شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

[illegible]

تحقیق

[illegible]

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

زیر عنوان

جلد اوّل

مقدمہ، کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب الحیض، کتاب الصلوٰۃ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

الطبع التاسع : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء
الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۴ھ / اپریل ۲۰۰۳ء
تصحیح : مولینا حافظ محمد ابراہیم فیضی
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

انتساب

---

nafse Islam

بہ حضور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ

اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنِیْ اِجْتِنَابَہٗ

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیت واضح کر، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما،

اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما!

(آمین)

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد اوّل

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۳۷
۲	متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق۔	۳۷
۳	مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان۔	۳۹
۴	کتاب وسنت واجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں۔	۴۰
۵	شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث۔	۴۰
۶	امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق۔	۴۱
۷	شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل۔	۴۶
۸	شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم تعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان۔	۴۷
۹	"تبیان القرآن" لکھنے کا عزم۔	۴۸
۱۰	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۴۹
۱۱	ولادت اور سلسلۂ نسب۔	۴۹
۱۲	تحصیلِ علم حدیث۔	۴۹
۱۳	شخصیت۔	۴۹
۱۴	اساتذہ اور مشائخ۔	۴۹
۱۵	تلامذہ۔	۵۰
۱۶	کلمات الثناء	۵۰
۱۷	علمی شکوہ۔	۵۰
۱۸	امام بخاری سے تعلقِ خاطر۔	۵۱
۱۹	تصانیف۔	۵۱
۲۰	وصال۔	۵۱
۲۱	حسنِ عاقبت	۵۱
۲۲	شارح صحیح مسلم	۵۲
۲۳	صحیح مسلم	۵۵
۲۴	سببِ تالیف اور مدت	۵۵
۲۵	تسمیہ۔	۵۶
۲۶	اسلوب۔	۵۶
۲۷	شرائط۔	۵۷
۲۸	تعلیقات	۵۸
۲۹	عدد مرویات	۵۹
۳۰	مستخرجات	۵۹
۳۱	شروحات صحیح مسلم	۶۰
۳۲	شرح صحیح مسلم، از قاری عبدالمجید برسٹل۔	۶۳
۳۳	شرح صحیح مسلم، از مفتی گل رحمان برمنگھم	۶۸
۳۴	مقدمہ از شارح صحیح مسلم	۷۱
۳۵	ضرورت حدیث۔	۷۱
۳۶	حجیت حدیث	۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷	تدوینِ حدیث۔	۷۴
۳۸	صحیح بخاری کی احادیث کا بیان۔	۷۸
۳۹	صحیح مسلم کی احادیث، اور صحیح بخاری، اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان۔	۷۸
۴۰	صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان۔	۸۰
۴۱	جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان	۸۱
۴۲	سنن ابی داؤد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۴
۴۳	سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۵۶
۴۴	سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۵	موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۶	کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان۔	۸۷
۴۷	سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۷
۴۸	مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان۔	۸۸
۴۹	مسند بزار کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰
۵۰	مستدرک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان۔	۹۰
۵۱	حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان۔	۹۲
۵۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان۔	۹۳
۵۳	اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان۔	۹۴
۵۴	متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق۔	۹۴
۵۵	چند ضروری اصطلاحات کا بیان۔	۹۶
۵۶	کتب احادیث کے اسماء۔	۹۷
۵۷	تعدادِ احادیث کا بیان۔	۹۸
۵۸	علم الحدیث روایۃً اور علم الحدیث درایۃً کی تعریفات۔	۱۰۰
۵۹	حدیث، متن اور سند کا معنی۔	۱۰۲
۶۰	محدث اور حافظ کی تعریف۔	۱۰۲
۶۱	تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم	۱۰۲
۶۲	خبر متواتر کی تعریف اور شرائط۔	۱۰۲
۶۳	خبر متواتر کا حکم۔	۱۰۳
۶۴	خبر متواتر کی اقسام	۱۰۳
۶۵	خبر الآحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام۔	۱۰۴
۶۶	حدیث مشہور کی تعریف۔	۱۰۴
۶۷	حدیث عزیز کی تعریف۔	۱۰۵
۶۸	حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام۔	۱۰۵
۶۹	قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم۔	۱۰۶
۷۰	حدیث مقبول کا بیان۔	۱۰۶
۷۱	حدیث صحیح کی تعریف۔	۱۰۶
۷۲	حدیث صحیح کے مراتب۔	۱۰۷
۷۳	حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف۔	۱۰۷
۷۴	حدیث حسن لذاتہ کی تعریف۔	۱۰۸
۷۵	حدیث حسن لغیرہ کی تعریف۔	۱۱۰
۷۶	حدیث مردود کا بیان۔	۱۱۲
۷۷	حدیث ضعیف کی تعریف۔	۱۲۲
۷۸	سقوطِ راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام۔	۱۱۳
۷۹	حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۳
۸۰	حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۱۵
۸۱	حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۵
۸۲	حدیث مرسل کی فنی حیثیت	۱۱۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	حدیثِ مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۸
۸۴	حدیثِ مرسل کی حجیت پر قرآنِ مجید سے استدلال۔	۱۱۸
۸۵	حدیثِ مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال۔	۱۱۹
۸۶	حدیثِ مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل۔	۱۲۰
۸۷	حدیثِ معضل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۳
۸۸	حدیثِ معضل اور حدیثِ معلق کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت کا بیان۔	۱۲۴
۸۹	حدیثِ منقطع کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۴
۹۰	حدیثِ مدلّس کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۵
۹۱	حدیثِ مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۷
۹۲	حدیثِ معنعن اور مؤنن۔	۱۲۸
۹۳	راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیثِ مردود کا بیان۔	۱۲۹
۹۴	حدیثِ موضوع کی تحقیق۔	۱۲۹
۹۵	حدیثِ موضوع کے تحقق پر دلائل۔	۱۲۹
۹۶	حدیثِ موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم۔	۱۲۹
۹۷	وضاعین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان۔	۱۳۰
۹۸	حدیثِ موضوع کی معرفت کے قواعد وضوابط۔	۱۳۲
۹۹	حدیثِ متروک کا بیان۔	۱۳۸
۱۰۰	حدیثِ منکر کا بیان۔	۱۳۹
۱۰۱	منکر کی مقابل "معروف" کا بیان۔	۱۴۱
۱۰۲	شاذ اور محفوظ کا بیان۔	۱۴۲
۱۰۳	حدیثِ معلّل کا بیان۔	۱۴۳
۱۰۴	حدیثِ مدرج کا بیان۔	۱۴۵
۱۰۵	حدیثِ مقلوب کا بیان۔	۱۴۸
۱۰۶	حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان۔	۱۴۹
۱۰۷	حدیثِ مضطرب کا بیان۔	۱۵۰
۱۰۸	حدیثِ مصحّف کا بیان۔	۱۵۱
۱۰۹	مجہول راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۲
۱۱۰	مبہم راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۳
۱۱۱	بدعتی راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۵۴
۱۱۲	بدعت مکفرہ کا بیان۔	۱۵۵
۱۱۳	روافض کی روایت کا بیان۔	۱۵۵
۱۱۴	فسق سے تائب کی روایت کا بیان۔	۱۵۶
۱۱۵	روایت اور شہادت کا فرق۔	۱۵۶
۱۱۶	حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان۔	۱۵۷
۱۱۷	بدحافظہ کی روایت کا بیان۔	۱۵۷
۱۱۸	جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان۔	۱۵۸
۱۱۹	حدیثِ ضعیف کے مراتب۔	۱۵۸
۱۲۰	حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق۔	۱۵۹
۱۲۱	تعدد اسانید سے حدیثِ ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۱
۱۲۲	حدیثِ ضعیف کی تقویت کی وجوہ۔	۱۶۳
۱۲۳	مجتہد کے استدلال سے حدیثِ ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۴
۱۲۴	اہلِ علم کے عمل کی وجہ سے حدیثِ ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۵
۱۲۵	کشف اور تجربہ سے حدیثِ ضعیف کی تقویت۔	۱۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۶	اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۶
۱۲۷	امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۶۷
۱۲۸	جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق۔	۱۶۹
۱۲۹	حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان۔	۱۷۲
۱۳۰	امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق۔	۱۷۲
۱۳۱	روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط۔	۱۷۳
۱۳۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط۔	۱۷۴
۱۳۳	اشتہار اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔	۱۷۴
۱۳۴	حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور حکماً کا بیان۔	۱۷۵
۱۳۵	صحابی کی تعریف کی تحقیق۔	۱۷۶
۱۳۶	جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۷۸
۱۳۷	صحابی کی معرفت کے ذرائع۔	۱۷۹
۱۳۸	تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان۔	۱۸۰
۱۳۹	کثیر الروایت صحابہ کا بیان۔	۱۸۰
۱۴۰	فقہاء صحابہ کا بیان۔	۱۸۰
۱۴۱	احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد	۱۸۱
۱۴۲	طبقات صحابہ کا بیان۔	۱۸۲
۱۴۳	تابعین کا بیان۔	۱۸۲
۱۴۴	مخضرمین کا بیان۔	۱۸۳
۱۴۵	اکابر اور افاضل تابعین کا بیان۔	۱۸۳
۱۴۶	حدیث مسند کی تعریف۔	۱۸۳
۱۴۷	حدیث متصل کی تعریف۔	۱۸۴
۱۴۸	مختلف الحدیث کا بیان۔	۱۸۵
۱۴۹	حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان۔	۱۸۶
۱۵۰	اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان۔	۱۸۹
۱۵۱	زیادات ثقات کا بیان۔	۱۹۰
۱۵۲	تحمل حدیث کے طرق۔	۱۹۲
۱۵۳	سماع	۱۹۲
۱۵۴	قرأت۔	۱۹۲
۱۵۵	اجازۃ	۱۹۲
۱۵۶	مناولہ	۱۹۳
۱۵۷	مکاتبہ	۱۹۴
۱۵۸	اعلام۔	۱۹۴
۱۵۹	وصیت	۱۹۴
۱۶۰	وجادۃ	۱۹۴
۱۶۱	اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان۔	۱۹۵
۱۶۲	حدیث مسلسل کا بیان۔	۱۹۶
۱۶۳	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۱۹۸
۱۶۴	اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء۔	۲۰۰
۱۶۵	حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ۔	۲۰۱
۱۶۶	حرف آخر۔	۲۰۱
۱۶۷	**مقدمہ صحیح مسلم**	۲۰۳
	باب: ۱	
۱۶۸	حدیث گھڑنے کی ممانعت۔	۲۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب:۲	
۱۶۹	بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت۔	۲۱۲
	باب:۳	
۱۷۰	ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت۔	۲۱۳
	باب:۴	
۱۷۱	اسنادِ حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت	۲۱۷
	باب:۵	
۱۷۲	حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل۔	۲۳۵
	کتاب الایمان	۲۴۶
۱۷۳	ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۴۶
۱۷۴	ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۴۸
۱۷۵	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان۔	۲۵۰
۱۷۶	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے۔	۲۵۱
۱۷۷	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۲
۱۷۸	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۳
۱۷۹	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۳
۱۸۰	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۴
۱۸۱	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد۔	۲۵۵
۱۸۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۶
۱۸۳	ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۷
۱۸۴	ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۱
۱۸۵	ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۳
۱۸۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ۔	۲۶۴
۱۸۷	آیا اسلام اور ایمان متغائر ہیں یا متحد؟	۲۶۵
۱۸۸	مومن اور مسلمان کی تعریف۔	۲۶۹
	ایمان کا بیان	۲۷۱
۱۸۹	تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز۔	۲۷۷
۱۹۰	اللہ تعالیٰ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب۔	۲۷۸
۱۹۱	قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۰
۱۹۲	قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۱
۱۹۳	تقدیر کی تعریف۔	۲۸۳
۱۹۴	معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان۔	۲۸۴
۱۹۵	تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات۔	۲۸۵
۱۹۶	تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۸۷
۱۹۷	انسان کے لیے آزادی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان۔	۲۸۹
۱۹۸	انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	
۱۹۹	انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ	۲۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میں مختار ہونا۔	۲۹۰
۲۰۰	بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔	۲۹۰
۲۰۱	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث۔	۲۹۱
۲۰۲	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۲۹۳
۲۰۳	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء۔	۲۹۵
۲۰۴	تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء۔	۲۹۷
۲۰۵	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق۔	۲۹۸
۲۰۶	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۹۹
۲۰۷	کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۳۰۰
۲۰۸	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۳۰۳
۲۰۹	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔	۳۰۳
۲۱۰	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۳۰۷
۲۱۱	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۳۰۸
۲۱۲	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۳۰۸
۲۱۳	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۳۰۹
۲۱۴	ندا نے یا محمد کا جواز اور بحث ونظر۔	۳۱۰
۲۱۵	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا۔	۳۱۴
۲۱۶	انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ندا نے یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا۔	۳۲۰
۲۱۷	ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔	۳۲۲
۲۱۸	مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق۔	۳۲۲
۲۱۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علمائے اسلام کی تصریحات۔	۳۲۴
۲۲۰	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب۔	۳۲۸
۲۲۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن کو بیان نہ فرمانے کا سبب۔	۳۲۹
	باب: ۱	
۲۲۲	نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔	۳۳۱
۲۲۳	نفلی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۳۲
۲۲۴	فرائض میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجیہ	۳۳۳
۲۲۵	غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم۔	۳۳۳
۲۲۶	تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۳۴
۲۲۷	وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل۔	۳۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۸	رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔	۳۳۵
	باب: ۲	
۲۲۹	ارکان اسلام سے متعلق سوال۔	۳۳۵
۲۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات۔	۳۳۷
۲۳۱	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔	۳۳۸
۲۳۲	روزہ کے لغوی اور شرعی معنی۔	۳۳۹
۲۳۳	روزہ کے مفطرات اور مفسدات کا بیان۔	۳۴۰
۲۳۴	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال۔	۳۴۲
۲۳۵	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	۳۴۴
۲۳۶	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال۔	۳۴۸
۲۳۷	انسانی بدن کی تشریح کے متعلق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا۔	۳۵۲
۲۳۸	انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ۔	۳۵۴
۲۳۹	آیا روزہ دار مریض انجیکشن لگوائے یا نہیں۔	۳۵۶
۲۴۰	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرہ اختلاف اور بر سبیل تنزل استدلال۔	۳۵۸
۲۴۱	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر۔	۳۵۸
	باب: ۳	۳۵۹
۲۴۲	ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔	۳۵۹
۲۴۳	توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف۔	۳۶۲
	باب: ۴	
۲۴۴	اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان۔	۳۶۲
۲۴۵	الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت	۳۶۴
	باب: ۵	
۲۴۶	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، احکام شریعت پر عمل کرنے، ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم۔	۳۶۴
۲۴۷	حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق۔	۳۶۹
۲۴۸	ایک اشکال کا جواب۔	۳۷۰
۲۴۹	چار قسموں کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت۔	۳۷۰
۲۵۰	نبیذ کا معنی۔	۳۷۰
	باب: ۶	
۲۵۱	توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی گواہی دینا۔	۳۷۱
۲۵۲	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۳۷۲
۲۵۳	آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۳۷۳
	باب: ۷	
۲۵۴	جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہیں ان سے قتال کرنے کا حکم۔	۳۷۵
۲۵۵	حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان۔	۳۷۸
۲۵۶	مانعین زکوٰۃ کا شبہ۔	۳۷۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۷	مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب۔	۳۷۹
۲۵۸	قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام	۳۸۰
۲۵۹	ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔	۳۸۱
۲۶۰	حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث۔	۳۸۲
۲۶۱	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔	۳۸۳
	باب: ۸	
۲۶۲	موت کے وقت غرغرہ موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پر مرنے والا جہنمی ہے۔	۳۸۴
۲۶۳	غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث۔	۳۸۶
۲۶۴	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔	۳۸۷
۲۶۵	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث	۳۹۳
۲۶۶	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔	۳۹۷
	باب: ۹	
۲۶۷	جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا۔	۳۹۸
۲۶۸	آیا مرتکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں؟	۴۰۷
۲۶۹	کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل	۴۰۸
۲۷۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان۔	۴۱۰
۲۷۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟	۴۱۰
۲۷۲	حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۴۱۱
	باب: ۱۰	
۲۷۳	جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔	۴۱۳
	باب: ۱۱	
۲۷۴	ایمان کی شاخوں کی تعداد، ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔	۴۱۳
۲۷۵	ایمان کی شاخوں کے تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان۔	۴۱۵
۲۷۶	ایمان کی شاخوں کی تفسیر اور تعیین۔	۴۱۶
۲۷۷	حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۴۱۷
۲۷۸	حیا کا شرعی معنی۔	۴۱۸
	باب: ۱۲	
۲۷۹	اسلام کے جامع اوصاف۔	۴۱۹
۲۸۰	استقامت کا بیان	۴۲۰
	باب: ۱۳	
۲۸۱	احکام اسلام میں سے بعض کی بعض پر فضیلت	۴۲۲
۲۸۲	افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	تعارض کا بیان۔	۴۲۳
	باب: ۴	
۲۸۳	ان خصائص کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔	۴۲۳
۲۸۴	حلاوت ایمان کا معنی۔	۴۲۴
۲۸۵	اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ۔	۴۲۴
	باب: ۱۵	
۲۸۶	اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۴۲۵
۲۸۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۴۲۶
۲۸۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ۔	۴۲۶
۲۸۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۴۲۶
۲۹۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۴۳۱
۲۹۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات۔	۴۳۳
۲۹۲	اطاعت رسول۔	۴۳۳
۲۹۳	اتباع رسول کی حلاوت۔	۴۳۵
۲۹۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا۔	۴۳۸
۲۹۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا۔	۴۴۰
۲۹۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۴۴۱
۲۹۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۴۴۲
۲۹۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا۔	۴۴۲
۲۹۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا۔	۴۴۳
۳۰۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا۔	۴۴۴
۳۰۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا۔	۴۴۵
۳۰۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا۔	۴۴۸
۳۰۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعداء سے عداوت رکھنا۔	۴۴۹
۳۰۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر۔	۴۵۱
	باب: ۱۶	
۳۰۵	ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔	۴۵۲
۳۰۷	جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔	۴۵۳
	باب: ۱۷	
۳۰۷	پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۴۵۴
۳۰۸	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۴۵۴
	باب: ۱۸	
۳۰۹	پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان سے ہے۔	۴۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱۰	افضلیت سکوت کے مواقع۔	۴۵۷
۳۱۱	مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب۔	۴۵۷
	باب: ۱۹	
۳۱۲	برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔	۴۵۸
۳۱۳	خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر۔	۴۵۹
۳۱۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق۔	۴۶۰
۳۱۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۶۱
۳۱۶	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث	۴۶۱
۳۱۷	کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے۔	۴۶۲
۳۱۸	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔	۴۶۲
۳۱۹	ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان۔	۴۶۴
۳۲۰	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے۔	۴۶۵
۳۲۱	امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے۔	۴۶۵
۳۲۲	خلوف کا معنی۔	۴۶۵
	باب: ۲۰	
۳۲۳	اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح۔	۴۶۶
۳۲۴	یمن کی طرف ایمان کے نسبت کرنے کی توجیہ۔	۴۶۹
۳۲۵	اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ۔	۴۶۹
۳۲۶	شیطان کے دو سینگوں سے کیا مراد ہے؟	۴۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۲۷	فقہ اور حکمت کی تعریفات	۴۷۰
	باب: ۲۱	
۳۲۸	جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے، مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے۔	۴۷۰
۳۲۹	مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان۔	۴۷۱
	باب: ۲۲	
۳۳۰	دین خیر خواہی ہے۔	۴۷۲
۳۳۱	اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل۔	۴۷۳
	باب: ۲۳	
۳۳۲	گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا	۴۷۳
۳۳۳	حدیث الباب کی تشریح۔	۴۷۶
	باب: ۲۴	
۳۳۴	منافق کی صفات کا بیان۔	۴۷۷
۳۳۵	تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ۔	۴۷۷
۳۳۶	ان تین خصلتوں کا منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ۔	۴۷۸
	باب: ۲۵	
۳۳۷	مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم۔	۴۸۰
۳۳۸	مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجیہات	۴۸۱
۳۳۹	مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ	۴۸۲
۳۴۰	غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم۔	۴۸۵
	باب: ۲۶	
۳۴۱	جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	انکار کرے اس کے ایمان کا بیان۔	۴۸۵
۳۴۲	استلحاق زیاد کا بیان	۴۸۶
	باب: ۲۷	
۳۴۳	اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔	۴۸۷
۳۴۴	فسق کا بیان۔	۴۸۸
۳۴۵	مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ۔	۴۸۸
	باب: ۲۸	
۳۴۶	اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا۔	۴۸۹
۳۴۷	ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توجیہات۔	۴۸۹
	باب: ۲۹	
۳۴۸	نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق۔	۴۹۰
۳۴۹	تعزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد۔	۴۹۰
۳۵۰	مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال	۴۹۶
۳۵۱	مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال۔	۴۹۸
۳۵۲	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال۔	۵۰۰
۳۵۳	مروجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغہ سے استدلال۔	۵۰۲
۳۵۴	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال۔	۵۰۳
۳۵۵	مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال۔	۵۰۵
۳۵۶	نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے	۵۰۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	جوابات۔	۵۱۰
۳۵۷	چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۳
۳۵۸	زانو پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۵
۳۵۹	سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۶
۳۶۰	زانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب۔	۵۱۷
۳۶۱	ماتم حسین کے استثناء کا جواب۔	۵۲۰
۳۶۲	ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔	۵۲۱
	باب: ۳۰	
۳۶۳	بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق۔	۵۲۲
۳۶۴	جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا جواب دینا چاہیے۔	۵۲۳
	باب: ۳۱	
۳۶۵	جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان۔	۵۲۳
۳۶۶	ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال۔	۵۲۵
۳۶۷	کواکب سیارگان اور بروج کا بیان۔	۵۲۶
۳۶۸	ستارہ پرستوں کا نظریہ۔	۵۲۷
۳۶۹	اسباب کی تاثیر کا بیان۔	۵۲۷
	باب: ۳۲	
۳۷۰	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۸۱	کی، اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔	۵۲۸
۳۸۲	حدیث الباب کی تشریح۔	۵۲۹
	باب: ۳۳	
۳۸۳	عبادات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق۔	۵۳۰
۳۸۴	مومن کو لعنت کرنے کا حکم۔	۵۳۱
۳۸۵	عورت کی نصف شہادت کی تحقیق۔	۵۳۱
۳۸۶	وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔	۵۳۴
۳۸۷	عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں۔	۵۳۶
۳۸۸	حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔	۵۳۷
	باب: ۳۴	
۳۸۹	نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق۔	۵۳۷
۳۹۰	تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۵۳۸
	باب: ۳۵	
۳۹۱	اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔	۵۴۰
۳۹۲	افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات۔	۵۴۳
	باب: ۳۶	
۳۹۳	سب سے بڑا گناہ، شرک ہے اور اس کے بعد بڑے گناہوں کا بیان۔	۵۴۳
	باب: ۳۷	
۳۹۴	معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان۔	۵۴۴
۳۹۵	سات کبائر کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ۔	۵۴۶
۳۹۶	کبیرہ اور صغیرہ میں فرق۔	۵۴۶
۳۹۷	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں۔	۵۴۷
۳۹۸	اصرار معصیت اور تکرار معصیت۔	۵۴۸
۳۹۹	شرک کی تعریف۔	۵۴۸
۴۰۰	سحر کی تعریف۔	۵۴۸
	باب: ۳۸	
	تکبر کے حرام ہونے کا بیان۔	۵۴۹
	اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحث۔	۵۴۹
	اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے۔	۵۵۰
	جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ۔	۵۵۰
	قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے۔	۵۵۱
	باب: ۳۹	
	جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مرا اس کے دوزخی ہونے پر دلیل۔	۵۵۲
	کیا صرف لا الہ الا اللہ پڑھ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟۔	۵۵۳
	باب: ۴۰	
	کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔	۵۵۴
	ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ۔	۵۵۸
	باب: ۴۱	
	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۵۶۰
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۴۲	
۴۰۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۵۶۱
	باب: ۴۳	
۴۰۲	منہ پر تھپڑ مارنے، گریبان چاک کرنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کا بیان۔	۵۶۱
	باب: ۴۴	
۴۰۳	چغل خوری کی سخت ممانعت۔	۵۶۳
۴۰۴	چغلی کی تعریف۔	۵۶۴
۴۰۵	چغلی سننے والے پر چھ امور لازم ہیں۔	۵۶۴
۴۰۶	دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز۔	۵۶۵
	باب: ۴۵	
۴۰۷	لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں احسان جتلانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان۔	۵۶۵
۴۰۸	ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ۔	۵۶۰
۴۰۹	بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ۔	۵۶۸
	باب: ۴۶	
۴۱۰	خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا عذاب۔	۵۶۹
۴۱۱	خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کو توجیہ۔	۵۷۳
۴۱۲	غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔	۵۷۳
	باب: ۴۷	
۴۱۳	مال غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔	۵۷۴
۴۱۴	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔	۵۷۵
	باب ۴۸	
۴۱۵	خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل۔	۵۷۶
۴۱۶	اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔	۵۷۷
	باب: ۴۹	
۴۱۷	قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھا لینا جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو۔	۵۷۷
	باب: ۵۰	
۴۱۸	فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب۔	۵۷۸
	باب: ۵۱	
۴۱۹	مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا۔	۵۷۸
۴۲۰	حدیث الباب کی تشریح۔	۵۷۹
	باب: ۵۲	
۴۲۱	کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟	۵۸۰
۴۲۲	اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بداعمالیوں پر مواخذہ کا جواب۔	۵۸۱
	باب: ۵۳	
۴۲۳	اسلام، حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔	۵۸۱
۴۲۴	دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان۔	۵۸۳
	باب: ۵۴	
۴۲۵	اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم۔	۵۸۴
۴۲۶	کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔	۵۸۵
	باب: ۵۵	
۴۲۷	ایمان میں صدق اور اخلاص۔	۵۸۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۲۸	حدیث الباب کی تشریح۔	۵۸۷
	باب: ۵۶	
۴۲۹	حدیث نفس اور خواطر سے درگذر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان۔	۵۸۷
۴۳۰	ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم۔	۵۹۳
۴۳۱	دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق۔	۵۹۵
	باب: ۵۷	
۴۳۲	ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسہ کے وقت کیا کہنا چاہیے۔	۵۹۷
۴۳۳	شیطانی وسوسوں کی دو قسمیں۔	۶۰۰
۴۳۴	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال۔	۶۰۰
	باب: ۵۸	
۴۳۵	جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید۔	۶۰۱
۴۳۶	باطن میں قصار ناقد نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال۔	۶۰۵
۴۳۷	ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل۔	۶۰۶
	باب: ۵۹	
۴۳۸	غیر کا مال ناحق چھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے۔	۶۰۶
۴۳۹	شہید کی وجہ تسمیہ۔	۶۰۷
۴۴۰	فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام۔	۶۰۷
۴۴۱	فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام	۶۰۸
	باب: ۶۰	
۴۴۲	رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید۔	۶۰۹
۴۴۳	صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟	۶۱۰
	باب: ۶۱	
۴۴۴	بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا۔	۶۱۰
۴۴۵	عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان۔	۶۱۴
۴۴۶	حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت نہ ہونے کا بیان۔	۶۱۴
	باب: ۶۲	
۴۴۷	اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جائے گا اور وہ مسجدوں میں گھس جائے گا۔	۶۱۵
۴۴۸	اول آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے	۶۱۵
	باب: ۶۳	
۴۴۹	اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا۔	۶۱۶
	باب: ۶۴	
۴۵۰	خوف زدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز۔	۶۱۷
۴۵۱	تقیہ کی تحقیق۔	۶۱۷
۴۵۲	تقیہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام۔	۶۱۹
۴۵۳	مداہنات کی تحقیق۔	۶۲۱
۴۵۴	تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ۔	۶۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵۵	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ۔	۶۲۲
۴۵۶	تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل۔	۶۲۲
۴۵۷	تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات۔	۶۲۴
۴۵۸	تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات۔	۶۲۵
۴۵۹	کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان۔	۶۲۷
	باب: ۶۵	
۴۶۰	جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی مومن کہنے کی ممانعت۔	۶۳۰
۴۶۱	حدیث الباب کی تشریح۔	۶۳۲
	باب: ۶۶	
۴۶۲	دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا۔	۶۳۳
۴۶۳	مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ۔	۶۳۳
۴۶۴	حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ۔	۶۳۵
۴۶۵	قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ۔	۶۳۵
	باب: ۶۷	
۴۶۶	ہمارے نبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۶۳۶
۴۶۷	معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام۔ ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت۔	۶۳۸
۴۶۸	علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز	۶۴۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اکا سفر اختیار کرنا۔	۶۴۰
۴۶۹	اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق۔	۶۴۰
۴۷۰	خواتین کو تعلیم دینا۔	۶۴۲
	باب: ۶۸	
۴۷۱	حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان۔	۶۴۲
۴۷۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل۔	۶۴۴
	باب: ۶۹	
۴۷۳	اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔	۶۴۵
۴۷۴	دجال کا بیان۔	۶۴۷
۴۷۵	دابۃ الارض کا بیان۔	۶۴۸
۴۷۶	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ۔	۶۴۸
	باب: ۷۰	
۴۷۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان۔	۶۴۹
۴۷۸	وحی کا لغوی معنی۔	۶۵۳
۴۷۹	وحی کا شرعی معنی۔	۶۵۴
۴۸۰	الہام اور فراست کی تعریفیں۔	۶۵۵
۴۸۱	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام۔	۶۵۶
۴۸۲	خواب کی تعریف اور اقسام	۶۵۶
۴۸۳	ابتدا نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں۔	۶۵۷
۴۸۴	بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق۔	۶۵۷
۴۸۵	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق۔	۶۵۸
...		

	مضمون	صفحہ نمبر
۴۸۶	حرا میں فرشتے کی آمد۔	۶۵۹
۴۸۷	ما انا بقاریؒ کی تحقیق۔	۶۶۰
۴۸۸	پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلے اللہ	
۴۸۹	علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۶۶۳
۴۸۹	حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح۔	۶۶۳
۴۹۰	ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۶۶۴
۴۹۱	آیا وحی رک جانے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟	۶۶۴
۴۹۲	انقطاع وحی کی مدت کا بیان۔	۶۶۶
۴۹۳	اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔	۶۶۷
	باب: ۷۱	
۴۹۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان۔	۶۷۱
۴۹۵	معراج کا لغوی معنیٰ۔	۶۸۶
۴۹۶	معراج کا اصطلاحی معنیٰ۔	۶۸۶
۴۹۷	شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کا بیان۔	۶۸۷
۴۹۸	سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۶۸۸
۴۹۹	لفظ سبحان کے اسرار	۶۸۹
۵۰۰	لفظ عبدہ کے اسرار	۶۹۰
۵۰۱	لفظ اسریٰ کے اسرار	۶۹۲
۵۰۲	معراج کے متعلق سورہ والنجم کی آیات۔	۶۹۲
۵۰۳	والنجم اذا ھوی کے اسرار۔	۶۹۳
۵۰۴	ثم دنی فتدلی کے اسرار۔	۶۹۴
۵۰۵	فکان قاب قوسین کے اسرار۔	۶۹۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۰۶	حضرت جبرائیل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔	۶۹۷
۵۰۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار۔	۶۹۷
۵۰۸	شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار۔	۶۹۸
۵۰۹	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۷۰۲
۵۱۰	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۷۰۶
۵۱۱	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ۔	۷۰۷
۵۱۲	شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۷۱۱
۵۱۳	واقعہ معراج کی تاریخ۔	۷۱۴
۵۱۴	واقعہ معراج کی ابتدا کی جگہ۔	۷۱۵
۵۱۵	معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ۔	۷۱۵
۵۱۶	کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان۔	۷۱۶
۵۱۷	رات میں معراج کرانے کے اسرار۔	۷۳۳
۵۱۸	معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۷۳۴
۵۱۹	حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کے اسرار۔	۷۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار۔	۷۳۵
۵۲۱	شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق۔	۷۷۶
۵۲۲	تین بار شق صدر کرنے کے اسرار۔	۷۴۰
۵۲۳	"ھذا حظك من الشيطان" کے اسرار۔	۷۴۱
۵۲۴	قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار۔	۷۴۳
۵۲۵	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۷۴۴
۵۲۶	براق پر سواری کے اسرار۔	۷۴۴
۵۲۷	قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار۔	۷۴۶
۵۲۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق۔	۷۴۸
۵۲۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا۔	۷۴۹
۵۳۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا۔	۷۴۹
۵۳۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا۔	۷۵۱
۵۳۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا۔	۷۵۱
۵۳۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا۔	۷۵۴
۵۳۴	صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا۔	۷۵۴
۵۳۵	اجسام مثالیہ کا تعدد۔	۷۵۸
۵۳۶	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا۔	۷۵۹
۵۳۷	شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار۔	۷۶۲
۵۳۸	مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار۔	۷۶۲
۵۳۹	آسمانوں پر جانے کے اسرار۔	۷۶۵
۵۴۰	سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گزرنے کے اسرار۔	۷۶۵
۵۴۱	قف یا محمد فان ربك یصلی کے اسرار۔	۷۶۶
۵۴۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار۔	۷۶۶
۵۴۳	الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے اسرار۔	۷۶۷
۵۴۴	کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار۔	۷۶۸
۵۴۵	شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار۔	۷۶۹
	باب: ۷۲	
۵۴۶	آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟	۷۷۲
۵۴۷	قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا۔	۷۷۷
۵۴۸	حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان۔	۷۷۸
۵۴۹	نورانی اراہ کی تحقیق۔	۷۸۰
	باب: ۷۳	
۵۵۰	آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہ کے دیدار کا اثبات۔	۷۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۲	اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب۔	۷۹۳
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔	۷۹۴
	باب: ۷۴	
۵۵۴	شفاعت کا اثبات اور موحدین کو دوزخ سے نکالنے کا بیان۔	۷۹۵
	باب ۷۵	
۵۵۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا۔	۸۲۵
۵۵۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث۔	۸۲۵
	باب ۷۶	
۵۵۷	جو شخص کفر پر مرا وہ دوزخ میں رہے گا اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ نہیں دے گی۔	۸۲۷
۵۵۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ۔	۸۳۰
۵۵۹	اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔	۸۳۱
۵۶۰	گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔	۸۳۲
	باب: ۷۷	
۵۶۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ابو طالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف۔	۸۳۳
۵۶۲	ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ۔	۸۳۵
۵۶۳	والدین کریمین کے ایمان پر دلیل۔	۸۳۶
	باب: ۷۸	
۵۶۴	کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے	۸۳۷
۵۶۵	اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل	۸۳۷
	باب: ۷۹	
۵۶۶	مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا۔	۸۳۷
۵۶۷	غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل۔	۸۳۸
	باب: ۸۰	
۵۶۸	مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول۔	۸۳۹
۵۶۹	شفاعت طلب کرنے پر دلیل۔	۸۴۳
۵۷۰	دم کرانا اور داغ لگا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔	۸۴۳
	باب: ۸۱	
۵۷۱	نصف اہل جنت اس امت کے لوگ ہوں گے	۸۴۵
	کتاب الطہارۃ	۸۴۹
۵۷۲	طہارت کے لغوی معنی کا بیان۔	۸۴۹
۵۷۳	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۸۵۰
۵۷۴	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۸۵۱
۵۷۵	طہارت کے مراتب اور درجات۔	۸۵۸
	باب: ۸۲	
۵۷۶	وضو کی فضیلت۔	۸۵۹
۵۷۷	وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق۔	۸۵۹
۵۷۸	طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح۔	۸۵۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷۹	صبر کا معنی۔	۸۶۱
	باب: ۸۴	
۵۸۰	نماز کے لیے طہارت کا وجوب۔	۸۶۳
۵۸۱	موجب طہارت کی تحقیق۔	۸۶۴
۵۸۲	فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال۔	۸۶۴
۵۸۳	فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۶۵
۵۸۴	بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق۔	۸۶۶
۵۸۵	فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے۔	۸۶۶
۵۸۶	مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔	۸۶۶
	باب: ۸۳	
۵۸۷	کامل وضوء کرنے کا طریقہ۔	۸۶۶
۵۸۸	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل۔	۸۶۷
۵۸۹	سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۸۶۸
۵۹۰	سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء۔	۸۷۰
۵۹۱	چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۸۷۰
۵۹۲	چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث۔	۸۷۱
۵۹۳	نماز میں معفو عن خطرات اور وسواس کا بیان۔	۸۷۲
۵۹۴	وضوء اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان۔	۸۷۳
	باب: ۸۵	
۵۹۵	وضوء کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت	۸۷۴
۵۹۶	مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات	۸۷۸
	باب: ۸۶	
۵۹۷	وضوء کے بعد مستحب ذکر کا بیان۔	۸۷۸
	باب: ۸۷	
۵۹۸	وضوء کے طریقہ کی تفصیل۔	۸۸۰
۵۹۹	ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۸۸۱
	باب: ۸۸	
۶۰۰	ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا۔	۸۸۳
	باب: ۸۹	
۶۰۱	وضوء میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب۔	۸۸۵
۶۰۲	وضوء میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب۔	۸۸۷
۶۰۳	وضوء میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق غلاۃ شیعہ کے دلائل۔	۸۸۸
۶۰۴	آیت وضوء میں قرأت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات۔	۸۸۹
۶۰۵	علماء شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات	۸۹۰
۶۰۶	پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان۔	۸۹۰
۶۰۷	علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب۔	۸۹۳
	باب: ۹۰	
۶۰۸	تمام اعضاء وضوء کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب۔	۸۹۴
۶۰۹	وضوء اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم۔	۸۹۴
	باب: ۹۱	
۶۱۰	وضوء کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔	۸۹۵
	باب: ۹۲	
۶۱۱	اعضاء وضوء کو چمکانے کیلئے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب۔	۸۹۶
۶۱۲	غرۃ اور تحجیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۹۰۰
۶۱۳	غرۃ اور تحجیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۰۰
۶۱۴	غرۃ اور تحجیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۹۰۰
۶۱۵	غرۃ اور تحجیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ	۹۰۱
۶۱۶	حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال۔	۹۰۲
۶۱۷	بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات۔	۹۰۳
۶۱۸	مستقبل کے یقینی امور کے متعلق انشاء اللہ کہنے کا بیان۔	۹۰۵
۶۱۹	بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق۔	۹۰۶
۶۲۰	عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے۔	۹۰۸
	باب: ۹۳	
۶۲۱	تکلیف کے وقت مکمل وضوء کرنے کی فضیلت	۹۰۸
	باب: ۹۴	
۶۲۲	مسواک کا بیان۔	۹۰۹
۶۲۳	مسواک کا لغوی اور شرعی معنیٰ۔	۹۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۲۴	مسواک کے متعلق احکام شرعیہ۔	۹۱۱
۶۲۵	منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔	۹۱۳
۶۲۶	احکام شرعیہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا۔	۹۱۴
	باب: ۹۵	
۶۲۷	بعض سنتوں کا بیان۔	۹۱۵
۶۲۸	دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔	۹۱۶
۶۲۹	(۱)۔ ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات۔	۹۱۷
۶۳۰	(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم۔	۹۲۰
۶۳۱	(۴) مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۹۲۲
۶۳۲	ڈاڑھی کا لغوی معنیٰ۔	۹۲۴
۶۳۳	(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۹۲۴
۶۳۴	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۲۵
۶۳۵	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۲۶
۶۳۶	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۲۶
۶۳۷	ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ۔	۹۳۱
۶۳۸	(۶-۷) کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۲
۶۳۹	(۸) انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۳
۶۴۰	نیل پالش اور مہندی سے وضوء کا حکم۔	۹۳۳
۶۴۱	(۹) مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۹۳۴
۶۴۲	(۱۰) پانی سے استنجاء کرنا۔	۹۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۶	
۶۴۳	استنجا۔	۹۳۴
۶۴۴	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۹۳۸
۶۴۵	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۴۰
۶۴۶	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۴۰
۶۴۷	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۴۱
	باب: ۹۷	
۶۴۸	موزوں پر مسح۔	۹۴۳
۶۴۹	موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۴۸
۶۵۰	عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۵۰
۶۵۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔	۹۵۰
	باب: ۹۸	
۶۵۲	موزوں پر مسح کی مدت۔	۹۵۱
۶۵۳	موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان۔	۹۵۲
۶۵۴	موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف۔	۹۵۲
۶۵۵	موزوں پر مسح کرنے کی شرائط۔	۹۵۳
	باب: ۹۹	
۶۵۶	ایک وضوء سے متعدد نمازوں کا جواز۔	۹۵۳
۶۵۷	ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل۔	۹۵۴
	باب: ۱۰۰	
۶۵۸	تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت۔	۹۵۴
۶۵۹	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	۹۵۶
	باب: ۱۰۱	
۶۶۰	کتے کے جھوٹے کا حکم۔	۹۵۶
۶۶۱	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۹۵۶
۶۶۲	کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۹۵۹
	باب: ۱۰۲	
۶۶۳	ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت۔	۹۵۹
۶۶۴	کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء۔	۹۶۰
	باب: ۱۰۳	
۶۶۵	جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۶۱
	باب: ۱۰۴	
۶۶۶	جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا۔	۹۶۲
۶۶۷	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	۹۶۳
۶۶۸	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم	۹۶۳
۶۶۹	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔	۹۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۰۵	
۶۷۰	شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم۔	۹۶۵
۶۷۱	شیر خوار بچے کے پیشاب آلودہ کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔	۹۶۷
	باب: ۱۰۶	
۶۷۲	منی کا حکم۔	۹۶۸
۶۷۳	منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء۔	۹۷۰
۶۷۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان۔	۹۷۲
۶۷۵	رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔	۹۷۶
	باب: ۱۰۷	
۶۷۶	خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ۔	۹۷۷
۶۷۷	نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۹۷۸
	باب: ۱۰۸	
۶۷۸	پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب۔	۹۷۹
۶۷۹	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق۔	۹۸۰
۶۸۰	قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر	۹۸۱
۶۸۱	ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر	۹۸۶
۶۸۲	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل۔	۹۸۸
۶۸۳	برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت رابطہ۔	۹۸۹

کتاب الحیض

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸۴	حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی۔	۹۹۰
۶۸۵	حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء۔	۹۹۰
۶۸۶	حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۹۹۰
۶۸۷	حیض کے مسائل۔	۹۹۱
	باب: ۱۰۹	
۶۸۸	ملبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا۔	۹۹۳
۶۸۹	حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام۔	۹۹۴
۶۹۰	منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔	۹۹۵
	باب: ۱۱۰	
۶۹۱	حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا۔	۹۹۶
	باب: ۱۱۱	
۶۹۲	حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر دھونے بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز۔	۹۹۷
۶۹۳	بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز۔	۱۰۰۰
	باب: ۱۱۲	
۶۹۴	ندی کا حکم۔	۱۰۰۰
۶۹۵	باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔	۱۰۰۰
	باب: ۱۱۳	
۶۹۶	نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ، منہ دھونا۔	۱۰۰۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۱۴	
۶۹۷	جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجا اور وضو کرنے کا استحباب۔	۱۰۰۲
۶۹۸	مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب	۱۰۰۴
۶۹۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق۔	۱۰۰۵
۸۰۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کے اعتراضات کے جوابات۔	۱۰۰۸
	باب: ۱۱۵	
۷۰۱	احتلام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجوب۔	۱۰۰۹
	باب: ۱۱۶	
۷۰۲	مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۰۱۱
	باب: ۱۱۷	
۷۰۳	غسل جنابت کا طریقہ۔	۱۰۱۳
۷۰۴	وضو کے مسائل۔	۱۰۱۵
	باب: ۱۱۸	
۷۰۵	غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا۔	۱۰۱۵
۷۰۶	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔	۱۰۱۹
۷۰۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب۔	۱۰۱۹
۷۰۸	عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق۔	۱۰۲۰
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۱۹	
۷۰۹	غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔	۱۰۲۱
	باب: ۱۲۰	
۷۱۰	غسل میں مینڈھیوں کا حکم۔	۱۰۲۳
	باب: ۱۲۱	
۷۱۱	عائشہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب۔	۱۰۲۴
	باب: ۱۲۲	
۷۱۲	مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام۔	۱۰۲۶
	باب: ۱۲۳	
۷۱۳	حائضہ پر نماز کی قضا نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔	۱۰۲۸
	باب: ۱۲۴	
۷۱۴	پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا۔	۱۰۲۹
	باب: ۱۲۵	
۷۱۵	پرائی شرمگاہ دیکھنے کی حرمت۔	۱۰۳۰
۷۱۶	محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرم گاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام۔	۱۰۳۱
	باب: ۱۲۶	
۷۱۷	تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز۔	۱۰۳۱
۷۱۸	تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت	۱۰۳۲
	باب: ۱۲۷	
۷۱۹	شرمگاہ چھپانے کی کوشش کرنا۔	۱۰۳۳
	باب: ۱۲۸	
۷۲۰	قضاء حاجت کے وقت پردہ کرنا۔	۱۰۳۴
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۲۹	
۷۲۱	غسل جماع کے احکام۔	۱۰۳۵
۷۲۲	غسل جنابت کا سبب۔	۱۰۳۸
	باب: ۱۳۰	
۷۲۳	آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب۔	۱۰۳۹
	باب: ۱۳۱	
۷۲۴	اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم۔	۱۰۴۲
	باب: ۱۳۲	
۷۲۵	جس شخص کو وضو کا یقین ہو، پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔	۱۰۴۳
۷۲۶	شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔	۱۰۴۳
	باب: ۱۳۳	
۷۲۷	مرد اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا۔	۱۰۴۳
۷۲۸	دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۴۶
۷۲۹	دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام۔	۱۰۴۷
	باب: ۱۳۴	
۷۳۰	تیمم۔	۱۰۴۷
۷۳۱	تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات۔	۱۰۵۱
۷۳۲	حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل۔	۱۰۵۳
۷۳۳	حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث۔	۱۰۵۵
۷۳۴	تیمم کے بعض مسائل۔	۱۰۵۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۳۵	
۷۳۵	مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل۔	۱۰۵۶
۷۳۶	آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔	۱۰۵۷
	باب: ۱۳۶	
۷۳۷	جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر	۱۰۵۸
۷۳۸	جنبی اور حائضہ کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے	۱۰۵۸
	باب: ۱۳۷	
۷۳۹	بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور وضو کا واجب نہ ہونا۔	۱۰۵۸
	باب: ۱۳۸	
۷۴۰	بیت الخلاء جانے کے وقت کی دعا۔	۱۰۵۹
	باب: ۱۳۹	
۷۴۱	بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	۱۰۶۰
۷۴۲	نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۶۱
۷۴۳	**کتاب الصلوٰۃ**	۱۰۶۳
۷۴۴	اذان کے مباحث۔	۱۰۷۰
۷۴۵	اذان کی ابتداء کا بیان۔	۱۰۷۰
۷۴۶	قبر پر اذان دینے کی تحقیق۔	۱۰۷۱
۷۴۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان سننے کی تحقیق۔	۱۰۷۱
۷۴۸	وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق۔	۱۰۷۳
	باب: ۱۴۰	
۷۴۹	اذان کی ابتداء۔	۱۰۷۴
۷۵۰	اذان کی مشروعیت کا بیان۔	۱۰۷۵
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۴۱	
۷۵۱	اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم۔	۱۰۷۸
۷۵۲	کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۷۹
۷۵۳	کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل۔	۱۰۸۰
	باب: ۱۴۲	
۷۵۴	اذان کا طریقہ۔	۱۰۸۲
۷۵۵	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ۔	۱۰۸۳
۷۵۶	اذان میں ترجیع کرنے کی تحقیق۔	۱۰۸۴
	باب: ۱۴۳	
۷۵۷	ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب۔	۱۰۸۶
۷۵۸	نابینا کے اذان دینے کا جواز	۱۰۸۷
۷۵۹	حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح۔	۱۰۸۷
	باب: ۱۴۴	
۷۶۰	جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز۔	۱۰۸۷
	باب: ۱۴۵	
۷۶۱	دارالکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت	۱۰۸۸
	باب: ۱۴۶	
۷۶۲	اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب۔	۱۰۸۹
۷۶۳	اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا	۱۰۹۰
۷۶۴	اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔	۱۰۹۱
۷۶۵	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم۔	۱۰۹۲
۷۶۶	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟	۱۰۹۲
۷۶۷	اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرف آخر۔	۱۰۹۴
۷۶۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ۔	۱۰۹۵
	باب: ۱۴۷	
۷۶۹	اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا۔	۱۰۹۵
۷۷۰	قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح۔	۱۰۹۸
۷۷۱	اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق۔	۱۰۹۸
	باب: ۱۴۸	
۷۷۲	تکبیر احرام کے ساتھ، رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب۔	۱۱۰۲
۷۷۳	رفع یدین کی حکمتیں۔	۱۱۰۴
۷۷۴	رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۰۴
۷۷۵	کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۱۰۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۷۶	رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۰۸
۷۷۷	رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۱۰
۷۷۸	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار۔	۱۱۱۱
۷۷۹	ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ۔	۱۱۱۵
۷۸۰	حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب۔	۱۱۱۶
۷۸۱	ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں۔	۱۱۱۷
۷۸۲	حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۷
۷۸۳	حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۷
۷۸۴	حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب۔	۱۱۱۸
۷۸۵	حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب	۱۱۱۸
۷۸۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء	۱۱۱۹
۷۸۷	ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۱۲۰
۷۸۸	سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث ونظر۔	۱۱۲۱
	باب: ۱۴۹	
۷۸۹	رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت۔	۱۱۲۲
۷۹۰	نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۲۴
	باب: ۱۵۰	
۷۹۱	ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں۔ ان کو پڑھ لے۔	۱۱۲۵
۷۹۲	قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۲۹
۷۹۳	قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۳۰
۷۹۴	قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۳۲
۷۹۵	قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۳۲
۷۹۶	سورۂ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال۔	۱۱۳۷
۷۹۷	امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث ونظر	۱۱۳۹
۷۹۸	قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات۔	۱۱۴۶
۸۹۹	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل۔	۱۱۴۹
۸۰۰	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل۔	۱۱۵۰
۸۰۱	فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل۔	۱۱۵۱
۸۰۲	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سراً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۵۲
۸۰۳	سورۂ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے۔	۱۱۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۵۱	
۸۰۴	امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت۔	۱۱۵۵
۸۰۵	قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت	۱۱۵۶
	باب: ۱۵۲	
۸۰۶	بسم اللہ کو سرّاً پڑھنے والوں کے دلائل۔	۱۱۵۷
۸۰۷	نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ۔	۱۱۵۸
	باب: ۱۵۳	
۸۰۸	جن لوگوں کے نزدیک سورت توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل۔	۱۱۵۸
۸۰۹	ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جز نہ ہونے کے دلائل۔	۱۱۵۹
۸۱۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان۔	۱۱۶۰
	باب: ۱۵۴	
۸۱۱	سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا۔	۱۱۶۱
۸۱۲	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ۔	۱۱۶۱
	باب: ۱۵۵	
۸۱۳	نماز میں تشہد کا بیان۔	۱۱۶۳
۸۱۴	تشہد میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۶۷
۸۱۵	تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر تصلّی سلام عرض کرنے کی تحقیق۔	۱۱۶۷
	باب: ۱۵۶	
۸۱۶	تشہد کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔	۱۱۷۵
۸۱۷	نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۱۷۷
۸۱۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات۔	۱۱۷۹
۸۱۹	درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان	۱۱۸۱
۸۲۰	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے	۱۱۸۱
۸۲۱	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے	۱۱۸۲
۸۲۲	درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ۔	۱۱۸۲
۸۲۳	درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی؟	۱۱۸۳
۸۲۴	غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق۔	۱۱۸۴
۸۲۵	غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق۔	۱۱۸۵
	باب: ۱۵۷	
	سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد	
۸۲۶	اور آمین کا بیان۔	۱۱۸۷
۸۲۷	آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۲۸	آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹
۸۲۹	آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹
۸۳۰	آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۹۰
۸۳۱	آمین بالسر پر دلائل۔	۱۱۹۱
	باب: ۱۵۸	
۸۳۲	امام کی اقتداء کرنے کا بیان۔	۱۱۹۲
۸۳۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں۔	۱۱۹۶
۸۳۴	امام کے لیے ربنا ولک الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۷
۸۳۵	جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۷
	باب: ۱۵۹	
۸۳۶	مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔	۱۱۹۸
۸۳۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شانی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے	۱۲۰۶
۸۳۸	حضرت ابوبکرؓ کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب۔	۱۲۰۷
۸۳۹	عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان۔	۱۲۰۷
۸۴۰	حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۱۲۰۸
۸۴۱	حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث۔	۱۲۰۹
۸۴۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔	۱۲۱۳
	باب: ۱۶۰	
۸۴۳	جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز۔	۱۲۱۴
۸۴۴	باب مذکور کی احادیث کے مسائل۔	۱۲۱۷
	باب: ۱۶۱	
۸۴۵	امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پہ ہاتھ ماریں۔	۱۲۱۵
	باب: ۱۶۲	
۸۴۶	نماز کو خضوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم۔	۱۲۱۹
۸۴۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان۔	۱۲۲۰
	باب: ۱۶۳	
۸۴۸	امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی ممانعت۔	۱۲۲۶
۸۴۹	گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ۔	۱۲۲۷
	باب: ۱۶۴	
۸۵۰	نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت۔	۱۲۲۸
	باب: ۱۶۵	
۸۵۱	سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم۔	۱۲۲۸
۸۵۲	رفع یدین کا منسوخ ہونا۔	۱۲۳۰
...	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۶۶	
۸۵۳	نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی افضلیت کا بیان۔	۱۲۳۰
۸۵۴	ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان۔	۱۲۳۳
۸۵۵	عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ۔	۱۲۳۳
	باب: ۱۶۷	
۸۵۶	مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں۔	۱۲۳۴
	باب: ۱۶۸	
۸۵۷	جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بشرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں	۱۲۳۴
۸۵۸	مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل۔	۱۲۳۷
	باب: ۱۶۹	
۸۵۹	جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۴۰
	باب: ۱۷۰	
۸۶۰	قرآن مجید سننے کا حکم۔	۱۲۴۱
۸۶۱	قرآن مجید سننے کا شرعی حکم۔	۱۲۴۲
۸۶۲	باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور مشینوں کا شرعی حکم۔	۱۲۴۳
	باب: ۱۷۱	
۸۶۳	صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۴۳
۸۶۴	جنات کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان۔	۱۲۴۶
	باب: ۱۷۲	
۸۶۵	ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت۔	۱۲۴۷
	باب: ۱۷۳	
۸۶۶	صبح کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۰
	باب: ۱۷۴	
۸۶۷	عشاء کی نماز میں قرأت۔	۱۲۵۴
۸۶۸	متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی صحت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل	۱۲۵۶
	باب: ۱۷۵	
۸۶۹	امام کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم۔	۱۲۵۹
۸۷۰	مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ۔	۱۲۶۲
۸۷۱	بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم۔	۱۲۶۳
	باب: ۱۷۶	
۸۷۲	نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۶۴
۸۷۳	رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح۔	۱۲۶۶
	باب: ۱۷۷	
۸۷۴	امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا۔	۱۲۶۷
	باب: ۱۷۸	
۸۷۵	نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے؟	۱۲۶۸
۸۷۶	ہمارے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح	۱۲۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۷۹	
۸۷۷	رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت۔	۱۲۷۱
۸۷۸	رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء	۱۲۷۳
	باب: ۱۸۰	
۸۷۹	رکوع اور سجود میں کیا کہے۔	۱۲۷۴
۸۸۰	کیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں ہے۔	۱۲۷۸
۸۸۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل۔	۱۲۷۹
۸۸۲	عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۱۲۸۲
۸۸۳	جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا۔	۱۲۸۲
	باب: ۱۸۱	
۸۸۴	سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب۔	۱۲۸۳
۸۸۵	کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ	۱۲۸۳
۸۸۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت۔	۱۲۸۵
	باب: ۱۸۲	
۸۸۷	اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت۔	۱۲۸۷
۸۸۸	اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ۔	۱۲۸۸
۸۸۹	سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق۔	۱۲۹۱
۸۹۰	سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔	۱۲۹۹
۸۹۱	نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم۔	۱۳۰۲
	باب: ۱۸۳	
۸۹۲	اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا۔	۱۳۰۳
	باب: ۱۸۴	
۸۹۳	نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد و سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان۔	۱۳۰۵
۸۹۴	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سورۂ فاتحہ کے جزء نہ ہونے پر دلائل۔	۱۳۰۶
۸۹۵	تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۳۰۸
۸۹۶	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۳۰۹
۸۹۷	نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۳۱۰
۸۹۸	خروج بصنعہ کی تحقیق۔	۱۳۱۱
۸۹۹	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۱۳۱۴
	باب: ۱۸۵	
۹۰۰	نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کا حکم، اور گذرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کا امر اور ستر ہ اور اس کے متعلق امور کا بیان۔	۱۳۱۳
۹۰۱	ستر ہ کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۳۲۳
۹۰۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضلات کی طہارت کا بیان۔	۱۳۲۶
۹۰۳	حلّہ کا معنیٰ اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز	۱۳۲۹
۹۰۴	صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت۔	۱۳۳۰
	باب : ۱۸۶	
۹۰۵	ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان۔	۱۳۳۱
۹۰۶	عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل۔	۱۳۳۳
۹۰۷	حرف آخر۔	۱۳۳۶
۹۰۸	ماخذ و مراجع	۱۳۳۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوٰة والسلام على خاتم النّبيين سيد الانبيآء والمرسلين اكرم الاوّلين و الاٰخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اوّل الشافعين والمشفعين صاحب المقام المحمود بين المحشورين الذى نطقه وحى ربّ العالمين والذى خلقه معيار للحسن فى الاوّلين والاٰخرين رحمة للعالمين حبيب ربّ العالمين سيّدنا محمد وعلى اٰله الطيّبين الطّاهرين واصحابه الرّاشدين المهديين وازواجه الطّاهرات المطهّرات امّهات المؤمنين واولياآء امّته الواصلين الكاملين وعلماآء امّته الرّاسخين من المفسّرين والمحدّثين والائمة المجتهدين اجمعين ○

تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

۱۹۸۰ء میں شرح صحیح مسلم لکھنے کا آغاز ہوا، اس وقت کے پبلیشر سید حامد صاحب کے بے حد دباؤ کی وجہ سے میں نے جلد اول بہت مختصر لکھی، پھر میں بیمار پڑ گیا اور چار سال تک یہ کام التواء میں پڑا رہا، ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو میں لاہور سے کراچی آگیا اور یہاں آکر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت بہتر ہوگئی، مارچ ۱۹۸۶ء میں فرید بک سٹال کے مالک سید محمد اعجاز صاحب کراچی آئے اور مجھ سے دوبارہ شرح صحیح مسلم لکھنے کا وعدہ لے لیا، اور یوں شرح صحیح مسلم کی نشأۃ ثانیہ ہوئی، میں نے سید اعجاز صاحب سے کہا میں تفصیل سے لکھوں گا، اور پھر میں نے بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا اور جنوری ۱۹۹۳ء میں اس کی سات جلدیں مکمل ہوگئیں، چونکہ پہلی جلد باقی چھ جلدوں کی بہ نسبت بہت مختصر تھی اس لیے سید اعجاز صاحب اور بہت سے اہل علم حضرات کا تقاضا تھا کہ اس کو بھی باقی جلدوں کے منہاج پر از سر نو تفصیل سے لکھیں تاکہ ساتوں جلدیں ایک منہاج پر ہوں سو میں نے ساتویں جلد کی تکمیل کے بعد باقی جلدوں کی طرز پر پہلی جلد کو لکھنا شروع کر دیا اور الحمد للہ فروری ۱۹۹۴ء کے وسط میں اس کی تکمیل ہوگئی۔

میں نے جب شرح صحیح مسلم کو بہت تفصیل کیساتھ لکھنا شروع کیا تھا تو بعض دوستوں نے کہا آپ مختصر لکھتے تو یہ مکمل ہو جاتی پتا نہیں عمر وفا کرے یا نہ کرے اور اس کی تکمیل ہو سکے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا بے پایاں احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم نہ صرف یہ کہ میری زندگی میں مکمل ہوئی بلکہ طبع ہوگئی اور اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ یورپ امریکہ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک یہ کتاب پہنچ گئی اور اس کتاب کو پڑھا گیا اور ہر طبقہ میں اس کی پذیرائی ہوئی۔

متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق

ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تمام ائمہ شریعت اور علماء طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء اپنے تمام اعزاز و اکرام کے باوجود بندے اور بشر ہیں، نبی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطاء واقع ہو سکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا عالم اور فقیہ اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور عاشق رسول کیوں نہ ہو! کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطاء واقع نہیں ہو سکتی، شرک فی الرسالت کے مترادف ہے اور اس شخص کو امتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائم مقام ہے، العیاذ باللہ!!

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ فرعون کا کفر اجماعی ہے لیکن امام محی الدین ابن عربی کا اس میں اختلاف ہے، علامہ ابن حجر نے زواجر میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ ہمیں ان کی جلالت علم کا اعتراف ہے اس کے باوجود ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کے لیے ہے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۰ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

ویابی اللہ العصمۃ لکتاب غیر کتابہ۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے، یہ صرف اسی کی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ (حٰمٓ السجدۃ، ۴۲) — اس کتاب میں باطل سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

سو قرآن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انسان کی تصنیفات ہیں اور خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری نے اصول بزدوی کی شرح میں لکھا ہے کہ بویطی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے، میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (النساء، ۸۲) — اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو لوگ اس میں ضرور بہت سے اختلاف پاتے۔

لہٰذا تم کو اس کتاب میں جو بات کتاب اللہ، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "الرسالہ" ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطا پر مطلع ہوئے، بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب صحیح ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ)

اس کتاب میں میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اس پر بعض جمود پسند لوگوں نے برا منایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں؟ کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا؟ علم اور تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزور بات ہے آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدمین اور ان اکابرین سے اختلاف کیا ہے جن کا علم و فضل سب کے نزدیک مسلم اور ان سے زیادہ تھا، ان میں ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہ کرام سب ہی شامل ہیں، تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا یا ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان کے دلائل کا علم نہیں تھا!

پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر دور میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمود پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے اختلاف کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے (اور قریب الوفات تھے) تو حضرت صہیب روتے ہوئے آئے اور کہا وا اخاہ وا صاحباہ حضرت عمر نے فرمایا اے صہیب تم مجھ پر رو رہے ہو! حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے! بہ خدا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے گھر والوں کے رونے سے اس کے عذاب کو زیادہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن مجید کا یہ آیت کافی ہے:

ولا تزر وازرة وزر اخرٰی۔ (زمر: ۷) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ کراچی)

حضرت عمر کا علم و فضل اور مرتبہ صحابیت حضرت عائشہ سے بہت زائد تھا، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے دلیل کے ساتھ حضرت عمر سے اختلاف کیا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد دلیل کے تابع ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مجتہد کی رائے کو خطا قرار دے اور اس کے غلط ہونے پر قسم کھائے خواہ وہ دوسرا مجتہد اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ حضرت عمر کا مرتبہ اور علم حضرت عائشہ سے بڑا اور زیادہ تھا۔

ملا علی قاری، علامہ ابن حجر مکی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض شافعی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے، یہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اور میدان تحقیق میں وارد نہیں ہوئے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی غلط بات کا رد کرتے ہیں تو یہ ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ "تمہارا جیسا شخص شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کر رہا ہے جو ائمہ اعلام کے نزدیک علم کے پہاڑوں میں سے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے"! حالانکہ علامہ ابن حجر خود ہماری تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۰۱-۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان

میں نے چند مسئلوں میں اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے، میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں لکھا تھا کہ روزہ دار اگر انجکشن لگوائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جب میں نے اس پر مزید غور و فکر کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع ثانی میں، میں نے لکھا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جلد ثالث کے آخر میں اس سے متعلق ایک ضمیمہ لگا دیا ہے، اور اس جلد اول میں بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ شرح صحیح مسلم جلد رابع طبع اول میں لکھا تھا کہ اگر رجم کے وقت چند پتھر مار کر گولی مار دی جائے تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، بعد ازاں طبع ثانی میں یہ لکھ دیا ہے کہ گولی مارنے کو رجم کا حصہ نہ بنایا جائے، اگر کسی نے اتفاقاً گولی مار دی تو رجم کا تقاضا پورا ہو جائے گا، شرح صحیح مسلم جلد اول میں ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب لکھا تھا، طبع چہارم میں لکھ دیا ہے کہ قبضہ سنت ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں ہاشمیہ لکھ دیا تھا اور طبع ثانی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ وہ ہاشمیہ نہیں ہیں ان کا تعلق بنو اسد بن خزیمہ سے ہے، اسی طرح لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك کے

ترجمہ میں، میں نے اپنے سابق نظریہ سے رجوع کر لیا ہے اس کی تفصیل جلد ثالث، سادس اور سابع میں ہے، یہ وہ کل مسائل ہیں جن میں میں نے رجوع کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کتابت کی اغلاط سامنے آتی رہتی ہیں جن کی ہر ایڈیشن میں اصلاح کر دی جاتی ہے اور غور و فکر اور اصلاح کا یہ عمل ان شاء اللہ میری زندگی تک جاری رہے گا۔

کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں

میں نے جن عصری مسائل میں کوئی رائے قائم کی ہے اس کی اساس قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع ہے اور بعض جگہ قیاس سے بھی استدلال کیا ہے، تاہم اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کتاب و سنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب و سنت اور اجماع ہے، میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اور جن مواضع میں، میں نے امام اعظم کے قول یا دوسرے علماء احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریہ ضرورت ہے، اور ہمارے فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کو جائز قرار دیا ہے، یا اس کی وجہ اتباع حدیث ہے، مثلاً عید کے بعد چھ روزے رکھنے کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے اور حدیث میں اس کی فضیلت ہے اس جگہ ہمارے فقہاء نے حدیث کو مقدم رکھا ہے، علامہ امجد علی نے بھی یہاں حدیث کے مطابق لکھا ہے، اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخص میرے ذکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو جس قول کی دلیل سے وہ مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔

شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث

فارسی کا ایک مقولہ ہے نہ کردن یک عیب و کردن صد عیب (کام کا نہ کرنا تو ایک عیب ہے اور کام کرنے والے کے کام میں سو عیب نکال لیے جاتے ہیں) یقیناً عصر حاضر میں ایسے اجلہ اور اکابر علماء اہل سنت موجود ہیں جن کا علمی مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور مختلف مسائل میں ان کے تفردات ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مخصوص مشاغل کی وجہ سے وہ اپنے انفرادی نظریات کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکے، یا اگر ان کے نظریات کی اشاعت ہوئی بھی تو وہ اس قدر کم تھی کہ عام لوگ اس پر مطلع نہ ہو سکے یا ان کی بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کر لیا گیا، عربی کا مشہور مقولہ ہے من صنف فقد استہدف (جس نے کوئی کتاب تصنیف کی وہ اعتراضات کا نشانہ بن گیا) اور شرح صحیح مسلم الحمد للہ ایک ضخیم کتاب ہے اور اس میں صدہا امہات الکتب کے حوالہ جات ہیں اور اللہ رب العزت کے خصوصی فیضان کرم سے اسے قبولیت عام نصیب ہوئی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کے چار ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ میں بارگاہ الوہیت میں سراپا تشکر و امتنان ہوں کہ "سیجعل لھم الرحمن ودا" کے مصداق اس نے اس کتاب کو اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں جگہ دی۔ اگرچہ اس کتاب کی تحسین کرنے والوں کی تعداد اس سے عناد رکھنے والوں سے بہت زیادہ ہے تاہم اس کے بعض مقامات یا مسائل سے اختلاف کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو نہایت توجہ، شرح صدر اور ناقدانہ نظر سے پڑھا گیا ہے، اور یہ امر بجائے خود مصنف اور کتاب کے لیے وجہ افتخار ہے، اور یہ سب انعامات الٰہیہ اس حقیقت کے باوجود ہیں کہ ابلاغ و تشہیر کے اس دور میں نہ تو اس کتاب کی تقریب تعارف یا رونمائی منعقد کی گئی اور نہ جدید تشہیری ذرائع استعمال کیے گئے، میں نے اس سے پہلے بھی مختلف جلدوں کے پیش لفظ میں لکھا ہے اور اب ایک بار پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ دلائل حقہ اور اخلاص پر مبنی ناصحانہ مشوروں کو میں قبول کروں گا، اور خالص علمی اختلاف کا خیر مقدم کروں گا اور میں عجب نفس اور انانیت اور معاندین کے شخصی اور گروہی بغض عناد اور

تعصبات کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق ایک بحث یہ اٹھائی جاتی ہے کہ اگر مقلد کو اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو کیا وہ اپنے امام سے اختلاف کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بھی ہم سب سے پہلے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ ان اھل المدینۃ سالوا ابن عباس عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لا ناخذ بقولک وندع قول زید قال اذا قدمتم المدینۃ فاسئلوا فقدموا المدینۃ فکان فی من سالوا ام سلیم فذکرت حدیث صفیۃ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ کراچی)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف زیارت کر لیا ہو پھر اس کو حیض آجائے (تو کیا وہ طواف وداع کے بغیر واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، (حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لینا، جب وہ مدینہ گئے تو انھوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلیم سے بھی پوچھا انھوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی: (کہ ایسی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔)

جب اہل مدینہ کو حضرت صفیہ کی حدیث مل گئی تو انھوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فرجعوا الی ابن عباس فقالوا وجدنا الحدیث کما حدثتنا۔

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا جس طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انھوں نے بھی رجوع فرما لیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام مسلم اور امام نسائی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال فرجع الیہ، فقال ما ادراک الا قد صدقت لفظ مسلم وللنسائی کنت عند ابن عباس فقال لہ زید بن ثابت انت الذی تفتی

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی

وقال فيه فسالها ثم رجع وهو يضحك فقال ، الحديث كما حدثتني ۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاهور)

عبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے: عکرمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان سے حضرت زید بن ثابت نے پوچھا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری خاتون سے اس کے متعلق حدیث معلوم کرلو، حضرت زید نے ان سے حدیث پوچھی اور ہنستے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع کرلیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث ہے۔

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔

نیز ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے، لیکن چونکہ حدیث صحیح میں ان کی فضیلت کا بیان ہے اس لیے ہمارے فقہاء نے یہاں اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مستحب لکھا ہے، اور امام اعظم کے قول کی یہ توجیہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ہمارے فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہمارے مسلّم علماء ہیں انھوں نے کئی مسائل میں امام اعظم کے قول کے برخلاف کہا ہے، مثلاً احادیث اور آثار میں بیع عینہ کی سخت مذمت ہے، اسی بناء پر امام مالک، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ بیع عینہ جائز ہے اور کارِ ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۱۷۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی) اس کے جواب میں معترضین کہتے ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب ترجیح نے امام اعظم کے قول کے خلاف امام ابویوسف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے وہاں اعلیٰ حضرت نے ایسا کیا ہے، اس کے دو جواب ہیں اوّل یہ کہ قدوری اور صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح ہیں اور انھوں نے امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق بیع عینہ کو حرام لکھا ہے (ہدایہ اخیرین ص ۵۸، ۵۷، مطبوعہ ملتان) ثانیاً اصحاب ترجیح بھی تو امام اعظم کے مقلد ہیں، ان کے لیے اپنے امام سے اختلاف کرنا کس طرح جائز ہوگیا؟ معترضین جواب میں کہتے ہیں کہ انھوں نے دلائل کے ساتھ امام اعظم سے اختلاف کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ نے ہماری بات مان لی کہ اعتبار دلائل کا ہے شخصیت کا نہیں ہے، معترضین کہتے ہیں کہ تمہارے علم اور اصحاب ترجیح کے علم میں بہت فرق ہے، ان کا علم اس پایہ کا تھا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کر کے ان میں سے کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ترجیح کا علم امام اعظم اور صاحبین کے علم کے مقابلہ میں بہت کم ہے، پھر ان کے لیے کیسے جائز ہوگیا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کریں؟ نیز جن علماء نے قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح قرار دیا ہے وہ بھی تو بعد کے علماء ہیں ان کے لیے یہ کیسے جائز ہوگیا کہ وہ ان متاخرین کو اصحاب ترجیح قرار دیں، نیز علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت اصحاب ترجیح نہیں ہیں اور انھوں نے کئی مسائل میں اصحاب ترجیح کی ترجیح کے خلاف قول کو اختیار کیا ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت مثالیں ہیں، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے

بھی ہمارے ائمہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے، اس کی ایک مثال یہ ہے:

احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابوحنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انھوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے اور ہمارے فقہاء نے امام محمد کا ایک قول اباحت کا بھی نقل کیا ہے، علامہ امجد علی رحمہ اللہ نے ان اقوال سے عدول اور اختلاف کرکے عقیقہ کو سنت کہا ہے، گو کہ اپنے اختلاف کی صراحت نہیں کی، ہم پہلے عقیقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، پھر ظاہر الروایۃ اور دیگر کتب فقہ سے مذہب احناف نقل کریں گے اور اس کے بعد علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سلمان بن عامر الضبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع الغلام عقیقۃ فاھریقوا عنہ دما وامیطوا عنہ الاذی۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۲)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس سے خون بہاؤ اور اس کی گندگی دور کرو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ام کرز انہا سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن العقیقۃ فقال عن الغلام شاتان وعن الجاریۃ واحدۃ لایضرکم ذکرانا کن ام اناثا ھذا حدیث صحیح۔

حضرت ام کرز رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری (ذبح کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ نر ہوں یا مادہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

عن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغلام مرتھن بعقیقتہ یذبح عنہ یوم السابع ویسمی ویحلق راسہ، ھذا حدیث حسن صحیح۔

(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلہ میں گروی ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

احادیث کے بعد ائمہ احناف اور فقہاء احناف کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

امام محمد لکھتے ہیں:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ (رضی اللہ عنہم) قال..... (الی قولہ) ولایعق عن الغلام ولاعن الجاریۃ۔

(الجامع الصغیر ص ۵۳۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی)

امام محمد از امام ابویوسف از امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔

امام محمد لکھتے ہیں:

قال محمد اما العقیقۃ فبلغنا انہا کانت فی الجاھلیۃ وقد فعلت فی اول الاسلام ثم نسخ الاضحی کل ذبح کان قبلہ ونسخ صوم شھر رمضان کل صوم کان قبلہ ونسخ غسل الجنابۃ کل غسل کان قبلہ ونسخت الزکوٰۃ کل صدقۃ کان قبلھا کذٰلک بلغنا۔

امام محمد فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا، پھر قربانی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور رمضان کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا۔ ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(موطا امام محمد ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

عقیقہ وہ ذبیحہ ہے جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے روزے نے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قربانی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا، اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا (الی قولہ)۔

امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا صرف مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹، مطبوعہ، ایچ۔ ایم سعید، کراچی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

العقیقۃ عن الغلام وعن الجاریۃ وھی ذبح شاۃ فی سابع الولادۃ وضیافۃ الناس وحلق شعرہ لاسنۃ ولا واجبۃ کذا فی الوجیز للکردری۔ وذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فی العقیقۃ فمن شاء فعل ومن شاء لم یفعل وھذا یشیر الی الاباحۃ فیمنع کونہا سنۃ وذکر فی الجامع الصغیر ولا یعق عن الغلام ولا عن الجاریۃ وانہ اشارۃ الی الکراھیۃ کذا فی البدائع فی کتاب الاضحیۃ۔

ولادت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بکری ذبح کرنا اور لوگوں کو دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے، اسی طرح کردری کی وجیز میں ہے، امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے، اس لیے اس کا سنت ہونا ممنوع ہے، اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح بدائع کی کتاب الاضحیہ میں ہے۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ بولاق مصر)

خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام اعظم اور امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہو گیا، اگر اس نسخ کو عقیقہ کے استحباب پر محمول کیا جائے تو عقیقہ مباح ہے یا پھر مکروہ ہے جیسا کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے تو پھر احناف کے نزدیک عقیقہ مکروہ ہے یا مباح ہے بہر حال سنت یا کار ثواب نہیں ہے۔

اور علامہ امجد علی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار صحیح نہیں۔

(بہار شریعت حصہ ۱۵ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

علامہ امجد اعظمی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

۱۔ ایک فعل کو مباح اور مستحب دونوں قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مباح پر ثواب نہیں ہوتا اور مستحب پر ثواب ہوتا ہے۔

۲۔ ہم نے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ عالم گیری میں لکھا ہے، اس لیے علامہ امجد علی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے یعنی غیر مؤکدہ سنت ہے اور مطلقاً سنت کی نفی نہیں ہے یہ توجیہ الکلام بما لا یرضیٰ به قائله ہے۔

۳۔ امام محمد کی دوسری عبارت یہ ہے کہ جو چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ اباحت کی تصریح ہے اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تقلید محض کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں ہے اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال کر یہ کہے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں ہے، اور اگر وہ میدان تحقیق میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے میسر نہیں تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ استنبول) اس لیے یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔

مولانا عبد الحی موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

امام محمد کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قربانی کے بعد عقیقہ مشروع نہیں رہا، اور یہ قول تسلیم نہیں ہے کیونکہ احادیث معتبرہ میں عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کی بہت زیادہ صراحت ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث دوسروں کے اقوال پر مقدم ہیں خواہ وہ کوئی شخص ہو، اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا

عقیقہ نہ فرماتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے عقیقہ کیا ہے، کیونکہ موطا امام مالک میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کا عقیقہ کیا، اس باب میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ اور موقوفہ ہیں اور ایک قول کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے، نیز اگر ہم مان لیں کہ قربانی نے ہر ذبیحہ سابقہ کو منسوخ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا نہ یہ کہ وہ اصلاً مشروع نہیں رہا۔ (حاشیہ بر موطا امام محمد ص ۲۸۸، مطبوعہ نور محمد، کراچی)

ہاں ہم علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس بات سے متفق ہیں کہ عقیقہ کا فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے صاف صاف یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ مستند احادیث سے اس کا ثبوت ہے اور ہر چند کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اس کی کراہت اور اباحت منقول ہے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان ائمہ کے اقوال پر مقدم ہیں کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں پھر حنفی یا شافعی ہیں۔ اور یقیناً علامہ امجد علی نے بھی اس مسئلہ میں ائمہ احناف کے اقوال صریحہ سے عدول اور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ علامہ امجد علی خود کو ائمہ احناف سے بڑا سمجھتے ہوں۔

جن بعض مسائل میں ہم نے ائمہ احناف کے قول کو اختیار نہیں کیا ان میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ ان ائمہ کرام کو وہ احادیث نہیں پہنچیں مثلاً اگر ہمارے ائمہ کو عقیقہ کے متعلق احادیث مل گئی ہوتیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ عقیقہ نہ کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ابتدائی دور میں احادیث کی نشر و اشاعت کے اتنے ذرائع نہیں تھے جتنے بعد میں مہیا ہو گئے۔ بہر حال جب علامہ امجد علی اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ، امام اعظم اور صاحبین سے اختلاف کر سکتے ہیں، اصحاب ترجیح ان ائمہ کرام میں محاکمہ کر سکتے ہیں اور ان سے بھی بعد کے علماء قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح قرار دے سکتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اس منصب کی کوئی آسمانی سند نہیں ہے تو پھر ہم دلائل قویہ کے ساتھ متقدمین سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیوں نہیں کر سکتے!

مذکور الصدر تفصیل اور بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل اعتبار دلیل کا ہوتا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ متاخرین کا علم متقدمین کے پائے کا نہیں ہے اس لیے وہ ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، اور جو متاخرین یہ کہتے ہیں کہ تمہارا علم فلاں، فلاں کے علم سے کم ہے اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے اور فلاں، فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں ان سے گذارش یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں جو محاکمہ کیا ہے اور فلاں فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور محکم ہے کہ آپ ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں محاکمہ اور تجزیہ کر سکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور محاکمہ کی کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟

شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل

بعض مسائل کا میں نے اعادہ کیا ہے لیکن وہ افادہ سے خالی نہیں ہے، ہدایہ کی ایک عبارت سے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کو حلال کر دیا ہے، اس کا جواب میں نے چوتھی جلد میں دو جگہ ذکر کیا ہے، علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کی علت مشقت ہے مسافت نہیں ہے جس کی بناء پر بعض علماء نے یہ کہا کہ ہوائی جہاز کے سفر سے قصر لازم نہیں ہے اور

عورتیں بغیر محرم کے ہوائی جہاز سے حج اور عمرہ کے لیے جا سکتی ہیں۔ (فقہ اہل سنت ص ۱۹۴، مطبوعہ کراچی) میں نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ذکر کی ہے اور تیسری جلد میں پھر اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں زیادہ تفصیل ہے اہل کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں دخول کے متعلق، احناف کے مذہب کی تحقیق میں نے تیسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، عصمت انبیا کی بحث دوسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، تلک الغرانیق العلی کی بحث دوسری جلد میں ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تحقیق ہے، غیر کفو میں نکاح کے جواز کی بحث تیسری جلد میں ہے اور چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے کی بحث تیسری جلد کے ضمیمے میں ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، ہدایہ یا محمد کی بحث ساتویں جلد میں دو جگہ پر ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تفصیل ہے، "لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" میں مغفرت ذنوب کی بحث میں نے تیسری جلد میں کی ہے، پھر چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل کی پھر ساتویں جلد میں مزید تشریح کی، ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کا استحباب اور مسنون ہونا، ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا ہے اور چھٹی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے۔

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دار العلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان

شرح صحیح مسلم کی سات جلدیں میں نے یہاں دار العلوم نعیمیہ کراچی میں لکھی ہیں، مارچ ۱۹۸۶ء میں یہ کام شروع کیا اور فروری ۱۹۹۴ء میں یہ کام ختم ہو گیا، شرح صحیح مسلم کے اس عظیم کام میں دار العلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹیز کا بہت بڑا حصہ ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر الله۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہیں کیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۰۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸-۲۹۵، ۳۰۳، ۳۸۸، ۴۱۱، ۴۹۲، ج ۳ ص ۳۲، ۷۴، ج ۴ ص ۲۷۸، ج ۵ ص ۲۱۱، ۲۱۲)

اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں دار العلوم نعیمیہ کے تمام ٹرسٹیز کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے اس قدر سہولتیں مہیا کیں، کہ میں اس عظیم اور ضخیم کتاب کو اتنی سے مکمل کر سکا، حضرت پیر و مرشدی مولانا مفتی منیب الرحمان مہتمم دار العلوم نعیمیہ زید جدہم کا میں خاص طور پر شکر گزار ہوں کیونکہ اول یوم سے وہ اس کام میں میرے معاون رہے ہیں، فرید بک سٹال سے جب اس کام کا معاہدہ ہوا اور اس کے درمیان سے لے کر اس کے اخیر تک ہر مرحلہ میں انھوں نے میری وکالت کی اور اس کام کو اپنا سمجھا، اور اس کام میں جہاں جہاں مشکلات اور رکاوٹیں آئیں انھوں نے انتہائی اولو العزمی سے ان مشکلات اور رکاوٹوں کو دور کیا، شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں میں نے مولانا منیب الرحمان سے مشورہ بھی لیا اور ان کی گران قدر آراء سے مستفید ہوا، اس کام کے لیے دار العلوم نعیمیہ کی لائبریری کی چابی انھوں نے میرے حوالے کی جس سے مجھے کام میں بہت آسانی ہوئی، اس ایک کام ہی کی وجہ سے ان کا مجھ پر بڑا احسان ہے جس کی وجہ سے میں ان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں، ان کے علاوہ حافظ محمد ازہر نعیمی زید جدہم کا بھی میں شکر گزار ہوں وہ بھی میرے للہ فی اللہ محب اور خیر خواہ ہیں، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی اور مولانا اقبال احمد

نعیمی، ان کی عنایات کا بھی ممنون ہوں۔ میرے ایک اور محترم دوست استاذ العلماء مولانا حافظ الحاج غلام محمد سیالوی مہتمم شمس العلوم زید جہم ہیں، ان کی لائبریری کی کتابوں سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اور میرے محترم دوست مولانا محمد اکرام حسین سیالوی زید جہم ہیں، ان کا تعاون بھی اس کتاب میں شامل ہے اور حضرت ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے احسانات ہیں ان کا تفصیلی ذکر میں نے ساتویں جلد کے ابتداء میں کیا ہے، حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب کا سپاس گذار ہوں جنھوں نے انتہائی لگن اور جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کی، دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ کے کاتبوں کا شکر گذار ہوں جنھوں نے بہت خوبصورت اور دل آویز کتابت کی، اور آخیر میں سید محمد اعجاز مالک فرید بک سٹال کے لیے دعا گو ہوں جنھوں نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کتاب کو بہت حسین اور جاذب نظر طباعت سے مزین کر کے انتہائی ارزاں قیمت پر مہیا کیا۔

"تبیان القرآن" لکھنے کا عزم

شرح صحیح مسلم کا کام اب ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی زندگی باقی ہے اور میری خواہش ہے کہ جب تک مجھ میں قوت کار باقی ہے دین کا کام کرتا رہوں، بہت سے دوستوں اور خاص طور پر سید محمد اعجاز صاحب کی فرمائش ہے کہ قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھوں، اس لیے میں نے "تبیان القرآن" کے نام سے تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ان شاء اللہ ماہ رمضان ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں تفسیر کے کام کا آغاز کر دوں گا،[1] اور جب تک صحت قائم رہی اور عمر نے وفا کی ان شاء اللہ اس کو لکھتا رہوں گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی مشیت میں ہے کہ یہ کام کہاں تک پہنچ سکے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کا اظہار عطا فرمائے اور باطل سے اجتناب مرحمت فرمائے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہا! مصنف اور اس کام میں اس کے معاونین، اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر اور اس کتاب کے قارئین اور مصنف کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور ان کو دارین کی ہر نعمت اور ہر راحت عطا فرما! آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل بی، ایریا، کراچی۔ ۳۸
۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۷ فروری ۱۹۹۴ء

---

[1] ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کو تفسیر "تبیان القرآن" کا آغاز کر دیا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی کے جن محدثین اور علماء راسخین نے علم حدیث کی تنقیح اور توضیح کے لیے متعدد فنون ایجاد کیے اور اس علم کی توسیع اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام مسلم بن حجاج القشیری کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

امام مسلم فنِ حدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم رازی نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی۔ امام ترمذی اور ابو بکر خزیمہ جیسے مشاہیر نے ان سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا اور ابو قریش نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں اور امام مسلم ان میں سے ایک ہیں۔

ولادت اور سلسلۂ نسب عساکر الملت والدین ابو الحسین امام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری خراسان کے ایک وسیع اور خوبصورت شہر نیشاپور میں بنو قشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبد العزیز نے ان کا سال ولادت ۲۰۲ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو اختیار کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی، فنِ حدیث کو انھوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا۔ اور بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت امام مسلم سرخ و سفید رنگ، بلند قامت اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ کندھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انھوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے[1] شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ اور مشائخ علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدد شہروں کا سفر اختیار کیا۔ نیشاپور کے اساتذہ سے اکتساب فیض کے بعد وہ حجاز، شام، عراق اور مصر گئے اور ان گنت بار بغداد کا سفر کیا، انھوں نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر مؤرخین نے ان کے اساتذہ

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۲۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ

میں یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ ذہلی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مسلمہ القعنبی، احمد بن یونس یربوعی، اسماعیل بن ابی اویس، سعید بن منصور، عون بن سلام، داؤد بن عمرو الضبی، ہیثم بن خارجہ، شیبان ابن فروخ اور امام بخاری کا تذکرہ لکھا ہے۔[1]

تلامذہ امام مسلم سے بے حساب لوگوں نے سماع حدیث کیا ہے ان سے روایت کرنے والے تمام حضرات کے اسماء کا شمار تو مشکل ہے چند اسماء یہ ہیں:

ابو الفضل احمد بن سلمہ، ابراہیم بن ابی طالب، ابو عمرو خناف، حسین بن محمد قبانی، ابو عمرو مستملی، حافظ صالح بن محمد علی بن حسن، محمد بن عبدالوہاب، علی بن حسین بن جنید، ابن خزیمہ، ابن صاعد، سراج، محمد بن عبد بن حمید، ابو حامد ابن الشرقی، علی بن اسماعیل الصغار، ابو محمد بن ابی حاتم رازی، ابراہیم بن محمد بن سفیان، محمد بن مخلد دوری، ابراہیم بن محمد بن حمزہ، ابو عوانہ اسفرائنی، محمد بن اسحاق فاکہی، ابو حامد اعمشی، ابو حامد بن حسنویہ اور امام ترمذی۔[2]

امام ترمذی نے اپنی جامع صحیح میں امام مسلم سے صرف ایک روایت ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن یحییٰ بن یحییٰ عن ابی معاویہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرۃ، احصوا ہلال شعبان برمضان۔

کلمات الثناء امام مسلم کی خدمات اور ان کے کمالات کو ان کے اساتذہ اور معاصرین نے بے حد سراہا ہے۔ ابو عمرو مستملی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اسحاق بن منصور احادیث لکھوا رہے تھے اور امام مسلم ان احادیث میں سے انتخاب کر رہے تھے۔ اچانک اسحاق بن منصور نے نگاہ اوپر اٹھائی اور کہا ہم اس وقت تک کبھی خیر سے محروم نہیں ہوں گے جب تک ہمارے درمیان مسلم بن حجاج موجود ہیں۔ ان کے ایک اور استاذ محمد بن عبدالوہاب فراء نے کہا کہ مسلم علم کا خزانہ ہے اور میں نے ان میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں پایا۔ ابن اخرم نے کہا نیشاپور نے تین محدث پیدا کیے، محمد بن یحییٰ، ابراہیم بن ابی طالب اور مسلم۔ ابن عقدہ نے کہا امام مسلم بالمشافہ سماع کے بغیر روایت نہیں کرتے تھے۔ ابو بکر جارودی نے کہا کہ مسلم علم کے محافظ تھے۔ مسلم بن قاسم نے کہا کہ وہ جلیل القدر امام تھے۔ بندار نے کہا دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں، ابو زرعہ، محمد بن اسماعیل، دارمی اور مسلم بن حجاج۔[3]

علمی شکوہ امام مسلم فن حدیث میں عظیم صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حدیث صحیح اور سقیم کی پہچان میں وہ اپنے زمانہ کے اکثر محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض امور میں ان کو امام بخاری پر بھی فضیلت حاصل تھی۔ کیونکہ امام بخاری نے اہل شام کی اکثر روایات ان کی کتابوں سے بطریق مناولہ حاصل کی ہیں۔ خود ان کے مؤلفین سے سماع نہیں کیا، اس لیے ان کے راویوں میں امام بخاری سے بسا اوقات غلطی واقع ہو جاتی ہے کیونکہ ایک ہی راوی کا کبھی نام ذکر کیا جاتا ہے اور کبھی کنیت، ایسی صورت میں بعض دفعہ امام بخاری ان کو دو راوی خیال کر لیتے ہیں۔ اور امام مسلم نے چونکہ اہل شام سے براہ راست سماع کیا ہے اس لیے وہ اس قسم کا مغالطہ نہیں کھاتے۔[4]

---

[1] ۔ امام عبداللہ شمس الدین ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۵۸ مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] ۔ " " " " جلد ۱۰ ص ۱۲۸ " " " " "

[4] ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۰، مطبوعہ سعید ایند کمپنی کراچی

امام بخاری سے تعلق خاطر جس طرح امام بخاری ایمان کے مرکب ہونے کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے روایت نہیں لیتے تھے جو بساطت ایمان کا قائل ہو، اسی طرح امام محمد بن یحییٰ ذہلی قدم قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے سخت بیزار تھے جو الفاظ قرآن کو مخلوق مانتا ہو۔ جب امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان میں اور امام بخاری میں سخت منافرت پیدا ہو گئی حتیٰ کہ ایک دن محمد بن یحییٰ ذہلی نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص الفاظ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ ہماری مجلس سے چلا جائے۔ یہ سن کر امام مسلم نے اپنا عمامہ سنبھالا اور امام ذہلی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور امام ذہلی سے انھوں نے جس قدر احادیث ضبط کی تھیں وہ سب انھیں واپس بھجوا دیں۔

تصانیف امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایتِ حدیث کے حصول کے لیے مختلف شہروں میں سفر کرتے ہوئے گذرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس میں بھی بے حد مشغول رہے ہے۔ اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

۱۔ الجامع الصحیح۔ ۲۔ المسند الکبیر۔ ۳۔ کتاب الاسماء والکنی۔ ۴۔ کتاب الجامع علی الباب۔ ۵۔ کتاب العلل ۶۔ کتاب الوحدان۔ ۷۔ کتاب الافراد۔ ۸۔ کتاب سوالات احمد بن حنبل۔ ۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔ ۱۰۔ کتاب الانتفاع باہب السباع۔ ۱۱۔ کتاب مشائخ مالک۔ ۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری۔ ۱۳۔ کتاب مشائخ شعبہ۔ ۱۴۔ کتاب من لیس لہ الا راو واحد۔ ۱۵۔ کتاب المخضرمین۔ ۱۶۔ کتاب اولاد الصحابۃ۔ ۱۷۔ کتاب اوہام المحدثین۔ ۱۸۔ کتاب الطبقات۔ ۱۹۔ کتاب افراد الشامیین[1]۔ ۲۰۔ مسند امام مالک۔ ۲۱۔ مسند الصحابۃ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے مسند الصحابہ بڑی تفصیل سے لکھنی شروع کی تھی مگر وہ مکمل نہ ہو سکی اور امام مسلم وفات پا گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

وصال امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آ کر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کھجوروں کا ایک ٹوکرا بھی رکھا ہوا تھا۔ امام مسلم کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کھجوروں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کھجوروں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر ارادی طور پر کھجوروں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا۔ اور اس طرح ۲۴ رجب ۲۶۱ھ اتوار کے دن شام کے وقت علم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حسنِ عاقبت امام مسلم سادہ دل درویش تھے اور علم و عمل کی بہترین خوبیوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم رازی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔ [2]

---

[1] امام عبداللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹۰، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت

[2] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

شارح صحیح مسلم

از مخدوم زادہ سید محمد اشرف جیلانی، کراچی

حضرت استاذ محترم استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جید علماء میں ہوتا ہے، جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے دنیائے اسلام میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، آپ بیک وقت ایک مستند عالم دین، ماہر مدرس، عظیم محدث، بے بدل فقیہ، عمدہ خطیب اور صاحب طرز مصنف ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء میں دہلی کے متمول اشراف میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی محمد منیر تھا، جو آپ کے عہد طفولیت میں وفات پا گئے تھے، آپ نے ناظرہ قرآن مجید چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ سے پڑھ کر ختم کیا، دس سال کی عمر میں پنجابی اسلامیہ ہائی سکول دہلی سے پرائمری پاس کر کے مڈل کلاس میں داخلہ لیا تو برصغیر کی تقسیم ہو گئی، ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور یہاں کراچی میں مقیم ہوئے، یہاں آ کر حوادث روزگار کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور کمپوزنگ کا کام سیکھا اور آٹھ سال تک کراچی کے مختلف پریسوں میں بہ طور کمپوزیٹر کام کرتے رہے، لیکن قدرت کو آپ کے ذریعہ دین اسلام کی خدمت اور مسلک حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت مقصود تھی، اس لیے ایک مرتبہ پھر آپ کا رجحان حصول تعلیم کی طرف ہو گیا۔

۱۹۵۸ء میں علماء دین کی متضاد تقریروں اور قرآن مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے! اور کون سا ترجمہ برحق ہے؟ اسی تجسس کے عالم میں آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے آپ جامعہ محمدیہ رحیم یار خاں گئے وہاں مولانا محمد نواز اویسی مدظلہ نے آپ کو کریما فارسی اور قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا، اس کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبدالمجید اویسی دامت برکاتہم کے سپرد کر دیا جن سے آپ نے فارسی کی بقیہ کتابیں اور صرف و نحو پڑھی، مولانا عبدالمجید اویسی کے پاس آپ ڈیڑھ سال رہے، اور ان کے ہمراہ سکندر آباد اور سراج العلوم خانپور گئے، خانپور سے جامعہ نعیمیہ لاہور چلے گئے، وہاں مولانا عبدالغفور مدظلہ سے کافیہ، شرح تہذیب، اصول الشاشی اور نور الانوار پڑھیں، اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ سے شرح جامی، قطبی، جلالین اور ہدایۃ الحکمۃ پڑھیں، مفتی عزیز احمد رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند اسباق پڑھے، بعد ازاں بندیال چلے گئے، وہاں حضرت رئیس الاساتذہ مولانا عطا محمد بندیالوی دامت فیوضہم سے میبذی، صدرا، شمس بازغہ مختصر معانی، مطول، ملا حسن، زواہد ثلثہ، قاضی مبارک، حمد اللہ، ہدایہ اخرین، شرح نخبۃ الفکر اور جامع ترمذی پڑھیں، اخیر میں جامعہ قادریہ فیصل آباد آ گئے، وہاں حضرت مولانا ولی النبی رحمہ اللہ سے اقلیدس اور تصریح پڑھی، اور حضرت مولانا مختار حق مد اللہ ظلہ سے سراجی پڑھی۔

۱۹۵۸ء میں جب حضرت استاذ محترم رحیم یار خاں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبدالمجید

اویسی نے آپ کو غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، انھی کے نام کی نسبت سے استاذ محترم خود کو سعیدی لکھتے ہیں اور حضرت قبلہ غزالی زماں سے بیعت کو اپنے لیے باعث صد افتخار گردانتے ہیں۔

نومبر ۱۹۶۵ء میں حضرت استاذ محترم نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ پہلے چار سال مشکوٰۃ، جلالین اور دیگر علوم وفنون کی کتابیں پڑھائیں اور ۱۹۷۰ء سے باقاعدہ مکمل دورہ حدیث پڑھانا شروع کرایا، اور یہ سلسلہ تادم تحریر جاری ہے۔ ۱۹۶۶ء میں آپ نے حافظ عبدالقادر روپڑی سے محفل میلاد کے جواز پر مناظرہ کیا اور بھری محفل میں حافظ مذکور کو لاجواب کردیا اور انھوں نے یہ تسلیم کرلیا کہ اگر تعیین شرعی نہ ہو تو بارہ ربیع الاول کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کے ایام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنا جائز ہے، جس کو عرف میں میلاد النبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ تحریر آپ کو لکھ کر دے دی، اس مناظرہ میں شرف الملت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی بھی تشریف فرما تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اہل سنت تھے۔ ۱۹۶۹ء میں حافظ مذکور سے علم غیب پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں جب استاذ محترم نے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی فتح البیان سے علم ماکان ومایکون کے ثبوت میں ابن کیسان کا قول پیش کیا تو حافظ مذکور بدحواس ہوگئے، اور انھوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کردیا، یہ دونوں مناظرے عصر کے بعد سے عشاء کے بعد تک جاری رہے تھے اور اس میں طرفین کے بکثرت علماء شریک تھے، دونوں مناظرے طبع ہوچکے ہیں۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۸ء کے وسط تک آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۸ء کے وسط میں آپ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کی دعوت پر کراچی آئے اور ایک سال تک دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں درجہ حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، بعد ازاں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خواہش پر دوبارہ لاہور چلے گئے اور جولائی ۱۹۸۵ء تک پھر وہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو کمر کا درد لاحق ہوا، بعد ازاں شوگر ہوگئی، اور اس کے بعد بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ چونکہ لاہور میں آپ کافی بیمار رہتے، اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کراچی آجائیں، آپ کا علاج ہو جائے گا، سو آپ ۲ جولائی ۱۹۸۵ء کو بالآخر دوبارہ کراچی آگئے اور تادم تحریر یہیں اقامت پذیر ہیں۔

آپ کی بکثرت تصانیف ہیں جو متعدد بار طبع ہوکر قارئین سے خراج تحسین وصول کرچکی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں وفاقی شرعی عدالت، لاہور میں سود سے متعلق ایک رٹ کی سماعت کررہی تھی، اس وقت یہ سوال درپیش تھا کہ اگر قرض پر سود نہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صرف اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم چوتھائی مالیت[1] کی یا اس سے بھی کم رہ جائے گی، اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ ایک وکیل نے حضرت استاذ محترم کی مقالات سعیدی سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، اس وقت وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مولانا تنزیل الرحمان تھے، وہ اس حل سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے متعدد بار ملک سے ایک سال تک مسلسل کوشش کی کہ حضرت استاذ محترم وفاقی شرعی عدالت میں جسٹس کا عہدہ قبول کرلیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ میں عدالت کی ذمہ داریاں

---

[1] جسٹس تنزیل الرحمان نے سود کی ممانعت پر جو تاریخ ساز فیصلہ لکھا ہے اس میں بھی مقالات سعیدی کے ایک اقتباس کا حوالہ دیا ہے، یہ فیصلہ ہفت روزہ زندگی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہوچکا ہے۔

قبول کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکوں گا!۔

آپ کی تصانیف اور تلامذہ کا حلقہ برصغیر، یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، برطانیہ میں بھی آپ کے تلامذہ اور معتقدین کی کافی تعداد ہے، ۱۹۹۰ء میں آپ حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی زیب سجادہ ڈھالگی شریف مقیم برطانیہ کی دعوت پر برطانیہ گئے اور تین ماہ تک برطانیہ کے متعدد شہروں میں دینی جلسوں سے خطاب کیا اور واپسی میں حرمین طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، اہل برطانیہ کی خواہش اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی دعوت پر ۱۹۹۳ء میں آپ دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور متعدد دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

حضرت استاذ محترم نے شرح صحیح مسلم مکمل فرمالی ہے اور اب "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں اور وہ ان شاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں اس کی تصنیف کا آغاز کر دیں گے، شرح صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت دیکھ کر بہت سے اشاعتی اداروں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اداروں کو تفسیر شائع کرنے کا موقع دیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے فرید بک سٹال لاہور سے پیمانِ وفا کو برقرار رکھا اور بہت سی پرکشش پیش کشوں سے معذرت کر لی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کو "تبیان القرآن" مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث پاک کی خدمت سے مسعود کیا ہے اسی طرح آپ کی قرآن مجید کی خدمت سے بھی مشکور فرمائے اور "تبیان القرآن" کو اسم بامسمّی کر دے، اور ان دونوں کتابوں کو قبول دوام عطا فرمائے۔

سید محمد اشرف جیلانی

WWW.NAFSEISLAM.COM

صحیح مسلم

صحیح مسلم کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ امام مسلم بن حجاج نے اس کی احادیث کو انتہائی محنت اور کاوش سے ترتیب دیا ہے۔ حسنِ ترتیب اور تدوین کی عمدگی کے لحاظ سے یہ صحیح بخاری پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور زمانہ تصنیف سے لے کر آج تک اس کو قبولیتِ عامہ کا شرف حاصل رہا ہے۔

متقدمین میں سے بعض مغاربہ اور محققین نے صحیح مسلم کو بے حد پسند کیا ہے اور اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ابو علی حاکم نیشاپوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی صاحب مدخل کا یہی قول ہے اور امام عبدالرحمان نسائی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح، امام بخاری کی صحیح سے عمدہ[1] ہے اور مسلم بن قاسم قرطبی معاصر دارقطنی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح کی مثل کوئی شخص نہیں پیش کر سکتا۔ ابن حزم بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے[2]۔ اور خود امام مسلم نے اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر محدثین دو سو سال بھی احادیث لکھتے رہیں پھر بھی ان کا مدار اسی کتاب پر ہوگا۔[3] اور اب تو دو سو برس چھوڑ کر گیارہ سو برس ہونے کو آئے لیکن اس مردِ خدا کے قول کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ابو علی سفرانی کو کسی شخص نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بخشش کس سبب سے ہوئی تو انھوں نے صحیح مسلم کے چند اجزا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان اجزاء کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا[4]۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

سببِ تالیف اور مدت

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انھوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سب سے انھوں نے بالمشافہ اور براہِ راست سماع کیا ہے اور اس تصنیف میں انھوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید اطمینا

---

[1] الشیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی المتوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، ہدی الساری جلد ۱ ص ۲۴، مطبوعہ مصر۔

[3] شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، بستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لائے ہیں جن کی صحت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ تحقیق مزید کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد اسے حافظ عصر ابوزرعہ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں علل حدیث اور جرح و تعدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی نشاندہی کی، امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی لگاتار جدوجہد اور شدید مشقت کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعہ احادیث تیار ہو گیا۔[1]

تسمیہ حاجی خلیفہ اور دیگر مؤرخین نے صحیح مسلم کا نام الجامع الصحیح بیان کیا ہے مگر اس نام پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تفسیر بھی ہو اور صحیح مسلم میں تفسیر سے متعلق احادیث بہت کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامع کے تحقق کے لیے کتاب میں نفس تفسیر کا لانا شرط ہے قلت یا کثرت ملحوظ نہیں ہے۔ چنانچہ متقدمین میں سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جو تصانیف جامع کے نام سے مشہور ہیں ان میں بھی تفسیر بہت کم ہے۔

صحیح مسلم میں تفسیر اس قدر کم لانے کا سبب یہ ہے کہ تفسیر سے متعلق اکثر روایات امام مسلم کتاب کے شروع میں لے آئے ہیں اور چونکہ اس کتاب میں انھوں نے حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اس لیے کتاب التفسیر میں ان روایات کو دوبارہ نہیں لائے۔

اسلوب امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی حزم و احتیاط اور کامل ورع اور تقوی سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب زہری، امام مالک اور امام بخاری حدثنا اور اخبرنا کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ابن جریج، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحیی بن یحیی، عبداللہ بن مبارک اور دیگر تمام محدثین حدثنا اور اخبرنا میں فرق کرتے ہیں۔ حدثنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب استاذ حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد سن رہے ہوں اور اخبرنا کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب شاگرد پڑھے اور استاذ سن رہا ہو۔ چونکہ اکثر محدثین اخبرنا اور حدثنا میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ جائز نہیں رکھتے۔ اس لیے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور حدثنا اور اخبرنا کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلم نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بھی بڑا خیال رکھا ہے جس راوی کا اصل سند میں صرف نام ذکر کیا گیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو جس کے سبب ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ استاذ کے بیان کیے ہوئے الفاظ میں خلل نہ آتے۔ مثلاً انھوں نے ایک سند ذکر کی۔ حدثنا سلیمان یعنی ابن بلال عن یحیی وہو ابن سعید، اس مقام پر استاذ نے سلیمان بن بلال کا نام صرف سلیمان اور یحیی بن سعید کا نام صرف یحیی ذکر کیا تھا اور ان کے نسب کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ امام مسلم چاہتے تو اس کو سلیمان بن بلال اور یحیی بن سعید کے نام سے ذکر کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں یہ وہم ہوتا کہ شاید استاذ نے اپنی سند میں ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے اس لیے احتیاطاً امام مسلم نے ایک نام کے ساتھ یعنی ابن بلال اور دوسرے نام کے ساتھ وہو ابن سعید لکھا۔

اسی طرح راوی کے اسم، صفت، کنیت یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ نیز جس اسناد میں کوئی علت خفیہ ہو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سند میں اگر اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو واضح کر دیتے ہیں الفاظ حدیث کے اختلاف کو واللفظ لفلان کے ساتھ اسی جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم ان خوبیوں میں منفرد

---

[1] حافظ شمس الدین الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹۰، مطبوعہ ادارۃ احیاء التراث العربی بیروت

ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں یہ خوبیاں نہیں ہیں۔

ایک متن حدیث جب اسانید متعددہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسانید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کر دیتے ہیں وہ نہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ وارد کرتے ہیں نہ روایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں نیز باب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو مخلوط نہیں کرتے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے وارد کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب یا تو اختصار تھا یا کوئی اور امر جس کو امام مسلم ہی بہتر طور پر جانتے تھے۔ بہرحال بعد کے لوگوں نے ان ابواب کے تراجم مقرر کر دیے ہیں جن کو صحیح مسلم کے حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بعض بہت عمدہ ہیں اور بعض میں رکاکت اور تقصیر ہے۔

شرائط امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں احادیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل غیر شاذ اور غیر معلل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہوں۔ یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمت مع الشیخ ہوں یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل الضبط اور قلیل الملازمت ہوں۔ یہ طبقہ ثانیہ ہے رہا طبقہ ثالثہ یعنی ناقص الضبط اور کثیر الملازمت تو ان کی روایات سے امام مسلم انتخاب کرتے ہیں اور استیعاب فقط پہلے دو طبقوں سے کرتے ہیں اور اتصال کا معیار ان کے نزدیک یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان معاصرت کا ثبوت ہو۔[1]

امام مسلم نے رواۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں اول وہ ضبط اور اتقان میں اعلیٰ درجہ پر ہیں ثانی متوسطین اور ثالث متروکین جو متہم بالکذب ہوں اور امام مسلم نے اس کتاب میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ وہ راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور ان دونوں میں پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی اور تیسرے طبقہ کے بارے میں انھوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔[2] اس کے باوجود صحیح مسلم میں تیسرے طبقہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے اس طبقہ کی روایات اصالۃً وارد نہیں کیں بلکہ ان کو بالتبع تائید کے مرتبہ میں لائے ہیں یا اس طبقہ کی روایات کو اس وقت لائے ہیں جب وہ کسی زائد خوبی مثلاً علو اسناد پر مشتمل تھیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس ضعف کی وجہ سے ان راویوں کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں وہ ضعف مثلاً نسیان یا اختلال وغیرہ صحیح مسلم میں ان کی احادیث کے اندراج کے بعد لاحق ہوا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث وارد کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ اس حدیث کی صحت پر اجماع ہو چکا ہو کیونکہ جب ان سے حدیث ابوہریرہ فاذا قرأ فانصتوا کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر اس حدیث کو کتاب میں درج نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح تھی۔

---

[1] طاہر بن صلاح الجزائری الدمشقی توجیہ النظر ص ۸۶، مطبوعہ مصر۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ص ۳ تا ۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بلکہ اس حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہو[۵۱]

امام مسلم کی اس شرط پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ان کے خیال میں ان کی صحت پر سب کا اتفاق ہو چکا تھا خواہ فی الواقع ایسا نہ ہوا ہو۔ اور حافظ ابن صلاح نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ جو احادیث مجمع علیہ نہیں ہیں ممکن ہے ان کو وارد کرتے وقت امام مسلم کو یہ شرط یاد نہ رہی ہو اور علامہ سیوطی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس اجماع سے اجماع اصطلاحی مراد ہے یعنی امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کا اجماع۔ اور امام مسلم کی لائی ہوئی احادیث اس قسم کے اجماع سے بہر حال خالی نہیں ہیں۔

امام بخاری اور علی بن مدینی اتصال کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی معاصرت کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں باہم ملاقات کی بھی شرط لگاتے تھے اس لیے امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ان لوگوں پر انتہائی شدید اور تند و تیز رد کیا ہے۔ جس کا ذکر امام مسلم کے ذکر کردہ مقدمہ میں آرہا ہے۔

تعلیقات امام بخاری کی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں تعلیقات کی کثرت نہیں کی حافظ ابن الصلاح نے صحیح مسلم کے صرف چودہ مقامات گنوائے ہیں جہاں مسلم نے سند معلق کے ساتھ احادیث وارد کی ہیں تفصیل یہ ہے:

۱۔ حدیث ابی جہم باب تیمم۔
۲۔ حدیث ابی العلاء باب صلوٰۃ النبی۔
۳۔ حدیث یحییٰ بن عسان باب سکوت بین التکبیر والقراءۃ۔
۴۔ حدیث عائشہ کتاب الجنائز۔
۵۔ حدیث عائشہ باب الجوائح۔
۶۔ حدیث جعفر بن ربیعہ باب الجوائح۔
۷۔ حدیث کعب بن مالک فی تقاضی ابن حدرد۔
۸۔ حدیث معمر باب احتکار الطعام۔
۹۔ حدیث ابی اسامہ باب فقہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۔ حدیث ابن عمر آخر باب الفضائل۔
۱۱۔ حدیث ابی سعید خدری آخر کتاب القدر۔
۱۲۔ حدیث براء بن عازب فی الصلوٰۃ الوسطی۔
۱۳۔ حدیث ابوہریرہ باب الرجم۔
۱۴۔ حدیث عوف بن مالک کتاب الامارۃ۔

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ یہ چودہ احادیث اگرچہ سند منقطع سے وارد ہیں لیکن یہ احادیث دوسرے طرق سے جہات

۵۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صحیحہ سے سند موصول کے ساتھ بھی مروی ہیں اس لیے یہ روایات بھی حکماً صحیح ہیں [1]

عدد مرویات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابو الفضل احمد بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث بارہ ہزار ہیں اور ابو حفص نے بیان کیا ہے کہ آٹھ ہزار ہیں۔ الجزائری نے اسی کی تائید کی ہے اور حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم میں بالاتفاق چار ہزار احادیث ہیں [2]

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ حافظ ابو قریش بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ ابو زرعہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام مسلم آئے اور سلام کہہ کے مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی صحیح کو پیش کر کے کہا یہ چار ہزار احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ شیخ ابو زرعہ نے سن کر کہا باقی احادیث کسی کے لیے چھوڑ دیں۔ حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں کہ چار ہزار احادیث سے امام مسلم کی مراد وہ احادیث تھیں جو غیر مکرر ہیں۔

مستخرجات اصطلاح حدیث میں مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی کتاب کی احادیث کو دیگر اسانید کے ساتھ اس کے مصنف کی شرائط پر جمع کیا جائے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تخریج میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں چند ازاں یہ ہیں:

(۱) **المسند ایح لصحیح علی مسلم** یہ حافظ ابو بکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائنی المتوفی ۲۸۶ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ اسفرائنی اکثر شیوخ میں امام مسلم کے شریک ہیں۔

(۲) **التخریج علی صحیح مسلم** یہ ابو جعفر احمد بن حمدان علی النیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۳) **مختصر المسند الصحیح علی مسلم** یہ حافظ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی المتوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔ انھوں نے یونس بن عبد الاعلی اور دوسرے شیوخ مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) **التخریج علی مسلم** یہ ابو نصر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی ۳۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **التخریج علی مسلم** یہ ابو حامد احمد بن محمد الشاذلی الشافعی الہروی المتوفی ۳۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۶) **المسند الصحیح علی مسلم** یہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ الجوزقی النیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۷) **المسند المستخرج علی مسلم** یہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ کی تالیف ہے۔

(۸) **المخرج علی صحیح مسلم** یہ ابو الولید حسان بن محمد القرشی المتوفی ۴۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

---

[1] شیخ محی الدین یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، مقدمہ شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۶ھ

[2] شیخ طاہر بن صلاح الجزائری توجیہ النظر ص ۹۳، مطبوعہ مصر

شروحاتِ صحیح مسلم

صحیح مسلم پر متعدد حواشی لکھے گئے اور بہت سی شروحات تصنیف کی گئی ہیں اور تقریباً ہر زمانہ میں علماء راسخین اور جلیل القدر محدثین صحیح مسلم کی احادیث کے اسرار و رموز اور حقائق و دقائق بیان کرتے رہے ہیں۔ سطور ذیل میں چند شروح کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ **المفہم فی شرح غریب مسلم** | یہ امام عبد الغافر بن اسماعیل الفارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۲)۔ **شرح مسلم** | یہ امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی متوفی ۵۳۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ **المعلم بفوائد کتاب مسلم** | یہ ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۶ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ **الاکمال فی شرح مسلم** | یہ قاضی عیاض بن موسیٰ المالکی المتوفی ۵۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵)۔ **شرح مسلم** | یہ عماد الدین عبد الرحمان بن عبد العلی المصری المتوفی ۶۴۴ھ کی تصنیف ہے۔

(۶)۔ **المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم** | یہ شرح ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔ اس شرح میں ہیں الفاظ غریبہ کے معانی، اعاریب اور احادیث سے مستنبط دیگر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷)۔ **المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج** | یہ شرح حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعی المتوفی ۶۷۶ھ کی تالیف ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی پست ہمتی اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرح کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی، عام طور پر برصغیر کے علماء کے پاس یہی شرح ہے جسے صحیح مسلم کے ساتھ چھاپ دیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین القونوی المتوفی ۷۸۸ھ نے اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

(۸)۔ **شرح مسلم** | یہ شرح ابو الفرج یحییٰ بن مسعود الزوادی المتوفی ۷۴۴ھ کی تالیف ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم شرح ہے۔

(۹)۔ **شرح زوائد مسلم علی البخاری** | یہ شرح سراج الدین عمر بن علی المتوفی ۸۰۴ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۱۰)۔ **اکمال اکمال المعلم** | یہ شرح امام عبداللہ محمد بن خلیفہ المالکی المتوفی ۸۲۷ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم شرح ہے۔

(۱۱)۔ **شرح مسلم** | یہ شرح شیخ تقی الدین ابو بکر بن محمد الدمشقی المتوفی ۸۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۱۲)۔ **الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج** | یہ حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۱۳)۔ **شرح مسلم** | یہ شرح قاضی زین الدین زکریا بن محمد الانصاری المتوفی ۹۲۶ھ کی تالیف ہے۔

(۱۴)۔ **منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج** | یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی تالیف ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔

(۱۵)۔ **شرح مسلم** | یہ شرح ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ کی تالیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ [1]

(۱۶)۔ **فتح الملہم** | شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ کی تالیف ہے، تین جلدوں میں اخیر کتاب النکاح تک لکھی ہے، جسٹس محمد تقی عثمان نے کتاب الرضاع سے اخیر کتاب تک چار جلدوں میں اس کا تکملہ لکھا ہے۔

(۱۷)۔ **شرح صحیح مسلم** | از علامہ غلام رسول سعیدی اس شرح میں پہلے احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان احادیث کی اردو میں شرح کی ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں اس شرح کو شروع کیا گیا۔ اور ۱۴۱۴ھ میں اس کا اختتام ہوا، درمیان میں چھ سال بیماری کی وجہ سے سلسلہ تصنیف منقطع رہا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مختصرات صحیح مسلم اور ان کی شروح

صحیح مسلم کا خلاصہ کر کے مختصرات کی بھی تالیف کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ان کی شروح بھی لکھی ہیں۔

(۱)۔ **مختصر صحیح مسلم** | یہ شرح ابو الفضل محمد بن عبداللہ المرسی المتوفی ۶۵۵ھ کی تالیف ہے۔

---

[1] ۔ ان تمام شروح کا ذکر حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۵۵۸ ۔ ۵۵۷ میں کیا ہے۔

(۲)۔ **مختصر صحیح مسلم** | حافظ زکی الدین عبد العظیم المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ **شرح مختصر صحیح مسلم** | یہ عثمان بن عبد الملک الکردی المصری المتوفی ۷۳۰ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ **شرح مختصر صحیح مسلم** | یہ محمد بن احمد الاسنوی المتوفی ۷۶۳ھ کی تالیف ہے۔

شروح، مختصرات اور مستخرجات کے علاوہ مسلم کے اسماء رجال پر بھی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں ابو بکر احمد بن علی الاصفہانی المتوفی ۴۲۸ھ کی تالیف مشہور ہے۔ [1]

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ ان تمام شروح کی تفصیل حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون جلد ۱ ص ۵۵۸ - ۵۵۷ سے لی گئی ہے۔

شرح صحیح مسلم

از قلم: قاری عبدالمجید شرقپوری، برسٹل برطانیہ۔

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے علامہ غلام رسول سعیدی کو دیکھا، کچھ علماء ان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ یہ واحد عالم دین ہیں جو اس کم عمری میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت علامہ کی ایک کتاب ضیاء کنز الایمان پڑھی اور پھر یہ نام میرے ذہن سے محو ہو گیا، ۱۹۸۲ء میں، میں پاکستان سے برطانیہ آگیا، مولانا احمد نثار بیگ نے مانچسٹر میں ایک ماہنامہ نکالا جس میں انھوں نے وجود باری پر حضرت علامہ سعیدی کا ایک مضمون شائع کیا، یہ مضمون پڑھ کر مجھے حضرت علامہ کے علم و فضل کا اندازہ ہوا، اس کے بعد پھر یہ نام ذہن سے غائب ہو گیا۔

۱۹۹۰ء میں میں نے پاکستان سے بعض دینی کتابیں منگوائیں جن میں سے ایک کتاب کا نام "شرح صحیح مسلم" تھا، اور مصنف کا نام تھا علامہ غلام رسول سعیدی، میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا، اس کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ جب تک چاروں جلدیں ختم نہیں کر لیں، چین نہیں آیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ میں ہر روز نت نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، کبھی عقائد پر، کبھی عبادات پر اور کبھی معاملات پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کیا تو خدا کے فضل سے ان کے بہت سے اعتراضات کے جوابات مل گئے، پھر پانچویں جلد آ گئی اس میں اور دوسرے بہت سے مسائل کی تحقیق تھی، اب جب سے میرے پاس شرح صحیح مسلم ہے، مجھے کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے میرے ایک نومسلم دوست محمد خلیل نے مجھے فون کیا کہ میں نے ایک یہودی پروفیسر کو بتایا کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پیئے گا اس کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی، اس یہودی پروفیسر نے اعتراض کیا تو پھر جنت میں نہریں کس لیے بنائی ہیں؟ میں نے اپنے نومسلم دوست سے کہا ایک گھنٹہ بعد فون کرنا، پھر میں نے شرح صحیح مسلم کی پانچوں جلدوں کی فہرست دیکھ ڈالی مگر وہ مسئلہ نہ ملا، میں سخت پریشان ہو رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ڈاکیہ تھا، اس نے کہا تمہارا پاکستان سے پارسل ہے۔ میں نے پارسل کھولا تو وہ شرح صحیح مسلم کی جلد سادس تھی، میں نے جلد از جلد فہرست دیکھی تو اس میں حوض کوثر کی بحث مل گئی، اور اس بحث میں اس سوال کا جواب بھی لکھا ہوا تھا کہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد پیاس تو کبھی نہیں لگے گی اور جنت کی نہروں کا پانی پیاس بجھانے کے لیے نہیں، حصول لذت کے لیے پیا جائے گا۔ اس سال جب علامہ صاحب برطانیہ آئے تھے تو میں نے ان سے چند مسائل کا ذکر کیا جو یہاں کے مسلمانوں کو درپیش ہیں، آپ نے فرمایا "میں نے شرح صحیح مسلم کی ساتویں جلد میں ان مسائل پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے"! ان شاء اللہ شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہے گا جس کا حل شرح صحیح مسلم میں نہ ہو۔

حضرت علامہ کا شرح صحیح مسلم میں اسلوب یہ ہے کہ آپ جس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کرتے ہیں، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال ان کے اصل مآخذ سے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس پر اٹھنے والے جدید وقدیم اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو لکھتے وقت صدہا کتابوں کا عمیق مطالعہ کیا ہے، پھر آپ اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ کرتے ہیں، تب کہیں جاکر اس مسئلہ کے متعلق اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور عصری مسائل میں سے جس تازہ مسئلہ پر آپ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اس کے آخر میں لکھ دیتے ہیں اگر یہ رائے حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے القاء ہے ورنہ یہ میری فکر کی کوتاہی اور مطالعہ کی کمی ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

عام طور پر لکھنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی مشہور مصنف کی کتاب سے اس کی تحقیق نقل کر دیتے ہیں اور اگر اس مصنف کو کسی حاشیے میں کوئی سہو لاحق ہو گیا تو یہ بھی اسی طرح مکھی پر مکھی مار دیتے ہیں، زمانہ قریب کے اور معاصر مصنفین تو الگ رہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متنبہ کیا ہے کہ علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہم کو بھی بعض مقامات پر حنفی مذہب کو نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، اس کے برعکس حضرت علامہ جب کسی امام کا مذہب نقل کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب کی کتاب پر اعتماد نہیں کرتے ہیں بلکہ اس مذہب کے محررین سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علامہ جب کسی مسئلہ میں دوسروں سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے موقف پر بکثرت عقلی اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور جس کا تعاقب کرتے ہیں اس کا بڑی عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں، شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور حضرت علامہ کے نزدیک مواضع ضرورت کے علاوہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی واجب الستر ہے۔ اس مقام پر علامہ سرخسی سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں:

ہم علامہ سرخسی کی گرد نعلین کو بھی نہیں پہنچتے، فقہ حنفی کی خدمت کر کے علامہ سرخسی نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ سرخسی کے تمام علم وفضل کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت (سرتاپا) واجب الستر ہے۔" (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۵۰-۶۴۹)

اس سے پہلے صحیح مسلم کی جس قدر شروح لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور مشہور شرح علامہ نووی کی ہے، لیکن اس شرح میں آپ دیکھیں گے کہ علامہ نووی ہر جگہ مذہب شافعی کی برتری بیان فرماتے ہیں، اور اکثر مقامات پر مذہب احناف کا رد کرتے ہیں اور ان پر بہت قوی اور علمی اعتراضات کرتے ہیں، لہٰذا فقہاء احناف پر یہ قرض تھا کہ علماء احناف میں سے کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جو اس قرض کو اتار دے اور صحیح مسلم کی ایسی شرح لکھے جس میں علامہ نووی کے تمام اعتراضات کے جوابات ہوں اور تمام مذاہب پر مذہب حنفی کی برتری کا بیان ہو، قسام ازل نے یہ سعادت حضرت علامہ سعیدی کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کی احادیث کے ساتھ مطابقت بیان کرنا یہ امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے، اور علماء نے لکھا ہے کہ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی

رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری لکھ کر اس قرض کو اتار دیا ہے، سو جس طرح علامہ عینی نے صحیح بخاری کی شرح لکھ کر امام بخاری کا قرض اتارا ہے، علامہ سعیدی نے صحیح مسلم کی شرح لکھ کر علامہ نووی کا قرض اتارا ہے اور ان دونوں شرحوں کی وجہ سے الحمد للہ ہم کم از کم شیخین کے قرض سے تو بری ہو گئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ شرح صحیح مسلم صرف صحیح مسلم ہی کی شرح نہیں ہے بلکہ یہ پوری صحاح ستہ کی احادیث کی شرح ہے، کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث کم و بیش مشترک ہیں صرف اسانید اور ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے فرق ہے۔

اب میں چند مسائل کا بہ طور تبرک ذکر کر رہا ہوں مثلاً فاسق کی امامت ایک ایسا عنوان ہے جس پر اس سے پہلے آج تک اتنی تفصیل سے نہیں لکھا گیا، اسی طرح مسافت قصر کی جس طرح حضرت نے تحقیق کی ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ پر انھوں نے اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ بھی کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ کو منقح فرمایا، عصری مسائل میں سے ایڈز، ہیپاٹائٹس، دواؤں سے علاج، انتقال خون، پوسٹ مارٹم اور اعضاء کی پیوند کاری پر بہت مبسوط بحث کی ہے، خلافیات میں سے علم غیب، نور و بشر، بدعت اور میلاد النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت معرفی تجزیہ کیا ہے، راقم الحروف برمنگھم میں رہتا ہے، اس شہر کی یونیورسٹی بہت مشہور ہے، اس لیے سعودی عرب، کویت، بحرین، ابوظہبی وغیرہ کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہاں سکالرشپ پر آتے ہیں، اور وہ اپنے دینی اجتماعات میں معروف علماء کو دعوت دیتے ہیں، اس طرح مجھے اکثر و بیشتر ریاض، جدہ، طائف اور حرمین طیبین کے علماء سے ملاقات کا موقع میسر آتا ہے، میں نے ان کے سامنے شرح صحیح مسلم سے یہ چاروں مسائل بیان کیے تو انھوں نے کہا اگر واقعی علماء اہلسنت کے یہی نظریات ہیں تو پھر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحب عزیمت شرح صحیح مسلم کو عربی میں منتقل کر دے تاکہ دنیائے عرب میں ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی ہو سکے، اور وہ لوگ جو ہمیں وثنی اور قبوری (بت پرست، قبر پرست) کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور بریلویوں کو مرزائیوں کی طرح کوئی گمراہ فرقہ قرار دیتے ہیں اس کا قرار واقعی سد باب ہو سکے۔ میں نے ایک غیر مقلد عالم کو شرح صحیح مسلم کے چند اقتباسات سنائے تو اس نے بے ساختہ کہا میرا دل چاہتا ہے کراچی جا کر اس شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔

ضبط ولادت پر سید مودودی کی کتاب موجود ہے مگر اس میں انھوں نے فقہ ظاہری کی تمام روایات جمع کی ہیں، علامہ سعیدی نے اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کیے اور ظواہر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، اس سے پہلے اس موضوع پر کراچی کے ایک عالم نے بھی کتاب لکھی تھی مگر اس میں زیادہ تر حوالے سید مودودی کی کتاب سے لیے گئے ہیں، شرح صحیح مسلم میں علامہ سعیدی کی تحقیق سب سے زیادہ جامع ہے۔

Test tube baby پر بھی حضرت علامہ نے بہت مبسوط بحث کی ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت محظوظ ہوا، چند دنوں کے بعد میں ایک میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں ایک درجن کے قریب انگریز سکالر بھی تھے، اس مجلس میں میں نے اسلام کی حقانیت پر چند باتیں پیش کیں، میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ماضی اور مستقبل کی خبریں دینا تو الگ رہا میں تم کو ان کے ایک غلام کی کرامت بیان کرتا ہوں، علامہ شمس الدین سرخسی نے لکھا ہے کہ: جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کر سکتا، ایسے شوہر کا نطفہ اگر بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے

عورت کی اندام نہانی میں پہنچے گا، اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہوگا، اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳۸)

میں نے کہا میڈیکل سائنس کو آج معلوم ہوا ہے کہ بغیر جماع کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور ہمارے فقہاء نے ایک ہزار سال پہلے یہ مسئلہ بتا دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ تقریر سنی تو ان میں سے دو انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا، میں نے ایک کا نام محمد سلیم اور دوسرے کا نام محمد عابد رکھا، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں نماز وغیرہ سیکھ رہے ہیں۔

علامہ سرخسی کی جس عبارت کا حوالہ دے کر دو انگریز مسلمان ہو گئے وہ تقریباً ایک ہزار سال سے مبسوط میں چھپ رہی ہے، لیکن اس عبارت کو منظر عام پر لانے اور اس کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر منطبق کرنے اور اسلامی فقہ کی ہمہ گیری اور آفاقیت کو اُجاگر کرنے کا سہرا شرح صحیح مسلم کے سر ہے۔ تین طلاقوں کے مسئلہ پر ایک مصری عالم کی تحقیق پڑھ کر ہمارے ایک حنفی عالم دین نے لندن میں کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مسلک درست نہیں ہے، لیکن جب انھوں نے شرح صحیح مسلم میں تمام اعتراضات کے جوابات پڑھے تو اب انھوں نے پھر رجوع کر لیا ہے اور اب وہ کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا موقف ہی برحق ہے۔

علامہ سعیدی وہ واحد عالم دین ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کی ایسی تحقیق کی ہے جس سے منکرین ملائکہ کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں، اس پر گفتگو تو بہت سے علماء نے کی ہے مگر تسلی بخش جواب صرف حضرت علامہ سعیدی نے لکھا ہے کیونکہ منکرین ملائکہ غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے واقعہ سے ملائکہ کے وجود کی نفی کرتے ہیں، خود راقم الحروف سے کئی بار انکار سرسید کے متبعین نے اس مسئلہ پر بحث کی مگر میں ان کو کوئی تسلی بخش جواب دینے سے قاصر پاتا تھا، لیکن جب سے میں نے شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو پڑھا ہے منکرین ملائکہ کو مسکت جواب دیتا ہوں۔

ایک اور اہم موضوع ہے اسلامی سیاست، پاکستان میں کتنے سیاسی رہنما ہیں جو عالم دین بھی ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں اسلام اور جمہوریت ایک ہی چیز ہے، خلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں ایک حبشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے، پادشاہت کا اسلام میں وجود نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ علامہ سعیدی نے اس موضوع کو نکھار کر بہت تفصیل سے پیش کیا ہے، میں سیاسی رہنماؤں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو ضرور پڑھ لیں۔

فقہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علاج کی غرض سے خون یا پیشاب کے ساتھ سورۂ فاتحہ کو لکھنا جائز ہے، راقم الحروف نے اکثر علماء سے اس کے متعلق پوچھا مگر چونکہ یہ بات بڑے بڑے فقہاء نے لکھی تھی، اس لیے سب نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا، علامہ سعیدی نے پہلی بار اس جمود کو توڑا وہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے اگر کسی آدمی کو روز روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفاء ہو جائے گی تب بھی اس کا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے کی جرأت کرے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو معاف کرے بال کی کھال نکالنے اور جزئیات مستنبط کرنے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع سرزد ہو گیا، ورنہ ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت و حرمت بہت زیادہ تھی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۵۷)

آپ نے دیکھا حضرت علامہ سعیدی نے فقہاء کے اعزاز و اکرام کو بھی برقرار رکھا اور اصل مسئلہ بھی حکیمانہ طریقہ سے بیان کر دیا!

یزید کی بیعت، سوشلزم اور سرمایہ داری، انعامی بانڈز، رجم، عورت کی شہادت، انشورنس اور کتاب الحدود کے متعلق تبصرہ کرنا چاہتا تھا، مگر طوالت کی وجہ سے میں نے ارادہ ترک کر دیا، میری رائے میں شرح صحیح مسلم، مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور علامہ غلام رسول سعیدی کا نام ان شاء اللہ تاریخ میں اسی طرح زندہ رہے گا، جس طرح علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ علی قاری اور دیگر اکابر علماء کا نام زندہ ہے۔

بلاشک وشبہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کی محنت اور کاوش کا شاہکار ہے لیکن اس عظیم کام کی تکمیل میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے ٹرسٹیز کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، جنھوں نے علامہ سعیدی کو اس قدر سہولتیں فراہم کی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ خود حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جسٹس علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری نے ان کو صرف دو پیریڈ پڑھانے کا مکلف کیا ہے، وہ حدیث شریف کے دو سبق پڑھاتے ہیں اور باقی تمام اوقات شرح صحیح مسلم کے لیے وقف ہیں، اس کے علاوہ انھوں نے اپنی دارالعلوم کی تمام لائبریوں کی چابیاں حضرت علامہ کے حوالے کر دی ہیں تاکہ ان کو تحقیق و تدقیق کے دوران کوئی رکاوٹ نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تمام حسنات کو مقبول فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت پروفیسر مفتی منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کا ہے، جن کے متعلق حضرت علامہ سعیدی نے مجھے بتایا کہ دارالعلوم نعیمیہ میں وہ ان کے سب سے بڑے حلیف اور خیرخواہ ہیں، اور محض للہ فی اللہ ان سے دلی محبت رکھتے ہیں اور ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں، شرح صحیح مسلم کے کام میں وہ روز اول سے ان کے معاون ہیں، فریدبک سٹال سے تمام معاملات انھی کی وساطت سے طے پاتے ہیں، اور شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں حضرت علامہ ان سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں تیسرا نام سید محمد اعجاز مالک فریدبک سٹال کا ہے جنھوں نے اپنی بیماری کے باوجود انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی طباعت کی، کاغذ، طباعت اور جلد بندی میں مثالی حسن کو قائم رکھا اور اس کی متوازن قیمت رکھی، اس وقت مارکیٹ میں اتنے صفحات کی جس قدر کتابیں ہیں شرح صحیح مسلم کی قیمت ان سب سے کم ہے، اور کاغذ طباعت اور جلد کا معیار ان سب سے بہتر ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ غلام رسول سعیدی اور ان کے معاونین کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

عبدالمجید شرقپوری برسٹل برطانیہ
26 Britannia Rd. Easton
Bristol B 956DA England
Tel: 0272 – 351318

شرح صحیح مسلم

از قلم: حضرت مولانا مفتی محمد گل رحمان قادری برمنگھم، برطانیہ

شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کے شرح صدر کی کرامت کا مظہر ہے، اہل سنت کے علمی کارناموں میں عصر حاضر کا درخشندہ ستارہ ہے، بعد میں لکھنے والوں کے لیے تشریح و تحقیق کی مشعل راہ ہے، اور حضرت علامہ کی سعادت و نجات کے لیے پُر امید وسیلہ جلیلہ ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اہم مسائل فقہیہ کو عمدہ دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے، جس کا اندازہ آپ کی محدثانہ اور فقیہانہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم دراصل صرف احادیث کے منشاء اور اس کے مطالب و مقاصد کے بیان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں احادیث سے عصری مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور قدیم مسائل میں اولہ کے زور سے ترجیح کا مقام حاصل کیا گیا ہے، ترجیح مسائل میں آپ نے علماء متقدمین اور معاصرین کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اپنے علم و فکر کا آزادانہ اظہار فرمایا ہے، اور حضرت علامہ کے علم و فضل، وسعت مطالعہ اور حدیث فکر کے پیش نظر یہ ان کا علمی حق ہے۔

اسلام کے مسلمہ اصولوں کے تحت غیر منصوص مسائل کا کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنا اہل تحقیق علماء کا منصب ہے، بلاشبہ کئی فروعی مسائل میں حضرت علامہ نے ترجیح اور تصویب تک رسائی حاصل کی ہے، یہ ان کی خداداد صلاحیت اور مسلسل محنت اور کاوش کا ثمرہ ہے

حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم میں امت مسلمہ کی سہولت کے پیش نظر یُسر کو زیادہ اختیار کیا ہے تاہم بعض مسائل میں انھوں نے عسر کا راستہ اختیار کیا ہے، مثلاً حالات حاضرہ میں ذرائع ابلاغ کی تیکنالوجی، ٹی۔ وی، وڈیو وغیرہ کو اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے استعمال میں لانا جائز قرار دیا جاسکتا ہے، اور امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے، دور حاضر کی معاشی ضروریات کے پیش نظر خواتین اسلام کے لیے تعلیم کا حصول اور شرعی حدود کے تحت ملازمت کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا اور قانون ضرورت کے تحت آتا ہے، ورنہ مسلم آبادی کے نصف حصہ کے معاشی اور معاشرتی حقوق کا میسر نہ ہونا فتنہ کا باعث ہوگا، دور حاضر کی اس قسم کی مشکلات کے لیے مزید غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے میں حضرت علامہ نے انتہائی سعی جمیل سے کام لیا ہے، حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کو اردو زبان میں لکھ کر، مدرسین، علماء اور اہل تحقیق مصنفین کو جدید انداز میں فکر و اجتہاد کے ساتھ اسلامی علوم کی تشریح و توضیح اور استنباط مسائل کا راستہ دکھایا ہے، عام مسلمانوں، اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کو شرح صحیح مسلم

کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس شرح کی بہت بڑی ضرورت اور اہمیت ہے، اخیر میں تہ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سعیدی کو سعادت دارین اور نجات اُخروی سے نوازے اور ان کے علوم نافعہ سے امت مسلمہ کو مزید فیضان بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خادم علماء اہل سنت
محمد گل رحمان قادری غفرلہ
14-1-94
12/ Palmerston Road, Sparkbrook Birmingham B11
(L.H.) England.

مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں خواتین کے لیے حصول تعلیم کو جائز لکھا ہے خواہ دینی تعلیم ہو یا جدید سائنسی تعلیم، اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس پر مفصل بحث کی ہے، اسی طرح معاشی اور عمرانی ضرورت کے پیش نظر باعزت طریقہ سے پردہ کی حدود و قیود کے ساتھ خواتین کی ملازمت کو بھی جائز لکھا ہے، رہا ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سننے اور دیکھنے کا مسئلہ تو اس کو مصنف نے علی الاطلاق ممنوع نہیں لکھا مصنف کی عبارت یہ ہے:

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہوگا، وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا وی۔ سی۔ آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے نہ سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ الا ماشاء اللہ۔

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۰۰)

نیز لکھا ہے:

ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں بجانا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل کا رواج نہیں ہوتا۔ اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہوگا، اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا، بہ شرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں، جب تک کوئی متبادل آلہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی سے راگ رنگ موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۵)۔

ہمارے ملک پاکستان میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کی جو نشریات ہوتی ہیں ان میں صرف برائے نام زیادہ سے زیادہ ایک فیصد دینی اور اسلامی پروگرام ہوتے ہیں باقی ننانوے فی صد پروگرام، موسیقی، راگ و رنگ اور مخرب اخلاق عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں، لہٰذا جو شخص ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات سنے گا اور دیکھے گا اس پر اس ایک فی صد کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کے برعکس وہ ننانوے فی صد میں ڈوب جائے گا، ریڈیو اور ٹی۔ وی کی نشریات کے شرعی حکم کو اس آیت سے مستنبط کیا جاسکتا ہے:

یسئلونك عن الخمر والمیسر ط قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما۔ (بقرہ ۱ ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے (بھی) ہیں اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت بڑا ہے۔

شرعی احکام میں میرا مزاج یسر ہی ہے بشرطیکہ وہاں شرعی گنجائش ہو، اور جس چیز میں شر بہت زیادہ غالب ہو اور خیر بہت مغلوب ہو وہاں شریعت اسلام کا یہی مزاج ہے کہ وہ شر کثیر کی بنا پر خیر قلیل کو ترک کر دیتی ہے۔

آج کل دنیا میں بہت سے پرائیویٹ ٹیلی ویژن عالمی سطح پر اپنے پروگرام نشر کر رہے ہیں اور ان کی نشریات سٹلائٹ کے ذریعہ تقریباً دنیا بھر میں دیکھی جا رہی ہیں، مثلاً سی این این ٹیلیویژن، بی بی سی ٹیلیویژن اور سٹار ٹیلیویژن وغیرہ، اگر بعض مالدار مسلمان عالمی سطح پر ایسا پرائیویٹ ٹی۔ وی چینل قائم کریں جس کی نشریات سٹلائٹ کے ذریعہ عالمی سطح پر دیکھی جاسکیں اور ان نشریات سے صرف اور صرف اسلامی تعلیمات نشر کی جائیں جن میں قرآن مجید کی تلاوت ہو تفسیر ہو، احادیث پڑھی جائیں، ان کا درس ہو اور خالص اسلامی اور فقہی معلومات مہیا کی جائیں اور خواتین کی نمائش اور موسیقی سے کلی اجتناب کیا جائے اور مؤثر پیرائے میں اسلام کو پیش کیا جائے تو اس کا دیکھنا اور سننا جائز ہوگا۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

مقدمہ از شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور اُن کی شریعت کی متاعِ کل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حیات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واحوال اور آپ کے شب وروز کے معمولات ہی ان کے لیے سرچشمۂ ہدایت ہیں، صحابۂ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتابِ زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، خلوت وجلوت، سفر وحضر اور نجی حالات سے لے کر عام سیاسی معاملات تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کرلیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تذکار کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انھیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی، اور ابواب وکتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں مدون ہوئیں، یوں ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچ سکی۔

اکابر علماء ملت اور ماہرین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں، انھوں نے بارہا صرف ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے بھی احادیث روایت کرلیتے تھے۔ انھوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقلینِ حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر وقیمت کا اندازہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے اور اگر امت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل وصورت ہوتی۔

صحیح مسلم کی شرح شروع کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفتگو کرلی جائے تاکہ قارئین کو حدیث شریف کی علی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہوسکے، اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت، حجیت اور تدوین پر مختصراً گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف، اقسام اور کتب حدیث کی انواع اور بعض دیگر اصطلاحات کا مختصراً بیان کریں گے۔

ضرورتِ حدیث قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تفسیر وتشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی صورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہے، علاوہ ازیں، مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، تیمم،

حج اور عمرہ یہ محض الفاظ ہیں لغت عربی ہمیں ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر احادیث رسول موجود نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا۔

حجیت حدیث اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۱۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ (آل عمران: ۱۳۲) — اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

۲۔ وما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷) — اور رسول تم کو جو (احکام) دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

۳۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ (آل عمران: ۳۱) — آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

۴۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (احزاب: ۲۱) — تمہارے اعمال کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیامت تک کے مسلمانوں پر واجب ہے، اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہوگا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے۔ پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے ڈھال سکیں گے۔ اور جب کہ ہمیں اسوۂ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے بہ نفس نفیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت تھی۔ اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی دی ہوئی ہدایت اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر ماخذ نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناتمام رہے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہدایات سے ہم محروم ہوں گے، بلکہ قرآن کریم کی دی ہوئی ہدایات سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (نحل: ۴۴) — ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ (بقرہ: ۱۲۹) اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب وحکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے تھی تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انھیں ضرورت تھی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام جب اپنے بلند مقام اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآن مجید کے احکام کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بدرجۂ اولیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔

ثالثاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ۝ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ (جمعہ: ۲-۳)

وہ ذات جس نے اُن پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور بعد کے لوگوں کو جو ابھی پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا۔ اسی طرح قیامت تک مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو معتبر نہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا صدق کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ بتلاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوٰۃ سے قیام، رکوع اور سجود کی یہ ہیئت مخصوصہ مراد ہے مؤذن کی اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیوں کر معلوم ہوتی اسی طرح حج اور عمرہ کا بیان احرام کہاں سے اور کس دن باندھنا ہے وقوف عرفہ، طواف زیارت، طواف وداع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین قرآن میں نہیں ملتی، حد یہ ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کذائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز ہو قرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعیین صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ملتی ہے، عہد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہوگا اور جو شخص ان احادیث کو معتبر نہیں مانتا، اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعیین جاننے کے لیے کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس طرح معانی قرآن کے مبیّن اور معلم ہیں اسی طرح آپ بعض احکام کے شارع بھی ہیں۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

یحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷)

رسول اللہ ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو اُن پر حرام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے والے درندوں اور پرندوں کو حرام کیا، دراز گوش اور حشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو حلت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ متکفل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہٰذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر فہم قرآن کے لیے احادیث نبویہ کو ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیستان اور معمہ بن کر رہ جائیں گی۔

تدوینِ حدیث

عام طور پر منکرین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ڈھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور ڈھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابو شاہ) نے آکر عرض کیا۔

اکتب لی یا رسول اللہ۔ میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔

آپ نے حکم دیا:

اکتبوا لابی فلان۔ اس شخص کے لیے خطبہ لکھ دو۔ [1]

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث لکھنے کی عام اجازت تھی۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن عبد الله بن عمرو قال كنت اكتب كل شيء اسمعه من رسول الله صلى الله عليه وسلم اريد حفظه فنهتني وقالوا اتكتب كل شيء تسمعه ورسول الله صلى الله عليه وسلم بشر يتكلم في الغضب والرضاء فامسكت عن الكتابة فذكرت ذلك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاومابا صبعه الى فيه فقال اكتب فوالذي نفسي بيده ما يخرج منه الا حق ۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا۔ بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے احادیث لکھنے کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم احد اكثر حديثا عنه مني الا ما كان من عبد الله بن عمرو فانه كان يكتب ولا اكتب ۔[2]

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

امام ابوداؤد اور امام بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو احادیث قلمبند کیا کرتے تھے۔ رہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حافظہ بہت تیز ہو گیا تھا اس وجہ سے وہ احادیث نہیں لکھتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔ چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں:

تحدث عند ابي هريرة بحديث فاخذ بيدي الى بيته فاراني كتبا من حديث النبي صلى الله عليه وسلم وقال هذا هو مكتوب عندي ۔[3]

حضرت ابوہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس انکی تمام مرویات لکھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ابتداء زمانۂ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھوں نے احادیث

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ۵۱۴ ۔ ۵۱۳، مطبوعہ مطبع ولی محمد اینڈ سنز کراچی

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ مصر

کو لکھ لیا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو لکھواتے رہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابوہریرہ کے بارے میں آپ کی نظر سے مستحکم حوالے گذر چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث صحائف میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ اقدس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب[1]

میں دوسرے صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اور میں ان سب سے عمر میں کم تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے معاملہ میں کتنی شدید وعید فرمائی ہے اور آپ لوگ اس کے باوجود کثرت احادیث بیان کرتے ہیں یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال کو لکھ کر قلمبند کر لیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو ممانعت آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا، حضرت ابوہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں انھوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھایا، چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس سے دو ہزار چھ سو ساٹھ (۲۶۶۰) احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔[2] اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں مسند دارمی میں ہے کہ ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروۃ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔[3] حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲۔ ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۴۲۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] ۔ محمد بن سعد کاتب واقدی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد جلد ۲، ص ۷۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

روایت کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا، اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ [۱]

مذکورۃ الصدر سطور میں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کتابت کے سہارے تدوین احادیث کا کام آگے بڑھتا رہا۔ احادیث کے یہ صحائف اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مجتمع نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کرام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انھوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انھوں نے معتمد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دی اور تہذیب سے منظم اور منضبط کیا۔ احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے ہی کی ہے اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے مایۂ ناز تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس اصبحی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث، مؤطا کے نام سے پیش کیا۔

مؤطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور قابل صد فخر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے، ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متعدد بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابو الولید (۱۵۱ھ) جامع سفیان ثوری (۱۶۱ھ) مصنف ابی سلمہ (۱۶۷ھ) مصنف ابی سفیان (۱۹۰ھ) جامع سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں۔ کتاب الام للشافعی (۲۰۴ھ) مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) الجامع الصحیح للبخاری (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح لمسلم (۲۶۱ھ) سنن ابو داؤد (۲۷۵ھ) الجامع للترمذی (۲۷۹ھ) سنن ابن ماجہ (۲۷۳ھ)۔

مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر صحاح ستہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر دور میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی، نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیف و تالیف کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی، یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین صحاح ستہ نے پہلے لوگوں کی خوبیوں کو نئے اضافوں کے ساتھ ضم کر کے ایک

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ص ۷۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تصانیف کو پیش کیا۔

کتب احادیث کے ان اوراق کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مشہور کتب احادیث کا اجمالی تعارف ذکر کر دیا جائے۔

صحیح بخاری کی احادیث کا بیان

حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ان کے بعد امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے احادیث صحیحہ کا مجموعہ پیش کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب اللہ کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں میں صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے، حافظ نیشاپوری اور بعض مغاربہ (علماء اندلس) نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اس کا محمل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں صرف احادیث صحیحہ ہیں جب کہ صحیح بخاری کے تراجم میں بعض غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن صحت اور قوت کے لحاظ سے صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم پر راجح ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو منحصر کرنے کا التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طوالت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن اخرم نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث رہ گئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں، یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی مستدرک علی الصحیحین بہت بڑی کتاب ہے (یہ جہازی سائز کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں درج کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور ان میں سے احادیث مکررہ کو حذف کرنے کے بعد کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ہاں اگر آثار صحابہ اور تابعین کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے زیادہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جو حدیث واحد دو سندوں سے روایت کی گئی ہو اس کو بھی دو حدیثیں قرار دیا جاتا ہے، (حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کل احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اور حذف مکررات کے بعد کل احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تینتیس بتائی ہے۔) [1]

صحیح مسلم کی احادیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

بعض اہل مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ آسمان کے نیچے امام مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے معارف دقیق ہیں، جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ہے ان کی

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۷-۱۱۳ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

تعداد اسی ۸۰ ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، نیز جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کم روایت کی ہے، اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ۔ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اصح کتب الحدیث ہیں اس کے باوجود یہ تمام احادیث صحیحہ کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ بھی ان میں تمام درج نہیں ہیں۔ [۱]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ حذف مکررات کے بعد صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے اور ابو الفضل احمد نے بیان کیا ہے کہ بشمول مکررات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ [۲]

صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحیحین کی تخریج میں بہ کثرت کتابیں ہیں، جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو عوانہ، صحیح ابو بکر اسماعیلی اور برقانی اور ابو نعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اسی طرح مسند احمد میں بہ کثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابو یعلیٰ اور مسند بزار میں اور دیگر مسانید، معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے (اس بحث کا ذکر ان شاء اللہ آگے آئے گا)۔ [۳]

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث کی مصنفات میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ مثلاً ابو داؤد سجستانی، امام ابو عیسیٰ ترمذی، امام ابو عبد الرحمان نسائی، امام ابو بکر بن خزیمہ، امام ابو الحسن دار قطنی وغیرہم، اور کسی حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی یا دوسرے کسی امام کی ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں صحیح اور غیر صحیح ہر قسم کی حدیثیں درج ہوں، ہاں حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حدیث ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں حدیث کو درج کرنے کے لیے صحت کی شرط لگائی گئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ اور جن کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تخریج

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۴۳-۲۹ ملخصاً مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۱۲ھ

[۲] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التقیید والایضاح ص ۲۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

[۳] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۳-۲۱، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

کی گئی ہے، جیسے ابوعوانہ اسفرائنی، ابوبکر اسماعیلی اور ابوبکر برقانی کی کتابیں اور جیسے ابوعبداللہ حمیدی کی کتاب الجمع بین الصحیحین ہے۔

جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب حدیث حسن کی معرفت میں اصل ہے انھوں نے اپنی جامع میں حدیث حسن کا بہ کثرت ذکر کیا ہے۔ [۲]

امام حاکم ابوعبداللہ اور خطیب بغدادی امام ترمذی کی کتاب کو بھی الجامع الصحیح کہتے ہیں اور یہ ان کا تساہل ہے کیونکہ جامع ترمذی میں بہ کثرت احادیث منکرہ ہیں۔ [۳]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ ابوطاہر سلفی اور ان جیسے دوسرے علماء نے کتب ستہ پر صحاح کا اطلاق کیا ہے، یہ ان کا تسامح ہے، علامہ ابوطاہر سلفی نے کہا کتب خمسہ کی صحت پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے اور امام ابوعبداللہ حاکم نے کتاب ترمذی پر الجامع الصحیح کا اطلاق کیا ہے، اسی طرح خطیب نے ترمذی اور نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا۔

امام ترمذی حدیث واحد کو حسن صحیح کہہ دیتے ہیں حالانکہ حسن، صحیح سے کم درجہ کی ہوتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حسن لغوی معنی میں ہے اور صحیح اصطلاحی معنی میں ہے، ابن دقیق العید نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر موضوع کو بھی حسن کہنا چاہیے کیونکہ اس کے الفاظ حسن ہوتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک کے اعتبار سے وہ حسن ہے اور دوسری کے اعتبار سے وہ صحیح ہے، ابن دقیق العید نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کی دو سندیں ہوں ان میں تو یہ جواب چل سکتا ہے لیکن امام ترمذی نے اس حدیث کو بھی حسن صحیح کہا ہے جو صرف ایک سند سے مروی ہو، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جب نصف شعبان باقی رہ جائے تو روزے نہ رکھو امام ترمذی اس کے متعلق کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے ہم اس کو صرف اسی سند سے پہچانتے ہیں، ان دونوں جوابوں کو رد کرنے کے بعد ابن دقیق العید نے یہ جواب دیا ہے کہ حسن کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ وہ حدیث صحیح سے قاصر ہو، اور جب وہ کسی حدیث کو صرف حسن کہتے ہیں تو اس سے بھی اصطلاحی معنی مراد ہوتا ہے اور جب وہ حسن صحیح کہتے ہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حدیث حسن سے ترقی کر کے صحیح ہو گئی ہے اس لیے وہ حدیث راوی کی صفات عالیہ یعنی حفظ اور اتقان کے اعتبار سے صحیح ہے، اور صفات دنیہ یعنی صدق کے اعتبار سے حسن ہے، اور اس اعتبار سے ہر صحیح حدیث حسن ہے اور متقدمین نے بھی لحادیث صحیحہ کو حسن کہا ہے اور ابن الموافق نے کہا ہے کہ ہر وہ حدیث جو امام ترمذی کے نزدیک صحیح ہے وہ حسن بھی ہے اور ہر وہ حدیث جو ان کے نزدیک حسن ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ [۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[۱] حافظ ابوعمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[۲] " " " " " " ، علوم الحدیث ص ۳۲

[۳] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

[۴] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۱۱۰-۱۱۴ ملخصاً مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ

امام ترمذی سے پہلے ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی صرف دو قسمیں معروف تھیں، صحیح اور ضعیف، اور ضعیف ان کے نزدیک وہ تھی جو صحیح کے درجہ سے کم ہو، پھر اگر ضعیف کا راوی متہم بالکذب یا کثیر الغلط ہو تو وہ ان کے نزدیک متروک ہوتی تھی اور اگر اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی تھی اور امام احمد نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا قیاس سے اولیٰ ہے اس سے ان کی یہی مراد ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک مستور کی حدیث بھی حسن ہے (جس راوی سے ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو وہ مستور ہے۔) اور جو راوی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو اور جو حدیث میں غلطی اور خطاء کرنے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اختلاط کے بعد مختلط کی حدیث' اور عنعنہ کرنے والا مدلس اور جس کی سند میں انقطاع خفیف ہو، ان تمام راویوں کی حدیثیں امام ترمذی کے نزدیک حسن ہیں، بشرطیکہ (۱) ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو (۲) اس حدیث کا اسناد شاذ نہ ہو (۳) وہ حدیث بمثلہ یا بنحوہ کسی اور سند سے یا کئی اور اسانید سے بھی مروی ہو۔ اور یہ تمام حدیثیں ایک مرتبہ کی نہیں ہیں بلکہ بعض، بعض سے قوی ہوتی ہیں، امام ترمذی نے اتصال سند کو اصل اور معیار نہیں قرار دیا اس وجہ سے وہ بہت سی احادیث منقطعہ کو بھی حدیث حسن کہتے ہیں۔ [۱]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابو طاہر سلفی نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہ میں ابن سید الناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابو داؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے مصنفین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ نووی کی توجیہ مستحسن ہے انھوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بہ نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث چونکہ بہت کم ہیں اس لیے حافظ سلفی نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔

حافظ ابو اسماعیل ہروی یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک امام ترمذی کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ نفع رساں ہے، کیونکہ ان کی کتابوں سے متبحر عالم کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جامع ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ [۲]

جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ۳۸۵۱ ہے اور توابع اور شواہد کو ملا کر یہ تعداد ۳۹۵۶ ہے۔

سنن ابو داؤد کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد سجستانی کی سنن بھی حسن کے قبیل سے ہے، ہم نے امام ابو داؤد سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا

---

[۱] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۸۔۴۸۵ ملخصاً مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

[۲] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۴۔۱۰۰ ملخصاً مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۱۲ھ

ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کریں گے، اور امام ابو داؤد نے کہا میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

(حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور نہ کسی ماہر نقاد نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد کے نزدیک حسن ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی، اور نہ وہ ہماری بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے (زیر تحریر مقدمہ میں حسن لذاتہ کی تعریف ص ۱۰۸ پر ملاحظہ فرمائیں ــــــ سعیدی غفرلہ) حافظ ابو عبداللہ بن مندہ نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ امام ابو عبدالرحمان نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر وہ راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں، امام ابن مندہ نے کہا اسی طرح امام ابو داؤد سجستانی کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انھوں نے سکوت کیا ہو وہ حسن ہے۔[۲]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

امام ابو عبداللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ابو داؤد صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قائل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابو الفتح یعمری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی، بلکہ ان کا قول امام مسلم کے قول کی طرح ہے، امام ابو داؤد نے یہ کہا کہ انھوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک، شعبہ اور سفیان کے پاس ہیں (یہ طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) اس لیے ان سے کم درجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے، مثلاً لیث بن ابی سلیم، عطاء بن السائب اور یزید بن ابی زیاد (یہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں

---

[۱] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۴ تا ۳۴، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[۲] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۳۴، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

یعنی ناقص الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ) کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ امام مسلم نے صحیح کی شرط لگائی ہے اس لیے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابوداؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لیے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی لے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں، اور امام ابوداؤد نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں، اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم اور امام ابوداؤد میں فرق یہ ہے کہ امام مسلم نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لیے امام مسلم کی حدیث کو حسن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔ اور امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث سے میں نے سکوت کیا ہے وہ صالح احتجاج (لائق استدلال) ہے اور صالح صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے یہ کہا ہے کہ "جس حدیث میں شدید ضعف ہو اس کا میں بیان کر دیتا ہوں" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں: (۱) وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں یا صحت کی شرط پر ہیں، (۲) وہ حسن لذاتہ ہیں، (۳) اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں، مؤخر الذکر دو قسمیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں، (۴) وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابوداؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے، حافظ ابن عبدالبر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ [2]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد ضعفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن لھیعہ، صالح مولی التوأمہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن وردان، سلمہ بن الفضل، ودلھم بن صلاح وغیرہم، اس لیے جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابوداؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہو جائے گی کیونکہ امام ابوداؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وجیہ، حفص بن غیلان، عثمان بن واقد عمری، محمد بن عبدالرحمان بلیمانی، ابوجناب کلبی، سلیمان بن ارقم، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۲-۵۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۳۷-۴۳۵، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

اسی طرح جن پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور مدلسین کی عنعنہ کے ساتھ روایات ہیں اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو اس وجہ سے حسن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی باب میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا بھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے جیسے ابو الحویرث، یحییٰ بن العلاء وغیرہما، اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں، جیسے محمد بن ثابت العبدی، سنن ابو داؤد میں انھوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب التفرد میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر الحدیث ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے "سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتمد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتمد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔" علامہ نووی نے یہ جو کچھ لکھا ہے تحقیق یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں انھوں نے مجرد امام ابو داؤد کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم دین میں سنن ابو داؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔ [2]

سنن ابو داؤد کی کل احادیث کی تعداد بہ شمول مراسیل ۴۸۰۰ ہے اور مراسیل کی تعداد ۶۰۰ ہے۔

سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو علی بن السکن اور خطیب بغدادی نے یہ کہا ہے کہ امام نسائی کی کتاب السنن صحیح ہے اور اس پر اعتراض ہے، امام نسائی نے رجال کے لیے جو شرائط عائد کی ہیں وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، لیکن سنن نسائی میں مجہول اور مجروح راوی ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ اور معلہ ہیں۔ [3]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۴۴۵ - ۴۴۸ ملخصاً مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی ۱۴۱۲ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۷۰ مطبوعہ دار الامام الطبری الطبعۃ الثانیہ

[3] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

غالباً حافظ ابن کثیر کی اس جگہ سنن سے مراد سنن کبریٰ للنسائی ہے نہ کہ سنن مجتبیٰ اور ہمارے ہاں عام متداول کتاب سنن مجتبیٰ ہے جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی لکھا ہے کہ خطیب نے سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو علی نیشاپوری، ابو احمد بن عدی، ابو الحسن دار قطنی، ابن مندہ، عبد الغنی بن سعید اور ابو یعلی خلیلی وغیرہ نے بھی سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری نے نسائی، ابو داؤد اور ترمذی تینوں پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔

ابو عبد اللہ ابن مندہ نے کہا ہے جن ائمہ نے حدیث صحیح کو روایت کیا ہے وہ چار ہیں: بخاری، مسلم، ابو داؤد، اور نسائی، ابو علی ابن السکن نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن الصلاح نے جو باوردی سے نقل کیا ہے کہ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو، اس سے ان کی مراد خاص اجماع ہے۔

یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجال کے متعلق امام نسائی کا مذہب بہت وسیع ہے، لیکن فی الواقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ کتنے راوی ایسے ہیں جن سے امام ابو داؤد اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور امام نسائی ان سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ امام نسائی صحیحین کے بھی متعدد رجال سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابو الفضل ابن طاہر کہتے ہیں میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا وہ ثقہ ہے میں نے کہا امام نسائی ان سے استدلال نہیں کرتے انھوں نے کہا اے بیٹے رجال میں امام نسائی کی شرط امام بخاری اور امام مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابو بکر برقانی نے اپنے ایک رسالہ میں ان راویوں کے نام لکھے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہیں اور امام نسائی نے ان پر تنقید کی ہے۔ احمد بن محبوب رملی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے سنن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں میں نے استخارہ کیا اور استخارے کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کو ترک کر دوں۔

محمد بن معاویہ احمر نے بیان کیا کہ امام نسائی کی کتاب السنن مکمل صحیح ہے، اور اس کی بعض احادیث معلول ہیں، مگر انھوں نے اس کی علت بیان نہیں کی، اور انھوں نے اس کا انتخاب کر کے جس مجموعہ کا نام مجتبیٰ رکھا ہے اس کی کل احادیث صحیح ہیں۔

(امام نسائی کی کتاب السنن، اب سنن کبریٰ کے نام سے چھ جلدوں میں چھپ گئی ہے، دار الکتب العلمیہ بیروت نے اس کو مخطوطہ سے منتقل کر کے طبع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۱ھ میں ہوئی اور الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔ ——— سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن رشد نے کہا کہ امام نسائی کی کتاب سنن میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع اور زیادہ حسین ہے اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان علل کا اضافہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جس کتاب میں ضعیف اور مجروح راوی سب سے کم ہیں وہ امام نسائی

---

[1] حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۴۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

کی کتاب ہے اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی کتابیں اس کے قریب ہیں۔ [1]
سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۷۶۱ ہے۔

سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
سنن ابن ماجہ صحت اور ثقاہت کے اعتبار سے کتب خمسہ کے برعکس ہے، جو رجال کذب، سرقہ احادیث اور تفرد سے متہم ہیں جیسے حبیب بن ابی حبیب کاتب مالک، علاء بن زید، داؤد بن مجبر، عبدالوہاب بن ضحاک، اسماعیل بن زیاد سکونی اور عبدالسلام بن ابی الجنوب وغیرہم، امام ابن ماجہ ان سے احادیث روایت کرنے میں متفرد ہیں، ابن طاہر نے یہ حکایت کی ہے کہ امام ابوزرعہ نے سنن ابن ماجہ کو دیکھا اور یہ کہا اس میں تیس حدیثیں بھی ضعیف نہیں ہیں، یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے، اور اگر یہ حکایت صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ جو غایت درجہ کی احادیث ساقطہ ہیں وہ تیس سے کم ہیں، یا انھوں نے پوری سنن ماجہ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کر کے یہ تبصرہ کیا ہے۔

امام ابن زرعہ نے سنن ابن ماجہ کی بہ کثرت احادیث پر باطل یا ساقط یا منکرہ کا حکم لگایا ہے، اس کا ذکر ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں ہے، اور حافظ صلاح الدین علائی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کو ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاذہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اہل علم مثلاً رزین سرقسطی اور مجد ابن الاثیر نے چھٹی کتاب مؤطا امام مالک ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا وہ ابوالفضل ابن طاہر صاحب شروط الائمۃ الستہ متوفی ۵۰۷ھ ہیں، پھر حافظ عبدالغنی صاحب الکمال فی اسماء الرجال نے اس پر عمل کیا۔ ابن طاہر اور ان کے متبعین نے مؤطا امام مالک کی بجائے، سنن ابن ماجہ کو کتب الاصول میں اس لیے شامل کیا کہ مؤطا امام مالک میں ایسی احادیث مرفوعہ بہت کم ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اس کے برعکس سنن ابن ماجہ میں مؤطا کی بہ نسبت کئی گنا زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں تو انھوں نے احادیث مرفوعہ کی کثرت کے حصول کے لیے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا۔

ان ابحاث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن حضرات نے ان کتابوں کی اسانید حذف کر کے احکام سے متعلق احادیث جمع کی ہیں ان کا طریقہ ضعیف ہے مثلاً ابوالبرکات عبدالسلام ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۶۵۲ھ، ان کی کتاب ہے المنتقی من احادیث الاحکام (نیل الاوطار کا متن)، یہ لوگ ان کتابوں سے حدیث کی صحت یا ضعف بیان کیے بغیر احادیث کو نقل کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔
عجیب بات یہ ہے کہ مثلاً ایک حدیث کو امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ اس علت سے اعراض کر کے صرف اس حدیث کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، چنانچہ حافظ عبدالحق متوفی ۵۸۱ھ نے ایک کتاب لکھی الاحکام الکبریٰ اس میں ایسا ہی کیا اور ابوالحسن ابن القطان متوفی ۶۲۸ھ

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۴-۴۸۱ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی ۱۴۰۴ھ

نے تتبع کرکے ان احادیث کی علل بیان کیں اور اس کتاب کا نام رکھا بیان الوھم والایھام الذی وقع فی الاحکام الکبری۔
علامہ سخاوی نے بھی سنن ابن ماجہ کے متعلق بعینہ یہی تبصرہ کیا ہے۔ [۲]
سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

مؤطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے علم میں امام مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے، امام شافعی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم منصۂ شہود پر نہیں آئی تھیں، اس وقت کتب سنن بہ کثرت تصنیف کی جا چکی تھیں، مثلاً کتاب ابن جریج، کتاب ابن اسحاق، کتاب ابی قرۃ موسیٰ بن طارق زبیدی، اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔
امام مالک کی کتاب مؤطا کا حجم ان سب سے زیادہ تھا اور اس میں ان سب سے زیادہ احادیث تھیں (بظاہر یہ صحیح نہیں ہے، سعید غفرلہٗ)۔
خلیفہ منصور نے امام مالک سے یہ کہا کہ وہ تمام لوگوں کو اس کتاب پر جمع کریں تو امام مالک نے اس سے انکار کیا، اس سے ان کے علم کی وسعت اور ان کے انصاف کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اور کہا لوگ جمع ہوئے اور ان چیزوں پر مطلع ہوئے جن پر ہم مطلع نہیں ہیں۔
علماء نے مؤطا پر کتابیں لکھیں اور تعلیقات تصنیف کیں، ان میں سب سے عمدہ کتاب حافظ ابن عبدالبر مالکی قرطبی کی تصنیف تمہید اور استذکار ہے، مؤطا میں احادیث متصلہ صحیحہ بھی ہیں اور مرسلہ منقطعہ بھی ہیں اور ایسی بلاغات بھی ہیں جن کا مسند ہونا بہت نادر ہے۔ [۳]
موطا امام مالک کی کل احادیث کی تعداد ۱۷۲۰ ہے۔

کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:
جو کتب حدیث استدلال میں کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی) کے قائم مقام ہیں، مثلاً مسند ابوداؤد طیالسی، مسند عبیداللہ بن موسیٰ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، مسند ابویعلیٰ موصلی، مسند الحسن بن سفیان، مسند البزار اور ان کی امثال، ان کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر صحابی کی مسند میں اس کی حدیث کو روایت کرتے ہیں اور یہ متعین نہیں کرتے کہ آیا یہ حدیث لائق استدلال ہے یا نہیں، اس وجہ سے ان کا مرتبہ متاخر ہے، اگرچہ ان کے مؤلفین کا مرتبہ کتب خمسہ کے مؤلفین سے بہت بڑا ہے۔ [۴]

سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

---

[۱] ۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۸۔ ۴۸۵، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ
[۲] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ
[۳] ۔ حافظ عمادالدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵۔۲۴، مطبوعہ دارالتراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ
[۴] ۔ حافظ ابوعمر عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۵۔۳۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۷ھ

حافظ ابن الصلاح کا دارمی کی کتاب کو مسند کہنا ان کا وہم ہے، یہ کتاب مسند نہیں ہے جس میں ہر صحابی کی مرویات کو الگ الگ روایت کیا جاتا ہے بلکہ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور یہ اصطلاح محدثین میں سنن ہے، لیکن اس کتاب کا نام مسند دارمی مشہور ہو گیا، جیسے امام بخاری کی کتاب کا نام المسند الجامع الصحیح مشہور ہو گیا اگرچہ وہ بھی ابواب پر مرتب ہے، کیونکہ امام بخاری کی احادیث مسند ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی سند متصل ہے) اس کے برعکس مسند دارمی میں بکثرت احادیث مرسلہ، منقطعہ، معضلہ اور مقطوعہ ہیں۔ [1]

مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ مسند امام احمد صحیح ہے، یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرد اور عسقلان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور حمص کے نزدیک برص احمر کی فضیلت میں حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اور کوئی مسند اس کے پائے کی نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بکثرت احادیث رہ گئی ہیں، بلکہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔ [2]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح نے مسند احمد کا شمار صحیح میں کیا ہے، اور حافظ مدینی نے کہا امام احمد کی یہ شرط تھی کہ وہ اپنی مسند میں صرف حدیث صحیح کو درج کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں صحت کی شرط رکھی تھی، حافظ مدینی سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا دیکھو یہ مسند احمد میں ہے یا نہیں، اگر مسند احمد میں ہے تو یہ حجت ہے ورنہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسند احمد کی تمام احادیث حجت ہیں، اور مسند احمد کے سوا کوئی حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ کتنی احادیث صحیحہ کتب صحیح میں ہیں اور وہ مسند احمد میں نہیں ہیں۔

مسند احمد میں حدیث ضعیف کا وجود محقق ہے بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں میں نے ان کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، امام احمد نے خود بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو جنت میں سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دیکھا، اور اس میں عمارہ بن زاذان کی سند ہے جس کی حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا یہ کذب منکر ہے اور کہا عمارہ احادیث مناکیر کی روایت کرتا ہے اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا اور ابن الجوزی نے حضرت عمر کی اس حدیث کو بھی موضوعات میں درج کیا ہے "اس امت میں ولید نام کا ایک شخص ہوگا" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "جو شخص اسلام میں چالیس سال کی زندگی گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کئی قسم کی بلاؤں، جنون، جذام اور برص کو دور کر دیتا ہے" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "عسقلان احد العروسین ہے اس میں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو بعیت کیا جائے گا جن پر کوئی حساب نہیں ہوگا" یہ تمام موضوع احادیث مسند احمد میں ہیں، اور اس میں احادیث منکرہ بھی ہیں مثلاً حضرت بریدہ کی یہ حدیث: تم خراسان کی جماعت میں رہو پھر مرو کے شہر جاؤ

---

[1] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

[2] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۶ - ۲۵، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

کیونکہ اس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے اور عبداللہ بن احمد نے مسند میں زیادات کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوع احادیث ہیں اور موضوع حدیث یہ ہے: حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت علی کے دروازے کے سوا سب دروازے بند کر دو، ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو رافضیوں نے وضع کیا ہے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مسند احمد تمام مسانید میں سیاق و سباق کے لحاظ سے تمام مسانید میں اکبر اور احسن ہے اس مجموعہ کو انھوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو اس کو مسند احمد میں تلاش کرو اگر اس میں مل جائے تو فبہا ورنہ وہ حجت نہیں ہے، اور بعض نے مبالغہ کر کے اس کو صحیح قرار دیا اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں بہ کثرت احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعض کا ضعف بعض سے زیادہ شدید ہے، حتیٰ کہ ابن جوزی نے اس کی بہت سی احادیث کا موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن حافظ عراقی نے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی سے اختلاف کیا ہے اور ابن جوزی کا رد کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ جن کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا گیا ان میں مسند احمد سب سے عمدہ کتاب ہے۔ [2]

علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ایک رسالہ لکھا ہے "القول المسدد فی الذب عن مسند الامام احمد" اس میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جنھوں نے کہا ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں، اور شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ میں لکھا ہے: اگر موضوع سے یہ مراد ہے جس کی سند میں کذاب ہوں تو مسند احمد میں ایسا کوئی راوی نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ایسی حدیث ہے جو بھی صلے اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے خواہ وہ راوی کی غلطی کی وجہ سے ہو یا اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے تو مسند اور سنن میں ایسی بہ کثرت حدیثیں ہیں۔"

حافظ عراقی نے کہا ہے کہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں، یہ انتہائی غلو ہے، بلکہ بہت کم صحیحین کی حدیثیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئیں اور جو کسی معین صحابی کی حدیث اس میں رہ گئی ہے تو اس کی ہم معنی حدیث کسی اور صحابی کی روایت سے اس میں مذکور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسند میں تمام سنت کو جمع کر لیا گیا ہے تو یہ صحت سے بعید نہیں ہے، امام احمد نے اپنے بیٹے عبداللہ بن احمد (جو مسند کے راوی ہیں) سے کہا: اس مسند کو حفظ کر لو، کیونکہ عنقریب یہ لوگوں کی پیشوا ہو گی، اور انھوں نے کہا اس کتاب میں میں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے حدیثیں جمع کی ہیں، سو جب مسلمانوں کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو مسند میں تلاش کرو اگر وہ حدیث اس کتاب میں مل گئی تو فبہا ورنہ وہ حدیث حجت نہیں ہے"، حافظ ذہبی نے کہا اکثر اور غالب حدیثوں میں ایسا ہی ہے ورنہ صحیحین، سنن اور اجزاء میں ایسی قوی احادیث ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔ [3]

---

[1] ۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسن عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸-۵۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۳ھ

[3] ۔ علامہ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دارالتراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

نیز علامہ احمد محمد شاکر لکھتے ہیں:

۱۳۱۳ھ مسند احمد مصر میں چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، پھر مطبعہ علمیہ سے شائع ہوئی جس میں ہر حدیث کی تخریج کی گئی اور اس کی صحت اور ضعف کا بیان کیا گیا، اس تحقیق کے ساتھ ابھی تک نو جلدوں میں مسند احمد شائع ہوئی ہے جو چھ جلدوں والی مسند کی ایک جلد اور دوسری کا ایک ثلث ہے اور یہ ان شاء اللہ تیس جلدوں میں مکمل ہوگی، ان نو جلدوں میں کل ۱۱۵۱ حدیثیں ہیں جن میں سے ۵۷۳۲ صحیح حدیثیں ہیں اور ۸۰۰ ضعیف حدیثیں ہیں اس طرح مسند احمد میں ضعیف احادیث کی تعداد بارہ فی صد سے بھی کم ہے اور یہ حافظ ابن کثیر کے اس قول پر شاہد عادل ہے کہ: مسند احمد میں سند اور متن کے لحاظ سے بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں بلکہ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں (اختصار علوم الحدیث ص ۲۲) اور بے شک حافظ ابن کثیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسند احمد کے بہت زیادہ عالم تھے۔ [۱]

مسند بزار کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

مسند بزار میں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کا مجملاً ذکر ہے، البتہ کہیں کہیں مصنف نے تفصیل کی ہے، اور جو راوی کسی حدیث میں متفرد ہو اس کا ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کا کوئی متابع ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور مسند دارمی میں بہ کثرت ضعیف اور مرسل روایات ہیں [۲]

مستدرک للحاکم کی فنی حیثیت کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جو حدیثیں، امام بخاری اور امام مسلم سے رہ گئی ہیں ان پر استدراک (اضافہ) کرنے کے لیے امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک لکھی جو چار کبیر اور ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، امام حاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کے راویوں سے حدیثیں روایت کیں یا ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر حدیثیں روایت کیں، اور جو حدیثیں ان کے اجتہاد کے مطابق صحیح تھیں خواہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق نہ ہوں، حدیث کو صحیح قرار دینے میں وہ وسیع المشرب تھے اور صحت کا فیصلہ کرنے میں متساہل تھے، اس لیے اولیٰ یہی ہے کہ ہم متوسط قول اختیار کریں اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کو امام حاکم صحیح کہیں اور کسی اور امام نے اس حدیث کو صحیح نہ کہا ہو تو اگر وہ صحیح نہیں ہے تو (کم از کم) حسن ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا بہ شرطیکہ اس میں کوئی علت نہ ہو جو اس کے ضعف کا موجب ہو۔ [۳]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ بدر الدین بن جماعہ نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ جب حاکم کسی حدیث کی تصحیح میں متفرد ہو تو اس کو حسن قرار دیا جائے گا وہ کہتے ہیں بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اس حدیث کا صحیح حکم معلوم کیا جائے گا آیا وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے اور اس کے مطابق اس پر حکم لگایا جائے گا۔ [۴]

---

[۱] علامہ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

[۲] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[۳] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

[۴] حافظ زین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۳۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

مستدرک میں امام حاکم کی اضافہ کی ہوئی احادیث کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں :

۱۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کو انھوں نے صحیحین یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں سے صورت اجتماع پر روایت کیا ہے جس سے امام بخاری اور مسلم دونوں یا کسی ایک نے استدلال کیا ہو اور وہ علل سے محفوظ ہے۔ اس قسم کی حدیث مستدرک میں بہت نادر ہے۔

۲۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت نہیں کی بلکہ شواہد، متابعات، تعالیق وغیرہ میں اس سند کا ذکر کیا ہو، اس قسم کی احادیث، حدیث صحیح کے درجہ سے کم ہیں، بلکہ ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن ایسی احادیث کی اکثریت حسن سے کم نہیں ہے اور ہر چند کہ امام حاکم متقدمین کی اتباع میں صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے بلکہ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان ایسے اپنے مشائخ کی اتباع میں ان کو احادیث صحیحہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ چیز ان کے اس دعوی کے خلاف ہے کہ مستدرک میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں۔

۳۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت کی ہو نہ بطور متابعات، اس قسم کی احادیث مستدرک میں بہ کثرت ہیں، امام حاکم ایسے بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں لیکن وہ یہ دعوی نہیں کرتے کہ یہ ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور بعض اوقات وہم کے سبب سے ایسا دعوی کرتے ہیں، اور اس قسم میں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ہوگی جو حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچے، شیخین کی شرط پر ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

ہمارے بیان کردہ معیار کے اعتبار سے مستدرک میں جو احادیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک شرط پر ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔ [1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم تصحیح حدیث میں متساہل ہیں، علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے شاگرد بیہقی ان سے زیادہ تحقیق کرتے ہیں، حافظ ذہبی نے مستدرک کا تعاقب کیا ہے اور مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے اور ایک رسالہ میں مستدرک کی تقریباً ایک سو موضوع احادیث جمع کی ہیں۔

ابو سعید مالینی نے کہا میں نے مستدرک کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا یہ انتہائی غلو ہے، ورنہ اس میں شیخین کی شرط پر یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر بکثرت احادیث ہیں اور شاید اس کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہو اور چوتھائی مستدرک میں دیگر صحیح السند احادیث ہیں اور ان میں سے بعض میں ضعف یا علت ہے اور باقی چوتھائی میں ضعیف اور منکر روایات ہیں اور بعض موضوعات بھی ہیں۔

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کا لنکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۱۹-۳۱۴، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ امام حاکم کے تساہل کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور اس پر نظر ثانی کرنے سے پہلے ان کو موت نے آلیا، (الی قولہ) علامہ نووی نے کہا ہے مستدرک کی جس حدیث کو متقدمین نے صحیح قرار دیا ہو نہ ضعیف، اگر اس میں ضعف کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے۔[1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

امام حاکم متساہل ہیں اور انھوں نے ضعیف احادیث تو الگ رہیں کئی موضوع احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے اس کی وجہ یا تو تعصب ہے کیونکہ ان پر تشیع کی تہمت تھی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخر میں مستدرک کو تصنیف کیا، اس وقت ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا اور ان پر غفلت طاری تھی ان کو اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا، (حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ بعض راویوں کا حاکم نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے روایت کرنے کو منع کیا ہے، پھر خود ان کی روایات کو مستدرک میں صحیح لکھا ہے، ان راویوں میں سے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے۔ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۲۳) اس کی دلیل یہ ہے کہ مستدرک کے پہلے پانچویں حصہ میں باقی کتاب کی بہ نسبت تساہل بہت کم ہے۔[2]

شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضمیمہ اور جلد سادس میں ہم نے امام حاکم کے تساہل کے متعلق بہ کثرت علماء کی آراء ذکر کی ہیں۔

مشہور کتب حدیث کے تعارف کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث صحیح اور صحاح ستہ کے راویوں کی شرائط بیان کر دی جائیں۔

حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان

حافظ ابوبکر الحازمی لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے لیے چند شرائط ہیں:

۱۔ پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ مشرکین کی روایت کتاب، سنت اور اجماع سے مردود ہے، البتہ اگر کسی شخص نے حالت شرک میں کوئی روایت سنی پھر اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد روایت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ دوسری شرط عقل ہے، کیونکہ بچہ اور مجنون کی روایت مقبول ہوتی ہے نہ شہادت، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچہ حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون حتیٰ کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے۔

۳۔ تیسری شرط صدق ہے کیونکہ جھوٹا شخص یا تو حدیث میں جھوٹ بولے گا تو اس کی حدیث مردود ہے خواہ وہ توبہ کر لے، اور یا وہ شخص لوگوں سے جھوٹ بولے گا اس کی حدیث بھی مردود ہے، اس طرح جو شخص تلقین کو قبول کرنے میں مشہور ہو اور جس شخص کا روایت کرنے میں تساہل مشہور ہو اس کی حدیث بھی مردود ہے۔

۴۔ اس حدیث کا راوی مدلس نہیں ہونا چاہیے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبوعہ دارالامام الطبری،

۵۔ اس حدیث کا راوی عادل ہونا چاہیے، عدالت سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہو اور ممنوعات سے اجتناب کرتا ہو اور صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کبائر سے مجتنب ہو بلکہ صغائر پر اصرار کرنے سے بھی مجتنب ہو، اور ثبوت عدالت کے بعد اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو عدالت کے منافی ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اس میں حسب ذیل شرائط کا مزید پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ اہل علم میں اس شخص کی یہ شہرت ہو کہ وہ حدیث کا طالب ہے اور حدیث کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

۲۔ اس شخص نے علماء حدیث سے سن کر احادیث روایت کی ہوں کتابوں سے دیکھ کر نہیں۔

۳۔ سماع حدیث کے وقت سے اس کو وہ حدیث منضبط ہو اور اپنے شیخ نے اس روایت کی اس کو تحقیق ہو اور تدلیس نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص حافظ دماغ اور بیدار مغز ہو اور اس پر غفلت طاری نہ ہوتی ہو۔

۵۔ اس شخص کو غلطی اور وہم بہت کم عارض ہوتا ہو، کیونکہ جو شخص کثیر الغلط اور وہمی ہوگا اس کی حدیث مردود ہوگی۔

۶۔ وہ شخص سنجیدہ اور باوقار ہو۔

۷۔ وہ شخص خود رائے نہ ہو اور بدعت سے مجتنب ہو، کیونکہ بدعتی کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی موید ہو۔

حدیث صحیح کے راوی کے یہ جامع اوصاف ہیں اور ان کے توابع اور لواحق ہیں جن کا پورا علم مہارت تامہ کے بعد ہی ممکن ہے۔

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان

ائمہ خمسہ کا مخارج حدیث کے استنباط کی کیفیت میں الگ الگ مذہب ہے جو امام حدیث صحیح کو مسند کے ساتھ روایت کرتا ہے وہ راوی کے مشائخ میں عدل کا اعتبار کرتا ہے اور جن ثقہ راویوں سے وہ مشائخ روایت کرتے ہیں ان میں سے اگر بعض راوی صحیح ہوں اور بعض میں ایسی صلاحیت نہ ہو تو ان کی حدیث کو صرف شواہد اور متابعات کے طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے، اس کو ہم ایک مثال کے ساتھ واضح کرتے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ کو اپنے بعد والے طبقہ پر ایک فوقیت حاصل ہے، پس جو طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں وہ غایت صحت میں ہیں اور وہ امام بخاری کا غایت مقصود ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے راوی عدالت میں تو طبقہ اولیٰ کے مساوی ہیں لیکن طبقہ اولیٰ کے راوی کامل الضبط والاتقان اور زہری کے ساتھ طویل الملازمۃ ہیں حتیٰ کہ وہ سفر اور حضر میں زہری کے ساتھ رہے اور طبقہ ثانیہ کے راوی زہری کے ساتھ تھوڑا عرصہ ملازم رہے اس لیے ان کو زہری کی احادیث کا اتنا تجربہ نہیں ہے اور وہ ضبط اور اتقان میں بھی پہلے مرتبہ سے کم ہیں اور یہ راوی امام مسلم کی شرط ہیں۔ اور طبقہ ثالثہ میں وہ راوی ہیں جو زہری کے ساتھ کثیر الملازمۃ ہیں لیکن وہ شدید جرح سے محفوظ نہیں ہیں اس لیے وہ رد اور قبول کے درمیان ہیں، اور یہ امام ابوداؤد اور نسائی کی شرط ہیں، اور طبقہ رابعہ جو جرح اور تعدیل میں طبقہ ثالثہ کے مساوی ہیں لیکن یہ زہری کے ساتھ بہت کم عرصہ رہے اس لیے ان کو زہری کی حدیث کا بہت کم تجربہ ہے اور یہ امام ترمذی کی شرط ہے، درحقیقت امام ترمذی کی شرط امام ابوداؤد کی شرط سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب حدیث ضعیف ہو یا اس کا مخرج طبقہ رابعہ ہو تو امام ترمذی اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں اور وجہ ضعف پر متنبہ کرتے ہیں اور ان کی حدیث شواہد اور متابعت کے باب سے ہوتی ہے۔ اور طبقہ خامسہ، ضعفاء اور مجہولین کی جماعت

ہے ان احادیث کو ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام ابوداؤد ان کی احادیث کو بطور اعتبار اور استشہاد روایت کرتے ہیں اور امام بخاری اور مسلم ان سے بالکل روایت نہیں کرتے، (امام ابن ماجہ اس طبقہ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں)۔

اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان

طبقہ اولیٰ: مثلاً مالک، ابن عیینہ، عبید اللہ بن عمر، یونس و عقیل، شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم۔

طبقہ ثانیہ: مثلاً عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی، لیث بن سعد، نعمان بن راشد، عبدالرحمان بن خالد بن مسافر وغیرہم۔

طبقہ ثالثہ: سفیان بن حسین سلمی، جعفر بن برقان، عبداللہ بن عمر بن حفص العمری، زمعہ بن صالح المکی وغیرہم۔

طبقہ رابعہ: اسحاق بن یحییٰ کلبی، معاویہ بن یحییٰ الصدفی، اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ مدنی، ابراہیم بن یزید مکی، مثنیٰ بن الصباح وغیرہ ہم۔

طبقہ خامسہ: بکر بن کنیز السقا، حکم بن عبداللہ ایلی، عبدالقدوس بن حبیب الدمشقی، محمد بن سعید مصلوب وغیرہم۔

امام بخاری طبقہ اولیٰ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابوداؤد اور امام نسائی پہلے تین طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ رابعہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ترمذی پہلے چار طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ خامسہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ (اور امام ابن ماجہ پانچویں طبقہ سے بھی استیعاب کرتے ہیں۔ [1]

متاخرین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب ہم مختلف رسالوں میں ایسی صحیح الاسناد حدیثوں کو دیکھتے ہیں جو صحیحین میں درج نہیں ہیں اور نہ دیگر مستند ائمہ حدیث نے ان احادیث کے متعلق اپنی تصنیفات میں صحت کی تصریح کی ہے تو ہم ان احادیث پر وثوق کے ساتھ صحت کا حکم لگانے کی جرأت نہیں کرتے، کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں کو محض اسانید کے اعتبار سے حدیث کی صحت کا ادراک نہیں ہے، کیونکہ ہر سند میں ایسے رجال مل جاتے ہیں جن کی روایت پر کچھ لوگوں نے اعتماد کیا ہوتا ہے حالانکہ وہ حفظ، ضبط اور اتقان سے عاری ہوتے ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے شرط ہے، اس لیے بالآخر حدیث صحیح اور حسن کی معرفت کا ائمہ حدیث کی طرف رجوع کرے گا جنھوں نے اپنی معتمد مستند اور مشہور تصانیف میں احادیث کے صحیح یا حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی معرفت قوی ہو اور وہ کسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے پر قادر ہو میرے نزدیک زیادہ ظاہر تر ہے کہ اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔ [3]

---

[1] ۔ حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۴ھ، شروط الائمۃ الخمسۃ ص ۔ مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے حافظ ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے اور انھوں نے اس کو جائز کہا ہے اور جس کو علامہ نووی نے ترجیح دی ہے اس پر محدثین کا عمل ہے، کیونکہ متاخرین کی ایک جماعت نے ان احادیث کو صحیح قرار دیا ہے جن کی صحت کے متعلق متقدمین کی تصریح نہیں ہے، حافظ ابن الصلاح کے معاصر حافظ ابن القطان صاحب کتاب بیان الوہم والایہام متوفی ۶۲۸ھ نے متعدد احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، ان میں سے مسند بزار کی یہ حدیث ہے "حضرت ابن عمر وضو کرتے اور ان کی نعلین کجاوہ میں ہوتیں جن پر وہ مسح کرتے اور وہ کہتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے" حافظ ابن القطان نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے ایک اور معاصر حافظ ضیاء الدین مقدسی متوفی ۶۴۳ھ نے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام کیا، اسی طرح حافظ زکی الدین منذری متوفی ۶۵۶ھ نے ایک رسالہ لکھا اور اس میں ما تقدم من ذنبہ وما تاخر کے متعلق تمام حدیثیں درج کیں پھر اس طبقہ کے بعد کے حفاظ نے بھی تصحیح کی ان میں سے حافظ شرف الدین عبد المومن بن خلف دمیاطی ہیں جنھوں نے زمزم کے پانی سے متعلق حضرت جابر کی مرفوع حدیث کو صحیح قرار دیا اور ایک رسالہ میں اس سے متعلق احادیث کو درج کیا، پھر اس طبقہ کے قریب شیخ تقی الدین سبکی ہیں جنھوں نے شفاء السقام نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں زیارت قبر انور سے متعلق احادیث جمع کیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب کوئی محدث کسی حدیث کو روایت کرے اور اس کی اسناد میں شروط صحت پائی جائیں اور محدث اس حدیث میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگانے سے کیا چیز مانع ہے، خواہ متقدمین سے کسی نے اس حدیث کی صحت کی تصریح نہ کی ہو اور بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور جس شخص کو بھی اس فن کا ذوق ہوگا وہ اس میں مناقشہ نہیں کرے گا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ حافظ ابن الصلاح کی دلیل یہ ہے کہ "حدیث صحیح میں جس درجہ کا ضبط مطلوب ہوتا ہے وہ اسانید میں نہیں ہے" اگر اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمام اسانید میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تو یہ ممنوع ہے، کیونکہ بعض اسانید میں رجال صحیح ہوتے ہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ بعض اسانید ایسی ہیں تو اس سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ چونکہ کوئی سند صحیح نہیں ہے اس لیے اب کسی حدیث کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ حدیث کی جو کتابیں مشہور ہیں ان میں یہ ضرورت نہیں ہے کہ ہم اس کتاب تک اپنی اسناد ثابت کریں، پھر حدیث کو روایت کریں، جیسے مسانید اور سنن ہیں، جب ان میں سے کوئی مصنف کسی حدیث کو روایت کرے اور اس حدیث میں صحت کی تمام شرائط پائی جائیں اور ماہر محدث اس میں کسی علت پر مطلع نہ ہو تو اس محدث کے لیے اس حدیث پر صحت کا حکم لگانا ممنوع نہیں ہوگا خواہ متقدمین میں سے کسی نے اس حدیث کے متعلق صحت کی تصریح نہ کی ہو۔

---

[1] ۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

[2] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۴۰۴ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حافظ ابن الصلاح کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ متقدمین کی تصحیح مقبول ہے اور متاخرین کی تصحیح مردود ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحیح حدیث مردود ہو جائے اور غیر صحیح حدیث مقبول ہو جائے، کیونکہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر امام متقدم نے صحت کا حکم لگایا اور متاخر اس کی کسی ایسی علت قادحہ پر مطلع ہوا جو صحت کے حکم سے مانع تھی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ متقدم ان ائمہ میں سے ہو جو صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے جیسے امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان وغیرہما، اس لیے وہ حدیث مردود ہو گی اور حافظ ابن الصلاح کے ذکر کردہ اعتبار سے اس کا مقبول ہونا لازم آئے گا[1]۔

حافظ عسقلانی نے کہا تعجب ہے کہ ابن الصلاح تمام اسانید متاخرہ میں عام خلل کا دعویٰ کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح کو قبول کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح بھی متاخرین کے لیے اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے جس میں وہ خلل کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر یہ خلل صحت اسناد کا حکم لگانے سے مانع ہے تو وہ اس تصحیح کو قبول کرنے کے حکم سے بھی مانع ہو گا[2]۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح کے معاصرین کی ایک جماعت نے متاخرین کے لیے حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کو جائز قرار دیا ہے، ان میں حافظ ابوالحسن قطان، حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ زکی الدین منذری اور حافظ دمیاطی ہیں پھر اس کے بعد طبقہ بہ طبقہ حتیٰ کہ ہمارے شیخ تک تمام علماء حدیث، حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرتے رہے ہیں اور علامہ نووی نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس پر قادر ہو اور اس کو اس کی قوی معرفت ہو اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔[2]

میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ نے شرح مسلم اور شرح المہذب میں، اور علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ نے منتخب ہیں، امام ابن الجوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ نے کتاب الموضوعات اور العلل المتناہیہ میں، حافظ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے میزان الاعتدال میں حافظ زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ نے نصب الرایہ میں، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری، درایہ اور مطالب عالیہ میں، حافظ الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ نے مجمع الزوائد، کشف الاستار اور زوائد ابن حبان میں، حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے المقاصد الحسنہ میں، علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اللآلی المصنوعہ میں اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے موضوعات کبیر میں بہ کثرت احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور کتنی احادیث کو صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع قرار دیا ہے اور اسانید کی تحقیق کا یہ عمل مسلسل جاری ہے اور مصنف نے بھی شرح صحیح مسلم میں بہت سی احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور ان کی اسناد کا صحیح، حسن، ضعیف یا موضوع ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تخریج اور تحقیق کا یہ عمل کبھی جامد نہیں ہوا بلکہ مسلسل جاری و ساری ہے۔

چند ضروری اصطلاحات کا بیان

حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم علم حدیث کی چند اہم اور ضروری اصطلاحات کا بیان کر رہے ہیں فنقول وباللہ التوفیق والیہ الاستعانۃ یلیق۔

حدیث

حدیث کا لغوی معنی قدیم کی ضد ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے:

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۵۱-۵۰ مطبوعہ دارالامام الطبری،

نقل ما اضیف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول او فعل او تقریر او وصف۔ ملا علی قاری نے حدیث کی یہ تعریف کی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قول، فعل، تقریر یا وصف کی نسبت کی گئی ہے اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

نقل ما صدر وظهر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولا او فعلا او تقریرا او وصفا خلقیا او نعتاً خلقیا[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جو قول، فعل یا تقریر صادر ہو یا جو آپ کا خلقی وصف ظاہر ہو یا آپ کی خلقی نعت ظاہر ہو اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

سنت لغت میں سنت کا معنی ہے طریقہ اور سیرت، بعض علماء نے کہا سنت حدیث کے مترادف ہے اور علامہ ابن اثیر نے سنت کی یہ تعریف کی ہے:

ما امر به النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نهی عنه وندب الیه قولا او فعلا مما لم ینطق به الکتاب العزیز[2]

جس چیز کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ قرار دیا، بہ شرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو، وہ امور سنت ہیں۔

خبر خبر اور حدیث مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کی طرف جو قول منسوب ہو وہ حدیث ہے اور خبر عام ہے خواہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو یا کسی اور کی طرف، اسی وجہ سے جو حدیث میں مشغول ہو اس کو محدث اور جو تاریخ میں مشغول ہو اس کو اخباری کہتے ہیں۔

اثر یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور افعال کو اثر کہتے ہیں۔

اسناد، سند رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے۔

متن جس کلام تک پہنچ کر سند ختم ہو جائے، یعنی حدیث کی عبارت۔

کتب احادیث کے اسماء

مُسند (۱) وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع ہوں (۲) وہ حدیث مرفوع جس کی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

صحیح جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

جامع جس کتاب میں آٹھ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط، مناقب۔ جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] علامہ مجد الدین محمد جزری المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ ج ۱ ص ۹۰۴، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران الطبع الرابع، ۱۳۶۷ھ

سنن جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے سنن ابی داؤد، نسائی

معجم جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی۔

مستخرج جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثابت کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری۔

مستدرک جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الصحیحین۔

رسالہ جس کتاب میں جامع کے آٹھ عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد آداب میں اور ابن جریر طبری کی کتاب تفسیر میں۔

جزء جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی جزء القرأۃ خلف الامام۔

اربعین جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے اربعین نووی۔

امالی جس کتاب میں شیخ کے املا کرائے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے امالی امام محمد۔

اطراف جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں۔ جیسے اطراف الکتب الخمسہ لابی العباس اور اطراف المزی۔

مصنف جس کتاب کی ترتیب فقہی ابواب پر ہو اور اس میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تبع تابعین بہ کثرت ہوں۔

تعداد احادیث کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التمییز میں لکھا ہے کہ ثوری، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ بلا تکرار احادیث صحیحہ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مسنداً مروی ہیں ان کی کل تعداد چار ہزار چار سو ہے، یہ وہ احادیث ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابو بکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں۔

امام ابو داؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ حلال اور حرام سے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال صریحہ کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے ان احادیث کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں

اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ [1]

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں

یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا عدد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتا جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار مردوں اور عورتوں نے احادیث کو روایت کیا ہے جو بیس سال سے زیادہ مکہ اور مدینہ میں آپ کی صحبت میں رہے اور انھوں نے آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا، اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری، آپ کی حرکات اور سکنات، آپ کے قیام اور قعود، عبادت میں آپ کا مجاہدہ، آپ کی سیرت، آپ کے سراپا اور مغازی، آپ کا مزاح اور آپ کا جھڑکنا، آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا، آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا، آپ کی گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھوڑے کو سدھانا، مشرکین اور مسلمین کو خطوط لکھنا اور آپ کے عہود اور مواثیق، غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر منٹ کے احوال کو یاد رکھا۔ اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان احکام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد رکھا اور ان تمام قضایا اور فیصلوں کے ماسوا ہیں جن کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ حیثیت امیر اور حاکم کے فیصلہ سنایا۔ کیا ان حالات میں ذرا دیر کے لیے بھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہزاروں صحابہ جو میدان جہاد میں صف در صف نظر آتے ہیں وہ کوئی حدیث بیان کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے گھر سدھار گئے، فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے ساتھ پندرہ ہزار صحابہ تھے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے، امام اسحٰق بن راہویہ اپنے حافظہ سے ستر ہزار احادیث لکھوا دیتے تھے، حافظ ابو کریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں، محدث ابوبکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابو جعفر حضرمی سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں، محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزو تھے اور ہر جزو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (گویا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں۔) [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ کتب خمسہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں تقریباً کل احادیث موجود ہیں اور ان کے علاوہ بہت کم حدیثیں رہ جاتی ہیں، حافظ عراقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی یہ مراد ہو کہ وہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور ان میں موقوفات (اقاویل صحابہ) بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک دو حدیثیں ہیں، اور ابن جماعہ نے المنہل الروی میں یہ لکھا ہے یا امام بخاری کی مراد کثرت میں مبالغہ ہے لیکن پہلی توجیہ زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر تمام مسانید، جوامع، سنن اور اجزاء وغیرہ کا تتبع کیا جائے تو بلا تکرار احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کی کل تعداد ایک لاکھ کو بھی نہیں پہنچتی، بلکہ پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور یہ بات بہت بعید ہے

---

[1] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۰۴ھ

[2] ۔ امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المدخل فی اصول الحدیث ص ۱۱-۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۱۴۱۱ھ

کہ ایک شخص کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جو پوری امت میں سے کسی کو بھی یاد نہ ہوں، اس کو صرف اتنی ہی حدیثیں یاد ہوں گی جو اس نے اپنے وقت کے مشائخ سے روایت کی ہوں گی۔

امام ابن جوزی نے کہا ہے کہ تمام احادیث کو حصر کرنے کا امکان بہت بعید ہے البتہ ایک جماعت نے ان کے حصر اور تتبع میں مبالغہ کیا ہے۔ امام احمد نے کہا سات لاکھ سے زیادہ صحیح احادیث ہیں اور میں نے مسند میں سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کر کے حدیثیں لکھی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس کو مل گئی ہیں پھر ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس سے رہ گئی ہیں تو احادیث کا شمار سہل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ متاخرین نے اس پر کام کیا ہے کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد معاصرین نے ان احادیث کو جمع کیا جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اور حافظ ابوالحسن ہیثمی نے مسند احمد کی ان حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا جو صحاح ستہ پر زائد ہیں اور مسند بزار کی زائد حدیثوں کو ایک جلد میں جمع کیا، اور طبرانی کی معجم کبیر کی زائد حدیثوں کو تین جلدوں میں جمع کیا اور معجم اوسط اور معجم صغیر کی زائد حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا، اور ابو یعلی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور ان تمام زوائد کو اسانید حذف کر کے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام مجمع الزوائد رکھا اور احادیث کی فنی حیثیت پر کلام کیا اور اس میں بہ کثرت صحیح حدیثیں ہیں، اور ابو نعیم کی حلیہ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ابن حبان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور اس کا نام موارد الظمان رکھا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسحاق، ابن ابی عمر، مسدد، ابن ابی شیبہ، حمیدی، عبد بن حمید، احمد بن منیع، اور طیالسی کی زوائد کو دو جلدوں میں جمع کیا اور مسند الفردوس کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ہمارے صاحب شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے سنن دار قطنی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور میں نے امام بیہقی کی شعب الایمان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، ان کے علاوہ اور بھی بہ کثرت کتب حدیث موجود ہیں اور ان میں بہ کثرت زوائد ہیں، اس لیے ان سب کے مجموعہ کا عدد اگر اس عدد (ساڑھے سات لاکھ) کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حرام اور احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے، جیسا کہ امام اسحٰق بن راہویہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں، اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے جیسا کہ امام ابن المبارک نے بیان کیا ہے، اور کل احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا، اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور بلا تکرار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن جماعہ نے بیان کیا ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علم الحدیث روایۃً اور علم الحدیث درایۃً کی تعریفات

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
علامہ ابن الاکفانی نے کہا ہے کہ علم حدیث کی دو قسمیں ہیں (۱) علم الحدیث روایۃً اور علم الحدیث درایۃً۔

علم الحدیث روایۃً کی تعریف یہ ہے:

هو علم يشتمل على اقوال النبي صلى الله

یہ وہ علم ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۱ - ۹۹ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم وافعالہ وروایتہا ضبطہا و تحریر الفاظہا۔[1]

ان اقوال اور افعال کی روایت، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو۔

اور علم الحدیث درایۃ کی تعریف یہ ہے:

ھو علم یعرف منہ حقیقۃ الروایۃ و شروطہا وانواعہا واحکامہا وحال الرواۃ وشروطھم واصناف المرویات ومایتعلق بہا۔[2]

یہ وہ علم ہے جس سے روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی اقسام، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت ہو۔

روایت کا معنی یہ ہے کہ سنت یا اثر کو نقل کیا جائے اور حدثنا یا اخبرنا کے الفاظ سے ان کی نسبت ان کے بیان کرنے والے کی طرف کی جائے، اس کی شرائط میں سے بعض یہ ہیں کہ اس روایت کے راوی نے اس روایت کو اپنے شیخ سے سنا ہو یا اس کو وہ روایت سنائی ہو، یا شیخ نے اپنی روایات کا مجموعہ اس کو دے کر اسے نقل کرنے کی اجازت دی ہو، روایت کی بعض اقسام یہ ہیں: مثلاً روایت کا متصل الاسناد ہونا یا منقطع ہونا، اور اس کے احکام یہ ہیں، قبول کرنا، یا مسترد کرنا، اور راویوں کے احوال یہ ہیں: عدالت اور جرح، اور روایت کو سننے اور اس کو بیان کرنے کی شرائط کا ذکر آئندہ آئے گا اور مرویات کی اقسام سے مراد کتب احادیث کی اقسام ہیں مثلاً مسند، معجم اور جزء وغیرہ، اور متعلقات سے مراد حدیث کی دیگر اصطلاحات ہیں۔

اور شیخ عزالدین بن جماعہ نے یہ تعریف کی ہے:

علم الحدیث علم بقوانین یعرف بہا احوال السند والمتن وموضوعہ السند والمتن وغایتہ معرفۃ الصحیح من غیرہ۔

علم الحدیث ان قوانین کی معرفت کو کہتے ہیں جن سے سند اور متن کے احوال کا علم ہوتا ہے، اور اس کا موضوع سند اور متن ہے اور اس کی غرض حدیث صحیح اور غیر صحیح کی معرفت ہے۔

اور شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجر عسقلانی نے یہ تعریف کی ہے:

معرفۃ قواعد المعرفۃ بحال الراوی و المروی۔

راوی اور مروی کے احوال کی معرفت کے قواعد کا علم۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ علم الحدیث درایۃ کا موضوع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے بہ حیثیت رسول اللہ، اور اس کی تعریف یہ ہے:

علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ و احوالہ۔

علم الحدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی معرفت حاصل ہو۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۲ھ

[2] " " " " ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۴۰، " " " " " "

حدیث، متن اور سند کا معنی

متن کے طریق کی حکایت کو سند کہتے ہیں اور متن حدیث کے ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ساتھ معانی قائم ہوں، حدیث کا معنی قدیم کی ضد ہے یعنی حادث، اور علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

مایضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس چیز کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے وہ حدیث ہے۔

گویا کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام رسول حدیث (حادث) ہے، علامہ طیبی نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم، صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں اور کبھی اول الذکر کو حدیث مرفوع اور ثانی الذکر کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔

محدث اور حافظ کی تعریف

شیخ فتح الدین نے یہ کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث روایۃ و درایۃ کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہییں؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، اور امام ابوزرعہ نے کہا امام احمد کو دس لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور یحییٰ بن معین نے کہا میں نے دس لاکھ احادیث اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں، امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں، امام مسلم نے کہا میں نے اپنی مسند صحیح کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں، حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث حفظ ہوتی تھیں، اور امام احمد کہتے تھے کہ سات لاکھ احادیث صحیح ہیں، اور ابوزرعہ کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، ان میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔ [1]

ان اہم اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اقسام حدیث کو بیان کرتے ہیں:

تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم

ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں، خبر متواتر، اور خبر واحد۔

خبر متواتر کی تعریف اور شرائط

تواتر کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا یکے بعد دیگرے اور لگاتار آنا جب لگاتار باش ہو تو عرب کہتے ہیں تواتر المطر، اور اصطلاحی معنی ہے:

ماروا ہ عدد کثیر تحیل العادۃ تواطئوھم علی الکذب۔ کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرنے والے ہوں کہ عقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۵۴۔ ۴۰، ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۲ھ

خبر متواتر کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(ا)۔ خبر متواتر کو روایت کرنے والے عدد کثیر ہوں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ علامہ اصطخری نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ کم از کم دس افراد ہوں کیونکہ یہ جمع کثرت ہے، بعض نے کہا چالیس ہوں، بعض نے کہا ستر ہوں، بعض نے کہا تین سو تیرہ ہوں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ عدد کثیر کو کسی خاص عدد میں منضبط کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ اتنے لوگوں کا عدد ہونا چاہیے جن کا عادۃً کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ [2]

علامہ عبداللہ بن حسین شارلی لکھتے ہیں:

علامہ اصیلی نے لکھا ہے کہ تواتر کا مدار علم (یقین) کے حصول پر ہے، جب ایک جماعت کسی چیز کی خبر دے اور اس سے یقین حاصل ہو جائے تو وہ تواتر ہے، علامہ ابن حجر نے کہا کہ متواتر وہ خبر ہے جو بنفسہ مفید علم ہو نہ کہ قرائن سے علم کا فائدہ پہنچائے۔ [3]

(ب)۔ یہ کثرت سند کے تمام طبقات میں پائی جائے، یعنی ابتدا سے انتہا تک راوی کثیر ہوں۔

(ج)۔ یہ کثرت اس درجہ کی ہو کہ ان کا عادۃً کذب پر متفق ہونا محال ہو۔

(د)۔ اس خبر کی سند کی انتہا احساس اور مشاہدہ پر ہو، مثلاً وہ کہیں ہم نے سنا، ہم نے دیکھا، ہم نے مس کیا، یا ہم نے سونگھا، اور اگر ان کا استناد عقل پر ہو مثلاً حدوث عالم تو یہ خبر متواتر نہیں ہے۔

خبر متواتر کا حکم خبر متواتر علم ضروری (علم بدیہی) کا فائدہ دیتی ہے جس کی سننے والا غیر اختیاری طور پر تصدیق کرتا ہے گویا کہ اس نے اس کا خود مشاہدہ کر لیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خبر متواتر کے تمام افراد مقبول ہیں۔

خبر متواتر کی اقسام خبر متواتر کی دو قسمیں ہیں لفظی اور معنوی۔ متواتر لفظی وہ ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں متواتر ہوں، اور متواتر معنوی وہ ہے جس کے صرف معانی متواتر ہوں الفاظ متواتر نہ ہوں۔

خبر متواتر لفظی کی مثال صرف یہ ایک حدیث ہے جس کو بہت سے محدثین نے بہ کثرت صحابہ سے روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی کذبا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمداً مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنے بیٹھنے کا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1]۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۲ھ

[2]۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3]۔ " " " " ص ۸، " " "

[4]۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، حافظ ابو بکر بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے، اور بعض حفاظ نے لکھا ہے اس کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اور کوئی حدیث نہیں ہے جس کو تمام عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو، اور اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس کو ساٹھ صحابہ سے زیادہ نے روایت کیا ہو۔ (حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ بعض محدثین نے اس کا عدد اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور دن بدن اس کے راوی بڑھ رہے ہیں۔ [1]

خبر متواتر کی دوسری قسم تواتر معنوی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

معنیً متواتر احادیث بہ کثرت ہیں ان میں سے حوض کے متعلق حدیث ہے جو پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے موزوں پر مسح کی حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے، نماز میں رفع یدین کرنے کی حدیث پچاس صحابہ سے مروی ہے نضر اللہ امرا سمع مقالتی "اللہ اس کو تر و تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی" یہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے "اور قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا" یہ حدیث ستائیس صحابہ سے مروی ہے، جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے، اسی طرح "ہر نشہ آور چیز حرام ہے" "اسلام ابتداء میں اجنبی تھا" "منکر و نکیر کا سوال" اور بہت سی احادیث معنیً متواتر ہیں۔ [2]

خبر الآحاد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

آحاد، احد بمعنی واحد کی جمع ہے، از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔ خبر واحد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو ما لم يجمع شروط المتواتر۔

جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو وہ خبر واحد ہے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں، مشہور، عزیز اور غریب۔

حدیث مشہور کی تعریف

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المشهور هو المستفيض على رأي ومنهم من غاير بين المستفيض والمشهور بان المستفيض يكون في ابتدائه و انتهائه سواء والمشهور اعم من ذلك۔ [3]

حدیث مشہور ایک رائے کے مطابق حدیث مستفیض ہے، اور بعض ائمہ نے فرق کیا ہے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور انتہاء میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۲۳-۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

المشهور ما له طرق محصورة باكثر من اثنتين ولم يبلغ حد التواتر۔

مشہور وہ حدیث ہے جو دو سے زائد سندوں سے مروی ہو اور حد تواتر سے کم ہو۔

کبھی اس حدیث کو بھی مشہور کہا جاتا ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو خواہ اس کی ایک سند ہو یا ایک سند بھی نہ ہو، یہ لغوی مشہور ہے اور اصطلاحی حدیث مشہور کی مثال یہ ہے "اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں سے نکال کر علم کو نہیں اٹھائے گا" اور یہ حدیث: جو شخص جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے اور حاکم اور ابن صلاح نے اس کی یہ مثال دی ہے: "اعمال کا مدار نیات پر ہے"۔ یہ تینوں صحیح حدیثیں ہیں، اور "علم کا طلب کرنا ہر مسلم پر فرض ہے" یہ حدیث حسن ہے اور "کان سرسے ہیں" یہ حدیث ضعیف ہے۔ [1]

حدیث عزیز کی تعریف

عزیز کا لغوی معنی ہے کمیاب، حدیث عزیز کو عزیز اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا وجود نادر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے حدیث عزیز کی یہ تعریف کی ہے:

العزيز وهو ان لا يرويه اقل من اثنين عن اثنين۔ [2]

حدیث عزیز وہ ہے جس میں سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم راوی نہ ہوں۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہوں، اس حدیث کو حضرت انس سے قتادہ اور عبدالعزیز بن صہیب نے روایت کیا ہے اور قتادہ سے شعبہ اور سعید نے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ہر راوی سے ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام

غریب کا لغوی معنی ہے، منفرد، مسافر یا اجنبی۔ اور اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الغريب هو ما يتفرد بروايته شخص واحد فی ای موضع وقع التفرد به من السند۔ [4]

غریب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں کسی جگہ بھی راوی اس روایت میں متفرد ہو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: غریب کی دو قسمیں ہیں فرد مطلق اور فرد نسبی، اگر اصل سند میں تفرد ہو تو اس کو فرد مطلق کہتے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۷۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶، " " "

[4] " " " شرح نخبۃ الفکر ص ۱۶، " " "

ہیں، اصل سند سے مراد یہ ہے کہ سند کے اول میں تفرد ہو، مثلاً صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع فرمایا ہے، اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور ان سے اس کی روایت میں عبداللہ بن دینار متفرد ہے، اور کبھی اس متفرد سے پھر ایک راوی متفرد ہوتا ہے مثلاً حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ حصے ہیں اور افضل حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے الحدیث، اس میں حضرت ابوہریرہ سے ابوصالح تابعی متفرد ہے اور ابوصالح سے عبداللہ بن دینار متفرد ہے اور کبھی یہ تفرد تمام راویوں میں مستمر رہتا ہے، مسند بزار اور طبرانی کے معجم اوسط میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

غریب کی دوسری قسم فرد نسبی ہے، اس میں اثنار سند میں تفرد ہوتا ہے، اس کو غریب نسبی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شخص واحد کے اعتبار سے تفرد ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے مثلاً امام مالک از نافع از ابن عمر ایک حدیث روایت کرتے ہیں، پھر کوئی راوی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے اور امام مالک سے روایت والے راوی کی کوئی اور راوی کی متابعت نہیں کرتا اور نافع سے راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے تو یہ حدیث امام مالک سے روایت کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ فی نفسہ مشہور ہے۔

فرد کا اکثر اطلاق فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اکثر اطلاق فرد نسبی پر ہوتا ہے۔ [1]

قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم

خبر الآحاد یعنی مشہور، عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

(ا) ۔ مقبول یہ وہ قسم ہے جس میں خبر کا صدق راجح ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے، اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔

(ب)۔ مردود یہ وہ قسم ہے جن میں خبر کا صدق راجح نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے، مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی متعدد اقسام ہیں جن کا ذکر اب آرہا ہے۔

حدیث مقبول کا بیان

حدیث مقبول کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔

حدیث صحیح کی تعریف

لغت میں صحیح تندرست یعنی بیمار کی ضد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے۔

علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے:۔

هو ما اتصل سنده بالعدول الضابطين من غير شذوذ ولا علة۔ [2]

جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔

صحیح حدیث کی تعریف میں مندرجہ ذیل امور کا اعتبار ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اتصال سند: اس کا معنی یہ ہے کہ سند حدیث کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے بلا واسطہ حاصل کیا ہو اور ابتداء سے انتہاء تک درمیان میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

عدالت رواۃ: یعنی سند حدیث کا ہر راوی مسلم بالغ عاقل، صادق صالح غیر مبتدع اور غیر فاسق ہو۔

ضبط رواۃ: یعنی سند حدیث کے ہر راوی کو کامل ضبط صدر یا کامل ضبط کتاب حاصل ہو، جس وقت وہ حدیث کو سنے یا حدیث کو بیان کرے تو اس میں تساہل اور غفلت نہ کرے۔

عدم شذوذ: یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو، اور شذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے، مثلاً ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو شاذ کہیں گے اور اس کی روایت بھی شاذ کہلائے گی۔

عدم علت: یعنی اس حدیث میں علت خفیہ قادحہ نہ ہو مثلاً ثور بن یزید کے تمام شاگردوں نے کاتب مغیرہ بن شعبہ سے اس حدیث کو مرسلاً بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں کے اوپر اور نیچے دونوں حصوں پر مسح کیا اور ولید بن مسلم نے اس کو ثور بن یزید سے متصلاً بیان کیا۔ (جامع ترمذی ص ۴۰) اس لیے یہ حدیث دراصل مرسل ہے متصل نہیں ہے لیکن اس غلطی کو وہی شخص پکڑ سکتا ہے جس کو ثور بن یزید سے اس حدیث کے روایت کرنے والے تمام راویوں کی روایت پر اطلاع ہو، اس لیے اس کو علت خفیہ کہتے ہیں۔

حدیث صحیح کے مراتب

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

(۱) جس حدیث پر صحیح بخاری و صحیح مسلم متفق ہوں (یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے)

(۲) جس کو صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو (اس سے تعلیقات خارج ہیں کیونکہ ان کا امام بخاری ذکر کرتے ہیں، سند کے ساتھ روایت نہیں کرتے)

(۳) جس حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

(۴) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہو لیکن انھوں نے اس کو روایت نہ کیا ہو۔

(۵) جو حدیث صرف امام بخاری کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا اخراج نہ کیا ہو۔

(۶) جو حدیث صرف امام مسلم کی شرط پر ہو اور انھوں نے اس کا اخراج نہ کیا ہو۔

(۷) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر تو صحیح نہ ہو لیکن دوسرے ائمہ حدیث مثلاً امام ابن حبان اور امام ابن خزیمہ کے نزدیک صحیح ہو۔ [1]

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف

اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن — محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابی ہریرہ روایت کرتے

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لولا اشق علی امتی لامرتهم بالسواك عند کل صلوة ۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب حدیث کا راوی اہل حفظ اور اتقان کے درجہ سے متاخر ہو لیکن وہ صدق اور ستر (عدالت) میں مشہور ہو اور اس کے باوجود اس کی حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو اس کو دو وجہوں سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے صحیح کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ محمد بن عمرو نے ابی سلمہ سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، اس کی سند میں محمد بن عمرو بن علقمہ صدق اور عفت میں تو مشہور ہے لیکن یہ اہل ضبط و اتقان میں سے نہیں ہے حتی کہ بعض نے اس کو اس کے بدحافظہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض ائمہ نے اس کے صدق اور اس کی جلالت کی وجہ سے اس کی توثیق کی ہے، پس اس وجہ سے اس کی حدیث حسن ہے اور جب اس کے ساتھ یہ وجہ بھی لاحق ہو گئی کہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو اس کے بدحافظہ ہونے کی وجہ سے ہم کو اس حدیث کی صحت پر جو خدشہ تھا وہ زائل ہو گیا اور اس نقصان کی تلافی ہو گئی اور یہ سند صحیح ہو گئی اور صحیح کے ساتھ لاحق ہو گئی۔ [2]

اس حدیث کی دوسری سندوں کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

یہ حدیث از محمد بن اسحاق از محمد بن ابراہیم از ابی سلمہ از زید بن خالد از نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی روایت کی گئی ہے اور ابوسلمہ نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد دونوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور میرے نزدیک یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ یہ دونوں حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کی گئی ہیں البتہ امام بخاری نے از ابی سلمہ از زید بن خالد کی روایت کو زیادہ صحیح قرار دے کر اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ [3]

امام بخاری نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابوہریرہ کی روایت کو اپنی صحیح میں اس لیے درج نہیں کیا کہ محمد بن عمرو کامل الضبط والاتقان نہیں ہے اور وہ کامل الضبط والاتقان کی روایت کو درج کرتے ہیں۔ (ہم عنقریب ان شاء اللہ ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کو دوبارہ تفصیل سے بیان کریں گے۔)

حدیث صحیح کی دونوں قسموں سے استدلال کرنا جائز ہے۔

حدیث حسن لذاتہ کی تعریف

حسن کا لغوی معنی ہے جمال، اور اس کی اصطلاحی تعریف میں متعدد اقوال ہیں:

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن المعروف بابن الصلاح شہرزوری متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۲-۳۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ،

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الحدیث الذی لا یخلو رجال اسنادہ من مستور لم تتحقق اھلیتہ غیر انہ لیس مغفلا کثیر الخطأ فیما یرویہ ولا ھو متھم بالکذب فی الحدیث ای لم یظھر منہ تعمد الکذب فی الحدیث ولا سبب آخر مفسق ویکون متن الحدیث مع ذلک قد عرف بان روی مثلہ او نحوہ من وجہ آخر او اکثر حتی اعتضد بمتابعۃ من تابع راویہ علی مثلہ او بمالہ من شاھد وھو ورود حدیث آخر نحوہ فیخرج بذلک عن ان یکون شاذا ومنکرا۔ [1]

جس حدیث کی سند میں راوی مستور ہوں، ان کی اہلیت متحقق نہ ہو، البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطاء نہ ہو، یعنی حدیث میں اس کا عمداً جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہو، اور نہ کسی وجہ اس میں فسق ہو، اس کے باوجود اس حدیث کا متن معروف ہو، بایں طور کہ وہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ یا اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو، حتی کہ اس حدیث کی اس کے متابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تقویت ہو، حتی کہ وہ حدیث شاذ یا منکر ہونے سے خارج ہو جائے۔

امام ترمذی لکھتے ہیں:

کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ ونحو ذاکہ فھو عندنا حدیث حسن [2]

ہر وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی نہ ہو جو متہم بالکذب ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو، اور وہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

الحسن: قال الخطابی ھو ما عرف مخرجہ واشتھر رجالہ [3]

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث حسن وہ ہے جس کا مخرج معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

وقال الطیبی لو قیل الحسن مسند عن قرب درجۃ الثقۃ او مرسل ثقۃ، ورویٰ کلاھما من غیر وجہ وسلم من شذوذ وعلۃ لکان اجمع الحدود [4]

علامہ طیبی نے کہا کہ جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب ہو اس کی متصل حدیث ہو، یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو اور یہ دونوں متعدد اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر معلل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے۔ اور یہ جامع اور منضبط تعریف ہے۔

وقال شیخنا الامام تقی الدین الشمنی

ہمارے شیخ امام تقی الدین شمنی نے کہا ہے کہ حسن

---

[1] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۵۲۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

الحسن خبر متصل قل ضبط راویہ العدل وارتفع عن حال من یعد تفردہ منکرا و لیس بشاذ ولا معلل [1]

وہ حدیث متصل ہے جس کے عادل راوی کا ضبط کم ہو، اور وہ منکر الحدیث ہونے سے بری ہو اور اس کی حدیث شاذ اور معلل نہ ہو۔

قال البلقینی الحسن لما توسط بین الصحیح والضعیف۔ [2]

بلقینی نے کہا حسن وہ حدیث ہے جو صحیح اور ضعیف کے درمیان متوسط ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خف الضبط والمراد مع بقیۃ الشروط المتقدمۃ فی حد الصحیح فھو الحسن لذاتہ لاشئ خارج۔ [3]

اگر حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے کیونکہ اس کا حسن کسی خارجی امر یعنی تعدد طرق روایت کی وجہ سے نہیں ہے۔

حدیث حسن لغیرہ کی تعریف

حدیث حسن لغیرہ دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وھو الذی یکون حسنہ بسبب الاعتضاد نحو حدیث المستور اذا تعددت طرقہ۔ [4]

حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن عبد اللہ قال سمعت عبد اللہ بن عامر بن ربیعۃ عن ابیہ ان امراۃ من بنی فزارۃ تزوجت علی نعلین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارضیت من نفسک ومالک بنعلین قالت نعم قال فاجازہ وفی الباب عن عمر وابی ھریرۃ وسھل بن سعد وابی سعید وانس وعائشۃ وجابر وابی حدرد الاسلمی حدیث عامر بن

عاصم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے سنا وہ اپنے والد عامر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے عوض نکاح کر لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور مال کے بدلہ میں دو جوتوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو آپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی، اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سہل بن سعد

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۰-۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] " " " ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۰،

[3] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[4] " " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۴، " "

ربیعۃ حدیث حسن صحیح۔ [1]

حضرت ابوسعید، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت جابر اور حضرت ابوحدرد اسلمی سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث چونکہ متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کی متعدد توجیہات ہیں۔

(۱) یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث بعض سندوں کے اعتبار سے حسن اور بعض سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) مصنف کو اس کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہے۔

اس کی مزید توجیہات ہم نے تذکرۃ المحدثین میں بیان کی ہیں، اس مقدمہ میں جامع ترمذی کی فنی حیثیت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث حسن جواز استدلال میں بمنزلہ صحیح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت نے اس کو صحیح کی قسم میں درج کیا ہے، اور جب محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے یا صحیح الاسناد ہے تو ان کا یہ قول اس قول سے کم مرتبہ کا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے، کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتی ہے اور متن اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کوئی شذوذ یا علت ہوتی ہے، اور جب کوئی مستند حافظ اس پر اقتصار کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ متن کی تصحیح یا تحسین کر رہا ہے۔ اور امام ترمذی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے اس کی دو سندیں ہیں ایک کا تقاضا صحت ہے اور دوسری کا حسن۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب امام ترمذی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس وقت یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث حسن وہ ہوتی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو اور غریب کی صرف ایک سند ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حدیث حسن کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے اور جمہور کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور جب امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے تو یہاں ان کا حسن کہنا جمہور کی اصطلاح پر ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صرف راوی کے ضبط میں کمی ہو اور اس کمی کی تلافی تعدد طرق روایت سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر تعدد طرق روایت سے اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت میں بھی کمی ہو اور اس کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۶۱-۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

ہے اور اگر یہ کمی تعدد اسانید سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ میں تعدد طرق روایت کی قید نہیں ہے لیکن حافظ ابن الصلاح اور امام ترمذی وغیرہ سے جو حدیث حسن کی تعریف منقول ہے اس میں یہ قید ہے۔

ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

فکل عن الحسن لا لذاتہ والصحیح لا لذاتہ انما یحصل بکثرۃ الطرق الا ان الراوی الصحیح ظاہر العدالۃ وراوی الحسن مستور العدالۃ [1]

حدیث حسن لغیرہ اور حدیث صحیح لغیرہ دونوں کا تحقق کثرۃ طرق اور اسانید سے ہوتا ہے، مگر صحیح لغیرہ کے راوی کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ کی عدالت مستور ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اس کے صرف ضبط میں کمی ہوتی ہے اور تعدد طرق سے اس کی تلافی نہیں ہوتی، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب میں اسی کی تصریح کی ہے، اور حدیث حسن لغیرہ میں ضبط میں کمی اور عدالت مستور ہوتی ہے اور اس کی تلافی تعدد طرق سے ہو جاتی ہے۔

حدیث مردود کا بیان

حدیث مردود وہ حدیث ہے جس میں خبر کا صدق راجح نہ ہو، اور اس کی وجہ خبر مقبول کی ایک یا ایک سے زائد شرائط کا فقدان ہے۔ علماء اصول حدیث نے خبر مردود کی چالیس سے زیادہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہے، اور بعض اقسام کا کوئی مستقل نام نہیں ہے ان کو وہ صرف ایک عام نام "ضعیف" کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔

حدیث کے مردود ہونے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن عام سبب دو ہیں (ا) سند سے کسی راوی کا سقوط۔ (ب) راوی میں طعن، اور ان دو سببوں کے تحت متعدد اقسام ہیں، ہم ان شاء اللہ عنقریب ان پر تفصیلی بحث کریں گے اور سب سے پہلے ہم حدیث ضعیف سے ابتداء کرتے ہیں، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ ولیق۔

حدیث ضعیف کی تعریف

لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، اور ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی ہوتا ہے اور یہاں ضعف سے مراد معنوی ہے۔ اور حدیث ضعیف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی ایک یا ایک سے زائد صفات نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے، علامہ ابو حاتم بن حبان بستی نے اس کی انچاس اقسام بیان کی ہیں۔ (الی قولہ) حدیث ضعیف کی اقسام میں سے جو مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل۔ [2]

حدیث ضعیف کی مثال یہ حدیث ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ / ۱۳۸۷ء

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۳۸۔ ۳۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال من اتی حائضا او امراۃ فی دبرھا او کاھنا فقد کفر بما انزل علی محمد [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: جس شخص نے حائضہ سے وطی کی، یا کسی عورت کی دبر میں وطی کی یا جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اس نے (سیدنا) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ (دین) کا انکار کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وضعف محمد ھذا الحدیث من قبل اسنادہ۔

امام بخاری نے سند کے اعتبار سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

پہلے ہم حدیث ضعیف کی وہ اقسام بیان کریں گے جو سند میں راوی کے سقوط کے اعتبار سے ہیں، پھر وہ اقسام بیان کریں گے جو راوی میں طعن کے اعتبار سے ہیں۔

سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام

اس سے مراد یہ ہے کہ راوی نے سلسلہ سند میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راویوں کو عمداً یا غیر عمداً ساقط کر دیا ہو، سند کے اول سے، آخر سے یا اثناء سند سے خواہ یہ سقوط ظاہر ہو یا خفی۔ ظہور اور خفاء کے اعتبار سے سلسلہ سند سے راویوں کے سقوط کی دو قسمیں ہیں:

(ا) ۔ سقوط ظاہر: سقوط کی اس قسم کی معرفت میں ائمہ حدیث اور عام علماء حدیث دونوں مشترک ہیں، یہ سقوط راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن اس سے ملاقات نہیں کی (اور نہ راوی کو شیخ سے اجازت حاصل ہے، بایں طور کہ شیخ نے کہا ہو کہ میں نے اپنی روایات کی اپنے زمانہ والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی)، اور نہ اس کو شیخ سے وجادت حاصل ہو بایں طور کہ راوی اپنے شیخ کے خط کو پہچانتا ہو اور اسے اس خط میں شیخ کی مرویات مل گئی ہوں) اس کو جاننے کے لیے راوی کی تاریخ جاننے کی ضرورت پیش آئے گی، جس سے اس کے پیدا ہونے، فوت ہونے، طلب علم کے اوقات اور سفر طلب علم کے اوقات کا پتا چلے گا۔

علماء حدیث نے سقوط ظاہر کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں کی ہیں، (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع۔

(ب) سقوط خفی: یہ وہ قسم ہے کہ سوا ان ماہر ائمہ کے جو طرق حدیث اور علل حدیث پر مطلع ہوتے ہیں اور کوئی ان کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا، اس کی دو قسمیں ہیں مدلس اور مرسل خفی۔

حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم

تعلیق کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق چونکہ عالی جہت سے متصل اور سافل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

چیز کی طرح ہو گئی جو چھت سے لٹکی ہوئی ہو، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اذا کان السقط من مبادی السند من تصرف المصنف فھو المعلق۔

جب مصنف کے تصرف سے سند کے اوّل سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے۔

حدیث معلق کی ایک صورت یہ ہے کہ پوری سند کو ساقط کر دیا جائے مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تابعی اور صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً نافع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ [1]

اس کی مثال یہ ہے: امام بخاری فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفۃ السمحۃ [2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہو اور سہل ہو۔

قال انس حسر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن فخذہ [3]

حضرت انس نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

ویروی عن ابن عباس وجرھد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ [4]

حضرت ابن عباس، حضرت جرہد اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران عورت (واجب الستر) ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں مذکور ہونا معلوم ہو جائے (اور وہ ثقہ ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن تمام راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب ثقہ ہیں تو یہ تعدیل علی الابہام ہے۔ اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن حافظ ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں محذوف ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کر لیا ہو، جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا (مثلاً ذکر ابن عباس، یا روی فلان، یا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم)

---

[1] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، " " " "

[4] ۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، " " " "

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند اس کے نزدیک ثابت ہے، اور اس نے کسی غرض (مثلاً اقتصار یا تکرار سے بچنے کے لیے) کی وجہ سے سند کو حذف کر دیا ہے اور جس حدیث کو بغیر جزم کے ذکر کیا ہے (مثلاً صیغہ مجہول کے ساتھ یذکر یا یروی لکھا ہے) تو اس میں بحث کی گنجائش ہے۔[1]

تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری کی تعلیقات میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں اور بعض احادیث بہت شدید ضعیف ہیں۔

حدیث مرسل کی تعریف اور اس کا حکم

لغت میں ارسل کا معنی ہے اطلق، یعنی کسی چیز کو بغیر قید کے بیان کرنا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی (صحابی) کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے عام ازیں کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا یہ کام کیا، یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔[2]

اس کی مثال یہ ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المزابنۃ[3]

سعید بن المسیب (یہ تابعی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مرسل کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جو راوی محذوف ہے اس کے حال کا علم نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ثقہ ہو، پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس محذوف تابعی نے صحابی سے وہ حدیث سنی ہو یا کسی اور تابعی سے سنی ہو اور اس تابعی میں پھر ضعف اور ثقاہت کے دونوں احتمال ہیں اور دوسرے محذوف تابعی نے ہو سکتا ہے کسی اور تیسرے تابعی سے سنا ہو اور اس نے چوتھے تابعی سے سنا ہو عقلاً تو تابعین کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا، لیکن استقراء سے یہ صورت چھ یا سات تابعین تک پائی گئی ہے۔[4]

حدیث مرسل کو قبول کرنے میں مذاہب ائمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر کسی تابعی کی یہ عادت معروف ہو کہ وہ صرف ثقہ راوی کو چھوڑتا ہو تو جمہور محدثین پھر بھی توقف کرتے ہیں (کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک ثقہ ہو اور فی نفسہ ثقہ نہ ہو۔) امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ فقہاء مالکیہ، فقہاء احناف اور امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے۔ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی اور سند سے اس کی تائید ہو جائے تو وہ مقبول ہے ورنہ نہیں، خواہ وہ سند

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱ - ۵۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، " " "

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

متصل ہو یا مرسل۔ اور امام ابوبکر رازی حنفی اور امام ابوالولید باجی مالکی یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی ثقہ و غیر ثقہ دونوں کو چھوڑتا ہو تو اس کی حدیث اتفاقاً مقبول نہیں ہے۔ [1]

حدیث مرسل کی فنی حیثیت

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو حدیث قرونِ ثلثہ کی مرسل ہو وہ فقہاء احناف کے نزدیک مقبول ہے ورنہ نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے "پھر کذب عام ہو جائے گا"۔ اس حدیث کو امام نسائی نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ تمام تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کا اس سے انکار منقول نہیں ہے، اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی کا انکار منقول نہیں ہے' حافظ ابن عبدالبر نے یہ کہا کہ امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے حدیث مرسل کو مسترد کیا ہے، اور بعض ائمہ نے تو حدیث مرسل کو مسند (متصل) پر بھی ترجیح دی ہے انھوں نے کہا جب کوئی راوی پوری حدیث بیان کر دیتا ہے تو وہ اس کی تحقیق کو تم پر چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ حدیث کے کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کی صحت اور ثقاہت کا ضامن ہو جاتا ہے (یعنی اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں اور سند میں باقی جو راوی میں نے ذکر کیے ہیں ان کی چھان بین تم خود کر لو۔) [2]

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیب سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل مکہ عطاء بن ابی رباح سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری سے اور اہل کوفہ ابراہیم بن یزید نخعی سے اور اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام مکحول سے، ان میں سے زیادہ صحیح مراسیل ابن المسیب کی ہیں، ابن معین نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ وہ اولاد صحابہ میں سے ہیں اور انھوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے اور وہ اہل حجاز کے فقیہ اور مفتی تھے، اور وہ ان سات فقہاء میں سب سے پہلے ہیں جن کے اجماع کو امام مالک نے تمام لوگوں کا اجماع قرار دیا ہے' ائمہ متقدمین نے سعید بن مسیب کی مراسیل کی چھان بین کی تو ان سب کی سند صحیح تھی اور دوسروں کی مراسیل میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، کتاب اور سنت میں حدیث مرسل کی عدم حجیت پر دلیل نہیں ہے۔

امام حاکم نے صرف ابن مسیب کی مرسلات سے بحث کی ہے ہم باقی مرسلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں، عطاء بن ابی رباح کی مرسلات کے متعلق ابن مدینی نے کہا ہے کہ عطاء ہر قسم کی روایات لے لیتے ہیں اور مجاہد کی مرسلات میرے نزدیک ان سے کئی درجہ بہتر ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مرسلات سب سے بہتر ہیں، اور ابراہیم نخعی کی مرسلات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کی مرسلات سب سے زیادہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ ہر ایک سے روایات لے لیتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ حسن بصری کی مرسلات جو ثقات سے مروی ہیں وہ صحیح ہیں، ان میں سے بہت کم کوئی روایت ساقط کی گئی ہے، امام ابوزرعہ نے کہا ہر جس روایت میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے اس کی کسی نہ کسی اصل کا ثبوت مل گیا ماسوا چار روایتوں کے، اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ایک دو حدیثوں کے سوا جس حدیث میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مجھے اصل مل گئی۔

شیخ الاسلام نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق حسن نے صیغہ جزم استعمال کیا ہو، ایک شخص نے حسن سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاش آپ ہمیں صحابی کے راوی بیان کر کے حدیث کو متصل بیان کر دیا کریں؟ حسن نے کہا، ہم جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی جھوٹ بولتا ہے، ہم نے خراسان میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے، اور یونس بن عبید نے حسن سے کہا آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا؟ حسن نے کہا اے بھتیجے، تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے (یہ حجاج کا زمانہ تھا) ہر وہ حدیث جس میں تم نے مجھ سے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ حدیث دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن میں اس دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، اور محمد بن سیرین نے کہا حسن کی ہر مسند (جس میں راوی سے سماع کی تصریح ہو) حجت ہے، اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی کی مراسیل کے متعلق ابن معین نے کہا ان کی مراسیل مجھے شعبہ سے زیادہ پسند ہیں، اور ابن معین نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم کی مراسیل مجھے سالم بن عبداللہ، قاسم اور سعید بن مسیب سے زیادہ پسند ہیں، امام احمد نے کہا ان میں کوئی حرج نہیں، اعمش نے کہا میں نے ابراہیم سے کہا مجھے حضرت ابن مسعود سے روایت کی سند بیان کریں تو انھوں نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ فلاں شخص حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے تو وہ صرف میں نے ان سے خود سنی ہوتی ہے، اور جب میں تم سے کہوں حضرت عبداللہ نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب ہے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے۔ [۲]

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ تمام بحث مرسل صحابی کے غیر میں ہے، لیکن جو حدیث مرسل صحابی ہے مثلاً صحابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کی خبر دی ہے جس کے بارے میں یہ متحقق ہو چکا ہے کہ وہ صحابی اپنے صغر سن یا تاخر اسلام کی وجہ سے اس وقت حاضر نہیں تھا تب بھی مذہب صحیح کی بنا پر اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اس پر تمام ائمہ اور محدثین کا قطعی اتفاق ہے، خصوصاً ان کا بھی جو حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بکثرت احادیث ہیں کیونکہ وہ صحابہ دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں، اور ایسا بہت کم ہے کہ انھوں نے غیر صحابی سے روایت کی ہو، اور جب وہ غیر صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، اور صحابہ نے جو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں تو وہ ان کا بیان کر دیتے ہیں اور وہ احادیث مرفوعہ نہیں ہیں بلکہ اسرائیلیات یا حکایات ہیں یا موقوفات ہیں۔ [۲]

---

[۱] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[۲] ۔ " " " ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۰۷، " " " "

حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، اور نہ اس کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہی قرون فاضلہ ہیں جن کے خیر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند (جس کی پوری سند مذکور ہو) پر ترجیح دی ہے اور اس کی یہ دلیل دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اس نے اس کی تحقیق تمہارے حوالے کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔ [1]

علامہ سندی لکھتے ہیں:

شرح نخبۃ الفکر میں علامہ عسقلانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء احناف اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے، اور یہ تابعی کی مرسل ہے، اور فی الواقع احناف کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح میں لکھا ہے کہ صحابہ کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا، اور قرن ثانی اور قرن ثالث کی احادیث کو امام شافعی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے، الا یہ کہ کسی دوسری سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب کی مراسیل ہیں، امام شافعی نے کہا میں نے ان مراسیل کی ایسی مکمل اسانید دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول تھیں، اور اس سبب سے ان کی روایت صحیح ہے، اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ مسند پر مقدم ہے کیونکہ راوی نے صحابہ کو چھوڑا ہے اور معروف یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہوتا ہے تو وہ سند کو حذف کر دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اوپر چھوڑ دیتا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ ہے تو وہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہوگا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث جہل کے باوجود مقبول ہوتی ہے، تو اگر محدث کسی راوی کو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہوگی! [2]

حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ: ۱۲۲)

تو دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرانے کے لیے ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی! تاکہ (ان کی قوم کے لوگ) گناہوں سے بچتے رہتے۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی طائفہ پر یہ واجب کر دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] قاضی محمد اکرم سندھی من اعلام القرن الحادی عشر، امعان النظر ص ۱۰۲، ۱۰۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

کی طرف واپس جائیں تو ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائیں اور عمل نہ کرنے پہ عذاب آخرت کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اس آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ وہ حدیث مسند سے ڈرائیں اور حدیث مرسل سے نہ ڈرائیں اور نہ اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ تو حدیث مرسل پہنچائیں اور تابعین اور بعد کے لوگ حدیث مرسل نہ پہنچائیں، اس لیے اس آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح حدیث مسند کو پہنچانا ضروری ہے اسی طرح حدیث مرسل کو بھی پہنچانا ضروری ہے۔ اس دلیل پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں حدیث موضوع، متروک، مجہول اور ضعیف کی دیگر اقسام کی بھی تخصیص نہیں کی گئی تو کیا اس آیت کے عموم کے لحاظ سے ان احادیث کی تبلیغ بھی واجب ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لو۔

حدیث مردود کی تمام اقسام فاسق کی خبر ہیں اور ان کے متعلق قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ بلا تحقیق ان کی خبر کو قبول نہ کیا جائے اس کے برعکس ہمارا کلام ثقات کی مراسیل میں ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جب ثقہ مسلمان کوئی خبر دے تو اس کو بلا تحقیق و تجسس قبول کرنا واجب ہے، تو ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ثقہ راوی کی مرسل حدیث کو قبول کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مجہول کی حدیث سے معارضہ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے قبول نہ کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جب کہ فریق مخالف کے نزدیک یہ مسلّم ہے کہ جب ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو وہ حدیث مقبول ہے تو پھر ثقہ کی مرسل کیوں مقبول نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون۔ (بقرہ: ۱۵۹)

بے شک جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان فرما دیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر بر سبیل عموم کتمان علم سے منع فرمایا ہے اور علم اور ہدایت کا پہنچانا واجب قرار دیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ثقہ کی مرسل واجب القبول ہو۔

حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو آیۃ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے روایت کر کے پہنچاؤ۔ خواہ ایک آیت ہو۔

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قاضی بیضاوی نے کہا آپ نے قرآن مجید کی آیت کو پہنچانے کا حکم دیا ہے، حدیث کا نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔ تو جب اس کے باوجود آپ نے قرآن مجید کی آیت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو حدیث کا پہنچانا بہ طریق اولیٰ واجب ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیبلغ الشاھد الغائب[1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاہد غائب کو حدیث پہنچا دے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأً سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ[2]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ (خوش و خرم) رکھے، جس نے ہم سے ایک حدیث کو سنا اس کو یاد کیا اور اس کو دوسرے شخص تک پہنچا دیا، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ امرأً سمع منا شیئا فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی من سامع[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اس کو جس طرح سنا تھا اسی طرح اس کو پہنچا دیا، کیونکہ بعض وہ لوگ جن کو حدیث پہنچا دی جائے سننے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

ان احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسند اور مرسل کا فرق کیے بغیر احادیث کے پہنچانے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ احادیث بھی اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کی مراسیل پر حجت ہیں۔

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل

حدیث مرسل کی حجیت پر ہمارے علماء نے سات دلائل قائم کیے ہیں:

(۱) جب راوی کسی حدیث کو مرسلاً روایت کرتا ہے تو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۱، " " " "

سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ بعد والوں کو اس واسطہ کے حوالے کر دیتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے، تو جب راوی حدیث کو مرسلاً بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث کو مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس کے مساوی ہونے سے بہر حال کم نہیں ہے اور اگر بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) مرسل کے راوی کا عادل، امین اور ثقہ ہونا اس بات کے منافی ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی شہادت دے اور اس کا راوی ثقہ اور حجت نہ ہو، اس لیے وہ حدیث پر اسی وقت اعتماد اور وثوق کرے گا جب اس کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی، اور جس راوی کو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ فاسق اور مردود الروایت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وثوق کے ساتھ روایت کر رہا ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اس راوی کی عدالت کے متعلق غلبہ ظن نہ ہو، اور مرسل کی روایت کو رد کرنے سے اس راوی پر طعن لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ اگر ارسال، مرسل میں طعن کا موجب ہوتا تو ائمہ حدیث مرسل کی کسی مسند روایت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ وہ مراسیل کو روایت کرتا ہے، خصوصاً وہ مرسل جس کی بکثرت مرسل روایات ہوں، حالانکہ بہت سے ایسے راوی ہیں جن کی روایات قبول کرنے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان راویوں نے بکثرت مرسل روایات بیان کی ہیں اور یہ امر ان کی مرسل روایات کے قبول کرنے کو بھی مستلزم ہے۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

ثقہ راوی کسی حدیث کو اسی وقت مرسلاً روایت کرتا ہے جب اس کے نزدیک اس حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ اعمش بیان کرتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو اس کی سند ذکر کریں، تو ابراہیم نخعی نے کہا جب میں تم سے کہتا ہوں عبد اللہ نے کہا تو مجھے ایک جماعت نے ان سے حدیث بیان کی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں مجھے فلاں نے عبد اللہ سے حدیث بیان کی ہے تو مجھے صرف اسی نے وہ حدیث بیان کی ہوتی ہے، [۱]

ابراہیم نخعی کے اس قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب بکثرت لوگ کسی شخص سے روایت کریں اور راوی کو ان کی کثرت کی وجہ سے اس روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ ان کو ترک کر دیتا ہے اور جب صرف ایک شخص اس حدیث کو بیان کرے اور راوی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ اس کا ذکر کر کے اس حدیث کو مسنداً روایت کرتا ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے کہا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ کسی حدیث کو روایت کریں تو میں ان صحابہ کو ترک کر کے اس کا اسناد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہوں، یہ تو حسن بصری کی مراسیل ہیں جو فریق مخالف کے نزدیک ضعیف ترین مراسیل ہیں، تو پھر کبار تابعین مثلاً سعید بن مسیب کی مراسیل کی کیا شان ہوگی! عروہ بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز کے سامنے ایک حدیث مرسل بیان کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بنجر زمین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہو

---

[۱] حافظ ابو عمر دبن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید ج ۱ ص ۳۸-۳۷، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ، ۱۳۸۷ھ

جائے گا، اور اس حدیث کو بطور مسند ذکر نہیں کیا، عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کی شہادت دیتے ہو؟ عروہ نے کہا: ہاں مجھے ایک عادل اور امین شخص نے اس حدیث کی خبر دی ہے جس کا میں نے نام نہیں لیا، عمر بن عبدالعزیز اس کو کافی سمجھا اور اس حدیث کو قبول کر لیا، اس قسم کے بہت شواہد ہیں۔ [1]

(۳) حدیث مرسل کے ——— جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور تابعی کے درمیان واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہوگا یا ثقہ تابعی ہوگا یا مجروح متہم ہوگا یا مجہول الحال ہوگا، مرسل کے نزدیک وہ راوی ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ہوگا، اول الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت کا قبول کرنا واجب ہے، اور ثانی الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت قبول نہیں ہوگی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ثانی الذکر صورتوں کا تابعین میں تحقق بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ واسطہ کذب کے ساتھ متہم ہوگا، حالانکہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم نے تابعین کے عصر کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ نے قرن صحابہ کے بعد قرن تابعین کو خیر قرن قرار دیا ہے، اس لیے تابعین کے قرن میں کسی شخص کا مجروح اور متہم بالکذب ہونا بہت نادر ہے، اس کے برعکس بعد کے قرون کا یہ درجہ نہیں ہے، اس طرح یہ بھی بہت بعید ہے کہ وہ راوی مجہول الحال ہو اور اس سے روایت کرنے والے تابعی پر اس کا حال مخفی ہو اور وہ قطعی طور پر اس کی روایت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کر دے جب کہ وہ اس کی ثقاہت اور عدالت پر مطلع نہ ہو اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ثانی الذکر دونوں احتمال اول الذکر احتمالوں کی بہ نسبت مرجوح ہیں تو اول الذکر صورتوں کا تحقق متعین ہو گیا کیونکہ وہی اغلب الظن ہیں پس بہر طور مرسل کو حجت ماننا ہوگا۔

(۴) اگر حدیث مرسل کو حجت نہ مانا جائے تو پھر حدیث معنعن کو بھی حجت نہیں ماننا چاہیے کیونکہ اس میں بھی عنعنہ کی وجہ سے معنعن کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی تصریح نہیں کرتا، اور جو احتمال تم خبر مرسل میں نکالتے ہو وہ بعینہ خبر معنعن میں بھی قائم ہے، اور یہ احتمال پیش کرنا کہ معنعن نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہوگی اور اس سے سماع کیا ہوگا، اس احتمال سے کم نہیں ہے کہ مرسل نے جس واسطہ کو ترک کر دیا ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ اور عادل ہے۔

(۵) جب مستفتی پر واجب ہے کہ مفتی اس کے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کرتا ہے وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بنا پر اس کو قبول کر لے، اسی طرح عالم پر واجب ہے کہ جب مرسل اس کے سامنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کرے تو وہ اس کے ظاہر علم اور عدالت کی بناء پر اس کو قبول کر لے۔

(۶) حاکم جب دو عادل گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دے اور مہر لگا دے اور گواہوں کا نام نہ لے تو کسی کو اس کے فیصلہ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے گواہوں کا نام نہیں لیا، اسی طرح یہاں بھی مرسل پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے شیخ کا نام کیوں نہیں لیا۔

(۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام مسلمان عادل ہیں ماسوا ان کے جن پر حد جاری ہوئی یا جن کے

---

[1] حافظ صلاح الدین ابوسعید بن خلیل علائی متوفی ۷۶۱ھ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۲۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ظاہر اسلام کا اعتبار کیا تھا الّا یہ کہ جس کے متعلق عدالت کے خلاف کوئی بات ثابت ہو گئی ہو، مرسل نے جس راوی کو ترک کر دیا ہے وہ بھی اس کی عدالت ظاہرہ کی بناء پر ترک کیا ہے ورنہ وہ اس کو ذکر کر دیتا، اور جو شخص بہ ظاہر عادل ہو تو اصل یہ ہے کہ اس کی حدیث قبول کی جائے الّا یہ کہ اس کے رد کا کوئی مقتضی پایا جائے، اور یہ چیز تابعین کے زمانہ میں نمایاں تھی کیونکہ وہ عصر صحابہ کے بعد خیر القرون تھا اور ان میں کوئی شخص جھوٹا مشہور نہیں تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر جھوٹا مشہور ہو کہ اس کا جھوٹا ہونا بحث سے مستغنی ہو، اور یہ واضح بات ہے کہ ائمہ تابعین اس سے روایت کرنے والے نہ تھے اور اس طرح کے مشہور کذاب شیعہ میں تھے۔

جامع التحصیل کے باب اوّل میں احکام المراسیل میں لکھا ہے کہ امام حاکم نے کہا ہے کہ تابعین اور اتباع تابعین کی تمام مرسلات کو اہل کوفہ قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، نیز جامع التحصیل کی فصل ثانی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن ابان اور ابوبکر رازی کا مختار یہ ہے کہ قرن ثانی، قرن ثالث اور بعد کے قرون کی مرسلات مقبول ہیں بہ شرطیکہ وہ ائمہ نقل کی مرسل ہو۔

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ بہ کثرت علماء حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جمہور سے نقل کیا ہے، اور امام ابوداؤد نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ماضی میں اکثر علماء مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا زمانہ آیا اور انھوں نے اس پر اعتراض کیا۔

حافظ سیوطی نے تدریب الراوی میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔

حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم

لغت میں سخت مشکل اور تھکا دینے والے کام کو معضل کہتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اس کی اصطلاحی معنی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ماسقط من اسنادہ اثنان فاکثر علی التوالی۔

جس حدیث کی سند میں دو یا دو سے زیادہ راوی متواتر ساقط ہوں۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ تبع تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا از حضرت ابوبکر یا از حضرت عمر۔ [1]

امام حاکم نے اس کی یہ مثال دی ہے:

عن مالك انه بلغه ان اباهريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك

امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۵۴ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

طعامه وكسوته بالمعروف ولا يكلف من العمل الا ما يطيق قال الحاكم هذا معضل عن مالك اعضله في الموطا۔ (معرفۃ علوم الحدیث ص۳۶)

فرمایا غلام کو دستور کے مطابق کھانا اور کپڑے دیے جائیں اور اس کو اس کی برداشت سے زیادہ کام کا مکلف نہ کیا جائے، یہ حدیث امام مالک نے معضلاً روایت کی ہے۔

یہ حدیث اس لیے معضل ہے کہ امام مالک اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان دو متواتر راوی متروک ہیں محمد بن عجلان اور عجلان۔ معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی حذف ہوتے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

حدیث معضل اور حدیث معلّق کے مابین عموم وخصوص من وجہ کی نسبت کا بیان

حدیث معضل اور حدیث معلق کے

درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ان دونوں کی ایک اجتماعی اور دو افتراقی صورتیں ہیں۔

(ا) جب حدیث کی سند کی ابتداء سے دو متواتر راوی محذوف ہوں تو یہ اجتماعی مادہ ہے اور یہ حدیث بہ یک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔

(ب) جب سند کے وسط سے دو متواتر راوی محذوف ہوں، تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں ہے۔

(ج) جب ابتداء سند سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو معلق ہے اور معضل نہیں ہے۔

حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم

منقطع، انقطاع سے ماخوذ ہے اور انقطاع اتصال کی ضد ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان المنقطع ما لم يتصل اسناده على اى وجه كان انقطاعه واكثر ما يستعمل فى رواية من دون التابعى عن الصحابى كمالك عن ابن عمر۔[1]

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے بھی عدم اتصال ہو اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر سے روایت ہو۔

یعنی سند میں کسی وجہ سے بھی انقطاع ہو خواہ اول میں، وسط میں یا آخر میں۔ اس اعتبار سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہیں لیکن اس کی مخصوص اور منفرد صورت وہ ہے جس میں تابعی سے نچلے درجے کا راوی صحابی سے روایت کرے جیسے امام مالک حضرت ابن عمر سے روایت کریں۔ خطیب بغدادی، ابن عبدالبر اور دیگر فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

امام حاکم نے "معرفۃ انواع علوم الحدیث" میں لکھا ہے کہ منقطع کی دو قسمیں ہیں:

(ا)۔ تابعی سے نچلے راوی نے اپنے اوپر کے راوی سے سماع نہ کیا ہو اور جو راوی ساقط کیا ہے اس کا ذکر نہ کیا ہو مبہماً۔

اس کی مثال یہ ہے امام عبدالرزاق نے از سفیان ثوری، از ابواسحاق، از زید بن یثیع از حضرت حذیفہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابوبکر کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہے الحدیث، اس حدیث میں دو وجہ سے انقطاع ہے، امام عبدالرزاق کا ثوری سے سماع نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کو نعمان بن ابی شیبہ جندی سے اور انھوں نے اس کو ثوری سے سنا، اور ثوری نے بھی اس کو براہ راست ابواسحاق سے نہیں سنا۔ ثوری نے اس حدیث کو شریک سے سنا ہے اور انھوں نے اس کو ابواسحاق سے سنا ہے۔

(ب) جس سند میں بعض راویوں کا لفظ مبہم کے ساتھ ذکر کیا جائے مثلاً ایک آدمی سے روایت ہے، ایک شیخ سے روایت ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، حاکم علامہ بن عبداللہ بن شخیر سے، دو آدمیوں سے، شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز میں دعا کی: اللھم انی اسئلک الثبات فی الامر۔ "اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کی دعا کرتا ہوں"۔ [1]

حدیث منقطع کا حکم یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال مجہول ہے۔

حدیث مدلّس کی تعریف اور اس کا حکم

مدلّس تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا لغوی معنی ہے گاہک سے "سودے کے عیب کو چھپانا"، یہ لفظ اصل میں دلس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے مختلط اور مشتبہ ہونا، اور مدلّس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت مدلّس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

اخفاء عیب فی الاسناد وتحسین لظاھرہ۔

سند میں کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التدلیس ھو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عمن عاصرہ ما لم یسمعہ منہ موھما سماعہ قائلا قال فلان او عن فلان ونحوہ وربما لم یسقط

تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ راوی اپنے معاصر سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلاں نے کہا، یا فلاں سے

[1] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۵۴۔ ۱ھ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

شیخہ او اسقط غیرہ ضعیفا او صغیرا تحسینا للحدیث الثانی تدلیس الشیوخ بان یسمی شیخہ او یکنیہ او ینسبہ او یصفہ بما لا یعرف اما الاول فمکروہ جدا و اما الثانی فکراھتہ اخف۔[1]

روایت ہے اور بعض اوقات وہ تحسین حدیث کے لیے اپنے شیخ کو ساقط نہیں کرتا بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف یا کم عمر ہوتا ہے اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے اور دوسری اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الاسناد کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو اور یوں کہے اس نے کہا ہے یا اس سے روایت ہے جس سے اتصال کا وہم ہو اور حدثنا، اخبرنا یا سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خثرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو زہری نے کہا۔۔۔۔ اس سے پوچھا گیا کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی؟ اس نے کہا میں نے اس کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا، مجھے عبدالرزاق نے از معمر از زہری یہ حدیث بیان کی ہے۔[2]

تدلیس کی قسم ثانی تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سید علی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب، اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابوبکر بن مجاہد نے کہا ہم سے عبداللہ بن ابی عبیداللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابوبکر بن ابی داؤد سجستانی ہے اور ابوبکر بن مجاہد نے ان کا غیر معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کا نام بدلتا ہے تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک غیر ثقہ تھا اور اس نے اس کا نام بدلا تاکہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے خواہ راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا اسے علم نہ ہو، آمدی نے کہا اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے تو وہ حدیث مجروح ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے ابن صلاح نے کہا اگر وہ راوی ایسا ہے کہ اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے تو اس کی روایت مجروح ہے ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن رافع سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے معروف

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۲۰-۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ صلاح الدین ابوسعید بن خلیل علائی متوفی ۷۶۱ھ، جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

ہو اور اس کی کنیت ذکر کی جائے، یا وہ کنیت سے مشہور ہو اور اس کا نام ذکر کیا جائے تو یہ تزیین ہے تدلیس نہیں ہے۔ اور اگر اس کا شیخ کم عمر ہو یا بعد میں فوت ہوا ہو اور اس سے کم عمر کے لوگ اس روایت میں شریک ہوں، تو اس میں معاملہ آسان ہے، یا اس نے اس شیخ سے متعدد حدیثیں سنی ہوں اور وہ بار بار ایک ہی نام کے تکرار کو ناپسند کرتا ہو اور اس کا نام اس لیے بدلے کہ لوگوں کو اس کے کثرت شیوخ کا وہم ہو یا عبارت میں تفنن کے لیے ایسا کرے تو اس میں بھی معاملہ سہل ہے۔ [1]

حدیث مرسل خفی کی تعریف اور اس کا حکم

لغت میں ارسال کا معنی اطلاق ہے، اور خفی سببی کی سند ہے اور مرسل کی یہ قسم چونکہ ظاہر نہیں ہوتی اس لیے اس کی مستقل بحث ہے، اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے؛ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدث عنہ بل بینہ وبینہ واسطۃ۔ [2]

جو حدیث راوی کے ایسے معاصر سے صادر ہوئی ہو جس نے اس شخص سے ملاقات نہ کی ہو جس نے اس کو وہ حدیث بیان کی ہو، بلکہ اس معاصر اور حدیث بیان کرنے والے کے درمیان واسطہ ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مدلس اور مرسل خفی کے درمیان ایک باریک فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اس شیخ سے حدیث کو روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو، اور اگر وہ اپنے کسی ایسے معاصر سے حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف نہ ہو تو وہ مرسل خفی ہے۔

مرسل خفی کے ثبوت پر دلیل یہ ہے کہ مخضرمین (جنھوں نے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام پایا ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو) مثلاً ابو عثمان نہدی، اور قیس بن ابی حازم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں اور ان کی روایات مرسل خفی ہیں مدلس نہیں ہیں، تو اگر مدلس کی تعریف میں بھی معاصرت کا اعتبار ہوتا تو مخضرمین کی روایات مدلس ہوتیں، کیونکہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے اور یہ معروف نہیں ہے کہ انھوں نے آپ سے ملاقات بھی کی۔ [3]

مرسل خفی کی مثال یہ ہے: امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن عبد العزیز عن عقبۃ بن عامر الجھنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ حارس الحرس [4]

عمر بن عبد العزیز، عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لشکر کے محافظ پر رحم فرمائے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۱-۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۴، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] " " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۵-۵۴، " " "

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

علامہ مزنی نے تحفۃ الاشراف میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی عقبہ سے ملاقات نہیں ہوئی۔
مرسل خفی کا علم تین باتوں میں سے کسی ایک سے ہو جاتا ہے:

(ا)۔ بعض ائمہ سے تصریح منقول ہوتی ہے فلاں راوی کی اپنے مروی عنہ سے ملاقات نہیں ہے یا اس نے اس مروی عنہ سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

(ب)۔ وہ راوی خود یہ بیان کر دیتا ہے کہ جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی یا اس نے اس سے سماع نہیں کیا۔

(ج)۔ کسی اور سند سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے جس میں اس راوی اور مروی عنہ کے درمیان کوئی اور شخص زائد ہوتا ہے۔

اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ منقطع کی قسم ہے۔

حدیث معنعن اور مؤنن

معنعن، عنعنہ سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن فلاں کہے۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ثنا معاویۃ بن ھشام ثنا سفیان عن اسامۃ بن زید عن عثمان بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملئکتہ یصلون علی میامن الصفوف۔[1]

از عثمان بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے داہنی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں، ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے دوسرا قول صحیح ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند شرائط کے ساتھ متصل ہے۔

(ا)۔ معنعن مدلس نہ ہو۔ (۲) راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں، ان دو شرطوں پر جمہور محدثین متفق ہیں، اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض ائمہ محدثین نے مزید شرائط عائد کی ہیں:

(ا) امام بخاری اور علی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو۔

(۲)۔ ابوالمظفر سمعانی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

(۳)۔ ابوعمرو الدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی عنہ سے روایت کی معرفت ہو۔

مؤنن وہ حدیث ہے جس میں راوی کہے حدثنا فلاں ان فلانا قال ... امام احمد اور ایک جماعت کے نزدیک یہ حدیث منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال ظاہر نہ ہو، اور جمہور کے نزدیک یہ حدیث متصل ہے اور سماع پر محمول بشرطیکہ شرائط سابقہ پائی جائیں۔

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۱۔ ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان

راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر زبان سے جرح کی جائے اور اس کی عدالت اور دین داری اور اس کے ضبط حفظ اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں، پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ عدالت کے اعتبار سے طعن کی یہ وجوہات ہیں: (۱) کذب (۲) کذب کی تہمت (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت۔ اور ضبط کے اعتبار سے طعن کی یہ پانچ قسمیں ہیں: (۱) فحش غلطی کرنا۔ (۲) بدحافظہ ہونا (۳) غفلت۔ (۴) کثرت اوہام۔ (۵) مخالفت ثقات۔

حدیث موضوع کی تحقیق

جب راوی پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کا طعن ہو تو اس کی حدیث موضوع کہلاتی ہے، لغت میں وضع کا معنی ہے کسی چیز کو پست کرنا، اس کا مرتبہ کم کرنا اور چونکہ اس حدیث کا مرتبہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب الراوي۔ [1]

موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

الموضوع المختلق المصنوع۔ [2]

جو جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

حدیث موضوع کے تحقق پر دلائل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ ملکہ اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا ذہن روشن ہو اور اس کی فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کی معرفت حاصل کر لے، اور کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا اس کے واضع کے اقرار سے علم ہو جاتا ہے، ابن دقیق العید نے کہا لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضع کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ ابن دقیق العید کی یہ مراد نہیں ہے انھوں نے صرف قطعیت کی نفی کی ہے، اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قاتل کے اقرار سے اس کو قتل کرنا اور زنا کے معترف کو رجم کرنا بھی جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں

حدیث موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم

جن قرائن سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے ان میں سے ایک قرینہ راوی کا حال ہے، ایک مرتبہ

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر، ص ۱۲۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۸۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

مامون بن احمد کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ آیا حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ہے یا نہیں، تو ایک شخص نے اسی وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک سند بنا کر ایک حدیث سنا دی اور اس نے کہا حسن نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث سنی ہے۔ اسی طرح غیاث بن ابراہیم، مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا اس نے اسی وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک ایک سند بنا کر کہا تیر اندازی، شتر سواری، گھوڑے سواری اور پرندوں کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے، اس نے پرندوں کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا خلیفہ مہدی تاڑ گیا کہ اس نے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا ہے، اس نے اسی وقت اس کبوتر کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث نص قرآن مجید یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقل صریح کے خلاف ہو اور اس میں کسی طرح کی تاویل نہ ہو سکے، واضع کبھی تو حدیث کو خود بناتا ہے اور کبھی کسی اور کے کلام کو بطور حدیث پیش کرتا ہے، مثلاً بعض سلف صالحین، یا قدماء حکماء کے کلام کو یا اسرائیلیات کو یا کسی ضعیف حدیث کی ایک صحیح سند بنا لیتا ہے تاکہ اس حدیث کی شہرت ہو، حدیث گھڑنے کا محرک اور باعث یا تو بے دینی ہے جیسے زندیق لوگ، یا غلبہ جہل، جیسے جاہل صوفیاء، یا فرط عصبیت جیسے بعض مقلدین، یا بعض رئیسوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے یا کوئی انوکھی بات بیان کرنے کے شوق میں یا شہرت حاصل کرنے کے لیے، اور یہ تمام امور بالاجماع حرام ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے اور ابو محمد جوینی نے کہا وہ شخص کافر ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری حدیث بیان کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ یہ جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ [1]

وضّاعین اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

نوح بن ابراہیم سے کہا گیا کہ تم نے عکرمہ سے سماع کیسے کیا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی مغازی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا، اسی طرح حضرت ابی بن کعب کی روایت سے قرآن مجید کی ہر سورت کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے اس کے متعلق بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت نے ان حدیثوں کو وضع کیا تھا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبد ربہ سے پوچھا تم نے یہ احادیث کہاں سے روایت کی ہیں کہ جس شخص نے فلاں سورت کو پڑھا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا؟ اس نے کہا میں نے لوگوں کو راغب کرنے کے لیے یہ احادیث گھڑ لی ہیں، یہ ایک زاہد نوجوان تھا اس نے دنیا دی

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۶۰-۵۷، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی، ۱۳۸۶ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۱-۹۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ،

لذتوں کو ترک کر دیا تھا، جس دن یہ فوت ہوا اس دن بغداد کے بازار بند ہو گئے تھے، حالانکہ یہ احادیث گھڑتا تھا، اس سے موت کے وقت پوچھا گیا تمہیں اپنے متعلق حسن ظن ہے؟ اس نے کہا کیسے نہیں ہو گا میں نے حضرت علی کی فضیلت کے متعلق ستر حدیثیں گھڑی ہیں۔

ابوداؤد سختی صائم النہار اور قائم اللیل تھے اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتے تھے اور ابوبشر احمد بن محمد فقیہ مروزی سنت کے زبردست حامی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے، ابن عدی نے کہا کہ وہب بن حفص صالحین میں سے تھے انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا اور فحش جھوٹ بولتے تھے[1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عقیلی نے بیان کیا ہے کہ وضاعین نے چودہ ہزار احادیث گھڑی ہیں، مہدی نے کہا میرے سامنے ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اس نے سو حدیثیں گھڑی ہیں، ابن عدی نے کہا جب عبدالکریم بن عوجاء کو پکڑ کر لایا گیا اور اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا میں نے تم میں چار ہزار حدیثیں گھڑ کر پھیلا دی ہیں، جن میں، میں نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے، انھی وضاعین میں سے حارث کذاب تھا جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور ہزاروں حدیثیں گھڑ لی تھیں، جب ابن مبارک سے ان احادیث موضوعہ کے متعلق تشویش کا اظہار کیا گیا تو انھوں نے کہا ان کے لیے ناقدین اور ماہرین حدیث موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون۔ — ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کا محافظ ہے اور احادیث نبویہ قرآن کے معانی ہیں جن سے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لتبین للناس ما نزل الیهم۔ (نحل: ۴۴) — تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔

اس لیے درحقیقت کتاب اور سنت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ہر قرن بلکہ ہر زمانہ میں ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کے امور کی تجدید کرتا ہے، حدیث موضوع کی پرکھ اور پہچان کے متعلق امام ابن عدی نے کتاب الضعفاء لکھی، خود میں نے لکھی، اور امام ابن جوزی نے موضوعات لکھی، لیکن اس پر علماء نے اعتراضات کیے ہیں کیونکہ ان میں غیر موضوع احادیث کو بھی درج کر دیا ہے، علامہ سیوطی نے اس موضوع پر اللالی المصنوعہ لکھی ہے[2]۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، اور میرے پاس ایک لمبی ڈاڑھی والا شخص بیٹھا وعظ کر رہا تھا اور اس کے گرد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ تھا، اس نے بیان کیا کہ فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۷ - ۱۲۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

سے اور اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صور بنائے ہیں اور ہر صور سے دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا ایک بار پھونکنے سے لوگ بے ہوش ہوں گے اور دوسری بار قیامت کے لیے پھونکا جائے گا، شعبی کہتے ہیں میں اپنے نفس کو ضبط نہ کر سکا میں جلدی سے نماز ختم کر کے ان کی طرف مڑا اور ان سے کہا اے شیخ! خدا سے ڈرو! اور غلط نہ بیان کرو، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صور پیدا کیا ہے اور اسی کو دو بار پھونکا جائے گا، اس شیخ نے کہا اے فاجر! مجھ سے فلاں، فلاں نے یہ حدیث بیان کی ہے اور تو مجھ پر رد کرتا ہے پھر اس نے اپنی جوتی اٹھا کر مجھے پیٹنا شروع کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کے تمام مریدوں نے مجھے اپنے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا اور بہ خدا ان لوگوں نے مجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ انھوں نے مجھ سے یہ نہیں کہلوا لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تین صور پیدا کیے ہیں! [1]

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں کہ رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اس زندیق نے کہا تم مجھ کو تو قتل کر دو گے لیکن چار ہزار حدیثوں کا کیا کرو گے جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور ان میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور ان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ایک حرف بھی نہیں ہے، رشید نے کہا اے زندیق! تو عبداللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غواری کو کیا سمجھتا ہے ان کی تنقید کی چھلنی سے تیری وضع کی ہوئی حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل جائے گا۔ [2]

حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد اور ضوابط

ملا علی قاری، ابن قیم جوزیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں (ہم نے ان قواعد اور احادیث کا ذکر نہیں کیا جس سے ملا علی قاری نے اختلاف کیا ہے۔ سعید ہی غفرلہٗ)

ہم ایسے چند قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں جن سے کسی حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو سکے گا!

(۱)۔ کسی حدیث میں ایسی بے تکی اور بے اصول باتیں ہوں جن کا کہنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے متصور نہیں ہے اور اس کی حدیث موضوع میں بہت مثالیں ہیں، ایک مثال یہ ہے:

جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی اور ہر زبان کی ستر ہزار لغات ہوں گی تو وہ پرندے اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے اور جس شخص نے فلاں فلاں کام کیا اس کو جنت میں ستر ہزار شہر ملیں گے اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حوریں ہوں گی، اور اس جیسی حدیثیں، ان کو بنانے والا انتہائی جاہل اور احمق تھا اور یا وہ زندیق شخص تھا وہ اس قسم کی احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا چاہتا تھا۔

(۲)۔ ایسی حدیث جس کی حس اور مشاہدہ تکذیب کرتا ہو جیسے یہ حدیث کہ: بیگن کھانا ہر بیماری سے شفاء ہے، اسی طرح یہ حدیث کہ اگر کسی حدیث کو بیان کرتے وقت اس کو چھینک آئے تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے، حالانکہ کئی مرتبہ جھوٹ بولتے وقت لوگوں کو چھینک آجاتی ہے، اور کوئی شخص حدیث بیان کرے اور اس کو ایک

---

[1]۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2]۔ حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۲۴ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ

لاکھ مرتبہ بھی چھینکیں آجائیں تو اس سے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

(۳) وہ حدیث جو کسی مضحکہ خیز بات پر مشتمل ہو، مثلاً یہ حدیث کہ اگر چاول آدمی ہوتا تو حلیم الطبع ہوتا جو بھوکا شخص چاول کھاتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی عام فاضل شخص سے بھی متصور نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ اخروٹ کھانا بزدلی کی دوا ہے اور جب یہ پیٹ میں جاتا ہے تو شفا بن جاتا ہے۔

(۴)۔ وہ حدیث جو کسی صریح سنت کے خلاف ہو اور اس میں واضح تضاد ہو، سو ہر وہ حدیث جو کسی فساد، ظلم، عبث، باطل کی مدح یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، ایسی ہی یہ حدیث ہے جس کا نام محمد یا احمد ہو یا جو کسی شخص کا نام محمد یا احمد رکھے جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کو دین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اسماء اور القاب کی بنا پر دوزخ سے نجات نہیں پائے گا نجات تو صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی۔

(۵)۔ جس حدیث میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے علی الاعلان کوئی کام کیا اور وہ سب صحابہ اس کے چھپانے پر متفق ہو گئے اور کسی نے اس کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ بعض کذابین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اور سب صحابہ نے اس کو پہچان لیا، کہ یہ میرا وصی اور میرا بھائی اور میرے بعد خلیفہ ہے، اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، پھر صحابہ اس کو چھپانے اور اس کو متغیر کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۶)۔ ایسی حدیث جو فی نفسہ باطل ہو اور اس کا نفس مضمون اس پر دلالت کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہو سکتا جیسے یہ احادیث ہیں (ا) جب رب غضب میں ہوتا ہے تو فارسی میں کلام کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو عربی میں کلام کرتا ہے۔ (ب) چھ چیزیں نسیان کو پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جھوٹا، جوں کو آگ میں ڈالنا، ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا، دندانہ چبانا، کھٹا سیب کھانا، گدی کی رگ میں فصد لگواتے ہوئے باتیں کرنا۔ (ج) اے حمیرا! دھوپ میں گرم پانی سے غسل نہ کرنا اس سے برص پیدا ہوتا ہے (د) جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ لعنت کبھی بھی صدقہ کا بدل نہیں ہے (ھ) میں نے قسم کھائی ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

(۷)۔ ہو حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو جیسے یہ حدیث: (ا) تم ملیح چہرے اور سیاہ آنکھوں کو دیکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ملیح کو دوزخ میں ڈالنے سے حیا فرماتا ہے (ب) جو لوگ سر منڈاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور حضرت علی ان کے پیشوا ہیں۔

(۸)۔ ہر وہ حدیث جس میں حسین چہرے والوں کی مدح و ثناء ہو اور انھیں دیکھنے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا حکم ہو اور یہ کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی یہ سب جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں ہیں، البتہ یہ حدیث کہ حسین چہرے والوں سے خیر طلب کرو، اس کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی، امام ابو یعلیٰ، امام بیہقی، امام ابن عساکر وغیرہ نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، یہ موضوع نہیں ہے، حسن یا ضعیف ہے۔

(مصنف کہتا ہے کہ بعض کتابوں میں اس کو بہ طور حدیث لکھا۔

اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اھل القبور۔ جب تم معاملات میں حیران ہو تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔

ملا علی قاری نے اس کو لما قیل سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ ایک قول ہے۔ شرح مسند ابی حنیفہ ص ۲۲۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، اور علامہ اسماعیل بن محمد عجلونی متوفی ۱۱۶۲ نے لکھا ہے، یہ ابن کمال پاشا کی اربعین میں مذکور ہے۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ غزالی دمشق)

(۹) جس حدیث میں تاریخ معین بیان کی ہو کہ جب فلاں سن یا فلاں مہینہ ہوگا تو فلاں واقعہ ہوگا، جیسا کہ اس حدیث میں ہے: جب محرم میں چاند گرہن ہوگا تو مہنگائی ہوگی، جنگ ہوگی اور سلطان مشغول ہوگا اور جب صفر میں چاند گرہن ہوگا تو اس طرح ہوگا، اس طرح بارہ مہینوں کے متعلق حدیثیں ہیں اور یہ سب بناوٹی اور جھوٹی حدیثیں ہیں۔

(۱۰) جس حدیث میں طب کے اوصاف بیان کیے گئے ہوں مثلاً یہ حدیثیں: (ا) ہریسہ کمر مضبوط کرتا ہے (ب) مچھلی کھانے سے ذہانت چلی جاتی ہے (ج) ایک شخص نے آپ سے قلت اولاد کی شکایت کی تو آپ نے اس کو پیاز اور انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(۱۱) وہ احادیث جس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جن کے بطلان پر شواہد صحیحہ قائم ہوں، جیسے عوج بن عنق کی طوالت کی حدیث ہے، اس حدیث میں ہے کہ عوج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس ہاتھ لمبا تھا، طوفان نوح صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچ سکا وہ سمندر سے مچھلی نکالتا اور سورج سے لگا کر بھون لیتا، یہ حدیث اپنی تمام تفصیلات کے ساتھ مصنوع اور جھوٹی ہے۔

(۱۲) جو حدیث صریح قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں ہزار میں ہیں۔ اس حدیث کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص کو علم ہو جاتا کہ اب قیامت کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

لا تاتیکم الا بغتۃ۔ (اعراف: ۱۸۷) قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

(۱۳) اسی طرح مخصوص دنوں اور راتوں کی نمازوں کے متعلق احادیث ہیں جیسے اتوار کی نماز اور پیر کی نماز حتیٰ کہ ہفتہ کے ہر دن کے متعلق نماز ہے۔ اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب کی پہلی تاریخ کو مغرب کے بعد بیس رکعت نماز پڑھی وہ پل صراط سے بغیر حساب کے گذر جائے گا، اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب میں کسی دن روزہ رکھا اور اس طرح دو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں سو بار آیت الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں سو بار سورۂ اخلاص پڑھی وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہیں مرے گا، یہ سب موضوع حدیثیں ہیں۔

(۱۴) شعبان کی پندرھویں شب کے متعلق بھی موضوع حدیثیں ہیں: (ا) اے علی! جس شخص نے شعبان کی پندرھویں شب کو اس طرح سو رکعت نماز پڑھی کہ ہر رکعت میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو وہ اس رات اللہ تعالیٰ سے جس حاجت کو طلب کرے گا اللہ اس کی اس حاجت کو پورا کر دے گا اور اس کو ستر ہزار حوریں دے گا ہر حور کے ستر ہزار غلام ہوں گے اور ستر ہزار بچے ہوں گے اور اس کے آخر میں ہے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک ستر ہزار کی

شفاعت کرے گا جس شخص کو سنت کا ذرا سا بھی علم ہوگا وہ اس قسم کی حدیثوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے جس شخص نے اس رات میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پاس بشارت دینے کے لیے ایک لاکھ فرشتے بھیجے گا۔

(۱۵)۔ جس حدیث کے الفاظ ایسے رکیک ہوں جن سے سماعت اور طبع متنفر ہو، جیسے یہ حدیث ہے:

ان للہ ملکا من حجارۃ یقال لہ عمارۃ ینزل علی حمار من حجارۃ کل یوم فیسعر۔

اللہ کے لیے پتھر کا ایک فرشتہ ہے جس کو عمارہ کہتے ہیں وہ ہر روز پتھر کے گدھے پر نازل ہوتا ہے اور اس کو جلاتا ہے۔

(۱۶)۔ جو احادیث کالوں اور سیاہ فاموں کی مذمت میں ہیں، جیسے یہ حدیث ہے: حبشی کا جب پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ زنا کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے (اسی طرح جلاہوں کی مذمت میں بھی احادیث وضع کی گئی ہیں)

(۱۷)۔ ترک، حبشیوں اور غلاموں کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں اور غلاموں کی مذمت میں بھی احادیث ہیں، مثلاً یہ حدیث ہے: اگر اللہ کے علم میں حبشیوں میں کوئی خیر ہوتی تو وہ ان پشت سے ایسی اولاد نکالتا جو اللہ کی عبادت گذار ہوتی۔

(۱۸) جس حدیث کے موضوع ہونے پر اسی حدیث میں قرائن قائم ہوں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا، یہ حدیث ان وجوہ سے موضوع ہے۔ (ا) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر ہے اور وہ غزوہ خندق سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (ب) اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے اس طرح لکھا تھا اور حضرت معاویہ فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے، (ج) اس وقت تک جزیہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے اور نہ پہلے صحابہ اور عرب میں یہ طریقہ معروف تھا، جزیہ کے احکام غزوہ تبوک کے سال نازل ہوئے ہیں، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور یمن کے یہودیوں پر جزیہ مقرر کیا اور مدینہ کے یہودیوں سے جزیہ نہیں لیا، کیونکہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا، پھر جب انھوں نے عہد شکنی کی تو ان میں سے بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو جلاوطن کر دیا اور آپ نے اہل خیبر سے فرضیت جزیہ سے پہلے صلح کر لی تھی (د) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لازماً جزیہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ فرمایا تھا ہم جب تک چاہیں گے تم کو مدینہ میں رکھیں گے (ہ) اس قسم کا واقعہ اگر ہوتا تو اس کی بہ کثرت روایات ہوتیں، (و) اہل خیبر نے پہلے ایسا کوئی احسان نہیں کیا تھا کہ ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، اور کئی صحابہ کو شہید اور زخمی کیا، ان کے علاوہ اور بہت دلائل ہیں۔

(۱۹)۔ اولاد کی مذمت میں تمام احادیث موضوع ہیں، مثلاً یہ حدیث موضوع ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سو سانڈ کتے کے پلے پالے تو وہ ایک بچہ کو پالنے سے بہتر ہے۔

(۲۰)۔ مستقبل کی تاریخوں کے متعلق احادیث موضوع ہیں مثلاً جب ۱۳۵ سال گذر جائیں گے تو حضرت سلیمان نے جن قیدیوں کو قید کیا تھا وہ سب نکل آئیں گے، اور فلاں سن میں یہ ہوگا اور فلاں سن میں یہ ہوگا۔

(۲۱)۔ قرآن مجید کی سورتوں اور ان کے پڑھنے کے ثواب کے متعلق احادیث موضوع ہیں کہ جس نے فلاں سورت پڑھی تو

اس کو فلاں اجر ہوگا، ثعلبی اور واحدی نے ہر سورت کے شروع میں اس قسم کی احادیث ذکر کی ہیں اور بیضاوی اور زمخشری نے ہر سورت کے آخر میں ذکر کی ہیں، اور مفتی ابوالسعود نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور محدثین نے ان حدیثوں کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ (اس کے حوالے گذر چکے ہیں)۔

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں یہ احادیث موضوع ہیں (ا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔ (ب) جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (ج) جب اللہ تعالیٰ نے روحوں کو پسند کیا تو ابوبکر کی روح کو پسند کیا۔

(۲۳) حضرت علی کی فضیلت میں احادیث موضوع ہیں؛ حافظ ابویعلیٰ نے کہا کہ رافضیوں نے حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

(۲۴) امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے ناموں کے ساتھ ان کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۵) حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور بنو امیہ کی مذمت میں احادیث گھڑی گئی ہیں۔

(۲۶) منصور اور سفاح کی مدح میں حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(۲۷) یزید، ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۸) بغداد، بصرہ، کوفہ، مرو، تزویں، عسقلان اور اسکندریہ کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۲۹) اولاد عباس پر دوزخ حرام ہونے اور اولاد عباس کے لیے خلافت کے متعلق احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۰) حضرت ابوموسیٰ کی مذمت میں جھوٹی احادیث بنائی گئی ہیں۔

(۳۱) جس حدیث میں ہے کہ فلاں شہر جنت کے شہروں میں سے ہے اور فلاں شہر دوزخ کے شہروں میں سے ہے

(۳۲) ایمان میں کمی بیشی کی نفی اور اثبات میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۳) پھولوں کی فضیلت میں احادیث وضع کی گئی ہیں مثلاً نرگس اور گلاب کے بارے میں اور یہ سب جھوٹ ہیں۔

(۳۴) ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سماع کی محفل میں آئے اور آپ نے رقص کیا حتیٰ کہ آپ کی قمیص پھٹ گئی، اللہ تعالیٰ اس کے واضع پر لعنت کرے، اس نے کیسی جرأت کی ہے، جاہل صوفیاء کی اس طرح کی بنائی ہوئی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۵) جس شخص نے کسی بخشے ہوئے آدمی کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی بخشا جائے گا، اس طرح کی احادیث موضوع ہیں

(۳۶) جب تم میں سے کسی کو ماں نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جائے اور جب باپ بلائے تو نہ جائے، اس کو عبدالعزیز بن ابان قرشی اموی نے روایت کیا ہے، یہ شخص کذاب تھا اور احادیث گھڑتا تھا۔[1] (نفل نماز میں مسئلہ اسی طرح ہے، البتہ فرض نماز میں ماں کے بلانے پر بھی نہ جائے۔ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں اس کی تفصیل ہے)

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

کبھی کوئی حدیث مغالطہ کی وجہ سے بھی موضوع ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲۲-۹۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن اسمٰعیل بن محمد الطلحی عن ثابت بن موسی الزاهد عن شریك عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر مرفوعا من کثرت صلاته باللیل حسن وجهه بالنهار۔

اسماعیل بن محمد از ثابت بن موسیٰ زاہد از شریک از اعمش از ابوسفیان از حضرت جابر روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۹۴، طبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث میں مغالطہ کا حاکم نے ذکر کیا ہے کہ ثابت بن موسیٰ، قاضی شریک بن عبداللہ کے پاس گئے اور حدیث لکھنے والا ان کے اور شریک کے درمیان بیٹھا تھا، شریک نے اس کو لکھوانے کے لیے کہا از اعمش از ابوسفیان از جابر روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابھی حدیث کا متن نہیں لکھوایا تھا کہ اچانک ان کی ثابت بن موسیٰ کی طرف نظر پڑی تو کہنے لگے: "جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے، اور ان کی اس سے مراد ثابت تھے، کیونکہ وہ بہت زاہد اور متقی تھے، ادھر ثابت نے یہ گمان کیا کہ اعمش نے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے، تو ثابت اس حدیث کو شریک سے روایت کرنے لگے۔ [۱]

حافظ عراقی نے اس کا ذکر شرح الفیہ میں بھی کیا ہے۔ [۲]

حافظ زکریا انصاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ [۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ومن جملة القرائن الدالة علی الوضع الافراط بالوعید الشدید علی الامر الیسیر او بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر وهذا کثیر موجود فی حدیث القصاص و الطرقیة۔ [۴]

حدیث کے موضوع ہونے پر ایک قرینہ یہ ہے کہ کسی تھوڑی سی بات پر بہت سخت عذاب کی وعید ہو یا کسی تھوڑے سے کام پر بہت عظیم ثواب کی بشارت ہو اور یہ چیز بازاری لوگوں اور قصے اور واقعات بیان کرنے والوں میں بکثرت موجود ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام احمد اور یحییٰ بن معین نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی ان کے سامنے ایک قصہ گو کھڑا ہوا اور اس نے حدیث بیان کی از احمد بن حنبل و یحییٰ بن معین از عبدالرزاق از معمر از قتادہ از انس روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے اور

---

[۱] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ مکہ

[۲] " " " ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ

[۳] حافظ زکریا بن محمد انصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ، فتح الباقی علی الفیۃ العراقی ج ۱ ص ۲۷۸، " " " "

[۴] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۲ ص ۸۴۲-۸۴۳، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ

پُر مرجان کے، اور اس نے بیس ورق کا ایک طویل قصہ بیان کیا، امام احمد بن حنبل حیرت سے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ رہے تھے اور یحییٰ، امام احمد کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ ہر ایک نے کہا ہرگز نہیں، جب وہ قصہ سے فارغ ہو گیا تو انھوں نے اس کو بلایا اور اس سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی، تم کیوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو؟ اس نے کہا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے، آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی، یحییٰ نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا تم یہ سمجھتے ہو کہ دنیا میں صرف تمہی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل ہو میں سترہ ایسے آدمیوں سے حدیث روایت کرتا ہوں جن کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے اور ان کا مذاق اڑا کر چل دیا۔[1]

حدیث متروک کا بیان

حدیث متروک کی تعریف یہ ہے:

هو الحديث الذي في اسناده راو متهم بالكذب۔[2]

یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کوئی ایسا راوی ہو جس پر کذب کی تہمت ہو۔

کذب کی تہمت دو وجہوں سے ہوتی ہے (ا) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو۔ (ب) اس شخص کا عادۃً جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور اس کا راوی کذب کے ساتھ متہم ہو، اور وہ حدیث صرف اسی شخص سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو یا وہ راوی حدیث نبوی کے ماسوا میں جھوٹ بولنے میں مشہور ہو یا وہ بہت غلطیاں کرتا ہو یا فاسق ہو یا غافل ہو تو اس کی حدیث متروک ہے اور یہ ایک مستقل قسم ہے جس کا علاء ابن حجر نے ذکر کیا ہے جیسے ازفر تدازمرہ ازابی بکر آنے کے صدقہ کی حدیث ہے، اور ازعمرو بن شمر از جابر الجعفی از حارث از علی ایک حدیث مروی ہے۔[3]

موخر الذکر سند سے جو حدیث مروی ہے اس کا حافظ ذہبی نے ذکر کیا ہے:

عن عمرو بن شمر عن جابر عن ابی الطفیل عن علی وعمار قالا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفۃ من صلوۃ الغداۃ ویقطع صلوۃ العصر اخر ایام

عمرو بن شمر از جابر از ابی الطفیل از حضرت علی و حضرت عمار یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت کرتے تھے اور یوم عرفہ کو صبح کی نماز سے تکبیرات تشریق شروع کرتے اور آخر

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ہند

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

التشریق (الی قولہ) وقال النسائی والدارقطنی و غیرھما عمرو بن شمر متروک الحدیث۔[1]

ایام تشریق میں عصر کی نماز میں تکبیرات ختم کرتے، امام نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ عمرو بن شمر متروک الحدیث ہے۔

حدیث متروک کی ایک اور مثال یہ ہے:

امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عروۃ عن ھشام بن عروۃ عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیلیکم بعدی ولاۃ فیلیکم البر ببرہ والفاجر بفجورہ فاسمعوا لھم واطیعوا فیما وافق الحق وصلوا وراءھم فان احسنوا فلکم ولھم وان اساءوا فلکم وعلیھم۔[2]

عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عمر واز ہشام بن عروہ از ابی الصالح السمان از حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد حاکم ہوں گے، ان میں نیکی کرنے والے نیک حاکم ہوں گے اور برائی کرنے والے برے بھی ہوں گے، تم ان کے احکام سننا، اور جو احکام حق ہوں ان میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا، اگر انھوں نے اچھے حکم دیے تو ان کے لیے اور تمہارے لیے اجر ہے اور اگر انھوں نے برے حکم دیے تو تم کو اجر ملے گا، اور ان پر وبال ہوگا۔

امام ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اما حدیث ابی ھریرۃ ففی طریقہ الاول عبداللہ بن محمد بن یحیی قال ابوحاتم الرازی متروک الحدیث۔[3]

رہی حضرت ابوہریرہ سے روایت تو اس کی پہلی سند میں عبداللہ بن محمد بن یحییٰ ہے، ابوحاتم نے کہا وہ متروک الحدیث ہے۔

حدیث منکر کا بیان

منکر انکار کا اسم مفعول ہے اور انکار، اقرار کی ضد ہے، جب راوی میں فحش غلطی یا کثرت غفلت یا فسق کا طعن ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فمن فحش غلطہ او کثرت غفلتہ او ظھر فسقہ فحدیثہ منکر۔[4]

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو، یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ

[2] امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، اللآلی المتناہیہ ج ۱ ص ۴۲۴، مطبوعہ مطبعہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[3] " " " " " ج ۱ ص ۴۲۷، " " " "

[4] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۵۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی۔

قال الحافظ البرديجي هو الفرد الذي لا يعرف متنه عن غير راويه وكذا اطلقه كثيرون والصواب فيه التفصيل الذي في الشاذ۔[1]

حافظ بردیجی نے کہا کہ منکر اس فرد حدیث کو کہتے ہیں جس کا متن اس راوی کے علاوہ اور کسی راوی سے معروف نہ ہو، اکثر علماء نے منکر کو اسی طرح مطلقاً بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی شاذ والی تفصیل ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث منکر کی دو تعریفیں ہیں ایک وہ تعریف ہے جو حافظ بردیجی سے منقول ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ فرد حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی ثقہ اور صاحب اتقان راوی نہ ہو جو اس تفرد کا حامل ہو[2] اول الذکر تعریف کے اعتبار سے اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن همام عن ابن جريج عن الزهري عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمه قال ابو داؤد هذا حديث منكر وانما يعرف عن ابن جريج عن زياد بن سعد عن الزهري عن انس قال ان النبي صلى الله عليه وسلم اتخذ خاتما من ورق ثم القاه والوهم فيه من همام ولم يروه الا همام۔[3]

ہمام از ابن جریج از زہری از حضرت انس روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے، امام ابوداؤد نے کہا یہ حدیث منکر ہے اس کے مقابلہ میں معروف حدیث یہ ہے از ابن جریج از زیاد بن سعد از زہری از حضرت انس روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی پھر اس کو پھینک دیا اس (منکر) حدیث میں ہمام کو وہم ہوا ہے، اور ہمام کے سوا کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا۔

ثانی الذکر تعریف (جس کا راوی غیر ثقہ ہو اور اس متن کے ساتھ متفرد ہو) کے اعتبار سے منکر کی مثال یہ حدیث ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن يحيى بن محمد بن قيس المدني ثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلوا البلح بالتمر كلوا الخلق بالجديد فان الشيطان يغضب ويقول بقي ابن آدم

از یحیی بن محمد بن قیس مدنی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچی کھجور کو چھوارے کے ساتھ ملا کر کھاؤ، اور پرانی کھجور کو نئی کھجور کے ساتھ ملا کر کھاؤ، کیونکہ شیطان غضب ناک ہوتا ہے اور کہتا ہے

---

[1] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] ۔ علامہ جلال سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

حتی اکل الخلق بالجدید[1] کہ ابن آدم اتنا عرصہ زندہ رہا کہ پرانی کھجور نئی کھجور کے ساتھ کھا رہا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، اس کی روایت میں ابوزکیر (یحیی بن محمد بن قیس) متفرد ہے اور وہ شیخ صالح ہے، امام مسلم نے اس کی متابعات کو روایت کیا ہے البتہ وہ اس مرتبہ کا نہیں ہے کہ اس کے تفرد کو قبول کر لیا جائے، بلکہ ائمہ حدیث نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے، ابن معین نے کہا وہ ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا اس کی روایات سے استدلال نہیں کیا جاتا، عقیلی نے کہا اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن عدی نے اس کی چار منکر روایات بیان کی ہیں۔[2]

اس کے علاوہ اس حدیث میں معنوی رکاکت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان مومن کی محض لمبی حیات سے غضب ناک نہیں ہوتا بلکہ اس کی اطاعت اور عبادت سے اور توبہ اور استغفار سے غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ منکر اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں غیر ثقہ راوی، ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس کی مثال یہ ہے:

مالک عن الزھری عن علی بن حسین عن عمر بن عثمان عن اسامۃ بن زید عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔

مالک از زہری از علی بن حسین از عمر بن عثمان از اسامہ بن زید از رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا مسلمان کافر کا، اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔

اس میں مالک نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے انھوں نے عمر بن عثمان کہا ہے اور امام مسلم نے کتاب التمییز میں لکھا ہے زہری کے اصحاب میں سے جس نے بھی اس کو روایت کیا ہے اس نے عمرو بن عثمان کہا ہے، اور وہ روایت کے وقت عمر بن عثمان کے گھر کی طرف اشارہ بھی کرتا تھا کیونکہ دوسرے راوی اس کی مخالفت کرتے ہیں اور عمر اور عمرو دونوں عثمان کے بیٹے ہیں اور اس روایت کا راوی عمرو ہے۔[3]

منکر کی مقابل "معروف" کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان وقعت المخالفۃ مع الضعف فالراجح یقال لہ المعروف ومقابلہ یقال لہ المنکر[4]

اگر ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

اس کی مثال ابن ابی حاتم کی یہ روایت ہے:

حبیب بن حبیب عن ابی اسحٰق عن العیزار

حبیب بن حبیب از ابی اسحٰق از عیزار بن حریث

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] حافظ ابوعمرو عثمان بن ابراہیم شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۷۴-۷۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[4] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی، کراچی

بن حریث عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ وحج البیت وصام و قری الضیف دخل الجنۃ۔

از ابن عباس از نبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی، زکوٰۃ دی، روزہ رکھا، مہمان نوازی کی وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

امام ابو حاتم نے کہا یہ حدیث منکر ہے کیونکہ حبیب بن حبیب کے علاوہ دوسرے ثقہ راویوں نے اس حدیث کو ابو اسحاق سے موقوفاً روایت کیا ہے اور یہی حدیث معروف ہے۔[1]

شاذ اور محفوظ کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان خولف بارجح منہ لمزید ضبط او کثرۃ عدد او غیر ذلک من وجوہ الترجیحات یقال لہ المحفوظ ومقابلہ وھو المرجوح یقال لہ الشاذ۔[2]

جو راوی ضبط کی زیادتی، کثرت عدد یا دوسری وجوہ ترجیح (مثلاً راوی کی فقہ، علو سند، یا اس کی روایت کا اس کتاب میں ہونا جو امت کے نزدیک مقبول ہو) سے راجح ہو اس کی روایت کو محفوظ اور جو اس راجح راوی کی مخالفت کرے اور وہ اس کی بہ نسبت مرجوح ہو تو اس کی روایت کو شاذ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے: امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

ابن عیینۃ عن عمرو بن دینار عن عوسجہ عن ابن عباس ان رجلا توفی علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یدع وارثا الا مولی ھو اعتقہ الحدیث۔

ابن عیینہ از عمرو بن دینار از عوسجہ از ابن عباس روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم کے عہد میں فوت ہو گیا اور اس نے وراثت میں صرف ایک غلام چھوڑا جس کو وہ آزاد کر چکا تھا۔

اس حدیث کے اتصال میں ابن عیینہ کی ابن جریج وغیرہ نے متابعت کی ہے، اور حماد بن زید نے ابن عیینہ کی مخالفت کی اس نے اس حدیث کو از عمرو بن دینار، از عوسجہ مرسلاً روایت کیا اور حضرت ابن عباس کا ذکر نہیں کیا۔ ابو حاتم نے کہا ابن عیینہ کی حدیث محفوظ ہے۔

حماد بن زید بھی اہل عدالت اور ضبط میں سے ہے اس کے باوجود ابن حاتم نے ابن عیینہ کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ متعدد سندوں سے یہ حدیث موصولاً مروی ہے اور صرف حماد نے اس کو مرسلاً روایت کیا ہے، اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ شاذ وہ حدیث ہے جس کو مقبول راوی روایت کرتا ہے لیکن وہ اپنے سے زیادہ اولیٰ اور راجح راوی کی مخالفت کرتا ہے، اور شاذ کی تعریف میں یہی اصطلاح معتمد ہے۔

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۱، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] " " " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۰، " " " "

شاذ اور منکر میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں کسی کی مخالفت ہوتی ہے یہ مادہ اجتماعی ہے لیکن شاذ ثقہ اور صدوق کی روایت ہوتی ہے اور منکر ضعیف کی روایت ہوتی ہے اور جس شخص نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ غافل ہے۔ [1]

حدیث معلّل کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان اطلع علی الوھم بالقرائن الدالۃ علی وھم راویہ من وصل مرسل او منقطع او ادخال حدیث فی حدیث ونحو ذلک من الاشیاء القادحۃ ویحصل معرفۃ ذلک بکثرۃ التتبع وجمع الطرق فھذا ھو المعلل۔

اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا، یا مرفوع کو موقوف قرار دینا یا بالعکس، یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دینا یا بالعکس۔) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں، اور اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معلّل ہے۔

حدیث معلّل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی غامض اور دقیق ہے، جب تک کسی شخص کو علم حدیث میں قوی ملکہ حاصل نہ ہو اس کو حدیث معلّل کی پہچان نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے بہت کم ائمہ نے حدیث معلّل کی تحقیق کی ہے، مثلاً امام علی بن مدینی امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام یعقوب بن ابی شیبہ، امام ابوحاتم، امام ابوزرعہ اور امام دارقطنی۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے اور متن حدیث معروف اور صحیح ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث:

عن یعلی بن عبید عن سفیان الثوری عن عمرو بن دینار عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعان بالخیار۔

از یعلی بن عبید، از ثوری، از عمرو بن دینار از ابن عمر از نبی صلے اللہ علیہ وسلم روایت ہے۔ آپ نے فرمایا بائع اور مشتری کو اختیار ہے۔

اس سند میں یعلی بن عبید نے یہ غلطی کی کہ عمرو بن دینار کہا حالانکہ سفیان ثوری عمرو بن دینار سے نہیں عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں، سفیان کے باقی تمام شاگرد، مثلاً ابونعیم فضل بن دکین، محمد بن یوسف فریابی اور مخلد بن یزید وغیرہم سب سفیان کی روایت عبداللہ بن دینار سے کرتے ہیں۔ [3]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۲-۴۰، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] " " " " ، شرح نخبۃ الفکر ص ۹۱، " "

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سخاوی نے کہا کبھی علت ضعیف راوی کو ثقہ کے ساتھ بدل دینے سے ہوتی ہے جیسے ابن مردویہ کی یہ حدیث ہے:

موسی بن عقبة عن عبد الله بن دینار عن ابن عمر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله اذهب عنکم عنیة الجاهلیة۔

موسیٰ بن عقبہ از عبداللہ بن دینار از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی بڑائیوں کو دور کر دیا۔

اس حدیث میں ابن مردویہ کی غلطی یہ ہے کہ اس نے موسیٰ بن عقبہ کہا حالانکہ یہ موسیٰ بن عبید ہے اور یہ ثقہ راوی ہے اور ابن عقبہ ضعیف ہے۔ [1]

حدیث مرسل کو موصولاً روایت کرنے کی وجہ سے علت کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدثنا ولید بن مسلم اخبرنی ثور بن یزید عن رجاء بن حیوة عن کاتب المغیرة عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی الله علیه وسلم مسح اعلی الخف واسفله۔

ولید بن مسلم از ثور بن یزید از رجاء بن حیوۃ از کاتب مغیرہ از مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزے پر اوپر اور نیچے مسح کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث معلول ہے: ثور بن یزید کے شاگردوں میں سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے اس کو موصولاً روایت نہیں کیا، میں نے امام ابوزرعہ اور امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابن المبارک نے اس کو از ثور از رجاء روایت کیا ہے، مجھے از کاتب مغیرہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ حدیث مرسلاً بیان کی گئی ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث معلل کا اطلاق کبھی اس تعریف مذکور کے غیر پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً راوی کے کذب، اس کی غفلت اس کے بدحافظہ وغیرہ پر جو ضعف حدیث کے اسباب ہیں، اور امام ترمذی نے نسخ کو بھی علت لکھا ہے اور بعض ائمہ نے ایسی مخالفت پر بھی علت کا اطلاق کیا ہے جو وجہ طعن نہیں ہے، مثلاً ثقہ اور ضابطہ راوی جس حدیث کو موصولاً بیان کرے اس کو مرسلاً بیان کرنا حتیٰ کہ بعض نے کہا بعض صحیح حدیث معلل ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض صحیح حدیث شاذ ہیں۔ [3]

ہم نے اس سے پہلے حدیث معلل کی جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں سند میں علت خفیہ تھی بعض اوقات متن میں بھی

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱ - ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۸ - ۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

بھی علت خفیہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن الولید بن مسلم حدثنا الاوزاعی عن قتادۃ انہ کتب الیہ یخبرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم و کانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العلمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول قراۃ ولا فی اٰخرھا۔

ولید بن مسلم از اوزاعی از قتادہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان کی اقتدار میں نماز پڑھی وہ سب الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع کرتے تھے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کا قرأت کے شروع میں ذکر کرتے نہ آخر میں۔

اس حدیث کو حمید نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت انس نے یہ کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی بلکہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، اور ولید بن مسلم نے جو روایت میں یہ ذکر کیا ہے "کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، امام ابن عبدالبر نے کہا یہ ان کے نزدیک خطاء ہے، امام بیہقی نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ [1]

حدیث مدرج کا بیان

مدرج، ادراج کا اسم مفعول ہے، کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کو کسی چیز کے ضمن میں کرنا یہ ادراج کا لغوی معنی ہے۔

مدرج کی دو قسمیں ہیں، مدرج الاسناد اور مدرج المتن، مدرج الاسناد کی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مایقع فیہ المخالفۃ للثقات بسبب تغییر سیاق الاسناد فھو مدرج الاسناد۔

جس حدیث کی سند میں تغییر کی وجہ سے ثقات کی مخالفت ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔

مدرج الاسناد کی حسب ذیل اقسام ہیں:

۱۔ ایک جماعت ایک حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرے اور کوئی راوی ان تمام مختلف سندوں کو ایک سند بنا کر حدیث روایت کرے اور ان کا اختلاف نہ بیان کرے۔

۲۔ ایک راوی ایک متن کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتا ہو اور اس متن کے بعض حصہ کو دوسری سند سے روایت کرتا ہو اور یہ مخالفت کر کے پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ بیان کر دے۔

(۲۔ب) ایک راوی ایک حدیث کو ایک شیخ سے سنتا ہے اور اس کے بعض حصے کو اس شیخ کے شیخ سے کسی واسطہ سے سنتا ہے اور یہ شخص اس پوری روایت کو شیخ الشیخ سے روایت کرے اور اس واسطے کو حذف کر دے۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

۳ - ایک راوی دو مختلف حدیثوں کو دو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہو اور یہ مخالف ان دونوں حدیثوں کو ملا کر کسی ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ شامل کر دے، جو اس میں نہیں ہیں۔

۴ - شیخ کوئی سند یا حدیث بیان کرے، پھر کسی عارضہ کی بناء پر وہ خود کوئی بات کہے اور سننے والا یہ گمان کرے کہ یہ بات اس سند سے مروی ہے اور اس کی اسی طرح روایت کر دے۔

یہ مدرج الاسناد کی اقسام تھیں، اور مدرج المتن وہ حدیث ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو، کبھی یہ ادراج حدیث کے اول میں ہوتا ہے، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں اور یہ اکثر ہوتا ہے یا یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں صحابہ یا بعد کے لوگوں کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث مدرج المتن ہوتی ہے۔

اور اس ادراج کا ادراک دوسری مفصل روایت کے وارد ہونے سے ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے یا راوی خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ اصل حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے، یا بعض ائمہ جو اس ادراج پر مطلع ہوتے ہیں وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں یا وہ الفاظ ایسے ہوتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم سے ان کا صدور محال ہوتا ہے۔ [1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث کے اول میں ادراج کی مثال یہ ہے: خطیب نے ابو قطن اور شبابہ سے روایت کیا ہے:

عن شعبة عن محمد بن زیاد عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسبغوا الوضوء ..... ویل للاعقاب من النار۔

از شعبہ از محمد بن زیاد از ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو مکمل کیا کرو، کیونکہ خشک ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن آدم عن شعبة عن محمد حدثنا زیاد قال سمعت اباهریرة وکان یمر بنا والناس یتوضؤون من المطهرة فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی الله علیه وسلم قال ویل للاعقاب من النار۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸)

آدم از شعبہ از محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ پانی کے برتن سے وضو کر رہے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہمارے پاس سے گذرے تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے وضو پورا کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

---

[1] - حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۴ - ۶۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

خطیب نے کہا ہے کہ ابو قطن اور شبابہ کو شعبہ سے اس روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ ایک جم غفیر نے اس حدیث کو آدم کی طرح روایت کیا ہے۔ [1] کبھی راوی کسی حکم کو مستنبط کر کے از خود اس کو حدیث کے وسط میں درج کر دیتا ہے اس کی مثال یہ ہے:

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الحميد بن جعفر عن هشام بن عروة عن ابيه عن بسرة بنت صفوان قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول، من مس ذكره او انثييه او رفغيه فليتوضأ۔

عبد الحمید بن جعفر، از ہشام بن عروہ از عروہ از بسرہ بنت صفوان روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس آدمی نے اپنے ذکر، خصیوں یا جوڑوں کو چھوا وہ وضو کرے۔

امام دار قطنی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

عبد الحمید بن جعفر نے ہشام سے اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے اور انثیین اور رفغ کو ذکر کرنے میں اس کو وہم ہوا ہے، اور یہ حدیث مدرج ہے اور محفوظ یہ ہے کہ یہ عروہ کا قول ہے جو غیر مرفوع ہے، ایوب سختیانی، حماد بن زید اور دوسرے ثقات نے ہشام سے اسی طرح روایت کیا ہے، صحیح مرفوع روایت ابو الاشعث کی ہے انھوں نے از یزید بن زریع از ایوب، از ہشام بن عروہ از بسرہ روایت کیا ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے ذکر کو چھوا وہ وضو کرے۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف مس ذکر کا حکم بیان کیا تھا، عبد الحمید بن جعفر نے اس پر خصیوں اور جوڑوں کو قیاس کر کے ان کا بھی حدیث میں ذکر کر دیا۔ اور کبھی بعض مشکل الفاظ کی تفسیر کو راوی حدیث کے وسط میں ذکر کر دیتا ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عائشة ام المؤمنين رضي الله عنها اول ما بدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة في النوم فكان لا يرى رؤيا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب اليه الخلاء وكان يخلو بغار حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالي ذوات العدد [3]

از ابن شہاب زہری از عروہ بن زبیر از حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیک خوابوں سے کی گئی، آپ جو خواب بھی دیکھتے روشن صبح کی طرح اس کی تعبیر آجاتی، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا کی گئی، آپ غار حراء میں تنہائی میں بیٹھتے اور اس میں تحنث کرتے اور وہ (اس کا معنی) کئی کئی راتوں تک عبادت

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کرنا ہے۔

حدیث میں تحنث کا معنی زہری نے اپنی طرف سے درج کیا ہے اور اس کی احادیث میں بہت مثالیں ہیں:

حدیث مقلوب کا بیان

مقلوب، قلب کا اسم مفعول ہے، اور قلب کا معنی ہے کسی شے کو الٹا کرنا، الٹ پلٹ کرنا، اور اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں مقلوب السند اور مقلوب المتن۔

مقلوب السند وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) کسی راوی کے نسب میں تقدیم تاخیر کر دی جائے مثلاً حدیث کعب بن مرہ سے مروی ہے اور راوی اس کو مرہ بن کعب بیان کرے۔

(۲) راوی کا نام بدل دیا جائے، مثلاً کوئی حدیث سالم سے مروی ہو اور سالم کی جگہ نافع کا ذکر کیا جائے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حماد بن عمرو النصیبی، ابو اسماعیل ابراہیم بن ابی حیۃ الیسع اور سہلول بن عبید کندی سند میں راویوں کے نام بدل دیا کرتے تھے، ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس قسم کے راویوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سارق الحدیث ہیں، عراقی نے اس کی یہ مثال بیان کی ہے:

عمرو بن خالد الحرانی عن حماد النصیبی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً اذا لقیتم المشرکین فی طریق فلا تبدؤھم بالسلام الحدیث۔

عمرو بن خالد الحرانی از حماد النصیبی از اعمش از ابی صالح از ابوہریرہ روایت ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مشرکین سے راستہ میں ملاقات کرو تو ان کو سلام میں پہل نہ کرو۔

یہ حدیث مقلوب ہے، حماد نے اس کو مقلوب کر دیا اور اس کو اعمش سے روایت کیا حالانکہ یہ حدیث از سہیل بن ابی صالح از ابی صالح معروف ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو شعبہ، ثوری، جریر بن عبدالحمید اور عبدالعزیز دراوردی سے روایت کیا ہے، اور یہ سب سہیل سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ بلقینی نے کہا ہے کہ حدیث مقلوب المتن کی مثال یہ ہے کہ حبیب بن عبدالرحمن نے اپنی پھوپھی انیسہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا و اذا اذن بلال فلا تاکلوا ولا تشربوا الحدیث۔

جب ابن ام مکتوم اذان دے تو کھاؤ اور پیو، اور جب بلال اذان کہے تو نہ کھاؤ اور نہ پیو۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ سے مشہور روایت یہ ہے:

ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم

بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو، حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

علامہ بلقینی نے کہا جو روایت اس کے خلاف ہے وہ مقلوب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقلوب المتن کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ السبعۃ الذین یظلھم اللہ فی ظلہ ففیہ ورجل تصدق بصدقۃ اخفاھا حتی لاتعلم یمینہ ما تنفق شمالہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے اور اس میں سے کہ جس آدمی نے چھپا کر صدقہ دیا حتی کہ دائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس میں ایک راوی نے متن مقلوب کر دیا ہے اصل میں ہے حتی کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بخاری اور مسلم میں ایک اور جگہ اسی طرح ہے۔

اسی طرح امام طبرانی نے ایک مقلوب حدیث روایت کی ہے:

عن ابی ھریرۃ اذا امرتکم بشیء فاتوہ واذا نھیتکم عن شیء فاجتنبوہ ما استطعتم۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے روکوں تو بہ قدر استطاعت اس سے بچو۔

اصل میں یہ حدیث اس طرح ہے:

ما نھیتکم عنہ فاجتنبوہ وما امرتکم بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔

جب میں تم کو کسی چیز سے منع کر دوں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بہ قدر استطاعت کرو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اسی طرح ہے۔ [1]

حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف میں لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی اثنار سند میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے بایں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے اثناء سند میں ایک یا ایک سے زائد آدمیوں کا ان ثقات کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ زیادتی کی جگہ پر ان ثقات نے اپنے سماع کی تصریح کی ہو ورنہ اگر ان کی حدیث معنعن ہوئی تو پھر اس کی زیادتی کو ترجیح ہوگی کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمان بن یزید حدثنی بسر بن عبد اللہ قال سمعت ابا ادریس قال

از ابن المبارک از سفیان، از عبد الرحمن بن یزید از بسر بن عبید اللہ از ابی ادریس از واثلہ از ابو مرثد

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

سمعت واثلة یقول سمعت ابا مرثد یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابو ادریس ہے اور زیادتی کا سبب راوی کا وہم ہے لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن مبارک سے سننے والے کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے از عبد الرحمان بن یزید روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبد الرحمان بن یزید سے سنا ہے، لہٰذا متعین ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے۔ اور لفظ ابو ادریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبد الرحمان بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابو ادریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبید اللہ نے واثلہ سے سماع کیا ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابو ادریس کا ذکر زائد ہے۔

اس کا منشاء وہم یہ ہے کہ ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبد اللہ، ابو ادریس سے روایت کرتے ہیں، اس لیے ابن المبارک کو وہم ہوا اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابو ادریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثلہ سے سماع کیا تھا۔ [1]

حدیث مضطرب کا بیان

لغت میں اضطراب کا معنی ہے کسی نظام کا فساد اور کسی امر کا اختلال، جب سمندر کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں تو اس کو اضطراب کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں مساوی قوت کی ہوں اگر وہ سندیں مساوی نہ ہوں مثلاً کسی سند کے راوی کا حافظہ زیادہ قوی ہو یا وہ اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو یا کوئی اور وجہ ترجیح ہو، تو راجح اور مرجوح میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگی، راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور مرجوح شاذ یا منکر قرار پائے گی۔

پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں، اور اضطراب کبھی ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے، اور اضطراب حدیث میں ضعف کا موجب ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے حدیث کو ضبط نہیں کیا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مضطرب السند کی مثال یہ حدیث ہے:

عن ابی بکرۃ انہ قال، یا رسول اللہ! ارائک

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۳۹، موضحاً، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمان شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

شیبتنی ھود واخواتھا۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں؟ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔

(جامع ترمذی ص ۴۷۳)

امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صرف ابواسحٰق کی سند سے مروی ہے، اور ابواسحٰق سے اس حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، بعض نے اس کو مرسلاً روایت کیا، بعض نے موصولاً روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت ابوبکر سے مسنداً (متصلاً) روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت سعد سے مسنداً روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت عائشہ سے مسنداً روایت کیا اس کے علاوہ اور بھی سندیں ہیں، اور سب کے راوی ثقہ ہیں، اور ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اور ان میں تطبیق مشکل ہے۔

اور حدیث مضطرب المتن کی مثال میں عراقی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن فاطمۃ بنت قیس قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الزکوٰۃ فقال ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔

(جامع ترمذی ص ۱۱۹)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از شریک از ابی حمزہ از شعبی از فاطمہ اور امام ابن ماجہ نے بھی اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

لیس فی المال حق سوی الزکوٰۃ۔

مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اور یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔[1]

حدیث مصحّف کا بیان

مصحف، تصحیف سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے صحیفہ کو پڑھنے میں غلطی کرنا، اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما یکون مخالفۃ الثقات فیہ بتغییر حرف او حروف مع بقاء صورۃ الخط فی السیاق فان کان ذلک بالنسبۃ الی النقط فالمصحف وان کان بالنسبۃ الی الشکل فالمحرف[2]

جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو، اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحّف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرّف کہتے ہیں۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۷۔ ۶۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

ملا علی قاری اس کی مثالوں کے بیان میں لکھتے ہیں:

تصحیف کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں، اور کبھی اس کا سبب شیخ سے لفظ کو سننے میں خطاء ہوتا ہے اور کبھی صحیفہ سے حدیث کو پڑھنے میں خطاء کرنا، اس کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

تصحیف فی الاسناد: شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراجم اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مزاحم۔

تصحیف فی المتن: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجر فی المسجد۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجرہ بنایا۔

ابن لھیعہ نے اس میں یوں تصحیف کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم فی المسجد۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں فصد لگوائی۔

سماع کے سبب سے تصحیف: ایک حدیث عاصم احول سے مروی ہے، سننے والے نے اس کو غلطی سے واصل احدب سنا۔

بصر کے سبب سے تصحیف: اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا بد خط ہوتا ہے اور کچھ کا کچھ پڑھا جاتا ہے یا لکھنے والا نقطے نہیں لگاتا، مثلاً حدیث میں ہے:

من صام رمضان واتبعہ ستاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چھ روزے رکھے۔

پڑھنے والے نے اس کو یوں پڑھا:

من صام رمضان واتبعہ شیئاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے کچھ روزے رکھے۔

تصحیف فی المعنی: حدیث صحیح میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنزۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیزہ نصب کر کے اس کی طرف نماز پڑھی۔

اس میں ابو موسیٰ عنزی نے یوں تصحیف کر دی کہ ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم قبیلہ عنزہ سے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عنزہ کی طرف نماز پڑھی ہے، حالانکہ حدیث میں عنزہ سے مراد نصب شدہ نیزہ ہے قبیلہ عنزہ نہیں ہے۔ [1]

مجہول راوی کی حدیث کا بیان مجہول اس راوی کو کہتے ہیں جس کی ذات اور شخصیت کا پتا نہ چلے یا ذات اور شخصیت کا پتا ہو لیکن اس کی صفت کا پتا نہ ہو آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی شخصیت معلوم ہو لیکن اس کی عدالت ظاہراً اور باطناً مجہول ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی، اور جس شخص کی شخصیت معلوم ہو اور اس کی عدالت مستور ہو یعنی وہ بہ ظاہر عادل ہو اور اس کے باطن کا پتا نہ ہو اس کی روایت قبول کی جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے اکثر کتب حدیث میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اس کو مجہول الحال کہتے ہیں، مجہول کی تیسری قسم مجہول العین ہے، اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، پھر اگر اس سے دو عادل راوی روایت کرلیں تو اس کی جہالت جاتی رہتی ہے، محدثین کے نزدیک مجہول العین وہ شخص ہے جس کو علماء نہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طلب علم میں مشہور نہ ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے جس شخص سے صرف ایک آدمی روایت کرے وہ مجہول ہے یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا میں ہے، کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت مرداس بن مالک اسلمی سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت کی ہے اور اول الذکر سے صرف قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے اور ثانی الذکر سے صرف ابوسلمہ بن عبدالرحمان نے روایت کی ہے، کیونکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں اور تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔ [1]

مجہول کی روایت کا کوئی مستقل نام نہیں ہے اور اس کی روایت کو حدیث ضعیف کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

مبہم راوی کی حدیث کا بیان

مبہم راوی کی روایت کو بھی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاسکتا ہے، یہ بھی حدیث ضعیف کی قسم ہے اور اس کا کوئی مستقل نام نہیں ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو من لم يصرح باسمه في الحديث۔ جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو غلام یا عورت معروف ہو اس کی تعدیل قبول کی جاتی ہے، اور جس شخص کی شخصیت اور عدالت معروف ہو اور اس کا نام مجہول ہو اس کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جب راوی یہ کہے کہ مجھے فلاں یا فلاں نے خبر دی اور وہ عادل ہیں تو اس روایت سے استدلال کیا جائے گا، اگر وہ اس کی عدالت سے لاعلم ہو یا کہے کہ فلاں نے کہا ہے یا اس کے غیر نے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہت حدیثیں ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ثمامہ بن حزن قشیری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبیذ کے متعلق سوال کیا؛ تو انھوں نے ایک حبشیہ خاتون کے متعلق فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پوچھو۔

اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے:

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۱۸ - ۳۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۲ - ۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن ابی الزغراء او عن زید بن وھب ان سوید بن غفلۃ دخل علی علی بن ابی طالب فقال یا امیر المؤمنین انی مررت بقوم یذکرون ابا بکر وعمر الحدیث۔

از شعبہ از سلمہ بن کہیل از ابی الزغراء یا از زید بن وہب روایت ہے کہ سوید بن غفلہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، اور کہا اے امیر المومنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جو حضرت ابوبکر اور عمر کا رحمہما اللہ کے ساتھ ذکر کر رہے تھے۔ (الحدیث)

صحیح مسلم میں ایسی احادیث ہیں جن کے بعض رجال مبہم ہیں: مثلاً کتاب الصلوٰۃ میں ایک حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے:

حدثنا صاحب لنا عن اسماعیل بن زکریا عن الاعمش۔

ہمارے ایک صاحب نے اسماعیل بن زکریا سے اس نے اعمش سے روایت کی۔

اور کتاب الجنائز میں ایک سند ذکر کی ہے:

حدثنی من سمع حجاجا الاعور بحدیث خروجہ صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع۔

جس شخص نے کانے حجاج سے حدیث سنی ہے اس نے مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بقیع کی طرف جانے کی حدیث بیان کی۔

اور باب الاحتکار میں ایک حدیث کی یہ سند ہے:

حدثنی بعض اصحابنا عمرو بن عون ثنا خالد بن عبد اللہ۔

ہمارے بعض اصحاب نے مجھ سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو عمرو بن عون نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو خالد بن عبداللہ نے حدیث بیان کی۔

اور کتاب الجنائز میں زہری سے روایت کیا ہے:

حدثنی رجال عن ابی ھریرۃ بمثل حدیث من شھد الجنازۃ۔ [1]

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابوہریرہ کی وہ حدیث بیان کی ہے جو اس حدیث کی مثل ہے کہ جو جنازہ میں حاضر ہوا۔

بدعتی راوی کی حدیث کا بیان

بدعتی کی روایت کردہ حدیث کا کوئی مستقل حکم نہیں ہے تاہم اس کو حدیث مردود کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بدعت مکفرہ ہے اور ایک دوسری بدعت مفسقہ ہے۔ بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کو جمہور محدثین قبول نہیں کرتے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس روایت مطلقاً مقبول

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۳-۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کے لیے کذب کو جائز نہیں اعتقاد کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی، کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے، اگر اس قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازم آئے گی، اس لیے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے ہونا بداہتہً معلوم ہو (جیسے پانچ نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے) اس کی روایت مردود ہو گی، اسی طرح اس کی روایت مردود ہو گی، جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بداہتہً معلوم ہو کہ یہ دین کے مخالف ہے، (جیسے بت پرستی) اور جو اس طرح نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ متقی اور پرہیز گار بھی ہو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

بدعت مفسقہ وہ ہے، جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی، اس کے رد اور قبول میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے، اس پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی روایت کو قبول کرنے سے اس کے طریقہ کی ترویج ہو گی اور اس کی تعظیم ہو گی، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ پھر بدعتی کی اس روایت کو بھی نہیں قبول کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں کوئی غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہو گی، کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریف کرے۔ اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا۔ امام ابوداؤد کے شیخ حافظ ابراہیم بن یعقوب جوزجانی اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

بدعت مکفرہ کا بیان علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، یا اللہ تعالیٰ کے علم الجزئیات کا انکار کرنا یا قرآن مجید کو مخلوق ماننا کفر ہے۔ [2] میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ پر تہمت لگانا، حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرنا، چار کے سوا باقی تمام صحابہ کو مرتد ماننا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی غلطی یا امتی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانا مثلاً اسلامی حدود پر پھبتیاں کسنا بھی صریح اور غیر مؤول کفر ہے۔

روافض کی روایت کا بیان صحیح یہ ہے کہ رافضیوں اور سلف پر سب وشتم کرنے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے تو صحابہ کو سب وشتم کرنا بہ طریق اولیٰ فسق ہے، علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت صغریٰ مثلاً تشیع بلا غلو ہو

---

[1] ۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۷۴۔۷۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

یا غلو کے ساتھ ہو، مثلاً جو شخص حضرت علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں کلام کرے، اور یہ تشیع باوجود تقویٰ اور پرہیزگاری کے بکثرت تابعین اور تبع تابعین میں تھا، اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا سو ایسے لوگوں کی روایت قبول نہیں ہے، اس قسم کے لوگوں میں کوئی صادق اور امین نہیں ہے بلکہ ان کا شعار کذب اور تقیہ ہے اور ان کی علامت نفاق ہے، اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ذہبی نے لکھا ہے روافض کی روایت کے متعلق تین قول ہیں (۱) مطلقاً منع ہے (۲) کذاب اور وضاع کے علاوہ مطلقاً رخصت ہے (۳) جو حدیث کی معرفت رکھتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ امام مالک نے کہا روافض سے کلام کرو مگر ان کی روایت قبول کرو، امام شافعی نے کہا میں نے روافض سے زیادہ کسی کو جھوٹ کی گواہی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، یزید بن ہارون نے کہا رافضیوں کے سوا ہر بدعتی کی روایت لکھ لی جاتی ہے۔ [۱]

فسق سے تائب کی روایت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وضاع کے علاوہ ہر فسق سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے، امام احمد بن حنبل، امام حمیدی اور شیخ بخاری کا یہی قول ہے صیرفی نے کہا جس شخص کی حدیث کو کذب کی وجہ سے ساقط کر دیں، ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور جس کو ہم ضعیف قرار دے دیں اس کو قوی نہیں کہتے بہ خلاف شہادت کے، سمعانی نے کہا جس کو ہم ایک حدیث میں کاذب قرار دے دیں اس کی اس سے پہلے کی تمام روایات کو ساقط کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہمارے اور دیگر ائمہ مذاہب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ [۲]

روایت اور شہادت کا فرق

علامہ سیوطی نے روایت اور شہادت میں حسب ذیل وجوہ سے فرق بیان کیے ہیں:

۱۔ روایت میں عدد کی شرط نہیں ہے۔ اور شہادت میں عدد کی شرط ہے۔
۲۔ روایت میں مطلقاً مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، اور بعض جگہ شہادت میں مرد ہونے کی شرط ہے (مثلاً حدود میں)
۳۔ روایت میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں مطلقاً یہ شرط ہے۔
۴۔ روایت میں بلوغ کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں یہ شرط ہے۔
۵۔ جو بدعت کا داعی ہو اس کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
۶۔ وضع سے تائب کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
۷۔ جو ایک حدیث میں جھوٹ بولے اس کی پہلی تمام روایات مردود ہو جاتی ہیں، اور جو ایک مرتبہ جھوٹی گواہی دے اس کی پچھلی تمام گواہیاں رد نہیں ہوتیں۔

---

[۱] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
[۲] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۲-۳۲۹ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۸۔ جو اپنے نفع کے لیے یا اپنے ضرر کو دفع کرنے کے لیے شہادت دے اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اس کے برخلاف ایسی روایت مقبول ہے۔

۹۔ اصل، فرع اور غلام کی شہادت مقبول نہیں ہوتی اور ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔

۱۰۔ روایت میں ایک آدمی کی جرح اور تعدیل بھی صحیح ہے اور شہادت میں صحیح نہیں ہے۔

۱۱۔ روایت کی اجرت لینا جائز ہے اور شہادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، (البتہ سواری کی اجرت لے سکتا ہے)۔

۱۲۔ جب تک اصل شہادت ممکن ہو شہادت علی الشہادت جائز نہیں ہے اور روایت میں یہ جائز ہے[1]

حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام احمد، اسحاق، اور ابوحاتم کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے والے کی روایت مقبول نہیں ہے، اور امام ابونعیم فضل، علی بن عبدالعزیز اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے، اور شیخ ابواسحاق شیرازی کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص حدیث میں مشغولیت کی وجہ سے اپنے عیال کے لیے کسب نہ کر سکے اس کے لیے حدیث کی اجرت لینا جائز ہے۔[2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ظاہر قرآن میں اس کی شہادت ہے کیونکہ وصی کو جب حاجت ہو یا یتیم کے مال کی حفاظت کی وجہ سے وہ کسب نہ کر سکے تو وہ یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے۔[3]

بدحافظہ کی روایت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

بدحافظہ سے مراد وہ شخص ہے جس کی صحت، خطاء پر راجح نہ ہو، ایک وہ ہے کہ اس کا بدحافظہ ہونا تمام حالات میں اس کو لازم ہو اس کی حدیث شاذ ہوتی ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ حافظہ کی خرابی اس کو بعد میں عارض ہوئی ہو، اس کے بوڑھے ہونے کے بعد یا اس کی بینائی چلی جانے کے بعد یا اس کی کتابیں جل جانے کے بعد کیونکہ وہ ان کتابوں پر اعتماد کرتا تھا اور پھر اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے لگا، اس راوی کو مختلط کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ تمیز ہو جائے کہ فلاں روایت اس کے اختلاط سے پہلے کی ہے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر تمیز نہ ہو سکے تو اس کی روایت موقوف ہوگی، اسی طرح جس کا معاملہ مشتبہ ہو اس کی روایت بھی موقوف ہوگی، جب بدحافظہ، مختلط غیر متمیز، مستور اور مدلس کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو متابع اور متابع کے مجموعہ سے وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدحافظہ اور مختلط وغیرہ میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال رکھتی ہے اور جب معتبرین میں سے کوئی روایت ان کے موافق مل جائے تو اس کے صواب کی جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

حدیث محفوظ ہے اور وہ توقف کے درجہ سے ترقی کر کے قبولیت کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے، اس کے باوجود وہ حدیث حسن لذاتہ کے درجہ سے کم ہوتی ہے۔ [1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس راوی کے متعلق یہ مشہور ہو کہ وہ حدیث سننے یا سنانے کے وقت تساہل کرتا ہے مثلاً لیلۃ کے عالم میں حدیث سنتا ہے یا اپنی صحت شدہ اصل کے بغیر حدیث بیان کرتا ہے یا اس کے متعلق مشہور ہو کہ اس کی حدیث میں جس لفظ کی تلقین کی جائے وہ قبول کر لیتا ہے یا اس کو روایت کرنے میں بہ کثرت سہو ہوتا ہے یا اس کی روایت میں بہت شاذ اور منکر حدیثیں ہیں تو ایسے تمام راویوں کی حدیثیں قبول نہیں کی جاتیں، امام ابن المبارک، امام حمیدی اور امام احمد وغیرہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو حدیث میں غلطی بتائی جائے اور وہ پھر بھی اپنی روایت پہ مصر رہے اس کی تمام روایات ساقط ہو جاتی ہیں بہ شرطیکہ وہ عناداً اصرار کرے۔ [2]

جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

الفاظ تعدیل کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ: ثقہ، متقن، ثبت یا حجت، عدل حافظ، یا ضابط۔ دوسرا مرتبہ: صدوق، لا بأس بہ، تیسرا مرتبہ: یہ بوڑھا ہے، اس کی حدیث لکھی جائیگی، اور غور کیا جائے گا، چوتھا مرتبہ: صالح الحدیث، اس کی حدیث اعتبار کے لیے لکھی جائے گی۔

الفاظ جرح کے بھی کئی مراتب ہیں: یہ قوی نہیں ہے، اس کی حدیث لکھی جاتی ہے، اور یہ لیّن سے کم مرتبہ کا ہے اور جب وہ کہیں ضعیف الحدیث تو یہ قوی نہیں ہے" اس کو پھینکا نہیں جائے گا بلکہ اس کا اعتبار کیا جائے گا" سے کم مرتبہ کا ہے، اور جب وہ کہیں متروک الحدیث یا واہی یا کذاب تو یہ ساقط ہے اس کی حدیث لکھی نہیں جائے گی، نیز ان کے الفاظ ہیں، فلاں شخص سے لوگ روایت کرتے ہیں، وسط ہے، مقارب الحدیث ہے، مضطرب ہے، اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، مجہول ہے لاشئ ہے، لیس بذاک، لیس بذاک القوی، اس کی حدیث میں ضعف ہے وغیرہ۔ [3]

حدیث ضعیف کے مراتب

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کی بدترین قسم موضوع ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے، پھر اس کے بعد متروک ہے، پھر منکر ہے، پھر معلل ہے، پھر مدرج ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مضطرب ہے، یہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی بیان کردہ ترتیب ہے، اور علامہ خطابی نے کہا بدترین ضعیف موضوع ہے، پھر مقلوب ہے، پھر مجہول ہے، اور علامہ زرکشی نے کہا بدترین موضوع ہے، پھر مدرج ہے پھر متروک ہے، پھر مقلوب ہے، پھر منکر ہے، پھر شاذ ہے، پھر مضطرب ہے، میں کہتا ہوں یہ بہت عمدہ ترتیب ہے لیکن متروک کو مدرج

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۷۷-۷۹، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ، تقریب النواوی ج ۱ ص ۳۴۰-۳۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] " " " " ج ۱ ص ۳۴۸-۳۴۲۔ " " " "

سے پہلے رکھنا چاہیے اور سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام کی ترتیب اس طرح ہے، بدترین ضعیف معضل ہے، پھر منقطع ہے پھر مدلس ہے، پھر مرسل ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔ [۱]

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابوذکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترمحیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے [۲] (یا جائز ہے؟ سعیدی غفرلہٗ)

حافظ ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ [۳]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ [۴]

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[۲] حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[۳] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۳، ۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے [۱]

ڈاکٹر محمد ظہان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ [۲]

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ [۳]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

موضوع کے ماسوا احادیث کو ترغیب، ترہیب، قصص، مواعظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف السند کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے، اور جب تم بغیر سند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث

---

[۱]۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[۲]۔ ڈاکٹر محمد ظہان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۳]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو منسوب کرو تو یہ نہ کہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازمہ استعمال نہ کرو بلکہ تمریض کے صیغہ کو استعمال کرو، (مثلاً روایت ہے) اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ [1]

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے، بلکہ مواعظ اور قصص میں ترغیب اور ترہیب کے لیے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبدالرحمان بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ [2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواضع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، (مثلاً) بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱) ۔ اس حدیث کی سند میں ضعف شدید نہ ہو۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی ایسے عام قاعدہ کے تحت درج ہو جس سے کسی کا استثناء نہ کیا گیا ہو۔

(۳) اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔ [3]

احمد محمد شاکر نے بھی ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ [4]

تعدد اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

ہو سکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ بہت سی احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ متعدد اسانید سے مروی ہوتی ہیں مثلاً الاذنان من الرأس "دونوں کان سر سے ملحق ہیں"، جب یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے تو اس کو حسن کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

---

[1]۔ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۷۶ - ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

[2]۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[3]۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۲۳۲ - ۲۳۲ ملخصاً، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۲ھ

[4]۔ احمد محمد شاکر، الباعث الحثیث ص ۷۶، مطبوعہ دار التراث القاہرہ، ۱۳۹۹ھ

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تعدد اسانید سے کسی حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے بلکہ اس حکم میں تفصیل ہے، اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق اور عادل ہو، پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں خلل نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال کی وجہ سے ہو اور ارسال کرنے والا امام حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف زائل ہو جائے گا، اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعدد اسانید سے زائل نہیں ہوتا، اس ضعف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا شذوذ ہے۔ [1]

حافظ عراقی نے بھی حافظ ابن الصلاح کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

اگر کسی حدیث ضعیف میں راوی کے حافظہ میں خرابی یا کسی راوی کے ارسال کی وجہ سے ضعف ہو اور اس حدیث کا کوئی راوی کذب سے متہم نہ ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو تو پھر تعدد طرق سے وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس میں اتہام کذب یا شذوذ کی وجہ سے ضعف ہو تو پھر وہ کثرت طرق کے باوجود حسن نہیں ہوتی، مثلاً یہ حدیث:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا۔ جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ تمام حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث کثرت اسانید کے باوجود ضعیف ہے لیکن ایسی حدیث جس کا ضعف کثرت اسانید سے زائل نہ ہو اس حدیث مردود منکر سے بہر حال اعلیٰ ہوتی ہے جس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور ایسی حدیث سے فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابوالحسن ابن القطان مغربی نے تصریح کی ہے کہ حدیث حسن لغیرہ سے ہر جگہ استدلال نہیں ہوتا بلکہ اس پر صرف فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے اور فرض، وجوب اور حرمت کے احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، ہاں اگر اس کی اسانید متعدد ہوں، یا اتصال عمل کے ساتھ اس کی تقویت ہو یا کوئی شاہد صحیح اس کے موافق ہو یا ظاہر قرآن میں اس کی تائید ہو تو پھر ہو سکتا ہے۔

یہ قول انصاف کے مطابق ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ان کے نزدیک اس سے استدلال لازم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے ایک حدیث از خلیفہ بصری از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت

---

[1] ۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۱۔ ۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] ۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

[3] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۸۳۔ ۸۲، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کا اسناد اس پائے کا نہیں، اور کتاب العلم میں فضیلت علم میں ایک حدیث روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے اس کو صحیح اس لیے نہیں کہا کہ اس میں اعمش نے تدلیس کی ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

جس ضعیف حدیث میں راوی کے فسق کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں بنتی، اور اگر راوی میں فسق نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ [2]

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب و الترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع و النکاح والطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شئ کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع او النکاح [3]

حضرات محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال اور حرام کے احکام مثلاً بیع، نکاح اور طلاق وغیرہ، میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا اور کسی پر عمل درست نہیں الّا یہ کہ اس میں احتیاط ہو مثلاً بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

الذی اطبق علیه ائمتنا الفقهاء والاصولیون والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجة فی المناقب کما انه تم باجماع من یعتد به حجة فی فضائل الاعمال [4]

ہمارے ائمہ فقہاء، اصولیین اور حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ مناقب میں بھی حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے، جس طرح قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف حجت ہوتی ہے۔

حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ

مذکور الصدر حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ وجوب اور حرمت کے اثبات میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار نہیں ہوتا، لیکن فضائل اعمال اور مناقب میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض قرائن کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۰۳-۴۰۲، مطبوعہ دار احیاء التراث الاسلامی

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۸-۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحا له كما في التحرير وغيره [1]

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق کا ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں:
امام عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں:

ان قيل بضعف شيء من ادلة مذهبه فذلك الضعف انما هو بالنظر للرواة النازلين عن سنده بعد موته (الى قوله) وكفانا صحة الحديث استدلال مجتهد به [2]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوحنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان بیچے کے راویوں کی وجہ سے ہے جنھوں نے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ويثبت التعديل بحكم القاضي العدل وعمل المجتهد الشارطين لا ان لم يعلم سوى كونه على وفقه [3]

شاہد کی عدالت، اس قاضی عادل کے فیصلہ اور راوی کی عدالت، اس مجتہد کے عمل سے ثابت ہو جائیگی جو شاہد اور راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہوں، اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہ ہو کہ وہ روایت اس مجتہد کے موافق ہے تو پھر عدالت ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن امیر الحاج اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حاکم شاہد میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو وہ حاکم فاسق ہو جائیگا اسی طرح جو مجتہد راوی میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی روایت سے اجتہاد کرے تو وہ مجتہد بھی فاسق ہو جائے گا۔ اور مفروض یہ ہے کہ حاکم اور مجتہد عادل ہیں اس لیے ان کا کسی شاہد اور راوی کی شہادت اور روایت پر عمل کرنا اس راوی کی تعدیل کے قائم مقام ہے، پھر اس راوی کی روایت پر عمل کرنا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس روایت کے سوا مجتہد کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس مجتہد کا اس روایت

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر والتحبیر ج ص ۲۴۹-۲۴۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

پر عمل کرنا احتیاط فی الدین پر مبنی نہیں ہے، آخری قید سے علامہ ابن ہمام نے ان دو شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔
دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کوئی عادل راوی کسی (ضعیف) راوی کی حدیث کو روایت کرے تو وہ اس کی تعدیل ہے یا نہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تعدیل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تعدیل نہیں ہے، اور یہ قول حافظ ابن الصلاح نے اکثر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور آمدی اور ابن حاجب کے نزدیک بھی یہی مختار ہے اور اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کا کسی راوی سے روایت کرنا اس کی تعدیل ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی عادت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر یہ امر معلوم نہ ہو تو پھر اس کا کسی سے روایت کرنا اس کی تعدیل نہیں ہے۔ [1]

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعما یستدل بہ علی صحۃ ھذا الحدیث استعمال الائمۃ من اتباع التابعین الی عصرنا ھذا ایاہ ومواظبتھم علیہ وتعلیمھن الناس منھم عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ [2]

جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں اس حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔ (الآثار المرفوعۃ ص ۲۳)

لیکن میں نے امام بیہقی کی سنن کبریٰ معرفۃ السنن والآثار اور شعب الایمان میں دیکھا ان کتابوں میں یہ عبارت نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی:

عن علی ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الصلوٰۃ والامام علی حال فلیصنع

حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام

---

[1] امام ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

كما يصنع الامام وقال هذا حديث غريب لا نعرف احدا اسنده الا ماروى من هذا الوجه قال والعمل على هذا عند اهل العلم۔

جس حال میں ہو (یعنی رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو) تو اسی طرح کرے جس طرح امام کر رہا ہے، اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اس سند کے علاوہ یہ کسی اور سند سے مسنداً مروی نہیں ہے، اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرك فكان الترمذی يريد تقوية الحديث بعمل اهل العلم۔[1]

علامہ نووی نے میرک سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور امام ترمذی اہل علم کے عمل سے اس حدیث کی تقویت کا ارادہ کر رہے ہیں۔

کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت

ملا علی قاری لکھتے ہیں

شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کر دی جائے گی میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لیے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی، پھر اتفاق سے میں بعض اصحاب کی ایک دعوت میں شریک ہوا، ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے، اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا، میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا، اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے، میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا، اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، شیخ ابن عربی نے کہا میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف سے جان لیا اور اس جوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔[2]

اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

جس حدیث کے مدلول پر علماء کا اتفاق ہو سو ایسی حدیث بھی مقبول ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

من جملة صفات القبول التي لم يتعرض لها شيخنا ان يتفق العلماء على العمل بمدلول حديث، فانه يقبل حتى يجب العمل

من جملہ ان صفات کے جن کی وجہ سے حدیث قبول کی جاتی ہے یہ صفت ہے جس کو ہمارے شیخ نے ذکر نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " ، مرقات ج ۲ ص ۹۹/۹۸، " " " "

به وقد صرح بذلك جماعة من ائمة الاصول ومن امثلته قول الشافعي رضي الله عنه وما قلت من انه اذا غير طعم الماء وريحه ولونه يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم من وجه لا يثبت اهل الحديث مثله ولكنه قول العامة لا اعلم بينهم فيه خلافاً و قال في حديث لا وصية لوارث لا يثبته اهل العلم بالحديث ولكن العامة تلقته بالقبول وعملوا به حتى جعلوه ناسخاً لآية الوصية للوارث۔ [1]

کے مدلول پر علماء متفق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، اور اس کی مثالوں میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور اس کا رنگ تبدیل ہو جائے .... اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور ایک حدیث ہے "وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" اس کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جس آیت میں وارث کے لیے وصیت کا ذکر ہے اس حدیث کو اس آیت کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق

جس حدیث کو امت نے قبول کر لیا ہو وہ بھی حجت ہے، خواہ اس کی سند ضعیف ہو۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ہم نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت دیکھی جس کا مضمون یہ ہے: جو حدیث جماعات ائمہ سے منقول ہو اور امت نے اسے قبول کر لیا ہو، وہ حدیث بھی قطعی ہے، ان ائمہ میں سے قاضی عبدالوہاب مالکی، شیخ ابو حامد اسفرائنی، قاضی ابوالطیب الطبری، شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی، ابن حامد، ابویعلیٰ بن فراء، ابوالخطاب، ابن الزاغونی، اور ان کی امثال حنابلہ میں سے اور شمس الائمہ سرخسی حنفی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے کہا امام اشعری، ابو اسحاق اسفرائنی اور ابن فورک وغیرہ اکثر اہل کلام کا یہی قول ہے اور یہی تمام محدثین کا مذہب ہے اور عامہ سلف کا بھی یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح نے بھی استنباط کر کے یہی لکھا ہے۔ [2]

---

[1] الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۹۵-۴۹۴، مطبوعہ احیاء التراث

[2] حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث مع الباعث الحثیث ص ۳۰، ۲۹، مطبوعہ دار التراث قاہرہ ۱۳۹۹ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، کی اس عبارت پر بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صرف خبر واحد علم قطعی کا فائدہ نہیں دیتی اور جب امت اس خبر پر عمل کرے گی تو وہ ظن کی بناء پر ہوگا اور اس سے اس خبر کے صدق پر امت کی مطابقت ممکن نہیں کیونکہ یہ جزم بلا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امت باطل میں خطاء سے معصوم ہے اور کسی خبر کی تصدیق پر ان کا اجماع اس طرح ہے جیسے کسی عمل کے وجوب پر ان کا اجماع ہو اور ہر چند کہ انفرادی طور پر ان میں سے کسی کا کاذب ہونا یا غلط ہونا ممکن ہے لیکن امت کا مجموعہ کذب اور غلطی سے معصوم ہے، جیسے اہل التواتر میں سے کسی ایک کا کذب یا خطا ممکن ہے لیکن تمام اہل تواتر سے کذب اور خطاء منتفی ہے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وکذا اذا تلقت الامۃ الضعیف بالقبول یعمل بہ علی الصحیح حتی انہ ینزل منزلۃ المتواتر فی انہ ینسخ المقطوع بہ ولھذا قال الشافعی رحمہ اللہ فی حدیث لا وصیۃ لوارث انہ لا یثبتہ اھل الحدیث ولکن العامۃ تلقتہ بالقبول وعملوا بہ حتی جعلوہ ناسخا لایۃ الوصیۃ۔ [2]

جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرے تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی، اور اس سے کسی قطعی حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتی کہ اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی نے امام شافعی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام شافعی لکھتے ہیں:

قال وروی بعض الشامیین حدیثا لیس مما یثبتہ اھل الحدیث فیہ: ان بعض رجالہ مجھولون فروینا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم منقطعا وانما قبلنا بما وصفت من نقل اھل المغازی واجماع العامۃ علیہ وان کنا قد ذکرنا الحدیث فیہ واعتمدنا علی حدیث اھل المغازی

بعض شامیوں نے ایک ایسی حدیث روایت کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، ہم نے اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے منقطعاً روایت کیا ہے (یعنی حجازیوں نے اس کو منقطعاً روایت کیا ہے، اور شامیوں نے اس کو متصلاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہیں) ہم نے اس صفت کے ساتھ اس حدیث کو قبول کر

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۷۰، ۳۷۶، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی، ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

عاما واجماع الناس اخبرنا سفیان عن سلیمان الاحول عن مجاهد ان رسول الله قال: لا وصیة لوارث فاستدللنا بما وصفت، من نقل عامة اهل المغازی عن النبی (صلی الله علیه وسلم) ان الوصیة لوارث: علی ان المواریث ناسخة للوصیة للوالدین والزوجة مع الخبر المنقطع عن النبی و اجماع العامة علی القول به۔[1]

لیا ہے کیونکہ اس کو اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور اس پر عام علماء کا اجماع ہے، بے شک ہم نے اس حدیث کی صفت (انقطاع اور جہل) کو بیان کر دیا ہے اور ہم نے عام اہل مغازی اور لوگوں کے اجماع پر اعتماد کیا ہے: سفیان از سلیمان احول از مجاہد روایت ہے: بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث کے لیے وصیت (کرنا جائز) نہیں ہے، ہم نے عام مغازی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں وراثت کی آیات بھی والدین اور زوجہ کے لیے وصیت کی ناسخ ہیں اور یہ حدیث منقطع بھی وصیت کے لیے ناسخ ہے اور عام علماء کا اس قول پر اجماع ہے۔

جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف میسر ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، امام ابو داؤد نے بھی اس کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو رائے اور قیاس پر مقدم رکھا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ اور کوئی حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔[2]

میں کہتا ہوں کہ صرف امام اسحٰق اور امام ابو داؤد کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ پر حدیث صحیح نہ ملے تو امام بخاری اور امام ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ویذکر ان النبی صلی الله علیه وسلم قضی بالدین قبل الوصیة۔[3]

اور مذکور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذا طرف من حدیث اخرجه احمد و

یہ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الرسالہ ص ۱۴۲-۱۳۹، مطبوعہ مکتبہ دار التراث قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۹ھ،

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۲۳۳ مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۱، طبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الترمذی وغیرهما من طریق الحارث و هو الاعور عن علی بن ابی طالب قال قضی محمد صلی الله علیه وسلم ان الدین قبل الوصیة وانتم تقرؤن الوصیة قبل الدین لفظ احمد وهو اسناد ضعیف لکن قال الترمذی: ان العمل علیه عند اهل العلم وکان البخاری اعتمد علیه لاعتضاده بالاتفاق علی مقتضاه والا فلم تجر عادته ان یورد الضعیف فی مقام الاحتجاج به۔[1]

احمد اور امام ترمذی نے از حارث اعور از حضرت علی روایت کیا ہے، امام احمد کے الفاظ یہ ہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا جائے اور تم قرآن مجید میں "وصیت کو قرض سے پہلے" پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن امام ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اور امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے مقتضیٰ پر سب کا اتفاق ہے، ورنہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن الحارث عن علی ان النبی صلی الله علیه وسلم قضی بالدین قبل الوصیة وانتم تقرءون الوصیة قبل الدین والعمل علی هذا عند عامة اهل العلم انه یبدء الدین قبل الوصیة۔[2]

از حارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت پر مقدم ہے اور تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم پڑھتے ہو، اور عام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[3] اور امام احمد[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے:

ویذکر عن ابی هریرة رفعه لا یتطوع الامام فی مکانه ولم یصح۔[5]

اور مذکور ہے از حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اپنی جگہ نفل (سنت وغیرہ) نہ پڑھے اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵، " " "

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۳۱، ۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وذلك لضعف اسناده واضطرابه تفرد به ليث بن ابی سليم وهو ضعيف، واختلف عليه فيه، وقد ذكر البخاری الاختلاف فيه فی تاريخه وقال لم يثبت هذا الحديث - (الی قوله) ويؤخذ من مجموع الادلة ان للامام احوالا لان الصلوٰة اما ان تكون مما يتطوع بعدها اولا يتطوع الاول اختلف فيه هل يتشاغل قبل التطوع بالذكر الماثور ثم يتطوع؟ وهذا الذی عليه عمل الاكثر وعند الحنفية يبدأ بالتطوع وحجة الجمهور حديث معاوية ويمكن ان يقال لايتعين الفصل بين الفريضة والنافلة بالذكر بل اذا تنحی من مكانه كفیٰ به ويترجح تقديم الذكر الماثور بتقييده فی الاخبار الصحيحة بدبر الصلوٰة واما الصلوٰة التی لايتطوع بعدها فيتشاغل الامام ومن معه بالذكر الماثور ولايتعين له مكان بل ان شاء وا انصرفوا وذكروا و ان شاء وا امكثوا وذكروا۔ [1]

عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے اس کی روایت میں لیث بن ابی سلیم متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے، اس میں اختلاف ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس اختلاف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس مسئلہ میں جو دلائل ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ امام کی کئی حالتیں ہوتی ہیں کیونکہ کبھی نماز کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور کبھی نہیں، پہلی صورت میں یہ اختلاف ہے کہ آیا سنتیں پڑھنے سے پہلے ماثور ذکر کرے اور بعد میں سنتیں پڑھے یا پہلے سنتیں پڑھے، جمہور کے نزدیک ذکر کے بعد سنتیں پڑھے اور احناف کے نزدیک پہلے سنتیں پڑھے جمہور کی دلیل حضرت معاویہ کی حدیث ہے (امام مسلم نے حضرت معاویہ سے مرفوعاً روایت کیا: جب تم جمعہ پڑھ لو تو کوئی بات کرنے یا وہاں سے نکلنے سے پہلے نماز نہ پڑھو) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ فرض اور نفل میں فصل کرنا ذکر کرنے میں منحصر نہیں ہے، بلکہ جگہ بدلنے سے بھی فصل ہو جاتا ہے، البتہ چونکہ احادیث صحیحہ میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہے اس لیے ذکر کے ذریعہ فصل کرنے کو ترجیح ہے اور جس نماز کے بعد سنتیں نہیں پڑھی جاتیں (مثلاً فجر اور عصر) ان میں امام اور مقتدی ماثور ذکر کے ساتھ مشغول ہوں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں، خواہ اسی جگہ بیٹھیں یا جگہ تبدیل کر لیں۔

میر حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے۔

من السنة ان لايتطوع الامام حتی — سنت یہ ہے کہ امام جب تک جگہ تبدیل نہ کر لے

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

یتحول من مکانہ۔ سنتیں نہ پڑھے۔

امام احمد نے کہا حضرت علی کے علاوہ اور کسی سے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا گویا ان کے نزدیک حضرت ابوہریرہ کی مذکور الصدر روایت ثابت نہیں ہے۔ [1]

غرض یہ کہ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ کی اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لیے درج کیا کہ ان کو اس مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی، ہر چند کہ اس باب میں حدیث حسن بھی موجود تھی ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک امام ابن ابی شیبہ کی روایت حضرت ابوہریرہ کی روایت سے فروتر ہو۔

حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

جب تمہیں کوئی حدیث سند ضعیف کے ساتھ ملے تو تمہیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے اور اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند صحیح ہو، اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو، بلکہ جب تک ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے کہ اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے توقف کرنا چاہیے۔ اور جب تم کسی حدیث ضعیف کو نقل کرنے کا ارادہ کرو، یا جس کی صحت اور ضعف میں تردد ہو، بلکہ صیغہ تمریض (مثلاً روایت ہے، وارد ہے، حدیث میں آیا ہے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے) کے ساتھ ذکر کرو، اور موضوع حدیث کا ذکر اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اس کے موضوع ہونے کا بیان نہ کیا جائے۔ [2]

امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱-۲۸۹ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

بالکذب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو دیکھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے، اور یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نے امام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جا چکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات عقائد اور فرضیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور فضائل و مناقب، ترغیب و ترہیب اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی جلالت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنا لیا جاتا ہے۔

روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط

علامہ نووی لکھتے ہیں:

راوی کی روایت قبول کرنے کے لیے حسب ذیل شروط ہیں:

(۱) جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس پر اجماع ہے کہ راوی عادل اور ضابط ہونا چاہیے یعنی مسلمان بالغ، عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو اور بیدار مغز ہو، اگر وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہو تو ان کا حافظہ قوی ہو، اور اگر وہ اپنی اصل سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کے پاس حدیث لکھی ہوئی منضبط ہو، اور اگر وہ روایت بالمعنی کرتا ہو تو حدیث کا ماہر عالم ہو۔

(۲) اس کی عدالت دو عادل شخصوں کی تصریح سے ثابت ہو گی یا اہل علم کے درمیان اس کی عدالت مشہور ہو اور ان کا اس کی تعریف کرنا کافی ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، لیث، شعبہ ابن المبارک، وکیع، ابن معین، ابن مدینی اور اسی قسم کے کئی ائمہ میں سے اگر کوئی اس راوی کی تعریف میں کوئی کلمہ کہے تو یہ کافی ہے۔

(۳) ثقات متقنین کی بہ کثرت موافقت کی وجہ سے اس راوی کا ضبط معروف ہو اور اگر وہ نادراً ان کی مخالفت کرتا ہو تو یہ مضر نہیں ہے اور اگر وہ ان کی زیادہ مخالفت کرے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ادبیہ مصر، ۱۳۵۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۰۲ - ۳۰۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

ائمہ صحاح ستہ کی شرائط ائمہ ستہ حدیث صحیح کو روایت کرتے ہیں یعنی جس کی سند متصل ہو اس کا راوی مسلم بالغ عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو، اس کا حافظہ صحیح ہو، اس کے پاس وہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہو اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو، باقی ضبط اور اتصال میں ان ائمہ کے مختلف معیار ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ حازمی نے شروط الائمہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو، اس کے تمام راوی ثقات اور کامل الضبط والاتقان ہوں، سفر اور حضر میں طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں اور کبھی وہ اس طبقہ سے کم درجہ کے راوی سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں جو قلیل الملازمۃ مع الشیخ ہوتے ہیں۔ اور امام مسلم ان دونوں طبقوں کے علاوہ کبھی ان کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں جو جرح سے محفوظ نہ ہوں بشرطیکہ وہ طویل الملازمۃ مع الشیخ ہوں جیسے حماد بن سلمہ، ثابت البنانی اور ایوب وغیرہ۔ [1]

ائمہ ستہ کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)۔ امام بخاری کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمۃ مع الشیخ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں اور کامل الضبط والاتقان اور قلیل الملازمۃ مع الشیخ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۲)۔ امام مسلم کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ اور کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۳)۔ امام ابوداؤد کامل الضبط اور کثیر الملازمۃ، کامل الضبط اور قلیل الملازمۃ، ناقص الضبط اور کثیر الملازمۃ، ان تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور قلیل الملازمۃ اس چوتھے طبقہ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۴)۔ امام ترمذی ان چاروں طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور پانچواں طبقہ یعنی ناقص الضبط وقلیل الملازمۃ مع غوائل الجرح سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۵)۔ امام نسائی بھی پہلے تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے، ان کی شرائط امام ابوداؤد کی طرح ہیں۔

(۶)۔ امام ابن ماجہ ان پانچوں طبقوں سے استیعاب کر لیتے ہیں۔

انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اسناد یا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صراحۃً یا حکماً ختم ہوگا یا صحابی پر یا تابعی پر، اول الذکر حدیث مرفوع ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔ پھر اس سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جائے گا یا آپ کا فعل بیان کیا جائے گا یا آپ کی تقریر

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

بیان کی جائے گی، تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا اور اس کو رد نہیں فرمایا۔ حدیث موقوف اور مقطوع کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور حکماً کا بیان

حدیث مرفوع قولی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

حدیث مرفوع فعلی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث مرفوع تقریری صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کام کیا اور اس پر آپ کا انکار نقل نہ کرے۔ یہ تینوں اقسام مرفوع صریح کی ہیں اور مرفوع قولی حکماً کی مثال یہ ہے:

جو صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا وہ ایسی حدیث بیان کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا بیان لغت سے تعلق رکھتا ہو مثلاً وہ بدء خلق سے متعلق گذشتہ امور کی خبریں بیان کرے، اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرے یا مستقبل کے واقعات مثلاً قرب قیامت کے فتنے اور احوال قیامت بیان کرے، یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا مخصوص عذاب کو بیان کرے تو یہ حدیث حکماً مرفوع ہے، کیونکہ جن چیزوں میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان کا جاننا صرف سماع کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام کا صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سننا متصور ہے، کیونکہ یہ فرض کیا گیا ہے کہ وہ صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا، اس لیے یہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خواہ اس صحابی نے حضور سے براہ راست سنا ہو یا بالواسطہ۔

مرفوع فعلی حکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت علی نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کرتے تھے۔

مرفوع تقریری حکماً کی مثال یہ ہے کہ صحابہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کام کرتے تھے، اور یہ اس بات کی حجت ہے کہ ان کے کام پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مطلع ہوتے تھے، کیونکہ کسی کام کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے ان کے پاس متعدد مواقع تھے اور وہ زمانہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اس لیے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائماً نہیں کر سکتے جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اور حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم نے جواز عزل پر اس لیے استدلال کیا ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے درآں حالیکہ قرآن نازل ہوتا تھا، اگر یہ ممنوع ہوتا تو اس سے قرآن مجید منع فرما دیتا۔

مرفوع قولی حکماً میں وہ حدیث بھی داخل ہے جو صریح صیغہ کی بجائے صیغہ کنایہ سے مروی ہو، مثلاً تابعی کہے فلاں صحابی اس حدیث کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں یا اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یا آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا آپ کی طرف پہنچاتے ہیں اور کبھی صرف قول پر اقتصار کرتے ہیں اور قائل کو حذف کر

دیتے ہیں، مثلاً ابن سیرین، حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تم ایک قوم سے قتال کرو گے الحدیث، خطاب نے کہا ہے کہ یہ اہل بصرہ کی خاص اصطلاح ہے، انھی صیغوں میں سے صحابی کا یہ قول ہے من السنۃ کذا، اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن عبدالبر نے یہ کہا ہے کہ جب غیر صحابی یہ کہے پھر بھی حدیث مرفوع ہے الا یہ کہ وہ کسی کی سنت کی طرف اضافت کرے، مثلاً یہ سنت الخلفین ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلقاً سنت کا لفظ بولا جائے تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے، اسی قبیل سے صحابی کا یہ قول ہے امرنا بکذا ونھینا بکذا "ہم کو اس چیز کا حکم دیا گیا، ہم کو اس چیز سے روکا گیا"، کیونکہ مطلق امر اور نہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور انھی صیغوں میں سے یہ صیغہ ہے کنا نفعل کذا "ہم اس طرح کرتے تھے" اور اسی قبیل سے کسی فعل پر صحابی کا یہ حکم لگانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے یا یہ اللہ اور اس کے رسول کی معصیت ہے، مثلاً حضرت عمار نے یہ کہا جس نے یوم شک کو روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی، یہ حدیث بھی حکماً مرفوع ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت عمار نے اس حکم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔

صحابی کی تعریف کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو من لقی النبی صلی الله علیه وسلم مومنًا به ومات علی الاسلام ولو تخللت ردة فی الاصح۔

صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو درآں حالیکہ وہ آپ پر ایمان لایا ہو اور وہ اسلام پر فوت ہوا ہو خواہ درمیان میں وہ مرتد ہو گیا ہو یہی زیادہ صحیح ہے۔

ملاقات سے مراد عام ہے خواہ وہ شخص آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، آپ کے ساتھ چلا ہو، یا آپ تک پہنچا ہو، خواہ آپ کے ساتھ کلام نہ کیا ہو، اور اس میں آپ کو دیکھنا بھی داخل ہے خواہ قصداً آپ کو دیکھا ہو یا تبعاً۔ بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف میں کہا جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس تعریف سے نابینا صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے، حالانکہ وہ بلاتردد صحابہ ہیں، اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ پر ایمان لانے کی قید لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو صرف انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے، لیکن جن لوگوں نے آپ سے ملاقات کی درآں حالیکہ ان کا ایمان تھا کہ آپ کی بعثت ہوگی لیکن انھوں نے بعثت کا زمانہ نہیں پایا، آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں، یہ بحث غور طلب ہے۔ اس تعریف میں یہ قید ہے کہ ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو، اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف سے نکل گئے جنھوں نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی اور بعد میں (العیاذ باللہ) مرتد ہو کر مرے، مثلاً عبیداللہ بن جحش اور ابن خطل، اور تعریف میں یہ قید بھی ہے کہ خواہ درمیانی عرصہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں۔ یعنی پہلے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے، پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر خاتمہ ہوا، تو وہ بھی صحابی ہیں، خواہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ کی وفات کے بعد، اور خواہ انھوں نے دوبارہ آپ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور تعریف میں آخری قید ہے کہ یہی زیادہ صحیح ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور راجح یہی ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اشعث بن قیس مرتد ہو گئے تھے، پھر ان کو قید کر کے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انھوں نے پھر اسلام قبول کر لیا، حضرت ابوبکر نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح ان کی روایات کو مسانید میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [1]

اس مسئلہ میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک معروف تعریف یہ ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے، اور اصحاب الاصول کے نزدیک یہ تعریف ہے: جس نے بہ طریق متابعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طویل مجلس حاصل کی، اور سعید بن مسیب سے یہ تعریف منقول ہے کہ صحابی صرف وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو یا جس نے آپ کے ساتھ ایک یا دو غزووں میں شرکت کی، یہ تعریف ضعیف ہے کیونکہ اس کے اعتبار سے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما صحابی نہیں ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [2]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی، حافظ ابن الصلاح اور امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے: "ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو" اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا تھے، انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں، اور جس شخص نے آپ کو کفر کی حالت میں دیکھا اور وہ آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا جیسے قیصر کا ایلچی اس تعریف کے مطابق وہ صحابی ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے اور جس شخص نے آپ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابوذویب خویلد بن خالد ہذلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس مسلمان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ صحابی ہے تو اس تعریف میں تمام امت داخل ہو جائے گی، کیونکہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو دیکھا تھا، نیز یہ تعریف اس پر بھی صادق آئے گی جو آپ کی صحبت میں رہا پھر مرتد ہو گیا، مثلاً ابن خطل وغیرہ، اس لیے اولیٰ تعریف یہ ہے: "جس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام پر فوت ہوا"، یہ تعریف اس شخص پر بھی صادق آئے گی جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر مرا، عراقی نے کہا اس پر صحابی کی تعریف صادق آنے پر اعتراض ہے، کیونکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مرتد ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ ارتداد سے اس کی صحابیت بھی باطل ہو گئی، جیسے قرہ بن ہبیرہ اور اشعث بن قیس، اور جن لوگوں نے مرتد ہونے کے بعد آپ کی حیات میں اسلام کی طرف رجوع کر لیا جیسے عبداللہ بن ابی سرح تو ان پر صحابی کی تعریف صادق آنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ اور اس سے پہلی قسم، دونوں صحابی ہیں۔ [3]

---

[1] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸۴ - ۸۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا، پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ محمد اکرم سندھی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے متبعین کے مذہب کا تقاضا یہ ہے کہ ارتداد سے اعمال اس وقت باطل ہوتے ہیں جب کفر پر موت ہو اور ہمارے مذہب میں یہ مقرر ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ پھر اسلام قبول کرے تو اس پر حج کا اعادہ کرنا واجب ہو گا کیونکہ یہ عمر میں فرض ہوتا ہے، اس لیے جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا تو اس کی صحابیت باطل ہو گی، اب اگر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر اسلام لایا تو وہ صحابی نہیں ہو گا ہاں جو آپ کی حیات مبارکہ میں دوبارہ اسلام لے آیا تو وہ صحابی ہو گا، امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ [1]

حافظ عسقلانی نے اپنے مختار پر یہ دلیل دی تھی کہ اشعث بن قیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے، اور انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا اور ان کا سب نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور ان کی احادیث کو مسند کہا ہے۔

علامہ سندھی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے اشعث بن قیس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے انھوں نے غفلت سے اس کا شمار صحابہ میں کیا، یا اس کا صحابہ میں شمار اس وجہ سے کیا کہ وہ صحابہ کے دور میں تھا، اور جن لوگوں نے اس کی احادیث کو مسند کہا ہے، انھوں نے راوی کے حال سے جہالت کی وجہ سے ایسا کیا، یا اس نے دوسرے صحابہ سے جو حدیث روایت کی تھی اس کو مسند کہا یا یہ تخریج اس قول پر ہے کہ کفر کی حالت میں حدیث سننا اور اس کو اسلام میں ادا کرنا جائز ہے ورنہ فقہاء احناف کی کتاب ولوالجیہ کی کتاب الشہادت میں لکھا ہے کہ مرتد نے جو حدیث روایت کی وہ باطل ہے اور مرتد ہونے کے بعد اس کی احادیث کو سننے والے کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ حلبی نے قاضی عیاض کی شفاء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ائمہ ستہ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اشعث کی روایت ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ صحابی ہے اور اس کا صحابی ہونا اسی قول پر متصور ہے کہ جب ارتداد پر موت ہو تب عمل باطل ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نفس ارتداد سے عمل باطل ہو جاتا ہے خواہ وہ موت سے پہلے اسلام قبول کرے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے تو پھر اشعث کا صحابہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ محمد اکرم سندھی من علمائے قرن الحادی عشر، امعان النظر ص ۲۰۴، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

[2] " " " " امعان النظر ص ۲۰۷، " " " "

امام ابوحنیفہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ۔ (مائدہ ۵:۵)

اور جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔

اور امام شافعی قرآن مجید اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا و الاخرۃ و اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون۔ (بقرہ ۲:۲۱۷)

اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مرے، تو ان لوگوں کے (نیک) عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا موت علی الکفر پر معلق کیا گیا ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم اور ان کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلا جرم ہے ارتداد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس کفر کو قائم رکھنا حتیٰ کہ کفر پر مرنا۔ اور پہلی سزا ہے دنیا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنا، اور پہلی سزا پہلے جرم سے متعلق ہے اور دوسری سزا دوسرے جرم سے متعلق ہے۔ یعنی صرف مرتد ہونے سے اعمال ضائع ہو جائیں گے، اور اگر اس نے اس کفر کو قائم رکھا حتیٰ کہ کفر پر مرا تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گا۔

اس لیے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا اور آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کی صحابیت زائل ہو گئی، اب وہ تابعی ہے صحابی نہیں ہے۔

صحابی کی معرفت کے ذرائع

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طرق اور ذرائع ہیں:

۱۔ تواتر: جیسے حضرت ابوبکر اور عمر اور باقی عشرہ مبشرہ کے متعلق تواتر سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔

۲۔ شہرت: تواتر سے کم درجہ کی شہرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صحابی ہے، جیسے حضرت ضمام بن ثعلبہ اور حضرت عکاشہ۔

۳۔ قول صحابی: کوئی صحابی یہ شہادت دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، جیسے حضرت حمنہ بن ابی حمنہ دوسی، اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے، تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ شہید ہوں گے۔

۴۔ کوئی تابعی یہ کہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔

۵۔ کوئی عادل شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابی ہوں، بہ شرطیکہ اس کا ثبوت ممکن ہو۔ کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال بعد کسی کی صحابیت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے، خواہ وہ اس سے پہلے عادل ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد روئے زمین پر کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کی وفات کے سال تھا۔

اصولیین نے یہ شرط عائد کی ہے کہ کسی شخص کی صحابیت کا دعوی تب مقبول ہوگا جب اس کے معاصر اس کی تصدیق کریں۔
علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ چھ سو سال بعد رتن ہندی نے صحابیت کا دعوی کیا، یہ شخص بولتا دجال تھا، اس نے صحابیت کا دعوی کر کے اللہ اور اس کے رسول پر جرأت کی۔ [1]

تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:
قابل شمار علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل (نیک) ہیں خواہ وہ باہمی جنگوں میں مبتلا ہوئے یا نہیں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطًا۔ (بقرہ ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ (آل عمران: ۱۱۰) ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو۔

ان آیتوں میں خطاب ان مسلمانوں سے ہے جو ان آیات کے نزول کے وقت موجود تھے اور وہ حضرات صحابہ کرام ہیں، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے "خیر القرون قرنی" سب سے بہتر قرن میرا قرن ہے"، اور ان کی عدالت پر واضح دلیل یہ ہے کہ وہ حاملین شریعت ہیں، اگر ان کی روایت مشکوک ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت صرف آپ کی حیات مبارکہ تک محصور رہے گی اور قیامت تک کے تمام زمانوں پر محیط نہیں رہے گی۔ [2]

کثیر الروایت صحابہ کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، ان کی تعداد ۵۳۷۴ ہے، ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان کی احادیث کی تعداد ۲۶۳۰ ہے، پھر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۵۴۰ ہے، پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۸۶ ہے، پھر حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ ہے، پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، ان کی احادیث کی تعداد ۱۱۷۰ ہے، ان کے علاوہ اور کسی صحابی کی احادیث کی تعداد دو ہزار سے زائد نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احادیث کی تعداد ۱۴۲ ہے، اور ان کی روایات کے کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ احادیث کی نشر و اشاعت، لوگوں کے احادیث سننے اس کو یاد کرنے اور روایت کرنے کے علوم اور شیوع سے پہلے ان کی وفات ہوگئی۔ [3]

فقہاء صحابہ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:
سب سے زیادہ فتاوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں، مسروق سے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۴-۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
[2] " " تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۴۔ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ
" " " تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۱۸، " " " "

روایت ہے کہ تمام صحابہ کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو درداء اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے، اور صحابہ میں سے عبادلہ ہیں (یعنی عبداللہ نام کے) وہ ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر اور ابن عمرو بن العاص ہیں، ابن مسعود ان میں نہیں ہیں (علامہ سیوطی نے کہا ہے یہ امام احمد کا قول ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت ابن مسعود کی پہلے وفات ہو گئی تھی، اور یہ لوگ بعد تک زندہ رہے اور ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور جب یہ چاروں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے یہ عبادلہ کا قول ہے، بعض نے کہا عبادلہ تین ہیں اور ان میں سے حضرت ابن الزبیر کو ساقط کر دیا، جوہری نے صحاح میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الصحاح میں اور علامہ رافعی نے دیات میں لکھا ہے کہ عبادلہ چار ہیں اور ان میں حضرت ابن عمرو بن العاص کی جگہ حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا ہے اور زمخشری نے مفصل میں لکھا ہے عبادلہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، اور حضرت ابن عباس ہیں۔ یہ ان کا وہم ہے اور اصطلاح میں غلطی ہے) اور ایک سو بیس صحابہ کا نام عبداللہ ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں صحیح اصطلاح وہی ہے جس کو علامہ زمخشری نے بیان کیا ہے، عبداللہ نام کے تمام صحابہ میں علم اور تفقہ کے اعتبار سے کوئی صحابی حضرت ابن مسعود کے پائے کا نہیں ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

ہم نے علی بن عبداللہ مدینی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان تین کے پائے کا کوئی نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ان میں سے ہر ایک کے بہت شاگرد تھے جو ان کے قول پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے مسروق کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے، پھر شعبی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چھ سے علم حاصل کیا جاتا تھا حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت، اور ان کا علم ایک دوسرے کے مشابہ تھا، اور حضرت علی، حضرت اشعری، اور حضرت ابی ان کا علم آپس میں مشابہ تھا، اور امام شافعی نے کہا یہ علم، اجتہاد، تقویٰ اور عقل میں ہم سے بہت بلند تھے۔ [2]

احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

امام ابو زرعہ رازی سے سوال کیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ ہیں؟ انھوں نے کہا ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں چالیس ہزار صحابہ تھے، اور غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے، امام ابو زرعہ سے کہا گیا، کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں، انھوں نے کہا یہ کس کا قول ہے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں، ان سے پوچھا گیا، اے ابو زرعہ! یہ لوگ کہاں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۷-۲۶۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

تھے اور انھوں نے کہاں سماع کیا! انھوں نے کہا یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہنے والے تھے اور اعراب (دیہاتی) تھے اور جو صحابہ آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے۔ سب نے آپ کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ سے سماع کیا۔ [1]

طبقات صحابہ کا بیان

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

طبقات صحابہ میں اختلاف ہے، امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے صحابہ کے بارہ طبقات مقرر کیے ہیں:

۱۔ جو صحابہ مکہ میں اسلام لائے مثلاً خلفاء اربعہ۔ ۲۔ اصحاب دار الندوہ۔ ۳۔ مہاجرین حبشہ۔ ۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ۔ ۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ (یہ اکثر انصار ہیں)۔ ۶۔ مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں پہنچے۔ ۷۔ اہل بدر۔ ۸۔ بدر اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ۔ ۹۔ اہل بیعت رضوان۔ ۱۰۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ، مثلاً حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص۔ ۱۱۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ۔ ۱۲۔ وہ بچے جنھوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو دیکھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں۔

صحابہ میں افضل علی الاطلاق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں، یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے، علامہ خطابی نے کہا حضرت علی، حضرت عثمان سے افضل ہیں، ابوبکر بن خزیمہ کا بھی یہی قول ہے، (امام مالک، قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام الحرمین نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ تدریب) ابو منصور بغدادی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ سب سے افضل ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر ہیں، پھر اہل احد ہیں، پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں، پھر انصار میں سابقین اولین ہیں یہ وہ ہیں جنھوں نے قبلتین کی طرف نماز پڑھی، سب سے پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے اور سب سے آخر میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے، ایک قول ۱۱۰ھ کا اور ایک قول ۱۰۷ھ کا ہے، اور ان سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ [2]

تابعین کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے، حاکم نے کہا ان کے پندرہ طبقات ہیں، پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا، ان میں قیس بن ابی حازم اور ابن المسیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اولاد صحابہ سے پیدا ہوئے (جیسے عبداللہ بن ابی طلحہ، ابی امامہ، سعد بن سہل بن حنیف، ابی اور قیس خولانی وغیرہ)۔ [3]

---

[1] ۔ حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۸۔۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۹۔۲۲۲، ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ " " " تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۳۵۔۲۳۴، " " " "

مخضرمین کا بیان علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

مخضرمین وہ لوگ ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کو نہیں دیکھا، اور نہ ان کو صحبت حاصل ہوئی، یہ علماء حدیث کی اصطلاح ہے، امام مسلم نے بشیر بن عمرو کا مخضرمین میں ذکر کیا ہے اور وہ ہجرت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اہل لغت کی اصطلاح میں مخضرمین ان لوگوں کو کہتے ہیں، جن کی آدھی عمر جاہلیت میں اور آدھی عمر اسلام میں گذری خواہ انھوں نے صحابہ کو پایا ہو یا نہیں، ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ ہے، لہٰذا حکیم بن حزام لغوی اعتبار سے مخضرم ہیں، امام مسلم نے بیس مخضرمین کا بیان کیا ہے اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ [1]

اکابر اور افاضل تابعین کا بیان علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہاء ہیں: (۱) سعید بن المسیب (۲) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳) عروہ بن زبیر (۴) خارجہ بن زید بن ثابت۔ (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (۶) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۷) سلیمان بن یسار الھلالی ابوایوب۔ ابن المبارک نے ابوسلمہ کی جگہ سالم بن عبداللہ بن عمر اور ابوالزناد نے ان کی جگہ ابوبکر بن عبدالرحمن کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہاء تابعین کا ذکر کیا ہے: (۱) ابن المسیب (۲) ابوسلمہ (۳) قاسم (۴) خارجہ (۵) اس کا بھائی اسماعیل (۶) سالم (۷) حمزہ (۸) زید (۹) عبیداللہ (۱۰) بلال، موخر الذکر پانچوں حضرت ابن عمر کے بیٹے ہیں (۱۱) ابان بن عثمان (۱۲) قبیصہ بن ذویب۔

امام احمد نے کہا افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں، ان سے کہا گیا اور علقمہ اور اسود تو انھوں نے کہا وہ بھی ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ابوعثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابوعبداللہ بن خفیف نے کہا اہل مدینہ سعید بن مسیب کو افضل التابعین کہتے ہیں، اہل کوفہ اویس قرنی کو اور اہل بصرہ حسن بصری کو افضل التابعین کہتے ہیں، امام احمد نے کہا عطاء مکہ کے مفتی تھے اور حسن بصری بصرہ کے مفتی تھے۔

بلقینی نے کہا تابعین میں سے سب سے پہلے ابوزید عمر بن زید کی وفات ہوئی، یہ ۳۰ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں قتل کر دیے گئے تھے، اور سب سے آخر میں خلیفہ بن خلیفہ کی وفات ہوئی یہ ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ [2]

حدیث مسند کی تعریف مسند، اسند کا اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے اضافت کرنا اور نسبت کرنا۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ما اتصل سندہ مرفوعا الی النبی صلی اللہ — جس حدیث مرفوع کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] " " " " ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۰، " " " "

علیہ وسلم۔ سند متصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ھو مرفوع صحابی بسند ظاھرہ الاتصال۔ یہ صحابی کی روایت کردہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو۔

صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل ہے اسی طرح تبع تابعی یا اس سے نیچے درجہ کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ معضل یا معلق ہے، اور بہ ظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بہ ظاہر منقطع ہے، اور جو حدیث حقیقۃً متصل ہو وہ اس میں بہ طریق اولیٰ داخل ہوگی، اور بہ ظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع خفی، مثلاً مدلس کی معنعن حدیث یا جن معاصر کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہیں وہ بھی مسند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ ائمہ کا اس کے مسند ہونے پر اتفاق ہے۔[1]

اس کی مثال یہ حدیث ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا عبد الوھاب ثقفی قال ثنا ایوب عن ابی قلابۃ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔[2]

محمد بن المثنیٰ، عبد الوہاب ثقفی، ایوب از ابی قلابہ، از حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حدیث متصل کی تعریف

از روئے لغت اتصال، انقطاع کی ضد ہے اور اس کی اصطلاحی تعریف کے متعلق علامہ نووی لکھتے ہیں:

ھو ما اتصل اسنادہ مرفوعا کان او موقوفا علی من کان ویسمی الموصول۔[3]

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی پر بھی موقوف ہو، اس کو موصول بھی کہتے ہیں

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے جو یہ لکھا ہے کہ خواہ کسی پر موقوف ہو، اس کے اعتبار سے یہ تعریف اقوال تابعین کو بھی شامل ہے، اور حافظ ابن الصلاح نے اس کو صرف مرفوع اور موقوف میں منحصر رکھا ہے۔ موقوف کی مثال ہے جیسے مالک از نافع از ابن عمر از عمر رضی اللہ عنہ۔ عراقی نے یہ کہا ہے کہ جب اقوال تابعین کی اسانید متصل ہوں تو ان کو مطلقاً متصل نہیں کہتے، البتہ تقیید کے ساتھ ان کو متصل کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے کلام میں واقع ہے جیسے کہتے ہیں یہ سعید بن مسیب تک متصل ہے یا زہری تک متصل ہے یا مالک تک متصل ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ اقوال تابعین کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ اب اگر اس کو متصل بھی کہیں تو ایک چیز کا دو متضاد صفتوں سے اتصاف لازم آئے گا۔[4]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۸۸-۸۷، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

اس کی مثال یہ حدیث ہے:
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حدثنی یعقوب بن ابراھیم الدورقی وحجاج بن الشاعر جمیعا عن ابی عاصم قال حجاج نا ابو عاصم انا عزرۃ بن ثابت انا علیاء بن احمر حدثنی ابو زید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان و بما ھو کائن فاعلمنا احفظنا۔ [1]

یعقوب بن ابراہیم الدورقی، حجاج بن شاعر، ابو عاصم، عزرہ بن ثابت، علیاء بن احمر، ابو زید روایت ہے: حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آگیا آپ نے منبر سے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا، حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا، آپ نے منبر سے اتر کر ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا سو آپ نے ہمیں ماکان وما یکون کی خبریں دیں پس جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

مختلف الحدیث کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث نہ ہو تو اس کو محکم کہتے ہیں اور صحاح کی کتابوں میں اس کی بہت مثالیں ہیں، اور اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی حدیث ہو تو یا تو وہ بھی اس کی مثل مقبول ہوگی یا مردود ہوگی، اگر وہ مردود ہے تو تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث قوی میں ضعیف کی مخالفت سے کوئی اثر نہیں پڑتا، اور اگر وہ معارض حدیث اس کی مثل مقبول ہے تو اگر امکان تطبیق ممکن ہے تو اس کو مختلف الحدیث کہتے ہیں اور اگر تطبیق ممکن نہیں تو اگر ان میں کسی کا متقدم ہونا اور دوسری کا موخر ہونا معلوم ہو جائے تو وہ منسوخ اور ناسخ ہیں اور اگر یہ بھی معلوم نہ ہو سکے تو پھر ان حدیثوں میں توقف کیا جائے گا اور وہ حدیث موقوف کہلائے گی۔

مختلف الحدیث کی مثال یہ ہے "لاعدوی ولاطیرۃ" (کوئی مرض متعدی ہوتا ہے نہ بدفال ہے) اور یہ بھی حدیث میں ہے:

فر من المجذوم فرارک من الاسد۔

جذام کے مریض سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔

یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں اور بہ ظاہر متعارض ہیں، حافظ ابن الصلاح نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ امراض خود بہ خود متعدی نہیں ہوتے لیکن اللہ سبحانہ نے مریض کے تندرست کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے اور کبھی اس سبب کا تخلف بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ اور اسباب میں ہوتا ہے [2]

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۶ - ۴۵، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اس کا محمل یہ ہے کہ مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور جس حدیث میں ہے جذام کے مریض سے بھاگو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرض متعدی ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے جیسے اور اسباب بناتے ہیں لیکن کبھی اس میں تخلف بھی ہو جاتا ہے اور اختلاط کے باوجود مرض متعدی نہیں ہوتا۔

حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم ہے تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں، نسخ کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اور سب سے صریح یہ ہے کہ خود حدیث میں یہ تصریح ہو جیسے امام مسلم نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے:

کنت نهیتکم عن زیارة القبور فزوروها۔

میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ یہ حدیث متاخر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

کان اٰخر الامرین من رسول الله صلی الله علیه وسلم ترك الوضوء مما مسته النار۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ تھا کہ آپ نے آگ پر پکی ہوئی چیز کے چھونے سے وضو کرنے کو ترک فرما دیا تھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو، علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابو داؤد اور نسائی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

افطر الحاجم والمحجوم۔

فصد لگانے والے اور فصد لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

امام شافعی نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی اس روایت سے منسوخ ہے۔

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم احتجم وهو محرم صائم۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے روزے میں فصد لگوائی درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سنہ ۱۰ھ کو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے سنہ ۸ھ کو فتح مکہ کے زمانہ میں روایت کی تھی۔

اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اجماع کی دلالت سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے، مثلاً امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو قتل کر دو، اور اس پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا، اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے، لیکن وہ نسخ پر دلالت کرتا ہے اور زیر بحث صورت

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۷-۴۶، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

میں اس کی تائید سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، اسی طرح زہری نے قبیصہ بن ذؤیب سے روایت کیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو صحابی بعد میں اسلام لایا ہو اگر اس کی روایت اس صحابی کے معارض ہو جو اس سے پہلے اسلام لایا تھا تو متاخر کی روایت کو ناسخ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے متاخر نے اس حدیث کو اس متقدم سے پہلے یا اس کے ساتھ اسلام لانے والے صحابی سے سنا ہو اور اس کو مرسلاً روایت کر دیا ہو ہاں اگر وہ متاخر الاسلام صحابی یہ تصریح کرے کہ اس نے اس حدیث کو خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس کی حدیث کو ناسخ قرار دیا جائے گا۔ [2]

علامہ سندھی لکھتے ہیں:

امام بغوی نے کہا ہے کہ طلق بن علی کی حسب ذیل روایت حضرت ابوہریرہ کی روایت سے منسوخ ہے:

عن طلق بن علی انہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضأ قال ھل ھو الا بضعۃ منک۔

طلق بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے وضو کے بعد ذکر کو مس کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جسم کا ایک عضو ہی تو ہے!

اور اس کی ناسخ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے جس کو امام دار قطنی نے روایت کیا ہے:

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا افضی احدکم بیدہ الی ذکرہ لیس بینہ و بینھا شئ فلیتوضأ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بلا حجاب اپنے ذکر کو پکڑے تو وہ وضو کرے۔

امام بغوی نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، طلق بن علی کے آنے کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے حضرت ابوہریرہ کی روایت متاخر ہے اور طلق بن علی کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت ابوہریرہ کی روایت کو ناسخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے اپنے خود سننے کی تصریح نہیں کی، علاوہ ازیں حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن عبدالملک ضعیف راوی ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جریر کی حدیث ہے، کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

[3] علامہ محمد اکرم سندھی من علماء قرن الحادی عشر، امعان النظر ص ۹۴-۹۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

فرضیت کا بیان سورۂ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا، اور حضرت جریر سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انھوں نے موزوں پر مسح کرنے کی حدیث بیان کی، اس سے معلوم ہوا کہ جب موزے پہنے ہوئے ہوں تو پیر دھونے کی فرضیت منسوخ ہو گئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر کی حدیث ہے جو سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن همام بن الحارث قال بال جرير بن عبد الله ثم توضأ ومسح على خفيه قيل له اتفعل هذا قال وما يمنعني وقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله وكان يعجبهم حديث جرير لان اسلامه كان بعد نزول المائدة۔ [1]

ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، ان سے کہا گیا آپ اس طرح کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے، جب کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کو حضرت جریر کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن شهر بن حوشب قال رايت جرير بن عبد الله توضأ ومسح على خفيه فقلت له في ذلك فقال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توضأ ومسح على خفيه فقلت له اقبل المائدة او بعد المائدة فقال ما اسلمت الا بعد المائدة۔ [2]

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبداللہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، میں نے پوچھا سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انھوں نے کہا میں سورہ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔

لہٰذا حضرت جریر کے اسلام لانے کی تاریخ سے موزوں کے مسح کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ کا پتا نہ چل سکے، اور سند یا متن کے لحاظ سے ایک حدیث کو کسی وجہ سے دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایک حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا ورنہ دونوں احادیث میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا اور ان پر توقف کیا جائے گا۔ [3]

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ " " " جامع ترمذی ص ۴۰، " " " "

[3] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۹ - ۴۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان اگر سند حدیث میں کوئی راوی اپنے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہو اور اس تفرد کی وجہ سے اس حدیث کو غریب قرار دیا جا رہا ہو، پھر بعد میں تتبع اور تفحص سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں منفرد سمجھا جا رہا تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس منفرد راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متابع اور اس کے شیخ کو متابع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں، اور اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظہ روایت کرے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں اور اس کے لیے شکر کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اس حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لیے نحوہ کا لفظ لاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوتی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں، جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالك عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين۔

از مالک از عبد اللہ بن دینار از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تم جب تک چاند نہ دیکھو روزے نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو عید نہ کرو، اگر تم پر چاند مخفی رہے تو تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی متفرد ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیونکہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کی ہے:

فان غم عليكم فاقدروا له۔ اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اندازہ کرو۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تامہ ہے: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة ثنا مالك عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون الحديث۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبد اللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔

امام شافعی کا ایک متابع قاصر بھی ہے کیونکہ عاصم بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ شیخ الشیخ یعنی حضرت ابن عمر سے اکملوا ثلثین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد عن ابیہ عن محمد بن زید عن جدہ عبد اللہ بن عمر۔

(صحیح ابن خزیمہ اب چھپ گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ ابن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۰۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، سعیدی غفرلہٗ)

اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر..... فان اغمی علیکم فاقدروا لہ ثلاثین یوما (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۰، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظاً متابعت نہیں ہے معنیً ہے کیونکہ اس میں اکملوا کا لفظ نہیں ہے۔

اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظاً اور معنیً مشابہ ہو تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار عن محمد بن جبیر عن ابن عباس ... فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلاثین (نسائی ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ کراچی)

اور شاہد بالمعنی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ ..... فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے اور شاہد وہ ہے جو معنیً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ [۱]

زیاداتِ ثقات کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ثقہ راویوں کا حدیث میں کسی لفظ کو زیادہ روایت کرنا، یہ بھی ایک لطیف فن ہے، جمہور فقہاء اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زیادات ثقات مطلقاً نامقبول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے اس حدیث کو ناقص روایت کیا ہے اگر اس کے غیر نے اس کو زیادہ روایت کیا ہے تو مقبول ہے اور اگر ناقص روایت کرنے والے نے ہی دوبارہ زیادہ الفاظ روایت کیے ہوں تو پھر وہ مقبول نہیں ہے، اور شیخ (ابن الصلاح) نے زیادتی کی کئی قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ وہ زیادتی جس میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہو وہ مردود ہے۔

---

[۱] ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۴-۴۲، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۲۔ جس زیادتی میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو مثلاً کوئی ثقہ راوی حدیث کے کسی جملہ کے ساتھ منفرد ہو تو وہ مقبول ہے، خطیب نے کہا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

۳۔ حدیث میں کسی ایسے لفظ کی زیادتی جس کو باقی تمام راوی ذکر نہ کرتے ہوں، جیسے حدیث میں ہے: جعلت لی الارض مسجدا و طهورا۔ "تمام زمین میرے لیے مسجد اور تیمم (کا آلہ) بنادی گئی ہے" ابو مالک اشجعی اس حدیث میں اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ منفرد ہے: وتربتها طهورنا "اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے"، شیخ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ یہ قسم پہلی قسم کے مشابہ ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے، اور دوسری قسم کے مشابہ ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے، اس لیے مقبول ہے، اور صحیح قول دوسرا قول ہے، یعنی یہ زیادتی مقبول ہے۔ [1]

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

زیادات الثقات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے:

عن ابن مسعود قال: سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم اى العمل افضل؟ قال الصلوٰة لوقتها۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔

حسن بن مکرم اور بزار نے اپنی روایتوں میں یہ زیادتی کی فی اول وقتها "یعنی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا" حاکم اور ابن حبان نے اس زیادتی کو صحیح قرار دیا۔

۲۔ امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس: امر بلال ان يشفع الاذان ويوتر الاقامة۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

سماک بن عطیہ نے اس میں یہ زیادتی کی الا الاقامة "حاکم اور ابن حبان نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے۔

۳۔ عن علی ان السنة وكاء العين۔

سرین کا حلقہ آنکھ کا سر بند ہے (یہ منصوب المعنی ہے، یعنی آنکھ سرین کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگتا رہتا ہے سرین کو بھینچ کر رکھتا ہے اور ہوا خارج ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سرین کا حلقہ کھل جاتا ہے اور ہوا خارج ہو جاتی ہے)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۴۷-۲۴۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ: ۱۳۹۲ھ

ابراہیم بن موسیٰ نے اس میں یہ زیادتی کی ہے فمن نام فلیتوضأ "پس جو آدمی سو جائے وہ وضو کرے"۔[1]

تحمّل حدیث کے طُرق اساتذہ سے تحمل اور اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: سماع، قرأۃ، اجازۃ، مناولہ مکاتبہ، اعلام، وصیت اور وجادۃ۔ ان کی تعریف اور تفصیل حسب ذیل ہے:

سماع: خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

محدثین کے نزدیک سماع سے یہ مراد ہے کہ شاگرد استاذ کے الفاظ سنے، خواہ استاذ کسی کتاب سے یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظہ سے خواہ وہ اپنے شاگرد کو لکھوائے یا نہیں۔ حدیث کا راوی جب حدثنا اخبرنا، انبانا، ذکر لنا یا قال لنا کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے استاذ نے مجھے یہ حدیث سنائی، امام احمد نے فرمایا حدثنا اور اخبرنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا جب استاذ خود بیان کرے تو شاگرد حدثنا کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی ہو تو قرأت کہے اور جب شاگرد کے کسی اور ساتھی نے استاذ کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئ علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب اکیلا استاذ کو پڑھ کر سنائے تو اخبرنی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبرنا کہے۔[2]

قرأت علامہ نووی لکھتے ہیں:

قرأت سے مراد ہے شیخ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین اس کو عرض بھی کہتے ہیں، خواہ تم نے خود پڑھا ہو یا تمہارے غیر نے پڑھا ہو، اور تم کسی کتاب سے یا اپنے حافظہ سے سن رہے ہو، جب کہ شیخ نے اپنی اصل کے سامنے رکھا ہو یا اس کے کسی معتمد نے خواہ شیخ کو وہ روایت محفوظ ہو یا نہ ہو، امام مالک اور ان کے اصحاب اور اشیاخ کے نزدیک قرأت، سماع کے مساوی ہے، اور جمہور اہل مشرق کے نزدیک سماع قرأت پر راجح ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک قرأت سماع پر راجح ہے، اس میں محتاط طریقہ یہ ہے کہ راوی یوں کہے قرأت علی فلان یا قرئ علیہ وانا اسمع فاقربہ۔[3]

اجازۃ علامہ نووی لکھتے ہیں:

اجازۃ کی سات اقسام ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(ا) ایک معین استاذ (مثلاً امام بخاری) معین شاگرد (مثلاً امام مسلم) کو اجازت دے اور کہے میں تم کو صحیح بخاری کی یا اپنی ان مرویات کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جمہور کے نزدیک اس طریقہ سے حدیث کو روایت کرنا جائز ہے، بعض ظاہریہ نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن ان کا قول باطل ہے۔

(ب) ایک شخص کسی غیر معین چیز کی اپنے غیر کو اجازت دے مثلاً کہے میں اپنی تمام مسموعات کی اجازت دیتا ہوں، اس میں بھی اختلاف ہے، لیکن جمہور نے اس کو جائز کہا ہے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۸-۲۴۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۹۶-۲۹۴ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۱۶-۱۲، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

(ج)۔ کسی غیر معین کو عام وصف کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت دی یا اپنے زمانہ والوں کو اجازت دی، اس میں متاخرین کا اختلاف ہے، قاضی ابو الطیب اور خطیب وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(ہ)۔ کسی مجہول چیز کی اجازت دے، یا مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہو اور کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی، یا کہے میں نے محمد بن خالد دمشقی کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔

(و)۔ کسی معدوم شخص کو اجازت دے، مثلاً فلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوگا اس کو اجازت دی، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔

(ز)۔ مجیز نے کسی حدیث کو حاصل نہ کیا ہو اور وہ یہ اجازت دے کہ جب وہ اس کو حاصل کر لے تو مجاز اس کی روایت کرے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔

(ح)۔ ایک شخص کو جن مرویات کی اجازت ملی ہو اس کی اجازت دے، مثلاً کہے میں تم کو اپنی مجازات کی اجازت دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا یہ ناجائز ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے، امام دار قطنی، امام ابن عقدہ، امام ابو نعیم، امام ابو الفتح نصر المقدسی وغیرہم نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ [1]

مناولہ علامہ نووی لکھتے ہیں:

مناولہ کی دو قسمیں ہیں، مناولہ مجردہ اور مناولہ مقرونہ بالاجازۃ۔ مناولہ مقرونہ، انواع اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(ا)۔ شیخ، طالب کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں نے فلاں شخص سے ان احادیث کو روایت کیا ہے اب تم ان کو روایت کرو، یا کہے میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، پھر اس تحریر کو اس کی ملک کر دے تاکہ وہ اس کو لکھ لے۔

(ب)۔ طالب نے شیخ سے سن کر جو احادیث لکھی ہیں وہ اپنی مسموعات شیخ کو دے، شیخ ان کا مطالعہ کرے درآں حالیکہ وہ حاضر دماغ ہو، پھر وہ اس کو لوٹا کر کہے یہ میری حدیثیں یا میری روایات ہیں ان کو مجھ سے روایت کرو، یا کہے میں نے تمہیں ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، بہ کثرت اہل حدیث نے ان کا نام عرض رکھا ہے اور چونکہ قرأت کو بھی عرض کہتے ہیں، اس لیے اس کو عرض المناولہ کہنا چاہیے اور اس کو عرض القرأۃ۔ زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، مجاہد، شعبی، علقمہ، ابراہیم، ابو العالیہ، ابو الزبیر، ابو المتوکل، مالک، ابن وہب، ابن القاسم اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ مناولہ بمنزلہ سماع ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ سماع اور قرأت سے کم درجہ کا ہے۔ ثوری، اوزاعی، ابن المبارک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، بویطی، مزنی، امام احمد، اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ اور دیگر ائمہ کا یہی قول ہے۔

(ج)۔ شیخ، طالب کو اپنی مسموعات دے اور ان کو روایت کرنے کی اجازت دے، پھر شیخ اس کو ان کا مالک بنا دے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۴۰ - ۴۹، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

یہ پہلی صورت سے کم درجہ ہے۔ اور طالب کے لیے ان احادیث کو شیخ سے روایت کرنا جائز ہے۔
مناولہ مجردہ یہ ہے کہ شیخ طالب کو اپنی مسموعات کی اصل یا نقل دے اور صرف اتنا کہے کہ یہ میری مسموعات ہیں، فقہاء اور اصحاب الاصول کا مذہب یہ ہے کہ اس میں اس شیخ سے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ [۱]

مکاتبہ علامہ نووی لکھتے ہیں:
کتابت کی تعریف یہ ہے کہ شیخ اپنی مسموعات کسی حاضر شخص کو خود لکھ کر دے یا کسی سے لکھوا کر دے، یا کسی غائب شخص کو خود لکھ کر یا لکھوا کر دے اس کی دو قسمیں ہیں، ایک مجردہ عن الاجازۃ اور دوسری کتابت مقرونہ بالاجازۃ، مقرونہ یہ ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی تم کو اجازت دی، یہ صحت اور قوت میں مناولہ مقرونہ کی مثل ہے۔ اور کتابت مجردہ یہ ہے کہ اس کو صرف لکھ کر دے۔ قاضی ماوردی شافعی نے کتابت مجردہ میں روایت کرنے سے منع کیا ہے اور اکثر متقدمین اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے، اور محدثین میں یہی مشہور ہے اور ان کی تصنیفات میں یہ عبارت پائی جاتی ہے: میری طرف فلاں نے لکھا اس نے کہا مجھ سے فلاں نے حدیث بیان کی اس سے یہی صورت مراد ہوتی ہے، سمعانی نے کہا یہ اجازۃ سے زیادہ قوی ہے، اور اس میں راوی کے لیے کاتب کے خط کو پہچاننا کافی ہے۔ [۲]

اعلام علامہ نووی لکھتے ہیں:
اعلام یہ ہے کہ شیخ، طالب سے صرف اتنا کہے کہ یہ حدیث میری سنی ہوئی ہے یا اس کتاب میں میری سنی ہوئی حدیثیں ہیں (اور اس کو روایت کرنے کی اجازت نہ دے) کثیر اصحاب الحدیث، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک طالب کے لیے اس کو روایت کرنا جائز ہے۔ ابن جریج، ابن الصباغ الشافعی، ابوالعباس العذری المالکی وغیرہ نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے اور بکثرت محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ اس کی روایت جائز نہیں ہے، لیکن اگر اس کی سند صحیح ہو تو اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے۔ [۳]

وصیت علامہ نووی لکھتے ہیں:
وصیت یہ ہے کہ ایک شخص موت کے وقت یا سفر کے وقت یہ وصیت کرے کہ وہ اس کتاب سے روایت کرتا ہے، بعض متقدمین نے کہا جس کے لیے وہ وصیت کرے اس کا اس کتاب سے احادیث روایت کرنا جائز ہے، اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے۔

وجادۃ یہ وجد کا مصنوعی مصدر ہے، عرب میں یہ مسموع نہیں ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک شخص کسی راوی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی احادیث پر مطلع ہو اور وہ ان احادیث کو اس شخص سے سن کر یا اجازت سے روایت نہ کرتا ہو تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں نے فلاں شخص کی لکھی ہوئی احادیث پڑھیں یا پائیں یا اس کی کتاب

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۰-۴۴، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
[۲] " " " " ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۷-۵۵، " " " " "
[۳] " " " " ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۵۹-۵۸، " " " " "

میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا حدثنا فلاں، پھر پوری سند اور متن بیان کرے، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں سے روایت پڑھی۔ اس پر شروع سے لے کر اب تک عمل ہو رہا ہے، بعض لوگوں نے بے تکے پن سے اس میں حدثنا و اخبرنا بھی کہا اور ان پر انکار کیا گیا۔ [1]

اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان

اسناد عالی و اسناد نازل: ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم ہوں اور دوسری میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو اسناد عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہو اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

اسناد عالی کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم علو مطلق ہے باقی علو نسبی ہیں:

(۱)۔ سند صحیح نظیف کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب، یہ علو مطلق ہے۔

(۲)۔ ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا قرب خواہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک رجال زیادہ ہوں مثلاً سند صحیح کے ساتھ اعمش، ابن جریج یا مالک کا قرب۔

(۳)۔ صحاح ستہ یا دیگر کتب معتمدہ کے رجال میں سے کسی راوی کے ساتھ سند صحیح سے قرب۔

(۴)۔ راوی کی وفات مقدم ہونے کی وجہ سے علو، از بیہقی، از حاکم یہ سند اس سند سے عالی ہے، از ابی بکر بن خلف، از حاکم، کیونکہ بیہقی کی وفات ابو بکر بن خلف سے پہلے ہے، اس صورت میں ہر چند کہ عدد برابر ہیں کیونکہ دونوں میں دو راوی ہیں لیکن علو تقدم وفات کی وجہ سے ہے۔

(۵)۔ تقدم سماع کی وجہ سے علو مثلاً ایک شیخ سے دو راویوں نے سماع کیا ایک نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر چالیس سال تھی اور دوسرے نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ سال تھی تو خواہ سند میں رجال کے عدد برابر ہوں لیکن جس نے شیخ سے پہلے سماع کیا ہے اس کی سند عالی ہے اور یہ علو اس وقت اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب آخر عمر میں شیخ کا حافظہ کمزور یا مختل ہو گیا ہو۔

دوسری قسم اہل حدیث میں سے کسی کا قرب ہوتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں، موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔

موافقت: موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں اس سے کم رجال ہوں مثلاً امام بخاری ایک حدیث از قتیبہ از مالک روایت کرتے ہیں، اب کوئی دوسرا شیخ کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے روایت کرے اور اس سند میں امام بخاری کی بہ نسبت کم رجال ہوں۔

بدل: اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ الشیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے اور اس کی سند میں رجال کم ہوں تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً مذکور الصدر سند میں کوئی شخص قعنبی از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قعنبی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی ج ۲ ص ۶۱-۶۰، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

قتیبہ کا بدل ہوگا۔

مساوات: مؤلف کتاب نے ایک حدیث کو ایک خاص سند سے روایت کیا ہو، اور ایک دوسرا شخص کسی اور سند سے اس حدیث کو روایت کرے اور دونوں میں راویوں کی تعداد برابر ہو مثلاً امام نسائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کریں اور ان کی سند میں گیارہ رجال ہوں، اور ایک دوسرا شخص اسی حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرے اور اس کی سند میں بھی گیارہ رجال ہوں تو اس کی سند امام نسائی کے مساوی ہوگی۔

مصافحہ: مصنف کتاب کے تلمیذ کے ساتھ مساوات کو مصافحہ کہتے ہیں:

اسناد نازل کی بھی پانچ اقسام ہیں اور چونکہ اسناد نازل، اسناد عالی کی مقابل اور ضد ہے اس لیے عالی کی تعریف اور مثال سے نازل کی تعریف اور مثال بھی معلوم ہوگئی۔ [1]

حدیث مسلسل کا بیان

حدیث مسلسل کی سند کے رجال میں سے ہر راوی تسلسل سے کسی ایک حالت کو نقل کرے عام ازیں کہ ہر راوی کسی ایک قول کو تسلسل سے نقل کرے یا کسی ایک فعل کو نقل کرے۔ یا قول اور فعل کو نقل کرے یا صیغہ ادا کو نقل کرے۔ [2]

اس کی مثال یہ ہے امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن الحبلی عن الصنابحی عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بیدہ وقال یا معاذ واللہ انی لاحبك فقال اوصیك یا معاذ لا تدعن فی دبر کل صلوٰۃ تقول اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك واوصی بذلك معاذ الصنابحی واوصی بہ الصنابحی ابا عبد الرحمٰن۔ [3]

از عبد الرحمٰن حبلی از صنابحی از حضرت معاذ بن جبل روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں، اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا "اے اللہ! تو اپنے ذکر اور شکر میں اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما، پھر حضرت معاذ کے صنابحی کو اس دعا کی وصیت کی اور صنابحی نے ابو عبد الرحمٰن کو اس کی وصیت کی۔

اس حدیث میں تسلسل یہ ہے کہ ہر راوی عنہ نے اپنے راوی کو ——— اس دعا کی وصیت کی ہے۔

حدیث مسلسل کی دوسری مثال یہ ہے کہ سلسلہ سند کے تمام رجال کسی ایک فعل کو تسلسل سے نقل کریں، حافظ عراقی لکھتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال شبك بیدی ابو — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، تذکرہ وتبصرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۶۵ - ۲۵۱، ملحقاً مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] " " " " " " " " ۲۸۴ "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال خلق اللہ الارض یوم السبت الحدیث فقد تسلسل لنا تشبیک کل واحد من رواتہ بید من رواہ عنہ۔[1]

کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا الحدیث، پھر ہر مروی عنہ نے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ حدیث روایت کی۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

فعل کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، سر پر ہاتھ رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، درود شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گننا، مصافحہ کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھلانا پلانا، کھجور اور پانی سے دعوت کرنا۔[2]

قول اور فعل دونوں کے تسلسل کے متعلق حافظ عراقی نے یہ مثال دی ہے:

حدثنا محمد بن اسمٰعیل بن ابراھیم انصاری قال انا والدی ویحیی بن علی بن محمد الفلانسی قالا انا علی بن محمد ابی الحسن قال ثنا یحیی بن محمود الثقفی ثنا اسمٰعیل بن محمد بن الفضل ثنا احمد بن علی بن خلف ثنا محمد بن عبد اللہ الحاکم ثنا الزبیر بن عبد الواحد ثنا یوسف بن عبد الاحد الشافعی ثنا سلیمان بن شعیب الکسائی ثنا سعید الادم ثنا شہاب بن خراش قال سمعت یزید الرقاشی یحدث عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجد العبد حلاوۃ الایمان حتی یومن بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ قال وقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی لحیتہ وقال امنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم انصاری، اپنے والد اور یحییٰ بن علی بن محمد فلانسی علی بن محمد ابی الحسن، یحییٰ بن محمود ثقفی، اسماعیل بن محمد بن الفضل، احمد بن علی بن خلف محمد بن عبداللہ الحاکم، زبیر بن عبد الواحد، یوسف بن عبداللہ شافعی، سلیمان بن شعیب کیسانی، سعید الادم، شہاب بن خراش، یزید بن رقاشی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک بندہ ایمان کی مٹھاس کو نہیں پا سکتا جب تک کہ اچھی اور بری، میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان نہ لائے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑا اور فرمایا میں اچھی اور بری، میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا۔

پھر حضرت انس نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر یزید نے اپنی ڈاڑھی کو پکڑا اور کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، اور شہاب نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا، پھر سعید نے، پھر سلیمان نے، پھر یوسف نے، پھر زبیر نے پھر حاکم نے پھر ابن خلف نے اور اسماعیل نے اور یحییٰ ثقفی نے اور علی بن محمد نے اور یحییٰ بن علی فلانسی اور ہمارے

[1] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۴ ص ۳۸، مطبوعہ دار الامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

شیخ محمد بن اسماعیل نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بری میٹھی اور کڑوی تقدیر پر ایمان لایا۔
اس حدیث کو حافظ ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق ج ۳ ص ۳۳۹، مطبوعہ دمشق)
مصنف نے جب اس حدیث کو لکھا تو مصنف نے بھی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی پکڑ کر کہا: امنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔ اور قارئین سے بھی التماس ہے کہ جب وہ ان سطور کو پڑھیں تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر کہیں امنت بالقدر خیرہ وشرہ حلوہ ومرہ۔ تاکہ سلسلہ رجال کے قول اور فعل کے تسلسل کے ساتھ ان کا قول اور فعل بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل کے ساتھ منسلک ہو جائے۔ اور صیغہ ادا میں تسلسل کی مثال میں حافظ عراقی نے لکھا ہے:
مثلاً ہر راوی یہ کہے سمعت فلانا "میں نے فلاں سے سنا ہے" پھر وہ کہے سمعت فلانا، اسی طرح تمام رجال کہیں، یا ہر راوی حدثنا کہے یا ہر راوی اخبرنا کہے تو یہ صیغہ ادا میں تسلسل ہے۔ [۲]

روایت بالمعنی کی تحقیق

حافظ عراقی لکھتے ہیں:
جو شخص الفاظ کے مدلول، معانی اور مقاصد کو نہ جانتا ہو، اس کے لیے بالاتفاق روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے شیخ کے الفاظ کو نقل کرے اور اکثر محدثین، فقہاء اور اصولیین نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ الفاظ کے معانی اور مقاصد کا عالم ہے تو اس کے لیے روایت بالمعنی کرنا جائز ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں ہے، اور دیگر خبروں میں جائز ہے اور پہلا قول ہی صحیح ہے، کیونکہ متعدد صحابہ سے اس کے جواز کی تصریح منقول ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے قصہ واحدہ کو متعدد الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حافظ ابن مندہ نے حضرت عبد اللہ بن سلیمان بن اکیمہ لیثی سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے حدیث سنتا ہوں اور میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ میں اس حدیث کو بعینہ اس طرح ادا کروں جس طرح آپ سے سنا اس میں کوئی حرف زیادہ ہوگا یا کم ہوگا، آپ نے فرمایا جب تم کسی حرام کو حلال نہ کرو، اور کسی حلال کو حرام نہ کرو اور صحیح معنی برقرار رکھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔
حافظ ابن الصلاح نے کہا ہماری رائے میں یہ اختلاف کتب احادیث سے حدیث کو نقل کرنے میں جاری نہیں ہے اور نہ ہمارے علم کے مطابق کسی نے اس کو کتب حدیث میں جاری کیا ہے، اس لیے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مصنف کی کتاب سے کسی حدیث کو نقل کرے اور اس میں الفاظ کو تبدیل کر دے، کیونکہ جنھوں نے روایت بالمعنی کی رخصت دی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ الفاظ کو ضبط کرنے اور اس پر جمود برقرار رکھنے میں مشقت تھی اور کتابوں کے اوراق سے احادیث کے نقل کرنے میں یہ مشقت نہیں ہے نیز ہر چند کہ اس کو الفاظ تبدیل کرنے کا اختیار ہے لیکن کسی کی تصنیف کو تبدیل کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ [۳]

---

[۱] حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۷ - ۲۸۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[۲] " " " التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۸۷ " " "
[۳] " " " التبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۲ ص ۱۶۹ - ۱۶۸ " " "

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روایت بالمعنی میں اختلاف مشہور ہے اور اکثر کے نزدیک جائز ہے اور ان کی قوی ترین دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ مجتہدوں میں سے جو شخص عربی زبان کا عالم ہو اس کے لیے شریعت کا اپنی زبان میں ترجمہ کرنا جائز ہے اور جب ایک عربی لفظ کو دوسری لغت کے لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا جائز ہے تو عربی لفظ کے ساتھ تبدیل کرنا بطریق اولی جائز ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ یہ مفردات میں جائز ہے (مثلاً لیث کی جگہ اسد کہنا) اور مرکبات میں جائز نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کو لفظ مستحضر ہو اور وہ اس میں تصرف پر قادر ہو اس کے لیے جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس کے لیے جائز ہے جس کو حدیث حفظ ہو اور وہ اس کے الفاظ بھول گیا ہو اور اس کا معنی اس کے ذہن میں مرتسم ہو اس کے لیے روایت بالمعنی جائز ہے تاکہ وہ حکم حاصل ہو سکے، اور تمام بحث جواز اور عدم جواز میں ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ بیان کرنا اولی ہے قاضی عیاض نے کہا کہ روایت بالمعنی کا دروازہ بند کرنا چاہیے تاکہ وہ شخص روایت بالمعنی کی جرأت نہ کرے جس کو الفاظ عربیہ اور ان کے متبادل الفاظ لینے کا ملکہ نہیں ہے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ نے کہا ہم عرب لوگ حدیث بیان کرنے میں تقدیم اور تاخیر کر دیتے ہیں (مدخل للبیہقی و تاریخ ابن عساکر) ابن سیرین نے کہا میں دس صحابہ سے حدیث سنتا تھا ان کا معنی ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے۔ (کفایہ ص ۲۰۶ والمحدث الفاضل ص ۵۴۳)۔ حسن، شعبی اور نخعی روایت بالمعنی کرتے تھے، حافظ ابن الصلاح نے کہا صحابہ اور متقدمین کے احوال اس کی شہادت ہیں کہ ان میں سے کتنے لوگ ایک معاملہ میں ایک معنی کو مختلف الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کا اعتماد فقط معنی پر ہوتا تھا الفاظ پر نہیں ہوتا تھا۔ [2] (علوم الحدیث: ۹۱)۔

نیز علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حماد بن سلمہ نے روایت بالمعنی پر اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے دشمن فرعون کے ایک واقعہ کی مختلف الفاظ سے خبر دی ہے جس کا معنی واحد ہے، مثلاً شہاب قبس فرمایا، قبس فرمایا یا جذوۃ من النار فرمایا، اسی طرح قرآن مجید میں باقی انبیاء علیہم السلام کے قصص ہیں ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی قوموں کو مختلف زبانوں میں خطاب کیا اور قرآن مجید نے ان کے خطابات کو بالمعنی نقل کیا، اسی طرح احادیث میں انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے خطابات اور اقوال کو بالمعنی نقل کیا گیا، اسی طرح قرآن اور حدیث میں تحدات کے اقتباسات کو بالمعنی نقل کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۶۹-۶۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۱۲ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۲ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ دار الامام

[3] " " " " " " ج ۳ ص ۱۴۴، " " "

اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

آیا حدیث واحد کا اختصار کرنا اور اس کے بعض حصہ کو روایت کرنا اور بعض کو روایت نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا، ان کا یہ قول روایت بالمعنی کے عدم جواز پر مبنی ہے، بعض علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں انھوں نے ایک خاص صورت میں اختصار حدیث سے منع کیا ہے، جب راوی نے دوسری مرتبہ بھی مکمل حدیث بیان نہ کی ہو اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ کسی اور نے مکمل حدیث کو بیان کر دیا ہے، پھر اس کا اختصار کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے اختصار حدیث کو مطلقاً جائز کہا ہے اور اس کی کوئی تفصیل نہیں کی، ہم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حدیث کا جو حصہ چاہو کم بیان کرو البتہ اس میں زیادتی نہ کرو۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اور عارف کے لیے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہے وہ اس کے ذکر کیے ہوئے حصہ سے متمیز اور غیر متعلق ہو، اس حیثیت سے کہ اس ترک کیے ہوئے حصہ کی وجہ سے اس کے بیان میں خلل نہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کی دلالت مختلف ہو، اس صورت میں اختصار جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس حالت میں ——— اس کا ذکر کیا ہوا حصہ اور ترک کیا ہوا حصہ دو الگ الگ اور مستقل حدیثیں ہیں اور ایک حصہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ شخص بلند مرتبہ والا ہونا چاہیے، جس پر تہمت کی کوئی سبیل نہ ہو اور جب شخص اس پائے کا نہ ہو اور جب اس نے ایک مرتبہ پوری حدیث روایت کی اور جب وہ دوسری بار اس کا بعض حصہ روایت کرے تو اس کو یہ خوف ہو کہ اس پر یہ تہمت لگائی جائے گی کہ اس نے پہلی بار حدیث میں اس حصہ کا اضافہ کیا تھا جس کو اس نے اپنے شیخ سے نہیں سنا تھا یا اس پر یہ تہمت لگے گی کہ دوسری بار وہ ایک حصہ کو روایت کرنا بھول گیا اور اس میں ضبط کی قلت ہے اور وہ بہت غلطی کرتا ہے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس سے اس تہمت کو دور کرے اور امام ابوالفتح رازی نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلے ایک حدیث کے ایک حصہ کو روایت کیا اور بعد میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو مکمل روایت کرے اور اس کو یہ خوف ہوا کہ اگر اس نے مکمل حدیث روایت کی تو اس پر حدیث میں زیادتی کرنے کی تہمت لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زیادتی کو ترک کر دے، میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو ابتداءً مکمل حدیث بیان کرنی چاہیے۔ [1]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں ان کو اختصار حدیث سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس نے حدیث کے بعض حصہ کو نقل کیا اور بعض کو حذف کر دیا اور ان کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ دو منفصل خبروں کے قائم مقام ہیں کسی ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں ہے۔ [2]

علامہ سخاوی اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۴ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ دارالامام الطبری ۱۴۱۲ھ

امام ابوداؤد نے (باب رفع الصوت بالقراۃ فی صلاۃ اللیل میں) روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! میں نے سنا کہ تم کچھ حصہ اس سورت سے پڑھتے تھے اور کچھ حصہ اس سورت کا پڑھتے تھے تو حضرت بلال نے کہا یہ کام طیب ہے اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی تصویب کی۔ نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ اور خوش و خرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنا اور اس میں زیادتی نہیں کی" اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرما دیتے اور جو شخص حدیث کا جتنا حصہ بھی روایت کر رہا ہے وہ اس میں صادق ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ [1]

حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

مصنف کا حدیث واحد کے متن کی تقطیع (پارہ پارہ) کرنا اور حدیث کے ان ٹکڑوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کرنا جواز کے قریب ہے اور عدم جواز سے بعید ہے، امام مالک، امام بخاری اور متعدد ائمہ حدیث نے حدیث کی تقطیع کی ہے اور یہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ [2]

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

رشید عطار نے تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بہ ظاہر امام مسلم کے نزدیک یہ منع ہے کیونکہ انھوں نے امام بخاری کی طرح مسائل اور احکام کے استنباط کا قصد نہیں کیا اس لیے وہ اختصار اور تقطیع کے بغیر مکمل حدیث کو وارد کرتے ہیں، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے تقطیع کی ہے خلال نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ تقطیع نہیں کرنی چاہیے، حافظ ابن الصلاح کا بھی یہی مختار ہے، لیکن علامہ نووی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور حافظ عبدالغنی بن سعید نے تقطیع حدیث کو مستحب لکھا ہے، ابن دقیق العید نے شرح الالمام میں لکھا ہے کہ اگر حدیث کے ایک حصہ کو حذف کرنے سے باقی حصہ میں خلل نہیں ہوتا تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر حدیث کے کسی حصہ کو حذف کرنے سے باقی میں خلل واقع ہوتا ہے تو پھر تقطیع مکروہ ہے اور خلل جتنا زیادہ ہوگا کراہت اتنی زیادہ ہوگی۔ [3]

حرفِ آخر

اس بحث پر میں اصول حدیث سے متعلق اصطلاحات کے مسائل اور مباحث کو ختم کرتا ہوں، مجھ سے بعض احباب نے فرمائش کی تھی کہ میں شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد میں اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھ دوں، سو میں نے اس فرمائش کو پورا کرنے کے لیے یہ مقدمہ لکھا یہ بھی خواہش تھی کہ امام مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھوں، لیکن یہ جلد بہت ضخیم ہو گئی ہے اور اس میں اس کی شرح کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا میرے اس مقدمہ کو امام مسلم کے مقدمہ کی شرح کے قائم مقام سمجھ لیا جائے۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۶، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

[2] حافظ ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمان متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

کئی چیزوں کی تفصیل اور تحقیق کرنے کا ارادہ تھا، لیکن طوالت کے باعث میں نہیں کر سکا، میں نے اس مقدمہ کو بہت آسان لکھنے کی کوشش کی تاکہ حدیث سے دل چسپی رکھنے والے تمام قارئین اس سے استفادہ کر سکیں، تاہم بعض علمی اصطلاحات کو سہل نویسی کی سعی بسیار کے باوجود من وعن لکھنا پڑا ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کو احادیث کی فہم کے لیے نافع بنائے، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرا حشر خادمین حدیث کی جماعت میں کرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا قرب نصیب فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے وسیلہ نجات اور صدقہ جاریہ کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ صحیح مسلم

از امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی معصومی رحمتیں سیدنا محمد پر نازل فرمائے جو خاتم النبیین ہیں اور تمام انبیاء پر بھی رحمتیں نازل فرمائے۔

امام مسلم اپنے شاگرد ابو اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ بِتَوْفِيْقِ خَالِقِكَ ذَكَرْتَ اَنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ عَنْ تَعَرُّفِ جُمْلَةِ الْاَخْبَارِ الْمَأْثُوْرَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سُنَنِ الدِّيْنِ وَاَحْكَامِهٖ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالتَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ صُنُوْفِ الْاَشْيَاءِ بِالْاَسَانِيْدِ الَّتِيْ بِهَا نُقِلَتْ وَتَدَاوَلَهَا اَهْلُ الْعِلْمِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ فَاَرَدْتَ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ اَنْ تُوَقَّفَ عَلٰى جُمْلَتِهَا مُؤَلَّفَةً مُحْصَاةً وَسَاَلْتَنِيْ اَنْ اُلَخِّصَهَا لَكَ فِي التَّاْلِيْفِ بِلَا تَكْرَارٍ يَكْثُرُ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا عَمَنْتَ

حمد و صلاۃ کے بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم نے اپنے رب کی توفیق سے یہ ذکر کیا کہ اصولِ دین اور احکام شریعت سے متعلق جو احادیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کو تلاش کر کے جمع کرنا چاہیے، اسی طرح ثواب اور عذاب اور رغبت اور خوف اور ان جیسے موضوعات سے متعلق احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ جمع کرنا چاہیے جو اہلِ علم کے نزدیک مقبول ہوں، اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے کہ تم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم کی تمام احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔"

تمہاری خواہش یہ بھی تھی کہ میں بغیر کثرت تکرار کے احادیث جمع کروں کیونکہ کثرتِ تکرار کی وجہ سے احادیث میں تدبر اور ان سے مسائل کے استخراج میں دشواری ہوگی

مِمَّا يُشْغِلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَ مِنَ التَّفَهُّمِ فِيهَا وَالِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا وَلِلَّذِي سَأَلْتَ أَكْرَمَكَ اللهُ حِينَ رَجَعْتُ إِلَى تَدَبُّرِهِ وَمَا تَؤُولُ بِهِ الْحَالُ إِنْ شَاءَ اللهُ عَاقِبَةً مَحْمُودَةً وَمَنْفَعَةً مَوْجُودَةً۔

وَظَنَنْتُ حِينَ سَأَلْتَنِي تَجَشُّمَ ذَلِكَ أَنْ لَوْ عُزِمَ لِي عَلَيْهِ وَقُضِيَ لِي تَمَامُهُ كَانَ أَوَّلُ مَنْ يَصِيبُهُ نَفْعُ ذَلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ يَطُولُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ۔

إِلَّا أَنَّ جُمْلَةَ ذَلِكَ أَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيلِ مِنْ هَذَا الشَّأْنِ وَإِتْقَانَهُ أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَا سِيَّمَا عِنْدَ مَنْ لَا تَمْيِيزَ عِنْدَهُ مِنَ الْعَوَامِ إِلَّا بِأَنْ يُوقَفَ عَلَى التَّمْيِيزِ غَيْرُهُ فَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِي هَذَا كَمَا وَصَفْنَا فَالْقَصْدُ إِلَى الصَّحِيحِ الْقَلِيلِ أَوْلَى بِهِمْ مِنْ إِزْدِيَادِ السَّقِيمِ۔

وَإِنَّمَا يُرْجَى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ هَذَا الشَّأْنِ وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ لِخَاصَّةٍ مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ رُزِقَ فِيهِ بَعْضَ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعِلَلِهِ فَذَلِكَ إِنْشَاءَ اللهُ يَتَهَجَّمُ بِمَا أُوتِيَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى الْفَائِدَةِ فِي الِاسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهِ فَأَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي الْخَاصِّ مِنْ أَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ فَلَا مَعْنَى لَهُمْ فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْكَثِيرِ وَقَدْ عَجَزُوا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيلِ۔

ثُمَّ إِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَخْرِيجِ مَا سَأَلْتَ وَتَأْلِيفِهِ عَلَى شَرِيطَةٍ سَوْفَ أَذْكُرُهَا لَكَ وَهُوَ أَنَّا نَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةِ مَا أُسْنِدَ مِنَ

اللہ تعالیٰ تمہیں سرخرو فرمائے میں نے جس وقت تمہاری ان معروضات اور ان کے نتائج پر غور کیا تو میں نے یہ سمجھا کہ اس کام کو کرنے سے ان شاء اللہ مجھے حسن عاقبت اور اجر عظیم حاصل ہوگا۔

اور اے عزیز! جس وقت تم نے مجھ سے اس تالیف کے بارگراں کو اٹھانے کا سوال کیا تو میں نے سوچا کہ اگر میری قسمت سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو اور لوگوں کی نسبت اس کا فائدہ سب سے پہلے مجھ ہی کو پہنچے گا۔

اس تالیف کے جمیع مقاصد اور مصالح کو تو طوالت کی وجہ سے بیان نہیں کیا جا سکتا البتہ بعض ازاں یہ ہیں: کہ بکثرت احادیث کو جمع کرنے سے بہتر ہے کہ کم تعداد میں احادیث جمع کی جائیں کیونکہ عوام کے لیے کم تعداد میں احادیث کا محفوظ کرنا آسان ہوتا ہے خاص طور پر وہ لوگ جو حدیث صحیح اور غیر صحیح کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے ضعیف روایات کی بھرمار کرنے سے احادیث صحیحہ پر اختصار کرنا بہتر ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔

البتہ جو لوگ فن حدیث کے ماہر ہیں اور اسانید کے اسباب وعلل کی معرفت رکھتے ہیں ان کے لیے کثرت روایات اور احادیث مکررہ کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن عوام الناس جو احادیث کی اسانید میں خاص کی طرح گہری نظر نہیں رکھتے ان کے لیے کثیر روایات کا انبار لگانا بے سود ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ یہ لوگ چند احادیث میں بھی پوری چھان پھٹک نہیں کر سکتے۔

اب ہم تمہاری خواہش کے مطابق مکمل سند کے ساتھ احادیث بیان کریں گے ان احادیث کو جمع کرنے کے لیے ہم نے چند شرائط مقرر کی ہیں ان میں سے بعض

الْاَخْبَارِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقْسِمُهَا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ وَثَلٰثِ طَبَقَاتٍ مِنَ النَّاسِ عَلٰى غَيْرِ تَكْرَارٍ اِلَّا اَنْ يَّاْتِيَ مَوْضِعٌ لَا يُسْتَغْنٰى فِيْهِ عَنْ تَرْدَادِ حَدِيْثٍ فِيْهِ زِيَادَةُ مَعْنًى اَوْ اِسْنَادٌ يَقَعُ اِلٰى جَنْبِ اِسْنَادٍ لِعِلَّةٍ تَكُوْنُ هُنَاكَ۔

یہ ہیں کہ جو احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متصلاً مروی ہیں ان کو ہم راویوں کے تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان احادیث کو ہم نے حتی الامکان بلا تکرار ذکر کیا ہے سوان صورتوں کے جہاں تکرار ناگزیر تھا۔ مثلاً ایک حدیث دوسری سند کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی، کمی یا لفظی تغیر پر مشتمل ہے یا وہی حدیث کسی اور سند کے ساتھ مروی ہے جس سند میں کوئی زائد غرابت ہے۔

لِاَنَّ الْمَعْنَى الزَّائِدَ فِي الْحَدِيْثِ الْمُحْتَاجَ اِلَيْهِ يَقُوْمُ مَقَامَ حَدِيْثٍ تَامٍّ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعَادَةِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ فِيْهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ اَوْ اَنْ يُّفَصَّلَ ذٰلِكَ الْمَعْنٰى مِنْ جُمْلَةِ الْحَدِيْثِ عَلٰى اِخْتِصَارِهٖ اِذَا اَمْكَنَ وَلٰكِنْ تَفْصِيْلُهٗ رُبَّمَا عَسُرَ مِنْ جُمْلَتِهٖ فَاَعَادَهٗ بِهَيْئَتِهٖ اِذْ كَانَ ذٰلِكَ اَسْلَمَ فَاَمَّا مَا وَجَدْنَا بُدًّا مِّنْ اِعَادَتِهٖ بِجُمْلَتِهٖ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِّنَّا اِلَيْهِ فَلَا نَتَوَلّٰى فِعْلَهٗ اِنْشَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

جب ایک متن حدیث مثلاً دو سندوں کے ساتھ مروی ہو اور دوسری سند کے ساتھ متن حدیث میں کوئی زائد معنی ہو تو یہ حدیث ایک مستقل حدیث کے قائم مقام ہوتی ہے لہٰذا ہم اس حدیث کو اس کی دوسری سند کے ساتھ دوبارہ ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں ہم بسا اوقات اختصار سے کام لیتے ہیں کہ اور نہ لادیتے ہیں کہ اس سند کے ساتھ اس حدیث میں کمی، زیادتی یا تغیر ہے لیکن جب کوئی مقام یا مصلحت اس قسم کے اختصار کا متحمل نہ ہو تو ہمارے لیے پوری حدیث کا اعادہ کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں رہتا تاہم اگر تکرار سے بچنے کی کوئی صورت نکل سکے تو ہم ہرگز تکرار نہیں کرتے۔

فَاَمَّا الْقِسْمُ الْاَوَّلُ فَاِنَّا نَتَوَخّٰى اَنْ نُّقَدِّمَ الْاَخْبَارَ الَّتِيْ هِيَ اَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوْبِ مِنْ غَيْرِهَا وَاَنْقٰى مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ مَا قَلَوْهَا اَهْلُ اسْتِقَامَةٍ فِي الْحَدِيْثِ وَاِتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوْا لَمْ يُوْجَدْ فِيْ رِوَايَتِهِمْ اِخْتِلَافٌ شَدِيْدٌ وَلَا تَخْلِيْطٌ فَاحِشٌ كَمَا قَدْ عُثِرَ فِيْهِ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَبَانَ ذٰلِكَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ. فَاِذَا نَحْنُ تَقَصَّيْنَا اَخْبَارَ هٰذَا الصِّنْفِ مِنَ النَّاسِ اَتْبَعْنَاهَا اَخْبَارًا يَقَعُ فِيْ اَسَانِيْدِهَا بَعْضُ مَنْ لَّيْسَ بِالْمَوْصُوْفِ بِالْحِفْظِ وَالْاِتْقَانِ كَالصِّنْفِ الْمُقَدَّمِ قَبْلَهُمْ عَلٰى اَنَّهُمْ وَاِنْ كَانُوْا فِيْمَا وَصَفْنَا دُوْنَهُمْ

قسم اوّل میں ہم پہلے ان احادیث کو بیان کریں گے جن کی اسانید بہ نسبت دوسری اسانید کے عیوب اور نقائص سے محفوظ ہیں جن کے راوی معتبر، ثقہ اور قوی حافظہ کے مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلاف اور کثیر اختلاط نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کردہ احادیث سے پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے اس قسم کے لوگوں کی روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے جن کی سند میں بعض ایسے راوی بھی ہوں گے جو ثقاہت اور قوت حفظ میں قسم اوّل کے پایہ کے نہیں ہوں گے اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا۔ مثلاً عوف بن سابب، یزید بن ابی زیاد، لیث

فَإِنَّ اسْمَ السِّتْرِ وَالصِّدْقِ وَتَعَاطِي الْعِلْمِ يَشْمَلُهُمْ كَعَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ وَيَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ وَلَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ وَأَضْرَابِهِمْ مِنْ حُمَّالِ الْآثَارِ وَنُقَّالِ الْأَخْبَارِ فَهُمْ وَإِنْ كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالسِّتْرِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ فَغَيْرُهُمْ مِمَّنْ أَقْرَانُهُمْ مِمَّنْ عِنْدَهُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْإِتْقَانِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِي الرِّوَايَةِ يَفْضُلُونَهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْتَبَةِ لِأَنَّ هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ سَنِيَّةٌ أَلَا تَرَى أَنَّكَ إِذَا وَازَنْتَ هَؤُلَاءِ الْقِلَّةَ الَّذِينَ سَمَّيْنَاهُمْ عَطَاءً وَيَزِيدَ وَلَيْثًا بِمَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ وَسُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ فِي إِتْقَانِ الْحَدِيثِ وَالِاسْتِقَامَةِ فِيهِ وَجَدْتَهُمْ مُبَايِنِينَ لَهُمْ لَا يُدَانُونَهُمْ لَا شَكَّ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذَلِكَ الَّذِي اسْتَفَاضَ عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةِ حِفْظِ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِتْقَانِهِمْ لِحَدِيثِهِمْ وَإِنَّهُمْ لَمْ يُعْرَفُوا مِثْلَ ذَلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَيَزِيدَ وَلَيْثٍ وَفِي مِثْلِ ذَلِكَ مَجْرَى هَؤُلَاءِ إِذَا وَازَنْتَ بَيْنَ الْأَقْرَانِ كَابْنِ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ فِي مَعْرِفَةِ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ وَأَشْعَثَ الْحُمْرَانِيِّ وَهُمَا صَاحِبَا الْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَوْنٍ وَأَيُّوبَ صَاحِبَاهُمَا أَلَا أَنَّ الْبَوْنَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هَذَيْنِ بَعِيدٌ فِي كَمَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النَّقْلِ وَإِنْ كَانَ عَوْفٌ وَأَشْعَثُ غَيْرَ مَدْفُوعَيْنِ عَنْ صِدْقٍ وَأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَكِنَّ الْحَالَ مَا وَصَفْنَا مِنَ الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَّلْنَا هَؤُلَاءِ فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ تَمْثِيلُهُمْ سِمَةً

بن ابی سلیم وغیرہ یہ لوگ اگرچہ علم وفضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں تو اہل علم کے نزدیک معروف اور مشہور ہیں لیکن ان کے معاصر دوسرے راوی حافظہ اور ثقاہت میں ان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اور جب تم ان مذکورہ حضرات یعنی عطاء، یزید اور لیث کا مقابلہ منصور بن معتمر، سلیمان اعمش اور اسمٰعیل بن ابی خالد سے کروگے تو تم پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ قوت حافظہ اور ثقاہت میں ان کے درمیان نمایاں فرق ہے اور علماء حدیث کے نزدیک اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحت اور ثقاہت میں عطاء، یزید اور لیث کی روایات کسی حال میں بھی منصور، اعمش اور اسماعیل کے ہم پایہ نہیں ہیں

اسی طرح اگر ایک عصر کے راویوں میں مقابلہ کیا جائے تو باوجود معاصر اور ہم زمان ہونے کے ان میں نمایاں فرق ہوگا مثلاً اگر ابن عون اور ایوب سختیانی کا مقابلہ عوف بن جمیلہ اور اشعث حمرانی سے کیا جائے حالانکہ یہ چاروں حسن بصری اور ابن سیرین کے شاگرد ہیں تو ان میں واضح فرق نظر آئے گا، کیونکہ نقل حدیث میں جو مہارت اور فضیلت ابن عون اور ایوب کو حاصل ہے وہ عوف اور اشعث کو حاصل نہیں ہوئی، اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں عوف اور اشعث اہل علم کے نزدیک ان سے کم نہیں ہیں اس کے باوجود روایت حدیث میں اہل علم نے ان کو ابن عون اور ایوب کا مقام نہیں دیا۔ ہم نے نام لے کر ان راویوں کی صراحۃً مثالیں اس لیے دی ہیں کہ جو لوگ محدثین کے اصول اور تنقید کے طریق کار کو نہیں جانتے وہ آسانی کے ساتھ راویوں کے مرتبہ کو پہچان سکیں تاکہ بلند مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے کم اور کم مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے زیادہ مقام نہ دیا جائے ہر شخص کی روایت کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دیا جائے۔ کوئی حق دار اپنے حق سے محروم نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے منصب کے مطابق مقام ملے کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان

يَصْدُرُ عَنْ فَهْمِهَا مَنْ غُبِيَ عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِ فِيهِ فَلَا يُقَصِّرُ بِالرَّجُلِ الْعَالِي الْقَدْرِ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يُقَدِّمُ مُتَّضِعُ الْقَدْرِ فِي الْعِلْمِ فَوْقَ مَنْزِلَتِهِ وَيُعْطَى كُلَّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقَّهُ وَيُنْزَلُ فِيهِ مَنْزِلَتَهُ وَقَدْ ذُكِرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ مِنْ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ.

فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَوْمٍ هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ كَعَبْدِ اللهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدِ الْقُدُّوسِ الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَصْلُوبِ وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي دَاوُدَ النَّخَعِيِّ وَأَشْبَاهِهِمْ مِمَّنْ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَتَوْلِيدِ الْأَخْبَارِ وَكَذَلِكَ مَنِ الْغَالِبُ عَلَى حَدِيثِهِ الْمُنْكَرُ أَوِ الْغَلَطُ أَمْسَكْنَا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِمْ.

وَعَلَامَةُ الْمُنْكَرِ فِي حَدِيثِ الْمُحَدِّثِ إِذَا مَا عُرِضَتْ رِوَايَتُهُ لِلْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّضَى خَالَفَتْ رِوَايَتُهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورَ الْحَدِيثِ غَيْرَ مَقْبُولِهِ وَلَا مُسْتَعْمَلِهِ فَمِنْ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَرَّرٍ وَيَحْيَى بْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمِنْهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبَّادُ بْنُ

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے ان کے مرتبہ اور منصب کے مطابق سلوک کیا جائے اور قرآن کریم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فوق کل ذی علم علیم (ہر عالم سے بڑھ کر کوئی عالم ہوتا ہے)۔

اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق (اے شاگرد عزیز) ہم تمہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث یا اکثر کے نزدیک مطعون ہیں جیسے عبداللہ بن مسور، ابوجعفر مدائنی، عمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داؤد نخعی اور ان جیسے دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے اور بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی جن کی غالب روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں کی حدیث کے مخالف ہو اور ان مختلف حدیثوں میں کسی طرح موافقت اور مطابقت نہ ہو سکے۔ پس جس شخص کی اکثر روایات اس قسم کی ہوں تو اس کی روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا جاتا ہے اور محدثین کے نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتیں اور نہ وہ قابل عمل ہوتی ہیں۔ محدثین کے نزدیک ان لوگوں میں عبداللہ بن محرر، یحییٰ بن ابی انیسہ، جراح بن منہال، ابوالعطوف، عباد بن کثیر، حسین بن عبداللہ بن ضمیرۃ، عمر بن صہبان کا شمار ہوتا ہے اسی طرح جو راوی ان کے اسلوب کے مطابق روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔

كَثِيرٍ وَحُسَيْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ صُهْبَانَ وَمَنْ نَحَا نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْحَدِيثِ فَلَسْنَا نُعَرِّجُ عَلَى حَدِيثِهِمْ وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالَّذِي يُعْرَفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَتَفَرَّدُ بِهِ الْمُحَدِّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ شَارَكَ الثِّقَاتِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحِفْظِ فِي بَعْضِ مَا رَوَوْا وَأَمْعَنَ فِي ذَلِكَ عَلَى الْمُوَافَقَةِ لَهُمْ فَإِذَا وُجِدَ ذَلِكَ ثُمَّ زَادَ بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قُبِلَتْ زِيَادَتُهُ فَأَمَّا مَنْ تَرَاهُ يَعْمِدُ كَمِثْلِ الزُّهْرِيِّ فِي جَلَالَتِهِ وَكَثْرَةِ أَصْحَابِهِ الْحُفَّاظِ الْمُتْقِنِينَ لِحَدِيثِهِ وَحَدِيثِ غَيْرِهِ أَوْ لِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَحَدِيثِهِمَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثَهُمَا عَلَى الِاتِّفَاقِ مِنْهُمْ فِي أَكْثَرِهِ فَيَرْوِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ مِمَّنْ قَدْ شَارَكَهُمْ فِي الصَّحِيحِ مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ النَّاسِ وَاللهُ أَعْلَمُ.

احادیث جمع کرنے میں ہم نے اس مسلک کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ جو راوی اپنی روایت میں متفرد ہو اس کے بارے میں علماء حدیث کا موقف یہ ہے کہ اس شخص کی بعض احادیث کو دوسرے ثقہ اور حفاظ راویوں نے بھی روایت کیا ہو انھوں نے کسی حدیث میں اس کی موافقت کی ہو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ متفرد راوی اپنی حدیث میں بعض الفاظ کو زیادہ روایت کرتا ہے جن کو اس کے دوسرے معاصرین روایت نہیں کرتے تو اس کی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً امام زہری سے روایت کرنے والے کثیر التعداد حفاظ ہیں اسی طرح ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے، ان دونوں اماموں کی احادیث بہت مشہور ہیں اور ان کے شاگردوں نے ان کی اکثر روایات کو بالاتفاق روایت کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ابن شہاب زہری اور ہشام بن عروہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا اور یہ شخص ان راویوں میں سے بھی نہیں ہے جو صحیح روایات میں ان کے شاگردوں کا شریک رہا ہو تو ایسی صورت میں اس شخص کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَأَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيلَ الْعِلْمِ وَوُفِّقَ لَهَا وَسَنَزِيدُ إِنْ شَاءَ اللهُ شَرْحًا وَإِيضَاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُعَلَّلَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِنِ الَّتِي يَلِيقُ بِهَا الشَّرْحُ وَالْإِيضَاحُ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

یہاں تک کہ ہم نے روایت حدیث کے سلسلہ میں محدثین کے مسلک اور موقف کو بیان کر دیا ہے تاکہ جو لوگ اصول روایت سے ناواقف ہیں ان کو آگہی نصیب ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت ان مقامات پر کریں گے جہاں احادیث معلّلہ[1] کا تذکرہ ہوگا۔

وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللهُ فَلَوْلَا الَّذِي رَأَيْنَا

اے شاگرد عزیز! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے

---

[1] ۔ حدیث معلل کی تعریف ہمارے مقدمہ میں گذر چکی ہے ۔ سعید ی غفرلہٗ

مِنْ سُوْءِ صَنِيْعِ كَثِيْرٍ مِمَّنْ نَصَبَ نَفْسَهٗ مُحَدِّثًا فِيْمَا يَذُمُّهُمْ مِنْ طَرْحِ الْاَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ وَالرِّوَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَتَرْكِهِمُ الْاِقْتِصَارَ عَلَى الْاَخْبَارِ الصَّحِيْحَةِ الْمَشْهُوْرَةِ مِمَّا نَقَلَهُ الثِّقَاتُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالصِّدْقِ وَالْاَمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَاِقْرَارِهِمْ بِاَلْسِنَتِهِمْ اَنَّ كَثِيْرًا مِمَّا يَقْذِفُوْنَ بِهٖ اِلَى الْاَبْعَدِيْنَ مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَنْكَرٌ وَمَنْقُوْلٌ عَنْ قَوْمٍ غَيْرِ مَرْضِيِّيْنَ مِمَّنْ ذَمَّ الرِّوَايَةَ عَنْهُمْ اَئِمَّةُ الْحَدِيْثِ مِثْلُ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ لَمَّا سَهُلَ عَلَيْنَا الْاِنْتِصَابُ لِمَا سَاَلْتَ مِنَ التَّمْيِيْزِ وَالتَّحْصِيْلِ وَلٰكِنْ مِنْ اَجْلِ مَا عَلَّمْنَاكَ مِنْ كَثْرَةِ الْقَوْمِ الْاَخْبَارَ الْمُنْكَرَةَ بِالْاَسَانِيْدِ الضِّعَافِ الْمَجْهُوْلَةِ وَقَذْفِهِمْ بِهَا اِلَى الْعَوَامِّ الَّذِيْنَ لَا يَعْرِفُوْنَ عُيُوْبَهَا خِفْنَا عَلَى قُلُوْبِنَا اِجَابَتَكَ اِلَى مَا سَاَلْتَ۔

وَاعْلَمْ وَفَّقَكَ اللّٰهُ اَنَّ الْوَاجِبَ عَلَى كُلِّ اَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيْزَ بَيْنَ صَحِيْحِ الرِّوَايَاتِ وَسَقِيْمِهَا وَثِقَاتِ النَّاقِلِيْنَ لَهَا مِنَ الْمُتَّهَمِيْنَ اَنْ لَّا يَرْوِيَ مِنْهَا اِلَّا مَا عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهٖ وَالْاِسْتَارَ بِهٖ فِيْ نَاقِلِيْهِ وَاَنْ يَّتَّقِيَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ اَهْلِ التُّهَمِ وَالْمُعَانِدِيْنَ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ الَّذِيْ قُلْنَا مِنْ هٰذَا هُوَ اللَّازِمُ دُوْنَ مَا خَالَفَهٗ قَوْلُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ذِكْرُهٗ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔

تمہاری اس فرمائش کو پورا کرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ ہم نے بعض ایسے محدثین کو دیکھا جو احادیث صحیحہ مشہورہ پر اکتفاء نہیں کرتے جنھیں ان لوگوں نے روایت کیا ہے جو اپنی ثقاہت، صدق اور دیانت میں مشہور ہیں خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ محدثین خود اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی بیان کردہ اکثر روایات جو نامعلوم افراد کی طرف منسوب ہیں منکر اور غیر مقبول ہیں اور ایسے افراد سے روایت حدیث کرنے کی نفی حدیث کے جلیل القدر ائمہ مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہم نے سخت مذمت کی ہے۔ لہٰذا جب ہم نے یہ دیکھا کہ بعض محدثین احادیث منکرہ کو ضعیف اور مجہول سندوں کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور عام لوگوں میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کر کے چھانٹ سکیں تو ہم نے سوچا کہ تمہاری فرمائش پوری کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ پیش کر دیں۔

یاد رکھو جو محدث احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز کر سکتا ہو اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان رکھتا ہو اس کو صرف ایسی احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو اسناد صحیحہ سے مروی ہوں اور ان کے راویوں میں سے کوئی شخص بھی جھوٹ کے ساتھ متہم، بدعتی اور مخالف سنت نہ ہو اور جس سند کا کوئی راوی اس قسم کا ہو اس کی کوئی حدیث ہرگز قبول نہ کرے ہمارے اس قول کی تائید قرآن کریم کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ (ترجمہ:)

"اے مومنو! جب فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو پہلے اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں لاعلمی میں تم کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہہ دو جس پر بعد میں پچھتانا پڑے۔" نیز ارشاد باری ہے "جو

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ وَقَالَ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ فَدَلَّ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ هٰذِهِ الْاٰيِ اَنَّ خَبَرَ الْفَاسِقِ سَاقِطٌ غَيْرُ مَقْبُوْلٍ وَاَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ مَرْدُوْدَةٌ فَالْخَبَرُ وَاِنْ فَارَقَ مَعْنَاهُ مَعْنَى الشَّهَادَةِ فِيْ بَعْضِ الْوُجُوْهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِيْ اَعْظَمِ مَعَانِيْهِمَا اِذْ كَانَ خَبَرُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُوْلٍ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا اَنَّ شَهَادَتَهٗ مَرْدُوْدَةٌ عِنْدَ جَمِيْعِهِمْ وَدَلَّتِ السُّنَّةُ عَلٰى نَفْيِ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْاَخْبَارِ۔

تمہارے پسندیدہ گواہ ہوں"۔

نیز ارشاد ہے "ان لوگوں کو گواہ بناؤ جو تم میں سے متقی اور پرہیزگار ہوں"۔ قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق شخص کی خبر غیر معتبر مقبول اور بدچلن شخص کی گواہی مردود ہوتی ہے۔ ہر چند کہ روایت اور شہادت میں کافی فرق ہے تاہم بعض صفات میں وہ مشترک ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اہل علم کے نزدیک اسی طرح مردود ہے جیسے عام لوگوں کے نزدیک اس کی شہادت مردود ہے اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر احادیث غیر مقبول ہیں۔

كَنَحْوِ دَلَالَةِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى نَفْيِ خَبَرِ الْفَاسِقِ وَهُوَ الْاَثَرُ الْمَشْهُوْرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْثٍ يُرٰى اَنَّهٗ كَذِبٌ فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ اَيْضًا قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ وَسُفْيٰنَ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ۔

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر ہونا ثابت ہے اس طرح حدیث شریف سے بھی فاسق کی خبر کا مردود ہونا ثابت ہے اور اس بارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جس شخص نے علم کے باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی دو سندوں کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

باب

بَابُ تَغْلِيظِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث گھڑنے کی ممانعت

۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَلِجِ النَّارَ۔

ربعی بن حراش کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کرو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۲- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّهُ يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تم سے بہ کثرت احادیث بیان کرنے سے صرف یہ چیز روکتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قصداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص عمداً میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ ثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ رَبِيعَةَ الْوَالِبِيُّ قَالَ أَتَيْتُ الْمَسْجِدَ فَالْمُغِيرَةُ أَمِيرُ الْكُوفَةِ قَالَ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص مجھ پر قصداً افتراء کرتا ہے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْأَسَدِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے۔ سو جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

باب ۲

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت

۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے۔

۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی روایت کے ہم معنی حدیث بیان کی ہے۔

۷۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَحْسِبُ الْمَرْءِ مِنَ الْكَذِبِ أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت عمر بن الخطاب بیان فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ اِعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَهُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت امام مالک نے فرمایا ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دینے والا غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا، اور نہ ہی ایسا شخص کبھی فنِ حدیث میں امام ہو سکتا ہے۔

۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ يَحْسِبُ الْمَرْءِ مِنَ الْكِذْبِ اَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۱۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَهْدِيٍّ يَقُوْلُ لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ اِمَامًا مَا يُقْتَدٰى بِهٖ حَتّٰى يُمْسِكَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ۔

حضرت عبدالرحمان بن مہدی نے بیان فرمایا کہ جب تک انسان سنی سنائی باتوں سے اپنی زبان کو نہیں روکے گا وہ لائق اقتداء امام نہیں ہوگا۔

۱۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ مُقَدَّمٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَاَلَنِيْ اِيَاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَاكَ قَدْ كُلِفْتَ بِعِلْمِ الْقُرْاٰنِ فَاقْرَاْ عَلَيَّ سُوْرَةً وَّ فَسِّرْ حَتّٰى اَنْظُرَ فِيْمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ فَقَالَ لِيْ اِحْفَظْ عَلَيَّ مَا اَقُوْلُ لَكَ اِيَّاكَ وَالشَّنَاعَةَ فِي الْحَدِيْثِ فَاِنَّهٗ قَلَّ مَا حَمَلَهَا اَحَدٌ اِلَّا ذَلَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَكُذِّبَ فِيْ حَدِيْثِهٖ۔

سفیان بن حسین بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم علم قرآن کے ماہر ہو میرے سامنے قرآن کریم کی کسی سورت کی تفسیر بیان کرو تاکہ مجھے تمہارے علم کا اندازہ ہو۔ سفیان نے کہا میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میری اس نصیحت کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ ایسا کرنے والا شخص خود بھی اپنی نظروں میں حقیر ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۱۲- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَا اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيْثًا لَا تَبْلُغُهٗ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم لوگوں کے سامنے ایسی احادیث بیان کرو گے جس کا مطلب وہ نہ سمجھ سکیں تو یہ چیز ان میں سے بعض لوگوں کے لیے فتنہ کا سبب بن جائے گی۔

باب ۳

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الرِّوَايَةِ عَنِ الضُّعَفَاءِ وَالْاِحْتِيَاطِ فِيْ تَحَمُّلِهَا

ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت

۱۳- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اخیر زمانہ میں لوگ ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے نہ تم نے سنا

أَبُو هَانِئٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ مُسْلِمِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ۔

ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے لہٰذا ان سے جس قدر ممکن ہو دور رہنا۔

۱۴۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ شَرَاحِيلَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں جھوٹے دجال لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ جس قدر ممکن ہو تم ان سے دور رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں۔

۱۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكَذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اسْمُهُ يُحَدِّثُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آکر لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات بیان کر رہا تھا۔

۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ إِنَّ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينَ مَسْجُونَةً أَوْثَقَهَا سُلَيْمَانُ يُوشِكُ أَنْ تَخْرُجَ فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں بہت سے شیطان مقید ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مقید کیا ہے قریب ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَسَعِيدُ ابْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَعِيدٌ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس گئے اور جا کر کچھ حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر

مُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هٰذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْنِي بُشَيْرَ بْنَ كَعْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ ثُمَّ حَدَّثَهُ فَقَالَ لَهُ عُدْ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَعَادَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَدْرِي أَعَرَفَتْ حَدِيثِي كُلَّهُ وَأَنْكَرْتَ هٰذَا أَمْ أَنْكَرْتَ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتَ هٰذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا حَدَّثْنَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ لَمْ يَكُنْ يُكْذَبُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْهُ۔

دہراؤ، بشیر نے وہ حدیثیں دہرائیں پھر کچھ اور حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر بیان کرو، بشیر نے وہ حدیثیں پھر دوبارہ بیان کیں اس کے بعد بشیر نے عرض کیا میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے میری بیان کردہ تمام احادیث کی تصدیق کی ہے یا سب کی تکذیب کی ہے یا ان میں سے صرف انکی تکذیب کی ہے جنکو آپ نے دہرایا ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم اس زمانہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سے لوگوں نے سچی اور جھوٹی ہر قسم کی احادیث روایت کرنا شروع کیں تو ہم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا

۱۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذْ رَكِبْتُمْ كُلَّ صَعْبٍ وَذَلُولٍ فَهَيْهَاتَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم خود احادیث یاد رکھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کی جاتی تھیں لیکن جب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم نے اس فن کو چھوڑ دیا۔

۱۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْغَيْلَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَا رَبَاحٌ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَالِي لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباس کے پاس آکر حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی بیان کردہ حدیث غور سے سنی اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بشیر کہنے لگے اے ابن عباس میں آپ کے سامنے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ توجہ بھی نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... تو بے ساختہ ہماری نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور ہم غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور مجروح ہر قسم کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں تو ہم صرف ان

الطَّبَعَةَ وَالذَّلُوْلَ لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا عُرِفُ

احادیث کو سنتے ہیں جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔

۲۰ - وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ قَالَ نَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ لِي كِتَابًا وَيُخْفِي عَنِّي فَقَالَ وَلَدٌ نَاصِحٌ أَنَا أَخْتَارُ لَهُ الْأُمُوْرَ اِخْتِيَارًا وَأُخْفِي عَنْهُ قَالَ فَدَعَا بِقَضَاءِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَجَعَلَ يَكْتُبُ مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَمُرُّ بِهِ الشَّيْءُ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا قَضَى بِهٰذَا عَلِيٌّ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ ضَلَّ۔

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کی طرف لکھا کہ میرے پاس کچھ احادیث لکھوا کر پوشیدہ طریقہ سے بھجوا دیجیے۔ حضرت ابن عباس نے سوچا کہ یہ شخص نیک فطرت ہے میں احادیث کے لکھے ہوئے ذخیرہ میں سے صحیح احادیث منتخب کر کے اس کو روانہ کر دوں گا اس کے بعد حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے لکھے ہوئے فیصلے منگوائے اور ان میں سے بعض آثار لکھنے شروع کیے اور ان آثار کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قسم بخدا اگر حضرت علی نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو وہ گمراہ ہو جاتے (یعنی لوگوں نے آثار علی میں بھی اپنی طرف سے باتیں ملا دی تھیں۔ سعیدی)

۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ أُتِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيْهِ قَضَاءُ عَلِيٍّ فَمَحَاهُ إِلَّا قَدْرَ وَأَشَارَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدَيْهِ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک کتاب لائی گئی جس میں حضرت علی کے فتاویٰ تھے۔ حضرت ابن عباس نے چند سطروں کے سوا سب کو مٹا دیا۔ راوی نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا۔

۲۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ آدَمَ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيْسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحْدَثُوْا تِلْكَ الْأَشْيَاءَ بَعْدَ عَلِيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَيَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوْا۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے وصال کے بعد جب بعض لوگوں نے آپ کے اقوال میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں ملا دیں تو حضرت علی کے ایک ساتھی نے کہا خدا ان لوگوں کو غارت کرے انھوں نے کس قدر عظیم علم کو ضائع کر دیا۔

۲۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا أَبُوْ بَكْرٍ يَعْنِي ابْنَ عَيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ يَقُوْلُ لَمْ يَكُنْ يَصْدُقُ عَلَى عَلِيٍّ فِي الْحَدِيْثِ عَنْهُ إِلَّا مَنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ۔

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے اقوال کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی شخص نے صحیح طور پر بیان نہیں کیا۔

باب ۴

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْاِسْنَادَ مِنَ الدِّيْنِ وَ اَنَّ الرِّوَايَةَ لَا تَكُوْنُ اِلَّا عَنِ الثِّقَاتِ وَاَنَّ جَرْحَ الرُّوَاةِ بِمَا هُوَ فِيْهِمْ جَائِزٌ بَلْ وَاجِبٌ وَاَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْغِيْبَةِ الْمُحَرَّمَةِ

اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت

۲۴۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ عَنْ هِشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ

محمد بن سیرین نے کہا کہ علم حدیث دین کا ایک حصہ ہے لہٰذا تم کو دیکھنا چاہیے کہ تم کس شخص سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔

۲۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِسْنَادِ فَلَمَّا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوْا سَمُّوْا لَنَا رِجَالَكُمْ فَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ السُّنَّةِ فَيُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ وَيُنْظَرُ اِلٰى اَهْلِ الْبِدَعِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيْثُهُمْ۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بدکار سیئہ اور فتنہ داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے لگے اور جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی ہوتے اس کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے اس کو چھوڑ دیتے۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عِيْسٰى وَهُوَ ابْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ لَقِيْتُ طَاوُسًا فَقُلْتُ حَدَّثَنِيْ فُلَانٌ كَيْتَ وَكَيْتَ قَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيْئًا فَخُذْ عَنْهُ۔

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے ایک ملاقات میں کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انھوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ اور دین دار ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى قَالَ قُلْتُ لِطَاوُسٍ اِنَّ فُلَانًا حَدَّثَنِيْ بِكَذَا وَكَذَا قَالَ اِنْ كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيْئًا فَخُذْ عَنْهُ۔

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان کی ہے انھوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

---

۲۸ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ ثَنَا الْأَصْمَعِيُّ عَنِ ابْنِ الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ بِالْمَدِينَةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَأْمُونٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمُ الْحَدِيثُ يُقَالُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ.

ابن ابی الزناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں سو آدمی ایسے دیکھے جو ثبت سیرت تھے مگر انھیں روایت حدیث کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

---

۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيَانَ ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ لَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الثِّقَاتُ.

مسعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابراہیم سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ثقہ حضرات کے علاوہ اور کسی سے روایت نہ کرو۔

---

۳۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُهْزَادَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ وَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَانَ بْنَ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ وَقَالَ وَقَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْقَوَائِمُ يَعْنِي الْإِسْنَادَ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ عِيسَى الطَّالَقَانِيَّ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ أَنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ أَنْ تُصَلِّيَ لِأَبَوَيْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُومَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا إِسْحَقَ عَنْ مَنْ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَهُ هَذَا مِنْ حَدِيثِ شِهَابِ بْنِ خِرَاشٍ فَقَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةٌ عَمَّنْ قَالَ قُلْتُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا إِسْحَقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَجَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاوِزَ تَنْقَطِعُ فِيهَا أَعْنَاقُ الْمَطِيِّ وَلَكِنْ لَيْسَ فِي الصَّدَقَةِ اخْتِلَافٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ

عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امور دین میں سے ہے، اور اگر حدیث کے ثبوت کے لیے سند ضروری نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی مرضی سے دین میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا۔ اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے ستون حائل ہیں۔ اور ابو اسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطالقانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابو عبدالرحمن! اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے: "اپنی نماز کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے نماز پڑھنا اور اپنے روزوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے لیے روزے رکھنا نیکی ہے"۔ یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا اے ابو اسحاق اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے، میں نے کہا شہاب بن خراش نے، ابن مبارک نے کہا کہ وہ ثقہ راوی ہے اچھا! اس نے کس شخص سے روایت کیا ہے، میں نے کہا حجاج بن دینار سے، فرمایا حجاج بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے، میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے ابو اسحاق! حجاج بن دینار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے

شَقِيْقٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ عَلٰى رُؤُوْسِ النَّاسِ دَعُوْا حَدِيْثَ عَمْرِو بْنِ ثَابِتٍ فَاِنَّهٗ كَانَ يَسُبُّ السَّلَفَ۔

(یعنی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن دینار تبع تابعین میں سے ہیں۔ سعیدی) تاہم یہ مسئلہ صحیح ہے کہ (نفلی) نماز اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ اور علی بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے برسر عام سنا وہ فرما رہے تھے کہ عمرو بن ثابت کی روایات کو ترک کر دو۔ کیونکہ یہ شخص سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے

۳۱۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِي النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ ثَنَا اَبُوْ عَقِيْلٍ صَاحِبُ بُهَيَّةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ الْقَاسِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ فَقَالَ يَحْيٰى لِلْقَاسِمِ يَا اَبَا مُحَمَّدٍ اِنَّهٗ فَقِيْهٌ عَلٰى مِثْلِكَ عَظِيْمٌ اَنْ تُسْئَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ هٰذِهِ الدِّيْنِ فَلَا يُوْجَدُ عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا فَرَجٌ اَوْ عِلْمٌ لَا مَخْرَجَ فَقَالَ لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ لِاَنَّكَ ابْنُ اِمَامَيْ هُدًى ابْنُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ قَالَ يَقُوْلُ لَهُ الْقَاسِمُ اَقْبَحُ مِنْ ذَاكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللّٰهِ اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اٰخُذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ فَسَكَتَ فَمَا اَجَابَهٗ۔

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن عبداللہ اور یحییٰ بن سعید کے پاس بیٹھا تھا تو یحییٰ نے قاسم سے کہا اے ابو محمد آپ جیسے عظیم الشان عالم دین کے لیے یہ بات باعث عار ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال کیا جائے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کا حل اور اس کے بارے میں کوئی دینی معلومات نہ ہوں، قاسم نے پوچھا کیوں باعث عار ہے۔ یحییٰ نے کہا اس لیے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر اماموں کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں قاسم نے کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک سب سے زیادہ غلط اور باعث ننگ و عار بات یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے یا کسی سوال کے جواب میں کسی غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے، پھر یحییٰ خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۳۲۔ حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سُفْيٰنَ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ عَنْ اَبِيْ عَقِيْلٍ صَاحِبِ بُهَيَّةَ اَنَّ اِبْنًا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ سَاَلُوْهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ فِيْهِ عِلْمٌ فَقَالَ لَهٗ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْظُمُ اَنْ يَّكُوْنَ مِثْلُكَ وَاَنْتَ اِبْنُ اَمَامَيِ الْهُدٰى يَعْنِيْ عُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ تُسْئَلُ عَنْ اَمْرٍ لَيْسَ عِنْدَكَ فِيْهِ عِلْمٌ فَقَالَ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ

حضرت ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سے لوگوں نے کسی چیز کے متعلق دریافت کیا جس کا انھیں علم نہیں تھا یہ دیکھ کر یحییٰ بن سعید ان سے کہنے لگے قسم بہ خدا یہ بات مجھے باعث عار معلوم ہوتی ہے کہ آپ جیسے شخص سے جو جلیل القدر اماموں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر کا صاحبزادہ ہو کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ بتا سکے وہ فرمانے لگے خدا کی قسم جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک اس سے زیادہ باعث ننگ و عار یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے

عَنِ اللّٰهِ اَنْ اَقُوْلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اَوْ اُخْبِرَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ وَشَهِدَ هُمَا اَبُوْ عَقِيْلٍ يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ

کوئی بات بتلائے یا کسی سوال کے جواب میں غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے۔

۳۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ سَاَلْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ وَشُعْبَةَ وَمَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُوْنُ مُتْقِنًا فِي الْحَدِيْثِ فَيَاْتِيْنِي الرَّجُلُ فَيَسْاَلُنِيْ عَنْهُ فَقَالُوْا اُخْبِرْ عَنْهُ اَنَّهُ لَيْسَ بِمُتْقِنٍ۔

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے پوچھا کہ بعض لوگ مجھ سے ایسے راوی کے بارے میں پوچھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہوتا ہے میں ان سے کیا کہوں ان سب نے کہا ان لوگوں سے کہہ دو کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔

۳۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ يَقُوْلُ سُئِلَ ابْنُ عَوْنٍ عَنْ حَدِيْثٍ لِشَهْرٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى اُسْكُفَّةِ الْبَابِ فَقَالَ اِنَّ شَهْرًا تَرَكُوْهُ اِنَّ شَهْرًا تَرَكُوْهُ قَالَ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ يَقُوْلُ اَخَذَتْهُ اَلْسِنَةُ النَّاسِ تَكَلَّمُوْا فِيْهِ۔

نضر کہتے ہیں کہ ابن عون اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے کسی شخص نے شہر بن حوشب کی احادیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے جواب دیا اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں یعنی لوگوں نے اس کی تضعیف کر کے اس کو جرح اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھائل کیا ہے۔

۳۵ - حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ ثَنَا شَبَابَةُ قَالَ قَالَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيْتُ شَهْرًا فَلَمْ اَعْتَدَّ بِهٖ۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری شہر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی احادیث کو قابل روایت نہیں سمجھا۔

---

۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ اَهْلِ مَرْوَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ قُلْتُ لِسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ كَثِيْرٍ مَنْ تَعْرِفُ حَالَهُ وَاِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِاَمْرٍ عَظِيْمٍ فَتَرٰى اَنْ اَقُوْلَ لِلنَّاسِ لَا تَاْخُذُوْا عَنْهُ قَالَ سُفْيَانُ بَلٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَكُنْتُ اِذَا كُنْتُ فِيْ مَجْلِسٍ ذُكِرَ فِيْهِ عَبَّادٌ اَثْنَيْتُ عَلَيْهِ فِيْ دِيْنِهٖ وَاَقُوْلُ لَا تَاْخُذُوْا عَنْهُ۔

علی بن حسین بن واقد بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر کی عادات اور خصائل سے آپ واقف ہیں وہ باوجود عابد و زاہد ہونے کے بڑی عجیب و غریب احادیث بیان کرتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے میں لوگوں کو ان کی احادیث بیان کرنے سے روک دوں۔ سفیان ثوری نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب کسی محفل میں عباد کا ذکر ہوتا تو میں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتا لیکن اس کی احادیث قبول کرنے سے لوگوں کو روک دیتا۔

۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ اَبِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اِنْتَهَيْتُ اِلٰى شُعْبَةَ فَقَالَ هٰذَا عَبَّادُ بْنُ كَثِيْرٍ فَاحْذَرُوْهُ۔

عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انھوں نے کہا یہ شخص عباد بن کثیر ہے ان کی بیان کردہ احادیث سے احتراز کیا کرو۔

۳۸- وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى عَنْهُ عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ فَأَخْبَرَنِي عَنْ عِيسَى ابْنِ يُونُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَسُفْيَانُ عِنْدَهُ فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ كَذَّابٌ۔

فضل بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے معلی رازی سے محمد بن سعید کے متعلق سوال کیا جس سے عباد بن کثیر نے روایت کی ہے، تو انھوں نے کہا کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے بتایا کہ میں ایک دن اس کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کے پاس سفیان تھے جب سفیان باہر نکلے تو میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ یہ بہت جھوٹا شخص ہے۔

۳۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَفَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمْ نَرَ الصَّالِحِينَ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمْ نَرَ أَهْلَ الْخَيْرِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مُسْلِمٌ يَقُولُ يَجْرِي الْكَذِبُ عَلَى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُونَ الْكَذِبَ۔

سعید قطان بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت سے نیک لوگوں کو حدیث میں جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ میری ملاقات سعید قطان کے صاحبزادے سے ہوئی انھوں نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے ہیں کہ انھوں نے صالحین کو حدیث کے سوا اور کسی بات میں جھوٹ بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی توجیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث شریف میں جھوٹی باتوں کا اضافہ نہیں کرتے تھے البتہ اتفاقاً حدیث کے معاملہ میں ان کی زبان سے جھوٹ نکل جاتا تھا۔

۴۰- حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنِي خَلِيفَةُ بْنُ مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى غَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ فَجَعَلَ يُمْلِي عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَهُ الْبَوْلُ فَقَامَ فَنَظَرْتُ فِي الْكُرَّاسَةِ فَإِذَا فِيهَا حَدَّثَنِي أَبَانُ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانُ عَنْ فُلَانٍ فَتَرَكْتُهُ وَقُمْتُ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامٍ أَبِي الْمِقْدَامِ حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامٌ حَدَّثَنِي رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ فُلَانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامٌ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ ــــــــــ

خلیفہ بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن عبداللہ کے پاس گیا تو وہ مجھے مکحول کی روایت کردہ حدیث سنانے لگا اسی دوران ان کو پیشاب آگیا میں نے اس وقفہ میں ان کی اصل کتاب کو دیکھا تو اس میں وہ روایت اس طرح تھی کہ ابان نے انس سے روایت کی اور ابان نے فلاں شخص سے "میں اسی وقت وہاں سے چلا گیا، اور میں نے حسن بن علی الحلوانی سے یہ سنا کہ میں نے عفان کی "اصل کتاب" میں عمر بن عبدالعزیز کی حدیث ہشام ابی مقدام کی سند سے دیکھی، ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی جس کو یحییٰ بن فلاں کہا جاتا ہے اور وہ محمد بن کعب سے روایت کرتا ہے حلوانی کہتے ہیں کہ میں نے عفان سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے اس حدیث کو محمد بن کعب سے سنا ہے۔ عفان نے کہا اسی وجہ سے تو ہشام کو ضعیف

فَقَالَ إِنَّمَا ابْتُلِيَ مِنْ قِبَلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ كَانَ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ادَّعٰى بَعْدُ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ۔

کہا جاتا ہے۔ پہلے ہشام کہتا تھا کہ میں یحییٰ سے روایت کرتا ہوں اور اب وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں بعد میں وہ اس واسطہ کو حذف کر کے کہنے لگا میں براہ راست محمد بن کعب سے روایت کرتا ہوں۔

۴۱۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُثْمَانَ ابْنِ جَبَلَةَ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيْثَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَيَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمُ الْجَوَائِزِ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْحَجَّاجِ انْظُرْ مَا وَضَعْتُ فِيْ يَدِكَ مِنْهُ قَالَ ابْنُ قُهْزَاذَ وَسَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ زَمْعَةَ يَذْكُرُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ رَأَيْتُ رَوْحَ بْنَ غُطَيْفٍ صَاحِبَ الدَّمِ قَدْ رَالدِّرْهَمِ وَجَلَسْتُ إِلَيْهِ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ أَسْتَحْيِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَنْ يَرَوْنِيْ جَالِسًا مَعَهُ لِكُرْهِ حَدِيْثِهِ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک سے پوچھا وہ کون شخص ہے جس سے آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "عید الفطر تحفہ تحائف کا دن ہے" ابن مبارک نے جواب دیا سلیمان بن حجاج سے اور فرمایا میں نے جو تم کو سلیمان بن حجاج کی احادیث بیان کی ہیں تم ان میں غور و فکر کر لینا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے حدیث "درہم سے کم خرچ کی تجارت معاف ہے" کے راوی روح بن غطیف کو بزرگوں میں بیٹھے دیکھا لیکن چونکہ اس کی حدیث ناقابل قبول سمجھی جاتی تھی لہٰذا اس کی روایت کے مکروہ ہونے کی وجہ سے مجھے شرم آتی تھی کہ کہیں میرے اصحاب مجھے اس کے ساتھ دیکھ نہ لیں۔

۴۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُوْلُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةُ صُدُوْقُ اللِّسَانِ وَلٰكِنَّهُ يَأْخُذُ عَنْ مَنْ أَقْبَلَ وَأَدْبَرَ۔

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ بقیہ سچا آدمی ہے لیکن وہ ہر آنے، جانے والے شخص سے حدیث روایت کر لیتا ہے۔

۴۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ الْهَمْدَانِيُّ وَكَانَ كَذَّابًا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی مگر وہ جھوٹا شخص تھا۔

۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مُغِيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّهُ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اعور ہمدانی نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور شعبی اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ وہ جھوٹا شخص ہے۔

۴۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَرَأْتُ

علقمہ نے کہا میں نے قرآن کریم دو سال میں یاد کر لیا، حارث نے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کو حاصل کرنا

الْقُرْاٰنَ فِیْ سَنَتَیْنِ فَقَالَ الْحَرِثُ الْقُرْاٰنُ هَیِّنٌ وَالْوَحْیُ اَشَدُّ۔

آسان ہے اور احادیث کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

۴۶۔ وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا اَحْمَدُ یَعْنِی ابْنَ یُوْنُسَ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ الْحَرِثَ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْقُرْاٰنَ فِیْ ثَلٰثِ سِنِیْنَ وَالْوَحْیُ فِیْ سَنَتَیْنِ اَوْ قَالَ الْوَحْیُ فِیْ ثَلَاثِ سِنِیْنَ وَالْقُرْاٰنُ فِیْ سَنَتَیْنِ۔

حارث نے کہا کہ میں نے قرآن کریم کو تین سال میں اور حدیث شریف کو دو یا تین سال میں حاصل کیا ہے۔

۴۷۔ وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ وَهُوَ ابْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَمُغِیْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّ الْحَرِثَ اَتَّهَمَ۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حارث (کذب یا رفض) کے ساتھ متہم تھا۔

۴۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ حَمْزَةَ الزَّیَّاتِ قَالَ سَمِعَ مُرَّةُ الْهَمْدَانِیُّ مِنَ الْحَارِثِ شَیْئًا فَقَالَ لَهٗ اُقْعُدْ بِالْبَابِ قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةُ وَاَخَذَ سَیْفَهٗ وَقَالَ وَاَحَسَّ الْحَرِثُ بِالشَّرِّ فَذَهَبَ۔

حمزہ زیات بیان کرتے ہیں کہ مرہ ہمدانی نے حارث سے کوئی (جھوٹی) حدیث سنی، انھوں نے حارث سے کہا دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور وہ اپنی تلوار اٹھا لائے، حارث کو بھی خطرہ کا احساس ہو گیا اور وہ فوراً بھاگ گیا۔

۴۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنِی ابْنَ مَهْدِیٍّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا اِبْرَاهِیْمُ اِیَّاکُمْ وَالْمُغِیْرَةَ بْنَ سَعِیْدٍ وَاَبَا عَبْدِ الرَّحِیْمِ فَاِنَّهُمَا کَذَّابَانِ۔

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے کہا مغیرہ بن سعید اور ابو عبدالرحیم سے روایت کرنے میں احتراز کرنا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے شخص ہیں۔

۵۰۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَیْدٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ کُنَّا نَاْتِیْ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیَّ وَنَحْنُ غِلْمَةٌ اَیْفَاعٌ فَکَانَ یَقُوْلُ لَنَا لَا تُجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَیْرَ اَبِی الْاَحْوَصِ وَاِیَّاکُمْ وَشَقِیْقًا قَالَ وَکَانَ شَقِیْقٌ هٰذَا یَرَی رَاْیَ الْخَوَارِجِ وَلَیْسَ بِاَبِیْ وَائِلٍ۔

عاصم بیان کرتے ہیں کہ ہم نوجوانی میں ابو عبدالرحمان سلمی کے پاس جایا کرتے تھے انھوں نے ہمیں نصیحت کی کہ ابوالاحوص کے سوا اور کسی شخص سے حدیث نہ سننا اور خاص طور پر شقیق سے احتراز کرنا۔ یہ شخص خارجی تھا۔ (بہ خلاف شقیق ابووائل کے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں، سیدی)

۵۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِیُّ قَالَ سَمِعْتُ جَرِیْرًا یَقُوْلُ لَقِیْتُ جَابِرَ بْنَ یَزِیْدَ الْجُعْفِیَّ فَلَمْ اَکْتُبْ عَنْهُ کَانَ یُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ۔

جریر بیان کرتے ہیں کہ میری جابر بن یزید جعفی سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی کسی روایت کو نہیں لکھا کیونکہ وہ رجعت کا عقیدہ باطل رکھتا تھا۔

۵۲۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا مِسْعَرٌ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ يَزِيْدَ قَبْلَ اَنْ يُّحْدِثَ مَا اَحْدَثَ۔

مسعر بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن یزید سے اس کی بدعقیدگیوں کے ظہور سے پہلے اس کی بیان کردہ احادیث روایت کرتے تھے۔

۵۳۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَحْمِلُوْنَ عَنْ جَابِرٍ قَبْلَ اَنْ يُّظْهِرَ مَا اَظْهَرَ فَلَمَّا اَظْهَرَ اَتَّهَمَهُ النَّاسُ فِيْ حَدِيْثِهٖ وَتَرَكَهُ بَعْضُ النَّاسِ فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا اَظْهَرَ قَالَ الْاِيْمَانَ بِالرَّجْعَةِ

سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب تک جابر نے اپنے باطل عقائد کا اظہار نہیں کیا تھا لوگ اس سے روایت کرتے تھے لیکن جب اس کی بدعقیدگی ظاہر ہو گئی تو وہ متہم فی الحدیث ہو گیا اور بعض حضرات نے اس سے روایت ترک کر دی۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ جابر نے کس بدعقیدگی کا اظہار کیا تھا سفیان نے جواب دیا "رجعت" کا۔

نوٹ:۔ روافض کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی ابر میں ہیں ان کی اولاد میں سے ایک امام برحق پیدا ہوگا۔ اور جب حضرت علی امام وقت کے خلاف خروج میں اس کی مدد کے لیے اولاد علی کو پکاریں گے تو سب لوگ اس کی مدد کو پہنچیں گے۔

۵۴۔ وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ قَالَ نَا قَبِيْصَةُ وَاَخُوْهُ اَنَّهُمَا سَمِعَا الْجَرَّاحَ بْنَ مَلِيْحٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ عِنْدِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا۔

جراح بن ملیح کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن یزید سے یہ سنا کہ "میرے پاس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ستر ہزار احادیث ہیں جو ابو جعفر سے مروی ہیں۔

۵۵۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ شَاعِرٍ قَالَ نَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ سَمِعْتُ زُهَيْرًا يَقُوْلُ قَالَ جَابِرٌ اَوْ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ اِنَّ عِنْدِيْ لَخَمْسِيْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ مَا حَدَّثْتُ مِنْهَا بِشَيْءٍ قَالَ ثُمَّ حَدَّثَ يَوْمًا بِحَدِيْثٍ فَقَالَ هٰذَا مِنَ الْخَمْسِيْنَ اَلْفًا۔

زہیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار ایسی احادیث ہیں جن سے میں نے ابھی تک کوئی بیان نہیں کی، پھر ایک دن اس نے ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ ان پچاس ہزار احادیث میں سے ہے۔

۵۶۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ خَالِدٍ الْبَتُّكُرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْوَلِيْدِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَلَّامَ بْنَ اَبِيْ مُطِيْعٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرًا الْجُعْفِيَّ يَقُوْلُ عِنْدِيْ خَمْسُوْنَ اَلْفَ حَدِيْثٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار احادیث ہیں جو سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔

۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا

سفیان بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے جابر سے قرآن کریم کی اس آیت کریمہ کی تفسیر پوچھی "لن ابرح

سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ. قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ لَمْ يَجِئْ تَأْوِيلُ هٰذِهِ قَالَ سُفْيَانُ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَا أَرَادَ بِهٰذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّافِضَةَ تَقُولُ إِنَّ عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا نَخْرُجُ مَعَ مَنْ يَخْرُجُ مِنْ وُلْدِهِ حَتَّى يُنَادِيَ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ يُرِيدُ عَلِيًّا أَنَّهُ يُنَادِي اخْرُجُوا مَعَ فُلَانٍ يَقُولُ جَابِرٌ فَذَا تَأْوِيلُ هٰذِهِ وَكَذَبَ كَانَتْ فِي إِخْوَةِ يُوسُفَ۔

الارض حتی یاذن لی ابی او یحکم اللہ وہو خیر الحاکمین۔

(ترجمہ: یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے سب سے بڑے بھائی نے (مصر میں بنیامین پر چوری کا الزام لگنے کے بعد کہا) "میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا یہاں تک کہ میرے والد اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے" (۱۲:۸۰)۔ جابر نے کہا اس آیت کی تفسیر ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔ سفیان نے کہا اس نے جھوٹ بولا لوگوں نے سفیان سے پوچھا جابر کی کیا مراد تھی سفیان نے کہا شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بادلوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام برحق اس وقت کسی امام وقت کے خلاف جنگ کے لیے نہیں نکلے گا جب تک حضرت علی بادلوں سے نہیں پکاریں گے کہ جاؤ اس کی حمایت میں جنگ کرو۔ سفیان نے کہا جابر جھوٹا ہے یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق ہے۔

۵۸۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يُحَدِّثُ بِنَحْوٍ مِنْ ثَلَاثِينَ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا أَسْتَحِلُّ أَنْ أَذْكُرَ مِنْهَا شَيْئًا وَإِنَّ لِي كَذَا وَكَذَا أَوْ سَمِعْتُ أَبَا غَسَّانَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرٍو الرَّازِيَّ قَالَ سَأَلْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ الْحَرِثُ بْنُ حَصِيرَةَ لَقِيتَهُ قَالَ نَعَمْ شَيْخٌ طَوِيلُ السُّكُوتِ يُصِرُّ عَلَى أَمْرٍ عَظِيمٍ۔

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے تیس ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن میں سے میں کسی کا ذکر جائز نہیں سمجھتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی مال دیا جائے۔ ابو غسان محمد بن عمرو رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبدالحمید سے پوچھا کیا آپ حارث بن حصیرہ سے ملے ہیں انھوں نے کہا ہاں وہ ایک بوڑھا شخص ہے زیادہ تر خاموش رہتا ہے لیکن بڑی سے بڑی فاحش بات پر ڈٹ جاتا ہے۔

۵۹۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ وَذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يَوْمًا فَقَالَ لَمْ يَكُنْ بِمُسْتَقِيمِ اللِّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ يَزِيدُ فِي الرَّقْمِ۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے ایک شخص کے بارے میں کہا کہ وہ سچا نہیں ہے اور دوسرے کے بارے میں کہا کہ وہ تحریر میں زیادتی کر دیتا ہے۔

۶۰۔ حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا

ایوب نے ذکر کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے اور وہ

سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ اَيُّوْبُ اِنِّيْ لَاَذْكُرُ مِنْ فَضْلِهٖ وَلَوْ شَهِدَ عَلٰى لَبِنَتَيْنِ مَا رَاَيْتُ شَهَادَتَهٗ جَائِزَةً.

بڑی خوبیوں والا ہے تاہم اگر وہ دو کھجوروں کے بارے میں بھی شہادت دے تو میں اس کی شہادت کو جائز نہیں سمجھوں گا۔

۶۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ مَعْمَرٌ مَا رَاَيْتُ اَيُّوْبَ اغْتَابَ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا عَبْدَ الْكَرِيْمِ يَعْنِيْ اَبَا اُمَيَّةَ فَاِنَّهٗ ذَكَرَهٗ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ غَيْرَ ثِقَةٍ لَقَدْ سَاَلَنِيْ عَنْ حَدِيْثٍ لِعِكْرِمَةَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ.

معمر کہتے ہیں کہ میں نے عبدالکریم کے علاوہ ایوب کو اور کسی شخص کا عیب بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس کے بارے میں انھوں نے کہا وہ غیر ثقہ ہے اس نے مجھ سے حضرت عکرمہ کی ایک حدیث سنی اور یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں نے براہ راست یہ حدیث عکرمہ سے سنی ہے۔

۶۲۔ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا اَبُوْ دَاوُدَ الْاَعْمٰى فَجَعَلَ يَقُوْلُ ثَنَا الْبَرَاءُ وَثَنَا زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِقَتَادَةَ فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ سَائِلًا يَتَكَفَّفُ النَّاسَ زَمَنَ طَاعُوْنِ الْجَارِفِ.

ہمام بیان کرتے ہیں کہ ابوداؤد نام کا ایک نابینا شخص ہم سے کہنے لگا کہ اس نے براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ ہم نے حضرت قتادہ سے اس کی تحقیق کی قتادہ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے یہ شخص طاعون جارف کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا اور اس نے ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

نوٹ:۔ امام نووی فرماتے ہیں طاعون جارف ۶۷ھ یا ۸۷ھ میں واقع ہوا تھا۔

۶۳۔ وَحَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا هَمَّامٌ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ دَاوُدَ الْاَعْمٰى عَلٰى قَتَادَةَ فَلَمَّا قَامَ قَالُوْا اِنَّ هٰذَا يَزْعُمُ اَنَّهٗ لَقِيَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ بَدْرِيًّا فَقَالَ قَتَادَةُ هٰذَا كَانَ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يَعْرِضُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيْهِ فَرَاَللّٰهِ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ بَدْرِيٍّ مُشَافَهَةً اِلَّا عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ.

ہمام بیان کرتے ہیں کہ نابینا ابوداؤد حضرت قتادہ کے پاس گیا جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے حضرت قتادہ سے کہا اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ اٹھارہ بدری صحابہ سے ملا ہے، قتادہ نے کہا یہ شخص طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگتا تھا اس کو فن حدیث سے کوئی لگاؤ تھا اور نہ یہ اس میں گفت گو کرتا تھا۔ خدا کی قسم سعد بن مالک کے علاوہ حسن بصری اور سعید بن مسیب جیسے لوگوں نے بھی کسی بدری صحابی سے براہ راست روایت نہیں کی۔

۶۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ رُقَبَةَ اَنَّ اَبَا جَعْفَرٍ الْهَاشِمِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَضَعُ اَحَادِيْثَ كَلَامُ حَقٍّ وَلَيْسَتْ مِنْ اَحَادِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَرْوِيْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رقبہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجعفر ہاشمی، حق اور حکمت آمیز کلام کو حدیث بنا ڈالتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ یہ حضور کی احادیث ہیں حالانکہ فی الواقع وہ باتیں حضور کی احادیث نہ ہوتی تھیں۔

---

۶۵ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كَانَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ يَكْذِبُ فِي الْحَدِيْثِ۔

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عبید حدیث میں جھوٹ بولتا تھا۔

---

۶۶ - حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ اَبُوْحَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَ بْنَ مُعَاذٍ يَقُوْلُ قُلْتُ لِعَوْفِ بْنِ اَبِيْ جَمِيْلَةَ اَنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا قَالَ كَذَبَ وَ اللّٰهِ عَمْرٌو لٰكِنَّهٗ اَرَادَ اَنْ يَّحُوْزَهَا اِلٰى قَوْلِهِ الْخَبِيْثِ۔

معاذ بن معاذ کہتے ہیں کہ میں نے عوف بن ابی جمیلہ سے پوچھا کہ عمرو بن عبید حسن سے یہ حدیث روایت کرتا ہے "جس شخص نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے" عوف نے کہا قسم بہ خدا عمرو جھوٹا ہے وہ اس حدیث سے اپنے باطل عقائد کی ترویج چاہتا ہے۔

نوٹ:۔ عوف کا مطلب یہ تھا کہ عمرو اس حدیث کی حضرت حسن بصری کی طرف نسبت کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ حضرت حسن بصری نے یہ حدیث بیان نہیں کی ورنہ فی نفسہ یہ حدیث صحیح ہے اور دیگر اسانید سے مروی ہے۔

۶۷ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ قَدْ لَزِمَ اَيُّوْبَ وَسَمِعَ مِنْهُ فَفَقَدَهٗ اَيُّوْبُ فَقَالُوْا يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّهٗ قَدْ لَزِمَ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ قَالَ حَمَّادٌ فَبَيْنَا اَنَا يَوْمًا مَعَ اَيُّوْبَ وَقَدْ بَكَّرْنَا اِلَى السُّوْقِ فَاسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ اَيُّوْبُ وَسَاَلَهٗ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَيُّوْبُ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ لَزِمْتَ ذٰلِكَ الرَّجُلَ قَالَ حَمَّادٌ سَمَّاهُ يَعْنِيْ عَمْرًا قَالَ نَعَمْ يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّهٗ يُحْيِيْنَا بِاَشْيَاءَ غَرَائِبَ قَالَ يَقُوْلُ لَهٗ اَيُّوْبُ اِنَّمَا نَفِرُّ اَوْ نَفِرُّ مِنْ تِلْكَ الْغَرَائِبِ۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایوب کی مجلس میں رہا کرتا تھا اور ان سے احادیث کا سماع کرتا تھا ایک دن وہ ایوب کی مجلس میں حاضر نہ ہوا تو لوگوں نے ایوب کو بتلایا۔ اے ابوبکر (یہ ایوب کی کنیت تھی) اب اس نے عمرو بن زید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت ہم ایوب کے ساتھ بازار جا رہے تھے، راستہ میں ایوب سے وہ شخص ملا۔ سلام کرنے کے بعد ایوب نے اس سے پوچھا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اب عمرو بن عبید کی مجلس میں جانا شروع کر دیا ہے اس شخص نے جواب دیا ہاں اے ابوبکر وہ ہم سے عجیب و غریب احادیث بیان کرتا ہے ایوب نے جواب دیا ہم تو ایسے عجائبات سے دور دور بھاگتے ہیں۔

۶۸ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا ابْنُ زَيْدٍ يَعْنِيْ حَمَّادًا قَالَ قِيْلَ لِاَيُّوْبَ اِنَّ عَمْرَو بْنَ عُبَيْدٍ رَوٰى عَنِ

حماد بیان کرتے ہیں کہ ایوب سے کسی نے کہا کہ عمرو بن عبید حسن بصری سے یہ حدیث روایت کرتا ہے کہ "جو شخص نبیذ پی کر مدہوش ہو جائے اسے کوڑے

الْحَسَنِ قَالَ لَا يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ يُجْلَدُ السَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيذِ.

نہیں لگائے جائیں گے" ایوب نے کہا جھوٹ کہتا ہے میں نے خود حسن بصری سے سنا ہے کہ جو شخص نبیذ پی کر مدہوش ہو جائے اسے کوڑے لگائیں جائیں گے۔

۶۹۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَّامَ بْنَ أَبِي مُطِيعٍ يَقُولُ بَلَغَ أَيُّوبَ أَنِّي أَتَى عَمْرًا وَأَنَّهُ قَبَّلَ عَلَيَّ يَوْمًا فَقَالَ أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ عَلَى الْحَدِيثِ.

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ ایوب کو یہ خبر پہنچی کہ میں عمرو کے پاس روایت حدیث کے لیے جاتا ہوں ایک دن وہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ بتلاؤ تمہیں جس شخص کے دین کا اعتبار نہیں ہے اس کی روایت پر اعتماد کیسے کر سکتے ہو۔

۷۰۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُوسَى يَقُولُ نَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ قَبْلَ أَنْ يُحَدِّثَ.

ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمرو بن عبید سے اس وقت احادیث کا سماع کیا تھا جب اس نے حدیثیں وضع (گھڑنی) کرنی شروع نہیں کیں تھیں۔

۷۱۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُهُ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ قَاضِي وَاسِطٍ فَكَتَبَ إِلَيَّ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ شَيْئًا وَمَزَّقَ كِتَابِي.

معاذ عنبری بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو لکھا کہ ابو شیبہ قاضی واسط کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے شعبہ نے مجھے جواب میں لکھا کہ ابو شیبہ کی کوئی روایت نہ لکھنا اور میرے اس خط کو پھاڑ دینا۔

۷۲۔ وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَّانَ قَالَ حَدَّثَتْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ عَنْ ثَابِتٍ فَقَالَ كَذَبَ وَحَدَّثَ هَمَّامٌ عَنْ صَالِحٍ الْمُرِّيِّ بِحَدِيثٍ فَقَالَ كَذَبَ.

عفان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے سامنے وہ حدیث سنائی جس کو صالح مُرّی نے ثابت سے روایت کیا ہے حماد نے کہا صالح مُرّی جھوٹا ہے اور میں نے ہمام کے سامنے صالح مُرّی کی حدیث بیان کی تو ہمام نے بھی کہا کہ صالح مُرّی جھوٹا ہے۔

۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ قَالَ لِي شُعْبَةُ ائْتِ جَرِيرَ بْنَ حَازِمٍ فَقُلْ لَهُ لَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَرْوِيَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكْذِبُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ فَقَالَ نَا عَنِ الْحَكَمِ بِأَشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَهُ بِأَيِّ شَيْءٍ قَالَ قُلْتُ لِلْحَكَمِ أَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَتْلَى أُحُدٍ فَقَالَ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنِ الْحَكَمِ

ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے کہا کہ جریر بن حازم سے جا کر کہو کہ حسن بن عمارہ کی کوئی روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے شعبہ نے کہا حسن نے حکم کی روایت سے ہمیں ایسی احادیث بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے میں نے شعبہ سے پوچھا ایسی کون سی روایت ہے انھوں نے کہا میں نے حکم سے پوچھا تھا کیا شہداء اُحد پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اس نے جواب دیا نہیں پڑھی تھی لیکن حسن بن عمارہ

عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَیْہِمْ وَدَفَنَہُمْ قُلْتُ لِلْحَکَمِ مَا تَقُوْلُ فِیْ اَوْلَادِ الزِّنَا قَالَ یُصَلّٰی عَلَیْہِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِیْثِ مَنْ یَرْوِیْ قَالَ یَرْوِیْ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِیِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَۃَ ثَنَا الْحَکَمُ عَنْ یَحْیَی بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

نے حکم سے روایت کیا اور مقسم از ابن عباس کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نماز پڑھی اور پھر ان کو دفن کر دیا، اس کے علاوہ میں نے حکم سے ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا حکم نے کہا ہاں ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی میں نے پوچھا آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حسن بصری سے لیکن حسن بن عمارہ نے یہ حدیث حکم سے یحییٰ بن جزار از حضرت علی روایت کی، (یعنی پہلی حدیث کی اصل عبارت ہیں اور دوسری کی سند میں غلطی کی ہے)۔

۷۴۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ سَمِعْتُ یَزِیْدَ بْنَ ھَارُوْنَ وَذَکَرَ زِیَادَ بْنَ مَیْمُوْنٍ فَقَالَ حَلَفْتُ اَنْ لَّا اَرْوِیَ عَنْہُ شَیْئًا وَلَا عَنْ خَالِدِ بْنِ مَھْدُوْجٍ وَقَالَ لَقِیْتُ زِیَادَ بْنَ مَیْمُوْنٍ فَسَاَلْتُہٗ عَنْ حَدِیْثٍ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ عَنْ بَکْرٍ الْمُزَنِیِّ ثُمَّ عُدْتُ اِلَیْہِ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ اِلَیْہِ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ عَنِ الْحَسَنِ وَکَانَ یَنْسُبُھُمَا اِلَی الْکَذِبِ قَالَ الْحُلْوَانِیُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَذُکِرَتْ عِنْدَہٗ زِیَادُ بْنُ مَیْمُوْنٍ فَنَسَبَہٗ اِلَی الْکَذِبِ۔

یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون کے بارے میں کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ نہ اس سے کوئی حدیث روایت کروں گا اور نہ خالد بن مہدوج سے کیونکہ ایک بار میں نے زیاد بن میمون سے ایک حدیث پوچھی تو زیاد نے بکر مزنی کی روایت سے وہ حدیث بیان کی، دوبارہ ملاقات پر اس سے وہی بات پوچھی تو اس نے مورق کی روایت سے بیان کی، سہ بارہ ملاقات پر اس سے وہی حدیث پوچھی تو وہی حدیث حسن کی روایت سے بیان کی، ابن ہارون، زیاد اور خالد دونوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ حلوانی کہتے ہیں کہ عبد الصمد کے سامنے زیاد بن میمون کا ذکر ہوا تو انھوں نے بھی اسے جھوٹا قرار دیا۔

۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیِّ قَدْ اَکْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ فَمَا لَکَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْہُ حَدِیْثَ الْعَطَّارَۃِ الَّذِیْ رَوٰی لَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ فَقَالَ لِیْ اَسْکُتْ فَاَنَا لَقِیْتُ زِیَادَ بْنَ مَیْمُوْنٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ مَھْدِیٍّ فَسَاَلْنَاہُ فَقُلْنَا لَہٗ ھٰذِہِ الْاَحَادِیْثُ الَّتِیْ تَرْوِیْھَا عَنْ اَنَسٍ فَقَالَ اَرَاَیْتُمَا رَجُلًا یُذْنِبُ فَیَتُوْبُ اَلَیْسَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ قَالَ

محمود بن غیلان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد طیالسی سے پوچھا کہ آپ عباد بن منصور کی روایات بکثرت بیان کیا کرتے تھے کیا آپ نے ان سے عطر فروش عورت کی وہ حدیث نہیں سنی جو نضر بن شمیل نے ہم سے بیان کی تھی، ابو داؤد نے جواب دیا خاموش رہو! ایک دفعہ میں اور عبد الرحمان بن مہدی، زیاد بن میمون سے ملے تھے اور ان سے پوچھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو تم احادیث روایت کرتے ہو وہ کہاں تک

قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ فَأَنْتُمَا لَا تَعْلَمَانِ إِنِّي لَمْ أَلْقَ أَنَسًا قَالَ أَبُو دَاوُدَ فَبَلَغَنَا بَعْدُ أَنَّهُ يَرْوِي فَأَتَيْنَاهُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَتُوبُ ثُمَّ كَانَ بَعْدُ يُحَدِّثُ فَتَرَكْنَاهُ۔

صحیح ہیں، زیاد نے جواب دیا اگر کوئی شخص گناہ کرے اور پھر اس پر توبہ کرے تو کیا تم دونوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ اس کی توبہ نہیں قبول کرے گا ہم نے کہا کیوں نہیں ارشاد نے کہا میں نے حضرت انس سے کسی قسم کی کوئی حدیث روایت نہیں کی، ہر چند کہ عام لوگوں کو اس بات کا پتا نہیں تاہم تم دونوں تو جانتے ہو کہ میں نے نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ ابوداؤد نے کہا کچھ عرصہ کے بعد ہمیں پھر معلوم ہوا کہ زیاد نے پھر حضرت انس کی روایات بیان کرنی شروع کر دی ہیں، میں اور عبدالرحمٰن دوبارہ اس کے پاس گئے، اس نے پھر توبہ کر لی لیکن پھر توبہ توڑ دی اور حضرت انس کی روایات بیان کرنے لگا۔ بالآخر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

۷۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ شَبَابَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ يُحَدِّثُنَا فَيَقُولُ سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ قَالَ شَبَابَةُ وَسَمِعْتُ عَبْدَ الْقُدُّوسِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَّخَذَ الرُّوحُ غَرَضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَيَّ شَيْءٍ هٰذَا قَالَ يَعْنِي يُتَّخَذُ كُوَّةٌ فِي حَائِطٍ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ الرُّوحُ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ مَهْدِيُّ بْنُ هِلَالٍ يَا أَيَّامَ مَا هٰذِهِ الْعَيْنُ الْمَالِحَةُ الَّتِي نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا إِسْمٰعِيلَ۔

(سعیدی) امام مسلم فرماتے ہیں کہ عبیداللہ بن عمر قواریری کہتے تھے کہ حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ نمکین چشمہ تمہاری طرف سے نکلا ہے انھوں نے اثبات میں کہا ہاں اے ابواسماعیل۔

۷۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنِ الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَتَيْتُ بِهِ أَبَانَ بْنَ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَرَأَهُ عَلَيَّ۔

ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سے بھی حسن کی روایت سنی میں اس کو لے کر فوراً ابان بن ابی عیاش کے پاس گیا اور ابان نے اسی وقت وہ حدیث پڑھ کر مجھے سنا دی۔

۷۸۔ وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ثَنَا

علی بن مسہر بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْزَةُ الزَّيَّاتُ مِنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيٌّ فَلَقِيتُ حَمْزَةَ فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَا سَمِعَ مِنْ أَبَانَ فَمَا عَرَفَ مِنْهَا إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا خَمْسَةً أَوْ سِتَّةً۔

نے ابان بن ابی عیاش نے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا پھر جب میری حمزہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ابان سے سنی ہوئی احادیث سنائیں، جن میں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ حدیثوں کی تصدیق کی۔

۷۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا ذَكَرِيَّا ابْنُ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو إِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ اكْتُبْ عَنْ بَقِيَّةَ مَا رَوَى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا تَكْتُبْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا رَوَى عَنِ الْمَعْرُوفِينَ وَلَا عَنْ غَيْرِهِمْ۔

زکریا بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق فزاری نے مجھ سے کہا "بقیہ" اگر غیر معروف حضرات کی روایات بھی بیان کریں تو وہ بھی لکھ لینا اور اسماعیل بن عیاش کی بیان کردہ کسی روایت کو نہ لکھنا خواہ معروف حضرات سے بیان کرے یا غیر معروف حضرات سے۔

۸۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ نِعْمَ الرَّجُلُ بَقِيَّةُ لَوْلَا أَنَّهُ يَكْنِي الْأَسَامِيَ وَيُسَمِّي الْكُنَى كَانَ دَهْرًا يُحَدِّثُنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوَحَاظِيِّ فَنَظَرْنَا فَإِذَا هُوَ عَبْدُ الْقُدُّوسِ۔

ابن مبارک نے کہا "بقیہ" معتبر شخص ہے کاش وہ راویوں کے ناموں کو ان کی کنیتوں کے ساتھ اور ان کی کنیتوں کو ان کے ناموں سے نہ تبدیل کر دیتا۔ ایک عرصہ تک وہ ہم کو ابو سعید وحاظی کی روایت بیان کرتا رہا، بعد میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ وہ عبد القدوس ہے۔

۸۱۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّزَّاقِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يُفْصِحُ بِقَوْلِهِ كَذَّابٌ إِلَّا لِعَبْدِ الْقُدُّوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَّابٌ۔

عبد الرزاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو عبد القدوس کے سوا کسی شخص کو جھوٹا کہتے ہوئے نہیں سنا۔

۸۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمُعَلَّى بْنَ عِرْفَانَ فَقَالَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصِفِّينَ فَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أَتُرَاهُ بُعِثَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے کہا کہ ان کے سامنے معلی بن عرفان نے کہا کہ ابو وائل نے بیان کیا کہ ہمارے سامنے عبد اللہ بن مسعود جنگ صفین کے میدان سے آئے تھے۔ ابو نعیم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے تھے۔

۸۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَفَّانَ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ فَحَدَّثَ رَجُلٌ عَنْ رَجُلٍ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا لَيْسَ بِثَبْتٍ

عفان بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے روایت بیان کی میں نے کہا وہ غیر معتبر شخص ہے وہ شخص کہنے لگا کہ تم نے اس کی غیبت کی ہے یہ سن کر اسماعیل نے

قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُعْتُبْتَهُ قَالَ اِسْمٰعِيْلُ مَا اُعْتَابَهُ وَلٰكِنَّهُ حَكَمَ اَنَّهُ لَيْسَ بِثَبْتٍ۔

میری تائید میں کہا انھوں نے فلیت نہیں بلکہ فن روایت میں اس کا مقام متعین کیا ہے۔

۸۴۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَعْفَرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ ثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْ يَرْوِيْ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهُ عَنْ شُعْبَةَ الَّذِيْ يَرْوِيْ عَنْهُ ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهُ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْاَمَةِ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُهُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَسَاَلْتُ مَالِكًا عَنْ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوْا بِثِقَةٍ فِيْ حَدِيْثِهِمْ وَسَاَلْتُهُ عَنْ رَجُلٍ اٰخَرَ نَسِيْتُ اِسْمَهُ فَقَالَ هَلْ رَاَيْتَهُ فِيْ كُتُبِيْ قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثِقَةً لَرَاَيْتَهُ فِيْ كُتُبِيْ۔

بشر بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے محمد بن عبدالرحمان کے بارے میں پوچھا جو کہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ غیر ثقہ ہے پھر میں نے ان سے ابوالحویرث کے بارے میں پوچھا، فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے، پھر شعبہ کے بارے میں پوچھا جس سے ابن ابی ذئب روایت کرتا ہے فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے پھر میں نے توامہ کے آزاد کردہ غلام صالح کے متعلق پوچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے ——— پھر میں نے حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا فرمایا غیر ثقہ ہے، ان پانچوں کے بارے میں امام مالک نے عدم ثقاہت کی تصریح کر دی پھر میں نے ایک اور شخص کے بارے میں پوچھا جس کا نام مجھے بھول گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام میری کتابوں میں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر وہ ثقہ راوی ہوتا تو تم اس کا نام میری کتابوں میں ضرور دیکھتے۔

۸۵۔ وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ قَالَ نَا حَجَّاجٌ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُتَّهَمًا۔

حجاج بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے ہم سے شرحبیل بن سعد کی روایت بیان کی حالانکہ شرحبیل متہم فی الحدیث تھے۔

۸۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ الطَّالَقَانِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ يَقُوْلُ لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ اَنْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ اَنْ اَلْقٰى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَرَّرٍ لَاخْتَرْتُ اَنْ اَلْقَاهُ ثُمَّ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلَمَّا رَاَيْتُهُ كَانَتْ بَغْرَتُهُ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ۔

ابو اسحاق طالقانی نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے میں جنت میں داخل ہوں یا پہلے عبداللہ بن محرر سے ملاقات کر لوں تو میں اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا اور جنت میں اس کے بعد جاتا لیکن جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ مجھے اونٹ کی مینگنی سے بھی بدتر معلوم ہوا۔

۸۷۔ وَحَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ نَا وَلِيْدُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ زَيْدٌ يَعْنِيْ ابْنَ اَبِيْ اُنَيْسَةَ لَا تَاْخُذُوْا عَنْ اَخِيْ۔

زید بن ابی انیسہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی سے احادیث روایت نہ کیا کرو۔ (یعنی یحییٰ بن انیسہ)۔

۸۸۔ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ السَّلَامِ الْوَابِصِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّیُّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ کَانَ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ اُنَیْسَةَ کَذَّابًا۔

عبید اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ یحیی بن انیسہ کذاب تھا۔

۸۹۔ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ ذُکِرَ فَرْقَدٌ عِنْدَ اَیُّوْبَ فَقَالَ اِنَّ فَرْقَدًا لَیْسَ صَاحِبَ حَدِیْثٍ۔

حماد بن زید کہتے ہیں کہ ایوب کے سامنے فرقد کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ فرقد روایت حدیث کا اہل نہیں ہے۔

۹۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِیُّ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ الْقَطَّانَ وَذُکِرَ عِنْدَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَیْرٍ اللَّیْثِیُّ فَضَعَّفَهٗ جِدًّا فَقِیْلَ لِیَحْیَی اَضْعَفُ مِنْ یَعْقُوْبَ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ مَا کُنْتُ اُرَی اَنَّ اَحَدًا یَرْوِیْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَیْدِ بْنِ عُمَیْرٍ۔

یحیی بن سعید القطان کے سامنے محمد بن عبداللہ بن عمر لیثی کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے محمد بن عبداللہ کو ضعیف قرار دیا۔ یحیی سے کسی نے پوچھا کیا محمد بن عبداللہ یعقوب بن عطا سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ انھوں نے کہا ہاں، پھر کہا میرے خیال میں تو کوئی شخص بھی محمد بن عبداللہ کی روایات بیان نہیں کرے گا۔

۹۱۔ حَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیَی بْنَ سَعِیْدٍ الْقَطَّانَ ضَعَّفَ حَکِیْمَ بْنَ جُبَیْرٍ وَعَبْدَ الْاَعْلٰی وَضَعَّفَ یَحْیَی بْنَ مُوْسَی بْنِ دِیْنَارٍ قَالَ حَدِیْثُهٗ رِیْحٌ وَضَعَّفَ مُوْسَی بْنَ دِهْقَانَ وَعِیْسَی بْنَ اَبِیْ عِیْسَی الْمَدَنِیَّ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عِیْسَی یَقُوْلُ قَالَ لِیْ اِبْنُ الْمُبَارَکِ اِذَا مَرَرْتَ عَلٰی جَرِیْرٍ فَاکْتُبْ عِلْمَهٗ کُلَّهٗ اِلَّا اَحَادِیْثَ ثَلٰثَةٍ لَا تَکْتُبْ عَنْهُ حَدِیْثَ عُبَیْدَةَ بْنِ مُعَتِّبٍ وَالسَّرِیِّ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ وَمُحَمَّدِ بْنِ سَالِمٍ۔

بشر بن حکم کہتے ہیں کہ یحیی بن سعید قطان نے حکیم بن جبیر اور عبدالاعلی کو ضعیف قرار دیا اور یحیی بن موسی کو بھی ضعیف قرار دیا بلکہ اس کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا کہ اس کی روایات ہوا کی مثل ہیں اور موسی بن دہقان اور عیسی بن ابوعیسی مدنی کو بھی ضعیف کہا حسن بن عیسی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ جس وقت تم جریر کے پاس جاؤ تو ان کا تمام علم لکھ لینا۔ مگر تین شخصوں کی بیان کردہ روایات نہ لکھنا، عبیدہ بن معتب، سری بن اسماعیل اور محمد بن سالم۔

قَالَ مُسْلِمٌ وَاَشْبَاهُ مَا ذَکَرْنَا مِنْ کَلَامِ اَهْلِ الْعِلْمِ فِیْ مَعْهَی رُوَاةِ الْحَدِیْثِ وَاَخْبَارِهِمْ عَنْ مَعَائِبِهِمْ کَثِیْرٌ یَطُوْلُ الْکِتَابُ بِذِکْرِهٖ عَلٰی اِسْتِقْصَائِهٖ وَفِیْمَا ذَکَرْنَا کِفَایَةٌ لِمَنْ تَفَهَّمَهٗ وَعَقَلَ مَذْهَبَ الْقَوْمِ فِیْمَا قَالُوْا مِنْ ذٰلِکَ وَبَیَّنُوْا وَاِنَّمَا اَلْزَمُوْا اَنْفُسَهُمُ الْکَشْفَ عَنْ مَعَائِبِ رُوَاةِ الْحَدِیْثِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں ضعیف راویوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اور ان کی بیان کردہ احادیث کے جو عیوب اور نقائص ذکر کیے ہیں وہ صاحب فراست شخص کے لیے کافی ہیں اگر ہم اس سلسلہ میں تمام تفصیل ذکر کرتے اور ماہرین اسماء رجال اور ناقدین فن حدیث نے جو ضعیف، مجروح، مطعون اور

وَنَاقِلِي الْأَخْبَارِ وَأَفْتَوْا بِذٰلِكَ حِيْنَ سُئِلُوْا لِمَا فِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ الْخَطَرِ إِذِ الْأَخْبَارُ فِيْ أَمْرِ الدِّيْنِ إِنَّمَا تَأْتِيْ بِتَحْلِيْلٍ أَوْ تَحْرِيْمٍ أَوْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ تَرْغِيْبٍ أَوْ تَرْهِيْبٍ فَإِذَا كَانَ الرَّاوِيْ لَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ ثُمَّ أَقْدَمَ عَلَى الرِّوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيْهِ لِغَيْرِهِ مِمَّنْ جَهِلَ مَعْرِفَتَهُ كَانَ آثِمًا بِفِعْلِهِ ذٰلِكَ غَاشًّا لِعَوَامِّ الْمُسْلِمِيْنَ إِذْ لَا يُؤْمَنُ عَلَى بَعْضِ مَنْ سَمِعَ تِلْكَ الْأَخْبَارَ أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَعْمِلَ بَعْضَهَا وَلَعَلَّهَا أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَاذِيْبُ لَا أَصْلَ لَهَا مَعَ أَنَّ الْأَخْبَارَ الصِّحَاحَ مِنْ رِوَايَةِ الثِّقَاتِ وَأَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يُضْطَرَّ إِلَى نَقْلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مُقْنِعٍ وَلَا أَحْسِبُ كَثِيْرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ مِنَ النَّاسِ عَلَى مَا وَصَفْنَا مِنْ هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ الضِّعَافِ وَالْأَسَانِيْدِ الْمَجْهُوْلَةِ وَيَعْتَدُّ بِرِوَايَتِهَا بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيْهَا مِنَ التَّوَهُّنِ وَالضَّعْفِ إِلَّا أَنَّ الَّذِيْ يَحْمِلُهُ عَلَى رِوَايَتِهَا وَالْاِعْتِدَادِ بِهَا إِرَادَةُ التَّكْثِيْرِ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْعَوَامِّ وَلِأَنْ يُقَالَ مَا أَكْثَرَ مَا جَمَعَ فُلَانٌ مِنَ الْحَدِيْثِ وَأَلَّفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ ذَهَبَ فِي الْعِلْمِ هٰذَا الْمَذْهَبَ وَسَلَكَ هٰذَا الطَّرِيْقَ فَلَا نَصِيْبَ لَهُ فِيْهِ وَكَانَ بِأَنْ يُسَمَّى جَاهِلًا أَوْلَى مِنْ أَنْ يُنْسَبَ إِلَى الْعِلْمِ۔

غیر ثقہ راویوں کے احوال بیان کیے ہیں ان تمام کا ذکر کر دیتے تو گفت گو بہت طویل ہو جاتی۔

باقی رہا یہ امر کہ راویوں کے عیوب بیان کرنا کیا غیبت اور مسلمان کی پردہ دری ہے جب اس سلسلہ میں علماء حدیث سے فتویٰ طلب کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ راویوں کے احوال بیان کرنا ضروری ہیں کیونکہ دین کے اکثر مسائل جو حلال و حرام، امر و نہی اور رغبت اور خوف سے متعلق ہیں وہ سب احادیث پر موقوف ہیں۔ اب اگر کسی حدیث کا کوئی راوی خود صادق اور امانت دار نہ ہو اور وہ حدیث کو روایت کرے اور بعد والے اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود اس کی روایت کو بیان کر دیں اور اصل راوی کے احوال پر کوئی تنقید اور تبصرہ نہ کریں تو یہ عوام مسلمین کے ساتھ خیانت ہے کیونکہ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث موضوع اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال سے ناواقفیت کی بنا پر ان احادیث کے مطابق عمل کرے گی اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے حدیث بیان کر دی اور اس کے راوی کے احوال پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جب کہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان باطل روایات کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے اس تحقیق کے بعد ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول، غیر ثقہ، غیر معتبر راویوں کی احادیث بیان نہیں کرے گا خصوصاً جب کہ وہ سند حدیث کی کیفیت پر مطلع ہو سوا اس شخص کے جو لوگوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہو کہ وہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ باطل اور موضوع — اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کر دے گا تاکہ جب لوگوں کے سامنے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ پیش ہو تو لوگ اس کی وسعت علمی اور ژرف بینی پر داد دیں لیکن جو شخص

ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

باب ۵

بَابُ صِحَّةِ الِاحْتِجَاجِ بِالْحَدِيثِ الْمُعَنْعَنِ إِذَا أَمْكَنَ لِقَاءُ الْمُعَنْعِنِينَ وَلَمْ يَكُنْ فِيهِمْ مُدَلِّسٌ

حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل

نوٹ: حدیث معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند میں عن کا لفظ آئے جیسے عن علقمہ عن عبداللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حدیث معنعن کے بارے میں علی بن مدینی اور امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت مقبول ہوگی جب راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو جیسے علقمہ کی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اس کے برخلاف امام مسلم اور دوسرے محدثین یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی، مروی عنہ کا ہمعصر ہو پھر بھی اس کی روایت مقبول ہوگی خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو مذکور ذیل باب میں امام مسلم نے اپنے اس مسلک کی حجیت پر دلائل قائم کیے ہیں

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُنْتَحِلِي الْحَدِيثِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا فِي تَصْحِيحِ الْأَسَانِيدِ وَتَقْسِيمِهَا بِقَوْلٍ لَوْ ضَرَبْنَا عَنْ حِكَايَتِهِ وَذِكْرِ فَسَادِهِ صَفْحًا لَكَانَ رَأْيًا مَتِينًا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذِ الْإِعْرَاضُ عَنِ الْقَوْلِ الْمُطَّرَحِ أَحْرَى لِإِمَاتَتِهِ وَإِخْمَالِ ذِكْرِ قَائِلِهِ وَأَجْدَرُ أَنْ لَا يَكُونَ ذَلِكَ تَنْبِيهًا لِلْجُهَّالِ عَلَيْهِ غَيْرَ أَنَّا لَمَّا تَخَوَّفْنَا مِنْ شُرُورِ الْعَوَاقِبِ وَاغْتِرَارِ الْجَهَلَةِ بِمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ وَإِسْرَاعِهِمْ إِلَى اعْتِقَادِ خَطَإِ الْمُخْطِئِينَ وَالْأَقْوَالِ السَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ رَأَيْنَا الْكَشْفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهِ وَرَدَّ مَقَالَتِهِ بِقَدْرِ مَا يَلِيقُ بِهَا مِنَ الرَّدِّ أَجْدَرَ عَلَى الْأَنَامِ وَأَحْمَدَ لِلْعَاقِبَةِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَزَعَمَ الْقَائِلُ الَّذِي افْتَتَحْنَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ

ہمارے بعض معاصر محدثین نے سند حدیث کی صحت اور فساد کے بارے میں ایک ایسی غلط شرط عائد کی ہے جس کا اگر ہم ذکر نہ کرتے تو ہی زیادہ مناسب تھا کیونکہ جو قول باطل اور مردود ہو اس کا ذکر نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاہم ہم نے خیال کیا کہ اگر اس فاسد قول کو ذکر کر کے اس کا رد نہ کیا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی ناواقف شخص اس باطل قول کو صحیح سمجھ لے کیونکہ ناواقف لوگ نئی نئی باتوں کے زیادہ دلدادہ اور عجیب و غریب شرائط کے زیادہ شیدا ہوتے ہیں لہٰذا اب ہم ان معاصرین کی اس باطل شرط کو ذکر کر کے اس کا فساد، بطلان اور خرابیاں ذکر کریں گے، تاکہ عام لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔

ان بعض معاصرین کا خیال ہے کہ جس حدیث کی سند فلاں عن فلاں (فلاں فلاں سے روایت کرتا ہے) ہو اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو کہ چونکہ یہ دونوں ہمعصر ہیں اس

وَالْاِخْبَارِ عَنْ سُوْءِ رَوِيَّتِهٖ اَنَّ كُلَّ اِسْنَادٍ لِحَدِيْثٍ فِيْهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ اَحَاطَ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدْ كَانَا فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ وَّجَائِزٌ اَنْ يَّكُوْنَ الْحَدِيْثُ الَّذِيْ رَوَى الرَّاوِيْ عَمَّنْ رَوٰى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهٗ مِنْهُ وَشَافَهَهٗ بِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا نَعْلَمُ لَهٗ مِنْهُ سَمَاعًا وَلَمْ نَجِدْ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهُمَا الْتَقَيَا قَطُّ اَوْ تَشَافَهَا بِحَدِيْثٍ اَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُوْمُ عِنْدَهٗ بِكُلِّ خَبَرٍ جَاءَ هٰذَا الْمَجِيْءُ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ بِاَنَّهُمَا قَدِ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرِهِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا اَوْ تَشَافَهَا بِالْحَدِيْثِ بَيْنَهُمَا اَوْ يَرِدَ خَبَرٌ فِيْهِ بَيَانُ اجْتِمَاعِهِمَا اَوْ تَلَاقِيْهِمَا مَرَّةً مِّنْ دَهْرِهِمَا فَمَا فَوْقَهَا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ ذٰلِكَ وَلَمْ تَاْتِ رِوَايَةٌ تُخْبِرُ اَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ عَنْ صَاحِبِهٖ قَدْ لَقِيَهٗ مَرَّةً وَسَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ فِيْ نَقْلِهٖ الْخَبَرَ عَمَّنْ رَوٰى عَنْهُ عِلْمُ ذٰلِكَ وَالْاَمْرُ كَمَا وَصَفْنَا لَيْسَ بِحُجَّةٍ وَكَانَ الْخَبَرُ عِنْدَهٗ مَوْقُوْفًا حَتّٰى يَرِدَ عَلَيْهِ سَمَاعُهٗ مِنْهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ قَلَّ اَوْ كَثُرَ فِيْ رِوَايَةٍ مِثْلِ مَا وَصَفْنَا وَهٰذَا الْقَوْلُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فِي الطَّعْنِ فِي الْاَسَانِيْدِ قَوْلٌ مُّخْتَرَعٌ مُّسْتَحْدَثٌ غَيْرُ مَسْبُوْقٍ صَاحِبُهٗ اِلَيْهِ وَلَا مُسَاعِدَ لَهٗ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذٰلِكَ اَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ بَيْنَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْاَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيْمًا وَّحَدِيْثًا اَنَّ كُلَّ رَجُلٍ ثِقَةٍ رَوٰى عَنْ مِّثْلِهٖ حَدِيْثًا وَّجَائِزٌ مُّمْكِنٌ لَهٗ لِقَاؤُهٗ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لِكَوْنِهِمَا جَمِيْعًا كَانَ فِيْ عَصْرٍ وَّاحِدٍ فَاِنْ لَّمْ تَاْتِ فِيْ خَبَرٍ قَطُّ اَنَّهُمَا اجْتَمَعَا وَلَا تَشَافَهَا بِكَلَامٍ فَالرِّوَايَةُ ثَابِتَةٌ وَالْحُجَّةُ بِهَا لَازِمَةٌ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ هُنَاكَ دَلَالَةٌ

سے لیے ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے ملاقات کی ہو اور اس سے اس حدیث کا سماع کیا ہو البتہ ہمارے پاس کوئی دلیل یا روایت نہ ہو جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور ایک نے ــــــ دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے تو ایسی حدیث ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے۔ ان کے نزدیک اس قسم کی جو بھی حدیث ہوگی وہ اس وقت تک قابل اعتبار نہیں ہوگی جب تک انھیں اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار آپس میں ملے ہیں یا ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے یا کوئی ایسی روایت ہو جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ دونوں زندگی میں کم از کم ایک بار ملے ہیں اور اگر ان کو نہ تو کسی دلیل سے ان کی ملاقات کا یقین ہو نہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہو تو ان کے نزدیک اس روایت کا قبول کرنا اس وقت تک موقوف رہے گا جب تک کہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت نہ ہو جائے خواہ ایسی روایات قلیل ہوں یا کثیر۔

ان معاصرین کی یہ شرط بالکل نئی اور اختراعی ہے پیشرو علماء حدیث میں سے کسی شخص نے یہ شرط عائد نہیں کی اور نہ موجودہ اہل علم میں سے کسی شخص نے اس شرط کی موافقت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ اور سابقین تمام علماء حدیث اصحاب فن اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب ایک ثقہ اور عادل شخص اپنے ایسے معاصر ثقہ اور عادل شخص سے کوئی حدیث روایت کرے جس سے اس کی ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اس کی یہ روایت قابل قبول اور حجت ہے خواہ ہمارے پاس ان کی باہمی ملاقات اور بالمشافہ حدیث سننے پر نہ کوئی دلیل ہو اور نہ کسی اور روایت سے یہ چیز ثابت ہو البتہ اگر کسی دلیل یا روایت سے یہ بات یقینی طور ثابت ہو جائے کہ ان دونوں کی

بَيِّنَةٌ أَنَّ هٰذَا الرَّاوِيَ لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوٰى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا فَأَمَّا وَالْأَمْرُ مُبْهَمٌ عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي فَسَّرْنَا فَالرِّوَايَةُ عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتّٰى تَكُونَ الدَّلَالَةُ الَّتِي بَيَّنَّا فَيُقَالُ لِمُخْتَرِعِ هٰذَا الْقَوْلِ الَّذِي وَصَفْنَا مَقَالَتَهُ وَلِلذَّابِّ عَنْهُ قَدْ أَعْطَيْتَ فِي جُمْلَةِ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ عَنِ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْعَمَلُ ثُمَّ أَدْخَلْتَ فِيهِ الشَّرْطَ بَعْدُ فَقُلْتَ حَتّٰى يُعْلَمَ أَنَّهُمَا قَدْ كَانَا الْتَقَيَا مَرَّةً فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هٰذَا الشَّرْطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَإِلَّا فَهَلُمَّ دَلِيلًا عَلٰى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعٰى قَوْلَ أَحَدٍ مِنْ عُلَمَاءِ السَّلَفِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرِيطَةِ فِي تَثْبِيتِ الْخَبَرِ طُولِبَ بِهِ وَلَنْ يَجِدَهُ وَلَا غَيْرُهُ إِلٰى إِيجَادِهِ سَبِيلًا وَإِنْ هُوَ ادَّعٰى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يُحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَاكَ الدَّلِيلُ فَإِنْ قَالَ قُلْتُهُ لِأَنِّي وَجَدْتُ رُوَاةَ الْأَخْبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَرْوِي أَحَدُهُمُ الْحَدِيثَ عَنِ الْآخَرِ وَلَمْ يُعَايِنْهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ اسْتَجَازُوا رِوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هٰكَذَا عَلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَاتِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْأَخْبَارِ لَيْسَ بِحُجَّةٍ إِحْتَجْتُ لِمَا وَصَفْتُ مِنَ الْعِلَّةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاوِي كُلَّ خَبَرٍ عَنْ رِوَايَتِهِ فَإِذَا أَنَا هَجَمْتُ عَلٰى سَمَاعِهِ مِنْهُ لِأَدْنٰى شَيْءٍ ثَبَتَ عِنْدِي بِذٰلِكَ جَمِيعُ مَا يَرْوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَرَضَ عَلَيَّ مَعْرِضٌ ذٰلِكَ أَوْ وَقَفْتُ الْخَبَرَ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْضِعَ حُجَّةٍ لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتِ الْعِلَّةُ فِي تَضْعِيفِكَ الْخَبَرَ

آپس میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی ہے لیکن انھوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی ایسی شکل میں یقیناً یہ روایت غیر معتبر ہوگی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور صرف ابہام ہو تو یہ روایت یقیناً مقبول ہوگی۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ایک ثقہ راوی کی دوسرے ثقہ راوی سے روایت حجت ہوتی ہے اور اس کے مقتضی پر عمل لازم ہوتا ہے اب تم نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری ہے اب یہ بتاؤ کہ یہ نئی شرط فن حدیث کے علماء سابقین اور اسلاف نے بھی عائد کی تھی یا صرف تم نے کسی دلیل کی بناء پر یہ نئی اختراعی اور من گھڑت شرط عائد کی ہے۔ پہلی صورت تو یقیناً باطل ہے کیونکہ اسلاف سے ایسی کوئی شرط منقول نہیں ہے اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس شرط کے اضافہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اختراعی شرط کے ثبوت میں یہ کہیں کہ ہم نے زمانہ حال اور ماضی میں بہت سے ایسے راویان حدیث دیکھے ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان راویوں نے نہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ کوئی حدیث سنی ہوتی ہے اس قسم کی حدیث مرسل کہلاتی ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل مقبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے سند حدیث میں راوی کے سماع کی شرط عائد کر دی ہے اب اگر ہمیں کسی قرینہ یا دلیل یا کسی خبر اور روایت سے یہ معلوم ہو جائے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث سنی ہے تو اس کی کل روایات مقبول ہوں گی اور اگر ہم کو کسی قرینہ یا روایت سے سماع کا ثبوت نہ مل سکا تو ہمارے نزدیک یہ حدیث موقوف ہوگی کیونکہ اس حدیث کے مرسل ہونے کا احتمال موجود ہے۔

وَتَرْكِ الِاحْتِجَاجِ بِهٖ اِمْكَانُ الْاِرْسَالِ فِيْهِ لَزِمَكَ اَنْ لَّا تُثْبِتَ اِسْنَادًا مُعَنْعَنًا حَتّٰى تَرٰى فِيْهِ السَّمَاعَ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّ الْحَدِيْثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِاِسْنَادِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فَبِيَقِيْنٍ نَعْلَمُ اَنَّ هِشَامًا قَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَاَنَّ اَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ كَمَا نَعْلَمُ اَنَّ عَائِشَةَ قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ يَجُوْزُ اِذَا لَمْ يَقُلْ هِشَامٌ فِيْ رِوَايَةٍ يَرْوِيْهَا عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ وَاَخْبَرَنِيْ اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اَبِيْهِ فِيْ تِلْكَ الرِّوَايَةِ اِنْسَانٌ اَخْبَرَهٗ بِهَا عَنْ اَبِيْهِ وَلَمْ يَسْمَعْهَا هُوَ مِنْ اَبِيْهِ لَسْنَا اَحَبَّ اَنْ يَّرْوِيَهَا مُرْسَلًا وَّلَا يُسْنِدَهَا اِلٰى مَنْ سَمِعَهٗ مِنْهُ وَكَمَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ فِيْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ اَيْضًا مُمْكِنٌ فِيْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذٰلِكَ كُلُّ اِسْنَادٍ لِحَدِيْثٍ لَيْسَ فِيْهِ ذِكْرُ سَمَاعِ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ وَاِنْ كَانَ قَدْ عُرِفَ فِي الْجُمْلَةِ اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ صَاحِبِهٖ سَمَاعًا كَثِيْرًا وَجَائِزٌ لِّكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَةِ فَيَسْمَعَ مِنْ غَيْرِهٖ عَنْهُ بَعْضَ اَحَادِيْثِهٖ ثُمَّ يُرْسِلَهٗ عَنْهُ اَحْيَانًا وَّلَا يُسَمِّيْ مَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَيَنْشَطُ اَحْيَانًا فَيُسَمِّي الرَّجُلَ الَّذِيْ حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيْثَ وَيَتْرُكُ الْاِرْسَالَ وَمَا قُلْنَا مِنْ هٰذَا مَوْجُوْدٌ فِي الْحَدِيْثِ مُسْتَفِيْضٌ مِّنْ فِعْلِ ثِقَاتِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَاَئِمَّةِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَسَنَذْكُرُ مِنْ رِوَايَاتِهِمْ عَلَى الْجِهَةِ الَّتِيْ ذَكَرْنَا عَدَدًا يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى اَكْثَرَ مِنْهَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ اَيُّوْبَ

ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ ان کے بنائے ہوئے قاعدہ کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ حدیث معنعن (یعنی جس حدیث کی سند یوں ہو کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کیا) اس وقت تک مقبول نہ ہو جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ سند میں مذکور ہر راوی نے اپنے مروی عنہ سے سماع بھی کیا ہے فرض کرو ایک حدیث اس سند سے مروی ہوتی ہے از ہشام بن عروہ از والد خود (یعنی عروہ) از عائشہ اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہشام نے اپنے والد سے اور ان کے والد (یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے سماع کیا ہے جیسا کہ ہم کو یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کیا ہے اور یہ سند بالاتفاق مقبول ہے لیکن تمہارے قاعدہ کی بناء پر لازم آئے گا کہ یہ غیر مقبول ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہشام جس شخص کو یہ حدیث بیان کریں اس شخص سے یہ نہ کہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے والد عروہ سے سنی ہے (یعنی سمعت یا اخبرنی کا صیغہ استعمال نہ کریں) اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حدیث ہشام نے براہِ راست اپنے والد سے نہ سنی ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص واسطہ ہو جس کا ذکر ہشام نے نہ کیا ہو اور براہِ راست اپنے والد سے حدیث روایت کر دی ہو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہشام کے والد عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ سے حدیث نہ سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو جس کا ذکر عروہ نے نہ کیا ہو اور براہِ راست حضرت عائشہ سے روایت کر دی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کا راوی مروی عنہ سے حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس میں یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے براہِ راست حدیث نہ سنی ہو اور درمیانی شخص کا ذکر نہ کر کے براہِ راست مروی عنہ سے روایت کر دی ہو۔

ہر چند کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں راوی کا فلاں مروی عنہ سے حدیث میں سماع ثابت ہے لیکن جب تک اس

السَّخْتِيَانِيُّ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَوَكِيعٌ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَجَمَاعَةٌ غَيْرُهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ فَرَوَى هٰذِهِ الرِّوَايَةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَدَاوُدُ الْعَطَّارُ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَوُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

خاص حدیث میں جس کو وہ بیان کر رہا ہے اپنے مروی عنہ سے سماع کی تصریح ذکر کرے اس حدیث میں مرسل ہونے کا احتمال موجود ہے۔ لہٰذا انتہائے قاعدہ کے مطابق یہ تمام احادیث غیر مقبول ہونی چاہئیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے شیخ سے متعدد احادیث سنی ہوتی ہیں لیکن کبھی تو وہ سند میں اپنے شیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور کبھی شیخ الشیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور شیخ کا درمیان میں ذکر نہیں کرتا۔ ہم نے جو سند بیان کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے یہ تمام اہل علم اور ائمہ محدثین کے نزدیک مشہور معروف ہے مثلاً ایوب سختیانی ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے علاوہ محدثین کی ایک کثیر جماعت نے سند مذکور ذیل کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: از ہشام بن عروہ از والد محترم (یعنی عروہ) از عائشہ: فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے اور کھولنے دونوں مواقع پر حضور کو وہ خوشبو لگایا کرتی تھیں جو میرے پاس بہتر سے بہتر موجود ہوتی۔ لیکن اسی حدیث کو لیث بن سعد، داؤد، عطار، حمید بن اسود، وہیب بن خالد اور ابو اسامہ نے ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہشام بیان کرتے ہیں کہ مجھے عثمان بن عروہ نے حدیث بیان کی ہے از عروہ از عائشہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: امام مسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دراصل ہشام نے یہ حدیث اپنے بھائی عثمان سے سنی تھی لیکن پہلی بیان کردہ سند میں اس کا ذکر نہیں اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ فَرَوَاهَا بِعَيْنِهَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

دوسری مثال یہ ہے کہ از ہشام از والد خود از عائشہ: وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنا سر میرے قریب کر دیتے اور میں آپ کے سر اقدس میں کنگھی کرتی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض (ایام ماہواری) میں ہوتی تھی۔ اور بعینہ اسی روایت کو مالک بن انس نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ از زہری از عروہ،

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ — از عمرہ از عائشہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ:۔ امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ نے براہِ راست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ عمرہ کے واسطہ سے سنی تھی لیکن پہلی سند میں عمرہ کے واسطے کا ذکر نہیں کیا اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فَهُوَ صَائِمٌ فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي هٰذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُرْوَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

تیسری مثال یہ ہے کہ زہری اور صالح بن ابی حسان از ابوسلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں انھیں بوسہ دیتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابوسلمہ نے ان کو یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ مجھے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز نے بیان کی ان کو عروہ نے بیان کی اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں روزے کی حالت میں بوسہ دیا کرتے تھے۔

نوٹ:۔ امام مسلم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث دراصل ابوسلمہ نے عمر بن عبدالعزیز اور عروہ کے واسطہ سے سنی تھی لیکن جب زہری اور صالح بن ابی حسان کو یہ حدیث بیان کی تو ان واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَطْعَمَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُحُومَ الْخَيْلِ وَنَهَانَا عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَرَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ عمرو بن دینار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا اور اسی حدیث کو حماد بن زید نے عمرو سے انھوں نے محمد بن علی سے انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

نوٹ: امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عمرو بن دینار کی سند میں محمد بن علی بھی ہیں۔ لیکن پہلی سند میں انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

وَهٰذَا النَّحْوُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ وَفِيمَا ذَكَرْنَا مِنْهَا كِفَايَةٌ لِذَوِي الْفَهْمِ فَإِذَا كَانَتِ الْعِلَّةُ عِنْدَ مَنْ وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ فِي فَسَادِ الْحَدِيثِ وَتَوْهِينِهِ إِذَا لَمْ يُعْلَمْ أَنَّ الرَّاوِيَ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ شَيْئًا لِإِمْكَانِ الْإِرْسَالِ فِيهِ لَزِمَهُ تَرْكُ الِاحْتِجَاجِ بِهِ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرِوَايَةِ

اس قسم کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن عقل مند شخص کے لیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند مثالیں بھی کافی ہیں کہ جن لوگوں کے نزدیک حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے سماع معلوم نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ حدیث مرسل ہو ان لوگوں پر لازم

مَنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُ إِلَّا فِي نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ لِمَا بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ نَقَلُوا الْأَخْبَارَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ تَارَاتٌ يُرْسِلُونَ فِيهَا الْحَدِيثَ إِرْسَالًا وَلَا يَذْكُرُونَ مَنْ سَمِعُوهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشَطُونَ فِيهَا وَيُسْنِدُونَ الْخَبَرَ عَلَى هَيْئَةِ مَا سَمِعُوا فَيُخْبِرُونَ بِالتَّرْوِيلِ فِيهِ إِنْ نَزَلُوا وَبِالصُّعُودِ فِيهِ إِنْ صَعِدُوا كَمَا شَرَحْنَا ذَلِكَ عَنْهُمْ۔

آئے گا کہ وہ ایسی تمام روایات کو رد کر دیں جن میں راوی کی مروی عنہ سے سماع کی تصریح نہ ہو۔ حالانکہ جیسا کہ ہم ابھی ان مثالوں سے واضح کر چکے ہیں کہ کبھی تو ائمہ حدیث کی سند میں سے بعض راویوں کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور حدیث کو بطور مرسل بیان کرتے ہیں اور کبھی ان کا دل چاہتا ہے تو حدیث کی مکمل سند اسی طرح بیان کر دیتے ہیں جس طرح انھوں نے اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے۔ اور اگر کسی سند نے انھوں نے کم واسطوں سے یعنی شیخ کی موجودگی میں شیخ الشیخ سے روایت حدیث کی ہو یا زیادہ واسطوں سے روایت کی ہو بایں طور کہ شیخ الشیخ سے روایت کی ہو تو اس تمام تفصیل کا ذکر کر دیتے ہیں۔ (پہلی صورت اصطلاح حدیث میں صعود اور دوسری نزول کہلاتی ہے۔ سعیدی) جیسا کہ ہم ابھی مثالوں سے واضح کر چکے ہیں۔

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ مِمَّنْ يَسْتَعْمِلُ الْأَخْبَارَ وَيَنْتَقِدُ صِحَّةَ الْأَسَانِيدِ وَسَقْمَهَا مِثْلَ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ فَتَّشُوا عَنْ مَوْضِعِ السَّمَاعِ فِي الْأَسَانِيدِ كَمَا ادَّعَاهُ الَّذِي وَصَفْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ وَإِنَّمَا كَانَ تَفَقُّدُ مَنْ تَفَقَّدَ مِنْهُمْ سَمَاعَ رُوَاةِ الْحَدِيثِ مِمَّنْ رَوَى عَنْهُمْ إِذَا كَانَ

متقدمین میں سے ائمہ حدیث مثلاً ایوب سختیانی، ابن عون، مالک بن انس، شعبہ بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمن بن مہدی اور بعد کے تمام محدثین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ جو حدیث بیان کرتے اس کی سند کی خوب چھان بین کرتے لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کسی محدث نے بھی حدیث کے قبول کرنے کے لیے راوی کے مروی عنہ سے سماع کی قید نہیں لگائی جس طرح ان لوگوں نے یہ باطل شرط عائد کی ہے۔ البتہ جو راوی تدلیس[1] کرنے میں مشہور ہو اس کے بارے میں محدثین یہ تحقیق ضرور کرتے ہیں کہ وہ جس شیخ کی طرف روایت کی نسبت کر رہا ہے فی الواقع اس

---

[1] تدلیس کا معنی ہے شبہ پیدا کرنا۔ فن حدیث کی اصطلاح میں تدلیس اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے حدیث سنی ہو وہ اچھی شہرت نہ رکھتا ہو، مثلاً متہم بالکذب ہو اس لیے وہ اپنی روایت کو مقبول بنانے کے لیے اپنے شیخ کے شیخ کی طرف حدیث کی نسبت کر دیتا ہے جس کی اچھی شہرت ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے یہ شبہ ہو کہ راوی نے اس شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے وہ حدیث نہیں سنی ہوتی ایسے راوی کو مدلس اور اس کی حدیث کو مدلس کہتے ہیں۔ سعیدی

الرَّاوِیْ مِمَّنْ عُرِفَ بِالتَّدْلِیْسِ فِی الْحَدِیْثِ وَشُهِرَ بِهٖ فَحِیْنَئِذٍ یَبْحَثُوْنَ عَنْ سَمَاعِهٖ فِیْ رِوَایَتِهٖ وَیَتَفَقَّدُوْنَ ذٰلِكَ مِنْهُ کَیْ یَتَنَزَّحَ عَنْهُمْ عِلَّةُ التَّدْلِیْسِ فَمَا ابْتَغٰی ذٰلِكَ مِنْ غَیْرِ مُدَلِّسٍ عَلَی الْوَجْهِ الَّذِیْ زَعَمَ مَنْ حَکَیْنَا قَوْلَهٗ فَمَا سَمِعْنَا ذٰلِكَ عَنْ اَحَدٍ مِّمَّنْ سَمَّیْنَا وَلَمْ نُسْقِمْ مِنَ الْاَئِمَّةِ۔

شخص سے اس نے حدیث سنی ہے یا اس کی طرف تدلیساً نسبت کر دی ہے اور اصل میں کسی اور شخص سے حدیث سنی ہے۔ تاکہ حدیث کی مکمل تحقیق ہو جائے اور اگر فی الواقع راوی نے سند میں تدلیس کی ہو تو اس سند کا عیب ظاہر ہو جائے لیکن جس شخص پر تدلیس کی تہمت نہ ہو اس کی سند اور روایت کے بارے میں اس قسم کی تحقیق نہیں کیا کرتے کہ راوی نے مروی عنہ سے سماع کیا ہے یا نہیں۔ حدیث کو قبول کرنے کے لیے ان لوگوں نے جو یہ باطل شرط عائد کی ہے اس کا ذکر ہم نے فن حدیث کے کسی امام سے نہیں سنا خواہ وہ ائمہ حدیث ہوں جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں یا ان کے علاوہ۔

فَمِنْ ذٰلِكَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیَّ وَقَدْ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوٰی عَنْ حُذَیْفَةَ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ وَعَنْ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَدِیْثًا یُسْنِدُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَیْسَ فِیْ رِوَایَتِهٖ عَنْهُمَا ذِکْرُ السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حَفِظْنَا فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الرِّوَایَاتِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ شَافَهَ حُذَیْفَةَ وَاَبَا مَسْعُوْدٍ بِحَدِیْثٍ قَطُّ وَلَا وَجَدْنَا ذِکْرَ رُؤْیَتِهٖ اِیَّاهُمَا فِیْ رِوَایَةٍ بِعَیْنِهَا وَلَمْ نَسْمَعْ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ مَّضٰی وَلَا مِمَّنْ اَدْرَکْنَا اَنَّهٗ طَعَنَ فِیْ هٰذَیْنِ الْخَبَرَیْنِ الَّذِیْنَ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ یَزِیْدَ عَنْ حُذَیْفَةَ وَاَبِیْ مَسْعُوْدٍ بِضَعْفٍ فِیْهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا اَشْبَهَهُمَا عِنْدَ مَنْ لَاقَیْنَا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِیْثِ مِنْ صِحَاحِ الْاَسَانِیْدِ وَقَوِیِّهَا یَرَوْنَ اسْتِعْمَالَ مَا نُقِلَ بِهَا وَالْاِحْتِجَاجَ بِمَا اَتَتْ مِنْ سُنَنٍ وَّاٰثَارٍ وَهِیَ فِیْ زُعْمِ مَنْ حَکَیْنَا قَوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَاهِیَةٌ مُّهْمَلَةٌ حَتّٰی یُصِیْبَ سَمَاعَ الرَّاوِیْ عَمَّنْ رَوٰی وَلَوْ ذَهَبْنَا نَعُدُّ الْاَخْبَارَ

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبداللہ بن یزید انصاری کم سن صحابی ہیں وہ حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ اپنی کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں کرتے اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے ان دونوں صحابیوں سے ملاقات کی ہو اور اہل علم میں سے کسی شخص نے بھی عبداللہ بن یزید کی روایت پر اس وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ ان کی حذیفہ اور ابو مسعود سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے اس وجہ سے ان کی روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں اس کے برخلاف ہمارے علم میں جس قدر اہل علم ہیں وہ سب ان کی سند کو قوی ترین اسانید میں سے شمار کرتے ہیں، ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں (امام بخاری اور علی بن مدینی) کے مخترعہ قاعدہ کے مطابق یہ تمام روایات ضعیف اور غیر معتبر ہیں۔ اگر ہم ان تمام احادیث کا شمار کرنا شروع کر دیں، جن کو تمام اہل علم نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ ان لوگوں کی مزعوم شرط پر پوری نہیں اتریں تو اس کے لیے ایک ضخیم کتاب درکار ہوگی۔

الصِّحَاحِ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَّهُنْ بِزَعْمِ هٰذَا الْقَائِلِ وَنُحْصِيْهَا لَعَجَزْنَا عَنْ تَقَصِّيْ ذِكْرِهَا وَاِحْصَائِهَا كُلِّهَا وَلٰكِنَّا اَحْبَبْنَا اَنْ نَتْصِبَ مِنْهَا عَدَدًا يَكُوْنُ سِمَةً لِمَا سَكَتْنَا عَنْهُ مِنْهَا۔

جس کا یہ مقدمہ متحمل نہیں ہے اس کے باوجود ہم یہ چاہتے ہیں کہ بطور نمونہ کے ایسی متفق علیہ احادیث کی چند مثالیں پیش کریں جو تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن ان لوگوں کی شرط کے مطابق وہ ضعیف اور غیر معتبر قرار پاتی ہیں۔

وَهٰذَا اَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ وَاَبُوْ رَافِعٍ الصَّائِغُ وَهُمَا مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحِبَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّيْنَ هَلُمَّ جَرًّا وَنَقَلَا عَنْهُمُ الْاَخْبَارَ حَتّٰى نَزَلَا اِلٰى مِثْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ وَذَوِيْهِمَا قَدْ اَسْنَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَّلَمْ نَسْمَعْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا اَنَّهُمَا عَايَنَا اُبَيًّا اَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا۔

ابو عثمان نہدی اور ابو رافع صائغ ہیں انھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور صحابہ کرام میں سے بہت سے بدری صحابہ کی مجلس میں رہے اور ان سے احادیث روایت کیں حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی احادیث روایت کیں اور انھوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ کسی روایت سے ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ انھوں نے ابی بن کعب سے سماع کیا ہو یا ان سے ملاقات کی ہو۔

وَاَسْنَدَ اَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَّاَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ۔

دوسری مثال ابو عمرو شیبانی کی ہے۔ انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے اور ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

وَاَسْنَدَ عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وُلِدَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

تیسری مثال یہ ہے کہ عبید بن عمیر نے جو زمانہ رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَاَسْنَدَ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ وَقَدْ اَدْرَكَ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَخْبَارٍ۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جنھوں نے زمانہ رسالت پایا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تین حدیثیں روایت کی ہیں۔

وَاَسْنَدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى وَقَدْ حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَحِبَ عَلِيًّا عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پانچویں مثال یہ ہے کہ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ جنھوں نے عمر بن الخطاب اور حضرت علی کا زمانہ پایا۔ حضرت انس بن مالک کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک

حَدِيْثًا۔

وَاَسْنَدَ رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا وَقَدْ سَمِعَ رِبْعِيٌّ مِّنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَرَوٰى عَنْهُ۔

حدیث روایت کی ہے۔

چھٹی مثال یہ ہے کہ ربعی بن حراش نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے اور ربعی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سماع بھی کیا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

وَاَسْنَدَ نَافِعُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

ساتویں مثال یہ ہے کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے ابوشریح خزاعی کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَاَسْنَدَ النُّعْمَانُ بْنُ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ ثَلَاثَةَ اَحَادِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آٹھویں مثال یہ ہے کہ نعمان بن ابی عیاش نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

وَاَسْنَدَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

نویں مثال یہ ہے کہ عطاء بن یزید لیثی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَاَسْنَدَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ رَافِعِ ابْنِ خَدِيْجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا۔

دسویں مثال یہ ہے کہ سلیمان بن یسار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَاَسْنَدَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ـــــــ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ۔

گیارہویں مثال یہ ہے کہ حمید بن عبدالرحمان حمیری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔

فَكُلُّ هٰؤُلَاءِ التَّابِعِيْنَ الَّذِيْنَ نَصَبْنَا رِوَايَتَهُمْ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِيْنَ سَمَّيْنَاهُمْ لَمْ يَحْفَظْ عَنْهُمْ سِمَاعٌ عَلِمْنَاهُ مِنْهُمْ فِيْ رِوَايَةٍ بِعَيْنِهَا

مذکورۃ الصدر سطور میں ہم نے جس قدر تابعین کی صحابہ کرام سے روایات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نام بھی بتلائے ہیں ان میں سے کسی تابعی کے بارے میں ہمیں

امام نووی فرماتے ہیں کہ ربعی بن حراش متوفی ۱۰۱ھ اور ان کے بھائی دونوں عظیم تابعی تھے انھوں نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا اور قسم کھائی کہ ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے کہ جب تک ہمیں اپنی عاقبت کا علم نہ ہو جائے، موت کے بعد جیسے ہی ان کو غسل دینے کے لیے لایا گیا انھوں نے مسکرانا شروع کر دیا اور ان کے بھائی مسعود نے موت کے بعد لوگوں سے گفتگو کی۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۷)

وَلَا أَنَّهُمْ لَقُوهُمْ فِي نَفْسِ خَبَرٍ بِعَيْنِهِ وَهِيَ أَسَانِيدُ عِنْدَ ذَوِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ مِنْ صِحَاحِ الْأَسَانِيدِ لَا نَعْلَمُهُمْ وَهَنُوا مِنْهَا شَيْئًا قَطُّ وَلَا التَمَسُوا فِيهَا سِمَاعَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ إِذِ السَّمَاعُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُمْكِنٌ مِنْ صَاحِبِهِ غَيْرُ مُسْتَنْكَرٍ لِكَوْنِهِمْ جَمِيعًا كَانَ فِي الْعَصْرِ الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي أَحْدَثَهُ الْقَائِلُ الَّذِي حَكَيْنَا قَوْلَهُ فِي تَوْهِينِ الْحَدِيثِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقَلَّ مِنْ أَنْ يُعَرَّجَ عَلَيْهِ وَيُشَارَ ذِكْرُهُ إِذْ كَانَ قَوْلًا مُحْدَثًا وَكَلَامًا خَلَفًا لَمْ يَقُلْهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِرُهُ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلَفٌ فَلَا حَاجَةَ بِنَا فِي رَدِّهِ بِأَكْثَرَ مِمَّا شَرَحْنَا إِذْ كَانَ قَدْرُ الْمَقَالَةِ وَقَائِلِهَا الْقَدْرَ الَّذِي وَصَفْنَا وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ مَذْهَبَ الْعُلَمَاءِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ انھوں نے ان صحابہ کرام سے سماع کیا ہے جن کی روایات بیان کی ہیں اور نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہو سکا کہ ان تابعین کی ان صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور یہ اسانید جن کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے وہ اسانید ہیں جن کو صحیح اسانید قرار دیا گیا ہے اور ہمارے علم میں ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس نے ان اسانید کو ضعیف قرار دیا ہو اور نہ ہی ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے اسانید میں اس بات کی چھان پھٹک کرنے کی کوشش کی ہو کہ آیا جو تابعین جن صحابہ کرام سے روایت کر رہے ہیں انھوں نے ان صحابہ سے احادیث سنی بھی تھیں یا نہیں کیونکہ تابعین میں سے ہر تابعی کا صحابہ کرام سے حدیث سننا ممکن تھا یہ لوگ ایک دوسرے کے معاصرین اور ہم زمانہ تھے اور جن لوگوں نے اپنی اختراعی اور باطل شرط کے پیش نظر احادیث صحیحہ کو ضعیف قرار دیا ہے ان کی شرط اس قابل نہیں ہے کہ اس کی طرف زیادہ التفات کیا جائے، کیونکہ یہ بعد کے لوگوں کا نیا قول اور باطل شرط ہے۔ متقدمین اہل علم اور اسلاف میں سے کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی اور بعد والے لوگوں نے بھی اس شرط کو رد کر دیا ہے اور جب اہل علم میں سے اسلاف اور معاصرین نے اس شرط کو رد کر دیا تو اس سے بڑھ کر اس باطل شرط کو رد کرنے کے لیے اور کیا دلیل پیش کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اب اس شرط اور شرط عائد کرنے والے دونوں کی قدر و منزلت سب پر واضح ہو گئی۔ جو لوگ اہل علم کے خلاف کسی مسلک کو اختراع کرتے ہیں ان کا رد کرنے کے لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کے طالب ہیں اور اس کی مدد پر بھروسہ کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔

تمام حمد و ثنا کا اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتیں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم ہی کے شایان شان ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب الایمان

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:
ایمان اَمن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا، اور خوف کا زائل ہونا، امن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ و الرسول وتخونوا امٰنٰتکم۔ (انفال، ۲۷)
اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال۔ (احزاب: ۷۲)
بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

ومن دخلہ کان اٰمنًا (آل عمران، ۹۷)
اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

یعنی وہ دوزخ سے بے خوف ہو گیا، یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے قصاص لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال کبھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے لے کر آئے، اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین۔ (بقرہ: ۶۲)
بے شک اسلام قبول کرنے والے، یہودی، عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو درآں حالیکہ وہ اللہ تعالیٰ کا اور آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال بر سبیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دین کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور

اس کا تحقق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے، اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

والذین امنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (حدید: ۱۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے ان کا اجر اور نور ہے۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق، قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ (مجادلہ: ۲۲)

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں ایمان سے مراد صرف تصدیق ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے:

وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین۔ (یوسف، ۱۷)

اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

اور اعمال صالحہ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ (بقرہ، ۱۴۳)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (تحویل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا ایمان ہے، اس حدیث میں چھ چیزوں کے ماننے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے، یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے۔ [1]

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے، علامہ زمخشری نے اساس میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ ایمان کا حقیقی معنی تصدیق ہے، اور کشاف میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے، بعض محققین نے کہا ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہو تو یہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے، اور جب اس کا معنی اذعان (ماننا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے اور جب اس کا معنی اعتراف ہو تب بھی لام کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، ازہری نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر امین بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے، اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل

---

[1] علامہ حسین بن راغب محمد اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ المفردات ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ۔

سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا، وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبان سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہوگا یا جاہل۔ (علامہ زبیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پہ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذٰلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع على قلوبهم۔ (منافقون: ۳)

یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی۔

اور اس آیت میں بھی زبانی اظہار پر ایمان کا اطلاق ہے۔

ان الذين امنوا ثم كفروا ثم امنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا۔ (نساء: ۱۳۷)

بے شک جو لوگ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے، پھر (زبان سے) ایمان لائے، پھر کافر ہوئے پھر وہ کفر میں اور بڑھ گئے۔

زجاج نے کہا ہے کبھی ایمان کا اطلاق اظہار خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اعتقاد رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، امام راغب نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں، ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جس کا معنی ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا، یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا، منذری نے ابوالعباس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے انبیاء کی تصدیق کریں گے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے، یہ علامہ ابن اثیر کا قول ہے۔ [1]

ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کے شرعی معنی میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں، محققین، امام اشعری، قاضی عبدالجبار، استاذ ابواسحٰق اسفرائنی، حسین بن فضل اور دیگر ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بداہۃً علم

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۲۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ کے پاس سے لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لیے شرط یا رکن نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہو خواہ وہ زبان سے اقرار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے، اس میں بھی دو نظریے ہیں، غیلان بن مسلم دمشقی اور نفسل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے، اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، ان کا زعم یہ ہے کہ منافق بہ ظاہر مومن ہے اور بہ باطن کافر ہے، دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کافروں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں:

(۱) ——— امام ابوحنیفہ، عامۃ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفۃ بالقلب کا مجموعہ ہے۔

(۲) بشر المریسی اور ابوالحسن اشعری کا نظریہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔

(۳) زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنی ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں:

(ا) معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد جازم ہے عام ازیں کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔

(ب) معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دلیل سے حاصل ہو، اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے۔

اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جزء ہے یا ایمان کی شرط ہے، امام ابوحنیفہ، امام ابومنصور ماتریدی کا مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہوگا، خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اقرار ایمان کی جزء ہے مگر یہ اصلی جزء نہیں ہے، زائد جزء ہے حتیٰ کہ حالت اکراہ میں اقرار ساقط ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی اور محدثین کا قول ہے، معتزلہ، خوارج اور زیدیہ کا بھی یہی قول ہے، محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں:

(۱) عبداللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ معرفت ایمان کامل ہے اور یہ اصل ہے، پھر ہر اطاعت الگ الگ ایمان ہے اور جحود اور دل سے انکار کرنا کفر ہے، پھر اس کی ہر معصیت الگ الگ کفر ہے اور بغیر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی معصیت کفر نہیں ہے۔

(۲) فرائض اور نوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے نفل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

(۳) ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ نوافل کا۔

معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ واصل بن عطاء، ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

(۲)۔ ابوعلی جبائی اور ابوہاشم کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

(۳)۔ نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام معاصی سے اجتناب خواہ صغائر ہوں یا کبائر، اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صالحین کے قریب ہے، مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ معصیت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خوارج کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے، اور سلف کے نزدیک ارتکاب معصیت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔[1]

نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں خلل ہو وہ منافق ہے، جس کے اقرار میں خلل ہو وہ کافر ہے اور جس کے عمل میں خلل ہو وہ فاسق ہے، وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا، اور جنت میں داخل ہو جائے گا، امام رازی نے کہا اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب اعمال ایمان کی جز ہیں اور جز کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہوگا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہوگا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارع کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں اعمال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الایمان ان تؤمن باللہ وملئکتہ و بلقائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث والاسلام ان تعبد اللہ ولا تشرک بہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان۔ (صحیح مسلم)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس سے ملاقات پر، اس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لاؤ، اور اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔

اور کبھی شارع کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس سے فرمایا:

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپ

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۲، ملخصاً، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس۔ (صحیح مسلم)

نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے خمس ادا کرنا۔

یہ پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہے، اور جن احادیث میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔ اس کی مثال یہ ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی وھو مؤمن۔ (صحیح مسلم)

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ما من عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ قلت ان زنی وان سرق قال وان زنی وان سرق۔ (صحیح مسلم)

جس شخص نے بھی لا الٰہ الا اللہ کہا پھر اسی پہ مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون سا معنی منقول شرعی ہے اور کون سا معنی مجازی ہے اس میں اختلاف ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے دوزخ میں دخول سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے خلود سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خوارج اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سلف اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کی جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے، اور جب وہ کسی بے عمل یا بد عمل شخص پہ مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔ [1]

مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: ایمان کی تعریف میں جو تصدیق

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۴، ملخصا، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بالقلب معتبر ہے اس سے مراد علم، معرفت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو مخبر صادق ماننا ہے، کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو جانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے، قرآن مجید میں ہے:

الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ (بقرہ ۲: ۱۴۶)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس نبی کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انھوں نے فرعون سے فرمایا:

قال لقد علمت ما انزل ھٰؤلاء الا رب السمٰوٰت والارض بصائر وانی لاظنک یا فرعون مثبورًا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۲)

موسیٰ نے فرمایا: یقیناً تو جانتا ہے کہ ان (چمکتی ہوئی نشانیوں) کو آسمانوں اور زمینوں کے رب نے ہی اتارا ہے جو آنکھیں کھولنے والی ہیں، اور اے فرعون میں گمان کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم تھا، اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے، نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے صرف جاننا کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے، یعنی اپنے قصد اور اختیار سے مخبر کی طرف صدق کو منسوب کرے اور اسے اس کی دی ہوئی خبروں میں صادق قرار دے۔ [1]

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

ہم نے ابتداء میں ذکر کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل پیش کیے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان۔ (مجادلہ: ۲۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا۔

قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم۔ (مائدہ ۵: ۴۱)

انھوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لائے ہیں، حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔

قالت الاعراب اٰمنا ط قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ (حجرات: ۱۴)

دیہات کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے، آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یہ کہو ہم نے اطاعت کی ہے، اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۵-۱۰۴، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے، اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ھم بمؤمنین۔ (بقرۃ: ۸)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔

زبان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مومن نہیں قرار دیا گیا کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی، نیز قرآن مجید میں ہے:

اذا جاءک المنافقون قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون۔ (منافقون: ۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ — اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد

اعمال ایمان میں داخل نہیں ہیں، اس پر قرآن مجید کی حسب ذیل آیات دلیل ہیں:

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت کانت لھم جنت الفردوس نزلا۔ (کہف: ۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے جنت الفردوس کی مہمانی ہے۔

اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تغایر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں، اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ (نحل: ۹۷)

جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو شرط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، اور اسی نہج پر یہ آیات ہیں:

ومن یعمل من الصلحت من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ (نساء: ۱۲۴)

اور جس نے نیک کام کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہ شرطیکہ وہ مومن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ومن یعمل من الصلحت وھو مومن فلا یخف

اور جس نے نیک کام کیے بہ شرطیکہ وہ مومن ہو

ظلماً ولا هضماً۔ (طٰہٰ: ۱۱۲)
تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔

واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مؤمنین۔ (انفال: ۱)
اور اپنے باہمی معاملات درست رکھو، اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، بہ شرطیکہ تم مومن ہو۔

قرآن مجید میں مرتکب کبیرہ پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اگر نیک اعمال ایمان کی جز ہوتے تو معصیت کبیرہ کرنے والے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ (بقرہ: ۱۷۸)
اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ فرض کیا گیا ہے جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قصاص قاتل پر فرض کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے، اور قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ (حجرات: ۹)
اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہوگی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں پر مومنوں کا اطلاق کیا گیا ہے۔

وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہ المؤمنون۔ (نور: ۳۱)
اے مومنو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو۔

توبہ معصیت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومنین کو توبہ کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت ایمان کے منافی نہیں ہے اور اسی نہج پر یہ آیت ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ (تحریم: ۸)
اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کرو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ اور محدثین اور دیگر اسلاف جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتہ ایماناً۔ (انفال: ۲)
اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیں۔

واذا ما انزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایماناً فاما الذین اٰمنوا فزادتھم ایماناً وھم یستبشرون۔ (توبہ: ۱۲۴)
اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا! سو جو ایمان والے ہیں تو اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً۔ (آل عمران: ۱۷۳)
لوگوں نے ان سے کہا بے شک لوگوں نے (تم سے مقابلہ کے لیے بڑے لشکر) جمع کر لیے ہیں سو تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

ولما رأ المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما ۔
(احزاب: ۲۲)

اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) لشکر دیکھے (تو) کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام اور زیادہ ہی ہوا۔

والذين اهتدوا زادهم هدى ۔
(محمد: ۱۷)

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

انهم فتية امنوا بربهم وزدنهم هدى
(کہف: ۱۳)

بے شک کچھ جوان اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا۔

ويزيد الله الذين اهتدوا هدى ۔
(مریم: ۷۶)

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے۔

وما جعلنا عدتهم الا فتنة للذين كفروا ليستيقن الذين اوتوا الكتاب ويزداد الذين امنوا ايمانا ۔
(مدثر: ۳۱)

اور ہم نے (دوزخ کے) فرشتوں کی تعداد صرف اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔

هو الذى انزل السكينة فى قلوب المؤمنين ليزدادوا ايمانا مع ايمانهم ۔
(فتح: ۴)

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد

ائمہ ثلاثہ، محدثین اور دیگر اسلاف جن کے نزدیک اعمال ایمان میں داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، انھوں نے بکثرت احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں سے بعض احادیث یہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الايمان بضع وستون شعبة والحياء شعبة من الايمان ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساٹھ اور کچھ حصے ہیں، اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

عن عبد الله بن عمرو عن النبى صلى الله

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ [1]

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں کو ترک کر دے

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام وحسابھم علی اللہ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ کو ادا کریں، اور جب وہ یہ کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا اس کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ وحدہ پر ایمان لانے کا معنی جانتے ہو؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! آپ نے فرمایا یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی جز پر عمل ترک کرے گا اس کا ایمان اس شخص سے کم ہوگا جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا

ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکور الصدر آیات اور احادیث سے ائمہ ثلاثہ اور محدثین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان کم ہوگا اور اگر اعمال زیادہ ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا۔ ان تمام آیات اور احادیث کا جواب یہ ہے کہ یہ سب ایمان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور نفس ایمان میں اعمال داخل نہیں ہیں اور وہ یہاں بالاتفاق مراد نہیں ہے۔

امام رازی نے کہا یہ بحث لفظی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد نفس تصدیق ہو تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا اور اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، پھر امام نے کہا عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں، اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا۔ ان سے مراد اصل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، " " " ۲ " "

[3] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳، " " " ۲ " "

دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔ ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔

بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایمان کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق بالقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے، کیونکہ جس شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دور سے دیکھتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دو وجہوں سے کمی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے، جیسے خوشی، غم اور غصہ وغیرہ کیفیات نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت، ضعف اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تصدیق میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کا ایمان برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ ہے تصدیق تفصیلی، کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو لے کر آئے ہیں، اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہوتا جائیگا اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجمالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے، پھر جیسے جیسے اس کو احکام شرعیہ کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راسخین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تشکیک اور مغالطہ آفرینی سے ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔ [1]

ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات

معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ معصیت کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا اور ان کے نزدیک اس کو دائماً دوزخ میں عذاب ہوتا ہے۔

وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزاءہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً۔ (نساء: ۹۳)

جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے تو وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتل کے ارتکاب پر دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس دلیل کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) ۔ یہ آیت ایک شخص مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے بنو فہر کے

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹۔۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

(۳)۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ میں دائمی عذاب، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

(۳)۔ جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبدء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، یعنی جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور قتل کی علت مومن کا ایمان تھی، اور اس نے اس کے مسلمان اور مومن ہونے کے سبب سے اس کو قتل کیا اور جو اس وجہ سے کسی مومن کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا دائمی عذاب ہی ہے۔

(۴)۔ اگر کسی مسلمان نے مومن کو قتل کیا ہے تو وہ بھی دائمی عذاب کا مستحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما کر اس کی سزا کم کر دے گا یا بالکل ساقط کر دے گا۔

(۵)۔ متعمداً کا معنی ہے مستحلاً یعنی جس شخص نے حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کیا، اس کی سزا دائمی عذاب ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶)۔ خلود سے مراد مکث طویل ہے، یعنی وہ زیادہ عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء تخلیف پر محمول ہے، یعنی زجر و توبیخ اور ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔

(۸)۔ اس آیت کے بعد ایک قید محذوف ہے، یعنی اگر میں اس قاتل کو معاف نہ کروں تو اس کو دائمی عذاب دوں گا اسی کو خلف وعید کے جواز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع کے آخر میں ہم نے اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

معتزلہ کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین۔

(نساء: ۱۴)

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدود سے تجاوز کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے جو جمیع حدود سے تجاوز کرے اور جمیع حدود میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی داخل ہے اور جو اس حد سے تجاوز کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔

پہلی آیت سے استدلال کے جواب میں جو جوابات دیے گئے ہیں وہ بھی اس آیت کے جواب میں جاری ہو جائیں گے۔

معتزلہ کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئتہ فاولئک اصحب النار ھم فیہا خلدون۔

(بقرۃ: ۸۱)

کیوں نہیں، جس نے برائی کی، اور اس کو اس کے گناہوں نے گھیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جو یہ کہتے تھے کہ ہم کو صرف چند روز دوزخ کا عذاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲)۔ اس آیت میں احاطہ سے یہ مراد ہے کہ برائی اس کے ظاہر اور باطن کا مکمل احاطہ کرلے، حتیٰ کہ اس کے دل میں تصدیق رہے نہ زبان پر اقرار رہے، تو ایسا شخص کافر ہو جاتے گا اور اس کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا۔

اس آیت سے استدلال کے جواب میں پہلی آیت کے جوابات بھی جاری ہوں گے۔

ان تینوں آیات سے استدلال کے جواب میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیات، ان آیات سے معارض ہیں جن میں مومنین کو جنت میں دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور رفع تعارض کے لیے یہ کہا جائے گا کہ آیات وعید میں خلود بمعنی مکث طویل ہے۔

دائمی ثواب کی بشارت کی بعض آیات یہ ہیں:

وعد الله المؤمنين والمؤمنات جنّٰت تجرى من تحتها الانهٰر خالدين فيها و مسكن طيبة فى جنت عدن۔

(توبہ: ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور دائمی رہائش کے باغوں میں پاکیزہ رہائش کا ہوں (کا وعدہ فرمایا ہے)۔

ان الذين امنوا وعملوا الصّٰلحت كانت لهم جنت الفردوس نزلا ۝ خالدين فيها لا يبغون عنها حولا۔

(کہف: ۱۰۸-۱۰۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے فردوس کے باغات کی مہمانی ہے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے اپنی جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنت میں دوام کی بشارت دی ہے اور اگر صاحب کبیرہ مومن کو دائمی عذاب دیا جائے تو ان آیات میں تعارض لازم آئے گا اس لیے تعارض دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ انشاء تخویف پر محمول ہیں، تاکہ ان آیات میں تطبیق ہو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تعارض دور کرنے کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں مومنین کو دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان کو انشاء ترغیب پر محمول کر دیا جائے اور جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ان کو اپنے ظاہر پر برقرار رکھا جائے اس طرح تطبیق بھی ہو جائے گی اور معتزلہ کا مذہب بھی ثابت رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم جب انعام کا وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا اور جب سزا کی وعید سنائے تو معاف کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یہی ہے کہ وعد کی آیات کو پورا کرے اور گنہ گاروں کو معاف کر کے وعید کی آیات کا بہ ظاہر خلاف کرے۔ ہماری تقریر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ

دخل الجنة۔[1]

اس کو لا الہ الا اللہ پر یقین تھا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عن عبادة بن الصامت قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من شهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله حرم الله عليه النار۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دے گا۔

عن ابی ذر قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم وهو نائم عليه ثوب ابيض ثم اتيته فاذا هو نائم ثم اتيته وقد استيقظ فجلست اليه فقال ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات على ذلك الا دخل الجنة قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق قلت وان زنى وان سرق قال وان زنى وان سرق ثلاثا ثم قال في الرابعة على رغم انف ابي ذر فخرج ابوذر وهو يقول وان رغم انف ابي ذر۔[3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ سفید کپڑا اوڑھے ہوئے سو رہے تھے میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے، جب میں سہ بارہ آیا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے فرمایا جس شخص نے بھی لا الہ الا اللہ کہا پھر اسی پر مر گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو، میں نے پھر کہا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا خواہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔ یہ مکالمہ تین بار ہوا اور چوتھی بار آپ نے فرمایا: ابوذر کی ناک خاک آلود کرتے ہوئے (وہ جنت میں جائے گا) پھر حضرت ابوذر یہ کہتے ہوئے نکلے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو!

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان صاحب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا وہ لائق مغفرت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور معتزلہ کا یہ مذہب صحیح نہیں ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ایمان

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳، " " " "

[3] " " " ، صحیح مسلم ج ۶۶، " " " "

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۷-۸۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات

خوارج کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔ (مائدہ: ۴۴)

اور جو اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

اس دلیل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ اس آیت میں حکم نہ کرنے سے مراد تصدیق نہ کرنا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جو بہ طور استہانت اور توہین اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۳)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے، حتیٰ کہ اس پر ایمان بھی نہ لائے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

(۴)۔ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ما انزل اللہ سے مراد تورات ہے، اور سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے تورات کے حکم کے مطابق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور زانی کو رجم کرنے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

خوارج نے حسب ذیل احادیث سے بھی استدلال کیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من رجل ادعی لغیر ابیہ وھو یعلمہ الا کفر ومن ادعی ما لیس لہ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار ومن دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے علم کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب کیا وہ کافر ہو جائے گا، اور جس شخص نے غیر کے مال کا دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے اور جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر یا دشمن خدا کہا جب کہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کفر اس کی طرف لوٹ آئیگا۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوٰۃ۔ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز کے ترک کا فرق ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، " " " "

ان احادیث میں معصیت کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اور ان کے چند جوابات ہیں:

(۱)۔ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے، یا اپنا نسب غیر کی طرف جائز سمجھ کر منسوب کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جو شخص بہ طور استہانت معصیت کا ارتکاب کرے۔

(۳)۔ ان احادیث میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے، وہ کفر نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں ہے۔

(۴)۔ مرتکب معصیت کو بہ طور تغلیظ اور تہدید کافر کہا گیا ہے۔

(۵)۔ ایسا شخص کفر کے قریب ہے۔

علماء اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ مومن کی معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شرک کے سوا ہر معصیت لائق معافی ہے:

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔

(نساء: ۱۱۶)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور جو اس سے کم ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اس آیت کی تائید اس حدیث میں ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ بن جبل ردیفہ علی الرحل فقال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک قال ما من عبد یشهد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ افلا اخبر بها فیستبشروا قال اذن یتکلوا فاخبر بها معاذ عند موتہ تاثما۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا اے معاذ! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص بھی یہ گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دوں جس سے وہ خوش ہوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے (علم کو چھپانے کے) گناہ سے بچنے کے لیے موت سے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پہلے اس کی خبر دے دی۔

ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات

مرجئہ کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور ہر مومن بغیر عذاب کے جنت میں جائے گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، ان کی دلیل یہ ہے کہ دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ ذلیل نہیں کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

ربنا انك من تدخل النار فقد اخزيته۔ (آل عمران: ۱۹۲)

اے ہمارے رب! تو نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا تو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا۔

اور مومن کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يوم لا يخزى الله النبى والذين آمنوا معه۔ (تحریم: ۸)

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا کرے گا نہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوزخ میں داخل ہونا ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے، بلکہ دائمی دخول ذلت کا سبب ہے اور گناہ گار مومنوں کا دوزخ میں عارضی دخول ہوگا اور وہ بھی تطہیر کے لیے ہوگا تاکہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہو جائیں، ان کے لیے دوزخ میں دخول ذلت اس وقت ہوتا جب ان کو معاف نہ کیا جاتا اور دوزخ سے نکالا نہ جاتا اور جس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، وہاں یہ قید ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، مطلقاً مومنوں کے لیے یہ نہیں فرمایا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوزخ کے عذاب سے بالکلیہ محفوظ رہنے کی نوید حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کو معصیت سے ضرر ہوگا، اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

ما سلككم فى سقر ٥ قالوا لم نك من المصلين ٥ ولم نك نطعم المسكين ٥ (مدثر: ۴۳-۴۲)

تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟ وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

ويل لكل همزة لمزة ٥ الذى جمع مالا وعدده ٥ يحسب ان ماله اخلده ٥ كلا لينبذن فى الحطمة ٥ وما ادرىك ما الحطمة ٥ نار الله الموقدة ٥ التى تطلع على الافئدة ٥ انها عليهم موصدة ٥ فى عمد ممددة ٥ (سورۃ الھمزۃ)

ہر طعنہ دینے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے تباہی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا، ہرگز نہیں! وہ ضرور چورا چورا کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا! اور آپ کیا سمجھے، چورا چورا کر دینے والی کیا چیز ہے؟ یہ اللہ کی آگ ہے، بھڑکائی ہوئی جو دلوں پر چڑھ جائے گی

بے شک وہ ان پر (ہر طرف سے) بندھی ہوئی ہوگی (بھڑکتے ہوئے شعلوں کے) لمبے لمبے ستونوں میں۔

نیز حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا: ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے گئے اور برزخ میں مختلف لوگوں پر عذاب ہوتا ہوا دکھایا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقالا نعم اما الذی رایته یشق شدقه فکذاب یحدث بالکذبة فتحمل عنه حتی تبلغ الافاق فیصنع به الی یوم القیامة والذی رایته یشدخ راسه فرجل علمه القرآن فنام عنه باللیل ولم یعمل فیه بالنهار یفعل به الی یوم القیامة والذی رایته فی النقب فهم الزناة والذی رایته فی النهر آکلوا الربا۔[1]

حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے کہا: آپ نے جس شخص کے جبڑوں کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا یہ جھوٹا شخص تھا یہ جھوٹ بولتا اور اس کا جھوٹ ساری دنیا میں پھیل جاتا، اس کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا، اور آپ نے جس شخص کے سر کو پتھر سے کوٹا جاتے ہوئے دیکھا یہ وہ شخص تھا جس کو قرآن کا علم دیا گیا، یہ رات کو اس سے اعراض کر کے سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اس کے ساتھ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا، اور آپ نے آگ کے تنور میں جن لوگوں کو جلتے ہوئے دیکھا یہ زانی لوگ تھے اور آپ نے خون کے دریا میں جن لوگوں کو دیکھا یہ سود خور تھے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہ گار مسلمانوں کو قبر میں اور آخرت میں عذاب ہوگا، اس لیے مرجئہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور کسی مسلمان کو کسی قسم کا عذاب نہیں ہوگا خواہ وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ

ایمان کی تعریف میں ہم نے اہل قبلہ کے جو مذاہب تفصیلی دلائل کے ساتھ بیان کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) جمہور متکلمین اور محققین کے نزدیک صرف تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۲) امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار اجراء احکام مسلمین کے لیے شرط ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

(۳)۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں، اقرار اور تصدیق، لیکن اکراہ کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴)۔ ائمہ ثلاثہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں، تصدیق، اقرار اور اعمال صالحہ، لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو تا ہے اور نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(۵)۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطاء، ابوالہذیل اور قاضی عبدالجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب سب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور تکذیب نہ کرنے کی وجہ سے وہ کفر میں داخل نہیں ہوا۔

(۶)۔ ابوعلی جبائی معتزلی اور ابوہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے، باقی تفصیل حسب سابق ہے۔

(۷)۔ نظام معتزلی کا مذہب ہے جس کام پر وعید ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔

(۸)۔ خوارج کا مذہب ہے تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان معصیت کے ارتکاب سے کافر ہو جاتا ہے خواہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ۔

(۹)۔ کرامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(۱۰)۔ غیلان بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار بہ شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔

(۱۱)۔ جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۱۲)۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان متغایر ہیں یا متحد ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد (اطاعت) اور اذعان (ماننا اور تسلیم کرنا) اور اسلام کا شرعی معنی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور ممنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اسلام کا اطلاق دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دین یہودیت، دین نصرانیت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الدین عند اللہ الاسلام (آل عمران: ۱۹) — اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضی باللہ ربا و بالاسلام دینا۔ — جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو دین مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔

پھر اس میں علماء کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں اور یہی صحیح ہے، اور بعض محدثین، متکلمین اور جمہور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً مترادف ہیں، علامہ خطابی نے کہا ایمان اور اسلام مطلقاً متحد یا متغائر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے، اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، (یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا) اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے، (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہٰذا ہر مسلم، مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے _____ اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گذار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گذار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں صادق ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گذار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص من وجہ کی نسبت ہے، جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وجود، اس کی وحدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام ضروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اچانک مرجائے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی، اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں، لہٰذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔[1]

علامہ عینی کا ایمان اور اسلام کو متغائر قرار دینا صحیح نہیں ہے تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں، کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد ہے، یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فاخرجنا من کان فیھا من المؤمنین ۝ فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین۔ (ذاریات: ۳۶ - ۳۵)

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال لیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا (اور کوئی گھر) نہ پایا۔

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے، ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے خواہ مفہوم متغائر ہو) اور مشائخ کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۹، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

سے مغائر مانتے ہیں، جیسا کہ کفایہ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خبروں اس کے اوامر اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور خضوع (اطاعت) کا نام اسلام ہے، اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا، انقیاد متحقق نہیں ہوگا، اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قالت الاعراب اٰمنا ط قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ (حجرات ۱۴)

دیہاتیوں نے کہا ہم ایمان لائے آپ فرمائیں تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے (مطیع ہوئے ہیں)۔

اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام معتبر ہے وہ ایمان کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتصوم رمضان وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا۔

(بخاری ومسلم)

اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے وفد سے فرمایا:

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصیام رمضان وان تعطوا من المغنم الخمس۔

(بخاری)

کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا، یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الایمان بضع وسبعون شعبة اعلاها قول لا الٰہ الا اللہ وادناها اماطة الاذی عن الطریق۔ (بخاری ومسلم)

ایمان کے ستر اور کچھ حصے ہیں، سب سے اعلیٰ درجہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں [1]

نیز علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حشویہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تغایر ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا، اور تصدیق کا متعلق ہے خبر دینا اور اسلام کا متعلق ہے اوامر اور نواہی کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو سورۃ حجرات کی آیت نمبر ۱۴ ہے جس کا جواب ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے:

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت۔ (احزاب: ۳۵)

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں۔

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تغائر کو چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عطف کے لیے تغائر بالمفہوم کافی ہے اور ہم یہی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متغائر اور مصداقاً متحد ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق اوامر اور نواہی سے بھی ہے بایں طور کہ تمام اوامر اور نواہی حق ہیں۔

علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے:

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمٰن۔ (حجرات: ۱۷)

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے ہیں، آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

ان تسمع الا من یؤمن بایٰتنا فھم مسلمون۔ (نمل: ۸۱)

آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

یا یھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (بقرہ: ۱۰۲)

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو، جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو صرف حالت

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۹۲-۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا، اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں: [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

قد اتفق اهل الحق وهم فريقا الاشاعرة والحنفية على انه لا ايمان بلا اسلام وعكسه۔ [2]

اہل حق یعنی اشاعرہ اور حنفیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان اسلام کے بغیر اور اسلام ایمان کے بغیر معتبر نہیں ہے

اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

اى لا اسلام يعتبر بدون ايمان فلا ينفك احدهما عن الآخر۔ [3]

یعنی ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے ان میں سے کوئی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

واما ان الاسلام هو الايمان فلان الايمان لو كان غير الاسلام لما قبل من يبتغيه لقوله تعالى ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه۔ [4]

اسلام اور ایمان واحد ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایمان، اسلام کا غیر ہوتا تو پھر ایمان لانے والے کا ایمان مقبول نہ ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول کیا تو وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

علماء متکلمین کے ان دلائل اور تصریحات سے واضح ہوگیا کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں یہ مفہوماً متغائر ہیں اور مصداقاً متحد ہیں، اور جنھوں نے ان میں تغائر کا قول کیا ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔

مومن اور مسلمان کی تعریف

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الايمان فى الشرع هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالى اى تصديق النبى بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله تعالى اجمالا فانه كاف فى الخروج عن عهدة الايمان۔ [5]

شریعت میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں) لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے، یعنی جن چیزوں کے متعلق بداہت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ آپ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۱ - ۲۶۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرہ ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ کلان بلوچستان

[3] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ج ۲ ص ۳۱۱ - ۳۱۰، " " "

[4] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۷۲۰، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[5] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

دل سے مان لینا مومن ہونے کے لیے کافی ہے

مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے ادیان باطلہ سے برأت کا اظہار کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لائے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور آخری رسول ہونے پر ایمان لائے، قرآن مجید پر اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لائے، تمام نبیوں پر، تمام فرشتوں پر، تقدیر پر، قیامت پر، مرنے کے بعد اٹھنے پر اور جزا اور سزا پر ایمان لائے، دن اور رات میں پانچ وقت کی نمازیں پڑھنے، رمضان کے روزے رکھنے، نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے اور بہ شرط استطاعت حج کرنے کا اقرار کرے، جھوٹ، قتل، زنا، پاکدامن کو تہمت لگانے، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور دیگر تمام محرمات سے مجتنب رہنے کا اقرار کرے۔ اور اجمالاً یہ مانے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ سب سچی ہیں اور آپ جو احکام لے کر آئے ہیں وہ سب برحق ہیں، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر وہ عمل کرے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اس عہد کو ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تفصیل قرآن مجید اور آپ کی احادیث میں ہے، ہم آپ کی احادیث کے ایک مجموعہ صحیح مسلم کی شرح لکھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور استطاعت دی تو ان شاء اللہ قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھیں گے تاکہ اسلام کو ہم تفصیلی طور پر خود جانیں اور سمجھیں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ لوگوں کو بھی سمجھا سکیں، الٰہ العالمین ہمیں اس شرح میں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور خطا اور زلل سے محفوظ رکھ، نفس کے شر سے بچا اور حق و صواب لکھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرما! فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایمان کا بیان

قَالَ اَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعَوْنِ اللّٰهِ نَبْتَدِئُ وَاِيَّاهُ نَسْتَكْفِيْ وَ مَا تَوْفِيْقُنَا اِلَّا بِاللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهٗ۔

امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مدد سے ابتدا کرتے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں اور ہماری توفیق صرف اللہ عزوجل کی مدد سے ہے۔

۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ كَهْمَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهٰذَا حَدِيْثُهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ اَوْ مُعْتَمِرَيْنِ فَقُلْنَا لَوْ لَقِيْنَا اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْنَاهُ عَمَّا يَقُوْلُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ فَاكْتَنَفْتُهٗ اَنَا وَصَاحِبِيْ اَحَدُنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ شِمَالِهٖ فَظَنَنْتُ اَنَّ صَاحِبِيْ سَيَكِلُ الْكَلَامَ اِلَيَّ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهٗ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَ يَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ وَذَكَرَ مِنْ شَاْنِهِمْ وَ اِنَّهُمْ يَزْعُمُوْنَ اَنْ لَّا قَدَرَ وَاَنَّ الْاَمْرَ

امام مسلم اپنی مکمل سند کے ساتھ یحییٰ بن یعمر سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا، یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبدالرحمان حمیری حج یا عمرہ کی غرض سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا کاش، ہماری ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی صحابی سے ہو جائے اور ہم ان سے تقدیر کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وقت ہوئی، جس وقت وہ مسجد کے اندر موجود تھے۔ میں اور میرے ساتھی ہم دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے حلقہ میں لے لیا، ایک نے دائیں جانب سے اور دوسرے نے بائیں جانب سے۔ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی مجھے بات کرنے کا موقع دے گا، لہٰذا میں نے کہا اے ابوعبدالرحمان! ہمارے ہاں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور علمی بحثیں کرتے ہیں (راوی نے ان کی علمی فضیلت بیان کی) اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے اور جو کچھ بھی دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

أُلْفَّ فَقَالَ إِذَا لَقِيتَ أُولَئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي
بَرِيءٌ مِنْهُمْ وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي وَالَّذِي
يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ
مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللهُ
مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي
أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ
عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ
بَيَاضِ الثِّيَابِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا
يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا
أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ
عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي
عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللهِ وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَ
تَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ
اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقْتَ
قَالَ فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ
تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَ
رُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ
خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي
عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ
تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ قَالَ
مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا قَالَ

کے علم سابق کے بغیر ابتداءً ظہور میں آتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو ——— تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر حلفیہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کریگا، جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے والد حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے، اور ہم میں سے کوئی شخص کے لیے وہ اجنبی تھا وہ آکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوزانو بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو حضور کے گھٹنوں کے ساتھ ملایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی رانوں پر رکھ لیں (یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے) اور کہنے لگا یا محمد (اے محمد) مجھ کو اسلام کے بارے میں بتلائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو، اس اجنبی نے کہا آپ نے سچ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی تصدیق بھی کرتا ہے، اس شخص نے حضور سے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتلائیے، حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے، اب مجھے (مترجم)

اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا ثُمَّ قَالَ لِيْ يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ۔

احسان کے بارے میں بتلائیے۔ حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے، اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے میں بتلائیے، آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتلائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔ حضرت عمر نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا، حضرت عمر کہتے ہیں میں تھوڑی دیر تک بیٹھا رہا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں دین سکھانے کے لیے تمہارے پاس آیا تھا۔

۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمَ مَعْبَدٌ بِمَا تَكَلَّمَ بِهٖ فِيْ شَاْنِ الْقَدَرِ اَنْكَرْنَا ذٰلِكَ قَالَ فَحَجَجْتُ اَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَجَّةً وَسَاقُوا الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ كَهْمَسٍ وَاِسْنَادِهٖ وَفِيْهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَنُقْصَانُ اَحْرُفٍ۔

یحییٰ بن یعمر کہتے ہیں کہ جب معبد نے تقدیر کا انکار کیا تو ہم کو اس مسئلہ میں تردد ہوا۔ اتفاق سے میں اور حمید بن عبدالرحمان حمیری حج کے لیے گئے، امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد یحییٰ بن یعمر نے بعض لفظی فرق کے ساتھ وہی حدیث بیان کی ہے جو گذر چکی ہے اور اس میں کچھ زیادتی اور کمی ہے۔

۳۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا لَقِيْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَذَكَرْنَا الْقَدَرَ وَمَا يَقُوْلُوْنَ فِيْهِ فَاقْتَصَّ

یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی ۔۔۔ ہم نے ان سے منکرین تقدیر کا سارا ماجرا ذکر کیا، اس کے بعد انھوں نے وہی تمام قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی مگر اس روایت کے بعض

الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِهِمْ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ زِيَادَةٍ وَقَدْ نَقَصَ مِنْهُ شَيْئًا۔

الفاظ میں کمی بیشی ہے۔

---

۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

یحییٰ بن یعمر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو بیان کرتے ہیں جو تفصیل سے گذر چکی ہے۔

---

۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَارِزًا لِلنَّاسِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَلِقَائِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ إِنْ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأُحَدِّثُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتِ الْأَمَةُ رَبَّهَا فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْحُفَاةُ رُءُوسَ النَّاسِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا تَطَاوَلَ رِعَاءُ الْبُهْمِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ تَلَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ایمان کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں، اس سے ملاقات کرنے، اس کے تمام رسولوں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو، اس نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کی کیا تعریف ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس نے کہا یا رسول اللہ! احسان کی تعریف کیجیے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر اس کیفیت کو نہ پا سکو تو وہ تو تم کو ہر حال دیکھ رہا ہے، اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتاتا ہوں جب برہنہ تن، برہنہ پا لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا (بذات خود) کوئی نہیں جانتا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ قَالَ ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوْا عَلَيَّ الرَّجُلَ فَاَخَذُوْا لِيَرُدُّوْهُ فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِيْلُ جَاءَ لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِيْنَهُمْ۔

نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: (ترجمہ:) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر دینے والا ہے۔"

پھر وہ شخص واپس چلا گیا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ صحابہ بلانے گئے تو انھیں کچھ نظر نہ آیا، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ جبرائیل تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔

۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ رِوَايَتِهٖ اِذَا وَلَدَتِ الْاَمَةُ بَعْلَهَا يَعْنِي السَّرَارِيَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک فرق کے ساتھ یہی روایت منقول ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا کی جگہ یہ ہے کہ جب باندی سے اس کا شوہر پیدا ہوگا۔

۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوْنِيْ فَهَابُوْهُ اَنْ يَسْاَلُوْهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَجَلَسَ عِنْدَ رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِيْمَانُ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَلِقَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهٖ قَالَ ـــــا صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِحْسَانُ قَالَ اَنْ تَخْشَى اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنَّكَ اِنْ لَّا تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھ سے سوالات کیا کرو لیکن صحابہ سوال کرنے سے جھجکتے تھے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں، پھر ایک دن ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام کی تعریف کیجیے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ ایمان کی تعریف کیجیے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں، اس سے ملاقات، اس کے تمام رسولوں، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور تمام امور کے تقدیر سے وابستہ ہونے پر ایمان لاؤ، اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ احسان کی تعریف کیجیے، فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ کر سکو تو وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے اس

مِنَ السَّآئِلِ وَسَأُحَدِّثُكَ عَنْ اَشْرَاطِهَا إِذَا رَاَيْتَ الْمَرْاَةَ تَلِدُ رَبَّتَهَا فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَاَيْتَ الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الصُّمَّ الْبُكْمَ مُلُوكَ الْاَرْضِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا وَإِذَا رَاَيْتَ رِعَآءَ الْبُهْمِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ فَذَاكَ مِنْ اَشْرَاطِهَا فِي خَمْسٍ مِّنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَرَءَ الْاٰيَةَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ قَالَ ثُمَّ قَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوْهُ عَلَيَّ فَالْتَمَسُوْا فَلَمْ يَجِدُوْا شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرَادَ اَنْ تَعَلَّمُوْا اِذْ لَمْ تَسْاَلُوْا۔

شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر کہا یارسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں، جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو یہ قیامت کی علامت ہے، جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، بہرے گونگے علاقوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور جب تم دیکھو کہ چرواہے عظیم الشان عمارات بنانے لگے ہیں تو یہ قیامت کی علامت ہے اور وقوع قیامت کا علم اس غیب سے متعلق ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا (بذات خود) کوئی نہیں جانتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ (سورت کے آخر تک)۔

پھر وہ شخص چلا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بلاؤ، اس کو ڈھونڈا گیا، صحابہ کرام نے نہ پایا اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھے انھوں نے چاہا کہ تم یہ باتیں جان لو کیونکہ تم نے ان کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام علماء اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز

اس کتاب کے مرتب نے لکھا: امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری رضی اللہ عنہ نے کہا:

امام مسلم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعائیہ جملہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام علماء ربانیین اور صلحاء اور متقین کے نام کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جا سکتا ہے، البتہ ہر آدمی اور ہر گروہ کے لیے ان تعظیمی کلمات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس کی دلیل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربہ۔ (البینہ: ۸)

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ (توبہ: ۱۰۰)

مہاجرین اور انصار میں سے (نیکی میں) سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور جو مسلمان ان کی اتباع بالاحسان کریں ان سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔

پہلی آیت میں رضی اللہ عنہ کی بشارت، اللہ سے ہر ڈرنے والے مسلمان کے لیے ہے جس کو عرف میں متقی کہا جاتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بشارت مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کے لیے ہے، قیامت تک جو مسلمان صحابہ کرام کی حسن وخوبی کے ساتھ اتباع اور پیروی کریں گے اور ان کا حسن وخوبی کے ساتھ ذکر کریں گے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بشارت شامل ہو گی۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

یترضی ویترحم علی سائر العلماء والاخیار ویکتب کل ھذا۔[1]

تمام علماء دین اور صالحین کے لیے رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ کہنا اور لکھنا چاہیے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام رازی کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی ائمہ مجتہدین کا ذکر کرتے ہیں ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں؛ امام رازی لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفة رضی الله عنه اذا مات فی الماء دابة لیس لها نفس سائلة لم یفسد الماء و للشافعی رضی الله عنه قولان فی الماء القلیل۔[1]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب پانی میں ایسا جانور مر جائے جس کا بہنے والا خون نہ ہو تو وہ پانی کو نجس نہیں کرتا، اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے کم پانی میں دو قول ہیں۔

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفة و اصحابه رضی الله عنهم اعضاء المحدث نجسة نجاسة حکمیة۔[2]

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بے وضو کے اعضاء حکمی طور پر نجس ہیں۔

اللہ تعالیٰ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے نام لکھنے کے آداب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

یستحب لکاتب الحدیث اذا مر بذکر الله عز وجل ان یکتب عز وجل او تعالی او سبحانه وتعالی او تبارك وتعالی او جل ذکره او تبارك اسمه او جلت عظمته او ما اشبه ذلك وکذلك یکتب عند ذکر النبی صلی الله علیه وسلم بکمالها لا امزا الیهما ولا مقتصرا علی احدهما وکذلك یقول فی صحابی رضی الله عنه فان کان صحابیا ابن صحابی قال رضی الله تعالی عنهما۔[3]

حدیث لکھنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا نام لکھے تو اس کے ساتھ عزوجل یا تعالیٰ یا سبحانہ وتعالیٰ یا تبارک وتعالیٰ یا جل ذکرہ یا تبارک اسمہ یا جلت عظمتہ یا اس کے مشابہ کلمات لکھے، اس طرح جب لفظ نبی لکھے تو اس کے ساتھ صلے اللہ علیہ وسلم مکمل لکھے اس کو مخفف کر کے صلعم یا ص وغیرہ نہ لکھے صلوٰۃ اور سلام میں سے کسی ایک پر اختصار کرے (نبی علیہ السلام یا نبی علیہ الصلوٰۃ نہ لکھے بلکہ مکمل علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھے) اسی طرح صحابی کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور اگر صحابی ابن صحابی ہو تو رضی اللہ عنہما لکھے۔

آج کل عام لکھنے والوں میں یہ روش ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نبی صلعم یا نبیؐ لکھتے ہیں، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ابوبکرؓ لکھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے مکمل صلے اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا چاہیے، جیسا کہ علامہ نووی نے اس پر تنبیہ فرمایا ہے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ " " " " ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۱۸، " " " "

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وفی بعض الکتب اذا کتب اسم اللہ تعالیٰ اتبع بالتعظیم بنحو عز وجل و کذا یحافظ علی کتب الصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یسأم من تکرارہ وان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا وکذا الرضی والترحم علی الصحابۃ والعلماء ویکرہ الاقتصار علی الصلوٰۃ دون السلام وبالعکس وفی حاشیۃ مسکین عدم کراھۃ الافراد اقول لعل المنفیۃ التحریمیۃ والمثبتۃ التنزیھیۃ فیحصل التوفیق ویکرہ الرمز بالصلوٰۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلا شک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونہ مذھبا مختارا محلہ اذا کان اللزوم بینا نعم الاحتیاط فی الاحتراز والشبھۃ۔ [1]

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اللہ کا نام لکھا جائے تو تعظیم سے عزوجل لکھا جائے اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھا جائے اور بار بار لکھنے سے اکتاہٹ نہ کی جائے، خواہ اصل کتاب میں صلوٰۃ وسلام نہ لکھا ہو، اور زبان سے بھی صلوٰۃ وسلام کہے، اسی طرح صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور علماء کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھے، صلوٰۃ وسلام میں سے کسی ایک پر اقتصار کرکے دوسرے کو نہ لکھنا مکروہ ہے، ملا مسکین نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اقتصار مکروہ نہیں ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنھوں نے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور صلے اللہ علیہ وسلم اور رضی اللہ عنہ کو مخفف کرکے لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ ان کو پورا پورا اور مکمل لکھنا چاہیے، فتاویٰ تاتارخانیہ کے بعض مقامات میں لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو مخفف کرکے ہم لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف بلاشبہ کفر ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کے قصد سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مختصر کرکے ہم لکھے تو وہ کافر ہو جائے گا، ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے اور لازم کفر کا کفر ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو وہ لازم بین پر محمول ہے، ہاں کفر کے شبہ سے احتراز کرنا، اور احتیاط کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ وسلام لکھنا واجب ہے، اور ص یا صلعم لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے، ہم نے اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو اس لیے کی ہے کہ اس دور میں عام اردو میں لکھنے والے مصنفین اس آفت میں مبتلا ہیں

[1] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ

ہیں۔ واللہ الموفق!

قضاء وقدر کے لغوی معنی کی تحقیق

حدیث نمبر ایک میں مذکور ہے: جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ معبد جہنی نام کا ایک شخص تھا جو بصرہ میں رہتا تھا۔

قضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر، یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں غلطی، اور اس کے علم میں تغیر اور تبدل محال ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

القدر القضاء الموفق یقال قدر الله کذا تقدیرا، واذا وافق الشیء الشیء قلت جاء قدره. ابن سیده القدر والقدر القضاء والحکم وهو ما یقدر الله عز وجل من القضاء ویحکم به من الامور۔[1]

قدر کا معنی ہے جس قضا کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا، اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو تم کہتے ہو اس کی تقدیر ہو گئی، ابن سیدہ نے کہا قدر اور قدر کا معنی ہے: قضاء اور حکم، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے۔

نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

والتقدیر علی وجوه من المعانی: احدهما التروية والتفکیر فی تسویة امر وتهیئة والثانی تقدیره بعلامات یقطع علیها، والثالث ان تنوی امرا بعقدك تقول: قدرت امر کذا وکذا ای نویته وعقدت علیه ویقال قدرت لامر کذا اقدر له واقدر قدرا اذا نظرت فیه ودبرته وقایسته ومنه قول عائشة رضوان الله علیها فاقدروا قدر الجاریة الحدیثة السن ای قدروا وقایسوا وانظروا وفکروا فیه، شمر یقال قدرات ای هیأت وقدرت ای اطقت وقدرت ای ملکت وقدرت ای وقّتُّ، قال ابو عبیده اقدر بذا علیك بیننا ای ابصر واعرف قدرك (الی قوله) وقدره ای ضیقه، قال الفراء فی قوله

تقدیر کے کئی معانی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا، (۲) ایک چیز کو نشانیوں سے دوسری چیز کے مطابق کرنا، (۳) کسی چیز کی نیت کرنا کسی چیز کا عزم یا جزم کرنا۔ (۴) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، قیاس اور اندازہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کرو، شمر نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بنانا، طاقت رکھنا۔ مالک ہونا اور کسی چیز کا وقت مقرر کرنا، ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنی ہے تنگی کرنا، قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب (اپنی قوم سے) ناراض ہو کر (اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر) چلے گئے تو انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں نقدر، تنگی کے معنی میں ہے اور

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

عز وجل وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه من العقوبة ما قدرنا، فاما من اعتقد ان یونس علیه السلام ظن ان لن یقدر الله علیه فهو کافر لان من ظن ذلك غیر مؤمن ویونس علیه السلام رسول لایجوز ذلك الظن علیه (الی قوله) فاما یکون قوله ان لن نقدر علیه من القدرة فلا یجوز، لان من ظن هذا کفر [1]

جس نے اس کو قدرت کے معنی میں لیا یعنی حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا اس آیت میں نقدر کے لفظ کو قدرت کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

علامہ ازہری نے لیث سے نقل کیا ہے کہ القدر کا معنی ہے القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ کو پہنچنا، مثلاً مقدار، اور قدر کا معنی ہے، طاقت، اور منکر تقدیر کو قدریہ کہتے ہیں، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور لکھ دیا، اسی کو تقدیر کہتے ہیں، قدر کا معنی تنگی بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر علیه (انبیاء: ۸۷) اس کا معنی ہے انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے"، اس آیت میں نقدر کو قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔ [2]

قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق

علامہ تفتازانی قضاء کا معنی لکھتے ہیں:

هو عبارة عن الفعل مع زیادة الإحکام [3]

قضاء مضبوط کام کو کہتے ہیں:

علامہ خیالی لکھتے ہیں:

یؤیده قوله تعالی فقضاهن سبع سموٰت فهو من الصفات الفعلیة وفی شرح المواقف ان قضاء الله تعالی هو ارادته الازلیة بالاشیاء علی ما هی علیه فیما لا یزال فهو من الصفات

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس آیت میں ہے: (ترجمہ:) تو انھیں مکمل سات آسمان بنا دیا (حٰمٓ السجدۃ: ۱۲) لہٰذا قضاء صفات فعلیہ میں سے ہے، اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں، ارادہ کیا تھا اس

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷ - ۷۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲ - ۴۸۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۷ھ

الذاتیۃ۔[1]

ارادہ کا نام قضاء ہے، اس اعتبار سے قضاء صفات ذاتیہ میں سے ہے۔

فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال الشارح فی التلویح التحقیق ان القضاء اتمام الشیء اما قولا کما فی قولہ تعالیٰ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ ای حکم، او فعلا کما فی قولہ تعالیٰ فقضاھن سبع سمٰوٰت۔[2]

علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ قضا کا معنی حکم اور فعل ہے، حکم کے معنی میں یہ آیت ہے: اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اسراء ۲۳) اور فعل کے معنی میں یہ آیت ہے: تو انھیں مکمل سات آسمان بنا دیا (حٰمٓ السجدۃ: ۱۲)

نیز فاضل سیالکوٹی لکھتے ہیں:

قضا کے تین معنی ہیں، ایک لغوی معنی ہے یعنی حکم اور فعل، دوسرا معنی اشاعرہ کی اصطلاح ہے یعنی اشیاء جس طرح نفس الامر اور واقع میں ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو ارادہ ازل میں متعلق تھا، اس کا خلاصہ ہے ارادہ ازلیہ اور تیسرا معنی فلاسفہ کی اصطلاح ہے یعنی موجودات جس طرح احسن نظام اور اکمل انتظام پر ہیں ان کا ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو علم تھا وہ قضاء ہے اور یہی علم تمام موجودات کے لیے مبداء فیضان ہے، اس علم کو حکماء تمام اشیاء کے وجود اجمالی، وجود ظلی، لوح محفوظ اور جوہر عقلی سے بھی تعبیر کرتے ہیں، محقق طوسی نے اشارات میں لکھا ہے عالم عقلی میں تمام موجودات کا بہ طور تخلیق مجتمع ہونا قضاء ہے اور تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع پر تفصیلاً ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا قدر ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم۔

(حجر: ۲۱)

اور ہر چیز ہمارے خزانوں میں ہے (یعنی ہمیں اس کا علم ہے) اور ہم ہر چیز کو ایک معلوم اور معین اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں (یعنی اپنے علم اجمالی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت پر تفصیلی وجود میں لاتے ہیں۔)

علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں لکھا ہے کہ حکماء وجود مخلوقات کو قضاء سے تعبیر کرتے ہیں۔[3]

نوٹ: اللہ تعالیٰ کو ازل میں تمام ممکنات کا جو علم تھا اس کو علم اجمالی ـــــ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ ذات واحد تمام ممکنات کے لیے مبداء انکشاف ہے، علم اجمالی سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ العیاذ باللہ اس کا کشف ناقص ہے،

---

[1] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۰۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

[2] علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیۃ عبدالحکیم علی الخیالی مع الحواشی البہیۃ ص ۲۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[3] " " " " ، حاشیۃ عبدالحکیم علی الخیالی مع الحواشی البہیۃ ص ۲۸۸، " " " "

بلکہ اس کا کشف تام اور محیط ہے۔

علامہ میر سید شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی اشاعرہ اور فلاسفہ کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ [1]

علامہ کمال بن ابی شریف نے بھی قضاء و قدر کے یہی معنی ذکر کیے ہیں۔ [2]

علامہ تفتازانی قضاء و قدر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلاسفہ نے کہا ہے کہ تمام موجودات کلیہ اور جزئیہ کی تمام صور تخلیق اوّل سے عالم عقلی میں معقول تھیں اور وجود الٰہی کا یہ تقاضا ہوا کہ ان تمام صورتوں کو حکمت کے ساتھ اپنے اپنے زمانے میں قوت سے فعل کی طرف لایا جائے، اور خارج میں موجود کیا جائے، پس تمام موجودات کا عالم عقلی میں اجمالاً، اجمالاً اور ایجاداً وجود تقدیر ہے اور ان تمام موجودات کا خارج اور واقع میں تفصیلاً یکے بعد دیگرے واقع ہونا قدر ہے۔ نیز حکماء نے کہا کہ شر قضاء الٰہی میں بالتبع داخل ہے کیونکہ بعض چیزیں محض خیر ہیں جیسے افلاک اور فرشتے اور بعض چیزوں میں شر ہے لیکن ان پر خیر غالب ہے، جیسے اس جہان کی چیزیں، مثلاً مرض شر ہے لیکن صحت خیر ہے اور مرض سے زیادہ ہے یا مثلاً بارش کی وجہ سے بعض چیزوں کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی خیر غالب ہے اور حکیم شر قلیل کی وجہ سے خیر کثیر کو ترک نہیں کرتا۔ [3]

تقدیر کی تعریف

علامہ تفتازانی تقدیر کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تقديره وهو تحديد كل مخلوق بحده الذي يوجد من حسن وقبح ونفع وضر ومايحويه من زمان ومكان ومايترتب عليه من ثواب وعقاب۔ [4]

ہر مخلوق کی اس کے حسن، قبح نفع، ضرر، اس کے زمانہ (مدت حیات) اس کے رہنے کی جگہ اور اس کے ثواب اور عذاب کی مقرر کردہ حد کا نام اس کی تقدیر ہے۔

علامہ میر سید شریف نے بھی تقدیر کی یہی تعریف کی ہے۔ [5]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تقدیر کو ماننے سے یہ لازم آئے گا کہ کافر اپنے کفر میں اور فاسق اپنے فسق میں مجبور ہو، پھر ان کو ایمان اور اطاعت کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار سے ان کے کفر اور فسق کا ارادہ کیا، لہٰذا یہ جبر نہیں ہے اور کیونکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ اپنے اختیار سے کفر اور فسق کریں گے اس لیے محال کا مکلف کرنا لازم نہیں آیا۔ [6]

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۴۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو

[2] علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ ج ۱ ص ۱۴۳، ۱۴۲، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ کمران بلوچستان

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] " " " ، شرح عقائد نسفی، ص ۶۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[5] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۲۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[6] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

معتزلہ اور جبریہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

واللہ خلقکم وما تعملون۔ (الصّٰفّٰت: ۹۶)

تمہیں اور تمہارے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم از خود چلنے والے اور رعشہ والے کی حرکت میں بداہتہً فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری اور دوسری اضطراری ہے، نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اچھے کاموں پر مدح اور ثواب اور برے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام جبریہ کی طرف متوجہ ہوگا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکلیہ نفی کرتے ہیں، اور ہم بہرحال کسب اور اختیار کے قائل ہیں، جیسا کہ ہم عنقریب اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیاری ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر برے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے، اس کے برخلاف جبریہ، یہ کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات جمادات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی، اور نہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ پکڑنے اور رعشہ کی حرکت میں بداہتہً فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے، اور اگر بندے کا بالکل کوئی فعل نہ ہوتا تو اس کو مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی، حالانکہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اس کی نفی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین ج جزاء بما کانوا یعملون ۝ (سجدہ ۱۷)

تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم نہیں جو ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

اما الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت فلھم جنّٰت المأوٰی نزلا بما کانوا یعملون۔ (سجدہ: ۱۹)

بہرحال جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

ھل یجزون الا ما کانوا یعملون۔ (اعراف: ۱۴۷)

انھیں وہی بدلہ ملے گا جو (کچھ) وہ عمل کرتے تھے۔

انھم رجس ق ومأوٰھم جھنم ج جزاء بما

بے شک وہ (منافق) ناپاک ہیں، اور ان ٹھکانا

کانوا یکسبون ۔ (توبہ: ۹۵) جہنم ہے، یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندہ کے فاعل بالاختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجد ہو، اور تم پہلے یہ کہہ چکے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجد ہے اور مقدور واحد دو مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بداہت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور رعشہ کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کاسب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر فعل پیدا کرنا خلق ہے، اور فعل کے ساتھ بندہ کی قدرت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔ [1]

تقدیر کے متعلق اہلِ سنت اور اہل بدعت کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ تقدیر ثابت ہے اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ ازل میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا، قدریہ (منکرین تقدیر) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا، اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، متکلمین نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے، البتہ بعد میں قدریہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے، اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور قدریہ افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، امام الحرمین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدریہ اس امت کے مجوس ہیں"! آپ نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ مجوس دو خدا مانتے ہیں یزدان خالق خیر اور اہرمن خالق شر اسی طرح قدریہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں، یہ امام الحرمین اور امام ابن قتیبہ کا کلام ہے۔ امام الحرمین نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور قدر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا

---

[1] ۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۶۶ ۔ ۶۰ ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خیر اور شر میں سے کیا کیا پیدا کیا ہے۔[1]

قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الزبر وکل صغیر وکبیر مستطر۔ (قمر: ۵۳-۵۲)

اور انھوں نے جو کچھ کیا وہ سب نوشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔

اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ نوشتوں میں موجود تھا انھوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یعنی ان سے پہلی امتوں نے جو کچھ اچھے اور برے کام کیے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، اس آیت میں قرآن مجید کی اس آیت کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) اندازے سے بنائی ہے۔

اور زبر سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے ان کے کاموں کو اعمال نامے میں لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازلی ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔[2]

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا، یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کو جانتا تھا، پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا، لہٰذا عالم سفلی ہو یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادہ سے صادر ہوتی ہے اس میں مخلوق کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اضافت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور خالق صرف اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس قدریہ نے یہ کہا کہ افعال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا عمل ہمارے قبضہ میں ہے اور اجل ہمارے غیر کے قبضہ میں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) اندازے سے بنائی ہے۔

انھوں نے کہا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لیے گناہ لکھ دیا جاتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

ہے؟ آپ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑو گے۔!

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوالزبیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں، وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ، اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو، نیز امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے؛ مرجئہ اور قدریہ اور امام نحاس نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ قدریہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، ان کے لیے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا فکر اور غم کو دور کر دیتا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قسم کھا کر فرمایا: اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اسی علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل جس طرح ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے۔ اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کر دیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کار آمد رہ سکتا ہے۔ لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اس لیے اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لیے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کو پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس نہج پر کام کرے گی، کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے کیے ہوئے کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت، اللہ تعالیٰ کے اسی ازلی علم کا نام تقدیر ہے۔

تقدیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

. (طلاق، ۳)

نحن قدرنا بینکم الموت (الواقعہ: ۶۰)

وما تحمل من انثی ولا تضع ۷ بعلمہ ط وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب۔ (فاطر: ۱۱)

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتب من قبل ان نبراھا ط ان ذلک علی اللہ یسیر ہ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتکم ط واللہ لا یحب کل مختال فخور۔

(حدید: ۲۳-۲۲)

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ج ھو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

(توبہ: ۵۱)

یقولون لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھھنا ط قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم ج (ال عمران: ۱۵۴)

ولکل امۃ اجل ج فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

(اعراف: ۳۴)

این ما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ ط وان تصبھم حسنۃ یقولوا ھذہ من عند اللہ ج وان تصبھم سیئۃ یقولوا ھذہ من عندک ط قل کل من عند اللہ فمال ھؤلاء القوم

اندازہ مقرر کیا ہے۔

ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کو مقدر فرمایا۔

اللہ کے علم سے ہی ہر مادہ حاملہ ہوتی ہے اور وضع حمل کرتی ہے، اور جس معمر شخص کو عمر دی جاتی ہے یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے، وہ سب لوح محفوظ میں ہے۔

زمین میں یا تمہارے نفسوں میں تم کو جو بھی مصیبت پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگر کوئی چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو تم اس پر افسوس نہ کرو، اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو، اور اللہ کسی اترانے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

آپ فرما دیجئے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، وہی ہمارا مالک ہے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

منافق کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کے لیے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا وہ اور خود نکل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔

اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے، اور جب ان کی میعاد آجائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے نہ مقدم۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم کو موت آپکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرما دیجئے!

لا یکادون یفقهون حدیثا۔
(نساء، ۷۸)

کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کسی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

انسان کے لیے آزادیٔ عمل اور کسب اور اختیار کا بیان

مسئلہ تقدیر میں ایک قوم نے غلو کیا اور یہ کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو کسی چیز کا اختیار نہیں ہے، یہ نظریہ بھی باطل ہے، یہ درست ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے، خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے، اگر انسان کا سب اور مختار نہ ہوتا، تو انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ کے لیے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا، اور اس کو اس کے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر دونوں کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرے، پھر وہ جس کام کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے، خواہ نیکی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے وہ جزا اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الم نجعل له عینین ۝ ولسانا و شفتین ۝ وهدینه النجدین ۝ فلا اقتحم العقبة ۝
(بلد: ۱۱-۸)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں، اور (اس کی) زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے) اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھا دیے تو وہ (عمل کی) دشوار گھاٹی میں سے کیوں نہیں گذرا!۔

ان سعیکم لشتی ۝ فاما من اعطی واتقی ۝ وصدق بالحسنی ۝ فسنیسره للیسری ۝ واما من بخل واستغنی ۝ وکذب بالحسنی ۝ فسنیسره للعسری ۝
(اللیل: ۱۰-۴)

بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں، تو جس نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کو سچ مانا، تو عنقریب ہم اس کے لیے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے، اور جس نے (راہ حق میں) بخل کیا اور بے پروا رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کے لیے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا۔ (عنکبوت: ۶۹)

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

وان لیس للانسان الا ما سعی ۝ وان سعیه سوف یری ۝ ثم یجزٰه الجزاء الاوفی ۝
(نجم: ۴۱-۳۹)

انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے، اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ۰ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ۰ (زلزال: ۷-۸)

تو جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی (جزاء) دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی (سزا) دیکھے گا۔

انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا

اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ انسان کن امور میں مجبور ہے، انسان امور سماویہ یا امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے، مثلاً موت اور حیات، صحت اور مرض، حوادث اور مصائب، رزق کی تنگی اور دیگر سماوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے، اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور اسی کے اعتبار سے انسان جزاء اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی تھیں، ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے، اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (کہف: ۲۹)

تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا ط وما ربک بظلام للعبید۔ (حم السجدۃ: ۴۶)

جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کے لیے اور جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کے لیے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت۔ (بقرۃ: ۲۸۶)

نفس نے جو (نیک کام) کیا تو اس کا فائدہ اسی کے لیے ہے، اور اس نے جو (برا کام) کیا تو اس کا ضرر (بھی) اسی کے اوپر ہے

بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض دلوں پر مہر لگا دیتا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم۔ (بقرۃ: ۷)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ثبت کر دی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے قصد اور اختیار سے بہت سخت جرم کیے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی ایسی شدید گستاخی کی جو ناقابل معافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب ان کے لیے ایمان لانا ممکن ہی نہیں رہا، قرآن مجید میں ہے:

فبما نقضہم میثاقہم وکفرہم بایت اللہ وقتلہم الانبیاء بغیر حق وقولہم قلوبنا غلف ط بل طبع اللہ علیہا بکفرہم فلا یؤمنون الا قلیلا۔

پھر ان کی عہد شکنی کے باعث، اور اس وجہ سے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا اور انھوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، (غلاف نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے

(نساء : ۱۵۵)

ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے۔

اتخذوا ایمانھم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ ط انھم ساء ما کانوا یعملون ۰ ذٰلک بانھم امنوا ثم کفروا فطبع علی قلوبھم فھم لا یفقھون ۰

(منافقون : ۳-۲)

منافقوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہت ہی برے کام کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر (ظاہر) کیا، تو ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے۔

اذا تتلی علیہ اٰیٰتنا قال اساطیر الاولین ۰ کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون ۰

(تطفیف : ۱۴-۱۳)

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں، کہتا ہے (یہ) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں! ہرگز نہیں بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث

تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر معلق اور تقدیر مبرم، تقدیر معلق بدلتی رہتی ہے اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے کیونکہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم ازلی سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تبدیلی جہل کو مستلزم ہے، نہ اس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے، تقدیر معلق یہ ہے کہ مثلاً لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شقی ہے یا سعید ہے، یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے تو اس کی شقاوت، سعادت سے بدل جاتی ہے یا اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدستور شقی رہتا ہے اور اس کی عمر اتنی ہی رہتی ہے اس کو محو اور اثبات سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں یہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ بالآخر شقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیر مبرم ہے اس کو ام الکتاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں مفسرین نے اس آیت سے تقدیر معلق اور تقدیر مبرم کا استنباط کیا ہے:

یمحوا اللہ ما یشآء ویثبت ج وعندہ ام الکتاب۔

(رعد : ۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اس آیت میں محو اور اثبات سے مراد قضاء معلق ہے اور ام الکتاب سے مراد قضاء مبرم ہے۔

قضاء معلق کا ذکر ان احادیث میں ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر ھذا حدیث حسن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے یہ حدیث حسن

غریب۔ [1]

غریب ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یزید فی العمر الا البر ولا یرد القدر الا الدعاء وان الرجل لیحرم الرزق بخطیئۃ۔ [2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے اور تقدیر صرف دعا سے ٹلتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان یبسط لہ رزقہ او ینسأ فی اثرہ فلیصل رحمہ۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو رزق کی کشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

اور قضاء مبرم کے متعلق یہ احادیث ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو ھریرۃ قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جف القلم بما انت لاق۔ [5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق فوا للہ ان احدکم لیعمل بعمل اھل النار حتی ما یکون بینہ وبینھا غیر ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل الجنۃ فیدخلھا وان الرجل لیعمل بعمل اھل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں: "بے شک تم میں سے کوئی شخص دوزخیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، " " " "

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الجنۃ حتی مایکون بینہ وبینہا غیر ذراع فیسبق علیہ الکتاب فیعمل بعمل اھل النار فیدخلہا۔ [1]

میں داخل ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء

قضاء معلق اور قضاء مبرم کے متعلق مفسرین کی تصریحات حسب ذیل ہیں:

امام رازی یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر لوح میں کسی چیز کے مٹانے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس محو اور اثبات کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹانا ہے اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے، اور اس آیت میں ام الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ [2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا، اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے وہ حتمی طور پر واقع ہونا ہے، حضرت ابن عباس سے ام الکتاب کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تغیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضاء ازلی میں بھی تغیر اور تبدل ممکن ہے، ان کے بعض دلائل یہ ہیں:

حدیث صحیح میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی:

وقنی شر ما قضیت۔ تو نے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے محفوظ رکھ۔

اس دعا میں قضاء ازلی کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضاء ازلی میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس سے محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی، نیز جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لیے نہ آنے کا عذر بیان کیا تو فرمایا:

خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا مجھے یہ خدشہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

عنها۔ اور تم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے!

کیونکہ اگر قضاء ازلی میں اس کا فرض ہونا تھا تو یہ ہر حال میں فرض ہوتی اور اگر قضاء سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو اگر آپ تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا۔ اس لیے آپ کو تراویح کی فرضیت کا جو خدشہ تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو۔ نیز شب معراج آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہونگی اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی، اس کے باوجود آپ کو یہ خدشہ تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ خدشہ بھی صحیح ہو سکتا ہے جب قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو۔ نیز جب سخت آندھی آتی تو آپ کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یا جوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور ان علامتوں کے ظہور سے پہلے آپ کو قیامت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک قضاء سابق میں تغیر ممکن ہو، اسی طرح جن صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دے دی تھی، وہ بھی دو رکعت سے بہت ڈرتے تھے، حتیٰ کہ بعض یہ کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جنا نہ ہوتا" حضرت عمر یہ فرماتے تھے کہ اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک میں ہوں" اور جب مخبر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ قضاء میں تغیر ممکن ہے، نیز اگر قضاء میں تغیر ممکن نہ ہو تو پھر دعا کرنا لغو اور عبث ہوگا، کیونکہ اگر وہ کام ہونا ہے تو دعا کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہونا تو دعا بے سود ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے، اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض عبودیت کے اظہار اور اللہ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ادعونی استجب لکم۔ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

نیز امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ینفع الحذر من القدر ولکن اللہ تعالیٰ یمحو بالدعاء ما یشاء من القدر۔ تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ دعاء کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردویہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت (یمحو اللہ ما یشاء) کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاقرن عینک بتفسیرها ولاقرن عین امتی بعدی بتفسیرها الصدقة علی وجهها وبر الوالدین واصطناع المعروف محول الشقاء سعادة ویزید فی العمر ویقی مصارع السوء۔ میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کروں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی کرنا، صحیح طریقہ سے صدقہ کرنا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اس حدیث کا معنی اسی وقت درست ہوگا جب قضاء میں تغیر ممکن ہو، اور تقدیر میں تغیر اور تبدل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں، لیکن اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ قضاء میں تغیر اور تبدل کے متعلق جس قدر احادیث اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضاء معلق کی طرف ہے اور قضاء میں تغیر اور تبدل کے بعد جو کچھ ہونا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدل ممکن نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ [1]

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق محدثین کی آراء

قضاء مبرم اور قضاء معلق کے متعلق محدثین کی آراء حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں جو نیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے، یہ فرشتوں اور لوح محفوظ کے اعتبار سے ہے، مثلاً فرشتوں کے لیے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی، اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقع میں اس کی عمر کتنی ہوگی، اور قرآن مجید کی آیت یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت سے یہی مراد ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو لوح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدل جائز ہے، اس علم کا تعلق کراماً کاتبین اور دیگر ان فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ موکل ہوتے ہیں، اور اسی علم میں محو اور اثبات واقع ہوتا ہے، مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا، اور جو چیز اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی محو اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ [3]

حافظ بدرالدین عینی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی نیکی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔ انھوں نے کہا یہ حدیث بہت حسن ہے۔ نیز انھوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اپنے رب سے

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۷۱۔ ۱۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کر، اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کر، اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا، اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا: صحیح طریقہ سے صدقہ دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی، اللہ تعالیٰ اس کو تینوں درجے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال زیادہ کر دیتا ہے، اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے، حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں، پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور انھوں نے داؤد بن عیسیٰ سے روایت کیا کہ تورات میں لکھا ہے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا، گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں، پھر کہا یہ حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے اس حدیث کو تورات سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (یہ تمام احادیث حافظ ابوموسیٰ مدینی نے الترغیب والترہیب میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں۔)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح متصور ہوگی؟ علامہ ابوالفرج نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد صحت بدن ہے کیونکہ غنیٰ کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

(۲)۔ انسان کی زندگی سو سال لکھی گئی، اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیے ہیں۔

(۳)۔ عمر میں یہ زیادتی بھی ازل میں مقرر تھی، لیکن اس اضافہ کو بہ طور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا، یوں لکھا گیا تھا کہ فلاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔

(۴)۔ یہ زیادتی لوح محفوظ میں لکھی گئی ہے (یعنی لوح میں پچاس سال مٹا کر ساٹھ سال لکھ دیا گیا) اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مغائر ہے، سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور

لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر کو کبھی مٹا کر بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ حتمی اور قطعی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے، اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حتمی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو لوح محفوظ میں لکھی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظواہر پر مبنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا ازلی علم) مخفی ہے اس پر کوئی حکم معلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ لوح محفوظ کے لکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہوتا کہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نحوست کا علم ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انھیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

(۵)۔ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں، اور قاضی عیاض نے یہ کہا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا گویا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس سے مراد برزخ میں کم عرصہ کا قیام ہے۔ [۱]

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء

جن احادیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کا ذکر ہے، ان کے متعلق علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے مثلاً یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔ [۲]

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

بلکہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث اخبار آحاد ہیں اور جن آیات قطعیہ سے تقدیر مبرم ثابت ہے یہ ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں یا پھر عمر میں اضافہ سے مراد خیر اور برکت میں اضافہ ہے۔ [۳]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس بحث میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ عبادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسبب مقدر ہے اسی طرح سبب بھی مقدر ہے اور یہ جواب مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا دم اور دوا تقدیر کو بدل دیتی ہیں، تو آپ نے فرمایا دم اور دعا کو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

---

[۱]۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲-۱۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲]۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[۳]۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت ۚ وعندہ ام الکتاب۔ (رعد: ۳۹)

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب المحو والاثبات ہے، جس میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے اور ایک ام الکتاب ہے جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔

نیز علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

مسئلہ تقدیر میں لوگوں کی بعض خرافات ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاء کی دو قسمیں ہیں ایک مبرم ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایک قضاء معلق ہے جس میں دعا اور دوا سے تغیر ہو جاتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کل قضاء مبرم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا۔ تعالی اللہ عن ذلک۔

انہی خرافات میں سے بعض شارحین بیضاوی کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں بھی تغیر ہو جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بچہ کے قرآن مجید پڑھنے سے حتمی عذاب اٹھ جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اسی طرح بعض صوفیا کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں صرف شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تصرف کرتے ہیں، اور انہی خرافات میں سے یہ قول ہے کہ بعض مشائخ سے دعا کا سوال کیا گیا، انھوں نے کہا قضاء الٰہی میں اس کے خلاف مقرر ہو چکا ہے، پھر انھوں نے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہو گئی، اس قسم کے تمام اقوال باطل ہیں۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ اور اکابر صوفیہ کی عبارات میں یہ مذکور ہے کہ ان کی دعا سے قضاء مبرم ٹل جاتی ہے، اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد مبرم اضافی ہے، حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی سے یہ مراد ہے کہ حقیقت میں وہ قضاء معلق ہے لیکن ان سے کم درجہ کے مشائخ کی دعا سے وہ قضاء نہیں ٹل سکتی تھی، اس لیے ان کے اعتبار سے وہ مبرم تھی، اور جو قضاء حقیقۃً مبرم ہو وہ اٹل ہے اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے، باقی علامہ پرہاروی کا قضاء معلق کو خرافات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

تقدیر کا موضوع بہت وسعت کو چاہتا ہے، ہم نے یہاں مختصراً گفتگو کی ہے، تقدیر کے بعض پہلوؤں پر ہم نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے، جو مقالات سعیدی میں شامل ہے، اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بحث کی ہے، جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ ان مقامات کا بھی مطالعہ کریں۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں (منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر خلیفہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔

---

[1] علامہ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۹۸ - ۲۹۶ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں میں میل جول اور دوستی رکھنا حرام ہے، البتہ محبت اور دلی تعلق کے بغیر ان سے محض معاملہ اور کاروبار کرنا جائز ہے، کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی کی ممانعت قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ و قد کفروا بما جاءکم من الحق ج

(ممتحنۃ: ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

یا یھا الذین امنوا لا تتولوا قوما غضب اللہ علیھم قد یئسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔

(ممتحنۃ: ۱۳)

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا، بے شک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم۔

(مجادلۃ: ۲۲)

(اے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار!

لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ج ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ط ویحذرکم اللہ نفسہ ط والی اللہ المصیر۔

(اٰل عمران: ۲۸)

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو (تو دوستی کے اظہار میں حرج نہیں) اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی۔

یا یھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالاً۔ (اٰل عمران: ۱۱۸)

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری تباہی میں کمی نہیں کریں گے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(انعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے، حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

اذا سمعتم اٰیت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔

(نساء: ۱۴۰)

جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انھی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخر الذکر دو آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ دین اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں، ان کی مجلس میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے، البتہ کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت اور دوستی رکھنا مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہو گیا۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی اٰخر امتی اناس یحدثونکم بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ولا یفتنونکم۔ [1]

نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رايتم الذين يبتغون ما تشابه منه فاولئك الذين سمى الله فاحذروهم۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے، ان سے اجتناب کرو۔

عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم قال القدرية مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قدریہ اس امت کے مجوس ہیں، وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل امة مجوس ومجوس هذه الامة الذين يقولون لا قدر من مات منهم فلا تشهدوا جنائزه ومن مرض منهم فلا تعودوهم۔ [4]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں، اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تجالسوا اهل القدر ولا تفاتحوهم۔ [5]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعائشة يا عائشة ان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۶۔ ۲۷۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ " " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸ ، " " " " "

[4] ۔ " " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸ ، " " " " "

[5] ۔ " " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹۳ ، " " " " "

الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعا هم اصحاب البدع واصحاب الاهواء لیس لهم توبة انا منهم بری وهم منی براء رواه الطبرانی فی الصغیر وفیه بقیة ومجالد بن سعید وکلاهما ضعیف۔[1]

فرمایا: "جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا" اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں، ان کی توبہ نہیں ہے میں ان سے بری ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا ہے اور اس میں بقیہ اور مجالد بن سعید دو ضعیف راوی ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

والعقیلی فی الضعفاء عن انس ان الله اختارنی واختار لی اصحابا واصهارا وسیاتی قوم یسبونهم وینتقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تناکحوهم۔[2]

امام عقیلی نے کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمایا، عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو برا کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے، تم ان کے ساتھ مت بیٹھنا، ان کے ساتھ پینا نہ کھانا، اور نہ ان کے ساتھ نکاح کرنا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ایوب: قال ابو قلابة لا تجالسوا اهل الاهواء ولا تجادلوهم فانی لا امن ان یغمسوکم فی ضلالتهم او یلبسوا علیکم ما کنتم تعرفون۔[3]

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلابہ نے کہا گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلا کر دیں گے، یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر قال: لا تجالسوا اهل الاهواء فانهم الذین یخوضون فی آیات الله۔[5]

ابو جعفر کہتے ہیں کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں کج بحثی

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقۃ ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

[3] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۷، ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[5] " " " " ج ۷ ص ۶۰ " " " "

کرتے ہیں۔

عن الوضین بن عطاء قال اوحی اللہ عزوجل الی یوشع بن نون انی مھلك من قومك مأۃ الف واربعین الفاً من خیارھم وستین الفاً من شرارھم قال: یارب تھلك شرارھم فما بال خیارھم؟ قال: انھم یدخلون علی الاشرار فیؤاکلونھم ویشاربونھم ولا یغضبون غضبی۔[1]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت یوشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکوکاروں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یوشع نے عرض کیا اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرمائے گا، نیکوکاروں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال

کفار، مشرکین اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، البتہ غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا اور معاشرتی معاملات قائم رکھنا جائز ہے اور مرتدین کے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔

غیر حربی کافروں اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور معاشرتی معاملات کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔
(ممتحنۃ: ۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا، جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۷، ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھاجر ابراھیم بسارۃ فدخل قریۃ فیھا ملک او جبار فقال اعطوھا اٰجر واھدیت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فیھا سم وقال ابوحمید واھدی ملک ایلۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بغلۃ بیضاء فکساہ بردا وکتب لھم ببحرھم۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کی وہ ایک بستی میں گئے جس میں ایک ظالم بادشاہ تھا، اس ظالم بادشاہ نے کہا حضرت سارہ کو ہاجرہ ہدیہ میں دے دو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے ایک زہر آلود بکری دی گئی، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر ہدیہ کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بادشاہ کو ایک چادر پہنائی اور اس کے لیے اس علاقے کی حکومت لکھ دی۔

عن انس ان اکیدر دومۃ اھدی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدر دومہ (تبوک کے قریب ایک بستی کا عیسائی سردار) نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔

صحیح مسلم میں ہے اس نے آپ کو ایک ریشمی کپڑا ہدیہ کیا تھا۔ [3]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثین ومائۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل مع احد منکم طعام فاذا مع الرجل صاع من طعام اونحوہ فعجن ثم جاء رجل مشرک مشعان طویل بغنم یسوقھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیعا ام عطیۃ او قال ام ھبۃ قال لا بل بیع فاشتری منہ شاۃ۔ [4]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم ایک سو تیس نفر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس طعام ہے؟ اس وقت کسی ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے قریب طعام تھا اس کو گوندھا گیا، پھر ایک دراز قد مشرک آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، وہ بکریاں ہنکاتا ہوا لا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بکریاں بیچو گے یا ہبہ کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶ " " " "

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

میں بیچوں گا، آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی۔

عن اسماء بنت ابی بکر قال قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امك۔ [1]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ اس وقت مشرکہ تھیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے کہا وہ اسلام سے اعراض کرتی ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اپنی ماں سے صلہ رحمی کرو۔

امام ابن عدی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال اھدی ملك الروم الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدایا فیھا جرۃ زنجبیل فقسمھا بین اصحابہ فاعطی کل انسان قطعۃ واعطانی قطعۃ۔ [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ ہدیے بھیجے، جن میں ایک سونٹھ کا گھڑا تھا، آپ نے اس کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا، آپ نے ہر انسان کو ایک ٹکڑا دیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا دیا۔

عن انس ان اکیدر دومۃ الجندل اھدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جرۃ من مَن فاعطی اصحابہ قطعۃ قطعۃ۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دومۃ الجندل کے ایک عیسائی سردار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گوند کا ایک گھڑا ہدیہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا ایک ایک ٹکڑا عطا فرمایا۔

عن جابر قال: اھدی النجاشی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قارورۃ من غالیۃ واسلم۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجاشی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشک، عنبر اور کافور سے مرکب خوشبو کی ایک شیشی ہدیہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن الزبیر قال قدمت قبیلۃ ابنۃ عبد العزی بن اسعد بن ملك بن حسل علی بنتھا

حضرت عبد اللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنت عبد العزیٰ (حضرت ابو بکر کی زوجہ جو مشرکہ تھیں)

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام حافظ ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ، الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۱۷۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ۔ 〃 〃 〃 〃 الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۵ ص ۱۷۸۷، 〃 〃

[4] ۔ 〃 〃 〃 〃 الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۶ ص ۲۱۱۴، 〃 〃

اسماء بنت ابی بکر بهدایا ضباب وترمس و سمن فابت اسماء ان تقبل هدیتها وتدخلها بیتها فسالت عائشة النبی صلی الله علیه وسلم فانزل الله عز وجل (لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین) الی آخر الآیة فامرها ان تقبل هدیتها وتدخلها بیتها۔ رواه احمد والطبرانی فی الکبیر وجوده۔ وفیه مصعب بن ثابت ضعفه احمد وغیره ووثقه ابن حبان [1]

اپنی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس گوہ، ترمس (ایک قسم کی سبزی) اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی، حضرت اسماء نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا، حضرت عائشہ نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی"، آپ نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے، اس کی سند میں مصعب بن ثابت ہے۔ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

عن بریدة قال اهدی المقوقس القبطی لرسول الله صلی الله علیه وسلم جاریتین احداهما ام ابراهیم بن رسول الله صلی الله علیه وسلم والاخری وهبها رسول الله صلی الله علیه وسلم لحسان بن ثابت واهدی له بغلة فقبل رسول الله صلی الله علیه وسلم ذلك۔ (رواه البزار والطبرانی فی الاوسط ورجال البزار رجال الصحیح [2]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقوقس قبطی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو کنیزیں ہدیہ کیں، ان میں سے ایک ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں (حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا) اور دوسری کنیز آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، اس نے آپ کو ایک خچر بھی ہبہ کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، امام بزار کی سند صحیح ہے۔

عن عائشة قالت اهدی المقوقس صاحب الاسکندریة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم مکحلة عیدان شامیة ومراة ومشطا رواه الطبرانی فی الاوسط

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک شامی لکڑی کی سرمہ دانی، ایک آئینہ اور ایک کنگھا ہدیہ کیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲، " " " "

ورجالہ ثقات [1] روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کفار اور بد عقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

زیر بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مشرکین کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے، اور یہ مشرکین کی شدت عداوت کے باوجود ان پر رحمت ہے۔ اہل تاویل نے کہا یہ آیت مشرکین اور مومنین کے درمیان نیکی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور موالات منقطع ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکی کرنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے، مقاتل نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد پورے کرو اور عدل و انصاف کرو۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ عامر بن مالک مشرک نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اور امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، کہ عیاض بن حماد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی ہدیہ کی، آپ نے اس سے پوچھا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام بخاری نے مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے باب میں متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے، اور اس سے امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ مسترد کرنے کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ طبری نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جس نے خصوصیت سے آپ کو ہدیہ دیا وہ آپ نے مسترد کر دیا اور جس نے عام مسلمانوں کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے قبول فرمایا، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو ہدیہ دیا گیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے محبت اور دوستی کے اظہار کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے مسترد کر دیا، اور جس کے اسلام کی آپ کو توقع تھی اس کو آپ نے قبول کر لیا، یہ پہلے جواب سے قوی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب کے ہدیے آپ نے قبول کر لیے، اور بت پرستوں کے ہدیے رد کر دیے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین سے ہدیہ قبول کرنا آپ کی خصوصیت ہے اور امراء کے لیے ممنوع ہے، بعض نے کہا ممانعت کی احادیث قبول کرنے کی احادیث سے منسوخ ہیں، بعض نے اس کے برعکس کہا، یہ تینوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ نسخ احتمال سے ثابت

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے نہ تخصیص سے۔ [1]

مشرکین کو ہدیہ دینے کے متعلق جو امام بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کی تشریح میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جس طرح مسلمان ماں کے ساتھ مال سے صلہ رحمی کی جاتی ہے اسی طرح مشرکہ ماں سے بھی مال کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے گی، اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد مسلمان ہو اور ماں باپ مشرک ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہے، نیز ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حربی مشرکوں سے کیا ہوا عہد پورا کیا جائے گا اور امن کے زمانہ میں ان سے معاملات کرنا جائز ہیں۔ [2]

بعض علماء نے یہ کہا قرآن مجید کی یہ آیت "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" (ممتحنہ: ۸) سورہ توبہ کی اس آیت سے منسوخ ہو گئی اور تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ توبہ کی یہ آیت حربی کافروں سے متعلق ہے اور یہ حکم ذمیوں کو شامل نہیں ہے اور سورہ ممتحنہ میں جو مشرکین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے یہ ذمی کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اکثر علماء تاویل نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی مشرکہ ماں جب ان کے پاس آئیں تو آیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" (ممتحنہ: ۸) ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی قتیلہ (قبیلہ) کو طلاق دے دی تھی، وہ صلح کے ایام میں اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے ہدیہ لے کر آئی انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اس سے ملنے اور ہدیے لینے سے انکار کر دیا جب آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [3]

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو مسلمانوں سے دین میں جنگ نہیں کرتے، پھر حافظ ابن کثیر نے امام احمد اور امام ابن جریر کے حوالوں سے اول الذکر دونوں حدیثیں بیان کی ہیں۔ [4]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۱ - ۲۳۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] " " " ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۴، " " " "

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۵۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[4] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۲۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ!

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر مفسرین کا یہ مختار ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ذمیوں پر صدقہ کرنا جائز ہے اور اگر کسی کا باپ ذمی ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے، اور اگر اس کا باپ حربی ہو تو پھر اس کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، علامہ عزبن عبدالسلام نے فتاویٰ کبریٰ کے باب الیسر میں لکھا ہے کہ کافر کے لیے قیام نہ کیا جائے، کیونکہ ہم کو ان کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اگر کافر سے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لیے قیام جائز ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ویجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقوله تعالیٰ لاینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین الآیة و الثانی لانهم بعهد الذمة ساووا المسلمین فی المعاملات ولهذا جاز التبرع من الجانبین فی الحیرة فکذا بعد الممات و فی الجامع الصغیر الوصیة لاهل الحرب باطلة لقوله تعالیٰ انما ینهاکم الله عن الذین قاتلوکم فی الدین۔ [2]

مسلمان کا کافر کے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے، اول الذکر کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنھوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی، اور ثانی الذکر کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جب کافروں سے ذمہ (جزیہ) کا معاہدہ ہو گیا تو وہ حالات میں مسلمانوں کے مساوی ہو گئے، اس لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا جائز ہے اور جب زندگی میں جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے، جامع صغیر میں ہے کہ حربی کافروں کے لیے وصیت کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔

پاکستان کی اسلامی حکومت نے اپنے آئین کے ذریعہ تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر غیر حربی ہیں اور ذمیوں کے حکم میں ہیں، اسی لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر یا بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور یگر معاشرتی معاملات استوار کرنا جائز ہے، البتہ ان کے ساتھ محبت اور دوستی

---

[1] ۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۸ ص ۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۶۵۷، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور مرتدین کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ واضح رہے کہ مرتدین کی اولاد کافر ہوتی ہے مرتد نہیں ہوتی، مثلاً غلام احمد قادیانی کی دعوت پر جنھوں نے العیاذ باللہ اسلام کو ترک کر کے قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہیں، لیکن ان کی اولاد جو اب تک قادیانیت پر ہے وہ مرتد نہیں کافر ہے ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہیں ہوگا سب مرتد ہوں گے، کیونکہ جس قدر کفار ہیں وہ کسی نہ کسی مرتد کی اولاد ہیں۔

ندا: یا محمد کا جواز اور بحث و نظر

اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔

یہ آنے والے شخص حضرت جبرائیل تھے جو پیکر انسانی میں آئے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں، فرشتوں کی حقیقت اور انسان اور فرشتہ میں باعتبار حقیقت کون افضل ہے، ان تمام امور پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع (۷) میں مفصل بحث کی ہے۔

اس آنے والے نے کہا یا محمد مجھ کو اسلام کے متعلق بتلائیے۔!

اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے، بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور مخاطب کرنا جائز ہے اور آپ کی امت کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا امت پر حرام کر دیا ہے، اس لیے یا محمد کہنا ناجائز ہے، البتہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا۔ (نور: ۶۳)

اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

مانعین کا استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب دعا کا معنی بلانا اور پکارنا ہو اور دعا کی رسول کی طرف اضافت، اضافت الی المفعول ہو، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو، اور اس آیت میں زیادہ ظاہر اور منظم قرآن مجید کے قریب ــــ یہ ترکیب ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو ایسا نہ قرار دو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو یا دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض نہ کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا حتماً قبول ہوتی ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت میں کئی ترکیبیں ہیں:

(۱)۔ مبرد اور قتیبی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیتے ہیں اور تم کو بلاتے ہیں، اس سے تم آپس میں بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کا حکم دینا فرض اور لازم ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد یہ ارشاد ہے:

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ

تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ (نور ۲۴: ۶۳)

اس سے ڈریں کہ انھیں کوئی آفت پہنچے، یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

(۲)۔ سعید بن جبیر نے یہ تفسیر کی ہے کہ جس طرح تم (عامیانہ انداز سے) ایک دوسرے کو ندا کرتے ہو اس طرح آپ کو ندا نہ کرو، بلکہ آپ کو (تعظیم سے پکارو) یا محمد، یا ابا القاسم نہ کہو، بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو۔

(۳)۔ آپ کو بلند آواز سے نہ بلاؤ، کیونکہ قرآن مجید میں ان لوگوں کی مدح کی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز پست رکھتے ہیں۔

(۴)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر کے اپنے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا (ضرر) سے ڈرو، کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، اس کی قبولیت حتمی ہے۔ [۱]

بعض علماء نے سعید بن جبیر کی تفسیر کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کہہ کر ندا کرنا منع ہے اور یا رسول اللہ کہہ کر ندا کرنا جائز ہے۔ اس کے چند محمل ہیں:

(ا)۔ آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا اس صورت میں منع ہے جب اس ندا سے آپ کو بلانا مقصود ہو جیسے ہم نام لے کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں، مطلقاً یا محمد کہنا منع نہیں ہے۔

(ب)۔ لفظ محمد کے دو اعتبار ہیں ایک لحاظ سے یہ آپ کا نام اور علم ہے جب اس لفظ سے آپ کا شخص کریم مراد ہو، اور ایک اعتبار سے یہ آپ کی صفت ہے اور سعید بن جبیر کی تفسیر کے مطابق لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام مراد لے کر یا محمد کہنا منع ہے، اور بہ حیثیت صفت کے یا محمد کہنا جائز ہے اور حضرت جبرائیل کا آپ کو یا محمد کہنا اسی صورت پر محمول ہے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں:

ویقال: حمد فھو محمد کما یقال: علم فھو معلم وھذا علم وصفۃ اجتمع فیہ الامران فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [۲]

کہا جاتا ہے اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے، جس طرح کہا جاتا ہے اس نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے لہٰذا یہ (لفظ محمد) علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے حق میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں۔

نیز علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

والوصفیۃ فیھما لا تنافی العلمیۃ وان معناھما مقصود۔ [۳]

محمد اور احمد میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان دونوں معنوں کا قصد کیا جاتا ہے۔

---

[۱]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲]۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۹۲، مطبوعہ المکتبۃ النوریہ الرضویہ فیصل آباد

[۳]۔ " " " " ، جلاء الافہام ص ۱۱۳ " " " "

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفي دون المعنى العلمي۔[1]

جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس سے لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) معنی کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی ملا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔[2]

(ج) لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہو، لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہار محبت اور ذوق و شوق سے محض آپ کے نام کا نعرہ لگانا مقصود ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم في الطريق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله۔[3]

(جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو) مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ نعرے لگا رہے تھے یا محمد، یا رسول اللہ، یا محمد یا رسول اللہ۔

حافظ ابن کثیر، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:

وكان شعارهم يومئذ يا محمداه۔[4]

اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمداہ کہنا تھا۔

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[5]

(د) لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد۔[6]

عبدالرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا پیر سُن ہو گیا، ایک شخص نے کہا اس کو یاد کرو، جو تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرت ابن عمر نے کہا یا محمد۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مدینہ پریس بجنور

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۰، مطبوعہ المطبعۃ الاثریہ لائل پور

یا محمد کہنے کے جواز پر سب سے واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی۔ [1]

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف محمد نبی رحمت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما!۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن نسائی اور متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ [2]

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمن مبارک پوری نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن خزیمہ، امام حاکم اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ [3]

امام ابو یعلی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر، ولیصلحن ذات البین ولیذھبن الشحناء ولیعرضن علیہ المال فلا یقبلہ ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبتہ۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ منصف امام، اور عادل حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں کی صلح کرائیں گے، بغض کو دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جائے گا وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر بخدا اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے، اور اس حدیث سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات پر استدلال کیا ہے۔ [5]

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعہ الفتاوی ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ سعودی عربیہ

[3] شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ احمد بن علی مثنی تمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[5] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیۃ ج ۴ ص ۳۴۹، ۲۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں:

بیہقی، امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی لاتقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ "یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو" اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و لہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ اوب سے تجاوز کرے۔ [1]

ہوسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جل مجدہ نے قرآن مجید میں سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہیں پکارا، مگر نہ احادیث قدسیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعزت یا محمد کے ساتھ خطاب کیا ہے اور ندا کی ہے۔ اور ہمارے نزدیک احادیث بھی حجت ہیں۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فقال الجبار یا محمد قال لبیک و سعدیک قال انہ لا یبدل القول لدی کما فرضت علیک فی ام الکتاب فکل حسنۃ بعشر امثالہا فھی خمسون فی ام الکتاب و ھی خمس علیک۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! آپ نے کہا میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں (نمازیں) فرض کی ہیں، تو ہر نیکی دس گنی ہے، لہٰذا ام الکتاب میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فلم ازل ارجع بین ربی و بین موسیٰ علیہ السلام حتی قال یا محمد انھن خمس صلوات کل یوم و لیلۃ۔ [3]

میں اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مسلسل آتا جاتا رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں۔

امام ترمذی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فاذا بربی تبارک و تعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت ربی لبیک قال فیم یختصم

اچانک میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الملأ الاعلی الحدیث قال ابو عیسی هذا حدیث صحیح سالت محمد بن اسماعیل عن هذا الحدیث فقال هذا صحیح۔ [1]

نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز امام ترمذی حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

قال اتانی ربی فی احسن صورة فقال یا محمد قلت لبیک ربی وسعدیک ... الحدیث [2]

میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین ترین صورت میں دیکھا میرے رب نے کہا یا محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں۔

یہ دونوں حدیثیں جامع ترمذی کے قدیم نسخوں کے متن میں درج ہیں، نور محمد نے اپنے ایڈیشن میں ان حدیثوں کو حاشیہ میں نسخہ کے عنوان سے درج کیا ہے۔ تحفۃ الاحوذی میں بھی یہ حدیثیں ترمذی کے متن میں درج ہیں۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس میں ہے:

اتانی ربی عز وجل اللیلة فی احسن صورة احسبه یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیما یختصم الملأ الاعلی - الحدیث۔ [3]

ایک رات کو یعنی خواب میں میرے پاس میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں آیا اور فرمایا یا محمد! کیا آپ (از خود) جانتے ہیں کہ ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

امام احمد عبدالرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

اتانی ربی عز وجل اللیلة فی احسن صورة قال یا محمد۔ [4]

آج رات میرے پاس میرا رب عزوجل بہترین صورت میں آیا اور فرمایا: یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے:

رایت ربی تعالیٰ فی احسن صورة فقال یا محمد۔ [5]

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا اس نے فرمایا یا محمد۔

امام ابن جوزی نے اس حدیث کو عبدالرحمٰن بن عائش کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں ہے:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، " " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] " " " ، مسند احمد ج ۴ ص ۶۶، " " " "

[5] امام ابو الفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

یا محمد! فیما یختصم الملأ الاعلی؟ (الی ان قال:) یا محمد! اذا صلیت فقل اللھم انی اسئلك الطیبات وترك المنکرات وحب المساکین وان تتوب علی واذا اردت فتنة فی الناس فتوفنی غیر مفتون۔ [1]

یا محمد! ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ (اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) یا محمد! جب آپ نماز پڑھیں تو یہ دعا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے اچھی چیزوں کے حصول اور بری چیزوں کے ترک کا سوال کرتا ہوں، اور مسکینوں سے محبت کا اور میری توبہ کی قبولیت کا اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ کے اٹھا لینا۔

امام ابن جوزی، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فاذا انا بربی عز وجل فی احسن صورة فقال یا محمد اتدری فیما یختصم الملأ الاعلی [2]

پس اچانک میرے سامنے میرا رب عزوجل حسین ترین صورت میں تھا اس نے فرمایا یا محمد! کیا آپ جانتے ہیں ملاء اعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟

امام ابن جوزی نے دیگر اسانید سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

علامہ زبیدی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام طبرانی اور امام حاکم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فیقال یا محمد ارفع راسك وقل یسمع لك وسل تعطه واشفع تشفع۔ [5]

پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اس حدیث کو امام مسلم [6] اور امام ابن ماجہ [7] اور امام احمد [8] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری، حضرت انس سے حدیث شفاعت روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

---

[1] امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹-۱۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹، " " " " "

[3] " " " " ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱-۲۰، " " " " "

[4] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۷۸-۷۷، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، " " " ، ۱۳۷۵ھ

[7] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

فاذا رایته وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء الله ان یدعنی ثم یقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه [1]

پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دیگا، پھر فرمائے گا یا محمد! کہیے آپ کی بات سنی جائے گی، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔

اس حدیث میں نحوی قواعد کے مطابق یا محذوف ہے۔

امام ابوعوانہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فیقول الله یا محمد ارفع راسك وقل تسمع واشفع تشفع [2]

اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے، کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام ابویعلیٰ حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:

فیدعنی ماشاء الله ثم قال لی: ارفع راسك یا محمد قل تسمع واشفع تشفع وسل تعطه [3]

پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر اٹھائیے کہیے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا۔

امام ابویعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما زلت اشفع الی ربی ویشفعنی حتی اقول: رب شفعنی فیمن قال لا الٰه الا الله، قال فیقول: لیست هذه لك یا محمد انما هی لی اما وعزتی وجلالی ورحمتی لاادع فی النار احدا او قال عبدا قال، لا الٰه الا الله [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے رب کی طرف مسلسل شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت قبول کی جاتی رہے گی، حتیٰ کہ میں کہوں گا اے میرے رب جنھوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے ان کے لیے میری شفاعت قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یا محمد! ان کی مغفرت کرنا تمہارا منصب نہیں ہے، ان کی (براہ راست) مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے،

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

مجھے اپنی عزت، اپنے حلم اور اپنی رحمت کی قسم میں دوزخ میں کسی ایسے شخص کو نہیں رہنے دوں گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ عسیبا یسکت به الناس فاوحی الله الیه: یا محمد لا تکسر قرون امتك فمازئی العسیب معه بعد۔[1]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی: یا محمد! اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں، اس کے بعد آپ کے پاس وہ شاخ نہیں دیکھی گئی۔

علامہ علی المتقی ہندی، نرسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الروح الامین جبرائیل عن اللہ عزوجل قال: یا محمد اکثر من صنائع المعروف فانها تقی مصارع السوء الحدیث۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا: یا محمد! بہ کثرت نیک کام کیا کریں، کیونکہ نیکیاں ناگہانی آفات سے بچاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی نصر بن باب ہے جس پر لوگ جھوٹ کی تہمت لگاتے ہیں، یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عیاض بن حمار المجاشعی ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذات یوم فی خطبته الا ان ربی اوانی ربی امرنی ان اعلمکم ما جهلتم علمنی یوم هذا فذکر الحدیث قال فقال یا محمد انما بعثتك لابتلیك وابتلی بك وانزلت علیك کتابا لا یغسله الماء

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دورانِ خطبہ فرمایا: سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جو چیزیں تم کو نہیں معلوم وہ تم کو بتلاؤں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے آج علم دیا ہے، پھر فرمایا: یا محمد! میں نے تم کو امتحان میں ڈالنے کے لیے مبعوث کیا ہے اور میں تمہاری وجہ سے (بھی) امتحان لوں گا، اور میں نے تم پر

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ

تقرأه ناشما ویقظان الحدیث [1]

ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو نیند اور بیداری میں پڑھتے ہو الحدیث۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل زوی لی الارض حتی رایت مشارقها ومغاربها واعطانی الکنزین الاحمر والابیض وان ملك امتی سیبلغ ما زوی لی منها واني سالت ربی عز وجل ان لا یهلکهم بسنة عامة وان لا یسلط علیهم عدوا من غیرهم فیهلکهم وان لا یلبسهم شیعا ویذیق بعضهم بأس بعض فقال یا محمد اذا اعطیت عطاء فلا مرد لہ انی اعطیتك لامتك ان لا یهلکوا بسنة عامة وان لا اسلط علیهم عدوا من غیرهم فیستبیحهم ولو اجتمع علیهم من اقطارها الحدیث [2]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتی کہ میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے ہیں، پس میری امت کی حکومت اس جگہ تک پہنچے گی جو مجھے دکھائی گئی، اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا ہے کہ وہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا نہ کرے اور ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرے جو ان کو ہلاک کر دے اور ان کو مختلف ٹکڑیوں میں تقسیم نہ کرے کہ وہ ایک دوسرے سے لڑتے رہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد جب میں کوئی چیز دیتا ہوں تو اس کو کوئی واپس لینے والا نہیں ہے میں نے آپ کی امت کے لیے یہ دعا قبول کر لی ہے کہ وہ عام قحط سے ہلاک نہیں ہوں گے اور میں ان پر کوئی دشمن جو ان کا غیر ہو مسلط نہیں کروں گا جو ان سب کو ہلاک کر دے، خواہ وہ تمام روئے زمین سے جمع ہوں۔ الحدیث۔

علامہ زبیدی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لی جبرائیل قال اللہ عز وجل یا محمد من آمن بی ولم یؤمن بالقدر خیرہ وشرہ فلیلتمس ربا غیری۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد جو شخص مجھ پر ایمان لایا ہو اور اچھی اور بری تقدیر پر ایمان نہ لایا ہو وہ میرے علاوہ کوئی اور رب تلاش کر لے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۸۱، " "

[3] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

یہ بیس احادیث قدسیہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا | امام بخاری حدیث

معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا:

یا محمد واللہ قد راودت بنی اسرائیل قومی علی ادنی من ھذا فضعفوا وترکوہ [1]

یا محمد! بہ خدا میں نے اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کیا ہے، وہ کمزور ہو گئے اور انھوں نے ان نمازوں کو ترک کر دیا۔

علامہ علی متقی، امام ابو نعیم اور امام ابن النجار کے حوالوں سے حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں:

فقال ابراھیم یا محمد مر امتک فلیکثروا من غراس الجنۃ فان ارضھا واسعۃ وتربتہ طیبۃ فقال محمد لابراھیم وما غراس الجنۃ فقال ابراھیم: لاحول ولا قوۃ الا باللہ [2]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا محمد! اپنی امت کو حکم دیں کہ جنت کے درختوں میں اضافہ کریں، کیونکہ اس کی زمین وسیع ہے اور اس کی مٹی پاکیزہ ہے، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا: جنت کے درخت کیا چیز ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں:

ولئن قام علی قبری فقال: یا محمد لاجیبنہ [3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر ندا کریں "یا محمد" تو میں اس کا جواب دوں گا۔

امام ابو یعلیٰ کی وہ روایت یہ ہے:

عن ابی ھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی ابن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ انصاف کرنے والے امام اور عدل کرنے والے حاکم ہونگے وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۴۹، ۲۳۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ

ولیذھبن الشحناء ولیعرضن علیہ المال فلا یقبلہ ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجیبنہ۔ [1]

کریں گے اور لڑنے والوں میں صلح کرائیں گے اور بغض کو دور کریں گے ان پر مال ضرور پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو قبول نہیں کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں "یا محمد" تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

ہم نے بیس مستند احادیث بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کی ہے، اور پانچ احادیث بیان کی ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کے یا محمد کے ساتھ ندا کے حوالے ہم نے پہلے بیان کر دیے ہیں۔ اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف اللہ بحیوۃ احد قط الا بحیوۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال تعالیٰ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون وحیاتك یا محمد۔

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی، سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ آیہ کریمہ میں فرمایا مجھے تیری جان کی قسم اے محمد۔ [2]

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے۔

ہم اس تعارض اور تسامح سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یہ ندا ادب اور احترام کے خلاف نہیں ہے، اگر ندا کرنا ادب اور احترام کے خلاف ہوتا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا، نداء کا معنی ہے منادی کو اپنی طرف متوجہ کرنا، ہم یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، ادب کے خلاف یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نام سے پکار کر بلایا جائے جیسے زید، عمرو کو نام لے کر بلاتے ہیں اور ایک تفسیر کے مطابق اسی کی قرآن مجید میں ممانعت ہے نیز "محمد" آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفت بھی سو اگر اس لفظ سے آپ کی صفت کا قصد کر کے ندا کی جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے اور کبھی ندا کسی کو یاد کرنے کے لیے بھی کی جاتی ہے لہٰذا یا محمد اگر بہ طور ذکر کہا جائے یا اظہار مسرت کے لیے نعرہ لگاتے ہوئے یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ کرام نے جو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جو یا محمد کہا تھا وہ سورہ نور کی آیت (۶۳) لا تجعلوا دعاء الرسول الخ سے منسوخ ہو گیا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یا محمد کہنے میں بے ادبی تھی تو کیا اس آیت کے نازل ہونے سے

---

[1] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۸، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی العیاذ باللہ جائز تھی؟ جب کہ اس آیت کے نزول کے بعد بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور تابعین عظام یا محمد کے ساتھ ندا کرتے رہے ہیں، اس مسئلہ پر مزید دلائل اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع کے شروع اور آخر میں کی ہے اس بحث کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنے کو مسلمان حرام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، صحابہ کرام، تابعین عظام، سلف صالحین اور اخیار امت کی اتباع کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

ارکانِ اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں توحید و رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر فرمایا، اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے ارکانِ اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان ارکان کا بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں فرض عین ہیں اور جہاد بعض احوال میں فرض عین ہے اور بعض احوال میں فرض کفایہ ہے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور جب کفار کسی مسلمان ملک کی سرحدوں پر حملہ کریں تو اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر اس مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہے جس کو مسلمانوں کا امیر جہاد کے لیے بلائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اسلام اور ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ان کے باہمی مفہوموں میں فرق کی تفصیل اور تحقیق ہم کتاب الایمان کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث میں ہے: حضرت جبرائیل نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو یقیناً دیکھ رہا ہے۔

مرتبۂ احسان کی تفصیل اور تحقیق

علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو احسان کے دو مرتبے بیان کیے ہیں ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کو دیکھ رہا ہو تو وہ عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان و آداب اور باطنی خضوع و خشوع میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کرے گا، اور انتہائی احسن اور اکمل طریقہ سے عبادات کو انجام دے گا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ ہر حال میں عبادت اس طرح کرو کہ گویا کہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان فرمایا ہے کہ احسان کے پہلے مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے دل پر معرفتِ الٰہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ مشاہدۂ حق میں اس طرح کھو جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ معرفت الٰہیہ کے اس مقام پر تو اگرچہ نہ ہو لیکن اس کے ذہن میں ہر وقت یہ بات حاضر ہے کہ اللہ تعالیٰ

اس کو دیکھ رہا ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی سالک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت کوئی مسلمان عبادت کرے تو اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور جب کسی مزدور کو یہ علم ہو کہ مالک اس کو کام کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے تو وہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا ــــ پس عابد بھی علم کی اسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

احسان کا پہلا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کاملین کا حصہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ نعمت ملنے کے وقت ان کی نظر نعمت پر نہیں منعم کی طرف ہوتی ہے، اس طرح مصیبت کے حال میں ان کی توجہ مصیبت پر نہیں ہوتی اور نہ اس کے اثرات یعنی رنج وملال ان کی طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ ان کی نظر مصیبت ڈالنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے سانپ گر پڑا تمام لوگ مسجد سے نمازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو پتا بھی نہ چلا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا لوگ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے۔ نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ ڈالا گیا۔ اور ان کو اس کا مطلقاً احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)۔

ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد انھوں نے قمیص کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قمیص کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قمیص کے نیچے زنبور (بھڑ) تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ڈنک لگائے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوج گیا تھا، شاگرد نے پوچھا جب زنبور نے پہلی مرتبہ کاٹا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں قرآن کریم کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق میں اتنا مدہوش تھا کہ اس تکلیف کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکا۔ (ہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ مصر)۔

بہر حال یہ نفوس قدسیہ مشاہدہ جمال ذات اور معرفت میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دنیا کی کسی بات یا جسمانی تکلیف کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، بھلا جب مخلوق کے حسن وجمال میں محویت کا یہ عالم تھا کہ مصر کی عورتوں نے جلوہ یوسف دیکھنے کے بعد لیموں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو جن نفوس قدسیہ کے سامنے تجلیات خالق بے حجاب ہوتی ہوں انھیں اپنا یا اپنے گرد وپیش کا کب احساس ہو سکتا ہے۔

اور احسان کا دوسرا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا یہ یقین رکھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ متوسطین حضرات کا مرتبہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر مشاہدہ ذات اور معرفت حق کے اس مرتبہ کو نہیں پا سکے تو کم از کم خضوع وخشوع اور اخلاص اور للہیت کا یہ مرتبہ تو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے کہ عین عبادت کے عالم میں یہ ذہن میں رکھیں کہ خود معبود ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ عابدین کے بہ اعتبار ایمان کے تین مراتب ہیں، ایک وہ شخص ہے جو عذاب کے خوف اور ثواب کی طمع سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایمان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو

عبادت کہتے ہیں دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودۃ کہتے ہیں اور احسان کے پہلے مرتبہ سے مراد اصحاب حق الیقین ہیں اور احسان کے دوسرے مرتبہ سے مراد اصحاب عین الیقین ہیں رہے ہم لوگ تو وہ ایمان کے تیسرے درجہ میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی، ہم وہ لوگ ہیں جو مرتبہ احسان کی دونوں قسموں سے عاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں مرتبہ احسان سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

اس حدیث میں ہے سائل نے کہا مجھے قیامت کے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا ذاتی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں، بعض علماء سلف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا یہ علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان علماء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کے عطا کیے جانے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قال القرطبی فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔[1]

علامہ قرطبی نے کہا جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے بغیر ان پانچ چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی[2]، علامہ احمد قسطلانی[3]، ملا علی قاری[4] اور شیخ عثمانی[5] نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی

کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس في الآية دليل على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره انه يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة نحو هذا والله اعلم۔[1]

بعض علماء نے کہا ہے کہ (سورۂ بنی اسرائیل کی) آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ احتمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو، اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا ہو، قیامت کے علم کے متعلق بھی علماء نے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔[2]

علامہ زرقانی المواہب کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقي الخمس المذكورة في آية ان الله عنده علم الساعة (نحو هذا) يعني انه علمها ثم امر بكتمها۔[3]

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتي علم الخمس ايضاً وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتم ذلك۔[4]

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷، ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۲ھ

ایضاً۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

ایضاً۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

الدنیا حتی اطلعه الله علی تلك الخمس ولكنه امره بكتمها۔[1]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمادیا لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

لم یقبض رسول الله صلی الله علیه و سلم حتی علم کل شیء یمکن العلم به۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ویجوز ان یکون الله تعالیٰ قد اطلع حبیبه علیه الصلوٰة والسلام علی وقت قیامها علی وجه کامل لکن لا علی وجه یحاکی علمه تعالیٰ به الا انه سبحانه اوجب علیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کتمه لحکمة ویکون ذلك من خواصه علیه الصلوٰة والسلام ولیس عندی ما یفید الجزم بذلك۔[3]

اور یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع وقت قیامت پر مکمل اطلاع دی ہو مگر اس طریقہ پر نہیں کہ اس سے علم الٰہی کا اشتباہ ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی حکمت کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کا اخفاء واجب کر دیا ہو اور یہ علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہو، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل حاصل نہیں ہوئی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه المخصوص وهو قیام القیامة احدا ثم قال بعده لکن من ارتضیٰ من رسول۔[4]

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مخصوص غیب یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راضی ہوتا ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

---

[1] علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵، ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ علاؤالدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ [1]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب ھھنا لیس للعموم بل مطلق او معین ھو وقت وقوع القیمۃ بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسل من الملئکۃ او البشر۔ [2]

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ ربط سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر مطلع فرمائے خواہ وہ رسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق آنست کہ در آیت دلیلے نیست بر آنکہ حق تعالیٰ مطلع نگردانیدہ است حبیب خود را صلے اللہ علیہ وسلم بر ماہیت روح بلکہ احتمال دارد کہ مطلع گردانیدہ باشد و امر نکردہ او را کہ مطلع گردد احد ایں قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز ایں معنی گفتہ اند الی ان قال و بے گوید بندہ مسکین خصہ اللہ بنور العلم والیقین و چگونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بہ حقیقت روح سید مرسلین و امام العارفین صلے اللہ علیہ وسلم کند و دادہ است او را حق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ مدی قطرہ ایست از دریائے از بیضائے فانہم و باللہ التوفیق۔ [3]

حق یہ ہے کہ قرآن کی آیت میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ جائز ہے کہ مطلع کیا ہو اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو نہ دیا ہو۔ اور بعض علماء نے علم قیامت کے بارے میں بھی یہی قول کیا ہے اور بندہ مسکین (اللہ اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ خاص فرمائے) یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے علم کی کیسے نفی کر سکتا ہے۔ وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات کا علم عطا فرمایا ہے اور تمام اولین اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا حقیقت ہے۔

سید عبدالعزیز دباغ عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امۃ الشریفۃ لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ ھذہ الخمس۔ [1]

کا علم کیسے مخفی ہوگا، حالانکہ آپ کی امت شریفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب

سورہ لقمان کی اس آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے:

ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت ط ان اللہ علیم خبیر۔

(لقمان: ۳۴)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی بارش نازل کرتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رحموں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ ہی جاننے والا، (جسے چاہے) خبر دینے والا ہے۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے، حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے روایت ہے کہ دیہاتیوں میں سے حارث بن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا، اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالنے ہیں، بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مونث، اور مجھے گذشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم تو ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا، لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔

---

[1] ۔ سید احمد بن عبد المبارک الاہریزمن کلام سیدی عبد العزیز دباغ ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ

اور یہ جو بعض روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا، وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے، لہٰذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیوب پر انبیاء، اولیاء، اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا ۝ الا من ارتضیٰ من رسول۔ (جن: ۲۶:۲۷)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اور بعض غیوب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر لیا، جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور نہ کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ (انعام: ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (بذات خود) انھیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انھی امور میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا، لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرما دیا، مثلاً خروج دجال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اسی طرح بعض اولیاء نے الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے، اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انھوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض میں شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ تندرست ہو گئے اور بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی، اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا، اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور سن بیان نہ فرمانے کا سبب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں بتلائیں، جب باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھنا

[1] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷، ص ۱۰۵-۱۰۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

مقصود تھا، اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کر بات ٹال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

باندیوں سے آقا پیدا ہونے کے شارحین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی، اس سے توہین آمیز سلوک کرے گی اور ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی باندیاں ہوں۔

قیامت کی علامتوں میں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صرف دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک باندیوں سے آقا کا پیدا ہونا، دوسری چرواہوں کا امیر و کبیر ہو جانا، دیگر احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کا خروج اور حضرت عیسیٰ اور مہدی کا ظہور، عورتوں کا عریاں لباس پہننا، نااہل لوگوں کا منصب امارت پر فائز ہونا ان کے علاوہ حضور نے مہینہ اور تاریخ بھی بتلائی محرم کا مہینہ اور دس تاریخ ہوگا دن بھی بتلایا کہ جمعہ کا دن ہوگا صرف سن نہیں بتلایا، کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک بچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لاتاتیکم الا بغتۃ۔ (اعراف: ۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا اچانک نہ رہتا اور قرآن جھوٹا ہو جاتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے مکذب نہیں مصدق بن کر آئے ہیں۔ پس حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے آپ نے عام علامتوں سے لے کر دن اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتلایا کہ وہ اجنبی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جس کا ذکر امام مسلم اسی باب کی پانچویں اور چھٹی حدیث میں کریں گے، مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اجنبی شخص کے جاتے ہی فرمایا اس کو واپس بلاؤ، صحابہ کرام فوراً مجلس سے اٹھ کر گئے لیکن انھیں وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتلایا کہ وہ آنے والا شخص جبرئیل تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو تین دن بعد معلوم ہوا، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور پھر تین دن بعد ان کو حضور سے پوچھنے پر معلوم ہوا ہوگا کہ وہ شخص جبرئیل تھے۔ [1]

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ بَيَانِ الصَّلَوَاتِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں

۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ بْنِ جَمِيلِ بْنِ طَرِيفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرُ الرَّأْسِ نَسْمَعُ دَوِيَّ صَوْتِهِ وَلَا نَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَصِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُ فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ قَالَ فَأَدْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس آواز کی گنگناہٹ سن رہے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ پوچھ رہا ہے کہ اسلام کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے، آپ نے فرمایا نہیں، البتہ تم نفلی نمازیں پڑھ سکتے ہو، اور ماہِ رمضان کے روزے، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور روزے بھی فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نفلی روزے رکھ سکتے ہو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ اور کوئی صدقہ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں، البتہ تم نفلی صدقہ کر سکتے ہو حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے کہہ رہا تھا بہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا اور نہ کمی۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

۹۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَبِيهِ إِنْ صَدَقَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اخیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

نفلی عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

حدیث نمبر ۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم نفلی نمازیں پڑھو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ استثناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہے لیکن تمہارے لیے نفل پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس کو استثناء متصل قرار دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جس آدمی نے نفلی روزہ یا نفلی نماز شروع کی، اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ [1]

فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نفلی عبادات مثلاً نماز یا روزے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل شروع کر کے اس کو توڑ دیا اور بعد میں اس کو قضاء نہیں کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا، اور قرآن مجید میں ہے:

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳) اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

اس لیے نفلی نماز اور نفلی روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت انا وحفصۃ صائمتین فعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ قال اقضیا یوما اخر مکانہ۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ (نفلی) روزے سے تھیں، ہمارے پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا تھا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا، آپ نے فرمایا: اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

اس حدیث کو امام مالک [3] اور امام احمد [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

قرآن مجید کی آیت کریمہ اور ان مستند احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نفلی نماز اور روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مذہب بھی قرآن اور حدیث

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۲۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور

[4] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۳، ۲۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے کی توجیہ اس حدیث میں ہے وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا بہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا نہ کمی، رسول [illegible] یا: اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

[illegible] فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامیابی کی جو بشارت دی ہے وہ اس شخص کے اس قول کی وجہ سے ہے "میں ان احکام میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کمی" اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ اگر کسی شخص نے نفلی عبادات زیادہ کیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہو گا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب صرف فرض اور واجب کی ادائیگی سے فلاح حاصل ہو جائے گی تو ان کے ساتھ مستحبات ادا کرنے سے بہ طریقہ اولیٰ فلاح حاصل ہو گی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس شخص نے یہ کیوں کہا کہ میں ان عبادات پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس حدیث میں تمام واجبات کا ذکر ہے نہ تمام منہیات کا اور مستحبات کا، اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں زیادہ وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے اس شخص نے کہا: بہ خدا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے اس میں میں کوئی اضافہ کروں گا نہ کمی، باقی رہے نوافل تو ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث نوافل کی مشروعیت سے پہلے کی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرض میں اضافہ کرنے سے اس کی مراد یہ ہو کہ مثلاً وہ ظہر کے فرض چار رکعت ہی پڑھے گا، پانچ رکعت نہیں پڑھے گا یا اس کی مراد یہ ہو کہ وہ دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھے گا، چھ فرض نہیں پڑھے گا، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف فرائض اور واجبات ادا کرے اور سنن اور نوافل اور مستحبات کو ترک کر دے، تب بھی اس کو نفس فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی اگرچہ فلاح کامل کے لیے سنن اور نوافل کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض روایات میں حج کا ذکر نہیں ہے، بعض میں روزے کا اور بعض میں صلہ رحمی کا، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں سے بعض چیزوں کا ذکر چھوٹ گیا، ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام فرائض اور واجبات بیان فرما دیے تھے۔ [1]

غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم حدیث نمبر ۹ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا!

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھانی ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "اس کے باپ کی قسم" یہ اہل عرب کے کلام اور ان کے عرف اور عادت کے مطابق ہے کہ وہ قسم کا ارادہ کیے بغیر اس قسم کے کلمات کہتے تھے اور آپ کا منع فرمانا قصد اور ارادہ سے غیر اللہ کی قسم کھانے پر محمول ہے یا جب کوئی شخص کسی آدمی کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ مشابہ کر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کے اس کی قسم کھائے، یا آپ کا یہ قسم کھانا پہلے کا واقعہ اور غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اس کا ایک یہ جواب بھی ہے کہ حانث ہونے کے قصد سے غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے اور اس کے بغیر جائز ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان

اس حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ نماز اسلام کا رکن ہے اور جیسا کہ دیگر احادیث میں بیان کیا گیا ہے، دن اور رات میں ہر مکلف پر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں، مکلف کی قید اس لیے ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت حیض اور نفاس کی مدت میں نماز کی مکلف نہیں ہے اور باقی احکام شرعیہ کی مکلف ہے، نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ امت کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ آپ کے حق میں بھی تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ [1]

وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہا احناف کے موقف پر دلیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی نماز واجب نہیں ہے اور عید کی نماز بھی واجب نہیں ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے اور علامہ ابوسعید اصطخری شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ [2]

علامہ نووی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے وتر کے وجوب کی نفی ہوتی ہے، اس حدیث میں فرض نمازوں کا ذکر ہے اور اس شخص نے یہ کہا کہ میں فرض نمازوں پر زیادتی یا کمی نہیں کروں گا، سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز فرض نہیں ہے، اس سے وتر کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز فرض نہیں واجب ہے اور وتر کے وجوب کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وتر فوت ہو جانے کی صورت میں اس کی قضا کرنے کا حکم دیا ہے اور قضا واجب کی ہوتی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن الوتر او نسیہ فلیصل اذا ذکر واذا استیقظ۔ [3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو وتر کی نماز جب یاد آئے یا بیدار ہو تو وہ اس کو پڑھ لے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ج ۱ ص ۳۰، " " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، " " " "

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ ابن زید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نام عن وترہ فلیصل اذا اصبح۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو جائے تو جب صبح ہو وتر پڑھ لے۔

رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے، نہ رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے، اور یہ اجماعی امر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا فرض، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، اظہر قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں تھا، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب تھا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو اس کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق واجب نہیں ہے۔ [2]

قضاء رمضان، کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل اور کفارۂ قسم کے روزے بھی فرض ہیں، قصداً رمضان کا روزہ توڑنے سے کفارے کے روزے بھی فرض ہیں، احرام میں ممنوعہ کام کرنے سے بھی روزے فرض ہیں، اور نذر کے روزے واجب ہیں، مالی صدقات میں روزہ کا فدیہ واجب ہے اور صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر کسی صدقہ کی نذر مان لی تو اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اس لیے علامہ نووی کا علی الاطلاق یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے نہ زکوٰۃ کے سوا اور کوئی مالی صدقہ واجب ہے۔

بَابُ السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

ارکان اسلام سے متعلق سوال

۱۰۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور حضور سے سوالات کرے اور ہم حضور

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلَهُ وَنَحْنُ نَسْمَعُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَتَانَا رَسُولُكَ فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَبِالَّذِي خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ آللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا وَلَيْلَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللَّهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِي أَمْوَالِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللَّهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي سَنَتِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَبِالَّذِي أَرْسَلَكَ آللَّهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَزَعَمَ رَسُولُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِنَّ وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ صَدَقَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ۔

کے جوابات سنیں ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) آپ کا قاصد ہمارے پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، اس نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے پوچھا زمین پر پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور باقی چیزیں زمین میں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو پیدا کیا، جس نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو اس میں نصب کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو رسول بنایا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے ہم پر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم میں سے جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے

آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی چلا گیا اور جاتے وقت کہہ رہا تھا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے نہ میں ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

۱۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنَّا يُهَيَّنُ لَنَا فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا اور باقی حدیث حسب سابق بیان کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات

اس باب کی حدیث نمبر ۱ میں ہے ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ (مائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو، جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار ہو۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بارگاہ نبوت کے آداب بتلائے ہیں کہ آپ سے غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات مت کرو، اور ان کی تحقیق کے درپے نہ ہو، کیونکہ اگر تم پر وہ امور ظاہر کر دیے گئے تو بعض اوقات وہ تم پر گراں گزریں گے، امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ سے بکثرت سوالات کیے گئے تو آپ نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا "تم آج مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا" یہ سن کر صحابہ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص اپنے کپڑے میں منہ چھپا کر رونے لگا، پھر ایک شخص اٹھا جس کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، اس نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے: ہم اللہ کو رب مان کر راضی ہیں، اور دین اسلام پر راضی ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ نیز امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا، جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں! اس

کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے استہزاءً سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا تھا میری اونٹنی کہاں گم ہو گئی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ (آل عمران: ۹۷)

لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ حج بیت اللہ کریں جو اس کے راستہ کی طاقت رکھتا ہو۔

تو صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ! کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے، آپ پھر خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے، تب آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناگوار ہو۔[1]

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے: آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم پر ہر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

اس حدیث میں روزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے زمانہ میں انجیکشن ایک تازہ ایجاد ہے، انجیکشن دوا کا بھی لگایا جاتا ہے اور گلوکوز کی صورت میں غذا کا بھی انجیکشن لگایا جاتا ہے، اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ خواہ کسی قسم کا انجیکشن لگایا جائے، وہ دوا کا انجیکشن ہو، جسمانی طاقت کا، یا جنسی طاقت کا، یا گلوکوز کی ڈرپ لگائی جائے یا کسی دوا کی ڈرپ لگائی جائے، کسی طریقہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک دوا یا غذا جوف معدہ یا جوف دماغ میں نہ پہنچے (ان کا کہنا ہے کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے جس کے ذریعہ دماغ سے معدہ میں غذا یا دوا منتقل ہوتی ہے) روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ غذا ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد گلوکوز بن جاتی ہے، اور اسی سے ہمارے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے لہٰذا جب منہ کے ذریعہ غذا گلوکوز بن کر ہمارے جسم میں پہنچ جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر براہ راست گلوکوز انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ ہمارے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح جب منہ سے دوا کھائی جائے تو وہ ہضم کے بعد ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بھی وہی فائدہ زیادہ سرعت اور زیادہ اثر انگیزی سے

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۶-۶۵۹ مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

حاصل ہوتا ہے، لہٰذا انجیکشن سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی روزہ دار شخص روزے کی حالت میں کسی اچانک تکلیف یا بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کے لیے اسلام میں روزہ توڑنے کی رخصت ہے بلکہ اس حالت میں اس پر روزہ توڑنا واجب ہے، کیونکہ اس کے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ اس جسم کو کسی طور سے بھی نقصان پہنچانے کا مجاز نہیں ہے، لہٰذا ڈاکٹر اس کے لیے انجیکشن لگانا تجویز کرے یا منہ سے کھانے کی دوا، اس پر لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کرے اور اس صورت میں تندرست ہونے کے بعد اس پر اس روزے کی صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، ان تمام امور پر ہم آگے چل کر تفصیل سے شرعی دلائل بیان کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے روزے کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے، پھر روزے کے مفسدات بیان کریں گے (وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔) پھر عقل، مشاہدہ اور تجربہ کی رو سے یہ استدلال کریں گے کہ انجیکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر احادیث صحیحہ سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد فقہاء کے ذکر کردہ جزئیوں سے اس پر استدلال کریں گے، پھر جوف معدہ اور دماغ کی قید اور منافذ اصلیہ کی شرط پر گفتگو کریں گے، پھر انجیکشن لگوانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ کریں گے، اور اخیر میں یہ بیان کریں گے کہ اگر کسی روزہ دار کو روزے کی حالت میں اچانک کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر اس کا علاج کرانے کے لیے روزہ توڑ دینا واجب ہے، خواہ اس علاج میں منہ سے کھانے والی دوا کھانی پڑے یا انجیکشن لگوانا پڑے اور اس کا روزہ نہ توڑنا کوئی تقویٰ یا پرہیز گاری نہیں ہے بلکہ شدید گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور آپ کے احکام کی سخت خلاف ورزی ہے، اور اس عذر کی بنا پر روزہ توڑنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ تندرست ہونے کے بعد صرف قضا لازم ہوگی۔

روزہ کے لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الصوم ترك الطعام والشراب والنكاح والكلام [1]

کھانے پینے، جماع اور کلام کے ترک کرنے کا نام روزہ ہے۔

عالمگیری میں ہے:

اما تفسيره فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بنية التقرب من الاهل كذا في الكافي۔ [2]

روزہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہو وہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے، کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دے۔

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ روزہ کی اہلیت کے لیے مسلمان اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے، عقل، بلوغ اور صحت روزے کی اہلیت کے لیے شرط نہیں ہیں، کیونکہ بچہ، مجنون اور بیمار کا روزہ بھی صحیح ہے[1]

روزے کے مفطرات اور مفسدات کا بیان

بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر صرف قضا لازم ہے اور بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صورۃً اور معنیً دونوں طرح مفطر ہو مثلاً منہ کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچانا، یا کسی عورت سے جماع کرنا اس سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور جو چیز صرف صورۃً مفطر ہو معنیً نہ ہو، مثلاً کاغذ، مٹی، کنکر، لوہے کا ٹکڑا یا پلاسٹک کا بٹن کھا لینا اس سے صرف قضا ہے کفارہ نہیں ہے، اور جو چیز صرف معنیً مفطر ہو صورۃً مفطر نہ ہو مثلاً کان میں تیل یا دوا ڈالنا کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے یا استمناء بالید کرنا کیونکہ اس سے معنیً شہوت پوری ہو جاتی ہے، اس سے بھی صرف روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما صوم رمضان فیتعلق بفساده حکمان احدهما وجوب القضاء والثانی وجوب الکفارة اما وجوب القضاء فانه یثبت بمطلق الافساد سواء کان صورة ومعنی او صورة لا معنی او معنی لا صورة وسواء کان عمدا او خطأ وسواء کان بعذر او بغیر عذر لان القضاء یجب جبرا للفائت فیستدعی فوات الصوم لا غیر والفوات یحصل بمطلق الافساد فتقع الحاجة الی الجبر بالقضاء لیقوم مقام الفائت فیجبر الفوات معنی واما وجوب الکفارة فیتعلق بافساد مخصوص وهو الافطار الکامل بوجود الاکل او الشرب او الجماع صورة ومعنی متعمدا من غیر عذر مبیح ولا رخص ولا شبهة الاباحة ونعنی بصورة الاکل و الشرب ومعناهما ایصال ما یقصد به التغذی او التداوی الی جوفه من الفم لان به یحصل

روزہ توڑنے کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں، ایک قضاء کا وجوب اور دوسرا کفارہ کا وجوب، روزہ توڑنے سے قضاء تو مطلقاً واجب ہے، خواہ صورۃً اور معنیً روزہ توڑے، یا صرف صورۃً یا صرف معنیً، عام ازیں کہ عمداً روزہ توڑے یا خطأً، عذر کی وجہ سے روزہ توڑے یا بغیر عذر کے، کیونکہ قضاء کسی فوت شدہ چیز کی تلافی کے لیے واجب ہوتی ہے، اس وجہ سے قضاء کے لیے صرف روزہ کا فوت ہونا کافی ہے، اور روزہ کا فوت ہونا اس کو مطلقاً توڑنے سے حاصل ہو جائے گا، اور کفارہ کا وجوب روزے کو مخصوص طریقہ سے توڑنے پر ہوگا اور وہ افطار کامل سے ہوگا، یعنی کھانا یا پینا یا جماع کرنا صورۃً اور معنیً دونوں طرح سے ہو اور عمداً اور بلا عذر ہو اس میں روزہ توڑنے کی رخصت کا کوئی عذر (سفر یا مرض) ہو نہ اس کا شبہ ہو، صورۃً اور معنیً مفطر ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ منہ کے

[1] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال ومعنى بصورة الجماع ومعناه ايلاج الفرج في القبل لان كمال قضاء شهوة الفرج لا يحصل الا به ولا خلاف في وجوب الكفارة على الرجل بالجماع۔ [1]

راستے پیٹ میں اس چیز کو پہنچانا جس سے دوا یا غذا کا قصد کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے مکمل طور پر پیٹ کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور صورۃً اور معنیً جماع سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں داخل کرے، کیونکہ اسی سے فرج کی شہوت کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہوتا ہے اور اس پر کفارہ کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (مرد اور عورت دونوں پر کفارہ واجب ہے)

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما لا يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة بخلاف ما اذا ادخله الدهن۔ [2]

اگر روزہ دار نے اپنے کان میں پانی ٹپکایا یا پانی خود چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں فاسد ہوگا، کیونکہ یہ صورۃً مفطر نہیں ہے (کیونکہ منہ سے نہیں پیا) اور نہ معنیً مفطر ہے (کیونکہ پانی کے چند قطروں سے اصلاح بدن نہیں ہوتی) اس کے برخلاف کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

يعني افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن لوجود صلاح البدن۔ [3]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح (منفعت) بدن حاصل ہوتی ہے۔

نیز علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ومن ابتلع الحصاة او الحديد افطر لوجود صورة الفطر ولا كفارة عليه لعدم المعنى۔ [4]

جس شخص نے لوہے یا کنکر کا ٹکڑا نگل لیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ عمل صورۃً مفطر ہے اور اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل معنیً مفطر نہیں ہے (کیونکہ یہ چیزیں دوا یا غذا نہیں ہیں)

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۹، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو انزل فیما دون الفرج فعلیہ القضاء ولا کفارۃ علیہ لقصور فی الجماع لوجودہ معنی ولا صورۃ۔ [1]

اگر کسی شخص نے عورت کے اندام نہانی کے بغیر اپنی منی خارج کی، تو اس پر روزے کی قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ناقص جماع ہے، معنیً جماع ہے اور صورۃً نہیں ہے

انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال

ہم مدہ کے ذریعہ اناج، سبزیوں، پھلوں، لحمیات اور چکنائی پر مشتمل جو غذا کھاتے ہیں اس میں مختلف حیاتین (VITAMINS) اور معدنی نمکیات (MINERALS) ہوتے ہیں۔ وٹامنز کے ذریعہ غذا مکمل طور پر ہضم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے، اس لیے انسان کی نشو ونما اور جسمانی ساخت کی خوب صورتی اور بقاء کے لیے وٹامنز ایک اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح معدنی نمکیات بھی انسان کی صحت اور بقاء کے لیے بہت ضروری ہیں، خون کی کمی دور کرنے کے لیے فولاد (IRON) کی ضرورت ہوتی ہے، ہڈیوں اور اعصاب کی کمزوری دور کرنے کے لیے اور فولاد کو جسم میں جذب کرنے کے لیے کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے کے لیے سوڈیم کی ایک خاص مقدار کی ضرورت ہوتی ہے۔

پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی (Paul Jay Friedman. M.D) لکھتے ہیں:

(۱)۔ وٹامن۔ اے (V.A) قوت بینائی میں مدد دیتا ہے اور جلد کی خوبصورتی برقرار رکھتا ہے۔ [2]

(۲)۔ وٹامن۔ بی۔ کمپلکس (V.B. Complex) جسم کی نشو ونما کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کی کمی سے اعصابی اجلدی اور ہاضمہ کا نظام صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، نیز اس کی کمی سے خون کی کمی (ANEMIA) ہو جاتی ہے۔ [3]

(۳)۔ وٹامن۔ سی۔ (ASCORBIC ACID) جسم میں فولاد کو جذب کرنے میں معاون ہے، اس کی کمی سے مسوڑھوں کی بیماری ہو جاتی ہے۔ [4]

(۴)۔ وٹامن۔ ڈی۔ (V.D) جسم میں کیلشیم کو جذب کرنے میں معاون ہے۔ [5]

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ کراچی۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۶، مطبوعہ میوزی لینڈ، بار سوم

[3] " " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۲-۴۷، " " " "

[4] " " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۵ " " " "

[5] " " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۸-۵۷، " " " "

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V.E) جسم میں چربی کے انہضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ حلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ [1]

(۶)۔ وٹامن۔ کے (V.K) اس کی کمی سے خون میں جمنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ [2]

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور لحمیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ہضم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں تیار ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر لیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت سست ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

یہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کمزور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گذرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف مؤثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجیکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہِ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

یہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گذرنے کے بعد مآل کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ ــــــ گلوکوز عام، معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD.A.HARVEY, PH.D) لکھتے ہیں:

ایک گرام گلوکوز سے ۳٫۷۴ کیلوریز (حرارے) حاصل ہوتی ہیں۔

This is equivalent to 3.74 Kcal/G of glucose. [3]

---

[1] پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیوکیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نیوزی لینڈ، بار سوم

[2] " " " ۔ بائیوکیمسٹری ص ۵۹، " " " "

[3] RICHARD.A. HARVEY, PH.D. LIPPINCOTTS PAGE 96-London/New York Sydney

خلاصہ یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا (گلوکوز) داخل کی جاتی ہے خواہ وہ انجیکشن رگ میں لگایا جائے یا مسلز میں لگایا جائے اور اس سے انسان کے بدن کو صلاح اور منفعت حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس کے دخول سے انسان کے بدن کو صلاح یا منفعت حاصل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کے دخول سے روزہ دار پر صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور ان کے زمانہ میں انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ انسان کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچانے کا کوئی تصور نہیں تھا، ان کے زمانہ میں صرف منہ یا ناک کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچائی جاسکتی تھی، اس لیے انھوں نے صرف اسی معروف طریقہ سے جسم میں دوا یا غذا پہنچانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، اور دوا یا غذا کے جوف معدہ میں پہنچنے کی قید انھوں نے اپنے اجتہاد سے اس لیے لگائی تھی کہ جب تک غذا یا دوا معدہ کے عمل ہضم سے گذر کر خون میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے منفعت اور صلاح حاصل نہیں ہوتی، اور جب یہ دوا یا غذا (گلوکوز) معدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ بہ راہ راست خون میں پہنچ جائے تو پھر بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے"، عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فاتيته بقرص فوضعه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذلك قبلة الصائم انما الافطار مما دخل وليس مما خرج رواه ابو يعلى [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی، آپ نے اسے منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

(۵)۔ وٹامن۔ ای (V.E) جسم میں چربی کے انہضام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ خلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، اعصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ [1]

(۶)۔ وٹامن۔ کے (V.K) اس کی کمی سے خون میں جمنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ [2]

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف سبزیوں، پھلوں، چکنائی اور لحمیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ہضم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں تیار ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلاء ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر لیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی روزمرہ کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت سست ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

یہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کمزور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گذرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف مؤثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجیکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہِ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

یہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گذرنے کے بعد مآل کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ _____ گلوکوز عام، معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD-A-HARVEY, PH.D) لکھتے ہیں:

ایک گرام گلوکوز سے ۳٫۷۴ کیلوریز (حرارے) حاصل ہوتی ہیں۔

This is equivalent to 3.74 Kcal/G of glucose. [3]

---

[1] پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیوکیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ نیوزی لینڈ، بار سوم

[2] " " " - بائیوکیمسٹری ص ۵۹، " " " "

[3] RICHARD.A. HARVEY, PH.D. LIPPINCOTTS PAGE 96-London/New York Sydney.

اسی طرح اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو چیز جسم سے خارج ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن عمداً منہ بھر کر قے کرنا اور حیض اور نفاس کا خروج اس کلیہ سے مستثنیٰ ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ذرعہ القی فلیس علیہ قضاء ومن استقاء عمدا فلیقض [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو از خود قے آجائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو عمداً قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنا نحیض عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نطہر فیامرنا بقضاء الصیام ولا یامرنا بقضاء الصلوٰۃ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہمیں حیض آتا تھا، پھر ہم حیض سے پاک ہوجاتے، آپ ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیتے تھے اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیتے تھے۔

نفاس بھی شرعاً حیض کے حکم میں ہے اس طرح اب یہ کلیہ ہے کہ عمداً منہ بھر کر قے کرنے، حیض اور نفاس کے علاوہ جو چیز بھی جسم سے خارج ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور سرمہ لگانے اور ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کے سوا جو چیز بھی جسم میں داخل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس حدیث میں دونوں جگہ لفظ "ما" عام ہے، اور جب عام سے معلوم اور متعین افراد مستثنیٰ ہوں تو وہ باقی افراد کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور باقی افراد میں اس کا عموم قطعی ہوتا ہے۔

اس حدیث کے قاعدہ کلیہ ہونے کی مزید وضاحت یہ ہے کہ فقہاء کرام نے اس حدیث سے حقنہ (انیما) کرانے، ناک میں دوا ڈالنے اور کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے پر استدلال کیا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

واذا احتقن او استعط او اقطر فی اذنیہ افطر لقولہ علیہ السلام الفطر مما دخل ولیس مما خرج [3]

جب روزہ دار نے حقنہ کرایا یا ناک میں دوا ڈلوائی یا کان میں دوا ڈلوائی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے، کسی چیز کے خارج ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۱۳۶، " " "

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علیٰ ہذا القیاس جب انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ کسی روزہ دار کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچایا جائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

اور عمداً منہ بھر کرتے کرنے کے متعلق علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

فان استقاء عمدا ملأ فيه فعليه القضاء لما روينا والقياس متروك به ولا كفارة لعدم الصورة۔ [1]

اگر کسی شخص نے عمداً منہ بھر کرتے کی تو اس پر قضاء ہے، اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور چونکہ یہ عمل صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد اسانید صحیحہ سے یہ حدیث وارد ہے کہ "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا" اور جوف معدہ یا جوف دماغ تک پہنچنے کی قید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی، یہ قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی تھی کیونکہ دوا یا گلوکوز کے خون میں شامل ہونے کا انحصار صرف معدہ کے عمل ہضم پر تھا، اور اب چونکہ انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ دوا اور گلوکوز کو معدہ کے عمل کی وساطت کے بغیر براہ راست خون میں داخل کیا جا سکتا ہے اس لیے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ اس سے صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک کسی بھی انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ جسمانی طاقت کا انجیکشن ہو، جنسی طاقت کا انجیکشن ہو، دوا کا انجیکشن ہو، گلوکوز کی ڈرپ ہو یا دوا کی، کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تو روزے میں کھانا پینا بند کر کے انسان کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کیا ہے اور اس کی حیوانی طاقت کو کم کیا ہے، اب ایک شخص روزہ رکھ کر گلوکوز کی ڈرپ لگوا کر توانائی اور روزے میں بحال رکھ سکتا ہے تو کیا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے شرعی نظام کو ناکام کرنے کی سعی نہیں کر رہا!

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله فقال عبد الله كنا مع النبي صلى الله عليه وسلم شبابا لا نجد شيئا فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی میں تھے، اور ہمارے پاس بالکل مال نہیں تھا، ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جوانو تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہو وہ شادی کر لے، کیونکہ اس سے نظر نیچی رہتی ہے

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۸، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

فانہ لہ وجاء۔[1] اور آدمی پاک دامن رہتا ہے اور جو شادی کرنے کی وسعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ اس کی جنسی طاقت کم کرے گا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روزوں سے جنسی طاقت کم ہوتی ہے اب فرض کیجئے ایک شخص روزہ رکھتا ہے اور روزوں میں جنسی طاقت کے انجکشن لگواتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات غلط ہوگئی، میں نے روزے رکھے اور میری جنسی طاقت میں کمی نہیں ہوئی۔ یہ نہایت قوی اشکال ہے اور اس کا صحیح جواب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ مان لیا جائے کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص سے کہا جائے کہ تم نے روزے رکھے ہی نہیں، کیونکہ انجکشن لگوانے سے تمہارا روزہ جاتا رہا۔ اس لیے اگر زبانِ رسالت کی تصدیق کرنی ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہی جزئیات سے استدلال

ہمارے قدیم فقہا اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجکشن ایجاد نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورۃً ہو یا معنیً اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجکشن کے ذریعہ معنیً دوا یا گلوکوز حاصل ہوتا ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشیء عند فوات رکنہ امر ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء کان صورۃ ومعنیً او صورۃً لا معنیً او معنیً لا صورۃً الخ۔[2]

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس چیز کا ٹوٹ جانا بدیہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا) کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ صورۃً اور معنیً ہو یا صرف صورۃً ہو معنیً نہ ہو یا صرف معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔

نیز فقہاء کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو اس سے روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

ولو اقطر فی اذنیہ الماء او دخلہما لا یفسد صومہ لانعدام المعنی والصورۃ بخلاف ما اذا ادخلہ الدھن۔[1]

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صورۃً مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنیً (اصلاح بدن) اس کے برخلاف کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ بدر الدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یعنی افطر اذا ادخل فی اذنیہ الدھن لوجود صلاح البدن۔[2]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح بدن حاصل ہو جاتی ہے۔

جدید طبی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی سوراخ نہیں ہے اور کان کا معدہ یا دماغ کی طرف کوئی منفذ نہیں ہے، اور جب کان میں تیل یا دوا ڈالی جائے تو وہ معدہ یا دماغ کی طرف نہیں پہنچتی، اس کے باوجود تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ جزئیہ بعینہٖ انجکشن سے روزہ ٹوٹنے پر دلیل ہے کہ جب انجکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچا دیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ وہ دوا معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے۔

نیز ہمارے فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آلۂ تناسل رگڑے اور اس کو انزال ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل معنیً جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے قضاء شہوت ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورۃً جماع نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ معدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے، اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو جامع امراتہ فیما دون الفرج فانزل او باشرھا او قبلھا او لمسھا بشھوۃ فانزل

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس

---

[1] علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۳ ص ۱۲۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

یفسد صومہ وعلیہ القضاء ولا کفارۃ علیہ وکذا اذا فعل ذلک فانزلت المرأۃ لوجود الجماع من حیث المعنی وھو قضاء الشھوۃ بفعلہ وھو المس۔[1]

کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہو گیا تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے) کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معدہ کا کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کے جسم میں منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دُبر) سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جاتے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معدہ کا کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔

اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کسی مصنوعی سوراخ سے بھی جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جسم میں دوا یا غذا پہنچنے کے لیے منفذ اصلی ضروری اور شرط ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

واما ما وصل الی الجوف او الی الدماغ عن غیر المخارق الاصلیۃ بان داوی الجائفۃ والآمۃ فان داواھا بدواء یابس لا یفسد لانہ لم یصل الی الجوف ولا الی الدماغ ولو علم انہ وصل یفسد فی قول ابی حنیفۃ وان داواھا بدواء رطب یفسد عند ابی حنیفۃ وعندھما لا یفسد ھما اعتبر المخارق الاصلیۃ لان الوصول الی الجوف من المخارق الاصلیۃ متیقن بہ ومن غیرھا مشکوک فیہ فلا تحکم بالفساد مع الشک ولابی حنیفۃ ان الدواء اذا کان رطبا فالظاھر ھو الوصول لوجود المنفذ الی الجوف فیبنی الحکم

جو چیز پیٹ یا دماغ میں منفذ اصلی کے بغیر (مصنوعی سوراخ کرنے سے) پہنچے بایں طور کہ پیٹ یا دماغ کے زخم پر دوائی لگائی جائے، تو اگر خشک دوا لگائی گئی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ پیٹ تک پہنچی ہے نہ دماغ تک، اور اگر یہ یقین ہو جائے کہ وہ دوا پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہے تو امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تر دوا لگائی ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بہر حال روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، صاحبین منافذ اصلیہ کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا یقینی ہے اور غیر منافذ اصلیہ سے پیٹ تک پہنچنا مشکوک ہے،

---

[1] ۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

علی الظاہر[1]

اس لیے نمک کے ساتھ روزے کے فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو دوا ترے اس کا پیٹ تک پہنچنا ظاہر ہے کیونکہ زخم کی وجہ سے پیٹ تک منفذ ہے اس لیے ظاہر حال کے اعتبار سے حکم لگا دیا جائے گا۔

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوا یا گلوکوز کو منفذ اصلی سے جسم میں پہنچایا جائے بلکہ اگر کسی مصنوعی سوراخ کے ذریعہ بھی دوا یا گلوکوز جسم میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ فقہاء کے نزدیک دوا یا غذا کا مطلقاً جسم میں پہنچنا مفسد صوم نہیں ہے، بلکہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کا جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنا ضروری ہے، تو اس کے متعدد جواب ہیں:

(ا)۔ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی ایسا سوراخ یا منفذ نہیں ہے جس سے تیل یا دوا معدہ یا دماغ تک پہنچ جائے۔ اول الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم میں دوا یا غذا جسم میں پہنچانے کے لیے منفذ اصلی ضروری نہیں ہے اور ثانی الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا معدہ یا دماغ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، صرف اصلاح بدن ضروری ہے اور ان دونوں جزئیوں سے یہ معلوم ہوا کہ انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو جسم میں پہنچا دیا جائے خواہ وہ معدہ یا دماغ تک نہ پہنچے تب بھی اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب)۔ فقہاء نے دوا یا غذا کے معدہ میں پہنچنے کی شرط اس لیے لگائی تھی کہ جب تک معدہ کے عمل ہضم کا مرحلہ نہ طے ہو اس وقت تک غذا گلوکوز بن کر خون میں شامل نہیں ہوتی، اور نہ ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اسی چیز کو فقہاء وصول کامل سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اور انجیکشن کا طریقہ دریافت نہیں ہوا تھا جس سے معدہ کی وساطت کے بغیر دوا یا گلوکوز کو براہ راست خون میں پہنچا دیا جائے، اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکوز کو خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت ہو گیا ہوتا تو وہ یقیناً اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگا دیتے۔

(ج)۔ انسانی جسم اور اس کے تمام اعضاء اور ان کی ساخت اور ان کے باہمی ارتباط کے بارے میں قدیم زمانہ میں اتنی معلومات نہیں ہو سکی تھیں، اب تو پوسٹ مارٹم کے ذریعہ انسانی جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک رگ و ریشہ کے متعلق صحیح معلومات مہیا ہو گئی ہیں جو مشاہدہ اور مطالعہ پر مبنی ہیں اور انسانی جسم کی ساخت کے متعلق قدیم فقہاء کے بعض نظریات کا غلط ہونا واضح ہو گیا ہے، اس لیے روزے کے جو احکام انسان کے بدن کی تشریح سے متعلق ہیں ان کو اب بھی قدیم فقہاء کی آراء کے مطابق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اس کی تفصیل ہم بیان کر رہے ہیں:

انسانی بدن کی تشریح کے مطابق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا

قدیم زمانہ میں فقہاء نے جو کچھ کہا وہ ان کے ظن اور تخمین پر مبنی تھا وہ ان کے محض قیاس اور اندازے تھے (اور وہ اس میں معذور تھے) اور موجودہ علم اور تحقیق سے ان کی کئی باتیں غلط ثابت ہو گئی ہیں، اس لیے اب علم اور تحقیق سے حقائق سامنے آنے کے باوجود اسی پرانی لکیر کو پیٹے جانا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے، مثلاً قدیم فقہاء نے کہا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ ہے اور دماغ سے چیز معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما اذا وصل الی الجوف فلا شك فیه لوجود الاکل من حیث الصورة وکذا اذا وصل الی الدماغ لانه له منفذا الی الجوف فکان بمنزلة زاویة من زوایا الجوف۔[1]

جب دوا یا غذا پیٹ میں پہنچ جائے تو فساد صوم میں کوئی شک نہیں کیونکہ صورۃ افطار پایا گیا، اسی طرح جب کوئی چیز دماغ میں پہنچ جائے (تو روزہ فاسد ہوگا) کیونکہ دماغ کا پیٹ کی طرف منفذ ہے اور دماغ پیٹ کے زاویوں (گوشوں، کونوں) میں سے ایک زاویہ (گوشہ، کونہ) ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی التحقیق ان بین الجوفین منفذا اصلیا فما وصل الی جوف الرأس یصل الی جوف البطن کذا فی النهایة والبدائع۔[2]

تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف معدہ کے درمیان منفذ اصلی (نالی) ہے تو جو چیز جوف دماغ میں پہنچتی ہے وہ پیٹ کے جوف میں پہنچ جاتی ہے اسی طرح نہایہ اور بدائع میں لکھا ہے۔

یہ بات تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے دماغ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور نہ دماغ پیٹ کا زاویہ ہے۔

اسی طرح قدیم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کان اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے اور کان سے کوئی چیز ڈالی جائے تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اسی طرح کان اور دماغ میں منفذ ہے اور کان میں پانی ڈالنے سے دماغ میں چلا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا خاض الماء فدخل اذنه لا یفسد

جب کسی شخص نے پانی میں غوطہ لگایا اور پانی اس

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

صومه وان صب الماء فيها اختلفوا فيه و الصحيح هو الفساد لانه موصل الى الجوف بفعله۔[1]

کے کان میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس نے خود کان میں پانی ڈالا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے فعل سے پانی کو پیٹ تک پہنچا رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلو دخل الماء في الغسل انفه او اذنه ووصل الدماغ لاشيء عليه۔[2]

اگر غسل کرتے وقت پانی ناک یا کان میں چلا گیا اور دماغ میں پہنچ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور یہ بات بھی تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے، کان میں ایک پردہ ہے اور اس میں کوئی سوراخ نہیں ہے، نہ کوئی منفذ ہے، جو چیز کان میں ڈالی جائے وہ کان ہی میں رہتی ہے، کان سے پیٹ میں جاتی ہے، نہ دماغ میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف میں یہ اختلاف ہے کہ پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ ہے یا نہیں؟۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

وقع عند ابي يوسف ان بينه وبين الجوف منفذا ولهذا يخرج منه البول و وقع عند ابي حنيفة رحمه الله ان المثانة بينهما حائل والبول يترشح منه۔[3]

امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ اور پیٹ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے، اسی لیے مثانہ سے پیشاب خارج ہوتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان مثانہ حائل ہے جس سے پیشاب مترشح ہو کر پیشاب کی نالی سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہو گیا کہ تشریح الابدان کے متعلق فقہاء کا علم صرف ظن، تخمین، قیاس اور اندازے پر مبنی تھا، انھوں نے اعضائے بدن کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لیے ان امور میں صحیح فیصلہ صحیح معلومات کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

وهذا ليس من باب الفقه اي فقه الشريعة بل يرجع الى معرفة فقه الطب۔[4]

اس چیز کا تعلق شریعت کی فقہ سے نہیں ہے، بلکہ طب کی فقہ سے ہے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی الہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کیونکہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب کا منتقل ہونا کسی فقیہ کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہ واقع میں ایک طریقہ ہے، اور اس کی معرفت علم طب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی شرط، قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور نہیں ہے، یہ شرط قدیم فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے لگائی ہے، اور اس شرط کا تعلق انسان کے اعضاء اور تشریحات بدن سے ہے، اور تشریحات بدن کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کے ذرائع اس دور میں میسر نہیں تھے، اس لیے اس سلسلہ میں ان کا اس وقت کا اجتہاد غیر معتبر اور غیر مستند ہے، نیز ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ معدہ کے عمل ہضم کے بعد ہی دواخون میں شامل ہوتی ہے اور معدہ میں ہضم ہونے کے بعد ہی غذا گلوکوز بن کر خون میں داخل ہوتی ہے، اس لیے قدیم فقہاء نے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اور اب جب کہ دوا یا گلوکوز کو معدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچا دیا جاتا ہے تو اس سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے اس روزہ کی صرف قضا لازم ہوگی اور اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد ہو گیا ہوتا تو وہ بھی یہی حکم دیتے، کیونکہ شریعت کی منشاء اور اس کا صحیح ادراک اور عرف عمدا ہماری بہ نسبت ان میں بہت زیادہ تھا۔

انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ

انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے پر بعض علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ مچھر، شہد کی مکھی، یا بھڑ کے ڈنک مارنے یا کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام جانوروں کے کاٹنے سے جسم کے اندر زہریلا مادہ اسی انداز سے داخل ہوتا ہے جس انداز سے انجیکشن لگانے سے داخل ہوتا ہے۔ اس پر یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انجیکشن بھی مفسد صوم نہیں ہے۔

یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

(۱) شہد کی مکھی، بھڑ یا کسی بھی زہریلے جانور کے ڈنک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اس سے احتراز کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور جس سے احتراز کرنا ممکن نہ ہو (اس کو عموم بلویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے) اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو دخل الذباب حلقه لم يفطره لانه لا يمكنه الاحتراز عنه۔[1]

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے:

وما ليس بمقصود بالاكل ولا يمكن

جس کا کھانا مقصود نہ ہو اور جس سے احتراز

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی

الاحتراز عنہ کالذباب اذا وصل الی جوف الصائم لم یفطرہ [1]

ممکن نہ ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً مکھی روزہ دار کے پیٹ میں چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ب)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر بے خبری سے ہو، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، مثلاً سگریٹ کا دھواں اس کے علم اور قصد کے بغیر ناک یا حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر سگریٹ کا دھواں خود کشید کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عالم گیری میں ہے:

ولو دخل حلقہ غبار الطاحونۃ او طعم الادویۃ او الدخان واشباہ ذلک لم یفطرہ [2]

اگر روزہ دار کے حلق میں چکی کے آٹے کا غبار، دواؤں کا ذائقہ یا دھواں یا اسی جیسی چیزیں (مثلاً مٹی کا غبار) چلی جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ج)۔ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

یعنی افطر اذا ادخل فی اذنیہ الدھن لوجود صلاح البدن [3]

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ولو اقطر فی اذنیہ الماء او دخلھما لا یفسد صومہ لانعدام المعنی والصورۃ [4]

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا از خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ یہ صورۃً مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنیً مفطر ہے، (کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی)

---

[1]۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2]۔ " " " فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۲۰۳، " " " "

[3]۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

[4]۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اس کے برخلاف بھڑ یا کسی بھی زہریلے کیڑے کے کاٹنے سے بہ طور انجیکشن جو زہریلا مادہ جسم میں داخل ہوتا ہے اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ اضرار بدن ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے اور دوا یا طاقت کے انجیکشن لگانے میں تین وجہ سے فرق ہے، بھڑ وغیرہ کا کاٹنا علم اور ارادہ کے بغیر ہوتا ہے، اس سے احتراز ممکن نہیں اور اس میں اضرار بدن ہے، اور دوا یا طاقت کے انجیکشن علم اور ارادہ سے لگوائے جاتے ہیں، ان سے احتراز ممکن ہے اور اس میں بدن کی اصلاح اور تقویت ہے، اس لیے بھڑ وغیرہ کے ڈنک لگانے پر انجیکشن کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

آیا روزہ دار مریض انجیکشن لگوائے یا نہیں؟

اس چیز کی وضاحت کے بعد کہ انجیکشن یا ڈرپ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی روزہ دار مریض کو اچانک روزے میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے لیے منہ سے کھانے کی دوا یا انجیکشن تجویز کرے تو اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق فوری علاج کرانا چاہیے، اور علاج نہ کرا کر بیماری کو برقرار رکھنا یا بیماری بڑھانا کوئی تقویٰ اور پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے کیونکہ ہم جسم کے مالک نہیں ہیں اور اس کو ضائع کرنے کا ہمیں اختیار ہے نہ اجازت، اس لیے روزہ میں لاحق ہونے والے مرض کا علاج کرانا لازم ہے اور اس روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اصل حکم (عزیمت) بھی مشروع فرمایا ہے، اور عذر کے وقت رخصت بھی مشروع فرمائی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے، اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم برخصة الله الذى رخص لكم۔ [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے اللہ کی ان دی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقبل رخصۃ اللہ کان علیہ من الاثم مثل جبال عرفۃ۔[1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کیا اس کو عرفات کے پہاڑوں جتنا گناہ ہوگا۔

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب ان تؤتی رخصہ کما یکرہ ان تؤتی معصیتہ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الی مکۃ فی رمضان فصام حتی بلغ کراع الغمیم فصام الناس ثم دعا بقدح من ماء فرفعہ حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل لہ بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رمضان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ روانہ ہوئے، آپ نے روزہ رکھ لیا جب آپ کراع الغمیم پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگا کر اسے اوپر اٹھایا حتیٰ کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے روزے پر برقرار ہیں، آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں! وہ نافرمان ہیں!!

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھٰذا محمول علی من تضرر بالصوم۔[4]

سفر میں روزہ رکھنا اس وقت گناہ ہے جب سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ومن کان مریضا فی رمضان فخاف

جو شخص رمضان میں بیمار ہو، اور روزہ پر برقرار

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] " " مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸، " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۶، " "

ان صام اذداد مرضه افطر وقضى (الى قوله) لان زيادة المرض وامتداده قد تفضي الى الهلاك فيجب الاحتراز عنه۔[1]

رہنا مرض میں اضافہ کا سبب ہو تو روزہ افطار کر لے اور اس روزے کی قضا کرے، کیونکہ مرض کا بڑھنا بعض اوقات ہلاکت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا واجب ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہاء سے یہ معلوم ہوا کہ جب مریض کے لیے روزہ پر برقرار رہنا مرض میں اضافہ اور درد اور تکلیف میں شدت کا سبب ہو تو اب روزہ کو توڑنا واجب ہے اور روزے کو برقرار رکھنا گناہ ہے، اس لیے ایک معقول اور مخلص ڈاکٹر مریض کو یہ بتائے کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی نہیں ہو، آپ نے سفر میں ضرر کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا تھا۔ اس لیے تم بھی افطار کرو، اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرو، اور یہ کہ رخصت پر عمل کرنا کار ثواب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسلام دین فطرت اور دین یسر ہے اس نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا، اس لیے ضرورت مند مریض روزے میں انجیکشن ضرور لگوائے، بلکہ کھانے کی دوا بھی کھائے اور اس ایک روزہ کی قضا کرے۔ اور یہ اس سے کہیں آسان ہے کہ انجیکشن لگوا کر بدن کی اصلاح بھی حاصل کر لے، اور اپنے نفس کو یہ فریب دے کہ وہ بدستور روزہ دار ہے! اور روزے کی قضا سے جان چھڑاتا ہے۔

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرۂ اختلاف اور بہ سبیل تنزل استدلال

جو علماء اس بات کے قائل ہیں کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے اور ہمارے اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر کسی بیمار آدمی نے روزے میں انجیکشن لگوایا تو ان کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس روزے کی قضا لازم ہے، اب دیکھیے شرعی تقاضے کو پورا کرنے، خوف خدا اور احتیاط کے اعتبار سے کون سا نظریہ زیادہ صحیح ہے آیا اس روزہ کی قضا کرنا یا قضا نہ کرنا؛ اگر بالفرض دوسروں کی رائے درست ہوئی اور پھر بھی اس روزے کی قضا کر لی گئی تو آخرت میں اس شخص کو ایک زائد روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا، اور اگر واقع میں ہماری رائے درست ہوئی اور روزہ دار نے روزے میں انجیکشن لگوا کر اس روزہ کی قضا نہ کی تو اس سے اس روزے کا مواخذہ ہوگا اور اگر اس نے اس روزہ کی قضا کر لی تو وہ بار عبادت سے بری الذمہ ہوگا، اس لیے ہر تقدیر پر اخروی فلاح ہمارے ہی نظریہ کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے اور انجیکشن لگوا کر روزہ کی قضا نہ کرنے والا اخروی مواخذہ کے خطرہ سے بہرحال دوچار رہے گا۔!

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

الفتاوی الاسلامیہ (ج ۱ ص ۸۹، ج ۵ ص ۱۷۵، مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ (ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸،

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۰۱، مطبوعہ کراچی

مطبوعہ بیروت) اور فتاویٰ نوریہ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۰۷، مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیائی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بہ طریق اولیٰ لگاتے، اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہوا کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچانے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ دریافت ہو گیا اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن متاخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا، دوربین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے، اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجیکشن کے ذریعہ بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین اکرم الاولین والاٰخرین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

باب ۳ بَيَانِ الْإِيمَانِ الَّذِي يَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا عَرَضَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِخِطَامِ نَاقَتِهِ أَوْ بِزِمَامِهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وُفِّقَ أَوْ لَقَدْ هُدِيَ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ فَأَعَادَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ دَعِ النَّاقَةَ۔

یہ ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا اور آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ وہ چیز بتلایئے جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر رک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو اس سوال کی من جانب اللہ توفیق ملی ہے، اس کے بعد آپ نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے کیا کہا تھا، اس شخص نے اپنا سوال دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور صلہ رحم کرو۔ (اب) اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو۔

۱۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَبُوهُ عُثْمَانُ أَنَّهُمَا سَمِعَا مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ایوب انصاری کی بعینہٖ یہی روایت ذکر فرمائی ہے۔

۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِينِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ تَعْبُدُ اللهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصِلُ ذَا رَحِمِكَ فَلَمَّا أَدْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَمَسَّكَ بِمَا أُمِرَ بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔

۱۵۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُھَیْبٌ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ اَعْرَابِیًّا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ قَالَ تَعْبُدُ اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَّتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ الْمَکْتُوْبَۃَ وَتُؤَدِّی الزَّکٰوۃَ الْمَفْرُوْضَۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا شَیْئًا اَبَدًا وَّلَا اَنْقُصُ مِنْہُ فَلَمَّا وَلّٰی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، دیہاتی نے کہا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِذَا صَلَّیْتُ الْمَکْتُوْبَۃَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ اَدْخُلُ الْجَنَّۃَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نعمان بن قوقل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں فرض نمازیں پڑھتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کام کرتا رہوں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَکَرِیَّاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ ابْنُ مُوْسٰی عَنْ شَیْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ وَاَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النُّعْمَانُ ابْنُ قَوْقَلٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِمِثْلِہٖ وَزَادَ فِیْہِ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ شَیْئًا۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت جابر کی یہی روایت ذکر کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ نعمان بن قوقل نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ان احکام پر کچھ زیادتی نہ کروں گا۔

۱۸۔ وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَۃُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَأَحْلَلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَلَمْ أَزِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا أَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مجھے یہ بتلایئے کہ اگر میں فرض نماز پڑھتا رہوں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کام کروں حرام سے بچوں اور ان کاموں پر کوئی اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا بہ خدا! میں ان احکام پر کوئی اضافہ نہ کروں گا۔

توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف

حدیث نمبر ۱۲ میں مذکور ہے: اس شخص کو من جانب اللہ توفیق ملی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں توفیق کا معنی ہے اطاعت کی قدرت کو پیدا کرنا اور خذلان کا معنی ہے معصیت کی قدرت کو پیدا کرنا۔ اسی حدیث میں ہے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اللہ کے شریک بنانے کا یہ معنی ہے کسی کو اللہ کے مساوی ماننا، یعنی کسی شخص کو واجب الوجود اس کی صفات کو مستقل اور قدیم اور اس کو عبادت کا مستحق ماننا۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

الاشراك هو اثبات الشريك في الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام [1]

شرک کرنا یہ ہے کہ کسی شریک کو واجب الوجود اور الٰہ مانا جائے جیسے مجوسی مانتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسے بت پرست مانتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ شخص ان احکام پر عمل کرے گا اور ان کو ہمیشہ کریگا، اور جنت میں داخل ہوگا۔ [2]

بَابُ بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِمِهِ الْعِظَامِ

اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ الْأَحْمَرَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسَةٍ عَلَى أَنْ يُوَحَّدَ اللّٰهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ فَقَالَ رَجُلٌ الْحَجِّ وَصِيَامِ رَمَضَانَ قَالَ لَا صِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ هٰكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یونہی سنا ہے۔

۲۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَسْكَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عُبَيْدَةَ السُّلَمِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللّٰهُ وَيُكْفَرَ بِمَا دُونَهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۲۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ يُحَدِّثُ طَاوُسًا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے سوال کیا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،

ابْنِ عُمَرَ اَلَا تَغْزُوْا فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الْاِسْلَامَ بُنِیَ عَلٰی خَمْسَۃٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ وَصِیَامِ رَمَضَانَ وَحَجِّ الْبَیْتِ۔

آپ فرمارہے تھے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔

الفاظ حدیث میں ردوبدل کرنے کی ممانعت

رمضان کے روزے ۲ھ کو فرض ہوئے اور حج ۹ھ کو فرض ہوا۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسلام کی پانچ بنیادیں بیان کرتے ہوئے رمضان کے روزے اور حج کا ذکر کیا اور جب ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے؟ تو فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور حدیث نمبر ۲۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر نے خود ان پانچ چیزوں کے بیان میں پہلے حج اور پھر رمضان کے روزوں کا ذکر کیا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

علماء کا اس کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کو رمضان سے مقدم کرنے پر کیوں انکار کیا جب کہ حضرت ابن عمر سے بھی اسی ترتیب سے روایت ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ یہ حدیث سنی، ایک بار آپ نے رمضان کو حج پر مقدم فرمایا اور دوسری بار حج کو رمضان پر، اور اسی طرح حضرت ابن عمر نے ان دو حدیثوں کو دو مختلف وقتوں میں روایت کیا، اور جب اس شخص نے اس حدیث کو دہرایا اور حج کا ذکر مقدم کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا تم بغیر علم کے اس روایت کی ترتیب نہ بدلو اور اس پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے، اور اس میں دوسری روایت کی نفی نہیں ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر کو دوسری روایت یاد نہ رہی ہو۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس شخص کو ٹوکا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حدیث سنی ہو اسی طرح روایت کرنا چاہیے۔ اس میں تقدیم و تاخیر کرنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِالْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَآئِعِ الدِّیْنِ وَالدُّعَآءِ اِلَیْہِ وَالسُّؤَالِ عَنْہُ وَحِفْظِہٖ وَتَبْلِیْغِہٖ مَنْ لَّمْ یَبْلُغْہُ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے احکام شریعت پر عمل کرنے ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم

۲۳- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ ھِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

زُبَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا هَذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيعَةَ وَقَدْ حَالَتْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَخْلُصُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَعْمَلُ بِهِ وَنَدْعُو إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَنَا قَالَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ فَقَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُقَيَّرِ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُزَفَّتِ وَقَالَ احْفَظُوهُنَّ وَأَخْبِرُوا بِهِنَّ مَنْ وَرَاءَكُمْ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اور ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں لہٰذا آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اور فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو خشک کدو کے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور اس برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں جس پر روغن قار (رال) ملا ہوا ہو، خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا تو اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

۲۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ كُنْتُ أُتَرْجِمُ بَيْنَ يَدَيِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَبَيْنَ النَّاسِ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ تَسْأَلُهُ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ إِنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ أَتَوْا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ الْوَفْدُ أَوْ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا رَبِيعَةُ قَالَ مَرْحَبًا بِالْقَوْمِ أَوْ بِالْوَفْدِ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا النَّدَامَى قَالَ

ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمانی کیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے حضرت ابن عباس سے گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں، ان لوگوں نے کہا ربیعہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو خوش آمدید ہو یہ لوگ یہاں شرمندہ اور نادم نہیں ہوں گے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بہت دور سے آئے ہیں۔ حضور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ

فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نَأْتِيكَ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ هٰذَا الْحَيَّ مِنْ كُفَّارِ مُضَرَ وَإِنَّا لَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَأْتِيَكَ إِلَّا فِي شَهْرِ الْحَرَامِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ فَصْلٍ نُخْبِرْ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلْ بِهِ الْجَنَّةَ قَالَ فَأَمَرَهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ قَالَ وَأَمَرَهُمْ بِالْإِيمَانِ بِاللهِ وَحْدَهُ وَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا الْإِيمَانُ بِاللهِ وَحْدَهُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَصَوْمُ رَمَضَانَ وَأَنْ تُؤَدُّوا خُمُسًا مِنَ الْمَغْنَمِ وَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ شُعْبَةُ وَرُبَّمَا قَالَ النَّقِيرِ قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ الْمُقَيَّرِ قَالَ احْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوا بِهِ مَنْ وَرَاءَكُمْ وَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي رِوَايَتِهِ مَنْ وَرَاءَكُمْ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ الْمُقَيَّرِ۔

مضر کے کفار حائل ہیں اس لیے ہم حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتے لہٰذا آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتا دیجئے جس کی تبلیغ ہم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی کریں اور ہم جنت میں داخل ہو جائیں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار سے روکا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدائے واحد پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تمہیں خدائے واحد پر ایمان لانے کا مطلب معلوم ہے؟ انھوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور ان کو خشک کدو سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھڑے اور روغن قار ملے ہوئے برتن کے استعمال سے روکا، شعبہ نے لکڑی کے برتن کا بھی ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان باتوں کو خود بھی یاد رکھو اور اپنے قبیلہ کے لوگوں تک پہنچا دو، ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں لکڑی کے برتن کا ذکر نہیں کیا۔

۲۵۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَقَالَ أَنْهَاكُمْ عَمَّا يُنْبَذُ فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَزَادَ ابْنُ مُعَاذٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ

امام مسلم اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کر کے یہ اضافہ ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس نبیذ سے منع کرتا ہوں جو کدو اور لکڑی کے برتن میں اور سبز گھڑے اور روغن قار ملے ہوئے برتن میں بنایا جاتا ہے، اور معاذ نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کے سردار سے کہا تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْأَشَجِّ أَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔

فرماتا ہے: سمجھ اور بردباری۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ لَقِيَ الْوَفْدَ الَّذِينَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا أَنَّ أُنَاسًا مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا حَيٌّ مِنْ رَبِيعَةَ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَكَ كُفَّارُ مُضَرَ وَلَا نَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي أَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمُرْنَا بِأَمْرٍ نَأْمُرُ بِهِ مَنْ وَرَاءَنَا وَنَدْخُلُ بِهِ الْجَنَّةَ إِذَا نَحْنُ أَخَذْنَا بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ أَعْبُدُوا اللهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا الْخُمُسَ مِنَ الْغَنَائِمِ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ قَالُوا يَا نَبِيَّ اللهِ مَا عِلْمُكَ بِالنَّقِيرِ قَالَ بَلَى جِذْعٌ تَنْقُرُونَهُ فَتَقْذِفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ تَصُبُّونَ فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا سَكَنَ غَلَيَانُهُ شَرِبْتُمُوهُ حَتَّى إِنَّ أَحَدَكُمْ أَوْ إِنَّ أَحَدَهُمْ لَيَضْرِبُ ابْنَ عَمِّهِ بِالسَّيْفِ قَالَ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ أَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ وَكُنْتُ أَخْبَأْتُهَا حَيَاءً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتادہ کہتے ہیں میں نے اس شخص سے حدیث سنی ہے جس نے اس وفد سے ملاقات کی تھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ قتادہ نے بیان کیا کہ انھوں نے ابونضرہ کے واسطہ سے حضرت ابوسعید خدری سے روایت بیان کی کہ عبدالقیس کے کچھ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار حائل ہیں اس لیے حرمت والے مہینوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں حاضری ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لہٰذا آپ ہم کو ایسا حکم دیجئے جو ہم اپنے قبیلہ تک پہنچائیں اور ہم خود بھی اس پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک مت بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو، اور چار چیزوں سے تم کو روکتا ہوں، ان کا استعمال مت کرو، خشک کدوؤں سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور روغن قار ملے ہوئے برتن۔ ان لوگوں نے عرض کیا حضور آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں! تم لکڑی کو کھوکھلا کر کے اس میں کھجوریں بھگو دیتے ہو، (راوی کو شک ہے کھجوریں فرمایا یا چھوہارے) اور جب اس کا کچا پانی جوش کھا کر ٹھہر جاتا ہے تو پھر

فَقُلْتُ فَفِيمَ نَشْرَبُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فِي أَسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يُلَاثُ عَلَى أَفْوَاهِهَا فَقَالُوا يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَرْضَنَا كَثِيرَةُ الْجُرْذَانِ وَلَا تُبْقِي بِهَا أَسْقِيَةُ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ وَإِنْ أَكَلَتْهَا الْجُرْذَانُ قَالَ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ۔

تم اس کو پیتے ہو جس کے نشہ کا یہ اثر ہوتا ہے) یہاں تک کہ تم میں سے ایک شخص اپنے چچا زاد کو تلوار سے قتل کر ڈالتا ہے۔ وفد میں سے ایک شخص تھا جس کو اسی وجہ سے زخم لگا تھا اور اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم کی وجہ سے اپنا زخم چھپا لیا ہوا تھا اس نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر ہم کس قسم کے برتنوں میں پیا کریں، آپ نے فرمایا چمڑے کی ان مشکوں میں پیو جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہمارے علاقہ میں چوہے بکثرت ہیں وہاں چمڑے کے مشکیزہ وغیرہ نہیں رہ سکتے، یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہی برتنوں میں پیو اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوہے کاٹ ڈالیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے سردار سے فرمایا تمہارے اندر دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے: سمجھ اور بردباری۔

۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ لَقِيَ ذَلِكَ الْوَفْدَ وَذَكَرَ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ وَتَدِيفُونَ فِيهِ مِنَ الْقُطَيْعَاءِ وَالتَّمْرِ وَالسَّمَاءِ وَلَمْ يَقُلْ قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ التَّمْرِ

امام مسلم نے قتادہ کی اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کیا جس میں کچھ لفظی تغیر ہے کھجوروں کو پانی میں ڈالنے کے لیے تذفون کی جگہ تدیفون کا لفظ ہے اور اس میں راوی سعید کا یہ قول بھی نہیں کہ "اس کو شک ہے کہ حضور نے کھجوروں کا ذکر کیا تھا یا چھواروں کا!"

۲۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو قَزَعَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وفد عبدالقیس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے کس قسم کے برتنوں میں پینا

اَنَّ اَبَا نَضْرَةَ اَخْبَرَهٗ وَحَسَّنَا اَخْبَرَهُمَا اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ لَمَّا اَتَوْا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ مَا دَا يَصْلُحُ لَنَا مِنَ الْاَشْرِبَةِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوْا فِي النَّقِيْرِ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ جَعَلَنَا اللّٰهُ فِدَاكَ اَوَتَدْرِيْ مَا النَّقِيْرُ قَالَ نَعَمْ الْجِذْعُ يُنْقَرُ وَسْطُهٗ وَلَا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْحَنْتَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُزَفَّتِ۔

ہمارے لیے جائز ہے، آپ نے فرمایا لکڑی کے برتنوں میں مت پیا کرو۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے آپ کو معلوم ہے لکڑی کا برتن کیسا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں لکڑی کو اندر سے کھود لیتے ہیں پھر فرمایا کدو کے برتن کو استعمال کرو نہ سبز گھڑے کو ان کی بجائے چمڑے کی ان مشکوں سے پیا کرو جن کا منہ بندھا ہوا ہو۔

حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۳ میں ہے: وفد عبد القیس نے کہا ہم صرف حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

حرمت والے مہینے چار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اور وہ یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب، تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آرہا تھا کہ انھوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے حج کے لیے خاص کر لیے تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ، قتل اور غارت گری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان سے بیت اللہ تک جائیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں، اس بنا پر ان مہینوں کو حرمت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

وفد عبد القیس کا مطلب بھی یہ تھا کہ چونکہ ان کی مضر کے کافروں سے آویزش رہتی ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے حرمت والے مہینوں کا وقت ہی مناسب تھا جب کافر بھی جنگ سے اپنے ہاتھ روک لیتے تھے۔

ان حرمت والے مہینوں میں مسلمانوں کو کفار سے ابتداءً جنگ کرنے سے روک دیا گیا تھا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ۔ (مائدہ: ۲)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ان مہینوں میں اب بھی کفار سے جہاد کرنا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے تابعین میں عطاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم ابھی باقی ہے اور مسلمان ان مہینوں میں کفار پر حملہ آور نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ان

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مہینوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ کریں اور ان سے مدافعت میں جنگ کی جائے۔ اور تابعین میں سے دوسرے بزرگ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے، کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ شرق و غرب میں پھیل چکی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لیے ان مہینوں کی حرمت مانع نہیں ہے کیونکہ جس وجہ سے ان مہینوں میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا وہ وجہ غیر عرب علاقوں میں نہیں پائی جاتی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصین فزاری کو محرم ۹ھ میں بنو تمیم پر حملہ کے لیے بھیجا اور سند صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیس محرم کو طائف کا محاصرہ کیا۔ اور محرم حرمت والے مہینوں میں سے ہے نیز علامہ آلوسی نے بیان کیا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے جواز پر اجماع ہو چکا ہے[1]

عنوان باب کی مطابقت حدیث شریف کے اسی جملہ سے ہے جس میں وفد عبدالقیس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کو احکام بیان فرمائیں تاکہ وہ ان احکام کی اپنے قبیلہ میں تبلیغ کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں احادیث کو یاد کرنے اور انھیں دوسروں تک پہنچانے کا رواج تھا اور یہ حجیت حدیث کی دلیل ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں لیکن پانچ چیزیں فرمائیں (۱) ایمان (۲) توحید (اللہ) کی گواہی (۳) نماز (۴) زکوٰۃ (۵) مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔ اس سوال کے کئی جواب دیے گئے ہیں جن میں سے زیادہ معقول جواب یہ ہے کہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا کوئی علیحدہ حکم نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کا ایک حصہ ہے۔

چار قسم کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے برتنوں میں نبیذ بنا کر پینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو گیا، جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو مشکیزوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں نبیذ بنا سکتے ہو لیکن اس کو نشہ آور کر کے نہ پینا۔ اس کے برخلاف صحابہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور ائمہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

نبیذ کا معنی انگور، جو یا کھجوروں کو اتنی دیر تک پانی میں رکھا جائے کہ اس میں کچھ مٹھاس پیدا ہو جائے یا ان چیزوں کو پانی میں ڈال کر معمولی جوش دیا جائے تو اس سے نبیذ بن جاتا ہے اس کا پینا جائز ہے۔ صحابہ کرام بالعموم نبیذ پیتے تھے لیکن اگر ان چیزوں کو پانی میں زیادہ دیر رکھا جائے حتی کہ پانی گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑنے لگے تو پھر یہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ خراب خالص ہے اس کا پینا حرام ہے اور یہ ناپاک ہے۔ خمر اور دیگر نشہ آور شرابوں کی تعریف اور ان کے احکام شرح صحیح مسلم جلد رابع اور جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ف: حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وفد عبد القیس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رجب ۹ھ میں حاضر ہوا تھا۔[1]

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ

توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی دعوت دینا

۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رُبَّمَا قَالَ وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَادْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (یمن کا حاکم بنا کر) بھیجا اور فرمایا تم بعض اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اس کو قبول کر لیں تو تم زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز نہ لینا اور مظلوم کی بد دعا سے بچنا، کیونکہ مظلوم کی بد دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

۳۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحَقَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ابْنِ إِسْحَقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ۔

امام مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا اور وہی ہدایات بیان کیں جو پہلی حدیث میں گذر چکی ہیں۔

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۱۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ صَيْفِيٍّ عَنْ أَبِي مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدِمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلِ كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ عِبَادَةُ اللهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤْخَذُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ فَإِذَا أَطَاعُوا بِهَا فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے سب سے پہلے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینا، جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ اس حکم کی تعمیل کر لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لے کر انھی کے فقراء میں تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اس کو مان لیں تو ان سے زکوٰۃ لینا لیکن ان کے بہترین مال سے تعرض نہ کرنا۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) خبر واحد کو قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۲) علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اپنی وفات سے بہت کم عرصہ پہلے یمن بھیجا تھا اور اس حدیث میں صرف دن اور رات میں پانچ نمازوں کی فرضیت کا ذکر ہے۔" علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ وتر فرض نہیں ہے، واجب ہے اور اس کے وجوب پر دلیل ہم باب: ۱ میں بیان کر چکے ہیں۔

(۳) سنت یہ ہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے پہلے انھیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی جانی چاہیے۔

(۴) جب تک کوئی شخص کلمہ شہادت نہ پڑھے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

(۵) دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔

(۶) ظلم بہت شدید حرام ہے اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام کو نصیحت کرے، ان کو اللہ سے ڈرائے اور شدت کے ساتھ ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر آخرت کے عذاب کو بیان کرے۔

(۷) زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو لینا حرام ہے، اسی طرح زکوٰۃ دینے والے پر خراب مال دینا حرام ہے بلکہ متوسط مال دینا اور لینا چاہیے۔

(۸) کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۹)۔ علامہ خطابی مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر والوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اغنیاء سے مال لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ ان کے فقراء کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور قتل اور زنا کی حرمت ایسے احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دینے کی دعوت دینا سو اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان پر پانچ نمازیں پڑھنا واجب نہیں ہے، یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ دنیا میں ان سے نماز پڑھنے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مطالبہ ہے، اور دنیا میں یہ مطالبہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہوں تاکہ ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب زیادہ کیا جائے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے میں اہمیت کے اعتبار سے تدریج کو اختیار فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا پہلے ان کو نماز کی دعوت دو جب اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ انسان صرف فرضیت نماز کا مخاطب ہے اور زکوٰۃ کا مخاطب نہیں ہے۔

آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

علامہ نووی نے کہا ہے کہ محققین اور اکثرین کا قول یہ ہے کہ کفار تمام احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں، عام ازیں کہ وہ احکام مامورات ہوں یا منہیات، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احکام فرعیہ کے مطلقاً مخاطب نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مامورات کے مخاطب ہیں اور منہیات کے مخاطب نہیں ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون۔
(بقرہ ۲۱)

اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید سے کہ تم کو تقویٰ ملے۔

قاضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اگرچہ کفار کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن یہ حکم کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے کا حکم، عبادت کی ابتداء کرنے اور عبادت میں زیادتی اور دوام کرنے میں مشترک ہے، پس کفار سے مطلوب یہ ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ وہ اللہ پر ایمان لاکر عبادت کو شروع کریں کیونکہ عبادت کی صحت ایمان لانے پر موقوف ہے اور جب کسی چیز کو واجب کیا جائے تو اس کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے اور جس طرح کسی شخص کا بے وضو ہونا اس پر نماز کے وجوب کے منافی نہیں، اسی طرح کسی شخص کا کفر اس پر عبادت کے وجوب پر منافی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایمان لاکر عبادت کو شروع کرے، اور مومنین سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور اس عبادت میں اور زیادتی کریں۔ [1]

علامہ محی الدین قوجوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا ایھا الناس میں تین فریقوں سے خطاب کرکے ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (ا) مومن مخلص (ب) کافر مظاہر (ج) منافق مداہن، کافر مظاہر کو جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مطلوب یہ ہے کہ پہلے تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کریں اور پھر عبادت کریں۔ کیونکہ عبادت کی شرط ایمان ہے اور کسی کام کا حکم اس کام کی شرط کے حکم کو بھی مستلزم ہوتا ہے جیسے بے وضو مسلمان کو نماز کا حکم نماز سے پہلے وضو کے حکم کو مستلزم ہوتا ہے اور مسلمان کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت پر برقرار رہے اور زیادہ عبادت کرے اور منافق کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دعوی ایمان میں اخلاص سے کام لے۔ لفظ عبادت ان تینوں معانی میں مشترک ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک لفظ مشترک سے بیک وقت متعدد معانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک بھی اشتراک معنوی جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے ایک عام معنی مراد لیا جائے اور تمام مختلف معانی اس کے افراد بن جائیں، سو یہاں مراد ہے عبادت کہ وہ عام ازیں کہ شرائط عبادت کے بعد ابتداء عبادت کرو، یا عبادت میں برقرار رہو، یا عبادت میں اخلاص لاؤ۔ [2]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

یہ اس بحث کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل اصول فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آیا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں، علامہ ابن ہمام نے "تحریر" میں لکھا ہے کہ محل نزاع یہ ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے آیا بغیر ایمان کے ان احکام کا مکلف کرنا صحیح ہے یا نہیں، مشائخ سمرقند نے یہ کہا ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے ان کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے، ایمان تمام عبادات میں اعظم اور تمام طاعات میں اصل ہے، لہٰذا اس سے کم درجہ کی طاعات میں ایمان کو شرط اور بالتبع قرار دے کر اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور مشائخ سمرقند کے علاوہ باقی تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ احکام فرعیہ کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ حق اعتقاد اور حق ادا دونوں اعتبار سے ایمان کا مکلف کرنا صحیح ہے یا احکام فرعیہ کا صرف اعتقاد کے اعتبار سے مکلف کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے اہل عراق کا اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ کفار کو احکام فرعیہ کے اعتقاد اور ان کے ادا کرنے دونوں کا مکلف کیا جائے گا، ان کے نزدیک کفار کو احکام فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی گناہ ہوگا اور فقہاء بخارا کا نظریہ یہ ہے کہ انھیں صرف احکام فرعیہ پر اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا، امام

---

[1] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ دار صادر بیروت

[2] علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجوی متوفی ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ص ۱۷۱-۱۷۸، مطبوعہ مکتبہ یوسفی دیوبند

ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ امام محمد کے قول میں فقہاء شافعیہ کے مختار پر دلالت ہے اور قرآن مجید کی اس آیت سے بھی بہ ظاہر اسی کی تائید ہے:

وویل للمشرکین ۝ الذین لا یؤتون الزکوٰۃ وھم بالاٰخرۃ ھم کافرون۔ (حٰمٓ السجدۃ، ۷-۶)

اور ہلاکت ہے مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

البتہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار عذاب اور معاملات کے مخاطب ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

کفار بھی عبادت کرنے کے حکم میں داخل ہیں اور ان کو جس طرح احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور کسی چیز کا حکم اس کے مقدمہ اور موقوف علیہ کا بھی حکم ہوتا ہے، اور یہ کہنا باطل ہے کہ ایمان عبادات کی اصل ہے، اگر احکام فرعیہ کے سبب سے ایمان واجب ہوا تو جو اصل تھا وہ بالتبع ہو جائے گا، کیونکہ یہ تب ہوتا جب ایمان اصالۃً اور استقلالاً واجب نہ ہوتا، اور تعجب ہے کہ مشائخ سمرقند پر یہ نکتہ کیسے مخفی رہا، فقہاء عراق اور فقہاء شافعیہ کے مذہب پر یہ آیات دلیل ہیں:

وویل للمشرکین ۝ الذین لا یؤتون الزکوٰۃ۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۷-۶)

اور ہلاکت ہے مشرکین کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔

ما سلککم فی سقر ۝ قالوا لم نک من المصلین ۝ ولم نک نطعم المسکین ۝ (مدثر، ۴۳-۴۲)

(جنتی مجرموں سے پوچھیں گے) تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی، وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکین کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

فقہاء بخارا کا مذہب یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں کسی جانب تصریح نہیں کی، لیکن امام محمد کے کلام میں اس پر دلالت ہے، امام اعظم نے اس لیے تصریح نہیں کی کہ دنیا میں اس اختلاف کا کوئی ثمرہ نہیں، کیونکہ جب وہ کافر ہیں تو ان کا احکام فرعیہ پر عمل کرنا محال ہے اور ایمان لانے کے بعد ان سے ان احکام کی قضاء کا مطالبہ نہیں ہوگا، اس اختلاف کا ثمرہ صرف آخرت میں ہوگا جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک آخرت میں کفار کو ان احکام پر اعتقاد نہ رکھنے اور عمل نہ کرنے دونوں وجہوں سے عذاب ہوگا، اور جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، صرف ان پر اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک کفار کو آخرت میں احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ [2]

بَابُ الْاَمْرِ بِقِتَالِ النَّاسِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

جب تک لوگ لا الہ الا اللہ نہ کہیں ان سے قتال کرنے کا حکم

---

[1] ۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[2] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ بِالْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللهِ لَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبائل مرتد ہو گئے (اور حضرت ابوبکر نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان و مال محفوظ ہے البتہ جس شخص نے احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی کی اس سے مواخذہ ہوگا۔ اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے، حضرت ابوبکر نے اس کے جواب میں فرمایا بہ خدا میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں فرق کرے گا، کیونکہ مال زکوٰۃ میں اللہ کا حق ہے۔ بہ خدا اگر یہ لوگ رسی کے اس ٹکڑے کو دینے سے بھی انکار کریں جس کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بہ خدا میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں حضرت ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے، اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ صحیح بات یہی ہے۔

---

۳۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَمَنْ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ پڑھ لیں، اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی تو اس سے مواخذہ ہوگا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ۔

۳۴۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ عَنِ الْعَلَاءِ ح وَحَدَّثَنَا اُمَیَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ یَعْقُوْبَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِهٖ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہ دیں اور میری رسالت کا اقرار نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور ان کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا۔

۳۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۳۶۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنِی ابْنَ مَهْدِیٍّ قَالَا جَمِیْعًا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ ثُمَّ قَرَاَ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے، البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے پھر آپ نے ایک آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) آپ محض لوگوں کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔

۳۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَیْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے

ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْہُ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّھَا وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔

جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نماز اور زکوٰۃ کو ادا نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جانیں اور اموال محفوظ ہیں البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۳۸ - وَحَدَّثَنَا سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ یَعْنِیَانِ الْفَزَارِیَّ عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَکَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَرُمَ مَالُہٗ وَدَمُہٗ وَحِسَابُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کلمہ پڑھا اور تمام باطل خداؤں کا انکار کیا اس کی جان اور مال محترم اور محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

---

۳۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنِیْہِ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ کِلَاھُمَا عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ وَحَّدَ اللّٰہَ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِہٖ۔

ابو مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو ایک مانا۔۔۔۔ اس کے بعد مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

حضرت ابوبکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان

حدیث نمبر ۳۲ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مرتدین عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ تھے جو دین اسلام سے بالکلیہ مرتد ہو کر اپنے پہلے کفر کی طرف لوٹ گئے تھے، انہی کے متعلق حضرت ابوہریرہ نے یہ کہا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کافر ہو گئے تھے، ان لوگوں میں دو گروہ تھے، ایک بنو حنیفہ میں سے مسیلمہ کذاب کے پیروکار تھے جنھوں نے اس کے دعوی نبوت کی تصدیق کی، اسی طرح یمن کے لوگ اسود عنسی کے ساتھی اور اس کے پیروکار تھے، یہ لوگ ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کیا، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مسیلمہ کو یمامہ میں ہلاک کر دیا اور عنسی کو صنعاء میں ہلاک کر دیا، ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنھوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا، نماز، زکوٰۃ

اور دیگر احکام شرعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے، اس وقت روئے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جارہا تھا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبدالقیس جو بحرین میں قریہ جواثا میں تھی۔

مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنھوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا، انھوں نے نماز کی فرضیت کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کیا، یہ لوگ درحقیقت باغی تھے، اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی، ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے، مگر ان کے سرداروں نے انھیں روک دیا، یہ بنو یربوع کے لوگ تھے، انھوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دینا چاہا، لیکن مالک بن نویرہ نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انھی میں تقسیم کر دیا، انھی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا تھا اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور بحث ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا، حضرت عمر نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شرعیہ کو تسلیم کرے گا، کیا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں؟ اسی طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے، حضرت عمر نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے قیاس سے استدلال کیا تھا، انھوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

مانعین زکوٰۃ کا شبہ مانعین زکوٰۃ میں سے بعض مرتدین تھے جنھوں نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کر دیا تھا اور بعض اصل دین پر قائم تھے، زکوٰۃ کی فرضیت مانتے تھے، لیکن امام کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنا صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے تھا:

خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها وصل عليهم ط ان صلوتك سكن لهم۔ (توبہ: ۱۰۳)

ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجیے جس کے ذریعہ آپ انھیں پاک اور بابرکت کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجیے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث تسکین ہے

مانعین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب یہ لوگ دراصل باغی تھے، لیکن ان کو بھی اس دور میں مرتد کہا گیا، اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ دین کے بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے میں یہ مرتدین کے ساتھ تھے یا ان پر مرتد کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا، کیونکہ یہ ادائیگی زکوٰۃ کے طریقہ سابقہ سے پھر گئے تھے، اور اس اعتبار سے یہ بھی مرتد تھے، باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا،

یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کئی قسم کے ہیں، (ا) خطاب عام (ب) وہ خطاب جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو، (ج) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور امت بھی اس میں آپ کے ساتھ شریک ہے، (د) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے، ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام

خطاب عام کی مثال یہ ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام۔ (بقرہ: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

یا یھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ۔ (بقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔

اور جو خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اس خطاب میں آپ کی امت شریک نہ ہو، اس کی یہ مثال ہے:

ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک۔ (بنو اسرائیل: ۷۹)

رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

وامراۃ مؤمنۃ ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المؤمنین۔ (احزاب: ۵۰)

اور مسلمان عورت اگر (بلا مہر) اپنے آپ کو نبی کے لیے ہدیہ کر دے سو اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

جو خطاب آپ کے ساتھ مخصوص ہو اس میں اس قسم کی خصوصیت کی علامات ضروری ہیں جیسی مذکور الصدر آیات میں ہیں اور جس آیت میں خطاب آپ کو ہو اور آپ کی امت بھی اس حکم میں شریک ہو اس کی مثال یہ ہے:

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے کے وقت (ظہر) رات کی تاریکی تک (مغرب اور عشاء)

فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ (نحل: ۹۸)

جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

بہر چند کہ ان آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن اس کا حکم آپ، اور آپ کی امت دونوں کو شامل ہے، اسی طرح خذ من اموالھم صدقۃ میں بھی خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن اس کے حکم میں آپ اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں، کیونکہ اس آیت میں آپ کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی علامت نہیں ہے، اور جب یہ حکم دونوں کو شامل ہے تو آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ احکام شرعیہ کے عالم ہیں اور آیات قرآن کے معانی اور مراد بیان کرنے والے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض مواقع پر صرف آپ کو خطاب کیا اور بعض مواضع پر پہلے آپ کو خطاب کیا اور پھر آپ کی امت کو خطاب کیا، تاکہ اس حکم پر عمل کرنے میں امت آپ کے عمل سے راہنمائی حاصل کرے، اس بنیاد پر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یا یھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن۔ (طلاق: ۱)

اے نبی! جب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انھیں طلاق دو۔

اور کبھی آیت میں خطاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فاسئل الذین یقرءون الکتاب من قبلک۔ (یونس: ۹۴)

تو (بالفرض) اگر آپ کو اس کلام میں شک ہو جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں، جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے میں شک ہو، اس لیے لامحالہ اس خطاب میں آپ سے مراد آپ کا غیر ہے۔

لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخاسرین۔ (زمر: ۶۵)

اگر (بالفرض) آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب عمل ضرور ضائع ہو جائیں گے اور ضرور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔

ولئن اتبعت اھواءھم من بعد ما جاءک من العلم انک اذا لمن الظالمین۔ (بقرہ ۱۴۵)

اور اگر (بالفرض) علم آنے کے بعد آپ نے ان (کافروں) کی پیروی کی تو بے شک اس وقت ضرور آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا شرک کرنا اور کافروں کی اتباع کرنا دونوں امر محال ہیں اس لیے لامحالہ ان آیات میں اگرچہ خطاب آپ کو ہے لیکن مراد آپ کے غیر ہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی آیت میں آپ کو خطاب ہونے (مثلاً خذ من اموالھم صدقۃ) سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ یہ بھی لازم نہیں ہے کہ اس خطاب سے آپ ہی کی ذات مقدسہ مراد ہو کیونکہ بعض اوقات اس خطاب سے آپ کا غیر مراد ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس خطاب میں امت بھی شریک ہوتی ہے وہ حکم آپ کے ساتھ اس وقت مخصوص ہوتا ہے جب کہ اس کی خصوصیت پر قرآن اور علامات ہوں جیسے ہم اس کی مثال بیان کر چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم قیامت تک کے تمام ائمہ مسلمین کو ہے اور ائمہ اور عاملین زکوٰۃ کے لیے مستحب ہے کہ وہ صدقہ دینے والے کے لیے حصول برکت کی دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

ضروریات دین کا انکار کفر ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان کو تم نے باغی قرار دیا ہے تو اگر آپ کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو ادائیگی کا انکار کر دے تو آیا اس کو باغی قرار دیا جائے گا یا مرتد؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اب زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اجماع مسلمین سے کافر ہے، اس زمانہ کے

لوگوں میں اور اب کے لوگوں میں فرق ہے، وہ لوگ نزولِ شریعت کے زمانہ کے قریب تھے جب احکام منسوخ ہوتے رہتے تھے، نیز وہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان کو احکام اسلام کا پورا پورا علم نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان شبہات کی وجہ سے معذور تھے، لیکن اب دین اسلام کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے، اور ہر خاص و عام کو زکوٰۃ کی فرضیت قطعیہ کا علم ہو چکا ہے، اس میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اب جس شخص نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اس کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو لامحالہ کافر قرار دیا جائے گا، اسی طرح پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، غسل جنابت کی فرضیت، زنا، شراب، قتل اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ، یہ امور ضروریات دین میں سے ہیں اور ان کے دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان کا علم شائع ہو چکا ہے، لہٰذا جس شخص نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر ہو جائے گا۔

حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جس طرح روایت کیا ہے اس میں کافی عبارت اور حدیث کے الفاظ محذوف ہیں اور ان الفاظ کے ذکر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر کو یہ شبہ لاحق ہوا، ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تمام الفاظ حدیث موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب وہ یہ کریں گے، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ جو اسلام کا حق ہوگا وہ لیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ یہ شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا ذبیحہ کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں، جب وہ ایسا کر لیں گے تو ان کا خون اور ان کا مال ہم پر حرام ہے، ہاں جان اور مال کا حق ان سے وصول کیا جائے گا اور ان کے لیے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے، جو مسلمان کے حقوق اور فرائض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پوری روایت مستحضر نہیں تھی ورنہ حضرت عمر کے اس اشکال کا جواب اس حدیث میں صراحۃً موجود ہے، اور حضرت ابوبکر کو بھی قیاس سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔

(۲)۔ "جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلماً ہاتھ کاٹا تو اس کے بدلہ میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔

(۳)۔ "ان کا حساب اللہ پر ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اگر کسی کا حق مار لیا اور اس کا پتا نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ پر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اکثر علماء کا یہی قول ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

(۴)۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا "اگر کسی شخص نے وہ عقال نہیں دی جس کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا" اس حدیث میں عقال کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا عقال سے مراد سالانہ زکوٰۃ ہے، بعض علماء نے کہا اونٹ کے گلے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوٰۃ میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے گلے کی رسی بھی دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رسیوں کی تجارت کرتا ہو تو زکوٰۃ کے حساب سے جو رسی نکلے وہ دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوٰۃ نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

(۵)۔ حضرت عمر نے بحث کے بعد حضرت ابوبکر کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی للّٰہیت کی علامت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے اور اس پر متکلمین کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے، انھوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنانِ اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخلی فتنے اٹھے ان کا بھی جرأت سے مقابلہ کیا، اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم پر بھی دلیل ہے انھوں نے دقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کیے جن میں کسی کو ان پر سبقت نہیں ہے اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے افضل ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں اہل علم کے مباحثہ اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں جہاد کے وجوب کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ جو شخص کلمہ پڑھ لے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

(۱۲)۔ احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ مالک ہے۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں قیاس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

(۱۴)۔ نماز، زکوٰۃ اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی شخص کسی حکم پر تھوڑا سا عمل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے فرمایا اگر یہ زکوٰۃ میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ دیں تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

(۱۵) اس حدیث میں عموم سے استدلال کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

(۱۶) باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔

(۱۷) پیش آمدہ مسائل میں علماء کو غور و فکر کرنا اور بحث مباحثہ کرنا چاہیے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینی چاہیے۔

(۱۸) مسائل فرعیہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو غلط نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے یہ نہیں کہا تم غلط کہتے ہو۔

(۱۹) اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

(۲۰) اس حدیث میں لا الہ الا اللہ پڑھنے پر ترک قتال کا بیان ہے، اس سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا کلمہ ہے اور یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے، یا اس لیے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا علم (نام) ہے، جیسے کہتے ہیں الحمد شریف پڑھو، یعنی سورہ فاتحہ پڑھو، یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے، یہ اختصار صرف حضرت ابوہریرہ نے کیا ہے۔[1]

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى صِحَّةِ إِسْلَامِ مَنْ حَضَرَهُ الْمَوْتُ مَالَمْ يَشْرَعْ فِي النَّزْعِ وَهُوَ الْغَرْغَرَةُ وَنَسْخِ جَوَازِ الْاِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ وَالدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقِذُهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ مِنَ الْوَسَائِلِ.

موت کے وقت غرغرہ موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت، مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر دلیل کہ شرک پر مرنے والا جہنمی ہے

۴۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سعید بن مسیب کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت ابوطالب کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا ایک بار لا الہ الا اللہ کہو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابوجہل اور

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۔۳۸، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

يَا عَمِّ قُلْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِيْدُ لَهُ تِلْكَ الْمَقَالَةَ حَتّٰى قَالَ أَبُوْ طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبٰى أَنْ يَّقُوْلَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔

عبداللہ بن ابی امیہ کہنے لگے اے ابوطالب کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلسل ابوطالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے رہے، بہرحال ابوطالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے میں اپنے باپ عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ خدا میں اس وقت تک تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) نبی اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں خواہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جب کہ ان کا جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت بھی نازل فرمائی: (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ اس میں ہدایت جاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے بخوبی واقف ہے۔

۴۱۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيْثَ صَالِحٍ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآيَتَيْنِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهِ وَيَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ وَفِيْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ مَكَانَ هٰذِهِ الْمَقَالَةِ الْمَرَّةَ فَلَمْ يَزَالَا بِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہی حدیث روایت کی مگر اس میں ان دو آیتوں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) کی موت کے وقت فرمایا آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں میں قیامت کے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ عِنْدَ الْمَوْتِ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَبٰى قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ الْاٰيَةَ۔

دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا لیکن ابوطالب نے انکار کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: انك لا تهدی من احببت۔

۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهِ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ لَوْلَا اَنْ تُعَيِّرَنِيْ قُرَيْشٌ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا حَمَلَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَيْكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) سے فرمایا آپ کلمہ پڑھ لیجیے میں قیامت کے دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ان باتوں سے عار نہ ہوتا کہ "ابوطالب موت سے ڈر کر مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی انك لا تهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاء۔

غرغرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔

غرغرہ موت اس وقت کو کہتے ہیں جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان اخروی معاملات کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

ولیست التوبة للذین یعملون السیات حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الآن ولا الذین یموتون وهم کفار۔ (نساء: ۱۸)

اور ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں جو (مسلسل) گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان کی (توبہ مقبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابوطالب نے اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش سے کافی باتیں کی تھیں۔

ابوطالب کی وفات ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابوطالب کی وفات ہوئی اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ، گیارہ دن تھی، ابوطالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا، ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حمل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے مدافعت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ بنوہاشم کا بائیکاٹ کریں گے، ان سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شعب ابی طالب میں ابوطالب اور بنوہاشم تین سال تک سخت تنگی میں محصور رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیفہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا خاتمہ شرک پر ہوا۔ سہیلی نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے جو اس باب میں مذکور ہیں، اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوتے تھے، اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، (یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام لانے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶)۔ سیدی غفرلہٗ اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مومن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔[1]

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ خدا میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی: نبی اور ایمان والوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۰ ملخصاً، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم ۔ (توبہ، ۱۱۳)

مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر ظاہر ہو چکا کہ وہ دوزخی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بخاری، امام مسلم، امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے مسیب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت اس کے پاس، ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے چچا! لاالہ الا اللہ کہو، میں اللہ کے نزدیک اس کلمہ سے حجت پکڑوں گا، ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا، اے ابوطالب! کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر لاالہ الا اللہ پیش کرتے رہے، اور ابوجہل اور عبداللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے، آخر میں ابوطالب نے کہا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے اور لاالہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارے لیے اس وقت تک مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابوطالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے، اور یہ سورت مدینہ میں آخر میں نازل ہوئی ہے، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے، علامہ داودی نے کہا یہ استبعاد خود مستبعد ہے، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی موت کے بعد اس کے لیے مسلسل استغفار کرتے رہے ہوں، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں، اس تاویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہو گا، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل کی، یہ معنی نہیں ہو گا، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فانزل میں فا سببیت کے لیے ہو گی نہ کہ تعقیب کے لیے، اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی عمدہ توجیہ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابوطالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے استغفار کرتے رہے، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس سورت کو بہ اعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو، بہرحال یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابوطالب کفر پر مرا اور یہی اہل سنت وجماعت کا معروف مذہب ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ہے کہ ابوطالب کے مرض الموت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لاالہ الا اللہ کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ اصرار ترغیب دی، ابوطالب نے کہا بہ خدا! اے بھتیجے اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر

ملامت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں صرف تمہاری خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابو طالب پر موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے ہونٹ ہل رہے تھے، انھوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اے بھتیجے! تم نے اسے جس کلمہ کو پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا (سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳) اس روایت سے اور ابو طالب کے جو اشعار حضور کی مدح میں مشہور ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابو طالب مومن تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار کی سند منقطع ہے، علاوہ ازیں ان اشعار میں ابو طالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، رہی یہ روایت تو یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے[۵]، علاوہ ازیں اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے نہیں سنا" باقی ابو طالب نے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے نسبی محبت کا نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار کے بعد بھی ابو طالب نے ایمان نہ لا کر آپ کو سخت اذیت بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابو طالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح مذمت نہ کی جائے جس طرح ابو جہل اور دیگر کفار کی مذمت کی جاتی ہے۔ [۱]

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے لیے استغفار کی ممانعت میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔ [۲]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث کے حوالے سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا ہے۔ [۳]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔ [۴]

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۳] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[۴] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۷۳-۲۷۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[۵] امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباس جو اس حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ابو طالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا! وہ آپ کی مدافعت کرتا تھا! آپ نے فرمایا ہاں! وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ ضعیف روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔ (دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۶)

نیز قرآن مجید میں ہے:

انك لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء ۔

(قصص: ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں، حقیقۃً ہدایت نہیں دیتے، حقیقۃً ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔)

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بکثرت احادیث کے حوالوں سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ زجاج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے بنو عبد مناف کی جماعت! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، اور ان کی تصدیق کرو، تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے، ابوطالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں! ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ کہا جائے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے ہو، لیکن میں عنقریب عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف کی ملت پر جان دوں گا۔ [3]

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردویہ، اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الٰہ الا اللہ کہیے، میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ملامت کا خدشہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

---

[1] ۔ حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۲-۲۹۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

انك لا تهدی من احببت ولکن اللہ یهدی من یشاء۔ بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے اسلام لانے کے لیے شدید اصرار کیا، امام ابن مردویہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے (علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱)۔

ابوطالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف فیہ ہے، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ ابوطالب اسلام لے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے، اور ابوطالب کے اکثر قصائد اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ علماء شیعہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے تاہم ابوطالب کے اسلام نہ لانے کے قول کے باوجود ابوطالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یاوہ گوئی کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے علویین کو ایذاء پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء پہنچے۔ [1]

قرآن مجید میں ہے:

وھم ینھون عنہ وینئون عنہ۔ (انعام: ۲۶) اور وہ لوگوں کو (انھیں ایذاء پہنچانے سے) روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔ [2]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ [3]

اور امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطاء اور مقاتل نے یہ کہا کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا، اور آپ کے دین کی اتباع نہیں کرتا تھا لیکن قول اول حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ [4]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۰ ص ۱۱۰-۹۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۴۰۸-۴۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

[3] حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۴۱، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیرہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابی حاتم، امام ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے، کفار لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے لوگوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے، لیکن امام رازی نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ تمام آیات متقدمہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء رسانی سے روکنا مذموم نہیں ہے۔ [1]

امام رازی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذاء رسانی سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون۔ (البقرہ ۲:۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذاء رسانی سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انعام کی ان تین آیتوں میں ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پوچھے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابو طالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور یہی اہل سنت و جماعت کا مختار ہے، بلا ضرورت اور بلا وجہ ابو طالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار قریش کی طرح ابو طالب کو برا کہنا چاہیے کیونکہ بہر حال ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش، آپ کی حفاظت اور آپ کی مدافعت کی ہے اور نسبی قرابت اور ابو طالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابو طالب کو مسلمان کرنے کی کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابو طالب کے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷، ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ناسعید بن المسیب عن ابیہ انہ اخبرہ انہ لما حضرت اباطالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد عندہ ابا جھل بن ھشام وعبد اللہ بن ابی امیۃ بن المغیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ اشھد لک بھا عند اللہ فقال ابوجھل و عبد اللہ بن ابی امیۃ یا اباطالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضھا علیہ ویعودان بتلک المقالۃ حتی قال ابوطالب اٰخر ما کلمھم بہ ھو علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ لاستغفرن لک ما لم انہ عنہ فانزل اللہ فیہ ما کان للنبی الاٰیۃ [1]

سعید بن مسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کو موت آنے لگی تو اس کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ نے وہاں ابو جہل بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے کہا: اے چچا! کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھیے میں قیامت کے دن اس کلمہ کی آپ کے لیے شہادت دوں گا، ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابو طالب کیا تم عبد المطلب کی ملت سے اعراض کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلسل ابو طالب پر کلمہ پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابو طالب نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب[5] کی ملت پر ہے، اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا! میں آپ کے لیے اس وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: نبی اور مومنین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اس حدیث کو امام مسلم[2] امام نسائی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸ - ۱۸۱ ج ۲ ص ۶۷۴، ۶۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی

[5] حضرت عبد المطلب عہد فترت میں تھے، یہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، ثانیاً بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء کا موحد اور مومن ہونا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں اس لیے ابو طالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ حدیث مسند[1] احمد اور دلائل النبوت[2] میں بھی موجود ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعمه قل لا اله الا الله اشهد لك بها یوم القیامة قال لولا ان تعیرنی قریش یقولون انما حمله علی ذلك الجزع لاقررت بها عینك فانزل الله تعالی انك لا تهدی من احببت ولكن الله یهدی من یشاء[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دونگا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے صبری کی وجہ سے مسلمان ہوگیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کر دیتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یافتہ نہیں کرسکتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی[4] اور امام احمد[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن عبد المطلب قال للنبی صلی الله علیه وسلم ما اغنیت عن عمك فانه كان یحوطك ویغضب لك قال هو فی ضحضاح من نار ولولا انا لكان فی الدرك الاسفل من النار[6]

حضرت عباس بن عبدالمطلب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چچا سے کس عذاب کو دور کیا؟ وہ آپ کی طرف سے مدافعت کرتے تھے آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے آپ نے فرمایا: وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۲۳-۳۲۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱-۴۳۴، ج ۵ ص ۳۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلمؒ[1]، امام احمدؒ[2]، امام ابو یعلیٰؒ[3] اور امام بیہقیؒ[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وذکر عندہ عمہ فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیامۃ فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیہ یغلی منہ دماغہ[5]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے سنا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

اس حدیث کو امام مسلمؒ[6]، امام احمدؒ[7] اور امام بیہقیؒ[8] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اھون اھل النار عذابا ابو طالب وھو منتعل بنعلین یغلی منھما دماغہ[9]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے کم درجہ کا عذاب ابو طالب کو ہو گا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

اس حدیث کو امام احمدؒ[10] اور امام بیہقیؒ[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲، ج ۳ ص ۵۵، ۱۵۰، ۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۲ ص ۳۹۹ - ۱۲۵، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۴۰۴ھ

[4] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[7] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۵۵، ۱۵۰، ۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[8] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[9] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[10] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[11] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اھون اھل النار عذابا یوم القیمۃ رجل اخمص قدمیہ جمرتان یغلی منھما دماغہ کما یغلی المرجل بالقمقم [1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا قیامت کے دن دوزخ میں سب سے کم عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کے پیروں کے تلووں میں دو انگارے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جس طرح پیتل کی دیگچی میں پانی کھولتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام ترمذی [3]، اور امام دارمی [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ [5]، حضرت ابوسعید خدری [6] اور حضرت نعمان بن بشیر [7] رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن علی قال قلت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عمک الشیخ الضال قد مات فمن یواریہ قال اذھب فوار اباک [8]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ کا بوڑھا گمراہ چچا فوت ہوگیا اس کو زمین میں کون دفن کرے گا؟ آپ نے فرمایا جاؤ، اپنے باپ کو زمین میں دفن کردو۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد [9]، امام ابن ابی شیبہ [10] اور امام بیہقی [11] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۹، ۴۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] " " مسند احمد ج ۳، ص ۷۸، ۱۳

[7] " " مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۴، ۲۷۱

[8] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[10] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[11] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۳۴۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

عن علی رضی اللہ عنہ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان ابا طالب مات فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فواره فقال انہ مات مشرکا فقال اذھب فواره فلما واریتہ رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اغتسل۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو طالب فوت ہو گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاکر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا جاکر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کر کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

اس حدیث کو امام بیہقی[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال لما مات ابو طالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمك الشیخ الکافر قد مات الحدیث۔[3]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس فی قول اللہ عز وجل: (وھم ینھون عنہ وینئون عنہ) قال نزلت فی ابی طالب کان ینھی المشرکین ان یؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتباعد عما جاء بہ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت: "اور وہ لوگوں کو (اللہ کے) ایذاء پہنچانے سے منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں" ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا، اور آپ کے لائے ہوئے دین سے دور رہتا تھا۔

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف

قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۰۳، ۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ج ۳ ص ۳۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی روشنی میں مذاہب اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے عمداً ان تمام تصریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہمارے لیے یہ کوئی خوشگوار موضوع نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے، لیکن تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہا، یہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی ابولہب اور ابوجہل کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعث رنج ہے جتنی اہل بیت کے لیے ہے، اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبت اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قطعی طور پر داخل ہوگا

۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس ایمان پر مرا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

---

۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنِ الْوَلِيدِ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ سَوَاءً.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عثمان کی یہی روایت بیان کی ہے۔

---

۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ ابْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتّٰى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهَا قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَآءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهٖ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاتِهٖ قُلْتُ وَمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰى قَالَ كَانُوْا يَمُصُّوْنَهٗ وَيَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَآءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتّٰى مَلَاَ الْقَوْمُ اَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فِيْهِمَا اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(غزوۂ تبوک) میں جا رہے تھے کہ زادِ راہ ختم ہو گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ ذبح کر دیے جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش آپ لوگوں کے بچے کھچے کھانے کو جمع کر کے اس پر برکت کی دعا فرمائیں! حضور نے ایسا ہی کیا۔ پھر جس شخص کے پاس گندم تھا وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ مجاہد نے کہا اور جس کے پاس گٹھلیاں تھیں، وہ گٹھلیاں لے آیا۔ راوی نے کہا میں نے مجاہد سے پوچھا کہ گٹھلیوں کا وہ لوگ کیا کرتے تھے؟ مجاہد نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے دعا فرمائی جس کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں جو شخص توحید و رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہو گا۔

۴۷۔ وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ شَكَّ الْاَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَذِنْتَ لَنَا فَنَحَرْنَا نَوَاضِحَنَا فَاَكَلْنَا وَادَّهَنَّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوْا قَالَ فَجَآءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ فَعَلْتَ قَلَّ الظَّهْرُ وَلٰكِنِ ادْعُهُمْ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ ثُمَّ ادْعُ اللّٰهَ لَهُمْ عَلَيْهَا بِالْبَرَكَةِ لَعَلَّ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھا لیں اور چربی کا تیل بنا لیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اتنے میں حضرت عمر آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگا لیجیے اور اس پر برکت کی دعا کیجیے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

أَنْ يَجْعَلَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَدَعَا بِنِطَعٍ فَبَسَطَهُ ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِكَفِّ ذُرَةٍ قَالَ وَ جَعَلَ يَجِيءُ الْآخَرُ بِكَفِّ تَمْرٍ وَ قَالَ وَيَجِيءُ الْآخَرُ بِكَسْرَةٍ حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَى النِّطَعِ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ يَسِيرٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ لَهُمْ خُذُوا فِي أَوْعِيَتِكُمْ قَالَ فَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتَّى مَا تَرَكُوا فِي الْعَسْكَرِ وِعَاءً إِلَّا مَلَئُوهُ قَالَ قَالَ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا وَ فَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرُ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ۔

نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا۔ پھر لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوایا کوئی شخص اپنی ہتھیلی میں جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے چلا آرہا تھا، یہ سب چیزیں مل کر بہت تھوڑی مقدار میں جمع ہوئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔

۴۸۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرُ بْنُ هَانِئٍ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادَةُ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ ابْنُ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَابْنُ أَمَتِهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی بندی مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے حضرت مریم کی طرف القا کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں، اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ چاہے گا اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانِئٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ

امام مسلم نے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی ذکر کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے عمل جیسے بھی ہوں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دیگا اور اس روایت میں آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے

عَمِلَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ شَاءَ۔

کا ذکر نہیں ہے۔

۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ لِي مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

صنابحی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت کی عیادت کے لیے گیا۔ حضرت عبادہ نزع کی حالت میں تھے میں انھیں دیکھ کر رونے لگا انھوں نے فرمایا رو کیوں رہے ہو بہ خدا اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے حق میں گواہی دوں گا، اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا تو میں تمہارے حق میں شفاعت کروں گا، اور اگر مجھے قدرت ہوئی تو تم کو ضرور نفع پہنچاؤں گا، اس کے بعد فرمایا میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث تم کو سنا دیں اور وہ حدیث بھی آج تم کو سنا دیتا ہوں، کیونکہ میرا آخری وقت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک سفر میں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی حائل تھی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ، کچھ دور چلنے کے بعد پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! پھر کچھ دور چلنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا میں آپ کی فرمانبرداری کے لیے تیار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ

بِهٖ شَيْئًا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ۔

تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے بعد حضور کچھ دیر تک سفر کرتے رہے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل میں نے عرض کیا لبیک میں آپ کے احکام کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں معلوم ہے جب بندے یہ احکام بجا لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، فرمایا بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ اللہ انھیں عذاب نہ دے

۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں عفیر نامی دراز گوش پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا۔ حضور نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے، جنھوں نے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا، حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضور میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں؟ فرمایا انہیں ورنہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے۔

۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے

قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ وَالْاَشْعَثِ بْنِ سُلَیْمٍ اَنَّهُمَا سَمِعَا الْاَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ یُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا مُعَاذُ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ یَّعْبُدَ اللّٰهَ وَلَا یُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا قَالَ اَتَدْرِیْ مَا حَقُّهُمْ عَلَیْهِ اِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے یہ احکام بجا لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جاننے والا ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

۵۴۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِیَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَیْنٌ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا یَقُوْلُ دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى النَّاسِ بِنَحْوِ حَدِیْثِهِمْ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ تغیر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلایا اور پھر یہ مکالمہ ہوا۔

۵۵۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ كَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فِیْ نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْنِ اَظْهُرِنَا فَاَبْطَاَ عَلَیْنَا وَخَشِیْنَا اَنْ یُّقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ اَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ اَبْتَغِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَیْتُ حَائِطًا لِلْاَنْصَارِ لِبَنِی النَّجَّارِ فَدُرْتُ بِهٖ هَلْ اَجِدُ لَهٗ بَابًا فَلَمْ اَجِدْ فَاِذَا رَبِیْعٌ یَدْخُلُ فِیْ جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں خوف ہوا کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب گھبرا گئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا

خَارِجَةٍ وَالرَّبِيعُ الْجَدْوَلُ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ قُلْتُ كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَابْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهَؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ فَقَالَ اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيتَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيتُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ هَاتَيْنِ نَعْلَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَكِبَنِي عُمَرُ فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قُلْتُ لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ ضَرْبَةً فَخَرَرْتُ لِاسْتِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ

جو باہر کے کنوئیں سے باغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا، میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے آپ کی واپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف دامن گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس باغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر باغ کے اندر آ گیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک مجھے عطا فرمائیں اور فرمایا اے ابوہریرہ! میری یہ دونوں جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور باغ کے باہر جو شخص تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ باغ کے باہر سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی۔ انھوں نے پوچھا اے ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں جو حضور نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص بھی مجھے یقین کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو میں جنت کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں بیٹھ کے بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ! پس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر

اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنِّيْ اَخْشٰى اَنْ يَّتَّكِلَ النَّاسُ فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَخَلِّهِمْ۔

رونے لگا ساتھ ہی حضرت عمر بھی پہنچ گئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوہریرہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا سب سے پہلے میری ملاقات حضرت عمر سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا انھوں نے میرے سینہ پر تھپڑ مار کر مجھے پیٹھ کے بل گرا دیا اور کہا واپس چلے جاؤ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ کیا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی جوتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہوا ملے اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، حضرت عمر نے عرض کیا حضور ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل کرنے دیجیے۔ آپ نے فرمایا اچھا پھر انھیں عمل کرنے دو۔

۵۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَدِيْفُهٗ عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُوْا قَالَ اِذًا يَّتَّكِلُوْا فَاَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَثُّمًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے اور حضرت معاذ بن جبل آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے حضور نے فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا لبیک یارسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا لبیک یارسول! آپ نے پھر فرمایا اے معاذ! حضرت معاذ بن جبل نے کہا لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ حضور! میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سنا دوں۔ آپ نے فرمایا پھر لوگ اس پر اعتماد کر کے بیٹھ

۵۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي تُصَلِّي فِي مَنْزِلِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَحَدَّثُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوا أَعْظَمَهُ ذَلِكَ وَكُبْرَهُ إِلَى مَالِكِ ابْنِ دُخْشُمٍ قَالَ وَوَدُّوا أَنَّهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَلَكَ وَوَدُّوا أَنَّهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَقَالَ أَلَيْسَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ قَالُوا إِنَّهُ يَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ فَيَدْخُلُ النَّارَ أَوْ تَطْعَمُهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقُلْتُ لِابْنِي اكْتُبْهُ فَكَتَبَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے محمود بن ربیع نے کہا کہ مدینہ میں میری ملاقات عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا میں نے آپ کی روایت کردہ ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے براہ راست سنائیے، حضرت عتبان نے کہا میری آنکھوں میں کچھ تکلیف واقع ہو گئی تھی۔ اس لیے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تمنا ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کے لیے متعین کر لوں، حضرت عتبان نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفتگو مالک بن دخشم کا بھی ذکر کیا گیا، لوگوں نے اسے مغرور اور متکبر کہا اور یہ خواہش ظاہر کی کہ حضور اس کے حق میں ہلاکت کی دعا فرمائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ کیا مالک بن دخشم اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، صحابہ نے کہا وہ زبانی تو کہتا ہے لیکن دل سے نہیں کہتا، آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس بات کی گواہی دیگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، وہ دوزخ میں داخل ہو گا نہ دوزخ اسے کھائے گی، حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو لکھ لو، تو انہوں نے اس حدیث کو لکھ لیا۔

۵۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے

حَدَّثَنِي عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ عَمِيَ فَأَرْسَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّ فَتَخُطَّ لِي مَسْجِدًا فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ قَوْمُهُ فَتَغَيَّبَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِمِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

تھے اس وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ متعین کر دیجئے، جب حضور تشریف لائے تو حضرت عتبان بن مالک کے خاندان کے لوگ آئے، لیکن مالک بن دخیشم نہیں آئے، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

آیا مرتکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں

حدیث نمبر ۴۴ میں ہے جو شخص توحید پر مرا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہوا وہ ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا مثلاً نابالغ بچہ، وہ شخص جو بلوغت کی ابتداء سے مجنون تھا اور اسی جنون پر فوت ہوا، جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کرلی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا، اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے زندگی میں کوئی گناہ نہیں کیا، یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے، البتہ ان کا صرف جہنم کو عبور کرنے کے لیے جہنم سے گذر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ جہنم سے گذریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گذریں گے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کا پل صراط سے ہی گذر ہوگا (اللہ تعالیٰ ہمیں دوزخ اور تمام ضرر دینے والی چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔) اور جو شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے بغیر مر گیا ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کے گناہوں کے حساب سے اس کو عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، لہٰذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فوت ہوا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں، جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا کفر پر خاتمہ ہوا ہو، خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان ہے، اور قرآن وسنت اور اجماع سے اس موقف پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور اس موقف پر نصوص متواترہ قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو حدیث بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس کے متعلق اختلاف ہے، مرجیہ نے کہا کہ ایمان کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا، خوارج نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، معتزلہ نے کہا معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا، اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا نہ کافر کا، اور وہ فاسق ہے، اشاعرہ نے کہا بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو بہر حال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس باب کی حدیثیں خوارج اور معتزلہ پر حجت ہیں، مرجیہ

اس باب کی احادیث سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ مرتکب کبیرہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا، یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث میں تعارض لازم آئے گا۔ [1]

کلمہ گو کے لیے جنّت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل

حدیث نمبر ۵۵ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی، حضرت ابوہریرہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے بنو نجار کے باغ میں پہنچے آپ نے کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دینے کا حکم دیا، پھر حضرت عمر کے مشورہ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ عالم کو اپنے اصحاب اور عام سائلین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔

(۲)۔ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم اور آپ سے محبت کرتے تھے اور اگر آپ کو ذرا دیر ہو جاتی تو متفکر ہو جاتے۔

(۳)۔ بنو نجار کے باغ کے چاروں طرف چار دیواری تھی، اور سب دروازے بند تھے، اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مشام نبوت اور خوشبوئے رسالت سے آشنا تھے۔ انھیں باغ کے اندر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آ رہی تھی، اس لیے انھوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، نیز باغ میں جس قسم کے پھول یا پھل ہوں ان پھولوں اور پھلوں کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو پر غالب تھی اور باغ کے پھولوں کی خوشبو مغلوب تھی۔

(۴)۔ جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ مالک کو اس کے آنے سے اعتراض نہیں ہوگا تو مالک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی ملک میں داخل ہونا جائز ہے۔

کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اور یہ اجازت صرف کسی کے گھر جانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کی چیزوں کو استعمال کرنے، اس کے طعام کو کھانے، اس کے طعام کو اٹھا کر اپنے گھر لے جانے، اس کی سواری پر سوار ہونے اور اس

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قسم کے دیگر تصرفات کو بھی شامل ہے، جمہور سلف اور خلف کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے، البتہ قدر معروف سے زیادہ کھانا اور اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج ولا علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم او بیوت اٰبائکم او بیوت امھتکم او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم او بیوت اعمامکم او بیوت عمتکم او بیوت اخوالکم او بیوت خٰلٰتکم او ما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا او اشتاتا ۔

(النور ۲۴: ۶۱)

اندھے پر کچھ تنگی نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی مضائقہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی روک اور نہ تمہاری جانوں پر (کوئی رکاوٹ) کہ کھاؤ اپنے (اور اپنی اولاد کے) گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جس جگہ کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جو اپنی نعلین دے کر بھیجا اس سے معلوم ہوا _____ کہ جب امام قوم کی طرف کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجے تو ایسی علامت دے کر بھیجے جس کو وہ پہچانتے ہوں تاکہ وہ مطمئن ہوں۔

۶۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے دائمی عذاب سے محفوظ رہتا ہے اس کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تھپڑ مارا جس سے وہ گر گئے اور بعد میں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا واقعی آپ نے ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو! اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا نہ تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلداری اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تکیہ نہ کر لیں اور اعمال سے غافل ہو جائیں، اور جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اس حدیث میں اکابر کا اصاغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصاغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔

.....

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو یہ حکم دیا تھا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں کو نجات کی عام بشارت دے دیں اور پھر آپ نے اس سے منع فرما دیا تو وہ اس پر مبنی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد متغیر ہو گیا تھا اور محققین کے نزدیک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ واقع ہے اور آپ کو تمام مجتہدین پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ آپ اجتہاد میں خطا پر برقرار نہیں رہتے، اور جو علماء آپ کے اجتہاد کی نفی کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امور دینیہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے، ان کے طور پر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے گفتگو فرما رہے تھے اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو جس کی وجہ سے آپ نے اپنے سابق قول کو منسوخ کر دیا ہو۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل مشہور ہے، دنیاوی امور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور احکام دینیہ میں اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے بہ طریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا، اور بعض علماء نے کہا آپ کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقینی حکم حاصل کرنے پر قدرت ہے۔ بعض علماء نے کہا جنگی معاملات میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور باقی معاملات میں جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا، پھر جمہور علماء جن کے نزدیک آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے، ان میں یہ اختلاف ہے کہ اجتہاد واقع ہے یا نہیں، ان میں سے اکثر نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے اور دوسروں نے کہا آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اور بعض نے توقف کیا، پھر وہ اکثر علماء جنہوں نے کہا آپ کا اجتہاد جائز ہے اور آپ نے اجتہاد کیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں، محققین نے کہا آپ کی اجتہادی خطاء جائز نہیں ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ آپ کی اجتہادی خطاء جائز ہے لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے لے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق پوری تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بیان کر دی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟

حدیث نمبر ۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اعتماد کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لیے

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت معاذ علم کی حفاظت کرتے تھے اور ان کو یہ خدشہ تھا کہ ان کی موت سے یہ علم رخصت ہو جائے گا اور ان کا شمار علم کے چھپانے والوں میں ہوگا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس پر ان سے عمل نہیں ہو سکے گا، اس لیے انھوں نے احتیاط پر عمل کیا، اور موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان کرنے سے تحریماً منع نہیں فرمایا، یا ان کا خیال تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا تھا جن لوگوں کی فہم و فراست کم ہو وہ اس حدیث کو سن کر غلط فہمی میں مبتلا ہوں اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لیے کافی سمجھیں اور اعمال کو ترک کر دیں، اس لیے حضرت معاذ نے موت سے پہلے خواص اور اہل علم کو اس حدیث کی اطلاع دے دی۔ [1]

حضرت عتبان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل

حدیث نمبر ۵ میں ہے:

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو مصلّٰی بنا لوں!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب کوئی شخص مسجد میں جانے سے معذور ہو تو گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر دینا مستحب ہے۔

۲۔ نوافل کی جماعت جائز ہے۔

۳۔ رئیس کا اپنے ماننے والوں کے گھر جانا جائز ہے۔

۴۔ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے۔

۵۔ نابینا شخص کی امامت جائز ہے۔

۶۔ بارش، اندھیرے یا جان کے خوف کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک کرنا جائز ہے۔

۷۔ کسی شخص کا اپنی بیماری یا اور کسی مصیبت کی خبر دینا، شکایت ہے نہ صبر کے خلاف ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مہمان گھر والوں کو نماز کی امامت کرا سکتا ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاحب خانہ مہمان کی بہ نسبت امامت کرانے کا زیادہ حقدار ہے، اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان جماعت کرا سکتا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ صاحب خانہ کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب اس سے افضل شخص اس کے گھر آئے تو اس کو نماز کے لیے مقدم کرے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان کا نماز پڑھانا جائز ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۹۔ مکان میں جس جگہ کو مسجد بنالیا جائے وہ مالک مکان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اس کے برخلاف محلہ میں جو مسجد بنائی جائے وہ بنانے والے کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ نیک لوگوں کے نماز پڑھنے اور فاضل لوگوں کے سجدہ کرنے کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

۱۱۔ جب کسی نیک شخص کو کوئی آدمی اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے بلائے تو اس کو جانا چاہیے، بشرطیکہ اس سے تکبر پیدا نہ ہو۔

۱۲۔ جب کہیں جانے کا وعدہ کیا جائے تو اس کو پورا کرے۔

۱۳۔ دن میں نوافل کی جماعت جائز ہے۔

۱۴۔ علماء کی ضیافت کر کے ان کی تعظیم کرنا چاہیے۔

۱۵۔ امام کو فساق اور منافقوں پر متنبہ کرنا جائز ہے۔

۱۶۔ اگر لوگ کسی شخص پر فسق کی تہمت لگائیں اور وہ فاسق نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس کی برأت بیان کرے۔

۱۷۔ اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت میں شریک نہ ہو تو وہ بدگمانی کے محل میں ہے۔

۱۸۔ دن کے نوافل دو، دو کر کے پڑھنے چاہئیں۔

۱۹۔ اگر کسی شخص کو دعوت دی ہو پھر بھی اس کو میزبان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے۔

۲۰۔ جب کوئی نیک شخص کسی کے گھر جائے تو اہل محلہ کو بھی اس کی زیارت اور اس سے استفادہ کے لیے جانا چاہیے۔

۲۱۔ جو شخص توحید پر مرے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا۔

۲۲۔ بعض صحابہ نے حضرت مالک بن دخشم کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دلوں کے حال پر مطلع ہیں۔

۲۳۔ اس حدیث کے آخر میں ہے حضرت انس نے اپنے بیٹے سے کہا اس حدیث کو لکھ لو، اس میں احادیث کے لکھنے کا ثبوت ہے۔ اور جس حدیث میں حدیث کو لکھنے کی ممانعت ہے وہ ابتداء امر پر محمول ہے، اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے۔

۲۴۔ اس حدیث میں ہے پہلے آپ نے نماز پڑھائی اور پھر کھانا کھایا، کیونکہ حضرت عتبان نے آپ کو نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا، اور حضرت ام سلیم کی حدیث میں ہے پہلے آپ نے کھانا کھایا پھر آپ نے نماز پڑھائی، کیونکہ انھوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلایا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ نے تقاضائے حال کے لحاظ سے ترتیب رکھی۔

۲۵۔ اگر نمازی بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں نماز میں سن لے تو اس سے نماز کے خشوع میں فرق نہیں آتا کیونکہ حضور نے صحابہ کی باتیں سنیں اور ان پر تبصرہ فرمایا:

نوٹ: یہ حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے اور یہ فوائد اس حدیث کی تمام روایات کے اعتبار سے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنِ ارْتَكَبَ الْمَعَاصِيَ الْكَبَائِرَ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے

۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَبِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَاقَ طَعْمَ الْإِيمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

ف: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے سوا اور کسی چیز کو اپنا مطلوب نہیں بنایا، اسلام کے سوا اور کسی طریقہ کو نہیں اپنایا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی شریعت کو نہیں اپنایا، اس کے ظاہر اور باطن میں اسلام سرایت کر جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا وَأَدْنَاهَا وَفَضِيلَةُ الْحَيَاءِ وَكَوْنِهِ مِنَ الْإِيمَانِ

ایمان کی شاخوں کی تعداد ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے

۶۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰) سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

---

۶۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کا اعتقاد ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعِظُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیاء کرنے سے منع کر رہا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

---

۶۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرَّ بِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ يَعِظُ أَخَاهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کیا جس میں یہ بیان ہے کہ حیاء سے روکنے والا شخص ایک انصاری صحابی تھا۔

۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا التَّوَّاهِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَقَارًا وَمِنْهُ سَكِينَةً فَقَالَ عِمْرَانُ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتُحَدِّثُنِي عَنْ صُحُفِكَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے یہ سن کر بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیاء سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، حضرت عمران نے اس کے جواب میں کہا میں تم کو حدیث رسول سنا رہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی کتابوں کی باتیں پیش کر رہے ہو۔

---

۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سُوَيْدٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فِي رَهْطٍ مِنَّا وَفِينَا بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ فَحَدَّثَنَا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، حضرت عمران نے ایک حدیث

عِمْرَانُ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ، قَالَ أَوْ قَالَ الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ فَقَالَ بُشَيْرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّا لَنَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوِ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةً وَوَقَارًا لِلّٰهِ تَعَالَى وَمِنْهُ ضَعْفٌ قَالَ فَغَضِبَ عِمْرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَقَالَ أَلَا أَرَانِي أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عِمْرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ فَمَا لِبَثْنَا أَنْ قُلْنَا يَا أَبَا نُجَيْدٍ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ۔

بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء پوری کی پوری خیر ہے یا آپ نے فرمایا حیاء مکمل خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بعض دفعہ حیاء سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمران کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہوگئیں اور فرمانے لگے میں تم کو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سناتا ہوں اور تم اس کے خلاف باتیں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت عمران نے دوبارہ یہی حدیث بیان کی اور ہم ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہنے لگے اے ابو نجید! بشیر ہم ہی میں سے ہیں اور انھوں نے یہ بات کسی بری نیت سے نہیں کہی۔

۶۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَامَةَ الْعَدَوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْرَ بْنَ الرَّبِيعِ الْعَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ ابْنِ زَيْدٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بعینہٖ اسی طرح ذکر کی ہے۔

ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے کہ ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور امام بخاری نے بعض اسانید سے ساٹھ اور کچھ شاخوں کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت راجح ہے، قاضی عیاض نے کہا ستر شاخوں والی روایت صحیح ہے، امام بیہقی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور بعض علماء نے ساٹھ شاخوں والی روایت کو ترجیح دی ہے، پھر ان ساٹھ شاخوں کی تعیین میں بھی تفصیل ہے، امام ابوعبداللہ حلیمی شافعی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اور اسی کی فکر کی ایک کتاب امام بیہقی نے لکھی ہے جس کا نام انھوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔ [1] (یہ کتاب پہلے نایاب تھی، اب الحمد للہ بیروت میں چھپ گئی ہے اور ہمیں دستیاب بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ)

ایمان کی شاخوں کی تفصیل اور تعیین

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

"ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں" ان کی تفصیل اور تعیین میں بہت کچھ کہا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان، تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں، اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھتر شاخیں ہیں۔

تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان لانا بایں طور کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا۔ (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا (۶) ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔ (۷) قیامت پر ایمان لانا، اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اٹھنا، حساب، میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے (۸) جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا (۹) دوزخ کی وعید، اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔ (۱۱) اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرنا (۱۳) اخلاص، اس میں ریاء اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔ (۱۴) توبہ کرنا اور نادم ہونا۔ (۱۵) خدا سے ڈرنا (۱۶) خدا سے امید رکھنا۔ (۱۷) ناامیدی کو ترک کرنا (۱۸) شکر کرنا (۱۹) عہد پورا کرنا (۲۰) صبر کرنا (۲۱) تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔ (۲۲) رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا (۲۳) قضاء و قدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل کرنا (۲۵) تکبر کو ترک کرنا، اس میں خود نمائی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے (۲۶) حسد کو ترک کرنا (۲۷) کینہ اور بغض کو ترک کرنا (۲۸) غیظ و غضب کو ترک کرنا (۲۹) دھوکا دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکر و فریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے (۳۰) دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا۔ (۳۱) حیاء کرنا، یعنی خوف خدا سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

گناہوں اور بری باتوں کو ترک کرنا۔

اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

(۱)۔ توحید و رسالت کا اقرار کرنا (۲) قرآن کی تلاوت کرنا (۳) علم دین حاصل کرنا (۴) علم دین پڑھانا۔ (۵) دعا کرنا (۶) ذکر کرنا، اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے (۷) فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔

عمل بالارکان یعنی بدن کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں:

(۱)۔ پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، کپڑے اور جگہ کو پاک کرنا، اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔ (۲) نماز پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے (۳) زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں صدقہ فطر، اور دیگر صدقات داخل ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھلانا بھی اس میں داخل ہے۔ (۴) روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نفل (۵) حج اور عمرہ کرنا (۶) اعتکاف کرنا اور لیلۃ القدر کو تلاش کرنا (۷) دین کو بچانے کے لیے جنگل کی طرف بھاگنا اور دار الکفر سے ہجرت کرنا (۸) نذر پوری کرنا (۹) قسم پوری کرنا (۱۰) کفارہ ادا کرنا (۱۱) شرمگاہ کی حفاظت کرنا خواہ نماز کی حالت ہو یا غیر حالت نماز (۱۲) قربانی کرنا (۱۳) نماز جنازہ پڑھنا (۱۴) قرض ادا کرنا (۱۵) معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریاء سے احتراز کرنا (۱۶) سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا (۱۷) نکاح کے ذریعہ پاکیزگی حاصل کرنا (۱۸) اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا (۱۹) ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا (۲۰) اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا (۲۱) رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا (۲۲) مالک کی اطاعت کرنا (۲۳) لوگوں کے درمیان صلح کرانا اور خارجیوں اور باغیوں سے جنگ کرنا (۲۴) عدل سے حکومت کرنا۔ (۲۵) جماعت کی پیروی کرنا (۲۶) حکام کی اطاعت کرنا (۲۷) نیکی میں تعاون کرنا (۲۸) نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۲۹) حدود قائم کرنا (۳۰) جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا (۳۱) قرض کو وقت پر ادا کرنا (۳۲) پڑوسی کے حقوق ادا کرنا (۳۳) حسن معاشرت سے کام لینا (۳۴) مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بخل اور اسراف سے اجتناب کرنا (۳۵) سلام کا جواب دینا (۳۶) چھینک کا جواب دینا۔ (۳۷) لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا (۳۸) لہو و لعب سے اجتناب کرنا۔ (۳۹) راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔

ایمان کی یہ اٹھہتر شاخیں ہیں۔ [1]

حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی

اس حدیث میں ہے حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے حیاء جزء ایمان ہے، بعض روایات میں ہے حیاء سے صرف خیر حاصل ہوتی ہے بعض میں ہے حیاء پوری کی پوری خیر ہے۔

---

[1]۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲۹ - ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

امام واحدی نے کہا اہل لغت کے نزدیک حیاء، حیات سے ماخوذ ہے، کیونکہ حیات کے سبب سے علم حاصل ہوتا ہے اور جب انسان کو عیب لگنے کے کاموں کا علم ہو تو وہ ان سے احتراز کرتا ہے اور یہی حیاء ہے، لہٰذا حیاء حیات اور حس کی قوت اور لطف سے حاصل ہوتی ہے، استاذ ابوالقاسم قشیری نے سید جنید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اور اپنی تقصیر کو دیکھتا ہے تو اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ حیاء ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر شراح نے بیان کیا ہے کہ حیا انسان کی ایک جبلی اور فطری صفت ہے جو اس کے اختیار میں نہیں ہے اس کے باوجود حیاء کو ایمان کا جزو قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان اور دیگر نیک کاموں کی طرح حیاء کا بھی اکتساب کرتا ہے اور اس کو اپنے قصد اور اختیار سے حاصل کرتا ہے، حیاء انسان کا وہ وصف ہے جو اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے، اس اعتبار سے حیاء ایمان کا جزو ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بعض اوقات انسان شدت حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے سامنے حق بات کہہ نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے اور بعض اوقات حیا کی وجہ سے انسان بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کر پاتا، پھر حیاء پوری کی پوری خیر کس طرح ہوگی؟ علامہ ابوعمرو بن الصلاح نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ وصف حیاء نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان حق بات نہ کہہ سکے اور حق کام نہ کر سکے بلکہ یہ عجز، کم ہمتی اور بزدلی ہے، اس کو عرف میں مجازاً حیاء کہتے ہیں، حقیقت میں یہ حیاء نہیں ہے، حیاء کی تعریف یہ ہے:

الحیاء خلق یبعث علی ترک القبیح ویمنع من التقصیر فی حق ذی الحق۔[1]

حیاء وہ وصف ہے جو برے کام کے ترک پر برانگیختہ کرتا ہے اور حقدار کے حق کی ادائیگی میں تقصیر سے منع کرتا ہے۔

حیاء کا شرعی معنی

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ جس سے حیاء کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ پاؤ، تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو جو حیاء کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے کہا: الحمدللہ ہم حیاء کرتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ حیاء نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کرنا جو حیاء کا حق ہے، وہ یہ ہے کہ سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور پیٹ اور اس کے نیچے والے اعضاء کی (ارتکاب معصیت سے) حفاظت کرو، اور موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیاء کی جو حیاء کرنے کا حق ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایک سوال یہ ہے کہ تمام شاخوں میں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حیاء کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا: اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء تمام شاخوں کو شامل ہے، کیونکہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرنے سے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہوتی ہے اور حیاء دار آدمی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ گناہوں سے باز رہے گا اور تمام احکام شرعیہ پر عمل کرے گا، علامہ طیبی نے کہا کہ حیاء کو خصوصیت سے الگ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیا انسان نے اس کو مکمل طور پر حاصل کر لیا ہے! اس پر قیاس کر کے سوچے کہ ایمان کی تمام شاخوں کو حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے!

نیز علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ان الحیاء تغیر وانکسار عند خوف ما یعاب او یذم۔

کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور ملامت کے خوف سے انسان کی ہیئت کا متغیر ہونا حیاء ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد صرف ترک کرنا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

ان اللہ حیی کریم یستحی اذا رفع الیہ العبد یدیہ ان یردھما صفرا حتی یضع فیھما خیرا۔

اللہ تعالیٰ حیاء دار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے، حتیٰ کہ ان ہاتھوں میں خیر رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں حیاء کا معنی ترک کرنا ہے، اسی طرح قرآن مجید اور دیگر احادیث میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لیے حیا کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ترک کرنا ہے۔ [1]

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے، حیاء ایمان کی جز ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ذو اجزاء ہے اور مرکب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حیاء ایمان کامل کی جز ہے اور وہ ذو اجزاء ہے۔

بَابُ ۱۲ جَامِعِ أَوْصَافِ الْإِسْلَامِ

اسلام کے جامع اوصاف

۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُفْيَانَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِاللهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسا ارشاد فرمائیے کہ پھر میں آپ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، ابو اسامہ کی روایت میں ہے، میں آپ کے غیر سے سوال نہ کروں، آپ نے فرمایا: کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پر مستقیم رہو۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

استقامت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جوامع کلمات میں سے ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۰)

بے شک جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس پر مضبوطی سے) قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کے ساتھ خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پورے قرآن میں جو آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ دشوار اور شاق تھی وہ یہ تھی:

فاستقم کما امرت۔ (ھود: ۱۱۲)

جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کے مطابق قائم رہیں۔

اس لیے جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد نمودار ہو گئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ استاذ ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ استقامت وہ درجہ ہے جس سے تمام امور کامل ہوتے ہیں، کیونکہ تمام نیکیاں اسی سے حاصل ہوتی ہیں، اور جو شخص استقامت پر نہ ہو اس کی جد و جہد ضائع اور بے کار جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اکابر کے سوا استقامت کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے معمولات اور رسم و رواج کو ترک کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "استقامت پر رہو، اور تم اس کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکو گے" علامہ واسطی نے کہا استقامت وہ وصف ہے جس کی وجہ سے نیکیوں میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے نیکیاں قبیح ہو جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔ [1]

"جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے" اس کی تفسیر میں میں نے لکھا تھا: یعنی اس اقرار کے بعد اس سے انحراف نہیں کیا اور زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کا التزام کرتے رہے اور کسی آن اور کسی لحظہ بھی اس کی یاد سے غافل اور اس کی اطاعت سے باہر نہیں رہے، کڑے سے کڑے امتحان اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں حرص و ہوس کی آندھیوں میں اور خوف و خطر کے طوفانوں میں، خلوت، جلوت، سفر و حضر ہر موقع اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے حکم کی تعمیل کے مقابلہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لانا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہی استقامت ہے اور یہ بہت بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا، فاستقم کما امرت۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ یہ مرتبہ کاملین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم کو اس مرتبہ سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین) ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہو! حضرت علی نے کہا میرا رب اللہ ہے اور صرف اللہ کی مدد سے مجھے توفیق ہے، میں نے صرف اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن، تم کو یہ علم مبارک ہو، یہ حدیث توحید الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شامل ہے، جب بندہ نے یہ کہا میرا رب اللہ ہے تو یہ توحید کو ماننا ہے اور جب اس پر وہ مستقیم ہو گیا تو یہ تمام طاعات کو شامل ہے، کیونکہ استقامت کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس میں قلب اور بدن کے تمام اعمال آ گئے، کیونکہ اگر ذرا سی بھی کجی اور ناہمواری ہو تو استقامت متحقق نہیں ہو گی، اسی لیے صوفیہ نے کہا ہے کہ ہزار کرامتوں سے استقامت بہتر ہے۔

امام رازی نے کہا ہے کہ استقامت بہت مشکل چیز ہے کیونکہ یہ تمام عقائد صحیحہ اور اعمال حسنہ کو شامل ہے بایں طور کہ تمام باطل عقائد سے اجتناب کرے اور تمام بری اخلاق سے احتراز کرے اور ہر معاملہ میں افراط اور تفریط سے بچے اور طریق متوسط پر گامزن رہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس طرح پل صراط سے گذرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

استقامت اعوجاج (ٹیڑھا ہونا) کی ضد ہے اور یہ اعمال کی استقامت اور قلب کی استقامت دونوں کو شامل ہے، اعمال کی استقامت یہ ہے کہ اعمال متوسط ہوں، سنت سے متجاوز نہ ہوں، اخلاص سے خارج نہ ہوں، ان میں ریا ہو نہ کسی سے عوض کی طلب ہو اور نہ کوئی غرض ہو، اور قلب کی استقامت یہ ہے کہ وہ صحیح چیز پر ثابت ہو اور اس کو سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو، سیر الی اللہ کا مطلب ہے صفات الٰہیہ کا مشاہدہ کرنا، اور سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الٰہیہ سے متصف ہونا، فاستقم کما امرت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سیر فی اللہ میں استقامت کا حکم دیا گیا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم توحید سے واقف ہو جاؤ اور جلال ذات کا مشاہدہ کر لو تو ہر حال میں حق کے تابع رہو اور مقام رضا کی بلندی کو چھوڑ کر نفس اور خواہش کی پستی میں نہ گرو، امام غزالی نے کہا استقامت کی اہمیت کی وجہ سے ہر روز پانچ نمازوں میں استقامت کو طلب کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے استقامت کی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (آمین) [1]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۸۵، ۸۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کفر، فسق، جہل، بدعت اور خواہش نفسی کے جہنم کی پشت پر بندے اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک پل بچھا ہوا ہے اور یہ علم، عمل، خلق اور حال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل ہے اور آخرت میں یہی پل نار جہنم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا، شریعت پر استقامت کا پل بھی بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے جو دنیا میں اس پل سے آسانی سے گذر گیا وہ آخرت میں پل صراط سے بھی آسانی سے گذر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت میں پل صراط سے آسانی اور سہولت سے گذار دے۔ لہ (آمین)

بَابُ ۱۳ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَأَيِّ أُمُورِهِ أَفْضَلُ

احکام اسلام میں سے بعض کی بعض پر فضیلت

۶۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْإِسْلَامِ خَيْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا حکم بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، خواہ وہ شخص تمہارا جانا پہچانا ہو یا اجنبی۔

---

۶۹ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

---

۷۰ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ عَبْدٌ أَنْبَأَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کامل) مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

لہ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۷۱۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا مسلمان کے جس عمل کے سبب سے اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۷۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون سا مسلمان افضل ہے۔

افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۶۸ میں ہے اسلام کا سب سے افضل حکم لوگوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے، اور حدیث نمبر ۶۹ میں ہے سب سے افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہے کہ افضل عمل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہاں ایک حدیث میں لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل بتلایا ہے اور دوسری حدیث میں زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کو افضل عمل فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حصول منفعت کے اعتبار سے لوگوں کو کھانا کھلانا افضل عمل ہے اور دفع ضرر کے اعتبار سے زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا افضل عمل ہے، یا یہ جواب سائلین اور حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے، جس موقع پر حاضرین میں کھانا کھلانے اور سلام کرنے کی کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا اور جس موقع پر حاضرین میں ایذا رسانی سے احتراز میں کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا۔ زبان کا ذکر اس لیے مقدم کیا ہے کہ زبان کا ضرر ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور حاضر و غائب سب کو شامل ہوتا ہے۔

بَابُ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ

ان خصائل کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔

۷۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا۔

(۱)۔ اللہ اور اس کا رسول اس کو باقی تمام چیزوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَّكْرَهَ اَنْ يَّعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّقْذَفَ فِي النَّارِ۔

سے زیادہ محبوب ہوں جس شخص سے بھی اس کو محبت ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ طَعْمَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کا مزہ پالے گا۔ (۱) جس شخص سے محبت کرے محض اللہ کے لیے کرے (۲) اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنا اس کو آگ میں ڈالے جانے سے زیادہ ناپسند ہو

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہ تغیر ہے دوبارہ یہودی یا نصرانی ہو جانے سے آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ بہتر سمجھے۔

۷۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا النَّضْرُ ابْنُ شُمَيْلٍ اَنْبَاَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ اَنْ يَّرْجِعَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا۔

حلاوت ایمان کا معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ایمان کی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ انسان کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر مشقت برداشت کرنے میں لذت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لانا اور اس کی مخالفت کو ترک کر دے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا اور دنیا والوں کی محبت پر ترجیح دے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور کفر سے نفرت اسی وقت متحقق ہوگی، جب اس کا ایمان قوی ہوگا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں اس کو شرح صدر ہوگا اور اس کا نفس مطمئن ہوگا اور یہ ایمان اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جائے گا اس وقت انسان کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور جو چیز اللہ کو

ناپسند ہو وہ اس کو ناپسند ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے، اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو، مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقویٰ اور طہارت، علماء اور متقی لوگ، اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں، حواس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ محسن انسانیت ہیں آپ نے صراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے عذاب سے بچایا ہے اور ان تمام محاسن اور فضائل کا مبداء اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونی چاہیے۔ [1]

بَابُ ۱۵ وُجُوْبِ مَحَبَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ وَاِطْلَاقِ عَدَمِ الْاِيْمَانِ عَلٰى مَنْ لَّمْ يُحِبَّهٗ هٰذِهِ الْمَحَبَّةَ

اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب

۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ الرَّجُلُ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل ان كان اٰباؤكم وابناؤكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفسقين۔

(توبہ: ۲۴)

"آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد، بھائی، بیویاں، دیگر رشتہ دار، کمایا ہوا مال، وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو، اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ

ایک سوال یہ ہے کہ محبت ایک غیر اختیاری چیز ہے اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں "ایک "محبت طبعی" اور دوسری "محبت عقلی" محبت طبعی غیر اختیاری ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت، اور "محبت عقلی" اختیاری ہوتی ہے، محبت عقلی سے مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کرنا فرض ہے، یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دے، جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے، اور حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے اپنے باپ کے خلاف مبارزت کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکانوں اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سر و سامانی کی حالت میں ہجرت کر کے مدینہ آ گئے، غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت ابوبکر نے سارا مال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

ولو انا كتبنا عليهم ان اقتلوا انفسكم۔ (نساء: ۶۶)

اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات

(۱) انسان حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں

سب سے زیادہ حسن اور جمال عطا فرمایا ہے۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن البراء کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجھا۔[1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔

عن کعب بن مالک یحدث حین تخلف عن تبوک فلما سلمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبرق وجھہ من السرور وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سر استنار وجھہ حتی کانہ قطعۃ قمر۔[2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے تخلف کی حدیث بیان کر رہے تھے، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، اس وقت آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی بات سے خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ اس طرح روشن ہو جاتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔[3]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رات دیکھا جب بادل نہیں تھے، آپ نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، بلاشبہ آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(۲)۔ انسان علم و حکمت سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم دیا اس کے متعلق فرمایا:

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ (بنو اسرائیل: ۸۵)

اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہی ہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو علم عطا کیا ہے اس کے متعلق فرمایا:

وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (نساء: ۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، " " " "

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۶۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

فضل عظیم ہے

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تھوڑا فرمارہا ہے تو خضر کے علم کو وہ عظیم فرمادے، اس کی وسعتوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے!

(۳)۔ بعض لوگ داد و دہش اور جود و سخا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تبسطها كل البسط۔ اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں!

(بنی اسرائیل: ۲۹)

(۴)۔ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يا ايها المزمل قم الليل الا قليلا۔ اے چادر لپیٹنے والے (محبوب)! رات کو (نماز میں) تھوڑا قیام کیا کریں۔

(مزمل: ۲-۱)

(۵)۔ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحم کرنے والا ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فبما رحمة من الله لنت لهم ۚ ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك۔ تو اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت ہے آپ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔

(آل عمران: ۱۵۹)

لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رءوف رحيم۔ بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق اور رحیم ہیں۔

(توبہ: ۱۲۸)

(۶)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بد خلقی سے متنفر ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانك لعلى خلق عظيم۔ اور بلاشبہ آپ عظیم خلق پر فائز ہیں۔

(قلم: ۴)

(۷)۔ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مومنوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان

رسولا من انفسهم یتلوا علیهم اٰیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة ق وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

(اٰل عمران، ۱۶۴)

کیا جب ان میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے انھیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم اٰیته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة ق وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۹ واٰخرین منهم لما یلحقوا بهم ط وهو العزیز الحکیم۔

(جمعہ: ۳-۲)

وہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں، انھیں پاک کرتے ہیں، اور انھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے دوسروں کو بھی (کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور پاک کرتے ہیں) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں ملے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔

(بقرہ: ۱۵۱)

جس طرح ہم نے تم میں ایک عظیم رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاک کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو پہلے تم نہیں جانتے تھے۔

(۸) انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں کسی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان الله لیعذبهم وانت فیهم۔

(انفال: ۳۳)

اور اللہ کی شان نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے درآں حالیکہ (اے محبوب) آپ ان میں موجود ہیں۔

(۹) جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے جب انسان اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے محبت کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے اس کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں جب ہیبت الٰہی سے تمام انبیاء اور رسل خوف زدہ ہوں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سب نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرکے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع الله الناس يوم القيمة فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى يريحنا من مكاننا فيأتون ادم فيقولون انت الذى خلقك الله بيده ونفخ فيك من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك فاشفع لنا عند ربنا فيقول لست هناكم ويذكر خطيئته ايتوا نوحا اول رسول بعثه الله فيأتونه فيقول لست هناكم ويذكر خطيئته ايتوا ابراهيم الذى اتخذه الله خليلا فيأتونه فيقول لست هناكم فيذكر خطيئته ايتوا موسى الذى كلمه الله فيأتونه فيقول لست هناكم فيذكر خطيئته ايتوا عيسى فيأتونه فيقول لست هناكم ايتوا محمدا صلى الله عليه وسلم فقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر فيأتونى فاستأذن على ربى فاذا رايته وقعت ساجدا فيدعنى ما شاء الله ثم يقال لى ارفع راسك فسل تعطه وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسى فاحمد ربى بتحميد يعلمنى ثم اشفع فيحد لى حدا ثم اخرجهم من النار فادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا مثله فى الثالثة او الرابعة حتى ما بقى فى النار الا من حبسه القرآن وكان قتادة يقول عند هذا اى وجب عليهم الخلود۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا، لوگ کہیں گے کہ کاش ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم کو اس جگہ سے راحت دلائے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے رب کے حضور شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ بھیجا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم ابراہیم کے پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی (اجتہادی) خطا یاد کریں گے، تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی اجتہادی خطا کو یاد کریں گے۔ تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم (حضرت) محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جن کی اگلی اور پچھلی سب (ظاہری یا اجتہادی) خطائیں معاف کر دی گئی ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھاؤ، مانگو تم کو دیا جائے گا، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پھر میں

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے ساتھ حمد کروں گا جو وہ مجھے تعلیم دیگا پھر میں شفاعت کرونگا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائیگی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرونگا پھر میں دوبارہ سجدہ کرونگا پھر تیسری بار یا چوتھی بار فرمایا، حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کا جہنم سے نکلنا از روئے قرآن منع ہے، یعنی جن لوگوں کے لیے جہنم میں خلود ہے، (اور یہ کفار ہیں)۔

اللہ اکبر! وہ عجیب منظر ہوگا، لوگ حیران رہ جائیں گے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے ہی کیسا انقلاب آگیا وہ خدا تے قہار جو کسی کے سامنے مان نہیں رہا تھا، کسی سے راضی نہیں ہو رہا تھا وہ اب مصطفیٰ علیہ الثناء کو راضی کر رہا ہے!۔

(۱۰)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو نوع انسانیت پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسان کیے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے! لوگ بے تحاشا جہنم کی طرف بھاگ رہے تھے آپ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے، پتھر کھا کر، گالیاں سن کر ان جفاکیشوں کو دائمی نعمتوں کی طرف بلاتے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھاتے رہے۔ جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی، بت پرستوں کو بت شکن، رہزنوں کو راہنما اور عصیاں شعاروں کو رشک قدسیاں بنا دیا!

تو اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کسی میں کمال نہیں، وہ ایسے باکمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو ان پر ختم کر دیا، اور اگر احسان کرنے والے سے محبت کرتے ہو تو وہ محسن اعظم ہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت ہو، ہر نعمت ان کے وسیلہ اور ان کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے منعم اور محسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے زیادہ چاہا جائے، بلکہ اپنے ماں باپ اور اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بدلہ ان کو میری زیارت حاصل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹)

- - - - - -

امام ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابو قحافہ کی بجائے ابو طالب ایمان لے آتے تو اس سے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک پہنچتی کیونکہ ابو طالب کا اسلام لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک (میرے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔

ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۳)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک خاتون کا باپ، بھائی اور شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے، یہ تینوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں گئے تھے، اس نے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس طرح تمہاری تمنا تھی آپ خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں! جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی، آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (اور اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔)

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسفیان نے کہا اے ابوزید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بجائے ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کانٹا چبھ جائے، ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [1]

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے کنکھیوں سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی تھوکتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ انھیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب جھپٹ پڑتے، اور جب آپ وضو کرتے تو آپ کے جسم سے لگ کر گرنے والے پانی کو لینے کے لیے

---

[1] ۔ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفا، ج ۲ ص ۱۹-۱۷، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب آپ گفت گو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے، جب عروہ اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کی طرف لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے چند علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

اطاعتِ رسول

جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷)

اور رسول تمہیں جو (حکم) دیں، اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین۔ (آل عمران: ۳۲)

آپ فرما دیجئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، ہر حال میں آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

من احب سنتی فقد احبنی [1]

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا بنی ان قدرت ان تصبح و تمسی لیس فی قلبك غش لاحد فافعل ثم قال لی یا بنی و ذلك من سنتی ومن احیا سنتی فقد احبانی ومن احبانی کان معی فی الجنة [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے اگر تم اس پر قادر ہو کہ اس حال میں صبح اور شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ نہ ہو تو ایسا کرو، پھر فرمایا: اے بیٹے یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

قاضی عیاض نے اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے "جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا" [3]، (اس روایت کی اصل امام ابن عساکر کی روایت ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم کان اسمه عبد الله وکان یلقب حمارا وکان یضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد جلده فی الشراب فاتی به یوما فامر به فجلد فقال رجل من القوم اللهم العنه ما اکثر ما یؤتی به فقال النبی

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبداللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو حمار کا لقب دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کوڑے لگائے تھے، اس کو ایک دن پھر لایا گیا اور آپ نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں میں سے ایک

---

[1] حافظ ابوالقاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق ج ۳ ص ۱۴۵، مطبوعہ بیروت

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوہ فواللہ ما علمت انہ یحب اللہ ورسولہ۔ [1]

شخص نے کہا اے اللہ! اس پر لعنت کر، اس کو کتنی دفعہ کوڑے لگائے گئے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لعنت نہ کرو، بہ خدا تم کو نہیں معلوم! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

اتباع رسول کی حلاوت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی اور آپ کی اتباع کی حلاوت یہ ہے کہ آپ کی مطلقاً اتباع کی جائے، خواہ کسی کام کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے اور کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو کام آپ نے کیا ہو اس کام کو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ چونکہ آپ نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم کر رہے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال رایت عمر بن الخطاب قبل الحجر وقال لولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک۔ [2]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن امیۃ بن عبداللہ بن خالد انہ قال لعبداللہ بن عمر انا نجد صلوۃ الحضر وصلوۃ الخوف فی القرآن ولا نجد صلوۃ السفر فقال لہ عبداللہ ان اللہ بعث الینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم شیئا فانما نفعل ما رایتنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یفعل۔ [3]

امیہ بن عبداللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وطن میں اور حالت جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ تو قرآن میں مذکور ہے لیکن سفر میں نماز پڑھنے کا طریقہ (یعنی قصر کرنا) ہمیں قرآن میں نہیں ملا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث کیا۔ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ محفاجی مسند بزار اور مسند احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸، " " " " "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن عبد الله بن عمر يدير ناقته في مكان فسئل فقال لا ادري الا اني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعله ففعلته۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر اونٹنی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے (یعنی گول چکر لگا رہے تھے ان سے پوچھا گیا اس طرح گول چکر لگانے کی کیا حکمت ہے؟ انھوں نے کہا مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اس مقام پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا تھا سو میں اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبيد بن جريج انه قال لعبد الله بن عمر يا ابا عبد الرحمن رايتك تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابك يصنعها قال وما هي يا ابن جريج قال رايتك لا تمس من الاركان الا اليمانيين ورايتك تلبس النعال السبتية ورايتك تصبغ بالصفرة ورايتك اذا كنت بمكة اهل الناس اذا رأوا الهلال ولم تهل انت حتى كان يوم التروية قال عبد الله اما الاركان فاني لم ار رسول الله صلى الله عليه وسلم يمس الا اليمانيين واما النعال السبتية فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التي ليس فيها شعر ويتوضا فيها فانا احب ان البسها واما الصفرة فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصبغ بها فانا احب ان اصبغ بها واما الاهلال فاني لم ار رسول الله صلى الله عليه وسلم يهل

عبید بن جریج کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا: اے ابو عبدالرحمان میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا، حضرت ابن عمر نے پوچھا وہ کیا کام ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کعبہ کے چار کونوں میں سے صرف دو کونوں کو مس کرتے ہیں (حجر اسود اور رکن یمانی) اور میں نے آپ کو بغیر بالوں کی کھال کی جوتی پہنے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا آپ مکہ میں تھے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیا، اور آپ نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحجہ) سے پہلے احرام نہیں باندھا، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور رہی بغیر بالوں کے کھال کی جوتی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کی جوتی پہنتے تھے جس میں بال نہیں ہوتے تھے، اور اسی میں وضو کرتے تھے تو میں

---

[1] ۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حتی تنبعث به راحلته۔[1]

بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہننا پسند کرتا ہوں اور رہا زرد رنگ کا خضاب تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے بھی زرد رنگ کا خضاب لگانے سے محبت ہے اور رہا آٹھ ذوالحجہ کو احرام باندھنا تو میں نے آپ کو اسی دن احرام باندھتے ہوئے دیکھا ہے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر روانہ ہوتی۔

ویسے تو اس حدیث میں مذکور چاروں امور، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اتباع رسول پر دلالت کرتے ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پہلا امر قابل غور ہے کیونکہ کعبہ کے چاروں کونے عقلی اعتبار سے تعظیم کیے جانے میں مساوی ہیں اور رکن یمانی والے کونوں کی عقلاً کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر نے چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ارکان یمانیہ ہی کو مس کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی لیے وہ صرف انھی کو مس کرتے تھے۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عمرہ حدیبیہ کرنے گئے تو کفار مکہ نے صحابہ کرام کو دیکھ کر کہا یثرب کے نجار نے ان کو کمزور کر دیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ سے فرمایا کہ وہ طواف میں رمل کریں، یعنی پہلوانوں کی طرح اکڑ اکڑ کر طواف کریں تاکہ کفار مکہ کو پتا چلے کہ یہ کمزور نہیں توانا ہیں، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور تمام سرزمین عرب میں اسلام پھیل گیا تو اب عقلاً طواف میں رمل کی کوئی وجہ نہیں تھی لیکن چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا تھا اس لیے اصحاب رسول بعد میں بھی طواف میں رمل کرتے رہے اور آج تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیه ان عمر بن الخطاب قال للرکن اما واللہ انی لاعلم انك حجر لا تضر ولا تنفع ولو لا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه ثم قال وما لنا وللرمل انما کنا راینا به المشرکین وقد اهلکهم اللہ ثم قال شیء صنعه رسول اللہ

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم مجھے یقیناً علم ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، نفع دیتا ہے نہ نقصان! اور اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت عمر نے حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر فرمایا: اب ہمیں رمل کرنے کی کیا ضرورت ہے، ہم تو مشرکین کو (اپنی قوت) دکھانے

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

صلی اللہ علیہ وسلم فلا نحب ان نترکہ [1]

کے لیے رمل کرتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو ختم کر دیا ہے، پھر فرمایا: رمل وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور جس کام کو آپ نے کیا ہو ہم اس کو ترک کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

ہم نے بعض احادیث بیان کی ہیں ورنہ احادیث اور آثار میں ایسی بہت مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کی حلاوت ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اپنے محبوب کا کوئی عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حبک الشی یعمی و یصم۔ [2]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شئے کی محبت تم کو (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے، اور (اس کا عیب سننے سے) بہرا کر دیتی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے: [3]

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک شخص کے شیخ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا، ان کی نقشبندی ڈاڑھی تھی، کسی نے کہا پیر صاحب کامل بزرگ ہیں لیکن ان کی ڈاڑھی چھوٹی ہے، اس شخص نے کہا نہیں نہیں، ان کی ڈاڑھی پوری ہے، یہ ہماری نظروں کا نقص ہے کہ ان کی ڈاڑھی پوری نظر نہیں آتی، ہماری نظر میں کمی ہے، ان کی ڈاڑھی میں کوئی کمی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع محبوب میں کوئی عیب ہو تو محب کو وہ عیب نظر نہیں آتا، اور نہ وہ اس عیب کا ذکر سن سکتا ہے فوراً اس کا رد کر دے گا تو جس ذات کریم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی بے عیب ہو، جو شخص اس میں عیب نکالے یا کوئی شخص ان کا عیب نکالے اور وہ سن کر خاموش رہے اور عیب نکالنے والے کا رد نہ کرے وہ ان کا محب نہیں ہو سکتا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۳، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "محمد" فرمایا ہے اور محمد کا معنی ہے جس کی حمد اور تعریف کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو، اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے حمد نہیں کی جاتی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً "محمد" فرمایا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمد نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں، میں نے یہ دلیل بیان کی تو ایک عالم نے یہ اعتراض کیا کہ احتیاج الی الغیر عیب ہے یا حسن، اگر یہ عیب ہے تو آپ میں عیب ثابت ہو گیا اور اگر یہ حسن ہے تو تمام محاسن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، میں نے کہا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا یہ افعال قبیح ہیں یا حسن ہیں، اگر یہ قبیح ہوں تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا لائق مذمت ہو، اور اگر یہ حسن ہوں تو آپ کی دلیل کے اعتبار سے چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے اور کسی کی عبادت کرے کیونکہ وہ تمام محاسن کا جامع ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ افعال حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہیں، بندہ کے اعتبار سے یہ افعال حسن ہیں کیونکہ بندہ کا حسن یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی عبادت کرے اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے غیر کا محتاج ہونا قبیح ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں ہے، لہٰذا احتیاج الی الغیر حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہے، بندہ کے اعتبار سے حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہے، لہٰذا یہ واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں کسی اعتبار سے کوئی عیب نہیں ہے اور آپ کا محمد ہونا آپ کے بے عیب ہونے پر دلیل ہے، اور جو شخص آپ میں عیب نکالے وہ سب کچھ ہو سکتا ہے آپ کا محب نہیں ہو سکتا، یہ نکتہ کفار مکہ کو بھی معلوم تھا اس لیے وہ آپ کو محمد کہہ کر برا نہیں کہتے تھے، کیونکہ محمد تو برا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے انھوں نے آپ کا نام اپنے طور پر مذمم رکھ دیا اور اب وہ محمد کی بجائے مذمم کی برائی کرتے تھے، اور رسول اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مذمت سے بری کر دیا۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا تعجبون کیف یصرف الله عنی شتم قریش ولعنهم یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب وشتم کو مجھ سے کیسے دور کر دیا وہ مذمم کو برا کہتے ہیں اور مذمم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

دوسری چیز یہ ہے کہ محب محبوب کے متعلق کوئی عیب سن نہیں سکتا اگر کوئی عیب بیان کرے تو محب فوراً اس کا رد کرتا ہے، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل کیں:

ن والقلم وما یسطرون ۝ ما انت بنعمة ربك بمجنون ۝ وان لك لاجرا غیر ممنون ۝ وانك لعلی خلق عظیم ۝ فستبصر ویبصرون ۝ بایکم المفتون ۝ ان ربك هو اعلم بمن ضل عن سبیله وهو اعلم بالمهتدین ۝ فلا تطع المکذبین ۝ ودوا لو تدهن فیدهنون ۝ ولا تطع کل حلاف مهین ۝ هماز مشاء بنمیم ۝ مناع للخیر معتد اثیم ۝ عتل بعد ذلك زنیم ۝

(قلم: ۱-۱۳)

ن (قسم قلم کی اور اس کی جو (فرشتے) لکھتے ہیں! (اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر و ثواب ہے، اور بے شک آپ بہت عظیم خلق پر فائز ہیں، اور عنقریب آپ دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا بے شک آپ کا رب ہی اس کو خوب جانتا ہے جو راہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے، تو آپ مکذبین کی بات سے متاثر نہ ہوں، انھوں نے یہی چاہا کہ آپ ان سے (بے جا) نرمی کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کریں، اور آپ کسی ایسے شخص کی بات سے متاثر نہ ہوں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے، بڑا طعنہ زن، بہت چلتا پھرتا چغل خور، نیکی سے منع کرنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گنہ گار، نہایت بدخو، اور اس کے علاوہ ولد الحرام ہے۔

اسی طرح جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہوگیا تو عاص بن وائل نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

انا اعطیناك الکوثر ۝ فصل لربك وانحر ۝ ان شانئك هو الابتر ۝

(کوثر: ۱-۳)

(اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی، تو آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی (ہر خیر سے محروم اور) مقطوع النسل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ محب محبوب میں کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے متعلق کوئی عیب سننا گوارا کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محب محبوب کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب شيئا اكثر ذكره۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے۔

علامہ زبیدی نے بھی اس حدیث کا امام دیلمی کی مسند الفردوس اور امام ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا محب ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر کیا ہے اور فرمایا:

ان الله وملئكته يصلون على النبي۔ (احزاب: ۵۶)

اللہ اور اس کے سارے فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں (درود بھیجتے رہتے ہیں)

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہے اور اس قسم کا جملہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں، فرشتے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ورفعنا لك ذكرك۔ (الم نشرح: ۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے وہاں اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ پڑھا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور یہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر یونہی بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت صلوٰۃ وسلام پڑھنا، محافل میلاد اور مجالس سیرت منعقد کرنا اور آپ کی عظمت اور شان پر مشتمل نعتیں پڑھنا یہ تمام امور آپ کی محبت کی علامت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا سے خوش ہونا

محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے سے محب خوش ہوتا ہے تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جا رہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں، جو چہرے پھول کی طرح کھل جائیں جو لوگ آپ کی تعریف سن کر وجد میں آنے لگیں اور مسرت سے نعرے لگائیں وہ آپ کے محب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۲۰، ج ۹ ص ۶۲۱، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ

وکمالات سن کر مرجھا جائیں، جو لوگ آپ کے محامد اور محاسن سن کر غیظ وغضب میں آجائیں، جو لوگ آپ کا ذکر کرنے اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ کے محب نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور آپ کی نعت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھایا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے: خدا کا ذکر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاری رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہیں تھی جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی، اس طرح یہ شعر بھی غلط ہے:

؎ خدا جس کا کپڑا چھڑائے محمد۔ محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

یہ شعر بھی غلط ہے:

؎ بجاتے تھے جو دنیا میں انی عبدہ کی بنسری ہر دم۔ وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کے مکیں گے۔

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الہ الا اللہ کہنے سے زبان پاک ہو جائے، پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

بعض واعظین جوش خطابت میں یا نعرہ لگانے اور داد حاصل کرنے کے شوق میں اس قسم کی باتیں کہہ جاتے ہیں ان سب سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی فضیلت ہے نہ آپ ایسی تعریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ آپ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعظیم وتوقیر کرنا، اور آپ کا اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع اور خشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

ابو ابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے سنے اور بدن کو جنبش نہ دے اور خود پر اس طرح ہیبت جلال طاری کرے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے، حضرت ابو ایوب سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا، جعفر بن محمد کثیر المزاح اور ہنس مکھ شخص تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے سامنے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے آنسو تھمتے نہ رہتے، زہری بڑے بااخلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم سم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو

جانتے ہیں نہ کوئی ان کو جانتا ہے، عبدالرحمان بن مہدی کے سامنے جب حدیث پڑھی جاتی لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور کہتے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ (حجرات ۲)

اے ایمان والو! اس نبی کی آواز پر اپنی آواز اونچی نہ کرو۔

وہ کہتے تھے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران خاموش رہنا ضروری ہے اسی طرح آپ کی حدیث سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث بھی آپ کا کلام ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

محبت کی اچھی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے کے بعد محبوب کے حق میں دعا کرے، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام لے یا اس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوٰۃ وسلام (درود شریف) پڑھے۔

علامہ ابن قیم جوزیہ کہتے ہیں:

امام ابوجعفر طحاوی اور علامہ ابوعبداللہ حلیمی کا مسلک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کا ذکر کرے تو اس پر آپ کے ذکر کے ساتھ درود شریف پڑھنا فرض ہے اور نہیں پڑھے گا تو گنہ گار ہوگا، ان کے دلائل یہ ہیں:

امام ترمذی نے سند حسن اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

نیز انھوں نے کہا کہ جس شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور اس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس نے آپ سے بے وفائی کی اور کسی مسلمان کے لیے آپ سے بے وفائی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا یصلی علی صلی اللہ علیہ وسلم۔

بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، صلے اللہ علیہ وسلم۔

اور حدیث صحیح میں ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت نہ کرے، اس لیے مومن کے نزدیک آپ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فرض ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ آپ کی تعظیم و توقیر کرے، اور تعظیم و توقیر کو یہ لازم ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا آپ کا ذکر سنے تو آپ پر درود شریف پڑھے اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ [1]

نیز علامہ ابن قیم جوزیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر نے کہا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک شبلی آ گئے تو ابوبکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا سیدی! تمام بغداد کے لوگ تو شبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی! انھوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا یہ شخص ہر نماز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم۔ (توبہ: ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم رسول تشریف لائے، ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہیں۔

اس آیت کے بعد تین بار مجھ پر درود پڑھتا ہے اور کہتا ہے صلے اللہ علیک یا محمد، پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ ہر نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا

محبت کی ساتویں علامت محبوب سے ملاقات کا شوق ہے، ہر طالب اور محب اپنے مطلوب اور محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہو۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اشد امتی الی حبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لو رانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے کسی ایک شخص

WWW.NAFSEISLAM

[1] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۲۲۳-۲۲۹، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] ۔ " " " " " جلاء الافہام ص ۲۵۸ " "

باھلہ ومالہ۔[1]

کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے[2]

امام دیلمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ انسان محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذاھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ یوشک ان یاخذہ ھذا حدیث غریب لانعرفہ الا من ھذا الوجہ۔[4]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انھیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے یہ حدیث غریب ہے

عن البراء بن عازب انہ سمع النبی

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۷۰، ۱۵۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

صلی اللہ علیہ وسلم او قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الانصار ولا یحبھم الا مؤمن ولا یبغضھم الا منافق ——— من احبھم فاحبہ اللہ ومن ابغضھم فابغضہ اللہ فقلنا لہ انت سمعتہ من البراء فقال ایای حدث ھذا حدیث صحیح [1]

ہیں کہ انھوں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا یا حضور نے انصار کے بارے میں فرمایا ان سے مومن ہی محبت رکھتا ہے اور منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے عداوت رکھے وہ اللہ تعالیٰ کا مبغوض ہے۔ راوی کہتے ہیں ہم نے عدی بن ثابت سے پوچھا کیا آپ نے حضرت براء سے سنا فرمایا انھوں نے مجھ ہی سے تو بیان کیا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

عن عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعملہ علی جیش ذات السلاسل قال فاتیتہ فقلت یارسول اللہ ای الناس احب الیک قال عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا ھذا حدیث حسن صحیح [2]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنگ ذات السلاسل کا سردار مقرر فرمایا، فرماتے ہیں میں نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے کون زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا "عائشہ" عرض کیا مردوں میں سے؟ فرمایا ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن المسور بن مخرمۃ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول وھو علی المنبر ان بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنونی فی ان ینکحوا ابنتھم علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ——— ان یطلق ابنتی وینکح ابنتھم فانما بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویؤذینی ما اذاھا ھذا حدیث حسن صحیح [3]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں، میں انھیں اجازت نہیں دیتا پھر میں انھیں اجازت نہیں دیتا۔ ——— مگر یہ کہ علی بن ابی طالب میری صاحبزادی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کریں، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہیں اس کی تکلیف میری تکلیف ہے جو چیز اسے اذیت دے میرے لیے بھی اذیت ناک ہے۔ یہ حدیث

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] " " " " " جامع ترمذی ص ۵۵۱، " " " "
[3] " " " " " جامع ترمذی ص ۵۲۹، " " " "

حسن صحیح ہے۔

عن ابن بريدة عن ابيه قال كان احب النساء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة ومن الرجال علي قال ابراهيم يعني من اهل بيته هذا حديث غريب[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے تھی اور مردوں میں سے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں "یعنی اہل بیت میں سے"۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن زيد بن ارقم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلي وفاطمة والحسن والحسين انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم هذا حديث غريب[2]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا جن سے تم لڑو گے میں بھی اس سے لڑوں گا اور جس سے تمہارا صلح اس سے میری بھی صلح ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

عن المساور الحميري عن امه قالت دخلت على ام سلمة فسمعتها تقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يحب عليا منافق ولا يبغضه مؤمن وفي الباب عن علي هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی منافق کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہیں ہو سکتی اور کوئی مومن آپ سے بغض نہیں رکھتا۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت مذکور ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن يعلى بن مرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حسين مني وانا من حسين احب الله من احب حسينا[4]

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

عن البراء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابصر حسنا وحسينا فقال اللهم

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۵۰، " " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۳، " " "

[4] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۴۰، " " "

انی احبهما فاحبهما هٰذا حدیث حسن صحیح [1]

محمد بن بکر عن ابن جریج عن زید بن اسلم عن ابیه عن عمر انه فرض لاسامة فی ثلاثة آلاف وخمس مائة وفرض لعبد الله بن عمر فی ثلاثة آلاف فقال عبد الله بن عمر لابیه لم فضلت اسامة علی والله ما سبقنی الی مشهد قال لان زیدا کان احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم من ابیك وکان اسامة احب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم منك فاثرت حب رسول الله صلی الله علیه وسلم علی حبی هٰذا حدیث حسن غریب [2]

دیکھا تو فرمایا، یا اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی انہیں محبوب رکھ، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

زید بن اسلم سے روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وظیفہ تین ہزار مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے پوچھا آپ نے حضرت اسامہ کو مجھ پر کیوں فضیلت دی؟ وہ کسی جنگ میں مجھ پر سبقت نہیں لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید، تمہارے باپ سے اور حضرت اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے۔ تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو اپنے محبوب پر ترجیح دی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتوں سے محبت کرنا

محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ جس کو کسی شخص سے محبت ہو وہ اس کی نسبتوں سے بھی محبت کرتا ہے، سو جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرے گا کہ یہ کلام آپ پر نازل ہوا ہے، وہ مکہ مکرمہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مولد ہے، وہ مدینہ منورہ سے محبت کرے گا کہ یہ آپ کا مسکن ہے، وہ کعبہ سے محبت کرے گا کہ آپ اس کا طواف کرتے تھے، وہ غار حرا سے محبت کرے گا کہ اس میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی، وہ غار ثور سے محبت کرے گا کہ ہجرت کے موقع پر تین دن آپ اس غار میں مستور رہے، وہ اُحد پہاڑ سے محبت کرے گا کہ آپ نے فرمایا "اُحد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، ہم اس سے محبت کرتے ہیں" وہ وادی بدر سے محبت کرے گا کہ یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے دفاع میں کفار سے پہلا مقابلہ کیا تھا، وہ مکہ اور مدینہ کے سنگ ریزوں سے محبت کرے گا کہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کف پا سے نسبت ہے، آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا تھا!

لا اقسم بهذا البلد ۝ وانت حل بهذا البلد ۝ (بلد: ۱-۲)

میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ (اے محبوب) اس شہر میں آپ جلوہ فرما ہیں۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۲۴، " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی طالوت قال دخلت علی انس بن مالك وهو یاکل القرع وهو یقول یا مالك شجرة ما احبك الی لحب رسول الله صلی الله علیه وسلم ایاك هذا حدیث غریب [1]

ابو طالوت کہتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گیا در آں حالیکہ وہ کدو (لوکی) کھا رہے تھے، اور فرما رہے تھے اے کدو! تیری کیا شان ہے میں تجھ سے کس قدر محبت کرتا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے محبت کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

عن انس بن مالك قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یتتبع فی الصحفة یعنی الدباء فلا ازال احبه هذا حدیث حسن صحیح [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیالہ میں کدو تلاش کر رہے ہیں میں اس وقت سے کدو سے محبت کرتا ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشد الحدیث [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمیں مدینہ، مکہ کی طرح محبوب کر دے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

عن عمر قال اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك [4]

حضرت عمر نے دعا کی اے اللہ مجھے اپنے راستہ میں شہادت عطا فرما، اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت عطا فرما۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اعدا سے عداوت رکھنا

محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کے اعدا سے عداوت رکھتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے اعدا سے عداوت رکھی جائے اور جو آپ کے دین کے مخالف ہوں ان کی مخالفت کی جائے اور ان سے محبت نہ رکھی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تجد قوما یؤمنون بالله والیوم (اے محبوب!) جو لوگ اللہ پر اور روز قیامت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۲۷۷، " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴-۲۵۳، " " "

الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کان آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم ۔
(مجادلہ : ۲۲)

پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا بیٹے، یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کے خلاف اس وقت تلوار کھینچ لی تھی جب اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ کہا اور اس وقت تک تلوار میان میں نہیں رکھی جب تک کہ اس نے اس گستاخانہ کلمہ کو واپس نہیں لے لیا۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

غزوہ بنو عبدالمصطلق میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل ۔
(منافقون : ۸)

(وہ منافقین) کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے تو ضرور وہاں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔

متعدد اسانید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انھوں نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونت لی، اور کہا خدا کی قسم میں اس تلوار کو اس وقت تک میان میں نہیں ڈالوں گا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے اور میں ذلت والا ہوں، اور جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا انھوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا جب تک تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے میں تم کو مدینہ جانے نہیں دوں گا، تاکہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے، حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی، تب حضرت عبداللہ بن ابی نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، لوگ یہ نہ کہیں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔ [۱]

حافظ ابوعمر ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف

---

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۱۶ - ۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ایک یہودی تاجر تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذاء پہنچاتا تھا اور عربوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر بھڑکاتا تھا جب وہ قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہودی تم لوگوں کے ہاتھ لگے اس کو قتل کر دو، تو حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سنینہ نام کے ایک یہودی تاجر کو قتل کر دیا، حضرت محیصہ کے بڑے بھائی حویصہ بن مسعود اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، جب حضرت محیصہ نے اس کو قتل کر دیا تو حویصہ حضرت محیصہ کو مارنے لگے اور کہنے لگے اے دشمن خدا! تم نے اس کو قتل کر دیا خدا کی قسم! اس کے مال کی چربی تو ابھی تک تمہارے پیٹ میں موجود ہے، حضرت محیصہ نے ان سے کہا خدا کی قسم! جس ذات نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ تو الگ رہا، اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تمہاری گردن بھی تن سے جدا کر دیتا! حویصہ نے کہا: کیا واقعی اگر وہ میرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ حضرت محیصہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم اگر وہ مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو قتل کر دیتا، حویصہ نے کہا: خدا کی قسم یہ دین تمہارے رگ وپے میں سرایت کر چکا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی اس اطاعت کے جذبہ سے متاثر ہو کر حویصہ نے بھی اسلام قبول کر لیا! رضی اللہ عنہما۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے للکارا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرفِ آخر

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

سہل بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا کے مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابن مسعود نے کہا جو شخص قرآن مجید سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کی جائے

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۳ ص ۵۰۰-۴۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

اور اس کی خیر خواہی کی جائے، اس کے لیے بھلائیوں کے حصول کی کوشش کی جائے اور اس سے برائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے، نیز آپ کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کی جائے اور آخرت کو ترجیح دی جائے، اور مال و دولت کے مقابلہ میں فقر کو اختیار کیا جائے (جس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سونے کا پہاڑ بنا دے تو آپ نے انکار کر دیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کو یہ پیشکش کی گئی کہ مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، اے رب! میں ایک دن سیر ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا، جب میں بھوکا ہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور جب سیر ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا۔ شرح الشفا ملا قاری) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم میں سے جو شخص مجھ سے محبت کرے گا اس کی طرف فقر ایسی تیزی اور سرعت کے ساتھ آئے گا جیسے تیزی کے ساتھ وادی کی اوپر والی جانب سے پانی نیچے کی طرف آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں! آپ نے فرمایا سوچو! تم کیا کہہ رہے ہو! اس نے تین بار کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر فقر کی تیاری کر لو[1]

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں بہت دماغ سوزی اور محنت کی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس وجوہات اور آپ سے محبت کی دس علامتیں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میری اس کاوش کو میرے لیے توشۂ آخرت کر دے اور میرے اور میرے قارئین کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا کر دے، اور دنیا اور آخرت میں ہمیں آپ کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، دنیا اور آخرت کے ہر رنج، بلا اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور آخرت کی ہر نعمت، جنت الفردوس اور اپنا دیدار عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک رحمۃ للعلمین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین و اصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خِصَالِ الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرے

[1] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفا ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ أَوْ قَالَ لِجَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوسی کے لیے ایسی چیز پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

۷۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ قَالَ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک اپنے پڑوسی یا بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس وقت تک ایمان کامل حاصل نہیں ہوگا، جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس چیز سے مراد عبادات ہیں یا اشیاء مباحہ، اور جس شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی نعمت کو پسند کرے گا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے[1]

جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ رہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے مریض کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم کے مریض کے لیے نمکین اور کلسٹرول کی زیادتی اور یرقان کے مریض کے لیے چکنائی اور گوشت منع ہیں، ایسی اشیاء اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں ہیں، نیز بعض اشیاء فی نفسہا مفید ہوتی ہیں لیکن اگر بعض اہل ثروت ان کو اپنے لحاظ سے لائق استعمال نہ سمجھیں اور وہ چیز اپنے نوکروں کو دے دیں، اور وہ چیز ان کے حق میں مفید ہو تو وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں، علاوہ ازیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان تنزل الناس منازلهم [1] کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور رتبہ کے لحاظ سے سلوک کرو۔

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر تاجر مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے اور اگر ایک عام مزدور مہمان ہو تو اس کی مہمان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی، اسی طرح رشتہ داروں کے قریب و بعید اور دوستوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی سلوک میں حسب مراتب فرق ہوگا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہٖ اپنی افادیت کو کھو چکی ہو جیسے پھل گل سڑ جائیں یا جو کھانا خراب ہو چکا ہو تو وہ کسی کو نہ دیا جائے۔ یا کوئی چیز ہے تو عمدہ لیکن جس شخص کو دی جا رہی ہے اس کے رتبہ کے اعتبار سے وہ مناسب نہیں ہے جبکہ دینے والا اس کا ہم رتبہ ہو، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لیے جس کام کو ناپسند کرتا ہو اس کا حکم دوسرے کو نہ دے لیکن یہاں بھی جانبین کے درمیان مساوات مراتب کی قید ملحوظ ہوگی۔

باب تحریم ایذاء الجار — پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

۸۰۔ حدثنا یحیی ابن ایوب وقتیبۃ بن سعید وعلی بن حجر جمیعا عن اسماعیل بن جعفر قال ابن ایوب حدثنا اسماعیل قال اخبرنی العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ من لا یامن جارہ بوائقہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

پڑوسی کے حقوق کا بیان

جو شخص اس حکم شرعی کو جانتا ہو اور اس کو معمولی اور غیر اہم سمجھ کر پڑوسی کو تکلیف دے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین کرنے کے لیے پڑوسی کو تکلیف دے وہ شخص کافر ہو جائے گا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا غلبہ معصیت سے مغلوب ہو کر پڑوسی کو ستائے گا اور اس کی تلافی کیے بغیر مر جائے تو وہ اولاً جنت میں نہیں جائے گا، بعد میں سزا بھگت کر بفضل الٰہی چلا جائے گا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو ابتداءً سلام کرے اور اس سے زیادہ دیر گفت گو نہ کرے، اس کے خانگی معاملات کی تفتیش نہ کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے۔ مصیبت میں اظہار ہمدردی اور موت میں اس کی تعزیت کرے۔ اور تجہیز و تکفین میں شریک ہو، خوشی کے موقع

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پر اس کو مبارک باد دے اور اس کی خوشیوں میں شریک ہو، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے گھر میں نظر نہ ڈالے اور اگر اس کے گھر کا اندرونی منظر دکھائی دیتا ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے، اور اس کی خواتین سے گفتگو کرنی پڑے تو نظر نیچی رکھے، اس کے بچوں سے پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں ان کو بتلائے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو، اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ فقر اور مرض میں اس کی عیادت کرو۔ مر جائے تو جنازہ میں شریک ہو، خوشی میں مبارک باد دو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مکان کے سامنے اتنا اونچا مکان نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا رک جائے (یا بے پردگی ہو، سعیدی) اس کو ایذا مت پہنچاؤ، اگر پھل خریدو تو اس کو ہدیہ دو اگر نہ دے سکو تو اپنے گھر میں چپکے سے پھل لے جاؤ تاکہ اس کے بچوں کو پتا نہ چلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ کر دیا کرو، تاکہ بوقت ضرورت پڑوسی کو دے سکو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اس کے پاس بکری کا ایک کھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے باغ میں کوئی شریک یا اس کا پڑوسی ہو وہ اس کو باغ خریدنے کی پیش کش کیے بغیر نہ فروخت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں اپنا شہتیر رکھنا چاہے تو اس کو منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر احکامات دیے ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہمارے اموال میں وارث نہ بنا دیں۔

نیز امام غزالی نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں اوّل وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی، اس کا حق سب سے زیادہ ہے، دوسری قسم عام مسلمان پڑوسی ہے، اس کا حق دوسرے درجہ پر ہے، اور اس تفصیل میں تمام احکام اسی سے متعلق ہیں۔ اور تیسرا پڑوسی غیر مسلم شخص ہے اور جو احکام مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ان تمام احکام اور حقوق کا غیر مسلم پڑوسی بھی مستحق ہے۔ [1]

بَابُ الْحَثِّ عَلٰى اِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ وَلُزُوْمِ الصَّمْتِ اِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ مِنَ الْاِيْمَانِ۔

پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان سے ہے

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۱۴ - ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۸۱- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَنْبَأَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

۸۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

۸۳- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي حُصَيْنٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

۸۴- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَسْكُتْ۔

حضرت ابوشریح خزاعی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ یا تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

افضلیت سکوت کے مواقع ہر چند کہ سکوت بہتر ہے لیکن مطلقاً باتیں کرنا مباح ہے، بشرطیکہ وہ جھوٹ، غیبت، تہمت، چاپلوسی اور دیگر ممنوع اور حرام باتیں نہ ہوں، اور بعض دفعہ سکوت حرام ہوتا ہے جبکہ خاموشی سے کسی کو نقصان پہنچنا یقینی ہو، یا کوئی کلمہ حق کو چھپا رہا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ اظہار حق، یا کسی کو یقینی ضرر سے بچانے کے لیے بولنا واجب ہے اور وعظ و نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے لیے بولنا مستحب ہے اور عام دنیاوی باتیں کرنا مباح ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سکوت افضل ہے۔

مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی ضیافت کی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہمانوں کی ضیافت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تمہارے پاس آئے تو اس کی ضیافت کے وقت تمہارے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں تمہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی دنیوی مطلب حاصل کر لو گے، ورنہ اس دعوت سے اخلاص کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کھانا کھانا چاہیے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے کہ میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے ممکن ہے کہ میزبان کا ساتھ کھانا کھانا اس پر گراں گزرتا ہو۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت سیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم و تکریم نہ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کے آنے سے خوش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

نیز انھوں نے فرمایا اگر کسی دوسرے شیخ، استاذ یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مریدین، تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تنقیص نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے، جو ان کے ممدوحین سے منقطع ہونے کا سبب ہو بلکہ جس قدر ممکن ہو ان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہ خوبیاں بیان کرے جو دراصل ان میں موجود ہوں۔ [1]

---

[1] امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ، لواقح الانوار القدسیہ ص ۴۴۶-۴۴۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ، بمصر ۱۳۸۸ھ

بَابُ ١٩ بَيَانِ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ

برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے، اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے۔

٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ قَبْلَ الصَّلَاةِ مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَبْلَ الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ تُرِكَ مَا هُنَالِكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَمَّا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک شخص نے مروان کو ٹوکا اور کہا کہ نماز خطبہ سے پہلے ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب متروک ہو چکا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر دیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت کام دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا رد کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

٨٦ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ مَرْوَانَ وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

---

٨٧ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس نبی کے لیے اس کی امت میں سے کچھ مددگار اور اصحاب ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر کاربند

بْنِ الْمُسَوَّرِ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَا لَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ فَحَدَّثْتُ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فَاَنْکَرَهٗ عَلَیَّ فَقَدِمَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَنَزَلَ بِقَنَاةَ فَاسْتَتْبَعَنِیْ اِلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ یَعُوْدُهٗ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا جَلَسْنَا سَاَلْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ فَحَدَّثَنِیْهِ کَمَا حَدَّثْتُهٗ ابْنَ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ فَقَدْ تُحُدِّثْتَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ۔

رہتے تھے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے خلاف فعل کیا لہٰذا جس شخص نے ہاتھوں سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے، ابورافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اس کو نہیں مانا، اتفاق سے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود بھی آچکے تھے اور مدینہ کی ایک وادی قناۃ میں ٹھہرے ہوئے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر ان کی عیادت کے لیے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے، جب ہم سب وہاں جمع ہوئے تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے وہ حدیث پھر اسی طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا۔

۸۸- وَحَدَّثَنِیْهِ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ الْحَارِثُ بْنُ الْفُضَیْلِ الْخَطْمِیُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَکَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ مَوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَّبِیٍّ اِلَّا وَکَانَ لَهٗ حَوَارِیُّوْنَ یَهْتَدُوْنَ بِهَدْیِهٖ وَیَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِهٖ بِمِثْلِ حَدِیْثِ صَالِحٍ وَلَمْ یَذْکُرْ قُدُوْمَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاجْتِمَاعَ ابْنِ عُمَرَ مَعَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (مددگار) ہوتے تھے جو اس نبی کے طریقہ پر کاربند رہتے تھے، باقی روایت اس سے پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی ملاقات کا ذکر نہیں ہے۔

خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مروان نے خطبہ کو عید کی نماز پر اس لیے مقدم کیا تھا کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھتا تھا، اور جو طریقہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور بنوامیہ کے بعض خلفا کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر اجماع ہے اور جب مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تو اس کو ٹوکا گیا، اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی برے کام کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے بدلے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے ٹوکے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ رکھے تو اس کو اپنے دل سے برا جانے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مروان سے پہلے _____ اس بدعت کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ نے بھی خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابو سعید نے خود مروان کو کیوں نہیں ٹوکا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید بعد میں آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو سعید کو اپنی جان پر خطرہ ہو اس لیے انھوں نے خود نہ ٹوکا ہو۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی باب صلوٰۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابو سعید نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا پہلے نماز پڑھو، اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق

برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہ گار ہوں گے، اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی برا کام کرتے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہوا پائے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کامل ہو تمام احکام شرعیہ پر عامل اور تمام محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت، جھوٹ، قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کو ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوکے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور جو احکام شرعیہ غامض اور دقیق ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے، عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں انکار کر سکتے ہیں (مثلاً

روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں، اعضاء اور قرینہ کی پیوند کاری، انتقالِ خون وغیرہ) جو مسئلہ اجتہادی اور مختلف فیہ ہو، مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کر رہا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہوگا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہیے کہ اس کو ٹوکے تاکہ وہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو (مثلاً) بیمار روزہ دار، اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرلے۔)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔
(آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔
(آل عمران: ۱۱۰)

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

یٰبنی اقم الصلوٰۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر۔ (لقمان: ۱۷)

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ۔
(حجرات: ۹)

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

لعن الذین کفروا من بنی اسراءیل علی لسان داؤد وعیسی بن مریمؕ ذٰلک بما عصوا وکانوا یعتدون ۝ کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون ۝
(مائدہ: ۷۹-۷۸)

بنو اسرائیل سے جنھوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان پر لعنت کیے گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انھوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث

حضرت ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:
ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر واجب ہے، اور اس کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکے اور اگر برائی کو ہاتھ سے روک سکتے ہیں اس کی جان کو خطرہ ہو تو زبان سے برائی کا انکار کرے، اور اگر زبان سے برائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس برائی کا انکار کرے، (اس باب کی احادیث میں بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ سعید ی غفرلہ) اور حضرت عبداللہ بن جریر بجلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس قوم میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا اے شخص! اللہ سے ڈر اور اس کام کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر اگلے دن جب اس سے ملتا تو اس کو منع نہ کرتا، اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا، جب انھوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیے، اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی، پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور تم اس کو حق کی طرف موڑ دینا، اور اس کو حق پر مجبور کرنا، امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو برائی سے روکے تو پھر برے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھے نہ کھائے اور نہ پیے۔

کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ (مائدہ ۵، ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں، تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب نازل فرمائے، ابوامیہ شعبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابوثعلبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تم نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے، اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں، ان ایام میں صبر کرنا انگارے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک عمل کرنے والے کو پچاس عمل کرنے والوں کو اجر ملیگا۔

یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں، ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلنا اور اس کو مٹانا ممکن ہو، اس حال میں جس شخص کے لیے برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس برائی کو مٹانا فرض ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ وہ برائی کو تلوار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے، یا اس کا مال لوٹنے کا قصد کرے، یا اس کی بیوی سے

زنا کرنے کا قصد کرے، اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً تھپڑ یا مکہ مارا) تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص برائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے"، اور جو شخص برائی کر رہا ہے اگر اس کو قتل کیے بغیر اس برائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے، اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس برائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور مکے مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آجائے گا لیکن بعد میں اتنی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ برائی نہیں مٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے عام قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)۔

ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑا لو، اور اس آدمی کو واپس کر دو، اسی طرح امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو تمہارے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور جو آدمی تمہارا دانت توڑنا چاہتا ہو (مدافعت میں) تمہارا اس کو قتل کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تمہاری مدد کو نہ پہنچیں، اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ (حجرات: ۹)

جو جماعت زیادتی کرے، اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے

اسی طرح حدیث میں ہے: "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے"۔ اس لیے جب کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ برائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے، یہ حکم ہر اس برائی کے لیے ہے جو علی الاعلان کی جا رہی ہو اور اس پر اصرار کیا جا رہا ہو، مثلاً کوئی شخص بھتہ اور جبری ٹیکس وصول کرے اور جب ہاتھ سے برائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس برائی سے اور ان برائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔

تم اپنی جانوں کی فکر کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تمہاری بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اور جب تمہاری بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو، اسی طرح حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے

رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جارہی ہے، خواہش کی پیروی کی جارہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جارہی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر اترا رہا ہے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو اور لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی المنکر کو قبول نہ کریں اور اپنی خواہشات اور آراء کی پیروی کریں تو پھر تمہارے لیے ان کو چھوڑنے کی گنجائش ہے اور تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اور جب لوگوں کا یہ حال ہو تو پھر آپ نے برائی پر ٹوکنے کو ترک کرنا مباح کر دیا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں قرآن مجید اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہم نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی المنکر فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو پھر یہ برائیوں سے ساقط ہو جاتا ہے، اور اس فرض کی ادائیگی میں نیک اور بد کا کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایک فرض کو ترک کر دے تو اس کی وجہ سے باقی فرائض اس سے ساقط نہیں ہوتے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو اس سے روزہ اور دیگر عبادات کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح جو شخص تمام نیکیاں نہ کرے اور کسی برائی سے نہ رکے تو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ کی ایک جماعت حاضر ہوئی، انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر ہم تمام نیکیوں پر عمل کر لیں حتیٰ کہ کوئی نیکی باقی نہ بچے مگر ہم نے اس پر عمل کر لیا ہو اور تمام ——— برائیوں سے بچیں حتیٰ کہ کوئی برائی نہ بچے مگر ہم اس سے رک چکے ہوں تو ——— کیا اس وقت ہمارے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا نیکیوں کا حکم دو، خواہ تم نے تمام نیکیوں پر عمل نہ کیا ہو اور برائی سے روکو خواہ تم برائی سے نہ رکتے ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کو باقی تمام فرائض کی ادائیگی کے مساوی قرار دیا ہے، جس طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود دیگر فرائض کا ادا کرنا ساقط نہیں ہوتا، اسی طرح بعض واجبات میں تقصیر کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ساقط نہیں ہوتا۔

ہتھیاروں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان

علماء امت میں سے صرف ایک جاہل قوم نے یہ کہا ہے کہ باغی جماعت سے قتال نہ کیا جائے اور ہتھیاروں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے، انھوں نے کہا جب امر بالمعروف اور نہی المنکر میں ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پڑے تو یہ فتنہ ہے، حالانکہ قرآن مجید میں ہے:

فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ۔

جو جماعت بغاوت کرے اس سے جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے امر کی طرف لوٹ آئے۔

ان لوگوں نے یہ کہا کہ سلطان کے ظلم اور جور پر انکار نہ کیا جائے، البتہ سلطان کا غیر اگر برائی کرے تو اس کو قول سے منع کیا جائے اور بغیر ہتھیار کے ہاتھ سے منع کیا جائے یہ لوگ بدترین امت ہیں، امام ابوداؤد نے

اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کلمۂ حق کہا جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاداش میں اس کو قتل کر دیا گیا۔[1]

کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے

کسی شخص سے دوستی اور محبت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی فائدہ طلب کرنے کے لیے مداہنت (بے جا نرمی) اور دنیاوی مفاد کے لیے نہی عن المنکر کو ترک کرنا (کرنی) چاہیے۔ کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے ساتھ خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے، اور اگر وہ فرائض اور واجبات کی ادائیگی میں تقصیر کر رہا ہو تو اس سے ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کر رہا ہو تو اس کو بھلائی سے روکے۔

امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی اور ملائمت کو اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی اور جس نے کسی شخص کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی اور ملامت کی اس نے اس کو رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹانے سے کی ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹایا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور ارباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں، مثلاً قاتل کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا ہاتھ کاٹیں، زانی کو کوڑے لگائیں یا رجم کریں اسی طرح دیگر حدود الٰہیہ جاری کریں۔ اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں، اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے برا جانیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو وہ اس کو حسب مقدور مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے قوسین میں بیان کیا ہے۔

خلوف کا معنی

اس حدیث میں سے انبیاء کے حواریوں کے بعد خلوف آئے، جو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کو وہ کہتے نہیں تھے۔

---

[1] علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۳۴، ۳۰، ملخصاً، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

علامہ نووی خلوف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
خلوف، خلف کی جمع ہے اور خلف بعد میں آنے والے برے لوگوں کو کہتے ہیں اور خلف بعد میں آنے والے اچھے لوگوں کو کہتے ہیں[1]
علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے کہ خلف کی جمع اخلاف اور خلف کی جمع خلوف آتی ہے۔[2]

بَابُ ۲۰ تَفَاضُلِ اَهْلِ الْاِيْمَانِ فِيْهِ وَرُجْحَانِ اَهْلِ الْيَمَنِ فِيْهِ

اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح

۸۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ ابْنِ اَبِيْ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْيَمَنِ فَقَالَ اَلَا اِنَّ الْاِيْمَانَ هٰهُنَا وَاِنَّ الْقَسْوَةَ وَغِلَظَ الْقُلُوْبِ فِي الْفَدَّادِيْنَ عِنْدَ اُصُوْلِ اَذْنَابِ الْاِبِلِ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ فِيْ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا سنو ایمان اس طرف ہے اور شقاوت اور سنگدلی (مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور مضر میں ہے جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور اونٹوں کی دموں کے پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس جگہ سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ اَنْبَاَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ جَاءَ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَالْفِقْهُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور فقہ اور حکمت دونوں یمنی ہیں۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۸۹۔ ۸۸ ملخصاً مطبوعہ نشر ادب الحوزہ ایران، ۱۴۰۵ھ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

۹۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتَاكُمْ اَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ اَضْعَفُ قُلُوْبًا وَّاَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْفِقْهُ يَمَانٍ وَّالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور فقہ اور حکمت یمنی ہیں۔

۹۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِيْ اَهْلِ الْخَيْلِ وَالْاِبِلِ الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفر کا گڑھ (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور فخر اور غرور، گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، اور تواضع اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ يَمَانٍ وَّالْكُفْرُ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالرِّيَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْخُيَلِ وَالْوَبَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان یمنی ہے اور (کفر (مدینہ کے) مشرق میں ہے اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں اور غرور گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے۔

۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِيْنَ اَهْلِ الْوَبَرِ وَالسَّكِيْنَةُ فِيْ اَهْلِ الْغَنَمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، غرور اور تکبر، اونٹ اور گھوڑے رکھنے والوں میں اور عاجزی بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا

امام مسلم نے زہری سے ایسی ہی ایک سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت ہے

الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ۔

یہ اضافہ بھی ہے ایمان اور حکمت یمنی ہیں۔

---

۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَرَقُّ أَفْئِدَةً وَأَضْعَفُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي الْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ قِبَلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن آئے ہیں، ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یمنی ہیں، عاجزی بکریاں چرانے والوں میں ہے اور طرہ و اونٹ رکھنے والوں میں ہے جو کہ مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

---

۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَلْيَنُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں، ایمان اور حکمت یمنی ہیں، اور کفر کا گڑھ (مدینہ) کے مشرق میں ہے۔

---

۹۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔

---

۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ الْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَصْحَابِ الْإِبِلِ وَالسَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ فِي أَصْحَابِ الشَّاءِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں غرور اور تکبر اونٹ رکھنے والوں میں اور عاجزی اور وقار بکریاں رکھنے والوں میں ہے۔

---

۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شقاوت اور سنگ دلی (مدینہ کے) مشرق میں ہے۔ اور ایمان اہل حجاز میں ہے۔

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ غِلَظُ الْقُلُوْبِ وَالْجَفَاءُ فِي الْمَشْرِقِ وَالْاِيْمَانُ فِيْ اَهْلِ الْحِجَازِ۔

یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۸۹ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سنو ایمان اس طرف ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا، کیونکہ ایمان کا مبداء تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہے اور اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱)۔ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ مکہ تہامہ میں ہے اور تہامہ اصل یمن میں سے ہے۔

(۲)۔ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ ہے کیونکہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت مکہ اور مدینہ آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا تو آپ نے یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ایمان اس طرف ہے اور اس سے آپ کی مراد مکہ اور مدینہ تھی، جیسے کعبہ کے ان دو کونوں کو ارکان یمانیہ کہتے ہیں جو یمن کی جانب ہیں۔

(۳)۔ اہل یمن سے مراد انصار ہیں، کیونکہ وہ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور چونکہ انہوں نے آپ کی نصرت کی تھی، اس لیے آپ نے ایمان کو ان کی طرف منسوب کیا۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایمان نہ ہو، اور یمن والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یمن میں رہتے تھے، قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں[1]

اونٹ پالنے والوں میں سنگدلی کی وجہ

اسی حدیث میں ہے شقاوت اور سنگدلی قبیلہ ربیعہ اور مضر میں ہے جو بہ کثرت اونٹ پالتے ہیں۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اونٹوں کا ذکر اونٹوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان سے مراد مال کی کثرت ہے کیونکہ لوگوں کو حقیر جاننے اور تکبر کرنے کا سبب مال کی کثرت ہے، اور اونٹوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں مال کی کثرت کی علامت اونٹوں کی کثرت تھی۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

شیطان کے دو سینگوں سے کیا مراد ہے؟ نیز اس حدیث میں ہے کہ (مدینہ کے) مشرق سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مشرق سے مراد مدینہ کا مشرق ہے اور وہ نجد ہے، اسی طرح تبوک کے مشرق میں بھی نجد ہی ہے، نیز اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! ہمارے یمن اور شام میں برکت دے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں؟ تیسری بار آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور طاعون ہوگا، اور شیطان کا سینگ وہیں سے نکلے گا، ایک اور حدیث میں ہے اے اللہ! مضر کو سختی سے کچل دے، اور مضر بھی نجد میں ہے۔ [1]

صوبہ نجد میں ایک مقام ہے عیینہ اسی جگہ مسیلمہ کذاب پیدا ہوا اور اسی جگہ محمد بن عبدالوہاب، نجدی پیدا ہوا، اور ان کی وجہ سے لوگوں کے عقائد متزلزل ہوئے، اور بہت فتنے ظاہر ہوئے۔ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں شیطان کے جو دو سینگوں کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہی دو شخص ہوں۔

فقہ اور حکمت کی تعریفات حدیث نمبر ۹۷ میں ہے: ایمان اور حکمت یمنی ہے۔

علامہ ابی مالکی نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں ایمان یمانی ہے، فقہ یمانی ہے اور حکمت یمانی ہے، نور محمد اصح المطابع کے نسخہ میں فقہ کا لفظ نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ جو علامہ نووی کی شرح ہے اس میں فقہ کا لفظ ہے۔

علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فقہ کا لغوی معنی فہم، اور اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ فرعیہ جو دلائل تفصیلیہ سے حاصل کیے گئے ہوں، (امام ابوحنیفہ نے فقہ کی تعریف کی: نفس کا اپنے نفع اور ضرر کو جان لینا) اور یہاں فقہ سے مراد دین کی فہم ہے اور حکمت کا لغوی معنی ہے: جو چیز جہل سے منع کرے، ابن درید نے کہا ہر وہ علم جو حسن اور کمال کی طرف پہنچائے اور نقص اور قبیح سے مانع ہو وہ حکمت ہے۔ [2]

بَابُ ۲۱ بَيَانِ أَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَأَنَّ مَحَبَّةَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ سَبَبٌ لِحُصُولِهَا

جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے، مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے

۱۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۶۰، " "

اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایمان نہیں لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہو گے۔ جب تک آپس میں محبت نہیں کرو گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

۱۰۳- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ اَنْبَاَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان فرمائی اور کہا یہ حدیث اس سند کے ساتھ کچھ تغیر کے ساتھ منقول ہے اس میں یوں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو گے، بقیہ حدیث اسی طرح ہے۔

مسلمانوں کے درمیان حسنِ معاشرت کا بیان

وہ افعال جن کی وجہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے محبت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل کرنا، اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہنا، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرنا، اور مدد کرنا، موت پر اس کے جنازہ میں شریک ہونا، موت کے بعد اس کے حق میں مغفرت کی دعا کرنا، اگر کوئی مسلمان قسم کھا لے تو قسم پوری کرنے میں اس کی مدد کرنا ہر حال میں اس کی خیر خواہی چاہنا، اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، آپس میں اگر ناچاقی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ سلام و کلام نہ چھوڑنا، کسی زیادتی پر انتقام لینے کی بجائے معاف کر دینا، جو مسلمان کسی دینی یا دنیاوی معاملہ کا علم نہ رکھتا ہو اس کو وہ علم سکھانا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کی تعظیم کرنا، اپنی ذات سے کسی مسلمان کو ضرر اور تکلیف نہ پہنچنے دینا، ہر مسلمان سے عاجزی اور انکساری سے پیش آنا۔ ہر مسلمان سے مسکراتے ہوئے خوشگوار حال میں ملنا، سچ بولے، وعدہ وفا کرے، امانت ادا کرے، اپنے لیے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند کرے، اگر دو مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو ان کی صلح کرا دے، کسی مسلمان کی غیبت کرے نہ چغلی کھائے نہ اس پر افتراء باندھے، نہ اس کے بارے میں بدگمانی کرے، نہ اس کے شخصی احوال کی کھوج میں لگا رہے۔ اگر کسی مسلمان کے عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے، بیماری، تنگ دستی یا کسی بھی ضرورت کے موقع پر اس کی مدد کرے، مسلمان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دشوار کام کے لیے نہ کہے بلکہ دشوار کاموں میں اس کی مدد کرے، اس سلسلہ میں اپنی جان اور مال سے دریغ نہ کرے، مال سے خدمت کرنے کے تین مراتب ہیں،

اوّل یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے نوکر کے مرتبہ میں رکھے، اور اس کی ضرورت کے وقت اس کے سوال سے پہلے اپنا بچا ہوا مال اس کو دے دے اور یہ ادنیٰ درجہ ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے مرتبہ میں رکھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے اور اپنے مال کو اس میں شریک رکھے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، اور اپنے آپ پر اس کو ترجیح دے اسی طرح اپنی ذات سے بھی ان تین مراتب سے اس کی مدد کرے۔

بَابُ ۳۲ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ

دین خیر خواہی ہے

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ إِنَّ عَمْرًا وَحَدَّثَنَا عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَرَجَوْتُ أَنْ يُسْقِطَ عَنِّي رَجُلًا قَالَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنَ الَّذِي سَمِعَ مِنْهُ أَبِي كَانَ صَدِيقًا لَهُ بِالشَّامِ ثُمَّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین خیر خواہی (کا نام) ہے ہم نے عرض کیا حضور کس کی خیر خواہی کریں، آپ نے فرمایا، اللہ کی، کتاب اللہ کی، رسول اللہ کی، ائمہ مسلمین کی اور عام مسلمانوں کی۔

۱۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ ابْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ سَمِعَهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ أَبَا صَالِحٍ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے تیسری سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی حضرت تمیم داری سے یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

۱۰۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى النُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۹- حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ وَيَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فَلَقَّنَنِيْ فِيْمَا اسْتَطَعْتَ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کے کرنے کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے سننا، ہر حکم پر عمل کرنا، ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بقدر استطاعت عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل

اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور درحقیقت یہ اپنے آپ سے خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہی سے مستغنی ہے اور کتاب اللہ سے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کرے اس کی تلاوت کرے، اس کی آیات میں تدبر کرے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب ہے آپ کی نبوت پر ایمان لائے آپکی دی ہوئی خبروں کی تصدیق اور آپ کے دیے ہوئے احکام پر عمل کرے، آپ کی تعظیم و توقیر کرے۔ آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھے، ائمہ مسلمین سے مراد اگر حکام ہیں تو اس کا مطلب ہے نیکی میں ان کی اطاعت کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اگر مجتہدین یا اصحاب فتاویٰ علماء مراد ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کی تقلید کرے اور ان کے فتووں پر عمل کرے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں ان کی خیر کی طرف رہنمائی کرے، ان کی مصیبت اور تکلیف کو دور کرے۔ ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔

بَابُ ۲۳ بَيَانِ نُقْصَانِ الْاِيْمَانِ بِالْمَعَاصِيْ وَنَفْيِهٖ عَنِ الْمُتَلَبِّسِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلٰى اِرَادَةِ نَفْيِ كَمَالِهٖ

گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا

۱۱۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُ هٰؤُلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَلْحَقُ مَعَهُنَّ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا، نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں شراب پیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے کہ نہ کوئی شخص حالتِ ایمان میں کسی عمدہ چیز کو بر سرِ عام لوگوں کے سامنے لوٹتا ہے۔

۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ يَذْكُرُ مَعَ ذِكْرِ النُّهْبَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ هٰذَا إِلَّا ذِكْرَ النُّهْبَةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا اس سند کے ساتھ روایت میں لوٹی ہوئی چیز کی عمدگی کا ذکر نہیں ہے، اور ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس روایت میں سرے سے لوٹ کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔

۱۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي

امام مسلم ایک اور سند بیان کر کے فرماتے ہیں: اس روایت میں لوٹ کا ذکر ہے مگر لوٹی ہوئی چیز کے عمدہ ہونے کا بیان نہیں ہے۔

سَلَمَةَ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَذَكَرَ النُّهْبَةَ وَلَمْ يَقُلْ ذَاتَ شَرَفٍ۔

۱۱۳- وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ پر ختم ہوئی۔

۱۱۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت بھی حضرت ابوہریرہ پر ختم ہوتی ہے (بظاہر مقصد یہ ہے کہ یہ روایت ان دو سندوں سے بھی ثابت ہے)

۱۱۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ وَصَفْوَانَ بْنَ سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارَهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ يَرْفَعُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيُنَهُمْ فِيهَا وَهُوَ حِينَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَزَادَ وَلَا يَغُلُّ أَحَدُكُمْ حِينَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاكُمْ۔

امام مسلم ایک سند بیان کر کے فرماتے ہیں۔ صفوان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ شخص لوگوں کے سامنے لوٹے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ لوگوں کے سامنے لوٹے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ کوئی شخص حالت ایمان میں کسی کے مال میں خیانت نہیں کرتا لہٰذا تم ان تمام کاموں سے احتراز کرو۔

۱۱۶- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمٍ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حالت ایمان میں زنا نہیں کرتا اور نہ کوئی شخص حالت ایمان میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص حالت ایمان میں شراب پیتا ہے لیکن ان افعال کے باوجود

وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَالتَّوْبَةُ مَعْرُوْضَةٌ بَعْدُ۔

توبہ کی گنجائش رہتی ہے۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ شُعْبَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

حدیث الباب کی تشریح اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت وہ شخص قطعاً مومن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت اس میں نور ایمان نہیں ہوتا یا اس میں ایمان کامل نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص ان افعال کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ کافر ہو جائے گا، اور اس میں بالکل ایمان نہیں رہے گا یا اگر ان کاموں کو معمولی سمجھے یا حرمت شرعی کی توہین کرتے ہوئے یہ کام کرے تب بھی وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا لیکن یہ نیت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تمام قسم کے گناہوں کو شامل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زنا تمام افعال شہوانیہ کو شامل ہے، چوری دنیا میں رغبت اور حرام کی حرص کو شامل ہے، شراب پینا ان تمام کاموں کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں اور لوٹ مار، حقوق العباد کی رعایت نہ کرنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

بَابُ ۲۴ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ

منافق کی صفات کا بیان

۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خُلَّةٌ مِنْهُنَّ كَانَ فِيْهِ خُلَّةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتّٰى يَدَعَهَا إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَإِنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں چار عادتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس شخص میں ان چار عادتوں میں سے کوئی ایک عادت ہوگی اس میں نفاق کی ایک عادت ہوگی، جب تک کہ وہ اس عادت کو نہ چھوڑ دے۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، دوسری یہ کہ جب کوئی عہد کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے، تیسری یہ کہ جب کوئی وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور چوتھی یہ کہ جب کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ سفیان کی سند کے ساتھ جو روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی عادت ہوگی اس میں نفاق کی عادت ہوگی۔

۱۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سُهَيْلٍ نَافِعُ بْنُ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

---

۱۲۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَلَامَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثَةٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین علامات ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

---

۱۲۱ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زُكَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

۱۲۲ - وَحَدَّثَنِي أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ وَعُبَيْدُ الْأَعْلَى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ دَاوُدَ ابْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَذَكَرَ فِيهِ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی جو ابوہریرہ پر ختم ہوتی ہے اس میں بھی یہ اضافہ ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا مدار تین چیزوں پر ہے، نیت، قول اور فعل، اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں، نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابل مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کر لے، لیکن جب وعدہ کرتے ہی اس کے پورا کرنے کا عزم ہو، پھر کوئی مانع پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی رائے بدل جائے تو یہ

صفت نفاق نہیں ہے، کیونکہ طبرانی کی روایت میں اس طرح ہے:

اذا وعد وھو یحدث نفسہ انہ یخلف۔ وعدہ کرتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورۃً کذب کا مرتکب نہ ہو اور جب کسی شخص کو سزا دینے کی دھمکی دی ہو، اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کا فساد یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کا فساد یہ ہے کہ منافق کے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت قول اور فعل تینوں میں فساد ہوتا ہے۔

ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ

علماء نے اس حدیث کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں قرار دیا ہے، یہ اوقات اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا، اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:

(۱)۔ یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا، اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا، کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کو کہتے ہیں اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲)۔ جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔

(۳)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر و اکثر منافقی امتی قراؤھا۔ "تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لیے قرآن مجید پڑھتے ہیں، بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تحذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے

(۴)۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق اعتقادی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے، اور نفاق عملی یعنی خلوت میں ارکان دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کے سامنے ارکان دین پابندی سے ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے۔ اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵)۔ یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحۃً یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں بھی اس منافق کا ذکر اس میں پائی جانے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔

(۶)۔ اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ یہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے، ان کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نصرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف کرتے۔

(۷)۔ سعید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکال ہوا، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ ہنسے اور آپ نے فرمایا: تمہارا اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله ط و الله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔ (منافقین ۱)

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے:

ومنهم من عهد الله لئن اتنا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصلحين ۝ فلما اتهم من فضله بخلوا به و تولوا وهم معرضون ۝ فاعقبهم نفاقا في قلوبهم الى يوم يلقونه بما اخلفوا الله ما وعدوه و بما كانوا يكذبون۔

(توبہ: ۷۵ تا ۷۷)

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور ہم ضرور نیکوکاروں میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرتے ہوئے پلٹ گئے، تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے روز ملاقات تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا، کیونکہ انھوں نے اللہ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

آپ نے فرمایا بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے:

انا عرضنا الامانة على السموت والارض والجبال فابين ان يحملنها و اشفقن

بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر اپنی (اطاعت کی) امانت پیش کی، انھوں نے

منہ زجاج نے کہا یحملنها کا معنی ہے یخنها، لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۷، تاج العروس ج ۷، ص ۳۸۸

تفسیر مدارک میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، اس آیت کے ترجمہ میں اکثر علماء نے غور نہیں کیا۔ منہ

منها وحملها الانسان ط انه كان ظلوما جهولا ۝ (احزاب: ۷۲)

اس امانت میں خیانت سے انکار کیا اور خیانت کرنے سے ڈرے، اور انسان نے اس امانت میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظالم اور بڑا جاہل تھا۔

ہر انسان کے پاس اس کا دین بہ طور امانت رکھا گیا ہے مسلمان پوشیدہ اور ظاہر غسل جنابت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، اور روزہ رکھتا ہے، اور منافق صرف لوگوں کے سامنے احکام شرعیہ کی اطاعت کرتا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو؟ ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا پھر تم اس سے بری ہو۔

(۸)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافق صرف عہد رسالت میں تھے، اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے، وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہد رسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔

(۹)۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں نفاق عمل مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا: کیا تمہارے علم میں میرے اندر کوئی نفاق ہے؟

(۱۱)۔ المنافق میں الف لام اگر جنس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے، بلکہ بہ طور تمثیل اور تشبیہ منافق کا اطلاق ہے، اور اگر اس میں الف لام عہد کا ہو تو کوئی خاص منافق مراد ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔

بعض روایات میں منافق کی چار علامات بیان کی گئی ہیں لیکن یہ روایات اس حدیث کے معارض نہیں ہیں، کیونکہ نفاق کی متعدد علامات تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر تین علامتیں بیان فرمائیں اور کسی موقع پر چار، اور حصر کہیں نہیں فرمایا۔ [1]

بَابُ ۲۵ بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

۱۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ بِشْرٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكْفَرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی کو کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف کفر ضرور لوٹتا ہے۔

۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی (دینی) بھائی سے کہا اے کافر تو

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۱ ملخصاً و موضحاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ۔

کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا، اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔

۱۲۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَمَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم کے باوجود اپنے نسب کے خلاف کسی اور سے نسب قائم کیا اس نے کفر کیا اور جس شخص نے دوسرے کی چیز پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، اور جس نے کسی شخص کو کافر یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا

مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توجیہات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
بعض علماء نے اس حدیث کو مشکل احادیث میں شمار کیا ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے، اس لیے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قتل، زنا اور اسی طرح دوسرے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو "اے کافر" کہے درآں حالیکہ اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ دین اسلام باطل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس وجہ سے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی گئی ہیں:

(۱)۔ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر کسی مسلمان کو اسے کافر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔
(۲)۔ جو شخص مسلمانوں کو بہ کثرت کافر کہے گا اس کی شامت سے وہ خود مآل کار کافر ہو جائے گا۔
(۳)۔ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے وہ درحقیقت خود کو کافر کہہ رہا ہے کیونکہ جس کو کافر کہہ رہا ہے اس کے عقائد اسی کی مثل ہیں اور وہ اسی کی طرح مسلمان ہے۔
(۴)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔
(۵)۔ اگر کسی شخص نے مسلمان کو بہ طور سب وشتم کافر کہا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر مسلمان کو اس کے اسلامی عقائد کی وجہ سے کافر کہا تو پھر یہ کفر اس کی طرف لوٹ جائے گا۔
(۶)۔ قاضی عیاض نے امام مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ باقی اہل بدعت کی طرح خوارج کی بھی تکفیر نہیں کی جاتی۔

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجمع بين قولهم لا يكفر احد من اهل القبلة وقولهم يكفر من قال بخلق القرآن او استحالة الرؤية او سب الشيخين او لعنهما وامثال ذلك مشكل [1]

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، رویت باری تعالیٰ کو محال کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا یا لعنت کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

(۱)۔ تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام اعظم سے بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہٰذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔

(۲)۔ کتاب وسنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور رؤیت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شرف عظیم حاصل ہے، سو جو شخص ان امور کا انکار کرے اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۳)۔ جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تغلیظ پر محمول ہے اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ [2]

فاضل سیالکوٹی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ (کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی) شیخ اشعری نے بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انھوں نے کہا کہ ہم شیعہ اور معتزلہ کی تکفیر کرتے ہیں چونکہ دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابي حنيفة والشافعي

جان لو کہ ہم نے جو اہل اہواء (مثلاً حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر اور ان سب کرنے والے)

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۷۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷ھ

[3] مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۳۴۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

رحمهما الله من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم عمله ان ذلك المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وان لم يكفر بناء على كون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا في طلب الحق لكن جزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا يصح هذا الجمع اللهم الا ان يراد بعدم الجواز خلافهم عدم الحل اى عدم حل ان يفعل وهو لا ينافي الصحة والافهر مشكل والله سبحانه اعلم۔ [1]

پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی سو اس تکفیر کا محمل یہ ہے کہ فی نفسہ یہ معتقدات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چند کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو طلب کرنے کے لیے حتی الوسع اجتہاد کر کے یہ قول کیا ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول کرنا اس تطبیق کی تصحیح نہیں کرتا، اے اللہ! البتہ ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ توجیح نہ کی جائے تو پھر اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ سے یقیناً اشکال واقع ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت ہوں یا اہل بدعت اور امام اعظم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے، چنانچہ ابو شکور سالمی نے تمہید میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا مبنی ثابت نہیں ہے، مسلمان کو سب کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس لحاظ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوگا اور یہ مسلم ہے کہ سب کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال سمجھ کر قتل یا سب کرے تو وہ لامحالہ کافر ہوگا، (الی قولہ) شرح عقائد میں ہے "صحابہ کو سب کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر ادلہ قطعیہ کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر بہتان لگانا، ورنہ بدعت اور فسق ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ متکلمین کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ [2]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۷۲، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

ولا یخفی انہ یمکن ان یقال فی دفع الاشکال ان جزمھم ببطلان الصلاۃ خلفھم احتیاطاً لا یستلزم جزمھم بکفرھم۔

(الی قولہ) وان المراد بعدم تکفیر احد من اھل القبلۃ عند اھل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیء من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیء من موجباتہ۔

(الی قولہ) واختلفوا ایضا ھل یکفر المخالف للحق بذلک الاعتقاد والقول بہ علی وجہ الاعتماد ام لا وذھب الاشعری واکثر اصحابہ الی انہ لیس بکافر، وبہ یشعر ما قالہ الشافعی رحمہ اللہ، لا ارد شھادۃ اھل الاھواء الا الخطابیۃ لاستحلالھم الکذب وفی المنتقی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لم نکفر احدا من اھل القبلۃ وعلیہ اکثر الفقھاء ومن اصحابنا من قال یکفر المخالفین وقال قدماء المعتزلۃ یکفر القائل بالصفات القدیمۃ وبخلق الاعمال وقال الاستاذ ابو اسحاق نکفر من یکفرنا ومن لا فلا واختار الرازی ان لا یکفر احد من اھل القبلۃ وقد اجیب عن الاشکال بان عدم التکفیر مذھب المتکلمین والتکفیر مذھب الفقھاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور ولو سلم فیجوز ان یکون للتغلیظ فی رد ما ذھب الیہ المخالفون والاول لاحترام

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتدا میں نماز کے باطل ہونے کا حکم احتیاطاً ہے، اور یہ ان کے کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

متکلمین نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائیگی یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ پائی گئی ہو اور نہ ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی ہو۔

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد حق کا مخالف ہو اور اس کا اعتماد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی جائے گی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ: میں خطابیہ کے علاوہ باقی اہل ہواء کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطابیہ کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ جھوٹ کو حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اکثر فقہاء کا یہی مختار ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم معتزلہ ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم مانتے تھے، اور استاذ ابو اسحاق نے کہا جو ہماری تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہماری تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے، اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ (روافض وغیرہ کی) تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے، سو ان دو متنافی قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر

شان اهل القبلة فانهم فی الجملة معنا موافقون ۔[1]

مخالفین کے رد کی وجہ سے تغلیظ پر محمول ہے اور تکفیر نہ کرنا ان کے اہل قبلہ ہونے کے احترام کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہر حال ہمارے موافق ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: جس نے غیر کے مال پر دعوی کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کی تشریح یہ ہے:

غیر کے مال پر دعوی کرنے کا حکم

جس نے غیر کے مال پر حلال سمجھ کر دعوی کیا تو ہم میں سے نہیں ہے کا مطلب ہے وہ ہمارے دین والوں میں سے نہیں ہے اور اگر حلال نہیں سمجھا تو مطلب یہ ہے وہ ہمارے طریقہ صحیحہ پر نہیں ہے یعنی خصال محمودہ کا حامل نہیں ہے یا وہ ہماری اچھی عادتیں رکھنے والا نہیں ہے۔

بَابُ ۲۶ بَيَانِ حَالِ إِيمَانِ مَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے انکار کرے اس کے ایمان کا بیان

۱۲۶۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَعَنْ جَعْفَرِ ابْنِ رَبِيعَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آباء کے نسب کا انکار نہ کرو، جس شخص نے اپنے باپ کے نسب سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۲۷۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا ادُّعِيَ زِيَادٌ لَقِيتُ أَبَا بَكْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا الَّذِي صَنَعْتُمْ إِنِّي سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ سَمِعَتْ أُذُنَايَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى أَبٍ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیاد کے بھائی ہونے کا دعوی کیا گیا تو میں نے ابوبکرہ سے ملاقات کی (زیاد ان کا مال جایا بھائی تھا) اور ان سے کہا یہ تم نے کیا کیا، میں نے کہا میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اپنا نسب اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص سے منسوب کیا اس پر جنت حرام ہے، حضرت ابوبکرہ نے کہا میں نے بھی رسول اللہ

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۵۵-۱۵۳، مطبوعہ مطبع مصطفائی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

۱۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَبُومُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي بَكْرَةَ كِلَيْهِمَا يَقُولُ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔

صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا اور میں نے دل میں یاد رکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا باپ کسی اور شخص کو بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

استلحاق زیاد کا بیان

زیاد حضرت ابوبکرہ کے ماں جائے بھائی تھے ان کی والدہ زمانہ جاہلیت میں حارث بن کلدہ طبیب کی لونڈی تھیں ان کا نام سمیہ تھا اسی کے پاس سمیہ کے بطن سے ابوبکرہ پیدا ہوئے، پھر حارث نے سمیہ کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی، ابوسفیان اپنے کسی کام سے طائف گئے ہوئے تھے انھوں نے سمیہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کے نکاح زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور اس سے مباشرت کی، اسی مباشرت کے نتیجہ میں زیاد پیدا ہوئے اور سمیہ نے زیاد کو ابوسفیان سے منسوب کیا، خود ابوسفیان نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا مگر خفیہ طور پر۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو زیاد نے معقل بن ہبیرہ شیبانی کو مقرر کیا کہ وہ حضرت معاویہ کو ابوسفیان کے بارے میں بتلائیں اور حضرت معاویہ کی رائے بھی یہی تھی کہ زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کر کے انھیں اپنی طرف مائل کریں، چنانچہ انھوں نے ایسے گواہ طلب کیے جو اس بات سے واقف ہوں کہ زیادہ کا نسب ابوسفیان سے لاحق ہو چکا ہے، چنانچہ بصرہ کے باشندوں میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی لیکن اکثر شیعان علی کو یہ بات ناگوار تھی حتیٰ کہ ان کے بھائی ابوبکرہ بھی اس استلحاق کو ناپسند کرتے تھے۔ [1]

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا استلحاق اس لیے کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں ان سب قسموں کو تو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ ان میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی عورت سے بہت سے لوگ مباشرت کرتے تھے پھر جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنتی تو اس بچہ کو جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی سو وہ اس شخص کا بیٹا قرار پاجاتا۔ اسلام نے نکاح کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا لیکن نکاح کے جاہلی طریقوں میں سے جس طریقہ سے بھی کوئی بچہ کسی باپ کی طرف منسوب ہوا ہو، اسلام کے بعد بھی اس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور ثبوت نسب کے معاملہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ [2]

---

[1] علامہ عبدالرحمن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۱۰۸، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابن اثیر شیبانی متوفی ۶۳۰ھ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ نے ۴۴ھ میں زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کیا اور اس بات کی زیاد بن اسماء الحرمازی مالک بن ربیعہ سلولی اور منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے شہادت دی تھی، مرائی نے اس واقعہ کو اپنی مختلف سندوں سے روایت کیا ہے اور گواہوں میں مندرجہ ذیل ناموں کا اضافہ کیا:

جویرہ بنت ابی سفیان، مسور بن قوامہ الباہلی، ابن ابی نصر الثقفی، زید بن نفیل الازدی، شعبہ بن العلقم المازنی، بنو عمرو بن شیبان کا ایک شخص اور بنو مصطلق کا ایک شخص، ان سب نے ابو سفیان کے بارے میں گواہی دی کہ زیاد ان کا بیٹا ہے۔[1]

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استلحاق کو تسلیم کیا۔ آپ نے زیاد کے نام خط میں لکھا:

عن عائشۃ ام المؤمنین الی زیاد بن ابی سفیان[2]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابو سفیان کے بیٹے زیاد کے نام۔

صحابہ کرام میں سے جن بعض حضرات کو اس نسب کو قبول کرنے میں تامل تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سفیان نے اس نسب کا اقرار برسر عام نہیں کیا تھا بلکہ خفیہ طور سے دس گواہوں کے سامنے بیان کیا (جن میں بعض صحابہ کرام بھی شامل ہیں) لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس گواہوں سے یہ نسب ثابت ہو گیا اور ام المؤمنین نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ اس معاملہ میں بالکل پاک دامن ہیں، جو لوگ اس معاملہ میں حضرت امیر معاویہ پر طعن کرتے ہیں انھیں خوف خدا کرنا چاہیے۔

بَابُ بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے

۱۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْعَوَّانِ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ثَنَا سُفْيَانُ ح حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا تم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے خود سنا ہے کہ وہ اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ بردان عبد القادر متوفی ۱۹۳۷ء، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۱۱، مطبوعہ بیروت

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَّ قِتَالُہٗ کُفْرٌ قَالَ زُبَیْدٌ فَقُلْتُ لِاَبِیْ وَآئِلٍ اَنْتَ سَمِعْتَہٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ یَرْوِیْہِ عَنِ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ قَوْلُ زُبَیْدٍ لِاَبِیْ وَآئِلٍ۔

کرتے ہیں ابووائل نے کہا ہاں۔

۱۳۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَعْمَشِ کِلَاھُمَا عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

فسق کا بیان حدیث نمبر ۱۲۹ میں ہے: مسلمان کو برا کہنا فسق ہے۔

فسق کا لغوی معنی خروج یعنی نکلنا ہے اور اصطلاح شرع میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل آئے، گناہ کبیرہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ فسق کے تین مراتب ہیں:

(۱)۔ **تغابی**: گناہ کبیرہ کو برا جانتے ہوئے کبھی کبھی شامت نفس سے گناہ کرے۔

(۲)۔ **انہماک**: گناہ کبیرہ میں لذت محسوس کرے اور اس کا عادی ہو جائے۔

(۳)۔ **جحود**: گناہ کو صحیح اور بہتر سمجھنے لگے اور اس کو صحیح سمجھ کر کرے، جب انسان فسق کے اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ حرام قطعی ہو تو اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا ورنہ گمراہی میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، العیاذ باللہ!

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے اسی طرح مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا کفر ہے، بہ ظاہر مسلمانوں سے جنگ کرنا حرام ہے۔

حدیث شریف میں جو اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص مسلمان کے قتل کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے، یا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے یا یہ کہ ناحق لڑائی آل کار کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ یا کفر بمعنی کفران نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر جو انعام کیا تھا یہ اس کی ناشکری کرتا ہے۔

بَاب ۲۸ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ ہو جانا!!۔

۱۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكٍ سَمِعَ أَبَا زُرْعَةَ يُحَدِّثُ عَنْ جَدِّهِ جَرِيرٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ اسْتَنْصِتِ النَّاسَ ثُمَّ قَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگوں کو خاموش کرو، پھر فرمایا میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

۱۳۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَيْحَكُمْ أَوْ قَالَ وَيْلَكُمْ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا سنو! میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

۱۳۴۔ وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توجیہات

حدیث نمبر ۱۳۱ میں ہے: میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے اور اس حدیث

ہیں مسلمان کے قتل پر کفر کا اطلاق کیا ہے، علماء اسلام نے اس اطلاق کی متعدد توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱)۔ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفران نعمت ہے، یعنی کفر ایمان کے مقابلہ میں نہیں شکر کے مقابلہ میں ہے۔

(۳)۔ مسلمان کو قتل کرنے کی شامت بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

(۴)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفر کے مشابہ ہے کیونکہ یہ کافروں کا فعل ہے۔

(۵)۔ کفر نہ کرو اور ہمیشہ مسلمان رہو تاکہ تمہیں کفر کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔

(۶)۔ کافر کا ایک معنی ہے متکفر بالسلاح، یعنی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔

(۷)۔ ایک دوسرے پر (بلاوجہ) کفر کے فتوے نہ لگاؤ تاکہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو قتل کر دو۔[1]

بَابُ ۲۹ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةِ

نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

۱۳۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہیں، کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

تعزیہ اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل اور ان کی تاریخ عہد بہ عہد

شیخ مرتضےٰ احسن فاضل لکھتے ہیں۔

تعزیہ لغت عربی میں اس کا مادہ "ع۔ز۔ی" ہے اور مجرد عزی یعزی عزآ، مصیبت پر صبر کرنا، تعزیہ (تفعلۃ) مزید، متعدی، تلقین صبر کرنا، تسلی دینا، پرسا دینا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۷ میں ہے: عن الیمین وعن الشمال عزین (از عزی فعل ماضی: شکیبائی کی) فقہ و حدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب ذیل میں ملتا ہے: عبادات، جنائز، آداب تلقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تاریخ میں لفظ "تعزیت" و ارکان میت سے اظہار افسوس و اظہار ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثنوی مولانا روم و تفیۃ گب، ۵: ۱۳۷، شعر شمارہ ۲۱۰۲) میں ہے:

سر سیہ چون نامہ ہای تعزیہ
پر ز معاصی متن آن باحاشیہ۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اُردو میں تعزیہ کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضریح، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کاغذ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور علامت محرّم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں، کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چبوتروں پر رکھتے ہیں جنھیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں تعزیہ تابوت اور ماتم و سینہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیہ کرنا = ماتم کرنا؛ تعزیہ دار = ماتم دار، سینہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیہ رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہو، محبِّ حسینؑ، شیعہ، عزادار۔

تعزیہ اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیہ بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی مخصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

(۱) ضریح اور اس کی قسمیں: ان میں ممتاز ترین ضریح وہ ہے جو عمارت روضہ امام حسین علیہ السلام کی ہو بہو شبیہ ہو۔ ایسی ضریحیں نظام دکن، والی رامپور، راجہ محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک مومی ضریح حسین آباد لکھنؤ میں شاہی زمانے سے بنتی چلی آتی ہے۔

(۲) بنگلہ: یہ تعزیہ محمل ناقہ یا عماری فیل سے مشابہ ہوتا ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا مضافات لکھنؤ میں بنتا ہے شاید یہ نقشہ اس محمل یا ڈولی یا پالکی وغیرہ کا ہوتا ہو جس میں تبرکات رکھ کر شاہانِ اہل لال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

(۳) موٹی تعزیے: بانس کی تیلیوں پر ضریح یا بنگلہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمالِ فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔

(۴) جَو کے تعزیے: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گیہوں یا جَو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشور یا اربعین تک اکھوے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیہ ایک رنگ ہو جاتا ہے اس تعزیے پر اثنائے جلوس میں مسلسل پانی چھڑکتے جاتے ہیں۔

تعزیے کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حظیرہ، تربت، عَلَم (ضریح میں گنبد)۔ پاکستان، کشمیر، نیپال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضریح اور تعزیے کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن دونوں خصوصی نسبت کی بنا پر مذہبی اور روایتی نقطۂ نظر سے شیعوں، بعض سنیوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابلِ احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں "تخت" کے اوپر اور حظیرے کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سرخ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیہ کسی ایسی عماری کی نقل ہے جس میں بعض منزل یا دوسرے سلاطین ترتیبیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیے عموماً ۲۹ ذی الحجہ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معیّن مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیہ خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چبوترہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیہ رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی

واقعہ خوانی، نثاری اور مجلس وعظ منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی حقائق و بیانِ خصوصیاتِ اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعاتِ کربلا پر تقریر ختم کرتے ہیں، پھر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر نوحہ خوانی و سینہ زنی یا ماتم بھی ہوتا ہے اہلِ سنت شہادت نامہ اور مقتل کربلا کتھا یا دوہے پڑھتے ہیں۔

اس سلسلے میں تعزیہ داری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگِ اُحد (۳ھ) میں جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا "لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں" یہ سن کر سعد بن معاذ و اُسید بن حُضیر نے بنی عبدالاشہل کی عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھیج دیں، جنھوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری طبع لائیڈن ۱: ۳: ۱۴۲۵؛ ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر لائیڈن ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر برہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں خون ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الخصیب کا (جو حضرت اسامہ والی مہم میں صاحب لواء تھے) لوائے مذکور کو دروازۂ مبارک پر نصب کرنا جو کتبِ ذیل میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں: (الف) مشکوٰۃ، طبع دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۷۰ (باب مناقب اہل البیت)؛ (ب) وہی کتاب، ص ۵۷۰، امام احمد بن حنبل: مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹، ترمذی لکھنؤ ۱۸۸۴ء ص ۲۲۴؛ ینابیع المودۃ، بمبئی، باب ۶۰، ص ۲۶۵، (ج) بحارالانوار، طبع ایران ۱۲۷۰ھ، ص ۱۶۹ (باب اخبار اللہ انبیاء و نبینا بشھادتہ)؛ ابن الاثیر: الکامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶؛ (د) ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغۃ، مصر، ۱: ۵۳؛

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب اُمّ البنین مادر جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کا، جو شہدائے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رویا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقاتل الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء، ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محترم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگواری کرتے تھے (بحارالانوار، ۱۰: ۲۶۸؛ امالی صدوق، م ۳۸۱ھ / ۹۹۱ء)

(۵)۔ ابوالاسود دُئلی (م ۶۹ھ) سلیمان بن قتہ، کمیت، ابو دھبل (الجمحی)، فرزدق، دعبل وغیرہ نے اجتماعات میں مرثیے پڑھے اور ائمہ اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کو سن کر گریہ فرمایا (صواعق محرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہارِ غمِ حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونہی جاری رہے لیکن تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک متعدد موقعوں پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروج مختار اور ابومسلم خراسانی کی بغاوت میں اس تاثر کا اظہار کیا۔

۳۵۲ھ/۹۶۳ء میں بغداد پر دیلمیوں کا مکمل تسلط تھا۔ اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار حکماً بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ نوحہ کریں نیز عورتوں کا جلوس عزا نکلوایا گیا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کامل، بذیل حوادث ۳۵۲ھ؛ ابن کثیر: تاریخ، مصر ۱۱: ۲۴۳ وغیرہ)۔

۳۶۶ھ/۹۷۷ء میں عزیز باللہ فاطمی نے مصر میں یوم حسین منایا (فوجی انقلاب سے پہلے مشہد رأس الحسین مصر میں اکابر علماء و عوام حتیٰ کہ خود شاہ فاروق جلوس کے ساتھ سبز چادر مزار پر چڑھانے جاتے اور غم مناتے تھے۔ (مجتبیٰ حسن و زبیری: مصر کا محرم)۔ اس عہد کے لگ بھگ غور میں آل شنسب عقیدت مندان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ، لکھنؤ ۱۲۸۱ھ/۱۸۶۴ء، ۱: ۵۴) اور سندھ کے مسلمان اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ دیلم و عراق میں شیعہ پھیل گئے تھے اس لیے ان علاقوں میں عزاداری ہونے لگی اور یہ مراسم اتنے عام ہو گئے کہ ادب میں اس کے استعارات و تشبیہات استعمال ہونے لگے (مثنوی رومی (تالیف قبل از ۶۷۰ھ، طبع نکلسن، ۶: ۳۱۷)، نیز حریری (م ۵۱۶ھ) مقامہ ۱۰ و حمید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ)، مقامہ ۲۳ "رزء الحسین")۔ اس شہرت و عمومیت کے باعث ان مراسم میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔

بدایونی کے بقول ہمایوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر وارد ہند نے تعزیت کے مضمون پر مشتمل "نقش" بنائے جو بایام عاشورا "معارک"[1] میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب التواریخ، کلکتہ ۱۸۶۸ء، ۲: ۴۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا، چنانچہ آگرے کے قلعے سے اب تک ایک تعزیہ برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور "مغل تعزیہ" کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید معین الدین موسوی اجمیری کا اعزاخانہ وجود میں آیا، چنانچہ یہ عزاخانہ مع وقف تاراگڑھ میں اب تک موجود ہے (عزاداری کی تاریخ)۔ عالمگیر کے عہد میں تعزیہ اور جلوس تعزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر ہی نے جلوس تعزیہ میں شمشیر زنی کو ممنوع قرار دیا۔ شاید اس کے بعد ان جلوسوں میں بانک بنوٹ کا رواج ہوا جو بعض غیر شیعہ تعزیوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبدالواحد فرنگی محلی: ازالۂ اوہام عزاداری کی تاریخ، ص ۳۵)

اس کے بعد تو شاہان دہلی مراسم عزا میں اس حد تک اہتمام کرنے لگے کہ ساتویں محرم سے دسویں تک باقاعدہ نذریں اور زیارتیں، بہشتی اور فقیر و قیدی بننے کی رسمیں ادا ہونے لگی تھیں (بزم آخر، لاہور ۱۹۴۵ء، ص ۵۶ ببعد؛ علم حیدری و شوکت حیدری لکھنؤ ۱۲۷۰ھ، عزاداری کی تاریخ، ص ۴۳۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہادر شاہ ظفر کی عزاداری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ)۔

دکنی ریاستیں عموماً شیعہ تھیں، اس لیے یہاں عزاداری نے بہت فروغ پایا، مجلس ماتم، جلوس تعزیہ، امام باڑے قائم ہوئے، محرم میں سوگ منایا گیا (ابراہیم زبیری: تاریخ بیجاپور، ص ۲۳۰-۲۳۳؛ نصیر الدین ہاشمی: دکن میں اردو، باب سوم، ص ۲۲۳؛ تاریخ بیجاپور، محی الدین زور: سلطان قطب شاہ، شیعہ جرائد کے محرم نامے)۔ قطب شاہ غواصی، نصرتی وغیرہ کے مراثی (یورپ میں دکھنی مخطوطات، طبع حیدرآباد) بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں، حیدرآباد دکن اور راجپوتانے کی ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدرآباد ۱۲۹۴ھ، ص ۳۵۹ ببعد۔ تیرھویں صدی ہجری/اٹھارھویں صدی میلادی تک تمام ملک میں تعزیہ داری عام ہو چکی تھی۔ اودھ میں عزاداری کا فروغ اور تعزیے کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء) سے ہوا (رک بہ تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن بہرائچ میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تعزیہ، سیتاپور میں "باون ڈنڈوں کا تعزیہ" پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر سیتاپوری: "سیتاپور کی عزاداری"، در سرفراز، محرم نمبر ۱۹۵۲ء، ص ۶۴)۔

آصف الدولہ نواب وزیر اودھ نے شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد چھوڑا

[1] بظاہر اکھاڑے مراد ہیں۔ RANKING نے ترجمہ بدایونی، کلکتہ ۱۸۹۸ء، ۱: ۶۲۴ میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے۔

اور لکھنؤ کو دارالحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تعزیہ دار تھا، لیکن آصف الدولہ حاکم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تعزیہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تعزیہ دار کو انعام دیتے تھے۔ ۱۱۹۹ھ/ ۱۷۸۴ء میں انھوں نے اپنا امام باڑہ بنوایا۔ اس کے ساتھ ساتھ شہزادگانِ دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزاخانے تیار کیے، یوں لکھنؤ تعزیہ داری کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید ترقیاں ہوئیں، متعدد قیمتی ضریحیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی مہارتوں کے اظہار و تکلفات کا آغاز ہوا۔ عہد آصفی میں سرخ و بلوری تعزیے پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضریحیں بنیں۔ امراء و عوام نے نذریں پیدا کیں اور ہنر دکھائے جن میں سے شاہ نجف و حسین آباد کے عزاخانوں میں سونے چاندی کی ضریحوں کے علاوہ موی ضریح دیدنی ہے جو ایک سال سے زیادہ مدت میں تیار ہو کر شاہی جلوس کے ساتھ برآمد ہوتی ہے)۔

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تعزیہ داری کرتے تھے۔ سر ٹامس براؤٹن، (Letter written in a Mahratta camp during the years 1809-1892 Sir Thomas Broughton.) نے اپنے خط عدد ۷ میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے کا ذکر کیا ہے، محمد لطیف نے ص ۲۷۱ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تعزیے اور ذوالجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہنامہ ماہ نو، استقلال نمبر ۱۹۵۳ء، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شیعہ ریاستیں تو خیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی نوابین بھی ثواب کی نیت سے تعزیہ رکھتے، امام باڑے بنواتے اور وقف کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تعزیہ و تعزیہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندور، دھولپور، دیتہ، کپورتھلہ کے علاوہ مہاراجہ گوالیار اور مہاراجہ جے پور کے تعزیے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تعزیہ داری کے لیے سرکاری اوقاف ہیں (مجلۃ العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تعزیے کا رواج نہیں، ہاں شبیہ یا تمثیل رائج ہے۔ عراق میں علم اور ذوالجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جلوس کو "موکب" کہتے ہیں۔ کشمیر، نیپال اور افریقہ میں تعزیہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں رائج ہے۔

پاک و ہند میں تعزیے کا عام رواج ہے۔ جلوسِ تعزیہ جس میں تعزیہ دار کی مقامی روایتیں پیش نظر رکھی جاتی ہیں، مثلاً لکھنؤ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تعزیے کا جلوس یوں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلے، یعنی جلوس میں ماہی مراتب، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، فرجی باجے، ماتمی جھنڈیاں، باوردی سپاہی، برقنداز، عصا بردار، پھر ماتم دار و تعزیہ دار سر برہنہ، ماتمی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ہاتھ اور آنکھوں پر رومال رکھے، اشک افشاں آہستہ آہستہ جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک نقیب یہ آواز دیتا ہے:

سواری ہے شہ کرب و بلا کی
سواری ہے ہمارے بادشاہ کی

یا اس مضمون کو قطعے کی شکل میں بلند آواز سے پڑھنا، کوچ کا نقارہ بجانا، عود روتا اور مجمع کو رلاتا جاتا ہے۔ بعض جلوسوں میں ماتمی باجے بجتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قمع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوس بالکل خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، نواب، شہزادے عام شرکاء کی طرح ادب سے پاپیادہ شریک جلوس ہوتے تھے۔ اس وقت ملازمین پرسے آداب و مراسم شاہی ساقط ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ سر یا کاندھوں پر رکھے خاموشی سے "کربلا" جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوز خوان بھی ساتھ تابوت، ذوالجناح یا گہوارۂ علی اصغر کی شبیہیں لیے، آنسو بہاتے، سینہ زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر قابلِ دفن تعزیوں کو دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجہ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان، کشمیر، نیپال اور افریقہ میں عموماً ۱ محرم (روزِ شہادت امام حسین) کو تعزیے دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان کے بعض مقامات پر خصوصاً لکھنؤ میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (روزِ شہادت امام حسن عسکری) کو ختم ہوتا ہے اور "چپ تعزیہ" (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلنے لگے ہیں۔

تعزیہ روضۂ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک غلاف خانہ کعبہ اور محملِ مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت اہم سمجھنے کے باوجود بذاتہٖ اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔ [1]

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے ثبوت کے متعلق تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں"! پھر بنو عبدالاشہل کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔

اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے پر طمانچے لگانا، بال نوچنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے ہائے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم مروجہ ماتم کی حرمت اور ممانعت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے، پھر احادیث پیش کریں گے، پھر کتب شیعہ سے استدلال کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۶ ص ۴۶۱-۴۵۵، مطبوعہ لاہور

مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ط ان اللہ مع الصٰبرین ۰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امرات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون ۰ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس و الثمرات و بشر الصٰبرین ۰ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ۰ اولئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ و اولئک ھم المھتدون ۰

(بقرۃ: ۱۵۳ — ۱۵۷)

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں، اور ہم ضرور تم کو کچھ خوف، بھوک اور تمہارے مال جان اور پھلوں کی کمی سے آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیجیے، جن کو جب کوئی مصیبت پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوٰۃ اور رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

یا یھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا۔

(آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو۔

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلانا، بال نوچنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے پھاڑنا، ہائے وائے کرنا اور منہ، سینہ اور رانوں پر طمانچے مارنا، یہ تمام کام صبر کے منافی ہیں اور اس کی ضد ہیں اور جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کرنا فرض ہوا اور ماتم کرنا جو اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان الانسان خلق ھلوعا ۰ اذا مسہ الشر جزوعا ۰ و اذا مسہ الخیر منوعا ۰ الا المصلین ۰ الذین ھم علی صلوتھم دائمون ۰

(معارج: ۱۹-۲۳)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبرا) پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کو نعمت ملے تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نمازی ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے

مروجہ ماتم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

واصبر وما صبرك الا بالله ولا تحزن عليهم۔

(نحل: ۱۲۷)

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ ان (شہداء احد) پر غمگین نہ ہوں۔

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقيل المراد لا تحزن على قتلى احد لما اعطاهم الله من الخير[1]

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداء احد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

وقيل معناه ولا تحزن على قتلى أحد فان الله تعالى قد نقلهم الى ثوابه وكرامته۔[2]

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگ احد کے شہداء پر رنج نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثواب اور درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تقریر کی ہے۔[3]

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں مثلہ کیا گیا (ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا گیا) ـــــ اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہدائے کربلا جن کو ظلماً قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے نہ ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ما اصاب من مصيبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتاب من قبل ان نبرأها ان ذلك على الله يسير ۝ لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم۔

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس (مصیبت) کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۱ ص ۴۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۶ ص ۶۰۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۱ھ

[3] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۰ھ تفسیر منہج الصادقین ج ۵ ص ۲۳۸۔ مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

(الحدید: ۲۲)

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو اور جو کچھ اللہ نے تمہیں دیا ہے اس پر اترایا نہ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فأثابكم غما بغم لكيلا تحزنوا على ما فاتكم ولا ما أصابكم۔
(آل عمران: ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں غم پر غم دیا کہ جو (مال غنیمت) تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور (جو مصیبت) تمہیں پہنچی ہے، تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھن جانے اور کسی مصیبت کے پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

شیخ قمی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(فأثابكم غما بغم) فأما الغم الأول فالهزيمة والقتل وأما الغم الآخر فإشراف خالد بن الوليد عليهم يقول (لكيلا تحزنوا على ما فاتكم) من الغنيمة (ولا ما أصابكم) يعني قتل إخوانهم۔ [1]

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) پہلا غم جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے) نے خالی درّہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا، (تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر تم غم نہ کرو) یعنی مال غنیمت کے چلے جانے سے (اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ليس منا من لطم الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پر طمانچے مارے، گریبان چاک کرے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہمارے دین پر نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ دار الکتاب للطباعۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲-۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلم[1]، امام ترمذی[2]، امام نسائی[3]، امام ابن ماجہ[4] اور امام احمد بن حنبل[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عمر دعهن يبكين على ابي سليمان مالم يكن نقع او لقلقة[6]

حضرت عمر نے فرمایا ان عورتوں کو حضرت خالد بن ولید پر اس وقت تک رونے سے منع نہ کرو جب تک سر پر خاک نہ ڈالیں یا آواز نہ نکالیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابي مالك الاشعري ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اربع في امتي من امر الجاهلية لا يتركونها الفخر في الاحساب والطعن في الانساب والاستسقاء بالنجوم والنياحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب[7]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار عادتیں جن کو وہ ترک نہیں کرے گی، حسب (خاندانی شرف) پر فخر کرنا، نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا، اور فرمایا اگر نوحہ کرنے والی مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو اسے پگھلے ہوئے تانبے اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[8] اور امام احمد[9] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطية قالت بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقرأ علينا ان لا يشركن بالله

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی آپ نے ہم پر یہ آیت تلاوت کی کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۔، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۹۰، " " " "

[4] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، " " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۶۵، ۴۴۲، ۴۵۶، ۴۳۲، ۳۸۶، ج ۴ ص ۱۳۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، " " " ، ۱۳۷۵ھ

[8] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۴۳، ۳۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

شیئاً ونهانا عن النیاحة۔[1]

کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام عطیة قالت اخذ علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح — الحدیث[4]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم[5]، امام ابو داؤد[6]، امام نسائی[7] اور امام احمد[8] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابو داؤد[9] روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحة والمستمعة۔[10]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے استدلال

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یاتین

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[7] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۴۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[9] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[10] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ببهتان یفترینه بین ایدیهن وارجلهن ولا یعصینك فی معروف فبایعهن واستغفر لهن الله ط ان الله غفور رحیم۔

(ممتحنہ : ۱۲)

کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، کوئی خود ساختہ اور جھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حکیم بنت الحارث بن عبد المطلب فقالت یا رسول الله ما هذا المعروف الذی امرنا الله به ان لا نعصیك فیه؟ فقال ان لا تخمشن وجها ولا تلطمن خدا ولا تنتفن شعرا ولا تمزقن جیبا ولا تسودن ثوبا ولا تدعون بالویل والثبور ولا تقمین عند قبر فبایعهن رسول الله صلی الله علیه وسلم علی هذه الشروط۔[1]

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبد المطلب نے کھڑی ہو کر کہا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے چہروں پر خراشیں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپڑ نہ مارو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کالے کپڑے نہ پہنو، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زید بن اسلم: فیما شرط الا یعصینه فیه ان لا یلطمن ولا یشققن جیبا ولا یدعون بالویل والثبور کفعل اهل الجاهلیة وقال ابن عباس فیما شرط ان لا یعصینه فیه النوح۔[2]

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ طمانچے نہ ماریں، گریبان نہ پھاڑیں، ہائے وہ مر گیا، ہائے وہ مر گیا نہ پکاریں، جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

قیل عنی بالمعروف النهی عن النوح وتمزیق الثیاب وجز الشعر وشق الجیب

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، گریبان

---

[1] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ مؤسسۃ دار الکتاب للطباعۃ والنشر قم۔ ایران، الطبع الثالث ۱۴۰۴ھ

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۵۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وخمش الوجہ والدعاء بالویل [1]

نہ پھاڑیں، چہرے پر خراشیں نہ ڈالیں اور ہائے موت نہ پکاریں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسران در تعریف تفسیر معروف در این مقام خلاف کردہ اند (الی قولہ) ابن زید بر انیست کہ نوحہ نکنند وجامہ ندرند وموئے نکنند و روئے نخراشند وسر نتراشند وسلیطہ نباشند وشعر نخوانند الخ [2]

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زید کی روایت یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ نوچیں، چہرہ نہ نوچیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شعر نہ پڑھیں۔

مروّجہ ماتم کی حرمت پر نہج البلاغۃ سے استدلال

علماء شیعہ کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے معتبر، مستند اور صحیح کتاب نہج البلاغۃ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال علیہ السلام ینزل الصبر علی قدر المصیبۃ ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ حبط عملہ [3]

(ملفوظ نمبر: ۱۳۴)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر فی الاستعداء لحصول ھذہ الفضیلۃ وارتکب ضدھا وھو الجزع حبط اجرہ وھو ثوابہ علی الصبر وکنی عن الجزع بما یلزمہ فی العادۃ من ضرب الیدین علی الفخذین وقیل بل یحبط ثوابہ السابق لان شدۃ الجزع یستلزم کراھیۃ قضاء اللہ وسخطہ وعدم الالتفات الی ماوعد بہ من ثواب الصابرین وھو معد لمحو الحسنات من لوح النفس وستوط

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کی عادت ہے وہ بے صبری کے وقت اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۴۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

[2] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۲۵۸، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[3] نہج البلاغۃ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

مایلزمها من ثواب الآخر [1]

اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کی طرف التفات نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ نیکیوں کے مٹنے اور ان پر اخروی ثواب کے مٹنے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے۔)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن اصبح یشکو مصیبة نزلت به فقد اصبح یشکو ربه۔ [2]

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

(ملفوظ: ۲۱۳)

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شکوی المصیبة و یلزمها الشکوی من الله لان الله تعالیٰ هو المبتلی بها۔ [3]

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر علیه السلام قال: قلت له ما الجزع قال اشد الجزع الصراخ بالویل والعویل ولطم الوجه والصدر وجز الشعر من النواصی ومن اقام النراحة فقد ترک الصبر واخذ فی غیر طریقه ومن صبر و استرجع وحمد الله عز وجل فقد رضی بما صنع الله ووقع اجره علی الله ومن لم یفعل ذلک جری علیه القضاء وهو ذمیم واحبط الله تعالیٰ اجره [4]

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی چلائے ہائے وہ مر گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نوچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے کام پر راضی رہا اس کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ اجر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پوری ہو گی اور وہ مذموم

---

[1] شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۳۲۰-۳۱۹، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۸ھ

[2] نہج البلاغۃ (مع فارسی ترجمہ) ص ۱۲۵۴، مطبوعہ انتشارات قدیمی ایران

[3] شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۸ھ

[4] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۱ھ

ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر ضائع کر دے گا۔

علی اکبر غفاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماتم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ [1]

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں کوئی استثناء ہے نہ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی حاشیہ میں ملا مجلسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ماتم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے جواز کی نفی نہیں ہوتی" علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید گفتگو ان شاء اللہ ہم اس مبحث کے آخر میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد الله علیه السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ضرب المسلم یده علی فخذه عند المصیبة احباط لاجره۔ [2]

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کر دیتا ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال: لاینبغی الصیاح علی المیت ولاشق الثیاب۔ [3]

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو میت پر چلانا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔

عن ابی الحسن الاول علیه السلام قال: قال: ضرب الرجل یده علی فخذه عند المصیبة احباط لاجره۔ [4]

ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال: لا یصلح الصیاح علی المیت ولاینبغی ولکن الناس لایعرفونه والصبر خیر۔ [5]

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلانا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الاسلامیہ تہران ۱۳۹۱ھ

[2] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۴۔

[3] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵،

[4] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۵،

[5] " " " " ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۲۶،

ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال علیہ السلام ان البلاء والصبر یستبقان الی المؤمن فیاتیہ البلاء وھو صبور وان الجزع والبلاء یستبقان الی الکافر فیاتیہ البلاء وھو جزوع۔ [1]

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مومن کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر کی طرف سبقت کرتے ہیں، اس پر مصیبت آتی ہے درآں حالیکہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروجہ ماتم کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

روایت کردہ است از امام محمد التقی (ع) کہ امیر المومنین (ع) فرمود روزے من فاطمہ (ع) بخدمت حضرت رسول (ص) رفتیم و آنحضرت بسیار میگریست عرض کردم پدر و مادرم فدائے تو باد یا رسول اللہ چہ چیز سبب گریہ تو شدہ است؟ فرمود یا علی شبے کہ مرا باسمان بردند نرسے چند از امت خود را در عذاب شدید دیدم وگریہ من برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت سگ بود و آتش در دبرش مے کردند و نوحہ کنندہ و حسود بودہ۔ [2]

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اور فاطمہ علیہا السلام حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور آں حضرت بہت رو رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! آپ کے اس رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا اے علی! جس رات مجھے آسمان پر لے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا رونا انہی کی وجہ سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں فرمایا:) جو عورت کتے کی صورت میں تھی اور اس کی دبر (پاخانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے وہ چلانے والی، نوحہ (ماتم) کرنے والی اور حسد کرنے والی تھی۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام حکیم دختر حارث بن ہشام کزن عکرمہ پسر ابوجہل بود گفت یا رسول اللہ آں کدام معروفست کہ خدا گفتہ است ما معصیت تو در آں نکنیم حضرت فرمود در

عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ ام حکیم بنت حارث بن ہشام نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس میں

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران

[2] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

مصیبتہا طپانچہ بر روئے خود مزنید و روئے خود را مخراشید و موئے خود را مکنید و گریبان خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و واویلا مگوئید پس برایں شرطہا حضرت بایشاں بیعت کرد۔ [1]

آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں اپنے چہرے پر طمانچے نہ مارو، چہرے کو نہ چھیلو، اپنے بال نہ نوچو، اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے کپڑوں کو سیاہ نہ کرو، واویلا (ہائے وہ مر گیا) نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان عورتوں سے بیعت لے لی۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق (ع) روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص) فرمود چہار خصلت بد ہمیشہ در امت من خواہد بود تا روز قیامت۔

اوّل: فخر کردن بحسبہائے خود، دوم طعن کردن نسبہا، سوم آمدن باراں را از اوضاع کواکب دانستن و اعتقاد بعلم نجوم داشتن، چہارم نوحہ کردن و بدستیکہ اگر نوحہ کنندہ توبہ نکند پیش از مردنش چوں روز قیامت مبعوث شود جامہ از مس گداختہ و جامہ از جرب [2] براو پوشانند۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں چار بری عادتیں ہمیشہ قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں فخر کرنا، دوسری نسب میں طعن کرنا، تیسری: بارش آنے کا سبب ستاروں کو جاننا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھی: نوحہ (ماتم) کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو جب اس کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا تو اس کو پگھلے ہوئے تانبے کا — اور خارش کا لباس پہنایا جائے گا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

فرات بن ابراہیم بسند معتبر از جابر انصاری روایت کردہ است کہ رسول خدا (ص) در مرض آخر خود با حضرت فاطمہ (ع) گفت (الی قولہ) وبداں اے فاطمہ کہ برائے پیغمبر گریبان نمے باید درید و رو نمے باید خراشید و واویلا نمے باید گفت ولیکن بگو آنچہ پدر تو در وفات ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشماں مے گریند ودل

فرات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ حضرت جابر انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں حضرت فاطمہ علیہا السلام سے (چند نصیحت کے کلمات کے بعد) فرمایا: اے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیلنا چاہیے اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب، ج ۲ ص ۴۶۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

[2] " " " حیات القلوب، ج ۲ ص ۶۷۷، " " "

بدر دے آید [1]

واویلا نہیں کہنا چاہیے لیکن وہ کہو جو تمہارے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقعہ پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند معتبر از امام محمد باقر (ع)۔ روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص)، در ہنگام وفات خود بحضرت فاطمہ (ع) فرمود ای فاطمہ چوں بمیرم روئے خود را برائے من مخراش و گیسوئے خود را پریشان مکن و واویلا مگو و نوحہ گراں را مطلب۔ [2]

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ چھیلنا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور واویلا (ہائے موت) نہ کہنا اور نوحہ (ماتم) کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

چون خروش لشکر مخالفان بلند شد زینب خاتون خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخدمت آن حضرت آمد دید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی اندوہ گذاشتہ بخواب رفتہ است گفت ای برادر این صداہای اہل جور و جفا را نمی شنوی؟ حضرت سر برداشت و فرمود کہ ای خواہر در این وقت بخواب دیدم جدم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و پدرم علی مرتضیٰ و مادرم فاطمہ زہرا و برادرم حسن مجتبیٰ را کہ بنزد من آمدند و گفتند ای حسین تو در این زودی بنزد ما خواہی آمد چون زینب خاتون این خبر وحشت اثر را شنید طپانچہ بر روی خود زد و فریاد و واویلاہ بلند کرد حضرت فرمود کہ ای خواہر گرامی ویل و عذاب بر ای تو نیست بر ای دشمنان تست صبر کن و بزودی دشمنان را بر ما شاد نگردان [3]

جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں، دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے۔ اور کہا اے حسین! تم بہت جلد ہمارے پاس آرہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انھوں نے اپنے منہ پر طمانچے مارے اور بلند آواز سے واویلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری معتبر بہن ویل اور عذاب تم

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

[2] " " " حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، " " "

[3] " " " جلاء العیون ج ۲ ص ۵۴۹، " " " ۱۳۸۹ھ

پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم صبر کرو اور اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش نہ کرو۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وفرمود کہ ای خواہر باجان برابر حلم و بردباری پیشہ خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و برقضای حق تعالیٰ صبر کن وفرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با استراحت خود را بہلکہ نمی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر دل مارا مجروح می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ و بضرورت شربت ناگوار مرگ را مینوشی و مارا غریب و بیکس و تنہا درمیان اہل نفاق و شقاق می گذاری پس دستہای خود را بلند کرد و گلگونہ خود را خراشید و مقنعہ را از سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد و بے ہوش افتاد آن امام غریب برخواست و آب بر روی خواہر گرامی خود پاشید چون بہوش باز آمد گفت ای خواہر نیک اختر از خدا بترس و بقضای حق تعالیٰ راضی شو و بدانکہ ہمہ اہل زمین شربت ناگوار مرگ را می چشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و بجز ذات مقدس حق تعالیٰ ہمہ چیز در معرض زوال و فناست او ہمہ را میمیراند و بعد از مردن مبعوث می گرداند و او منفرد است در بقا و برادر و مادر من شہید شدند و ہمہ از من بہتر بودند و حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہ اشرف خلائق بود در دنیا نماند و برای باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواعظ پسندیدہ برای آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ ای خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و رو مخراشید و واویلا مگویید۔ [1]

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے فرمایا: اے میری بہن میری جان کے برابر، حلم اور بردباری کو اختیار کریں اور اپنے اوپر شیطان کو قبضہ نہ دیں، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کریں اور فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں ہلاکت کو اختیار نہ کرتا، حضرت زینب نے کہا اس بات سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا ہے کہ آپ کے لیے اب کوئی چارہ کار نہیں ہے اور مجبوری کی وجہ سے ناپسندیدہ موت کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مخالفین اور منافقین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند کر کے رخسار نوچنا شروع کیا اور دوپٹہ سر سے اتار دیا، گریبان چاک کیا اور بے ہوش ہوگئیں، امام نے اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور جب وہ ہوش میں آگئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سوا اللہ تعالیٰ کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منفرد ہے، میرے بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہوگئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے افضل تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے، اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

یہ وصیت کی کہ اے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا میں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور واویلا نہ کرنا۔

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

از حضرت صادق منقول است کہ چون صبح آن روز میشوم طالع شد آن امام مظلوم با اصحاب خود نماز صبح ادا کردو بعد از نماز رو بجانب اصحاب سعادت مآب خود گردانید و فرمود کہ گواہی می دہم کہ امروز ہمہ شما شہید خواہید شد بغیر از علی بن الحسین پس از خدا بترسید و صبر کنید تا بسعادت فایز گردید و از مشقت و ذلت دنیای فانی رہایی یابید۔[1]

حضرت امام صادق سے منقول ہے جب اس منحوس دن کی صبح طلوع ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تاکہ سعادت پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور ذلت سے رہائی پاؤ۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس سکینہ دختر آن حضرت مقنعہ از سر کشید و گفت اے پدر بزرگوار تن بمرگ دادہ و ما را بہ کہ میگذاری آن امام مظلوم گریست و فرمود اے نور دیدۂ من ہر کہ یاوری ندارد یقین مرگ را بر خود قرار میدہد ای دختر یاور ہمہ کس خدا است و رحمت خدا در دنیا و عقبی از شما جدا نخواہد شد صبر کنید بر قضائے خدا شکیبائی ورزید کہ بزودی دنیا فانی منقضی میگردد و نعیم ابدی آخرت زوال ندارد۔[2]

پھر آپ کی صاحبزادی حضرت سکینہ نے دوپٹہ سر سے اتارا اور کہا اے ابا جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کس پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا! اے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ یقین اپنے لیے موت سمجھ لیتا ہے، اے بیٹی ہر شخص کا خدا مددگار ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، ——— اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کو اختیار کرنا، عنقریب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

پس دیگر بار اہل بیت رسالت و پروردگان سرادق عصمت و طہارت را وداع نمود و ایشان را

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے الوداع کہا اور ان کو صبر اور

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۴، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

[2] 〃 〃 〃، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۷۵، 〃 〃 〃 〃

بصبر و شکیبائی امر فرمودہ و بوعدۂ مثوبات غیر متناہی الٰہی تسکین داد و فرمود کہ چادرہا بر سر گیرید و آمادۂ لشکر مصیبت و بلا گردید و بدانید کہ حق تعالیٰ حافظ و حامی شماست و شما را از شر اعدا نجات میدہد و عاقبت شما را بخیر میگرداند و دشمنان شما را بانواع بلاہا مبتلا می سازد و شما را بعوض این بلاہا در دنیا و عقبی بانواع نعمتہا و کرامتہا می نوازد و زینہار کہ دست از شکیبائی بر ندارید و کلام ناخوشی بر زبان میاورید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔ [1]

اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی اجر و ثواب کے ساتھ تسلی دی، اور فرمایا کہ اپنے سر پر چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور تمہاری آخرت اچھی کرے گا اور تمہارے دشمنوں کو مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان مصیبتوں اور بلاؤں کے عوض آخرت میں عزت اور اجر سے نوازے گا، خبردار صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی جو ماتم کی حرمت کے لیے نص قطعی ہے، اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حمزہ پر نوحہ کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

وبکت الانصار علی قتلی ھم فسمع ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لکن حمزۃ لا بواکی لہ فجاء نساء الانصار الی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکین علی حمزۃ فدعا لھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرھن بالانصراف، فھن الی الیوم اذا مات المیت من الانصار بدأ النساء فبکین علی حمزۃ ثم بکین علی میتھن۔ [2]

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء احد) پر رو رہی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین ــــ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ جب انصار میں سے کوئی شخص مرتا ہے تو ان کی خواتین پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

---

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۷۲۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ حجت نہیں ہے۔

(۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم میں بلند آواز سے گریہ کرنا، سینہ پیٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام طبری لکھتے ہیں:

عن اشیاخ من بنی سلمة (الی قوله) ومر رسول الله صلی الله علیه وسلم بدار من دور الانصار من بنی عبد الاشهل و بنی ظفر فسمع البکاء والنوائح علی قتلاهم فذرفت عینا رسول الله صلی الله علیه و سلم فبکی ثم قال لکن حمزة لا بواکی له فلما رجع سعد بن معاذ واسید بن حضیر الی دار بنی عبد الاشهل امرانساءهما ان یتخرمن ثم یذهبن فیبکین علی عم رسول الله صلی الله علیه وسلم[1]

بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے روایت ہے کہ انصار کے گھروں میں سے بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے گھر کے پاس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گذرے، آپ نے ان کے مقتولوں پر رونے اور نوحہ کرنے کی آوازیں سنیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ نے رو کر فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، جب حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر، بنو عبد الاشہل کے گھر لوٹے تو انھوں نے عورتوں کو حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم پر روئیں۔

اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بوڑھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور مجہول روایت حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا یہ مجہول روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔

(۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا، اس کے بعد منع کر دیا گیا۔

اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر بنساء عبد الاشهل یبکین هلکاهن یوم احد فقال رسول الله صلی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشہل کی خواتین کے پاس سے گذرے جو جنگ احد کے شہداء پر رو

[1] ۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت

الله علیه وسلم لکن حمزة لا بواکی له فجاء نساء الانصار یبکین حمزة فاستیقظ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ویحهن ما انقلبن بعد مرهن فلینقلبن ولا یبکین علی هالک بعد الیوم [1]

رہی تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی خواتین آئیں اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ نہ کریں۔ (آواز سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [2]

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض صورتوں میں نوحہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کی پھوپھی کو نوحہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوحہ کرنا اس وقت حرام ہے جب رخساروں پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے منع فرما دیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، — امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عبدالاشہل کی عورتوں کے پاس سے گذرے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رو رہی تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر روئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور آئندہ کسی مرنے والے پر نہ روئیں۔ [4]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ [5]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۹۲، ۸۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[4] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] ۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ظاہر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں" اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر خواتین گریہ کریں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تاکہ اس گریہ سے نوحہ (ماتم) کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔ [1]

چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب!!

قرآن مجید میں ہے:

وبشروہ بغلام علیم ۝ فاقبلت امرأتہ فی صرۃ فصکت وجھھا وقالت عجوز عقیم۔

(ذاریات: ۲۹-۲۸)

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی، تو ان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر (تعجب سے) اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی بانجھ (کے لڑکا ہوگا؟)

نیز قرآن مجید میں ہے:

وامرأتہ قائمۃ فضحکت فبشرنھا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب ۝ قالت یٰویلتیٰ ءالد وانا عجوز وھٰذا بعلی شیخا ط ان ھٰذا لشیء عجیب ۝ قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمت اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ط انہ حمید مجید ۝

(ھود: ۷۱-۷۳)

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ ہنس پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اے افسوس! کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ اے ابراہیم کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بزرگی والا۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورۂ ذاریات کی آیت میں حضرت سارہ کے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورۂ ہود کی آیت میں یا ویلتیٰ اے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مروجہ ماتم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ ماتم، غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۳-۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہنس رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیاء کی وجہ سے چہرا چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ہاں پہلی بار ولادت ہوتی ہو اس کے سامنے ولادت کا تذکرہ چھڑ جائے تو اس کو حیاء آتی ہے یا انھوں نے تعجب کی بناء پر ہاتھ مارا اور ان کا یا ویلتی کہنا بھی مصیبت پر ہائے ہائے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے اظہار تعجب کے لیے یہ کلمہ کہا۔

شیخ قمی لکھتے ہیں:

(فصکت وجهها) ای غطته بما بشرها جبرائیل۔[1]

حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیاء سے) ہاتھوں سے چہرہ کو چھپا لیا۔

شیخ ابوجعفر طوسی لکھتے ہیں:

ضربت وجهها تعجبا۔[2]

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

جمعت اصابعها فضربت جبینها تعجبا عن المقاتل والکلبی[3]

یعنی حضرت سارہ نے تعجب سے انگلیوں کو جمع کر کے اپنی پیشانی پر مارا، یہ مقاتل اور کلبی کا قول ہے۔

ملا فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتہ اند کہ انگشتہا را جمع کردو برسر دو جبین خود زد و این عادت زناں است در وقتیکہ تعجب کنند و گویند کہ در این حال کہ این مژدہ شنید، حیض در خود یافت و بجہت حیاء طپانچہ بر روئے خود زد۔[4]

مقاتل اور کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا، اور یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہو گیا اور انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ علماء کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیاء سے اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس

---

[1] شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ دارالکتاب للطباعۃ والنشر قم ایران، ۱۴۰۴ھ

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۱۲ھ

[4] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۴۳، مطبوعہ علمیہ بان ناصر خسرو ایران

وقت ان کا حیض جاری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت میں بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا حتیٰ کہ ان کا یہ فعل مروجہ ماتم کی اصل بن سکے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔!

زانو پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ و فاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فقال الا تصلیان فقلت یا رسول اللہ انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف حین قلت ذلک ولم یرجع الی شیئا ثم سمعتہ وھو مول یضرب فخذہ وھو یقول وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔ [1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا اور آں حالیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑالو کرنے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارا، اس سے زانو پیٹنا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، نہج البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زانو پیٹنے یا سینہ زنی کرنے یا منہ پر طمانچے مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زانو پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس برجستہ جواب پر تعجب سے زانو پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زانو پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا حتیٰ کہ زانو پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مروجہ ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ نہج البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحۃً موجود ہے:

وضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ

جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زانو

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حبط عمله۔ [1]

پر ہاتھ مارا تو اس کا عمل ضائع کر دیا جائے گا۔

تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے صبری کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو ترک کر دیتے جن میں صبر کرنے کو فرض اور بے صبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیعہ حضرات کے نزدیک نہج البلاغہ صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نہج البلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ کریں۔

سینہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا مؤطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن عبد الله الخراساني عن سعيد بن المسيب انه قال جاء اعرابي الى رسول الله صلى الله عليه وسلم يضرب نحره وينتف شعره ويقول هلك الابعد فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم وما ذلك قال اصبت اهلي وانا صائم في رمضان فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هل تستطيع ان تعتق رقبة قال لا قال فهل تستطيع ان تهدي بدنة قال لا قال فاجلس فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق به فقال ما احد احوج مني يا رسول الله فقال كل وصم يوما مكان ما اصبت [2]

سعید بن مسیب (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ وہ اپنے سینہ پر تھپڑ مار رہا تھا اور اپنے بال نوچ رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا تھا اور میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر بیٹھو، اسی اثناء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا آیا، آپ نے فرمایا لو اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

---

[1] نہج البلاغہ (مع فارسی ترجمہ) ص ۲۳۹ ھ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ، مؤطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور

اس حدیث میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔

اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت "اصبروا" صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کی ضد ہے اور کسی شئی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہٰذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور مؤطا امام مالک کی یہ مرسل روایت قرآن مجید سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے بال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہٰذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں بال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیا ہے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کیا اس نے بعد میں پچھتاوے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور بال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلماً شہید کرنے والے یہی شیعانِ علی تھے اور بعد میں افسوس اور پچھتاوے سے نسلاً بعد نسل اپنے بال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے یہ ظلم کیوں کیا! نیز جلاء العیون میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ جب حضرت ام کلثوم نے قاتلینِ حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت ملامت کی تو انھوں نے غم اور افسوس سے واویلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۲ - ۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے انھی کی نسل ہیں۔

رانو، رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب

ملا مبین کاشفی لکھتے ہیں:

در روایتے آنست کہ طلاقش داد و چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ ایں معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی، جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں

و فغان بر آورد۔ [1]

نے سر پہ خاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

واز غرائب روایات ست کہ در معارج النبوۃ آوردہ کہ آواز شیطان بقتل محمد صلے اللہ علیہ وسلم ندائے کرد بمدینہ رسید در خانہائے مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا چوں ایں آواز شنید دست بر سر زنان از خانہ بیروں دوید و میگریست و ہم زنان ہاشمیہ می نالیدند [2]

معارج النبوۃ میں ایک انتہائی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے کی ندا کی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی، حضرت فاطمہ زہرا نے جب یہ آواز سنی تو سر پیٹتی ہوئی باہر آئیں، آپ رو رہی تھیں اور ہاشمی خواتین بھی رو رہی تھیں۔

یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند مذکور نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اس کو معارج النبوۃ سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ حوالہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عن عبادۃ بن الزبیر قال سمعت عائشۃ تقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و نحری و فی دوری و لم اظلم فیہ احدا فمن سفہی و حداثۃ سنی ان رسول اللہ قبض و ھو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ و قمت القدم مع النساء واضرب وجھی [3]

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حجرہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر ظلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پہ طمانچے مارتی تھی۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

واقامت عائشۃ علیہ النوح فنھاھن عن البکاء عمر فابین ان ینتھین فقال لھشام بن الولید ادخل فاخرج الی ابنۃ

حضرت ابوبکر کے انتقال پر حضرت عائشہ نے نوحہ کرنے والیوں سے نوحہ کرایا، حضرت عمر نے ان کو رونے سے منع کیا وہ نہیں رکیں، حضرت عمر

---

[1] المعین الحاج محمد فراہی (المعروف بملا مسکین) متوفی ۹۵۴ھ معارج النبوۃ رکن ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۲ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۴۴۱، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت

ابی قحافة اخت ابی بکر فقالت عائشة لهشام حین سمعت ذلك من عمر انی احرج علیك بیتی فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت لك فدخل هشام فاخرج الیه ام فروة بنت ابی قحافة فعلاها بالدرة ضربات فتفرق النوح حین سمعن ذلك [1]

نے ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابوبکر کی بہن کو میرے پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں ہشام گئے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ کو بلا لائے، حضرت عمر نے ان کو کئی درے لگائے، جب نوحہ کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واما بقیة اهله ونسائه فان عمر بن سعد وکل بهم من یحرسهم ویکلئهم ثم ارکبوهم علی الرواحل فی الهوادج، فلما مروا بمکان المعرکة ورأوا الحسین واصحابه مطروحین هنالك بکته النساء وصرخن وندبت زینب اخاها الحسین واهلها فقالت وهی تبکی:

یا محمداه یا محمداه صلی علیك الله وملك السماء هذا حسین بالعراء مزمل بالدماء مقطع الاعضاء یا محمداه وبناتك سبایا وذریتك مقتلة، تسفی علیها الصبا قال فابکت والله کل عدو وصدیق۔

قال قرة بن قیس لما مرت النسوة بالقتلی صحن ولطمن خدودهن [2]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے باقی ماندہ لوگ اور عورتیں کو عمر بن سعد نے محافظوں کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو اونٹنیوں پر کجاوؤں میں سوار کرایا۔ جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گذرے اور حضرت حسین اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو وہاں پڑا ہوا دیکھا تو عورتیں رونے اور چلانے لگیں، حضرت حسین کی بہن زینب نے اپنے بھائی اور اپنے اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد! اے محمد! اللہ اور آسمان کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین میدان میں پڑا ہے، خون میں لتھڑا ہوا ہے، اس کے اعضاء پارہ پارہ ہیں، اے محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر ہوا چل رہی ہے، زینب کے اس نوحہ نے ہر خدا دوست اور دشمن سب کو رلا دیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے پاس سے گذریں تو وہ چلائیں اور انھوں نے اپنے رخساروں پر طمانچے مارے۔

۱۴۰۰ھ

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت۔

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں اور بعض اسناد میں شیعہ راوی ہیں، مثلاً البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات ابو مخنف سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

واکثرہ من روایت ابی مخنف لوط بن یحیی وقد کان شیعا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ[1]

اکثر کربلا کے واقعات ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہیں اور وہ شیعہ تھا اور وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے۔

اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات، اہل سنت اور اہل تشیع کی بہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور ماتم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی علت اور حرمت کتاب وسنت سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

ماتم حسین کے استثناء کا جواب

قرآن مجید، احادیث اہل سنت واہل تشیع، نہج البلاغہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صریح ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور ماتم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر ماتم کرنا اس حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کل الجزع والبکاء مکروہ سوی الجزع والبکاء علی الحسین۔ (بحار الانوار عن الامالی شیخ مفید)

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہر بے صبری اور گریہ مکروہ ہے سوائے حسین پر گریہ اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس کلام میں کوئی حکم ہو اسی کلام کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ کلیہ بیان کیا جائے اس قاعدہ کا استثناء بھی اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر رونے، پیٹنے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرما دیتا، یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاں مصیبت اور میت پر رونے پیٹنے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیٹنے کو مستثنیٰ فرما دیتے، جیسے آپ نے جنبی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرما دیا یا آپ نے آل محمد کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ فرما دیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شادیوں کی اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیا۔ اگر رونے پیٹنے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا اور آپ نے نہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور العیاذ باللہ آپ کے ادھورے

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۷ھ

کام کو امام جعفر صادق نے آکر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز احکام کی علت اور حکمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم کرنا کیسے جائز یا مستثنیٰ ہوگا جبکہ امام حسین خود فرماتے ہیں:

پس وصیت فرمود اے خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چوں من از تیغ اہل جفا بعالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک مکنید و روئے مخراشید وواویلاہ مگوئید۔ [1]

پس وصیت فرمائی کہ اے معزز بہن (حضرت زینب) میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبان نہ پھاڑنا، منہ نہ پیٹنا اور واویلاہ نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماتم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کلثوم دختر دیگر حضرت سیدۃ النساء صدا بگریہ بلند کرد واز ہودج محترم ندا کرد حاضر ارا کہ ای اہل کوفہ بدا بحال شما و ناخوش باد روبہای شما بچہ سبب برادرم حسین را خواندید یاری او نکردید و اورا بقتل آوردید و اموال اورا غارت کردید و پردگیان حرم سرای اورا اسیر کردید وای بر شما و لعنت بر روبہای شما مگر نمیدانید کہ چکار کردید و چہ گناہان و اوزار بر پشت خود بار کردید و چہ خونہای محترم ریختید و چہ دختران محترم مکرم را نالان کردید و مال چہ جماعت را بغارت بردید؟ کشتید بہترین خلق را بعد از حضرت رسالت صلے اللہ علیہ وسلم و رحم از دلہای شما کندہ شدہ بود بدرستیکہ گروہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعوان و یاران شیطان زیان کارانند، پس شعری چند در مرثیہ سید شہدا گفت اہل کوفہ خروشش

پھر حضرت سیدۃ النساء کی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم نے بلند آواز سے گریہ کیا اور اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مآل برا ہو، تم نے کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو بلایا اور ان کی مدد نہیں کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا، اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہے اور کیسے محترم خونوں کو بہایا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو رلایا ہے، ــــــ اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل مخلوق کو قتل کیا ہے، تمہارے دلوں سے رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دوست ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطان کے مددگار

[1] ۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۵۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ۱۳۹۸ھ

واویلاہ و واحسرتاہ بر آوردند و صدای نالہ و زاری و گریہ و سوگواری و نوحہ و خروش بفلک سیہ پوش رسانیدند و زنان ایشان مویہا بر سر پریشان کردند و خاک حسرت بر فرق خود ریختند و روہای خود را خراشیدند و طمانچہ بر رخسار خود میزدند و واویلاہ و واثبوراہ میگفتند وحشتی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان ماتمی ندیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید[1]

خیمے میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے متعلق چند اشعار مرثیہ پڑھے، پھر اہل کوفہ میں واویلاہ واحسرتاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ و فریاد کا غلغلہ ہوا اور انھوں نے اتنا زبردست نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی، ان کی عورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنی سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار کر رخساروں کو چھیلا وہ واویلاہ واثبورا کہتی تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔ تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے، قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، پھر علماء شیعہ کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے، اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ نہج البلاغہ اور متاخرین میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں، پھر علماء شیعہ کے دلائل کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا مکمل استیصال کیا ہے، میں نے کتب شیعہ کا مطالعہ کر کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خوف خدا سے مطالعہ کیا جائے تو ان شاء اللہ ماتم اور عزاداری کرنے والوں کے تمام شبہات دور ہو جائیں گے اور وہ راہ راست پر آجائیں گے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو موافقین کے لیے استقامت، مخالفین کے لیے رشد و ہدایت اور میرے لیے نجات کا سبب بنا دے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی الہ الطیبین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمۃ المجتہدین والعلماء الراسخین اجمعین

بَابُ تَسْمِيَةِ الْعَبْدِ الْآبِقِ كَافِرًا

بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق

۱۳۶- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

[1] ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۲ ص ۵۹۶-۵۹۵، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ۱۳۹۸ھ

نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ مَنْصُورٍ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَنْصُورٌ قَدْ وَاللّٰهِ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يُرْوٰى عَنِّي هٰهُنَا بِالْبَصْرَةِ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگے گا وہ کافر ہو جائے گا، جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے راوی منصور نے کہا بہ خدا! یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ سے بصرہ میں روایت کی جائے۔

۱۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔

حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ضمانت سے نکل گیا۔

۱۳۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةٌ۔

حضرت جریر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

جن احادیث سے بدمذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا جواب دینا چاہیے۔

اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کی اکثریت تھی اور خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا ہے اور اس حدیث سے بظاہر مسلک خوارج کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ غلام کا آقا سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس حدیث میں اس گناہ کی تعبیر کفر سے کی گئی ہے، اور یہی خوارج کا مسلک ہے، اس لیے منصور بصرہ میں اس حدیث کو بیان کرنا ناپسند کرتے تھے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں تھا کیونکہ چاہیے یہ کہ حدیث بیان کر کے اس کا جواب دیا جائے۔ باقی رہا جواب تو اس قسم کی احادیث پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ اور ان کی تشریح میں کئی جوابات بھی ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

غلام کا آقا سے بھاگنا، یہ فعل کافروں کا ہے۔ یعنی کفار سے مشابہ ہے یا مآل کار یہ فعل کفر تک پہنچا دیتا ہے یا کفر سے کفران نعمت مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ ۳۱ بَيَانِ كُفْرِ مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِالنَّوْءِ

جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے بارش ہوئی ہے اس کے کفر کا بیان

۱۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ فِي إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل وکرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان رکھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَلَمْ تَرَوْا إِلَى مَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالَ مَا أَنْعَمْتُ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ بِهَا كَافِرِينَ يَقُولُونَ الْكَوْكَبُ وَبِالْكَوْكَبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس نے فرمایا میں اپنے بندوں کو جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھ کو فلاں ستارے یا ستاروں سے ملی ہے۔

۱۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے جو برکت بھی نازل کرتا ہے انسانوں میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ فلاں

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِّنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِيْنَ يُنْزِلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُوْلُوْنَ النَّوْءُ كَذَا وَكَذَا وَفِيْ حَدِيْثِ الْمُرَادِيِّ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا۔

ستارہ نے بارش برسائی۔

۱۴۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ مُطِرَ النَّاسُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ شَاكِرٌ وَّمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوْا هٰذِهٖ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَقَدْ صَدَقَ نَوْءُ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ حَتّٰى بَلَغَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کو بعض لوگوں نے شکر کیا اور بعض نے ناشکری۔ شکر گزاروں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا یہ فلاں فلاں ستاروں کا اثر ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: فلا اقسم بمواقع النجوم ۔ (میں ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں) پھر اس آیت کو پڑھتے ہے یہاں تک کہ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۔ تک پڑھا (تم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بناتے ہو)۔

ستاروں کے مؤثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال

جب کافروں نے کہا ستاروں کے سبب سے بارش ہوئی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

فلا اقسم بمواقع النجوم ۔ وانہ لقسم لو تعلمون عظیم ۔ انہ لقرآن کریم ۔ فی کتب مکنون ۔ لا یمسہ الا المطہرون ۔ تنزیل من رب العلمین ۔ افبھذا الحدیث انتم مدھنون ۔ وتجعلون رزقکم انکم تکذبون ۔

(واقعہ: ۷۵-۸۲)

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، محفوظ کتاب میں (رہے) اس کو صرف پاک لوگ چھوتے ہیں، رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو کیا اس کلام کے ساتھ تم مداہنت کرتے ہو، اور تم اپنے رزق کا شکر اس طرح ادا کرتے ہو کہ (قرآن مجید کی) تکذیب کرتے ہو، اور کہتے ہو کہ ستاروں

کے سبب سے بارش ہوتی ہے)

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ ستارے بارش برسانے میں موثر حقیقی ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ بارش محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور ستارے بارش کے لیے میقات اور علامت ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بارش کو صرف اللہ عزوجل نازل فرماتا ہے، وہ اس میں مستقل متصرف ہے اور اس میں اس کا کوئی اور شریک اور سہیم نہیں ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن کریم جو عقائد حقہ پر مشتمل ہے اور تمہیں فوز و فلاح کی طرف ہدایت دیتا ہے تم اس کی اطاعت میں سستی اور مداہنت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ستاروں نے بارش برسائی۔

کواکب سیارگان اور بروج کا بیان

علماء ہیئت کہتے ہیں سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک گردش کرنے والا ستارہ ہے جس کو وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں۔ پہلے آسمان پر قمر ہے، دوسرے پر عطارد، تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر شمس، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ آٹھویں آسمان پر ثابت ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے اور نواں آسمان فلک اطلس[1] ہے جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے اور آٹھویں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے جو ہیئت مخترع ہوتی ہے وہ نویں آسمان پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے[2] یہ بارہ شکلیں ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت، اور ان کو علماء ہیئت برج کہتے ہیں، فلک اطلس کو ان بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا ہے اور یہ بارہ برج ان کواکب سیارہ کی منازل ہیں، مثلاً سورج کی ایک حرکت عرضی ہے جو وہ فلک اطلس کے تابع ہونے کی وجہ سے کرتا ہے، یہ حرکت وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتا ہے، اسی حرکت سے دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے، سورج کی دوسری حرکت ذاتی ہے، یہ مغرب سے مشرق کی طرف ہے، ایک سال میں سورج اپنی ذاتی حرکت سے ان بارہ منازل (بروج) کو طے کرتا ہوا فلک اطلس کا دور مکمل کرتا ہے، سال کے بارہ مہینے اور گرمی اور سردی کے مختلف موسم سورج کی اسی ذاتی حرکت سے ظہور میں آتے ہیں۔

---

[1] علماء ہیئت کہتے ہیں آسمان نویں آٹھواں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے کرسی کہا ہے اور نواں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے عرش کہا ہے۔

[2] مثلاً بعض جگہ ستاروں کے جمگھٹے سے شیر کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں، بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج سرطان اور بعض جگہ ترازو کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج میزان کہتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس بارہ برج ہیں، قرآن مجید میں بھی بروج کا ذکر ہے: والسماء ذات البروج (البروج: ۱) "برجوں والے آسمان کی قسم" اس آیت میں بروج سے مراد سورج کے سفر کی منازل ہیں۔ منہ

سورج کے علاوہ باقی سیارے بھی ان منازل (بروج) کو طے کرتے ہوئے ایک سال میں فلک اطلس کا دور اپنی حرکت سے طے کرتے ہیں۔

ستارہ پرستوں کا نظریہ

اہل نجوم (ستارہ پرست، جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں) کہتے ہیں کہ فلاں ستارہ جب فلاں برج میں پہنچ جائے، تو مثلاً بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا دریاؤں اور سمندروں میں طوفان آتے ہیں یا فصل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور اس کی تاریخ پیدائش سے اس کا ستارہ نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا ستارہ فلاں برج میں تھا اور یہ ستارہ سعد ہے یا نحس ہے اور پھر اس کی زندگی میں رونما ہونے والے تمام واقعات کا رشتہ اس ستارے کے سفر سے جوڑتے ہیں کہ جب یہ ستارہ فلاں برج میں پہنچے گا تو مثلاً اس کو سفر میں کامیابی ہوگی، نوکری ملے گی، تجارت میں فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام الٹکل پچو اور ڈھکوسلے ہیں، اب بھی اخبارات اور رسائل میں اس قسم کے کالم شائع ہوتے ہیں کہ "آپ کا یہ ہفتہ کیسے گزرے گا" اور اس ہفتہ میں واقع ہونے والے تمام واقعات کی پیشگی خبریں دی جاتی ہیں اور لوگوں کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے یہ تمام باتیں بے اصل ہیں اور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں، اسلام میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا سخت رد کر دیا ہے، اور جو شخص ان باتوں کو سچ اور حق باور کرے وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح فٹ پاتھ پر بیٹھ کر جو لوگ طوطے کے ذریعہ قسمت کا حال بتاتے ہیں یا جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب پر مطلع کرتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا بھی کفر ہے، اور عام طور پر یہ لوگ بالکل جاہل ہوتے ہیں، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ کون سا ستارہ کس فلک میں ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ برج کس چیز کا نام ہے، انھوں نے صرف چند ستاروں اور چند برجوں کے نام یاد کیے ہوتے ہیں اور ان کا نام لے کر اپنی علمیت یا جہالت کا رعب ڈالتے ہیں یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

اسباب کی تاثیر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر چیز کو موجود کرنے کا ایک سبب بنایا ہے، لیکن یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کے بغیر اس چیز کو موجود کر دے، اور اگر وہ کسی چیز کو پیدا کرنا نہ چاہے تو ان اسباب کے باوجود وہ چیز موجود نہیں ہوتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا لیکن اس نے عورت کے بغیر حضرت حواء کو پیدا کر دیا اور مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرد اور عورت انسان کی پیدائش کا سبب ہیں، مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے باوجود بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوائیں علاج کا سبب ہیں لیکن کبھی دوا کو استعمال کرنے کے باوجود شفاء نہیں ہوتی اور کبھی استعمال کیے بغیر شفا ہو جاتی ہے اور ایسا اس لیے ہوتا ہے لوگوں کی نظر اسباب پر نہ رہے مسبب الاسباب پر رہے، اور لوگ

اسباب کو نہیں اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی سمجھیں، اور کسی چیز کے سبب کو حاصل کرنے کے باوجود اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور دعا استقلال کرنے کے باوجود اسی سے شفاء کی امید رکھیں سو جو شخص اسباب حاصل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو مؤثر حقیقی گردانتا ہے وہ مومن ہے اور جو شخص ان اسباب کو مؤثر حقیقی مانتا ہے وہ کافر اور دہریہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کو بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے اور یقینی سبب ماننا بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن کفر نہیں ہے البتہ کفار کے قول کے مشابہ ہونے کی بناء پر مکروہ ہے۔ اسی طرح باقی اسباب کا حال ہے مثلاً سورج کو روشنی کے لیے مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے، چونکہ اس کا روشنی کے لیے سبب یقینی ہونا دلیل سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سبب یقینی ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس کی تاثیر پر حتمی دلیل نہ ہو اس کو اسباب ظنیہ کے طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مختلف دواؤں کا مختلف امراض میں مؤثر ہونا۔ ان کو اسباب غالبہ ظنیہ کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ ۳۲ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ وَبُغْضِهِمْ مِنْ عَلَامَاتِ النِّفَاقِ

انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِ حُبُّ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا، اور ایمان کی علامت انصار سے محبت رکھنا ہے۔

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَبُغْضُهُمْ آيَةُ النِّفَاقِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔

۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے صرف مومن محبت کرتا ہے اور ان سے صرف منافق ہی بغض رکھتا ہے جو ان

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ قَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ۔

سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا، اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا۔

۱۴۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۴۷۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا وہ انصار سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهِدَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ چیرا اور جس نے جانداروں کو پیدا کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

حدیث الباب کی تشریح انصار سے اگر اس وجہ سے بغض ہو کہ یہ انصار رسول اللہ ہیں یعنی یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔ تو یہ یقیناً کفر اور نفاق ہے اور اگر کسی اور وجہ سے ناراضگی ہو جیسے بعض صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف تھے یا جیسے حضور کے وصال کے بعد مہاجرین اور انصار میں خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہوا تو اس قسم کا اختلاف یا ناراضگی اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت علی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی اور وجہ ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلافات

رہے تو یہ بغض کفر نہیں ہے، انصار نے دین اسلام کی نصرت کی، اور مسلمانوں کو پناہ دی، دین اسلام کی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کی خاطر جان و مال کو خرچ کیا اور آپ کی وجہ سے لوگوں کی دشمنی مول لی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر بیش بہا قربانیاں دیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑا، اس وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ ان سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بَابُ ۳۳ بَيَانِ نُقْصَانِ الْإِيمَانِ بِنَقْصِ الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلَى غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللّٰهِ تَعَالَى كَكُفْرِ النِّعْمَةِ وَالْحُقُوقِ

عبادات کی کمی سے ایمان کا کم ہونا، اور کفر کا کفران نعمت پر اطلاق

۱۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَأَكْثِرْنَ الِاسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِينٍ أَغْلَبَ لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّينِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ فِي رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّينِ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خواتین! تم صدقہ کیا کرو، اور بکثرت استغفار کیا کرو کیونکہ میں نے تم لوگوں کو جہنم میں بکثرت دیکھا، ان میں سے ایک صاحب عقل خاتون نے کہا: یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہنم میں ہماری اکثریت کس سبب سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیونکہ تم بکثرت لعنت کرتی ہو اور شوہر کی نافرمانی کرتی ہو، ناقص العقل اور ناقص الدین ہونے کے باوجود دانا اور زیرک شخص کی عقل کو زائل کرنے والا میں نے صرف تمہیں کو دیکھا ہے، اس عورت نے پوچھا یارسول اللہ ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ ہے کہ ماہواری کے ایام تم نماز پڑھ سکتی ہو، نہ روزہ رکھ سکتی ہو۔

۱۵۰- وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔

أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

(۱۵۱۔ح) وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو وَعَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کیا جیسے حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

مومن کو لعنت کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے: زیادہ عورتیں جہنم میں اس وجہ سے جائیں گی کہ وہ بکثرت لعنت کرتی ہیں اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لغت میں لعنت کا معنی ہے ابعاد، دور کرنا، اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔ اس لیے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کسی شخص معین پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ہاں جس شخص کی کفر پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابوجہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا جائز ہے، جیسے جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور فاسقوں اور کافروں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی طرح ان تمام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے[1] یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور جلد سابع میں مکمل بحث کی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے پر دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عورت کی نصف شہادت کی تحقیق

اس حدیث میں ہے: عورت کی عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے اور دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۹۷، ۲۶۱، ۳۶۳) امام مسلم، امام ترمذی، (ص ۳۷۵) امام ابوداؤد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(ج ۲ ص ۲۸۷) امام ابن ماجہ (ص ۲۸۹ - ۲۸۸) امام حاکم نیشاپوری (ج ۲ ص ۹۰) علامہ ذہبی (ج ۲ ص ۱۹۰)، امام احمد بن حنبل (ج ۲ ص ۶۷) امام دارمی (ج ۱ ص ۱۹۰) امام بیہقی (ج ۱ ص ۳۰۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہے:

ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری (بقرہ ۲، ۲۸۲)

تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس کو دس اجلہ ائمہ حدیث سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث حکماً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بعض متجدد علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا عورت کو آدھا انسان قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ انسانیت کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس معاملہ میں دو مرد میسر نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، یہ اختیاری شہادت کا معاملہ ہے یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو، ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا، قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعیٰ علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف گواہ کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو رونے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا وکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اول فول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں معدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرأت اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃً اور بالذات دو مردوں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی عقد اور معاملہ کے وقت دو مرد میسر نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخریٰ۔ (البقرہ ۲: ۲۸۲)

تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشھادۃ انما ھو نسیان جزء منھا و ذکر جزء و یبقی المرء حیران بعد ذلک ضلالا۔[1]

شہادت میں ضلال یہ ہے کہ ایک چیز یاد رہے اور دوسری یاد نہ رہے اور انسان سرگشتہ و حیران ہو۔

وکلاء بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو یا رو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول فول باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہے، اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃً قوی، جرأت مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا، اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہارے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چونکہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقعہ پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر رہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہ واقف ہوتی ہے اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اوّلین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جا سکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منفعل مزاج ہوتی ہے اس لیے فریق مخالف کے وکیل کی جرح کے موقعہ پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منفعل یا متاثر ہو کر اصل موقف سے پھسلنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو برقت اصل موقف یاد دلا دے۔

وہ اُمور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکورہ الصدر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدھی انسان ہے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منفعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرأت اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عادۃً، فطرۃً گھریلو معاملات اور اُمور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے ورنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم قارئین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبة بن الحارث قال تزوجت امراۃ فجاءت امراۃ فقالت انی ارضعتکما فاتیت فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال وکیف وقد قیل دعها عنك [1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے، اس عورت کو طلاق دے دو۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اس ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر محمول ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کرنا واجب نہیں

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رضاعت میں ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کر دیا۔

نیز جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مرد جن امور کو دیکھنے کے شرعاً مجاز نہیں ہیں ان امور میں تنہا عورتوں کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا بلکہ صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کر دیا جائے گا، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

قال ابن جریج: قال ابن شهاب مضت السنة فی ان تجوز شهادة النساء لیس معهن رجل فیما یلین من ولادة المرأة واستهلال الجنین، وفی غیر ذلك من امر النساء الذی لا یطلع علیه ولا یلیه الا هن فاذا شهدت المرأة المسلمة التی تقبل النساء فما فوق المراة الواحدة فی استهلال الجنین جازت [1]

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: اس بات پر سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ عورتوں کے بچہ جننے، نومولود بچہ کے رونے اور عورتوں کے ان معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور صرف عورتیں ہی ان معاملات کی نگہبان ہوتی ہیں، ان میں صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے۔ پس جب بچہ جننے والی ایک مسلمان عورت گواہی دے یا ایک عورت سے زیادہ عورتیں نومولود کے رونے کی گواہی دیں تو یہ شہادت جائز ہے۔

نیز امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب اجاز شهادة امراة فی الاستهلال [2]

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے نومولود کے رونے میں ایک عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عن القعقاع بن حکیم عن ابن عمر قال: لا تجوز شهادة النساء الا علی ما یطلع علیه الا هن من عورات النساء وما یشبه ذلك من حملهن وحیضهن [3]

قعقاع بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنہا عورتوں کی شہادت حمل اور حیض وغیرہ صرف ان امور میں جائز ہے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں۔

عن الشعبی والحسن قالا تجوز شهادة المراة الواحدة فیما لا یطلع علیه الرجال [4]

امام شعبی اور حسن بصری نے کہا کہ جن امور پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۴، " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، " " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، " " " "

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں

مذکور الصدر احادیث، آثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ حقیر اور ذلیل ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟۔

اگر مرد یہ اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو دو مردوں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہو گا؟ نہیں! بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

مزید غور فرمایئے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدھی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلاء اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حیض میں نمازوں کا مکلف نہیں کیا، حالت حیض حمل اور رضاعت میں روزے قضا کرنے کی سہولت دی ہے، اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔

اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اس حدیث میں کفران نعمت اور خاوند کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔
۲۔ اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادتی کا بیان ہے۔
۳۔ امام اور علماء کا رعایا اور عوام کو وعظ کرنا، ان کو نیکی پر برانگیختہ کرنا اور گناہوں سے منع کرنا۔
۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ متعلم کو اگر عالم کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ عالم سے سوال کرے اور وضاحت طلب کرے۔
۵۔ شوہر کی اطاعت اور اس کے انعام کا شکر کرنا واجب ہے۔
۶۔ ناشکری اور لعن طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
۷۔ صدقہ کرنے اور استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں حتیٰ کہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر جہنم کو دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا میں نے عورتوں کو بکثرت جہنم میں دیکھا۔
۹۔ ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خاوند کی ناشکری کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔
۱۰۔ چونکہ ابھی تک جنت اور جہنم میں جزا اور سزا کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو دیکھا" کے تین مطلب ہیں۔ اول یہ کہ دیکھنے سے مراد علم ہو اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا فرمایا تھا، دوم یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برزخ میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں بکثرت عورتیں دیکھیں، سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے واقعات دکھا دیے ہوں۔

باب ۳۴ بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ

نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق

۱۵۲۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ و ابو کریب قالا حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قرا ابن ادم السجدۃ فسجد اعتزل الشیطان یبکی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کر لیتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ

يَقُوْلُ يَا وَيْلَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ يَا وَيْلِيْ اُمِرَ ابْنُ اٰدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَاُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ فَاَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں انکار کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا۔

۱۵۳۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت اس تغیر کے ساتھ منقول ہے کہ میں نے نافرمانی کی تو میں جہنم کا مستحق ہو گیا۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۱۵۴ میں ہے: انسان کے کفر اور شرک میں نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے، اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے، الا یہ کہ وہ نیا نیا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ اتنا عرصہ نہ رہا ہو کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور سلف اور خلف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے، اس سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ اس کو حداً قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ زانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن اس کو تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ متقدمین کی ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے یہی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہی روایت ہے، عبداللہ بن المبارک اور اسحٰق

بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہ، کوفہ کے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام مزنی کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے، اور نماز پڑھنے لگے۔

جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ (نساء: ۴۸)

بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہو اس کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں:

من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔

جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

من مات وھو یعلم ان لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ۔

جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا الہ الا اللہ کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

حرم اللہ علی النار من قال لا الہ الا اللہ۔

جس نے لا الہ الا اللہ کہا اس تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

جو علماء تارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ فخلوا سبیلھم (توبہ ۵)

پھر جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرلو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت کے مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کر دو۔

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ ویقیموا الصلوۃ ویؤتوا الزکوۃ فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمائھم واموالھم۔

مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے۔

اس حدیث کے بھی مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے۔ یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس

کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

فقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور عمل صالح دونوں کے مجموعہ کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ

جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، یعنی بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے، اور دوسرے علماء نے اس باب کی حدیث "بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے" کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس سزا کا مستحق ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو آل کار کفر کی طرف لے جاتی ہے، یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابوحنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله الا باحدى ثلاث الثيب الزانى والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو، وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جو تین اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۳۵ بَيَانِ كَوْنِ الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ تَعَالٰى أَفْضَلَ الْأَعْمَالِ

اللہ پر ایمان لانا سب سے افضل عمل ہے۔

۱۵۶- وَحَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۱، ملتقطاً وموضحاً، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيمَانٌ بِاللهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے بعد؟ فرمایا حج مقبول۔

۱۵۷- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۵۸- حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيمَانُ بِاللهِ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ أَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا وَأَكْثَرُهَا ثَمَنًا قَالَ قُلْتُ فَإِنْ لَمْ أَفْعَلْ قَالَ تُعِينُ ضَايِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكُفُّ شَرَّكَ عَنِ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ مِنْكَ عَلَى نَفْسِكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا جو اس کے مالک کے نزدیک سب سے عمدہ اور قیمتی ہو، میں نے عرض کیا اگر میں اس کی طاقت نہ رکھ سکوں؟ فرمایا کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کرو یا کسی بے ہنر شخص کے لیے کام کرو، میں نے عرض کیا اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں؟ فرمایا لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری طرف سے صدقہ ہوگا۔

۱۵۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَبِيبٍ مَوْلَى عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي مُرَاوِحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

فَتُعِيْنُ الصَّانِعَ أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ۔

۱۶۰۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِيَاسٍ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ قَالَ الصَّلَاةُ لِوَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَا تَرَكْتُ أَسْتَزِيْدُهُ إِلَّا إِرْعَاءً عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا، والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں ابھی کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے مزید سوال نہیں کیے کہ کہیں کثرت سوالات آپ کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

۱۶۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ يَعْفُوْرَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَوَاقِيْتِهَا قُلْتُ وَمَاذَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس عمل سے جنت کا حصول زیادہ قریب ہوگا؟ آپ نے فرمایا نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۱۶۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ الْعَيْزَارِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ قَالَ حَدَّثَنِيْ صَاحِبُ هٰذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلٰى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ بِهِنَّ وَلَوِ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِيْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان ہی سوالات پر اکتفا کر لی اگر میں اور پوچھتا تو حضور اور بتلا دیتے۔

۱۶۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا

جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَا سَمَّاهُ لَنَا۔

اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۶۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوِ الْعَمَلِ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا وَبِرُّ الْوَالِدَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل عمل اوقت پر نماز پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات

اس باب کی بعض روایات میں افضل عمل میں اللہ پر ایمان لانا، پھر جہاد کرنا، اور اس کے بعد حج کرنے کا ذکر ہے۔ اور بعض روایات میں افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر حج کرنے کا ذکر ہے اور اس سے پہلے ابواب میں سے بعض ابواب میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنا اور بعض ابواب میں کسی شخص کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کا محفوظ رہنا افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض کی وجہ سے یہ اشکال ہوا کہ حقیقت میں افضل عمل کون سا ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ مختلف جوابات سوال کرنے والوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے ہیں یعنی اگر کسی شخص میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے میل جول رکھنے کی کمی تھی تو اس کے حق میں افضل عمل کھانا کھلانے اور بہ کثرت سلام کرنے کو قرار دیا، اسی طرح جہاد، حج اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کے حق میں اسی عمل کو افضل قرار دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال افضل اعمال سے ہیں جہاں جس کو مناسب سمجھا بیان کر دیا، تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ جوابات حالات کے اعتبار سے ہیں بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض حالات میں حج اور بعض میں والدین کی اطاعت۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عقائد کے باب میں ایمان باللہ سب سے افضل ہے اور اعمال میں بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں بعض صرف بدنی عبادات ہیں، بعض صرف مالی اور بعض بدنی اور مالی کا مجموعہ اور حقوق العباد میں ماں باپ اور عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔

حقوق اللہ کے اعتبار سے بدنی عبادات میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا سب سے افضل ہے اور مالی عبادات میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اور مالی اور بدنی عبادات کے مجموعہ میں حج اور جہاد سب سے افضل ہیں اور حقوق العباد کے اعتبار سے والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور عام لوگوں کو کھانا کھلانا اور لوگوں سے میل جول رکھنا اور ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا افضل اعمال ہیں۔

باب ۳۶ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوبِ وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَهُ

سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کے بعد بڑے گناہوں کا بیان

۱۶۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَقَالَ عُثْمَانُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ قُلْتُ لَهُ إِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِيمٌ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ۔

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرو۔

۱۶۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ ثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَصْدِيقَهَا وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا: تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو، پھر حضور کے اس ارشاد کی تصدیق میں قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو لوگ ایسے کام کریں گے وہ اپنی سزا کو پالیں گے۔

ف: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے، اس کے بعد قتل ناحق کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان کے بعد زنا، لواطت، ماں باپ کی نافرمانی، سحر (جادو) مسلمان پاک دامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا، سود کھانا اور اس جیسے اور گناہ کبیرہ ہیں، اور ان میں سے ہر گناہ کو اکبر الکبائر کہا جاتا ہے۔

بَابُ ۳۷ الْكَبَائِرِ وَأَكْبَرِهَا

معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان

۱۶۷۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ ابْنِ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے

سَعِيدِ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ ثَلَاثًا الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ۔

موتے تھے، اچانک آپ نے تین بار فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ پھر ان کے بارے میں فرمایا، کسی کو اللہ کا شریک بنانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ بولنا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، دفعتہً آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے دل میں کہا کاش آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جائے۔

۱۶۸- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَبَائِرِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَقَوْلُ الزُّورِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق فرمایا: کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

۱۶۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكَبَائِرَ أَوْ سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّورِ أَوْ شَهَادَةُ الزُّورِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْبَرُ ظَنِّي أَنَّهُ قَالَ شَهَادَةُ الزُّورِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق ــــ فرمایا، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ فرمایا جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، حضرت انس کہتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی گواہی فرمایا۔

۱۷۰- حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ مَالِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ فرمایا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے بھاگنا، اور پاک دامن عورتوں پر

الْيَتِيمِ وَأَكْلُ الرِّبَوا وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

بدکاری کی تہمت لگانا۔

۱۷۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ نَعَمْ يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

۱۷۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا، اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

سات کبائر کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۷۰ میں ہے سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، بعض میں تین کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، اور بعض میں چار کا بیان ہے۔ ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت فحش معصیت کے قبیل سے ہیں اور ان کا بہت زیادہ وقوع ہوتا ہے، ان احادیث میں ان کبائر کا ذکر نہیں کیا گیا جن کا دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں ماں باپ کو گالی دینے اور پیشاب کے قطروں سے احتراز نہ کرنے کو بھی کبائر میں شمار کیا گیا ہے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں جھوٹی قسم کھانے اور بیت اللہ کو حلال قرار دینے کو بھی معصیت کبیرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

گناہ کبیرہ کی تعریف اور کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، استاذ ابو اسحاق اسفرائنی شافعی اور دیگر علماء کا یہی قول ہے، قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے، اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اعتبار سے اس کی ہر مخالفت گناہ کبیرہ ہے، اور جمہور سلف اور خلف نے یہ کہا ہے

کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور امت کے سلف اور خلف کا یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی مخالفت بعض دوسرے احکام کی بہ نسبت کبیرہ ہے بعض خلاف ورزیاں ایسی ہیں کہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، وضو، عرفہ اور عاشوراء کے روزے یا دیگر نیکیاں ان کا کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، اور بعض ایسی خلاف ورزیاں ہیں جن کا یہ نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے "جب تک کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب نہ ہو" ایسی جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں وہ صغیرہ ہیں اور جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں وہ کبیرہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ کے ثبوت پر یہ عمدہ دلیل ہے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں

جب یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی طرف منقسم ہوتے ہیں تو ان کی تعریفوں میں پھر اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے یہ کہا ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ، غضب، لعنت یا عذاب کی خبر دی ہو وہ کبیرہ ہے، حسن بصری سے بھی یہی تعریف منقول ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کی وعید سنائی ہو یا دنیا میں اس پر حد مقرر کی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، امام غزالی نے یہ کہا کہ ہر وہ گناہ جس کو انسان بغیر کسی خوف اور جھجک کے کرے وہ کبیرہ ہے، اور ہر وہ گناہ جس کو انسان ڈرتے ڈرتے کرے اور گناہ کی لذت پر اس کے عذاب کا خوف غالب رہے اور اس پر ارتکاب معصیت کے وقت ندامت طاری رہے وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں لکھا جس گناہ کے ارتکاب پر کتاب اور سنت میں دنیا میں حد بیان کی گئی ہو اور آخرت میں اس پر دوزخ کی وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، شیخ امام ابو محمد بن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ دو گناہوں کے مفاسد کا تقابل کرو جس گناہ کے مفاسد زیادہ ہوں وہ کبیرہ اور دوسرا صغیرہ ہے، مثلاً کسی مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کے لیے بند کرنے یا کسی مسلمان شخص کو قتل کے لیے بند کرنے کا فساد یتیم کے مال کھانے کے فساد سے زیادہ ہے، اسی طرح کفار کو مسلمانوں کے خفیہ امور پر مطلع کرنا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو لوٹ لیں اس کا فساد اور وبال میدان جنگ میں پیٹھ دکھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے، پھر انھوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس معصیت کو انسان بے پرواہی کے ساتھ کرے وہ کبیرہ ہے۔

امام ابوالحسن الواحدی وغیرہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف غیر معروف ہے، بلکہ شریعت نے بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو صغائر کے ساتھ متصف کیا ہے، اور بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے نہ صغائر کے ساتھ اور یہ کبائر اور صغائر دونوں کو شامل ہیں اور اس کے بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان تمام معاصی سے بچتا رہے کہ مبادا یہ کبائر ہوں اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا اور جمعہ کی ساعت قبولیت کو مخفی رکھا، رات میں اجابت دعا کی ساعت کو مخفی رکھا، اور اسم اعظم کو مخفی رکھا۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵ - ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے معاصی کے بیان میں ایک رسالہ لکھا ہے، اس میں بیان کیا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔ علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ تعریف مستفاد ہوتی ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے، ہمارے نزدیک یہی تعریف مختار ہے۔ [1]

اصرار معصیت اور تکرار معصیت علماء نے یہ کہا ہے کہ معصیت صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ کر دیتا ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ استغفار سے کبیرہ گناہ مٹ جاتا ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور شیخ ابو محمد بن عبد السلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ وہ گناہ کی پرواہ کیے بغیر بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرے، اور شیخ ابو عمرو بن صلاح نے یہ کہا کہ اصرار اس وقت ہوگا جب وہ توبہ کی ضد کے ساتھ متصف ہوگا مثلاً ارتکاب معصیت کے وقت اس کو دوبارہ کرنے کا عزم ہو، یا اس معصیت کو ہمیشہ کرنے کا ارادہ ہو، یا معصیت کے ارتکاب کے بعد اس پر نادم نہ ہو، اور اگر اس نے گناہ صغیرہ کیا اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لی اور شامت نفس سے پھر دوبارہ وہ گناہ کر لیا اور پھر نادم ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے، اور اصرار معصیت نہیں ہے۔ [2]

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث میں ہم نے یہاں مختصر کلام کیا ہے اور شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اہل علم اور اہل ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

شرک کی تعریف حدیث نمبر ۱۷۰ میں سات چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور ان میں پہلے شرک اور سحر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شرک ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شرک نہیں ہے۔

سحر کی تعریف علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

وہ عجیب و غریب کام جو عام عادت اور معمولات کے خلاف ہو، جس کو بعض دفعہ اقوال خبیثہ مثلاً کلمات شرکیہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ افعال خبیثہ مثلاً ستاروں کی عبادت اور گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ عقائد خبیثہ مثلاً شیطان اور گناہوں کی عبادت سے حاصل کیا جائے۔

جمہور علماء کے نزدیک جادو کرنا اور اس کے حق ہونے پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، بعض علماء نے کہا جادو کو باطل سمجھ کر سیکھنا جائز ہے مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ [3]

بعض علماء نے کہا جادو سے حقیقت میں افعال ہو جاتے ہیں، اور بعض نے کہا یہ محض تخییل (ہپناٹیزم) اور نظر بندی ہے یعنی اپنی قوت مخیلہ کو دوسرے شخص کے ذہن پر اثر انداز کرنا جس سے اس کا ذہن عامل

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۷۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کے تابع ہو جائے اور عامل جو کچھ اس کے ذہن میں القاء کرے اس کو وہی نظر آنے لگے، شعبدہ بازی یعنی ہاتھ کی صفائی سے کوئی کرتب دکھانا، جادو کے علاوہ ایک چیز ہے۔

باب ۳۸ تحریم الکبر وبیانہ

تکبر کے حرام ہونے کا بیان

۱۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو الْفُقَيْمِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنَةً قَالَ إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے اس کے کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا عمدہ ہو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال سے محبت کرتا ہے۔ تکبر اپنی انانیت کی وجہ سے حق بات کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

۱۷۴۔ حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ مِنْجَابٌ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائیگا۔

۱۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ پر جمیل کا اطلاق کرنے کی بحث

حدیث نمبر ۱۷۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ جمیل ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسین اور جمیل ہے، اور اللہ تعالیٰ

کے اسمائے حسنیٰ ہیں اور اس کی صفات جمال اور کمال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی مجمل ہے یعنی جمال عطا فرمانے والا، جیسے کریم کا معنی مکرم اور سمیع کا معنی مسمع ہے، امام قشیری نے کہا جمیل کا معنی ہے جلیل، علامہ خطابی نے کہا اس کا معنی ہے وہ جمال کا مالک ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال جمیل ہیں وہ تم پر لطف اور مہربانی کرتا ہے، وہ تمہیں کم کام کا مکلف کرتا ہے، اس میں تمہاری مدد کرتا ہے اور اس کا اجر زیادہ عطا فرماتا ہے۔

جمیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حدیث صحیح میں آیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے، نیز ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں لیکن اس کی سند میں بحث ہے، اور مذہب مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ جمیل کا اطلاق جائز ہے، اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے، امام الحرمین نے کہا جن اسماء اور صفات کا اطلاق شریعت میں آگیا ہے ہم ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کے اطلاق سے منع کیا ہے ہم ان سے منع کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کا اطلاق ثابت ہے نہ ان سے منع کیا گیا ہے، ہم ان پر حلال یا حرام کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ شرعیہ سے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک مذہب صحیح یہ ہے کہ ورود شرع سے پہلے کسی چیز کے حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہیں ہے، بعض علماء نے کہا ورود شرع سے پہلے اشیاء مباح تھیں، بعض نے کہا کہ ورود شرع سے پہلے ان کا حکم توقف تھا اور ان مختلف اقوال میں پہلا قول مختار ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے جن اسماء اور صفات کا شریعت میں اطلاق ثابت ہے نہ ان کی ممانعت ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کے اطلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب تک کتاب اللہ، سنت متواترہ یا اجماع سے ان کا ثبوت نہ ہو، ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، اور اگر ان کا ثبوت خبر واحد میں ہو (جیسے یہاں لفظ جمیل کا اطلاق ہے) تو اس میں بھی اختلاف ہے علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز کہا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے پکارنا جائز ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور خبر واحد کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو جمیل کہنا جائز ہے[1] (اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے)

جنت میں متکبر کے داخل نہ ہونے کی توجیہ حدیث نمبر ۱۴۳ میں ہے: جس کے دل میں رائی برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے وہ بالکل جنت میں نہیں جائے گا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ جس وقت مومن جنت میں جائے گا تو اس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بالکل صاف کر کے اسے جنت میں بھیجے گا۔

۳۔ متکبر ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا متواضع لوگوں کے بعد جائے گا، یا تکبر کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ونزعنا ما فی صدورھم من غل۔ (اعراف: ۴۳) ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی رنجش نکال لیں گے۔

علامہ خطابی کی ذکر کردہ یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں، کیونکہ اس حدیث میں معروف تکبر کی نفی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بلند سمجھا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے اور انانیت کی بناء پر حق کا انکار کیا جائے، بلکہ اس حدیث کی صحیح تاویل وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ متکبر کو ابتداءً جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا بلکہ تمام مومنین کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا متقین کے داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا جو متکبرین بلا توبہ تکبر پر ہی مر گئے، ان کو اس تکبر کی سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔ [1]

قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے

اس حدیث میں یہ بھی بتلا دیا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا، قیمتی ملبوسات پہننا، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا، خوش رنگ اور خوبصورت گھروں میں رہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے اور یہ امور نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن، جمال اور زیب و زینت کو پسند فرماتا ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے تجاوز نہ ہو، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ حسین سبزہ زار وادیاں، خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں سے لدے ہوئے باغات، چشمے اور کہسار حسین و جمیل پرندے اور حیوانات، چاند سورج اور ستارے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل مخلوق اسی لیے پیدا فرمائی ہے کہ وہ حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں آرائش اور زیبائش کا اہتمام کرنا اور رات کو چراغاں کرنا یہ تمام امور مستحب ہیں، اسی طرح شب معراج، شب برات اور شب قدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کی خوشی میں زیب و زینت کا انتظام و انصرام کرنا مستحب امور ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عیش و عشرت کے سامان مہیا کرنا اور اسراف اور تبذیر کی مکمل بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مرا اس کے دوزخی ہونے پر دلیل

۱۷۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَكِيعٌ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۷۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمُوجِبَتَانِ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! وہ کون سی دو چیزیں ہیں جو جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا خاتمہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

۱۷۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ قَالَ أَبُو أَيُّوبَ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنایا ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک بنا چکا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۷۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند سے یہ بھی روایت اسی طرح منقول ہے۔

الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ۔

۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِي أَنَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے بشارت دی کہ جو شخص آپ کی امت میں سے اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا اگرچہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو؟ کہا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو۔

۱۸۱۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عِمْرَانَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ أَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمُرَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ الدِّيلِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ حَدَّثَهُ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَائِمٌ عَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَإِذَا هُوَ نَائِمٌ ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ مَاتَ عَلَى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ قَالَ وَخَرَجَ أَبُو ذَرٍّ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور ایک سفید کپڑا اوڑھے سو رہے تھے، میں دوبارہ حاضر ہوا، اس وقت بھی آپ سو رہے تھے۔ میں تیسری بار حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے، میں آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ میں نے عرض کیا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ زنا اور چوری کرتا ہو، میں نے تین بار یہی سوال کیا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ چوتھی بار سوال کے جواب میں یوں فرمایا اگرچہ وہ شخص زنا اور چوری کرتا ہو وہ ابوذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہوا جنت میں چلا جائے گا۔ ابوذر مجلس سے اٹھ گئے۔ اور (ذوق و شوق سے) بار بار یہ کلمہ دہرا رہے تھے ابوذر کی ناک پر خاک ڈالتا ہوا۔

کیا صرف لا الہ الا اللہ کہہ لینا نجات کے لیے کافی ہے؟

حدیث نمبر ۱۸۱ میں ہے: جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اسی اعتقاد پر اس کا خاتمہ ہو جائے وہ جنت میں جائے گا۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف کلمہ پڑھ لینا ہی نجات کے لیے کافی ہے اور نیک اعمال

کی کوئی ضرورت ہے نہ بداعمالیوں سے کوئی ضرر ہوتا ہے اور یہ مرجئہ کا مسلک ہے لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بداعمالیوں پر سزا ملتی ہے، نیز قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات و احادیث سے الگ کر کے کر کسی عقیدہ یا حکم شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جا سکتا تاوقتیکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے، اور ان میں معنوی تطبیق نہ دی جائے تاکہ ہر مسئلہ میں قرآن و احادیث کا منشاء اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو بہرحال جنت میں چلا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بداعمالیوں پر اس نے توبہ کر لی ہو اور وہ قبول ہو جائے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بغیر کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے، اور اگر خدانہ کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر بالآخر جنت میں چلا جائے گا۔

اس حدیث میں صرف لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان ہونے کے لیے توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے اور یہ کہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم (نام) بن چکا ہے جیسے الحمد شریف، سورۃ فاتحہ کے لیے اور قل ہو اللہ احد، سورۂ اخلاص کے لیے علم ہیں، علاوہ ازیں قرآن اور حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ فقط ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی نجات کے لیے ضروری ہے۔

نیز کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ نہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مستقل یا غیر مستقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانتا ہے یا قرآن مجید میں تحریف کا اعتقاد کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ عہد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

۴۰ باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لا الٰہ الا اللہ

کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔

۱۸۲۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا اللیث ح و حدثنا محمد بن رمح واللفظ متقارب اخبرنا اللیث عن ابن شہاب عن عطاء بن یزید اللیثی عن عبید اللہ بن عدی بن الخیار عن المقداد ابن الاسود اخبرہ انہ قال یا رسول اللہ ارأیت ان لقیت رجلا من الکفار فقاتلنی فضرب احدی یدی بالسیف فقطعہا ثم لاذ منی بشجرۃ فقال اسلمت للہ افاقتلہ یا رسول اللہ بعد ان قالہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو اور وہ میرا ہاتھ کاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے حملہ کی زد میں آئے تو ایک درخت کی پناہ میں آ کر کہے میں اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا تو میں اس شخص کو اس کے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹنے کے بعد کلمہ

لَا تَقْتُلْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِيْ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

پڑھلے ہے تو کیا اب میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو قتل کرنے سے پہلے تھے، اور تم اس درجہ پر ہو گے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔

۱۸۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا الْأَوْزَاعِيُّ وَابْنُ جُرَيْجٍ فِي حَدِيثِهِمَا قَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَأَمَّا مَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِ فَلَمَّا أَهْوَيْتُ لِأَقْتُلَهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

امام صاحب نے اس حدیث کی مختلف اسانید بیان کیں اور بتلایا کہ ان اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت معمول تغیر سے منقول ہے۔ مثلاً ایک روایت میں یہ ہے کہ جب میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔

۱۸۴- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ ثُمَّ الْجُنْدِيُّ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمِقْدَادَ ابْنَ عَمْرِو ابْنِ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيَّ وَكَانَ حَلِيفًا لِبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ لَا تَقْتُلْهُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَإِنَّهُ قَدْ قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ بیان کیا اور کہا اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرا کسی کافر سے مقابلہ ہو ..... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۱۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ وَهٰذَا حَدِيثُ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر مجھے اس فعل کے بارے میں کچھ تردد ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس

فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَطَعْتَهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتّٰى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَقَالَ سَعْدٌ وَأَنَا وَاللّٰهِ لَا أَقْتُلُ مُسْلِمًا حَتّٰى يَقْتُلَهُ ذُو الْبُطَيْنِ يَعْنِي أُسَامَةَ قَالَ رَجُلٌ أَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُ فَاقْتُلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَقَالَ سَعْدٌ قَدْ قَاتَلْنَا حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَأَنْتَ وَأَصْحَابُكَ تُرِيدُونَ أَنْ تُقَاتِلُوا حَتّٰى تَكُونَ فِتْنَةٌ۔

— واقعہ کا ذکر کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود تم نے اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے اپنی جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ جس سے تم کو پتا چل جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش میں اسی وقت اسلام لایا ہوتا۔ (تاکہ اس شخص کے قتل کا گناہ میرے نامۂ اعمال میں نہ لکھا جاتا) یہ حدیث سن کر سعد نے کہا خدا کی قسم میں کسی مسلمان سے جنگ نہیں کروں گا، حتیٰ کہ حضرت اسامہ اس سے جنگ نہ کریں۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا، کافروں سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ فتنہ مٹ نہ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے؟ سعد نے جواب دیا ہم فتنہ مٹانے کے لیے جنگ کر چکے ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے لیے جنگ کر رہے ہو۔

۱۸۶۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو ظَبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ يَقُولُ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَيْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ قَالَ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَكَفَّ عَنْهُ الْأَنْصَارِيُّ وَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہاد کے لیے حرقہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور ان کو شکست دے دی میں نے اور ایک انصاری نے مل کر اس قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا، جب وہ ہمارے حملہ کی زد میں آگیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ، انصاری تو کلمہ سن کر الگ ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار کر اس کو ہلاک کر ڈالا جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی،

قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا كَانَ مُتَعَوِّذًا قَالَ فَقَالَ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَمَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ إِنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟ حضور بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے، اور میں سوچ رہا تھا کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!

۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّ خَالِدًا الْأَشَجَّ ابْنَ أَخِي صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ حَدَّثَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ جُنْدُبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيَّ بَعَثَ إِلَى عُسَيْسِ بْنِ سَلَامَةَ زَمَنَ فِتْنَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ اجْمَعْ لِي نَفَرًا مِنْ إِخْوَانِكَ حَتّٰى أُحَدِّثَهُمْ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَ جُنْدُبٌ وَعَلَيْهِ بُرْنُسٌ أَصْفَرُ فَقَالَ تَحَدَّثُوا بِمَا كُنْتُمْ تُحَدِّثُونَ بِهِ حَتّٰى دَارَ الْحَدِيثُ فَتَمَادَى الْحَدِيثُ إِلَيْهِ حَسَرَ الْبُرْنُسَ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكُمْ وَلَا أُرِيدُ إِلَّا أَنْ أُخْبِرَكُمْ عَنْ نَبِيِّكُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَإِنَّهُمُ الْتَقَوْا فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا شَاءَ أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ لَهُ فَقَتَلَهُ وَإِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَصَدَ غَفْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نُحَدِّثُ أَنَّهُ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَلَمَّا رَهِقَهُ رَفَعَ إِلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَتَلَهُ وَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَأَخْبَرَهُ حَتّٰى

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے فتنہ کے زمانہ میں عسیس بن سلامہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو جمع کرو، میں ان کے سامنے ایک حدیث بیان کروں گا۔ عسیس نے قاصد بھیج کر سب کو جمع کر لیا، جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت جندب زرد ٹوپی پہنے ہوئے تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہو، جب لوگ اپنی باتیں ختم کر کے حضرت جندب کی طرف متوجہ ہوئے تو حضرت جندب نے سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا: میں تمہارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک فوج مشرکین سے جہاد کے لیے روانہ فرمائی، مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ ہوا، ایک شخص مشرکین میں سے اتنا دلیر تھا کہ جس مسلمان کو مارنا چاہتا تھا مار ڈالتا تھا۔ حضرت اسامہ بن زید اس کی گھات میں تھے جس وقت وہ ان کی تلوار کی زد میں آ گیا تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے کہا لا الٰہ الا اللہ لیکن اس باوجود حضرت اسامہ بن زید نے اس شخص کو قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح کی خوشخبری پہنچی تو بتانے والے نے اس

اَخْبَرَهُ خَبَرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَ فَدَعَاهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لِمَ قَتَلْتَهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْجَعَ فِي الْمُسْلِمِيْنَ فَقَتَلَ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّسَمّٰى لَهُ نَفَرًا وَّاِنِّيْ حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاَى السَّيْفَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَقَتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ وَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُهُ عَلٰى اَنْ يَقُوْلَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

شخص کے قتل کیے جانے کا واقعہ بھی بیان کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا، اور چند صحابہ کا نام لے کر بتلایا کہ فلاں فلاں کو اس نے شہید کیا ہے۔ میں نے اس پر حملہ کیا لیکن جب اس نے تلوار دیکھی تو فوراً کہا لا الہ الا اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے کہا ہاں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجیے۔ آپ نے پھر فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے کہ جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۸۵ میں ہے: حضرت اسامہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، حضرت اسامہ نے خیال کیا اس شخص نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا ہے، اور اس کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر افسوس کیا اور فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص واجب کیا، نہ دیت اور نہ کفارہ، بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں یہ سب چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن

اس صورت میں کفارہ بہر حال واجب ہے: کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأ ۚ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله الا ان یصدقوا ۚ فان کان من قوم عدو لکم وهو مؤمن فتحریر رقبة مؤمنة ۚ وان کان من قوم بینکم وبینهم میثاق فدیة مسلمة الی اهله وتحریر رقبة مؤمنة ۚ فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبة من الله ۗ وکان الله علیما حکیما۔

(نساء، ۹۲)

اور کسی مسلمان کے لیے مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، الا یہ کہ اس نے خطأً (نادانستہ) قتل کیا ہو، اور جس شخص نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو اس پر ایک مسلمان (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا ہے اور اس کی دیت (خون بہا) اس کے وارثوں کو ادا کرنا ہے، الا یہ کہ وہ اس کو معاف کر دیں، پھر اگر وہ شخص اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ (مقتول شخص) مسلمان ہو تو (صرف) ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ (مقتول شخص) اس قوم سے ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کرنا ہے، اور ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے، تو جو شخص (غلام یا باندی کو) نہ پائے تو اس پر دو ماہ کے لگاتار روزے رکھنا لازم ہیں، یہ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے قصاص اس شبہ کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ انھوں نے اس شخص کو کافر گمان کیا تھا، اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ اس حال میں کلمہ توحید کا اظہار اس کو مسلمان نہیں کرتا، اور دیت کے وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں، اور ان میں سے ہر قول کو بعض علماء نے اختیار کیا ہے، رہا یہ کہ اس حدیث میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ علی الفور واجب نہیں ہوتا، بلکہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے، اور اصولیین کے مذہب کے مطابق بیان کو ضرورت کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اور جس قول کے مطابق دیت واجب ہوتی ہے تو یہ احتمال ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت غریب تھے اس لیے ان کی عاقلہ تک دیت مؤخر کر دی گئی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے"

۱۸۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص ہمارے خلاف تلوار اٹھائے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أُسَامَةُ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ف: اہل سنت متکلمین اور فقہاء کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر ناحق اور بغیر کسی تاویل کے ہتھیار اٹھایا اور اس کام کو جائز اور حلال نہیں سمجھا وہ گنہگار ہے اور جس شخص نے اس کو جائز اور حلال سمجھا وہ کافر ہے، اور یہی اس حدیث کا محمل ہے، یا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایسا شخص ہماری سیرت کاملہ اور ہمارے

پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔

بَابُ ۴۲ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے

۱۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ مُحَمَّدُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور نہ وہ جس نے ہم کو دھوکا دیا۔

---

۱۹۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى صُبْرَةِ طَعَامٍ فَأَدْخَلَ يَدَهٗ فِيْهَا فَنَالَتْ أَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ مَا هٰذَا يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ أَصَابَتْهُ السَّمَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ كَيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرنے والے کے پاس سے گذرے آپ نے اپنا ہاتھ غلہ کے اندر ڈالا تو ہاتھ میں کچھ تری محسوس ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ تری کیسی ہے؟ غلہ کے مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس پر بارش ہوگئی تھی، آپ نے فرمایا تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیتے؟ جس شخص نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

ف: اس باب کی احادیث کی بھی وہی تاویل ہے جو اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔

بَابُ ۴۳ تَحْرِيْمِ ضَرْبِ الْخُدُوْدِ وَشَقِّ الْجُيُوْبِ وَالدُّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

منہ پر تھپڑ مارنے، گریبان چاک کرنے اور زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کا بیان

۱۹۳ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيْعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پیٹے اور گریبان چاک کرے یا ایام جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُیُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَی الْجَاهِلِیَّةِ هٰذَا حَدِیْثُ یَحْیٰی وَاَمَّا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ بَکْرٍ فَقَالَا وَشَقَّ وَدَعَا بِغَیْرِ اَلِفٍ۔

۱۹۴- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا وَشَقَّ وَدَعَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۹۵- وَحَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ مُوْسَی الْقَنْطَرِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ ابْنَ جَابِرٍ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُخَیْمِرَةَ حَدَّثَهٗ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بُرْدَةَ ابْنُ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ وَجِعَ وَجَعًا فَغُشِیَ عَلَیْهِ وَرَاْسُهٗ فِیْ حِجْرِ امْرَاَةٍ مِنْ اَهْلِهٖ فَصَاحَتِ امْرَاَةٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَلَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یَرُدَّ عَلَیْهَا شَیْئًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّا بَرِیَ مِنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَرِیْءٌ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ۔

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری سخت بیمار ہو گئے جس کی وجہ سے آپ پر غشی طاری ہو گئی اس وقت آپ کا سر گھر والوں میں سے کسی عورت کی گود میں تھا انہی میں سے کوئی عورت چیخ چیخ کر رونے لگی غشی کی وجہ سے حضرت ابو موسیٰ اشعری ــــــ اس کو کچھ نہ کہہ سکے جب ہوش میں آئے تو فرمایا جن کاموں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیزار تھے۔ ان سے میں بیزار ہوں، رسول صلے اللہ علیہ وسلم نوحہ کرنے والی، سر منڈانے والی اور گریبان پھاڑنے والی عورتوں سے بیزار تھے۔

۱۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا صَخْرَةَ یَذْکُرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ وَاَبِیْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَا اُغْمِیَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ تَصِیْحُ بِرَنَّةٍ فَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ وَکَانَ یُحَدِّثُهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَسَلَقَ

عبد الرحمٰن بن یزید اور ابو بردہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی ان کی بیوی چلا چلا کر رونے لگیں، جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر اس عورت سے بیزار ہوں جو سر منڈائے، نوحہ کرے اور کپڑے پھاڑے۔

وَخَرَقَ۔

۱۹۷۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُطِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ امْرَأَةِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي هِنْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ حِدَاشٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيَاضٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ مِنَّا وَلَمْ يَقُلْ بَرِيءٌ۔

امام مسلم نے دو مختلف سندیں بیان کیں، اور فرمایا ان سندوں کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔ مگر اس میں بیزار کی جگہ یہ الفاظ ہیں کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

ف: نوحہ کی حرمت کے ضمن میں ماتم اور تعزیہ داری کی تحقیق باب نمبر ۲۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۴۴ بَيَانِ غِلَظِ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ

چغلخوری کی سخت ممانعت

۱۹۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ بُلِّغَهُ أَنَّ رَجُلًا يَنُمُّ الْحَدِيثَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انھیں معلوم ہوا کہ کوئی شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے جا کر بیان کرتا ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۱۹۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحَقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ وَكُنَّا جُلُوسًا فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ هَذَا مِمَّنْ يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ فَجَاءَ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا تھا ایک دن ہم مسجد میں اس شخص کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ وہ چغلخور ہے اچانک وہ بھی آگیا اور ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

حُذَيْفَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

۲۰۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ حُذَيْفَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ رَجُلٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقِيلَ لِحُذَيْفَةَ إِنَّ هَذَا يَرْفَعُ إِلَى السُّلْطَانِ أَشْيَاءَ فَقَالَ حُذَيْفَةُ إِرَادَةَ أَنْ يُسْمِعَهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ۔

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت حذیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آکر ہمارے پاس بیٹھ گیا لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا یہ شخص لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت حذیفہ نے اس کو سنانے کے لیے لوگوں سے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

چغلی کی تعریف

قرآن مجید میں ہے:

وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ۔ (ھمزہ ۱۰۴)

ہر چغلخور اور طعنہ زن کے لیے تباہی ہے۔

چغلی کی تعریف یہ ہے:

نَقْلُ كَلَامِ النَّاسِ بَعْضِهِمْ إِلَى بَعْضٍ عَلَى جِهَةِ الْإِفْسَادِ بَيْنَهُمْ۔

آپس میں فساد ڈالنے کے لیے بعض کی باتیں بعض دوسروں تک پہنچانا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام ابو حامد غزالی احیاء العلوم (ج ۳ ص ۱۵۲) میں فرماتے ہیں چغلی اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کسی شخص سے جاکر یہ کہے کہ فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا، اور وہ ایسی بات پہنچائے جس کا ظاہر کرنا ناپسند اور ناگوار ہو، اور عام ازیں کہ یہ اظہار صراحۃً کیا جائے یا اشارۃً اور کنایۃً، سو چغلی کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا راز افشاء کیا جائے، اور جس چیز کا اظہار کوئی شخص ناپسند کرتا ہے اس کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ فلاں شخص فلاں کے متعلق یہ ناپسندیدہ اور ناگوار بات کہہ رہا تھا۔

چغلی سننے والے پر چھ اُمور لازم ہیں

جس شخص کے سامنے چغلی کی جائے اس پر چھ باتیں لازم ہیں (۱) چغلی کرنے والے کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے والا فاسق ہے۔

(۲)۔ چغلی کرنے والے کو چغلی کرنے سے منع کرے، اس کے سامنے چغلی کی قباحت بیان کرے اور اس کو نصیحت کرے۔

(۳)۔ اس سے بغض رکھے، کیونکہ چغلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا چاہیے۔

(۴)۔ چغلی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے بغض نہ رکھے۔

(۵)۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اس میں معاملہ کی تحقیق اور تجسس کرنے کا داعیہ نہیں ہونا چاہیے۔

(۶)۔ اس چغلی کو آگے نہ پھیلائے، مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں، فلاں کے متعلق یہ کہہ رہا تھا ورنہ وہ خود بھی چغلخور ہو جائے گا۔

دفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز

امام غزالی نے چغلی کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعیہ نہ ہو اور اگر کوئی بات کسی تک پہنچانے میں کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو پھر اس بات کا پہنچانا ممنوع نہیں ہے، مثلاً کسی شخص کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہاری بے عزتی کرنے والا ہے، یا وہ تمہاری بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا ہے، یا وہ تمہارا مال لوٹ کر لے جانے والا ہے، یا اس قسم کی شر انگیز باتوں کو امام (حاکم) تک پہنچائے یا کسی صاحب منصب تک یہ بات پہنچائے کہ فلاں شخص ایسا کام کر رہا ہے یا ایسا منصوبہ بنا رہا ہے جس سے فساد برپا ہوگا اور تخریب کاری ہوگی اور صاحب منصب پر لازم ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق اور چھان بین کرے اور فتنوں کا سدباب کرے اور اس قسم کے اور اس جیسے امور حرام نہیں ہیں، بلکہ فتنہ کی نوعیت کی اعتبار سے بعض صورتوں میں فتنہ کی خبر دینا واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔[1]

حکومت نے جو جاسوسی نظام قائم کیا ہے وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے، کیونکہ چغلی اس وقت ہوتی ہے جب فساد ڈالنے کے لیے کسی کی بات کسی کو پہنچائی جائے اور ان صورتوں میں فساد دور کرنے کے لیے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کر دی ہے۔

باب ۴۵ بیان غلظ تحریم اسبال الازار والمن بالعطیۃ وتنفیق السلعۃ بالحلف وبیان الثلاثۃ الذین لا یکلمہم اللہ یوم القیامۃ ولا ینظر الیہم ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم

لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والوں، احسان جتلانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان

۲۰۱۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ ومحمد

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۷۱۔ ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ قَالَ فَقَرَاَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْكَاذِبِ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کلام فرمائیگا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور انھیں دردناک عذاب دے گا حضرت ابوذر نے عرض کیا حضور یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں رہے، یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا (ٹخنوں سے) نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اور اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا۔

۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ الْاَعْمَشُ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَلْمَنَّانُ الَّذِیْ لَا یُعْطِیْ شَیْئًا اِلَّا مَنَّهٗ وَالْمُنْفِقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُسْبِلُ اِزَارَهٗ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جو ہر نیکی کا احسان جتلاتا ہے۔ دوسرا وہ جو جھوٹی قسم کھا کر سامان فروخت کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے کپڑوں کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے۔

۲۰۳۔ وَحَدَّثَنِیْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ یَعْنِیْ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سُلَیْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے، لیکن اس میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ بات کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ وَاَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِیَةَ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات کرے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا، ایک اور روایت میں اس طرح ہے نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی، دوسرا جھوٹا حاکم تیسرا متکبر فقیر۔

۲۰۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى فَضْلِ مَاءٍ بِالْفَلَاةِ يَمْنَعُهُ مِنِ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ بِاللهِ لَأَخَذَهَا بِكَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ وَهُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ بَايَعَ إِمَامًا لَا يُبَايِعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنْ أَعْطَاهُ مِنْهَا وَفَى وَإِنْ لَمْ يُعْطِهِ مِنْهَا لَمْ يَفِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا، ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زیادہ پانی ہو پھر اس کے باوجود کسی مسافر کو پانی نہ دے، دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کوئی چیز فروخت کی اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ مال اتنے میں خریدا ہے اور واقعہ میں ایسا نہ تھا، تیسرا وہ شخص جو دنیاوی مال کی خاطر کسی حاکم سے بیعت کرے اگر مال مل جائے تو اس کی اطاعت کرے اور نہ ملے تو نہ کرے۔

۲۰۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا مُعْتَمِرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا بِسِلْعَةٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اور بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں قسم بتانے کا ذکر ہے۔

۲۰۷- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُرَاهُ مَرْفُوعًا قَالَ ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى مَالِ مُسْلِمٍ فَاقْتَطَعَهُ وَبَاقِي حَدِيثِهِ نَحْوُ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات کرے گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا، اور ان کو دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ شخص ہے جس نے عصر کے بعد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مار لیا۔ بقیہ حدیث سابق حدیث کی طرح ہے۔

ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۰۱ میں ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والے پر عذاب کی وعید ہے

علامہ یحییٰ ابن شرف نووی لکھتے ہیں!

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جو شخص تکبر کی نیت سے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکائے، جیسا کہ ایک حدیث میں تفصیل سے بیان ہے "جس شخص نے تکبر سے کپڑا ٹخنوں کے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، اس حدیث میں ٹخنوں سے کپڑا لٹکانے والوں کے عموم سے ان کو مستثنیٰ کر لیا

ہے جو تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا نہیں لٹکاتے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس میں رخصت دی تھی اور فرمایا تھا تم تکبر کی نیت سے کپڑا نہیں لٹکاتے، اس رخصت اور تکبر کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ عذاب کی یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے کپڑوں کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہیں، یہ حکم قمیص اور تہبند دونوں کو عام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہبند قمیص اور عمامہ ان میں سے جس کو بھی کسی شخص نے تکبر سے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے (شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے)

بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر کے زیادہ مبغوض ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۰۲ میں ہے: بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم، اور متکبر فقیر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا۔

قاضی عیاض نے کہا اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے معصیت مذکورہ کا التزام کیا حالانکہ وہ معصیت اس کے حال سے بہت بعید ہے اور اسے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لیے اس معصیت کے محرکات بھی نہیں ہیں، اگرچہ کوئی شخص بھی ارتکاب معصیت پر قادر نہیں ہے لیکن جب ان معاصی کی حاجت نہ ہو نہ عادۃً ان کے دواعی اور محرکات ہوں تو پھر ان کا ان معاصی کا ارتکاب کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ عناداً ان معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے حق کو بہت معمولی خیال کرتے ہیں، کیونکہ بوڑھے آدمی کی طویل زمانہ گذر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں جماع کے اسباب اور عورتوں کی شہوت کم ہو جاتی ہے اور بچی کھچی شہوت کو پورا کرنے کے اس کے پاس حلال ذرائع موجود ہوتے ہیں تو پھر اس کا زنا کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ زنا کا محرک اور باعث شباب، حرارت غریزہ، قلت معرفت، غلبہ شہوت، ضعف عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اور حاکم سے اس کی رعیت ڈرتی ہے اور اس کو مداہنت کرنے اور جھوٹ بولنے کی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شخص مداہنت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے جس کو کسی چیز پر گرفت اور مواخذہ کا خوف ہو اور جب حاکم گرفت اور مواخذہ سے بے پرواہ ہوتا ہے تو پھر اس کا جھوٹ بولنا زیادہ قبیح ہے، اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم عصروں پر فائق ہونا، دنیا کی کثرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے اس لیے بوڑھے زانی، جھوٹے حاکم اور متکبر فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔ [1]

باب ۴۶ بیان غلظ تحریم قتل الانسان — خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نَفْسَهٗ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ عُذِّبَ بِهٖ فِی النَّارِ وَاَنَّهٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

۲۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِحَدِیْدَةٍ فَحَدِیْدَتُهٗ فِیْ یَدِهٖ یَتَوَجَّاُ بِهَا فِیْ بَطْنِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ یَتَحَسَّاهُ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا وَمَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهٗ فَهُوَ یَتَرَدّٰی فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِیْهَا اَبَدًا۔

۲۰۹ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِیُّ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ الْحَارِثِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ یَعْنِیْ ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِیْ رِوَایَةِ شُعْبَةَ عَنْ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ۔

۲۱۰ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا مُعَاوِیَةُ ابْنُ سَلَّامِ بْنِ اَبِیْ سَلَّامٍ الدِّمَشْقِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ اَنَّ اَبَا قِلَابَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ثَابِتَ بْنَ الضَّحَّاكِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ بِمِلَّةٍ غَیْرِ الْاِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ عُذِّبَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَیْسَ عَلٰی رَجُلٍ نَذْرٌ فِیْ شَیْءٍ لَا یَمْلِكُهٗ۔

۲۱۱ - حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیٰی

عذاب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی ہتھیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ ہتھیار اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس ہتھیار سے جہنم میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا، اور جو شخص زہر سے خودکشی کرے گا، وہ جہنم میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ گرتا رہے گا۔

امام مسلم نے تین اور اسناد بیان کیں اور بتلایا کہ ان سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہو جانے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا، اور جس شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ اور اگر کسی نے غیر مملوکہ چیز کی نذر مانی تو اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز

ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ ابْنِ الضَّحَّاكِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى رَجُلٍ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنِ ادَّعَى دَعْوَى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللهُ إِلَّا قِلَّةً وَمَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ فَاجِرَةٍ۔

کا کوئی شخص مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا لازم نہیں اور مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے، جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، قیامت کے دن اسے اس چیز سے عذاب دیا جائے گا اور جو شخص مال بڑھانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اور کمی کر دے گا یہی حال اس شخص کا ہوگا جو حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائے گا۔

۲۱۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا مُتَعَمِّدًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُذِّبَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَهٰذَا حَدِيثُ سُفْيَانَ وَأَمَّا شُعْبَةُ فَحَدِيثُهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ بِمِلَّةٍ سِوَى الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَمَنْ ذَبَحَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ ذُبِحَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی جھوٹی قسم کھائی اس کا اس دین میں شمار ہوگا، اور جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اسی چیز سے عذاب دے گا، اور بعض روایات میں یوں ہے کہ جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی جھوٹی قسم کھائی تو اس کا اسی دین سے شمار ہوگا اور جس شخص نے خود کو کسی چیز سے ذبح کیا تو قیامت کے دن اسے اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔

۲۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَقَالَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ يَدَّعِي بِالْإِسْلَامِ هٰذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَنَا الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا یہ جہنمی ہے جب جنگ شروع ہوئی تو وہ شخص بڑی بہادری سے لڑا اور زخمی ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض

قِتَالًا شَدِيدًا فَأَصَابَتْهُ جِرَاحَةٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ الَّذِي قُلْتَ لَهُ آنِفًا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالًا شَدِيدًا وَقَدْ مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ قِيلَ إِنَّهُ لَمْ يَمُتْ وَلٰكِنَّ بِهِ جِرَاحًا شَدِيدًا فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجِرَاحِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ۔

کیا گیا یا رسول اللہ! جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بہت بہادری سے لڑا اور اب وہ مر چکا ہے، آپ نے فرمایا وہ دوزخ میں گیا، بعض صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے، اتنے میں کسی شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابھی مرا نہیں تھا لیکن بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، پھر آپ نے حضرت بلال کو بلوا کر لوگوں میں اعلان کروایا کہ جنت میں صرف مسلمان جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعہ بھی تقویت دیتا رہتا ہے۔

۲۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ حَيٌّ مِنَ الْعَرَبِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْتَقَى هُوَ وَالْمُشْرِكُونَ فَاقْتَتَلُوا فَلَمَّا مَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَسْكَرِهِ وَمَالَ الْآخَرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ لَا يَدَعُ لَهُمْ شَاذَّةً وَلَا فَاذَّةً إِلَّا اتَّبَعَهَا يَضْرِبُهَا بِسَيْفِهِ فَقَالُوا مَا أَجْزَأَ مِنَّا الْيَوْمَ أَحَدٌ كَمَا أَجْزَأَ فُلَانٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا صَاحِبُهُ أَبَدًا قَالَ فَخَرَجَ مَعَهُ كُلَّمَا وَقَفَ وَقَفَ مَعَهُ وَإِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجُرِحَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور کفار میں مقابلہ ہوا اور نوبت زبردست کشت وخون تک پہنچی یہاں تک کہ حضور اور کفار اپنے اپنے لشکروں کی طرف لوٹ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا وہ جس پر بھی حملہ کرتا اسے مارے بغیر نہ چھوڑتا، صحابہ کرام نے اس شخص کے بارے میں کہا آج اس جیسا جہاد کسی نے نہیں کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن وہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا میں اس شخص کی نگرانی کروں گا (تاکہ معلوم ہو کہ وہ شخص کس فعل کے سبب جہنمی ہوتا ہے) پس وہ صحابی اس شخص کے ساتھ لگے رہے حتیٰ کہ وہ کہیں ٹھہر جاتا تو وہ بھی ٹھہرتا اور اگر وہ دوڑتا تو وہ بھی دوڑتے، بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہو گیا،

جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ قَالَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتَ آنِفًا أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْظَمَ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُمْ بِهِ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتَّى جُرِحَ جُرْحًا شَدِيدًا فَاسْتَعْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَ نَصْلَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذُبَابَهُ بَيْنَ ثَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

اور اس نے زخم کی تکلیف کی تاب نہ لا کر تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور تلوار پر زور دے کر خودکشی کر لی۔ وہ صحابی اسی وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا جس شخص کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اور لوگ اس خبر سے حیران ہوئے تھے اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں ان لوگوں کی حیرانی دور کر دوں گا، چنانچہ میں اس کا پیچھا کرتا رہا، جب وہ شخص بہت زخمی ہو گیا، تو اس نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور اس طرح تلوار اپنے سینہ میں گھونپ کر اس نے خودکشی کر لی، آپ نے فرمایا بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں، اور بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جہنمی سمجھتے ہیں اور وہ جنتی ہوتے ہیں۔

۲۱۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ زُبَيْرٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَتْ بِهِ قَرْحَةٌ فَلَمَّا آذَتْهُ انْتَزَعَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ فَنَكَأَهَا فَلَمْ يَرْقَإِ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ رَبُّكُمْ قَدْ حَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِي وَاللهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي بِهَذَا الْجُنْدُبُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے ایک پھوڑا نکلا، جب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اس سے پھوڑے کو چیر ڈالا جس سے خون بہنے لگا اور روک نہ سکا۔ جس کی وجہ سے وہ مر گیا، تمہارے رب نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی، حضرت حسن نے اپنے ہاتھ سے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم مجھ سے اس مسجد میں حضرت جندب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا جُنْدُبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيُّ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فَمَا نَسِينَا وَمَا نَخْشَى أَنْ يَكُونَ كَذَبَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ بِرَجُلٍ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ جُرَاحٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

حسن کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی نے اس مسجد میں ہم سے حدیث بیان کی، جس سے ہم کوئی لفظ نہیں بھولے اور نہ ہمیں خدشہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا تھا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت میں ایک شخص تھا، جس کے پھوڑا نکلا۔۔۔۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

خودکشی پر دائمی عذاب کی وعید کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں ہے: جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اس چیز سے ہمیشہ عذاب دیتا رہے گا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، پھر خودکشی کرنے والا جہنم کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خودکشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو جائے گا اور کافر کے لیے دائمی عذاب ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

(۲)۔ اس حدیث میں مخلود سے مراد مدت طویل ہے، یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہیگا۔

قاضی عیاض مالکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتول کو جس آلہ سے قتل کیا جائے، قصاص میں قاتل کو اسی آلہ سے قتل کرنا چاہیے، علامہ نووی نے کہا یہ استدلال ضعیف ہے، وجہ ضعف یہ ہے کہ اس حدیث میں اخروی عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے، اس پر دنیاوی احکام کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل

حدیث نمبر ۲۱۰ میں ہے جس شخص نے کسی ملت سے ہونے کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس ملت سے ہو جائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جھوٹی قسم کی جو قید لگائی ہے وہ قید احترازی نہیں ہے، اور اگر اس نے غیر ملت اسلام کی سچی قسم بھی کھائی تو اس کا یہی حکم ہے۔

مثلاً کسی شخص نے کہا اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہے، تو اگر اس نے یہودیت یا نصرانیت کو سچ اور حق جان کر ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کہا تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے یہودیت

یا نصرانیت کی تعظیم کی وجہ سے ایسا نہیں کہا بلکہ اس کا دل دین اسلام پر مطمئن تھا اور اس نے صرف اپنے کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا یا عمداً جھوٹی قسم کھائی تھی تو وہ کافر نہیں ہوا، اور حدیث میں کفر بمعنی کفران نعمت ہے یا اس پر بہ طور زجر و توبیخ کے کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ [1]

بَابُ غِلَظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ وَأَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے

۲۱۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ أَبُو زُمَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ أَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ حَتَّى مَرُّوا عَلَى رَجُلٍ فَقَالُوا فُلَانٌ شَهِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَلَّا إِنِّي رَأَيْتُهُ فِي النَّارِ فِي بُرْدَةٍ غَلَّهَا أَوْ عَبَاءَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اذْهَبْ فَنَادِ فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَيْتُ أَلَا إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح خیبر کے دن صحابہ کرام آپس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ فلاں شخص شہید ہوا اور فلاں شخص شہید ہوا، دوران گفتگو ایک شخص کا ذکر ہوا صحابہ کرام نے اس کے بارے میں بھی کہا کہ وہ شخص شہید ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں، میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے، کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چرالی تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جاکر لوگوں میں اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے، چنانچہ میں نے حسب ارشاد لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہوں گے۔

۲۱۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَفَتَحَ اللَّهُ عَلَيْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر فتح کرنے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ وہاں سے مال غنیمت میں ہمیں سونا، چاندی نہیں ملا، بلکہ مختلف قسم کا سامان، غلہ اور کپڑے وغیرہ ملے، ہم ایک وادی کی طرف چل پڑے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفاعہ بن زید نامی بنی ضبیب کا ایک غلام تھا جو آپ کو قبیلہ جذام کے ایک شخص نے نذر کیا تھا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَرِقًا غَنِمْنَا الْمَتَاعَ وَالطَّعَامَ وَالثِّيَابَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا إِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ لَهُ وَهَبَهُ لَهُ رَجُلٌ مِنْ جُذَامٍ يُدْعَى رِفَاعَةَ ابْنَ زَيْدٍ مِنْ بَنِي الضُّبَيْبِ فَلَمَّا نَزَلْنَا الْوَادِيَ قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَحُلُّ رَحْلَهُ فَرُمِيَ بِسَهْمٍ فَكَانَ فِيهِ حَتْفُهُ فَقُلْنَا هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ الشَّمْلَةَ لَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا أَخَذَهَا مِنَ الْغَنَائِمِ يَوْمَ خَيْبَرَ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ قَالَ فَفَزِعَ النَّاسُ فَجَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ بِشِرَاكَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَصَبْتُ هَذَا يَوْمَ خَيْبَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ

جب ہم اس وادی میں اترے تو اس غلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان کھولنا شروع کر دیا، اسی دوران اچانک کہیں سے ایک تیر آکر اسے لگا جس سے اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو چادر اس نے خیبر کے مالِ غنیمت میں سے لی تھی، وہ اس کے حصہ کی نہ تھی۔ وہی چادر بصورت شعلہ اس کے اوپر جل رہی ہے۔ یہ سن کر سب خوفزدہ ہو گئے، ایک شخص چمڑے کے ایک دو تسمے لے کر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے جنگ خیبر کے دن پایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تسمے بھی آگ کے ہیں۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱)۔ مال غنیمت میں سے کچھ چرانا حرام ہے۔

(۲)۔ مال غنیمت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(۳)۔ اگر مال غنیمت میں سے چوری کرنے والا قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔

(۴)۔ جو شخص کفر پر مرا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

(۵)۔ قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے"۔

(۶)۔ مال غنیمت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو قبول کیا جائے گا۔

(۷)۔ مال غنیمت سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلایا نہیں جائے گا، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "جو شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو"، اس حدیث کو حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا یہ حدیث منسوخ ہو گی یہ اس وقت کا حکم تھا جب عقوبات مالیہ مشروع تھیں۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۸ بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ قَاتِلَ نَفْسِهِ لَا يَكْفُرُ

خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل

۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ الطُّفَيْلَ بْنَ عَمْرٍو الدَّوْسِيَّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لَكَ فِي حِصْنٍ حَصِينٍ وَمَنَعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَوْسٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَبَى ذَلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلَّذِي ذَخَرَ اللهُ لِلْأَنْصَارِ فَلَمَّا هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ فَمَرِضَ وَجَزِعَ فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتَّى مَاتَ فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ فَقَالَ غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَالِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو کسی مضبوط قلعہ اور حفاظت کے مقام کی ضرورت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت طفیل کے پاس زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کا ایک قلعہ تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا کیونکہ یہ معاونت اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر کر دی تھی، بہرحال جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا، اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل نے اسے خواب میں اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے، حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب سے بخش دیا، حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اسے درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، خواب سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کے ہاتھوں

کو بھی بخشش دے۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل اس حدیث سے حسب ذیل احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی یا اور کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کیے بغیر مرگیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اس حدیث سے ان احادیث کی شرح ہو جاتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں ایسا شخص مراد ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کرے۔

(۲)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے آخرت میں سزا بھی ملتی ہے کیونکہ اس شخص کے ہاتھ پہلے درست نہیں ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے دعائے مغفرت کی اس میں مرجئہ کا رد ہے۔

(۳)۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا، کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا، اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنے جسم کا ایک گردہ نکلوا کر زندگی میں کسی کو دے دینا یا مرنے کے بعد آنکھ نکلوانے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور اعضاء کی پیوند کاری شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ کسی بیمار ضرورت مند کو خون دینا جائز ہے، ان دونوں مسئلوں کی نوعیت میں کیا فرق ہے، پیوند کاری کے مجوزین کے دلائل اور ان کے جوابات کیا ہیں؟ اس تمام تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مطالعہ فرمائیں۔

۴۹ باب فِي الرِّيحِ الَّتِي تَكُونُ فِي قُرْبِ الْقِيَامَةِ تَقْبِضُ مَنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الْإِيمَانِ

قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھا لینا جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہو۔

۲۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ رِيحًا مِنَ الْيَمَنِ أَلْيَنَ مِنَ الْحَرِيرِ فَلَا تَدَعُ أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ وَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یمن کی طرف سے ایک ہوا چلائے گا جو ریشم سے زیادہ نرم ہوگی اور جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس شخص (کی روح) کو وہ ہوا قبض کرے گی۔

ف: اس حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو یمن سے بھیجے گا، اور امام مسلم نے احادیث دجال کے آخر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو شام سے بھیجے گا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے

کہ وہ دو ہوائیں ہوں، ایک شام سے چلے اور دوسری یمن سے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان ہواؤں کا مبداء ایک اقلیم ہو پھر بعد میں منتشر ہو کر دوسری اقلیم میں پہنچ جائیں۔ واللہ اعلم۔

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهُرِ الْفِتَنِ

فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب

۲۲۱- حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے نیک اعمال کر لو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے، ایک شخص صبح مومن ہو گا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہو گا اور صبح کو کافر اور معمولی سی دنیاوی منفعت کے عوض اپنا متاع ایمان فروخت کر ڈالے گا۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے نیک اعمال کر لیے جائیں جب نیک اعمال کا کرنا مشکل ہو جائے گا اور مسلسل اور پے در پے فتنے نمودار ہوں گے جیسے اندھیری رات میں پے در پے اندھیرے ہوتے ہیں، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہو گا کہ انسان صبح کو مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ ایک دن میں انسان کے اندر اتنا بڑا انقلاب آ جائے۔

بَابُ مَخَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ

مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا

۲۲۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ جَلَسَ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو مَا شَأْنُ ثَابِتٍ أَشْتَكَى فَقَالَ سَعْدٌ إِنَّهُ لَجَارِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو پتا بھی نہ چلے۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں جہنمی ہوں، جب چند دن تک وہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا اے ابوعمرو ثابت کا کیا حال ہے؟ کیا بیمار ہو گئے؟ حضرت سعد نے عرض کیا وہ

وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَكْوَى قَالَ فَأَتَاهُ سَعْدٌ فَذَكَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ثَابِتٌ أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

میرے پڑوسی ہیں اگر بیمار ہوتے تو مجھے معلوم ہوتا، اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بتلایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق پوچھ رہے تھے، حضرت ثابت نے جواب دیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور تم محب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے زیادہ بلند ہے لہٰذا میں جہنمی ہوں، حضرت سعد نے اس بات کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔

۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَا قُطْنُ بْنُ نُسَيْرٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ثَابِتُ ابْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ خَطِيبُ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ بِنَحْوِ حَدِيثِ حَمَّادٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمْ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس انصار کے خطیب تھے اور جب یہ آیت نازل ہوئی..... بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۲۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ فِي الْحَدِيثِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر اونچا مت کرو۔..... اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْأَسَدِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَذْكُرُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَاتَّفَقَ الْحَدِيثُ وَلَمْ يَذْكُرْ سَعْدَ بْنَ مُعَاذٍ وَزَادَ قَالَ فَكُنَّا نَرَاهُ يَمْشِي بَيْنَ أَظْهُرِنَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی..... نیز فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ثابت بن قیس کو اپنے پاس دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے درمیان ایک جنتی آدمی رہتا ہے۔

حدیث الباب کی تشریح علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ (حجرات: ۲) اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

حضرت ثابت اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، وہ انصار کے خطیب تھے، اسی وجہ سے دوسروں کی بہ نسبت ان کو زیادہ خوف ہوا، اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کی عظیم منقبت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انتظامی قوم کے رئیس اور عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کی جستجو رکھے اور جو ان میں سے غائب ہو جائے اس کی تفتیش کرے۔ [1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جنتیوں اور دوزخیوں کا علم تھا اور یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز سے بولنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے، بلکہ اس طرح بولنا منع ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہو۔ [1]

باب ۵۲ هَلْ يُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟

۲۲۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ أُنَاسٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَمَّا مَنْ أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ فَلَا يُؤَاخَذُ بِهَا وَمَنْ أَسَاءَ أُخِذَ بِعَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے کیے ہوئے اعمال کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے ایام جاہلیت کے برے اعمال پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بد اعمال میں مشغول رہا، اس سے جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانے کی بداعمالیوں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَنُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمَنْ أَسَاءَ فِي الْإِسْلَامِ أُخِذَ بِالْأَوَّلِ وَالْآخِرِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم سے ایام جاہلیت کے بداعمال کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے زمانۂ جاہلیت کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے زمانۂ اسلام میں کوئی برا کام کیا اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۸ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اعمش سے اسی سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مثلہ۔ منقول ہے۔

اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بداعمالیوں پر مواخذہ کا جواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہوگیا اس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ مطلقاً معاف کر دیے جاتے ہیں، خواہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں یا نہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا: اما علمت یا عمرو ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۶)

اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پہلے تمام گناہ مٹا دیتا ہے!

اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے اسلام کے بعد نیک اعمال کیے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے برے کام کیے اس سے مواخذہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد برے کام کیے اس سے یہ مراد ہے جو شخص دل سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ صرف بظاہر اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دل سے اسلام کو نہیں مانتا تو یہ شخص منافق ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ اپنے کفر پر باقی ہے، تو اس ظاہری اسلام سے پہلے اس نے زمانہ جاہلیت میں جو برے کام کیے تھے اس سے ان پر بھی مواخذہ ہوگا اور اس ظاہری اسلام کے بعد جو اس نے برے کام کیے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کفر پر مستمر اور برقرار ہے، اور جو شخص ظاہر اور باطن سے مسلمان ہوگیا اس سے زمانہ جاہلیت کے برے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ [1]

باب ۵۳ کون الاسلام یھدم ما قبلہ و کذا الحج والھجرۃ

اسلام، حج اور ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

۲۲۹۔ حدثنا محمد بن المثنی العنزی ابو معن الرقاشی واسحق بن منصور کلاھم عن ابی عاصم واللفظ لابن المثنی حدثنا الضحاک یعنی ابا عاصم قال اخبرنا حیوۃ بن شریح قال حدثنی یزید بن حبیب عن ابن شماسۃ المھری قال حضرنا عمرو بن العاص وھو فی سیاقۃ الموت یبکی طویلا وحول وجھہ الی الجدار وجعل ابنہ یقول لہ ما یبکیک یا ابتاہ اما بشرک رسول

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے، حضرت عمرو بن عاص کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ حضرت عمرو بن عاص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی قائمیت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا أَمَا بَشَّرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا قَالَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا نُعِدُّ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ كُنْتُ عَلَى أَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا أَحَدٌ أَشَدَّ بُغْضًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَكُونَ قَدِ اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَكُنْتُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا جَعَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْإِسْلَامَ فِي قَلْبِي أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ ابْسُطْ يَمِينَكَ فَلْأُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَمِينَهُ قَالَ فَقَبَضْتُ يَدِي قَالَ مَالَكَ يَا عَمْرُو قَالَ قُلْتُ أَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِطَ قَالَ تَشْتَرِطُ مَاذَا قُلْتُ أَنْ يُغْفَرَ لِي قَالَ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ ــــ

ــــ وَمَا كَانَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا أَجَلَّ فِي عَيْنِي مِنْهُ مَا كُنْتُ أُطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنَيَّ مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ وَلَوْ سُئِلْتُ أَنْ أَصِفَهُ مَا أَطَقْتُ لِأَنِّي لَمْ أَكُنْ أَمْلَأُ عَيْنَيَّ مِنْهُ وَلَوْ مُتُّ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ لَرَجَوْتُ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ وَلِينَا أَشْيَاءَ مَا أَدْرِي مَا حَالِي فِيهَا فَإِذَا أَنَا مُتُّ فَلَا تَصْحَبْنِي نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَإِذَا دَفَنْتُمُونِي فَشُنُّوا عَلَيَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ أَقِيمُوا حَوْلَ قَبْرِي قَدْرَ مَا تُنْحَرُ جَزُورٌ

اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے۔ اور مجھ پر تین دور گذرے ہیں، ایک وقت وہ تھا جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی چیز سے عداوت نہیں تھی اور میں ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح (العیاذ باللہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں۔ اگر میں اس وقت مر جاتا تو یقیناً جہنمی ہوتا۔ دوسرا دور وہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا کی، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو کیا بات ہے؟ ــــ میں نے عرض کیا میں کچھ شرائط طے کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دل چاہے شرائط لگاؤ۔ میں نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج تمام پچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی، اگر کوئی شخص مجھ سے کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرو تو میں آپ کا حلیہ بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکا، اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا تو مجھے امید ہے کہ میں جنتی ہوتا، پھر اس کے بعد مجھے کچھ ذمہ داریاں سونپ دی گئیں، میں نہیں جانتا کہ ان کے بارے میں میرا کیا انجام ہوگا، اب میرے مرنے کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ کوئی ماتم کرنے والی

وَيُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَأْنِسَ بِكُمْ وَانْظُرَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ۔

جائے نہ آگ لے جائی جائے، اور جب مجھے دفن کر چکو تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے انس حاصل ہو اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

۲۳۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ وَاَبُوْ اِبْرَاهِيْمَ بْنُ دِيْنَارٍ وَاللَّفْظُ لِاِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اُنَاسًا مِّنْ اَهْلِ الشِّرْكِ قَتَلُوْا فَاَكْثَرُوْا وَزَنَوْا فَاَكْثَرُوْا ثُمَّ اَتَوْا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَتَدْعُوْا اِلَيْهِ لَحَسَنٌ وَلَوْ تُخْبِرُنَا اَنَّ لِمَا عَمِلْنَا كَفَّارَةً فَنَزَلَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا وَنَزَلَ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ الْاٰيَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے بعض لوگ قتل اور زنا کے گناہوں میں بہ کثرت ملوث تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ جس دین کی ہم کو دعوت دیتے ہیں وہ بہترین دین ہے اگر آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ اسلام لانے سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا (تو ہم اسلام قبول کر لیں) اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیے ان کو دردناک عذاب ہوگا، دوسری آیت یہ نازل ہوئی: (ترجمہ:) اے میرے بندو! جو گناہ کر کے اپنے اوپر ظلم کر چکے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان

حدیث نمبر ۲۲۹ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے تین دور بیان کیے اور موت کے بعد توحہ نہ کرنے اور آگ نہ لے جانے کی وصیت کی اور دفن کے بعد قبر پر اتنی دیر ٹھہرنے کے لیے کہا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے سابقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص مر رہا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور قرآن مجید کی ان آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یاد کرے، جن میں اللہ تعالیٰ

کے عفو و درگذر کا بیان ہے، اور اپنے نیک اعمال کو یاد کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم ہو سکے، یہ امر بالاتفاق مستحب ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے، حضرت عمرو بن العاص نے اپنے جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی کو بھیجنے سے منع کیا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے پر نوحہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آگ بھیجنے سے بھی منع کیا کیونکہ اس کی بھی حدیث میں ممانعت ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کا شعار ہے، نیز یہ بدشگونی کی وجہ سے مکروہ ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ مانوس ہو جاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے اور دفن کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جو گفتگو کی جائے اس کو قبر والا سنتا ہے۔ [1]

بَابُ ۵۴ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا أَسْلَمَ بَعْدَهُ

اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم

۲۳۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِيهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ وَالتَّحَنُّثُ التَّعَبُّدُ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے یہ بتلایئے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے ہیں آیا مجھے ان نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں جن نیکیوں کی تم نے عادت ڈالی تھی وہ عادت اسلام میں بھی باقی رہے گی۔

---

۲۳۲ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ الْحُلْوَانِيُّ نَا وَقَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ میں نے زمانہ کفر میں جو صدقہ اور خیرات کی، غلاموں کو آزاد کیا، اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کیا، آیا مجھے ان نیک کاموں پر آخرت میں اجر ملے گا؟

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْ رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ أَوْ عِتَاقَةٍ أَوْ صِلَةِ رَحِمٍ فِيهَا أَجْرٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ مِنْ خَيْرٍ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ نیکیوں سے ہی تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

۲۳۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَشْيَاءَ كُنْتُ أَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ هِشَامٌ يَعْنِي كُنْتُ أَتَبَرَّرُ بِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتَ عَلَى مَا أَسْلَفْتَ لَكَ مِنَ الْخَيْرِ فَقُلْتُ فَوَاللهِ لَا أَدَعُ شَيْئًا صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نیکیوں کے بارے میں پوچھا جو میں نے زمانہ جاہلیت میں کی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نیکیوں کی برکت کی وجہ سے ہی تم اسلام لائے ہو، میں نے کہا قسم بخدا میں ان نیک کاموں کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا رہونگا۔

۲۳۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي الْإِسْلَامِ مِائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مِائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے زمانہ کفر میں سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ خیرات کیے، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ سو غلام آزاد کیے اور سو اونٹ فی سبیل اللہ صدقہ کیے .... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ زمانہ کفر میں کی ہوئی نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں، اور ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا نہ ان کی وجہ سے عذاب میں کوئی تخفیف ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباء منثورًا۔ (فرقان ۲۳)

من يكفر بالايمان فقد حبط عمله۔

کفار ہمارے پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے ہم ان کو (ففضا میں) بکھرے غبار کے ذرے بنا دیں گے جس نے ایمان (لانے) سے انکار کیا اس کا عمل ضائع

(مائدہ ۵: ۱۰۷)

کر دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ فرمایا:

فلا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینصرون (بقرہ ۲: ۸۶)

کفار کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابن جدعان زمانہ جاہلیت میں نیک کام کرتا تھا آیا اس کو آخرت میں اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے معافی نہیں مانگی [1]

تاہم یہ معاملہ بطور عدل ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کافر کو اسلام لانے کے بعد اس کے زمانہ کفر کی نیکیوں پر اجر عطا فرمائے یا کسی کافر کی نیکیوں کے عوض اس کے عذاب میں تخفیف کر دے تو یہ ممکن ہے۔ چنانچہ ابولہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اسی جہت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے ابوطالب اور ابولہب کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ کر لیا گیا۔

بَابُ صِدْقِ الْإِيمَانِ وَإِخْلَاصِهِ

ایمان میں صدق اور اخلاق

۲۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتِ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شَقَّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا أَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جن مومنین نے اپنے ایمان کے ساتھ بالکل ظلم نہیں کیا (امنی کو نجات ہو گی)" تو صحابہ کرام اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کون شخص (معصیت کر کے) ظلم نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ظلم بمعنی شرک ہے جس طرح حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔

۲۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِيهِ أَوَّلًا أَبِي عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبَ عَنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ سَمِعْتُهُ مِنْهُ۔

حدیث الباب کی تشریح

ظلم کا معنی ہے:

وضع الشیء فی غیر محلہ۔ کسی چیز کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا۔

اور کسی مستحب اور اولی کام کے خلاف بھی کیا جائے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر داخل کرے یا مسجد سے خارج ہوتے وقت پہلے دایاں پیر نکالے تو یہ بھی ظلم ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی:

الذین أمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون۔ (الانعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے خوفی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

تب صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تبلایا کہ یہاں ظلم اپنے اطلاق اور عموم پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مقید ہے یعنی شرک۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

بَابُ بَيَانِ تَجَاوُزِ اللهِ تَعَالَى عَنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ وَبَيَانِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالَى لَمْ يُكَلِّفْ إِلَّا مَا يُطَاقُ وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ

حدیث نفس اور خواطر سے درگذر کرنے اور نیکی اور بدی کے "ہم" کے حکم کا بیان

۲۳۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَاللَّفْظُ لِأُمَيَّةَ بْنِ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) "آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے"، تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ — صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ — فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ بَرَكُوْا عَلَى الرُّكَبِ فَقَالُوْا اَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلِّفْنَا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا نُطِيْقُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْجِهَادَ وَالصَّدَقَةَ وَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيْكَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَلَا نُطِيْقُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ اَهْلُ الْكِتَابَيْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا بَلْ قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا اقْتَرَاَهَا الْقَوْمُ وَذَلَّتْ بِهَا اَلْسِنَتُهُمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِىْ اَثَرِهَا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِكَ نَسَخَهَا اللّٰهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ قَالَ نَعَمْ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ قَالَ نَعَمْ۔

ہوئے اور زانو ادب تہ کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہمیں ان کاموں کا مکلف کیا گیا جو ہماری طاقت میں تھے، جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں مذکور حکم کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم پچھلی امتوں کی طرح یہ کہنا چاہتے ہو "ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سنے اور نافرمانی کی" بلکہ تم کہو! "اے اللہ ہم نے تیرا حکم سنا اور اس کی اطاعت کی اے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی اے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"، جب صحابہ کرام یہ کہہ چکے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین ان چیزوں پر ایمان لائے جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئیں اور سب اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں نے کہا ہم ان میں سے کسی رسول پر (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما ہم نے تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"، جب صحابہ کرام نے اللہ کے احکام کو مان لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت کے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔ ہر شخص کے نیک عمل اس کو نفع دیں گے اور بد عمل اس کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ اے ہمارے رب! ہماری بھول یا خطا پر ہم سے مواخذہ نہ کرنا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) اے ہمارے

رب ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کر نا جن احکام کا پچھلی امتوں کو مکلف کیا تھا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) "اے ہمارے رب ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ کرنا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)" ہمیں معاف فرما، بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے ہماری کفار کے خلاف مدد فرما" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)۔

۲۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلَى خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ قَالَ دَخَلَ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدْخُلْ قُلُوبَهُمْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَأَلْقَى اللَّهُ تَعَالَى الْإِيمَانَ فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس سب کا حساب لے گا" تو صحابہ کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پیدا ہوا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو" ہم نے سنا، اطاعت کی اور مان لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کو راسخ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، ہر شخص کو اس کے نیک اعمال پر ثواب ملے گا اور بد اعمال پر عذاب ہوگا (اے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطاء ہو جائے تو اس پر مواخذہ نہ فرمانا" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کر دیا) اے ہمارے رب اور ہم کو ایسے سخت احکام نہ دینا جیسے تو نے پہلی امتوں کو دیے تھے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا)" اے اللہ! ہمارے گناہ معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما تو ہی ہمارا مالک ہے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا)

۲۳۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زُرَارَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حدیث نفس کو معاف کر دیا۔

بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ۔

جب تک وہ اس کے مطابق کلام یا عمل نہ کریں۔

۲۴۰۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ أَوْ تَتَكَلَّمْ بِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے "حدیث نفس" کو معاف فرما دیا جب تک کہ وہ اس کا قول یا اس پر عمل نہ کریں۔

۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا مِسْعَرٌ وَهِشَامٌ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ شَيْبَانَ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے بیان فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُلَيْمٌ وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ ح عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِسَيِّئَةٍ فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا سَيِّئَةً وَإِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا عَشْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی گناہ کا "ہم" کرتا ہے تو اس کو اس کے نامۂ اعمال میں مت لکھو اگر وہ اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دو اور اگر وہ نیکی کا "ہم" کرے اور اس نیکی کو نہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھ دو اور اگر اس کے مطابق عمل کرے تو دس نیکیاں لکھ دو۔

۲۴۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا "ہم" کرتا ہے اور اس پر

هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَإِذَا هَمَّ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ أَكْتُبْهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً۔

عمل نہیں کرتا، تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کر لیتا ہے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نہیں لکھتا اور اگر اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دیتا ہوں۔

۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا حَسَنَةً بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا فَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَأَنَا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَأَنَا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ أَبْصَرُ بِهِ فَقَالَ ارْقُبُوهُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِي وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

ہمام بن منبہ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایات کا "مذکرہ" کر رہے تھے، ان میں سے ایک روایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ کسی نیکی کے لیے "حدیث نفس" کرتا ہو تو جب تک وہ اس نیکی کو نہیں کرتا میں اس کی ایک نیکی لکھتا ہوں، اور جب وہ اس نیکی کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ کسی گناہ کے لیے حدیث نفس کرتا ہے تو جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے میں بخش دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کر لیتا ہے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ لیتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب! میرا فلاں بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے انتظار کرو اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو۔ اور اگر گناہ نہ کرے تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے گناہ کو صرف میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک نیکی کو دس سے لے کر سات سو تک لکھا جاتا ہے اور اس کا گناہ صرف ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔

حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ۔

۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنْ ھِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃً وَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَعَمِلَھَا کُتِبَتْ لَہٗ اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ وَمَنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا لَمْ تُکْتَبْ وَاِنْ عَمِلَھَا کُتِبَتْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور جس نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی کر لی تو اس کے لیے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور جس نے گناہ کا "ہم" کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے۔

۲۴۶۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْجَعْدِ اَبِیْ عُثْمَانَ قَالَ نَا اَبُوْ رَجَاءِ الْعُطَارِدِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَرْوِیْ عَنْ رَبِّہٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّاٰتِ ثُمَّ بَیَّنَ ذٰلِکَ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً فَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ وَاِنْ ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً وَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ سَیِّئَۃً وَاحِدَۃً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں اور گناہوں کو لکھ لیتا ہے۔ پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو وہ اس کی ایک نیکی دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گناہ زائد لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ہم" کرے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔

۲۴۷۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا جَعْفَرُ ابْنُ سُلَیْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ اَبِیْ عُثْمَانَ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَزَادَ اَوْ مَحَاھَا اللّٰہُ وَلَا یُھْلَکُ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا ھَالِکٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بھی مٹا دے گا اور عذاب میں وہی شخص مبتلا رہے گا جو دیدہ دلیری سے گناہ کرتا ہو۔

ہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۲۴۴ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ گناہ کا "ہم" (ارادہ) کرتا ہے تو اس کا وہ گناہ اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرلے اور اگر نیکی کا "ہم" (ارادہ) کرتا ہے اور نیکی نہیں کرتا تو اس کی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مازری نے کہا قاضی ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہ گار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں آئی اور اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ "ہم" ہے اور ہم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے (اگر کسی کام میں راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال نہ کرنے کا ہو تو یہ "ہم" ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سو فی صد ارادہ ہو جائے خواہ فعل ہو یا لسان تو اس کو عزم کہتے ہیں) بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا کہ عامۃ السلف، فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو قاضی ابوبکر کا مذہب ہے کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ ہوتا ہے لیکن انھوں نے کہا ہے کہ اگر برائی کا عزم کرے تو ایک برائی لکھ لی جاتی ہے اور اگر برائی کا "ہم" کرے تو برائی نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" کے بعد عمل نہیں کیا جاتا اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الٰہی ہو لیکن نفس اصرار اور عزم معصیت ہے اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھ لی جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائے گی۔

معصیت کے "ہم" کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ "ہم" میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ نہیں کرتا، نہ اس کا عقد، عزم اور نیت کرتا ہے، متکلمین نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے، مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی یا نہیں، بعض علماء نے کہا اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔[1]

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم، عقد اور گناہ کی نیت سے مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (النور: ۱۹)

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۹-۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔

یا یھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔

ولا تعزموا عقدۃ النکاح۔ (بقرۃ: ۲۳۵)

(اور عدت کے دوران) اس سے عقد نکاح کا عزم نہ کرو۔

اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان بسیفھما فالقاتل والمقتول فی النار قلت یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان حریصا علی قتل صاحبہ۔ [1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قاتل تو ہوا، مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے مقابل کے قتل پر حریص تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریف کی تصریحات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حسد کرنا، مسلمانوں کو حقیر جاننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے، اور یہ تمام دل کے افعال ہیں، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے، البتہ معصیت کا "ہم" معصیت نہیں ہے۔

"ہم" اور "عزم" کی مزید وضاحت کے لیے یہ جاننا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ قسمیں ہیں:

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں:

۱۔ ہاجس: اچانک کسی چیز کا خیال آئے۔

۲۔ خاطر: کسی چیز کا بار بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس: جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۴۔ "ہم": غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہو اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس سے ضرر ہو۔

۵۔ عزم: مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو، وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں خیال آئے تو حاجس، خاطر، حدیث نفس اور ہم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کر لے تو وہ مستحق مواخذہ ہے، خواہ اس کے بعد گناہ کا فعل نہ کرے۔ [1]

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ حاجس ہے، اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے، اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کر لے اور غالب جانب اس کو قتل کرنے کی ہو لیکن مغلوب سا یہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ ہم ہے اور جب یہ مغلوب جانب بھی زائل ہو جائے اور وہ یہ طے کر لے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت ـــــ کرے تو یہ عزم ہے پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کر لے کا عزم کر لے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طبعی موت سے ابھی ابھی مرا ہے، اب ہر چند کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے بہر حال اس کو قتل کرنے کی نیت کر لی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

حاجس، خاطر اور حدیث نفس کے مرتبہ میں معصیت پہلی امتوں پر بھی معاف تھی اور اس امت پر بھی معاف ہے، لیکن پچھلی امتوں کا "ہم" پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر "ہم" معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کر لیا جائے تو اس امت پر بھی مواخذہ ہوگا۔

معصیت کی حدیث نفس مذموم ہے اور نیکی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت نماز ہو۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

قال عمر انی لاجهز جیشی وانا فی الصلوٰۃ [2]

حضرت عمر نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

دس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق

اسی حدیث میں ہے جب بندہ نیکی کرتا

---

[1] ۔ علامہ احمد صاوی مالکی، تفسیر الصاوی ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جزاء اور سزا کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱- من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها۔
(انعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لیے ایک گناہ ہی کی سزا ملتی ہے۔

۲- مثل الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة۔
(بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں (یعنی اس کے لیے سات سو گنا اجر ہے۔)

۳- انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔
(زمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کو پورا اجر بغیر حساب کے ہی دیا جائے گا۔

اجر کے ان مراتب میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ عبادات بدنیہ میں دس گنا اجر ملتا ہے۔ عبادات مالیہ میں سات سو گنا اجر ملتا ہے اور ضبط نفس اور صبر پر لامحدود اجر ملتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب نیکی کرنے والے کے صدق اور خلوص نیت کے مراتب کے اعتبار سے ہیں جس شخص میں جتنا زیادہ خلوص ہوگا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ بعض لوگ عبادات اور صدقہ و خیرات حساب سے کرتے ہیں یعنی جتنا ان کے ذمہ لازم ہوا اتنا ہی صدقہ کرتے ہیں اور بعض لوگ بے حساب عبادات اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جو لوگ حساب سے عبادت کرتے ہیں ان کو حساب سے اجر دے گا اور جو بے حساب عبادت کریں گے ان کو بے حساب اجر دے گا، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہیں، مثلاً کسی ارب پتی سے کوئی شخص ایک روٹی کا سوال کرے، اور وہ اس کو ایک روٹی دے دے تو یہ ایک نیکی ہے اور اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا لیکن جس شخص کی کل کائنات صرف ایک روٹی ہی ہو اور اس سے کوئی روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو روٹی دے دے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے شخص کے مقابلہ میں اس نے اربوں روپوں کی دولت لٹا دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ اجر محض اللہ کے فضل سے ملتا ہے وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا فرمائے۔ صبر پر بے حساب اجر عطا فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے خدا کی راہ میں دینا آسان ہے، اور کسی حادثہ سے جو جان یا مال میں نقصان ہو جاتا ہے، جس میں انسان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا اس پر شکایت نہ کرنا اور صبر کرنا مشکل ہے، اس لیے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف میں بتلایا گیا ہے کہ گناہ کرنے والے کو ایک گناہ کرنے کی ایک سزا ملتی ہے حالانکہ ازواج مطہرات کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

من يات منكن بفاحشة مبينة يضاعف لها

تم میں سے جس نے کھلی بے حیائی کا کام کیا اس

العذاب ضعفین۔ (احزاب: ۳۰) کو دوہرا عذاب دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام حکم یہی ہے لیکن خواص اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

جس کا رتبہ ہے سوا اس کو سوا مشکل ہے

ازواج مطہرات کا مرتبہ زیادہ ہے اس وجہ سے ان کے لیے مواخذہ کی مقدار بھی زیادہ رکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محض بھول کی بنا پر محاسبہ فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کی صرف اجتہادی خطا کی بنا پر ان کو مچھلی کے پیٹ میں مقید فرمایا اور غلام کے مقابلہ میں آزاد کی دوگنی حد مقرر کی، اور جاہل کے مقابلہ میں عالم سزا کا زیادہ مستحق ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الْإِيمَانِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسہ کے وقت کیا کہنا چاہیے

۲۴۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوهُ إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ قَالَ أَوَقَدْ وَجَدْتُمُوهُ قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے دلوں میں بعض ایسے خیالات آتے ہیں جن کا بیان کرنا بھی ہم گناہ سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی ایسے خیالات آتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ تو عین ایمان ہے۔

۲۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۵۰۔ حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ الصَّفَّارُ قَالَ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُعَيْرِ بْنِ الْخِمْسِ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسَةِ فَقَالَ تِلْكَ مَحْضُ الْإِيمَانِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض ایمان ہے۔

۲۵۱۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِهٰرُوْنَ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ فَمَنْ وَّجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے جس شخص کو اس بارے میں کوئی تردد ہو وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا ہوں۔

۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْمُؤَدِّبُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يَاْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْاَرْضَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ وَرُسُلِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے پاس آکر شیطان کہتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا، زمین کو کس نے پیدا کیا، وہ شخص کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں "اور اس کے رسولوں پر" کا اضافہ ہے۔

۲۵۳۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَعْقُوْبَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْتِي الشَّيْطٰنُ اَحَدَكُمْ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا حَتّٰى يَقُوْلَ لَهٗ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَاِذَا بَلَغَ ذٰلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کسی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا، حتیٰ کہ کہتا ہے تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لے۔

۲۵۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْتِي الْعَبْدَ الشَّيْطٰنُ فَيَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ اَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۲۵۵- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْعِلْمِ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللهَ قَالَ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ رَجُلٍ فَقَالَ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي اثْنَانِ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الثَّانِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے علمی بحثیں کرتے رہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ اس وقت حضرت ابوہریرہ کسی شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، پھر کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، مجھ سے دو شخص یہی سوال کر چکے ہیں، اور یہ تیسرا ہے یا کہا مجھ سے ایک شخص یہ سوال کر چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

۲۵۶- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْإِسْنَادِ وَلَكِنْ قَدْ قَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت موقوفاً ذکر کی ہے۔

۲۵۷- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُونَ يَسْأَلُونَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ حَتَّى يَقُولُوا هَذَا اللهُ فَمَنْ خَلَقَ اللهَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا جَاءَ نِي نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا اللهُ فَمَنْ خَلَقَ اللهَ قَالَ فَأَخَذَ حَصًى بِكَفِّهِ فَرَمَاهُمْ بِهِ ثُمَّ قَالَ قُومُوا قُومُوا صَدَقَ خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ تم سے سوالات کرتے رہیں گے کہ اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران کچھ دیہاتی آئے اور کہنے لگے اے ابوہریرہ! اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت ابوہریرہؓ نے مٹھی بھر کر ان کی طرف کنکریاں پھینکیں اور کہا چلو یہاں سے اٹھو، میرے آقا نے سچ فرمایا تھا۔

۲۵۸- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ تم سے

بْنُ الْاَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ النَّاسُ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَقُوْلُوْا اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَمَنْ خَلَقَهٗ۔

ہر چیز کے بارے میں سوالات کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے۔

۲۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا يَزَالُوْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا كَذَا مَا كَذَا حَتّٰى يَقُوْلُوْا هٰذَا اللّٰهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ تَعَالٰى۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: تمہاری امت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟۔

۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُخْتَارِ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ غَيْرَ اَنَّ اِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اُمَّتَكَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں تمہاری امت کے الفاظ نہیں ہیں۔

شیطانی وسوسوں کی دو قسمیں

حدیث نمبر ۲۵۳ میں ہے جب انسان کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو انسان شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توجہ اس وسوسہ سے ہٹا لے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان وساوس کو دفع کرنے کے لیے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس وسوسہ کو بغیر کسی دلیل کے رد کر دیا جائے۔ علامہ مازری نے کہا بعض وسوسے ذہن میں استقرار نہیں پاتے، ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر لیا جائے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے اور جو امور اس طرح طاری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مسترد کر دینا چاہیے اور جو خواطر کسی دلیل اور شبہ پر مبنی ہوں اور ذہن میں مستقر ہو جائیں ان کو بغیر دلیل کے مسترد نہیں کیا جا سکتا اس لیے ان کو غور و فکر سے باطل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال

اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے، حقیقت یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی خالقیت اور اس کی وحدانیت کو بغیر کسی دلیل کے بداہتہً مانتے ہیں، صرف

قرآن مجید کا وجود اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لیے کافی ہے، تاہم شیطان کے وسوسہ کے ابطال کے لیے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہیے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا سلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہوگا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو، وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں[1]

نیز یہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک چیز ہے خلاف عقل ہونا مثلاً ایک چیز بیک وقت سیاہ بھی ہو اور سفید بھی ہو جس کو اجتماع ضدین کہتے ہیں اور ایک ہے ماوراء عقل ہونا، یعنی جو چیز عقل کی پہنچ اور گرفت سے باہر ہو اس کائنات کے ہزاروں اسرار ایسے ہیں جن تک صدیوں پہلے عقل کی پہنچ نہیں تھی اور آج ان کو عقل نے پالیا ہے اور اسی طرح اب بھی لاتعداد اسرار اور حقائق ایسے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچ سکی، لیکن ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا، اس تمہید کے بعد واضح ہو گیا کہ ایسی حقیقت جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو جو سب کی خالق ہو اور اس کا خالق کوئی نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ ماوراء عقل ہو لیکن خلاف عقل ہرگز نہیں ہے اس لیے اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اقرار اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کائنات کو بنانے اور چلانے کا اس کے سوا کوئی سچا دعویدار نہیں ہے، جن فرشتوں، نبیوں، ولیوں، درختوں، حیوانوں، عناصر اور کواکب کو لوگوں نے خدا مانا اور ان کی عبادت کی ان میں سے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، اور قیامت کے دن یہ سب اس دعویٰ سے برأت کا اظہار کریں گے اور جن انسانوں نے از خود خدائی کا دعویٰ کیا وہ لوگوں کے سامنے پیدا ہوئے اور لوگوں کے سامنے مر گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور یوں ان کی خدائی باطل ہو گی، الغرض اس کائنات کو بنانے، چلانے اور فنا کرنے کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی سچا دعویدار نہیں ہے، اسی لیے وہی سچا خدا ہے اور اسی کو ماننا ضروری ہے۔

بَابُ وَعِيدِ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ بِيَمِينٍ فَاجِرَةٍ بِالنَّارِ

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر دوزخ کی وعید

۲۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَنَا الْعَلَاءُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم واجب اور جنت حرام کر دیتا ہے، ایک

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْحُرَقَةِ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبٍ السَّلَمِيِّ عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔

شخص نے عرض کیا یارسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

۲۶۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَطَلْحَةُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَخَاهُ عَبْدَ اللهِ بْنَ كَعْبٍ يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْحَارِثِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا: اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۶۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ قَالَ أَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ فَدَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكُمْ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ صَدَقَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيَّ نَزَلَتْ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ أَرْضٌ بِالْيَمَنِ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بَيِّنَةٌ قُلْتُ لَا فَقَالَ فَيَمِينُهُ قُلْتُ إِذَنْ يَحْلِفَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی، قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اسی دوران حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ بن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے؟ لوگوں نے وہ حدیث سنائی، حضرت اشعث بن قیس نے کہا ابو عبدالرحمٰن نے سچ کہا یہ حکم میرے ہی بارے میں نازل ہوا تھا۔ ایک شخص کی شرکت میں یمن میں میری زمین تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ میرا اس زمین کے بارے میں اختلاف ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا حضور وہ تو جھوٹی قسم کھالے گا؟ آپ نے فرمایا جو شخص کسی

يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

مسلمان کا مال کھانے کی خاطر جھوٹی قسم کھائے گا قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلہ میں متاع قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں (آخر آیت تک پڑھیں)

۲۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ يَسْتَحِقُّ بِهَا مَالًا هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ خُصُومَةٌ فِي بِئْرٍ فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاهِدَاكَ أَوْ يَمِينُهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا وہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں زمین کی جگہ کنوئیں کے جھگڑے کا ذکر ہے۔

۲۶۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي رَاشِدٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ أَعْيَنَ سَمِعَا شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقِّهِ لَقِيَ اللَّهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِصْدَاقَهُ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا ناحق مال لینے کے لیے جھوٹی قسم کھائے گا جب قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلہ میں متاع قلیل لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں" (آخر آیت تک پڑھیں)

۲۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَأَبُو عَاصِمٍ الْحَنَفِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک مقام حضرموت سے اور دوسرا کندہ سے، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے باپ کی طرف سے لی ہوئی

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ هٰذَا قَدْ غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِي كَانَتْ لِأَبِي فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ أَرْضِي فِي يَدَيَّ أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ أَلَكَ بَيِّنَةٌ قَالَ لَا قَالَ فَلَكَ يَمِينُهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَدْبَرَ مَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔

زمین کو مجھ سے چھین لیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے میں اس میں زراعت کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا تمہارے پاس گواہ ہیں، انھوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! یہ جھوٹا ہے، جھوٹ پر قسم اٹھالے گا، یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے۔ جب کندی قسم کھانے کے لیے مڑا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے قسم کھائی تو اللہ سے جب ملاقات کرے گا وہ اس سے ناراض ہوگا۔

۲۶۷- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا هُشَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلِ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ — صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هٰذَا انْتَزَى عَلَى أَرْضِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤُ الْقَيْسِ بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهُ رَبِيعَةُ ابْنُ عَبْدَانَ قَالَ بَيِّنَتُكَ قَالَ لَيْسَ لِي بَيِّنَةٌ قَالَ يَمِينُهُ قَالَ إِذًا يَذْهَبُ بِهَا قَالَ لَيْسَ لَكَ إِلَّا ذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيَحْلِفَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضًا ظُلْمًا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ قَالَ إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ رَبِيعَةُ بْنُ عَيْدَانَ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا اتنے میں دو شخص ایک زمین کے بارے میں لڑتے ہوئے آئے، ایک شخص نے کہا جس کا نام امراء القیس بن عابس کندی تھا کہ یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں اس شخص نے میری زمین چھین لی تھی! اس کا حریف ربیعہ بن عبدان تھا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا میرے گواہ نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر یہ قسم کھائے گا؟ اس نے کہا پھر یہ میری زمین لے جائے گا، آپ نے فرمایا تمہارا قسم کے سوا اور کوئی حق نہیں، جب اس کا حریف قسم کھانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے کسی کی زمین چھین لے وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، امام مسلم نے کہا اسحاق کی روایت میں اس کا نام ربیعہ بن عیدان ہے۔

باطن میں قضاءً نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال

حدیث نمبر ۲۶۱ میں ہے جو شخص

جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حق پر قبضہ کا ذکر فرمایا ہے مال پر قبضہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت کو بھی شامل ہے جس میں مسلمان کا مال نہ ہو لیکن حق ہو مثلاً مُردار کی کھال چونکہ نجس ہے اس لیے مال نہیں ہے لیکن اس سے نفع اٹھایا جا سکتا ہے اس لیے وہ مسلمان کا حق ہے، اسی طرح ازواج میں باریوں کی تقسیم مال نہیں ہے لیکن مسلمان کا حق ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے اس حق کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہو گا۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کا حق مارنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کبیرہ کے ارتکاب سے جنت کیونکر حرام ہو گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے حلال سمجھ کر جھوٹی قسم کھائی اور مسلمان کا حق مارا وہ کافر ہو گیا اس پر جنت حرام ہو گئی، دوسرا جواب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اس سزا کا مستحق ہے اور ممکن ہے اس کو معاف کر دیا جائے، یا اس پر ابتداءً جنت میں دخول حرام ہو گا اور بعد میں داخل ہو جائے گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس شخص نے مسلمان کا حق مار لیا اس پر جہنم واجب ہے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذمی کا حق مارنا جائز ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شدید وعید کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا، یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو مسلمان کا حق مارے، رہا ذمی تو ہر چند کہ اس کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن اس پر اتنی شدید وعید نہیں ہے۔ یہ جواب ان علماء کے مذہب پر ہے جو مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں اور جو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مسلمان کا ذکر اس لیے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کے عام مخاطبین اور عاملین مسلمان ہیں اور ذمی مخاطب نہیں ہیں البتہ معاملات میں ان کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا گیا ہے۔

نیز یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی مسلمان کا حق مارا اور بغیر توبہ کیے مر گیا لیکن جو شخص اپنے فعل پر نادم ہوا، اس نے توبہ کی، اور حق دار کو اس کا حق واپس کر دیا یا اس سے معاف کرا لیا اور دوبارہ ایسا نہ کرنے کا پختہ عزم کر لیا اس سے یہ گناہ اور سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ حاکم کے فیصلہ سے کسی شخص کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہو گا، اس کے باوجود قسم کھانے والے کے لیے فرمایا اگر اس نے جھوٹی قسم کھا کر ناحق مال لیا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ سے اس کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب حاکم فیصلہ کر دے تو وہ چیز اس کے لیے مباح ہو جاتی ہے[1]۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم کی دلیل

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا، اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا اور فرمایا تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، حضرت علی کا یہ اثر حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اور اس باب کی احادیث املاک مرسلہ پر محمول ہیں یعنی جب کوئی شخص ملکیت کا سبب بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کر دے تو پھر قضاءً و باطناً نافذ نہیں ہوگی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود اور فسوخ میں قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے بشرطیکہ قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں مذاہب فقہاء اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کے دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح کی مکمل اور باحوالہ بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ أَخْذَ مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقٍّ كَانَ الْقَاصِدُ مُهْدِرَ الدَّمِ فِي حَقِّهِ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ كَانَ فِي النَّارِ وَأَنَّ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ

غیر کا مال ناحق چھیننے والے کا خون مباح ہے اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے

۲۶۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جَاءَ رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي قَالَ فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي قَالَ قَاتِلْهُ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي قَالَ فَأَنْتَ شَهِيدٌ قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ قَالَ فَهُوَ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فرمائیے کہ اگر کوئی شخص آکر میرا مال چھیننا چاہے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو مت دو، اس نے کہا اگر وہ لڑنا شروع کر دے آپ نے فرمایا تم اپنے دفاع میں لڑو، اس نے پوچھا اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو گے، اس نے پوچھا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ فرمایا وہ جہنمی ہوگا۔

۲۶۹۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ الْأَحْوَلُ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَمْرِو بْنِ

عمرو بن عبدالرحمان کے غلام ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو اور عنبسہ بن سفیان میں اختلاف ہوا اور وہ دونوں لڑنے کے لیے تیار ہو گئے تو خالد بن ابی العاص اسی وقت سوار ہو کر حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور انھیں لڑائی سے روکا۔

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ لَمَّا كَانَ بَيْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَبَيْنَ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ مَا كَانَ تَيَسَّرُوْا لِلْقِتَالِ فَرَكِبَ خَالِدُ بْنُ الْعَاصِ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَوَعَظَهٗ خَالِدٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کرکے بیان کیا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۶۸ میں ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔

شہید کی وجہ تسمیہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی روحیں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوں گی، ابن الانباری نے کہا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہود لہ کے معنی میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد (حاضر) ہو جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی روح کو نکال لیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نیکی پر خاتمہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے زخموں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام

شہید کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جو شخص اسلام کی سربلندی کے لیے کفار کے خلاف لڑتا ہوا میدانِ جنگ میں مارا جائے، وہ دنیاوی احکام اور اُخروی احکام میں شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲) جو شخص اجر کے لحاظ سے شہید ہو وہ دنیاوی احکام میں شہید نہیں ہے، مثلاً جو پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوا، جو طاعون میں ہلاک ہوا، جو دیوار یا چھت کے نیچے آکر مرا، یا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا اور اس طرح کے دوسرے لوگ جن پر احادیث میں شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا، البتہ پہلی قسم کے شہداء سے ثواب کم ہوگا۔

(۳) جس شخص نے مالِ غنیمت میں خیانت کی احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دنیاوی احکام

میں شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اخروی حکم کے لحاظ سے یہ شہید نہیں ہے یعنی اس کو شہادت کا اجر نہیں ملے گا۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام

شہید کے جو احکام علامہ نووی نے بیان کیے ہیں وہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے:

علامہ ابوالحسن المرغینانی لکھتے ہیں:

جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ سے زخمی اٹھایا جائے (پھر مر جائے) یا جس کو مسلمان ظلماً قتل کر دیں اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس کو غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء اُحد کے حکم میں ہے (اور امام نسائی اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے زخموں اور جوڑوں پر کپڑا ڈال دو اور ان کو غسل نہ دو، اس مسئلہ میں امام شافعی نے نماز جنازہ میں ہماری مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے ان کے گناہ معاف ہو گئے اس لیے وہ نماز جنازہ سے مستغنی ہیں، ہم کہتے ہیں کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اس کی تعظیم کے لیے ہے اور شہید تعظیم کے لیے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستغنی نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بچہ کیونکہ آپ اور بچہ دونوں گناہوں سے پاک ہیں اور دونوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ [2]

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبة بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوماً فصلی علی اھل احد صلاته علی المیت [3]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور آپ نے شہداء اُحد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ آپ نے شہداء اُحد کو ان کے خونوں میں دفن کرنے کا حکم دیا، ان کو غسل دیا گیا نہ نماز جنازہ پڑھی گئی، یہ روایت ہمارے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے اس لیے یا تو یہ حدیث ناسخ ہے اور نماز نہ پڑھنا منسوخ ہے، یا معنی یہ ہے کہ شہداء پر فوراً نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، دفن کے بعد بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

شہداء کی اقسام اور مکمل تعداد کا بیان احادیث کے حوالہ جات کے ساتھ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث کے حوالوں سے شہداء کی بیس قسمیں بیان کی ہیں، اس سے پہلے کسی نے شہداء کی اس قدر اقسام کی تحقیق نہیں کی، یہ بحث ہمارے تفردات میں سے ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۶۳، ملخصاً، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی لاہور

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بَابُ اِسْتِحْقَاقِ الْوَالِي الْغَاشِّ لِرَعِيَّتِهِ النَّارَ.

رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے لیے دوزخ کی وعید

۲۷۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ اِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ.

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سنا رہا ہوں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہوں گا تو میں تم کو یہ حدیث نہ سناتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا ہو اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

۲۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ فَسَاَلَهُ فَقَالَ اِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ اَكُنْ حَدَّثْتُكَهُ اِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَرْعِي اللّٰهُ عَبْدًا رَعِيَّةً يَمُوتُ حِينَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهَا اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ قَالَ اَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي بِهٰذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ اَوْ لَمْ اَكُنْ لِاُحَدِّثَكَ.

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا، حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۷۳۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ نَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ نَعُودُهُ فَجَاءَهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ زِيَادٍ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ اِنِّي سَاُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا.

۲۷۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ مُثَنًّى وَاسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ زِيَادٍ عَادَ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ فِي مَرَضِهِ فَقَالَ لَهُ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ بِحَدِيثٍ لَوْلَا أَنِّي فِي الْمَوْتِ لَمْ أُحَدِّثْكَ بِهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ أَمِيرٍ يَلِي أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ۔

عبید اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آیا تو حضرت معقل نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جس کو میں نے اب تک بیان نہیں کیا اور اگر موت کا خیال نہ ہوتا تو اب بھی بیان نہ کرتا، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کا حاکم بنایا جائے اور وہ ان کی بہتری اور خیر خواہی کے لیے کوشش نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا۔

صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث کیوں نہیں بیان کی؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں ہے: "جو حاکم لوگوں کے حقوق میں خیانت کرے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا"، اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کی وجہ سے جنت حرام نہیں ہوتی، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے متعلق ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خیانت کرے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تحذیر پر محمول ہے اور مسلمانوں کے حقوق میں خیانت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ان پر احکام شریعت کو نافذ نہ کرے، یا حدود نافذ نہ کرے، ان کے مددگاروں کی حمایت نہ کرے، ان کے دشمنوں سے جنگ نہ کرے یا عادل حکمرانوں کی سیرت پر عمل نہ کرے۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد سے یہ کہا تھا کہ اگر مجھے کچھ عرصہ اور زندگی کی امید ہوتی تو تم کو یہ حدیث نہ سناتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو یہ یقین تھا کہ اس کو بھی نصیحت اسی طرح فائدہ نہیں دے گی جس طرح اس سے پہلے امراء کو نصیحت نے فائدہ نہیں دیا، یا ان کو یہ خدشہ تھا کہ اگر انھوں نے اپنی زندگی میں یہ حدیث بیان کی تو وہ کوئی فتنہ برپا کرے گا، اور چونکہ علم کا چھپانا گناہ ہے، اس لیے موت سے پہلے انھوں نے اس حدیث کو بیان کر دیا۔ [1]

بَابُ رَفْعِ الْأَمَانَةِ وَالْإِيمَانِ مِنْ بَعْضِ الْقُلُوبِ وَعَرْضِ الْفِتَنِ عَلَى الْقُلُوبِ

بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ جانا، اور دلوں پر فتنہ کا طاری ہونا

۲۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ حَدِيثَيْنِ قَدْ رَأَيْتُ أَحَدَهُمَا وَأَنَا أَنْتَظِرُ الْآخَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي جَذْرِ قُلُوبِ الرِّجَالِ ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمُوا مِنَ الْقُرْآنِ وَعَلِمُوا مِنَ السُّنَّةِ ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِ الْأَمَانَةِ قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيَظَلُّ أَثَرُهَا مِثْلَ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْبَتِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصًى فَدَحْرَجَهُ عَلَى رِجْلِهِ فَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ لَا يَكَادُ أَحَدٌ يُؤَدِّي الْأَمَانَةَ حَتَّى يُقَالَ إِنَّ فِي بَنِي فُلَانٍ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يُقَالَ لِلرَّجُلِ مَا أَجْلَدَهُ مَا أَظْرَفَهُ مَا أَعْقَلَهُ وَمَا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ وَلَقَدْ أَتَى عَلَيَّ زَمَانٌ وَمَا أُبَالِي أَيُّكُمْ بَايَعْتُ لَئِنْ كَانَ مُسْلِمًا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ دِينُهُ وَلَئِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا أَوْ يَهُودِيًّا لَيَرُدَّنَّهُ عَلَيَّ سَاعِيهِ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ لِأُبَايِعَ مِنْكُمْ إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دو حدیثیں بیان کی تھیں ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کر رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امانت اٹھ جانے کی پیشین گوئی بیان کی اور فرمایا ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھیکے رنگ کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا پھر وہ شخص تھوڑی دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی ——— اور چھالے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح پیر کے نیچے انگارہ آنے سے آبلہ پڑ جاتا ہے، اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کنکری لے کر اس کو اپنے پیر پر لڑھکا دیا اور فرمایا پھر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور ان میں سے کوئی امانت اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا۔ حتیٰ کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر بیدار مغز، خوش مزاج اور زیرک ہے، لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ نے فرمایا ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے بغیر کسی کھٹکے اور خدشہ کے خرید و فروخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو خیانت سے روکے گا، اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو حاکم کے خوف سے خیانت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ خرید و فروخت میں اور کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفِتَنَ فَقَالَ قَوْمٌ نَحْنُ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَعْنُونَ فِتْنَةَ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ قَالُوا أَجَلْ قَالَ تِلْكَ تُكَفِّرُهَا الصَّلٰوةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَلٰكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الَّتِي تَمُوجُ مَوْجَ الْبَحْرِ قَالَ حُذَيْفَةُ فَأَسْكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ أَنْتَ لِلّٰهِ أَبُوكَ قَالَ حُذَيْفَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوبِ كَالْحَصِيرِ عُودًا عُودًا فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا نُكِتَ فِيهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى تَصِيرَ عَلَى قَلْبَيْنِ عَلَى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ قَالَ حُذَيْفَةُ وَحَدَّثَهُ أَنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ قَالَ عُمَرُ كَسْرًا لَا أَبَا لَكَ فَلَوْ أَنَّهُ فُتِحَ لَعَلَّهُ كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثَهُ أَنَّ ذٰلِكَ الْبَابَ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ أَبُو خَالِدٍ فَقُلْتُ لِسَعْدٍ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدُ مُرْبَادًّا قَالَ شِدَّةُ الْبَيَاضِ فِي

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کا ذکر سنا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے حضرت عمر نے فرمایا تم نے شاید فتنوں سے وہ فتنے مراد لیے ہوں جو کسی شخص کو اس کے اہل و عیال، مال اور پڑوس میں درپیش ہوتے ہیں، انھوں نے اثبات میں جواب دیا، حضرت عمر نے فرمایا ان فتنوں کا کفارہ تو نماز روزہ اور زکوٰۃ سے ادا ہو جاتا ہے لیکن تم میں سے کسی نے ان فتنوں کے بارے میں سنا ہے جو دریا کی طرح امڈ کر آئیں گے، حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو میں نے کہا کہ میں نے ان فتنوں کا ذکر سنا ہے، حضرت عمر نے فرمایا اللہ تمہارے باپ پر رحمت کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے تم جیسا بیٹا عطا کیا تم نے ضرور سنا ہو گا، حضرت حذیفہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے دلوں پر اس طرح پے در پے فتنہ وارد ہوں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں اور جو دل ان فتنوں میں سے کسی ایک فتنہ کو قبول کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو دل اس کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نشان پڑ جائے گا، بہرحال اس دور میں دو قسم کے دل ہوں گے ایک سفید جس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے، اور ایک سیاہ جو اوندھے لوٹے کی طرح ہو گا نیکی پر عمل کرے گا نہ برائی کا انکار کرے گا، صرف اپنی خواہشات پر عمل کرے گا، حضرت حذیفہ نے حضرت عمر سے کہا لیکن آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک مقفل دروازہ

سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ فَمَا الْكُوزُ مُجَخِّيًا قَالَ مَنْكُوسًا۔

ہے جو عنقریب توڑ دیا جائے گا، حضرت عمر نے کہا توڑ دیا جائے گا؟ تمہارا باپ نہ رہے اگر وہ دروازہ کھول دیا جاتا تو پھر بند ہو سکتا تھا حضرت حذیفہ نے کہا نہیں وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا، اور اس دروازہ سے مراد ایک شخص ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ سیدھی اور صاف بات ہے، کوئی بجھارت نہیں ہے، ابوخالد نے کہا میں نے سعد سے کہا اے ابو مالک! "اسود مربادّ" کا کیا معنی ہے، انھوں نے کہا سیاہ چیز میں سخت سفیدی، میں نے کہا "کوز مجخّی" کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اوندھا لوٹا۔

۲۷۸۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ رِبْعِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ حُذَيْفَةُ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَلَسَ يُحَدِّثُنَا فَقَالَ إِنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْسِ لَمَّا جَلَسْتُ إِلَيْهِ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي خَالِدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ لِقَوْلِهِ مُرْبَادًّا مُجَخِّيًا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس سے اٹھ کر آئے تو کہنے لگے کہ کل میں جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انھوں نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يُحَدِّثُنَا وَفِيهِمْ حُذَيْفَةُ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حُذَيْفَةُ أَنَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ كَنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ حُذَيْفَةُ حَدَّثَهُ حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَغَالِيطِ قَالَ يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فتنوں کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے حضرت حذیفہ نے کہا میں نے سنی ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۲۷۰ میں ہے: کسی شخص کو اس کے اہل وعیال، مال اور پڑوس میں جو فتنے لاحق ہوتے ہیں ان کا نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے:

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے کہا کہ نماز اور وضو سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں مٹ جاتے ہیں، انھوں اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کیا ہے، اور صنابحی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: "جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں"۔ ابو عمرو نے کہا یہ جہالت ہے اور مرجیہ کی موافقت ہے، اس قسم کی احادیث کو کس طرح عموم پر محمول کیا جا سکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات بہ کثرت ہیں:

یا یھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا۔ (تحریم: ۸) اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کر لو۔

اگر وضو کرنا، نماز پڑھنا اور دیگر نیکیوں کو بجا لانا گناہوں کے مٹانے کے لیے کافی ہوتا تو توبہ کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح روزے، صدقہ وخیرات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بحث ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جب گناہ کبیرہ سے اجتناب کیا جائے تو عبادات صغائر کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث کے بجھارت نہ ہونے کا بیان

اس حدیث میں ہے: حضرت حذیفہ نے کہا یہ سیدھی اور صاف بات ہے کوئی بجھارت نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی حدیث ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے، اور اس سے غرض یہ تھی کہ دروازہ حضرت عمر ہیں اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت حذیفہ کو علم تھا کہ حضرت عمر کو قتل کر دیا جائے گا لیکن انھوں نے یہ ناپسند کیا کہ حضرت عمر سے یہ کہا جائے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت عمر کو علم تھا کہ اس دروازے سے مراد وہ خود ہیں اس لیے انھوں نے ایسی عبارت پیش کی جس سے غرض بھی حاصل ہو اور صراحۃً حضرت عمر کے قتل کا ذکر بھی نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں اور اسلام کے درمیان حضرت عمر ایک دروازہ تھے تو جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے نہیں آ سکتے اور جب حضرت عمر فوت ہو جائیں گے تو اسلام میں فتنے در آئیں گے[1]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۰۔ ۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۱۰ھ

بَابُ ۶۲ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا وَأَنَّهُ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا۔

۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ عَبَّادٍ نَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا، سو اجنبیوں کو یہ نوید مبارک ہو۔

---

۲۸۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْرِزُ بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتدا میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا اور اخیر دور میں اسلام مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

---

۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِيمَانَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح سمٹ کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چلا جاتا ہے۔

اوّل آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے؟

حدیث نمبر ۲۸۰ میں ہے اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا۔

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غربا سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھلنے پھولنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب قیامت دور کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے، ممکن ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے

توحید کا پیغام پیش کیا تو اس مشرکانہ فضا میں یہ ایک غیر مانوس اور اجنبی نعرہ تھا اور اہل اسلام بھی اس مشرکانہ ماحول میں اپنے منفرد معمولات کی وجہ سے اجنبی سمجھتے جاتے تھے اور یہی حال قرب قیامت میں ہوگا جب لوگ مادیت اور لادینی کے خلاف میں ملفوف ہو چکے ہوں گے اس وقت ایک آدھ شخص ہی اسلامی تعلیمات میں ڈھلا ہوا ہوگا وہ اس دور کے لوگوں کے لیے قطعاً غیر مانوس اور اجنبی ہوگا، چنانچہ اس کی ایک جھلک اب بھی محسوس کی جاتی ہے جو لوگ مغربی تمدن اور ثقافت اپنا چکے ہیں ان کے ہاں اسلامی روایات غیر مانوس اور اجنبی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام اور ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اخیر دور میں مسلمان اس قدر زیادہ بے راہ روی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا انھیں سانپ کے زہر کی طرح دہشت ناک معلوم ہوگا، یا جس طرح سانپ کو دیکھ کر لوگ پتھر مارتے ہیں اور اسے بھگاتے ہیں یعنی کہ وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح آخری زمانہ میں ہر طرف سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے، اسلامی روایات اور اقدار کا مذاق اڑایا جائے گا، اسلامی احکام پر پھبتیاں کسی جائیں گی جس کی وجہ سے بالآخر اسلام اپنے مرکز یعنی حرمین کی طرف لوٹ جائیگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے سمٹ کر مسلمان مکہ اور مدینہ میں چلے جائیں گے۔

بَابُ ۶۳ ذِهَابِ الْإِيمَانِ آخِرَ الزَّمَانِ

اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا

۲۸۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللهُ اللهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک زمین پر اللہ اللہ کی آواز آتی رہے گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

---

۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ اللهُ اللهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کسی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہو۔

بَابُ ۶۴ جَوَازِ الِاسْتِسْرَارِ بِالْإِيمَانِ لِلْخَائِفِ

خوفزدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز

۲۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اعْدُّوا لِي كَمْ يَلْفِظُ الْإِسْلَامَ وَقَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمار کرو کس قدر مسلمان ہو چکے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سات سو ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے حتی کہ ہم میں

مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ لَعَلَّكُمْ أَنْ تُبْتَلَوْا قَالَ فَابْتُلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّي إِلَّا سِرًّا۔

سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: یارسول اللہ! کیا آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہماری تعداد چھ سو سے لے کر سات سو تک ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے ہم نے آپ کے لیے پندرہ سو نفر لکھے، اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے: ہم نے ان کو پانچ سو پایا، ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ عورتیں، بچے اور مرد مل کر پندرہ سو ہوں، اور چھ سو سے لے کر سات سو تک کی جو روایت ہے اس سے مراد صرف مرد ہوں، لیکن امام بخاری نے کتاب السیر میں روایت کیا ہے ہم نے پندرہ سو مرد لکھے، اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں چھ سات سو مردوں کا ذکر ہے اس سے مراد صرف مدینہ کے مرد ہیں اور جس روایت میں پندرہ سو مردوں کا ذکر ہے، اس سے مدینہ طیبہ اور اس کے مضافات کے مرد مراد ہیں۔ [1]

تقیہ کی تحقیق

اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ فتنوں میں مبتلاء ہو گئے، حتی کہ ہم میں سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ ان فتنوں کا بیان ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد برپا ہوئے تو بعض لوگ چپکے چپکے نماز پڑھتے تھے، اس خوف سے کہ وہ کسی فتنہ اور جنگ میں مبتلاء نہ ہو جائیں۔ اس مقام پر ہم تقیہ کی بحث کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۝

(آل عمران: ۲۸)

ایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ (بچاؤ) کرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

یہ آیت تقیہ کے وقت اظہار کفر کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس کی نظیر یہ آیت ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدرا فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم ۝

(نحل : ۱۰۶)

ساتھ کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب ہے) مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے (اس پر کوئی مواخذہ نہیں) ہاں جس نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا تو ان لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو اظہار کفر پر مجبور کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ جان بچانے کے لیے تقیہ کرے اور اظہار کفر کرے، اور دل میں اپنے ایمان پر قائم رہے، لیکن اس صورت میں تقیہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ تقیہ کو ترک کرنا افضل ہے، ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے کے لیے تقیہ کیا اور اظہار کفر کیا۔

مشرکین نے حضرت خبیب بن عدی کو گرفتار کر لیا، انھوں نے تقیہ نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا، اور مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے افضل تھے جنھوں نے بہ طور تقیہ اظہار کفر کیا، پھر انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے پوچھا (تقیہ کے وقت) تم نے اپنے دل کو کس طرح پایا تھا؟ انھوں نے کہا میرا دل ایمان سے مطمئن تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پھر مجبور کریں تو پھر تقیہ کر لینا، اور یہ رخصت تھی۔

روایت ہے کہ مسیلمہ کذاب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک سے پوچھا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو اس نے اس صحابی کو چھوڑ دیا، پھر دوسرے کو بلا کر کہا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! مسیلمہ نے پھر پوچھا کیا تم میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس صحابی نے کہا میرے کان بہرے ہیں! یہ مکالمہ تین بار ہوا پھر مسیلمہ نے اس صحابی کا سر تن سے جدا کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: رہا یہ مقتول تو یہ اپنے صدق اور یقین پر گامزن رہا اور اس نے فضیلت کو پا لیا، سو اس کو مبارک ہو، اور رہا یہ دوسرا تو اس نے اللہ کی رخصت پر عمل کیا سو اس کو ملامت نہیں ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تقیہ پر عمل کرنا رخصت ہے اور افضل تقیہ کو ترک کرنا ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا ہر وہ کام جس میں دین کی سرفرازی اور سربلندی ہو اس کام کو جرأت سے کر کے قتل ہو جانا تقیہ کی رخصت پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنی جان پر کھیل کر دشمن سے جہاد کرے اور شہید ہو جائے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اپنی جان بچا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کے بعد شہداء کے احوال بیان فرمائے ہیں، ان کو زندہ اور مرزوق قرار دیا، اسی طرح دین کے اظہار کے لیے جان کر

خرچ کرنا اور کفر کا اظہار نہ کرنا تقیہ کر کے جان بچا لینے سے افضل ہے۔ [1]

تقیہ کی تعریف، اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام

علامہ سید محمود آلوسی "الا ان تتقوا منھم تقیۃ" "مگر یہ کہ تم ان سے تقیہ کرو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں تقیہ کی مشروعیت پر دلیل ہے۔ تقیہ کی تعریف یہ ہے: جان، عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا، اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو، جیسے کافر اور مسلمان، دوسرے وہ ہیں جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو، مثلاً مال، متاع، ملک اور امارت کی وجہ سے عداوت ہو، اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہو گئیں۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عداوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے غلبہ کی وجہ سے اس کے لیے دین کا اظہار کرنا ممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے اور اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا عذر ظاہر کر کے اپنے دین کو چھپائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی عذر شرعی ہو مثلاً وہ لوگ بچے، عورتیں اور نابینا ہوں یا قید میں ہوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو ہم تم کو قتل کر دیں گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے، خواہ ان کی گردنیں اڑا دیں یا ان کو قید میں رکھ کر بھوکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے، اس صورت میں ان کے لیے کافروں کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور بہ قدر ضرورت تقیہ کر کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا حیلہ تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منفعت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں، یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ممکن ہو مثلاً قید میں ڈال دیں اور قید میں کھانا دیں یا ان کو ماریں لیکن وہ ایسی ضرب نہ ہو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور دین میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی رخصت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ نہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر اس کو دین کے اظہار کے جرم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان، مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ط قالوا کنا مستضعفین

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن ـــ علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۰، ۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

فی الارض ط قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا ط فاولئک ماواھم جھنم ط وساءت مصیرا ہ الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا ہ فاولئک عسی اللہ ان یعفو عنھم ط وکان اللہ عفوا غفورا ہ

(نساء: ۹۷-۹۹)

تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے مگر وہ لوگ جو (واقعی) بے بس اور مجبور ہیں جو مرد، عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی حیلہ نہ پائیں اور نہ راستے سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگذر فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا بے حد بخشش والا ہے۔

جبر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے تقیہ پر عمل کرنا رخصت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے

اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کر لیا، ان میں سے ایک سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا ہاں! تو اس کو رہا کر دیا، پھر دوسرے کو بلا کر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا میں بہرا ہوں اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا، مسیلمہ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور یقین پہ گامزن رہا اس نے فضیلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو، دوسرے نے رخصت پر عمل کیا اس پر اس کو ملامت نہیں ہے۔

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال، متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس صورت میں آیا ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ (بقرہ: ۱۹۵) اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب اپنی جان یا اپنے رشتہ داروں کی جان کا یا اپنی اور ان کی عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے، ہجرت واجب ہوتی ہے لیکن یہ عبادت اور قرب الٰہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس ہجرت کا وجوب محض دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہے، دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا، جیسے سخت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب

ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے، اسی طرح بیماری میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور صحت کی حالت میں مضر صحت اور زہریلی اشیاء کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی مثل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ثواب آخرت کو مستلزم نہیں ہے (مصنف کے نزدیک اس میں بھی ثواب ہے کیونکہ جان اور عزت کو بچانا بھی شرعی حکم پر عمل ہے۔)

مُدارات کی تحقیق بعض علماء نے یہ کہا کہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں سے مُدارات (نرم رویہ اور نرم گفتاری) اور ملائمت کرنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا، ان سے ہنستے مسکراتے اور خوشی سے ملنا بھی تقیہ کی ایک قسم ہے تاکہ انسان ان کی اذیت رسانی، بدزبانی اور ان کے ہاتھوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دوستی، محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک جائز کام اور سنت ہے۔

امام دیلمی نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے فرائض قائم کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لوگوں سے مدارات کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ایک روایت میں ہے مجھے مدارات کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور جامع میں ہے عنقریب تمہارے پاس غضب ناک سوار آئیں گے تم ان کے ساتھ خوش دلی سے پیش آنا اور ان کو مرحبا کہنا، اور امام ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد عقل کی بلندی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مُدارات کی جائے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ عقل کی بلندی مُدارات ہے، امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ لوگوں سے مُدارات کرنا صدقہ ہے، امام ابن عدی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا جس شخص نے مُدارات کے ساتھ زندگی گزاری اس کی موت شہادت ہوگی۔ اپنے مالوں سے اپنی عزتوں کی حفاظت کرو اور تم میں سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے دین کی حفاظت کرے، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، اس وقت میں بھی حضور کے پاس تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا بُرا آدمی ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور اس سے بہت نرم گفتگو کی، جب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت سے بات کی؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! لوگوں میں سب سے بُرا شخص وہ ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) اور امام بخاری نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں سے ہنس کر ملتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں، البتہ اتنی مدارات نہیں کرنی چاہیے جس سے دینی حمیت نہ رہے اور کسی برائی کا ارتکاب ہو اور ان کے متعلق بدگمانی کی جائے۔

تقیہ کے متعلق خوارج کا نظریہ تقیہ اور مدارات کی اس تحقیق کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ خوارج اور شیعہ کے تقیہ کے متعلق دو متضاد نظریات ہیں، خوارج تو کہتے ہیں کہ کسی حال میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ دین کے مقابلہ میں جان، مال اور عزت کسی چیز کی حفاظت کی رعایت نہیں کرتے، اس نظریہ کے مطابق ان کے بہت عجیب اقوال ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور چور اس کی بہت قیمتی چیز

لے جارہا ہو تو وہ نماز قطع نہ کرے بلکہ اس پر نماز قطع کرنا حرام ہے، اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں گھوڑے کی حفاظت کر رہے تھے کہ وہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ تقیہ کے مسئلہ میں ان کے ہاں بہت تفریط ہے۔

تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ

شیعہ علماء کی تقیہ میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں، بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے تقیہ واجب ہوتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تقیہ کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل، ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا ظن غالب ہو۔ مفید نے کہا کبھی تقیہ کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تقیہ کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال کے خطرہ کے وقت بھی تقیہ کرنا واجب ہے، اور عزت کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا مستحسن ہے، حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو نماز، روزہ، اور باقی دینی امور اہل سنت کے مطابق کریں، انھوں نے بعض ائمہ اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سنی کی اقتداء میں تقیۃً نماز پڑھی، اس نے گویا نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی اقتداء میں نماز پڑھی، اور بعد میں اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی ایک سنی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لیے تقیہ کی افضلیت میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز ہے، بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لالچ کی بناء پر تقیۃً کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے، علماء شیعہ کے نزدیک تقیہ دین کی عظیم اصل ہے، حتیٰ کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تقیہ منسوب کیا ہے، ان کی تقیہ سے اہم غرض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے، اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل

کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد امجاد کا تقیہ نہ کرنا ثابت ہے اور اس سے تقیہ کی وہ فضیلت بھی باطل ہوتی ہے جس کا انھوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، نہج البلاغۃ جو ان کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علی نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو" کہاں حضرت علی کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا... "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی یہ تفسیر کرنا "اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تقیہ کرے" اور اسی نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو درآں حالیکہ میں اکیلا ہوں اور ان کی تعداد سے تمام زمین بھری ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی، نہ گھبراہٹ ہوگی، کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے" حضرت علی کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ تقیہ نہ کرنا بے دینی ہو نیز عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کر کے مسجد میں داخل ہوا، حضرت علی نے

اور اس کی گدی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے وضو نماز پڑھ رہا ہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا، حضرت علی اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور بآواز بلند فرمایا: دیکھو یہ تمہارے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں اس کو میں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کی اور تقیہ نہیں کیا۔

تقیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تقیہ خوف کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف دو قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف، اذیت، مشقت بدنی اور سب وشتم کا۔ اوّل الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے منتفی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طبعی موت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلینی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لیے ایک باب منعقد کیا ہے اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ما کان وما یکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفاصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں، لہٰذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ تقیہ کرنا چاہیے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ سے بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب وشتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے صالحین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انھوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے جد کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے حضرات اہل بیت کا اذیتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکلیفوں پر صبر کرنا دوسرے صلحاء امت کی بہ نسبت انھیں زیادہ لائق ہے، پھر ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے تقیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

نیز اگر تقیہ واجب ہوتا تو حضرت علی ابتداءً تقیہ کر لیتے اور حضرت ابوبکر سے بیعت کرنے میں چھ ماہ تک توقف نہ کرتے! اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تقیۃً یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے کیا حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ امام الائمہ تارک واجب تھے!)۔

علماء شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تقیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لیے قرآن مجید کی یہ آیات کافی ہیں:

الذین یبلغون رسٰلٰت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفٰی باللہ حسیبا۔

(احزاب: ۳۹)

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ط وان لم تفعل فما بلغت رسلتہ ط واللہ یعصمک من الناس۔

اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ

(مائدہ ۵، ۶۷) آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ [1]

تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمر الاعجمی قال قال لی ابو عبد الله علیه السلام: یا ابا عمر ان تسعة اعشار الدین فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل شیء الا فی النبیذ والمسح علی الخفین [2]

ابو عمر اعجمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا اے ابو عمر دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور ہر چیز میں تقیہ ہے سوا نبیذ اور موزوں پر مسح کے۔

عن ابی بصیر قال: قال ابو عبد الله علیه السلام التقیة من دین الله قلت من دین الله قال: ای و الله من دین الله ولقد قال یوسف: ایتها العیر انکم لسارقون والله ما کانوا سرقوا شیئا و لقد قال ابراهیم انی سقیم و الله ما کان سقیما۔ [3]

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بیان کیا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے میں نے کہا اللہ کے دین سے ہے؟ کہا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین سے ہے؛ بے شک حضرت یوسف نے کہا اے قافلہ والو تم چور ہو، حالانکہ خدا کی قسم انھوں نے چوری نہیں کی تھی، اور حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں اور خدا کی قسم وہ بالکل بیمار نہ تھے۔

ف: یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قافلہ والوں سے فرمایا تھا تم چور ہو بلکہ کسی منادی نے کہا تھا، قرآن مجید میں ہے:

ثم اذن مؤذن ایتها العیر انکم لسارقون۔ (یوسف: ۷۰)

پھر پکارنے والے نے پکارا اے قافلہ والو بے شک تم چور ہو۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا انی سقیم صحیح تھا کیونکہ قوم کی بت پرستی کی وجہ سے وہ ملول اور آزردہ تھے جس کو انھوں نے بیماری سے تعبیر فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی نبی نے تقیہ نہیں کیا۔

عن حبیب بن بشر قال ابو عبد الله علیه السلام سمعت ابی یقول، لا والله ما علی وجه الارض شیء احب الی من التقیة، یا حبیب انه من کانت له تقیة رفعه الله، یا حبیب من لم

حبیب بن بشر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے اے حبیب!

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[3] ۔ " " " الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، " " "

تکن له تقیة وضعه الله یا حبیب ان الناس انما هم فی هدنة فلو قد کان ذلك کان هٰذا۔[1]

جو شخص تقیہ کرے گا اللہ اس کو بلند کر دے گا، اے حبیب جو تقیہ نہیں کرے گا اللہ اس کو پست کر دیگا، اے حبیب! ابھی لوگ زمانۂ صلح میں ہیں اگر امام مہدی آ گئے تو تقیہ اُٹھ جائے گا۔

عن عبد الله بن ابی یعفور عن ابی عبد الله علیه السلام قال اتقوا علی دینکم فاحجبوه بالتقیة فانه لا ایمان لمن لا تقیة له الحدیث۔[2]

عبد اللہ بن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دین کو بچاؤ اور اپنے دین کو تقیہ سے چھپاؤ، بے شک جس کا تقیہ نہیں اس کا دین نہیں۔

عن عبد الله بن ابی یعفور قال سمعت ابا عبد الله علیه السلام یقول: التقیة ترس المؤمن والتقیة حرز المؤمن ولا ایمان لمن لا تقیة له۔ الحدیث۔[3]

عبد اللہ بن ابی یعفور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تقیہ مؤمن کی ڈھال ہے، تقیہ مومن کی حفاظت ہے جس کا تقیہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔

تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

والتقیة عندنا واجبة عند الخوف علی النفس وقد روی رخصة فی جواز الافصاح بالحق عندها (الی قوله) وظاهر اخبارنا یدل علی انها واجبة۔[4]

ہمارے نزدیک جان کے خوف کے وقت تقیہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوف کے وقت حق ظاہر کرنے کی بھی رخصت ہے۔ اور ہماری احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے (اور تقیہ نہ کرنا خطا ہے)۔

شیخ ابو الحسن طبرسی نے بھی یہی لکھا ہے۔[5]

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ در رسالہ اعتقادیہ آوردہ کہ تقیہ واجبست ہر کہ آنرا ترک کند ہمچنانستکہ ترک نماز کردہ (الی قولہ)

ابن بابویہ نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے اور ہر جو شخص تقیہ ترک کرتا

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[2] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۸، " " "

[3] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۲۱، " " "

[4] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۴۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۱ھ

وشیخ مذکور بعد از نقل این کلام در رسالہ مذکورہ فرمود تقیہ واجبست و رفع آن جائز نیست تا بظہور قائم آل محمد پس ہر کہ قبل از ظہور آن حضرت ترک کند از دین خدا و دین امامیہ خارج باشد و با خدا و رسول و ائمہ مخالفت کردہ۔ و صادق علیہ السلام را از کریمہ "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" پرسیدند فرمود "ای اعلمکم واعملکم بالتقیۃ" یعنی گرامی ترین شما نزد خدا کسیست کہ عالم و عامل باشد بتقیہ (الی قولہ)

و نیز فرمودہ کہ بظاہر با مردم مخالطہ کنید و بہ باطن مخالفت نمایید و فرمود کہ "الریاء مع المؤمن شرک و مع المنافق فی دارہ عبادۃ" ریا با مؤمن شرکست و با منافق در خانہ او عبادت و امیر المومنین علیہ السلام فرمودہ کہ "من صلی خلفھم فی الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول" ہر کہ نماز گذارد در صف اول با اہل خلاف ایشان انگار کہ در صف اول با رسول خدا نماز کردہ و نیز فرمود کہ "عودوا مرضاھم واشھدوا جنائزھم وصلوا فی مساجدھم" عیادت مرضای اہل خلاف کنید و بر جنازہ ایشان حاضر شوید و نماز گذارید در مساجد ایشان، (الی قولہ)

و سیرت سایر ائمہ علیہم السلام در عہد ظلمہ بنی امیہ و بنی عباس تقیہ بودہ، پس چگونہ واجب نبودہ باشد؟ و چون حق سبحانہ مؤمنان را رخصت داد در کتمان حق و مساعدت کافران و مواسات نمودن با مخالفان جہت دفع مضرت ایشان در عقب آن بیان نمود کہ اگر کسی این معنی را کار بند نہ بہ جہت خوف و عذر بلکہ از روی اعتقاد و رغبت قلبی با اہل کفر و خلاف موافقت و مساعدت نماید بعقوبت

ہے اس کا گناہ نماز ترک کرنے کے برابر ہے اور شیخ مذکور نے اسی رسالہ میں اس کے بعد لکھا کہ تقیہ واجب ہے اور جب تک امام مہدی کا ظہور نہیں ہوگا تقیہ کا مرتفع ہونا جائز نہیں ہے، پس ہر جو شخص امام مہدی کے ظہور سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو جائیگا، اور خدا، رسول اور ائمہ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا، اور امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" انھوں نے کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ شخص ہے جس کو سب سے زیادہ تقیہ کا علم ہو اور جس کا سب سے زیادہ تقیہ پر عمل ہو، نیز فرمایا کہ بظاہر لوگوں سے میل جول کرو اور باطن میں ان کی مخالفت کرو اور فرمایا کہ مومن کے ساتھ ریا کرنا شرک ہے اور منافق کے ساتھ اس کے گھر میں ریا کرنا عبادت ہے، اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مخالفین (اہلسنت) کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی اس نے گویا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی، نیز فرمایا مخالفین کے بیماروں کی عیادت کرو اور ان کے جنازوں میں حاضر ہو اور ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو۔ ظالمین بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں تمام ائمہ علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ تقیہ پر تھے، پس تقیہ کیونکر واجب نہیں ہوگا؟ اور جب اللہ سبحانہ نے مؤمنوں کو حق چھپانے اور کافروں کی موافقت اور مخالفین کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا تاکہ ان کا ضرر دور ہو، ہاں اگر کوئی شخص خوف اور عذر کی بجائے کافروں کے ساتھ دلی رغبت کے ساتھ موافقت کرے تو وہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔

ابدی گرفتار گردد۔ [1]

کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان

علماء شیعہ کے نزدیک نہج البلاغۃ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات اور خطوط) زمین پر قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے، اس کتاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد درج ہے:

ایھا المؤمنون! انہ من رای عدوانا یعمل بہ ومنکرا یدعی الیہ فانکرہ بقلبہ فقد سلم وبری ومن انکرہ بلسانہ فقد اجر وھو افضل من صاحبہ ومن انکرہ بالسیف لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا وکلمۃ الظالمین ھی السفلی فذلک الذی اصاب سبیل الھدیٰ، وقام علی الطریق، ونور فی قلبہ الیقین [2]

(ملفوظ: ۳۵۶)

اے مؤمنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور برائی کرتے ہوئے دیکھا اور اس نے اس کو دل سے برا جانا وہ سلامت رہا اور بری ہو گیا، اور جس نے زبان سے اس برائی کا انکار کیا اس کو اجر ملے گا اور وہ پہلے سے افضل ہے، اور جس نے اس برائی کا تلوار سے انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو اور ظالموں کی روش سرنگوں ہو، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت کا راستہ پایا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت اور سلامتی اس میں ہے کہ برائی کے ساتھ موافقت نہ کی جائے بلکہ زبان اور تلوار کے ساتھ برائی کا انکار کیا جائے اور یہ چیز تقیہ کے خلاف ہے، کیونکہ تقیہ میں برائی اور گناہ کے ساتھ موافقت ہے۔

نیز حضرت علی فرماتے ہیں:

فمنھم المنکر للمنکر بیدہ ولسانہ وقلبہ فذلک المستکمل لخصال الخیر، ومنھم المنکر بلسانہ وقلبہ والتارک بیدہ فذلک متمسک بخصلتین من خصال الخیر ومضیع خصلۃ ومنھم المنکر بقلبہ والتارک بیدہ ولسانہ فذلک الذی ضیع اشرف الخصلتین من الثلاث وتمسک بواحدۃ۔ [3]

(ملفوظ: ۳۵۸)

جس شخص نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے برائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا اور ہاتھ سے انکار نہیں اس میں نیکی کی صرف دو خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک کر دی، اور جس نے برائی کو صرف دل سے برا جانا اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس نے صرف ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک کر دیں۔

---

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۰ھ، منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۰۹-۲۰۷، ملخصاً مطبوعہ علمیہ بان ناصر خسرو ایران

[2] نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، مطبوعہ انتشارات ذریں ایران

[3] نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، 〃 〃

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ نہیں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام خصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تقیہ کیا یعنی انھوں نے خیر کی دو خصلتوں کو ضائع کر دیا اور ان کا ایمان تیسرے درجہ کا ہے۔ اب غور کیجئے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وقال علیہ السلام: علامۃ الایمان ان توثر الصدق حیث یضرلک علی الکذب حیث ینفعک ..... الخ [1]

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی علامت یہ ہے کہ جس سچ بولنے سے تم کو نقصان ہو اور جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو وہاں تم سچ کو جھوٹ پر ترجیح دو۔

(ملفوظ: ۴۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے تقیہ کی جڑ کاٹ دی ہے۔

علماء شیعہ نے اپنی متعدد کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کو مارنے پر قادر تھے اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کرتے تھے ان پر غضب ناک ہوتے تھے اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو پھر یہ کہنا غلط ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر جانتے تھے اور ان کی اقتداء میں تقیۃً نمازیں پڑھتے تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

وابوبکر عمر را طلبید و گفت دیدی علی امروز با ما چہ کرد اگر یک مجلس دیگر چنین معارضہ با ما کند کار ما را برہم میزند در ایں چہ تدبیر بخاطر تو میرسد عمر گفت رأی آنست کہ امر کنیم بر قتل او ابوبکر گفت ایں کار از کی می آید عمر گفت خالد بن ولید پس خالد را طلبیدند و گفتند میخواہیم تورا بر امر عظیمی بداریم گفت بر ہر چہ میخواہید بدارید اگرچہ بر قتل علی علیہ السلام باشد گفتند ما نیز ہمین را میخواہیم خالد گفت در چہ وقت اورا بکشم ابوبکر گفت در وقت نماز در مسجد حاضر شو در پہلوی او بایست چوں من سلام نماز را بگویم بر خیز و گردنش را بزن گفت چنین باشد اسماء بنت عمیس کہ در آنوقت زن ابوبکر بود و سابقاً زن جعفر طیار و از شیعیان حیدر کرار بود ایں سخنان را شنید

ابوبکر نے عمر کو طلب کیا اور کہا دیکھا آج علی نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے؟ اگر ایک مجلس میں ایک بار اور ہمارے ساتھ اس طرح معارضہ کیا تو ہمارا کام تمام ہو جائے گا، اس معاملہ میں اب تمہارے دل میں کیا تدبیر ہے، عمر نے کہا رائے یہ ہے کہ ہم علی کو قتل کر دیں، ابوبکر نے کہا یہ کام کون کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن ولید، پھر خالد بن ولید کو بلایا، اور کہا ہم نے تم کو ایک عظیم کام کے لیے بلایا ہے، اس نے کہا جو کام تم کہو میں کروں گا خواہ علی کے قتل کے لیے کیوں نہ کہو، انھوں نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں، خالد نے کہا اس کو کس وقت قتل کروں، ابوبکر نے کہا جس وقت وہ نماز میں ہوں تم ان کے پہلو میں کھڑے ہونا اور جب میں سلام پھیروں تو ان کی گردن اتار دینا، اس نے کہا اسی

[1] نہج البلاغۃ ص ۱۲۹۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

نتوانست سخن را اعلانیہ بحضرت برساند بجاریہ خود گفت بروخانہ علی علیہ السلام و فاطمہ ع وسلام مرا بایشان برسان و در گذار این آیہ را بخوان کہ مؤمن آل فرعون بہ موسیٰ پیغام کرد ان الملأ یأتمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین - یعنی اشراف قوم فرعون مشورت میکنند در باب تو کہ ترا بکشند پس بیرون رو بدرستیکہ من از برای تو از غیر خواہانم و اسما گفت اگر متفطن نشوند پس بگو بخوان پس جاریہ آمد و سلام رسانید و برگشت و این آیہ را بخواند حضرت امیر فرمود کہ خاتون ترا سلام برسان و بگو خدا ترا نگذارد ارادہ ایشان بہ عمل آید و بروایتی دیگر فرمود کہ اگر ایشان مرا بکشند با ناکسان و قاسطان و مارقان کہ جنگ خواہد کرد؟

پس حضرت امیر علیہ السلام برخاست و بھیاتی نماز شد و بہ مسجد آمد و پشت سر ابوبکر ایستاد از برای تقیہ و نماز خود را بتنہائی بہ عمل آورد و خالدبن شمشیر بستہ و در پہلویش ایستاد چون ابوبکر بہ تشہد نشست از آن ارادہ پشیمان شد واز فتنہ ترسید و شدت سطوت و شجاعت آن حضرت را می دانست و پیوستہ فکر می کرد و تشہد را تکرر میخواند و از ترس سلام نمیگفت تا آنکہ گمان کردند مردم کہ او در نماز سہو کردہ است پس ملتفت شد بسوی خالد و گفت ای خالد بکن آنچہ تورا بآن امر کردہ بودم و بروایتی سہ مرتبہ در این سخن را گفت و بعد از آن سلام نماز را داد حضرت گفت ای خالد چہ بود آنچہ تورا امر بآن کردہ بود گفت مرا امر کردہ بود کہ گردن بزنم حضرت فرمود آیا میکردی گفت آری بہ خدا سوگند کہ اگر پیش از تسلیم مرا نہی نمی کرد ہر آینہ تورا می

طرح ہوگا، اسما بنت عمیس جو ابوبکر کی زوجہ تھیں اور اس سے پہلے جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور شیعان حیدر کرار سے تھیں انھوں نے یہ گفتگو سن لی، ان سے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ از خود جاکر حضرت کو خبر دیتیں انھوں نے اپنی باندی کو بھیجا اور کہا علی علیہ السلام اور فاطمہ علیہا السلام کے گھر جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور یہ آیت پڑھو: ان الملأ یأتمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین "ایک جماعت تمہارے قتل کا مشورہ کر رہی ہے تم نکل جاؤ، میں تم کو نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں"، اس آیت کو بار بار پڑھنا، حضرت امیر نے فرمایا خاتون کو میرا سلام کہو اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ارادہ کو پورا نہیں ہونے دیگا۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر انھوں نے مجھے قتل کر دیا تو ناکثین، قاسطین اور مارقین کے ساتھ کون جنگ کرے گا؟۔

حضرت امیر اٹھے اور تیار ہو کر مسجد میں گئے اور تقیہ کے سبب ابوبکر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز تنہائی میں پڑھتے رہے، اور خالد لعین تلوار باندھے آپ کے پہلو میں کھڑا تھا، جب ابوبکر تشہد میں بیٹھا تو اپنے ارادہ میں پشیمان ہوا، اور فتنہ سے ڈرا، وہ حضرت کی زبردست شجاعت کو جانتا تھا، وہ یہی سوچتا رہا اور بار بار تشہد پڑھتا رہا اور نماز کا سلام نہیں پھیرا، حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ اس کو سہو ہو گیا، پھر خالد کی طرف مڑ کر کہا وہ کام نہ کرنا جس کا میں نے تم کو حکم دیا تھا، کہ ایک روایت میں ہے کہ یہ تین بار کہا، ان کے بعد نماز کا سلام پھیرا، نماز کے سلام کے بعد حضرت نے خالد سے پوچھا تم کو اس نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا اس نے مجھے تمہارے قتل کا حکم دیا تھا، فرمایا کیا تم قتل کر دیتے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم اگر وہ سلام پھیرنے سے پہلے مجھے منع نہ کرتا

کشتم پس حضرت او را گرفت و بلند کرد و بر زمین زد عمر گفت به خدا قسم که میکشتش پس مردم جمع شدند و او را بصاحب قبر قسم دادند حضرت دست از آن لعین برداشت او بگریبان عمر بدگهر چسبید و گفت ای پسر صهاک اگر نه وصیت رسول خدا و تقدیر الهی بود هر آینه میدانستی که کدام یک از ما دو تو کم یاور تر یم و داخل خانه خود شد۔ [1]

تو میں تم کو قتل کر دیتا! حضرت نے خالد کو پکڑ کر اوپر اٹھایا اور زمین پر دے مارا، عمر نے کہا خدا کی قسم یہ اس کو قتل کر دے گا پس تمام لوگ جمع ہو گئے اور حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی اور حضرت کے ہاتھ سے اس لعین کو چھڑایا، وہ عمر بدگہر کے گریبان سے لپٹ گیا اور حضرت نے کہا اے صہاک کے بیٹے اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الٰہی آڑے نہ آتی تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ ہمارے اور تمہارے مددگار ہیں، پھر آپ گھر چلے گئے۔

اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضرت علی کو معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ان کو قتل نہیں کر سکیں گے، اور جب حضرت علی کو اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا تو پھر تقیہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ تقیہ اس وقت کیا جاتا ہے جب جان کا خطرہ ہو۔

۲۔ حضرت علی اس قدر جری اور بے باک تھے کہ تمام مخالفین کی موجودگی میں حضرت خالد بن ولید کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور جو شخص مخالفین کے سامنے اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے وہ ان سے ڈر کر تقیہ نہیں کر سکتا۔

۳۔ تمام اہل مسجد مل کر بھی حضرت خالد کو حضرت علی سے نہیں چھڑا سکتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ان کو حضرت علی سے چھڑایا اور جو شخص اتنا قوی اور دلیر ہو وہ ڈر کر اور دب کر تقیہ کیوں کرے گا!

۴۔ حضرت علی نے حضرت عمر سے کہا اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الٰہی آڑے نہ آتی تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ کتنے لوگ تمہارے مددگار ہیں اور کتنے ہمارے، اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے جو بات کہنی ہو وہ برملا کہتے تھے، مخالفین سے مرعوبیت کرتے تھے نہ تقیہ کرتے تھے۔

بَابُ ۶۵ تَالُّفِ قَلْبِ مَنْ يُّخَافُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ لِضُعْفِهٖ وَالنَّهْيِ عَنِ الْقَطْعِ بِالْاِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ دَلِيْلٍ قَاطِعٍ

جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی مومن کہنے کی ممانعت

[1] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ، حق الیقین ص ۱۹۴ - ۱۹۳، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران

۲۸۶- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِ فُلَانًا فَإِنَّهُ مُؤْمِنٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمٌ أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرَدِّدُهَا عَلَيَّ ثَلَاثًا أَوْ مُسْلِمٌ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ مَخَافَةَ أَنْ يَكُبَّهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي النَّارِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا، میں نے عرض کیا فلاں شخص کو دے دیجئے وہ بھی مومن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان ہے؟ میں نے اس شخص کی تین بار سفارش کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا "یا مسلمان ہے؟" پھر آپ نے وضاحت بیان فرمائی کہ میں کسی شخص کو کوئی چیز اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو اوندھے منہ دوزخ میں نہ ڈال دے حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

۲۸۷- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا وَسَعْدٌ جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ فَتَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ فَسَكَتُّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُسْلِمًا إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو مجھے ان سب کی نسبت زیادہ محبوب تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں شخص کو نہیں عطا فرمایا قسم بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو عطا نہیں فرمایا، قسم بخدا میرے خیال میں وہ مومن ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان ہے؟ حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو عطا نہیں فرماتے، قسم بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان؟ پھر آپ نے وضاحت فرمائی کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو اوندھے منہ جہنم میں نہ ڈال دے، حالانکہ دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

۲۸۸- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّهُ قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ وَزَادَ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں میں مال تقسیم فرمایا، میں بھی انھیں لوگوں میں شامل تھا، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر چپکے سے سفارش کی۔

۲۸۹- وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقْبَلَ أَيْ سَعْدُ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث، اسی طرح مروی ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اصرار پر میری گردن اور مونڈھے کے درمیان ہاتھ مار کر فرمایا اے سعد! کیوں بحث کر رہے ہو، پھر حسب سابق نہ دینے کا عذر بیان فرمایا۔

حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ کسی معقول عذر کی بناء پر سفارش کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سعد کے مومن کہنے پر جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "یا مسلمان" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے ایمان دل کی کیفیات کا نام ہے جو از قبیل غیب ہیں اور اسلام ارکان ظاہری کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کوئی شخص غیب کو نہیں جانتا، اس لیے کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ مومن۔ یہ لغوی مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے کا عذر یہ تھا کہ جن لوگوں کو آپ دے رہے تھے وہ نئے نئے اسلام لائے تھے، آپ تالیف قلب کی خاطر انھیں عطا فرما رہے تھے، اور جس شخص کو نہیں دیا وہ قدیم الاسلام تھا، اگر حضور اس کو دیتے اور انھیں نہ دیتے تو چونکہ یہ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ یہ لوگ گمان کرتے کہ حضور اپنے ساتھیوں کو دیتے ہیں اور ہمیں نہیں دیتے اور جو شخص حضور کے بارے میں یہ بدگمانی کرتا وہ جہنمی ہو جاتا، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا فرما کر ان کو جہنمی ہونے سے بچا لیا، اور جو پہلے سے مسلمان تھے ان کو حضور کچھ دیں یا نہ دیں وہ ہر حال میں حضور کے نمک خوار، غلام اور شیدائی تھے ان کی طرف سے کچھ خطرہ نہ تھا اس لیے ان کو عطا نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو حضور نے عطا فرمایا ان پر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا اور

جن کو نہیں عطا فرمایا ان پر بھی سرکار کا کرم تھا، کیونکہ ان کو سرکار نے اپنا سمجھا، خلاصہ یہ ہے کہ سرکار کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

بَابُ ۶۶ زِيَادَةِ طُمَأْنِينَةِ الْقَلْبِ بِتَظَاهُرِ الْأَدِلَّةِ

دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا

۲۹۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوطًا لَقَدْ كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ لَبْثِ يُوسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال "اے رب! مجھے دکھلا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا" کرنے کے زیادہ مستحق ہوتے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم کو اس بات پر یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے زیادہ اطمینان ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم فرمائے، وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں بلانے والے کے بلانے پر فوراً چلا جاتا۔

۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ بِهِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتَّى جَازَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے، البتہ اس میں ولیطمئن قلبی والی آیت کو آگے تک بڑھایا گیا ہے

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُوَيْسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ كِرِوَايَةِ مَالِكٍ بِإِسْنَادِهِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ حَتَّى أَنْجَزَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا بعض لفظی تغیر کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ

حدیث نمبر ۲۹۰ میں ہے: اگر

ہم حضرت ابراہیم کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال کے ذریعہ "اے رب مجھے دکھا تو مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا" شک کے زیادہ مستحق ہوتے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم نے جو یہ سوال کیا تھا: "اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اس کی توجیہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ عمدہ توجیہ علامہ ابو ابراہیم مزنی صاحب شافعی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک کرنا محال ہے کیونکہ مُردوں کے زندہ کیے جانے میں اگر انبیاء علیہ السلام کو شک ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت ہیں شک کرنے کا زیادہ حقدار ہوں اور تم کو معلوم ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں ہے تو جان لو ابراہیم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ بعض فاسد ذہنوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شک کا وہم نہ ہو، باقی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تواضعاً اور ادباً ترجیح دی ہے، یا آپ نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب التحریر نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم شک گمان کر رہے ہو، اگر وہ شک ہوتا تو ہم شک کرنے کے زیادہ لائق تھے، وہ شک نہیں ہے بلکہ وہ یقین میں زیادتی کی طلب ہے۔

رہا یہ امر کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ پہلے حضرت ابراہیم کو دلیل سے یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ فرمائے گا۔ اب انھوں نے اپنے اطمینان قلب کے لیے یہ چاہا کہ ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے، کیونکہ دلیل سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس میں شبہات واقع ہو سکتے ہیں اور جس چیز کا معائنہ اور مشاہدہ ہو جاتے وہ بدیہی اور قطعی ہوتا ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ وہ یہ معلوم کر لیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا کیا مرتبہ ہے، آیا اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کو یہ مشاہدہ کرائے گا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اولم تؤمن اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی تصدیق نہیں ہے کہ میرے نزدیک تمہارا عظیم مرتبہ ہے اور میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے علم میں ترقی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کو علم الیقین کے بعد عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے، سہل بن عبداللہ تستری نے کہا حضرت ابراہیم نے یہ سوال کیا کہ ان پر موجودات کو منکشف کر دیا جائے تاکہ ان کا نور یقین اور زیادہ ہو۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مُردوں کو زندہ کرنے پر دلیل قائم کی تھی اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ اس معاملہ کا خود مشاہدہ اور معائنہ کر لیں۔

۵۔ امام ابوالحسن واحدی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کرنے کے سبب میں اختلاف ہے، اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ساحل سمندر پر ایک مُردہ دیکھا جس کو درندے پرندے اور سمندری جانور کھا رہے تھے، تو حضرت ابراہیم یہ سوچنے لگے کہ مُردے کے یہ متفرق اجزاء جو مختلف

جانوروں کے ــــ پیٹوں میں جاکر ہضم ہو گئے، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا، پھر ان کو اس کا شوق دامن گیر ہوا کہ وہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے، انھیں اس میں شک نہیں تھا لیکن انھوں نے اس کے مشاہدہ کو محبوب جانا، جیسے ہمیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور جنت پر ایمان ہے، اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جنت کے مشاہدہ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان کے دیدار اور زیارت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ

نیز اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے مہمانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا، اس لیے ان کو اپنے مہمانوں کے متعلق سخت غم اور فکر لاحق ہوا، جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کاش ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہوتا جو ان کے مہمانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا، اس جملہ سے حضرت لوط کا مقصد اپنے مہمانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس برائی اور مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انھوں نے اپنے مہمانوں کی تکریم میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا، بلکہ ان کا یہ قول مہمانوں سے معذرت کے لیے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت ان کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرنا بھول گئے ہوں اور مہمانوں کے سامنے اپنے دلی رنج والم کا اظہار کیا ہو۔

قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ

اور اس حدیث کے آخر میں ہے: اگر میں اتنا عرصہ قید خانہ میں رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تو بلانے والے کی دعوت پر فوراً چلا جاتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت یوسف کی تعریف ہے اور ان کے صبر کا بیان ہے اور بلانے والے سے مراد بادشاہ کا قاصد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے جب بادشاہ کا قاصد آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ اور معلوم کرو ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، تو اس لمبی قید میں رہنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام رہائی کا موقع ملتے ہی قید خانہ سے باہر نہیں آئے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہے اور اپنے

قید کیے جانے کے سبب کے متعلق بادشاہ سے دریافت کیا تاکہ بادشاہ اور لوگوں پر ان کی پاکدامنی ظاہر ہو جائے، اور جب بادشاہ سے ملاقات ہو تو انھیں اس برے کام پر شرمندگی نہ ہو جس کی نسبت غلط طور پر ان کی طرف کی گئی تھی، اس حدیث میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت ان کی رائے اور منظر کا حسن ان کا ضبط نفس اور کمال صبر بیان کیا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ اگر ہم اتنی مدت قید میں رہتے تو ہم بلانے پر فوراً چلے جاتے تو یہ آپ نے تواضعاً فرمایا۔ [1]

اس حدیث کی ایک تقریر تو وہ ہے جو علامہ نووی نے بیان کی ہے اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بھی چلے جانا ہی اولیٰ اور راجح تھا کیونکہ ابتلاء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا مناسب نہیں ہے، نیز انبیاء علیہم السلام قید خانہ سے باہر رہ کر جس آزادی کے ساتھ تبلیغ اور دیگر فرائض انجام دے سکتے ہیں وہ قید خانہ میں انجام نہیں دے سکتے، یہی حکم علماء کے لیے ہے اس لیے کسی سیاسی یا دینی تحریک میں علماء یا عام مسلمانوں کا خود کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ وَنَسْخِ الْمِلَلِ بِمِلَّتِهِ

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے کا بیان

۲۹۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ ــــــــ ــــــــ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَى اللهُ إِلَيَّ عَزَّ وَجَلَّ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اس قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان ایمان لا سکیں، اور یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

۲۹۴۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت کی خبر سنے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۶-۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ۔

خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ الشَّعْبِيَّ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو وَإِنَّ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَحَقَّ سَيِّدِهِ فَلَهُ أَجْرَانِ وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ خُذْ هٰذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هٰذَا إِلَى الْمَدِينَةِ۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا ہمارے علاقہ کے لوگ کہتے ہیں جو شخص باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص قربانی کے جانور پر سواری کرے، شعبی نے کہا مجھ کو ابوبردہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوہرا اجر ملے گا ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ کی تصدیق بھی کی ہو اور ایمان لا کر آپ کی اطاعت بھی کی ہو، اس کو دگنا اجر ملے گا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہو، اس کو بھی دگنا اجر ملے گا۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی کوئی باندی ہو وہ اس کو اچھا کھلائے پلائے اور اس کو اچھی طرح آداب سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اس کو بھی دگنا اجر ملے گا، پھر شعبی نے کہا جاؤ اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے لے جاؤ، ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کے حصول کے لیے یہاں سے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔

۲۹۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا

امام مسلم نے دو اور سندیں بیان کر کے فرمایا کہ ان سندوں کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

الاسناد نحوہ۔

معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام

حدیث نمبر ۲۹۳ میں ہے، ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے ہیں جنھیں دیکھ کر ایک انسان اس نبی پر ایمان لا سکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ اس معجزہ کی وجہ سے نبی لوگوں کے سامنے اپنی حجت قائم کر سکے۔ نیز اگر نبی کے لیے معجزہ ضروری نہ ہو تو سچے نبی اور جھوٹے میں امتیاز کا کوئی معیار اور کوئی کسوٹی نہیں ہوگی۔

معجزہ کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ھی امر یظھر بخلاف العادۃ علی ید مدعی النبوۃ عند تحدی المنکرین علی وجہ یعجز المنکرین عن الاتیان بمثلہ۔

معجزہ وہ کام ہے جو عادت کے خلاف ہو، یہ اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہو جب وہ منکرین کو اس کام کی مثل لانے کا چیلنج کرے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہیں۔

کسی شخص سے ایسا فعل ظاہر ہو جو عادۃً عام لوگوں کی قدرت اور اختیار میں نہ ہو اس کو اصطلاح میں خرق عادت کہتے ہیں اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔ نبوت کے اظہار سے پہلے نبی سے خرق کا ظہور ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

۲۔ نبوت کے اظہار کے بعد نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کی نبوت کو ثابت کرے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

۳۔ اللہ کے ولی سے خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

۴۔ عام مسلمان سے اتفاقاً کسی خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں۔

۵۔ کفار سے کسی ریاضت کے سبب خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

۶۔ جھوٹے نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کے دعوی نبوت کے خلاف ہو اور اس کی تکذیب کرے اس کو اہانت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے لیے معجزہ ضروری ہوتا ہے، جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں عطا فرماتا بلکہ اہانت کرکے اس کی جھوٹی نبوت کا بھرم کھول دیتا ہے جیسے غلام احمد قادیانی نے متعدد پیشین گوئیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔

اس حدیث میں ہے: یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام عطا فرمایا، اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب سے زیادہ ہونے کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ آپ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے اور اس جیسا معجزہ انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا اس لیے آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

۲۔ قرآن مجید کے اعظم معجزات ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا: (فأتوا بسورة من مثله (بقرہ: ۲۳)) اور دن بہ دن علوم کی ترقی اور مخالفین کی کثرت کے باوجود آج تک اس کی مثل کوئی نہیں لا سکا۔

۳۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی (وانا له لحافظون (حجر: ۹)) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید سے کوئی آیت کم ہو گئی ہو۔

۴۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی شخص غیر قرآن کو داخل نہیں کر سکتا اور کسی آیت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا، (لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (حم السجدہ: ۴۲)) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید میں فلاں آیت یا فلاں لفظ کو بڑھا دیا گیا جو پہلے نہیں تھا۔

۵۔ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت تین طرح معجزہ ہے اس کی مثل نہیں، اس میں کمی نہیں ہو سکتی، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم اٹھارہ ہزار سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، اور اتنے معجزات کسی نبی کے نہیں ہیں۔

۶۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکرین جادو سے شبہ پیدا کر سکتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے مقابلہ میں جادوگروں نے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو نظر بندی سے سانپ بنا دیا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور دیگر وجوہ اعجاز کا کوئی معارضہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکا۔

۷۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد باقی نہیں رہے۔ اور آپ کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا، ان کے معجزات کو صرف ان کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے معجزہ قرآن کریم کو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔

۸۔ قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ جن پیش گوئیوں کا ذکر کیا گیا ہے لوگ ہر زمانہ میں ان کے پوری ہونے کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید نے فرعون کے متعلق کہا:

فالیوم ننجیك ببدنك لتكون لمن خلفك آیة۔ (یونس: ۹۲)

تو آج ہم تیرے (بے روح) جسم کو بچا لیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے عبرت کا نشان ہو جائے۔

اور آج تک فرعون کا جسم اسی طرح باقی اور محفوظ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید نے جو غیب کی خبریں بیان کیں وہ ہر زمانہ میں صادق رہیں اور قرآن مجید نے جو سائنسی حقائق بیان کیے وہ ہر زمانہ میں علمی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ثابت ہوتے رہے اور قرآن مجید کی صداقت آشکارا ہوتی رہی، مثلاً قرآن مجید نے سورج، چاند اور دیگر سیاروں کی گردش کو بیان کیا اور سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی اور قرآن مجید نے کہا:

یخلقکم فی بطون امهتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلاث۔

وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدائش کے بعد دوسری پیدائش کے ساتھ تین اندھیروں میں

(زمر ۶۲) تخلیق کرتا ہے۔

اور جدید میڈیکل سائنس سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ رحم کے تین پردوں میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔

جس زمانہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اس وقت آپ کے پیروکار قلیل تھے۔ لیکن بعد میں دن بہ دن بہ کثرت فتوحات ہونے لگیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا گیا حتیٰ کہ اب آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں، یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے صحیح پیروکار نہیں ہیں۔

ایک حدیث کے معنی کی نحوی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت

حدیث نمبر ۲۹۴ کی عبارت مغلق ہے اور ظاہری عبارت سے اس کا معنی اس طرح ہوگا:

اس اُمت سے جو شخص میرے دعوی نبوت کو نہیں سنے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے مگر وہ شخص اصحاب نار سے ہوگا۔ اور ظاہری معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص نے آپ کے دعوی نبوت کو نہیں سُنا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لایا اس کا کیا قصور ہے اور وہ کیوں جہنمی ہوگا؟

ملا علی قاری رحمہ الباری نے حدیث کی اس عبارت کو حل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

لایسمع میں لا لیس کے معنی میں ہے اور ثم یموت کا عطف لیسمع (مثبت) پر ہے اور لم یومن کا عطف یموت پر ہے اور یسمع سے پہلے جو لا بمعنی لیس ہے اس کی نفی کا تعلق پورے جملہ کے ساتھ ہے اور اس ترکیب کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہوگا۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری رسالت (کی خبر) سنے پھر وہ مر جائے درآں حالیکہ وہ میرے لائے دین پر ایمان نہ لایا ہو، خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہوگا۔ [1]

اور اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے:

اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی میرے دعوئ نبوت کو سننے کے بعد میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہوگا۔

علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز کا سفر اختیار کرنا

حدیث نمبر ۲۹۵ میں ہے: تین شخصوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں تھا، پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لایا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اپنے آقا کی خدمت بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے، تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۷۸۔ ۷۷، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان اہل کتاب کی فضیلت ہے جو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہ کہ ان کو دو اجر ملیں گے، ایک اس بات پر کہ وہ اپنے نبی کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اس پر ایمان لائے اور دوسرا اس لیے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اور اس حدیث میں اس غلام کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، اور اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جس نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور یہ صدقہ کر کے اس میں رجوع کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک احسان کرنے کے بعد دوسرا احسان ہے۔

شعبی نے کہا ہم نے یہ حدیث کسی معاوضہ کے بغیر تم کو دے دی ہے ورنہ اس سے کم عبارت کی حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک کا سفر کرتے تھے، اس حدیث میں عالم کے لیے اس قسم کے قول کہنے کا جواز ہے تاکہ سامع کو حدیث کے حفظ اور ضبط پر برانگیختہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین ایک حدیث کے حصول اور ایک مسئلہ کے علم کے لیے دور دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے۔ [1]

اہل کتاب کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق

اس حدیث کے پہلے جز میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دگنا اجر ملے گا۔

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جبکہ عام مسلمانوں کو ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا اجر و ثواب دگنا ہوگا۔

اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

الذین اٰتینٰھم الکتاب من قبلہ ھم بہ یؤمنون ۝ واذا یتلی علیہم قالوا اٰمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین ۝ اولئک یؤتون اجرھم مرتین۔

(قصص: ۵۲-۵۴)

جن لوگوں کو ہم نے نزول قرآن سے پہلے کتاب دی وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۷، ۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے اجر کی نوید ان اہل کتاب کے لیے ہے جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یہ لوگ زمانہ رسالت میں ہی متصور ہو سکتے ہیں۔

خواتین کو تعلیم دینا امام مسلم نے یہ روایت شعبی کی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور اس میں یہ ہے کہ جس شخص نے باندی کو اچھی طرح کھلایا اور ادب سکھایا۔۔ الحدیث اور امام بخاری نے بھی یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فادبها فاحسن تاديبها وعلمها فاحسن تعليمها۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۰)

اس شخص نے اس باندی کو اچھی طرح ادب سکھایا اور اس کو اچھی طرح تعلیم دی۔

اس حدیث میں خواتین کو علم سکھانے پر دلیل ہے، شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہم نے خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانے پر بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات دور کیے ہیں۔

بَابُ ۶۸ بَيَانِ نُزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عیسیٰ بن مریم کے نازل ہونے اور شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرنے کا بیان

۲۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہوگا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے اور اس قدر مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

۲۹۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان کی تصدیق کرے گا۔

رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ إِمَامًا مُقْسِطًا وَحَكَمًا عَدْلًا وَفِي رِوَايَةِ يُونُسَ حَكَمًا عَدْلًا وَلَمْ يَذْكُرْ إِمَامًا مُقْسِطًا كَمَا قَالَ اللَّيْثُ وَفِي حَدِيثِهِمْ مِنَ الزِّيَادَةِ وَحَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْآيَةَ۔

۲۹۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَيَكْسِرَنَّ الصَّلِيبَ وَلَيَقْتُلَنَّ الْخِنْزِيرَ وَلَيَضَعَنَّ الْجِزْيَةَ وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعَى عَلَيْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَاءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَيُدْعَوُنَّ إِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ أَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، اور جزیہ موقوف کر دیں گے، اونٹوں کو کھلا چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے کوئی شخص کام نہیں لے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد نکل جائے گا، انھیں مال لینے کے لیے بلایا جائے گا اور کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

۳۰۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

۳۰۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيكُمْ فَأَمَّكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر تمہاری امامت فرمائیں گے۔

۳۰۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَمَّاكُمْ مِنْكُمْ قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ هَلْ تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ قُلْتُ تُخْبِرُنِي قَالَ فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور تمہارا ایک فرد ہو کر امامت فرمائیں گے۔ ابن ابی ذئب نے اس کی تشریح میں یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت فرمائیں گے

۳۰۳ - حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُوْلُ أَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هٰذِهِ الْأُمَّةَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم رہے گا اور غالب رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں گے، مسلمانوں کا امیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آیئے نماز پڑھایئے حضرت عیسیٰ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض، بعض کی امامت کریں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر کرنے کے لیے ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل

حدیث نمبر ۲۹۷ میں ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم کا نزول ہوگا، اور وہ جزیہ موقوف کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ واضح دلیل ہے:

وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته۔ (نساء: ۱۵۹)

اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور چونکہ از روئے قرآن تمام اہل کتاب یعنی تمام یہود و نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ابھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے نہ عیسائیوں کا ان پر صحیح ایمان ہے اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیں۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جزیہ موقوف کرنے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آ کر دین اسلام کے بعض

احکام کو منسوخ کر دیں گے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود جزیہ کی مدت نزول مسیح تک بیان فرمائی ہے اس لیے جزیہ کے ناسخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب تمام کفار اور مشرکین مسلمان ہو جائیں گے تو جزیہ عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔

بَابُ ۶۹ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يُقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔

۳۰۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے لیکن اس دن کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا سود مند نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی۔

۳۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے چار اور سندیں بیان کر کے فرمایا ان سندوں بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ جَمِيعًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان

عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ إِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ.

نہیں لایا تھا یا جس نے ایمان لاکر کوئی نیکی نہیں کی تھی (وہ تین چیزیں یہ ہیں) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال کا خروج اور دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔

۳۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّيْمِيِّ سَمِعَهُ فِيمَا أَعْلَمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَلَا تَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْتَفِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي لَا يَسْتَنْكِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرِّهَا ذَلِكَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالُ لَهَا ارْتَفِعِي أَصْبِحِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكِ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَتَى ذَاكُمْ ذَاكَ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ ——— اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے آئے ہو وہیں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے، پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول یونہی جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے، یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ کرے گا تو اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے مغرب سے طلوع ہو پھر صبح کو سورج مغرب سے طلوع ہوگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا جس دن کسی ایسے شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان

نہ ہو چکا ہو، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہ کی ہو۔

۳۰۸۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمًا أَتَدْرُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالَ قُلْتُ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَذْهَبُ فَتَسْتَأْذِنُ فِي السُّجُودِ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا قَدْ قِيلَ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَغْرِبِهَا قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِي قِرَاءَةِ عَبْدِ اللهِ وَذَلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا سورج جا کر سجدہ کی اجازت طلب کرتا ہے اس کو سجدہ کی اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جائیگا جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھی وذالک مستقر لہا۔

۳۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللهِ جَلَّ وَعَلَا وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی (ترجمہ) آفتاب اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے لیے حرکت کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

دجال کا بیان

حدیث نمبر ۳۰۶ میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع، دجال کے خروج اور دابۃ الارض کے ظہور کے بعد کسی شخص کی نیکی قبول نہیں ہوگی۔

قرب قیامت میں شام و عراق کے درمیان دجال کا ظہور ہوگا، دجال کی صرف ایک آنکھ ہوگی اور دوسری آنکھ کی جگہ ہموار ہوگی اس کی پیشانی پر ک اف ر لکھا ہوا ہوگا، وہ تمام روئے زمین میں پھرے گا، اور لوگوں کو اپنی

خدائی کی دعوت دے گا، مختلف علاقوں سے گشت کرتا ہوا شام سے اصفہان پہنچے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کی دعوت کو قبول کریں گے، اصفہان کے بعد یمن جائے گا وہاں سے حرمین کا قصد کرے گا، مگر فرشتوں کی حفاظت کی وجہ سے حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی دوران دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ السلام کے ہاتھوں دجال مارا جائے گا۔

دابۃ الارض کا بیان

جس وقت آفتاب مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے مکہ میں کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جس کو دابۃ الارض کہتے ہیں، یہ جانور چہرے میں انسان سے، گردن میں اونٹ سے دم میں بیل سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ مکہ کے بعد یمن کی طرف جائے گا پھر نجد جاکر غائب ہو جائے گا پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ اس قدر تیز رفتاری سے روئے زمین کا دورہ کرے گا کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا، مسلمانوں کی پیشانی پر وہ عصائے موسوی سے ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا، اور کفار کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے مہر لگائے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ

سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں، ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جاکر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے حتیٰ کہ اجازت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے جب کہ مشاہدہ اور عقل صریح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ الٹے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آرہے ہیں۔ اور اس کا ایک افق میں غروب بعینہ دوسرے افق پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو اللہ اور اس کے رسول ہی کو ہے ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدہ سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے، لہٰذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استوا قیام ہے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے اور جب افق پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے اور جس افق پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ رہا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تزال کذالک اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا ارجعی من حیث جئت، جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، اور لوٹنے کا مطلب الٹے پاؤں واپس جانا نہیں ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبعی کے تحت ہوتا ہے، یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر سابق افق پر طلوع ہو جائے، اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا، قیامت تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا واللہ الحمد علی ما الھمنی من حل اشکال ھذا الحدیث۔

بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان

۳۱۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ثُمَّ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلَاءُ فَكَانَ يَخْلُو بِغَارِ حِرَاءٍ يَتَحَنَّثُ فِيهِ وَهُوَ التَّعَبُّدُ اللَّيَالِيَ أُولَاتِ الْعَدَدِ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَزَوَّدُ لِذَلِكَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ فَيَتَزَوَّدُ لِمِثْلِهَا حَتَّى فَجِئَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَارِ حِرَاءٍ فَجَاءَهُ الْمَلَكُ فَقَالَ اقْرَأْ قَالَ مَا أَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ قُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّانِيَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَقَالَ اقْرَأْ فَقُلْتُ مَا أَنَا بِقَارِئٍ فَأَخَذَنِي فَغَطَّنِي الثَّالِثَةَ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجَهْدَ ثُمَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے، کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور خورد و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے (جب کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں) تو حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے آکر اور چیزیں لے جاتے۔ اسی دوران غار حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی۔ فرشتے نے آکر آپ سے کہا "پڑھیے" آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے زور سے گلے لگا کر مجھے دبایا حتیٰ کہ اس نے دبانے پر پوری قوت صرف کر دی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا "پڑھیے" میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بغل گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا "پڑھیے" میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بغل گیر

اَرْسَلَنِیْ فَقَالَ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ فَرَجَعَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرْجُفُ بَوَادِرُهٗ حَتّٰی دَخَلَ عَلٰی خَدِیْجَةَ فَقَالَ زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ فَزَمَّلُوْهُ حَتّٰی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ ثُمَّ قَالَ لِخَدِیْجَةَ اَیْ خَدِیْجَةُ مَالِیْ وَاَخْبَرَهَا الْخَبَرَ قَالَ لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ قَالَتْ لَهٗ خَدِیْجَةُ كَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ فَانْطَلَقَتْ بِهٖ خَدِیْجَةُ حَتّٰی اَتَتْ بِهٖ وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدِیْجَةَ اَخِیْ اَبِیْهَا وَكَانَ امْرَءًا تَنَصَّرَ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَكَانَ یَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِیَّ وَیَكْتُبُ مِنَ الْاِنْجِیْلِ بِالْعَرَبِیَّةِ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ یَكْتُبَ وَكَانَ شَیْخًا كَبِیْرًا قَدْ عَمِیَ فَقَالَتْ لَهٗ خَدِیْجَةُ اَیْ عَمِّ اِسْمَعْ مِنَ ابْنِ اَخِیْكَ قَالَ وَرَقَةُ بْنُ نَوْفَلٍ یَا ابْنَ اَخِیْ مَاذَا تَرٰی فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَبَرَ مَا رَاٰی فَقَالَ لَهٗ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی مُوْسٰی یَا لَیْتَنِیْ فِیْهَا جَذَعًا یَا لَیْتَنِیْ اَكُوْنُ حَیًّا حِیْنَ یُخْرِجُكَ قَوْمُكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ قَالَ وَرَقَةُ نَعَمْ لَمْ یَاْتِ رَجُلٌ

ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دبایا، پھر مجھے چھوڑ کر کہا: اقرا باسم ربك الذی خلق ۝ خلق الانسان من علق ۝ اقرا وربك الاكرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ۝ (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھیے آپ کا رب سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لے کر حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ"، گھر والوں نے آپ کو کپڑے اڑھائے حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہو گیا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ سنایا اور فرمایا اب میرے ساتھ کیا ہو گا، مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی ہرگز نہیں آپ کو یہ نوید مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا، خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب پر تھے، اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ نے ان سے کہا! اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات سنیے، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا

قَطُّ بِمَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ وَاِنْ یُّدْرِکْنِیْ یَوْمُکَ اَنْصُرْکَ نَصْرًا مُّؤَزَّرًا۔

ورقہ نے کہا یہ وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس وحی لے کر آیا تھا، کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھ کو واقعی نکال دیں گے ورقہ نے کہا ہاں! جس شخص پر بھی آپ کی طرح وحی نازل ہوئی لوگ اس کے دشمن ہو جاتے تھے اگر وقت نے مجھ کو مہلت دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کروں گا۔

۳۱۲۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِیُّ وَاَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اَوَّلُ مَا بُدِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَّقَالَ فَقَالَتْ خَدِیْجَةُ اِیْ اِبْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء.... اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے ورقہ سے کہا اے میرے چچازاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَیْبِ ابْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ سَمِعْتُ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَیْرِ یَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ اِلٰی خَدِیْجَةَ یَرْجُفُ فُؤَادُهٗ وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ وَلَمْ یَذْکُرْ اَوَّلَ حَدِیْثِهِمَا مِنْ قَوْلِهٖ اَوَّلُ مَا بُدِیَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَا الصَّادِقَةُ وَتَابَعَ یُوْنُسَ عَلٰی قَوْلِهٖ فَوَاللّٰهِ لَا یُخْزِیْكَ اللّٰهُ اَبَدًا وَذَکَرَ قَوْلَ خَدِیْجَةَ اَیْ اِبْنَ عَمِّ اسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْكَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کپکپاتے ہوئے حضرت خدیجہ کے پاس گئے بقیہ حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی اور نہ یہ ہے کہ خدا کی قسم اللہ آپ کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ حضرت خدیجہ نے کہا) اے میرے چچازاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۴۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے

قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنْ فَتْرَةِ الْوَحْيِ قَالَ فِي حَدِيثِهِ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا الْمَلَكُ الَّذِي جَاءَنِي بِحِرَاءٍ جَالِسًا عَلَى كُرْسِيٍّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي فَدَثَّرُونِي فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَهِيَ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ الْوَحْيُ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کے زمانہ کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں جا رہا تھا اچانک میں نے ایک آواز سنی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ ——— جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، میں خوفزدہ ہو گیا اور گھر واپس پہنچا اور میں نے کہا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، اہل خانہ نے مجھے کپڑے اڑھائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے کپڑا اوڑھنے والے اٹھو! اور لوگوں کو ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے لباس کو پاک رکھو اور بتوں سے کنارہ کشی پر مستقیم رہو۔ پھر وحی مسلسل اور لگاتار نازل ہونے لگی۔

۳۱۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَتَرَ الْوَحْيُ عَنِّي فَتْرَةً فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ فَرَقًا حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرُّجْزُ الْأَوْثَانُ قَالَ ثُمَّ حَمِيَ الْوَحْيُ بَعْدُ وَتَتَابَعَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر سے ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور خوف سے گرنے لگے اور ابو سلمہ نے بتلایا کہ پلیدی سے مراد بت ہیں۔

۳۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ يُونُسَ وَقَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (إِلَى) وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُفْرَضَ الصَّلَاةُ وَهِيَ الْأَوْثَانُ قَالَ فَجُئِثْتُ مِنْهُ كَمَا قَالَ عُقَيْلٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی اسی طرح روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ آیات مبارکہ یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر و الرجز فاھجر تک فرضیت نماز سے پہلے نازل ہوئیں۔

۳۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو الْيَمَانِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى يَقُولُ سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوِ اقْرَأْ فَقَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَيُّ الْقُرْآنِ أُنْزِلَ قَبْلُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ فَقُلْتُ أَوِ اقْرَأْ قَالَ جَابِرٌ أُحَدِّثُكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاوَرْتُ بِحِرَاءٍ شَهْرًا فَلَمَّا قَضَيْتُ جِوَارِي نَزَلْتُ فَاسْتَبْطَنْتُ بَطْنَ الْوَادِي فَنُودِيتُ فَنَظَرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا ثُمَّ نُودِيتُ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي جِبْرَائِيلَ فَأَخَذَتْنِي رَجْفَةٌ شَدِيدَةٌ فَأَتَيْتُ خَدِيجَةَ فَقُلْتُ دَثِّرُونِي فَدَثَّرُونِي فَصَبُّوا عَلَيَّ مَاءً فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی انھوں نے کہا یا ایھا المدثر میں نے کہا یا اقرا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں غار حرا میں ایک ماہ تک رہا جب میں نے یہ مدت پوری کرلی تو میں وادی کے اندر چلا گیا، اچانک مجھے کسی نے آواز دی، میں نے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھا مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا، پھر مجھے دوبارہ آواز دی گئی میں نے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، پھر سہ بارہ آواز دی گئی میں نے اوپر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک تخت پر بیٹھے ہوئے نظر آئے، مجھے سخت ڈر لگا، میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑے اوڑھاؤ۔ اہل خانہ نے مجھے کپڑے اوڑھائے اور مجھ پر پانی کے چھینٹے ڈالے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا یھا المدثر قم فانذر وربك فكبر وثيابك فطهر۔

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا جبرائیل اس تخت پر تھے جو زمین اور آسمان کے درمیان تھا۔

وحی کا لغوی معنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ، کتابت، مکتوب، رسالہ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف القاء کرو۔ وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا۔ (الانعام ۱۱۲)

(شیاطین الانس والجن) ایک دوسرے کو خفیہ طریقے سے ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) فریب دینے کے لیے پہنچاتے ہیں۔

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا، ابو اسحٰق نے کہا وحی کا لغت میں اصل معنی ہے خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ

نے فرمایا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء۔

(شوریٰ: ۵۱)

اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے وہ وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں خفیہ طریقہ سے خبر دیتا ہے، یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت (اعلام) خبر دینے کی ہے، اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ سریعہ اور اصطلاح میں وحی ان کلمات الٰہیہ کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف القاء فرماتا ہے یہ القاء یا تو اس فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے، جیسا کہ حضرت جبرائیل کا صورت معینہ میں وحی پہنچانا، یا بغیر معائنہ اور مشاہدہ کے کلام سنائی دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، یا دل میں کوئی بات ڈال دی جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی، یا یہ القاء الہام کے ذریعہ ہو، جیسے واوحینا الی ام موسیٰ۔ (قصص: ۷) "ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی" یا یہ القاء تسخیر کے ذریعہ ہو جیسے واوحی ربک الی النحل (نحل: ۶۸) "آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی" یا یہ القاء خواب کے ذریعہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہو گئی اور بشارات باقی ہیں اور وہ مومن کے سچے خواب ہیں۔ [1]

وحی کا شرعی معنی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وشرعا الاعلام بالشرع وقد یطلق الوحی و یراد بہ الموحی وھو کلام اللہ المنزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

شریعت کی خبر دینا وحی ہے، اور کبھی وحی سے اس کلام کو مراد لیا جاتا ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

وفی اصطلاح الشریعۃ ھو کلام اللہ المنزل علی نبی من انبیائہ۔ [3]

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر نازل کیا جاتا ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۷ھ

[2] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والوحی اصطلاحاً کلام الٰہی یصل الی القلب النبوی فما انزل صورتہ ومعناہ ولا یکون الا بواسطۃ جبرئیل فھو الکلام الالٰھی وما نزل معناہ علی الشارع فعبر عنہ بکلامہ فھو الحدیث النبوی۔ [1]

وحی کا اصطلاحی معنی یہ ہے کہ یہ وہ کلام الٰہی ہے جو قلب نبوی سے واصل ہوتا ہے، پس جس کلام کے الفاظ اور معانی دونوں نازل ہوں اور یہ نزول صرف جبرائیل کے واسطہ سے ہو تو یہ کلام الٰہی ہے اور جس کلام کا شارع علیہ السلام پر صرف معنی نازل کیا گیا ہو اور اس کلام کو انھوں نے اپنے الفاظ سے تعبیر کیا ہو وہ حدیث نبوی ہے۔

الہام اور فراست کی تعریفیں

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والالھام المفسر بالقاء معنیً فی القلب بطریق الفیض۔ [2]

جس معنی کا قلب میں فیضان کیا جائے وہ الہام ہے۔

الالھام ما وقع فی القلب من علم وھو یدعو الی العمل من غیر استدلال بآیۃ ولا نظر فی حجۃ وھو لیس بحجۃ عند العلماء الا عند الصوفیین۔ [3]

قلب میں جو علم واقع ہو وہ الہام ہے اور یہ کسی کام کے کرنے کا محرک ہوتا ہے اور اس کام کا ثبوت قرآن مجید میں ہوتا ہے نہ کسی اور دلیل میں، علماء کے نزدیک الہام حجت نہیں ہے البتہ صوفیاء کے نزدیک حجت ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والالھام لغۃ الابلاغ وھو علم حق یقذفہ اللہ من الغیب فی قلوب عبادہ۔ [4]

الہام کا لغت میں معنی ہے پہنچانا، اور اصطلاح میں الہام علم حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ غیب سے اپنے بندوں کے دلوں میں القاء فرماتا ہے۔

فراست کا لغوی معنی ہے: کسی چیز پر نظر جما کر اس کے ظاہر سے اس کے باطن کا حال معلوم کر لینا (المنجد)

والفراسۃ علم ینکشف من الغیب بسبب تفرس آثار الصور، اتقوا فراسۃ

اصطلاح میں فراست اس علم کو کہتے ہیں جو غیب سے منکشف ہوتا ہے، اس کا سبب ظاہری علامات

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] " " " " شرح عقائد ص ۱۵، " " " "

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

المؤمن فانه ينظر بنور الله فالفرق بين الالهام والفراسة انها كشف الامور الغيبية بواسطة تفرس آثار الصور والالهام كشفها بلا واسطة۔ [1]

پر غور کر کے باطنی احوال کو معلوم کرتا ہے، مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، الہام اور فراست میں فرق یہ ہے کہ فراست میں ظاہری صورتوں اور علامات کے ذریعہ باطن کا حال منکشف ہوتا ہے اور الہام میں بلا واسطہ کشف ہوتا ہے۔

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام

علامہ بدر الدین عینی نے وحی کی حسب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سننا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سننا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

۲۔ فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔

۳۔ دل میں کسی معنی کا القاء کیا جانا۔

۴۔ صلصلۃ الجرس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔

۵۔ حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں، جیسے ایک ــــ اعرابی کی شکل میں آئے۔

۶۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پروں کے ساتھ آئے جن سے یاقوت اور موتی جھڑ رہے تھے۔

۷۔ حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں جیسے حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں آئے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ براہِ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہو، جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے کلام فرمایا۔

۹۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہو، جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوع ہے، آپ نے فرمایا میں نے اللہ عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

۱۰۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جائے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔

۱۱۔ وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔ [2]

خواب کی تعریف اور اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے، اس کو خواب کہتے ہیں، اور قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا خواب ان ادراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندہ کے قلب میں پیدا کرتا ہے، جس طرح بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں ادراکات پیدا کرتا ہے، خواب میں جو ادراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

امور کے لیے علامات بن جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ [1]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم رویا صادقہ، یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے، اور دوسری قسم ہے اضغاث، اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور غمگین ہو مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ انھی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے، یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں زیادہ دیکھتا ہے انھی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ [2]

ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی، تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا کوئی اچانک حادثہ نہ ہو، اس لیے پہلے آپ میں خصال نبوت پیدا کیے گئے، آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، حجر اور شجر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو نبی کہہ کر مخاطب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔

آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تفکرات سے فارغ ہو، کیونکہ جب تک انسان کثیف ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا، اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی، تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں، اور آپ کے لیے وحی کا حصول سہل اور آسان ہو، فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا "پڑھیے" اور اپنے سینہ سے لگا کر بھینچنا بھی اسی لیے تھا تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور و فکر کر رہے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دنوں کا کھانا لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ مستقبل کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرنا اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ مصر ۱۴۰۱ھ

[2] // // //

جو عبادت کرتے تھے آیا وہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت تھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، جمہور کا قول ثانی الذکر ہے، ان کا موقف ہے کہ آپ کے دل میں معرفت الٰہی کا جو نور القاء کیا گیا تھا آپ اس کے مطابق عبادت کرتے تھے، علامہ ابن حاجب اور علامہ بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، جمہور نے اس کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوتے تو اس شریعت کے لوگ اس پر فخر کرتے، پھر جو علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے متبع تھے، اس شریعت کے تعین میں ان کے آٹھ اقوال ہیں:

(۱) شریعت ابراہیمی، (۲) شریعت موسیٰ (۳) شریعت عیسیٰ (۴) شریعت نوح (۵) شریعت آدم (۶)۔ آپ بلا تعیین کسی شریعت پر عمل کرتے تھے (۷) تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں (۸) آمدی اور ابو المعالی نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اگر جمہور کے موقف پر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا۔ (نحل: ۱۲۳)

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ اور حق کی طرف مائل تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم سے یہاں دین مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ماننے میں ان کی پیروی کریں یا مناسک حج میں ان کی پیروی مراد ہے۔

اس مسئلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کی عبادت کی کیا نوعیت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ غور و فکر کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ابتداء میں غور و فکر کرتے تھے، یا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، حسن الوہیت کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے اور صفات الٰہیہ کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں تیسری بحث یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اکثر علماء اصول کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام رازی، علامہ آمدی اور دیگر علماء کا یہی مختار ہے، اور بعض علماء اصول نے یہ کہا ہے کہ آپ کو کتب سابقہ میں سے احکام حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہماری شریعت ہے، علامہ ابن حاجب کا یہی موقف ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ بعثت کے بعد آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف نہیں تھے۔[۱]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

---

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں سترہ رمضان کو پیر کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتداء میں فرشتہ آپ کے پاس وحی لے کر آیا تو آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے، علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے[1]

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدهم كما ان للبصير صفة بها يفارق الاعمى حتى يدرك بها المبصرات۔[2]

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے، جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۸ - ۸۸ کا مطالعہ کریں۔

حراء میں فرشتے کی آمد

اس حدیث میں ہے: اس دوران غار حراء میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی، فرشتے نے آکر آپ سے کہا اقراء "پڑھیے" آپ نے فرمایا ما انا بقارئ "میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں کیا پڑھوں؟"

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبید بن عمیر سے مرسلاً روایت ہے کہ بیداری سے پہلے خواب میں آپ پر وحی نازل کی گئی تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب دیکھنے کے فوراً بعد آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی ہو، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ پہلے آپ خواب دیکھتے تھے، سب سے پہلے آپ نے جبرائیل کو اجیاد میں دیکھا اس نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، جبرائیل جبرائیل آپ وہاں سے بھاگ کر لوگوں میں چلے گئے، پھر آپ نے کچھ نہیں دیکھا، پھر جب آپ لوگوں سے نکلے تو جبرائیل نے پھر آپ کو آواز دی، آپ پھر بھاگ گئے، پھر جبرائیل حراء میں آئے اور اقرأ کا قصہ پیش آیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

جس وقت آپ نے حرا میں جبرائیل کو دیکھا اس وقت ان کے پاؤں کے دو پر تھے جن سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں، یہ ابن لھیعہ کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: "میں نے جبرائیل کو اس کی اصلی صورت میں جس میں اس کو پیدا کیا گیا ہے، صرف دو مرتبہ دیکھا ہے" اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پہلی بار اس وقت دیکھا جب میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھائے، اور دوسری بار معراج کے موقع پر دیکھا، اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل کو — اس کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر اور ایک مرتبہ اجیاد میں۔ اس روایت سے ابن لھیعہ کی روایت کی تقویت ہوتی ہے اور یہ کہ آپ نے غار حراء میں جو جبرائیل کو دیکھا یہ ان دو مرتبہ دیکھنے کے علاوہ تھا اور اس دیکھنے کو ان کے ساتھ اس لیے ضم نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے اس بار یعنی حراء میں آپ نے جبرائیل کو اس کی مکمل صورت میں نہ دیکھا ہو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔ [1]

ما انا بقاریٔ کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جبرائیل نے آپ سے کہا اقرأ "پڑھیے" آپ نے فرمایا: ما انا بقاریٔ "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا" اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا تو جبرائیل نے کہا اقرأ باسم ربک یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں بلکہ آپ اپنے رب کی طاقت اور اس کی اعانت سے پڑھیں، اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سکھائے گا، یہ علامہ سہیلی کی تقریر ہے۔

اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ ما انا بقاریٔ کی ترکیب اختصاص کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ جب مسند الیہ سے پہلے حرف نفی ہو، مسند الیہ، مسند پر مقدم ہو اور مسند فعل یا شبہ فعل ہو تو اس ترکیب میں مسند، مسند الیہ کے ساتھ مختص ہوتا ہے جیسے ما انا قلت هذا "یعنی یہ بات صرف میں نے نہیں کہی" اس کا مطلب ہے میرے علاوہ دوسروں نے یہ بات کہی ہے، یعنی صرف میں قرأت نہیں کر سکتا، میرے علاوہ دوسرے قرأت کر سکتے ہیں، علامہ طیبی نے اس تقریر کو مسترد کر دیا ہے اور کہا یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی ہے میں یقیناً قرأت کرنے والا (پڑھنے والا) نہیں ہوں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ما انا بقاریٔ کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں پڑھتا نہیں ہوں، اور تیسری بار کا معنی ہے میں کیا پڑھوں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابو الاسود نے مغازی میں عروہ سے روایت کیا ہے کیف اقرأ "میں کیسے پڑھوں" اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے ماذا اقرأ "میں کیا پڑھوں" اور دلائل بیہقی میں زہری سے مرسلاً روایت ہے کیف اقرأ "میں کیسے پڑھوں؟" اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ "ما" استفہامیہ ہے۔ [2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۴-۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " " " ج ۱ ص ۲۴،

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

یہ ترکیب تخصیص کے لیے ہے اور ما انا بقارئ کا معنی ہے "میں ایسا شخص نہیں ہوں جس کو قاری (پڑھنے والا) کہا جاتا ہو حتیٰ کہ اس سے قرأت طلب کی جائے" یعنی بالخصوص میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور دوسرے بہت پڑھنے والے ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور بہت پڑھنے والے تھے جیسے ورقہ بن نوفل اور یہودیوں کے احبار اور رہبان، اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے مسئلہ پوچھا جائے تو وہ کہے میں عالم نہیں ہوں، یعنی اور لوگ بھی عالم ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو۔[1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ما انا بقارئ میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ ما نافیہ ہو اور دوسرا یہ کہ ما استفہامیہ ہو اگر ما نافیہ ہو تو اس کا معنی ہے ما احسن القراءۃ "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اگر ما استفہامیہ ہو تو اس کا معنی ہے میں کیسے پڑھوں؟ یا میں کیا پڑھوں؟ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ما استفہامیہ کے بعد جاء زائدہ نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اخفش نے ما استفہامیہ کے بعد جاء زائدہ کو جائز قرار دیا ہے، بلکہ ما کا نافیہ ہونا بعید ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ما استفہام کے لیے ہے جیسا کہ ابوالاسود کی مغازی میں عروہ سے روایت ہے قال کیف اقرأ "آپ نے فرمایا میں کیسے پڑھوں؟" اور ابن اسحاق کی سیرت میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: قال ما ذا اقرأ "آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟"۔[2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جا سکتا" ہو سکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہو میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمّیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے، ہاں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّیت کے منافی ہے، قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھنا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل جواہر سے آراستہ ایک ریشم کا صحیفہ لائے تھے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا پڑھیے! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔[3]

---

[1] علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱ ص ۲۷۹-۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، مصر

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۷-۵۰۶، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا، اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے ہوتے تو لوگ آپ کی نبوت میں شک کرتے، آپ نے قرآن مجید کے جو عالی مضامین بیان فرمائے اور گذشتہ اُمتوں کے جو احوال بیان فرمائے، وہ آپ کی نبوت کی دلیل قرار پائے، کیونکہ آپ نے کسی سے پڑھے بغیر وہ تمام مضامین بیان فرمائے جن کو پڑھے بغیر کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا، اگر بالفرض آپ پڑھے لکھے ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پڑ جاتا، وہ کہتے کہ آپ نے دوسری کتابوں میں پڑھ کر یہ امور بیان فرمائے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك اذا لارتاب المبطلون۔ (عنکبوت: ۴۸)

اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔

لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے پڑھا بھی، اور لکھا بھی، آپ کا نہ پڑھنا، لکھنا بھی معجزہ تھا کہ پڑھے لکھے بغیر اتنے عظیم علوم بیان فرمائے اور پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی کے سکھائے آپ نے لکھا اور پڑھا، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے سے انکار کیا اور فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس کی وجہ یہ تھی کہ غار حرا میں آپ عبادت میں مشغول تھے، اس وقت فرشتے نے کہا پڑھیے تو آپ نے انکار کیا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تین بار جبرائیل نے کہا پڑھیے اور آپ نے یہی فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، اور جب اس نے چوتھی بار کہا:

اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ (علق: ۱)

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں میں مستغرق ہوں، سو آپ نے اس آیت کو پڑھ لیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اقرا باسم ربك الذی خلق ہے، اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کا جز نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس پوری سورت کے نازل ہونے کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی ہو۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ علماء شافعیہ کا یہ موقف ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوئی ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سورہ علق سے پہلے بہر حال بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔

پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ

اس حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی لے کر اس حال میں گھر پہنچے کہ آپ پر کپکپی طاری تھی، آپ نے فرمایا مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، آپ کو کپڑے اڑھائے گئے حتی کہ آپ کا خوف دور ہو گیا، پھر آپ نے ماجرا سنایا اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اس کلام کے وحی الٰہی ہونے میں شک تھا، بلکہ یہ خوف تھا کہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے میں کہیں آپ سے کوئی کمی نہ رہ جائے یا آپ وحی الٰہی کے تقاضوں کو کما حقہ پورا نہ کر سکیں۔ جب آپ کے پاس غار حرا میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آگیا اور آپ کو مبعوث کر دیا گیا، اب آپ کے لیے یہ شک جائز نہیں تھا کہ یہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے یا نہیں، اس کی مزید وضاحت عنقریب آرہی ہے۔

حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح

اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ نے کہا ہرگز نہیں! آپ کو یہ نوید مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جس چیز نے مائل بہ اسلام کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی، وہ کسی خارجی معجزہ یا عقلی دلیل کے بغیر صرف آپ کی سیرت کے اعجاز کو دیکھ کر آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔

علماء نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کوئی مصیبت یا آفت نہیں پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق عطا فرمائے ہیں اور آپ کی سیرت بہت عمدہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حسن اخلاق اور نیک صفات آفات اور مصائب سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے انسان کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بات سے خوف زدہ ہو تو اس کے سامنے سلامتی کے اسباب بیان کرنے چاہئیں اور اس کا خوف دور کرنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اصابت رائے، عقل کی پختگی، ان کی فقاہت اور حق پر ان کی ثابت قدمی کی دلیل ہے۔

.....

ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورقہ نے تمام ماجرا سن کر کہا یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ جس شخص نے سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ ایک عیسائی عالم تھا، اور عیسائیوں پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت حجت ہو جائے۔

ناموس کا معنی ہے صاحب السر الخیر، جو شخص نیک باتوں میں راز دار ہو اور جاسوس کا معنی ہے صاحب السر الشر، جو شخص بری باتوں میں راز دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لیے ذکر کیا کہ تمام یہودی اور عیسائی ان کو نبی مانتے تھے، اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو بعض یہودی نبی نہیں مانتے تھے یا اس لیے کہ تورات کے احکام کی عیسائی بھی پیروی کرتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہما وسلم دونوں کلیم اللہ اور کثیر المعجزات تھے۔

آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟

حدیث نمبر ۳۱۴ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے:

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب التعبیر میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وحی کا آنا رک گیا حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے اور تحریر روایت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ آپ بار بار دوڑتے تاکہ آپ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں، اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود کو اس جگہ سے گرا دیں تو جبرائیل آپ کے سامنے آتے اور کہتے اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے رسول برحق ہیں، پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ لوٹ آتے، پھر جب وحی کا رکنا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے، پھر جبرائیل آپ کے سامنے آ گئے اور آپ سے اسی طرح کہا (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۴)

یہ حدیث معضل کی بلاغات میں سے ہے (یعنی یہ حدیث منقطع ہے) امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی، اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے، اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں معروف ہے۔ علاوہ ازیں اس کا محمل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب آپ نے جبرائیل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے، یا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قوم کی تکذیب کرنے سے آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فلعلك باخع نفسك على اثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفا۔ (کہف: ۶)

تو کہیں فرط غم سے ان کے پیچھے آپ جان دے بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

یا آپ کو یہ خوف ہوا کہ وحی کا رکنا کسی خاص سبب سے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرے اور غلبۂ خوف کی وجہ سے آپ نے اس اقدام کا ارادہ کیا، اور اس وقت تک شریعت میں خودکشی کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں پہنچی ہے، اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف معمر کا تفرد ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کو ذکر کیا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ عقیل کی روایت میں بھی ہے۔ امام بخاری نے معمر از زہری روایت کیا ہے کہ وحی رک گئی اور آپ غمگین ہو گئے یہ حدیث آخر تک بیان کی ہے، اور میرے نزدیک یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، کیونکہ ابونعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابوذرعہ (شیخ بخاری) سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے اسماعیلی نے بھی تخریج کی ہے کہ یہ اضافہ صرف معمر کی روایت میں ہے، امام احمد، امام مسلم، امام اسماعیلی، ابونعیم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر لیث سے روایت کیا ہے اور فیما بلغنا (وہ چیز جو ہمیں پہنچی ہے) کا قائل زہری ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہمیں پہنچی ہے وہ زہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے، (یعنی معمر کا یہ اضافہ منقطع ہے) علامہ کرمانی نے کہا یہی تقریر ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن معتمد پہلی تقریر ہے۔

شعبی کی مرسل روایت میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت دو سال تھی، لیکن امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وحی چند ایام کے لیے منقطع ہوئی تھی۔

امام اسماعیلی نے کہا ہے کہ بعض منکرین حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی نبوت میں شک کرتے، حتیٰ کہ اپنے خوف کی حضرت خدیجہ سے شکایت کرتے، اور ورقہ بن نوفل کی طرف رجوع کرتے، اور خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کرتے تاکہ خودکشی کر لیں، جیسا کہ معمر کی روایت میں ہے، اور اگر فرشتہ کو دیکھنے کے بعد بھی نبی علیہ السلام کے لیے شک کرنا جائز ہے تو جس نے فرشتے کو نہیں دیکھا اس کے لیے نبوت میں شک کرنا کیونکر ناجائز ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق میں سے کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بنیاد قائم کرتا ہے پھر اس کی تربیت کرتا ہے پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبعی تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپ سے غار حرا میں عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس اچانک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا، اسی لیے بشری تقاضے سے آپ گھبرائے اور وحشت زدہ ہوئے اور اس حالت میں آپ کے لیے غور و فکر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکلیہ زائل نہیں ہوتی، اس لیے جو واقعہ آپ کے لیے غیر مانوس تھا اس سے آپ کا گھبرانا اور وحشت زدہ ہونا باعث تعجب نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوئے تو آپ مانوس ہو گئے اور آپ کا دل جمعی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خدیجہ کے پاس

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۶-۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

گئے جن سے آپ مانوس تھے، اور ان کو سارا ماجرا سنایا، حضرت خدیجہ جو آپ کے اخلاق کریمہ اور اسوۂ حسنہ سے واقف تھیں، آپ کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور اچانک اس غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آپ کا گھبرانا اور خوف زدہ ہونا ان کے نزدیک غیر متوقع نہیں تھا، اس لیے آپ کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کے لیے وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں کیونکہ وہ صادق، عارف اور کتب قدیمہ کے عالم تھے، جب اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو اس نے حق کا اعتراف اور یقین کر لیا۔

پھر تاسیس نبوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ وحی کا رک جانا تھا تاکہ وحی کا حصول تدریجاً ہو اور آپ کو اس کی مشق ہو، وحی کا رک جانا آپ پر شاق گذرا کیونکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب نہیں کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اس کے بندوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے آپ غمزدہ ہوئے، پھر آپ آہستہ آہستہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے عادی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر شدہ فتوحات جاری کر دیں۔

باقی رہا یہ امر کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرانے کا ارادہ کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی آپ کو مشق نہیں تھی اور آپ کو یہ خدشہ تھا کہ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تمام لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔ [1]

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ یا منقطع ہے یا مدرج ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ شدہ حصہ صحیح نہیں ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معاصی اور معاصی کے ارادوں سے معصوم ہونا قطعیات میں سے ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ حدیث مشکوٰۃ المصابیح میں بھی صحیح بخاری کے حوالے سے مذکور ہے لیکن حیرت ہے کہ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح کرنے سے کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے آگے گذر گئے، اسی طرح ہمارے معاصر مولانا غلام رسول رضوی نے بھی تفہیم البخاری میں اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا!

انقطاع وحی کی مدت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

تاریخ احمد بن حنبل میں شعبی سے روایت ہے کہ وحی رک جانے کی مدت تین سال تھی، امام ابن اسحاق نے اسی پر وثوق کیا ہے، اور امام بیہقی نے یہ نقل کیا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بنا پر نبوت کی ابتداء چالیس سال مکمل ہونے کے بعد خوابوں سے ماہ ربیع الاول میں ہوئی، اور بیداری میں وحی رمضان میں واقع ہوئی، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال ہے، اس کا مطلب اقتدار اور یا یھا المدثر کی درمیانی مدت میں جبرائیل کا نہ آنا نہیں ہے بلکہ فقط قرآن مجید کا نزول متاخر ہو گیا تھا۔ پھر میں نے تاریخ امام احمد کو دیکھا تو اس میں شعبی سے یہ روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی، اور ابتدائی نبوت میں تین سال آپ کے ساتھ حضرت اسرافیل رہے، اور جب تین سال گذر گئے تو پھر آپ کے

۱۴۰۱ھ

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۱-۳۵۹، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور،

ساتھ حضرت جبرائیل رہے، پھر دس سال آپ کے اوپر قرآن مجید نازل ہوا، اور امام ابن ابی خیثمہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا، ابتدائی تین سال آپ حضرت اسرافیل کے سپرد تھے اس کے بعد آپ حضرت جبرائیل کے سپرد کیے گئے، امام واقدی نے اس مرسل روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فرشتوں میں سے صرف حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ رہے ہیں لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ اثبات روایت نافی پر مقدم ہوتی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت ڈھائی سال ہے اور ایک روایت میں یہ مدت چھ ماہ ہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت چند دن تھی۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحی کو روکنے میں حکمت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوتی تھی وہ دور ہو جائے اور وحی کے حصول کے لیے آپ کے دل میں شوق اور انتظار پیدا ہو۔ [2]

اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: نزول وحی کی کیفیت کو ٹھیک

ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اچانک اس صورت حال سے سابقہ آیا تھا، آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گذرا تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی، نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے لیے آپ متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا، آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنائے جانے کا کوئی تصور آپ کے حاشیہ خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غارِ حرا کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے وہی گھبراہٹ طاری ہوئی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہونی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو، یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب قسم کی تھی طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنھوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا، کیا واقعی میں نبی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ بارِ عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ [3]

اس عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو الگ رہا، سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد بھی حضور کو جبرائیل کا علم ہوا نہ وحی اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا!

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جس کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا۔ جو جبرائیل پہلی بار وحی لے کر آیا وہی جبرائیل اخیر وقت تک

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۹، مطبوعہ دارالکتاب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۹، مطبوعہ مطبع نیج کلار لکھنؤ

[3] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

وحی لاتا رہا جس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا، کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی، وہی حضور تھے، وہی جبرائیل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو، پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو؟.....!

پھر ایسے میں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الٰہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خدا و رسول اور اس شخص کو صاحب کتاب نبی مانیں۔

یاد رکھیے اگر ایک منٹ کے لیے بھی یہ تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو بعثت کا علم تھا، اس پر استدلال کرتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں:

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتٰب۔ (القصص: ۶۸)
"اور تم ہرگز اس کے امیدوار نہ تھے کہ تم پر کتاب نازل کی جائے۔"

ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ (الشوریٰ: ۵۲)
تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔ [1]

آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً سید مودودی صاحب قطعی الدلالۃ کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور کو نبوت کا علم نہیں تھا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے چنانچہ پہلی آیت کریمہ وما کنت ترجوا کی تفسیر میں حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد آپ کی اُمت ہے، یعنی آپ کی امت کو یہ توقع نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی، حضرت ابن عباس کی یہ روایت علامہ خازن نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن عباس الخطاب فی الظاھر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بہ اھل دینہ۔ [2]
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خطاب بظاہر حضور کو ہے اس سے مراد آپ کی امت ہیں۔

علامہ ابو البرکات نسفی حنفی نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے۔ [3]

---

[1] ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

[2] ۔ علامہ علاء الدین علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] ۔ علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالۃ نہیں ہے اور اس ظنیت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے۔ تب بھی مودودی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ مودودی صاحب نے آیت کا ایک اہم حصہ چھوڑ دیا جس سے پوری بات صاف ہو جاتی ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک۔ (القصص: ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

کانہ قیل وما القی الیک الکتاب الا رحمۃ من ربک ویمکن ایضا اجراؤہ علی ظاھرہ ای وما کنت ترجوا الا ان یرحمک اللہ برحمۃ فینعم علیک بذلک ای ما کنت ترجوا الا علی ھذا۔ [1]

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو، یعنی آپ کو صرف اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل فرمائے گا۔

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وابستہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی دعا سے نبوت ملی نہ حضرت یحییٰ و سلیمان علیہما السلام کی طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے سید مودودی صاحب نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان۔ (الشوریٰ: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

سید مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے، کیونکہ جب آپ کو ایمان کا علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا، علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے، اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کریم کا اجمالی علم حاصل تھا۔ [2]

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۴۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس آیت کے علماء نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں علمیت کی نفی کی گئی ہے اور درایت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بارے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا، رہا یہ کہ آپ پہلے سے نبی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس بارے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی، یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ واتیناہ الحکم صبیا۔ "اے یحییٰ! پوری قوت کے ساتھ کتاب لے لو اور ہم نے انھیں بچپن میں ہی نبوت دی۔" تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا ہوتے ہی نبوت مل سکتی ہے تو وہ کیونکر پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔ [1]

اور امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی تھی، فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔

شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں۔ سعیدی غفرلہ) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے، اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ ثبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے پڑھنے لگے مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ [3]

اس بحث کے آخیر میں ہم بڑے رنج اور کرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۷، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی

میں سید مودودی کی یہ رائے پیش کر رہے ہیں:

"پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس چیز کی مدتوں سے تمنا تھی وہ مل گئی بلو اب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی ندرانے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔ [1]

گویا سید مودودی کے نزدیک "نبوت" پیری کی دکان کے مترادف ہے!! نعوذ باللہ من تلک الخرافات۔

بَابُ الْاِسْرَاءِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمٰوٰتِ وَفَرْضِ الصَّلَوَاتِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان

۳۱۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَآبَّةٌ اَبْيَضُ طَوِيْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ يَضَعُ حَافِرَهٗ عِنْدَ مُنْتَهٰى طَرْفِهٖ قَالَ فَرَكِبْتُهٗ حَتّٰى اَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ قَالَ فَرَبَطْتُهٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِيْ يَرْبِطُ بِهَا الْاَنْبِيَآءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِنَآءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَآءٍ مِّنْ لَبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِيْلُ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ قَالَ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيْلَ مَنْ اَنْتَ قَالَ جِبْرِيْلُ قِيْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ اِلَيْهِ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا فَاِذَا اَنَا بِاٰدَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَحَّبَ بِيْ وَدَعَا لِيْ بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَى السَّمَآءِ الثَّانِيَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک لمبے قد اور سفید رنگ کا چوپایہ تھا، گدھے سے بڑا اور خچر سے کم تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا۔ اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعات پڑھ کر باہر آیا۔ جبرائیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرئیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرورِ عالم ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۹ء

السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِابْنَيِ الْخَالَةِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمَا فَرَحَّبَا بِي وَدَعَوَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُفَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْرَ الْحُسْنِ قَالَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ

کہا اور دعا دی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! انھیں بلایا گیا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دو خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی، ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہمیں تیسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا ہے! کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے۔ حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل! پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا، اور میری حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے بارے میں فرمایا ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے" پھر ہم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا

بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْنِدًا ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَإِذَا هُوَ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ ذُهِبَ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَإِذَا وَرَقُهَا كَآذَانِ الْفِيَلَةِ وَإِذَا ثَمَرُهَا كَالْقِلَالِ قَالَ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ مَا غَشِيَ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللّٰهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْعَتَهَا مِنْ حُسْنِهَا فَأَوْحَى إِلَيَّ مَا أَوْحَى فَفَرَضَ عَلَيَّ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ صَلَاةً فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ

کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعا دی پھر ہم کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا کون ہے کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے ٹیک لگائے، موجود تھے اور اس بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہو آئے، اس کو دوبارہ موقع نہیں ملتا، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہیٰ (بیری کا درخت) پر لے گئے جس کے پتے ہاتھی کے کان اور پھل مٹکوں کے برابر تھے، اور وہ درخت اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس کی خوبصورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں، حضرت موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف

ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُمْ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى رَبِّي فَقُلْتُ يَا رَبِّ خَفِّفْ عَلَى أُمَّتِي فَحَطَّ عَنِّي خَمْسًا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقُلْتُ حَطَّ عَنِّي خَمْسًا قَالَ إِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذٰلِكَ فَارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ قَالَ فَلَمْ أَزَلْ أَرْجِعُ بَيْنَ رَبِّي تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَبَيْنَ مُوسَى حَتَّى قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لِكُلِّ صَلَوٰةٍ عَشْرٌ فَذٰلِكَ خَمْسُونَ صَلَوٰةً وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا لَمْ تُكْتَبْ شَيْئًا فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ سَيِّئَةً وَاحِدَةً قَالَ فَنَزَلْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى مُوسَى فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ قَدْ رَاجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ۔

کا سوال کیجئے! کیونکہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی، میں اس آزمائش میں پڑ کر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں، میں اپنے رب کے پاس لوٹا اور کہا اے میرے رب! میری امت پر کچھ تخفیف فرما، اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی جائیے جا کر تخفیف کا سوال کیجئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا رہا پانچ نمازیں کم کر دیتا اور موسیٰ علیہ السلام پھر تخفیف کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے، یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! دن اور رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز کا دس گنا اجر ہوگا، پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی، اور جو شخص نیک کام کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام نہ کرے اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اگر وہ اس نیکی کو کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص برے کام کا قصد کرے اور وہ برا کام نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جائے گا، اور اگر برا کام کرے گا تو اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کو ان احکام کی خبر دی، انھوں نے پھر کہا اپنے رب کے پاس جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کہا میں نے بار بار اپنے رب کے پاس درخواست کی، اور اب مجھے حیا آتی ہے۔

۳۲۰۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے فرشتے زمزم پر لے گئے میرا سینہ چاک کیا اور زمزم کے پانی سے دھویا، پھر مجھے چھوڑ دیا۔

أُتِيتُ فَانْطَلَقُوا بِي إِلَى زَمْزَمَ قَالَ قَتَادَةُ عَنْ صَدْرِهِ
ثُمَّ غُسِلَ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ أُنْزِلْتُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرئیل آئے اور آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیر کر دل نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا، پھر دل کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھ دیا، یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑتے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ) کے پاس گئے۔ اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر سب دوڑ کر حضور کے پاس آئے اور دیکھا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سینہ پر اس سلائی کے نشانات دیکھے تھے۔

۳۲۲۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ ثَنَا
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ
قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُنَا عَنْ لَيْلَةِ
أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
مِنْ مَسْجِدِ الْكَعْبَةِ أَنَّهُ جَاءَهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قَبْلَ
أَنْ يُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ ثَابِتٍ
الْبُنَانِيِّ وَقَدَّمَ فِيهِ شَيْئًا وَأَخَّرَ وَزَادَ وَنَقَصَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شب معراج کا ذکر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وحی آنے سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سو رہے تھے، اس وقت آپ کے پاس تین فرشتے آئے۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن بعض عبارات میں تقدیم اور تاخیر اور کمی اور زیادتی ہے۔

۳۲۳۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ
أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ
شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يُحَدِّثُ
أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن دنوں میں مکہ میں تھا میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرئیل علیہ السلام اترے اور انھوں نے میرا سینہ چاک

فُرِجَ سَقْفُ بَيْتِي وَأَنَا بِمَكَّةَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَرَجَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَإِيمَانًا فَأَفْرَغَهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي فَعَرَجَ بِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا افْتَحْ قَالَ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا جِبْرِيلُ قِيلَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِيَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ نَعَمْ فَافْتَحْ فَفَتَحَ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا فَإِذَا رَجُلٌ عَنْ يَمِينِهِ أَسْوِدَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَسْوِدَةٌ قَالَ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا آدَمُ وَهَذِهِ الْأَسْوِدَةُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ نَسَمُ بَنِيهِ فَأَهْلُ الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوِدَةُ الَّتِي عَنْ شِمَالِهِ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ يَمِينِهِ ضَحِكَ وَإِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهِ بَكَى قَالَ ثُمَّ عَرَجَ بِي جِبْرِيلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ لَهُ خَازِنُهَا مِثْلَ مَا قَالَ خَازِنُ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَفَتَحَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَكَرَ أَنَّهُ وَجَدَ فِي السَّمَوَاتِ آدَمَ وَإِدْرِيسَ وَعِيسَى وَمُوسَى وَإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَمْ يُثْبِتْ كَيْفَ مَنَازِلُ لَهُمْ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّهُ قَدْ وَجَدَ آدَمَ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِبْرَاهِيمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جِبْرِيلُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِإِدْرِيسَ

کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر ایک سونے کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے، پھر ایمان اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ جوڑ دیا، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟ کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بکثرت مخلوق تھی، وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے، انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید اے صالح بیٹے اور صالح نبی! میں نے جبرئیل سے کہا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو ہجوم ہے یہ ان کی اولاد ہے، دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں، اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان کے پہرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال جواب ہوئے جو پہلے آسمان کے پہرہ دار سے ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہوئی اور یہ نہیں بتلایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے اور چھٹے

قَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ
قَالَ ثُمَّ مَرَّ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِدْرِيسُ
قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِمُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا مُوسٰى قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ
بِعِيسٰى فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالْأَخِ
الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا عِيسَى بْنُ
مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِإِبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا
بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ
مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ابْنُ
شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ
وَأَبَا حَبَّةَ الْأَنْصَارِيَّ كَانَا يَقُولَانِ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عُرِجَ
بِي حَتّٰى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوًى أَسْمَعُ فِيهِ صَرِيفَ
الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَزْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
فَفَرَضَ اللّٰهُ عَلٰى أُمَّتِي خَمْسِينَ صَلٰوةً
قَالَ فَرَجَعْتُ بِذٰلِكَ حَتّٰى أَمُرَّ بِمُوسٰى فَقَالَ
مُوسٰى مَاذَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلٰى أُمَّتِكَ قَالَ
قُلْتُ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسِينَ صَلٰوةً قَالَ لِي
مُوسٰى فَارْجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ
ذٰلِكَ فَقَالَ فَرَجَعْتُ رَبِّي فَوَضَعَ شَطْرَهَا
قَالَ فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخْبَرْتُهُ
قَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيقُ
ذٰلِكَ قَالَ فَرَاجَعْتُ رَبِّي فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ
وَهِيَ خَمْسُونَ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ قَالَ
فَرَجَعْتُ إِلٰى مُوسٰى فَقَالَ رَاجِعْ رَبَّكَ فَقُلْتُ
قَدِ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي
جِبْرِيلُ حَتّٰى نَأْتِيَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى فَغَشِيَهَا

آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور جب حضور کی حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ ادریس ہیں آپ نے فرمایا پھر میں ـــ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا، انھوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی کو خوش آمدید ہو، آپ نے فرمایا، میں نے کہا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے کو، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابوحبہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معراج کرائی گئی یہاں تک کہ میں مقام استواء پر پہنچا، وہاں میں نے قلموں کی آواز سنی اور انس بن مالک نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان نمازوں کو لے کر لوٹا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس جائیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے میں اپنے رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نمازیں کم کر دیں۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھیں بتلایا تو انھوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس جائیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کر دیں، اور فرمایا اجر پچاس کا ملے گا میرے قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، پھر جب میں حضرت موسیٰ کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس

اَلْوَانٌ لَا اَدْرِیْ مَا هِیَ قَالَ ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِیْهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ۔

جائیے، میں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے پھر جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے گئے جس پر ایسے ایسے عجیب وغریب رنگ چھائے ہوئے تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا جہاں موتیوں کے گنبد تھے اور جس کی مٹی مشک تھی۔

۳۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ لَعَلَّهٗ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ رَجُلٍ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَیْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَیْتِ بَیْنَ النَّآئِمِ وَالْیَقْظَانِ اِذْ سَمِعْتُ قَآئِلًا یَّقُوْلُ اَحَدُ الثَّلَاثَةِ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ فَاُتِیْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ فِیْهَا مِنْ مَّآءِ زَمْزَمَ فَشُرِحَ صَدْرِیْ اِلٰی كَذَا وَكَذَا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ لِلَّذِیْ مَعِیْ مَا یَعْنِیْ قَالَ اِلٰی اَسْفَلِ بَطْنِهٖ فَاسْتُخْرِجَ قَلْبِیْ فَغُسِلَ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ اُعِیْدَ مَكَانَهٗ ثُمَّ حُشِیَ اِیْمَانًا وَّحِكْمَةً ثُمَّ اُتِیْتُ بِدَآبَّةٍ اَبْیَضَ یُقَالُ لَهُ الْبُرَاقُ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ یَقَعُ خَطْوُهٗ عِنْدَ اَقْصٰی طَرْفِهٖ فَحُمِلْتُ عَلَیْهِ ثُمَّ انْطَلَقْتُ حَتّٰۤی اَتَیْنَا السَّمَآءَ الدُّنْیَا وَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ جِبْرِیْلُ قِیْلَ وَمَنْ مَّعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِیْلَ وَقَدْ بُعِثَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفُتِحَ لَنَا فَقَالَ مَرْحَبًا وَلَنِعْمَ الْمَجِیْٓءُ جَآءَ قَالَ فَاَتَیْنَا عَلٰۤی اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِقِصَّتِهٖ وَذَكَرَ اَنَّهٗ لَقِیَ فِی السَّمَآءِ

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا اتنے میں میں نے سنا ایک شخص نے کہا یہ دو آدمیوں کے درمیان تیسرا شخص ہے پھر وہ مجھے لے گئے، اس کے بعد میرے پاس ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں زمزم کا پانی تھا۔ میرا یہاں سے یہاں تک سینہ چیرا گیا (انھوں نے بتایا کہ پیٹ کے نیچے تک سینہ چیرا گیا) پھر میرا دل نکال کر اس کو زمزم کے پانی سے دھو کر واپس اسی جگہ رکھ دیا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا میرے پاس ـــــ گدھے سے اونچا اور خچر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک جانور لایا گیا جس کا نام براق تھا جو انتہائی نظر پر قدم رکھتا تھا، مجھے اس پر سوار کرایا گیا، پھر ہم نے چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ خوش آمدید ہو بہتر بن آنے والے کو، حضور نے فرمایا پھر ہماری حضرت آدم سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد حدیث سابق کی طرح بیان ہے، اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے آسمان میں

الثَّانِيَةِ عِيسٰى وَيَحْيٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي الثَّالِثَةِ يُوسُفُ وَفِي الرَّابِعَةِ إِدْرِيسُ وَفِي الْخَامِسَةِ هَارُونُ قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى مُوسٰى فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ فَلَمَّا جَاوَزْتُهُ بَكٰى فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يَا رَبِّ هٰذَا غُلَامٌ بَعَثْتَهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِهِ الْجَنَّةَ أَكْثَرُ مِمَّا يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعَةَ أَنْهَارٍ يَخْرُجُ مِنْ أَصْلِهَا نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هٰذِهِ الْأَنْهَارُ قَالَ أَمَّا النَّهْرَانِ الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرَانِ فَالنِّيلُ وَالْفُرَاتُ ثُمَّ رُفِعَ لِي الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ أَحَدُهُمَا خَمْرٌ وَالْآخَرُ لَبَنٌ فَعُرِضَا عَلَيَّ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ أَصَابَ اللّٰهُ بِكَ أُمَّتَكَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسُونَ صَلٰوةً ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّتَهَا إِلٰى آخِرِ الْحَدِيثِ.

۳۲۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ اور تیسرے میں حضرت یوسف سے، چوتھے میں حضرت ادریس سے اور پانچویں میں حضرت ہارون سے اس کے بعد ہم آگے پہنچے اور چھٹے آسمان پر گئے، اور میری حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، آواز آئی تم کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا اے میرے رب اس نوجوان کو تو نے میرے بعد مبعوث کیا، اور میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کے زیادہ افراد جنت میں جائیں گے، حضور نے فرمایا ہم پھر آگے بڑھے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ نے چار نہریں دیکھیں جن کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں اور ظاہری نیل اور فرات ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبرائیل سے کہا یہ کیا ہے تو انھوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے، اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس سے نکلنے کے بعد وہ اس میں کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتے، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پا لیا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب تمہاری امت کو فطرت عطا کی پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت مالک بن صعصعہ کی روایت ذکر کی کہ میرے پاس سونے

مَالِكٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ فَاُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِّنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا فَشُقَّ مِنَ النَّحْرِ اِلٰى مَرَاقِ الْبَطْنِ فَغُسِلَ بِمَآءِ زَمْزَمَ ثُمَّ مُلِئَ حِكْمَةً وَّاِيْمَانًا۔

کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر سینہ کو پیٹ کے نیچے تک چیرا گیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔

۳۲۶۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُسْرِيَ بِهٖ فَقَالَ مُوْسٰى اٰدَمُ طُوَالٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَقَالَ عِيْسٰى جَعْدٌ مَّرْبُوْعٌ وَّذَكَرَ مَالِكًا خَازِنَ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ الدَّجَّالَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح لمبا قد تھا اور گندم گوں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا متوسط قد تھا اور جسم گٹھا ہوا تھا اور آپ نے جہنم کے خازن اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔

۳۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى مُوْسٰى بْنِ عِمْرَانَ رَجُلٌ اٰدَمُ طُوَالٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسٰى بْنَ مَرْيَمَ مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّاْسِ وَرَاَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ قَالَ كَانَ قَتَادَةُ يُفَسِّرُهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ لَقِيَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس سے گذرا۔ ان کا قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح لمبا قد تھا، گندم گوں رنگ گھنگریالے بال تھے، اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کا قد متوسط رنگ سرخ مائل بہ سفیدی اور بال سیدھے تھے اور آپ کو جو نشانیاں دکھائی گئیں۔ ان میں جہنم کا داروغہ مالک اور دجال تھا پس تم اس سے ملاقات میں شک نہ کرنا۔

۳۲۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَّسُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ نَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِيْ هِنْدٍ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وادی ازرق سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا یہ کون سی

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْأَزْرَقِ فَقَالَ أَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَابِطًا مِنَ الثَّنِيَّةِ وَلَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ أَتَى عَلَى ثَنِيَّةِ هَرْشَى فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهِ قَالُوا ثَنِيَّةُ هَرْشَى قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ جَعْدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ خُلْبَةٌ وَهُوَ يُلَبِّي قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي حَدِيثِهِ قَالَ هُشَيْمٌ يَعْنِي لِيفًا۔

وادی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے اللّٰھم لبیک کہہ رہے ہیں، پھر آپ ہرشے کی وادی پر آئے۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ہرشی کی وادی ہے۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقت ور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللّٰھم لبیک کہہ رہے ہیں۔

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ أَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوا وَادِي الْأَزْرَقِ قَالَ فَقَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهِ وَشَعْرِهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ دَاوُدُ وَاضِعًا إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ لَهُ جُؤَارٌ إِلَى اللهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِي قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ أَيُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهِ قَالُوا هَرْشَى أَوْ لِفْتٌ فَقَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوفٍ خِطَامُ نَاقَتِهِ لِيفٌ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِي مُلَبِّيًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان کی ایک وادی کے پاس سے گذرے آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے۔ صحابہ نے کہا وادی ازرق ہے، آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان کا رنگ اور بالوں کی کیفیت بیان کی جو راوی کو یاد نہیں رہی، اور فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی ہوئی ہیں اور وہ اللّٰھم لبیک کی صدائیں لگاتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم نے پھر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک اور وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا یہ کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا ہرشی یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے ایک اونی جبہ پہنا ہوا ہے اور وہ اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔

۳۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ

مجاہد سے روایت ہے ہم حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو دجال کا ذکر چھڑ گیا، مجاہد نے کہا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث نہیں سنی،

بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمْ أَسْمَعْهُ قَالَ ذَاكَ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَانْظُرُوا إِلٰى صَاحِبِكُمْ وَأَمَّا مُوسٰى فَرَجُلٌ آدَمُ جَعْدٌ عَلٰى جَمَلٍ أَحْمَرَ مَخْطُومٍ بِخُلْبَةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذَا انْحَدَرَ فِي الْوَادِي يُلَبِّي۔

انھوں نے کہا اسی طرح ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے پیغمبر سے مشابہ ہیں اور گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان کا گندمی رنگ ہے گھنگریالے بال ہیں، وہ سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے جب وہ وادی میں اترتے ہیں تو اللھم لبیک کہتے ہیں۔

---

۳۳۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسٰى ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ دِحْيَةُ بْنُ خَلِيفَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے گئے میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ان سے تمہارے پیغمبر بہت مشابہ ہیں اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان سے دحیہ کلبی بہت مشابہ ہیں اور ایک روایت میں دحیہ بن خلیفہ ہے۔

---

۳۳۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ عَبْدٌ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُسْرِيَ بِي لَقِيتُ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسِبْتُهُ قَالَ مُضْطَرِبٌ رَجِلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ قَالَ وَلَقِيتُ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَنَعَتَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِذَا رَبْعَةٌ أَحْمَرُ كَأَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيمَاسٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میری حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضور نے فرمایا کہ وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ دبلا پتلا جسم اور بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور فرمایا میری عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کا متوسط قد اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تر و تازہ تھے گویا ابھی ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دو پیالے لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب

يَعْنِي الْحَمَّامَ قَالَ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَنَا أَشْبَهُ وَلَدِهِ بِهِ قَالَ فَأُتِيتُ بِإِنَاءَيْنِ فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْآخَرِ خَمْرٌ فَقِيلَ لِي خُذْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ هُدِيتَ الْفِطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ۔

تھی، مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو، میں نے دودھ لے کر پی لیا، فرشتہ نے مجھ سے کہا آپ نے فطرت کو پا لیا، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرَانِي لَيْلَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا آدَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ الرِّجَالِ مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَاءً مُتَّكِئًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ أَعْوَرِ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ بِابْنِ قَطَنٍ طَافِيَةٌ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا، مجھے گندمی رنگ کا ایک انتہائی حسین شخص نظر آیا جس کے بہت خوبصورت بال تھے جن میں کنگھی کی ہوئی تھی اور وہ کانوں کی لو تک آتے تھے، ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ شخص دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، پھر میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے اور دائیں آنکھ کانی اور انگور کی طرح ابھری ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا مسیح دجال ہے۔

۳۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا إِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَانِي اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ آدَمُ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنْ أُدْمِ الرِّجَالِ تَضْرِبُ لِمَّتُهُ بَيْنَ مَنْكِبَيْهِ رَجِلُ الشَّعْرِ يَقْطُرُ رَأْسُهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے اور یاد رکھنا کہ مسیح دجال کی دائیں آنکھ کانی اور ابھری ہوئی ہوگی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا۔ مجھے گندمی رنگ کے ایک انتہائی حسین شخص نظر آئے جنھوں نے بالوں میں کنگھی کی ہوئی تھی اور ان کے بال کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے، اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے

مَاءً وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا جَعْدًا قَطَطًا أَعْوَرَ عَيْنِ الْيُمْنٰى كَأَشْبَهِ مَنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا مسیح ابن مریم ہیں، اور میں نے ان کے پیچھے ایک شخص دیکھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے، اس کی دائیں آنکھ کانی تھی وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي نَا حَنْظَلَةُ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عِنْدَ الْكَعْبَةِ رَجُلًا آدَمَ سَبْطَ الرَّأْسِ وَاضِعًا يَدَيْهِ عَلَى رَجُلَيْنِ يَسْكُبُ رَأْسُهُ أَوْ يُقْطَرُ رَأْسُهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَوِ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَرَاءَهُ رَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدَ الرَّأْسِ أَعْوَرَ الْعَيْنِ الْيُمْنٰى أَشْبَهَ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ ابْنُ قَطَنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ الدَّجَّالُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم یا مسیح ابن مریم علیہ السلام ہیں (راوی کو یاد نہیں آپ نے کون سا لفظ کہا تھا) پھر میں نے ان کے بعد سرخ رنگ کا ایک ایسا شخص تھا جس کے سخت گھنگریالے بال تھے اس کی دائیں آنکھ کانی تھی اور وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

۳۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ لِي بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ أُخْبِرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے (میرے دعویٰ معراج کو) جھٹلایا اس وقت میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس مجھ پر منکشف کر دیا اور میں اسے دیکھ دیکھ کر کفار کو اس کی نشانیاں بتلا رہا تھا۔

۳۳۷۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں،

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بَيْنَمَا اَنَا نَائِمٌ رَاَيْتُنِيْ اَطُوْفُ بِالْكَعْبَةِ فَاِذَا رَجُلٌ اٰدَمُ سَبْطُ الشَّعْرِ بَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ رَاْسُهٗ مَاءً اَوْ يُهْرَاقُ رَاْسُهٗ مَاءً قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ اَلْتَفِتُ فَاِذَا رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ الْعَيْنِ كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوا الدَّجَّالُ اَقْرَبُ النَّاسِ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ۔

اور میں نے گندمی رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پہ ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے سرخ رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کا گٹھا ہوا جسم تھا۔ بال سخت گھنگریالے تھے اس کی آنکھ کانی اور انگور کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ دجال ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہ ہے۔

۳۳۸۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ الْمُثَنّٰى ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْاَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَاَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ مَا يَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ بِهٖ وَقَدْ رَاَيْتُنِيْ فِيْ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِذَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ كَاَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَاِذَا عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ الثَّقَفِيُّ وَاِذَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَائِمٌ يُصَلِّيْ اَشْبَهُ النَّاسِ بِهٖ صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَحَانَتِ الصَّلٰوةُ فَاَمَمْتُهُمْ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو گروہ انبیاء میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے بالوں والے تھے اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود ثقفی ان سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور تمہارے پیغمبر ان کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر نماز کا وقت آیا،

الصَّلٰوةِ قَالَ لِي قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هٰذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ۔

اور میں ان سب کا امام ہوا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک ہیں جو جہنم کے داروغہ ہیں انھیں سلام کیجئے، میں ان کی طرف متوجہ ہوا تو انھوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا أَبُو أُسَامَةَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَذُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي نَا مَالِكُ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ طَلْحَةَ ـــــ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ انْتُهِيَ بِهِ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَهِيَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُهْبَطُ بِهِ مِنْ فَوْقِهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى قَالَ فَرَاشٌ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأُعْطِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا أُعْطِيَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأُعْطِيَ خَوَاتِيمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ مِنْ أُمَّتِهِ شَيْئًا الْمُقْحِمَاتِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ کو سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جاکر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آکر رک جاتی ہیں، پھر انھیں وصول کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے بھی ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے، حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے لیے تمام گناہوں کی معافی۔

معراج کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
معراج اور معرج کا معنی ہے سیڑھی، یا سیڑھی کے ڈنڈے کی اس مشابہ چیز کو معراج کہتے ہیں جس کو پکڑ کر رسیاں چڑھتی ہیں اور معرج اس راستہ کو کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں، اس کی جمع معارج ہے۔ [1]

معراج کا اصطلاحی معنی علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیداری میں اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں تک جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج ہے اور یہ حق اور احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، حتی کہ اس کا منکر مبتدع ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شگاف نہیں ہو سکتا

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

قدیم فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگاف ہوسکتا ہے تو تمام اجسام میں شگاف ہوسکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے۔

معراج کی تعریف میں بیداری کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ معراج منامی (نیند کا واقعہ) تھی، کیونکہ جب حضرت معاویہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ اچھا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا جسم معراج کی رات گم نہیں ہوا، اور قرآن مجید میں ہے:

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنة للناس۔ (بنی اسرائیل: ۶۰)

اور ہم نے جو جلوہ (شب معراج) آپ کو دکھایا تھا وہ صرف لوگوں کے لیے آزمائش تھا۔

ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ الرؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ تھا اور یہ جسمانی معراج تھی، کیونکہ اگر معراج کا یہ واقعہ خواب میں ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو اس کا اس قدر شدت سے انکار نہ کیا جاتا حالانکہ کافروں نے واقعہ معراج کا بہت شدت سے انکار کیا، بلکہ بعض مسلمان اس وجہ سے مرتد ہوگئے۔

معراج کی تعریف میں آسمانوں تک کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جو کہتے ہیں کہ بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک ہوئی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور یہ جو کہا ہے کہ "جہاں تک اللہ نے چاہا" اس میں متقدمین کے مختلف اقوال کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا معراج جنت تک ہوئی، بعض نے کہا عرش تک، بعض نے کہا فوق العرش تک، بعض نے کہا طرف العالم تک، اسراء (رات کو جانا) قطعی ہے، یعنی بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور معراج زمین سے آسمان تک جانا ہے، یہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے، اور آسمان سے جنت تک یا عرش تک یا اس سے بھی آگے تک جانا اخبار احاد سے ثابت ہے، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔[1]

شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کے مذاہب

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں: شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق علماء امت کے چار قول ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت باری کا انکار کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ سے سوال کیا: آیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہارے اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۵-۱۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، مسروق نے کہا: پھر اس آیت کا کیا جواب ہے؟

ثم دنی فتدلی ۰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ (نجم: ۷-۸)

پھر وہ زیادہ قریب ہو گیا، دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا ان آیات میں جبرائیل کا حضور سے قریب ہونا مراد ہے پہلے جبرائیل آپ کے پاس انسانی شکل میں آتا تھا اس مرتبہ وہ اپنی اصلی شکل میں آپ کے پاس آیا اور اس نے افق کو بھر لیا۔

۲۔ حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن میں نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس کا مشہور اور امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے۔ حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب کو بالمشافہ دیکھا ہے۔

۴۔ سعید بن جبیر کی رائے یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔ [1]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، علامہ پرہاروی نے حضرت عائشہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کی شرح میں ہم اس کو تفصیل اور تحقیق سے بیان کریں گے۔

سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا ط انہ ھو السمیع البصیر۔ (بنی اسرائیل: ۱)

وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (خاص) بندے کو رات کے تھوڑے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے اردگرد ہم نے بہت برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اس (عبد خاص) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سننے والا ہے، وہی دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو بیان کیا گیا ہے، سفر نامہ میں سات چیزوں کا بیان ضروری ہوتا ہے (۱) سفر کس نے کرایا (۲) سفر کس نے کیا (۳) سفر کہاں سے کیا (۴) سفر کہاں تک کیا، (۵) سفر رات میں ہوا یا دن میں؟ (۶) سفر کتنی دیر میں کیا (۷) سفر کس لیے کیا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غایت اعجاز کے ساتھ ان سات چیزوں کو ذکر فرما دیا۔ سفر کس نے کرایا؟ فرمایا سبحان نے، سفر کس نے کیا؟ فرمایا اس کے عبد خاص نے، سفر کہاں سے کیا؟ فرمایا من المسجد الحرام، مسجد حرام سے، سفر کہاں تک کیا؟ فرمایا الی المسجد الاقصیٰ

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۷۵-۴۷۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

مسجد اقصیٰ تک، سفر کس وقت ہوا؟ فرمایا اسریٰ راتوں رات لے گیا، سفر کتنی دیر میں ہوا؟ فرمایا لیلاً رات کے ایک قلیل لمحہ میں، اور سفر کس لیے کرایا فرمایا لنریہ من آیاتنا تاکہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔

عموماً بڑے افسر سفر کریں تو ان کے ماتحت اس سفر کو بیان کرتے ہیں، وزراء سفر کریں تو ان کے ساتھ صحافی ہوتے ہیں جو اس سفر کو بیان کرتے ہیں، اور مالک سفر کرے تو اس کا خادم اس سفر کی حکایتیں بیان کرتا ہے اور یہاں طرفہ تماشا یہ ہے کہ سفر بندے نے کیا ہے اور بیان اس کا مولیٰ کر رہا ہے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ کوئی تھا نہیں، اگر صحابہ کرام میں سے کوئی آپ کے ساتھ ہوتا تو وہ اس سفر کی تمام جزئیات کو بڑے کیف اور وجد کے ساتھ بیان کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اے محبوب! آپ کے اس سفر کو میرے علاوہ اور کوئی پوری طرح نہیں جانتا، اس لیے میرے سوا اس کو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا! اگر یہ کہا جائے کہ جبرائیل تو آپ کے ساتھ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پورے سفر میں وہ بھی ساتھ نہیں رہے، سدرۃ المنتہیٰ پر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے ؎

بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندیم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

لفظ سبحان کے اسرار رات کے ایک قلیل لمحہ میں اتنی عظیم الشان سیر کرا کر واپس لے آنا عادۃً محال تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ مخلوق کے لیے تو یہ محال ہے اگر خالق کے لیے بھی یہ محال ہو تو یہ خالق کے لیے نقص اور عیب ہوگا اور خالق سبحان ہے یعنی ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اس لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان ذکر کر کے واقعہ معراج کو ثابت کر دیا!

اور بعض نے یہ کہا کہ الذی اسم موصول ہے اور اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی معرفت کی دلیل ہوتا ہے اور اس کا مابعد، ماقبل سے زیادہ معروف اور زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی ملک کے صدر سے پاکستان کے سفیر کا تعارف کرائے اور کہے کہ یہ فلاں بن فلاں وہ ہے جو پاکستان کا سفیر ہے تو اب پاکستان چونکہ اس شخص کی بہ نسبت بہت زیادہ معروف اور مشہور ہے اور مخاطب پاکستان کو جانتا ہے تو وہ پاکستان کی وساطت سے اس شخص کو پہچان لے گا اور پاکستان کا سفیر ہونا اس فلاں بن فلاں کی معرفت کا ذریعہ بنا، اسی نہج پر جاننا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان ہے وہ جس نے اپنے عبد خاص کو معراج کرائی تو معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانا اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کی معرفت کا ذریعہ اور دلیل بنا، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے سبحان ہے اور ہمیشہ سبحان رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا ظہور تام اور معرفت کاملہ اس وقت ہوئی جب اللہ تعالیٰ رات کے ایک لمحہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی لمحہ میں پھر آپ کو عرش سے فرش پر واپس لے آیا، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان نہ ہوتا تو واقعہ معراج ثابت نہ ہوتا بلکہ درست یہ ہے کہ اگر واقعہ معراج نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا کامل ظہور نہ ہوتا!

اس سفر کے ذکر کی ابتداء سبحان سے کی اور سبحان اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر ہے، اور اس سفر کے ذکر کے آخر میں فرمایا انہ ھو السمیع البصیر۔ "بے شک وہ سمیع اور بصیر ہے"، اور سمیع اور بصیر بھی اللہ تعالیٰ

کی صفت اور اس کا ذکر ہے، سو اس سفر معراج کی ابتداء بھی اللہ کے ذکر سے ہوئی، اس کی انتہاء بھی اللہ کے ذکر پر ہوئی اور سفر معراج سے آپ نماز کا تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

مادی انسانوں نے ترقی کی اور ان کی معراج یہ ہے کہ یہ چاند پر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چاند پر بھی مٹی ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلے بہ طور سوغات وہاں سے لے کر آئے تو یہ مٹی سے چلے اور مٹی تک پہنچے اور جو لے کر آئے وہ بھی مٹی ہے، اور حضور اللہ کے ذکر سے چلے، اللہ کے ذکر تک پہنچے اور جو تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی معراج میں انسان مٹی سے آگے نہیں نکل سکتا، اور روحانی معراج میں مٹی سے بنا ہوا انسان خدا تک جا پہنچتا ہے!

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے ۔۔۔ یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

لفظ عبدہ کے اسرار اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گیا"، ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ یوں کیوں نہیں فرمایا: "سبحان ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا"، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جائے، اور یہ اللہ کے پاس سے آنے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا، اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

ان اللہ یبشرک بیحییٰ مصدقا بکلمۃ من اللہ وسیدا وحصورا۔ (آل عمران: ۳۹)

(اے زکریا) اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (عیسیٰ) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور سردار ہوں گے اور عورتوں سے بہت بچنے والے ہوں گے

حضرت یحییٰ کو سید کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت، سلطنت اور مالکیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سید یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائے گا تو یہ مجاز ہوگا، اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اپنے محبوب کا ذکر حقیقی وصف کے ساتھ کرے مجاز اور مستعار وصف کے ساتھ نہ کرے اور فضیلت حقیقی وصف میں ہے مجاز اور مستعار وصف میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہزاروں ہیں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا:

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب۔ (الکہف: ۱)

اللہ ہی کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

الیس اللہ بکاف عبدہ (زمر: ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟

فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ (نجم: ۱۰) سو اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان۔ (انفال: ۴۱) اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کلام) پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل کیا ہے

اور جب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اضافت آپ کی طرف کرتا ہے:

واذ قال ربک للملئکۃ۔ (بقرہ: ۳۰) (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا،

واذکر ربک کثیرا۔ (آل عمران: ۴۱) اپنے رب کا ذکر بکثرت کیجئے

فلا وربک۔ (نساء: ۶۵) قسم ہے آپ کے رب کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرمایا کہ پیارے تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

علامہ آلوسی نے ولکل وجھۃ ھو موليھا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے، مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانیین کا قبلہ کرسی ہے، کروبیین کا قبلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے نبیوں کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ [1]

قبلہ مرکز توجہ اور محور التفات کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف ملتفت رہتا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت فرماتا ہے۔

سفر معراج کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وصف عبدیت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بھی بتلانا مقصود تھا کہ آپ کو معراج کی یہ عظیم فضیلت یہ بلند مرتبہ اور عظیم مقام آپ کی عبدیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو شخص اللہ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو سر بلند کرتا ہے اور اس میں عیسائیوں کا رد ہے، انھوں نے حضرت عیسیٰ کے عبد ہونے کو باعث عار سمجھا اور انھیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ عبد ہونا باعث ننگ و عار نہیں ہے، انسان کو جو عظمتیں اور رفعتیں ملتی ہیں وہ اس کے عبد ہونے سے ملتی ہیں، نیز اس میں یہ بتلانا ہے کہ معراج کے اس عظیم الشان کمال کے حاصل ہونے کے باوجود آپ عبد ہیں، خدا نہیں ہیں، جب کہ عیسائیوں نے اس سے کم درجہ کے کمال کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا کہہ دیا تھا اس لیے مسلمان اس کمال کی وجہ سے آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائیں۔

عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر کیا جاتا ہے، فقط روح پر عرب کی لغت اور محاورات میں عبد کا اطلاق نہیں

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کیا جاتا، سو سفر معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عبد کا ذکر کر کے یہ بیان فرما دیا کہ یہ معراج جسمانی تھی روحانی معراج نہیں تھی۔

لفظ اسریٰ کے اسرار اسراء کے معنی ہیں کسی شخص کو بیداری میں رات کے وقت لے جانا، اگر کسی شخص کو خواب میں کوئی کسی جگہ لے جائے تو اسی کو لغت عرب اور اس کے محاورات میں اسراء نہیں کہتے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا بروح عبدہ اور بعبدہ نہ فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ نظر ایک طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔

(نجم: ۱۷)

سورۂ نجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور آپ سے حضرت اُمّ ہانی یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابوبکر کی تصدیق کرنے میں کوئی فضیلت ہوتی، اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور نیند میں جو واقعہ ہو اس کے لیے اسریٰ نہیں کہا جاتا۔ [1]

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اسریٰ "اللہ آپ کو لے گیا"، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر آئے۔

(اعراف: ۱۴۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وقال انی ذاهب الی ربی۔ اور ابراہیم نے فرمایا: بے شک میں تو اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں۔

(صٰفّٰت: ۹۹)

حضرت موسیٰ از خود آئے، حضرت ابراہیم از خود گئے اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ لے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

معراج کے متعلق سورۂ والنجم کی آیات

والنجم اذا هوی ۔ ما ضل صاحبکم و روشن ستارے (حضرت محمد) کی قسم، جب وہ

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۰۹ - ۲۰۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

غوٰی ۰ وما ینطق عن الھوٰی ۰ ان ھو الا وحی یوحی ۰ علمہ شدید القوی ۰ ذو مرۃ فاستوی ۰ وھو بالافق الاعلی ۰ ثم دنی فتدلی ۰ فکان قاب قوسین او ادنی ۰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی ۰ ما کذب الفؤاد ما رای ۰ افتمرونہ علی ما یری ۰ ولقد راٰہ نزلۃ اخری ۰ عند سدرۃ المنتھی ۰ عندھا جنۃ الماوی ۰ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی ۰ ما زاغ البصر وما طغی ۰ لقد رای من اٰیٰت ربہ الکبری ۰

(النجم، ۱ تا ۱۸)

(شب معراج، عرش سے زمین پر) اترے تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے، اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، ان کا کلام صرف وہ (وحی) ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انھیں (اللہ) سخت قوتوں والے نے سکھایا، بہت زبردست نے، پھر انھوں نے (حضرت محمد نے بلندیوں کا) قصد کیا۔ درآں حالیکہ وہ (حضرت محمد) سب سے اونچے کنارے (دائرہ امکان کے منتہی) پر تھے، پھر اللہ (حضرت محمد سے) قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا تو (حضرت محمد اپنے رب سے) دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، تو اللہ نے وحی فرمائی اپنے عبد مقدس کو جو وحی فرمائی (حضرت محمد کے) دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟ اور بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہی کے نزدیک دیکھا، اس (سدرہ) کے پاس جنت الماوی ہے، جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس عظیم چیز نے جس نے ڈھانپ لیا، نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی، بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

والنجم اذا ھوی کے اسرار والنجم میں واؤ قسمیہ ہے اس کا معنی ہے نجم کی قسم، نجم کے چار معانی ہیں۔ (۱) ثریا (۲) ستارہ (۳) نباتات، سبزہ (۴) قسط اور حصہ یعنی قرآن مجید کے اجزاء۔ امام رازی نے کہا نجم سے مراد حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ نجم کے چاروں معانی آپ میں بہ وجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر نجم سے مراد ثریا ہو (ثریا ان سات ستاروں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں ان کو سات ستاروں کا جھمکا بھی کہتے ہیں) تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثریا کی ایک واضح علامت ہے جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور ثریا ہر شخص پر ظاہر اور منکشف ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے بکثرت اور واضح معجزات کی وجہ سے دوسرے انبیاء اور رسل سے ممتاز ہیں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم کھائی، نیز جب صبح کے وقت ثریا کا مشرق سے ظہور ہوتا ہے تو پھل پک جاتے ہیں

اور جب عشاء کے وقت خریف کے آخر میں اس کا ظہور ہوتا ہے تو امراض منتقل ہو جاتے ہیں، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو شکوک کے بادل چھٹ گئے اور امراض قلبیہ دور ہو گئے، اور علم اور حکمت کے پھل پک کر تیار ہو گئے۔

۲۔ اور اگر نجم سے مراد ستارہ ہو تو ستارہ سے تمام دنیا کے جنگلوں اور سمندروں میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی تمام کائنات کو ہدایت حاصل ہوتی ہے، نیز شہاب ثاقب (ٹوٹے ہوئے ستارے) سے شیاطین کو بھگایا جاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی شیاطین بھاگتے ہیں۔

۳۔ اگر نجم سے مراد نباتات ہو تو نبات سے جسمانی قوتوں کی اصلاح اور نشوونما ہوتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت اور رسالت سے روحوں کی اصلاح اور تقویت کی۔

۴۔ اور اگر نجم سے مراد قرآن مجید کے اجزاء ہوں تو قرآن مجید حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل اور معجزہ ہے اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن ناطق ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا والنجم سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور اذا هوىٰ سے مراد یہ ہے جب آپ شب معراج آسمان سے اترے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اذا هوىٰ سے مراد یہ ہو کہ اس شب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انتہاء مکان تک صعود اور عروج کیا۔ [2]

ثُمَّ دَنَىٰ فَتَدَلَّىٰ کے اسرار

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت حسن بصری نے ثم دنیٰ فتدلی کی ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں، اسی طرح ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ میں ضمیر منصوب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہے اور حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا یہ معنی بیان کرتے تھے کہ اللہ سبحانہ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام اور مرتبہ بہت بلند ہو گیا اور فتدلی کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو بالکلیہ جانب قدس کی طرف کھینچ لیا، اسی مقام کو فنا فی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ [3]

ثم دنیٰ فتدلی کی ضمیروں کے مرجع میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے یہ ضمیریں جبرائیل کی طرف لوٹائی ہیں، یعنی حضرت جبرائیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ ضمیریں لوٹائی ہیں اور یہ معنی کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبرائیل کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے قریب ہوئے پھر اور زیادہ قریب ہوئے، اور بعض مفسرین نے یہ ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، ہمارے نزدیک یہی معنی راجح ہے جیسا کہ علامہ آلوسی

---

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۶۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] " " " " روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۲، " " "

نے حسن بصری سے نقل کیا ہے اور حدیث صحیح میں بھی اسی معنی کا ذکر ہے۔
امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

حتی جاء سدرۃ المنتھی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی فاوحی اللہ الیہ فیما یوحی اللہ خمسین صلوٰۃ علی امتک کل یوم ولیلۃ۔ [1]

حتیٰ کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور رب العزت جبار آپ کے قریب ہوا پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف جو وحی کرنا تھا اس نے آپ کی طرف وحی کی، اور آپ کی اُمت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

حکی مکی وماوردی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ھو الرب دنا من محمد فتدلی الیہ ای امرہ وحکمہ وحکی النقاش عن الحسن قال دنا من عبدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتدلی فقرب منہ فاراہ ما شاء ان یریہ من قدرتہ وعظمتہ۔ [2]

امام مکی اور امام ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام ابن جریر طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے) کہ رب العزت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا (یعنی آپ پر وصف قرب کی تجلی فرمائی) اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا، اور نقاش نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب العزت اپنے بندہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (یعنی آپ پر زیادہ توجہ کی اور زیادہ انعام فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ کو اپنی قدرت اور عظمت سے دکھایا۔

نیز قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اس کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا ہے، یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق سے نقل کیا ہے کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپ کی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب اور اپنی قدرت

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفا ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

کے اسرار کا مشاہدہ کرایا، اور اللہ تعالیٰ جو بھی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ثنا و جمیل کی، آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا، اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا، اور اس آیت میں اس طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے"، اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل، احسان اور انعام نازل ہوتا ہے، علامہ واسطی نے کہا کہ جس نے یہ وہم کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہٖ نزدیک ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، اور مکان اور مسافت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے قرب ہے نہ بعد۔

فکان قاب قوسین کے اسرار

قاب قوسین او ادنیٰ "وہ دو کمانوں کے برابر نزدیک ہوا یا اس سے بھی زیادہ" جب اس کی ضمیر حضرت جبرائیل کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہے، اور اس نے آپ کو اپنی معرفت سے حظ وافر عطا کیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے اور آپ کو بہت عظیم مرتبہ عطا کیا ہے، اور اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جس طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے "جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہوں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں"، اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص بہ سرعت میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے میں اس کو بہ سرعت جزا دیتا ہوں، اس پر احسان کرتا ہوں اور اس کو انعام دیتا ہوں، اس لیے اس آیت اور حدیث میں قرب کا معنی یہ ہے کہ میں جلدی اس کی امید بر لاتا ہوں اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ [1]

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لیکن دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے اور دونوں قربوں میں تباین ہے، بادشاہوں کے مرتبہ کو لوہاروں کے مقام پر قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ مقربین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور سالکین میں سے محبین اور محبوبین کے درجات قرب میں عظیم فرق ہوتا ہے۔ [2]

قاضی عیاض نے دقی فتدلی اور قاب قوسین کی جو تقریر کی ہے اس کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ [3]

امام رازی نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ "جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں"، اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔ [4]

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۵۰ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۴۰۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

مصنف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ دنی فتدلی اور قاب قوسین سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول — صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام میں کمال اتصال ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا — اللہ کا حکم ماننا ہے اور اللہ کا حکم ماننا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے، اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا میں کمال اتصال ہے، ایک کو راضی کرنا دوسرے کو راضی کرنا اور ایک کو ناراض کرنا دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے، رسول اللہ سے بیع کرنا اللہ سے بیع کرنا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خریدنا اللہ سے خریدنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اللہ کی تعظیم، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدہ اللہ کا وعدہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وعید اللہ کی وعید، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا اللہ کا خبر دینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گواہی دینا اللہ کا گواہی دینا ہے۔

حضرت جبرائیل کا دو مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الٰہی کے خلاف نہیں ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو ضمیریں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی ہیں اور یہ معنی کیا ہے کہ اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھر لیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات (اصلی صورت میں) دو مرتبہ دکھائی اپنے پر پھیلائے اور جانب شرقی کو بھر لیا، لیکن سورۂ والنجم کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کے لیے نہیں ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

جو علماء سورہ والنجم کی ضمیریں جبرائیل کی طرف راجع کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو بار حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھا ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورہ والنجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبرائیل سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو یہ رسول بشر کی رسول ملک سے ملاقات کا ذکر ہوتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام، اتنی تفصیل اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان کرنے کی مطلقاً حاجت نہ تھی، اس ملاقات کے ذکر کے لیے صرف ایک آیت ہی کافی تھی، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کامل کی اپنے معبود برحق سے ملاقات کا ذکر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل سے ملاقات بھی بڑے فوائد کی حامل سہی، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث ہزار سعادت اور وجہ فضیلت اللہ عزوجل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کی محبوبیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ ثم دنی فتدلی اور فکان قاب قوسین او ادنی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل سے قریب ہونا بیان کیا جائے، آپ کے لیے باعث فخر اور موجب فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

شب معراج دیدار الٰہی کے بیان میں احادیث اور آثار

امام بخاری، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حتی جاء سدرۃ المنتھی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی حتی کان منہ قاب قوسین او ادنی۔ [1]

حتیٰ کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہوا، حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن شقیق قال قلت لابی ذر لو رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لسالتہ فقال عن ای شیء کنت تسئلہ قال کنت اسالہ ھل رایت ربہ قال ابو ذر قد سالتہ فقال رایت نورا۔ [2]

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے سوال کرتا، انھوں نے کہا تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ کہا میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوذر نے کہا میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن ابن عباس قال رآہ بقلبہ ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل (کی آنکھ) سے دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما کذب الفؤاد ما رای ولقد راٰہ نزلۃ اخری قال راہ بفؤادہ مرتین ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی اور آپ نے اس کو دوسری بار دیکھا" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے اپنے دل (کی آنکھ) سے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال رای محمد ربہ قلت الیس اللہ یقول لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار قال ویحک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ وقد رای محمد ربہ مرتین ھذا حدیث حسن غریب [3]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے" حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے۔ یعنی غیر متناہی نور۔ اور بے شک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن ابن عباس فی قول اللہ تعالیٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی فاوحی الی عبدہ ما اوحی فکان قاب قوسین او ادنی قال ابن عباس قد راٰہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھذا حدیث حسن ۔[4]

حضرت ابن عباس نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے بے شک انھوں نے اس کو دوسری بار ضرور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا تو اللہ نے اپنے خاص بندہ کی طرف وہ وحی نازل کی جو اس نے کی، پھر وہ دو کمانوں کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ" حضرت

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] ۔ " " " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، " " " " " "

[3] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۲-۴۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۷۲، " " " "

عن ابن عباس قال ما کذب الفؤاد ما رأی قال رآہ بقلبہ ۔ [1]

ابن عباس نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

عن الشعبی لقی ابن عباس کعبا بعرفۃ فسالہ عن شیء فکبر حتی جاوبتہ الجبال فقال ابن عباس انا بنو ھاشم فقال کعب ان اللہ قسم رویتہ و کلامہ بین محمد و موسی فکلم موسی مرتین و رآہ محمد مرتین الحدیث ۔ [2]

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس نے کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتی کہ پہاڑ گونج اٹھے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بنو ہاشم ہوں (یعنی آپ میرا سوال نہ ٹالیں) تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا اور سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار رویت کو روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت ربی تبارک وتعالیٰ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال اقد رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۷۱، " " "

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ - ۲۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

اس حدیث کو امام ابن جریر[1] طبری نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔
حافظ الہیثمی نے بھی اس حدیث کو امام ابن حبان کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ [2]
امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال اتعجبون ان یکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسیٰ والرویۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاہ۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونا ہو، حضرت موسیٰ کے لیے کلام اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہو، یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ نور الدین الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت ربی عز وجل رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن ابن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفؤادہ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح غیر جھور بن منصور الکوفی وجھور بن منصور ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک بار اپنے دل کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے، ماسوا جھور بن منصور کوفی کے۔ امام ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

عن ابن عباس قال نظر محمد صلی اللہ علیہ وسلم الی ربہ تبارک وتعالیٰ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک

---

[1] امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۷ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ھ
[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمان ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، " " " "

قال عکرمۃ فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربہ قال نعم جعل الکلام لموسی والخلۃ لابراھیم والنظر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ حفص بن عمر العدنی روی ابن ابی حاتم توثیقہ عن ابی عبداللہ الطھرانی وقد ضعفہ النسائی وغیرہ [1]

وتعالیٰ کو دیکھا، عکرمہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے عرض کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا ہاں اللہ نے حضرت موسیٰ کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے خلیل ہونے کی اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی حفص بن عمر عدنی ہے، ابن ابی حاتم نے ابوعبداللہ طہرانی سے اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

متقدمین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

لا تدرکہ الابصار۔ (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔

پھر پوری حدیث ذکر کی، علماء کی ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، اس کی مثل حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں رویت باری ممتنع ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابوالعالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبار دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد اسانید سے مروی ہے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو خلت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کی دلیل یہ آیت ہے:

ما کذب الفؤاد ما رای ۝ افتمارونہ علی ما یری ۝ ولقد راہ نزلۃ اخری ۝

(النجم: ۱۳-۱۱)

ان کے دل نے اس کے خلاف نہ کہا جو ان کی آنکھ نے دیکھا، تو جو انھوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو؟ اور بے شک انھوں نے اسے دوسری بار ضرور دیکھا۔

امام ماوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابواللیث سمرقندی نے کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا، اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور سمرقندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یخامر نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ الحدیث۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض متکلمین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابوعمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عطاء نے الم نشرح لک صدرک کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا، اور حضرت

موسیٰ کا سینہ کلام کے لیے کھول دیا۔ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس معجزہ کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ [1]

ملا قرطبی مالکی ما کذب الفؤاد ما رای کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی حتیٰ کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقۃً دیکھا، پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ [2]

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں چار قول ہیں (حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت باری کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابوالحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے۔) ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دنی فتدلی کا معاملہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ [3]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابوالحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ (النجم: ۱۰) تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے عبد خاص کو جو وحی فرمائی۔

انھوں نے کہا اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطہ کے بغیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سماع کلام کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا سننا جائز

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ الشفاء ص ۱۲۱ - ۱۱۹، ملخصاً، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ محمد بن سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

نقاش نے حدیث معراج میں ثم دنی کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے علیحدہ ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سُنا: اے محمد! تمہارے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ [1]

علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں! علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرما دے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور نقاش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس رک گیا۔ [1]

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، عکرمہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (الانعام: ۱۰۳)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ نیز امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان عرفہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس نے کہا ہم بنو ہاشم ہیں، کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا، اور مسروق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے تھوڑی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ۔ (النجم: ۱۸)

بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں ضرور دیکھیں۔

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ مغیبات خمسہ کو جانتے تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چھ سو پر تھے اور انھوں نے افق کو بھر لیا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں

---

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، ج ۶، ص ۱۲۰-۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا، محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دنی فتدلی۔ [1]

حافظ ابن کثیر ان کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توجیہ یہ ہے کہ وہ رویت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

شب معراج دیدارِ الٰہی کے متعلق علمائے شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا"، حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جا سکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صرف اسی صورت پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ معمر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات رویت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرہا کی روایات رویت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تعارض ہو تو مثبت روایات کو منفی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۴۴۸-۴۴۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر رویت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ (انعام: ۱۰۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا، اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا۔ (شوریٰ: ۵۱)

اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ اس آیت میں رویت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا ہو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے، اور اس کا مخصص وہ دلائل ہیں جن سے رویت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جمہور مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار کیا، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابوالحسن الواحدی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر، اور حضرت ابراہیم تیمی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابوالحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح رویت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یہ حضرت انس، عکرمہ، حسن اور ربیع کا قول ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس رویت کی نفی کی گئی ہے وہ رویت علی وجہ الاحاطہ ہے، نیز علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں یہ لکھا ہے کہ الابصار جمع معرف باللام ہے اور یہ تخصیص کو قبول کرتی ہے اس لیے اس (لا تدرکہ الابصار الانعام، ۱۰۳) کا معنی یہ ہے کہ کفار کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں اور اس تخصیص پر یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں کافروں کے متعلق ہے:

کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ (منافقون، ۱۵)

حق یہ ہے کہ بے شک وہ (کفار) اس دن وہی اپنے رب کے دیدار سے ضرور محروم ہوں گے۔

اور قرآن مجید میں مومنوں کے متعلق ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ ○ (قیامت، ۲۳-۲۲)

کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے، اب رب کو دیکھتے ہوں گے۔

اور جب آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت جائز ہے تو دنیا میں بھی جائز ہے کیوں دونوں وقتوں میں بہ حیثیت امکان کوئی فرق نہیں، علامہ قرطبی کا یہ استدلال بہت عمدہ ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عقلاً دیکھنا جائز ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مومنین آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، امام مالک نے کہا مومن دنیا میں اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ دنیا میں مومن فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ باقی ہے، اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا اور آخرت میں مومنین کو بقا عطا کی جائے گی تو پھر وہ باقی آنکھوں سے بقاء کا جلوہ دیکھ لیں گے اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے "جب تک تم پر موت نہ آئے تم ہرگز اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے"، تو اگرچہ عقلاً دنیا میں رویت جائز ہے لیکن شرعاً ممتنع ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے رویت کے ثبوت کی دلیل یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کے عموم میں داخل نہیں ہوتا، (یا یہ قاعدہ عام مخصوص عنہ البعض ہے۔)

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابوذر سے روایات مختلف ہیں، اور ایک جماعت سے نزدیک رویت ثابت ہے، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ حسن بصری قسم کھا کر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے، کعب احبار، زہری، معمر اور دوسروں نے اسی پر وثوق کیا ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اکثر متبعین کا بھی یہی قول ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا یا دل کی آنکھوں سے دیکھا؟ اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، بعض احادیث میں حضرت ابن عباس نے مطلقاً کہا کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھا، اور بعض روایات میں ہے آپ نے اپنے دل سے دیکھا، اور مطلق روایت کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے، امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہو اور رویت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے بھی روایت کیا ہے

اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے کسی شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے: آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا،، اور امام ابن مردویہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہ کی نفی اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے بایں طور کہ حضرت عائشہ کی نفی کو رویت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو رویت قلبی پر محمول کیا جائے۔ اور رویت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دائماً علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح رویت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھ سے رویت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے، انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ عملی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہوگا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہ کے اس قول کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا کہ "میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے،، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہ کے قول پر راجح اور مقدم ہے۔ [1]

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس وغیرہ کی حدیث میں ہے، اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے، حضرت عائشہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس ادراک کی نفی ہے وہ ادراک علی وجہ الاحاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ رویت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ [2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۷۰۹-۷۱۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الدیباج علی صحیح مسلم بن حجاج، ج ۱ ص ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۲ھ

شب معراج دیدار الٰہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رویت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رویت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رویت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رویت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن خزیمہ نے کتاب التوحید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں رویت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ [1]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب اسراء اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ماکذب الفؤاد ما رأی، ما زاغ البصر وما طغی۔ (النجم: ۱۷، ۱۱)

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے دو (واسطہ) کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد رویت بصری ہے نہ کہ رویت قلبی، کیونکہ رویت قلبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور ہمکلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں پھر ہمکلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلیم ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہمکلام ہوا۔ [2]

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختصار کے ساتھ یہی لکھا ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۱۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸ - ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم التیمی نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفرق اقوال جمع ہو جاتے ہیں، پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس، عکرمہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابوذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے، حسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے کلام کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے یہی منقول ہے، اسی طرح ثم دنی فتدلی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے انوار آپ کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ملکوت کے ان اسرار اور غیوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین او ادنی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئیں، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو شرف استجابت عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے:

"جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔" [1]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱، ص ۳۴۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محی الدین نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متعین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ صوفیہ کا مختار یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہٗ کو دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی عقلوں سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔[1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الی قولہ) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر ہیبت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب، حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۴۳۱، مطبوعہ مطبع نجم کمار لکھنؤ

[2] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

صوفیاء عظام یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب ہوئے جو ان کی شان کے لائق ہے اور ما زاغ البصر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں ہٹی، آپ جنت اور اس کی زینت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات کو محویت سے دیکھتے رہے اور ما طغی کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے، ابو حفص سہروردی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا، اور سہل بن عبداللہ تستری نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور شے کو وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الٰہیہ کا مطالعہ کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ [1]

واقعہ معراج کی تاریخ

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

بہ کثرت علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاطی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حرمین شریفین میں اسی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الآخر میں ہوئی ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاوی میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، فاضل ملا ابن عمری نے شرح ذات الشفاء میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الآخر میں ہوئی اور روضہ میں وثوق سے لکھا ہے کہ رجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ دمیری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۷-۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں بیندا اور بیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں تک (گلے سے ناف تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے (حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب) کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ کو معراج کرائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث[1]

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوئے پھر وہاں سے اٹھ کر آپ حطیم کعبہ میں چلے گئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بنا پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

معراج کی احادیث میں تعارض کی توجیہ

واقعہ معراج تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک روایت میں بھی مفصل پورا واقعہ مذکور نہیں ہے، صحیح بخاری کی کسی روایت میں مسجد اقصیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شق صدر کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ حلبی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، اس کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کتب احادیث کے مختلف اقتباسات سے واقعہ معراج کا مربوط بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے اس رات کا بیان فرمایا جس میں آپ کو معراج کرائی گئی تھی، آپ نے فرمایا جس وقت میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک چاک کر دیا، راوی کہتے ہیں میرے پہلو میں جارود تھے میں نے ان سے پوچھا: یہاں سے یہاں تک کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا حلقوم سے ناف تک، آپ نے فرمایا پھر میرا دل نکالا، پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جو ایمان (اور حکمت) سے لبریز تھا، پھر میرا دل دھویا گیا، پھر اس کو ایمان اور حکمت سے لبریز کیا گیا پھر اس دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا۔ [1]

اور امام بخاری کتاب التوحید میں حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے کہ تین فرشتے آپ کو مسجد حرام سے اٹھا کر زمزم پر لے گئے، ان فرشتوں کے متولی حضرت جبرائیل تھے، پھر حضرت جبرائیل نے آپ کے حلقوم اور ناف کے درمیان سینہ کو چاک کیا، پھر اپنے ہاتھ سے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا حتیٰ کہ پیٹ کو صاف کر دیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا، پھر ایمان اور حکمت کو سینہ میں بھر دیا اور تمام گوشت اور رگوں میں ایمان اور حکمت کو سمو دیا گیا پھر سینہ کو بند کر دیا گیا۔ [2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس براق لایا گیا جس کو لگام ڈالی ہوئی تھی اور اس پر زین چڑھائی ہوئی تھی، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شوخی سے اچھل کود کی تو اس سے حضرت جبرائیل نے کہا کیا تم سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح کر رہے ہو؟ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم شخصیت آج تک تم پر سوار نہیں ہوئی، تب براق تھم گیا اور اس کا پسینہ بہنے لگا۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، اس کا رنگ سفید تھا، جارود نے کہا: اے ابو حمزہ! (حضرت انس) کیا وہ براق تھا؟ حضرت انس نے کہا ہاں وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا مجھے اس پر سوار کرایا گیا اور جبرائیل

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ج ۲ ص ۱۱۲۰، " " " " ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مجھے لے کر چلے۔ [1]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کثیب احمر کے پاس سے گذر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: [3]

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [4]

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [5]

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب معراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر میں سو گیا، پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غور سے دیکھا تو مجھے خچر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس (قسم کے) جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہیٰ نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، جس وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو!، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹-۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] ۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰-۱۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۸-۱۴۴-۱۲۰، ج ۵ ص ۳۶۵-۳۶۲-۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[6] ۔ حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۱۴۱-۱۴۰، ۱۴۰، ۱۳۵، دارالمامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتی کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، میں نے اس حلقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس حلقے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پالیا۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جا رہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلانے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جا رہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصاریٰ تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لبیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اسی سیر کے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی باہیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر میرے پاس ایک معراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر بنو آدم کی روحیں اس وقت چڑھتی ہیں جب تم دیکھتے ہو کہ میت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی اٹھتی ہیں، وہ بہت حسین معراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی معراج نہ دیکھی ہوگی، میں اور حضرت جبرائیل اس معراج پر چڑھے، حتی کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے فرشتے سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا، اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما یعلم جنود ربك الا هو۔ (المدثر: ۳۱)

آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی (اللہ تعالیٰ) جانتا ہے۔

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انھیں بنایا گیا تھا، ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علیین میں لے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو سجین میں لے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دستر خوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نفیس بھنا ہوا گوشت

رکھا ہے، اور دوسری جانب اور کھوان رکھے ہیں جن پر نہایت بدبودار اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سڑا ہوا بدبودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھتا تو گر جاتا، اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روندرہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھر ان کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو ظلماً یتیموں کا مال کھاتے تھے دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے تھے اور عنقریب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو دیکھا کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل لٹکی ہوئی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیبت کرنے والے اور چغلی کرنے والے لوگ ہیں، الحدیث[1]

اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ اسراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو حارون عبدی متروک ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی اسری بعبدہ الآیۃ کی تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم منتہی بصر پر تھا، آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو ایک دن فصل بوتی تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی نیکیاں

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۳ - ۳۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۷ - ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز لے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا، اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ پھر سر کچل دیا جاتا) میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سڑے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقعدوا بکل صراط توعدون (اعراف: ۸۶) اور ہر راستہ پر اس لیے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے جس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گٹھے میں مزید لکڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کاٹے جا رہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹ دیا جاتا وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو ذرا مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے فتنہ پرور خطیب ہیں[۵]، پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر سے

۵۔ امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ الہیثمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (موارد الظمآن ج ۱ ص ۳۹، طبع مکہ مکرمہ) حافظ ابونعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۴۲ ص ۴۲-۴۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)

ہوا جس کے سوراخ سے ایک بڑا بیل نکل رہا تھا، پھر وہ بیل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بڑی) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گذر ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوش گوار، ٹھنڈی اور خوشبودار ہوا آ رہی تھی، جس میں مشک کی خوشبو تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ مشک کی خوشبو والی پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبو، میرا ریشم، میرا سندس اور استبرق، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کوزے اور کٹورے، میرا شہد، میرا دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر مسلم اور مسلمہ ہے اور ہر مؤمن اور مؤمنہ ہے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شرک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کروں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیانک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انھوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طوق، میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گرمی، میرا تھور، میرا لہو اور پیپ اور میرے عذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میرا گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر مشرک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کر جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انھوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین ہیں، انھوں نے پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں! انھوں نے کہا اللہ ہمارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انھیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روحیں آئیں، انھوں نے اپنے رب کی ثناء کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

الحمد لله الذی اتخذ ابراهیم خلیلا و اعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتا لله یوتم بی وانقذنی من النار وجعلها علی بردا وسلاما۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری پیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

ٹھنڈک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

الحمد للہ الذی خولنی ملکا وانزل علی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الطیر والجبال، واتانی الحکمۃ وفصل الخطاب۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زبور نازل کی اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ سنانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد للہ الذی سخر لی الریاح والجن والانس وسخر لی الشیاطین یعملون ما شئت من محاریب وتماثیل الآیۃ و علمنی منطق الطیر وکل شیء واسال لی عین القطر واعطانی ملکا عظیما لاینبغی لاحد من بعدی۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے لیے ہواؤں کو، جنوں اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجسمے بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز سکھائی، اور میرے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا۔ اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بعد کسی اور کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

الحمد للہ الذی علمنی التوراۃ والانجیل وجعلنی ابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتی باذنہ ورفعنی وطہرنی من الذین کفروا واعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علیہا سبیل۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے تورات اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے اذن سے مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر اٹھایا اور مجھے کفار سے نجات دی اور مجھے اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعلمین وکافۃ للناس بشیرا ونذیرا وانزل علی الفرقان فیہ تبیان کل شیء وجعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس وجعل امتی امۃ وسطا وجعل امتی ہم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید کو نازل کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت کو اول اور آخر بنایا، اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے

الاولون وهم الآخرون وشرح صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما۔

بوجھ اُتار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے والا اور انتہا کرنے والا بنایا۔

حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا انھی فضائل کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اور امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الی بیت المقدس فجمع لی الانبیاء علیهم السلام فقدمنی جبرائیل حتی امتهم۔ [1]

پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت جبرائیل نے مجھے ان کے آگے کھڑا کیا اور میں نے سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پئیں، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس سے سیر ہو کر پیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے فرمایا میں سیر ہو چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے ——— الحدیث بطولہ۔ [3]

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورۂ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے بروایت کیا ہے، امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ [4]

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ [5]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱-۴۰۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۹-۲۷۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۳-۷۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [1]

(اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔

امام بخاری مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام (میرے ہمراہ) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس (دوسرے آسمان کے دربان) نے کہا خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پھر دریافت کیا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انھوں نے کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تمہارے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتھ لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۱ ص ۴۵-۴۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

جبرائیل! دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کے لیے، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھاتے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں انھوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو اخ صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ رو دئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھاتے گئے اور اس کا دروازہ کھلوایا! پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں خوش آمدید ہو ان کا آنا بہت اچھا اور نہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ انھیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہو ابن صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے پھل مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل و فرات ہیں پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برتن شراب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔ [1]

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی المنتھی حینئذ موضع لا یتعداہ ملک ولا یعلم ما وراءہ احد والیہ ینتھی اعمال الشھداء۔ [2]

سدرۃ المنتہیٰ وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے۔ شہداء کی روحیں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹ - ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۳۱، مطبوعہ مصطفےٰ البابی اولادہ مصر

نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبرائیل تخلف عنہ فی مقام، لو دنوت انملۃ لاحترقت۔ [1]

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے، (اور کہا) اگر میں ایک پور بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وھو مقام جبرائیل وکان قد بقی ھناک عند عروجہ علیہ السلام الی مستوی العرش وقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔ [2]

یہ مقام جبرائیل ہے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلی الرفرف وفارقنی جبرائیل [3]

جبرائیل نے مجھے رفرف پر بٹھایا اور مجھ سے جدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن الحسن قال فارقنی جبرائیل ای فی مقام قرب الجلیل وقال لو دنوت انملۃ لاحترقت۔ [4]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی، شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پھل مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا درآں حالیکہ اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا، اور کوئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی، آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جا رہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ بنو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہیٰ کے

---

[1] ملا نظام الدین حسین بن محمد قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲۷ ص ۳۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر

[2] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفا ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبدالنواب اکیڈمی ملتان

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پاس رک جاتے ہیں اور یہ روحوں کی جائے قرار ہے، اوپر جو چیزیں نیچے نازل ہوتی ہیں یہ ان کی انتہا ہے اوپر سے کوئی چیز نیچے نہیں جا سکتی، اور جو چیزیں نیچے سے اوپر جاتی ہیں یہ ان کی بھی انتہا ہے، نیچے سے کوئی چیز اس کے اوپر نہیں جا سکتی، اور یہیں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جائے قیام ہے۔ اسی جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق سے اترے اور آپ کے لیے رفرف (سبز رنگ کا تخت) لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم رفرف پر بیٹھے اور جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رفرف کے ساتھ نازل ہونے والے فرشتے کے سپرد کر دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے آگے ساتھ چلنے کا سوال کیا تاکہ آپ کو ان کی وجہ سے انسیت رہے، حضرت جبرائیل نے کہا میں اس پر قادر نہیں ہوں، اگر میں ایک قدم بھی چلا تو جل جاؤں گا، ہم میں سے ہر فرشتے کے لیے ایک معروف جائے قیام ہے، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے یہ سیر آپ کو اس لیے کرائی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی نشانیاں دکھائے، آپ اس سے غافل نہ ہوں پھر حضرت جبرائیل نے آپ کو الوداع کہا اور آپ اس فرشتے کے ساتھ روانہ ہوئے، رفرف آپ کو لے کر روانہ ہوا حتیٰ کہ آپ مقام استواء پر پہنچے جہاں آپ نے صریف اقلام (قلم چلنے) کی آواز سنی اور اقلام الواح میں اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو لکھ رہے تھے جو اللہ اپنی مخلوق کے متعلق جاری فرماتا ہے اور ملائکہ جو بندوں کے اعمال لکھتے ہیں، اور ہر قلم ایک فرشتہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم جو کچھ عمل کرتے ہو ہم اس کو لکھ رہے ہیں، پھر آپ نور میں تیزی سے دوڑے اور جو فرشتہ آپ کے ساتھ تھا وہ آپ سے پیچھے رہ گیا، جب آپ نے اپنے ساتھ کسی کو نہیں دیکھا تو آپ گھبرائے اور اس عالم نور میں آپ حیران اور پریشان تھے اور آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آپ کیا کریں، اب فرشتہ تھا نہ رفرف تھا آپ کے ہر طرف نور تھا اور آپ عالم وجد میں دائیں بائیں جھوم رہے تھے، اس وقت آپ نے دیدار کی اجازت طلب کی تاکہ اپنے رب کے حضور خاص میں داخل ہوں تب حضرت ابوبکر کی آواز کے مشابہ ایک آواز آئی:

قف یا محمد فان ربك یصلی۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ٹھہریے آپ کا رب صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

آپ اس آواز سے متعجب ہوئے اور دل میں سوچا کہ کیا میرا رب نماز پڑھ رہا ہے؟ جب آپ کے دل میں تعجب پیدا ہوا اور آپ حضرت ابوبکر کی آواز سے مانوس ہوئے تو آپ پر اس آیت کی تلاوت ہوئی:

ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ اس سے نماز مراد نہیں بلکہ اس سے اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حضرت مشربیہ میں داخل ہونے کا اذن ملا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل کی جو وحی نازل کرنی تھی، اور آپ کی آنکھ نے وہ جلوہ دیکھا جس کو آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۳۹-۳۸، مطبوعہ مطبعہ الازہریہ، مصر، ۱۳۰۵ھ

امام بیہقی، حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا مانگیے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے پہاڑوں، جنوں، انسانوں، شیطانوں اور ہواؤں کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو توریت اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انھیں مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا خلیل بنایا اور تورات میں لکھا ہوا ہے کہ وہ خلیل الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجھ دور کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر بنائی گئی اور آپ کی امت، امت عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کے امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی نہ دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور از روئے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع مثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات عرش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے فضیلت دی مجھ کو رحمت للعلمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور تیمم کا ذریعہ بنایا اور مجھے کلام کے فواتح، خواتیم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر مخفی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا متبوع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔[1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اور قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نیچے اترے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۳-۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، گویا اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب، ہمارے لیے تخفیف کر دے کیونکہ میری امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نمازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نمازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا: یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک وسعدیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پچاس نمازیں ہیں اور آپ پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے، حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے لیے ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نمازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نمازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نمازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بہ خدا مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے! پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔ [1]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گذشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیز دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گذشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آ گئے؟ پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جگہ دیکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی، کہ وہ اونٹ اس اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا۔ ابوجہل نے کہا انھوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے۔ پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتائیے؛ تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے، اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ [1]

اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حطیم کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر انھیں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ [3]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جس رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن معظم نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہوتے تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتے، ایک شخص نے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ بنو فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گذرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت ان کی گنتی کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیے گئے، آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے بنو فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سنو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صبح یہ اونٹ وادی ثنیہ میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادی ثنیہ دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے سچ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آ گئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرخ اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بہ خدا میں نے وہ پیالہ رکھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا (اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا) حضرت ابوبکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔ [1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے:) صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ بعید باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں، فلاں جگہ پر قریش کے قافلہ کے پاس سے گذرا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدک کر بھاگا اور ٹھوکر لگانے لگا، اور اس قافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب قافلہ واپس آیا تو انھوں نے قافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ [2]

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] " " " ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۴۸، " " "

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبدالرحمان قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انھوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے رہے، حتیٰ کہ دن غروب ہونے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جمعہ کے دن انھوں نے جباریین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہونے لگا تو انھوں نے دعا کی کہ سورج کو مؤخر کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کرنا جائز نہ تھا۔ [1]

علامہ زرقانی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف النہار کے وقت آگیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ تین قافلوں کے پاس سے گزرے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی دوپہر کو آگیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔ [2]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان صخر بن حرب کو بلایا۔ ابوسفیان اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہرقل کی نگاہوں میں نیچا کرنا چاہتا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا تم پر واضح ہو جائے؟ ہرقل نے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد مسجد ایلیاء میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آگئے، مسجد ایلیاء کا بطریق قیصر روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سونے سے پہلے مسجد کے دروازے بند کیا کرتا تھا، اس رات کو میں نے تمام دروازے بند کر دیے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑھیوں (درکھانوں) کو بلایا انھوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر والی چوکھٹ نیچے بیٹھ گئی ہے، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کواڑ کھلے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشان تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گذشتہ رات یہ دروازہ صرف نبی کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گذشتہ رات ہماری اس مسجد میں نماز پڑھی گئی تھی۔ [3]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۶ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۳ھ

[3] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

رات میں معراج کرانے کے اسرار

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
رات کے وقت معراج کرانے کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، اختصاص اور مجالس ملوک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت احباد سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کرامات سے نوازا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا۔ (انعام: ۷۶) — جب ان پر رات تاریک ہوگئی تو انھوں نے ایک ستارہ دیکھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فاسر باھلک بقطع من اللیل۔ (حجر: ۶۵) — تو آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ باقی حصہ میں لے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:

فقال لاھلہ امکثوا انی انست نارا۔ (طٰہٰ: ۱۰) — جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت بنو اسرائیل کو مصر سے لے جائیں۔

فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون۔ (دخان: ۲۳) — تو میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ یقیناً تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شق القمر کا معجزہ رات میں ہوا، جن آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت گئے، سو معراج بھی رات میں کرائی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا اللیل والنھار اٰیتین (اسراء: ۱۲) — ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔
وسخر لکم اللیل والنھار۔ (نحل: ۱۲) — اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔

۴۔ رات اصل ہے، اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے، اور چاند کا چہرہ چمکتا ہے۔

۵۔ ہر رات کو دن لازم ہے، لیکن ہر دن کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روز محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطاء الٰہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ لیلۃ القدر رات ہے جو ہزار مہینوں ——— سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے جمعہ ہیں۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر سفر رات کو کرتے تھے، آپ نے فرمایا رات کی سیاہی کو لازم رکھو کیونکہ زمین رات کو لپیٹ دی جاتی ہے۔

۹۔ دن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا تو عیسائیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہہ دیا، آپ کی امت کو اس ابتلاء سے محفوظ رکھا گیا۔

۱۰۔ رات کا وقت زیادہ عبادت کرنے کا وقت ہے، آپ رات کو اس قدر قیام کرتے تھے کہ پائے مبارک میں ورم آگیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا (مزمل ۱-۳) — اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کریں مگر تھوڑا۔

ومن اللیل فتھجد بہ (اسراء: ۷۹) — اور رات کے کچھ وقت میں آپ تہجد پڑھیں۔

۱۱۔ چونکہ آپ رات کو زیادہ عبادت کرتے تھے تو معراج کا انعام بھی رات میں دیا گیا۔

۱۲۔ رات کے وقت معراج ہونے سے معراج کی تصدیق کرنا زیادہ اجر و ثواب کا سبب ہوا کیونکہ یہ ایمان بالغیب ہو گیا، اور اگر دن میں معراج ہوتی تو سب مشاہدہ کر لیتے اور مومنین اور منکرین میں امتیاز نہ ہوتا۔[1]

معراج کی ابتداء کی جگہ کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

امام بخاری نے حضرت مالک بن صعصعہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے کہ یکایک آپ کے پاس فرشتہ آیا، اور قتادہ کی روایت میں ہے، میں حجر اسود کے پاس سویا ہوا تھا کہ فرشتہ آیا[2] اور امام بخاری نے مالک بن صعصعہ سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ میں بیت اللہ میں سویا ہوا تھا[3] اور امام محمد بن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شعب ابی طالب سے معراج کرائی گئی،[4] اور امام طبرانی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، سو اس رات میں نے آپ کو غائب پایا۔[5] اور امام بخاری نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کو شق کیا گیا اور فرشتہ نازل ہوا۔[6]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۵، " " " "

[4] ۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[5] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[6] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ ام ہانی کے گھر سوئے، ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تعلق کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اترا اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جا کر آپ لیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آ گئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کرایا۔ امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے مرسلاً روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کرایا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

حضرت اُمِّ ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اسرار

حضرت ام ہانی کے گھر فرشتہ چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا اچانک وقوع پذیر ہونا مزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے خلاف عادت اور غیر معمولی راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شق صدر ہو گا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہو گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار

معراج کی شب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل سکونت کی وجہ سے ویسے ہی فضیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ فضیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چرچا ہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہو گا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہو گا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا یا حجرہ کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں ممنوع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یؤذن لکم۔ (احزاب: ۵۳)	اے ایمان والو! نبی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔
ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون ۰ ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم ط	بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ (خود) ان کی طرف باہر تشریف

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

(حجرات: ۵-۴) لے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ [1] میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کر پکاریں، سو اگر آپ اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں لے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئیں تاکہ فرشتے اچانک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام میں لے جائیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی فی نفسہٖ اس گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب ہو گئے اور وہاں بھی بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر میں آپ چند وقتوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں۔

شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق

آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طفولیت میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقعہ پر۔

پہلی بار بچپن میں آپ کے شق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ (بچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو لٹا کر آپ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ [2]

اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتداء کس چیز سے ہوئی، آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو، میں دس سال کی عمر میں صحراء میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انھوں نے گدی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا، پھر میرے پیٹ کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لا رہے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ج ۱ ص ۹۲، " " " "

مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شق کر دو، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، تو انھوں نے ایک جمے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھینک دی، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کر دو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسی ہوئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیر کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھوٹوں پر رحمت اور بڑوں کی توقیر سما گئی۔ [1]

اس حدیث کو امام محمد بن سعد[2]، امام بیہقی[3]، امام احمد[4]، امام دارمی[5] اور امام حاکم[6] نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر[7] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[8] نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔[9]

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبداللہ بن جعفر از حلیمہ سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

قال اتانی رجلان علیهما ثیاب بیض فاضجعانی ثم شق بطنی فو الله ما اذهی ما صنعا۔ [10]

(آپ نے حلیمہ سعدیہ کو بتایا) کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، بہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا (یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا۔)

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [11]

حضرت ابوہریرہ کی مذکور الصدر روایت کو حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

---

[1] حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ دار النفائس

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۶، ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۷-۱۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[7] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ ۱۴۰۱ھ

[8] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۶۰، ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور

[9] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[10] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ

[11] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میں ہے:

فاقبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منهما بعضدی فاجد لاخذهما منی فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانی بلا قصر ولا هصر، فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوی احدهما الی صدری فلقها فیما اری بلا دم ولا وجع الحدیث رواه عبد الله ورجاله ثقات وثقهم ابن حبان۔ [1]

دو شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انھوں نے مجھے جھکائے بغیر لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ مجھے درد ہوا (الحدیث)، اس حدیث کو امام عبداللہ نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے بہ کثرت حوالہ جات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا شق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ کو درد ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا۔ امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نذر مانی کہ وہ ایک ماہ غارِ حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپ کو آواز آئی "السلام علیک" آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی جن آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت خدیجہ کے پاس گیا، انھوں نے مجھے کپڑا اڑھایا، اور پوچھا اے ابن عبداللہ! کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے السلام علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ جن ہے، حضرت خدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل دھوپ میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انھوں نے مجھ سے پھر ملنے کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انھوں نے تاخیر کی میں نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انھوں نے افق کو بھر لیا ہے، پھر جبرائیل نیچے اترے آئے اور میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان کھڑے رہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا، پھر میرے دل کو شق کیا پھر دل کو

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

باہر نکالا اور اس میں سے جو چاہا نکالا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور زخم بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح اٹھایا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقرأ "پڑھیے" میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقرأ "پڑھیے" میں نے کہا میں کیا پڑھوں، اس نے کہا:

اقرأ باسم ربك الذی خلق۔ (علق:۱) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔

حتیٰ کہ اس نے سورۂ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا۔ (الحدیث)۔ [1]

اس حدیث کو امام ابو داؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸،

علامہ سہیلی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا کی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔ [2]

حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ——— امام ابو داؤد طیالسی کی مسند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ [4]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابونعیم اصفہانی، امام ابو داؤد طیالسی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے [5] لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملی، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے التباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابونعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تیسری بار آپ کا شق صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں حطیم کعبہ میں لیٹا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جارود سے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انھوں نے کہا حلقوم سے

---

[1] ۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۶۔ ۲۱۵، مطبوعہ دار النفائس

[2] ۔ علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان

[3] ۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

[5] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

لے کر ناف تک، پھر میرا دل نکالا گیا، پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، پھر میرے دل کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھرا گیا پھر اس دل کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ ۱؎

اس حدیث کو امام مسلم ۲؎ امام نسائی ۳؎، امام ابن خزیمہ ۴؎، امام بیہقی ۵؎ نے بھی روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی ۶؎ نے بھی معراج کے موقعہ پر شق صدر کو بیان کیا ہے۔

تین بار شق صدر کرنے کے اسرار

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شق صدر اور دل کو نکالنے کے متعلق جو کچھ احادیث میں وارد ہے، یہ تمام امور خارق (خلاف) عادت ہیں، ان کو تسلیم کرنا واجب ہے اور ان کی حقیقت جاننے کے درپے نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ ۷؎

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

پہلی بار شق صدر اس لیے ہوا تاکہ آپ کے قلب مبارک سے جمے ہوئے خون کا لوتھڑا نکالا جا سکے دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا کہ آپ کے دل میں حصول وحی کی استعداد رکھی جائے اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ معراج کے واقعات مثلاً عجائبات برزخ اور آیات الٰہیہ دیکھنے کی استعداد آپ کے دل میں رکھی جائے۔ ۸؎

بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلی بار آپ کا شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں علم الیقین کی استعداد حاصل ہو، دوسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں عین الیقین کی استعداد حاصل ہو اور تیسری بار اس لیے شق صدر ہوا تاکہ آپ کے دل میں حق الیقین کی استعداد حاصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شفا میں ہے جب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کے دل کو دھویا تو کہا یہ صحیح قلب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں ۹؎

۱؎ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۸، ۴۵۵، ۵۰۰، ج ۲ ص ۱۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲؎ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المکتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳؎ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴؎ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ

۵؎ امام ابوبکر احمد بن حسین متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶؎ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

۷؎ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ھ

۸؎ 〃 〃 〃

"ھذا حظك من الشیطان" کے اسرار

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:
امام ابن ابی الدنیا اور دیگر محدثین نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اے ابوذر! جس وقت میں مکہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو، اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا، اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکالا، اور اس میں سے مغز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھوؤ جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھوؤ جس طرح برتن کے اندر کی چیز دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیا، اور اس نے میرے دو کندھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں بیٹھ پھیر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

(علامہ سہیلی فرماتے ہیں:) اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں مجملاً ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتہ نے مغز شیطان (شیطان کے انگلی چبھونے کی جگہ) اور جمے ہوئے خون کو نکالا، اس حدیث میں آپ نے یہ بیان فرمادیا کہ فرشتہ نے اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چبھوتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حنہ نے یہ دعا کی تھی:

انی اعیذھا بك وذریتھا من الشیطن الرجیم۔ (آل عمران: ۳۶)

میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چبھو نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مغز کو نکال لیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی

گئی تھی، اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ حلیمہ سعدیہ کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شق صدر کا واقعہ دو طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضاعت میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شق صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شب معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ [1]

ہم پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شق صدر ہوا تو آپ کا خون نکلا نہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہمارے انگلی میں پھانس بھی چبھ جائے تو بے کل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیوں کہ آپ کے سینہ سے دل نکال لیا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہوا (آکسیجن) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہوا صرف دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پونے دو لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روزے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ افطار اور کئی کئی دن کھانے پینے بغیر گذار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر فرد روح اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے اور آپ ۔ اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کی محتاج ہے۔

قلب اطہر کو غسل دینے کے اسرار

آپ میں تقدیس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدیس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب مغفر شیطان سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت مقدسہ کی بلندیوں میں لے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور ملائکہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں

[1] علامہ ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۰۸ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۱۰ - ۱۰۹ مطبوعہ المکتبۃ الفاروقیہ ملتان،

اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی ٹھنڈک حاصل ہو اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں ــــ حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اس لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے مس کے ساتھ مشرف ہو کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پروں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفےٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار

قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفےٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور انبیاء کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفےٰ کو کسی نوع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔

۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔

۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے، مثلاً دیدار الٰہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا، اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اوروں کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دے دی گئی۔

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ (فتح ۲۰)

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام۔

۷۔ عربی میں سونے کو ذہب کہتے ہیں اور ذہب اذہاب پر دلالت کرتا ہے اور اذہاب کا معنی ہے دور کرنا تو ذہب کا طشت لا کر اس پر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی نجاست کو آپ سے دور رکھا۔

۸۔ ذہاب کا معنی ہے جانا اور چونکہ یہ ذہاب الی اللہ (اللہ کے پاس جانے) کا موقع تھا اس لیے ذہب کا طشت

لایا گیا۔

۹۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی طس تلک آیات القرآن کے ساتھ لفظی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ عینی نے کہا کہ سونا تمام جواہر میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے ثقل کی طرف اشارہ کیا۔

شق صدر کے اسرار کا تتمہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

آپ کے سینہ کو شق کرنا، دل کو نکالنا اور اس کو زمزم سے دھو کر پھر سینہ میں رکھ کر اس کو سی دینا، اتنے خوارق عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والا دہشت زدہ ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گذر رہے تھے اور جو ان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عام عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکال لیا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کسی قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شق صدر کے بغیر آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ آپ کی قوت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے زیادہ بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ماذاغ البصر وما طغی۔ (النجم: ۱۷)

آپ کی نظر اللہ کے جلوے سے نہیں ہٹی اور بصر نے بصیرت سے تجاوز نہیں کیا۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ شق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ مختص ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، امام طبرانی نے بنو اسرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے۔[1]

براق پر سواری کے اسرار

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کرایا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو لپیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم مکہ میں ہوتا اور دوسرا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا! اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو لپیٹنا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کرام میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو پلک جھپکتے میں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منتہائے بصر پر رکھتا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پر تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدانی علاقہ پر پہنچتا تو اتر جاتا۔

امام نسائی اور امام ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق مچلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا تو حضرت جبرائیل نے براق سے کہا یہ خدا آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں مچلا تھا؟ علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے مچلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق خوشی سے اچھل کود رہا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرانے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے تو وہ خوشی سے جھومنے لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے احد! ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن بھی آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ مچلتا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور "ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ" کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور "شرف مصطفیٰ" میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب تھامی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل نے براق کی لگام پکڑی ہوئی تھی۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو ہنکاتے ہوئے چلے اور ہم کو اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قصہ معراج صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ

کے ساتھ بیٹھے۔ [1]

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار

امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ [2]

حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر اشکال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شاء اللہ آئندہ سطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا، حالانکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی، اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنہوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا ہو، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا ہو، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا (یعنی انبیاء علیہم السلام بیک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے) انہوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے۔ [3]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۶، " " " "

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح (بلکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ) زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ [1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی نیک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہٖ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن ہو تو مان لو، اور اگر عالم ہو تو اعتراض نہ کرو، اور تمہارے لیے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو العیاذ باللہ آپ کا ارشاد غلط ہوگا! [2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

روح کا جسد کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آ گئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد رہوں اوّل آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ [1]

شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اصلیہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں جسموں کے ساتھ تعلق تھا، یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورۃً مغائر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہچانا اور حضرت جبرائیل کو بتانا پڑا، کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اصلیہ کے صورۃً مغائر ہوں تو پھر ان کو اجسام مثلیہ کہنا درست نہیں ہوگا، درحقیقت اجسام مثلیہ اجسام اصلیہ کے ساتھ صورۃً مماثل ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے، اسی طرح اجساد متعددہ میں بھی ایک روح بہ یک وقت متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اس لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اسی لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب معراج حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے متعدد بار دیکھا۔ باقی رہا حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہچانا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا تعارف کرانا اپنے فرض منصبی کو ادا کرنا تھا اور اپنی عادمانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

صوفیاء کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں حتی کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تم کرسی پر بیٹھے، ہو تو بتاؤ کرسی کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کرسی کے نیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کرسی کے نیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور گستاخ ہو کہ حضور کرسی کے نیچے ہیں اور تم کرسی کے اوپر بیٹھے ہو اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہٖ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روضۂ انور میں جلوہ فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الٰہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، زائرین کے سلام کا جواب دیتے

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

ہیں، ان کی درخواستوں پر توجہ فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں، آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں، کائنات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں، بعض اوقات کسی کی عیادت فرماتے ہیں کسی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں، کسی ستم رسیدہ کی مدد کرتے ہیں، کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں، کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمال دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا

قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے، حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا

قبر انور میں بھی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق ادم و فیہ قبض و فیہ النفخۃ و فیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوٰۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قال قالوا یا رسول اللہ وکیف

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ بیہوش ہوں گے سو اس دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو،

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبع کتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعرض صلوتنا علیك وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عز وجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ [1]

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم تو (قبر میں) بوسیدہ ہو چکا ہوگا، پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا، آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری وکل بھا ملك یبلغنی وکفی بھا امر دنیاہ واٰخرتہ وکنت لہ شھیدا او شفیعا۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میری قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سنتا ہوں، اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی (معجم کبیر سے) سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتك قال: وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھو کیونکہ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا میری وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] " " شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، " " " "

[4] علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کر دیا ہے۔

شیخ تھانوی نے اس حدیث کی سند اور متن پر بوادر النوادر میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا مکمل اور مدلل جواب "ذکر بالجہر" میں لکھا ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے متعلق حدیث۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن عبد العزیز قال: لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

سعید بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انھیں نماز کے وقت کا صرف اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا

قبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم یتزل علی الوحی عن السماء فاخبرکم بما یحل لکم و ما یحرم علیکم ومو تی خیر لکم تعرض علی أعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنو بکم۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجا کرتا ہوں۔

---

[1] ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

[2] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ عبد الرحمن بن علی محمد ۵۹۷ھ، الوفاء باحوال المصطفےٰ ص ۸۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان لله ملائكة سياحين يبلغون عن امتي السلام قال وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حياتي خير لكم تحدثون وتحدث لكم ووفاتي خير لكم تعرض على اعمالكم فما رايت من خير حمدت الله عليه وما رايت من شر استغفرت الله لكم رواه البزار ورجاله رجال الصحيح [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تمہارا جو نیک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو برا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه كما هو في حال حياته اذ لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك عنده جلي [2]

جو شخص آپ کی قبر انور کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات ظاہرہ میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جاننے میں آپ کی حیات اور وفات میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته

ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم وفات کے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت

وانہ یسر بطاعات امتہ و یحزن بمعاصی العصاۃ منھم۔[1]

بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و باشد رسول بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و بکدام حجاب کہ بر آں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او بے شناسد گناہان شما را و درجات ایمان شما را و اعمال نیک و بد شما را و اخلاق و نفاق شما را۔[2]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہٰذا وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و با چندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی است۔[3]

علماء امت میں کثرت مذاہب و اختلافات کے باوجود اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حقیقۃً زندہ اور دائم و باقی ہیں، اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور اپنی طرف متوجہ ہونے والوں کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

وقد ذھب جماعۃ من المحققین الی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حی بعد وفاتہ وانہ یسر بطاعات امتہ۔[4]

محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔

شمس الحق عظیم آبادی (غیر مقلد) نے بھی یہی لکھا ہے[5]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی

[3] شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی ہامش اخبار الاخیار ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند

[4] شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر

[5] شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا

قرآنور میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے کے متعلق حدیث:

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عز وجل قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيمة كانما انظر الى كفي هذه جليان جلاه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم كما جلاه للنبيين من قبله رواه الطبراني ورجاله وثقوا على ضعف كثير في سعيد بن سنان الرهاوي۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کو اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کے لیے منکشف کیا تھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی سعید بن سنان بہت ضعیف ہے، اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من رآني في المنام فسيراني في اليقظة ولا يتمثل الشيطان بي۔ [2] [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم [3]، امام ابوداؤد [4]، امام ابن ماجہ [5] اور امام احمد [6] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰، ج ۵ ص ۳۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا، تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انھیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

نیز شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انھوں نے ایک رات میں آپ کی ستر مرتبہ زیارت کی، ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ سے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو، کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے لطائف المنن میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انھوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انھوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور نقول ذکر کرنے

کے بعد لکھا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی انہی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیتا ہے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی)۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انھوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام علوی اور سفلی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔

۲۔ امام عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔

۳۔ امام الحرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد بھی قبر میں رکھے، امام الحرمین نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔

(علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے ان کو موضوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

میرا ظن غالب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ رویت، رویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ رویت قلبی ہے جو رویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

جو شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم اطہر کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ

کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس متعلق رہتی ہے اور جسم مثالی کے تعدد سے کوئی چیز مانع نہیں ہے، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے بہت سے اجسام مثالیہ ہوں (اور بیک وقت بہت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو اس کی نظیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن کے ہر ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، ہماری اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہو جاتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی سب جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منظر آ رہے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انھوں نے آپ کے اجساد مثالیہ دیکھے جن کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی۔)

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی مثل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی معروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبریں منکشف ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح باقی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تعارض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابو یعلی میں حدیث مرفوع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔ [1]

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے جواب میں لکھا:

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے، علماء شافعیہ میں سے امام غزالی، بازری، تاج الدین سبکی، عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمرہ، اور ابوعمرہ نے اس کی تصریح کی ہے منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸ - ۳۵ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے بچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷، سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الی قولہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ [1]

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا، اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ساوس میں بیان کر دی ہے۔)

اجسام مثالیہ کا تعدد

صوفیاء اور فقہاء جو اجساد مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ بن قرۃ عن ابیہ ان رجلا کان یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابن لہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احبک اللہ کما احبہ فقدہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابیہ اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ ینتظرک فقال الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکم۔ [2]

حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (بھی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر (پہلے سے)

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری، ج ۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

موجود تمہارا انتظار کر رہا ہو؟ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ آیا یہ بشارت اس شخص کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے ہے۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فیہ اشارۃ الی خرق العادۃ من تعدد الاجساد المکتسبۃ حیث ان الولد موجود فی کل باب من ابواب الجنۃ۔[1]

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازہ پر موجود ہوگا۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا تباعد من الاولیاء حیث طویت لھم الارض وحصل لھما بدان مکتسبۃ متعددۃ وجدوھا فی اماکن مختلفۃ فی آن واحد۔[2]

جب اولیاء اللہ کے لیے زمین لپیٹ دی جاتی ہے تو ان کے لیے ایسے اجساد مثالیہ کا تعدد بعید نہیں ہے، جو آن واحد میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے ہیں۔

انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متعدد جگہ موجود ہونا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بعض محققین در تسمیہ ابدال گفتہ اند کہ یکے از ایشاں بمکانے رود و در مکانے اول شبہے و مثالے در بدل خود بگذارد و سادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالم متوسط در عالم اجساد و ارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند لطف از عالم اجساد و کثف از عالم ارواح و ظہور ارواح و صور مختلفہ مبنی بر آں ساختہ و ظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی و تمثل او در مریم را بصورت بشر سوی الخلق ازاں عالم مے دانند و نباد علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم و پیکر شاں در قبر متمثل

بعض محققین ابدال کی وجہ تسمیہ میں بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کسی جگہ جانا مقصود ہوتا ہے تو وہ پہلی جگہ اپنے بدلے میں اپنی مثال چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، اور سادات صوفیہ کے نزدیک عالم اجسام اور ارواح کے درمیان ایک عالم مثال بھی ثابت ہے جو عالم اجسام سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہوتا ہے اور روحوں کا مختلف صورتوں میں متمثل ہونا اسی عالم مثال پر مبنی ہے، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں اور حضرت مریم کے پاس بشر سوی کی صورت میں متمثل ہونا اسی عالم مثال کے قبیل سے ہے، اور اسی وجہ سے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " ، مرقات ج ۴ ص ۳۱، " " " "

باشد و آنحضرت اورا در ہر دو مکان مشاہدہ نمود۔[1]

یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر بھی موجود ہوں اور اسی وقت اپنی قبر میں بھی جسم مثالی کے ساتھ موجود ہوں اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو۔

اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں:

رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے یہ ضعیف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی نسبت جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے اس کے آگے یہ ایک ادنی سی بات ہے علاوہ اس کے اللہ کی قدرت تو محل کلام نہیں۔[2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

محمد بن العضری مجذوب نے ایک دفعہ تیس شہروں میں خطبہ اور نماز جمعہ بیک وقت پڑھائے اور کئی کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔[3]

نیز شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

امام شعرانی فرماتے ہیں کہ شیخ محمد الشرینی کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی، اور کچھ اولاد بلاد عجم میں تھی، اور کچھ بلاد ہند میں، اور کچھ بلاد تکرور میں تھی، آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے، اور ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انھی کے پاس قیام رکھتے ہیں۔[4]

شیخ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

والانفس الناطقة الانسانية اذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الابدان وتذهب متمثلة ظاهرة بصور ابدانها او بصور اخرى كما يتمثل جبرائيل عليه السلام ويظهر بصورة دحية او بصورة بعض الاعراب كما جاء في صحيح الاخبار حيث يشاء الله عز وجل مع بقاء تعلق لها بالابدان الاصلية يتأتى

انسانی روحیں جب پاکیزہ ہوں تو وہ ابدان سے الگ ہو جاتی ہیں اور اپنے بدن کی صورتوں میں یا کسی اور صورت میں متمثل ہو کر چلی جاتی ہیں جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں یا کسی اعرابی کی صورت میں متمثل ہو کر جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا بھیج جاتے ہیں اس کے باوجود ان کا اپنے ابدان اصلیہ سے تعلق برقرار رہتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور جس طرح

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، جذب القلوب ص ۱۵۳، مکتبہ نعیمیہ لاہور

[2] حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، جمال الاولیاء ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

[4] " " " " ، جمال الاولیاء ص ۲۰۲، " " "

معہ صدور الافعال منہا کما یحکی عن بعض الاولیاء قد ست اسرارھم انھم یرون فی وقت واحد فی عدۃ مواضع (الی قولہ) وانکارہ مکابرۃ لا تصدر الا من جاھل (ومعاند (الی قولہ) وادعی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یری فی عدۃ مواضع فی وقت واحد مع کونہ فی قبرہ الشریف یصلی وقد تکلم الکلام مستوفیً فی ذٰلک وصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسیٰ علیہ السلام یصلی فی قبرہ عند الکثیب الاحمر ورآہ فی السماء وجری بینھما ما جری فی امر الصلوٰۃ المفروضۃ وقد رای صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسیٰ علیہ السلام فی السمٰوٰت مع ان قبورھم فی الارض ولم یقل احد انھم نقلوا منھا الیھا۔ [1]

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے، جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیب احمر کے پاس ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرض نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ سید آلوسی، علامہ ابن حجر ہیتمی مکی، علامہ عبدالوہاب شعرانی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، شیخ اشرف علی تھانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال برزخ میں متغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے ہماری یہی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ بعینہٖ موجود ہیں تو یہ تکثر جزئی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شی غیر شی ہوتی ہے سو اس جگہ آپ نہ ہوئے بلکہ آپ کا غیر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے بہرحال

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۳۰۶-۳۰۵، ملخصاً مطبوعہ مطبع الحجاز کراچی

تغایر ہے اس لیے یہ تکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجساد مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ اجسام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور بادلائل ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے توشۂ آخرت، موافقین کے لیے موجب استقامت اور مخالفین کے لیے سبب ہدایت بنا دے۔ ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصیٰ جاتے ہوئے راستہ میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ واعظین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں رکتے تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واعظ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے عذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اسی طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو عذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو ممثل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فتنہ انگیز کی یہ تمثیل کہ ایک ذرا سے شگاف میں سے ایک موٹا سا بیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تمثیل کہ ان کے پاس تازہ نفیس گوشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بدبودار اور سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح برے اعمال کی جتنی سزائیں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے عذاب کی پیشگی مثالیں تھیں۔

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب کے بعد جب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے اور سب نبیوں کو آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلانا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھما کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل مہیا نہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی ہوئی نہیں تھیں، وہ آپ کے دعویٰ کی تصدیق کس طرح کرتے! اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی ہوئی تھی، انھوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں اور جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دعویٰ کے صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده (انعام ۲: ۹۰)

یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوائی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصف مہیا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر ملتا تھا اور آپ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز کیا پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زائد ہو گیا، اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زائد اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی افضلیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صف بنائے ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض محققین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہیٰ پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرش عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ دنی فتدلی اور فکان قاب قوسین او ادنیٰ پر پہنچے اور تجلیات الٰہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالم میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انھوں نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی تو ان کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه ۚ قال ءاقررتم واخذتم على ذلكم اصرى ۖ قالوا اقررنا ۚ قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين ۝ فمن تولى بعد ذلك

اور (اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائیں جو اس (شریعت) کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی نصرت کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

فاولئک ھم الفٰسقون ۝

(آل عمران : ۸۲-۸۱)

بھاری عہد کو قبول کیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا، فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہ ہوں، پھر اگر کوئی اس کے بعد (اس) عہد سے پھرا وہی لوگ نافرمان ہوں گے!

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، خواہ وہ حضرت آدم ہوں یا ان کے بعد کوئی نبی ہو، اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس نبی کی زندگی میں حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ ضرور آپ پر ایمان لائے گا اور ضرور بہ ضرور آپ کی نصرت کریگا، اور وہ نبی اپنی امت سے عہد لیتا کہ جب آپ مبعوث ہو جائیں تو تم نے آپ پر ایمان لانا ہے اور آپ کی نصرت کرنی ہے۔ [1]

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ الکریم کی اس روایت کے مطابق عالم میثاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور یہ نہیں بتایا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کب مبعوث ہوں گے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور بے غایت تکریم ہے کیونکہ ہر نبی ساری عمر آپ کا انتظار کرتا رہا کہ دیکھیے کب مبعوث ہوتے ہیں اور کب آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اطاعت کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک سارے نبی آپ کا راستہ دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے چلے گئے۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم اگر حضرت موسیٰ تمہارے زمانہ میں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارۂ کار نہ تھا، اور اس معنی کی موید احادیث بہ کثرت ہیں، اور اسی وجہ سے عارفین نے یہ کہا ہے کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں، اور آپ کے علاوہ باقی انبیاء علیہم السلام سب آپ کے تابع ہیں۔ [2]

اس لیے اگر آپ مسجد اقصیٰ سے گذرے بغیر چلے جاتے تو وہ سارے نبی جو عالم میثاق سے آپ کی دید کے مشتاق اور آپ کی اطاعت کے لیے بے تاب تھے ان کی آرزوئیں ادھوری اور تمنائیں ناتمام رہ جاتیں۔ آپ مسجد اقصیٰ میں کیا آئے سارے نبیوں کی مرادیں پوری ہو گئیں اور آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر سارے انبیاء علیہم السلام شاد کام ہو گئے!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰، " " "

آسمانوں پر جانے کے اسرار

مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے، پہلے آسمان پر حضرت آدم، دوسرے پر حضرت یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ہر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت کی جس مخصوص شاہراہ سے لے جایا جا رہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھلتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھلتا ہے، توبہ کی قبولیت الٰہی کے در پہ آنے سے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلے گا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے گذرنے کے اسرار

سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے، نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہیٰ ہے اوپر والے سدرہ سے نیچے نہیں جا سکتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے، معلوم ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گذر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتا اور صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد بنائی گئی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گذر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جا سکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آ سکتے، معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کی مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انھوں نے کہا اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی جل جاتے؟ اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہر گز نہ جلتے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چلی اور نہیں جلیں تو جبرائیل کیسے جل جاتے! یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر بن کر چلے تھے تو سدرہ سے نیچے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چمٹ کر چلی تھیں تو سدرہ کے پار گذر گئیں!

اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفرین ہیں:

بد و گفت سالار بیت الحرام — کہ اے حامل وحی برتر خرام
چوں در دوستی مخلصم یافتی — عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند — بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یکسرے موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

قف یا محمد فان ربک یصلی کے اسرار جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے رفرف (سبز رنگ کا ایک تخت) پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے تو تنہائی سے آپ کو گھبراہٹ اور وحشت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کی:

قف یا محمد فان ربک یصلی۔ اے محمد ٹھہریے آپ کا رب آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے نماز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ رب نماز پڑھتا ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو زائل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:

ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ۔ وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔

تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ نماز کے معنی میں نہیں رحمت (درود) کے معنی میں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر دیتا پہلے آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے نماز کی طرف منتقل کر کے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر کے زائل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا، کیونکہ گھبراہٹ اور وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے۔

اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھبراہٹ ہی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اس کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو یہ روحانی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

نیز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بہلتا ہے تو صرف حضرت ابوبکر سے بہلتا ہے، غار ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابوبکر کی آواز سے تسکین ہوئی، قبر انور کی تنہائی میں حضرت ابوبکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پچاس نمازیں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی نمازیں

نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جائیے اور نمازیں کم کرائیے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کرنی تھیں تو ابتداءً پچاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی سماعت سے پھر شاد ہونا چاہتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس رمز سے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے، حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلا رہی تھیں اور مشتاق دید سرتاپا نیاز بن کر بار بار حریم ناز میں جا رہا تھا یہ حسن اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداءً پانچ فرض کی جا سکتی تھیں!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، سارے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہوئی تھیں اور یہ دلیل قائم کرنی تھی کہ قبر والے سفارش کرتے ہیں اور دنیا والوں کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پچاس سے پانچ ہو گئیں!

الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے اسرار

نبی صلے اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ لے کر آئے اور فرمایا تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوہیت کے جلووں میں ڈوب جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ لے کر آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ حطیم کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی نمائندگی نماز میں حالت قیام ہے، دوسری حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے لے کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ تک پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے قائم مقام نماز میں سجدہ ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کو اپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں ہے:

واسجد واقترب۔ (علق: ۱۹) آپ سجدہ کریں اور (ہم سے مزید) قریب ہوں

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے: تم بکثرت سجدوں کو لازم کرو کیونکہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے"، ہمارے علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی عبودیت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے، اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تو بندہ جتنا اس کی صفت عزت سے نزدیک ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی کہ جس جگہ پیر رکھے جاتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ [2]

کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ نے فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گذرے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں اور فلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہوگئی، کیونکہ قافلہ والوں نے بتایا کہ کسی نے اس پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرایا اور وہ پانی ختم ہوگیا، دوسرے اس سے معراج جسمانی پر دلیل قائم ہوگئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانیوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بعیدہ سے ملکہ بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عادۃً منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلے اللہ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا، اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جائے تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جائز ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا اولیاء اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۷۔ عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی اللہ لی بیت المقدس الحدیث متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں حجر میں کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا۔

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ جس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع (۷) میں ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے کعبہ کا کوئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔ [1]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اولیاء میں سے کسی کی زیارت کرتا ہے آیا یہ قول صحیح ہے؟ انھوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اولیاء اللہ کے لیے کرامت جائز ہے۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی بحث میں لکھ چکے ہیں کہ اگر کعبہ اولیاء اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس انصار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔ [3]

شب معراج دیدار الٰہی کے اسرار

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا اور یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے اور پہاڑ طور ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بوادر النوادر ص ۱۳۷، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۸۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۸۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۷ھ

نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کر دیکھانے والے نے بھی داد دی اور فرمایا: ماذاغ البصر وما طغیٰ۔
اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پر جلال ہے کہ اگر اس کو وہ پہاڑ پر نازل کرتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر تیئس سال تک لگاتار کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے اطمینان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام ہو ان آنکھوں پر جنھوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محویت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی سہار نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیئس سال کلام الٰہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں آیا۔
علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جنت میں ہم (اگر خدا کے فضل سے جنت میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں!
کسی واقعہ کو سنوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ ــــ ہے اور ایک ہے اور سچ کہا لیکن کسی نہ کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا سارے انبیاء صادق ہیں لیکن آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔
زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء اور صالحین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت بھی مرتبہ صحابیت کو نہیں پا سکتی تو جب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا!
اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، انسان، جن، فرشتے اور سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔
شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سن کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہاء اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناتمام ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور ناتمام ہوتیں، سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناتمام رہتیں، آپ نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا

تو تمام نبیوں کی شہادتیں مکمل ہو گئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ کی سب نبیوں نے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرع ہے اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہو گیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا صادق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب میں قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے نکات کا استنباط کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں، میں نے جو اسرار اور نکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر لکھتا ہوں اور باوضو اور قبلہ رو بیٹھ کر لکھتا ہوں اور لکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق لکھنے کی توفیق دے اور لکھنے سے پہلے، لکھتے وقت اور لکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات نہ لکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے، میں نے ان مختلف آراء اور مذاہب میں سے اس رائے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

الٰہ العالمین میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تفضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما! میرے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پر مستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید، مؤثر اور فیض رکھنا، تمام شروحات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرمانا، اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور میری حسنات کے لیے صدقہ جاریہ کرنا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور مصحح کو، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جملہ مسلمین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور عذاب سے محفوظ رکھنا، دارین میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، روح اور ایمان عطا فرمانا، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرمانا۔ آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک سیدنا محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی العلماء الراسخین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابُ مَعْنٰى قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى وَهَلْ رَاٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ لَيْلَةَ الْاِسْرَآءِ

آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالےٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟

۳۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ نَا عَبَّادٌ وَهُوَ ابْنُ الْعَوَّامِ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَاَلْتُ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے زر بن حبیش سے قرآن مجید کی آیت فکان قاب قوسین او ادنی "پس دو کمانوں کے دو سروں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے" کی تفسیر پوچھی زر بن حبیش نے کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے۔

۳۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ما کذب الفؤاد ما رای "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۴۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعَ زِرَّ بْنَ حُبَيْشٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَتِهٖ لَهٗ سِتُّ مِائَةِ جَنَاحٍ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لقد رای من ایات ربہ الکبری "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا۔

۳۴۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ولقد راہ نزلۃ اخری "اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام

کو دیکھا۔

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَآهُ بِقَلْبِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ الْأَشَجُّ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحُصَيْنِ أَبِي جَهْمَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى قَالَ رَآهُ بِفُؤَادِهِ مَرَّتَيْنِ۔

ابو عالیہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے ما کذب الفؤاد ما رای ولقد راہ نزلۃ اخری "دل نے اس کو نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا اور انھوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا: اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دو بار دیکھا۔

۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا أَبُو جَهْمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۴۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مُتَّكِئًا عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ ثَلَاثٌ مَنْ تَكَلَّمَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مُتَّكِئًا فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْظِرِينِي وَلَا تُعَجِّلِينِي أَلَمْ يَقُلِ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا هُوَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ أَرَهُ عَلَى صُورَتِهِ الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا غَيْرَ هَاتَيْنِ الْمَرَّتَيْنِ رَأَيْتُهُ مُنْهَبِطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًّا عِظَمُ

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اس موقع پر حضرت عائشہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابو عائشہ (یہ حضرت مسروق کی کنیت ہے) تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تینوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المومنین! ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ولقد راہ بالافق المبین "اور بے شک انھوں نے اسے روشن کنارے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد راہ نزلۃ اخری "اور انھوں نے تو وہ

خَلْقِهٖ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَقَالَتْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (اِلٰى قَوْلِهٖ) اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ قَالَتْ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ يُخْبِرُ بِمَا يَكُوْنُ فِيْ غَدٍ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

جلوہ دوبار دیکھا" ام المؤمنین نے فرمایا اس امت میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کے بارے میں پوچھا تو حضور نے فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں، حضور نے ان دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پیدا کیے گئے تھے (آپ نے فرمایا) میں نے ایک مرتبہ انھیں اس کیفیت میں دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جسامت نے تمام آسمان و زمین کو گھیر لیا ہے، پھر ام المؤمنین نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔" آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف اور خبیر ہے" اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم "اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں ہو یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے" پھر ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپا لیا اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ "اے رسول جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک پہنچا دیجیے، اگر آپ نے (بالفرض) ایسا نہیں کیا تو آپ نے فریضۂ رسالت کو ادا نہیں کیا" اور جو شخص یہ کہے

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (بالذات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر) کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لایعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ۔ آپ فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (بالذات) کوئی نہیں جانتا۔

۳۴۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا دَاوُدُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ قَالَتْ وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاتِمًا شَيْئًا مِمَّا اُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاهُ۔

امام مسلم نے سند سابق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے، واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ۔ اور اے محبوب یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ دینے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

۳۴۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَقَدْ قَفَّ شَعْرِيْ لِمَا قُلْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ وَحَدِيْثُ دَاوُدَ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تمہاری یہ بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی روایات کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن داؤد کی روایت زیادہ مفصل ہے۔

۳۵۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ ثَنَا زَكَرِيَّا عَنِ ابْنِ أَشْوَعَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ تَعَالَى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى قَالَتْ إِنَّمَا ذَاكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الرِّجَالِ وَإِنَّهُ أَتَاهُ فِي هٰذِهِ الْمَرَّةِ فِي صُورَتِهِ الَّتِي هِيَ صُورَتُهُ فَسَدَّ أُفُقَ السَّمَاءِ۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا قرآن کریم کی اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور محبوب کے درمیان کمان کے دو سروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر وحی فرمائی اس نے اپنے بندے کو جو وحی فرمائی" حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہو گئی

۳۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُورٌ أَنَّى أَرَاهُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (خالق) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے

۳۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَسَأَلْتُهُ فَقَالَ عَنْ أَيِّ شَيْءٍ كُنْتَ تَسْأَلُهُ قَالَ كُنْتُ أَسْأَلُهُ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَدْ سَأَلْتُهُ فَقَالَ رَأَيْتُ نُورًا۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملا ہوتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبداللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خالق) نور کو دیکھا ہے۔

---

۳۵۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائیں فرمایا:

۱۔ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهٗ يُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ حِجَابُهُ النُّوْرُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ وَلَمْ يَقُلْ حَدَّثَنَا۔

شان کے لائق ہے۔

۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔

۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا ہوا ہے (ایک روایت میں نور کی جگہ نار کا لفظ ہے۔)

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات کی شعاعیں منتہاء بصر تک تمام مخلوق کو جلا دیں گی۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ خَلْقِهٖ وَقَالَ حِجَابُهُ النُّوْرُ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلانے کا ذکر نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب نور ہے۔

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعٍ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّنَامَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهٗ وَيُرْفَعُ اِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ۔

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ سونا اس کو زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی احادیث میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے مضامین ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا

حدیث نمبر ۳۴۷ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے قرآن مجید سے کچھ چھپالیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورا قرآن امت تک پہنچا دیا اور کیونکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آج امت کے ہاتھوں میں جو قرآن مجید محفوظ ہے یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حضور نے اس کو ہم تک پہنچا دیا۔ لہٰذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کا ایک تہائی ہے باطل ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن الذی جاء بہ جبرائیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف اٰیۃ [1]

حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جس قرآن کو حضرت جبرائیل حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔

نوٹ: قرآن مجید میں چھ ہزار دو سو اور چند آیتیں ہیں۔

نیز شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول: ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کلہ کما انزل الا کذاب و ما جمعہ و حفظہ کما نزلہ اللہ تعالیٰ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام و ائمۃ من بعدہ علیہم السلام [2]

جابر بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے پورے قرآن کو جس طرح وہ نازل ہوا تھا محفوظ کر لیا ہے وہ جھوٹا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کیا تھا، اس کو اس طرح صرف حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے بعد کے اماموں نے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان

حدیث نمبر ۳۴۸ میں ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے!

و اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ امسک علیک زوجک و اتق اللہ و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس و اللہ احق ان تخشاہ ط فلما قضی زید منہا

اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے (بھی) انعام فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتے

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۶۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

[2] 〃 〃 〃 〃، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۸، 〃 〃 〃

وطرا زوجنکھا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا ط وکان امر اللہ مفعولا

(احزاب: ۳۷)

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں) لوگوں کی (طعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب زید نے اس سے (قطع نکاح کی) غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ (اس کے بعد) مؤمنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی حرج نہ رہے، جب وہ (ان کو طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی سمیہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام کو اپنے حسب اور نسب کی فضیلت کی بناء پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم "کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرما دیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں"۔ (احزاب: ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس دینار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا پچیس سیر غلہ اور تقریباً تین من کھجوروں کے مہر کے عوض حضرت زید بن حارثہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

نکاح کے بعد عموماً ان میاں بیوی میں بحث و تکرار اور چپقلش رہتی تھی۔ حضرت زینب عموماً اپنے حسب و نسب کی بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آکر حضرت زینب کی شکایت کرتے اور انھیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گذرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آجائیں گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپیگنڈا کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیسا نبی ہے جس نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی یعنی بہو سے خود نکاح کر لیا۔ اس وجہ سے جب زید بار بار آکر آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ بہر حال ایسا ہونا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کر لیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا ہوتا ہے نہ اس کی بیوی حقیقی بہو ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اسوہ اس کے لیے دلیل اور حجت بن جائے۔ [1]

چنانچہ ایسا ہی ہوا زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "زوجنکھا" ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بغیر کسی پیغام، عقد نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حضور کی زوجیت میں داخل ہو گئیں اور یہ ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شاندار ولیمہ کیا تھا، سورۂ احزاب کی دو آیتوں (۳۸-۳۷) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

"اے محبوب اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کرنے والا تھا اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زید نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی (یعنی طلاق دے دی اور عدت گذر گئی) تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بولے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے (عدت کے بعد) نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم بہر حال ہو کر رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرض کر دیا ہو اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ طعن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مقدر کیا ہوا کام اٹل ہوتا ہے۔"

بعض قصہ گو واعظوں نے ضعیف اور مطعون روایات کی بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی نامناسب باتیں لکھ دی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تشریح اور تفسیر وہی ہے جو ہم نے معتبر حوالوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر امتی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور مختار ہیں اگر وہ کسی امتی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہونا ہے۔

نور انی اراہ کی تحقیق حدیث نمبر ۲۵۱ میں ہے: نور انی اراہ، اس جملہ میں انی کو کئی طرح پڑھا گیا ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، تفسیر روح المعانی ج ۲۲، ص ۲۶-۲۴، دار احیاء التراث العربی بیروت

مُلّا علی قاری لکھتے ہیں:

نُورٌ اَنّٰی اَرَاہُ کو محدثین نے کئی طرح پڑھا ہے ایک صورت یہ ہے نُورٌ اَنّٰی اَرَاہُ "وہ خالق نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں"، علامہ نووی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابوذر کی اس کے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ میں نے خالق نور کو دیکھا ہے۔

اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے نُورٌ اَنّٰی اَرَاہُ "اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا میں نے اس کو دیکھا ہے" (یہ ماضی کی حال سے حکایۃً تعبیر ہے۔)

اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "نُورٌ اِنِّیْ اَرَاہُ" اللہ تعالیٰ خالق نور ہے اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔[1]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ اَنّٰی اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔"

بَابُ اِثْبَاتِ رُؤْیَةِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْاٰخِرَةِ لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی

آخرت میں مومنین کے لیے اللہ سبحانہٗ کے دیدار کا اثبات

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَهْضَمِیُّ وَاَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ غَسَّانَ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ نَا اَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیُّ عَنْ اَبِیْ بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ جَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ وَبَیْنَ اَنْ یَّنْظُرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْكِبْرِیَآءِ عَلٰی وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ۔

عبداللہ بن قیس اپنے والد گرامی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر حائل ہوگی۔

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَیْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ صُهَیْبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۳۴۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ فَيَقُولُونَ أَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا أَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

ہے جس کو میں پورا کروں، جنتی عرض کریں گے اے بارالٰہ کیا تُو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے کیا تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی! کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حجاب اٹھا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لیں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوگی۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت صہیب رومی سے یہی روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے دیدار پر استدلال کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور مزید انعام ہے یعنی دیدارِ الٰہی۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَاسًا قَالُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ تُضَارُّونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذٰلِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتْبَعْهُ فَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسَ وَيَتْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الْقَمَرَ الْقَمَرَ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا! کیا ہم آخرت میں اپنے رب کو دیکھیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ گر ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، صحابہ نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت ہوتی ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا بالکل نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھو گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہٰذا جو شخص دنیا میں سورج کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا،

يَتَّبِعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الطَّوَاغِيتَ الطَّوَاغِيتَ
وَتَبْقَى هٰذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوهَا فَيَأْتِيهِمُ
اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ
الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ
هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا
فَإِذَا جَاءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ فَيَأْتِيهِمُ
اللّٰهُ فِي صُورَتِهِ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُ
أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا فَيَتَّبِعُونَهُ
وَيُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ جَهَنَّمَ
فَأَكُونُ أَنَا وَأُمَّتِي أَوَّلَ مَنْ يُجِيزُ وَلَا
يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعْوَى الرُّسُلِ
يَوْمَئِذٍ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِي جَهَنَّمَ
كَلَالِيبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ أَنَّهُ
لَا يَعْلَمُ مَا قَدْرُ عِظَمِهَا إِلَّا اللّٰهُ تَخْطَفُ
النَّاسَ بِأَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمُ الْمُوبَقُ
بِعَمَلِهِ وَمِنْهُمُ الْمُجَازَى حَتّٰى يُنْجَى
حَتّٰى إِذَا فَرَغَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ
بَيْنَ الْعِبَادِ وَأَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ بِرَحْمَتِهِ
مَنْ أَرَادَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَمَرَ الْمَلَائِكَةَ
أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا مِمَّنْ أَرَادَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
أَنْ يَرْحَمَهُ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
فَيَعْرِفُونَهُمْ فِي النَّارِ يَعْرِفُونَهُمْ بِأَثَرِ
السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنِ ابْنِ آدَمَ
إِلَّا أَثَرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ
أَنْ تَأْكُلَ أَثَرَ السُّجُودِ فَيَخْرُجُونَ مِنَ
النَّارِ قَدِ امْتَحَشُوا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ
مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُونَ مِنْهُ كَمَا
تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ ثُمَّ يَفْرُغُ

آخیر میں یہ اُمت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرمائیگا میں تمہارا رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہریں گے یہاں تک کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں، پھر میری امت عرض کرے گی ہاں تو واقعی ہمارا رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی اتباع کریں گے پھر دوزخ کی پشت پر پل صراط بچھایا جائیگا اور میں اور میرے امتی سب سے پہلے اس پل سے گذریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن رسولوں کی زبان پر یہی دعا ہوگی اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ (اے مولیٰ سلامتی سے پار گذار دے) اور جہنم میں سعدان نامی خاردار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے، پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے سعدان جھاڑی کو دیکھا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وہ کانٹے سعدان جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لمبائی کی مقدار کو بغیر اللہ تعالیٰ کے (تبلائے) کوئی نہیں جانتا اور وہ کانٹے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے (یہ سلسلہ یونہی جاری رہے گا) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کر کے فارغ ہو جائے گا پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا

اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ وَبَقِيَ رَجُلٌ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهِ عَلَى النَّارِ وَهُوَ آخِرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِي عَنِ النَّارِ فَإِنَّهُ قَدْ قَشَبَنِي رِيحُهَا وَأَحْرَقَنِي ذَكَاؤُهَا فَيَدْعُو اللّٰهَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَدْعُوَهُ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ عَسَيْتَ إِنْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ بِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهُ وَيُعْطِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَيَصْرِفُ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَآهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدِّمْنِي إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللّٰهُ لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي أَعْطَيْتُكَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ يَدْعُو اللّٰهَ حَتَّى يَقُولَ لَهُ فَهَلْ عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتُكَ ذٰلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ فَيُعْطِي رَبَّهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ عُهُودٍ وَمَوَاثِيقَ فَيُقَدِّمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ انْفَهَقَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَرَأَى مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللّٰهُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے محض اپنی رحمت سے جہنم سے نکال لے اس وقت فرشتوں کو حکم دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر تاحیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال لیں، فرشتے ان لوگوں کو سجدوں کے نشانات کی وجہ سے پہچان لیں گے کیونکہ آگ ابن آدم کے اعضاء سجود کے علاوہ تمام جسم کو جلا دے گی، یہ لوگ جلے ہوئے جسم کے ساتھ جہنم سے نکالے جائیں گے، پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ اگ پڑتا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہوگا جس کا منہ جہنم کی طرف ہوگا اور یہی شخص آخری جنتی ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے پھیر دے اس کی بدبو مجھے ایذاء پہنچاتی ہے اور اس کی تپش مجھے جلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوگا وہ دعا کرتا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو اور سوال کرنے لگے گا" وہ شخص کہے گا کہ میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھیر کر جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو اپنے سامنے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیے تھے کہ تو مزید سوال نہیں کریگا افسوس ہے اے ابن آدم!

أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْخِلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى لَهُ أَلَيْسَ قَدْ أَعْطَيْتَ عُهُودَكَ وَمَوَاثِيقَكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا أُعْطِيتَ وَيْلَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ فَمَا يَزَالُ يَدْعُو اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَضْحَكَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا ضَحِكَ اللهُ مِنْهُ قَالَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِذَا دَخَلَهَا قَالَ اللهُ لَهُ تَمَنَّ فَيَسْأَلُ رَبَّهُ وَيَتَمَنَّى حَتَّى أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيُذَكِّرُهُ مِنْ كَذَا وَكَذَا حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانِيُّ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِ شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ اللهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ إِلَّا قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهِ قَالَ

—— تو کس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "اگر میں نے تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا" وہ شخص کہے گا اے میرے رب تیری عزت و جلال کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے اس لئے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوگا تو جنت اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ اس کو نظر آئے گی اور وہ اس میں سرور انگیز اور خوشگوار مناظر دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کچھ دیر تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا "اے میرے رب مجھے جنت میں داخل کر دے" اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا، افسوس اے ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے"، وہ شخص عرض کریگا: اے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے زیادہ بد نصیب ہونگا کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں) وہ بار بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے مطابق ہنسی آئے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ ہنس پڑیگا تو فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" اور جب اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر فرمائے گا اب اور تمنا کر، وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال اور تمنا میں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی نعمتوں کی اجناس اسے یاد دلائے گا تاکہ اس کی آرزوئیں پوری ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیگا

اَبُوْهُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ الرَّجُلُ اٰخِرُ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ۔

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور اتنی ہی مقدار میں اور نعمتیں بھی لے لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان کیا۔ صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید خدری نے کہا اے ابو ہریرہ" یہ تمام نعمتیں بھی لو اور اس کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا مجھے تو یہ حدیث یونہی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور ان کی ایک مثل لے لو۔ حضرت ابو سعید نے کہا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کر رہا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا۔

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اِنَّ النَّاسَ قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيْثِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰى مَقْعَدِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَنْ يَقُوْلَ لَهٗ تَمَنَّ فَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهٗ هَلْ تَمَنَّيْتَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تمنا کرو" وہ تمنا کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تم نے تمنا کر لی؟ وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جو تمنا کی تھی وہ بھی لے لو، اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ

---

۳۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ نَاسًا فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ بِالظَّهِيْرَةِ صَحْوًا لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَيْسَ فِيْهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتْبَعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى اَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْاَنْصَابِ اِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ وَغُبَّرَاتِ اَهْلِ الْكِتَابِ فَيُدْعٰى الْيَهُوْدُ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرًا ابْنَ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرا ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کر لو گے قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت کیا کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی بچ جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ نیک ہوں یا بد اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم پیاسے

فَيُقَالُ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَمَا ذَا تَبْغُوْنَ فَالُوْا عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اِلَيْهِمْ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلَى النَّارِ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ ثُمَّ يُدْعَى النَّصَارٰى فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ قَالُوْا كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيْحَ ابْنَ اللّٰهِ فَيُقَالُ لَهُمْ كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَّلَا وَلَدٍ فَيُقَالُ لَهُمْ مَاذَا تَبْغُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ عَطِشْنَا يَا رَبَّنَا فَاسْقِنَا فَيُشَارُ اِلَيْهِمْ اَلَا تَرِدُوْنَ فَيُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ كَاَنَّهَا سَرَابٌ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَيَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ اِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ اَتَاهُمْ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَدْنٰى صُوْرَةٍ مِّنَ الَّتِيْ رَاَوْهُ فِيْهَا قَالَ فَمَا تَنْتَظِرُوْنَ تَتْبَعُ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا اَفْقَرَ مَا كُنَّا اِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ فَيَقُوْلُ اَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا حَتّٰى اِنَّ بَعْضَهُمْ لَيَكَادُ اَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ

ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائیگا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے" کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے" ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے، پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دے ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انھیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی، پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے،

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، خواہ نیک ہوں یا بدکار، پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے جانتے ہوں گے (کہ یہ ان کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے اے بارِ الٰہ ہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے، اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا، اس صورت سے آواز آئے گی میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

وَبَيْنَهُ آيَةٌ فَتَعْرِفُونَهُ بِهَا فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ إِلَّا أَذِنَ اللّٰهُ لَهُ بِالسُّجُودِ وَلَا يَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَرِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاحِدَةً كُلَّمَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ خَرَّ عَلَى قَفَاهُ ثُمَّ يَرْفَعُونَ رُءُوسَهُمْ وَقَدْ تَحَوَّلَ فِي صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَنْتَ رَبُّنَا ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُولُونَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْجِسْرُ قَالَ دَحْضٌ مَزِلَّةٌ فِيهَا خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَكُونُ بِنَجْدٍ فِيهَا شُوَيْكَةٌ يُقَالُ لَهَا السَّعْدَانُ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُونَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَمَخْدُوشٌ مُرْسَلٌ وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ حَتَّى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً لِلّٰهِ فِي الِاسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ فِي

شریک نہیں کرتے، مسلمان یہ کلمات دو یا تین بار دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے دل ڈگمگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہارے علم میں کوئی ایسی نشانی ہے جس سے تم اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے "ہاں" پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائے گا، اس منظر کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف یا ریاکاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں انھوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیگا "میں تمہارا رب ہوں"، مسلمان کہیں گے کہ "تو ہمارا رب ہے"، پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت سب کہیں گے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ "اے اللہ سلامت رکھ"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دندانے دار کانٹے ہوں گے، وہ لوہے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکنے میں گذر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت پار پہنچ جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں گے

النَّارِ يَقُولُونَ رَبَّنَا كَانُوا يَصُومُونَ مَعَنَا وَيُصَلُّونَ وَ يَحُجُّونَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا قَدْ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ وَإِلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيهَا أَحَدٌ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ فَيَقُولُ اللهُ جَلَّ وَعَزَّ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا أَحَدًا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِ ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا مِمَّنْ أَمَرْتَنَا أَحَدًا ثُمَّ يَقُولُ ارْجِعُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ خَلْقًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيهَا خَيْرًا وَكَانَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ يَقُولُ إِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي بِهَذَا الْحَدِيثِ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ

اور بعض مسلمان کانٹوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے (بطور نازع اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو، ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا تھا، پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لانے کا تو نے حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے اللہ! جن لوگوں کو تو نے جہنم سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم

مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهَرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ نَهَرُ الْحَيَاةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَا تَرَوْنَهَا تَكُوْنُ اِلَى الْحَجَرِ اَوْ اِلَى الشَّجَرِ مَا يَكُوْنُ اِلَى الشَّمْسِ اَصَيْفِرُ وَاَحَيْفِرُ وَمَا يَكُوْنُ مِنْهَا اِلَى الظِّلِّ يَكُوْنُ اَبْيَضَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ كُنْتَ تَرْعَى بِالْبَادِيَةِ قَالَ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِيْمُ يَعْرِفُهُمْ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَآءُ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ ثُمَّ يَقُوْلُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَمَا رَاَيْتُمُوْهُ فَهُوَ لَكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبَّنَا اَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ هٰذَا

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جتنی لوگ پھر جائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد میں خلق خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو: (ترجمہ) لاریب اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔" پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔ اب گنہ گاروں کے لیے سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے ان لوگوں کو نکال لے گا، جنھوں نے اصلاً کوئی نیکی نہیں کی ہو گی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تر و تازہ نکل کھڑے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے دانہ اگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز رنگ کا پودا بن جاتا ہے جو دانہ سائے کی جانب ہوتا ہے اس کا پودا سفید رنگ کا ہوتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زرعی معاملات کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگلوں میں جانور چراتے رہے ہوں، آپ نے (سلسلہ کلام

فَيَقُوْلُ رِضَائِيْ فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا۔

جاری رکھتے ہوئے) فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے اہل جنت انھیں پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی نیک عمل کے جہنم سے آزاد کر دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہان والوں میں سے کسی کو عطا نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

۳۶۳۔ قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلَى عِيْسَى بْنِ حَمَّادٍ زُغْبَةَ الْمِصْرِيِّ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِي الشَّفَاعَةِ وَقُلْتُ لَهُ أَحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْكَ إِنَّكَ سَمِعْتَهُ مِنْ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ قُلْتُ لِعِيْسَى بْنِ حَمَّادٍ أَخْبَرَكُمُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَرَى رَبَّنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُضَارُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ إِذَا كَانَ يَوْمٌ صَحْوٌ قُلْنَا لَا وَسُقْتَ الْحَدِيْثَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے"، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟" ہم نے عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش دے گا جنھوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا ہوگا تو ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ بھی تم نے دیکھا یہ بھی لے لو اور اس جتنا اور لے لو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

— حَتّٰی الْقَضٰی اٰخِرَہٗ وَھُوَ نَحْوُ حَدِیْثِ حَفْصِ بْنِ مَیْسَرَۃَ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِہٖ بِغَیْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْہُ وَلَا قَدَّمُوْہُ فَیُقَالُ لَھُمْ لَکُمْ مَا رَاَیْتُمْ وَمِثْلُہٗ مَعَہٗ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ بَلَغَنِیْ اَنَّ الْجِسْرَ اَدَقُّ مِنَ الشَّعْرَۃِ وَاَحَدُّ مِنَ السَّیْفِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اللَّیْثِ فَیَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَعْطَیْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ وَمَا بَعْدَہٗ فَاَقْرَبُ اِلٰی عِیْسَی بْنِ حَمَّادٍ۔

ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور لیث اور سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے۔

۳۶۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ نَا ھِشَامُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ بِاِسْنَادِھِمَا نَحْوَ حَدِیْثِ حَفْصِ بْنِ مَیْسَرَۃَ اِلٰی اٰخِرِہٖ وَقَدْ زَادَ وَنَقَصَ شَیْئًا۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ تغیر و تبدل اور کمی بیشی کے ساتھ ایک سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطاء صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور صحابہ اور ان کے بعد اخیار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور بیس سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی احادیث مروی ہیں۔

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے لیے شعاع بصری کا احاطہ کرنا اور مری کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جو ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور جب مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بالمقابل ہو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ (قیامت:۲۲،۲۳) — کچھ چہرے اس دن اپنے رب کو دیکھتے ہوئے تروتازہ ہوں گے۔

کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ (مطففین:۱۵) — ہاں ہاں بے شک اس دن وہ (کفار) اپنے رب کے دیدار سے محروم ہوں گے۔

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محرومی حسرت اور عذاب تب ہی ہوسکتی ہے جب مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرا کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ عام مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں فانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، اور فنا ہونے والی آنکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جا سکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا تمام انسانوں کی آنکھیں فنا کی مظہر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان

حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت میں ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر مسلمان انکار کریں گے اور کہیں گے کہ تو ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک اور صورت میں ظاہر ہوگا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شروع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنالیں گے جس طرح دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھانٹی کر دی جائے گی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سحقاً سحقاً دور (رہو دور رہو) فرما کر انہیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا وامتازوا الیوم ایہا المجرمون "اے مجرمو آج علیحدہ ہو جاؤ"

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے مختار اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض کرتے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا (اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے) اور یہ ایسی صفت ہوگی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہوگی اور نہ اس پر آثار حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے لہٰذا جب

وہ ایک بے مثل صفت کو دیکھیں گے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہولناکیاں انھوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو "کشف ساق" (پنڈلی منکشف کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف وکرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے وجدان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت، جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے وجدان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہوگا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہوگا۔

بَابُ إِثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَإِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِينَ مِنَ النَّارِ

شفاعت کا اثبات اور موحدین کو دوزخ سے نکالنے کا بیان

۳۶۵۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا مَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا حُمَمًا قَدِ امْتُحِشُوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَوَةِ أَوِ الْحَيَاءِ فَيَنْبُتُونَ فِيهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لو، پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہوگا، پھر ان کو آب حیات کی نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تر و تازہ ہو کر نکلنا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے سبزی مائل ہو کر اگ پڑتا ہے۔

۳۶۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

كَا عَفَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ ح وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنَا خَالِدٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَاةُ وَلَمْ يَشُكَّا وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ كَمَا تَنْبُتُ الْغُثَاءَةُ فِي جَانِبِ السَّيْلِ وَفِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيلَةِ السَّيْلِ۔

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں دانہ اُگنے کا ذکر تھا اور اس میں کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

۳۶۷۔ وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَإِنَّهُمْ لَا يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَا يَحْيَوْنَ وَلٰكِنْ نَاسٌ أَصَابَتْهُمُ النَّارُ بِذُنُوبِهِمْ أَوْ قَالَ بِخَطَايَاهُمْ فَأَمَاتَهُمْ اللّٰهُ إِمَاتَةً حَتّٰى إِذَا كَانُوا فَحْمًا أُذِنَ بِالشَّفَاعَةِ فَجِيءَ بِهِمْ ضَبَائِرَ ضَبَائِرَ فَبُثُّوا عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيَنْبُتُونَ نَبَاتَ الْحَبَّةِ تَكُونُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ فِي الْبَادِيَةِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں مریں گے اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر موت طاری کر دیگا یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفاعت کی اجازت ہوگی تو ان کو گروہ در گروہ بلایا جائے گا اور انھیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس طرح تر و تازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی کے بہاؤ سے آنے والی مٹی میں دانہ سرسبز و شاداب ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے لگا یوں لگتا ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگل میں رہے ہوں۔

۳۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلٰى قَوْلِهِ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں دانہ کے اُگ پڑنے تک کا ذکر ہے۔

۳۶۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ كِلَيْهِمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَأْتِيهَا فَيُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهَا مَلْأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْأَى فَيَقُولُ اللهُ لَهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ أَمْثَالِهَا أَوْ إِنَّ لَكَ عَشَرَةَ أَمْثَالِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي أَوْ تَضْحَكُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ وَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ فَكَانَ يُقَالُ ذَاكَ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً۔

۳۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنَ النَّارِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةُ أَضْعَافِ الدُّنْيَا

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کون نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو کولھوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم میں سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہوگا تو وہ یہ سمجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے رب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال یہ ہوگا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو، تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی"، وہ شخص عرض کرے گا "اے اللہ تو مالک ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں میں نے اس موقع پر حضور کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی مبارک داڑھیں ظاہر ہوگئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک جنتی کا سب سے کم درجہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا وہ شخص کولھوں کے بل گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا جائیگا "چلو جنت میں داخل ہو جاؤ" وہ جنت میں جا کر دیکھے گا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس شخص سے کہا جائے گا "کیا تمہیں وہ وقت یاد ہے جسے گذار کر آئے ہو" وہ اثبات میں جواب دے گا پھر اس سے کہا جائے گا تمنا کرو وہ تمنا کرے گا پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ

قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

بھی لے لو اور تمام دنیا کی دس گنا جگہ بھی لے لو وہ شخص کہے گا" تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو مالک ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر ہنس پڑے اور آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

۳۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آخِرُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِي مَرَّةً وَيَكْبُو مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَإِذَا مَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ إِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِي نَجَّانِي مِنْكِ لَقَدْ أَعْطَانِي اللهُ شَيْئًا مَا أَعْطَاهُ أَحَدًا مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ فَتُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ فَلِأَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَأَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا ابْنَ آدَمَ لَعَلِّي إِنْ أَعْطَيْتُكَهَا سَأَلْتَنِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَا يَا رَبِّ وَيُعَاهِدُهُ أَنْ لَا يَسْأَلَهُ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ تَعَالَى يَعْذِرُهُ لِأَنَّهُ يَرَى مَا لَا صَبْرَ لَهُ عَلَيْهِ فَيُدْنِيهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهُ شَجَرَةٌ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأُولَى فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَدْنِنِي مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ لِأَشْرَبَ مِنْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اُسے جلا چکی ہوگی، جب جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی، پھر اس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا" اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس کے پھلوں سے پانی پیوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا" اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا" وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں اے میرے رب، اور اللہ تعالیٰ سے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

مَآئِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَآ اَسْئَلُكَ
غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّيْ اِنْ
اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلُنِيْ غَيْرَهَا
فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّا يَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا
وَرَبُّهٗ تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى
مَا لَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا
فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ
مَآئِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ
بَابِ الْجَنَّةِ هِيَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ
فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةِ لِاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ
مِنْ مَّآئِهَا لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا
فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِيْ
اَنْ لَّا تَسْاَلَنِيْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا
رَبِّ هٰذِهٖ لَآ اَسْئَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ
تَعَالٰى يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَا لَا
صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَاِذَا
اَدْنَاهُ مِنْهَا فَيَسْمَعُ اَصْوَاتَ اَهْلِ
الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْهَا
فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ
مِنْكَ اَيُرْضِيْكَ اَنْ اُعْطِيَكَ الدُّنْيَا
وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ
الْعٰلَمِيْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ
اَلَا تَسْئَلُوْنِيْ مِمَّ اَضْحَكُ قَالُوْا
مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ

سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور سوال کرے گا" اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہوگا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دیگا وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہوگا پھر وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں آسکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا "اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تیرے سوالوں

اللّٰهِ قَالَ مَنْ ضَحِكَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ حِيْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّيْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مَا اَشَآءُ قَادِرٌ۔

کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ دے دوں" وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے، یہ حدیث سنا کر حضرت عبداللہ بن مسعود ہنس پڑے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے کہا تم نے مجھ سے پوچھا نہیں میں کیوں ہنسا لوگوں نے کہا "بتلائیے آپ کیوں ہنسے" حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی یہ بات فرما کر ہنسے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے ہنسے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پہ قادر ہوں۔

۳۷۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِيْ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً رَجُلٌ صَرَفَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ قِبَلَ الْجَنَّةِ وَمَثَّلَ لَهٗ شَجَرَةً ذَاتَ ظِلٍّ فَقَالَ اَيْ رَبِّ قَدِّمْنِيْ اِلٰى هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اَكُوْنُ فِيْ ظِلِّهَا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَا يَصْرِيْنِيْ مِنْكَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِيْهِ وَيُذَكِّرُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَلْ كَذَا وَكَذَا فَاِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِيُّ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتَهٗ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے جنت کی طرف پھیر دے گا اور اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں ہو لوں۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے لیکن اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اے ابن آدم! تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے" اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فلاں فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ آرزوئیں ابھی پوری کر لو اور ان کی مثل دس گنا اور لے لو پھر

وَتَدْخُلُ عَلَيْهِ بِزَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ فَتُوْلَانِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاكَ لَنَا وَاَحْيَانَا لَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ مَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُعْطِيْتُ .

اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں داخل کرے گا اور خوبصورت آنکھوں والی دو حوریں اس کی زوجیت میں داخل ہو کر اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے زندہ کیا اور ہم کو تیرے لیے زندہ رکھا وہ شخص کہے گا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہ دی ہوں گی۔

۳۷۳ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ وَابْنِ اَبْجَرَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رِوَايَةً اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ نَا سُفْيَانُ نَا مُطَرِّفُ بْنُ طَرِيْفٍ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ سَعِيْدٍ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَرْفَعُهُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ نَا مُطَرِّفٌ وَابْنُ اَبْجَرَ سَمِعَا الشَّعْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ سُفْيَانُ رَفَعَهُ اَحَدُهُمَا اُرَاهُ ابْنَ اَبْجَرَ قَالَ سَاَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبَّهُ مَا اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً قَالَ هُوَ رَجُلٌ يَجِيْئُ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ فَيُقَالُ لَهُ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ كَيْفَ وَقَدْ نَزَلَ النَّاسُ مَنَازِلَهُمْ وَاَخَذُوْا اَخَذَاتِهِمْ فَيُقَالُ لَهُ اَتَرْضٰى اَنْ يَكُوْنَ لَكَ مِثْلُ مُلْكِ مَلِكٍ مِنْ مُلُوْكِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ لَكَ ذٰلِكَ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ وَمِثْلُهُ فَقَالَ فِي الْخَامِسَةِ رَضِيْتُ رَبِّ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ برسر منبر بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ کا شخص کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک شخص ہوگا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد جنت میں جائے گا اس سے کہا جائے گا "جنت میں چلے جاؤ" وہ شخص عرض کرے گا "اے میرے رب میں جنت میں کہاں جاؤں جنت کے تمام محلات اور مراتب و مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ کر لیا ہے" اس سے کہا جائے گا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا تھا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں راضی ہوں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ یہ علاقہ بھی لو اور اس کا پانچ گنا اور لے لو، وہ شخص کہے گا میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا" یہ بھی لو اور اس جیسا دس گنا علاقہ اور لو اور اس کے علاوہ جو چیز تمہارے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں کو بھائے" وہ شخص عرض کرے گا" اے میرے رب میں راضی ہوں" پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا

وَلَكَ مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ فَيَقُولُ رَضِيتُ رَبِّ قَالَ فَأَعْلَاهُمْ مَنْزِلَةً قَالَ أُولَئِكَ الَّذِينَ أَرَدْتُ غَرَسْتُ كَرَامَتَهُمْ بِيَدِي وَخَتَمْتُ عَلَيْهَا فَلَمْ تَرَ عَيْنٌ وَلَمْ تَسْمَعْ أُذُنٌ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ وَمِصْدَاقُهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ الْآيَةَ۔

درجہ ہوگا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور ان کی عزت و کرامت پر میں نے اپنے ہاتھ سے مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں ملیں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعين "کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کے لیے کیا کیا نعمتیں چھپائی ہوئی ہیں"۔

۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى عَنْ آخِرِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا حَظًّا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسر منبر بیان کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جنتی کون شخص ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

۳۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ آخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ وَآخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتَى بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَارْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل ہوگا اور سب سے اخیر میں دوزخ سے کون نکلے گا آپ نے فرمایا ایک ایسا شخص ہوگا جس کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا "اس شخص کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کرو اور کبیرہ گناہ ابھی انکار کھو" چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا "تو نے فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں فلاں کام کیا تھا" وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُولُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هَا هُنَا فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ۔

کہے گا کہ "میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار کی سکت نہیں پاتا"، اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ان کا حساب نہ شروع ہو جائے اس شخص سے کہا جائے گا، جا تجھے ہر گناہ کے بدلے میں ایک نیکی دی جاتی ہے"، وہ شخص عرض کرے گا میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا"، حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

۳۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۷۷۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحٍ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُسْأَلُ عَنِ الْوُرُودِ فَقَالَ نَجِيءُ نَحْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى كَذَا وَكَذَا أَنْظُرُ أَيُّ ذَلِكَ فَوْقَ النَّاسِ قَالَ فَتُدْعَى الْأُمَمُ بِأَوْثَانِهَا وَمَا كَانَتْ تَعْبُدُ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ ثُمَّ يَأْتِينَا رَبُّنَا بَعْدَ ذَلِكَ فَيَقُولُ مَنْ تَنْظُرُونَ فَيَقُولُونَ نَنْظُرُ إِلَيْكَ فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ قَالَ فَيَنْطَلِقُ بِهِمْ فَيَتْبَعُونَهُ وَيُعْطَى كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مُنَافِقٌ أَوْ مُؤْمِنٌ نُورًا ثُمَّ يَتْبَعُونَهُ وَعَلَى جِسْرِ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ وَحَسَكٌ تَأْخُذُ مَنْ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُطْفَأُ نُورُ الْمُنَافِقِينَ ثُمَّ يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَتَنْجُو أَوَّلُ زُمْرَةٍ

ابوزبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے لوگ پوچھ رہے تھے کہ میدان حشر میں لوگوں کا کیا حال ہوگا، حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ محشر میں تمام امتوں سے بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا تم کس کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم تجھ کو دیکھ تو لیں، اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہنستا ہوا جلوہ فرمائیگا حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل صراط پر کانٹے

وُجُوهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ سَبْعُونَ أَلْفًا لَا يُحَاسَبُونَ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ كَأَضْوَإِ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذَلِكَ ثُمَّ تَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يُخْرَجَ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ بِفِنَاءِ الْجَنَّةِ وَيُجْعَلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ ——— يَرُشُّونَ عَلَيْهِمُ الْمَاءَ حَتَّى يَنْبُتُوا نَبَاتَ الشَّيْءِ فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حُرَاقُهُ ثُمَّ يُسْأَلُ حَتَّى يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَعَشَرَةُ أَمْثَالِهَا مَعَهَا۔

اور آنکھوں والے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ کلمے پڑھیں گے پھر منافقین کا نور بجھ جائے گا اور مومنین نجات پا جائیں گے۔ نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے ان کے چہرے سب سے روشن ستارے کی طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی، اور علماء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ طیبہ پڑھا ہوگا اور ایک جَو کے برابر بھی کوئی نیکی کی ہوگی ان کو دوزخ سے نکال کر جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے دانہ ہرا بھرا نکل آتا ہے، ان سے جلن کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی خواہش پوچھی جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا زائد علاقہ جنت میں دے دیا جائے گا۔

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَأَنَّ جَابِرًا سَمِعَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيْهِ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِنَ النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔

۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا

حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

مِنَ النَّارِ بِالشَّفَاعَةِ قَالَ نَعَمْ۔

۳۸۰۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ يَحْتَرِقُونَ فِيهَا إِلَّا دَارَاتِ وُجُوهِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ۔

کر جنت میں داخل کر دے گا انھوں نے کہا ہاں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہو گا۔

۳۸۱۔ وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ كُنْتُ قَدْ شَغَفَنِي رَأْيٌ مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْنَا فِي عِصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ نُرِيدُ أَنْ نَحُجَّ ثُمَّ نَخْرُجَ عَلَى النَّاسِ قَالَ فَمَرَرْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَإِذَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسٌ إِلَى سَارِيَةٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَإِذَا هُوَ قَدْ ذَكَرَ الْجَهَنَّمِيِّينَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ مَا هَذَا الَّذِي تُحَدِّثُونَ وَاللهُ يَقُولُ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ۔

وَكُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا فَمَا هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ قَالَ فَقَالَ أَتَقْرَأُ الْقُرْآنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللهُ فِيهِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّ مَقَامَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودَ الَّذِي يُخْرِجُ اللهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ ثُمَّ نَعَتَ وَضْعَ الصِّرَاطِ وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَأَخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ

یزید فقیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خوارج کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہے گا، پھر میں نے لوگوں کی کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما مسجد نبوی کے ایک ستون کا سہارا لیے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی تھی، اچانک حضرت جابر بن عبد اللہ نے جہنمیوں کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اے صحابی رسول! یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے: (ترجمہ) "لاریب جس شخص کو تو نے جہنم میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا"۔ اور فرماتا ہے (ترجمہ) "جب جہنمی دوزخ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے ان کو دوبارہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا"۔

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان کر رہے ہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے

اَحْفَظْ ذَاكَ قَالَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَدْ زَعَمَ اَنَّ قَوْمًا يَخْرُجُوْنَ مِنَ النَّارِ بَعْدَ اَنْ يَكُوْنُوْا فِيْهَا قَالَ يَعْنِيْ اَبَا نَعِيْمٍ فَيَخْرُجُوْنَ كَاَنَّهُمْ عِيْدَانُ السَّامِسِمِ قَالَ فَيَدْخُلُوْنَ نَهَرًا مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ فَيَغْتَسِلُوْنَ فِيْهِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاَنَّهُمُ الْقَرَاطِيْسُ فَرَجَعْنَا وَقُلْنَا وَيْحَكُمْ اَتَرَوْنَ الشَّيْخَ يَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعْنَا فَلَا وَاللّٰهِ مَا خَرَجَ مِنَّا غَيْرُ رَجُلٍ وَّاحِدٍ كَمَا قَالَ اَبُوْ نُعَيْمٍ۔

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا، میں نے کہا "ہاں"، انھوں نے فرمایا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں کو جہنم سے نکال لے گا، یزید فقیر نے کہا پھر انھوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گذرنے کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکا تاہم انھوں نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ جہنم سے نکل آئیں گے، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے آبنوس کی جلی ہوئی لکڑیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں میں سے کسی نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں غسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر (یعنی خارجی لوگوں پر) کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ یہ شیخ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے عقائد سے تائب ہو گئے۔

۳۸۲۔ حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ وَثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَلْتَفِتُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اِذْ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا فَلَا تُعِدْنِيْ فِيْهَا فَيُنْجِيْهِ اللّٰهُ مِنْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ کر کہے گا اے میرے رب! تو نے مجھے اس دوزخ سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔

۳۸۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حُسَيْنٍ الْجُحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ لِذَلِكَ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ فَيَقُولُونَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا قَالَ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْخَلْقِ خَلَقَكَ اللهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا لَكَ اشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا نُوحًا أَوَّلَ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللهُ قَالَ فَيَأْتُونَ نُوحًا عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ فَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا ائْتُوا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِي اتَّخَذَهُ اللهُ خَلِيلًا فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحِي رَبَّهُ تَعَالَى مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ الَّذِي كَلَّمَهُ اللهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے (اور ابن عبید نے یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی جائے گی کہ کس طرح قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے) ہم کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ آدم ہیں جو تمام مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے پیدا کیا اور آپ کے جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو محشر کی اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی (اجتہادی) خطا یاد آئیگی وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیا آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک (اجتہادی) خطاء یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیاء آئے گی البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی (اجتہادی)

لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي
أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا وَلَكِنِ ائْتُوا
عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللهِ وَ
كَلِمَتَهُ فَيَأْتُونَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ
رُوحَ اللهِ وَكَلِمَتَهُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَاكُمْ
وَلَكِنِ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا
قَدْ غَفَرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
وَمَا تَأَخَّرَ فَيَأْتُونِي فَأَسْتَأْذِنُ
عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا
أَنَا رَأَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا
فَيَدَعُنِي مَا شَاءَ اللهُ أَنْ
يَدَعَنِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ
رَأْسَكَ قُلْ تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ
اشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي
فَأَحْمَدُ رَبِّي بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ
رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَشْفَعُ
فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ
مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ
ثُمَّ أَعُودُ فَأَقَعُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِي
مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَدَعَنِي ثُمَّ
يُقَالُ لِي ارْفَعْ يَا مُحَمَّدُ قُلْ
تُسْمَعْ سَلْ تُعْطَهْ اشْفَعْ تُشَفَّعْ
فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَحْمَدُ رَبِّي
بِتَحْمِيدٍ يُعَلِّمُنِيهِ رَبِّي ثُمَّ
أَشْفَعُ فَيَحُدُّ لِي حَدًّا فَأُخْرِجُهُمْ
مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

خطا یاد آئے گی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے
یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام
سے نوازا اور ان کو تورات عطا فرمائی، حضرت انس
کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہادی خطا یاد آئے گی
اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب
نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں
جاؤ جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، پھر لوگ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو
اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے
پیدا ہوئے تھے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب
نہیں ہے، البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں
حاضر ہو جن کے اگلے پچھلے (ظاہری) ذنب کی اللہ
تعالیٰ نے دنیا میں مغفرت منادی تھی۔ حضرت انس
کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر
لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے
شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا
کہ میں اللہ کے حضور سجدہ میں ہوں اللہ تعالیٰ جب
تک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا
پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد اپنا سر اٹھائیے
آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت
کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پھر میں اللہ
تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ
تعالیٰ اس وقت مجھے تعلیم دے گا، پھر میں
شفاعت کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کر
دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم
سے نکال لاؤں گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا
پھر میں دوبارہ سجدہ میں گر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ

قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ مَنْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ وَقَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ قَتَادَةُ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ۔

جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دے گا پھر کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اقدس اٹھائیں آپ کہیے آپ کی سنی جائے گی، مانگیے آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی، پھر میں سجدہ سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات سے حمد کروں گا جن کی وہ مجھے اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، حضرت انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے میرے رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں۔ جن کے حق میں قرآن میں دائمی عذاب واجب کر دیا ہے (یعنی کفار)

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں عصمت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے (ظاہری) ذنوب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد سابع میں بیان کی ہے، وہاں مطالعہ فرمائیں۔

۳۸۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُّونَ بِذَلِكَ أَوْ يُلْهَمُونَ ذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ آتِيهِ الرَّابِعَةَ أَوْ أَعُودُ الرَّابِعَةَ فَأَقُولُ يَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے دن تمام مسلمان جمع کیے جائیں گے اور وہ حشر کی تہ سامانیوں سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا ان کے دل میں یہ پیدا بات کی جائے گی۔ امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابق کی مثل ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت کروں گا

رَبِّ مَا بَقِيَ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ.

اور کہوں گا اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کو قرآن نے روک دیا ہے۔

۳۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجْمَعُ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُلْهَمُونَ لِذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مؤمنوں کو جمع فرمائے گا اور ان کے دل میں محشر سے نجات کا خیال پیدا کیا جائیگا، باقی حدیث حسب سابق ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار فرمائیں گے کہ اے میرے رب اب دوزخ میں صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے دائمی عذاب کو واجب کر دیا ہے۔

۳۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ وَهِشَامٌ صَاحِبُ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ شَعِيرَةً ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً ثُمَّ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَكَانَ فِي قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ ذَرَّةً زَادَ ابْنُ مِنْهَالٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ يَزِيدُ فَلَقِيتُ شُعْبَةَ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَاهُ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کلمہ طیبہ پڑھا اور اس نے ایک جو کے برابر بھی نیکی کی ہو اس کو جہنم سے نکال دیا جائے گا اس کے بعد اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائے گا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں گندم کے دانہ کے برابر بھی نیکی ہو پھر اس شخص کو جہنم سے نکال دیا جائیگا جس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی نیکی ہو، امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ذرہ کی جگہ جوار کا ذکر ہے۔

بِالْحَدِيثِ إِلَّا أَنَّ شُعْبَةَ جَعَلَ مَكَانَ الدَّرَّةِ دُرَّةً.

قَالَ يَزِيدُ صَحَّفَ فِيهَا أَبُو بِسْطَامٍ.

۳۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ ح وَ حَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَنَزِيِّ قَالَ انْطَلَقْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَنَشَفَّعْنَا بِثَابِتٍ فَأَتَيْنَاهُ إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الضُّحَى فَاسْتَأْذَنَّا لَنَا فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَأَجْلَسَ ثَابِتًا مَعَهُ عَلَى سَرِيرِهِ فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا حَمْزَةَ إِنَّ إِخْوَانَكَ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ الشَّفَاعَةِ فَقَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ لَهُ اشْفَعْ لِذُرِّيَّتِكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ اللهِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ كَلِيمُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُؤْتَى مُوسَى

معبد بن ہلال عنزی کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت انس کے پاس پہنچے تو وہ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ثابت نے ہمیں بلانے کی اجازت حاصل کی، ہم اندر پہنچے، انھوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت پر بٹھا لیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب ہو کر کہا، اے ابوحمزہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے) آپ کے یہ بصری بھائی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے، حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے۔ البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں اور اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے

عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَإِنَّهُ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ فَيُؤْتٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَأُوْتٰى فَأَقُوْلُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ فَأَقُوْمُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدَ لَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيْهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ بُرَّةٍ أَوْ شَعِيْرَةٍ مِنْ إِيْمَانٍ فَأَخْرِجْهُ فَأَنْطَلِقُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلٰى رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُوْلُ يَا رَبِّ أُمَّتِيْ أُمَّتِيْ فَيُقَالُ لِيْ انْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر تمام لوگ میرے پاس آئیں گے، میں ان سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا، پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو! جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض کروں گا۔ رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت) پس کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم یا جو کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے! اور کہیے! آپ کی بات سنی جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیے! آپ کو دیا جائیگا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی، پھر مجھ سے کہا جائے گا جائیے جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لائیے میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا

مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ
اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنْهَا فَاَنْطَلِقُ
فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ اِلٰى رَبِّيْ فَاَحْمَدُهٗ
بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ
سَاجِدًا فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ
رَاْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ
تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ
يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ لِيْ
اَنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى
مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ
فَاَنْطَلِقُ فَاَفْعَلُ هٰذَا حَدِيْثُ
اَنَسٍ الَّذِيْ اَنْبَاَنَا بِهٖ فَخَرَجْنَا
مِنْ عِنْدِهٖ فَلَمَّا كُنَّا بِظَهْرِ
الْجَبَّانِ قُلْنَا لَوْ مِلْنَا اِلَى الْحَسَنِ
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ
فِيْ دَارِ اَبِيْ خَلِيْفَةَ قَالَ فَدَخَلْنَا
عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ قُلْنَا يَا اَبَا
سَعِيْدٍ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ اَخِيْكَ
اَبِيْ حَمْزَةَ فَلَمْ نَسْمَعْ بِمِثْلِ
حَدِيْثٍ حَدَّثَنَاهُ فِي الشَّفَاعَةِ
فَقَالَ هِيْهِ فَحَدَّثْنَاهُ الْحَدِيْثَ
فَقَالَ هِيْهِ قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ
قَدْ حَدَّثَنَا بِهٖ مُنْذُ عِشْرِيْنَ
سَنَةً وَّهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيْعٌ وَّ
لَقَدْ تَرَكَ شَيْئًا مَا اَدْرِيْ اَنَسِيَ
الشَّيْخُ اَوْ كَرِهَ اَنْ يُّحَدِّثَكُمْ
فَتَتَّكِلُوْا قُلْنَا لَهٗ حَدِّثْنَا
فَضَحِكَ وَقَالَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ

اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی اور جو کچھ مانگنا ہو مانگیے! آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض کروں گا اے میرے رب! امتی امتی۔ مجھ سے کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کمتر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں سے چلے گئے اور جب ہم صحرا و جبّان میں پہنچے تو ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملاقات کریں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ (حجاج بن یوسف کے خوف سے) ابو خلیفہ کے گھر میں چھپے ہوئے تھے۔ ہم نے جاکر انھیں سلام کیا اور عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آرہے ہیں انھوں نے شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔ حضرت حسن بصری نے کہا ہمیں بھی وہ حدیث سناؤ ہم نے حدیث سنائی انھوں نے کہا اور سناؤ، ہم نے عرض کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی، اس وقت ان کی جوانی کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو چکے ہیں، ہم کو جب انھوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم کو پوری حدیث سنانی بھول گئے یا انھوں نے مصلحتاً پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ

مِنْ عَجَلٍ مَّا ذَكَرْتُ لَكُمْ هٰذَا إِلَّا وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُحَدِّثَكُمُوهُ ثُمَّ أَرْجِعُ إِلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الرَّابِعَةِ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ يُسْمَعْ لَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَيَقُولُ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَيْكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي وَجَبَرُوتِي لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَأَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ أَنَّهُ حَدَّثَنَا بِهِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أُرَاهُ قَالَ قَبْلَ عِشْرِينَ سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ۔

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس نے نہیں سنایا وہ کیا ہے، یہ سن کر حضرت حسن بصری ہنسنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجل "انسان بڑا جلد باز ہے" میں نے تم کو یہ پرانا واقعہ اسی لیے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور انھیں کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور سجدہ میں گر جائیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھائیے اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی جو کچھ مانگیں گے آپ کو ملے گا اور جس کے بارے میں آپ شفاعت کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی حضور نے فرمایا میں عرض کروں گا اے اللہ مجھے ان لوگوں کی شفاعت کی اجازت دیجیے جنھوں نے صرف ایک بار کلمہ پڑھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ آپ کا حصہ نہیں ہے اور نہ یہ شفاعت آپ کی طرف مفوض ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، جبروت اور کبریائی کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور نکالوں گا جنھوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔ حدیث کے راوی معبد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن بصری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث انھوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ انھوں نے بیس سال پہلے ہی سنی ہوگی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقَا فِي سِيَاقِ الْحَدِيثِ إِلَّا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

مَا يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا مِنَ الْحَزِّ
بَعْدَ الْحَزِّ فَتَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ
بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُوْ حَيَّانَ عَنْ اَبِيْ
زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُتِيَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ
وَسَلَّمَ يَوْمًا بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ
الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ
مِنْهَا نَهْسَةً فَقَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهَلْ تَدْرُوْنَ
بِمَ ذَالِكَ يَجْمَعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ
فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَيُسْمِعُهُمُ
الدَّاعِيْ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَ
تَدْنُوا الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ
مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا يُطِيْقُوْنَ
وَمَا لَا يَحْتَمِلُوْنَ فَيَقُوْلُ بَعْضُ
النَّاسِ لِبَعْضٍ اَلَا تَرَوْنَ مَا اَنْتُمْ
فِيْهِ اَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ
اَلَا تَنْظُرُوْنَ اِلٰى مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ
اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَقُوْلُ بَعْضُ النَّاسِ
لِبَعْضٍ اِئْتُوْا اٰدَمَ فَيَاْتُوْنَ
اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُو
الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَنَفَخَ
فِيْكَ مِنْ رُّوْحِهٖ وَاَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ
فَسَجَدُوْا لَكَ اشْفَعْ لَنَا اِلٰى رَبِّكَ
اَلَا تَرٰى مَا نَحْنُ فِيْهِ اَلَا تَرٰى
مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُوْلُ اٰدَمُ اِنَّ
رَبِّيْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَّمْ
يَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَلَنْ

کو چونکہ دستی کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی لہٰذا آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کر دیا، پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا (پھر آپ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین کو ایک ایسے ہموار میدان میں جمع کرے گا جس میں منادی کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب دکھائی دیں گے۔ سورج نزدیک ہو جائے گا، اور لوگوں کو ناقابل برداشت گھبراہٹ اور پریشانی کا سامنا ہوگا، اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سوچتے کہ تم کس قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں، اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں فرما رہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا، اور نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت

يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ نَهَانِي
عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ نَفْسِي
نَفْسِي إِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي إِذْهَبُوا
إِلَى نُوحٍ فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ
يَا نُوحُ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى
الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا
شَكُورًا إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى
إِلَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ
إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ
غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ
يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنَّهُ
قَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ
بِهَا عَلَى قَوْمِي نَفْسِي نَفْسِي
إِذْهَبُوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَأْتُونَ
إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ
اللَّهِ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ
اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى
مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ
بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ
إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا
يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ
كَذَبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي إِذْهَبُوا
إِلَى غَيْرِي إِذْهَبُوا إِلَى مُوسَى
فَيَأْتُونَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنْتَ رَسُولُ
اللَّهِ فَضَّلَكَ اللَّهُ بِرِسَالَاتِهِ
وَبِتَكْلِيمِهِ عَلَى النَّاسِ اشْفَعْ

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس
کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، تم میرے
علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ
السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ
زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے
اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا، آپ اللہ
تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھ
رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں
کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں
گے آج میرا رب اس قدر سخت غضب کے عالم
میں ہے کہ پہلے کبھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ
آئندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ
ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی
تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر
ہے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر
لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض
کریں گے آپ اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے
زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے
ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ
ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا
رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے کبھی
ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال
میں آئے گا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی (ان تین)
باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ
سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے کسی اور کے
پاس چلے جاؤ۔ جاؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی

لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي إِذْهَبُوا إِلَى عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُونَ يَا عِيسَى أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَلِمَةٌ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَاشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَى إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَهُ ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي إِذْهَبُوا إِلَى غَيْرِي إِذْهَبُوا إِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَيَأْتُونِي فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَغَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ اشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا قَدْ بَلَغَنَا فَأَنْطَلِقُ فَآتِي تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَقَعُ سَاجِدًا

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم خاص کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں ہوا تھا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور ہر چند کہ حضرت عیسیٰ اپنی کسی (اجتہادی) خطاء کا ذکر نہیں کریں گے۔ تاہم فرمائیں گے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے میرے علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ! جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مغفرت کی نوید سنا دی تھی، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔

لِرَبِّي عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَيُلْهِمُنِي مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيعِ الْجَنَّةِ لَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ أَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرٰى۔

کیا آپ مشاہدہ نہیں فرما رہے کہ ہمیں کن تکالیف کا سامنا ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں کیے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائیے مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجیے، آپ کی شفاعت قبول ہوگی، میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تمہاری امت میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت کے دائیں دروازے سے داخل کر دو اور یہ لوگ جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ اور مقام ہجر میں یا مکہ اور مقام بصریٰ میں ہے۔

۳۸۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَصْعَةٌ مِنْ ثَرِيدٍ وَلَحْمٍ فَتَنَاوَلَ الذِّرَاعَ وَكَانَتْ أَحَبَّ الشَّاةِ إِلَيْهِ فَنَهَسَ نَهْسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ نَهَسَ نَهْسَةً أُخْرٰى فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابَهُ لَا يَسْأَلُونَهُ فَقَالَ أَلَا تَقُولُونَ كَيْفَ قَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ يَجْمَعُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ثرید (گوشت کے سالن میں ڈبو کے ہوئے روٹی کے ٹکڑے) کا ایک پیالہ رکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی کیونکہ دستی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو زیادہ پسند تھی آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کیا اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پوچھتے تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب ہوگا، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ حَيَّانَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ وَزَادَ فِيْ قِصَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ ذِكْرُ قَوْلِهٖ فِي الْكَوْكَبِ هٰذَا رَبِّيْ وَقَوْلِهٖ لِاٰلِهَتِهِمْ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَوْلِهٖ اِنِّيْ سَقِيْمٌ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ اِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ اِلٰى عِضَادَتَيِ الْبَابِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ اَوْ هَجَرَ وَمَكَّةَ قَالَ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ۔

ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کی مثل بیان فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے ستاروں کو دیکھ کر کہا تھا کیا یہ میرا رب ہے، اور میں نے اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان کے بڑے بت نے کیا ہے" (یعنی میں نے اس کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھوٹے بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹتے رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انھوں نے فرمایا میں نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار ہے) اور جنت کے دروازوں کے دو کواڑوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور مقام ہجر میں ہے۔

۳۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفٍ خَلِيْفَةُ الْبَجَلِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا اَبُوْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبُوْ مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مسلمانوں کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھلوایئے وہ فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطاء نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام، مقام

اٰدَمَ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا
اِلٰى ابْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ
قَالَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ
خَلِيْلًا مِّنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اعْمِدُوْا
اِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا
فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُوْلُ
لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اذْهَبُوْا اِلٰى
عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ
عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَسْتُ بِصَاحِبِ
ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْمُ وَيُؤْذَنُ
لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ
فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ
يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ
كَالْبَرْقِ قُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ
اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
اَلَمْ تَرَوْا اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَ
يَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ
الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ
الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَ
نَبِيُّكُمْ قَآئِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ
رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ
الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْئَ الرَّجُلُ فَلَا
يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا قَالَ
وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ
مُعَلَّقَةٌ مَّاْمُوْرَةٌ بِاَخْذِ مَنْ
اُمِرَتْ بِهٖ مَخْدُوْشٌ نَّاجٍ وَّ

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے، جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کی دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص پل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا (راوی کہتا ہے) میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ بجلی کی طرح کون سی چیز گذرتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کس طرح گذرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پل صراط سے گذریں گے جو آندھی کی طرح گذر جائیں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے گذریں گے، اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی رفتار سے، ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے "اے میرے رب ان کو سلامتی سے گذار دے، ان کو سلامتی سے گذار دے"، پھر ایک وقت وہ آئیگا کہ بندوں کے اعمال انھیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو

مَكْدُوسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ إِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِينَ خَرِيفًا۔

گھسیٹتے ہوئے پل صراط سے گذریں گے اور پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لٹکے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔

۳۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں جانے کے لیے شفاعت کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے

۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُخْتَارٍ ابْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبَعًا وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

۳۹۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا صُدِّقْتُ إِنَّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ نَبِيًّا مَا يُصَدِّقُهُ مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اشخاص ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں حتی کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے والا صرف ایک شخص ہوگا۔

۳۹۴۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آکر اس کو میں

مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ لَا اَفْتَحُ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ۔

کھلواؤں گا۔ جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

۳۹۵۔ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوْ بِهَا فَاُرِيْدُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے (جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

۳۹۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا ابْنُ اَخِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً وَاَرَدْتُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ اَنْ اَخْتَبِئَ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

۳۹۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اُسَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۸۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَبِيْ سُفْيَانَ بْنِ اُسَيْدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اِنَّ

حضرت ابوہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُو بِهَا فَأُرِيدُ إِنْشَاءَ اللهِ أَنْ أَخْتَبِئَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَقَالَ كَعْبٌ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی تھی۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا "ہاں"۔

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلَ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے (جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) اور ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر خرچ کر لیا اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور انشاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهُ فَيُؤْتَاهَا وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتُجِيبَ لَهُ وَإِنِّي أُرِيدُ إِنْ شَاءَ اللهُ أَنْ أُؤَخِّرَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ غَسَّانَ قَالُوْا نَا مُعَاذٌ يَعْنُوْنَ ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ دَعَا بِهَا لِاُمَّتِهٖ وَاِنِّيْ اخْتَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہر نبی کی ایک خاص مقبول دعا ہوتی ہے جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

۴۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَا نَا رَوْحٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۴۔ حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْهِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ قَالَ قَالَ اُعْطِيَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی لفظی تغیر کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ فَتَدَدَ عَا بِهَا فِيْ اُمَّتِهٖ وَخَبَاْتُ دَعْوَتِيْ شَفَاعَةً لِاُمَّتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا۔ میں نے قیامت کے دن کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے اپنی دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

بَابُ دُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ وَبُكَائِهِ شَفَقَةً عَلَيْهِمْ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا

۴۰۷۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّدَفِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالَى فِي إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ الْآيَةَ وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبَكَى فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ أَعْلَمُ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ:) اے رب میرے! ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیرو کار ہوگا وہ میرے راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے،، اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (ترجمہ:) اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے،، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا اے جبرائیل! محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، غور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے! حضور تو مستقبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، طائف کی وادی میں کس طرح حضور پر پتھروں کی بارش کر کے آپ کو لہولہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گئیں۔ اُحد کی گھاٹیوں میں آپ کا چہرہ گھائل کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں عین حالت نماز میں سجدہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اونٹنی کی گندگی ڈال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فوراً جبرائیل کو بھیج کر آپ کو تسلی دلواتا، آپ غمگین ہوتے تو آپ کے غم کو زائل کرتا، یہاں غور طلب بات یہ ہے جس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم امت کے عذاب پر غمگین ہوتے ہیں، اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غمگین ہوتے ہیں، اب سوچئے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے غمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے غمگین جان کر گناہ کرنا کیوں نہیں چھوڑتے! اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہ گاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت ولسوف یعطیک ربک فترضی (ضحیٰ: ۵) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، بھی آخرت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھجوایا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کر دیں گے اور باقی گنہ گاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں رہنے نہیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَّلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِيْنَ

جو شخص کفر پر مرا وہ دوزخ میں رہے گا، اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ نہیں دے گی

۴۰۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيْنَ اَبِيْ قَالَ فِي النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفَّى الرَّجُلُ دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِيْ وَاَبَاكَ فِي النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا (آخرت میں) میرا باپ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "جہنم میں"۔ جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

۴۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَلِيْكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِيْ كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّيْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وانذر عشیرتک الاقربین" "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عوام اور خواص تمام قریش کو جمع کر کے فرمایا اے کعب بن لوی کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے مرہ بن کعب کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے عبد شمس کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اے عبد مناف کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے بنو ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلاؤ، اے بنو عبد المطلب اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے تمہارے لیے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس بات کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

۴۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ جَرِيرٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ۔

۴۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَيُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ قَالَا نَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا سَلُونِي مِنْ مَالِي مَا شِئْتُمْ۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وانذر عشیرتک الاقربین۔ "آپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا "اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب کی اولاد میں (از خود) تم کو عذاب خداوندی سے بچانے کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے مانگ لو۔"

۴۱۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ اللّٰهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِينِي مَا شِئْتِ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: وانذر عشیرتک الاقربین تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے جماعت قریش اپنے آپ کو خدا کے (عذاب سے) بیچ ڈالو، میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوئی کسی چیز کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔ اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد! جو چیز چاہو مجھ سے مانگ لو لیکن میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔"

۴۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي

قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو بیان کرتے ہیں جب آیت کریمہ وانذر عشیرتک الاقربین۔

عُثْمَانَ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُخَارِقِ وَزُهَيْرِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قَالَ انْطَلَقَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَضْمَةٍ مِنْ جَبَلٍ فَعَلَى أَعْلَاهَا حَجَرًا ثُمَّ نَادَى يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ إِنِّي نَذِيرٌ إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَسْبِقُوهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ.

۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ ابْنِ عَمْرٍو وَقَبِيصَةَ ابْنِ مُخَارِقٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

۴۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَرَهْطَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَعِدَ الصَّفَا فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهُ فَقَالُوا مَنْ هٰذَا الَّذِي يَهْتِفُ قَالُوا مُحَمَّدٌ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي فُلَانٍ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قَالَ فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ تَبًّا لَكَ أَمَا جَمَعْتَنَا إِلَّا لِهٰذَا ثُمَّ قَامَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ السُّورَةُ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَقَدْ تَبَّ كَذَا قَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ.

نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے عبد مناف کی اولاد! میں تم کو (جہنم کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔ میں اور تم اس شخص کی طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہو اور وہ اس دشمن سے اپنے خاندان والوں کو بچانے کے لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ جائے اور باآواز بلند صدا دے "سنو دشمن آرہا ہے"

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کے مخلص لوگوں کو ڈرائیے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور باآواز بلند فرمایا "سنو ہوشیار ہو جاؤ!" لوگوں نے کہا یہ کون پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبد مناف کی اولاد! اے عبد المطلب کی اولاد!" پھر یہ سب لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا "مجھے یہ بتلاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے" تمام لوگوں نے جواب دیا "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا" آپ نے فرمایا "میں تم کو (آخرت کے) عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

ابولہب نے کہا (العیاذ باللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سورۃ تبت یدا ابی لھب اسی وقت نازل ہوئی، "ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے"۔

۴۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الصَّفَا فَقَالَ يَا صَبَاحَاهُ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ نُزُولَ الْآيَةِ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ۔

اسی سند سے مروی ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا۔ "سنو ہوشیار ہو جاؤ"، جیسا کہ ابو اسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کریمہ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ کا ذکر نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۰۸ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جس قدر آباء اور امہات ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں۔ علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین۔

(شعراء ۲۱۹، ۲۱۸)

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت ہا پشت منتقل ہو رہا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء و امہات مومن ہیں۔ [1]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، التعظیم والمنۃ ص ۵۰

اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آباء کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آباء کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے۔[1]

(۲) ۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ ۔[2]

میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس زمانے کے بھی بہترین لوگوں میں مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبدالرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔[3]

ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا نور ہر دور میں بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آباء و امہات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جہنمی ہے"! اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابوطالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہوتے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے جواب میں کہا

نعبد الٰھک والٰہ اٰبائک ابراھیم واسمٰعیل و اسحٰق ۔ (بقرۃ، ۱۳۳)

وہم آپ کے خدا اور آپ کے آباء کے یعنی حضرت ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے خدا کی عبادت کریں گے۔"

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین کے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان

حدیث نمبر ۴۰۹ میں ہے: اے فاطمہ!

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ رکھو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کے مالک نہیں ہیں اور خصوصاً حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کرام کی شفاعت کا آپ کو اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے بتائے بغیر شفاعت کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے: اعطیت الشفاعۃ "مجھ کو شفاعت عطا کر دی گئی ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲) اور خصوصاً اہل بیت کرام کے بارے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

علامہ سید ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، بیہقی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر فرمایا "یہ کیسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ یاد رکھو میں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں نفع پہنچاؤں گا۔" [1]

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی نے معجم میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد کو۔ [2]

اس کے علاوہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی، دار قطنی اور صاحب کتاب فردوس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو ان کے قریب ہوں گے پھر انصار کی شفاعت کروں گا الحدیث [3]

گستاخان رسول پر شدت کا بیان

حدیث نمبر ۴۱۶ میں ہے ابولہب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ہلاک ہو جاؤ (العیاذ باللہ)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گستاخان رسول کو سخت جواب دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ابولہب نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو فقط تبًّا لک (ہلاک ہو جاؤ) کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورت نازل کر دی۔ اسی طرح ولید بن مغیرہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مجنون فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کریم کی سورۂ نون میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے۔ عاص بن وائل نے حضور کو ابتر (منقطع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں سورہ کوثر کی ایک آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے اس کے باوجود اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

[2] " " " رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، " " "

[3] " " " رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۵، " " "

سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک مرتبہ گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں سترہ آیات نازل فرمائیں اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابولہب نے ایک لفظ تباً کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی، اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورۃ نازل فرمائی، اب جس قدر جن، انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے معاملات حتیٰ کہ شرک تک میں ڈھیل دی، لیکن پیارے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے معاملہ میں فوری کارروائی کی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر زیادتی، پر نرمی اور ڈھیل گوارہ ہوتی ہے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پر نرمی گوارہ نہیں ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ طَالِبٍ وَالتَّخْفِيْفِ عَنْهُ بِسَبَبِهٖ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوطالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب کی تخفیف

۴۱۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ قَالُوْا اَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَفَعْتَ اَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ فَاِنَّهٗ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ هُوَ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنْ نَّارٍ وَلَوْلَا اَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔

۴۱۹۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا طَالِبٍ كَانَ يَحُوْطُكَ وَيَنْصُرُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ فَهَلْ نَفَعَهٗ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ وَجَدْتُهٗ فِيْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰى ضَحْضَاحٍ۔

۴۲۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

حضرت عباس بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابوطالب کو جس کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے لوگوں پر غضب ناک ہوتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں" اب وہ جہنم کے صرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت سے اس کو نفع نہ پہنچتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابوطالب آپ کی حفاظت کرتا تھا، آپ کی خاطر لوگوں سے جھگڑتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا، آپ نے فرمایا "ہاں! میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اس کو آگ کے اوپر والے طبقہ میں لے آیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ.

بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

---

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابوطالب کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا، اس کو دوزخ کے سب سے بالائی طبقہ میں لایا جائیگا جہاں آگ صرف اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

۴۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَنْتَعِلُ بِنَعْلَيْنِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي دِمَاغُهُ مِنْ حَرَارَةِ نَعْلَيْهِ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

---

۴۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ وَأَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

---

۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ يَقُولُ سَمِعْتُ

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب

النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَرَجُلٌ يُوضَعُ فِي أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ.

۳۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرَى أَنَّ أَحَدًا أَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَإِنَّهُ لَأَهْوَنُهُمْ عَذَابًا.

اس شخص کو ہوگا جس کے تلوؤں کے نیچے آگ کے دو انگارے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو آگ کی دو جوتیاں تسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے پتیلی میں پانی جوش سے کھولتا ہے۔ وہ سمجھ رہا ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔

ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب کفر پر مرے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے:

لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون۔ (بقرۃ: ۱۶۲)

"کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں مہلت دی جائے گی۔"

تو جب ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پر خاتمہ ہوا تو ان کے عذاب میں کیسے تخفیف ہوگی؟ اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا (بخاری ج ۲ ص ۷۶۴) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مخلد اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن —— بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرما دیتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ مرتد کے معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہییں، چنانچہ فرمایا:

واستشهد واشهدین من رجالکم ۔ دو مردوں کو گواہ بناؤ ۔

لیکن ایک موقع پہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابو داؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون تو یہی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کردیں پھر بھی تخفیف نہیں ہو سکتی! ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کلی اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات ٹال دے یہ اس کے کرم سے متصور نہیں ہے۔

والدین کریمین کے ایمان پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۲ سے ۴۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا، ابو طالب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سو اگر بالفرض والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابو طالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ کفر کے باوجود ابو طالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قرب نبی کی بنا پر ہے یا اس کی پرورش اور خدمت کی بناء پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابو طالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قرب زیادہ ہے اور اگر ابو طالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے ہے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے کیونکہ اولاد والدین کا جزو اور نتیجہ ہوتی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گذار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شمار کر کے فرمایا ہے:

ان اشکرلی ولوالدیک ۔ (لقمان ۱۴) میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابو طالب نے جہاں برسوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھنا تھا نہ پڑھا۔ جرم وہ کیا ہے جس کی مغفرت نہیں مگر ہر معجزات دیکھے، حضور کی سیرت اور تمام احوال کو تازہ بتازہ دیکھتا رہا، پھر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اقرار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ زمانہ نبوت پایا نہ ان کی دعوت اسلام دی گئی، نہ انہوں نے انکار کیا، ثابت ہوا کہ ہر لحاظ سے انہیں کا پلہ بھاری ہے لہٰذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور قرب اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابو طالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے[1]

---

[1] ۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ شمول الاسلام ص ۸۰، مطبوعہ کراچی

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ لَا يَنْفَعُهُ عَمَلٌ

کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے

۴۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيُطْعِمُ الْمِسْكِينَ فَهَلْ ذَلِكَ نَافِعُهُ قَالَ لَا يَنْفَعُهُ إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ابن جدعان رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کیا کرتا تھا، مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ اعمال اس کو (آخرت میں) نفع دیں گے؟ آپ نے فرمایا (آخرت میں) یہ اعمال اس کے کام نہیں آئیں گے کیونکہ اس نے ایک دن بھی یہ نہیں کہا کہ اے خداوند آخرت میں میری خطاؤں کو بخش دینا۔

اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل

کفار جو نیک عمل کرتے ہیں ان کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔ آخرت میں وہ عمل کسی کام نہیں آئیں گے نہ ان کو کوئی ثواب ملے گا اور نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی۔ اس حدیث کے علاوہ درج ذیل آیات اسی مطلوب پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلناه هباء منثورا۔ (فرقان: ۲۳)

اور ان (کفار) نے جو کچھ کام کیے تھے ہم نے ان کو بکھرا ہوا باریک باریک غبار کر دیا۔

(۲) من يكفر بالايمان فقد حبط عمله (مائدہ: ۵)

اور جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

(۳) لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون۔ (بقرہ: ۱۶۲)

کفار کے عذاب میں نہ تخفیف کی جائے گی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔

بَابُ مُوَالَاةِ الْمُؤْمِنِينَ وَمُقَاطَعَةِ غَيْرِهِمْ وَالْبَرَاءَةِ مِنْهُمْ

مسلمانوں سے دوستی رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا

۴۲۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جِهَارًا غَيْرَ سِرٍّ يَقُولُ أَلَا إِنَّ آلَ أَبِي يَعْنِي فُلَانًا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا، سنو! فلاں خاندان میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ میرا دوست تو اللہ ہے اور نیک مسلمان۔

لَيْسُوا إِلَى بِأَوْلِيَاءَ وَإِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ۔

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بدمذہب فرقوں اور کفار کے ساتھ دوستی رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لایتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء۔ (آل عمران: ۲۸)

مسلمان مسلمان کے بغیر کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جس شخص نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یگانگت کا سلوک کرنا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔ (نساء: ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ حکم فرماتا ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزاء کر رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور موضوع کو نہ چھیڑ دیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار بھی انھیں لوگوں میں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بدمذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معنوی تحریف کی جارہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جارہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی باتیں نہ سنو اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انھی لوگوں میں ہوگا۔ البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پر ہو تو ان کے جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی آیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ وامّا ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں تحریف کر رہے ہوں تو ان سے گریز کرو حتی کہ وہ کسی اور موضوع میں بات کرنے لگیں اور اگر کبھی تم شیطان کے بہکانے سے بھول کر ان کی مجلس میں چلے جاؤ تو یاد آنے کے بعد ان ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بدمذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا رد کریں تو نہ ان کی بات سنیں نہ ان کی مجلس میں بیٹھیں۔

یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا اٰباءکم و

اے ایمان والو! اگر تمہارے ماں باپ اور

اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون۔ (توبہ-۲۳)

بھائی بھی کفر کو ایمان پر ترجیح دیں تو ان سے بھی دوستی اور محبت نہ رکھو اور جو مسلمانوں نے ان سے دوستی رکھی ان کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بدمذہب اور گمراہ فرقوں سے محبت اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شدید سزا ہوگی، حدیث شریف میں ہے:۔

نخلع ونترک من یفجرک۔ (مشکوٰۃ ص ۲۸) تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دین میں دھوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہونگی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰-۹)۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ

مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں دخول

۴۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ لِي أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے لیے بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔

۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الرَّبِيعِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۳۰- وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ. قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ الْأَسَدِيُّ يَرْفَعُ نَمِرَةً عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر عکاشہ بن محصن اپنی چادر سمیٹتے ہوئے اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کو بھی ان لوگوں میں سے کر دے، پھر انصار میں سے ایک اور شخص اٹھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت کر گیا۔

۴۳۱- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا زُمْرَةً وَاحِدَةً مِنْهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار کا ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

۴۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ قَالَ حَدَّثَنِي عِمْرَانُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ ادْعُ اللهَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتَ مِنْهُمْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

حضرت عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار افراد بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ وہ ہوں گے جو نہ داغ لگوا کر علاج کرائیں گے نہ دم کرائیں گے صرف اپنے رب پر توکل کریں گے، حضرت عکاشہ کھڑے ہوتے اور کہنے لگے اے اللہ کے نبی! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے ہو۔ ایک اور شخص نے کہا یا نبی اللہ! میرے

لیے دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کردے آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت لے جا چکا ہے۔

۴۳۳۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ابْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ أَبُو خُشَيْنَةَ الضَّفِّيُّ قَالَ نَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتَوُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ دم کرائیں گے نہ بدشگونی کریں گے اور نہ داغ لگا کر علاج کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ لَا يَدْرِي أَبُو حَازِمٍ أَيَّتُهُمَا قَالَ مُتَمَاسِكُونَ آخِذٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ أَوَّلُهُمْ حَتَّى يَدْخُلَ آخِرُهُمْ وُجُوهُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل ہوں گے (راوی کو یاد نہیں کہ سہل نے ستر ہزار فرمایا یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اکٹھے جنت میں داخل ہوں گے، اس وقت تک پہلا شخص داخل نہیں ہوگا جب تک ان میں سے آخری شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ نَا حُصَيْنٌ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ فَقَالَ أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذِي انْقَضَّ الْبَارِحَةَ قُلْتُ أَنَا ثُمَّ قُلْتُ أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلَاةٍ وَلٰكِنِّي لُدِغْتُ فَقَالَ فَمَا ذَا صَنَعْتَ قُلْتُ اسْتَرْقَيْتُ قَالَ فَمَا حَمَلَكَ عَلَى ذٰلِكَ قُلْتُ حَدِيثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمُ الشَّعْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدَةَ ابْنِ حُصَيْبٍ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَا رُقْيَةَ

حسین بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر کے پاس بیٹھا تھا، انھوں نے پوچھا تم میں سے کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گذشتہ رات ٹوٹا تھا؟ میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو بچھو نے ڈسا ہوا تھا۔ سعید نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کرا کے اس کا علاج کرایا۔ سعید نے پوچھا کہ دم کرانے پر تم کو کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شعبی کی ایک حدیث کی وجہ سے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سعید بن جبیر نے پوچھا انھوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ فَقَالَ قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرُّهَيْطُ وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيَّ وَلَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ إِذْ رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُمْ أُمَّتِي فَقِيلَ لِي هٰذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ وَلٰكِنِ انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقَالَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأُفُقِ الْآخَرِ فَنَظَرْتُ فَإِذَا سَوَادٌ عَظِيمٌ فَقِيلَ لِي هٰذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ ثُمَّ نَهَضَ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ فَخَاضَ النَّاسُ فِي أُولٰئِكَ الَّذِينَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ فَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ فَلَعَلَّهُمُ الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللهِ وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْقُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ ابْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتَ

نے کہا انھوں نے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی سے روایت کیا کہ دم کرانا نظر لگنے اور بچھو کے ڈنک کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سعید بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس پر عمل کیا اس نے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پیش کی گئیں۔ میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ ایک یا دو امتی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی، میرا گمان تھا کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہیں، البتہ آسمان کے کنارے کی طرف دیکھو میں نے اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھ سے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو وہ بھی ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بلا حساب و عذاب جنت میں داخل ہوں گے پھر آپ اٹھ کر گھر تشریف لے گئے بعض صحابہ نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے اور بعض لوگوں نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا تم کس بات میں غور کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کریں گے اور نہ کسی سے دم کرائیں گے اور نہ بدشگونی کریں گے، اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلے

مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انھی لوگوں میں سے ہو، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا ہے۔

۴۳۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيْثِ نَحْوَ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ وَّ لَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ حَدِيْثِهٖ۔

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۔ اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے۔

شفاعت طلب کرنے پر دلیل

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے، حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور صحابہ کی سنت ہے۔ آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے تھے کہ تقدیر الٰہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا کہ انھیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الٰہی اور منشاء رسالت کے خلاف تھا۔ [1]

دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ داغ لگوا کر علاج نہ کرائیں، دم نہ کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہوں گے۔

بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو توکل کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ توکل کی تعریف یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک پیاس

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کمانا اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرانا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہ توکل کر کے بیٹھ جاتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کبھی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے زخم کو دھویا اور جب خون نہ رکا تو انھوں نے چٹائی جلا کر اس میں راکھ بھر دی۔ [1] سنن ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں، اے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کرو اور حرام سے بچو۔ [2] ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔ [3]

بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور عوض میں چند بکریاں لیں، حضور کی خدمت میں آ کر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔ [4]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرانا اور بالخصوص دم کرا کے علاج کرانا یا داغ لگوا کر علاج کرانا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود سید المتوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگوانے اور دم کرانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ قتیبہ نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہونے کے خوف سے داغ لگوائیں کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالتقدیر دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرانے کو صحت کے لیے قطعی اور حتمی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کرایا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہو گا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہو گی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور دوا کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نووی فرماتے ہیں اس صورت میں دوا کرنا، دم کرانا، تعویذ لٹکانا سب امور جائز ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرانے کا حکم بھی دیا ہے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قرآن کریم کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ جائز ہے جن احادیث میں دم کرانے یا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے حق میں دم مکروہ ہے جو دم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھتا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کی بہ نسبت نظر لگنے اور دھک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

باب ۸۱ بَيَانِ كَوْنِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

نصف اہل جنت اس اُمّت کے لوگ ہونگے

۴۳۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ إِلَّا كَشَعَرَةٍ بَيْضَاءَ فِي ثَوْرٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشَعَرَةٍ سَوْدَاءَ فِي ثَوْرٍ أَبْيَضَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ہم نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں سے آدھی ہوگی اور میں تم کو بتلاتا ہوں کہ مسلمان اور کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک سفید بال ہو یا سفید بیل میں ایک سیاہ بال ہو۔

۴۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِينَ رَجُلًا فَقَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنِّي لَأَرْجُوا أَنْ تَكُونُوا نِصْفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو، ہم نے کہا ضرور، آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، مجھے توقع ہے کہ جنت میں آدھے تم لوگ ہوگے اور

وَذَاكَ أَنَّ الْجَنَّةَ لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الشِّرْكِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ.

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے اور مشرکوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

۴۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى قُبَّةٍ أَدَمٍ فَقَالَ أَلَا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ أَتُحِبُّونَ أَنَّكُمْ رُبُعُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَتُحِبُّونَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سَوَاكُمْ مِنَ الْأُمَمِ إِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک چمڑے کے خیمہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے، اے اللہ تو گواہ ہو جا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چوتھائی ہو، ہم نے کہا ضرور، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے تہائی ہو، ہم نے عرض کیا "ضرور یا رسول اللہ" آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ تم تمام جنتیوں کے آدھے ہو گے اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سفید بیل میں سیاہ بال یا سیاہ بیل میں سفید بال۔

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْعَبْسِيُّ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا آدَمُ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ قَالَ يَقُولُ أَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةً وَتِسْعِينَ قَالَ فَذَاكَ حِينَ يَشِيبُ الصَّغِيرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللهِ شَدِيدٌ قَالَ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا يَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمائے گا۔ اے آدم! وہ عرض کریں گے۔ "لبیک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں" اور کل خیر تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جہنمیوں کی جماعت نکالو" حضرت آدم پوچھیں گے۔ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے؟ ارشاد ہوگا۔ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی وہ وقت ہوگا جب بچے خوف خدا سے بوڑھے معلوم ہوں گے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا اور تمام لوگ تمہیں مدہوش معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں مدہوش نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب

رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ وَمِنْكُمْ رَجُلٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمِدْنَا اللّٰهَ وَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنِّيْ لَاَطْمَعُ اَنْ تَكُوْنُوْا شَطْرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِنَّ مَثَلَكُمْ فِي الْاُمَمِ كَمَثَلِ الشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ جِلْدِ الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

بہت محنت ہے۔ حضرت ابوسعید نے کہا صحابہ یہ حدیث سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور پھر دیکھئے کہ ہم میں سے کون جنتی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ ہزار یاجوج ماجوج کے مقابلہ میں تم سے ایک ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھائی ہو، پھر ہم نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو ہم نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف ہو اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہے جیسے سیاہ بیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیر میں ایک نشان ہو۔

۴۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُمَا قَالَ مَا اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعَرَةِ الْبَيْضَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَسْوَدِ اَوْ كَالشَّعَرَةِ السَّوْدَاءِ فِي الثَّوْرِ الْاَبْيَضِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوْ كَالرَّقْمَةِ فِيْ ذِرَاعِ الْحِمَارِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہ بیل میں سفید بال یا سفید بیل میں سیاہ بال، اور اس روایت میں گدھے کے پیر میں نشان کا ذکر نہیں ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا ربع ہوگے، پھر فرمایا تم ثلث اہل جنت ہوگے، پھر فرمایا تم شطر اہل جنت ہوگے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار ہی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہوگے، کیونکہ جو بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دلوں میں زیادہ جاگزین ہوتی ہے اور یہ اسلوب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور جب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے اور تکرار بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہوگے، دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہوگے ایک

اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اور اس امت کی ان میں سے اسّی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنت کی دو تہائی ہوگی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتدریج خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بہ تدریج بشارت دی، اور اس کے بہت نظائر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز منفرد کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے۔[1]

آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اوّل کی کتاب الایمان کی شرح مکمل ہوگئی، الٰہ العلمین مجھے اس کے بعد کتاب الطہارت کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل المرسلین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

طہارت کے لغوی معنی کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

طُہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی ضد (پاک ہونا)، عورت کے طُہر کے ایام کو اطہار کہتے ہیں اور طُہر حیض کی نقیض ہے، طاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور طاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیوب سے بری ہو۔ [1]

طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ، طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں:

وان کنتم جنبا فاطھروا۔ (مائدہ ۵: ۶)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ۔ (بقرہ ۲: ۲۲۲)

حیض کی حالت میں عورتوں سے عمل تزویج نہ کرو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل زوجیت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورتیں حیض سے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے مقاربت نہ کرو۔

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی واسطی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا و اللہ یحب المطہرین۔ (توبہ: ۱۰۸)

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک ہونے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجا کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو توڑتے تو پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت نازل فرمائی۔

ولہم فیہا ازواج مطہرۃ۔ (بقرہ: ۲۵)

اور ان کے لیے جنت میں بہت پاک بیویاں ہونگی۔

یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حیض اور بول و براز سے پاک ہوں گی۔ ابو اسحاق نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حیض آئیگا اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، مطہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہرا بیتی للطائفین والعاکفین۔ (بقرہ: ۱۲۵)

اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

ابو اسحاق نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو بتوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے دل کی تطہیر پر برانگیختہ کرنا مراد ہے، تاکہ دل میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ھوالذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین (فتح: ۴)

وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں اطمینان کو نازل کیا۔

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ سے اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ۔ (بینہ: ۲)

اللہ کے پاس سے ایک عظیم رسول ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرے۔

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔

ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ (بقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون ۷ لا یمسہ الا المطہرون ۸ (واقعہ: ۷۹-۷۷)

بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے ہیں۔

اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوضو نہ ہو وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطہر قلوبہم۔
(مائدہ ۵: ۴۱)

یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

وما کان جواب قومہ الا ان قالوا اخرجوہم من قریتکم انہم اناس یتطہرون ۰
(اعراف ۷: ۸۲)

اور قوم لوط کا صرف یہی جواب تھا کہ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ لوگ بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:

قال یقوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم۔
(ہود ۱۱: ۷۸)

لوط نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی) بیٹیاں ہیں (تم ان سے نکاح کر لو) یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تو انھوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاکیزگی کے دعویدار ہیں۔ مؤخر الذکر دونوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔

ذلک ازکی لکم و اطہر۔
(بقرہ ۲: ۲۳۲)

(اس نصیحت کو قبول کرنا) تمہارے لیے بہت صاف ستھرا اور بہت پاکیزہ عمل ہے۔

مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ ہم اس آیت میں بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوٰۃ من احدث حتی یتوضأ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

عن ابی ھریرۃ قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرا محجلین من آثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غُرّ محجل (جس کا منہ اور ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا اس کا سبب وضو کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو (وہ اعضاء وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر) اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المومن فغسل وجھہ خرجت من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینہ مع الماء او مع آخر قطر الماء او نحو ھذا واذا غسل یدیہ خرجت من یدیہ کل خطیئۃ بطشتھا یداہ مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مومن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دُھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا، اور جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دُھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المھاجر بن قنفذ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی توضأ ثم اعتذر الیہ فقال انی کرھت ان اذکر اللہ تعالیٰ الا علی طھر[3]

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو (فوراً) جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ نے وضو فرمایا پھر آپ نے (جواب میں تاخیر کا) عذر بیان کرتے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

فرمایا میں بغیر پاکیزگی (طہارت) کے اللہ تعالیٰ کا ذکر ناپسند کرتا ہوں۔

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو انگوٹھی اتار لیتے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی وضوء ہ حتی یغسلھا ثلثا فان احدکم لا یدری این باتت یدہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار نہ دھو لے، وضو کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے، کیونکہ تم میں سے کسی شخص کو یہ پتا نہیں ہے کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں کرتا۔

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استقیموا ولن تحصوا واعلموا ان خیر اعمالکم الصلوٰۃ ولا یحافظ علی الوضوء الا مؤمن [4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شریعت پر) مستقیم رہو اور تم ہرگز اس کا استیعاب اور احاطہ نہ کر سکو گے اور جان لو کہ تمہارا بہترین عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن کرتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان احدکم اذا توضأ فاحسن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " " سنن ابن ماجہ ص ۲۴، " " "

الوضوء ثم اتی المسجد لاینھزہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعہ اللہ عز وجل بھا درجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ حتی یدخل المسجد [1]

سے کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جائے اور اس کا مسجد میں جانا صرف نماز کے لیے ہو تو اس کے ہر قدم سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان انہ توضأ فغسل رجلیہ ثلثاً وقال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ھکذا۔ [2]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار پیروں کو دھویا اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قدم رجل لمعۃ لم یغسلھا فقال ویل للاعقاب من النار [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پیر میں کچھ خشک جگہ دیکھی جس کو اس نے نہیں دھویا تھا، آپ نے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت کا عذاب ہے۔

عن عمرو بن عنبسۃ قال قلت یا رسول اللہ! کیف الوضوء قال اذا توضأت فغسلت یدیک ثلثا خرجت خطایاک من بین اظفارک وانا ملک فاذا مضمضت واستنشقت فی منخریک وغسلت وجھک وذراعیک الی المرفقین وغسلت رجلیک الی الکعبین اغتسلت من عامۃ خطایاک [4]

حضرت عمرو بن عنبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! وضو کا کیا طریقہ ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم نے وضو کیا اور تین بار اپنے ہاتھوں کو دھویا تو تمہاری پوروں اور ناخنوں سے تمام گناہ نکل جائیں گے اور جب تم نے کلی کی اور اپنے نتھنوں میں پانی ڈالا اور اور اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنی کلائیوں کو اپنی کہنیوں تک دھویا اور اپنے پیروں کو ٹخنوں تک دھویا تو تم اپنے تمام گناہوں سے دھل جاؤ گے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] " " " " ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴، " " " "

[4] " " " " ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۴، " " " "

عن عقبة بن عامر الجهني قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام يصلي فصلى صلوٰة يعلم ما يقول فيها حتى يفرغ من صلوته كان كهيئة يوم ولدته امه قال عمر واجود من هذا قال من توضأ فاسبغ الوضوء ثم قام فصلى صلوٰة يعلم ما يقول فيها ثم قال فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح (گناہوں سے صاف) ہو جائے گا جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اس سے زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گا جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم قال اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين فتحت له ثمانية ابواب من الجنة يدخل من ايها شاء [3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اللهم اجعلني من التوابين واجعلني من المتطهرين، اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۴۶-۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ الرجل المسلم خرجت ذنوبہ من سمعہ وبصرہ ویدیہ ورجلیہ فان جلس جلس مغفورًا لہ۔[1]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھوں اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔

عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا ادلکم علی شیء یکفر اللہ بہ الخطایا ویزید بہ فی الحسنات؟ قالوا بلی یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء عند المکارہ وکثرۃ الخطا الی ھذہ المساجد۔[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر ان مساجد میں جانا۔

عن یزید بن بشر قال ان اللہ اوحی الی موسی ان توضأ فان لم تفعل فاصابتک مصیبۃ فلا تلومن الا نفسک۔[3]

یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

عن سلمان قال اذا توضأ الرجل المسلم وضعت خطایاہ علی راسہ فتحاتت کما یتحات عذق النخلۃ۔[4]

سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

عن ابی عثمان قال کنت مع سلمان فاخذ غصنا من شجرۃ یابسۃ فحتہ ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں سلمان کے ساتھ تھا، انھوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا کہ میں نے

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ
[2] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۵، " " " "
[3] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۵، " " " "
[4] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۶، " " " "

توضأ فاحسن الوضوء تحاتت خطایاہ کما یتحات الورق [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

عن ابن عمر یقول من توضأ علی طہر کتب لہ عشر حسنات [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس شخص نے باوضو ہونے کے باوجود وضو کیا اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتی الخلاء ثم انہ رجع فاتی بطعام فقلت یا رسول اللہ: الا تتوضأ فقال لم اصلی فاتوضأ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ بیت الخلاء گئے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جب نماز پڑھتا ہوں تو وضو کرتا ہوں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالک الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول الطہور شطر الایمان [4]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت نصف ایمان ہے۔

حکیم ترمذی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصوا اظافیرکم وادفنوا قلاماتکم ونقوا براجمکم ونظفوا لثاتکم من الطعام وتسننوا ولا تدخلوا علی فخرا بخرا وفی روایۃ قلما وقحلا [5]

حضرت عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ناخن تراشو، ناخنوں کے تراشے دفن کر دو، انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۱ ص ۱۶، " " " "

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[5] امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم ترمذی متوفی ۳۲۰ھ، نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول ج ۱ ص ۳۱۷-۳۱۶، مطبوعہ دار الدیان التراث القاہرہ، ۱۴۰۸ھ

گندہ اور بدبودار منہ لے کر نہ آؤ یا پیلے دانتوں کے ساتھ نہ آؤ۔

طہارت کے مراتب اور درجات

امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:

طہارت کے چار مراتب ہیں: پہلا مرتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری نجاست اور باطنی نجاست (جنبی ہونا یا بے وضو ہونا) سے پاک کرنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

دوسرا مرتبہ: ظاہری اعضاء کو جرائم اور معاصی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور ڈاکہ وغیرہ) سے پاک کرنا، یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔

تیسرا مرتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریا کاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض وغیرہ) اور خصال رذیلہ مبغوضہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا، یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین کی طہارت ہے۔

چوتھا مرتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا بایں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے، یہ انبیاء صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔

طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نصف عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے، اور اس کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک حلول نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گندہ نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون۔ (انعام: ۹۱)

آپ کہیے اللہ (نے ہی کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو ان کی کج بحثی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیجئے۔

کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔

وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔ (احزاب: ۴)

اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔

اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشروعہ کا حلول نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت نصف ایمان ہے۔ اسی طرح جب تک ظاہری اعضاء کو معاصی اور جرائم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضاء عبادات سے متصف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضاء کو معاصی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان

کے مراتب اور مقامات ہیں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک نہ کرے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ ۱

بَابُ ۱۲ فَضْلِ الْوُضُوْءِ — وضو کی فضیلت

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ نَا يَحْيٰى أَنَّ زَيْدًا أَحَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَّكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَائِعٌ نَفْسَهٗ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور صبر ضیاء ہے اور قرآن یا تمہارے موافق دلیل ہوگا یا مخالف، اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جمہور اہل لغت کے نزدیک وضو اور طہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا، وضوء اور طہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ خلیل، ابو حاتم سجستانی، ازہری اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضوء اور طہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضوء ہے۔ وضوء کا لفظ وضاءۃ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضوء کو وضوء اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضوء کرنے والے صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تنزہ ہے۔ غسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غسل اور غسل دونوں لغتیں ہیں، بعض کے نزدیک غسل کا معنی ہے دھونا اور غسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شیمپو اور بیری کے پتوں کو کہتے ہیں۔ ۲

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہور (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

۱۔ امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع الاتحاف ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۴، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضو سے پہلے کے گناہ وضو سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں ہوتا اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ تیسرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ (البقرہ ۲: ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ تمہاری نمازوں کو ضائع کر دے۔

اور چونکہ صحت نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت نماز کے لیے بہ منزلہ جز ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی نماز کا جز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جز ہیں اور طہارت نماز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں:

قرآن اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد للہ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد للہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مفتقر ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں ہے: نماز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ نماز معصیت اور بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کرتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے نمازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر تر و تازگی ہوگی۔

اس حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعاً عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کرنا اس کے دعویٰ ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صبر کا معنی اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:
اس کا معنی ہے جو صبر شریعت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، معصیت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے، ابراہیم خواص نے کہا کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطاء نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، استاذ ابو علی دقاق نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب۔ (ص: ۴۴)
بے شک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا، وہ کیا خوب بندے تھے بیشک وہ (ہماری طرف) بہت متوجہ رہتے تھے۔

حالانکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔ (ص: ۴۱)
جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا بیشک مجھ کو شیطان نے بہت تکلیف اور دکھ پہنچایا ہے۔

وایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین۔ (انبیاء: ۸۳)
اور ایوب کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

فصبر جمیل۔ (یوسف: ۸۳)
(اب میرے لیے) صبر ہی زیبا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:

وقال یا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ (یوسف: ۸۴)
اور یعقوب نے کہا ہائے افسوس یوسف (کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

قال انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ (یوسف: ۸۶)
یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرین ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات پر فرمایا: "اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں"

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابى سيف القين وكان ظئرا لابراهيم فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله وشمه ثم دخلنا عليه بعد ذلك وابراهيم يجود بنفسه فجعلت عينا رسول الله صلى الله عليه وسلم تذرفان فقال له عبد الرحمان بن عوف وانت يا رسول الله؟ فقال يا ابن عوف! انها رحمة ثم اتبعها باخرى فقال ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا وانا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوسیف لوہار کے پاس گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونگھا، پھر اس کے بعد ہم حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کر رہے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنکھ رو رہی ہے اور دل غمزدہ ہے اور ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہے اور اے ابراہیم تمہاری جدائی پر ہم غمگین ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا حين قتل القراء فما رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حزن حزنا قط اشد منه [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب (ستر) قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ غمگین نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات کریمہ اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع وفزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔

اس حدیث میں ہے: قرآن تمہارے حق میں دلیل ہوگا یا تمہارے خلاف۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۳، " " " " " "

یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا۔ ورنہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرا لیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان عمل کرتا ہے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں اور بعض انسان شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور شیطان ان کے نفوس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

بَابُ ۸۳ وُجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلٰوةِ

نماز کے لیے طہارت کا وجوب

۴۴۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ وَاَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا نَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَامِرٍ يَعُودُهُ وَهُوَ مَرِيضٌ فَقَالَ اَلَا تَدْعُو اللّٰهَ لِي يَا ابْنَ عُمَرَ قَالَ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ وَلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُولٍ وَكُنْتَ عَلَى الْبَصْرَةِ۔

مصعب بن سعد کہتے ہیں، جب ابن عامر بیمار ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے ابن عامر نے کہا اے ابن عمر! کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بغیر طہارت (پاکیزگی) کے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی، اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ ابْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ اَبُو بَكْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ اِسْرَائِيلَ كُلُّهُمْ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ اَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بلا وضو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ وضو نہ کر لے۔

ذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ۔

موجب طہارت کی تحقیق حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کی صحت کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی؟ ابن ابجہم کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص بے وضو پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ (مائدہ ۶:۵)

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے (کا ارادہ کرنے) لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھولو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھولو۔

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضو ہو، لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اور اس میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وسعت ہے۔ (۲) وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضو ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنے، قرآن مجید کو چھونے یا طواف کعبہ کرنے کا ارادہ کرے)

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء شافعیہ کے اقوال امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھنی ہو یا نفل، سجدۂ تلاوت ادا کرنا ہو

یا سجدۂ شکر، یا نماز جنازہ پڑھتی ہو، البتہ امام شعبی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز جنازہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلا عذر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہ گار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ لہو و لعب کر رہا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نمازی کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بحث اس وقت ہے جب وہ بلا عذر بے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ معذور ہو مثلاً اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو، تو اس میں چار قول ہیں:

۱۔ فقہاء احناف کے نزدیک اصح قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔

۲۔ اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔

۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔

۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی عذر کی بناء پر کسی خلل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔ [1]

فاقد الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: جو شخص کسی ایسی جگہ مقید ہو جہاں پانی دستیاب ہو نہ تیمم بایں طور کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی دستیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے اس کو فاقد الطہورین کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کر دے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھ لے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت نہ کرے اور جب طہارت میسر ہو تو نماز دہرائے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ نے بھی ایسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس شخص کے ہاتھ اور پیر کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ علاء الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: جو شخص بلا عذر عمداً بغیر طہارت کے نماز پڑھے نوادر میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استخفاف بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو غیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استہزاء اور سخریہ کی نہ ہو اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا حکم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر ستر روایات متفق ہوں اور ایک ضعیف روایت عدم تکفیر کی ہو تو مفتی اور قاضی پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔ [1]

فاسقوں کے لیے زجراً دعا نہ کی جائے

اس حدیث میں ہے ابن عامر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا: حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے حاکم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ حاکم بصرہ ہونے کی وجہ سے تمہارے ذمہ بہ کثرت حقوق اللہ اور حقوق العباد ہیں اور جن کے ذمہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ہوں اس کو دعا سے فائدہ نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا مقصد زجر و توبیخ تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی تلافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر برانگیختہ کرنا تھا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اخیار تابعین ہمیشہ کفار کے لیے ہدایت کی اور فساق کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ

جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غصب وغیرہ سے مال حرام ہو اور اب وہ تائب ہونا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال لیا ہے تو اتنا مال حکومت کے کسی فنڈ میں داخل کر دے اور اگر اس کے وارثوں کا پتا نہ چلے تو اتنے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

بَابُ ۴۳ صِفَةِ الْوُضُوْءِ وَكَمَالِهِ

کامل وضو کرنے کا طریقہ

۴۴۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

التُّجِيبِيُّ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَزِيدَ اللَّيْثِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ عُلَمَاؤُنَا يَقُولُونَ هَذَا الْوُضُوءُ أَسْبَغُ مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدٌ لِلصَّلَاةِ۔

۴۴۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ دَعَا بِإِنَاءٍ وَأَفْرَغَ عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَغَسَلَهُمَا ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین بار دھویا، پھر انھوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس طرح میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور دوران نماز سوچ بچار نہ کرے تو اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ابن شہاب نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضو کیے جاتے ہیں ان سب میں یہ کامل ترین وضو ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی کا ایک برتن منگوایا ان کو تین بار کر کے تین بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دائیں ہاتھ سے برتن سے پانی لیا اور کلی کی اور ناک کو پانی سے صاف کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کہنیوں تک کلائیاں دھوئیں پھر سر کا مسح کیا، پھر تین مرتبہ پیر دھوئے، پھر حضرت عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعات نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں سوچ بچار نہ کیا، اس کے تمام سابقہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل

حدیث نمبر ۴۴۷ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضاء

وضو کر تین تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا، اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان جواز پر محمول کیا ہے۔ [1]

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور حکم سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، خرقی نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابوداؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انھوں نے تین بار کلائیاں دھوئیں اور تین بار سر کا مسح کیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابومالک، حضرت ربیع، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسولوں کا وضو ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر ہے تو پہلے کی طرح اس میں بھی تکرار مسنون ہوگا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھ لے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسی طرح

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور ان صحابہ کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کرنا، دائمی عمل کی خبر دینا ہے، اور دائمی عمل وہی ہوتا ہے جو افضل اور اکمل ہو، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو خلوت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی نوع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انھوں نے اعضاء وضو کو تین تین بار دھونے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انھوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا جیسے باقی اعضاء وضو کے دھونے میں عدد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کو یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی وکیع نے مخالفت کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضوء کیا، اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا، اور سر کا مسح کیا اور اس کے عدد کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے کہا یہی صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالف روایات ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضوء کیا اس سے مسح کا ماسوی مراد ہے، کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا الگ ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کو باقی اعضاء پر قیاس کرنا تیمم سے منقوض ہے، یعنی ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھونے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھونے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھونے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر راویوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائما اسی طرح وضوء کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا طریقہ اس لیے بیان کیا کہ سائلین اور حاضرین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی وضوء کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضوء کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقا یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وضوء ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطا ہے، کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک

راوی اس کی مخالف صفت کو بیان کرے تو اس ایک راوی پر خطا اور غلط کا حکم لگایا جائے گا خواہ وہ ثقہ اور حافظ ہو اور جب اس کی ثقاہت اور حافظہ معروف نہ ہو تو پھر اس کی روایت میں خطا کا واقع ہونا اور زیادہ یقینی ہوگا۔ [1]

سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ چہرے، ہاتھوں اور پیروں سب کا مکمل بالاستیعاب دھونا واجب ہے، اس کے برخلاف رافضیوں نے یہ کہا کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے، ان کا یہ قول غلط ہے، کیونکہ نصوص صریحہ میں پیروں کا دھونا وارد ہے، اسی طرح جس نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء کو نقل کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیروں کو دھویا ہے۔

(پیروں کے دھونے کی فرضیت پر دلائل اور روافض کے شبہات کے جوابات ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹ میں تفصیل سے بیان کریں گے)

سر پر مسح کرنے کے وجوب میں علماء کا اجماع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی مقدار واجب ہے، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ مطلقاً سر پر مسح کرنا واجب ہے خواہ ایک بال پر مسح ہو، اور امام مالک، امام احمد اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا واجب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ [2]

چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

سر پر پیشانی کی مقدار میں مسح کرنا فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قوم کی کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے، وہاں پیشاب کیا، پھر وضوء کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا، اور قرآن مجید میں مسح کی مقدار مجمل ہے، اور یہ حدیث اس کا بیان ہے۔ یہ حدیث امام شافعی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ تین بالوں کا اندازہ کرتے ہیں اور امام مالک کے خلاف بھی حجت ہے، کیونکہ وہ پورے سر کا مسح فرض قرار دیتے ہیں۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں اجمال اس وجہ سے ہے کہ وامسحوا برؤسکم میں باء محل پر داخل ہے اور تبعیض پر دلالت کرتی ہے اور اس بعض کی تعیین نہیں ہے، اور حضرت مغیرہ کی روایت میں بھی ہے فمسح بناصیتہ

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۴۶-۱۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴-۵، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی

یہاں بھی باء محل پر داخل ہے لہٰذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح مجمل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابوداؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصے پر مسح کیا، امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پورے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ سر کا چوتھائی حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے مؤید ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصہ پر مسح کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کی مقدار سے کم پر بھی مسح کرنا جائز ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسح کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضو میں با الصاق کے لیے ہے اور جب آلہ (ہاتھ) کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر ہاتھ رکھے اور پورے سر پر مسح نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر ہاتھ رکھے جائیں گے تو چوتھائی سر پر مسح ہو جائے گا کیونکہ عموماً ہاتھ چوتھائی سر کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔ [1]

چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث

جن احادیث سے فقہاء احناف نے مسح کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ بن شعبۃ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علی الخفین ومقدم راسہ وعلی عمامتہ [2]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور عمامہ پر مسح کیا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضا فمسح ناصیتہ وعمامتہ وعلی الخفین [3]

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سر کے اگلے حصہ

---

[1] علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [1]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمسح علی الخفین وعلی ناصیتہ وعلی عمامتہ [2]

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح کرتے تھے، سر کے اگلے حصہ پر مسح کرتے تھے اور عمامہ پر۔

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا وعلیہ عمامۃ قطریۃ فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ فلم ینقض العمامۃ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش قطری عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور عمامہ نہیں کھولا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر بھی مسح فرمایا ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹ میں بیان کریں گے۔

نماز میں ممنوعہ خطرات اور وساوس کا بیان

حدیث نمبر ۴۲ میں ہے: جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس میں حدیث نفس (دنیاوی معاملات میں سوچ وبچار اور غور وفکر) نہ کی اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حدیث نفس سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق انسان قصداً غور وفکر کرتا ہے، اور جن کاموں کے متعلق انسان پروگرام اور منصوبے بناتا ہے، اور نماز میں جو خیالات انسان کے قصد اور ارادے کے بغیر اس کے دماغ میں آتے ہیں وہ حدیث نفس نہیں ہیں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز میں بغیر قصد اور ارادے کے جو خیالات آتے ہیں ان کے متعلق یہ امید تو ہے کہ وہ نماز قبول ہو جائے گی، لیکن یہ نماز اس کی اس نماز سے کم ہوگی، جس نماز میں سلسلتاً کوئی خیال نہیں آتا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے مغفرت کی ضمانت دی ہے جس کی نماز میں بالکل خیال نہ آئیں، کیوں کہ کم لوگ نماز میں حدیث نفس سے سلامت رہتے ہیں اور یہ مرتبہ اس شخص کو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ کتب خانہ میر محمد کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] " " " سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲-۲۱، " " "

حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کرکے شیطان کے ڈالے ہوئے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لحظہ کے لیے بھی نماز سے غافل نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا یہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کرنے سے اپنے آپ کو کسی فضیلت کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانے تاکہ مغرور اور متکبر نہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل و دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پر جمے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

(علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال اچانک آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز یحدث باب تفعیل سے ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوچ و بچار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور وسوسے آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معاف ہیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جمتا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: "اس دو رکعت نماز میں دنیا کے متعلق بالکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے گا وہ قبول ہو گی" اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی مستحسن اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مضر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، حالانکہ میں نماز میں ہوتا ہوں۔[1]

وضو اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان

اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بہ ظاہر عموم ہے لیکن اس کی صغائر کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر توبہ سے معاف ہوتے ہیں، اسی طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تخفیف ہو جاتی ہے۔[2]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " عمدۃ القاری ج ۳ ص ۸-۷، " " " "

بَابُ فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالصَّلٰوةِ عَقِيْبَهٗ

وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

۴۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ حُمْرَانَ اَنَّ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ بِفِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ عِنْدَ الْعَصْرِ فَدَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّاُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ فَيُصَلِّيْ صَلٰوةً اِلَّا غُفِرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس مؤذن آیا۔ انھوں نے اس سے وضو کے لیے پانی منگوا کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں (علم چھپانے والے کے لیے وعید عذاب کی) آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث نہ بیان کرتا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

۴۴۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الْمَكْتُوْبَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۵۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلٰكِنْ عُرْوَةُ يُحَدِّثُ عَنْ حُمْرَانَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا تَوَضَّاَ عُثْمَانُ قَالَ وَاللّٰهِ لَاُحَدِّثَنَّكُمْ حَدِيْثًا لَوْلَا اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمُوْهُ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَتَوَضَّاُ رَجُلٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ اِلَّا غُفِرَ لَهٗ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الصَّلٰوةِ الَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَ عُرْوَةُ الْاٰيَةُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کرنے کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی یہ حدیث بیان نہ کرتا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى إِلٰى قَوْلِهِ اللّٰعِنُوْنَ۔

جس آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے جو لوگ ان کو چھپائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

۴۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيْدِ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُثْمَانَ فَدَعَا بِطَهُوْرٍ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوْءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَا لَمْ يُؤْتَ كَبِيْرَةً وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

سعید بن عاص کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی، تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

۴۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلٰى عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَحَادِيْثَ لَا أَدْرِي مَا هِيَ إِلَّا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وُضُوْئِي هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ وَمَشْيُهٗ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ أَتَيْتُ عُثْمَانَ فَتَوَضَّأَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس وضو کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی احادیث کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی نماز اور مسجد تک چل کر جانا نفل ہو جاتا ہے۔

۴۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَأَبِي بَكْرٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِدِ فَقَالَ أَلَا أُرِيْكُمْ وُضُوْءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ

ابو انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے زینہ کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو نہ دکھلاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے ہر عضو کو تین تین بار دھویا۔ بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

وَسَلَّمَ ثُمَّ كَرَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَزَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود تھے۔

۴۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ أَبِي صَخْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانٍ قَالَ كُنْتُ أَضَعُ لِعُثْمَانَ طَهُورَهُ فَمَا أَتَى عَلَيْهِ يَوْمٌ إِلَّا وَهُوَ يُفِيضُ عَلَيْهِ نُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَ إِنْصِرَافِنَا مِنْ صَلٰوتِنَا هٰذِهِ قَالَ مِسْعَرٌ أُرَاهَا الْعَصْرَ فَقَالَ مَا أَدْرِي أَحَدَّثَكُمْ بِشَيْءٍ أَوْ سَكَتَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَحَدِّثْنَا وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَاللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ فَيُتِمُّ الطُّهُورَ الَّذِي كَتَبَ اللهُ عَلَيْهِ فَيُصَلِّي هٰذِهِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَاتٍ لِمَا بَيْنَهُنَّ۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی قدر غسل بھی کیا کرتے تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نماز سے (مسعر کہتے ہیں کہ ان کی مراد نماز عصر تھی) فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ تمہیں ایک بات بتلاؤں یا خاموش رہوں، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات ہمارے حق میں بہتر ہے تو ضرور بیان کیجئے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کامل وضو کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور پانچوں نمازیں پڑھے تو ان نمازوں کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہیں وہ نمازیں ان گناہوں کے لیے کفارہ بن جائیں گی۔

۴۵۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَقَالَا جَمِيعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانٍ يُحَدِّثُ أَبَا بُرْدَةَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ فِي إِمَارَةِ بِشْرٍ أَنَّ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَمَّ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَالصَّلَوَاتُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ هٰذَا حَدِيثُ ابْنِ مُعَاذٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ غُنْدَرٍ

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بشر کے دور حکومت میں حضرت ابو بردہ اس مسجد میں یہ بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا تو جو گناہ ان فرض نمازوں کے اوقات کے درمیان ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نمازیں کفارہ ہو جائیں گی اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نمازوں کا ذکر نہیں ہے۔

فِي إِمَامَةِ بِشْرٍ وَّلَا ذِكْرِ الْمَكْتُوبَاتِ۔

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ تَوَضَّأَ عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ يَوْمًا وُضُوءًا حَسَنًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ غُفِرَ لَهُ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهِ۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں محض نماز کے قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہوں کو معاف کر دے گا۔

۴۵۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ الْحَكِيمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ حُمْرَانَ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ تَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْجَمَاعَةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللهُ لَهُ ذُنُوبَهُ۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

۴۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

۴۵۹۔ وَحَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ۔

درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔

۴۶۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أَبِي صَخْرٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَقَ مَوْلَى زَائِدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَ الْكَبَائِرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ نہ کرے۔

مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات

اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اس نماز سے پیوستہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

دیگر احادیث میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جمعہ کی نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضو سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو جمعہ کی نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب جمعہ سے کفارہ ہو گیا تو رمضان سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیرہ گناہ ہوں تو ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور اگر صغائر نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ [1]

بَابُ ۸۶ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ

وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان

۴۶۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ اونٹوں کو چرانا تھا۔ جب میں اپنی باری

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رِعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ نَوْبَتِي فَرَوَّحْتُهَا بِعَشِيٍّ فَأَدْرَكْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَدْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ مُقْبِلٌ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ فَقُلْتُ مَا أَجْوَدَ هَذِهِ فَإِذَا قَائِلٌ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهَا أَجْوَدُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا عُمَرُ فَقَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكَ جِئْتَ آنِفًا قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ يُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔

پر اونٹوں کو چرا کر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ میں نے کہا یہ کس قدر عمدہ حدیث ہے۔ اچانک مجھے ایک آواز آئی کہ پہلی حدیث اس سے بھی عمدہ تھی، میں نے متوجہ ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تم ابھی آئے ہو اس سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

۴۶۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ وَأَبِي عُثْمَانَ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ ابْنِ مَالِكٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہی حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے، اور بہتر ہے اس کے ساتھ متصلاً یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی ملا لیا جائے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔ [1]

بَابُ ۸۷ آخَرُ فِي صِفَةِ الْوُضُوءِ

وضو کے طریقہ کی تفصیل

۴۶۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قِيلَ لَهُ تَوَضَّأْ لَنَا وُضُوءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِإِنَاءٍ فَأَكْفَأَ مِنْهُ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ فَفَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَسَحَ رَأْسَهُ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا وُضُوءُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم کو وضو کر کے دکھلائیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، برتن ٹیڑھا کر کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا، اور دونوں کلائیاں کہنیوں سمیت دو دو بار دھوئیں، پھر برتن سے ہاتھ بھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے اس کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

۴۶۴۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَنَحْوِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہی روایت منقول ہے۔ مگر اس میں ٹخنوں تک کا ذکر نہیں ہے۔

۴۶۵۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو ابْنِ يَحْيَى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا وَلَمْ يَقُلْ مِنْ كَفٍّ وَاحِدَةٍ وَزَادَ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، اس روایت میں راوی نے ایک چلو سے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَعْدَ قَوْلِهٖ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ يَدَاهُ بِمُقَدَّمِ رَاْسِهٖ ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتّٰى رَجَعَ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ۔

اگلی جانب سے مسح کرتے ہوئے ہاتھ گدی تک لے گئے اور پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں کو دھویا۔

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بِمِثْلِ اِسْنَادِهِمْ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ مِنْ ثَلَاثِ غَرَفَاتٍ وَقَالَ اَيْضًا فَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِهٖ وَاَدْبَرَ مَرَّةً وَّاحِدَةً قَالَ بَهْزٌ اَمْلٰى عَلَيَّ وُهَيْبٌ هٰذَا الْحَدِيْثَ وَقَالَ وُهَيْبٌ اَمْلٰى عَلَيَّ عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى هٰذَا الْحَدِيْثَ مَرَّتَيْنِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن زید کی اسی روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا مسح ایک بار اس طرح کیا کہ ہاتھوں کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَبُو الطَّاهِرِ قَالُوْا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَانَ بْنَ وَاسِعٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَيْدِ ابْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ يَذْكُرُ اَنَّهٗ رَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ فَمَضْمَضَ ثُمَّ اسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا وَّيَدَهُ الْيُمْنٰى ثَلَاثًا وَّالْاُخْرٰى ثَلَاثًا وَّمَسَحَ بِرَاْسِهٖ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتّٰى اَنْقَاهُمَا۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے پہلے کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین بار دایاں ہاتھ، پھر تین بار بایاں ہاتھ دھویا اور الگ پانی لے کر جو ہاتھ دھونے سے بچا ہوا نہ تھا سر کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا۔

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء!

حدیث نمبر ۴۶۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی لے کر اس سے کلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے کلی کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور ہر چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں پانی بھی ڈالے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اسی سے کلی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے، اگر کہتے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

میں نے ابو عبداللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے، پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی لیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ عمل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اگر وضو کرنے والا چاہے تو تین چلوؤں سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے احادیث بیان کی ہیں۔ اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

۱۔ ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔

۲۔ ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔

۳۔ تین چلو سے کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔

۴۔ پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

۵۔ چھ چلو پانی لے، پہلے تین چلو سے تین بار کلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرمانی نے کہا چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ نووی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

الجواہر (علمائیہ) میں ابن سابق نے دو قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی لے کر تین بار کلی کرے پھر ایک چلو پانی لے کر تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہاء حنابلہ کی المغنی میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوؤں سے اور اگر ہر عضو کے لیے الگ الگ تین چلو لیے تو یہ بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر لیا، پھر تین بار کلیاں کیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھویا پھر تین بار کلائیاں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھویا، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶ - ۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کلی کی اور ہر بار کلی کے لیے الگ پانی لیا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔ [1]

بَابُ الْإِيْتَارِ فِي الْاِسْتِنْثَارِ وَالْاِسْتِجْمَارِ

ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ استنجا کرنا

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا وَاِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ اَنْفِهٖ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے (یعنی ایک، تین، پانچ مرتبہ ہو اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو، چار اور چھ) اور جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنْبَاَ ابْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهٖ اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْثِرْ بِمِنْخَرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو نتھنوں میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

۴۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجا

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ.

کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيَاشِيمِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گذارتا ہے

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيُوتِرْ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۶۸ میں ہے: جو شخص استجمار (استنجا) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استجمار کا معنی ہے بول اور براز کے عمل کے بعد مطلوبہ مقام کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علماء نے کہا ہے کہ استطابۃ، استجمار اور استنجاء کا معنی ہے، بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استجمار کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ مخصوص ہے اور استطابۃ اور استنجاء پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استجمار کا معنی یہ ہے کہ تین، پانچ یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استجمار کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صاف کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ

استجمار کرنا مستحب ہے، یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ حدیث ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استجمار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اور جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۷۲ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار ناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نتھنوں میں رات گزارتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

شیطان کا نتھنوں میں رات گذارنا حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیونکہ ناک جسم کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جا سکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اور حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کھولتا، اس لیے جمائی لیتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استعارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد و غبار اور رطوبت جمع ہوتی ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ [1]

۸۹ باب وُجُوبِ غَسْلِ الرِّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

۴۷۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَ أَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالُوا أَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تُوُفِّيَ سَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو کہا اے عبدالرحمٰن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے

۴۷۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۷۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرُّقَاشِيُّ قَالَا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ ابْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَوْ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ مَوْلَى الْمُهْرِيِّ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةِ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَمَرَرْنَا عَلَى بَابِ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

مہری کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبدالرحمن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ میں جا رہے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پاس سے گذرے تو آپ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

---

۴۷۷ - حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ نَا مَعْقِلٌ حَدَّثَنِي نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادِ ابْنِ الْهَادِ قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

---

۴۷۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِمَاءٍ بِالطَّرِيقِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ فَتَوَضَّأُوا وَهُمْ عِجَالٌ فَانْتَهَيْنَا إِلَيْهِمْ وَأَعْقَابُهُمْ تَلُوحُ لَمْ يَمَسَّهَا الْمَاءُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ جا رہے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں نے عصر کے لیے جلدی جلدی وضو کرنا شروع کر دیا، جب ہم ان کے پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے چھوا تک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے عذاب کی ہلاکت ہے، مکمل وضو کیا کرو۔

---

۴۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ وَفِي

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں "وضو مکمل کرو" کا جملہ نہیں ہے۔

حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْرَجِ.

۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ يُوسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفْرٍ سَافَرْنَاهُ فَأَدْرَكَنَا وَقَدْ حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَمْسَحُ عَلَى أَرْجُلِنَا فَنَادَى وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ہمارے پاس پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پہ مسح کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرمایا "(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

۴۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا لَمْ يَغْسِلْ عَقِبَهُ فَقَالَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے (وضو میں) ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ رَأَى قَوْمًا يَتَوَضَّئُونَ مِنَ الْمَطْهَرَةِ فَقَالَ أَسْبِغُوا الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِلْعَوَاقِبِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ ایک برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے انھوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۴۸۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِلْأَعْقَابِ مِنَ النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خشک ایڑیوں پر جہنم کا عذاب ہے۔

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

حدیث نمبر ۴۸۴ میں ہے: (خشک) ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل سنت فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں

تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس معتزلہ جبائی نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو جمع کرنا واجب ہے۔ [1]

وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علماء شیعہ کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انھوں نے قرآن مجید میں جر (زیر) کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں ممسوح کا ممسوح پر عطف ہے، وضو کے اعضاء چار ہیں، دو اعضاء کو دھویا جاتا ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔

مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چہروں، ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے جھوٹ بولا، پھر انھوں نے پڑھا:

وامسحوا برءوسکم وارجلکم۔ "اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی، وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے وضو کیا تو انھوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں پیر پر چھڑکا جس میں ان کی جوتی تھی، پھر انھوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے پیر پر بھی عمل کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جر کی قرأت اور احادیث مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک عقلی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں:

جو اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ [1]

آیت وضو میں قرأت جر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات

قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت جر کی تقدیر پر بھی ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہے اور اس پر جر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم۔ (ہود: ۲۶)

بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا خوف رکھتا ہوں۔

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے تھی لیکن چونکہ اس کے جوار میں عذاب پر جر ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی اس کو جر جوار کہتے ہیں اسی طرح ارجلکم کا عطف وجوھکم اور ایدیکم پر ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے تھی لیکن اس کے جوار میں برؤسکم چونکہ مجرور ہے اس لیے اس کو بھی جر دی گئی لہٰذا یہ جر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم کا عطف برءوسکم پر ہے اور اس سے پہلے وامسحوا مقدر ہے لیکن وامسحوا برءوسکم میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلا ہاتھ پھیرنا اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطر الارض بارش نے زمین کو دھو ڈالا سو مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔ معطوف علیہ میں حقیقت اور معطوف میں مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا۔ (نساء: ۴۳)

اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ، حتی کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ، حتی کہ تم غسل کر لو، الا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ عبور کرنا ہو۔

اس آیت میں ولا جنبا کا عطف ولا تقربوا الصلوٰۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقربوا الصلوٰۃ مقدر ہے لیکن معطوف علیہ میں الصلوٰۃ کا معنی حقیقۃً مراد ہے یعنی نماز، اور معطوف میں الصلوٰۃ کا معنی مجازاً مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوٰۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں وامسحوا برءوسکم میں مسح کا حقیقی معنی مراد ہے اور وامسحوا بارجلکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ارجلکم اور ارجلکم دو متواتر قرأتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی آیات میں باہم تعارض نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرأت میں بھی باہم تعارض نہیں ہے اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں کا دھونا اور ارجلکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا، اسی لیے ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ارجلکم کی قرأت اس حال پر محمول

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ہے، جب اس نے موزے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب موزے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کرلو اور جب موزے نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھولو، اس طرح ان دونوں قراتوں میں کوئی تعارض نہیں رہے گا۔

علمائے شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات

شیعہ علماء نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس لیے رد کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا، جبکہ اس آیت میں جر کی قرأت بھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے، لہٰذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے متعلق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ حضرت ابن عباس سے معروف ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثابت یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وارجلکم قرأت کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاعہ کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس حال پر محمول ہے جب اس نے موزے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے نعلین میں پیروں کو دھویا۔ [1]

پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو قال تخلف النبی صلی الله علیه وآله وسلم عنا فی سفرة فادرکنا وقد ارهقتنا العصر فجعلنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی باعلی صوته ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا، دراں حالیکہ ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے دو یا تین بار بلند آواز سے فرمایا خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [1]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرۃ وکان یمر بنا والناس یتوضئون من المطھرۃ فقال اسبغوا الوضوء فان ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم قال ویل للاعقاب من النار۔ [2]

محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ برتن سے پانی لے کر وضو کر رہے تھے، اس وقت وہاں سے حضرت ابوہریرہ گذرے تو انھوں نے کہا مکمل وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا توضا فترک موضع ظفر علی قدمہ فابصرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فاحسن وضوءک فرجع ثم صلی۔ [3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے پیر میں ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھ لیا اور فرمایا جاؤ اچھی طرح اپنا وضو کرو، وہ لوٹ گیا اور پھر نماز پڑھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حمران ان عثمان بن عفان دعا بوضوء فتوضا فغسل کفیہ ثلاث مرات ثم مضمض واستنثر ثم غسل وجھہ ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیمنی الی المرفق ثلاث مرات ثم غسل یدہ الیسری مثل ذلک ثم مسح براسہ ثم غسل رجلہ الیمنی الی الکعبین ثلاث مرات ثم غسل الیسری مثل ذلک ثم قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضا نحو وضوئی ھذا۔ [4]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے وضو کے لیے پانی منگایا اور وضو کرنا شروع کیا، تین بار ہتھیلیوں کو دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو کہنی سمیت تین بار دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر ٹخنوں تک تین بار دھویا، پھر اسی طرح بایاں پیر دھویا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، " " ۱۳۸۵ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، " " ۱۳۷۵ھ

[4] ۔ " " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۰-۱۱۹، " " " "

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرجت کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او مع اٰخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم وضو کرتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کی طرف اس نے دیکھا ہو اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے پکڑا ہو، اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جس میں وہ اپنے پیروں سے چلا تھا، حتی کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال سالت الاسود اکان عمر یغسل قدمیہ؟ قال نعم کان یغسلھا غسلا [2]

ابراہیم کہتے ہیں میں نے اسود سے سوال کیا: کیا حضرت عمر پیروں کو دھوتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! وہ پیروں کو دھوتے تھے۔!

عن ابن غرباء ان عمر بن الخطاب رای رجلا غسل ظاھر قدمیہ وترک باطنھما فقال لم ترکتھا للنار [3]

ابن غرباء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے پیروں کے ظاہری حصہ کو دھویا اور باطنی حصہ کو چھوڑ دیا، حضرت عمر نے فرمایا تم نے ان پیروں کو آگ کے لیے کیوں چھوڑ دیا۔

عن الحارث عن علی غسل القدمین الی الکعبین [4]

عن ابی حیۃ قال رایت علیا توضأ فغسل قدمیہ الی الکعبین وقال اردت ان اریکم

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوتے تھے۔

ابوحیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی نے وضو کیا اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھویا اور کہا میں

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۶، " " " "

[4] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۶، " " " "

طهور نبيكم صلى الله عليه وسلم [1]

نے یہ ارادہ کیا کہ تم کو تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ دکھاؤں۔

عن عكرمة عن ابن عباس انه قرا وارجلكم يعني رجع الامر الى الغسل [2]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے قرأت کی وارجلکم یعنی انھوں نے پیر دھونے کی طرف رجوع کر لیا۔

عن الربيع قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتينا فتوضا فغسل رجليه ثلاثا [3]

ربیع بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، آپ وضو فرماتے تھے اور تین بار پیروں کو دھوتے تھے۔

عن محمد بن محمود قال راى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا اعمى يتوضا فغسل وجهه ويديه فجعل النبي صلى الله عليه وسلم يقول باطن قدميك فجعل يغسل باطن قدميه [4]

محمد بن محمود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، اس نے چہرہ اور ہاتھ دھوئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پیروں کے نچلے حصے کو دھوؤ، تو وہ اپنے پیروں کے نچلے حصہ کو دھونے لگا۔

عن عبد الملك عن عطاء قال قلت له ادركت احدا منهم يمسح على القدمين قال لا حدث [5]

عبد الملک عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ایک شخص ان میں سے پیروں پر مسح کرتا ہے، انھوں نے کہا وہ بدعتی ہے۔

عن يزيد مولى سلمة كان سلمة يغسل قدميه [6]

سلمہ کے غلام یزید بیان کرتے ہیں کہ سلمہ پیروں کو دھوتے تھے۔

علماء شیعہ کی عقلی دلیل کا جواب

علماء شیعہ نے کہا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ وہ وضو میں جن اعضاء کو دھویا جاتا ہے ان پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور وضو میں جن اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو ترک کر دیا جاتا ہے، سو اگر وضو میں پیروں کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا، اور

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار التاج بیروت، ۱۴۰۹ھ

[2] " " " " المصنف ج ۱ ص ۲۶، " " " "

[3] " " " " المصنف ج ۱ ص ۲۷، " " " "

[4] " " " " المصنف ج ۱ ص ۲۷، " " " "

[5] " " " " المصنف ج ۱ ص ۲۷، " " " "

[6] " " " " المصنف ج ۱ ص ۲۷، " " " "

جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضوء میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔
اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں، یہ محض ان کی ذہنی اختراع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وضوء میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، ہاتھ اور پیر ہیں تو ان کو دھویا جائے گا اور جس عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اسی پر مسح کیا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ احادیث میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ غسل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضوء کی فرع ہے اسی طرح غسل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہیے کہ غسل میں صرف چہرے اور ہاتھوں کو دھو لیا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق غسل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس فاسد ہے۔

بَابُ ۹ وُجُوْبِ اِسْتِيْعَابِ جَمِيْعِ اَجْزَآءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ

تمام اعضاءِ وضوء کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

۴۸۴ - وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَعْيُنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَنَّ رَجُلًا تَوَضَّاَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفُرٍ عَلٰى قَدَمِهٖ فَاَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَاَحْسِنْ وُضُوْءَكَ فَرَجَعَ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے وضوء کیا اور اپنے پیر میں ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا جاؤ اچھی طرح وضوء کرو، وہ واپس گیا اور پھر نماز پڑھی۔

وضوء اور تیمم میں اعضاءِ طہارت کے کسی جزء کی طہارت سے ترک ہو جانے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضوء میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضوء صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضوء کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۳)۔ اگر چوتھائی یا اس سے کم عضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملامت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضوء میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس شخص کا وضوء میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ [1]

بَابُ ۹۱ خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوءِ

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا!

۴۸۵۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنِهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جس وقت چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کیے تھے، اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گرتا ہے اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پیروں سے کیے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

۴۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا أَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ حُمْرَانَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتی کہ ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید ہے کہ "جب تک وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ ہو"، قاضی عیاض نے کہا گناہ جھڑ جانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، کیونکہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتی کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑنا متصور ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہ گناہ کرنے سے دل میں جو سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھونے کا ذکر ہے، اس میں رافضیوں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے۔ [1]

بَابُ ۹۲ اِسْتِحْبَابِ اِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَ التَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ

اعضاءِ وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے زیادہ دھونے کا استحباب

۴۸۷۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ دِينَارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا أَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ نُعَيْمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُجْمِرِ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي الْعَضُدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَشْرَعَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمُ الْغُرُّ الْمُحَجَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ فَلْيُطِلْ غُرَّتَهُ وَتَحْجِيلَهُ۔

نعیم بن عبداللہ مجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انھوں نے اپنا چہرہ دھویا، پھر دایاں ہاتھ بازو تک دھویا پھر بایاں ہاتھ بازو تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر بایاں پیر پنڈلیوں تک دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم اس حال میں اٹھو گے کہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر وضو مکمل کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے، لہٰذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ اپنے ہاتھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغُ الْمَنْكِبَيْنِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ

نعیم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا اور لگتا تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے، پھر انھوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتی کہ پنڈلیوں کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵

فَرَطُهُمْ عَلَى الْحَوْضِ أَلَا لِيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي كَمَا يُذَادُ الْبَعِيرُ الضَّالُّ أُنَادِيهِمْ أَلَا هَلُمَّ فَيُقَالُ إِنَّهُمْ قَدْ بَدَّلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا۔

میرے حوض پر آئے گی تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا اور سنو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور ہوں گے جس طرح بھٹکا ہوا اونٹ دور کر دیا جاتا ہے میں انہیں آواز دوں گا "ادھر آؤ"، پھر کہا جائے گا "انہوں نے آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا" پھر میں کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ"

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمَقْبَرَةِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ فَلْيُذَادَنَّ رِجَالٌ عَنْ حَوْضِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے گئے اور فرمایا اے مومنو! السلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا خَلَفٌ يَعْنِي ابْنَ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ فَكَانَ يَمُدُّ يَدَهُ حَتّٰى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي فَرُّوخَ أَنْتُمْ هٰهُنَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هٰهُنَا مَا تَوَضَّأْتُ هٰذَا الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَبْلُغُ الْحِلْيَةُ مِنَ الْمُؤْمِنِ حَيْثُ يَبْلُغُ الْوُضُوءُ۔

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے کے لیے بڑھاتے یہاں تک کہ ہاتھوں کو بغلوں تک دھو ڈالتے میں نے کہا اے ابوہریرہ! یہ آپ کس طرح وضو کر رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عجمی کے بچے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضو نہ کرتا، میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچے گا۔

یہ میرے صحابہ ہیں، پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دیگا کیا آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں نئی باتیں نکالی تھیں۔

۴۹۱- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَأَبْعَدُ مِنْ أَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَذُودُ عَنْهُ الرِّجَالَ كَمَا يَذُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرِيبَةَ عَنْ حَوْضِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَتَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ تَرِدُونَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر مقام ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کو اس طرح دور کروں گا جس طرح کوئی شخص پیاسے اونٹوں کو اپنے حوض سے دور کرتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے فرمایا ہاں تم میرے حوض پر جب آؤ گے تو تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر آثار وضو سے سفید اور چمک دار ہونگے اور یہ علامت تمہارے سوا اور کسی میں نہیں ہوگی۔

۴۹۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَى الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا قَالُوا أَوَلَسْنَا إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَنْتُمْ أَصْحَابِي وَإِخْوَانُنَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدُ فَقَالُوا كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَهُ خَيْلٌ غُرٌّ مُحَجَّلَةٌ بَيْنَ ظَهْرَيْ خَيْلٍ دُهْمٍ بُهْمٍ أَلَا يَعْرِفُ خَيْلَهُ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّهُمْ يَأْتُونَ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَأَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے اور سفید ٹانگوں والے (بیخ کلیاں) ہوں، سیاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اُمَّتِيْ يَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يُّطِيْلَ غُرَّتَهٗ فَلْيَفْعَلْ۔

نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمک رہے ہوں گے لہٰذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ لمبا کرے۔

۴۸۹۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ نَا مَرْوَانُ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ حَوْضِيْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدَنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِّنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّيْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن سے لے کر ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے اور اس کا پانی برف سے زیادہ سفید، شہد ملے دودھ سے زیادہ شیریں اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں سے زیادہ ہے اور میں دوسرے لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچان لیں گے؟ فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری کسی امت میں نہیں ہوگی، تم جس وقت حوض پر میرے پاس آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے۔

۴۹۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرِدُ عَلَيَّ اُمَّتِيْ الْحَوْضَ وَاَنَا اَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ اِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ اِبِلِهٖ قَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَارِ الْوُضُوْءِ وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّيْ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ فَلَا يَصِلُوْنَ وَاَقُوْلُ يَا رَبِّ هٰؤُلَاءِ مِنْ اَصْحَابِيْ فَيُجِيْبُنِيْ مَلَكٌ وَهَلْ تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت حوض پر آئے گی اور میں اس وقت دوسرے لوگوں کو حوض سے روک رہا ہوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو دور کرتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کسی امت میں نہیں ہوگی تم جس وقت میرے پاس حوض پر آؤ گے تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضو کی وجہ سے سفید اور چمکدار ہوں گے اور تم (امت دعوت) میں سے ایک گروہ کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے رب!

غرّہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غرّہ اور تحجیل (چہرے، ہاتھوں اور پیروں کی سفیدی) کی زیادتی کے حصول کے لیے اعضاء وضو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

غرّہ کی تطویل کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا، اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز ہو اس کو دھونا، اور تحجیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ بغیر کسی تعیین کے کہنیوں اور ٹخنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔

۲۔ نصف کلائی اور نصف پنڈلی تک دھونا مستحب ہے۔

۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں ان تمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے زیادہ کو دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنی اور ٹخنے سے زیادہ دھونا ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رد کر دیا جائے گا۔ [1]

غرّہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اعضاء وضو میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پورا پورا وضو کرو" کلی کرنے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں اچھی طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نگلنا بھی جائز ہے، اور باقی اعضاء میں مبالغہ یہ ہے کہ انگلیوں میں خلال کیا جائے اور اعضاء کو خوب ململ کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب ہاتھ دھوتے تو کندھوں تک دھوتے اور جب پیر دھوتے تو پنڈلیوں تک دھوتے پھر انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری امت قیامت کے دن آئے گی درآں حالیکہ وہ وضو کے اثر سے غرّ محجل ہوگی، سو تم میں سے جو شخص اپنے غرّہ (سفیدی) کو لمبا کرنا چاہتا ہو وہ کرے، اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ [2]

غرّہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بغل اور پنڈلی تک وضوء

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مومن کا وضو پہنچتا ہے وہاں تک مومن کا زیور پہنچے گا، قاضی عیاض (مالکی) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے ورنہ وضو کی حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تعدی اور ظلم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابوہریرہ کے اس فعل کو مذہب بنا لیا، حضرت ابوہریرہ کا یہ فعل ان کی انفرادیت ہے، انھوں نے اس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: انتم الغر المحجلون "تم سفید منہ اور سفید ہاتھ پیر والے ہو" [1]

فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے زائد دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلو ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الوضو ہے اور وضو کی تجدید کرتا ہے اور اسی کا نام اطالۃ الغرۃ (سفیدی کو لمبا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اطالۃ الغرۃ کے دو معنی ہیں ایک مقررہ حد سے زیادہ دھونا یہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا دائم الوضو رہنا، یہ ان کے نزدیک مطلوب ہے۔ [2]

غرہ اور تحجیل کے طول میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرہ اور تحجیل کی زیادتی کے لیے اعضاء وضو کو حد سے آگے تک دھونا مستحب ہے۔

علامہ ابن بطال اور علامہ قاضی عیاض کے اوہام سے یہ ہے کہ انھوں نے بغلوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظریہ میں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بغلوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی ھذا او نقص فقد اساء و ظلم۔ جس نے وضو میں اس پر زیادتی یا کمی کی، اس نے برا کام کیا اور ظلم کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں تعداد کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا، یا کم دھویا، یعنی یہ سمجھا کہ تین دفعہ دھونا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھونے کو واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرہ اور تحجیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بداہتہً باطل اور فاسد ہے۔ [3]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرہ اور تحجیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر الرائق میں مذکور ہے کہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۸۴-۸۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰-۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

غرہ کو لمبا کرنا مقررہ حد سے زیادہ دھونے سے حاصل ہوگا اور حلیہ میں مذکور ہے تحجیل ہاتھوں اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ [1]

حوض سے دور کیے جانے والوں کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا آپ نہیں جانتے ہیں انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے انھوں نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔"

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غرہ اور تحجیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے ہاتھوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو! اصیحابی! اصیحابی (میرے صحابہ، میرے صحابہ) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا، یعنی انھوں نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے، اگرچہ کہ ان پر غرہ اور تحجیل کی علامت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان جانتے تھے اس وجہ سے ان کو بلائیں گے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بعد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا توحید پر خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعات مراد ہیں جو اپنی بدعات کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے، اس قول کی بناء پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دور کیے جانے والے جہنمی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غرہ اور تحجیل کا ہونا ممتنع نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بعد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ حافظ ابوعمر بن عبدالبر نے کہا ہے کہ جن لوگوں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب اہواء ہیں، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں، حق کو چھپاتے ہیں اور اعلانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔ [1]

بعض مرتدین کو حوض پر اصحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آنے والے ان مرتدین کو اصحابی نہ فرماتے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انھیں اصحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابی سے پہلے ہمزہ استفہام کا محذوف ہو، یعنی کیا یہ میرے اصحابی ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ، اعمال نامے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور مرجھائے ہوئے ہیں یہ میرے صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے تو چہرے اور ہاتھ پیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ اور اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر شخص کو علم ہوگا کہ مومن کون ہے اور کافر کون ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرما دیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی مسند میں سند جید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من سیئ استغفرت اللہ لکم۔

میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو برے اعمال ہوں میں تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس تعارض کے چند جوابات ہیں:

۱۔ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے اچھے عمل کیے یا برے عمل کیے اور معین طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی مالکی نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سعید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

۲۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصحابی کی ندا فرمانا ان میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اصحابی کی ندا کی تو ان کو نجات کی امید پیدا ہو گئی اور سحقاً سحقاً فرمانے سے وہ امید منقطع ہوئی اور امید کا بندھ کر ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید ہی نہ ہوئی ہو، اور فرشتوں کا یہ کہنا "انھوں نے آپ کے بعد دین تبدیل کر دیا تھا" اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ اقتاعی جوابات ہیں جن کو علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں ذکر کیا ہے۔

(الشیخ عثمانی لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مسند بزار کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جاتا ہے، پس ہو سکتا ہے کہ اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کیے جاتے ہوں، نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ برے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور ارتداد لائق حمد ہے نہ لائق استغفار، لائق حمد نہ ہونا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارتداد سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرما دیا:

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔ (توبہ، ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ (وہ مشرک) دوزخی ہیں۔

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدان حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی گمان فرمایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو ہے مجھ پر امت کے برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر میں استغفار کرتا ہوں، اس کا محمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پر امت کے تمام برے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳، ۴۱۴، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

ہیں اور جو لائق استغفار نہ ہوں ان پر آپ استغفار نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر احادیث میں بغیر استغفار کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد ولا تدفن۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بھی اور برے عمل بھی، میں نے اس کے اچھے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل دیکھا کہ مسجد میں بلغم تھوکا جائے اور اس کو دفن نہ کیا جائے۔

باقی رہا شیخ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ کے فلاں امتی نے یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا علم اس کی ضد کے علم کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا علم رات کے علم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا، اسی طرح اسلام کا علم کفر کے علم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھا دی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بہ قول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امتی نہیں ہیں اور آپ کو ان کا علم ہو گیا رہا یہ کہ پھر آپ نے ان کو اصحابی کیوں فرمایا تو اس کا یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استفہام تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کلی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ذکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور دیکھ لیا جائے۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں؛ اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے: جو مسلمان بھی اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ لے

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا: ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

ولا تقولن لشیء انی فاعل ذٰلک غدا الا ان یشاء اللہ۔ (کہف، ۲۴)

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز (یوں) نہ کہیں کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ ان شاء اللہ (کہیں)

لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابوعمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ۔ (الفتح، ۲۷)

ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور بہ ضرور داخل ہوگے۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو شخص کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق عادۃً ان شاء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق

اسی حدیث میں ہے: میں چاہتا ہوں کہ ہم اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا، جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات کے لیے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

لے۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔ [1]

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ درآں حالیکہ آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الٰہی میں تھا خارج میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور معدوم دکھائی نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور معدوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دی جائے جس طرح دیوار کے عرض میں آپ کو جنت کی مثال دکھا دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشارق اور مغارب دکھا دیے گئے ہیں، اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا، اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تجلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے کیونکہ وہ بشری کدورتوں سے مصفیٰ ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے علم کی تجلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تجلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ آپ کو آپ کے وہ امتی دکھا دیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس آن میں ان کو دیکھ لیں۔ [2]

حدیث نمبر ۴۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زائد فضیلت کو ذکر فرمایا اور وہ صحابیت ہے، لہٰذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی ہیں صحابی نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: انما المؤمنون اخوۃ "اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مومن آپس میں بھائی ہیں" [3]

میرے استاذ محترم حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی مدظلہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب فضیلت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہ کیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کے عام اور مشترک تھا اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جو ان میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمۃ للعلمین، قائد المرسلین وغیرہا القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے

حدیث نمبر ۴۹۴ میں ہے: حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے عجمی کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضو نہ کرتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتدا اور پیشوا کو جاہلوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہو تاکہ عام لوگوں کو اس سے وسوسہ نہ ہو اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔ [1]

باب ۹۳ فَضْلِ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ — تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنے کی فضیلت

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكُمُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور تمہارے لیے یہی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الرِّبَاطُ۔

رباط ہے (یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے پابند کر لینا)

۴۹۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ذِكْرُ الرِّبَاطِ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ ذَكَرَ مَرَّتَيْنِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں رباط کے لفظ کو دو بار فرمایا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رباط کا معنی ہے کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، گویا اس شخص نے اپنے نفس کو اس طاعت پر محبوس کر دیا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افضل رباط ہے جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد، جہاد النفس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ رباط متیسر ہے، یعنی یہ رباط کی اقسام سے ہے۔ [1]

بَابُ السِّوَاكِ ۹۴

مسواک کا بیان

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار معلوم نہ ہوتا، اور ایک روایت میں ہے اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۴۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ قَالَتْ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا: "مسواک"

۴۹۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ بَدَءَ بِالسِّوَاكِ۔

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک کیا کرتے تھے۔

۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَرِيْرٍ الْمَعْوَلِيُّ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهٖ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے تھے۔

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَبْدَأُ بِسِوَاكِهٖ وَلَمْ يَقُوْلُوْا لِيَتَهَجَّدَ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک کرتے تھے

۵۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَحُصَيْنٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوْصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا اَبُو الْمُتَوَكِّلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَخَرَجَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ مِنْ آلِ عِمْرَانَ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ حَتّٰى بَلَغَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْبَيْتِ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى ثُمَّ اضْطَجَعَ ثُمَّ قَامَ فَخَرَجَ فَنَظَرَ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ ثُمَّ رَجَعَ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى۔

وسلم اٹھے، سورۂ آل عمران کی یہ آیت ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنہار سے فقنا عذاب النار تک پڑھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر لوٹ گئے پھر آپ نے مسواک کی اور وضو کیا پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے، پھر کھڑے ہوئے اور آسمان کی طرف دیکھا پھر یہ آیت دوبارہ پڑھی، پھر مسواک کی اور وضو کیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

مسواک کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
ائمہ لغت نے کہا ہے کہ لکڑی سے دانتوں کے صاف کرنے کے فعل کو مسواک کہتے ہیں اور مسواک اس لکڑی کو بھی کہتے ہیں، اور علماء کی اصطلاح میں لکڑی یا اس کی مثل کسی چیز سے دانت صاف کرنے کو مسواک کہتے ہیں جس سے دانتوں کا میل یا پیلاہٹ زائل ہو جائے۔

مسواک کے متعلق احکام شرعیہ

مسواک کرنا سنت ہے، اور کسی حال میں بھی واجب نہیں ہے، نماز میں نہ غیر نماز میں، اس پر علماء کا اجماع ہے، علامہ ماوردی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے لیکن اس کو ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی، اور امام اسحاق بن راہویہ سے منقول ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے سے نماز باطل ہو جائے گی، ہمارے فقہاء میں سے ابو حامد نے کہا ہے کہ داؤد ظاہری سے یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اور امام اسحاق سے جو وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

مسواک کرنا تمام اوقات میں مستحب ہے، لیکن جب ذیل پانچ اوقات میں مسواک کرنا زیادہ مستحب ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کے وقت، خواہ پانی سے طہارت حاصل کی ہو یا تیمم سے۔ (یہ امام شافعی کے نزدیک ہے)۔
۲۔ وضو کرنے کے وقت۔
۳۔ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت۔
۴۔ نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔
۵۔ جب منہ کی بو متغیر ہو، خواہ کھانے پینے سے یا کسی بدبودار چیز کے کھانے سے، زیادہ دیر خاموش رہنے کی وجہ سے یا زیادہ باتیں کرنے کی وجہ سے۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے تاکہ روزہ دار کے منہ کا بو جو مستحب ہے وہ زائل نہ ہو جائے۔ پیلو کے درخت کی لکڑی سے مسواک کرنا مستحب ہے اور ہر وہ چیز جس کے استعمال کرنے سے منہ صاف ہو جائے اس سے منہ صاف کرنا مستحب ہے خواہ سخت

کپڑا ہو، کوئی جڑی بوٹی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔ (منجن اور ٹوتھ پیسٹ بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط لکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت ہو نہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاڑھوں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی عمل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام اوزاعی نے کہا مسواک کرنا وضو کا جزء ہے، اور یہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ "حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو نگاہ باندھ کر دیکھ رہے تھے، میں نے (ان سے) مسواک لی اس کو کاٹا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔"

مسواک میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے (یعنی شعائر اسلام سے ہے) یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے، ہدایہ میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے، ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جمعہ کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابوحامد اسفرائنی اور علامہ ماوردی نے اہل ظاہر سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عمداً مسواک کرنے کو ترک کیا تو نماز باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، مغنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کی جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی بدبو اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کر دے، مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے، مسواک کرتے وقت تین بار

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک بالشت اور موٹائی ایک چھنگلی کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ ہیلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر لیا جائے، محیط میں مذکور ہے کہ عورت کے لیے دندانہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے، اور جب کسی کو مسواک میسر نہ ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور مسواک کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ [1]

منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے

امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تجزی من السواک الاصابع۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسملی البصری ہے وہ حضرت انس اور حضرت ابوبکرہ سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، لیکن یعلی بن شعیب نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجزی الاصابع مجزی السواک۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔

امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رجلا من الانصار من بنی عمرو بن عوف قال یا رسول اللہ انک رجبتنا فی السواک فھل دون ذلک من شیء قال اصابک سواک عند وضوئک تمرھما علی اسنانک انہ لا عمل لمن لا نیۃ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے وضو کے وقت

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ 〃 〃 〃

لہ ولا اجر لمن لا حسبۃ لہ۔ [1]

تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو، بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا، اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاصبع تجزی من السواک [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہوگیا کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملے گا۔

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہونا

حدیث نمبر ۴۹۷ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہو، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ [3]

اس حدیث کی فقہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مفوض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الٰہی کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ بالذات شارع ہے اور آپ بالتبع شارع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے لے کر اس باب تک کی شرح بریڈ فورڈ برطانیہ میں لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان محبوبی بانی صفہ الاسلام بریڈ فورڈ کی لائبریری سے استفادہ کیا۔ میں بیس جولائی ۱۹۹۳ء کو تبلیغی دورہ پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آ گیا۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ج ۱ ص ۴۱، " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ۹۵ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

بعض سنتوں کا بیان

۵۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَقَصُّ الشَّارِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بغل کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

---

۵۰۶ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ الْخِتَانُ وَالِاسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں، ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بغل کے بال نوچنا۔

---

۵۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ وُقِّتَ لَنَا فِي قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيمِ الْأَظْفَارِ وَنَتْفِ الْإِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ أَنْ لَا نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مونچھیں ترشوانے، ناخن کاٹنے، بغل کے بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

---

۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

---

۵۰۹ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں مونچھیں مٹانے اور ڈاڑھی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

أَمَرَنَا بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَإِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ۔

۵۱۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللُّحَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹا کر اور ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحُرَقَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوا اللُّحَى خَالِفُوا الْمَجُوسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں کی مخالفت کرو، مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ وَالسِّوَاكُ وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَحَلْقُ الْعَانَةِ وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةَ زَادَ قُتَيْبَةُ قَالَ وَكِيعٌ انْتِقَاصُ الْمَاءِ يَعْنِي الْاِسْتِنْجَاءَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال صاف کرنا، استنجا کرنا، راوی دسویں سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

۵۱۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُوهُ وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان کر کے فرمایا، اس سند کے ساتھ بھی حسب سابق حدیث مروی ہے۔

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: اس حدیث میں فطرت سے مراد سنت ہے، قاضی عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سنتیں

ہیں۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض حدیثوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں ہے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، ان میں سے کسی عدد میں حصر نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے من الفطرۃ فرما کر عدم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ ابو سلیمان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوات کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً ختنہ کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا ممتنع نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلوا من ثمرہ اذا اثمر واٰتوا حقہ یوم حصادہ (انعام: ۱۴۱)

جب وہ پھلدار ہو تو اس کے پھل کھاؤ اور اس کی کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو۔

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کرنے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ [2]

علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث حدیث میں ہے عشر من الفطرۃ دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر ختنہ، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس قسم کے کسی معین عدد کی تصریح نہیں ہے یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدد کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شرعیہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پوری کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا نچلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں ختنوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ ولی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا ختنہ کرا دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے ختنہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن ختنہ کرنا مستحب ہے، خنثیٰ مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا ختنہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا مذکر یا مونث ہونا معلوم نہ ہو اس کا ختنہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آلہ سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا ختنہ کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بغیر ختنہ کے مر جائے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ نہ کیا جائے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ختنہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ بڑے کا ختنہ کیا جائے اور چھوٹے کا ختنہ نہ کیا جائے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مردوں پر ختنہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر ختنہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب ختنہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبداللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد ختنہ نہ کرائے اس کا حج ہے نہ نماز، حسن بصری یہ رخصت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر ختنہ نہ کرائے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کسی کی تفتیش نہیں کی گئی اور نہ ان کا ختنہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر ختنہ کرنا واجب نہ ہوتا تو ختنہ کرنے کے لیے مختون کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شعار میں سے ہے، اس لیے دیگر شعائر کی طرح یہ بھی واجب ہوگا اور اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور ختنہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے ختنہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسل، وضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر ختنہ کرنا لازم ہے۔ مہنا نے کہا میں نے ابو عبداللہ سے ذمی کے متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو آیا اس کا ختنہ کیا جائے گا؟ انھوں نے کہا اس کے لیے ختنہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بوڑھا یا بوڑھی ہو؟ انھوں نے کہا ان کے لیے ختنہ کرانا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں ختنہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ملۃ ابیکم ابراھیم۔ (تمہارے لیے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا)

(حج: ۷۸)

اور عورتوں کے حق میں بھی ختنہ مشروع ہے۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علیہ وسلم اذا جلس بین شعبہا الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل۔
(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھوئے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں، اور خلال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکریم ہے۔ [1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کرنا مستحب ہے، جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، حصاص نے کتاب ادب القضاء میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے مکرمت (فضیلت) ہے۔ [3]

عالم گیری میں ہے:

ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے یہی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراجیہ میں ہے یہی مختار قول ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی طرح جواہر الفتاوی میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ سنت ہے، شمس الائمہ الحلوانی نے خصاف کی ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمت (فضیلت) ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پوری کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانۃ المفتیین) صلواۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جا سکتا اور اس کا حشفہ ظاہر ہوا اور دیکھنے میں وہ مختون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا بوڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ عذر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۴-۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوڑھا شخص خود ختنہ کر سکتا ہو تو کرے، ورنہ چھوڑ دے، ہاں اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کر لے یا ختنہ کرنے والی باندی کو خرید لے اور وہ اس کا ختنہ کر دیں، بچہ کا ختنہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو ڈھانپ لیا ہے تو اس کا دوبارہ ختنہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ [1]

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور بغل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال مونڈنا ہے، اور بال کاٹنا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے اور چونے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے، (اسی طرح کسی اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ آلہ تناسل اور اس کے اردگرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے اردگرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے، اور ابوالعباس بن سریج سے منقول ہے کہ حلقہ دبر کے اردگرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور پچھلی دونوں شرمگاہوں اور ان کے اردگرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، بغل کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ لیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، بغل اور زیر ناف بال نوچنے کے متعلق ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گذرنے دیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے، ابوعبداللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص نچلے بالوں کو قینچی سے کاٹ دے؟ کہا انشاء اللہ اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا اگر کوئی شخص یہ بال نوچنے لگے اس کی طاقت کون رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص چونے سے ان بالوں کو صاف کرے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کے سوا کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر مطلع ہونے دے۔ مروزی نے کہا ہے کہ ابوعبداللہ گھر میں زیر ناف چونے سے صاف کرتے تھے اس کے بعد حمام میں غسل کرنے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چونے کے ساتھ صاف کرنے سے افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا چونے سے بال صاف کرنا بدعت ہے۔ بغل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

——— اگر ان بالوں کو مونڈ لیا یا چوٹے سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو نوچنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ہروی نے کہا ہے کہ استحداد کا معنی ہے استرے سے زیر ناف بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر زیر ناف بالوں کو نوچ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے (علامہ ابی فرماتے ہیں) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور بغل کے بالوں کو نوچ لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور بغل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو نوچ لے اور مونچھوں کو لمبا نہ ہونے دے اور ہر جمعہ کو ناخن تراشے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔ [2]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا اور غسل کر کے پورے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور افضل جمعہ کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔ [3]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال مونڈنا شروع کرے، اور اگر چوٹے کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور کیمیائی عمل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاوی غرائب میں ہے، اشباہ میں مذکور ہے کہ عورتوں کے لیے زیر ناف بالوں کو نوچنا سنت ہے۔ بغل کے بالوں کو زائل کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور نوچنا افضل ہے، حلق کے بالوں کو نہ مونڈے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور منسرات میں ہے، بھنوؤں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں بہ شرطیکہ مونث کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وعید کا مستحق ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارق سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے لیے ناخن تراشنے مونچھیں کاٹنے اور بغل کے بال نوچنے کی یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں، یہ ان مقدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں رائے کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ [4]

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، ۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ خود مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوائے اس کے برعکس نقل کے بال اور زیر ناف بال دوسروں سے کٹوانا مروت اور حیاء کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار یہ ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احفوا الشوارب" مونچھوں کو مٹاؤ" ان کا محمل یہ ہے کہ جو مونچھیں ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زائد مقدار کو مٹاؤ۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احفاء کا لفظ ہے، بعض میں جز کا اور بعض میں انہاک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ علماء کوفیین اور سلف نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مثلہ قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے، اور ان الفاظ کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر اتنی کم کر لی جائیں کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لمبے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو مل دیا کرتے تھے اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت عمر مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے مدخل کو مونچھیں کم کر کے صاف رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہٰذا مستحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہونٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مغاربہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احفاء کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احفاء کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاوہ ازیں مونچھیں بڑھانے میں کوئی رغبت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا زینت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احفاء کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر جو بال ہوتے ہیں شیخ ابوالحسن المنتصر ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلق پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف داڑھی کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔ [2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور اسحٰق کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹا نہیں جائے گا، کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً ختنہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو اس طرح سنوارو جس طرح اپنی دلہنوں کو سنوارتے ہو، اور دلہن کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی شکل قبیح المنظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔[2]

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھنوؤں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض سلف مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے، ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لیے لمبی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی شکل ہیبت ناک معلوم ہو (غیاثیہ)۔[3]

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مونڈنا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔[4]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

ملتقی میں مذکور ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے، مجتبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے اور اس قول کو امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔[5]

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸)، سنن ابو داؤد (ج ۲ ص ۳۰۰) سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد (ج ۳ ص ۲۲۴، ۶۴، ۵، ج ۴ ص ۴۲۵، ۴۲۴) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، ہونٹوں کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور لمبی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔

ڈاڑھی کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

اللحیۃ اسم یجمع من الشعر ما نبت علی الخدین والذقن۔ [1]

رخساروں اور ٹھوڑی پر اگے ہوئے بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اعفاء اللحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی ڈاڑھی کو بڑھانا، اہل فارس ڈاڑھی کترتے تھے، شریعت نے اس سے روک دیا، علماء نے لکھا ہے کہ ڈاڑھی میں بارہ خصلتیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ غرض جہاد کے بغیر ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ صالحین کی نقل میں ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی عمل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بزرگ جانیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صف دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال بڑھا کر ڈاڑھی کو زیادہ کرنا یا عنفقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں کنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ زہد کے اظہار کے لیے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے پراگندہ رکھنا۔ ۱۰۔ اظہار مشیخت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا ہاں اگر عورت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

احادیث میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوفوا، ارخوا، وفروا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کترانا اور ڈاڑھی کو جلانا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے رسوا کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۲۴۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بُری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔ [1]

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کٹوانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹوانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ ابی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "ڈاڑھی چھوڑ دو" اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہو گی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ المنتقی ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالکیۃ والحنابلۃ حلقھا ولا یکرہ ما زاد علی القبضۃ ولا اخذ ما تحت حلقۃ لفعل ابن عمر۔[1]

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ بال کاٹے تھے۔

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابوعیسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتی کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔[2]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا اللحی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعفاء اکثار ہے اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں

---

[1] ۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۳۲۵-۱۳۲۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے اور انھوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹے اور عطاء نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم طولاً وعرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ [1]

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور على ان الاولى ترك اللحية على حالها وان لا يقطع منها شئ وهو قول الشافعي واصحابه وقال عياض يكره حلقها وقصها وتحذيفها وقال القرطبي في المفهم لا يجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها قال عياض واما الاخذ من طولها فحسن قال ويكره الشهرة في تعظيمها كما يكره في قصها وجزها وقد اختلف السلف هل لذلك حد فمنهم من لم يحد شيئا في ذلك الا انه لا يترك بحد الشهرة ويأخذ منها وكره مالك طولها جدا ومنهم من حد بما زاد على القبضة فيزال ومنهم من كره الاخذ منها الا في حج او عمرة [2]

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو حد تسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا) متقدمین کا — اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد تسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷-۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

اور بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یفعل لتطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ۔ [1]

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وھو ای القدر المسنون فی اللحیۃ القبضۃ [2]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [3]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [4]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [5]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [6]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ینبغی ان یدرج فی اخذھا لتصیر مقدار قبضۃ علی ما ھو السنۃ والاعتدال المتعارف۔ [7]

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[6] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ

[7] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ۔ [1]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ۔ [2]

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحیۃ فذکر محمد فی الآثار عن الامام ان السنۃ ان یقطع ما زاد علی قبضۃ یدہ۔ [3]

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاوی عالم گیری میں ہے:

والقص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رحمہ اللہ فی کتاب الآثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وقال بہ ناخذ کذا فی محیط السرخسی۔ [4]

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات صریحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا مجوسیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے [5] اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالمتقدیر لو اخذتم نواحی لحیتہ طولا وعرضا وترکتم قدر المستحب وھو مقدار القبضۃ وھی الحد المتوسط بین

(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹،

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[5] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقا ومن حلقها وقصها على وجه استيصالها[1]

(تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانبوں میں حد متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے، لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور على ان الاولى ترك اللحية على حالها وان لا يقطع منها شيء۔[2]

اس حدیث میں (واعفوا اللحی) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

امام ابوحنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہا نے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے[3] اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا، واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطا ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقیہ نہیں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاویٰ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شبہات کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث۔ [1]

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک مونچھیں کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (الحدیث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر فرمان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وقیع کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح حدیث پر ترجیح نہیں دی جا سکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء سابقین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: مونچھیں کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بغل کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، کلی کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی نو چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحۃً سنت قرار دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کمی اور بیشی اور اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من وعن تسلیم کر لیا جائے اور از خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تنسیخ کرنے کی جرأت نہ کی جائے کیونکہ ہم صرف مبلغ ہیں اور شارع نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے کی مخالفت کا حکم دیا ہے (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۰۸) اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو، اور معمولی اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خفیف سی ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو خشخشی ڈاڑھی یا فرینچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تاہم عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً لمبی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کامل اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افراط اور تفریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شریعت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، صراط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

(۵۔۹) کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہرہ میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو دھونا واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی لیلیٰ اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، عطاء سے بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ کھلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی (طبعی) غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو مثلاً گھنے بالوں کی جڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حماد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرۃ "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں" اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ (چہرہ) اس کو کہتے ہیں جو مواجہہ (مخاطب کے

بالمقابل ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سنن دار قطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر چارہ نہیں نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا۔ اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا موید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندرونی حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے ضعیف ہے اور منقطع ہے۔ [2] اور جس فعل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دائیں عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے [3]، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر مواظبت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ بھی ہمارے نزدیک سنت ہے۔

(۸)۔ انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سوراخ میں جو میل ہوتا ہے، اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد و غبار کی وجہ سے جسم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔ [4]

نیل پالش اور مہندی سے وضو کا حکم

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

اگر اعضاء وضو پر مچھر یا پسو کی بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ پہنچے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عادۃً ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، خمیر اور چکناہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکناہٹ ہو تو وہ بھی طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضاء وضو پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

---

[1]۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3]۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، " " " ۱۴۰۵ھ

[4]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جو پانی کے نفوذ سے مانع ہے) اور اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو اتار دے یا اس کو ہلائے۔ [1]
اعضاءِ وضو کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگی ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے جیسے مہندی وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر وضو جائز ہے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی بہانے سے وضو نہیں ہوگا۔

(۹)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء مسواک کے متعلق ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ داؤد ظاہری کے نزدیک مسواک کرنا واجب ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے گذر چکا ہے کہ مخلص لکڑی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰)۔ پانی سے استنجاء کرنا اس حدیث میں انتقاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

وکیع نے کہا اس سے مراد استنجاء ہے، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا مذاکیر (شرمگاہ) کو دھو کر پیشاب کو کم کرنا مراد ہے، بعض علماء نے کہا یہ انتضاح ہے، انتضاح کا معنی ہے وضو کرنے کے بعد شرمگاہ پر پانی چھڑکنا کہ قطرہ نکلنے کا وسوسہ زائل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ [2]

بَابُ ۹۶ الْاِسْتِطَابَةِ

استنجاء

۵۱۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ اَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا اَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ اَوْ بِعَظْمٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے، دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین سے کم پتھر استعمال کرنے سے، اور ہڈی یا گوبر سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لَنَا بَعْضُ الْمُشْرِكِيْنَ اِنِّيْ اَرٰى صَاحِبَكُمْ يُعَلِّمُكُمْ حَتّٰى يُعَلِّمَكُمُ الْخِرَاءَةَ فَقَالَ اَجَلْ اِنَّهٗ نَهَانَا اَنْ يَّسْتَنْجِيَ اَحَدُنَا بِيَمِيْنِهٖ اَوْ يَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ وَنَهَانَا عَنِ الرَّوْثِ وَالْعِظَامِ وَقَالَ لَا يَسْتَنْجِيْ اَحَدُكُمْ بِدُوْنِ ثَلٰثَةِ اَحْجَارٍ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے بعض مشرکین نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم دیتے ہیں حتیٰ کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی بتاتے ہیں، حضرت سلمان نے کہا کہ ہاں یہی بات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے، قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے، گوبر یا ہڈی اور تین سے کم پتھروں کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يَّقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنْ يُّتَمَسَّحَ بِعَظْمٍ اَوْ بَعْرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہڈی یا مینگنی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَرَاْتُ لِسُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَذْكُرُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا بِبَوْلٍ وَّلَا غَائِطٍ وَّلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا قَالَ اَبُوْ اَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ قَدْ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ، خواہ پیشاب کرنا ہو یا پاخانہ، البتہ مشرق یا مغرب کی طرف منہ کیا کرو۔ حضرت ابو ایوب کہتے ہیں ہم ملک شام میں گئے تو وہاں قبلہ کی جانب بیت الخلاء بنے ہوئے تھے، ہم وہاں قضائے حاجت کے وقت رخ بدل کر بیٹھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے۔

۵۱۸۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِيْ ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ ح عَنْ سُهَيْلٍ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَلَسَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے بیٹھے تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ۔

أَحَدُكُمْ عَلَى حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا.

۵۱۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حِبَّانَ قَالَ كُنْتُ أُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ مُسْنِدٌ ظَهْرَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْصَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شِقِّي فَقَالَ عَبْدُ اللهِ يَقُولُ النَّاسُ إِذَا قَعَدْتَ لِحَاجَةٍ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدْ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمُقَدَّسِ قَالَ عَبْدُ اللهِ وَلَقَدْ رَقِيتُ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلَى لَبِنَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ.

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ جب تم قضاء حاجت کے لیے بیٹھو تو کعبہ کی طرف منہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو اینٹوں پر بیٹھے ہوئے قضاء حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

۵۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيتُ عَلَى بَيْتِ أُخْتِي حَفْصَةَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَدْبِرَ الْقِبْلَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما رہے تھے، آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

۵۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْسِكَنَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَهُوَ يَبُولُ وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سانس لے۔

۵۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔

۵۲۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ وَأَنْ يَمَسَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ وَأَنْ يَسْتَطِيبَ بِيَمِينِهِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے، اور دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ نکالنے، اور جوتی پہننے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي نَعْلَيْهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوتی پہننا ہو کنگھی کرنا ہو یا وضو کرنا۔

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ قَالُوا وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے والوں سے بچو، صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! لعنت کرنے والے کون ہیں، آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں کے راستہ یا ان کے سائے کی جگہ میں قضاء حاجت کرے۔ (یعنی یہ فعل لعنت ملامت کا سبب ہے۔)

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِيضَأَةٌ وَهُوَ أَصْغَرُنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ سِدْرَةٍ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدِ اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو سب سے عمر میں کم تھا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا، اس نے وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کی، پانی سے استنجاء کیا۔ پھر ہمارے پاس تشریف لائے۔

۵۲۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْخَلَاءَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَغُلَامٌ نَحْوِي إِدَاوَةً مِنْ مَاءٍ وَعَنَزَةً فَيَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور ایک میرا ہم عمر لڑکا ہوتا تھا، اور ہم پانی کا برتن اور نیزہ لے کر ساتھ چلتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

---

۵۲۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهِ فَآتِيهِ بِالْمَاءِ فَيَتَغَسَّلُ بِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف

نووی لکھتے ہیں:

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ بول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے اور بیت الخلاء میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، شعبی، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔

۲۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحراء اور بیت الخلاء دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔

۴۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔

(امام ابو حنیفہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحراء ہو یا بیت الخلاء۔ سعیدی غفرلہ)۔

مانعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ کرنے سے مطلقاً منع کیا گیا ہے

مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انھوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرنے سے ممانعت قبلہ کی حرمت کی وجہ سے ہے اور یہ علت صحراء اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہونے کو کافی ہو تو ایسا حائل صحراء میں بھی ہے، کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بہت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انھوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھے ہوئے دیکھا، اور دوسری روایت یہ ہے: امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کرلو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انھوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے "ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے"۔

جن فقہاء نے صحراء میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھی استدلال کیا ہے، نیز امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے مروان الاصفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اونٹنی قبلہ کی طرف منہ کرکے بٹھائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا انھوں نے کہا اس سے صرف فضاء (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز حجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب، حضرت سلمان اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے ممانعت کی احادیث کو صحراء پر محمول کر دیا جائے گا تاکہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے صحراء اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتداءً بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کرکے بنائے جائیں تو کیوں مشقت ہوگی؛ سعیدی غفرلہٗ) اور صحراء میں قبلہ سے منحرف ہوکر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔

جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے رد کے لیے وہ احادیث صحیحہ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے سے صراحۃً منع کیا ہے، جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں[1]

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا جواز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو جمع کیا، حضرت ابو ایوب کی حدیث کو صحراء پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ صحراء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تحریم قرار دی اس نے صحراء اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نماز پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور فرشتوں کے درمیان حائل اور حجاب بن جاتی ہے۔[2]

علامہ مازری کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے کیونکہ قول، فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی شارع علیہ السلام کی خصوصیت بھی ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تعارض ہو تو حرام کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے خواہ صحراء ہو یا شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تحریم کا تقاضا ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء بنے ہوئے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

دیکھے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے، اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے بیٹھے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرے، عروہ بن زبیر اور داؤد نے کہا کہ قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (میں کہتا ہوں کہ ممانعت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کی تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

ہماری دلیل ممانعت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انھوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا ہو یا وہاں کوئی حاجب اور حائل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں موافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم ممانعت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور پیٹھ کرنا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المنذر کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ محمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ خالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر چڑھا تو دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف پیٹھ تھی۔ [۱]

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی پیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو، ثالثاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی تعظیم ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، رابعاً جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ — حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[۱] علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولھا ظھرہ شرقوا او غربوا۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلا آئے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف منہ کرو یا مغرب کی طرف۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیٹھ خواہ صحراء (کھلا میدان) ہو یا کوئی عمارت ہو۔ امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابوثور اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ ممانعت قبلہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحراء اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے حائل ہونے کی وجہ سے ہے تو صحراء میں بھی دور دراز کے شہر حائل ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متعدد پہاڑ حائل ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحراء اور کعبہ میں بالکلیہ مواز نہیں ہے، امام شعبی نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحراء میں نماز پڑھتی ہے تو رفع قضائے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو، یہ علت صحراء میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شعبی کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء سے روایت کیا ہے: میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف منہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح

۵۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ بَالَ جَرِيرٌ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقِيلَ لَهُ تَفْعَلُ هٰذَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا لوگوں کو یہ حدیث بہت پسند تھی کیونکہ حضرت جریر سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، (سورۂ مائدہ میں آیت وضو ہے یعنی موزوں پر مسح کا حکم، پیر دھونے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔)

۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى وَسُفْيَانَ قَالَ فَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللّٰهِ يُعْجِبُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّ إِسْلَامَ جَرِيرٍ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ کے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۵۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى إِلَى سُبَاطَةِ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ حَتَّى قُمْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ کوڑا ڈالنے کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارہ سے مجھے قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

۵۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ أَبُو مُوسَى يُشَدِّدُ فِي الْبَوْلِ وَيَبُولُ فِي قَارُورَةٍ وَيَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَ إِذَا أَصَابَ جِلْدَ أَحَدِهِمْ بَوْلٌ قَرَضَهُ بِالْمَقَارِيضِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَوَدِدْتُ أَنَّ صَاحِبَكُمْ لَا يُشَدِّدُ هَذَا التَّشْدِيدَ فَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَتَمَاشَى فَأَتَى سُبَاطَةَ قَوْمٍ خَلْفَ حَائِطٍ فَقَامَ كَمَا يَقُومُ أَحَدُكُمْ فَبَالَ فَانْتَبَذْتُ مِنْهُ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عِنْدَ عَقِبِهِ حَتَّى فَرَغَ۔

پیشاب کے معاملہ میں بہت احتیاط کرتے تھے اور ایک بوتل میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جب کسی کی کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو قینچی سے کاٹ ڈالتے تھے۔ حضرت حذیفہ نے یہ سن کر کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے ساتھی اس قدر سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے پیچھے تھا وہاں جا کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں دور ہٹنے لگا تو آپ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا، میں آکر آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فارغ ہو گئے۔

۵۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبَعَهُ الْمُغِيرَةُ بِإِدَاوَةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ فَمَكَثَ حِينًا حَتَّى۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے جب حضور قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا اور آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى ابْنَ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر دھوئے، سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

۵۳۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ بَيْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِذْ نَزَلَ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِدَاوَةٍ كَانَتْ مَعِي فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ۔

اترے، قضاء حاجت کی تو میں جو برتن ساتھ لے کر گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور موزوں پر آپ نے مسح فرمایا۔

۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا مُغِيرَةُ خُذِ الْإِدَاوَةَ فَأَخَذْتُهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ كَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ جَاءَ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَامِيَّةٌ ضَيِّقَةُ الْكُمَّيْنِ فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ كُمِّهَا فَضَاقَتْ فَأَخْرَجَ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ مَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے لو، چنانچہ میں برتن لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا، حضور مجھ سے بہت دور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت فرما کر تشریف لائے، آپ نے رومی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آستینوں سے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو ہاتھ نکل نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا پھر میں نے آپ کو نماز کے لیے وضو کرایا آپ نے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

۵۳۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيعًا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْضِيَ حَاجَةً فَلَمَّا رَجَعَ تَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَتِ الْجُبَّةُ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آئے تو میں پانی کا برتن لے کر آیا تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے ہاتھ دھوئے، چہرہ دھویا، پھر کلائیاں دھونے کے لیے ہاتھ جبہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے آپ نے نیچے سے اپنے ہاتھوں کو نکال لیا، پھر آپ نے کلائیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، موزوں پر مسح کیا، پھر ہم کو نماز پڑھائی۔

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات سفر میں، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ مَسِيْرٍ فَقَالَ لِيْ اَمَعَكَ مَآءٌ؟ قُلْتُ نَعَمْ فَنَزَلَ عَنْ رَّاحِلَتِهٖ فَمَشٰى حَتّٰى تَوَارٰى فِيْ سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَاَفْرَغْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِّنْ صُوْفٍ فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتّٰى اَخْرَجَهُمَا مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَاْسِهٖ ثُمَّ اَهْوَيْتُ لِاَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَاِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو وضو کرانا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا۔ چونکہ آپ نے تنگ آستین جبہ پہنا ہوا تھا، اس لیے کلائیاں اس میں سے نہ نکل سکیں، پھر آپ نے نیچے سے کلائیاں نکالیں، پھر کلائیاں دھوئیں اور سر کا مسح کیا، پھر میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے موزے اتاروں آپ نے فرمایا: "رہنے دو میں نے ان کو باوضو پہنا تھا"، پھر آپ نے موزوں پر مسح کیا۔

۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ اَبِيْ زَآئِدَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّاَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ اَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے موزے باوضو پہنے تھے۔

۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُرَيْعٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ قَالَ نَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْمُزَنِيُّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ تَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا قَضٰى حَاجَتَهٗ قَالَ اَمَعَكَ مَآءٌ فَاَتَيْتُهٗ بِمِطْهَرَةٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ يَحْسِرُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ فَضَاقَ كُمُّ الْجُبَّةِ فَاَخْرَجَ يَدَهٗ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَاَلْقَى الْجُبَّةَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ ثُمَّ رَكِبَ وَرَكِبْتُ فَاَنْتَهَيْنَا اِلَى الْقَوْمِ وَقَدْ قَامُوْا فِي الصَّلٰوةِ يُصَلِّيْ بِهِمْ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں پیچھے رہ گئے، آپ قضاء حاجت کر کے آئے اور پوچھا کیا تمہارے پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے ہاتھوں اور چہرے کو دھویا پھر جبہ میں سے کلائیوں کو نکالنا چاہا تو اس کی آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے جبے کے نیچے سے ہاتھوں کو نکال لیا اور جبہ اتار کر کندھوں پر ڈال لیا، پھر کلائیاں دھوئیں اور پیشانی کی مقدار سر پر مسح کیا اور عمامہ اور موزوں پر مسح کیا، اس کے بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے اور عبدالرحمان بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَقَدْ رَكَعَ بِهِمْ رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكَعْنَا الرَّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَتْنَا۔

تھے، جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انھوں نے پوری نماز پڑھائی جب انھوں نے سلام پھیرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک رکعت پڑھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

۵۴۲۔ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَمُقَدَّمِ رَأْسِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، سر کے اگلے حصہ پر اور عمامہ پر۔

۵۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۵۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۴۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ بِلَالٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَالْخِمَارِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى حَدَّثَنِي الْحَكَمُ قَالَ حَدَّثَنِي بِلَالٌ۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔

۵۴۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان ہے، علامہ بدرالدین عینی اس موضوع پر لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدعتی کے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البدائع نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ رافضیوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ہم شیخین (حضرت ابوبکر اور حضرت عمر) کو فضیلت دیتے ہیں اور دو دامادوں (حضرت عثمان اور حضرت علی) سے محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ نبیذ کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابوحنیفہ نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ مجھ پر نصف النہار کی طرح روشن نہیں ہوگیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رد کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہٰذا موزوں پر مسح کا انکار کرنا بدعت ہے، اسی وجہ سے علامہ کرخی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر میں کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا، حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے اور کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو حضرت علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکروہ کہا جب ان کے نزدیک سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہوگیا تو انھوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے کتاب الموضوعات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطا کے پاس یہ روایت پہنچی تو اس نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح میں لوگوں کی مخالفت کرتے تھے اور موت سے پہلے انھوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا پیر دھونے سے موزوں پر مسح کرنا افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شعبی، حکم اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ مرغینانی

نے ہدایہ میں لکھا ہے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا۔ علامہ قرطبی نے امام مالک سے اسی کی مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔
۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (تنزیہی) ہے۔
۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)
۴۔ تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔
۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔
۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق، حکم اور حماد نے کہا پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا امام مالک کے سوا میرے علم میں اور کوئی فقیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا ہو اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسحٰق السبیعی اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابوبکر بن ابی داؤد، خوارج اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہی ذکر کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراف میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا تمام اہل بدر اور اصحاب حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۂ مائدہ جس میں آیت وضو ہے وہ مدنی ہے اور سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورۂ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت جریر کا اسلام لانا متاخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول بہ ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی مخصص ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور وضاحت ہے جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ آیت وضو میں پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جس نے موزے نہ پہنے ہوئے ہوں۔

عمامہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

حدیث نمبر ۵۴۱ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

عمامہ پر مسح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کر کے عمامہ پہنا ہو تو عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے جس طرح موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، جو فقہاء عمامہ پر مسح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وامسحوا برءوسکم (مائدۃ: ۶) اپنے سروں پر مسح کرو" اور جو شخص عمامہ پر مسح کرے گا وہ سر پر مسح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کر اگر اس کپڑے پر مسح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا رکھ کر مسح کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح سر پر عمامہ رکھ کر عمامہ پر مسح کیا جائے تو وہ سر کے مسح سے کفایت نہیں کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے سر پر مسح کرنے کو فرض کیا ہے اور عمامہ پر مسح کرنے والی حدیث تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمامہ پر مسح کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت ابوامامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابودرداء سے بھی یہی روایت ہے عمر بن عبدالعزیز، حسن، قتادہ، مکحول، اوزاعی اور ابوثور کا بھی یہی نظریہ ہے، اور عروہ، نخعی، شعبی، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے کہا عمامہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔

ٹوپی پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے دوپٹہ پر مسح کرنے میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صبح کی نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہوگئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ان کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا مفضول کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۹۸-۹۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اول وقت میں پڑھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے بہ شرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذاء نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں ہوگا، اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذاء پہنچے گی تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے (یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نماز میں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نماز پڑھانے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بڑھے کہ ترتیب میں خلل نہ ہو، اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ [1] (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انھوں نے نماز پڑھا دی اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

بَابُ التَّوْقِيتِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

موزوں پر مسح کی مدت

۵۴۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَمْرِو ابْنِ قَيْسٍ الْمُلَائِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَاسْأَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ قَالَ

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵-۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَكَانَ سُفْيَانُ إِذَا ذَكَرَ عَمْرًا أَثْنَى عَلَيْهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۵۴۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس گیا اور انھوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

۵۴۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَيْمِرَةَ عَنْ شُرَيْحِ ابْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتِ ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّي فَأَتَيْتُ عَلِيًّا فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جمہور فقہاء کے مذہب پر واضح دلالت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے سفر میں تین دن اور تین رات اور حضر میں ایک دن اور ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انھوں نے ابوعمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انھوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث، مفتی یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ [1]

موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے حدث لاحق ہونے سے پہلے طہارت کاملہ ہو، اور یہی ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور موزے پہن لیے اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزے پیروں میں حدث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے ممانعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ (ممانعت کا وقت) حدث کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت اگر طہارت ناقص ہو تو موزے حدث کے لیے رافع بن جائیں گے۔ (علامہ عینی فرماتے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں:) طہارت کاملہ کے وقت موزے پہننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا شرط ہے یا حدث کے وقت، سو ہمارے نزدیک حدث کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہننے کے وقت۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت ظاہر ہوگا جب کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے، پھر حدث لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے پھر اس کے بعد جب اس کو حدث لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ [1]

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں

(۱) موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھپایا ہوا ہو۔ (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو۔ (درمختار)

۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحطاوی) چلنا ممکن ہو۔

۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہوا نہ ہو۔

۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چمٹا رہے۔

۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ [2]

یہ شرائط چمڑے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوتی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جرابوں کے اون کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے [3] نائلون کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جا سکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہوگا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے صرف چمڑے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ [4]

بَابُ ۹۹ جَوَازِ الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَوَاتِ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ قَالَ عَمْدًا صَنَعْتُهُ يَا عُمَرُ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا! آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ / ۱۳۵۶ھ

[2] ۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۷۷۔۷۶، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر

[3] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۲۴۲۔۲۴۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ایک وضوء سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جب تک انسان بے وضوء نہ ہو وہ متعدد فرائض اور نوافل ایک وضوء کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے آیت وضوء سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضوء کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضوء ہونے کی قید مراد ہے، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو درآں حالیکہ تم بے وضوء ہو تو چہرہ، ہاتھ اور پیر دھوؤ اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضوء نہ ہوتا اس کو وضوء کافی ہوتا تھا۔

۲۔ امام بخاری نے سوید بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضوء کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اسی طرح جن احادیث میں عرفہ اور مزدلفہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یوم خندق میں قضا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

تاہم نیا وضوء کر کے نماز پڑھنا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ پر عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضوء سے کئی نمازیں پڑھیں۔ [1]

بَابُ كَرَاهَةِ غَمْسِ الْمُتَوَضِّئِ وَغَيْرِهِ يَدَهُ الْمَشْكُوكَ فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَا نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶۔ ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ يَرْفَعُهُ بِمِثْلِهِ۔

یہ روایت معمولی لفظی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

۵۵۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے حسب سابق یہ روایت منقول ہے۔

۵۵۴- وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ فَلْيُفْرِغْ عَلَى يَدِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يُدْخِلَ يَدَهُ فِي إِنَائِهِ فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي فِيمَ بَاتَتْ يَدُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص بیدار ہو تو پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھو لے، اس لیے کہ وہ نہیں جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

۵۵۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالُوا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ

امام مسلم فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دیگر اسانید کے ساتھ جو احادیث مروی ہیں ان میں صرف دھونے کا تذکرہ ہے تین بار دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

اَبَا هُرَيْرَةَ فِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ كُلُّهُمْ يَقُوْلُ حَتّٰى يَغْسِلَهَا وَلَمْ يَقُلْ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ثَلَاثًا اِلَّا مَا قَدَّمْنَا مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ وَعُبَيْدِ اللهِ ابْنِ شَقِيْقٍ وَاَبِيْ صَالِحٍ وَاَبِيْ رَزِيْنٍ فَاِنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ ذِكْرَ الثَّلَاثِ۔

باب: مذکور سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سونے والا نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے!" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجا کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گرمی پڑتی تھی اور جب وہ سوتے تو پسینہ آتا تھا، اور سونے والے کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ سوتے وقت اس کا ہاتھ استنجاء کی جگہ لگا ہوگا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہوگی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ جب قلیل پانی (جو دہ در دہ سے کم ہو) میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔

۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔

۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔

۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔

۵۔ جن چیزوں کا صراحۃً ذکر کرنا بے حیائی ہو ان کا کنایہ سے ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا ہاتھ وکر یا دبر پر لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گذاری![1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے قلتین (دو دگھڑے کی مقدار پانی) معیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی قلتین سے کم ہو تو پھر ہاتھ دھونا۔

بَابُ حُكْمِ وُلُوْغِ الْكَلْبِ

کتے کے جھوٹے کا حکم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي رَزِينٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيُرِقْهُ ثُمَّ لِيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو، اور اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۵۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَلْيُرِقْهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۵۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ أُولَاهُنَّ بِالتُّرَابِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ، اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ طُهُورُ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيهِ أَنْ يَغْسِلَهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث بیان کیں، ازاں جملہ ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھوؤ۔

۵۶۱۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے

وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالَ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَاغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَعَفِّرُوهُ الثَّامِنَةَ بِالتُّرَابِ۔

کیا ملے گا؟ پھر شکار کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ دھوؤ اور آٹھویں مرتبہ اس کو مٹی سے دھوؤ۔

۵۶۲- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ مِنَ الزِّيَادَةِ وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ وَلَيْسَ ذِكْرُ الزَّرْعِ فِي الرِّوَايَةِ غَيْرِ يَحْيَى۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے مویشیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے یہ ہمارا (فقہاء شافعیہ) امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا اس برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاہر العین ہے اور اس کے جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم تعبدی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ، عبدالملک اور سحنون نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے مگر امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا متعین نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے (امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی غفرلہ)

قاضی ابن العربی نے لکھا ہے کہ سحنون نے کہا ہے کہ کتا نجس العین ہے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب ہے، ان میں سے پہلی بار مٹی سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہ روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔[1]

کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جنھوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے انھی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قولاً اور فعلاً روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھوؤ، شیخ تقی الدین نے "امام" میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھوؤ۔ (اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دار قطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں اور راوی جب کسی روایت کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم سنے اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابوہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے ماننا پڑے گا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔[2]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت

۵۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، ج ۳ ص ۴۱ - ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۵۶۴۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ فِی الْمَآءِ الرَّاکِدِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ فِیْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز ٹھہرے ہوئے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا یَبُلْ فِی الْمَآءِ الدَّآئِمِ الَّذِیْ لَا یَجْرِیْ ثُمَّ یَغْتَسِلُ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اور پھر اس کے بعد اس میں غسل کرنا شروع کر دے۔

کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۵۶۴ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حامل نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل، کثیر، قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حامل نجاست نہیں ہوتی تو اس مماثلت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا علاوہ ازیں یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہماری دلیل حدیث قلتین اور بئر بضاعہ کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف نص صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں رہی حدیث قلتین تو ہر چند کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متناً و سنداً مضطرب ہے، اور قلۃ (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے اور رہی بئر بضاعۃ کی حدیث تو ہم بھی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کنویں کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تمہاری حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا متعین ہے بلکہ تمہارے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کو کہتے ہو جو دو دردہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حدیث

سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا متعین ہے بلکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے "زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے "پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے" باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا رائے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بہ شرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالف نہ ہو، اور قلتین کی حدیث خبر واحد ہے اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے کیونکہ چاہ زمزم میں ایک حبشی گر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنوئیں کا پانی قلتین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد جب اجماع کے مخالف ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول حجت ہے، اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل ہمیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی اور وہ دہ دردہ ہے) یا اس کی تخصیص قلتین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ [1]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْاغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الرَّاكِدِ

جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

۵۶۶۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هَارُونُ ثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلْ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ يَتَنَاوَلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (جس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے۔ کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۶۹-۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تناولا۔

باب ۱۴ وجوب غسل البول وغیرہ من النجاسات اذا حصلت فی المسجد وان الارض یطھر بالماء من غیر حاجۃ الی حفرھا

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے ملوث ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا

۵۶۷۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا حماد وھو ابن زید عن ثابت عن انس ان اعرابیا بال فی المسجد فقام الیہ بعض القوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوہ ولا تزرموہ قال فلما فرغ دعا بدلو من ماء فصب علیہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا، صحابہ میں سے بعض (اس کو منع کرنے کے لیے) اٹھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ پر ڈال دیا۔

۵۶۸۔ حدثنا محمد بن المثنی قال نا یحیی بن سعید القطان عن یحیی بن سعید الانصاری ح وحدثنا یحیی بن یحیی وقتیبۃ بن سعید جمیعا عن الدراوردی قال یحیی بن یحیی انا عبد العزیز بن محمد الدراوردی عن یحیی بن سعید انہ سمع انس ابن مالک یذکر ان اعرابیا قام الی ناحیۃ فی المسجد فبال فیھا فصاح بہ الناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوہ فلما فرغ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذنوب فصب علی بولہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا اور پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو دانٹنا شروع کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے دو، جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگا کر وہ جگہ دھلوا دی۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز دو خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک خرابی کم درجہ کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو پیشاب اس کے کپڑوں پر گرتا یا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر زبردستی روک دیا جاتا تو اس کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔

۵۶۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَهُوَ عَمُّ إِسْحٰقَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُولُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُزْرِمُوهُ دَعُوهُ فَتَرَكُوهُ حَتّٰى بَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَمَرَ رَجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهُ عَلَيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر جا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے مت روکو، اس کو پیشاب کرنے دو، صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب اس نے پیشاب کر لیا تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ مساجد پیشاب اور دیگر نجاست سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لانے کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس پر پانی بہایا۔

زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۵۶۷ میں ہے ایک دیہاتی مسجد میں آکر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، نبی صلوات اللہ علیہ وسلامہ نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ دھوپ یا ہوا سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی۔ [1]

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

لفظ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے یہ فرائض اور نوافل دونوں کو شامل ہے، لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی باتیں، ہنسنا، بغیر نیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اور وعظ سننے کے لیے یا نماز کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے — بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا ترک اولیٰ ہے۔

مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن منذر نے کہا کہ ابن المسیب، حسین، عطاء اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی رخصت دی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد کو سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسافروں کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے میں اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسافر یا اس کی طرح کوئی شخص ہو تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادۃً دوپہر اور رات کے سونے کو معمول بنا لیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، یعمری نے کہا جو فقہاء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابیطالب، حضرت ابن عمر اور اہل الصفہ رضی اللہ عنہم، ہاروالی عورت، عرینہ، ثمامہ بن اثال اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے[1]

(مصنف کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا کبھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اڈہ نہیں بنایا تھا۔)

حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کرنی چاہیے۔

۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعرابی کو منع کرنے کے لیے آپ سے پوچھے بغیر دوڑنا، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شارع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب الگ اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔

۳۔ اس حدیث میں اھون البلیتین پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نجس کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب منقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی بلا کو برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب روکنے کے انتظار کی بجائے مسجد کو دھونے کا حکم

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷-۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیا تاکہ فوری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

۴۔ جاہل شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے پیش آنا چاہیے۔

۵۔ مانع کے زوال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا آپ نے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ [1]

۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی الگ جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔

۷۔ مسجد میں جانوروں، پاگلوں اور نابالغ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہوکر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتداء کے لیے تھا۔

۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے متلوث ہونے کا احتمال ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے فصد لگوانا حرام ہے اور برتن میں فصد لگوانا مکروہ ہے۔ (چونکہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے متلوث بالنجاست ہونے کا احتمال ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی غفرلہ)

۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا جائز ہے کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔

۱۰۔ مسجد کو نجاست، گھناؤنی چیزوں مثلاً ناک، بلغم وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کانٹے، شیشہ کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ [2]

بَابُ حُكْمِ بَوْلِ الطِّفْلِ الرَّضِيعِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کا حکم

۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصولِ برکت کی خاطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ فَأُتِيَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتْبَعَهُ بَوْلَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ .

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہایا اور دھونے میں زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يُرْضَعُ فَبَالَ فِي حِجْرِهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ .

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شیر خوار بچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ .

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَوَضَعَتْهُ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ .

ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر آئیں جس نے ابھی کھانا کھانا شروع نہیں کیا تھا، آپ نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی بہا دیا۔

۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ .

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑے پر بہا دیا۔

۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ اللَّوَاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ ابْنِ مِحْصَنٍ أَحَدِ بَنِي أَسَدِ ابْنِ خُزَيْمَةَ

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام قیس بنت محصن حضرت عکاشہ بن محصن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان عورتوں میں سے تھیں جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ اَنَّهَا اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَّهَا لَمْ یَبْلُغْ اَنْ یَّاْکُلَ الطَّعَامَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَتْنِیْ اَنَّ ابْنَهَا ذَاکَ بَالَ فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَنَضَحَهُ عَلٰی ثَوْبِهٖ وَلَمْ یَغْسِلْهُ غَسْلًا۔

کم سن بچہ کو لے گئیں جو ابھی کھانے کی عمر کو نہیں پہنچا تھا، اس بچے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس کپڑے پر بہا دیا، البتہ اس کو زیادہ کوشش سے نہیں دھویا۔

شیر خوار بچے کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل!

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث سے استنباط شدہ مسائل کے بیان میں لکھتے ہیں:

۱۔ نومولود بچے کو نیک اور بزرگ لوگوں کی گود میں حصول برکت کے لیے دینا چاہیے۔

۲۔ بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور دعا دینا۔

۳۔ صالحین اور اہل فضل سے برکت حاصل کرنا۔

۴۔ تواضع اور انکسار سے کام لینا اور لوگوں سے مل جل کر رہنا۔

۵۔ کھجور یا اس جیسی کسی چیز کو چبا کر بچہ کے منہ میں بہ طور گھٹی کے دینا۔

۶۔ شیر خوار بچہ کا پیشاب بالاتفاق نجس ہے اور داؤد ظاہری کے سوا کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

۷۔ فقہاء شافعیہ نے شیر خوار بچہ اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے میں فرق کیا ہے اور ان کا مختار قول یہ ہے کہ بچے کے پیشاب آلود کپڑے پر پانی چھڑکنا کافی ہے اور بچی کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، امام احمد بن حنبل، اور اسحاق بن راہویہ کا یہی مسلک ہے، متقدمین، اصحاب الحدیث، ابن وہب مالکی اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

۸۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ شیر خوار بچہ ہو یا بچی دونوں کے پیشاب آلود کپڑوں کو دھونا واجب ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں بچہ کے پیشاب آلود کپڑے کو دھونے کے لیے "فضح" کا لفظ آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ نضح کا معنی پانی چھڑکنا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں نضح کا معنی دھونا ہے اور نضح کے دھونے کے معنی میں مستعمل ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے مذی بہت آتی تھی، میں نے اس کے متعلق

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انھوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔

اور امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذی نکل آئے تو اس کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا میرے پاس آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اذا وجد احدکم فلینضح فرجہ ولیتوضأ وضوءہ للصلوٰۃ۔

جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے تو اپنی فرج کو "نضح" کرے اور جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ہے ذکر کو نضح کرے، اس سے معلوم ہوا کہ نضح کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذی لگی ہو تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ دھونا ضروری ہے۔[1]

فقہاء احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نجاست اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا بالعموم حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ ۱۰۶ حُكْمِ الْمَنِيِّ

منی کا حکم

۵۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدٌ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ رَجُلًا نَزَلَ بِعَائِشَةَ فَأَصْبَحَ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّمَا كَانَ يُجْزِئُكَ إِنْ رَأَيْتَهُ أَنْ تَغْسِلَ مَكَانَهُ فَإِنْ لَمْ تَرَ نَضَحْتَ حَوْلَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَرْكًا فَيُصَلِّي فِيهِ۔

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک مہمان آیا، صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی ہوتی تو میں اس کو (خشک ہونے کی وجہ سے) کھرچ دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

۵۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَا أَبِي عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ

اسود اور ہمام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ کراچی، ۱۳۴۸ھ

وَهَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

۵۷۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ مُغِيرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَهْدِيِّ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ وَاصِلٍ الْأَحْدَبِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ وَمُغِيرَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ فِي حَتِّ الْمَنِيِّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ۔

اسود نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرچنے کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

۵۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۵۸۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَنِيِّ يُصِيبُ ثَوْبَ الرَّجُلِ أَيَغْسِلُهُ أَمْ يَغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلٰوةِ فِي ذٰلِكَ الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَثَرِ الْغَسْلِ فِيهِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ منی لگی ہوتی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور انہی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر بھیگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

۵۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ وَابْنُ أَبِي زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ فَفِي رِوَايَتِهِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محو منی لگے ہوئے کپڑے کو دھوتے تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دھوتی تھیں۔

كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْسِلُ الْمَنِيَّ وَاَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُ الْوَاحِدِ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

۵۸۲۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ شَبِيْبِ بْنِ غَرْقَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شِهَابٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِيْ ثَوْبَيَّ فَغَمَسْتُهُمَا فِي الْمَاءِ فَرَاَتْنِيْ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ فَاَخْبَرَتْهَا فَبَعَثَتْ اِلَيَّ عَائِشَةُ فَقَالَتْ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ بِثَوْبَيْكَ قَالَ قُلْتُ رَاَيْتُ مَا يَرَى النَّائِمُ فِيْ مَنَامِهٖ قَالَتْ هَلْ رَاَيْتَ فِيْهِمَا شَيْئًا قُلْتُ لَا قَالَتْ فَلَوْ رَاَيْتَ شَيْئًا غَسَلْتَهٗ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ وَاِنِّيْ لَاَحُكُّهٗ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَابِسًا بِظُفُرِيْ۔

عبداللہ بن شہاب خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان گیا اور مجھے احتلام ہو گیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال دیا حضرت عائشہ کی ایک کنیزہ نے یہ ماجرا دیکھا اور جا کر حضرت عائشہ سے بیان کیا۔ حضرت عائشہ نے میری طرف کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کپڑا کیوں دھو رہے ہو؟ راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خواب دیکھا جو مرد دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر تمہیں کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھونے کی ضرورت تھی، اور میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے خشک منی کو ناخنوں سے کھرچ دیا کرتی تھی۔

منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
آدمی کی منی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے امام مالک، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی منی نجس ہے، البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر منی خشک ہو تو اس کی تطہیر کے لیے اس کو کھرچنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ منی خشک ہو یا تر منی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ منی پاک ہے، امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے۔

جو فقہاء منی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان ہے اور جو فقہاء منی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں منی کو کھرچنے کا ذکر ہے اگر منی نجس ہوتی تو اس کو صرف کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو صرف کھرچنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر محمول ہیں، یہ آدمی کی منی کا حکم ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ عورت کی منی نجس ہے اور مرد کی منی نجس نہیں ہے اور اس لیے زیادہ

شاذ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طاہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان خبائث میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

آدمی کے علاوہ باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیر کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کھرچنے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار نظافت پر محمول کیا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تعارض ہوتا، حالانکہ ان احادیث میں تعارض نہیں ہے، منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھرچنے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور امر میں اصل وجوب ہے الا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قرینہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے کبھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہنے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس کے وجوب کا موید ہے۔

بعض علماء نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے رینٹ (ناک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ رینٹ نکلنے سے بالکل حدث (وضو ٹوٹنا) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی شہوت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو، اسی طرح بعض علماء نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا جس طرح جمے ہوئے خون کو کھرچنا کافی نہیں ہے، یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جمے ہوئے خون کو کھرچنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرچنے کے متعلق بکثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند ہیں۔

بعض علماء نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنان خدا، مثلاً فرعون، ہامان اور ابوجہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہونی چاہیے، نیز علقہ (جما ہوا خون) انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی منی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضلات طاہر ہیں۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا براز سب امت کے حق میں طاہر تھے، البتہ خون، بول اور براز آپ کے حق میں موجب حدث تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال کان فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال ولم یکن فی طریق فسلکہ احد الا عرف انہ سلک من طیب عرقہ او من ریح عرقہ۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ جس راستہ میں ہوتے تو اس راستہ سے گذرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتا چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گذرے تھے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت یا رسول اللہ تاتی الخلاء فلا نری شیئا من الاذی قال یا عائشۃ اما علمت ان الارض تبتلع ما یخرج من الانبیاء فلا یری منہ شیئ۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت الخلا جاتے ہیں مگر ہم وہاں کوئی مکروہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

عن ام ایمن قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی مخضبۃ فی جانب البیت فبال فیہا فقمت من اللیل وانا عطشانۃ فشربت

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کی ایک جانب میں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسی اٹھی

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار النفائس۔

[3] 〃 〃 〃

ما فیھا وانا لا اشعر فلما اصبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا ام ایمن قومی فاھریقی ما فی تلك الفخارۃ قلت قد واللہ شربت ما فیھا قالت فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال اما انك لا تتجعین بطنك ابدا۔ [1]

اور میں نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا، جب صبح ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو، میں نے کہا بہ خدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہو گا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابو مالک نخعی ضعیف راوی ہے۔ [2]

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یعلی، امام حاکم، امام دار قطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے [3]

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فیطیل القیام۔ وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بال فی بئر فی داره قال فلم یکن فی المدینۃ بئر اعذب منھا قال وکانوا اذا حضروا استعذب لھم منھا وکانت تسمی فی الجاھلیۃ البرود۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت لمبا قیام کرتے تھے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ایک کنویں میں پیشاب کیا اور مدینہ میں اس کنویں سے میٹھا اور کوئی کنواں نہیں تھا، جب لوگ جمع ہوتے تو اس کنویں سے میٹھا پانی نکالتے زمانہ جاہلیت میں اس کنویں کا نام برود تھا۔

حافظ ابو عمر بن عبد البر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن امیمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول فی قدح من عیدان ویوضع تحت سریرہ فبال فیہ لیلۃ فوضع تحت سریرہ فجاء ھذا القدح لیس فیہ شیء فقال لامرأۃ یقال لھا البرکۃ کانت تخدم ام حبیبۃ جاءت معھا من ارض الحبشۃ البول الذی کان فی ھذا القدح ما فعل فقالت شربتہ یا رسول اللہ! قال

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ آئے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک خادمہ حبشہ سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

---

[1] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار النفائس

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[4] حافظ ابو نعیم اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار النفائس

ابو عمر اظن برکت هذه هی ام ایمن المذکورة۔ [1]

میں جو پیشاب تھا وہ کہاں گیا انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو پی لیا، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ برکہ ام ایمن ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برکہ سے فرمایا: تم جہنم پر حرام ہو گئیں۔ [2]

حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں سوا عبداللہ بن احمد بن حنبل اور حکیمہ کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ [3]

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن الزبير انه اتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما فرغ قال يا عبد الله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراه احد فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوته فلما رجعت الى النبى صلى الله عليه وسلم قال ما صنعت يا عبد الله قال جعلته فى مكان ظننت انه خاف عن الناس قال لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب الدم ويل لك من الناس وويل للناس منك رواه الطبرانى والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحيح غير هند بن القاسم وهو ثقة [4]

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے درآں حالیکہ آپ فصد لگوا رہے تھے، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا، یہ خون لے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے، جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا، جب میں واپس آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ تم نے کیا کیا، انھوں نے کہا میں نے اس کو ایسی جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا، آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے، انھوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم سے خون پینے کے لیے کس نے کہا تھا، تم پر افسوس ہو لوگوں کی طرف سے اور لوگوں پر افسوس ہو تمہاری طرف سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے روایت کیا ہے، ہند بن قاسم کے سوا بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہے۔

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب ج ۴ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰،

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابو نعیم (فی الحلیہ) کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "تم کو جہنم کی آگ صرف قسم پوری کرنے کے لیے چھوئے گی۔ [1]

عن سفینۃ قال احتجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خذ هذا الدم فادفنه من الدواب والطیر والناس فتغیبت فشربت ثم ذکرت ذلک له فضحک رواه الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی ثقات۔ [2]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی۔ آپ نے فرمایا لو اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچا کر دفن کر دو، میں نے چھپ کر اس خون کو پی لیا پھر میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ اس حدیث کو امام طبرانی، اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابو یعلی، امام ابن ابی خیثمہ اور امام بیہقی نے سنن کبری میں بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن ابی سعید الخدری ان اباہ مالک بن سنان لما اصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجهه یوم احد مص دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وازدرده فقیل له اتشرب الدم فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالط دمی دمه لا تمسه النار رواه الطبرانی فی الاوسط ولم ار فی اسنادہ من اجمع علی ضعفه۔ [4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر نگل لیا ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (زخم) کا خون پی رہا ہوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[5] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبری ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کی کتاب شیم الحبیب کے حوالے سے ترجمہ کر کے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔ [1]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ [2]

انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔

رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے خشک منی کھرچ دیا کرتی تھیں۔

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت طاہر ہے۔

علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں احتلام محال ہے کیونکہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جو منی تھی وہ جماع کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گندی اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اختلاط کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھرچنا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احتلام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانی خواب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی خواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بن کعب انه قال یا رسول الله! اذا جامع الرجل المرأة فلم ینزل؟ قال یغسل ما مس المرأة منه ثم یتوضأ ویصلی قال ابو عبدالله

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا:

---

[1] ۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۱۶۲، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

[2] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الغسل احوط وذالك الأخر[1]

عورت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے اس کو دھو لے اور وضو کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
عورت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے[2]، علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے[3]
علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:
امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عورت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص ادخال کرے سے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو عضو کو دھونا فرض ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کی طرح ہے۔[4]
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاہر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح (علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ سے ملتا جلتا ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاہر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچے کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاہر ہے۔[5]

باب ۱۰۷ نجاسۃ الدم وکیفیۃ غسلہ

خون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ

۵۸۳ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا وكيع قال نا هشام بن عروة ح وحدثني محمد بن حاتم واللفظ له قال نا يحيى بن سعيد عن

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ہم عورتوں میں سے کسی کے

---

[1] - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] - علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[3] - علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[4] - علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[5] - علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِحْدَانَا يُصِيبُ ثَوْبَهَا مِنْ دَمِ الْحَيْضِ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهِ قَالَ تَحُتُّهُ ثُمَّ تَقْرُصُهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ تَنْضَحُهُ ثُمَّ تُصَلِّي فِيهِ۔

کپڑے پر حیض (یا ہماری) کا خون لگ جاتا ہے اس کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس (جمے ہوئے) خون کو کھرچ ڈالے پھر پانی سے رگڑے اس کے بعد پانی بہا کر صاف کر لے پھر اس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہے۔

۵۸۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے عدد کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے لیے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نجاست حکمی ہو اور نظر نہ آتی ہے جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری اور تیسری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینیہ ہو اور نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بعینہٖ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو اور تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے کو دھونے کے بعد اس کو نچوڑنا بھی شرط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر نجاست عینیہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہو گئی اور اگر اس کا ذائقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور ذائقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی بو باقی رہی تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طاہر نہیں ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئی (دکھائی دینے والی) غیر مرئی، (نہ دکھائی دینے والی) جو نجاست مرئی ہو اس کی طہارت بعینہٖ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجاست کا بعینہٖ اس چیز میں حلول ہو گیا اس لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست زائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے، اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جو نجاست غیر مرئی ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے، کیونکہ تین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار نچوڑنا بھی ضروری ہے۔ [1]

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کتے کے جھوٹے برتن کو تو سات مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جس کپڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھو لینا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ الْاِسْتِبْرَاءِ

پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا وجوب

۵۸۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوسَعِيدِ الْاَشَجُّ وَاَبُوكُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاَخَوَانِ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلٰى قَبْرَيْنِ فَقَالَ اَمَا اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ قَالَ فَدَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِاثْنَيْنِ ثُمَّ غَرَسَ عَلٰى هٰذَا وَاحِدًا وَعَلٰى هٰذَا وَاحِدًا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چغلی کھایا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاخ منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

۵۸۶۔ حَدَّثَنِيهِ اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ الْاٰخَرُ لَا يَسْتَنْزِهُ عَنِ الْبَوْلِ اَوْ مِنَ الْبَوْلِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ منقول ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۸۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ بچنا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے، اور چغلی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چغلی کی تعریف ہے:

نقل کلام بعض الی بعض علی جهة الافساد۔ فساد ڈالنے کے لیے بعض کا کلام بعض کو پہنچانا۔

اور جو چیز فتنہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب سے عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ سے گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے بچنا ان کے لیے کوئی بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر حد لازم ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ جس کام کے ارتکاب پر وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرة مع الاصرار "اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا"۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالته المؤلفة فی بیان المعاصی بان کل مکروه تحریما من الصغائر وصرح ایضا بانهم شرطوا لاسقاط العدالة بالصغیرة الادمان علیها۔ [3]

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر نادم اور تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جرأت اور دلیری کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، اور معصیت پر جرأت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے، تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر نادم اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر نادم اور تائب ہو یہ تکرار معصیت ہے اصرار معصیت نہیں ہے، مجھ سے ایک بار ایک علمی مجلس میں ایک عالم نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی درجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میں نے تکرار

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار، ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ مصطفیٰ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

معصیت اور اصرار معصیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث ونظر

اس حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کی وجہ، ہو سکتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے کی برکت کی وجہ سے ہو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ ہو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے تو تسبیح نہیں کرتی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شیء الا یسبح بحمدہ۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ سرسبز اور تروتازہ ہو، اور پتھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے عموم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقۃً تسبیح کرتی ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود صانع کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب متوقع ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے عموم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جہنم کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ [1]

شیخ انور شاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت کی وجہ سے ہے۔ (الی قولہ) فتاوی ہندیہ میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عبث اور لغو ہے (بلکہ) علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی غفرلہٗ۔ [2]

شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو عفیت کی علامت بنا دیا ہے اور جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو وہابیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعوی کرتے ہیں تو قبر پر درخت کی شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور معذبین کی قبروں پر شاخ لگائیں نہ کہ مقربین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہراً و باطناً اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کیا تھا مگر ایک یا دو نے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد رہے کہ بعض اوقات بدعت کا مادہ طاعت ہوتا ہے لیکن اس کی اپنی طرف سے ایک خاص ہیئت بنالی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الذین ضل سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا۔ (کہف: ۱۰۴)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوئی تھی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کی شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوا ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوں اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو علی العموم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بہ یک وقت چار سے زیادہ ازواج کو نکاح میں رکھنا، آپ کی ازواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ وغیرہ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم عنقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری ذکر کرتے ہیں:

واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ جریدتان۔[2]

حضرت بریدہ اسلمی نے یہ وصیت کی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت بریدہ اسلمی کا ۶۳ھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی جائے کیونکہ آپ

---

[1] ۔ شیخ بدر عالم میرٹھی، حاشیہ فیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوگیا کہ مقربین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہوگا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف عذاب کا باعث ہوتا ہو مقربین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق، درر غرر اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تر و تازہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اھ قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، (علامہ شامی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں آس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ عذاب میں تخفیف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے دوسروں کا آپ پر قیاس نہیں ہوگا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ [2]

علامہ طحطاوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن منظور افریقی نے اس کا معنی لکھا ہے ضرب من الریاحین پھولوں کی ایک قسم ہے، لسان العرب ج ۶ ص ۱۹، طبع ایران

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۷-۸۴۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ومن ثم افتی بعض الائمۃ من متاخری اصحابنا بان ما اعتید من وضع الریحان والجرید سنۃ لھذا الحدیث۔ [1]

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وتمسک کنندایں جماعۃ بایں حدیث در انداختن سبزہ وگل را بر قبور [2]

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن [3]

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ خطابی کے خصوصیات کے قول کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولیس فی السیاق ما یقطع علی انہ باشر الوضع بیدہ الکریمۃ بل یحتمل ان یکون امر بہ وقد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی بذالک فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریدتان وھو اولی ان یتبع من غیرہ۔ [4]

اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست کریم سے ان شاخوں کو قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے) بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شاخوں کے رکھنے کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حصیب صحابی نے آپ کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے کی وصیت کی اور اوروں کی بجائے حضرت بریدہ کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنائز میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ

حضرت بریدہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ نسیم کمار لکھنؤ

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ (۱۹۰۱ء)

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

ولم یرہ خاصا بذینك الرجلین [1]

اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ایضا وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا الریحان ونحوہ من الشیء الرطب [2]

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھول اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال: وقد قیل ان المعنی فیہ انہ یسبح ما دام رطبا فیحصل التخفیف ببرکۃ التسبیح وعلی ھذا فیطرد فی کل ما فیہ رطوبۃ من الاشجار وغیرھا وکذلك فیما فیہ برکۃ کالذکر وتلاوۃ القرآن من باب الاولی۔ [3]

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہیگی اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بنا پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اس طرح جس چیز میں برکت ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید اور ان سے بہ طریق اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

وجری عرف الناس فی بعض البلاد بیسط الخوص علی قبور الموتی فلعلہ استنانا بھذا الحدیث (الی قولہ) واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل علی قبرہ جریدتان فلعلہ تیمنا بھذا الحدیث وفعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4]

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں، ان کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے، اور حضرت بریدہ اسلمی نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

قال الشافعیۃ لا باس بتطییب القبر وقالوا ایضا مع الحنابلۃ والحنفیۃ: ویندب ان یرش القبر بماء ویسن وضع الجرید الاخضر والریحان ونحوہ من الشیء الرطب علی القبر۔ [5]

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ، پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۲۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت

[5] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

الحمد للہ علی احسانہ مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ قبر پر سبز شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی[1] اور شیخ انور کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے، نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی خلاف واقع ہے کہ صرف مقربین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمعرات کو یا شب برات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہ گاروں کے لیے رفع عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقربین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلا وجہ مقربین اور عباد صالحین سے عناد اور مسلمانوں سے سوء ظن رکھنا نہیں چاہیے۔

ایصال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب درخت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو قرآن مجید کی برکت اور اس سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابوبکر بزار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گذرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد (یعنی سورہ اخلاص) کو پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملیگا۔

۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ یٰسین کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔

۴۔ امام ابوحفص بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: الحمد للہ رب العلمین رب السمٰوٰت ورب الارض رب العلمین ولہ الکبریاء فی السمٰوات والارض وھو العزیز الحکیم للہ رب السمٰوٰت ورب الارض رب العلمین ولہ العظمۃ فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم ھو الملک رب السمٰوٰت ورب الارض ورب العلمین ولہ النور فی السمٰوٰت والارض وھو العزیز الحکیم۔ پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۵۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مُردے کو نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علماء کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مُردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (حشر: ۱۰)

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع غرقد کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ ہمارے زندوں اور ہمارے مُردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیکیوں کا ثواب بھی مُردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۔ امام دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفلی) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفلی) صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسین بن الفراء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے، آپ نے فرمایا ہاں، اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ فوت ہوگیا کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ نے فرمایا ہاں۔

۴۔ ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وان لیس للانسان الا ما سعی۔

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ (خود) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علماء کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم ۔ (طور، ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت میں بتایا ہے ماں باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے مومن بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔

۲۔ عکرمہ نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس امت کو اس کی سعی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سعی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

۳۔ ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔

۴۔ حسین بن فضل نے کہا بہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سعی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔

۵۔ ابوبکر بن وراق نے کہا ما سعی کا معنی ہے ما نوی، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔

۶۔ ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزا ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔

۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علی ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔

۸۔ علامہ ابن الزغوانی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے، یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔ [1]

باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں عذاب قبر کا ثبوت ہے، اہل سنت کے نزدیک پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے لوٹانے کے بعد اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔

۳۔ استنجا کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔

۴۔ چغلی کرنا حرام ہے کیونکہ چغلی کرنے والے اور پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے والے دونوں کو عذاب ہوا۔

۵۔ دونوں قبر والوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔

۶۔ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے، ان دو قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۷۔ ان قبر والوں کے مومن یا کافر ہونے میں اختلاف ہے ابو موسیٰ نے کہا یہ کافر تھے انھوں نے الترغیب والترہیب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ بنو نجار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہوئی بعض نئی قبروں کے پاس سے گذرے نیز یہ قبریں بقیع میں تھیں اور بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ [1]

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بہ یک وقت رابطہ

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلا کر کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرما دیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلا دیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا (کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے اور شب معراج مولیٰ کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیض

حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

مبرد نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا ببول کے درخت سے خون کے مشابہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرۃ۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری رہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں نماز معاف ہے اور روزوں کی قضا ہے، استحاضہ میں نماز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ [1]

حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلومہ میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع حمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دودھ بنا دیتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو بہت کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصرف نہیں رہتا پھر عموماً یہ خون ہر ماہ میں چھ یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کا جو خون اوقات معلومہ میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جاری ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون رحم کی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون عاذل (ایک رگ) سے نکلتا ہے، یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے لکھا ہے کہ بدن کی گہرائیوں سے عورت کے رحم میں جاکر خون گرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ خون وقفہ وقفہ سے رحم سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے اعتبار سے عورتوں کے حیض اور طہر کی عادات مختلف ہوتی ہیں، علامہ ابوبکر ابن العربی نے کہا زمانہ، جگہ اور خواہشات کے اعتبار سے عورتوں کی عادتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی یہ مدت کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ، حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استحاضہ کا خون ایک رگ کے منہ سے نکلتا ہے جو رحم کے قریب ہے۔ [2]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو، رحم کی قید سے استحاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے براءت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔ [3]

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

جو خون عورتوں کے ساتھ مختص ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، حیض، نفاس اور استحاضہ، حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو صغر اور بیماری سے بری ہو اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے اور جو خون ان دونوں کے ماسوا ہے وہ استحاضہ ہے۔ [4]

حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں اس لیے اس کی تحدید کے لیے عرف اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے، عطاء نے کہا میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کیا ہے، ہمارے پاس ایک عورت تھی جس کو ہر مہینہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔ [5]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

[4] ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۱، " " " " " "

[5] ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ یا سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔ [1]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جو خون نکل آئے امام مالک کے نزدیک وہ بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔ [2]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ دو دن اور تیسرے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انھوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی اور کی مقرر کردہ مقدار کو لاحق کرنے سے مانع ہے، عورت ایام حیض کے اندر سرخ، پیلا اور مٹیالا جو رنگ بھی دیکھے وہ حیض ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱۔ امام دار قطنی، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری لڑکی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۲۔ امام دار قطنی حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔

۴۔ امام ابن جوزی نے "العلل المتناہیہ" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم (طہر کی مدت) پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد ہیں لیکن ان کے تعدد طریق کی وجہ سے یہ احادیث حسن لغیرہ ہیں۔ [1]

حیض کے مسائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

(۱) حائضہ عورت سے اس کی فرج میں وطی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ۔ (بقرہ ۲۲۲)

آپ سے لوگ حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض (کی حالت) میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا معاف ہے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض میں روزہ رکھتی ہو نہ نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا سے فرمایا: جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کر دو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاذہ سے کہا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، ہمیں روزے قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ حائضہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حائضہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ حائضہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعتکاف کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔

قرآن مجید میں ہے:

اذا طلقتم النساء فطلقوھن لعدتھن (طلاق ۱)

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر) میں انھیں طلاق دو۔

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

رہے، ٹھہری رہو اور جب حیض منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

۷۔ مطلقہ کی عدت تین حیض گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء (بقرہ ۲ : ۲۲۸)

اور طلاق پانے والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ [1]

باب ۱۰ مباشرۃ الحائض فوق الازار

ملبوس حائضہ کے ساتھ لیٹنا

۵۸۷۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وزھیر بن حرب واسحق بن ابراھیم قال اسحق انا وقال الاخران ثنا جریر عن منصور عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کانت احدانا اذا کانت حائضا امرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتأتزر بازار ثم یباشرھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کو حیض (ماہواری) آجاتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لٹا لیتے۔

۵۸۸۔ وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال علی بن مسھر عن الشیبانی ح وحدثنا علی بن حجر السعدی واللفظ لہ قال انا علی بن مسھر قال ثنا ابو اسحق عن عبد الرحمن الاسود عن ابیہ عن عائشۃ قالت کان احدانا اذا کانت حائضا امرھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تأتزر فی فور حیضتھا ثم یباشرھا قالت وایکم یملک اربہ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یملک اربہ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی حائضہ ہوتی اور اس کا خون جوش سے نکل رہا ہوتا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لٹا لیتے حضرت عائشہ نے فرمایا اور تم میں سے کون شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر ہے۔

۵۸۹۔ حدثنا یحیی بن یحیی قال انا خالد بن عبد اللہ عن الشیبانی عن عبد اللہ بن شداد عن میمونۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یباشر نساءہ فوق الازار وھن حیض۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج حالت حیض میں چادر باندھ لیتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کی تین قسمیں ہیں

قسم اوّل: حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائے، یہ قرآن مجید کی نص صریح، سنت صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام ازیں کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا مسئلہ کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عمداً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توبہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے، حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحٰق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث ائمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے

قسم ثانی: ناف سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابوحامد اسفرائینی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔

قسم ثالث: قبل اور دبر کے سوا ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائے، ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتماد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتماد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ مطلقاً حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعبی، نخعی، حکم، ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن حسن، اسحٰق بن راہویہ، ابوثور، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔[1]

منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب

بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک مغالطہ دے کر مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں، مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں مباشر کا لفظ ہے جو مباشرت سے ماخوذ ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲-۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو جسم سے ملانے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جماع ہے، منکرین حدیث اس حدیث سے یہ تاثر دیتے ہیں کہ العیاذ باللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے حالت حیض میں جماع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ازواج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے، اگر العیاذ باللہ جماع والا معنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

بَابُ الْاِضْطِجَاعِ مَعَ الْحَائِضِ فِي لِحَافٍ وَاحِدٍ

حائضہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِي وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ ثَوْبٌ۔

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہواری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مُضْطَجِعَةٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَمِيلَةِ إِذْ حِضْتُ فَانْسَلَلْتُ فَأَخَذْتُ ثِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَدَعَانِي فَاضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخَمِيلَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حائضہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کپڑا حائل ہو، ممنوع صرف یہ ہے کہ حائضہ سے اس کی ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلا حجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔

بَابُ جَوَازِ غَسْلِ الْحَائِضِ رَأْسَ زَوْجِهَا وَتَرْجِيلِهِ وَطَهَارَةِ سُؤْرِهَا وَالِاتِّكَاءِ فِي حِجْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِيهِ

حائضہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر دھونے، بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا جواز

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوائے قضاء حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ لَأَدْخُلُ الْبَيْتَ لِلْحَاجَةِ وَالْمَرِيضُ فِيهِ فَمَا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَارَّةٌ وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں (حالت اعتکاف میں ہوتی تو) قضاء حاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور گذرتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حالت اعتکاف میں) مسجد سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں سوائے قضاء حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرے میں داخل فرماتے، میں آپ کا سر دھوتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُخْرِجُ إِلَيَّ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُجَاوِرٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کرتی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۵۹۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ أَنَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُدْنِي إِلَيَّ رَأْسَهُ وَأَنَا فِي حُجْرَتِي فَأُرَجِّلُ رَأْسَهُ وَأَنَا حَائِضٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حالت حیض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا کرتی تھی۔

۵۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے جانماز اٹھا کر مجھے دے دو، میں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں: آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتٍ ابْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے آپ کو جانماز اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ ثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أُنَاوِلُهُ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد سے آپ کو جانماز اٹھا دوں، میں نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۵۹۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ زُهَيْرٌ ثَنَا يَحْيَى عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو، حضرت عائشہ نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا

وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ نَاوِلِينِي الثَّوْبَ فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكِ لَيْسَتْ فِي يَدِكِ۔

تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ ابْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَشْرَبُ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ فَيَشْرَبُ وَأَتَعَرَّقُ الْعَرْقَ وَأَنَا حَائِضٌ ثُمَّ أُنَاوِلُهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ فَاهُ عَلَى مَوْضِعِ فِيَّ وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فَيَشْرَبُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں سے میں نے کھایا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا دَاوُدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَكِّيُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَتَّكِئُ فِي حَجْرِي وَأَنَا حَائِضٌ فَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری گود سے ٹیک لگا کر قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ الْيَهُودَ كَانُوا إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ فِيهِمْ لَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ فَسَأَلَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا النِّكَاحَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْيَهُودَ فَقَالُوا مَا يُرِيدُ هٰذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدَعَ مِنْ أَمْرِنَا شَيْئًا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَعَبَّادُ بْنُ بِشْرٍ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ تَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "یہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ حیض نجاست ہے اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا جماع کرو، باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول رہو۔ یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے "یہ شخص ہر بات میں ہماری مخالفت کرنا چاہتا ہے" یہ سن کر

كَذَا وَكَذَا أَفَلَا نُجَامِعُهُنَّ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَهُمَا هَدِيَّةٌ مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا فَعَرَفْنَا أَنْ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا۔

اسید بن حضیر اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعنے دیتے ہی ہیں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جماع ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں (اور کر) مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثنار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا، تب ہمیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض نہیں ہوئے۔

بیوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:

۱۔ معتکف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً ہاتھ، پیر یا سر نکال لے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۲۔ بیوی سے کھانا پکانے، سر دھلوانے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت سلف صالحین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازماً خاوند کے گھر رہے اور خاوند کو مجامعت کرنے دے۔

۳۔ حائضہ عورت جب زندہ کو غسل دے سکتی ہے تو مردہ کو بھی غسل دے سکتی ہے۔

۴۔ حائضہ عورت نجس العین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی ہے۔

۵۔ استاذ یا گھر کا کوئی بڑا جب شاگردوں یا اپنے چھوٹوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دلجوئی بھی کرے۔[1]

بَابُ ۱۱۲ الْمَذِيِّ

مذی کا حکم

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُشَيْمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے مذی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ مُنْذِرِ بْنِ يَعْلَى عَنِ ابْنِ الْحَنَفِيَّةِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ۔

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آتی تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم معلوم کرو۔ جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آلہ تناسل کو دھو کر وضو کر لو۔

۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَحْيَيْتُ أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذْيِ مِنْ أَجْلِ فَاطِمَةَ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ مِنْهُ الْوُضُوءُ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدتنا) فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مذی کے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۶۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْمِقْدَادَ بْنَ الْأَسْوَدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الْمَذْيِ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَانْضَحْ فَرْجَكَ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے مذی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو دھو کر وضو کر لو۔

باب مذکور کی حدیث کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ مذی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔

۲۔ پتھر کے ساتھ صرف بول براز میں استنجاء کیا جا سکتا ہے، باقی خون، منی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے دھونا ضروری ہے۔

۳۔ فتویٰ حاصل کرنے کے لیے کسی کو نائب بنانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب بھی ظنی خبر پر اعتماد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس کے باوجود انھوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کرایا۔

۴۔ سسرال والوں کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استمتاع

کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ؎

باب ۱۳ غسل الوجہ والیدین اذا استیقظ من النوم

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ، منہ دھونا

۶۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْكُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو کسی وقت اٹھے، قضاء حاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سو گئے۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ اگر وہ سو گیا تو اس کی صبح کی عبادت کے معمولات فوت ہو جائیں گے وہ نہ سوئے۔

باب ۱۴ جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء لہ وغسل الفرج اذا اراد ان یاکل او ینام او یجامع

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجاء اور وضوء کرنے کا استحباب

۶۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ قَبْلَ اَنْ يَّنَامَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجامعت (ہم بستری) کے بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل وضوء کرتے۔

۶۰۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ وَوَكِيْعٌ وَغُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ جُنُبًا فَاَرَادَ اَنْ يَّاْكُلَ اَوْ يَنَامَ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنابت (جس حالت میں غسل فرض ہوا) کی حالت میں جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے تو اس سے پہلے مکمل وضوء کرتے۔

؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۶۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا جَمِيعًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۶۱۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا أَبِي وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيَرْقُدُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کرنے کے بعد۔

۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ لِيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لِيَنَمْ حَتّٰى يَغْتَسِلَ إِذَا شَاءَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے اور پھر اٹھ کر جب چاہے غسل کرے۔

۶۱۲ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تُصِيبُهُ جَنَابَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ وہ رات کو جنبی (جس پر غسل واجب ہو) ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجا کر کے وضو کر لو، اور اس کے بعد سو جاؤ۔

۶۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ

عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتلا دیا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

تَنَامُ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً۔

کیا کرتے تھے، نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا نیند کے بعد، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دین کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

۶۱۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيهِ هَارُونُ ابْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۶۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ فَلْيَتَوَضَّأْ زَادَ أَبُو بَكْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَهُمَا وُضُوءًا وَقَالَ ثُمَّ إِنْ أَرَادَ أَنْ يُعَاوِدَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

۶۱۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ قَالَ نَا مِسْكِينٌ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ الْحَذَّاءَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ بِغُسْلٍ وَاحِدٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل سے ہو کر آتے۔

مجامعت کے بعد دوبارہ مجامعت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جماع کرنا جائز ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اپنے ذکر کو دھونے کا استحباب مؤکد ہے، اور ہمارے اصحاب نے

اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے، اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے، امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے، البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے، اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لیے نہیں چھوتے تھے، کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا وہم ہوتا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل سے طواف کرتے تھے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لیے وضو کو ترک کر دیا کرتے تھے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے پاس ایک رات میں گئے اور اس کے پاس غسل کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایک ہی غسل پر کفایت کیوں نہ کر لی، آپ نے فرمایا اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے، امام ابوداؤد نے کہا پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیان جواز کے لیے غسل نہ کیا ہو اور بعض اوقات حصول فضیلت کے لیے غسل کیا ہو۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تاکہ حدث میں تخفیف ہو، علامہ مازری مالکی نے کہا تاکہ وہ طہارت پر سوئے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آئے، علامہ مازری نے کہا اسی قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے، اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سب کی رضامندی سے ان کے پاس گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس زوجہ کی باری ہو آپ نے اس سے اجازت لے لی ہو، اس تاویل کی اس وقت ضرورت ہے جب یہ کہا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق

امام بخاری روایت کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج تھیں، راوی کہتا ہے میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱، " " " ۱۳۸۱ھ

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور دو باندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ ..... یہ فعل صرف آپ کی آخری عمر میں متصور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو باندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔

حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہؓ سے، حضرت عائشہ کی رخصتی مدینہ میں ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہؓ، پھر حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کیا، پھر حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جویریہؓ سے، پھر حضرت صفیہؓ، حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ رضی اللہ عنہن سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ کے ساتھ شب باف گذارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ سے پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں، جن سے دخول کیا اور جن سے دخول نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنھوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب وار اسماء:

۱۔ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ (۳) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۴) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۵) حضرت ام سلمہ ہند بنت امیہ بن المغیرہ (۶) حضرت جویریہ بنت الحارث، یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں (۷) حضرت زینب بنت جحش (۸) حضرت زینب بنت خزیمہ (۹) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ بنو قریظہ سے تھیں، اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں، یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ۶ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا، (۱۰) حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان (۱۱) حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب، یہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۲) حضرت میمونہ بنت الحارث، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ذوالقعدہ ۷ ہجری میں عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور سرف کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۳) حضرت فاطمہ بنت الضحاک (۱۴) حضرت اسماء بنت النعمان۔

جن ازواج سے نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور جن سے صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا پیغام دیا اور نکاح نہیں ہوا:

(۱) حضرت ریحانہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلابیہ، ان کا نام عمرہ بنت یزید یا عالیہ بنت ظبیان ہے، زہری نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاک ہیں، زہری نے کہا آپ نے ان سے

نکاح کیا انھوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دی، (۳) اسماء بنت النعمان، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قتیلہ بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں مرتد ہو گئے، (۵) ملیکہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی۔ (۶) اسماء بنت الصلت السلمیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے یہ فوت ہو گئیں (۷) ام شریک ازدیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی، انھوں نے خود کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کیا تھا اور یہ ایک نیک خاتون تھیں، (۸) خولہ بنت ہذیل، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شراف بنت الخالد، یہ حضرت دحیہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) لیلی بنت الخطیم، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انھوں نے علیحدگی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عمرۃ بنت معاویہ الکندیہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جنفیہ بنت جنب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی۔ (۱۳) غفاریہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) ہند بنت یزید ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار دیا، تو انھوں نے اپنے خاوند کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح پیغام دیا، انھوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عذر پیش کیا، آپ نے ان کا عذر قبول کر لیا (۱۷) ضباعہ بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو معلوم ہوا یہ متکبر ہیں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۱۸) حمزہ بنت عون مزنی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے، حالانکہ عیب نہ تھا، پھر جب والد نے ان کو دیکھا تو ان کو برص ہو گیا (۱۹) سودہ قریشیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے معذرت کر لی آپ نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا (۲۰) امامہ بنت حمزہ بن عبد المطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہے (۲۱) عزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن یعنی حضرت ام حبیبہ میرے نکاح میں ہیں اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۲) کلبیہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انھوں نے ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۲۳) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا (۲۴) درۃ بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیش کش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضاعی بھتیجی ہیں (۲۵) امیمہ بنت شراحیل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۶) حبیبہ بنت سہل الانصاریہ، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۷) فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۸) حضرت عالیہ بنت ظبیان، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔ پندرہ خواتین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دی، بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور دس خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۰ - ۲۱۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ایک زوجہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازدواج کے اعتراضات کے جوابات

اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تیس مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مجاہد سے روایت کیا ہے آپ کو چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جنت میں اتنی اتنی جماع کی قوت ہوگی، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے) اور علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جماع کی غالب قوت حاصل تھی (آپ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی) اور کھانے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور جس طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ دارین میں آپ کا حال کامل ہو۔ [1]

ہر نبی کو عام مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سو ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے ازواج تھیں اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ نے صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی، اور یہ تصور غلط ہے کہ آپ نے تقاضائے شہوت کے لیے زیادہ شادیاں کیں، کیونکہ شہوت کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، اور پچیس سال کا عرصہ صرف ان ہی کے ساتھ گذارا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیغی مصلحتوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے ذریعہ ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امت تک پہنچانے والی زیادہ خواتین ہو گئیں اور گھریلو معاملات سے متعلق احادیث کی نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بہ یک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل کو گراں سمجھتے ہو اور میں نے بہ یک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، اسلام ہر اس نبی امی پر جس کا عمل ہر میدان میں قول سے بڑھ کر ہے!

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۰۶-۳۰۳ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے)

بَابُ وُجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا

احتلام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجوب

۶۱۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ إِسْحَقُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَهِيَ جَدَّةُ إِسْحَاقَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ وَعَائِشَةُ عِنْدَهُ يَا رَسُولَ اللهِ الْمَرْأَةُ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَتَرَى مِنْ نَفْسِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَضَحْتِ النِّسَاءَ تَرِبَتْ يَمِينُكِ فَقَوْلُهَا تَرِبَتْ يَمِينُكِ خَيْرٌ فَقَالَ لِعَائِشَةَ بَلْ أَنْتِ فَتَرِبَتْ يَمِينُكِ نَعَمْ فَلْتَغْتَسِلْ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی دادی ام سلیم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (درمیان میں) بولیں "اے ام سلیم تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں" حضرت عائشہ کا یہ کہنا بطور ملامت نہ تھا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا بلکہ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلیم سے مخاطب ہو کر فرمایا) اے ام سلیم جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

۶۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا يَزِيدُ ابْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ فَلْتَغْتَسِلْ فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ وَهَلْ يَكُونُ هَذَا فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ فَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّبَهُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلَا أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے حضرت ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا صَالِحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فِي مَنَامِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا يَكُونُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ.

ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت خواب میں وہ چیز دیکھے جو مرد خواب میں دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جو مرد سے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

---

۶۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ فَهَلْ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا رَأَتِ الْمَاءَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَ تَحْتَلِمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ فَبِمَ يُشْبِهُهَا وَلَدُهَا.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلیم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ سے) ترک نہیں کرتا، کیا احتلام سے عورت پر بھی غسل فرض ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب وہ منی دیکھ لے۔ حضرت ام سلیم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں اگر یہ بات نہ ہوتی تو بچہ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

---

۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ وَزَادَ قَالَتْ قُلْتُ فَضَحْتِ النِّسَاءَ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا۔

۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ امْرَأَةَ بَنِي أَبِي طَلْحَةَ دَخَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ هِشَامٍ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهَا أُفٍّ لَكِ أَتَرَى الْمَرْأَةُ ذَلِكَ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلیم کی بات سن کر حضرت عائشہ نے ان سے کہا تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی اس قسم کے خواب دیکھتی ہے۔

---

۶۲۳ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَ سَهْلٌ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب عورت کو احتلام ہو اور وہ منی بھی دیکھے تو کیا اس

عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَافِيَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْأَةُ إِذَا احْتَلَمَتْ وَأَبْصَرَتِ الْمَاءَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَرِبَتْ يَدَاكِ وَأُلَّتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّبَهُ إِلَّا مِنْ قِبَلِ ذَلِكِ إِذَا عَلَا مَاؤُهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهَ الْوَلَدُ أَخْوَالَهُ وَإِذَا عَلَا مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَهَا أَشْبَهَ أَعْمَامَهُ.

پر غسل واجب ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک آلود اور زخمی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو چھوڑو! اولاد کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آجائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِيِّ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَائِهِمَا

مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

۶۲۴ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ وَهُوَ رَبِيعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي أَخَاهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو أَسْمَاءَ الرَّحَبِيُّ أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ حَبْرٌ مِنْ أَحْبَارِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ فَدَعَعْتُهُ دَعْعَةً كَادَ يُصْرَعُ مِنْهَا فَقَالَ لِمَ تَدُعُّنِي فَقُلْتُ أَلَا تَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ إِنَّمَا نَدْعُوهُ بِاسْمِهِ الَّذِي سَمَّاهُ بِهِ أَهْلُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْمِي مُحَمَّدٌ الَّذِي سَمَّانِي بِهِ أَهْلِي فَقَالَ الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنْفَعُكَ شَيْءٌ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ أَسْمَعُ بِأُذُنَيَّ فَنَكَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُودٍ مَعَهُ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ أَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا، علماء یہود میں سے ایک عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد" میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے گرتے بچا۔ کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا ہے؟ میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا؟ کہنے لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتلا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا؟ اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک تنکے سے زمین کرید رہے تھے آپ نے فرمایا "پوچھو"، یہودی کہنے لگا جب زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ

وَالسَّلٰوتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ فِي الظُّلْمَةِ دُوْنَ الْجِسْرِ قَالَ فَمَنْ اَوَّلُ النَّاسِ اِجَازَةً قَالَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ فَمَا تُحْفَتُهُمْ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَالَ زِيَادَةُ كَبِدِ النُّوْنِ قَالَ فَمَا غِذَآؤُهُمْ عَلٰى اَثَرِهَا قَالَ يُنْحَرُ لَهُمْ ثَوْرُ الْجَنَّةِ الَّذِيْ كَانَ يَاْكُلُ مِنْ اَطْرَافِهَا قَالَ فَمَا شَرَابُهُمْ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا قَالَ صَدَقْتَ قَالَ وَجِئْتُ اَسْاَلُكَ عَنْ شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اِلَّا نَبِيٌّ اَوْ رَجُلٌ اَوْ رَجُلَانِ قَالَ يَنْفَعُكَ اِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ اَسْمَعُ بِاُذُنَيَّ قَالَ جِئْتُ اَسْاَلُكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ مَآءُ الرَّجُلِ اَبْيَضُ وَمَآءُ الْمَرْاَةِ اَصْفَرُ فَاِذَا اجْتَمَعَا فَعَلَا مَنِيُّ الرَّجُلِ مَنِيَّ الْمَرْاَةِ اَذْكَرَا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاِذَا عَلَا مَنِيُّ الْمَرْاَةِ مَنِيَّ الرَّجُلِ اٰنَّثَا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْيَهُوْدِيُّ لَقَدْ صَدَقْتَ وَاِنَّكَ لَنَبِيٌّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَنِيْ هٰذَا عَنِ الَّذِيْ سَاَلَنِيْ عَنْهُ وَمَا لِيْ عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِّنْهُ حَتّٰى اَتَانِيَ اللّٰهُ بِهٖ۔

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے، اس نے پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گذرے گا؟ آپ نے فرمایا فقراء مہاجرین، اس نے پوچھا وہ جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انھیں کیا کھلایا جائیگا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کا ٹکڑا، اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت کا وہ بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا، اس نے پوچھا اس کے بعد انھیں کیا پلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا انھیں سلسبیل نامی ایک چشمہ سے پانی پلایا جائیگا۔ اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا، لیکن میں آپ سے وہ بات پوچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں تم کو وہ بات بتلاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا، اس نے کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں کہ بچہ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب یہ دونوں پانی جمع ہو جائیں اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچی پیدا ہوتی ہے، یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے سچ فرمایا اور آپ حقیقتہً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جن چیزوں کے بارے پوچھا میں ان کی طرف متوجہ نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ کر دیا۔

۶۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ ابْنُ سَلَّامٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ كُنْتُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

قَاعِدًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ نَاوِلِيْنِيْ الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ذَكَرٌ وَّاُنْثٰى وَلَمْ يَقُلْ اَذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى.

بَابُ صِفَةِ غُسْلِ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا طریقہ

۶۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَءُ فَيَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يُفْرِغُ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَيَغْسِلُ فَرْجَهٗ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وُضُوْءَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ يَاْخُذُ الْمَآءَ فَيُدْخِلُ اَصَابِعَهٗ فِيْ اُصُوْلِ الشَّعْرِ حَتّٰى اِذَا رَاٰى قَدِ اسْتَبْرَاَ حَفَنَ عَلٰى رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰى سَآئِرِ جَسَدِهٖ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجا کرتے اس کے بعد مکمل وضو کرتے پھر پانی لے کر سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سر صاف ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے، پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

۶۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ غَسْلُ الرِّجْلَيْنِ.

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَاَ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتدا دونوں ہاتھ دھونے سے کی۔ ... اس روایت میں بھی پیروں کے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَآئِدَةُ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَاَ فَغَسَلَ يَدَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّدْخِلَ يَدَهٗ فِي الْاِنَآءِ ثُمَّ تَوَضَّاَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے پھر اس کے بعد مکمل وضو فرماتے۔

مِثْلَ وُضُوْئِهٖ لِلصَّلٰوةِ۔

۶۳۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِیُّ قَالَ نَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِیْ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةُ قَالَتْ اَدْنَیْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غُسْلَهٗ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ کَفَّیْهِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ اَدْخَلَ یَدَهٗ فِی الْاِنَاءِ ثُمَّ اَفْرَغَ بِهٖ عَلٰی فَرْجِهٖ وَغَسَلَهٗ بِشِمَالِهٖ ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ الْاَرْضَ فَدَلَکَهَا دَلْکًا شَدِیْدًا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی رَاْسِهٖ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِلْءَ کَفِّهٖ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰی عَنْ مَقَامِهٖ ذٰلِکَ فَغَسَلَ رِجْلَیْهِ ثُمَّ اُتِیْتُهٗ بِالْمِنْدِیْلِ فَرَدَّهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دو یا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ سے استنجا کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر مکمل وضو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ کے لیے تولیہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْکُرَیْبٍ وَالْاَشَجُّ وَاِسْحَاقُ کُلُّهُمْ عَنْ وَکِیْعٍ وَحَدَّثَنَاهُ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا اَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ کِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِهِمَا اِفْرَاغُ ثَلَاثِ حَفَنَاتٍ عَلَی الرَّاْسِ وَفِیْ حَدِیْثِ وَکِیْعٍ وَصْفُ الْوُضُوْءِ کُلِّهٖ وَقَدْ ذَکَرَ الْمَضْمَضَةَ وَالْاِسْتِنْشَاقَ فِیْهِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ ذِکْرُ الْمِنْدِیْلِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت وکیع سے بھی مروی ہے اس میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے اور معاویہ سے بھی مروی ہے اور اس میں تولیہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ سَالِمٍ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَیْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِمِنْدِیْلٍ فَلَمْ یَمَسَّهٗ وَجَعَلَ یَقُوْلُ بِالْمَاءِ هٰکَذَا یَعْنِیْ یَنْفُضُهٗ۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تولیہ لایا گیا تو آپ نے نہیں لیا اور ہاتھوں سے پانی کو بدن سے جھاڑنے لگے۔

۶۳۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الْعَنَزِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْعَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے تو (دودھ دان کی قسم کا) ایک برتن منگاتے، پھر

اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابۃ دعا بشیء نحو الحلاب فاخذ بکفہ بدء بشق راسہ الایمن ثم الایسر ثم اخذ بکفیہ فقال بہما علی راسہ۔

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوتے، پھر بائیں جانب پھر دونوں ہاتھوں سے پانی لے کر سر پر بہاتے۔

وضو کے مسائل علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضو اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نجاست لگی ہو تو پھر ہاتھ دھونے واجب ہیں، غسل سے پہلے وضو کرنا سنت ہے، بعض اوقات آپ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور داڑھی میں خلال کرنا چاہیے ہمارے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضو میں سنت ہے، دونوں ہاتھوں سے چلو لے کر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے، جسم کو ملنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں ناک میں پانی ڈالنا اور غرارے کرنا مشروع ہے، فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم جنبا فاطہروا۔ (مائدہ: ۶)

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح اپنے بدن کو پاک کرو۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اور منہ کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ پہلے آپ اپنے ہاتھوں کو مٹی یا دیوار سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے) غسل پردے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے، غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے اور بیوی کا خاوند کی خدمت کرنا مشروع ہے، تولیہ کے استعمال میں کئی قول ہیں، علامہ تیمی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ پیش کرنا اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے واپس کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن کو ٹھنڈا رکھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پونچھتے تھے، امام نسائی نے روایت کیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رومال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پونچھتے تھے۔ [1]

باب ۱۱۸ القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ وغسل الرجل والمراۃ من اناء واحد فی حالۃ واحدۃ وغسل احدہما بفضل الاخر

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب مقدار، شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرنا

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۶۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ هُوَ الْفَرَقُ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی آتا تھا۔

۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَحِ ح وَهُوَ الْفَرَقُ وَكُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ سُفْيَانُ وَالْفَرَقُ ثَلَاثَةُ أَصْوُعٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی کی مقدار کے ایک برتن سے میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم دونوں اکٹھے غسل کرتے۔

۶۳۶۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ فَسَأَلَهَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَدَعَتْ بِإِنَاءٍ قَدْرِ الصَّاعِ فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَنَا وَبَيْنَهَا سِتْرٌ وَأَفْرَغَتْ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذْنَ مِنْ رُءُوسِهِنَّ حَتَّى تَكُونَ كَالْوَفْرَةِ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے، حضرت عائشہ نے ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی منگایا اور اپنے اور ہمارے درمیان پردہ ڈال کر غسل کرنے لگیں، آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے برابر رہ جاتے تھے۔

۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ يَدَّءُ بِيَمِينِهِ فَصَبَّ عَلَيْهَا مِنَ الْمَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتدا کرتے پھر دائیں ہاتھ سے شرمگاہ پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر

فَغَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ بِيَمِينِهِ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشِمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَنَحْنُ جُنُبَانِ.

سر پر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے غسل کرتے، اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے۔

۶۳۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَتْ تَحْتَ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ يَسَعُ ثَلَاثَةَ أَمْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

۶۳۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ أَنَا أَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِينَا فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

۶۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ دَعْ لِي دَعْ لِي قَالَتْ وَهُمَا جُنُبَانِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے پانی لے لیتے اور میں کہتی میرے لیے بھی تو چھوڑ دیجئے۔ میرے لیے بھی تو چھوڑ دیجئے۔

۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي مَيْمُونَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَغْتَسِلُ هِيَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتے تھے۔

۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَكْبَرُ عِلْمِي وَالَّذِي يَخْطُرُ عَلَى بَالِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرتے تھے۔

اَنَّ اَبَا الشَّعْثَاءِ اَخْبَرَہٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَیْمُوْنَۃَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

۶۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ ہِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَۃَ حَدَّثَتْہَا اَنَّ اُمَّ سَلَمَۃَ حَدَّثَتْہَا قَالَتْ کَانَتْ ہِیَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْتَسِلَانِ فِی الْاِنَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَۃِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پونے سات لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۴۴۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ یَعْنِی ابْنَ مَہْدِیٍّ قَالَا نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَبْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَکَاکِیَّ وَیَتَوَضَّاُ بِمَکُّوْکٍ وَّقَالَ ابْنُ مُثَنّٰی بِخَمْسِ مَکَاکِیَّ وَقَالَ ابْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ وَلَمْ یَذْکُرِ ابْنَ جَبْرٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوا لیٹر پانی کی مقدار سے وضو کرتے اور (تقریباً) سات لیٹر پانی سے غسل کرتے۔

۶۴۵۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنِ ابْنِ جَبْرٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَوَضَّاُ بِالْمُدِّ وَیَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ اِلٰی خَمْسَۃِ اَمْدَادٍ۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (تقریباً) ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کر لیتے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۴۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ کِلَاہُمَا عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمُفَضَّلِ قَالَ اَبُوْ کَامِلٍ نَا بِشْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ رَیْحَانَۃَ عَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُغَسِّلُہُ الصَّاعُ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَۃِ وَیُوَضِّئُہُ الْمُدُّ۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۴۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عُلَیَّۃَ ح وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اَبِیْ رَیْحَانَۃَ عَنْ سَفِیْنَۃَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَیَتَطَہَّرُ بِالْمُدِّ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت

حدیث نمبر ۶۳۵ میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر اکٹھے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضوء کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشۃ قالت ما رایت فرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قط۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

ملا علی قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے:

وجاء فی روایۃ عنہا ایضا ما رایت منہ ولا رای منی یعنی الفرج [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الستر ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی تھیں۔

بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضوء کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۶۳۶ میں ہے دو آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے ساڑھے چار لیٹر پانی منگایا اور حجاب کے پیچھے ان کو غسل کر کے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

ان میں سے ابوسلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن یزید آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی ہوتا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل دیکھا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز ہے اور اگر انھوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی فائدہ نہ تھا، حضرت عائشہ نے ستر کا انتظام سر اور چہرے کے نچلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے جائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا جائز ہے کیونکہ قولاً تعلیم کی بہ نسبت عملاً تعلیم ذہن میں زیادہ راسخ ہوتی ہے۔ بعض علماء (حافظ عسقلانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔ [1]

عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ فرہ کی مقدار رہ جاتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وفرہ، لمہ سے بڑے بال ہوتے ہیں اور لمہ کندھوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اصمعی کا قول ہے، قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی عورتوں میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا کیونکہ انھوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستغنی ہو گئیں تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا متعین ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔ [2]

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبداللہ بن محمد کی سند سے روایت کیا ہے [3] اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ "ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں الخ" ثانیاً

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸-۱۹۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنبری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی توثیق کی ہے، تاہم امام ابن معین کی ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن سمینہ وشباب وعبید اللہ بن معاذ لیسوا اصحاب حدیث لیسوا بشیء۔ [1]

ابن سمینہ، شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنبری، اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

ثالثاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک زینت کے لیے تھا اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصول زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رابعاً اس زمانہ میں عورتیں جس قدر بال کٹوا کر کم کرا لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد [3]، امام ترمذی [4]، امام ابن ماجہ [5] اور امام احمد [6] نے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے اجتہاد سے ترک زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید اور توثیق حاصل نہیں ہے اور جس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصول زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِفَاضَةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّأْسِ وَغَيْرِهِ ثَلَاثًا

غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ہند، ۱۳۲۶ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰، ۳۲۹، ۳۰۴، ۲۵۴، ج ۲ ص ۲۸۷، ۲۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَمَارَوْا فِي الْغُسْلِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي بِكَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ أَكُفٍّ.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے میں بحث کرنے لگے، ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین چلو ڈالتا ہوں۔

---

۶۴۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

---

۶۵۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ بَارِدَةٌ فَكَيْفَ بِالْغُسْلِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ سَالِمٍ فِي رِوَايَتِهِ ثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ وَقَالَ إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، وفد ثقیف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

---

۶۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَةٍ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْحَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْيَبَ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو اپنے سر پر تین چلو پانی ڈالتے، ان سے حسن بن محمد نے کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے کہا اے میرے بھتیجے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال تمہارے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

ف: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مناظرہ کا ثبوت ہے، اور امام اور استاذ کے سامنے اس

کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کر کے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو لاحق کیا ہے، نیز جب وضو میں اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بہ طریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

بَابُ ۱۳۰ حُكْمِ ضَفَائِرِ الْمُغْتَسِلَةِ

غسل میں مینڈھیوں کا حکم

۶۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أَشُدُّ ضَفْرَ رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ بِغُسْلِ الْجَنَابَةِ قَالَ لَا إِنَّمَا يَكْفِيكِ أَنْ تَحْثِي عَلٰى رَأْسِكِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكِ الْمَاءَ فَتَطْهُرِينَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا نہیں۔ تمہارے لیے سر پر صرف تین چلو پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہا لینا تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

---

۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ أَيُّوبَ ابْنِ مُوسٰى فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَفَأَنْقُضُهُ لِلْحَيْضَةِ وَالْجَنَابَةِ فَقَالَ لَا لَمْ يَذْكُرْ بِمَعْنٰى حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں حیض اور جنابت کا ذکر ہے۔

---

۶۵۴ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ نَا أَيُّوبُ ابْنُ مُوسٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَمَّا حَدُّهُ فَاغْسِلْهُ مِنَ الْجَنَابَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَيْضَةَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اسی طرح کی روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت میں مینڈھیاں کھولنے کا ذکر ہے حیض کا ذکر نہیں ہے۔

---

۶۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ يَحْيٰى أَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں

يَا مُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ تَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ فَقَالَتْ يَا عَجَبًا لِابْنِ عُمَرَ هٰذَا يَا مُرُ النِّسَاءَ إِذَا اغْتَسَلْنَ أَنْ يَنْقُضْنَ رُءُوسَهُنَّ أَفَلَا يَا مُرُهُنَّ أَنْ يَحْلِقْنَ رُءُوسَهُنَّ لَقَدْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَمَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أُفْرِغَ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثَ إِفْرَاغَاتٍ۔

کہ غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے! حالانکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک برتن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر صرف تین بار پانی ڈالتی تھی۔

ف: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی نہ پہنچے تو پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں پانی پہنچ جاتا تھا۔

باب ۱۲۱ اِسْتِحْبَابِ اِسْتِعْمَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ

حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے کا استحباب

۶۵۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَ فَذَكَرَتْ أَنَّهُ عَلَّمَهَا كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مِّنْ مِّسْكٍ فَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ تَطَهَّرِي بِهَا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاسْتَكَرَ وَأَشَارَ لَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ بِيَدِهِ عَلَى وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَذَبْتُهَا إِلَيَّ وَعَرَفْتُ مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَرَ الدَّمِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَبَّعِي بِهَا أَثَارَ الدَّمِ۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل کے بعد مشک لگا ہوا ایک کپڑا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا اس سے پاکیزگی حاصل کرو، اس نے کہا کیسے آپ نے سبحان اللہ فرما کر (شرم سے) اپنا چہرہ چھپا لیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے ہوئے اس کپڑے سے خون کے آثار مٹا دو۔

۶۵۷۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے؟

كَيْفَ أَغْتَسِلُ عِنْدَ الطُّهْرِ فَقَالَ خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَوَضَّئِي بِهَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل کرو، اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۶۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْحَيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ خِرْقَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ أَسْمَاءُ وَكَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِينَ بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنَّهَا تُخْفِي ذَلِكَ تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ثُمَّ تُفِيضُ عَلَيْهَا الْمَاءَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو بیری کے پتوں کے ساتھ ملا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پر پانی ڈالے اور سر کو خوب مل مل کر دھوئے حتی کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اس سے پاکیزگی حاصل کرو پھر حضرت عائشہ نے چپکے سے حضرت اسماء کو بتلایا مشک لگا ہوا کپڑا لے کر اس سے خون کا اثر مٹاؤ، پھر حضرت اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا پہلے پانی لے کر وضو کرو، پھر تین بار اپنے سر پر اچھی طرح سے پانی ڈالو حتی کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہالو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری عورتیں بھی کیا عورتیں تھیں وہ دینی مسائل معلوم کرنے میں حیا نہیں کرتی تھیں۔

۶۵۹۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَقَالَ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَتَرَ۔

امام مسلم ایک اور سند سے یہ روایت بیان کرتے ہیں جس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ شَكْلٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت شکل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهُرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَا يَذْكُرُ فِيهِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ.

ف: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ سنت یہ ہے کہ حیض سے غسل کرنے والی عورت مشک (یا کوئی اور خوشبو) لے کر روئی یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھ لے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبو کو استعمال کرنا ہے تاکہ بدبو زائل ہو جائے، یہ عمل ہر حائضہ کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ ۱۲۲ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلَوٰتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

۶۶۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهُرُ أَفَأَدَعُ الصَّلَاةَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں حائضہ رہتی ہوں (یعنی ہر وقت ماہواری کا خون جاری رہتا ہے) اور کبھی پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دو۔

۶۶۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَإِسْنَادِهِ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ جَرِيرٍ جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ مِنَّا وَفِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ زِيَادَةُ حَرْفٍ تَرَكْنَا ذِكْرَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتِ اسْتَفْتَتْ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ

أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ وَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي أُسْتَحَاضُ فَقَالَ إِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ صَلِّي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ قَالَ اللَّيْثُ ابْنُ سَعْدٍ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَلٰكِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَتْهُ هِيَ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ ابْنَةَ جَحْشٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أُمَّ حَبِيبَةَ۔

نے فرمایا یہ ایک رگ ہے جس سے خون نکلتا ہے غسل کرو اور نماز پڑھ لو، وہ ہر نماز کے بعد غسل کیا کرتی تھیں بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت جحش کو ہر نماز کے وقت غسل کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ وہ خود ایسا کرتی تھیں اور بعض روایات میں بنت جحش کا ذکر ہے، حضرت ام حبیبہ کا نام نہیں ہے۔

---

۶۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلٰكِنَّ هٰذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِرْكَنٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حَتّٰى تَعْلُوَ حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَتْ ذٰلِكَ أَبَا بَكْرِ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَقَالَ يَرْحَمُ اللهُ هِنْدًا لَوْ سَمِعَتْ بِهٰذِهِ الْفُتْيَا وَاللهِ إِنْ كَانَتْ لَتَبْكِي لِأَنَّهَا كَانَتْ لَا تُصَلِّي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہم شیر نسبتی ام حبیبہ بنت جحش جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی منکوحہ تھیں، ان کو سات سال سے مسلسل خون آرہا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس صورت کا حکم معلوم کیا، آپ نے فرمایا یہ خون ہے لیکن یہ ایک رگ سے نکلتا ہے، غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اپنی بہن زینب بنت جحش کے گھر میں ایک بڑے میں بیٹھ کر غسل کرتیں تو خون کی سرخی پانی کے اوپر آجاتی، ابن شہاب نے یہ حدیث ابوبکر سے بیان کی انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ہند پر رحم فرمائے کاش وہ یہ فتویٰ سن لیتیں لہٰذا وہ اس بات پر روتی تھیں کہ وہ اس حالت میں نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

---

۶۶۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِنْتُ جَحْشٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتِ اسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، ان کو سات سال سے حیض آرہا تھا، اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

إِلَى قَوْلِهِ تَعْلُو حُمْرَةُ الدَّمِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

۶۶۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ ابْنَةَ جَحْشٍ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ سَبْعَ سِنِينَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

۶۶۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ مِرْكَنَهَا مَلْآنَ دَمًا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي وَصَلِّي۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون کے بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے نہانے کا برتن خون سے بھرا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

۶۶۸۔ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا إِسْحَقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ الَّتِي كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَوْفٍ شَكَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّمَ فَقَالَ لَهَا امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خون آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو حیض آتا تھا ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو، وہ ہر نماز کے وقت غسل کرتی تھیں۔

ف: اس باب کی احادیث میں نجاست کو زائل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی احادیث احناف کے مسلک پر قوی حجت ہیں۔

بَابُ ۱۲۳ وُجُوبِ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ الصَّلٰوةِ

حائضہ پر نماز کی قضا نہیں صرف روزہ کی قضا ہے۔

۶۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مُعَاذَةَ ح قَالَ وَ

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہواری کے ایام میں

حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُعَاذَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْضِي إِحْدَانَا الصَّلَاةَ أَيَّامَ مَحِيضِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَانَا تَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تُؤْمَرُ بِقَضَاءٍ.

ہم کو نماز قضا کرنی چاہیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہیں تم حروریہ (خوارج میں سے) تو نہیں ہو؟ ہم ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ماہواری آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

۶۷۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قَدْ كُنَّ نِسَاءُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِضْنَ أَفَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَقْضِينَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يَقْضِينَ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایام حیض میں نماز قضا کرنی چاہیے حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حروریہ ہو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج عائشہ ہوتی تھیں، تو کیا حضور ان کو نماز قضا کرنے کا حکم دیتے تھے؟

۶۷۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ بِحَرُورِيَّةٍ وَلَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ كَانَ يُصِيبُنَا ذَلِكَ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ.

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضا کرتی ہے نماز قضا نہیں کرتی حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تو حروریہ ہے؟ میں نے عرض کیا میں حروریہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضا کا حکم تو دیا جاتا تھا اور نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

ف: یہ حکم متفق علیہ ہے، تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے، علما نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، اس کے برعکس روزے صرف سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

بَابُ ۱۳۲ تَسَتُّرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

پردہ کی اوٹ میں غسل کرنا

۶۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا، اور رسول اللہ صلے اللہ

وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ.

علیہ وسلم اس کی اوٹ میں نہا رہے تھے۔

---

٦٧٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا لَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِأَعْلَى مَكَّةَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى غُسْلِهِ فَسَتَرَتْ عَلَيْهِ فَاطِمَةُ ثُمَّ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ صَلَّى ثَمَانِيَ رَكَعَاتِ سُبْحَةَ الضُّحَى.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اوٹ کی، غسل کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد لپیٹا اور چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔

---

٦٧٤ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فَسَتَرَتْهُ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ بِثَوْبِهِ فَلَمَّا اغْتَسَلَ أَخَذَ ثَوْبَهُ فَالْتَحَفَ بِهِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى كَمَانِيَ سَجَدَاتٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

امام مسلم اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا لپیٹ کر چاشت کی آٹھ رکعات پڑھیں۔

---

٦٧٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مُوسَى الْقَارِيُّ قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً فَسَتَرْتُهُ فَاغْتَسَلَ.

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا پانی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا۔

ف: اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اوٹ میں نہا سکتا ہے، اور اپنی بیٹی سے خدمت لے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آٹھ رکعات ہیں۔

باب ۱۲۵ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْرَاتِ

پرائی شرم گاہ دیکھنے کی حرمت

٦٧٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدٌ الْحُبَابِ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرد کسی مرد کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے، اور دو مرد برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں نہ لیٹیں، نہ دو عورتیں برہنہ ہو کر ایک کپڑے میں لیٹیں۔

عَوْرَةَ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ۔

۶۷۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا أَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ لَا مَكَانَ عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَعَوْرَةِ الْمَرْأَةِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت کچھ تغیر و تبدل کے ساتھ مروی ہے۔

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرمگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام

مرد کا مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا حرام ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شرمگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شرمگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شرمگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، دوسرا یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے، تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت جتنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور پیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مردوں کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔

مرد کے لیے اجنبی عورت کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پورے بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً خرید و فروخت، علاج اور شہادت کے وقت اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شرمگاہ کو برہنہ کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے[1]۔

ستر اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

بَابُ ۳۶ جَوَازِ الِاغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى سَوْءَةِ بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى يَغْتَسِلُ وَحْدَهُ فَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوسَى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ عَلَى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهِ قَالَ فَجَمَحَ مُوسَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَثَرِهِ يَقُولُ ثَوْبِي حَجَرُ ثَوْبِي حَجَرُ حَتَّى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلَى سَوْءَةِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا بِمُوسَى مِنْ بَأْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ حَتَّى نَظَرَ إِلَيْهِ قَالَ فَأَخَذَ ثَوْبَهُ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنَّهُ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ بِسِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةٍ ضَرْبُ مُوسَى بِالْحَجَرِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل برہنہ غسل کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے رہتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام الگ جا کر تنہائی میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا قسم بخدا موسیٰ کے تنہائی میں نہانے کی صرف یہ وجہ ہے کہ ان کو ہرنیا کی بیماری ہے، ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے گئے، اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے وہ پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ پڑا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے دو، اے پتھر میرے کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سراپا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے چھ یا سات نشان تھے۔

تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کو یہ اطمینان ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں برہنہ غسل کر سکتا ہے، اور دوا اور علاج کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اور ان احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صورت اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عیوب اور نقائص سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرم گاہ کھولنا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیاء کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں برہنہ ہو سکتا ہے

آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ [1]

بَابُ الْاِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

ستر مگاہ چھپانے کی کوشش کرنا

۶۷۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَمَّا بُنِيَتِ الْكَعْبَةُ ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلَانِ حِجَارَةً فَقَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِزَارِي إِزَارِي فَشُدَّ عَلَيْهِ إِزَارُهُ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَقُلْ عَاتِقِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جب (آپ کے بچپن میں) کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، حضرت عباس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو، سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند پھر آپ کا تہبند دیا گیا بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

۶۸۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُمُ الْحِجَارَةَ لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَهُ عَلَى مَنْكِبِكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ عَلَى مَنْكِبِهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ قَالَ فَمَا رُؤِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ عُرْيَانًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اے بھتیجے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لا رہا تھا اور میں نے

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۱-۲۲۹ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو أُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ أَقْبَلْتُ بِحَجَرٍ أَحْمِلُهُ ثَقِيلٍ وَعَلَيَّ إِزَارٌ خَفِيفٌ قَالَ فَانْحَلَّ إِزَارِي وَمَعِيَ الْحَجَرُ لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَضَعَهُ حَتَّى بَلَغْتُ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى ثَوْبِكَ فَخُذْهُ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً۔

چھوٹا سا تہ بند باندھا ہوا تھا، اچانک میرا تہ بند کھل گیا اور میرے کندھے پر وزنی پتھر تھا، اس وجہ سے میں تہ بند کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس کی جگہ نہیں پہنچا دیا، یہ دیکھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر اپنا تہ بند لو اور اس کو باندھ لو اور ننگے بدن نہ پھرا کرو۔

ف: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں ہی زمانہ جاہلیت کے برے اخلاق سے محفوظ اور مامون تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبعی حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے تہبند اتار دیا تھا لیکن چونکہ یہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور مزاج کے خلاف تھا اس لیے آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

زہری نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے ابن التین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور مشہور یہ ہے کہ حضرت خدیجہ سے نکاح کے دس سال بعد قریش نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، اسی چیز کی محمد بن اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ دو بار ہوا ہو ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی ہو اور ایک بار کعبہ کو بنایا گیا ہو۔ [1]

بَابُ ۱۲۸ التَّسَتُّرِ عِنْدَ الْبَوْلِ

قضاحاجت کے وقت پردہ کرنا

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَعَبْدُ اللهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَا نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَبُو يَعْقُوبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهُ فَأَسَرَّ إِلَيَّ حَدِيثًا لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَبَّ مَا اسْتَتَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهِ هَدَفٌ أَوْ حَائِشُ نَخْلٍ قَالَ ابْنُ أَسْمَاءَ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي حَائِطَ نَخْلٍ۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی جس کو میں کبھی بیان نہیں کروں گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو قضاء حاجت کے وقت کھجور کے درختوں کی اوٹ زیادہ پسند تھی۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۳-۷۲، ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

باب ۱۲۹ بیان ان الجماع کان فی اول الاسلام لا یوجب الغسل الا ان ینزل المنی وبیان نسخہ وان الغسل یجب بالجماع

غسل جماع کے احکام

۶۸۳۔ حدثنا یحیی بن یحیی ویحیی بن ایوب وقتیبۃ وابن حجر قال یحیی بن یحیی انا وقال الاخرون نا اسمٰعیل وھو ابن جعفر عن شریک یعنی ابن نمر عن عبد الرحمٰن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ قال خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین الی قباء حتی اذا کنا فی بنی سالم وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی باب عتبان فصرخ بہ فخرج یجر ازارہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعجلنا الرجل فقال عتبان یا رسول اللہ ارایت الرجل یعجل عن امراتہ ولم یمن ماذا علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الماء من الماء۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پیر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبا گیا جب ہم بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عتبان کے مکان پر ٹھہر گئے اور حضرت عتبان کو آواز دی، وہ اپنا تہبند باندھتے ہوئے دروازہ سے نکلے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، حضرت عتبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال (خروج منی) سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

۶۸۴۔ حدثنا ھارون بن سعید الایلی نا ابن وھب اخبرنی عمرو بن الحارث عن ابن شھاب حدثہ ان ابا سلمۃ بن عبد الرحمٰن حدثہ عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انما الماء من الماء۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

۶۸۵۔ حدثنا عبید اللہ بن معاذ العنبری قال نا المعتمر قال نا ابی قال نا ابو العلاء ابن الشخیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینسخ حدیثہ بعضہ بعضا کما ینسخ القرآن بعضہ بعضا۔

ابو العلاء بن شخیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے

۶۸۶۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال نا غندر عن شعبۃ ح وحدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبۃ عن

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گذر ہوا، آپ نے ان کو بلوایا، وہ اس حال میں گھر سے

الْحَكَمِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَخَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالَ لَعَلَّنَا أَعْجَلْنَاكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُقْحِطْتَ فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ إِذَا أُعْجِلْتَ وَأُقْحِطْتَ۔

باہر آئے کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلایا اس نے کہا "ہاں" یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کبھی تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لیا کرو۔

۶۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنَ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يُكْسِلُ فَقَالَ يَغْسِلُ مَا أَصَابَهُ عَنِ الْمَرْأَةِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَيُصَلِّي۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر جو چیز لگی ہو اس کو دھو لے پھر وضو کرے، اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

۶۸۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنِ الْمَلِيحِ عَنِ الْمَلِيحِ يَعْنِي بِقَوْلِهِ الْمَلِيحِ عَنِ الْمَلِيحِ أَبُو أَيُّوبَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْتِي أَهْلَهُ ثُمَّ لَا يُنْزِلُ قَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستر ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

۶۸۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ وَيَغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوئے اور اس کے بعد وضو کرے۔

۶۹۰- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ يَحْيَى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۶۹۱- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ ثُمَّ جَهَدَهَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ وَفِي حَدِيثِ مَطَرٍ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِنْ بَيْنِهِمْ بَيْنَ أَشْعُبِهَا الْأَرْبَعِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

(عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے ہاتھ اور ٹانگیں ہیں، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضو تناسل کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے، تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، اور یہ حدیث ان تمام پچھلی احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں گذرا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔)

۶۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ ثُمَّ اجْتَهَدَ وَلَمْ يَقُلْ وَإِنْ لَمْ يُنْزِلْ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے جن سے صرف شعبہ کی سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

۶۹۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں، انصاری صحابہ یہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف صحبت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا

اخْتَلَفَ فِي ذٰلِكَ رَهْطٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّوْنَ لَا يَجِبُ الْغُسْلُ اِلَّا مِنَ الدَّفْقِ اَوْ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْمُهَاجِرُوْنَ بَلْ اِذَا خَالَطَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَاَنَا اَشْفِيْكُمْ مِنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ فَاسْتَاْذَنْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَاُذِنَ لِيْ فَقُلْتُ لَهَا يَا اُمَّاهْ اَوْ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اَسْئَلَكِ عَنْ شَيْءٍ وَاِنِّيْ اَسْتَحْيِيْكِ فَقَالَتْ لَا تَسْتَحْيِيْ اَنْ تَسْاَلَنِيْ عَمَّا كُنْتَ سَائِلًا عَنْهُ اُمَّكَ الَّتِيْ وَلَدَتْكَ فَاِنَّمَا اَنَا اُمُّكَ قُلْتَ وَمَا يُوْجِبُ الْغُسْلَ قَالَتْ عَلَى الْخَبِيْرِ سَقَطْتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْاَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ.

میں نے کہا کہ میں اس معاملہ میں تمہاری ابھی تسلی کرا دیتا ہوں، میں وہاں سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور باریابی کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر میں نے عرض کیا، اے میری اور تمام مسلمانوں کی ماں! میں آپ سے ایک مسئلہ حل کرانا چاہتا ہوں، لیکن مجھے شرم آتی ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا میں تمہاری حقیقی والدہ کی طرح ہوں، مجھ سے کوئی بات پوچھنے میں شرم نہ کرو۔ میں نے عرض کیا غسل کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے یہ بات اس سے پوچھی ہے جس کو اس کا علم ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور دو شرمگاہیں مل جائیں (یعنی مرد عضو اندام نہانی میں غائب ہو جائے) تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (خواہ انزال ہو یا نہ ہو)۔

۶۹۴۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَّهَارُوْنُ ابْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصِيْبُ اَهْلَهٗ ثُمَّ يَكْسَلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْغُسْلُ وَعَائِشَةُ جَالِسَةٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَفْعَلُ ذٰلِكَ اَنَا وَهٰذِهٖ ثُمَّ نَغْتَسِلُ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے پھر انزال سے پہلے الگ ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں اور یہ ایسا کرتے ہیں اور پھر غسل کرتے ہیں۔

غسل جنابت کا سبب

حدیث نمبر ۶۹۱ میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور اس کو تھکا دے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو، بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور بعد میں سب کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابوہریرہ کی زیر بحث حدیث پر تمام فقہاء کا عمل ہے، اور جس حدیث میں ہے: "غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے" یہ منسوخ ہے یا اس کا محمل یہ ہے کہ خواب

میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو، یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کرے تو صرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص عورت کی فرج یا دبر یا مرد کی دبر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں داخل کیا ہے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً اور اختیاراً ہو یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعولہ غیر مکلف ہو، اگر سمجھ دار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنبی ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔ [1]

باب ۱۳ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

آگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

۶۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ ابْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ ابْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ وَجَدَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ عَلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ إِنَّمَا أَتَوَضَّأُ مِنْ أَثْوَارٍ أَقِطٍ أَكَلْتُهَا لِأَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ خَالِدِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَأَنَا أُحَدِّثُهُ هٰذَا الْحَدِيثَ أَنَّهُ سَأَلَ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوْءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُرْوَةُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّئُوا مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، عبداللہ بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوہریرہ مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی کہ میں نے پنیر کے ٹکڑے کھائے تھے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے .... عروہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۶۹۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَرْقًا أَوْ لَحْمًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ أَوْ لَمْ يَمَسَّ مَاءً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہڈی پر لگا ہوا گوشت یا صرف گوشت کھایا (راوی کو شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

---

۶۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ح قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ ابْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفٍ يَأْكُلُ مِنْهَا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

عمرو بن امیہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

---

۶۹۹ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَدُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ وَطَرَحَ السِّكِّينَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

عمرو بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بکری کے شانہ کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، اسی وقت نماز کی اقامت (تکبیر) ہوئی، آپ نے چھری پھینک دی نماز پڑھائی اور وضو نہیں فرمایا۔

---

۷۰۰ - قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عِنْدَهَا كَتِفًا ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاں بکری کے شانہ کا گوشت کھایا پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

---

۷۰۱ - قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر

يَعْقُوبَ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِي غَطَفَانَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ لَكُنْتُ أَشْوِي لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَ الشَّاةِ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔

گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے بکری کا کلیجی بھون رہا تھا (آپ کلیجی کھاتے تھے) پھر آپ نے نماز پڑھی، اور وضو نہیں فرمایا۔

۷۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضْمَضَ وَقَالَ إِنَّ لَهُ دَسَمًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور پھر پانی منگوا کر کلی کی، اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکناہٹ ہوتی ہے۔

۷۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ كُلُّهُمْ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے۔

۷۰۴۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأُتِيَ بِهَدِيَّةِ خُبْزٍ وَلَحْمٍ فَأَكَلَ ثَلَاثَ لُقَمٍ ثُمَّ صَلَّى بِالنَّاسِ وَمَا مَسَّ مَاءً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے، پھر نماز کے لیے نکلے، اس وقت آپ کے پاس ایک شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں سے تین لقمے کھائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اور پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔

۷۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَمْرِو ابْنِ عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ حَلْحَلَةَ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ شَهِدَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ صَلَّى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّاسِ۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو نماز پڑھانے کا ذکر نہیں ہے۔

ف: جمہور صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے، یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا محمل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

۷۰۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْغَنَمِ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَتَوَضَّأْ وَإِنْ شِئْتَ فَلَا تَتَوَضَّأْ قَالَ أَنَتَوَضَّأُ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ فَقَالَ نَعَمْ فَتَوَضَّأْ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ قَالَ أُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أُصَلِّي فِي مُبَارِكِ الْإِبِلِ قَالَ لَا۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو، اس شخص نے پوچھا کیا ہم اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اس نے پوچھا کیا میں اونٹ بٹھانے کی جگہ نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

۷۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا زَائِدَةُ عَنْ سِمَاكٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَأَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ كُلُّهُمْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی مثل منقول ہے۔

ف: جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جمہور فقہاء نے اس کو وضو لغوی یعنی کلی پر محمول کیا ہے۔

بَابُ ۳۲ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ الطَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدَثِ فَلَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِطَهَارَتِهِ تِلْكَ

جس شخص کو وضو کا یقین ہو پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے

۷۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَبَّادٌ وَالنَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَبَّادٌ وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَعَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ شَكَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ أَنَّهُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَوٰةِ قَالَ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَتِهِمَا هُوَ عَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ انھیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو، جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

---

۷۰۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي بَطْنِهِ شَيْئًا فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ أَخَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ أَمْ لَا فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے پیٹ میں گڑبڑ ہو، اور اسے شک ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ (ریح کی) بو یا آواز محسوس نہ ہو۔

شک سے یقین زائل نہیں ہوتا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اشیاء کو ان کی اصل پر باقی رکھنے کا حکم کیا جاتا ہے یعنی کہ اس کے خلاف یقین حاصل ہو جائے اور اگر اس کی اصلی حالت کے خلاف شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی ضرر نہیں دے گا، جمہور صحابہ، تابعین اور فقہاء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔ [1]

بَابُ ۳۳ طَهَارَةِ جُلُودِ الْمَيْتَةِ بِالدِّبَاغِ

مُردار اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تُصُدِّقَ عَلَى مَوْلَاةٍ لِمَيْمُونَةَ بِشَاةٍ فَمَاتَتْ فَمَرَّ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلَّا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَدَبَغْتُمُوهُ فَانْتَفَعْتُمْ بِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حُرِّمَ أَكْلُهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي حَدِيثِهِمَا عَنْ مَيْمُونَةَ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے صدقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مر گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ حاصل کرتے! ان لوگوں نے عرض کیا حضور یہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَّا انْتَفَعْتُمْ بِجِلْدِهَا قَالُوا إِنَّهَا مَيْتَةٌ قَالَ إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار بکری دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے آپ نے فرمایا مردار جانور کا صرف کھانا حرام ہے۔

۷۱۲۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ رِوَايَةِ يُونُسَ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّهْرِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَطْرُوحَةٍ أُعْطِيَتْهَا مَوْلَاةٌ لِمَيْمُونَةَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَّا أَخَذُوا إِهَابَهَا فَدَبَغُوهُ فَانْتَفَعُوا بِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بکری پڑی ہوئی دیکھی جو حضرت میمونہ کی باندی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی تم اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

۷۱۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ کے ہاں ایک بکری

بْنُ دِينَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ مُنْذُ حِينٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ دَاجِنَةً كَانَتْ لِبَعْضِ نِسَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَاتَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَخَذْتُمْ إِهَابَهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ۔

پلی ہوئی تھی، وہ مر گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی، پھر تم اس سے نفع حاصل کرتے۔

۷۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ لِسَوْدَةَ مَيْمُونَةَ فَقَالَ أَلَا انْتَفَعْتُمْ بِإِهَابِهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ کی باندی کی (مردار) بکری کے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہ اٹھایا۔

۷۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ وَعْلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کھال کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

۷۱۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ كُلُّهُمْ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل منقول ہے۔

۷۱۸۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحَقَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَقَالَ ابْنُ مَنْصُورٍ أَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْخَيْرِ حَدَّثَهُ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى ابْنِ وَعْلَةَ السَّبَئِيِّ فَرْوًا فَمَسَسْتُهُ فَقَالَ مَالَكَ تَمَسُّهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ وَمَعَنَا الْبَرْبَرُ وَالْمَجُوسُ تُؤْتَى بِالْكَبْشِ قَدْ ذَبَحُوهُ وَنَحْنُ لَا نَأْكُلُ ذَبَائِحَهُمْ وَيَأْتُونَنَا بِالسِّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ

ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک پوستین (چمڑے کی قمیص یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا میں نے اس پوستین کو چھو کر دیکھا، اس نے کہا تم اس کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے کہا تھا کہ ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ قوم بربر اور آتش پرست لوگ رہتے ہیں، وہ بکری ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا ذبیحہ نہیں کھاتے، اور ہمارے پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چربی ڈالتے ہیں

الْوَدَكُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ دِبَاغُهُ طُهُورُهُ۔

(یہ سن کر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، آپ نے فرمایا تھا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔

۷۱۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الرَّبِيعِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ ثَمَّ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَعْلَةَ السَّبَأِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالْمَغْرِبِ فَيَأْتِينَا الْمَجُوسُ بِالْأَسْقِيَةِ فِيهَا الْمَاءُ وَالْوَدَكُ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ إِنْ تَرَاهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ دِبَاغُهُ طُهُورُهُ۔

ابن وعلہ سبائی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم مغربی ممالک میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش پرست مشکوں میں پانی اور چربی لے کر آتے ہیں آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی رائے سے فرما رہے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے۔

دباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مردار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذہب ہیں:

۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ: کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور جان میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا تر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔

۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔

۳- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابو ثور اور اسحٰق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔

۴- امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔

۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہو جاتی ہیں مگر کھال کا ظاہری حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور تر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپری حصہ پر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

۶- داؤد ظاہری، غیر مقلدین اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ بہ شمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہراً و باطناً پاک ہو جاتی ہیں۔

۷۔ زہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا ثمر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

دباغت شدہ کھال کے شرعی احکام

ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال کا فساد (سڑنا اور بدبودار ہونا) ختم ہو جائے، مثلاً انار کے چھلکوں، قرظ کے پتوں، نوشادر اور دیگر کیمیائی اجزاء سے فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوتی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں سکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، راکھ اور مٹی سے کھال پاک نہیں ہوتا، آیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کرنے کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ حلال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے (یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو) جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، (فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، ھدایہ)۔ [1]

بَابُ التَّيَمُّمِ

تیمم

۷۲۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالُوا أَلَا تَرَى إِلَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے رک گئے، اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرا لیا، اس مقام پر پانی ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِالنَّاسِ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ أَحَدُ النُّقَبَاءِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ.

اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ (یہ شکایت سن کر) حضرت ابوبکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے زانوؤں پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے، حضرت ابوبکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو پریشان کیا ہے اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے، نہ صحابہ کے پاس پانی ہے، پھر حضرت ابوبکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھوتے رہے، اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آرام میں مخل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہیں ہلی، یہاں تک کہ اسی حال میں لیٹی جب کہ لوگوں کے پاس پانی نہ تھا، صبح ہو گئی، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، پھر نقباء میں سے حضرت اُسید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر یہ کوئی آپ کی پہلی برکت نہیں ہے! حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس اونٹ کو کھڑا کیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے سے نکل آیا۔

۷۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي طَلَبِهَا فَأَدْرَكَتْهُمُ الصَّلَاةُ فَصَلَّوْا بِغَيْرِ وُضُوءٍ فَلَمَّا أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَوْا ذَلِكَ إِلَيْهِ فَنَزَلَتْ آيَةُ التَّيَمُّمِ فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ جَزَاكِ اللهُ خَيْرًا فَوَاللهِ مَا نَزَلَ بِكِ أَمْرٌ قَطُّ إِلَّا جَعَلَ اللهُ لَكِ مِنْهُ مَخْرَجًا وَجَعَلَ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ بَرَكَةً.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار عاریۃً لیا اور وہ (سفر میں) گم ہو گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں سے بعض کو ہار ڈھونڈنے کے لیے بھیجا، اسی اثناء میں نماز کا وقت آ گیا اور انھوں نے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ سے اس بات کی شکایت کی، اسی وقت آیت تیمم نازل ہوئی اور اسید بن حضیر نے حضرت عائشہ سے کہا "اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ پر کوئی پریشانی نہیں آئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس پریشانی کو آپ سے زائل کر دیا، اور مسلمانوں کے لیے اس

میں برکت رکھ دی۔

۷۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أُجْنِبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَوْ رُخِّصَ لَهُمْ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيَمَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ بَعَثَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَّغُ الدَّابَّةُ ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِيَدَيْكَ هٰكَذَا ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحَ الشِّمَالَ عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نمازیں پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم نہ کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورۂ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا "جب تم کو پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو"، حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں راجب میں سویا تو مجھ پر غسل فرض ہو گیا۔ پس میں خاک پر اسی طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا، جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتے ہیں، پھر جب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر ایک مرتبہ مارے اور بائیں ہاتھ سے دائیں پہنچے مسح کیا اور دونوں ہتھیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں پتہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

۷۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ مثل سابق روایت ذکر کی، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللهِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هٰكَذَا وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا (غسل جنابت کی خاطر) تمہارے لیے اس قدر تیمم کافی ہے۔

۷۲۴۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً فَقَالَ لَا تُصَلِّ فَقَالَ عَمَّارٌ أَمَا تَذْكُرُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَرِيَّةٍ فَأَجْنَبْنَا فَلَمْ نَجِدْ مَاءً فَأَمَّا أَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَأَمَّا أَنَا فَتَمَعَّكْتُ فِي التُّرَابِ وَصَلَّيْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ الْأَرْضَ ثُمَّ تَنْفُخَ ثُمَّ تَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّقِ اللهَ يَا عَمَّارُ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أُحَدِّثْ بِهِ فَقَالَ الْحَكَمُ وَحَدَّثَنِيهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ ذَرٍّ قَالَ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ عَنْ ذَرٍّ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ الَّذِي ذَكَرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نُوَلِّيكَ مَا تَوَلَّيْتَ۔

ابزی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں جنبی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نماز مت پڑھ۔ حضرت عمار کہنے لگے، اے امیر المؤمنین کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں جنبی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا۔ آپ نے بہر حال نماز نہیں پڑھی، لیکن میں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، اور میں نے نماز پڑھ لی (جب حضور کی خدمت میں میں پہنچا اور واقعہ عرض کیا) تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے اتنا کافی ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر پھونک مار کر گرد اڑا دیتے، پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو، حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ تمہیں پر ڈالتے ہیں۔

۷۲۵۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ذَرًّا عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى قَالَ قَالَ الْحَكَمُ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عُمَرَ فَقَالَ إِنِّي أَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدْ مَاءً وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَ عَمَّارٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ شِئْتَ لِمَا جَعَلَ اللهُ عَلَيَّ مِنْ حَقِّكَ لَا أُحَدِّثُ بِهِ أَحَدًا وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجھ پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں۔

عَنْ ذَرٍّ۔

۷۲۶۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَّرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ جَعْفَرِ ابْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلَى أَبِي الْجَهْمِ ابْنِ الْحَارِثِ ابْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ أَبُو الْجَهْمِ أَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَحْوِ بِئْرِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ حَتّٰى أَقْبَلَ عَلَى الْجِدَارِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں کہ میں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام عبدالرحمان بن یسار ابو الجہم بن حارث انصاری کے پاس گئے، انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمل نامی کنوئیں کی طرف سے آئے، رستہ میں آپ نے ایک شخص کے سلام کا اس وقت تک جواب نہیں دیا جب تک ایک دیوار کے پاس پہنچ کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح نہیں کر لیا، اس کے بعد آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا۔

۷۲۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبُولُ فَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے، ایک شخص نے پاس سے گذر کر سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے نظریات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وان كنتم مرضى او على سفر او جاء احد منكم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتيمموا صعيدا طيبا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم لعلكم تشكرون۔

(مائدہ ۶:۵)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے قضاء حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو پس اپنے چہروں اور اپنے (پورے) ہاتھوں پر اس (پاک مٹی) سے مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا، لیکن اللہ تمہیں خوب پاک کرنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تیمم، کتاب، سنت اور امت مسلمہ کے اجماع سے ثابت ہے، تیمم کی خصوصیت سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس امت کو سرفراز کیا ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدث اصغر ہو یا حدث اکبر، تیمم صرف چہرے اور ہاتھوں پر کیا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں (دو بار پاک مٹی پر ہاتھ

مارنا) ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسح کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت ہاتھوں پر مسح کیا جائے۔ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اصحاب رائے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحٰق، ابن المنذر اور عامۃ المحدثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ زہری نے یہ کہا ہے کہ ہاتھوں پر پہنچوں تک مسح کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کہنیوں سے ماورا تیمم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ تیمم حدث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدث اکبر (جنبی، حائض اور نفساء) کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جنبی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنبی تیمم سے نماز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابوسلمہ عبدالرحمٰن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع متروک ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنبی کو غسل کرنے کا حکم دیا، اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو تو وہ پھر بھی اپنی بیوی سے جماع کر سکتا ہے، وہ (اگر اتنا پانی ہو تو) اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور نماز پڑھ لیں اور اگر انھوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آلہ کو نہیں دھویا اور اس پر رطوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر وہ ایسی جگہ ہے، جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ ہدایہ)

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد ظاہری اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے، حتیٰ کہ ڈھلے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں، اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

فقہاء شافعیہ اور اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدث کو زائل نہیں کرتا بلکہ نماز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض نماز اور جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر تیمم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر تیمم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا

جائز ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرنیخ وغیرہ، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے، اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ [2]

حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔

۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا، خواہ اس کا خاوند موجود ہو، صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو نیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔

۳۔ کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے ہار کا گم ہونا تھا۔

۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔

۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سرزنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔

۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جسم کو ہلنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سونے والے، بیمار یا نمازی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشویش اور بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷۔ سفر میں تہجد کی رخصت، یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تہجد کی نماز واجب تھی۔

۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمرو بن حارث کی روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۳۸-۳۴، ملخصاً، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

میں ہے نماز کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا، اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور صدمہ لاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ پر ناراضگی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز فرض ہوئی ہے، آپ نے وضو کے ساتھ نماز پڑھی ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے۔) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی فرضیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی فرضیت سنت سے تھی اور اب وضو کی فرضیت قرآن مجید سے ہوگئی، بعض روایت میں ہے کہ حضرت اسلع اعرجی، جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری لاتے تھے ایک دن انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا میں جنبی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی ہارگم ہونے والے دن پیش آیا ہو، کیونکہ وہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور سواری ملا تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرو۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست، مریض، بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور حضر میں تیمم کرنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے، یا مرض، یا خوف شدید یا وقت نکلنے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبری نے کہا امام ابویوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مرض اور خروج ـــ وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبری نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کرسکتے ہیں، وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر اعادہ لازم ہے۔ اور عطاء بن ابی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں ازواج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کو ساتھ لے جائے، اور قرعہ اندازی کرکے اس کو لے جانا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک، امام شافعی،

اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

۱۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے (یہ ہار بارہ درہم کی مالیت کا تھا)

۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جواز خواہ اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ نماز کے لیے پانی نہ مل سکے۔

۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کو تمام قافلے والوں نے مل کر تلاش کیا۔

۱۸۔ کسی چیز کو عاریۃً لینے کا جواز اور عاریۃً لی ہوئی چیز کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے سفر کرنے کا جواز۔

۱۹۔ عورت کا اپنے خاوند کی خاطر زیبائش کے لیے ہار اور دیگر زیورات پہننا۔

۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے زانو پر سر رکھ کر سونے کا جواز۔

۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا، کیونکہ حضرت ابوبکر کے چٹکیاں لینے کے باوجود حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہلنے سے باز رکھا۔

۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا، اور حضرت عائشہ کی فضیلت۔

۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انھوں نے بے وضو نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو مدفوع کیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت کر رہے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔

۲۴۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارہ نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں ان کی برأت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حد قذف کا قانون نازل کیا جس کی وجہ سے قیامت تک تمام خواتین کی عزتیں محفوظ ہو گئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرمائی جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لیں۔ [1]

حضرت عائشہ کے گم شدہ ہار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث

اس حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو ہار مل گیا، ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور ان کے متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ ہار مل گیا۔ [2]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بعض لوگ اس حدیث سے علم رسالت پر طعن کرتے ہیں کہ اگر آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ ہار کہاں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے، ثانیاً یہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ ہار سے ہٹا دی، ثالثاً یہ کہ اگر آپ علی الفور بتا دیتے کہ ہار کہاں ہے تو آیت تیمم کے نازل ہونے کا واقعہ اور داعیہ پیش نہ آتا، اور وہ تمام مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا ہم نے علامہ عینی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

تیمم کے بعض مسائل

حدیث نمبر ۲۲۶ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار سے تیمم کیا۔ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا، کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے، خواہ فرض نماز، نماز عید، یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی قضا نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی، یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا، اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے، پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کنویں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔ [1]

باب ۳۵ الدلیل علی ان المسلم لا ینجس — مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل

۷۲۸۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ قَالَ حُمَيْدٌ نَا وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَهُ قَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَقِيتَنِي وَأَنَا جُنُبٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں ان کی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چپکے سے غسل کرنے کے لیے چلے گئے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا، جب ابوہریرہ آئے، تو آپ نے پوچھا اے ابوہریرہ تم کہاں تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں جنبی تھا، میں نے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲-۱۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ۔

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا ناپسند سمجھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ مومن نجس نہیں ہوتا۔

۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ وَاصِلٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ وَهُوَ جُنُبٌ فَبَجَأَ عَنْهُ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جُنُبًا فَقَالَ إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو (بطور عذر) عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! مومن نجس نہیں ہوتا۔

آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۲۸، میں ہے، مومن نجس نہیں ہوتا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل عظیم ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ پیٹ کا بچہ جو اس کی ماں سے ساقط ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طاہر ہے، یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور رہا مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طاہر ہے اسی لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ مسلم نجس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے، یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے: انما المشرکون نجس "مشرکین نجس ہیں"، اس سے ان کے اعتقاد کی نجاست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضاء بول اور پاخانہ کی طرح نجس ہیں، اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طاہر ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں، لہٰذا مشرکین کے کپڑوں سے نماز پڑھنا جائز ہے اور کسی مائع چیز کو ان کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے، اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل فضل کے مصاحب کی تنظیم اور توقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر ہیئت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبودار اور ناپسندیدہ لباس سے پاک ہو، کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ۱۳۶ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ حَالِ الْجَنَابَةِ وَغَيْرِهَا

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر

۷۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَا اَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دوسرے اذکار کے جواز کے لیے یہ حدیث اصل ہے، فقہاء کا اختلاف اس میں ہے کہ آیا جنبی اور حائض کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جمہور فقہاء کے نزدیک دونوں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جز میں کوئی فرق نہیں ہے ان سب کا پڑھنا جنبی اور حائض پر حرام ہے، اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے ذکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے، اور جنبی اور حائض کے لیے دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور مصحف کریم کو دیکھنا جائز ہے (البتہ چھونا جائز نہیں ہے) اور ان کے لیے مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول براز اور جماع کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جنبی ہوں اور بول براز وغیرہ کے حال میں آپ زبان سے ذکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔[1]

بَابُ ۱۳۷ جَوَازِ اَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامَ وَاَنَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِيْ ذٰلِكَ وَاَنَّ الْوُضُوْءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور وضو کا واجب نہ ہونا

۷۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا۔ حاضرین نے آپ کو وضو یاد کرایا، آپ نے فرمایا کیا میں نماز کا ارادہ کر رہا ہوں جو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَذُكِّرُوا لَهُ الْوُضُوءَ فَقَالَ أُرِيدُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوَضَّأَ.

وضو کروں۔

۳۲۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِيءَ مِنَ الْغَائِطِ وَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أُصَلِّي فَأَتَوَضَّأَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ بیت الخلاء سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۳۲۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمٍ الطَّائِفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ مَوْلَى آلِ السَّائِبِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ ذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَلَمَّا جَاءَ قَدِمَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا تَتَوَضَّأُ قَالَ لِمَ أُصَلِّي.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء گئے جب فارغ ہو کر آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے آپ نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھنی ہے؟

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ وَلَمْ يَمَسَّ مَاءً قَالَ وَزَادَنِي عَمْرٌو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَتَوَضَّأْ قَالَ مَا أَرَدْتُ صَلَاةً فَأَتَوَضَّأَ وَزَعَمَ عَمْرٌو أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ سَعِيدِ ابْنِ الْحُوَيْرِثِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہو کر آئے، اور آپ نے وضو کیے بغیر کھانا کھایا، بعض روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

ف: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (چھونا نہیں) اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بَابُ ۱۳۸ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

بیت الخلاء جانے کے وقت کی دعا۔

۳۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

زَيْدٍ وَقَالَ يَحْيَى أَيْضًا أَنَا هُشَيْمٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْكَنِيفَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث (اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں)۔

۷۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء جاتے وقت یہ الفاظ کہتے: اعوذ باللہ من الخبث والخبائث۔

ف: اس حدیث میں خبث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس سے کفر مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ خبث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی نے کہا کلام عرب میں خبث مکروہ کو کہتے ہیں، خبث کلام سے مراد گالی گلوچ ہے، خبیث ملت سے مراد کفر ہے خبیث طعام سے مراد حرام ہے۔ خبیث مشروب سے مراد مضر ہے۔ قضاء حاجت سے پہلے یہ دعا بیت الخلاء کے ساتھ خاص نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں قضاء حاجت کرے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

باب ۱۳۹ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا يَنْقُضُ الْوُضُوءَ

بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا

۷۳۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيٌّ لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَنَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي الرَّجُلَ فَمَا أَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی، اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۷۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَاجِي رَجُلًا فَلَمْ يَزَلْ يُنَاجِيهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگوشی فرما رہے تھے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ بدستور سرگوشی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب

حَتّٰی نَامَ اَصْحَابُہٗ ثُمَّ جَاءَ فَصَلّٰی بِھِمْ۔

سو گئے پھر آپ تشریف لائے اور انھیں نماز پڑھائی۔

۷۳۹۔ حَدَّثَنِی یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ الْحَارِثِیُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَھُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنَامُوْنَ ثُمَّ یُصَلُّوْنَ وَلَا یَتَوَضَّاُوْنَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتَہٗ مِنْ اَنَسٍ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے پھر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے تھے شعبہ کہتے ہیں میں نے قتادہ سے کہا تم نے اس حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے؟ انہوں کہا ہاں! خدا کی قسم!

۷۴۰۔ حَدَّثَنِی اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِیُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا اُقِیْمَتْ صَلٰوۃُ الْعِشَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ لِیْ حَاجَۃٌ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنَاجِیْہِ حَتّٰی نَامَ الْقَوْمُ اَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ ثُمَّ صَلَّوْا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے، آپ اس سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ سو گئے، پھر انھوں نے نماز پڑھی۔

نیند سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کی ایک دوسرے سے سرگوشی منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد گفتگو کرنا منع ہے اور جب کئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس باب میں یہی مسئلہ مقصود ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شعبہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی نیند وضو کو نہیں توڑتی۔

۲۔ حسن بصری، مزنی، ابوعبید قاسم بن سلام، اسحٰق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

۳۔ زہری، ربیعہ، اوزاعی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری نیند ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے اور ہلکی نیند کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

۴۔ امام ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہیئت مثلاً قیام رکوع، سجود اور قعدہ میں نیند آئے تو اس سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر انسان چت لیٹا ہو یا کروٹ کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں نیند سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف سجدہ کی حالت میں وضو ٹوٹ جائے گا۔
۷۔ امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ نماز کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔
۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جما کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو، امام شافعی کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامت ہے، اس لیے جب وہ مقعد کو جمائے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل زائل ہو، ــــــ، بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، نبیذ یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں، اور یہ صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ [1]

آج بروز منگل ۸/ الجمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ/ ۲۴ نومبر ۱۹۹۳ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، الٰہ العالمین اس جلد کا بقیہ حصہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین و آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وسائر اولیآء امتہ وعلمآء ملتہ اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے، نمازی جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، درود پڑھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسلیم کے لیے پہلے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے پھر جھک جاتا ہے، پھر تواضع اور عاجزی کے آخری مرتبہ میں سجدہ میں جاگرتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے جتنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منع کردہ تمام کاموں سے رکا رہتا ہے، مسجد میں نماز کے دوران اعتکاف کی سعادت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کے اشتیاق کو زندہ کرتا ہے، کھانے پینے سے رک کے رہ کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے، بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کے خوف کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھ لے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے! اس کا پاک بدن، پاکیزہ لباس اور باوضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اخلاص اور خدا خوفی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم دھوپ میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہدہ کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑ کے نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ غرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرنا ہے، حج کا تصور ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عابدانہ تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تکریم ہے، مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دعا ہے۔ اخلاص نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام برے کاموں سے بچنا ہے، شیطان سے نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکاف ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری ہے، مؤمن کی معراج ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔

قرآن کریم میں نوّے مرتبہ سے زیادہ نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔ نماز اسلامی عبادات کا سب سے پہلا رکن ہے، تمام عبادات میں صرف نماز ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار ہر ایک پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو، (دار قطنی) اگر ٹھہر نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابوداؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو، بہر حال نماز کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جس حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ نماز ادا کرنا ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گذرتا، مگر ادائیگی نماز کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا: "نماز دل کی روشنی ہے" "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے"، آپ نے فرمایا "کفر اور ایمان کے درمیان صرف نماز سے امتیاز ہوتا ہے"، مرض الموت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی، جب ہوش آتا سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھتے حتیٰ کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کی زبان پر جو لفظ بار بار آتا تھا وہ نماز "الصلوٰۃ" تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بھنور میں پھنستا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتیوں میں سبزہ کون اگاتا ہے، تمہارے پینے کے لیے آسمان سے بادلوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا کس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں ہواؤں کے سمندر کس نے رواں دواں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکتی ہے جو ان نعمتوں کو لوٹا سکے، پھر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے نماز پڑھنا اس کا کتنا عظیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کی روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤف ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درماں اور دکھ کا علاج صرف نماز ہی میں ملتا ہے۔

جب تک کسی مسلمان میں رمق حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، نماز اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں نماز کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، نماز کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بتایا گیا ہے۔ نماز کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شب معراج کو کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود نماز نہ پڑھائی ہو یا نماز کا حکم نہ دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:

رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی۔ (ابراھیم، ۴۰)

"اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا بنا۔"

حضرت اسماعیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:

وکان یامر اھلہ بالصلوٰۃ۔ (مریم، ۵۵)

"وہ اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیتے تھے۔"

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں:

یابنی اقم الصلوٰۃ۔ (لقمان، ۱۷)

"اے میرے بیٹے نماز پڑھو۔"

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا:

اقم الصلوٰۃ لذکری۔ (طٰہٰ، ۱۴)

"میری یاد کے لیے نماز پڑھیے۔"

بنی اسرائیل کو حکم ہوا:

واقیموا الصلوٰۃ۔ (بقرہ، ۴۳)

"نماز پڑھو"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

واوصانی بالصلوٰۃ۔ (مریم، ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور یہ صرف اس امت کی خصوصیت ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ [۱]

امام نسائی نے حدیث معراج کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تخفیف کے ذکر میں ہے:

ثم رددت الی خمس صلوٰت قال فارجع الی ربک فاسئلہ التخفیف فانہ فرض علی بنی اسرائیل صلوتین فما قاموا بھما۔ [۲]

"(حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اپنے رب سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے، کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں، لیکن وہ ان کو بھی نہ پڑھ سکے۔"

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فقال اعتموا بھذہ الصلوٰۃ فانکم قد فضلتم بھا علی سائر الامم ولم تصلھا امۃ

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

---

[۱] قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

[۲] امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

قبلکم۔ [1]

کی وجہ سے پچھلی تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔"

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی نہ کسی اولوالعزم نبی نے پڑھی ہے گویا انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی پڑھی ہوئی تمام نمازیں اس امت پر فرض کر دی گئیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ حلبی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یعقوب علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔ [2]

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف نبی نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبرئیل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام متوفی ۲۱۳ھ علی ہامش، الروض الانف، ج ۱ ص ۱۶۲ ایضاً انسان العیون ج ۱ ص ۴۲۶)

سورۂ مزمل (جو مکہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (چونکہ ہجرت سے پہلے دو دو رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اس لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی)

رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام چاشت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔

حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت تجراۃ سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

وکان المسلمون قبل ان تفرض الصلوٰت الخمس یصلون الضحیٰ والعصر وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ اذا صلوا اٰخر النہار تفرقوا فی الشعاب فصلوھا فرادیٰ۔ [3]

پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور پچھلے پہر نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ گھاٹیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

محمد عبدالملک بن ہشام فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ مصر

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھاٹیوں میں کفار سے چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انھوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی کافر کو مار دی اور اس کا سر پھاڑ دیا، اسلام کی راہ کافر کا بہایا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔ [1]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی ہمت کر سکتا ہے کہ فلاں کے گھر جو آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوجھڑی لاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بدبخت انسان (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوجھڑی لاکر بھی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔ ملخصاً، [2]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر لوگ کہیں اسلام قبول نہ کر لیں، انھوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہو گئے، ابن دغنہ نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہوگی، حضرت ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں نماز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ الحدیث [3]

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شعب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے توڑنے کے بعد واقع ہوئے۔ [4]

اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان کے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علی الاعلان پڑھا کرتے تھے۔

تارک صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

---

[1] ۔ محمد بن عبد الملک بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ہامش الروض الانف ج ۱ ص ۱۰۱۸، مطبوعہ ملتان

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین بن ترکمانی، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ جز ۳ ص ۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جس شخص نے وقت گذر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حداً تلوار سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز نہ پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو تعزیراً سزا دی جائے، یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نمازی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔ [1]

ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ (توبہ: ۵) "پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔"

لیکن یہ آیت احناف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑو اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔

ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نمازی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے موید بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، (الحدیث) [2]

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہوگا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ بحث اس میں ہے کہ جو شخص سستی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پر لانے کا وہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

علاوہ ازیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

---

[1] ۔ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ مصر

[2] ۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸، مطبوعہ اصح المطابع کراچی

رسول کی جائے گی (خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوائی جائے گی خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے۔

جو شخص سستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امری مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق لدینہ التارک للجماعۃ۔[1]

(متفق علیہ)

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کر دے، شادی شدہ زانی ہو یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے"

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حصر فرما دیا ہے کہ ان تین وجہوں کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ بہر حال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔

نیز جو شخص سستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہوتا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو نماز یاد آئے اس کو ادا کر لے۔[2]

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدید کی ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی

[2] حافظ ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ، نسائی ج ۱ ص ۸۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان کے مباحث

اذان کی ابتداء کا بیان

اذان ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی[1] اور یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم، کلمہ شہادت اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے اذان دین اسلام کا خلاصہ ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے اشہد ان محمد ارسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے اطاعت گذار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں۔ اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گذار اور غیر اطاعت گذار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت معین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز نہ پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور غیر فرمانبردار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نااہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہوتا۔

روزمرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت مؤکدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے عام لوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے اذان کے کلمات کو خاموش ہو کر سننا اور ان کے جواب میں مسنون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید و فروخت میں، دفتر، کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کا بندہ ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے سننے پر زور دیتے ہیں انھوں نے پانچ نمازوں کی اذانوں کی تعظیم اور غور سے کیوں نہیں سنتے! اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ نماز ہے اور اس کا پیش خیمہ اور مقدمہ اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینی چاہیے۔

قبر پر اذان دینے کی تحقیق

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نومولود، غمزدہ، مرگی میں مبتلا، غصہ سے مدہوش اور بدخلق شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں گھمسان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتارتے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدائش کے مطابق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر جائے، علامہ ابن حجر مکی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی حنفی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

علاوہ ازیں ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دفن کے وقت اذان کے مستحب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزدہ، بیمار، آگ میں جلنے والے یا جس شخص کو جن تنگ کر رہا ہو ان سب کے لیے اذان دینا مستحب ہے، تو جو شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جا رہا ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا، کیونکہ ایک مغموم، غضب ناک اور مرگ زدہ شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس عمل کے ساتھ فرض اور واجب کا سا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق

اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی اٹھائی جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں دی؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فاذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته و اقام۔ [2]

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی"

لیکن ملا علی قاری رحمہ الباری نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کا اختصار کیا ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل

---

[1] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۵۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انھوں نے اذان اور اقامت کہی۔ [1]

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے ملا علی قاری رحمہ الباری کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں:

وفی السراج روی عقبة بن عامر قال کنت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلی الظهر وقال السیوطی ظفرت بحدیث اٰخر مرسل اخرجه سعید بن منصور فی سننه قال اذن رسول الله صلی الله علیه وسلم مرة فقال حی علی الفلاح وهذه لا یقبل التاویل [2]

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل مل گئی جس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اذان دی اور فرمایا حی علی الفلاح، علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ زرقانی نے بھی موطا امام مالک کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے حوالے سے سنن سعید بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [3]

نیز علامہ زرقانی المواہب اللدنیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دار قطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ سہیلی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کی رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اسناد ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام سعید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور حی علی الفلاح کہا، یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ متعدد واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۲ ص ۴۷۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبد القادر رافعی مفتی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر،

کر نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کی فضیلت کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی، کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شاذلی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ [1]

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انھوں نے اشہد انی رسول اللہ نقل کیا ہے۔ [2]

قرآن مجید میں ہے:

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضروری ہوا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کوئی عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پا سکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج تبھی حاصل ہوگا جب اذان اعمال رسول اللہ کے دامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتلانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز نہیں ہوگی، اس کا ذمہ دار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

المؤذن مؤتمن۔ (جامع ترمذی ص ۵۷) "مؤذن امین ہوتا ہے"

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

---

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۸۱-۳۸۰، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۶۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم۔
(بخاری ج۱ ص ۸۷)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتی کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان فجر نماز کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوتی تو دربارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اذان دلوانے کی کیا ضرورت تھی؟ ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے ہوتی تھی اور اس پر مزید ترنیہ یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سحری کے لیے تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (صحیح بخاری ج۱ ص ۸۷) نیز امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کریں کہ انھوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابوداؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن حتی یتبین لک الفجر۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۷۹)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

باب ۱۴ بَدْءِ الْاَذَانِ

اذان کی ابتدا

۱۴۷۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ حِيْنَ قَدِمُوا الْمَدِيْنَةَ يَجْتَمِعُوْنَ فَيَتَحَيَّنُوْنَ الصَّلٰوةَ وَلَيْسَ يُنَادٰى بِهَا اَحَدٌ فَتَكَلَّمُوْا يَوْمًا فِيْ ذٰلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اتَّخِذُوْا نَاقُوْسًا مِثْلَ نَاقُوْسِ النَّصَارٰى وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنًا مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُوْدِ فَقَالَ عُمَرُ اَوَلَا تَبْعَثُوْنَ رَجُلًا يُنَادِيْ بِالصَّلٰوةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی، بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بنالو، بعض نے کہا یہودیوں کی طرح سینگھ بنالو، حضرت عمر نے کہا ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال اٹھو، اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاؤ۔

(ناقوس سے مراد ہے بڑی ڈنڈی پر چھوٹی ڈنڈی مارنا)۔

اذان کی مشروعیت کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہٰذا نمازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعیین وقت کی علامت پر انھوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منفرد اور ممتاز دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمر نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کر بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور نداء مقصود تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زید نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو خواب میں سنے ہوئے کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمر نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے! [1]

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زید یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شارع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زید کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلال کو سکھاؤ تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضیٰ کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو تاکہ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کو اس حکم پر برقرار رکھا جاتا ہے یا نہیں، یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے[1]، نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے[2]

اور علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابوجعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا، بلکہ شب معراج جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل نے اذان دی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نماز پڑھائی۔[3]

امام بزار نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے[4]، جس کا ہم عنقریب علامہ سہیلی کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نماز فرض کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پہنچایا، اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، امام ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نماز پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور مسند بزار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل براق لے کر آئے آپ اس پر سوار ہونے والی نزلہ اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسراء کے واقعات متعدد ہوئے اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حق یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سنداً صحیح نہیں ہے اور

---

[1] ۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبع المطبعۃ الخیریہ بمصر

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ نسیج کمار لکھنؤ

[3] ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر (علوم القرآن بیروت) ۱۴۰۹ھ

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی البزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ مؤسسۃ

امام ابن المنذر نے وثوق سے کہا ہے کہ جب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی پھر اذان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبد اللہ بن زید کی روایت میں ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسانید سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعددہ سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دار قطنی، ابن مردویہ اور بزار وغیرہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا، اس ظاہری تعارض کو علامہ سہیلی نے دور کیا ہے۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

صحابی کی زبان سے اذان کو جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے قوی ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا بے شک یہ خواب حق ہے، اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہو تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی شریعت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے ورفعنا لک ذکرک تو آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی روایت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابوبکر بزار نے اپنی مسند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پوچھا اے جبرائیل یہ کون ہے، حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اشہد ان محمداً رسول اللہ

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح مؤطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۳-۱۲۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

تو حجاب کے پیچھے سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں، پھر اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندے نے سچ کہا، میں الٰہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں! پھر فرشتہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو آگے کر دیا، اور آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سہیلی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیوں کہ اس کی تائید معراج کی دوسری احادیث سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت مقدسہ میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا علم حریم قدس کے ماوراء سے دیا گیا۔ [1]

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب الحمد للہ یہ کتاب بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ حدیث دیکھ لی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ [2]

علامہ ہیثمی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [3]

بَابُ الْاَمْرِ بِشَفْعِ الْاَذَانِ وَاِیْتَارِ الْاِقَامَةِ اِلَّا الْکَلِمَةَ فَاِنَّهَا مُثَنَّاةٌ

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم

۴۲۷۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ جَمِیْعًا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّآءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الْاَذَانَ وَیُوْتِرَ الْاِقَامَةَ زَادَ یَحْیٰی فِیْ حَدِیْثِهٖ عَنِ ابْنِ عُلَیَّةَ قَالَ خَالِدٌ فَحَدَّثْتُ بِهٖ اَیُّوْبَ فَقَالَ اِلَّا الْاِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔ ایوب کی سند میں ہے: قد قامت الصلوٰۃ کے سوا۔

---

[1] امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۲ ص ۲۰۔ ۱۹ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق العتکی بزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۴۷۔ ۱۴۶ مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۹ھ

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۱ ص ۱۷۹۔ ۱۷۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۴ھ

ایضاً۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرُوا أَنْ يَعْلَمُوا وَقْتَ الصَّلٰوةِ بِشَيْءٍ يَعْرِفُونَهُ فَذَكَرُوا أَنْ يُنَوِّرُوا نَارًا أَوْ يَضْرِبُوا نَاقُوسًا فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتا چل جائے، بعض نے کہا نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دو مرتبہ کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ كَثُرَ النَّاسُ ذَكَرُوا أَنْ يَعْلَمُوا بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَنْ يُنَوِّرُوا نَارًا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۷۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ قَالَا نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَيُوتِرَ الْإِقَامَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان دو دو مرتبہ اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ

حدیث نمبر ۷۴۲ میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں، وہ قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شاذ قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مکرر نہیں ہے، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے سترہ کلمات ہیں وہ اذان کی طرح ہر کلمہ کا تکرار کرتے ہیں اور یہ مذہب شاذ ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دلائل

ان احادیث کے پیش نظر امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر کھینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت (تکبیر) میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کی یہ توجیہ کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے!:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن زيد قال كان اذان رسول الله صلى الله عليه وسلم شفعا شفعا في الاذان و الاقامة۔ [1]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

(واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دربار رسالت میں یہ خواب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا)

نیز امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

الاقامة سبع عشرة كلمة۔ [2] اقامت میں سترہ کلمات ہیں۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ!

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۵۵ " " "

[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یارسول اللہ انی لما رجعت لما رایت من اھتمامك رایت رجلا کان علیہ ثوبین اخضرین فقام علی المسجد فاذن ثم قعد قعدۃ ثم قام فقال مثلھا الا انہ یقول قد قامت الصلوٰۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد اراک اللہ خیرا فمر بلالا فلیؤذن [1]

یارسول اللہ! جب میں آپ کو طریقہ وقت مقرر کرنے کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا، اس نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلوٰۃ بھی کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اچھا خواب دیکھا، بلال کو یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان دلواؤ۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے اور ان دونوں حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا اور کوئی فرق نہیں ہے، نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو دو بار کہا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی لیلیٰ سے حافظ بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۹۱)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کان عبداللہ بن زید الانصاری یوذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشفع الاذان والاقامۃ [2]

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان بلالا کان یثنی الاذان والاقامۃ [3]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن بلال انہ کان یثنی الاذان والاقامۃ [4]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ ابوعبداللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ ملتان

[3] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق اور سنن دار قطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الاذان والاقامة واحدة۔ [۲] اذان اور اقامت کا ایک طریقہ ہے۔

امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھلائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

والاقامة سبع عشر كلمة الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله حي على الصلوة حي على الصلوة حي على الفلاح حي على الفلاح قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله۔ [۳]

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [۴]

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثرہم اللہ کا مسلک ان تمام احادیث کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ نووی کا احناف کے مسلک کو شاذ قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤذنین کے طریقہ کے مخالف ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابراهيم النخعي كان الناس يشفعون الاقامة حتى خرج هؤلاء يعني بني امية فافردوا الاقامة ومثله لا يكذب واشار الى كون الاقامة بدعة۔ [۵]

ابراہیم نخعی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدعت ہے۔

الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف ایدھم اللہ کے مسلک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔

باب ۱۴۲ صِفَةِ الْاَذَانِ

اذان کا طریقہ

---

[۱] علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۳۷۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، مطبوعہ کارخانہ نور محمد کراچی

[۳] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور

[۴] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۶ھ

۴۶۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو غَسَّانَ نَا مُعَاذٌ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ صَاحِبُ الدَّسْتُوَائِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ هٰذَا الْأَذَانَ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ ثُمَّ يَعُودُ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ مَرَّتَيْنِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ مَرَّتَيْنِ زَادَ إِسْحٰقُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اس طریقہ سے سکھائی: اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، پھر دوبارہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ دو مرتبہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ فرمایا، حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ حی علی الفلاح دو مرتبہ، اسحاق کی روایت میں اخیر میں یہ بھی ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔

حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ

حافظ ابو عمر ابن عبد البر لکھتے ہیں:
حضرت ابو محذورہ قرشی رضی اللہ عنہ کے نام میں کافی اختلاف ہے، بہر حال اکثرین کی تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام سمرہ بن سعید ہے، ۸ھ میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس ہو رہے تھے، اسی اثناء میں حضرت ابو محذورہ اپنے دس مشرک ساتھیوں کے ساتھ گذر رہے تھے راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے اذان کی آواز سنی حضرت ابو محذورہ نے اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی، حضرت ابو محذورہ بلند آواز اور خوش الحان تھے اور بطور تمسخر اذان کی نقل اتار رہے تھے، ان کی قسمت نے یاوری کی اور سرکار ابد قرار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سن لی، ان کو بلایا اور ان کے باقی ساتھیوں کو واپس کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اذان دو، آپ اذان کا ایک ایک کلمہ پڑھتے اور ان سے پڑھواتے۔ ابو محذورہ کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت حضور سے زیادہ کوئی ناپسند نہ تھا، اور نہ ہی حضور کا حکم ماننا پسند تھا، تاہم میں نے حضور کے کہنے سے اذان دی، اذان کے بعد سرکار نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں کچھ چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میری پیشانی پر پھیرا اور ناف تک لے گئے۔ ہاتھ کا پھیرنا کیا تھا میری قسمت پھر گئی، میرے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف جس قدر کینہ اور بغض تھا سب جاتا رہا، آپ نے مجھے برکت کی دعا دی، اور میں آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو گیا، اور آپ سے درخواست کی کہ مجھے مکہ میں مؤذن مقرر فرما دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو مکہ میں مؤذن مقرر کر دیا۔
آپ مستقل طور پر مکہ میں اذان دیتے رہے، یہاں تک کہ ۵۹ھ میں آپ کا وصال ہو گیا۔ [1]

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اذان میں ترجیع کرنے کی تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ جمہور ائمہ کا استدلال دوسری احادیث سے ہے، جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، مثلاً ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ابومحذورہ سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھئے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابوداؤد ص ۷۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابومحذورہ سے اذان کے جو کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر راجح ہیں اور حدیث مسلم مرجوح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤذنوں سے بھی ہوتی، کیونکہ عبداللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھئے سنن ابوداؤد ص ۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہرحال اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور راجح ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع کرنا چاہیے۔ (یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمدا رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہا جائے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہا جائے) اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع نہیں کرنی چاہیے یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہیے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے خواہ ترجیع کرے یا نہ کرے[1]

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکور ہے، جس میں ابومحذورہ نے ترجیع روایت کی ہے احناف اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابومحذورہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھوایا۔

ثانیاً ابومحذورہ چونکہ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انھوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھوایا، لہٰذا اس حدیث سے ترجیع کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا مسدد ثنا الحارث بن عبید عن محمد بن عبد الملک بن ابی محذورۃ عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ علمنی سنۃ الاذان قال فمسح مقدم راسی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ

حضرت ابومحذورہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اذان کا طریقہ بتلائیے، حضور نے میری پیشانی

[1] حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ھامش الاصابہ ۴ ص ۱۷۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت

اکبر اللہ اکبر ترفع بھا صوتک ثم تقول اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان محمدا رسول اللہ تخفض بھا صوتک ثم ترفع بھا صوتک اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ [1] (الحدیث)

پھر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہو پھر اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو دوبارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی حارث بن عبید ہے، ابن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مضطرب الحدیث ہے، دوسرا راوی محمد بن عبدالملک ہے، اس کے بارے میں ابن یقطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے اس کے بعد ابو محذورہ کے بیٹے کا ذکر ہے، ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو محذورہ کے بیٹوں سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔ [2]

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف السند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالہ سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں تصریح ہے، حضرت ابو محذورہ اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے، ملاحظہ ہو:

روی الطبرانی فی الاوسط حدثنا احمد بن عبد الرحمن بن عبد اللہ البغدادی حدثنا ابو جعفر الفقیہ حدثنا ابراھیم بن اسماعیل بن عبد الملک بن ابی محذورۃ قال سمعت جدی عبد الملک بن ابی محذورۃ یقول سمع اباہ ابا محذورۃ یقول القی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان حرفا حرفا اللہ اکبر اللہ اکبر الی آخرہ، و لم یذکر ترجیعا [3]

حضرت ابو محذورہ کے پوتے کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبدالملک بن ابی محذورہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے والد حضرت ابو محذورہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف اذان القاء کی، اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس اذان میں انھوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو محذورہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف السند ہے، اور بر تقدیر تنزل اس کا معارض طبرانی میں مذکور ہے، لہٰذا ان حالات اذان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔

احناف جو کہتے ہیں کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

---

[1] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۱ ص ۳۹۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ بلال لایرجع " بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ (شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی ج ۱ ص ۳۷۱)

اور علامہ ابن ترکمانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجوزی لا یختلف فی ان بلالا کان لا یرجع۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

اور علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ اوّل تو اذان میں ترجیع کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان آخری اذان ہے، کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس کے بعد فرماتے ہیں:

قیل لابی عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل الیس حدیث ابی محذورۃ بعد حدیث عبد اللہ بن زید لان حدیث ابی محذورۃ بعد فتح مکۃ فقال الیس قد رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ فاقر بلالا علی اذان عبد اللہ بن زید۔ [1]

"امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابی محذورہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث ابی محذورہ فتح مکہ کے بعد ہے" امام احمد نے اس کے جواب میں فرمایا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیع کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔ وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیع کی جائے وہ سب سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہیں، علاوہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برخلاف عدم ترجیع بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیع منسوخ ہے۔ یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں، احناف کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیع نہیں ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اخیر وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا، اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے۔ وہ اذان میں ترجیع کا نہ ہونا ہے، اور وہی احناف کثر ہم اللہ کا مذہب ہے۔

باب ۴۳ استحباب اتخاذ المؤذنین للمسجد الواحد

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

۴۷۔ حدثنا ابن نمیر قال نا ابی قال ثنا عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر قال کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذنان یدل ابن ام مکتوم الاعمی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم۔

---

[1] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ص ۲۷۳ ج ۱ مطبوعہ مجلس علمی ہند

۷۴۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

نابینا کے اذان دینے کا جواز

مدینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مکہ میں حضرت ابو محذورہ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہم۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جا سکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً نابینا، یا لنگڑا، کانا وغیرہ تو یہ غیبت نہیں ہوتی۔ غیبت تب ہوتی ہے جب اس کا عیب بیان کرنے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ غیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح

حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبداللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ میں سے تھے جو مکہ میں ابتداءً اسلام لائے تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے حضرت ابن ام مکتوم کو نماز پڑھانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔ ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ سے آپ واپس آ گئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے میں قرآن کریم میں سورۂ عبس اور غیر اولی الضرر ایک آیت نازل ہوئی۔ [1]

باب ۱۴۴ جواز اذان الاعمیٰ اذا کان معہ بصیر

جب نابینا کے ساتھ بینا ہو تو اس کی اذان کا جواز

۷۴۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ يُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمَى۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔

۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

---

[1] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۲ ص ۵۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ . عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ .

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور بلا کراہت جائز ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ ۴۵ الْاِمْسَاكِ عَنِ الْاِغَارَةِ عَلٰى قَوْمٍ فِيْ دَارِ الْكُفْرِ اِذَا سَمِعَ فِيْهِمُ الْاَذَانَ

دار الکفر میں کسی قوم کے علاقہ میں اذان کی آواز سننے کے بعد ان پر حملہ کرنے کی ممانعت

۱۵۱۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوْا فَاِذَا هُوَ رَاعِيْ مَعْزًى .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت (کفار کی بستیوں پر) حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان سنتے، اگر (کسی بستی سے) اذان کی آواز آتی تو حملہ نہ کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرۃ یعنی یہ شخص مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

ف: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان دی جا رہی ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جنگل میں نماز پڑھنی پڑے، تو اس کو اذان دینی چاہیے، اور یہ کہ اذان شعائر اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت دی اور اس شخص کے احوال امور غیب سے ہیں۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقَوْلِ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ لِمَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الْوَسِيلَةَ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

۷۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو مؤذن نے کہے ہیں۔

۷۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ وَغَيْرِهِمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ فَمَنْ سَأَلَ اللّٰهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر مجھ پر درود پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو، کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا، اور جو شخص میرے لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

۷۵۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ مُحَيِّبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَسَافٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے بھی کوئی شخص دل سے اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو وہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ،

قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

پھر مؤذن کہے حی علی الفلاح تو وہ کہے لاحول و لاقوۃ الا باللہ، پھر مؤذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو وہ کہے اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر مؤذن کہے لا الہ الا اللہ تو وہ بھی کہے لا الہ الا اللہ تو وہ جنت میں داخل ہو جائیگا۔

۷۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحَكِيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ الْقُرَيْشِيِّ ح وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنِ الْحَكِيْمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ مَنْ قَالَ حِيْنَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَاَنَا اَشْهَدُ وَلَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهٗ وَاَنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مؤذن سے سن کر یہ کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبمحمد رسولا وبالاسلام دینا، اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا، بعض روایات میں یوں ہے وانا اشہد (میں گواہی دیتا ہوں)۔

اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا

اس حدیث میں بر طریق عموم اذان کے جواب میں مؤذن کے کلمات دہرانے کا حکم دیا ہے اور بعض دوسری احادیث میں ہے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے اور الصلوٰۃ خیر من النوم کے جواب میں صدقت و بررت کہے۔

علامہ طحطاوی اور علامہ ابن عابدین شامی نے فقیہ کبیر علامہ قہستانی کے حوالہ سے لکھا ہے۔ پہلی مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھ کر صلے اللہ علیک یا رسول اللہ کہنا اور دوسری مرتبہ اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر قرت عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔

اس کے ثبوت میں علامہ شامی نے دیلمی کی کتاب الفردوس کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان میں اشہد ان محمدا رسول اللہ سن کر

الجنۃ۔ [1]

(آنکھوں پر انگوٹھے رکھ کر چومے میں اس کی تیادت کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحطاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال میں اس قسم کی احادیث کافی ہیں۔ [2]

اور ملا علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ قلت واذا ثبت علی الصدیق فیکفی العمل بہ لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ [3]

علامہ سخاوی نے کہا انگوٹھے چومنے کے بارے میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں (یعنی حسن یا ضعیف ہیں) ملا علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب صحیح سند سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اذان میں انگوٹھے چومے ہیں تو یہ ہمارے عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو"

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کرنے کے لیے فرمایا ایک دعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے "وسیلہ" یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس تصور سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دعا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا، اور اس کی دعا سے آپ کو کوئی رحمت حاصل ہو گی ایسا سوچنا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجسم ہیں۔ رحمت للعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اس کے فرشتے آپ کے لیے طلب رحمت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے روضہ انور پر ستر ہزار فرشتے روزانہ درود پڑھتے ہیں۔ [4]

اس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[3] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۶۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۲۱ھ

[4] ۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بقاضی خان متوفی ۵۹۲ھ فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ منیریہ

لیے دعا رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور نمک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم

اس حدیث میں بہ ظاہر اذان سننے والے کے لیے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منفصل پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہوگا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو عملاً جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے، بعض مساجد میں اذان سے پہلے دائماً جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنا پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی حد اعتدال سے تجاوز ہے۔

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتدا کب سے ہوئی؟

علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سنة سبع مائة واحدی وثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین وهو بدعة حسنة [1]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء ۷۸۱ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور پھر مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوٰة والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم عقب الاذان للغرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم یقدمون ذلک فیها علی الاذان والا المغرب فانهم لا یفعلونه اصلا لضیق وقتها وکان ابتداء

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الدر ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

حدوث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابي المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخته بنت السلك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا بعد سلف الى ان ابطله الصلاح المذكور جزاه خيرا وقد اختلف في ذلك هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع واستدل للاول بقوله تعالى وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوٰة والسلام من اجل القرب لاسيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ما جاء في فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل وقرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يوجر فاعله بحسن نية [1]

ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ اذان کے بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی: "السلام علی الامام الظاہر" پھر اس کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ سلطان صلاح الدین نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ ہے، بدعت ہے یا جائز ہے، اس کے استحباب پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے، (ترجمہ) "نیکی کے کام کرو" اور یہ بات واضح ہے کہ صلوٰۃ وسلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے، خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی رات کے اخیر میں دعا کرنے کی فضیلت میں بھی احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

علامہ شامی[2] اور علامہ طحطاوی[3] اور علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

علامہ سخاوی اور علامہ علائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام آٹھویں صدی ہجری میں سلطان صلاح الدین ابو المظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچوں نمازوں کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔

ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

---

[1] علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، القول البدیع ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ لاثانی کتب خانہ سیالکوٹ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۱۴، مطبوعہ مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۵۶ھ

رہا ہے، تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں، تاکہ ان پڑھ لوگ اور آنے والی نسلیں صلوٰۃ وسلام کو اذان کا جزو نہ سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل چاہیے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزو اقامت نہ معلوم ہو۔[1]

اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرف آخر

اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے درود شریف جہر کے ساتھ دائماً پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استحباب کے عمومی دلائل کی بنا پر اس کو ناجائز یا بدعت سیئہ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جواز اور استحباب میں بھی کوئی شک نہیں ہے، لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا؟

اگرچہ اذان کا مروجہ طریقہ بھی ناجائز یا بدعت سیئہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں، الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ - لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۴۰۰ھ

علی کل حال۔ [1]

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی بناء پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہرحال لائق ستائش نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ وہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک نوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس نوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس نوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک نوٹ کے مقابلہ میں مجھے زیادہ رقم ملی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے سو جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

بَابُ ۱۴ فَضْلِ الْأَذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطَانِ عِنْدَ سَمَاعِهِ

اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

۷۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمِّهِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يَدْعُوهُ إِلَى

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مؤذن نے آکر ان کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الصَّلٰوةِ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا اَبُوْعَامِرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عِيْسَى ابْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ.

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

۷۵۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ ذَهَبَ حَتّٰى يَكُوْنَ مَكَانَ الرَّوْحَآءِ قَالَ سُلَيْمَانُ فَسَاَلْتُهٗ عَنِ الرَّوْحَآءِ فَقَالَ هِيَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ سِتَّةٌ وَثَلٰثُوْنَ مِيْلًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحاء تک بھاگ جاتا ہے۔ ابوسفیان نے بیان کیا کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

۷۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۷۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّيْطٰنَ اِذَا سَمِعَ النِّدَآءَ بِالصَّلٰوةِ اَحَالَ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ وَاِذَا سَمِعَ الْاِقَامَةَ ذَهَبَ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ صَوْتَهٗ فَاِذَا سَكَتَ رَجَعَ فَوَسْوَسَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گوز (آواز سے ریح خارج کرنا) لگاتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے، جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، جب اقامت (تکبیر) ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز نہ سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر وسوسہ ڈالنے لگتا ہے

۷۶۱۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُذِّنَ لِلْمُؤَذِّنِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ وَلَهٗ حُصَاصٌ۔

اذان دیتا ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۲۔ حَدَّثَنِیْ اُمَیَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ یَعْنِی ابْنَ زُرَیْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَیْلٍ قَالَ اَرْسَلَنِیْ اَبِیْ اِلٰی بَنِیْ حَارِثَةَ قَالَ وَمَعِیْ غُلَامٌ اَوْ صَاحِبٌ لِّیْ فَنَادَاهُ مُنَادٍ مِنْ حَائِطٍ بِاسْمِهٖ قَالَ وَاَشْرَفَ الَّذِیْ مَعِیْ عَلَی الْحَائِطِ فَلَمْ یَرَ شَیْئًا فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِیْ فَقَالَ لَوْ شَعَرْتُ اَنَّكَ تَلْقٰی هٰذَا لَمْ اُرْسِلْكَ وَلٰكِنْ اِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَنَادِ بِالصَّلٰوةِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ اِذَا نُوْدِیَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰی وَلَهٗ حُصَاصٌ۔

سہیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بنو حارثہ کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دیوار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دیوار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا، انھوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سنو تو اذان دیا کرو، کیونکہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

۷۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا الْمُغِیْرَةُ یَعْنِی الْحِزَامِیَّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَا یَسْمَعَ التَّاْذِیْنَ فَاِذَا قُضِیَ التَّاْذِیْنُ اَقْبَلَ حَتّٰی اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ اَدْبَرَ حَتّٰی اِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطِرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ لَهٗ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ یَكُنْ یَذْكُرُ مِنْ قَبْلُ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ مَا یَدْرِیْ كَمْ صَلّٰی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکتی ہے تو پھر لوٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات ڈالتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہوتیں، حتیٰ کہ نمازی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

۷۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ اِنْ یَدْرِیْ كَیْفَ صَلّٰی۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ فرق ہے کہ نمازی کی سمجھ میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح

حدیث نمبر ۵۶، میں ہے: قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے لمبی ہونگی۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انھیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی۔

تیسرا مطلب یہ ہے کہ انھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر نادم اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نادم اور شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہوں گی۔

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبوع ہوا، اور متبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔

ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے، اگرچہ نمازیوں کے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی جن اور انسان سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جنوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو عادۃً سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا ادراک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پیٹھ پھیر کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے شعائر کا اظہار اور اعلان ہے۔

اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت

کی ابتداء سے کھڑے ہوں، یا جب مؤذن حی علی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں، اور یہ بحث اس صورت میں ہے جب امام محراب یا مصلائے امامت پر موجود ہو، ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب احناف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی ائمہ کے مذاہب کا ذکر کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی۔ [1]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

متقدمین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن عام علماء نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا تھا، اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سوید بن غفلہ سے روایت کیا ہے، اور سعید بن مسیب اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے، اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں برابر کر لی جائیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے، تو امام اللہ اکبر کہے، اور عام علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو، امام اللہ اکبر نہ کہے، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں، امام زفر کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام اللہ اکبر کہے، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے نماز کے قیام کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: "نماز کی اقامت کہی گئی سو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں"

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، پس ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے،، ——— اور ایک روایت میں ہے" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے" اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے (حجرہ سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے،، ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکور الصدر حدیث سے تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرنے کے واقعات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوئے، یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور اس کے بعد آپ نے فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے دیکھ نہ لو۔" [1]

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے واقعات ہیں یا یہ پہلے کے واقعات ہیں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرما دیا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو" [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی جواب ذکر کیے ہیں۔ [3]

عالمگیری میں ہے:

ان کان المؤذن غیر الامام وکان القوم مع الامام فی المسجد فانہ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ وھو الصحیح [4]

اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نمازی امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں، ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

ومن الادب (القیام) ای قیام القوم والامام ان کان حاضرا بقرب المحراب (حین قیل) ای وقت قول المقیم (حی علی الفلاح) لانہ امر بہ فیجاب وان لم یکن حاضرا یقوم کل صف حین ینتھی الیہ الامام فی الاظھر [5]

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الفلاح کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بہ شرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جائے، اور اگر امام حاضر

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ احمد بن علی بن محمد عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

نہ ہو تو جس صف کے پاس سے امام گزرے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قہستانی ویفہم منہ کراہۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنہ الغافلون۔[1]

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے مضمرات، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے، اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے، اور حاشیہ طحطاوی اور اسی طرح عالم گیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحت نہیں ہے، جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحت ہے، اور اگر کچھ لوگ حی علی الفلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔[3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔[4]

امام مالک فرماتے ہیں:

واما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم

اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں

---

[1] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۶۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسمع فی ذلک بحد یقام لہ الا انی اری ذلک علی قدر طاقۃ الناس فان منہم الثقیل و الخفیف ولا یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد۔[1]

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا، البتہ میری رائے یہ ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کیونکہ بعض کا بدن بھاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب لوگ ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

باب ۱۸ استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرۃ الاحرام والرکوع وفی الرفع من الرکوع وانہ لا یفعلہ اذا رفع من السجود

تکبیر احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب

۷۶۵۔ حدثنا یحیی بن یحیی التمیمی وسعید بن منصور وابو بکر بن ابی شیبۃ وعمرو الناقد وزہیر بن حرب وابن نمیر کلہم عن سفیان بن عیینۃ واللفظ لیحیی قال نا سفیان بن عیینۃ عن الزہری عن سالم عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ وقبل ان یرکع واذا رفع من الرکوع ولا یرفعہما بین السجدتین۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ جب نماز شروع کرتے تو ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین (ہاتھ بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

۷۶۶۔ وحدثنی محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال انا ابن جریج قال حدثنی ابن شہاب عن سالم بن عبد اللہ ان ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام للصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا بحذو منکبیہ ثم کبر فاذا اراد ان یرکع فعل مثل ذلک واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذلک ولا یفعلہ حین یرفع راسہ من السجود۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھا کر رفع یدین کرتے اور سجدہ سے سر اٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۷۶۷۔ حدثنی محمد بن رافع قال نا حجین وہو ابن المثنی قال نا اللیث عن عقیل ح وحدثنی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ أَنَا يُونُسُ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ۔

کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

۷۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّهُ رَأَى مَالِكَ ابْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلّٰى كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ هٰكَذَا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انھوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

۷۶۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے اور اسی طرح (رفع یدین) کرتے۔

۷۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

أَنَّهُ رَأَى نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوعَ أُذُنَيْهِ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی لو تک ہاتھ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔

رفع یدین کی حکمتیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گذاری کا اظہار ہے اور قیدی جب مغلوب ہو جاتا ہے تو اطاعت گذاری کے طور پر اپنے ہاتھ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکلیہ نماز اور اپنے رب سبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ ہر آدمی بھی رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز میں شروع ہو گیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ [1]

رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک ہاتھ اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل ہاتھ اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے، انگوٹھا کانوں کی لو کے اور ہتھیلیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک ہاتھ اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت ابوحمید اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث حضرت وائلہ بن حجر اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء (مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ) اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، اثرم کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہاں تک ہاتھ اٹھائے؟ تو انھوں نے کہا کندھوں تک ہاتھ اٹھائے، کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا عمل بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہو سکتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر عمل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔ [1]

حافظ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی اپنے انگوٹھوں کو کانوں کے بالمقابل تک اٹھائے، ہماری دلیل حضرت وائل بن حجر، حضرت براء اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے اور رفع یدین بہرے کو نماز کی خبر دینے کے لیے ہے اور یہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے سے ہو گا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔ [2]

کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بهما اذنيه [3]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن وائل بن حجر انه راى النبى صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل فى الصلوة كبر وصف همام حيال اذنيه۔ [4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے، ہمام نے بیان کیا کہ کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه حتى يكون ابهاماه حذاء اذنيه۔ [5]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

اس حدیث کو امام دار قطنی نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور اس کی بعض اسانید سے تو روایت ہے آپ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے اور بعض اسانید سے یہ روایت ہے پھر نماز کے اختتام تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بعض میں ہے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ [6]

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۴، مطبوعہ مطبع محمد علی کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، " " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۲ - ۲۹۳، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر حتی حاذی بابہامیہ اذنیہ الحدیث۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے تکبیر کہی حتی کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کے بالمقابل تھے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حمید بن ہلال قال حدثنی من سمع الاعرابی قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قال فرفع راسہ من الرکوع ورفع کفیہ حتی حاذتا او بلغتا فروع اذنیہ۔ [4] رواہ احمد۔

حمید بن ہلال کہتے ہیں مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے ایک اعرابی سے سنا، انھوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فارفعوا ایدیکم ولا تخالفوا اذانکم (الحدیث) رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ یحیی بن یعلی الاسلمی وھو ضعیف۔ [5]

حضرت حکم بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ تعلیم دیتے تھے کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

ہر چند کہ مؤخر الذکر دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں لیکن ہم نے ان کو اس لیے درج کیا ہے کہ یہ دوسری احادیث صحیحہ کی مؤید ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن وائل بن حجر قال قدمت المدینۃ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۲، " " " "

فقلت لانظرن الی صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فکبر و رفع یدیہ حتی رایت ابہامیہ قریبًا من اذنیہ [1]

کہ میں مدینہ آیا اور میں نے سوچا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھوں گا، آپ نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ اٹھائے میں نے دیکھا آپ کے انگوٹھے کانوں کے قریب تھے۔

عن البراء بن عازب قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ حتی کانت اٰخاذیان باذنیہ [2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

عن ابراھیم قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح۔ [3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ تکبیر افتتاح میں کانوں تک ہی ہاتھ اٹھائے۔

عن ابی جعفر قال لا یجاوز اذنیہ بیدیہ فی الافتتاح۔ [4]

ابو جعفر کہتے ہیں کہ رفع یدین کے وقت ہاتھوں کو کانوں سے متجاوز نہ کیا جائے۔

عن ابی میسرۃ قال کان اصحابنا اذا افتتحوا الصلوٰۃ رفعوا ایدیھم الی اذانھم [5]

ابو میسرہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب جب رفع یدین کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن قتادۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع حتی یکونا حذو اذنیہ [6]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

عن داؤد بن ابراھیم قال رایت وھب بن منبہ اذا کبر فی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو اذنیہ۔ [7]

داؤد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے وہب بن منبہ کو دیکھا وہ جب نماز میں اللہ اکبر کہتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے۔

عن البراء بن عازب قال:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ " " "

[3] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ " " "

[4] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۳ " " "

[5] " " " المصنف ج ۱ ص ۲۳۴ " " "

[6] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[7] " " " المصنف ج ۲ ص ۶۹، " " ۱۳۹۰ھ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتی یری ابہامہ قریبا من اذنیہ۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رفع یدین کرتے تو آپ کا انگوٹھا کانوں کے قریب ہوتا۔

امام ابوعوانہ روایت کرتے ہیں:

عن مالک بن الحویرث ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوٰۃ کبر ثم رفع یدیہ حتی یحاذی بہما حیال اذنیہ۔ [2]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھوں کو بلند کرتے

امام ابویوسف روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم انہ قال، اذا کبر الرجل فی افتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ ولیحاذ بہما اذنیہ [3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب نمازی اللہ اکبر کہہ کر نماز کو شروع کرے تو کانوں تک ہاتھ اٹھائے۔

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

عن وائل رفع یدیہ حیال اذنیہ [4]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

وفی روایۃ مالک بن الحویرث حتی یحاذی بہما فروع اذنیہ۔ [5]

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی روایت ہے۔

رفع یدین کی تعداد میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کی طرح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرے، کیونکہ حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تکبیر تحریمہ میں اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے۔ [6]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے، اور تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں اختلاف ہے، امام شافعی، امام احمد، اور جمہور فقہاء صحابہ نے یہ کہا ہے کہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنا

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ امام ابوعوانہ یعقوب اسحٰق اسفرائنی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ

[3] ۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۱، مطبوعہ مکتب اثریہ سانگلہ ہل

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] ۔ " " " معرفۃ السنن والآثار ج ۱ ص ۴۹۶، " " "

[6] ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اس سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابوحمید ساعدی سے روایت ہے، ابوبکر بن منذر ابوعلی طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابوحنیفہ، فقہاء کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیرہ تحریمہ کے ماسوا میں رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔ [1]

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے محل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیرہ تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تکبیرہ تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے، تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ [2]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرۃ الافتتاح، تکبیرۃ القنوت، تکبیرات العیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیرہ عرفات، تکبیرۃ الجمرتین، تکبیرۃ الصفا والمروہ اور تکبیرۃ الاستلام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ مکہ میں اکٹھے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت ——— رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابوحنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۲، مطبوعہ کارخانہ محمدی کراچی

حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صرف افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر بالکل رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو از زہری از سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں اور آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام ابوحنیفہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انھوں نے کہا ابراہیم اور شعبہ بھی اسی طرح کرتے تھے، حاکم نے اس کا معارضہ اس حدیث سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو سجدوں کے بعد بھی رفع یدین کرتے تھے وہ حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستبعد نہیں ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو، (الی قولہ) اور نسخ پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا چھوڑ دو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا، اور آپ نے رفع یدین ترک کیا تو ہم نے رفع یدین کو ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: عشرہ مبشرہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص بھی تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت ابن عمر کی اقتدار میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ [1]

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱-۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن جابر بن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ الحدیث [1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں: نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے جو نماز میں کیا جاتا تھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبداللہ بن قبطیہ کی روایت میں جو دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے، لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ قرار دی جاتی ہے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن مجاہد قال صلیت خلف ابن عمر فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ [2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ، امام حمیدی نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صرف تکبیرہ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) مسند حمیدی کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے۔

تکبیرہ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار!!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۲ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن و بہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین۔[1]

نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انھوں نے نماز پڑھائی اور صرف پہلی بار رفع یدین کیا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود کی حدیث حسن ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مستند صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[2]، امام طحاوی[3]، امام ابن ابی شیبہ[4]، امام عبدالرزاق[5] نے بھی روایت کیا ہے اور حافظ الہیثمی نے امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[6]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔[7]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کا افتتاح کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

اس حدیث کو امام طحاوی[8]، امام دارقطنی[9] اور امام ابن ابی شیبہ[10] نے روایت کیا ہے۔

نیز امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود قال رایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول مرۃ ثم لا یعود ورایت ابراھیم والشعبی یفعلان ذلک[11]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو دیکھا وہ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے، اور ابراہیم اور شعبی بھی اسی طرح کرتے تھے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " " ۱۴۰۴ھ

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[6] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[8] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، " " " ۱۴۰۴ھ

[9] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴-۲۹۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[10] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۰۶ھ

[11] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة عن عبد الله قال: صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم، مع ابي بكر ومع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا ايديهم الا عند التكبيرة الاولى في افتتاح الصلوة۔[1]

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفرد ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسلاً روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل بھی صلے اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں کیا۔[2]

علامہ ابن الترکمانی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ایوب ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی سلیمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں اور یحیٰی قطان، احمد بن عبد اللہ عجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب وصل مع الارسال اور رفع مع الوقف میں تعارض ہو تو واصل اور رافع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ انھوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔[3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن حين يفتتح الصلوة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر الى البيت وحين يقوم على الصفا وحين يقوم على المروة وحين يقف مع الناس عشية عرفة وبجمع والمقامين حتى حين يرمي الجمار۔ رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفي الاسناد الاول محمد بن ابي ليلى وهو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت، جب مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے، جب صفا پر کھڑا ہو، جب مروہ پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ علامہ علاؤ الدین علی بن عثمان ماردینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجواہر النقی مع البیہقی ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

سیئ الحفظ وحدیثہ حسن ان شاء اللہ [1]

محمد بن ابی لیلیٰ سے وہ بدحافظہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر دونوں کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام حمیدی روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن عبد اللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین۔ [4]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور نہ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔ [5]

عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یرفعہما۔ [6]

شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن ابراھیم انہ کان یقول اذا کبرت فی فاتحۃ الصلوٰۃ فارفع یدیک ثم لا ترفعہما فیما بقی۔ [7]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں جب تم نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳، " " " "

[3] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷-۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[4] حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۲۷۷ھ، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[5] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، " " " "

[7] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶ " " " "

عن مجاهد قال ما رایت ابن عمر یرفع یدیه الا فی اول ما یفتتح۔ [1]

مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

عن جابر عن الاسود وعلقمة انهما کانا یرفعان ایدیهما اذا افتتحا ثم لا یعودان [2]

جابر کہتے ہیں کہ علقمہ اور اسود صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔

عن الاسود قال صلیت مع عمر فلم یرفع یدیه فی شیء من صلوته الا حین افتتح الصلوٰة۔ [3]

اسود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے افتتاح نماز کے علاوہ اور کسی موقع پر رفع یدین نہیں کیا۔

ان احادیث اور آثار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن زبیر اور دیگر کثیر صحابہ اور فقہاء تابعین کے متعلق تصریح آگئی ہے کہ وہ تکبیر تحریم کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہی فقہاء احناف کثرھم اللہ کا مذہب ہے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم انه قال ارفع یدیك فی التکبیرة الاولیٰ فی افتتاح الصلوٰة ولا ترفع یدیك فیما سواها۔ [4]

ابراہیم نخعی نے کہا تکبیر اولیٰ میں نماز کے شروع کے وقت رفع یدین کرو، اور اس کے ماسوا میں رفع یدین نہ کرو۔

ثبوت رفع یدین اور اس کے ترک میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی کتاب "رفع الیدین فی الصلوٰة" میں لکھا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے انیس صحابہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے، ابن اثیر نے لکھا ہے کہ بیس صحابہ رفع یدین کرتے تھے، حاکم نے کہا ہے کہ عشرہ مبشرہ رفع یدین کرتے تھے قاضی ابوالطیب نے لکھا ہے بیس سے زیادہ صحابہ رفع یدین کرتے تھے، توضیح میں لکھا ہے کہ رفع یدین واجب نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے، داؤد ظاہری سے منقول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین واجب ہے، بعض مالکیہ اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ اس کے ترک سے گنہ گار ہوگا، ابن خزیمہ نے کہا جس نے رفع یدین کو ترک کیا اس نے نماز کا ایک رکن ترک کر دیا۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کیا جائے، امام مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، امام ترمذی نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک سے زیادہ صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے بدائع

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷، " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷ " " " "

[4] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

میں مذکور ہے کہ عشرہ مبشرہ صرف تکبیر افتتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت براء بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

حضرت براء کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب

ہمارے اصحاب نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کانوں کی لو تک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ از براء روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ "آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"، خطابی نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابوعمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو براء سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ "پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" بزار نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں "پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے" صحیح نہیں ہے، عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں یہ لفظ نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابوداؤد کے قول کے معارض "کامل" میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو ہشیم شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ "آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے" اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبدالرحمان نے بھی اس حدیث کو ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید فی نفسہ ثقہ ہے، عجلی نے کہا وہ جائز الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابوداؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شاہین نے کتاب الثقہ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن حبان نے کہا وہ صدوق ہے، امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس سے استشہاد کیا ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔

ثبوت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں

جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ صرف تکبیر اولی کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر — پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انھوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے معلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطار نے اس حدیث کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا، اور نہ ابو قتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابو حمید ولید بن یزید بن عبدالملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں انھی کی بات حجت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں

ہے، امام ابن خزیمہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرۂ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے افعال کو ان سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب ہوں اور افعال نماز کو محفوظ رکھیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ۹ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان دونوں کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب مغیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو نہیں پایا حضرت ابن مسعود ۳۲ھ میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہو گئے تھے اور ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے جیسا کہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے تو میں کہوں گا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب

اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربعہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی سے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیر اول میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور عاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ [1]

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴-۲۷۲، مطبعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہاتھ باندھنے کی جگہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابو مجلز، نخعی، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابوداؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ [1]

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جمہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے، کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ باندھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ خدشہ ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر خشوع ہے اور باطن میں اکثر خشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھوڑنے میں اختیار ہے۔ [2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ناف کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحٰق بن راہویہ، ابواسحٰق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، جمہور مالکیہ کا مشہور قول یہی ہے۔ [3]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر حجت ہے کیونکہ ان کا

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قول ہاتھ چھوڑنا ہے، اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔ [1]

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو، ہتھیلیوں پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقول ان من سنۃ الصلوٰۃ وضع الیمین علی الشمال تحت السرۃ۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [4]

ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابو داؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاعرابی کے نسخہ ابو داؤد میں ہے۔ [5]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [6]

علقمہ بن وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۸۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام دار قطنی علی بن عمر متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد مع بذل المجہود ج ۴ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] " " " ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی

[6] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

عن ابراهيم قال يضع يمينه على شماله في الصلوٰة تحت السرة [1]

ابراہیم کہتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھے۔

عن حجاج بن حسان قال سالت ابا مجلز قال كيف يضع قال يضع باطن كف يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلها اسفل من السرة [2]

حجاج بن حسان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز سے سوال کیا ہاتھ کس طرح رکھے؟ انھوں نے کہا ناف کے نیچے بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کا باطن رکھے۔

عن علي قال من سنة الصلوٰة ان توضع الايدي على الايدي تحت السرة [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز میں سنت یہ ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے جائیں۔

حضرت علی کی اس روایت کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے۔ [4]

سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث ونظر

امام بیہقی روایت کرتے ہیں

عن وائل انه راى النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله ثم وضعهما على صدره [5]

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا پھر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے۔

علامہ ترکمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں محمد بن حجر ہے ذہبی کہتے ہیں کہ وہ اپنے چچا سعید سے منکر روایات کرتا ہے اور ایک راوی ام جبار ہے یہ غیر معروف ہے، نیز امام بیہقی نے کہا اس حدیث کو مؤمل نے بھی روایت کیا ہے صاحب الکمال نے کہا ہے، اس مؤمل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھیں اور اپنے حافظہ سے احادیث بیان کرتا تھا، اور اس سے بہت خطائیں ہوتی تھیں اور میزان میں ہے امام بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے، امام ابو حاتم نے کہا یہ کثیر الخطا ہے، امام ابو زرعہ نے کہا اس کی حدیث میں بہت خطا ہے، پھر امام بیہقی نے حضرت علی سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے، پھر امام بیہقی نے روح بن المسیب کی سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۱، " " " "

[3] " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۱، " " " "

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] " " " ، سنن کبری ج ۲ ص ۳۰، " " " "

ابن عباس نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس روح کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوع احادیث روایت کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمرو فکری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الحدیث ہے، ابو یعلیٰ موصلی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، یہ صراحۃً غلط ہے ابو مجلز کا مذہب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ تمہید میں اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن معین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف یہ کیسے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت کیا ہے نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے جائیں، اور حضرت انس نے کہا تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا اور نماز میں ناف کے نیچے بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث متعدد اسانید سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے مردوں کے حق میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور تذلل ہے اور عورتوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ عورتوں کے لیے اس میں زیادہ ستر ہے۔

بَابُ ۱۴۹ إِثْبَاتِ التَّكْبِيرِ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ فِي الصَّلٰوةِ إِلَّا الرَّفْعَ مِنَ الرُّكُوعِ فَيَقُولُ فِيهِ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر دفعہ اٹھتے وقت اور جھکتے وقت تکبیر کا ثبوت

۷۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھلائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے کہا خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنا شروع

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان مارد ینی الشہیر بابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجواہر النقی ج ۲ ص ۳۲-۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صُلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي الصَّلٰوةِ كُلِّهَا حَتّٰى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمَثْنٰى بَعْدَ الْجُلُوسِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنِّي لَأَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، اور جب سیدھے کھڑے ہوتے تو فرماتے ربنا ولک الحمد، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جاتی، ——— دو رکعت کے بعد جب تشہد سے فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَارِثُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَبِي هُرَيْرَةَ إِنِّي أَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے لیکن اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول نہیں ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

۷۷۴۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ حِينَ يَسْتَخْلِفُهُ مَرْوَانُ عَلَى الْمَدِينَةِ إِذَا قَامَ لِلصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَفِي حَدِيثِهِ فَإِذَا قَضَاهَا وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے باقی حدیث مثل سابق ہے اور نماز پوری کرنے کے بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

لَاَشْبَهُكُمْ صَلٰوةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۷۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا رَفَعَ وَوَضَعَ فَقُلْنَا يَا اَبَا هُرَيْرَةَ مَا هٰذَا التَّكْبِيْرُ فَقَالَ اِنَّهَا لَصَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں اللہ اکبر کہتے ہم نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا اے ابوہریرہ یہ کیسی تکبیریں ہیں؟ انھوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

۷۷۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ وَيُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

۷۷۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ اَنَا وَعِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ وَكَانَ اِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا مِنَ الصَّلٰوةِ قَالَ اَخَذَ عِمْرَانُ بِيَدِيْ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ صَلّٰى بِنَا هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِيْ هٰذَا صَلٰوةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرف کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی، وہ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ مطرف کہتے ہیں جب ہم نماز سے فارغ ہوئے کہ عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انھوں نے ہم کو (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ انھوں نے مجھے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ

فقہاء احناف کے نزدیک تکبیر تحریمہ فرض ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (مدثر: ۳) (اپنے رب کی تکبیر کرو، یعنی اللہ اکبر کہو)

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریمہ واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۱۴۶)

اس حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہتے، احناف کے نزدیک یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے پر محمول ہے، شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام ہو یا مقتدی، اکیلا نماز پڑھے یا باجماعت ہر حال میں رکوع سے اٹھتے وقت یہ دونوں کلمات کہے علامہ نووی نے اس حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ نے یہ نماز تنہا پڑھی تھی، اس کے برخلاف احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر تنہا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھتے وقت دونوں کلمات کہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ اور اگر باجماعت نماز پڑھے تو امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ کیونکہ امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لک الحمد۔ (ترمذی ص ۶۰)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا لک الحمد کہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت کی صورت میں امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لک الحمد کہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے اور جب کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جیسا کہ مسلم شریف کی اس حدیث مذکور میں ہے اور یہی فقہاء احناف کا مسلک ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا بخلاف شافعیہ کے، کیونکہ ان کے مسلک کی بنا پر جامع ترمذی کی حدیث کی مخالفت لازم آئے گی۔

بَابُ وُجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَّ إِنَّهُ إِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ وَلَا أَمْكَنَهُ تَعَلُّمُهَا قَرَأَ مَا يَتَيَسَّرُ لَهُ غَيْرُهَا

ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھ سکتا ہو اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں ان کو پڑھ لے

۷۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ ثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ رَبِيعٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ إِلَّا لِمَنْ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز کامل نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

۷۷۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو ام القرآن (سورہ فاتحہ)

شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْتَرِئْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

نہ پڑھے۔

۷۸۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ نَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ مَحْمُوْدَ بْنَ الرَّبِیْعِ الَّذِیْ مَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْهِهٖ مِنْ بِئْرِهِمْ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، جو ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھے۔

۷۸۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَزَادَ فَصَاعِدًا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۷۸۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ قَالَ اَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوةً لَّمْ یَقْرَاْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِیَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَیْرُ تَمَامٍ فَقِیْلَ لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنَّا نَكُوْنُ وَرَاءَ الْاِمَامِ فَقَالَ اقْرَاْ بِهَا فِیْ نَفْسِكَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبْدِیْ فَاِذَا قَالَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ قَالَ هٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار کہا اور فرمایا کہ وہ ناتمام ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، سورۃ فاتحہ کے معانی میں غور کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان صلاۃ (سورۃ فاتحہ) کے دو حصہ کر دیے گئے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ کہتا ہے "الحمد للہ رب العلمین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی جب وہ کہتا ہے الرحمن الرحیم تو اللہ عزوجل فرماتا ہے

عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ.
قَالَ هٰذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ
سُفْيَانُ حَدَّثَنِي بِهِ الْعَلَاءُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
ابْنِ يَعْقُوبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَرِيضٌ فِي
بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ أَنَا عَنْهُ.

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا بندہ نے اپنے آپ کو مجھے سونپا اور جب وہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا اور جب وہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے اور میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا۔

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ
بْنِ أَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زَهْرَةَ فَيَقُولُ سَمِعْتُ
أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۸۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ
الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ أَبَا السَّائِبِ مَوْلَى
بَنِي عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَهْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ
الْقُرْآنِ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُفْيَانَ وَفِي حَدِيثِهِمَا
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِي وَبَيْنَ
عَبْدِي نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے اور میرے بندہ کے درمیان آدھی آدھی ہے نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے بندے کے لیے۔

۷۸۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ
قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا أَبُو أُوَيْسٍ
قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ مِنْ أَبِيهِ وَمِنْ أَبِي السَّائِبِ
وَكَانَا جَلِيسَيْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورہ فاتحہ) کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز ناقص ہے۔

لَمْ يَقْرَءْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَهِيَ خِدَاجٌ يَقُولُهَا ثَلَاثًا بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

۷۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَبِيبٍ الشَّهِيدِ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا أَعْلَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَنَّا لَكُمْ وَمَا أَخْفَاهُ أَخْفَيْنَا لَكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوتی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تو ہم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

۷۸۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ الصَّلَاةِ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعَنَا رَسُولُ اللهِ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَاهُ مِنْكُمْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَزِدْ عَلَى أُمِّ الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنْ زِدْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَإِنِ انْتَهَيْتَ إِلَيْهَا أَجْزَأَتْ عَنْكَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جس نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا اس میں ہم تم کو قرآن سناتے ہیں، اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورۃ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورۃ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

۷۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ فَمَا أَسْمَعَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَاكُمْ وَمَا أَخْفَى مِنَّا أَخْفَيْنَاهُ مِنْكُمْ مَنْ قَرَأَ بِأُمِّ الْكِتَابِ فَقَدْ أَجْزَأَتْ وَمَنْ زَادَ فَهُوَ أَفْضَلُ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا، جن نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لیے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

۷۸۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ ثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے، ایک آدمی (اعرابی) نے آکر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ الرَّجُلُ فَصَلّٰى كَمَا كَانَ صَلّٰى ثُمَّ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُحْسِنُ غَيْرَ هٰذَا فَعَلِّمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِي صَلٰوتِكَ كُلِّهَا۔

اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے فرمایا وعلیک السلام جاؤ جاکر نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس طرح تین بار ہوا، پھر اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے نماز سکھلایئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو تکبیر کہو پھر قرآن کا جو حصہ تم کو سہولت سے یاد ہو، اس کو پڑھو پھر رکوع کرو حتی کہ اطمینان سے رکوع کرلو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر نماز کی ہر رکعت اسی طرح پڑھو۔

۷۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَزَادَ فِيهِ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں آکر نماز پڑھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہو۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۷۹۰ میں ہے: جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورت کا نماز میں پڑھنا متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورت اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو کچھ تم آسانی سے

پڑھ سکو وہ پڑھو" (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اعظم کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے غلام رسول سعیدی غفرلہٗ) اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز (کامل) نہیں ہوتی" اگر انھوں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ خلاف ظاہر ہے (بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۸۲ میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے تین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابوحاتم بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکو وہ پڑھو" وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے (یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے سعیدی غفرلہٗ)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام، مقتدی اور منفرد سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ وغیرہم نے جو اس کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کرو یہ غیر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اسی وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنبی اور حائض اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ [1]

علامہ نووی کا یہ جواب بھی صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مالکیہ سے نقل کیا ہے، اور اگر جنبی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ ہے کہ نماز کی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، نخعی، ثوری اور امام ابوحنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو جہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی، حسن بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی — تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن ۔ (مزمل: ۲۰) تو قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورہ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابوسعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نماز پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، سعیدی غفرلہ) اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کی ہے۔ [1]

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تانی نہ کریں، یہ امام اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب الرائے نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو سکتے یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور ایک سکتہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۔ کی قرأت کے بعد، عمران نے اس کا انکار کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کو خط لکھا انھوں نے جواب دیا کہ سمرہ کو یہ حدیث محفوظ ہے، اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا امام کے لیے دو سکتے ہیں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو غنیمت جانو، ایک سکتہ نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتہ جب وہ ولا الضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کہتا ہے تو میں اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب، وہ سورت ختم کرتا ہے تو میں رکوع سے پہلے قرأت کر لیتا ہوں، یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ان کے نزدیک معروف تھا۔ [1]

قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ رشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشہب مالکی، ابن وہب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے" ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرأت نہ کی جائے، وہ کہتے ہیں کہ صرف ہونٹ ہلائے جائیں اور خود کو بھی آواز نہ آئے، اور جس نے خود کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے عام اصحاب اور بہت سے متقدمین نے یہ کہا ہے مقتدی امام کے ساتھ سری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے سری اور جہری دونوں نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھے، امام شافعی کے اس میں تین قول ہیں ایک قول کوفیین کی طرح ہے ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جمہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک سورہ فاتحہ کا سری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے اور ایک قول مستحب ہے۔ [2]

قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے (سنن ابن ماجہ وطحاوی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ رکن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ ہے کہ وہ خاموش رہے اور سنے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو امام محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرأت کرنا مستحسن ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نمازیوں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاقرءوا ما تیسر منہ "جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی" لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے "جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے" تو اس آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا قاعدہ ہے، اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو پالیتا ہے حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے، اس طرح جس حدیث میں ہے "اللہ اکبر کہو پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو" یہ بھی مقتدی کے غیر پر محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرعاً قرأت ثابت ہے، کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی! یہ حدیث متعدد اسانید سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، امام دار قطنی، امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے، متعدد راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے، ایک سند سے امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو مرسلاً روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل حجت ہے اور اس سے صرف نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے، امام محمد بن الحسن نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے از ابو حنیفہ از ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلے اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کو سفیان، شریک، جریر اور ابو عوانہ وغیرہ نے اپنی اپنی اسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کی سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے، کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں متفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر متفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے، امام ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روک رہے تھے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے، امام ابو حنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا الحدیث، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی

اللہ عنہ نے کبھی پورا واقعہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارض یہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کھینچا جا رہا تھا اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے! ہم نے کہا! ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سوا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور عموم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے، ہر چند کہ ان کی اسانید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام دار قطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہونا راوی کا وہم ہے لیکن یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کامل میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل ضعیف راوی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نضر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نضر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سنداً و متناً یہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابو وائل سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا خاموش رہو نماز میں صرف ایک مشغول ہے اور تمہارے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگارے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے مگر ان کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۶۔ امام محمد نے اپنی موطأ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۷۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوجمرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کروں؟ انھوں نے کہا نہیں!

۸۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۹۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت میں خطا کی۔

۱۰۔ امام نسائی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا ہاں، انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابودرداء کہتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر موخر الذکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابودرداء کا کلام ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

اسّی سے کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اسماء شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسماء کو ضبط کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید سننا اور خاموش رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب تدبر اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا (قرآن مجید) مبارک کتاب ہے جو ہم نے

ایاتہ۔ آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں غور کریں۔ (ص: ۲۹)

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ وعظ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سننا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان خشوع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور خشوع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف جہری نماز میں درست ہو سکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو سری نماز میں بھی ہے، اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون۔ (الاعراف ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة اذا قرء فانصتوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے لیے سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو ممکن ہے، محیط میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوئی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں مل جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پائے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قرأت رکن ہوتی تو اس عذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا؟ تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع مطلقاً جھکنے سے حاصل ہو جاتا ہے[1]

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۷-۲۹۴، ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرکھا قبل ان یقیم الامام صلبہ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے امام کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا اس نے نماز کی رکعت کو پالیا۔

سورۂ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرمانا ہے:

فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (مزمل، ۲۰)

تو قرآن مجید میں سے (نماز میں) جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور معین سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ عموم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کہا جائے تو قرآن مجید کا خبر واحد سے منسوخ ہونا یا خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آئیگی، اور یہ جائز نہیں ہے۔

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلی فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد وقال ارجع فانک لم تصل فرجع فصلی کما صلی ثم جاء فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فصل فانک لم تصل ثلثا فقال والذی بعثک بالحق ما احسن غیرہ فعلمنی فقال اذا قمت الی الصلوٰۃ فکبر ثم اقرء ما تیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعتدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا وافعل فی صلوتک کلھا [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کی طرح نماز پڑھی، پھر آ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا جاؤ جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ مکالمہ تین بار ہوا، اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجیے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید سے جو تم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، پھر تم رکوع کرو حتی کہ تم اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کھڑے ہو حتیٰ کہ سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اس طرح کرو۔

اس حدیث کو امام مسلمؒ[1]، امام ابوداؤدؒ[2]، امام ترمذیؒ[3]، امام نسائیؒ[4] اور امام ابن ماجہؒ[5] نے بھی روایت کیا ہے صحاح ستہ کی اس حدیث میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا کہ جو تم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے بخصوصاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے کہ فاتحۃ الکتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر نماز نہیں ہوتی یعنی کامل نماز نہیں ہوتی، اور جس طرح حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات سیر ہو کر گذارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ مومن نہیں ہے یعنی مومن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم۔ (توبہ ۱۲)

اگر یہ لوگ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو ان سے جنگ کرو، ان لوگوں کی قسمیں (کامل) نہیں ہیں۔

پہلے اللہ تعالیٰ نے کافر سرداروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے، سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۲۴، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، 〃 〃 〃

[5] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، 〃 〃 〃

کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نماز کی وہ رکعت مل جاتی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور نماز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبداللہ جعفی ہے اور وہ مجروح ہے خود امام ابوحنیفہ نے بھی اس کو کذاب کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخبرنا ابوحنيفة قال حدثنا ابوالحسن بن ابي عائشة عن عبد الله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة۔ [2]

امام ابوحنیفہ از ابوالحسن از عبداللہ بن شداد از حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابوحنیفہ اور حسن بن عمارہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق صد مذمت ہے [3]۔ امام دارقطنی نے متعدد صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انھوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث متعدد طرق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی مؤید دیگر

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیاء ہوتی تو وہ امام ابوحنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جس کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام ابن معین نے کہا کہ امام ابوحنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، شعبہ بن حجاج ان کو حدیث بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابوحنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے ائمہ مثلاً عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبدالرزاق، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابلہ میں دارقطنی کی کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں احادیث سقیمہ، معلولہ، منکرہ، غریبہ اور موضوعہ بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا فاسد تعصب ہے، جس کی بنا پر اس نے امام ابوحنیفہ کو ضعیف کہا (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱)

صحیح الاسانید احادیث ہوں۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وخلفه رجل يقرء فنهاه رجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما انصرف تنازعا فقال: انتهاني عن القراءة خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فتنازعا حتى بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى خلف امام فان قراءته له قراءة ورواه الليث عن ابي يوسف عن ابي حنيفة۔ [1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے، اس نے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو، وہ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو لیث نے بھی از ابی یوسف از ابی حنیفہ روایت کیا ہے۔

(امام دار قطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے موصولاً روایت کیا ہے اور عبداللہ بن المبارک نے اس کو ان سے مرسلاً روایت کیا ہے اور یہی محفوظ روایت ہے۔ [2] امام عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا۔ [3]

عن جابر بن عبد الله ان رجلا قرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبح اسم ربك الاعلى فلما انصرف النبي صلى الله عليه وسلم قال من قرأ منكم بسبح اسم ربك الاعلى؟ فسكت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں سورہ سبح اسم ربك الاعلى پڑھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۹، " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

القوم فسالهم ثلاث مرات كل ذلك يسكتون ثم قال رجل، انا قال، قد علمت ان بعضكم خالجنيها۔[1]

تم میں سے سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ کس نے پڑھی تھی؟ لوگ خاموش رہے آپ نے تین بار پوچھا اور وہ ہر بار خاموش رہے پھر ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی آپ نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے خلجان میں مبتلا کر رہا ہے (اکھاڑ رہا ہے، میری توجہ ہٹا رہا ہے)

(امام دار قطنی نے اس سند کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)
اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہؒ اور امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔[2][3]

عن سالم بن عبد الله عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من كان له امام فقراءته له قرأة محمد بن الفضل متروك۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فضل متروک ہے۔

عن عمران بن حصين قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بالناس ورجل يقرأ خلفه فلما فرغ قال من ذا الذي يخالجني سورتهم فنهاهم عن القرأة خلف الامام (الى قوله) وحجاج لا يحتج به۔[5]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کر رہا تھا، جب آپ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے اپنی سورت کی قرأت سے کون اکھاڑ رہا تھا؟ پھر آپ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کر دیا۔ اس حدیث کی سند میں حجاج ہے جس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

عن علي قال رجل للنبي صلى الله عليه و

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[2] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ
[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۶، " "
[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

سلم: اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانه یکفیك تفرد به غسان وهو ضعیف۔ [1]

شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے اس حدیث کی روایت میں غسان متفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن الشعبی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا قرأة خلف الامام هذا مرسل۔ [2]

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے نماز میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دار قطنی نے لکھا ہے کہ وہ حضرت علی کی مذکور الصدر حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: تکفیك قرأة الامام خافت او جهر عاصم لیس بالقوی۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نماز میں سرًا قرأت کرے یا جہرًا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

عن جابر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان له امام فقرأته له قرأة جابر ولیث ضعیفان۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

عن مختار بن عبد الله بن ابی لیلی عن ابیه قال: قال علی رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة۔ [5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

(امام دار قطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

عن عبد الله بن ابی لیلی قال: قال علی رضی الله عنه من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔ [6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی

(امام دار قطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "

[3] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "

[4] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۰، " "

[5] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " "

[6] " " " " ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۲، " "

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ[1] اور امام عبدالرزاق[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن المختار بن عبد الله ان عليا قال انما يقرأ خلف الامام من ليس على الفطرة۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام کے پیچھے وہ شخص قرأت کرتا ہے جو فطرت پر نہ ہو۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے۔)

عن ابی الدرداء قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم افی كل صلوة قرأة قال، نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فقال لی رسول الله صلى الله عليه وسلم و كنت اقرب القوم اليه "ما ارى الامام اذا ام القوم الا كفاهم" كذا قال وهو وهم من زيد بن الحباب والصواب فقال ابو الدرداء ما ارى الامام الا كفاهم۔[4]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! انصار کے ایک شخص نے کہا یہ قرأت واجب ہو گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مجھ سے فرمایا اور اس حالیکہ میں حضور کے سب سے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا میرا گمان صرف یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے، امام دارقطنی نے کہا کہ اس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد قرار دینا زید بن حباب کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صراحۃً مطابق ہے اور اگر یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور وہ صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔

اس حدیث کو امام نسائی[5] اور امام بیہقی[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراءته له قرأة ابو يحيى التميمی و محمد بن عباد ضعيفان۔[7]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو یحییٰ التمیمی اور محمد بن عباد

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳

[5] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، " " "

ضعیف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل جاء رجل الی عبد اللہ فقال اقرأ خلف الامام فقال لہ عبد اللہ ان فی الصلوٰۃ شغلا و سیکفیک ذالک الامام۔ [1]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا آیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا نہیں؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس سے کہا نماز میں صرف ایک مشغولیت ہے اور اس کے لیے تمہیں — امام کافی ہے۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[2] اور امام بیہقی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

عن سعد قال وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ [4]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے میں چاہتا ہوں اس کے منہ میں انگارے ہوں۔

عن زید بن ثابت قال لا قرأۃ خلف الامام۔ [5]

حضرت زید بن ثابت نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن نافع و انس بن سیرین بن سیرین قال قال عمر بن الخطاب تکفیک قرأۃ الامام۔ [6]

نافع اور انس بن سیرین بیان کرتے ہیں: کہ حضرت عمر نے کہا تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

قال الاسود لان اعض علی جمرۃ احب الی ان اقرأ خلف الامام۔ [7]

اسود نے کہا امام کے پیچھے قرأت کرنے سے انگارے چبانا میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام [8]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے۔

عن ابن ثوبان عن زید بن ثابت قال

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] " " " " " " " " " " " "

[6] " " " " " " " " " " " "

[7] " " " " " " " " " " " "

[8] " " " " " " " " " " " "

لا یقرأ خلف الامام ان جهر ولا ان خافت۔ [1]

امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے خواہ وہ جہراً قرأت کرے یا سراً۔

عن ابی بشر عن سعید بن جبیر قال سالته عن القرأة خلف الامام قال لیس خلف الامام قرأة۔ [2]

ابو بشر کہتے ہیں میں نے سعید بن جبیر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان له امام فقرأته له قرأة۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جس کا امام ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن القرأة خلف الامام قال و اخبرنی اشیاخنا ان علیا قال: من قرأ خلف الامام فلا صلوٰة له قال و اخبرنی موسی بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القرأة خلف الامام۔ [4]

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا انھوں نے کہا ہمارے شیوخ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ کہا کہ مجھ سے موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے۔

عن ابی اسحاق قال: کان اصحاب عبداللہ لا یقرءون خلف الامام۔ [5]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

عن عبید اللہ بن مقسم قال سالت جابر بن عبداللہ: تقرء خلف الامام فی الظهر و

عبید اللہ بن مقسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ ظہر

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، " " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۷، " " " " "

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۲۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[5] " " " " ، المصنف ج ۲ ص ۱۴۰، " " " " "

العصر شیئا فقال، لا۔[1]

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں!

قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتم بہ بھذا الخبر زاد و اذا قرء فانصتوا لیست بمحفوظۃ الوھم عندنا من ابی خالد۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا یہ زیادتی یعنی جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، محفوظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابوخالد کا وہم ہے۔

علامہ منذری لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابوخالد پر وہم اور تفرد کا اعتراض صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن حیان الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جس سے امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی متابعت ابوسعد محمد بن سعد انصاری اشہلی مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن محلان سے سنا ہے جس کی یحییٰ بن معین اور محمد بن عبداللہ مخرمی اور ابوعبدالرحمٰن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابوخالد احمر اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبدالحمید عن سلیمان التیمی از قتادہ ہے، امام دارقطنی نے کہا سلیمان تیمی کی قتادہ سے روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی مخالفت کرنا اس کے وہم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان تیمی کا قتادہ سے تفرد اس حدیث میں مضر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔[3]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن حطان بن عبداللہ الرقاشی بھذا الحدیث زاد فاذا قرء فانصتوا قال ابوداؤد قولہ وانصتوا لیس بمحفوظ لم یجئ بہ

حطان کی روایت میں یہ اضافہ ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابوداؤد نے کہا "تو خاموش رہو" یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان تیمی

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۴۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ زکی الدین ابومحمد منذری متوفی ۶۵۶ھ، مختصر ابوداؤد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

الاسلیمان التیمی فی ھذا الحدیث [1]

کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابوداؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔

امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

حدثنا اسحٰق بن ابراھیم عن سلیمان التیمی کل ھؤلاء عن قتادۃ فی ھذا الاسناد بمثلہ فی حدیث جریر عن سلیمان عن قتادۃ من الزیادۃ فاذا قرأ فانصتوا (الی قولہ) فقال لہ ابوبکر فحدیث ابوھریرۃ فقال ھو صحیح یعنی و اذا قرء فانصتوا فقال ھو عندی صحیح فقال لم لم تضعہ ھاھنا قال لیس کل شیء عندی صحیح وضعتہ ھاھنا انما وضعتہ ھاھنا ما اجمعوا علیہ۔ [2]

اسحٰق بن ابراہیم سلیمان تیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سلیمان تیمی سے انھوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو"۔ ابوبکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث "جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو" کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابوبکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے۔ اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابوہریرہ سے اس روایت میں ابوخالد متفرد ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ امام نسائی نے ابوخالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن مبارک حدثنا محمد بن سعد انصاری، قال حدثنی محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا

محمد بن سعد انصاری، محمد بن عجلان سے وہ زید بن اسلم سے وہ ابوصالح سے وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واذا قرء فانصتوا قال ابو عبد الرحمٰن کان المخرمی یقول ھو ثقۃ یعنی محمد بن سعد الانصاری [1]

تو اللہ اکبر کہو، اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ مخرمی کہتے تھے کہ محمد بن سعد انصاری ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام دار قطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمر سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہلی نے اس کی متابعت کی ہے، نیز انھوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہلی سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی توثیق کی ہے، ایک اور سند کے ساتھ انھوں نے اسماعیل بن ابان غنوی سے روایت کیا ہے اور اسماعیل کو ثقہ کہا ہے، نیز انھوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن ھارون الحضرمی ثنا محمد بن یحیی القطعی ثنا سالم بن نوح ثنا عمر بن عامر وسعید بن ابی عروبۃ عن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی قال: صلی بنا ابو موسی فقال ابو موسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمنا اذا صلی بنا قال: انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔

سالم بن نوح کہتے ہیں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ، قتادہ سے وہ یونس بن جبیر سے وہ حطان سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے کہ امام تو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام دار قطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن نوح قوی نہیں ہے لیکن انھوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔ [3]

بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد متابع ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا تفرد کہنا صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر اسانید سے بیان کیا ہے۔ [4]

امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا سعد الصاعانی محمد بن میسر حدثنا محمد بن عجلان

عبد اللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ محمد بن میسر سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

---

[1] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۶۱، " "

[3] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۳۱-۲۲۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۰، " "

عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ الحدیث۔ [1]

والد سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام احمد نے اس حدیث کو ابو خالد احمر کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
امام احمد نے اس حدیث کو سلیمان تیمی سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنا ابو ثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا جریر عن سلیمان التیمی عن قتادۃ عن ابی غلاب عن حطان بن عبد اللہ الرقاشی عن ابی موسی قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قمتم الی الصلوٰۃ فلیؤمکم احدکم و اذا قرء الامام فانصتوا۔ [3]

عبداللہ اپنے والد سے وہ علی بن عبداللہ سے وہ جریر سے وہ سلیمان تیمی سے وہ قتادہ سے وہ ابی غلاب سے وہ حطان بن عبداللہ الرقاشی سے وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک شخص امامت کرے اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل

حدیث نمبر ۸۲، میں ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورہ فاتحہ) تقسیم کر دی گئی ہے، جب میرا بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین" الحدیث۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز نہیں ہے ان کی یہ سب سے واضح دلیل ہے کیونکہ بالاجماع سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور آخری تین آیتوں میں بندہ کی دعا ہے اور درمیانی آیت بندہ اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کو شروع الحمد للہ رب العالمین سے کیا ہے اگر بسم اللہ سورہ فاتحہ کی جز ہوتی تو اس سے شروع کیا جاتا۔ پھر علامہ نووی نے اس دلیل کے حسب ذیل تین جوابات ذکر کیے ہیں:

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] " " " ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۲۰، " " " "
[3] " " " ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۱۵، " " " "

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کر دی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراد نہیں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔ یہ جواب مرجح لحکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب العلمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نماز یہاں ختم نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کاملہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

گویا بسم اللہ الرحمن الرحیم ناقص آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہو اور الحمد للہ رب العلمین پر ختم کرے۔ [1]

یہ جواب حدیث میں زیادتی کو مستلزم ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو میں کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مشروع ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نمازی سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث ہے، اور عبداللہ بن مغفل کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں نے ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا تم بھی نہ پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم مجمر نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھا رہا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاہین نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سراً (آہستہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محمل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھے جہراً نہ پڑھے، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے ہیں، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابوحنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور رہا بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

فرض نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورۂ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنا کی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ محمد بن سمعان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔ [2]

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نفلی نمازوں میں جائز کہا ہے، امام ابوحنیفہ ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہر سے بسم اللہ پڑھے اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابوثور، اور ابوعبید کے نزدیک بھی یہ

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ایک آیت ہے، آیا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورۂ نمل اور سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں، اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مغفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورہ فاتحہ کے جزء نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد الفوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ سورہ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید تواتر سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے، بہرحال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورہ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔ [1]

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سرّاً پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل | امام ابوحنیفہ کے نزدیک جہری

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اوّل میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابا بکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب العلمین کے ساتھ کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر و عمر و عثمان فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن لیا، الفوں نے مجھ سے کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے، تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے والد سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا۔

---

[1] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

فقل الحمد لله رب العلمين هذا حديث حسن والعمل عليه عند اكثر اهل العلم من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم منهم ابو بكر وعمر وعثمان وعلي [1]

انھوں نے کہا: میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا، سو تم نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا کرو جب تم نماز (شروع کرو تو) کہو الحمد للہ رب العلمین یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کا عمل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل سے، اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں، نیز آہستہ پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تعارض ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے، اور تیسرا اعتراض یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سعید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسانید کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس اخفاء سے متعلق صحیح اور صریح احادیث ہیں، نیز احناف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی ثابت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صورۃً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تیسرے

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳-۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پائے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دار قطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی روایت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ [1]

سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کا جز نہیں ہے

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نماز میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوتی تو آپ سورۃ سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مذکور ہے اس کو جہر سے پڑھنا واجب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نماز میں ثنا اور اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطیناک الکوثر نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہچانتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوتی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور حاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سورۂ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کا جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے، کہ حدیث بدء الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تین بار کہا پڑھیے پھر کہا اقرأ باسم ربك الذی خلق ،، اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہوتی تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اقرأ باسم ربك الذی خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارك الذی بیدہ الملك، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا

۱۳۴۸ھ

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۱۔۲۹۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

ہے اور حاکم نے مستدرک میں اگر بسم اللہ ہر سورۃ کے اوّل میں ہوتی تو آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملک فرماتے۔ [1]

بَابُ نَهْيِ الْمَأْمُومِ عَنْ جَهْرِهِ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامِهِ

امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت

۷۹۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ خَلْفِي بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کس نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی، سبح اسم ربک الاعلیٰ، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرأت کو الجھا رہا ہے۔

۷۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَارَةَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيُّكُمْ قَرَأَ أَوْ أَيُّكُمُ الْقَارِئُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ ظَنَنْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے قرأت کی یا کون قرأت کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں"، آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرأت میں خلل ڈال رہا ہے۔

۷۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قتادہ اس سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَنِيهَا۔

ظہر کی نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قرأتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور ایک دوسرے کو کھینچ رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے سکتے کے درمیان پڑھ سکتا ہے تو بہتر ورنہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے ممانعت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قرأتیں جمع اور متداخل ہونے سے امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھا جائے تو یہ علت پھر بھی موجود ہے، اور وہ جو سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو، یہ حدیث اول تو قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، ثانیاً یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابوداؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔

نیز علامہ خطابی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انھوں نے امام کے پیچھے قرأت کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے اس میں تین قول ہیں:

۱۔ مکحول، اوزاعی، امام شافعی اور ابوثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔

۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرے اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

۳۔ سفیان ثوری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا جہری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے انھوں نے اس پر عبداللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ [2]

یہ علامہ خطابی کا بے جا تعصب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانۂ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[2] " " " " ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، " "

کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور نے اس کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علامہ نووی کا یہ سمجھنا کہ نمازیں صحابہ بالعموم حضور کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھا ہے۔ تو صرف ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نمازوں (جس میں امام آہستہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نمازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا، کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں خلل کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سننا اصل کتاب سے فرض ہے۔

بَابُ ۱۵۲ حُجَّةِ مَنْ قَالَ لَا يُجْهَرُ بِالْبَسْمَلَةِ

بسم اللہ کو سرًا پڑھنے والوں کے دلائل

۷۹۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۷۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَمْ نَحْنُ سَأَلْنَاهُ عَنْهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ حضرت انس نے بھی فرمایا تھا۔

۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ عَبْدَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى الْأَوْزَاعِيِّ يُخْبِرُهُ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَكَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سبحانک اللھم وبحمدک تبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک ۔ بلند آواز سے پڑھتے تھے ۔۔۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی، یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرأت کے اول

بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ أَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ آخِرِهَا۔

میں پڑھتے تھے اور نہ آخر میں۔

۷۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ إِسْحَاقُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ ذٰلِكَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

امام ابوحنیفہ کا مسلک

ہے کہ سورۂ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے، ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جہری نمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا احناف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ بعض فقہاء احناف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب لکھا ہے ان احادیث میں فقہاء احناف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

امام مالک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ سری ہو یا جہری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نفل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جز ہے، تاہم ان کا مذہب ہے کہ بسم اللہ کو جہری نمازوں میں آہستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اور اس کو جہری نمازوں میں بلند آواز اور سری نمازوں میں آہستہ پڑھنا فرض ہے، اگر بسم اللہ نہ پڑھی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

باب ۱۵۳ حُجَّةِ مَنْ قَالَ الْبَسْمَلَةُ آيَةٌ مِّنْ أَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ سِوٰى بَرَاءَةٍ

جن لوگوں کے نزدیک سورۃ توبہ کے سوا بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل

۷۹۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْمُخْتَارُ ابْنُ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ أَظْهُرِنَا إِذَا أَغْفَى إِغْفَاءَةً ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مُتَبَسِّمًا فَقُلْنَا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَزَلَتْ عَلَيَّ آنِفًا سُورَةٌ فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْكَوْثَرُ فَقُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ خَيْرٌ كَثِيرٌ وَهُوَ حَوْضٌ تَرِدُ عَلَيْهِ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ آنِيَتُهُ عَدَدُ النُّجُومِ فَيُخْتَلَجُ الْعَبْدُ مِنْهُمْ فَأَقُولُ رَبِّ إِنَّهُ مِنْ أُمَّتِي فَيَقُولُ مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثَتْ بَعْدَكَ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ مَا أَحْدَثَ بَعْدَكَ۔

۷۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَغْفَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِغْفَاءَةً بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ نَهْرٌ وَعَدَنِيهِ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ عَلَيْهِ حَوْضٌ وَلَمْ يَذْكُرْ آنِيَتَهُ عَدَدُ النُّجُومِ۔

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ آگئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کس وجہ سے مسکرا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ پھر آپ نے فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا کوثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض کوثر سے ہٹایا جائے گا میں کہوں گا اے میرے رب یہ میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا تم (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے تمہارے بعد نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی، امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔

ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جزء نہ ہونے کے دلائل | رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس سورۃ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اقرأ باسم ربك الذی خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نمازوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جہراً تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ تبارك الذی بیدہ الملك ہے اگر ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تبارك الذی بیدہ الملك۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ علی التعیین کسی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا فصل اور امتیاز کے لیے تھا، یا تیمناً تھا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اونگھ آگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑی دیر کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔

حوض کوثر، اس کے برتنوں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور مرتد لوگوں کا لوٹا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امور غیب میں سے ہیں، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ بتاتے تو ہم کو پتا نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امور غیبیہ کی جزئیات میں فرق ہے، عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امور غیبیہ کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطاء الٰہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلع ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے متبادر علم ذاتی ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علم مافی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکلا محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق بولا جائے مخصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کردی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

بَابُ ۱۵۴ وَضْعِ يَدِهِ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ فَوْقَ سُرَّتِهِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى الْأَرْضِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ

سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَحَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ وَائِلٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ وَمَوْلًى لَهُمْ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيهِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ وَصَفَ هَمَّامٌ حِيَالَ أُذُنَيْهِ ثُمَّ الْتَحَفَ بِثَوْبِهِ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ أَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنَ الثَّوْبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے بالمقابل ہاتھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے میں لپیٹ لیے، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھا پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رفع یدین کرتے پھر رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرتے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا فرض میں مکروہ ہے، نفل میں جائز ہے۔ [2]

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷۔۴۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۱۳۳۸ھ

[2] علامہ ابوالولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۹۰ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ ناف کے نیچے باندھے۔

۳۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے پہنچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگل سے حلقہ بنالے۔ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔

۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔ [1]

امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن وائل انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ ثم وضعہا علی صدرہ۔ [2]

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا۔

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کردی تھیں اور وہ محض اپنے حافظہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطاء تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابوحاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی نے اس قسم کی دو تین احادیث اور بیان کیں، لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احناف کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن حزم روینا عن ابی ہریرۃ قال وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار وتاخیر السحور ووضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔ [3]

ابن حزم نے حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری کرنا، اور نماز میں ناف

---

[1] علامہ عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ متوفی ۶۲۱ھ نے منتقی الاخبار میں (مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے) یہ حدیث روایت کی ہے:

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

یہ احادیث جن میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے، امام مالک پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ فرائض میں ہاتھ باندھنے کے قائل نہیں ہیں، اور امام شافعی پر اس لیے حجت ہیں کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، جب کہ معتبر احادیث سے ثابت ہے کہ ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں۔

نوٹ:۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ابوداؤد کے صرف ابن اعرابی کے نسخہ میں ہے۔ ابوداؤد کے موجودہ نسخوں کے حاشیہ پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر زیادہ مفصل اور مدلل گفتگو ہم نے باب نمبر ۱۴۸ میں کی ہے۔

بَابُ التَّشَهُّدِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں تشہد کا بیان

۸۰۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَقُولُ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا قَعَدَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ فَإِذَا قَالَهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور السلام علی اللہ، السلام علی فلاں کہتے، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بذات خود سلام ہے جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں بیٹھے تو یوں کہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ۔ پس نمازی جب یہ کلمہ (علی عباد اللہ الصالحین) کہے گا تو اس کا سلام ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا، خواہ وہ زمین میں ہو یا آسمان میں (پھر کہے) أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

تشہد کا ترجمہ: تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ

---

[1] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر مصر ۱۳۹۸ھ

کے لیے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ ——— بلاشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ يَتَخَيَّرُ فِي مَسْئَلَةٍ مَا شَاءَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی مثل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

۸۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا الْحُسَيْنُ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ أَوْ مَا أَحَبَّ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا ذکر ہے۔

۸۰۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذَا جَلَسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَنْصُورٍ وَقَالَ ثُمَّ لِيَتَخَيَّرْ بَعْدُ مِنَ الدُّعَاءِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشہد میں بیٹھتے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثال بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَخْبَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ كَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ كَمَا يُعَلِّمُنِي السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ فَأَتَمَّ التَّشَهُّدَ بِمِثْلِ مَا اقْتَصَّا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری ہتھیلی آپ کی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے دی جیسے آپ مجھے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے، اس کے بعد انھوں نے تشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا جیسا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہو چکا ہے۔

۸۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد کی اس طرح

نَا لَيْثٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فَكَانَ يَقُوْلُ التَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْاٰنَ۔

تعلیم دیتے تھے، جس طرح ہمیں قرآن کریم کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ

۸۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھلاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھلاتے ہوں۔

۸۰۸۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ صَلٰوةً فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اُقِرَّتِ الصَّلٰوةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكٰوةِ فَلَمَّا قَضٰى اَبُوْ مُوْسَى الصَّلٰوةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمُ الْقَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَا حِطَّانُ قُلْتَهَا قَالَ مَا قُلْتُهَا وَلَقَدْ رَهِبْتُ اَنْ يَّبْكَعَنِيْ بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا قُلْتُهَا وَلَمْ اُرِدْ بِهَا اِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى مَا تَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلٰوتِكُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حطان بن عبداللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی۔ سب خاموش رہے انھوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت ابوموسیٰ نے مجھ سے کہا اے حطان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا میں نے نہیں کہا، تجھے تو آپ کا ڈر تھا پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلے اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلٰوتَنَا قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ فَأَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِبْكُمُ اللّٰهُ فَإِذَا كَبَّرَ وَرَكَعَ فَكَبِّرُوا وَارْكَعُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَرْكَعُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللّٰهُ لَكُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوا وَاسْجُدُوا فَإِنَّ الْإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتِلْكَ بِتِلْكَ وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلِ أَحَدِكُمُ التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلادیا، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائیگا پھر جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا ولک الحمد کہو، اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا ہے اور تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحیات الطیبات الصلوات للہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

۸۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ كُلُّهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنْ

امام مسلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قتادہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور ابو عوانہ کے علاوہ اور کسی سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں ابو بکر نے

سُلَيْمٰنَ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ إِلَّا فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كَامِلٍ وَحْدَهٗ عَنْ أَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ أَبُوْ إِسْحٰقَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ ابْنُ أُخْتِ أَبِي النَّضْرِ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَقَالَ مُسْلِمٌ تُرِيْدُ أَحْفَظَ مِنْ سُلَيْمَانَ فَقَالَ لَهٗ أَبُوْ بَكْرٍ فَحَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ هُوَ صَحِيْحٌ يَعْنِيْ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوْا فَقَالَ هُوَ عِنْدِيْ صَحِيْحٌ فَقَالَ لِمَ لَمْ تَضَعْهُ هٰهُنَا فَقَالَ لَيْسَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدِيْ صَحِيْحٍ وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُهٗ هٰهُنَا مَا أَجْمَعُوْا عَلَيْهِ۔

امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سلیمان (اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تبہیں اور کون حافظ ملے گا، ابو بکر نے پوچھا کہ پھر ابو ہریرہ کی روایت کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

۸۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَضٰى عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ یہ حدیث بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کر دیا۔

تشہد میں مذاہب ائمہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد اول سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اول تشہد واجب اور ثانی تشہد فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات زائد ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت کو پڑھنا افضل ہے (نووی علی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ مع تغیر)

سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام جب السلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام عرض کرنے کی تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تلقین کی کہ

نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علماء دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصداً سلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ یہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

(اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کر کے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔)

علماء دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نمازی کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو دور سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیک ایھا النبی کہا جائے تو انشاءً اور قصداً سلام نہ کرے بلکہ شب معراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ السلام علیک کہے یا السلام علی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے۔ سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جماعت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سنو کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیغہ بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی مصلحت کو یہ ہوگا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب بھی حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔ [1]

اس عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے یکساں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سماع کا عقیدہ رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کسی بھی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزیہ طبرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان فلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی الحدیث [2]

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں ہو، صحابہ نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۸۹، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

کے بعد بھی ہے۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

وکذلک العبد اذا واظب علی الطاعات بلغ ذلک النور المقام الذی یقول اللہ کنت لہ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللہ سمعا کان سمع القریب والبعید واذا صار ذلک النور بصرا کان بصر القریب والبعید واذا صار ذلک النور یدا کان قدرۃ علی التصرف فی الصعب والسھل والبعید والقریب [1]

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہو جاتا ہوں اور جب اللہ تعالیٰ کا نور اس کے کان ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں سنتا ہے۔ اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہے تو وہ قریب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ مشکل اور آسان، قریب اور بعید کے تصرف پر یکساں قادر ہو جاتا ہے۔

امام رازی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کو امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قال من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا الحدیث [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعہ میرا سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ (چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

---

[1] اس حدیث کی سند پر شیخ اشرف علی تھانوی نے بوادر نوادر ص ۲۷۳ پر جرح کی ہے جس کا مکمل مسکت جواب فکر بالخیر حصہ دوم ص ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

[1] امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوعبداللہ البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فانه اذا صرح للشجرة ان ينادى فيها بانى انا الله فما بال المتقرب ان لا يكون الله سمعه وبصره كيف وابن آدم الذى خلق على صورة الرحمان ليس بادون من شجرة موسى عليه الصلوٰة والسلام۔ [1]

جب درخت سے انی انا اللہ (میں اللہ ہوں) کی آواز آسکتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے قرب الٰہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکر اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں اور کان نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے درخت سے کم نہیں ہے۔

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ انور شاہ کاشمیری نے کی ہے اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گذاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبان خدا کے قریب و بعید سے سننے کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار کرتا ہے، اور جب عام محبوبان حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجیے جو سید المرسلین ہیں، باعث ایجاد عالم ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سردار ہیں وما فتدانی فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مقام پہ فائز ہیں ان کے قرب خداوندی کا کیا عالم ہوگا۔ حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفات خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہٰذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس لیے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دور سے صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے۔

خود شیخ رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ خود آپ کو معلوم ہے کہ ندائے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا، یا باذنہ تعالیٰ ان کو انکشاف ہو جاوے گا۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم صفات اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت سے سنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں تھی کہ نمازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے السلام علیک ایہا النبی

---

[1] شیخ محمد انور کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۴۲۹، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

[2] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

پڑھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلام کو سنتے ہیں، رہی بحث اس میں کہ حضور کی خدمت میں یہ سلام انشاءً اور قصداً عرض کرے یا بطور حکایت معراج کے جیسا کہ علماء دیوبند کا مسلک ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کتاب، سنت اور جمہور فقہاء اسلام اور عقل صحیح سے جو بات ثابت ہے۔ وہ یہی ہے کہ نماز میں انشاءً اور قصداً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے۔ حکایت معراج کا قصد نہ کرے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (احزاب ۵۶)

"اے ایمان والو! نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔

اس آیت میں دیگر احکام کی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قصداً سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، صلوٰۃ وسلام کو نقل اور حکایت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین فانہا اصابت کل عبد للہ صالح فی السماء والارض الحدیث۔[1]

نمازی کہے التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، جب نمازی سلام کے یہ کلمات کہے گا تو اس کا سلام آسمان اور زمین کے ہر صالح بندہ کو پہنچ جائے گا۔

اور سلام ہر صالح بندہ کو — اس وقت پہنچے گا جب وہ قصداً سلام پیش کرے گا نہ کہ نقل اور حکایت کی صورت میں، اور جب ہر صالح بندہ کو سلام پہنچے گا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جو سید الصالحین ہیں ان کو سلام کیونکر نہیں پہنچے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام اس وقت پہنچے گا جب سلام عرض کرتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی نیت سے قصداً و انشاءً سلام عرض کرے گا۔ قرآن اور حدیث سے استدلال کے بعد آیئے اب فقہاء اسلام کے اقوال ملاحظہ کریں:

امام غزالی شافعی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

واحضر فی قلبک النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2]

"اپنے دل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور لاکر عرض کرو سلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

علامہ حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

ویقصد بالفاظ التشھد معانیھا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی نبیہ وعلی نفسہ لا اخبارا عن

تشہد پڑھتے وقت ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا تحفہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت

ذٰلك [1]

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ صلی اللہ علیہ وسلم و من ربہ سبحانہ [2]

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصد نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فیقصد المصلی انشاء ھذہ الالفاظ مرادۃ لہ قاصدۃ معناہا الموضوعۃ لہ من عندہ کانہ یحیی اللہ سبحانہ تعالیٰ و یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3]

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حکایۃ سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [4]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

و لابد من ان یقصد بالفاظ التشہد معانیہا التی وضعت لہا من عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی النبی [5]

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

و انما ذکرنا بعض معانی التشہد لما ان المصلی یقصد بہذہ الالفاظ معانیہا مرادۃ لہ علی

ہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

[2] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ

[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۱ ص ۷۳ (مصری)

وجه الانشاء كما صرح به المجتبى بقوله ولا بد من ان يقصد بالفاظ التشهد معناها التي وضعت لها من عنده كانه يحيي الله ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم ۔[1]

معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان کیا ہے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارع المصلي بالصلوٰة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد لينبه الغافلين في جلوسهم بين يدي الله عز وجل على شهود نبيهم في تلك الحضرة فانه لا يفارق حضرة الله ابدا فيخاطبونه ـــــ بالسلام مشافهة ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی غفلت سے اللہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس بارگاہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصداً صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اہل عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول في حريم الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا على ان ذلك بواسطة بني الرحمة وبركة متابعته فاذا التفتوا فاذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته ۔[3]

نمازیوں نے جب عبادات کے تحفے پیش کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو انھیں بارگاہ الوہیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحمت، برکت اور آپ کی پیروی سے ملا ہے جب وہ اس تنبیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر سلام عرض کیا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] عارف علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۹ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جزء ۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بمصر، ۱۳۴۸ھ

تشہد کی بحث میں بعینہٖ یہی عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، نے فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۸ پر، علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷، ص ۳۲۹ پر، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم ج ۲ ص ۳۳ پر بیان کی ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

و قال بعض العارفین ان ذلک سر بان الحقیقۃ المحمدیۃ فی ذرائر الموجودات: افراد الکائنات کلھا فھو صلی اللہ علیہ وسلم موجود وحاضر فی ذوات المصلین وحاضر عندھم فینبغی للمؤمن ان لا یغفل عن ھذا الشھود عند ھذا الخطاب لینال من انوار القلب و یفوز باسرار المعرفۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم۔[1]

"بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس وجہ سے عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے ذرہ ذرہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں، تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کر لیں، اے اللہ کے رسول آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو!"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۴، اور مدارج النبوت ج ۱ ص ۳۳۶ (مطبع نوریہ رضویہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ غیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی مسلک الختام شرح بلوغ المرام (ج ۱ ص ۴۵۹) میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحی کے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم سے ہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر موجود میں جلوہ گر ہے، اور ہر بندہ کے باطن میں موجود ہے، یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اس طرح خطاب کا ماحول سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے، بعض صوفیاء نے فرمایا ہے بندہ جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرم الٰہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی بصیرت روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[2]

نمازی تشہد میں السلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے، اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں، اب ہم قارئین کے

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ لاہور

[2] مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ، نور الایمان ص ۷۲، مطبوعہ ہند

کے سامنے اس حقیقت کو عقلی دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔

جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تکبیر اور وربك فكبر (مدثر) "اپنے رب کی تکبیر کرو" کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو فاقرؤا ما تیسر من القرآن (مزمل:۲۰) "قرآن پڑھو" کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تکبیر کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع وسجود میں فسبح باسم ربك العظیم (واقعہ:۷۴) "اپنے رب کی تسبیح بیان کرو" اور سبح اسم ربك الاعلیٰ "اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کرو" کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ (ابراہیم:۴۰) تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے۔ تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ غور فرمائیے تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے مقتدیوں کو سلام کا قصد کرتا ہے، کس قدر رنج والم کا مقام ہے، جن لوگوں سے دنیاوی وظیفہ ملتا ہے انہیں سلام کرنا ہو تو قصداً اور ارادۃً سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو نقلاً وحکایۃً سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دور ونزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام یکساں سنتے ہیں، نعرہ رسالت "یا رسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

باب ۱۵۶ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد التشہد

تشہد کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان

۸۱۱۔ حدثنا یحیی بن یحیی التمیمی قال قرأت علی مالك عن محمد بن عجلان المعجمی ان محمد بن عبد اللہ بن زید الانصاری وعبد اللہ بن زید هو الذی کان اری النداء

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

بِالصَّلٰوةِ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِیْ مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهٗ بَشِیْرُ بْنُ سَعْدٍ اَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی تَمَنَّیْنَا اَنَّهٗ لَمْ یَسْئَلْهُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ ـــــــــ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الْعٰلَمِیْنَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ عَلِمْتُمْ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (اور درود شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر درود پڑھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:

اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی اٰل ابراھیم وبارك علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی اٰل ابراھیم فی العلمین انك حمید مجید۔

ترجمہ: "اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگ ہے اور سلام پڑھو جس طرح تمہیں معلوم ہے۔

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰی قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ اَلَا اُهْدِیْ لَكَ هَدِیَّةً خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا قَدْ عَرَفْنَا كَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ فَكَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْكَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم نے عرض کیا ہمیں معلوم ہو گیا کہ (نماز میں) آپ پر سلام کس طرح پڑھیں، آپ ہی بتلائیے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھا کریں آپ نے فرمایا یوں کہو اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید ۰ اللھم بارك علی محمد وعلی اٰل محمد کما بارکت علی ابراھیم انك حمید مجید ۰

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا نَا وَكِیْعٌ عَنْ شُعْبَةَ وَمِسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ مِسْعَرٍ اَلَا اُهْدِیْ لَكَ هَدِیَّةً۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنِ الْأَعْمَشِ وَعَنْ مِسْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَلَمْ يَقُلِ اللّٰهُمَّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللھم کا لفظ نہیں ہے وبارک علی محمد ہے۔

۸۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا رَوْحٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ نُصَلِّي عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا یوں کہو: اللھم صل علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی ال ابراھیم وبارک علی محمد وعلی ازواجہ وذریتہ کما بارکت علی ال ابراھیم انک حمید مجید۔

"اے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی بے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔"

۸۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تشہد اخیر کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے، شعبی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود)

کیسے پڑھیں آپ نے فرمایا پڑھو اللھم صل علی محمد الخ اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد الخ یہ زیادتی صحیح ہے، اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو حاتم بن حبان اور امام حاکم ابو عبداللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت فضالہ بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا، اس نے نماز پڑھی، نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثنا سے ابتداء کرے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور جو چاہے دعا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصداق کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جمیع امت ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم یہ پڑھ لو، یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو گئی، اور اگر تم کھڑے ہونا چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کرخی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے، اور امام طحاوی نے کہا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ [2]

علامہ مرغینانی نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۹، طبع مجتبائی پاکستان اور سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۷۵ طبع ملتان میں ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشنیع کی ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انھوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے، علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۴، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام کا علامہ خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔

علامہ خطابی لکھتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے، اور آپ کا یہ ارشاد تم پڑھو: اللھم صل علی محمد یہ دوسرا امر ہے، جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب: ۵۶) اے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ وسلام پڑھو۔

اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔[1]

تشہد کے متعلق علامہ خطابی کا احناف کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، احناف کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد — بیٹھنا فرض ہے۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو وجوب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے وجوب کے لیے نہیں ہے اور اس پر قرینہ سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور سنن بیہقی کی یہ حدیث ہے، آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور علامہ خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ عمر میں ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام طحاوی نے کہا جب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر وجوب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صلوٰۃ (درود شریف) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

---

[1] الامام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطاب خطابی شافعی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۴۵۵-۴۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نماز کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراھیم، ۴۰)

اے اللہ! میری، میرے ماں باپ کی اور تمام مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آفتاب کی طرح روشن ہے، لہٰذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جو ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہٰذا از روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہونا قرار پائی اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہونا لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اس لیے صلاۃ کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بہ شمول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس قدر انبیاء علیہ السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مشبہ) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد ہے جو غیر نبی ہیں۔ دوسری جانب (مشبہ بہ) میں حضور کے ساتھ متعدد انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے مجموعہ پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ لفظ کما میں کاف تشبیہ کے لیے نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا اے اللہ سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر صلاۃ نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلاۃ نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جس کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نمازی جب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا پڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، علیٰ ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کی بے شمار رحمتوں کا ذکر ہے۔

درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود ابراہیمی نماز کے ساتھ خاص ہے یعنی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے، نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جا سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتی جلس بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و نحن عندہ فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اما السلام فقد عرفناہ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوٰتنا صلی اللہ علیک قال فصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احببنا ان الرجل لم یسئلہ فقال اذا انتم صلیتم فقولوا اللھم صل علی محمد الحدیث۔ [1]

ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ السلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا ہے اب فرمایئے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یوں پڑھنا: اللھم صل علی محمد الخ

درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان

علامہ شامی لکھتے ہیں:

نماز کے درود میں بھی "محمد" سے پہلے سیدنا کہنا افضل ہے۔ علامہ حصکفی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل بھی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں ہے مجھے سردار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہد میں زیادتی کی یا کمی کی تو یہ مکروہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ تشہد میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہد میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔ [2]

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حسب ذیل مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو۔ ۲۔ ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت۔ ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ صفا پر۔

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

۸۔ مردہ پر۔ ۹۔ جمعہ کے خطبہ اور دیگر خطبات میں۔ ۱۰۔ اذان کے بعد۔ ۱۱۔ اقامت سے پہلے۔ ۱۲۔ دعا کے اوّل وسط اور آخر میں۔ ۱۳۔ دعاء قنوت کے بعد۔ ۱۴۔ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد۔ ۱۵۔ ملنے اور جدا ہونے کے وقت۔ ۱۶۔ وضو کے وقت۔ ۱۷۔ وعظ کے وقت۔ ۱۸۔ اشاعت علوم دینیہ کے وقت۔ ۱۹۔ حدیث پڑھنے کے اوّل اور آخر میں۔ ۲۰۔ سوال اور فتویٰ لکھتے وقت۔ ۲۱۔ تصنیف کے وقت۔ ۲۲۔ تدریس کے وقت۔ ۲۳۔ منگنی کے وقت۔ ۲۴۔ پیغامات میں۔ ۲۵۔ تمام اہم کاموں کے وقت۔ ۲۶۔ مکرر الٰہی کے وقت۔ ۲۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام سنتے وقت۔ ۲۸۔ آپ کا اسم مبارک لکھتے وقت۔ یہ ان کے اعتبار سے ہے جن کے نزدیک آپ کا نام سن کر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ [1]

جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔

سات مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے: ۱۔ جماع کے وقت۔ ۲۔ قضاء حاجت کے وقت۔ ۳۔ سوتے کو شہرت دیتے وقت۔ ۴۔ ذبح کے وقت۔ ۵۔ چھینک لیتے وقت۔ ۶۔ تعجب کے وقت۔ ۷۔ گرتے وقت، ان کے علاوہ علماء نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید کی قرأت کرتے وقت یا سنتے وقت اگر آپ کا نام ذکر کرے یا سنے یا خطبہ کے دوران بھی درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس وقت خاموش رہنا اور سننا واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے قرآن پڑھتے وقت آپ کا نام سنا تو اس پر درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے قرأت سے فارغ ہونے کے بعد درود شریف پڑھا تو مستحسن ہے۔ اگر کوئی شخص قرآن مجید پڑھتے وقت آپ کے اسم مبارک سے گذرا، یعنی دوران تلاوت میں آپ کا نام آیا تو اس وقت آپ پر درود شریف پڑھنے سے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف کو اس کی نظم اور ترتیب کے مطابق پڑھتا رہے، اگر اس نے قرأت سے فراغت کے بعد آپ پر درود شریف پڑھا تو افضل ہے ورنہ اس سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ [2]

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی توجیہ

علامہ فاسی نے دلائل الخیرات کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ شاطبی نے شرح الالفیہ میں کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا قطعی طور پر مقبول ہے اور جب کوئی شخص درود شریف کے ساتھ کوئی دعا مانگے گا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قبول کی جائے گی، شیخ سنوسی وغیرہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس بات کی کوئی سند نہیں ہے، انھوں نے کہا اگرچہ درود شریف کی مقبولیت کی قطعیت نہیں لیکن یہ قوی امید اور غلبہ ظن سے خالی نہیں ہے، دلائل الخیرات کی فصل اوّل میں ہے ابو سلیمان دارانی نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے سوال کا ارادہ کرے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت درود شریف پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرے اور اخیر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ " " " " ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۴، " " " "

کیونکہ اللہ تعالیٰ اول، آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرمادے، نیز علامہ فاسی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کے قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ ابو طالب مکی اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کلمہ شہادت رد کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لیے سلف کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہٖ منظور فرمالیتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے، اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد مومنین پر احسان فرمایا اور انھیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ شرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہٗ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستغنی ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہٗ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائماً رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے گا باقی رہا ثواب تو وہ اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا، ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ [1]

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی؟

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۶-۴۸۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے ذریعے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابو العباس المبرد اور ابو بکر بن العربی اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اس کے برعکس باقی دعاؤں سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ قشیری اور قرطبی کا نظریہ، یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، بہر حال ہر تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الا یہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام لیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللھم صل علی ابی بکر یا اللھم صل علی عمر۔ البتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جا سکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللھم صل علی محمد وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ۔ جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابو اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی ال ابی اوفی اور یہ قرآن مجید کی اس آیت کے موافق ہے:

ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ — وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔

(احزاب: ۴۳)

اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق توقیف اور سلف صالحین کے استعمال سے ہے اور ان سے یہ استعمال منقول نہیں ہے، بلکہ انھوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے، اللہ سبحانہ، اللہ عزوجل، اللہ تبارک وتعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا نبی عزوجل، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی عزیز و جلیل ہیں، اور سورۂ احزاب کی آیت اور حضرت ابو اوفی کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تعظیم اور توقیر نہیں ہے جو انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ میں ہوتی ہے، آل، اصحاب، ازواج اور ذریت پر بالتبع صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۸۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جوینی نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام، سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مردوں کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر بالاستقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں صحیح بخاری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتہم قال اللھم صل علی آل فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللھم صل علی آل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلاں پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

• امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ کہی جائے، لہٰذا یہ نہ کہا جائے اللھم صل علی آل ابی بکر وغیرہ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو جو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔[2]

غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق

علامہ نووی نے علامہ جوینی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ غائب کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابو بکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما یا عائشۃ ھذا جبرائیل یقرئک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اللہ وبرکاتہ، ترى مالا ترى [1]

کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[2]، امام ترمذی[3]، امام احمد[4] اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن اسامۃ بن زید قال ارسلت بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی قبض فائتنا فارسل یقرئ السلام ـــ الحدیث [6]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ ان کا صاحبزادہ فوت ہو گیا، آپ تشریف لائیں، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہلوایا۔

اور امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن غالب قال انا لجلوس بباب الحسن اذ جاءہ رجل فقال حدثنی ابی عن جدی قال بعثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایتہ فاقرأہ السلام قال فاتیتہ فقلت ان ابی یقرئک السلام فقال علیک وعلی ابیک السلام۔ [7]

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور کو سلام پیش کرو، انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر سلام ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی قاصد یا خط کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۴-۹۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

نیز لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ فلاں شخص تم کو سلام کہتا ہے تو اس پر علی الفور جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیك وعلیه السلام علامہ نووی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر ابوبکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث کی تشریح میں بحث کی ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

بَابُ ۱۵۷ التَّسْمِيعِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّامِينِ

سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد اور آمین کا بیان

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُمَيٍّ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آمِينَ۔

۸۲۰۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ شِهَابٍ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۲۱۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَأَنَّ أَبَا يُونُسَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ آمِينَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو (نمازی کے) پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۸۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی کی مثل حدیث مروی ہے۔

۸۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقَالَ مَنْ خَلْفَهُ آمِينَ فَوَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پیچھے مقتدی آمین کہیں اور آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں کے موافق ہو جائے تو نمازی کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کوفیین اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر نہ کہی جائے اور اکثرین کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔[1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ منفرد امام اور مقتدی سری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امروں پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، تاکہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ ابی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ غور و فکر کر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہہ سکے گا۔[2]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہٰذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۶۷-۱۶۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کی آمین کے وقت آمین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بلند آواز سے آمین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انھوں نے جو آمین کے دعا ہونے سے آہستہ آمین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہد کے بعد کی دعا تشہد کے تابع ہے اور تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آمین قرأت کے تابع ہے، لہٰذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آمین بھی جہراً کہی جائے گی۔[1]

آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جب امام ولا الضالین کہے تو امام بھی آمین کہے اور مقتدی بھی۔ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آمین نہ کہے کیونکہ (صحاح ستہ کی) حدیث میں ہے "جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہو" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دی ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آمین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آمین کہتا ہے" اور آمین آہستہ کہیں، (کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللھم، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور آمین[2] (کتاب الآثار لامام محمد ص ۱۶ طبع ادارۃ القرآن کراچی)، نیز آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد طیالسی اور امام ابو یعلی نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دار قطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آمین اور آمین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آمین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آمین کہتے تو صف اول میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے شیخین کی شرط پر مستدرک میں

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اخرین ص ۸۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علقمہ بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے پست آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ خطا کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی خطا محال نا خود خطا ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقمہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقمہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دار قطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور پست آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابوہریرہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن معین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کے عم زاد عبداللہ سے روایت کرتا ہے اور عبداللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبداللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے حاکم کا یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دار قطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص: ۱۶) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سبحانک اللھم، آمین اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سبحانک اللھم کی جگہ ربنا لک الحمد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا میں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا دعا تشہد سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

آمین بالسر پر دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲-۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا امن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام آمین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے اور فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اس وقت ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قرأ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال آمین وخفض بها صوته ۔ [2]

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آہستہ آمین کہی۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراهیم قال: اربع یخافت بهن الامام، سبحانك اللهم وبحمدك والتعوذ من الشیطن وبسم الله الرحمن الرحیم، وامین قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنیفة [3] ۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانك اللهم۔ اعوذ بالله من الشیطن الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم اور آمین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

باب ۱۵۸ ائتمام المأموم بالإمام

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

۸۲۵۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ وَأَبُوبَکْرِ بْنُ أَبِی شَیْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُوکُرَیْبٍ جَمِیعًا عَنْ سُفْیَانَ قَالَ أَبُوبَکْرٍ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُولُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب زخمی ہوگئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُودُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى بِنَا قَاعِدًا فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا أَجْمَعُونَ۔

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو ربنا ولک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلّٰى لَنَا قَاعِدًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

۸۲۷۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُرِعَ عَنْ فَرَسٍ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَزَادَ فَإِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصُرِعَ عَنْهُ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَفِيهِ إِذَا صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار ہوئے، آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ مِنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَ شِقُّهُ الْأَيْمَنُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَيْسَ فِيهِ زِيَادَةُ يُونُسَ وَمَالِكٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔

۸۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَعُوْدُوْنَهٗ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَصَلُّوْا بِصَلَاتِهٖ قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنِ اجْلِسُوْا فَجَلَسُوْا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوْا وَاِذَا صَلّٰى جَالِسًا فَصَلُّوْا جُلُوْسًا۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۸۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ قَالَ اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَآءَهٗ وَهُوَ قَاعِدٌ وَاَبُوْ بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ تَكْبِيْرَهٗ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا فَرَاٰنَا قِيَامًا فَاَشَارَ اِلَيْنَا فَقَعَدْنَا فَصَلَّيْنَا بِصَلٰوتِهٖ قُعُوْدًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اِنْ كِدْتُّمْ اٰنِفًا تَفْعَلُوْنَ فَارِسَ وَالرُّوْمَ يَقُوْمُوْنَ عَلٰى مُلُوْكِهِمْ وَهُمْ قُعُوْدٌ فَلَا تَفْعَلُوْا ائْتَمُّوْا بِاَئِمَّتِكُمْ اِنْ صَلّٰى قَائِمًا فَصَلُّوْا قِيَامًا وَاِنْ صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی اقتداء میں نماز اس حال میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابوبکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سنا رہے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ہمیں کھڑے دیکھ کر، ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، ہم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم فارسیوں اور رومیوں کا فعل کر رہے تھے، ان کے سردار بیٹھے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے اماموں کی اقتداء کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں

تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّوَاسِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا كَبَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ لِيُسْمِعَنَا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی اور حضرت ابوبکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابوبکر بھی ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہے۔

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ لَا تُبَادِرُوا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر سبقت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللھم ربنا لک الحمد کہو۔

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ إِلَّا

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے اور ایک روایت میں ہے ولا الضالین کے بعد آمین کہو اور اس سے پہلے سر نہ اٹھاؤ۔

قَوْلَهُ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِيْنَ وَلَا تَرْفَعُوْا قَبْلَهُ۔

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَعْلٰى وَهُوَ ابْنُ عَطَآءٍ سَمِعَ اَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَاِنَّ وَافَقَ قَوْلُ اَهْلِ الْاَرْضِ قَوْلَ اَهْلِ السَّمَآءِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام ڈھال ہے، جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب زمین والوں کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۳۹۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ اَنَّ اَبَا يُوْنُسَ مَوْلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَاِذَا صَلّٰى قَاعِدًا فَصَلُّوْا قُعُوْدًا اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو، جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں

حدیث نمبر ۸۲۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر کر زخمی ہو گئے، اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات دیکھ کر کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد نہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔

۲۔ اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳۔ کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں خفت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین بھی گھوڑی سے گرے تھے۔

۴۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالاقتداء حاصل کر رہا ہے۔
۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کھال چھل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔
۶۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔
۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استاذ یا شیخ علیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔
۸۔ ایام علالت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔
۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے۔
۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام کھڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے ربنا لك الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ

اسی حدیث میں ہے جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

اس حدیث میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلیل ہے کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی صرف ربنا لك الحمد کہے، اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لك الحمد کہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ربنا لك الحمد کہنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے، یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ منفرد ربنا لك الحمد نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔ [1]

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو"۔ امام احمد بن حنبل

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک صریح حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ـــــ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے، حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابو بکر سے تکبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔[1]

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

وقوموا للہ قانتین۔ (بقرہ: ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں، تب بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے بغیر کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہو گا!

بَابُ ۱۵۹ اِسْتِخْلَافِ الْاِمَامِ اِذَا عُرِضَ لَهٗ عُذْرٌ مِّنْ مَّرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّغَيْرِهِمَا مَنْ يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ وَاَنَّ مَنْ صَلّٰى خَلْفَ اِمَامٍ جَالِسٍ لِعَجْزِهٖ عَنِ الْقِيَامِ لَزِمَهُ الْقِيَامُ اِذَا قَدَرَ عَلَيْهِ وَنَسْخِ الْقُعُوْدِ خَلْفَ الْقَاعِدِ فِيْ حَقِّ مَنْ قَدَرَ عَلَى الْقِيَامِ!

مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا

۸۴۰۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا مُوسَى ابْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَهَا أَلَا تُحَدِّثِينِي عَنْ مَرَضِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ بِهِ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللهِ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ قَالَتْ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے آپ سے عرض کیا، کیا آپ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی، حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپ نے غسل فرمایا غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر پھر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ اٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو پھر دریافت کیا، کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے، ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

اَنْتَ اَحَقُّ بِذٰلِكَ قَالَتْ فَصَلّٰى بِهِمْ اَبُوْبَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهٖ خِفَّةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِصَلٰوةِ الظُّهْرِ وَاَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَاٰهُ اَبُوْبَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَاَخَّرَ فَاَوْمٰى اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا يَتَاَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اَجْلِسَانِيْ اِلٰى جَنْبِهٖ فَاَجْلَسَاهُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ بَكْرٍ وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ يُصَلِّيْ وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهٗ اَلَا اَعْرِضُ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ فَعَرَضْتُ حَدِيْثَهَا عَلَيْهِ فَمَا اَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَسَمَّتْ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔

(رضی اللہ عنہ) کے پاس ایک شخص کو یہ پیغام دے کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اس شخص نے حضرت ابوبکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر بہت رقیق القلب تھے، انھوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان ایام میں حضرت ابوبکر امامت کراتے رہے، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس فرمایا تو آپ دو آدمیوں کے سہارے ظہر پڑھنے کے لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (مصلے سے) پیچھے ہٹنے لگے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ کیا اور دونوں سے فرمایا مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا، حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابوبکر کی تکبیرات سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت کی حدیث نہ سناؤں جو میں نے حضرت عائشہ سے سنی ہے، انھوں نے کہا سناؤ، میں نے وہ روایت سنائی، انھوں نے حدیث میں کسی چیز سے اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انھوں نے پوچھا

کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ والے دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں! فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

۸۴۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا اشْتَكَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَاسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِهَا فَأَذِنَّ قَالَتْ فَخَرَجَ وَيَدُهُ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَيَدٌ عَلَى رَجُلٍ آخَرَ وَهُوَ يَخُطُّ بِرِجْلَيْهِ فِي الْأَرْضِ فَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَحَدَّثْتُهُ بِهِ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ وَهُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر ابتداءً بیمار ہوئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے آپ کو اجازت دے دی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک اور شخص کے سہارے چل کر اس حال میں گئے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ "حضرت علی" تھے رضی اللہ عنہ۔

۸۴۲- حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَخُطُّ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ آخَرَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَأَخْبَرْتُ عَبْدَ اللهِ بِالَّذِي قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِي مَنِ الرَّجُلُ الْآخَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ قَالَ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا درد شدید ہو گیا تو آپ نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام علالت میں رہنے کی اجازت طلب کی، تمام ازواج نے اجازت دے دی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے، ایک حضرت عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص، عبید اللہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام نہیں لیا، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ۔

۸۴۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ رَاجَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ وَمَا حَمَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ مُرَاجَعَتِهِ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ النَّاسُ بَعْدَهُ رَجُلًا قَامَ مَقَامَهُ أَبَدًا وَإِلَّا إِنِّي كُنْتُ أَرَى أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ مَقَامَهُ أَحَدٌ إِلَّا تَشَاءَمَ النَّاسُ بِهِ فَأَرَدْتُ أَنْ يَعْدِلَ ذٰلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ۔

۸۴۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِيَ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ وَاللهِ مَا بِي إِلَّا كَرَاهِيَةَ أَنْ يَتَشَاءَمَ النَّاسُ بِأَوَّلِ مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَاجَعْتُهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ۔

۸۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

تھے (رضی اللہ عنہ)

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے امام نہ بنانے پر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ لوگ اس شخص سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے بدشگونی لیں گے اس لیے میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دے دیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ کہیں لوگ یہ بدشگونی نہ لیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلّے پر کھڑا ہوا وہ ابوبکر تھے، آپ فرماتی ہیں میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم یوسف علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور حضرت بلال

وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعِ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعِ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ فَفَعَلَتْ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَقَامَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرِجْلَاهُ تَخُطَّانِ فِي الْأَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ أَبُو بَكْرٍ حِسَّهُ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَوْمَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ مَكَانَكَ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے آئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں" حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو امامت کے لیے فرمائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت کرائیں"، حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرو کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے، آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو، ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر نے نماز شروع کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی آپ دو آدمیوں کے سہارے سے آئے، درآں حالیکہ آپ کے پیروں سے لکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب آپ مسجد میں آئے تو حضرت ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں آکر حضرت ابوبکر کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر جماعت کرا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں

۸۴۶ - حَدَّثَنَا مَنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ فَأُتِيَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أُجْلِسَ إِلٰى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيسٰى فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ۔

نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی تکبیرات پر نماز ادا کر رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وفات میں (بعض روایات میں سے کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لاکر (حضرت) ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جماعت کرانے لگے اور حضرت ابوبکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّ النَّاسَ فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلٰى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلٰوةِ أَبِي بَكْرٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حکم دیا کہ ابوبکر جماعت کرائیں، حضرت ابوبکر نماز پڑھاتے رہے، عروہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابوبکر جماعت کرا رہے تھے، جب (حضرت) ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر (حضرت) ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت کرائی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان نماز ادا کیے۔

۸۴۸ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابوبکر جماعت کراتے تھے حتیٰ کہ پیر

سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فِي وَجَعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ كَشَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتْرَ الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَأَنَّ وَجْهَهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا قَالَ فَبُهِتْنَا وَنَحْنُ فِي الصَّلَاةِ مِنْ فَرَحٍ بِخُرُوجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَكَصَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجٌ لِلصَّلَاةِ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ أَنْ أَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْخَى السِّتْرَ قَالَ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ ذَلِكَ۔

کے دن جب تمام صحابہ صف باندھے نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ کا رخ انور ورق قرآن کی طرح لگتا تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا کر ہنسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت سے نماز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے، اور حضرت ابوبکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں پیچھے ہٹ کر صف میں ملنے لگے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے گئے اور پردہ گرا دیا، اور اسی روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

۸۴۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ وَحَدِيثُ صَالِحٍ أَتَمُّ وَأَشْبَعُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آخری بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

۸۵۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجْ إِلَيْنَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائے، اور ان ایام میں (حضرت) ابوبکر جماعت کراتے رہے، اس کے بعد ایک

فَذَهَبَ أَبُو بَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ لَنَا وَجْهُ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا قَطُّ كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَتَقَدَّمَ وَرَاءَهُ خَلْفَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَمْ نَقْدِرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (حجرہ کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دکھائی دیا اور ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَدَّ مَرَضُهُ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مُرِي أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ قَالَ فَصَلَّى بِهِمْ أَبُو بَكْرٍ حَيَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، (حضرت) عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! (حضرت) ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصلے پر کھڑے ہوں گے تو رقت نہ کر سکیں گے۔ آپ نے (حضرت عائشہ سے) فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۸۴۰ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا مرض میں مبتلاء ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعاً نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو شان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہ السلام کو لاحق نہیں ہوتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں درد سر اور بے ہوشی کے مرض میں مبتلاء ہوئے اور اس مرض کے دوران خالق

حقیقی سے جا ملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفایاب کیا مثلاً حضرت ابوبکرہ کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ۵۶۶)۔ حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)، حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی (اصابہ ج ۳ ص ۲۲۵)، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود بیہوشی کے مرض میں مبتلا ہو کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
برزخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابوبکر کا امامت کرانے سے عذر پیش کرنے کا سبب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمر کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر بہت زیادہ رقیق القلب تھے انھیں خدشہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی میں نماز پڑھانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہو گا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار نکل جانے والی سسکیوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو عذر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابوبکر کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ نگاہِ رسالت میں اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت ابوبکر ہیں۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلبی کی بنا پر جب خود کو معذور پایا تو تمام صحابہ میں سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا حق مفضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو لوٹا دے اور اس کو نہ قبول کرے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی پیش کش کے باوجود حضرت ابوبکر کو امام بنایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔[1]

عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان

اس حدیث میں ہے جب

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔

حضرت ابوبکر ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور اسی دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور خود پیچھے ہٹ گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مصلے پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ نہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تعظیم کر رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ:

"اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بُرا ہے، کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو تو نہ اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔"[1]

غور فرمائیے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف تعظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تعظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہوگا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابوبکر کو اس شرک سے نہ روکا تو آپ پر کیا حکم لگے گا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة فلم يزل قائما حتى هممت بامر سوء قلنا ما هممت قال هممت ان اقعد واذر النبي صلى الله عليه وسلم[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے، حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا، کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو بُرا جانا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے تھا، اور یہ تعظیم عین حالت نماز میں تھی۔

حضرت ابوبکر کی اقتدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:

---

[1] شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۴۶ (فارسی) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے، وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی ہے، اور مسلم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امامت کا ذکر ہے، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، رہا یہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے تو یہ صبح کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بخار اتر گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پہلو میں کھڑے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آگے کر دیا اور یہ دوسری رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ادا کی، اس کے بعد آپ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔

یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، بہر حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور خود آپ نے اور تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ [1] اور یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے، اور علامہ عینی نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ معاذ اللہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سنن دار قطنی میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب تو صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تھے کبھی اسامہ بن زید اور کبھی فضل بن عباس رضی اللہ عنہم تو چونکہ دوسری جانب کوئی معین شخص نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے "رجل آخر" دوسرا شخص فرمایا تاکہ اس لفظ کا عموم تمام صحابہ کو شامل رہے۔ [3]

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ — حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵، ص ۱۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۵، ص ۱۸۸، " " " "

علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات فیہ قاعداً۔ [1]

جس مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اٰخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا خلف ابی بکر۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی درآں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال اٰخر صلوٰۃ صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشحا بہ خلف ابی بکر۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں تھی درآں حالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر جالسا فی ثوب متوشحا فی مرضہ الذی مات فیہ۔ [5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک چادر پہن کر نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ نے سینہ پر اس کی گرہ باندھی ہوئی تھی۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۰، " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۴۳، ۲۱۶، ۱۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۷۹، ۳۸، ۳۴، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابوعبد الرحمٰن السلمی من اصل کتابہ ثنا ابوالعباس الاصم ثنا ابوامیۃ یعنی الطرسوسی ثنا شبابۃ ابن سوار ثنا شعبۃ ثنا نعیم بن ابی ھند قال سمعت ابا وائل یحدث عن مسروق عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی بالناس فی رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصف و ھٰکذا رواہ بدل بن المحبر عن شعبۃ (واخبرناہ) ابو عبداللہ الحافظ انبأ عبداللہ بن محمد الفاکھی ثنا ابن ابی مسرۃ ثنا بدل بن المحبر فذکرہ بمثل روایۃ الطرسوسی عن شبابۃ (ورویناہ) عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر رضی اللہ عنہ قال الشافعی رحمہ اللہ لو صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر مرۃ لم یمنع ذلک ان یکون صلی خلفہ ابوبکر اخری۔ قال الشیخ وقد ذھب موسی بن عقبۃ فی مغازیہ ان ابابکر صلی من صلاۃ الصبح یوم الاثنین رکعۃ وھو الیوم الذی توفی فیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ خفۃ فخرج فصلی مع ابی بکر رکعۃ فلما سلم ابوبکر قام فصلی الرکعۃ الاخری فیحتمل ان تکون ھذہ الصلاۃ مراد من روی انہ صلی خلف ابی بکر فی مرضہ فاما الصلاۃ التی صلاھا ابوبکر خلفہ فی مرضہ فھی صلوٰۃ الظھر یوم الاحد او یوم السبت کما رویناہ عن عائشۃ وابن عباس فی بیان الظھر فلا تکون بینھما منافاۃ ویصح الاحتجاج بالخبر الاول۔ [1]

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو درد تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن صبح کو حضرت ابوبکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی، اور اسی دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ محسوس ہوا، تو آپ نے آکر حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے کی روایت کی ہے، ہوسکتا ہے اس سے یہی مراد ہو، اور حضرت ابوبکر نے جو نماز ایام مرض میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی، (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

وفی هذه الروایة الصحیحة ، ان النبی صلی الله علیه وسلم تقدم فی تلك الصلاة ، وعلق ابو بکر رضی الله عنه صلاته بصلوته . وکذلك رواه الاسود بن یزید وابن اخت عروة بن الزبیر وکذلك رواه الاسود بن شرحبیل عن عبد الله بن عباس . وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسین العلوی ، قال : اخبرنا ابو حامد بن الشرقی قال : حدثنا ابراهیم بن عبد الله ، قال حدثنا شبابة بن سوار ، قال حدثنا شعبة ، عن نعیم بن ابی هند ، عن ابی وائل ، عن مسروق ، عن عائشة ، قالت : صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی مرضه الذی مات فیه خلف ابی بکر قاعداً ، وکذلك روی عن الاسود عن عائشة فی احدی الروایتین عن الاعمش [1]

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصلے پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الی قولہ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابو بکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو سعید محمد بن موسی بن الفضل ، قال : حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی قال : حدثنا ابن ابی مریم ، قال اخبرنا یحیی بن ایوب قال : حدثنا حمید الطویل عن ثابت البنانی ، حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم صلی خلف ابی بکر رضی الله عنه فی ثوب واحد بردٍ مخالفاً بین طرفیه فلما اراد ان یقوم ، قال : ادع لی اسامة بن زید ، فجاء فاسند ظهره الی نحره فکانت آخر صلاة صلاها ——

—— وفی هذا دلالة علی ان هذه الصلاة التی صلاها خلف ابی بکر کانت صلاة الصبح . فانها آخر صلاة صلاها ، وهی التی دعا اسامة بن زید حین فرغ منها فاوصاه فی مسیره

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھی جس کی دونوں طرفوں میں (سینہ پر) گرہ لگی ہوئی تھی۔ جب آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی، اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی، اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلایا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خود صحابہ کو نماز پڑھائی (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) اور ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

[1] - امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۷، ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بما ذکرہ اھل المغازی ۔ قلت فالذی تدل علیہ ھذہ الروایات مع ما تقدم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلفہ فی تلک الایام التی کان یصلی بالناس مرۃ وصلی ابوبکر خلفہ مرۃ وعلی ھذا احملھما الشافعی (رحمہ اللہ) فی مغازی موسی بن عقبۃ وغیرہ بیان الصلوٰۃ التی صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضھا خلف ابی بکر، وھی صلاۃ الصبح من یوم الاثنین ۔ وفیما رویتا عن عبید اللہ عن عائشۃ وابن عباس بیان الصلوٰۃ التی صلاھا ابوبکر خلفہ بعد ما افتتحھا بالناس ۔ وھی صلوۃ الظھر من یوم السبت، او الاحد، فلا یتنافیان ۔[1]

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ پیر کے دن صبح کی نماز تھی، اور یہ صبح کی نماز کی دوسری رکعت تھی، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے دن صبح کی نماز میں حجرہ سے نکل کر صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت کا واقعہ ہے۔) اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس سے جو مروی ہے کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اور حضرت ابوبکر پیچھے ہو گئے اور حضور نے نماز پڑھائی، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، سو ان حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کو امام طبرانی نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

شیخ ابراہیم آملی لکھتے ہیں:

فلما اشتد بہ المرض امر ابکر ان یصلی بالناس وقد اختلف فی صلوتہ بھم فالشیعۃ تزعم انہ لم یصل بھم الا صلوۃ واحدۃ وھی الصلوۃ التی خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھا یتھادی بین علی والفضل فقام فی المحراب مقامہ وتاخر ابوبکر والصحیح عندی وھو الاکثر الاشھر انھا لم تکن اخر الصلوۃ فی حیوتہ

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز پڑھائیں، اور ان کے لیے حضرت ابوبکر نے کتنی نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے، شیعہ کا زعم یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز پڑھائی تھی اور یہ وہی نماز ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں کے

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۷، ص ۱۹۳ - ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعۃ و ان ابا بکر صلی بالناس بعد ذلک یومین ثم مات[1]

سہارے سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں حضرت ابوبکر کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے ہٹ گئے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور یہی جمہور کا مختار ہے اور مشہور ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے کی نماز نہیں تھی، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے دو دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہوگئی۔

بَابُ ۱۶۰ تَقْدِيمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ إِذَا تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَلَمْ يُخَافُوا مَفْسَدَةً بِالتَّقْدِيمِ

جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا جواز

۸۵۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيُصْلِحَ بَيْنَهُمْ فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَتُصَلِّي بِالنَّاسِ فَأُقِيمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ قَالَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے، جب نماز کا وقت آگیا تو مؤذن حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آپ جماعت کرائیں تو میں تکبیر کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہل کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جماعت شروع کرا دی، اور اسی اثنار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور (پہلی) صف میں جا کر کھڑے ہو گئے حضرت ابوبکر چونکہ انتہائی انہماک اور استغراق سے نماز پڑھتے رہے۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارنا شروع کیے، جب بکثرت ہاتھ مارنے کی آواز سنائی دی، تو (حضرت) ابوبکر متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

---

[1] شیخ ابراہیم بن حاجی حسین اعلمی، درۃ نجفیہ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ تہران (طبع قدیم)

ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمُ التَّصْفِيقَ مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَوتِهِ فَلْيُسَبِّحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ الْتُفِتَ إِلَيْهِ إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ۔

طرح نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابوبکر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابوبکر مصلے سے پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مصلے پر آکر (بقیہ نماز کی) جماعت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا "اے ابوبکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو جماعت کرانے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابوبکر نے جواب دیا۔" ابن قحافہ سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے وہ جماعت کرائے" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مار رہے تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان اللہ کہا کرو۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عورتیں (امام کو ٹوکنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَفِي حَدِيثِهِمَا فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللهَ وَرَجَعَ الْقَهْقَرَى وَرَاءَهُ حَتَّى قَامَ فِي الصَّفِّ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابوبکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور الٹے پاؤں لوٹ کر صف میں مل گئے۔

۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ ذَهَبَ بَنُو اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْلِحُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے تشریف لے گئے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب آپ آئے تو آپ صفوں کو چیر کر پہلی صف میں شامل

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَقَ الصُّفُوْفَ حَتّٰی قَامَ عِنْدَ الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ وَفِیْہِ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رَجَعَ الْقَھْقَرٰی۔

ہو گئے اور حضرت ابوبکر الٹے پاؤں پیچھے لوٹ گئے۔

۸۵۶۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ شِھَابٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ زِیَادٍ اَنَّ عُرْوَۃَ ابْنَ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ شُعْبَۃَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَبُوْکَ قَالَ الْمُغِیْرَۃُ فَتَبَرَّزَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِبَلَ الْغَائِطِ وَ حَمَلْتُ مَعَہٗ اِدَاوَۃً قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیَّ اَخَذْتُ اُھْرِیْقُ عَلٰی یَدَیْہِ مِنَ الْاِدَاوَۃِ وَ غَسَلَ یَدَیْہِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثُمَّ ذَھَبَ یُخْرِجُ جُبَّتَہٗ عَنْ ذِرَاعَیْہِ فَضَاقَ کُمَّا جُبَّتِہٖ فَاَدْخَلَ یَدَیْہِ فِی الْجُبَّۃِ حَتّٰی اَخْرَجَ ذِرَاعَیْہِ مِنْ اَسْفَلِ الْجُبَّۃِ وَغَسَلَ ذِرَاعَیْہِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ ثُمَّ تَوَضَّاَ عَلٰی خُفَّیْہِ ثُمَّ اَقْبَلَ قَالَ الْمُغِیْرَۃُ فَاَقْبَلْتُ مَعَہٗ حَتّٰی نَجِدَ النَّاسَ قَدْ قَدَّمُوْا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ فَصَلّٰی لَھُمْ فَاَدْرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْدٰی الرَّکْعَتَیْنِ فَصَلّٰی مَعَ النَّاسِ الرَّکْعَۃَ الْاٰخِرَۃَ فَلَمَّا سَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُتِمُّ صَلٰوتَہٗ فَاَفْزَعَ ذٰلِکَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاَکْثَرُوا التَّسْبِیْحَ فَلَمَّا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَہٗ اَقْبَلَ عَلَیْھِمْ ثُمَّ قَالَ اَحْسَنْتُمْ اَوْ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ یَغْبِطُھُمْ اَنْ صَلَّوُا الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے باہر نکلے، میں پانی کا ایک ڈول لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز سے پہلے چلا، جب آپ لوٹے تو میں ڈول سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، آپ نے تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا، اس کے بعد آپ جبہ اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں تنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جبے کے اندر کیے اور اندر کی جانب سے باہر نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور موزوں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا جب پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا لیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی، آپ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بروقت نماز پڑھنے پر ان کی تعریف فرمائی۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام مقرر ہو اور وقت پر نہ آئے تو کوئی شخص جماعت کرا دے۔

۸۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْحُلْوَانِیُّ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے

قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ نَحْوَ حَدِيثِ عِبَادٍ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَاَرَدْتُ تَأْخِيرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ۔

بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو۔

باب مذکور کی احادیث کے مسائل

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر نماز کے وقت پر نہ آسکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرام کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پیدا کی اور اس کا سبب صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقتدی نہ رہیں بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت نماز میں کی اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کراتے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صف میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے۔

۶۔ نماز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

۷۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی اقتداء میں بھی نماز پڑھی ہے (اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)

۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے

ہاں صلح کرانے گئے

۱۰۔ امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جائے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔

۱۱۔ مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے اور وہ اس کی موافقت کرے۔

۱۲۔ ضرورت کی بنا پر نماز میں مڑ کر دیکھنا، کیونکہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔

۱۳۔ جب کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا استحباب، کیونکہ حضرت ابوبکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو برقرار رکھا۔

۱۴۔ نعمت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کا جواز۔

۱۵۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابوبکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔

۱۶۔ درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔

۱۷۔ جب متبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو نہ کرنا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔

۱۸۔ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصلّے سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔

۱۹۔ اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔

۲۰۔ نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی فضیلت۔

۲۱۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بجائی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بجانا لہو و لعب ہے۔

بَابُ ۱۶۱ تَسْبِيحِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيقِ الْمَرْأَةِ إِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلٰوةِ

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ ماریں

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر دستک دیں۔

قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ زَادَ حَرْمَلَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَقَدْ رَأَيْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يُسَبِّحُونَ وَيُصَفِّقُونَ۔

۸۵۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَضْلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۸۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فِي الصَّلَاةِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت بیان کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا وَالْخُشُوعِ فِيهَا

نماز کو خشوع خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے کا حکم

۸۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَالَ يَا فُلَانُ أَلَا تُحْسِنُ صَلَاتَكَ أَلَا يَنْظُرُ الْمُصَلِّي إِذَا صَلَّى كَيْفَ يُصَلِّي لِنَفْسِهِ إِنِّي وَاللّٰهِ لَأَبْصِرُ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَبْصِرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جماعت کرانے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کیوں نہیں ادا کی۔ کیا نمازی نماز پڑھتے وقت یہ غور نہیں کرتا کہ وہ کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ محض اپنے لیے نماز پڑھتا ہے! سنو! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

۸۶۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هٰهُنَا فَوَاللّٰهِ لَا يَخْفٰى عَلَيَّ رُكُوْعُكُمْ وَلَا سُجُوْدُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي۔

نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے نہ سجود اور بے شک میں تم کو اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔

۸۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقِيمُوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرُبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رَكَعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود اچھی طرح ادا کیا کرو، قسم اللہ کی بلاشک وشبہ میں تمہیں اپنی پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا میں تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

۸۶۴۔ حَدَّثَنِي أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ قَالَ أَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتِمُّوا الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا مَا رَكَعْتُمْ وَإِذَا مَا سَجَدْتُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجدہ پورا پورا کیا کرو پس بخدا میں اپنی پشت کے پیچھے سے تم کو تمہارے رکوع اور سجدہ کی حالت میں بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے دائمی ہونے کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هل ترون قبلتي هٰهنا والله ما يخفى علي ركوعكم ولا خشوعكم وانى لاراكم من وراء ظهري۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں تم بخدا نہ مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ باطنی خضوع خشوع۔ بے شک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

بخاری اور مسلم کی ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال میں سے کوئی حال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجود، ظاہر اور باطن شہادت اور غیب سب آپ کے سامنے عیاں اور بیاں تھا۔ یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتی ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء کنت اریتہ الا رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار۔ [1]

اس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھادی گئی جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی دکھادی گئی۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عارضی راقم الحروف کا ذوق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی کیونکہ نماز کے اندر اور باہر تمام کائنات کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کر اس وقت تک واپس نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی فرماتا ہے، ارشاد ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم۔ (ابراھیم: ۷)

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس صفت میں ترقی تو متوقع ہے کمی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علی وجہ الترقی ثابت ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

وقل رب زدنی علماً۔ (طٰہٰ: ۲۰)

آپ دعا مانگیں کہ اے اللہ میرے علم میں زیادتی عطا فرما۔

غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور کائنات کو ہمہ جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ تعالیٰ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر روک لے گا یا دائماً علی سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!

نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ویکون الرسول علیکم شھیداً۔ (بقرۃ: ۱۴۳)

اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال و اعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، گواہی اگرچہ سن کر بھی دی جاتی ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے اللہ! اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انبیاء سابقین کی گواہی دیں گے میدان

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو رد کر دیں گے تو انبیاء کا واحد سہارا حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا جب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر مہر لگا دیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے!

فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھولاء شھیدا۔ (نساء: ۴۱)

وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت پیش کریں گے۔

اللہ اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار نے ـــــ انبیاء کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر دی ہے تو امت کے اعمال و احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ویکون الرسول علیکم شھیدا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یعنی باشد رسول شما بر شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر مرتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بر آں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او بے شناسد گناہاں شما را و درجات شما او اعمال نیک و بد شما او اخلاص و نفاق شما را۔[1]

یعنی تمہارے رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں، کیونکہ وہ نور نبوت سے ہر دیندار کے دین پر مطلع ہیں کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے وہ دین میں ترقی نہ کر سکا وہ کون سا ہے، پس وہ تمہارے گناہوں اور ایمان کے درجات اور تمہارے اچھے برے اعمال اور اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت دائمی تھی، وہ جب حیات ظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قبر انور

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تفسیر فتح العزیز ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

میں ہیں اب بھی سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت دائماً نہ دینے کی چار وجہیں ہوتی ہیں اوّل یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچیے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابداً عود کر آتا ہی نہیں، اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کی صلاحیت والا بھی نہیں، اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی ثناء کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل ان اتبع الا ما یوحی الی۔ (احقاف: ۹)

آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکر ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فسبح واطراف النہار لعلک ترضی۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے راضی ہو جائیں۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ (ضحیٰ: ۵)

(روز محشر کو) عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔

اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا رہ گیا نعمت واپس لینے کا چوتھا سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا کرے اور پھر واپس لے لے۔

مجازی محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے تب بھی وسیع الظرف محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر ہر جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرمائی ہے، کیوں کہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی تیسرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت کے احوال و اعمال پر گواہ بنایا اور جنھوں نے خدا کی ذات و صفات کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال کی گواہی بغیر دیکھنے کے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چوتھی وجہ یہ ہے کہ قانون محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کر اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دائمی دی ہے اور علی الترقی دی ہے۔

ندانم کدامی سخن گویمت
کہ والا تری زانچہ من گویمت

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے معروض ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ انی لاری من ورائی ھکذا (بخاری) یہ جملہ اسمیہ ہے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوام تجددی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم اور لام خبر مین تاکیدوں سے مؤکد فرمایا آخر کوئی وجہ تو تھی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر مؤکد فرمایا، نیز دوام تجددی انقطاع آنی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن احادیث میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تجلیات الٰہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور منہمک ہوتے اور جب وہ اس کے جلوؤں میں کھوئے ہوتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی، اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں ہتھا، واضح رہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجددی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوام ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لحظہ کے لیے بھی انقطاع متصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے: قلب سدید فیہ عینان تبصران واذنان تسمعان۔ ترجمہ: "قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں" (فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۴۱۰)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے بطور خرق عادات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ماوراء عالم محسوسات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الٰہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا اور بات ہے جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔ [1]

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادری ما یفعل بی ولا بکم (الحدیث) اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں [2]۔ اس حدیث میں درایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں ہے، اور درایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جاننا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں از خود نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آن حضرت را صلے اللہ علیہ وسلم احاطہ و وسعتی در درک و علم معقولات و اوند حواس لطیفہ او را نیز احاطہ در درک محسوسات بخشیدند و جہات ستہ را در حکم یک جہت گردانیدند و اللہ اعلم و این جا اشکال می کند کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس این دیوار است، جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و در روایت بدان صحیح نشدہ است و اگر باشد گفتیم کہ آن انکشاف مخصوص بحال نماز است و اگر عام ست موقوف باعلام الٰہی و خلق اوست علم را چنانچہ در سائر مغیبات

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے اور وہ تمام معقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ کے حواس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں، اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ بعض روایات میں ہے: "میں بندہ ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا پس پشت

---

[1] علامہ سید احمد کاظمی شرفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

[2] شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبع ہلالی دھلور

است و دلالت می کند بران حدیثی کہ واقع شدہ است کہ یک باری ناقہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان گفتند کہ محمد خبر از آسمان میدہد و در نمی یابد کہ ناقہ او کجاست چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت من نمیدانم و در نمی یابم مگر آنچہ بدانا ند و دریا باند مرا پروردگار من و متصل ہمین گفت کہ بتحقیق راہ نمود مرا پروردگار تعالیٰ بران ناقہ کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شدہ است مہار وی در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکہ خبر دادہ بود پس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمی یابد مگر آنچہ دریا باند وی را پروردگار تبارک تعالیٰ خواہ در نماز باشد یا در غیر آن فلا اشکال [1]

دیکھنا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ کا دیکھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور غیبیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ کو یہ خبر نہیں کہ آپ کی اونٹنی کہاں ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر کسی چیز کو نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار فلاں درخت سے اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق وہاں اونٹنی مل گئی، پس حالت نماز ہو یا غیر نماز اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

بَابُ ۱۶۳ تَحْرِيمِ سَبْقِ الْإِمَامِ بِرُكُوعٍ وَّ سُجُودٍ وَّنَحْوِهِمَا

امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی ممانعت

۸۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ أَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْانْصِرَافِ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ أَمَامِي وَمِنْ خَلْفِي ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا قَالُوا وَمَا رَأَيْتَ يَا رَسُولَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم رکوع، سجود، قیام اور نماز کے اختتام میں مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا ریب و شک میں تمہیں سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، صحابہ کرام نے عرض کیا

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ۔

یارسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

۸۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ جَمِيعًا عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَلَا بِالْإِضَافَةِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۶۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا يَخْشَى الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ رَأْسَهُ رَأْسَ الْحِمَارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَرْفَعُ رَأْسَهُ فِي صَلٰوتِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُحَوِّلَ اللّٰهُ صُورَتَهُ فِي صُورَةِ حِمَارٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ جَمِيعًا عَنِ الرَّبِيعِ ابْنِ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَرْفَعُ بِهٰذَا غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ رَبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ وَجْهَهُ وَجْهَ حِمَارٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے اللہ اس کے منہ کو گدھے کے منہ (کی طرح) بنا دے۔

گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی توجیہ

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کے

عذاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورت آخرت میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہو جائے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدھ شخص کی صورت مسخ ہو گئی تو وہ عموم کے منافی نہیں ہے۔

باب ۱۶۴ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ — نماز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی ممانعت

۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوكُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُومُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ نَجِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلٰوةِ أَوْ لَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

۸۷۰۔ حَدَّثَنِي أَبُوالطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ عَنْ رَفْعِهِمْ أَبْصَارَهُمْ عِنْدَ الدُّعَاءِ فِي الصَّلٰوةِ إِلَى السَّمَاءِ أَوْ لَتُخْطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کراہت میں اختلاف ہے۔ شریح نے اس کو بھی مکروہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وفي السماء رزقكم وما توعدون۔
(ذاریات: ۲۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

باب ۱۶۵ الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلٰوةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عِنْدَ السَّلَامِ وَإِتْمَامِ الصُّفُوفِ الْأُوَلِ وَالتَّرَاصِّ فِيهَا وَالْأَمْرِ بِالْاِجْتِمَاعِ

سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم

۸۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَرَأَانَا حِلَقًا فَقَالَ مَالِي أَرَاكُمْ عِزِينَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں! نماز سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو، تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ پہلے پہلی صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

۸۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۸۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْقِبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الْجَانِبَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تُومُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِنَّمَا يَكْفِي أَحَدَكُمْ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فَخِذِهِ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلَى أَخِيهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تو سلام پھیرنے کے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو؟ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

۸۷۴۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ فُرَاتٍ يَعْنِي الْقَزَّازَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھوں کے اشارہ سے "السلام علیکم" "السلام علیکم"

إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ تُشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُومِئْ بِيَدِهِ.

کہتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو! جب تم میں سے کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتدائی امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج کا ہے اور یہ الگ واقعہ ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثناء نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا ہے جو نماز سے خارج ہے جو کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے، ان دونوں حدیثوں کو خلط کرنا درست نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۴۸) "رفع یدین" میں گذر چکی ہے۔

بَابُ ١٦٦ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ وَإِقَامَتِهَا وَفَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَالْإِزْدِحَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمُسَابَقَةِ عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أُولِي الْفَضْلِ وَتَقْرِيبِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ

نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی افضلیت کا بیان

٨٧٥۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مَنَاكِبَنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُو الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ أَشَدُّ اخْتِلَافًا.

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے برابر کھڑے ہو آگے پیچھے کھڑے مت ہو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہو جائیں گے، میرے قریب بالغ اور عقلمند لوگ کھڑے ہوں، پھر جو ان کے قریب ہوں اور پھر جو ان کے قریب، حضرت ابو مسعود کہتے تھے کہ آج تو تم لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔

۸۷۶ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ ح وَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

---

۸۷۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَ صَالِحُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ وَرْدَانَ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِي مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامِ وَالنُّهٰى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثَلَاثًا وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالغ اور عقلمند لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جوان کے قریب ہوں (اس طرح تین بار فرمایا) نیز آپ نے فرمایا بازار کی لغو باتوں سے بچو۔

۸۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے اتمام میں سے ہے۔

۸۷۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتِمُّوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ أَقِيمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔

۸۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ الْغَطَفَانِيَّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوهِكُمْ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

---

۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں

يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُسَوِّيْ صُفُوْفَنَا حَتّٰى كَاَنَّمَا يُسَوِّيْ بِهَا الْقِدَاحَ حَتّٰى رَاٰى اَنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ ثُمَّ خَرَجَ يَوْمًا فَقَامَ حَتّٰى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَاٰى رَجُلًا بَادِيًا صَدْرُهٗ مِنَ الصَّفِّ فَقَالَ عِبَادَ اللّٰهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوْفَكُمْ اَوْ لَيُخَالِفَنَّ اللّٰهُ بَيْنَ وُجُوْهِكُمْ۔

کہ اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو برابر کر کے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم نے (صف درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر ایک دن آپ نماز پڑھانے تشریف لائے اور تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور صف اوّل میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان کو قرعہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع نہ ملے تو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت دوپہر میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا چل جائے تو وہ ضرور جائیں گے اور اگر انھیں پتا چل جائے کہ عشاء اور صبح کی نماز میں جانے کا کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے ضرور جائیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ اَصْحَابِهٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِيْ وَلْيَاْتَمَّ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا آپ نے فرمایا آگے بڑھو اور میری پیروی کرو اور میرے بعد والے تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جماعت پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو (اپنے فضل سے) مؤخر کر دے گا۔

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فِي مُؤَخَّرِ الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے)

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَا نَا عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ أَبُو قَطَنٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خِلَاسٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ لَكَانَتْ قُرْعَةً وَقَالَ ابْنُ حَرْبٍ الصَّفُّ الْأَوَّلُ مَا كَانَتْ إِلَّا قُرْعَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ہوتا ہے تو تم اس کے لیے قرعہ اندازی کیا کرو۔

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفِ الرِّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث منقول ہے۔

ارباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:[1] اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص کو صف اول میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو کسی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا موقع ہوگا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ غور سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہو پر متنبہ کر سکے گا، اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا چاہیے، اور قضا، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت صلوٰۃ، تدریس، افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کفو کے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے۔[1]

عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۸۸۴ میں ہے اگر لوگوں کو پتا چل جائے کہ عتمہ (عشاء) اور صبح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کے لیے آنا پڑے تو وہ آئیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نمازوں پر بہت زیادہ برانگیختہ کیا ہے اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے، کیونکہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے نیند اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار تھیں۔

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمہ فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمہ کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمہ فرمانا بیان جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ دیہاتی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمہ کا لفظ فرمایا۔[1]

بَابُ ۱۶۷ اَمْرِ النِّسَآءِ الْمُصَلِّيَاتِ وَرَآءَ الرِّجَالِ اَنْ لَّا يَرْفَعْنَ رُءُوْسَهُنَّ مِنَ السُّجُوْدِ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں

۸۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ الرِّجَالَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ مِثْلَ الصِّبْيَانِ مِنْ ضِيْقِ الْاُزُرِ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَآئِلٌ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوْسَكُنَّ حَتّٰى يَرْفَعَ الرِّجَالُ۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہبند گلے میں باندھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقعہ پر کسی شخص نے کہا کہ "اے عورتو! تم نماز میں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔

ف: اس حدیث میں شرمگاہ کے ستر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدہ سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ ۱۶۸ خُرُوْجِ النِّسَآءِ اِلَى الْمَسَاجِدِ اِذَا لَمْ يَتَرَتَّبْ عَلَيْهِ فِتْنَةٌ وَّاَنَّهَا لَا تَخْرُجُ مُطَيَّبَةً

جب فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کے مساجد میں جانے کا جواز بہ شرطیکہ وہ خوشبو نہ لگائیں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۸۹۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَمِعَ سَالِمًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتْ أَحَدَكُمُ امْرَأَتُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

۸۹۲۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا قَالَ فَقَالَ بِلَالُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللهِ فَسَبَّهُ سَبًّا سَيِّئًا مَا سَمِعْتُهُ سَبَّهُ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أُخْبِرُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمر بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوئے تھے، اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

۸۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَابْنُ إِدْرِيسَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللهِ مَسَاجِدَ اللهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔

۸۹۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا حَنْظَلَةُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاؤُكُمْ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَأْذَنُوا لَهُنَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دو۔

۸۹۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ مِنَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ابْنٌ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ لَا نَدَعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فَيَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا قَالَ فَزَجَرَهُ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے نہ روکو، حضرت عبداللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ برے کاموں کے لیے بہانہ بنالیں گی۔ راوی

أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا نَدَعُهُنَّ۔

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو خوب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم اجازت نہیں دیں گے۔

۸۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۸۹۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَ نِسَاؤُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنٌ لَهُ يُقَالُ لَهُ وَاقِدٌ إِذًا يَتَّخِذْنَهُ دَغَلًا قَالَ فَضَرَبَ فِي صَدْرِهِ وَقَالَ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ لَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقد نے کہا پھر یہ عورتیں اس اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔

۸۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ نَا كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ بِلَالِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ حُظُوظَهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللهِ لَنَمْنَعُهُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ أَنْتَ لَنَمْنَعُهُنَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کے ثواب سے نہ روکو جب وہ تم سے اجازت لیں (ان کے بیٹے) بلال نے کہا قسم بخدا ہم ان کو ضرور روکیں گے، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

۸۹۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسْرِ ابْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْنَبَ الثَّقَفِيَّةَ كَانَتْ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْعِشَاءَ فَلَا تُطَيِّبْ تِلْكَ اللَّيْلَةَ۔

زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشاء کی نماز پڑھنے جائے تو خوشبو لگا کر نہ جائے۔

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں

بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَهِدَتْ إِحْدَاكُنَّ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمَسَّ طِيبًا۔

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُورًا فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک نہ ہو۔

۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ نَعَمْ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس (بناؤ سنگھار) کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں تو ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں!۔

۹۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو منع فرمایا ہے یہ نہی تنزیہی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ جوان عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوڑھی عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جاسکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز مسند بزار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کر ہم پر سبقت کر گئے، ہم یہ ثواب

کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا "تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھے گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پالے گی۔" (بحوالہ روح المعانی ج ۲۲ ص ۶) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ اور موجودہ دور میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار نیم عریاں لباس اور بازاروں میں بے تحاشہ لوگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور شمع خانہ کو چراغ محفل بنانے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی زیارت، اقارب کی عیادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر جا سکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جا سکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قرن فی بیوتکن (احزاب: ۳۳) "اپنے گھروں میں رہو" کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۹۰۳ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک اپ میں طرح طرح کی بدعات اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہر کی خواتین کا میک اپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (اور آج کل بیوٹی پارلر میں جس طرح عورتیں میک اپ کراتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔) بعض خرابیاں حسب ذیل ہیں:

ا۔ عورتوں کا تنگ، چست اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔

ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھیڑ میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔

ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔

د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔

ہ۔ بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔

و۔ مردوں کی بھیڑ میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ (ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گرل ہونا، دفاتر، بینکوں، ہوٹلوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی سروسز میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہ کر کام کرنا۔)

ز۔ عورتوں کا بہ طور سوسائٹی گرل مخرب اخلاق کاموں میں مشغول رہنا۔

ح۔ ٹرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔

ط۔ بعض عورتوں کا جسم فروشی کے لیے بس سٹاپس، پارکوں، تفریحی گاہوں اور ہوٹلوں میں گاہکوں کو ناز و انداز کی مختلف ترغیبات اور تحریصات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔

ی۔ کلبوں، حماموں اور سوئمنگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ تیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنا۔

ک۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔

ل۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، آرٹ کے نام پر ٹی وی ڈراموں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کرنا۔

م۔ موڈل گرل بننا اور فلم سٹوڈیوز میں اداکاری کے جوہر دکھانا جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم آغوشی ہونا اور دیگر فحش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکرین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم عریاں نشیب و فراز کو نئے نئے زاویوں سے دکھانا۔

ن۔ اجنبی مردوں کے ساتھ، کرکٹ، ہاکی، فٹ بال کھیلنا اور دوڑ میں حصہ لینا۔

س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ہاتھ ملانا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے تقریریں کرنا۔

ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جلوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔

ف۔ دوپٹہ کو بطور سکارف گلے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔

ص۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔

ش۔ مخلوط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔

یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش امور کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریف اور باحیاء خاتون کا پردہ کی حدود میں گھر سے نکلنا بھی ابتلاء معصیت کے خطرہ سے خالی نہیں رہا، ایک طرف مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور دوسری طرف اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ ہو اس کو ترک کر دیا جائے (جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم

کر کے اس کی بناء ابراہیم پر دوبارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ۱ ص ۲۴) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، (شمائل ترمذی ص ۵۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں بدبودار حالت میں مسجد جائیں، ان احادیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں خوشبو لگانے اور فاخرہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے[1]

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مساجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے اور مذاہب ائمہ بیان کیے ہیں۔

بَابُ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلٰوةِ الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسَدَةً

جہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قَالَ نَزَلَتْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَارٍ بِمَكَّةَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا سَمِعَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ سَبُّوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أَنْزَلَهُ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ قِرَاءَتَكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا عَنْ أَصْحَابِكَ أَسْمِعْهُمُ الْقُرْآنَ وَلَا تَجْهَرْ ذٰلِكَ الْجَهْرَ وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا يَقُولُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمُخَافَتَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جماعت کراتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو، قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو برا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید نہ پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی نہ سن سکیں، بلندی اور پستی کے درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آیہ کریمہ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وغیرہ کے بیان میں نازل ہوئی ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، موضحاً و مفصلاً، مطبعۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهٰذَا قَالَ اُنْزِلَ بِهٰذَا فِي الدُّعَاءِ۔

۹۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَقَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

بَابُ الْاِسْتِمَاعِ لِلْقُرْاٰنِ

قرآن مجید سننے کا حکم

۹۰۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيْلُ بِالْوَحْيِ كَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَهٗ وَشَفَتَيْهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ فَكَانَ ذٰلِكَ يُعْرَفُ مِنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اَخْذَهٗ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ اِنَّ عَلَيْنَا اَنْ نَّجْمَعَهٗ فِيْ صَدْرِكَ وَقُرْاٰنَهٗ فَتَقْرَاَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ قَالَ اَنْزَلْنَاهُ فَاسْتَمِعْ لَهٗ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اَنْ نُّبَيِّنَهٗ بِلِسَانِكَ فَكَانَ اِذَا اَتَاهُ جِبْرِيْلُ اَطْرَقَ فَاِذَا ذَهَبَ قَرَاَهٗ كَمَا وَعَدَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت مبارکہ لا تحرک بہ لسانک کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (یاد کرنے کی خاطر) اپنی زبان مبارک اور ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ "آپ یاد کرنے کی خاطر زبان کو جلدی نہ ہلائیے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور آپ سے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے اور فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ۔ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ غور سے سنیں اور ان علینا بیانہ کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے قرآن بیان کرائیں گے، اس کے بعد جب جبرائیل آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق پڑھنا شروع کر دیتے۔

۹۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيْلِ شِدَّةً كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ فَقَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَا اُحَرِّكُهُمَا لَكَ

حضرت ابن عباس لا تحرک بہ لسانک لتعجل بہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے، یہ کہہ کر حضرت ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أُحَرِّكُهُمَا كَمَا كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمْعُهُ فِي صَدْرِكَ ثُمَّ تَقْرَأَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَأَنْصِتْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَاهُ جِبْرِيلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيلُ قَرَأَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا أَقْرَأَهُ۔

ہونٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہونٹ ہلا کر دکھلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہونٹ ہلائے تھے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ان علینا جمعہ وقرانہ۔

حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ قرآن مجید کو آپ کے سینہ میں جمع کریں گے اور آپ سے پڑھوائیں گے اور فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ۔ اس کی تفسیر میں فرمایا آپ خاموشی سے قرآن مجید سنیں پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے قرآن مجید پڑھوائیں اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سنتے اور جب جبرائیل چلے جاتے تو آپ اس کی قرأت کے مطابق قرآن مجید پڑھتے۔

قرآن مجید سننے کا شرعی حکم

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔ (اعراف، ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم رحم کیے جاؤ۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

نماز اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید کا سننا اس وقت واجب ہے جب کوئی عذر نہ ہو، اسی وجہ سے قنیہ میں لکھا ہے کہ جب گھر میں بچہ قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید پڑھنے کے دوران نفقہ کو پڑھنے کا حکم ہے، اور فتح القدیر میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص فقہ کو لکھ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور لکھنے والے کے لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص چھت پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سوئے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گنہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انھیں ایذاء پہنچا رہا ہے، شرح المنیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے تاکہ قرآن مجید

کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہوگا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہوگا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہوگا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاۃ یحییٰ منقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ [1]

تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

متعدد مفسرین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نماز اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہمارے اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ لکھ رہا ہو اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سننا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا۔ [2]

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم

ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ سپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلہ کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہوگا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں، مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صرف اندر کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْجِنِّ

صبح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور جنوں پر قرآن مجید پڑھنا

۹۰۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے قرآن پڑھا اور نہ ان کو دیکھا، بلکہ اصل واقعہ یہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَسَلَّمَ عَلَى الْجِنِّ وَمَا رَاٰهُمْ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيْلَ بَيْنَ الشَّيَاطِيْنِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِيْنُ اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا مَا لَكُمْ قَالُوْا حِيْلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ وَاُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوْا مَا ذَاكَ اِلَّا مِنْ شَيْءٍ حَدَثَ فَاضْرِبُوْا مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوْا مَا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَآءِ فَانْطَلَقُوْا يَضْرِبُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَمَرَّ النَّفَرُ الَّذِيْنَ اَخَذُوْا نَحْوَ تِهَامَةَ وَهُوَ بِنَخْلٍ عَامِدِيْنَ اِلٰى سُوْقِ عُكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّيْ بِاَصْحَابِهٖ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْاٰنَ اسْتَمَعُوْا لَهٗ وَقَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَآءِ فَرَجَعُوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَقَالُوْا يَا قَوْمَنَا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ۔

ہے) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جارہے تھے اور اس وقت جنات کا آسمان پر جانا اور وہاں سے خبریں لانا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب پھینکے جانے لگے، اس موقعہ پر جنات اپنی قوم کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں، انھوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی نیا واقعہ ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں پھرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد جنات نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عکاظ کے بازار میں مقام نخل میں صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز سنی تو غور سے سننا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل کی قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن "آپ کہیئے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"

۹۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ شَهِدَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ فَقَالَ عَلْقَمَةُ أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ قَالَ لَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ فَقُلْنَا اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ قَالَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءَ مِنْ قِبَلِ حِرَاءَ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَقَالَ أَتَانِي دَاعِي الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرَ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَابِّكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ۔

عامر کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا کیا حضرت عبداللہ بن مسعود لیلۃ الجن (جنات سے ملاقات کی رات) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی لیلۃ الجن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا انھوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک) آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، ہم پہاڑوں کی گھاٹیوں اور وادیوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن لے گئے یا کسی نے آپ کو شہید کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے چینی سے گذاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آ رہے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو آپ ہم سے اوجھل ہو گئے، ہم نے بہت ڈھونڈا مگر آپ نہیں ملے۔ یہ رات ہم نے اس طرح گذاری جیسے کوئی قوم سخت کرب اور بے چینی سے رات گذارتی ہے، آپ نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک نمائندہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار دکھائے۔ جنات نے آپ سے اپنی خوراک کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری خوراک ہے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے پُر ہو جائے گی اور ہر اونٹ کی مینگنی تمہارے جانوروں کا چارہ ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں چیزوں سے استنجا

نہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔

۹۱۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَآثَارُ نِيرَانِهِمْ قَالَ الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ وَكَانُوا مِنْ جِنِّ الْجَزِيرَةِ إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفَصَّلًا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن جزیرہ کے تھے۔

۹۱۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ وَآثَارُ نِيرَانِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ نہیں ہے۔

۹۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمْ أَكُنْ لَيْلَةَ الْجِنِّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور میری یہ تمنا تھی کہ کاش میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوقًا مَنْ آذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ اسْتَمَعُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَبُوكَ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ آذَنَتْهُ بِهِمْ شَجَرَةٌ۔

معن کے والد نے مسروق سے پوچھا کہ جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی، مسروق نے کہا مجھے تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے بتلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی خبر دی تھی۔

جنات کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات ہوئی ہے، اس تضاد کو علماء نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں قرآن سن لیا تھا، اس سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے جس ملاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شرعیہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ (ذاریات، ۵۶) میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی، علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف عقائد پر مشتمل ہیں مثلاً رافضہ شیعہ وغیرہ بدعقیدہ فرقے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شرعیہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو مومن ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔ [1]

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لاملئن جهنم من الجنة والناس۔ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔

البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مؤمنین اور نیک جن جنت میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی حسن بصری، ضحاک، مالک بن انس اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہم کا مسلک ہے۔ [2]

جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

باب ۱۷۲ القراءۃ فی الظہر والعصر — ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت

۹۱۵ حدثنا محمد بن المثنى العنزي قال نا ابن أبي عدي عن الحجاج يعني الصواف عن يحيى وهو ابن أبي كثير عن عبد الله ابن أبي

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دو سورتیں

---

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ فتاویٰ ابن حجر ص ۶۰، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَتَادَةَ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكْعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيُقَصِّرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي الصُّبْحِ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں (تعلیم کے لیے) سناتے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

۹۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا هَمَّامٌ وَقَبَّانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَيَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آدھ آیت ہمیں بھی سنا دیتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

۹۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ يَحْيَى نَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْزِرُ قِيَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْرَ قِرَاءَةِ الم تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْرَ النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَحَزَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدْرِ قِيَامِهِ فِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ الم تَنْزِيلُ وَقَالَ قَدْرَ ثَلَاثِينَ آيَةً۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نمازوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنی دیر قیام کرتے تھے جتنی دیر میں سورۂ الم تنزیل السجدہ پڑھی جائے، اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

۹۱۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ النَّاجِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ قَدْرَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیتوں کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیتوں کے برابر یا اس (تیس آیات) کی آدھی مقدار اور عصر کی پہلی دو رکعتوں

ثَلٰثِیْنَ اٰیَۃً وَّفِی الْاُخْرَیَیْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشَرَ اٰیَۃً اَوْ قَالَ نِصْفَ ذٰلِكَ وَفِی الْعَصْرِ فِی رَكْعَتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ فِیْ كُلِّ رَكْعَۃٍ قَدْرَ قِرَاءَۃِ خَمْسَ عَشَرَۃَ وَفِی الْاُخْرَیَیْنِ قَدْرَ نِصْفِ ذٰلِكَ۔

میں پندرہ آیتوں کی مقدار قرأت کرتے اور آخری دو رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار۔

۹۱۹۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا هُشَیْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ اَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَۃِ شَكَوْا سَعْدًا اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوْا مِنْ صَلٰوتِهٖ فَاَرْسَلَ عَلَیْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَیْهِ فَذَكَرَ لَهٗ مَا عَابُوْهُ بِهٖ مِنْ اَمْرِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُصَلِّیْ بِهِمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَخْرِمُ عَنْهَا اِنِّیْ لَاَرْكُدُ بِهِمْ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ یَا اَبَا اِسْحٰقَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کی شکایت کی، حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح نماز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم۔ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابو اسحاق تم سے مجھے یہی حسن ظن تھا۔

۹۲۰۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ جَرِیْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَوْكَ فِیْ كُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی فِی الصَّلٰوۃِ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَمُدُّ فِی الْاُوْلَیَیْنِ وَاَحْذِفُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ وَمَا اٰلُوْ مَا اقْتَدَیْتُ بِهٖ مِنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ اَوْ ذَاكَ ظَنِّیْ بِكَ۔

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتی کہ نماز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا۔

۹۲۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَاَبِیْ عَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِهِمْ وَزَادَ فَقَالَ تُعَلِّمُنِیْ

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ (اہل کوفہ کی شکایت پر) حضرت سعد نے کہا یہ دیہاتی

الْاَعْرَابُ بِالصَّلٰوۃِ۔

۹۲۳۔ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِیْدٍ قَالَ نَا الْوَلِیْدُ یَعْنِی ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِیْدٍ وَھُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ عَطِیَّۃَ بْنِ قَیْسٍ عَنْ قَزَعَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَقَدْ کَانَتْ صَلٰوۃُ الظُّھْرِ تُقَامُ فَیَذْھَبُ الذَّاھِبُ اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقْضِیْ حَاجَتَہٗ ثُمَّ یَتَوَضَّاُ ثُمَّ یَاْتِیْ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی مِمَّا یُطَوِّلُھَا۔

۹۲۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَھْدِیٍّ عَنْ مُعَاوِیَۃَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِیْعَۃَ قَالَ حَدَّثَنِیْ قَزَعَۃُ قَالَ اَتَیْتُ اَبَا سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیَّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَھُوَ مَکْثُوْرٌ عَلَیْہِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْہُ قُلْتُ اِنِّیْ لَا اَسْئَلُکَ عَمَّا سَاَلَکَ ھٰؤُلَآءِ عَنْہُ قُلْتُ اَسْاَلُکَ عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَالَکَ فِیْ ذٰلِکَ مِنْ خَیْرٍ فَاَعَادَھَا عَلَیْہِ فَقَالَ کَانَتْ صَلٰوۃُ الظُّھْرِ تُقَامُ فَیَنْطَلِقُ اَحَدُنَا اِلَی الْبَقِیْعِ فَیَقْضِیْ حَاجَتَہٗ ثُمَّ یَاْتِیْ اَھْلَہٗ فَیَتَوَضَّاُ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی۔

مجھے نماز سکھاتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور پھر کوئی شخص بقیع جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابھی پہلی رکعت میں ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے تھے۔

قزعہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ باتیں پوچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ پوچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں، حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تیرے لیے بھلائی نہیں ہے (کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ سکتے) اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جاتی اور ہم میں سے کوئی شخص بقیع جا کر اپنے کام سے فارغ ہو کر آ جاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں ہوتے۔

باب ۱۷۳ اَلْقِرَآءَۃِ فِی الصُّبْحِ

صبح کی نماز میں قرأت

۹۲۵۔ حَدَّثَنَا ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَیْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ یَقُوْلُ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور سورۃ المؤمنون کی قرأت شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کو شک ہے) تو رسول اللہ

بْنُ سُفْيَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ الْمُسَيَّبِ بْنِ الْعَابِدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتّٰى جَاءَ ذِكْرُ مُوسٰى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ يَشُكُّ أَوِ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ أَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ ذٰلِكَ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ فَحَذَفَ فَرَكَعَ وَفِي حَدِيثِهِمْ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ الْعَاصِ.

صلے اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو آپ نے قرأت موقوف کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔

---

۹۲۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ سَرِيعٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ

حضرت عمرو بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں واللیل اذا عسعس سنا۔

---

۹۲۷ - حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَصَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْرَأُ ق ۝ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ حَتّٰى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ قَالَ لَجَعَلْتُ أُرَدِّدُهَا وَلَا أَدْرِي مَا قَالَ.

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۃ ق والقرآن المجید۔ والنخل باسقات تک پڑھی، میں اس آیت کو دہراتا رہا، راوی کہتا ہے مجھے پتا نہیں انھوں نے کیا کہا۔

---

۹۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَرِيكٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ.

حضرت قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز میں سنا آپ پڑھ رہے تھے۔ والنخل باسقات لہا طلع نضید۔

---

۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ فَقَرَأَ فِي رَكْعَةٍ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ

زیاد بن علاقہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والنخل باسقات لہا طلع نضید۔ کی قرأت کی اور بسا اوقات

وَرُبَّمَا قَالَ قٓ۔

کہتے ہیں کہ آپ نے سورۂ ق کو پڑھا۔

۹۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَآئِدَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَكَانَ صَلٰوتُهٗ بَعْدُ تَخْفِيْفًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں قٓ والقرآن المجید پڑھتے اور دوسری رکعت میں تخفیف کرتے۔

۹۳۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ثَنَا يَحْيٰى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُخَفِّفُ الصَّلٰوةَ وَلَا يُصَلِّيْ صَلٰوةَ هٰؤُلَآءِ قَالَ وَاَنْبَاَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَنَحْوِهَا۔

سماک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تھے اور لوگوں کی طرح لمبی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ صبح کی نماز میں قٓ والقرآن المجید۔ یا اس کی مثل سورتیں پڑھتے تھے۔

۹۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ بِاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَفِي الْعَصْرِ نَحْوَ ذٰلِكَ وَفِي الصُّبْحِ اَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں والليل اذا يغشى اور عصر کی نماز میں اس کی مثل قرأت کرتے اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے۔

۹۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِي الظُّهْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَفِي الصُّبْحِ بِاَطْوَلَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں سبح اسم ربك الاعلى اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی قرأت کرتے تھے۔

۹۳۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ اَبِيْ بَرْزَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ مِنَ السِّتِّيْنَ اِلَى الْمِائَةِ۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۹۳۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّآءِ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں

أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ۔

ساٹھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

---

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَّرْتَنِي بِقِرَاءَتِكَ هَذِهِ السُّورَةَ إِنَّهَا لَآخِرُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورۂ والمرسلات عرفا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہنے لگیں اے میرے بیٹے تمہارے اس سورت کو پڑھنے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

---

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدُ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز نہیں پڑھائی۔

---

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطُّورِ فِي الْمَغْرِبِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۂ طور سنی۔

---

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

عشاء کی نماز میں قرأت

۹۴۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ فِي سَفَرٍ فَصَلَّى الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَقَرَأَ فِي إِحْدَى الرَّكْعَتَيْنِ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورۂ والتین والزیتون پڑھی

۹۴۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ۔

حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، آپ نے سورۂ والتین والزیتون پڑھی۔

۹۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا مِسْعَرٌ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ابْنَ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْعِشَاءِ بِالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ فَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورۂ والتین والزیتون سنی، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کو میں نے ایسی خوش الحانی سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

۹۴۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي فَيَؤُمُّ قَوْمَهُ فَصَلَّى لَيْلَةً مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى قَوْمَهُ فَأَمَّهُمْ فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَانْحَرَفَ رَجُلٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى وَحْدَهُ وَانْصَرَفَ فَقَالُوا لَهُ أَنَافَقْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا وَاللّٰهِ وَلَآتِيَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَأُخْبِرَنَّهُ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے، ایک رات انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر آکر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں بخدا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت

أَصْحَابُ نَوَاضِحَ نَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَأَنَّ مُعَاذًا صَلَّى مَعَكَ الْعِشَاءَ ثُمَّ أَتَى فَافْتَتَحَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مُعَاذٍ فَقَالَ يَا مُعَاذُ أَفَتَّانٌ أَنْتَ إِقْرَأْ بِكَذَا وَاقْرَأْ بِكَذَا قَالَ سُفْيَانُ فَقُلْتُ لِعَمْرٍو أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ اقْرَأْ وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ عَمْرٌو وَنَحْوَهَا۔

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ہم دن بھر اونٹوں پر پانی لاد کر لاتے ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا، پھر آکر ہماری جماعت کرائی، اور نماز میں سورۂ بقرہ شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ! کیا تم فتنہ پرور ہو (نماز میں) فلاں فلاں سورت پڑھا کرو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے والشمس وضحاها، والليل اذا يغشى، سبح اسم ربك الاعلى جیسی سورتیں بتائی تھیں۔

۹۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ بِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَانْصَرَفَ رَجُلٌ مِنَّا فَصَلَّى فَأُخْبِرَ مُعَاذٌ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ مُنَافِقٌ فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ مَا قَالَ مُعَاذٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتُرِيدُ أَنْ تَكُونَ فَتَّانًا يَا مُعَاذُ إِذَا أَمَمْتَ النَّاسَ فَاقْرَأْ بِالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء کی جماعت کرائی اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا چلا تو انھوں نے کہا وہ شخص منافق ہے اور جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا کہ (اس بناء پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق کہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے کہا۔ اے معاذ! کیا تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو! جب تم جماعت کراؤ تو والشمس وضحاها، سبح اسم ربك الاعلى، اقرا باسم ربك۔ اور والليل اذا يغشى۔ (جیسی سورتیں) پڑھا کرو۔

۹۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَۃَ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلٰی قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ تِلْکَ الصَّلٰوۃَ۔

پڑھاتے۔

۹۴۶۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ اَبُو الرَّبِیْعِ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَیُّوْبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کَانَ مُعَاذٌ یُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ یَاْتِیْ مَسْجِدَ قَوْمِہٖ فَیُصَلِّیْ بِھِمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جاکر لوگوں کو جماعت کراتے۔

متنفل کی اقتداء میں مفترض کی نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہاء کے دلائل

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو بار پڑھتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جاکر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب لیا ہے کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جاکر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھ لیں تو یہ جائز ہے، اس کے برخلاف امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [1]

امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فلا تختلفوا علیہ الحدیث۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہٰذا امام سے اختلاف نہ کرو۔

اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مفترض کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہو گیا اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

---

[1] عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الامام ضامن۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو متضمن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہوتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہٰذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مفترض کی اقتداء میں متنفل کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معاذ سے متنفل کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو نماز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاذ اپنی قوم کو فرض نماز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے جمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں، جمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دو جگہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے، حضرت معاذ بن جبل نے خود نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالف احتمال زیادہ قوی ہو کیونکہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گذر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس فعل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جا کر فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ حضرت معاذ دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسند احمد بن حنبل میں امام احمد بن حنبل[2] نے اور شرح معانی الآثار[3] میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ کی لمبی قرأت کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تکن فتانا اما ان تصلی معی واما ان تخفف عن قومک۔

اے معاذ فتنہ مت ڈالو یا صرف میری اقتداء میں نماز پڑھو اور یا اپنی قوم کو تخفیف سے نماز پڑھاؤ۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں یہ تصریح کر دی ہے کہ ایک فرض دو مرتبہ نہیں پڑھے جاتے اور حضرت معاذ کے لیے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات معین کر دی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھ لیں یا اپنی قوم کو تخفیف کے ساتھ فرض پڑھائیں، اس کی مزید تفصیل علامہ زیلعی کی عبارت میں ہے۔

۱۔ علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ابتدائی دور میں ایک نماز دو مرتبہ پڑھ لی جاتی تھی اس لیے حضرت معاذ ایسا کرتے تھے، بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا اور نسخ پر امام طحاوی نے یہ دلیل پیش کی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے: لا تصلی صلوٰۃ فی یوم مرتین ایک نماز ایک دن میں دو بار نہ پڑھی جائے۔

۲۔ چونکہ حدیث معاذ ان صحیح حدیثوں کے خلاف ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ متنفل کے پیچھے مفترض نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے حدیث معاذ کی توجیہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابتدائی دور کا معاملہ تھا جب زیادہ امام میسر نہ تھے اس لیے بامر مجبوری اس فعل کو مباح رکھا گیا بعد میں حدیث ابن عمر یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے یہ عمل منسوخ کر دیا گیا۔

۳۔ امام شافعی کے نزدیک متنفل کی اقتداء میں فرض نماز ہو جاتی ہے اور جمہور ائمہ کے نزدیک نہیں ہوتی اور عبادات خصوصاً فرائض میں احتیاط لازم ہے اس لیے احتیاط کا مقتضی یہی ہے کہ متنفل کی اقتداء میں فرض نہ ادا کیے جائیں۔

۴۔ حدیث معاذ سے علی سبیل التنزل زیادہ سے زیادہ اباحت ثابت ہو گی اور دوسرے دلائل سے تحریم ثابت ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

۵۔ اس سلسلہ میں سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ہجرت سے پہلے اسلام لائے تھے اور ہجرت کے دو سال بعد جنگ کے دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب نماز خوف پڑھائی تو ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی ہوتی اور آپ دوسری جماعت کو ایک رکعت نماز پڑھاتے، پھر یہ جماعت چلی جاتی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے رہتے اور جب پہلی جماعت آتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دوسری رکعت پڑھاتے پھر دونوں جماعتیں باقی ایک رکعت اپنے اپنے طور پر پڑھتیں اگر ایک فرض کو دو مرتبہ پڑھنا یعنی ایک مرتبہ بطور فرض کے اور دوسری مرتبہ بطور نفل کے پڑھنا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کو فرض پڑھا دیتے اور پھر دوسری جماعت جب فرض پڑھنے کے لیے آتی تو آپ نفل کی نیت کرتے اور وہ جماعت فرض پڑھ لیتی اور جب اللہ کے رسول نے نفل کی نیت سے فرض نہیں پڑھائے تو پھر کسی اور کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ نفل کی نیت کر کے فرض نماز پڑھنے والوں کو فرض پڑھا دے[1]

※

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ مجلس علمی ہند

بَابُ ۱۷۵ أَمْرِ الْأَئِمَّةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلٰوةِ فِي تَمَامٍ

ائمہ کو تخفیف سے نماز پڑھانے کا حکم

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَأَتَأَخَّرُ عَنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدَّ مِمَّا غَضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرأت کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رہ جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں) کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غضب میں نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھائے تو تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

۹۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حدیث سابق کی مثل روایت منقول ہے۔

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالضَّعِيفَ وَالْمَرِيضَ فَإِذَا صَلّٰى وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرائے تو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھائے) اس لیے کہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے تو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفِ الصَّلٰوةَ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ صَلٰوتَهُ مَا شَاءَ.

ہیں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

---

۹۵۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَذَا الْحَاجَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

---

۹۵۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلَ السَّقِيمِ الْكَبِيرَ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی جگہ بوڑھے کا لفظ ہے۔

---

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أُمَّ قَوْمَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ ادْنُهْ فَجَلَسَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهُ فِي صَدْرِي بَيْنَ ثَدْيَيَّ ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيَّ ثُمَّ قَالَ أُمَّ قَوْمَكَ فَمَنْ أَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ فَإِنَّ فِيهِمُ الْمَرِيضَ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِنَّ فِيهِمْ ذَا الْحَاجَةِ فَإِذَا صَلّٰى أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ.

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ جھجک محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا میرے قریب ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرائے اسے تخفیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔

۹۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ

قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاصِ قَالَ آخِرُ مَا عَهِدَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَمْتَ قَوْمًا فَاخْفِفْ بِهِمُ الصَّلَاةَ۔

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم جماعت کراؤ تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

---

۹۵۵ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوجِزُ فِي الصَّلَاةِ وَيُتِمُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

---

۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَخَفِّ النَّاسِ صَلَاةً فِي تَمَامٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سب لوگوں کی بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

---

۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَاةً وَلَا أَتَمَّ صَلَاةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف سے نماز نہیں پڑھی۔

---

۹۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ مَعَ أُمِّهِ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ بِالسُّورَةِ الْخَفِيفَةِ أَوْ بِالسُّورَةِ الْقَصِيرَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی ایسے بچہ کے رونے کی آواز سنتے جو اپنی ماں کے ساتھ ہوتا تو چھوٹی سورت پڑھ کر نماز میں تخفیف کر دیتے۔

۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَدْخُلُ الصَّلَاةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ بِهِ۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے لمبا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی

وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرأت کرنے کی توجیہ

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے ائمہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرأت کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرأت کی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن مروان بن الحكم قال قال لي زيد بن ثابت مالك تقرأ في المغرب بقصار المفصل وقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب بطولى الطوليين قال ما طولى الطوليين قال الاعراف والأخرى الانعام وسالت انا ابن ابي مليكة فقال لي من قبل نفسه المائدة والاعراف[1]

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اپنی طرف سے سورۂ مائدہ اور سورۂ اعراف بتایا۔

سورہ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورہ انعام پورن پارے کی ہے اور سورہ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورہ اعراف اور دوسری میں سورہ انعام یا سورۂ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورہ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورہ انعام اور کبھی سورہ مائدہ پڑھتے تھے۔ بہر حال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کی مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرأت کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کو جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرأت کی ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیف اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے اور ان کی یہ تمنا ہوتی تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گذر جائے

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمزور نماز پڑھتے تو ان کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، بیماروں کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے، اور یہ ٹھیک ہے کہ مغرب کی نماز میں وقت کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قرأت کرتے تھے تو وقت کی نبضیں بھی رک جاتی تھیں اور گردش لیل و نہار بھی ٹھہر جاتی تھی۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم

علامہ علاؤالدین حصکفی

حنفی لکھتے ہیں:

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قرأت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان لے کہ فلاں شخص آرہا ہے اور اگر اس کو پتا نہ ہو کہ کون ہے تو پھر مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ محض اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مسند بیار رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے[1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور امام شافعی کے قول جدید میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ شخص حقیقۃً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی کے لیے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے تذلل اور عبادت کا ارادہ نہیں کیا۔

اگر امام کو پتا نہ چلے کہ کون آرہا ہے اور وہ عبادت پر اعانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تسبیحیں زیادہ پڑھے تاکہ باقی نمازیوں پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنا ہے جس میں عدم اخلاص کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں بہ ظاہر عبادت پر معاونت ہے لیکن اس میں حقیقۃً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے اہتمام نہ کرنے پر معاونت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ

بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے، خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے، کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کی جائے تاکہ زیادہ لوگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبداللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثوری سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے، اسی بنا پر معراج میں لکھا ہے کہ اس کو اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تعاونوا علی البر والتقوی۔ "نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو"، اور منتقی میں لکھا ہے کہ مؤذن کو دیر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لیے لمبی قرأت کرنا حرام ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ دنیا داروں کو راضی کرنے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر دشوار ہو، خلاصہ یہ ہے کہ نیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی ــــ تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔[1]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرأت لمبی کرنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اولیٰ ضرور ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر معاونت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق نماز میں قرأت کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اس کی نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا خواہ وہ دین دار ہو یا دنیا دار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

باب ۱۷۶ اِعْتِدَالِ اَرْکَانِ الصَّلٰوۃِ وَ تَخْفِیْفِھَا فِیْ تَمَامٍ

نماز کے ارکان میں اعتدال کرنا اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا

۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَیْرٍ الْبَکْرَاوِیُّ وَ اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ الْجَحْدَرِیُّ کِلَاھُمَا عَنْ اَبِیْ عَوَانَۃَ قَالَ حَامِدٌ نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ ھِلَالِ بْنِ اَبِیْ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَمَقْتُ الصَّلٰوۃَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُّ قِیَامَہٗ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو غور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام، رکوع، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونا پھر سجدہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا، نماز سے فارغ ہونے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

فَرَكْعَتَهُ فَاعْتَدَلَ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجَدَ تَهُ فَجَلْسَتَهُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ فَسَجْدَتَهُ فَجَلْسَتَهُ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالِانْصِرَافِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ

تک بیٹھنا یہ تمام افعال اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے سب برابر تھے۔

۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ غَلَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ قَدْ سَمَّاهُ زَمَنَ ابْنِ الْأَشْعَثِ فَأَمَّرَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَكَانَ يُصَلِّي فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا أَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ قَالَ الْحَكَمُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى فَقَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُكُوعُهُ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَسُجُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ مُرَّةَ فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى فَلَمْ تَكُنْ صَلٰوتُهُ هٰكَذَا۔

کوفہ کے امیر نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ امامت کرائیں وہ جماعت کراتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے ہوتے کہ میں یہ دعا پڑھ لیتا: اللّٰھم ربنا لک الحمد ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔ (اے اللہ! تو اس ستائش اور تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین اور جتنی جگہ تو چاہے بھر جائے تو ہی تعریف اور بڑائی کے لائق ہے جس کو تو کچھ عطا کرے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جس سے تو کوئی چیز روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور نہ کوئی کوشش تیرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتی ہے) راوی کہتا ہے میں نے یہ حدیث عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو سنائی انھوں نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طرح پڑھتے تھے جس میں رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا تقریباً برابر ہوتے تھے، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عمرو بن مرہ سے بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو دیکھا ہے وہ اس کیفیت سے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ أَنَّ مُطَرِّفَ بْنَ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ أَمَّرَ أَبَا عُبَيْدَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔

۹۶۳ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا قَالَ فَكَانَ أَنَسٌ يَصْنَعُ شَيْئًا لَا أَرَاكُمْ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ انْتَصَبَ قَائِمًا حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ مَكَثَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے راوی (ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی، وہ جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے ہوتے تو قومہ میں اتنی دیر لگاتے کہ کوئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے ہیں اس طرح جب سجدہ کر کے بیٹھتے تو اتنی دیر لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

۹۶۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ أَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْجَزَ صَلَاةً مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَمَامٍ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَارِبَةً وَكَانَتْ صَلَاةُ أَبِي بَكْرٍ مُتَقَارِبَةً فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَدَّ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ ثُمَّ يَسْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَوْهَمَ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسی نماز کسی شخص کے پیچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود کامل ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں صبح کی نماز لمبی پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ شاید آپ بھول گئے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ وہم ہوتا کہ شاید آپ بھول گئے۔

رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر تسبیحات پڑھنے کی توضیح

یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری معنی کے مطابق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجود اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے تھے ورنہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے تھے (یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے اگر حضور نماز کے قیام میں لمبی قرأت کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ تسبیحات پڑھتے اور

اس کے بعد قومہ (رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا) میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورۂ بقرہ پڑھ لی جائے اور رکوع اور سجود میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھ لی جائیں۔

بَابُ ۱۷۷ مُتَابَعَةِ الْإِمَامِ وَالْعَمَلِ بَعْدَهُ

امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

۹۶۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحَقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ أَرَ أَحَدًا يَحْنِي ظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَخِرُّ مَنْ وَرَاءَهُ سُجَّدًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جانے کے لیے رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر جھکائی ہو حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جبین اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

۹۶۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَحْنِ أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَقَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ جھوٹے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

۹۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ الْأَنْطَاكِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو إِسْحَقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعَ رَكَعُوا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ، تو ہم کھڑے ہوتے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبین اقدس

فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ نَزُلْ قِيَامًا حَتَّى نَرَاهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ نَتْبَعُهُ۔

زمین پر رکھ دیتے پھر ہم آپ کی اتباع میں سجدہ کرتے۔

۹۶۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَنَا أَبَانُ وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْنُو أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى نَرَاهُ قَدْ سَجَدَ وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ أَبَانٌ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى نَرَاهُ يَسْجُدُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، ہم میں سے کوئی شخص سجدہ کرنے کے لیے اپنی کمر کو نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیتا۔

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ أَبِي عَوْنٍ قَالَ نَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ الْأَشْجَعِيُّ أَبُو أَحْمَدَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سَرِيعٍ مَوْلَى آلِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَكَانَ لَا يَحْنِي رَجُلٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَسْتَتِمَّ سَاجِدًا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی، اس وقت آپ یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس۔ اور ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

ف رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں کہ سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد دونوں کلمات کہے جبکہ احناف یہ کہتے ہیں کہ امام صرف سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی ربنا لک الحمد کہیں اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے رہتے تھے۔

باب ۱۷۸ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے پشت مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللّٰھم ربنا لک الحمد ملاء السموٰت وملاء الارض وملاء ما شئت من شیء بعد۔

اے اللہ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو جو چاہے وہ بھر جائے۔

۹۷۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے۔

۹۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُجَزَّاةَ ابْنِ زَاهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَمَاءِ الْبَارِدِ اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور زمین بھر جائیں اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے اے اللہ! مجھے برف، اولوں اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔

۹۷۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ مُعَاذٍ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّرَنِ وَفِي رِوَايَةِ يَزِيدَ مِنَ الدَّنَسِ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۹۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب رکوع

قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَزَعَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

سے سر اٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ:) اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس ظرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو ہی ثناء اور بزرگی کے لائق اور بندے کے قول کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں، اے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی چھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کوشش کرنے والے کی کوشش سود مند نہیں ہے۔

۹۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَبَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے: اللھم ربنا لک الحمد ملا السموٰت وملا الارض وما بینھما وملا ما شئت من شیء بعد اھل الثناء والمجد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اس حدیث میں احق ما قال العبد وکلنا لک عبد۔ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۹۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ قَوْلِهِ مِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں ملا ما شئت من شیء بعد تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح

حمد سے آسمان اور زمین بھر جائیں کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کو اگر مجسم کیا جائے تو اس کے جسم سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور یا جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے، یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی ظرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو ظرف تو چاہے وہ بھر جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لامحدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں سما سکتی بلکہ اس کے بعد اور ظرف کی ضرورت پڑے گی، دوسرا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کرے ـــــ زمین اور آسمانوں کو بھر دے تب بھی وہ اس کی پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا ہے اور نہ اس کے پاس اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ ان کے علاوہ اور ظرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے ملا علی قاری نے صحیح ابن حبان اور سنن دار قطنی کی احادیث کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر محمول ہے یا نوافل پر۔

بَابُ ۱۷۹ النَّهْيِ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

۹۷۷۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتَارَةَ وَالنَّاسُ صُفُوفٌ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ أَلَا وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ أَنْ يُسْتَجَابَ لَكُمْ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت صحابہ کرام حضرت ابوبکر کی اقتداء میں صف باندھے کھڑے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے رہا رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور سجدہ میں خوب کوشش سے دعا مانگو امید ہے کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

۹۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ سُحَيْمٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَ عَنَّا رَسُولُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے تین بار فرمایا

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السِّتْرُ وَرَأْسُهُ مَعْصُوبٌ فِي مَوْضِعِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَلَّغْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ إِلَّا الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ تُرَى لَهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے نیز فرمایا بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۹۷۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا

۹۸۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ نَهَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع فرمایا۔

۹۸۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَالَ نَهَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَلَا أَقُولُ نَهَاكُمْ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

۹۸۲۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِي حِبِّي أَنْ أَقْرَأَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۹۸۳۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے (اس

ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ ابْنُ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَقَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ إِلَّا الضَّحَّاكَ وَابْنَ عَجْلَانَ فَإِنَّهُمَا زَادَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا إِنَّهُ نَهَانِي عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَا رَاكِعٌ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِي رِوَايَتِهِمُ النَّهْيَ عَنْهَا فِي السُّجُودِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ وَيَزِيدُ بْنُ أَسْلَمَ وَالْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ وَدَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ۔

(روایت میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے)

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث ذکر کی ہے۔

۹۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ إِسْمَعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ عَلِيٍّ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي السُّجُودِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو رکوع میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے

۹۸۵۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ وَأَنَا رَاكِعٌ لَا يَذْكُرُ فِي الْإِسْنَادِ عَلِيًّا۔

رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۹۷۷ میں ہے بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔

اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔

نماز میں قیام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود ذلت کی حالت ہیں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرما دیا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق رہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو جو نماز کی تعلیم دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگنی چاہیے جمہور ائمہ کا یہی مسلک ہے[1] اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ۔ کہے۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم نیشاپوری طحاوی، طیالسی اور حافظ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه انه قال لما نزلت فسبح باسم ربك العظيم قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اجعلوها في ركوعكم فلما نزلت سبح اسم ربك الاعلى قال لنا اجعلوها في سجودكم۔[2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیۃ مبارکہ فسبح باسم ربک العظیم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی العظیم۔ کہو) اور جب سبح اسم ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجدہ میں عمل کرو (یعنی سبحان ربی الاعلیٰ۔ کہو)۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔[3]

باب ۱۸۰ مَا يَقُولُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

رکوع اور سجود میں کیا کہے

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ فِي السُّجُودِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

۹۸۷۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان مکہ مکرمہ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۷۷، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع،

عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ عَنْ حُمَادِ بْنِ خُزَيْمَةَ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّهُ وَجِلَّهُ وَأَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَعَلَانِيَتَهُ وَسِرَّهُ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے اللھم اغفر لی ذنبی کلہ دقہ وجلہ واولہ واخرہ وعلانیتہ وسرہ۔ اے اللہ میرے تمام گناہ معاف فرمادے، خواہ وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اوّل ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا باطن)

۹۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَتَأَوَّلُ الْقُرْآنَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں بہ کثرت پڑھتے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک اللھم اغفر لی۔ (اے اللہ! ہمارے رب تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو زیبا ہے، اے اللہ میری مغفرت فرما) یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے فسبح بحمد ربک واستغفرہ "اپنے رب کی پاکیزگی اور حمد بیان کرو اور اس سے مغفرت چاہو"

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا هَذِهِ الْكَلِمَاتُ الَّتِي أَرَاكَ أَحْدَثْتَهَا تَقُولُهَا قَالَ جُعِلَتْ لِي عَلَامَةٌ فِي أُمَّتِي إِذَا رَأَيْتُهَا قُلْتُهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ إِلَى آخِرِ السُّورَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک استغفرک واتوب الیک۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنھیں میں آپ کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقرر کر رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا ہوں تو سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح، پڑھتا ہوں (یعنی اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں)۔

۹۹۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ نَا مُفَضَّلٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَلِيمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ نَزَلَ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پر نازل ہوئی اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ يُصَلِّي صَلٰوةً إِلَّا دَعَا أَوْ قَالَ فِيهَا سُبْحَانَكَ رَبِّي وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي.

سبحانك ربی وبحمدك اللهم اغفر لی "اے میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد زیبا ہے اے اللہ! میری مغفرت فرما"

۹۹۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَاكَ تُكْثِرُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَبَّرَنِي رَبِّي أَنِّي سَأَرَى عَلَامَةً فِي أُمَّتِي فَإِذَا رَأَيْتُهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ أَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ (فَتْحُ مَكَّةَ) وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ کثرت فرماتے تھے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ (اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ یہ کثرت یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ آپ نے فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ واتوب الیہ۔ پڑھوں اور میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے:

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا۔

(یعنی فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا۔)

۹۹۲ - حَدَّثَنِي حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَيْفَ تَقُولُ أَنْتَ فِي الرُّكُوعِ قَالَ أَمَّا سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ افْتَقَدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَتَجَسَّسْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَإِذَا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو ڈھونڈا اور میں پھر واپس آئی تو آپ رکوع یا سجدہ میں تھے، اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانک وبحمدک لا الہ الا انت (اے اللہ حمد اور تسبیح تجھ ہی

اور سجدہ کی بہ نسبت قیام میں زیادہ مشقت ہے۔ نیز تواتر سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں بہت طویل قیام کرتے تھے، حدیث شریف میں ہے:

عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ [1]

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام کیا کہ آپ کے مبارک پیروں میں ورم آگیا۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ اور حدیث شریف سے جب یہ ظاہر ہوگیا کہ سجدہ کی حالت میں نمازی اپنے رب کے بہت قریب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بھی سجدہ میں دعا مانگی ہے اور ہمیں بھی تلقین کی ہے اس لیے سجدہ میں انتہائی خضوع خشوع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی کوشش کرنی چاہیے خصوصاً نوافل میں۔

حدیث نمبر ۹۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں بہ کثرت استغفار کرتے تھے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے محامل

قرآن کی بعض آیات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے توبہ اور استغفار کا حکم دیا جیسے ارشاد ہے: فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر: ۳) "اپنے رب کی حمد اور تسبیح کے ساتھ اس سے مغفرت طلب کیجیے بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے" نیز ارشاد فرمایا: واستغفر لذنبک (مؤمن: ۵۵ - محمد: ۱۹) "اپنے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ کاموں پر توبہ کیجئے" اور حدیث شریف میں ہے:

قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن میں اللہ سے ستر مرتبہ سے زیادہ توبہ کرتا ہوں اور مغفرت طلب کرتا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم مائۃ مرۃ [3]

حضرت مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل پر یشان ہو جاتا ہے اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سو سے زائد مرتبہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟

نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضلیت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بغوی کا مسلک یہ ہے کہ بکثرت رکوع اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طول سجود (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، نیز نماز سے مقصود تذلل اور عجز ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو پیروں تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرأت کرتا ہوا سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے اے افسوس! اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔[1]

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناطق ہے، (واسجد واقترب، علق:۱۹) "سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو"، نیز فرمایا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود (الفتح:۲۹) ان (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہوگا۔ ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجود کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجود کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصلوٰۃ طول القنوت۔[2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احمزھا۔[3]

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔

---

[1] امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ

هُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ فَقُلْتُ لِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي إِنِّي لَفِي شَأْنٍ وَإِنَّكَ لَفِي آخَرَ۔

کو زیبا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں ہیں۔

۹۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهُ فَوَقَعَتْ يَدِي عَلَى بَطْنِ قَدَمِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرا ہاتھ آپ کے تلوے پر پڑا اور وہ اس حالیکہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے:
اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك وبمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔
"اے اللہ! میں تیرے غصہ سے تیری خوشنودی کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی پناہ میں آتا ہوں، میں تیری حمد وثناء ایسی نہیں کر سکتا جیسی حمد وثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

۹۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں یہ پڑھتے تھے: سبوح قدوس ربنا ورب الملئكة والروح۔

۹۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ابْنَ الشِّخِّيرِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنِي هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو سید المعصومین ہیں، ہر قسم کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمداً، اظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سب سے معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہادی خطاء سے بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبدیت کا تقاضا تھا یا اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔

۲۔ علامہ وشتانی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور تواضع تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت وجلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تر ہے سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر سانس عبادت میں گزار دے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہٰذا آپ کا توبہ واستغفار کرنا اس قصور فطری کی بناء پر ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی نعمتوں کا متکفل نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا اس عجز فطری کی بناء پر تھا۔

۵۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرائض رسالت، مصالح امت اور تبلیغی امور میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات وصفات میں منہمک نہ رہتے اور اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مطالعہ ذات وصفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے۔

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول وبراز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے کی وجہ سے مشاہدہ ذات وصفات نہ کرتے، اس بناء پر استغفار فرماتے۔

۸۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (مثلاً نیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یاد الٰہی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار فرماتے۔

۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات

کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

۱۰۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔

۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اقتداء کرنے کا شرف حاصل ہو جائے۔

۱۲۔ شیخ ابو مسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔

۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند تر تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔

۱۴۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرہ، ۲۲۲) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر اگر ہم لگاتار کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہو گی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکا لیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہو گا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہو گا، اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا مسلسل مشاہدہ کرنا آپ کے لیے باعث مشقت ہو گا، اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تجلیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے"، ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا، تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیش نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب "امت میں کثرت کی علامت" بتلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے فتح و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعتراف نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے، یا جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی، اس وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے، حضرت عائشہ کا ہاتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تلوے سے لگا درآں حالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔

عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء

امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم کے لمس سے لذت حاصل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ لذت حاصل ہو یا نہ ہو مطلقاً جسم عورت کے لمس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[1] اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی مؤید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے تلوؤں کو ہاتھ لگایا اور آں حالیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے اے اللہ میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں یا تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہوگی وہ متناہی ہوگی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک وغیرہ اور رب الملائکۃ والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بَابُ ۱۸۱ فَضْلِ السُّجُوْدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۹۹۶- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعَيْطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ

معدان بن طلحہ یعمری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے ان سے عرض کیا

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۹

مَعْدَانُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ الْیَعْمَرِیُّ قَالَ لَقِیْتُ ثَوْبَانَ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهٗ یُدْخِلُنِیَ اللّٰهُ بِهِ الْجَنَّةَ اَوْ قَالَ قُلْتُ بِاَحَبِّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰهِ فَسَکَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ فَسَکَتَ ثُمَّ سَاَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَیْکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ لِلّٰهِ فَاِنَّکَ لَا تَسْجُدُ لِلّٰهِ سَجْدَةً اِلَّا رَفَعَکَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً وَحَطَّ عَنْکَ بِهَا خَطِیْئَةً قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِیْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لِیْ مِثْلَ مَا قَالَ لِیْ ثَوْبَانُ۔

مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل بتلائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، حضرت ثوبان خاموش رہے میں نے دوبارہ سوال کیا وہ پھر خاموش رہے، میں نے سہ بارہ سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت سجود کو لازم کر کو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک سجدہ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کرے گا اور تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا، معدان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا اور انھوں نے بھی حضرت ثوبان والا جواب دیا۔

۹۹۷۔ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ مُوْسٰی اَبُوْ صَالِحٍ قَالَ نَا مَعْقِلُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْاَوْزَاعِیَّ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ رَبِیْعَةُ بْنُ کَعْبٍ الْاَسْلَمِیُّ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ فَقَالَ اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ قُلْتُ هُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"، میں نے عرض کیا میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ "اور کچھ"، میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ

حدیث نمبر ۹۹۶ میں ہے سجدہ سے ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔

حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو نمازی جتنے سجدے

کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرت سجود، طول قیام سے افضل ہے ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن نماز کی حالت قیام میں نمازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طویل قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے[1] یعنی صرف الم پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح نماز میں جتنا طویل قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات یذھبن السیئات۔ ھود: ۱۱۴) بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احمزھا۔[2]

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طول قیام میں کثرت سجود کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بسا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر ورم آجاتا جبکہ سجدہ میں نمازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ طول القنوت۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل رکن طول قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ ـ جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۸)

حدیث شریف میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۱ھ، جامع ترمذی و مستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت

حدیث نمبر ۹۹۰ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مانگ کیا مانگتا ہے"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "مانگ کیا مانگتا ہے" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کردیں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ:

اطلب هذا او غيره مما شئت [1]

رفاقت جنت یا اس کے علاوہ جو کچھ اور چاہو طلب کرو۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من اطلاقه عليه السلام الامر بالسؤال ان الله تعالى مكنه من اعطاء كل ما اراد من خزائن الحق ومن ثم قال اثمتنا من خصائصه عليه السلام انه يخص من شاء بما شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين (رواه البخاري) وفي ترخيصه في التياحة لام عطية في آل فلان خاصة (رواه مسلم) قال النووي للشارع ان يخص من العموم ما شاء وبالتضحية بالعناق لابي بردة بن نيار وغيره وذكر ابن سبع في خصائصه وغيره ان الله تعالى اقطعه ارض الجنة يعطي منها ما شاء لمن شاء۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا "مانگ جو مانگتا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے، اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرما دیں جیسے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کر دیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوحے کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شارع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کر دے جیسے ابو بردہ بن نیار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کر دیا اور ابن سبع نے حضور کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

اس میں سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرما دیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ویؤخذ من اطلاق قوله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائنه تعالیٰ وانه یخص من السائلین ممن شاء بما شاء فانه بحر فضل وکرم وکمال لا ساحل له [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر کسی قید کے فرمایا "مانگو" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانوں میں سے ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قدرت دی ہے جس کا آپ ارادہ فرمائیں اور یہ کہ آپ مانگنے والوں میں سے جس کو چاہیں جس چیز کے ساتھ چاہیں خاص کر لیں، کیونکہ آپ فضل و کرم اور کمال کا ایسا سمندر ہیں جس کا کوئی ساحل نہیں ہے۔

نیز حضرت شیخ فرماتے ہیں:

واز اطلاق سوال کہ فرمود "سل" و تخصیص نکرد بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت او است صلے اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مطلقاً فرمایا کہ "مانگو" اور اسے کسی خاص مطلوب کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام امور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ہاتھ میں ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ اساطین علماء اسلام کا اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ مسلک ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ آپ جس کو چاہیں جو چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا فرما دیں، اور چونکہ آپ کا یہ عطا فرمانا قضاء الٰہی کی موافقت کے ساتھ مقید ہے اس لیے یہ سوال وارد نہیں ہوگا کہ پھر آپ نے مکہ کے تمام مشرکین کو مسلمان کیوں نہ کر دیا، خاص کر اپنے چچا ابو طالب کو کیوں نہ مسلمان کر دیا کیونکہ حضور تو بے شک یہی چاہتے تھے کہ ساری دنیا کے مشرک مسلمان ہو جائیں لیکن یہ قضاء الٰہی میں نہیں تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق اور قضاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ کسی کی مرضی، مشیت اور اجازت کا پابند نہیں ہے۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، لمعات ج ۴ ص ۱۷۲، مطبوعہ لاہور

[2] " " " ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳۹۶، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

بَابُ ۱۸۲ اَعْضَاءِ السُّجُوْدِ وَالنَّهْيِ عَنْ كَفِّ الشَّعْرِ وَالثَّوْبِ وَعَقْصِ الرَّأْسِ فِي الصَّلٰوةِ

اعضاء سجود کا بیان اور سر پر جوڑا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ شَعْرَهٗ وَثِيَابَهٗ هٰذَا حَدِيْثُ يَحْيٰى وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ شَعْرًا وَّثِيَابًا الْكَفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالْجَبْهَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ حدیث یحییٰ کی روایت کے مطابق ہے اور ابوالربیع کی روایت میں سات ہڈیوں پر (سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے (وہ سات ہڈیاں یہ ہیں)، دو ہتھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اور پیشانی۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَلَا اَكُفَّ ثَوْبًا وَّشَعْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں) نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُمِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةٍ وَّنُهِيَ اَنْ يَّكُفَّ الشَّعْرَ وَالثِّيَابَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور بال سنوارنے اور کپڑوں کو موڑنے سے منع کیا گیا۔

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ الْجَبْهَةِ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ عَلٰى اَنْفِهٖ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَاَطْرَافِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو

الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكْفِتَ الثِّيَابَ وَلَا الشَّعَرَ۔

سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

۱۰۰۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكْفِتَ الشَّعَرَ وَلَا الثِّيَابَ الْجَبْهَةِ وَالْأَنْفِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضاء) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔ پیشانی اور ناک دونوں ہاتھ، دو گھٹنے اور دونوں قدم۔

۱۰۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَعْقُوصٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَرَأْسِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باندھا ہوا تھا، حضرت ابن عباس نے کھڑے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا، عبداللہ بن حارث نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیڑ رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو۔

اعضاء سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پہ سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ کرنا مشروع ہے، جن میں پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پہ سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی لگانا سنت یا مستحب ہے۔ اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس باب کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی

---

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴-۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر عذر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ [1]

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ [2]

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۰۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک عضو قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ [3]

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن عکرمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصلوٰۃ لمن لایصیب انفہ من الارض ما یصیب الجبہۃ۔ (دار قطنی ۱/۲ ص ۳۴۸)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ [4]

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں ــــــ ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استحباب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی دو ہاتھ دو گھٹنے اور دو پیروں کی انگلیاں"

(بخاری باب السجود علی سبعۃ اعظم، مسلم باب اعضاء السجود، ابوداؤد ایضاً نسائی باب السجود علی الیدین، ترمذی باب السجود علی سبعۃ اعضاء، ابن ماجہ باب السجود)۔

ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ابو اسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد باعلی جبھتہ علی قصاص الشعر۔
(دار قطنی ج ۱ ص ۳۴۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر والے حصے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ناک کا لگانا سنت یا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل ناک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ، پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد احدکم فلیضع یدیہ قبل رکبتیہ ولا یبرک برک البعیر۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع رکبتیہ قبل یدیہ واذا نھض رفع یدیہ قبل رکبتیہ اخرجہ ابوداؤد والنسائی والترمذی قال الخطابی ھذا اصح من حدیث ابی ھریرۃ وروی عن ابی سعید قال کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین" وھذا یدل علی نسخ ما تقدم وقد روی الاثرم حدیث ابی ھریرۃ اذا سجد احدکم فلیبدا برکبتیہ قبل یدیہ ولا یبرک برو ک الفحل۔ [1]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ہم (سجدہ میں) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت کے منسوخ

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۳۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ہونے پر دلیل ہے، اثرم نے ابو ہریرہ سے
اسی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص
سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر)
گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابو سعید کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ کر حضرت وائل بن حجر کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق

بعض متاخرین مشائخ، احناف، (قدوری، کرخی اور جصاص) نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب الخلاصہ) نے کہا ہے کہ صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جیب بھی نہ ہوئی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ)۔[1]

مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پر رکھنا ہے، البتہ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجد یسجد سجودا وضع جبهته بالارض[2] — سجدہ کا معنی ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وفی السجود امساس جبهته او انفه علی الارض عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ[3] — امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔

---

[1] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۳ ص ۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی (ایران ۱۳۴۲ھ)

[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۴، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وسجد علی انفه وجبهته لان النبی صلی الله علیه وسلم واظب علیه فان اقتصر علی احدهما جاز عند ابی حنیفة رحمه الله وقالا لا یجوز الاقتصار علی الانف الا من عذر وهو روایة عنه لقوله علیه السلام امرت ان اسجد علی سبعة اعظم وعد منها الجبهة ولابی حنیفة رحمه الله ان السجود یتحقق برضع بعض الوجه وهو المامور به الا ان الانف والذقن خارج بالاجماع والمذکور فیما روی الوجه فی المشهور ووضع الیدین والرکبتین سنة عندنا لتحقق السجود دونهما واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انه فریضة فی السجود۔ [1]

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر ناک پر اقتصار کرنا جائز نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار کیا، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ ٹھوڑی اور رخسار بالاجماع سجدہ سے خارج ہیں، اور مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے کیوں کہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے رہا دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدوری نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوع میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، ہاتھوں، گھٹنوں اور قدموں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی کپڑے اور بال نہ موڑے"۔ اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور استحباب دونوں میں مستعمل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے، اور امام ابوحنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۹۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ امرت مستعمل فیما هو اعم من الندب والوجوب وهو معنی طلب منی ذلك، ثم هو فی الجبهة وجوب وفی غیرها معها ندب او فی الندب بخصوصه۔[1]

امرت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب اور استحباب میں عام ہے، اور اس کا معنی ہے مجھ سے اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے ساتھ استحباب کے لیے یا بالخصوص استحباب کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما اعضاء السجود فسبعة وفریضة السجود تتعلق بعضو واحد منها فی قول ابی حنیفة رحمه الله وهو الوجه۔[2]

سجدہ کے سات اعضاء ہیں اور سجدہ کی فرضیت ان میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی یا ناک لگنے سے زمین پر چہرہ لگ جاتا ہے اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے لگنے سے فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پیر سوان کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذکر القدوری ان وضعهما فرض وهو ضعیف واما الیدان فظاهر الروایة عدم افتراض وضعهما قال فی التجنیس والخلاصة وعلیه فتوی مشائخنا۔[3]

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور رہا ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، " " "

[3] علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فتویٰ ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعهما سنة فتكون الكراهة تنزيهية۔[1]

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں پیروں کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

ملا خسرو حنفی لکھتے ہیں:

وذكر الامام الترتاشي ان اليدين والقدمين سواء في عدم الفريضة وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الاسلام في مبسوطه وهو الحق۔[2]

امام ترتاشی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قدوری، کرخی اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمین پر دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاوی میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاوی قاضی خاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع ترتاشی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔[3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

پیروں کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تعظیم اور اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجیز میں لکھا ہے کہ دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر کر رکھا اور ایک کو اٹھایا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔[4]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انھوں نے شروع میں لکھا ہے، محض کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

---

[1] علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۶۵۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[4] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب الخلاصۃ قاضی خاں اور اکثر فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے، نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھا لیے جائیں، اور اگر دونوں پیر زمین پر لگے نہ ہوں صرف معمولی سے اٹھے ہوئے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں ——— گھٹنوں کی طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ہاں پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لااعلی التعیین زمین پر رکھنا فرض ہے، خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے اور یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انہ فرض فی السجود فاذا سجد ورفع اصابع رجلیہ عن الارض لایجوز کذا ذکرہ الکرخی والجصاص ولو وضع احدھما جاز قال قاضی خان ویکرہ وذکر الامام التمرتاشی ان الیدین والقدمین سواء فی عدم الفریضۃ وھوالذی یدل علیہ کلام شیخ الاسلام فی مبسوطہ وھوالحق۔ [1]

قدوری نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کی انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح کرخی اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی خاں نے کہا مکروہ ہے، اور امام تمرتاشی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

واختلف فی محل اقامۃ فرض السجود قال اصحابنا الثلثۃ ھو بعض الوجہ وقال زفر والشافعی السجود فرض علی الاعضاء السبعۃ الوجہ والیدین والرکبتین والقدمین احتجاجا بما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال امرت

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے، اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ان اسجد علی سبعۃ اعظم الوجہ والیدین والرکبتین والرجلین ولنا ان الامر تعلق بالسجود مطلقا من غیر تعیین عضو ثم انعقد الاجماع علی تعیین بعض الوجہ فلا یجوز تعیین غیرہ ولا یجوز تقیید مطلق الکتاب بخبر الواحد فنحملہ علی بیان السنۃ عملا بالدلیلین ثم اختلت اصحابنا الثلاثۃ فی ذلک البعض قال ابوحنیفۃ ھو الجبہۃ او الانف غیر عین حتی لو وضع احدھما فی حالۃ الاختیار یجزیہ[1]

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پیر، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی عضو کے رکھنے کی تعیین نہیں کی، پھر اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے ہم باقی اعضاء کے رکھنے کو سنت پر محمول کرتے ہیں تاکہ دونوں دلیلوں پر عمل ہو، پھر ہمارے اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ بعض حصہ کون سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک ہے لا علی التعیین، حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو جائے گا۔

غور فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی تو قدوری، جصاص، کرخی اور صاحب الخلاصۃ میں یہ طاقت کہاں سے آئے گی کہ ان کے اقوال کی بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد سے تو پیروں کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تقیید لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور قدوری، جصاص اور کرخی کے اقوال اور ان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تقیید جائز ہو جائے فیا للاسف!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے ہم اس عبارت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب نمازی نے سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے، کرخی اور جصاص نے بھی اسی

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھا تو قاضی خاں نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام ترتاشی نے یہ ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر دلالت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے، مجتبیٰ میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرخی، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے اور میں نے بعض نسخوں میں دیکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اٹھایا تو یہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہوگئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، البحر الرائق میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہوگا، عنایہ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے یہی حق ہے اور درر میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی، لیکن شرح منیہ میں اس تحقیق کو رد کر دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہوگا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہوگا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہوگا۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ یہ تقریر سراسر غلط ہے اول تو اس لیے کہ شارح منیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف چہرہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، مبسوط، ہدایہ اور بدائع الصنائع کے حوالے گذر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام ترتاشی کے حوالوں سے یہ تصریح گذر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیہ کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گذر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیہ نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نمازی صرف دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنے رکھ دے اور پیر نہ رکھے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جا سکتی ہے اور ہیئت

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، یا صرف گھٹنے اور ہتھیلیاں رکھے اور پیر نہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے، اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ تینوں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے صرف پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو لاعلی التعیین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ فاغتنم هذا التحرير فانه من خصائص هذا الكتاب۔

اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح المجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہو جاتی ہے، اسی طرح کفایہ میں زاہدی، کرخی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا، فیض میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور حلیہ میں لکھا ہے اس کی زیادہ توجیہ یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور شرنبلالیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام تمرتاشی نے جو فرضیت کی نفی کی ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف ہاتھوں اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے، (بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے) اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے، اسی لیے عنایہ اور درر میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نفی کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔ [1]

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔ [2]

علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشنگی ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۷ - ۴۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

پیروں پر موقوف نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک پر لاعلی التعیین موقوف ہے اس لیے ہاتھوں کے ساتھ ان دو اعضاء میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا واجب ہے۔ اور دونوں کا بیک وقت رکھنا سنت ہے، اور جب نمازی نے سجدہ میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے رکھے ہوئے ہوں اور دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی الا یہ کہ کوئی نمازی مد فاحش تک پیر بالکل اوپر اٹھائے تو یہ عمل تلاعب کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

ہمارے زمانہ میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ سجدہ میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگانا بایں طور کہ انگلی کا پیٹ قبلہ کی طرف ہو، فرض ہے اور اگر سجدہ میں کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول بھی بلا دلیل اور باطل ہے کیونکہ جب پیروں کا رکھنا ہی فرض نہیں ہے تو کسی انگلی کا پیٹ لگانا کیسے فرض ہوگا! اور اس کی بنیاد درمختار کی ایک عبارت ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون۔ [1]

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں:

بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ [2]

---

[1] علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۴۶۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۶۰، " " " "

[3] زمین پر سہولت کے ساتھ پیشانی رکھنا تو دو اعضاء پر موقوف ہے، دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں گھٹنوں یا پیروں میں سے کوئی ایک لاعلی التعیین، تاہم ایک عضو کے ساتھ بھی پیشانی زمین پر رکھی جا سکتی ہے مثلاً دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں اور گھٹنے اور پیر دونوں زمین سے اٹھالیں یا دونوں گھٹنے زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین سے اٹھالیں، مگر اس میں دشواری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہاتھوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے اور صرف گھٹنوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے، البتہ صرف پیروں سے سجدہ نہیں ہو سکتا بایں طور کہ صرف پیروں کے زور پر پیشانی کو زمین پر رکھا جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو نہ رکھا جائے اور (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے، جس طرح اگر بلا عذر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھا لیا تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ زیلعی نے حاشیۃ البحر میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو برجندی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل ضیاء معنوی اور قہستانی نے جلابی سے نقل کیا ہے اور حلیہ میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوحمید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بیان میں منقول ہے جب نمازی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سکیڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پوروں کو قبلہ کی طرف کرے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرضیت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے۔ (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے سعیدی غفرلہٗ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھی جائیں خواہ ایک انگلی رکھی جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے حلیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ (زاہدی معتزلی) کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ سجدہ کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے، اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔[1]

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ سجدہ میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ مشائخ نے سجدہ میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک سجدہ کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے، جن کے بغیر سجدہ ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا سجدہ میں کوئی دخل نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۰، ۴۷۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے، نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا لگانا سجدہ میں فرض یا واجب ہے، اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر، موں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جانے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی، البتہ یہ عمل سنت کے خلاف ہے اور صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ ہمارے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے خلاف فتووں کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس غریب کو مسجد سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ عام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح لکھا ہے لیکن ان کا یہ قول صریح قرآن مجید، احادیث اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام سرخسی، امام ترمذی، علامہ محمد بابرتی صاحب عنایہ، ملا خسرو صاحب درر وغرر، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تصریح کے خلاف ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور بس! البتہ اس کے تحقق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لا علی التعیین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض ظنی ہے اس لیے یہ حکماً واجب ہے۔

میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کسی اور نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے لکھا ہو اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اس لیے بعض ناپختہ ذہنوں اور متشدد لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہوگا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چیں بہ جبیں ہونے کی پرواہ نہیں کرتا، ہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم بغیر دلیل شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انھوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہادی خطاء ہے جس میں وہ عند اللہ ماجور ہیں۔ لیکن جب ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے تو ہم کو جان بوجھ کر مکھی پر مکھی مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً متقدمین اور تقوی میں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچتے لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہادی خطاؤں سے منزہ نہیں تھے اور نہ ہم ہیں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہادی خطا نکل آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقہ کے آفتاب اور ماہتاب ہیں، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلا وجہ سخت اور دشوار فتوے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلاء نہیں کرنا چاہیے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین فاتک الغر المحجلین وعلی

اصحابہ الکاملین الراشدین وآلہ الطیبین الطاہرین وازواجہ امہات المؤمنین وعلی جمیع اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۹۹۸ کے آخر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ۱۰۰۲ میں نماز میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔

ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہی تنزیہی ہے[1]۔

احناف کی کتب میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض فقہاء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فی الخلاصۃ ان لا یکرہ کذا فی شرح منیۃ المصلی ویدخل ایضاً فی کف الثوب تشمیر کمہ کما فی فتح القدیر وظاہرہ الاطلاق وفی الخلاصۃ ومنیۃ المصلی قید الکراھۃ بان یکون رافعا کمیہ الی المرفقین وظاہرہ انہ لا یکرہ اذا کان یرفعہا الی ما دونہا وظاہر الاطلاق یصدق کف الثوب علی الکل وذکر فی المجتبی فی کراھیۃ تشمیۃ الکمین قولین۔[2]

"خلاصہ" میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح شرح منیۃ المصلی میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑسنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدیر میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن "خلاصہ" اور "منیۃ المصلی" میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھا لیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی ہیں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت پر آتا ہے اور "مجتبیٰ" میں آستین چڑھانے کی کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن فقہاء نے نمازی کے کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح (نماز میں) کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے[1]

کپڑا موڑنے میں آستینوں کو چڑھانا، پائنچوں کو موڑنا اور نیفے کے قریب شلوار یا پاجامہ کو اڑس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزدوی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے خلل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع رمز شاشی میں ہے اگر اس نے تصویر والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس برائی کو مٹا سکے مٹا دے خواہ نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

بَابُ ۱۸۳ الْاِعْتِدَالِ فِي السُّجُوْدِ وَوَضْعِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْاَرْضِ وَرَفْعِ الْمِرْفَقَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخِذَيْنِ فِي السُّجُوْدِ

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَدِلُوْا فِي السُّجُوْدِ وَلَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیوں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] " " " ، ردالمحتار ج ۱ ص ۶۷۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ ۔

کوئی (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھائے۔

نوٹ: یہ حکم مردوں کے لیے ہے عورتوں کی نماز کا طریقہ انشاء اللہ عنقریب شرح میں آئے گا (سید غفرلہ)

۱۰۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعَيْهِ انْبِسَاطَ الْكَلْبِ ۔

امام مسلم کہتے ہیں ابن جعفر کی روایت میں ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی کلائیاں کتے کی طرح نہ بچھائے۔

۱۰۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ إِيَادٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں (زمین پر) رکھو اور کہنیاں زمین سے بلند رکھو۔

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَّجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُوَ بَيَاضُ إِبْطَيْهِ ۔

حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو اس قدر کشادہ رکھتے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

۱۰۰۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ يُجَنِّحُ فِي سُجُودِهِ حَتَّى يُرَى وَضَحُ إِبْطَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ فَرَّجَ يَدَيْهِ عَنْ إِبْطَيْهِ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ۔

حضرت عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ کی بغل کی سفیدی (یا سفیدی کی جگہ سفید) نظر آتی اور لیث کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ بغلوں سے جدا رکھتے حتیٰ کہ میں آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

۱۰۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَصَمِّ عَنْ عَمِّهِ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ لَوْ شَاءَتْ بُهْمَةٌ أَنْ تَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ لَمَرَّتْ ۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی بغلوں کے درمیان میں سے گذرنا چاہتا تو گذر جاتا۔

۱۰۱۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْأَصَمِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافَى يَدَيْهِ وَجَنَّحَ حَتّٰى يُرٰى وَضَحُ إِبْطَيْهِ مِنْ وَرَائِهِ وَإِذَا قَعَدَ اطْمَأَنَّ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں پیر پر بیٹھتے۔

۱۰۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَافٰى حَتّٰى يُرٰى مِنْ خَلْفِهِ وَضَحُ إِبْطَيْهِ قَالَ وَكِيعٌ تَعْنِي بَيَاضَهُمَا۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو (پہلوؤں سے) جدا رکھتے حتی کہ پشت سے آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی۔

ف: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس ہیئت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تذلل ہے۔

بَابُ مَا يُجْمَعُ صِفَةَ الصَّلٰوةِ وَمَا يُفْتَتَحُ بِهِ وَيُخْتَمُ بِهِ وَصِفَةِ الرُّكُوعِ وَالِاعْتِدَالِ مِنْهُ وَالسُّجُودِ وَالِاعْتِدَالِ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ وَصِفَةِ الْجُلُوسِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَفِي التَّشَهُّدِ الْأَوَّلِ

نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد و سجدوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان

۱۰۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت

اَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا حُسَیْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ بُدَیْلِ بْنِ مَیْسَرَۃَ عَنْ اَبِی الْجَوْزَآءِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَفْتِحُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّکْبِیْرِ وَالْقِرَآءَۃِ بِاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَکَانَ اِذَا رَکَعَ لَمْ یُشْخِصْ رَاْسَہٗ وَلَمْ یُصَوِّبْہُ وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِکَ وَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ لَمْ یَسْجُدْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ قَآئِمًا وَکَانَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ السَّجْدَۃِ لَمْ یَسْجُدْ حَتّٰی یَسْتَوِیَ جَالِسًا وَکَانَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّۃَ وَکَانَ یَفْرِشُ رِجْلَہُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَہُ الْیُمْنٰی وَکَانَ یَنْھٰی عَنْ عُقْبَۃِ الشَّیْطٰنِ وَیَنْھٰی اَنْ یَّفْتَرِشَ الرَّجُلُ اِفْتِرَاشَ السَّبُعِ وَکَانَ یَخْتِمُ الصَّلٰوۃَ بِالتَّسْلِیْمِ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ نُمَیْرٍ عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ وَکَانَ یَنْھٰی عَنْ عَقِبِ الشَّیْطَانِ۔

الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے اور رکوع میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ اوپر، اور رکوع سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھتے وقت) بایاں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔ شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلائیاں بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقبہ شیطان کی تشریح شرح میں ملاحظہ کریں)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے سورۂ فاتحہ کے جزء نہ ہونے پر دلائل

حدیث نمبر ۱۰۱۲

میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً (بلند آواز سے) قرأت الحمد للہ رب العلمین سے شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۸۵) (نووی مع مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العلمین۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نماز (میں قرأت) الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نووی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد للہ رب العلمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورۂ فاتحہ سے

شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۂ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔
علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحۃً بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مغفل قال سمعنی ابی و انا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۵، مطبع سعید اینڈ کمپنی)

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو جہراً سنا تو انھوں نے مجھ سے فرمایا اے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتدا میں نمازیں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو (جہراً) بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد للہ رب العلمین کو جہری نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن قتادۃ قال سمعت انس بن مالک قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر فلم اسمع احدا منھم یجھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ وکلھم یخفی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لیس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابا بکر وعمر رواہ ابن شاہین۔[1]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انھوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ سب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شاہین نے بیان کیا)۔

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۸۵-۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نماز سری ہو یا جہری ہر حال میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھی جائے گی اور جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد للہ رب العلمین سے (باآواز بلند) کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد للہ رب العلمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں ہر دو رکعات کے بعد التحیات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت کے بعد التحیات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا کما رایتمونی اصلی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۱۵) "اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو" نیز آپ کا حکم ہے قولوا التحیات للہ "التحیات للہ" پڑھنا فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ نے التحیات سہواً رہ جانے سے سجدہ سہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی، (مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۷) علامہ ابن قدامہ نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض لے رہے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔ [1]

مسلک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں لکھا ہے کہ تشہد سنت ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وان کانت الصلوٰۃ زیدۃ علی رکعتین جلس فی الرکعتین للتشہد لنقل الخلف عن السلف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو سنۃ [2]	اگر نماز دو رکعت سے زیادہ ہو تو دو رکعات کے بعد بیٹھے اور تشہد پڑھے کیونکہ یہ تشہد حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اور یہ سنت ہے۔

اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔

علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذھب مالک وابو حنیفۃ وجماعۃ الی ان التشہد لیس بواجب۔ [3]	امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ تشہد واجب نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب بمعنی فرض ہو کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طور پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ

---

[1] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر

[2] علامہ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو، لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی ہے کیونکہ علامہ عبدالرحمٰن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے، نیز علامہ ابن رشد کی طرح علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء

احناف کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پیر کھڑا کیا جائے اور بایاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیر بحث روایت میں صراحۃً مذکور ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک سنت ہے یعنی بایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں (جیسے عورتیں بیٹھتی ہیں) امام شافعی کے نزدیک پہلے قعدہ میں تو بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھے۔ (شرح نووی مع مسلم ج ۱ ص ۱۹۵)۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ احناف کے مطابق ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

السنة ان يجلس بين السجدتين مفترشا وهو ان يثني رجله اليسرى فيبسطها ويجلس عليها وينصب رجله اليمنى ويخرجها من تحته ويجعل بطون اصابعه على الارض معتمدا عليها لتكون اطراف اصابعها الى القبلة قال ابو حميد في صفة صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ثنى رجله اليسرى وقعد عليها ثم اعتدل حتى رجع كل عظم في موضعه ثم هوى ساجدا وفي حديث النبي صلى الله عليه وسلم الذي رواته عائشة وكان يفرش رجله اليسرى وينصب اليمنى۔[1]

(متفق علیہ)

نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں پیر موڑ کے بچھا لے اور اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح نیچے کھڑا کرے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبلہ کی طرف جمی رہیں۔ ابو حمید رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور بایاں پیر موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بالکل سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی پھر اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور بایاں پیر بچھاتے اور دایاں کھڑا رکھتے، یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس تورک کے قائل ہیں اس کو بعض علماء احناف سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

ویکرہ الاقعاء وھو ان یفرش قدمیہ و یجلس علی عقبیہ۔ [1]

اقعاء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر بچھا کر ان کی ایڑیوں پر بیٹھا جائے۔

دراصل اقعاء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقعاء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سرین پر بیٹھا جائے اس اقعاء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقعاء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں علی العموم والاستفراق دایاں پیر کھڑا کر کے اور بایاں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قعدہ میں بغیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبر سنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بھی بیٹھے ہیں، اس لیے یہ حدیث کبر سنی یا عذر کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور وتحریمھا التکبیر وتحلیلھا التسلیم۔ [2]

نماز کی کنجی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر ہے اور اس کی تحلیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا ہے۔

چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریمہ دونوں فرض ہیں اس لیے ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قران فی الذکر قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کے بعد فرمایا:

فاذا قضیت ھذا او قال فاذا فعلت ھذا فقد قضیت صلوتک فان شئت ان تقوم فقم وان شئت ان تقعد فاقعد۔ [1]

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز ہوگئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احناف کے نزدیک فرض ہے، سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی، اور فرمایا تھا صل فانک لم تصل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (دیکھیے بخاری ج ۱ ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احناف نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

نماز سے باہر آنے کے لیے احناف کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہوگی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہوگی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصداً کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو (مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا) ورنہ نماز باطل ہو جائے گی۔

خروج بصنعہٖ کی تحقیق

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی بنا پر سجدہ سہو لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ [2]

علامہ ابوسعید بردعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے، کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۶۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول،

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابو سعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے [1]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ، اور امام اعظم نے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہوگا، اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغییر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغییر کرتا ہے مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے سراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ [2]

علامہ کرخی شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے مذاہب ثلاثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۷، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

نووی شافعی اور علامہ دشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑنے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا مؤقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے[1] جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو مرتبہ سلام پھیریں۔[2]

بَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي وَنَدْبِ الصَّلٰوةِ إِلٰى سُتْرَةٍ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي وَحُكْمِ الْمُرُوْرِ وَدَفْعِ الْمَارِّ وَجَوَازِ الْاِعْتِرَاضِ بَيْنَ الْمُصَلِّي وَالصَّلٰوةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْاَمْرِ بِالدُّنُوِّ مِنَ السُّتْرَةِ وَبَيَانِ السُّتْرَةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ

نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کا حکم اور گذرنے والے کو روکنا، نمازی کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق اُمور کا بیان

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ

۱۰۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِي مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذَلِكَ۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

۱۰۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ الطَّنَافِسِيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي وَالدَّوَابُّ تَمُرُّ بَيْنَ أَيْدِينَا فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ ثُمَّ لَا يَضُرُّهُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَلَا يَضُرُّهُ مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور جانور ہمارے سامنے سے گذرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گذرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

۱۰۱۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا سُئِلَتْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

۱۰۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ أَنَا حَيْوَةُ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ كَمُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر ہو۔

۱۰۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو جماعت کراتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَآءَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَآءُ۔

بناء پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

۱۰۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْكُزُ وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ يَغْرِزُ الْعَنَزَةَ وَيُصَلِّي إِلَيْهَا زَادَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ وَهِيَ الْحَرْبَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

۱۰۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِضُ رَاحِلَتَهُ وَهُوَ يُصَلِّي إِلَيْهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے۔

۱۰۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا أَبُوخَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي إِلَى رَاحِلَتِهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى إِلَى بَعِيرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے۔

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ وَهُوَ بِالْأَبْطَحِ فِي قُبَّةٍ لَهُ حَمْرَآءَ مِنْ أَدَمٍ قَالَ فَخَرَجَ بِلَالٌ بِوَضُوْئِهِ فَمِنْ نَآئِلٍ وَنَاضِحٍ قَالَ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَآءُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِ سَاقَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ قَالَ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُ فَاهُ هٰهُنَا وَهٰهُنَا يَقُوْلُ يَمِينًا وَشِمَالًا يَقُوْلُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَالَ ثُمَّ رُكِزَتْ لَهُ عَنَزَةٌ فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ مقام ابطح میں سرخ چمڑے کے ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، اس وقت حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس پانی کو لے لیا، کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو چھڑک لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ (دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گویا میں اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیوں کی سفیدی کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا رہا، وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور

لَا يُمْنَعُ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ۔

حی علی الفلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ گاڑا گیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے اور کتے گذرتے رہے، لیکن آپ نے انھیں نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نماز کی) دو رکعات پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

۱۰۲۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا هَمَّامُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ أَبَاهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ قَالَ وَرَأَيْتُ بِلَالًا أَخْرَجَ وَضُوءَ فَرَأَيْتُ النَّاسَ يَبْتَدِرُونَ ذَلِكَ الْوَضُوءَ فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا تَمَسَّحَ بِهِ وَمَنْ لَمْ يُصِبْ مِنْهُ أَخَذَ مِنْ بَلَلِ يَدِ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ بِلَالًا أَخْرَجَ عَنَزَةً فَرَكَزَهَا وَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مُشَمِّرًا فَصَلَّى إِلَى الْعَنَزَةِ بِالنَّاسِ رَكْعَتَيْنِ وَرَأَيْتُ النَّاسَ وَالدَّوَابَّ يَمُرُّونَ بَيْنَ يَدَيِ الْعَنَزَةِ۔

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے کے خیمہ میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو لینے کے لیے جھپٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے ہاتھ تر کر لیا، پھر میں نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاڑا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ حلہ پہنے ہوئے اس کو سمیٹتے ہوئے نکلے اور نیزے کی طرف کھڑے ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گذر رہے ہیں۔ (کیونکہ امام کا سترہ پوری جماعت کا سترہ ہوتا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۲۳- حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ قَالَ أَنَا أَبُو عُمَيْسٍ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ وَهَمَّامِ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ يَزِيدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ فَلَمَّا كَانَ بِالْهَاجِرَةِ خَرَجَ

امام مسلم نے ابوجحیفہ سے اس کی مثل ایک اور روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان دی۔

بِلَالٌ فَنَادٰی بِالصَّلٰوۃِ۔

۱۰۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جُحَیْفَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْھَاجِرَۃِ اِلَی الْبَطْحَآءِ فَتَوَضَّاَ فَصَلّٰی الظُّھْرَ رَکْعَتَیْنِ وَالْعَصْرَ رَکْعَتَیْنِ وَبَیْنَ یَدَیْہِ عَنَزَۃٌ قَالَ شُعْبَۃُ وَزَادَنِیْہِ عَوْنٌ عَنْ اَبِیْہِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ وَکَانَ یَمُرُّ مِنْ وَّرَآءِ ھَا الْمَرْاَۃُ وَالْحِمَارُ

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوپہر کو بطحاء کی طرف گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات پڑھیں۔ آپ کے آگے نیزہ تھا جس کے پار عورتیں اور گدھے گذر رہے تھے۔

۱۰۲۵۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا ابْنُ مَھْدِیٍّ قَالَ نَا شُعْبَۃُ بِالْاِسْنَادَیْنِ جَمِیْعًا مِثْلَہٗ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ الْحَکَمِ فَجَعَلَ النَّاسُ یَاْخُذُوْنَ مِنْ فَضْلِ وَضُوْئِہٖ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

۱۰۲۶۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَقْبَلْتُ رَاکِبًا عَلٰی اَتَانٍ وَاَنَا یَوْمَئِذٍ قَدْ نَاھَزْتُ الْاِحْتِلَامَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنًی فَمَرَرْتُ بَیْنَ یَدَیْ الصَّفِّ فَنَزَلْتُ فَاَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ فَلَمْ یُنْکِرْ ذٰلِکَ عَلَیَّ اَحَدٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں جس زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے، میں صف کے سامنے اتر کر اترا اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

۱۰۲۷۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ اَقْبَلَ عَلٰی حِمَارٍ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ یُصَلِّیْ بِمِنًی فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ قَالَ فَسَارَ الْحِمَارُ بَیْنَ یَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ ثُمَّ نَزَلَ عَنْہُ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے، حضرت ابن عباس گدھے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض صفوں کے سامنے سے گذرا وہ اس سے اتر کر صف میں شامل ہو گئے۔

۱۰۲۸۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَعَمْرٌو وَالنَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ بِعَرَفَۃَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔

۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ مِنًى وَلَا عَرَفَةَ وَقَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَيْ يَوْمَ الْفَتْحِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے روایت ہے اس میں نہ منیٰ کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ یا حجۃ الوداع کا ذکر ہے۔

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلْيَدْرَأْهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گذرنے نہ دے جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ سے یہ حکم منسوخ ہے، سیدی غفرلہٗ)

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا ابْنُ هِلَالٍ يَعْنِي حُمَيْدًا قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبٌ لِي نَتَذَاكَرُ حَدِيثًا إِذْ قَالَ أَبُو صَالِحٍ السَّمَّانُ أَنَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ أَبِي مُعَيْطٍ أَرَادَ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ فَنَظَرَ فَلَمْ يَجِدْ مَسَاغًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْ أَبِي سَعِيدٍ فَعَادَ فَدَفَعَ فِي نَحْرِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْأُولَى فَمَثَلَ قَائِمًا فَنَالَ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ ذَاحَمَ النَّاسَ فَخَرَجَ فَدَخَلَ عَلَى مَرْوَانَ فَشَكَى إِلَيْهِ مَا لَقِيَ قَالَ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ لَهُ مَرْوَانُ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيكَ جَاءَ يَشْكُوكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدٌ أَنْ يَجْتَازَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلْيَدْفَعْ فِي نَحْرِهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ۔

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، اتنے میں ابومعیط کا ایک جوان آیا اور اس نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا، حضرت ابوسعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گذرنے لگا، حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زور کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابوسعید سے لڑنے لگا، اس نے ابوسعید کو گالی دی اور لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے جا کر شکایت کی، حضرت ابوسعید، مروان کے پاس گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے کیا شکایت ہے، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گذرے تو اس کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۱۰۳۲۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ——— قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ الضَّحَّاكِ ابْنِ عُثْمَانَ عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدَعْ أَحَدًا يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى فَلْيُقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْقَرِينُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو کسی کو اپنے سامنے سے نہ گذرنے دے اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے ساتھ شیطان ہے۔

۱۰۳۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ يَسْأَلُهُ مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَارِّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي قَالَ أَبُو جُهَيْمٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَانَ أَنْ يَقِفَ أَرْبَعِينَ خَيْرًا لَهُ مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ أَبُو النَّضْرِ لَا أَدْرِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً۔

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد جہنی نے انھیں حضرت ابوجہیم انصاری کے پاس یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے گذرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا ہے؟ حضرت ابوجہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گذرنے کی نسبت چالیس تک کھڑے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابوالنضر کہتے ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

۱۰۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ الْحَيَّانِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِحٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُهَيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

بِمَعْنٰی حَدِیْثِ مَالِكٍ۔

۱۰۳۶۔ حَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ حَازِمٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ كَانَ بَیْنَ مُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

۱۰۳۷۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ مُثَنّٰی نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنْ یَزِیْدَ یَعْنِیْ ابْنَ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ وَهُوَ ابْنُ الْاَكْوَعِ اَنَّهٗ كَانَ یَتَحَرّٰی مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ یُسَبِّحُ فِیْهِ وَذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَتَحَرّٰی ذٰلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَیْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَمَرِّ الشَّاةِ۔

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گذرنے کی جگہ تھی۔

۱۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا مَكِّیٌّ قَالَ یَزِیْدُ اَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَلَمَةُ یَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لَهٗ یَا اَبَا مُسْلِمٍ اَرَاكَ تَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَ هٰذِهِ الْاُسْطُوَانَةِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتَحَرَّی الصَّلٰوةَ عِنْدَهَا۔

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کرتے تھے، میں نے کہا اے ابومسلم تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ یُصَلِّیْ فَاِنَّهٗ یَسْتُرُهٗ اِذَا كَانَ بَیْنَ یَدَیْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِذَا لَمْ یَكُنْ بَیْنَ یَدَیْهِ مِثْلُ اٰخِرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهٗ یَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ وَالْكَلْبُ الْاَسْوَدُ قُلْتُ یَا اَبَا ذَرٍّ مَا بَالُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے، میں نے کہا ابوذر سیاہ کتے کی کیا تخصیص ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو

الْكَلْبِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَحْمَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَأَلْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ۔

پھر کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اے بھتیجے! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان ہوتا ہے۔

(چونکہ دوسری احادیث سے سترہ کے بغیر عورت کا نمازی کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے جمہور فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گذرنے سے نماز کا خضوع اور خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ نمازی ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

۱۰۴۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ أَبِي الذَّيَّالِ ح وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ قَالَ نَا زِيَادٌ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ كُلُّهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ متعدد اسانید سے اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ ابْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَيُقَى ذٰلِكَ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے گذرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اور اس سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازی کے آگے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو۔

۱۰۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سترہ کے اگر نمازی کے سامنے عورت ہو تو اس کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی، صرف نماز کا خضوع خشوع جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو

یا آپ کا منع کرنا تنزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے)

۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي صَلٰوتَهُ مِنَ اللَّيْلِ كُلِّهَا وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُوتِرَ أَيْقَظَنِي فَأَوْتَرْتُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوری تہجد کی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں لیٹی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگا دیتے اور میں وتر پڑھ لیتی۔

۱۰۴۴۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ قَالَ قُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْحِمَارُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ لَدَابَّةُ سُوءٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَرِضَةً كَاعْتِرَاضِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّي۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت برا جانور ہے؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح لیٹی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

۱۰۴۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ شَبَّهْتُمُونَا بِالْحَمِيرِ وَالْكِلَابِ وَاللهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَإِنِّي عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ مُضْطَجِعَةً فَتَكُونُ لِي الْحَاجَةُ فَأَكْرَهُ أَنْ أَجْلِسَ فَأُوذِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْسَلُّ مِنْ عِنْدِ رِجْلَيْهِ۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا۔ بخدا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا ناپسند کرتی، چارپائی کے پایوں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

۱۰۴۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ عَدَلْتُمُونَا بِالْكِلَابِ وَالْحُمُرِ لَقَدْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چارپائی پر لیٹی

وَأَنَا مُعْتَرِضَةٌ عَلَى السَّرِيرِ فَيَجِيءُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَسَّطُ السَّرِيرَ فَيُصَلِّي فَأَكْرَهُ أَنْ أُسِيءَهُ فَأَنْسَلُّ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ السَّرِيرِ حَتَّى أَنْسَلَّ مِنْ لِحَافِي.

رہتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چارپائی کے درمیان میں نماز پڑھتے مجھے آپ کے سامنے سے نکلنا برا محسوس ہوتا تو میں چارپائی کے پایوں کی طرف کھسک کر لحاف سے باہر آتی۔

۱۰۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قِبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَ غَمَزَنِي فَقَبَضْتُ رِجْلَيَّ وَإِذَا قَامَ بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیر دبا دیتے میں ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

۱۰۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ جَمِيعًا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا مجھ سے لگ جاتا تھا۔

۱۰۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَيَّ مِرْطٌ وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ إِلَى جَنْبِهِ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا۔

سترہ کی تعریف اور اس کا حکم | سترہ نمازی کے سامنے کسی چیز کی اوٹ اور آڑ بنانے کو کہتے ہیں اس کے دو فائدے ہیں ایک تو نمازی کو کہ اس کی نظر سترہ کے پار نہ جا سکے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انھیں نمازی کے سامنے سے گذرنے میں تکلیف نہ ہو کیونکہ نمازی کے آگے سے گذرنا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نمازی کے درمیان سترہ

حائل ہوگا تو وہ سترہ کے پار گذر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ دو ہاتھ کا ہونا چاہیے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انگلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر جمع کر کے اوپر تلے بھی رکھے جا سکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کھینچا جا سکتا ہے، سنن ابو داؤد میں بعض احادیث اس کی مؤید ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اونٹ، یا اونٹنی یا کوئی اور جانور آگے ہو تو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جا سکتا ہے، لیکن نمازی کا عبادت اسے قصد محض اللہ کی عبادت ہو جانور کی تعظیم پیش نظر نہ ہو جن جانوروں کی عبادت کی جاتی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھائے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، (اس کی جانب نہ ہو تاکہ سترہ کو سجدہ کرنے کا وہم نہ ہو)۔

علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ الی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ عمدا۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی لکڑی ستون یا درخت کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

صاحب ہدایہ علامہ ابو الحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کھینچنا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متوفی ۸۶۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:

اذا صلی احدکم فلیجعل تلقاء وجھہ شیئا وان لم یجد فلینصب عصا وان لم یکن عصا فلیخط خطا ولا یضر ما مر امامہ۔ (ابو داؤد)

جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھ لے اور اگر اور کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھ لے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گذرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کرنا بہر حال اولیٰ ہے۔[1] یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

جب نمازی کے آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گذرنے والا گذر سکتا ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بلاکراہت گزر سکتا ہے) فخر الاسلام نے کہا جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی قیام میں اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو جہاں تک اس کی نظر جا سکتی ہے اس جگہ سے گذرنا مکروہ ہے (اس کے آگے سے گزرنا مکروہ نہیں ہے) بعض فقہاء نے اس فاصلہ کی مقدار دو یا تین صفیں مقرر کی اور بعض نے ڈیڑھ (انگریزی) گز، بعض نے ڈھائی گز اور بعض نے پچیس گز، اور بعض نے بیس گز، یہ حکم صحرا میں ہے اور مسجد کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ نمازی اور مسجد کے قبلہ کی دیوار کے درمیان سے گذرنا مکروہ ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ پچیس گز کے بعد گذر سکتا ہے۔ [1]

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

صحرا میں اور مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے (بغیر سترہ) کے گذرنا مکروہ ہے، یہی زیادہ صحیح قول ہے (اور سجدہ گاہ کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے) اور مسجد صغیر میں نمازی اور دیوار قبلہ کے درمیان سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حصکفی نے شمس الائمہ سرخسی، قاضی خاں اور صاحب ہدایہ کے قول کو زیادہ صحیح کہا ہے، اور اسی کو صاحب محیط اور زیلعی نے مستحسن قرار دیا ہے، اور اس کے مقابلہ میں امام تمرتاشی، صاحب البدائع، فخر الاسلام، صاحب نہایہ اور علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو گذرنے والا اتنے فاصلہ سے بلاکراہت گذر سکتا ہے، جتنے فاصلہ سے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا نظر نہ آئے، یہ حکم صحرا اور مسجد کبیر کے لیے ہے اور گھر میں اگر نماز پڑھ رہا ہو یا مسجد صغیر میں نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ [3]

پھر علامہ شامی لکھتے ہیں:

مسجد صغیر هو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وهو المختار۔ [4]

مسجد صغیر جو ساٹھ ذراع (تیس انگریزی گز) سے کم ہو، اور ایک قول یہ ہے جو چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) سے کم ہو۔

اس کا مفاد یہ ہے کہ جس مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے کم ہو وہ مسجد صغیر ہے اس میں اگر نمازی بغیر سترہ کے نماز پڑھ رہا ہو تو نمازی اور دیوار قبلہ کے آگے سے گذرنا مطلقاً —

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۴ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، " " "

[4] " " " " " ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۹۳، " " "

مکروہ ہے اور اگر مسجد کا طول اور عرض بیس یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دو یا تین صف کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گذرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (بایں طور کہ اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) تو اس کو اتنے فاصلہ سے گذرنے والا نظر نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضلات کی طہارت کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسالہ سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ وجلدہ و اذا امرھم ابتدروا امرہ وان توضا کادوا ان یقتتلوا علی وضوئہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے موقعہ پر) میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غور سے دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی ہاتھ آگے بڑھا کر اس رینٹ کو اپنے چہرہ اور جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضوء کرتے تو آپ کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضوء سے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ پتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس رینٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

رینٹ طبعاً مکروہ اور گھناؤنی ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی رینٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور جب وہ رینٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک وعنبر سے بہتر خوشبودار ہو شہد سے زیادہ میٹھی تو کون بدبخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

رینٹ تو دور کی بات ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب وطاہر تھا صحابہ کرام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص پچھنے لگا کر علاج کی خاطر آپ کی رگ کاٹتا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا۔ امت کے حق میں آپ کے تمام فضلات کریمہ طاہر ہیں۔

علامہ سیوطی مسند ابو یعلیٰ، حاتم، دار قطنی اور ابو نعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فخارۃ فی جانب البیت فبال فیھا فقمت من اللیل وانا عطشانۃ فشربت ما بینھا فلما اصبح اخبرتہ فضحک وقال انک لن تشتکی بطنک بعد یومک ھذا ابدًا۔ [1]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ ہنسے اور فرمایا آج کے بعد تمہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

فضلاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طاھرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وھو المعتمد لان ام ایمن برکۃ الحبشیۃ شربت بولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یلج النار بطنک صححہ الدار قطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاھر لان اباطیبۃ شربہ وفعل مثل ذلک ابن الزبیر وھو غلام حین اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حجامتہ لیدفنہ فشربہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لم تمسہ النار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں، جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ علماء نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام ایمن برکہ حبشیہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دار قطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابو طیبہ نے اس کو پیا

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۷۷، طبع مصر

وھذا الاحادیث مذکورۃ فی کتب الحدیث الصحیحۃ وذکرھا فقھاءنا وتبعھم الشافعیۃ کالشربینی فی شرح الغایۃ وفقھاء مالکیۃ والحنابلۃ فکانت کالمجمع علیہ فحیث ثبت ان فضلاتہ علیہ الصلاۃ والسلام تنجی من النار فکیف من ربی من دمھا ولحمھا وربی من بطنھا ومن کان من اصل خلقتہ الشریفۃ یدخل النار۔ [1]

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوایا ہوا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو انھوں نے اس کو پی لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے، اور شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے۔ تو (آپ کی والدہ) جن کے خون اور گوشت سے آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے پیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباء و اجداد جو آپ کی خلقت کی اصل ہیں وہ کیسے جہنم میں جائیں گے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

وقد تکاثرت الادلۃ علی طھارۃ فضلاتہ وعد الائمۃ ذلک من خصائصہ۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور ائمہ نے اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

اور علامہ بدرالدین حنفی حضور کے وضو والے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:

الماء الذی یتقاطر من اعضائہ الشریفۃ فابو حنیفۃ ینکر ھذا ویقول نجاستہ ذلک فحاشا مدہ وکیف یقول ذلک وھو یقول بطھارۃ بولہ وسائر فضلاتہ۔ [3]

(باوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستعمل پانی کی نجاست کے قائل ہیں) جو پانی حضور کے جسم سے ٹپک کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نجاست کا قول کیسے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

[3] علامہ بدرالدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ومن ثم اختار کثیرون عن اصحابنا طہارۃ فضلاتہ علیہ السلام۔[1]

اور اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشری غلاظتوں سے پاک، صاف، منزہ اور طیب و طاہر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش ذائقہ ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقعہ ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور کے تمام آباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافتہ ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

حلّہ کا معنی اور سرخ رنگ کے لباس کا جواز

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔

حلہ ایک قسم کی دو چادروں کو کہتے ہیں ایک باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں، اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کراہت بھی ثابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل علیہ ثوبان احمران فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ابوداؤد ص ۵۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گذرا اور اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

ایک اور حدیث ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی مصبوغ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بعصفر مورداً فقال ما هذا فانطلقت فاحرقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت بثوبك فقلت احرقته قال افلا کسوتہ بعض اهلك۔

(ابوداؤد ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے جاکر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے، سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علامہ ازیں یہ سنن کی احادیث ہیں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے، اسی لیے علامہ شامی نے سرخ لباس کو مکروہ تنزیہی ہی قرار دیا ہے[1] اور آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

صراط مستقیم کی توہین آمیز عبارت

حدیث نمبر ۱۰۴۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ نمازی کے سامنے کتے، گدھے اور عورت کے گذرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۴۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا!۔

حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے زیادہ برا لکھا ہے، اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توہین ہے!۔

شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است[2]

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف اپنی توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

میں استغراق سے کہیں زیادہ برا ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ وَّ صِفَۃِ لُبْسِہٖ

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان

۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ اَوَ لِکُلِّکُمْ ثَوْبَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ کِلَاھُمَا عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۵۲۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَادٰی رَجُلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُصَلِّیْ اَحَدُنَا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَقَالَ اَوَ کُلُّکُمْ یَجِدُ ثَوْبَیْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے باآواز بلند پوچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ قَالَ زُھَیْرٌ نَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُصَلِّیْ اَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْہِ مِنْہُ شَیْءٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پہ کچھ کپڑا نہ ہو۔

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَۃَ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ کے مکان میں اس طرح ایک کپڑا لپیٹے ہوئے نماز

فِي ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّشْتَمِلًا بِهٖ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَاضِعًا طَرَفَيْهِ عَلٰى عَاتِقَيْهِ۔

پڑھ رہے تھے کہ اس کے دونوں کنارے آپ کے کندھوں پر تھے۔

۱۰۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ بِهٰذَا غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ مُتَوَشِّحًا وَلَمْ يَقُلْ مُشْتَمِلًا۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توشح کا بھی ذکر ہے (توشح کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہو اسے بائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے اور جو بائیں شانہ پر ہو اسے دائیں ہاتھ کے نیچے سے لے جائے پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے)۔

۱۰۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ کے مکان میں ایک کپڑا پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا، آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں میں تبدیلی کر رکھی تھی۔

۱۰۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَيَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَا نَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُّخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ زَادَ يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو لپیٹا ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں مخالفت کی ہوئی تھی۔

۱۰۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُّتَوَشِّحًا بِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توشح کیا ہوا تھا۔

۱۰۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ جَمِيْعًا بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں سے منقول ہے، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

۱۰۶۰۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا الزُّبَیْرِ الْمَکِّیَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ عِنْدَہٗ ثِیَابُہٗ وَقَالَ جَابِرٌ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا حالانکہ ان کے پاس اور کپڑے موجود تھے، حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۰۶۱۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِیْ عِیْسٰی بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ اَنَّہٗ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ عَلٰی حَصِیْرٍ یَسْجُدُ عَلَیْہِ قَالَ وَرَاَیْتُہٗ یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں، اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں توشح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

۱۰۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ ح وَحَدَّثَنِیْہِ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ کِلَاھُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ کُرَیْبٍ وَاضِعًا طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَسُوَیْدٍ مُتَوَشِّحًا بِہٖ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی کئی اسانید سے منقول ہے ابو کریب کی روایت میں ہے کہ آپ نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابو بکر اور سوید کی روایت میں توشح کا ذکر ہے۔

عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل

نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔ مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر مقلدین حضرات اس باب کی احادیث سے ننگے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیروانی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر ڈھانپنے کے لیے وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے صرف ایک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور ہیئت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے

سامنے جانا خلاف ادب گردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی وسعت دی ہے تو ہمیں اس وسعت کو اختیار کرنا چاہیے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثۃ اثواب قمیص واذار و عمامۃ۔ [1]

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قمیص، تہبند اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع اللہ فاوسعوا۔ [2]

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا صلی احدکم فلیلبس ثوبیہ فان اللہ عز وجل احق ان یزین لہ۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔

عن نافع قال رانی ابن عمر وانا اصلی فی ثوب واحد فقال لم اکسک قلت بلی قال فلو بعثتک کنت تذھب ھکذا قلت لا قال فاللہ احق ان تزین لہ۔ [4]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انھوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۳۹۴ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن خالہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الشتاء فوجدتھم یصلون فی البرانس والاکسیۃ وایدیھم فیھا۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون۔ [1]

کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ ویداہ فی کمہ [2]

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے، (یعنی پیشانی عمامہ کے پیچ اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوتہ فی الصلوٰۃ ورفعھا۔ [3]

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

امام شعرانی لکھتے ہیں:

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوٰۃ۔ [4]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ سیوطی حافظ ابن عساکر اور حافظ رویانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر قلانس الحدیث۔ [5]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی عمامہ کے نیچے پہنتے تھے، اور ٹوپی بغیر عمامہ کے پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے تھے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، " " " " "

[4] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ، ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مصر

[5] حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

حرف آخر

۱۶/ شعبان ۱۴۱۳ھ / ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اوّل کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہوگئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کمزور اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرایا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے ماضی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری کمر میں شدید درد رہتا تھا، اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پہ شدید دباؤ تھا میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پہ شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم لکھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آرہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا عطا محمد گورنڑوی نے کہا "کراچی جانے کے بعد "مقالات سعیدی" کی فکر کی کوئی کتاب آنی چاہیے" اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سعیدی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرا دیا، یہ سب اس قادر قیوم اور کریم و رحیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔!

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان الفرقان" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور سائلین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے بار الٰہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمانا، اس کو تا قیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کرنا، اور بس

طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سعادت عطا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق لکھنے اور باطل سے اجتناب کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اے بارِ الٰہ اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب سے محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب العلمین! بحرمۃ حبیبک سید العلمین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیآء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی تکمیل اور عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہٗ کی ایک اور فکر انگیز اور علمی تصنیف

قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

تبیان القرآن

اہل علم اور اربابِ ذوق کی تسکین کے لیے اِنْ شَاءَ اللہ عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

چند خصوصیات

★ قرآن مجید کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح،

★ احادیث، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح،

★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط،

★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح،

★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی،

★ مشکلاتِ اعراب قرآن کا حل، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہبِ باطلہ کا مہذب رد،

یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہلِ ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت، اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی۔

پیش کش: فرید بک سٹال
۳۸- اردو بازار، لاہور

شرح صحیح مسلم

تالیف

علامہ غلام رسول سعیدی

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تمہیں جو احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

(جلد ثانی)

مساجد، شفاعت، صلوٰۃ المسافرین، فضائل القرآن، جمعہ، صلوٰۃ العیدین
صلوٰۃ استسقاء، صلوٰۃ کسوف، جنائز، زکوٰۃ

WWW.NAFSEISLAM.COM

تصنیف
علّامہ غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر:
فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (الجزء الثانی)
تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی
تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی
ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ
کتابت : دارالکتابت حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور
ہدیہ : -/330روپے
الطبع الثامن : صفر ۱۴۲۱ھ/ مئی ۲۰۰۰ء
الطبع العاشر : جمادی الاوّل ۱۴۲۳ھ/ جولائی ۲۰۰۲ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899
ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com
ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم (جلد ثانی)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	کلمات تشکر	۲۴
۲	عکس جمال	۲۶
	کتاب المساجد	۳۱
۳	مسجد کی تعریف۔	۳۱
۴	مسجد کی فضیلت	۳۱
۵	غیر مسلموں کا مسجد بنانا	۳۲
	باب ۱۸۷	۳۶
۶	بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلہ کو تبدیل کرنا۔	۳۶
۷	تعمیر کعبہ کی تاریخ	۳۷
۸	کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی عرصہ	۳۷
۹	تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کی وضاحت	۳۸
	شفاعت	۳۸
۱۰	شفاعت کے لغوی معنیٰ	۳۸
۱۱	شفاعت کے اصطلاحی معنیٰ	۳۹
۱۲	اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات	۳۹
۱۳	خوارج کے شبہ کا ازالہ	۳۹
۱۴	معتزلہ کے شبہ کا ازالہ	۳۹
۱۵	بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ	۴۰
۱۶	انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت	۴۰
۱۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے۔	۴۲
۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے	۴۳
۱۹	شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل۔	۴۴
۲۰	شفاعت پر احادیث سے دلائل۔	۴۸
۲۱	اقسام شفاعت	۵۹
۲۲	نظریۂ کفارۂ مسیح اور شفاعت میں فرق	۶۰
۲۳	استشفاع	۶۱
۲۴	مساجد کی بنانے کی ذمہ داری	۶۴
۲۵	پھل دار درختوں کو کاٹنا۔	۶۴
۲۶	قبور مسلمین پر مسجد بنانا	۶۶
۲۷	رجز کی تعریف	۶۵
۲۸	حضور کی شعر گوئی	۶۶
	باب ۱۸۸	۶۶
۲۹	بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینا۔	۶۶
۳۰	نسخ کی بحث	۶۸
۳۱	نسخ کی تعریفات	۶۸
۳۲	نسخ کی اقسام	۶۹
۳۳	نسخ القرآن بالقرآن	۷۰
۳۴	نسخ القرآن بالحدیث	۷۱
۳۵	نسخ الحدیث بالحدیث	۷۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۶	نسخ الحدیث بالقرآن	۷۱
۳۷	تحویل قبلہ کی تاریخ	۷۱
۳۸	کعبہ کی طرف پہلی نماز	۷۱
۳۹	روایات میں تطبیق	۷۲
۴۰	خبر واحد پر عمل	۷۲
۴۱	ورودِ شرع سے قبل تکلیف کا حکم	۷۲
۴۲	دیگر فوائد	۷۳
۴۳	مکہ میں قبلہ کا رُخ	۷۳
	باب ۱۸۹	۷۴
۴۴	قبروں پر مسجد بنانے ان پر تصاویر رکھنے اور انکو سجدہ کرنے کی ممانعت	۷۴
۴۵	تصاویر کا حکم	۷۶
۴۶	وڈیو۔ ٹی وی۔ سینما	۸۰
۴۷	جوارِ قبر میں مسجد	۸۲
۴۸	ایک اشکال کا جواب	۸۶
۴۹	خلیل کا معنیٰ	۸۷
	باب ۱۹۰	۸۸
۵۰	مسجد بنانے کی فضیلت اور ترغیب۔	۸۸
	باب ۱۹۱	۸۹
۵۱	حالتِ رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا اور تطبیق کا منسوخ ہونا۔	۸۹
۵۲	دیگر فوائد	۹۱
	باب ۱۹۲	۹۱
۵۳	نماز میں ایڑیوں پر بیٹھنا۔	۹۱
۵۴	اقعاء کا معنیٰ	۹۲
۵۵	نماز میں عورتوں کے بیٹھنے اور سجدہ کے طریقے۔	۹۲
	باب ۱۹۳	۹۳
۵۶	نماز میں کلام کو حرام کرنا اور اباحتِ سابقہ کو منسوخ کرنا۔	۹۳
۵۷	منسوخیتِ کلام کی تاریخ	۹۶
۵۸	اباحت اصل ہے۔	۹۷
۵۹	فقہی احکام	۹۷
۶۰	بقیہ فوائد	۹۸
	باب ۱۹۴	۹۹
۶۱	نماز میں شیطان پر لعنت کرنا، اس سے پناہ مانگنا اور عمل قلیل کا جائز ہونا۔	۹۹
۶۲	جنات کا ثبوت	۱۰۰
۶۳	جنات کی تخلیق	۱۰۰
۶۴	جنات کی اقسام	۱۰۲
۶۵	جنات کے افعال و احوال	۱۰۳
۶۶	جنات کا مکلف ہونا	۱۰۴
۶۷	جنات کی جزا و سزا	۱۰۵
۶۸	جنات میں رُسل	۱۰۵
۶۹	انسان پر جن آجانا۔	۱۰۶
۷۰	جنات کو دیکھنا	۱۰۷
۷۱	ایک اشکال کا جواب	۱۰۷
۷۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا سے معارضہ	۱۰۸
۷۳	لعنت کی تحقیق	۱۰۸
۷۴	لعن یزید	۱۰۹
۷۵	ترجمۃ الباب سے مناسبت	۱۱۰

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۱۹۵	۱۱۰
۷۶	حالت نماز میں بچوں کو اٹھانے کا جواز	۱۱۰
	جب تک نجاست متحقق نہ ہو کپڑوں کا پاک ہونا، عمل قلیل سے نماز کا باطل نہ ہونا۔	
۷۷	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ	۱۱۱
۷۸	حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۱۲
۷۹	رسالت مآب کی صاحبزادیاں	۱۱۲
۸۰	نماز میں بچہ کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ۔	۱۱۴
	باب ۱۹۶	۱۱۴
۸۱	نماز میں ضرورت کی بناء پر ایک دو قدم چلنا اور امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر ہونا۔	۱۱۴
۸۲	شرح حدیث	۱۱۶
۸۳	استن حنانہ	۱۱۶
	باب ۱۹۷	۱۱۷
۸۴	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت	۱۱۷
۸۵	اختصار کے معانی	۱۱۷
۸۶	اختصار سے ممانعت کی حکمتیں۔	۱۱۷
	باب ۱۹۸	۱۱۸
۸۷	نماز میں کنکریاں ہٹانے اور مٹی صاف کرنے کی کراہت	۱۱۸
۸۸	حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۹
۸۹	حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام	۱۱۹
	باب ۱۹۹	۱۱۹
۹۰	مسجد میں تھوکنے کی ممانعت	۱۱۹
۹۱	تھوکنے کے احکام	۱۲۳
۹۲	عظمت مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)	۱۲۳
۹۳	مسجد کی صفائی۔	۱۲۴
۹۴	علوم نبوت۔	۱۲۴
	باب ۲۰۰	۱۲۴
۹۵	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا جواز	۱۲۴
۹۶	جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا	۱۲۴
۹۷	جوتوں کی طہارت	۱۲۵
۹۸	چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت	۱۲۵
	باب ۲۰۱	۱۲۵
۹۹	بیل بوٹے دار کپڑوں میں نماز کی کراہت	۱۲۵
۱۰۰	اشیاء زینت کا حکم	۱۲۶
۱۰۱	ایک اشکال کا جواب	۱۲۶
	باب ۲۰۲	۱۲۷
۱۰۲	کھانے کے وقت نماز کی کراہت	۱۲۶
۱۰۳	کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔	۱۲۸
	باب ۲۰۳	۱۲۶
۱۰۴	لہسن یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی کراہت۔	۱۲۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۵	بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانا	۱۳۳
۱۰۶	اسلام میں حکومت قائم کرنے کا طریقہ	۱۳۳
	باب ۲۰۴	۱۳۴
۱۰۷	مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے کی ممانعت	۱۳۴
۱۰۸	مسجد میں گم شدہ اشیاء کا اعلان	۱۳۵
۱۰۹	مسجد میں سوال کا حکم۔	۱۳۵
	باب ۲۰۵	۱۳۷
۱۱۰	سجدۂ سہو کا بیان	۱۳۶
۱۱۱	اذان سن کر شیطان کا بھاگنا	۱۳۷
۱۱۲	سجدۂ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح مذہب احناف	۱۳۹
۱۱۳	شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی	۱۴۱
۱۱۴	خصائص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۴
۱۱۵	بشریت	۱۴۴
۱۱۶	مثلیت	۱۴۶
۱۱۷	آپ کا نسیان	۱۴۷
۱۱۸	پانچ رکعات کی تصحیح	۱۴۸
	باب ۲۰۶	۱۵۱
۱۱۹	سجدۂ تلاوت	۱۵۱
۱۲۰	سجدہ تلاوت میں مذاہب ائمہ۔	۱۵۳
۱۲۱	فقہی احکام	۱۵۴
۱۲۲	سجدات کی تعداد	۱۵۵
۱۲۳	روایت تلک الغرانیق کی تحقیق	۱۵۵
۱۲۴	روایت تلک الغرانیق کا متن	۱۵۶
۱۲۵	روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر بحث و نظر۔	۱۵۸
۱۲۶	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء	۱۵۹
۱۲۷	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء۔	۱۶۱
۱۲۸	ایک شبہ کا ازالہ۔	۱۶۳
	باب ۲۰۷	۱۶۴
۱۲۹	نماز میں بیٹھنے کا طریقہ	۱۶۴
۱۳۰	تورک کا طریقہ	۱۶۶
۱۳۱	تورک میں مذاہب	۱۶۶
۱۳۲	رفع سبابہ میں مذاہب اربعہ	۱۶۶
۱۳۳	مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت	۱۶۷
۱۳۴	احناف کے ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	۱۶۸
۱۳۵	حضرت مجدد کے اعتراضات کے جوابات	۱۶۸
	باب ۲۰۸	۱۷۷
۱۳۶	سلام سے نماز کا اختتام	۱۷۷
۱۳۷	سلام کے حکم میں مذاہب اربعہ	۱۷۸
۱۳۸	خروج بصنعہٖ	۱۷۸
۱۳۹	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۱۷۹
۱۴۰	نماز میں محبت رسول کے مظاہر	۱۸۰
	باب ۲۰۹	۱۸۰
۱۴۱	ذکر بعد از نماز	۱۸۰
۱۴۲	ذکر بالجہر	۱۸۱
	باب ۲۱۰	۱۸۳
۱۴۳	تشہد اور سلام کے درمیان عذاب قبر وغیرہ	۱۸۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سے پناہ مانگنا	
۱۴۴	تشریح	۱۸۴
۱۴۵	عذابِ قبر	۱۸۵
۱۴۶	منکرینِ عذابِ قبر کے شبہات۔	۱۸۵
۱۴۷	عذابِ قبر پر دلائل۔	۱۸۶
۱۴۸	عذابِ قبر پر عقلی شبہات کے جوابات۔	۱۸۷
۱۴۹	مسیح دجال	۱۹۰
۱۵۰	زندگی اور موت میں آزمائش	۱۹۰
۱۵۱	قبر میں آزمائش	۱۹۰
۱۵۲	حضور کے استغفار کی وجہ	۱۹۱
۱۵۳	قرض مذموم اور قرض محمود	۱۹۱
	باب ۲۱۱	۱۹۱
۱۵۴	نماز کے بعد ذکر کا طریقہ	۱۹۱
۱۵۵	ذکر ماثور میں اضافہ یا تغیر	۱۹۳
۱۵۶	دُعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	۱۹۶
۱۵۷	قبولیت دُعا کی شرائط	۱۹۷
۱۵۸	تشریح	۲۰۳
۱۵۹	غنی اور فقیر	۲۰۴
	باب ۲۱۲	۲۰۵
۱۶۰	تکبیر تحریمہ کے بعد دعا	۲۰۵
۱۶۱	دعائے استفتاح میں مذاہب اربعہ	۲۰۶
۱۶۲	عصمت کی تحقیق	۲۰۷
۱۶۳	نماز میں ذکر کے اضافہ اور بدعت کی بحث	۲۱۱
	باب ۲۱۳	۲۱۳
۱۶۴	نماز میں وقار اور سکون	۲۱۳
۱۶۵	نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم	۲۱۵
	باب ۲۱۴	۲۱۵
۱۶۶	نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہو	۲۱۵
۱۶۷	اقامت میں "حیّ علی الفلاح" پر کھڑے ہونا	۲۱۶
۱۶۸	تشریح	۲۱۷
۱۶۹	امام مسجد وقت پر نہ ہو تو کوئی اور نماز پڑھا دے۔	۲۱۸
	باب ۲۱۵	۲۱۸
۱۷۰	جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اُس نے نماز کو پالیا۔	۲۱۸
۱۷۱	دورانِ نماز آفتاب کے طلوع یا غروب سے نماز کا حکم۔	۲۲۰
۱۷۲	ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب	۲۲۱
	باب ۲۱۶	۲۲۱
۱۷۳	پانچوں نمازوں کے اوقات	۲۲۱
۱۷۴	قرآن مجید سے استدلال	۲۲۲
۱۷۵	احادیث سے استدلال	۲۲۳
۱۷۶	اجماع امت سے استدلال	۲۲۳
۱۷۷	عقل سے تائید	۲۲۴
۱۷۸	بلغاریہ اور قطبین میں نمازِ کے اوقات	۲۲۵
۱۷۹	حدیثِ دجّال کی تحقیق	۲۲۵
۱۸۰	ایک نماز پڑھنے کے بعد اُسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں	۲۲۸
۱۸۱	ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد	۲۲۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔	
	باب ۲۱۷	۲۳۵
۱۸۲	گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنے کا استحباب	۲۳۵
۱۸۳	ظہر کے آخر وقت میں مذاہب فقہاء	۲۳۰
۱۸۴	ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات	۲۳۷
۱۸۵	دو مثل سایہ تک وقت ظہر کا ثبوت	۲۳۸
۱۸۶	بعض شارحین کا تسامح	۲۳۹
	باب ۲۱۸	۲۴۱
۱۸۷	گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اوّل وقت پڑھنے کا استحباب	۲۴۱
۱۸۸	اوّل وقت نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ	۲۴۲
۱۸۹	متعارض احادیث میں تطبیق	۲۴۳
۱۹۰	نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا۔	۲۴۳
	باب ۲۱۹	۲۴۳
۱۹۱	عصر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب	۲۴۳
۱۹۲	عصر میں تاخیر کا استحباب	۲۴۶
۱۹۳	ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات	۲۴۶
	باب ۲۲۰	۲۴۷
۱۹۴	نماز عصر میں تغلیظ	۲۴۷
۱۹۵	تشریح	۲۴۷
	باب ۲۲۱	۲۴۷
۱۹۶	نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔	۲۴۷
۱۹۷	غزوۂ خندق میں آپ کی نماز عصر قضا ہونے کی وجہ۔	۲۴۹
۱۹۸	نماز عصر نماز وسطیٰ ہے۔	۲۴۹
۱۹۹	احادیث میں تطبیق۔	۲۵۰
۲۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کفار کے لیے دعائے ضرر	۲۵۰
۲۰۱	والعصر کی قرأت کا نسخ	۲۵۳
۲۰۲	کفار کو سب وشتم	۲۵۳
	باب ۲۲۲	۲۵۴
۲۰۳	صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت اور ان کی حفاظت۔	۲۵۴
۲۰۴	دیدارِ الٰہی کی تحقیق	۲۵۶
۲۰۵	عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت کی وجہ۔	۲۵۸
	باب ۲۲۳	۲۵۸
۲۰۶	مغرب کا اوّل وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔	۲۵۸
۲۰۷	مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ	۲۵۹
	باب ۲۲۴	۲۶۰
۲۰۸	عشاء کی نماز کا وقت اور اس میں تاخیر۔	۲۶۰
۲۰۹	عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ	۲۶۴
۲۱۰	آپ کی امت پر شفقت اور رعایت	۲۶۵
۲۱۱	منصبِ رسالت اور تشریعِ احکام	۲۶۶
۲۱۲	احادیث میں تطبیق۔	۲۶۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۲۵	۲۷۰
۲۱۳	صبح کی نماز جلد پڑھنا اور اس میں قرأت کی مقدار	۲۷۰
۲۱۴	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔	۲۷۲
۲۱۵	نماز عشاء کے بعد باتیں کرنا۔	۲۷۴
	باب ۲۲۶	۲۷۴
۲۱۶	مستحب وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۷۴
۲۱۷	نماز میں تعجیل	۲۷۶
۲۱۸	حکام کی اطاعت	۲۷۷
	باب ۲۲۷	۲۷۷
۲۱۹	نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید اور اس	۲۷۷
۲۲۰	کے فرض کفایہ ہونے کا بیان	
۲۲۱	جماعت کی فضیلت اور اہمیت	۲۸۳
۲۲۲	جماعت میں مذاہب	۲۸۴
۲۲۳	احادیث میں تطبیق	۲۸۶
۲۲۴	جماعت کے فوائد	۲۸۶
	باب ۲۲۸	۲۸۸
۲۲۵	عذر کی بناء پر جماعت ترک کرنے کی رخصت	۲۸۸
۲۲۶	احادیث میں تطبیق۔	۲۹۰
۲۲۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوں کے حال پر آگاہی۔	۲۹۰
۲۲۸	کلمہ کے اجزاء کی تحقیق اور اس کا حکم۔	۲۹۱
۲۲۹	بدعتیں اور گمراہوں سے میل جول۔	۲۹۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۰	حدیث سے حاصل شدہ بقیہ احکام۔	۲۹۳
	باب ۲۲۹	۲۹۳
۲۳۱	جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے اور چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کا جواز	۲۹۴
۲۳۲	تشریح۔	۲۹۵
	باب ۲۳۰	۲۹۶
۲۳۳	نماز باجماعت ادا کرنے، نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں دور سے آنے کی فضیلت۔	۲۹۶
۲۳۴	کثرت جماعت اور فرشتوں کا استغفار	۳۰۱
۲۳۵	قریب والی مسجد کا حق	۳۰۱
۲۳۶	پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا	۳۰۱
	باب ۲۳۱	۳۰۲
۲۳۷	صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کی اور مسجدوں کی فضیلت۔	۳۰۲
۲۳۸	بازاروں کا ناپسندیدہ ہونا۔	۳۰۳
	باب ۲۳۲	۳۰۳
۲۳۹	امامت کا مستحق	۳۰۳
۲۴۰	امامت کی فضیلت	۳۰۶
۲۴۱	قاری یا عالم میں کون امامت کا مستحق	۳۰۶
۲۴۲	فاسق کی امامت کی تحقیق اور مذاہب ائمہ۔	۳۰۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۴۳	قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب۔	۳۱۴
۲۴۴	قنوت نازلہ	۳۱۹
۲۴۵	قنوت نازلہ میں مذاہب	۳۱۹
۲۴۶	احناف کا مذہب	۳۲۰
۲۴۷	احناف کے دلائل	۳۲۱
۲۴۸	بعض شارحین کا تسامح	۳۲۳
۲۴۹	قنوت نازلہ اجتہادی ہے۔	۳۲۵
۲۵۰	متاخرین احناف	۳۲۵
۲۵۱	زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز۔	۳۲۵
۲۵۲	قنوت فجر میں مذاہب	۳۲۶
۲۵۳	شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب	۳۲۶
۲۵۴	لیس لك من الامر شیء کی تحقیق	۳۲۹
۲۵۵	اصحاب بیر معونہ	۳۳۱
۲۵۶	علم رسالت پر اعتراض کا جواب۔	۳۳۲
۲۵۷	منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔	۳۳۲
	باب ۲۳۴	۳۳۵
۲۵۸	قضا نمازوں کی جلد ادائیگی کا استحباب۔	۳۳۵
۲۵۹	قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق	۳۴۱
۲۶۰	واقعہ تعریس کی تعداد۔	۳۴۲
۲۶۱	آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب۔	۳۴۲
۲۶۲		
۲۶۳	احادیث میں تطبیق۔	۳۴۴
۲۶۴	قضا نمازوں کی اذان میں مذاہب۔	۳۴۴
۲۶۵	حضور سے نماز فجر قضا ہونے کی وجوہات	۳۴۵
۲۶۶	مقام مصطفےٰ۔	۳۴۶
۲۶۷	سنتوں کی قضا میں مذاہب ائمہ۔	۳۴۷
۲۶۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔	۳۴۷
۲۶۹	احناف کی دلیل	۳۴۹
۲۷۰	علم رسالت	۳۴۹
۲۷۱	دلائل الوہیت و نبوت	۳۵۰
۲۷۲	بعض شارحین کا تسامح	۳۵۱
۲۷۳	کثیر نمازوں کی قضاء کا طریقہ۔	۳۵۱
۲۷۴	قضاء عمری۔	۳۵۲
۲۷۵	مزید مسائل۔	۳۵۲
	کتاب صلوٰۃ المسافرین	۳۵۴
۲۷۶	قصر کا معنی	۳۶۱
۲۷۷	مسافر کا معنی	۳۶۱
۲۷۸	مسافت قصر میں مذاہب	۳۶۱
۲۷۹	بعض معاصرین کا تسامح	۳۶۲
۲۸۰	تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل۔	۳۶۲
۲۸۱	امام مالک کے دلائل۔	۳۶۶
۲۸۲	علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب۔	۳۶۶
۲۸۳	علامہ ابن قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب۔	۳۶۷
۲۸۴	علامہ نووی کا استدلال۔	۳۶۸
۲۸۵	علامہ نووی کی دلیل کا جواب	۳۶۹
۲۸۶	مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلومیٹر۔	۳۷۰
۲۸۷	مسافت کا تفصیلی خاکہ	۳۷۴
۲۸۸	قصر کی ابتداء اور انتہا۔	۳۷۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۸۹	مدت قصر	۳۷۵
۲۹۰	ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۳۷۵
۲۹۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۳۷۶
۲۹۲	امام ابوحنیفہؒ کے دلائل۔	۳۷۶
۲۹۳	روایات میں تطبیق۔	۳۷۸
۲۹۴	وجوب قصر میں مذاہب	۳۷۸
۲۹۵	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۳۷۸
۲۹۶	منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ۔	۳۸۱
۲۹۷	دیگر دلائل کا جواب۔	۳۸۲
۲۹۸	وطن کی اقسام اور احکام۔	۳۸۲
۲۹۹	سفر معصیت کے احکام	۳۸۲
۳۰۰	سنن کا حکم	۳۸۳
۳۰۱	کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟	۳۸۳
	باب ۲۳۵	۳۸۹
۳۰۲	بارش میں قیام گاہوں کے اندر نماز پڑھنے کا جواز۔	۳۸۹
۳۰۳	رحل کا معنی	۳۹۱
۳۰۴	جماعت اور جمعہ سے رخصت۔	۳۹۲
۳۰۵	الا صلوا فی الرحال	۳۹۲
۳۰۶	اذان کے درمیان کلام کا حکم	۳۹۲
	باب ۲۳۶	۳۹۳
۳۰۷	سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا جواز۔	۳۹۳
۳۰۸	سواری پر نوافل کے جواز میں مذاہب	۳۹۵
۳۰۹	بحری جہاد پر نماز	۳۹۶
۳۱۰	ریل میں نماز	۳۹۷
۳۱۱	عذر من جہۃ العباد	۴۰۲
۳۱۲	ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۴۰۶
۳۱۳	ہوائی جہاز میں نماز	۴۰۷
۳۱۴	تنقیح	۴۰۷
	باب ۲۳۷	۴۰۷
۳۱۵	سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا	۴۰۷
۳۱۶	جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب	۴۱۱
۳۱۷	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۴۱۳
۳۱۸	احناف کے دلائل۔	۴۱۴
	باب ۲۳۸	۴۱۷
۳۱۹	نماز کے بعد دائیں بائیں پھرنے کا جواز۔	۴۱۷
۳۲۰	تطبیق۔	۴۱۷
۳۲۱	فرق مراتب قائم رکھنا	۴۱۷
	باب ۲۳۹	۴۱۸
۳۲۲	امام کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا استحباب	۴۱۸
	باب ۲۴۰	۴۱۸
۳۲۳	اقامت کے بعد نفل شروع کرنے کی ممانعت۔	۴۱۸
۳۲۴	اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم۔	۴۲۰
۳۲۵	احناف کا نظریہ۔	۴۲۱
۳۲۶	لفظ ابن کے ساتھ صفت لانے کا قاعدہ۔	۴۲۲
	باب ۲۴۱	۴۲۲
۳۲۷	مسجد میں داخل ہونے کی دعا۔	۴۲۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۲۸	فضل الٰہی کے معانی۔	۴۲۳
	باب ۲۴۲	۴۲۳
۳۲۹	تحیۃ المسجد	۴۲۳
۳۳۰	تحیۃ المسجد کے احکام	۴۲۴
	باب ۲۴۳	۴۲۵
۳۳۱	مسافر کے وطن پہنچتے ہی دو رکعت پڑھنے کا استحباب	۴۲۵
	باب ۲۴۴	۴۲۷
۳۳۲	نماز چاشت کا استحباب۔	۴۲۷
۳۳۳	چاشت کا وقت۔	۴۳۰
۳۳۴	چاشت کی نماز میں بلحاظ ثبوت کے تطبیق۔	۴۳۱
۳۳۵	چاشت کی نماز میں بلحاظ عدد کے تطبیق	۴۳۱
۳۳۶	حضرت ام ہانی کی روایت کے فوائد	۴۳۲
۳۳۷	رکعات نوافل میں مذاہب	۴۳۲
۳۳۸	عورت کے امان دینے میں مذاہب	۴۳۳
	باب ۲۴۵	۴۳۳
۳۳۹	سنت فجر کا استحباب اور تاکید	۴۳۴
۳۴۰	احکام شرعیہ کی اقسام	۴۳۷
۳۴۱	سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم۔	۴۳۷
۳۴۲	طلوع فجر کے بعد نوافل میں مذاہب	۴۳۹
۳۴۳	وقت سے پہلے اذان۔	۴۴۰
	باب ۲۴۶	۴۴۰
۳۴۴	سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کی تعداد۔	۴۴۰
۳۴۵	فرائض کے ساتھ سنن مؤکدہ کے دلائل۔	۴۴۲
۳۴۶	مغرب سے پہلے دو رکعت۔	۴۴۳
۳۴۷	احناف کے دلائل۔	۴۴۳
۳۴۸	جمعہ کی سنتیں۔	۴۴۴
	باب ۲۴۷	۴۴۷
۳۴۹	نوافل پڑھنے کا طریقہ۔	۴۴۷
۳۵۰	سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا۔	۴۵۱
۳۵۱	نوافل کی حکمت۔	۴۵۲
۳۵۲	بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز	۴۵۲
	باب ۲۴۸	۴۵۲
۳۵۳	تہجد کی رکعات کی تعداد اور وتر کا بیان۔	۴۵۲
۳۵۴	تہجد کی روایات میں تطبیق	۴۶۹
۳۵۵	تہجد کا حکم۔	۴۷۰
۳۵۶	وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ	۴۷۲
۳۵۷	وجوب وتر پر احناف کے مزید دلائل	۴۷۶
۳۵۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔	۴۷۸
۳۵۹	رکعات وتر میں مذاہب ائمہ۔	۴۷۹
۳۶۰	تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل۔	۴۸۱
۳۶۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۴۸۴
۳۶۲	ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب۔	۴۸۵
۳۶۳	قنوت وتر میں مذاہب	۴۸۶
۳۶۴	قنوت بعد از رکوع پر شوافع اور حنابلہ کے دلائل۔	۴۸۷
۳۶۵	قنوت قبل از رکوع پر احناف کے دلائل	۴۸۷
۳۶۶	قنوت وتر کا محل	۴۸۸
۳۶۷	کان خلقہ القرآن کی تشریح۔	۴۸۹
۳۶۸	انک لعلی خلق عظیم کی تشریح	۴۹۰
	باب ۲۴۹	۴۹۱
۳۶۹	تراویح کی فضیلت اور اس کی ترغیب۔	۴۹۱
۳۷۰	قیام رمضان	۴۹۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷۱	کرم رسالت	۴۹۴
۳۷۲	عبادت سے گناہوں کی بخشش۔	۴۹۴
۳۷۳	رکعات تراویح میں مذاہب۔	۴۹۴
۳۷۴	بیس رکعات تراویح پر دلائل۔	۴۹۵
۳۷۵	تراویح میں ختم قرآن۔	۵۰۱
۳۷۶	رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ	۵۰۱
۳۷۷	غیر مقلدین سے گذارش	۵۰۴
۳۷۸	تنہا عشاء پڑھنے والا با جماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔	۵۰۲
	باب ۲۵۰	۵۰۹
۳۷۹	شب قدر میں قیام کی تاکید اور ستائیسویں شب میں شب قدر کا تحقق۔	۵۰۹
۳۸۰	تشریح۔	۵۱۰
	باب ۲۵۱	۵۱۱
۳۸۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اور دعاؤں کا بیان۔	۵۱۱
۳۸۲	حدیث ابن عباس سے مستفاد اٹھتر (۷۸) احکام شرعیہ۔	۵۲۲
۳۸۳	دعائے نور	۵۲۶
۳۸۴	لفظ رب کی تحقیق	۵۲۰
۳۸۵	اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت	۵۲۸
	باب ۲۵۲	۵۲۹
۳۸۶	تہجد میں طویل قرأت کا استحباب	۵۲۹
۳۸۷	سورتوں کی ترتیب۔	۵۳۰
۳۸۸	نماز میں تعظیم رسول	۵۳۱
	باب ۲۵۳	۵۳۲
۳۸۹	تہجد کی ترغیب خواہ کم رکعات ہوں۔	۵۳۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۹۰	شیطان کے کان میں پیشاب کرنے کی تشریح۔	۵۲۳
۳۹۱	حدیث قرطاس پر امامیہ کے اعتراض کا ایک جواب۔	۵۳۳
۳۹۲	شیطان کے گدی میں گرہ لگانے کی تشریح۔	۵۳۴
	باب ۲۵۴	۵۳۴
۳۹۳	نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا استحباب۔	۵۳۴
۳۹۴	گھر میں نوافل کی فضیلت	۵۳۵
	باب ۲۵۵	۵۳۶
۳۹۵	دائمی عمل کی فضیلت	۵۳۶
۳۹۶	اکتانے اور استہزاد وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق۔	۵۳۸
۳۹۷	نفلی عبادات میں دوام کا معنی	۵۳۹
۳۹۸	نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل۔	۵۳۹
۳۹۹	جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے۔	۵۴۳
۴۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو ترک کرنیکی وجہ سے بدعت کا ضابطہ	۵۴۵
۴۰۱	نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت۔	۵۴۸
۴۰۲	بدعت سیئہ کی تعریف	۵۵۱
۴۰۳	بدعت کا شرعی معنی اور اقسام	۵۵۲
۴۰۴	بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ	۵۵۷
۴۰۵	بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق۔	۵۵۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۰۶	ایک شبہ کا ازالہ	۵۶۲
۴۰۷	قرون ثلاثہ پر سنت و بدعت کا مدار۔	۵۶۳
	باب ۲۵۶	۵۶۴
۴۰۸	نماز، تلاوت یا ذکر کے دوران اونگھنے کا حکم	۵۶۴
۴۰۹	تشریح	۵۶۵
	کتاب فضائل القرآن	۵۶۶
۴۱۰	قرآن مجید کے فضائل احادیث کی روشنی میں۔	۵۶۸
۴۱۱	بعض سورتوں کے فضائل	۵۶۸
۴۱۲	الم سجدہ کی فضیلت	۵۶۸
۴۱۳	یٰسین کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۴	سورہ رحمٰن کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۵	تبارک الذی کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۶	سورہ البینہ کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۷	سورہ اخلاص کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۸	بعض آیات کے فضائل	۵۷۰
۴۱۹	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۵۷۰
۴۲۰	سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت	۵۷۰
۴۲۱	سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کی فضیلت۔	۵۷۰
	باب ۲۵۷	۵۷۱
۴۲۲	قرآن کریم کو یاد رکھنے کا حکم	۵۷۱
۴۲۳	تشریح	۵۷۳
	باب ۲۵۸	۵۷۳
۴۲۴	خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا استحباب	۵۷۳
۴۲۵	قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مذاہب	۵۷۵
	باب ۲۵۹	۵۷۶
۴۲۶	قرآن مجید پڑھنے پر سکینہ کا نازل ہونا	۵۷۶
۴۲۷	تشریح	۵۷۸
	باب ۲۶۰	۵۷۸
۴۲۸	حافظ قرآن کی فضیلت	۵۷۸
۴۲۹	تشریح	۵۷۸
	باب ۲۶۱	۵۷۹
۴۳۰	افضل کا مفضول کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا استحباب	۵۷۹
۴۳۱	تشریح	۵۷۹
	باب ۲۶۲	۵۸۰
۴۳۲	قرآن مجید سننے کی فضیلت اور قرآن مجید سنتے وقت رونا۔	۵۸۰
۴۳۳	تشریح	۵۸۲
	باب ۲۶۳	۵۸۲
۴۳۴	نماز میں قرآن مجید پڑھنے اور اس کو سیکھنے کی فضیلت	۵۸۲
۴۳۵	تشریح۔	۵۸۳
	باب ۲۶۴	۵۸۳
۴۳۶	قرآن مجید اور سورۂ بقرہ پڑھنے کی فضیلت	۵۸۳
۴۳۷	تشریح	۵۸۴
	باب ۲۶۵	۵۸۵
۴۳۸	سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت	۵۸۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۶۶	۵۸۶
۴۳۹	سورۂ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت	۵۸۶
۴۴۰	آیت الکرسی کی فضیلت	۵۸۷
۴۴۱	دیگر فوائد	۵۸۸
	باب ۲۶۷	۵۸۸
۴۴۲	سورۂ قل ہو اللہ احد کی فضیلت	۵۸۸
۴۴۳	سورۂ اخلاص کے تہائی قرآن مجید ہونے کی وجہ	۵۹۰
	باب ۲۶۸	۵۹۰
۴۴۴	معوذتین پڑھنے کی فضیلت	۵۹۰
۴۴۵	حضرت ابن مسعود کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت	۵۹۰
	باب ۲۶۹	۵۹۱
۴۴۶	قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت۔	۵۹۱
۴۴۷	حسد اور رشک کا معنی	۵۹۳
	باب ۲۷۰	۵۹۳
۴۴۸	قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب۔	۵۹۳
۴۴۹	سات حرفوں پر نزول قرآن۔	۵۹۶
۴۵۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور تصرف کا ثبوت۔	۵۹۶
	باب ۲۷۱	۵۹۷
۴۵۱	قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کے پڑھنے کی اجازت	۵۹۷
۴۵۲	تشریح۔	۵۹۹
	باب ۲۷۲	۶۰۰
۴۵۳	قرأت کے متعلقات	۶۰۰
۴۵۴	احادیث پر تحریف قرآن کا الزام۔	۶۰۲
	باب ۲۷۳	۶۰۳
۴۵۵	ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔	۶۰۳
۴۵۶	اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل۔	۶۱۱
۴۵۷	قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔	۶۱۱
	باب ۲۷۴	۶۱۳
۴۵۸	نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا بیان	۶۱۳
	باب ۲۷۵	۶۱۴
۴۵۹	نماز خوف کا بیان	۶۱۴
۴۶۰	نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت	۶۱۸
۴۶۱	احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ۔	۶۱۹
۴۶۲	ائمہ اربعہ کے مآخذ۔	۶۱۹
۴۶۳	امام ابو یوسف کا نظریہ۔	۶۲۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کتاب الجمعہ	۶۲۱
۴۶۴	جمعہ کے دن کو جمعہ کہنے کی تحقیق۔	۶۲۱
۴۶۵	جمعہ کے مسائل اور احکام۔	۶۲۱
۴۶۶	شہر کی شرط پر دلیل	۶۲۲
۴۶۷	اثر علی پر اعتراضات کے جوابات۔	۶۲۲
۴۶۸	احناف کا مسلک۔	۶۲۳
۴۶۹	شہر کی تعریف۔	۶۲۳
۴۷۰	جمعہ کے دن غسل کا حکم۔	۶۴۶
۴۷۱	نماز جمعہ کے لیے جانے کا وقت۔	۶۴۷
۴۷۲	دوران خطبہ خاموش رہنے میں مذاہب	۶۴۸
۴۷۳	ساعت جمعہ	۶۴۸
۴۷۴	فضیلت جمعہ	۶۴۸
۴۷۵	جمعہ کا وقت	۶۴۹
۴۷۶	خطبہ جمعہ کے احکام	۶۴۹
۴۷۷	اللہ اور رسول کا ضمیر واحد سے ذکر۔	۶۵۰
۴۷۸	عبادات میں نئے طریقوں سے صحابہ کی نفرت۔	۶۵۱
۴۷۹	خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے میں مذاہب۔	۶۵۱
۴۸۰	تبلیغ اسلام اور تعلیم عقائد کی اہمیت۔	۶۵۴
۴۸۱	نوافل کو فصل سے پڑھنا۔	۶۵۴
	کتاب صلوٰۃ العیدین	۶۵۵
۴۸۲	عید کا معنیٰ۔	۶۵۵
۴۸۳	احناف کے نزدیک عیدین کے احکام۔	۶۵۶
۴۸۴	عیدین کے حکم میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب۔	۶۵۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۸۵	تکبیرات عیدین میں امام ابو حنیفہ کا مسلک	۶۵۷
۴۸۶	مالکیہ کا مسلک۔	۶۶۰
۴۸۷	حنابلہ کا مسلک	۶۶۰
۴۸۸	شافعیہ کا مسلک۔	۶۶۰
۴۸۹	عید گاہ جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا۔	۶۶۰
۴۹۰	عیدین میں عورتوں کا جانا۔	۶۶۹
۴۹۱	حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کود کو دیکھنا۔	۶۷۰
۴۹۲	عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا۔	۶۷۱
۴۹۳	گانے کا شرعی حکم۔	۶۷۲
۴۹۴	غنا اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل۔	۶۷۵
۴۹۵	احادیث اور آثار سے آلات غنا کی حرمت	۶۷۶
۴۹۶	نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت۔	۶۸۶
۴۹۷	فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۸۷
۴۹۸	فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۸۹
۴۹۹	فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۹۰
۵۰۰	فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۹۰
۵۰۱	ہمارا موقف۔	۶۹۴
۵۰۲	مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف۔	۶۹۴
۵۰۳	مجوزین موسیقی کا موقف۔	۶۹۵
۵۰۴	مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ۔	۶۹۶
۵۰۵	مجوزین موسیقی کی دلیل۔	۶۹۷
۵۰۶	علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال۔	۷۰۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۰۷	قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال۔	۷۰۲
۵۰۸	شیخ عبدالحق دہلوی کی عبارات سے مغالطہ آفرینی۔	۷۰۲
۵۰۹	جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۷۰۳
۵۱۰	ریڈیو، ٹی، وی، وسی سی آر اور سینما کا حکم۔	۷۰۴
	کتاب صلوٰۃ الاستسقاء	۷۰۸
۵۱۱	امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل۔	۷۰۹
۵۱۲	تشریح۔	۷۱۷
	کتاب الکسوف	۷۱۸
۵۱۳	امام ابوحنیفہ کی دلیل۔	۷۱۸
۵۱۴	ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب۔	۷۱۹
۵۱۵	امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔	۷۲۰
۵۱۶	اسلام میں سورج گرہن کی حیثیت۔	۷۳۵
۵۱۷	نماز کسوف کا فلسفہ	۷۳۵
۵۱۸	علم رسالت۔	۷۳۶
۵۱۹	علم کلی کی وضاحت	۷۳۷
۵۲۰	علم رسول پر علم غیب کے اطلاق کے جواز یا عدم جواز کی بحث	۷۳۷
۵۲۱	کمالات رسالت۔	۷۳۹
۵۲۲	جانوروں کے ساتھ سلوک۔	۷۳۹
	کتاب الجنائز	۷۴۰
۵۲۳	مرنے والے کو کلمہ کی تلقین	۷۸۳
۵۲۴	زندہ لوگوں کے نوحہ سے میت پر عذاب	۷۸۳
	کی توجیہات۔	
۵۲۵	منصب رسالت۔	۷۸۳
۵۲۶	بعض شارحین کی لغزش۔	۷۸۸
۵۲۷	تبرکات کی اہمیت۔	۷۸۹
۵۲۸	تکفین میں مذاہب۔	۷۹۳
۵۲۹	احناف کے دلائل۔	۷۹۴
۵۳۰	عورت کا کفن۔	۷۹۵
۵۳۱	نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں مذاہب۔	۷۹۶
۵۳۲	نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ۔	۷۹۷
۵۳۳	نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت۔	۷۹۸
۵۳۴	نماز جنازہ پڑھنے کے طریقے میں احناف کا موقف۔	۸۰۱
۵۳۵	ثناء۔	۸۰۲
۵۳۶	درود شریف۔	۸۰۲
۵۳۷	مروجہ دعا کی دلیل۔	۸۰۲
۵۳۸	میت کے بعض اجزاء پر نماز جنازہ میں مذاہب۔	۸۰۳
۵۳۹	حادثہ میں فوت ہونے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ۔	۸۰۴
۵۴۰	دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب	۸۰۴
۵۴۱	غائبانہ نماز جنازہ	۸۰۵
۵۴۲	حدیث نجاشی کے جوابات۔	۸۰۶
۵۴۳	غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل۔	۸۰۶

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۴۴	جنائز کا تعدد	۸۰۷
۵۴۵	قبر پر نماز جنازہ۔	۸۰۷
۵۴۶	جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا۔	۸۰۸
۵۴۷	دفن کے بعد میت کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔	۸۰۹
۵۴۸	عذر شرعی کی وجہ سے میت کو قبر سے منتقل کرنا۔	۸۰۹
۵۴۹	امانت کے طور پر دفن کے بعد میت کو قبر سے منتقل کرنا۔	۸۱۰
۵۵۰	جنازہ کی تنظیم کے لیے قیام۔	۸۱۰
۵۵۱	نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امام کے کھڑے ہونے کا طریقہ۔	۸۱۱
۵۵۲	قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانا۔	۸۱۲
۵۵۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ۔	۸۱۲
۵۵۴	پختہ قبر بنانے کی ممانعت اور کوہان کی شکل بنانے کا استحباب۔	۸۱۳
۵۵۵	قبر پر نام وغیرہ لکھنے کا حکم۔	۸۱۴
۵۵۶	مزارات پر گنبد بنانے کا حکم۔	۸۱۴
۵۵۷	مزارات پر چادر چڑھانے کا حکم۔	۸۱۶
۵۵۸	زیارت قبور کے شرعی احکام۔	۸۱۹
۵۵۹	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم۔	۸۲۲
۵۶۰	پوسٹ مارٹم کا حکم۔	۸۲۳
۵۶۱	سید مودودی کی رائے۔	۸۲۴
۵۶۲	شیخ خمینی کی رائے۔	۸۲۵
۵۶۳	پوسٹ مارٹم کے مواقع۔	۸۲۶
۵۶۴	پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل۔	۸۲۶
۵۶۵	الکوحل آمیز دواؤں اور خون چڑھانے کا شرعی حکم۔	۸۳۰
۵۶۶	خون چڑھانے اور دیگر حرام اشیاء سے علاج کا جواز قرآن مجید سے۔	۸۳۱
۵۶۷	حرام اشیاء سے علاج کا احادیث سے ثبوت۔	۸۳۲
۵۶۸	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کی حدیث۔	۸۳۶
۵۶۹	حرام اور نجس اشیاء سے علاج کے بارے میں فقہاء کا نظریہ۔	۸۳۸
۵۷۰	مالکیہ اور حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۴۰
۵۷۱	فقہاء حنفیہ کا نظریہ۔	۸۴۰
۵۷۲	اس بات کا جواب کہ اطباء کا تجربہ ظنی ہے وہ حرام قطعی کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا۔	۸۴۱
۵۷۳	اس بات کا جواب کہ حصول شفاء میں علم قطعی معتبر ہے۔	۸۴۲
۵۷۴	انسانی اعضاء کی پیوند کاری۔	۸۴۳
۵۷۵	سید مودودی کی رائے۔	۸۴۳
۵۷۶	مفتی محمد شفیع کی رائے۔	۸۴۴
۵۷۷	شیخ خمینی کی رائے۔	۸۴۵
۵۷۸	مُردہ کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم۔	۸۴۶
۵۷۹	حالت اضطرار میں پیوند کاری کا حکم۔	۸۴۹
۵۸۰	کیا حالتِ اضطرار میں مُردہ انسان	۸۵۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کے اعضاء سے پیوند کاری کی جا سکتی ہے؟	
۵۸۱	دودھ اور خون سے علاج پر پیوند کاری کے قیاس کا جواب۔	۸۵۵
۵۸۲	اضطرار کی بنیاد پر بھی انسانی اعضاء سے علاج جائز نہیں۔	۸۵۶
۵۸۳	اعضاء کی پیوند کاری کے سلسلے میں علمائے اردن کا فتویٰ۔	۸۵۶
۵۸۴	اعضاء کی پیوند کاری میں مصری علماء کی تحقیق۔	۸۵۷
۵۸۵	اعضاء کی پیوند کاری پر بعض پاکستانی علماء کے دلائل۔	۸۶۰
۵۸۶	اعضاء کی پیوند کاری میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر۔	۸۶۲
۵۸۷	حضور کے والدین کا ایمان۔	۸۶۷
۵۸۸	آپ کے والدین اہل فترت سے تھے۔	۸۶۸
۵۸۹	آپ کے تمام آباء اور اُمہات اہل ایمان سے ہیں۔	۸۶۹
۵۹۰	آزر، حضرت ابراہیم کے چچا تھے۔	۸۷۱
۵۹۱	ایک اشکال کا جواب۔	۸۷۱
۵۹۲	تیسرا مسلک۔	۸۷۲
۵۹۳	عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا۔	۸۷۲
۵۹۴	خودکشی کرنے والے اور شہید کی نماز جنازہ۔	۸۷۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کتاب الزکوٰۃ	۸۷۵
۵۹۵	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی۔	۸۷۵
۵۹۶	زکوٰۃ کی حکمتیں۔	۸۷۵
۵۹۷	فرضیت زکوٰۃ کی تاریخ۔	۸۷۸
۵۹۸	شرح زکوٰۃ۔	۸۷۹
۵۹۹	زکوٰۃ کی اہمیت۔	۸۸۱
۶۰۰	نظام زکوٰۃ کی مرکزیت	۸۸۲
۶۰۱	زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات۔	۸۸۶
۶۰۲	ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۸۸۶
۶۰۳	امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۸۸۷
۶۰۴	امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر ایک خدشہ۔	۸۸۹
۶۰۵	سونے اور چاندی کا نصاب۔	۸۹۰
۶۰۶	نوٹ پر زکوٰۃ۔	۸۹۲
۶۰۷	ثیوب دیل وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینیں۔	۸۹۳
۶۰۸	زیورات پر زکوٰۃ۔	۸۹۳
۶۰۹	یتیم کے مال پر زکوٰۃ میں مذاہب	۸۹۵
۶۱۰	قرض کے زکوٰۃ سے منہا ہونے میں مذاہب۔	۸۹۶
۶۱۱	میعادی قرض	۸۹۷
۶۱۲	صنعتی اور کاروباری قرض۔	۸۹۸
۶۱۳	ہاؤسس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرض۔	۸۹۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۱۴	پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ	۸۹۹
۶۱۵	پراویڈنٹ فنڈ پر اضافے کے سود ہونے یا نہ ہونے کا حکم۔	۸۹۹
	باب ۲۷۶	۹۰۰
۶۱۶	صدقہ فطر	۹۰۰
۶۱۷	صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب۔	۹۰۳
۶۱۸	گندم کے نصاب میں مذاہب۔	۹۰۴
۶۱۹	نظریہ احناف پر دلائل۔	۹۰۴
	باب ۲۷۷	۹۰۷
۶۲۰	زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ۔	۹۰۷
۶۲۱	گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب۔	۹۱۳
	باب ۲۷۸	۹۱۴
۶۲۲	عاملین زکوٰۃ کو راضی رکھنا۔	۹۱۴
۶۲۳	عاملین زکوٰۃ کو راضی کرنے کی حکمت۔	۹۱۴
	باب ۲۷۹	۹۱۵
۶۲۴	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر عذاب شدید۔	۹۱۵
۶۲۵	حضرت ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم پر استدلال۔	۹۱۹
	باب ۲۸۰	۹۲۱
۶۲۶	خرچ کرنے والے کی فضیلت اور بشارت۔	۹۲۱
	باب ۲۸۱	۹۲۲
۶۲۷	اہل وعیال پر خرچ کی فضیلت اور ان کے حقوق ضائع کرنے کا گناہ۔	۹۲۲
	باب ۲۸۲	۹۲۳
۶۲۸	خرچ میں پہلے اپنی ذات سے ابتدا کرنا پھر اہل قرابت سے۔	۹۲۳
۶۲۹	مدبر کی بیع میں مذاہب۔	۹۲۴
	باب ۲۸۳	۹۲۴
۶۳۰	اقربا، خاوند، اولاد اور والدین پر خرچ کرنے کی فضیلت خواہ مشرک ہوں۔	۹۲۴
	باب ۲۸۴	۹۲۸
۶۳۱	میت کے لیے ایصالِ ثواب۔	۹۲۸
۶۳۲	ایصالِ ثواب۔	۹۲۸
۶۳۳	لیس للانسان الا ما سعی سے معارضہ کے جوابات۔	۹۲۸
۶۳۴	ایصالِ ثواب کے متعلق علماء مذاہب کی تصریحات۔	۹۳۰
	باب ۲۸۵	۹۳۲
۶۳۵	ہر نیکی صدقہ ہے۔	۹۳۲
۶۳۶	مالِ حرام سے صدقہ کا حکم	۹۳۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۸۶	۹۳۹
۶۳۷	صدقہ اور خیرات کی ترغیب۔	۹۳۹
۶۳۸	مسجد میں چندہ کرنا۔	۹۴۲
۶۳۹	بدعت حسنہ پر استدلال۔	۹۴۳
	باب ۲۸۷	۹۴۴
۶۴۰	کم صدقہ دینے والے کی مذمت کرنے سے ممانعت۔	۹۴۴
	باب ۲۸۸	۹۴۵
۶۴۱	دودھ دینے والے جانور کو عاریتاً دینے کی فضیلت۔	۹۴۵
	باب ۲۸۹	۹۴۵
۶۴۲	سخی اور بخیل کی مثال	۹۴۵
	باب ۲۹۰	۹۴۷
۶۴۳	فاسق کو صدقہ دینے سے بھی ثواب مل جاتا ہے۔	۹۴۷
۶۴۴	کسی کو برا جان کر اس کی مدد سے ہاتھ نہ روکے۔	۹۴۸
	باب ۲۹۱	۹۴۸
۶۴۵	مالک اور شوہر کے مال سے صدقہ دینا۔	۹۴۸
۶۴۶	غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانوروں کا حکم۔	۹۵۰
۶۴۷	شوہر کے مال سے بغیر اجازت صدقہ کرنے کا مسئلہ۔	۹۵۱
	باب ۲۹۲	۹۵۱
۶۴۸	صدقہ کے ساتھ دیگر نیکیوں کی فضیلت	۹۵۱
۶۴۹	حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت۔	۹۵۲
	باب ۲۹۳	۹۵۳
۶۵۰	خرچ کرنے کی فضیلت اور جمع کرنے کی ناپسندیدگی۔	۹۵۳
	باب ۲۹۴	۹۵۴
۶۵۱	تھوڑا صدقہ دینے کی فضیلت۔	۹۵۴
	باب ۲۹۵	۹۵۴
۶۵۲	پوشیدگی کے ساتھ صدقہ دینے کی فضیلت۔	۹۵۴
	باب ۲۹۶	۹۵۵
۶۵۳	تندرست اور حریص انسان کا صدقہ	۹۵۵
	باب ۲۹۷	۹۵۶
۶۵۴	اوپر والا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔	۹۵۶
	باب ۲۹۸	۹۵۸
۶۵۵	سوال کرنے کی ممانعت۔	۹۵۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۵۶	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔	۹۶۲
۶۵۷	دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط۔	۹۶۳
۶۵۸	فقہ کی فضیلت۔	۹۶۳
۶۵۹	انما انا قاسم کی تشریح۔	۹۶۴
	باب ۲۹۹	۹۶۵
۶۶۰	سوال کرنے کا جواز۔	۹۶۵
۶۶۱	پیشہ ور گداگر۔	۹۶۵
	باب ۳۰۰	۹۶۶
۶۶۲	بغیر سوال کے لینے کا جواز۔	۹۶۶
۶۶۳	حکومت کے عطیات کا حکم۔	۹۶۷
	باب ۳۰۱	۹۶۸
۶۶۴	حرص دنیا کی مذمت	۹۶۸
	باب ۳۰۲	۹۷۱
۶۶۵	قناعت کی فضیلت	۹۷۱
۶۶۶	قناعت کی وضاحت۔	۹۷۱
	باب ۳۰۳	۹۷۱
۶۶۷	زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت۔	۹۷۱
۶۶۸	تشریح۔	۹۷۴
۶۶۹	وحی خفی۔	۹۷۴
	باب ۳۰۴	۹۷۴
۶۷۰	سوال نہ کرنے، صبر اور قناعت کی فضیلت۔	۹۷۴
۶۷۱	فقر اور غناء۔	۹۷۵
	باب ۳۰۵	۹۷۷
۶۷۲	مؤلفۃ القلوب اور خوارج وغیرہ کا حکم۔	۹۷۷
۶۷۳	خلق رسول۔	۹۹۹
۶۷۴	کرم رسول کے انداز	۹۹۹
۶۷۵	عہد رسالت میں اہانت کرنے والوں کو قتل نہ کرنے کی وجوہات۔	۱۰۰۰
۶۷۶	ائمہ کے نزدیک گستاخ رسول کا حکم۔	۱۰۰۱
۶۷۷	گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش۔	۱۰۰۵
۶۷۸	گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث۔	۱۰۰۶
۶۷۹	خوارج اور معتزلہ۔	۱۰۱۰
	باب ۳۰۶	۱۰۱۰
۶۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوٰۃ دینے میں مذاہب۔	۱۰۱۰
۶۸۱	آلِ رسول کو زکوٰۃ کا حرام ہونا۔	۱۰۱۴
	باب ۳۰۷	۱۰۱۵
۶۸۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم، اور بنو عبدالمطلب کے لیے ہدیوں کا جواز۔	۱۰۱۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۸۳	شرح۔	۱۰۱۷
	باب ۳۰۸	۱۰۱۸
۶۸۴	صدقہ لانے والے کو دعا دینا۔	۱۰۱۸
۶۸۵	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ۔	۱۰۱۸
۶۸۶	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل۔	۱۰۱۹
۶۸۷	غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات۔	۱۰۲۱
۶۸۸	غیر نبی کے لیے صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء۔	۱۰۲۳
۶۸۹	حرفِ دعا۔	۱۰۲۴
	باب ۳۰۹	۱۰۲۴
۶۹۰	زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی رکھنا۔	۱۰۲۴
۶۹۱	تشریح۔	۱۰۲۵
۶۹۲	مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ضمیمہ	۱۰۲۶
۶۹۳	مراجع اور مآخذ	۱۰۳۳

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

کلماتِ تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس کے بے پایاں کرم سے میں پھر اس لائق ہوا کہ شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے سلسلہ کو آگے بڑھا سکا جو گذشتہ پانچ سال سے میری علالت کے باعث رکا ہوا تھا۔ ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء کو کراچی کے احباب کی دعوت پر میں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں آگیا اور حالات نے ایک خوشگوار کروٹ لی، میری صحت بحال ہونے لگی۔ اس دوران میرے ایک مخلص دوست جناب عارف غنیانی قادری صاحب مجھ سے ملنے کراچی آئے اور جب انھوں نے میری صحت بہتر دیکھی تو اصرار کیا کہ میں شرح صحیح مسلم کے کام کو دوبارہ شروع کروں۔ انھوں نے لاہور جاکر یہ تذکرہ جناب سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال سے بھی کیا۔ سید محمد اعجاز صاحب کی ہمت اور حوصلہ قابلِ داد ہے کہ وہ باوجود علالت اور ضعف بصارت کے کراچی تشریف لائے اور مجھ سے شرح صحیح مسلم کے کام کو مکمل کرنے کا وعدہ لے لیا۔ اس وقت میرے سامنے ضروری مسئلہ مطلوبہ کتابوں کی فراہمی تھا کیونکہ لاہور میں ہماری کے دوران زندگی بھر کی جمع کردہ کتابیں نیلامی کے بھاؤ بک چکی تھیں۔

کتابوں کی فراہمی اور دیگر سہولیات فراہم کرنے میں جن احباب نے تعاون کیا ان میں جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری (جج وفاقی شرعی عدالت) پروفیسر منیب الرحمان، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، حافظ محمد اظہر نعیمی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں جن دوستوں کا میں خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ان میں حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی، حضرت مولانا غلام محمد سیالوی ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی، مولانا مفتی محمد رفیق حسنی مہتمم مدرسہ گلزار حبیب، مولانا محمد اکرام سیالوی استاذ شمس العلوم کراچی اور مولانا خالد محمود۔ کراچی۔ زید جبتم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنی لائبریریوں سے مجھے کتابیں مہیا کیں بلکہ میری ضرورت کی کتابیں خرید کر بھی مجھے فراہم کیں اور حقیقت یہ ہے کہ شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی تکمیل میں ان تمام حضرات کے تعاون کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پہلی جلد لکھتے وقت سابق پبلشر سید حامد صاحب کی طرف سے مجھ پر یہ پابندی تھی کہ میں زیادہ سے زیادہ مختصر لکھوں اس لیے میں نے پہلی جلد میں بہت سارے مباحث دانستہ تشنہ چھوڑ دیے۔ اس جلد میں، میں نے سید محمد اعجاز صاحب سے اجازت لے کر وقت اور گنجائش کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے۔

اس کتاب میں اسلام کی حقانیت اور اہل سنت و جماعت کے اعتقادی نظریات پر ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں۔ فقہاء اربعہ کے مسالک کو ان کی اصل کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے اور فقہ حنفی جو فی الواقع وحی الٰہی اور مزاج رسالت سے قریب تر اور سب سے زیادہ خوف خدا و قلت نظری اور احتیاط کی حامل ہے۔ اس کی ان خصوصیات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی سعی کی ہے جو مسائل حاضرہ اس کتاب کے ابواب کے مناسب تھے ان کو شرح و بسط سے ذکر کیا ہے۔

کسی موضوع پر بھی لکھتے وقت میں نے کسی لگی بندھی فکر کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کتاب وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے وہ معروضی انداز میں لکھا ہے۔ کسی شخص یا کسی مکتب فکر کے خلاف غیر سنجیدہ یا غیر شائستہ زبان استعمال نہیں کی اور کسی موقعہ پر بھی احترام انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ علمی مسائل میں اہل علم کا اختلاف کرنا ان کا علمی حق ہے اس لیے میں گذارش کرتا ہوں کہ اہل علم حضرات اگر کسی مسئلہ میں میرے نظریہ سے اختلاف کریں تو اس خاص سنجیدہ اور شائستہ انداز کو قائم رکھیں جو آپ کو اس پوری کتاب میں نظر آئے گا۔

آخر میں میں مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، ایم اے، ایل ایل بی، فاضل علوم شرقیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے جانفشانی اور عرق ریزی سے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول عام عطا فرمائے۔ اہل حق اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے عقائد ونظریات میں مزید رسوخ اور تقویت پائیں اور دوسرے حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے راہ حق کو اختیار کرلیں اور تادیر اس کتاب کی افادیت قائم اور جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، ناشر، معاونین اور جمیع قارئین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے سعادت دارین عطا فرمائے آمین۔ یارب العالمین بجاہ محمد سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

۱۵ر شوال ۱۴۰۷ھ

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ
گلستان مصطفےٰ۔ بلاک۔ ۱۵ (فیڈرل 'بی' ایریا)
کراچی ۳۸
ٹیلیفون: ۶۸۴۲۳۶ و ۶۷۴۵۰۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریر : پروفیسر منیب الرحمٰن
ایم۔ اے ، ایل ایل۔ بی
صدر شعبۂ علوم اسلامیہ
علامہ اقبال گورنمنٹ کالج ۔ کراچی

جنرل سکریٹری ، دارالعلوم نعیمیہ ٹرسٹ
بلاک نمبر ۱۵۔ فیڈرل 'بی' ایریا۔ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

عکسِ جمال

اہل علم و فقاہت و ارباب فکر و نظر قارئین کرام !

لیجیے "شرح صحیح مسلم" (جلد ثانی) مصنفہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ آپ ورق پلٹنے اور قدم آگے بڑھانے سے پہلے اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت کتاب کے بارے میں سطور ذیل پر ایک نظر ضرور ڈالیں گے۔ اس سے انشاء اللہ آپ کو اس کتاب کی امتیازی خصوصیات اور مصنف کے منفرد انداز تحریر و تحقیق کو سمجھنے اور کتاب کی علمی حیثیت کو پرکھنے میں مدد ملے گی۔

جن حضرات نے مصنف محترم کی تحریر کردہ اس کتاب کی جلد اوّل کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس جلد کو اس پر ہرگز قیاس نہ کریں۔ کیونکہ اُس وقت جن احباب نے اس علمی کام کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اُٹھایا تھا ان کا اصرار تھا کہ اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ تاہم یہ مصنف۔ کے انداز تحریر کی اعجاز آفرینی ہے کہ انھوں نے اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی ملحوظ رکھا اور حتی المقدور کوشش کی کہ وارفتگانِ علم اور فہم حدیث کا ذوق رکھنے والوں کو تشنگیٔ علم کا احساس کم سے کم ہو۔

لیکن جب دوسری جلد پر کام کا آغاز ہوا تو مصنف پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ ان کے راہوارِ قلم کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ انھیں کھلی اجازت دے دی گئی کہ احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں پنہاں علوم نبوت کے بحرِ ناپیدا کنار کی جس قدر چاہیں علمی و فکری سیر کریں اور جتنی گہرائی تک چاہیں غوّاصی فرما کر علمِ نبوت اور حکمتِ رسالت کے انمول موتی اپنی پلکوں سے چُن کر لائیں اور پوری بسط و تفصیل کے ساتھ انھیں الفاظ کے حسن و جمال میں پرو کر صفحاتِ قرطاس پر سجا دیں تاکہ تشنگانِ علومِ نبوت جی بھر کر سیراب ہوں اور اصحابِ علم اپنے اپنے ظرف کے مطابق معانی و مطالب کے انمول موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔ امید ہے اب انشاء اللہ العزیز قارئین کرام کو اپنی "تشنگی داماں" کی شکایت تو یقیناً ہو گی، لیکن حضرت مصنف نے خزانۂ علومِ نبوت کے جو بیش قیمت علمی جواہر پارے لٹائے ہیں ان سے علمی تشنگی یا کسی اجمال کی شکایت ہرگز نہ ہو گی۔

کتابیات اور ماخذ و مراجع کی فہرست پر اک سرسری نظر ڈالنے سے بھی آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مصنف نے کس قدر محنت، تحقیق اور دقتِ نظر سے کام لیا ہے، اتنا وسیع علمی کام ایک فرد تو کجا ایک ادارہ بھی بمشکل انجام دے سکتا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ صرف اور صرف ایک فرد کی ذاتی محنت اور نکتہ رسی کا ثمرہ ہے اور بلاشبہ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ" (الجمعہ آیت ۴) اور "وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" (البقرہ آیت ۲۶۹) کا مصداق ہے۔

تاہم اس امر کا اعتراف نہ کرنا احسان ناشناسی اور بخل ہو گا کہ بہت سی وقیع اور گرانقدر نادر کتب کی بہم فراہمی میں دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے اراکین کے علاوہ مولانا غلام محمد سیالوی، مہتمم شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی، مولانا محمد اکرم سیالوی مدرس شمس العلوم کراچی، صاحبزادہ محمد جان، مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی، مفتی محمد رفیق حسنی، مہتمم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب کراچی اور بعض دیگر احباب کے علمی تعاون کا بھی بڑا دخل ہے۔ مصنف کے علاوہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں اور اہلسنت کو بھی ان حضرات کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

چلتے چلتے یہ بھی ذہن نشین فرما لیجئے کہ اس کتاب میں زیرِ بحث مسائل کی تحقیق و تدقیق کا اندازِ فکر کیا ہے؟

کسی بھی علمی مسئلے پر تحقیق اور علمی موشگافیوں کے اہم ترین اسلوب اور طریقے دو ہیں ایک موضوعی طرزِ تحقیق (Subjective) کہلاتا ہے اور دوسرا معروضی (Objective)۔ موضوعی انداز تو یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مسلک، علمی موقف اور نتیجۂ فکر پہلے متعین کر لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق مقدمات ترتیب دیتا ہے اور استدلال کی بنیادیں اٹھاتا ہے، جو نصوص قرآن و حدیث، آثارِ سلف اور اقوالِ ائمہ اس کے پہلے سے متعینہ نتیجے کے حصول میں معاون ثابت نہیں ہوتے، ان سے یا تو صرفِ نظر کرتا ہے یا ان کی دُور از کار تاویل کا راستہ اختیار کرتا ہے یا تلبیس (DECEPTION) سے کام لیتا ہے کیونکہ اسے یہ اندازہ یا کم از کم خوش فہمی ہوتی ہے کہ ہر قاری کی نظر مآخذ و مراجع پر نہیں ہوتی اور بہت کم لوگ کسی کے نتیجۂ فکر یا مقدماتِ استدلال کو میزانِ تحقیق پر تولنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں۔ تاہم یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس طرزِ فکر کو تحقیق سے زیادہ تلبیس اور مغالطہ آفرینی ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور بہت سے مسائل و معاملات میں مسلکی اختلافات کا سبب یہی اندازِ فکر ہے اسی کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔

معروضی اندازِ فکر یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر نصوص قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ کی روشنی میں کسی مسئلے کی چھان پھٹک کرے اور نصوص قطعیہ اور دلائل حقہ سے جو نتیجۂ فکر منطقی طور پر مرتب ہو کر سامنے آئے اسے من و عن

قبول کرے اور کمالِ دیانت سے اسے دوسروں کے سامنے پیش کرے خواہ وہ اس کے پہلے سے مزعومہ فکر (PRESUMED) یا نظریے کے بالکل برعکس یا منصادم ہی کیوں نہ ہو دراصل یہی حق بینی، حق آگہی اور حق پرستی ہے: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ۔

میں دورانِ تصنیف مصنف سے انتہائی فکری قرب کی بناء پر شرح صدر کے ساتھ بہ بانگ دہل یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف اور ترتیب وتسوید کے دوران مصنف کا اندازِ فکر سو فیصد معروضی رہا ہے۔ بہت سے مسائل پر عمیق مطالعے کے باوجود حتمی رائے قائم کرنے سے قبل انھوں نے معاصر اہل علم سے علمی تبادلۂ خیال اور مذاکرے کا طریقۂ کار بھی اختیار کیا ہے، کئی مسائل ایسے بھی ہیں جن میں حق پر آگہی کے بعد انھوں نے اپنی سابقہ رائے کو تبدیل کیا ہے اور درحقیقت ہر دور میں علماءِ حق کا شعار بھی یہی رہا ہے کہ نفسانیت اور انانیت کو قبولِ حق کی راہ میں انھوں نے کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔

تعمیرِ مسجد میں غیر مسلموں سے مالی اعانت قبول کرنے، مسافت قصر اور پراویڈنٹ فنڈ پر سود ایسے چند مسائل پر مصنف نے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی، مولانا سبحان محمود، شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی، مفتی عبدالرؤف اور شعبۂ افتاء کے چند دیگر علماء کے ساتھ دارالعلوم کراچی میں جاکر باقاعدہ مذاکرہ کیا، اس علمی مذاکرے میں شرکت کا اعزاز مصنف علام کے ساتھ راقم الحروف اور مولانا شاہ حسین گردیزی کو بھی حاصل ہوا، مذاکرے کا ماحول خوشگوار اور خالص علمی تھا، تمام شرکاء نے شرحِ صدر اور وسعتِ ظرف کے ساتھ ان فقہی مسائل پر بحث میں حصہ لیا۔ اس مذاکرے کا داعی تو راقم الحروف تھا لیکن اس کا اہتمام کرنے کا اعزاز مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کو حاصل ہوا اور اس امر کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی کہ انھوں نے اپنے والد محترم کی تفسیر کی آئندہ اشاعت میں "تعمیرِ مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت" کے مسئلے کی تصحیح اور بعض متفق علیہ وضاحتی حواشی کے اضافے کا وعدہ فرمایا۔

احادیث کی شرح کے دوران جو بھی علمی وفقہی مسئلہ زیر بحث آیا، مصنف نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات اور اہل سنت وجماعت کے معمولات کو کتاب وسنت سے ثابت کیا جائے، مذاہب اربعہ اور حسب ضرورت فقہ جعفریہ کے موقف کو ان کی اصل، مستند اور مسلمہ کتب سے دلائل کے ساتھ نقل کرکے دیانتدارانہ تقابلی مطالعے .... (Comparative Study.) کا موقع فراہم کیا ہے اور پھر فقہ حنفی کی وجہ ترجیح کو کتاب وسنت سے واضح کیا ہے۔

دورِ جدید کے "مجتہد فیہ" مسائل سے مصنف نے پہلوتہی اختیار نہیں کی بلکہ ان کا قرآن وسنت کی روشنی میں وافی وشافی حل پیش کیا ہے۔ یہ امر باعثِ اطمینان بلکہ لائقِ افتخار ہے کہ جدید مسائل کا حل پیش کرتے وقت مصنف نام نہاد متجددین (Innovators) اور مستشرقین سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ دلائل وبراہین سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام قیامت تک کے لیے قابل عمل اور واجب الاتباع دین ہے اور اس میں ایسے جامع اصول ہیں جو نت نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مصنف نے نئے "مجتہد فیہ" مسائل میں تجدد پسندی اور جمود وتحجد (RIGIDITY) یعنی افراط وتفریط دونوں سے ہٹ کر توازن واعتدال کی راہ کو اختیار کیا ہے، اور اسلام کی حقانیت، ہمہ گیری اور وسعت پذیری کو دلائل حقہ، نصوص قرآن وحدیث، آثارِ صحابہ وتابعین اور اقوال ائمہ سے

ثابت کیا ہے۔

بعض معاصر شراح حدیث کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ وہ نہایت دیدہ دلیری سے شرح حدیث کے موقع پر بعض اکابر کے قول فیصل اور محاکمے کو "ایجاد بندہ" اور ذاتی و شخصی رائے کے طور پر اصل ماخذ و مراجع کا حوالہ دیے بغیر پیش کر دیتے ہیں۔ یہ طریقہ کار دورِ حاضر کے مروجہ و مسلمہ طرز تحقیق کے بالکل منافی ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا علمی و ادبی سرقہ (Literary Theft.) ہے جسے عربی ادب میں انتحال (. Plagiarism) کہتے ہیں۔

لیکن الحمد للہ مصنف نے اس کے بالکل برعکس فقہی و اجتہادی مسائل کے بارے میں متقدمین و معاصرین کی آراء کو ان کے حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور جہاں اختلاف رائے کی نوبت آئی ہے وہاں اپنا محاکمہ ۔ Juristic) (Opinion. صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنی فقہی و علمی رائے کی برتری کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

زیر نظر جلد ثانی میں بالعموم مصنف محترم نے تقریباً ہر مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے اور دلائل کی ترتیب و تدریج حسب ذیل ہے: قرآن، حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اقوال فقہاء و آراء معاصرین وغیرہ تاہم جن فقہی مسائل پر معرکۃ الآراء ابحاث سپرد قلم کی گئی ہیں اور جو شاید آپ کو اتنی جامعیت و بسط کے ساتھ کہیں نہ ملیں گی وہ یہ ہیں:۔

مسئلہ شفاعت، تعمیر مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت کا قبول کرنا، مسافت قصر، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز پر نماز اور غدر من جہت العباد پر بحث، رفع سبابہ در تشہد، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضوں اور دیگر میعادی قرضوں کے زکوٰۃ پر اثر انداز ہونے کا مسئلہ، پوسٹ مارٹم، ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کا جواز، عطیہ خون و انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، حرمت تصویر کا مسئلہ، غناء و موسیقی، ریڈیو و ٹیلی ویژن اور آڈیو و ویڈیو کیسٹ ریکارڈ وغیرہ کے استعمال اور جواز کی بحث وغیرہ۔

بہت سے حضرات کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کتاب کی عربی شرح یا حاشیہ فی نفسہ اس قدر وقیع کام ہے کہ اسے اردو شروح پر ہر صورت میں فوقیت دی جانی چاہیے۔ عربی زبان پر دسترس اور عربی تقریر و تحریر میں ملکہ و مہارت تامہ کا حاصل ہونا بلاشبہ ایک وصف کمال اور اعزاز ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی کتاب کی علمی حیثیت اور مرتبے کا تعین اس کی عربیت پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے مندرجات، علمی مواد اور فقاہت و ثقاہت پر ہوتا ہے۔ درس نظامی میں ادب عربی اور دیگر علوم و فنون کی بہت سی کتب کے حاشیے ایسے ملیں گے جن میں محشی یا شارح کا حصہ "قال فلان" اور "یقول فلان" سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا اور سینکڑوں صفحات کی کتاب کی شرح یا حاشیے میں محشی یا شارح کے اپنے نتیجۂ فکر کو یکجا کیا جائے تو چند صفحات سے زیادہ نظر نہ آئیں جب کہ ان ممالک میں جہاں اردو لکھی، بولی اور سمجھی جاتی ہے، اردو شروح کی افادیت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اردو شروح سے علماء کے علاوہ عام پڑھے لکھے حضرات بھی حسب استعداد استفادہ کر لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا گذارشات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیر نظر کتاب شرح صحیح مسلم (جلد ثانی) بلا تخصیص عربی و اردو یا دنیا کی کسی بھی زبان میں دستیاب صحیح مسلم کی سب سے جامع، مفصل، مبسوط اور وقیع شرح ہے۔ یہ بلاشبہ اس لائق ہے کہ اسے ہر علمی ادارے اور صاحب علم کی لائبریری کی زینت بنایا جانا چاہیے۔

اس موقع پر میں شرح صحیح مسلم کی کتابت، طباعت اور اشاعت کی خدمت کا اعزاز حاصل کرنے والے ادارے

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا "میرے پڑوسی کہاں ہیں؟" فرشتے عرض کریں گے تیرا پڑوسی کون ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مسجدوں کو آباد کرنے والے (حلیۃ الاولیاء) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد میں آیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم میزبان پر مہمان کا حق ہے۔ (الجامع الصغیر للطبرانی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ وہ اس کے گھر آنے والوں کی تکریم کرے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔" (تقریرات رافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی: فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین (دخان: ۲۹) (نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت دیے ہوئے تھے) فرمایا "مخلوق میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور اسی دروازہ سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں۔ جب مومن مرجاتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ بند کردیا جاتا ہے پھر آسمان اس کی یاد میں روتا ہے اور زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھتا تھا جب وہ اس نمازی کو نہیں پاتا تو زمین کا وہ حصہ اس کی یاد میں روتا ہے۔ (ابن جریر، ابن منذر و بیہقی۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ زمین کے جس حصہ پر مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے زمین کا وہ حصہ دوسرے حصص کی نسبت (اس عبادت پر) فخر کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آکر نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے جب تک وہ اس نماز کے انتظار میں رہے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) جو شخص سفر میں کسی جگہ ٹھہر کر عبادت کرے تو وہ جگہ اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ رحمت کی دعا کرتی ہے اور اس جگہ گناہ کرے تو اس پر لعنت کرتی ہے۔[1]

غیر مسلموں کا مسجد بنانا

غیر مسلموں کا اصالۃً یا تبعاً ہر طرح مسجد تعمیر کرنا ناجائز ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ غیر مسلموں سے مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ وصول کریں۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو کسی معین چیز کا مالک بنادے اور وہ مسلمان اپنے طور پر اس سے مسجد تعمیر کرے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ فقہاء اسلام نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ بعض علماء نے ایک یہ شکل بیان کی ہے کہ غیر مسلم اگر ثواب کے لیے مسجد بنادیں یا مرمت کردیں اور اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے تو اس صورت میں غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے۔

شیخ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔ اتحاف سادۃ المتقین ج ۳ ص ۳۲۔۲۸ ملخصاً مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۱۱ھ)

"بس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے۔ اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد ہوگا۔[1] فقط"

مفتی محمد شفیع دیوبندی ۔ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو چندہ دیدے تو اس کا قبول کر لینا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیاوی نقصان کا یا التزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کرنے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو۔[2]

مفتی صاحب نے یہ بات بلا حوالہ شامی کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ علامہ شامی نے اپنی تصانیف میں اس کے خلاف لکھا ہے (سعیدی غفرلہٗ)

اس سلسلہ میں اولاً گزارش یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح صراحت کے ساتھ بالعموم مشرکین کو تعمیر مسجد سے منع کیا ہے اس میں اس استثناء کی گنجائش نہیں ہے۔ ثانیاً کفار اپنے کفر پر قائم رہتے ہوئے ثواب کی خاطر مساجد تعمیر کریں یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ جس تقدیر پر وہ مسجد بنانے کو کارِ ثواب قرار دیں گے اسی وقت ان کے کفر کی عمارت خود ان کے ہاتھوں منہدم ہو جائے گی اور وہ شاہدین علی انفسہم بالکفر کے مصداق نہیں رہیں گے۔ کیونکہ جن چیزوں کو وہ عبادت گردانتے ہیں مساجد میں دن رات ان کے بطلان کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کس طرح متصور ہے کہ وہ کافر بھی رہیں اور مساجد بنانے کو کارِ ثواب بھی سمجھیں!۔ کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان ثواب سمجھ کر یا عمدہ عبادت گردان کر کسی بت کدہ، مندر، گرجا، گردوارہ یا آتش کدہ کی تعمیر کر دے!۔

ثالثاً اگر فرض کر لیا جائے کہ کافر ثواب کی نیت سے مسجد تعمیر کرتے ہیں تب بھی یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقہاء اسلام نے تصریح کی ہے کہ کفار کی نیت ثواب کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ نیت کی صحت کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سے درمختار اور ردالمحتار ج ۳ ص ۴۹۵ میں اس کے ثبوت میں واضح عبارت مذکور ہے۔ اور ان عبارات کی سند قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن۔ (نحل: ۹۷) مرد اور عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے درآں حالیکہ وہ مومن ہو۔

رابعاً کفار جب مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ دیں گے تو وہ احسان جتلائیں یا نہ جتلائیں واقع میں خواہی نخواہی مسلمانوں پر ان کے مذہبی شعائر میں ان کا احسان ہوگا اور مسلمانوں کا ایسا اقدام کرنا جس سے وہ اپنے اسلامی شعائر میں کفر کے مرہون احسان ہوں شرعاً حرام ہے۔

خامساً اسلام میں کفر سے عداوت مطلوب ہے جس پر قرآن مجید کی متعدد آیات شاہد ہیں۔ اور جب کفار سے مسجد بنوائی جائے گی یا تعمیر مساجد میں ان سے چندہ لیا جائے گا تو فطری طور پر ان سے مودت اور انسیت ہوگی کیوں کہ الانسان عبد الاحسان اور کم از کم یہ ہوگا کہ ان سے عداوت یا نہیں رہے گی یا کم ہو جائے گی اور یہ قرآن مجید کی تعلیم اور منشاء اسلام کے سراسر خلاف ہے۔

اس لیے کفار سے مسجد بنوا کر یا تعمیر مسجد میں ان سے چندہ لے کر کفار کی افضلیت ان کے احسان، ان کی تعظیم اور کم از کم انکو برا نہ جاننے کا جوا مسلمانوں کی گردنوں پر ڈال دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ یہ دنیا کی نگاہوں میں اسلام کے وقار کو کم کرنا ہے اور زبان رسالت کے مطابق قصر اسلام کو منہدم کرنا ہے لقولہ علیہ السلام من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱)

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۳۷، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن ج ۴، ص ۲۳۱ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ۔

مجوزین کے شبہات پر گفتگو کرنے کے بعد ہم اصل مسئلہ کو قرآنِ کریم، تصریحات مفسرین اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شٰھدین علی انفسھم بالکفر اولٰئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدون ۝ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر۔

(التوبۃ: ۱۷، ۱۸)

مشرکین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد تعمیر کریں درآں حالیکہ وہ اپنے کفر پر قائم ہوں۔ ان کے اعمال اکارت ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مساجد تو صرف وہ لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لا چکے ہیں۔

تعمیرِ مساجد سے مراد، مسجد کا بنانا ہو یا مسجد کا آباد کرنا۔ قرآن کریم کی اس نص صریح نے کفار کے ہاتھوں اس کو ممنوع قرار دیدیا ہے۔ اور قرآنِ کریم کی نص صریح کے مقابلہ میں جب اخبار آحاد بھی مقبول نہیں ہوتیں تو اس کے خلاف مادر شما کی بات کب سنی جا سکتی ہے یا کسی عالم یا فقیہہ کے قول میں اتنی قوت ہے جو قرآن مجید کی نص صریح کے مزاحم ہو سکے؟

دیکھئے مفسرین لکھتے ہیں:

فاقتضت الاٰیۃ منع الکفار من دخول المساجد و من بنائھا وتولی مصالحھا والقیام بھا لانتظام اللفظ للامرین۔[1]

اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے، مساجد کو بنانے، اس کے مصالح کا انتظام کرنے اور اس کا نگران بننے سے روک دیا جائے کیونکہ لفظ تعمیر ان دونوں باتوں کو شامل ہے۔

لیس للکافر ان یقدم علی مرمۃ المساجد و انما لم یجز لہ ذٰلک لان المسجد موضع العبادۃ فیجب ان یکون معظما والکافر یھینہ ولا یعظمہ ایضا الکافر نجس فی الحکم لقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس وتطھیر المساجد واجب لقولہ تعالیٰ ان طھرا بیتی للطائفین و ایضا الکافر لا یحذر من النجاسات فدخولہ فی المسجد تلویث للمسجد و ذٰلک قد یودی الی فساد عبادۃ المسلمین۔ وایضا اقدامہ علی مرمۃ

کافر کے لیے مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے پس مسجد کا معظم ہونا واجب ہے اور کافر مسجد کی توہین کرتا ہے اور اس کی تعظیم نہیں کرتا نیز کافر حکماً نجس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔! مشرکین نجس ہیں اور مساجد کی پاکیزگی واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک کرو اور اس وجہ سے بھی کہ کافر نجاست سے نہیں بچتا۔ لہٰذا مسجد میں اس کے دخول سے مسجد ناپاک ہو گی اور اس سے مسلمانوں کی عبادت میں حرج ہو گا،

[1] علامہ ابو بکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

المسجد یجری مجری الانعام علی المسلمین ولایجوز ان یصیر الکافر صاحب المنة علی المسلمین [1]

نیز کفار کی تعمیر مساجد سے مسلمانوں پر ان کا احسان ہو گا۔ اور کفار سے مسلمانوں پر احسان کرانا جائز نہیں ہے۔

اوجب اللہ علی المسلمین منعھم من ذلک لان المساجد انما تعمر لعبادة اللہ تعالی وحدہ فمن کان کافرا باللہ فلیس لہ ان یعمر مساجد اللہ [2]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار کو تعمیر مساجد سے روکنا واجب کر دیا ہے۔ کیونکہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کے لیے مساجد اللہ کی تعمیر جائز نہیں ہے۔

یجب علی المسلمین منعھم من ذلک لان مساجد اللہ انما یعمر لعبادة اللہ وحدہ فمن کان کافرا باللہ فلیس من شانہ ان یعمرھا [3]

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مساجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

آئیے فقہاء اسلام کی عبارات ملاحظہ کریں!

اذا اوصی بما یکون قربة فی حقنا ولا یکون قربة فی معتقدھم کما اذا اوصی بالحج او بان یبنی مسجد للمسلمین او بان یسرج فی مساجد المسلمین وھذہ الوصیة باطلة بالاجماع [4]

جب ذمی اس چیز کے بارے میں وصیت کریں جو صرف ہمارے نزدیک عبادت ہے اور ان کے نزدیک عبادت نہیں ہے۔ مثلاً وہ حج کی وصیت کرے یا مسلمانوں کے لیے مسجد بنانے کی یا مساجد میں چراغ روشن کرنے کی تو یہ وصیت بالاجماع باطل ہے۔

لو جعل ذمی دارہ مسجدا للمسلمین و بناہ کما بنی المسلمون و اذن لھم بالصلاة فیہ ثم مات یصیر میراثا لورثتہ وھذا قول الکل کذا فی جواھر الاخلاطی [5]

اگر کوئی ذمی اپنے گھر کو مسلمانوں کی مسجد کی طرح مسجد بنا دے اور انھیں اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور مر جائے تو وہ گھر اس کے ورثاء کو وراثت میں مل جائے گا۔ (یعنی مسجد نہیں بنے گا) یہ تمام فقہاء کا قول ہے۔ اسی طرح جواہر الاخلاطی میں ہے۔

ان وقف اھل الذمة لا یجوز الا اذا کان

اہل ذمہ کا وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ وہ وقف

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۴ ص ۴۶ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ ج ۴ ص ۴۶۔

ایضاً علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۶۱۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۰۷ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۴۵۳ مطبوعہ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

قربۃ عندنا وعندھم حتی لو جعل دارہ مسجدًا للمسلمین لا یجوز۔[1]

ان کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو حتیٰ کہ اگر ذمّی اپنے گھر کو مسلمانوں کیلئے مسجد بنادے تو وہ جائز نہیں ہے۔

حسب تصریح معتبرات مالِ ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے بناءً علیہ صورۃ مسئولہ میں روپیہ ہنود کا بتحریک غیر خواہ بلا تحریک دین، لینا نہیں چاہیے۔[2]

اگر ہم اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر میں کفار کا احسان لینا نہیں چاہتے اگر ہم دین کی اہمیت اور کفار سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کا وقار قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں کسی تامل اور جھجک کے بغیر تعمیر مسجد میں کفار کے چندہ کو رد کر دینا چاہیے۔ اور اگر کفار کسی مسجد کی تعمیر کریں تو اپنے ایمان کی قوت سے مزاحمت کریں خواہ اس معاملہ میں جان دے دیں مگر اسلام کی آن نہ جانے دیں۔

"ھٰذا ما ذھب الیہ نظری و للناس فیما یعشقون مذاھب"

باب ۱۸۷ تَحْوِيلِ الْقِبْلَةِ مِنَ الْقُدْسِ إِلَى الْكَعْبَةِ

بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلے کو تبدیل کرنا۔

۱۰۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْمَسَاجِدِ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً وَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّهْ فَهُوَ مَسْجِدٌ وَفِي حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ ثُمَّ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ فَإِنَّهُ مَسْجِدٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا "مسجد حرام" (کعبہ معظمہ) میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سی، آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) میں نے عرض کیا ان دونوں کی تعمیر میں کتنا عرصہ ہے، آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لو، وہی مسجد ہے۔

۱۰۶۴ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّيْمِيِّ قَالَ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَى أَبِي الْقُرْآنُ فِي السُّدَّةِ فَإِذَا قَرَأْتُ السَّجْدَةَ سَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَتِ أَتَسْجُدُ فِي الطَّرِيقِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ قَالَ الْمَسْجِدُ

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کو مسجد کے باہر سائبان میں قرآن سنایا کرتا تھا، جب میں سجدہ کی آیت تلاوت کرتا تو وہ سجدہ کر لیتے۔ میں نے عرض کیا اے باپ! کیا آپ راستہ ہی میں سجدہ کر لیتے ہیں، انھوں نے کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا "مسجد حرام"۔ میں نے عرض کیا

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح فتاویٰ الحامدیہ ج ۱ ص ۱۱۹۔

ایضاً۔ منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق (ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ مصر)۔

[2] ۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، مجموعہ فتاویٰ عبدالحیٔ ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند ۱۳۲۵ھ۔

الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قَالَ کَمْ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَکَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَکَتْکَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ۔

پھر کونسی۔ آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"۔ میں نے عرض کیا۔ ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور پھر ساری زمین تمہارے لیے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آئے وہیں نماز پڑھ لو۔"

تعمیر کعبہ کی تاریخ

کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں[1] نے کی۔ پھر حضرت آدم[2] علیہ السلام نے پھر شیث[3] پھر حضرت ابراہیم[4] علیہ السلام۔ پھر عمالقہ[5] پھر جرہم[6] پھر قصی[7] پھر قریش[8] پھر عبداللہ بن الزبیر[9] پھر حجاج[10] نے اور آج تک وہی بنا قائم ہے[11]۔

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ کعبہ صرف تین مرتبہ بنایا گیا ہے۔ پہلے ابراہیم علیہ السلام نے، اس کے دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قریش نے، اور اس کے بیاسی سال بعد عبداللہ بن الزبیر نے اور حضرت آدم اور شیث کا بنانا صحیح نہیں ہے۔ (علیہما السلام) اور جرہم عمالقہ اور قصی نے صرف ترمیم کی تھی بنایا نہیں تھا[12]۔ لیکن علامہ حلبی کی یہ تحقیق قرآن کریم کی آیہ مبارکہ (ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ۰ (آل عمران: ۹۶) اور متعدد روایات کے خلاف ہے کیونکہ اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بناء ابراہیم (علیہ السلام) سے پہلے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کوئی گھر نہ تھا۔ نیز علامہ حلبی نے حجاج بن یوسف کی بناء کا بھی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس کی بناء کے بارے میں دو رائیں نہیں ہیں اور کعبہ کی بناء آج تک حجاج کی تعمیر پر قائم ہے۔

کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی عرصہ

ایک مشہور سوال یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم نے کی اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی (علیہما السلام) اور ان کے درمیان ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے پھر حدیث شریف میں جو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان چالیس سال کا ذکر کیا گیا ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے متعدد جوابات ہیں۔ (۱) بعض علماء نے کہا ہے کہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور بیت المقدس، یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال ہی کا عرصہ ہے اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تاسیس نہیں تجدید کی تھی۔ (۲) امام بلقینی نے جواب دیا کہ ان دونوں کی تعمیر سے مراد ان کے لیے زمین کو مسطح کرنا ہے۔ پہلے کعبہ کی زمین مسطح کی گئی اور اس کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی زمین مسطح کی گئی (۳) اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنانے کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا[13]۔ (۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے بیت المقدس کو بنایا[14]۔ (۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا اور کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد فرشتوں نے بیت المقدس بنایا اور حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کعبہ اور بیت المقدس کے بانی اور مؤسس نہیں نشاۃ ثانیہ اور تشکیل جدید کرنے والے ہیں[15]۔

---

[1] علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۴ ص ۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ انسان العیون ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۸۴ھ

[3] " " " ج ۱ ص ۲۴۹

[4] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

[5] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۴ ص ۷۰، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ

تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کی وضاحت

حدیث شریف میں روئے زمین پر ہر جگہ نماز پڑھنے کی جو اجازت دیگئی ہے اس عموم سے وہ جگہیں شرعاً مستثنیٰ ہیں جہاں نماز پڑھنے سے شارع علیہ السلام نے منع کر دیا ہے مثلاً قبرستان، حمام، مذبح، شارع عام، اونٹوں کی جگہ اور وہ جگہ جہاں نجاست ہو۔

۱۰۶۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ يَزِيدَ الْفَقِيرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّى حَيْثُ كَانَ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ وَأُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ پہلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ و سیاہ (مشرقی اور مغربی قومیں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پہلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا وہ صرف میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور صرف میرے لیے تمام روئے زمین مطہر اور مسجد بنادی گئی لہٰذا جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو (لوگوں پر) ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے، اور مجھی کو شفاعت عطا کی گئی۔

۱۰۶۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سَيَّارٌ قَالَ نَا يَزِيدُ الْفَقِيرُ قَالَ أَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ اسی مضمون کی ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔

شفاعت

اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے روز حشر اپنے گنہگار بندوں کو بخش دیگا ـــــ بندے اسی کے مجرم ہیں ـــــ وہی بخشنے والا ہے ـــــ اس بخشش میں اس پر کسی کا اجارہ نہیں۔ کسی کا زور نہیں۔ وہی تنہا اس مغفرت اور کرم گستری کا مالک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور مقرب بندوں کی عزت اور وجاہت دکھلانے کے لیے اپنے محبوب اور پسندیدہ بندوں کی شان ظاہر کرنے کے لیے، اپنے عباد خواص کی خصوصیت جتلانے کے لیے ان کو روز حشر یہ اعزاز بخشے گا یہ مقام عطا فرمائے گا، انہیں اجازت دے گا۔ اذن مرحمت فرمائے گا کہ وہ اس کے گنہگار بندوں کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان کی شفاعت قبول فرما کر بے حساب گنہگاروں کو بخش دے گا۔

شفاعت کا لغوی معنی

شفاعت کا لفظ شَفْعٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے:

"شفع" وهي مشتقة من الزيادة لان الشفيع يضم المبيع الى ملكه فيشفعه له كانه كان واحدا او تراً فصار زوجا شفعا والشافع هو الجاعل الوتر شفعاً۔[1]

شفع کا معنی ملانا اور زیادتی ہے کیونکہ شفعہ کرنیوالا، مبیع کو اپنی ملک کے ساتھ ضم کرتا ہے گویا کہ وہ ایک اور طاق کو، دو اور جفت کرتا ہے اور شافع وہ شخص ہے جو طاق

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵، مؤسسۃ اسماعیلیان ایران، ۱۳۶۴ھ

کو جفت کرنیوالا ہے۔

(نماز کے دوگانہ کو بھی شفعہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی ایک رکعت کو دوسری رکعت کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اسی طرح شفاعت میں بھی مجرم اپنی شفاعت کے لیے کسی مقبول بارگاہ الوہیت کو اپنے ساتھ ملاتا ہے)

الشفاعۃ: السوال فی التجاوز عن الذنوب و الجرائم بینھم[1]

شفاعت: آپس میں جرائم اور معاصی سے درگذر کرنے کی درخواست ہے۔

شفاعت: استغاثہ کرنا یہ لفظ بہت سی حدیثوں میں وارد ہے اور یہ عام ہے خواہ دنیا کے کاموں میں ہو یا آخرت کے امور میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ "کسی کے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہنا۔"[2]

شفاعت کا اصطلاحی معنی معصیت کبیرہ میں تخفیف عذاب یا بالکلیہ اسقاط عذاب یا صغائر کی معافی یا حسنات یکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو دخول جنت یا درجات کی بلندی کے لیے کوئی مقبول بارگاہ صمدیت اللہ تعالیٰ کے حضور، اس کی اجازت سے یا اس کی عطا کردہ وجاہت اور محبوبیت کی بنیاد پر کسی شخص کی شفاعت کرے۔

اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات خوارج: شفاعت کے مطلقاً قائل نہیں۔

معتزلہ: صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے شفاعت کے قائل ہیں، معصیت کبیرہ کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

وہابیہ: دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

دیابنہ: آخرت میں شفاعت بالاذن کے قائل ہیں (صغائر و کبائر کی بخشش اور رفع درجات وغیرہ کے لیے) شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت کے قائل نہیں۔

اہل سنت: دنیا اور آخرت میں صغائر اور کبائر کی مغفرت اور تخفیف عذاب اور بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب اور رفع درجات ہر قسم کی شفاعت کے قائل ہیں خواہ یہ شفاعت بالاذن ہو، بالوجاہت ہو یا بالمحبت ہو۔

خوارج کے شبہ کا ازالہ قرآن کریم میں ہے:

ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔ (غافر: ۱۸)

ظالمین کا کوئی دوست اور مددگار ہے نہ ایسا شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول ہو۔

جواب: یہاں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ظلم سے مراد شرک بھی لیا گیا ہے۔

ان الشرک لظلم عظیم (لقمان: ۱۳)

سب سے بڑا ظلم "شرک" ہے۔

معتزلہ کے شبہ کا ازالہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ

ایضاً شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ نولکشور ہند

[2] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸، لغات الحدیث ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ولا یقبل منها شفاعۃ (البقرۃ: ۴۸) روز حشر کسی شخص کی کوئی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔

جواب: اولاً اس آیت میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور یہ عموم نفی معتزلہ کے لیے بھی مضر ہے کیونکہ صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے وہ بھی شفاعت مانتے ہیں۔ ثانیاً یہ آیت بنی اسرائیل کے کفار کے بارے میں وارد ہے جیسا کہ سیاق وسباق سے ظاہر ہے اور عموم الفاظ کے مقابلہ میں خصوصیت مورد کا اس وقت اعتبار نہیں ہوتا جبکہ وہ دوسرے دلائل سے ثابت نہ ہو۔ ثالثاً یہاں اس شفاعت کی نفی ہے جو اذن الٰہی کے بغیر ہو۔ رابعاً: دنیا میں بعض اوقات اور بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔ خامساً: آخرت کے بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔

بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ

وہابیہ دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں اور ہم نے اس کی مکمل اور مبسوط بحث تاریخ نجد وحجاز میں کر دی ہے (دیکھئے تاریخ نجد وحجاز ص ۹۰)۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالمحبت کا معنی ہے "اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شفاعت قبول نہ کرے تو اُسے رنج ہوگا"! اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے (تقویت الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جو مقامات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کی شفاعت کو قبول کرتا ہے۔ اس کی درخواست کو مان لیتا ہے۔ اگر قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی رنج نہیں ہوتا۔ لیکن نہ ماننا، نہ قبول کرنا اس مقام محبت کے خلاف ہے جو اس نے اس محبوب کو عطا کیا ہے۔ خود فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو...

لئن سئلنی لاعطینہ[1] جب وہ (محبوب) مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور بالضرور دیتا ہوں۔

اسی طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالوجاہت کا معنی ہے: "اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی وجیہ بندہ کی شفاعت نہ قبول کرے تو اسے نقصان کا خوف اور خطرہ ہے (تقویت الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مکرم بندہ کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ وہ اس کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ اس درخواست کو قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی خوف ہے نہ کسی نقصان کا خطرہ ہے لیکن اس عبد وجیہ کی بات نہ ماننا اس عزت اور وجاہت کے خلاف ہے جو اس نے اپنے مقبول اور مکرم بندہ کو عنایت فرمائی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سلام علی نوح فی العالمین ۝ انا کذلک نجزی المحسنین ۝ انہ من عبادنا المؤمنین ۝ (الصافات: ۷۹ تا ۸۱)

سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں، لاریب ہم نیکوکاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں، بلاشبہ وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

وادخلناہ فی رحمتنا انہ من

ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا، لاریب وہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، ۱۳۸۱ھ

الصالحین۔ (انبیاء ۷۴)

صالحین میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں:

واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔

(النساء ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد

(مریم ۵۴)

اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے، لاریب وہ صادق الوعد تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا۔

(مریم: ۵۶)

اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ بہت سچے نبی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں:

وکان عند اللہ وجیھا۔

(احزاب: ۶۹)

اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں:

ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب۔

(ص: ۳۰)

اور ہم نے داؤد کو، سلیمان عطا کیا۔ وہ کیا ہی خوب بندے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنیوالے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں:

نعم العبد انہ اواب

(ص: ۴۴)

کیا ہی خوب بندے ہیں، بکثرت رجوع کرنیوالے

حضرت ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں:

وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔

(ص: ۴۷)

یہ ہمارے نزدیک، بہترین، پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں

حضرت اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کے بارے میں:

واذکر اسماعیل والیسع وذا الکفل کل من الاخیار۔ (ص: ۴۸)

اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے۔ یہ سب بہترین ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے بارے میں:

وجیھا فی الدنیا والآخرۃ۔

(آل عمران ۴۵)

(عیسیٰ بن مریم) دنیا اور آخرت میں صاحب عزت اور وجاہت ہیں۔

تمام نبیوں کے بارے میں:

ووهبنا لهٗ اِسحٰقَ وَیَعْقُوبَ ؕ کلا هدینا ۚ ونوحا هدینا من قبل ومن ذریته داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسٰی وهٰرون ؕ وکذٰلك نجزی المحسنین ۝ وزکریا ویحیی وعیسٰی والیاس ؕ کل من الصالحین ۝ واسماعیل والیسع ویونس ولوطا ؕ وکلا فضلنا علی العٰلمین ۝ ومن اٰبائهم وذریاتهم واخوانهم ۚ واجتبیناهم وهدیناهم الی صراط مستقیم ۔ (الانعام: ۸۵ تا ۸۸)

اور ہم نے (ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی۔ اور اس کی اولاد سے، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی۔ اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس۔ سب صالحین سے ہیں۔ اور اسماعیل، یسع، یونس اور لوط۔ اور ہم نے (ان) سب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباؤ، اولاد اور اخوان کو ہم نے پسندیدہ قرار دیا اور ہم نے ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی۔

ان اللہ اصطفٰی اٰدم ونوحا وال ابرٰهیم وال عمران علی العٰلمین ۔ (آلِ عمران: ۳۳)

لاریب اللہ تعالیٰ نے آدم کو، نوح کو، آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمین ۔ (انبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) ما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم ۔ (انفال: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے درآں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

(۳) فلنولینك قبلة ترضٰها ۔ (بقرہ: ۱۴۴)

ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(۴) فسبح وا طراف النهار لعلك ترضٰی ۔ (طٰہٰ: ۱۳۰)

آپ دن کے اطراف میں نماز پڑھیے تاکہ آپ (اللہ سے) راضی ہوں۔

(۵) ولسوف یعطیك ربك فترضٰی ۔ (ضحیٰ: ۵)

آپ کا رب آپ کو عنقریب اس قدر دیگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(۶) عسٰی ان یبعثك ربك مقاما محمودا ۔ (اسراء: ۷۹)

اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائیگا۔

(۷) الذی یرٰاك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین ۔ (شعراء: ۲۱۹)

وہ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے خواہ آپ قیام میں ہوں یا سجدہ کرنے والوں میں پلٹ رہے ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۸) والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔
(التوبۃ : ۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت میں عرض کرتی ہیں:

(۱) ما اری ربک الا یسارع فی ھواک۔[۱]

میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(۲) انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر[۲]

قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں، حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۳) وانا مبشرھم اذا ایسوا۔[۳]

روزِ حشر جب تمام لوگ ناامید ہو جائیں گے تو ان کو بشارت کی نوید، میں سناؤں گا۔

(۴) ومامن نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی[۴]

آدم سمیت تمام انبیاء قیامت کے دن میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔

(۵) الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر[۵]

سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں۔

(۶) انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت[۶]

سب سے پہلے جنت کی شفاعت میں کروں گا کسی نبی کی اس قدر تصدیق نہیں کی گئی جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے

(۷) اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر[۷]

قیامت کے دن تمام نبیوں کا امام میں ہوں گا انہیں خطبہ دوں گا ان کی شفاعت میں کروں گا اور فخر نہیں کرتا۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[۳] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۴] امام ابو عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۵] امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کراچی
[۶] 〃 〃 〃 — جامع ترمذی ص ۵۲۰ 〃 〃
[۷] 〃 〃 〃 — جامع ترمذی ص ۵۲۰ 〃 〃
[۸] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[۹] امام ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[۱۰] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ — سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

(۸) انا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی[1] — سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دیگا۔

(۹) انا اکرم الاولین والاٰخرین ولا فخر[2] — حشر کے دن تمام اوّلین اور آخرین میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم، میں ہوں گا اور فخر نہیں

(۱۰) انا قائد المرسلین ولا فخر[3] — میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی وجاہت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت متعدد آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور صحیح بخاری کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سوال ضرور ضرور پورا فرماتا ہے۔ ان دلائل کی بنیاد پر اہل سنت کہتے ہیں کہ شفاعت کی عمومی اجازت کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بالعموم اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اپنی وجاہت اور محبوبیت کی بناء پر شفاعت فرمائینگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت پر ہم نے تاریخ نجد و حجاز میں بھی مفصلاً گفتگو کی ہے۔

شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل

انبیاء علیہم السلام شفاعت کرتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام۔

(۱) رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا۔ (نوح: ۲۸) — اے میرے رب! میری، میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

(۲) ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراہیم: ۴۱) — اے ہمارے رب! روز حشر میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

(۳) ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ (مریم: ۴۷) — میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔

(۴) الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک۔ (ممتحنہ: ۴) — مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کیلئے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

(۵) من تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ (ابراہیم: ۳۶) — جو میرا پیروکار ہے، وہ میرا ہے، اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 — جامع ترمذی ص ۵۲۰ 〃 〃 〃

[3] امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ — مسند دارمی ص ۱۶ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

(۶) رب اغفرلی ولاخی وادخلنا فی رحمتك۔ (اعراف: ۱۵۱)

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما۔ اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام۔

(۷) سوف استغفر لکم ربی انه هو الغفور الرحیم۔ (یوسف: ۹۸)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا۔ بلاریب وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۸) لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم۔ (یوسف: ۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۹) ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم۔ (مائدہ: ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۰) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ (نساء: ۶۴)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں، اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۱۱) واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹)

اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

(۱۲) فاعف عنهم واستغفر لهم۔ (آل عمران: ۱۵۹)

ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے۔

(۱۳) واستغفر لهم الله۔ (النور: ۶۲)

صحابہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

(۱۴) واستغفر لهن الله۔ (ممتحنہ: ۱۲)

صحابیات کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی شفاعت طلب کرتے ہیں۔

(۱۵) قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین۔ (یوسف: ۹۷)

انھوں نے کہا: اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں پر مغفرت طلب کیجئے بے شک ہم خطا کار ہیں۔

شفاعت کی تلقین، ترغیب اور شفاعت کا اذن:

(۱۶) من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه۔ (بقرہ: ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے۔

(۱۷) ما من شفیع الا من بعد اذنه۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا

(یونس : ۳)

(۱۸) لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا ۔ (مریم: ۸۷)

نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت وہی کر سکے گا جس نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا عہد لے لیا ہے۔

(۱۹) یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن ۔ (طٰہٰ : ۱۰۹)

روز حشر اسی کی شفاعت نفع دیگی جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہے۔

(۲۰) ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ ۔ (سبا: ۲۳)

شفاعت اسی کے لیے نفع بخش ہوگی جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔

(۲۱) من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ۔ (نساء: ۸۵)

جو شخص نیکی کی شفاعت کرے گا اس کو شفاعت پر اجر ملے گا۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے۔

(۲۲) ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ۔ (حشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔ اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت ۔

(۲۳) الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین اٰمنوا۔ (غافر: ۷)

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔

(۲۴) یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن و قال صوابا ۔ (نبا: ۳۸)

جس دن جبرئیل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور وہ صحیح بات کرے گا۔

(۲۵) ولا یشفعون الا لمن ارتضی ۔ (انبیاء: ۲۸)

اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہوگا

(۲۶) فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم (مؤمن: ۷)

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

(۲۷) ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم ومن صلح من اٰبائھم وازواجھم وذریاتھم انک انت العزیز الحکیم ۔ (مؤمن: ۸)

اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباؤ، ازواج اور اولاد میں سے صالح ہوں۔ ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے۔

(۲۸) وقهم السیئات ط ومن تق السیات یومئذ فقد رحمته ط وذلك هو الفوز العظیم۔
(مؤمن: ۹)

اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا! اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا، شفاعت کا ان کے لیے نفع آور نہ ہونا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہونا اور اس محرومی پر ان کی حسرت اگر مسلمانوں کو بھی کسی کی نصرت اور شفاعت حاصل نہ ہو تو کفار کے لیے یہ محرومی باعث حسرت نہ ہوگی کیوں کہ وہ دیکھیں گے کہ مسلمان بھی اس محرومی میں ان کے ساتھ ہیں)۔

(۲۹) فما تنفعهم شفاعة الشافعین۔
(مدثر: ۴۸)

کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی

(۳۰) فهل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا۔
(اعراف: ۵۳)

تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟

(۳۱) فهل لنا من شافعین۔
(شعراء: ۱۰۰)

کیا ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں؟

(۳۲) لیس لهم من دونه ولی ولا شفیع۔
(انعام: ۵۱)

اللہ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

(۳۳) ما للظٰلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔
(غافر: ۱۸)

کفار کے لیے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنیوالا نہیں ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

(۳۴) ولم یکن لهم من شرکائهم شُفَعَاء۔
(روم: ۱۳)

اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کا شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

(۳۵) وَلا یملك الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شهد بالحق۔
(زخرف: ۸۶)

جن (بتوں) کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے البتہ جو حق کی شہادت دیتے ہیں (انھیں شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔)

(۳۶) اهلکناهم فلا ناصر لهم۔
(محمد: ۱۳)

ہم نے کفار کو ہلاک کر دیا! ان کا کوئی مددگار نہیں!!

(۳۷) فما له من قوة ولا ناصر۔
(طارق: ۱۰)

اس کے لیے کوئی طاقت ہے نہ مددگار!

(۳۸) وما لهم من ناصرین۔
(آلِ عمران: ۲۲)

ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۳۹) فاعذبهم عذابا شدیدا فی الدنیا و الاخرة وما لهم من ناصرین۔ (آلِ عمران: ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیا ان کا کوئی مددگار نہیں!

(۴۰) اولئك لهم عذاب اليم و مالهم من ناصرين۔ (آل عمران: ۹۱)
ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۱) فان الله لا يهدى من يضل و ما لهم من ناصرين۔ (نحل: ۳۷)
اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔!

(۴۲) وماواكم النار و مالكم من ناصرين (عنکبوت: ۲۵)
تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۳) ومالكم من نصرين۔ (جاثیہ: ۳۴)
اور تمہارا کوئی مددگار نہیں

(۴۴) ومالظالمين من انصار۔ (آلِ عمران: ۱۹۲)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

(۴۵) ومالظّٰلمين من انصار۔ (مائدہ: ۷۲)
اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۶) ومالهم فى الارض من ولى ولا نصير۔ (توبہ: ۷۴)
زمین میں ان کا کوئی حامی ہے نہ مددگار۔

(۴۷) ومالظالمين من نصير۔ (حج: ۷۱)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۸) ومالظّٰلمين من نصير۔ (فاطر: ۳۷)
ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۹) ولن تجد لهم نصيرا۔ (نساء: ۱۴۵)
تم منافقوں کا کوئی مددگار ہرگز نہ پاؤ گے۔

(۵۰) لا يجدون وليا ولا نصيرا۔ (احزاب: ۱۷)
یہ لوگ حامی پائیں گے نہ مددگار

(۵۱) ثم لا يجدون وليا ولا نصيرا۔ (فتح: ۲۲)
پھر وہ کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

شفاعت پر احادیث سے دلائل

(۱) فاذا رايته وقعت ساجدا فيدعنى ما شاء الله ان يدعنى ثم يقال لى ارفع راسك قل تعطه وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسى فاحمد ربى بتحميد يعلمنى ثم اشفع فيحد لى حدا ثم اخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا مثله فى الثالثة او الرابعة حتى ما بقى فى النار الا من حيسه القرآن وكان قتادة يقول عند هذا اى وجب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائیگا "اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی"۔ پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں گنہگاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کرونگا (تین یا چار بار)

علیهم الخلود۔[1]

---

(۲) اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصًا من قلبہ۔[2]

---

(۳) عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اعطیت خمسا لم یعطھن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرۃ شھر وجعلت لی الارض مسجدا و طھورًا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلوٰۃ فلیصل و احلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی و اعطیت الشفاعۃ وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ۔[3]

(۴) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول الناس من یشفع فی الجنۃ۔[4]

(۵) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل نبی دعوۃ مستجابۃ فتعجل

حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے یعنی جن پر جہنم کا دوام واجب ہو چکا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔"

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور جائے تیمم بنا دیا لہٰذا میری امت سے جو شخص نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے اور میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۰۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵
[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ — ابن ماجہ ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
[4] 〃 〃 〃 — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲ 〃 〃 〃
[5] 〃 〃 〃 — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ 〃 〃 〃

كل نبي دعوته وانى اختبأت دعوتى شفاعة لامتى يوم القيامة فهى نائلة ان شاء الله من مات من امتى لا يشرك بالله شيئا۔ [1]

سے اور ہر ایک نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچا کر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری اُمت کے ہر اس فرد کو حاصل ہو گی جو شرک سے پاک رہے گا۔

(۶) عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان النبى صلى الله عليه وسلم تلا قول الله تعالىٰ فى ابراهيم عليه السلام رب انهن اضللن كثيرا من الناس فمن تبعنى فانه منى الاية وقال عيسىٰ عليه السلام ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم فرفع يديه وقال اللهم امتى امتى وبكى فقال الله ياجبرائيل اذهب الى محمد وربك اعلم فاسئله ما يبكيك فاتاه جبرائيل عليه السلام فسئله فاخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قال وهو اعلم فقال الله تعالىٰ ياجبرائيل اذهب الى محمد فقل انا سنرضيك فى امتك ولا نسوءك۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: رب انهن اضللن اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: اے اللہ! اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو غالب اور حکیم ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: "اے اللہ! میری اُمت، میری اُمت" پھر آپ پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) "کیوں روتے ہو؟" پھر جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی پھر جبرائیل نے جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا جا کر کہو "ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهذا الحديث موافق لقول الله عز وجل ولسوف يعطيك ربك فترضى واما قوله تعالىٰ ولا نسوءك فقال صاحب التحرير هو تاكيد للمعنى اى لا يحزنك لان الارضاء قد يحصل فى حق البعض بالعفو عنهم ويدخل

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ کے موافق ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول ولا نسوءک (ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے) اس کی شرح میں صاحب تحریر کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے کیونکہ راضی کرنے کا معنی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بعض کی مغفرت کر دیں اور بعض کو عذاب دیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہم آپ

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
[2] " " " " " " " "

الباقی النار، فقال تعالیٰ نرضیك ولا ندخل علیك حزنا بل ننجی الجمیع۔
واللہ اعلم[1]

(۷) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ[2]

(۸) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔[3]

(۹) عن ابی امامۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفا لاحساب علیھم ولا عذاب مع کل الف سبعون الفا وثلث حثیات من حثیات ربی[4]

(۱۰) عن عبد اللہ بن شقیق قال کنت مع رھط بایلیاء فقال رجل منھم سمعت

کو راضی کریں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام گنہگاروں کو نجات دے دیں گے۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ (عذاب میں تخفیف ہو گی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابی امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار (افراد) کو جنت میں عذاب و حساب کے بغیر داخل کر دے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار کو داخل کرے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں بھی جنت میں ڈال دے گا۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں میں نے ایلیاء میں ایک شخص سے سنا وہ کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح النواوی علی ہامش المسلم ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی، ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۲۹۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ
[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] 〃 〃 〃 جامع ترمذی ص ۳۵۱ 〃 〃

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتى اكثر من بنى تميم۔[1]

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک شخص (اویس قرنی یا عثمان) کی شفاعت کے سبب سے بنو تمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱۱) عن ابی سعید ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من امتى من يشفع للفئام من الناس ومنهم من يشفع للقبيلة ومنهم من يشفع للعصبة ومنهم من يشفع للرجل حتى يدخلوا الجنة۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے کچھ ایک قبیلہ کی کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(۱۲) عن عوف بن مالك الاشجعى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتانى آت من عند ربى فخيرنى بين ان يدخل نصف امتى الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة وهى لمن مات لا يشرك بالله شيئا۔[3]

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کر دوں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

(۱۳) عن ابن عباس انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من كان له فرطان من امتى ادخله الله بهما الجنة فقالت له عائشة فمن كان له فرط يا من امتك قال ومن كان له فرط يا موفقة قالت فمن لم يكن له فرط من امتك قال فانا فرط امتى لن يصابوا بمثلى۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (فوت شدہ دو کم سن بچے) ہوں۔ وہ اس شخص کو جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک پیش رو ہو؟ فرمایا: اے صاحبہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائیگا۔ عرض کیا جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا "جس کا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کا میں ہوں گا" کیونکہ میری امت کو میری جدائی سے بڑھ کر کسی کی جدائی کی تکلیف نہیں پہنچی۔

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ۔ جامع ترمذی، ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] ۔ 〃 〃 〃 〃
[3] ۔ 〃 〃 〃 〃
[4] ۔ امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ۔ جامع ترمذی ص ۱۷۲ 〃 〃

(۱۴) عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوٰۃ صلی الله علیه بها عشرا ثم سلوا الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا تنبغی الا لعبد من عباد الله وارجوا ان اکون انا هو فمن سال لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة [1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دہراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، کیونکہ جو مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دعا کرو۔ کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملیگا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی

(۱۵) عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی [2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(۱۶) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حی ومن زارنی کنت له شهیدا وشفیعا یوم القیامة [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی روزِ قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کرونگا۔

(۱۷) عن انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من زارنی بالمدینة کنت له شفیعا وشهیدا یوم القیامة [4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مدینہ میں میری زیارت کی، میں روزِ قیامت اس کے حق میں شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ ۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔
[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ ۔ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[3] علامہ علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ ۔ وفاء الوفا ج ۲، ص ۱۳۴۵۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[4] ایضاً ″ ″ وفاء الوفا ج ۲ ص ۱۳۴۵ ″ ″ ″ ۱۳۷۴ھ

(۱۸) من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة [1]

جو شخص اذان میں "اشهد ان محمدا رسول الله" سُن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے گا میں اس کی قیادت کروں گا اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔

(۱۹) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال! قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول شافع واول مشفع یوم القیمة ولا فخر [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت میں کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۰) عن ابی بن کعب قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر [3]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن قائم ہو گا تو تمام نبیوں کا امام میں، ہونگا، خطبہ دینے والا میں، ہونگا، شفاعت کرنے والا میں، ہونگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۱) انا اول شفیع فی الجنة۔

سب سے پہلے جنت میں داخلہ کی شفاعت میں کروں گا

(۲۲) عن عثمان بن عفان قال! قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یشفع یوم القیمة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء [4]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیاء، علماء، پھر شہداء۔

(۲۳) عن ابی الدرداء قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان طالب العلم لیستغفر له من فی السماء والارض حتی الحیتان فی الماء [5]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب علم کے لیے آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔

---

[1] علامہ ابو منصور شہردان بن شیرویہ دیلمی متوفی ۵۵۸ھ۔ مسند الفردوس بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

ایضا امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضا امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ایضا امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۰، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۲۴) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن وحفظہ أدخلہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد استوجب النار۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اس کے خاندان کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔

(۲۵) عن ابی الدرداء قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ یستغفر للعالم من فی السمٰوٰت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء۔[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کے لیے تمام اہل آسمان وزمین حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی شفاعت کرتی ہیں۔

---

(۲۶) عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار، فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسرر ہ حتی یدخلھما الجنۃ۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناتمام بچہ (مثلاً ۵ ماہ یا ۶ ماہ کا ساقط بچہ) جب اپنے ماں باپ کو جہنم میں بھجواتے ہوئے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جھگڑالو جا اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے باندھ کر گھسیٹ کے جنت میں لے جائے گا۔

(۲۷) اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من آمن بی واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم۔[4]

اپنی امت میں میں سب سے پہلے جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں۔ اقرب فاقرب۔ پھر انصار پھر یمن کے مومنین پھر باقی عرب اور تمام عجم کے مومنین

(۲۸) اول من اشفع لہ من امتی من اھل المدینۃ ثم اھل مکۃ ثم اھل الطائف۔[5]

اپنی امت میں میں سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ کی پھر اہل طائف کی۔

---

[1] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ، ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۲۱ 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵ 〃 〃 〃
[4] سنن دار قطنی وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقۃ ص ۱۶۰ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر ۱۳۸۵ھ
[5] بزار وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقۃ ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر ۱۳۸۵ھ

(۲۹) عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج من النار قوم بشفاعۃ محمد فیدخلون الجنۃ فیسمون الجھنمیین۔[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے ایک قوم جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیگی اور ان کا نام جہنمی ہوگا۔

(۳۰) عن انس بن مالک قالَ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم یتزل علی الوحی من السماء فاخبرکم بما یحل لکم و ما یحرم علیکم و موتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب۔ استوھب اللہ ذنوبکم۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمہارے گناہوں پر میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری مغفرت کی شفاعت کرتا ہوں۔

(۳۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مأۃ کلھم یشفعون لہ، الا شفعوا فیہ۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نماز جنازہ میں سو مسلمان شریک ہوں اور اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت ضرور قبول کی جاتی ہے۔

(۳۲) عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ۔[4]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی اس شخص کے حق میں شفاعت قبول فرماتا ہے۔

(۳۳) عن ابی امامۃ الباھلی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقرءوا

حضرت ابو امامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو وہ اپنے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ ابن جوزی الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۹۷ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

.....

القرآن فانه یأتی یوم القیٰمة شفیعا لاصحابه[1]

(۳۴) اخرج الطبرانی (فی الاوسط) والحاکم و صححه والبیهقی عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للانبیاء منابر من ذهب فیجلسون علیها ویبقی منبری لا اجلس علیه قائما بین یدی ربی منتصبا مخافة ان یبعث بی الی الجنة وتبقی امتی بعدی فاقول یارب امتی امتی فیقول الله یا محمد وما ترید ان اصنع بامتك فاقول یارب عجل حسابهم فیقال اشفع حتی اعطی صکاک قد بعث بهم الی النار وحتی ان مالکا خازن النار یقول یا محمد ما ترکت لغضب ربك فی امتك من بقیة[2]

پڑھنے والوں کی قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔

طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز حشر انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ رونق افروز ہوں گے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا اپنے رب کے سامنے اس خوف سے کھڑا رہوں گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت رہ جائے۔ میں اپنے رب سے عرض کروں گا "امتی، امتی"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے محمد! بتاؤ میں تمہاری امت کے لیے کیا کروں؟"۔ میں عرض کروں گا اے رب! ان کو جلد حساب سے فارغ کر حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم روانہ کیا جا رہا ہے میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔ پھر جہنم کا داروغہ "مالک" کہے گا: "اے محمد! تم نے اپنی امت پر اپنے رب کے غضب کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔!"

(۳۵) عن ابن عمر یقول ان الناس یصیرون یوم القیامة جثی کل امة تتبع نبیها یقولون یا فلان اشفع یا فلان اشفع حتی تنتهی الشفاعة الی النبی صلی الله علیه وسلم فذلك یوم یبعثه الله المقام المحمود[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ کہ قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبیوں کو تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ "اے نبی! شفاعت کیجئے!" حتیٰ کہ شفاعت کی تلاش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی اور یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو "مقام محمود" پر فائز فرمائیگا۔

(۳۶) عن ابی سعید الخدری انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم وذکر عنده عمه ابو طالب فقال لعله تنفعه شفاعتی یوم القیٰمة الحدیث[4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا "قیامت کے دن میری شفاعت اس کو فائدہ پہنچائے گی۔

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

[3] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] ایضاً صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ " " "

(۳۷) اخرج احمد والطبرانی (فی الاوسط) والحاکم والبیهقی وابو نعیم عن ام حبیبة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اریت مایلقی امتی من بعدی وسفك بعضهم دماء بعض وكان ذلك سابقا من الله فسألته ان یولنی شفاعته فیهم یوم القیامة ففعل [1]

امام احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت جن گناہوں میں مبتلا ہوگی اور جو آپس میں خون ریزیاں کریگی وہ سب مجھے خواب میں دکھا دیے گئے اور یہ قضاء الٰہی ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت کے دن مجھے ان کی شفاعت عطا فرمانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی۔

(۳۸) اخرج ابن ابی شیبة وابو یعلی بسند صحیح عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سالت ربی اللاهین من ذریة البشر ان لا یعذبهم فاعطانیهم قال ابن عبد الله هم الاطفال لان اعمالهم کاللهو واللعب عن غیر قصد ولا عزم [2]

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انسانوں کے بچے جو کھیل کود میں گناہ کر بیٹھتے ہیں انکو عذاب نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کرلی۔ ابن عبداللہ نے کہا ان اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو بغیر ارادہ اور قصد کے کیے جاتے ہیں۔

(۳۹) عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خیرت بین الشفاعة وبین ان یدخل نصف امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم واکفی ترونها للمتقین لا ولکنها للمذنبین الخطائین المتلوثین [3]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کرلیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور کافی ہے، تمہارا خیال ہے وہ نیکوکاروں کے لیے ہے؟ نہیں! وہ گناہ گاروں اور خطاکاروں کے لیے ہے۔

(۴۰) اخرج البزار والطبرانی (فی الاوسط) عن علی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لاشفعن لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول ای رب رضیت [4]

بزار اور طبرانی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہونگا حتّٰی کہ میرا رب فرمائیگا، اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا، ہاں میرے رب! میں راضی ہو گیا!!"

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ — خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔
[2] ایضاً — ایضاً
[3] محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ — سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ — خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

اقسام شفاعت

۱ شفاعت عامہ کبریٰ (تاکہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کر دے)
۲ انبیاء علیہم السلام کے لیے خصوصی شفاعت۔
۳ اہلِ بیت کے لیے حضور کی خصوصی شفاعت۔
۴ قریش کے لیے۔
۵ انصار کے لیے
۶ اہلِ مدینہ کے لیے
۷ اہلِ مکہ کے لیے
۸ اہلِ طائف کے لیے
۹ اہلِ یمن کے لیے
۱۰ عرب و عجم کے لیے
۱۱ زائرینِ مدینہ کے لیے
۱۲ زائرینِ قبرِ انور کے لیے
۱۳ اذان سن کر وسیلہ کی دعا مانگنے والوں کے لیے
۱۴ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے والوں کیلئے
۱۵ زندگی میں راتوں کو رو رو کر امت کی شفاعت
۱۶ قبرِ انور میں گناہ گاروں کے گناہ دیکھ کر شفاعت
۱۷ جس دعا کو خرچ نہیں کیا اس دعا سے شفاعت
۱۸ حساب و کتاب کے بغیر دخولِ جنت کے لیے شفاعت
۱۹ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلوانے کے لیے... (فرقان: ۷۰)
۲۰ جہنم سے گناہ گاروں کو نکال کر جنت میں داخل کرانے کے لیے۔
۲۱ بعض کفار کے عذاب میں تخفیف کے لیے
۲۲ جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے
۲۳ سب سے پہلی شفاعت
۲۴ محبت کی بنیاد پر
۲۵ وجاہت کی بنیاد پر
۲۶ جس کا کوئی نہ ہو اس کے لیے شفاعت
۲۷ جن کے دلوں میں رائی کے برابر ایمان ہو ان کے لیے شفاعت۔
۲۸ تعجیلِ حساب کے لیے
۲۹ جنت کا پروانہ دلوانے کے لیے۔
۳۰ اطفال مومنین کے لیے
۳۱ اطفال مشرکین کے لیے
۳۲ جب تک چاہیں شفاعت
۳۳ وہ شفاعت جو مسترد نہیں ہوگی

(یہ شفاعت کی وہ اقسام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں اور یہی اعطیت الشفاعۃ کا مقتضیٰ ہے۔ ان کے دلائل بیان کر دیے گئے ہیں اس کے بعد ہم عمومی شفاعت کی اقسام بالتبع ذکر کر رہے ہیں اور ان کے دلائل بھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔)

۳۴ انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ صلحا اور تمام اہلِ ارض و سماء کی شفاعت
۳۵ نمازِ جنازہ میں شرکاء کی
۳۶ قرآن مجید کی
۳۷ حضرت عثمان اور اویس قرنی کی
۳۸ صغیر بچوں کی
۳۹ ناتمام بچوں کی
۴۰ حاملین عرش اور عام ملائکہ کی
۴۱ شفاعت محبت
۴۲ شفاعت وجاہت

۴۳	اذن سے	۴۶	جنکی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں انکے لیے دخول جنت کی
۴۴	حکم سے	۴۷	تخفیف عذاب کے لیے
۴۵	اللہ تعالیٰ پر ناز کی بنیاد پر لڑ جھگڑ کر دخول جنت کے لیے شفاعت	۴۸	اسقاط عذاب کے لیے
		۴۹	رفع درجات کے لیے

نظریہ کفّارہ مسیح اور شفاعت میں فرق

بعض لوگ کہتے ہیں نظریہ شفاعت اور نظریہ کفّارۂ مسیح ایک جیسے ہیں۔ جس طرح عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (العیاذ باللہ) صلیب پر چڑھ کر تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اور اب عذاب کے خوف سے کسی گناہ سے بچنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا نظریہ شفاعت ہے کہ بیشک نیکیاں چھوڑ دو اور پیٹ بھر کر برائیاں کرو۔ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخشش ہو جائیگی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ شفاعت فرقہ مرجیہ کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ کیوں کہ شفاعت سے بخشش تو بہرحال ہو جائے گی پھر کس بنیاد پر گناہوں سے بچنے کا خوف اور نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہو گا۔؟

اس سوال کا جواب یہ ہے: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لاتقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا۔ (زمر: ۵۳)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشش دے گا۔

وان ربك لذو مغفرة للناس على ظلمهم۔ (رعد: ۶)

بلاریب آپ کا رب لوگوں کو علی حالت گناہ میں بخشش دے گا۔

اگر قرآن کریم کی دیگر آیات سے صرف نظر کر لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نہ کفارہ مسیح کی ضرورت ہے نہ شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ ویسے ہی تمام گناہ بخش دیگا پھر کیا ضرورت ہے کسی برائی سے رکنے کی اور کسی اچھائی کے کرنے کی۔

قرآن کریم میں بعض گناہوں پر جہنم میں داخل کرنے اور عذاب دینے کا ذکر ہے مثلاً نماز نہ پڑھنے والوں پر... (مدثر: ۴۳) مسکینوں کو نہ کھلانے پر (مدثر: ۴۴) نماز میں سستی کرنے پر (الماعون: ۵) معمولی چیز دینے سے منع کرنے پر (الماعون: ۷) زکوٰۃ نہ دینے والوں پر (توبہ: ۳۵) یتیم کا مال ناحق کھانے والوں پر (نساء: ۱۰) ناحق قتل کرنے والوں پر (فرقان: ۶۸) زناکاروں پر (فرقان: ۶۸) سود خوروں پر (بقرہ: ۲۷۵) ڈاکہ زنی پر۔ (مائدہ: ۳۳)۔!

ان آیات کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عموم مغفرت کے باوجود ان گناہوں پر بعض گنہگاروں کو عذاب ہو گا اور دوسری آیات مغفرت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت محضہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کی شفاعت سے بخشش دے گا پھر بخشش کی کئی صورتیں ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ عذاب بھگتنے کے بعد بخشش ہو یا اصل عذاب میں کمی کر دی جائے یا بالکل معاف کر دیا جائے۔ کیا ہو گا؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہرحال ہم نہیں جانتے کہ ہمارا شمار کس گروہ میں ہو گا اس لیے ہر آن اور ہر لحظہ ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے۔ از نکاب

معصیت کے وقت عذاب الٰہی کے خوف کو دل میں جگہ دے کر معصیت سے باز رہیں اور اگر خدانخواستہ شامت نفس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پھر آریہ سماج کی طرح مایوس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین الٰہی کی شفاعت سے بخشش کے امیدوار رہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سرکار رسالت مآب کی بارگاہ میں ایک نعت عرض کرتے ہیں جس کو سن کر روئے مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اس نعت کا آخری شعر ہے۔

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ
سواک بمغن عن سواد بن قارب

یارسول اللہ جس دن آپ کی شفاعت کے سوا کسی کی شفاعت میرے کام نہیں آئے گی اس دن آپ میری شفاعت کر دیں۔

استشفاع د آنسوؤں کی زبان ہو میری ترجمان،

یارسول اللہ! آپ کا گناہ گار، سیاہ کار امتی جو آپ کے سامنے سر تو کیا نظر بھی نہیں اٹھا سکتا جس کا سر شرمندگی سے پست اور آنکھیں ندامت سے نیچی ہیں۔ یارسول اللہ! اس گناہ گار کی سرخروئی صرف گناہوں کی بخشش کرا دیں بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلا دیں اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرا دیں ——— شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا! ———

۱۰۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں اور انسانوں پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئیں، ہمارے لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اس کی مٹی پانی نہ ملنے کے وقت ہمارے لیے پاک کرنے والی بنا دی گئی (راوی نے) ایک اور خصوصیت کا ذکر بھی کیا۔ (وہ خصوصیت سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں)۔

۱۰۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ نَا زَائِدَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ حَدَّثَنِي رِبْعِيُّ بْنُ خِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۰۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ وجوہ سے اور انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع کلم عطا کیے گئے۔ میرا رعب طاری کر کے مدد کی گئی۔ میرے لیے مال غنیمت کو

بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ.

حلال کر دیا گیا۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

۱۰۷۰۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع کلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ میری رعب کے ذریعہ مدد کی گئی۔ خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

(یعنی اسلامی فتوحات) (جوامع کلم سے مراد زیادہ معانی پر مشتمل کم عبارت ہے)۔

۱۰۷۱۔ وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَ حَدِيثِ يُونُسَ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۰۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

مزید ایک سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے یہی روایت منقول ہے۔

۱۰۷۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ عَلَى الْعَدُوِّ وَأُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِي يَدَيَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دشمن پر رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، مجھے جوامع کلم دیے گئے۔ خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لاکر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

۱۰۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی اور مجھے جوامع کلم دیے گئے۔

۱۰۷۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ يَحْيٰى أَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ فِيْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ إِنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى الْمَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَعَلُوْا مُتَقَلِّدِيْنَ سُيُوْفَهُمْ قَالَ فَكَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ وَأَبُوْ بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتّٰى أَلْقٰى بِفِنَاءِ أَبِيْ أَيُّوْبَ قَالَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ إِنَّهُ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَى الْمَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوْا فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوْا لَا وَاللّٰهِ مَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ كَانَ فِيْهِ نَخْلٌ وَقُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَخَرِبٌ فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ وَبِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةً وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ فَكَانُوْا يَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ ؎

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ
فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور شہر کے بالائی علاقہ کے ایک محلہ میں تشریف لے گئے (جو بنو عمرو بن عوف کا محلہ کہلاتا تھا) آپ نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر آپ نے قبیلہ بنو نجار کو بلوایا۔ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں یہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنو نجار آپ کے اردگرد تھے۔ آپ حضرت ابو ایوب کے گھر کے صحن میں اترے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھ لیتے تھے حتیٰ کہ بکریوں کے باڑہ میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا اور بنو نجار (کے سرداروں) کو بلوایا جب وہ آئے تو فرمایا "تم اپنا باغ مجھے فروخت کر دو"۔ انھوں نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس باغ کی قیمت نہیں لیں گے ہم اس کا معاوضہ صرف خدا سے چاہتے ہیں (۲) حضرت انس کہتے ہیں کہ اس باغ میں جو چیزیں تھیں انھیں میں بتاتا ہوں (۳): اس میں کچھ کھجوروں کے درخت مشرکین کی قبریں اور کھنڈرات تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا وہ کاٹ دیے گئے (۴) مشرکین کی قبریں اکھاڑ کر پھینک دی گئیں اور کھنڈرات ہموار کر دیے گئے اور کھجور کی لکڑیاں قبلہ کی جانب گاڑ دی گئیں اور اس کے دونوں جانب پتھر لگا دیے گئے۔ (اس کام کے دوران) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رجزیہ کلمات پڑھ رہے تھے۔
(۲) جو یہ تھے "اے اللہ! خیر صرف آخرت میں ہے تو مہاجرین اور انصار کی مدد فرما۔"

۱۰۷۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۰۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

(۱) حاکم نے بیان کیا ہے کہ اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ۸/ ربیع الاول بروز پیر تشریف لائے تھے (عمدۃ القاری جز: ۴ ص: ۱۷۵)

(۲) واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عفراء کے دو بیٹوں سے یہ زمین دس دینار کے عوض خرید لی تھی اور حضرت ابوبکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قیمت ادا کر دی تھی۔ یہ زمین درحقیقت سہل اور سہیل نامی دو یتیم بچوں کی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا معاوضہ لینا پسند نہیں فرمایا۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص ۲۲۸)

مساجد بنانے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے کے لیے زمین کو اس کے مالک کی ملک سے خارج کرانا ضروری ہے۔

(۳) علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۷ھ تحریر فرماتے ہیں مساجد بنانے کی ذمہ داری دراصل حاکم وقت کی ہے اور اگر حکام یہ ذمہ داری پوری نہ کریں تو عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مساجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد بنانے سے پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ حسب ضرورت مساجد بنائی جائیں۔ اسی طرح ائمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انھیں وظائف ادا کرنا دراصل حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکام اس میں تساہل کریں تو پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص: ۲۲۸)

پھلدار درختوں کا کاٹنا

(۴) قاضی عیاض کہتے ہیں کہ سایہ دار اور پھلدار درختوں کو ضرورت کی وجہ سے کاٹ دینا جائز ہے۔ مثلاً مسجد یا کوئی اور مفید عمارت بنانا مقصود ہو، کفار کو حالت جنگ میں ان کے فوائد سے محروم کرنا مقصود ہو، اگر درخت کے گرنے یا کسی غیر کی دیوار پر جھکنے کا خدشہ ہو (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص ۲۲۹)

(۵) مشرکین کی قبریں اکھاڑ دینے کا حکم آپ نے اس وجہ سے دیا کہ جن لوگوں کی یہ قبریں تھیں ان کے وارث وہاں موجود تھے۔ نیز مشرکین کی قبروں کا شرعاً کوئی احترام نہیں ہے

قبور مشرکین پر مسجد بنانا

جن مقامات پر عذاب کے آثار ہوں وہاں سے روئے بغیر گزرنا بھی شرعاً منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان معذبین پر روئے بغیر نہ گذرو! اور اگر رو نہ سکو تو عذاب میں مبتلا ان لوگوں پر نہ گذرو! مبادا تم پر بھی وہ عذاب آئے جو ان پر آیا تھا" اسی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ارض بابل پر نماز پڑھنے کو مکروہ گردانتے تھے (صحیح بخاری ج ۱، ص ۶۲) اور جس جگہ مشرکین کی قبریں ہوں وہاں عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ مسجد کیوں بنائی جہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدام اس لیے کیا ہو کہ آپ یہ ظاہر کر دیں کہ آپ ہر طرح انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں کفر کی جگہ ایمان قائم کیا، بے زبان پتھروں اور درختوں کو زبان دی، کڑوے کنویں کو میٹھا کیا۔ لمہ شیطان (آپ کا ہم زاد) کو لمہ رحمان کیا تو کیا عجب ہے کہ آپ نے اپنی اسی انقلاب آفریں تاثیر سے آثار عذاب کو مبادیٔ ثواب سے بدل ڈالا ہو۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے عام مسلمانوں کیلیے یہ جائز ہے کہ وہ قبور مشرکین کو اکھاڑ کر اس جگہ مسجد بنا دیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اوزاعی آثار عذاب والی زمین پر گزرنے سے ممانعت کی حدیث کے پیش نظر منع کرتے ہیں اور امام شافعی اور احناف مسجد بنانے والی حدیث کے پیش نظر جائز قرار دیتے ہیں (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۹)۔ ہماری رائے امام اوزاعی کیساتھ ہے اولاً اسلیے کہ جس حدیث میں منع فرمایا ہے وہ آپ کا قول ہے اور قبور مشرکین اکھاڑ کر مسجد بنانا آپکا فعل ہے اور جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے ثانیاً حدیث منع تحریم پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث اباحت پر اور یہ قاعدہ ہے کہ جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دیجاتی ہے۔ ثالثاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے جس میں آپ نے ارض بابل میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے (بخاری ج ۱ ص ۶۲)

قبور مسلمین پر مسجد بنانا

مسلمانوں کی قبور کے آثار جب مٹ جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھجر نے ابن قاسم (مالکی عالم) سے نقل کیا ہے کہ جب قبرستان سے قبروں کے آثار محو ہو جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے کیونکہ مسجد بھی وقف ہے اور مقبرہ بھی وقف ہے اور یہ دونوں وقف معنی ایک ہی ہیں (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۷۹) یہ صرف ایک مالکی عالم کی رائے ہے مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں ہے (اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۰، نووی ج ۱، ص ۲۰۰، عالمگیری ج ۲، ص ۳۵۰)

علامہ عینی کو چاہیے تھا کہ ابن قاسم کے اس جواب کو ذکر کرنے کے بعد یہ واضح کر دیتے کہ یہ صرف ابن قاسم کی رائے ہے اور یہ کہ وہ مالکی ہیں اور یہ کہ حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے علامہ عینی چونکہ حنفی ہیں اور ان کی کتاب میں ابن قاسم کا یہ جواب مذکور ہے اس لیے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا وہی نظریہ ہے جو ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اسی بناء پر شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ ھجر نے بڑے طمطراق سے یہ فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کی قبور کو اکھاڑ کر مسجد بنانا جائز ہے اور ثبوت میں عمدۃ القاری کا مذکورہ بالا حوالہ دیا۔ ـــــ اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھجر نے اس فتویٰ پر زبردست فقیہانہ انداز سے "اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین" نامی رسالہ میں گرفت کی ہے۔ یہ رسالہ لائق مطالعہ ہے۔ بعض معاصرین نے بھی شیخ گنگوہی کی طرح لکھ دیا ہے "اور مسلمانوں کی قبریں جب پرانی ہو کر ان کے آثار مٹ جائیں تو وہاں مسجد بنالی جائے تو حرج نہیں (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۱۱)

رجز کی تعریف

(۶) علامہ طاہر پٹنی رجز کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

رجز، شعر کی بحور میں سے ایک بحر اور انواع میں سے ایک نوع ہے۔ اس کا ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اس کے قصائد کو ارا جیز کہتے ہیں۔ یہ کلام موزون اور وزن شعر پر ہوتا ہے اور اس کے قائل کو راجز کہتے ہیں جیسے بحور شعر کے قائل کو

شاعر کہتے ہیں۔ حدیث میں رجز کی اقسام میں سے منہدک اور مشطور ہے جیسے انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب اور ھل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل اللہ ما لقیت ۔۔۔۔۔۔۔ آپ کے ان کلمات کو خلیل نے شعر نہیں قرار دیا[1]۔ (رجز کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے دیکھئے: النہایہ ج ۲: ص: ۱۹۹)

حضور کی شعر گوئی

قرآن کریم میں ہے:

وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہ ان ھو الا ذکر وقرآن مبین۔ (یٰسین ۱ ۶۹)

ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی نہ وہ ان کے منصب کے لائق ہے اور ان پر وحی! وہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔

اس آیت کی بنا پر اہل علم میں یہ اختلاف رہا ہے کہ آپ سے شعر گوئی صادر ہوئی یا نہیں یا آپ کے لیے یہ امر جائز ہے یا نہیں۔ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے شعر گوئی کو آپ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں کہ رجز شعر ہی ہے اور دو چار شعر کہہ دینے سے کوئی شخص شاعر نہیں بن جاتا اس لیے اگر آپ نے دو چار اشعار کہہ دیے ہیں تو وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۷۸)۔ تحقیق یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزون کو نہیں کہتے بلکہ شعر، خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی کو بھی کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا بڑا دخل ہوتا ہے یہی کچھ شاعری ہے۔ مشرکین عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے شاعر کہتے تھے اور قرآن نے شعر کے اسی معنی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی ہے۔ محض کلام موزون تو قرآن مجید میں بھی ہے جس کو فصل سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے جس کو رجز سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے صادر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ شعر کے اس معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے دیوبند کے بعض علماء اس بحث میں برسر پیکار رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا یا نہیں ——— توضیح البیان میں اس موضوع پر ہم نے مفصل گفتگو کی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

۱۸۸ بَابُ تَحْوِيلِ الْقِبْلَةِ مِنَ الْقُدْسِ إِلَى الْكَعْبَةِ — بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینا

۱۰۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ فَنَزَلَتْ بَعْدَ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَمَرَّ بِنَاسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يُصَلُّونَ فَحَدَّثَهُمْ بِالْحَدِيثِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) سولہ مہینوں تک نماز پڑھی یہاں تک کہ سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی "تم جہاں کہاں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لو"۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص یہ حکم سن کر چلا، راستہ میں اس نے انصار کی ایک جماعت کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، اس نے ان کو یہ حکم سنایا

---

[1] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۴۶۶، مطبوعہ نولکشور ہند۔

فَوَلَّوْا وُجُوْهَهُمْ قِبَلَ الْبَيْتِ۔

یہ سنتے ہی وہ لوگ (حالت نماز میں) بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔

۱۰۷۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيٰى قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ صُرِفْنَا نَحْوَ الْكَعْبَةِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی۔ پھر ہم کو کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

۱۰۸۰- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ بِقُبَآءٍ اِذْ جَآءَهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک آنے والا آیا اور کہا: "رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے اور اس میں آپ کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے کعبہ کیطرف منہ کر لیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے منہ شام کی طرف تھے۔

۱۰۸۱- حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ فِيْ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ اِذْ جَآءَهُمْ رَجُلٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۰۸۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ نَحْوَ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَنَزَلَتْ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَرَّ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلَمَةَ وَهُمْ رُكُوْعٌ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَقَدْ صَلَّوْا رَكْعَةً فَنَادٰى اَلَا اِنَّ الْقِبْلَةَ قَدْ حُوِّلَتْ فَمَالُوْا كَمَا هُمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: "لاریب ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف پھرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو اس طرف پھیر دیں گے جس جانب کو قبلہ بنانے پر آپ راضی ہیں، اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیجئے"۔ بنو سلمہ میں سے ایک شخص جا رہا تھا اس نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھتے وقت حالت رکوع میں دیکھا درحالانکہ وہ ایک رکعت پڑھ چکے تھے اس نے بآواز بلند

نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

کہا کہ قبلہ تبدیل ہو چکا ہے، یہ سن کر وہ لوگ اسی حالت میں قبلہ کی طرف پھر گئے۔

نسخ کی بحث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کا قبلہ بیت الحرام کو بنا دیا۔ چونکہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ثبوت صرف احادیث میں ہے۔ اس لیے علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم حدیث سے ثابت تھا اور قرآن مجید نے اس کو منسوخ کر دیا۔ نسخ کی حسب ذیل تعریفات علماء سے منقول ہیں۔

نسخ کی تعریفات

(۱) والنسخ ابطال شئ و اقامة غیرہ مقامہ نسخت الشمس الظل وھو معنی ما ننسخ من آیة[1]

نسخ ایک شے کو باطل کرنا اور دوسری شے کو اس کا قائم مقام کرنا ہے۔ سورج نے سایہ مٹا دیا۔ آیہ کریمہ میں بھی نسخ کا یہی معنی ہے۔ ہم نے جس آیت کو منسوخ کر دیا (یعنی اس کا حکم بدل دیا۔ سعیدی غفرلہ)

(۲) الناسخ فی اصطلاح العلماء عبارة عن طریق شرعی یدل علی ان الحکم الذی کان ثابتا بطریق شرعی لا یوجد بعد ذلک مع تراخیہ عنہ علی وجہ لولاہ لکان ثابتا[2]

علماء کی اصطلاح میں ناسخ اس طریق شرعی کو کہتے ہیں جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو حکم پہلے طریق شرعی سے ثابت تھا اب وہ نافذ العمل نہیں رہا اور یہ (طریق شرعی) پہلے طریق شرعی سے مؤخر ہوتا ہے بایں طور کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پہلا طریق شرعی ثابت رہتا۔

(۳) النسخ لغة التبدیل و شرعا بیان لانتھاء الحکم المطلق[3]

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا ہے اور شرع میں حکم مطلق کی انتہا بیان کرنا ہے۔

(۴) النسخ فی اللغة عبارة عن التبدیل والرفع والازالة یقال نسخت الشمس الظل ازالتہ۔ وفی الشریعة ھو بیان انتھاء الحکم الشرعی فی حق صاحب الشرع وکان انتھاء ہ

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا، اٹھانا اور زائل کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ سورج نے سایہ زائل کر دیا۔ اور اصطلاح شریعت میں نسخ شارع کے اعتبار حکم شرعی کی انتہاء کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے (ہمارے سامنے

---

[1] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۳، ص ۲۵۲، مطبوعہ نولکشور

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

عند اللہ تعالیٰ معلوما الا ان فی علمنا کان استمراره ودوامه وبالتالی ختم علمنا انتهاءه وکان فی حقنا تبدیلا و تغییرا۔

چونکہ ناسخ نہیں ہوتا اس لیے) ہم اس حکم کو دائمی خیال کرتے ہیں اور ناسخ آنے کے بعد ہم کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے اس لیے ہمارے اعتبار سے نسخ حکم سابق کا بدل جانا ہے۔

نسخ کی اقسام[1]

ملا علی قاری رحمہ الباری (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ قرآن کا قرآن سے، قرآن کا حدیث سے، حدیث کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے۔ (مرقاۃ ج ۱، ص ۳۶۲)

علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ احادیث میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ بہرحال اگر دو حدیثیں نفیاً و اثباتاً متعارض ہوں اور ان میں تطبیق نہ ہو سکے اور کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان میں سے ایک حدیث متقدم اور دوسری مؤخر ہے تو متقدم منسوخ اور مؤخر ناسخ قرار پائے گی (مقدمہ ابن خلدون ج ۲، ص ۳۳۵)

قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا اس قدر دشوار نہیں ہے کیونکہ سورتوں اور آیات کا مقدم اور مؤخر ہونا معروف اور منضبط ہے تاہم یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ نسخ کا عمل صرف انشاء (امر اور نہی یعنی احکام) میں جاری ہوتا ہے۔ وہ آیات اور احادیث جن میں کسی واقعہ کی خبر ہو اور باہم متعارض ہوں ان میں نسخ کا عمل جاری نہیں ہوگا ورنہ منسوخ کو خلاف واقعہ اور جھوٹا ماننا پڑے گا۔

یہود مطلقاً نسخ کا انکار کرتے ہیں اور اپنی شریعت کو قیامت تک جاری اور اپنی کتاب کو ہمیشہ کے لیے قابلِ عمل گردانتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ اولاً اس لیے باطل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا (تورات:) اور وہ بھی مانتے ہیں کہ اب یہ حکم منسوخ ہے۔ ثانیاً حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں تمام جانور حلال تھے اور تورات نے بہت سے جانوروں کو حرام کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱، ص ۴۳۴، ۴۳۳ ملخصاً) ثالثاً اس لیے کہ یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد آدمیوں کو غلام بنانا جائز تھا۔ رابعاً پہلے ہفتہ کے دن شکار جائز تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۴۷)

بعض شافعیہ قرآن کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے نسخ نہیں مانتے۔ (شرح مسلم للنووی ج ۱، ص ۲۰۱) اس کے برخلاف جمہور علماء اہلسنت نسخ کی چاروں قسموں کو مانتے ہیں۔

شوافع کہتے ہیں کہ اگر قرآن کا نسخ حدیث سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ اللہ کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اس کے رسول نے کی ہو اور اگر حدیث کا نسخ، قرآن سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اللہ تعالیٰ نے کی ہو، لیکن یہ دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ شوافع نسخ القرآن بالقرآن مانتے ہیں اس صورت میں لازم آئیگا کہ قرآن کا سب سے پہلا مکذب خود اللہ تعالیٰ ہو! نیز وہ نسخ الحدیث بالحدیث بھی مانتے ہیں اس طور پر لازم آئیگا کہ حدیث کا مکذب سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا رسول ہو!

دراصل ان حضرات نے نسخ کے معنی پر غور نہیں کیا۔ نسخ کے معنی "تکذیب" نہیں "بیان" ہیں جیسا کہ نسخ کی تعریف میں ہم بیان کر چکے ہیں

اکثر علماء اور محققین نے کسی حکم کی انتہاء کے بیان کو نسخ قرار دیا ہے لیکن دقیق نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکم کے عموم اور شمول سے بعض افراد کے استثناء کا بیان بھی نسخ ہے اور نسخ القرآن بالحدیث کے سلسلہ میں ہم اس کی نظائر بیان کریں گے۔

---

[1] میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔ کتاب التعریفات ص ۱۶۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

نسخ القرآن بالقرآن ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون ۝ الئٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ۔ (انفال ۶۶، ۶۵)

اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ ہزار کفار پر غالب ہوں گے کیونکہ کفار اپنی عقل سے (صحیح) ادراک نہیں کرتے۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمائی ہے اور اس نے تمہارے ضعف کو ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو دو ہزار پر۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا پھر یہ حکم منسوخ کر کے ایک مسلمان کو دو کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا۔

نسخ القرآن بالحدیث نسخ کی یہ قسم انتہائی نازک اور اہم ہے۔ منکرین حدیث فقہا کی توہین کرتے ہوئے اس قسم کا بہت چرچا کرتے ہیں اور یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ خبر متواتر (لفظی) صرف ایک ہے۔ باقی اخبار احاد ہیں۔ پھر قرآن مجید کو جو کہ تواتر سے ثابت ہے خبر واحد سے کیسے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم سے یہ مراد نہیں ہے کہ حدیث کے ذریعہ متن قرآن کو یا اس کے عام حکم کو کلیتہً منسوخ کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی عام حکم کے بعض افراد کو زبان رسالت سے خاص کر لیا جائے یہ تخصیص ہم تک جن اسانید سے پہنچی وہ متواتر نہیں لیکن جن لوگوں نے زبان رسالت سے یہ تخصیص سنی ان کے لیے وہ تخصیص ایسی ہی قطعی اور یقینی تھی جیسا کہ قرآن کریم کا قرآن کریم ہونا قطعی اور یقینی ہے کیونکہ جس زبان سے کسی آیت کی تلاوت کر کے آپ نے یہ بتلایا کہ یہ قرآن ہے اسی زبان نے یہ بتلایا کہ اس حکم عام سے فلاں فلاں اشخاص خاص کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان اپنی پسند کی چار شادیاں کر سکتا ہے (نساء: ۳ ملخصا) لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ علی، حیات فاطمہ میں ابوجہل کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتے (سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳ ملخصا) اسی طرح قرآن حکیم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی (بقرہ) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ خزیمہ کی اکیلی گواہی دو کے برابر ہے (سنن ابوداؤد ج ۲، ص ۱۵۲)۔ اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے (نساء: ۱۰۳) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم عام سے عرفات کی عصر اور مزدلفہ کی مغرب کو خاص کر لیا۔ کیونکہ عرفات میں عصر ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب، عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے (سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۶۴) اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا کہ اگر میت کے ورثاء میں سے ایک لڑکی ہو تو اس کو آدھی میراث ملیگی (نساء: ۱۱) لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عام حکم سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاص کر لیا اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے نصف حصہ نہیں دیا کیونکہ جس زبان سے انھوں نے فان کانت واحدۃ فلھا النصف ۔ (نساء: ۱۱) سنا تھا اسی زبان سے انھوں نے سنا تھا لا نورث "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے (صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۰۶) ان کے لیے دونوں حکم ایک جیسے قطعی تھے

نسخ الحدیث بالحدیث

عن ابن مسعودٍ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ سنو! قبروں کی زیارت کیا کرو!!

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔

نسخ الحدیث بالقرآن

قرآن مجید سے حکم حدیث کے منسوخ ہونے کی واضح مثال باب مذکور کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کردہ قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے بدل کر کعبہ کو قبلہ بنا ڈالا۔

تحویل قبلہ کی تاریخ

ہجرت کے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بعد کعبہ کی تحویل ۱۵ رجب ۲ھ میں ہوئی (عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۲۴۵، فتح الباری ج ۱ ص ۹۰)۔ بعض معاصرین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ "یہ تحویل ہجرت کے دو سال بعد نصف رجب میں ہوئی (تفہیم البخاری، ج ۱ ص ۴۳۰)

کعبہ کی طرف پہلی نماز

یہ تحقیق بھی کافی دقت نظر کی حامل ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلے کون سی نماز پڑھی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ، کعبہ بنا دیا جائے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰) اس حدیث شریف میں واضح تصریح ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے، تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد اس شخص کا انصار کی ایک جماعت پر گزر ہوا، وہ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تو اس جماعت نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلی نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی کیونکہ انصار عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل قبلہ کے بعد جو نماز پڑھی وہ اس سے پہلی (یعنی ظہر) تھی۔

علامہ محمد بن سعد طبقات میں لکھتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعات مسلمانوں کو مسجد میں پڑھائیں، پھر آپ کو مسجد حرام (کعبہ) کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا، آپ نے کعبہ کی طرف اثناء نماز میں رخ کر لیا اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام بشر بن براء بن معرور سے ملاقات کے لیے بنو سلمہ میں گئے۔ انھوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اسی دوران ظہر کا وقت آگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے اپنے اصحاب کو دو رکعت نماز پڑھائی اس کے درمیان آپ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ کعبہ کی طرف پھر گئے اور اس مسجد کا نام "مسجد القبلتین" رکھا گیا۔ علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔" ابوداؤد، بزار اور طبرانی میں یہ روایات موجود ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۳)

روایات میں تطبیق صحیح بخاری ص ۱۰ اور ص ۵۷ کی دونوں روایتیں متعارض ہیں۔ کیونکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل کے بعد آپ نے پہلی نماز "عصر" اور دوسری سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ظہر" پڑھی ـــــ اور دوسری روایت کی موید ابوداؤد، بزار اور طبرانی کی روایات بھی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل کے بعد پہلی نماز بشر بن براء بن معرور کی وفات کے موقع پر ان کی مسجد میں ظہر پڑھی اور مسجد نبوی میں تحویل کے بعد پہلی نماز عصر پڑھی۔ اور قباء میں تحویل کے بعد پہلی نماز صبح پڑھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۹۷)

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بخاری ج ۱ ص ۵۷ میں جس پہلی نماز کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت حقیقی ہے اور بخاری ج ۱ ص ۱۰ پر جس اولیت کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔ بعض معاصرین اس حقیقت کو نہ پا سکے اور انھوں نے لکھ دیا:

"یہ کہنا صحیح نہیں کہ ظہر کی آدھی نماز پڑھنے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا تھا کیونکہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ تحویل کعبہ ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلی نماز عصر پڑھی تھی۔

(تفہیم البخاری ج ۱، ص ۶۹)

خبر واحد پر عمل ایک شخص نے اہل قبا کو حالت نماز میں خبر دی کہ "قبلہ بدل گیا ہے" اور انھوں نے حالت نماز میں رخ بدل لیا۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے۔ نیز انھوں نے قبلہ اولیٰ کو جو قطعی اور یقینی تھا، خبر واحد سے کیسے منسوخ کر دیا جو بہر حال ظنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خبر دینے والے نے قرآن پاک کی آیت پڑھی اور انھوں نے پہلے حکم کو قرآن کریم سے منسوخ کر دیا اور چونکہ وہ لوگ اہل زبان اور فصحاء عرب تھے اور اسلوب قرآن سے آشنا تھے اس لیے انھوں نے قرآن کریم کو اس کی اعجاز آفریں عبارت سے پہچان لیا۔

ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم اہل قباء کو خبر دینے سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے اس لیے ان سے اس پر مواخذہ نہیں ہوا کہ انھوں نے تحویل کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کیوں نماز پڑھی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس شخص کو احکام شرعیہ کی تبلیغ نہ کی گئی ہو اور وہ کسی اور طریقہ سے احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو وہ ان احکام کا مکلف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۷)

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص تک نبوت، معاد، جزا، سزا اور احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں وہ ان کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے یا نہیں، ماتریدیہ امام ابوحنیفہ اور عام معتزلہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تو وہ مستحق عذاب ہوگا اور اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب نہیں ہے (روح المعانی: جز ۱۵ ص ۳۹ تا ۴۲)

اشاعرہ کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

رسلا مبشرین و منذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ (النساء: ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی عذر کا موقع نہ رہے۔

سید نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" "اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بیان شرع و زبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے عقل محض سے اس منزل تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ عذاب جہنم میں مبتلا کفار کو فرشتوں کی زبان سے قائل کرتے ہوئے کہلوائے گا!

الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایات ربکم۔ (زمر: ۳۹)

کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے!!

قالوا اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلیٰ۔ (غافر: ۵۰)

جہنم کے فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول معجزات لیکر نہیں آئے تھے۔ کفار کہیں گے "کیوں نہیں!"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار کو عذاب دینے کی حجت، رسولوں کا مبعوث فرمانا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے عقل محض کو حجت نہیں قرار دیا۔

ماتریدیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہوئے رسول سے "عقل" مراد لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کا اسلوب اس سے انکار کرتا ہے۔ اور بداہت شاہد ہے کہ یہ بے جا تاویل ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو اشاعرہ نے کہی ہے۔

دیگر فوائد اس حدیث میں سب سے نمایاں طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دعا اور سوال کے بغیر آپ کی خواہش کے مطابق کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۷۰)۔۔ اگر کوئی شخص لاعلمی سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔۔ صحابہ کرام دینی معاملات میں اپنے مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کیا کرتے تھے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ طاعات میں اکمل احوال کا خواہاں رہے۔ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ اور اب قبلہ کعبہ ہے۔ شرفہا اللہ تعالیٰ۔

مکہ میں قبلہ کا رُخ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بعض حضرات نے کہا کہ مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ نسخ دو مرتبہ ہوا ہو۔ کعبہ کو منسوخ کر کے بیت المقدس پھر اس کو منسوخ کر کے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا

ہو۔ زیادہ تر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری جز ۱ ص ۲۴۰)

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقُبُورِ وَاتِّخَاذِ الصُّوَرِ فِيهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُورِ مَسَاجِدَ

قبروں پر مسجد بنانے ان پر تصاویر رکھنے اور ان کو سجدہ کرنے کی ممانعت

۱۰۸۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يَعْنِي الْقَطَّانَ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجا کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبش میں دیکھا تھا اور اس میں تصویریں آویزاں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا وہی حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بناتے اور اس میں تصاویر آویزاں کرتے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

۱۰۸۴- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ تَذَاكَرُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَذَكَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ كَنِيسَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی گرجا کا تذکرہ کیا۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۱۰۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذَكَرَّنَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جو انھوں نے ملک حبش میں دیکھا تھا اس کا نام "ماریہ" تھا۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۱۰۸۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تندرست نہیں ہوئے اس میں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے رسولوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا حضرت عائشہ

فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَ النَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ فَلَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهُ غَيْرَ اَنَّهُ خَشِيَ اَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ اَبِي شَيْبَةَ وَلَوْلَا ذَاكَ يَذْكُرُ قَالَتْ.

بیان کرتی ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال نہ ہوتا تو آپ اپنی قبر کو ظاہر کر دیتے مگر آپ کو یہ خیال تھا کہ لوگ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیں گے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ وَمَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

۱۰۸۸ - وَحَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا

۱۰۸۹ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَرْمَلَةُ اَنَا وَقَالَ هَارُونُ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلٰى وَجْهِهِ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے منہ پر چادر ڈال دی جب آپ گھبراتے تو چادر کو منہ سے ہٹا دیتے۔ اور فرماتے یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا درآنحالیکہ آپ ان کے افعال سے ڈراتے تھے۔

۱۰۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِي بَكْرٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ اَبُو بَكْرٍ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنْدُبٌ قَالَ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل سنا، آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے جیسا حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنِّيْ اَبْرَءُ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ لِيْ مِنْكُمْ خَلِيْلٌ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِيْ خَلِيْلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خَلِيْلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔

اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو "ابوبکر" کو خلیل بناتا۔ سنو! تم میں سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔

تصاویر کا حکم اس حدیث میں قبر پر بنائی جانے والی ان تصاویر کی مذمت کی گئی ہے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ بحث غور طلب ہے کہ تصاویر کا کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا قدیما و حدیثا اختلاف رہا ہے، اکثر علماء تصویر بنانے کو مطلقاً منع کرتے ہیں اور بعض علماء ان تصاویر کو جائز قرار دیتے ہیں جن کا جسم اور سایہ نہ ہو ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عن زيد بن خالد عن ابي طلحة صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة قال بسر ثم اشتكى زيد فعدناه فاذا على بابه ستر فيه صورة قال فقلت لعبيد الله الخولاني ربيب ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم الم يخبرنا زيد عن الصور يوم الاول فقال عبيد الله الم تسمعه حين قال الا رقما في ثوب [1]

زید بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بسر کہتے ہیں کہ زید بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے گھر کے دروازہ پر تصویر والا پردہ دیکھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی (یہ ام المومنین میمونہ کے بیٹے تھے) سے پوچھا کیا پہلے زید ہم کو تصویروں سے منع نہیں کرتے تھے؟ عبید اللہ نے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ کپڑوں پر منقش تصویروں کا استثناء کرتے تھے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذا يحتج به من يقول باباحة ما كان رقما مطلقا۔ [2]

جو لوگ مطلقاً منقش تصاویر کے جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۵۸، ج ۲ ص ۸۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن نواوی شرف متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۰، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

وقال القرطبی ظاهر حدیث زید بن خالد عن ابی طلحة الماضی قبل ان الملائکة لا تمتنع من دخول البیت الذی فیه صورة ان کانت رقما فی الثوب وظاهر حدیث عائشة المنع ویجمع بینهما بان یحمل حدیث عائشة علی الکراهة وحدیث ابی طلحة علی مطلق الجواز وهو لا ینافی الکراهة قلت هو جمع حسن [1]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں زید بن خالد کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل ہونے سے نہیں رکتے۔ جس میں ایسی تصویر ہوں جو پردوں پر منقوش ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے فرشتوں کا نہ آنا ظاہر ہوتا ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حدیث عائشہ کا مفاد کراہت ہے اور حدیث ابی طلحہ کا مفاد مطلقاً جواز ہے اور جواز کراہت کے منافی نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بہترین تطبیق ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ زید بن خالد کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"زید بن خالد نے کپڑے پر منقوش تصاویر کے جواز کی جو روایت بیان کی ہے اس روایت میں تصاویر سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ جواز کا استثناء انہی تصاویر سے ہے جن کو پہلے ناجائز قرار دیا تھا اور وہ جاندار چیزوں کی تصاویر ہیں نیز بے جان تصاویر محل نزاع نہیں ہیں اور ان کے جواز میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بنانے کی واضح اجازت دی ہے۔

نیز علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ان مذهب الحنابلة جواز الصورة فی الثوب ولو کان معلقا علی ما فی خبر ابی طلحة لکن ان ستر به الجدار منع عندهم فقال النووی وذهب بعض السلف الی ان الممنوع ما کان له ظل وما لا ظل له فلا بأس باتخاذه مطلقا۔ [2]

حنبلیوں کے مذہب میں کپڑوں پر منقوش تصاویر مطلقاً جائز ہیں جیسا کہ ابو طلحہ کی حدیث سے واضح ہے البتہ اگر ان تصاویر سے دیوار کو چھپا دیا جائے تو وہ منع کرتے ہیں علامہ نووی کہتے ہیں کہ اسلاف میں سے بعض کا مذہب یہ تھا کہ جن تصاویر کا جسم نہ ہو ان کا بنانا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بعض اسلاف کے مذہب کو باطل قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان پر تعاقب کیا ہے لکھتے ہیں:

عن ابن عون قال دخلت علی القاسم وهو باعلی مکة فی بیته فرایت فی بیته حجلة فیها تصاویر القندس والعنقاء فنفی اطلاق کونه مذهبا باطلا نظر اذ یحتمل انه تمسک فی ذلک بعموم قوله الا رقما فی ثوب فانه اعم من ان

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے بالائی علاقہ میں قاسم کے گھر گیا میں نے وہاں ایک ڈولی دیکھی جس میں قندس اور عنقا کی تصاویر تھیں۔ اس لیے نووی کا مطلقاً باطل قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ ان لوگوں نے کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ اجازت

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۹۲ مطبوعہ لاہور

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۸۹ مطبوعہ لاہور

یکون معلقا او مفروشا و کانه جعل انکار النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشۃ تعلیق الستر المذکور مرکبا من کونہ مصورا و من کونہ ساترا للجدار۔[1]

عام ہے خواہ تصاویر آویزاں ہوں یا بچھی ہوئی ہوں اور حدیث عائشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردوں میں منقوش تصاویر کی وجہ سے جو انکار کیا تھا وہ دو وجہوں سے مرکب تھا ان پردوں میں تصاویر بھی تھیں اور ان تصاویر نے دیوار کو چھپا بھی لیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً تصاویر بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا بعد میں کپڑے میں منقوش یا مکتوب تصاویر کی اجازت دیدی اس کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

وانما نهی الشارع اولا عن الصور کلها وان کانت رقما لانهم کانوا حدیثی عهد بعبادة الصور فنهی عن ذلك جملة ثم لما تقرر نهیه عن ذلك اباح ما کان رقما فی الثوب للضرورة۔[2]

شارع علیہ السلام نے اولاً ہر قسم کی صورتیں بنانے سے منع کر دیا اگرچہ وہ کپڑوں میں منقوش ہوں کیونکہ اس وقت لوگ تصویروں کی عبادت کے عادی تھے اس لیے مطلقاً منع فرما دیا پھر جب لوگ اس ممانعت کے خوگر ہو گئے تو آپ نے ضرورت کی بناء پر کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت دیدی۔

احادیث میں اس کی متعدد نظائر ہیں مثلاً پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی کے خدشہ سے زیارتِ قبور سے منع کیا اور جب مسلمان توحید کے خوگر ہو گئے تو اجازت دیدی۔ اسی طرح شروع میں لوگ کتوں سے بہت زیادہ اختلاط کرتے تھے اس لیے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا اور جب مسلمان کتوں سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو قتل کرنے کے حکم کو منسوخ کر دیا اور سات مرتبہ دھونے کی بجائے تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابتداءً لوگ شراب کے عادی تھے تو جب شراب کو حرام کیا تو ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام کر دیا جن میں شراب پی جاتی تھی اور بعد میں جب مسلمان شراب سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دیدی۔

اسی بحث میں علامہ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے:

وانما فعل ذلك اولئك لیتأنسوا برؤیة تلك الصور ویتذاکروا احوالهم الصالحة فیجتهدوا کاجتهادهم ثم خلف من بعدهم خلوف جهلوا مرادهم ووسوس لهم الشیطان ان اسلافکم کانوا یعبدون هذه الصور ویعظمونها فعبدوها فحذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن مثل ذلك سدا للذریعة المؤدیة الی ذلك وفی الحدیث دلیل علی تحریم الصور

جو لوگ قبر پر تصویریں بناتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان تصاویر سے مانوس ہوں اور انہیں دیکھ کر ان کے اعمال صالحہ یاد کریں اور ان کی طرح عبادت میں کوشش کریں۔ ان کے بعد ناخلف لوگ آئے جو ان کی مراد کو نہ پا سکے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف ان تصاویر کی پرستش کرتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے پس انہوں نے ان تصاویر کی پرستش شروع کر دی اس سبب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۲۱ ص ۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

وحمل بعضهم الوعيد على من كان فى ذٰلك الزمان لقرب العهد بعبادة الاوثان واما الان فلا۔ [1]

منع کر دیا تاکہ بت پرستی کا سد باب ہو جائے اور بعض علمانے اس وعید کو زمان نبوت کے لوگوں پر محمول کیا کیونکہ وہ لوگ زیادہ بت پرستی کے قریب تھے اور اب تصویر کی حرمت کا حکم نہیں ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بعض اسلاف اور حنابلہ غیر مجسم تصاویر کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ میں سے خصوصاً علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ شافعیہ میں سے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے غیر مجسم تصاویر کو جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ میں سے خصوصاً علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے غیر مجسم تصاویر کو ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔

عام طور پر فقہا نے مجسم تصاویر کو حرام قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے بعض علماء کا محولہ بالا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کی علت ان کی غایت تعظیم کرنا اور عبادت ہے اور جب تصاویر بنانے یا رکھنے کی وجہ تعظیم اور عبادت نہ ہو تو ایسی حرج نہیں ہے۔ اس دور میں بعض معاشی ضروریات فوٹو گراف کے بغیر پوری نہیں ہو پاتیں۔ شناختی کارڈ، پاسپورٹ مختلف چیزوں کے لائسنس وغیرہ ان سب میں فوٹو گراف ناگزیر ہے۔

جن فقہاء نے غیر مجسم تصویر کی اجازت دی ہے ان کے دور میں فوٹو گراف کی اس قدر اہمیت اور ضرورت نہیں تھی پھر بھی انھوں نے وسعتِ نظر سے کام لیا اور حرمت تصویر کی صحیح علت تلاش کی اور غیر مجسم تصاویر کی اجازت دے دی۔

فوٹو گراف اب صرف ثقافت اور فیشن کی بات نہیں ہے اب یہ ضرورت کا مسئلہ ہے۔ فوٹو گراف آج کے دور کی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، فلاحی اور عمرانی ضرورت ہے۔ غیر ممالک کا سفر جس میں حج اور عمرہ کے علاوہ تجارت، ملازمت، سیاست ثقافت اور صلہ رحمی شامل ہیں۔ یہ تمام سفر بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے نہیں ہو سکتے، فوج اور سول سروسز میں شمولیت شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں یہاں تک کہ اندرون ملک پرواز اور ریلوے بکنگ میں بھی شناختی کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ڈومی سائل (Domicile) بنک میں اکاؤنٹ مختلف صنعتوں اور اشیاء کے لائسنس ان میں کوئی چیز بھی شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں۔

فقہاء نے ضرورت کی بنا پر خنزیر کے بالوں سے جوتی کی سرمت کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ) لیکن اب ایسی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے خنزیر کے بال استعمال کیے بغیر بھی جوتی کی مضبوط سرمت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اب اس کام کیلئے خنزیر کے بال استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ضرورت اور عموم بلوی کی وجہ سے اب مزارعۃ، معاملۃ اور وقف میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل نہیں کیا جاتا [2] اس کے بعد انھوں نے متعدد نظائر بیان کی ہیں جن میں ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۲۵ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء جس ضرورت کی وجہ سے احکام میں رعایت دیتے ہیں اس سے مراد عام ضرورت ہے (جس کی وجہ سے کوئی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور فلاحی ناہمواری ہو) اضطرار نہیں ہے اور اس ضرورت میں فوٹو گراف بھی داخل ہے۔ رہا اضطرار تو اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف محتاج بیان نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف واما لقرائن الاحوال وكل ذلك غير خارج عن المذهب لان صاحب المذهب لو كان في هذا الزمان لقال بها ولو حدث هذا التغير في زمانه لم ينص على خلافها وهذا الذي جرأ المجتهدين في المذهب ولعل النظر الصحيح من المتاخرين على مخالفته المنصوص عليه من صاحب المذهب في كتب ظاهر الرواية بناء على ما كان في زمنه[1]

ان تمام چیزوں کے احکام زمانہ کے بدلنے سے بدل گئے خواہ اس کی وجہ ضرورت ہو، عرف ہو یا عصری تقاضے ہوں۔ ان احکام کا بدلنا مذہب سے خروج نہیں ہے کیونکہ صاحب مذہب اگر اس زمانہ میں ہوتا تو اس کا قول بھی یہی ہوتا اور اگر اس کے زمانہ میں یہ تغیر واقع ہو جاتا تو وہ اس کے خلاف نہ کہتا۔ اور یہی فکر ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب کو جرأت عطا کی ہے۔ ظاہر الروایۃ میں جو صاحب مذہب کی نصوص ہیں متاخرین نے ان کی مخالفت اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کی ہے۔ اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

فلا بد للمفتي والقاضي بل والمجتهدين معرفة احوال الناس وقد قالوا ومن جهل باهل زمانه فهو جاهل[2]

مفتی، قاضی اور مجتہد کے لیے اپنے زمانہ کے احوال جاننا ضروری ہے کیونکہ فقہاء نے کہا ہے جو اپنے عصر کے تقاضوں سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

رقم فی الثوب والی حدیث سے غیر مجسم تصاویر کی اجازت ثابت ہے، حنابلہ کا یہی مذہب ہے۔ مذاہب ثلاثہ کے متقدمین فقہاء کی یہی رائے ہے اور موجودہ زمانہ کی معاشی اور عمرانی ضروریات کا یہی تقاضا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تمدن اور ثقافت کے نام پر شوقیہ فوٹو گرافی کی وکالت اور حمایت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اسی طرح پیروں اور بزرگوں کی تصاویر بنانا بھی ناجائز ہے کیونکہ ان کی تصاویر بنانا، اس خطرہ کو دعوت دینا ہے جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے منع فرمایا تھا۔

وڈیو، ٹی وی اور سینما

مولانا مدنی میاں لکھتے ہیں: (اس مسئلہ کی پوری تحقیق جلد ساوس میں ملاحظہ فرمائیں۔)

تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعے اس کے سامنے والی چیزوں کو ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنھیں فیتے پر دیکھا جا سکے۔ المختصر وڈیو کیمرہ کا کام ان غیر مرئی ریز اور آوازوں کو ٹیپ کرنا ہے لہٰذا ان کو فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی اور دیکھی بھی جا سکتی ہیں اور جنھیں پردۂ سیمیں پر بڑا کر کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۴۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

دکھایا جاتا ہے۔ وڈیو کیسٹ مگنیٹک (مقناطیسی) ہوتے ہیں۔ جن کو مذکورہ ریز (کرنوں) جذب کر لیتے ہیں پھر انھیں جذب شدہ ریز کو ٹی۔ وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی۔ وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے چونکہ یہ صورت متحرک فار ہوتی ہے اس لیے اس کو عام آئینوں کی صورتوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے جبتک کوئی آئینہ کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائیگی۔ یوں ہی جب تک وڈیو کا رابطہ ٹی، وی سے رہیگا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہوتے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ رابطہ پیدا کرنے کے لیے بھی بٹن وغیرہ کو حرکت میں لایا جاتا ہے تب جاکر صورت نظر آتی ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پردہ آئینہ میں پردہ ہٹانے کے بعد ہی صورت منعکس ہوتی ہے۔ الغرض یہاں بھی انعکاس صورت کے لیے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے ان متحرک وغیر متحرک تصویروں کو پردہ فلم کی غیر متحرک وفار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ پردۂ فلم کی تصویریں درحقیقت جامد وساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکا ہے۔ جیسا کہ ٹرین پر چلنے والا باہر کے درختوں اور زمینوں کو پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے ویسے ہی پردہ فلم پر جن جامد وغیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے ان کے غیر متحرک وجامد ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

وڈیو کیسٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں اور جب اس کے ریز Rays ٹی وی میں پہنچ کر شکل اختیار کرتے ہیں تو وہ متحرک وغیر فار ہوتے ہیں۔ اس لیے ٹی وی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعہ ان ہی ریز کو ٹی وی ٹاور تک پہنچایا جاتا ہے ٹی وی ٹاور انھیں اکٹھا کر کے ٹی وی سیٹ کی طرف منتقل کر دیتا ہے پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو وڈیو کیسٹ کے رابطہ کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے اور سارے مناظر نظر آنے لگتے ہیں۔

آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں اس لیے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کر لیا جائے تو وہی تصویر بن جاتا ہے۔

موجودہ معروف اور متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لہٰذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر عمل انسانی کا دخل ہے اس لیے اگرچہ ٹی۔ وی کے آئینے پر عکوس کے ظہور میں عمل انسانی دخیل ہے جب بھی اس کا حکم آئینے کے حکم کی طرح ہی ہونا چاہیے کیونکہ غیر فار وناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وڈیو اور ٹی۔ وی کے استعمال کرنے کا معاملہ آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے جس طرح آئینے کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا آئینہ کے باہر بھی جائز ہے بالکل اسی طرح وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا سننا اس کے بغیر بھی جائز ہو۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز وحرام ہو، وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا اور دیکھنا ناجائز وحرام ہے۔

غیر محرم مرد وزن کا عام میل جول شرعاً حرام ہے اور فلموں میں بھی دکھایا جاتا ہے اس لیے یہ فلمیں سینما میں دیکھی جائیں یا وی۔ سی۔ آر کے ذریعہ ٹی وی پر بہر حال حرام ہیں۔[1]

---

[1] مصنف کے پاس قلمی یادداشت۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ٹی وی اور وڈیو کی فلمیں ایسی تصاویر تو نہیں ہیں جیسے سٹیچو وغیرہ ہوتا ہے تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فلمیں تصویر کی جدید شکل ہیں اور برائی کا بالکلیہ سد باب کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی تقاریر کے لیے وڈیو کی اجازت دی جائے تو ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں کا راستہ اپنے آپ نکل آئے گا اور اسلام میں برائی سے روکنے کا متعارف طریقہ یہی ہے کہ برائی کی طرف جانے والے راستوں سے بھی روک دیا جائے ـــــ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوارِ قبر میں مسجد اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے قبر کے گرد مسجد بنائی اس میں تصاویر آویزاں کیں اور ان کی تعظیم اور عبادت کی۔ اس بنا پر متشدد علماء نے صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے کو بہت شدت سے منع کیا ہے۔ مولانا مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

الذین غلبوا علی امرہم سے مراد وہ لوگ ہیں جو سچے پیروان مسیح کے مقابلہ میں اس وقت عیسائی عوام کے رہنما اور سربراہ کار بنے ہوئے تھے اور مذہبی و سیاسی امور کی باگیں جن کے ہاتھوں میں تھیں یہی لوگ دراصل شرک کے علمبردار تھے اور انھوں نے ہی فیصلہ کیا کہ اصحاب کہف کا مقبرہ بنا کر اس کو عبادت گاہ بنا دیا جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹ مفہوم لیا ہے۔ وہ دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو نشانی ان ظالموں کو بعث بعد الموت اور امکان آخرت کا یقین دلانے کے لیے دکھلائی گئی تھی۔ اسے انھوں نے ارتکاب شرک کے لیے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ چلو کچھ اور دل پوجا پاٹ کے لیے ہاتھ آ گئے پھر آخر اس آیت سے قبور صالحین پر مسجدیں بنانے کے لیے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس کی نہی میں موجود ہیں [1]۔

سید مودودی صاحب کے دلائل کی تین بنیادیں ہیں اول اصحاب کہف کی یاد میں ان کے غار کے پاس مسجد بنانے والے سچے پیروان مسیح کے مقابلہ میں مشرکانہ پوجا پاٹ کے رسیا عوامی رہنما تھے۔ ثانی قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا۔ ثالث احادیث میں اس فعل سے منع کیا گیا ہے۔

آئیے پہلے دیکھیں کہ مسجد بنانے والے کون تھے؟

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان بعضہم قال الاولی ان یسد باب الکہف لئلا یدخل علیہم احد ولا یقف علی احوالہم انسان وقال آخرون بل الاولی ان یبنی علی باب الکہف مسجد وھذا القول یدل علی ان اولئک الاقوام کانوا عارفین باللہ معترفین بالعبادۃ والصلوٰۃ ـ الی ان قال ـــ ثم قال تعالیٰ قال الذین غلبوا علی امرہم

بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ کوئی شخص وہاں داخل ہو سکے اور نہ ان کے احوال پر واقف ہو سکے۔ بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کے دروازہ پر مسجد بنا دی جائے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ عارف باللہ تھے اور نماز اور عبادت کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین غلبوا علی امرہم اس سے مراد مسلمان بادشاہ ہے یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء

[1] ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ۔ تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۸،۱۷۔ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۷ء

وقیل المراد بہ الملك المسلم وقیل اولیاء اصحاب الکھف وقیل رؤساء البلد لنتخذن علیہم مسجدا نعبد اللہ فیہ و نستبقی آثار اصحاب الکھف بذلك المسجد [1]

جنھوں نے کہا ہم یہاں مسجد بنائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کے سبب سے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں گے۔

علامہ ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ، الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وھو الملك و المسلمون [2]

یہ بادشاہ اور مسلمان لوگ تھے۔

علامہ آلوسی بھی قبروں کے گرد مسجد بنانے کے خلاف ہیں لیکن انھوں نے اپنے نظریہ کو تفسیر کا لباس نہیں پہنایا اور تفسیر میں خیانت نہیں کی۔ الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمراد بالذین غلبوا قیل الملك المسلم وقیل اولیاء اصحاب الکھف وقیل رؤساء البلد و المذکور فی القصۃ ان الملك جعل علی باب الکھف مسجدا وجعل لہ فی کل سنۃ عیدا عظیما وعن الزجاج ان ھذا یدل علی انہ لما ظھر امرھم غلب المؤمنون بالبعث لان المساجد انما تکون للمؤمنین بہ و فسر غیر واحد الموصول بالملك و المسلمین ولا بعد فی اطلاق الاولیاء کما فی قولہ تعالیٰ: (المؤمنون و المومنات بعضھم اولیاء بعض) [3]

الذین غلبوا سے مراد مسلمان [3] بادشاہ یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء ہیں قصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے غار کے دروازہ پر مسجد بنادی اور وہاں ہر سال عید منائی جاتی زجاج بیان کرتے ہیں یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب اصحاب کہف کا واقعہ ظاہر ہوا تو حشر نشر پر ایمان لانے والے غالب ہو گئے کیوں مساجد حشر نشر پر ایمان لانے والوں کی ہوتی ہیں اور بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ الذین غلبوا سے مراد بادشاہ اور مسلمان لوگ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ورثاء سے مراد بھی یہی لوگ ہوں۔ کیونکہ مومن آپس میں وارث ہوتے ہیں۔ جیسا قرآن مجید میں ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

مستند مفسرین کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ الذین غلبوا علی امرہم کی تفسیر میں مودودی صاحب نے بغیر حوالوں کے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کی خیال آفرینی ہے۔ خود ساختہ اور طبع زاد تفسیر ہے اور غلط تفسیر ہے۔

مودودی صاحب کے فکر کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کریم میں یہ ہے کہ:

ان الساعۃ لا ریب فیھا اذ یتنازعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا

قیامت میں کوئی شک نہیں جب یہ لوگ وقوع قیامت کے بارے میں بحث کرتے تھے ان لوگوں نے کہا ان (اصحاب کہف)

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو سعود حنفی متوفی ۹۵۱ھ۔ تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر، ج ۶ ص ۴۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] تفاسیر کی جتنی عبارات میں مسلم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد صحیح العقیدہ عیسائی ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ

[4] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ربهم اعلم بهم قال الذين غلبوا على امرهم لنتخذن عليهم مسجدا ۔ سيقولون ثلثة رابعهم كلبهم الآية ۔ (کہف: ۲۱)

پر ایک عمارت بناؤ جو لوگ ایمان بالآخرۃ کو منوا چکے تھے۔ انھوں نے کہا ہم اس جگہ پر مسجد بنائیں گے عنقریب لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا کتا تھا

قرآن کریم کی اس آیت میں کہیں ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہے کہ غار پر مسجد بنانا گمراہی تھا یا بنانے والے گمراہ لوگ تھے۔ اس کے برخلاف واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے والے وہ لوگ تھے جو بعث بعد الموت کے قائل تھے۔ کیونکہ پہلے کچھ لوگ بعث بعد الموت (مرنے کے بعد جینا) کے منکر تھے۔ اصحاب کہف کی دریافت سے یہ عقیدہ ثابت ہو گیا اور آخرت پر ایمان لانے والوں کو غلبہ ہو گیا۔ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ان کے غار پر مسجد بنادی جائے تاکہ اس عقیدہ کی نشانی پائیدہ رہے۔

مودودی صاحب کی فکر کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ احادیث میں ہے: اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ٹھیک ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ قبروں کو عبادۃً سجدہ کرنا شرک اور تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے۔ قبر کا طواف کرنا حرام ہے۔ اس کے سامنے جھکنا حرام ہے قبر کو چومنا مکروہ ہے۔

اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا رسالہ الزبدۃ الزکیہ اور فتاویٰ رضویہ ج ۴، کتاب الجنائز کا مطالعہ کافی مفید ہے۔

لیکن حدیث شریف میں قبروں کو سجدہ کرنے کی جو ممانعت ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں ان سے خیر و برکت حاصل کرنے کے لیے مسجد نہیں بنانی چاہیے۔

کعبہ سے بڑی دنیا میں کوئی مسجد نہیں ہے اور اس کے جوار میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت حاجرہ کی قبریں ہیں۔ محمد جار اللہ متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

ومن فضائل الحجر ان فيه قبر اسماعيل وامه هاجر[1]

حطیم کعبہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اس میں حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کی قبریں ہیں۔

کعبہ کے بعد سب سے بڑی مسجد، مسجد نبوی ہے اور اس کے جوار میں روضہ انور ہے۔ علاوہ ازیں مستند فقہاء اسلام نے صالحین کے جوار میں مسجد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی سورۂ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وكونه مسجدا يدل على جواز البناء على قبور الصلحاء ونحوهم كما اشار اليه في الكشاف وجواز الصلوٰة في ذلك البناء[2]

غار پر مسجد بنانا، قبروں پر عمارت بنانے کی دلیل ہے جیسا کہ کشاف میں ہے اور یہ کہ اس عمارت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی شافعی اس باب کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

---

[1] - محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ - الجامع اللطیف ص ۸۹۔

[2] - شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ - عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۸۷ مطبوعہ دار صادر بیروت

فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظيم له ولا التوجه منه فلا يدخل فی ذلك الوعيد [1]

جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور نماز میں اس کی طرف توجہ کا، تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن وہی لکھا ہے جو علامہ عسقلانی نے لکھا ہے [2]

ملا علی قاری ہروی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ طیبی کہتے ہیں:

اما من اتخذ مسجدا فی جوار الصالح او صلی فی مقبرة وقصد الاستظهار بروحه او وصول اثر ما من اثر عبادته اليه لا للتعظيم له ولا التوجه نحوه فلا حرج عليه الا ترى ان مرقد اسماعيل عليه السلام فی المسجد الحرام عند الحطيم ثم ان ذلك المسجد افضل مكان يتحرى المصلی لصلوته والنهی عن الصلوٰة فی المقابر مختص بالقبور المنبوشة لما فيه من النجاسة كذا ذكره الطيبی وذكر غيره ان صورة قبر اسماعيل عليه السلام فی الحجر تحت الميزاب وان فی الحطيم بين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا۔

جو شخص کسی مرد صالح کے جوار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں نماز پڑھے اور اس کی روح سے مدد کا قصد کرے یا اس کے آثارِ عبادت سے فیض حاصل کرنے کا قصد کرے جبکہ نماز میں اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کعبہ میں حطیم کے پاس ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا سب سے افضل ہے اور قبر کے پاس نماز پڑھنا اس وقت منع ہے جب اس جگہ کی مٹی اموات کی نجاست سے آلودہ ہو اور علامہ طیبی کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کی صورت حطیم میں میزاب کے نیچے ہے۔ اور حطیم میں حجر اسود اور میزاب کے درمیان ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الطيبی واما من اتخذ مسجدا بجوار قبر صالح بحيث يبقى قبره خارج المسجد وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظيم له ولا التوجه نحوه فلا باس به ويرجى فيه النفع ايضا۔ [3]

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ جو شخص کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائے بایں طور کہ اس کی قبر مسجد سے خارج ہو اور وہ اس کے قرب سے برکت کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ کا اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں نفع کی اُمید ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں وہی کچھ لکھا ہے جو علامہ عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے لکھا ہے [4]۔ ان

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[2] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

[3] شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

[4] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

کی عبارت دیکھنے کے لیے علامہ عسقلانی کا حوالہ ایک بار پھر دیکھ لیں۔

علامہ دشتانی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاما من اتخذ مسجدا قرب رجل صالح اوصلی فی مقبرتہ قصدا للتبرک باٰثارہ واجابۃ دعائہ هناك فلاحرج فی ذٰلك واحتج لذٰلك بان قبر اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذٰلك الموضع افضل مکان للصلوٰۃ فیہ۔ [1]

جس شخص نے کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائی یا اسکے مقبرہ میں نماز پڑھی در آں حالیکہ وہ اس کے آثار سے تبرک کا قصد کرتا ہو یا اس جگہ دعا کی قبولیت کا ارادہ کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر حطیم کے پاس ہے اور وہ جگہ نماز پڑھنے کے لیے سب سے افضل ہے۔

اور علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن یہی لکھا ہے۔ [2]

اس تحقیق اور تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ:

مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ امام رازی[1]، علامہ ابو سعود[2]، علامہ آلوسی[3]، علامہ ابن حجر عسقلانی[4]، علامہ احمد قسطلانی[5]، علامہ دشتانی[6]، علامہ سنوسی[7]، ملا علی قاری[8]، شیخ عبدالحق[9]، شیخ انور شاہ کاشمیری[10]، شیخ شبیر احمد عثمانی[11] کی تصریحات کے خلاف لکھا ہے اور تفہیم القرآن میں انھوں نے امت مسلمہ کو جو راستہ دکھلایا ہے وہ اکابر اسلام، اسلاف امت حتیٰ کہ اکابر دیوبند کے بھی خلاف ہے۔

دقت نظر سے دیکھا جائے تو احناف کا مذہب صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ و الحمام۔ [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقبرہ اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔

چونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے اس لیے مقبرہ میں نماز مکروہ قرار دی جائیگی خواہ مقبرہ کی جگہ پاک ہو یا نہ ہو اس وجہ سے امام شافعی اور امام مالک کا مذہب صحیح نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے جو قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی لہٰذا یہ نہی تحریم کا فائدہ نہیں دیگی اس لیے امام احمد بن حنبل جو تحریم کے قائل ہیں ان کا مذہب صحیح نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

یہود اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے لیکن عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کی قبر ہی نہیں ہے۔ پھر حدیث شریف کا معنی کس طرح درست ہو گا کہ "یہود اور عیسائیوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا" اس اشکال کو بخاری اور مسلم کے بہت سے

---

[1] علامہ محمد بن خلفہ دشتانی متوفی ۸۲۷ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ محمد بن محمد سنوسی متوفی ۸۹۵ ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ۔ جامع ترمذی ص ۷۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شارحین نے اٹھایا ہے لیکن جواب کسی نے نہیں دیا۔ بات یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اور اپنی قبروں پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر نصب کرتے ہیں۔ اور اس حدیث شریف میں قبروں پر بت بنانے اور ان کی پرستش پر بھی وعید ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ عیسائیوں کا بھی بالتبع ذکر کر دیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بت اور تصویریں بنانے اور ان کی پرستش میں عیسائی بھی یہود کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہ۔

خلیل کا معنی اس حدیث کے آخر میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسے (حضرت) ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو "ابوبکر" کو خلیل بناتا۔" اس لیے ضروری ہے کہ خلیل کا معنی بیان کر دیا جائے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

الخلة بالضم الصداقة والمحبة التي تخللت القلب فصارت خلاله اي في باطنه والخليل الصديق فعيل بمعنى فاعل وقد يكون بمعنى مفعول، وانما قال ذلك لان خلته كانت مقصورة على حب الله تعالىٰ فليس فيها لغيره متسع ولا شركة من محاب الدنيا والاخرة وحرائر شريفة لايالها احد بكسب واجتهاد فان الطباع غالبة وانما يخص الله بها من يشاء من عباده مثل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه ومن جعل الخليل مشتقا من الخلة وهي الحاجة والفقر اراد انى ابرأ من الاعتماد والافتقار الى احد غير الله تعالىٰ وفي رواية ابرأ الى كل خل من خلته بفتح الخاء وبكسرها وهما بمعنى الخلة والخليل ومنه الحديث لو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر۔ [1]

خلت کا معنی گہری دوستی اور سچی محبت ہے ایسی محبت جو دل میں سرایت کر جاتی ہے حتیٰ کہ محب کا وصف باطن بن جاتی ہے خلیل گہرے اور سچے دوست کو کہتے ہیں یہ محب اور محبوب دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ اس حدیث کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر تھی۔ اس محبت میں کسی اور کی گنجائش تھی نہ اس میں دنیا اور آخرت کی پسندیدہ چیزوں میں سے کسی کی شرکت تھی، یہ ایک عظیم وہبی کیفیت ہے جس کے حصول میں ارادہ اور کوشش کا دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس نعمت سے نواز تا ہے جیسے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ سرفرازی عطا کی، بعض لوگوں نے کہا کہ خلیل، خلت بمعنی احتیاج سے ماخوذ ہے۔ اس صورت میں حدیث کا معنی ہے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر اعتماد کرنے اور اس کی طرف محتاج ہونے سے بری ہوں یعنی صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہوں اور اسی کا محتاج ہوں۔ اس معنی میں یہ حدیث ہے: "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔"

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل کا ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خلیل ہیں اس اعتبار سے خلیل کا معنی سچی اور گہری محبت کرنے والا ہے۔ نیز فرمایا:

---

[1] ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ۔ نہایہ ج ۲ ص ۷۲، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

"اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا" یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل ہے اس اعتبار سے خلیل کا معنی ہے "سب کو چھوڑ کر جس پر میرا اعتماد اور جس کی احتیاج ہے وہ اللہ ہے۔" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں نہ کسی پر توکل کرتے ہیں نہ کسی کے محتاج ہیں صرف اللہ کے محتاج ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اگر مخلوق میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے تو ابوبکر کے ساتھ کرتے۔

بَابُ ۱۹۰ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهَا

مسجد بنانے کی فضیلت اور اسکی ترغیب

۱۰۹۱ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ ابْنُ عِيسَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ تَعَالَى بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ ابْنُ عِيسَى فِي رِوَايَتِهِ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ۔

عبداللہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی کو بنایا تو انھوں نے لوگوں کو اس مسئلہ میں چہ میگوئیاں کرتے سنا آپ نے فرمایا تم نے اس مسئلہ میں بہت بے دے کی سے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔"

۱۰۹۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنًّى قَالَا أَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذَلِكَ فَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلهِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بنانا چاہا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی (رضا جوئی) کے لیے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس جیسا مکان بنا دے گا۔

بَابُ ۱۹۱ النَّدْبِ اِلٰی وَضْعِ الْاَیْدِیْ عَلَی الرُّکَبِ فِی الرُّکُوْعِ وَنَسْخِ التَّطْبِیْقِ

حالت رکوع میں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا اور تطبیق کا منسوخ ہونا

۱۰۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِیُّ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ قَالَا اَتَیْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فِیْ دَارِهٖ فَقَالَ اَصَلّٰی هٰؤُلَاءِ خَلْفَکُمْ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَلَمْ یَاْمُرْنَا بِاَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ قَالَ وَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ خَلْفَهٗ فَاَخَذَ بِاَیْدِیْنَا فَجَعَلَ اَحَدَنَا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ قَالَ فَلَمَّا رَکَعَ وَضَعْنَا اَیْدِیَنَا عَلٰی رُکَبِنَا قَالَ فَضَرَبَ اَیْدِیَنَا وَطَبَّقَ بَیْنَ کَفَّیْهِ ثُمَّ اَدْخَلَهُمَا بَیْنَ فَخِذَیْهِ قَالَ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ اِنَّهٗ سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَاءُ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ مِیْقَاتِهَا وَیَخْنُقُوْنَهَا اِلٰی شَرَقِ الْمَوْتٰی فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُمْ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِمِیْقَاتِهَا وَاجْعَلُوْا صَلٰوتَکُمْ مَعَهُمْ سُبْحَةً وَاِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَصَلُّوْا جَمِیْعًا وَاِذَا کُنْتُمْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا رَکَعَ اَحَدُکُمْ فَلْیَفْرِشْ ذِرَاعَیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَلْیُحْنِ وَلْیُطَبِّقْ بَیْنَ کَفَّیْهِ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اِخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَاهُمْ۔

اسود اور علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر آئے انھوں نے کہا "کیا ان لوگوں نے تمہارے پیچھے نماز پڑھ لی؟" ہم نے کہا نہیں، انھوں نے کہا تو اٹھو اور نماز پڑھ لو" اور ہمیں اذان اور اقامت کا حکم نہیں دیا۔ ہم ان کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو انھوں نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کر دیا جب انھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا انھوں نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا، اور ہتھیلیوں کو جوڑ کر رانوں کے درمیان رکھا۔ جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا "عنقریب تم پر ایسے امراء اور حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔ اور وقت کو بہت تنگ کر دیں گے۔ جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو نماز اپنے وقت پر پڑھ لو اور ان کیساتھ دوبارہ نفل پڑھ لو اور جب تم تین آدمی ہو تو مل کر نماز پڑھو اور جب تین سے زیادہ ہو تو تم میں سے ایک شخص امام ہو جائے اور جب رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو رانوں کے درمیان ملا کر رکھو (یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں کچھ کشادہ کر کے رکھی ہوئی ہیں۔

۱۰۹۴۔ وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّیْمِیُّ قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا یَحْیَی ابْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ کُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَجَرِیْرٍ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اِخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاکِعٌ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی علقمہ اور اسود سے ایسی ہی روایت منقول ہے

۱۰۹۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ نے کہا کیا دوسرے

عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ قَالُوْا نَعَمْ فَقَامَ بَيْنَهُمَا وَجَعَلَ اَحَدَهُمَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ رَكَعْنَا فَوَضَعْنَا اَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَضَرَبَ اَيْدِيَنَا ثُمَّ طَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جَعَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟" انھوں نے کہا "ہاں!" پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہوئے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا پھر رکوع کیا ہم نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھا (اس عمل کو تطبیق کہتے ہیں۔ سیدی) جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

تطبیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہے۔ باقی صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ کے نزدیک تطبیق منسوخ ہے۔ ناسخ کا ذکر اگلی حدیث میں ہے۔ (سیدی)۔

۱۰۹۶- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ قَالَ وَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَقَالَ لِيْ اَبِيْ اَمْرِبْ بِكَفَّيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ قَالَ ثُمَّ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَضَرَبَ يَدَيَّ وَقَالَ اِنَّا نُهِيْنَا عَنْ هٰذَا وَاُمِرْنَا اَنْ نَضْرِبَ بِالْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ.

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے۔ میرے والد نے کہا "تم اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لو" وہ کہتے ہیں میں نے پھر ایسے ہی کیا انھوں نے پھر میرے ہاتھوں پر مارا اور فرمایا ہم اس سے روک دیے گئے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔"

۱۰۹۷- حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۰۹۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَكَعْتُ فَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ هٰكَذَا يَعْنِيْ طَبَّقَ بِهِمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَقَالَ اَبِيْ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ اُمِرْنَا بِالرُّكَبِ.

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رکوع کیا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ میرے والد نے کہا پہلے ہم ایسا ہی کرتے تھے مگر بعد میں ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

۱۰۹۹- حَدَّثَنِيْ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دونوں گھٹنوں کے درمیان

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَلَمَّا رَكَعْتُ شَبَّكْتُ أَصَابِعِي وَجَعَلْتُهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَضَرَبَ يَدَيَّ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ أُمِرْنَا أَنْ نَرْفَعَ إِلَى الرُّكَبِ۔

رکھ لیا انھوں نے میرے ہاتھ پر (ہاتھ) مارا اور نماز کے بعد فرمایا: "پہلے ہم ایسا کرتے تھے پھر ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

- اس حدیث میں تطبیق کے علاوہ مندرجہ ذیل اُمور بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہیں۔
- جماعت کے لیے امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا۔
- اگر امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو ایک امام کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہو۔
- گھر میں جماعت کے لیے اذان اور اقامت کا نہ ہونا۔

دیگر فوائد

- اگر امام وقت مختار میں نماز نہ پڑھائے تو لوگ وقت مختار میں نماز پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ جماعت کیساتھ پڑھیں
- عذر شرعی کی بناء پہ جماعت کو چھوڑا جا سکتا ہے۔
- امام کے ساتھ دوبارہ نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور اس سے فجر عصر اور مغرب کی نمازیں دیگر دلائل سے مستثنیٰ ہیں۔
- اگر امام تاخیر سے جماعت کراتا ہو پھر بھی نفل کی نیت سے امام کے ساتھ نماز پڑھیں تاکہ امت انتشار، افتراق اور نفاق کا شکار نہ ہو۔

بَابُ ۱۹۲ جَوَازِ الْإِقْعَاءِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ

نماز میں ایڑیوں پر بیٹھنا

۱۱۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُولُ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى قَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قدموں پر بیٹھنے کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا "یہ تو سنت ہے"۔ ہم نے کہا: "ہمارا خیال ہے اس میں مشقت ہے"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نہیں! یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"

اقعاء کا معنی

اقعاء کے معنی ہیں سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا۔ شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے۔ باب مذکور سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ احناف کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اصل کے مطابق دایاں پیر نصب کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا سنت ہے اور بطور اقعاء کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:۔

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی احب لك ما احب لنفسی واکرہ لك ما اکرہ لنفسی لا تقعر بین السجدتین [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند ہے اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو مجھے اپنے لیے ناپسند ہے! دو سجدوں کے درمیان بطور اقعاء نہ بیٹھا کرو"!

شوافع کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "حارث اعور" ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ثانیا اقعاء کا دوسرا معنی ہے: "دونوں ٹانگیں نصب کر کے سرین کے بل بیٹھنا" یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیس فی ذلك کالرجل [2]

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگایا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

عن ابن عمر اذا جلست المرأۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذہا علی فخذہا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنہا فی فخذیہا کاستر ما یکون لہا [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھ لے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چپٹائے یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ مراسیل ابو داؤد ص ۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۷، ص ۴۹۵ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت طبع ۵۔ ۱۴۰۵ھ

بَابُ ۱۹۳ تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهِ

۱۱۰۱- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيْثِ قَالَا نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ حَجَّاجٍ وَالصَّوَّافِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِي لٰكِنِّي سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قَالَ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهُ فِي صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ وَقَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ قَالَ وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَانِيَةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا

نماز میں کلام کو حرام کرنا اور اباحت سابقہ کو منسوخ کرنا

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا "یرحمک اللہ" لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا "کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو!" یہ سن کر انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم، آپ نے مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، نہ مارا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔" (او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دورِ جاہلیت کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں (اگل پچھ سے غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس جاتے ہیں فرمایا، تم ان کے پاس مت جاؤ" میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیتے ہیں۔ فرمایا: "یہ ان کی من گھڑت بات ہے تم اس کے درپے مت ہو۔" میں نے پھر عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ عمل رمل (زائچہ بنانا) کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "انبیاء (کرام) میں سے ایک نبی کو یہ علم دیا گیا تھا۔ جس شخص کا عمل اس کے مطابق ہو تو صحیح ہے۔" حضرت معاویہ بن حکم نے کہا میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ میں میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے میں بھی آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہوں اور سب کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے میں

وَاَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ اَسَفُ كَمَا يَاسَفُوْنَ لٰكِنِّیْ اُصَكُّهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَیَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ اِئْتِنِیْ بِهَا فَاَتَيْتُهُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِی السَّمَآءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

نے اس کے ایک تھپڑ مار دیا پھر مجھے افسوس ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟" آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔ میں اسے آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا "آسمان پر"۔ آپ نے فرمایا "میں کون ہوں؟" اس نے کہا "اللہ کے رسول"۔ آپ نے فرمایا "اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے"۔

۱۱۰۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۱۰۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِی الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ نماز میں سلام کر لیا کرتے تھے اور آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے اور آپ کو (حالتِ نماز میں) سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (پہلے) آپ کو (حالتِ نماز میں) سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "نماز میں صرف نماز ہی کی طرف مشغول رہنا چاہیے"۔ (یعنی نماز میں افعال نماز کے علاوہ کوئی اور کام یا کلام نہیں کرنا چاہیے)

۱۱۰۴۔ حَدَّثَنِیْ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِیُّ قَالَ نَا مَرْيَمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِیِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِی الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِهٖ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، ہر ایک شخص نماز میں اپنے صاحب سے بات کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ اس کے بعد ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتوں سے روک دیا گیا۔

۱۱۰۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۱۰۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ لِحَاجَةٍ ثُمَّ اَدْرَكْتُهٗ وَهُوَ يَسِيْرُ قَالَ قُتَيْبَةُ يُصَلِّيْ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَاَشَارَ اِلَيَّ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَانِيْ فَقَالَ اِنَّكَ سَلَّمْتَ اٰنِفًا وَاَنَا اُصَلِّيْ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ حِيْنَئِذٍ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ــــــ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھ رہے تھے، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اشارہ سے جواب دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم نے مجھے ابھی سلام کیا! حالانکہ میں نماز پڑھ رہا تھا!" حضرت جابر کہتے ہیں اس وقت آپ کا چہرہ مشرق کی جانب تھا

۱۱۰۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ يُصَلِّيْ عَلٰى بَعِيْرِهٖ فَكَلَّمْتُهٗ فَقَالَ لِيْ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَاَوْمٰى زُهَيْرٌ بِيَدِهٖ ثُمَّ كَلَّمْتُهٗ فَقَالَ لِيْ هٰكَذَا وَاَوْمٰى زُهَيْرٌ اَيْضًا بِيَدِهٖ نَحْوَ الْاَرْضِ وَاَنَا اَسْمَعُهٗ يَقْرَاُ يُوْمِيْ بِرَاْسِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِيْ اَرْسَلْتُكَ لَهٗ فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِيْ اَنْ اُكَلِّمَكَ اِلَّا اِنِّيْ كُنْتُ اُصَلِّيْ قَالَ زُهَيْرٌ وَاَبُو الزُّبَيْرِ جَالِسٌ مُسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةِ فَقَالَ بِيَدِهٖ اَبُو الزُّبَيْرِ اِلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَقَالَ بِيَدِهٖ اِلٰى غَيْرِ الْكَعْبَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو مصطلق کی طرف جا رہے تھے راستہ میں آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا جب میں لوٹ کر آپ کے پاس آیا تو آپ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے میں نے بات شروع کی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اس وقت آپ قرآن پڑھ رہے تھے اور (رکوع اور سجدہ کے لیے) سر سے اشارہ کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: جس کام کے لیے میں نے تمہیں بھیجا تھا تم نے اس کا کیا کیا؟ کیونکہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے میں تمہاری بات کا جواب نہیں دے سکا۔ نیز بیان کرتے ہیں کہ ابو الزبیر نے بتایا کہ بنو مصطلق کا رخ قبلہ کی طرف نہیں تھا۔

۱۱۰۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَبَعَثَنِيْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، جب میں لوٹ کر آیا تو آپ

فِی حَاجَةٍ فَرَجَعْتُ وَهُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ وَ وَجْهُهٗ عَلٰی غَیْرِ الْقِبْلَةِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَرُدَّ عَلَیْكَ اِلَّا اِنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ۔

اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے جواب صرف اس وجہ سے نہیں دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

۱۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُعَلَّی بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا كَثِیْرُ بْنُ شِنْظِیْرٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَةٍ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ حَمَّادٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

منسوخیت کلام کی تاریخ

ابتداءِ اسلام میں نماز میں ضرورۃً کلام کرنا مباح تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کر دیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ نسخ کب واقع ہوا۔ علامہ ابن حبان اور ابو طیب طبری کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے یہ نسخ واقع ہوا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۳، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۸) کیونکہ یہ نسخ اس وقت ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۱۰۲ سے واضح ہے۔ اس کے برخلاف جمہور علماء کی رائے یہ ہے، کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد غزوہ بدر سے کچھ پہلے یہ نسخ واقع ہوا ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی جس آیت مبارکہ (قوموا للہ قانتین۔ بقرہ: ۲۳۸) نے نماز میں سکوت کا حکم دیا ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے۔ ثانیاً حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جن سے یہ حدیث (۱۱۰۴) منقول ہے کہ نماز میں کلام حرام کر دیا گیا وہ انصاری صحابی ہیں اور مدینہ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ ثالثاً حدیث شریف میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ذوالیدین نے کہا نماز کم ہو گئی؟ یا آپ بھول گئے؟ یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات اور پڑھیں اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا اور کلام کرنے والے صحابی حضرت ذوالیدین جن کا نام خرباق تھا زہری کی تصریح کے مطابق غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۳، ص ۹۶) اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے بعد مدینہ ہی میں ہوا ہے۔

علامہ ابن حبان اور ابو طیب طبری نے جو یہ کہا ہے کہ "یہ نسخ اس وقت واقع ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے" یہ صحیح ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جب آپ مکہ آئے کیونکہ حضرت

[1] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو مرتبہ حبشہ گئے۔ علامہ واقدی لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی بار نبوت کے پانچویں سال پندرہ نفوس کے ساتھ سمندری راستہ سے حبشہ ہجرت کر گئے پھر جب وہاں یہ خبر ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے تو مکہ مکرمہ آ گئے وہاں آ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی تو انھیں بہت افسوس ہوا اور پھر زیادہ افراد کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے اور دوسری مرتبہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۶۸) اور حدیث شریف میں جو ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو نماز میں کلام منسوخ ہوا۔ اس لوٹ کر آنے سے، مدینہ منورہ میں لوٹ کر آنا مراد ہے۔ اس لیے علامہ ابن حبان کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ فاغتنم هذا التحقيق۔

اباحت اصل ہے

علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احکام شرعیہ نازل ہونے سے پہلے احکام میں اصل اباحت ہے یا تحریم؟ معتزلہ تحریم کے قائل ہیں اور جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حرام کر دیا وہ حرام ہو گئی اور جس کو شریعت نے حرام نہیں قرار دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہے یعنی اس کے کرنے نہ کرنے میں انسان مختار ہے۔ جب تک نماز میں کلام کرنے سے شارع نے منع نہیں کیا کلام کرنا مباح تھا۔ اسی طرح جوا، سود، شراب، متعہ اور مردار جانوروں کا کھانا یہ تمام چیزیں منع سے پہلے مباح تھیں۔ جب شارع علیہ السلام نے ان سے روک دیا تو حرام ہو گئیں ـــــ اور جن کاموں سے شارع نے نہیں روکا وہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً روزہ میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشوں کے عمل سے روکا ہے۔ یہ ممنوع ہیں، ملازمت، کاروبار اور کسب معاش کے دیگر کاموں سے نہیں روکا لہٰذا یہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔

اس اصل اور قاعدہ کے مطابق بہت سے احکامات شرعیہ کا استخراج ہوتا ہے مثلاً جدید سائنٹفک طریقوں سے علاج کا جواز جن میں سرجری اور ایکسرے وغیرہ داخل ہیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر روزہ اور عید، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، ٹیلی فون پر نکاح کا وکیل بنانا، جدید ساخت کے جنگی آلات، کھانے، پہننے، آرام اور سہولت کی نت نئی جدید اشیاء رسل و رسائل اور سفر کی سہولتیں، وزن اور پیمائش کے طریقے، عید میلاد اور سیرت النبی کی مجالس یہ تمام امور اس اصل اور قاعدہ سے جائز اور مشروع ہیں۔

فقہی احکام

تمام علماء اسلام اور ائمہ اربعہ کے نزدیک عمداً کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے[1] ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔ امام اعظم کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کی مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

اگر کوئی شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اور عہد اسلام کے قریب ہو تو امام شافعی کے نزدیک نماز میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ جیسا کہ معاویہ بن حکم کا واقعہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا (نووی

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف فتاوی متوفی ۶۷۶ھ۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
ایضاً۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ج ۱، ص ۲۰۳) احناف کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ جائیگی اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آپ نے اعادہ صلاۃ کا حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو یا پھر یہ خصوصیت پر محمول ہے۔

احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔[1]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اصلاحِ نماز کے لیے کلام میں متضاد اقوال ذکر کیئے ہیں پہلے لکھا ہے کہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں کلام کیا جائے تو ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اوزاعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۱) اور اس کے بعد لکھتے ہیں اصلاح نماز کے لیے کلام سے مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۳۰۹) اسی کی پیروی میں بعض معاصرین نے پہلے لکھا کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں ہر قسم کی عمداً گفتگو کرنی ممنوع ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۲ ص ۲۸۰) اس کے بعد لکھا امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک لوگوں کا امام کے ساتھ نماز کی اصلاح کے لیے نماز میں کلام کرنا جائز ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۲ ص ۲۹۹) اس کے بعد سہو کا حکم بیان کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حکم سابق کلام متعمد کے بارے میں ہے ـــــ فلیتدبر ـــــ

صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں عمداً کلام کرنے سے بعض مالکیہ کے سوا تمام ائمہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ کلام اصلاح نماز کے لیے کیوں نہ ہو۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھئے الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۲۹۸۔

بقیہ فوائد

- اگر کوئی شخص نادانستگی سے کوئی غلط کام کرے تو پیار اور محبت سے اس کو مسئلہ بتانا چاہیے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن حکم کو تحریم کلام کا مسئلہ بتایا۔
- چھینک کا جواب "یرحمک اللہ" کے ساتھ دینے میں رغبت کرنی چاہیے۔
- کاہنوں سے مستقبل کی خبریں معلوم کرنا ممنوع ہے، نجومیوں سے مستقبل کا حال معلوم کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔
- برا شگون لینا اسلام میں ممنوع ہے جیسے جہلا میں مشہور ہے کہ بلی راستہ کاٹ جائے تو سفر پر نہیں جانا چاہیے۔
- زائچہ بنانا منع ہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا زائچہ نبی علیہ السلام کے موافق ہے یا نہیں۔
- انسانی فطرت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص اپنے ماتحت پر زیادتی کر بیٹھے تو بعد میں اس کے ساتھ احسان کر کے اس کی تلافی کرے جیسے حضرت معاویہ بن حکم نے باندی کو آزاد کیا۔
- اللہ تعالیٰ کسی جہت اور سمت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے صرف اس وجہ سے ہے کہ آسمان اور بلندی کو زمین اور پستی پر شرف حاصل ہے۔
- مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی گئی جیسے حضرت عبداللہ بن

[1] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ حبشہ گئے۔ یہ ہجرت دارالخوف سے دارالامن کی طرف کہلاتی ہے۔

- زید بن ارقم کی روایت سے ثابت ہے کہ قوموا للہ قانتین میں قنوت بمعنی سکوت ہے مفسرین نے قنوت کو اطاعت اور خشوع کے معنی میں بھی لیا ہے۔
- نفل سواری پر پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے سواری پر نفل پڑھے۔
- جب سواری پر نفل پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری نہیں ہے۔
- اگر کسی عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسی کے سلام کا جواب نہ دے سکے تو بعد میں سلام کا جواب دے اور عذر بھی بیان کر دے آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔
- جب کوئی شخص نماز یا کسی اور ایسی عبادت میں مشغول ہو جس میں سلام کا جواب دینے سے اس عبادت کو منقطع کرنا پڑے تو اس کو بعد میں سلام کرے۔
- ان فی الصلوٰۃ شغلا کے اس ترجمہ کے علاوہ جو ہم نے حدیث (نمبر ۱۱۰۲) کے تحت کیا ہے اور بھی معانی ہیں مثلاً نماز میں ایک خاص قسم کا اشتغال جس میں کسی اور چیز کے ساتھ مشغول ہونا مناسب نہیں، نماز میں بہت عظیم مشغولیت ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے پہلی صورت میں تنوین تنویع اور دوسری میں تعظیم کی ہے۔

باب ۱۹۴ جواز لعن الشیطان فی اثناء الصلوٰۃ والتعوذ منہ وجواز العمل القلیل فی الصلوٰۃ

نماز میں شیطان پر لعنت کرنا اس سے پناہ مانگنا اور عمل قلیل کا جائز ہونا

۱۱۱۱ - حدثنا اسحق بن ابراهيم واسحق بن منصور قالا انا النضر بن شميل قال انا شعبة قال نا محمد وهو ابن زياد قال سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان عفريتا من الجن جعل يفتك علي البارحة ليقطع علي الصلوٰة وان الله امكنني منه فذعته فلقد هممت ان اربطه الى جنب سارية من سواري المسجد حتى تصبحوا تنظرون اليه اجمعون او كلكم ثم ذكرت قول اخي سليمان عليه السلام رب اغفر لي وهب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي فرددته الله خاسئا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گذشتہ شب ایک زبردست جن میری طرف بڑھا تاکہ میری نماز توڑ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میرے قابو میں کر دیا۔ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ حتیٰ کہ صبح ہوتے ہی تم سب اسے دیکھ لو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی۔ "اے اللہ! مجھے معاف فرما دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جن کو ناکام و نامراد لوٹا دیا۔

۱۱۱۲ - وحدثنا محمد بن بشار قال نا محمد هو ابن جعفر ح وحدثناه ابو بكر بن ابي شيبة قال نا شبابة كلاهما عن شعبة في هذا الاسناد

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَوْلُهُ فَدَعَتْهُ وَأَمَّا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ فَدَعَتْهُ۔

۱۱۱۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ ثَلَاثًا وَبَسَطَ يَدَهُ كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذَلِكَ وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ قَالَ إِنَّ عَدُوَّ اللهِ إِبْلِيسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي فَقُلْتُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ وَاللهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد یہ کلمات فرما رہے تھے اعوذ باللہ منک (میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) پھر فرمایا میں تین بار تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتا ہوں پھر اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑ رہے ہوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ سے نماز میں ایسے کلمات سنے جو پہلے نہ سنے تھے اور آپ کو نماز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا دشمن ابلیس (العیاذ باللہ) میرا منہ جلانے کے لیے انگارے لیکر آیا تو میں نے تین بار کہا اعوذ باللہ منک۔ پھر میں نے تین بار کہا میں اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت تجھ پر ڈالتا ہوں۔ وہ پیچھے نہیں ہٹا بالآخر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا بخدا اگر مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔

جنات کا ثبوت

تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات کا وجود ثابت ہے کیونکہ جنات کا ثبوت انبیاء علیہم السلام سے متواتر منقول ہے تمام سابقہ شرائع اور مذاہب میں جنات کا ذکر موجود ہے اور قرآن اور حدیث میں بکثرت جنات کا ذکر وارد ہے۔ زنادقہ، فلاسفہ، جہمیہ، قدریہ جنات کے منکر رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی بعض ان لوگوں نے جنات کا انکار کیا ہے جو اپنی فہم نارسا و عقل ناتمام سے حقائق کائنات کے ادراک کے دعوی دار ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عام لوگ اپنے حواس سے جنات کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن ہر اس چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس کو ہم اپنے حواس سے نہ جان سکیں۔ عالم محسوسات کے علاوہ ایک عالم غیب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، جنت، دوزخ، عرش کرسی یہ سب غیب ہیں۔ اسی طرح جنات بھی ہمارے لیے غیب ہیں۔ جس شخص کا غیب سے کوئی رابطہ نہ ہو وہ جنات کا ادراک نہیں کر سکتا، انبیاء علیہم السلام کا کیونکہ غیب سے رابطہ ہوتا ہے اس لیے وہ جنات کو ان کی اصلی شکل میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اولیاء کرام کے حق میں بھی جنات کا ادراک ثابت کیا ہے۔

جنات کی تخلیق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: والجآن خلقنٰه من قبل من نار السموم۔ (الحجر: ۲۷) "اور ہم نے انسان سے پہلے جنات کو بغیر دھوئیں کی تیز آگ سے پیدا فرمایا۔" حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے جن کو پیدا فرمایا۔ علامہ عینی نے اسحاق بن بشر کی سند

سے روایت کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا فرمایا اور انھیں زمین آباد کرنے کا حکم دیا۔ وہ ایک مدت تک زمین پر اللہ کی عبادت کرتے رہے پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خونریزی شروع کر دی اور یوسف نامی ایک فرشتہ کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا جو آسمانِ دنیا سے آئے ابلیس بھی انہیں میں تھا۔ یہ لشکر چار ہزار فرشتوں پر مشتمل تھا۔ انھوں نے جنات کو سمندری جزیروں کی طرف دھکیل دیا اور زمین پر ابلیس اور اس کے ساتھ آئے ہوئے فرشتے رہنے لگے۔" [1]

قرآن کریم کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ جنات ناری مخلوق ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حقیقتاً آگ ہوتے ہیں جیسا کہ انسان خاکی مخلوق ہے اور قرآنِ کریم کی تصریح کے مطابق مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن وہ حقیقتاً مٹی نہیں ہے۔ جنات بھی انسان کی طرح جسم کثیف کے حامل ہوتے ہیں اور انسانوں کی طرح ان کے بھی افعال اور احوال ہوتے ہیں انھیں بھی گرمی اور سردی لگتی ہے اور ان کے لیے بھی نارِ جہنم ایسا ہی ہولناک عذاب ہے جیسا انسانوں کے لیے (العیاذ باللہ!)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے! سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس جنّ کو پکڑ کر گرا دیا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا حتّٰی کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۱ ص ۵۵۵) اور بعض صحیح روایات میں ہے کہ میں نے اس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵) اس صحیح حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جن مجسّم آگ نہیں ہوتا اور اس کا حال ہماری ہی طرح ہوتا ہے بعض معتزلہ نے جنات کی تعریف میں کہا وہ اجساد رقیقہ بسیطہ ہیں (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴)۔ قاضی ابو یعلی حنبلی نے کہا جنات اجسام مرکبہ ہیں وہ رقیق بھی ہو سکتے ہیں اور کثیف بھی (عمدۃ القاری جز ۱۵ ص ۱۸۳) بوعلی سینا نے کہا کہ جن ایک جوہر ہوائی ہے جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۱) امام رازی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جنات جوہر مجرّدہ ہیں جو علم، سمع اور بصر کے حامل ہیں اور افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جسم سے الگ ہونے کے بعد جب روح کسی شریر جسم سے متعلق ہو جائے تو وہ جن کہلاتی ہے۔ قاضی بیضاوی نے کہا کہ جن ایک روشن جوہر ہے جو دخان آمیز آگ سے بنا ہوا ہے۔ (بیضاوی ص ۶۴)۔ علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ جنات اجسام ہوائیہ ہیں جن میں سے بعض یا سب، اشکال مختلفہ میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مخفی رہتے ہیں اور بسا اوقات اپنی اصلی شکل کے علاوہ کسی اور شکل میں نظر آتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ اپنی خلقی صورت میں بھی نظر آجاتے ہیں (یہ رویت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے) اور وہ افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں علامہ آلوسی نے ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ جنات، اجسام ناریہ لطیفہ ہیں جو حیات اور قدرت کے حامل ہیں (روح المعانی ج ۲۹ ص ۸۲)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری قسم وہ جاندار ہیں جن کی عقل، شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہے۔ ان کا جسم ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے جس کو قرآن مجید میں کہیں مارج من نار اور کہیں من نار السموم سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان کا یہ بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کی ہوائی روح اور ان کے بدن میں یہ فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی روح

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔)

عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا میں کام آتی ہیں اور ان کا بدن فقط ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے ان کے وہم اور خیال کی قوت ان کے اصلی بدنوں کو ہوائی بدن کی مانند متغیر اشکال اور متبدل الصورت کر دیتی ہے۔ جس طرح آدمی کا ہوائی جسم خوف اور دہشت اور سرور اور خوشی کی حالت میں متغیر ہوتا ہے۔ ان کا ہوائی بدن کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتا ہے اور کبھی تصرف کر کے تنگ جگہ مثلاً انسانی جسم کے مسامات میں در آتا ہے اور ان سے نکل جاتا ہے اور کبھی اجسام کثیفہ میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس سے ہولناکیاں صادر ہوتی ہیں لیکن یہ نظر نہیں آتا، جس طرح آگ ہوا اور شعاعوں سے باوجود ان کی لطافت طبع کے بڑے بڑے ہولناک کام ہو جاتے ہیں مثلاً آندھیاں درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہیں۔ یہ کھاتے پیتے ہیں، عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔ ہندی میں ان کو دیوتا کہتے ہیں اور جو بُرے کاموں کے ساتھ خاص ہوں ان کو دیبنت کہتے ہیں اور فارسی میں بُروں کو دیو اور اچھوں کو پری کہتے ہیں۔ عربی میں بُروں کو شیطان اور جن میں جبلی شرارت نہ ہو ان کو جنّ کہتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شکلوں میں بہت اختلاف ہے یعنی ان کی ایک معین شکل نہیں ہے بعض کے پر ہوتے ہیں وہ تیز ہوا کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ بعض سانپ اور کتے کی شکل بن کر پھرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کے گھر بار بھی ہوتے ہیں یہ کوچ اور مقام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے گھر اور ٹھیراؤ کی جگہ اکثر ویرانہ جنگل اور پہاڑ ہوتے ہیں۔ ان کی صورتوں کا مختلف ہونا ان کی صورتوں پر رغبت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کی اصل وہی ناری اور ہوائی اجزاء سے ترکیب ہے اور یہ قسم عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان برزخ ہے۔ [1]

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ فرماتے ہیں:

لغت میں جنّ کا معنی ہے "ستر اور خفا" اور جنّ کو جنّ اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی اور مستور ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۱ ص ۳۰۷)۔

جنّ کی حقیقت کیا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے جو جنّات کے افعال احوال اور خواص معلوم ہوتے ہیں ان کے مطابق جنّات اجسام کثیفہ ہیں ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور اور مخفی ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے (انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم) (اعراف: ۲۷) ان میں حرارت اور برودت ہوتی ہے وہ کھاتے پیتے ہیں اور خورد و نوش کے عوارض بھی انہیں لاحق ہوتے ہیں۔ ان میں تناکح، تناسل اور توالد بھی ہے۔ ان کی ایک صنف حیوانات، بہائم، چرند و پرند، حشرات الارض اور بالخصوص سانپ اور بچھو وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے اور ایک صنف وہ ہے جو خداداد قوت سے مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتی ہے۔ اور افعال شاقہ پر قادر ہوتی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے جنات کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ جنّات میں مؤمن بھی ہیں اور کفار بھی، ابرار بھی ہیں اور فجار بھی۔

جنّات کی اقسام ابن حبان اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات کی تین قسمیں ہیں اوّل، جن کے پر ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔ دوئم سانپ اور بچھو

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ۔ تفسیر عزیزی (ترجمہ اردو) پ ۲۹ ص ۱۳۴ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

سوئم جو سفر اور قیام کرتے ہیں [1]۔

علامہ عینی نے قرآن کریم، احادیث شریفہ اور آثار کا تتبع کر کے کچھ اور اقسام بھی بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(۱) غول یا عفریت: یہ بہت زبردست، خطرناک اور خبیث جن ہے۔ کسی سے مانوس نہیں ہوتا، جنگلات میں رہتا ہے۔ مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ عموماً ویرانوں میں مسافروں کو دکھائی دیتا ہے اور انھیں راستہ سے بھٹکاتا ہے۔

(۲) سعلاۃ: جنگلوں میں رہتا ہے انسان کے سامنے ناچتا ہے جسطرح بلی چوہے سے کھیلتی ہے اس طرح انسان سے کھیلتا ہے۔

(۳) غدار: مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

(۴) ولہان: ویران سمندری جزیروں میں رہتا ہے اس کی شکل ایسی ہے جیسے انسان شتر مرغ پر سوار ہو جو انسان جزیروں میں جا گرتے ہیں انھیں کھا لیتا ہے۔

(۵) شق: لمبائی میں نصف انسانوں کے برابر ہے۔ سفر میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۶) آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے اور انھیں ایذا نہیں پہنچاتا۔

(۷) کنواری لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔

(۸) چھپکلی کی شکل میں ہوتا ہے۔

(۹) کتے کی شکل میں ہوتا ہے۔ [2]۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ان نو اقسام میں ایک قسم وہ شامل کر لی جائے جو سانپ کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جو بچھو کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جس کے پر ہیں اور ہوا میں اڑتا ہے۔ ایک وہ جو افعال شاقہ پر قدرت رکھتا ہے۔ تو تیرہ (۱۳) اقسام حاصل ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات کی اقسام بے شمار ہیں اور ان کا صحیح علم صرف اللہ عزوجل ہی کو ہے۔

جنات کے افعال اور احوال

احادیث میں جنات کے کھانے پینے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)۔

اور جنات کے تناکح پر قرآن کریم کی یہ آیہ مبارکہ دلیل ہے۔

"لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان" (رحمان: ۵۶)

"ان حوروں کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا نہ جن نے"

اور تناسل اور توالد پر یہ آیہ کریمہ دلیل ہے۔

"افتتخذونہ وذریتہ اولیاء من دونی" (کہف: ۵۰)

"کیا ابلیس کو اور ان کی ذریات کو میرے سوا دوست بناتے ہو"

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۱۵، ص ۱۸۴، ۱۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

کھانے پینے کے بارے میں ہم نے مسلم شریف سے حدیث نقل کی ہے اور کھانے پینے کے عوارض کے ثبوت کا بھی احادیث میں ذکر ہے جس کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

مذکور الصدر قرآن کریم کی آیات سے جنات کا تناکح اور توالد و تناسل بھی ثابت ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جنات کے افعال شاقہ اور مافوق الاسباب تصرف کا بھی ذکر ہے۔

جنات پر موت بھی طاری ہوتی ہے اور ان کی تکفین اور تدفین بھی ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے ایک طویل روایت ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چار سو سال پہلے ایک جن آسمانی خبریں سن کر آپ پر ایمان لے آیا تھا۔ وہ سانپ کی شکل میں تھا دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو عبادت کرتا تھا اس کے فوت ہونے کے بعد جنات کی ایک قوم نے اس کو کفن پہنایا اور دفن کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی ایک حدیث کی بنا پر تصدیق کی۔ [1]

جنات کا وضو کرنا بھی ثابت ہے کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ آگ سے بنے ہوئے ہیں لیکن بعینہٖ آگ نہیں ہیں جیسے ہم مٹی سے بنے ہوئے ہیں لیکن بعینہٖ مٹی نہیں ہیں پانی اپنی برودت کی وجہ سے جس طرح آگ کے منافی ہے اسی طرح پانی اپنی رطوبت کی وجہ سے مٹی کے بھی خلاف ہے کیونکہ مٹی یا بس (خشک ہوتی ہے) ایسے جب انسان پانی سے مباشر ہو سکتا ہے تو جنات بھی ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث بیان کی کہ ابلیس کا پوتا ہامہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ہابیل کے قتل میں شرکت کی تھی کیا میری توبہ ہو سکتی ہے آپ نے چند چیزیں بتا کر فرمایا وضو کرو اور دو رکعات نماز پڑھو اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی توبہ نازل ہو گئی۔ [2]

جنات کا مکلف ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون (ذاریات:۵۶) "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں"۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جنات بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف ہیں اور ان میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر بعض ابرار ہیں اور بعض فجار، اللہ تعالیٰ جنات سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وانا منا الصالحون ومنا دون ذلك كنا طرائق قددا" (الجن: ۱۱)

"اور ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہم کئی گروہوں میں منقسم ہیں"۔

جنات ان تمام احکام کے مکلف ہیں جن کے انسان مکلف ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: علامہ تاج الدین سبکی اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں: جنات ہر چیز میں نبی علیہ السلام کی شریعت کے مکلف ہیں۔ ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں جنات تمام احکام کے مکلف ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اخبار اور آثار میں وارد ہے کہ مومنین جن نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں علوم دینیہ اور روایت حدیث کو انسانوں سے اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ انھیں شعور نہیں ہوتا۔ [3] تاہم وہ جنات جو مختلف جانوروں کی شکلوں میں

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاوی حدیثیہ ص ۶۰ مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ، مصر ۱۳۵۶ھ

[2] ایضاً ایضاً

[3] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاوی حدیثیہ ص ۶۰، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر ۱۳۵۶ھ۔

ہوتے ہیں ان کی احکام شرعیہ کے ساتھ تکلیف ان کے حسب حال ہوتی ہے۔

جنات کی جزا اور سزا تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جنات میں سے کفار کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثوٰکم خالدین فیھا الا ماشآء اللہ۔ (انعام: ۱۲۸)

"اے جن کے گروہ! تم نے بہت انسان گمراہ کیے، انسانوں میں سے ان کے دوست عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا ٹھکانا آگ ہے اس میں ہمیشہ رہو مگر جسے خدا چاہے"۔

البتہ جنات کی جزاء میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ مومنین جن کو ثواب نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ مومنین جن کو حساب کتاب کے بعد مٹی بنا دے گا یہی ان کی جزاء ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کا نظریہ ہے کہ ان کو اجر دیا جائیگا (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)۔ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۶۱)۔

جمہور کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن اور انس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: ولکل درجات مما عملوا۔۔۔۔۔۔۔ (انعام: ۱۳۲) "ہر ایک کے لیے ان کے کاموں پر درجات ہیں"۔ اسی طرح سورۂ احقاف میں بھی جن اور انس کے ذکر کے بعد فرمایا: ولکل درجات مما عملوا۔ (احقاف: ۱۹) اور قرآن کریم کی وہ آیات جن میں جن اور انس کی تخصیص کے بغیر بالعموم جزاء اور سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (الزلزال: ۷-۸) "جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل خیر کرے گا اس کی جزاء پائے گا اور جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل شر کرے گا اس کی سزا پائے گا" (خواہ وہ شخص جن ہو یا انسان)۔

ان دلائل کی روشنی میں صحیح یہ ہے کہ جنات بھی ثواب حاصل کریں گے۔ اس بات میں پھر اختلاف ہے کہ جنات کی جزاء یا ان کے لیے ثواب کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جنت میں ہوں گے اور یہ اکثریت کا مذہب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جنت کے گرد و نواح میں ہونگے۔ یہ امام مالک کا نظریہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے۔ چوتھا قول توقف کا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)

جنات میں رُسل اس مسئلہ میں بھی علماء اسلام کا اختلاف ہے کہ جنات کے لیے الٰہی کی جنس سے رسول تھے یا نہیں۔ اکثرین کا نظریہ یہ ہے۔ جنات کے لیے انسانوں میں سے ہی رسول تھے اور جنات سے کوئی رسول نہیں تھا۔ اور ضحاک وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ جنات میں رسول الٰہی کی جنس سے تھے۔ البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس سب کے لیے رسول ہیں، اختلاف آپ سے پہلے کے دور میں ہے۔

ضحاک وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا۔ (انعام: ۱۳۱)

"اے جن اور انسان کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر میری آیات تلاوت کرتے

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جنات کے پاس بھی ان میں سے رسول آئے۔ جمہور اس آیت کی تاویل میں کہتے ہیں کہ منکم کا معنی ہے من احدکم یعنی تم دونوں میں ایک میں سے رسول آئے اور یہ تاویل ضعیف ہے۔

مجوزین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب کفار نے مطالبہ کیا کہ کوئی فرشتہ رسول بن کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا۔ (انعام: ۹)

"اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تب بھی اسے مرد ہی بناتے" اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ کی بجائے انسان سے مانوس ہوتا ہے۔ اور انسان پر انسان ہی کے احوال حجت ہو سکتے ہیں اور انسان کے اعمال ہی انسان کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسانوں کے لیے انسانوں میں سے رسول بھیجے۔ یہی تقریر جنات کے بارے میں بھی کی جا سکتی ہے جس سے ثابت ہوگا کہ جنات کے لیے جنات میں سے ہی رسول ہونا چاہیے۔

مجوزین کی تیسری دلیل یہ ہے: وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر: ۲۴)

"ہر گروہ میں ایک نذیر آ چکا ہے۔"

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسند بزار میں ہے۔

کان النبی یبعث الی قومہ وبعثت الی الجن والانس۔

پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں انس اور جن کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

اور ابن کلبی سے روایت ہے:

کان النبی یبعث الی الانس فقط وبعث محمد الی الانس والجن۔ [1]

پہلے نبی صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انس اور جن کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

ان احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات میں رسول ہوتے تھے۔ قرآن مجید اور احادیث طیبہ کا ظاہر منطوق یہی ہے لیکن امت کی اکثریت کا نظریہ ہے کہ جنات میں رسول نہیں ہوتے تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

انسان پر جن آجانا

جنات کی بحث کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عنوان پر بھی گفتگو کر لی جائے کہ عوام و خواص میں مشہور ہے کہ بعض انسانوں پر جن آجاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں اور اس کے اعضاء پر جن کا تسلط اور تصرف ہو جاتا ہے۔ احادیث اور آثار سے یہ تو ثابت ہے کہ شیاطین اور جنات بنی آدم کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن جنات کا بنی آدم کے حواس اور دیگر اعضاء پر استیلاء اور تسلط ثابت نہیں ہے ایذاء رسانی پر یہ دلائل ہیں:

مامن مولود یولد الا یمسہ الشیطان فیستہل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنہا۔ [2]

جو بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اس کو مس کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچہ بلند آواز سے روتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

نیز حدیث شریف میں ہے:

کفوا صبیانکم اول العشاء فانه وقت انتشار الشیاطین۔ عشاء سے پہلے بچوں کو نہ نکلنے دو کیونکہ وہ شیاطین کی آمد و رفت کا وقت ہوتا ہے۔

اور شیاطین اور اجنّہ کے مس کرنے سے بسا اوقات جنون طاری ہو جاتا ہے جن کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ "کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس (بقرہ: ۲۷۵) "جیسے وہ شخص کھڑا ہو جو شیطان کے چھونے سے مخبوط الحواس ہو جاتا ہے۔" انسان کے حواس اور مشاعر اور اعضاء اور جوارح پر شیطان اور اجنّہ کا تسلّط نہ صرف یہ کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں بلکہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور مکلف ہونے کے خلاف ہے اور بہت سی قباحتوں کا موجب ہے۔ تاہم بہت سے علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ آلوسی اس مسئلہ پر اظہار خیال فرماتے ہیں:

"بسا اوقات یہ بخارات انسان کے حواس پر غالب ہو کر حواس معطل کر دیتے ہیں اور وہ خبیث روح انسان کے جسم پر تصرف کرتی ہے اور اس کے اعضاء سے کلام کرتی ہے، چیزوں کو پکڑتی ہے اور دوڑتی ہے حالانکہ اس شخص کو بالکل پتا نہیں چلتا اور یہ بات عام مشاہدات سے ہے جس کا انکار کوئی ضدی شخص ہی کر سکتا ہے۔"[1]

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنّات کو دیکھنا

باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ ایک زبردست جنّ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے آگ کے انگارے لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس کو دھکیلنے پر قادر کر دیا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے: "انه یراکم هو و قبیله من حیث لا ترونهم (اعراف: ۲۷) "شیطان اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔" پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے دیکھ لیا۔ اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ شیطان اور اجنّہ کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا عام یا اکثر لوگوں کے حق میں منتفی ہے یا عادۃً دیکھنے کی نفی ہے۔ بطور خلاف عادت دیکھنے کی نفی نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً جنات کو دیکھنے کی نفی نہیں کی بلکہ اس حال میں دیکھنے کی نفی کی ہے جب وہ بھی ہمیں دیکھ رہا ہو۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیے ہیں۔

ایک اشکال کا جواب

دوسری بحث یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آپ کے نزدیک آ سکتا ہے آپ پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ آپ کے امتی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر وہ راستہ بدل دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا ابن الخطاب و الذی نفسی بیدی ما لقیك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

---

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

الشیطان سالکا فجافظ الا سلك فجاغیر فجك ۔[1]

شیطان جب بھی تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے راستہ بدل لیتا ہے۔

علامہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ شیطان حضرت عمر کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ان کی صلابت اور شدت کو دیکھ کر شیطان انہیں وسوسہ اندازی کرنے سے پھر جاتا ہے اور پلٹ جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جو شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے وہ عام شیاطین میں سے ہے اور یہ خاص شیطان عفریت من الجن تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے معارضہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تھی: رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی ۔ (ص: ۳۵)

"اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو"

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات اور ہواؤں پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے علاوہ کسی اور شخص کا جنات اور ہواؤں پر قادر ہونا ان کی دعا کی استجابت کے خلاف ہے اس بناء پر یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عفریت کو دھکیلنا یا گرا دینا ان کی دعا کی قبولیت کے خلاف ہے لیکن حقیقتہً ایسا نہیں ہے امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فقولہ لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی لا یقدر احد علی معارضتہ ۔[2]

ان کی اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کا تعلق ان کے زمانہ نبوت کے ساتھ تھا۔ یعنی ان کے زمانہ نبوت میں کوئی شخص جنات اور ہواؤں پر قدرت ظاہر کر کے ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا تھا۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات اور کمالات کے حامل ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر قدرت اور سلطنت حاصل ہے رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو یاد کر کے اس عفریت من الجن کو ستون سے باندھنے کے ارادہ کو ترک فرما دینا تو وہ علامہ وشتانی کی تصریح کے مطابق تواضع اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعایت کرنے پر محمول ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جب آپ نے اس کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو آپ ایسا کر بھی سکتے تھے۔

لعنت کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفریت من الجن سے تین بار فرمایا "میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالتا ہوں۔

لعنت کا معنی ہے "عذاب" منجد میں ہے اللعن العذاب [3]۔ اور عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶۔ — تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[3] لویس مالوف الیسوعی — المنجد ص ۷۲۵ مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۷۵ء۔

عارضی بھی، دائمی عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے اور عارضی عذاب مومنین فساق کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لعنت اوصاف کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور اشخاص کے اعتبار سے بھی خواہ ملعون مومن ہوں یا کافر لعنت کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) اوصاف پر لعنت کفر کے اعتبار سے: فلعنة الله على الكافرين (بقرہ: ۸۹) "کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۲) اوصاف پر لعنت گناہ کبیرہ کے اعتبار سے: لعنة الله على الكاذبين (آلِ عمران: ۶۱) "جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۳) اوصاف پر لعنت گناہ صغیرہ کے اعتبار سے حدیث شریف میں ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال[۱]	اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت فرماتا ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

ان صورتوں میں اوصاف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔ پہلی صورت میں لعنت عذابِ دائمی کے معنی میں ہے۔ اور دوسری اور تیسری صورت میں عارضی عذاب کے معنی میں ہے۔

علی الیقین دائمی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا اُن اشخاص کے لیے جائز ہے جن کی موت علی الکفر حتمی طور پر معلوم ہو جیسے ابوجہل اور ابولہب پر لعنت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللهم العن لحيان ورعلا وذكوان وعصية۔ (مسلم ج ۱، ص ۲۳۷) اور جس شخص کی موت علی الکفر معلوم نہ ہو اس پر یہ لعنت جائز نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ لعنت کرنے والے کی طرف وہ لعنت لوٹ آئے۔

لعنت کی یہ وہ اقسام ہیں جن کا عام طور پر علماء نے ذکر کیا ہے قرآن کریم کے مطالعہ سے لعنت کی ایک اور قسم ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے مسلمان پر علی التعیین عارضی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا جیسا کہ لعان میں ہوتا ہے۔ ایک فریق چار بار اپنی صداقت پر قسم کھاتا ہے اور پانچویں بار لعنت کرتا ہے اور کہتا ہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين۔ (النور: ۷)	اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو

یہ لعنت وصف پر نہیں شخص پر ہے اور عذاب دائمی کے معنی میں بہرحال نہیں ہے۔

لعن یزید یزید پر لعنت (بمعنی دائمی عذاب) کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض جائز قرار دیتے ہیں اور اکثر بین منع کرتے ہیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ یزید اصل میں مسلمان تھا اور بعد میں کسی یقینی اور قطعی دلیل سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوا اس لیے اس پر لعنت کرنا خلاف تحقیق ہے۔ صحابہ کرام نے امت کے وسیع مفاد کے پیشِ نظر اس کی بیعت کی تھی حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں جمہور صحابہ سے اجتہادی اختلاف تھا۔ اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ یزید نے اپنے دورِ حکومت میں تین ایسے کام کیے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک یہ

کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی۔ دوسرا یہ کہ مدینہ منورہ پر غلبہ کے بعد اس نے اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے اہلِ مدینہ کے جان و مال کو مباح کر دیا اور تیسرا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے (جو کہ کعبہ معظمہ میں محصور تھے) اس نے حرم کعبہ کی حرمتوں کو پامال کیا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پردوں میں آگ لگ گئی۔ اگر یہ شخص کافر نہیں تھا تو اس کے بدترین فاسق اور ظالم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ ایک اجمالی کلمہ ہے۔ کتاب الحج میں ان شاء اللہ ہم اس کی تفصیل ذکر کریں گے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

امام مسلم نے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے اس سے حسب ذیل فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) نماز میں عمل قلیل کا جواز کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو اپنے ہاتھ سے دور کیا۔
(۲) نماز میں شیطان پر لعنت بھیجنے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگنے کا جواز۔
(۳) جنات کا وجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں دیکھنا۔
(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفریت من الجن پر غالب آنا۔

باب ۱۹۵ جَوَازِ حَمْلِ الصِّبْيَانِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَّ ثِيَابَهُمْ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الطَّهَارَةِ حَتّٰى يَتَحَقَّقَ نَجَاسَتُهَا وَاَنَّ الْفِعْلَ الْقَلِيْلَ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ وَكَذَا اِذَا فَرَّقَ الْاَفْعَالَ

حالتِ نماز میں بچوں کے اٹھانے کا جواز جب تک نجاست متحقق نہ ہو کپڑوں کا پاک ہونا اور عمل قلیل سے نماز کا باطل نہ ہونا

۱۱۱۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا قَالَ يَحْيٰى قَالَ مَالِكٌ نَعَمْ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نماز میں اپنی نواسی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے (یہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں جو ابو العاص کے نکاح سے پیدا ہوئی تھیں) حالت قیام میں آپ امامہ کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ کرتے تو انہیں زمین پر بٹھا دیتے۔

۱۱۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَابْنُ عَجْلَانَ سَمِعَا عَامِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامہ بنت ابی العاص (جو کہ حضرت زینب بنت رسول

عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَ أُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ وَهِيَ بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَاتِقِهِ وَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا۔

اللہ کی صاحبزادی تھیں) آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع میں جاتے تو آپ انھیں اتار دیتے اور جب سجدے سے اٹھتے تو پھر اٹھا لیتے۔

۱۱۱۶- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عُنُقِهِ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامہ بنت العاص رضی اللہ عنہا آپ کی گردن پر ہیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے۔

۱۱۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ جَمِيعًا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ أَمَّ النَّاسَ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے... امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔ البتہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اس میں لوگوں کی امامت کرائی۔

حضرت ابو قتادہ

ان کے نام میں کافی اختلاف ہے لیکن مشہور حارث ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں ان کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو قتادہ شب بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! ابو قتادہ کی اس طرح حفاظت کر جس طرح اس نے اس رات تیرے نبی کی حفاظت کی ہے۔"

غزوہ اُحد اور اس کے بعد کے مشاہد میں ان کی شرکت پر اتفاق ہے۔ انھیں فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کا شہسوار) کہا جاتا تھا۔ مسلم میں یہ حدیث بھی ہے ہمارے بہترین شہسوار ابو قتادہ ہیں اور بہترین تیر انداز سلمہ بن اکوع ہیں۔ علامہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے" عرض کیا تیر لگا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں پھر وہاں زخم کا نشان بھی نہیں رہا۔" حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ ستر سال کی عمر گزار کر چالیس ہجری میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ ۵۰ اور ۶۰ ہجری کے درمیان وفات ہوئی۔ [1]

حضرت زینب بنت رسول اللہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ رسالت مآب نے آپ کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا وہ اسلام نہیں لائے تھے (اس وقت تک مشرکوں سے نکاح کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی اور ان سے نکاح وغیرہ کے معاملات ہوتے رہتے تھے) غزوۂ بدر میں ابوالعاص قید ہو گئے اور حضرت زینب نے ان کی رہائی کے لیے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ نے انھیں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور مسلمانوں نے وہ ہار واپس بھجوا دیا اور ابوالعاص کو رہا کر دیا۔ غزوہ بدر کے بعد حضور نے ابوالعاص سے فرمایا کہ وہ حضرت زینب سے علیحدہ ہو جائیں۔ محرم سات ہجری میں ابوالعاص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق سے حضرت زینب انہیں لوٹا دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری کے اوائل میں وصال فرما گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجہیز وتکفین کا اہتمام فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں اس کا ذکر ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچے ہوئے صاحبزادہ کا نام علی تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے والد کی حیات میں وصال فرما گئے [2] اور صاحبزادی حضرت امامہ بنت العاص رضی اللہ عنہا نے کافی عمر پائی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت زبیر بن عوام نے حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت علی کے حکم سے حضرت مغیرہ بن نوفل نے حضرت امامہ سے نکاح کر لیا اور انھیں کے نکاح میں حضرت امامہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت امامہ کی نہ حضرت علی سے اولاد ہوئی نہ حضرت مغیرہ بن نوفل سے اور اس طرح آج آلِ زینب میں سے کوئی باقی نہیں ہے۔ [3]

رسالت مآب کی صاحبزادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُمِّ کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہنّ اجمعین وارضاہنّ۔ حضرت زینب کا مفصّل ذکر آ چکا ہے۔ حضرت رقیہ بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں۔ بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ کا نکاح ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمان سے حضرت رقیہ کا نکاح کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک ناتمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاحبزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۱۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۲ھ۔ الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۶۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۲۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔
〃 الاصابہ ج ۴ ص ۲۳۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

شرف بخشنے کے بعد راہی فردوس ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ کچھ عرصہ علیل رہ کر جنت نشین ہو گئیں[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ کا نکاح بعثت سے پہلے ہو چکا تھا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلانِ نبوت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ کو طلاق دیدی اور حضرت رقیہ کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے آپ کا نکاح کر دیا آپ چھ سال حضرت عثمان کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی نو ہجری کو آپ کا وصال ہو گیا۔ اسماء بنت عُمَیس اور صفیہ بنت عبدالمطلب نے آپ کو غسل دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو لحد میں اتارا ——— رضی اللہ عنہا وارضاہ[2]

اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ آپ کی تینوں بڑی صاحبزادیوں کی اولاد کا سلسلہ قائم اور جاری نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یونہی تھی اگر آپ کی ان تین صاحبزادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہوتا تو وہ بھی اشراف اور سادات کے القاب سے نوازے جاتے مگر آل رسول کے سلسلہ کا فروغ نسب فاطمی سے مقدر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں اور علامہ عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ۔ بخاری شریف میں ہے سرکار رسالت مآب نے فرمایا جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب صرف اولاد فاطمہ سے قائم ہے کیونکہ آپ کی باقی اولاد یا زندہ نہیں رہیں جیسے صاحبزادگان یا ان سے اولاد نہیں ہوئی جیسے تین بڑی صاحبزادیاں پندرہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح حضرت علی سے غزوہ احد کے بعد ہوا آپ سے حضرت حسن، حضرت حسین اور ام کلثوم یادگار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ نے جنت کو مشرف فرمایا[3]

شیعہ حضرات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی تین صاحبزادیوں کو نہیں مانتے۔ شرح صحیح مسلم کی جلد اوّل باب زُ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح کے تحت ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت میں اہل شیعہ کی مستند کتب اصول کافی، منتہی الآمال اور حیات القلوب کی عبارات ذکر کی ہیں۔ ایران سے تاریخ یعقوبی کا فارسی ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں بھی چار صاحبزادیوں کا ذکر ہے، لکھتے ہیں:

دا ز فرزندانِ آلِ بزرگوار از خدیجہ قاسم و رقیہ و زینب و ام کلثوم پیش از بعثت و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم بعثت سے پہلے

---

[1] حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ۔ استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴، ص ۲۹۹۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ۔ استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۲۔ 〃 〃

ایضاً 〃 〃 ج ۴ ص ۳۷۳ 〃 〃

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ 〃 〃

عبداللّٰہ کہ لقب طیّب وطاہر است ہمو است چہ در اسلام ولادت یافتہ است وفاطمہ پس از بعثت متولد شدند[1]

پیدا ہوئے اور عبداللہ جن کا نام طیب اور طاہر ہے۔ اسلام میں پیدا ہوئے اور (حضرت) فاطمہ بعثت کے بعد پیدا ہوئیں۔

نماز میں بچّہ کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک نماز کی حالت میں بچّہ کو گود میں اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کے لیے عمل کثیر نہ کرنا پڑے (عمل کثیر وہ کام ہے جو دو ہاتھوں سے کرنا پڑے یا نماز کے ایک رکن میں ایک ہاتھ سے تین مرتبہ حرکت ہو) اور امام مالک کے نزدیک نوافل میں بچّہ کو اٹھا لینا جائز ہے فرائض میں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل "اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا" سے منسوخ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے۔ لیکن چونکہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے[2]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیے کہ چھوٹے بچوں کو مسجد میں بالعموم لے جانا چاہیے۔ اور بچوں کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا چاہیے بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مجبوری کی وجہ سے بچوں کو مسجد میں لے جانا پڑے یا چھوٹے بچہ کے رونے یا گھبرانے کا خدشہ ہو تو اس کی ماں اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام سے یہ فعل پوری زندگی میں ایک مرتبہ منقول ہے اس لیے یہ فعل بالعموم سُنّت نہیں ہے جن حالات میں نبی علیہ السلام سے یہ فعل منقول ہے انہیں حالات کی روشنی میں یہ فعل سنت ہے۔

بَابُ ۱۹۶ جَوَازِ الْخُطْوَةِ وَالْخُطْوَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ اِذَا كَانَ لِحَاجَةٍ وَجَوَازِ صَلٰوةِ الْاِمَامِ عَلٰى مَرْتَبَةٍ اَرْفَعَ مِنَ الْمَأْمُوْمِيْنَ لِلْحَاجَةِ كَتَعْلِيْمِ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ

نماز میں ضرورت کی بناء پر ایک دو قدم چلنا اور امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر ہونا

۱۱۱۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ يَحْيٰى اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ نَفَرًا جَاءُوْا اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ لوگ اس بات میں بحث کر رہے تھے کہ منبر نبوی کس لکڑی کا بنا ہوا تھا حضرت سہل

[1] احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۷۸۔ تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۳۷۵۔ مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران طبع سوم ۱۳۶۲ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

قَدْ تَمَارَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ وَمَنْ عَمِلَهُ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ فَحَدِّثْنَا قَالَ أَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ قَالَ أَبُو حَازِمٍ إِنَّهُ لَيُسَمِّيهَا يَوْمَئِذٍ أُنْظُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا أُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَيْهَا فَعَمِلَ هٰذِهِ الثَّلَاثَ دَرَجَاتٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُضِعَتْ هٰذَا الْمَوْضِعَ فَهِيَ مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَيْهِ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَرَاءَهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَفَعَ فَنَزَلَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ حَتَّى فَرَغَ مِنْ آخِرِ صَلَاتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي۔

نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ منبر کس لکڑی کا تھا اور اسے کس نے بنایا تھا اور مجھے وہ وقت یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر پہلی بار رونق افروز ہوئے تھے۔ ابو حازم کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو العباس آپ یہ واقعہ بیان کیجئے۔ انھوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے پاس قاصد بھیجا، (ابو حازم کہتے ہیں کہ سہل نے اس عورت کا نام بھی بتلایا تھا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے لڑکے سے کہو کہ وہ میرے لیے لکڑی کا ایک منبر بنا دے جس پر بیٹھ کر میں لوگوں سے خطاب کروں، اس لڑکے نے تین سیڑھیوں کا جھاؤ کی لکڑی سے ایک منبر بنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ منبر اس جگہ رکھ دیا گیا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتدا میں تکبیر کہی درآں حالیکہ آپ منبر پر تھے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا الٹے پاؤں نیچے اتر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر منبر پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ نماز پوری کر لی اس کے بعد لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا! اے لوگو! میں نے یہ کام اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری اقتدا کرو اور میری نماز کو جان لو!

۱۱۱۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَسَأَلُوهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ مِنْبَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

شرح حدیث کسی مسئلہ میں حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے بحث کرنا اور جو شخص اس مسئلہ کا عالم ہو اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے تمام افعال اور اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے تابع کرنا یہ تمام امور اس حدیث سے ثابت ہیں۔ نماز میں فعل کثیر اگر متفرق طور پر ہو تو جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں منبر سے اترنا اور چڑھنا فعل کثیر ہے لیکن یہ متفرق طور پر تھا فی نفسہ اترنا یا چڑھنا عمل قلیل ہے۔ نماز میں امام اونچی جگہ پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر تو نماز صحیح ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے اگر اس کے برعکس ہو یعنی امام نچلی منزل پر ہو اور مقتدی بالائی منزل پر ہوں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اس حدیث میں منبر بنانے کا بھی ثبوت ہے اور مستحب یہ ہے کہ منبر، محراب کی دائیں جانب ہو۔ اگر منبر نہ ہو تو کوئی اور اونچی چیز رکھ لی جائے یا ستون رکھ لیا جائے جیسا کہ منبر بننے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

استن حنانہ منبر بنانے کی تاریخ میں علامہ عینی نے سات آٹھ اور نو ہجری کے تین اقوال ذکر کیے ہیں[1]۔ منبر بنائے جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال کان جذع یقوم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع لہ منبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار حتی نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ علیہ[2] و فی روایۃ فصاحت النخلۃ التی کان یخطب عندھا حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اخذ فضمھا الیہ فجعلت تئن انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے کھجور کا ایک ستون تھا جس کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا تو اس ستون سے اس طرح رونے اور چلانے کی آواز آئی جیسے اونٹنی (اپنے بچے کے فراق میں: شرح از عینی) روتی اور چلاتی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ایک روایت ہے کہ کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے یوں رویا جیسے پھٹ پڑے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے، اس تنے کو پکڑ کر اپنے سینہ مبارک سے چمٹایا تو وہ اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے بچہ سسکیاں لیتا ہے حتیٰ کہ خاموش ہو گیا۔

صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ کو پہچانتا تھا، آپ سے محبت کرتا تھا، آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے۔ لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۲۱۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۵، ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

اور لمس سے اس تنے میں اللہ تعالیٰ نے حیات پیدا فرمادی۔ ادراک، شعور اور آپ کی محبت اور آپ کے فراق میں گریہ پیدا کردیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مردہ انسانوں میں جان ڈالدی جن میں پہلے عادۃً اور عرفاً حیات ہوتی تھی تو اس سے زیادہ حیرت اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کے قرب اور لمس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے تنے میں جان ڈال دی جس میں عادۃً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی جن کے اعجاز آفریں لمس سے بے جان میں حیات آجائے خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا کھجور کا تنا آپ کے فراق اور محبت میں روتا ہے۔ اگر آپ کا کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے تو وہ بے جان کھجور سے بھی گیا گزرا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابر کرم موج میں آتا ہے تو کھجور کے تنے پر بھی بارانِ رحمت ہوجاتی ہے۔ دست شفقت سے نوازتے ہیں۔ سینہ سے لگا کر تسلیاں دیتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ جو غلام آپ کی فرقت میں شب و روز روتے ہیں آپ کے فراق میں آنسو بہاتے ہیں ان پر بھی نظر کرم فرمائیں کسی بے قرار دل کے سینہ پر ہاتھ رکھیں اور اس کے مقدر کو رشک جبرائیل بنا دیں!۔

بَابُ ۱۹۷ کَرَاهَةِ الْاِخْتِصَارِ فِی الصَّلٰوةِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

۱۱۲۰۔ حَدَّثَنِی الْحَکَمُ بْنُ مُوْسَی الْقَنْطَرِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَکِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ جَمِیْعًا عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی اَنْ یُّصَلِّیَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا اَوْ فِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ بَکْرٍ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اختصار کے معانی۔ امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خصر فی الصلوٰۃ۔ کا مطلب ہے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مشہور تفسیر یہی ہے علامہ ہروی نے اس کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ آخر سورت سے ایک یا دو آیتوں کی مختصر تلاوت کرنا دوسری یہ کہ جلدی جلدی قرأت کرنا، امام غزالی نے فرمایا کہ اختصار فی الصلوٰۃ یہ ہے کہ تلاوت کے درمیان سے آیت سجدہ کو چھوڑ کر پڑھنا، علامہ خطابی نے بیان کیا کہ اختصار کا معنی ہے ہاتھ میں عصا لیکر نماز پڑھنا، پہلے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوداؤد اور نسائی میں سعید بن زیاد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عبداللہ نے نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہے۔

اختصار سے ممانعت کی حکمتیں اختصار کے معانی کی طرح اس سے ممانعت کی حکمت میں بھی اختلاف ہے امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن ہلال سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ امام بخاری نے بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل بکثرت اختصار کرتے تھے (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے) تو آپ نے ان سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع فرمادیا۔

(ابن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بنی اسرائیل نماز میں ایسا کرتے تھے) ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے لا تتشبھوا بالیھود ۔ یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو۔ امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے ایک روایت بیان کی ہے، "کوکھ پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا آرام ہے"۔ بنابریں اہل نار سے مشابہت کی وجہ سے نماز میں اس فعل سے منع کر دیا۔ سعید بن منصور نے سند حسن سے بیان کیا ہے کہ یہ رجز کرنے کا طریقہ ہے (رجز کا مطلب ہے رزمیہ اشعار جو جنگ میں پڑھتے ہیں) علامہ مہلب نے بیان کیا کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ یہ اہل مصائب کا فعل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ان حکمتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حکمت کو ترجیح دی ہے یعنی یہودیوں سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع کیا گیا [1]۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے [2]

بَابُ كَرَاهَةِ مَسْحِ الْحَصَى وَتَسْوِيَةِ التُّرَابِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کنکریاں ہٹانے اور مٹی صاف کرنے کی کراہت

۱۱۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُعَيْقِيبٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْحَ فِي الْمَسْجِدِ يَعْنِي الْحَصَى فَقَالَ إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹانے کے بارے میں فرمایا: اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔"

۱۱۲۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ يَحْيَى ابْنُ عُبَيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُعَيْقِيبٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْحِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَاحِدَةً۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکریوں کے بارے میں پوچھا فرمایا ایک بار۔

۱۱۲۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِيهِ حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت معیقیب سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۱۱۲۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ گاہ سے مٹی برابر کرنے والے

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ۔ فتح الباری ج ۳، ص ۸۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ۔

[2] علامہ عبد الرحمان الجزیری۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۲۸۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ حَدَّثَنِی مُعَیْقِیبٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الرَّجُلِ یُسَوِّی التُّرَابَ حَیْثُ یَسْجُدُ قَالَ اِنْ کُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَۃً۔

شخص سے فرمایا اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بیت المال کا عامل مقرر کیا۔ انھیں جذام لاحق ہوگیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطبأ کو جمع کیا جس سے مرض موقوف ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معیقیب کے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گر گئی تھی اور نہیں مل سکی اور انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد مسلمانوں میں فتنہ واقع ہوگیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں فوت ہوگئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے ایام خلافت میں ۴۰ ھ میں فوت ہوئے۔ [1]

حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام

حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت خذیفہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نماز میں ایک مرتبہ کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما تواضع اور خشوع اور خضوع کے منافی ہونے کی وجہ سے اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

ائمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور غیر مقلدین ایک بار سے زیادہ اس عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے [2]۔

ظاہر ہے کہ فرض، قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتا ہے کنکریاں ہٹانے سے ممانعت خبر واحد سے ثابت ہے جو ظنی الثبوت ہے اور اس کام کے نہ کرنے کا لزوم ثابت نہیں کیونکہ اس کام پر نہ آپ نے کسی وعید کا ذکر کیا نہ یہ فرمایا کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لیے اس کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی کو حرام قرار دینا علامہ ابن حزم کے تفردات میں سے ہے۔

بَابُ النَّهْیِ عَنِ الْبُصَاقِ فِی الْمَسْجِدِ فِی الصَّلٰوۃِ وَغَیْرِہَا

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

۱۱۲۵- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی بُصَاقًا فِی جِدَارِ الْقِبْلَۃِ فَحَکَّہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ یُصَلِّیْ فَلَا یَبْصُقْ قِبَلَ وَجْہِہٖ فَاِنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا، آپ نے اسے کھرچ ڈالا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تم نماز میں ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت نمازی کے سامنے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

[2] علامہ علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۰۵ ھ۔ المحلی جز ۴، ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ ھ

اللّٰهَ قِبَلَ وَجْهِهٖ اِذَا صَلّٰى ۔

۱۱۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ يَعْنِيْ ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِيْ ابْنَ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ اِلَّا الضَّحَّاكَ فَاِنَّ فِيْ حَدِيْثِهٖ نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ مَالِكٍ ۔

ہوتا ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں دیگر کئی اسانید سے اس کی مثل مروی ہے۔

۱۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيٰى اَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهٰى اَنْ يَّبْزُقَ الرَّجُلُ عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ اَمَامِهٖ وَلٰكِنْ يَّبْزُقُ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں بلغم دیکھا۔ آپ نے اسے ایک کنکری سے کھرچ ڈالا پھر آپ نے دائیں جانب یا سامنے تھوکنے سے منع فرمایا اور بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت دی۔

۱۱۲۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدٍ اَخْبَرَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے فرمایا اس سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

۱۱۲۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی بُصَاقًا فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ اَوْ مُخَاطًا اَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهٗ۔

یا رینٹ یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ ڈالا۔

۱۱۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُلَیَّةَ قَالَ زُهَیْرٌ نَا ابْنُ عُلَیَّةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی نُخَامَةً فِیْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ یَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ رَبِّهٖ فَیَتَنَخَّعُ اَمَامَهٗ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یُّسْتَقْبَلَ فَیُتَنَخَّعَ فِیْ وَجْهِهٖ فَاِذَا تَنَخَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْیَتَنَخَّعْ عَنْ یَّسَارِهٖ تَحْتَ قَدَمِهِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَفْعَلْ هٰكَذَا وَوَصَفَ الْقَاسِمُ فَتَفَلَ فِیْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ مَسَحَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں تھوک دیکھا تو لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا "تم لوگ کیا کرتے ہو! ایک شخص اپنے رب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنے سامنے تھوکتا ہے کیا تم لوگ یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے سامنے تھوک دے۔ جب تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو بائیں طرف قدم کے نیچے تھوکے یا کپڑے میں تھوک کر اسے صاف کرے (یہ عمل آپ نے کر کے دکھایا۔ حدیث کے راویوں نے بھی ایسا کیا)۔

۱۱۳۱۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا هُشَیْمٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِیْثِ ابْنِ عُلَیَّةَ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ هُشَیْمٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرُدُّ ثَوْبَهٗ بَعْضُهٗ عَلٰی بَعْضٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ کئی اور اسناد سے بھی اسکی مثل مروی ہے۔ البتہ ایک سند میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے ہیں کہ گویا کہ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تھوک کو) کپڑے میں مل دیتے تھے۔

۱۱۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِی الصَّلٰوةِ فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ فَلَا یَبْزُقَنَّ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے سامنے اور دائیں طرف نہ تھوکے ہاں بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

۱۱۳۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے۔

۱۱۳۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ اَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَاَلْتُ قَتَادَةَ عَنِ التَّفْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

شعبہ بیان کرتے ہیں میں نے قتادہ سے مسجد میں تھوکنے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ فرماتے تھے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

۱۱۳۵- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَا حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ ابْنُ مَيْمُوْنَ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى اَبِيْ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ الدِّيْلِيِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ اُمَّتِيْ حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِيْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُ فِيْ مَسَاوِئِ اَعْمَالِهَا النُّخَامَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا تُدْفَنُ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پہ میری امت کے اچھے اور بُرے تمام اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے امت کے اچھے اعمال میں "راستہ میں ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا" دیکھا اور بُرے اعمال میں مسجد میں "وہ تھوک دیکھا جس کو دفن نہ کیا گیا ہو"۔

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا كَهْمَسٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَاٰيْتُهُ تَنَخَّعَ فَدَلَكَهَا بِنَعْلِهِ.

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی میں نے دیکھا آپ نے تھوکا اور اسے اپنے (بائیں) جوتے سے مل ڈالا۔

۱۱۳۷- وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَنَخَّعَ فَدَلَكَهُ بِنَعْلِهِ الْيُسْرٰى.

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے تھوکا اور اسے اپنے بائیں جوتے سے مل ڈالا۔

تھوکنے کے احکام قبلہ کی جانب تھوکنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ حالتِ نماز ہو یا غیر نماز جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۲۶ کے عموم سے واضح ہے اسی کے حکم میں دائیں جانب تھوکنا ہے۔ مسجد میں بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ اس تھوک کو مسجد میں دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (روایت نمبر ۱۱۳۳) کی روایت میں مسجد میں تھوکنے کو مطلقاً گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آج کل بالعموم مسجد کا فرش پختہ (سیمنٹ یا موزائیک کا) ہوتا ہے اور سیمنٹ یا موزائیک کے فرش کو کھود کر تھوک دفن کرنا بلا ضرورت تنذر کثیر بلکہ مسجد کے خراب کرنے کو مستلزم ہے۔ اس لیے اب مسجد میں تھوکنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ غیر حالت نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو مسجد کے باہر جو وضو کی جگہ مخصوص ہے وہاں تھوکے اور اگر حالت نماز میں تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو اپنی چادر یا قمیص کے ذریعہ فراغت حاصل کرے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث (نمبر ۱۱۲۹) میں تعلیم دی ہے۔

عظمت مصطفیٰ حدیث نمبر ۱۱۲۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے"۔ اس فرمان کی متعدد توجیہات کی گئی ہیں: اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ثواب سامنے ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے کہا اللہ تعالیٰ کو نمازی کے سامنے تشبیہاً فرمایا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس فرمان سے کعبہ کی تعظیم مقصود ہے۔ میرا خیال یہ ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن نمازی چونکہ قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نمازی کا حال اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ قبلہ کی جانب اللہ کی طرف متوجہ اور اس سے مخاطب ہے۔ اس لیے آپ نے نمازی کے حال کے اعتبار سے فرمایا "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک لگا دیکھا اور اسے خود کھرچ کر صاف کر دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ امام کو نمازیوں کے افعال اور احوال کی جستجو میں رہنا چاہیے اور جو کام اور جو بات غلط ہو اس کو ٹوک دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے کہ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ سید المرسلین ہیں کائنات میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ لوگوں کے ڈالے ہوئے تھوک، رینٹ اور بلغم سے عار نہیں کرتے۔ اپنے ہاتھوں سے رینٹ اور بلغم کھرچ کر مسجد کی دیوار صاف کرتے ہیں! اللہ اللہ! یہ وہ ہاتھ ہیں کہ ان ہاتھوں سے آپ کنکریاں پھینکیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال: ۱۷) "آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکی تھیں"۔ آپ نے بیعت رضوان کے وقت صحابہ کرام کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یداللہ فوق ایدیھم۔ (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جن ہاتھوں کا یہ جاہ وجلال ہو یہ شکوہ اور احتشام ہو وہ ہاتھ ہیں اور مسجد کی دیوار سے لوگوں کے تھوکے ہوئے بلغم اور رینٹ کی صفائی!!

اور ہم کیا ہیں اور ہمارے ہاتھ کیا ہیں بلغم اور رینٹ تو الگ رہی معمولی سی گندگی بھی مسجد سے صاف کر دینا ہم اپنی ہتک اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عزت اور شان نہ سلطنت اور امارت میں ہے نہ تقوی اور پرہیزگاری کے بلند بانگ دعوؤں میں، عزت اور شان تو آپ کی اقتداء اور آپ کی پیروی میں ہے۔ اگر امامت اور امارت کا موقع سامنے آئے تو ہم بڑھ کر فخر سے امیر اور امام بن جاتے ہیں۔ اگر اس کا محرک آپ کی پیروی ہے تو جب مسجد کی صفائی کا موقع ہو تو کھلے دل سے بڑھ کر ہمیں مسجد صاف کرنا چاہیے کہ یہ بھی آپ کی پیروی اور آپ کا اسوہ ہے مگر کریں کیا کہ آج لوگوں نے اپنی بڑائی

اور عظمت کے اصول اور پیمانے بدل ڈالے ہیں۔

مسجد کی صفائی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کی نظافت اور اس کی صفائی آپ کو کس درجہ مطلوب تھی کہ آپ نے مسجد میں تھوکنے کو گناہ اور برا عمل فرمایا اور اگر کہیں مسجد میں تھوک دیکھا تو اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا ــــــ علامہ نووی لکھتے ہیں "مسجد میں جو رینٹ دفن نہ کی گئی ہو" آپ نے اس کو برا عمل فرمایا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف رینٹ پھینکنے والا مجرم نہیں ہے وہ سب لوگ مجرم ہیں جو مسجد میں رینٹ دیکھیں اور اس کو دفن یا صاف نہ کریں مسجد میں باقی گندگی ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ گندگی ڈالنے والا اور گندگی دیکھ کر صاف نہ کرنے والا دونوں مجرم ہیں۔

علوم نبوت حدیث نمبر ۱۱۳۴ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں بعض روایات میں تصریح ہے کہ وصال کے بعد بھی آپ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ کہ نیک اعمال پر آپ خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور برے اعمال پر آپ غمگین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں بہر حال اس روایت میں آپ کے علم کی وسعت پر قوی دلیل ہے۔

بَابُ ۲۰ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِی النَّعْلَیْنِ

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا جواز

۱۱۳۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ سَعِیْدِ بْنِ یَزِیْدَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِی النَّعْلَیْنِ قَالَ نَعَمْ۔

سعید بن زید کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا، ہاں!

۱۱۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ اَبُوْ مَسْلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا بِمِثْلِهٖ

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا جب جوتی پر نجاست نہ ہو اور پیروں کی انگلیاں جوتی کی وساطت سے زمین پر لگ سکیں تو جوتی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی تحریر فرماتے ہیں علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ جب جوتی پر نجاست نہ ہو تو اس کیساتھ نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن یہ فعل مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا نماز کے مطالب اور مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ ہر چند کہ انسان کے لباس اور اس کی زینت کی تکمیل جوتی کیساتھ ہوتی ہے اور پابرہنہ شخص عرفاً باوقار اور مزین نہیں قرار دیا جاتا اور نماز وقار اور زینت کی ہیئت کے ساتھ پڑھنی چاہیے لیکن چونکہ جوتیاں بالعموم ایسی جگہ واقع ہوتی ہیں جہاں نجاست اور گندگی ہوتی ہے اور یہی ان کے بنانے کا مقصد ہے اس لیے جوتیاں نماز کی جگہ لانے کے لائق نہیں رہیں اور یہی ادب کا تقاضا ہے جیسے فاخلع نعلیك (طٰہٰ: ۱۲) (وادیٔ مقدس پر اپنی جوتیاں اتار دو) سے ظاہر ہے۔ علامہ عسقلانی کہتے ہیں سنن ابوداؤد اور حاکم میں شداد بن اوس کی روایت سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے "یہود کی مخالفت کرو وہ جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے"۔ اس حدیث کی بنا پر قیاس

سابق کو ترک کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ ہو[1]۔

جوتیوں کی طہارت اگر جوتی پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک پانی سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی اور بعض ائمہ کے نزدیک مٹی لگنے سے وہ جوتی پاک ہو جاتی ہے۔[2]

چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت بعض چیزیں تری کو جذب کر لیتی ہیں جیسے چمڑے اور کپڑے کی مصنوعات، اور بعض جذب نہیں کرتیں جیسے ربڑ، پلاسٹک اور ریگزین کی مصنوعات۔ جو چیزیں نجاست کو جذب کر لیتی ہیں ان کو پاک کرنے کے لیے تین دفعہ دھونا فرض ہے اور ہر مرتبہ دھونے کے بعد نچوڑنا ضروری ہے۔ اگر نچوڑا نہ جا سکے تو ایک دفعہ دھونے کے بعد خشک ہونے دیں اور یہ نچوڑنے کے قائم مقام ہے۔ تین بار اس طرح کریں تب وہ چیز پاک ہوگی اور اگر وہ چیز تری کو جذب نہیں کرتی تو اس کو پاک کرنے کے لیے اس پر تین دفعہ پانی بہا دینا کافی ہے۔ اس قاعدہ سے معلوم ہو گیا کہ اگر جوتی چمڑے کی ہے تو اس کو پہلے ذکر کردہ طریقے سے پاک کیا جائے اور اگر ربڑ یا پلاسٹک کی ہے تو دوسرے طریقے سے۔

باب ۳۰۱ کَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ فِیْ ثَوْبٍ لَهٗ اَعْلَامٌ

بیل بوٹے دار کپڑوں میں نماز کی کراہت

۱۱۴۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِیْ خَمِيْصَةٍ لَهَا اَعْلَامٌ وَقَالَ شَغَلَتْنِیْ اَعْلَامُ هٰذِهٖ فَاذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى اَبِیْ جَهْمٍ وَاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِيَّةٍ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقشین چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا اس چادر کے نقوش میرے انہماک میں مخل انداز ہوئے یہ چادر ابوجہم کو دے دو اور اس کی چادر مجھے لا دو۔

۱۱۴۱۔ وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ فِیْ خَمِيْصَةٍ ذَاتِ اَعْلَامٍ فَنَظَرَ اِلٰى عَلَمِهَا فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ اِذْهَبُوْا بِهٰذِهِ الْخَمِيْصَةِ اِلٰى اَبِیْ جَهْمِ بْنِ حُذَيْفَةَ وَاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِيَّتِهٖ فَاِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ اٰنِفًا فِیْ صَلٰوتِیْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نقشین چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے لگے۔ نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا یہ چادر ابوجہم بن حذیفہ کے پاس لے جاؤ اور ان کی چادر مجھے لا دو کیونکہ اس چادر نے میری توجہ میں خلل ڈال دیا۔

۱۱۴۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱، ص ۴۹۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جزء ۴ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ خَمِيصَةٌ لَهَا عَلَمٌ فَكَانَ يَتَشَاغَلُ بِهَا فِي الصَّلٰوةِ فَأَعْطَاهَا أَبَا جَهْمٍ وَ أَخَذَ كِسَاءً لَهُ أَنْبِجَانِيًّا.

کے پاس ایک نقشین چادر تھی جس کے نقوش کی وجہ سے آپ کی توجہ میں خلل ہوتا تھا آپ نے وہ چادر ابوجہم کو دیدی اور اس سے سادہ چادر لے لی۔

اشیاءِ زینت کا حکم اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقش و نگار والے کپڑوں کا پہننا اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ کہ نماز میں معمولی غور و فکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ایسے امور کی طرف توجہ ہو جو افعال نماز سے نہیں ہوتے کیونکہ حضور نے نقشین چادر پہن کر نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف توجہ بھی فرمائی۔ ہر چند کہ یہ فعل غیر اولیٰ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شارع ہیں اس لیے آپ نے بیان جواز کے لیے یہ فعل کیا۔ اور بعد میں آپ نے جب یہ چادر واپس کر دی تو یہ ہدایت دی کہ جو چیز یاد اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی طرف توجہ اور اس کی عبادت میں خلل اور غفلت کا سبب ہوں ان سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ خاص طور پر حالتِ نماز میں ایسی چیزوں کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے، غور کیجیے جس امت کے پیغمبر نے نقشین چادر تک کو اپنے پاس رکھنا گوارہ نہیں کیا اس امت کا زینت دنیا، لہو و لعب اور یادِ خدا سے غافل کرنے والے دوسرے امور میں مشغول رہنا کہاں تک درست ہوگا! متقدمین فقہا نے مسجد کی محراب میں نقش و نگار بنانے اور اسے مزین کرنے کو اسی بناء پر مکروہ قرار دیا ہے البتہ متاخرین فقہاء کہتے ہیں کہ آج لوگ جب اپنے گھروں کی آرائش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا گھر سجاوٹ اور آرائش کے زیادہ لائق ہے اور اب چونکہ یہ زیب و زینت ایک عام معمول بن چکی ہے اس لیے یہ خطرہ نہیں ہے کہ مساجد کی سجاوٹ سے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری اشیاء اور ان کی شکل و صورت کی نفوس قدسیہ کے قلوب میں تاثیر ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نقشین چادر ناپسند تھی تو آپ نے حضرت ابوجہم کو وہ چادر کیوں بھیجی اس کے جواب میں علماء نے لکھا کہ آپ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھنا ناپسند فرماتے تھے اور حضرت ابوجہم کو اس لیے چادر نہیں بھیجی تھی کہ وہ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھیں وہ اسے کسی اور طریقہ سے بھی اس کو استعمال کر سکتے تھے اور چونکہ یہ چادر حضرت ابوجہم نے ہدیۃً دی تھی اس لیے ان سے فرمایا کہ وہ اس کی بجائے سادہ چادر بھیج دیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ہدیہ رَدّ نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی وجہ سے کسی کا تحفہ ناپسند ہو تو اس کو تبدیل کرا لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عبادت کے وقت اللہ عزوجل کی طرف متوجہ رہتی تھی اور آپ اسی حال میں مستغرق رہتے تھے لیکن بعض اوقات آپ پر عوارض بشریہ اثر انداز ہوتے تھے لیکن آپ کے یہ احوال حکمت تشریع سے خالی نہیں ہوتے تھے۔

باب ۲۰۲ کَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ الَّذِي يُرِيدُ أَكْلَهُ فِي الْحَالِ

کھانے کے وقت نماز کی کراہت

۱۱۴۳ - أَخْبَرَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ حَرْبٍ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْعَشَآءُ فَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز کی اقامت (تکبیر) کے وقت شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو۔

۱۱۴۴ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قُرِّبَ الْعَشَآءُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِهٖ قَبْلَ اَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَآئِكُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مغرب کی نماز کھڑی ہونے لگے اور شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لو، کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

۱۱۴۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَحَفْصٌ وَوَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت انس کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ عَشَآءُ اَحَدِكُمْ وَاُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَآءِ وَلَا يَعْجَلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے سامنے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور جماعت بھی کھڑی ہو جائے تو وہ پہلے کھانا کھائے اور کھانے کی فراغت سے پہلے نماز کے لیے جلدی نہ کرے۔

۱۱۴۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ يَعْنِيْ ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجٌ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ اَيُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ قَالَ تَحَدَّثْتُ اَنَا وَالْقَاسِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ حَدِيْثًا وَكَانَ الْقَاسِمُ

ابن ابی عتیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور قاسم بن محمد (حضرت عائشہ کے بھتیجے) حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان کرنے لگے۔ قاسم بن محمد بہت باتونی تھے (ان کی

رَجُلًا لَحَّانَةً وَكَانَ لِأُمِّ وَلَدٍ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ مَالَكَ لَا تُحَدِّثُ كَمَا يُحَدِّثُ ابْنُ أَخِي هٰذَا أَمَا إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ مِنْ أَيْنَ أُتِيتَ هٰذَا أَدَّبَتْهُ أُمُّهُ وَأَنْتَ أَدَّبَتْكَ أُمُّكَ قَالَ فَغَضِبَ الْقَاسِمُ وَأَضَبَّ عَلَيْهَا فَلَمَّا رَأَى مَائِدَةَ عَائِشَةَ قَدْ أُتِيَ بِهَا قَامَ قَالَتْ أَيْنَ قَالَ أُصَلِّي قَالَتْ اجْلِسْ قَالَ إِنِّي أُصَلِّي قَالَتِ اجْلِسْ غَدَرْتَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ۔

ماں ام ولد تھیں) حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا "کیا بات ہے تم اس بھتیجے کی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟ میں جانتی ہوں تم کہاں سے آئے ہو اسے اس کی ماں نے ادب سکھایا ہے اور تمہیں تمہاری ماں نے" یہ سن کر قاسم رنجیدہ ہوئے اور حضرت عائشہ سے اپنے رنج کا اظہار بھی کیا۔ قاسم نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ دستر خوان لگوا رہی ہیں تو وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" کہنے لگے "نماز پڑھنے"۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ"۔ وہ کہنے لگے "میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں"۔ دوسری بار حضرت عائشہ نے فرمایا: "اے بے وفا! بیٹھ جا!! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا نہ کھانے کے وقت نماز پڑھو نہ حوائج ضروریہ کے وقت (یعنی جس وقت تم قضاء حاجت کو روک رہے ہو۔)

۱۱۴۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَازِمٍ الْقَاصُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ (ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةَ الْقَاسِمِ

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ کی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں قاسم بن محمد کا قصہ نہیں ہے۔

کھانے کو نماز پر مقدم کرنا

بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف روزہ دار کے لیے کھانے کو نماز پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ احادیث میں "عشا" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں نماز مغرب کی تصریح ہے۔ لیکن اس سے بہر حال یہ لازم نہیں آتا کہ یہ رخصت صرف روزہ دار کیلئے ہے کیونکہ نماز سے مراد اگر نماز مغرب بھی ہو تو بھی کسی حدیث میں اس نماز کی رمضان کے ساتھ تقیید نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بالعموم احادیث میں "عشاء" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے لیکن بعض احادیث میں مطلقاً طعام (کھانے) کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۴۸ میں مذکور ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ مطلقاً ہر شخص کے لیے جائز ہے، کہ وہ کھانے کے وقت نماز کو مؤخر کر دے خواہ کسی وقت کا کھانا ہو۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر شدید بھوک لگی ہو تو نماز کو مؤخر کرے ورنہ نہیں۔ اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل، اہل ظاہر، اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائیگی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر...

کھانا کم ہو تو کھانا شروع کرے ورنہ نماز[1]

یہ آراء صحیح نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانب تشدید نہیں فرمائی۔ جماعت کے وقت کھانا تیار ہونے کی صورت میں آپ نے کھانے کو مقدم کرنے کی ہدایت کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ان احادیث سے ظاہر ہے اور ایک موقعہ پر جب آپ بکری کی دستی کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران نماز کی اقامت (تکبیر) ہو گئی تو آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور جا کر نماز پڑھا دی[2]۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کو نماز پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر آپ نے کھانا مؤخر کر دیا۔ اس لیے علامہ ابن حزم کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر کھانا کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائیگی اور امام شافعی کی یہ رائے بھی صحیح نہیں ہے کہ کھانے کو مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب شدید بھوک لگی ہو یا امام مالک کا کھانے کو قلت پر معمول کرنا کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے اور اس عموم کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ معمول تھا اگر جماعت کے وقت کھانا آجاتا تو وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوتے۔ درآں حالیکہ ان کے کانوں میں امام کی قرأت کی آواز آرہی ہوتی تھی[3]۔

احناف کے نزدیک اگر جماعت کھڑی ہو اور کھانا تیار ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی احادیث سے ظاہر ہے تاکہ دل پوری طرح نماز کی طرف متوجہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں بالعموم دل میں کھانے کا خیال آتا رہتا ہے اور اگر پہلے نماز پڑھ لی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کو کھانے یا کسی اور وجہ سے مؤخر نہ کیا جائے"۔ اس بناء پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی احادیث کے معارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحاح اور سنن میں سند کے اعتبار سے کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بخاری اور مسلم کی احادیث بہرحال ابوداؤد سے قوی ہیں نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابوداؤد کی یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے ثالثاً یہ کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب نماز کے وقت کے ختم ہونے کا خطرہ ہو[4]۔

بَابُ نَهْيِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا أَوْ كُرَّاثًا أَوْ نَحْوَهَا مِمَّا لَهُ رَائِحَةٌ كَرِيهَةٌ مِنْ حُضُورِ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَذْهَبَ ذٰلِكَ الرِّيحُ وَإِخْرَاجِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ

لہسن یا کوئی اور بدبو دار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی کراہت

۱۱۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے وہ مسجدوں میں نہ آئے۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۷ ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
[2] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ
[3] ایضاً۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ۔
[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۹۷ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَأْتِيَنَّ الْمَسَاجِدَ قَالَ زُهَيْرٌ فِي غَزْوَةٍ وَلَمْ يَذْكُرْ خَيْبَرَ۔

۱۱۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيحُهَا يَعْنِي الثُّوْمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس ترکاری یعنی لہسن کو کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجد کے قریب نہ آئے جب تک اس کے منہ سے بدبو نہ چلی جائے۔

۱۱۵۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَلَا يَقْرَبَنَّا وَلَا يُصَلِّيَنَّ مَعَنَا۔

ابن صہیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لہسن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب آئے نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے"۔

۱۱۵۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلَا يُؤْذِيَنَا بِرِيحِ الثُّوْمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب آئے نہ ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف دے۔

۱۱۵۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهُمَا فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا ہم نے ضرورت سے مغلوب ہو کر انھیں کھا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو ان بدبودار درختوں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے"۔

۱۱۵۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے

قَالَ وَفِي رِوَايَةِ حَرْمَلَةَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَإِنَّهُ أُتِيَ بِقِدْرٍ فِيهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيحًا فَسَأَلَ فَأُخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنَ الْبُقُولِ فَقَالَ قَرِّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا رَآهُ كَرِهَ أَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لَا تُنَاجِي۔

علیحدہ رہے اسے چاہیے کہ اپنے گھر بیٹھے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں پتیلی لائی گئی جس میں ترکاری تھی آپ نے اس میں بدبو محسوس کی۔ آپ نے اس ترکاری کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ کو اس کے بارے میں بتلایا گیا۔ آپ نے کسی صحابی کے پاس اسے بھیجنے کا حکم دیا۔ اس صحابی نے آپ کی کراہت کی وجہ سے اسے ناپسند کیا۔ آپ نے فرمایا تم کھا سکتے ہو کیونکہ میں بالعموم ان (فرشتوں) سے محو کلام رہتا ہوں جن سے تم محوِ گفتگو نہیں رہتے۔

۱۱۵۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّومَ وَقَالَ مَرَّةً مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّومَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَأَذَّى مِمَّا يَتَأَذَّى مِنْهُ بَنُو آدَمَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لہسن کو کھائے (ایک مرتبہ لہسن اور پیاز دونوں کا ذکر فرمایا) وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جن سے انسانوں کو ایذا پہنچتی ہے۔

۱۱۵۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثُّومَ فَلَا يَغْشَانَا فِي مَسْجِدِنَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۵۸ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمْ نَعُدْ أَنْ فُتِحَتْ خَيْبَرُ فَوَقَعْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تِلْكَ الْبَقْلَةِ الثُّومِ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَأَكَلْنَا مِنْهَا أَكْلًا شَدِيدًا ثُمَّ رُحْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّيحَ فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيثَةِ شَيْئًا فَلَا يَقْرَبَنَّا فِي مَسْجِدِنَا فَقَالَ النَّاسُ حُرِّمَتْ حُرِّمَتْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَيْسَ بِي تَحْرِيمُ مَا أَحَلَّ اللهُ لِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوگ نہ لگے تھے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اس روز ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے لہسن کے پودوں پر ٹوٹ پڑے اور ہم نے خوب سیر ہو کر لہسن کھایا پھر ہم مسجد کی طرف گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدبو محسوس کی تو فرمایا جس شخص نے اس خبیث درخت سے کچھ کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ لوگوں نے کہا لہسن حرام ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کر سکتا لیکن میں لہسن کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔

وَلٰكِنَّهَا شَجَرَةٌ أَكْرَهُ رِيحَهَا.

۱۱۵۹- وَحَدَّثَنَاهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى زُرَاعَةٍ بَصَلٍ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَنَزَلَ نَاسٌ مِنْهُمْ فَأَكَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يَأْكُلْ آخَرُونَ فَرُحْنَا إِلَيْهِ فَدَعَا الَّذِينَ لَمْ يَأْكُلُوا الْبَصَلَ وَآخَرَ الْآخَرِينَ حَتَّى ذَهَبَ رِيحُهَا.

۱۱۶۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلَاثَ نَقَرَاتٍ وَإِنِّي لَا أَرَاهُ إِلَّا حُضُورَ أَجَلِي وَإِنَّ أُنَاسًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ وَلَا خِلَافَتَهُ وَلَا الَّذِي بُعِثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ فَالْخِلَافَةُ شُورَى بَيْنَ هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَإِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا يَطْعَنُونَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ أَنَا ضَرَبْتُهُمْ بِيَدِي هٰذِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ أَعْدَاءُ اللّٰهِ الْكَفَرَةُ الضُّلَّالُ ثُمَّ إِنِّي لَا أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلَالَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلَالَةِ وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ حَتَّى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ يَا عُمَرُ أَلَا تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کے ساتھ ایک پیاز کے کھیت سے گزر ہوا، ان میں سے کچھ لوگوں نے کھیت میں جاکر پیاز کھائی اور کچھ نے نہیں کھائی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلالیا جنھوں نے پیاز نہیں کھائی تھی اور ان کو مؤخر کردیا جنھوں نے پیاز کھائی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہوگئی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کا ذکر فرمایا اور فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں۔ میرے خیال میں اس کی تعبیر صرف یہ ہے کہ میری موت قریب آگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کردو، اللہ تعالیٰ اپنے دین، جناب رسالت مآب کی شریعت اور آپ کی خلافت کو ضائع نہیں ہونے دیگا اگر میری موت جلدی آگئی تو ان چھ حضرات میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلینا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات راضی رہے۔ (یعنی عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) آپ نے مزید فرمایا میرا خیال ہے جن لوگوں سے میں نے دین اسلام کے لیے جہاد کیا ہے وہ لوگ اس خلافت پر طعنہ زن ہوں گے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو بہرحال وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن، گمراہ اور کافر ہیں، مجھ پر زندگی بھر کلالہ (وہ شخص جو فوت ہوجائے اور اس کے ورثا میں نہ والدین ہوں نہ اولاد) کا مسئلہ (کما حقہ) منکشف نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کلالہ کے بارے میں جس قدر سوالات کیے ہیں کسی اور مسئلہ کے بارے میں نہیں کیے اور آپ نے بھی اس مسئلہ میں شدت فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی میرے سینہ میں مار کر فرمایا "اے عمر! کیا تمہاری تسلی سورۂ نساء کی اس آخری آیت سے

الْاَمْصَارِ فَاِنِّیْ اِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَیْهِمْ لِیَعْدِلُوْا عَلَیْهِمْ وَلِیُعَلِّمُوا النَّاسَ دِیْنَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِیِّهِمْ وَیَقْسِمُوْا فِیْهِمْ فَیْأَهُمْ وَیَرْفَعُوْا اِلَیَّ مَا اَشْکَلَ عَلَیْهِمْ مِنْ اَمْرِهِمْ ثُمَّ اِنَّکُمْ اَیُّهَا النَّاسُ تَأْکُلُوْنَ شَجَرَتَیْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِیْثَتَیْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ رِیْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ اِلَی الْبَقِیْعِ فَمَنْ اَکَلَهُمَا فَلْیُمِتْهُمَا طَبْخًا۔

نہیں ہوئی جو گرمیوں میں نازل ہوئی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کی ایسی تفسیر کر کے جاؤں گا جس کی مدد سے آنے والی نسلیں اس کے بارے میں فیصلہ کر لیں گی خواہ انھوں نے قرآن مجید پڑھا ہو یا نہ،" اے اللہ! میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے شہروں میں حکام اس لیے مقرر کیے تھے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انھیں دین کی باتیں سکھائیں نبی علیہ السلام کی سنت کی تعلیم دیں، مال (غنیمت) ان میں تقسیم کریں اور جس مسئلہ میں انھیں دشواری ہو اس میں مجھ سے رجوع کریں۔ اے لوگو! تم لہسن اور پیاز کے درختوں سے کھاتے ہو۔ حالانکہ میں ان کو خبیث ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جس شخص کے منہ سے ان کی بدبو آتی آپ اسے حکم دیتے کہ وہ مسجد سے نکل کر بقیع کے قبرستان کی طرف چلا جائے۔ لہٰذا جو شخص انھیں کھانا چاہے وہ انہیں پکا کر ان کی بدبو ختم کر دے۔

۱۱۶۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَبِیْ عَرُوْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ کِلَاهُمَا عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِیْعًا عَنْ قَتَادَةَ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح ایک اور روایت منقول ہے۔

بدبودار اشیا کھا کر مسجد میں جانا

کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع فرما دیا کیونکہ ان کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہسن اور پیاز کی طرح ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے جس سے منہ میں بدبو آئے، نسوار اور تمباکو بھی اسی حکم میں ہیں ان چیزوں کی بدبو سے عام مسلمانوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس لیے جہاں لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ایسی چیز یں کھا کر جانے سے احتراز کرنا چاہیے اور اگر ناگزیر صورت میں ان چیزوں کو استعمال کرنا ہی پڑے تو ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کر کے بدبو زائل کرنے کے بعد جانا چاہیے۔

چونکہ آپ نے بعض صحابہ کو لہسن وغیرہ کھانے کے بعد مسجد میں جانے سے روک دیا اس سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض یا واجب نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور احناف کا یہی مذہب ہے۔

اسلام میں حکومت قائم کرنے کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی بنا دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو نامزد

کر دیا تھا اور خود ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عام انتخاب سے خلیفہ منتخب ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قیام حکومت کیلئے کوئی خاص طریقہ معین نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہ مملکت مقرر کرنے کے لیے خاص ہدایات نہیں دیں نہ اپنے بعد کوئی جانشین چھوڑا۔ ایک حدیث شریف میں ہے: "میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائیگی۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت اور بادشاہت دونوں اسلامی طریقہ حکومت ہیں یہ سمجھنا غلط ہے کہ بادشاہت غیر اسلامی حکومت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تیس سال بعد دنیا میں اسلامی حکومت قائم نہ رہی ہو اور تمام دنیا کے مسلمانوں نے گمراہی اور غلط روی کو قبول کر لیا ہو۔ اسلامی حکومت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ مسلمانوں کا حکمران مسلمان ہو، مملکت کے نظم ونسق اور حدود الٰہیہ کو قائم کر سکتا ہو اور ملک کی غالب اکثریت نے اسے اپنا حاکم مان لیا ہو، خلیفہ ہونا اور چیز ہے اور سلطان ہونا الگ بات ہے۔ اس وقت اگر ہم دنیا کے اسلامی ممالک کو دیکھیں تو کہیں بادشاہت قائم ہے، کہیں پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ کہیں صدارتی نظام حکومت ہے کہیں جمہوریت ہے اور کہیں مارشل لاء ہے۔ خود پاکستان میں ہر قسم کے نظام ہائے حکومت قائم رہ چکے ہیں۔

بَابُ ۲۰۴ النَّهْيِ عَنْ نَشْدِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ سَمِعَ النَّاشِدَ

مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرنے کی ممانعت

۱۱۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بآواز بلند کسی شخص کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو کہے "اللہ کرے تیری چیز نہ ملے" کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں

۱۱۶۳ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْمُقْرِئُ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۱۶۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَقَالَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے مسجد میں اعلان کر کے کہا "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے؟" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تجھے نہ ملے"۔ مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ۔

ہیں

۱۱۶۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا صَلَّى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ دَعَى إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کہا: "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تجھے نہ ملے"! مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی ہیں

۱۱۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ بَعْدَ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ فَأَخَذَ بِرَأْسِهِ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ شَيْبَةُ بْنُ نُعَامَةَ أَبُو نُعَامَةَ رَوَى عَنْهُ مِسْعَرٌ وَهُشَيْمٌ وَجَرِيرٌ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْكُوفِيِّينَ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے بعد ایک دیہاتی مسجد کے دروازہ سے اندر داخل ہوا..... بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ان احادیث کے پیش نظر مکروہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت وعظ و نصیحت اور ذکر الٰہی کے علاوہ مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ عمل مسجد کے آداب کے خلاف ہے آجکل پاکستان کے شہروں اور دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ کسی کا مویشی یا بچہ گم ہو جائے تو مسجد میں اعلان کرتے ہیں اگر اہل مسجد نے مسجد بناتے وقت کوئی جگہ خارج از مسجد بنائی ہے اور اس میں لاؤڈ اسپیکر کے مالک کا انتظام ہے تو اس جگہ اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ اعلان خارج از مسجد ہے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اہل محلہ کو مطلع کرنا مقصود ہے اور اگر اس قسم کا انتظام نہیں ہے تو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

مسجد میں سوال کا حکم

کسی شخص کا مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا ممنوع ہے۔ علامہ حصکفی لکھتے ہیں کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے[1] البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے لیے سوال کرنا تو حرام ہے البتہ دوسرے مسلمان کی مدد کے لیے سوال کرنا جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد مضر کے خستہ حال لوگوں کے لیے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی[2]۔ مسجد میں سائل کو دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ حصکفی نے اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرتا ہے تو اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ معصیت پر معاونت ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۱۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۸۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی

سعیدی) ورنہ نہیں [1]۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک سائل کو دیکھا میں نے عبدالرحمان کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس کو دے دیا۔

فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسماعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہیے کہ ستر پیسے اللہ کے نام پر اور دے کہ اس پیسے کا کفارہ ہوں اور کسی دوسرے کے لیے مانگنا یا مسجد میں کسی اور ضرورت دینی کے لیے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے [2]۔

فاضل بریلوی نے امام زاہد رحمۃ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے وہ اسی سائل پر محمول ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرے ایسے سائل کو دینا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ ابن حجر اور علامہ شامی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ وَالسُّجُودِ لَهٗ ۲۰۵

سجدہ سہو کا بیان

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ جَآءَهُ الشَّيْطٰنُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى فَاِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آکر (ارکانِ نماز) اس پر خلط ملط اور مشتبہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ اُسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھیں جب تم میں سے کسی شخص کو یہ امر پیش آئے وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے۔"

۱۱۶۸ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِيَ بِالْاَذَانِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعُ الْاَذَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے، اذان کے بعد پھر آجاتا ہے اور جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے، تکبیر کے بعد آکر نمازی کو وسوسہ ڈالنا شروع

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۳۶ مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت فیصل آباد

فَإِذَا قُضِيَ الْأَذَانُ أَقْبَلَ فَإِذَا ثُوِّبَ بِهَا أَدْبَرَ فَإِذَا قُضِيَ التَّثْوِيبُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يَظَلَّ الرَّجُلُ أَنْ يَدْرِيَ كَمْ صَلَّى فَإِذَا لَمْ يَدْرِ أَحَدُكُمْ كَمْ صَلَّى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ۔

کر دیتا ہے اور اس کی بھولی ہوئی باتوں کے بارے میں کہتا ہے "فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر" حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو یہ یاد نہ رہے کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے۔

۱۱۷۰۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَعَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا سُثِّبَ بِالصَّلٰوةِ وَلِيَ وَلَهُ ضُرَاطٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَزَادَ فَهَنَّاهُ وَمَنَّاهُ وَذَكَرَ مِنْ حَاجَاتِهِ مَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے، بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔ اور یہ زیادہ ہے کہ پھر وہ اسے آکر رغبتیں اور آرزوئیں دلاتا ہے اور اس کی وہ ضرورت یاد دلاتا ہے جو اسے یاد نہ تھی

اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

اذان سن کر شیطان کے بھاگنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت سے اضطراری طور پر اس کا گوز نکل جاتا ہے اور وہ بھاگ جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہوا وہ یعنی گوز مار کر بھاگ پڑتا ہے یا یہ کہ بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہوئے دیکھنا اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اس لیے اعراضاً بھاگ جاتا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جب وہ بھاگ جاتا ہے تو پوری نماز کے دوران وہ کیسے موجود رہتا ہے۔ جب کہ نماز میں از اوّل تا آخر اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اذان کے ذریعہ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ نماز کے ذریعہ بدرجہ اولیٰ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اذان میں چونکہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اس لیے شیطان وسوسہ اندازی سے مایوس ہو جاتا ہے اور نماز میں اس کے لیے وسوسہ اندازی کا دروازہ کھل جاتا ہے اس لیے لوٹ آتا ہے یہ جواب بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر توحید کا اعلان وسوسے کو روکنے کا سبب ہے تو نماز، اذان کی بہ نسبت توحید کے اعلان کو زیادہ شامل ہے۔ لہٰذا نماز کے وقت بھی اسے بھاگ جانا چاہیے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض کلمات میں اللہ تعالیٰ نے مخصوص تاثیر پیدا کر دی ہے مثلاً لاحول ولا قوۃ ۔ سے شیطان کا بھاگنا یا جیسے آیۃ الکرسی میں یہ تاثیر ہے کہ رات کو اس کو پڑھ کر سونے والا شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اذان میں تاثیر رکھ دی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اذان دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت ہو رہی ہوتی ہے اسکا تقاضا یہ ہے کہ شیطان ہر وقت مفرور رہے اور اسے کسی کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ہی نہ ملے حالانکہ وہ یعنی ہر وقت وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک شیطان ہی تو وسوسہ کے لیے مصروف عمل نہیں ہے، اس کی بے شمار ذرّیات بھی ہیں اس لیے اگر مان لیا جائے کہ وہ خود ہمہ وقت مفرور ہے تو اس کی ذریات وسوسہ اندازی کے لیے کافی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف کے مطابق ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے اور اذان سن

کر دہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور نماز کے وقت لوٹ آتا ہے۔ جس جگہ بھی اذان اور نماز ہوتی ہے وہاں کے انسانوں کے ساتھ جو شیاطین متعلق ہوتے ہیں ان کا یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اذان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے، وہاں تک کی ہر خشک و تر چیز اس کے لیے استغفار کرتی ہے اور نماز کو جانے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دو اذانوں کے درمیان گناہ مٹا دیے جاتے ہیں[1]۔

۱۱۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيمِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھا کر بغیر قعدہ کیے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور ہم سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ نے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔

۱۱۷۲۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيفِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوسِ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت میں کھڑے ہو گئے نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے ہر سجدہ کے ساتھ تکبیر کہی یہ سجدے اس قعدہ کے عوض تھے جو آپ بھول گئے تھے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

۱۱۷۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَزْدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الشَّفْعِ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَجْلِسَ فِي صَلٰوتِهِ فَمَضٰى فِي صَلٰوتِهِ فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ الصَّلٰوةِ سَجَدَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دگانہ کے بعد کھڑے ہو گئے جس کے بعد آپ کا بیٹھنے کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد آپ نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ آخر میں سلام سے پہلے سجدہ کیا۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح احناف

نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کے ترک کرنے سے، یا فرض کی تاخیر سے (کہ درحقیقت وہ بھی ترک واجب ہے) نماز میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مثلاً نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے رہ گئی یا سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا رہ گیا یا قعدہ اولیٰ رہ گیا یا تین رکعات کے بعد بیٹھ کر چوتھی رکعت میں کھڑا ہوا اور اس طرح فرض میں تاخیر ہو گئی ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کرلے اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے۔

سجدہ سہو میں ائمہ کے مسالک حسب ذیل ہیں:

حنفیہ: سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

شافعیہ: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

مالکیہ: نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ کرے۔

حنابلہ: جن صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعد میں سجدہ کرے۔

غیر مقلدین: ان صورتوں کے سوا سجدہ نہ کرے جن میں آپ نے سجدہ کیا اور وہ پانچ صورتیں ہیں، اوّل: دو رکعت کے بعد بلا قعدہ کھڑے ہو گئے جیسا ابن بحینہ کی روایت میں ہے۔ ثانی: دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ ذوالیدین کی روایت ہے۔ ثالث: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جیسے عمران بن حصین کی روایت ہے۔ رابع: پانچ رکعات پڑھا دیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے۔ خامس: شک کی صورت میں سجدہ کیا جیسا ابوسعید خدری کی روایت ہے۔[1]

سجدہ سہو میں ائمہ کا یہ اختلاف اولویت میں ہے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے کہ "سلام کے بعد دو سجدے کرے"۔ شوافع جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ذکر ہے کہ آپ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا اور یہ احادیث ان احادیث سے معارض ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ نے سلام کے بعد سجدہ کیا، رہا یہ کہ بعض احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "سلام سے پہلے سجدہ کرو" تو ان روایات کی اسانید میں ضعف ہے مثلاً حضرت ابوسعید کی روایت مسلم میں متصل ہے لیکن امام مسلم اس کے اتصال میں منفرد ہیں۔ امام مالک اس کو مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ کی روایت جو نسائی میں ہے اس کی سند میں یوسف ہے اس کے بارے میں نسائی کہتے ہیں غیر مشہور راوی ہے، علیٰ ہذا القیاس اس کے برخلاف صحیح روایات میں آپ کا قول ہے کہ سلام کے بعد سجدہ کرو۔ مثلاً عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شك فی صلوٰته فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم۔ "جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ سلام کے بعد دو سجدے کرے"۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۲۵) (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸) "عن ثوبان لکل سهو سجدتان بعد ما یسلم" (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۳۷) ثوبان سے روایت ہے کہ سہو میں سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴۰۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

امام مالک نے ایک مرتبہ ہارون الرشید کے سامنے بیان کیا کہ اگر نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ سہو کرے۔ امام ابو یوسف نے اعتراض کیا کہ اگر کسی شخص سے نماز میں کمی بھی ہو اور زیادتی بھی تو وہ کیا کرے؟ امام مالک سے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں بن سکا۔ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر بھی یہ اعتراض بعینہٖ وارد ہوتا ہے۔ رہے غیر مقلدین تو وہ جن پانچ صورتوں میں سجدہ سہو کے قائل ہیں ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں بھی کمی زیادتی سے سہو ہو سکتا ہے اس کی تلافی کے لیے آخر کیا طریقہ کار ہو گا؟۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے، امام شافعی سجدہ سہو کے لیے تشہد کے قائل نہیں ہیں نیز امام ابو حنیفہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے امام اعظم کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے سجدہ سہو کا امر فرمایا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ [1]

اگر کسی شخص کو سجدہ سہو میں سہو لاحق ہو تو اس پر مزید سجدہ سہو نہیں ہے، علم صرف کے ایک امام نے اس پر ایک نفیس دلیل قائم کی اور کہا سجدہ سہو نماز کی تصغیر ہے اور تصغیر کی تصغیر نہیں آتی اس لیے سجدہ سہو کے سہو کے لیے سجدہ نہیں ہو گا۔

۱۱۷۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَوتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَوتَهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار، تو شک کو ساقط کر دے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ اب اگر اس نے (واقع میں) پانچ رکعت پڑھی ہیں تو ان دو سجدوں کے ساتھ چھ رکعات ہو جائیں گی اور اگر چار رکعات پڑھی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کی ذلت کا سبب ہو جائیں گے۔

۱۱۷۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي مَعْنَاهُ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ السَّلَامِ كَمَا قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ۔

ایک اور سند سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۷ ص ۳۰۴۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی

جب نمازی کو شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو اس صورت میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ جتنی رکعات کا یقین ہے اس کے مطابق نماز پڑھے مثلاً جب تین اور چار میں تردد ہے تو تین رکعات تو یقینی ہیں اس لیے ان رکعات کو تین قرار دے۔ ان کی دلیل حدیث مذکور الصدر ہے [۱]۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ شک کی صورت میں تین حکم بیان فرماتے ہیں: اگر پہلی بار شک واقع ہوا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ "طبرانی میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز میں بھول گیا اور اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نماز دہرائے اور بیٹھ کر دو سجدے کرے [۲]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تین اور چار رکعات کے تردد میں جو جانب راجح ہو اور جس پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو تو صحیح صورت پر غور کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے پھر دو سجدے کرے [۳]۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جب اسے تین اور چار رکعات کے درمیان تردد ہو اور کوئی جانب راجح نہیں ہو تو جتنی رکعات کا یقین ہو اتنی رکعات قرار دے کر نماز پڑھے جس کو فقہی اصطلاح میں بناء علی الاقل کہتے ہیں۔ اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث ہے یعنی شک کو ساقط کرے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے۔ [۴]۔

جب تین یا چار رکعات کا تردد ہو اور نمازی ان کو تین رکعات قرار دے تو بیٹھ کر تشہد پڑھے اس کے بعد ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے۔ تین رکعات کے بعد بیٹھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہو سکتا ہے کہ واقع میں وہ چار رکعات ہوں تو کہیں قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اس کا ترک لازم نہ آئے۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی (راوی ابراہیم) کہتے ہیں) آپ نے نماز میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: "یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا کیوں؟ لوگوں نے کہا آپ نے اس اسطرح نماز پڑھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ نے پیر پلٹے اور قبلہ کی طرف

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جزء ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[۲] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۳ ص ۴۱۵-۴۱۴، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ

[۳] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[۴] ایضاً صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ أَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلٰوتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

رخ پھیر لیا دو سجدے کیے پھیر سلام پھیر دیا پھر چہرۂ مبارک ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا لیکن میں تمہاری طرح بشر ہوں اور تمہاری طرح بھول جاتا ہوں لہذا جب میں بھولوں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور تم میں سے جب کسی کی نماز میں شک پیدا ہو غور کرے جو ٹھیک اور صحیح معلوم ہو اس کے مطابق نماز پوری کرے پھر دو سجدے کر کے سلام پھیر دے۔

۱۱۷۷ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ فَلْيَنْظُرْ أَحْرٰى ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ وَفِي رِوَايَةِ وَكِيعٍ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ.

ایک اور سند کے ساتھ کچھ تغیر سے یہ روایت منقول ہے۔

۱۱۷۸ - حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا مَنْصُورٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَنْصُورٌ فَلْيَنْظُرْ أَحْرٰى لِلصَّوَابِ.

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جسمیں یہ ہے جب شبہ پیدا ہو تو غور کرے (نماز کی) درستگی کے لیے یہی مناسب ہے۔

۱۱۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی کچھ تغیر سے یہ حدیث مروی ہے۔

۱۱۸۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ أَقْرَبَ ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ.

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔ یہی چیز درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

۱۱۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا فُضَيْلُ ابْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الَّذِي يَرٰى أَنَّهُ الصَّوَابُ.

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔

۱۱۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِ هٰؤُلَاءِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ.

ایک سند کے ساتھ ہے صحیح امر تلاش کرے۔

۱۱۸۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: "کیسے"؟ عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعات پڑھا دیں تب آپ نے دو سجدے کیے۔

۱۱۸۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ صَلَّى بِهِمْ خَمْسًا وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلَّى بِنَا عَلْقَمَةُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ الْقَوْمُ يَا أَبَا شِبْلٍ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ كَلَّا مَا فَعَلْتُ قَالُوا بَلَى قَالَ وَكُنْتُ فِي نَاحِيَةِ الْقَوْمِ وَأَنَا غُلَامٌ فَقُلْتُ بَلَى قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ لِي وَأَنْتَ أَيْضًا يَا أَعْوَرُ تَقُولُ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَانْفَتَلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَلَمَّا انْفَتَلَ تَوَشْوَشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ زِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ لَا قَالُوا فَإِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَانْفَتَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

ابراہیم بن سوید کہتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں جب سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا اے ابو شبل! آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہیں۔ انھوں نے کہا: "ہرگز نہیں!" لوگوں نے کہا آپ نے پڑھائی ہیں ابراہیم کہتے ہیں میں ایک کونے میں تھا اور اس وقت تھا بھی کم سن! میں نے بھی کہا ہاں آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ وہ کہنے لگے: "اے کانے! تو بھی یہ کہتا ہے!" میں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ مڑے اور دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا اور پھر کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کر دیا آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز کچھ زائد ہو گئی ہے؟ فرمایا "نہیں!" حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا اور فرمایا ہر گاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو، بھول جاتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو دو سجدے کرے۔

۱۱۸۵- وَحَدَّثَنَاهُ عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَزِيدَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ خَمْسًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھا دیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز میں زیادتی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے! حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہر گاہ میں تمہاری

قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ اَذْكُرُ كَمَا تَذْكُرُوْنَ وَاَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ۔

طرح بشر ہوں مجھے بھی اسی طرح بات یاد آتی ہے جس طرح تمہیں یاد آتی ہے اور جسطرح تم بھولتے ہو اس طرح میں بھی بھول جاتا ہوں پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے۔

۱۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَادَ وَنَقَصَ اَوْ نَقَصَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْوَهْمُ مِنِّيْ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَزِيْدُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ تَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کمی یا زیادتی کے ساتھ نماز پڑھا دی (ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ وہم میری طرف سے ہے) آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کچھ زیادتی ہو گئی ہے آپ نے فرمایا ہرگاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، بھول جاتا ہوں۔ جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو بیٹھ کر دو سجدے کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قبلہ کی طرف) پھرے اور دو سجدے کیے۔

خصائص مصطفےٰ

اس باب کی متعدد احادیث میں اس بات کا بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے نماز کے دوران گفتگو کی۔ علامہ نووی کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں گفتگو کی اباحت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود صحابہ کرام نے آپ سے گفتگو کی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: "ہمارے اور دیگر علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔ یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور شخص سے نمازی بات کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ سے منہ پھیر کر صحابہ کی طرف رخ کر چکے تھے جب آپ نے اس بات کی تحقیق کر لی کہ پانچ رکعات ہوئی ہیں تو پھر آپ قبلہ کی طرف پھر گئے اور یہ بھی آپ کی خصوصیت ہے کوئی اور نمازی نماز میں قبلہ سے پھر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی نماز کے اتمام میں قبلہ کے محتاج نہیں ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ قبلہ اپنے قبلہ ہونے میں آپ کا محتاج ہے۔ آپ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ قبلہ تھا اور جب آپ نے کعبہ کو قبلہ بنانا پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ بنا دیا، آج کعبہ کی یہ تعظیم و تکریم، چہار سو سے اس کی جستجو، خلق کا ہجوم اور اژدھام سب آپ کی چشم کرم کا تصدق ہے۔ آپ توجہ نہ فرماتے تو یہ عظمتیں کہاں سے ملتیں۔ بعض عرفاء نے کہا ہے آپ کے جسم کا قبلہ کعبہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ خود ذات الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ یعنی آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کی طرف متوجہ ہے۔

بشریت

ان احادیث میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے: "ہرگاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں" قرآن کریم میں بھی ہے: قل انما انا بشر مثلکم" (کہف: ۱۱۰) آپ کہیے میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں "تمہاری مثل" کی تفصیل اور تحقیق ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے۔ سر دست ہم بشریت پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

بعض لوگ اہلسنت کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس بشر سے مبرا نہیں مانتے اور آپ کو چاند سورج کی طرح نوری مخلوق مانتے ہیں۔ یہ الزام سراسر غلط ہے آپکی حقیقت کیا ہے۔ اس سے بحث کرنا ہمارا منصب نہیں ہے ہمیں کسی چیز کے بارے میں یقینی علم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو حضور سرور کائنات کی

حقیقت کو ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ قرآن کریم سے قطعیت کے ساتھ جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آپ نوع انسان سے مبعوث ہوئے آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ (آلِ عمران: ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے ان میں انھیں سے ایک رسول بھیجا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سورج یا فرشتوں کی طرح کوئی نوری مخلوق ہوتے تو ہم میں سے نہ ہوتے اور نہ یہ ہمارے لیے باعث احسان ہوتا، نیز فرمایا:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔ (توبہ: ۱۲۸)

ہر گاہ تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے انھیں وہ کام گراں گزرتے ہیں جو تم پر دشوار ہیں۔

اور فرمایا:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر۔

ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے تم لوگ جاننے والوں سے پوچھ لو۔

(انبیاء: ۷)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق بھی فرمایا ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

ہر گاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آگئی۔

(مائدہ: ۱۵)

نور کے معنی میں کہا گیا ہے کہ نور وہ کیفیت ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے۔ اسی وجہ سے چاند سورج اور ستاروں میں جو کیفیت ضیائیہ ہے اس کو نور کہا جاتا ہے اس کے علاوہ جس صفت کے ساتھ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کیا جائے اس کو بھی نور کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے علم اور ہدایت کو نور کہتے ہیں پہلا نور مادی ہے اور دوسرا معنوی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم اور ہدایت کے اعتبار سے علی وجہ الکمال نور تھے۔ اور یہ بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ کفر اور شرک اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا انبیاء کا کام ہے اور یہ کہ افضل نور وہی ہے جو علم اور ہدایت کا نور ہے۔ تاہم بعض مواقع پر آپ سے حسی نور کا بھی ظہور ہوا جیسا کہ بعض روایات میں ہے جب آپ کلام کرتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور کی طرح ایک کیفیت نکلتی دکھائی دیتی [1] اور کہا جا سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ید بیضاء رکھنے کے باوجود بشر تھے تو آپ کے دندان مبارک سے اگر نور کی طرح کوئی کیفیت ظاہر ہو تو وہ بھی آپ کے بشر ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بشر ہونے کے بشری کثافتوں اور مادی غلاظتوں سے پاک تھے اخیارِ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا تاریک سایہ نہ تھا۔ آپ کا خون اور دیگر فضلات طیب اور طاہر تھے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

[1] قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ الشفاء ج ۱ ص ۵۵ / ۲۰۱ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

وقد تکاثرت الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ وعدالائمۃ ذلک فی خصائصہ۔ [۱]

آپ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

علامہ عینی نے بزار، طبرانی، حاکم بیہقی اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ابوطیبہ اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون پی لیا اور حاکم، دارقطنی، اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا۔[۲] علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو طاہر قرار دیتے تھے۔[۳] شیخ اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں آپ کے فضلات کی طہارت ثابت کی لیکن اپنی آخری تصنیف بوادر نوادر میں طہارت کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا کہ جب ایک صحابی نے آپ کا خون پیا تو آپ نے فرمایا "دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہوتا ہے" شیخ تھانوی نے یہ حدیث لکھ کر کہا بس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا قول بلادلیل ہے حالانکہ اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ حرمت نجاست کو مستلزم نہیں مثلاً مالِ غیر حرام ہے نجس نہیں۔

مثلیت اس سلسلہ میں دوسری اہم بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے "آپ کہیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں"۔ اور اس باب کی بعض احادیث میں بھی ہے میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ بعض لوگ اس مسئلہ میں تفریط کا شکار ہیں۔ میں نے خود بعض لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ہم جیسے تھے۔ ایک شخص نے کہا بتلاؤ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ نہ تھے آپ کی دو آنکھیں نہ تھیں آپ کے دو کان نہ تھے (العیاذ باللہ) میں نے کہا ظالم! تم دو ہاتھ تو دکھا دو گے ہاتھوں میں وہ قوت کہاں سے لاؤ گے کہ اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے، کنکریاں پھینکیں تو کفار کے چہرے بگڑ جائیں۔ تمہاری دو آنکھیں تو ہیں لیکن ان آنکھوں میں وہ طاقت کہاں سے لاؤ گے کہ بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو۔ کان تو دو دکھا دو گے لیکن کانوں میں وہ شکتی کہاں سے لاؤ گے کہ جنات اور ملائکہ کا کلام سن سکو بلکہ خود خدائے لم یزل کا کلام سن سکو۔ اس نے کہا صفات اور خواص کی بات الگ رکھیں صرف دو آنکھیں ہونے میں تو میں آپ کی مثل ہوں یہ جدا بات ہے کہ آپ کی آنکھیں کیسی ہیں اور میری آنکھیں کیسی ہیں۔ میں نے کہا اگر صفات اور خواص کا لحاظ نہ رکھا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم خنزیر کی مثل ہو کیونکہ اس کی بھی دو آنکھیں ہیں اور تمہاری بھی دو آنکھیں ہیں اور دو آنکھیں رکھنے میں دونوں برابر ہیں۔ فبہت الذی ..... کہاں ہم کہاں حضور! کوئی ہمیں نماز میں سلام کر دے تو اس کی نماز غارت ہو جائے اور حضور کو سلام کیے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ ہم کسی نمازی کو حالتِ نماز میں بلائیں تو نہ جانا واجب اور سرکار کسی نمازی کو حالت نماز میں بلالیں تو اس کا جانا واجب، ہم قبلہ کے محتاج، ان کا خود قبلہ محتاج۔ ہم کسی سے نماز میں بات کریں تو نماز ٹوٹ جائے اور سرکار کسی نمازی سے نماز میں بات کریں تو نماز قائم بلکہ کامل رہے۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان جیسے نہیں۔ میدان حشر میں دنیا دیکھے گی کہ جب اللہ عزوجل جلالہ میں ہوگا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے یارائے سخن نہیں ہوگا کوئی زبان شفاعت نہیں کھولے گا۔ اس وقت اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ لاہور۔

[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۳، ص ۳۵ مطبوعہ مصر۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹۔

[۳] ایضاً شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ۔ بوادر نوادر ص ۴۴۹ مطبوعہ لاہور۔

کرے گا تو وہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اس گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ کائنات میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے تو پھر قرآن اور حدیث میں کیوں آیا ہے "میں تمہاری مثل بشر ہوں"، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف اس بات میں حضور کی مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ حضور خدا ہیں۔ کسی وجودی چیز میں ہم حضور کے مماثل نہیں ہیں۔ مماثلت صرف اس عدمی چیز میں ہے۔ عدم الوہیت میں ہم حضور جیسے ہیں اور کسی وصف میں آپ کے مماثل نہیں ہیں۔

آپ کا نسیان اس باب کی متعدد حدیثوں میں آیا ہے انسی کما تنسون۔ میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ اس لیے اس مقام پر نسیان کی تشریح بھی ضروری ہے: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان جائز نہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیاوی معاملات میں اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا ہے لیکن علی الفور اللہ تعالیٰ آپ کو امر واقعہ سے آگاہ کر دیتا ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امور اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آ سکتا[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے نماز پڑھتے وقت آپ یادِ الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ افعالِ نماز سے آپ کی توجہ ہٹ گئی اور بجائے چار کے پانچ رکعات پڑھا دیں جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور افعالِ نماز میں توجہ نہیں رہتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور سرکار مولیٰ کی محبت میں بھولتے ہیں ہمارا بھولنا نقص اور آپ کا بھولنا کمال، ہماری بھول.. غفلت اور آپ کی بھول اطاعت ہے۔ اور آپ کا فرمانا میں تمہاری طرح بھولتا ہوں نفس نسیان میں مماثلت کے طور پر یا تواضع ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں: "انی لانسی او انسی لا سن"[2] "میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں" تاکہ کوئی سنت قائم ہو۔ اور قاضی عیاض روایت کرتے ہیں: "لست انسی و لکن انسی"[3] "میں بھولتا نہیں ہوں لیکن بھلا دیا جاتا ہوں"۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں نہ بھولتے اور سجدہ سہو نہ کرتے تو آپ کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن بعد میں جب ہم بھولتے اور ہمیں سہو لاحق ہوتا تو ہماری نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی سہو کے مسائل بتلا دیتے اور خود نہ بھولتے تب بھی تبلیغ کا تقاضا پورا ہو جاتا تو میں کہوں گا پھر ہر کام کی ادائیگی کے لیے آپ کا نمونہ حاصل نہ ہوتا اور سجدہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۸۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، بالطبعۃ الثانیہ۔
[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ۔ الشفاء ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ عبدالنواب اکیڈمی ملتان۔
ایضاً حافظ ابن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید ج ۵ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ
ایضاً " تمہید ج ۶ ص ۳۹۲ " "
ایضاً علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموطا للزرقانی ج ۱ ص ۱۸۴ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر۔

سہو ادا کرنے والوں کو شرف بالاقتداء حاصل نہ ہوتا۔

پانچ رکعات کی تصحیح نمازی نے چار رکعات فرض نماز بھول کر پانچ رکعات پڑھ لیں تو دیکھنا یہ ہے کہ اس نے چار رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر قعدہ کر لیا ہے تو فرض ادا ہو گیا۔ اب سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے [1] اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ چھ رکعات امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے مذہب پر نفل ہو جائیں گی۔ البتہ امام محمد کے نزدیک یہ چھ رکعات باطل ہو گئیں۔ کیونکہ بطلان فرضیت سے اصل نماز باطل ہو گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض ہے جو یہاں رہ گیا [2] امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک نوافل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض نہیں ہے بلکہ تمام رکعات کے بعد قعدہ فرض ہے اور تمام رکعات بمنزلہ صلوٰۃ واحدہ ہیں حتیٰ کہ آٹھ رکعات بھی ایک قعدہ کے ساتھ صحیح ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ نوافل میں ہر دوگانہ کا مستقل نماز ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ [3]

۱۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے اور گفتگو فرمانے کے بعد دو سہو کے سجدے کیے۔

۱۱۸۸۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِمَّا زَادَ أَوْ نَقَصَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ وَأَيْمُ اللهِ مَا جَاءَ ذَاكَ إِلَّا مِنْ قِبَلِي قَالَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ فَقَالَ لَا قَالَ فَقُلْنَا لَهُ الَّذِي صَنَعَ فَقَالَ إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے نماز میں کچھ زیادتی یا کمی کر دی، راوی ابراہیم کہتے ہیں مجھ کو یہ شبہ مجھے لاحق ہوا ہے، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آگیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت ابن مسعود کہتے ہیں پھر ہم نے ذکر کیا کہ آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کسی شخص سے نماز میں زیادتی ہو یا کمی ہو تو وہ دو سجدۂ سہو کرے، پھر آپ نے دو سجدۂ سہو کیے۔

---

[1] باب مذکور کی احادیث میں پانچ رکعات نماز پڑھنے کی صورت اسی قاعدہ پر محمول ہے اور علامہ نووی کا اس پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قعدہ اخیرہ کرنے یا نہ کرنے کی تفصیل کا حدیث میں ذکر نہیں ہے کیونکہ دوسرے دلائل سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت ثابت ہو چکی ہے۔ سعیدی

[2] محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

۱۱۸۹- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَوَاتِ الْعَشِيِّ إِمَّا الظُّهْرَ وَإِمَّا الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَى جِذْعًا فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاسْتَنَدَ إِلَيْهَا مُغْضَبًا وَفِي الْقَوْمِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَهَابَا أَنْ يَتَكَلَّمَا وَخَرَجَ سَرْعَانُ النَّاسِ يَقُولُونَ قُصِرَتِ الصَّلَوٰةُ فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَقُصِرَتِ الصَّلَوٰةُ أَمْ نَسِيتَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينًا وَشِمَالًا فَقَالَ مَا يَقُولُ ذُو الْيَدَيْنِ قَالُوا صَدَقَ لَمْ تُصَلِّ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَسَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ثُمَّ كَبَّرَ وَسَجَدَ ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ قَالَ وَأُخْبِرْتُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ قَالَ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر مسجد میں قبلہ کی جانب لگے ہوئے ایک ستون کی طرف آئے اور غصہ میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ ان دونوں کو اس مسئلہ میں آپ سے بات کرتے ہوئے ڈر لگا، اور لوگ جلدی سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ نماز میں کمی ہو گئی، حضرت ذوالیدین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آیا نماز میں کمی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا اور پوچھا کہ ذوالیدین کیا کہتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سچ کہتا ہے، آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے! آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیرا اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمران بن حصین نے یہ خبر دی تھی کہ آپ نے سلام پھیر دیا۔

۱۱۹۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَوَاتِ الْعَشِيِّ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۱۹۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ بْنِ أَنَسٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوٰةَ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ فِي رَكْعَتَيْنِ فَقَامَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَقُصِرَتِ الصَّلَوٰةُ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ نَسِيتَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فَقَالَ قَدْ كَانَ بَعْضُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ.

نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ رکعات پڑھیں اور بیٹھ کر سہو کے دو سجدے کیے۔

۱۱۹۲ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْخَزَّازُ قَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ نَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ سَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت پڑھیں پھر سلام پھیر دیا۔ بنو سلیم میں سے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آیا نماز میں کچھ کمی کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۱۱۹۳ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الظُّهْرِ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ بنو سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثِ رَكْعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ وَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا اور گھر جانے لگے، پھر لمبے ہاتھوں والے خرباق نام کے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور آپ کے تین رکعت نماز پڑھانے کا ذکر کیا، آپ غصہ میں چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور نمازیوں سے جا کر پوچھا: کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے ایک اور رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے کر کے سلام پھیرا۔

۱۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَهُوَ الْحَذَّآءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر آپ کھڑے ہو کر حجرے میں جانے لگے۔ ایک لمبے ہاتھوں والے شخص نے کہا:

فِي ثَلٰثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْحُجْرَةَ فَقَامَ رَجُلٌ بَسِيطُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَخَرَجَ مُغْضَبًا فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِي كَانَ تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

یارسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ غصہ میں آئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھا دی پھر آپ نے سلام پھیرا پھر دو سجدۂ سہو کیے اور سلام پھیر دیا۔

۲۰۶ بَابُ سُجُودِ التِّلَاوَةِ

سجودِ تلاوت

۱۱۹۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ السُّورَةَ فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتّٰى مَا يَجِدُ بَعْضُنَا مَوْضِعًا لِمَكَانِ جَبْهَتِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدۂ تلاوت والی سورت کی تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی تھی۔

۱۱۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رُبَّمَا قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَيَمُرُّ بِالسَّجْدَةِ فَيَسْجُدُ بِنَا حَتّٰى إِنَّ بَعْضَنَا لَيَذْهَبُ حَتّٰى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا يَسْجُدُ فِيهِ فِي غَيْرِ صَلٰوةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھتے اور آیت سجدہ تلاوت کرتے تو ہمارے ساتھ سجدہ تلاوت ادا کرتے حتیٰ کہ ہجوم کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو سجدہ کی جگہ نہ ملتی۔

۱۱۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهُ غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِينِي هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی اور سجدہ (تلاوت) ادا کیا۔ آپ کے پاس جتنے لوگ تھے ان سب نے سجدہ کیا، سوا ایک بوڑھے شخص کے اس نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ وہ شخص اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں قتل کیا گیا۔

۱۱۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ وَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى فَلَمْ يَسْجُدْ۔

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کرنی جائز ہے۔ فرمایا امام کے پیچھے قرأت ہرگز جائز نہیں اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم اذا ھوی کی قرأت کی اور سجدہ نہیں کیا

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَرَأَ لَهُمْ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيهَا۔

حضرت ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدۂ تلاوت ادا کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت میں سجدہ کیا ہے۔

۱۲۰۱ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا۔

۱۲۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ مَوْلَى بَنِي مَخْزُومٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ سَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا

۱۲۰۴ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِيهَا فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں عشاء کی نماز پڑھی۔ انھوں نے اذا السماء انشقت تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا آپ نے یہ کیسا سجدہ کیا۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

السَّجْدَةَ؟ فَقَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ بِهَا۔

علیہ وسلم کی اقتدا میں بھی یہ سجدہ کیا تھا اور تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

۱۲۰۶ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عِيسٰى ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ نَا سُلَيْمٌ ابْنُ اَخْضَرَ كُلُّهُمْ عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۲۰۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ اَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ اَبِي رَافِعٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَسْجُدُ فِي اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَقُلْتُ تَسْجُدُ فِيهَا فَقَالَ نَعَمْ رَاَيْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيهَا فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

ابو رافع بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اذا السماء انشقت کی تلاوت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا ہے اور میں تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

سجدۂ تلاوت میں مذاہب ائمہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے[1]۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل یہ ہیں:

قرآن کریم میں ہے۔

"فما لهم لا يؤمنون ٥ واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون۔ (انشقاق: ۲۰، ۲۱)

"وہ کیوں ایمان نہیں لاتے! اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے۔!"

اس آیت میں قرآن مجید کی تلاوت پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور مذمت واجب کے ترک پر کی جاتی ہے۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

"فاسجدوا لله واعبدوا" (نجم: ۶۲)

"اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔"

اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنا واجب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "السجدة على من سمعها" آیت (سجدہ) سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔" صاحب ہدایہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶۔ شرح المسلم للنووی ج ۱، ص ۲۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

نے فرمایا: السجدۃ علی من سمعھا وعلی من تلاھا "آیت (سجدہ) تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے" وجہ استدلال یہ ہے کہ علی وجوب کے لیے آتا ہے۔ لیکن علامہ عینی اور علامہ زیلعی نے بیان کیا ہے کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ حدیث غریب ہے بلکہ ثابت نہیں [1]

امام بخاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انما السجود علی من استمع [2] سجدہ اس پر واجب ہے جو آیت (سجدہ) کو قصداً سنتا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت سجدہ تلاوت کی گئی اور آپ نے سجدہ نہیں کیا۔ [3] باقی ائمہ اور جمہور انھیں روایات کی بناء پر کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے آیت سجدہ سن کر علی الفور سجدہ نہیں کیا اور سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ سننے والے کے ذمہ ہو جاتا ہے چاہے اسی وقت ادا کرے چاہے بعد میں اور ہو سکتا ہے آپ نے اس وقت اس لیے سجدہ نہ کیا ہو تاکہ بعد میں سجدہ کرنے والوں کے لیے سہولت رہے اور آپ کا نمونہ موجود ہو۔

فقہی احکام سجدۂ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رُخ ہونا شرط ہے۔ اوّل آخر تکبیر سنت اور قیام مستحب ہے۔ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے کے بعد سجدہ واجب ہو جاتا ہے خواہ اسے سننے کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اگر ایک مجلس میں کئی آدمی آیت سجدہ تلاوت کریں تو ہر ایک کی تلاوت پر سجدہ واجب ہوگا [4] ——— نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پر رکوع کر لیا جائے یا اس کے بعد تین آیات پڑھ کر رکوع کر لیا جائے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں اور اگر رکوع میں نیت نہ کی ہو تو سجدہ میں بلا نیت سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں۔ اور آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیات سے زیادہ پڑھ کر رکوع کیا تو علیحدہ سجدہ کرنا ہوگا [5] اور اگر نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے سے رہ جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے ——— سجدۂ تلاوت صرف انسان کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے اگر طوطے نے آیت سجدہ پڑھی یا گنبد یا پہاڑ سے ٹکرا کر سجدہ تلاوت کی بازگشت سنی تو سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا [6] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسٹ (خواہ آڈیو یا وڈیو) سے سجدۂ تلاوت کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی سے جو قرأت نشر ہوتی ہے اس میں بالعموم ریکارڈنگ پیش کیجاتی ہے اس لیے ان کی آواز پر بھی سجدہ واجب نہ ہوگا

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ ھ — نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۷۸ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ ھ
[2] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ — صحیح بخاری ج ۱، ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ
[3] ایضاً
[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۷۲۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ
[5] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۷۲۴ " " " "
[6] " " — رد المحتار ج ۱ ص ۷۲۱ " " " "

سجدات کی تعداد

سجدات تلاوت کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک چودہ سجدے ہیں۔ دو سجدے سورۂ حج میں اور تین مفصل میں ہیں اور سورۂ ص میں سجدہ نہیں ہے امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں وہ مفصل کے تین سجدے نہیں مانتے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں۔ مفصل کے سجدے اور سورۂ ص کا سجدہ البتہ حج کا ایک سجدہ نہیں مانتے اور امام احمد کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں وہ سب سجدے مانتے ہیں [1]

روایت تلک الغرانیق کی تحقیق:

اس باب کی تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا۔ مشرکوں نے جو سجدہ کیا اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری (نجم: ۲۰، ۱۹) کیا تم نے دیکھا لات اور عزّیٰ کو اور اس تیسری مناۃ کو۔" تو مشرکین اس بات سے خوش ہوئے کہ قرآن کریم میں ان کے بتوں کا ذکر آگیا اور انھوں نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں مسند بزار اور تفسیر ابن مردویہ میں ایک شدید ضعیف روایت ذکر کی گئی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ومناۃ الثالثۃ الاخری کی تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں خود یہ الفاظ ملا دیے یا آپ کی زبان سے جاری کرا دیے "تلک الغرانیق العلی فان شفاعتھن ترتجی"

"یہ مرغان بلند بانگ ان کی شفاعت کی مقبولیت متوقع ہے"۔ یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کر لیا۔ بعد میں جبرئیل نے آکر عرض کیا آپ نے وہ چیز تلاوت کی جس کو میں لیکر آیا نہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا اور آپ کے استفسار پر بتلایا کہ آپ نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ۔ (حج: ۵۲)

"اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا ہے) جب اس نے آیات کی تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ملائے کو منسوخ کر دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا"۔

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے۔ کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے اور سننے والے اس کی آواز آپ کی آواز قرار دیں اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائیگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا فرمان نہ ہوں بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں بن سکتا تو جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ اس حال میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے۔ جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین نے ان روایات کو رد کر دیا ہے۔ اہل علم میں سوا علامہ عسقلانی اور علامہ کورانی کے کسی نے ان روایات پر اعتماد

---

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۵۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نہیں کیا۔ سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی تبلیغ کے پیش نظر امت میں وسعت کی تمنا کرتے تو شیطان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک ڈال دیتا مثلاً شجرۃ الزقوم کے بارے میں کہتا جہنم میں درخت کا کیا معنی؟ درخت تو لکڑی کا ہوتا ہے اور آگ لکڑی جلا دیتی ہے پھر جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن میں مکھی کا ذکر آیا تو کہا اتنا بڑا خدا ہے اور اتنی حقیر چیز کی مثال دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم۔ (انبیاء: ۹۸) تم اور اللہ کے سوا تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں۔" تو کہا عیسیٰ اور عزیر کی بھی عبادت کی گئی ہے اگر وہ بھی جہنم میں گئے تو ہمارے بت بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (انعام: ۱۲۲) "جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ۔" تو کہا کمال ہے خدا کا مارا ہوا حرام ہو اور تمہارا مارا ہوا حلال ہو جائے!۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ان تمام شبہات کو زائل کر کے اپنے دین اور اپنی آیات کو محکم فرما دیا۔ اس تفسیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمنی کا معنی "پڑھنا" نہیں بلکہ "آرزو کی" ہے [1] اور اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔"

روایت تلک الغرانیق کا متن

امام بزار بیان کرتے ہیں:

حدثنا یوسف بن حماد، ثنا امیة بن خالد، ثنا شعبة، عن ابی بشر، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، فیما احسب اشك فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان بمکة، فقرأ سورة النجم حتی انتھی الی: افرأیتم اللات والعزی ومنا ۃ الثالثة الاخری" فجری علی لسانہ تلک الغرانیق العلی، الشفاعة منھم ترتجی، قال فسمع ذلك مشرکو اھل مکة، فسروا بذلك فامشتد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تبارك وتعالی وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان

امام بزار اپنی سند میں یوسف بن حماد، امیہ بن خالد، شعبہ، ابوبشر، سعید بن جبیر کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے آپ نے سورۂ النجم پڑھی جب اس آیت پر پہنچے "افرایتم اللات والعزی ومنا ۃ الثالثة الاخری" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے: "تلك الغرانیق العلی، الشفاعة منھم ترتجی" "یہ مرغان بلند بانگ، ان کی شفاعت متوقع ہے۔" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "(ترجمہ:) ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ القاء کر دیتا ہے

---

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۱۷، ص ۱۰۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ثم یحکم اللہ اٰیاتہ۔

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

قال البزار لا نعلمہ یروی باسناد متصل یجوز ذکرہ الا بھذا الاسناد و امیہ بن خالد ثقۃ مشھور و انما یعرف ھذا من حدیث الکلبی، عن ابی صالح، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ[1]

امام بزار فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، امیہ بن خالد مشہور ثقہ ہے، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔

علامہ الہیثمی اسی روایت کو امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان الطبرانی قال لا اعلمہ الا عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد تقدم حدیث مرسل فی سورۃ الحج اطول من ھذا و لکنہ ضعیف الاسناد۔[2]

امام طبرانی نے فرمایا میں اس حدیث کو صرف حضرت ابن عباس کی روایت سے جانتا ہوں، سورۂ حج کی تفسیر میں اس سے طویل حدیث گزر چکی ہے لیکن وہ ضعیف الاسناد ہے۔

علامہ الہیثمی نے طبرانی کی سند سے سورۂ حج میں جو طویل حدیث مرسل بیان کی ہے اس کے بعض حصے یہ ہیں:

وقرأ افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان عند ذلک ذکر الطواغیت فقال وانھم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی و ذلک من سجع الشیطان و فتنتہ فوقعت ھاتان الکلمتان فی قلب کل مشرک و ذلت بھا السنتھم واستبشروا بھا وقالوا ان محمدا قد رجع الی دینہ الاول و دین قومہ فلما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر السورۃ التی فیھا النجم سجد وسجد معہ کل من حضرہ من مسلم و مشرک ـــــ الی قولہ ـــــ فلما امسی اتاہ جبریل علیہ السلام فشکا الیہ فامرہ فقرأ ۔۔۔ فلما بلغھا تبرأ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "افرایتم اللات والعزی و مناۃ الثالثۃ الاخری" تو شیطان نے نبوں کا ذکر ڈال دیا اور کہا انھم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ "یہ بلند بانگ پرندے ان کی شفاعت متوقع ہے"۔ اور یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے اور اس کے فتنہ سے تھے۔ یہ دو کلمے ہر مشرک کے دل میں جاگزیں ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر کہا محمد اپنے اور اپنی قوم کے پہلے دین کی طرف لوٹ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا ـــــ شام کو آپ کے پاس جبریل آئے اور آپ سے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبریل کو پڑھنے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

[2] " " مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

منها جبريل و قال معاذ الله من هاتين ما انزلهما ربي ولا امرني بهما ربك فلما راى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم شق عليه و قال اطعت الشيطان وتكلمت بكلامه و شركني في امر الله فنسخ الله ما يلقي الشيطان و انزل عليه وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته و الله عليم حكيم ليجعل ما يلقي الشيطان فتنة للذين في قلوبهم مرض والقاسية قلوبهم وان الظالمين لفي شقاق بعيد فلما براه الله عز وجل من سجع الشيطان و فتنته انقلب المشركون بضلالهم وعداوتهم به

کا حکم دیا جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انھوں نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ کو رنج ہوا اور آپ نے فرمایا میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور وہ اللہ کے حکم میں میرا شریک ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی: (ترجمہ:) "ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القاء کر دیا، تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو منسوخ کر دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو ان لوگوں کے حق میں آزمائش کر دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم مخالفت میں بہت دور جا پڑے ہیں" جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القاء سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی گمراہی اور دشمنی کی طرف پھر لوٹ آئے۔

علامہ الہیثمی نے اس روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عروہ بن زبیر تابعی ہیں انھوں نے زمانۂ رسالت نہیں پایا تھا۔

ہم نے اس روایت کو سند متصل اور سند مرسل دونوں طریقوں سے بالتفصیل اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اہل علم اور قارئین کو معلوم ہو جائے کہ ہم اس روایت سے اس قدر شدید اختلاف کیوں کر رہے ہیں۔

روایت تلک الغرانیق کی فنّی حیثیت پر بحث و نظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان روایات کی تمام اسانید ہر چند کہ ضعف، انقطاع اور ارسال سے خالی نہیں لیکن چونکہ یہ روایت متعدد اسانید سے منقول ہے اس لیے اس کی کثرتِ اسانید سے پتا چلتا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی

لہ ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۷۲ - ۷۱، مطبوعہ دار الکتب العربی الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

اصل ہے[1]۔ علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقام بہت بلند ہے اور ہم ان کی عظمتوں کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے لیکن اس کے باوجود معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انقطاع کی صراحت کے ساتھ یہ حدیث بزار اور ابن مردویہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے پھر کلبی، سدی، نحاس، ابن اسحاق، طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر کی اسانید کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس سے اس روایت کا ذکر کیا ہے اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ اسانید ضعف اور انقطاع سے خالی نہیں ہیں۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو یہ واقعہ ان عجیب وغریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا۔ جبکہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے پھر صرف حضرت ابن عباس ہی اس کو کیوں روایت کرتے ہیں؟ دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی[2] تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا! اس روایت کو وضع کر کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کرنے والوں نے اس وقت ابن عباس کی عمر پر بھی غور نہیں کیا، تیسری گذارش یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان نے یہ کلمات (تلك الغرانيق العلى الخ) کہلوا لیے تو حضرت جبریل نے آکر کہا آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اس پر آپ رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن وملال کو زائل کرنے کے لیے سورۂ حج کی یہ آیت نازل فرمائی (وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي) اور سورۂ حج مدنی ہے اور سورۂ نجم سن کر مشرکوں کے سجدے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا آپ کو جو اس واقعہ سے رنج وملال ہوا اس کو زائل کرنے کے لیے کئی سال بعد سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی، یہ بات منطق کے بھی خلاف ہے اور اس من گھڑت روایت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبریل یہ آیت لے کر آئے۔ چوتھی گذارش یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطأً، نسیاناً، سہواً کسی طرح غلطی نہیں ہو سکتی پھر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ بقول اس روایت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے العیاذ باللہ! کفریہ کلمات صادر ہو گئے۔ پانچویں گذارش یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے یہ کلمات آپ سے کہلوا لیے ہوں، ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں!۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء

حافظ بدرالدین اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض

---

[1] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۴، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] ایسی حدیث کا اعتبار فضائل اعمال میں کر لیا جاتا ہے امور علمیہ اعتقادیہ میں نہیں کیا جاتا بلکہ خبر واحد صحیح بھی اس باب میں حجت نہیں ہے (سعیدی)

اور ابن عربی نے اس روایت کو رد کیا ہے اور یہی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے لائق ہے۔ کیونکہ ان کلمات کفریہ کے جاری ہونے سے آپ کی زبان کی عصمت، نزاہت اور برأت دلائل کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے آپ اس چیز سے بری ہیں کہ آپ کے قلب یا زبان پر اس قسم کی کوئی چیز جاری ہو یا شیطان کا آپ پر تسلط ہو یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی عمداً یا سہواً نسبت کریں یہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے محال ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے یہ امر مخفی نہ رہتا۔[1]

قاضی عیاض اس بحث میں لکھتے ہیں اس روایت کو مصنفین کتب صحاح میں سے کسی نے نقل نہیں کیا نہ یہ کسی سند صحیح اور متصل سے مروی ہے اس روایت کو بعض ان مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے جو عجیب و غریب باتوں کو جمع کرنے کے شوق میں ہر قسم کی رطب و یابس اور غلط سلط باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی عیاض نے اس روایت کے راویوں کی فنی کمزوریاں ذکر کی ہیں، پھر بکثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کا تسلط محال ہے اور یہ ممکن نہیں کہ قرآن مجید کو پہنچاتے ہوئے آپ کی زبان سے وہ بات نکلے جو اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو۔ پھر قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر ایسا ہوا ہوتا تو مشرکین مسلمانوں کا مذاق اڑاتے۔ منافقین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعنہ زنی کرتے اور العیاذ باللہ کئی ضعیف القلب مسلمان مرتد ہو جاتے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ شیطان نے القاء ضرور کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ ان بعض غافل محدثین پر القاء کیا ہے۔ جنھوں نے ضعیف مسلمانوں کے دین میں خلل ڈالنے کے لیے شیطان سے یہ روایت سنی اور (حضرت عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے) مختلف اسانید سے پھیلا دی۔[2]

علامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ تلک الغرانیق العلی والی روایت باطل ہے۔ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔ کیونکہ مشرکین کے خداؤں کی تعریف کرنا کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح نہیں، نہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے یہ کہا، العیاذ باللہ آپ اس سے بری ہیں۔[3] سورۂ نجم کی تفسیر میں بھی علامہ کرمانی نے اس کا رد کیا ہے۔[4]

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے نیز فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت میں ہے کہ مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باطل خداؤں کی تعریف کی تھی یہ باطل قول ہے اور زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔[5]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ عقلاً اور نقلاً وجوہ کثیرہ سے باطل ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔[6]

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفا مخصلہ ج ۲ ص ۱۱۰-۱۰۶، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

[3] ۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، شرح البخاری للکرمانی، ج ۶ ص ۱۵۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ

[4] ۔ 〃 〃 شرح البخاری للکرمانی ج ۱۸ ص ۱۱۶، 〃 〃

[5] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۲ھ۔

[6] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۴۷، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ، بار نہم ۱۹۶۴ء۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء

قاضی ابوبکر بن العربی نے وش وجوہ سے اس روایت کو باطل کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب نبی کے پاس فرشتہ کو وحی دے کر بھیجتا ہے تو اس میں ایک علم پیدا کرتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے ورنہ نبی کو کیسے یقین ہوگا کہ یہ اللہ کی وحی ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان آکر کچھ کلمات پڑھے اور آپ کو پتا نہ چلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفر و شرک سے معصوم رکھا ہے اور جو شخص ایک آن کے لیے بھی آپ پر کفر کو جائز رکھے وہ خود اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ بتوں کی تعریف کرنا اور ان کو شفاعت کرنے والا کہنا کفر ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم امت محمدیہ کا تلچھٹ ہیں ہم بھی ان کلمات کا کفر یہ ہونا جانتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی معرفت کرائی ہے، کب ان کلمات کے کفر سے غافل ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے اسی طرح باقی وجوہات بیان کیں اور آخر میں فرمایا کہ یہ تمام روایات باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے [1]

علامہ نسفی اس روایت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس روایت کے مطابق اگر آپ نے یہ کلمات عمداً کہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ کفر ہے اور اگر شیطان نے بزور آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرائے تو یہ بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (اسراء: ۶۵) "(اے شیطان) تجھے میرے خاص بندوں پر تسلط نہیں ہو سکتا" تو حضور پر بطریق اولیٰ تسلط نہیں ہوگا یا سہواً اور غفلت کی وجہ سے یہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ وحی پہنچاتے ہوئے اس قسم کی غفلت آپ پر جائز نہیں ہے ورنہ شریعت سے بالکلیہ اعتماد اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدہ: ۴۲) "(قرآن میں) باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے" یعنی غیر قرآن، قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (الحجر: ۹) "ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" [2]

امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ روایت قرآن، سنت اور عقلی دلائل سے باطل ہے پھر انھوں نے اس کے بطلان پر قرآن مجید کی سات آیات پیش کی ہیں اور سنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا یہ روایت زندیقوں نے گھڑی ہے اور اس پر انھوں نے ایک کتاب تصنیف کی اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا یہ قصہ از روئے روایت ثابت نہیں ہے اور انھوں نے اس روایت کے تمام راویوں پر کلام کیا اور یہ واضح کیا کہ اس کے تمام راوی مطعون ہیں نیز صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی جس کو سن کر تمام مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس نے سجدہ کیا اور اس میں غرانیق کا قصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے اس روایت کے بطلان پر

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۳، ص ۱۳۰۳-۱۳۰۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[2] ۔ علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۳۱۳، مطبوعہ دار الکتب پشاور۔

پانچ عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پہنچانے میں شیطان آپ کی زبان سے وہ کلمات کہلوا دے جو قرآن نہیں ہیں تو شریعت سے بھروسہ اور اعتماد اٹھ جائے گا اور ہر آیت میں یہ احتمال ہو گا کہ شاید یہ غیر قرآن ہو اور یہ بداہتہً باطل ہے۔[1]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: قرآن مجید میں ہے: "وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ و اذاً لاتخذوک خلیلا ٥ ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا (اسراء: ۷۳، ۷۴)

"وہ آپ کو ہماری وحی سے لغزش دینے کے قریب تھے تاکہ آپ ہم پر کوئی بات گھڑ دیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہم آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔" ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ پر افترا باندھنے سے محفوظ اور معصوم رکھا اور اس روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ پر افترا باندھا اور وہ بات کہی جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی نیز یہ ہے کہ آپ نے کہا "میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کا کلام کہا۔" لہٰذا یہ روایت صراحتہً ان آیتوں کے خلاف اور ان کی ضد ہے پس یہ روایت اگر سند صحیح سے بھی وارد ہوتی تو مردود قرار دی جاتی اور جب فی الواقع اس کی سند صحیح نہیں ہے تو کیونکر نہ مردود ہو گی! نیز علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہم اس روایت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس کی کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔[2]

علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ ابن عطیہ، زمخشری اور بعض دوسرے مفسرین نے اس جگہ ایسی چیزیں لکھی ہیں جن کا وقوع عام مسلمانوں سے بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کی نسبت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے جامع السیرۃ النبویہ امام محمد بن اسحاق سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اس پر انھوں نے ایک مستقل کتاب لکھی اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا کہ از روئے روایت یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور اس کے تمام راوی مطعون ہیں اور صحاح اور حدیث کی دیگر معتبر کتب میں یہ قصہ نہیں ہے اور اس قصہ کو پھینک دینا واجب ہے اس لیے میں نے اپنی کتاب کو اس قصہ کے ذکر سے پاک رکھا ہے۔

جن لوگوں نے اس قصہ کو نقل کیا ہے ان پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ قرآن مجید میں یہ آیات تلاوت کرتے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ٥ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ٥ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ٥ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ٥ (والنجم: ۱-۴)

ترجمہ: "قسم ہے روشن ستارے کی جب وہ زمین پر اترا، تمہارے آقا نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، ان کا فرمانا صرف اس وحی سے ہوتا ہے جو ان کی طرف کیجاتی ہے۔" اور یہ آیت پڑھتے ہیں: قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۔ (یونس: ۱۵) "مجھے حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔" اور ان آیات کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بھی منسوب کرتے

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۹-۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[2] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲، ص ۸۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

ہیں کہ آپ نے قرآن مجید پہنچاتے ہوئے اس میں کچھ اور کلمات ملا دیئے۔[1]

علامہ آلوسی نے ص: ۱۷۶ سے لے کر ص: ۱۸۰ تک اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابراہیم کورانی نے اس روایت کی جس قدر تاویلات بیان کی ہیں سب کا چن چن کر رد کیا ہے۔ اس بحث میں انھوں نے خصص الاتقیاء سے شیخ ابو منصور ماتریدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ شیطان نے اپنے زندیق اور بے دین چیلوں کے دلوں میں تلک الغرانیق کا وسوسہ ڈالا ہے تاکہ وہ ضعیف مسلمانوں کو دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کریں حالانکہ بارگاہِ رسالت پناہ اس قسم کی خرافات سے بری ہے۔[2]

شیخ ابو منصور ماتریدی کی طرح قاضی عیاض نے بھی یہی لکھا ہے اور اس کی تائید میں حضرت ملا علی قاری نے یہ آیت پیش کی: وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ط ولوشاء ربك ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ۔ (انعام: ۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا شیاطین انس اور جن کو دشمن بنا دیا، یہ ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) بہکانے کے لیے پہنچاتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے، پس آپ انھیں اور ان کے بہتان کو چھوڑ دیں۔" اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تمہیں گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ نیز آپ نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہونگے وہ تم کو ایسی حدیثیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہونگی نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تم کو گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔[3]

ایک شبہ کا ازالہ

ہم نے اس روایت کی فنی نوعیت واضح کی ہے۔ اور جلیل القدر محدثین اور مفسرین کی آراء بھی بیان کی ہیں جن سے اس روایت کا من گھڑت اور جھوٹ ہونا واضح ہو گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں اس جواب کو بعض علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔ لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا اسی طرح آپ کی آواز کی مثل بھی نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ مماثلت کی نفی یا اس وجہ سے ہے کہ ہدایت اور گمراہی میں اشتباہ نہ ہو یا تعظیم کی وجہ سے ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی مثل پر قادر ہو تو یہ تعظیم کے خلاف ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی نقل اتار سکے اور لوگ شیطان کی آواز کو آپ کی آواز سمجھ لیں تو ہدایت گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔ بعض علماء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ شیطان کی آواز سنتے تھے کیونکہ جنگ بدر میں شیطان نے کفار سے کہا تھا کہ "لا غالب لکم الیوم"

---

[1] ۔ علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۲-۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

[2] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۲ھ، روح المعانی ج ۱۷، ص ۱۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[3] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

اور جنگ احد میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "حضور شہید ہو گئے" لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں شیطان کی آواز حضور کے مشابہ تھی نہ کسی نے اسکی آواز کو آپ کے مشابہ سمجھا تھا پھر اس سے اس پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے کہ شیطان آپ کی آواز کی مشابہت کر سکتا ہے۔

میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہِ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی اس لیے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ میں اس پر بہت عرصہ سے غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے یہ بحث ابریز میں پڑھی جس میں سیدی غوث عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا اور سورۂ حج کی زیر بحث آیت (۔۔: ۵۲) کا صحیح محمل بیان کیا، اس کے بعد میں اس پر مسلسل مطالعہ کرتا رہا، میں نے اپنے معاصر علما سے اس روایت کے بارے میں مذاکرہ بھی کیا، میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جید علما نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کر لیا ہے جس کو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کیا ہے تاہم یہ علما صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انھوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کر دے ـــــ اے اللہ! تو گواہ ہے کہ میں شخصیت پرست نہیں ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے، میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقامِ رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے، اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنا دے، مصنف کو بیش از بیش خدمت دین کی توفیق دے اور اس کا ایمان پر خاتمہ فرما اور دارین کی نعمتیں اور سعادتیں اس کا مقدر کر دے! آمین یا رب العالمین! والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین!

بَابُ صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلٰوةِ وَكَيْفِيَّةِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ

نماز میں بیٹھنے کا طریقہ

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ هِشَامِ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ فِي الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى بَيْنَ فَخِذِهِ وَسَاقِهِ وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو بائیں پیر کو ران اور پنڈلی کے درمیان کھڑا کر لیتے اور دایاں پاؤں بچھاتے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور (شہادت کے وقت) انگلی سے اشارہ کرتے۔

لہ۔ سیدی احمد بن مبارک، ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز ص ۲۴۲ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۰ھ۔

۱۲۰۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى إِصْبُعِهِ الْوُسْطَى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ.

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہوتا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بایاں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

۱۲۱۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ فَرَفَعَهَا وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى بَاسِطُهَا عَلَيْهَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور جو انگلی انگوٹھے کے قریب ہے اس سے اشارہ کرتے دراں حالیکہ آپ کا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھا ہوتا۔

۱۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ ثَلَاثًا وَخَمْسِينَ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں، دائیں پر اور شہادت کے وقت تر پین کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

۱۲۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمُعَاوِيِّ أَنَّهُ قَالَ رَآنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَعْبَثُ بِالْحَصَى فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي فَقَالَ اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قُلْتُ وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى

عبدالرحمن معاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے نماز میں کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اس سے منع کیا اور کہا اس طرح کیا کرو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کیسے کیا کرتے تھے۔ کہا جب آپ نماز میں بیٹھتے تو داہنی ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے جو انگلی انگوٹھے کے

فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى۔

قریب ہے اس سے اشارہ فرماتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

۱۲۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَزَادَ قَالَ سُفْيَانُ وَكَانَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا بِهٖ عَنْ مُسْلِمٍ ثُمَّ حَدَّثَ بِهٖ مُسْلِمٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تورک کا طریقہ تورک علی وجہ السنۃ کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پیر کو نصب کیا جائے اور بائیں پیر کو پنڈلی اور ران کے نیچے بچھا کر سرین پر بیٹھا جائے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بائیں پیر کو نصب کرنے اور دائیں پیر کو بچھانے کا ذکر ہے جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے۔ یہ حدیث چونکہ باقی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس لیے قاضی عیاض کی رائے ہے کہ اس روایت میں دائیں پیر کی جگہ بائیں پیر کا ذکر کر دیا گیا۔ علامہ نووی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اصل تو دائیں پیر کا نصب کرنا ہے۔ بیانِ جواز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں پیر کو بھی نصب کیا ہے۔

تورک میں مذاہب دائیں پیر کو نصب کر کے سرین پر بیٹھنا تورک ہے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا افتراش ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے[1] البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دونوں طرح بیٹھنا جائز ہے[2]۔

رفع سبابہ میں مذاہب اربعہ صحیح مسلم، جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے بلکہ اس موضوع پر اس قدر احادیث ہیں کہ بعض علماء نے کہا کہ تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ نے بھی اس کو مسنون قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَقَبَضَ اَصَابِعَهٗ كُلَّهَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الَّتِيْ تَلِي الْاِبْهَامَ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرٰى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم رسول

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علی فخذہ الیسری قال محمد وبضیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھذا قول ابی حنیفۃ۔[1]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

علامہ وشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن مالك انه يحركها۔۔۔ استحب فی سماع ابن القاسم تحريك الاصابع فی التشهد ابن رشد تحريكها هو السنة من فعله صلی الله عليه وسلم۔[2]

امام مالک انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔۔۔۔ ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الاشارة بالمسبحة مستحبة عندنا للاحاديث الصحيحة قال اصحابنا يشير عند قوله لا اله الا الله من الشهادة ويشير بمسبحة اليمنى لا غير۔[3]

احادیث صحیحہ کی بنا پر انگشت شہادت سے تشہد میں لا الہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

يستحب للمصلی اذا جلس للتشهد وضع اليد اليسری علی فخذه اليسری مبسوطة مضمومة الاصابع مستقبلا بجميع اطراف اصابعها القبلة ويضع يده اليمنى علی فخذه اليمنى يقبض منها الخنصر والبنصر ويحلق الابهام مع الوسطى ويشير بالسبابة وهی الاصبع التی تلی الابهام۔[4]

نمازی کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لیے بیٹھے تو بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے درآں حالیکہ ہاتھ کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر (چھنگلیاں) کو بند کرکے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سبابہ (انگشت شہادت) کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور سبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترجیح کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند کرے اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع، اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک لفظ اللہ پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو[5]۔ واضح رہے کہ ائمہ ثلاثہ جو

---

[1] امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ — موطا امام محمد ص ۱۰۶۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ ھ — اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ — شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] عبدالرحمن الجزیری — الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ترپین کے عقد کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۱۰ اور ۱۲۱۱ میں ہے اور امام احمد بن حنبل جو حلقہ کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۰۸ میں ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں حضرت وائل بن حجر سے حلقہ بنا کر اشارہ کرنے کی روایت بھی نقل کی ہے۔

احناف کے ائمہ ثلاثہ کا نظریہ موطأ امام محمد کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ (انگشت شہادت) کے استحباب کے قائل ہیں اور دوسری کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

کذا نقلوہ عن ابی یوسف فی الامالی کما یأتی فھو منقول عن ائمتنا الثلاثۃ .... وفی القھستانی وعن اصحابنا جمیعا انہ سنۃ فیحلق ابھام الیمنی وسطاھا ... فھذہ المنقول کلھا صریحۃ بان الاشارۃ المسنونۃ انما ھی علی کیفیۃ خاصۃ وھی العقد او التحلیق [1]

اسی طرح (رفع سبابہ) امام یوسف سے امالی میں منقول ہے جیسا عنقریب آئیگا کہ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے۔ القہستانی میں ہے کہ ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک رفع سبابہ سنت ہے پس انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے ... اور یہ تمام نقول اس بات میں صریح ہیں کہ اشارہ مسنونہ یا تو ہیئت کے عقد سے ہوتا ہے یا حلقہ کے ساتھ۔

ہم نے جو تحقیق ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے اس کے استحباب پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے بلکہ ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی اجماع ہے۔ تمام متقدمین احناف اس کے استحباب کے قائل تھے۔ متاخرین احناف میں سے بعض اصحاب فتاوی نے رفع سبابہ سے منع کیا بلکہ بعض نے اس کو مکروہ یا حرام قرار دیا یا ان لوگوں میں صاحب الخلاصہ، صاحب بزازیہ، صاحب کبری، صاحب غنابیہ، صاحب غیاثیہ، صاحب ولوالجیہ، صاحب عمدۃ المفتی اور صاحب ظہیریہ شامل ہیں یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فقہاء کے طبقہ خامسہ میں سے بھی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے انہیں علماء سے متاثر ہو کر رفع سبابہ (انگشت شہادت کو اٹھانا) کو بڑی شدت سے منع کیا ہے چونکہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے۔ اسی لیے ہم محض احیاء سنت کے جذبہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اعتراضات کے جوابات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مجدد کے اعتراضات کے جوابات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مخدوم گرامی! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جیسا کہ مولانا نے رسالہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ کرتے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۷۵-۴۷۴ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

تھے اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔" پھر امام محمد نے فرمایا: "یہی میرا اور ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہما) کا قول ہے۔" یہ قول روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاویٰ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا یہی میرا اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ [1]

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ معترف تھے کہ رفع سبابہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، لیکن تامل اس بات میں تھا کہ یہ مسئلہ امام محمد نے اصول میں ذکر نہیں کیا بلکہ غیر اصول یعنی نوادر میں ذکر کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ کتب فقہیہ کے چار مراتب ہیں کتب اصول یعنی ظاہر الروایۃ [2]، کتب نوادر [3]، درجہ خامسہ تک کے فقہاء کی تصانیف اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف قاعدہ یہ ہے کہ اگر ظاہر الروایۃ اور نوادر میں تعارض ہو تو ظاہر الروایہ کو ترجیح ہوگی اور اگر مسئلہ ظاہر الروایہ میں نہ ہو نوادر میں ہو اور نوادر اور بعد کے فقہاء میں تعارض ہو تو نوادر کو ترجیح ہوگی اور بعد کے فقہاء میں پھر ترتیب ہے مجتہدین فی المذہب، اصحاب تخریج، اصحاب ترجیح، اور اصحاب تمییز جن مشائخ نے رفع سبابہ سے منع کیا ہے وہ فقہاء کے پانچویں درجہ یعنی اصحاب ترجیح میں بھی نہیں ہیں۔ یہ سب چھٹے درجہ کے فقہاء ہیں۔ زیر بحث صورت میں جیسا کہ حضرت مجدد نے فرمایا رفع سبابہ کا مسئلہ ظاہر الروایہ میں مذکور نہیں ہے یہ مسئلہ امام محمد کی دوسری تصانیف نوادر مثلاً موطا امام محمد اور کتب المشیخہ میں ہے اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اصول (ظاہر الروایہ) کے مقابلہ میں غیر اصول (نوادر) کا اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ تعارض اس وقت ہوتا جبکہ اصول میں نوادر کے خلاف مذکور ہوتا کہ رفع سبابہ نہ کریں اور نوادر میں ہوتا رفع سبابہ کریں اور جب کہ اصول میں یہ مسئلہ اصلاً ذکر ہی نہیں اور نوادر میں ذکر ہے تو اصول اور نوادر میں تعارض کس طرح ہوا۔ ہاں نوادر اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف میں ضرور تعارض ہے لیکن ظاہر ہے کہ امام محمد کی تصانیف کے مقابلہ میں فتاویٰ غرائب، غیاثیہ، سراجیہ اور ولوالجیہ کی کیا حیثیت ہے؟ امام محمد کے مقابلے میں تو سرخسی، حلوانی اور قاضی خان کی بھی کوئی حیثیت نہیں پھر غیاثیہ اور ولوالجیہ کس شمار قطار میں ہیں۔!

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے پھر فتاویٰ غرائب والے نے فرمایا یہ وہ ہے جو علمائے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے اور مکروہ ہے کہ نمازی "اشهد ان لا اله الا الله" پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں یہی مختار مذہب ہے [4]

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

[2] ظاہر الروایہ امام محمد کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جنکی امام محمد کیطرف نسبت تواتر سے ثابت ہے یہ چھ کتابیں ہیں مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر ——— سعیدی ———

[3] نوادر امام محمد کی وہ تصانیف ہیں جن کی نسبت امام محمد کی طرف تواتر سے ثابت نہیں ہوا امام محمد کی نوادر میں سے ہے ——— سعیدی ———

[4] حضرت مجدد الف ثانی، ۱۰۳۴ ھجر مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

غور فرمائیے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا فعل ہے اس کو فتاوی غرائب والے حرام اور سراجیہ والے مکروہ قرار دیتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون قلب مومن اس بات سے لرز جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حرام یا مکروہ کہا جائے پھر غور کیجئے کہ صاحب غرائب کہتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ اشارہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے دیکھیں یہ علماء کون ہیں یہ علماء ہیں امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ہمارے علماء احناف میں سے امام ابو یوسف امام محمد، شمس الائمہ الحلوانی، علامہ کاسانی، امام ابن ہمام اور دیگر محققین حنفیہ ہیں کیا کوئی سلیم الفطرت شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ ان اعاظم فقہاء کے مقابلہ میں صاحب غرائب کا قول صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد لکھتے ہیں:

اور کبری میں ہے اور اسی پر فتوی ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں یہی مختار ہے اور اسی پر فتوی ہے اور جامع الرموز میں ہے نہ تو اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتوی ہے، جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے خزانۃ الروایات میں تاتارخانیہ سے ایسا ہی آیا ہے۔ پھر جب تشہد شروع کرے اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو اپنا داہنا ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے امام محمد رحمہ اللہ نے اصول میں اس کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کرے اور کبری میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ کے ساتھ اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتوی لگایا گیا ہے اور اشارہ اور مٹھی بند کرنے سے علماء روکتے ہیں اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضاء کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اس قدر علماء اور مجتہدین کے منع کرنے کے باوجود ایک حرام اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں [1]

اس عبارت میں تین امور جواب طلب ہیں ایک تو یہ کہ رفع سبابہ سے منع کرنے والے مشائخ کے مقابلہ میں ان فقہاء کا ذکر کیا جائے جو رفع سبابہ کو سنت قرار دیتے ہیں اور یہ دیکھا جائے کہ علم اور فقہ کے اعتبار سے کس کا قول معتبر ہے دوسرا یہ کہ رفع سبابہ نماز میں سکون اور وقار کے منافی ہے تیسرا یہ کہ ہم مقلد ہیں ہمیں حدیث پر عمل کرنے کے بجائے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔

موطا امام محمد کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ کو مستحب قرار دیتے ہیں امام محمد نے اپنی ایک اور تصنیف المشیخۃ میں بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

وقد نص محمد بن الحسن علی هذا فی کتاب المشیخة حدثنا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان یفعل ذلك ای یشیر ثم قال نصنع بصنیع رسول الله صلی الله علیه وسلم و نأخذ بفعله وهکذا قول ابی حنیفة و قولنا۔[1]

امام محمد بن حسن نے کتاب المشیخۃ میں تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے تھے۔ پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق عمل کرتے ہیں اور آپ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں یہی ہمارا اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اس سے پہلے ہم شامی کے حوالہ سے ذکر چکے ہیں کہ امالی میں امام ابو یوسف نے بھی رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔ شامی کے علاوہ امام ابن ہمام، ملا علی قاری اور علامہ خوارزمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی فقہاء کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ انھوں نے بھی لکھا ہے کہ انگشت شہادت سے اشارہ کرنا چاہیے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وقال الشمس الائمة الحلوانی رحمه الله تعالی یقیم اصبعه عند قوله لا الٰه و یضع عند قوله الا الله۔[2]

شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے۔

ہمارے ائمہ ثلاثہ اور شمس الائمہ الحلوانی کے علاوہ علامہ کاسانی صاحب بدائع صنائع، امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر علامہ خوارزمی صاحب کفایہ، علامہ بابرتی صاحب عنایہ، علامہ نسفی صاحب کنز، علامہ بدرالدین عینی، علامہ عمر بن نجیم صاحب النہر، علامہ حلبی و دیگر شارحین منیہ، ملا علی قاری، علامہ قہستانی صاحب نہایہ، صاحب معراج الدرایہ، صاحب شرح النقایہ صاحب ظہیریہ وغیرہم نے رفع سبابہ کے استحباب اور سنت ہونے کی تصریح کی اور وہ متاخرین مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہے چھٹے درجہ کے فقہا ہیں اور ان عظیم فقہاء کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

رہا یہ شبہ کہ رفع سبابہ میں انگلی کی حرکت ہے اور نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ہے جہاں آپ سے حرکت منقول ہے وہاں حرکت اصل ہے اور جہاں سکون منقول ہے وہاں سکون اصل ہے کیا نماز میں رفع یدین، قیام، رکوع، قومہ اور قعدہ کے انتقالات نہیں ہیں؟ ان میں حرکت نہیں ہوتی؟ کیا ان افعال کو اس لیے ترک کر دیا جائیگا کہ ان میں حرکت ہے اور نماز میں اصل سکون ہے؟

ملا علی قاری رحمہ الباری پہلے مسند احمد، موطاء امام مالک، موطاء امام محمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی سے رفع سبابہ کی حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں تواتر کے قریب طرق کثیرہ سے مذکور ہے بلکہ اس کو متواتر کہنا صحیح ہے پھر مومن سے کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل سے گریز کرے اور جو کچھ ان مشائخ سے منقول ہے کہ رفع سبابہ نماز کے سکون اور وقار کے

---

[1] امام محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی حاشیہ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۲

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

[2] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ نے فتح القدیر میں اور علامہ خوارزمی نے کفایہ میں اسی حوالہ کا ذکر کیا ہے۔

منافی ہے اس لیے اس کا ترک اولیٰ ہے ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ اگر اس کا ترک اولیٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ترک فرماتے کیونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی صاحب وقار ہے نہ صاحب سکینۃ۔ اخیر میں لکھتے ہیں بعض مشائخ نے انتہائی ناگوار بات لکھی ہے کہ اس اشارہ کو محرمات سے شمار کیا ہے۔ یہ ان کی بہت بھاری خطا اور جرم عظیم ہے اور اس کا سبب دین کے بنیادی قواعد سے جہالت ہے کیا کسی مسلمان سے یہ متصور ہے کہ جس فعل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت متواتر ہو اس کو حرام قرار دے۔ [1]

رہا یہ کہ مقلدین کا حق نہیں ہے کہ خود حدیث پر عمل کریں انہیں امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فتاویٰ غرائب، فتاویٰ غیاثیہ اور فتاوی ولوالجیہ کے مصنفین کی تقلید نہیں کی جاتی۔ یہ تو خود مقلدین ہیں جن ائمہ ہدیٰ اور ائمہ مجتہدین کی تقلید ہوتی ہے یعنی ائمہ اربعہ ان میں سے ہر ایک نے رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا انکار کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان علماء مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگوں کے لیے احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں باتیں فاسد ہیں۔ ان کو وہی صحیح قرار دیگا جو بے وقوف ہو یا ضدی [2]

اس اعتراض کی زد براہ راست ائمہ اربعہ اور احناف میں سے شمس الائمہ الحلوانی، امام کاسانی اور امام ابن ہمام پر پڑتی ہے کیونکہ یہ حضرات نہ صرف خود اشارہ کرتے تھے بلکہ اپنے پیروکاروں اور مقلدوں کو بھی اشارہ کی تلقین کرتے تھے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یا تو ان کو مانعین کی دلیل کا علم نہ تھا یا علم کے باوجود عمل نہیں کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے مطلب کے لیے احادیث وضع کر لی تھیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات واقعی کوئی ضدی بے وقوف ہی کر سکتا ہے۔ باقی رہے وہ مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کے ثبوت میں احادیث متواترہ کے باوجود اس کو حرام یا مکروہ کہا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعی ان کی جہالت تھی اور یہ ان کے حق میں انتہائی ہلکی بات ہے ورنہ جس کام کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا کیا ہو اس کو حرام قرار دینا قابل تعزیر جرم ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا علماء متقدمین کی سنت ہے لیکن متاخرین علماء نے اس سے روکا ہے کیونکہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا" سنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کیلئے اسے ترک کرنا معتبر روایتوں کے خلاف ہے اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے تو عدم اشارہ علماء متقدمین کی سنت ہوئی اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا

---

[1] ملا علی قاری نے رفع سبابہ کے جواز پر تزیین العبارۃ تحسین الاشارۃ کے نام سے رسالہ لکھا جس کو علامہ شامی نے رسائل ابن عابدین میں اپنے رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد کے بعد ذکر کیا ہے۔

[2] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہ ہوئی انھوں نے حرمت یا کراہت کا حکم نہیں لگایا جب کہ اشارہ کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "یہ وہ ہے جو علماء نے بیان کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔ [1]

اس عبارت کے رد کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں غیاثیہ اور ولوالجیہ کے مصنفین کے مقلد نہیں نیز طبقہ ثالثہ میں سے شمس الائمہ الحلوانی جو مجتہد فی المذہب ہیں جواز اشارہ کے لیے ان کی تصریح اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ان کے نزدیک اشارہ کے استحباب کے دلائل درست ہیں۔ غرائب، ولوالجیہ اور غیاثیہ کے مصنفین کے نزدیک یہ دلائل درست نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ علت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے مجتہدین کے دلائل کو تارِ عنکبوت سے زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا، روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر، احادیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادہ لوگوں سے بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہو گی۔ تب ہی انھوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضی کے موافق عمل نہیں کیا۔ [2]

کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد مجتہد ہیں جبکہ فتاویٰ غیاثیہ وغیرہا کے مصنفین مجتہد نہیں ہیں۔ اُن کا علم بھی ان مانعین سے زیادہ ہے اور مانعین کی بہ نسبت زمانہ نبوی سے زیادہ قریب ہیں۔ علم اور تقویٰ بھی زیادہ ہے۔ احادیث کی صحت و سقم اور ناسخ و منسوخ کو بھی ان مانعین سے زیادہ اور بہتر جانتے تھے تو ان مجتہدین کی بات کیوں نہ مانی جائے اور اگر متاخر فقہاء کے قول پر عمل کرنا ہے تو شمس الائمہ الحلوانی اور امام کاسانی کے قول پر کیوں نہ عمل کیا جائے جو احادیث کے بھی مطابق ہے اور ائمہ کے بھی موافق ہے۔ ان عبارات میں ظاہر اصول کا لفظ کئی بار آیا ہے اور یہ بھی کہ ان کے پاس "کوئی دلیل" ضرور ہوگی۔ وہ ظاہر اصول یا دلیل فتاویٰ کبریٰ میں گزر چکی ہے کہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس دلیل کا جواب بھی گذر چکا ہے

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ کیفیت اشارہ اور عقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں اور ان کے کثرت

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ — مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم

[2] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ — مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم

اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر عقد کے اشارہ فرمایا ہے اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں ان میں سے بعض تو تین کے عقد کی روایت کرتے ہیں اور بعض تئیس کے عقد کی، بعض نے خنصر اور اس کے ساتھ والی انگلی بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے ہی کو اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارہ کا اثبات کرتی ہیں نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے کہ تشہد پڑھتے وقت اشارہ فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے اس کا کوئی تعین نہیں اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمۂ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے جبکہ آپ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک فرماتے تھے اور جبکہ علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب و اختلاف کو دیکھا تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا نیز نماز کی بناسکون اور وقار پر ہے نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔" نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف پھیرے [1]۔

جب کسی فعل کی روایات میں اختلاف ہو تو مقلد کو چاہیے اس روایت پر عمل کرے جس روایت کو اس کے امام نے اپنے اصول اور قواعد کے مطابق معمول بہ قرار دیا ہو ائمہ اربعہ میں سے ہر امام نے اشارہ سبابہ کے سلسلہ میں ایک روایت پر عمل کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انگلی کس لفظ پر اٹھائی جائے اور کب رکھی جائے۔ یہ تفصیل ہم شروع میں "مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت" کے عنوان سے بیان کر چکے ہیں اگر یہ طریقہ ہوتا کہ جس کام میں اختلاف ہو اس کو ترک کر دیا جائے تو نماز کے بہت سے افعال میں اختلاف ہے۔ رفع یدین کتنی بار کیا جائے اس میں اختلاف ہے، ہاتھ باندھنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، آمین بالسر و الجہر میں اختلاف ہے تشہد کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ سورۂ فاتحہ کے وجوب اور فرضیت میں اختلاف ہے وتر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد اس میں اختلاف ہے۔ سجدہ سہو کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق نماز کے ان تمام افعال کو ترک کر دینا چاہیے بلکہ العیاذ باللہ ان افعال کو مکروہ یا حرام قرار دینا چاہیے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔ [1]

اولاً تو یہ ہمارے سوچنے کا کام نہیں ہے کہ روایات میں اختلاف ہے یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ ان مختلف روایات کی روشنی میں کون سا طریقہ معمول بہ قرار دیتا ہے۔ ثانیاً محدثین نے تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار کے لیے نہیں آتا [2]۔ ثالثاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف طریقہ سے اشارہ کیا تاکہ امت کو سہولت ہو اور عمل کے لیے متعدد راہیں فراہم ہوں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور وہ جو امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ "اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو" تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارہ کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں یہ مشہور احادیث ہیں نہ جاننے کا احتمال نہیں ہے [3]

اولاً اس عبارت میں امام اعظم، ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی زبردست توہین ہے کہ آپ احادیث مشہورہ بلکہ متواترہ کے مطابق عمل کرنے کو حرام قرار دیتے تھے حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس کو چھوڑ دیتے تھے ثانیاً امام اعظم نے کہیں اشارہ سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ فتاویٰ غرائب وغیاثیہ وغیرہما کے مصنفین نے بھی امام اعظم کا یہ قول نقل نہیں کیا اور ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اشارہ کے جواز بلکہ سنیت کے قائل ہیں خود مجدد صاحب نے بھی کہا ہے کہ امام محمد نے فرمایا یہی میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے اور فتاویٰ غرائب سے بھی نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور ہم موطا امام محمد اور امام محمد کی کتاب المشیخۃ سے یہ حوالے نقل کر چکے ہیں۔ البتہ فتاویٰ غرائب اور غیاثیہ، ولوالجیہ وغیرہا کے مصنفین نے اشارہ سبابہ کو مکروہ اور حرام وغیرہ کہا ہے لیکن یہ لوگ نہ امام ہیں نہ مجتہد نہ ان کا کوئی مقلد ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

سوال: اگر کہیں کہ علماء حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا متعارض فتاویٰ کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کو ہوتی ہے نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بناء سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے [4]۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم

[2] حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۵۶ پر تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ ورنہ تعارض غیر مندفع لازم آئیگا۔

[3] حضرت مجدد الف ثانی۔ ۱۰۳۲ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم۔

[4] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم۔

حلت اور حرمت کے اقوال اگر مساوی ہوں تو یقیناً حرمت کو ترجیح دی جائیگی ایک طرف ائمہ اربعہ، امام ابو یوسف، امام محمد، شمس الائمہ الحلوانی، فقیہ ابو جعفر اور امام کاسانی ہوں جو اشارہ سبابہ کو جائز بلکہ اور اگر مسنون کہیں دوسری طرف غیاثیہ اور غرائب کے مصنفین ہوں جو اس کو ناجائز اور حرام کہیں تو ظاہر ہے کہ دونوں قول مساوی نہیں ہیں کہاں ائمہ مجتہدین اور کہاں محض مقلدین اور ایسی صورت میں یقیناً حلت ہی کو ترجیح دی جائیگی۔ رہا امام ابن ہمام پر اعتراض کہ انھوں نے ترک رفع یدین کی حدیث کو ثبوت رفع یدین پر بربناء سکون کیوں ترجیح دی ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ یہاں دونوں جانب احادیث ہیں۔ ثبوت رفع یدین کی بھی اور ترک رفع یدین کی بھی جبکہ ثبوت اشارہ کے مقابلہ میں ترک کی ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ ثانیاً ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف روایات ہوں تو کسی ایک روایت کو اختیار کرنا یہ امام اور مجتہد کا کام ہے وہ اپنے اصول اور قواعد کی روشنی میں کس روایت کو اختیار کرتا ہے۔ امام ابن ہمام نے از خود ترک رفع یدین کی روایت کو اختیار نہیں کیا بلکہ امام اعظم کے قول پر دلائل دیے ہیں اگر یہاں بھی امام اعظم کا حرمت کا قول ہوتا تو اعتراض کی کوئی وجہ بھی تھی۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ انھوں نے کہا کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے کہ ابن ہمام نے علماء مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کر دی حالانکہ وہ قیاس سے دلیل لا رہے ہیں اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرت اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے [1]۔

امام ابن ہمام نے کثیر مشائخ (غیاثیہ اور غرائب وغیرہا کے مصنفین) کے قول کو روایت اور درایت کیخلاف کہا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور واضح ہے درایت کے خلاف اس لیے کہ جب اشارہ سبابہ پر درجہ تواتر تک احادیث موجود ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً خلاف عقل ہے اور روایت کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ امام اعظم اور دیگر ائمہ اور فقہاء احناف جب اشارہ سبابہ کو مسنون قرار دے چکے ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً ان کی نقل اور روایت کے خلاف ہے اور دین کے قواعد اور اصول سے ان کی واضح جہالت ہے۔ ثانیاً احادیث صحیحہ مشہورہ کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا احناف کے نزدیک قطعاً ناجائز ہے، چہ جائیکہ وہ ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہو۔ ثالثاً قلتین (دو گھڑے) والی حدیث کے معارض وہ دردہ والی حدیث موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے ساکن پانی کثیر اس وقت ہوتا ہے جب اس کی مقدار دس ضرب دس ہاتھ تک پہنچ جائے نہ کہ دو قلۃ (دو گھڑے) کی مقدار تک اس کے برخلاف اشارہ سبابہ کے معارض کوئی حدیث نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ اشارہ سبابہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے اشارہ کو قلتین پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ رابعاً ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف اور معارض احادیث ہوں تو یہ سوچنا امام اور مجتہد کا کام ہے کہ کون سی حدیث منشاء رسول، مزاج اسلام اور قواعد اور اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم، ابو حنیفہ نے ساکن پانی کی مقدار کثیر متعین کرنے کے لیے قلتین کی احادیث کی بجائے وہ دردہ کی احادیث سے استناد کیا ہے۔ اسی طرح رفع سبابہ کے مختلف طریقوں اور مختلف کیفیات سے امام ابو حنیفہ

[1] حضرت مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصّہ پنجم

رحمہ اللہ نے ترپین کے عقد کو اختیار کیا بہر حال جو کچھ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے امام ابن ہمام نے تو صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو بیان کیا ہے اس لیے ان پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اشارہ سبابہ کے مسئلہ میں ہم نے کافی طویل گفتگو کی ہے کیونکہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا کہ کچھ لوگ نہ صرف یہ کہ خود انگلی نہیں اٹھاتے اور اس سنت سے محروم ہیں بلکہ اشارہ سبابہ کی سنت کے عاملین پر تشدد کرتے ہیں بعض علاقوں میں سر عام کہا جاتا ہے جو انگلی اٹھائے اس کی انگلی توڑ دو۔ وزیر آباد میں مجھ سے ایک شخص نے اشارہ سبابہ کے مسئلہ کو معلوم کیا اور بعد میں تائب ہو کر اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مسجد میں ایک شخص نے تشہد میں انگلی اٹھائی میرے پیر نے کہا اس کو اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آؤ اور میں اس کو حالتِ نماز میں اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آیا۔ اس طرح میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ تقلید محض کے سبب سنت رسول سے علی الاعلان عداوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو میں نے محض سنت کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے پیش نظر یہ سطور لکھیں اور مانعین کے تمام شبہات ذکر کر کے ان کا ازالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سطور کی وجہ سے مخالفین کو ہدایت اور موافقین کو استقامت عطا فرمائے "وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ"

بَابُ ۲۰۸ السَّلَامِ لِلتَّحْلِيلِ مِنَ الصَّلٰوةِ عِنْدَ فَرَاغِهَا وَكَيْفِيَّتِهِ

سلام سے نماز کا اختتام

۱۲۱۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ اَنَّ اَمِيْرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنّٰى عَلِمَتْهَا قَالَ الْحَكَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ۔

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرا کرتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ سنت کہاں سے حاصل کی! اور حکم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے (یعنی دونوں طرف سلام پھیرتے تھے)۔

۱۲۱۵ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُوْرٍ وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شُعْبَةُ رَفَعَهٗ مَرَّةً اَنَّ اَمِيْرًا اَوْ رَجُلًا سَلَّمَ تَسْلِيْمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنّٰى عَلِمَتْهَا۔

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرتا تھا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ کہاں سے سیکھا۔

۱۲۱۶ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتیٰ کہ میں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔

سلام کے حکم میں مذاہب اربعہ

حدیث شریف میں ہے "تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم"[۱] نماز میں دخول تکبیر سے اور خروج سلام سے ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے خروج فرض ہے[۲] اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کے ساتھ خروج فرض نہیں واجب ہے[۳] ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس حدیث میں بھی کوئی کلمہ حصر نہیں ہے کہ نماز کی تحلیل صرف سلام سے ہی ہوتی ہے۔ ثالثاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد کی تعلیم دی پھر فرمایا: اذا قلت هذا او فعلت هذا فقد قضیت صلوتك ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد۔"[۴] "جب تم یہ (تشہد) پڑھ لو یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو جائیگی چاہو تو تم کھڑے ہو اور چاہو تو بیٹھ جاؤ۔" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر لفظ سلام کہے صرف تشہد پڑھنے کے بعد نماز کا ختم ہونا بیان کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ سلام کہنا فرض نہیں ہے۔ رابعاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز سکھائی۔ قیام، تکبیر تحریمہ، قرآن کریم کی قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ کی تعلیم دی[۵] سلام کی تعلیم نہیں دی اگر سلام فرض ہوتا تو اس کی تعلیم بھی دیتے۔ اس سے معلوم ہوا سلام فرض نہیں ہے تاہم احناف نے تحلیلها التسلیم کے پیش نظر سلام کو احتیاطاً واجب قرار دیا ہے۔

خروج بصنعہ

اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائیگی اور سلام نہ کرنے کی بناء پر سجدہ سہو لازم آئیگا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ قعدہ اخیر جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی[۶] علامہ ابوسعید بردعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ تو نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہوگا۔ علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس

---

[۱] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۲] ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[۳] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ — سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[۵] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[۶] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ — درمختار علی ہامش الدر المختار ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ

عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائیگی اس سے ابو سعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے [1]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ" اور امام اعظم نے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہو جاتا اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغییر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغییر کرتا ہے۔ مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے معراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔ [2]

علامہ کرخی شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے۔ مذاہب ثلثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بنا پر احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ نووی شافعی اور علامہ دشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابو حنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے [3] جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ — البحر الرائق ج ۲ ص ۳۷۶ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

مرتبہ سلام پھیرتے یں [1] مالکیہ کی طرف سے جامع ترمذی کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے منہ کرکے ایک مرتبہ سلام کہتے تھے اور حضرت سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ نے صرف ایک مرتبہ سلام کہا یہ روایت بھی ابن ماجہ میں ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی روایت کی سند میں زہیر بن محمد ہے اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا [2] اور ابو حاتم رازی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور بفرض صحت ایک مرتبہ سلام بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ دو مرتبہ سلام متعدد طرق سے ثابت ہے۔ مسلم کی روایت گزر چکی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو میں دائیں بائیں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے [3]

نماز میں محبت رسول کے مظاہر

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو۔ رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں اپنی گود پر لیکن صحابہ کرام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ ہی کی طرف ہوتی تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ اور مقام نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے ابو معمر نے پوچھا کیا حضور ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ کہا کیسے پتا چلا۔ کہا، آپ کی ڈاڑھی مبارک کو ہلتے ہوئے دیکھنے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار کے ایام علالت میں پیر کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب صحابہ صف باندھے کھڑے تھے ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے جس وقت آپ کھڑے تھے۔ آپ کا چہرہ ورق قرآن کی طرح لگتا تھا پھر آپ مسکرائے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ہم اس قدر خوش ہوئے کہ خدشہ تھا ہم نماز توڑ ڈالیں گے [5] سوچیے آپ کا حجرہ قبلہ کی ایک جانب تھا اور صحابہ بجائے قبلہ کے آپ کی جانب دیکھ رہے تھے! کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ صرف ظاہری قبلہ ہے حقیقی قبلہ آپ کی ذات ہے۔

بَابُ ۲۰۹ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

ذکر بعد از نماز

۱۲۱۷- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِذَا اَبُوْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہوتے کو اللہ اکبر (کی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ — اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] 〃 〃 — جامع ترمذی ص ۶۹ 〃 〃

[4] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] 〃 〃 — صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲ 〃 〃

مَعْبَدٍ ثُمَّ اَنْكَرَهُ بَعْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ۔

آواز) کے ساتھ پہچان لیتے تھے۔

۱۲۱۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِیْ مَعْبَدٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَمْرٌو وَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِیْ مَعْبَدٍ فَاَنْكَرَهٗ وَقَالَ لَمْ اُحَدِّثْكَ بِهٰذَا قَالَ عَمْرٌو وَقَدْ اَخْبَرَنِيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو صرف اللہ اکبر (کی آواز) کے ساتھ پہچانتے تھے، عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے ابو معبد سے دوبارہ یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے نہیں پہچانا اور کہا کہ میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی حالانکہ اس سے پہلے انھوں نے ہی بیان کی تھی۔ (ظاہر ہے ابو معبد کو نسیان لاحق ہو گیا تھا)

۱۲۱۹ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهٗ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد با آواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب میں اس ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ذکر بالجہر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۶ میں بھی ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عہد رسالت میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین بھی ہوتے تھے۔ اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں ہے۔ تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفيه دليل على جواز الجهر بالذكر عقب الصلوٰة۔ [1]

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

استدل به بعض السلف على استحباب

اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

رفع الصوت بالتکبیر والذکر عقیب المکتوبة ۔ [1]

باآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ ۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

ذکر بالجہر کے خلاف منکرین یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری المتوفی ۵۰ھ بیان کرتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے نکلے [3] تو لوگ ایک میدان میں پہنچے اور بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا قریب اور تمہارے ساتھ ہے [4]۔

علامہ آلوسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "نرمی کرو" کے امر سے جو التزاماً ذکر بالجہر کی نفی مستفاد ہوتی ہے اس سے ذکر بالجہر میں آواز کو بلند کرنے میں مبالغہ اور افراط مراد ہے [5]

علامہ عبدالحئی فرماتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام جہر مفرط کر رہے تھے جیسا کہ اس پر بعض روایات دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے اس سے ان کو منع فرمایا چنانچہ صاحب فتح الودود نے شرح سنن ابی داؤد میں "رفعوا اصواتهم" کی شرح میں کہا کہ صحابہ کرام بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے پس اس حدیث سے مطلقاً جہر کی نفی لازم نہیں آتی اور ملا علی قاری نے حرز ثمین شرح حصن حصین میں حدیث وان ذکرنی فی ملاء کی شرح میں فرمایا: اس سے ذکر خفی بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ذاکر اللہ فی الغافلین بمنزلة الصابر فی الفارین ۔ میں اشارہ ہے اور مع الملأ کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ حد سے زیادہ جہر نہ کیا جائے کیونکہ جب بعض صحابہ نے بے حد مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا" اربعوا علی انفسکم "(اپنی جانوں پر نرمی کرو) [6]

---

[1] حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کو جاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا لیکن علامہ عسقلانی نے لکھا ہے یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا۔

[4] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ — صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[5] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ — روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[6] مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ — سباحۃ الفکر ص ۵۷، مطبوعہ ہند

اور شیخ عثمانی لکھتے ہیں: رہی حدیث

انکم لاتدعون اصم و لا غائبا ——— تو وہ میرے نزدیک جہر مفرط پر محمول ہے [1]

ذکر بالجہر کے موضوع پر ہم نے دو مبسوط رسالے لکھے ہیں ذکر بالجہر حصہ اوّل و دوم اس میں قرآن کی آیات، احادیث، آثار، فقہاء، صوفیاء اور مخالفین کے اکابر کی عبارات سے ذکر بالجہر کو ثابت کیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مفصل جائزہ لیا ہے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کے لیے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں

بَابُ ۲۱۰ اِسْتِحْبَابِ التَّعَوُّذِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَفِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَمِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ

تشہد اور سلام کے درمیان عذاب قبر وغیرہ سے پناہ مانگنا

۱۲۲۰ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ هَارُونُ نَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ مِنَ الْيَهُودِ وَهِيَ تَقُولُ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ فَارْتَاعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَبِثْنَا لَيَالِيَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ شَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ يَسْتَعِيذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی وہ کہتی تھی کیا تمہیں معلوم ہے قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ ہو گئے اور فرمایا آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے، چند دن گذرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں پتا چلا مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے ہر گاہ تمہاری قبروں میں آزمائش کی جائیگی! حضرت عائشہ کہتی ہیں اس کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۱ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَبْدُ بْنُ سَوَّادٍ قَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَسْتَعِيْذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۲۲۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوْزَتَانِ مِنْ عَجَزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَتَا اِنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ قَالَتْ فَكَذَّبْتُهُمَا وَلَمْ اُنْعِمْ اَنْ اُصَدِّقَهُمَا فَخَرَجَتَا وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَجُوْزَتَيْنِ مِنْ عَجَزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ دَخَلَتَا عَلَيَّ فَزَعَمَتَا اَنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ صَدَقَتَا اِنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ ثُمَّ قَالَتْ فَمَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ فِيْ صَلٰوةٍ اِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دو یہودی بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے میں نے انھیں جھٹلایا اور ان کی تصدیق مجھے اچھی نہ لگی پھر وہ دونوں چلی گئیں اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے عرض کیا کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوگا آپ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے اہل قبور کو ایسا عذاب ہوتا ہے جس کو جانور تک سنتے ہیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دیکھا اس واقعہ کے بعد آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۳۔ وَحَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَشْعَثِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْهِ قَالَتْ وَمَا صَلّٰى صَلٰوةً بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَّا سَمِعْتُهٗ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے جس میں حضرت عائشہ کا یہ قول ہے اس کے بعد میں ہر نماز کے بعد آپ سے عذاب قبر سے پناہ کی دعا سنتی تھی۔

تشریح۔

ان حدیثوں میں دو مختلف واقعات کا ذکر کیا گیا ہے حدیث نمبر ۱۲۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ آپکی امت قبر میں آزمائش میں مبتلا ہوگی اس لیے آپ نے فرمایا "آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے" بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی جس سے آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا علم تدریجی ہے رہا یہ شبہ کہ جب آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی تو آپ کا یہ کہنا کہ آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے خلاف واقع اور جھوٹ ہے جس سے نبی معصوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے جھوٹ تب ہوتا ہے جب متکلم قصداً واقع کے خلاف خبر دے۔

اگر کوئی شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے خلاف واقع بات کہہ دے اور اس کا قصد خلاف واقع بات بتلانا نہ ہو تو وہ جھوٹ نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر چند نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے اس پر غیبی بات منکشف ہو جاتی ہیں وہ جنات اور ملائکہ کو دیکھتا ہے اور قبر اور برزخ کے احوال اس کے پیش نظر ہوتے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جب تک چاہتا ہے کسی چیز سے نبی کی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ قبر میں آزمائش سے مراد وہ سوال ہیں جو منکر نکیر میت سے کریں گے۔ حدیث نمبر ۱۲۲۲ میں ذکر ہے جب دو یہودی عورتوں نے حضرت عائشہ سے عذاب کا ذکر کیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا چکے تھے کہ قبر میں اس امت کی آزمائش ہوگی تو پھر حضرت عائشہ

نے ان عورتوں کی کیوں تکذیب کیوں کی، اس کا جواب یہ ہے آزمائش کا مطلب ہے منکر ونکیر کے سوالات اور عذاب قبر ایک اور چیز ہے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں آزمائش کی خبر دی بعد میں عذاب قبر کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے بعد فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنی چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے نہ صرف مامون بلکہ وجہ امان ہیں اس کے باوجود آپ کا بکثرت فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنا غلبہ وخوف الٰہی اور تعلیم امت پر محمول ہے۔

عذاب قبر عذاب کے معنی ہیں مٹھاس عربی میں کہتے ہیں ماء عاذب میٹھا پانی اور قبر کے معنی ہیں گڑھا۔ قبر میں میت پر جو درد والم کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کو عذاب سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ کفار پر عذاب مسلمانوں کے لیے مٹھاس کی طرح خوشگوار ہوتا ہے۔ قبر سے مراد بالخصوص وہ گڑھا نہیں ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ[1] ہوں خواہ یہ اجزاء زمین کے اندر گڑھے میں ہوں، پانی کی تہ میں جانوروں کے پیٹ میں یا جسم جلنے کے بعد راکھ کی شکل میں ہوں۔ جس جگہ بھی یہ اجزاء ہوں گے قیامت تک ان پر عذاب یا ثواب کی کیفیات مرتب ہوتی رہیں گی۔

عذاب روح وجسم دونوں پر ہوتا ہے یا صرف روح پر؟ اس میں اختلاف ہے بعض علماء صرف روح پر عذاب کے قائل ہیں۔ ابن قیم جوزیہ کا یہی مسلک ہے اور جمہور اہلسنت کے نزدیک عذاب روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے صوفیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اجساد مثالیہ پر عذاب ہوتا ہے۔

منکرین عذاب قبر کے شبہات بعض روافض اور کچھ معتزلہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت پتھروں کی طرح جامد اور بے جان ہے اور عذاب درد اور اذیت کی کیفیت کے ادراک کو کہتے ہیں اور ادراک بغیر حیات کے غیر متصور ہے یہ لوگ قبر میں حیات نہیں مانتے اور قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی۔ (دخان: ۵۶) "اہل جنت، جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی۔ پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری قبر میں جانے کے بعد۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان کیا ہے اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا ہے کہ اہل جنت موت نہیں چکھیں گے پھر تعلیق علی المحال کرتے ہوئے فرمایا: اگر وہ جنت میں موت چکھتے تو پہلی موت چکھتے اور پہلی موت (جو گذر چکی ہے) کا چکھنا تو محال ہے لہٰذا ان کا مطلقاً موت چکھنا محال ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس آیت کریمہ سے کفار کو اہل قبور سے تشبیہ دینا مقصود ہے یعنی جس طرح اہل قبور سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے

---

[1] اجزاء اصلیہ ان اجزاء کو کہتے ہیں جن سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے یہ انسانی جسم کے نشوونما اور بڑھنے گھٹنے کے تمام ادوار پیدائش سے لے کر موت تک مشترک رہتے ہیں ——— سعیدی ———

اسی طرح کفار بھی سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور جب اہلِ قبور سن نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ وہ حیات سے عاری اور مردہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہلِ قبور حاسہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔ اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہلِ قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

عذابِ قبر پر دلائل اہلِ سنت کے دلائل یہ ہیں: (امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین)

"تو نے ہم کو دو مرتبہ مارا اور دو بار زندہ کیا" (مومن: ۱۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت بھی دو ہیں اور حیات بھی دو ہیں ایک موت وہ ہے جو دنیوی حیات کے بعد آئی اور دوسری موت وہ ہے جو قبر کی حیات کے بعد آئی بعض مفسرین نے دنیاوی حیات سے پہلے نطفہ کو پہلی موت اور دنیاوی حیات کے بعد موت کو دوسری موت قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ نطفہ میں جو عدم حیات ہے وہ عدم سابق ہے جس کے لیے کسی فاعل کی ضرورت نہیں۔ فاعل کی ضرورت عدم لاحق کو ہوتی ہے اس آیت میں اَمَتَّنَا کا لفظ استعمال فرمایا ہے (تو نے ہم کو مارا) اس میں اس موت کا ذکر ہے جس کیلئے فاعل کی ضرورت ہو اور اس سے مراد وہ دو صورتیں ہو سکتی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے:

النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ۚ ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (مومن: ۴۶)

"آل فرعون صبح و شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی آگ پر لائے جائیں گے (حکم ہوگا) داخل کرو آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں"

اس آیت میں عذابِ قبر پر دو طرح دلالت ہے اولاً اس لیے کہ انہیں صبح و شام آگ پر لانا وہ عذاب ہے جو قیامت سے پہلے ہوگا کیونکہ قیامت کے عذاب کا ذکر بعد میں بطریق عطف کیا ہے اور قیامت سے پہلے جو صبح و شام آگ دکھلائی جائے گی وہ صرف قبر میں متصور ہے۔ ثانیاً فرشتوں کو قیامت کے دن حکم ہوگا آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم درجہ کا عذاب انہیں قیامت سے پہلے دیا جاتا رہا ہے اور وہ عذابِ قبر میں ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہے:

اغرقوا فادخلوا نارًا۔ (نوح: ۲۵)

"قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی۔"

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

اور عذابِ قبر کے بارے میں اس قدر کثرت سے صحاح اور سنن میں احادیث وارد ہیں کہ علامہ تفتازانی اور دیگر علماء نے کہا کہ یہ احادیث معنیً متواتر ہیں۔

عذاب قبر پر عقلی شبہات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ یا جانور کا پیٹ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات جنگلی جانور انسانوں کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اس کے اندر میت کے اجزا پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گذر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے مثلاً ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گذرتے ہیں اور ہم کو پتا نہیں چلتا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے۔ کسی چوٹ کا نشان نہ جلنے کا کوئی اور ٹوٹ پھوٹ نہ مار کی وجہ سے جسم میں حرکت اور اضطراب ہوتا ہے اسکا جواب بھی وہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اسی مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد و اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔ پانچواں سوال ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔ (عذاب قبر کے تمام مباحث کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں کر دی ہے)

۱۲۲۴- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلَوتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۵- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے۔ یوں کہے "اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔

کے شر سے۔

۱۲۲۶۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْا فِي الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ قَالَتْ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيْذُ مِنَ الْمَغْرَمِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں آپ سے کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! آپ قرض سے کس قدر زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۱۲۲۷۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِيْ عَائِشَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

۱۲۲۸۔ حَدَّثَنِيْ الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا هِقْلُ بْنُ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيْسٰى يَعْنِيْ ابْنَ يُوْنُسَ جَمِيْعًا عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآخِرَ۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے لیکن اس میں تشہد کیساتھ آخر کا لفظ نہیں ہے۔

۱۲۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب نار سے۔

اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَشَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ۔

دنیا اور آخرت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے شر سے۔

۱۲۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ عُوْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، زندگی اور موت کی آزمائش سے۔

۱۲۳۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۳۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے:

۱۲۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَهَنَّمَ وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے، عذاب جہنم سے اور فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۳۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ يَعْنِيْ اَنَّ طَاوُسًا قَالَ لِابْنِهٖ دَعَوْتَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی سورت کی طرح اس دعا کی تعلیم دیتے تھے: "اے اللہ! ہم عذاب جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا تو نے نماز میں یہ دعا مانگی، اس نے کہا نہیں، طاؤس نے کہا نماز پھر پڑھ

بِهَا فِي صَلٰوتِكَ قَالَ لَا قَالَ اَعِدْ صَلٰوتَكَ لِاَنَّ طَاؤُسًا رَوَاهُ عَنْ ثَلٰثَةٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ اَوْ كَمَا قَالَ۔

کیونکہ طاؤس نے اس حدیث کو تین چار راویوں سے نقل کیا ہے۔

مسیح دجال حدیث نمبر ۱۲۲۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح دجال سے پناہ مانگتے تھے۔ مسیح کا لفظ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور دجّال کے لیے بھی۔ حضرت عیسیٰ کے حق میں مسیح بمعنی ماسح مراد ہے کیونکہ آپ جس بیمار کے اوپر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ شفایاب ہو جاتا اور دجال کے حق میں مسیح بمعنی ممسوح بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ممسوح العین یعنی کانا ہوگا۔ ایک سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے پناہ مانگی کیا آپ کو علم نہ تھا کہ دجال کا ظہور آپ کے زمانہ میں نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے کہ دجال کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوگا (صحیح مسلم) اس لیے آپ کا مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگنا، امت کو تعلیم دینے اور انھیں اس دعا کی طرف ترغیب دینے کے لیے تھا نہ اس وجہ سے کہ آپ کو اس کے خروج کا علم نہیں تھا، ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ کا یہ لکھنا سخت افسوسناک ہے! کہ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجّال نہیں آیا۔ (رسائل مسائل حصہ اوّل ص ۵۰، ۴۹)

زندگی اور موت میں آزمائش حدیث نمبر ۱۲۲۵ میں یہ دعا ہے: "اے اللہ! میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں" زندگی میں آزمائش یہ ہے کہ مال اور اولاد کی محبت، نفس کی خواہشات اور غیظ و غضب کی وجہ سے عبادات کا ترک یا گناہ کا ارتکاب نہ کر ڈالے، موت کی آزمائش یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان پر مستقیم رہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام ثوری مرض وفات میں رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو میں کبھی نہ روتا، ایک شیخ پر موت کے وقت غشی طاری ہو گئی۔ انھوں نے بتایا کہ غشی کے عالم میں انھوں نے دو جماعتیں دیکھیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف جو جماعت بائیں طرف تھی وہ شرک کی طرف راغب کرتی تھی اور جو دائیں طرف تھی وہ ایمان باللہ کی دعوت دیتی تھی۔ بائیں جانب والے گروہ نے توحید کے خلاف شبہات پیش کیے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کی بدولت جو مجھے عطا کیا تھا ان شبہات کے جوابات کی توفیق دی اور اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ انسان کا علم اسے دنیا اور آخرت میں نفع دیتا ہے۔[1]

قبر میں آزمائش حدیث نمبر ۱۲۲۰ میں قبر کی آزمائش کا ذکر گزر چکا ہے اس سلسلہ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جب قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے تیرا رب کون ہے؟ تو شیطان اس کے سامنے آجاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میں تیرا رب ہوں، یہ بڑا زبردست فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ بعض مسلمان قبر پر دفن کے بعد اذان دیتے ہیں تاکہ شیطان بھاگ جائے اور میت کو فرشتوں کے سوالات کے جواب مستحضر ہوں، یہ ایک نیک اور بابرکت عمل ہے لیکن اس کو تدفین کا ایک رکن قرار دینا باطل اور بدعت سیئہ ہے۔ مسلمانوں سے حسن ظن یہی ہے کہ وہ اس کو واجب نہیں سمجھتے۔

---

[1] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار کتب العلمیہ بیروت

حضور کے استغفار کی وجہ

حدیث نمبر ۱۲۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ اس پر سوال ہے کہ آپ تو مغفور ہیں۔ قرآن اور حدیث میں آپ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی بے شمار بشارتیں ہیں۔ پھر آپ دعا کیوں کرتے تھے، اس کے کئی جواب ہیں، پہلا: امت کو دعا کی تعلیم دینے کے لیے، دوسرا تاکہ دعا مانگنا مسنون ہو اور اس میں آپ کا نمونہ ہو۔ تیسرا: تواضع اور اظہار عبودیت کے لیے۔ چوتھا: خوفِ الٰہی کے غلبہ کے سبب۔ پانچواں: اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج ظاہر کرنے کے لیے۔ چھٹا: اللہ کا حکم ماننے کے لیے۔ ساتواں: امت کو یہ بتلانے کے لیے کہ میں مغفرت کی بشارت پانے کے باوجود اس قدر دعائیں مانگتا ہوں تو تم لوگ جن کے حق میں کوئی نوید نہیں ہے ان کو کتنی زیادہ دعائیں مانگنی چاہئیں۔ آٹھواں: اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔ نواں: جہنم اور قبر کے عذاب کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے۔ دسواں: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے سے اس کا قرب محبت اور رحمت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے حصول کے لیے۔

قرض مذموم اور قرض محمود

اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے قرض سے پناہ مانگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض لینا مذموم اور برا کام ہے۔ حالانکہ طبرانی میں سند صحیح سے مرفوعاً روایت ہے اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے، اور عبداللہ بن جعفر اپنے خادم سے کہا کرتے تھے جاؤ میرے لیے قرض لے کر آؤ۔ کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اس حال میں رات گزاروں کہ اللہ تعالیٰ کبیر سے ساتھ نہ ہو۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قرض لینا مستحسن ہے یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرض لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے وسائل نہ ہوں۔ اس وقت انسان کا یہی حال ہوگا کہ وہ جھوٹ بولے گا اور وعدہ خلافی کرے گا اور یہ مذموم ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے اور جب اس کے پاس ادائیگی کے وسائل ہوں تو مذموم نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۴ میں ہے کہ نماز میں ان دعاؤں کے نہ مانگنے پر طاؤس نے اپنے بیٹے کو نماز دہرانے کا حکم دیا، اس سے طاؤس کا مقصد یہ نہ تھا کہ نماز میں ان دعاؤں کا مانگنا شرعاً واجب ہے بلکہ اپنے بیٹے کو نماز میں ان دعاؤں کی عادت ڈالنے کیلئے تاکیداً ایسا فرمایا۔

باب ۲۱۱ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَبَيَانِ صِفَتِهٖ

نماز کے بعد ذکر کا طریقہ اور اس کا استحباب

۱۲۳۵۔ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْ عَمَّارٍ (اِسْمُهٗ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ) عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ قَالَ يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کرتے اور فرماتے: اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔ راوی کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے پوچھا استغفار کیسے کرتے تھے کہا فرماتے تھے: استغفر اللہ استغفر اللہ۔

۱۲۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَمْرُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت ذا الجلال و الاکرام ۔ پڑھنے کی مقدار تک بیٹھتے تھے اور ابن نمیر کی روایت میں یا ذا الجلال والاکرام ہے۔

۱۲۳۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۳۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے اور اس میں بھی یا ذا الجلال والاکرام ہے۔

ذکر ماثور میں اضافہ یا تغیّر

عام طور پر یہ دعا اس طرح مانگی جاتی ہے "اللھم انت السلام و منك السلام و الیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" غلط گھڑی ہوئی الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں یہ الفاظ بعض واعظین نے وضع کر کے زیادہ کر دیئے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں "منك السلام کے بعد جو مذکور ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے، شیخ جزری نے کہا ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان بعض الفاظ کو قصہ گو لوگوں نے گڑھ لیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں: الیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام و ادخلنا دار السلام ۔[1]

حدیث شریف میں دعا اور ذکر کے جو الفاظ وارد ہوں ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی یا تغیّر و تبدل کرنا صحیح نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو ایک دعا سکھائی جس میں یہ الفاظ تھے: ونبیك الذی ارسلت " حضرت براء نے جب یہ کلمات دہرا کر آپ کو سنائے تو یوں پڑھا "برسولك الذی ارسلت " آپ نے فرمایا "لا ونبیك الذی ارسلت" [2] "نہیں (وہی الفاظ پڑھو جو میں نے سکھائے ہیں) اس کی شرح میں علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے لکھا:

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ البخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جزء ۳ ص ۱۸۸ مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ان الفاظ الاذکار توقیفیۃ فی تعیین اللفظ و تقدیر الثواب فربما کان فی اللفظ سر لیس فی الآخر و ان کان یرادفہ فی الظاھر [1]

ذکر کے الفاظ لفظ کے تعیّن اور ثواب کی مقدار میں توقیفی (یعنی جن میں عقل کا دخل نہیں) ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایک لفظ میں وہ راز ہوتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتا۔ ہر چند کہ وہ الفاظ بظاہر مترادف ہوتے ہیں۔

اس وجہ سے ائمہ حضرات سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے بالعموم گذارش ہے کہ وہ "اللھم انت السلام" والی دعا مانگتے وقت صرف وہی الفاظ پڑھیں جو حدیث میں وارد ہیں ان میں تغیر اور اضافہ نہ کریں ورنہ وہ ان برکات اور اثرات سے محروم رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوئے الفاظ پر مرتب ہوتے ہیں۔

امام ابن ہمام اور بعض دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ نماز کے وقت صرف اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام اتنی ہی مقدار ذکر کرے اس سے زیادہ اذکار (وظائف) جو احادیث میں وارد ہیں سنتیں ادا کرنے کے بعد انھیں پڑھے [2] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ ان تمام احادیث میں تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس حدیث کی تاویل صحیح ذکر کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ایک حدیث ہے (حدیث ۱۲۴۳)، جس میں فرض کے بعد طویل ذکر، ذکر کیا گیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد بآواز بلند پڑھا کرتے تھے، اور علامہ شوکانی نے صحیح ابن حبان اور نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ اٰیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الموت وزاد الطبرانی و قل ھو اللہ احد [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے لیے جنت میں جانے سے موت کے سوا اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ اور طبرانی نے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھنے کی زیادتی بھی روایت کی ہے۔

جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے:

عن عقبۃ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ المعوذات فی دبر کل صلوٰۃ [4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔ (یہ سورتیں) پڑھا کروں۔

ان کے علاوہ اور بھی طویل اذکار کتب حدیث میں مذکور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۰۵۰ھ — نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ ازہر ۱۳۹۸ھ

[4] امام عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ — سنن نسائی ج ۱، ص ۱۲۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابن ہمام نے ان اذکار کی یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھنے کے بعد یہ اذکار پڑھا کرتے تھے[1] اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ فرض کے بعد یہ اذکار پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۴۳) اور ابن حبان ، نسائی اور طبرانی کی آیت الکرسی والی حدیث ہے علامہ ابن ہمام نے کہا سنتیں چونکہ فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں اس لیے جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرض کے بعد ہی ہوگا۔ اس پر پھر اعتراض ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنن اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے پھر صحابہ کرام کو کیسے پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد بآواز بلند پڑھتے تھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو امام ابن ہمام تاویل در تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے باہر سے ذکر کی آواز سن لیتے تھے۔ اس تاویل کے بعد سے قطع نظر ابن ہمام رحمہ اللہ کا ذہن اس اعتراض کی طرف متوجہ نہیں ہوا ـــــ کہ صحابہ بھی تو اس وقت اپنے اپنے گھروں میں سنن اور نوافل میں مشغول ہوتے تھے کیوں کہ عہد رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب گھروں میں سنن اور نوافل پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ سنن ابن حبان میں جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں جانے کے لیے موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس روایت کے الفاظ امام ابن ہمام کی تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔

حضرت عائشہ نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام ۔ الخ کی مقدار تک بیٹھتے تھے یہ دوام و استمرار پر محمول نہیں ہے بعض اوقات آپ صرف اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھنے تک بیٹھتے اور بعض اوقات اس سے زیادہ مقدار تک بیٹھتے اور ذکر کرتے رہتے امت کی سہولت کے لیے آپ نے نہ کسی ایک ذکر کو معین کیا نہ کسی ایک مقدار کو معین فرمایا۔ یہی توجیہ آپ کی زندگی کے عام معمولات کے موافق ہے بہرحال نمازی فرض نماز پڑھنے کے بعد آیت الکرسی پڑھے، تین بار استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ۔ پڑھے اور کلمہ شریف کا ذکر کرے کیونکہ ان کے پڑھنے پر بہت اجر و ثواب اور جنت کی بشارت ہے نیز فرض کے بعد سنتیں پڑھنے میں اصل سنت یہ ہے کہ سنتیں گھر میں پڑھی جائیں دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ فرض اور سنن میں فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس لیے افضل یہی ہے کہ ان اذکار کو فرض کے بعد پڑھا جائے۔ فرض نماز کے بعد اذکار کے سلسلہ میں اس حکایت پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

ابن قیم جوزیہ سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ابوبکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ شبلی آگئے تو ابوبکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا

---

[1] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

میں نے ان سے کہا یا سیدی! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ بشمول آپ کے تمام اہل بغداد کے خیال میں یہ دیوانہ ہے ابوبکر بن مجاہد نے کہا میں نے شبلی کی اس طرح تعظیم کی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم کی تھی کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوا آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو کیوں سرفراز فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہر فرض کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم (اخیر سورت تک) اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے " صلی اللہ علیک یا محمد۔ بعد میں میری شبلی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا تم درود کس طرح پڑھتے ہو اس نے اسی طرح بتایا [1]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں: نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف یا نمازیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے مطلقاً نہیں ہے اور نہ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے سند صحیح سے نہ حسن سے عصر اور فجر کے ساتھ اس دعا کی تخصیص آپ سے ثابت ہے نہ آپ کے خلفاء راشدین سے اور نہ آپ نے امت کی اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ آپ کے اور خلفائے راشدین کے بعد لوگوں نے سنت کے بجائے اس عمل کو مستحسن بنا لیا اور جو دعائیں احادیث میں وارد ہیں وہ سب اثناء نماز کے ساتھ متعلق ہیں۔ [2]

علامہ ابن قیم کا مطلقاً یہ دعویٰ کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد دعا کی نہ اس کی رہنمائی کی قطعاً مردود ہے سنن نسائی میں سند صحیح کے ساتھ ہے:

عن مسلم بن ابی بکرۃ قال کان ابی یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر وعذاب القبر فکنت اقولھن فقال ای بنی عمن اخذت قلت عنک قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقولھن فی دبر الصلوٰۃ۔ [3]

مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اے اللہ! میں کفر اور فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔ میرے والد نے کہا اے بیٹے یہ دعا کہاں سے حاصل کی۔ میں نے کہا آپ سے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

امام ترمذی سند حسن سے روایت کرتے ہیں:

عن مصعب بن سعد وعمرو بن میمون کان سعد یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوٰۃ اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا

مصعب بن سعد اور عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کی آزمائش اور

---

[1] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ — جلاء الافہام ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ — زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[3] امام عبد الرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ — سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

وعذاب القبر۔[1] عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ترمذی اور نسائی کی ان دونوں حدیثوں میں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کے بعد دعا کی ہے۔ اور فرض نماز کے بعد آپ نے دعا کرنے کی رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰت المکتوبات۔[2]

ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے فرمایا آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد۔

ان احادیث میں فرض نماز کے بعد دعا کا وافر ثبوت ہے اس بحث کے اخیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا طریقہ ذکر کر دیا جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ۔[3]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو انھیں اس وقت تک نیچے نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ انھیں اپنے چہرے پر ملتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور بعد میں ان ہاتھوں کو چہرہ پر ملا جائے علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ان کے درمیان کشادگی ہو یعنی ملے ہوئے نہ ہوں۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کہے الحمد للہ رب العالمین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے مثلاً کہے والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین۔ پھر اپنی حاجات کا ذکر کرے اخیر میں پڑھے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔[4]

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات

بسا اوقات ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی یا اس دعا کے عوض اللہ تعالیٰ ہم سے دنیا و آخرت کی کوئی بلا ٹال دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی اس چیز کا وقت نہیں آیا وہ اس کو مؤخر کر دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی جو دو ہزار سال بعد پوری ہوئی یا اس دعا کے عوض آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ امور اس وقت مرتب ہوتے ہیں جب بندہ مسلسل بغیر کسی گلے شکوے کے دعا کرتا رہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۱۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 ص ۵۰۴ 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 ص ۴۸۸ 〃 〃

[4] اب جبکہ مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا رواج ہو چکا ہے تو جن نمازوں کے بعد مسجد میں سنن اور نوافل پڑھے جاتے ہیں ان میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ سنن اور نوافل کے بعد امام دعا کرے یا نہیں۔ شرح مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۸۷ میں اس صورت میں دعا مانگنے کا جواز ہے ـــــ سعیدی ـــــ

قبولیت دعا کی شرائط

قبولیت دعا کی شرائط یہ ہیں: کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ قبولیت دعا کے لیے عجلت نہ کرے۔ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی دعا کرتا رہا ہو۔ گلہ شکوہ نہ کرے یہ نہ کہے کہ میں نے بارہا دعا کی مگر دعا قبول نہیں ہوئی اور اس پر اظہار افسوس کرے اور دعا چھوڑ دے۔ اسکے کھانے پینے اور پہننے میں مال حرام داخل نہ ہو۔ دعا مانگنے والا نیک ہو بالخصوص جھوٹ نہ بولتا ہو۔ دعا مانگتے وقت استحضار قلب ہو یعنی غفلت سے دعا نہ کرے کسی امر محال کی دعا نہ مانگے اور یہ کہ اس کی دعا تقدیر کے موافق ہو۔

ان شرائط کے ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان یہ خیال کرے میں تو بہت گنہگار ہوں میں کب اس لائق ہوں کہ میری دعائیں قبول ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷) دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور دعا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے اور بار بار مانگتا ہے تو بندہ کا اظہار بندگی ہوتا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کا محتاج ہے اور اسی کو اپنی جائے پناہ سمجھتا ہے اس کے سوا کسی اور کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا، دعا قبول ہو یا رد ہو اسی سے سوال کرتا ہے کسی اور سے گدا نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب سے تمام حاجات کا سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب حیاء والا اور کریم ہے جب بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) اللہ تعالیٰ رد کرے یا قبول، بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اس سے مانگتا رہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسجدیں ویران ہوگئیں۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دیا اپنے رب سے نہیں مانگتے، اس کے سامنے حاجات پیش نہیں کرتے بس یہ خیال دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعائیں قبول نہیں ہوسکتیں، ارے تم اس کی بارگاہ میں آؤ تو سہی، دست سوال دراز تو کرو، اس کے کرم کا تو یہ عالم ہے کہ جب مشرکوں کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی تھی اور انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے کہ انھیں بھنور سے نکال دے اور پکا عہد کرتے کہ اب شرک نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا بھی قبول فرمالیتا، یہ اور بات ہے کہ بعد میں انھوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا!۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل من ینجیکم من ظلمت البر و البحر تدعونہ تضرعا و خفیۃ ۚ لئن انجٰنا من ھٰذہ لنکونن من الشاکرین ۝ قل اللہ ینجیکم منھا و من کل کرب ثم انتم تشرکون ۝

(الانعام : ۶۳، ۶۴)

آپ کہیے سمندر اور جنگل کے مصائب سے تمہیں کون نجات دیتا ہے جس کو تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو اگر اس مصیبت سے اس نے ہم کو نجات دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کریں گے۔ آپ کہیے اللہ ہی تم کو اس مصیبت اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر تم اس کے شریک بنا لیتے ہو!۔

ھو الذی یسیرکم فی البر و البحر حتی اذا کنتم فی الفلک ۚ وجرین بھم بریح طیبۃ و فرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم

وہی تم کو جنگل اور دریا میں لے جاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور اچھی ہوائیں کشتیوں کو لے چلتی ہیں اور لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں ان کشتیوں

الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین ۙ لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین ۝ فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق ۔

(یونس ، ۲۱ ، ۲۲)

پر ایک تیز ہوا آتی ہے اور ہر جگہ سے انھیں موج گھیر لیتی ہے اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر چکے ہیں تب وہ اخلاص سے اللہ کو پکارتے ہیں اگر تو نے ہم کو اس مصیبت سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کریں گے پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا مس الانسان ضر دعا ربه منیبا الیه ثم اذا خوله نعمة منه نسی ما کان یدعوا الیه من قبل وجعل لله اندادا لیضل عن سبیله ؕ قل تمتع بکفرک قلیلا ۚ انک من اصحاب النار ۔

(زمر : ۸)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو عاجزی سے پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت دے دیتا ہے تو وہ پہلے کی ہوئی دعا میں بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنا لیتا ہے تاکہ اس کے راستہ سے (لوگوں کو) بہکا دے۔ آپ کہیے تم تھوڑے دن اپنے کفر سے فائدہ اٹھا لو، لاریب تم جہنمیوں میں سے ہو۔

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے بھی اللہ کے دروازہ کو نہیں چھوڑا اور جب ان کی زندگی کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی اور نجات کی کوئی دلیل نظر نہ آتی تو صرف اسی کو پکارتے تھے!

ہمیں چاہیے کہ اپنی تمام مشکلات، مصائب، حاجات، تمام چھوٹی بڑی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جب کافروں اور مشرکوں کو مایوس نہیں کرتا تو اپنی توحید کا دم بھرنے والوں کو کب محروم کرے گا۔ نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی پابندی کریں، محرمات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت بر آری کے لیے دعا کریں۔ یاد رکھیے تمام انبیاء علیہم السلام نے آکر یہی دعوت دی ہے کہ خلق، خالق کی طرف متوجہ ہو اور اپنی تمام حاجات کا قبلہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنائے۔ آج ہم اس دعوت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ قبولیت دعا کی شرائط کے سلسلہ میں یہ بتلایا ہے کہ دعائیں اس لیے بھی قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے دعا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس بحث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ مصیبت میں اس کی دعا قبول ہو اس کو چاہیے کہ راحت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵)۔

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ إِلَى مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے تھے (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے ستائش

اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلے میں سودمند نہیں۔

۱۲۴۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالُوْا اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ فِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ فَاَمْلَاهَا عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ فَكَتَبْتُ بِهَا اِلٰى مُعَاوِيَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۱۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدَةُ بْنُ اَبِيْ لُبَابَةَ اَنَّ وَرَّادًا مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ كَتَبَ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لَهُ وَرَّادٌ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا اِلَّا قَوْلَهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَاِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۲۴۲۔ وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَزْهَرُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ وَالْاَعْمَشِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۲۴۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ اَبِيْ لُبَابَةَ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعَا وَرَّادًا كَاتِبَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَقُوْلُ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ اُكْتُبْ اِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا قَضٰى الصَّلٰوةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ حضرت مغیرہ نے انہیں لکھ کر بھیجا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے (ذکر کا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے۔

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ۔

اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں فائدہ مند نہیں ہے۔

۱۲۴۴ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون ۔ اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے۔

ف: یہ حدیث ذکر بالجہر پر واضح دلیل ہے۔ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو مجملاً بیان کیا ہے ـــــ سعیدی ـــــ

۱۲۴۵ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ مَوْلٰى لَهُمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يُهَلِّلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے۔ اور اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو باآواز بلند فرماتے تھے۔

۱۲۴۶ ۔ وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ عَلٰى هٰذَا الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ اَوِ الصَّلَوَاتِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ ۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عبداللہ بن زبیر منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر ان کلمات کا ذکر کیا۔

۱۲۴۷ ۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ اَنَّ اَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ يَقُوْلُ فِيْ اَثَرِ الصَّلٰوةِ اِذَا سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ وَكَانَ يَذْكُرُ ذٰلِكَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَهٰذَا حَدِيْثُ قُتَيْبَةَ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا يُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّيْ وَيَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَيُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُكَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَزَادَ غَيْرُ قُتَيْبَةَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ اللَّيْثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ قَالَ سُمَيٌّ فَحَدَّثْتُ بَعْضَ اَهْلِيْ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ وَهِمْتَ اِنَّمَا قَالَ تُسَبِّحُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَتَحْمَدُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَتُكَبِّرُ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَرَجَعْتُ اِلٰى اَبِيْ صَالِحٍ فَقُلْتُ لَهٗ ذٰلِكَ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَقَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَ

بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سُنا آپ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر مثل سابق بیان کیا اور اس حدیث کے آخر میں ہے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء مہاجرین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ مالدار بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے گئے آپ نے فرمایا وہ کیسے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں اور وہ صدقہ دیتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں دے سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں آزاد کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتلاؤں جس کے سبب تم ان کی سبقت کو حاصل کر لو اور بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور کوئی تم پر نہ بڑھ سکے اِلّا یہ کہ وہ بھی ایسا ہی کرے انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو راوی کہتے ہیں کہ فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے مالدار بھائیوں نے ہماری تسبیح کو سن لیا اور وہ بھی ہماری طرح پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔ سمی کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے گھر والوں کو بیان کی تو انھوں نے کہا تم بھول گئے آپ نے فرمایا تھا تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ، تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے۔ پھر میں صالح کے پاس گیا انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ اس طرح کہ کل تعداد ۳۳ ہو جائے۔ ابن عجلان نے کہا میں نے یہ حدیث رجاء بن حیوہ سے بیان کی انھوں نے مجھ سے اسی طرح سند کے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَتّٰى تَبْلُغَ مِنْ جَمِيعِهِنَّ ثَلَاثَةً وَّثَلَاثِينَ قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ رِجَاءَ بْنَ حَيْوَةَ فَحَدَّثَنِي بِمِثْلِهِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے ساتھ بیان کی۔

۱۲۴۹۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ بِمِثْلِ حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنِ اللَّيْثِ إِلَّا أَنَّهُ أَدْرَجَ فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَ أَبِي صَالِحٍ ثُمَّ رَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ يَقُولُ سُهَيْلٌ إِحْدٰى عَشْرَةَ إِحْدٰى عَشْرَةَ فَجَمِيعُ ذٰلِكَ كُلُّهُ ثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثِينَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالدار لوگ بلند درجات اور جنت لے گئے۔ باقی حدیث مثل سابق ہے مگر یہ کہ اس میں سہیل کا یہ قول ہے کہ تینوں کلمات گیارہ گیارہ مرتبہ کہے تاکہ کل تعداد تینتیس ہو جائے۔ مگر لیث نے حضرت ابوہریرہ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ فقراء مہاجرین پھر حضور کے پاس آئے۔

ف: سہیل کی روایت میں گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے تاکہ کل تعداد تینتیس مرتبہ ہو لیکن چونکہ بعض روایات میں تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ سمی کی روایت میں ذکر ہے اس لیے احتیاط یہ ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ کو تینتیس بار پڑھے اور اللہ اکبر کو چونتیس بار پڑھے تاکہ کل تعداد سو بار ہو جائے۔ سعیدی

۱۲۵۰۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسٰى قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ عُيَيْنَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً وَّأَرْبَعًا وَّثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ، اور چونتیس بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ نَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنہیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس

لَا يُخِيبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً وَأَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ۔

بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ الْمُدْنِ حَجِيٍّ قَالَ مُسْلِمٌ مَوْلَى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَحَمِدَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَكَبَّرَ اللهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَإِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے کلمات ہو گئے اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۱۲۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل کیا ہے۔

تشریح

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلیل عمل سے کثیر اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اغنیاء اپنے مال کثیر کو صرف کر کے صدقۂ خیرات، حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ کر کے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو نمازوں کے بعد صرف سو مرتبہ تسبیح پڑھنے سے وہ اجر مل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اچھی چیز اور نعمت پر رشک کرنا صحیح ہے کیونکہ فقراء اغنیاء کی مالی عبادتوں پر رشک کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ ان عبادات کا اجر حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے: لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علیٰ بعض،،

(نساء: ۳۲) " اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ تم میں سے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی اس کی تمنا نہ کرو" تو اغنیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن عبادتوں کے اجر کی فضیلت دی ہے فقراء صحابہ نے ان کی کیوں تمنا کی؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان چیزوں کے حصول کی تمنا سے منع کیا ہے جو شرعاً محال ہیں، مثلاً عورت اذان، امامت یا طلاق دینے کی تمنا کرے یا کوئی شخص اب نبی بننے کی تمنا کرے یا کوئی شخص انبیاء کے اجر پانے کی تمنا کرے۔ ایسی تمنا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی طرف رغبت کرنا چاہیے کیونکہ اغنیاء کو جب علم ہوا کہ فقراء صحابہ نماز کے بعد تسبیح کرتے ہیں تو انھوں نے تسبیح کرنا شروع کردی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ عبادت پر اجر بندہ کے عمل سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے) پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع اور مختار بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو عبادت مشروع کرنے اور اس پر اجر و ثواب بتلانے کا اختیار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سو مرتبہ تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب اغنیاء کی مالی عبادت کے برابر قرار دیا اور یہی منصب نبوت ہے۔

غنی اور فقیر

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں فقیر صابر افضل ہے بعض کہتے ہیں غنی شاکر افضل ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں سے افضل فقیر شاکر ہے۔ امام رازی نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن مبارک اور شقیق بلخی کی ملاقات ہوئی۔ عبداللہ بن مبارک نے شقیق بلخی سے پوچھا تمہارے ہاں کے فقراء کا کیا حال ہے۔ شقیق بلخی نے کہا انھیں کچھ مل جائے تو شکر کرکے کھا لیتے ہیں نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا اگر ایسا ہے تو وہ کتوں کے مقام سے آگے نہیں بڑھے کیونکہ کتوں کا بھی یہی حال ہے۔ مالک کھانے کو دے تو اس کے پیچھے دم ہلاتے پھرتے ہیں نہ دے تو صبر کرکے پڑے رہتے ہیں۔ شقیق بلخی نے پوچھا پھر کیا ہونا چاہیے۔ عبداللہ ابن مبارک نے کہا نہ ملے تو شکر کریں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیں[1] یہی لوگ فقراء شاکر ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فی نفسہ نہ فقر برا ہے نہ غنا۔ اگر فقر آدمی کو کمیونسٹ یا سوشلسٹ بنا دے تو برا ہے اور کاد الفقر ان یکون کفرا کا مصداق ہے اور اگر فقر انسان کو بلال حبشی رومی اور عمار بن یاسر بنا دے تو اچھا ہے اور یہ فقر باعث فخر ہے۔ اسی طرح اگر غنا آدمی کو قارون اور فرعون بنا دے تو برا ہے اور شر امت ہے[2] اور اگر غنا انسان کو عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف بنا دے تو اچھا ہے اور ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا مصداق ہے۔

اس حدیث میں اس وجہ سے فقر کی فضیلت ہے کہ اغنیاء مال کثیر خرچ کرکے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو وہ صرف نماز کے بعد تسبیح پڑھنے سے مل جاتا ہے اور اس وجہ سے غنا کی فضیلت ہے کہ مالی عبادت کے علاوہ تسبیح پڑھنے سے اغنیاء بھی یہ اجر پا لیتے ہیں۔ اغنیاء فقراء کو صدقات دے کر ان کی دنیا سنوارتے ہیں تو فقراء اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ان کی عقبیٰ سنوارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر اغنیاء کو مال و دولت کی عزت دی ہے تو فقراء کو وقار اور خودداری کی عزت دی ہے امیروں کو حکم دیا کہ وہ غریبوں کو خود جاکر صدقات دیں اگر نہیں دیں گے تو عذاب کے مستحق ہونگے غریبوں

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حدیث شریف میں ہے ای امتک شر یا رسول اللہ؟ قال الاغنیاء آپکی امت میں سب سے برا کون ہے فرمایا اغنیاء

کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ جاکر صدقات لیں۔ اللہ اللہ! یہ فقراء کی پاسداری ہے ان کی وکالت ہے بلکہ حمایت ہے کہ اگر اغنیاء فقراء کی پرورش نہ کریں تو ان کے سروں سے اُخروی امان کا سایہ اُٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ فقراء کی طرف سے اغنیاء سے محاسبہ اور مواخذہ کرے اگر کسی بھوکے کو یہ کھانا نہ کھلائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بھوکا تھا مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا اگر کسی بیمار کی یہ عیادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ امراء کو اپنی امارت پر ناز سہی فقراء کے لیے یہ عزت کچھ کم تو نہیں کہ یہ بھوکے ہوں تو خدا کہے میں بھوکا تھا یہ بیمار ہوں تو خدا فرمائے میں بیمار تھا، اغنیاء دولت پر ناز کرتے ہیں تو اے فقیر تو تم خدا کی ذات پر ناز کرو۔

فقراء کی عزت اور شرف اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ اور بیشتر انبیاء، رسل اور اپنے احباء کے لیے فقر اختیار کیا اور زیادہ اور بیشتر اعداء کے لیے غنا اختیار کیا۔ فقر اور غنا کی زیادہ تفصیل ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کردی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء نے اپنا ایک نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اس نے آکر کہا یا رسول اللہ! میں فقراء کا نمائندہ ہوں آپ نے فرمایا، تمہیں اور جن کے پاس سے تم آئے ہو مرحبا ہو تم ان لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فقراء کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کرکے جنت لے گئے اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لیے زادِ آخرت بن جاتا ہے، آپ نے فرمایا میری طرف سے فقراء کو پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے اس کو اغنیاء پر تین وجہ سے برتری حاصل ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہلِ جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اس جگہ یا نبی فقیر داخل ہوگا یا شہید فقیر یا مومن فقیر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر غنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی انکے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہوسکتا اگرچہ دس ہزار درہم بھی خرچ کردے، اسی طرح نیکی کے باقی تمام کاموں کا حال ہے۔ وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جاکر انھیں اس حدیث کی خبر دی۔ فقراء نے یہ سن کر کہا ہم راضی ہوگئے، ہم راضی ہوگئے [1]

۲۱۲ باب مَا يُقَالُ بَيْنَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ وَالْقِرَاءَةِ

تکبیر تحریمہ کے بعد دعا

۱۲۵۵۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ فِي الصَّلَاةِ سَكَتَ هُنَيَّةً قَبْلَ أَنْ يَقْرَأَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَرَأَيْتَ سُكُوتَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں قرأت کرنے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بتلائیے کہ تکبیر اور قرأت کے سکوت کے درمیان آپ کیا پڑھتے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُوْلُ قَالَ اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِيْ مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَآءِ وَالْبَرَدِ.

ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھتا ہوں (ترجمہ:) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر بُعد کر دے جس قدر مشرق اور مغرب کے درمیان بُعد ہے، اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔

۱۲۵۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۷۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَحُدِّثْتُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانٍ وَيُوْنُسَ الْمُؤَدِّبِ وَغَيْرِهِمَا قَالُوْا نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ نَا اَبُوْ زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَلَمْ يَسْكُتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہیں ہوتے تھے۔

دعاءِ استفتاح میں مذاہب اربعہ

امام مالک تکبیر تحریمہ کے بعد دعاءِ استفتاح کے قائل نہیں ہیں۔ باب مذکور کی یہ احادیث ان کے خلاف حجت قویہ ہیں۔ امام مالک کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ سے شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ بیان جواز کے لیے آپ نے دعاءِ استفتاح کو ترک فرما دیا ـــــ یا جہراً قرأت آپ الحمد للہ سے شروع فرماتے تھے۔ اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورۂ فاتحہ کی جز نہیں ہے ورنہ بجائے الحمد کے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔

دعاءِ استفتاح کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے تاہم ائمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیشِ نظر مختلف دعاؤں کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی نے اس دعا کو اختیار کیا ہے: مسلم شریف میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے بعد یہ پڑھتے:

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهٗ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ

انت الملك لا الٰہ الا انت ، انا عبدك ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعا لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت و اصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت ، لبیك وسعدیك والخیر کله فی یدیك والشر لیس الیك انا بك و الیك تبارکت ربنا وتعالیت استغفرك واتوب الیك ۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے سبحنك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك ۔ [1] (ابو داؤد ص ۱۱۹، ترمذی ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۵۸، نسائی ص ۱۴۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۵، مسند احمد ج ۷، ص ۱۲۰)

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دعاءِ استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ [2]

عصمت کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا فرمائی ہے "اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح بعد (دُوری) کر دے جس طرح مشرق اور مغرب میں بعد ہے، الحدیث" یہ تواضع، تعلیم اور ترغیب امت پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہوں سے معصوم رکھا ہے اس موقع پر ہم عصمت کے بارے میں اہلِ سنت کا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء قدرتہ واختیارہ وھذا معنی قولھم ھی لطف من اللہ تعالیٰ یحملہ علی فعل الخیر و یزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء ولھذا قال الشیخ ابو منصور لا یزیل المحنۃ ولھذا ظھر فساد قول من قال انھا خاصیۃ فی نفس الشخص او فی بدنہ یمتنع بسببھا صدور الذنب عنہ کیف ولو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفہ بترك الذنب ولما کان

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے اسی کے قریب بعض علماء نے کہا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے باوجود برائی پر بندہ کی قدرت اور اختیار کے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے اسی لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ بعض لوگوں (شیعہ) کا یہ کہنا فاسد ہے کہ عصمت انسان کے اندر ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہو

---

[1] علامہ ابن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] 〃 〃 ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۷۹ 〃 〃 ۱۴۰۵ھ

متابا علیہ۔[1]

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

العصمة فضل من الله ولطف منه لكن على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة في الاقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية واليه مال الشيخ ابو منصور الماتريدي حيث قال العصمة لا تزيل المحنة الى الابتلاء والامتحان يعني لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجر عن الشر مع بقاء الاختيار۔[2]

اور قاضی عیاض لکھتے ہیں:

والجمهور قائل بانهم معصومون عن ذلك من قبل الله معتصمون باختيارهم وكسبهم الا حسينا النجار فانه قال لا قدرة لهم على المعاصي اصلا۔[3]

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله في النبي ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالعواقب والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصي والداعي للطاعة ويتاكد في الانبياء بالوحي الالهي وقيل العصمة خاصة في النفس او البدن بسببها يمتنع عن صدور الذنب وباباه انه لو كان كذا لما استحق المدح والثواب لانها

تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا اور وہ ترک گناہ پر ثواب کا امید وار کس وجہ سے ہوگا۔

عصمت اللہ تعالیٰ کا فضل اور لطف ہے لیکن اس وجہ سے کہ عصمت کے بعد بندوں کے اطاعت کرنے اور گناہ سے رکنے کا اختیار باقی رہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی اسی طرف رجحان ہے کیونکہ انھوں نے کہا عصمت سے مکلف ہونا باطل نہیں ہوتا اور آزمائش اور امتحان باقی رہتا ہے یعنی عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے۔ جو قدرت اور اختیار کے باوصف نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں باوجود اس بات کے کہ انھیں کسب اور اختیار حاصل ہوتا ہے برخلاف حسین نجار (ایک گمراہ شخص) کے اس نے کہا کہ انبیاء کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

متکلمین کے نزدیک عصمت کی یہ تعریف ثابت ہے کہ اللہ نبی میں گناہ کو پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے جو انھیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کیونکہ ان کو نیکیوں اور برائیوں کا علم حاصل ہوتا ہے، یہ علم ان کو گناہوں سے دور رکھتا ہے اور اطاعت پر ابھارتا ہے اور انبیاء میں علم وحی الٰہی سے پختہ ہو جاتا ہے کہا گیا ہے کہ عصمت انسان میں ایک خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہوتا ہے یہ اس لیے

[1] ۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
[2] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
[3] ۔ قاضی عیاض اندلسی متوفی ۵۴۴ھ

شرح عقائد مع النبراس ص ۵۳۴ مطبوعہ شاہ عبد الحق اکیڈمی ملتان۔
شرح فقہ اکبر ص ۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ۔
الشفا فی الحقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

لیست داخلة تحت الاختیار وهم مکلفون بالاتفاق، وفی التحریر لابن الهمام العصمة عدم القدرة علی المعصیة او خلق مانع منها غیر ملجئ وهو مناسب لقول الماتریدی العصمة لا تزیل المحنة ای الابتلاء المقتضی لبقاء الاختیار ومعناه کما فی الهدایة انها لا تجبره علی الطاعة ولا تعجزه عن المعصیة بل هی لطف من الله تعالیٰ یحمله علی فعل الخیر ویزجر عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء۔[1]

غلط ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء ستائش اور ثواب کے مستحق نہ ہوتے کیونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے حالانکہ وہ بالاتفاق مکلف ہیں۔ ابن ہمام نے تحریر میں کہا معصیت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا خلق ہے جو گناہوں سے روکتا ہے اور جبراً انہیں روکتا یہ قول ماتریدی کی تعریف کے مطابق ہے جنھوں نے کہا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی یعنی آزمائش کو جو اختیار کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے اور اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو باوجود اختیار کے نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ آزمائش کا معنی پایا جائے۔

اور میر سید شریف جرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال قوم العصمة یکون خاصیة فی نفس الشخص او فی بدنه یمتنع بسببها صدور الذنب فیه یکذب به ای هذا القول انه لو کان صدور الذنب کذلک ای ممتنعا لما استحق المدح بذلک ای بترک الذنب اذ لا مدح ولا ثواب بترک ما هو ممتنع لانه لیس مقدورا وداخلا تحت الاختیار وایضا فالاجماع منعقد علی انهم ای الانبیاء مکلفون بترک الذنوب مثابون بالطاعات وبه لو کان الذنب ممتنعا منهم لما کان الامر کذلک اذ لا تکلیف بترک المنع ولا ثواب علیه لما عرفت انفا وایضا فقوله انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ یدل علی مماثلتهم

ایک قوم (شیعہ) نے کہا ہے کہ عصمت انسان میں ایک ایسا خاصہ ہے جس کے سبب سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا ہے اس قول کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر انبیاء سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا تو وہ گناہوں کے ترک پر مدح کے مستحق نہ ہوتے اس لیے کہ محال کے ترک پر مدح ہے نہ ثواب کیونکہ نہ وہ مقدور ہے نہ اختیار کے تحت داخل ہے نیز اجماع اس بات پر منعقد ہے کہ انبیاء گناہوں کے ترک کے مکلف ہیں اور عبادت کرنے سے انھیں ثواب ہوتا ہے اور اگر ان سے گناہوں کا صدور محال ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا کیونکہ محال کے ترک سے نہ مکلف کیا جاتا ہے نہ اس پر ثواب ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ اس پر دلالت کرتا ہے کہ بشری احکام میں آپ تمام لوگوں کے مساوی ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی ہے پس باقی انسانوں

---

[1] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بسائر الناس فیما یرجع الی البشریۃ والامتیاز بالوحی لا غیر فلا یمتنع صدور الذنب عن سائر البشر۔[1]

کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے۔

میر سید شریف کی عبارت میں ہمیں یہ بات کھٹکتی ہے کہ عام لوگوں سے آپ کا امتیاز صرف وحی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث میں آپ کی بے شمار خصوصیات ہیں مثلاً آپ کی آواز پر آواز اونچی نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ نماز میں کسی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے آپکی ادنیٰ توہین کفر ہے۔ آپ کی ازواج تمام امت کی مائیں ہیں، آپ کے وصال کے بعد ان سے نکاح حرام ہے۔ بعض خصوصیات ہم نے مسئلہ لبشریت اور خصائص مصطفےٰ کے تحت بیان کی ہیں عام انسان تو الگ رہے انبیاء بھی آپ کے مساوی نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب آپ کی خصوصیات پر خصائص کبریٰ کے نام سے لکھی ہے اس کے علاوہ اور بھی علماء نے حسب توفیق تصانیف کی ہیں، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ عام انسانوں کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ آپ مکلف ہیں لیکن آپ معصوم ہیں اور عام لوگ معصوم نہیں ہیں۔

علامہ شمس الدین خیالی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ھی ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن فیھا۔[2]

باوجود قدرت کے گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر خوف الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے نیز قرب الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کو ہر وقت اللہ عزوجل کا بے حجاب مشاہدہ ہوتا ہے اور عبادات کا حسن اور گناہوں کا قبح ان پر اس طرح روشن ہوتا ہے کہ وہ کسی لمحہ عبادت سے غافل ہوتے ہیں نہ کسی لحظہ ان کے دل میں کسی گناہ کا تصور آتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ تمام انبیاء کفر و شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں خواہ یہ گناہ سہواً ہوں یا عمداً، نبوت سے پہلے ہوں یا بعد، قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ افعال مذکور ہیں جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر دانہ گندم کھانا، حضرت یونس علیہ السلام کا بلا اذن مخصوص قوم کو چھوڑ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریۃً تین باتیں فرمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبطی کو گھونسہ مار دینا یہ سب امور نسیان اور اجتہادی خطاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی تفصیل ان شاء اللہ اس شرح میں اپنے اپنے مقام پر آجائے گی۔

انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہو جاتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہادی خطا سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ کی ہر رائے صائب، ہر قول صحیح اور ہر فعل مبنی بر ہدایت ہوتا تھا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

اختلفوا ھل کان الخطا جائزا علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فذھب المحققون الی انہ لم یکن جائزا۔[3]

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے۔

---

[1] علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ — شرح مواقف ص ۶۹۹ مطبوعہ نولکشور ہند

[2] علامہ شمس الدین خیالی — حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۴ مطبوعہ پشاور

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ — شرح مسلم للنواوی مسلم ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

۱۲۵۸- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ اَنَا قَتَادَةُ وَثَابِتٌ وَ حُمَیْدٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَ قَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَكًا فِیْهِ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهٗ قَالَ اَیُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَاَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ اَیُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا فَاِنَّهٗ لَمْ یَقُلْ بَاْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِیْ النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ اِثْنَا عَشَرَ مَلَكًا یَبْتَدِرُوْنَهَا اَیُّهُمْ یَرْفَعُهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آکر صف میں شامل ہو گیا اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کہا: الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے؟ لوگ چپ رہے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی تب ایک شخص نے کہا میں جب آیا تو میرا سانس پھول رہا تھا تب میں نے یہ کلمات کہے آپ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کو اوپر لے جانے کے لیے جھپٹ رہے تھے۔

۱۲۵۹- حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ قَالَ اَخْبَرَنِی الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ رَجُلٌ فِی الْقَوْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَاَصِیْلًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحن اللہ بکرۃ واصیلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہوں! آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا کہ ان کلمات کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے ان کلمات کو کبھی نہیں چھوڑا۔

نماز میں ذکر کے اضافہ اور بدعت کی بحث

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز میں ایک شخص نے الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ کہا تو بارہ فرشتے ان کلمات کو آسمان پر لے جانے کے لیے جھپٹ پڑے، صحیح بخاری میں ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کو لکھنے کے لیے جھپٹ پڑے۔ حدیث نمبر ۱۲۵۹ میں ہے اللہ اکبر کبیرًا والحمد للہ کثیرًا الخ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات حمد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت ہے اور فرشتے کلمات حمد سننے کے لیے بے تاب اور منتظر رہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کو لکھنا صرف کراماً کاتبین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کراماً کاتبین کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ذکر اذکار کو آسمان پر لے جانے اور لکھنے پر مامور ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے فرشتوں

کی ایک جماعت ذکر کرنے والوں کی تلاش میں مقرر ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ یہ ہے کہ ان کلمات کے حروف کی تعداد چونتیس ہے گویا ہر حرف کے لیے ایک فرشتہ بھیجا گیا ہے[1] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح مسلم میں انھیں کلمات کے لیے بارہ فرشتوں کی تعداد کا ذکر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ اور حکمت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں جو اذکار منقول ہیں ان کے علاوہ ذکر کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ منقول کے خلاف نہ ہوں کیونکہ اس شخص نے الحمد للہ حمداً کثیراً الخ پڑھا جس کی آپ نے تعلیم نہیں دی تھی[2] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذکر آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر اور جائز رکھا اس لیے اس کا جواز آپ کی تقریر اور تشریح سے معلوم ہوا اب جبکہ وحی منقطع اور شریعت تمام ہو چکی ہے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ نماز یا کسی معین عبادت میں اپنی طرف سے ذکر اذکار کا اضافہ کر دے حتیٰ کہ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر پہلے تشہد کے بعد کسی شخص نے اللھم صل علی محمد سہواً یا عمداً پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بعد کے لوگوں کو کسی اضافہ کا حق نہیں ہے ہاں جن امور کی شرع میں تعیین نہیں ہے ان میں توسع اور اجتہاد کی گنجائش ہے مثلاً درود شریف کا مختلف تعظیم کے صیغوں سے پڑھنا فوت شدہ لوگوں کے لیے انواع و اقسام کی نفلی عبادت کا بغیر شرعی تعیین کے ایصال ثواب کرنا اور استحسان اور استحباب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل بیان کرنے کے لیے مجالس ہائے میلاد یا سیرت منعقد کرنا یہ تمام امور مستحسن ہیں البتہ آج کل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلوسوں میں جس طرح باجے تاشے، نوجوان لڑکوں کا ڈھول کی تھاپ پر رقص، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، لڑکیوں سے چھیڑ خوانی اور میلے ٹھیلے کا سماں ہوتا ہے۔ اوقات نماز کے دوران فرض نمازوں کی ادائیگی کے بغیر جلوس جاری رہتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا یہ تمام امور مذموم ہیں ان کا ترک کرنا فرض اور ان کی حوصلہ افزائی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لوگوں کا اکٹھے ہو کر خوشی سے جلوس نکالنا دوران جلوس نعت خوانی اور آپ کے فضائل و محامد بیان کرنا یقیناً ایک مستحسن کام، آپ کی محبت اور عقیدت کا مظہر اور علامت ایمان ہے۔ لیکن ان فواحش، منکرات بلکہ محرمات کی آلودگی نے اس عمل کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ہمیں اس موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے:

ورهبانية ن ابتدعوها ما كتبنها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها ج فاتينا الذين امنوا منهم اجرهم و كثير منهم فسقون ر (الحدید: ۲۷)	(عیسائیوں نے) رہبانیت کی بدعت نکالی، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی انھوں نے یہ بدعت محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نکالی تھی پھر اس کی مکمل رعایت نہیں کی، ہم نے ان میں سے ایماندار لوگوں کو اجر عطا کیا اور ان میں سے کثیر فاسق ہیں۔

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۷۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی۔ انھوں نے از خود راہب بننا شروع کر دیا پھر کچھ لوگ صحیح طور پر راہب رہے اور کچھ راہبوں نے رہبانیت کی آڑ میں گناہ کرنا شروع کر دیے۔ یہی حال جلوس کا ہے۔ کچھ دیندار لوگوں نے محبت رسول کے تقاضے سے عید میلاد النبی کا جلوس نکالنا شروع کیا حالانکہ یہ شریعت میں فرض نہ تھا اور صالح نیت کے ساتھ جلوس نکالتے رہے اور اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ زیادہ تر لوگوں نے اس میں فسق و فجور کی راہیں تلاش کر لیں۔

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اگر چھینک آئے تو وہ دل میں الحمد للہ کہے اگر زبان سے الحمد للہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور ایک قول یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوگی البتہ اس سے الحمد للہ سن کر دوسرے نمازی نے یرحمک اللہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ علامہ عینی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے [1]

ایک سوال یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں تو کسی نے جواب نہیں دیا اور بخاری میں ہے کہ آپ نے دوبارہ پوچھا اور کسی نے جواب نہیں دیا یہ الگ الگ واقعات ہیں لیکن آپ کے سوال کا جواب دینا واجب ہے پھر صحابہ نے کیوں نہیں جواب دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خاص طور پر کسی صحابی کو معین کر کے سوال نہیں کیا تھا اور ان کلمات کا کہنے والے اور دیگر سننے والے اس خیال سے جھجک رہے رہے تھے کہ شاید کہنے والے نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز پر بھی استدلال کیا ہے بشرطیکہ اس کے جہر سے کسی کو تشویش نہ ہو یعنی اس کی نماز میں حرج نہ ہو۔

باب ۲۶۳ اِسْتِحْبَابِ اِتْیَانِ الصَّلٰوۃِ بِوَقَارٍ وَّ سَکِیْنَۃٍ وَالنَّھْیِ عَنْ اِتْیَانِھَا سَعْیًا

نماز میں آنے کے لیے وقار اور سکون کا حکم

۱۲۶۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرُو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ نَا اِبْرَاھِیْمُ یَعْنِی ابْنَ سَعِیْدٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو (جماعت میں شامل ہونے کے لیے) دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں (بعد میں) پورا کر لو۔

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

۱۲۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلَاةِ فَهُوَ فِي صَلَاةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (کہی) جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، سکون اور وقار کیساتھ آؤ جو رکعات مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں (بعد میں) پورا کر لو کیونکہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص نماز کا ارادہ کر لیتا ہے اس وقت سے وہ نماز (کے حکم) میں ہوتا ہے۔

۱۲۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات تمہیں مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو پورا کر لو۔

۱۲۶۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَلَا يَسْعَى عَلَيْهَا أَحَدُكُمْ وَلْيَمْشِ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم میں سے کوئی شخص دوڑتا ہوا نہ آئے لیکن سکون اور وقار سے چلتا ہوا آئے جو (رکعات) تم کو مل جائیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو بعد میں ادا کرو۔

۱۲۶۴۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ الصُّورِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ جَلَبَةً فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا أَتَيْتُمُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دوڑنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے نماز کے لیے جلدی کی تھی آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو جب تم نماز پڑھنے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ جو (رکعات) تمہیں مل جائیں

الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا سَبَقَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔

انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں بعد میں پورا کر لو۔

۱۲۶۵ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے جا رہا ہے وہ حکماً نماز میں ہے اس لیے اس کو چاہیے کہ نماز کے لیے جاتے وقت کوئی ناشائستہ بات یا ناشائستہ کام نہ کرے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مسبوق نے جو نماز امام کے ساتھ پڑھی وہ اوّل ہے اور جو سلام پھیرنے کے بعد پڑھے گا وہ آخر ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے "وما فاتکم فاتموا" [1] امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں مسبوق کو جو نماز امام کے ساتھ ملی ہے وہ آخر ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اوّل ہے اور "ما فاتکم فاتموا" کا مطلب یہ ہے جو پہلی نماز رہ گئی ہے اس کو پورا کرو۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے ... واقض ما سبقك۔ جو نماز رہ گئی ہے اس کو قضا کرو اور ظاہر ہے کہ قضا پہلی نماز ہوتی ہے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں مسبوق کی رہی ہوئی نماز قرأت کے اعتبار سے اوّل ہے اور رکعات کے اعتبار سے آخر ہے

ان احادیث کے پیشِ نظر نماز میں شمولیت کے لیے دوڑنے سے منع فرمایا ہے تاہم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نمازی کو اگر یہ گمان ہو کہ اگر وہ دوڑ کر نہ گیا تو امام سلام پھیر دے گا تو وہ دوڑ کر جا سکتا ہے۔ [2]

باب ۲۱۴ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ لِلصَّلٰوةِ — نماز کیلئے کس وقت کھڑا ہو

۱۲۶۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ اِذَا اُقِيْمَتْ اَوْ نُوْدِيَ۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے مت ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو ——— ابن ابی حاتم نے کہا جب نماز کی اقامت یا اذان ہو۔

۱۲۶۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت حسبِ سابق منقول ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ شَيْبَانَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ حَدِيثَ مَعْمَرٍ وَشَيْبَانَ حَتّٰى تَرَدَّنِي قَدْ خَرَجْتُ۔

اقامت میں حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونا

عالمگیری میں ہے:

إذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما و لكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات. [۵۲]

جب کوئی شخص اقامت کے وقت آئے تو اسکے لیے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے۔ اسی طرح مضمرات میں ہے۔

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں

۱۲۶۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُمْنَا فَعَدَلْنَا الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ ذَكَرَ فَانْصَرَفَ وَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً فَكَبَّرَ فَصَلّٰى بِنَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہوکر صفیں برابر کرنی شروع کردیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے مصلے پر کھڑے ہوگئے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے آپ کو (غسل کرنا) یاد آیا آپ لوٹ گئے اور ہم سے فرمایا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو، ہم آپ کے انتظار میں کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپکے سر اقدس سے پانی کے قطرے گر رہے تھے پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ہم کو نماز پڑھائی۔

۱۲۶۹- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور لوگوں نے اپنی اپنی صفیں باندھ لیں

۵۲ - ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ عالمگیری ج ۱ ص ۵۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ مَقَامَهُ فَاَوْمٰى اِلَيْهِمْ بِيَدِهٖ اَنْ مَكَانَكُمْ فَخَرَجَ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَرَاْسُهُ يَنْطُفُ الْمَآءَ فَصَلّٰى بِهِمْ.

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اپنی جگہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہوں پر رہو پھر آپ تشریف لے گئے آپ نے غسل کیا (جب آپ آئے) تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔

تشریح سنن دار قطنی میں یہ تفصیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی (جس پر غسل فرض ہو) تھا اور غسل کرنا بھول گیا یہاں یہ اشکال ہے کہ سنن ابو داؤد میں ہے حضرت ابو بکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے آئے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ فرمایا (ٹھہرو) اور صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ آپ تکبیر کہنے سے پہلے تشریف لے گئے۔ صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں۔ ایک حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا دوسرا حضرت ابو بکرہ نے ورنہ بخاری اور مسلم کی روایت سنن ابو داؤد پر بہر حال مقدم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات عبادات میں نسیان طاری ہو جاتا تھا اور اس کی وجہ امت کے لیے مسائل کی تعلیم اور تشریع تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماء مستعمل (وضو اور غسل کے بعد زائل شدہ پانی) پاک ہے اور مسجد میں اس کے قطرے گرنے سے مسجد نجس نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور غسل کے قطرے آپ کے بدن مبارک سے گر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو انتظار کرنے کے لیے فرما کر گئے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک وقت میں گنجائش ہو اپنے امام کا انتظار کر کے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ میں فصل اور کلام جائز ہے کیونکہ آپ نے اقامت کے بعد گفتگو کی اور دوبارہ اقامت کا حکم نہیں دیا، اس سے غسل جنابت میں تاخیر کا جواز بھی معلوم ہوا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسجد میں احتلام ہو جائے اس کے لیے بغیر تیمم کے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ تاہم احتیاط اس میں ہے کہ ایسی حالت میں تیمم کر کے مسجد سے باہر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام آدمیوں کو نہیں قیاس کیا جا سکتا۔[1] حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرک۔[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا۔

۱۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر کہی جاتی

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۵۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۵۳۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّهُمْ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامَهُ۔

تھی، اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنی صفیں درست کر لیتے تھے۔

۱۲۷۱۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ ابْنُ أَعْيَنَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ إِذَا دَحَضَتْ فَلَا يُقِيمُ حَتّٰى يَخْرُجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا خَرَجَ أَقَامَ الصَّلٰوةَ حِينَ يَرَاهُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال زوالِ آفتاب کے بعد اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے نہ دیکھ لیتے۔

امام مسجد وقت پر نہ ہو تو کوئی اور نماز پڑھا دے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت نماز میں کسی معین وقت پر نماز پڑھانے نہیں تشریف لاتے تھے چونکہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا ثواب وہم وگمان سے بھی فزوں تر ہے اس لیے صحابہ کرام آپ کی آمد کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے علاوہ ازیں اس وقت گھڑیوں کا رواج تھا نہ مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ تھی نہ کاروبار حیات اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھے۔ آج کل سلسلہ کار اس قدر دراز ہے کہ کسی سے اطمینان سے بات کرنے کا موقع بھی بمشکل میسّر ہوتا ہے اس لیے تمام دنیا کے مسلمانوں نے گھڑی کے حساب سے وقت معین پر جماعت قائم کرنی شروع کر دی ہے اور لاریب یہ بدعت حسنہ ہے۔ اب امام کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جب چاہے آکر نماز پڑھا دے امام کو وقت کی پابندی کرنی چاہیے۔ اگر وقت مقرر پر امام نہ آئے تو مؤذن یا کسی اور اہل شخص کو نماز پڑھا دینی چاہیے۔

بعض ائمہ مساجد یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر اگر کسی اور شخص نے نماز پڑھا دی تو نماز نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرمائے ایسا کہنا مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور آپ کو دیر ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جماعت کرانے کی درخواست کی اور حضرت ابو بکر نے نماز پڑھا دی۔ [1]

بَابُ ۲۱۵ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ أَدْرَكَ تِلْكَ الصَّلٰوةَ

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز کو پا لیا

۱۲۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے اس نماز کو پا لیا۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۶۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۲۷۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی، اس نے نماز کو پا لیا۔

۱۲۷۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ وَالْأَوْزَاعِيِّ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَيُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَعَ الْإِمَامِ وَفِي حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلٰوةَ كُلَّهَا.

کئی اور اسانید سے بھی ایسی ہی روایات منقول ہیں ایک روایت میں فقد ادرک الصلوۃ کلھا کے الفاظ ہیں۔ اور کسی حدیث میں مع الامام کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۲۷۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَعَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ وَعَنِ الْأَعْرَجِ حَدَّثُوهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کی ایک رکعت پالی اس نے فجر کی نماز کو پا لیا اور جس شخص نے غروب آفتاب سے قبل عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کی نماز پالی۔

۱۲۷۶ - وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ نَا عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالیا یا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کا ایک سجدہ پالیا، اس نے اس نماز (فجر یا عصر) کو پا لیا اور سجدہ سے مراد رکعت ہے۔

وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ سَجْدَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ فَقَدْ اَدْرَكَهَا وَالسَّجْدَةُ اِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۷۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (عصر کو) پالیا۔ اور جس شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (فجر کو) پالیا۔

۱۲۷۸- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ وَمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْاَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ مَعْمَرًا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

دوران نماز طلوع یا غروب آفتاب سے نماز کا حکم

اگر صبح کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہوگیا یا عصر کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج غروب ہوگیا تو امام[1] مالک، امام[2] شافعی، امام[3] احمد بن حنبل کے نزدیک وہ باقی رکعات پڑھ لے اور اس حدیث کے پیش نظر اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور امام[4] ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صبح کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عصر کی نماز میں سورج غروب ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی باقی رکعات پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

فجر کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے فساد نماز کے حکم پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يتحرى احدكم فيصلي عند طلوع الشمس ولا عند غروبها۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت نماز پڑھے نہ غروب شمس کے وقت۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۲۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ مبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس لیے اگر نماز کے دوران سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بظاہر چاہیے یہ تھا کہ اگر دوران نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز عصر بھی فاسد ہو جاتی لیکن احناف نے ان میں یہ فرق اس لیے کیا ہے کہ صبح کا تمام وقت کامل ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد وقت ناقص ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں فجر کی نماز کامل وقت میں شروع ہو کر ناقص وقت میں ختم ہوتی ہے تو نماز بنج واحد میں ادا نہ ہوئی بخلاف عصر کی نماز کے کیونکہ اس کا تمام وقت کامل وقت نہیں ہوتا جس وقت سورج کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ جائے تو وہ وقت ناقص ہوتا ہے۔ اس وقت کے ناقص ہونے پر دلیل یہ ہے:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تلك صلوٰة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا كانت بين قرني الشيطان قام فنقرها اربعا لا يذكر الله فيها الا قليلا۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے وہ سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عصر کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہوتا ہے تو جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اس نے ناقص وقت میں نماز شروع کی اور غروب آفتاب کے بعد باقی رکعات پڑھنے سے وہ ناقص وقت میں ادا کریگا تو نماز بنج واحد پر ادا ہو جائیگی اسی لیے احناف کہتے ہیں کہ غروب آفتاب تک تاخیر سے عصر کی نماز ادا تو ہو سکتی ہے قضا نہیں ہو سکتی کیونکہ ادا تو ناقص وقت میں شروع ہوئی اور ناقص وقت میں ختم ہوئی بخلاف قضاء کے کیونکہ وہ کامل وقت میں واجب ہوئی تو ناقص وقت میں ادا نہیں ہو گی۔

ان دلائل کی بناء پر احناف کہتے ہیں کہ جس شخص نے صبح کے آخر وقت میں ایک رکعت نماز کو پایا اور باقی نماز میں سورج طلوع ہو گیا تو صبح کی نماز نہیں ہو گی اور اگر عصر کے آخر وقت میں ایک رکعت پڑھی اور سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب

باب مذکور کی احادیث میں فرمان رسالت ہے کہ "جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت پالی اس نے فجر کو پالیا" (الحدیث) احناف کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے فجر کی فرضیت پالی۔ علیٰ ہذا القیاس جس نے غروب شمس سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے عصر کی فرضیت پالی مثلاً سورج غروب ہونے میں ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا اس وقت کوئی کافر مسلمان ہوا کوئی نابالغ بالغ ہوا، کوئی مجنون ہوشمند یا کوئی بے ہوش ہوش میں آیا یا کسی عورت کا حیض یا نفاس ختم ہوا تو ان لوگوں پر عصر کی نماز فرض ہو جائے گی جس کو یہ بعد میں قضاء کریں گے علیٰ ہذا القیاس فجر کی نماز کا حال ہے۔

باب ۲۱۶ اَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ! پانچ نمازوں کے اوقات

قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع امت اور عقل سلیم سے مسلمانوں پر فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پانچ نمازیں فرض ہیں۔

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ۔ صحیح مسلم ج ۱، ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

قرآن مجید سے استدلال

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ۝ وله الحمد فی السموٰت والارض وعشیا وحین تظهرون۔

(الروم: ۱۸، ۱۷)

شام کے وقت اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو، اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور شام سے پہلے اور ظہر کے وقت۔

ان آیات میں فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔ شام اور صبح میں فجر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے اور "شام سے پہلے" عصر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کا وقت، صراحۃً ذکر ہے علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ "عشیا" میں شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔ اس طرح اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے اور فرمایا:

اقم الصلوٰة طرفی النهار وزلفا من اللیل

(ھود: ۱۱۴)

دن کے دو کناروں میں نماز پڑھیے اور رات کے حصہ میں۔

اس آیت میں فجر اور مغرب کے علاوہ عشاء کا بھی ذکر ہے کیونکہ فجر اور مغرب دن کے دو کناروں کی نمازیں ہیں اور عشاء رات کے ایک حصہ میں پڑھی جاتی ہے۔

ان دونوں آیتوں میں پانچ نمازوں کے اوقات کا ذکر آگیا ہے۔

نیز فرمایا:

حافظوا علی الصلوات والصلوٰة الوسطیٰ۔

(بقرہ: ۲۳۸)

تمام نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔

اس آیت میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ صلوات جمع کا صیغہ ہے عربی قواعد کے اعتبار سے اس کا اطلاق کم از کم تین نمازوں پر ہوگا اور صلوٰۃ وسطیٰ کا اس پر عطف کیا گیا ہے جو مغائرت کو مستلزم ہے اس لیے صلوٰۃ وسطیٰ ان تین نمازوں کے علاوہ نماز ہوگی اس طرح چار نمازیں ثابت ہوئیں اور چار میں درمیانی نماز نہیں ہو سکتی اسلیئے صلوات سے کم از کم چار نمازیں مراد ہوں گی اور ایک صلوٰۃ وسطیٰ اس طرح ملا کر پانچ نمازیں ثابت ہو گئیں۔

نیز قرآنِ کریم میں ہے:

اقم الصلوٰة لدلوك الشمس الی غسق اللیل و قرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهوداه

(بنی اسرائیل: ۷۸)

سورج ڈھلنے کے بعد سے لے کر رات کا اندھیرا چھانے تک نماز پڑھو اور صبح کو قرآن پڑھو، لاریب فجر میں قرآن پڑھتے وقت (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

اس آیت میں بھی پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ سورج ڈھلنے کے بعد سے لیکر رات کے اندھیرے تک چار نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب یہ سورج ڈھلنے کے بعد ہیں اور عشاء رات کا اندھیرا چھا جانے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور قرآن الفجر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل

طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے

غروبها ومن اناء الليل فسبح و اطراف النهار لعلك ترضى ۔ (طٰہٰ : ۱۳۰)

رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا ہے طلوع آفتاب سے پہلے فجر اور غروب آفتاب سے پہلے ظہر اور عصر، رات کے اوقات میں عشاء اور دن کے کنارے میں مغرب پڑھی جاتی ہے۔

احادیث سے استدلال

پانچ نمازوں کی فرضیت پر اس قدر کثرت سے احادیث وارد ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتیٰ کہ علماء نے ان احادیث کو معنیً متواتر قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ضمام بن ثعلبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

اللہ امرك ان تصلی الصلوات الخمس فی الیوم واللیلۃ قال اللّٰھم نعم۔ [1]

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا اے اللہ! ہاں۔

ایک اور روایت ہے:

عن طلحۃ بن عبید اللہ یقول جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل نجد ثائر الراس نسمع دوی صوتہ ولا نفقہ ما یقول حتی دنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھو یسئل عن الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات فی الیوم و اللیلۃ فقال ھل علی غیرھن قال لا۔ [2]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جو بہت آہستہ بات کرتا تھا اور ہمیں نہیں پتا چلتا تھا وہ کیا کہہ رہا ہے ناگاہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو وہ آپ سے اسلام کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ان پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں!

یہ حدیث صحیح بخاری (ج ۱، ص ۱۲، ۱۱۰) میں بھی روایت کی گئی ہے۔

اجماع امت سے استدلال

علامہ بابرتی لکھتے ہیں کہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں: [3]

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ " " " ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بارہ سو سال تک امت محمدیہ کا پانچ نمازوں پر بلا نکیر اجماع رہا اور اسلام کے تمام فرقے اس پر متفق رہے۔ بارہ سو سال بعد عبد اللہ چکڑالوی نے تین نمازوں کا قول کیا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف نئی راہ اختیار کی اور سواد اعظم سے علیحدہ ہو گیا۔

عقل سے تائید نماز کے پانچ اوقات احوال آفتاب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز ہے۔ نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر کی نماز ہے۔ آفتاب ڈھل جانے کے بعد عصر کی نماز ہے، غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ہے اور روشنی کے آثار بالکلیہ مٹ جانے کے بعد عشاء کی نماز ہے۔ انسان کی زندگی کے بھی پانچ بنیادی احوال ہیں۔ ایک اس کی پیدائش جب وہ عدم سے وجود میں آتا ہے دوسرا اس کا شباب اور جوانی کا زمانہ تیسرا ادھیڑ عمری کا زمانہ جب جوانی ڈھل جاتی ہے چوتھا موت کا وقت جب زندگی کا سورج غروب ہو جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی یاد اور زبانوں پر اس کا ذکر رہتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب وہ بالکل بھولا بسرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ احوال کے مناسب ہر روز پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز فرض کی تاکہ طلوع آفتاب کے آثار دیکھ کر انسان کو اپنا پیدا ہونا یاد آئے اور اپنی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ زوال کے بعد جب سورج شباب پر ہوتا ہے ظہر کی نماز فرض کی تاکہ شباب آفتاب دیکھ کر انسان اپنی جوانی کا شکر ادا کرے۔ سورج ڈھل جانے پر عصر کی نماز فرض کی تاکہ ڈھلتے ہوئے سورج کو دیکھ کر وہ اپنی ڈھلتی ہوئی جوانی کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس عرصہ میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے پھر سورج غروب ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ تک اس کی روشنی کے آثار شفق کی صورت میں باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت مغرب کی نماز فرض کی تاکہ انسان غروب آفتاب اور اس کے بعد روشنی کے آثار دیکھ کر وہ وقت یاد کرے جب وہ مر جائیگا اور کچھ عرصہ تک لوگ اس کا ذکر کرتے رہیں گے اور اپنی موت اور بعد کے احوال کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور توشۂ آخرت کی فکر کرے اور امید و خوف کے جذبات سے نماز پڑھے اور جب غروب آفتاب کے بعد کی سرخی اور سفیدی غائب ہو جاتی ہے اور مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے عشاء کی نماز فرض کی تاکہ اس وقت کو دیکھ کر انسان کو یاد آئے کہ مرنے کے بعد ایک وقت ایسا آئیگا جب لوگوں کی زبانوں سے اس کا ذکر اور دلوں سے اس کی یاد بالکل محو ہو گی نہ کوئی اس کے لیے فاتحہ پڑھے گا نہ اس کا ذکر خیر کرے گا اس وقت کے لیے ابھی سے تیاری کرے تاکہ کوئی اس کا ذکر کرے نہ کرے اس کی اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سرمایہ اس کی نجات کے لیے کافی ہو اور اس فکر سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ طلوع شمس سے پہلے اندھیرے کے بعد اجالے کے وجود کو دیکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کو یاد کر کے فجر کی نماز پڑھے، نصف النہار کے وقت سورج کی تمازت کو دیکھ کر میدان حشر کی گرمی یاد کر کے ظہر کی نماز پڑھے، سورج ڈھلنے کے بعد اپنی ڈھلتی ہوئی زندگی کو یاد کر کے عصر کی نماز پڑھے، غروب آفتاب کے بعد موت کو یاد کر کے مغرب کی نماز پڑھے اور مکمل اندھیرا چھا جانے کے بعد قبر اور قیامت کے اندھیروں کو یاد کر کے عشاء کی نماز پڑھے۔

اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رات ختم ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی نماز پڑھے، دن نکلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے ظہر کی نماز پڑھے۔ تمازت آفتاب ڈھلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عصر پڑھے، دن کے رخصت ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے مغرب پڑھے اور رات کی چادر پھیلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عشاء پڑھے کیونکہ دن کا آنا بھی نعمت ہے۔

اور دن کا جانا بھی نعمت ہے اگر لگاتار دن رہتا تو اعصاب کو آرام اور سکون نہ ملتا اور پیہم رات رہتی تو کسب معاش کے ذرائع یکسر نہ ہوتے۔

بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز

بلغاریہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت متحقق نہیں ہوتا اور غروب شمس کے بعد شفق غائب ہونے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے آیا وہاں کے لوگ عشاء کی نماز قضا کر کے پڑھیں یا صرف چار فرض پڑھیں۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عشاء کا وقت نہیں پایا۔ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقرر وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور عشاء کا وقت غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعد متحقق ہوتا ہے جب شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اہل بلغاریہ نے جب عشاء کا وقت پایا ہی نہیں تو ان پر عشاء کی نماز فرض ہے نہ اس کے قضاء کرنے کی حاجت ہے۔ اسی طرح قطبین کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے کہ وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے آیا وہاں کے لوگ ایک دن اور ایک رات میں کتنی نمازیں پڑھیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ شرعیہ کے مطابق ان پر ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہونگی بلوغ فجر کے بعد صبح کی نماز اور جب سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو ظہر کی نماز فرض ہو گی خواہ یہ وقت کئی ماہ بعد آئے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور غروب شفق کے بعد عشاء فرض ہو گی خواہ ان اوقات کے درمیان کئی کئی ماہ کا وقفہ ہو۔

حدیث دجال کی تحقیق

بعض علماء حدیث دجال پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ ان پر ایک سال کی نماز فرض ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

یا رسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشھر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یا رسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ ایکفینا فیہ صلاۃ یوم قال لا فاقدروا لہ قدرہ۔[1]

یارسول اللہ! دجال کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے گا، آپ نے فرمایا چالیس دن، ایک دن ایک سال جتنا ہو گا اور ایک دن ایک ماہ جتنا اور ایک دن ایک ہفتہ جتنا باقی دن عام دنوں کی طرح ہونگے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہو گا کیا اس دن ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی آپ نے فرمایا نہیں تم ایک سال (کی نمازوں) کا اندازہ کر کے (ایک دن میں) نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی رُو سے بعض علماء کہتے ہیں قطبین میں بھی اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات میں ایک سال کی نمازیں گھڑی کے حساب سے نمازوں کا وقفہ مقرر کر کے پڑھنی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ زمانہ دجال میں

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ۔ مشکوٰۃ ص ۴۷۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

جو ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کے دن اور راتیں پائی جائیں گی اس دن میں ایک سال کے طلوع اور غروب، اندھیرے اور اُجالے متحقق ہوں گے لیکن دجّال لوگوں پر اس طرح سحر کر دے گا کہ انھیں سورج کے متعدد طلوع اور غروب اور سورج اور چاند کی ایک سالہ گردش نظر نہیں آئے گی نہ راتوں کے متعدد اندھیرے انھیں محسوس ہوں گے اور وہ ایک سال کے لیل ونہار کو ایک دن خیال کریں گے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقد تبين لنا باخبار الصادق المصدوق صلوات الله تعالىٰ وسلامه عليه ان الدجال يبعث معه من الشبهات ويفيض على يديه من التمويهات ما يسلب عن ذوى العقول عقولهم ويخطف من ذوى الابصار ابصارهم فمن ذلك تسخير الشياطين له ومجيئه بجنة ونار واحياء الميت على حسب ما يدعيه وتقويته على من يريد اضلاله تارة بالمطر والعشب وتارة بالازمة والجدب ثم لا قضاء بانه اسحر الناس فلم يستقم لنا تاويل هذا القول الا ان نقول انه ياخذ باسماع الناس وابصارهم حتى يخيل اليهم ان الزمان قد استمر على حالة واحدة اسفار بلا ظلام وصباح بلا مساء يحسبون ان الليل لا يمد عليهم رواقه وان الشمس لا تطوى عنهم ضياءها فيبقون فى حيرة والتباس من امتداد الزمان ويدخل عليهم دواخل باختفاء الايات الظاهرة فى اختلاف الليل والنهار فامرهم ان يجتهدوا عند مصادمة تلك الاحوال ويقدروا لكل صلوة قدرها الى ان يكشف الله عنهم تلك الغمة هذا الذى اهتدينا اليه من التاويل والله الموفق لاصابة الحق وهو حسبنا ونعم الوكيل۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دجال کو ایسے شبہات وتمویہ بھیجا جائیگا اور اس کے ہاتھوں سے ایسی ملمع کاری بکثرت ظاہر ہوگی جس سے عقل والوں کی عقل مسلوب ہو جائے گی اور ارباب بصیرت کی آنکھیں پٹ ہو جائیں گی۔ ان احادیث میں سے بعض میں بیان ہے کہ شیاطین اس کے تابع ہو جائیں گے وہ جنت اور نار کو لیکر آئے گا اپنے دعوی کے مطابق لوگوں کو مارے گا اور جلائے گا کبھی بارش اور سبزہ کی فراوانی سے اور کبھی خشک سالی اور قحط سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھے گا بلاشبہ وہ سب سے بڑا جادوگر ہے لہٰذا اس حدیث کی یہی تاویل ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو سلب کرے گا حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ڈالے گا کہ زمانہ ایک حالت پر قائم ہے بغیر اندھیرے کے روشنی ہے اور بغیر شام کے صبح ہے لوگ گمان کریں گے کہ رات نے اپنا سائبان ان پر نہیں بچھایا اور سورج نے اپنی روشنی ان سے منقطع نہیں کی وہ زمانہ کے طول سے حیران ہوں گے اور دن اور رات کے اختلاف کی نشانیاں ان سے مخفی رہیں گی، ان احوال کے پیش آنے پر آپ نے لوگوں کو اجتہاد کا حکم دیا اور فرمایا ہر نماز کے بعد دوسری نماز کا وقت معین کر کے نمازیں پڑھو حتیٰ کہ دن اور رات کا اشتباہ تم سے دُور ہو جائے۔ یہ وہ تاویل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور وہی حق تک پہنچانے کی توفیق دینے والا ہے وہی ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۱، ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

ملا علی قاری کی اس طویل عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ دجّال کے زمانہ میں ایک سال کے دن اور رات برابر آتے رہیں گے لیکن دجّال کی ملمع کاری کی وجہ سے لوگوں کو دن اور رات کا آنا جانا معلوم نہیں ہو سکے گا۔ برخلاف قطبین کے وہاں حقیقۃً ایک سال کا دن اور رات ہوتی ہے۔ قطبین کے ایام کو دجّال کے ایام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً اگر دجال کے زمانہ میں بھی حقیقۃً ایک سال کا دن ہو تو یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں منحصر رہے گی اور قطبین کے ایام کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

والقیاس علی ما فی حدیث الدجال غیر صحیح لانہ لا مدخل للقیاس فی وضع الاسباب و لئن سلم فانما ھو فیما لا یکون علی خلاف القیاس والحدیث ورد علی خلاف القیاس فقد نقل الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق عن القاضی عیاض انہ قال ھذا حکم مخصوص بذلک الزمان شرعہ لنا صاحب الشرع ولو وکلنا فیہ لاجتھادنا لکانت الصلوٰۃ فیہ عند الاوقات المعروفۃ واکتفینا بالصلوات الخمس۔ [1]

حدیث دجال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسباب مقرر کرنے میں قیاس کا دخل نہیں ہے اور اگر مان لیا جائے تو اس صورت پر محمول ہو گا جو خلاف قیاس نہ ہو، اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ شیخ اکمل الدین نے شرح مشارق میں قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم دجال کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے جس کو شارع علیہ السلام نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس معاملہ میں اگر ہم اجتہاد کرتے تو اوقات معروفہ میں نماز پڑھتے اور پانچ نمازوں پر اکتفا کرتے۔

علامہ شامی کی اس عبارت کی تفصیل یہ ہے کہ اوقات نماز کا شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع سے پہلے فجر نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر، دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی قاعدہ کی تعلیم دی ہے لہٰذا طلوع آفتاب کے بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا غیر معقول اور خلاف قیاس ہے۔ دجال کے زمانہ میں جب ایک دن ایک سال کا ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بالخصوص اس دن میں ایک سال کی نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کے لیے یہ حکم نہ دیتے تو ہم قاعدہ کے مطابق اس دن ایک دن کی نمازیں ہی پڑھتے۔ چونکہ ایام دجال کے علاوہ آپ نے کسی اور دن کے لیے یہ ہدایت نہیں دی ہے۔ اس لیے باقی دنوں میں نماز اپنے قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے گی اس لیے قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض ہیں خواہ وہ دن اور رات ایک سال کا ہی کیوں نہ ہو۔

قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہونے پر دلیل یہ ہے کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض کی ہیں لا غیر۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور جب قطبین میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہو گی تو یہ مقررہ اوقات وہاں صرف پانچ بار ہی آئیں گے ورنہ طلوع آفتاب کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۴۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا لازم آئیگا جو کہ نہ صرف خلاف قاعدہ شرعیہ ہے بلکہ قرآن کریم کی اس نص صریح احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں

آج کل نئی نئی ایجادات کے سامنے آنے سے نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں۔ بعض اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ ایک شخص مثلاً عصر کی نماز پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں جب طیارہ اترتا ہے تو وہاں ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور اس کے جانے کے بعد عصر کا وقت آتا ہے آیا وہ شخص عصر کی نماز وہاں دوبارہ پڑھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسے عصر دوبارہ پڑھنا ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ نماز وقت آنے پر فرض ہو جاتی ہے لہٰذا جب اس نے دوسرے شہر میں وقت عصر پایا تو اُسے دوبارہ نماز پڑھنا ہو گی لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ایک دن میں وقت آنے کے بعد نماز صرف ایک بار فرض ہوتی ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص ظہر کی نماز وقت آنے پر پڑھ لیتا ہے تو نماز پڑھنے کے بعد تین چار گھنٹے تک ظہر کا وقت اور نماز پڑھنے کا سبب قائم رہتا ہے لیکن چونکہ وہ اُس دن کی ظہر پڑھ چکا ہے اس لیے اس پر ظہر دوبارہ فرض نہیں ہے اس طرح جو شخص عصر پڑھ کر بذریعہ طیارہ دوسرے شہر پہنچا اور وہاں وقت عصر دوبارہ پایا تو اس پر وہ عصر فرض نہیں ہو گی کیونکہ اس دن کی عصر وہ ادا کر چکا ہے اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں صرف پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس شہر میں دوبارہ عصر پڑھے گا تو ایک دن میں چھ فرض ہو جائیں گے اور یہ حدیث متواتر اور اجماع امت دونوں کے خلاف ہے اور شریعت پر زیادتی کے مترادف ہے۔

ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

اسی طرح ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص سعودی عرب میں تیس روزے رکھ کر پاکستان آیا اور یہاں ابھی رمضان کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ تھی اب وہ شخص پاکستان آکر مزید روزے رکھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر روزے رکھنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ۔ (البقرہ: ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے وہ روزے رکھے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

قرآن مجید اور اس حدیث کی تصریح کے مطابق جس شخص نے سعودی عرب سے آکر پاکستان میں رمضان پالیا وہ روزے رکھے گا اور جب تک عید کا چاند نہیں دیکھے گا روزے نہیں چھوڑے گا اور بعض علماء کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ جس شخص نے سعودی عرب میں رویت ہلال کے ثبوت شرعی کے بعد روزے رکھنے شروع کیے اور تیس روزے پورے کر لیے وہ روزوں کا مکلف نہیں رہا۔ اس مسئلہ کی پوری تشریح اور تحقیق ہم نے کتاب الصیام میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ عُرْوَةُ أَمَا إِنَّ جِبْرِيلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلَّى أَمَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ اعْلَمْ مَا تَقُولُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَأَمَّنِي فَصَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ يَحْسِبُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ.

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے عصر کی نماز تاخیر سے پڑھی تو عروہ نے ان سے کہا جبرئیل امین نازل ہوئے اور انھوں نے نماز پڑھی درآں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا اے عروہ! کیا کہہ رہے ہو! عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا انھوں نے حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوئے اور انھوں نے امام بن کر نماز پڑھائی میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، وہ پانچ نمازوں کا اپنی انگلیوں سے شمار کرتے تھے۔

ف: جبرائیل کا امام ہونا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ سرکار سے افضل تھے بلکہ اس لیے تھا تاکہ آپ کی زندگی میں مقتدی ہونے کا بھی نمونہ ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۱ - أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ أَخَّرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْكُوفَةِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هَذَا يَا مُغِيرَةُ أَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيلَ نَزَلَ فَصَلَّى وَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے عصر کی نماز میں تاخیر کی، ان کے پاس عروہ بن زبیر تشریف لائے اور فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن عصر کی نماز میں تاخیر کر دی تو ان کے پاس حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا مغیرہ یہ کیا کیا! کیا تم نہیں جانتے کہ جبرئیل امین نازل ہوئے تھے، انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے (انکی اقتدا میں) نماز پڑھی پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا اُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ اُنْظُرْ مَا تُحَدِّثُ يَا عُرْوَةُ اَوَاِنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ اَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ اَنْ تَظْهَرَ الْفَيْءُ

نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا: اے عروہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو! کیا جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقات نماز کی تعلیم دی تھی۔ عروہ نے کہا بشیر بن ابی مسعود اپنے باپ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں نیز عروہ نے کہا مجھ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے۔ درآں حالیکہ دھوپ ان کے صحن میں ہوتی تھی اور سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کا فرض ہے کہ امراء اگر غلط کام کریں تو ان کو ٹوک دیں جیسے عروہ نے عمر بن عبدالعزیز کو ٹوک دیا اگرچہ انھوں نے صرف وقت مستحب سے تاخیر کی تھی۔

بَعْدُ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ۔

۱۲۸۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ لَمْ يَفِي الْفَيْءُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے درآں حالیکہ میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک دھوپ بلند نہیں ہوتی تھی۔

ف: حضرت عائشہ کے حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اس لیے دیر تک ان کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (سعیدی)

۱۲۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ صحن میں ہوتی تھی دیواروں پر اس وقت تک نہیں چڑھی تھی۔

۱۲۸۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ وَاقِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے درآں حالیکہ دھوپ میرے حجرہ میں ہوتی تھی۔

۱۲۸۵۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا نَا مُعَاذٌ وَھُوَ ابْنُ ھِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا صَلَّیْتُمُ الْفَجْرَ فَاِنَّہٗ وَقْتٌ اِلٰی اَنْ یَطْلُعَ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلِ ثُمَّ اِذَا صَلَّیْتُمُ الظُّھْرَ فَاِنَّہٗ وَقْتٌ اِلٰی اَنْ یَحْضُرَ الْعَصْرُ فَاِذَا صَلَّیْتُمُ الْعَصْرَ فَاِنَّہٗ وَقْتٌ اِلٰی اَنْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ فَاِذَا صَلَّیْتُمُ الْمَغْرِبَ فَاِنَّہٗ وَقْتٌ اِلٰی اَنْ یَّسْقُطَ الشَّفَقُ فَاِذَا صَلَّیْتُمُ الْعِشَآءَ فَاِنَّہٗ وَقْتٌ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت تک صبح کا وقت رہتا ہے جب تک سورج کا بالائی کنارہ طلوع نہ ہو اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد عصر تک اس کا وقت رہتا ہے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے اس کا وقت رہتا ہے اور مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد شفق کے غائب ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آدھی رات تک اس کا (مستحب) وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۶۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ وَاسْمُہٗ یَحْیٰی بْنُ مَالِکٍ الْاَزْدِیُّ وَیُقَالُ الْمُرَاغِیُّ وَالْمُرَاغُ حَیٌّ مِّنَ الْاَزْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّھْرِ مَا لَمْ یَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ یَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَآءِ اِلٰی نِصْفِ اللَّیْلِ وَوَقْتُ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصر شروع ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور آفتاب زرد ہونے تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے اور شفق کی تیزی مدھم پڑنے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کا (مستحب) وقت آدھی رات تک اور طلوع آفتاب تک صبح کا وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۷۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِیُّ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا یَحْیٰی بْنُ اَبِیْ بُکَیْرٍ کِلَاھُمَا عَنْ شُعْبَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ حَدِیْثِھِمَا قَالَ شُعْبَۃُ رَفَعَہٗ مَرَّۃً وَلَمْ یَرْفَعْہُ مَرَّتَیْنِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۸۸۔ وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا ھَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَۃُ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّھْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَکَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ کَطُوْلِہٖ مَا لَمْ یَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد ہوتا ہے جب آدمی کا سایہ طول میں اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور عصر کا وقت آفتاب

الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَالَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ۔

کے پیلے پڑ جانے تک رہتا ہے اور مغرب کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت درمیانی رات کے نصف تک ہوتا ہے اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رُک جاؤ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

ف: اس جگہ یہ اشکال ہے کہ طلوع شمس تو ہر وقت کسی نہ کسی جگہ ہو رہا ہے تو شیطان کا کیا یہی کام ہے کہ وہ سورج کے ساتھ ساتھ پھرتا رہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کی بے شمار ذریات ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کام پر اپنے کسی نائب کی ڈیوٹی لگا دی ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۹- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَزِيْنٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهُوَ ابْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهٗ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مَالَمْ يَطْلُعْ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَآءِ مَالَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَالَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مَالَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات پوچھے گئے آپ نے فرمایا صبح کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج کا اوپر کا کنارہ نہ نکلے اور ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر تک رہتا ہے جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے عصر کی نماز کا وقت ہے اور غروب آفتاب سے لیکر شفق غائب ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت آدھی رات تک ہے۔

۱۲۹۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ۔

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ علم آرام طلبی سے حاصل نہیں ہوتا۔

۱۲۹۱- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَزْرَقِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا اِسْحٰقُ ابْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نماز کا وقت پوچھا آپ نے فرمایا تم دو روز ہمارے ساتھ نماز پڑھ کر دیکھو (جب

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهٗ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ اَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْمَغْرِبَ حِيْنَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْعِشَاءَ حِيْنَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ فَاَقَامَ الْفَجْرَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا اَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِيْ اَمَرَهٗ فَاَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ بِهَا فَاَنْعَمَ اَنْ يُّبَرِّدَ وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ اَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِيْ كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ اَنْ يَّغِيْبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَاَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَاَيْتُمْ.

آفتاب نصف النہار سے ڈھل گیا تو آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان کے بعد آپ نے اقامت کا حکم دیا۔ اس کے بعد ابھی سورج بلند اور سفید تھا تو عصر کی اقامت کہی پھر آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کی اقامت کہی، پھر شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کی اقامت کہی، پھر طلوع فجر کے بعد فجر کی اقامت کہی، دوسرے دن آپ نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا اور ظہر خوب ٹھنڈے وقت میں پڑھی گئی اور پہلے دن سے مؤخر کر کے عصر کی نماز پڑھی جس وقت سورج بلند تھا اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور تہائی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اور سفیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھی پھر فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو اوقات نماز پوچھ رہا تھا، اس شخص نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمہاری نمازوں کا وقت ہے۔

۱۲۹۲ - حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ قَالَ نَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَشْهَدْ مَعَنَا الصَّلٰوةَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ بِغَلَسٍ وَصَلَّى الصُّبْحَ حِيْنَ طَلَعَ الْفَجْرُ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالظُّهْرِ حِيْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَاءِ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْمَغْرِبِ حِيْنَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعِشَاءِ حِيْنَ وَقَعَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهُ الْغَدَ فَنَوَّرَ بِالصُّبْحِ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالظُّهْرِ فَاَبْرَدَ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ لَمْ تُخَالِطْهَا صُفْرَةٌ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ الشَّفَقُ ثُمَّ اَمَرَهٗ بِالْعِشَاءِ عِنْدَ ذَهَابِ ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ بَعْضِهٖ شَكَّ حَرَمِيٌّ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ مَا بَيْنَ مَا رَاَيْتَ وَقْتٌ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور نمازوں کے اوقات دریافت کیے آپ نے فرمایا تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو، پھر بلال کو منہ اندھیرے اذان دینے کا حکم دیا پھر طلوع فجر ہوتے ہی صبح کی نماز پڑھی پھر جب آفتاب وسط آسمان سے ڈھل گیا تو ظہر کا حکم دیا اور ابھی سورج بلند تھا تو عصر کا حکم دیا، سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کا حکم دیا اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کا حکم دیا پھر دوسرے دن سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کا حکم دیا، ٹھنڈا وقت کر کے ظہر کا حکم دیا اور عصر کا اس وقت حکم دیا جب سورج سفید اور چمکدار تھا اور اس میں پیلاہٹ نہیں آئی تھی اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب پڑھنے کا حکم دیا اور تہائی شب گذر جانے یا قدرے کم وقت کے بعد عشاء کا حکم دیا۔ (یہ راوی کا شک ہے) پھر صبح کے وقت فرمایا سائل کہاں ہے اور فرمایا جو تم نے دیکھا اس کے درمیان نمازوں کا وقت ہے۔

۱۲۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسٰى عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ سَائِلٌ يَسْأَلُهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ كَانَ أَعْلَمَ مِنْهُمْ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِينَ وَقَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَآءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ ثُمَّ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعَصْرَ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ سُقُوطِ الشَّفَقِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعِشَآءَ حَتّٰى كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلُ ثُمَّ أَصْبَحَ فَدَعَا السَّائِلَ فَقَالَ الْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر نمازوں کے اوقات پوچھے آپ نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی کہتے ہیں آپ نے طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ اس وقت (اندھیرے کی وجہ سے) لوگ ایکدوسرے کو پہچان نہیں پا رہے تھے۔ پھر سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر پڑھائی، کہنے والا کہتا تھا نصف النہار ہو چکا ہے اور آپ اس کو خوب جانتے تھے پھر ابھی سورج بلند تھا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہو جانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی پھر دوسرے دن فجر کی نماز اس قدر دیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج نکل چکا ہے یا نکلنے والا ہے پھر ظہر کی نماز پہلے روز کی عصر کے قریب پڑھائی پھر عصر کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج پیلا پڑ گیا پھر مغرب کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ شفق غروب ہونے کے قریب ہو گئی پھر عشاء کی نماز تہائی رات کے اول وقت میں پڑھائی۔ صبح آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

۱۲۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسٰى سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَائِلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ مغرب کی نماز دوسرے دن غروب شفق سے پہلے پڑھائی۔

ف: اس باب کی احادیث میں اوقات خمسہ اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔ آئندہ ابواب میں ہر نماز کا علیحدہ وقت ذکر کیا گیا ہے اور اسی جگہ ہم بیان مذاہب اور ان کی تفصیل اور تحقیق کریں گے۔

باب ۲۱۷ اِسْتِحْبَابِ الْاِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِی شِدَّةِ الْحَرِّ لِمَنْ یَنْصَرِفُ اِلَی جَمَاعَةٍ وَیَنَالُهُ الْحَرُّ فِی طَرِیْقِهٖ

گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنے کا استحباب

۱۲۹۵ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۶ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ وَسَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ سَوَآءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

۱۲۹۷ - وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ عَمْرٌو وَاَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو اَنَّ بُکَیْرًا حَدَّثَهٗ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ وَسُلَیْمَانَ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْحَارِّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِی ابْنُ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ ذٰلِکَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنِ الْعَلَآءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْحَرَّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گرمی دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے لہٰذا نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

۱۲۹۹ - حَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا عَنِ الْحَرِّ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

۱۳۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُهَاجِرًا اَبَا الْحَسَنِ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ اِنْتَظِرْ اِنْتَظِرْ وَقَالَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو ٹھنڈا وقت ہونے دو یا فرمایا (ذرا) انتظار کرو (ذرا) انتظار کرو اور فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتنی دیر کی گئی کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے

۱۳۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٌ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٌ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بعض حصہ بعض حصے کو کھا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے اُسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں اور سردی اور گرمی کی شدت جو تم محسوس کرتے ہو وہ اس کے سانسوں کی وجہ سے ہے۔

۱۳۰۲ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ اَنَّ النَّارَ اشْتَكَتْ اِلٰى رَبِّهَا فَاَذِنَ لَهَا فِيْ كُلِّ عَامٍ بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس کی وجہ سے ہے اور ذکر کیا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی تو اسے ایک سال میں دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں

۱۳۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَتِ النَّارُ رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لِي أَتَنَفَّسْ فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ بَرْدٍ أَوْ زَمْهَرِيْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ وَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ حَرٍّ أَوْ حُرُوْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم نے کہا اے میرے رب! میرے بعض حصہ بعض کو کھا گیا ہے لہٰذا مجھے سانس لینے کی اجازت عطا فرما۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، تم لوگ جو سردی محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے سانس سے ہے اور جو گرمی محسوس کرتے ہو وہ بھی جہنم کے سانس سے ہے۔

ظہر کے آخر وقت میں مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لیکر ایک مثل سائے تک رہتا ہے[1]، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن جب (زوال آفتاب کے بعد اصلی) سایہ تسمہ کی مقدار تھا ظہر پڑھائی پھر عصر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا پھر سورج غروب ہونے کے بعد جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد جس وقت روزہ دار پہ کھانا حرام ہو جاتا ہے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی پھر آخری وقت میں مغرب پڑھائی پھر تہائی رات گذرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور سپیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی پھر جبرائیل نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے محمد! یہ آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کا وقت ہے اور نمازوں کا وقت ان دو دن کے اوقات کے درمیان ہے[2]

ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ امامت جبرائیل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے لیکن اس میں ایک مثل سایہ کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ الفاظ صرف ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں اور صحاح کی روایت سنن پر مقدم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اسوقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وقت الظهر ما لم تحضر العصر۔[3]) (ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو) اور علامہ نووی کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کہ ایک مثل سایہ کے وقت نماز پڑھنے سے مراد ہے ایک مثل سایہ سے پہلے نماز پڑھی کیونکہ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

دوسرے دن اس وقت ظہر کی نماز پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ یہ صریح الفاظ علامہ نووی کی تاویل کے متحمل نہیں ہیں اور علامہ نووی کی تاویل حدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا امامت جبرائیل کا واقعہ ابتداء کا ہے اور بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثل سایہ کے بعد ظہر پڑھی ہے جیسا کہ ہم عنقریب احادیث سے ثابت کریں گے چنانچہ بعد کی ان احادیث سے یہ حدیث منسوخ ہے۔

دو مثل سایہ تک وقت ظہر کا ثبوت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتی کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت دی اور نماز بہرحال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد رہتا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو چنانچہ اس باب کی تمام احادیث میں یہی مذکور ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

(۲)۔ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقت الظھر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم تحضر العصر۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔

یہ حدیث اس مقصد میں بالکل واضح ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

(۳)۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ سمع رسول اللہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد " " " ۱۳۷۵ھ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما بقاءکم فیما سلف قبلکم من الامم کما بین صلوٰۃ العصر الی غروب الشمس اوتی اھل التوراۃ التوراۃ فعملوا حتی اذا انتصف النھار عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتی اھل الانجیل الانجیل فعملوا الی صلوٰۃ العصر ثم عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتینا القرآن فعملنا الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اھل الکتابین ای ربنا اعطیت ھؤلاء قیراطین قیراطین و اعطیتنا قیراطا قیراطا و نحن کنا اکثر عملا قال اللہ عز وجل ھل ظلمتکم من اجرکم من شیء قالوا لا قال ھو فضلی اوتیہ من اشاء۔[1]

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہلِ تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہلِ انجیل کو انجیل دی گئی انھوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیے گئے۔ تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا اے اللہ! تو نے ان کو دو دو قیراط دیے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دوں۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہلِ انجیل جنھوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

(۴)۔ عن عبد اللہ بن رافع انہ سأل ابا ھریرۃ عن وقت الصلوٰۃ فقال ابو ھریرۃ انا اخبرک صلی الظھر اذا کان ظلک مثلک و العصر اذا کان ظلک مثلیک و المغرب اذا غربت الشمس و العشاء ما بینک و بین ثلث اللیل و صل الصبح یعنی الغلس۔[2]

حضرت عبداللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو، مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے۔ تہائی رات گذر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھو

یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ الحمد للہ امام اعظم کا مسلک دلائل سے واضح اور بے غبار ہو گیا۔

بعض شارحین کا تسامح

شیخ انور شاہ کشمیری نے ظہر کے وقت کی تحقیق کرتے ہوئے نہایت عجیب بات کہی وہ کہتے ہیں کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ — موطا امام مالک عربی اردو ص ۴۳ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور

ہے اور ایک مثل اور دو مثل کے درمیان کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اور مسافر اور مستحاضہ کو اس درمیانی وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

عندی ان المثل الاول مختص بالظهر والمثل الثالث بالعصر والثانی یصلح لهما و المطلوب هو الفاصلة بینهما فی العمل۔[1]

میرے نزدیک مثل اوّل ظہر کے ساتھ خاص ہے اور مثل ثالث عصر کے ساتھ مختص ہے اور مثل ثانی دونوں نمازوں کی صلاحیت رکھتی ہے اور مطلوب یہ ہے کہ عمل کے لحاظ سے دونوں میں فاصلہ ہو

شیخ کشمیری نے یہ تحقیق اس وجہ سے کی کہ ظاہر الروایۃ میں ظہر کا آخر وقت ذکر نہیں ہے البتہ عصر کا اوّل وقت مثلین ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے حتیٰ کہ مبسوط سرخسی میں بھی یہ ذکر نہیں ہے[2] لیکن فی الواقع مبسوط سرخسی جو ظاہر الروایہ کی جامع کتاب ہے اس میں یہ ذکر موجود ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وروی ابو یوسف عن ابی حنیفة رحمهما الله تعالی انه لا یخرج وقت الظهر حتی یصیر الظل قامتین۔[3]

امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ظہر کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔

اس کے بعد علامہ سرخسی وقت ظہر کے دو مثل تک ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وابو حنیفة رحمه الله تعالی استدل بالحدیث المعروف قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما مثلکم ومثل اهل الکتابین من قبلکم کمثل رجل استاجر اجیرا فقال من یعمل لی من الفجر الی الظهر بقیراط فعملت الیهود ثم قال من یعمل لی عن الظهر الی العصر بقیراط فعملت النصاری ثم قال من یعمل لی من العصر الی المغرب بقیراطین فعملتم انتم فغضبت الیهود والنصاری و قالوا نحن اکثر عملا واقل اجرا قال الله تعالی فهل نقصت من حقکم

حضرت ابو حنیفہ حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گاہ تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مزدور کو اجرت پر لیا اور کہا میرے لیے فجر سے ظہر تک ایک قیراط کے عوض کون کام کرے گا تو یہود نے کام کیا پھر کہا ایک قیراط کے عوض ظہر سے عصر تک میرے لیے کون کام کرے گا تو عیسائیوں نے کام کیا پھر کہا کہ دو قیراط کے عوض عصر سے مغرب تک میرے لیے کون کام کرے گا پھر تم نے کام کیا تو یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے اور کہا ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اجرت کم ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے

---

[1] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، ۱۳۵۰ھ

[2] ۔ " " " " فیض الباری ج ۲، ص ۹۴ " " "

[3] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳، مبسوط، ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

شيئا قالوا لا قال فهذا فضلي أوتيه من اشاء بين ان المسلمين اقل عملا من النصارى فدل على ان وقت العصر اقل من وقت الظهر و انما يكون ذلك اذا امتد وقت الظهر الى ان يبلغ قامتين وقال صلى الله عليه وسلم ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم وَ اشد ما يكون من الحر في ديارهم اذا صار ظل كل شيء مثله ولانا عرفنا دخول وقت الظهر بيقين و وقع الشك في خروجه اذا صار الظل قامة لاختلاف الآثار و اليقين لا يزال بالشك[1]

انھوں نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دوں ـــــ اس حدیث نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ سے کم تھا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کا وقت ظہر سے کم ہوتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے اور دیار عرب میں زیادہ گرمی ایک مثل سایہ کے وقت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں ظہر کے وقت کا داخل ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے اور ایک مثل سایہ کے بعد اس کے خارج ہونے میں اختلاف آثار کی وجہ سے شک پڑ گیا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ سرخسی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کا مذہب ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کو نقل اور عقل سے ثابت کیا ہے اور علامہ سرخسی کی مبسوط ظاہر الروایہ کی حامل ہے پھر میں شیخ کشمیری کی یہ عبارت پڑھ کر حیرت ہوئی۔ مشہور یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد خارج ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد داخل ہوتا ہے ہائے میری سمجھ! ان لوگوں نے اس قول کو ظاہر الروایہ کہاں سے بنا دیا کیونکہ ظہر کا آخری وقت نہ جامع صغیر میں ہے نہ کبیر میں نہ زیادات میں نہ مبسوط میں اور سرخسی نے تصریح کی ہے کہ امام محمد نے ظہر کا آخری وقت نہیں بیان کیا[2] الخ

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ الظُّهْرِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ فِي غَيْرِ شِدَّةِ الْحَرِّ!

گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ وَابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ — مبسوط ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ — فیض الباری ج ۲، ص ۹۴۔ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ .

۱۳۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا .

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی میں نماز کی شکایت کی آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔

۱۳۰۶ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ عَوْنٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا زُهَيْرٌ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ أَفِي الظُّهْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفِي تَعْجِيلِهَا قَالَ نَعَمْ .

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گرمی کی شدت کی شکایت کی۔ آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔ زہیر کہتے ہیں میں نے ابی اسحٰق سے کہا کیا ظہر میں؟ کہا ہاں! میں نے کہا ظہر کو جلدی پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ کہا ہاں۔

۱۳۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ غَالِبٍ الْقَطَّانِ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت دھوپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ اگر ہم میں سے کسی شخص کے لیے اپنی پیشانی کو سجدہ گاہ پر رکھنا دشوار ہوتا تو وہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا۔

اوّل وقت نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور تمام اہل علم کے نزدیک شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے [۱]۔ امام شافعی گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موت کا کوئی پتا نہیں کس وقت آجائے اس لیے نماز کو اوّل وقت پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ نماز کی ایک رکعت دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے [۲] اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کے علاوہ باقی تمام نمازوں کو وقت مختار میں پڑھنا مستحب ہے [۳] اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بادل اور برسات میں ظہر اور مغرب کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔ بادل اور برسات اور گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو ان کے نزدیک اوّل وقت پڑھنا مستحب ہے [۴] احناف کے نزدیک بادل اور برسات میں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر مستحب ہے اور عصر اور عشاء میں تعجیل مستحب ہے [۵]۔ لیکن یہ حکم اس وقت

---

[۱] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۲] ۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[۳] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۷-۲۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[۵] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

تھا جب گھڑیوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور سورج کو دیکھ کر نماز کے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اب جبکہ گھڑیاں رواج پا چکی ہیں اور گھڑیوں کے حساب سے ہمیں ایک سال پیشگی سورج کے طلوع، غروب، استواء، زوال، مثل اور دو مثل سایہ کی تمام تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں اس لیے اب نمازوں کو موخر کرنا مستحب نہیں ہوگا بلکہ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا ہی مستحب ہوگا۔

متعارض احادیث میں تطبیق

اس باب میں حضرت خباب سے روایت ہے کہ حضور نے گرمی کی شدت کے باوجود تاخیر کی اجازت نہیں دی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب سابق کی ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں آپ نے گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب کی شکایت اس لیے زائل نہ کی ہو کہ انھوں نے ٹھنڈا وقت ہو جانے سے زیادہ تاخیر طلب کی ہو بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ گرمی میں نماز پڑھنا عزیمت ہے اور ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا رخصت ہے۔

نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ گرمی کی شدت سے صحابہ اپنے کپڑے (قمیص کا دامن، آستین یا عمامہ کا بل) پر سجدہ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ زمین پر نمازی کے پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا ہو اور اس پر سجدہ کرے [1]۔ امام مالک کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے [2]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ممنوع ہے [3] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گرمی کی وجہ سے نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام اعظم کی دلیل حضرت انس کی حدیث ہے جو باقی تمام ائمہ پر حجت ہے [4]۔

اس باب کا عنوان ہے "گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب" حالانکہ اس باب میں تمام ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن میں گرمی کی شدت کا بیان ہے یہ عناوین امام مسلم کے قائم کئے ہوئے نہیں ہیں کسی اور صاحب علم نے یہ خدمت انجام دی ہے تاہم اس جگہ ان کا تسامح بالکل کھلا ہوا ہے۔

باب ۲۱۹ اِسْتِحْبَابِ التَّبْكِيرِ بِالْعَصْرِ! عصر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِي فَيَاْتِي الْعَوَالِيَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ لَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ فَيَاْتِي الْعَوَالِيَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے درآں حالیکہ سورج بلند اور تابندہ ہوتا کوئی جانے والا بالائی بستیوں میں جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج تابندہ ہوتا تھا۔ قتیبہ نے اپنی روایت میں بالائی بستیوں کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۰۹۔ وَحَدَّثَنِي هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ بِمِثْلِهٖ سَوَآءً۔

ایک اور سند سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۱۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَنْهَبُ الذَّاهِبُ اِلٰى قُبَآءٍ فَيَاْتِيْهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھتے پھر کوئی جانے والا قبا کو جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد آفتاب بلند ہوتا تھا۔

۱۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلٰى بَنِيْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّوْنَ الْعَصْرَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر کوئی جانے والا بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا اور ان لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا۔

۱۳۱۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَآءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ فِيْ دَارِهٖ بِالْبَصْرَةِ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهٗ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ اَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَا لَهٗ اِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ فَصَلُّوا الْعَصْرَ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهَا اِلَّا

علاء بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ وہ بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا جب ہم حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا ہم تو ابھی ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے ہیں انھوں نے کہا عصر پڑھ لو! ہم نے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھی جب ہم نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت انس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے جو سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت

قَلِيلًا۔

۱۳۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْنَا يَا عَمِّ مَا هٰذِهِ الصَّلٰوةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهٰذِهِ صَلٰوةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ۔

ٹھوڑا کرتا ہے۔

ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کیساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا اے چچا! یہ آپ نے کونسی نماز پڑھی ہے؟ فرمایا عصر کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۱۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ عَمْرٌو وَأَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُوسَى بْنَ سَعْدٍ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ عَنْ حَفْصِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا نُرِيدُ أَنْ نَنْحَرَ جَزُورًا لَنَا وَنَحْنُ نُحِبُّ أَنْ تَحْضُرَهَا قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْنَا مَعَهُ فَوَجَدْنَا الْجَزُورَ لَمْ تُنْحَرْ فَنُحِرَتْ ثُمَّ قُطِّعَتْ ثُمَّ طُبِخَ مِنْهَا ثُمَّ أَكَلْنَا قَبْلَ أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنا ایک اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی اس موقع پر تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا اچھا! اور تشریف لے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ اونٹ ابھی ذبح نہیں ہوا تھا پھر وہ ذبح کیا گیا۔ اس کا گوشت کاٹ کر پکایا گیا ہم نے اس کو کھایا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔

۱۳۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَنْحَرُ الْجَزُورَ فَتُقْسَمُ عَشَرَ قِسَمٍ ثُمَّ تُطْبَخُ فَنَأْكُلُ لَحْمًا نَضِيجًا قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے پھر اونٹ کو ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اس کو پکایا جاتا اور ہم اس کا پکا ہوا گوشت غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔

۱۳۱۶۔ حَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَا نَا

اوزاعی کی سند میں یہ فرق ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ ذبح کیا جاتا

الْاَوْزَاعِیُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ نَنْحَرُ الْجُزُوْرَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَلَمْ یَقُلْ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ۔

تھا اور یہ نہیں بیان کیا کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

عصر میں تاخیر کا استحباب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر کے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہو تاکہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقعہ مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔ عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن علی بن شیبان قال قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ۔[1]

علی بن شیبان بیان کرتے ہیں ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت تک عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھا کرتے تھے جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔

عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تعجیلا للظہر منکم و انتم اشد تعجیلا للعصر منہ۔[2]

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عصر بہت جلد پڑھتے ہو۔

یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز وقت شروع ہونے کے کافی بعد پڑھا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات

ائمہ ثلاثہ عصر کی نماز کو اوّل وقت میں پڑھنے کے قائل ہیں ان کی دلیل باب مذکور کی وہ احادیث ہیں جن میں مذکور ہے کہ نماز عصر پڑھنے کے بعد بعض لوگ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتے وہاں کے لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتے لیکن یہ احناف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ بنو عمرو بن عوف کا محلہ مدینہ سے صرف دو میل دُور ہے (مصفی)

بعض روایات میں ہے کہ بعض صحابہ نماز عصر پڑھ کر مدینہ کی بالائی بستیوں میں جاتے (جو چار سے آٹھ میل دُور ہیں) اور سورج چمک رہا ہوتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کا معمول نہیں تھا۔ بعض اوقات بیان جواز کے لیے آپ نے عصر جلدی بھی پڑھی ہے علاوہ ازیں اگر تیز رفتار سواری پر بیٹھ کر صحابہ ان بستیوں میں جاتے تو مستحب وقت میں عصر پڑھ کر بھی جا سکتے تھے اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ عصر پڑھ کر اونٹ ذبح کر کے پکا کر غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ کسی دن عصر کی نماز جلدی پڑھ لی یا وقت مستحب میں ہی پڑھی لیکن کئی ماہر قصائیوں اور باورچیوں نے مل کر یہ کام کر لیا تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۰۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

باب ۲۲۱ التَّغْلِيظِ فِي تَفْوِيتِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

نمازِ عصر کے ترک پر تغلیظ

۱۳۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِي تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهُ وَمَالَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو جائے گویا اسکا گھر بار اور مال ہلاک ہو گیا۔

۱۳۱۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهٖ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَفَعَهٗ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۱۹ - وَحَدَّثَنِي هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو گئی گویا اس کا گھر بار اور مال ہلاک ہو گیا۔

تشریح عصر کی نماز فوت ہونے کا مطلب علامہ مہلب نے یہ بیان کیا کہ اس کی جماعت فوت ہو جائے علامہ ابن وہب نے کہا وقت مستحب میں پڑھنے سے رہ جائے اور علامہ اوزاعی نے کہا کہ سورج زرد ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔

عصر کی نماز کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں دن اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ اپنے کاروبار اور خرید و فروخت میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے اس وقت نماز کی محافظت کی خصوصی تاکید فرمائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک نماز کو نہ پڑھنا گھر بار اور مال کی ہلاکت کے مترادف ہے۔

باب ۲۲۲ الدَّلِيلِ لِمَنْ قَالَ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى هِيَ صَلٰوةُ الْعَصْرِ!

نمازِ وسطیٰ، نمازِ عصر ہے

۱۳۲۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا حَبَسُوْنَا وَشَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح (جنگ میں) مشغول کر کے انھوں نے ہمیں نمازِ عصر سے روک دیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔

۱۳۲۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۲۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُورَهُمْ نَارًا وَبُيُوتَهُمْ أَوْ بُطُونَهُمْ شَكَّ شُعْبَةُ فِي الْبُيُوتِ وَالْبُطُونِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں نمازِ عصر پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ راوی کو شک ہے شاید یوں فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

۱۳۲۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ وَلَمْ يَشُكَّ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ قتادہ کی روایت میں بغیر شک کے بیوت اور قبور کے الفاظ ہیں۔

۱۳۲۴- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَلِيٍّ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ يَحْيَى سَمِعَ عَلِيًّا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ وَهُوَ قَاعِدٌ عَلٰى فُرْضَةٍ مِنْ فُرَضِ الْخَنْدَقِ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ مَلَأَ اللّٰهُ قُبُورَهُمْ وَبُيُوتَهُمْ أَوْ قَالَ قُبُورَهُمْ أَوْ بُطُونَهُمْ نَارًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا درآں حالیکہ آپ خندق کے راستوں میں سے ایک راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے، (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے یا قبروں اور پیٹوں فرمایا۔

۱۳۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا ثُمَّ صَلَّاهَا بَيْنَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ پھر آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان عصر کی نماز پڑھی۔

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

۱۳۲۶۔ وَحَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَامِيُّ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَبَسَ الْمُشْرِكُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ أَوِ اصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغَلُونَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا أَوْ حَشَى اللهُ أَجْوَافَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کی نماز سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج سرخ یا زرد پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ عصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

غزوۂ خندق میں نماز عصر قضا ہونے کی وجہ

غزوۂ خندق واقع ہونے تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا (بقرہ: ۲۳۹)۔ اگر جنگ میں کفار کے حملہ کا خوف ہو تو سواری کی حالت میں یا پاپیادہ نماز پڑھ لو۔ کفار سے جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غروب آفتاب تک عصر کی نماز کی مہلت نہ ملی اور غروب آفتاب کے بعد آپ نے نماز قضا کی۔ اب چونکہ حالت جنگ میں سوار اور پیادہ دونوں حالتوں میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دی گئی ہے اس لیے نماز قضا کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ نیند، نسیان اور عذر شرعی کا حکم الگ ہے۔ بہر حال نیند، نسیان یا عذر شرعی کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اس کی قضا لازم ہے عذر شرعی کی صورت میں قضا نماز ادا کرنے کے لیے غزوۂ خندق کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ تاہم اگر کسی شخص نے ان اعذار کے بغیر محض غفلت سے نماز نہیں پڑھی تب بھی اس پر قضا لازم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز کے وقت سو گیا یا غفلت سے نماز نہیں پڑھی؟ آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔ [1]

نماز عصر، نماز وسطیٰ ہے

قرآن کریم میں ہے: حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى۔ (بقرہ: ۲۳۸) "تمام نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً نماز وسطیٰ کی" نماز وسطیٰ کی تعیین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں لیکن چونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ وسطیٰ کی صلوٰۃ عصر سے خود تفسیر فرما دی ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تفسیر کے مقابلہ میں باقی اقوال غیر مقبول ہیں۔

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہا کا نماز وسطیٰ کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک نماز وسطیٰ صبح کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے، بعض فقہاء نے ظہر کی نماز کو نماز وسطیٰ قرار دیا بعض نے مغرب کو بعض نے عشاء کو اور بعض نے جمعہ کو [2]، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے۔ اور یہ حدیث باقی تمام فقہاء کے خلاف حجت قویہ ہے، مخالفین کسی حدیث سے نہیں صرف قیاس سے استدلال کرتے ہیں۔

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ — سنن نسائی ص ۶۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ — شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

احادیث میں تطبیق غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ ۵ ہجری کو واقع ہوا جب تمام کفار کی جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ خندق میں صرف نماز عصر قضا ہوئی اور موطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ اس غزوہ میں آپ سے ظہر اور عصر دو نمازیں قضا ہوئیں اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ سے چار نمازیں قضا ہوئیں۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ غزوۂ خندق کئی دن تک برپا رہا اس لیے ہو سکتا ہے کسی دن ایک نماز قضا ہوئی کسی دن دو اور کسی دن چار، ترمذی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص صاحب ترتیب ہو اور اس سے پانچ سے کم نمازیں قضا ہوں تو وہ اس وقت تک ادا نماز نہیں پڑھے گا جب تک پچھلی قضاء ادا نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کفار کے لیے دعاء ضرر۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے عذاب کی دعا کی "اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے" اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعلمین ہیں اور کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنا آپ کی شان اور منصب کے خلاف ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دیگا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمان اور رحیم ہونا اس کے عذاب دینے کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا۔!

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دیگا۔ اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا بتاؤ میری مغفرت ہوگی یا نہیں۔ سہل نے کہا نہیں۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "ورحمتی وسعت کل شیء" (اعراف: ۱۵۶) "میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے" اور ہر شے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری مغفرت بھی ہونی چاہیئے۔ سہل نے کہا کل شئ مومنین کے ساتھ خاص ہے تم اس کے عموم سے خارج ہو۔ شیطان نے کہا پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا آج تمہارا جہل مجھ پر آشکارا ہو گیا۔ تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقیید کر رہے ہو حالانکہ تقیید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے۔ خالق کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔ شیطان کا یہ جواب سن کر سہل بالکل لاجواب اور مبہوت ہو گئے[1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا یہ بھی رحمت ہے۔ مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اس کو کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے حال پر رحمت ہے۔ اس طرح جنت کا معاملہ ہے بنفسہٖ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت، مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے۔ یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کی قبر کو سجدہ کرے تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا

---

[1] ۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الکبریت الاحمر علی حاشیہ الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۲/۳ مطبوعہ مطبعۃ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ۔

میں نے آدم کے جسد کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا [1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے کل بھی شامل تھی آج بھی شامل ہے۔ اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دور رکھا ہوا ہے۔ دریا کے ساحل پر کھڑا ہو کر کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمتہ للعلمین ہیں بایں معنی کہ آپ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغام حق سنایا، جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت پھینکتے تھے ان کے دروازوں پر دستک دے دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے آپکی دعوت کو مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اپنے آپکو آپ کی رحمت سے دور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر نور افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں، قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔!

کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ پیغام توحید سنانے گئے جواب میں انھوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے آپ نے اُف نہ کی۔ وادیٔ طائف میں مشرکین کا ظلم و ستم دیکھ کر جبرائیل سے بھی یارا ے ضبط نہ رہا اس نے حاضر ہو کر کہا آپ حکم دیں تو وادیٔ طائف کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں لیکن آپ نے کہا تو یہی کہا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ (مجھے) نہیں پہچانتے!) جبل اُحد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا، دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی! اسی غزوہ میں آپکے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ کو وحشی نے قتل کر دیا۔ انکے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشقیا مغلوب ہو کر پیش خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ حمزہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہندہ سے درگذر کر لیا، وحشی نے قبول اسلام کے لیے شرائط پیش کیں۔ اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوش رحمت میں لے لیا، قاتل حمزہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے مشرف باسلام کیا۔ ایسے بے عدیل، رحیم و کریم اور بے مثیل مہربان آقا کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نماز عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے!" جس صابر و شاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعا نہیں کی ابوسفیان، وحشی اور ہندہ کو کچھ نہ کہا۔ بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانۂ صبر لبریز نہیں ہوا غزوۂ خندق کے موقع پر محض ایک نماز کے رہ جانے سے اس کا پیمانۂ صبر کیسے

---

[1] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ ۔ روح البیان ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۔

چھلک پڑا ! شاید یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان، اپنی عزت، آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت نماز مجھے پیاری ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں، اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے نماز نہ پڑھنے دو، اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا ! سوچئے ہم اسی نبی کے نام لیوا ہیں جو اپنی ذات پر زیادتیوں سے درگذر کر لیتا ہے مگر دین کی کسی بات سے صرف نظر نہیں کرتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف جو شخص جو چاہے کہتا رہے ہمیں غیرت نہیں آتی اور ہماری ذات کے معاملے میں ذرا سی زیادتی ہو تو ہم سنگ اٹھتے ہیں !۔

نوٹ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعض مواقع پر کچھ مشرکوں کے لیے دعا صرفرمائی ہے اس کو بد دعا سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی طرف کسی بھی اعتبار سے لفظِ بد کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۳۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هٰذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى قَالَ فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جس وقت "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ"۔ پر پہنچو تو مجھے بتلا دینا۔ چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا یہ آیت اس طرح لکھو "حافظوا علی الصلوات و الصلوٰۃ الوسطیٰ و صلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت اسی طرح سنی ہے۔

۱۳۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ فَقَرَأْنَاهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نَسَخَهَا اللّٰهُ فَنَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى فَكَانَ رَجُلٌ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيقٍ لَهُ هِيَ إِذًا صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَقَالَ الْبَرَاءُ قَدْ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ قَالَ وَرَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَرَأْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَانًا بِمِثْلِ حَدِيثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "حافظوا علی الصلوات و صلوٰۃ العصر" نازل ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم اس آیت کو (اسی طرح) پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور اس طرح نازل فرمائی "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ"۔ ایک شخص شقیق کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا اب تو نماز عصر ہی صلوٰۃ وسطیٰ ہے، حضرت براء بن عازب نے کہا میں تمہیں یہ بتلا چکا ہوں کہ یہ آیت کیسے نازل ہوئی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا، واللہ اعلم، امام مسلم ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عرصہ تک اس آیت کی ایسے

ہی تلاوت کرتے رہے۔

۱۳۲۹ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ أَبُو غَسَّانَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ جَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللهِ إِنْ صَلَّيْتُهَا فَنَزَلْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّأْنَا فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بَعْدَمَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق غزوہ خندق کے دن کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بخدا! سورج غروب کو آپہنچا اور میں نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ میں نے بھی ابھی عصر نہیں پڑھی پھر ہم تھپر لی زمین پر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

۱۳۳۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

والعصر کی قرأت کا نسخ

حدیث نمبر ۱۳۲۱ اور ۱۳۲۸ میں مذکور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت اس طرح تھی: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر اور بعد میں وصلوٰۃ العصر کا لفظ منسوخ ہو گیا۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث سے قرآن کریم کا نسخ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔ [1] میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اس کا جواب یہ ہے منسوخ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے حدیث میں اس نسخ کا بیان ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے "وصلوٰۃ العصر" کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہوتا ہے باقی رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مصحف میں .. والصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد وصلوٰۃ العصر کیوں لکھوایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس لفظ کو بطور تفسیر کے لکھوایا یا آپ تک اس کے نسخ کی روایت پہنچی نہیں تھی۔

کفار کو سب وشتم

حدیث نمبر ۱۳۲۹ میں ہے کہ نماز عصر قضا ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار کو سب وشتم کیا حالانکہ قرآن مجید میں کفار کو سب وشتم کرنے سے منع کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام: ۱۰۸) "جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۳۲ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

ہیں ان کو سب وشتم نہ کرو ورنہ وہ بھی جہالت سے اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر کسی زیادتی اور اشتعال کے ابتداءً کفار کو سب وشتم کرنا منع ہے لیکن اگر وہ کوئی زیادتی یا اشتعال انگیزی کریں تو اس کے جواب میں ان کو سب وشتم کرنا جائز ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو کفار قریش کی ہجو کے جواب میں ان کی ہجو کرنے کا حکم دیا تھا حدیث شریف میں ہے:

عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحسان اھجھم او ھاجھم و جبریل معك [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کفار کی ہجو کرو! جبرئیل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

باب ۲۲۲ فضل صلوٰۃ الصبح والعصر و المحافظۃ علیھما

صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت اور انکی حفاظت

۱۳۳۱۔ حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یتعاقبون فیکم ملائکۃ باللیل وملائکۃ بالنھار، ویجتمعون فی صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ العصر ثم یعرج الذین باتوا فیکم فیسألھم، وھو اعلم بھم کیف ترکتم عبادی فیقولون ترکناھم وھم یصلون واتیناھم وھم یصلون۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے، پھر یہ ڈیوٹی کے اعتبار سے اوپر چلے جاتے ہیں پھر ان کا رب ان سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم جب ان کے پاس سے گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے"

۱۳۳۲۔ وحدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن ھمام بن منبہ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال و الملئکۃ یتعاقبون فیکم بمثل حدیث ابی الزناد۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۳۳۔ وحدثنا زھیر بن حرب قال نا مروان بن معاویۃ الفزاری قال انا اسمٰعیل بن ابی خالد قال نا قیس بن ابی حازم قال سمعت

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ آپ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف دیکھ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

جَرِيْرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَقُوْلُ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ نَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اَمَا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْعَصْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ قَرَاَ جَرِيْرٌ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا۔

کر فرمایا: "لاریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کو دیکھنے میں تم کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرو گے، پس اگر ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازوں یعنی عصر اور فجر کو قضا نہ ہونے دو پھر جریر نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کرو۔"

۱۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ وَوَكِيْعٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَمَا اِنَّكُمْ سَتُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهٗ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ وَقَالَ ثُمَّ قَرَاَ وَلَمْ يَقُلْ جَرِيْرٌ۔

اسی سند کے ساتھ ایک روایت میں یوں ہے تم عنقریب اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اس کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو پھر آیت کی تلاوت فرمائی۔

۱۳۳۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ نَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ خَالِدٍ وَمِسْعَرٍ وَالْبَخْتَرِيِّ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعُوْهُ مِنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَنْ يَّلِجَ النَّارَ اَحَدٌ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی فجر اور عصر پڑھی وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائیگا بصرہ کے ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے حضرت عمارہ نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ میرے کانوں نے اس کو سنا اور دل نے یاد رکھا۔

۱۳۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ صَلّٰى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَعِنْدَهٗ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَشْهَدُ بِهٖ عَلَيْهِ

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھی وہ دوزخ میں نہیں جائیگا حضرت عمارہ کے پاس ایک بصرہ کا رہنے والا بیٹھا تھا۔ اس نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ حضرت عمارہ نے کہا ہاں میں اس پر گواہ ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص بولا میں گواہی

قَالَ وَاَنَا اَشْهَدُ لَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ بِالْمَكَانِ الَّذِيْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ۔

دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ یہ فرماتے ہوئے سُنا جہاں سے میں سُن سکتا تھا۔

۱۳۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ابوبکرہ کے والد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (عصر اور فجر) پڑھیں وہ جنت میں جائیگا۔

۱۳۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَا جَمِيْعًا نَا هَمَّامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

دیدارِ الٰہی کی تحقیق اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں مسلمان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، حشر میں بھی اور جنت میں بھی، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم اور عقلی دلیل سے اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تدرکہ الابصار وھو یدرک۔

"آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ دیکھتا ہے"

(انعام: ۱۰۳)

اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ "الابصار" میں جن آنکھوں کا ذکر ہے اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔

"لاریب کفار حشر کے دن اپنے رب سے چھپے ہوئے ہونگے"

(مطففین: ۱۵)

اس آیت سے جس طرح صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے اسی طرح اشارۃً اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حشر کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تب ہی تو یہ آیت کفار کے لیے موجب حسرت اور حرمان ہوگی کیونکہ اگر دونوں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکتے اور دونوں کا حال یکساں ہوتا تو کفار کہہ سکتے تھے کہ اس آیت میں صرف ہماری محرومی تو نہیں بیان ہوئی مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔

معتزلہ کا دوسرا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

واذ قلتم یا موسی لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصعقۃ وانتم تنظرون۔

"اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم تم پر اسوقت تک کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں۔ پس تم کو کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا درآں حالیکہ تم دیکھتے تھے"

(بقرہ: ۵۵)

معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کے سبب ان پر عذاب نہ نازل

فرماتا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لیے عذاب نازل نہیں فرمایا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اسے دیکھنے کی خواہش کی تھی اور ایک امر محال کا سوال کیا تھا بلکہ عذاب اس لیے نازل فرمایا کہ انھوں نے سرکشی، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا مظاہرہ کیا اور ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ کی رویت پر موقوف کر دیا گویا کہ وہ حالت کفر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنا دیدار نہیں کرائے گا۔ یہ ایک مسلم بات ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اسے دیکھنے کا سوال جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

قال رب ارنی انظر الیک۔ "حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھا میں اس کی طرف دیکھوں گا۔"
(اعراف: ۱۴۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو اور دعا کرنا، محال کا سوال اور ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سوال سے منع کیوں نہ فرمایا۔

معتزلہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دکھائی دینے والا، دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو اور دیکھنے والے کی شعاع بصری دکھائی دینے والے کا احاطہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی سمت جہت اور جانب میں ہو اور وہ اس سے بھی منزہ ہے کہ کسی شخص کی شعاع بصری اس کا احاطہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود دیکھتا ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ وہ نہیں دیکھتا تو قصہ ختم اور اگر اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے تو تمہارے قاعدے کے مطابق وہ دکھائی دینے والے کی مخالف جانب میں ہونا چاہیے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں ہونے سے پاک ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں متحقق ہوئے بغیر دیکھ سکتا ہے تو کسی سمت اور جانب میں تحقق کے بغیر دکھائی بھی دے سکتا ہے۔

قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر وافر دلائل موجود ہیں۔ ایک آیت یہ ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ "کچھ چہرے قیامت کے دن تر و تازہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب دیکھ رہے ہوں گے۔"
(قیامت: ۲۳)

اور احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ "عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو۔"

اہل سنت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہم اجسام اور غیر اجسام دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں میں جو چیز مشترک ہے وہ وجود ہے (کیونکہ حدوث وجود بعد العدم کا نام ہے اور امر کان امر عدمی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کا سبب اس کا موجود ہونا ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس کو بھی دکھائی دینا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جسے چاہے نہ دکھائی دے۔

اس دلیل پر یہ مشہور اعتراض کیا جاتا ہے کہ آواز، خوشبو اور ذائقہ وغیرہ بھی موجودات میں سے ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی طور پر ان کے دکھائی دینے میں کوئی استبعاد نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے ادراک کے لیے دیگر حواس کو مقرر فرما دیا اگر وہ چاہتا تو اس کے برعکس عادت جاری فرما دیتا۔

عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور تولید جنت کی وجہ خصوصیت

اس باب کی احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے بندوں کے نامۂ اعمال کو نوٹ کر کے لے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے نامۂ اعمال لکھنے کے لیے آجاتے ہیں اور عصر کے وقت دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو بدل بدل کر بھیجنا ابن آدم کی عبادت پر متعدد فرشتوں کو گواہ بنانے کے لیے ہے اور ان سے سوال کرنا اور ابن آدم کا حال دریافت کرنا ان پر اقراری حجت قائم کرنے کے لیے ہے تاکہ خلقت آدم پر اعتراض کرنے والے اور اس کو گنہگار اور فسادی کہنے والے فرشتے خود زمین کے چپہ چپہ پر ابن آدم کی عبادت دیکھ کر آئیں اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے ابن آدم کی عبادت کا اعتراف کریں اور تبلائیں کہ جن لوگوں میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے فکرِ معاش فطری طور پر رکھ دی گئی ہے وہ شام کے وقت اپنے فطری تقاضوں اور کاروبارِ معاش چھوڑ کر عصر کی نماز میں تیری عبادت کے لیے جمع ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی اس عبادت کا یہ منظر اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس منظر پر گواہ بنانے کے لیے دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کیا، اسی طرح وہ فرشتوں کو دکھاتا ہے کہ انسانی بدن کے خمیر میں نیند کی چاشنی رکھ دی گئی ہے لیکن اس کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اس قدر محبت ہے کہ وہ نیند کی حلاوت اور مٹھاس میں محو اور مدہوش پڑے ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے کانوں میں موذن کی آواز پہنچتی ہے تو وہ فطری تقاضوں سے دامن چھڑا کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں اور اس راہ میں نرم و گداز بستر ان کی رکاوٹ بنتا ہے نہ نیند کی لذت اور مٹھاس! یہ وہ دل کش منظر ہے جسے دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کر لیتا ہے اور شاید اسی وجہ سے خوش ہو کر اس نے اعلان کر دیا "جس نے صبح اور عصر کی نماز پڑھی وہ جنت میں جائیگا۔ اسے دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی!۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ عصر اور فجر کے وقت بڑے مان سے فرشتوں کو بلاتا ہے کہیں آپ اس کا مان توڑ نہ ڈالیں۔!!

باب ۲۲۳ بَيَانِ اَنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

مغرب کا اوّل وقت غروبِ آفتاب کے بعد ہے۔

۱۳۳۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ اِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت نماز مغرب پڑھا کرتے تھے جب آفتاب غروب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔

۱۳۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ يَقُوْلُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ اَحَدُنَا وَاِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے اور نماز کے بعد جا کر کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

۱۳۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔
اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهٖ۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے[1]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٰخر وقت المغرب اذا اسود الافق "مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے"[2] اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی هذه الصلوٰة حین یسود الافق۔[3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشیر قال انا اعلم بهذه الصلوٰة صلوٰة العشاء الاٰخرة کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیها لسقوط القمر الثالثة۔[4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔[5]

---

[1] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت
[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت،
[4] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔
[5] ۔ " " " " " " "

باب ۲۲۴ وَقْتِ الْعِشَآءِ وَتَاخِيْرِهَا

عشا کی نماز کا وقت اور اس میں تاخیر

۱۳۴۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ قَالَتْ اِعْتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِيْ بِصَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ تُدْعَى الْعَتَمَةُ وَلَمْ يَخْرُجْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - - - - - - - - - - حَتّٰى قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَامَ النِّسَآءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِاَهْلِ الْمَسْجِدِ حِيْنَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ مَا يَنْتَظِرُهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الْاَرْضِ غَيْرُكُمْ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يَّفْشُوَا الْاِسْلَامُ فِي النَّاسِ زَادَ حَرْمَلَةُ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَذُكِرَ لِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تَنْزِرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّلَوَاتِ وَذٰلِكَ حِيْنَ صَاحَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف نہ لائے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا "بچے اور عورتیں سو گئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آتے وقت نمازیوں سے فرمایا "روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی نماز کا انتظار نہیں کر رہا" یہ لوگوں میں اسلام کی اشاعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر نے چیخ کر نماز کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا "تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نماز کا تقاضا کرو!"

۱۳۴۳ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ الزُّهْرِيِّ وَذُكِرَ لِيْ وَمَا بَعْدَهٗ۔

ایک اور روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْمُغِيْرَةُ بْنُ حَكِيْمٍ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی حتیٰ کہ رات کا اکثر حصہ گذر گیا حتیٰ کہ نمازی مسجد میں سو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "اگر مجھے امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کا یہی وقت ہوتا!"

اعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى فَقَالَ إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ نہ جانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کسی کام میں مشغول تھے یا کیا وجہ تھی۔ بہرحال آپ تہائی رات یا اس کے بھی بعد تشریف لائے۔ آتے وقت آپ نے فرمایا "تم اس نماز کا انتظار کر رہے تھے جس کا انتظار تمہارے سوا کسی اور دین کو ماننے والا نہیں کرتا، اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اسی وقت نماز پڑھایا کرتا!" پھر آپ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھا دی۔

۱۳۴۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ فِي أَهْلِهِ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِينَ خَرَجَ إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُونَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِينٍ غَيْرِكُمْ وَلَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات عشاء کی نماز کے وقت کسی کام میں مشغول ہو گئے اور عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "تمہارے علاوہ روئے زمین پر آج کی رات کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے"۔

۱۳۴۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغَلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات عشاء کی نماز کے وقت کسی کام میں مشغول ہو گئے اور عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "تمہارے علاوہ روئے زمین پر آج کی رات کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے"۔

۱۳۴۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا أَنَسًا عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ أَوْ كَادَ يَذْهَبُ شَطْرُ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ

ثابت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا حال معلوم کیا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز کو نصف شب یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر دیا پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا "لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جس وقت تک نماز کا انتظار کرتے رہو گے نماز ہی (کے حکم) میں رہو گے"۔ حضرت انس کہتے ہیں میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ

الصَّلٰوةَ قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ خَاتَمِهٖ مِنْ فِضَّةٍ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْیُسْرٰی بِالْخِنْصَرِ۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کر کے کہا انگوٹھی اس ہاتھ میں تھی۔

۱۳۴۸۔ وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا اَبُوْ زَیْدٍ سَعِیْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نَظَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً حَتّٰی كَانَ قَرِیْبٌ مِّنْ نِصْفِ اللَّیْلِ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰی ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ خَاتَمِهٖ فِیْ یَدِهٖ مِنْ فِضَّةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدھی رات تک انتظار کیا پھر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ میں آپ کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

۱۳۴۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیْدِ الْحَنَفِیُّ قَالَ نَا قُرَّةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْكُرْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں ہماری طرف متوجہ ہونے کا ذکر نہیں۔

۱۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِیُّ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ كُنْتُ وَاَصْحَابِیَ الَّذِیْنَ قَدِمُوْا مَعِیَ فِی السَّفِیْنَةِ نُزُوْلًا فِیْ بَقِیْعِ بُطْحَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ فَكَانَ یَتَنَاوَبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَیْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَوَافَقَنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِیْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغْلِ فِیْ اَمْرِهٖ حَتّٰی اَعْتَمَّ بِالصَّلٰوةِ حَتّٰی ابْهَارَ اللَّیْلُ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰی رِسْلِكُمْ اَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اَنَّهٗ لَیْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ یُّصَلِّیْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَیْرُكُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰی هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَیْرُكُمْ لَا نَدْرِیْ اَیَّ الْكَلِمَتَیْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَرَجَعْنَا فَرِحِیْنَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے جو ساتھی کشتی سے آئے تھے یہ سب بقیع کی پتھریلی زمین میں اترے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما تھے اور ہماری ایک جماعت باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں ایک دن میں چند ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے حتیٰ کہ آدھی رات گذر گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا: ذرا ٹھہرو! میں تم کو بتاتا ہوں کہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے کہ تمہارے سوا اس وقت کوئی اور نماز نہیں پڑھ رہا یا فرمایا تمہارے سوا اس وقت کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کہتا ہے یاد نہیں ابو موسیٰ نے کون سا جملہ کہا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت سن کر ہم لوگ خوشی خوشی واپس چلے گئے۔

۱۳۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ اَيُّ حِيْنٍ اَحَبُّ اِلَيْكَ اَنْ اُصَلِّيَ الْعِشَآءَ الَّتِيْ يَقُوْلُهَا النَّاسُ الْعَتَمَةَ اِمَامًا وَّخِلْوًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَعْتَمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةِ الْعِشَآءِ قَالَ حَتّٰى رَقَدَ نَاسٌ وَاسْتَيْقَظُوْا وَرَقَدُوْا وَاسْتَيْقَظُوْا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ الصَّلٰوةَ فَقَالَ عَطَآءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ الْاٰنَ يَقْطُرُ رَاْسَهُ مَآءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلٰى شِقِّ رَاْسِهِ قَالَ لَوْلَا اَنْ يَّشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْهَا كَذٰلِكَ قَالَ فَاسْتَثْبَتُّ عَطَآءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِهِ يَدَهُ كَمَا اَنْبَاَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَبَدَّدَ لِيْ عَطَآءٌ بَيْنَ اَصَابِعِهِ شَيْئًا مِّنْ تَبْدِيْدٍ ثُمَّ وَضَعَ اَطْرَافَ اَصَابِعِهِ عَلٰى قَرْنِ الرَّاْسِ ثُمَّ صَبَّهَا يَدُّهَا كَذٰلِكَ عَلَى الرَّاْسِ حَتّٰى مَسَّتْ اِبْهَامُهُ طَرَفَ الْاُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ ثُمَّ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطِشُ بِشَيْءٍ اِلَّا كَذٰلِكَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ كَمْ ذَكَرَ لَكَ اَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتِئِذٍ قَالَ لَا اَدْرِيْ قَالَ عَطَآءٌ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اُصَلِّيَهَا اِمَامًا وَخِلْوًا مُؤَخَّرَةً كَمَا صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتِئِذٍ فَاِنْ شَقَّ عَلَيْكَ ذٰلِكَ خِلْوًا اَوْ عَلَى النَّاسِ فِي الْجَمَاعَةِ وَاَنْتَ اِمَامُهُمْ فَصَلِّهَا وَسْطًا لَا مُعَجَّلَةً وَلَا مُؤَخَّرَةً۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا سے کہا تمہارے نزدیک عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) پڑھنے کے لیے کونسا وقت بہتر ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا۔ عطا نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ فرما رہے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، حتّٰی کہ لوگ سو گئے پھر بیدار ہوئے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا !! "الصلوٰۃ" عطاؒ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے سر اقدس سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ نے اپنے سر مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اُس کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا!" میں نے عطا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر کس طرح ہاتھ رکھا ہوا تھا اور حضرت ابن عباس نے تمہیں کس طرح تبلایا تھا۔ عطا نے اپنی انگلیاں تھوڑی سی کھولیں اور پھر اپنی انگلیوں کے کنارے اپنے سر پر رکھے پھر ان کو سر سے جھکایا اور سر پر پھیرا حتّٰی کہ ان کا انگوٹھا، کان کے اس کنارے کی جانب پہنچا جو منہ کی طرف ہے پھر ان کا انگوٹھا کنپٹی تک اور ہاتھ ڈاڑھی تک کسی چیز کو چھیڑتا تھا نہ کسی چیز کو پکڑتا تھا۔ میں نے عطاؒ سے دریافت کیا انھوں نے یہ بھی تبلایا تھا کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تاخیر فرمائی تھی۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر عطا نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس وقت نماز پڑھوں جس وقت اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی خواہ میں امام ہوں یا تنہا، اگر تم کو خود اتنی دیر بار گزرے یا تم امام ہو اور لوگوں کو اتنی دیر گراں گزرے تو متوسط وقت میں نماز پڑھ لیا کرو نہ جلدی نہ دیر سے۔

۱۳۵۲۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوالْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤَخِّرُ صَلٰوۃَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَۃِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۵۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَا نَا اَبُوْعَوَانَۃَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّی الصَّلٰوۃَ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِکُمْ وَکَانَ یُؤَخِّرُ الْعَتَمَۃَ بَعْدَ صَلٰوتِکُمْ شَیْئًا وَکَانَ یُخِفُّ الصَّلٰوۃَ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ کَامِلٍ یُخَفِّفُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھی اوقات میں نماز پڑھا کرتے تھے جن میں تم پڑھتے ہو البتہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے اور آپ نماز میں تخفیف کرتے تھے۔

۱۳۵۴۔ وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ زُھَیْرٌ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ لَبِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمْ اَلَا اِنَّھَا الْعِشَآءُ وَھُمْ یُعْتِمُوْنَ بِالْاِبِلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا تمہاری نماز کے نام پر گنوار غالب نہ آجائیں (اعرابی عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے، عتمہ اندھیرا چھا جانے کو کہتے ہیں۔ ـــــ سعیدی) سنو یہ نماز عشاء ہے اور وہ اس وقت دیر کرکے دودھ دوہتے ہیں" (اس لیے عتمہ کہتے ہیں)۔

۱۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ لَبِیْدٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَغْلِبَنَّکُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰی اسْمِ صَلٰوتِکُمُ الْعِشَآءِ فَاِنَّھَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ الْعِشَآءُ وَاِنَّھَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیہاتی لوگ عشاء کی نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ یہ اللہ کی کتاب میں "عشاء" ہے اور وہ تاخیر سے اونٹنیوں کا دودھ دوہتے ہیں۔ (اس لیے عتمہ کہتے ہیں۔ سعیدی) ـــــ

عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے[1]، امام ابوحنیفہ[2] اور امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک باب مذکور

---

[1] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ " " " " ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

اور آئندہ باب کی احادیث کی بنا پر عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور امام محمد بن ادریس شافعی[1] رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے، حضرت عائشہ نے ایک روایت میں فرمایا رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا آپ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے نصف شب کے بعد عشاء کی نماز میں تاخیر کرنے کا استحباب کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔[2]

آپ کی امت پر شفقت اور رعایت

اس باب کی احادیث میں بار بار گذرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا اور اس سے پہلے وضو کے ابواب میں یہ احادیث گزر چکی ہیں کہ اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[3] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں تراویح پڑھائیں چوتھی رات صحابہ کرام تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی (آپ تراویح پڑھانے کے لیے نہ آئے) حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا، اس کے بعد فرمایا: اما بعد فانہ لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنہا۔[4] (تراویح کے لیے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی وہ عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۸) "جو کام تمہارے لیے مشکل ہیں وہ ان پر بھاری ہیں" کا مصداق تھے بلکہ دیکھا جائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نکموں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی کیونکہ صحابہ کرام تو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے، اور متعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے بسا اوقات ناراض ہوتے تھے اگر سرکار تراویح پڑھاتے رہتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دلی مراد بر آتی انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا اور انہیں اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا لیکن سرکار کو صحابہ کرام کے شرف اور اجر کی بہ نسبت ہم نکموں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہ تو عزت و کرامت کی بازی لے جائیں اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے معصیت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا! دیکھیں ہم آپ کا کتنا خیال رکھتے ہیں! آپ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی ہم آپ کی کتنی رعایت کرتے ہیں، وہ جو رات بھر قیام کر کے ہمارے لیے دعائے مغفرت کرتے، پاہائے مبارک پر ورم آجاتا، رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی یہی کہتے کہتے رات گزر جاتی "ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم" (مائدہ: ۱۱۸)۔ ان کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں۔ آپ کی سیرت اور سنن کو اپنانا آج ہم نے اپنے لیے باعث فخر بنایا ہوا ہے یا سبب ننگ و عار!

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ
[4] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶

صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی " "
صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی " "
صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی جو ڈاڑھی رکھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں اور ڈاڑھی منڈوانے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں جو ٹخنوں سے اونچے لباس کو رجعت پسندی اور عورتوں کے پردہ کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام اسلامی آداب معاشرت کو مُلّا کے ڈھکوسلے گردانتے ہیں۔!

سرکار جب راتوں کو اُٹھ کے رو رو کر امت کے لیے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ سے آپ کی یہ گریہ وزاری دیکھی نہ گئی جبرئیل کو بھیجا جاؤ جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھو تمہیں کیا چیز رُلاتی ہے۔ جبرئیل نے آکر اپنے رب کا پیغام سنایا۔ سرکار نے (امت کی مغفرت کے لیے پریشانی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل! جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہو: انا سنرضیك فی امتك و لا نسوءك "ہم تم کو تمہاری امت کے مسئلہ میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے[1]۔" اللہ اللہ! وہ رب ہو کر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتا! انھیں غمگین نہیں دیکھ سکتا!! ہم خود کو ان کے غلام کہلا کے کیونکر ان کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب گوارہ کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے وصال کے بعد قبر میں آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ ہماری بداعمالیوں کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں[2]۔ مکہ اور طائف کے مشرکوں نے تو آپ کو صرف زندگی میں اذیت دی تھی ہم اپنی بداعمالیوں سے آج تک آپ کو قبر میں رُلا رہے ہیں۔

منصبِ رسالت اور تشریع احکام

اس باب کی احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریعت مقرر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شارع بنا کر بھیجا ہے آپ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں البتہ یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ آپ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا (بعض روایات میں تہائی رات تک بھی فرمایا ہے) اسی طرح فرمایا اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا، ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے مؤخر کرنے یا مسواک فرض کرنے سے آپ کو صرف امت کی دشواری مانع تھی ورنہ چاہتے تو ایسا کر دیتے۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام کی مشروعیت آپ کو مفوض فرما دی تھی

۱۔ یحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷)	(رسول) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔
۲۔ وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۷)	رسول جو حکم تم کو دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔
۳۔ وما کان لمومن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم۔ (احزاب: ۳۶)	کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو اللہ اور رسول کے حکم دینے کے بعد اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علی متقی ہندی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵، کنز العمال ج ۵ ص ۴۷۱-۴۷۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

۱۳۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔
اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهٖ۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے[1]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٰخر وقت المغرب اذا اسود الافق "مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے"[2] اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی هذه الصلوٰة حین یسود الافق۔[3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشیر قال انا اعلم بهذه الصلوٰة صلوٰة العشاء الاٰخرة کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیها لسقوط القمر الثالثة۔[4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔[5]

---

[1] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت
[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت،
[4] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔
[5] ۔ " " " " " " "

رسول الله كما حرم الله الا لا يحل لكم الحمار الاهلي ولا كل ذي ناب من السباع ولا لقطة معاهد الا ان يستغني عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم ان يقروه فان لم يقروه فله ان يعقبهم بمثل قراه۔[1]

حرام قرار دیا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں اور نہ پھاڑنے والے درندے نہ ذمی کی گری ہوئی چیز الا یہ کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو وہ ان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کر سکتا ہے۔[2]

قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت سے مشروع ہوئے ہیں۔ نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب و تفصیل، زکوٰۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام اور آداب، حج و عمرہ کے تمام ارکان اور سنن جہاد کے تمام احکام، قرآن کریم نے بیان نہیں کیے ہیں۔ یہ تمام احکام آپ نے مشروع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں جو احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں بھی تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا، مثلاً اللہ تعالیٰ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا لیکن آپ نے خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا، قرآن کریم نے حالت جنگ میں نماز کو (چار کی جگہ دو رکعات) کرنے کی رخصت دی ہے لیکن آپ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کر دیا، قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا لیکن آپ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کر دیا۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی لیکن آپ نے حضرت علی کو حیات فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا کی ہے ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے چچا کو عصبہ بنایا ہے لیکن آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے ترکہ سے آپ کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا ——— ان مثالوں کے بیان کرنے سے العیاذ باللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام نافذ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی اور مستقل شارع تھے نہیں! بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے سفیر محض نہیں، اس کی مرضی اور مشیت کے نمائندے تھے، اسرار الوہیت کے محرم اور مزاج خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے شارع بنا کر بھیجا تھا اور آپ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی کا مظہر تھا! یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا!

من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (نساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد اقام الله مقام نفسه في امره ونهيه واخباره وبيانه۔[3]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امر اور نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔

---

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ — مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] میزبان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کرنے کا حکم ایک خاص صورت میں ہے جب مجاہدین کسی بستی میں جہاد کیلئے جائیں یا جب مہمان حالت اضطرار میں ہو۔

[3] شیخ ابن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ۔ الصارم المسلول ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

مدینہ کے منافقین رسول اللہ کو دھوکا دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یخادعون اللہ (بقرہ: ۹) یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یرید الاخرۃ (انفال: ۶۸) اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے۔ آپ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین اموالھم وانفسھم بان لھم الجنۃ۔ (توبہ: ۱۱۱) "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا"، صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (فتح: ۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ید اللہ فوق ایدیھم (فتح: ۱۰)

خلاصہ یہ کہ آپکی اطاعت اللہ کی اطاعت، آپ کا ارادہ اللہ کا ارادہ، آپکو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا، آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا اور آپ کا بیچنا اللہ کا بیچنا ہے۔

حق یہ ہے کہ آپ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں پھر آپ کے شارع ہونے میں اور احکام آپ کی طرف مفوض ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے البتہ فرق مراتب ضروری ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

فان ما فرضہ اللہ تعالیٰ اشد مما فرضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذات نفسہ۔[1]

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا وہ اس سے زیادہ اہم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

علامہ شعرانی کی اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کا واضح اور کافی ثبوت ہے۔!

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

احکام مفوض است بآں حضرت ہر چہ خواہد کند و ہر چہ خواہد نکند ہر کرا خواہد تخصیص نماید[2]۔

احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں حکم دیں جو چاہیں نہ دیں اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرمالیں۔

اس مسئلہ پر مفصل اور مکمل بحث کے لیے ہماری کتاب توضیح البیان کا مطالعہ فرمائیں!

احادیث میں تطبیق اس باب کی احادیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عتمہ کے معنی اندھیرا ہیں اور نماز نور ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں عشاء کو عتمہ کہا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لو یعلمون ما فی العتمۃ والفجر"[3] "کاش یہ لوگ جانتے کہ عتمہ اور فجر میں کتنا اجر ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بیان جواز کے لیے ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ نہی تنزیہی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ

---

[1] ۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ میزان الشریعت الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ قاہرہ مصر ۱۳۵۹ھ

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۲۳ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ بار نہم

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۸۰ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

خطاب ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو عشاء کو عتمہ کے نام سے جانتے تھے۔

بَابُ ۲۲۵ اِسْتِحْبَابِ التَّبْكِيرِ بِالصُّبْحِ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا وَهُوَ التَّغْلِيسُ وَبَيَانِ قَدْرِ الْقِرَاءَةِ فِيهَا

صبح کی نماز جلد پڑھنا اور اس میں قرأت کی مقدار

۱۳۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ عَمْرٌو وَثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ كُنَّ يُصَلِّينَ الصُّبْحَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَرْجِعْنَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ لَا يُعْرَفُهُنَّ أَحَدٌ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی عورتیں صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھتی تھیں، پھر اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آتی تھیں۔ درآں حالیکہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

۱۳۵۷ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ الْفَجْرَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ وَمَا يُعْرَفُ مِنْ تَغْلِيسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، پھر اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اس لیے انہیں کوئی پہچانتا نہیں تھا۔

۱۳۵۸ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَا أَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٌ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يُعْرَفْنَ مِنَ الْغَلَسِ وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ فِي رِوَايَتِهِ مُتَلَفِّفَاتٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تھے اور عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں وہ اندھیرے کی بنا پر پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

۱۳۵۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ثنا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج مدینہ منورہ آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے نمازوں کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے فرمایا...

اِبْرَاهِيْمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْحَجَّاجُ الْمَدِيْنَةَ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا يُؤَخِّرُهَا وَأَحْيَانًا يُعَجِّلُ كَانَ إِذَا رَآهُمْ قَدِ اجْتَمَعُوْا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ قَدْ أَبْطَأُوْا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوْا أَوْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْهَا بِغَلَسٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے، عصر اس وقت پڑھتے جب آفتاب سفید ہوتا (یعنی پیلا نہ پڑا ہوتا) مغرب غروب آفتاب کے بعد پڑھتے، عشاء میں کبھی تاخیر کرتے اور کبھی جلدی پڑھتے، اگر لوگ (جلدی) جمع ہو جاتے تو جلدی پڑھتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔

۱۳۶۰- وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ الْحَجَّاجُ يُؤَخِّرُ الصَّلَوَاتِ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجاج نمازوں میں تاخیر کرتا تھا۔ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۳۶۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَيَّارٌ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ أَأَنْتَ سَمِعْتَهُ قَالَ فَقَالَ كَأَنَّمَا أَسْمَعُهُ السَّاعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُهُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيْرِهَا قَالَ يَعْنِي الْعِشَاءَ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا فَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ حِيْنَ يَذْهَبُ الرَّجُلُ إِلٰى أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ قَالَ وَالْمَغْرِبَ لَا أَدْرِي أَيَّ حِيْنٍ ذَكَرَ قَالَ ثُمَّ لَقِيْتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَنْظُرُ إِلٰى وَجْهِ جَلِيْسِهِ الَّذِي يَعْرِفُ فَيَعْرِفُهُ قَالَ وَكَانَ يَقْرَأُ فِيْهَا بِالسِّتِّيْنَ إِلَى الْمِائَةِ.

شعبہ کہتے ہیں کہ سیار بن سلامہ نے مجھے خبر دی انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے حضرت ابو برزہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا شعبہ نے کہا کیا تم نے خود اپنے والد سے سنا تھا؟ انھوں نے کہا گویا کہ میں اس وقت بھی سن رہا ہوں انھوں نے کہا میں نے خود سنا میرے والد نے حضرت ابو برزہ سے حضور کی نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابو برزہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کو آدھی رات تک مؤخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور نماز سے پہلے سونے اور نماز کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے (شعبہ کہتے ہیں میں سیار کے والد سے پھر ملا اور ان سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے تھے جب آدمی مدینہ کے آخری حصہ تک چلا جاتا تھا اور سورج باقی رہتا تھا (سیار کے والد کہتے ہیں مجھے یاد نہیں ابو برزہ نے مغرب کے وقت کے بارے میں کیا بتایا تھا)۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پھر ملاقات کی اور دریافت کیا تو کہا صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شناسا شخص کو پہچان لیتا تھا اور اس میں آپ ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۱۳۶۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَكَانَ لَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ مَرَّةً أُخْرٰى فَقَالَ أَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد باتوں کو ناپسند کرتے۔ ایک اور موقع پر حضرت ابو برزہ نے تہائی رات تک تاخیر کا ذکر کیا۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ أَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ إِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَيَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنَ الْمِائَةِ إِلَى السِّتِّينَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ حِينَ يَعْرِفُ بَعْضُنَا وَجْهَ بَعْضٍ.

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے، اور صبح کی نماز میں سو سے لیکر ساٹھ آیتوں تک پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے تھے کہ (اجالے کی وجہ سے) ہم میں سے ایک شخص دوسرے کو پہچان لیتا تھا۔

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے، البتہ امام مالک[1]، امام شافعی[2] اور امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ[4] کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اور اندھیرے کی وجہ سے نمازی ایکدوسرے کو نہیں پہچانتے تھے، امام اعظم کی طرف سے ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے فجر کے اوّل وقت میں بھی نماز پڑھائی ہے۔ تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے کیونکہ اسی باب میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب نمازی (روشنی کی وجہ سے) ایک دوسرے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔ ۱۴۰۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کو پہچان لیتے تھے اور یہ روایت اس لیے راجح ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز اس وقت پڑھنے کا حکم دیا ہے جب سفیدی پھیل جائے، سطور ذیل میں درج احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔ [1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اسمیں شک نہ رہے، امام ابن ہمام نے اس جواب پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اسفار کا معنی فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملیگا اور یہ "بداہتہً باطل ہے۔ [2]

(۲) عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصبحوا بالصبح فانہ اعظم لاجورکم او اعظم للاجر۔ [3]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز صبح کے وقت پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

(۳) عن محمود بن لبید عن رجال من قومہ من الانصار ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم بالاجر۔ [4]

محمود بن لبید اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

(۴) عن ابی طریف انہ کان شاھدا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن الطائف فکان یصلی بنا صلوٰۃ الفجر حتی لو ان انسانا رمی بنبلہ ابصر مواقع نبلہ۔ [5]

حضرت ابو طریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کے قلعہ میں حاضر تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز اسوقت پڑھائی کہ اگر کوئی انسان تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

(۵) عن ابراھیم قال ما اجتمع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء ما اجتمعوا علی التنویر۔ [6]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جتنا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں اتفاق کیا ہے کسی مسئلہ میں نہیں کیا!

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور طبع دوم ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابو عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

[6] " " " ج ۱ ص ۱۰۹ " "

عشاء کے بعد باتیں کرنا

اس باب کی بعض احادیث میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بیکار اور فضول باتیں ہیں، جن میں کوئی مصلحت نہ ہو لیکن جن باتوں میں کوئی مصلحت ہو وہ جائز ہیں، جیسے علم دین کے کسی مسئلہ میں مذاکرہ اور مباحثہ کرنا، دینی جلسوں میں مشغولیت، اسکول اور کالج کی پڑھائی، مطالعہ کتب، نیک لوگوں کے واقعات کا بیان، اپنی اہلیہ اور بچوں سے انس کے لیے گفتگو، مہمانوں سے اور مسافروں سے بات چیت، لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے بات چیت، اچھے کام میں کسی کی سفارش، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، ان میں سے بعض امور کے جواز میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ البتہ عشاء کے بعد ناول پڑھنا، فلم دیکھنا اور گانے سننا جائز نہیں ہیں ـــــ عشاء کے بعد باتیں کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ زیادہ دیر جاگنے کی وجہ سے مبادا فجر کی نماز رہ جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں عشاء کی نماز رہ جائے۔

بَابُ كَرَاهَةِ تَاخِيرِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ وَمَا يَفْعَلُهُ الْمَامُومُ إِذَا أَخَّرَهَا الْإِمَامُ

باب ۲۲۶ مستحب وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھانا مکروہ ہے ایسی صورت میں مقتدیوں کا حکم

۱۳۶۴۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ لَمْ يَذْكُرْ خَلَفٌ عَنْ وَقْتِهَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "جب تم پر ایسے حاکم مسلط ہو جائیں جو نماز کو (مستحب) وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں یا فرمایا نماز کے (مستحب) وقت کو ختم کر کے پڑھیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا تم اپنے وقت پر نماز پڑھ لیا کرو پھر اگر ان کے ساتھ نماز پاؤ تو وہ بھی پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیگی (خلف نے عن وقتها کا لفظ نہیں بیان کیا۔)

۱۳۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ صَلَّيْتَ لِوَقْتِهَا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً وَإِلَّا كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "میرے بعد ایسے حاکم آئیں گے جو نماز کو (مستحب) وقت گذار کر پڑھیں گے تم نماز کو وقت پر پڑھنا، اگر تم نے نماز وقت پر پڑھ لی ہے تو ان کے ساتھ نفل ہو جائے گی اور اگر تم نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو تم اپنی نماز تو پڑھ ہی چکے ہو۔"

۱۳۶۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ اَنَّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ خَلِيْلِيْ اَوْصَانِيْ اَنْ اَسْمَعَ وَاُطِيْعَ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْاَطْرَافِ وَاَنْ اُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَ الْقَوْمَ قَدْ صَلَّوْا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ وَاِلَّا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً۔

خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں (احکام کے) احکام سنوں اور ان کی اطاعت کروں خواہ وہ ہاتھ پیر کٹا غلام ہو، اور یہ کہ میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھوں آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ نماز پڑھ چکے تو تم اپنی نماز ادا کر چکے ہو، ورنہ ان کے ساتھ تمہاری نماز نفل ہو جائیگی۔

۱۳۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ فَخِذِيْ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ قَوْمٍ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ مَا تَاْمُرُ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ اذْهَبْ لِحَاجَتِكَ فَاِنْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَاَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو وقت گذار کر نماز پڑھیں گے تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ حکم فرمائیں آپ نے فرمایا تم وقت پر اپنی نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جانا، اس کے بعد اگر جماعت کھڑی ہو اور تم مسجد میں ہو تو نماز پڑھ لینا۔

۱۳۶۸۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ اَخَّرَ ابْنُ زِيَادٍ الصَّلٰوةَ فَجَاءَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّامِتِ فَاَلْقَيْتُ لَهُ كُرْسِيًّا فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَذَكَرْتُ لَهُ صَلِيْعَ ابْنَ زِيَادٍ فَعَضَّ عَلٰى شَفَتِهِ فَضَرَبَ فَخِذِيْ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَبَا ذَرٍّ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَكَ الصَّلٰوةُ مَعَهُمْ فَصَلِّ وَلَا تَقُلْ اِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فَلَا اُصَلِّيْ۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن زیاد نے نماز میں دیر کر دی، اتفاقاً میرے پاس حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں نے ان کے لیے کرسی پیش کی وہ اس پر بیٹھ گئے، میں نے ان سے عبداللہ بن زیاد کی نماز میں تاخیر کا ذکر کیا انھوں نے اپنے ہونٹ بھینچے اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تھا انھوں نے میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے اور آپ نے بھی میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تھا "نماز اپنے وقت پر پڑھو پھر اگر ان کے ساتھ نماز مل جائے تو ان کے ساتھ بھی

۱۳۶۹- وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي نُعَامَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَيْفَ أَنْتُمْ أَوْ قَالَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا بَقِيتَ فِي قَوْمٍ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ إِنْ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ.

پڑھ لینا اور یہ نہ کہنا کہ میں نماز پڑھ چکا ہوں، اب نہیں پڑھتا۔"

حضرت عبداللہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ان لوگوں میں رہو گے جو نماز دیر سے پڑھتے ہیں! تم نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لینا پھر اگر جماعت کھڑی ہو تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا کیونکہ اس میں زیادہ خیر ہے۔

۱۳۷۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ خَلْفَ أُمَرَاءَ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ قَالَ فَضَرَبَ فَخِذِي ضَرْبَةً أَوْجَعَنِي وَقَالَ سَأَلْتُ أَبَا ذَرٍّ عَنْ ذٰلِكَ فَضَرَبَ فَخِذِي وَقَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ صَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَاجْعَلُوا صَلٰوتَكُمْ مَعَهُمْ نَافِلَةً قَالَ وَقَالَ عَبْدُ اللهِ ذُكِرَ لِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ فَخِذَ أَبِي ذَرٍّ.

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم جمعہ کے دن حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں وہ نماز کو آخری وقت میں ادا کرتے ہیں۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے میری ران پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ مجھے درد ہونے لگا اور کہا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی دریافت کیا تو انھوں نے بھی میری ران پر مارا اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تم (مسنون) وقت میں نماز پڑھا کرو اور جماعت کے ساتھ نماز کو بطور نفل پڑھ لیا کرو، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوذر کی ران پر ہاتھ مارا تھا۔

نماز میں تعجیل اس باب کی احادیث میں نماز کو مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور یہ کہ اگر ائمہ نماز کو مستحب وقت گزرنے کے بعد تاخیر سے پڑھیں تو اپنی نماز وقت پر پڑھ لی جائے اور بعد میں ائمہ کے ساتھ بھی نماز پڑھ لی جائے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ان میں فرض کون سی نماز ہوگی۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ پہلی نماز نفل اور دوسری فرض ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری نفل، اس باب کی احادیث امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہیں۔ چونکہ دوسری احادیث سے فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں اس لیے اس حدیث کے مطابق صرف ظہر اور عشاء میں ہی حکام کے ساتھ دوبارہ بطور نفل کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ شافعی تمام نمازوں میں دوبارہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں،[1] ان پر وہ احادیث حجت ہیں جن میں فجر اور عصر کے بعد نوافل سے آپ نے منع فرمایا ہے اور دلیل محرم، صحیح پر مقدم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی ۱۳۷۵ھ۔

ہوتی ہے ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حتی الامکان حکام کی اطاعت کی جائے جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔

حکام کی اطاعت

اس باب کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اعضاء بریدہ غلام بھی حاکم ہو تو اس کی اطاعت کی جائے۔ اس پر سوال ہے کہ حاکم بنانے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد اور سلیم الاعضاء ہو پھر اعضاء بریدہ غلام کی اطاعت کا کیا معنی ہے۔ علامہ نووی نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ اگر حاکم کو منتخب کرنے کا موقع ہو تو آزاد اور سلیم الاعضاء ہی کو حاکم بنایا جائے لیکن یہاں اس صورت کا بیان ہے کہ جب کوئی غلام یا اعضاء بریدہ بزور اور جبراً حاکم بن جائے اور بتایا گیا ہے کہ غیر معصیت میں اس کی اطاعت بھی لازم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آزاد وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے عام حکام کے لیے نہیں ہے اور یہاں حکام سے مراد خلیفہ کے نامزد کردہ حکام ہیں۔

باب ۲۲ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَبَيَانِ التَّشْدِيْدِ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا وَاَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ

نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید اور اس کے فرض کفایہ ہونے کا بیان

۱۳۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنا تمہارے تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے۔

۱۳۷۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً قَالَ وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے اور فرمایا رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں اور تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (ترجمہ) فجر میں قرآن کی تلاوت پر (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

۱۳۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ وَاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْاَعْلٰى

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عَنْ مَعْمَرٍ اِلَّا اِنَّهٗ قَالَ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باجماعت نماز تنہا شخص کی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

۱۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا اَفْلَحُ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ۔

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نافع بن جبیر بن مطعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے ابو عبداللہ کا گذر ہوا نافع نے انھیں بلایا اور کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پچیس نمازیں پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۵۔ حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَآءِ بْنِ اَبِي الْخُوَارِ اَنَّهٗ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ مَعَ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اِذْ مَرَّ بِهِمَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ خَتَنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ مَوْلَى الْجُهَنِيِّيْنَ فَدَعَاهُ نَافِعٌ فَقَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ مَعَ الْاِمَامِ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً يُصَلِّيْهَا وَحْدَهٗ۔

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نافع بن جبیر بن مطعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے ابو عبداللہ کا گذر ہوا نافع نے انھیں بلایا اور کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پچیس نمازیں پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔

۱۳۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ سَبْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا جماعت کیساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ سَبْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

ایک اور سند کے ساتھ ابن نمیر نے بیس اور کچھ درجہ کہا اور ابو بکر نے ستائیس درجہ۔

۱۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس اور کچھ زیادہ ۔

۱۳۸۰- وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَ نَاسًا فِيْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا فَاٰمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوْا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوْتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ اَحَدُهُمْ اَنَّهُ يَجِدُ عَظْمًا سَمِيْنًا لَشَهِدَهَا يَعْنِيْ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو نماز میں نہیں پایا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور لکڑیاں جمع کرا کے ان کے گھروں میں آگ لگانے کا حکم دوں (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو ایک پرا از گوشت ہڈی ملے گی تو یہ اس نماز یعنی عشاء میں ضرور آئیں گے۔

۱۳۸۱- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ صَلٰوةٍ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلٰوةُ الْعِشَآءِ وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر سب سے زیادہ دشوار، عشاء اور فجر کی نماز ہے، اگر ان لوگوں کو ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو یہ ان نمازوں کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ انھیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے، میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر چند لوگوں کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھا لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں ۔

۱۳۸۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَانِيْ اَنْ يَّسْتَوْقِدُوْا لِيْ بِحُزَمٍ مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ تُحَرَّقَ بُيُوْتٌ عَلٰى مَنْ فِيْهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر ایک شخص سے جماعت کرانے کے لیے کہوں پھر ان لوگوں سمیت (جو جماعت میں نہیں آتے) ان کے گھروں میں آگ لگا دوں ۔

۱۳۸۳- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۸۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ لَيَنْتَهُنَّ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو جماعت کرانے کا حکم دوں پھر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو جمعہ میں نہیں آتے۔

ف: اس جگہ جمعہ سے مراد جماعت ہے۔

۱۳۸۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں ہے، اس شخص نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت مل جائے، آپ نے اسے اجازت دیدی، اس کے جانے کے بعد آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو پھر تم اذان پر لبیک کہو (یعنی مسجد میں آکر نماز پڑھو)۔

ف: یہ سائل حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تھے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے۔ (نووی)

۱۳۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا شخص یا تو منافق ہوتا تھا جس کا نفاق معروف ہو یا بیمار، بلکہ بیمار بھی دو شخصوں کے کاندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور ان میں سے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس

سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةُ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ۔

میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے

۱۳۸۷- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ اَبِى الْعُمَيْسِ عَنْ عَلِىِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّى هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو حالت اسلام میں کل اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہو اس پر لازم ہے کہ جس جگہ اذان دی جاتی ہے وہاں ان نمازوں کی حفاظت کرے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی ہیں اور یہ (جماعت سے نماز پڑھنا) سنت مؤکدہ ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے ان مساجد میں جانے کا قصد کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک نیکی عطا فرماتا ہے، ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جماعت کو چھوڑنے والا صرف منافق ہوتا ہے جس کا نفاق معروف ہو اور ایک شخص دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں لایا جاتا اور اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

۱۳۸۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ الْاَحْوَصِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ اَبِى الشَّعْثَاءِ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا فِى الْمَسْجِدِ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِىْ فَاَتْبَعَهٗ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت مؤذن نے اذان دی اور ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کا تعاقب کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

۱۳۸۹- وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ الْمَكِّىُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِى الشَّعْثَاءِ الْمُحَارِبِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ

ابو الشعثاء محاربی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اذان کے بعد مسجد سے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس شخص نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَأَى رَجُلًا يَجْتَازُ الْمَسْجِدَ خَارِجًا بَعْدَ الْأَذَانِ فَقَالَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ.

کی حکم عدولی کی ہے۔

ف: اگر کوئی عذر شرعی ہو تو اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے ورنہ بغیر نماز پڑھے جانا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۳۹۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَعَدَ وَحْدَهُ فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آئے اور تنہا بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انھوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشا کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (یعنی نوافل پڑھتے ہوئے رات گذاری)۔

۱۳۹۱- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَسَدِيُّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۹۲- حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ فِي ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَيُدْرِكَهُ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیگا۔

۱۳۹۳- وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ الْقَسْرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

حضرت جندب قسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے۔ پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل نہ ڈالے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دیگا۔

يُدْرِكَهُ ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

۱۳۹۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا وَلَمْ يَذْكُرْ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔

جماعت کی فضیلت اور اہمیت

اس باب کی احادیث میں جماعت کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے اور ایک گروہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھے قرآن کریم میں ہے۔

واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوٰة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك وليأخذوا حذرهم و اسلحتهم۔ الآية (نساء: ۱۰۲)

جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کو نماز کی امامت کرائیں، ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ نماز پڑھے ایک رکعت پڑھنے کے بعد وہ پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی نماز میں اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔

جب میدان جنگ اور حالت خوف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے تو حالت امن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کسقدر اہم ہوگا۔

عن ابي الدرداء قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من ثلثة في قرية ولا بدو لا تقام فيهم الصلوٰة الا قد استحوذ عليهم الشيطان فعليك بالجماعة فانما يأكل الذئب القاصية[1]۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور جماعت سے نہ پڑھیں وہ لوگ شیطان سے مغلوب ہیں پس تم جماعت (سے نماز) کو لازم کرلو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے احناف[2] اور شوافع[3] کے نزدیک اگر کسی بستی کے لوگ باجماعت نماز نہ پڑھیں تو ان سے قتال کیا جائیگا۔ اور کسی عذر شرعی کے بغیر جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سمع المنادي فلم يمنعه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جزء ۵ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] الشیخ محمد الشربینی الخطیب الشافعی من قرن العاشر۔ مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۹ دار احیاء التراث بیروت۔

من اتباعہ عذر قالوا وما العذر، قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلی۔[1]

سنی اور بغیر عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھی اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے آپ نے فرمایا خوف یا مرض۔

ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں جس شخص کی جماعت اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فوت ہوتی تھی سلف صالحین اس شخص کی تین دن تک تعزیت کرتے تھے اور جس کی تکبیرۃ اولیٰ فوت ہو جاتی تھی، اور جس کی جماعت رہ جاتی تھی اس کی سات دن تک تعزیت کرتے تھے۔[2]

جماعت میں مذاہب

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بغیر جماعت کے نماز جائز نہیں ہے[3]۔ ان کی دلیل بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کا گھر جلانے کا ارادہ فرمایا اور ابن ماجہ اور ابوداؤد کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا بلا عذر بغیر جماعت کے نماز قبول نہیں ہوتی یہ دلیل اولاً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس میں خبر واحد سے فرضیت پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ ظنی الثبوت ہوتی ہے اور فرضیت کے لیے قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی جس حدیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھر جلانے کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی لزوم اور فرضیت پر دلالت کئی وجوہ سے مخدوش ہے اولاً اس لیے کہ آپ کا یہ قصد منافقین کے بارے میں تھا ثانیاً اس لیے کہ اگر جماعت سے نماز پڑھنا فرض عین ہوتا تو آپ کسی اور کو امام بنا کر خود جماعت ترک نہ فرماتے۔ ثالثاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ جماعت سے نماز کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو تنہا نماز پڑھنا جائز ہی نہ ہوتا۔ رابعاً، حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع پر ساتھ تھا میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے قوم کے آخر میں دو شخصوں کو دیکھا جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا انھیں بلا کر لاؤ۔ انھیں لایا گیا درآں حالیکہ خوف کی وجہ سے ان کی گردن کی رگیں لرز رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اپنی قیام گاہ میں پہلے نماز پڑھ لی تھی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو، جب تم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی ہو اور پھر مسجد میں جماعت کو پاؤ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیگی[4] ـــــ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ فرما دیتے تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ خامساً محمود بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں حضرت عتبان بن مالک انصاری ایک مسجد میں نماز پڑھاتے تھے۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بارش اور سیلاب کی وجہ سے میں مسجد میں نہیں جا سکتا (ان کی آنکھوں میں تکلیف بھی تھی) آپ

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] الشیخ محمد الشربینی الخطیب من علماء قرن العاشر۔ مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۸ دار احیاء التراث بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

میرے گھر آکر نماز پڑھا دیں تاکہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ آپ نے ان کے گھر آکر نماز پڑھا دی [1] اس طرح آپ نے انھیں بلا جماعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ ساد ساً اگر جماعت فرض ہوتی تو جمعہ کی طرح عام نمازوں کے لیے بھی جماعت کو شرط قرار دیا جاتا۔ سابقاً جماعت کو فرض عین ماننا قرآن مجید پر زیادتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے جماعت کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کی دوسری دلیل حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ بلا عذر بغیر جماعت کے نماز مقبول نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قبول کامل کی نفی ہے۔ علاوہ ازیں یہ خبر واحد ہے اور ان دلائل سے معارض ہے جو ابھی گذر چکے ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے [2]۔ ان کی دلیل ابوداؤد اور نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو وہ شیطان سے مغلوب ہیں تم جماعت کو لازم کرلو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے [3]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سنن کی حدیث ہے اور صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کی حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے جس سے فرض کفایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کھڑی کرانے کے بعد ان لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ کیا جنھوں نے نماز جماعت سے نہیں پڑھی تھی اور فرض کفایہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے اس کی فرضیت دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض کفایہ ہوتی تو جب بعض لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تھی تو آپ ان دوسرے لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ نہ فرماتے جنھوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ بعض لوگوں کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے ان سے فرضیت ساقط ہو گئی تھی۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ [4] اور امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے [5] اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سنن الھدیٰ وان من سنن الھدیٰ الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ۔ [6] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ (سنت مؤکدہ) کی تعلیم دی ہے اور سنن ہدیٰ میں سے یہ بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے"۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی ھذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنۃ نبیکم ولو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم۔ [7] "اگر تم نے جماعت چھوڑنے

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۰ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ
[3] ۔ امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[5] ۔ ابوالولید ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[6] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[7] ۔ " " " " " " " "

والے اس شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت مؤکدہ کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے "اس حدیث میں اس بات پر واضح دلالت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

احادیث میں تطبیق اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جماعت کا اجر ستائیس گنا زیادہ ہے بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ پر احکام بتدریج نازل ہوتے رہے ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا اجر عطا فرمایا ہو اور بعد میں اجر زیادہ کر کے ستائیس گنا کر دیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے ہو سکتا ہے کہ بعض جگہوں کی برکت یا بعض نمازیوں کے خلوص نیت، خضوع خشوع اور عبادت میں مشقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرما کر ستائیس گنا فرما دے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عشاء اور صبح میں چونکہ آپ نے زیادہ اجر بیان فرمایا ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے سے نصف شب اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے سے تمام شب عبادت کا اجر ملتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ ستائیس گنا اجر کا تعلق عشاء اور فجر کی جماعت کے ساتھ ہو اور پچیس گنے کا تعلق باقی نمازوں کے ساتھ ہو۔

جماعت کے فوائد جماعت سے نماز پڑھنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر انسان تنہا نماز پڑھے تو نہ جانے قبول ہو یا نہ ہو لیکن جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نمازیوں میں اگر اللہ کا کوئی مقبول بندہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ غیر متصور ہے کہ وہ اس مقبول بندہ کی نماز قبول کرے اور اسی کے ساتھ پڑھی ہوئی دوسرے نکمے اور ناکارہ لوگوں کی نمازوں کو رد کر دے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندے کی نماز قبول فرمائیگا تو اس کے ساتھ ہم ایسوں کی نماز قبول فرما لیگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے بندوں کی تلاش کے لیے مقرر کی ہے جب وہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض، بعض کو پروں سے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ پھر وہ متفرق ہو کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے سوال فرماتا ہے (اور آں حالیکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے) تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر تیری تسبیح تکبیر اور توحید بیان کرتے تھے اور تیرا شکر ادا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے تھے، فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیتے تو! فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ طلب کرتے تھے، فرشتے عرض کرتے ہیں تیری نار سے یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری نار کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری نار کو دیکھ لیتے تو! فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا، اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی ان کو پناہ دے دی۔ فرشتے کہتے ہیں ان میں ایک گناہ گار بندہ تھا جو یونہی گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا "وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ [1] " میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ جو اس قوم کے

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

ساتھ بیٹھا ہوا ہو وہ بھی محروم نہیں ہوتا۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کریمانہ عادت ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کے طفیل ناکارہ لوگوں کو بھی نواز دیتا ہے اس لیے جماعت سے نماز پڑھنے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر نمازیوں میں کوئی مرد صالح ہوا تو اس کے طفیل باقی نمازیوں کی نماز بھی شرف قبول پائے گی، امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس چیزوں کو ایک سودے میں خرید لے اور ان دس میں کوئی چیز عیب والی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ان دس میں سے ایک چیز واپس کر دے اور نور کھ لے کیونکہ اس نے ان دس چیزوں کو الگ الگ نہیں ایک ساتھ خریدا ہے یا تو وہ دس کو واپس کرے گا یا دس کی دس رکھ لیگا۔ اسی طرح ایک تکبیر تحریمہ کے ساتھ جب سب لوگوں نے نماز پڑھی ہے تو یا سب کی نمازیں رد ہونگی یا سب کی قبول! اور جب ان میں کسی نیک بندہ کی نماز قبول ہو گی تو اس کے طفیل باقیوں کی نماز بھی قبول ہو جائے گی [1]۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کی وجہ سے نماز میں نظم اور وحدت قائم رہتی ہے اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس نے مسلمانوں کی تمام عبادات میں وحدت کو قائم رکھا ہے۔ تیس روزے بندوں سے رکھوانے تھے ان روزوں کو منتشر اور متفرق ایام میں بھی فرض کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح کوئی مسلمان روزہ سے ہوتا اور کوئی روزہ سے نہ ہوتا اس لیے ایک معین مہینہ میں تیس روزے فرض کیئے تاکہ تمام مسلمان ایک معین وقت میں کھائیں اور ایک معین وقت میں کھانا چھوڑ دیں۔ عرفات میں قیام اور کعبہ کا طواف کسی غیر معین دن بھی ہو سکتا تھا لیکن نو ذوالحجہ کو حج فرض کیا تاکہ تمام روئے زمین کے مسلمان ایک دن عرفات میں قیام کریں اور ایک دن کعبہ کا طواف کریں۔ یہی حال قربانی کا ہے۔ اسی طرح پانچ معین اوقات میں جماعت کے ساتھ نماز مشروع کی تاکہ ایک آبادی کے تمام مسلمان ایک وقت اور ایک جگہ جمع ہو کر اکٹھے نماز پڑھیں اور جماعت کے سبب مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت قائم رہے اور مسلمانوں کے ہر عمل سے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ظہور ہو۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے مسلمانوں کے معاشرتی فوائد بھی ہیں، جب سب مسلمان ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں چیز کی ضرورت ہے، فلاں شخص فلاں کام کر سکتا ہے، فلاں شخص بیمار ہے اور جب محلہ کے تمام لوگ باجماعت نماز پڑھیں گے تو ایک پاکیزہ سوسائٹی ابھر آئے گی اور جو شخص بے نمازی ہوگا اس کے اندر خود بخود نمازی بننے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔

جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے وضو کر کے مسجد میں آتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی ملتی ہے، راستہ میں اسے دوسرے مسلمانوں کو سلام کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا موقع ملتا ہے۔ راستہ میں اگر تکلیف دہ چیز ہو تو اس کو ہٹانے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ کسی سائل کی حاجت پوری کر سکتا ہے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اللھم افتح لی ابواب رحمتك ۔ کی دعا پڑھے گا جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی قربت حاصل کرنے کی نیت کرے گا، برائی سے بچا رہیگا۔ جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا نماز کا ثواب ملتا رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ وعظ اور نصیحت، ذکر اذکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور استغفار کرنے کا موقع نصیب ہوگا اور اللھم انی اسئلك من فضلك ۔ کے کلمات سے واپس ہوگا۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

باب ۲۲۸ الرُّخْصَةِ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ

۱۳۶۵ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي قَدْ أَنْكَرَتْ بَصَرِي وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي وَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَلَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ وَوَدِدْتُ أَنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي مُصَلًّى أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عِنْدَ حِينِ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَأَشَرْتُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ لَهُ قَالَ فَثَابَ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ حَوْلَنَا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ذُو عَدَدٍ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذَلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ لَهُ ذَلِكَ أَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يُرِيدُ بِذَلِكَ وَجْهَ اللهِ قَالَ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ لِلْمُنَافِقِينَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ

عذر کی بناء پر جماعت ترک کرنے کی رخصت

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کی امامت کرتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو میرے اور ان کے درمیان نالہ بہنے لگتا ہے جس کی وجہ سے میں ان کی مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جا سکتا۔ یارسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ (میرے گھر) تشریف لائیں اور کسی جگہ پر نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلی بنالوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا۔" حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگلے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی اور میں نے آپ کو بلا لیا۔ آپ گھر میں داخل ہونے کے بعد بیٹھے نہیں، فرمایا تم کیا چاہتے ہو! میں کس جگہ نماز پڑھوں، حضرت عتبان کہتے ہیں کہ میں نے مکان کی ایک سمت اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور ہم سب آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دو رکعات نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ حضرت عتبان کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے قیمہ کا کھانا پکا رکھا تھا اسے کھلانے کے لیے آپ کو روک لیا (آپ کی زیارت کے سبب) محلہ کے تمام لوگ گھر میں آ گئے اور کسی کہنے والے نے کہا مالک بن دخشن کہاں ہے کسی اور نے جواب دیا وہ منافق ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ایسا نہ کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہا ہے۔ حاضرین نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ کسی شخص نے کہا ہم اس کو

اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَأَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ وَهُوَ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيثِ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ فَصَدَّقَهُ بِذٰلِكَ۔

منافقین کے ساتھ ملتے جلتے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے (کلمہ) لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ۔ پڑھا ہو اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے بنو سالم کے سردار حصین بن محمد سے محمود بن ربیع کی اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

۱۳۹۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ أَوِ الدُّخَيْشِنِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ مَحْمُودٌ وَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ نَفَرًا فِيهِمْ أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا أَظُنُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَالَ فَحَلَفْتُ إِنْ رَجَعْتُ إِلَى عِتْبَانَ أَنْ أَسْأَلَهُ قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُهُ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ ذَهَبَ بَصَرُهُ وَهُوَ إِمَامُ قَوْمِهِ فَجَلَسْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِيهِ كَمَا حَدَّثَنِيهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ ثُمَّ نَزَلَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَرَائِضُ وَأُمُورٌ نَرَى أَنَّ الْأَمْرَ انْتَهَى إِلَيْهَا فَمَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ لَا يَغْتَرَّ فَلَا يَغْتَرَّ۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے اور یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے کہا مالک بن دخشن یا دخیشن کہاں ہے۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جماعت میں بیان کی جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں فرمائی ہو گی (یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنے سے جہنم کا حرام ہونا) حضرت محمود کہتے ہیں پھر میں نے قسم کھائی کہ جا کر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی تصدیق کروں گا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ انتہائی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور وہ اس وقت بھی اپنی قوم کے امام تھے۔ میں ان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا اور ان سے یہی حدیث دریافت کی۔ انھوں نے مجھ سے وہ حدیث پہلے کی طرح بیان کر دی۔ زہری کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد بہت سی چیزیں فرض ہوئیں اور بہت سے احکام نازل ہوئے اور دین مکمل ہو گیا۔ پس جو شخص دھوکا کھانا نہ چاہتا ہو وہ دھوکا نہ کھائے (کہ فرائض ادا کیے بغیر محض کلمہ پڑھنے سے جنت میں چلا جائے گا۔ (سعیدی)

۱۳۹۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ إِنِّي لَأَعْقِلُ

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلی کرنا یاد ہے جو آپ نے ہمارے مکان کے ڈول سے کی تھی۔ حضرت محمود بیان کرتے

مَسَجَّةً مَسَجَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ دَلْوٍ فِيْ دَارِنَا قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثَنِيْ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَصَرِيْ قَدْ سَاءَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ وَحَبَسْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَزِيْرَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ زِيَادَةِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ۔

ہیں کہ مجھ سے حضرت عتبان بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے پھر حدیث سابق یہاں تک بیان کی کہ آپ نے ہمیں دو رکعات نماز پڑھائی اور ہم نے کھانا کھلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا جو ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، اور اس کے بعد کی زیادتی جو معمر اور یونس نے ذکر کی ہے بیان نہیں کی۔

احادیث میں تطبیق

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لینا جائز ہے۔ سنن ابوداؤد میں مسجد کی کسی جگہ کو معین کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اسلیے اگر کوئی گھر میں بھی جگہ معین کرنے پر سوال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب جگہ معین کرنے میں ریا کاری ہو یا کسی کو ضرر لاحق ہو، دوسرا تعارض یہ ہے کہ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کسی کے گھر جا کر امامت کرا سکتا ہے۔ حالانکہ ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی، ہم نے عرض کیا آپ نماز پڑھائیں انھوں نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے اور میں عنقریب اپنے نماز نہ پڑھانے کی وجہ بیان کروں گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی زیارت کے لیے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے [1]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان کو اس کے مصلی پر آ کر نماز نہیں پڑھانی چاہیے۔ ہاں اگر مہمان اجازت دے تو پھر جائز ہے۔ حضرت مالک بن حویرث نے ظاہر حدیث پر عمل کیا تھا بخلاف اس حدیث کے کیونکہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا ہی اسی لیے تھا کہ آپ گھر کی کسی جگہ نماز پڑھا کر اسے وہ عزت بخش دیں جو بیت المعمور کو بھی حاصل نہیں اور اگر بالفرض حضرت مالک بن حویرث کی روایت اپنے ظاہر اور عموم پر ہوتی تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بھلا حضرت عتبان اس کو کیسے گوارہ کرتے کہ وہ بغیر کسی عذر کے سرکار کے آگے امام بن جائیں! جبکہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنا تو وہ عزت اور کرامت ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی باعث رشک ہو تو بجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں کے حال پر آگاہی

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب ابن دخشن کو کسی شخص نے منافق بتایا اور کہا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا ایسا مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں آپ جانتے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور یہ اس کے دل کی بات تھی اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کلمہ پڑھا ہے اور یہ بھی اس کے دل کی بات تھی!

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱، ص ۸۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور بار دوم، ۱۴۰۵ھ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عبداللہ نامی ایک شخص جس کا لقب حمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی کی بنا پر حد لگائی دوبارہ پھر اس کو آپ کے حکم سے حد لگائی گئی قوم میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی اس پر لعنت ہو، اس پر کتنی مرتبہ حد لگائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو بخدا! تم نہیں جانتے یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے! [1] اور محبت وہ چیز ہے جو دل میں چھپی ہوتی ہے، لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ دلوں کا حال پڑھ لیتے تھے۔

انسان تو الگ رہے آپ تو پتھروں کے دل کا حال بھی جان لیتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے "فلما رای احدا قال ھذا جبل یحبنا و نحبہ" [2] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احد کو دیکھتے تو فرماتے یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں!"

کلمہ کے اجزاء کی تحقیق اور اس کا حکم

کلمہ کے دو جز ہیں توحید اور رسالت، (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔) اور یہ کلمہ پڑھے بغیر انسان مسلمان ہوتا ہے نہ جنت کا مستحق ہوتا ہے نہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوتی ہے لیکن اس حدیث میں آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے، یہاں آپ نے محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں فرمایا اس کا ایک جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کے لیے علم (نام) بن گیا ہے جیسے الحمد سورہ فاتحہ اور قل ہو اللہ سورہ اخلاص کے لیے علم بن گئے ہیں اگر کوئی شخص کہے ایک دفعہ الحمد اور تین دفعہ قل پڑھ لو تو اس سے مراد صرف الحمد اور قل نہیں پوری سورہ فاتحہ اور پوری سورہ اخلاص مراد ہوتی ہیں، اسی طرح لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جز بول کر کل مراد لیا ہے۔ جیسے ہم اپنے عرف میں چائے کہتے ہیں اور اس سے مراد صرف پتی نہیں بلکہ پتی پانی دودھ اور میٹھے کا مرکب ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا ہے ویسا کہو اور مانو، اگر کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا نہ مانے اللہ عالم اور قادر نہ مانے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم اور قادر ہے اسی طرح جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہ مانا اس نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ شخص لا الہ الا اللہ۔ کا قائل کب قرار دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے فرمان محمد رسول اللہ (فتح: ۲۹) کی تکذیب کرتا ہو اس لیے لا الہ الا اللہ کہنا درحقیقت تب صحیح ہوگا جب محمد رسول اللہ بھی کہتا اور مانتا ہو۔

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے عرض ہے، کلمہ طیبہ میں دو جملے ہیں لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ عربی قواعد کے مطابق اگر دو جملوں میں من وجہ اتحاد اور من وجہ تغایر ہو تو ان کے درمیان حرف عطف لایا جاتا ہے اور اگر ان

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
[2] " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۰ " " "

ہیں کمال فصل ہو جیسے قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ (کیونکہ پہلا جملہ خبریہ اور دوسرا انشائیہ ہے اور خبر اور انشاء میں کمال فصل ہے) تو عطف نہیں لاتے یا کمال وصل ہو پھر بھی حرف عطف نہیں لاتے جیسے ذٰلک الکتب لا ریب فیہ ھدی للمتقین یہ تین جملے ہیں اور تینوں میں کمال وصل ہے (اس کی تفصیل تفسیر بیضاوی میں ملاحظہ فرمائیں) اس لیے ان کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جو حرف عطف نہیں لایا گیا اس کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ ان کے درمیان کمال فصل اور تباین ہے اس لیے لا محالہ کہنا پڑے گا ان کے درمیان حرف عطف نہ لانے کی وجہ کمال وصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ (نجم: ۸،۹) "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا پس اس جلوہ اور محبوب میں کمان کے دو سروں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا"۔ نیز فرمایا: واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ (توبہ: ۶۲) "اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس کو راضی کرو"۔ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضمیر واحد لا کر یہ ظاہر کیا کہ اللہ اور رسول کی رضا الگ الگ نہیں ہے۔ ان کا راضی ہونا الگ ہے ناراض ہونا۔ نیز فرمایا: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (انفال: ۱۷) آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ تعالیٰ نے پھینکیں تھیں ــــــ کنکریاں پھینکنا آپ کا فعل تھا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ہمارا فعل ہے۔

رہا یہ کہ کیا صرف کلمہ پڑھنے سے نجات ہو جائے گی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والے پر دوزخ کا دوام اور خلود بہر حال حرام ہو جائے گا اور جس شخص نے اخلاص سے کلمہ پڑھا اور کلمے کے تقاضوں پر عمل کیا اس پر جہنم میں دخول بھی حرام ہو جائے گا۔ ابن شہاب زہری نے اسی معنی پر تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث کے ان ظاہری الفاظ سے دھوکا کھا کر کوئی شخص عمل کرنا نہ چھوڑ دے۔

مبتدعین اور گمراہوں سے میل جول

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گمراہ اور بے دین فرقوں سے میل جول میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتلایا گیا کہ ابن دخشن کا منافقین سے ملنا جلنا ہے تو آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا البتہ دیگر دلائل سے یہ قید لگانا ضروری گیا ہے کہ گمراہ اور مبتدعین سے محبت کے ساتھ میل جول رکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" (ہود: ۱۱۳) "ظالموں سے میلان نہ رکھو کہیں تمہیں بھی آگ نہ جلائے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس دعا کی تلقین فرمائی نخلعہ و نترک من یفجرک "جو تیرا نافرمان ہے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں"۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظٰلمین (انعام: ۶۸) "یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ رکھو"۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وقد نزل علیکم فی الکتب ان اذا سمعتم ایٰت اللہ یکفر بھا ویستھزأ بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم" (نساء: ۱۴۰) "اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ

گے ؛ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفار یا گمراہ لوگ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کریں تو ان میں بیٹھنا حرام ہے اور جب وہ ایسی باتیں نہ کریں تو ان میں بیٹھنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت اور خیر خواہی کے ساتھ بے دینوں سے تعلق رکھنا اور ملنا جلنا ممنوع ہے۔ اور اس وقت جب وہ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ان میں خاموشی کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے، ان صورتوں کے علاوہ ان سے محض معاملہ کرنا اور کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے ملنا جلنا جائز ہے۔

حدیث سے حاصل شدہ بقیہ احکام

اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ عذر شرعی کی بناء پر جماعت ترک کر کے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے مثلاً جب کوئی شخص معذور ہو اور بغیر کسی سہارے کے مسجد میں نہ جا سکے، یا وہ کمزوری یا بیماری کی بنا پر امام کے قیام اور رکوع کا ساتھ نہ دے سکے یا اس کو مسلسل البول کا مرض ہو اور مسجد کے متلوث بالنجاست ہونے کا خدشہ ہو یا کسی قسم کا خوف لاحق ہو یا اندھیرا اور بارش کا سامنا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے اور یہ کہ گھر میں نوافل پڑھنا جائز ہے، نوافل کی جماعت جائز ہے، گھر میں مسجد بنانا جائز ہے (لیکن یہ فقہی مسجد نہیں ہے یعنی اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملیگا) اور یہ کہ گھر کی مسجد مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتی، اور یہ کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس کا مقام اور مرتبہ عام جگہ کی طرح نہیں ہے اور اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے وہاں نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح دیگر صالحین امت کا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور آپ کی تواضع اور انکسار کہ ایک خادم کے بلانے پر تشریف لے آئے اور پھر بھی اجازت طلب کی، حضرت ابوبکر صدیق سے آپ کی محبت کہ ہر مرحلہ میں ساتھ رکھا کیونکہ حضرت عتبان نے آپ کو بلایا تھا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لائے، اسی طرح صالحین امت کو جب لوگ برکت کے لیے بلائیں تو انھیں جانا چاہیے، اس میں عہد کو پورا کرنا ہے۔ دن میں نفل کی دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے، اس میں علماء کی تعظیم اور ان کی ضیافت ہے حاکم کے سامنے کسی کی دینی خرابی کی شکایت ہے اور حاکم کا صحیح محمل بیان کرنا ہے، کسی بزرگ کی زیارت کے لیے اہل محلہ کا جمع ہونا ہے جیسے آپ کی زیارت کے لیے صحابہ جمع ہو گئے تھے اور علماء سے استفادہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ جب کسی بے قصور کی کوئی شخص مذمت کرے تو اس کی برأت بیان کرنی چاہیے جیسے آپ نے مالک بن دخشن کا دفاع کیا، وغیر ذلک من الفوائد۔

باب ۲۲۹ جَوَازِ الْجَمَاعَةِ فِي النَّافِلَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى حَصِيرٍ وَخُمْرَةٍ وَثَوْبٍ وَغَيْرِهَا مِنَ الطَّاهِرَاتِ

جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے اور پاک چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کا جواز

۱۳۹۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُومُوا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا پکا کر دعوت کی۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا چلو میں تم کو نماز پڑھا دوں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک چٹائی لے کر آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا،

مَا بِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَآءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَآءِ نَا فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ـــــــ انْصَرَفَ ـ

پھر اس چٹائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دو رکعت نماز پڑھاتے کے بعد تشریف لے گئے۔

۱۳۹۹ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ وَأَبُو الرَّبِيْعِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ شَيْبَانُ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا فَرُبَّمَا تَحْضُرُ الصَّلٰوةُ وَهُوَ فِيْ بَيْتِنَا قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِيْ تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ ثُمَّ يُنْضَحُ ثُمَّ يَؤُمُّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقُوْمُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّيْ بِنَا قَالَ وَكَانَ بِسَاطُهُمْ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ ـ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور احسن اخلاق کے مالک تھے، بعض اوقات آپ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے اور نماز کا وقت آجاتا تھا، تو جس چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اس کو اٹھانے کا حکم دیتے۔ اس کو صاف کر کے پانی سے دھویا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے اور وہ چٹائی کھجور کے پتوں کی ہوتی تھی۔

۱۴۰۰ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّيْ وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِيْ فَقَالَ قُوْمُوْا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَصَلّٰى بِنَا فَقَالَ رَجُلٌ لِثَابِتٍ أَيْنَ جَعَلَ أَنَسًا مِنْهُ قَالَ جَعَلَهُ عَلٰى يَمِيْنِهِ ثُمَّ دَعَا لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَالَتْ أُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خُوَيْدِمُكَ أُدْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَا لِيْ بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِيْ آخِرِ مَا دَعَا لِيْ بِهِ أَنْ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيْهِ ـ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور گھر میں صرف میں، میری ماں اور خالہ ام حرام تھیں، آپ نے فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں حالانکہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا، (ایک شخص نے ثابت سے پوچھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو کس جگہ کھڑا کیا تھا، ثابت نے بتایا اپنی دائیں جانب) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گھر والوں کے لیے دنیا اور آخرت کی ہر فلاح کے لیے دعا فرمائی۔ میری ماں نے کہا، یا رسول اللہ! انس آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لیے خصوصی دعا فرمایئے، آپ نے میرے لیے ہر خیر کی دعا کی اور اخیر میں فرمایا" اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت عطا فرما۔

۱۴۰۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعَ مُوْسَى بْنَ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی اور بتایا کہ مجھے آپ نے دائیں جانب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِأُمِّهٖ اَوْ خَالَتِهٖ قَالَ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَةَ خَلْفَنَا۔

کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔

۱۴۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مَيْمُوْنَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا حِذَاءَهٗ وَرُبَّمَا اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَةٍ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین سیدتنا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بعض اوقات سجدہ کرتے وقت آپ کا لباس مجھ سے ٹکراتا۔ آپ جانماز پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيُّ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حَصِيْرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور اسی پر سجدہ کرتے تھے۔

تشریح اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنا جائز ہے اور گھر میں جماعت کرانا جائز ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز تواضع اور انکسار کی وجہ سے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے ورنہ چٹائی پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں اہل علم کی ضیافت کا ثبوت ہے اور یہ کہ دعوت کا قبول کرنا مشروع ہے۔ اہل خانہ کا علماء اور صالحین سے برکت حاصل کرنا اور ان سے گھر میں نماز پڑھوانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر نماز پڑھائی اس سے یہ مقصد بھی تھا کہ عورتیں آپ کی نماز کے افعال کو دیکھ لیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نمازی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور دو نمازی ہوں تو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور اختلاف ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے عورتوں کو ہر حال میں پچھلی صف

میں بچوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ ان احادیث میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ علماء اور صالحین سے خیر و برکت کی دعا کرانی چاہیے جیسے حضرت انس کی ماں نے حضرت انس کے لیے سرکار سے دعا کرائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو مقبولیت کی عزت عطا فرمائی کیونکہ آپ کی دعا سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سو سے زیادہ بچے ہوئے اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ اہل فضل جب کسی جگہ ضیافت پر جائیں تو اہل خانہ کے لیے دعا کریں ——— ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اوقات آپ نے فرض نماز گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہے اور آپ کی تواضع اور انکسار کا بیان ہے کہ آپ جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے اسی پر نماز پڑھ لیتے۔

باب ۲۳ فَضْلِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فِيْ جَمَاعَةٍ وَفَضْلِ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ وَكَثْرَةِ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَفَضْلِ الْمَشْيِ إِلَيْهَا

نماز باجماعت ادا کرنے، نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں دور سے آنے کی فضیلت

۱۴۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ أَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهِ فِيْ بَيْتِهِ وَصَلٰوتِهِ فِيْ سُوْقِهِ بِضْعًا وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ أَنَّ أَحَدَهُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلٰوةُ لَا يُرِيْدُ إِلَّا الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهُ وَالْمَلٰئِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، گھر اور بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت بیس سے زیادہ درجہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص صرف نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے تو مسجد میں پہنچنے تک اسکے ہر قدم کے بدلہ میں ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ جتنی دیر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تمہارے لیے اسوقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے جب تک وہ شخص وضو توڑ کر فرشتوں کو ایذا نہ دے۔ فرشتے کہتے رہتے ہیں یا اللہ! اس پر رحم فرما، یا اللہ اس کو بخش دے، یا اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۰۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ أَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ فِيْ

هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ۔

۱۴۰۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَادَامَ فِیْ مَجْلِسِهٖ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَالَمْ یُحْدِثْ وَاَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا کَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے اور وضو نہ توڑے اس کا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں "اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔"

۱۴۰۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا کَانَ فِیْ مُصَلَّاهُ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰی یَنْصَرِفَ اَوْ یُحْدِثَ قُلْتُ مَا یُحْدِثُ قَالَ یَفْسُوْا وَیَضْرِطُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ جانماز پر بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں یا اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما! حتیٰ کہ وہ شخص اٹھ کر چلا جائے یا وضو توڑ دے، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا وضو توڑنے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ریح خارج کر دے۔

۱۴۰۹۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَادَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا یَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے اور نماز کے علاوہ کوئی اور چیز اسے گھر جانے سے مانع نہیں ہوتی اس کا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

۱۴۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَدُکُمْ مَا قَعَدَ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فِیْ صَلٰوةٍ مَا لَمْ یُحْدِثْ تَدْعُوْ لَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور وضو نہیں توڑتا فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں یا اللہ! اس کو بخش دے! یا اللہ! اس پر رحم فرما!۔

۱۴۱۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هٰذَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ إِلَيْهَا مَمْشًى فَأَبْعَدُهُمْ وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّيهَا ثُمَّ يَنَامُ قَالَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ فِي الْجَمَاعَةِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے آئے اس کے بعد اسے اجر ملتا ہے جو اس کے بعد دور سے آنیوالا ہو، جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرے اس کا اجر اس سے زیادہ ہے جو اپنی نماز پڑھ کر سو جائے اور ابو کریب کی روایت میں باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۴۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا عَشْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ رَجُلًا أَبْعَدَ مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْهُ وَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ صَلٰوةٌ قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَوْ قُلْتُ لَهُ لَوِ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الظَّلْمَاءِ وَفِي الرَّمْضَاءِ قَالَ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ مَنْزِلِي إِلٰى جَنْبِ الْمَسْجِدِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ يُكْتَبَ لِي مَمْشَايَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِذَا رَجَعْتُ إِلٰى أَهْلِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعَ اللهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّهُ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا گھر مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ دراز گوش خرید لو جس پر سوار ہو کر وہ حرِ اور اندھیرے میں آسانی سے آسکو۔ اس نے کہا اگر میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہوتا تو یہ میرے لیے کوئی خوشی کی بات نہ تھی، میری نیت یہ ہے کہ گھر سے مسجد تک میرا آنا جانا لکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے یہ تمام (ثواب) تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔

۱۴۱۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری کا گھر مدینہ میں سب سے زیادہ دور تھا اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز قضا نہیں ہوتی

بَيْتُهُ أَقْصَى بَيْتٍ فِي الْمَدِينَةِ فَكَانَ لَا تُخْطِئُهُ الصَّلَاةُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَوَجَّعْنَا لَهُ فَقُلْتُ لَهُ يَا فُلَانُ لَوْ أَنَّكَ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَقِيكَ مِنَ الرَّمْضَاءِ وَتَقِيكَ مِنْ هَوَامِّ الْأَرْضِ قَالَ أَمَا وَاللهِ مَا أُحِبُّ أَنَّ بَيْتِي مُطَنَّبٌ بِبَيْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَمَلْتُ بِهِ حَمْلًا حَتَّى أَتَيْتُ بِهِ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَدَعَاهُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ وَذَكَرَ لَهُ إِنَّهُ يَرْجُو فِي أَثَرِهِ الْأَجْرَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ مَا احْتَسَبْتَ.

تھی، حضرت ابی کہتے ہیں ہمیں ان کی تکلیف کا احساس ہوا، میں نے ان سے کہا، اے فلاں! کاش تم ایک دراز گوش خرید لیتے جو تمہیں دھوپ اور حشرات الارض سے بچاتا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہوتا۔ مجھے ان کی یہ بات ناگوار گزری میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ آپ نے اس کو بلوایا اس نے آکر یہی بیان کیا اور کہا میں اپنے آنے جانے کے اجر کی امید رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں وہی اجر ملیگا جس کی تم نے نیت کی ہے۔

۱۴۱۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۷۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَتْ دِيَارُنَا نَائِيَةً مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَرَدْنَا أَنْ نَبِيعَ بُيُوتَنَا فَنَقْرُبَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خُطْوَةٍ دَرَجَةً.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر مسجد سے دور تھے۔ ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے گھر بیچ کر مسجد کے قریب گھر خرید لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا اور فرمایا تمہارے ہر قدم کے عوض ایک درجہ ہے۔

۱۴۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ قَالَ حَدَّثَنِي الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ خَلَتِ الْبِقَاعُ حَوْلَ الْمَسْجِدِ فَأَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّهُ بَلَغَنِي أَنَّكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَنْتَقِلُوا قُرْبَ الْمَسْجِدِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَرَدْنَا ذٰلِكَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ آثَارُكُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے قریب کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا جی، یا رسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں (دوبارہ فرمایا) اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تُكْتَبُ اٰثَارُكُمْ۔

۱۴۱۹۔ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ كَهْمَسًا يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اَرَادَ بَنُوْ سَلِمَةَ اَنْ يَتَحَوَّلُوْا اِلٰى قُرْبِ الْمَسْجِدِ قَالَ وَالْبِقَاعُ خَالِيَةٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِيْ سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبْ اٰثَارُكُمْ فَقَالُوْا مَا كَانَ يَسُرُّنَا اَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے ساتھ جگہ خالی تھی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں منتقل ہونے کی خواہش نہ رہی۔

۱۴۲۰۔ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ ابْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَهَّرَ فِيْ بَيْتِهٖ ثُمَّ مَشٰى اِلٰى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خُطْوَاتُهٗ اِحْدٰاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَالْاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں کوئی فریضہ ادا کرنے کے لیے جائے تو اس کے ہر ایک قدم کے بدلہ ایک گناہ معاف ہو گا اور دوسرے قدم سے ایک درجہ بلند ہو گا۔

۱۴۲۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِيْ حَدِيْثِ بَكْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالُوْا لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل باقی رہے گا؟! صحابہ نے عرض کیا اس میں بالکل میل باقی نہیں رہے گا آپ نے فرمایا پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۱۴۲۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں پانچ نمازوں کی مثال اس دریا اور رواں دریا کی طرح ہے جو تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس دریا سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ وَمَا يُبْقِيْ ذٰلِكَ مِنَ الدَّرَنِ۔

غسل کرتا ہو، راوی حسن نے کہا پھر اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا

۱۴۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسَاجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِي الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح یا شام کو مسجد میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے لیے صبح یا شام کی ضیافت تیار کر رکھی ہے۔

کثرت جماعت اور فرشتوں کا استغفار

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت کا ثواب انفرادی نماز سے زیادہ ہوتا ہے لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا ایک آدمی کیساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت میں جس قدر زیادہ لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسقدر زیادہ پسندیدہ ہے[1]۔ ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں جب تک باوضو بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور فرشتوں کی دعا دو وجہ سے اقرب الی الاجابۃ ہے ایک اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کرتے لایعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔ (تحریم: ۶) "وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انھیں کہا جاتا ہے" اور جو اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں موڑتے اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام رازی نے ایک حدیث کی روشنی میں بیان کیا کہ دوسروں کے لیے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے اس وجہ سے بھی فرشتے ہمارے لیے جو دعا کریں گے اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔ اس لیے فرشتوں کی اس دعا کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

قریب والی مسجد کا حق

ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ دور سے آکر مسجد میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنے جائے کیونکہ جو قریب مسجد ہے اس کا نمازی پر زیادہ حق ہے۔

پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا

ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنا ایسا ہے جیسے دن میں پانچ بار غسل کرنا ہے اور جس طرح دن میں پانچ بار غسل کرنے سے بدن پر بالکل میل نہیں رہتا اسی طرح دن میں پانچ نمازیں پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ان کے درمیان ہر نیوالے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے[2]۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیں سے صرف

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

صغائر معاف ہوتے ہیں جبکہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے صغائر اور کبائر دونوں معاف ہو جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صغائر کے ارتکاب سے ظاہری بدن پر میل جم جاتا ہے اور کبائر کے ارتکاب سے باطن بدن پر میل جم جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون" (مطففین: ۱۴) "ہشت! بلکہ ان کے کرتوتوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے" صغائر کا زنگ نمازوں سے دھل جاتا ہے اور کبائر کا زنگ، یا توبہ سے دھلتا ہے یا شفاعت سے یا محض فضل الٰہی سے۔

باب ۲۳۱ فَضْلِ الْجُلُوسِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کی اور مسجدوں کی فضیلت

۱۴۲۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَثِيرًا كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ أَوِ الْغَدَاةَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ.

سماک بن حرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے، انھوں نے کہا ہاں! بہت، آپ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے، طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد وہاں سے اٹھتے اور آں حالیکہ لوگ آپس میں باتیں کرتے زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کر کے ہنستے تھے اور آپ بھی مسکرا دیتے تھے۔

۱۴۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّا كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ جَلَسَ فِي مُصَلَّاهُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلی پر بیٹھے رہتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

۱۴۲۶- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولَا حَسَنًا.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۲۷- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَإِسْحَقُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ مُوسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَا نَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي ذُبَابٍ فِي رِوَايَتِهِمَا دُونَ وَفِي حَدِيثِ الْاَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَسَاجِدُهَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالَى اَسْوَاقُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین جگہ مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہ بازار ہیں۔

بازاروں کا ناپسندیدہ ہونا مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جاتی ہے اس لیے مسجد کا پسندیدہ جگہ ہونا واضح ہے اور بازاروں میں بالعموم ذکرِ الٰہی سے اعراض، جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، ملاوٹ، دھوکا، سود اور انواع و اقسام کی بے ایمانی کی جاتی ہے۔ نمازوں کے اوقات میں کھلے عام خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور مختلف قسم کی نافرمانی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ جگہیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اِلّا یہ کہ جو بازار اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے خالی ہو اور اوقات نماز میں بازار بند کر کے مساجد میں جا کر نمازوں کا اہتمام کیا جائے۔

باب ۲۳۲ مَنْ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ

امامت کا مستحق

۱۴۲۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اَبُوعَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ اَحَدُهُمْ وَاَحَقُّهُمْ بِالْاِمَامَةِ اَقْرَاُهُمْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین نمازی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرے، اور امامت کا زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے قرآن کا زیادہ علم ہو۔

۱۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوخَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عُرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنِي اَبُوغَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عِيسٰى قَالَ نَا ابْنُ

ایک دیگر سند بھی اس کی مثل منقول ہے۔

الْمُبَارَكِ جَمِيعًا عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ف: اس حدیث میں تین آدمیوں میں سے ایک کو امام بننے کا حکم دیا ہے اور حدیث نمبر ۱۴۳۶ میں دو آدمی ہوں تو جماعت کا حکم دیا ہے اور احادیث سے یہی راجح ہے۔

۱۴۳۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ لْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا.

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جس کو سب سے زیادہ قرآن کا علم ہو، اگر قرآن مجید کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جس کو حدیث کا سب سے زیادہ علم ہو اور اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو جس شخص نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو اور کوئی شخص کسی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے امامت نہ کرائے اور کسی کی مسند پر بلا اجازت نہ بیٹھے۔

۱۴۳۲- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا الْأَشَجُّ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۳۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور سب سے اچھی قرأت کرتا ہو اور اگر ان کی قرأت مساوی ہو تو وہ شخص امامت کرے جس نے ان میں سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں سب مساوی ہوں تو وہ شخص امامت کرے جس کی عمر سب سے زیادہ ہو۔ کسی کے گھر اور اس کی حکومت میں کوئی شخص امام نہ بنے،

وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ أَوْ بِإِذْنِهِ.

اور نہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر بیٹھے۔

۱۴۳۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَفِيقًا فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم، ہم عمر نوجوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفیق اور مہربان تھے آپ کو خیال ہوا کہ ہمیں گھر کی یاد ستا رہی ہوگی۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ تم گھر میں کن عزیزوں کو چھوڑ آئے ہو؟ ہم نے آپ کو بتلایا تو آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ اور وہیں ٹھہرو اور انھیں دین سکھاؤ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَبُو سُلَيْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاسٍ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ وَاقْتَصَّا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جو سب ہم عمر جوان تھے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

۱۴۳۶- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَلَمَّا أَرَدْنَا الِانْقِلَابَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا.

حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے ہم سے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تو تم اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۷- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَذَّاءِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ زیادتی ہے کہ وہ دونوں قرأت میں برابر تھے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ الْحَذَّآءُ وَكَانَا مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْقِرَآءَةِ۔

امامت کی فضیلت

امامت اذان سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے اور حالت عذر کے علاوہ ساری عمر امامت فرمائی ہے نیز آپ نے امامت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف النبی"[1] "جس شخص نے پرہیزگار عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھی اس نے گویا نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی"۔ علاوہ ازیں تمام خلفاء راشدین نے اپنے عہد خلافت میں امامت فرمائی ہے۔

قاری یا عالم میں کون امامت کا مستحق ہے

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کے لیے قاری کو مقدم کرنا چاہیے یا عالم دین کو، امام احمد بن حنبل قاری کو مقدم کرنے کے قائل ہیں[2] اور امام اعظم ابو حنیفہ[3]، امام شافعی[4] اور امام مالک[5] عالم دین کو مقدم کرنے کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احقهم بالامامة اقرءهم"[6]۔ "امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو"۔ ائمہ ثلاثہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ قاری سے مراد وہ شخص نہیں جو قرآن مجید کو تجوید اور عمدگی سے پڑھتا ہو بلکہ قاری سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کا علم رکھتا ہو لہٰذا یہ حدیث ائمہ ثلاثہ ہی کی دلیل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ میں سب سے عمدہ قرأت کرنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور سب سے بڑے عالم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کے مقابلہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور آپ کا یہ عمل اس حدیث کی عملی تفسیر ہے کہ جو سب سے بڑا عالم ہو اس کو امام بنایا جائے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ قرأت کا تعلق نماز کے صرف ایک رکن کے ساتھ ہے اور نماز کے باقی تمام ارکان، واجبات، سنن، آداب، نماز کے مفسدات اور مکروہات ان تمام چیزوں کا تعلق علم دین سے ہے بلکہ قرأت میں بھی بعض دفعہ ایسی الجھنیں پیش آجاتی ہیں جن کو صرف عالم دین ہی حل کر سکتا ہے، اس لیے نماز میں امام، عالم دین ہی کو بنانا چاہیے۔

فاسق کی امامت کی تحقیق اور مذاہب ائمہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ مثلاً شراب نوشی، زنا کاری اور سود خوری کا مرتکب ہو یا خلق خدا پر ظلم کرتا ہو ایسا شخص اصطلاح فقہ میں فاسق

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[5] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

معلن کہلاتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے کیونکہ فاسق کی تنظیم شرعاً حرام ہے لیکن اگر ایسا شخص جبراً امام بن جائے تو اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو اور اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو اور فاسق معلن کے علاوہ صالح امام بھی جمعہ پڑھاتے ہوں تو پھر انھی کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اور فاسق کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے تو پھر جائز ہے۔

یہ حکم اس فسق پر ہے جو قطعی الثبوت اور غیر مؤوّل ہو جیسے قتل، چوری، جوا، انگور کی شراب اور زنا وغیرہ کا ارتکاب اور جو فسق ظنی ہے جیسے ربا بالفضل[1]، مزابنہ[2]، محاقلہ[3] اور نجش وغیرہ یا جو فسق مؤوّل ہے جیسے انگور کے علاوہ دیگر اجناس کی شراب، بھنگ اور نبیذ وغیرہ کا ارتکاب۔ یہ فسق کی وہ اقسام ہیں کہ ان کے مرتکب کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض احناف کے نزدیک بھی فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ امام شافعی اور اکثر احناف کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ، امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابوداؤد سالت احمد وقیل له اذا کان الامام یسکر قال لا تصل خلفه البتة وساله رجل قال صلیت خلف رجل ثم علمت انه یسکر اعید؟ قال نعم اعد۔[5]

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا جب امام نشہ کرتا ہو تو فرمایا اس کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھو، ایک اور شخص نے سوال کیا میں نے ایک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر مجھے علم ہوا کہ وہ امام نشہ کرتا ہے کیا میں نماز دہراؤں؟ فرمایا ہاں۔

علامہ بابرتی، امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال مالك لا تجوز الصلوٰة خلفه لانه لما ظهر منه الخیانة فی الامور الدینیة لا یؤتمن فی اهم الامور۔[6]

امام مالک کہتے ہیں کہ فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں کیونکہ جب اس سے امور دینیہ میں خیانت ظاہر ہو گئی تو ان میں سے زیادہ اہم امر میں اس پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

بعض احناف فاسق کی امامت اور اقتداء کو ناجائز اور مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں:

---

[1] ربا بالفضل سود کی وہ قسم ہے جس میں جنس کے بدلہ میں جنس علی الفور زیادتی کے ساتھ لی جائے چونکہ اسکی حرمت خبر واحد سے ثابت ہے اسلئے یہ حرمت ظنی ہے۔

[2] مزابنہ: درخت پر کچے پھلوں کی اندازہ سے بیع یہ از روئے حدیث حرام ہے۔

[3] محاقلہ: غلہ کی کھیت پر اندازہ سے بیع یہ بھی حدیث سے حرام ہے۔

[4] نجش کسی کو دھوکا دیکر چیز فروخت کرنا۔ اس کی حرمت بھی حدیث سے ثابت ہے۔

[5] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی ۷۸۶ھ۔ — عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

واما الفاسق بجوارحه كالزانی وشاربی الخمر فزعم ابن الحبیب ان من صلی خلف من یشرب الخمر یعید ابدا الا ان یکون والیا [1]

فاسق معلن مثلاً شرابی یا زانی کے بارے میں ابن الحبیب کہتے ہیں جو شخص اس کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ امام حاکم ہو۔

علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

والفاجر اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرها ینتقل الی مسجد آخر [2]

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اسکے پیچھے پڑھے اور جمعہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھے۔

علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں:

وکره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجده للجمعة وغیرها وان لم یقم الجمعة الا هو تصلی معه [3]

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کو مسجد سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں چلا جائے اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو پڑھ لے

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

مفاده کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة۔ [4]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اقتداء مکروہ تحریمی ہے

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

لو قدم فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم [5]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ کروری فرماتے ہیں:

ویکره الاقتداء بمن عرف باکل الربا ام الفاسق یوم الجمعة ولم یکن منه قال بعضهم یقتدی به ولا تترک الجمعة بامامته [6]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے فاسق جمعہ پڑھائے اور اس کو ہٹانا ممکن نہ ہو تو بعض فقہاء نے کہا کہ اس کی اقتداء کرے اور اسکی امامت کی وجہ سے جمعہ ترک نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی امام شافعی کا مذہب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تکره الصلوٰة خلفه وانما صحت لما رواه

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ (تنزیہی) ہے اور جواز اسلیے ہے کہ بخاری

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۲۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[3] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۲ھ مراقی الفلاح علی ہامش طحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی، مصر ۱۳۵۶ھ

[5] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ غنیۃ المستملی ص ۴۰۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[6] علامہ محمد بن شہاب ابن بزازکردری متوفی ۸۲۷ھ۔ فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع بولاق مصر۔

الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج قال الامام الشافعی وکفی به فاسقا والمبتدع الذی لایکفر ببدعته کالفاسق بل اولی لان اعتقاد المبتدع لا یفارقه بخلاف الفاسق [1]

اور مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور وہ بدعتی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی وہ فاسق کی طرح ہے بلکہ فاسق بدعتی سے اولیٰ ہے کیونکہ فاسق کے برخلاف بدعتی کا اعتقاد اس سے الگ نہیں ہوتا۔

اکثر احناف جو فاسق کی اقتداء اور اس کی امامت کے جواز کے قائل ہیں ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ (مبسوط ج ۱، ص ۴۰)۔

بعض صحابہ کرام نے جو ظالم یا فاسق حکام کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے وہ خوف ضرر پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وفعل الصحابة محمول على انهم خافوا الضرر بترك الصلوٰة معهم فقد روينا عن عطاء و سعيد بن جبير انهما كانا في المسجد و الحجاج يخطب فصليا بالايماء وانما فعلا ذلك لخوفهما على انفسهما ان صليا على وجه يعلم بهما۔ [2]

صحابہ (ظالم حکمرانوں کی اقتدا میں) نماز اس وجہ سے پڑھتے تھے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بنا پر انہیں ضرر کا اندیشہ تھا کیونکہ عطا اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حجاج کے خطبہ کے دوران وہ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ اگر وہ علی الاعلان نماز پڑھتے تو انہیں اپنی جان کا خوف تھا۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

فانه لاشك انهم كانوا خائفين من نحو يزيد والحجاج وزياد، ولم يكن بتمشي الخروج على ارباب العناد بل كان يترتب عليه من امور الفساد ولذا كان ابن عمر رضي الله عنه يمنع ابن الزبير وينهاه عن دعوى الخلافة مع انه كان احق واولى بها من امراء الجور بلا خلاف [3]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام، یزید، حجاج اور زیاد ایسے حکمرانوں سے خائف تھے اور ان ظالموں کے خلاف تحریک چلانے سے انھیں امت میں قتل اور خونریزی کا اندیشہ تھا۔ اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دعوائے خلافت سے باز رکھتے تھے حالانکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان ظالم حکام کے مقابلہ میں بلاشبہ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ فساق کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ کرام نماز دہرا لیا کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

و كان ابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة بن ابي معيط وكان يشرب الخمر حتى انه صلى بهم الصبح مرة اربعا ثم قال: ازيدكم. فقال ابن مسعود ما زلنا معك منذ اليوم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ ایک دن اس نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دی پھر کہنے لگا: کیا اور زیادہ پڑھاؤں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ زیادہ نماز

---

[1] علامہ محمد قزوینی الخطیب من علماء القرن العاشر
[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ
[3] علامہ علی بن سلطان القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ۔

مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت۔
مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ

فی زیادۃ ۔[1] پڑھتے ہیں (یعنی نماز پڑھ کر دہراتے ہیں۔ ——— (سعیدی)۔

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ جمہور کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں بلا جبر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ فسق قطعی اور غیر مؤول کا مرتکب ہو اس کی دلیل یہ ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ۔ (ہود: ۱۱۳) ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو ورنہ تم کو بھی جہنم کی آگ جلائے گی۔

جب ظالموں سے میل جول پر جہنم کی وعید ہے تو ان کو نماز میں امام بنانا یا بلا حرج ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مصداق ہے (العیاذ باللہ!)

نیز فرمایا:

و لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ۔ (الانعام: ۶۸) معلوم ہونے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

جو شخص علانیہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کے خلاف کرے محرمات قطعیہ کا ارتکاب کرے اور خلق خدا پر ظلم کرے اس کے ظالم ہونے میں کیا شک ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرما دیا ہے تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ فرمایا۔

الا لا تؤمن امراۃ رجلا ولا یؤم اعرابی مهاجرا ولا یؤم فاجر مومنا الا ان یقهر بسلطان یخاف سیفه وسوطه[2] سنو! کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے، نہ دیہاتی مہاجر کی امامت کرے، نہ فاسق مؤمن کی امامت کرے سوا اس کے کہ وہ حاکم کی تلوار اور اس کے کوڑوں سے ڈرتا ہو۔

یہ حدیث جمہور کے مسلک پر واضح نص ہے کہ اضطرار، مجبوری اور جان کے خوف کے سوا فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ حدیث مذکور ذیل سے فاسق کی امامت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجهاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان او فاجرا والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر والصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر۔[3] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امیر کے ساتھ تمہیں جہاد کرنا واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

---

[1] ۔ علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر ص ۷۶، مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

اس حدیث سے استدلال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جسقدر اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ ذیلعی فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث عن مکحول عن ابی ھریرۃ روایت کی ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ مکحول کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں معاویہ بن صالح ہے اس کا بھی حضرت ابوہریرہ سے سماع نہیں اس کے علاوہ یہ ضعیف بھی ہے۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو عن عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عروۃ عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ روایت کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے علل متناہیہ میں عبداللہ کو معلول قرار دیا۔ ابوحاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کی روایت لکھنا جائز نہیں۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا ہم نے اس کو نہیں سنا [1]۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور بیہقی کی روایت کے تمام طرق اور اسانید میں مکحول ہے جس کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے۔ دارقطنی نے الحارث عن علی عن عبداللہ وامسود عن ابن مسعود اور ابودرداء کی سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ تمام طرق واہی اور ضعیف ہیں۔ متعدد محدثین نے اس کی تصریح کی ہے اور علل ابن جوزی میں بھی اس کا ذکر ہے [2]

برسبیل تنزل اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں جس فاسق کی اقتداء کے وجوب کا ذکر ہے۔ اس فاسق سے مراد وہ فاسق ہے جس کا فسق ظنی اور مؤول ہو تاکہ یہ حدیث قرآن کریم اور دیگر احادیث کے معارض نہ ہو۔

رہا وہ فاسق جس کا فسق مستور ہو، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کیونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے اور اس کا فسق ظاہر نہیں ہے۔

آج کل کچھ مساجد میں بعض ائمہ کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے ہر چند کہ ایک مشت سے ڈاڑھی کم رکھنا غیر مستحسن ہے [3] لیکن ان کو فاسق معلن قرار دینا اور ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور ان کی اقتداء میں نماز کو واجب الاعادہ قرار دینا قطعاً باطل ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ اکثر فقہاء احناف فسق قطعی اور غیر مؤول کے مرتکب کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں اور یہ کہ ان کی اقتداء میں جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔

قاضی خاں نے لکھا ہے کہ جو شخص سود خوری اور فسق میں مشہور ہو، امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔ (فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ مصر۔)

---

[1] علامہ جمال الدین ذیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

[2] ابوالخیر شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ۔ المقاصد الحسنہ ص ۲۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ۔

[3] جمہور علماء کی تصریح کے مطابق ایک مشت تک ڈاڑھی سنت ہے۔ (ہدایہ ج ۴ ص ۴۲۱) اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے قبضہ تک ڈاڑھی کو مستحب قرار دیا ہے (شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰) اور فسق سنت یا مستحب کے ترک کو نہیں۔ فرض کے ترک یا حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ سنت کا ترک نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ بلکہ واجب کا ترک گناہ صغیرہ ہے (الملفوظ ج ۱ ص ۹۴۔ از فاضل بریلوی مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)۔ بعض علماء نے قبضہ کو واجب قرار دیا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جذوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس "مونچھیں کم کراؤ، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو" اور مجوس یا ڈاڑھی بالکل منڈاتے تھے یا قبضہ سے کم رکھتے تھے اس لیے (حاشیہ صفحہ بذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ویجوز امامۃ الاعمی والاعرابی والعبد وولد الزناء والفاسق وغیرھم احب الی (الی ان قال) فنقول تقدیم الفاسق للامامۃ جائز عندنا ویکرہ [1]

امام محمد فرماتے ہیں نابینا، دیہاتی، غلام، ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں اسلیے ہم کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مکروہ تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: الظاھر ان المراد المکروہ تنزیھا لان المکروہ تحریما ممتنع شرعا منعا لازما۔ [2] "جائز" کا لفظ مکروہ کو شامل ہوتا ہے لیکن اس سے مراد

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اس حدیث کا مطلب ہے کہ کل یا اکثر ڈاڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرو اور ایک مشت تک ڈاڑھی بڑھاؤ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حدیث شریف میں ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الیھود والنصاریٰ لا تصبغ فخالفوا علیھم فاصبغوا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ ڈاڑھی نہیں رنگتے ان کی مخالفت کرو اور ڈاڑھی کو رنگا کرو (کالے رنگ سے اجتناب کرکے سرخ یا عنابی رنگ میں رنگنا سنت ہے)۔ سعیدی۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود "سفید بالوں کو (رنگ سے) متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو" (جامع ترمذی ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اگر مجوس کی مخالفت کی وجہ سے ڈاڑھی میں قبضہ واجب ہو سکتا ہے تو یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کی وجہ سے ڈاڑھی کا رنگنا بھی واجب ہوگا کیونکہ مخالفت کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے بعض علماء کا قبضہ کے وجوب پر یہ استدلال درست نہیں ہے۔

---

[1] علامہ شمس الدین السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث واعفوا اللحی "ڈاڑھی بڑھاؤ" میں امر کے پیش نظر ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ نسیج کمار لکھنؤ) لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہو تو اس کو کاٹنا بالکل جائز نہیں ہوگا حالانکہ ایک مشت کے بعد ڈاڑھی کا کاٹنا سب کے نزدیک جائز ہے بلکہ علامہ ابن ہمام نے اس کو واجب لکھا ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۰) اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹا کرتے تھے (جامع ترمذی ص ۳۹۴) اس کی مزید تفصیل ہم جلد اول میں سنن وضو کے باب میں بیان کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ورنہ ابن ہمام کے قول پر قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھنے والے سب فاسق معلن قرار پائیں گے (العیاذ باللہ) اس لیے صحیح یہی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے اس لیے اگر کوئی شخص ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھتا ہے تو وہ تارک سنت ہے فاسق نہیں ہے اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ غلام رسول سعیدی (اس مسئلہ پر مفصل بحث ان شاء اللہ کتاب اللباس (جلد سادس) میں آرہی ہے۔)

مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ ہے جو شرعاً ممنوع ہو اور اس میں منع لازم ہو۔"

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

واما من سواهم یجوز الاقتدا بهم ویکره وکذا الاقتداء بمن کان معروفا باکل الربا و الفسق مروی ذلک عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ (الی ان قال) واذا صلی الرجل خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعة۔[1]

جہمیہ، قدریہ، اور رافضی وغیرہم کے سوا اقتدار جائز اور مکروہ ہے اسی طرح اس شخص کی اقتدار میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پا لیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ویکره الاقتداء بالمشهور باکل الربا۔[2]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتدار میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس عبارت سے پہلے علامہ ابن ہمام نے محیط سے نقل کیا ہے جو شخص فاسق کی اقتدار میں نماز پڑھتا ہے اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور درایہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتدار میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

افاد ان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد۔[3]

بحر، نہر اور محیط کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتدار میں نماز پڑھنا، اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

فان قلت فما الافضیلة ان یصلی خلف هؤلاء او الانفراد قیل اما فی حق الفاسق فالصلوٰة خلفه اولی لما ذکر فی الفتاوی کما قدمناه (الی ان قال) فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلوٰة

اگر تم سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتدار میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی اقتدار میں نماز پڑھنا بہرحال بہتر ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاوی سے نقل کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتدار میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتدار

---

[1] علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ۔ فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۲، ۹۱ مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھۃ کما لا یخفی[1]

میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اسوقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتدا میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

ویکرہ تنزیھا امامۃ عبد (الی ان قال) وفاسق[2]

غلام اور فاسق وغیرہ کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(قولہ ویکرہ تنزیھا) لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی بحر عن المجتبیٰ والمعراج ثم قال فیکرہ لھم التقدم ویکرہ الاقتداء بھم تنزیھا[3]

علامہ حصکفی نے فاسق کی اقتدا کو مکروہ تنزیہی اسلیے قرار دیا ہے کہ امام محمد نے مبسوط میں فاسق کے غیر کی اقتدا کو مستحب قرار دیا ہے البحر الرائق نے مجتبیٰ اور معراج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فاسق وغیرہ کا امام ہونا اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ جس شخص کا علانیہ فسق قطعی اور یقینی ہو جیسے شراب اور زنا وغیرہ، بعض احناف اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے پیش نظر ان کی اقتدا میں نماز پڑھے اور جس کا فسق ظنی یا مؤول ہو اس کی اقتدا میں نماز پڑھ لے اور ڈاڑھی کتروانے والے اگرچہ تارک سنت ہیں تاہم وہ کسی اعتبار سے بھی فاسق نہیں ہیں ان کو فاسق معلن کہنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش نہیں ہے اس لیے بلاوجہ ایک مسلمان کی عزت مجروح نہیں کرنی چاہیے اور ڈاڑھی منڈانے والے فسق ظنی کے مرتکب ہیں اس لیے ان کی اقتدا میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْقُنُوْتِ فِیْ جَمِیْعِ الصَّلَوَاتِ اِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِیْنَ نَازِلَۃٌ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ وَاسْتِحْبَابِہٖ فِی الصُّبْحِ دَائِمًا وَبَیَانِ اَنَّ مَحَلَّہٗ بَعْدَ رَفْعِ الرَّاْسِ مِنَ الرُّکُوْعِ فِی الرَّکْعَۃِ الْاَخِیْرَۃِ وَاسْتِحْبَابِ الْجَھْرِ بِہٖ

باب ۲۳۳ قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب

۱۴۳۸ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ وَحَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّھُمَا سَمِعَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے سر اٹھا کے فرماتے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اے اللہ!

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَيُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ثُمَّ بَلَغَنَا اَنَّهُ تَرَكَ ذٰلِكَ لَمَّا نَزَلَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ۔

ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو کفار سے نجات دے، اے اللہ! (قبیلہ) مضر کو سختی سے روند ڈال اور ان پر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ کیطرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ اے اللہ! لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر ہمیں پتا چلا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی!!

"لیس لك من الامر شیء او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظلمون" تو آپ نے اس دعا کو ترک فرما دیا۔

۱۴۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْلِهِ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِي يُوسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسنی یوسف تک روایت کیا ہے اس کے بعد اور کچھ نہیں بیان کیا۔

۱۴۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ فِي صَلٰوةٍ شَهْرًا اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ يَقُولُ فِي قُنُوتِهِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِي رَبِيعَةَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الدُّعَاءَ بَعْدُ فَقُلْتُ اَرٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَرَكَ الدُّعَاءَ لَهُمْ قَالَ فَقِيلَ وَمَا تَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی سمع اللہ لمن حمدہ۔ کہنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا فرماتے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے۔ ان پر یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ جیسی قحط سالی نازل فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنی چھوڑ دی۔ مجھ سے کہا گیا کیا تم نہیں دیکھتے وہ لوگ تو (خدا کے سامنے) پیش ہو گئے۔

۱۴۴۱- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ اللَّهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ إِلَى قَوْلِهِ كَسِنِي يُوسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ۔ کہہ کر سجدہ سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اس کے بعد کَسِنِی یُوسُفَ تک اوزاعی کے مطابق روایت کیا اور اس کے بعد کچھ ذکر نہیں کیا۔

۱۴۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ وَاللهِ لَأُقَرِّبَنَّ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَصَلَاةِ الصُّبْحِ وَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھاؤں گا، پھر انھوں نے ظہر، عشاء اور صبح کی نماز پڑھائی اور ان میں قنوت کیا یعنی مسلمانوں کے لیے دعا اور کفار پر لعنت کی۔

۱۴۴۳- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا يَدْعُو عَلَى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنَسٌ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْآنًا قَرَأْنَاهُ حَتَّى نُسِخَ بَعْدَ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَأَرْضَانَا وَعَنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن تک ان لوگوں کے لیے دعاء ضرر کی جنھوں نے اصحاب بیر معونہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعاء ضرر کی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جو صحابہ بیر معونہ میں شہید ہوئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔" ہم اس آیت کی تلاوت کرتے تھے بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

۱۴۴۴- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللهِ

محمد کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں کچھ عرصہ تک رکوع کے بعد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد رعل اور ذکوان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی اور آپ نے فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

۱۴۴۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جس میں آپ نے عصیہ کے لیے دعائے ضرر فرمائی۔

۱۴۴۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَدْعُوْ عَلٰى بَنِيْ عُصَيَّةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جس میں آپ نے عصیہ کے لیے دعائے ضرر فرمائی۔

۱۴۴۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى اُنَاسٍ قَتَلُوْا نَاسًا مِنْ اَصْحَابِهٖ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے یا رکوع کے بعد؟ انھوں نے بتایا رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی ہے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھی ہے جس میں ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرمائی جنھوں نے قراء صحابہ کو شہید کر دیا تھا۔

۱۴۴۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مَا وَجَدَ عَلَى السَّبْعِيْنَ الَّذِيْنَ اُصِيْبُوْا يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ كَانُوْا يُدْعَوْنَ الْقُرَّاءَ فَمَكَثَ شَهْرًا يَدْعُوْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لشکر کیلئے اتنا غمگین ہوتے نہیں دیکھا جتنا آپ ستر قراء صحابہ کے لیے غمگین ہوئے جو بیر معونہ کے دن شہید ہو گئے تھے، آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے۔

عَلٰى قَتَلَتِهِمْ.

۱۴۴۹- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَ ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ مَرْوَانُ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَيَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ اور بعض راویوں نے بعض کی روایت پر زیادتی کی ہے۔

۱۴۵۰- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ ابْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَلْعَنُ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں آپ رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیجتے تھے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

۱۴۵۱- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ.

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۱۴۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهٗ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں عرب کے کئی قبیلوں کے لیے دعائے ضرر فرمائی۔

۱۴۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ نَا الْبَرَآءُ بْنُ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۵۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۵۵- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِيْ اَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ خُفَافٍ

خفاف بن ایما غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فرمایا، اے اللہ! بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ

ابْنِ اِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔

اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور (قبیلہ) غفار کی مغفرت فرما اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔

۱۴۵۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ خُفَافُ بْنُ اِيْمَاءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَالْعَنْ رِعْلًا وَذَكْوَانَ ثُمَّ وَقَعَ سَاجِدًا قَالَ خُفَافٌ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا (قبیلہ) غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور (قبیلہ) اسلم کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے اللہ! بنو لحیان پر لعنت کر اور رعل اور ذکوان پر لعنت کر پھر آپ نے سجدہ کیا۔ خفاف کہتے ہیں کہ کفار پر اسی وجہ سے لعنت کی جاتی ہے۔

۱۴۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءٍ بِمِثْلِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں کفار پر اسی وجہ سے لعنت کیے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

قنوت نازلہ

قنوت کے معنی دعا ہیں اور نازلہ سے مراد ہے نازل ہونے والی آفت اور مصیبت، اگر مسلمانوں پر خدانخواستہ کوئی مصیبت نازل ہو، مثلاً دشمن کا خوف ہو، قحط ہو، خشک سالی ہو، وبا ہو، طاعون ہو یا کوئی اور ضرر ظاہر ہو تو آخری رکعت میں رکوع کے بعد امام کھڑا ہو تسمیع کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جہری نماز میں باآواز بلند اس مصیبت کے دور ہونے کی اور مسلمانوں کے لیے کشادگی کی دعا کرے اور مقتدی امام کی دعا پر آمین کہیں اور اگر سری نماز ہو تو امام آہستہ دعا مانگے اور مسلمان اس وقت تک نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مصیبت دور نہ کر دے۔

قنوت نازلہ میں مذاہب

ظاہریہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ہر فرض نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحسن ہے خواہ کوئی مصیبت نازل ہو یا نہ ہو[۱] اور خدانخواستہ مصیبت نازل ہونے کی صورت میں۔

امام شافعی کے نزدیک تمام فرائض میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحب ہے، ورنہ نہیں[۲]

۱۔ شیخ ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ — محلی ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ — شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

امام مالک کا صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے [1]۔ اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ ایسے حالات میں صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھے۔ [2]۔

احناف کا مذہب

احناف کثرھم اللہ کے نزدیک قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہوگیا ہے اور اب کسی نماز میں قنوت نازلہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ولا قنوت فی شیء من الصلوات سوی الوتر عندنا۔ [3]

امام محمد نے فرمایا، وتر کے سوا کسی نماز میں ہمارے نزدیک قنوت نہیں پڑھا جائیگا۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولنا ما روی ابن مسعود وجماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی صلوۃ الفجر شھرا کان یدعو فی قنوتہ علی رعل وذکوان ویقول اللھم اشدد وطأتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف ثم ترکہ فکان منسوخا۔ [4]

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ رعل اور ذکوان کے لیے دعاء ضرر فرماتے تھے کہ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط نازل فرما پھر آپ نے قنوت پڑھنا ترک کر دیا اور یہ منسوخ ہوگیا۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرماتے ہیں:

والقنوت مجتھد فیہ ولھما انہ منسوخ [5]

قنوت (نازلہ) اجتہادی مسئلہ ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ومن الائمۃ الذین لا یرون بہ الامام ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد وعبداللہ بن المبارک [6]

جو ائمہ قنوت نازلہ کو جائز نہیں قرار دیتے ہیں ان میں امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام عبداللہ بن مبارک ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۵۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

[4] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ۔ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ ایچ، ایم، سعید، کراچی۔

[5] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جزء ۷ ص ۲۳، ۲۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

لا ینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیرہ قیاسا و نظرا علی ما ذکرنا من ذلک وھذا قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالی [1]

صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھنا چاہیے۔ حالت جنگ میں نہ حالت امن میں۔ یہی چیز دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

احناف کے دلائل

عن انس بن مالک قال قنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم شھرا یدعو علی رعل و ذکوان [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی (قبیلہ) رعل اور ذکوان کے لیے دعاء ضرر فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب بیر معونہ کے مقتول ہونے کی بناء پر رعل اور ذکوان وغیرہ کے لیے ایک ماہ تک دعائے ضرر فرماتے رہے۔

ثم بلغنا انہ ترک ذلک لما انزل لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون [3] (آل عمران: ۱۲۸)

پھر ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) آپ (ہدایت یا گمراہی) پیدا کرنے کے مالک نہیں ہیں یا ان کی توبہ قبول کرنے یا انھیں عذاب دینے کے، یہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔

بیر معونہ میں ستر قاریوں کی شہادت کا واقعہ غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد ۴ ہجری میں پیش آیا [4]۔ اس وقت آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ (کفار کے لیے دعاء ضرر) پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قنوت نازلہ پڑھنے سے روک دیا اور آپ نے قنوت نازلہ پڑھنا ترک کر دی۔ بیر معونہ کے بعد آپ چھ سال (حیاتِ ظاہری کے ساتھ) زندہ رہے۔ کفار کے ساتھ متعدد حروب اور جنگیں پیش آئیں کئی بار مسلمان مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہوئے لیکن آپ نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، اگر قنوت نازلہ مشروع ہوتی تو آپ ضرور پڑھتے۔

عن الزھری قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر وھم لا یقنتون [5]

زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وصال کر گئے اور انھوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ۔ البدایہ والنہایہ جز ۴ ص ۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمام عمر قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمان زیادہ تر جنگوں میں مشغول رہے اور انھوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ کا انکار کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مختلف جنگوں میں مشغول رہنے کے باوجود قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان صحابہ کرام کا حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اختلاف تھا کیونکہ یہ حضرات حالت جنگ میں قنوت نازلہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ [1]

بعض شارحین کا تسامح

ہم سطور سابقہ میں امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک جنگ اور مصیبت کی حالت میں بھی کسی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنی مشروع نہیں ہے لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کہتے ہیں کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔ شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وتكلم الطحاوي في قنوت النازلة ويتوهم النسخ من عبارته فليتركه فان الشيخ العيني رحمه الله تعالى نقل عن الطحاوي ما يدل على انها ثابتة عندنا ايضاً۔

امام طحاوی نے قنوت نازلہ میں بحث کی ہے اور ان کی عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے، اس کو چھوڑ دو کیونکہ شیخ عینی رحمہ اللہ نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی قنوت نازلہ ثابت ہے۔ [2]

امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں ص ۱۴۲ سے ص ۱۴۹ تک آٹھ صفحات میں قنوت نازلہ پر بحث کی ہے [3] اور حضرت ابو ہریرہ [4] حضرت ابن مسعود، حضرت عبدالرحمن [5] بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی سند کے ساتھ صحیح روایت سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی پھر جب لیس لك من الامر شیء (آل عمران: ۱۲۸) نازل ہوئی تو آپ نے قنوت نازلہ ترک فرما دی اور پھر کبھی کسی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔ حضرت ابو ہریرہ جو قنوت نازلہ پڑھتے تھے ان کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ ان تک نسخ نہیں پہنچا تھا [6] اور حضرت عبداللہ [7] بن عمر اور حضرت انس سے جو قنوت نازلہ پڑھنے کی روایات ہیں ان کے برخلاف دوسری معارض روایات سند کے ساتھ پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قنوت نازلہ کے قائل نہیں [8] تھے۔ البتہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے بارے میں تسلیم کیا ہے کہ وہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے لیکن [9]

---

[1] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

[2] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲، ص ۲۰۲ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔

[3] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[4] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۴۴ 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۴۲ 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۴۶ 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۴۵ 〃 〃

[8] 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۴۹ 〃 〃

اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو درداء اور حضرت عمر کے دور میں عام مسلمانوں کے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ [1]

ان تمام اختلافی نکات پر سند سے احادیث روایت کرنے کے بعد امام طحاوی آخر میں قیاس اور نظر صحیح سے قنوت نازلہ کا منسوخ ہونا بیان کرتے ہیں۔

ولم نعلم عن احد منهم انه قنت فی ظهر ولا عصر فی حال حرب ولا غیره فلما کانت هاتان الصلاتان لا قنوت فیهما فی حال الحرب وفی حال عدم الحرب وکانت الفجر والمغرب والعشاء لا قنوت فیهن فی حال الحرب ایضا وقد رأینا الوتر فیها القنوت عند اکثر الفقهاء فی سائر الدهر وعند خاص منهم فی لیلة النصف من شهر رمضان خاصة فکانوا جمیعا انما یقنتون لتلك الصلوٰة خاصة لا لحرب ولا لغیره فلما انتفی ان یکون القنوت فیما سواها یجب لعلة الصلوٰة خاصة لا لعلة غیرها انتفی ان یکون یجب بمعنی سوی ذلك فثبت بما ذکرنا انه لا ینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیره قیاسا ونظرا علی ما ذکرنا من ذلك وهذا قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالیٰ۔ [2]

ہم کو کسی صحابی سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز میں قنوت پڑھی ہو۔ نہ جنگ کی حالت میں نہ غیر حالت جنگ میں اور جب جنگ اور غیر جنگ دونوں حالتوں میں ان دونوں نمازوں میں قنوت نہیں ہے اور غیر فجر، مغرب اور عشاء میں غیر حال جنگ میں قنوت ثابت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ ان نمازوں میں حال جنگ میں بھی قنوت نہیں ہوگی (کیونکہ تمام نمازیں ایک جیسی ہیں۔ سعیدی) اور وتر کے بارے میں اکثر فقہاء کا اتفاق ہے کہ وتر میں ہمیشہ قنوت پڑھی جاتی ہے، اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وتر میں نصف رمضان میں قنوت پڑھی جاتی ہے پس تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ حالتِ جنگ ہو یا غیر حالتِ جنگ وتر میں قنوت پڑھی جائیگی اور جب وتر کے غیر میں قنوت کی نفی ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قنوت صرف نماز (وتر) کے سبب سے پڑھی جاتی ہے اس کا کوئی اور سبب نہیں ہے، ہمارے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ فجر کی نماز میں قنوت مناسب نہیں حال جنگ میں نہ غیر حال جنگ میں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

امام طحاوی کی پوری بحث اور خصوصاً اس عبارت میں صاف صراحت ہے کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ منسوخ ہو چکی ہے اور اس کا پڑھنا مطلقاً مشروع نہیں رہا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ شیخ کشمیری نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے۔ رہا شیخ کشمیری کا یہ کہنا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے ہمارے نزدیک قنوت نازلہ ثابت ہے یہ بھی غلط ہے۔ ہم علامہ عینی کی وہ عبارت پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے امام طحاوی سے نقل کی ہے۔

قال الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد حدثنا المقدمی حدثنا ابو معشر حدثنا ابو حمزة عن ابراهیم

امام طحاوی (اپنی سند ذکر کرکے) کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] 〃 〃 〃 〃

عن علقمة عن ابن مسعود قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو على عصية وذكوان فلما ظهر عليهم ترك القنوت وكان ابن مسعود لا يقنت في صلوته ثم قال فهذا ابن مسعود يخبر ان قنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي كان يقنت انما كان من اجل من كان يدعو عليه وانه قد كان ترك ذلك فصار القنوت منسوخا فلم يكن هو من بعد رسول الله يقنت وكان احد من روى عنه صلى الله عليه وسلم ايضا عبد الله بن عمر ثم اخبر ان الله عز وجل نسخ ذلك (الى ان قال) فصار ذلك عند ابن عمر منسوخا۔[1]

ماہ قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ان پر غالب ہو گئے کہ قنوت کو ترک فرما دیا اور حضرت ابن مسعود اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا ضرر کی بنا پر قنوت پڑھتے تھے اور آپ نے اس کو ترک کر دیا اور قنوت (نازلہ) منسوخ ہو گئی اس لیے وہ آپ کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے، قنوت کے ایک راوی حضرت عبد اللہ بن عمر ہیں وہ بھی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا قنوت نازلہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے نزدیک بھی منسوخ ہے۔

علامہ عینی نے اور بھی مقامات پر امام طحاوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ ہے[2]

ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ شیخ کشمیری نے امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے پھر شیخ بدر عالم میرٹھی نے بھی ان امالی کو ترتیب دیتے وقت غور نہیں کیا نہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کی ورنہ کم از کم وہ ہی تصحیح کر دیتے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ عثمانی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع میں امام طحاوی کی طرف عدم نسخ کا قول منسوب کر دیا اور مزید حیرت اس پر ہے کہ ایک عبارت بلا حوالہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر دی لکھتے ہیں۔

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوي انما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[3]

حافظ ابو جعفر طحاوی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غیر حالت مصیبت میں صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

شیخ سہارنپوری نے بھی یہی غلطی کی ہے وہ بھی لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابو جعفر انما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا باس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم[4]

حافظ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک غیر حال بلا میں فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی جائیگی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] " " — " ج ۷، ص ۲۳ "

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ — فتح الملہم ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبہ الحجازی کراچی

[4] شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ — بذل المجہود ج ۲ ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان

قنوت نازلہ اجتہادی ہے

صحابہ کرام کی اکثریت قنوت نازلہ کی قائل نہیں تھی البتہ بعض صحابہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ کے قائل تھے اسلیئے یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ ائمہ ثلاثہ قنوت نازلہ پڑھنے کے استحباب کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

متاخرین احناف

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ پڑھنا شریعت مستمرہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت نازلہ ترک کر دینے کی وجہ یہ تھی اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء۔ (آلِ عمران: ۱۲۸) فرما کر آپکو اس سے روک دیا تھا اور بعد میں مسلمانوں پر کوئی آفت نہیں آئی بعد میں جن صحابہ کرام نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی اس کی بھی یہی وجہ تھی۔ اور بعض صحابہ نے حالتِ جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے۔ جس کی وجہ سے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے [۱] علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا دائمی شریعت ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے [۲] علامہ علائی فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب نمازوں میں پڑھی جائے [۳] اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جائے [۴]۔

متاخرین احناف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کا اجتہاد ہے صحیح بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی صعوبتوں، مشکلات اور ابتلاء کے باوجود قنوت نازلہ پڑھنی ترک فرما دی، اس لیے اب یہ مشروع نہیں ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے۔ البتہ مصائب اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس سے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے کفر کی شکست اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگنی چاہئیں، اس پر نہ صرف یہ کہ سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ بندے اور مسلمان کی بندگی اور اسلام کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

زندہ کفار کے لیے لعنت کا عدم جواز

زندہ کافروں کے لیے موت اور ہلاکت کی دعا کرنا اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دولت ایمان سے سرفراز فرما دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں نام لے لے کر بعض کفار پر لعنت کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو منع فرما دیا۔ اور ان کفار کو نعمت اسلام سے مشرف فرما دیا

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم احد اللهم العن ابا سفيان اللهم العن الحارث بن هشام اللهم العن صفوان بن امية قال فنزلت ليس لك من الامر شيء۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن فرمایا، اے اللہ! ابو سفیان پر لعنت کر، اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر، اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

[۱] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱، ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[۲] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ۔ مراقی الفلاح ص ۴۲۷ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی حلبی مصر۔
[۳] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔
[۴] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔
[۵] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
ایضاً۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۴ ص ۴۹۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

او یتوب علیهم فتاب علیهم فحسن اسلامهم۔ [1]

نازل فرمائی لیس لک من الامر شیء الایۃ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی توبہ قبول فرمالی اور ان کو اسلام میں حسنِ عمل عطا فرمایا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ابوسفیان نے اسلام کے خلاف بہت معرکے کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا اذیت پہنچائی۔ اسکے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر لعنت کرنے سے روک دیا اور ابوسفیان کو شرف اسلام سے بہرہ مند کیا پھر کسی اور کافر کے لیے لعنت کس طرح جائز ہو سکتی ہے اس لیے جب کفار سے جنگ ہو تو ان پر لعنت کی جائے نہ ان کی موت کی دعا کی جائے بلکہ اسلام کی سربلندی کفر کی شکست اور کفار کے لیے اسلام قبول کرنے کی دعائیں مانگی جائیں۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ہزاروں کفار کو قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کرنا زیادہ افضل ہے۔ غزوۂ بدر میں مقید کفار کو قتل نہ کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

قنوت فجر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مستحب ہے [2]۔ امام مالک کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا سنت ہے [3]۔ امام احمد بن حنبل [4] اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک قنوت پڑھنا صبح کی نماز میں مشروع ہے نہ کسی اور فرض نماز میں البتہ وتر میں قنوت پڑھنا مشروع ہے [5]۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کی دلیل حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اس کے بعد ترک فرمادی [6]۔ اس سے ثابت ہوا کہ صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ علامہ نووی اور علامہ خطابی نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ حدیث شریف میں جو قنوت ترک کرنے کا ذکر ہے اس سے رعل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعاء ضرر کا ترک مراد ہے نہ یہ کہ آپ نے مطلقاً دعاء ضرر ترک فرمادی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں قنوت کا ترک مراد ہے۔ علامہ عینی نے ان جوابات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قول بلا دلیل ہے اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث شریف میں جس قنوت کا پہلے ذکر کیا گیا ہے بعد میں اسی کا ترک بیان کیا گیا ہے۔ اور پہلے فجر کی نماز میں قنوت کا ذکر ہے اس لیے بعد میں فجر کی نماز میں قنوت کا ترک ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں دیگر قبائل کے خلاف صبح کی نماز میں دعاء ضرر فرمائی تھی تو کسی حدیث میں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا حالانکہ کسی حدیث میں واقعہ بیر معونہ کے بعد کسی قبیلہ پر دعاء ضرر کا ذکر نہیں ہے۔

شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب

شافعیہ اور مالکیہ فجر کی نماز میں دائما قنوت پڑھنے کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۲۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ " " "

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[4] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[5] شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت۔

[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

عبد الرزاق عن ابی جعفر عن الربیع بن انس عن انس بن مالک قال: ماذال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا[1]

عبد الرزاق از ابو جعفر از ربیع بن انس از انس بن مالک وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ:

علامہ زیلعی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے کتاب التحقیق اور علل متناہیہ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ابو جعفر جس کا نام عیسیٰ بن ماہان ہے۔ ابن مدینی نے کہا وہ مختلط تھا۔ یحییٰ نے کہا وہ غلطی کرتا تھا، احمد بن حنبل نے کہا وہ حدیث میں قوی نہیں ہے، ابو زرعہ نے کہا کہ وہ بہت وہمی تھا۔ ابن حبان نے کہا وہ مشاہیر سے منکر روایات بیان کرنے میں منفرد تھا[2]۔ لہٰذا سند کے اس شدید ضعف کی وجہ سے یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض اس حدیث کی بہ نسبت قوی اور صحیح احادیث ہیں۔ خود حضرت انس بیان کرتے ہیں:

انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرا[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر قط الا شھرا واحدا لم یرقبل ذلک ولا بعدہ یدعو علی ناس من المشرکین۔[4]

ابو حنیفہ از حماد از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے سوا کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی، آپ کو صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ آپ قنوت میں مشرکین کے خلاف دعا ضرر کرتے تھے۔

امام طبرانی معجم میں اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

غالب بن فرقد الطحان قال، کنت عند انس بن مالک شھرین، فلم یقنت فی صلوٰۃ الغداۃ[5] عن ابی الشعثاء قال سألت ابن عمر عن القنوت فی الفجر فقال ما شعرت ان احدا

غالب بن فرقد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو ماہ رہا اور انھوں نے کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔ ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ — مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[2] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔ — نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ — مسند امام اعظم (مترجم) ص ۱۴۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

ایضاً۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ — شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[5] حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

یفعلہ [1]

عن ابی نجیح قال سألت سالم بن عبد اللہ هل کان عمر بن الخطاب یقنت فی الصبح؟ قال لا انما هو شیء احدثه الناس بعد۔ [2]

نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا کرتا ہوگا۔

ابو نجیح کہتے ہیں میں نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ کہا نہیں! یہ بعد کے لوگوں کی بدعت ہے۔ [3]

مالکیہ اور شافعیہ نے جو حضرت انس کی حدیث بیان کی ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام اس کو درایۃً رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہوتی تو یہ واقعہ بے شمار صحابہ کرام نے دیکھا ہوتا اور متعدد اسانید اور طرق سے یہ واقعہ روایت کیا جاتا۔ حالانکہ ابو جعفر ایسے ضعیف راوی کے سوا یہ واقعہ کسی سند سے مروی نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اور لفظ قنوت کے کئی معانی ہیں۔ شافعیہ کا استدلال تب مکمل ہوگا جب یہاں قنوت بمعنی دعا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قنوت یہاں کسی اور معنی میں ہو اس صورت میں ان کی دلیل ساقط ہو جائیگی۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

القنوت بالضم الطاعة والسکوت و الدعاء و القیام فی الصلوٰة و الامساک عن الکلام و اقنت دعا علی عدوه و اطال القیام فی صلوٰته و ادام الحج و اطال الغزو و تواضع لله تعالیٰ [4]

القنوت کا معنی اطاعت، سکوت، دعا، نماز میں قیام اور نماز میں خاموش رہنا ہے۔ اقنت کے معنی ہیں دشمن کے خلاف دعا کی، نماز میں لمبا قیام کیا، ہمیشہ حج کیا، جہاد میں زیادہ دیر مشغول رہا اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کی۔

قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اور احادیث میں قنوت بمعنی طول قیام استعمال کیا گیا ہے۔

امن هو قانت اناء اللیل (زمر: ۹)

کیا وہ شخص جو رات کے حصوں میں لمبا قیام کرتا ہے۔

وقوموا لله قانتین۔ (بقرہ: ۲۳۸)

اللہ تعالیٰ کے لیے لمبا قیام کیا کرو۔

اس آیت میں چونکہ نفس قیام قنوت سے مراد ہے اس لیے قانتین میں طول قیام مراد لینا اولیٰ ہے تاکہ تاسیس حاصل ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

افضل الصلوات القنوت [5]

افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

ان دلائل کی بناء پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بر تقدیر صحت "قنوت" طول قیام کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کی نماز میں لمبا قیام کرتے تھے حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

---

[1] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[2] ۔ 〃 〃 〃 ج ۳ ص ۱۰۸ 〃 〃

[3] ایضاً ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] اس موضوع پر مزید احادیث ہم فیض الباری اور فتح الملہم کے تسامح میں ذکر کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کر لیں (سعیدی)۔

[5] ۔ علامہ محمد مجد الدین فیروز آبادی، قاموس ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

۵ ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

لیس لك من الامر شیء کی تحقیق

لیس لك من الامر شیء (آلِ عمران: ۱۲۸) کی روشنی میں بعض اہلِ تنقیص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے کفار یا بیر معونہ کے کفار کے خلاف جو دعا کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھی یا از خود کی تھی؟ اگر آپ نے یہ دعا از خود کی تو یہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے کیوں روک دیا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کوئی کام بغیر وحی الٰہی کے نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے ان اتبع الا ما یوحیٰ الی (احقاف: ۹) "(آپ کہہ دیجئے) میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کوئی کام بغیر وحی کے نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کا بیر معونہ یا غزوۂ اُحد کے کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا بھی وحی کی اتباع میں تھا۔ رہا یہ امر کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیوں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی بہت سی نظائر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک امر کو مشروع کیا اور پھر اس سے روک دیا جس کو نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے کفار کے ساتھ نرمی اور درگذر کا حکم دیا بعد میں ان سے قتال کا حکم دیا، شراب اور جوئے کو پہلے مباح رکھا پھر ان سے روک دیا علیٰ ہذا القیاس یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے بیر معونہ یا غزوۂ اُحد کے کفار کی شورش اور ظلم و جور پر سزا دینے کے لیے کفار کے خلاف دعا ضرر کو مشروع کیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے خلاف لعنت کی دعا کرنے سے روک دیا۔ یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں فرمائی اور یہ آپکی عظمت اور شانِ محبوبیت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت کے ظاہری الفاظ سے مراد بالکلیہ رحمت سے دور کر دینا اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دینا نہیں ہے بلکہ ان کو کچھ سزا دینا مراد ہے یا تمام کفار کو ملعون قرار دینا مراد نہیں تھا بلکہ ان میں سے بعض افراد کو ملعون قرار دینا مراد تھا لہٰذا کچھ کافر کفر پر ہلاک ہو گئے تھے اور آپ کی دعا قبولیت سے مشرف ہو گئی، رہا یہ سوال کہ بہر حال کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ذات پر تکلیف پہنچنے کے موقع پر کبھی دعا ضرر نہیں کی آپ نے جب بھی کفار کے خلاف دعا ضرر کی اس وقت کی جب کفار نے عبادات یا مسلمانوں کو ضرر پہنچایا۔

بعض اہلِ تنقیص اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کی نفی کرتے ہیں کہ آپ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں تھے یہ نظریہ بالکل باطل ہے۔ اس آیت میں آپ سے توبہ کے پیدا کرنے یا عذاب دینے کی نفی ہے یعنی یہ آپ کا کام نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں توبہ پیدا کر دیں اور ان کی توبہ قبول کر لیں یا ان کو عذاب دیں۔ یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں۔

اس آیت کی تحقیق میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے محققین نے بعض کی صراحت اور بعض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یعنی لا یقدر ان یجبرھم علی التوبۃ ولا یمنعھم عنھا ولا ان یعفو عنھم فان الامور	آپ ان کو توبہ کے لیے مجبور کرنے پر قادر ہیں نہ توبہ سے روکنے پر عذاب دینے پر قادر ہیں نہ معاف کرنے

کلها بید الله [1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی فرماتے ہیں:

والمعنی ان الله مالك امرهم علی الاطلاق فاما ان یهلکهم او یکبتهم او یتوب علیهم ان اسلموا او یعذبهم تعذیبا شدیدا اخرویا ان اصروا ولیس لك من امرهم شیء [2]

امام رازی شافعی فرماتے ہیں:

ثُمَّ اختلفوا فی ان المنع من اللعن لای معنی کان منهم من قال الحکمة فیه انه تعالی ربما علم من حال الکفار انه یتوب او ان لم یتب لکنه علم انه سیولد منه ولد یکون مسلما برا تقیا وکل من کذلك فان اللائق برحمة الله تعالی ان یمهله فی الدنیا وان یصرف عنه الافات الی ان یتوب او الی ان یحصل ذلك الولد فاذا حصل دعاء الرسول علیهم بالاهلاك فان قبلت دعوته فات هذا المقصود وان لم تقبل دعوته کان ذلك کالاستخفاف بالرسول صلی الله علیه وسلم، فلاجل هذا المعنی منعه الله تعالی من اللعن وامره بان یفوض الکل الی علم الله تعالی۔ [3]

پر یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار کے معاملات کا اللہ تعالیٰ علی الاطلاق مالک ہے خواہ انہیں ہلاک کر دے یا سزا دے اسلام لانے پر ان کی توبہ قبول کرے یا اسلام نہ لانے پر ان کو عذاب اخروی دے، آپ ان معاملات کے مالک نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لعنت کرنے سے روکا گیا۔ اس کا سبب بیان کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کرینگے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی اور جن کا یہ حال ہو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شایانِ شان یہ ہے کہ ان کو دنیا میں مہلت دے اور ان سے آفات دور کر دے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں یا وہ اولاد پیدا ہو جائے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف دعاء ضرر کرتے رہتے اور آپ کی دعا قبول ہو جاتی تو یہ مقتضی فوت ہو جاتا، اور اگر دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار پر لعنت کرنے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ آپ کل معاملات علم الٰہی کے سپرد کر دیں۔

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

وقیل استاذن فی ان یدعو فی استیصالهم فلما نزلت هذه الایة علم ان منهم من یسلم وقد من کثیر منهم خالد بن ولید وعمرو بن

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تباہی کے لیے دعا کرنے کی اجازت چاہی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی اور پھر آپ نے جان لیا کہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو مسلمان

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت۔

[2] علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

[3] امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

الحاص و عکرمۃ بن ابی جھل وغیرھم[1] ہو جائیں گے اور ان میں سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے جیسے خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ۔

علامہ قرطبی نے قیل کے ساتھ جو روایت بیان کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ایک ماہ تک صبح کی نماز میں کفار پر لعنت کرتے رہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے لعنت ترک کر دی اور پھر کبھی قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

امام رازی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ کی دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ ان میں سے بعض کافر تو بہر حال مسلمان ہو گئے جیسے حضرت ابوسفیان اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہ اس سے لازم آیا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی اور یہ آپ کی شان میں کمی کا موہم یا موجب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کا قبول نہ ہونا اس وقت متحقق ہوتا کہ آپ ان کے خلاف دعا کر رہے ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر کے انہیں شرف اسلام عطا کر دیتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے سے روک دیا تاکہ آپ کی دعا کی عدم قبولیت ثابت نہ ہو اور اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان لوگوں کا اسلام مقرر اور ثابت تھا اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے خلاف دعا ہلاکت کر رہے ہوتے اور اللہ تعالیٰ انھیں اسلام سے نواز دیتا اور نہ علم الٰہی کے خلاف ہی واقع ہو سکتا ہے تو اے محبوب تم ان کے خلاف دعا نہ کرو کیونکہ اگر تم دعا کرتے رہے تو ہم ان کو ہلاک کر دیں گے اور یہ ہمارے علم اور تقدیر کے خلاف ہے! اس آیت کی تحقیق پر میں کئی دن غور کرتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ تحقیق منکشف کر دی اگر یہ حق ہے تو اسی کی طرف سے ہے اور اگر حق نہیں تو اللہ اور رسول ان مطالب سے بری ہیں۔

اصحاب بیر معونہ

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان نہیں ہوا اور اسلام سے بیزار بھی نہیں ہوا اور کہنے لگا یا محمد! کاش آپ صحابہ کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی، صحابہ کو ہلاک کر دینگے، عامر نے کہا میں ضامن ہوں انھیں کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر قاری بھیج دیے۔ یہ لوگ رات بھر نفل پڑھتے تھے۔ صبح کو لکڑیاں اور پانی تلاش کر کے لاتے اور سرکار کے حجرہ میں پہنچا دیتے آپ نے ان ستر قاریوں پر منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور ان سب کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انھوں نے حرام بن ملحان کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیگر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا، پھر عصیہ، ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ سوا کعب بن زید کے ان میں کچھ رمق حیات باقی تھی اس لیے نجدیوں نے انھیں چھوڑ دیا وہ بعد میں زندہ رہے اور غزوۂ خندق میں شہید ہو گئے[2] یہ واقعہ غزوۂ احد کے چار ماہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۹۹ مطبوعہ اشارات ناصر خسرو طہران۔

[2] علامہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ۔

ایضاً۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸، ۱۹۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

بعد صفر، ۴ ہجری میں پیش آیا [1]

علم رسالت پر اعتراض کا جواب

بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ عامر کے مطالبہ پر ستر صحابہ کو نجد نہ بھیجتے اور اگر باوجود علم کے آپ نے ان کو بھیجا تو آپ پر العیاذ باللہ الزام آئے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر انہیں موت کی طرف دھکیل دیا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل نجد کی اسلام دشمنی کا علم تھا تبھی آپ نے فرمایا تھا انی اخشی علیھم اھل نجد (مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی، صحابہ کو ہلاک کر دیں گے) اور باوجود اس کے کہ آپ کو ان کی شہادت کا علم تھا۔ آپ نے اہل نجد کے مطالبہ تبلیغ پر انہیں نجد بھیج دیا تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو قبول اسلام کے لیے تیرے نبی سے مبلغ مانگے تھے اسنے نہیں بھیجے، نیز آپ نے یہ تعلیم دی کہ جان کے خوف سے تبلیغ سے نہیں رکنا چاہیے، اگر جان کے خوف سے تبلیغ چھوڑنا جائز ہوتا تو جہاد اصلاً مشروع نہیں ہوتا کیونکہ اس بات کا ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ مسلمان یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جان کے خوف سے جہاد نہ کرنا نامردانگی ہے نہ مسلمانی! نیز جو موت شہادت کی صورت میں حاصل ہو وہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔[2] دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے اگر اس وقت علم نہیں تھا تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا

منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۴۴۴ میں ہے۔

عن انس بن مالك قال دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم على الذين قتلوا اصحاب بئر معونة ثلاثين صباحا يدعو على رعل وذكوان ولحيان وعصية عصت الله ورسوله قال انس انزل الله تعالى في الذين قتلوا ببئر معونة قرانا قرانا ه حتى نسخ بعد ان بلغوا قومنا ان قد لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن ان لوگوں کے خلاف دعاء ضرر فرماتے رہے جنہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا، آپ رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے رہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، حضرت انس کہتے ہیں جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ان بلغوا قومنا ان قد لقينا ربنا فرضي عنا ورضينا عنه۔ (ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا ہم اس

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

سے راضی ہو گئے) ہم اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ
اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔

ڈاکٹر برق اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ آیت واقعی نازل ہوئی تھی تو مسلمان کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کا باقی رہنا لازمی تھا قرآن شریف میں غزوات اور اس قسم کے دیگر واقعات کے متعلق بیسیوں آیات نازل ہوئیں جو بعینہٖ محفوظ ہیں اور ان میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ اس آیت میں کیا بات تھی کہ پہلے اتری اور پھر منسوخ کر دی گئی، کیا ہم تنسیخ کی وجہ یہ سمجھیں کہ شہدا اس تعریف کے قابل نہ تھے یا اس آیت کو قرآن میں باقی رکھنے سے آئندہ نسلوں پر کوئی برا اثر پڑتا تھا؟ چونکہ تنسیخ کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی اور چونکہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی قطعیت پر چوٹ پڑتی ہے، اس لیے ہمارے پاس محفوظ ترین راستہ یہی ہے کہ ہم اس قسم کی تمام احادیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دیں (الی ان قال) میری ذاتی رائے یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام ایک خاص سازش کے تحت اس قسم کی احادیث معتبر راویوں کے نام سے وضع کرتے رہے تاکہ مسلمان کا ایمان قرآن کے متعلق متزلزل ہو جائے اور چونکہ ائمہ حدیث صرف اسناد کو دیکھتے تھے اس لیے مسلم جیسے محقق بھی اس چال کا شکار ہو گئے۔[1]

تحویل قبلہ کی بحث میں ہم نسخ کی تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں، ڈاکٹر برق کے جواب دینے کے لیے کچھ مزید گذارش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا۔ (البقرہ: ۱۰۶)

ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت نازل فرما دیتے ہیں۔

اس آیت سے اصولی طور پر نسخ کا ثبوت ہو گیا اور چونکہ نسخ عام ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت قائم رہے اور اس کا حکم منسوخ کر دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت بھی منسوخ کر دی جائے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے۔

دوسری بات اصولی طور پر یہ جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے۔ مثلاً کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے انیس فرشتے کیوں مقرر کیے۔ رسل ملائکہ چار کیوں پیدا کیے زیادہ پیدا کر دیتا تو کیا حرج تھا۔! آسمان سات کیوں بنائے کم و بیش کیوں نہیں بنائے تکوینی نظام کو جن اسباب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مربوط کیا ہے اس نظام کو دوسرے اسباب کے ساتھ کیوں نہ متعلق کیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جو عمر طبعی مقرر کی ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہ رکھی!۔ جنات ہمیں دیکھتے ہیں ہم انہیں نہیں دیکھتے اس کا الٹ کیوں نہ کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام جتنے بھیجے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں بھیجے۔ بیوہ کی عدت پہلے ایک سال رکھی تھی والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعًا الی الحول غیر اخراج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (البقرہ: ۲۴۰) بعد میں اس آیت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت کیوں رکھ دی "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا" (البقرہ: ۲۳۴) اگر یہ عدت چار ماہ دس دن سے کم یا زیادہ ہو جاتی تو کیا حرج تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں سے لڑنے کا مکلف کیا: ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ دو اسلام ص ۱۸۰، ۱۷۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۰ء

من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔ (انفال:۶۵)

کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہیں جانتا تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں سے نہیں لڑ سکتا اگر جانتا تھا تو پہلے دس کافروں سے لڑنے کا حکم کیوں دیا؟ مطلقہ عورت کی مدت تین حیض رکھی ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ (بقرہ: ۲۲۸) تین حیض سے کم یا زیادہ کیوں نہیں رکھی اگر مقصد برأت رحم ہے تو وہ ایک حیض سے بھی پورا ہو سکتا ہے۔ نکاح کے انعقاد کے لیے عورت کی اجازت ضروری ہے تو طلاق میں اس کی اجازت کا دخل کیوں نہیں رکھا اور صرف مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ کیوں رکھی۔ بیدہ عقدۃ النکاح (بقرہ: ۲۳۷) کیا عورت اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہے۔ ظہر کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعات کیوں رکھی ہیں ان میں کم و بیش کیوں نہیں کیا۔ ایلاء کی مدت چار ماہ کیوں رکھی ہے۔ للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر۔ (بقرہ: ۲۲۶) چار ماہ سے کم یا زیادہ مدت کیوں نہیں رکھی۔ اس طرح وہ احکام شرعیہ جن کا صرف قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ان پر بے شمار ایسے سوالات کیے جا سکتے ہیں جن کا محض عقل سے کوئی حل نہیں پیش کیا جا سکتا اور ان کے جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے وہ جو چاہے شریعت بنائے جو چاہے کرے وہ کسی بات پر جواب دِہ نہیں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو مالک، علی الاطلاق ہے جس کی شان ہے۔

ویفعل اللہ ما یشاء۔ (ابراہیم: ۲۷)	اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔
فعال لما یرید۔ (بروج: ۱۶)	اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ سب کرنے والا ہے۔
لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (انبیاء: ۲۳)	اللہ تعالیٰ کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور بندوں سے ان کے افعال کا سوال کیا جائے گا۔

لہٰذا ڈاکٹر برق کا یہ قول قطعاً لایعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو باقی کیوں نہیں رکھا کیا یہ شہداء اس تشریف کے لائق نہ تھے یا اس سے آئندہ نسلوں پر کوئی بُرا اثر پڑتا تھا۔ ڈاکٹر برق کا یہ اعتراض بھی لایعنی ہے کہ اس قسم کی احادیث قرآن کریم کی قطعیت میں شبہ ڈالتی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے "ہم جن آیات کو منسوخ کرتے ہیں یا جن کو بھلا دیتے ہیں ان سے بہتر یا ان کی مثل لے آتے ہیں" (البقرہ: ۱۰۶) اور یہاں ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر دیا اور اس کی مثل شہداء کی فضیلت میں دیگر آیات نازل فرما دیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ۔ (اعلیٰ: ۷،۸)	ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے مگر جن آیات کو اللہ تعالیٰ (بھلانا) چاہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ آیات نازل فرمائیں اور پھر انکو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا اس کی تائید بھی احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ فلاں سورت طول اور شدت میں سورۂ توبہ کے برابر تھی اور اس کا کافی حصہ بھلا دیا گیا (مسلم)[1] باقی وہ منسوخ التلاوت آیات جن کا ذکر احادیث میں ہے ان کو اب قرآن نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہے اور یہ اخبار آحاد ہیں اس لیے قرآن کریم کی قطعیت پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۲ھ روح المعانی ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بَابُ ۲۳۴ قَضَاءِ الصَّلٰوةِ الْفَائِتَةِ وَ اِسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ قَضَائِهَا

۱۴۵۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى التُّجِيبِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَاْ لَنَا اللَّيْلَ فَصَلّٰى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰى رَاحِلَتِهِ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهِ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمْ اِسْتِيقَاظًا فَفَزِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِيَ الَّذِي اَخَذَ بِنَفْسِكَ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِنَفْسِكَ فَقَالَ اقْتَادُوا فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّاَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي قَالَ يُونُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَؤُهَا لِلذِّكْرٰى۔

قضاء نمازوں کی جلد ادائیگی کا استحباب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے واپسی میں ساری رات سفر کرتے رہے حتیٰ کہ اخیر شب کے وقت آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، آپ اس وقت ٹھہر گئے اور حضرت بلال سے فرمایا: تم آج رات ہماری حفاظت کرو۔ حضرت بلال بقدر استطاعت نوافل پڑھتے رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ سو گئے۔ فجر کے قریب حضرت بلال نے مطلع فجر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اونٹنی سے ٹیک لگا لی اور انہیں نیند آ گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی نہ حضرت بلال کی نہ کسی اور صحابی کی یہاں تک کہ ان پر دھوپ آ گئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے (اور دھوپ دیکھ کر) گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال! حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میری روح کو بھی اسی ذات نے غوابیدہ کر دیا تھا جس نے آپ کی روح کریم کو سلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال کو (اذان اور) اقامت کا حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی، اور آپ نے صحابہ کو (قضاء) نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نماز بھول جائے تو نماز یاد آتے ہی پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "میری یاد کے لیے نماز قائم کرو" راوی یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب اس آیت کو لِلذِّكْرٰى پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۵۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيٰى قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ نَا اَبُو حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخیر شب میں قیام پذیر ہوئے اور ہم میں سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهِ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَاءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ يَعْقُوبُ ثُمَّ صَلَّى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ

اپنی سواری کی لگام پکڑ کر یہاں سے روانہ ہو جائے کیونکہ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہاں شیطان (کا اثر) ہے، ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز (فجر کی سنتیں) پڑھی پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے فجر کی نماز (قضا کر کے) پڑھائی۔

۱۴۶۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسِيرُونَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَأْتُونَ الْمَاءَ إِنْ شَاءَ اللهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ فَبَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ قَالَ فَنَعَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلَى رَاحِلَتِهِ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتَّى تَهَوَّرَ اللَّيْلُ مَالَ عَنْ رَاحِلَتِهِ قَالَ فَدَعَمْتُهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوقِظَهُ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلَى رَاحِلَتِهِ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ السَّحَرِ مَالَ مَيْلَةً هِيَ أَشَدُّ مِنَ الْمَيْلَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ حَتَّى كَادَ يَنْفَجِلُ فَأَتَيْتُهُ فَدَعَمْتُهُ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ مَتَى كَانَ هٰذَا مَسِيرَكَ مِنِّي قُلْتُ مَا زَالَ هٰذَا مَسِيرِي مُنْذُ اللَّيْلَةِ قَالَ حَفِظَكَ اللهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهِ نَبِيَّهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَى أَنَا نَخْفَى عَلَى النَّاسِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَى مِنْ أَحَدٍ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ ثُمَّ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ آخَرُ حَتَّى اجْتَمَعْنَا فَكُنَّا سَبْعَةَ رَكْبٍ قَالَ فَمَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيقِ فَوَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَقَالَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت) ہم سے فرمایا کہ تم دوپہر سے لیکر رات تک سفر کرو گے اور کل صبح ان شاء اللہ پانی پر پہنچو گے، لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ ہوئے بغیر سفر کرتے رہے حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی اس وقت میں آپکے پہلو میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپکو سہارا دیا، حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپکو سہارا دیا حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اخیر شب کا عمل ہو گیا آپ پھر سواری پر پہلی دو بار سے زیادہ جھک گئے قریب تھا کہ آپ گر پڑتے میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا ابو قتادہ! آپ نے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟ میں نے عرض کیا میں پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔! پھر فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سوار ہے پھر میں نے کہا ایک اور سوار بھی ہے یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا تم لوگ (جاگ کر) ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار

اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالشَّمْسُ فِيْ ظَهْرِهٖ قَالَ فَقُمْنَا فَزِعِيْنَ ثُمَّ قَالَ ارْكَبُوْا فَرَكِبْنَا فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ نَزَلَ ثُمَّ دَعَا بِمِيْضَأَةٍ كَانَتْ مَعِيَ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ قَالَ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا وُضُوْءًا دُوْنَ وُضُوْءٍ قَالَ وَبَقِيَ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ قَالَ لِأَبِيْ قَتَادَةَ احْفَظْ عَلَيْنَا مِيْضَأَتَكَ فَسَيَكُوْنُ لَهَا نَبَأٌ ثُمَّ أَذَّنَ بِلَالٌ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى الْغَدَاةَ فَصَنَعَ كَمَا يَصْنَعُ كُلَّ يَوْمٍ قَالَ وَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبْنَا مَعَهٗ قَالَ فَجَعَلَ بَعْضُنَا يَهْمِسُ إِلٰى بَعْضٍ مَا كَفَّارَةُ مَا صَنَعْنَا بِتَفْرِيْطِنَا فِيْ صَلٰوتِنَا ثُمَّ قَالَ أَمَا لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ ثُمَّ قَالَ إِنَّهٗ لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيْطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْأُخْرٰى فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَلْيُصَلِّهَا حِيْنَ يَنْتَبِهُ لَهَا فَإِذَا كَانَ الْغَدُ فَلْيُصَلِّهَا عِنْدَ وَقْتِهَا ثُمَّ قَالَ مَا تَرَوْنَ النَّاسَ صَنَعُوْا قَالَ ثُمَّ قَالَ أَصْبَحَ النَّاسُ فَقَدَوْا نَبِيَّهُمْ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَكُمْ لَمْ يَكُنْ لِيَتَخَلَّفَكُمْ وَقَالَ النَّاسُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَيْدِيْكُمْ فَإِنْ يُطِيْعُوْا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَرْشُدُوْا قَالَ فَانْتَهَيْنَا إِلَى النَّاسِ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ وَحَمِيَ كُلُّ شَيْءٍ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكْنَا عَطَشًا فَقَالَ لَا هَلَكَ عَلَيْكُمْ ثُمَّ قَالَ اطْلُقُوْا إِلٰى عُمَرَ فَقَالَ وَدَعَا بِمِيْضَأَتِهٖ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَأَبُوْ قَتَادَةَ يَسْقِيْهِمْ فَلَمْ يَعْدُ أَنْ رَأَى النَّاسُ مَا فِي الْمِيْضَأَةِ تَكَابُّوْا عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسِنُوا الْمَلَأَ كُلُّكُمْ سَيَرْوٰى

ہوئے در آں حالیکہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آچکا تھا پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اٹھ پڑے۔ آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو ہم چل پڑے جب سورج بلند ہو گیا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا پھر آپ نے حضرت ابو قتادہ سے فرمایا اس برتن کی حفاظت کرنا عنقریب اس میں ایک عجیب خبر ظاہر ہو گی، پھر حضرت بلال نے اذان کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صبح کی (فرض) نماز اسی طرح پڑھائی جسطرح پہلے پڑھایا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو گئے در آں حالیکہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے اس کا کیا کفارہ ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں پھر فرمایا کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں ہے تقصیر اس صورت میں ہے جب کوئی شخص (جاگتے میں) نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، جس کسی کو یہ صورت پیش آئے وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دوسرے دن نماز اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کیا کیا ہو گا؟ پھر خود ہی فرمایا کہ لوگوں نے صبح کے وقت اپنے نبی کو نہیں دیکھا۔ ابو بکر، اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے ہیں۔ وہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے آگے ہیں! اگر لوگ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی بات مان لیتے تو بہتر ہوتا۔ پھر ہم ان لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن چڑھ چکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی، سب لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم ہلاک نہیں ہو گے، پھر

قَالَ فَفَعَلُوا فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَ اَسْقِيْهِمْ حَتّٰى مَا بَقِيَ غَيْرِيْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ صَبَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا اَشْرَبُ حَتّٰى تَشْرَبَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ اٰخِرُهُمْ شُرْبًا قَالَ فَشَرِبْتُ وَ شَرِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَتَى النَّاسُ الْمَآءَ جَامِّيْنَ رِوَآءً قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ اِنِّيْ لَاُحَدِّثُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فِيْ مَسْجِدِ الْجَامِعِ اِذْ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ اُنْظُرْ اَيُّهَا الْفَتٰى كَيْفَ تُحَدِّثُ فَاِنِّيْ اَحَدُ الرَّكْبِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ بِالْحَدِيْثِ قَالَ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ حَدِّثْ فَاَنْتَ اَعْلَمُ بِحَدِيْثِكُمْ قَالَ فَحَدَّثْتُ الْقَوْمَ قَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَهِدْتُّ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَا شَعَرْتُ اَنَّ اَحَدًا حَفِظَهُ كَمَا حَفِظْتَهُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی صرف ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے فرمایا اطمینان کے ساتھ پانی پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے! پھر لوگ مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور میں پانی پلاتا رہا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور صرف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا پیو! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب تک آپ پانی نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا قوم کو پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی پیا۔ پھر سب لوگ پانی تک آسودگی سے پہنچ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رباح نے کہا میں جامع مسجد میں لوگوں سے یہی حدیث بیان کیا کرتا تھا۔ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اے نوجوان سوچ کر کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ اس رات کے سواروں میں میں بھی شامل تھا میں نے کہا پھر تو آپ اس حدیث سے بخوبی واقف ہونگے۔ انھوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا میں انصار میں سے ہوں۔ انھوں نے کہا پھر تو تم اپنی حدیثوں کو زیادہ جانتے ہو! پھر جب میں نے لوگوں کے سامنے پوری روایت بیان کی تو حضرت عمران بن حصین نے کہا میں بھی اس رات موجود تھا لیکن تم نے جس طرح اس واقعہ کو یاد رکھا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نے بھی اس طرح یاد رکھا ہوگا۔

۱۴۶۱ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ قَالَ نَا اَسْلَمُ بْنُ زُرَيْرٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا رَجَآءَ الْعُطَارِدِيَّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ایک رات ہم سفر کر رہے تھے جب اخیر شب کا عمل ہوا تو ہم سواریوں سے اترے اور ہماری آنکھ لگ گئی (ہم سوتے رہے) حتیٰ کہ دھوپ نکل آئی۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر بیدار ہوئے۔

وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَّهُ فَادْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتّٰى إِذَا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا أَعْيُنُنَا حَتّٰى بَزَغَتِ الشَّمْسُ قَالَ فَكَانَ أَوَّلُ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَّا أَبُو بَكْرٍ وَكُنَّا لَا نُوقِظُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ إِذَا نَامَ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتّٰى اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ وَرَأَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ فَقَالَ ارْتَحِلُوا فَسَارَ بِنَا حَتّٰى إِذَا ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ نَزَلَ فَصَلّٰى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيدِ فَصَلّٰى ثُمَّ عَجَّلَنِي فِي رَكْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ نَطْلُبُ الْمَاءَ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ إِذْ نَحْنُ بِامْرَأَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ قَالَتْ أَيْهَاهُ أَيْهَاهُ لَا مَاءَ لَكُمْ قُلْنَا فَكَمْ بَيْنَ أَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ مَسِيرَةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا حَتّٰى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِي

ہماری عادت تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک بیدار نہیں کرتے تھے جب تک آپ خود بیدار نہ ہوں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ قوی اور بلند آواز شخص تھے انھوں نے بیدار ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر باآواز بلند اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر سورج کی طرف دیکھا کہ وہ نکل چکا ہے تو آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ ہمارے ساتھ آپ بھی روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی تو آپ نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ ایک شخص جماعت سے علیحدہ رہا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاک مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا۔ اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پھر آپ نے چند سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا، اس وقت ہم سخت پیاس کی حالت میں جا رہے تھے، ناگاہ ہم نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے دو مشکیزے رکھے ہوئے سواری پر جا رہی تھی۔ ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی بہت دور ہے تمہیں نہیں مل سکتا، ہم نے پوچھا تمہارے گھر سے پانی کتنی دور ہے، وہ کہنے لگی ایک دن کا راستہ ہے ہم نے اس سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، وہ کہنے لگی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ پھر ہمارے پاس اس کو زبردستی لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسکے احوال پوچھے تو اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمیں بتا چکی تھی نیز اس نے یہ بھی کہا کہ _____ اور اس کے کئی یتیم بچے ہیں، آپ نے اس کی سواری کو بٹھانے

اَخْبَرَتْنَا وَاَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا مُوْتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ اَيْتَامٌ فَاَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَاُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلَاوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَنَحْنُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا عِطَاشًا حَتّٰى رَوِيْنَا وَمَلَأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَاِدَاوَةٍ وَغَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ اَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيْرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنْضَرِجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوْا مَا كَانَ عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَتَمْرٍ وَصُرَّ لَهَا صُرَّةً فَقَالَ لَهَا اذْهَبِي فَاَطْعِمِي هٰذَا عِيَالَكِ وَاعْلَمِي اَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ شَيْئًا فَلَمَّا اَتَتْ اَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ لَقِيْتُ اَسْحَرَ الْبَشَرِ اَوْ اِنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهِ ذَيْتَ وَذَيْتَ فَهَدَى اللّٰهُ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ فَاَسْلَمَتْ وَاَسْلَمُوْا۔

کا حکم دیا، سواری بٹھادی گئی۔ آپ نے اسکے مشکیزوں میں کلی کی پھر سواری کو کھڑا کر دیا پھر ہم سب نے اس مشکیزہ سے پانی پیا، ہم چالیس پیاسے آدمی تھے جو سب سیر ہو گئے اور ہم نے اپنی سب مشکیں اور برتن بھی بھر لیے اور ہمارے جس ساتھی کو جنابت لاحق تھی اس کو غسل بھی کرا دیا گیا، مگر کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا اور اس کے مشکیزے اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے، پھر آپ نے ہم سے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ، ہم لوگ بہت سے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں لے آئے آپنے ان سب کو ایک تھیلی میں باندھ کر اس عورت سے فرمایا یہ چیزیں لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ، اور یہ سمجھ لو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کمی نہیں کی ہے وہ عورت اپنے گھر پہنچ کر کہنے لگی آج میں انسانوں میں سے سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی، یا پھر وہ شخص اپنے دعوے کے مطابق نبی ہے آج اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے نشانات ظاہر ہوئے ہیں، اللہ تعالے نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا کی وہ عورت خود بھی مسلمان ہوئی اور اس کی بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔

۱۴۶۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا عَوْفُ بْنُ اَبِي جَمِيْلَةَ الْاَعْرَابِيُّ عَنْ اَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَسَرَيْنَا لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ قُبَيْلَ الصُّبْحِ وَقَعْنَا وَلَا وَقْعَةَ اَلَذُّ عِنْدَ الْمُسَافِرِ اَحْلٰى مِنْهَا فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ اَسْلَمَ بْنِ زُرَيْرٍ وَزَادَ وَنَقَصَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَاٰى مَا اَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ اَجْوَفَ جَلِيْدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيْرِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے صبح کے قریب آخری شب میں ہم لیٹ گئے اور اس وقت کسی شخص کو بھی آرام سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں تھی، پھر ہمیں دھوپ کی گرمی کے علاوہ اور کسی چیز نے بیدار نہیں کیا، ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے اور انھوں نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی (اور وہ بلند آواز اور قوی شخص تھے) تو انھوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ حتّٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، لوگوں نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، یہاں سے چل پڑو۔

حَتّٰی اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِشِدَّۃِ صَوْبَتِہٖ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَکَوْا اِلَیْہِ الَّذِیْ اَصَابَہُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا ضَیْرَ ارْتَحِلُوْا وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ۔

۱۴۶۳۔ حَدَّثَنَا ھُدْبَۃُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا ھَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ قَتَادَۃُ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آجائے (اوقات مکروہہ کے علاوہ) اس وقت پڑھ لے یہی اس کا کفارہ ہے۔ قتادہ نے وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ والی آیت پڑھی۔

۱۴۶۴۔ وَحَدَّثَنَاہُ یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ عَوَانَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ لَا کَفَّارَۃَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حسب سابق منقول ہے مگر اس میں کفارہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ نَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً اَوْ نَامَ عَنْھَا فَکَفَّارَتُھَا اَنْ یُّصَلِّیَھَا اِذَا ذَکَرَھَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا سو جائے اس کا یہی کفارہ ہے کہ جب یاد آئے پڑھ لے۔

۱۴۶۶۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَھْضَمِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ نَا الْمُثَنّٰی عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ غَفَلَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نیند کی وجہ سے کسی شخص کی نماز رہ جائے یا غفلت سے نماز قضا ہو جائے تو اسے یاد آنے پر نماز پڑھ لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) میری یاد کے لیے نماز پڑھو۔!

قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی۔ [1] "اے عائشہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بیدار رہتا ہے۔" اس حدیث کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ جب آپ کا دل بیدار تھا تو غزوۂ خیبر سے واپسی کے موقعہ پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ کی آنکھ کیوں نہیں کھلی۔ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل یادِ الٰہی میں بیدار تھا لیکن فجر کے وقت کو دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور وہ نیند میں تھیں یعنی قلب جو معقولات اور انوار و تجلیات کا مرکز اور منبع ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محوِ خواب تھیں۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ پر عام انسانوں کی طرح نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محوِ خواب ہوتا تھا۔[1] اور یہ ایسے ہی احوال میں سے ہے۔ کیونکہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا ان اللہ قبض ارواحنا۔[2] "اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں"، ایک اور حدیث میں فرمایا لو شاء اللہ لایقظنا[3] "اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا"، تیسرا جواب یہ ہے کہ دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستغرق نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جائے کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آپ سو جاتے تھے لوگ آپ کے خراٹے سنتے تھے اس کے بعد بلال کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے۔[4] چوتھا جواب یہ ہے کہ دل اس لیے جاگتا رہتا ہے کہ نیند میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں لہٰذا دل کی بیداری کا معاملہ صرف وحی ربانی سے رابطہ ہے فجر کے طلوع اور عدم طلوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

واقعہ تعریس کی تعداد

لیلۃ التعریس (آخر شب میں قیام) کا واقعہ (جس میں لوگوں کی نماز فجر قضا ہوئی) ایک بار واقع ہوا یا متعدد بار۔ علامہ اصیلی نے حتمی طور پر بیان کیا کہ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا قاضی عیاض نے اس کا رد کیا اور کہا حضرت ابوقتادہ کا بیان کردہ واقعہ حضرت عمران بن حصین کے بیان کردہ واقعہ سے مغائر ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے بیان کردہ واقعہ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے وقت ساتھ نہیں تھے اور حضرت عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر بیدار ہوئے پھر حضرت عمر بیدار ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ پہلا واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے اس کی تصریح مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے، قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ یہ تین واقعات ہیں پہلا واقعہ وہ ہے جس میں آپ کی نیند کے وقت حضرت ابوبکر اور عمر نہ تھے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جس میں یہ دونوں حضرات تھے اور تیسرا واقعہ وہ ہے جس میں حضرت ابوبکر اور بلال تھے۔[5]

آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جس جگہ ان کی نماز قضاء ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس جگہ شیطان کا اثر تھا اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا جہاں آثار معصیت ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے احناف کہتے ہیں کہ جس وقت میں شیطان کا اثر ہو جیسے طلوع، استوا اور غروب کے اوقات

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] " " " " " " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — شمائل ترمذی ص ۵۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر

ثلاثہ ہیں۔ اس وقت بھی کوئی عبادت نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ قضاء نماز بھی نہیں پڑھنا چاہیے [1]

دلیل یہ ہے:

عن عقبۃ بن عامر قال: ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھا موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں فرض نماز پڑھنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا، طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج استواء (سر کے اوپر) پر ہو حتیٰ کہ اس سے زائل ہو جائے اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ان اوقات ثلاثہ میں صرف فرض ادا کرنا منع ہے نوافل اور قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہیں [3] اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل، قضاء ہو یا ادا، مکہ میں ہو یا مدینہ میں۔

ان اوقات میں قضا نماز پڑھنے پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابی قتادۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احدکم صلوٰۃ او نام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا [4]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں کوئی قصور نہیں ہے، قصور بیداری میں ہے، تم میں سے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس حدیث کے پیش نظر ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو قضا نماز ان اوقات ثلاثہ میں یاد آئے تو اس حدیث کے مطابق پڑھ لینا چاہیے۔ علامہ شمس الدین سرخسی اس کے جواب میں فرماتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لیلۃ التعریس میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ کو یاد آیا کہ فجر کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو آپ اسی وقت ادا کر لیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا کہ وہ جگہ شیطان کا ٹھکانا ہے آپ کے اس عمل سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جس وقت قضاء نماز یاد آئے اسی وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس جگہ آثار شیطان ہوں وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں بھی نماز پڑھنا ناجائز ہوگا۔ [5]

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ جس جگہ یا جس وقت میں آثارِ شیطان ہوں وہاں عبادت کرنا منع ہے کہ اس جگہ کی

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ۴۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت مطبوعہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ،

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

عبادت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل نہیں ہوتی تو جو لوگ فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتے ہوں ان کے درمیان رہنا کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہوگا اور اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہوں جیسے مساجد، کعبہ، مسجد نبوی، مقربین الٰہیہ کے مزارات کے نزدیک مساجد وغیرہ، وہاں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہوگا اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمادیا تھا: واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى (بقرہ: ۱۲۵) "جس جگہ کو پائے ابراہیم کے ساتھ نسبت ہے اسے اپنی نماز کی جگہ بنالو!" کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہاں دن رات اس کی رحمت برستی ہے جب تم اس جگہ عبادت کرو گے تو تم پر بھی اس رحمت کے کچھ چھینٹے پڑ جائیں گے، اسی طرح مدفن اور قبر ہر جگہ بنائی جا سکتی ہے لیکن نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کے کچھ اور ثمرات ہوتے ہیں، جس نیک شخص پر قبر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سایہ افگن ہوں اس کے قریب کوئی شخص مدفون ہو اور اس کو ان رحمتوں سے حصہ نہ ملے یہ اس کی شانِ کریمی کے خلاف ہے ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بذاتِ خود اس پایہ کے تھے کہ جس جگہ دفن ہو جاتے وہیں رحمتوں کی برسات ہو جاتی لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل سے کہا جب میں کثیب احمر کے پاس پہنچ جاؤں تب میری روح قبض کرنا[1]۔ کیونکہ وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں اور نیکوں کے ساتھ دفن ہونے سے نیکوں کی برکات مل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تو ہمیں اس دعا کی تلقین نہیں کی وتوفنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۳) "نیکوں کے ساتھ ہم پر وفات طاری کرنا۔"

احادیث میں تطبیق

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے صرف اقامت پڑھنے کا ذکر ہے اور حضرت ابوقتادہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے اذان کا بھی ثبوت ہے۔ اصل یہی ہے کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان مسنون ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جو اذان کا ذکر نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان نہیں دی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ راوی اذان کا ذکر بھول گیا ہو یا اسے اذان کا علم نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں ہو سکتا ہے حضرت ابوہریرہ جس واقعہ کی روایت کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اذان نہ دلوائی ہو یا یہ تبلانے کے لیے کہ اذان سفر میں حضر کی طرح مسنون نہیں ہے۔ یا اس لیے کہ کسی شخص کو سفر میں اذان کے وجوب کا وہم نہ ہو۔

قضا نمازوں کی اذان میں مذاہب

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ[2] اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل ہیں[3]۔ اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ[4] اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ قول جدید میں قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل نہیں ہیں[5] امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ المنہاج مع المغنی ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

اور امام مالک حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، قضا نمازوں میں جو ائمہ اذان کے قائل نہیں ہیں وہ اقامت کے قائل ہیں۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت ابوہریرہ کی روایات گزر چکی ہیں۔

حضور سے نماز فجر قضا ہونے کی وجوہات

اس حدیث کی وجہ سے بعض ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھنے تک سوتے رہتے تھے اور صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو اگر ہم لوگ بھی دیر تک سوتے رہیں اور نماز قضاء ہو جائے تو کون سی بڑی بات ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر نیند کی وجہ سے رہ گئی اس میں آپ پر کسی طرح سے طعن کی وجہ نہیں ہے اول تو اس لیے کہ آپ نے رات بھر سو کر نہیں گزاری اخیر شب تک سفر کرتے رہے اور جب تقاضاء بشری سے نیند کا غلبہ ہوا اور آپ سواری پر بار بار جھکنے لگے اور آرام کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا تب آپ آرام کیلئے لیٹے پھر بھی آپ نے یہ انتظام کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ جاگ کر پہرہ دیتے رہیں اور جب فجر طلوع ہو تو جگا دیں لیکن سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حضرت بلال کو بھی نیند آگئی اور سورج نکل آیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہماری حیات اور کارگاہ حیات کے تمام شعبوں کے لیے نمونہ ہے اور ہمیں شاہراہ حیات کے ہر موڑ پر آپ کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر نیند کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضاء نہ ہوتی تو آپ کو تو کوئی فرق نہ پڑتا لیکن نیند کی وجہ سے قضا ہونے والی ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں، ہمیں کیسے معلوم ہوتا سفر میں جس جگہ نماز قضا ہو وہاں سے دور جا کر قضا نماز پڑھنی چاہیے اور یہ کیسے پتا چلتا کہ قضا نماز یاد آتے ہی اس کو فوراً پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس جگہ یا اس وقت میں شیطانی اثر ہو تو نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے، قضا نماز کے لیے اذان بھی کہی جائے اور اقامت بھی اور اگر ایک جماعت کی نماز قضا ہو تو وہ اس نماز کی قضا بھی باجماعت کریں، یہ اور اس جیسے اور بہت سے مسائل آپ کی نماز قضا ہونے کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کی نماز قضا نہ ہوتی اور آپ زبانی ہمیں مسائل تعلیم فرما دیتے اس صورت میں ہمیں آپ کی اطاعت تو حاصل ہوتی، اتباع نصیب نہ ہوتی۔ یاد رکھیے نبی (علیہ السلام) کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ تمام مسائل شرعیہ پر عمل کر کے دکھائیں اور امت کے لیے ہر عمل کا اسوہ اور نمونہ مہیا کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تمام احکام شرعیہ پر مشتمل صرف ایک مفصل کتاب بھیج دیتا۔ نبی (علیہ السلام) کو مبعوث ہی نہ فرماتا اسی لیے یہ نہیں فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعوا القرآن "اگر تم اللہ کی محبت کے دعوی دار ہو تو قرآن کی پیروی کرو" بلکہ فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (آل عمران: ۳۱) "اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو" یاد رکھیے کسی عمل کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں کوئی فضیلت نہیں ہے، جب تک اس عمل کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر نہ لیا ہو! دیکھیے کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے سے پہلے کعبہ بھی تھا لیکن اجر اتنا زیادہ نہ تھا۔ ایک نماز کا ایک ہی اجر ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھ لی تو ایک نماز کا اجر بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ گنا زیادہ کر دیا، مسجد اقصیٰ میں لاکھوں نبیوں نے آکر نمازیں پڑھیں مگر اجر زیادہ نہیں ہوا۔ شب اسراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک نماز کیا پڑھی اس کی کایا پلٹ گئی، قسمت چمک گئی اس کے در و دیوار کا مول بڑھ گیا اب اس میں ایک نماز پڑھ لو تو پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب پہلے بھی آتی تھی لیکن لیلۃ القدر نہیں تھی، اس رات میں قطار در قطار فرشتے نہیں اترتے تھے خیر من الف شھر۔ نہیں تھی، یہ آپ کی برکت تھی، آپ کا فیضان اور آپ کا وسیلہ تھا۔ جس نے رمضان کی ایک رات کا مرتبہ اتنا زیادہ بڑھا دیا کہ

اس رات کے عبادت گذاروں کو سلام کرنے کیلئے آسمانوں سے جبرائیل اترتے ہیں، یہ ساری برکتیں، یہ ساری عظمتیں آپ کی اتباع اور آپ کی اقتداء سے ملی ہیں، احکام شرعیہ کا کوئی حکم ہو اس کی عظمتیں آپ کی اتباع سے وابستہ ہیں۔ ارکانِ دین کے ہر رکن کی معراج آپ کی اقتداء سے پیوستہ ہے، نمونہ دیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کیمطابق چیز بنائیگا تو وہ چیز مقبول ہوگی ورنہ نہیں اور رحمت الٰہی نہیں چاہتی تھی کہ مسلمان کا کوئی عمل مقبول ہونے سے رہ جائے اسلیے انسانی زندگی میں پیش آنیوالے ہر عمل اور احکام شرعیہ سے متعلق ہر حکم کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ رکھ دیا۔ آپ کی نیند سے صبح کی نماز کیا قضاء ہوئی مسلمانوں پر رحمت کے دروازے کھل گئے! پھر یہ کتنا ستم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل سے ہمارے لیے اس قدر اجر و ثواب، رحمتیں، عظمتیں اور برکتیں ملی ہوں، قبولیت اعمال کی سند اور ضمانت حاصل ہوئی ہو اس عمل کو ہدف طعن اور نشانہ تنقید بنالیا جائے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات کسی چیز کا ظاہر کے اعتبار سے ایک حکم ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ایک اور حکم ہوتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ فرماتا ہے: عصی آدم ربہ فغوی (طٰہٰ: ۱۲۱) "آدم نے اپنے رب کی معصیت اور غوایت کی" دوسری جگہ فرماتا ہے: فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ: ۱۱۵) "آدم بھول گئے اور ہم نے (معصیت کے لیے) ان کا کوئی ارادہ نہ پایا" حضرت آدم علیہ السلام کے دانہ گندم کھانے کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ عصیان (نافرمانی) اور دوسری جگہ نسیان (بھول) فرماتا ہے اور بھول کر جو کام کیا جائے وہ گناہ معصیت اور عصیان نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ کام گناہ بھی ہو اور گناہ نہ بھی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر کے اعتبار سے یہ کام گناہ اور نافرمانی تھا۔ کیونکہ آپ نے بہرحال دانہ گندم کھایا تھا اس لیے عصیٰ آدم ربہ فغوی فرمایا اور حقیقتاً گناہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے معصیت کے قصد اور ارادہ سے نہیں بھول کر دانہ گندم کھایا تھا اس لیے فرمایا: "فنسی ولم نجد لہ عزما"

خلاصہ یہ کہ یہ فعل ظاہر کے اعتبار سے گناہ ہے حقیقت کے اعتبار سے گناہ نہیں ہے اسی طرح لیلۃ التعریس کے موقع پر آپ نے دن چڑھنے کے بعد جو نماز پڑھی وہ ظاہر کے اعتبار سے قضا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ادا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ان اتبع الا ما یوحی الی (یونس: ۱۵) (آپ کہہ دیجئے) کہ میں وحی الٰہی کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا" یعنی آپ کا ہر کام اتباع وحی سے ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے اس دن نماز فجر پڑھنے کا وہی وقت مقرر تھا جس وقت میں آپ نے وہ نماز پڑھی اس لیے یہ بظاہر قضا تھی اور حقیقتاً ادا تھی۔ ھذا ما ذھب الیہ نظری واللہ اعلم بما یعشقون مذاھب۔

مقام مصطفیٰ بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ سرور کائنات کا دل بیدار رہتا ہے اگرچہ آنکھیں سو جائیں تو اس سے وادی میں آپ سے صبح کی نماز کیسے فوت گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لیلۃ التعریس" میں آپ کی نماز کا فوت ہو جانا نیند کی حالت میں آپ کو نسیان ہونے کا باعث تھا جیسے بیداری کی حالت میں نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جاتی ہے [1]۔ یہ جواب سراسر غیر معقول ہے، علمی اصطلاح میں نسیان کا استعمال کبھی نیند کے لیے نہیں ہوتا، نسیان ذہن کی توجہ اور استحضار کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ صورت علمیہ حافظہ سے نکل جائے تو نسیان ہے اور حافظہ میں ہو اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو سہو ہے۔ اور یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوگی جب انسان جاگ رہا ہو نیند کی

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی۔ تفہیم البخاری ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اوّل۔

حالت میں ذہن کی توجہ یا عدم توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور قلب کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجلیات الٰہیہ کی جلوہ گاہ بنا رہتا ہے یا نیند کی حالت میں جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ البتہ اس جواب کی تصحیح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ حالتِ نیند میں بھی آپ کا دل یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے پھر ایسے میں طلوع فجر کی طرف توجہ کیسے ہوتی اور نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور کا نام ہے اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اسوقت بھی نماز ہی میں تھے لطف کی بات یہ ہے کہ ہم جب ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور سرکار کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی آپ کا طن اس وقت بھی حضرت احدیت میں موجود اور مستغرق تھا جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا!

سنتوں کی قضا میں مذاہب ائمہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک اس حدیث کے پیش نظر صبح اور دیگر نمازوں کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے [۱] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی مسلک ہے [۲]، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے اور باقی فرائض کی سنن مؤکدات کی قضاء پڑھنا مباح ہے [۳]۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کا مسلک ہے کہ کسی سنت کی قضا نہ پڑھے البتہ احناف میں سے امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی سنتوں کی قضا زوال سے پہلے پڑھ سکتا ہے وہ اس مسئلہ کو باب مذکور کی حدیث لیلۃ التعریس۔ سے مستنبط کرتے ہیں۔ [۴]

سنن مؤکدات کی قضا پر لیلۃ التعریس کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

عن عقبۃ بن مکرم العمی البصری ناعمر و بن عاصم ناھمام عن قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نھیک عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس۔ [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ان کو پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کی بنیاد دو حدیثوں پر ہے ایک لیلۃ التعریس کی حدیث اور دوسری ترمذی شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث۔ لیلۃ التعریس والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس میں سنت کی قضا فرض کے ساتھ ہے بحث ان سنتوں کی قضا میں ہے جس میں صرف سنتیں فوت ہوئی ہوں ان کی قضا مشروع نہیں ہے کیونکہ سنن فرائض کے تابع ہیں ان کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اگر صرف سنتوں

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

۲۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

۵۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کی قضا کی جائے تو وہ تابع نہیں رہیں گی بلکہ اصل کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ ثانیاً سنن، نوافل کے حکم میں ہیں اگر ان کی قضا مشروع ہو تو وہ حکماً فرض یا واجب ہو جائیں گی کیونکہ قضا اس چیز کی مشروع ہوتی ہے جس کا کرنا لازم ہو، اور حدیث ترمذی کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس سے سنتوں کی قضا کا جواز ثابت ہوتا ہے اور احناف کی حدیث (جس کو ہم ان شاء اللہ ابھی پیش کریں گے) سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ اصول ہے کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مرجوح ہے۔ ثانیاً یہ روایت منکر ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ خود امام ترمذی اس حدیث کی سند کے ایک راوی عمرو بن عاصم کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا نعلم احدا روى هذا الحديث عن همام بهذا الاسناد نحو هذا الا عمرو بن عاصم الكلابي والمعروف من حديث قتادة عن النضر بن انس عن بشير بن نهيك عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح [1]

عمرو بن عاصم کے علاوہ ہمیں کسی راوی کا علم نہیں جس نے ہمام سے اس سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہو۔ اس سند کے ساتھ جو معروف روایت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس شخص نے طلوع شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے فجر (کی فرضیت) کو پالیا۔

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ معروف، منکر کے مقابلہ میں حدیث کی اصطلاح ہے۔ امام ترمذی نے جب اس حدیث کے مقابلہ میں حضرت ابوہریرہ کی مذکورہ روایت کو معروف قرار دیا تو یہ روایت منکر قرار پائی کیونکہ ہمام کے شاگردوں میں سے عمرو بن عاصم کے سوا سند مذکور کے ساتھ کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا لہٰذا یہ روایت منکر ہونے کے علاوہ معلل بھی ہے۔

علامہ خطیب بغدادی عمرو بن عاصم کے بارے میں لکھتے ہیں:

حدثنا ابو عبيد محمد بن علي الاجري قال سألت ابا داؤد عن عمرو بن عاصم الكلابي فقال لا تنشط لحديثه قال بندار لولا فوق من آل عمرو بن عاصم لتركت حديثه [2]

ابو عبید کہتے ہیں میں نے ابوداؤد سے عمرو بن عاصم کلابی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا میں اس سے حدیث روایت کرنے پر خوش نہیں ہوں، بندار نے کہا اگر میرا آل عمرو بن عاصم سے امتیاز نہ ہوتا تو میں اس سے روایت کو ترک کر دیتا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الاجري سالت ابا داؤد عنه وعن الحوضي في همام فقدم الحوضي [3]

آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے عمرو بن عاصم اور حوضی کی ہمام سے روایت کے بارے میں سوال کیا انھوں نے حوضی کی روایت کو ترجیح دی۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ۔ تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۴۹ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الطبعۃ الاولیٰ

احناف کی دلیل

عن ام سلمة قالت صلّی رسول الله صلی الله علیه وسلم العصر ثم دخل بیتی فصلی رکعتین فقلت یا رسول الله صلیت صلاة لم تکن تصلیها فقال قدم علی مال فشغلنی عن الرکعتین کنت ارکعهما بعد الظهر فصلیتهما الآن فقلت یا رسول الله افنقضیهما اذا فاتتا قال لا۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے گھر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے (اس وقت) وہ نماز پڑھی ہے جو آپ پہلے نہیں پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا میرے پاس مال آیا تھا جس میں مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا ان کو میں نے اب پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم سے یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی ان کو قضا کر لیا کریں آپ نے فرمایا، نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتوں کی قضا امت پر مشروع نہیں کی اور آپ نے جو ظہر کی سنتوں کی قضا فرمائی یہ آپ کی خصوصیت تھی اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

علمِ رسالت

امام غزالی علمِ نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فکما ان العقل طور من الاطوار الآدمی یحصل فیه عین لیضر بها انواعا من المعقولات والحواس معزولة عنها فالنبوة ایضا عبارة عن طور یحصل فیه عین لها نور یظهر فی نورها الغیب وامور لایدرکه العقل۔[2]

جس طرح عقل انسان کے لیے ایک قسم کی قوت ہے جس میں ایک ایسی آنکھ ہے جو ان معقولات کو دیکھ لیتی ہے جنھیں حواس نہیں دیکھ سکتے اسی طرح نبوت میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس سے نبی پر غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ امور منکشف ہو جاتے ہیں جنکا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ غیب کو جان لیتے تھے اسی وجہ سے آپ نے اس حدیث میں بہت سے امورِ غیبیہ بیان فرمائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ اس برتن میں (عجیب) خبر ظاہر ہو گی چنانچہ اس برتن کا تھوڑا سا پانی کثیر صحابہ کو کافی ہو گیا، دوسرا یہ کہ جب صحابہ نے کہا کہ یہ تھوڑا سا پانی ہمیں کیسے کافی ہو گیا تو آپ نے فرمایا تم سب اس پانی سے سیراب ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا تیسرا یہ کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ ابو بکر اور عمر کیا کہہ رہے ہیں اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں چوتھا یہ کہ کسی کو پتا نہ تھا کہ آگے پانی ملے گا یا نہیں نہ وہاں پانی کے کوئی آثار تھے لیکن آپ نے علمِ نبوت سے پہلے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تم کو پانی مل جائے گا۔[3]

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۱۵، المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔

[2] ۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال ص ۵۵، مطبوعہ ھیئۃ الاوقاف لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۰، نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

بعض لوگ علم رسالت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو سونے سے پہلے جان لیتے کہ اگر میں سو گیا تو نماز فجر قضا ہو جائیگی۔ حضرت بلال کو بھی نیند آجائیگی اور تمام صحابہ کی نماز قضا ہو جائیگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا نہ آپ کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے منقطع تھا پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے مطلع نہیں کیا؟ اور آپ کو سونے سے منع کیوں نہ کر دیا، حدیث شریف میں ہے کہ:

عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعھما عن یسارہ فلما رای القوم ذلک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رایناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیھا قذرا او اذی فلیمسحہ ولیصل فیھا[1]

حضرت ابو سعید ری خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھاتے ہوئے اچانک اپنی نعلین اتار دیں اور ان کو بائیں جانب رکھ دیا۔ صحابہ نے یہ دیکھا تو انھوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے جوتیاں کیوں اتار دی تھیں؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو نعلین اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبرائیل نے آکر خبر دی کہ ان میں (معمولی) نجاست لگی ہوئی ہے اس کو رگڑ کر (صاف کر کے) ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔

غور کیجئے جب آپ کی نعل مبارک میں معمولی سی نجاست تھی جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی ورنہ نماز دہراتے) تو اس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے عین حالت نماز میں جبرائیل کو بھیج کر آپ کو مطلع کیا جب اتنی معمولی سی بات کے لیے اللہ تعالیٰ جبرائیل کو بھیج دیتا ہے تو اتنی اہم بات کے لیے جبرائیل کو کیوں نہیں بھیجا جس کے نتیجہ میں تمام صحابہ سمیت آپ کی نماز قضا ہو گئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے، شیخ خلیل احمد لکھتے ہیں: ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہ فرمائی۔ آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا کوئی نقصان پیدا نہیں کر سکتا[2]۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے ہاں بھی یہ امر مسلم ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹ جاتی ہے یا اللہ اپنی بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹا دیتا ہے اور آپ سے نماز فجر کے قضا ہونے میں جو حکمتیں تھیں ان میں سے بعض کا بیان آچکا ہے اور بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ علم رسالت کی مکمل تحقیق ہم نے اپنی کتاب 'مقام ولایت و نبوت' میں کر دی ہے۔

دلائل الوہیت و نبوت

لیلۃ التعریس کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر متعدد معجزات ظاہر فرمائے جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے ازاں جملہ یہ

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ۔ المہند علی المفند ص ۲۵، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند۔

ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کا منہ کھول کر اسمیں کلی کیا کی۔ مشکیزہ کو سیل رواں بنا دیا چالیس صحابہ نے اس سے وضو کیا، پانی پیا، پانی کے تمام برتن بھر لیے جنبی آدمی نے غسل کر لیا اور مشکیزہ اسی طرح بھرا رہا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس برتن سے پانی لے کر وضو کیا تھا دن چڑھے تمام صحابہ کو پیاس لگی تو آپ نے وہی برتن منگوایا اور اس چھوٹے سے برتن میں آپ کا ہاتھ کیا لگا چالیس صحابہ اس سے پانی پی کر سیر ہو گئے!

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ آپ کی کلی پانی کے مشکیزہ میں پڑی تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں زیادتی کر دی اسی طرح وضو کے جس برتن میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں زیادتی پیدا کر دی تو مشکیزہ اور کم پانی والے برتن کی کیا ضرورت تھی آپ یونہی خالی برتن کو انڈیل دیتے اور اس سے پانی گرنا شروع ہو جاتا یا مشکیزہ میں کلی کرتے یا لعاب دہن ڈالتے اور اس سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا۔ جواب یہ ہے کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ عادۃً ایسا نہیں کرتا تاکہ عدم سے وجود میں لانے کا فعل ظاہری طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہے یوں تو ہر فعل کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ ہمارے افعال ہوں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات لیکن بظاہر ان افعال کا تعلق ہمارے اور انبیاء کرام کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عدم سے وجود میں لانے کی صفت جسے خلق اور ایجاد کہتے ہیں اس کا تعلق کسی طور سے بندوں کیساتھ نہ ہو اور اس صفت میں کسی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مسئلہ قدرت پر ہم نے مقام ولایت و نبوت میں مفصل بحث کی ہے۔

بعض نشارحین کا تسامح

ایک سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر عورت کے ساتھ اتنی رعایت کیوں فرمائی کہ اس کا مشکیزہ اور سواری بھی واپس کی اور اس کو تمام صحابہ سے کھانے کی چیزیں بھی دلائیں۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کو اس کے اسلام کی توقع تھی[1] اور یہ بات بھی جواب میں کہی جا سکتی ہے کہ اگر کافر کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو مسلمان جواباً حسنِ سلوک کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات پر تنبیہ کرنے کے لیے اس کافر عورت کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کیوں کیا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر حربی کی جان اور مال مباح ہے نیز ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کافر پر محض غلبہ حاصل کرنے سے ان کی عورتیں اور بچے غلام اور مباح ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے اس عورت پر غلبہ پا لیا تو وہ لونڈی بن گئی[2]۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ محض کسی کافر کو پکڑ لینے سے وہ غلام نہیں بن جاتا اور نہ کسی کافر عورت کو پکڑنے سے وہ لونڈی بنتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کفار سے جنگ ہو اور میدانِ جنگ میں کافر مرد یا کافر عورت قید ہوں تو وہ غلام اور لونڈی بن جاتے ہیں اور یہاں ایسا نہیں تھا۔ اس مسئلہ کی مکمل اور مفصل تحقیق ان شاء اللہ ہم اس کے مقام پر کریں گے۔

کثیر نمازوں کی قضا کا طریقہ

جس شخص نے بلوغت کے کافی عرصہ بعد نماز پڑھنا شروع کی ہو یا کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی چھوڑ دیتا ہو اور اس کے کئی سالوں کی نمازیں ہوں اس پر لازم ہے کہ بقائے حیات سے متعلقہ ضروری کاموں کے علاوہ سب کام چھوڑ کر نمازوں کی قضا کرنا شروع کر دے اور اس وقت تک قضا نمازیں ادا

---

[1] ۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ۔ تحقیق الکواکب الدراری المشہور بالکرمانی شرح البخاری ج ۳ ص ۲۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

کرتا رہے جب تک اس کے ظن غالب کے مطابق وہ نمازیں ادا نہ ہو جائیں اور اگر اس دوران اس کو موت نے آلیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما۔ (نساء: ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر اس کو (راستہ میں) موت آلے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا اجر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کر سکے تو اس سے کم درجہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک یا دو قضا نمازیں پڑھتا رہے اور اس طرح نیت کرے مثلاً میں اپنی سب سے پچھلی ظہر کو ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور ادا نہیں کی، ہر قضاء نماز کی اسی طرح نیت کرے۔

قضاء عمری بعض ان پڑھ لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو ایک دن کی پانچ نمازیں وتر سمیت پڑھ لی جائیں تو ساری عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس کو قضاء عمری کہتے ہیں۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ رمضان کی خصوصیت، فضیلت اور اجر و ثواب کی زیادتی ایک الگ بات ہے لیکن ایک دن کی قضا نمازیں پڑھنے سے ایک دن کی نمازیں ہی ادا ہوں گی ساری عمر کی ادا نہیں ہونگی۔

مزید مسائل (۱) بزرگوں کو ادب سے جگانا چاہیے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر باآواز بلند اللہ اکبر کہا۔ (۲) کسی بڑے شیخ صوفی، مرشد، عالم یا والدین کو نماز کے لیے جگانا بے ادبی نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا (۳) کسی عبادت کے فوت ہو جانے پر اظہار افسوس کرنا چاہیے۔ جیسے نماز کے فوت ہونے پر صحابہ نے افسوس کیا۔ (۴) نیند کی وجہ سے نماز قضاء ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں (۵) جنبی کو اگر پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے جیسا کہ آپ نے اس صحابی سے فرمایا (۶) جو شخص مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز نہ پڑھے اس سے باز پرس کرنا چاہیے اگر اس کا کوئی عذر شرعی ہو تو اس کو قبول کر کے اس کے ساتھ شفقت اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے جیسا کہ آپ نے جنبی صحابی سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ (۷) قضا نماز ادا کرنی واجب ہے۔

(۸) قضا نماز کی ادائیگی میں بشرط عذر تاخیر گناہ نہیں ہے (۹) جس علاقہ میں فتنہ ہو اور دین پر عمل کرنے میں خطرہ ہو تو اس علاقہ سے کسی اور جگہ چلا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جہاں شیطان کا اثر تھا (۱۰) وضو یا پیاس کی وجہ سے پانی کو بالعوض حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ اس عورت کو پانی کے بدلہ میں کچھ عطا کیا (۱۱) پیاسے آدمی کی ضرورت کو جنبی کے غسل کی حاجت پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ پہلے پیاسوں کو پانی پلایا گیا (۱۲) حائضین سے بغیر ذکر کے ہبہ کرنا جائز ہے کیونکہ کچھ کہے بغیر اس عورت سے پانی لیا اور اس کو چیزیں دیں (۱۳) ضرورت شرعیہ کی بناء پر اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا جائز ہے بشرطیکہ گناہ کا ڈر نہ ہو کیونکہ حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے تنہائی میں اس عورت سے ملاقات کی (۱۴) ضرورت کی بناء پر مشرکین کے برتنوں کا استعمال جائز ہے جبکہ ان کی نجاست کا گمان نہ ہو کیونکہ آپ نے کافر عورت کے مشکیزے سے پانی لیا۔ (۱۵) اضطرار کی صورت میں مال غیر لینا جائز ہے کیونکہ پیاس کی شدت سے آپ نے اس عورت سے پانی لیا (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کے اجتہاد کا جواز کیونکہ ایک صحابی اپنے اجتہاد سے جنابت کے سبب آپ کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوا (۱۷) اجتہادی خطاء پر سرزنش نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے اس صحابی کو تیمم کر کے نماز نہ پڑھنے

پر ملامت نہیں کی (۱۸) غفلت اور استخفاف نہ ہو تو قضا نماز کی تاخیر میں کوئی حرج نہیں (۱۹) رات بھر سفر کرنے کا جواز، جیسا صحابہ نے کیا۔ (۲۰) مصیبت اور تکلیف کے وقت قوم کا امام سے شکایت کرنے کا جواز کیونکہ صحابہ نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ (۲۱) نیند کے غلبہ کے سبب صبح کے قریب شب کو سونے کا جواز اور یہی اس حدیث میں نمایاں بات ہے۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ صَلٰوۃِ الْمُسَافِرِیْنَ وَقَصْرِھَا

مسافرین کی نماز اور قصر کے احکام

۱۴۶۷۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ فِی الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَزِیْدَ فِیْ صَلٰوۃِ الْحَضَرِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ سفر اور حضر میں نماز دو، دو رکعت فرض ہوئی تھی، سفر میں نماز اپنے حال پر قائم رکھی گئی اور حضر میں زیادہ کر دی گئی۔

۱۴۶۸۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ وَحَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَھْبٍ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰہُ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ فَرَضَھَا رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ اَتَمَّھَا فِی الْحَضَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ عَلَی الْفَرِیْضَۃِ الْاُوْلٰی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو دو رکعت فرض کی تھی پھر حضر میں نماز پوری کر دی گئی اور سفر میں فرضیت سابقہ پر قائم رکھی گئی۔

۱۴۶۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ الصَّلٰوۃَ اَوَّلُ مَا فُرِضَتْ رَکْعَتَیْنِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوۃُ السَّفَرِ وَاُتِمَّتْ صَلٰوۃُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّھْرِیُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَۃَ مَا بَالُ عَائِشَۃَ تُتِمُّ فِی السَّفَرِ قَالَ اِنَّھَا تَاَوَّلَتْ کَمَا تَاَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی۔ سفر کی نماز بر قرار رکھی گئی اور حضر میں نماز پوری کر دی گئی (راوی کہتے ہیں) میں نے عروہ سے دریافت کیا پھر حضرت عائشہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وہی تاویل کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

۱۴۷۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ

یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز میں

إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ.

قصر کرو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھ لو) تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ تم کو کافروں سے جنگ کا اندیشہ ہو۔ اور اب تو امن ہے (یعنی پھر سفر میں قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) حضرت عمر نے فرمایا مجھے بھی اس بات پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (سفر میں تخفیف نماز کا) صدقہ کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے صدقہ کے قبول کرو!۔

۱۴۷۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ قَاسِمِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَمْرٌو نَا قَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ قَالَ نَا أَيُّوبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَعَلَى الْمُقِيمِ أَرْبَعًا وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے مسافر پر دو، مقیم پر چار اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ

ہذلی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اگر مجھے مکہ میں تنہا نماز پڑھنی پڑے تو کیسے پڑھوں؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو رکعت

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّي إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نماز ہے۔

۱۴۷۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۷۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ فَصَلّٰى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتّٰى جَاءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلّٰى فَرَأٰى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُونَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا أَتْمَمْتُ صَلٰوتِي يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر مکہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، انھوں نے ہمیں دو رکعت ظہر پڑھائی پھر وہ اور ہم اپنی قیام گاہ پر آکر بیٹھ گئے اچانک حضرت عبداللہ بن عمر نے دیکھا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟۔ میں نے کہا یہ سنتیں پڑھ رہے ہیں! کہا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نماز پوری (چار رکعت) نہ پڑھ لیتا! اے بھتیجے میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں، آپ نے تا حیات، سفر میں دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تا حیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تا حیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں۔ انھوں نے بھی (سفر بھی) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۱۴۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَعُودُنِي قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ السُّبْحَةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میری عیادت کے لیے آئے میں نے ان سے سفر میں سنتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں۔ میں نے آپکو

فِي السَّفَرِ فَمَا رَأَيْتُهُ يُسَبِّحُ وَلَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض پورے پڑھ لیتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۱۴۷۸۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھیں۔

۱۴۷۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعات پڑھیں اور میں نے آپ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعات پڑھیں

۱۴۸۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ شُعْبَةُ شَكَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

یحییٰ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کی مسافت میں سفر کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ میل اور فرسخ کے الفاظ میں شعبہ کو شک ہے۔

۱۴۸۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ فَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ سِمْطٍ إِلَى قَرْيَةٍ عَلَى رَأْسِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلًا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ

جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ میں شرحبیل بن سمط کے ساتھ سترہ یا اٹھارہ میل کی مسافت پر ایک بستی میں گیا تو انھوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انھوں نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا میں وہی کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

ایک اور روایت میں اس جگہ کا نام دومین اور مسافت، اٹھارہ میل بتلائی ہے۔

۱۴۸۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَنِ ابْنِ السِّمْطِ وَلَمْ يُسَمِّ شُرَحْبِيلَ وَقَالَ إِنَّهُ أَتَى أَرْضًا يُقَالُ لَهَا دُومِينُ مِنْ حِمْصَ عَنْ رَأْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کی طرف گئے آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، حتیٰ کہ واپس آگئے۔ میں نے پوچھا مکہ میں کتنے دن قیام کیا۔ کہا دس دن۔

۱۴۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ قُلْتُ كَمْ أَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت انس سے منقول ہے ہم حج کے ارادہ سے گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۴۸۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْحَجِّ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے مگر اس روایت میں حج کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۸۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَجَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ وغیرہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت پڑھتے تھے اس کے بعد پوری چار رکعت پڑھنے لگے۔

۱۴۸۷۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلَّى صَلٰوةً بِمِنًى وَغَيْرِهِ رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ

عَنْهُمْ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا أَرْبَعًا.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر ہے " وغیرہ " کا لفظ نہیں۔

۱۴۸۸ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بِمِنًى وَلَمْ يَقُلْ وَغَيْرِهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سفر میں) امام کے ساتھ چار رکعت پڑھتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۱۴۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَعُمَرُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ ثُمَّ إِنَّ عُثْمَانَ صَلَّى بَعْدُ أَرْبَعًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ صَلَّى أَرْبَعًا وَإِذَا صَلَّاهَا وَحْدَهُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں قصر پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چھ یا آٹھ سال تک قصر پڑھتے رہے، حفص کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں دو رکعت پڑھتے تھے پھر اپنے بستر پر چلے جاتے تھے، میں نے کہا اے چچا! کاش آپ فرض کے بعد دو سنتیں بھی پڑھ لیتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نہ پورے پڑھ لیتا۔

۱۴۹۰ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنًّى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۹۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى صَلٰوةَ الْمُسَافِرِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ثَمَانِيَ سِنِينَ أَوْ قَالَ سِتَّ سِنِينَ قَالَ حَفْصٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي فِرَاشَهُ فَقُلْتُ أَيْ عَمِّ لَوْ صَلَّيْتَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَوْ فَعَلْتُ لَأَتْمَمْتُ الصَّلٰوةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں قصر پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چھ یا آٹھ سال تک قصر پڑھتے رہے، حفص کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں دو رکعت پڑھتے تھے پھر اپنے بستر پر چلے جاتے تھے، میں نے کہا اے چچا! کاش آپ فرض کے بعد دو سنتیں بھی پڑھ لیتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نہ پورے پڑھ لیتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولَا فِي الْحَدِيثِ بِمِنًى وَلٰكِنْ قَالَ صَلَّى فِي السَّفَرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ سفر میں نماز پڑھی۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ہمارے ساتھ چار رکعت نماز پڑھی جب یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہی گئی تو انھوں نے فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ کاش میرے نصیب میں یہ ہو کہ چار کے بجائے دو رکعتیں مقبول ہو جائیں۔

۱۴۹۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَا نَا عِيسٰى كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۴۹۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَمْنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَأَكْثَرُهُ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں اسوقت دو رکعت نماز پڑھی جب اب سے زیادہ امن تھا۔

۱۴۹۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِي حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں اب کی بہ نسبت زیادہ لوگوں کے ساتھ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حارثہ بن وہب خزاعی عبیداللہ بن عمر بن الخطاب

قَالَ مُسْلِمٌ حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ هُوَ اَخُوْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِاُمِّهٖ ۔

کے ماں کے شریک بھائی ہیں۔

قصر کے معنی

علامہ اصفہانی قصر کے معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قصر ، خلاف الطول وقصر الصلوٰۃ جعلها قصيرة بترك بعض اركانها ترخيصا قال فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (الى غير ذلك)[1]

قصر طول کی ضد ہے، (یعنی چھوٹا) نماز کی قصر کا معنی یہ ہے کہ شرعی رخصت کی بناء پر اس کے بعض ارکان کم کرکے اس کو چھوٹا کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز کو قصر کرکے پڑھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ اصفہانی نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے قصر کے معانی بیان کیے ہیں۔

مسافر کا معنی

سفر کا ایک معنی کشف اور ظہور ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الازهرى : وسمى المسافر مسافرا لكشف قناع الكن عن وجهه ، ومناهل الحضر عن مكانه، ومنزل الخفض عن نفسه وبروزه الى الارض الفضاء ، وسمى السفر سفرا لانه يسفر عن وجوه المسافرين واخلاقهم فيظهر ما كان خافيا منه (الى ان قال) وفى الحديث انه قال لاهل مكة عام الفتح يا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر۔[2]

ازہری نے بیان کیا کہ مسافر کو مسافر اس لیے کہتے ہیں کہ (سفر کی وجہ سے) اس کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں اور راستے کی منازل اور جس جگہ وہ قیام کرتا ہے وہ جگہ اس پر منکشف ہوتی ہے اور نئی فضا اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور سفر کو سفر اس لیے کہتے ہیں کہ سفر مسافر کی شخصیت اور سیرت کو لوگوں پر منکشف کر دیتا ہے اور اس کے کردار کے مخفی گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا اے شہر والو! تم چار رکعت نماز پڑھو کیوں کہ میں مسافر ہوں۔

مسافت قصر میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ: شیخ ابوسلیمان داؤد بن علی متوفی ۲۷۰ھ اور ان کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک قصر کے لیے مسافت متعین نہیں ہے حتیٰ کہ انھوں نے کہا کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر کسی باغ میں نماز پڑھے تو وہ بھی قصر کرے گا[3]۔ مشہور غیر مقلد عالم

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۴۰۵ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ ابن منظور جمال الدین مصری متوفی ۷۱۱ھ۔ لسان العرب ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا۔ (السراج الوہاج، ج ۱ ص ۲۷۰) امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔[2]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے[3] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے تین دن کی مسافت ہے[4] امام محمد متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں:

قلت: ارأیت المسافر هل یقصر الصلوٰة فی اقل من ثلاثة ایام؟ قال لا قلت: فان سافر مسیرة ثلاثة ایام فصاعدا؟ قال یقصر الصلوٰة حین یخرج من مصره قلت ولم وقت له ثلاثة ایام؟ قال لانه جاء اثر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: لا تسافر المرأة ثلاثة ایام الا ومعها ذو محرم فقست علی ذلك[5]

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے۔ میں نے پوچھا: تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔

تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز قصر کرنے کے لیے شرعی سفر کی مدت تین دن کی مسافت بیان کی ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
ایضاً علامہ نووی اور علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام مالک دو دن کی مسافت پر قصر کی اجازت دیتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی)

[3] شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۸۶ھ

قال لا تسافر المراۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرعی احکام لاگو ہونے کی مدت تین دن کا سفر ہے، علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جن میں دو بلکہ ایک دن کے بلا محرم سفر سے بھی عورت کو منع فرمایا ہے [2] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب السند اور مضطرب المتن ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ضعیف السند بھی ہیں اس لیے ان احادیث کو معارضہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دو دن کی روایت یہ ہے:

عن عبد الملک و ھو ابن عمیر عن قزعۃ عن ابی سعید قال سمعت منہ حدیثا فاعجبنی (الی ان قال) نھی ان تسافر المرأۃ مسیرۃ یومین الا و معھا زوجھا او ذو محرم [3]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند اور محرم کے بغیر عورت کو دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی سند میں عبد الملک بن عمیر نام کا راوی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبد الملک بہت زیادہ مضطرب الحدیث ہے۔ میں نے اس کی پانچ سو احادیث دیکھی ہیں جن میں سے اکثر میں اس نے غلطی کی ہے۔ اسحٰق بن منصور کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔ سماک نے کہا عبد الملک کے بارہ میں حفاظ کا اختلاف ہے۔ اسحٰق بن منصور نے کہا ابن معین اس کو مخلط قرار دیتے تھے۔ ابن قطبیہ نے کہا مرنے سے پہلے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اس کو مدلس بھی قرار دیا ہے [4] علاوہ ازیں یہ حدیث غریب بھی ہے کیونکہ قزعہ کا اس متن کے ساتھ کوئی متابع نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث مضطرب المتن بھی ہے کیونکہ امام مسلم نے سہم بن منجاب اور قتادہ دو ثقہ راویوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان میں تین دن مسافت کا ذکر ہے: عن سھم بن منجاب عن قزعۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر امرأۃ ثلاثا الا مع ذی محرم [5] (کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) عن قتادۃ عن قزعۃ عن ابی سعید الخدری ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر امرأۃ فوق ثلاث

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ
ایضاً۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، ۴۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت
[3] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔ ۱۳۳۴ھ
[4] ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۱۲۔ ۴۱۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولیٰ
[5] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

لیال الا معہ ذی محرم۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے)

امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری سے تین مختلف اسانید کے ساتھ تین روایات ذکر کی ہیں۔ ایک میں دو دن سفر سے منع فرمایا ہے، اور دو میں تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایات صحیح نہیں ہو سکتیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسی روایت صحیح ہے جس روایت میں دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے وہ عبدالملک بن عمیر ایسے ضعیف مضطرب الحدیث اور مدلس راوی کی روایت ہے۔ اس لیے لامحالہ دوسری روایت کو ترجیح دی جائیگی اولاً اس لیے کہ وہ منجاب اور قتادہ ایسے دو ثقہ راویوں سے مروی ہے ثانیاً تفرد اور غرابت سے خالی ہے اور ثالثاً اس لیے کہ حضرت ابن عمر کی صحیح روایت کے مطابق ہے جس میں آپ نے بغیر محرم کے تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا معارضہ بخاری کی اس روایت سے ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعید المقبری عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ [1]

آدم ابن ابی ذئب، سعید المقبری، ان کے والد حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے ایک دن رات کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں ہے۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو تین اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے [3] یہ حدیث بھی مضطرب السند اور مضطرب المتن ہے۔ سند کا اضطراب یہ ہے کہ ابن ابی ذئب اور لیث بن سعد، اس کو عن سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ۔ روایت کرتے ہیں اور یحییٰ بن ابی کثیر، سہیل اور مالک اس کو عن المقبری عن ابی ھریرۃ روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے پہلی سند کو ترجیح دی اور امام دارقطنی نے دوسری سند کو ترجیح دی ہے [4]۔

اور متن میں اضطراب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ ان تسافر ثلاثا الا و معھا ذو محرم منھا۔ [5] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) تو اس صحیح حدیث کو کیوں نہ ترجیح دی جائے جو اضطراب فی السند والمتن دونوں سے خالی ہے اور حضرت عبداللہ

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ۔
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴-۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۸ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبعۃ ممتازہ ۱۴۰۱ھ
[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم دونوں کی روایات کے مطابق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم تینوں سے مروی ہے کہ کوئی عورت تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اور ایک دن اور دو دن کی روایات اضطراب اور ضعف کے علاوہ جس صحابی سے مروی ہیں اسی صحابی سے تین دن کی روایت بھی موجود ہے لہٰذا علامہ نووی کا ان روایات سے معارضہ قطعاً باطل اور مردود ہے۔

امام ابوحنیفہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ سفر شرعی جس پر احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں تین دن تین رات ہے لہٰذا قصر کے لیے بھی سفر کی مدت تین دن تین رات ہوگی، احناف کے مسلک پر یہ احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن شریح بن هانی قال اتیت عائشة اسئلها عن المسح علی الخفین فقالت علیك بابن ابی طالب فاسئله فانه کان یسافر مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فسئلناه فقال جعل رسول الله صلی الله علیه وسلم ثلاثة ایام ولیالیهن للمسافر ویوما ولیلة للمقیم۔ [1]

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو! کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہتے تھے۔ میں نے حضرت علی سے سوال کیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لیے مشروع فرمائی ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

قد تواترت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بالتوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ثلثة ایام ولیالیها وللمقیم یوم ولیلة۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لیے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اور مقیم کے ایک دن ایک رات۔

امام ابوحنیفہ کی تیسری دلیل یہ ہے:

محمد قال اخبرنا سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعة الوالبی قال: سالت عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما الی کم تقصر الصلوٰة؟ فقال اتعرف السویدا؟ قال: قلت: لا، قال هی ثلاث لیال قواصد، فاذا خرجنا الیها قصرنا الصلوٰة۔ [3]

محمد، سعید بن عبید الطائی، علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے فرمایا کیا تم سویدا (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور بار دوم ۱۴۰۴ھ۔

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ کتاب الآثار ص ۳۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

امام محمد نے اس حدیث کو سعید بن عبید طائی اور علی بن ربیعہ والبی سے روایت کیا ہے۔ ہم ان راویوں کے احوال تہذیب التہذیب سے نقل کر رہے ہیں جس سے اس حدیث کو تقویت پہنچے گی۔ سعید بن عبید طائی کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد اور ابن معین نے کہا کہ سعید بن عبید طائی ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث لکھی جائیں گی۔ ابو داؤد نے کہا کہ شعبہ ان سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ عجلی، یعقوب بن سفیان اور ابن نمیر وغیرہم نے ان کی توثیق کی [1]۔

علی بن ربیعہ والبی کے بارے میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ابن مغیرہ اور نسائی نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا صالح الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا۔ ابن سعد نے کہا یہ معروف ثقہ ہیں۔ عجلی نے کہا یہ کوفی تابعی ثقہ ہیں اور ابن نمیر وغیرہ نے ان کی توثیق کی [2] خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیحین کے رجال سے زیادہ ثقہ ہیں۔

امام مالک کے دلائل

علامہ ابن رشد، امام مالک کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سفر میں مشقت کی وجہ سے نماز میں قصر کی اجازت دی گئی ہے اور ایک دن سفر کرنے کی وجہ سے بہر حال مشقت حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے ایک دن کے سفر میں قصر کی رخصت حاصل ہوگی اور حدیث شریف میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان اللہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوٰۃ" "اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز ساقط کر دی"۔ لہٰذا جس شخص پر مسافر کا اطلاق کیا جائے گا اُسے روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت حاصل ہوگی [3]

علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب

علامہ ابن رشد کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ایک دن کے سفر کرنیوالے پر بھی مسافر کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ مسافر پر قصر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سافر فرسخا قصر الصلوٰۃ [4]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرسخ سفر کرنے کے بعد قصر کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال یقصر الصلوٰۃ فی مسیرۃ ثلاثۃ امیال۔ [5]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ تین میل سفر میں قصر کی جائیگی۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

[2] " " " " " ج ۷ ص ۳۲۰ " " "

[3] قاضی ابو الولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] حافظ ابو بکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[5] " " " " " " "

سئل انس بن مالک عن قصر الصلوٰۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج مسیرۃ ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں قصر کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تو قصر کرتے۔

اگر علامہ ابن رشد کی روایت کردہ حدیث[2] کا اعتبار کیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ ان احادیث کا اعتبار نہ کیا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس پر احکام شرعی مرتب ہوں اور وہ تین دن کے سفر کا مسافر ہے جس کا ثبوت ہم عنقریب پیش کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب

علامہ ابن قدامہ قصر کے لیے چار بُرد (سولہ فرسخ) مسافت ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے:

واحتج اصحابنا بقول ابن عباس وابن عمر قال ابن عباس یا اھل مکۃ لا تقصروا فی ادنی من اربعۃ برد من عسفان الی مکۃ، قال الخطابی: ھو اصح الروایتین عن ابن عمر[3]

ہمارے اصحاب نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کے قول سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے اہل مکہ چار برد سے کم مسافت میں قصر نہ کرو (عسفان سے مکہ تک) علامہ خطابی نے کہا یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح ترین روایت ہے۔

علامہ خطابی کا اس روایت کو صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت سنن کبریٰ میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے:

قد روی اسمٰعیل بن عیاش عن عبدالوھاب بن مجاھد عن ابیہ وعطاء بن ابی رباح عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا اھل مکۃ لا تقصروا الصلوٰۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔[4]

اس سند میں اسماعیل بن عیاش اور عبدالوہاب بن مجاہد دونوں شدید ترین ضعیف راوی ہیں۔ اسماعیل بن عیاش کے بارے میں علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یحییٰ بن معین کہتے ہیں، میں ایک بار اسماعیل بن عیاش کے پاس گیا وہ ایک جوہری کے گھر کے چوبارہ میں بیٹھا احادیث بیان کر رہا تھا اور صرف دو آدمی اس کے پاس بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں واپس چلا گیا اور اس سے حدیث نہیں سنی۔ عبداللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش عراقیوں اور شامیوں کی روایات کو خلط ملط کر دیتا ہے۔ عبدالرحمان نے کہا میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش حدیث میں ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف الحدیث ہے۔[5]

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[5] حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۲۷/۲۲۱ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

علامہ خزرجی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حجازیین سے روایت کرنے میں ضعیف تھا[1] اور یہ روایت حجازیین سے ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی عبدالوہاب بن مجاہد ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ لیس بشیء (کچھ بھی نہیں) اور ضعیف الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابو حاتم نے کہا ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا یہ غیر ثقہ ہے اس کی احادیث نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے کہا اس کا کوئی متابع نہیں۔ یحیی بن معین نے اس کی روایات لکھنے سے منع کیا۔ امام دار قطنی نے کہا یہ لیس بشیء، اور ضعیف ہے۔ ازدی نے کہا اس سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف تھا۔ حاکم نے کہا موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔ ابن جوزی نے کہا اس کی روایات کو ترک کرنے پر اجماع ہو چکا ہے۔[2]

علامہ خزرجی، عبدالوہاب بن مجاہد کے بارے میں لکھتے ہیں:

توری نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور ابو الحجاج نے کہا میں اس کی روایت سے واقف نہیں ہے۔[3]

خود امام بیہقی نے اسماعیل بن عیاش اور عبدالوہاب بن مجاہد کی وجہ سے اس حدیث کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے[4] علامہ نووی نے بھی اس کے ضعف کی بنا پر اس کو لائق استدلال نہیں سمجھا[5]۔

لہٰذا علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جس حدیث کی بنیاد پر اپنا فقہی مسلک قائم کیا ہے وہ بہت کمزور ہے۔

علامہ نووی کا استدلال

امام شافعی دو دن کے سفر کو قصر کا سبب قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک چار برد کی مسافت دو دن میں طے ہوتی ہے۔ علامہ نووی مسلک شافعی پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واحتج اصحابنا برواية عطاء بن ابی رباح ان ابن عمر وابن عباس كانا يصليان ركعتين ويفطران فی اربعة برد فما فوق ذلك ورواه البيهقی باسناد صحيح وذكر البخاری فی صحيحه تعليقا بصيغة جزم۔[6]

ہمارے اصحاب کی دلیل عطاء بن ابی رباح کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس چار برد کی یا اس سے زیادہ کی مسافت پر قصر کرتے تھے اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام بخاری نے بھی اس کو صیغہ جزم کے ساتھ تعلیقاً روایت کیا ہے۔

برد، بریدہ کی جمع ہے بریدہ چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل شرعی کے برابر ہے یہ کل اڑتالیس شرعی میل

---

[1] ۔ امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

[2] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۵۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھ

[3] ۔ امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۸۷ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

[4] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۵ھ — سنن کبری ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان۔

[5] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ — شرح المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[6] ۔ 〃 〃 〃 〃

ہونگے۔ [1] حنابلہ اور شوافع کے نزدیک ۴ بُرد دو دن کی مسافت ہے [2]

علامہ نووی کی دلیل کا جواب

علامہ نووی نے جو بیہقی کے حوالہ سے حدیث پیش کی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ چار بُرد کے بعد قصر کرو نہ آپ نے یہ فرمایا کہ مسافت چار بُرد کی ہے یہ صرف عطاء بن ابی رباح کی رائے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس نے چار بُرد کے بعد قصر کی اور یہ رائے غلط بھی ہو سکتی ہے ثانیاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس حدیث کے معارض ہے۔

عن سالم انابن عمر کان یقصر الصلوٰۃ فی مسیرۃ الیوم التام۔ [3]

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر پورا دن سفر کرنے کے بعد نماز قصر کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی اس حدیث کے معارض ہے:

عن مجاھد عن ابن عباس قال اذا سافرت یوما علی العشاء فاتم الصلوٰۃ فان زدت فاقصر۔ [4]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم صبح سے شام تک سفر کرو تو پوری نماز پڑھو اور اگر اس سے زیادہ سفر کرو تو قصر کرو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چار بُرد کے ۴۸ شرعی میل بنتے ہیں جیسا کہ مہذب اور شرح المہذب کے حوالہ سے گذر چکا ہے روایہ کہ ۴۸ میل دو دن میں طے کیے جاتے ہیں۔ یہ شافعیہ کی رائے ہے ہو سکتا ہے کہ ۴۸ میل کا سفر تین دن میں طے کیا جائے کیونکہ اعتبار پیدل سفر کرنے کا ہے اور مسلسل سفر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ رات کو آرام کرنا، دن میں کھانا پکانا اور کھانا پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا ان تمام امور کا لحاظ اس سفر میں معتبر ہے تو ہو سکتا ہے کہ چار بُرد جو کہ سولہ فرسخ اور اڑتالیس میل کے برابر ہے [5] تین دن کی مسافت میں طے ہو پھر حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا، علامہ عینی فرماتے ہیں:

عن محمد لم یرید وابہ السیر لیلا ونھارا لانھم جعلوا النھار للسیر واللیل للاستراحۃ ولو سلک طریقا ھی مسیرۃ ثلاثۃ ایام وامکنہ ان یصل الیھا فی یوم من طریق اخری قصر ثم قدروا ذلک بالف واربعمائۃ واحد وعشرون فرسخا وقیل ثمانیۃ عشر وعلیہ الفتوٰی وقیل خمسۃ عشر فرسخا والی ثلاثۃ ایام ذھب عثمان

امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مسافت سفر میں یہ مراد نہیں ہے کہ دن رات سفر کرتے رہیں کیونکہ دن سفر اور رات آرام کے لیے ہے اگر مسافر ایسے راستہ پر چلے جو تین دن کی مسافت کا ہو خواہ کسی اور راستہ سے اس مسافت کو ایک دن میں طے کرنا ممکن ہو قصر کرے پھر تین دن کی مسافت کا فرسخ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے اکیس فرسخ اندازہ کیا، بعض نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ، فتوی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۲۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت۔ الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ھ
[4] " " " " " " " "
[5] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شروح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بن عفان و ابن مسعود ۔۔۔۔۔ وروایۃ عن عبداللہ بن عمر[1]

اٹھارہ فرسخ پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے تین دن مسافت کا اعتبار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک ایسی روایت منقول ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دو دن کا مدار سولہ فرسخ کی مسافت پر ہے اور احناف کا مفتیٰ بہ قول اٹھارہ فرسخ کا ہے جبکہ ایک قول پندرہ فرسخ کا بھی ہے۔ اس لیے ان اقوال میں کوئی خاص اور نمایاں فرق نہیں ہے۔ شوافع اور حنابلہ نے سولہ فرسخ کی مسافت کے لیے دو دنوں کا اندازہ کیا اور احناف نے تین دنوں کا تو یہ صرف رائے اور اجتہاد کا فرق ہے اور بنیادی طور پر یہ حدیث جس طرح شوافع اور حنابلہ کی مؤید ہے احناف کی بھی مؤید ہے۔

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلومیٹر

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہوکر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے جیسا کہ ہم ابھی علامہ عینی کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ متاخرین فقہاء کرام نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائیگی۔ بعض فقہاء نے اس مسافت کو اکتیس (۳۱) فرسخ قرار دیا، بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا اور مفتیٰ بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔[2] بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی بدلتے گئے اور پہلے مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلومیٹر سے ناپا جانے لگا لہٰذا عہد حاضر کے علماء نے مسافت قصر کا اندازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔

اس سے پہلے کہ ہم انگریزی میل اور کلومیٹر کے اعتبار سے مسافت قصر کا ذکر کریں وہ قاعدہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے فرسخ کی مسافت انگریزی میل اور کلومیٹر میں تبدیل کی جاتی ہے۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل، چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک ہاتھ) کا ہوتا ہے[3] اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا اور اکیس فرسخ، ترسٹھ میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ چھبیس ہزار گز یعنی اکہتر انگریزی میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں، اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵٫۱۸۹) کلومیٹر کے برابر ہیں۔ فقہاء کا دوسرا قول پندرہ فرسخ ہے، اور پندرہ

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۱۹۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۹ھ
ایضاً۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ کوئٹہ۔
ایضاً۔ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ غنیۃ المستملی ص ۴۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ
ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۵۰ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول۔
ایضاً۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ منحۃ الخالق علی بحر الرائق ج ۱ ص ۱۳۹ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ کوئٹہ۔
ایضاً۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ مطبعۃ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔ (بقیہ حوالہ جات آئندہ صفحے پر ملاحظہ کریں)

فرسخ پینتالیس میل شرعی ہیں جو نوے ہزار گز یعنی اکیاون انگریزی میل، ایک فرلانگ بیس گز ہیں جو بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲٫۲۶۸) کلومیٹر کے برابر ہیں، فقہاء کا تیسرا قول جو مفتیٰ بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چون میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸٫۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اس اعتبار سے مفتیٰ بہ قول پر سفر شرعی اور قصر کے احکام اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز یا اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸٫۷۳۴) کلومیٹر کی مسافت کے بعد شروع ہونگے۔ زمانہ قریب کے علماء نے بھی مسافت شرعیہ کو انگریزی میلوں کے حساب سے بیان کیا ہے لیکن کسی کا حساب بھی فقہاء کے مذکورہ قاعدہ کے موافق نہیں ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس سفر میں پیدل یا اونٹ کی سواری سے تین دن صرف ہوں (یعنی تقریباً ۱۸ فرسنگ یا چون میل) اس میں قصر کیا جا سکتا ہے یہی رائے ابن عمر، ابن مسعود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی ہے[1]۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی کی اس عبارت میں چون میل سے چون میل شرعی مراد ہیں۔ مودودی صاحب کو اس بات کی وضاحت کرنی چاہیے تھی اور بتلانا چاہیے تھا کہ چون میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل کے برابر ہیں کیونکہ عام اردو پڑھے لکھے لوگ چون میل سے چون انگریزی میل ہی باور کرینگے۔

شیخ عزیز الرحمان لکھتے ہیں:

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین دن کا سفر ہو اور وہ جگہ جس کی طرف سفر کا ارادہ ہے تین منزل ہو، لیکن بہت سے مشائخ نے فراسخ کا اعتبار کیا ہے اور اس میں فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ، یعنی اڑتالیس میل پر ہے، مکرر آنکہ عبارت مذکور سے واضح ہے کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین منزل کا سفر ہو پس اگر حساب منازل کا سہل ہو تو اس کو دیکھا جاوے مگر چونکہ ہر ایک کو اعتبار منازل میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نے کل منازل کی تحدید میلوں سے کر دی ہے جس میں تین قول ہیں جو اوپر معلوم ہوئے، میل کی مقدار شرعی ذراع سے چار ہزار ذراع لکھی ہے اور ذراع شرعی اس زمانہ کے گز کے حساب سے قریب دس گرہ کے ہوتا ہے۔ پس اس کے موافق میلوں کا حساب کر لیا جاوے، اور اڑتالیس میل کا اندازہ کر لیا جائے[2]

شیخ عزیز الرحمن نے اس عبارت میں کئی غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ پندرہ فرسخ، پینتالیس شرعی میل کا ہے کیونکہ تین میل کا ایک فرسخ ہوتا ہے اور انھوں نے اڑتالیس میل لکھے ہیں۔ دوم یہ کہ چونکہ انھوں نے میل کے ساتھ شرعی کی قید نہیں لگائی اس لیے عوام اردو داں لوگ اس کو انگریزی مروجہ میل پر محمول کرینگے۔ سوم یہ کہ انھوں نے ذراع شرعی دس گرہ قرار دیا ہے جو ڈیڑھ فٹ سے زیادہ ہے اس حساب سے شرعی مسافت اکسٹھ انگریزی میل سے متجاوز ہو جائے گی جبکہ وہ اڑتالیس انگریزی میل بیان

(گذشتہ صفحے کے حوالہ جات)

ایضاً۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۹ھ۔

ایضاً علامہ ابو بکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ۔ الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

ایضاً علامہ فخر الدین زیلعی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[1] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ۔ تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ چودھواں ایڈیشن جولائی ۱۹۰۰ء

[2] شیخ عزیز الرحمان ——— شیخ محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی بار اوّل ۱۳۹۶ھ۔

کرتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار اور معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کر کے چوبیس انگشت قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے (الی ان قال) اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ میل کے بارے میں قول مختار فقہاء کرام کا یہ ہے کہ چوبیس انگشت کے گز سے دو ہزار گز کا ایک میل شرعی ہوا کیونکہ چوبیس انگشت کا ذراع ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہے جیسا کہ ذراع کی تحقیق میں بحوالہ چکرورتی گذر گیا ہے (الی ان قال) اور مشائخ حنفیہ میں سے بعض نے اکیس فرسخ جس کے تریسٹھ میل ہوتے ہیں۔ بعض نے اٹھارہ فرسخ جس کے چون میل ہوتے ہیں اور بعض نے پندرہ فرسخ جس کے پینتالیس میل ہوتے ہیں مسافت قصر قرار دی ہے۔ عمدۃ القاری میں اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتوی نقل کیا ہے اور البحر الرائق میں بھی بحوالہ نہایہ اسی قول پر فتوی نقل کیا ہے۔ اور شامی اور بحر نے بحوالہ مجتبیٰ اکثر ائمہ خوارزم کا فتوی پندرہ فرسخ کی روایت پر ذکر کیا ہے۔ [1]

مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ جتنے اصول بیان کیے ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن ان اصولوں کی بنیاد پر جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط ہے۔ لکھتے ہیں:

محققین علماء ہندوستان نے اڑتالیس (۴۸) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دے دیا ہے جو اقوال فقہاء مذکورین کے قریب قریب ہے اور اصل مدار اس کا اسی پر ہے کہ اتنی ہی مسافت تین دن تین رات میں پیادہ مسافر بآسانی طے کر سکتا ہے اور فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ اقوال میں سے جو فتوی ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ کا نقل کیا گیا ہے وہ تقریباً اسی کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ پینتالیس (۴۵) میل شرعی ہوتے ہیں اور شرعی میل انگریزی میل سے دو سو چالیس گز بڑا ہوتا ہے تو ۴۵ میل شرعی ۴۸ میل انگریزی سے کچھ زیادہ متفاوت نہیں رہتے [2]۔ مفتی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کیونکہ ۴۵ میل شرعی اکاون انگریزی میل یک فرلانگ بیس گز کے برابر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۷½ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے [3]۔ اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے ۵۷½ میل کس ضابطہ اور قاعدہ سے مقرر کیے ہیں۔

---

[1] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶ - ۲۳ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ۱۴۰۴ھ

[2] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید شوال ۱۴۰۴ھ

[3] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۶۹۰ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد بار دوم ۱۳۹۳ھ

علماء دیوبند نے مسافت قصر ۴۸ انگریزی میل قرار دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ :

ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر یعنی سولہ میل انگریزی اختیار فرمایا ہے، کیونکہ روزانہ اگر چھ گھنٹہ سفر کے لیے مقرر کیے جاویں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے، اس اعتبار سے مسافت قصر ۴۸ میل یعنی ۳۶ کوس کو قرار دیا ہے۔

(فتاوی دار العلوم مدلل ج ۴ ص ۴۹۲ - ۴۹۱)

۴۸ انگریزی میل کو ثابت کرنے کے لیے، یہ انتہائی عجیب طریقہ ہے، کھانے پینے، آرام، نمازوں کے اوقات اور رات کی نیند بھی نکال لی جائے تو ۲۴ چوبیس گھنٹوں میں سے سفر کے لیے یقیناً چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت بچے گا۔ اور جو شخص سفر کرتا ہے وہ یقیناً دن رات میں سے سفر کے لیے چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت نکالے گا اور متوسط اونٹ کی رفتار سے ایک انسان ایک دن میں یقیناً بیس میل سے زیادہ سفر کر سکتا ہے پھر جمہور فقہاء کے مطابق یہ قول کیوں نہ اختیار کیا جائے کہ مسافت قصر ۵۴ میل شرعی ہے جو اکسٹھ میل انگریزی اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب نے ۴۸ انگریزی میل کے ثبوت میں لکھا ہے کہ :

اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو دار قطنی نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا اھل مکۃ لاتقصروا الصلوٰۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔

اے اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک۔

عمدۃ القاری ج ۳، ص ۵۳۱ (۶)

(اوزان شرعیہ ص ۲۶)

لیکن مفتی صاحب کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے نہ کہ بارہ میل انگریزی کا۔ سترہ فروری ۱۹۸۸ء کو ایک علمی مجلس میں مذاکرہ کے دوران مفتی صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد رفیع عثمانی نے بھی تسلیم کیا کہ یہ تسامح ہے اور ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے مسافت قصر ۴۸ میل شرعی قرار پائے گی جو ۵۴ انگریزی میل ۹۶۰ گز کے برابر ہے۔ تاہم یہ روایت سنداً ضعیف ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے بھی تصریح کی ہے اس لیے مدار سفر تین دن کی مسافت ہے، جس کو جمہور فقہاء نے ۵۴ شرعی میل کے برابر قرار دیا ہے اور اسی پر فتوی ہے یہ متوسط قول ہے اور یہ اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز اور اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸.۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔ علماء دیوبند کے ایک مستند عالم مفتی رشید احمد لکھتے ہیں :

اکثر مشائخ احناف نے ۱۸ فرسخ = ۵۴ میل شرعی = ۶۱ ۴/۱۱ میل انگریزی کو متوسط قول قرار دیکر اس پر فتوی دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قول کو مفتیٰ بہ لکھا ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔[1]

اس بحث کے اخیر میں مفتی محمد رفیع عثمانی نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم اب مسافت قصر کو تبدیل کریں تو لوگ کہیں گے کہ ہماری پچھلی پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس آخری دلیل کی بناء پر انھوں نے ۴۸ انگریزی میل ہی کو قائم رکھا۔

---

[1] ۔ حسن الفتاوی ج ۴ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی، طبع سوم، ۱۴۰۷ھ۔

مسافت کا تفصیلی خاکہ

شرعی مسافت جو موجب قصر ہے اس کے بارے میں فقہا متقدمین کے تین اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ انھیں اگر عہدِ حاضر کے مروج پیمانہ مسافت میں تبدیل کر دیا جائے تو اس کا تفصیلی خاکہ حسبِ ذیل ہو گا۔

نمبر شمار	مسافت قصر بحساب امیال شرعیہ	مسافت گزوں میں بحساب ۲۰۰۰ گز فی شرعی میل	مسافت بحساب انگریزی میل گز ۔ فرلانگ ۔ میل	مسافت بحساب کلومیٹر
۱	۴۵ میل	۹۰ر۰۰۰	۲۰ ۔ ۱ ۔ ۵۱	۸۲۶۲۶۸
۲	۵۴ میل یہ مفتی بہ قول ہے	۱۰۸ر۰۰۰	۲۰ ۔ ۲ ۔ ۶۱	۹۸۶۷۲۴
۳	۶۳ میل	۱۲۶ر۰۰۰	۱۶۰ ۔ ۴ ۔ ۷۱	۱۱۵۶۱۸۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

قصر کی ابتداء اور انتہا

امام ابوحنیفہؒ[1]، امام مالکؒ[2]، امام شافعیؒ[3] اور امام احمدؒ[4] بن حنبل کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا قصد کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لیے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہو گا۔

مدتِ قصر

امام شافعیؒ[5]، امام مالکؒ[6] اور امام احمدؒ[7] کے نزدیک مدت قصر چار روز تک ہے اگر کوئی شخص چار روز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہو گی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدتِ قصر پندرہ دن تک ہے۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہو گی[8]۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ چار روز تک قصر پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اذا نوی اقامة اربعة ایام اتم وان نوی دونها قصر وهذا قول مالك والشافعی وابی ثور لان الثلاث حد القلة بدلیل قول النبی صلی الله علیه وسلم یقیم المهاجر بعد قضاء نسکه ثلاثا[9] ولما اخلی عمر رضی الله عنه اهل الذمة ضرب لمن قدم منهم تاجرا ثلاثا فدل علی ان الثلاث فی حکم السفر وما زاد فی حکم الاقامة[10]

جب کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر کرے۔ یہی امام شافعی، امام مالک اور ابو ثور کا قول ہے کیونکہ تین قلت کی حد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجرین ارکان حج ادا کرنے کے بعد تین دن مکہ میں ٹھہریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں کو صرف تین دن قیام کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ تین دن حکم سفر ہے اور اس کے بعد حکم اقامت ہے۔

علامہ نوویؒ[11] اور علامہ ابن رشدؒ[12] نے بھی یہی دلیل بیان کی ہے

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[2] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱، ص ۱۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولی

[3] علامہ ابوالقاسم محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ۔ فتح العزیز شرح الوجیز مع شروح المہذب ج ۴، ص ۴۳۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[4] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولی - ۱۴۰۵ھ۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[6] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولی

[7] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۵ھ

[8] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[9] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[10] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ

[11] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[12] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولی۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں قصر کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ گفتگو قصر اور عدم قصر میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو مکہ میں تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مہاجرین کے شرف ہجرت میں کمی نہ آجائے اگر یہ قصر کا معاملہ ہوتا تو یوں فرماتے اگر تم تین دن سے زیادہ مکہ ٹھہرے تو تم کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ اسیطرح حضرت عمر نے ذمیوں کو تین دن سے زیادہ حرم مدینہ میں قیام کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مدینہ میں ان کا زیادہ قیام شرف مدینہ کی حرمت کے منافی ہے ورنہ ذمیوں کے حق میں قصر یا عدم قصر کا تصور ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح حدیث سے دس دن تک سفر میں قصر ثابت ہے اور دس دن تک اقامت ثابت نہیں ہے۔

عن انس یقول خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینۃ قلت اقمتم بمکۃ شیئا قال اقمنا بھا عشرا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے آپ دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آگئے۔ ابن اسحاق نے پوچھا تم نے مکہ میں کتنی مدت قیام کیا؟ کہا دس دن۔

یہ حدیث صراحۃً ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے اور امام ابو حنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے۔

امام ابو حنیفہ کے دلائل

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأیت ان سافر ثلثۃ ایام فصاعدًا فقدم المصر الذی خرج الیہ ایتم الصلوٰۃ قال ان کان یرید ان یقیم فیہ خمسۃ عشر یوما اتم الصلوٰۃ وان کان لا یدری متی یخرج قصر الصلوٰۃ قلت ولم وقت خمسۃ عشر یوما؟ قال للاثر الذی جاء عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ [2]

میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اس شہر میں پہنچ جائے جس کے لیے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتا نہ ہو وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے۔ میں نے پوچھا: آپ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کیے ہیں فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے۔

عن مجاھد یقول کان ابن عمر اذا قدم مکۃ فاراد ان یقیم خمس عشرۃ لیلۃ سرح ظھرہ فاتم الصلوٰۃ۔ [3]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : اذا کنت مسافرا فوطنت نفسك علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما فاتم الصلوٰۃ۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن کے لیے وطن بنالو تو نماز پوری پڑھنا۔

عن مجاھد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامۃ خمس عشرۃ سرح ظھرہ و صلی اربعا۔ [2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب پندرہ دن قیام کی نیت کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔

احناف نے آثارِ صحابہ کی روشنی میں پندرہ دن حد قصر بیان کی ہے اس پر ان احادیث سے معارضہ کیا جاتا ہے

عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع عشرۃ بمکۃ یقصر فنحن اذا سافرنا تسعۃ عشر قصرنا وان زدنا اتممنا۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اُنیس دن قیام فرمایا اور قصر نماز پڑھتے رہے لہٰذا جب ہم انیس دن قیام کریں تو قصر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ دن قیام کریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام سبع عشرۃ بمکۃ یقصر الصلوٰۃ قال ابن عباس و من اقام سبع عشرۃ قصر ومن اقام اکثر اتم۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سترہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں جو شخص سترہ روز قیام کرے وہ نماز قصر کرے اور جو اس سے زیادہ قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔

عن ابن عباس قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ عام الفتح خمس عشرۃ یقصر الصلوٰۃ۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال مکہ میں پندرہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔

ان احادیث کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتح مکہ کے موقع پر قیام کی تین احادیث مروی ہیں اور تینوں متعارض اور مضطرب ہیں اور مضطرب روایات لائق استدلال ہوتی ہیں نہ قابلِ معارضہ، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ کتاب الآثار ص ۳۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[3] امام ابو عبداللہ بن محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۳ مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[5] " " " " " " " "

ہمیں تب مضر ہوتیں جب ان میں یہ تصریح ہوتی کہ آپ نے پندرہ، سترہ یا انیس دن قیام کی نیت کی تھی اور پھر آپ قصر کرتے رہے۔ کیونکہ اگر پندرہ دن قیام کی نیت نہ ہو پھر قیام خواہ پندرہ سے زائد ہو جائے پھر بھی قصر پڑھی جاتی ہے۔

روایات میں تطبیق صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مکہ میں دس دن قیام کیا اور ایک روایت میں ہے کہ انیس دن قیام کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں سترہ اور ایک میں پندرہ دن قیام کا ذکر ہے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت انس کی جس روایت میں انتیس دن کا ذکر ہے اس میں یوم دخول اور یوم خروج کو شامل کر لیا جاتا ہے اور پندرہ دن والی روایت کے بارے میں علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ وہ ابن اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وجوب قصر میں مذاہب امام شافعی کے نزدیک سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن قصر کرنا افضل ہے[1]۔ امام مالک[2] اور امام احمد[3] کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ ہے[4]۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات ائمہ ثلاثہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔

و اذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ۔ (نساء: ۱۰۱)

جب تم زمین پر سفر کرو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب نہیں مباح ہے، احناف اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر قصر کرنا مباح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "اگر تم قصر نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے"، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن الزھری قال عروۃ سالت عائشۃ فقلت لھا ارأیت قول اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا

زہری بیان کرتے ہیں کہ عروہ نے بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے وہ اگر صفا اور مروہ میں سعی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے"، اس اعتبار سے اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تم نے غلط سمجھا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع النشر ح ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] قاضی ابوالولید احمد بن رشد قرطبی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ
[4] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یطوف بھما۔ [1]

اگر ایسا ہی ہوتا جس طرح تم نے سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر لوگ صفا اور مروہ میں طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور بر سبیل تنزل اگر اس میں اباحت ہے تو وہ قصر فی الاوصاف کی طرف راجع ہے کیونکہ جنگ کے خوف کے وقت قیام اور قعود کے وقت اشاروں سے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر فی السفر و یتم و یفطر و یصوم رواہ الدارقطنی و البیھقی و غیرھما۔ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے روزہ رکھتے بھی تھے اور افطار بھی کرتے تھے (یعنی نہیں رکھتے تھے)

اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن الترکمانی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی عمر بن ذر المرہبی ہے۔ علامہ ابن جوزی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مرجئی اور ضعیف تھا۔ ایک اور سند سے یہ حدیث علاء بن زہیر عن عبد الرحمن عن عائشہ مروی ہے۔ علاء کے بارے میں ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ غیر ثابت احادیث ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا نیز ابن الترکمانی فرماتے ہیں یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے [3]۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو عن عطاء عن عائشہ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ عطاء سے اس حدیث کی روایت میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نے اس کو عطاء سے روایت نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ ضعیف راوی ہے اس کی ہر روایت منکر ہے [4]۔

علامہ ابن قیم جوزی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وکان یقصر الرباعیۃ فیصلیھا رکعتین من حین یخرج مسافرا الی ان یرجع الی المدینۃ ولم یثبت عنہ انہ اتم الرباعیۃ فی سفرہ البتۃ واما حدیث عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقصر فی السفر ویتم ویفطر ویصوم فلا یصح وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیہ یقول ھو کذب علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انتھی [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہمیشہ چار رکعات والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، جب تک واپس مدینہ تشریف نہ لے آتے اور آپ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں کبھی پوری نماز پڑھی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے اور ترک بھی کرتے تھے وہ حدیث صحیح نہیں ہے میں نے شیخ ابن تیمیہ سے سنا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے۔

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۴۰۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] ۔ علامہ علاء الدین ابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ۔ الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۳ ص ۱۴۱ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

[4] ۔ شیخ ابو محمد علی بن حزم متوفی ۴۵۶ھ۔ المحلی ج ۴ ص ۲۶۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

[5] ۔ علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ۔ زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

علامہ شیرازی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے :

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ رمضان فافطر وصمت وقصر واتممت فقلت یا رسول اللہ افطرت وصمت وقصرت واتممت فقال واحسنت یا عائشۃ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کرنے گئی۔ آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر نماز پڑھی اور میں نے پوری پڑھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے رکھا اور آپ نے نماز قصر کی اور میں نے نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے اچھا کیا۔

اس حدیث کی سند میں علاء بن زہیر ہے اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے غیر ثابت روایات ذکر کرتا ہے۔ اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ نیز عبدالرحمان کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سماع بھی مختلف فیہ ہے علاوہ ازیں اس حدیث میں معنوی خرابی یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے رمضان میں عمرہ کیا حالانکہ آپ نے چار عمرے کیے اور ان میں سے کوئی بھی رمضان میں نہیں کیا سب ذوالقعدہ میں کیے اور پانچواں عمرہ حج کے ساتھ کیا تھا اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور ادا ذوالحجہ میں کیا [2] علاوہ ازیں یہ احادیث جو ضعیف اسانید کے ساتھ مروی ہیں صحاح کی ان احادیث کے معارض ہیں۔

عن ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذلک [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رہا ہوں۔ ان حضرات نے سفر میں کبھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔

صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر میں قصر کر کے پڑھا کرتے تھے لہٰذا اس کے مقابلہ میں دارقطنی اور بیہقی کی ضعیف السند روایات سے سفر میں پوری نماز پڑھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

عن عائشۃ ان الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتین ثم اتمها فی الحضر فاقرت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداءً نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر میں نماز پوری (چار رکعات)

---

[1] شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۳۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۱۸/۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

السفر علی الفریضۃ الاولیٰ۔[1]

کی گئی اور سفر میں پہلی فرضیت (یعنی دو رکعت) پر باقی رکھی گئی۔

صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک سفر میں دو رکعت نماز فرض تھی لہٰذا اس کے مقابلہ میں دار قطنی کی (جس کو مہذب میں ذکر کیا گیا ہے) ضعیف اور منکر روایت سے حضرت عائشہ کا پوری نماز پڑھنے کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ سفر میں دو رکعات فرض ہیں اگر چار رکعات فرض ہوتیں تو بعد میں دو رکعت کی قضا کی جاتی جیسے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے مگر بعد میں روزہ کی قضا لازم ہے۔ اس وجہ سے احناف نے سفر میں قصر کو واجب قرار دیا ہے اس کی تائید شیخ ابن حزم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

عن صفوان بن محرز قلت لابن عمر حدثنی عن صلوٰۃ السفر قال اتخشی ان تکذب علی قلت لا قال رکعتان من خالف السنۃ کفر۔[2]

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سفر کی نماز کے بارے میں سوال کیا انہوں نے فرمایا کیا تم کو مجھ پر غلط بیانی کا خدشہ ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا دو رکعات اور جس نے آپ کی سنت کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا۔

منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ

ائمہ ثلاثہ اس بات سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس باب کی بعض احادیث میں وارد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے اکثر مخدوش ہیں (ان کی تفصیل عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۱۹ میں ہے) اس لیے ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں شادی کر لی تھی اور جو شخص جس جگہ شادی کر لے وہ بھی اس کا وطن ہو جاتا ہے اور وہاں اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے، ملاحظہ کیجئے:

عن عبدالرحمٰن بن ابی ذباب عن ابیہ ان عثمان بن عفان صلی بمنی اربع رکعات فانکرہ الناس علیہ فقال یا ایھا الناس انی تاھلت بمکۃ منذ قدمت وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تاھل ببلد فلیصل صلاۃ المقیم۔[3]

ابو ذباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعات پڑھیں لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے مکہ میں آ کر شادی کر لی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس شخص نے کسی شہر میں شادی کی وہاں پوری نماز پڑھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم ہے اور یہ ضعیف ہے۔ علامہ ابن قیم اس کے جواب میں

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] ۔ شیخ علی بن محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ۔ المحلی ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

لکھتے ہیں:

قال ابو البرکات ابن تیمیہ ویمکن المطالبۃ بسبب الضعف فان البخاری ذکرہ فی تاریخہ ولم یطعن فیہ وعادتہ ذکر الجرح و المجروحین وقد نص احمد و ابن عباس قبلہ ان المسافر اذا تزوج لزمہ الاتمام و ھذا قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و اصحابھما وھذا احسن ما اعتذر بہ عن عثمان[1]

ابو البرکات ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وجہ ضعف بیان کیے بغیر ضعف کا اعتبار نہیں کیونکہ امام بخاری نے عکرمہ بن ابراہیم کا اپنی تاریخ میں خلاف عادت بغیر کسی طعن کے ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام احمد اور حضرت ابن عباس نے تصریح کی ہے کہ مسافر جب کسی جگہ شادی کرلے تو اس جگہ اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور یہ حضرت عثمان کی طرف سے بہترین جواب ہے۔

امام بیہقی کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابی ذباب اور حضرت عثمان کے درمیان ایک راوی چھوٹا ہوا ہے اس لیے یہ حدیث منقطع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کا انقطاع حکماً اتصال ہے۔ اس لیے اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

دیگر دلائل کا جواب

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی منیٰ میں پوری نماز پڑھتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے منیٰ میں اقامت کی نیت کرلی تھی۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مسافر مقیم کی اقتدا کرتا ہے تو پوری نماز پڑھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کی وجہ سفر نہیں ہے بلکہ مقیم کی اقتدا ہے اور دو رکعت زائد نفل ہیں لیکن نفل شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔

وطن کی اقسام اور احکام

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وطن کی تین اقسام ہیں۔ وطن اصلی جس کو وطن قرار بھی کہتے ہیں، وطن مستعار اور وطن سکنی۔ وطن اصلی وہ شہر ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا یا جس شہر میں اس نے شادی کی۔ وطن مستعار وہ شہر ہے جہاں وہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن سکنی وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے مثلاً اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں رہائش اختیار کرلے، اور وطن مستعار، وطن اصلی اور وطن مستعار دونوں سے باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً وطن مستعار سے سفر کر کے وطن اصلی چلا جائے یا کسی اور جگہ پندرہ دن قیام کے لیے چلا جائے پھر سابق وطن مستعار میں پندرہ دن سے کم رہائش کے لیے ٹھہرے تو قصر کرے گا۔ وطن اصلی اور وطن مستعار میں نماز پوری پڑھے گا۔ اور وطن سکنی میں قصر کرے گا۔[2]

سفر معصیت کے احکام

احناف کے نزدیک نماز قصر کرنے کی رخصت ہر سفر کو شامل ہے خواہ سفر مباح ہو، مستحب ہو، واجب ہو یا سفر معصیت ہو کیونکہ جن دلائل میں قصر کی رخصت ثابت ہے ان میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے سفر کر رہا ہے تو نفس سفر تو معصیت نہیں ہے[3]

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ ۔ زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[3] ۔ علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ ۔ فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام مالکؒ[1]، امام شافعیؒ[2] اور امام احمدؒ[3] بن حنبل کے نزدیک رخصت قصر سفر معصیت کو شامل نہیں ہے۔

سنن کا حکم ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سفر میں سنن مؤکدہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے[4]۔ اور احناف کے نزدیک روانگی اور سفر کی حالت میں نہ پڑھے اور رخصت پر عمل کرے البتہ صبح کی سنتیں پڑھ لے کیونکہ وہ واجب کے قریب ہیں اور جب حالتِ قیام میں ہو جیسے چند روز کے لیے کسی جگہ ٹھہرے تو سنن مؤکدات پڑھ لے[5]۔

کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن کی سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعے چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوئی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ پوری نماز پڑھے گا۔ بنا بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہوئی تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعے یہ سفر دو تین گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیا (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کر لے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا کیوں کہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار سے یا پاپیادہ تین دن چلنا اور یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن پیدل مسافت کی علت مشقت ہے۔"[6]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ساڑھے تین گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو وہ شرعاً مسافر نہیں ہوگا اور اس پر قصر لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوئی نہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں۔

---

[1] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ھ ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ ۔ شرح المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ " " " " المغنی ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[5] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۷۳۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[6] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۴، ۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، آرام دہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور انیس بیس گھنٹے میں ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے۔ الغرض ہوائی جہاز کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعے شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ کہ مشقت پر بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ یومن باللہ والیوم الاٰخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پاپیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھاتے پیتے، عبادت اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت تین دن اور تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر شرعی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسیر الابل ومشی الاقدام لانہ الوسط لان ابطأ السیر سیر العجلۃ واسرع السیر سیر الفرس والبرید فکان اوسط انواع السیر سیر الابل ومشی الاقدام وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا ولان الاقل والاکثر یتجاذبان فیقتصر الامر علی الوسط وعلی ہذا یخرج ما روی عن ابی حنیفۃ فیمن سار فی الماء یوما وذلک فی البر ثلاثۃ ایام انہ یقصر الصلوٰۃ لانہ لا عبرۃ للاسراع وکذا لو سار فی البر الی موضع فی یوم او یومین وانہ لسیر الابل والمشی المعتاد ثلاثۃ ایام یقصر

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پاپیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے کی اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے نہ کم سے کم اور نہ زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیوں کہ

[1] علامہ ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

اعتبار السیر المعتاد وعلی هذا اذا سافر فی الجبال والعقبات انه یعتبر مسیرة ثلاثة ایام فیها لا فی السهل فالحاصل ان التقدیر بمسیرة ثلاثة ایام او بالمراحل فی السهل والجبل والبر والبحر [1]

اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن کا اعتبار ہوگا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس سفر کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اسی مسافت کا اعتبار ہوگا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ہم یہاں بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی مفتی بہ ہے جو کہ چون میل شرعی ہے اور چون میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار کلومیٹر کے برابر ہیں اور مفتی بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے، بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت ڈاکیا ایک دن میں طے کر لے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کر لے تو اس پر قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جائے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کر لے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت کا۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافة تتغیر فیها الاحکام مسیرة ثلاثة ایام بسیر متوسط وهو سیر الابل ومشی الاقدام فی اقصر ایام السنة الی قوله وذکر فی العیون عن ابی حنیفة انه یعتبر مسیرة ثلاثة ایام فی البر وان

ہمارے فقہائے احناف کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر سفر کے احکام مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے

[1] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

اسرع فی السیر وسار فی یومین او اقل [1]

کرے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفی السراجیۃ الوھاجیۃ اذا کانت المسافۃ ثلاثۃ ایام بسیر المعتاد وسار الیھا علی البرید سیرا مسرعا او علی الفرس جدیا حثیثا فوصل فی یومین قصر [2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن کی ہے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر [3]

حتیٰ کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ جائے تو قصر کرے۔

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ کذلک لو وصل الیہ فی زمن یسیر بکرامۃ لکن استبعدہ فی الفتح بانتفاء مظنۃ المشقۃ وھی العلۃ فی القصر۔ [4]

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعے بہت کم وقت طے کرلے تب بھی قصر کرے گا اور یہ ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بریدہ فقطع ما یقطع بالسیر الوسط فی ثلاثۃ ایام فی اقل منھا قصر وکما اذا سار فیھا سیرا خارقا للعادۃ وصرح فی التبیین انہ یکفی فی تقدیر المسافۃ بالمدۃ المذکورۃ بغلبۃ ولا یشترط الیقین۔ [5]

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کرلے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے۔ تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کریگا اور تبیین الحقائق میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۰۹، ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع علمیہ، قاہرہ مصر ۱۳۱۱ھ۔

[3] علامہ محمد علاؤ الدین متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد، ج ۱ ص ۷۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ،

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۷۳۵ " " "

[5] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۰۳، مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ

ولو کانت المسافۃ ثلاثا بالسیر المعتاد فسار الیھا بالفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر کذا فی الجوھرۃ النیرۃ ۔[1]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن ہو اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں اس جگہ پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔ جوھرۃ النیرۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

مذکورۃ الصدر حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ علامہ حداد متوفی ۸۰۰ھ علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کرلے تو وہ قصر کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس مسافت کو ایک منٹ میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کرے گا اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرلے تو اس صورت میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: یمسح المقیم کمال یوم ولیلۃ والمسافر ثلاثۃ ایام و لیالیھا ۔ ۔ ۔ ۔[2] اس حدیث میں تین دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا ماخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے۔ ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

ان قولہ المسافر یقتضی ان السفر ھو العلۃ للقصر فکلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثۃ ایام ولیالیھن لقولہ تعالیٰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ[3]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہوگا تین دن کی رخصت متحقق ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ چونکہ صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوئی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے

---

[1] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۰ھ۔

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ البنایہ ج ۱ ص ۹۵۷ ۔ مطبوعہ مطبع عالی لکھنو منشی نولکشور۔

کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا مثلاً خمر (انگور کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حرمت خمر کی علت اس کا (نشہ آور) ہونا ہے۔ اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ اس خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگادی جائے گی۔ بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی۔ بعض اوقات سبب کو مسبب کے قائم مقام تصور کر لیا جاتا ہے۔ خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول مؤثر رہے گا کیوں کہ شرعی قواعد بالعموم کلی نہیں اکثری ہوتے ہیں مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضو کے چار فرائض ہیں لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اس کے حق میں وضو کے تین فرض ہیں۔ مثلاً قاعدہ ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے، چار نمازیں فرض ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب تمام مسلمان مالدار ہو جائیں گے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ بنابریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے پھر بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو بہرحال اول تو علامہ ابن ہمام کا قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ قصر کی علت سفر ہے۔ اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کریں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ:

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلے کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ

....

ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے:

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امرأۃ الا ومعہا ذو محرم[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دار قطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

بَابُ الصَّلٰوۃِ فِی الرِّحَالِ فِی الْمَطَرِ

بارش میں قیام گاہوں کے اندر نماز پڑھنے کا جواز

۱۴۹۷۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَأْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَذَّنَ بِالصَّلٰوۃِ فِی لَیْلَۃٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ فَقَالَ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃٌ بَارِدَۃٌ ذَاتُ مَطَرٍ یَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک سرد رات کو جب ہوا چل رہی تھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دے کر فرمایا "سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو"۔ پھر کہا جب رات کو سردی اور بارش ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے۔ سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔!

۱۴۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ نَادٰی بِالصَّلٰوۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِیْحٍ وَمَطَرٍ فَقَالَ فِیْ اٰخِرِ نِدَائِہٖ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃٌ بَارِدَۃٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِی السَّفَرِ اَنْ یَّقُوْلَ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ۔

نافع بیان کرتے ہیں ایک رات سردی اور آندھی تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دی اور آخر میں کہا سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ پھر کہا جب سفر میں رات کو سردی یا بارش ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔

۱۴۹۹۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شبخان میں اذان دے کر فرمایا: اپنی اپنی قیام گاہوں

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

اَنَّهٗ نَادٰی بِالصَّلٰوةِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهٖ وَ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِكُمْ وَلَمْ يُعِدْ ثَانِيَةً اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ۔

ہیں نماز پڑھ لو۔

۱۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ لِيُصَلِّ مَنْ شَآءَ مِنْكُمْ فِیْ رَحْلِهٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا تم میں سے جس کا دل چاہے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔

۱۵۰۱۔ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِیُّ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ صَاحِبِ الزِّيَادِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ لِمُؤَذِّنِهٖ فِیْ يَوْمٍ مَطِيْرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَلَا تَقُلْ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ قُلْ صَلُّوْا فِیْ بُيُوْتِكُمْ قَالَ فَكَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْكَرُوْا ذٰلِكَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ ذَا قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَاِنِّیْ كَرِهْتُ اَنْ اُحْرِجَكُمْ فَتَمْشُوْا فِی الطِّيْنِ وَالدَّحَضِ۔

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ بارش والے دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے مؤذن سے فرمایا جب تم اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ کہہ چکو تو حی علی الصلوٰۃ کی جگہ صلوا فی بیوتکم (اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) کہنا۔ لوگوں کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا تم اس پر تعجب کرتے ہو! یہ کلمات انھوں نے کہے ہیں جو مجھ سے بہتر تھے ہر چند کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چل کر جاؤ۔

۱۵۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِی ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِیْ يَوْمٍ رَدْغٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰی حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ قَدْ فَعَلَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ يَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بِنَحْوِهٖ۔

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ اور پانی والے دن میں تقریر کی اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ابن علیہ کی روایت میں ہے اور یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مجھ سے بہتر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے۔

۱۵۰۳۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِیُّ هُوَ الزَّهْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِی ابْنَ زَيْدٍ قَالَ نَا اَيُّوْبُ وَعَاصِمٌ الْاَحْوَلُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے جمعہ کے دن جب بارش ہو رہی تھی اذان دی اور حضرت ابن عباس نے کہا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پانی میں چلو

۱۵۰۴ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ فَقَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ وَكَرِهْتُ أَنْ تَمْشُوا فِي الدَّحْضِ وَالزَّلَلِ .

عبداللہ بن عباس سے کچھ لفظی تغیر کے ساتھ حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۵۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَمَرَ مُؤَذِّنَهُ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَذَكَرَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں، حضرت ابن عباس نے جمعہ کے دن بارش میں اپنے مؤذن کو حکم دیا باقی حدیث حسب سابق ہے۔

۱۵۰۶ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ وُهَيْبٌ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ أَمَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُؤَذِّنَهُ فِي يَوْمٍ جُمُعَةٍ وَفِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ .

رحل کا معنی اس باب کی احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے وقت اذان کے بعد مؤذن کو حکم دیا: "الا صلوا فی الرحال" (سنو! نماز گھروں میں پڑھو) کہے اس لیے ہم رحل کے معنی کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔ علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

الرحل مركب للبعير و الناقة وجمعه ارحل و رحال والرحل فی غير هذا منزل الرجل و مسكنه وبيته و فی الحديث اذا بتلت النعال فالصلوٰة فی الرحال و قال ابن الاثير فالصلوٰة فی الرحال يعنی الدور والمساكن

رَحْل : اونٹ اور اونٹنی کے پالان کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَرْحُل اور رحال آتی ہے۔ انسان کی قیام گاہ اور گھر کو بھی رحل کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جب تمہاری جوتیاں بھیگ جائیں تو رحال میں نماز پڑھو۔! ابن اثیر نے کہا اس حدیث میں رحال گھر، مسکن اور قیام گاہ

والمنازل [1]

کے معنی میں ہے۔

جماعت اور جمعہ سے رخصت

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور شدید بارش کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرنا بھی جائز ہے، علامہ بدر الدین عینی حنفی [2] اور علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی [3] نے کہا ہے کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور عام حالات میں جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ علامہ دشتانی مالکی کہتے ہیں کہ شدید بارش کی بناء پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور امام مالک کے دو قول ہیں ایک جواز اور دوسرے میں عدم جواز کا قول ہے [4]۔

الا صلوا فی الرحال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے وقت الا صلوا فی الرحال کے کلمات حی علی الصلوٰۃ کی جگہ پڑھنے چاہئیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے پتا چلتا ہے کہ اذان کے بعد پڑھنے چاہئیں۔ علامہ عینی [5] حنفی اور علامہ نووی شافعی [6] کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ اذان کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔ علامہ دشتانی مالکی [7] کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

اذان کے درمیان کلام کا حکم

علامہ دشتانی مالکی کہتے ہیں کہ ان احادیث کے پیش نظر امام احمد بن حنبل نے اثنائے اذان میں کلام کو (بلا کراہت) جائز قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا مکروہ [8] ہے۔ علامہ نووی شافعی نے اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات کو پے بہ پے کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اذان کے درمیان مؤذن تھوڑی دیر خاموش رہا تو اذان باطل نہیں ہوگی اور وہ خاموشی کے وقفہ کے بعد باقی اذان کہے گا اگر اذان کے درمیان مؤذن نے کلام کیا تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے اگر اذان کے درمیان کوئی شخص اس کو سلام کرے یا اس کو چھینک آئے تو جواب نہ دے اور اگر جواب دیا تو ہر چند کہ یہ مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اگر اذان کے درمیان اس نے کسی نابینا شخص کو کنوئیں کے پاس گرنے کے قریب دیکھا یا دیکھا کہ سانپ، کسی غافل شخص کی طرف دوڑ رہا ہے تو اس پر ان کو خبردار کرنا واجب ہے اور بعد میں باقی اذان کہے گا اور جب کسی مصلحت کی وجہ سے اذان کے درمیان معمولی کلام کیا تو اذان باطل نہیں ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثنائے خطبہ میں کلام کیا ہے لہٰذا ضرورت کے وقت اذان میں کلام بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اگر اذان کے درمیان طویل کلام کیا یا طویل سکوت کیا یا سو گیا یا اس پر جنون یا بے ہوشی طاری ہو گئی تو اذان دہرانے

---

[1] علامہ ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۷۵-۲۷۴ ملخصاً مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[3] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[5] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[6] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[7] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[8] " " " " " "

یا نہ دہرانے کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ رافعی نے کہا جب وقفہ طویل ہو تو بہر حال اذان دہرانا افضل ہے امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایا جو چیزیں اذان میں مکروہ ہیں اقامت میں بھی مکروہ ہیں اور طویل وقفہ میں اذان کا دہرانا افضل ہے واجب نہیں ہے۔ [1]

باب ۲۳۶ جَوَازِ صَلٰوۃِ النَّافِلَۃِ عَلَی الدَّابَّۃِ فِی السَّفَرِ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا جواز

۱۵۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ سُبْحَتَہٗ حَیْثُ مَا تَوَجَّھَتْ بِہٖ نَا قَتُہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

۱۵۰۸۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ بِہٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

۱۵۰۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ قَالَ نَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ اَبِیْ سُلَیْمَانَ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَھُوَ مُقْبِلٌ مِنْ مَکَّۃَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ کَانَ وَجْھُہٗ قَالَ وَفِیْہِ نَزَلَتْ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر نماز پڑھی خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔ درآں حالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "تم جس طرف منہ کرو گے اللہ ہی کی ذات ہے"۔

۱۵۱۰۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَکِ وَابْنُ اَبِیْ زَائِدَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ کُلُّھُمْ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مُبَارَکٍ وَابْنِ اَبِیْ زَائِدَۃَ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عُمَرَ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ وَقَالَ فِیْ ھٰذَا نَزَلَتْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۱۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب، مع الشروح ج ۳، ص ۱۱۵۔ ۱۱۳ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت

مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُوَجِّهٌ إِلَى خَيْبَرَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے دراں حالیکہ آپ کا منہ خیبر کی طرف تھا۔

۱۵۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ لَهُ خَشِيتُ الْفَجْرَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ۔

سعید بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ پر جا رہا تھا جب فجر طلوع ہونے کا خدشہ ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے اور پھر ان سے جا ملا۔ حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: کہاں گئے تھے؟ میں نے کہا طلوع فجر کے خوف سے وتر پڑھے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ نہیں ہے؟! میں نے کہا بخدا کیوں نہیں؟ تب حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پہ نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۵۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے

۱۵۱۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو۔ اسی سواری پر وتر پڑھتے تھے مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

۱۵۱۶۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ قَالَ لَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات کو اپنی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

۱۵۱۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ تَلَقَّيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ قَدِمَ الشَّامَ فَتَلَقَّيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ ذَاكَ الْجَانِبَ وَأَوْمَى هَمَّامٌ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ لَهُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ قَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ۔

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب شام سے آئے تو عین التمر کے مقام پر ہم نے ان سے ملاقات کی، میں نے دیکھا کہ وہ دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے اور اس کا منہ اس جانب تھا، (ہمام کہتے ہیں کہ اس کا منہ قبلہ کی بائیں جانب تھا) میں نے ان سے کہا کہ آپ قبلہ کو چھوڑ کے دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہ کرتا۔

سواری پر نوافل کے جواز میں مذاہب

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی وجہ سے سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں البتہ فرائض بغیر عذر صحیح کے سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہیں [1]۔ علامہ شتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سفر شرعی میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو البتہ ابتداء میں سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو مستحسن ہے [2] اور امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارءیت المسافر اذا ارادان یصلی تطوعا وھوعلی دابتہ یسیر کیف یصنع؟ قال: یصلی علی دابتہ حیث توجھت بہ تطوعا یومی ایماء ویجعل السجود اخفض من الرکوع قلت فعلی ای الدواب کان اجزاہ قال نعم۔

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا مجھے بتلائیے کہ جب اثناء سفر میں مسافر چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ پڑھ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نفل پڑھے اور سجدہ میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔ میں نے پوچھا خواہ کسی قسم کی سواری ہو وہ نفل پڑھ سکتا ہے؟ فرمایا ہاں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر قسم کی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

بحری جہاز پر نماز

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بحری جہاز میں فرض نماز باوجود قیام پر قدرت کے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اگر بعد میں جہاز قبلہ سے رخ بدلے تو وہ بھی اپنا رخ بدل لے۔ بحری جہاز پر نماز کے جواز میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

عن یونس عن ابن سیرین قال خرجت مع انس الی بنی سیرین فی سفینۃ عظیمۃ قال فامنا فصلی بنا فیھا جلوسا رکعتین ثم صلی بنا رکعتین اخراوین [1]

یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز پر بنو سیرین کیطرف گیا، حضرت انس نے بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد دو رکعت اور نماز پڑھائی۔

عن عبداللہ بن ابی عتبۃ قال کنت مع جابر بن عبداللہ و ابی سعید الخدری و ابی الدرداء واراہ ذکر ابا ھریرۃ فی سفینۃ فامنا الذی امنا قائما ولو شئنا ان نخرج لخرجنا [2]

عبداللہ بن ابی عتبہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ ابو سعید خدری، اور ابو درداء کے ساتھ کشتی میں تھا جس نے ہم کو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی درآں حالیکہ اگر ہم کشتی سے نکل کر جانا چاہتے تو جا سکتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ راوی نے ان میں ابو ہریرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

عن قتادۃ قال صل فی السفینۃ ولا تشق علی اصحابک [3]

قتادہ کہتے ہیں کہ کشتی میں نماز پڑھو اور اپنے ساتھیوں پر نماز دشوار نہ کرو۔ (یعنی بیٹھ کر پڑھو)۔

عن عطاء قال یصلون فی السفینۃ قیاما الا ان یخافوا ان یغرقوا فیصلون جلوسا یتبعون القبلۃ حیث مارالت [4]

عطاؒ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے سوائے اسکے کہ انھیں غرق ہونے کا خوف ہو، پھر بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جیسے کشتی قبلہ سے ہٹتی وہ بھی ہٹتے رہتے۔

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارایت مسافرا صلی الفریضۃ فی السفینۃ وھو یستطیع الخروج منھا قال احب الی ان یخرج منھا قلت فان لم یفعل؟ قال یجزیہ قلت فان کانوا جماعۃ

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے بتائیے ایک مسافر کشتی میں فرض نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ کشتی سے نکل کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے کہا میرے نزدیک مستحب یہ ہے۔

---

[1] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ھ

[3] 〃 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۵۸۱ 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۵۸۱ 〃 〃

فصلوا فيها جماعة؟ قال يجزيهم۔ قلت فان صلوا فيها قعودا وهم لا يستطيعون القيام ويستطيعون الخروج من السفينة؟ قال يجزيهم قلت وكذلك لو كان امام وخلفه قوم قعود ويصلي بهم؟ قال: نعم

کہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھے۔ میں نے پوچھا اگر وہ ایسا نہ کرے؟ فرمایا اسکی نماز ہو جائے گی میں نے پوچھا: اگر کشتی میں لوگ جماعت سے نماز پڑھیں؟ فرمایا ان کی جماعت ہو جائے گی۔ میں نے پوچھا اگر وہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھیں جبکہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں جبکہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہوں؟ فرمایا انکی نماز ہو جائے گی میں نے پوچھا اگر اسی طرح جماعت کے سامنے بیٹھ کر نماز پڑھیں فرمایا: ہاں۔

وهذا قول ابي حنيفة وقال ابو يوسف ومحمد: لا يجزيهم اذا كانوا يستطيعون القيام ان يصلوا قعودا قلت ارأيت الرجل اذا صلى بالقوم في سفينة وهي تدور في الماء قال عليهم ان يتوجهوا الى القبلة كلما دارت السفينة بهم۔[1]

یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے، اور امام ابو یوسف اور (امام) محمد کہتے ہیں جب وہ قیام کی طاقت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو ان کی نماز جائز نہیں ہے۔ میں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ ایک شخص کشتی میں جماعت کرا رہا ہے اور کشتی پانی میں گھوم رہی ہے آپ نے فرمایا ان پر قبلہ کی طرف متوجہ رہنا لازم ہے کشتی کے ساتھ ساتھ وہ بھی گھومتے رہیں۔

امام ابو حنیفہ نے کشتی میں نماز کے بارے میں جتنے احکام بیان کیے ہیں ان سب کا ثبوت ان آثار صحابہ میں موجود ہے جن کا ذکر ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے کیا ہے صرف ایک بات وضاحت طلب رہ جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہ قیام پر قدرت کے باوجود کشتی میں بیٹھ کر نماز کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد ایسی صورت میں قیام کو لازم قرار دیتے ہیں ہر چند کہ آثار صحابہ میں امام ابو حنیفہ کی تائید موجود ہے لیکن ہم امام ابو حنیفہ کے مؤقف کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ظاہر قیاس پر مبنی ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول استحسان پر مبنی ہے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ جو شخص کشتی میں کھڑا ہوتا ہے عام طور پر اس کے سر میں چکر آتا ہے اور حکم عام احوال کے مطابق لاگو کیا جاتا ہے شاذ اور نادر احوال پر حکم نہیں لگایا جاتا، جیسا کہ لیٹے ہوئے شخص کی نیند کو وضو توٹنے کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح کنواری لڑکی کے سکوت کو حیاء کے باعث رضا قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے اگرچہ بعض جزئیات اس کے خلاف بھی ہوتی ہیں۔

ریل میں نماز ائمہ اربعہ اور فقہاء متقدمین کے زمانہ میں ریل گاڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ بعد کی ایجاد ہے اس لیے ہمیں ریل گاڑی میں نماز کے مسئلہ کو سابقہ نظائر میں تلاش کرنا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوپایہ (اونٹنی یا کوئی اور سواری) پر فرض نہیں پڑھتے تھے اور نفل

[1] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۰۷، ۲۰۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔

پڑھتے تھے [1]۔ اور فقہاء اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ چوپایہ پر نفل جائز ہیں اور فرض جائز نہیں اور کشتی پر فرض کے جواز میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کشتی پر فرض بالاجماع جائز ہے [2] اب دیکھنا یہ ہے کہ ریل کشتی کے حکم میں ہے یا چوپایہ کے۔ چوپایہ اور ریل میں ایک واضح اور بنیادی فرق یہ ہے کہ چوپایہ ذی روح اور ذی اختیار وارادہ ہے جبکہ ریل غیر ذی روح اور غیر ذی اختیار وارادہ ہے اس لحاظ سے ریل کشتی کے مشابہ ہے۔ اور بحری جہاز اور ریل میں یہ اُمور مشترک ہیں دونوں تیل اور سٹیم انجن سے چلتے ہیں۔ دونوں کا چلانے والا ڈرائیور ہے یعنی چوپایہ کی طرح ان کا از خود چلنا متصور نہیں ہے، فقہاء نے کشتی میں نماز کے جواز کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ کشتی میں کمرہ یا مکان کی طرح موضع قرار حاصل ہے اور چوپایہ میں موضع قرار حاصل نہیں ہے [3] اور کشتی کے چلنے سے کشتی میں سوار شخص کا عرفاً مکان اور جگہ تبدیل نہیں ہوتی۔ ریل میں بھی یہ دونوں وجہیں مشترک ہیں پھر ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ریل کو کشتی پر قیاس نہ کیا جائے اور ریل میں فرائض کے جواز کا حکم نہ عائد کیا جائے۔

ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ اس زمانہ میں ریل سفر کا ایک معتاد اور معروف ذریعہ ہے جس سے ہر طبقہ کے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور ریل کا سفر مسافروں کی منازل سفر کے اعتبار سے بعض اوقات چند گھنٹوں سے لیکر ایک یا دو دن سے زیادہ تک مسلسل جاری رہتا ہے اور اس سفر کے دوران کئی نمازوں کے اوقات آتے ہیں اس بات کو بھی سب جانتے ہیں کہ ہنگامی صورت حال کے علاوہ ریل کے اسٹیشن یعنی رُکنے کے مقامات اور اوقات معین ہوتے ہیں اور ایک ریل کے اوقاتِ کار کے ساتھ اس لائن پر چلنے والی متعدد ریلوں کی آمد ورفت کا نظام مربوط ہوتا ہے اور ان میں رد وبدل ہر شخص کے بس میں نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شخص ہر مقام پر اور ہر وقت حسب منشاء نماز یا کسی اور مقصد کے لیے ریل کو رکوا سکتا ہے۔ بلکہ ناگزیر اور غیر معمولی حالات کے علاوہ ایسا کرنا قانوناً جرم ہے اور اگر کوئی شخص اپنی دانست میں انتہائی تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کے لیے چلتی گاڑی سے اتر کر نماز پڑھنا چاہے تو اسے سوائے خودکشی کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ چلتی ہوئی ریل سے اتر کر نماز پڑھنے میں جان اور مال دونوں کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے بعض اوقات، ایکسپریس ٹرین مسلسل دو سوا دو گھنٹہ تک دوڑتی رہتی ہے اور شالیمار ایسی ٹرینیں چار سے پانچ گھنٹہ تک مسلسل دوڑتی رہتی ہیں اور اس دوران بعض نمازوں کا وقت آکر نکل جاتا ہے کیونکہ فجر اور مغرب کا وقت بالعموم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے اور ان کا وقت کسی موسم میں بھی ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور احناف کے مذہب پر عصر کا وقت بھی بالعموم ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے اور ان کو نماز سے روکنے والا "ارءیت الذی ینھیٰ عبدا اذا صلّٰی" (علق: ۱۰) بھلا اس شخص کو

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

ایضاً۔ ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کراچی ۱۴۰۰ھ۔

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

دیکھیے جو (اللہ کے) بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے" کی وعید میں داخل ہونے کے خطرہ میں ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ علماء کے لیے غور طلب ہے کہ ایسی صورت میں ریل کو کشتی پر قیاس کر کے فرض نماز کی اجازت دیں یا ریل کو چوپایہ پر قیاس کر کے ریل میں فرض نماز کو ناجائز اور پڑھنے کے بعد واجب الاعادہ قرار دیں یا جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کے پیش نظر فرض نماز کو جائز قرار دیں اور اعادہ لازم نہ کریں۔ ریل کو کشتی پر قیاس کر کے ہم گفتگو کر چکے اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔ اور عذر واضح ہے کیونکہ جس وقت ٹرین تقریباً ایک سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہو اور نماز کے پورے وقت میں نہ رکتی ہو ایسے وقت میں ٹرین سے نماز پڑھنے کے لیے اترنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بہت بڑا عذر ہے جبکہ اس سے بہت کم درجے کے عذر میں فقہاء نے چوپایہ پر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے اور اعادہ لازم نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ کو فقہاء نے اس حدیث شریف سے مستنبط کیا ہے:

عَنْ عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرۃ عن ابیہ عن جدہ انہم کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانتھوا الی مضیق فحضرت الصلوٰۃ فمطروا السماء من فوقھم والبلۃ من اسفل منھم فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی راحلتہ واقام فتقدم علی راحلتہ فصلی بھم یومی ایماء یجعل السجود اخفض من الرکوع وکان روی عن انس بن مالک انہ صلی فی ماء وطین علی دابتہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم وبہ یقول احمد واسحٰق [1]

یعلیٰ بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سفر میں گھر گئے نماز کا وقت آ گیا آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے سواریوں پر تھے۔ آپ نے سواری پر انھیں اشارہ سے نماز پڑھائی اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ (سواری) پر نماز پڑھی۔ اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحٰق کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ترمذی اور اثرم کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ امام احمد کے نزدیک کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز جائز ہے۔ مزید لکھتے ہیں: قاضی ابو یعلی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ دامغانی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اصحاب شافعی کیچڑ اور مرض کی وجہ سے چوپایہ پر نماز کی اجازت نہیں دیتے اور امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں [2]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز ہو سکتی ہے لہٰذا اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کریں تب بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ریل پر فرض نماز جائز ہو گی کیونکہ ہلاکت کا عذر بہرحال کیچڑ اور بیماری سے زیادہ قوی ہے۔ جن اعذار کی وجہ سے چوپایہ پر نماز جائز ہے امام محمد رحمہ اللہ ان

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی، ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۴۸۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

کا بیان کرتے ہیں:

قلت ارأیت ان صلی المکتوبۃ علی دابتہ؟ قال لا یجز بہ وعلیہ ان یعید قلت فان کان مریضا لا یستطیع النزول او کان یتخوف علی نفسہ من السباع وغیرھا قال یجزیہ [1]

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ اگر کوئی شخص چوپایہ پر فرض پڑھے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا جائز نہیں اور اس پر اعادہ لازم ہے۔ میں نے کہا اگر وہ بیمار ہو اور خود سے نہ اتر سکتا ہو یا زمین پر نماز پڑھنے کے سبب اس کو درندوں یا کسی اور سے جان کا خطرہ ہو۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

جب چوپایہ سے اترنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو تو چوپایہ پر فرض پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہیں۔ اور چلتی ریل سے اترنے کی صورت میں ہلاکت کا یقین ہے تو اس میں فرض نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی اور اعادہ لازم نہیں ہوگا۔

علامہ شمس الدین سرخسی اعذار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقد جوز لھم الصلوٰۃ علی الدابۃ عند تعذر النزول بسبب المطر فکذلک بسبب الخوف من سبع اوعدو ولان مواضع الضرورۃ مستثناۃ۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے سبب چوپایہ سے اترنے میں دشواری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز قرار دیے ہیں اسی طرح دشمن یا درندوں کے خوف کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز ہیں اور اس لیے بھی کہ ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

چلتی ہوئی ریل پر نماز پڑھنے کے جواز میں یہ عبارت بالکل ظاہر ہے کیونکہ چلتی ہوئی ریل سے اترنا بارش میں چوپایہ سے اترنے کی بہ نسبت زیادہ دشوار ہے۔

علامہ اوزجندی فرماتے ہیں:

ولا تجوز المکتوبۃ الا من عذر ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ علی نفسہ اوعلی دابتہ من سبع اولص او کان فی طین ودغۃ لا یجد علی الارض موضعا یابسا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل لا یمکنہ الرکوب الا بمعین او کان شیخا کبیرا لو نزل لا یمکنہ ان یرکب ولا یجد من یعینہ فتجوز الصلوٰۃ علی الدابۃ فی ھذہ

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہیں۔ اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اسے اپنی جان یا چوپایہ کی جان کا درندہ یا چور سے خطرہ ہو، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے یا چوپایہ سرکش ہو اس سے اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو اور مددگار میسر نہ ہو، ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو" اور سواری سے اترنے پر

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

الاحوال لقولہ تعالیٰ فان خفتم فرجالا او رکبانا ولا یلزمہ الاعادۃ اذا قدر بمنزلۃ المریض اذا صلی بالایماء علی الدابۃ وان کانت الدابۃ تسیر[1]

قادر ہونے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے۔ جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس حال میں چل رہا ہو۔

عالمگیری نے کچھ مزید عذر بیان کیے ہیں:

ولا تجوز الصلوٰۃ علی الدابۃ الا من عذر ومن الاعذار ان یخاف لو نزل علی الدابۃ علی نفسہ او علی شیٔ بہ او دابتہ لصا او سبعا او عدوا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل عنہا لا یمکنہ الرکوب الا بمعین او کان شیخا کبیرا لا یمکنہ ان یرکب ولا یجد من یرکبہ او کان فی طین وردغۃ لا یجد علی الارض مکانا یابسا یمکنہ ان یصلی فیہ ولا تلزمہ الاعادۃ اذا استطاع النزول کذا فی السراج الوہاج[2]

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز جائز نہیں ہے۔ اور اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اس کو اپنی جان، یا اپنے کپڑوں یا سواری کی جان کا چور، درندہ یا دشمن سے خطرہ ہو یا چوپایہ سرکش ہو اور اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو، یا بوڑھا ہو اور خود سے سوار نہ ہو سکتا ہو اور سوار کرانے والا نہ پائے، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ ہو، محیط میں اسی طرح ہے اور اترنے پر قادر ہونے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

قاضی خان اور عالمگیری کے علاوہ یہ اعذار علامہ کاسانی[3]، علامہ ابن ہمام[4]، علامہ بابرتی[5]، علامہ خوارزمی[6]، علامہ حلبی[7]، علامہ شامی[8] علامہ ابن نجیم[9]، علامہ حصکفی[10]، علامہ شرنبلالی[11]، علامہ طحطاوی[12]، علامہ شبلی[13]، علامہ ابن بزاز کردری[14] اور مولانا امجد علی[15] نے بھی بیان کیے ہیں۔

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ۔ فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع بولاق مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۱۰ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۱۰ھ۔

[3] ملک العلماء علاؤالدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ ایچ، ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ۔

[4] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[5] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[7] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۷۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۲۷۰-۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ۔

[8] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[9] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۶۴ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[10] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۵۶ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[11] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۴۴ علی ہامش الطحطاوی ص ۲۴۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۵۶ھ

[12] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۴۴ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۵۶ھ۔

[13] شیخ شبلی — حاشیہ الشبلی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[14] علامہ محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ — فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۷۰ مطبوعہ مطبعۃ کبریٰ بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

[15] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ۔ — بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹۔ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

فقہاء کرام کے ان کثیر حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ چلتی ہوئی ریل میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔

عذر من جہۃ العباد

بعض اکابرین نے چلتی ہوئی ریل کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو عذر من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں وہی حکم ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔

مولانا امجد علی نے بھی عذر من جہۃ العباد کی وجہ سے ریل میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کا حکم دیا ہے [1] مولانا امجد علی کی یہ عبارت اس قاعدہ پر موقوف ہے کہ اگر کسی کام کے نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذر ہو تو اس میں رخصت ہو گی اور اگر مخلوق کی جانب سے عذر ہو تو رخصت نہیں ہو گی مثلاً اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ بیماری اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کوئی شخص اس سے کہے اگر تم کھڑے ہوئے تو میں تم کو قتل کر دوں گا اور وہ اس وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو شرعاً بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے ہے اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی اور زیر بحث مسئلہ میں جب نماز کے وقت ریل تیز رفتاری سے چل رہی ہے اور وہ اس وجہ سے اتر کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو شرعاً اس کو ریل میں نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ ریل کا نہ رکنا ڈرائیور کی وجہ سے ہے اس لیے یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مخلوق کی وجہ سے ہے اگر ریل میں نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی۔

اس قاعدہ کی اصل کتاب و سنت اور ہمارے ائمہ کے اقوال میں نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت اور اقوال ائمہ سے اس قاعدہ کا خلاف ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم فرجالا او رکبانا (البقرہ: ۲۳۹) اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) میدان جنگ میں کفار کے خوف سے جب مسلمان پیادہ یا سوار نماز پڑھیں گے تو یہ عذر من جہت العباد (مخلوق کی وجہ سے) ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ خوف کو مشروع فرمایا اور اعادہ لازم نہیں فرمایا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم وان کانوا اکثر من ذلک فلیصلوا قیاما و رکبانا۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دشمن اس سے زیادہ ہوں۔ (یعنی اتنی زیادہ تعداد میں ہوں کہ ان سے جان کا خطرہ محسوس ہو) تو قیام اور سواری کی حالت میں نماز پڑھو۔

عن ابن عمر قال فان کان خوف هو اشد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر خوف

---

[1] ۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ ۔ بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

من ذٰلك صلوا رجالا قيا ما على اقدامهم او ركبانا مستقبلي القبلة او غير مستقبليها قال مالك قال نافع لا ارى عبد الله بن عمر ذٰلك الا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [1]

اس سے (امام کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھنے سے) بڑھ جائے تو پا پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا (مجبوری کی وجہ سے) نہ ہو۔ امام مالک نے کہا نافع کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی فرمائی ہے۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی ہے کہ اگر کفار کا خوف بڑھ جائے تو نہ صرف پا پیادہ یا سواری کی حالت میں نماز کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکو پھر بھی نماز پڑھ لو اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے اور اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔

احادیث کے بعد ائمہ حنفیہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے، امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارايت رجلا يخاف العدو فلا يستطيع النزول عن دابته ايسعه ان يصلي على دابته وهو يسير حيث توجهت يومي ايماء ويجعل السجود اخفض من الركوع قال نعم۔ [2]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ ایک شخص کو دشمن کا خوف ہو لہٰذا وہ سواری سے نہیں اتر سکتا کیا وہ چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے درآں حالیکہ سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو؟ فرمایا: ہاں!

امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس مطلب میں بالکل واضح ہے کہ مخلوق کی جانب سے عذر ہو پھر بھی رخصت حاصل ہوتی ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ چلتی ہوئی ریل میں بلا اعادہ نماز کے جواز پر واضح دلیل ہے:

اس قسم کے ایک اور مسئلہ میں امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارايت ان لم يكن معه ماء وكان معه رفيق له ماء فابى رفيقه ان يعطيه من الماء شيئا الا بثمن كثير قال يتيمم ولا يشترى ان شاء قلت لم؟ قال ارايت لو قال صاحب الماء ابيعك لوضوئك من الماء ما يكفيك بالف درهم او اكثر من ذٰلك اكان يجب عليه ان يشتريه منه فله لا يشتريه ولكنه يتيمم ويصلي۔

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو اور اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو اور وہ زیادہ قیمت لیے بغیر پانی دینے سے انکار کرے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا تیمم کرے اور اگر چاہے تو نہ خریدے میں نے پوچھا کیوں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا بتلاؤ اگر پانی والا کہے میں وضو کے لیے پانی ایک ہزار درہم یا اس سے زیادہ کے عوض فروخت کروں گا کیا اس پر پانی خریدنا واجب ہے؟ اس کے لیے جائز ہے کہ پانی نہ خریدے اور

---

[1] امام محمد ابن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۳۹۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ

تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔[1]

اِس صورت میں وضو نہ کرنے کی وجہ پانی والے کا گراں قیمت پر پانی دینا ہے اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے اس کے باوجود امام ابوحنیفہ نے تیمم کی رخصت دی اور نماز کا اعادہ لازم نہیں کیا۔ صلوٰۃ خوف میں متاخرین فقہاءؒ نے بھی اعادہ کو لازم نہیں کیا اور باوجود عذر من جہت العباد کے چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

فان اشتد الخوف صلوا ركبانا فرادى يومئون بالركوع والسجود الى اى جهة شاءوا اذا لم يقدروا على التوجه الى القبلة كذا فى الهداية واشتدا د الخوف هنا ان لا يدعهم العدو بان يصلوا نازلين بل يهجمو هم بالمحاربة كذا فى الجوهرة النيرة ۔ ولا يصلون بجماعة ركبانا الا ان يكون الامام والمقتدى على دابة فيصح اقتداء المقتدى به واذا صلى بالايماء لم تلزمه الاعادة بعد زوال العذر فى الوقت وخارج الوقت[2]

اگر دشمن کا خوف زیادہ ہو تو اکیلے اکیلے سوار ہوکر نماز پڑھیں جس طرح چاہیں منہ کرکے اشارہ سے رکوع، سجود کرکے نماز پڑھیں جبکہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں (ہدایہ) اور خوف کی زیادتی یہ ہے کہ دشمن ان کو سواری سے اتر کر نماز نہ پڑھنے دے اور ان پر ٹوٹ پڑے (جوہرہ نیرہ) سواری پر باجماعت نماز اس وقت پڑھیں جب امام اور مقتدی دونوں سواری پر ہوں تب اقتداء صحیح ہوگی اور جب اشارے سے نماز پڑھی ہو تو عذر زائل ہونے کے بعد اس کا دہرانا لازم نہیں ہے وقت میں نہ اس کے بعد۔

عالمگیری سے جو ہم نے یہ اقتباس پیش کیا ہے یہ اس بات پر صاف اور روشن دلیل ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین سے نہ اتر سکنے کے عذر کی بناء پر ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور دوسری بات جو واضح طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کی وجہ سے عذر (من جهة العباد) کی بناء پر بھی نماز میں رخصت حاصل ہوتی ہے اور اس بات کی تصریح ہے کہ اعادہ لازم نہیں ہے اسی سلسلہ میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔!

عذر من جهة العباد پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

وفى منية المصلى لو صلى بالايماء لخوف عدو او سبع او مرض او طين لا يعيد بالاجماع[3]

منیۃ المصلی میں ہے اگر کسی شخص نے دشمن یا درندہ سے خوف یا مرض یا کیچڑ کی بناء پر اشاروں سے نماز پڑھی تو وہ اس نماز کو بالاجماع نہیں دہرائے گا۔

کتاب وسنت کے بعد سب سے بڑی دلیل اجماع ہے اور اجماع سے ثابت ہے کہ دشمن کے خوف (اور یہ عذر من جهة العباد ہے) کی وجہ سے نماز اشارہ سے پڑھنے کی رخصت ہے۔ اور اعادہ نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی۔

[2] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

لہٰذا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی بناء پر رخصت دینے میں عذر من جانب اللہ اور من جانب العباد کے فرق کا قاعدہ قطعاً باطل اور بے بنیاد ہے۔

یہاں تو ہم نے اس اعتبار سے گفتگو کی تھی کہ عذر من جانب العباد کی وجہ سے رخصت نہ دینے کا قاعدہ باطل ہے، اگر ہم متاخرین کی اس اختراع اور وضع کو تسلیم کر لیں تب بھی ٹرین میں نماز کے دہرائے بغیر جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جنھوں نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے انھوں نے ہی یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کو اس کے اصل شرعی طریقہ سے کرنے پر ڈرائے اور دھمکائے تب یہ عذر من جانب العباد ہے اور اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی التجنیس رجل اراد ان یتوضأ فمنعه انسان عن ان یتوضأ بوعید قیل ینبغی ان یتیمم ویصلی ثم یعید الصلوٰة بعد ما زال عنه لان هٰذا عذر جاء من قبل العباد فلا یسقط فرض الوضوء عنه اھ فعلم منه ان العذر ان کان من قبل اللہ تعالیٰ لا تجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة ثم وقع الاختلاف فی الخوف من العدو هل هو من اللہ فلا تجب الاعادة او هو بسبب العبد فتجب الاعادة ذهب صاحب معراج الدرایة الی الاول وذهب صاحب النهایة الی الثانی والذی یظهر ترجیح ما فی النهایة لما قلناه من مسئلة منع السید عبده بوعید من الحبس والقتل فانه لیس فیه الا الخوف لا المنع الحسی وکذا ظاهر ما قلناه عن التجنیس کما لا یخفی لکن قد یقال لا مخالفة بین ما فی النهایة والدرایة فان ما فی النهایة محمول علی ما اذا حصل وعید من العبد نشأ منه الخوف فکان هذا من قبل العباد وما فی الدرایة محمول علی ما اذا لم یحصل وعید من العبد اصلا بل حصل خوف منه فکان هٰذا من قبل اللہ تعالیٰ اذا لم یتقدمه وعید [1]

تجنیس میں ہے کہ ایک شخص نے وضو کا ارادہ کیا دوسرے شخص نے اس کو وضو کرنے پر ڈرایا دھمکایا۔ کہا گیا ہے کہ وہ شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور عذر زائل ہونے کے بعد نماز دہرائے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے متحقق ہوا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے وضو کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر عذر من جانب اللہ ہو تو اعادہ لازم نہیں اور اگر عذر من جانب العباد ہو تو اعادہ لازم ہے، پھر اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ دشمن سے جو خوف لاحق ہوتا ہے وہ من اللہ ہے حتیٰ کہ اعادہ لازم نہ ہو یا من العباد حتیٰ کہ اعادہ لازم ہو صاحب معراج الدرایہ نے کہا کہ دشمن کا خوف من اللہ ہے اور صاحب النہایہ نے کہا من العباد ہے، بظاہر صاحب النہایہ کی بات وزنی ہے جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ کوئی شخص اپنے نوکر سے کہے کہ اگر تو نے وضو کیا تو تجھے قتل کر دوں گا یا قید کر دوں گا یہ حسی خوف ہے اور یہی صاحب تجنیس کی عبارت کا مفہوم ہے لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہایہ اور درایہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ نہایہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو عبادت اصل طریقہ پر کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے تو اس شخص سے خوف پیدا ہوگا اور یہ عذر من جانب العباد ہے اور درایہ کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن بالکل دھمکی نہ دے نہ ڈرائے بلکہ یونہی اس سے خوف پیدا ہو اس صورت میں یہ عذر من اللہ ہوگا جبکہ اس سے پہلے کوئی دھمکی نہ ہو۔!

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔ البحر الرائق ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کے اصل طریقہ سے کرنے پر دھمکی دے اور ڈرائے تب یہ عذر من العباد ہوگا ورنہ عذر من اللہ ہے اور کہا کہ حلیہ میں بھی یہی ہے اور صاحب نہر نے بھی اس کو قائم رکھا۔ اور علامہ علائی صاحب درمختار نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا پھر علامہ شامی نے اس کی تائید میں درمختار سے یہ جزئیہ پیش کیا :۔

وقدم الشارح فی الغسل ان المرأۃ بین رجال تتیمم وقدمنا ان الرجل کذلک وان الظاھر انہ لا اعادۃ علیہ ولا علیھا لان المانع شرعی وھو کشف العورۃ عند من لا یحل لہ رؤیتھا والمانع منہ الحیاء وخوف اللہ تعالیٰ وھما من اللہ تعالیٰ لا من قبل العباد [1]

شارح (صاحب درمختار) نے غسل کے مبحث میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی عورت پر غسل فرض ہو اور وہ مردوں کے درمیان گھری ہوئی ہو (یعنی علیحدہ ہو کر نہانے کی جگہ نہ ہو) تو وہ تیمم کرے اسی طرح مرد بھی اگر مردوں کے درمیان ہو تو تیمم کرے اور یہ ظاہر ہے ان دونوں پر اعادہ نہیں ہے۔ کیونکہ غسل سے مانع شرعی موجود ہے کیونکہ غسل کی صورت میں ان لوگوں کے سامنے شرمگاہ کھولنی پڑے گی جن کے سامنے شرمگاہ کھولنا جائز نہیں ہے اور اس سے مانع حیاء اور اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور یہ عذر من اللہ ہے من العباد نہیں ہے۔

فقہاء کی تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ عذر من جہۃ العباد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اصل طریقہ پر عبادت کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے اور چلتی ہوئی ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے پر چونکہ کسی شخص کی طرف سے ڈرانا یا دھمکانا متحقق نہیں ہوتا بلکہ مسافر حادثہ اور ہلاکت کے خطرہ اور خوف سے چلتی ہوئی ٹرین سے نہیں اترتا۔ لہٰذا یہ خوف بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لیے ٹرین میں نماز پڑھنا عذر من اللہ کی وجہ سے ہے عذر من العباد کی وجہ سے اصلاً نہیں ہے اس لیے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔

اس سے پہلے ہم نے قاضی خان، عالمگیری، طحطاوی اور متعدد فقہاء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص درندہ، دشمن یا چور اور ڈاکو کے خوف سے چلتی ہوئی سواری پر فرض نماز پڑھے تو جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان فقہاء نے اس خوف کو عذر من اللہ قرار دیا ہے عذر من جہۃ العباد قرار نہیں دیا اور یہ دلیل بعینہٖ چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے پر منطبق ہوتی ہے۔ و للہ الحمد علی ذلک۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

جب ٹرین میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہیں رکتی تو ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک، فرض کا ترک اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ مسافروں کو ٹرین میں سفر کے وقت قبلہ نما (جو آسانی سے مل جاتا ہے) رکھنا چاہیے اور اس سے قبلہ کی سمت متعین کریں ورنہ دن میں سورج کو دیکھ کر بھی قبلہ کی سمت معلوم ہو جاتی ہے اور قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ میں نے زندگی میں ٹرین کا بارہا سفر کیا ہے اور الحمد للہ قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ اکثر لوگوں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کو دیکھا ہے وہ برتھ پر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر نماز پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر محض اخلاص اور خوف الٰہی سے مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے کیونکہ میں نے اکثر علماء اور دیندار لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس شبہ سے ٹرین میں فرض کو ترک کر دیتے ہیں کہ ٹرین میں نماز نہیں ہوتی یا ناجائز ہے۔ میرا اس گفتگو سے یہی مقصد ہے کسی شخصیت پر تنقید یا اسے مجروح کرنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور لوگ ٹرین میں دوران سفر فرض نماز کو ترک کرنا چھوڑ دیں ——— وما ذلك على الله بعزيز۔

ہوائی جہاز میں نماز جن دلائل سے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا ثابت ہے انہیں دلائل سے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا ثابت ہے بلکہ ہوائی جہاز میں وجہ جواز زیادہ قوی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کی پرواز کے دوران نماز کے وقت اس سے اترنا قطعاً غیر متصور ہے بعض پروازوں میں بارہ بارہ گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ جہاز پرواز کرتا رہتا ہے بہرحال جب نماز کے پورے وقت کے دوران جہاز پرواز کرتا رہے تو نماز کا پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔ ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اشاروں سے رکوع سجود کرے اور سجود میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے اور فرض نماز کو ترک نہ کرے۔

تنقیح ٹرین اور طیارہ میں فرض نماز کے جواز پر ہمارا پہلا استدلال قرآن کریم سے ہے: فإن خفتم فرجالا أو ركبانا۔ (بقرہ: ۲۳۹) "اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ سے نماز کے وقت اترنے میں جان کا خوف ہے اور خوف کے وقت سواری پر اس آیت کی رُو سے نماز جائز ہے۔ دوسرا استدلال ترمذی شریف کی حدیث سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں اترنے کی دشواری کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھ جانے (حوالہ گذر چکا ہے)۔ تیسرا استدلال اجماع امت سے ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھنے کے جواز اور بعد میں نہ لوٹانے پر امت کا اجماع ہے۔ (حوالہ گذر چکا ہے)۔ چوتھا استدلال قیاس سے ہے کیونکہ ہم نے ٹرین اور طیارہ کو اولاً کشتی پر قیاس کیا ہے اور ثانیاً چوپایہ پر ہر اعتبار سے ٹرین اور طیارہ پر نماز کا جواز اور فرضیت ثابت کی ہے۔ ——— و لله الحمد على ذلك۔

باب ۲۳ جَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ — سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

۱۵۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں) جب جلدی چلنا چاہتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۱۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ أَنْ تَغِيبَ الشَّفَقُ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُوْلَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (سفر میں) جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ اور کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب جلدی جانا مقصود

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.

ہوتا تھا تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ.

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔

۱۵۲۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجَّلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ.

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جب جلد جانا مطلوب ہوتا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۲۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ عَنْ عَقِيلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ أَنْ تَزِيغَ الشَّمْسُ أَخَّرَ الظُّهْرَ إِلَى وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَيْنَهُمَا فَإِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَرْتَحِلَ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ رَكِبَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زوال آفتاب سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر فرماتے پھر (سواری سے) اتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے، اور اگر آپ کی روانگی سے پہلے زوال آفتاب ہو جاتا تو روانگی سے پہلے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

۱۵۲۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ الْمَدَائِنِيُّ قَالَ نَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فِي السَّفَرِ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتَّى يَدْخُلَ أَوَّلَ وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَجْمَعُ بَيْنَهُمَا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر میں اتنی تاخیر کرتے کہ عصر کا اوّل وقت آ جاتا پھر آپ دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

۱۵۲۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا مطلوب ہوتا تھا

عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجَّلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ اِلٰى اَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُ .

تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور دونمازوں کو جمع کرتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے پھر اسے اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيْعًا فِيْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا سَفَرٍ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

۱۵۲۶۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ جَمِيْعًا عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ ابْنُ يُوْنُسَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيْعًا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ غَيْرِ خَوْفٍ وَّلَا سَفَرٍ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ فَسَاَلْتُ سَعِيْدًا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَقَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اَحَدًا مِّنْ اُمَّتِهٖ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا "تاکہ آپ کی امت کسی دشواری میں نہ مبتلا ہو۔

۱۵۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِيْ سَفَرَةٍ سَافَرَهَا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ سَعِيْدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَّا يُحْرِجَ اُمَّتَهٗ .

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا اور ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو انھوں نے کہا تاکہ آپکی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۲۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرٍ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے تو آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا

۱۵۲۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا عامر (راوی حدیث) نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا تھا حضرت معاذ نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَالَ كَيْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ وَفِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا أَرَادَ إِلَى ذٰلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ وکیع کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انھوں نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔ ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس سے آپ کا کیا ارادہ تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

۱۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) اور سات رکعتیں (مغرب و عشاء) اکٹھی پڑھی ہیں راوی کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو شعثاء میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا تھا اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا تھا۔ ابو الشعثاء نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔

۱۵۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سات اور آٹھ یعنی

زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعًا وَّ ثَمَانِيًا اَلظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ۔

ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں۔

۱۵۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْخِرِّيْتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُوْمُ وَجَعَلَ النَّاسُ يَقُوْلُوْنَ الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ قَالَ فَجَآءَهٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ لَا يَفْتُرُ وَلَا يَنْثَنِيْ اَلصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتُعَلِّمُنِيْ بِالسُّنَّةِ لَا اُمَّ لَكَ ثُمَّ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَقِيْقٍ فَحَاكَ فِيْ صَدْرِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ فَاَتَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَسَاَلْتُهٗ فَصَدَّقَ مَقَالَتَهٗ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عصر کے بعد حضرت ابن عباس نے تقریر کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے لوگ کہنے لگے، نماز! نماز! پھر بنو تمیم کا ایک شخص آیا وہ بالکل خاموش نہ ہوتا تھا اور نماز نماز کہے جاتا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیری ماں مر جائے! تو مجھے سنت سکھلائے گا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کھٹک رہی تھی۔ میں نے جا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی تصدیق کر دی۔

۱۵۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ جُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوةَ فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ لَا اُمَّ لَكَ اَتُعَلِّمُنَا بِالصَّلٰوةِ كُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن شقیق عقیلی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: نماز! نماز۔ وہ خاموش رہے، ..... اس نے پھر کہا نماز! آپ خاموش رہے، اس نے سہ بارہ کہا نماز! تو آپ چپ رہے: پھر فرمایا: تیری ماں مر جائے! کیا تو مجھے نماز کی تعلیم دے گا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک سفر طویل جو موجب قصر ہے اس میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے خواہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں یا دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں پڑھیں اور جو سفر قصیر ہے اور موجب قصر نہیں، اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس سفر میں بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے کیونکہ یہ بھی سفر ہے اور اس میں بھی سواری پر نفل جائز ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ سفر قصیر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سفر میں روزہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے علامہ شیرازی نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن اس طرح کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھی جائے اور دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہوگا [1]۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس میں شرط یہ ہے کہ بارش اتنی شدید ہو کہ کپڑے بھیگ جائیں [2]۔ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے [3]۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرض، آندھی، اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں ہے مشہور مذہب یہی ہے البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابو سلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے [4]۔

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک سفر شرعی میں جو موجب قصر ہے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو (دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں پڑھنا) خواہ جمع تاخیر ہو [5] (پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) امام احمد کے نزدیک بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے [6]۔ سردی اور اندھیری رات میں آندھی کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا [7]۔ امام احمد کے نزدیک مرض کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ سے مریض میں ضعف اور کمزوری ہو [8]۔ امام احمد نے بارش کی وجہ سے جو جمع بین الصلوٰتین کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ اس شخص کے لیے ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھے اور جو تنہا گھر میں نماز پڑھے اس کے بارے میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا دوسرا عدم جواز کا [9]۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے تین قول ہیں ایک عدم جواز کا دوسرا کراہت کا تیسرا یہ کہ اگر سفر میں جلد جانا مطلوب ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں [10]۔ مرض کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام مالک کے دو قول ہیں

---

[1] ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۸۷ " "
[3] ۔ " " " " " ج ۴ ص ۳۸۳ " "
[4] ۔ " " " " " ج ۴ ص ۳۸۳ " "
[5] ۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔
[6] ۔ " " المغنی ج ۲ ص ۵۸ " "
[7] ۔ " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "
[8] ۔ " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "
[9] ۔ " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "
[10] ۔ علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ایک یہ کہ اگر مرض کی وجہ سے عقل ماؤف ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں دوسرا یہ کہ جمع صوری کرے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اوّل وقت میں پڑھ لے [1]، بارش کیچڑ اور اندھیرے کی وجہ سے امام مالک کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک اجازت نہیں دیتے [2] امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو، مرض ہو، بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔ امام محمد فرماتے ہیں :

قلت ارایت هل يجمع بين الصلوٰتين الا فى عرفة وجمع قال لا يجمع بين الصلوٰتين فى وقت واحد فى حضر ولا فى سفر ماخلا عرفه ومزدلفة [3]

..میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھے بتلائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے سوا جمع بین الصلوٰتین جائز ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا عرفات اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔

قلت ارأيت الرجل المريض اذا اراد ان يجمع بين الصلوٰتين ؟ قال فليدع الظهر حتى يأتى اٰخر وقتها ويقدم العصر فى اول وقتها ولا يجمع بينهما فى وقت واحد۔ [4]

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کیا بیمار شخص دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے فرمایا ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اوّل وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے دو وقت میں دو نمازیں نہ پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ سفر کے دوران جمع حقیقی (یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) کے قائل ہیں اور ان کا استدلال مسلم شریف کی اس حدیث سے ہے

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔ [5]

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جمع حقیقی پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غروب شفق کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے تھے حالانکہ اس وقت عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے [6]۔

احناف اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ دوسرے قوی دلائل سے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت پڑھنا ناجائز اور گناہ ہے اس لیے یہ حدیث مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد شفق کی سرخی ہے اور شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد اس وقت تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے جب تک کہ سفیدی غائب نہ ہو جائے (اور روئے لغت شفق سرخی اور سفیدی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] " " اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۸ " "
[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔
[4] " " المبسوط ج ۱ ص ۲۲۴ " "
[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ " "

دونوں میں مستعمل ہے) دوسری تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد کل شفق نہیں اکثر شفق ہے اور اس وقت تک مغرب کا وقت بنتا ہے جب تک کہ کل شفق غائب نہ ہو جائے بہر حال ہر تقدیر پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں ہی پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلد جانا مقصود ہوتا تو ظہر کو عصر کے اوّل وقت تک مؤخر کرتے اور دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے اور مغرب اور عشاء کر جمع کر کے ایک ساتھ پڑھتے[1] یہ حدیث بھی دوسرے دلائل (جن کا ذکر ان شاء اللہ عنقریب آرہا ہے) کی وجہ سے مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ظہر کو عصر کے اوّل وقت تک مؤخر کرتے اور مغرب کو شفق کے غائب ہونے کے قرب تک مؤخر کرتے لہٰذا آپ نے ظہر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب کو مغرب کے وقت میں پڑھا ہے اور جمع حقیقی ثابت نہیں ہے۔

بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر علامہ شیرازی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء بغیر خوف اور سفر کے جمع کر کے پڑھیں۔[3]

علامہ شیرازی کہتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے بغیر خوف اور سفر کے جمع کرنا میرے گمان میں بارش کی وجہ سے تھا۔[4] یہ استدلال بالکل بے جان ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث جمع صوری پر محمول ہے یعنی آپ نے ظہر اور مغرب کو آخری وقت میں اور عصر اور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھا۔ علامہ ابن قدامہ نے بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اثرم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ بارش کے دن مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا امور سنت سے ہے۔[5] ہمارے نزدیک بہ تقدیر صحت یہ اثر جمع صوری پر محمول ہے۔

مرض، آندھی اور اندھیرے میں جمع بین الصلوٰتین کو حنابلہ نے سفر پر قیاس کیا ہے کیونکہ مرض اور آندھی وغیرہ میں سفر کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے[6]۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب سفر میں جمع حقیقی ثابت نہیں ہے تو اس پر قیاس کر کے مرض اور آندھی میں جمع کرنا بھی ثابت نہیں ہوگا۔

احناف کے دلائل

احناف جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں اور عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ ابراسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[4] " " " المغنی ج ۲، ص ۵۹ " "

مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء: ۱۰۳)

لاریب مسلمانوں پر نماز اوقات مقررہ میں فرض ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس مقصد میں صریح ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز شرعاً دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی اور قرآن کریم کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں اخبار آحاد اگر غیر مؤول بھی ہوتیں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ وہ مؤول ہوں۔ حسب ذیل احادیث صحیحہ بھی احناف کی دلیل ہیں:۔

عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتہا الا بجمع وعرفات۔ [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کو ایک وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوٰۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری۔ [2]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے۔ قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ایک فرض نماز کو دوسری فرض نماز تک مؤخر کرنا قصور اور کوتاہی ہے۔

عن ابی العالیۃ ان عمر کتب الی ابی موسیٰ! و اعلم ان جمعا بین الصلوٰتین من الکبائر الا من عذر۔ [3]

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عذر سے مراد عذر شرعی مثلاً نیند اور نسیان ہے۔

عن ابی موسیٰ قال الجمع بین الصلوٰتین من غیر عذر من الکبائر۔ [4]

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمع حقیقی یعنی ایک فرض کے وقت میں دوسرا فرض پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۲ ص ۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضاً۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[4] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر ویقدم العصر ویؤخر المغرب ویقدم العشاء [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے۔

عن عبد اللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ۔ [2]

عبداللہ بن واقد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے کہا، نماز! حضرت ابن عمر نے کہا چلو چلو! حتیٰ کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (سواری سے) اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر شفق غائب ہونیکا انتظار کیا اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تھا تو اسی طرح کیا کرتے تھے پھر اس دن اور رات بھر سفر کرتے رہے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اگر دو نمازیں جمع کرتے تو صورۃً جمع کرتے تھے۔ لہٰذا جن احادیث میں بظاہر یہ تصریح نہیں ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہیں اور یہی احناف کا مذہب ہے۔

عن الحسن ومحمد قالا ما نعلم من السنۃ الجمع بین الصلوتین فی حضر ولا سفر الا بین الظھر والعصر بعرفۃ وبین المغرب والعشاء بجمع۔ [3]

حسن اور محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوا اس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا جاتا ہے۔

یہ اثر مذہب احناف کے عین مطابق ہے:

مولانا امجد علی لکھتے ہیں: سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ ٹھہرنے کے باعث بہ مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس لیے لازم ہے ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کر لے کہ اسی وقت عصر پڑھ لوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں۔ اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انھیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر اور مغرب کے وقت میں نکلنے سے پہلے ارادہ کر لے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا۔ [4]

مولانا امجد علی نے بغیر کسی حوالہ کے یہ لکھا ہے اس کا ہمیں کتب احناف میں سراغ نہیں مل سکا اور بظاہر یہ مذہب ——— احناف کے خلاف ہے کوئی نماز اس کے وقت آنے سے پہلے نہیں ہوتی۔ جمع بین الصلوتین، عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں جائز نہیں ہے۔ ایسی صورت میں صحیح فتویٰ یہ تھا کہ عصر یا عشاء کا وقت آنے کے بعد سواری کے نہ ٹھہرنے کی صورت میں

---

[1] امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[3] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۴۵۹۔ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

[4] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ۔ بہار شریعت ج ۶ ص ۳۰ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

سواری پر نماز پڑھ لی جائے اس پر دلائل ہم صفحات سابقہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

باب ۲۳۸ جَوَازِ الْاِنْصِرَافِ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشِّمَالِ

نماز کے بعد دائیں بائیں پھرنے کا جواز

۱۵۳۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ وَوَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَۃَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ لَا یَجْعَلَنَّ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ مِنْ نَفْسِہٖ جُزْءًا لَا یَرٰی اِلَّا اَنَّ حَقًّا عَلَیْہِ اَنْ لَا یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَمِیْنِہٖ اَکْثَرَ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِہٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات کو شیطان کا جزء نہ بنا دے اور یہ نہ گمان کرے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرا جاتا ہے۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے بھی دیکھا ہے۔

۱۵۳۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَنَا جَرِیْرٌ وَعِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِیْسٰی جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنِ السُّدِّیِّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَیْفَ انْصَرِفُ اِذَا صَلَّیْتُ عَنْ یَمِیْنِیْ اَوْ عَنْ یَسَارِیْ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَکْثَرُ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِہٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نماز پڑھنے کے بعد کس طرف پھروں دائیں طرف یا بائیں طرف، حضرت انس نے کہا میں نے زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں جانب پھرتے دیکھا ہے۔

۱۵۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ السُّدِّیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَمِیْنِہٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف پھرا کرتے تھے۔

تطبیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر بائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک راوی نے اپنا اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح بیٹھتے تھے۔ اور دونوں امر جائز اور آپ کی سنت ہیں مگر چونکہ دوسری احادیث میں دائیں جانب کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے دائیں جانب افضل ہے۔

فرق مراتب قائم رکھنا دائیں جانب پھر کر بیٹھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کو لازم اور واجب سمجھ لیتا ہے تو یہ گمراہی اور بدعت سیئہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو شیطان کا جزء قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ شریعت نے جس عبادت کا جو حکم بیان کیا ہے اس سے تجاوز

نہیں کرنا چاہیے۔ جو شخص اس حکم سے تجاوز کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بدل کر نئی شریعت بنا رہا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں ہے۔ فوت شدہ مسلمان کو ایصالِ ثواب کے لیے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن قرآن پاک کی تلاوت اور صدقہ خیرات کرنا ایک امر مستحب ہے اور لوگ اس کو مستحب سمجھ کر ہی کرتے ہیں ان امور کو ناجائز اور حرام کہنا شریعت میں دخل اندازی ہے۔ اسی طرح عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور مستحب ہے اس کو لازم اور ضروری قرار دینا نئی شریعت بنانا ہے۔

واجب اور مستحب میں بطور علامت یہ فرق ہے کہ واجب کے تارک کو نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے اور اسے ملامت کی جاتی ہے کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا اور مستحب کے تارک کو ملامت نہیں کی جاتی نہ ہی نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مستحب کام کے نہ کرنے پر ٹوک رہا ہے تو دوسرے لفظوں میں وہ اس مستحب کو واجب بنا رہا ہے العیاذ باللہ!

البتہ بچوں اور طلبہ کو تعلیم و تربیت کے لیے امور مستحبہ کی تلقین کرنا اور نہ کرنے پر یاد دلانا جائز ہے۔

بَابُ ۲۳۹ اِسْتِحْبَابِ يَمِيْنِ الْاِمَامِ

امام کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا استحباب

۱۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْبَرَآءِ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْبَبْنَا اَنْ نَكُوْنَ عَنْ يَمِيْنِهٖ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ اَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو آپ کے دائیں طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ ہم (پہلے) آپ کا چہرۂ انور دیکھ لیں۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے سنا آپ فرما رہے تھے: "اے اللہ! حشر کے دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا۔"

۱۵۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

بَابُ ۲۴۰ كَرَاهَةِ الشُّرُوْعِ فِيْ نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ

اقامت کے بعد نفل شروع کرنے کی ممانعت

۱۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَرْقَآءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب (فرض) نماز کی اقامت کہی جائے تو سوائے اس فرض کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۲۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۱۵۴۳۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو سوا فرض نماز کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۴۵۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ قَالَ حَمَّادٌ ثُمَّ لَقِيتُ عَمْرًا فَحَدَّثَنِي بِهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ۔

حماد کہتے ہیں کہ میں عمرو سے ملا اور انھوں نے اس حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی (یعنی حدیث موقوف قرار دیا)

۱۵۴۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يُصَلِّي وَقَدْ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهُ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَحَطْنَا نَقُولُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لِي يُوشِكُ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ أَرْبَعًا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ وَقَوْلُهُ عَنْ أَبِيهِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ خَطَأٌ

عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے اس سے کچھ فرمایا جس کا ہمیں پتا نہیں چلا، نماز کے بعد ہم نے اُسے گھیر لیا اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب تم میں سے کوئی شخص فجر کی چار رکعت پڑھنے لگا ہے! قعنبی نے کہا عبداللہ بن مالک بن بحینہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم نے فرمایا ہے کہ باپ کے واسطہ سے اس روایت میں خطا ہے۔

۱۵۴۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نماز فجر کی اقامت پڑھی گئی (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ درآں حالیکہ مؤذن اقامت کہہ رہا

فَرَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ وَالْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَقَالَ اَتُصَلِّی الصُّبْحَ اَرْبَعًا۔

تھا، آپ نے فرمایا کیا تم صبح کی نماز چار رکعت پڑھتے ہو۔

۱۵۴۸۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلِ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنِیْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَکْرَاوِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ یَعْنِی ابْنَ زِیَادٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ کُلُّھُمْ عَنْ عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْفَزَارِیُّ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا فُلَانُ بِاَیِّ صَلٰوتَیْکَ اعْتَدَدْتَ اَبِصَلٰوتِکَ وَحْدَکَ اَمْ بِصَلٰوتِکَ مَعَنَا۔

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنتیں پڑھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت میں شریک ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: اے شخص! تم نے کون سی نماز کو فرض قرار دیا ہے؟ جو پہلے دو رکعت پڑھی تھیں وہ یا جو دو رکعت ہمارے ساتھ پڑھی ہیں؟۔

اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی اقامت کے وقت سنتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس وقت سنتیں پڑھنے والے شخص کو فرض پڑھنے والا قرار دیا ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے جس وقت فرض پڑھے جا رہے ہوں اس وقت فرض ہی پڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے مثلاً چار سنتیں پڑھ رہا ہو اور نماز کی اقامت ہو جائے تو سنت کا ایک دوگانہ مکمل کر کے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور دو رکعت سنت بعد میں قضا کرے۔ سنتوں میں اصل یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ احادیث میں چونکہ صبح کی سنتوں کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے فقہاء نے اقامت فجر کے وقت بھی فجر کی سنتیں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ فجر کی جماعت میں شامل ہونے سے نہ رہ جائے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صبح کی سنتیں اس وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک وہ دوسری رکعت میں شامل ہو سکتا ہو اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب تک پہلی رکعت میں ملنے کا امکان ہو صبح کی سنتیں پڑھے اور امام شافعی اقامت کے وقت مطلقاً سنتیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں[1]۔ بظاہر اس حدیث سے امام شافعی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فجر کی سنتوں کی تاکید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے اتباع حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقامت فجر کے وقت سنت پڑھنا شروع نہ کرے (کیونکہ جن کے حکم سے سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ خود منع فرما رہے ہیں) اور اگر سنتیں پہلے سے شروع کی ہوئی ہیں تو جلد از جلد ختم کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو مارتے تھے جو اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھتا تھا کیونکہ سرکار نے اس سے منع کیا ہے [1]۔

یہ انتہائی غلط طریقہ مروج ہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور لوگ جماعت کی صفوں سے متصل کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ امام باآواز بلند قرآن پڑھ رہا ہے جس کا سننا فرض ہے اور سنتوں میں مشغول شخص اس فرض کو ترک کر رہا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ سنتوں میں مشغول شخص بظاہر فرض اور جماعت سے اعراض کر رہا ہے اور تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کا یہ عمل اس باب کی احادیث کی مخالفت کو مستلزم ہے۔

احناف کا مظریہ اقامت فجر کے بعد جب نمازی کو یقین ہو کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت کی ایک رکعت پا سکتا ہے تو احناف کے نزدیک اس کو سنت فجر پڑھ لینی چاہئیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ احناف اپنے مسلک پر حسب ذیل آثار سے استدلال کرتے ہیں:

عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف و اما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین۔ [2]

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوا درآں حالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا حضرت ابن عمر تو جماعت میں شامل ہو گئے اور حضرت ابن عباس نے دو رکعت سنت پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے، امام کے سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد حضرت ابن عمر نے دو رکعت سنت پڑھیں۔

عن ابی عبید اللہ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ۔ [3]

ابو عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درآں حالیکہ صبح کی جماعت کھڑی ہوئی تھی انھوں نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنت پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[3] " " شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۰ " "

قال اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ کرھت للرجل ان یتطوع لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر فانی لم اکرھھما وکذلک اذا انتھی الی المسجد وقد افتتح القوم صلوٰۃ الفجر یاتی برکعتی الفجر ان رجا ان یدرک مع الامام رکعۃ فی الجماعۃ اھ

امام محمد فرماتے ہیں جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو سنتیں پڑھنا مکروہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جب نماز کی اقامت ہو تو فرض کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے، امام محمد فرماتے ہیں سوا صبح کی سنتوں کے کیونکہ میں ان کو مکروہ نہیں قرار دیتا اسی طرح جب کوئی شخص مسجد میں پہنچے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو امید ہو کہ وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پالے گا تو سنتیں پڑھ لے[1]

لفظ ابن کے ساتھ صفت کا قاعدہ

امام مسلم نے کہا عبداللہ بن مالک ابن بُحَیْنَہ عن ابیہ میں خطا ہے کیونکہ صحیح نام یہ ہے۔ عبداللہ بن مالک بن القشب، بحینہ عبداللہ کی ماں کا نام ہے اور مالک ان کے باپ کا نام ہے اس نام کو پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالک کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور لکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسرے بن کو ہمزہ کے ساتھ (ابن) لکھا جائے یہ نام اس طرح لکھا جائے گا عبداللہ بن مالک ابن بُحَیْنَہ[2] کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک علم کی صفت ابن ہو جو مضاف ہو۔ دوسرے علم کیطرف تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھتے اور صفت کے بعد پھر لفظ ابن جو مضاف ہو کسی علم کی طرف وہ پہلے علم کی صفت ہو تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

باب ۲۴۱ مَا یَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

۱۵۴۹ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی قَالَ اَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ اَوْ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ قَالَ مُسْلِمٌ

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ یا ابو حمید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آئے تو کہے (ترجمہ:) اے اللہ میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سرخسی نے اثر ابن مسعود سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے مسجد کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر صبح کی سنتیں پڑھیں حالانکہ اس وقت جماعت کھڑی ہوئی تھی۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى يَقُوْلُ كَتَبْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ كِتَابِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَقَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّ يَحْيَى الْحِمَّانِيَّ يَقُوْلُ وَاَبِيْ اُسَيْدٍ۔

۱۵۵۰۔ وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ سُوَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ اَوْ اَبِيْ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

فضل الٰہی کے معانی

مسجد میں داخل ہونے کے لیے آپ نے یہ دعا تعلیم کی " اللھم افتح لی ابواب رحمتك " اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے " تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے دوران بندہ پر رحمت الٰہیہ کا فیضان ہو۔ عبادت میں للہیت، خضوع خشوع اور ذوق وشوق حاصل ہو اور مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا تعلیم فرمائی " اللّٰھم انی اسئلك من فضلك " " اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کے سبب سوال کرتا ہوں " اس دعا کا ایک مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں نے جو عبادت کی ہے میں تجھ سے اس عبادت کی بناء پر سوال نہیں کرتا بلکہ تیرے فضل کی بنا پر سوال کرتا ہوں دوسرا مطلب یہ ہے فضل کے معنی ہیں زائد، گویا کہ بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے اور زیادہ عبادت کا سوال کرتا ہوں یعنی میں نے جو اب عبادت کی ہے اس سے سیر نہیں ہوا مجھے اس سے زیادہ عبادت کی توفیق اور طاقت عطا فرما تیسرا مطلب یہ ہے کہ فضل سے مراد دنیاوی منفعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ " (جمعہ: ۱۰)

" جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کے فضل کو تلاش کرو "

اسی نہج پر بندہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری عبادت کر چکا اب کاروبار معیشت میں مجھے اپنا فضل عطا فرما۔

۲۴۲ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوْسِ قَبْلَ صَلٰوتِهَا وَاَنَّهَا مَشْرُوْعَةٌ فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ

تحیۃ المسجد

۱۵۵۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

۱۵۵۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا در آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے

يَحْيَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمِّهِ وَبْنِ سُلَيْمِ بْنِ خَلْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانِي النَّاسِ قَالَ فَجَلَسْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْتُكَ جَالِسًا وَالنَّاسُ جُلُوسٌ قَالَ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا! فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

تحیۃ المسجد کے احکام

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لیے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں نوافل یا مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے۔ ان اوقات میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے اس لیے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے[1] مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے[2] ہر چند کہ تحیۃ المسجد کے امر میں عموم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ان اوقات کے اندر نہی میں بھی عموم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک ممنوعہ اوقات میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے[3]

امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں مشہور قول یہ ہے کہ ناجائز ہے اور ایک قول جواز کا ہے[4]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جب کعبہ میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے طواف کرے۔ علامہ دشتانی نے لکھا ہے کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے[5] لیکن اہل محبت یہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اور پھر تحیۃ المسجد پڑھے کیونکہ مسجد کے مقابلہ میں آپ کی تعظیم اہم اور مقدم ہے۔

علامہ علائی حنفی کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد فرض، سنت یا نفل کسی بھی نماز کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ مقصود مسجد کی تعظیم اور اس کا اکرام ہے اور وہ حاصل ہو گئی[6] لیکن علامہ شامی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۶، ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۶ھ

[4] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ،

[5] ۔ علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[6] ۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۹ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

کہ جب تک مسجد کی تعظیم اور اکرام کے قصد اور نیت سے نماز نہیں پڑھے گا۔ تحیۃ المسجد کی نماز ادا نہیں ہوگی کیونکہ اعمال کے ثواب کا مدار نیت پر ہے[1] بخاری شریف میں ہے اعمال (کے ثواب) کا مدار نیت پر ہے[2]

بَابُ ۲۴۳ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ قُدُومِهِ

مسافر کے وطن پہنچتے ہی مسجد میں دو رکعت پڑھنے کا استحباب

۱۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ لِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ فَقَالَ لِي صَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا۔ آپ نے وہ قرض ادا کیا اور اصل سے کچھ زائد عطا فرمایا۔ میں مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھ لو۔

۱۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ اشْتَرَى مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَنِي أَنْ أَتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا جب میں مدینہ پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو۔

۱۵۵۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْآنَ حِينَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا۔ میرا اونٹ بہت آہستہ چلتا تھا اور چلنے سے تھک جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں ایک دن بعد پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے فرمایا تم اب پہنچے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ کر مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر واپس چلا گیا۔

۱۵۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا الضَّحَّاكُ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۳۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ۔

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحَى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت ہی واپس لوٹتے تھے۔ پہلے دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں بیٹھتے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ سُنّت یہ ہے کہ کسی سفر سے واپس آنے کے بعد اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر (مسجد) میں حاضر ہو اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر جائے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مرجع عوام ہو وہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ جائے تاکہ اس علاقہ کے لوگ اس سے بآسانی مل سکیں اور یہ پتا چلا کہ قرض لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور پسندیدہ امر یہ ہے کہ مقروض جب قرض واپس کرے تو قرض دار کو اصل سے کچھ زائد رقم دے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے بیان کی گئی ہے: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں جا رہا تھا۔ میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا تھا اور چلتے چلتے تھک جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا! اے جابر! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ آہستہ چلتا ہے اور تھک جاتا ہے اس وجہ سے میں لشکر سے پیچھے رہ گیا آپ نے سواری سے اتر کر میرے اونٹ پر ڈھال ماری پھر مجھ سے فرمایا: اب اونٹ پر سوار ہو۔ میں اونٹ پر سوار ہوا اور میں نے دیکھا کہ اب وہ اونٹ اس قدر تیز چل رہا تھا کہ میں بار بار اس کو تیز رفتاری سے روکتا تھا کہ کہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل جائے۔ (اثناء سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! فرمایا، کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے۔ فرمایا، کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی!! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے پسند کیا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو میری بہنوں کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت اور نگہداشت کرے! آپ نے فرمایا جب گھر جاؤ تو ہوشیاری سے جانا! پھر فرمایا کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی۔ آپ نے مجھ سے وہ اونٹ چالیس درہم کا خرید لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں دوسرے روز پہنچا۔ جب ہم مسجد میں پہنچے تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے فرمایا: اب پہنچے ہو! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ چالیس درہم وزن کر کے دے۔ بلال نے چالیس درہم وزن کر کے کچھ زیادہ دیے۔ میں پیٹھ موڑ کر واپس چلا گیا! آپ نے فرمایا جابر کو بلاؤ! میں نے دل میں سوچا کہ شاید اب اونٹ واپس کر دیں گے اور یہ مجھے سخت ناپسند تھا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اونٹ بھی لے لو اور قیمت بھی لے لو ۱؎ ——— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں) ———

باب ۲۴۴ اِسْتِحْبَابِ صَلٰوۃِ الضُّحٰی

نماز چاشت کا استحباب

۱۵۵۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَّجِيْءَ مِنْ مَّغِيْبِهٖ۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا، نہیں! اِلّا یہ کہ آپ کسی سفر سے تشریف لائیں۔

۱۵۵۸۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَيْسِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى قَالَتْ لَا اِلَّا اَنْ يَّجِيْءَ مِنْ مَّغِيْبِهٖ۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا نہیں! اِلّا یہ کہ آپ کسی سفر سے واپس آئیں۔

۱۵۵۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ سُبْحَةَ الضُّحٰى قَطُّ وَاِنِّيْ لَاُسَبِّحُهَا وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَدَعُ الْعَمَلَ وَهُوَ يُحِبُّ اَنْ يَّعْمَلَ بِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يَّعْمَلَ بِهِ النَّاسُ فَيُفْرَضَ عَلَيْهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں، ہرگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو کرنا پسند کرتے تھے۔ لیکن اس خدشہ سے نہیں کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر مسلمان بھی وہ کام کرنے لگیں گے اور وہ کام ان پر فرض ہو جائے گا۔

۱۵۶۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي الرِّشْكَ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مُعَاذَةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الضُّحٰى قَالَتْ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَيَزِيْدُ مَا شَآءَ۔

مُعاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا چار رکعات اور جس قدر زیادہ پڑھنا چاہتے پڑھ لیتے تھے۔

۱۵۶۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے جس قدر اللہ چاہتا زیادہ پڑھ لیتے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

مِثْلَهٗ وَقَالَ وَيَزِيْدُ مَا شَآءَ اللّٰهُ .

۱۵۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدٍ قَالَ نَا قَتَادَةُ اَنَّ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةَ حَدَّثَتْهُمْ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اَرْبَعًا وَّيَزِيْدُ مَا شَآءَ اللّٰهُ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس قدر زیادہ چاہتا اتنی پڑھ لیتے تھے۔

۱۵۶۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ مَا اَخْبَرَنِيْ اَحَدٌ اَنَّهٗ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى اِلَّا اُمُّ هَانِئٍ فَاِنَّهَا حَدَّثَتْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مَا رَاَيْتُهٗ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ اَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ اَنَّهٗ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوْعَ وَالسُّجُوْدَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَوْلَهٗ قَطُّ .

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے صرف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔! انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے اور آپ نے آٹھ رکعات اس قدر جلد پڑھیں کہ میں نے کبھی آپ کو اتنی جلدی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن آپ رکوع اور سجود مکمل طریقہ سے کرتے تھے۔ ابن بشار نے اپنی حدیث میں قط کا ذکر نہیں کیا۔

۱۵۶۵ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَاهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ ابْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَاَلْتُ وَحَرَصْتُ عَلٰى اَنْ اَجِدَ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ يُخْبِرُنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا يُحَدِّثُنِيْ ذٰلِكَ غَيْرَ اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى بَعْدَ مَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ يَوْمَ الْفَتْحِ فَاُتِيَ بِثَوْبٍ فَسُتِرَ عَلَيْهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کی زبردست خواہش تھی کہ کوئی شخص مجھے یہ بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کس طرح پڑھتے تھے لیکن مجھے صرف حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز دن چڑھنے کے بعد آئے اور کپڑا لاکر پردہ کیا گیا پھر آپ نے غسل کے بعد آٹھ رکعت پڑھیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس میں آپ نے قیام زیادہ لمبا کیا تھا یا رکوع زیادہ لمبا کیا تھا یا سجود، کیونکہ تمام ارکان برابر تھے اور اس سے پہلے اور بعد میں نے آپ کو کبھی چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

لَا أَدْرِي أَقِيَامُهُ فِيهَا أَطْوَلُ أَمْ رُكُوعُهُ أَمْ سُجُودُهُ كُلُّ ذَلِكَ مِنْهُ مُتَقَارِبٌ قَالَتْ فَلَمْ أَرَهُ سَبَّحَهَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ قَالَ الْمُرَادِيُّ عَنْ يُونُسَ وَلَمْ يَقُلْ أَخْبَرَنِي.

۱۵۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِنْتَ أَبِي طَالِبٍ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ قَامَ فَصَلَّى ثَمَانَ رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ زَعَمَ ابْنُ أُمِّي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ قَاتِلٌ رَجُلًا أَجَرْتُهُ فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ يَا أُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ أُمُّ هَانِئٍ وَذَلِكَ ضُحًى.

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے تھے، اور آپ کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چادر تان کر آپ کا پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے آکر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا ام ہانی بنت ابی طالب۔ فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہو۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا میرے ماں جائے علی بن ابی طالب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں اور وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ نماز چاشت کی تھی۔

۱۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِي جَحَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا مُعَلَّى ابْنُ أَسَدٍ قَالَ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّةَ مَوْلَى عَقِيلٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي بَيْتِهَا عَامَ الْفَتْحِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي ثَوْبٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ.

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ درآں حالیکہ آپ نے اپنے گرد ایک کپڑا لپیٹ رکھا تھا جس کی دونوں طرفیں مخالف جانب تھیں۔

۱۵۶۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يُصْبِحُ الرَّجُلُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص صبح اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے اور اس کا ایک بار سبحان اللہ۔ کہہ دینا صدقہ ہے۔ ایک بار الحمد للہ کہہ دینا صدقہ ہے ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا

عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَیُجْزِئُ مِنْ کُلِّ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی

صدقہ ہے ایک بار اللہ اکبر کہہ دینا صدقہ ہے۔ کسی شخص کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، کسی کو برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور چاشت کی نماز پڑھ لینا ان تمام امور سے کفایت کر جاتا ہے۔

۱۵۶۹ وَحَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا اَبُو التَّیَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُثْمَانَ النَّھْدِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلٰثٍ بِصِیَامِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ وَرَکْعَتَیِ الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، دو رکعت نماز چاشت کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

۱۵۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَیْرِیِّ وَاَبِیْ شِمْرٍ الضَّبِعِیِّ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا عُثْمَانَ النَّھْدِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۱۔ وَحَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلّٰی ابْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الدَّانَاجِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ رَافِعٍ الصَّائِغُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ فَذَکَرَ مِثْلَ حَدِیْثِ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے۔

۱۵۷۲۔ وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ عَنِ الضَّحَّاکِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْ مُرَّۃَ مَوْلٰی اُمِّ ھَانِءٍ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَھُنَّ مَا عِشْتُ بِصِیَامِ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ وَصَلٰوۃِ الضُّحٰی وَبِاَنْ لَّا اَنَامَ حَتّٰی اُوْتِرَ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں تاحیات نہیں چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین روزے، چاشت کی نماز اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔

چاشت کا وقت علامہ طیبی کہتے ہیں کہ سورج بلند ہونے کے بعد دن کے ابتدائی حصہ کو چاشت کہتے ہیں۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ زوال سے پہلے دن کے ابتدائی چوتھے حصے کو چاشت کہتے ہیں[1] مثلاً اگر بارہ گھنٹہ کا دن ہے تو طلوع آفتاب کے تین گھنٹے بعد چاشت کا وقت ہوگا۔

چاشت کی نماز میں روایات متعارض ہیں اور یہ تعارض ثبوت اور تعداد دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

چاشت کی نماز میں بلحاظ ثبوت کے تطبیق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے بالکل نہیں دیکھا۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سفر سے واپسی کے موقع پر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ چار رکعت چاشت پڑھتے تھے اور جس قدر زیادہ چاہتے پڑھ لیتے۔ اس تعارض کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے بارے میں ثبوت اور نفی کی روایات ہوں تو ثبوت کی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جن روایات میں چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی ہے وہ نفی ان کے مشاہدہ کے اعتبار سے ہے اور جن روایات میں انھوں نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی خبر دی ہے۔ وہ کسی اور صحابی یا صحابیہ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی وجہ سے ہے، ثالثاً جن روایات میں حضرت عائشہ نے نماز چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی، وہ دوام اور مواظبت کے اعتبار سے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ رابعاً نوں میں چاشت کی نماز آٹھ رکعت معروف ہوگئی، حضرت عائشہ نے اس معروف طریقہ کی نفی کی ہے کیونکہ آپ چاشت کی نماز چار رکعت بھی پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاشت کی نماز سے جو اپنے علم کی نفی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی باری آٹھ دن کے بعد آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز مسجد میں پڑھتے تھے یا سفر میں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کا علم نہیں ہوسکا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے مسجد میں چاشت کی نماز پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے اور منقول ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو یہ خدشہ تھا کہ اگر ہر روز التزام کے ساتھ چاشت کی نماز مسجد میں پڑھی گئی تو لوگ اس کو فرض کے مشابہ قرار دے لیں گے۔[2]

چاشت کی نماز میں بلحاظ عدد کے تطبیق

عدد کے لحاظ سے بھی ان روایات میں تعارض ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعات پڑھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز دو رکعت پڑھیں۔ طبری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے چاشت کی نماز پہلے دو رکعت پڑھیں، پھر چار رکعت پھر چھ رکعت، پھر آٹھ رکعت۔ بعض ضعیف روایات میں بارہ رکعات کا

---

[1] ۔ علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ دشتانی متوفی ۸۲۸ھ ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۔

بھی ذکر ہے۔

ان متعارض روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت کی متعدد رکعات پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے میں آسانی اور سہولت ہو اور ہر راوی نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔

حضرت ام ہانی کی روایت کے فوائد

حضرت ام ہانی کا نام فاختہ تھا لیکن وہ اپنی کنیّت سے مشہور ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص وضو یا غسل کر رہا ہو اس کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حالت میں سلام کیا۔ البتہ جو شخص قضاء حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کرنے والے کا گفتگو کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے حالت اغتسال میں حضرت اُمّ ہانی سے کلام کیا بعض فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ جو غسل طہارت کے لیے ہو اس میں کلام نہ کرے اور جو غسل تنظیف اور بدن کو صاف کرنے کے لیے ہو اس میں کلام کرنا جائز ہے آپ کا یہ غسل تنظیف کے لیے تھا کیونکہ بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے چہرہ پر گرد و غبار تھا تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پانی انڈیلنے کے لیے فرمایا۔ حضرت اُمّ ہانی نے حضرت علی کو بھائی کہنے کی بجائے ماں جایا کہا کیونکہ ماں جایا کا لفظ اس بات کو مستلزم ہے کہ ماں میں مشارکت کی وجہ سے شفقت اور رحمت کے اظہار کا زیادہ داعیہ اور باعثہ ہو۔

رکعات نوافل میں مذاہب

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں[1] امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جا سکتے ہیں[2]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی " رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو" اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت نفل بھی پڑھ لیے تو جائز ہے۔ اگر دن یا رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی[3] امام ابوحنیفہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے[4]۔ صاحبین کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے: صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی " رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھو اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

عَن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ انتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی [1]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول کی بات نہ پوچھو، پھر چار رکعات نماز پڑھتے اور یہ نہ پوچھو کہ ان کا حسن اور طول کیسا تھا۔ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز جائز نہیں ہے۔

عورت کے امان دینے میں مذاہب

حدیث نمبر ۱۵۶۶ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی کی ابن ہبیرہ کی دی ہوئی امان نافذ کر دی۔ یہاں فقہاء نے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ عورت اگر کسی شخص کو امان دیدے تو کیا صرف اس کے امان دینے سے امان نافذ ہو جاتی ہے ——— یا یہ امان امام کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ امان کو برقرار رکھے تو امان ہوگی ورنہ نہیں۔ علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء نے اس حدیث کی بناء پر عورت کی امان کو جائز قرار دیا ہے اور ابن ماجشون نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی مخالفت کی ہے [2]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک، قیامت تک برپا ہونے والے جہاد میں عورت کی دی ہوئی امان نافذ ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک عورت کی دی ہوئی امان امام کی صواب دید پر موقوف ہے۔ وہ اگر اس امان کو برقرار رکھے گا تو امان برقرار رہے گی ورنہ نہیں [3]

باب ۲۴۵ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِمَا

سنت فجر کا استحباب اور تاکید

۱۵۷۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت۔

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْاَذَانِ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ۔

کہ جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا، اور فجر ظاہر ہو جاتی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت سے پہلے دو رکعت سنت فجر مختصر طریقہ پر پڑھتے۔

۱۵۷۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَّافِعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ مَالِكٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۵- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت (سنت فجر) کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۱۵۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا النَّضْرُ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمٍّ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَصَّاءَ لَهُ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب فجر روشن ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے

۱۵۷۸- حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَيُخَفِّفُهُمَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سننے کے بعد فجر کی دو سنتیں تخفیف کے ساتھ پڑھتے۔

۱۵۷۹- وَحَدَّثَنِيْهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ يَعْنِي ابْنَ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے اس میں طلوع فجر کا ذکر ہے۔

وَكِيعٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

۱۵۸۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔

۱۵۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَيَّلُ حَتّٰى إِنِّي أَقُولُ هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر اس قدر تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے کہ میں دل میں سوچتی تھی پتا نہیں آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی بھی ہے یا نہیں!۔

۱۵۸۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أَقُولُ هَلْ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے اور میں سوچتی کہ کیا آپ نے ان میں سورۂ فاتحہ پڑھی ہوگی۔!

۱۵۸۳۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت اور التزام نہیں کرتے تھے۔

۱۵۸۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا حَفْصٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَسْرَعَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نفل اس قدر سرعت کے ساتھ پڑھتے نہیں دیکھا جس قدر سرعت کے ساتھ آپ سنت فجر پڑھتے تھے۔

مِنْهُ إِلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔

۱۵۸۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت فجر پڑھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۱۵۸۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ قَالَ أَبِي نَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي شَأْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ لَهُمَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھنا میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔

۱۵۸۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو رکعات (سنت فجر) میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد۔ پڑھیں۔

۱۵۸۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ يَعْنِي مَرْوَانَ بْنَ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُولَى مِنْهُمَا قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ میں سے قولوا آمنا باللہ۔ پڑھتے اور دوسری رکعت میں آمنا باللہ واشہد بانا مسلمون۔ پڑھتے۔

۱۵۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُولُوا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَالَّتِي فِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر میں قولوا امنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران کی یہ آیت پڑھتے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔

اٰلِ عِمْرَانَ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا یَۃَ ۔

۱۵۹۰۔ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَکِیْمٍ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مَرْوَانَ الْفَزَارِیِّ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

احکام شرعیہ کی اقسام

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی چار قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سُنّت اور نفل۔ جس کام کا کرنا ضروری ہو اور نہ کرنا ممنوع ہو اگر اسکے لزوم اور ثبوت پر دلالت قطعی ہے تو فرض ہے اور اگر لزوم پر دلالت یا ثبوت ظنی ہو تو واجب ہے اور اگر اس کام کا کرنا مطلوب ہو اور نہ کرنا ممنوع نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے اس کام کو ہمیشہ کیا ہو تو وہ سنت ہے ورنہ نفل اور مستحب ہے۔ سنت کا معنی ہے الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین" یعنی عبادت کرنے کا طریقہ پھر سنت کی دو قسمیں ہیں سنن ہدی جن کو سنن مؤکدہ بھی کہتے ہیں۔ اور سنن زوائد، سنن ہدی (موکدہ) وہ ہیں جن کا ترک اساءت (بُرائی) اور کراہیت کا موجب ہو جیسے جماعت، اذان اور اقامت اور سنن زوائد وہ ہیں جن کا ترک اساءت اور کراہیت کا موجب نہ ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست اور لباس پہننے کا طریقہ، علامہ شامی نے سنن زوائد کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت ہمیشہ کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اور رکوع اور سجود کے طول کو بھی سنن زوائد میں شمار کیا ہے اور سنن ہدی (سنن مؤکدہ) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ واجب کے قریب ہیں اور ان کا تارک گمراہ ہے کیونکہ سنن مؤکدات کے ترک میں دین کا استخفاف ہے اور نفل کے بارے میں علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کا کرنا مستحب ہو اور نہ کرنا اساءت نہ ہو۔

اگر سنن زوائد کو الگ حکم مان لیا جائے تو پانچ احکام شرعیہ ہو جاتے ہیں۔ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت زائدہ (غیر مؤکدہ) نفل (مستحب) اور پانچ احکام ان کے مقابل ہیں: حرام، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ۔ اس طرح دس احکام شرعیہ ہو گئے اور ایک مباح ہے جس کام کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں اگر اس کو بھی حکم مان لیا جائے تو گیارہ احکام شرعیہ ہیں۔

فرض کا انکار کفر اور ترک موجب عذاب ہے واجب کا انکار کفر نہیں گمراہی ہے اور اس کا ترک موجب عذاب ہے اسی طرح حرام کا انکار کفر اور اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب کفر نہیں مگر اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے، سنت مؤکدہ کا ترک اور اساءت کا ارتکاب اگر نادراً ہو تو موجب کراہیت اور ملامت ہے اور دائماً ہو تو موجب عذاب ہے اور مستحب کا ترک یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب موجب ملامت نہیں ہے اور مباح کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں [1]

سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۹۵، ۹۷، ۵۹۴، ۷۷، ملخصاً مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

وقد تکرر فی الحدیث ذکر السنۃ و ماتصرف منہا والاصل فیہ الطریقۃ و السیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بہ ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونہی عنہ وندب الیہ قولاً وفعلاً مما لم ینطق بہ الکتاب العزیز ولہذا یقالُ فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ ای القرآن والحدیث وَ فی الحدیث انما انسیٰ لاسنَّ ای انما ادفع الی النسیان لاسوق الناس بالہدایۃ الی الطریق المستقیم وابین لہم ما یحتاجون ان یفعلوا اذا عرض لہم النسیان ومنہ حدیث انہ نزل المحصب ولم یسنّہ ای لم یجعلہ سنۃ یعمل بہا وقد یفعل الشئ لسبب خاص فلا یعمہ غیرہ وقد یفعل لِمعنی فیزول ذٰلِک المعنی ویبقی الفعل علی مالہ متبعا کقصر الصلوٰۃ فی السفر للخوف ثم استمر القصر مع عدم الخوف ومنہ حدیث ابن عباس رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بسنۃ ای لم یسنہ فعلہ لکافۃ الامۃ ولکن لسبب خاص وھو ان یری المشرکین قوۃ اصحابہ وھذا مذھب ابن عباس و غیرہ یری ان الرمل فی طواف القدوم لسنۃ [1]

احادیث میں سُنّت اور اس کے مشتقات کا ذکر متعدد بار آیا ہے، سنت لغت میں طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سنت سے مراد وہ کام ہیں جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور جن کاموں کو از روئے قول اور فعل مستحب قرار دیا ہے اور یہ کام اس زمرہ سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت ہیں یعنی قرآن اور حدیث، حدیث شریف میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تاکہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنی میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا یعنی لوگوں کے عمل کے لیے مشروع نہیں کیا، کبھی آپ کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور لوگوں کے لیے اس کو مشروع نہیں کرتے۔ کبھی کسی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے، جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کی شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا، یعنی تمام امت کے عمل کے لیے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص سبب کی وجہ سے مقاوہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں لیکن یہ صرف حضرت ابن عباس کا نظریہ ہے باقی ائمہ طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں

علامہ ابن منظور نے بھی سنت کی تعریف میں بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ مجد الدین محمد ابن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۴۱۰ : ۴۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ اسماعیلیان قم ایران چاپ چہارم ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۳ ص ۲۲۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

طلوع فجر کے بعد نوافل میں مذاہب

اس باب کی حدیث (۱۵۷۵) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور (نفلی) نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد طلوع شمس تک دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھے [۱] کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفلی نماز پڑھنا بہت مرغوب تھا۔ اس کے باوجود آپ نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی اور کسی کام کے داعیہ اور باعثہ ہونے کے باوجود شارع علیہ السلام کا اس کو نہ کرنا اس کی ممانعت کی دلیل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک قول احناف کی طرح یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فجر کے فرض پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صحیح قول یہی ہے [۲] لیکن شوافع کا یہ صحیح قول احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔!

عن ابن عباس قال شهد عندی رجال مرضیون وارضاهم عندی عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوٰة بعد الصبح حتی تشرق الشمس وبعد العصر حتی تغرب۔ [۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے میرے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے فرض پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ سکتا ہے [۴] امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر کسی شخص سے تہجد کے نوافل رہ گئے ہوں تو وہ طلوع فجر کے بعد پڑھ سکتا ہے اور اگر کسی شخص سے سنت فجر رہ گئی ہو تو وہ فجر کے فرض کے بعد قضا پڑھ سکتا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے [۵]۔ طلوع فجر کے بعد تہجد کے نوافل پڑھنا حضرت حفصہ کی روایت کے خلاف ہے جس کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور نماز فجر کے بعد سنتوں کی قضاء حضرت ابن عباس کی روایت کے خلاف ہے جس کو ہم نے بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

---

[۱] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[۲] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۳] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[۴] ۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۵] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

وقت سے پہلے اذان

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بعض احناف ان احادیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اعلان کرتے تھے کہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں اور اس باب کی احادیث میں اذان سے مراد اذان ثانی ہے [1]۔

علامہ نووی نے جو حضرت بلال کی اذان کا حوالہ دیا ہے اور جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ الفاظ خود اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت بلال نماز کے لیے اذان نہیں دیتے تھے بلکہ لوگوں کو نیند سے جگانے کے لیے اور سحری کھانے کے لیے اعلان کرتے تھے اس عنوان کی مفصل بحث، ہم باب ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں کر چکے ہیں نیز علامہ نووی کا اس اذان کو اذان ثانی پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مسموع ہے۔ علامہ دشتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ اشہب سے روایت ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے اگر پڑھ لیں تو دہرائے گا اور ابن حبیب سے منقول ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھ لیں تو نہیں دہرائے گا [2]۔ ابن حبیب کے اس قول کو رد کرنے کے لیے اس باب کی احادیث کافی ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک فجر کے علاوہ اور کوئی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان نماز کے وقت کا اعلان ہے۔ اگر قبل از وقت، اذان دی گئی تو یہ مقصد فوت ہو جائیگا [3] امام احمد نے جو دلیل باقی نمازوں میں قبل از وقت، اذان کے عدم جواز پر قائم کی ہے بعینہٖ وہ فجر کی قبل از وقت اذان میں بھی جاری ہوتی ہے۔ امام احمد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت بلال صرف رمضان میں اذان دیتے تھے اور بخاری شریف میں یہ تصریح ہے کہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سونے والا سحری کے لیے جاگ پڑے اور جو تہجد میں مشغول ہے وہ سحری کی طرف متوجہ ہو۔ اس عنوان کی مفصل بحث باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۲۴۶ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ قَبْلَ الْفَرِيضَةِ وَبَيَانِ عَدَدِهِنَّ

سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کی تعداد

۱۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي عَنْبَسَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِحَدِيثٍ يَتَسَاوَرُ إِلَيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

عمرو بن اوس بیان کرتے ہیں کہ عنبسہ بن ابی سفیان نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جس کو سن کر خوشی ہوگی انھوں نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلَّى اثْنَتَىْ عَشَرَةَ رَكْعَةً فِيْ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهُنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنْبَسَةَ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ.

علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا، عنبسہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت ام حبیبہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔ عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عنبسہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا اور نعمان بن سالم کہتے کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عمرو بن اوس سے یہ حدیث سنی ہے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔

۱۵۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا حَ وَ بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا حَ وَ دُعِيَ لِلنُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَجْدَةً تَطَوُّعًا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ.

اسی سند کے ساتھ نعمان بن سالم نے کہا جس شخص نے ایک دن میں یہ بارہ سنن پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

۱۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ أَوْ إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا بَرِحْتُ أُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَمْرٌو وَمَا بَرِحْتُ أُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے لیے بارہ رکعات نفل (سنت) پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا" یا فرمایا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں میں اس دن سے ہمیشہ یہ سنتیں پڑھتی ہوں۔ اسی طرح باقی راویوں نے بھی کہا۔

۱۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ أَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ أَوْسٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ مسلم کامل وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے ہر دن .... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

۱۵۹۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ سَجْدَتَيْنِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ فَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں اور دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت جمعہ کے بعد پڑھیں۔ بہرحال مغرب، عشاء اور جمعہ کی سنتیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں پڑھیں۔

فرائض کے ساتھ سنن مؤکدہ کے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دن اور رات میں بارہ رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔

فجر سے پہلے دو رکعت کے ثبوت میں باب سابق میں متعدد احادیث گذر چکی ہیں۔ ظہر کی سنتوں پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل الظہر اربعاً وبعدھا رکعتین۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کے بعد دو رکعت کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۵۹۵ میں ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت مغرب کے بعد پڑھیں اور اسی حدیث میں عشاء کے بعد دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔

عصر سے پہلے چار رکعت نماز سنت غیر مؤکدہ ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ امرأ صلی قبل العصر اربعاً۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " جامع ترمذی ص ۸۹ "

عشاء سے پہلے دو رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن عبد اللہ بن الزبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من صلوٰۃ مکتوبۃ الا بین یدیھا رکعتان۔ [1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعت نماز ہے

بعض فقہا عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبد اللہ ابن المغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : بین کل اذانین صلوٰۃ مرتین لمن شاء [2]

حضرت عبداللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان ایک نماز ہے جو چاہے۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

واما الاربع قبلھا فلم یذکر فی خصوصھا حدیث لکن یستدل لہ بعموم ما رواہ الجماعۃ من حدیث عبداللہ بن مغفل انہ علیہ السلام قال بین کل اذانین صلوٰۃ [3]

عشاء سے پہلے چار سنتوں کے بارے میں بالخصوص حدیث وارد نہیں ہے البتہ حضرت عبداللہ بن مغفل کی اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔

مغرب سے پہلے دو رکعت

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے اور بعد سنتیں پڑھنے میں ہمارے اصحاب شافعیہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے میں شوافع کے دو قول ہیں۔ ایک قول میں مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کو غیر مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں مستحب قرار دیا ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ صحابہ کرام مغرب کی اذان کے بعد ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے [4]

احناف کے دلائل

احناف مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

حافظ زیلعی کتاب الآثار کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن حماد بن ابی سلیمان انہ سأل ابراھیم النخعی عن الصلوٰۃ قبل المغرب قال: فنھاہ عنھا و قال ان رسول اللہ صلی

حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور عمر مغرب

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[2] " " " سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۶ " "
[3] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۷۷۶ھ غنیۃ المستملی ۳۷۰۔ ۳۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔
[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونہا۔[1]

حافظ ذیلعی، طبرانی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل رایتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یُصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن: لا، غیران ام سلمۃ قالت صلاھما عندی مرۃ فسالتہ ماھذہ الصلوٰۃ؟ فقال نسیت الرکعتین قبل العصر فصلیتھما الآن۔[2]

عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رایت احدا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلّیھما۔[3]

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا صلوٰۃ المغرب۔[4]

سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے انھوں نے کہا نہیں البتہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا ایک دن میرے پاس آپ نے مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھیں میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا میں عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گیا تھا ان کو اب پڑھا ہے۔

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از مغرب دو رکعت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ان دو رکعتوں کو پڑھتا ہو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز ہے ماسوا مغرب کی نماز کے۔

جمعہ کی سُنّتیں

جمعہ سے پہلے چار رکعت سُنّت ہیں اور جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہیں بایں طور کہ چار رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو رکعت سنت پڑھی جائیں۔ حسب ذیل احادیث سے جمعہ کی سنتوں پر استدلال کیا جاتا ہے۔

عن قتادۃ ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعۃ اربع رکعات وبعدھا اربع رکعات قال ابو اسحاق وکان علی یصلی بعد الجمعۃ ست رکعات۔[5]

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔

عن ابی عبد الرحمان السلمی قال:

ابو عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

---

[1] حافظ جمال الدین ذیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ مجلس علمی دابیل، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ۔

[2] " " " " " " " "

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی، لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۲۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

کان عبد الله یامرنا ان نصلی قبل الجمعة اربعا و بعدها اربعا حتی جاءنا علی فامرنا ان نصلی بعدها رکعتین ثم اربعا۔[1]

مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھنے کا حکم دیتے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار سنتیں پڑھیں

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وفی حدیث ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتطوع قبل الجمعة اربع رکعات واختلفوا بعدها قال ابن مسعود رضی الله عنه اربعا و به اخذ ابوحنیفة و محمد رحمهما الله تعالی لحدیث ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من کان مصلیا بعد الجمعة فلیصل اربع رکعات و قال علی رضی الله عنه یصلی بعدها ستا اربعا ثم رکعتین و به اخذ ابویوسف رحمه الله وقال عمر رکعتین ثم اربعا فمن الناس من رجح قول عمر بالقیاس علی التطوع بعد الظهر وابو یوسف رحمه الله اخذ بقول علی رضی الله عنه فقال یبدء بالاربع لکیلا یکون متطوعا بعد الفرض مثلها۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار رکعت کہتے تھے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا اسی پر عمل ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت نماز پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے تھے پہلے چار رکعت اس کے بعد دو رکعت۔ امام ابو یوسف کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے دو اور پھر چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے ظہر کے بعد کی سنتوں پر قیاس کرتے ہوئے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور کہا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے تاکہ ایک فرض کے بعد اس کی مثل نفل پڑھنا لازم نہ آئے۔

ہر چند کہ علامہ سرخسی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت پڑھے لیکن ہم نے جب کتب حدیث کا تتبع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایات سامنے آئیں ان میں پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کا ذکر ہے، مصنف عبد الرزاق میں اس طرح کی متعدد روایات ہیں ہم نے ایک کا ذکر کر دیا ہے دیگر کتب حدیث سے مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلی الجمعة صلی بعدها ست رکعات رکعتین ثم اربعا[3]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے پہلے دو رکعت پھر چار رکعت

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[2] علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد متوفی ۴۸۳، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۲ھ۔

عن علی بن ابی طالب انه امران یصلی بعد الجمعة رکعتین ثمار بعا۔[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھی جائیں پھر چار۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یصلی بعد الجمعة رکعتین فی بیته وابن عمر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد بعد الجمعة رکعتین وصلی بعد الرکعتین اربعا۔[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابن عمر جمعہ کے بعد مسجد میں پہلے دو رکعت پڑھتے پھر چار۔

عن ابی اسحاق قال صلیت مع ابن عمر یوم الجمعة فلما سلم قام فصلی رکعتین ثم قام فصلی اربع رکعات۔[3]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے سلام پھیرنے کے بعد پہلے دو رکعت نماز پڑھی پھر چار رکعت۔

عن عبد الرحمان السلمی قال قدم علینا عبداللہ فکان یصلی بعد الجمعة اربعا فقدم بعده علی فکان اذا صلی الجمعة صلی بعدها رکعتین واربعا۔[4]

عبدالرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود آئے وہ جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھتے تھے۔ ان کے بعد حضرت علی تشریف لائے اور جمعہ پڑھنے کے بعد دو اور چار رکعت (سنت) نماز پڑھی۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی کی جو روایات ذکر کی ہیں وہ یہی ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار رکعت پڑھے پھر ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو کیونکہ اگر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں تو یہ سنت فرض کے مشابہ ہو جائے گی کیونکہ دو رکعت جمعہ فرض ہے اس کے بعد اگر دو رکعت سنت پڑھی گئی تو سنت اور فرض مشابہ ہو جائیں گے اس مشابہت کو دور کرنے کے لیے جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت، لیکن علامہ شمس الدین سرخسی نے اس دلیل کو رد کر دیا ہے فرماتے ہیں:

وھذا لیس بقوی فان الجمعة بمنزلة اربع رکعات لان الخطبة شطر الصلوٰة۔[5]

امام ابو یوسف کی یہ دلیل قوی نہیں ہے کیونکہ نماز جمعہ چار رکعات کے حکم میں ہے اس لیے کہ خطبہ نصف نماز ہے

بہر حال ہمارے فقہاء نے امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے ذخیرہ، تجنیس، بدائع اور منیۃ المصلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز پڑھے[6]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] " " " " "

[3] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ۔

[4] " " " " "

[5] علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[6] علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۹ھ۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین نے حضرت علی سے جو پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز کو روایت کیا ہے اس میں ان سے تسامح ہوا ہے کیونکہ تمام امہات کتب حدیث میں حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کی روایت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب بقول علامہ سرخسی امام ابو یوسف کی دلیل قوی نہیں ہے تو آثار صحابہ کے مطابق جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مالکیہ، حنابلہ اور بعض اصحاب شافعی جمعہ سے پہلے سنت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ جمعہ کو عید پر قیاس کرتے ہیں اور جس طرح عید سے پہلے نماز نہیں ہے جمعہ سے پہلے بھی نہیں ہے[1] ہم نے اس بحث کے شروع میں جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں مصنف عبدالرزاق سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ حدیثیں ان حضرات پر حجت ہیں اور ان کے قیاس کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

باب ۲۴۷ جواز النافلۃ قائما وقاعدا وفعل بعض الرکعۃ قائما وبعضہا قاعدا

نوافل پڑھنے کا طریقہ

۱۵۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي فِي بَيْتِي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِي فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا وَكَانَ إِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے، پھر حجرہ سے تشریف لے جا کر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے حجرہ میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ رات کو اٹھ کر وتر سمیت نو رکعات پڑھتے، رات کو لمبا قیام اور لمبا قعود کرتے، جب کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع سجود بھی قیام کی حالت میں کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجود بھی بیٹھ کر کرتے، اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت پڑھتے۔

۱۵۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ بُدَيْلٍ وَأَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات تک قیام کرتے، جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے اور جب بیٹھ کر

---

[1] علامہ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۹۔ ۱۱۸ ملخصاً مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا فَاِذَا صَلّٰی قَائِمًا رَکَعَ قَائِمًا وَاِذَا صَلّٰی قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا

نماز پڑھتے تو بیٹھ کر رکوع کرتے۔

۱۵۹۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ بُدَیْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کُنْتُ شَاکِیًا بِفَارِسٍ فَکُنْتُ اُصَلِّیْ قَاعِدًا فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ۔

حضرت عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں ملک فارس میں بیمار ہو گیا اس سبب سے بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات گئے تک بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر حسب سابق حدیث بیان کی

۱۵۹۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَائِمًا وَلَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا وَکَانَ اِذَا قَرَاَ قَائِمًا رَکَعَ قَائِمًا وَاِذَا قَرَاَ قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

۱۶۰۰۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ ہِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ سَاَلْنَا عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ قَائِمًا وَقَاعِدًا فَاِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ قَائِمًا رَکَعَ قَائِمًا وَاِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا۔

عبداللہ بن شقیق عقیلی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

۱۶۰۱۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّہْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِیْ ابْنَ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ نَا ابْنُ اِدْرِیْسَ بْنِ مَیْمُوْنٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَیْرٍ جَمِیْعًا عَنْ ہِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ ح وَحَدَّثَنِیْ زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ ہِشَامٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، حتّٰی کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ اور جب سورت کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو قرآن پڑھنا شروع کر دیتے اور پھر کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔

بْنِ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ صَلٰوةِ اللَّیْلِ جَالِسًا حَتّٰی اِذَا کَبُرَ قَرَاَ جَالِسًا حَتّٰی اِذَا بَقِیَ عَلَیْهِ مِنَ السُّوْرَةِ ثَلٰثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اٰیَةً قَامَ فَقَرَاَهُنَّ ثُمَّ رَکَعَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب آپ کی قرأت سے تیس چالیس کے لگ بھگ آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر قرأت کرتے۔ اور رکوع اور سجود کرتے اور دوسری رکعت میں پھر اسی طرح کرتے۔

۱۶۰۲۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ وَاَبِی النَّضْرِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ جَالِسًا فَیَقْرَاُ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا بَقِیَ مِنْ قِرَاْتِهٖ قَدْرُ مَا یَکُوْنُ ثَلٰثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ اٰیَةً قَامَ فَقَرَاَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ یَفْعَلُ فِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنی دیر کے لیے کھڑے ہو جاتے جتنی دیر میں انسان چالیس آیات پڑھ لیتا ہے۔

۱۶۰۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ اَبِیْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ قَامَ قَدْرَ مَا یَقْرَاُ الْاِنْسَانُ اَرْبَعِیْنَ اٰیَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنی دیر کے لیے کھڑے ہو جاتے جتنی دیر میں انسان چالیس آیات پڑھ لیتا ہے۔

۱۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ کَیْفَ کَانَ یَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَالَتْ کَانَ یَقْرَاُ فِیْهِمَا فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّرْکَعَ قَامَ فَرَکَعَ۔

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت بیٹھ کر کس طرح پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دو رکعتوں میں بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے۔

۱۶۰۵۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ سَعِیْدٍ الْجُرَیْرِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا هَلْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ وَهُوَ قَاعِدٌ قَالَتْ نَعَمْ بَعْدَ مَا حَطَمَهُ النَّاسُ۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں جب لوگوں (کے اژدحام) نے آپ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

۱۶۰۶- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور روایت بھی اس سند سے منقول ہے۔

۱۶۰۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ كَثِيرًا مِنْ صَلٰوتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدٍ قَالَ حَسَنٌ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلٰوتِهِ جَالِسًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن بھاری اور بوجھل ہو گیا تو آپ بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا حَتَّى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّورَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا.

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے صرف ایک سال پہلے بیٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سورت ترتیل سے پڑھتے تھے۔

۱۶۱۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا بِعَامٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں وصال سے ایک یا دو سال پہلے کا ذکر ہے۔

۱۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حَسَنِ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى صَلّٰى قَاعِدًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔

۱۶۱۲ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ مَالَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، ایک دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا، آپ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں! آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم جیسا کب ہوں۔

۱۶۱۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى الْاَعْرَجِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا

اس باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں، جمہور کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ دن کی سنن مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں[1] لیکن احادیث سے امام مالک کے مسلک کی تائید نہیں ہوتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان ہے۔ فان خیر صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ[2]۔ "مرد کی سب سے افضل نماز فرائض کے علاوہ نمازوں کو گھر میں پڑھنا ہے۔" نیز فرمایا اجعلوا فی بیوتکم من صلوٰتکم وَلا تتخذوھا قبورًا۔[3] "اپنے گھروں میں بھی

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ دشتانی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ " " " " " " " "

نماز پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔" بنو اشہل کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھ کر دیکھا لوگ مسجد میں سنتیں پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: هذه صلوٰة البيوت [1] "یہ گھر میں پڑھی جانے والی نماز ہے۔"

نوافل کی حکمت

نوافل کے مشروع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی ہو تو اس کی تلافی نوافل سے ہو جائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اگر اس کا حساب ٹھیک ہوگا تو وہ کامیاب اور کامران ہوگا اگر نمازوں کا حساب فاسد ہو گیا تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہوگی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے اس بندہ کی کچھ نفلی نماز ہے جس سے اس کے فرائض کی کمی کا تدارک ہو جائے اور باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی نہج پر ہوگا [2]۔ اس کے علاوہ حکمت یہ ہے کہ فرض سے پہلے نفل پڑھ کر اسے نماز کی مشق ہو جائے اور نماز کے ساتھ انس ہو جائے اور پوری توجہ اور ذوق وشوق سے فرائض ادا کر سکے۔

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز

جمہور ائمہ کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے۔ البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے [3] اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اسکو آدھا ثواب ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپکی خصوصیت تھی علامہ نووی اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ آپ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آپ کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی [4] بعض لوگ اس پر قیاس کر کے عشاء کی نماز میں وتر کے بعد عمداً بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں اگرچہ یہ عمل جائز ہے لیکن اس میں نصف ثواب ہے۔

فرائض میں اگر قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔

۲۴۸ باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اللیل وان الوتر رکعۃ

تہجد کی رکعات کی تعداد اور وتر کا بیان

۱۶۱۴ - وحدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ رضی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۳ھ مشکوٰۃ ص ۱۱۷ مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار متوفی ۱۰۶۹ھ۔ مراقی الفلاح ص ۲۴۱ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بِاللَّیْلِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُوْتِرُ مِنْہَا بِوَاحِدَۃٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْہَا اضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔

ایک رکعت کیساتھ تعداد رکعت کو طاق بنا لیتے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتّٰی کہ آپ کے پاس مؤذن آتا پھر آپ دو رکعت مختصراً پڑھتے۔

۱۶۱۵- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَہْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْمَا بَیْنَ اَنْ یَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ وَہِیَ الَّتِیْ یَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَۃَ اِلَی الْفَجْرِ اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُسَلِّمُ بَیْنَ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ وَیُوْتِرُ بِوَاحِدَۃٍ فَاِذَا سَکَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَتَبَیَّنَ لَہُ الْفَجْرُ وَجَاءَہُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَکَعَ رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰی شِقِّہِ الْاَیْمَنِ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَۃِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) سے فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور (اخیر میں) ایک رکعت کے ساتھ ان رکعات کو وتر (طاق) بنا لیتے۔ جب مؤذن اذان دینے کے بعد خاموش ہو جاتا اور آپ پر صبح کا وقت منکشف ہو جاتا اور مؤذن (اطلاع کے لیے) آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر مختصراً دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتّٰی کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے آتا۔

۱۶۱۶- وَحَدَّثَنَاہُ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَہْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ وَسَاقَ حَرْمَلَۃُ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْ وَتَبَیَّنَ لَہُ الْفَجْرُ وَجَاءَہُ الْمُؤَذِّنُ وَلَمْ یَذْکُرِ الْاِقَامَۃَ وَسَائِرُ الْحَدِیْثِ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عَمْرٍو وَسَوَاءٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔
البتہ حرملہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ فجر ظاہر ہو گئی اور آپ کے پاس مؤذن آیا اور نہ اقامت کا ذکر کیا۔

۱۶۱۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا ہِشَامٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلَاثَ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً یُوْتِرُ مِنْ ذٰلِکَ بِخَمْسٍ لَا یَجْلِسُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا فِیْ اٰخِرِہَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے اور پانچ رکعت وتر پڑھتے اور صرف آخر میں بیٹھتے۔

۱۶۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ ح وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۱۶۱۹- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت) سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

۱۶۲۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے چار رکعت نماز پڑھتے اور اس نماز کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! پھر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! اس کے بعد تین رکعت (وتر) پڑھتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

۱۶۲۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوتِرُ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے، آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد وتر پڑھتے، پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے، جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے، پھر صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھتے۔

۱۶۲۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحُرِيرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مگر اس میں وتر سمیت نو رکعت کا ذکر ہے۔

كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا تِسْعَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا يُوتِرُ مِنْهُنَّ.

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رمضان ہو یا غیر رمضان آپ رات کو سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

۱۶۲۳- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي لَبِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ أَيْ أُمَّهْ أَخْبِرِينِي عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَتْ صَلٰوتُهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِاللَّيْلِ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ.

۱۶۲۴- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ وَيُوتِرُ بِسَجْدَةٍ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَتِلْكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دس رکعت پڑھتے اور ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر (طاق) کرتے اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھتے یہ کل تیرہ رکعات ہیں۔

۱۶۲۵- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ عَمَّا حَدَّثَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِي آخِرَهُ ثُمَّ إِنْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ إِلَى أَهْلِهِ قَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ يَنَامُ فَإِذَا كَانَ عِنْدَ النِّدَاءِ الْأَوَّلِ قَالَتْ وَثَبَ فَلَا وَاللهِ مَا قَالَتْ قَامَ فَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ وَلَا وَاللهِ مَا قَالَتِ اغْتَسَلَ وَأَنَا أَعْلَمُ مَا تُرِيدُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّأَ وُضُوءَ الرَّجُلِ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ.

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اسود بن یزید سے کہا مجھے وہ حدیث بتلاؤ جس میں تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اوّل حصہ میں سو جاتے اور آخر حصہ میں بیدار ہوتے پھر اگر آپ کو اپنی زوجہ سے کوئی ضرورت ہوتی تو اسے پورا فرماتے اس کے بعد سو جاتے، اور جب پہلی اذان ہوتی تو اُٹھ جاتے بخدا حضرت عائشہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے اوپر پانی ڈالتے اور نہ قسم بخدا یہ فرمایا کہ آپ غسل کرتے اور میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا ارادہ کیا تھا، اگر آپ جنبی نہ ہوتے تو نماز کا وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے۔

۱۶۲۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّیْ مِنَ اللَّيْلِ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرَ صَلٰوتِهِ الْوِتْرُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے اور آخر میں وتر پڑھتے۔

۱۶۲۷۔ حَدَّثَنِیْ مَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ عَمَلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ قَالَ قُلْتُ اَیَّ حِيْنٍ كَانَ يُصَلِّیْ فَقَالَتْ كَانَ اِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلّٰى۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل (کی مقدار) کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے، فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی بانگ سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

۱۶۲۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ اَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا اَلْفٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّحَرَ اِلَّا عِنْدِیْ اِلَّا نَائِمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر میں یا اپنے نزدیک سوتا ہوا پایا۔

۱۶۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِیْ وَاِلَّا اضْطَجَعَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت فجر) پڑھنے کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔

۱۶۳۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عِتَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت منقول ہے۔

۱۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ سے فرماتے اے عائشہ! اُٹھ کر وتر

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَاِذَا اَوْتَرَ قَالَ قُوْمِیْ فَاَوْتِرِیْ یَا عَآئِشَۃُ۔

پڑھ لو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے، اور حضرت عائشہ حضور کے سامنے عرض کی جانب لیٹی ہوئی ہوتیں جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ حضرت عائشہ کو جگا دیتے، پھر حضرت عائشہ وتر پڑھتیں۔

۱۶۳۲ - وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدِ الْاَیْلِیُّ قَالَ نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ صَلٰوتَہٗ بِاللَّیْلِ وَھِیَ مُعْتَرِضَۃٌ بَیْنَ یَدَیْہِ فَاِذَا بَقِیَ الْوِتْرُ اَیْقَظَھَا فَاَوْتَرَتْ۔

۱۶۳۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ وَاسْمُہٗ وَاقِدٌ وَلَقَبُہٗ وَقْدَانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ کِلَاھُمَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ مِنْ کُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور فجر تک آپ کے وتر پہنچ گئے۔

۱۶۳۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ مِنْ کُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَاَوْسَطِہٖ وَاٰخِرِہٖ فَانْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلَی السَّحَرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط، آخر ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر فجر تک پہنچ گئے۔

۱۶۳۵ - حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا حَسَّانُ یَعْنِیْ اِبْنَ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کُلُّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَانْتَھٰی وِتْرُہٗ اِلٰی اٰخِرِ اللَّیْلِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں حتیٰ کہ آپ کے وتر رات کے آخری حصہ تک پہنچ گئے۔

۱۶۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّی الْعَنَزِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ ھِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اَرَادَ اَنْ یَّغْزُوَ فِیْ

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامر نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو مدینہ میں آگئے اور انھوں نے مدینہ میں اپنی زمین بیچنے کا قصد کیا تاکہ اس

سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاَرَادَ اَنْ يَّبِيْعَ عِقَارًا بِهَا فَيَجْعَلَهُ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ وَيُجَاهِدَ الرُّوْمَ حَتّٰى يَمُوْتَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ لَقِيَ اُنَاسًا مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَنَهَوْهُ عَنْ ذٰلِكَ وَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ رَهْطًا سِتَّةً اَرَادُوْا ذٰلِكَ فِيْ حَيَاةِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُمْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ اُسْوَةٌ فَلَمَّا حَدَّثُوْهُ بِذٰلِكَ رَاجَعَ امْرَاَتَهُ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا وَاَشْهَدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا فَاَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَاَلَهُ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ بِوِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاْتِهَا فَسَلْهَا ثُمَّ ائْتِنِيْ فَاَخْبِرَنِيْ بِرَدِّهَا عَلَيْكَ فَانْطَلَقْتُ اِلَيْهَا فَاَتَيْتُ عَلٰى حَكِيْمِ بْنِ اَفْلَحَ فَاسْتَلْحَقْتُهُ اِلَيْهَا فَقَالَ مَا اَنَا بِقَارِبِهَا لِاَنِّيْ نَهَيْتُهَا اَنْ تَقُوْلَ فِيْ هَاتَيْنِ الشِّيْعَتَيْنِ شَيْئًا فَاَبَتْ فِيْهِمَا اِلَّا مَضِيًّا قَالَ فَاَقْسَمْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَانْطَلَقْنَا اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاسْتَاْذَنَّا عَلَيْهَا فَاَذِنَتْ لَنَا فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَقَالَتْ اَحَكِيْمٌ فَعَرَفَتْهُ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ مَنْ مَعَكَ قَالَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ فَتَرَحَّمَتْ عَلَيْهِ وَقَالَتْ خَيْرًا قَالَ قَتَادَةُ وَكَانَ اُصِيْبَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ اَنْ قَالَ فَهَمَمْتُ اَنْ اَقُوْمَ وَلَا اَسْاَلَ اَحَدًا عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اَمُوْتَ ثُمَّ بَدَا لِيْ فَقُلْتُ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ قِيَامِ

سے ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ خرید لیں اور تا حیات رومیوں سے جہاد کریں۔ مدینہ آکر انھوں نے جب مدینہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات کی تو انھوں نے سعد کو اس اقدام سے منع کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھ صحابہ نے یہی ارادہ کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس اقدام سے باز رکھا اور فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں ہے جب اہل مدینہ نے سعد سے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اپنی اس زوجہ سے رجوع کر لیا جس کو وہ پہلے طلاق دے چکے تھے اور اپنے رجوع پر لوگوں کو گواہ کر لیا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو روئے زمین پر سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کو جانتا ہے۔ سعد نے کہا وہ کون ہیں، فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو، پھر میرے پاس آکر مجھے بھی ان کا جواب بتانا، سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی طرف روانہ ہوا اور حکیم بن افلح کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ان کو ان دو گروہوں (قصاص عثمان کے طالبین اور حضرت علی) کے درمیان مداخلت سے روکا تھا تو آپ نہیں مانیں اور چلی گئیں۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے حکیم کو (چلنے کے لیے) قسم دی پس وہ چل پڑے اور ہم دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے، ہم نے آپ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دیدی، ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حکیم کو پہچان کر فرمایا: "کیا حکیم ہو؟" انھوں نے کہا ہاں فرمایا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعد بن ہشام! فرمایا کون ہشام؟ حکیم نے کہا عامر کا بیٹا! حضرت عائشہ نے عامر کے لیے رحم کی دعا کی اور کلمات خیر کہے قتادہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلَسْتَ تَقْرَأُ يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِيْ اَوَّلِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ حَوْلًا وَاَمْسَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَاتِمَتَهَا اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَآءِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ التَّخْفِيْفَ فَصَارَ قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيْضَةٍ قَالَ قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا شَآءَ اَنْ يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّاُ وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكْعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ فَلَمَّا اَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَخَذَهُ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ وَصَنَعَ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ رَكْعَةً وَلَا

(راوی) بیان کرتے ہیں کہ عامر غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے میں نے کہا اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی تو ہے، سعد نے کہا میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا اور سوچا آئندہ مرتے دم تک کسی سے سوال نہیں کروں گا پھر مجھے خیال آیا تو پوچھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نماز میں) قیام کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا کیا تم یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کا قیام فرضیت کے بعد نفل ہو گیا۔ سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا: ہم حضور کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ رات کو جب چاہتا آپ کو اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے وضو کرتے اور نو رکعت نماز پڑھتے جن میں سے آپ صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے پھر کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے اور کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس کے بعد بلند آواز سے سلام پھیرتے اور ہمیں سلام کی آواز سناتے سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اے میرے بیٹے یہ گیارہ رکعات ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ کا بدن مبارک بھاری

اَعْلَمُ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ کُلَّہٗ فِیْ لَیْلَۃٍ وَّلَا صَلّٰی لَیْلَۃً اِلَی الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَہْرًا کَامِلًا غَیْرَ رَمَضَانَ قَالَ وَانْطَلَقْتُ اِلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُہٗ بِحَدِیْثِہَا فَقَالَ صَدَقَتْ وَلَوْ کُنْتُ اَقْرَبُہَا اَوْ اَدْخُلُ عَلَیْہَا لَاَتَیْتُہَا حَتّٰی تُشَافِہَنِیْ بِہٖ قَالَ قُلْتُ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّکَ لَا تَدْخُلُ عَلَیْہَا مَا حَدَّثْتُکَ حَدِیْثَہَا۔

ہو گیا تو سات رکعت وتر (طاق) حسب سابق پڑھتے، تو اے بیٹے! یہ نو رکعت ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر مداومت کرتے، اور جب کبھی آپ پر نیند یا ورد کا غلبہ ہوتا اور رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کبھی آپ نے ایک رات میں پورا قرآن کریم پڑھا ہو اور نہ کبھی آپ نے ساری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورے ماہ روزے رکھے، سعد کہتے ہیں میں حضرت ابن عباس کے پاس گیا اور انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنائی۔ حضرت ابن عباس نے کہا حضرت عائشہ نے سچ فرمایا اگر میں ان کے قریب ہوتا یا میں بھی حاضر ہوتا تو آپ سے بالمشافہ یہ حدیث سنتا۔ سعد نے کہا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں آپ کو یہ حدیث نہ سناتا۔

۱۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ ہِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ ہِشَامٍ اَنَّہٗ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ ثُمَّ انْطَلَقَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لِیَبِیْعَ عِقَارَہٗ فَذَکَرَ نَحْوَہٗ۔

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ منورہ میں اپنی زمین بیچنے آئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۱۶۳۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ قَالَ نَا قَتَادَۃُ عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ سَعْدِ بْنِ ہِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ فَسَاَلْتُہٗ عَنِ الْوِتْرِ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِقِصَّۃٍ وَقَالَ فِیْہِ قَالَتْ مَنْ ہِشَامٌ قُلْتُ ابْنَ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ کَانَ عَامِرًا اُصِیْبَ یَوْمَ اُحُدٍ۔

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے وتر کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد پوری حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا، ہشام کون ہے؟ میں نے کہا ابن عامر، وہ بولیں وہ بہترین شخص تھے اور عامر غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے۔

۱۶۳۹۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ کِلَاہُمَا عَنْ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اِسْحٰقُ نَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَوْفٰی اَنَّ سَعْدَ ابْنَ

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام ان کے پڑوسی تھے، انھوں نے بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے اور سابقہ روایت کی طرح پورا واقعہ

هِشَامٍ كَانَ جَارًا لَهُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سَعِيدٍ وَفِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ أُصِيبَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَفِيهِ فَقَالَ حَكِيمُ ابْنُ أَفْلَحَ أَمَا إِنِّي لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا أَنْبَأْتُكَ بِحَدِيثِهَا۔

بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کون سا ہشام؟ انھوں نے کہا عامر کا بیٹا، حضرت عائشہ نے کہا کہ عامر بہت اچھا شخص تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شہید ہوگیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حکیم بن فلح نے کہا اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ تم حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں تم کو یہ حدیث نہ بیان کرتا۔

۱۶۴۰۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلَاةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ درد یا کسی اور وجہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے۔

۱۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ مَرِضَ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحِ وَمَا صَامَ مُتَتَابِعًا إِلَّا رَمَضَانَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشگی کرتے اور اگر کبھی آپ رات کو سو نہ پاتے یا آپ کو درد ہوتا تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ساری رات صبح تک نماز پڑھتے رہے ہوں اور نہ کبھی یہ دیکھا کہ رمضان کے سوا آپ نے کسی ماہ پورے مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔

۱۶۴۲۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَعُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے اس کا (رات کا) کوئی معمول یا اس کا کوئی حصہ رہ جائے اور اس کو وہ فجر اور ظہر کی نمازوں کے درمیان ادا کرے تو اس کے اعمال نامہ میں وہ عمل رات ہی کا لکھا جائے گا۔

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ فَقَرَاَهُ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهُ مِنَ اللَّيْلِ۔

۱۶۴۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو کہا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے کھر دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے گرم ہو جائیں۔

۱۶۴۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْاَرْقَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ قُبَاءٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ اِذَا رَمَضَتِ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کے پاس گئے وہ لوگ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا توبہ کرنیوالوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے پیر گرم ہونے لگیں۔

۱۶۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب تم میں سے کسی شخص کو (طلوع) فجر کا خوف ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ ملا کر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام رکعات کو وتر (طاق) کر دیگی۔

۱۶۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو اور جب (طلوع) فجر کا خوف ہو ایک رکعت پڑھ کر (نمازوں کو) وتر (طاق) کر لو۔

عَمْرٌو وَعَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِرَكْعَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ! رات کی نماز (تہجد) کس طرح پڑھی جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ ان کو وتر (طاق) کر لو۔

۱۶۴۷- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَأَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَحُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں دریافت کیا درآں حالیکہ میں سائل اور آپ کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا دو دو رکعت کر کے نماز پڑھو اور جب صبح ہونے کا خطرہ ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر کر لو، پھر ایک شخص نے ایک سال کے بعد سوال کیا اور میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ یہ سائل وہی پہلے والا تھا یا کوئی اور تھا بہرحال آپ نے اس کو حسب سابق جواب دیا۔

۱۶۴۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ وَعَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّائِلِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَصَلِّ رَكْعَةً وَاجْعَلْ آخِرَ صَلٰوتِكَ وِتْرًا ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ وَأَنَا بِذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي هُوَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں دریافت کیا درآں حالیکہ میں سائل اور آپ کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا دو دو رکعت کر کے نماز پڑھو اور جب صبح ہونے کا خطرہ ہو تو (آخری دو گانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر کر لو، پھر ایک شخص نے ایک سال کے بعد سوال کیا اور میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ یہ سائل وہی پہلے والا تھا یا کوئی اور تھا بہرحال آپ نے اس کو حسب سابق جواب دیا۔

۱۶۴۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ وَعِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس نے سال ختم ہونے پر یا اس کے بعد سوال کیا۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ سَالَ رَجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ بِمِثْلِہٖ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِہِمَا ثُمَّ سَالَہُ رَجُلٌ عَلٰی رَاْسِ الْحَوْلِ وَمَا بَعْدَہٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۱۶۵۰۔ حَدَّثَنَا ھَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَسُرَیْجُ بْنُ یُوْنُسَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ اَبِیْ زَائِدَۃَ قَالَ ھَارُوْنُ نَا ابْنُ اَبِیْ زَائِدَۃَ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَاصِمُ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو شخص رات کو نماز (تہجد) پڑھے وہ وتر کو نماز کے آخر میں پڑھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ مَنْ صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِہٖ وِتْرًا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْمُرُ ذٰلِکَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو شخص رات کو نماز (تہجد) پڑھے وہ وتر کو نماز کے آخر میں پڑھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ مُثَنّٰی قَالَا نَا یَحْیٰی کُلُّھُمْ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی رات کی نماز میں وتر کو آخر میں پڑھا کرو۔

۱۶۵۳۔ حَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی مِنَ اللَّیْلِ فَلْیَجْعَلْ اٰخِرَ صَلٰوتِہٖ وِتْرًا قَبْلَ الصُّبْحِ کَذٰلِکَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُھُمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جو شخص رات کو اٹھ کر نماز پڑھے وہ وتر صبح ہونے سے پہلے آخر میں پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسی طرح حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۴۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ ح قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز (کے آخری رکعت سے ملی ہوئی) ایک رکعت ہے۔

وَسَلَّمَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ۔

۱۶۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز (کے آخری دوگانہ سے ملی ہوئی) ایک رکعت ہے۔

۱۶۵۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَسَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَكْعَةٌ مِّنْ آخِرِ اللَّيْلِ۔

ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (ملانے کے سبب سے) ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (کے ملانے کے سبب) ہے

۱۶۵۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَجُلًا نَادَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ أُوتِرُ صَلٰوةَ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فَلْيُصَلِّ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِنْ أَحَسَّ أَنْ يُّصْبِحَ سَجَدَ سَجْدَةً فَأَوْتَرَتْ لَهُ مَا صَلّٰى قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ عُمَرَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی درآں حالیکہ آپ مسجد میں تھے اس نے پوچھا یا رسول اللہ میں اپنی رات کی نماز کو وتر (طاق) کیسے کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ دو دو رکعت پڑھے اور جب صبح ہونے کا خیال ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے۔ اس کی تمام رکعات وتر (طاق) ہو جائیں گی۔

۱۶۵۸۔ وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ أُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ قَالَ قُلْتُ إِنِّي

انس بن سیرین نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے کہا مجھے ان دو رکعتوں کے بارے میں بتلائیے جو میں صبح کی نماز سے پہلے پڑھتا ہوں کیا میں ان میں لمبی قرأت کروں؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کے ضم) کے ساتھ ان نمازوں کو وتر (طاق) کرتے تھے۔ انھوں نے کہا میں آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہا، حضرت ابن عمر نے کہا تم بہت سخت ہو کیا تم مجھے (پوری) حدیث بیان کرنے نہیں دیتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو دو، دو رکعت پڑھتے، آخری رکعت سے ان رکعات کو وتر کرتے اور فجر کے فرض سے

لَسْتُ عَنْ هٰذَا أَسْأَلُكَ قَالَ إِنَّكَ لَضَخْمٌ أَلَا تَدَعُنِي أَسْتَقْرِئْ لَكَ الْحَدِيثَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى وَيُوتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ كَأَنَّ الْأَذَانَ بِأُذُنَيْهِ قَالَ خَلْفٌ أَرَأَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلَاةً۔

پہلے دو رکعت پڑھتے تھے درآں حالیکہ آپ کے کانوں میں اذان کی آواز آرہی ہوتی، خلف نے اپنی روایت میں "مجھے دو رکعت کے بارہ میں بتلائیے" کا ذکر کیا ہے اور نماز کا ذکر نہیں کیا۔

۱۶۵۹۔ وَحَدَّثَتَا ابْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِهِ وَزَادَ يُوتِرُ بِرَكْعَةٍ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ وَفِيهِ فَقَالَ بَهْ بَهْ إِنَّكَ لَضَخْمٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں اضافہ ہے ٹھہرو ٹھہرو! تم موٹے آدمی ہو۔

۱۶۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا رَأَيْتَ أَنَّ الصُّبْحَ يُدْرِكُكَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا مَثْنَى مَثْنَى قَالَ أَنْ تُسَلِّمَ فِي كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت ہے۔ جب تم دیکھو صبح ہو رہی ہے تو ایک رکعت (ملا کر) ان کو وتر کر لو۔ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دو۔

۱۶۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۲۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو نَضْرَةَ الْعَوَقِيُّ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَهُمْ أَنَّهُمْ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَفْصٌ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَذٰلِكَ اَفْضَلُ وَقَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ مَحْضُوْرَةٌ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ اول رات وتر پڑھ لے اور جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا شوق ہو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۴۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّكُمْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ ثُمَّ لِيَرْقُدْ وَمَنْ وَثِقَ بِقِيَامٍ مِّنَ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ مِنْ اٰخِرِهٖ فَاِنَّ قِرَاءَةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَحْضُوْرَةٌ وَذٰلِكَ اَفْضَلُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ وتر پڑھ کر سویا کرے اور جس شخص کو رات کے اٹھنے پر اعتماد ہو وہ رات کے پچھلے پہر وتر پڑھے کیونکہ رات کے اخیر کی قرأت کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز زیادہ فضیلت والی ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سی نماز زیادہ افضل ہے آپ نے فرمایا جس نماز میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۷۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِي اللَّيْلِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا رَجُلٌ مُّسْلِمٌ يَسْاَلُ اللّٰهَ خَيْرًا مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ وَذٰلِكَ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جس میں بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس خیر کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے اور یہ لمحہ ہر رات میں آتا ہے۔

۱۶۶۸۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنَ اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ سَاَلَ اللّٰهَ خَيْرًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِيَّاهُ .

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک ایسا لمحہ آتا ہے جس لمحہ کو پانے کے بعد بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے جو سوال کرے اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔

۱۶۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ وَعَنْ اَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ وَمَنْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ وَمَنْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے! جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں۔

۱۶۷۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا كُلَّ لَيْلَةٍ حِيْنَ يَمْضِيْ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ فَيَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَسْتَغْفِرُنِيْ فَاَغْفِرَ لَهٗ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يُضِيْءَ الْفَجْرُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے پہلے تہائی حصہ کے گزرنے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے میں بادشاہ ہوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں کوئی ہے! جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں! کوئی ہے! جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں۔ اللہ تعالیٰ یہ ندا فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

۱۶۷۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضٰى شَطْرُ اللَّيْلِ اَوْ ثُلُثَاهُ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطٰى هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهٗ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهٗ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا نصف یا اس کے دو تہائی حصے گذر جاتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے! ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا کو میں قبول کروں! ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جس کو میں بخش دوں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔

۱۶۷۲۔ حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مُخَاضِرٌ اَبُو الْمُوْرِعِ قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَرْجَانَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ اَوْ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِيْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ اَوْ يَسْاَلُنِيْ فَاُعْطِيَهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدِيْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ قَالَ مُسْلِمٌ ابْنُ مَرْجَانَةَ هُوَ سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَرْجَانَةُ اُمُّهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نصف یا تہائی رات گزر جانے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے! کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں یا مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں۔ پھر فرماتا ہے اس ذات کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگی نہ کسی پر ظلم کرے گی۔

۱۶۷۳- وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ مَنْ يُّقْرِضُ غَيْرَ عَدِيْمٍ وَّلَا ظَلُوْمٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے اس کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگا اور نہ کبھی ظلم کریگا۔

۱۶۷۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنَيْ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ يَرْفَعُهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ نَزَلَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ هَلْ مِنْ تَآئِبٍ هَلْ مِنْ سَآئِلٍ هَلْ مِنْ دَاعٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ.

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مہلت دیتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے! کوئی توبہ کرنے والا ہے! کوئی سوال کرنے والا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے! حتیٰ کہ فجر کی پو پھوٹ پڑتی ہے۔

۱۶۷۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ مَنْصُوْرٍ اَتَمُّ وَاَكْثَرُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر یہ پہلی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

تہجد کی روایات میں تطبیق

سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں نو رکعات پڑھتے تھے، اور عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت تہجد میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور مؤذن کے آنے کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے ہشام بن عروہ کی سند میں عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ

سے ایک روایت یہ ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے. دو بار چار چار رکعت پڑھتے اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ نے اس کی تفصیل کی اور فرمایا ان میں دو رکعت سنت فجر تھیں۔ امام بخاری نے حضرت، عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات اور نو رکعات، پڑھتے تھے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اور خالد بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشمول سنت، فجر تیرہ رکعات، پڑھتے تھے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت، عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مشاہدے کے مطابق رکعات تہجد کو روایت کیا ہے۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایات میں اختلاف، تو وہ یا تو راویوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مختلف مواقع پر مختلف رکعات کا مشاہدہ کیا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا اغلب معمول بشمول وتر گیارہ رکعت ہو اور بعض اوقات آپ نے زیادہ سے زیادہ بشمول سنت فجر اور وتر پندرہ رکعات، پڑھی ہوں اور کم از کم وتر سمیت سات، رکعت پڑھی ہوں اور رکعات تہجد میں کمی اور زیادتی کا باعث نیند، دیگر مصروفیت اور مرض اور تکلیف کے سبب، وقت میں کمی اور زیادتی کی وجہ سے ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوائل میں آپ نے زیادہ رکعات، پڑھی ہوں اور سن رسیدہ ہونے کے بعد کم رکعات، پڑھی ہوں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو رات کو سات رکعت پڑھتے تھے[1]۔

تہجد کا حکم اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۶ میں زرارہ کی روایت ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت، عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم "یا ایھا المزمل" نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اس سورت، کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب، ایک سال تک، رات، کو نماز پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت، کے آخر میں تخفیف، نازل فرمائی پھر رات، کا قیام (تہجد کی نماز) فرض ہونے کے بعد نفل ہو گیا[2]۔

علامہ قرطبی اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض تھی یا آپ پر اور انبیاء سابقین پر بھی فرض تھی، یا آپ پر اور آپ کی امت، دونوں پر فرض تھی۔ یہ تین اقوال ہیں۔ پہلا قول حضرت، سعید بن جبیر کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خطاب خصوصیت سے آپ، کی طرف متوجہ ہے۔ دوسرا قول حضرت، ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ تہجد کی نماز آپ، پر اور انبیاء سابقین پر

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

فرض تھی۔ تیسرا قول حضرت عائشہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں زرارہ بن اوفی کی سند سے سعد بن ہشام بن عامر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے [1] (حدیث مذکور الصدر نمبر ۱۶۳۶ - از سیدی)

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں:

تہجد کے ناسخ میں بھی علماء کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کا ناسخ یہ آیت ہے:

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثى اليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك ۚ والله يقدر اليل والنهار علم ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقرءوا ما تيسر من القرآن ۚ علم ان سيكون منكم مرضى واخرون يضربون فى الارض يبتغون من فضل الله واخرون يقاتلون فى سبيل الله فاقرءوا ما تيسر منه ۚ واقيموا الصلوٰة واتوا الزكوٰة واقرضوا الله قرضا حسنا ۚ (مزمل: ۲۰)

لاریب تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہو، کبھی نصف شب تک اور کبھی تہائی شب تک۔ اور تمہارے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی۔ دن اور رات کو اللہ مقدر فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم سے راتے سلمانی رات کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ پس تم نماز میں جسقدر سہولت سے قرآن پڑھ سکو پڑھو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہونگے اور کچھ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کرینگے تو جسقدر قرآن آسانی کیساتھ پڑھ سکو پڑھو! اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ تہجد کی فرضیت "علم ان سيكون منكم مرضى" سے منسوخ ہے اور ایک اور قول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امام شافعی، مقاتل اور ابن کیسان سے مروی ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ [2]

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اليل فتهجد به نافلة لك۔ (بنی اسرائیل: ۷۹)

اور رات کو تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نفل ہے۔

نفل کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاح شرع میں وہ کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا ہو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی طرف سے کرے اس کا کرنا کارِ ثواب ہے اور نہ کرنا باعث مؤاخذہ نہیں ہے۔ اگر اس آیت میں نفل لغوی معنی میں ہو تو اس آیت کا معنی ہوگا رات کو اٹھ کر تہجد پڑھیے یہ خاص آپ کے لیے زیادہ ہے اس اعتبار سے تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض ہوگی اور اگر نفل اصطلاحی معنی میں ہو تو آیت کا معنی یہ ہوگا یہ آپ کے لیے نفل ہے علامہ قرطبی ان دونوں معنوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] - علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶، ص ۲۴ مطبوعہ دار الکتب العربی قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ

[2] - " " " الجامع لاحکام القرآن جز ۱۶، ص ۳۰۔

قوله تعالى : نافلة لك اى كرامة لك قاله مقاتل واختلف العلماء فى تخصيص النبى صلى الله عليه وسلم بالذكر دون امته فقيل كانت صلوٰة الليل فريضة عليه لقوله : نافلة لك اى فريضة زائدة على الفريضة الموظفة على الامة ، قلت فى هذا التاويل بعد لوجهين احدهما تسمية الفرض بالنفل ، وذلك مجاز لا حقيقة الثانى قوله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات فرضهن على العباد وقوله تعالى هن خمس وهن خمسون لا يبدل القول لدى وهذا نص فكيف يقال افترض عليه صلوٰة زائدة على الخمس هذا ما لا يصح[1]

مقاتل نے کہا کہ اس آیت میں نافلۃ کا لفظ کرامت کے معنی میں ہے۔ علماء کا اس بات کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے اور آپ کی امت کا کیوں نہیں کیا گیا، بعض نے کہا آپ پر تہجد کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نافلۃ لك ۔ یعنی آپ پر تہجد ایک زائد فریضہ ہے جو آپ کی اُمت پر فرض نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہ دو وجہوں سے بعید ہے اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں فرض پر نفل کا اطلاق ہے اور یہ مجاز ہے حقیقت نہیں، دوم اس لیے کہ آپ نے فرمایا بندوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور حدیث قدسی ہے کہ یہ پانچ نمازیں ہیں اور پچاس (باعتبار اجر) ہیں میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور یہ نص صریح ہے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ پر پانچ نمازوں سے زیادہ فرض ہیں۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں :

فوجب طلب الدليل من السنة على احد المعنيين فوجدنا سنة النبى صلى الله عليه وسلم ان لا واجب من الصلوات الا الخمس الى قوله وفى تفسير ابن عباس قم الليل يعنى قم الليل كله الا قليلا منه فاشتد ذلك على النبى صلى الله عليه وسلم وعلى اصحابه فقاموا الليل كله حتى انتفخت اقدامهم وذلك قبل الصلوات الخمس ففعلوا ذلك سنة فانزل الله ناسختها فقال علم ان لن تحصوه يعنى قيام الليل من الثلث والنصف وكان هذا قبل ان تفرض الصلوات الخمس فلما فرضت

ہم پر واجب ہے کہ ہم دو معنوں میں سے کسی ایک معنی کی تائید کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کریں۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کی سنت سے ثابت ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ اور کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "قم الیل" کا معنی ہے قلیل حصہ کے سوا ساری رات قیام کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر یہ امر دشوار تھا وہ ساری رات قیام کرتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سوج جاتے وہ ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ناسخ نازل فرمایا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا"۔ یعنی تم نصف یا انتہائی شب قیام نہیں کر سکو گے؟ یہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب پانچ نمازیں فرض

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰، ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الکتب العربی قاہرہ الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ

الخمس نسخت هذه كما نسخت الزكاة كل صدقة وصوم رمضان كل صوم [1]

ہو گئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی، جیسے زکوٰۃ کی فرضیت نے ہر قسم کے صدقہ کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزوں نے ہر قسم کے روزوں کی فرضیت کو منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ فرماتے ہیں:

ثم نسخ فرض ذلك بالصلوات الخمس [2]

پھر تہجد کی فرضیت پانچ نمازوں سے منسوخ کر دی گئی۔

جب تہجد آپ اور اُمت دونوں کے لیے فرض تھی تو قرآن کریم میں یہ کیوں فرمایا: نافلة لك "خاص آپ کے لیے نفل ہے"؟ علامہ عینی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وذكر في كونه نافلة ان الله تعالى غفر له من ذنوبه ما تقدم وما تاخر فكل طاعة ياتي بها سوى المكتوبة تكون زيادة في كثرة الثواب فلهذا سمي نافلة بخلاف الامة فان لهم ذنوبا محتاجة الى الكفارات فثبت ان هذه الطاعات انما تكون زوائد ونوافل في حق سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم لا في حق غيره [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کے نفل ہونے کی خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے اس لیے آپ فرائض کے سوا جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ صرف ثواب میں زیادتی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تہجد بالخصوص آپ کے لیے نفل ہے بخلاف امت کے کیونکہ ان کے بہت سے گناہ ہیں جنکے کفارہ کے لیے وہ نفلی عبادت کے محتاج ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان عبادت کا نوافل اور زوائد ہونا صرف سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے کسی اور کے حق میں نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے [4] ان کے علاوہ علامہ عسقلانی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

روى الطبري عن ابن عباس ان النافلة للنبي صلى الله عليه وسلم خاصة لانه امر بقيام الليل وكتب عليه دون امته واسناده ضعيف۔ [5]

طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تہجد کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زائد تھی۔ کیونکہ صرف آپ کو قیام لیل کا حکم دیا گیا اور صرف آپ پر تہجد کی نماز فرض کی گئی آپ کی امت پر تہجد نہیں فرض کی گئی۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں نافلة کی دو تفسیریں ذکر کی ہیں۔ صرف آپ پر تہجد کی فرضیت زیادہ تھی نہ آپ کی اُمت

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعۃ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۶۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[4] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی جزء ۱۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[5] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۳ ص ۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعہ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

پر اور یہ کہ تہجد کی نماز صرف آپ کے لیے نفل تھی اور آپ کے ساتھ نفل کی خصوصیت، کی وہی ترجیحہ کی ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں اور دونوں معنوں میں سے کسی کو دوسرے پر راجح نہیں قرار دیا [1]۔ علامہ ابو سعود نے بھی ایسا ہی کیا ہے [2]۔ علامہ کرمانی کی عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ فرضیت کے قائل ہیں [3]۔

علامہ نووی زیر بحث حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

هذا ظاهره انه صار تطوعا فی حق رسول الله صلی الله علیه وسلم فاما الامة فهو تطوع فی حقهم بالاجماع واما النبی صلی الله علیه وسلم فاختلفوا فی نسخه فی حقه والاصح عندنا نسخه [4]۔

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد نفل ہے اور امت کے حق میں تہجد کے نفل ہونے میں اجماع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

علامہ دشتانی مالکی فرماتے ہیں:

وقیل کان فرضا فی حقه صلی الله علیه وسلم فقط واختلف القائلون بالفرض فالاکثرون علی انه نسخ وهو دلیل قول عائشة [5]

کہا گیا ہے کہ تہجد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور فرض کے قائلین کا فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے اور اکثرین کا مختار یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ حضرت عائشہ کے قول سے یہی ثابت ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض نہیں تھی۔ ان دلائل کے علاوہ جو مذکور الصدر عبارات علماء میں گزر چکے ہیں صاف اور واضح دلیل یہ ہے کہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو اور یہاں لزوم اور فرضیت پر دلالت قطعی نہیں ہے کیونکہ نافلۃ کا ایک معنی زائدہ ہے یعنی آپ پر تہجد کی فرضیت زائد ہے جس سے فرضیت ثابت کی گئی ہے جبکہ نافلۃ کا دوسرا معنی جو کہ نفل کا حقیقی معنی ہے وہ بھی اس آیت میں بلا نکیر تسلیم کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے اور جب اس کے دو معنی مراد ہیں اور ان میں سے ایک معنی فرضیت کے منافی ہے تو اس کی فرضیت پر دلالت قطعی نہیں رہی لہٰذا آپ پر تہجد کا فرض ہونا ثابت نہیں ہوا۔

وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ دشتانی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر عند مالك سنة مؤكدة [6] امام مالک کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو سعود حنفی تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۴۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۶ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[5] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[6] " " " اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۷۹، " "

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلا خلاف[1]

ہمارے نزدیک، وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

وھو سنۃ مؤکدۃ قال احمد من ترک الوتر عمدا فھو رجل سوء ولا ینبغی ان تقبل لہ شھادۃ واراد المبالغۃ فی تاکیدہ لما قد ورد فیہ من الاحادیث فی الامر بہ[2]

وتر ہمارے نزدیک، سنت مؤکدہ ہے امام احمد نے فرمایا جس شخص نے عمداً وتر ترک کیا، وہ برا شخص ہے۔ اس کی شہادت نہیں قبول کرنی چاہیے۔ علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک، اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضاء پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک، وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضا سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی قضاء پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لیے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔ حماد بن زید، امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہے اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر واجب ہے اور امام اعظم کا یہی ظاہر مذہب ہے اور اسد بن عمر نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث اعرابی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اعرابی نے پوچھا کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے فرمایا نہیں! الا یہ کہ تم نفل پڑھو[3] اور مروی ہے کہ ابو محمد نام کے ایک انصاری شخص نے کہا کہ وتر فرض ہے جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت تک پہنچی تو انھوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا ابو محمد نے جھوٹ بولا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں[4] اور حضرت علی نے فرمایا وتر سنت ہے لازم نہیں ہے[5] اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی المغنی ج ۱ ص ۴۵۲، ۴۵۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ اور وسطی (درمیانی نماز) اسی وقت متحقق ہوگی جب فرائض کا عدد پانچ ہو، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابوبصرۃ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لیکر طلوع فجر تک پڑھا کرو[1]۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت، اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہا نہیں ہوتی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک روایت میں ہے رات کے وتر، دن کے وتر کی طرح ہیں[2] اور دن کے وتر (مغرب کی نماز ——— از سعیدی) واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعت ہے اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعت بھی ہوگی ۔ جب وتر کو واجب قرار دیکر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے البتہ وتر کا وجوب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لیے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہوگا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہوگا بہرحال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک، فرق ظاہر ہے۔[3]

وجوب وتر پر احناف کے مزید دلائل

عن ابی ایوب، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوتر حق واجب الحدیث[4]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق واجب ہے۔

علامہ ابوطیب اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

رواتہ کلھم ثقات قال الحافظ حدیث ابو ایوب اخرجہ ابو داؤد و النسائی والدار قطنی فی العلل و البیھقی و غیر

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کو ابوداؤد، نسائی اور دارقطنی نے علل میں بیان کیا ہے اور بیہقی اور دیگر محدثین

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

نوٹ:۔ علامہ سرخسی نے یہ حدیث حضرت ابوبصرہ سے روایت کی ہے، مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبدالرزاق طبرانی مسند احمد اور حاکم میں یہ حدیث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے۔ (از سعیدی)۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۳ھ۔

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۶-۱۵۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۰ھ

[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

واحد و قفہ ، و ھو الصواب ۔[1]

نے اس کو موقوف قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

عن خارجۃ بن حذافۃ العدوی قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الغداۃ فقال لقد امرکم اللہ اللیلۃ بصلوٰۃ ھی خیر لکم من حمر النعم قال قلنا وما ھی یارسول اللہ قال الوتر فیما بین صلوٰۃ العشاء الی طلوع الفجر ۔[2]

خارجہ بن حذافۃ العدوی بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج رات، ایک نماز کو زیادہ فرمایا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ وہ کون سی نماز ہے، فرمایا وتر (جس کا وقت) عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔

کسی چیز میں زیادتی ہمیشہ اس چیز کی جنس سے ہوتی ہے اس لیے پانچ فرائض میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم ہے کہ وتر بھی فرض ہو لیکن چونکہ یہ اخبار آحاد اور ظنی دلائل سے ثابت ہے اس لیے واجب قرار پائے گا۔

عن ابی بصرۃ الغفاری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ زادکم صلوٰۃ وھی الوتر فصلوھا بین صلوٰۃ العشاء الی صلوٰۃ الصبح ۔[3]

ابو بصرہ غفاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کر دی ہے اور وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر صبح کے وقت تک پڑھو!

اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی امام احمد[4] اور امام ہیثمی[5] نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث سے بھی اولاً استدلال اس وجہ سے ہے کہ کسی چیز میں زیادتی اس کی جنس سے ہوتی ہے اور ثانیاً اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر رہ جانے کی صورت میں اس کی قضاء کا حکم دیا ہے اور یہ وتر کے واجب ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت یا نفل کی نہیں ہوتی۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا ذکرہ ۔

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

یہ حدیث جامع ترمذی (ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) میں بھی ہے اور سنن ابن ماجہ (ص ۸۳) میں بھی ہے۔

---

[1] علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی ۔ التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۲ ص ۲۳ ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۲ھ ۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۹۷ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ ۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۳ ، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ ۔

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۷ ، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ، الطبعۃ الاولی ، ۱۳۹۰ھ

[5] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ ۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۹ ، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ ، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۳ھ ۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے بعض دلائل کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے ان کی ایک اور اہم دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں سواری پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور سواری پر فرض یا واجب نہیں پڑھے جاتے نفل پڑھے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ وتر نفل ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوتر على البعير[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر وتر پڑھے۔

اس کے دو جواب ہیں اوّل یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کسی عذر کی بناء پر آپ نے سواری پر وتر پڑھے ہوں جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے بیماری کے عذر کی بناء پر فرض سواری پر پڑھے کیونکہ آپ سے ثابت ہے کہ آپ سواری سے اُتر کر وتر پڑھا کرتے تھے!

عن ابن عمر انه كان يصلي على راحلته ويوتر بالارض ويزعم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يفعل كذلك۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے اور وتر اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سواری سے اُتر کر وتر پڑھتے تھے (عنقریب باحوالہ ذکر آرہا ہے) اور جب ایک صحابی سے یہ دونوں فعل مروی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کیا جائے جن کی رُو سے سواری پر وتر جائز نہیں کیونکہ اصول میں مقرر ہے کہ حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو جانب حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث انہیں بھی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ شوافع کا مسلک ہے کہ وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے اور امت کے لیے سنت تھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ان الوتر واجب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان سنة في حق الامة۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر واجب ہیں، اگرچہ اُمت کے حق میں سنت ہیں۔

شرح معانی الآثار کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اُتر کر وتر پڑھتے تھے اس کے علاوہ حسب ذیل آثار سے بھی ثابت ہے کہ بلا عذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عن القاسم بن محمد ان عمر كان يوتر

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بالارض۔ [1]

(سواری سے اتر کر) زمین پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

عن سعید بن جبیر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل عن راحلته فاوتر بالارض۔ [2]

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

امام احمد نے بھی اس سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے: ان ابن عمر کان یصلی علی راحلته تطوعا فاذا اراد ان یوتر [3]

عن ابن عون قال سألت القاسم عن رجل یوتر علی راحلته فقال زعموا ان عمر کان یوتر بالارض۔ [4]

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا صحابہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

عن بکر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل فاوتر بالارض [5]

بکر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو زمین پر وتر پڑھتے۔

عن هشام بن عروة عن ابیه قال کان یصلی علی راحلته فاذا اراد ان یوتر نزل فاوتر [6]

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اتر کر وتر پڑھتے

رکعات وتر میں مذاہب ائمہ

قاضی ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان مالکا رحمه الله استحب ان یوتر بثلاث یفصل بینها بسلام الی قوله فالوتر عنده علی الحقیقة اما ان یکون رکعة واحدة ولکن من شرطها ان یتقدمها شفع واما ان یری ان الوتر المامور به هو لیشتمل علی شفع و وتر فانه اذا زید علی الشفع

امام مالک کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔ امام مالک کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے، جب بھی کسی دوگانہ کے

---

[1] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۵۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ۔
[2] " " " " " "
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ اولالی، ۱۳۲۶ھ۔
[4] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔
[5] " " " " " "
[6] " " " " " "

وتر صار الکل وترا [1]

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلا خلاف واقلہ رکعۃ بلا خلاف وادنی کمالہ ثلاث رکعات واکمل منہ خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدی عشرۃ وھی اکثرہ علی المشھور فی المذھب [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ان احمد قال انا نذھب فی الوتر الی رکعۃ وان اوتر بثلاث او اکثر فلا باس [3]

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی اٰخرھن عندنا الی قولہ ولنا حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کما رویناہ فی صفۃ قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یوتر بثلاث وبعث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امہ لتراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت انہ اوتر بثلاث رکعات قرأ فی الاولی سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ قل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ قل ھو اللہ احد وقنت قبل الرکوع وھکذا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما حین بات عند خالتہ میمونۃ لیراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولما

بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔

ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے، اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں، پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعت ہیں اور بنا بر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں (یعنی گیارہ رکعات)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وتر میں تین رکعات ہیں جن میں ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے بھیجا تو انھوں نے آکر بتایا کہ حضور نے تین رکعت وتر پڑھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی، دوسری میں قل یا یھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ احد۔ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔ جب انھوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے

---

[1] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۵-۱۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

رای عمر رضی اللہ عنہ سعدا یوتر برکعۃ فقال مَا ھذا البتیراء۔
وانما قال ذلک لان الوتر اشتھر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن البتیراء وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ ما اجزأت رکعۃ قط ولانہ لو جاز الاکتفاء برکعۃ فی شئ من الصلوات لدخل فی الفجر قصر بسبب السفر۔ [1]

ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے رات گذاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت عمر نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کرکے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔

تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز ہے اور احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دلائل یہ ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ اَنّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نھٰی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بھا۔ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے عثمان بن محمد بن ربیعہ، عقیلی نے کہا ان کو احادیث میں وہم ہوتا تھا۔ ابن الترکمانی فرماتے ہیں عقیلی کے سوا متقدمین میں سے کسی نے عثمان بن محمد بن ربیعہ پر جرح نہیں کی اور ان کی جرح بھی معمولی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ان کی روایات جمع کی ہیں [3] علامہ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں [4]۔

عن محمد بن کعب القرظی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم نھٰی عن البتیراء [5]

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ عراقی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث دیگر طرق اور اسانید سے مؤید ہے

---

[1] مبسوط میں یہ لفظ ما اخوت چھپا ہوا ہے اور صحیح ما اجزأت ہے۔ ۱۲۔ از سیدی۔
[2] احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۰ھ۔
[3] اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۰، حافظ ابن حجر نے درایۃ ج ۱ ص ۱۱۴ اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴ پر بیان کیا ہے۔
[4] علامہ علاؤ الدین ابن علی ابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ الجوہر النقی علی ہامش السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[5] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۵۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۳۰ھ۔
[6] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ۔

اس لیے اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن ابن مسعود ما اجزأت ركعة واحدة قط [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

ہر چند کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ یہ بات قیاس اور رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

عن ابو اهيم قال بلغ ابن مسعود ان سعدا يوتر بركعة فقال ما اجزأت ركعة قط۔ [2]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو سند حسن قرار دیا ہے [3]۔

مذکور الصدر احادیث اور آثار سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور تین رکعت وتر پر احناف کے یہ دلائل ہیں:

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۲۰ میں ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، متن حدیث یہ ہے:

ثم يصلي ثلاثا فقالت عائشة فقلت يا رسول الله اتنام قبل ان توتر فقال يا عائشة ان عيني تنامان ولا ينام قلبي [4]

(تہجد پڑھنے کے بعد) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے [5]۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے [6]۔

عن عبد العزيز بن جريج قال سألت عائشة باى شئ كان يوتر رسول الله صلى

عبدالعزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹، موطا امام محمد ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۳ ھ۔

[3] " " " " " "

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ ھ۔

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ ھ

[6] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلی و فی الثانیۃ بقل یاایھا الکفرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین [1]

وتر میں کیا پڑھتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے تھے دوسری میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد، اور معوذتین پڑھتے تھے۔

امام ابوداؤد نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [2]

بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد کی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ بھی تین رکعت وتر کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں پھر ایک رکعت کے بعد دوبارہ سلام پھیرتے ہیں جبکہ احادیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔

عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ و فی الرکعۃ الثانیۃ بقل یاایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و لا یسلم الا فی اٰخرھن۔ [3]

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔

دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے والی اس روایت کو علامہ نووی نے بھی صحیح قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر رواہ النسائی باسناد حسن ورواہ البیھقی فی السنن الکبیرۃ باسناد صحیح [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اس کو نسائی نے سند حسن اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اٰخرھن۔ [5]

حسن بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴، ص ۱۸-۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

عن ثابت عن انس انہ اوتر بثلاث لم یسلم الا فی اٰخرھن [1]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

عن ابی اسحاق قال کان اصحاب علی واصحاب عبد اللہ لایسلمون فی رکعتی الوتر [2]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن الحسن قال: کان ابی بن کعب یوتر بثلاث لایسلم الا فی الثالثۃ مثل المغرب [4]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

تین رکعت نماز وتر پر ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں تین رکعت نماز وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال: لا توتروا بثلاث اوتروا بخمس او سبع و لا تشبھوا بصلوٰۃ المغرب [5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین رکعت وتر مت پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

اس اعتراض کے تین جواب ہیں اوّل یہ کہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے بھی منافی ہے کیونکہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولیٰ ہے جیسا کہ ہم بیان مذاہب میں تصریح کر چکے ہیں بلکہ علامہ نووی شافعی نے ایک سلام کے ساتھ بلا فصل تین رکعت پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

واذا اراد الاتیان بثلاث رکعات ففی الافضل اوجہ الی قولہ ان وصل بتسلیمۃ

جب کوئی شخص تین رکعت نماز وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس میں اختلاف ہے کہ افضل طریقہ کیا ہے ایک

---

[1] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[2] " " المصنف ج ۲ ص ۲۹۵-۲۹۴ " "
[3] " " المصنف ج ۲ ص ۲۹۵ " "
[4] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔
[5] حافظ علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

واحدۃ افضل قالہ الشیخ ابو زید المروزی للخروج من الخلاف فان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ لا یصح المفصولۃ [1]

قول یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعات بلافصل پڑھنا افضل ہے۔ شیخ ابوزید مروزی نے کہا اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف نہیں رہے گا کیونکہ وہ فصل کے ساتھ وتر کو صحیح نہیں قرار دیتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض اور خلاف ہے جو اس سے زیادہ ثقہ، قوی اور صحیح کتب میں موجود ہیں کیوں کہ بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق سے ہم تین رکعت وتر کے ثبوت میں احادیث نقل کر چکے ہیں بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ سے تین رکعات وتر پر مسلمانوں کا اجماع بھی نقل کر چکے ہیں۔ لہٰذا سنن دارقطنی کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائیگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود سنن دارقطنی میں اس کے خلاف روایت موجود ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلوٰۃ المغرب [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر کی تین رکعات ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی تین رکعات ہیں۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ثابت عن انس انہ اوتر بثلاث مثل المغرب [3]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مغرب کی طرح تین رکعت وتر پڑھے۔

جن روایات میں فصل اور دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب ان احادیث صحیحہ اور اجماع مسلمین سے منسوخ اور متروک ہیں کیوں کہ ہم مصنف ابن ابی شیبہ سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ ایک سلام کے ساتھ بلافصل تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل احدی عشرۃ رکعۃ یوتر منہا بواحدۃ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے ایک رکعت کے ساتھ (ان رکعات کو) وتر (طاق) کرتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۱۳۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] حافظ علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ۔ سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

اس مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے ائمہ ثلاثہ ایک رکعت وتر پر استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت دوگانہ سے ملی ہوئی ہوتی تھی وجہ حمل یہی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس پر دلائل گذر چکے ہیں۔

قنوت وتر میں مذاہب

امام مالک کے نزدیک وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی فرماتے ہیں:

واما اختلافهم فی القنوت فیه فذهب ابوحنیفة واصحابه الی انه یقنت فیه ومنعه مالك واجازه الشافعی۔[1]

بہرحال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک منع کرتے ہیں اور امام شافعی نے اجازت دی ہے۔

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

فی موضع القنوت فی الوتر الوجه الصحیح المشهور بعد الرکوع ونص علیه الشافعی رحمه الله۔[2]

وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ویقنت بعد الرکوع نص علیه احمد الی قوله لما روی حمید قال سئل انس عن القنوت فی صلوٰة الصبح فقال کنا نقنت قبل الرکوع وبعده۔[3]

رکوع کے بعد قنوت پڑھے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس سے صبح کی نماز میں قنوت کی کیفیت کو پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

یقنت قبل الرکوع عندنا لما رویناه من الاثار ولان القنوت فی معنی القراءة فان قوله اللهم انا نستعینك مکتوب فی مصحف ابی وابن مسعود فی سورتین فالقراءة قبل الرکوع فکذلك القنوت وعند

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے کہ نمازی کا قول اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۱ ص ۴۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ بعد الرکوع و لا اثر لہ فی قنوت الوتر فی ذٰلک انما الاثر فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر فقاس بہ القنوت فی الوتر۔[1]

رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا، امام شافعی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں۔ اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انھوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

قنوت بعد از رکوع پر شوافع اور حنابلہ کے دلائل

اس سے پہلے ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ امام احمد قنوت فجر پر قیاس کر کے قنوت وتر کو بھی بعد از رکوع قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی نے بھی اس مسئلہ کو قنوت فجر پر قیاس کیا ہے لکھتے ہیں:

وقد سبقت ادلۃ المسئلۃ فی قنوت الصبح۔[2]

قنوت صبح میں اس مسئلہ پر دلائل گزر چکے ہیں۔

قنوت قبل از رکوع پر احناف کے دلائل

عن عاصم قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فقال قد کان القنوت قلت قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ[3] الحدیث۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے فرمایا قنوت ثابت ہے۔ میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا بعد، فرمایا رکوع سے پہلے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع[4]

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

فرای عبد اللہ بن مسعود القنوت فی الوتر فی السنۃ کلھا واختار القنوت قبل الرکوع[5]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۶۵/۱۶۴، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۲، مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کان یقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الثانیۃ بقل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ بقل ھواللہ احد ویقنت قبل الرکوع۔[1]

پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد۔ پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے[2]

عن علقمۃ عن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الوتر قبل الرکوع۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

عن الاسود بن یزید ان ابن عمر قنت فی الوتر قبل الرکوع۔[4]

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی

عن علقمۃ ان ابن مسعود واصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع۔[5]

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

ان احادیث اور آثار کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت احادیث و آثار ہیں جن کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔ امام شافعی اور امام احمد نے قیاس کی بناء پر ان تمام احادیث اور آثار کو رد کر دیا اور امام مالک نے بھی وتر میں قنوت کا انکار کر کے بکثرت احادیث و آثار کو مسترد کر دیا۔

قنوت وتر کا محل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارا مشہور مذہب یہ ہے کہ رمضان کے آخری نصف میں وتر کے اندر قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ ابن منذر، ابی بن کعب، ابن عمر، ابن سیرین، زہری، یحییٰ بن وثاب، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے اور حضرت ابن مسعود، حسن بصری، نخعی، اسحاق، اور ابوداؤد کا قول یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت پڑھا جائے امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد اور امام شافعی سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے[6]

شافعیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے، البتہ امام احمد بن حنبل کا مذہب علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا۔ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت کو پڑھنا چاہیے۔ البتہ ایک قول شوافع کی طرح ہے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۳۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[4] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۰۶ھ۔

[5] 〃 〃 〃 〃

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ان القنوت مسنون فی الوتر فی الرکعۃ الواحدۃ فی جمیع السنۃ ھذا المنصوص عند اصحابنا الی قولہ وعن احمد روایۃ اخری انہ لا یقنت الا فی النصف الاخیر من رمضان الی قولہ والروایۃ الاولی ھی المختارۃ عند اکثر الاصحاب۔[1]

ایک رکعت وتر میں ہمارے نزدیک قنوت پڑھنا سارا سال مستحب ہے۔ ہمارے اصحاب نے اسی چیز کی صراحت کی ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کے نصف اخیر کے اندر وتر میں قنوت پڑھا جائے لیکن ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک پہلا قول مختار ہے۔

امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا کیونکہ امام مالک وتر میں قنوت پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ ۱۲۔
جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

احادیث اور آثار میں مطلقاً وتر کے اندر قنوت پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اپنے عموم اور اطلاق کے اعتبار سے مالکیہ اور شافعیہ پر حجت ہیں۔

کان خلقہ القرآن کی تشریح

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۶ میں ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔ سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہی تو ہے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلُق کو قرآن مجید قرار دیا ہے۔ اس کی تشریح کے لیے خلق کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

خص الخَلْق بالھیئۃ والاشکال والصور المدرکۃ بالبصر، وخص الخُلُق بالقوی والسجایا المدرکۃ بالبصیرۃ قال تعالیٰ وانک لعلی خلق عظیم وقرئ ان ھذا الا خلق الاولین والخلاق ما اکتسبہ الانسان من الفضیلۃ بخلقہ قال تعالیٰ وما لہ فی الآخرۃ من خلاق۔[4]

خَلق کا اطلاق ظاہری بناوٹ اور اس شکل و صورت کے ساتھ خاص ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور خُلق کا اطلاق ان باطنی قوتوں اور اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو بصیرت سے جانا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آپ خُلُقِ عظیم پر فائز ہیں۔ یہ حق کا نہ ماننا) کفارِ سابقین کا وصف ہے اور خلاق کا اطلاق ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو انسان کسب اور کوشش کے بعد حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آخرت میں ان کے کسی کسب کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۴۸ - ۴۴۷ - مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔
[2] قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ - بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[4] علامہ ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۵۸ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۲ھ

علامہ ابن اثیر خُلُق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخلق الطبع والسجية وحقيقته انه لصورته الانسان الباطنة وهي نفسه واوصافها ومعانيها المختصة بها بمنزلة الخلق لصورته الظاهرة واوصافها ومعانيها۔[1]

خُلُق حقیقت میں انسان کی باطنی صورت اور اس کے باطنی اوصاف کو کہتے ہیں جو اس کے ساتھ اس طرح خاص ہوتے ہیں جیسے ظاہری شکل وصورت اور ظاہری اوصاف اس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی[2] اور علامہ ابن منظور افریقی[3] نے بھی خُلُق کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

مستند اور معتمد کتب لغت کی تصریحات سے واضح ہوگیا کہ فطری اور جبلی اوصاف کو خُلُق کہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے اوصاف دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جن کو وہ اپنے کسب اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ جیسے پڑھ لکھ کر کوئی شخص ڈاکٹر، انجینئر اور عالم دین بن جاتا ہے اس کو عربی میں خلاق کہتے ہیں۔ دوسرے اوصاف وہ ہیں جو فطرت کی طرف سے انسان کے اندر ودیعت کیے جاتے ہیں جیسے حیاء، شجاعت، جود وسخا، حلم اور بردباری اس کو عربی میں خُلُق کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور آپ کی پوری زندگی میں تیئیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا اور جو اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ قرآن کریم نے آپ کی پیدائش کے چالیس سال بعد بیان کرنے شروع کیے اور تیئیس سال تک جن احکام کا نزول ہوتا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول سے بہت عرصہ پہلے ان اوصاف سے متصف تھے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ وہ اوصاف جن کو حضرت جبرائیل نے بعثت کے بعد آپ کے سینہ پر نازل کیا وہ تمام اوصاف قبل از بعثت آپ کے اندر موجود تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلُق ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلُق اور سیرت کو جامع عبارت میں ذکر کیا جائے تو قرآن مجید ہے اور آیات قرآنی کو اگر انسانی پیکر میں متشکل کیا جائے تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

انك لعلىٰ خلق عظيم کی تشریح

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إنك لعلىٰ خلق عظيم۔ (قلم: ۴) آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔" امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ظاہر فرمایا علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما ---------- (النساء: ۱۱۳) "آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔" اور کمال علمی کو اس آیت سے ظاہر فرمایا انك لعلىٰ خلق عظيم "آپ کے علم اور عمل دونوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا

---

[1] علامہ مجد الدین محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۴ھ

[2] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند، ۱۲۸۳ھ۔

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

ہے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں اجتمائی طور پر جس قدر اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ پائے جاتے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا ان تمام اخلاق اور اوصاف کے حامل تھے ایک اور نکتہ یہ بیان فرمایا کہ عربی میں لفظ "عَلٰی" استعلاء کے لیے آتا ہے گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر مستعلی تھے اور خلق عظیم کے ساتھ آپ کی نسبت ایسی تھی جیسے غلام کی نسبت آقا کے ساتھ یا مامور کی نسبت امیر کے ساتھ ہوتی ہے۔[2]

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن آپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے یہاں اچھائی اور نیکی اچھائی اور نیکی کہلاتے ہیں آپ کے عمل کے تابع ہے جس کام کو آپ نے کر لیا وہ اچھا ہو گیا اور جس سے آپ نے روک دیا وہ برا ہو گیا۔ نماز اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص ان اوقات میں نماز پڑھے جن میں نماز پڑھنے سے آپ نے روک دیا ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی تو قبول نہیں خواہ وہ نماز کس قدر ذکر و فکر مراقبہ مشاہدہ خضوع و خشوع کو شامل ہو، اس نماز میں قیام، رکوع سجدہ قرأت قرآن سب کچھ ہے لیکن اس لیے مقبول نہیں کہ نمازی نے اس طرف منہ نہیں کیا جس طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے اور کعبہ بھی فی ذاتہٖ مقصود نہیں کیونکہ تحویل قبلہ سے پہلے جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کی نماز نامقبول ہوتی اور اب جب آپ کے التفات اور توجہ سے کعبہ قبلہ ہو گیا اب اگر کوئی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نامقبول ہو گی، معلوم ہوا کہ اپنی ذات میں نہ کعبہ مطلوب ہے نہ بیت المقدس مقصود ہے، مقصود اور مطلوب تو آپ کی اقتداء ہے اس لیے ہر چیز اور ہر عمل کا خوب اور ناخوب ہونا آپ کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے اور ہر خلق کی عظمت کا مدار آپ کی ذاتِ گرامی ہے۔

باب ۲۴۹ التَّرْغِيبِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيحُ

تراویح کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۱۶۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۱۶۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[2] " " " تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۵ " " "

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُرَغِّبُ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّاْمُرَهُمْ فِیْهِ بِعَزِیْمَةٍ فَیَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰی ذٰلِكَ ۔

دیتے تھے اور اس کا تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے، فرماتے تھے جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور یہ معاملہ یونہی باقی رہا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہ معاملہ اسی طرح رہا۔

۱۶۷۸۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۶۷۹۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ یَّقُمْ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فَیُوَافِقُهَا اُرَاهُ قَالَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اس کو پالے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابوہریرہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے۔

۱۶۸۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِی الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَیْلَةٍ فَصَلّٰی بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰی مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّیْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ یَخْرُجْ اِلَیْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَیْتُ الَّذِیْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ یَمْنَعْنِیْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَیْكُمْ اِلَّا اَنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَیْكُمْ قَالَ وَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتدا میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی، پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہوگئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ صبح آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائیگی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

ذٰلِكَ فِيْ رَمَضَانَ۔

۱۶۸۱۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُوْنَ بِذٰلِكَ فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ فَصَلُّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُوْنَ ذٰلِكَ فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ فَصَلُّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَفِقَ رِجَالٌ مِّنْهُمْ يَقُوْلُوْنَ الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَقَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَاْنُكُمُ اللَّيْلَةَ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ صبح لوگوں نے آپس میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور پہلی بار سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ دوسری رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا تذکرہ کیا تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چوتھی رات کو اس قدر کثرت سے صحابہ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائے، لوگوں نے "نماز! نماز"! پکارنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے حتیٰ کہ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے جب صبح کی نماز ہو گئی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا گذشتہ رات تمہارا حال مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر رات کی نماز (تراویح) فرض کر دی جائے گی، اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ گے۔

قیام رمضان

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تراویح پڑھنا مستحب ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تراویح الگ الگ پڑھی جائے یا جماعت کے ساتھ۔ امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور بعض مالکیہ کے نزدیک تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن خطاب اور جماعت صحابہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی اور آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے اور یہ نماز عید کی طرح شعائر مسلمین سے ہو گئی، امام مالک، امام ابو یوسف اور بعض شوافع کہتے ہیں کہ تراویح بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ "فرائض کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز اس کی گھر میں نماز ہے"[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

کرم رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح جو جماعت کے ساتھ پڑھائی اس سے نوافل کی جماعت کا جواز معلوم ہوا اور صحابہ کرام کے وفور اشتیاق کے باوجود آپ چوتھے دن تراویح پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اوّلاً یہ کہ کسی حرج اور نقصان کے خطرہ کے پیش نظر منفعت والے کام کو بھی ترک کر دینا چاہیے دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی بہ نسبت ہم بعد کے مسلمانوں کا زیادہ خیال رکھا ہے، کیونکہ صحابہ کرام تو زیادہ عبادت کرنے پر حریص تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھنا ان کے نزدیک سب سے بڑی سعادت اور عبادت اور سب سے زیادہ خوشی کا باعث تھی اور ظاہر ہے کہ فرض کا اجر نفل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر آپ اسی طرح نفل پڑھاتے رہتے اور تراویح فرض ہو جاتی تو یہ صحابہ کرام کا عین مقصود اور دلی تمنا تھی لیکن آپ کی نظر ہم لوگوں کی طرف تھی کہ اگر تراویح فرض ہو گئی اور یہ لوگ نہ پڑھ سکے تو ان کو فرض کے ترک کا گناہ ہو گا آپ نے ہمیں گناہ سے بچانے کے لیے صحابہ کے اشتیاق اور ان کی آرزو کا خیال نہ کیا، اللہ! اللہ! سرکار کو ہمارا کتنا خیال تھا، سرکار ہماری کس قدر رعایت کرتے تھے! سوچیے ہم سرکار کا کس قدر خیال رکھتے ہیں اور آپ کے احکام کی کتنی رعایت کرتے ہیں!

عبادت سے گناہوں کی بخشش روزہ، تراویح اور لیلۃ القدر کے قیام پر آپ نے جو گناہوں کی بخشش کی نوید سنائی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے یا کبائر میں تخفیف، کیونکہ کبائر کی مغفرت یا توبہ سے ہوتی ہے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے۔

رکعات تراویح میں مذاہب امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک (احمد بن حنبل) رحمہ اللہ کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ امام مالک، کے نزدیک تراویح چھتیس رکعت ہے۔ امام مالک نے اہل مدینہ کی اتباع کی ہے کیونکہ صالح مولی التوأمۃ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اکتالیس[۴۱] رکعات قیام کرتے تھے جس میں پانچ رکعت وتر کی تھیں۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس رکعت پر جمع کیا۔ حسن نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابی بن کعب بیس رکعت تراویح پڑھاتے رہے اور رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور آخری دس دنوں میں اپنے گھر تراویح پڑھتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابی چلے گئے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور سائب بن یزید نے روایت کیا ہے اور امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس[۲۳] رکعات (بشمول وتر) پڑھتے تھے۔ اور حضرت علی سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا لہٰذا بیس رکعت تراویح بمنزلہ اجماع ہے۔ اور صالح نے (جو اکتالیس رکعات تراویح) کی روایت ذکر کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صالح ضعیف ہے، پھر ہمیں علم نہیں کہ اکتالیس رکعت تراویح کی کس نے خبر دی ہے، ہو سکتا ہے کہ صالح نے کچھ لوگوں کو اکتالیس رکعت پڑھتے دیکھا ہو لیکن یہ حجت نہیں ہے پھر اگر مان لیا جائے کہ اہل مدینہ اکتالیس رکعت پڑھتے تھے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جس کو ان کے زمانہ کے تمام صحابہ کی تائید حاصل ہے زیادہ اتباع کے لائق ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اہل مدینہ

چھتیس رکعت اس لیے پڑھتے تھے تاکہ اہل مکہ کی موافقت کریں کیونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ (چار رکعت) کے بعد سات طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ نے سات طواف کے قائم مقام چار رکعت پڑھنی شروع کیں (اور کیونکہ پانچ ترویحات کے درمیان چار مرتبہ طواف ہوتا تھا اس لیے سولہ رکعت بیس رکعت پر بڑھا دی گئیں اور اس طرح چھتیس رکعت ہو گئیں) بہرحال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چونکہ بیس رکعت تراویح تھا اسی لیے اسی کی پیروی کرنا چاہیے [1]۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ رکعات تراویح میں ہمارا مذہب وتر کے سوا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہے۔ اور یہ پانچ ترویحات ہیں اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعت ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام احمد اور داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک وتر کے سوا تو ترویحات اور چھتیس رکعات تراویح کے قائل ہیں [2]۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وتر کے سوا تراویح بیس رکعات ہیں [3]۔

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: رکعات تراویح کے عدد میں اختلاف ہے، امام مالک کا ایک قول اور امام ابوحنیفہ امام شافعی، امام احمد اور داؤد کا قول یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے اور ابن قاسم نے امام مالک سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ امام مالک چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر مستحسن قرار دیتے تھے اس اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے .... کیونکہ امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ (بشمول وتر) تیئیس رکعات پڑھتے تھے، اور ابن ابی شیبہ نے داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں دیکھا کہ ابان بن عثمان چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ ابن قاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ یہ قدیم معمول تھا [4]۔

بیس رکعات تراویح پر دلائل

حدثنا یزید بن ھارون قال انا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

علامہ زیلعی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

وھو معلول بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام

اس حدیث کی سند میں امام ابن ابی شیبہ کے دادا، ابراہیم

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[4] قاضی ابوالولید محمد بن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۳۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ ولیّنہ ابن عدی فی الکامل [1]

بن عثمان ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے ابن ابی عدی نے الکامل میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث معلول ہے۔

ہر چند کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لیے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے، غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الحدیث۔ اس حدیث کو امام بخاری [2] اور امام مسلم [3] دونوں نے روایت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کے بارے میں تبلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لیے غیر مقلدین حضرات کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل ویصلی بصلوٰتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لارانی لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوٰۃ قارئھم فقال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی ینامون عنھا افضل من التی یقومون یعنی اٰخر اللیل فکان الناس یقومون اولہ۔ [4]

عبد الرحمٰن بن عبد قاری بیان کرتے ہیں کہ میں رمضان میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد میں گیا وہاں لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا بخدا! میں نے سوچا ہے کہ اگر ان تمام لوگوں کو ایک قاری کی اقتدا میں جمع کر دوں تو بہتر ہوگا، پھر حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں ان کو جمع کر دیا پھر ایک رات دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور جس نماز یعنی تہجد کے وقت یہ لوگ سو جاتے ہیں وہ اس نماز سے افضل ہے جس کو یہ پڑھتے ہیں اور لوگ تراویح اوّل وقت پڑھتے تھے۔

---

[1] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳۔ مطبوعہ مجلس علمی ذابیل سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ " " ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔ مؤطا امام مالک ص ۹۸، ۹۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ

[5] یہ حدیث مؤطا امام مالک کے علاوہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ اور سنن دار قطنی میں بھی ہے۔ ——— سیدی غفرلہٗ۔

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ۔[1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد متصل امام مالک نے یہ روایت بیان کی ہے۔

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ۔[2]

یزید بن رومان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ (بشمول وتر) تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

امام مالک نے تراویح کے بارے میں دو روایتیں ذکر کی ہیں سائب بن یزید سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے گیارہ رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا اور یزید بن رومان سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے بیس رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا ان دونوں روایتوں میں سے کس کو ترجیح ہے؟ حافظ ابو عمر ابن عبد البر اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی مالک ھذا الحدیث عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید الی قولہ قال مالک فی ھذا الحدیث احدی عشرۃ رکعۃ وغیرہ یقول فیہ احدی وعشرین وقد روی الحارث بن عبد الرحمان بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عھد عمر بن الخطاب وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عھدہ بثلاث وعشرین رکعۃ وھذا محمول علی ان الثلاث للوتر۔[3]

امام مالک نے اس حدیث (گیارہ رکعت تراویح) کو محمد بن یوسف از سائب بن یزید روایت کیا ہے۔ امام مالک نے اس حدیث میں گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اور امام مالک کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس سند سے حدیث میں اکیس[21] رکعت (بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر) کا ذکر کیا ہے۔ اور حارث بن عبد الرحمن بن ابی الذباب سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہم فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور اس وقت ہم تئیس رکعت پڑھتے تھے۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جاتے تھے۔

---

[1] امام عبد الرزاق نے اس سند (محمد بن یوسف از سائب بن یزید) سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

عبد الرزاق عن داؤد بن قیس وغیرہ عن

عبد الرزاق از داؤد بن قیس وغیرہ از محمد بن یوسف از سائب

[1] (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔ موطا امام مالک ص ۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ

[2] " " " "

[3] حافظ ابو عمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ التمہید ج ۸ ص ۱۱۵-۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ بپاکستان۔ ۱۴۰۴ھ

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس سند سے امام مالک نے گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اسی سند سے حافظ عبدالرزاق وغیرہ دوسرے ائمہ حدیث نے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت معلول، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔ اس پر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ سائب بن یزید سے ایک روایت یہ بھی ہے :

اخرج ابن نصر عن السائب انهم كانوا يقومون في رمضان بعشرين ركعة و يقرءون بالمئين من القران و انهم كانوا يعتمدون على العصى في زمن عمر بن الخطاب [1]

ابن نصر سائب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رمضان میں بیس رکعت قیام کرتے تھے اور سو آیات والی قرآن کی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے عہد میں (شدت قیام سے) لاٹھیوں سے ٹیک لگا لیتے تھے۔

اور تیسرا قرینہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی زباب نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ بشمول وتر تیئیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اس روایت میں بھی بیس رکعت تراویح کی تصریح کی ہے، امام مالک نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت گیارہ رکعت ذکر کی ہے جبکہ حافظ عبدالرزاق وغیرہ نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت بیس رکعت ذکر کی ہے اور ابن نصر نے بھی سائب سے بیس رکعت ذکر کی ہیں یہ امور اس بات کی واضح شہادت ہیں کہ امام مالک کا محمد بن یوسف از سائب بن یزید گیارہ رکعت ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اور بفرض محال اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی وہ توجیہ ہے جو امام بیہقی نے کی ہے۔

امام بیہقی، سائب بن یزید اور یزید بن رومان دونوں کی روایات اپنی اسانید کے ساتھ سنن کبریٰ میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث والله اعلم [2]

ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً حضرت عثمان اور حضرت

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد ان عمر جمع الناس في رمضان على ابي بن كعب و على تميم الداري على احدى وعشرين ركعة و يقرءون بالمئين و ينصرفون عند فروع الفجر

سائب بن یزید، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

---

[1] حافظ سعید بن منصور — سنن سعید بن منصور

[2] حافظ ابوبکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

علی اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے جیسا کہ ہم عنقریب آثار صحابہ ذکر کرکے واضح کریں گے۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهد عمر ثلاثة وعشرین رکعة [1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تیئیس رکعات پڑھتے تھے۔

عن ابی الحسناء ان علیاً امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة [2]

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة [3]

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکة یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعة [4]

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

عن ابن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث [5]

ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

عن ابی البختری انه کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع [6]

حضرت ابو البختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلثة وعشرین رکعة بالوتر [7]

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس

---

[1] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴، ص ۲۶۲، ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[2] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

[3] 〃 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 〃 〃

رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرؤن بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیہم فی عہد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔[1]

رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی سورتیں پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ[2]

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمہم فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ و یوتر بثلاث۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے اور تین رکعت وتر۔

عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منہم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بہم وروی ذلک من وجہ اخر عن علی[4]

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث حضرت علی سے اور بھی اسانید سے مروی ہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا ایضا سوی الوتر۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

اور حافظ ابن عبد البر نے دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے لیکن ان دو سندوں میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے[6]

---

[1] حافظ ابو بکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ ابو بکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ۔ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] 〃 〃 〃 〃

[5] حافظ ابو عمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، التمہید ج ۸ ص ۱۵ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، الطبعۃ اولیٰ پاکستان، ۱۴۰۴ھ

[6] 〃 〃 〃 〃 〃

تراویح میں ختم قرآن

اس سے پہلے احادیث اور آثار میں بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رمضان مبارک میں قاری حضرات کا تقرر فرماتے تھے جو تراویح میں نمازیوں کو قرآن کریم سناتے تھے۔ کتب حدیث میں اس قسم کے آثار بھی ہیں جن میں ختم قرآن کا ذکر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال من امر الناس فی رمضان فالیاخذ بهم الیسر فان کان بطئ القراءة فلیختم القرآن ختمه وان کان قراءته بین ذلك فختمة ونصف فان کان سریع القراءة مرتین۔[1]

حسن بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں امامت کرائے وہ مقتدیوں پر آسانی کرے اگر وہ آہستہ قرأت کرتا ہو تو رمضان میں ایک قرآن ختم کرے اور اگر درمیانی قرأت کرتا ہو تو ڈیڑھ قرآن ختم کرے اور اگر تیز قرأت کرتا ہو تو رمضان میں دو ختم کرے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابی عثمان قال امر عمر ثلاثة قراء یقرءون فی رمضان فامر اسرعهم ان یقرأ بثلاثین اٰیة وامر اوسطهم ان یقرأ بخمس وعشرین وامر ادناهم ان یقرأ بعشرین قال الثوری وکان القراء یجتمعون فی ثلاث فی رمضان۔[2]

ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں تین قاری نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرماتے، جو سب سے تیز قرأت کرنے والا ہوتا اس کو (ایک رکعت میں) تیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، درمیانی قرأت کرنے والے کو پچیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے اور آہستہ قرأت کرنے والے کو بیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، ثوری کہتے ہیں کہ قاری رمضان کے تیسرے روز جمع ہو جاتے تھے۔

رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ

رمضان میں تراویح کے اندر قرآن کریم پڑھنے کا معاوضہ مقرر کرنا قدماء کے اصول پر ناجائز ہے۔ اور جن احادیث میں قرآن کریم کو ذریعہ معاش بنانے پر وعید کی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔ اور اگر کوئی قاری یا حافظ محض للّٰہیت سے تراویح میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جائے اسے قرآن سنانے کا معاوضہ سمجھ کر نہیں لیتا بلکہ قرآن کریم کا اعزاز سمجھ کر قبول کرتا ہے تو یہ شرعاً جائز ہے۔

عن ابی اسحاق عن عبدالله بن معقل انه صلی بالناس فی شهر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیه عبدالله بن زیاد بحلة وبخمسمائة درهم فردها وقال انا لا نأخذ علی القرآن اجرا۔[3]

ابواسحاق بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں کو تراویح پڑھائیں۔ عید کے دن عبداللہ بن زیاد نے ان کی خدمت میں ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے وہ انھوں نے واپس کر دیے اور فرمایا ہم قرآن پڑھنے کی اجرت نہیں لیتے۔

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج۲ ص ۳۹۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج۲، ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیہ الحجاج ببرنس فقبلہ [1]

حضرت سعید بن جبیر نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائی حجاج نے ان کی خدمت میں ایک ٹوپی بھیجی جس کو انھوں نے قبول کر لیا۔

ان دونوں روایات کا وہی محمل ہے جو ہم اس عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

غیر مقلدین سے گذارش

غیر مقلدین حضرات بیس رکعت تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور برسہا برس سے وہ اس موضوع پر اہلسنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اسقدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کیساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کونسی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؟ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایات سے صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کیے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعت بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دیکر مسلمانوں کو اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔ بیس رکعت تراویح پر مقالات سعیدی ج اول میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے، جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اہل علم کے لیے وہ مطالعہ کی چیز ہے۔

تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے

عہد قریب کے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ رمضان میں عشاء تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رمضان میں اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو آیا افضل یہ ہے کہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں یا تنہا؟ اکثر علماء اور محققین کے نزدیک جس شخص نے عشاء تنہا پڑھی ہو اس کا جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا بلاکراہت جائز ہے اور جب جماعت جائز ہوئی تو افضل بھی یہی ہے۔ قوت دلائل کے اعتبار سے یہی نظریہ راجح ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک جب عشاء تنہا پڑھی ہو تو وتر بھی تنہا پڑھنا افضل ہے لیکن یہ نظریہ مرجوح ہے۔

یہ اختلاف دراصل ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ آیا رمضان میں وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے یا تراویح کی جماعت کے؟ صحیح یہ ہے کہ نفس وتر اگرچہ عشاء کے تابع ہیں لیکن وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی سُنیّت کے تابع ہے، کیونکہ اگر وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہوتی تو وتر سارا سال جماعت کے ساتھ مسنون ہوتے۔ کیونکہ عشاء کی نماز میں جماعت سارا سال مسنون ہے اور چونکہ وتر صرف رمضان میں جماعت کے ساتھ مسنون ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی جماعت کی سُنیّت تراویح کی جماعت کی سُنیّت کے تابع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ فقہاء کا اولاً اس میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر کا تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

یا گھر میں تنہا ؟ لیکن محققین فقہاء نے اسی کو ترجیح دی کہ افضل یہ ہے کہ رمضان میں وتر تراویح کے بعد جماعت سے پڑھے جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تین دن تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اسی طرح تین دن وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور آپ کے اس عمل نے جس طرح تراویح کی جماعت کا مسنون ہونا ثابت کیا اسی طرح آپ کے اس عمل نے وتر کی جماعت کا مسنون ہونا بھی ثابت کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کے تابع ہے۔

علامہ قاضی خاں لکھتے ہیں:

اختلفوا ان اداء الوتر فی رمضان بالجماعۃ افضل ام الاداء فی منزلہ وحدہ الصحیح ان الجماعۃ افضل لان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یؤمھم فی الوتر ولانہ لما جاز الاداء بالجماعۃ کانت الجماعۃ افضل اعتبارا بالمکتوبۃ [1]

اس بات میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا افضل ہے یا تنہا گھر میں پڑھنا۔ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے، نیز اس لیے کہ جب وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے تو وتر کو باجماعت پڑھنا افضل ہوگا جیسا کہ فرض میں ہے۔

علامہ ابن ہمام قاضی خاں کی مذکورۃ الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صاحب نہایہ نے فرمایا کہ ہمارے علماء کا مختار یہ ہے کہ وتر بغیر جماعت کے پڑھے جائیں، علامہ ابن ہمام نے ان دونوں اقوال کا محل الگ الگ قرار دیا اور فرمایا:

وانت علمت مما قدمناہ فی حدیث ابن حبان فی باب الوتر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اوتر بھم ثم بین العذر فی تاخیرہ عن مثل ما صنع فیما مضی فکما ان فعلہ الجماعۃ بالنفل ثم بیانہ العذر فی ترکہ اوجب سنیتھا فیہ فکذلک الوتر بجماعۃ لان الجاری فیہ مثل الجاری فی النفل بعینہ وکذا ما نقلناہ من فعل الخلفاء یفید ذلک فلعل من تاخر عن الجماعۃ فیہ احب ان یصلی اخر اللیل فانہ افضل کما قال عمر والتی ینامون عنھا افضل وعلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم واجعلوا اٰخر

ہم اس سے پہلے باب وتر میں ابن حبان کی حدیث سے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وتر (باجماعت) پڑھائے پھر اپنی تاخیر میں وہی عذر بیان فرمایا جو اس سے پہلے تراویح کی جماعت کی تاخیر میں بیان کر چکے تھے پس جس طرح تراویح باجماعت پڑھا کر پھر ترک کا عذر بیان فرمانا تراویح کی جماعت کی سنیت کو واجب کرتا ہے اسی طرح وتر کی جماعت کا معاملہ ہے کیونکہ وتر کی جماعت میں بعینہٖ وہی دلیل جاری ہوتی ہے جو تراویح کی جماعت میں بیان کی گئی ہے اس کی تائید خلفاء راشدین کے باجماعت وتر پڑھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں جس شخص نے وتر میں جماعت کے ترک کرنے کو مستحب قرار دیا ہے (جیسے صاحب نہایہ) وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں تنفل پڑھنے کو مستحب قرار دیتا ہے اور وہ افضل ہے جیسا کہ

[1] علامہ محمود قاضی خاں اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۴۴ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

صلوتکم باللیل وترا فاخرہ لذالک و الجماعۃ فیہ اذ ذالک متعذر فلا یدل ذلک علی ان الافضل فیہ ترک الجماعۃ لمن احب ان یوتر اول اللیل۔[1]

حضرت عمر نے فرمایا: "رات کے جس حصہ میں تم سو جاتے ہو اس میں نماز پڑھنا افضل ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی معروف ہے: "نماز کے اخیر میں وتر پڑھو" اور اس وقت وتر کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے بنابریں اگر کوئی شخص وتر کی جماعت کو ترک کرتا ہے تو یہ اس بات پر نہیں دلالت کرتا کہ جو شخص وتر کو اول شب پڑھنا چاہتا ہے اس کے حق میں بھی وتر کی جماعت ترک کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس وضاحت سے یہ بات سپیدہ سحر سے زیادہ نکھر کر سامنے آگئی کہ رمضان میں وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ کیونکہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا صرف اسی وقت افضل ہے جب وتر اوّل شب میں تراویح کے ساتھ پڑھے جائیں اور اگر رمضان میں ہی کوئی شخص وتر اخیر شب میں تہجد کے ساتھ پڑھنا چاہے تو اس وقت بلاشبہ وتر کی جماعت کا ترک کرنا افضل ہے اور اس تقریر سے جس طرح ان لوگوں کا رد ہوا جو وتر کی جماعت کو رمضان کے تابع کرتے ہیں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو وتر کی جماعت کو عشاء کی جماعت کے تابع کرتے ہیں بلکہ یہ زیادہ واضح ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس تقریر پر جن فقہاء نے اعتماد کیا اور اس تقریر کو کلاً یا جزءً نقل کیا اور اس تقریر سے وتر کی جماعت کی افضلیت پر استدلال کیا ان میں حسب ذیل فقہاء کے اسماء قابل ذکر ہیں: زین الدین ابن نجیم[2] متوفی ۹۷۰ھ، شیخ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ[3]۔ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ[4]۔ مولانا عبدالحلیم[5]۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن ہمام، علامہ زین الدین ابن نجیم، علامہ شرنبلالی اور علامہ حلبی ایسے محققین کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الذی یظہر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح و ان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما

یقینی طور پر جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے، اگرچہ فی نفسہ وتر بذاتہ اصل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا آثار

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۹-۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] البحر الرائق ج ۲، ص ۷۰-۶۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] حاشیہ الدرر الاحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مطبع احمد دار السعادۃ ۱۳۲۹ھ۔

[4] ایضاً۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص ۲۳۲، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

[5] غنیۃ المستملی ص ۴۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۰ھ

[6] حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۸۲۔

عرفت بالاثر تابعة للتراویح [1]

کی روشنی میں تراویح کے تابع ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے تو واضح ہو گیا کہ رمضان میں اگر عشاء کی نماز تنہا پڑھی اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہو پھر بھی وتر کی نماز جماعت کے ساتھ بلا کراہت پڑھ سکتا ہے۔

مولانا عبدالحلیم لکھتے ہیں:

اذ الاتیان بالجماعة فی رمضان سنة کما انها سنة فی التراویح [2]

وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے جیسا کہ تراویح میں جماعت سنت ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ منیۃ المصلی کی شرح کبیر میں لکھتے ہیں:

قال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معه الوتر وکذا اذا لم یدرك معه شیئا منها وکذا اذا صلی التراویح مع غیره له ان یصلی الوتر معه وهو الصحیح ذکره ابو اللیث وکذا قال ظهیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحده فله ان یصلی التراویح مع الامام وهو الصحیح۔ [3]

ابو یوسف بانی کہتے ہیں کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہیں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے، اور اگر امام کے ساتھ کچھ بھی نہ پڑھا ہو (نہ فرض نہ تراویح) اسی طرح اگر کسی اور کے ساتھ تراویح پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کو ابواللیث نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی نے کہا ہے اور اگر تنہا عشاء کی نماز پڑھی ہو تو وہ امام کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔

علامہ حلبی متوفی ۹۵۶ھ نے منیۃ المصلی کی شرح کبیر کے بعد منیہ کی شرح صغیر میں یہ مسئلہ زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں:

واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعه فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل مع التراویح لایتبعه فی الوتر والصحیح انه یجوز ان یتبعه فی ذلك کله۔ [4]

جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے گئے ہوں تو کہا گیا ہے کہ پھر امام کی اقتداء میں نہ تراویح پڑھے نہ وتر۔ اسی طرح اگر امام کی اقتداء میں تراویح نہ پڑھی ہوں تو اس کی اقتداء میں وتر نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ جب امام کے ساتھ فرض یا تراویح نہ پڑھی ہوں تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اسی طرح اگر امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] حاشیہ الدر ص ۸۴۔

[3] غنیۃ المستملی ص ۳۹۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۳۳ھ۔

[4] شرح صغیر (صغیری) ص ۲۱۰، ۱۳۴۸ھ۔

[5] علامہ حلبی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

لان المنفرد لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام الی قولہ قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ الصلوٰۃ لانہ لیس تبعا للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالیٰ انتھی جلد[1]

اگر کوئی شخص عشاء کی نماز تنہا پڑھے تو اس کے لیے امام کے ساتھ تراویح پڑھنا جائز ہے اور اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ اس صورت میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت امام کے نزدیک نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے۔

علامہ طحطاوی کی اس عبارت سے ہر چند یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع نہیں ہے لیکن یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ علامہ طحطاوی نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جس شخص نے عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت فرض اور تراویح میں سے کسی کے تابع نہیں ہے ثانیاً یہ عبارت اس لیے ہمارے خلاف نہیں ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ مطلقاً وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ بلکہ ہم نے شروع ہی میں یہ لکھا ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے مسنون ہونے کے تابع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح رمضان میں تین رات تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی تو اس کے بعد وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور علامہ ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ جس طرح باجماعت تراویح پڑھانے سے تراویح کی جماعت مسنون ہوئی اسی طرح باجماعت وتر پڑھانے سے وتر کی جماعت مسنون ہوئی۔

بہرحال علامہ طحطاوی کی یہ عبارت ہمارے اس موقف کو ثابت کرنے میں بالکل صریح ہے کہ جب رمضان میں عشاء جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

یجوز ان یصلی الوتر بجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلیھا مع غیرہ وھو الصحیح[2] لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر کما فی المنیۃ[3]

اگر امام کے ساتھ بالکل تراویح نہ پڑھی ہو یا کسی اور شخص کے ساتھ تراویح پڑھی ہو، (دونوں صورتوں میں) وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے جیسا کہ منیہ میں ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ): لیکن یہ بات ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی مسنونیت کے تابع ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے ثانیاً اس سے اصل مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ علامہ حلبی نے بہرحال یہ تصریح کر دی ہے کہ جس نے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (سعیدی)

[1] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ۔ جامع الرموز ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ۔

[3] صاحب درمختار نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے جو مصنف نے لکھا ہے جیسا عنقریب آئے گا ہے۔

علامہ قہستانی کی اس عبارت سے بعض لوگوں نے یہ مغالطہ کھایا کہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ قہستانی کی عبارت کا صحیح محل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے فرض اور تراویح دونوں امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم رایت القهستانی ذکر تصحیح ما ذکره المصنف ثم قال لکنه اذا لم یصل الفرض معه احترازا عن صلوٰتها متفردا اما لو صلاها جماعة مع غیره ثم صلی الوتر معه لا کراهة تامل۔[1]

پھر میں نے دیکھا کہ قہستانی نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے جس کا مصنف نے ذکر کیا ہے، پھر کہا "جب اس نے امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں" یہ تنہا تراویح سے احتراز ہے لیکن اگر اس نے تراویح کسی اور کے ساتھ جماعت سے پڑھی ہو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھے ہوں تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ شامی کا مطلب یہ ہے کہ علامہ قہستانی کے نزدیک مطلقاً امام کے ساتھ عشاء نہ پڑھنا وتر کی جماعت کے لیے موجب کراہت نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص صورت ہے کہ جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نہ فرض پڑھے ہوں نہ تراویح اس وقت امام کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے[2] اور اگر اس شخص نے کسی اور شخص کے ساتھ تراویح جماعت سے پڑھی ہو تو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس شخص نے تراویح بھی اسی امام کے ساتھ پڑھی ہو تو پھر اس امام کیساتھ باجماعت وتر پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا اور یہی زیر بحث مسئلہ ہے۔

حیرت ہے کہ بعض علماء نے علامہ قہستانی، علامہ شامی اور علامہ حلبی کے حوالہ سے تنہا فرض پڑھنے والے کے لیے وتر کی جماعت کو ناجائز قرار دیا حالانکہ یہ فقہاء اس کے برعکس یعنی جواز کی تصریح کرتے ہیں جیسا کہ ہم ان سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں ثانیاً اس بات پر حیرت ہے کہ فرض اور تراویح تنہا پڑھنے والے کے لیے بھی وتر کو باجماعت پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگا جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہے، پھر ان لوگوں کا وتر باجماعت کو ناجائز قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا کیونکہ اہل علم پر واضح ہے کہ کراہت عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جائیں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ فی نفسہ جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہے۔

ملا خسرو فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ قہستانی کی عبارت کا یہ محل متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس لیے اگر اس نے فرض کے علاوہ تراویح جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں تو اس کا وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے لیکن تراویح کسی اور امام کے ساتھ پڑھ لی ہیں تو اب وتر کی جماعت مکروہ نہیں ہے کیونکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہے اور کراہت سے مراد تنزیہی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

ولایصلی الوتر (بجماعۃ خارج رمضان) للاجماع ولا یصلی التطوع بجماعۃ الا قیام رمضان وعن شمس الائمۃ الکردری ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ [1]

رمضان کے علاوہ وتر باجماعت نہ پڑھے اس پر اجماع ہے اور تراویح کے سوا نفل باجماعت نہ پڑھے۔ شمس الائمہ کردری سے منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہے جب لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اگر ایک کی اقتدا میں ایک یا ایک کی اقتدا میں دو آدمی نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں ہے۔

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ غیر رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اس سے زیادہ واضح طور پر علامہ طحطاوی نے لکھا ہے:

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک۔ [2]

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

اشار الی ما قالوا من ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لا یجوز الکراھۃ لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انہ لا یکرہ وایدہ فی الحلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المنصور ابن مخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث وعلیہ یحمل ما ذکر القدوری فی مختصرہ وما ذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی

علامہ علائی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قدوری میں جو اس جگہ پر ناجائز لکھا ہے اس سے مراد مکروہ ہے، نہ کہ عدم اصل جواز۔ البتہ صاحب خلاصہ نے قدوری سے یہ نقل کیا ہے کہ (غیر رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا) مکروہ نہیں ہے اور حلیہ میں اس کی تائید میں یہ ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر کو رات میں دفن کیا حضرت عمر نے کہا میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو گئے ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی اور حضرت عمر نے ہم کو تین رکعات پڑھائیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا، پھر صاحب حلیہ نے کہا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ اور اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر نے کیا تھا تو مباح غیر مکروہ ہوگا اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ باجماعت وتر پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہہ ہوگا کیونکہ اسلاف سے یہ عمل منقول نہیں ہے اور قدوری میں جو اس

---

[1] ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۲۰۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

الاول واللہ اعلم قلت ویؤیدہ ایضاً ما فی البدائع من قولہ ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الا فی قیام رمضان اھ فان نفی السنۃ لا یستلزم الکراھۃ نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنھایۃ بان الوتر نفل من وجہ حتی وجبت القراءۃ فی جمیعھا وتؤدی بغیر اذان و اقامۃ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیھۃ تامل اھ [1]

کو مکروہ لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے اور خلاصہ میں جو اس کو قدوری سے غیر مکروہ نقل کیا ہے وہ کبھی کبھی وتر باجماعت پڑھنے پر محمول ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بدائع میں ہے "نفل باجماعت پڑھنا تراویح کے علاوہ سنت نہیں ہے" کیونکہ سنت کی نفی کراہت کو مستلزم نہیں ہوتی ہاں اگر ہمیشہ باجماعت پڑھیں تو یہ بدعت مکروہہ ہوگی علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ضیاء اور نہایہ نے وتر باجماعت کی کراہت کی یہ وجہ بیان کی ہے "کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ اس کی تمام رکعات میں قرأت واجب ہے اور اس کو بغیر اذان اور اقامت کے پڑھا جاتا ہے اور نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں کیوں کہ صحابہ نے غیر رمضان میں نفل باجماعت نہیں پڑھے" علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اس بات پر تصریح ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔

اس عبارت میں غور فرمائیے جب غیر رمضان میں کبھی کبھی باجماعت وتر پڑھنا مباح غیر مکروہ یا غیر مستحب یا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے خواہ فرض جماعت کیساتھ پڑھے ہوں یا نہ پڑھے ہوں تو رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کا باجماعت وتر پڑھنا ناجائز کیسے ہوگا جبکہ رمضان میں وتر باجماعت پڑھنے کا منشاء اور سبب بھی موجود ہے (صحابہ کا باجماعت وتر پڑھنا) نیز فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ کسی کام کا مکروہ تنزیہی ہونا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے علی الخصوص منع فرمایا ہو [2] اور رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو باجماعت وتر پڑھنے سے نہ قرآن نے منع کیا ہے نہ حدیث نے، نہ اجماع سے اس کا عدم جواز ثابت ہے نہ قیاس سے تو پھر محض عہد قریب کے بعض علماء کے اس کو ناجائز کہنے سے یہ کیسے ناجائز ہو جائے گا!

۲۵۰ بَابُ النَّدْبِ الْأَكِيدِ إِلَى قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَدَلِيلِ مَنْ قَالَ إِنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ

شب قدر میں قیام کی تاکید اور ستائیسویں شب میں شب قدر کا تحقق

۱۶۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ

زر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۴ - ۶۶۳، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: "لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص" (رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۱) مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لیے بالخصوص دلیل کی ضرورت ہے۔

نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدَةُ عَنْ زِرٍّ قَالَ سَمِعْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ وَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ مَنْ قَامَ السَّنَةَ اَصَابَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ اُبَيٌّ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنَّهَا لَفِيْ رَمَضَانَ يَحْلِفُ مَا يَسْتَثْنِيْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَيُّ لَيْلَةٍ هِيَ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَمَرَنَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ اللَّيْلَةُ صَبِيْحَةَ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ وَاَمَارَتُهَا اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فِيْ صَبِيْحَتِهَا يَوْمَئِذٍ بَيْضَاءَ لَا شُعَاعَ لَهَا۔

سے کہا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص پورے سال ہر رات کو قیام کرے وہ شب قدر پا لے گا۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ حضرت ابی بغیر کسی استثناء کے قسم کھا کر فرماتے تھے، خدا کی قسم میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ شب قدر کون سی شب ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے یہ ستائیسویں صبح کی رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ستائیسویں کی صبح کو سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں ظاہر نہیں ہوتیں۔

۱۶۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَةَ بْنَ اَبِيْ لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ لِيْ اُبَيٌّ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا وَاَكْثَرُ عِلْمِيْ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ وَاِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا الْحَرْفِ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِيْ اَمَرَنَا بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ بِهَا صَاحِبٌ لِيْ عَنْهُ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شب قدر کے بارے میں بیان کیا اور کہا کہ بخدا میں یقین کے ساتھ لیلۃ القدر کو جانتا ہوں اور میرا زیادہ یقین یہ ہے کہ یہی وہ رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے (راوی) شعبہ کو شک ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رات ہمیں قیام کا حکم دیا تھا، شعبہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے ایک ساتھی نے ان سے نقل کی تھی۔

۱۶۸۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ اِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ وَمَا بَعْدَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں شعبہ کا شک نہیں بیان کیا گیا۔

تشریح علامہ نووی فرماتے ہیں بعض علماء کے نزدیک شب قدر سال میں ایک معین شب ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور ہر سال اسی تاریخ کو اس شب کا تحقق ہوتا ہے۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ شب ہر سال بدلتی رہتی ہے کسی سال اکیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔ کسی سال تئیسویں کو اور کسی سال ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔ کتاب الصیام میں شب قدر کا مفصل ذکر آئے گا ان شاء اللہ وہاں ہم اس کی پوری تفصیل اور تحقیق بیان کریں گے۔

مقالات سعیدی ج ۱ میں ہم نے حقائق شب قدر کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ اہل علم اور ارباب ذوق کے لیے

یہ مطالعہ کی چیز ہے۔

بَابُ ۲۵۱ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَآئِهٖ بِاللَّيْلِ

۱۶۸۵ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَتٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاَتَى الْقِرْبَةَ فَاَطْلَقَ شَنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ وَلَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهَةَ اَنْ يَّرٰى اَنِّيْ كُنْتُ اَنْتَبِهُ لَهٗ فَتَوَضَّاْتُ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاٰذَنَهٗ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَكَانَ فِيْ دُعَآئِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّعَظِّمْ لِيْ نُوْرًا قَالَ كُرَيْبٌ وَّسَبْعٌ فِي التَّابُوْتِ فَلَقِيْتُ بَعْضَ وُلْدِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَحَدَّثَنِيْ بِهِنَّ فَذَكَرَ عَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَذَكَرَ اثْنَتَيْنِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اور دعاؤں کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھوئے پھر سو گئے پھر دوبارہ اٹھے اور مشکیزہ کے پاس آکر اس کا منہ کھولا، پھر درمیانی وضو کیا، پانی زیادہ نہیں بہایا لیکن مکمل وضو فرمایا۔ پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، میں بھی اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ گمان نہ کریں کہ میں آپ کے احوال کے تجسس کے لیے بیدار ہوا ہوں، میں وضو کرنے کے بعد آپ کی بائیں جانب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھما کے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ کر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے، اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی۔ آپ نے کھڑے ہو کر بغیر وضو کیے نماز (سنت فجر) پڑھی اور یہ دعا مانگی: اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے! میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے، میرے کانوں میں نور پیدا کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے اور میرے پس پشت نور کر دے۔ (راوی) کریب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سات کلمات اور فرمائے تھے جنہیں میں بھول گیا، پھر میری ملاقات حضرت عباس کی اولاد میں سے بعض لوگوں سے ہوئی تو انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ سات کلمات یہ تھے: (اے اللہ!) میرے پٹھوں، میرے گوشت، میرے خون، میرے بال اور میری کھال (کو نور کر دے)۔ ان کلمات کے

علاوہ دو کلموں کا اور ذکر کیا تھا۔

۱۶۸۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ مَيْمُوْنَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ خَالَتُهُ، قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِيْ عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَ اضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهُ فِيْ طُوْلِهَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى انْتَصَفَ اللَّيْلُ اَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيْلٍ اَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيْلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ بِيَدِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْاٰيَاتِ الْخَوَاتِمَ مِنْ سُوْرَةِ اٰلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ اِلٰى شَنٍّ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّاَ مِنْهَا فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُمْتُ اِلٰى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رَاْسِيْ وَاَخَذَ بِاُذُنِيْ الْيُمْنٰى يَفْتِلُهَا فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتّٰى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سوئے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور نصف شب یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کے بعد بیدار ہوئے اور آپ نیند کی وجہ سے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے مَل رہے تھے، پھر آپ نے سورۂ آلِ عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر آپ ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس گئے اور اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے بھی کھڑے ہو کر ایسا ہی کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان مروڑا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھنے کے بعد لیٹ گئے یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی پھر جا کر آپ نے نمازِ فجر پڑھائی۔

۱۶۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيِّ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰى شَنٍّ مِنْ مَاءٍ فَتَسَوَّكَ فَتَوَضَّاَ وَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ وَلَمْ يُهْرِقْ مِنَ الْمَاءِ اِلَّا قَلِيْلًا ثُمَّ حَرَّكَنِيْ فَقُمْتُ وَسَاَئِرُ الْحَدِيْثِ

اسی سند سے ایک اور روایت منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے آپ نے بیدار ہو کر پانی کی ایک پرانی مشک سے پانی لیا، مسواک کی اور مکمل وضو کیا، اور کم پانی بہایا، پھر مجھے ٹہوکا دے کر اٹھایا۔

نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ .

۱۶۸۸ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرٌو وَعَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں میں ایک رات سویا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات وہاں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے نماز پڑھی، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔ آپ نے اس رات تیرہ رکعت نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے۔ پھر آپ کے پاس مؤذن آیا آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر وضو کیے نماز پڑھی، راوی عمرو کہتے ہیں کہ میں نے بکیر بن اشج کو یہ حدیث سنائی تو انھوں نے کہا کہ کریب نے ان سے اسی طرح بیان کیا تھا۔

۱۶۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا إِذَا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْقِظِينِي فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَجَعَلَنِي مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَجَعَلْتُ إِذَا أَغْفَيْتُ يَأْخُذُ شَحْمَةَ أُذُنِي قَالَ فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ احْتَبَى حَتَّى إِنِّي لَأَسْمَعُ نَفْسَهُ رَاقِدًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اور ان سے میں نے کہا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں مجھے بھی اٹھا دیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو میں بھی آپ کے بائیں پہلو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ مجھے جب بھی اونگھ آتی تھی، آپ میرے کان کی لو پکڑتے تھے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے گیارہ رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے اور جب فجر نمودار ہو گئی تو آپ نے مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی۔

۱۶۹۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا قَالَ وَصَفَ وُضُوءَهُ وَجَعَلَ يُخَفِّفُهُ وَيُقَلِّلُهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ وَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ بِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَخَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ سُفْيَانُ وَهَذَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً لِأَنَّهُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

رہے، رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے مختصر وضو کیا۔ حضرت ابن عباس نے اختصار وضو کی تشریح میں بتایا کہ آپ نے وضو میں کم پانی استعمال کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور اٹھ کر میں نے وہی کچھ کیا جو آپ نے کیا تھا، پھر میں (نماز کے لیے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے پیچھے کی جانب سے دائیں طرف کھڑا کر دیا، نماز پڑھنے کے بعد آپ لیٹ کر سو گئے، حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی۔ آپ نے جاکر بغیر وضو کیے فجر کی نماز پڑھا دی، سفیان کہتے ہیں کہ بغیر وضو کے نماز پڑھنا صرف آپ کا خاصہ ہے کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

۱۶۹۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبَقِيتُ كَيْفَ يُصَلِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَبَالَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ أَوِ الْقَصْعَةِ فَأَكْبَّهَا بِيَدَيْهِ عَلَيْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَكَامَلَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ فَكُنَّا نَعْرِفُهُ إِذَا نَامَ بِنَفْخِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى فَجَعَلَ يَقُولُ فِي صَلَاتِهِ وَفِي سُجُودِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا، میں یہ دیکھنے کے لیے جاگتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ اُٹھ کر پیشاب سے فارغ ہوئے پھر آپ نے ہاتھ منہ دھویا پھر سو گئے پھر اُٹھ کر ایک مشک کے پاس گئے اس کا منہ کھولا اور اس کا پانی نامد (ٹب) یا کسی بڑے پیالہ میں ڈالا پھر اس برتن کو اپنے ہاتھوں سے جھکایا اور بہت اچھے طریقے سے درمیانی وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں آکر آپ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات مکمل کیں پھر آپ سو گئے اور خراٹے لینے لگے۔ ہم جانتے تھے کہ آپ سونے کے بعد خراٹے لیتے ہیں، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، آپ

بَصَرِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ شِمَالِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا اَوْ قَالَ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

نماز اور سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے لیے نور کر دے یا فرمایا مجھے (سرتاپا) نور بنا دے۔

۱۶۹۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَیْلٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا سَلْمَةُ بْنُ کُهَیْلٍ عَنْ کُرَیْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلْمَةُ فَلَقِیْتُ کُرَیْبًا فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ کُنْتُ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ غُنْدَرٍ وَقَالَ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا وَلَمْ یَشُکَّ۔

سلمہ کہتے ہیں کہ کریب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حسب سابق حدیث ہے اور اس میں راوی غندر نے بغیر کسی شک کے کہا کہ حضور نے فرمایا: "اے اللہ! مجھے نور بنا دے"۔

۱۶۹۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ سَلْمَةَ بْنِ کُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْ رِشْدِیْنَ مَوْلَی ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِیْ مَیْمُوْنَةَ وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ وَلَمْ یَذْکُرْ غَسْلَ الْوَجْهِ وَالْکَفَّیْنِ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ ثُمَّ اَتَی الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا فَتَوَضَّاَ وُضُوْءًا بَیْنَ الْوُضُوْئَیْنِ ثُمَّ اَتَی فِرَاشَهٗ فَنَامَ ثُمَّ قَامَ قَوْمَةً اُخْرٰی فَاَتَی الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا هُوَ الْوُضُوْءُ وَقَالَ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَلَمْ یَذْکُرْ وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔ اس روایت میں ہاتھ منہ دھونے کا ذکر نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ حضور مشک کے پاس آئے، اس کا منہ کھولا، درمیانی وضو کیا پھر بستر پر آکر سو گئے پھر آپ دوبارہ اٹھے مشک کے پاس آئے اس کا منہ کھولا، پھر دوسری بار وضو کیا اور فرمایا: اے اللہ! مجھے عظیم نور کر دے اور یہ نہیں فرمایا کہ مجھے نور کر دے۔

۱۶۹۴۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سُلَیْمَانَ الْحَجْرِیِّ عَنْ عَقِیْلِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ سَلْمَةَ بْنَ کُهَیْلٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَاتَ لَیْلَةً عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات گذاری حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر مشک کے پاس گئے اس سے پانی بہایا، وضو کیا اور زیادہ پانی خرچ نہیں کیا نہ وضو میں کوئی کمی کی۔ اس کے بعد حسب سابق

وَسَلَّمَ اِلَى الْقِرْبَةِ فَسَكَبَ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يُكْثِرْ مِنَ الْمَاءِ وَلَمْ يُقَصِّرْ فِي الْوُضُوْءِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ قَالَ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ بِتِسْعَ عَشَرَةَ كَلِمَةً قَالَ مُسْلِمٌ حَدَّثَنِيْهَا كُرَيْبٌ فَحَفِظْتُ مِنْهَا اثْنَتَيْ عَشَرَةَ كَلِمَةً وَنَسِيْتُ مَا بَقِيَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّيْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا۔

روایت ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس کلمات کے ساتھ دعا کی، سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے کریب نے وہ کلمات بتائے تھے مجھے بارہ یاد رہے اور باقی بھول گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے میرے دائیں نور کر دے میرے بائیں نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اندر نور کر دے اور میرے لیے عظیم نور کر دے۔

۱۶۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ رَقَدْتُ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا لِاَنْظُرَ كَيْفَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَ فَتَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّاَ وَاسْتَنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہا، جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے، تاکہ رات کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھ سکوں۔ حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو کچھ دیر اپنی اہلیہ کے ساتھ بات چیت کی، پھر سو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اٹھے، آپ نے وضو کیا اور مسواک کی۔

۱۶۹۶۔ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّاَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ فَقَرَاَ هٰؤُلَاءِ الْاٰيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ

علی بن عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات کو سو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے وضو کیا اور مسواک کی درآں حالیکہ آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) لاریب آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور دن اور رات کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ آپ نے یہ آیات آخر سورت تک پڑھیں، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں طویل قیام، رکوع اور سجود کیا، پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے،

ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِسِتِّ رَكَعَاتٍ كُلُّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَيَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ فَأَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي لِسَانِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا وَاجْعَلْ فِي بَصَرِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ أَمَامِي نُورًا وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا اللّٰهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا۔

پھر آپ نے تین بار اس طرح کر کے چھ رکعات پڑھیں، ہر بار مسواک کرتے، وضو کرتے، اور یہ آیات پڑھتے، پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے، پھر مؤذن نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی، آپ نماز پڑھانے گئے۔ درآں حالیکہ آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ! مجھے نور عطا کر دے۔

۱۶۹۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ ذَاتَ لَيْلَةٍ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مُتَطَوِّعًا مِنَ اللَّيْلِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَتَوَضَّأَ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَصَنَعْتُ كَمَا رَأَيْتُهُ صَنَعَ ذٰلِكَ فَتَوَضَّأْتُ مِنَ الْقِرْبَةِ فَقُمْتُ إِلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي يَعْتِلُنِي كَذٰلِكَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهِ إِلَى الشِّقِّ الْأَيْمَنِ قُلْتُ أَفِي التَّطَوُّعِ كَانَ ذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نفل پڑھنے کے لیے اُٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشک کے پاس گئے اور وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی اُٹھ کر ویسے ہی کیا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔ مشک سے وضو کیا، اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میری پشت کے پیچھے سے ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت کے پیچھے سے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ راوی نے پوچھا کیا یہ عمل نفل میں ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں!

۱۶۹۸۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي الْعَبَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبِتُّ مَعَهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَقَامَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَتَنَاوَلَنِي مِنْ خَلْفِ ظَهْرِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ درآں حالیکہ آپ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے، اس رات میں آپ کے پاس رہا، آپ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنے پیچھے سے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔

۱۶۹۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسب سابق

عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ .

روایت منقول ہے۔

۱۷۰۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

۱۷۰۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لَاَرْمُقَنَّ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُوْنَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ اَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً .

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کروں گا، آپ نے دو مختصر رکعت پڑھیں پھر لمبی سے لمبی بلکہ اس سے بھی لمبی دو رکعت پڑھیں۔ پھر پہلی نماز سے کچھ کم دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھے اور یہ تیرہ رکعت ہیں۔

۱۷۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ اَبُوْ جَعْفَرٍ قَالَ نَا وَرْقَآءُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَانْتَهَيْنَا اِلٰى مَشْرَعَةٍ فَقَالَ اَلَا تُشْرِعُ يَا جَابِرُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْرَعْتُ قَالَ ثُمَّ ذَهَبَ لِحَاجَتِهٖ وَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءًا قَالَ فَجَآءَ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ خَالَفَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا۔ ہم ایک گھاٹ پر پہنچے، آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم پار نہیں اترتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور میں بھی اترا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے آکر وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، درآں حالیکہ آپ نے ایک کپڑا

بَيْنَ طَرَفَيْهِ فَقُمْتُ خَلْفَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ۔

پہنا ہوا تھا اور اس کے دائیں کنارے کو بائیں جانب اور بائیں کنارے کو دائیں جانب ڈالا ہوا تھا، میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر لیا۔

۱۷۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو حَرَّةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے اُٹھتے تو دو مختصر رکعتوں کے ساتھ نماز شروع کرتے۔

۱۷۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو دو مختصر رکعات سے نماز پڑھنا شروع کرے۔

۱۷۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اللَّهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَأَسْرَرْتُ وَأَعْلَنْتُ أَنْتَ إِلٰهِي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے ہی لیے حمد ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم کرنے والا ہے تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والوں کا رب ہے، تو سچا ہے تیرا وعدہ سچا ہے، تیرا قول سچا ہے، تجھ سے ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیری اطاعت کرتا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیری وجہ سے جنگ کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ ان کاموں کا بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے اور چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی لائق

۱۷۰۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا أَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ فَاتَّفَقَ لَفْظُهُ مَعَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَخْتَلِفَا إِلَّا فِي حَرْفَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ مَكَانَ قِيَامٍ قَيِّمٌ وَقَالَ مَا أَسْرَرْتُ وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَيُخَالِفُ مَالِكًا وَابْنَ جُرَيْجٍ فِي أَحْرُفٍ۔

عبادت نہیں ہے۔

طاؤس نے حضرت ابن عباس کی روایت اس طرح بیان کی ہے، ابن جریج اور مالک کی روایت بھی ان کے موافق ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ابن جریج نے قیام کی جگہ قیم کہا اور وَمَا أَسْرَرْتُ کا لفظ کہا البتہ ابن عیینہ کی روایت مالک اور جریج کے خلاف ہے اور اس میں بعض الفاظ کی زیادتی اور کمی ہے۔

۱۷۰۷۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونَ قَالَ نَا عِمْرَانُ الْقَصِيرُ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَاللَّفْظُ قَرِيبٌ مِنْ أَلْفَاظِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۷۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا نَا عَمْرُو بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلَاتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلَاتَهُ اللَّهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو کس طرح نماز شروع کرتے تھے؟۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز اس دعا سے شروع کرتے! اے اللہ! جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے خالق، غیب اور شہادت کے عالم، جب بندے آپس میں اختلاف کرتے ہیں تو تو ہی ان کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے اللہ! حق کی جن باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے تو ان میں مجھ کو راہِ استقامت پر رکھ، اور تو جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

۱۷۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يُوسُفُ الْمَاجِشُونُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي وَإِذَا رَفَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَإِذَا سَجَدَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَصَوَّرَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ثُمَّ يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: میں اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ ہر گاہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کا بخشنے والا نہیں ہے، مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، برے اخلاق مجھ سے دور کر دے، اور مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرمانبردار ہوں، ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے میں تجھ سے استعانت کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں تو برکت والا اور بلند ہے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور رکوع میں آپ فرماتے! اے اللہ! میں تیری رضامندی کے لیے جھکا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی۔ میرے کان میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے سب تجھ سے ڈرتے ہیں۔ جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے تمام آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہے سب بھر جائے بلکہ جس قدر تو چاہے ان میں تیری حمد بھر جائے اور سجدہ میں فرماتے: اے اللہ! میں نے تیری رضامندی کے لیے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی، میرا چہرہ اس

اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ۔

ذات کو سجدہ کر رہا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کو تراش کر بنایا، اللہ برکت والا ہے اور سب سے اچھا بنانے والا ہے، پھر آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد کیے جو میں نے چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، اور جو میں نے زیادتی کی، اور ان کاموں کو بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

۱۷۱۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا اَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُوْنِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْاَغَرِّ ح بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ وَقَالَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَالَ صَوَّرَهٗ فَاَحْسَنَ صُوَرَهٗ وَقَالَ اِذَا سَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَقُلْ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ۔

اسی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے "وجهت وجهي" اور "انا اول المسلمين" اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" فرماتے: اللہ نے صورت بنائی اور اچھی صورت بنائی اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور تشہد اور سلام کے درمیان کلمات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

حدیث ابن عباس سے مستفاد اُنہتر (۶۹) احکام شرعیہ

امام مسلم نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گذارنے کا واقعہ پندرہ اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس واقعے سے متعدد احکام شرعیہ مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر نیند فرمائیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ آپ نے مؤذن کے جگانے پر بغیر وضو کیے سنت فجر پڑھیں اور صحابہ کو جماعت کرائی، باقی انبیاء علیہم السلام کی نیند کا بھی یہی حکم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے دل نیند کی حالت میں بیدار رہتے ہیں تاکہ حالت نیند میں حاصل ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ذبح اسماعیل کا صورۃً حکم ہوا اسی لیے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض ائے کہ ان احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضو کیا اس لیے نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا ثابت نہیں ہوگا! ایک جواب یہ ہے کہ وضو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے حدث (وضو نہ ہونا) کی بناء پر وضو کیا ہو، بعض اوقات

فضیلت کے حصول کے لیے وضو کے باوجود وضو کیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سونے سے پہلے ہی آپ بے وضو ہوں اس لیے نیند سے اٹھ کر وضو کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد آپ نے وضو اس وقت کیا ہے جب اٹھ کر پہلے پیشاب کیا تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے فرمایا نیند کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں بعض احوال میں نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور بعض میں نہیں ٹوٹتا[1] لیکن ہمارے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے مطلقاً بغیر کسی قید کے فرمایا ہے میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (۲) نابالغ بچہ کا اپنے محرم کے گھر رات گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رات گذاری۔ (۳) صحابہ کا علم دین کے حصول کا شوق۔ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کو دین قرار دینا کیونکہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے معمولات کے مشاہدہ کے لیے وہاں رات گذاری تھی (۵) علم دین کی لگن میں رات جاگ کر گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے رات جاگ کر گزاری۔ (۶) نابالغ محرم کا زوجین کے ساتھ ایک بستر پر سو جانا یا لیٹ جانا جیسے بستر کے عرض میں حضرت ابن عباس لیٹ گئے تھے (۷) عشاء کی نماز کے بعد شوہر کا اپنی اہلیہ سے موانست کی خاطر یا امور دین میں گفتگو کرنے کا جواز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد کچھ دیر حضرت میمونہ سے باتیں کیں البتہ فضول اور بے کار قصہ کہانیوں میں رات گذارنا مکروہ ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جانے کا خطرہ ہو (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور حسن اخلاق کا اظہار کیونکہ آپ نے بغیر برا منائے حضرت ابن عباس کو اپنے ساتھ لٹایا (۹) صلہ رحمی کا ثبوت۔ کیونکہ صلہ رحمی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رشتہ داروں سے ملنے جلنے کو قائم رکھا جائے (۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت کہ انھوں نے محبت رسول میں رات جاگ کر گزاری۔ (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کرنا (۱۲) نوافل کی جماعت کا صحیح ہونا، ہر چند یہاں صرف ایک شخص کی اقتداء کا ذکر ہے اور ترمذی شریف میں حضرت انس کے گھر ایک دعوت کے موقع پر حضرت انس، یتیم اور ان کی دادی کی اقتداء کا ذکر ہے۔ اس سے فقہاء حنفیہ نے نوافل کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ تین آدمیوں کے شمول کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اور چار آدمیوں کا نفل کی جماعت میں شامل ہونا بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے۔ (۱۲) امام کا ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھانا۔ (۱۳) صحت امامت اور جماعت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کسی کو نماز پڑھانے کی نیت کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پڑھ رہے تھے اور بعد میں بغیر کسی پیشگی منصوبہ کے حضرت ابن عباس آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ (۱۴) نابالغ شخص کی نماز اور اس کا مقتدی ہونا صحیح ہے۔ (۱۵) اگر مقتدی صرف ایک ہو تو وہ امام کی دائیں طرف کھڑا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے ہٹا کر دائیں جانب کھڑا کیا۔ (۱۶) مقتدی کسی حال میں امام پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو اپنے پیچھے سے پکڑ دائیں جانب کھڑا کیا ورنہ آگے سے کھینچ کر دائیں جانب لانا زیادہ آسان تھا (۱۷) نماز میں عمل قلیل کا جائز ہونا (۱۸) عالم کا فرض کہ اگر حالت نماز میں بھی کسی غلط کام کی اصلاح کر سکتا ہو تو کرے جیسا کہ آپ نے حضرت ابن عباس کی اصلاح کی (۱۹) نماز میں بیدار رکھنے کے لیے کسی بچہ کا کان مروڑنا جائز ہے کیونکہ جب حضرت ابن عباس کو اونگھ آتی تو آپ ان کا کان مروڑ دیتے۔ (۲۰) بچوں کو ادب سکھانے اور گوشمالی کا ثبوت (۲۱) مؤذن کا امام کو نماز کے وقت پر مطلع کرنا جیسے حضرت بلال نماز فجر کے وقت آ کر آپ کو جگاتے تھے۔ (۲۲) امام کا مؤذن کی اطلاع پر اٹھ جانا (۲۴) نفل اور فرض کو ایک وضو کے ساتھ پڑھنا۔ (۲۵) تہجد پڑھنے کے بعد کروٹ کے بل لیٹنا (۲۶) تہجد

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

کی نماز پہلے آپ پر واجب تھی اور صحیح یہ ہے کہ بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا[1] (۲۷) عالم کے ساتھ رات گزارنا تاکہ عالم اور استاذ کے احوال پر مطلع ہو کے اپنے علم میں اضافہ کرے (۲۸) استاذ، عالم دین یا شیخ کے ساتھ رات اس لیے گزارنا کہ شاید اس کی کسی خدمت کا موقع نصیب ہو۔ (۲۹) علو فی السند کا حاصل کرنا یا براہ راست اور بلا واسطہ حصول علم کا شوق ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ سے پوچھ کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات معلوم کر سکتے تھے (۳۰) نفل میں بھی فرض کی طرح گفتگو کرنا حرام ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کو زبانی بھی دائیں جانب کھڑے ہونے کا مسئلہ بتا سکتے تھے۔ (۳۱) طریق ادب یہ ہے کہ مقتدی امام کے تلمیذ استاذ کے اور چھوٹا بڑے کے دائیں جانب بیٹھے (۳۲) جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد آلِ عمران کی آخری آیات تلاوت کیں اور اس کے بعد وضو کیا۔ بخاری میں اسی طرح ہے۔ (۳۳) بے وضو شخص قرآن کریم پڑھ سکتا ہے، البتہ جنبی شخص اور حائضہ عورت نہیں پڑھ سکتی۔ (۳۴) تہجد پڑھنے والا شخص وتر تہجد کے بعد پڑھے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (۳۵) نفلی نماز میں رکوع اور سجدہ کے اندر دعا مانگنے کا جواز کیونکہ آپ نے رکوع اور سجدہ میں دعا کی (۳۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا۔ (۳۷) دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا۔ (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعضاء میں نورانیت کے حصول کی دعا کی حالانکہ آپ کے اعضاء میں نورانیت پہلے بھی موجود تھی اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمت حاصل ہو پھر بھی اس نعمت کے لیے دعا کرے تاکہ اس نعمت میں دوام اور ترقی حاصل ہو (۳۹) تہجد کی نماز دو، دو رکعت کر کے پڑھنا جس طرح ان احادیث میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ (۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز مختلف تعداد مثلاً چار سے لے کر بارہ رکعات تک پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے اور آپ کی اقتداء کرنے میں آسانی ہو۔ جو شخص جتنی رکعات سہولت کے ساتھ پڑھ سکے پڑھ لے اس کو آپ کی اقتداء حاصل ہو جائے گی (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکعات تہجد مختلف اوقات میں مختلف تعداد میں پڑھی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہ تھی کیونکہ اگر تہجد فرض ہوتی تو اس کی رکعات متعین ہوتیں۔ جس طرح باقی فرائض کی رکعات معین ہیں۔ (۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اپنی اہلیہ سے گفتگو بھی کی رات کو آرام بھی کیا نیند بھی کی اور نوافل بھی پڑھے اور یہی دین فطرت ہے کہ مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق ادا کیے جائیں اور اپنے نفس کا حق بھی ادا کیا جائے۔ (۴۳) نیند سے بیدار ہو کر اواخر آلِ عمران کی تلاوت کرنا سنت ہے۔ (۴۴) صبح کی دو رکعت سنت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا کیونکہ آپ ایسا ہی کرتے تھے (۴۵) تہجد کی نماز میں پہلی دو رکعت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا، دوسرے دوگانہ کو بہت لمبا قیام اور اس کے مناسب رکوع و سجود کے ساتھ پڑھنا پھر بتدریج طول کو کم کرنا یہ بات زید بن خالد جہنی کی روایت میں ہے۔ (۴۶) تہجد کی نماز کے لیے جو وضو کرے اس میں بھی دائما مسواک کرے کیونکہ آپ ایسا کرتے تھے۔ (۴۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے موجود ہونے کے باوجود وضو اور استنجاء کے لیے پانی خود فراہم کیا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی نجی ضروریات کے کام خود کرنے چاہئیں۔ (۴۸) بلا ضرورت عبادت میں غیر سے مدد نہیں لینی چاہیے۔ (۴۹) اپنی اہلیہ یا خادم کو بلا ضرورت نہیں جگانا چاہیے۔ (۵۰)۔ وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف اور ممنوع ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں بار بار ذکر ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت زیادہ پانی نہیں گرایا۔ (۵۱) حتی الامکان لوگوں کو بدگمانی کے اسباب سے بچانا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے انگڑائی لی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ سمجھیں کہ وہ تجسس کی خاطر جاگتے رہے تھے کیونکہ دوسروں کی ٹوہ میں رہنا ممنوع ہے۔ ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نیت بخیر تھی اور وہ صرف حصول علم کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شب معلوم کرنا چاہتے تھے۔ (۵۲) نیند سے اٹھ کر آنکھیں ملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے اس رات ایسا کیا تھا۔ (۵۳) بعض لوگ کسی سونے والے شخص کے خراٹوں کو برا سمجھتے ہیں ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ آپ بھی نیند میں خراٹے لیتے تھے۔ (۵۴) نماز میں اونگھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ جب حضرت ابن عباس اونگھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کا کان مروڑ دیتے۔ (۵۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں بھی مقتدیوں کے احوال سے باخبر رہتے تھے اور جو چیز لائق اصلاح ہوتی حالت نماز میں بھی اس کی اصلاح کر دیتے تھے۔ (۵۶) اگر سوتے میں پیشاب آئے تو پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سونا چاہیے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ (۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے وقت برتن جھکا کر اس سے پانی لیا اس سے معلوم ہوا کہ نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔ (۵۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں مجھے اٹھا دیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کو ان احوال کے مشاہدہ کا شدید اشتیاق تھا کیونکہ انھوں نے خود جاگنے کے ارادہ کے باوجود ام المومنین سے اٹھانے کے لیے کہا۔ (۵۹) بغیر سبب کے اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے (۶۰) نیکی کے کام میں دوسروں سے مدد لینا چاہیے۔ (۶۱) نماز تہجد کی خاطر اٹھنے کے لیے گھڑی کا الارم لگانے کا جواز بھی اس سے ثابت ہوتا ہے (۶۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں سادگی کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے ایک پرانے اور سالخوردہ مشکیزہ سے پانی لے کر وضو فرمایا۔ چاہتے تو گھر میں کیا کچھ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔ (۶۳) تہجد کی نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، جن ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً قیامت اور حشر و نشر وغیرہ ان کا اظہار کرے اپنی عبودیت اور احتیاج کا اعتراف کرے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ان کی معافی چاہے اور اللہ کی اطاعت کا اقرار کرے تاکہ ایمان اور اسلام کی تجدید اور توبہ کے ذریعہ اپنے گناہوں کو دھونے کے بعد پاک صاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کیونکہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ کلمات فرماتے: اللّٰھم لک الحمد انت نور السمٰوٰت والارض الحدیث حدیث نمبر ۱۷۰۵ میں ان کلمات کا ذکر ہے۔ (۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہوں کا اعتراف کرنا اور معافی چاہنا یا اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واستغفرہ فرما کر آپ کو توبہ کا حکم دیا ہے یا تواضع اور انکسار کی وجہ سے یا تعلیم امت کے لیے۔ اس بحث کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔ علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث سے چھبیس احکام شرعیہ مستنبط کیے ہیں جن میں سے اکیس فوائد ہم نے ذکر کر دیے ہیں اور تینتالیس فوائد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے مجھ پر منکشف کیے ہیں و للہ الحمد علی ذلک، علامہ عینی کے ذکر کردہ جن پانچ فوائد کو ہم نے ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک ہماری نظر میں صحیح نہیں اور چار بالکل ظاہر تھے۔ ان کی

تفصیل یہ ہے۔ (۱) کسی شخص کی زوجہ کے ساتھ اس کے گھر میں قیام کرنا۔ (۲) نابالغ کا بالغ کی اقتداء میں نماز پڑھنا (۳) کم از کم وضو بھی کافی ہونا جب کہ اعضاء کو پوری طرح دھو لیا جائے اور یہ ایک ایک بار ہے (۴) امام کا مؤذن سے خبر سن کر اس کے ساتھ نماز کے لیے جانا۔ (۵) معمولی نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔ اس فائدہ سے علامہ عینی بھی مطمئن نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں خراٹے لے رہے تھے اور جس نیند میں خراٹے ہوں وہ گہری نیند ہوتی ہے معمولی اور خفیف نہیں ہوتی۔ بہرحال اگر ان پانچ فوائد کو بھی ملا لیا جائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے انہتر (۶۹) احکام شرعیہ مستنبط ہوئے اور یہ ہماری نظر میں ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عمل میں جس قدر حکمتیں فوائد، اور احکام شرعیہ ہوتے ہیں انکو کما حقہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

دعائے نور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان متعدد روایات میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا کر دے۔ الحدیث۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال القرطبی هذه الانوار التی دعا بها رسول الله صلی الله علیه وسلم یمکن حملها علی ظاهرها فیکون سأل الله تعالیٰ ان یجعل له فی کل عضو من اعضائه نورا یستضیئ به یوم القیمة فی تلک الظلم هو ومن تبعه او من شاء الله منهم قال والاولی ان یقال: هی مستعارة للعلم والهدایة الی قوله والتحقیق فی معناه ان النور مظهر ما نسب الیه وهو یختلف بحسبه: فنور السمع مظهر المسموعات ونور البصر کاشف للمبصرات ونور القلب کاشف عن المعلومات ونور الجوارح ما یبرز علیها من اعمال الطاعات قال الطیبی معنی طلب النور للاعضاء عضوا عضوا ان یتجلی بانوار المعرفة والطاعات یتعری عما عداهما فان الشیاطین تحیط بالجهات الست بالوساوس فکان التخلص منها بالانوار السادة لتلک الجهات قال: وکل هذه الامور راجعة الی الهدایة والبیان وضیاء الحق۔

علامہ قرطبی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے ظاہری معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی ہو، جو آپ کو، آپ کے متبعین کو اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے حاصل ہو گی۔ علامہ قرطبی نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا ارادہ کیا جائے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر ہونا مراد ہے۔ سمع کا نور یہ ہے کہ وہ مسموعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ مبصرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الٰہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادات کے علاوہ کچھ نہ ہو کیونکہ شیطان چھ جہات سے وسوسہ کے لیے حملہ آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ہو گا کہ ان چھ جہات (دائیں بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے) میں انوار ہوں جو اس کو روک سکیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ ان انوار سے مراد ہدایت، بیان اور حق کی

روشنی ہے۔[1]

علامہ عینی نے علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے[2]۔

ملا علی قاری نے علامہ قرطبی کے ذکر کردہ دونوں معنی یعنی نور حسّی (روشنی) اور نور معنوی (علم اور ہدایت) کو ذکر کیا ہے اور علامہ قرطبی کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انھوں نے نور معنوی یعنی علم اور ہدایت کے معنی کو ترجیح دی ہے اس کے بعد فرمایا:

قلت ویمکن الجمع فتامل فانہ لا منع۔[3]

میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں کیونکہ اس ارادہ سے کوئی مانع نہیں ہے لہٰذا غور کرنا چاہیے۔

علامہ دشتانی فرماتے ہیں:

قلت ودعاؤہ صلی اللہ علیہ وسلم بھٰذہ الدعوات وما فی الاحادیث بعدھا ان کان تعلیما للامۃ فواضح والا فھو بحسب ارتقاء المقامات لان الجمیع قد جعل لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[4]

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں (حصولِ نور کی) جن دعاؤں کا ذکر ہے اور بعد کی احادیث میں جن دعاؤں (جن میں طلب مغفرت، اعمال صالحہ کا حصول اور فسق و فجور سے احتراز کی دعائیں ہیں) کا ذکر ہے اگر اس سے مراد تعلیم امت ہے تو بات واضح ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب دعائیں ان چیزوں میں ترقی کے لیے کی ہیں کیوں کہ آپ کو یہ تمام امور حاصل تھے۔

علامہ دشتانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اس باب کے آخر میں حضرت علی کی روایات میں جو کلمات استفتاح ہیں وہ سب تعلیم امت کے لیے ہیں اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ہم باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔

لفظ رب کی تحقیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات ذکر کیے ہیں ان میں ایک کلمہ ہے انت رب السمٰوٰت والارض علامہ نووی فرماتے ہیں کہ لغت میں رب کے تین معانی ہیں (۱) السید المطاع (۲) مصلح (۳) مالک۔ جب رب کا لفظ سید مطاع کے معنی میں مستعمل ہو تو یہ شرط ہے کہ جن کی تربیت کی وجہ سے وہ رب ہے وہ ذوالعقول ہوں اس لیے رب الشجر والجبال کہنا صحیح نہیں ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ شرط فاسد ہے کیونکہ ذوالعقول اور غیر ذوی العقول سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ زمین و آسمان نے اللہ تعالیٰ سے کہا ائتینا طائعین (حم سجدۃ: ۱۱) جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں (جب وہ دھواں ہو رہے تھے) اور زمین کو بلایا تو انھوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ رب کے معنی میں چار

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعہ ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

[2] حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ

[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔ مرقاۃ ج ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اقوال ہیں، مالک، سید، مدبر اور مربی اور یہ فرمایا ہے کہ جب لفظ رب پر الف لام ہو (الرب) تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے رب المال اور رب الدار اور نور السموٰت والارض کا معنی منور السموٰت و الارض ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (حدیث نمبر ۱۰۹) میں یہ الفاظ ہیں: والخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك۔ "ہر خیر تیرے قبضہ و قدرت میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر، اس لیے اس لفظ کی تاویل اور توجیہہ کرنا ضروری ہے اور اس میں پانچ اقوال ہیں (۱) خلیل بن احمد نے کہا اس کا معنی ہے " لا یتقرب بہ الیك " "شر کے ساتھ تیرا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا (۲) مزنی نے کہا " لا یضاف الیك علی انفراد " "صرف شر تیری طرف منسوب نہیں ہے اس لیے یہ نہیں کہا جائیگا اے بندروں اور خنزیروں کے خالق یا اے شر کے رب، اگرچہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ (۳) الشر لا یصعد الیك۔ ..... "شر تیری بارگاہ میں نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور تو کلمات طیبات اور اعمال صالحہ پہنچتے ہیں الیہ یصعد الکلم الطیب (۴) " الشر لیس شرا بالنسبۃ الیك " "یعنی شر تیری طرف نسبت کے اعتبار سے شر نہیں ہے کیونکہ تو نے اس کو حکمت بالغہ کے اعتبار سے پیدا کیا ہے بلکہ اس چیز کا شر ہونا مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے"[2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و ما اصابك من حسنۃ فمن اللہ و ما اصابك من سیئۃ فمن نفسك۔ (النساء: ۷۹)

تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے۔

بنا بریں تحقیق یہ ہے کہ اگرچہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور شر کی نسبت مخلوق کی طرف!

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول " ما اصابك من حسنۃ فمن اللہ " کی تفسیر ہے ایجادا و استنادا اور وما اصابك من سیئۃ فمن نفسك۔ کی تفسیر ہے "ایجادا لا استنادا" "تم کو جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے" یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسی کی طرف اس کی نسبت ہے۔ "تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے" یعنی، ہر چند کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے لیکن اس کی طرف نسبت نہیں ہوگی) اور اسے بھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول میں غور کرو وہ فرماتے ہیں: " و اذا مرضت فھو یشفین " "(جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے) انھوں نے یہ نہیں فرمایا " جب تو مجھے بیمار کرتا ہے" کیونکہ بیماری نفس کی ناپسندیدہ چیز ہے اور شفا پسندیدہ چیز ہے اس لیے انھوں نے ناپسندیدہ چیز کی اپنی طرف نسبت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۳ - ۲۶۲ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ج ۱ ص ۲۶۳ " "

کی اور پسندیدہ چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" "اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے" حضرت ایوب نے یہ نہیں فرمایا: "اے میرے رب تُو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے" بلکہ اپنے خطاب میں ادب کا لحاظ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ناپسندیدہ چیز کی نسبت نہیں کی، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "اردت ان اعیبها" "(میں نے کشتی میں عیب ڈالنے کا ارادہ کیا) کیونکہ عیب ناپسندیدہ چیز ہے اس لیے اس کے ارادہ کی نسبت اپنی طرف کی اور پسندیدہ چیز کے ارادہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرکے فرمایا: "فاراد ربك ان یبلغا اشدهما ویستخرجا کنزهما" "(تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ یتیم بچے بڑے ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں)[1] یعنی دیوار توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی اور دیوار جوڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ توڑنا ناپسندیدہ کام ہے اور جوڑنا پسندیدہ، اگرچہ دونوں فعل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ تھے۔

بَاب ۲۵۲ اِسْتِحْبَابِ تَطْوِيلِ الْقِرَاءَةِ فِي صَلٰوةِ اللَّيْلِ

تہجد میں طویل قرأت کا استحباب

۱۷۱۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْاَحْنَفِ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَةَ فَقُلْتُ يَرْكَعُ عِنْدَ الْمِائَةِ ثُمَّ مَضٰى فَقُلْتُ يُصَلِّيْ بِهَا فِيْ رَكْعَةٍ فَمَضٰى فَقُلْتُ يَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَآءَ فَقَرَاَهَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرٰنَ فَقَرَاَهَا يَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰيَةٍ فِيْهَا تَسْبِيْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ فَكَانَ رُكُوْعُهٗ نَحْوًا مِّنْ قِيَامِهٖ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثُمَّ قَامَ طَوِيْلًا قَرِيْبًا مِّمَّا رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر دی، میں نے سوچا کہ شاید آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کریں گے، مگر حضور بدستور پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید سورت مکمل کرنے کے بعد آپ رکوع کریں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے اور آپ نے سورہ نساء شروع کر دی اور اس کے بعد سورہ آل عمران شروع کر دی اور ترتیل کے ساتھ قرأت کرتے رہے، جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے (مثلاً سبحان اللہ کہتے) اور جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سوال کا ذکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کو پڑھتے جس میں تعوذ (پناہ مانگنے) کا ذکر ہوتا، تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں سبحان ربی العظیم۔ پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کا رکوع قیام کے قریب ہو گیا پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہو گئے اور تقریباً رکوع کے برابر قومہ

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ: الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۷۸ھ

فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ قَالَ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ مِنَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

کیا پھر آپ سجدہ میں گئے اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے رہے اور قومہ کے قریب سجدہ کیا، جریر کی روایت میں ہے کہ آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فرمایا تھا۔

۱۷۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطَالَ حَتَّى هَمَمْتُ بِأَمْرٍ سُوءٍ قَالَ قُلْتُ وَمَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک بُری بات کا ارادہ کر لیا راوی نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا! حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔!

۱۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْمَعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

سورتوں کی ترتیب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۷۱۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ نساء پڑھی اور سورۂ نساء کے بعد سورۂ آل عمران پڑھی، جبکہ ترتیب کے مطابق پہلے سورۂ آل عمران ہے اور پھر سورۂ نساء ہے۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ نماز میں سورتوں کی ترتیب سے پڑھنا چاہیے یا خلاف ترتیب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فرائض میں ترتیب کے مطابق پڑھنا واجب ہے اور خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے چونکہ یہ فعل مکروہ ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا اور نوافل میں بناءً علی التوسعہ خلاف ترتیب پڑھنا بھی جائز ہے[1]۔ اس حدیث میں جو خلاف ترتیب پڑھنے کا ذکر ہے اس کی توجیہ میں کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رات کے نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے خلاف ترتیب پڑھا ہو البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلاف ترتیب پڑھنا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (مالکی) نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحف میں سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور یہ اس دور کے مسلمانوں کے اجتہاد سے قائم ہے جس دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں لکھا گیا تھا، امام مالک، قاضی ابوبکر باقلانی اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ہمارے نزدیک سورتوں کی باہمی ترتیب مطلقاً واجب نہیں ہے نہ لکھنے میں نہ نماز میں نہ درس میں نہ تلقین اور تعلیم میں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وجوب ترتیب کے بارہ میں کوئی صریح فرمان منقول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصحف عثمان کے مرتب ہونے سے پہلے صحابہ کرام کے درمیان سورتوں کی

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۱۰، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

ترتیب میں اختلاف تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وصال کے بعد امت مسلمہ نے نماز اور درس و تلقین میں ترتیب ترک کرنے کی اجازت دی ہے اور جو اہل علم سورتوں کی ترتیب میں توقیف کے قائل ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سورتوں کی حدود اور ان کے مقامات معین فرما دئے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے مصحف کو مرتب کیا تھا اور جن صحابہ کے درمیان مصحف عثمان سے پہلے ترتیب میں اختلاف تھا ان تک ترتیب کی احادیث نہیں پہنچی تھیں) وہ اہل علم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بیان کرنے سے پہلے رات کی اس نماز میں خلاف ترتیب آل عمران سے پہلے سورۂ نساء کو پڑھا تھا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں بعد کی سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے کی سورت پڑھی جائے البتہ ایک رکعت میں دو سورتیں خلاف ترتیب پڑھنا یا غیر نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے اور سلف صالحین نے جو الٹا قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا قرآن کی آخری سورت سے پڑھنا شروع کرے اور قرآن کریم کی ابتدائی سورت کو آخر میں پڑھے۔ نیز قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ موجودہ مصحف عثمان میں جو سورتوں کی ترتیب ہے یہ ترتیبی ہے یعنی یہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی اور آپ نے امت مسلمہ کو یہ ترتیب بتلا دی [1]۔

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کی یہ عبارت نقل کی ہے [2]۔

نماز میں تعظیم رسول

اس باب کی دوسری حدیث (نمبر ۱۲۱۴) میں مذکور ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں رات کو نفل پڑھے اور آپ کے قیام کے طول کی وجہ سے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ بری بات ہے باوجود اس بات کے کہ نفل میں بیٹھنا جائز تھا کھڑے رہے اور ان کا یہ فعل بین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مظہر تھا، یہ حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی ذکر کی ہے [3]۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وانما لم يقعد ابن مسعود للتأدب مع النبي صلى الله عليه وسلم [4]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر نماز میں نہیں بیٹھے۔

علامہ وشتانی نے بھی یہی لکھا ہے [5]۔ علامہ سنوسی نے بھی اس عبارت کو مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ [6]۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[5] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[6] علامہ ابو عبد اللہ السنوسی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰ " " "

وھذا السوء من جھۃ ترک الادب۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں بیٹھنے کو بُری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر ادب کے خلاف تھا۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وانما جعلہ سوءً وان کان القعود فی النفل جائزا لان فیہ ترک الادب معہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔[2]

ہر چند کہ نفلی نماز میں بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز میں اپنے بیٹھنے کو بُری بات قرار دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں یہ بات ادب کے خلاف تھی۔

باب ۲۵۳ الحث علی صلوۃ اللیل وان قلت

تہجد کی ترغیب خواہ کم رکعات ہوں

۱۷۱۴۔ وحدثنا عثمان بن ابی شیبۃ واسحق قال عثمان نا جریر عن منصور عن ابی وائل عن عبد اللہ قال ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجل نام لیلۃ حتی اصبح قال ذاک رجل بال الشیطان فی اذنیہ او قال فی اذنہ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

۱۷۱۵۔ وحدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث عن عقیل عن الزھری عن علی بن حسین ان الحسین بن علی حدثہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ وفاطمۃ فقال الا تصلون فقلت یا رسول اللہ انما انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا فانصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین قلت لہ ذلک ثم سمعتہ وھو مدبر یضرب فخذہ ویقول وکان الانسان اکثر شیء جدلا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ (حضرت علی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے! جب میں نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے درآں حالیکہ آپ اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو ہے!

۱۷۱۶۔ وحدثنا عمرو الناقد وزھیر بن حرب قال عمرو نا سفیان بن عیینۃ عن ابی الزناد عن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سو

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ،

[2] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ المطبعۃ المیمنہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَبْلُغُ بِهٖ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَعْقِدُ الشَّیْطٰنُ عَلٰی قَافِیَةِ رَاْسِ اَحَدِکُمْ ثَلَاثَ عُقَدٍ اِذَا نَامَ بِکُلِّ عُقْدَةٍ یَضْرِبُ عَلَیْکَ لَیْلًا طَوِیْلًا فَاِذَا اسْتَیْقَظَ فَذَکَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَاِذَا تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عَنْهُ عُقْدَةٌ فَاِنْ فَاِذَا صَلّٰی انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ.

جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو مشاش بشاش اٹھتا ہے ورنہ صبح کو خباثت اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

شیطان کے کان میں پیشاب کرنے کی تشریح

حدیث نمبر (۱۴/۱۷) میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان کان میں پیشاب کر دیتا ہے"۔ اس کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی ہے کہ شیطان اس شخص کو نکما سست اور خراب کر دیتا ہے۔ علامہ طحاوی اور علامہ مہلب نے فرمایا کہ اس قول میں یہ تشبیہ ہے کہ وہ شخص شیطان کا پیروکار ہے اور شیطان اس پر حاکم اور پوری طرح مسلط ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قول میں یہ اشارہ ہو کہ شیطان اس شخص کو ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے۔ علامہ طیبی نے کہا اس میں اشارہ ہے کہ شیطان اس پر غالب ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ شیطان صبح تک سونے والے کے کان میں حقیقتاً پیشاب کر دیتا ہو اور کان کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بیدار ہونے کے آثار کا مصدر کان ہیں۔

حدیث قرطاس پر امامیہ کے اعتراض کا ایک جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تہجد کے لیے بیدار کرنے کی خاطر تشریف لے جانا آپ کی ان سے کمال محبت اور انتہائی شفقت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علی نے جو جواب دیا ظاہر ہے کہ آپ کو اس سے افسوس ہوا کہ بجائے آپ کی کرم نوازی پر شکر گزار ہونے کے اس قسم کا جواب دیا۔

امامیہ حضرات حدیث قرطاس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ سرکار نے مرض الموت میں کچھ لکھ کر دینے کے لیے قلم اور کاغذ مانگا اور حضرت عمر نے جواب میں فرمایا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ اور کاغذ قلم نہیں دیا۔ لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ حضرت عمر کا کاغذ قلم نہ دینا اس بنا پر تھا کہ بیماری اور تکلیف کی حالت میں لکھنے سے آپ کو زحمت ہو گی۔ اسی وجہ سے آپ نے اس پر ملال نہیں فرمایا جبکہ حضرت علی نے جو جواب دیا اس سے سرکار کو تکلیف پہنچی اور آپ افسوس کرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت علی کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ وہ نیند سے بیدار ہوئے تھے اس لیے بے توجہی میں یہ کلمات کہہ دیے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

شیطان کے گدی میں گرہ لگانے کی تشریح

آپ نے جو یہ فرمایا کہ سونے والے کی گدی میں شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے یا تو اس سے شیطان کا غلبہ اور اس کا تسلط مراد ہے یا یہ حقیقت پر محمول ہے۔

باب ۲۵۴ اِسْتِحْبَابِ صَلٰوةِ النَّافِلَةِ فِيْ بَيْتِهٖ

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا استحباب

۱۷۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔!

۱۷۱۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔!

۱۷۱۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰى اَحَدُكُمُ الصَّلٰوةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِنْ صَلٰوتِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلٰوتِهٖ خَيْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھر پڑھنے کے لیے بھی رکھ لے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نمازوں کی وجہ سے اس کے گھر میں بہتری پیدا کر دے گا۔

۱۷۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَيْتِ الَّذِيْ يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ وَالْبَيْتِ الَّذِيْ لَا يُذْكَرُ اللّٰهُ فِيْهِ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مُردہ کی سی ہے۔

۱۷۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِيْ تُقْرَاُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۱۷۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدٌ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سَالِمٌ اَبُو النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ احْتَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجَيْرَةً بِخَصَفَةٍ اَوْ حَصِيْرٍ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْهَا قَالَ فَتَتَبَّعَ اِلَيْهِ رِجَالٌ وَجَآءُوْا يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ قَالَ ثُمَّ جَآءُوْا لَيْلَةً فَحَضَرُوْا وَاَبْطَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُمْ قَالَ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ فَرَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ وَحَصَبُوا الْبَابَ فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ بِكُمْ صَنِيْعُكُمْ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُكْتَبُ عَلَيْكُمْ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ خَيْرَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پتوں یا چٹائی کا حجرہ بنایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے صحابہ نے آکر آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ایک دن بہت سے صحابہ آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لانے میں دیر کر دی۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے صحابہ بآواز بلند باتیں کرنے لگے اور دروازے پر کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے در آں حالیکہ آپ غضب ناک تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اگر) تم ایسا ہی کرتے رہے تو میرا گمان ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرائض کے بعد کسی شخص کی بہترین نماز وہ ہے جس کو وہ گھر میں ادا کرے۔

۱۴۲۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيْرٍ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا لَيَالِيَ حَتّٰى اجْتَمَعَ اِلَيْهِ نَاسٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے ایک حجرہ بنا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی حتّٰی کہ صحابہ جمع ہو گئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ اور یہ اضافہ ہے اگر یہ نماز تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اس کو قائم نہ رکھ سکتے۔

گھر میں نوافل کی فضیلت

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور کے فرمان "اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو" سے یہ معنی نکلتا ہے کہ بعض فرض نمازیں گھر میں پڑھنی چاہییں تاکہ گھر کے جو افراد مثلاً غلام، عورتیں اور بیمار لوگ، نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا سکتے وہ بھی تمہارے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھ لیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا کہ فرائض کے علاوہ بہترین نماز گھر میں نماز ہے[1] بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نوافل گھر میں پڑھا کرو کیونکہ بعض نوافل جیسے تحیۃ المسجد وغیرہ ہیں۔ مسجد میں پڑھے

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

جاتے ہیں۔ سنن مؤکدہ غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل کا گھر میں پڑھنا مسنون، مستحسن اور افضل ہے اور اس کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ نوافل میں خفاء اور پوشیدگی مطلوب ہے اور یہ گھر میں متصور ہے، دوسرے اس میں ریاء کا خطرہ نہیں، تیسرے اس سے گھر میں برکت حاصل ہوگی، اللہ کی رحمت اور فرشتے نازل ہونگے، شیطان دور بھاگے گا پھر گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو زبانِ رسالت کے مطابق وہ گھر قبرستان نہیں رہے گا کیونکہ قبرستان میں مُردے نماز نہیں پڑھتے اور جب گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ گھر بھی زندہ ہوگا اور گھر والے بھی زندہ قرار پائیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زندہ وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے وہ مُردہ ہے اور اس کا گھر قبر کی مانند ہے۔

۲۵۵ بَابُ فَضِيلَةِ الْعَمَلِ الدَّآئِمِ

دائمی عمل کی فضیلت

۱۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصِيرٌ وَكَانَ يُحَجِّرُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُصَلِّي فِيهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَثَابُوا ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ وَإِنَّ اللهَ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ مَا دُووِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ وَكَانَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلُوا عَمَلًا أَثْبَتُوهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی رات کو آپ اس کا حجرہ بنا کر اس میں نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، دن میں آپ وہ چٹائی بچھا لیتے تھے۔ ایک رات صحابہ بکثرت آ گئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ (اجر دینے سے) اس وقت تک نہیں اُکتاتا جب تک تم (عبادت کرنے سے) نہ اُکتا جاؤ! اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے خواہ وہ عمل کم ہو، اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر دوام کرتے تھے۔

۱۴۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى قَالَ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر زیادہ دوام کیا جائے خواہ وہ عمل کم ہو۔

۱۴۲۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ

۱؎ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ كَانَ عَمَلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ يَخُصُّ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يَسْتَطِيعُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطِيعُ

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کس طرح ہوتا تھا؟ کیا آپ کسی عمل کے لیے کچھ دنوں کو خاص کر لیتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

۱۷۲۷۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ قَالَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِذَا عَمِلَتِ الْعَمَلَ لَزِمَتْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر زیادہ دوام ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس عمل کو شروع کرتیں تو اس کو لازم کر لیتیں۔

۱۷۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَمْدُودٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا لِزَيْنَبَ تُصَلِّي فَإِذَا كَسِلَتْ أَوْ فَتَرَتْ أَمْسَكَتْ بِهِ فَقَالَ حُلُّوهُ لِيُصَلِّ أَحَدُكُمْ نَشَاطَهُ فَإِذَا كَسِلَ أَوْ فَتَرَ قَعَدَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَلْيَقْعُدْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے درآں حالیکہ مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی تانی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا یہ حضرت زینب کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور ان پر جب تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھا کرے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔

۱۷۲۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۱۷۳۰۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف رکھتے تھے اس وقت حولاء بنت تویت ان کے پاس سے گذریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضور سے کہا یہ حولاء بنت تویت ہیں

اَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ ثُوَيْبِ ابْنِ حَبِيْبِ بْنِ اَسَدِ ابْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى مَرَّتْ بِهَا وَعِنْدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ هٰذِهِ الْحَوْلَاءُ بِنْتُ ثُوَيْبٍ وَزَعَمُوْا اَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْاَمُوْا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کر سکو۔ بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔

۱۷۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ اِمْرَاَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اِمْرَاَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّيْ قَالَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اَنَّهَا اِمْرَاَةٌ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہے آپ نے فرمایا اتنا عمل کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔ بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم اکتا نہ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں وہی چیز پسند تھی جس پر دوام کیا جائے۔ ابو اسامہ کی روایت میں ہے کہ وہ عورت بنو اسد سے تھی۔

اکتانے اور استہزا وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق

اس باب کی اکثر احادیث میں یہ جملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔ اور اکتانے کا متعارف معنی یہ ہے کہ کسی کام میں دل نہ لگے اور وہ کام بے دلی سے کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے لیے اس معنی کا ثبوت محال ہے۔ علامہ خطابی وغیرہ نے اس جملہ کا یہ معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتا جیسا کہ کوئی اکتانے والا کرتا ہے اس طرح کے باقی تمام الفاظ کا بھی یہی محمل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ یستھزئ بھم (البقرہ: ۱۵)۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ منافقین کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کے ساتھ استہزاء (مذاق اڑانا) کرنے والا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ لا یستحیی (البقرہ: ۲۶) اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنے میں وہ عمل نہیں کرتا جو حیاء کرنے والا کرتا ہے۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ جن الفاظ کا اللہ تعالیٰ پر حقیقۃً اطلاق محال ہو ان سے مجازاً غایت اور ثمرہ مراد ہوتا ہے مثلاً حیاء کا ثمرہ ہے ترک کرنا اور استہزاء کا ثمرہ ہے سزا دینا، لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے ان الفاظ سے حقیقت مراد ہے کیونکہ جن الفاظ کا اطلاق محال ہے ان کے متعارف معانی مخلوق کے اعتبار سے ہیں اللہ عزوجل کے اعتبار سے ان الفاظ کی اور حقیقت ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی اعتبار سے علم ارادہ اور رحمت کا اللہ تعالیٰ پر

اطلاق حقیقی ہے۔ [1]

نفلی عبادات میں دوام کا معنی

اس باب کی ایک حدیث میں ہے: "احب الاعمال الی اللہ ادو مھا" "اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر زیادہ دوام کیا جائے"۔ یہاں دو باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اس حدیث میں اعمال سے مراد نوافل ہیں کیونکہ زیادہ پسندیدہ کا مطلب یہ ہے۔ اگر زیادہ دوام نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ فرائض کو کبھی بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے اور ان کو ایک بار ترک کرنا بھی گناہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ادوم سے مراد اکثر ہے وجہ یہ ہے کہ ادوم دوام کا اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ دوام، اور دوام پر زیادتی متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ زیادتی اس وقت ہو گی جب دوام کا انقطاع ہو اور جب انقطاع ہو جائے تو دوام نہیں رہے گا۔ اس لیے دوام بمعنی کثیر الوقوع اور ادوم بمعنی اکثر ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن کو اکثر و بیشتر کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "دائم" میں نے کہا آپ کس وقت اٹھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا جب مرغ بانگ دیتا تھا [2]

علامہ عینی دوام کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھو الملازمۃ العرفیۃ لا شمول الازمنۃ لانہ متعذر وما ذاک الا تکلیف بما لا یطاق ویقال الدوام علی العمل القلیل یکون اکثر۔ [3]

(دوام سے مراد) ملازمۃ عرفیہ ہے نہ وہ کام جو تمام زمانوں کو شامل ہو کیونکہ یہ مشکل اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ اور دوام کا اطلاق اس عمل قلیل پر ہوتا ہے جو اکثر ہو۔

صحاح ستہ کی جن احادیث میں نفلی عبادات اور ان پر دوام کی ترغیب کا ذکر آیا ہے وہ سب انفرادی نوعیت کی عبادات ہیں جیسے کوئی شخص تہجد یا اشراق پڑھے یا کوئی ایام بیض کے روزے رکھے اور کسی نفلی عبادت کو اجتماعی طور پر بطور شعار دین کے کرنا بہر حال ناپسندیدہ امر ہے۔ اس کی تفصیل اور تحقیق آرہی ہے۔

نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل

نفلی عبادات میں دوام پسندیدہ ہے یہ اپنی جگہ صحیح ہے تاہم کسی نفلی عبادت کے ساتھ فرض ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے

دوسرا عمل جو ملحوظ رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ نفلی عبادات میں اصل یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر اور اپنے گھر میں دوام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

فان افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ [4]

فرائض کے علاوہ بہترین نماز وہ ہے جو انسان اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔

---

[1] علامہ ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[4] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو تمام رمضان میں باجماعت تراویح کو رواج دینے والے تھے صحابہ کرام سے فرماتے ہیں:

نعم البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید بہ اٰخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ [1]

یہ (باجماعت تراویح) اچھی بدعت ہے مگر جس وقت تم سوئے ہوئے ہوتے ہو (یعنی اخیر شب (وہ اس وقت سے) افضل ہے جس میں تم قیام کرتے ہو اور لوگ اوّل شب میں تراویح پڑھتے تھے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای الفرقۃ التی ینامون عن صلوٰۃ التراویح افضل من الفرقۃ التی یقومون یرید آخر اللیل [2]

یعنی وہ گروہ جو تراویح کے وقت سو جاتا ہے اس سے افضل ہے جو تراویح پڑھتا ہے انکی مراد تھی کہ تہجد پڑھنے والے افضل ہیں۔

اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ اشعار بان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لا یواظب الصلوٰۃ معھم وکانہ یریٰ ان الصلوٰۃ فی بیتہ افضل ولاسیما فی اٰخر اللیل وعن ھذا قال الطحاوی التراویح فی بیتہ افضل [3]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ خصوصاً اخیر شب میں اسی وجہ سے امام طحاوی نے فرمایا کہ تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی لکھا ہے [4]۔ علامہ قسطلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے [5]۔

ہر چند کہ قرآن مجید کو حفظ کرنے پر برانگیختہ کرنے کے سبب سے اور اس میں ذوق وشوق قائم رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد میں باجماعت تراویح کا رواج قائم کیا۔ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرح صدر سے یہ رائے تھی کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھنے کی بجائے گھر میں تراویح پڑھنا افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نوافل میں اصل یہی ہے کہ وہ انفرادی طور پر گھر میں پڑھے جائیں۔

فقہاء کرام نے بھی اسی امر کی تصریح کی ہے کہ نوافل انفرادی طور پر پڑھنے چاہئیں اور ان کی جماعت مکروہ (تنزیہی) ہے علامہ علائی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] " " " "

[4] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

[5] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۱۵، مطبوعہ المطبعۃ المیمنۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ۔

و لا یصلی الوتر و لا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذٰلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد۔[1]

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں یعنی اگر لوگوں کو نفل پڑھنے کے لیے بلایا جائے بایں طور کہ چار شخص ایک آدمی کی اقتداء میں نفل پڑھیں تو یہ مکروہ ہے۔

نفلی عبادات کو انفرادی طور پر کرنے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے غیر رمضان میں وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا ہے کیونکہ وتر بھی ایک طرح سے نفل ہے۔ حالانکہ وتر کو جماعت سے پڑھنے کا منشاء موجود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین راتیں وتر جماعت سے پڑھائے اور صحابہ کرام نے رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے غیر رمضان میں بھی وتر جماعت سے پڑھے ہیں جیسا کہ امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے بھی گذر چکا ہے[2]۔

نفلی عبادات میں تیسری بات جس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی نفلی عبادت کو بمنزلہ شعار اسلام کے اجتماعی طور پر دوام کے ساتھ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت نفل ہے اس لیے اس کے دوام کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وایدہ فی الحلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المنصور ابن مخرمۃ قال دفنا ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذٰلک احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ و ان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث۔[3]

صاحب حلیہ نے امام طحاوی کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے منصور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو کر وتر پڑھنے لگے۔ ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی انہوں نے ہمیں تین رکعات وتر پڑھائے اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد صاحب حلیہ نے کہا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ البتہ اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسے حضرت عمر نے وتر پڑھے تھے تو مباح غیر مکروہ ہے اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہہ ہے کیونکہ یہ کام عمل اسلاف کے خلاف ہے۔

نفلی عبادات میں جس چوتھی بات کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عبادت کا

---

[1] ۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[2] ۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ۔
[3] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

جو طریقہ مقرر کیا ہے اور آپ نے ہمیں عمل کا جو اسوہ اور نمونہ مہیا کیا ہے اس عبادت کو بعینہٖ اسی طریقہ سے ادا کیا جائے۔ اور جو عبادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح منقول ہیں ان کو کسی سابقہ یا لاحقہ کے اضافے کے بغیر محض آپ کے اسوہ اور نمونہ کے مطابق کرنا ہی اصل اور سنت ہے البتہ بدلتے ہوئے حالات اور ان کے تقاضوں کی وجہ سے ضرورت کی بناء پر جو چیزیں وجود میں آئیں ان کا حکم الگ ہے۔ جیسے تمام رمضان میں تراویح کی جماعت، قرآن کریم کے اعراب، مصحف میں سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد کا لکھنا جمعہ کی اذان ثانی اور تثویب، تدوین کتب حدیث اور علوم شرعیہ کی مروجہ تعلیم وغیرہ یہ تمام امور جواز اور استحسان کے باوجود سنت رسول نہیں ہیں اور نہ ان پر عمل کرنے سے سنت کا ثواب متوقع ہے یہ سب بدعات مستحبہ یا مستحسنہ ہیں لیکن یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ کسی ضرورت شرعی کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کے کیے ہوئے کام کو بدلنا اور اس میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بالخصوص درجہ شعائر میں اجتماعی طور پر اس کام کو کرنا بہر حال ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے۔ غیر رمضان میں وتر کی جماعت کے دوام کی کراہت ہم اس سے پہلے فقہا کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے:

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ رَجُلًا عَطَسَ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ [1]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس خاص موقع پر یعنی) ہمیں چھینک کے جواب کی اس طرح تعلیم نہیں دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے جواب میں "الحمد للہ علی کل حال" کہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر اسی طرح ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

مسند احمد، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، طبرانی، اور ابن السنی میں جامع ترمذی کی طرح یہ روایت ہے کہ چھینک آنے پر الحمد للہ علی کل حال، کہنا چاہیے اور صحیح بخاری میں ہے الحمد للہ کہنا چاہیے اور مفرد ہیں ہے الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہیے۔ ابو جعفر طبری نے تہذیب میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ آپ نے جواب میں فرمایا یرحمک اللہ اور دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمد للہ رب العلمین حمدا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا و یرضی" جب نماز ختم ہو گئی تو آپ نے تین بار پوچھا یہ کلمات کس شخص نے کہے تھے اس شخص نے بتایا میں نے کہے ہیں آپ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۳۹۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے فرمایا اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے دیکھا ان کلمات کو بارگاہ رب العزت میں لے جانے کے لیے تیس (۳۰) سے زیادہ فرشتے جھپٹ رہے تھے۔ لہ۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چھینک آنے کے بعد سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور الفاظ حمد میں کلمات حمد وثنا کا اضافہ کرنا مستحسن ہے اور اس کے بعد درود وسلام کے کلمات پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن سنت متوارثہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس طریقہ کو ناپسند فرمایا۔

جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے۔

نفلی عبادات کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جن عبادات کا داعیہ اور باعث عہد رسالت میں موجود ہو اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہ کیا ہو تو آپ کا باوجود داعیہ اور باعثہ کے اس کام کو نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بدعت سیئہ اور ناجائز ہے پھر اس قاعدہ کے تحت یہ بیان کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاوّل کو محافل میلاد منعقد کرنا اور اس تاریخ کو ایصالِ ثواب کرنا بدعت سیئہ ہے کیونکہ آپ کی زندگی میں یہ تاریخ بار بار آئی لیکن آپ نے محفل میلاد منعقد کی نہ جلوس نکالا نہ ایصالِ ثواب کیا لہٰذا یہ اُمور بدعت ہیں۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں فوت ہوئیں اور ان کے وصال کے تین روز گزرنے کے بعد آپ نے سوئم کیا نہ چالیس روز گزرنے کے بعد چالیسواں کیا نہ سال گذرنے کے بعد برسی کی نہ کسی کا عرس کیا حالانکہ ان کے دواعی اور بواعث موجود تھے لہٰذا یہ تمام اُمور ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اصول صحیح مان لیا جائے تو آدھی سے زیادہ نفلی عبادات ختم ہو جائیں گی۔ دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت تراویح اور اس میں ختم قرآن کو شروع کیا جب کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رمضان میں تین راتوں کو قیام کیا اور اس میں بھی جماعت کا خود اہتمام نہیں فرمایا۔ صحابہ از خود اپنے شوق سے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے تھے اور جب آپ نے صحابہ کا یہ ذوق وشوق دیکھا تو آپ نے چوتھی رات تراویح نہیں پڑھائی اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ہر رمضان اور رمضان کی ہر رات میں باجماعت تراویح پڑھائی ہو اور اس میں ختم قرآن بھی کیا ہو۔ حالانکہ تراویح اور ختم قرآن کا داعیہ اور باعثہ رمضان شریف ہے جو آپ کی زندگی میں بارہا آیا لیکن آپ نے کسی رمضان میں تمام راتوں میں باجماعت تراویح نہیں پڑھی اور نہ ختم قرآن کیا تو پھر کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ختم قرآن اور باجماعت تراویح ناجائز اور بدعت سیئہ ہے اور معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفاء راشدین اور تمام صحابہ اور تابعین معاذ اللہ بدعت سیئہ کے مرتکب تھے!

اسی طرح قرآن مجید کو ایک لغت کے ساتھ خاص کرنے کا محرک آپ کے سامنے تھا کیونکہ لغات کے اختلاف کی وجہ سے بعض صحابہ، بعض دوسرے صحابہ کی تکذیب کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت حکیم بن حزام کو چادر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضور کے پاس لائے کہ وہ اس طرح سے قرآن مجید نہیں پڑھ رہے تھے جس طرح حضرت عمر پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے خیال میں انھوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کر دی تھی ۲ہ۔ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ

لہ۔ شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۳ھ تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳-۲۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۲ہ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

تو یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ انھوں نے دو صاحبوں کو مختلف طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے دیکھا جبکہ وہ کسی اور طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تصدیق کر دی تو حضرت ابی بن کعب کے دل میں اسلام کے خلاف شبہ پیدا ہو گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا تب وہ شبہ زائل ہو گیا [1]۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف قرأت کی بناء پر صرف ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھا اور باقی نسخوں کو جمع کیا اور دھلوا کر وہ نسخے جلا ڈالے حالانکہ یہ محرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی تھا اس کے باوجود آپ نے ایک لغت پر قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو جمع کیا یہ ناجائز اور بدعت سیئہ تھا۔ اسی طرح قرآن مجید پر اعراب لگانا، قرآن مجید میں سورتوں کے نام لکھنا، قرآن مجید کو پاروں میں تقسیم کرنا، مسجد میں محراب بنانا ان تمام کاموں کے محرک عہد رسالت میں تھے۔ اس کے باوجود یہ کام آپ نے نہیں کیے تو کیا یہ سارے کام ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں؟۔

نفلی عبادات کے عنوان سے ایسے بہت سے کام تمام دنیا کے مسلمانوں میں رواج پا چکے ہیں جن کو عہد رسالت میں باوجود محرک کے نہیں کیا گیا، جن میں مقررہ تاریخوں میں دینی اور تبلیغی اجتماعات وغیرہ شامل ہیں اور یہ وہ امور ہیں جن کے جواز اور استحباب پر تمام امت مسلمہ متفق ہے اس لیے یہ قاعدہ ہی صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں بعض لوگ ہدایہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ علی الصلوٰۃ [2]

طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت (سنت) سے زیادہ نہیں پڑھیں حالانکہ نماز کا آپکو بہت زیادہ اشتیاق تھا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقہاء کرام نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت سے زیادہ نوافل پڑھنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ آپ نماز پڑھنے کے اشتیاق کے باوجود طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت زیادہ نوافل پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ تھا کہ آخر شب میں دیر تک طویل قیام کے ساتھ تہجد کے نوافل میں مشغول رہنے کے باعث آپ پر تھکاوٹ اور تکان طاری رہتی تھی جس کے باعث آپ دو رکعت سنت فجر بھی بہت خفیف پڑھتے تھے اور سنتیں پڑھنے کے بعد آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے۔ اس بناء پر آپ نے اس وقت دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے۔

ہدایہ کی ایک اور عبارت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳، ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

ولا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوٰۃ ثم قیل الکراھۃ فی المصلی خاصۃ وقیل فیہ وفی غیرہ عامۃ لانہ علیہ السلام لم یفعلہ۔ [1]

عید کی نماز سے پہلے عید گاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر نفل نہیں پڑھے حالانکہ آپ کو نماز کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بالخصوص عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کراہت عام ہے عید گاہ ہو یا اس کا غیر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے نوافل نہیں پڑھے۔

اس عبارت سے بھی استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی عید گاہ میں نوافل نہ پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ ہے کہ عید گاہ میں لوگوں کا کثیر اژدھام ہوتا ہے اگر وہاں لوگ نماز پڑھنے کھڑے ہو جائیں تو لوگوں کو گذرنے اور آنے جانے میں حرج ہوگا باقی عموم کا قول صحیح نہیں ہے۔

بہرحال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جس فعل کو کسی محرک کے باوجود آپ نے ہمیشہ ترک کیا ہو اس کو کرنا بدعت سیئہ اور ناجائز نہیں ہے۔

رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ

اس سے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ جس کام کو داعی اور باعث کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اس فعل کو کرنا بدعت اور ناجائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز اور بدعت ہے۔

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے سوا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ آپ کی حیات مبارکہ میں شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اور آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بے حد شائق تھے اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ علامہ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے سامنے نجاشی کا تابوت منکشف کر دیا گیا تھا [2]۔ اور آپ کے لیے وہ غائب نہ تھا۔

نماز جنازہ ایک خاص عبادت ہے اور چونکہ مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اس لیے اس کا محرک بھی تھا اور پڑھنے سے کوئی مانع نہ تھا اور آپ کو علم بھی ہو جاتا تھا کہ فلاں جگہ فلاں صحابی فوت ہو گئے جیسے ستر قاری بیر معونہ میں فوت ہوئے اس کے باوجود آپ ان کی نماز جنازہ سے قصداً باز رہے اس لیے غائب کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لا تجوز علی غائب الی قولہ ثم دلیل الخصوصیۃ انہ لم یصل علی غائب الا علی هولاء ومن سوی النجاشی صرح فیہ بانہ رفع لہ وکان بمرای منہ مع انہ قد توفی خلق منہم رضی اللہ عنہم غیبا فی الاسفار کارض الحبشۃ والغزوات ومن اعز الناس علیہ کان القراء ولم یوثر قط عنہ بانہ صلی علیہم وکان علی الصلوٰۃ علی کل من توفی من اصحابہ حریصا حتی قال لا یموتن احد منکم الا اذنتمونی بہ فان صلوتی علیہ رحمۃ۔ [1]

غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے (آپ نے جن غائب اموات کی نماز جنازہ پڑھائی وہ آپ کی خصوصیت تھی) خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ان کے سوا اور کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کے سوا (جو علامہ واقدی کی مغازی کے مطابق حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں) آپ نے جن کی نماز جنازہ پڑھی ہے انہیں آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے، حالانکہ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سفر کے دوران مثلاً ارض حبشہ اور مختلف غزوات (جنگوں) میں غائبانہ فوت ہوئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز آپ کو ستر قاری تھے اور کسی روایت سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، حالانکہ آپ فوت ہونے والے صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت شائق تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص فوت ہو مجھے بتایا کرو کیوں کہ اس پر میری نماز رحمت ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سبب، باعث اور محرک کے کسی خاص موقع یا خاص وقت میں کسی خاص عبادت کو قصداً ترک کیا ہو تو اس وقت اور اس موقع پر اس عبادت کو کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس طرح فعل میں مطلوب اور مسنون ہے اسی طرح جس کام سے باوجود محرک کے آپ قصداً باز رہے ہوں اس میں بھی آپ کی اتباع مطلوب ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

حضور پُرنور سید یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری (کے اندھیرے ——— از سعیدی) یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے: "لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم" ایسا نہ کیا کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو" (رواہ ابن ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ) اور فرماتے: لا یفعلوا لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلوتی علیہ رحمۃ۔ ..... "ایسا نہ کرو میں جب تک تم میں تشریف فرما ہوں، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی مجھے اطلاع نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔" رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۱ - ۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فی حدیث آخر..... اور مزید فرماتے ہیں: "یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرمادیتا ہوں" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم وعلیٰ آلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وانفضالہ (رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

بایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحمت وشفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پُرنور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھی کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟۔ یہ سب باتیں بداہتہً باطل ہیں؛ تو حضور اقدس کا عام طور پر ان کا جنازہ نہ پڑھنا یہ روشن و واضح دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن (ناجائز ـــــ از سعیدی) تھی۔ ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم (یقیناً ـــــ سعیدی) نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ علیہ السلام بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور (ہرگز ـــــ سعیدی) امر شرعی ومشروع نہیں ہوسکتا۔[1]

علامہ ابن ہمام اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہما اللہ کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن خاص کاموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اشتیاق کے قصداً باز رہے۔ ان کاموں کا کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ ان کاموں سے زندہ یا مُردہ لوگوں کو بظاہر کوئی فائدہ ہی پہنچتا ہو کیونکہ آپ کے زمانہ میں صحابہ کرام بھی رحمت اور فائدہ سے مستغنی نہیں تھے اور کسی فائدہ یا رحمت کے پیش نظر جس کام کو آج لوگ بطور عبادت کرتے ہیں اس عبادت کا محرک اور باعث عہد رسالت میں بھی موجود تھا اس کے باوجود جب آپ نے کسی رکاوٹ اور عذر کے بغیر بالقصد اس عبادت سے تاحیات احتراز فرمایا تو بعد کے لوگوں کے لیے اس عبادت کا کرنا کس طرح مستحسن ہوسکتا ہے! اس لیے وہ ہر نئی عبادت جس کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے محرک اور باعث کے قصداً ترک کیا ہو۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی روشنی میں ناجائز ہے۔ ورنہ اس کے مکروہ اور ناپسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ارشادات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کو اس کے محرک اور باعث کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصداً ترک کیا ہو وہ بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ آیا اردو میں جمعہ کا خطبہ دینا جائز ہے کیونکہ عوام کو عربی سمجھ میں نہیں آتی تو فرمایا: یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرنا فقرنا اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول ومتوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: تواظبہ المسلمون فوجب اتباعھم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحمداللہ ہزارہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا ہو یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا ہو، وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع الما نع ثم ترکوا لدل علی انھم کفوا عنہ فکان

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۶۹ - ۶۸ مطبوعہ سُنّی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

ادناہ الکراھۃ ــــــــــــــــ" (ہر وہ کام جس کا بالخصوص محرک پایا جائے اور اس کے کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور پھر صحابہ کرام اس کو قصداً نہ کریں تو یہ اس کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ ہو۔ ترجمہ از سعیدی) [1]۔

نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت

بعض نفلی عبادات اس قسم کی ہیں کہ مسلمانوں نے ان کو جواز اور استحباب کے طور پر کرنا شروع کیا لیکن جب ان پر تسلسل اور تواتر کے ساتھ عمل ہونے لگا تو ان پڑھ عوام اور نیم خواندہ مولویوں نے ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا شروع کر دیا اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ایک جائز کام کے ساتھ کئی ناجائز کام ملا دیے اور یوں ایک نفلی عبادت اور امر مستحب جائز اور ناجائز کاموں کا ملغوبہ بن کر طعن و تشنیع اور ملامت کا ہدف بن گیا جس پر قرآن مجید کی یہ آیت بالکل صادق آتی ہے: ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید: ۲۷) "راہب بننے کی بدعت انھوں نے خود دین میں نکالی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی انھوں نے یہ بدعت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نکالی لیکن پھر اس کو اس طرح نہ نباہ سکے، جس طرح نبھانا چاہیے تھا۔"

بزرگانِ دین کے عرس کی اصل شریعت سے ثابت ہے۔ عرس کے دن مزار پر جا کر فاتحہ پڑھنا، قرآن خوانی کرنا، ایصالِ ثواب کرنا اور صاحبِ مزار کے وسیلہ سے دعا کرنا یہ سب امور جائز اور مستحسن ہیں لیکن آجکل عرس کے ایام میں ایسی ایسی بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ، کھلے عام مزاروں پر سجدے کیے جاتے ہیں۔ حاجت روائی کے لیے صاحب مزار کی نذر مانی جاتی ہے حالانکہ اللہ کے غیر کو سجدہ اور اس کی نذر حرام ہے، اوباش لڑکے ڈھول باجے اور ناچ گانے کے ساتھ چادر کا جلوس لے کر مزار پر جاتے ہیں۔ عرس کے ایام میں کھیل تماشوں کا میلہ لگتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور یہ تمام کام دین کے نام پر کیے جاتے ہیں اور مسلک اہلسنت کی بدنامی ہوتی ہے۔

اعراس میں جو یہ فواحش اور منکرات شامل ہو گئے ہیں ان فواحش اور منکرات کی بناء پر نفس عرس کو ناجائز اور بدعت سیئہ قرار دینا غلط اور دین میں زیادتی ہے جس طرح نفس اعراس کے جواز کی بناء پر ان فواحش اور منکرات کی شرعاً حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی اسی طرح ان فواحش اور منکرات کی بناء پر نفس اعراس کو بدعت سیئہ کہنا شرعاً غلط اور باطل ہے۔

اسی طرح اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا معاملہ ہے۔ اذان سے کچھ پہلے وقفہ سے مختلف صیغوں کے ساتھ اور اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیاد پر نفلی طریقہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا یقیناً ایک امر مستحب اور مستحسن ہے لیکن اس کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے تاکہ ان پڑھ عوام اور نئی نسلیں اس کو فرض اور واجب نہ سمجھ لیں، اور اگر کوئی شخص صلوٰۃ و سلام نہ پڑھے تو اس پر اعتراض اور ملامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اعتراض اور ملامت صرف واجب اور فرض کے ترک پر کی جاتی ہے اگر اذان سے پہلے یا بعد صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنے پر ملامت کی جاتی رہی تو یہ اس نفلی عبادت

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۰۵، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، طبع دوم ۱۳۹۳ھ۔

کو فرض اور واجب قرار دینے کے مترادف ہوگا اور یہ بعینہٖ بدعت سیئہ ہے، اس لیے اس نفلی عبادت کو اسی کے درجہ میں رکھا جائے اس پر التزام کرکے اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہ کیا جائے۔

ہاں علماء دیوبند جو اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام اور اس جیسے دوسرے امور کو تسلسل اور تواتر سے بدعت سیئہ ضالہ اور مضلہ اور دخول نار کا موجب قرار دیتے ہیں یہ حد سے تجاوز ہے اور احکام شرعیہ میں مداخلت کے مترادف ہے اور یہ کہنا کہ اہل سنت ان امور کو فرض اور واجب قرار دیتے ہیں بلاوجہ ان پر بدگمانی ہے اگر کوئی شخص جہالت کی وجہ سے ان امور کے ساتھ فرض ایسا معاملہ کرتا ہے تو اس کا حکم الگ ہے اور وہ سخت گناہ ہے اور یہ بھی انصاف سے بعید ہے کہ کسی شخص یا چند اشخاص کے احوال کو دیکھ کر پوری جماعت کو مطعون کیا جائے۔

متقدمین علماء کے سامنے بھی یہ بات تھی کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج نہیں تھا اس کے باوجود انھوں نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس کو جائز اور مستحب قرار دیا ہے:

علامہ حلائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنة سبعمائة واحدی و ثمانین فی عشاء لیلة الاثنین ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیها مرتین وهو بدعة حسنة [1]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتدا ۷۸۱ھ ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوٰة والسلام علی رسول الله صلی الله علیه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح و الجمعة فانهم یقدمون ذلك فیها علی الاذان واما المغرب فانهم لا یفعلونه اصلا لضیق وقتها وکان ابتداء حدوث ذلك من ایام السلطان الناصر صلاح الدین ابی المظفر یوسف بن ایوب وامره واما قتل ذلك فانه لما قتل الحاکم ابن العزیز امرت اخته بنت الملك ان یسلم علی ولده الظاهر فسلم علیه بما صورته السلام علی الامام

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ (اذان کے بعد) اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی:—

"السلام علی الامام الظاهر۔" پھر اس کے

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

علامہ طحطاوی نے اس تعریف کی شرح میں لکھا ہے کہ باعتبار علم کے بدعتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا منکر ہو اور بدعتی باعتبار عمل کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قبیلہ میں نیک کام کے لیے اذان دیتا ہو اور بدعتی باعتبار حال کے یہ ہے کہ کوئی شخص اس اعتقاد سے خاموش رہتا ہو کہ چپ رہنا عبادت ہے۔ [1]

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت سیئہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البدعة الشرعية هي الامر الحادث في الدين بعد القرون الثلثة المشهود لهم بالخير لم يدل عليه دليل من الكتاب و السنة و لم يدخل تحت عمومها بل كان في خلاف ما امر الله به و رسوله و هي المراد في قوله كل بدعة ضلالة و قوله ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة و هي في رواية ما ابتدع قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة [2]

بدعت شرعیہ وہ نیا کام ہے جو ان قرون ثلثہ کے بعد دین میں پیدا کیا گیا ہو جن کے خیر ہونے کی زبان رسالت نے گواہی دی ہے اس نئے کام پر نہ کتاب وسنت سے کوئی دلیل قائم ہو نہ وہ کتاب وسنت کے کسی عام حکم کے تحت داخل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔ حسب ذیل احادیث میں جس بدعت کا ذکر ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے۔ "ہر بدعت گمراہی ہے"۔ "جو قوم کسی بدعت کو پیدا کرتی ہے اس قوم سے اس بدعت کے بدلہ میں ایک سنت اٹھالی جاتی ہے"۔ "جو قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے اللہ تعالیٰ اس بدعت کے بدلہ میں ان سے کوئی سنت اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک ان میں وہ سنت واپس نہیں لاتا۔

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جزری بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

البدعة بدعتان : بدعة هدى و بدعة ضلال ، فما كان في خلاف ما امر الله به و رسوله صلى الله عليه وسلم فهو في حيز الذم و الانكار و ما كان واقعا تحت عموم ما ندب الله اليه و حض عليه الله

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف، ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام

---

[1] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصطفی البابی، مصر الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ

[2] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶، مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ

اورسولہ فھو فی حیز المدح وما لم یکن لہ مثال موجود کنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فھو من الافعال المحمودۃ ولا یجوز ان یکون ذلک فی خلاف ما ورد الشرع بہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد جعل لہ فی ذلک ثوابا فقال من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا واجر من عمل بھا وقال فی ضدہ "ومن سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا" وذلک اذا کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور جو برے کام کی ابتداء کرے اس کے بارہ میں فرمایا: جس شخص نے برے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی برائی کا وبال بھی ہوگا اور جو اس برائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

علامہ طاہر پٹنی نے بھی بدعت کی اسی طرح دو قسمیں بیان کی ہیں[2]

علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے اور علامہ ابن اثیر ہی کے حوالہ سے[3] یہ لکھا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو، لکھتے ہیں:

وعلی ھذا التاویل یحمل الحدیث الاٰخر کل محدثۃ بدعۃ انما یرید ما خالف اصول الشریعۃ ولم یوافق السنۃ۔[2]

ان دلائل کی بناء پر حدیث "ہر نیا کام بدعت ہے" کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں۔

علامہ میر سید شریف نے بدعت کی دو تعریفیں لکھی ہیں:

(البدعۃ) ھی الفعلۃ المخالفۃ للسنۃ سمیت البدعۃ لان قائلھا ابتدعھا من غیر مقال امام (البدعۃ) ھی الامر المحدث الذی لم یکن علیہ اصحابہ والتابعون ولم یکن مما اقتضاہ الدلیل الشرعی۔[4]

بدعت[1] وہ کام ہے جو سنت کے مخالف ہو اور اس کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔[2] بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔

علامہ نووی نے بدعت پر انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم الطبعۃ الرابعہ ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ہند

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۸ ص ۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۶، مطبوعہ مطبعۃ خیبریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۰۶ھ۔

(بدع) البدعة بكسر الباء فى الشرع هى احداث ما لم يكن فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهى منقسمة الى حسنة و قبيحة. قال الشيخ الامام المجمع على امامته وجلالته وتمكنه فى انواع العلوم وبراعته ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمه الله ورضى الله عنه فى آخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الى واجبة ومحرمة ومندوبة ومكروهة ومباحة قال والطريق فى ذلك ان تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت فى قواعد الايجاب فهى واجبة او فى قواعد التحريم فمحرمة او الندب فمندوبة او المكروه فمكروهة او المباح فمباحة وللبدع الواجبة أمثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذى يفهم به كلام الله تعالى وكلام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وذلك واجب لان حفظ الشريعة واجب ولا يتأتى حفظها الا بذلك وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب الثانى حفظ غريب الكتاب والسنة من اللغة الثالث تدوين اصول الدين واصول الفقه الرابع الكلام فى الجرح و التعديل وتمييز الصحيح من السقيم وقد دلت قواعد الشريعة على ان حفظ الشريعة فرض كفاية فيما زاد على المتعين ولا يتأتى ذلك الا بما ذكرناه و للبدع المحرمة امثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمرجئة والمجسمة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة و للبدع المندوبة امثلة منها احداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد فى العصر الاول ومنها التراويح

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے "وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے، انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراہیت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور المصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (آج کل پرویزی، چکڑالوی، بہائی، مرزائی، رافضی اسماعیلی وغیرہ کے نظریات، سیدی غفرلہٗ) اور ان لوگوں پر رد کرنا۔ بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔

والكلام فى دقائق التصوف وفى الجدل ومنها جمع المحافل للاستدلال ان قصد بذلك وجه الله تعالى : والبدع المكروهة امثلة كزخرفة المساجد وتزويق المصاحف والبدع المباحة امثلة منها المصافحة عقب الصبح والعصر ومنها التوسع فى اللذيذ من المآكل والمشارب والملابس والمساكن ولبس الطيالسة وتوسيع الاكمام وقد يختلف فى بعض ذلك فيجعله بعض العلماء من البدع المكروهة ويجعله آخرون من السنن المفعولة فى عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فما بعده وذلك كالاستعاذة فى الصلاة والبسملة هذا آخر كلامه وروى البيهقى باسناده فى مناقب الشافعى عن الشافعى رضى الله عنه قال المحدثات من الامور ضربان احدهما احدث مما يخالف كتابا او سنة او اثرا او اجماعا فهذه البدعة الضلالة والثانية ما احدث من الخير لا خلاف فيه لواحد من العلماء وهذه محدثة غير مذمومة وقد قال عمر رضى الله عنه فى قيام شهر رمضان نعمت البدعة هذه يعنى انها محدثة لم تكن واذا كانت ليس فيها رد لما مضى هذا آخر كلام الشافعى رضى الله تعالى عنه [1]

بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہد رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ، اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروہہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب وزینت، (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ سیدی غفرلہٗ) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ سیدی غفرلہٗ) بدعات مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز کے) بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان امور میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہد رسالت اور عہد صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جہراً پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔ یہاں تک امام عبدالعزیز بن عبدالسلام کا کلام ہے اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبارت ہے۔

مُلّا علی قاری نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالے سے بدعات کی مذکور الصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں[2] اسی طرح

[1] علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص ۲۳-۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [1]۔ علامہ شامی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [2]۔ اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [3]۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں [4] علامہ وشتانی مالکی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں [5] علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [6]۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں [7]۔ شیخ عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [8]۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما البدعۃ اللغویۃ فھی تنقسم الی مباحۃ ومکروھۃ وحسنۃ وسیئۃ قال الشیخ ولی اللہ من اصحابنا من البدعۃ بدعۃ حسنۃ کالاخذ بالنواجذ لما حث علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر عزم کالتراویح ومنھا مباحۃ کعادات الناس فی الاکل والشرب واللباس وھی ھنیئۃ قلت تدخل فی البدعات المباحۃ استعمال الورد والریاحین والازھار للعروس ومن الناس من منع عنھا لاجل التشبہ بالھنود الکفار قلنا اذا لم ینو التشبہ او جری الامر المرسوم بین الکفار فی جماعۃ المسلمین من غیر نکیر فلا یضر التشبہ

بہر حال باعتبار لغت کے بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کئے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح، بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا، دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ نولکشور ہند۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

[4] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۳۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی حلبی مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

[5] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[6] علامہ ابو عبداللہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[7] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

[8] شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

ككثير من الاقبية والالبسة التي جائت من قبل الكفار ثم شاعت بين المسلمين وقد لبس النبي صلى الله عليه وسلم جبة رومية ضيقة الكمين وقسم الاقبية التي جائت من بلاد الكفار على اصحابه ومنها ماهي ترك المسنون وتحريف المشروع وهي الضلالة وقال السيد البدعة الضلالة المحرمة هي التي ترفع السنة مثلها والتي لاترفع شيئا منها فليست هي من البدعة بل هي مباح الاصل۔ [1]

رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قبا اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جُبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی جو غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

مشہور نجدی عالم شیخ شوکانی فتح الباری سے نقل کر کے اقسام بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

البدعة اصلها ما احدث على غير مثال سابق وتطلق في الشرع على مقابل السنة فتكون مذمومة والتحقيق انها ان كانت مما يندرج تحت مستحسن في الشرع فهي حسنة وان كانت مما يندرج تحت مستقبح في الشرع فهي مستقبحة والا فهي من قسم المباح وقد تنقسم الى الاحكام الخمسة۔ [2]

لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ

علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الباب يضطر الى الكلام فيه عند النظر فيما هو بدعة وما ليس ببدعة

اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر

---

[1] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۷ مطبوعہ میسور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ۔

فان کثیرًا من الناس عدوا اکثر المصالح المرسلۃ بدعا ونسبوھا الی الصحابۃ و التابعین وجعلوھا حجۃ فیما ذھبوا الیہ من اختراع العبادات وقوم جعلوا البدع تنقسم باقسام احکام الشریعۃ فقالوا ان منھا ماھو واجب ومندوب وعدوا من الواجب کتب المصحف وغیرہ ومن المندوب الاجتماع فی قیام رمضان علی قارئ واحد وایضا فان المصالح المرسلۃ یرجع معناھا الی اعتبار المناسب الذی لایشھد لہ اصل معین فلیس لہ علی ھذا شاھد شرعی علی الخصوص ولاکونہ فیما سا بحیث اذا عرض علی العقول تلقتہ بالقبول وھذا بعینہ موجود فی البدع المستحسنۃ فانھا راجعۃ الی امور فی الدین مصلحیۃ فی زعمھم اضیعھا فی الشرع علی الخصوص واذا ثبت ھذا فان کان اعتبار المصالح المرسلۃ حقا فاعتبار البدع المستحسنۃ حق لأنھما یجریان من واد واحد وان لم یکن اعتبار البدع حقا لم یصح اعتبار المصالح المرسلۃ۔

لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، انھوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔ مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرلے اور یہ چیز بعینہٖ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہوگا۔[1]

شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں علامہ نووی و دیگر اکابر علماء نے جن امور کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے علامہ شاطبی رحمہ اللہ انھی امور کو مصالح مرسلہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ دونوں کی علت ایک ہے اور وہ شریعت اور دین کی ایسی مصلحت ہے جس کی وجہ سے شریعت کا تحفظ ہو سکے یا اس پر عمل آسان ہو تاکہ عام مسلمانوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشوار نہ ہو اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدعت کی یہ اقسام مجتہدین کے دائرہ کار میں داخل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو پہلے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا اور پھر صرف لغت قریش کو باقی رکھا اور باقی تمام لغات میں لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا، ان کا یہ اقدام محض شریعت کے تحفظ کی وجہ سے تھا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔

ان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اتفقوا على جمع المصحف ولئن ثم نص على جمعه وكتبه ايضا الى قوله : حتى اذا نسخوا الصحف فى المصاحف بعث عثمان فى كل افق بمصحف من تلك المصاحف التى نسخوها ثم امر بما سوى ذلك من القراءة فى كل صحيفة او مصحف ان يحرق ولم يرد نص عن النبى صلى الله عليه وسلم بما صنعوا من ذلك ولكنهم رأوه مصلحة تناسب تصرفات الشرع قطعا فان ذلك راجع الى حفظ الشريعة والامر بحفظها معلوم والى منع الذريعة للاختلاف فى اصلها الذى هو القرآن وقد علم النهى عن الاختلاف فى ذلك بما لا مزيد عليه۔

واذا استقام هذا الاصل فاحمل عليه كتب العلم من السنن وغيرها اذا خيف عليها الاندراس زيادة على ما جاء فى الاحاديث من الامر بكتب العلم۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتیٰ کہ جب انھوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا جائے، حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انھوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق

علامہ شاطبی کی اس عبارت سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ صرف ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کی بنا پر بدعات حسنہ کا ارتکاب جائز بلکہ مستحسن اور بعض صورتوں میں واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر کسی ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کے خود ساختہ اور من گھڑت عبادات کے ارتکاب کے لیے بدعات حسنہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح نکیر فرمائی ہے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

اما الشرع ففيه ما يدل على خلاف ذلك لان رسول الله صلى الله عليه وسلم رد على من قال: اما انا فاقوم الليل ولا انام، وقال الآخر: اما انا فلا انكح النساء الى آخر ما قالوا،

بہر حال شریعت میں اس امر کے خلاف دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد فرمایا جن میں سے ایک نے کہا تھا میں تمام رات قیام کروں گا اور سوؤں گا نہیں کروں گا، اور دوسرے نے کہا تھا میں عورتوں سے شادی

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

فرد علیهم ذلك صلی الله علیه وسلم وقال :
"من رغب عن سنتی فلیس منی"
و هذه العبارة اشد شیئ فی الانکار، ولم یکن ما التزموا الا فعل مندوب او ترک مندوب الی فعل مندوب آخر وکذالك ما فی الحدیث انه علیه السلام رای رجلا قائما فی الشمس فقال " ما بال هذا؟ قیل نذر ان لا یستظل ولا یتکلم ولا یجلس ویصوم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم "مره فلیجلس ولیتکلم ولیستظل ولیتم صومه" قال مالك امره ان یتم ما کان لله علیه فیه طاعة، ویترك ما کان علیه فیه معصیة ویعضد هذا الذی قاله مالك فی البخاری عن قیس بن ابی حازم، قال دخل علی امرأة من قیس یقال لها زینب فرآها لا تتکلم، فقال " ما لها " فقال حجة مصمتة قال لها: " تکلمی " فان هذا لا یحل، هذا من عمل الجاهلیة فتکلمت الحدیث۔۔۔۔ الخ [1]

نہیں کروں گا الحدیث (تیسرے صحابی نے کہا تھا کہ میں تمام عمر روزے رکھوں گا۔ سیدی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کرکے فرمایا" جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا پیروکار نہیں ہے!" اور آپ کے اس فرمان میں ان کے اس نظریے کا بہت شدید رد ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ایک مستحب فعل کے ارتکاب یا ایک مستحب فعل سے دوسرے مستحب فعل کی طرف منتقل ہونے کا التزام کیا تھا! اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو فرمایا یہ کیوں کھڑا ہے؟ بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ سایہ میں رہے گا نہ کسی سے بات کرے گا نہ بیٹھے گا اور روزے رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بیٹھے، بات کرے، سایہ میں رہے اور اپنے روزے پورے کرے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس کی نذر میں جو عبادت کا پہلو تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا اور جس میں معصیت تھی اس کے ترک کا حکم دیا۔ امام مالک کے اس قول کی بخاری کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے:
قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس گئے جن کا نام زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بات کیوں نہیں کرتی آپ کو بتایا گیا کہ اس نے چپ کا حج کیا ہے، آپ نے اس سے فرمایا بات کرے، یہ جائز نہیں ہے، یہ زمانۂ جاہلیت کے اعمال سے ہے پھر وہ عورت بات کرنے لگی۔

علامہ شاطبی نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن میں عبث، لایعنی اور افعال جاہلیت کو بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے افعال کو بطور عبادت کرنا حرام ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن میں امور مستحبہ کو دوام اور التزام کے ساتھ بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ یہ التزام فرض سمجھ کر کرتا ہے تو یہ افعال حرام ہیں اور صرف دوام کے ساتھ مکروہ تنزیہی ہیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

---

[1] ۔ علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۵۲-۵۱ ۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

مذکور الصدر دلائل کے پیشِ نظر عبادات میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جو عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ سے جس طرح منقول ہے اس عبادت کو اسی طرح ادا کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی سابقہ لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اور کسی امر مستحب کو دوام اور التزام کے ساتھ نہ کیا جائے اور نہ انفرادی نفلی عبادات کو اجتماعی شعائر کا درجہ دیا جائے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

ومن اجل ذٰلك قال حذيفة رضى الله عنه: "كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تتعبدوها فان الاول لم يدع للآخر مقالا فاتقوا الله يا معشر القراء وخذوا بطريق من كان قبلكم" ونحوه لابن مسعود ايضا وقد تقدم من ذٰلك كثير۔[1]

اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہر وہ عبادت جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اس عبادت کو مت کرو، کیونکہ پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اے قرآن پڑھنے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو۔" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے اور اس سے پہلے کافی دلائل گذر چکے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں غور وفکر کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ارشادات صحابہ سے جو بات صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عبادت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور جس پر جماعت صحابہ گامزن رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة (احزاب: ۲۱) "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے" اور یہ بات معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بنوانے کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائے اگر بنانے والے کی چیز اس نمونہ کے مطابق ہو تو وہ چیز مقبول ہوتی ہے ورنہ اس کے مردود ہونے کا خطرہ ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فهى عامة فى كل افعاله صلى الله عليه وسلم اذا لم يعلم انها من خصوصياته كنكاح ما فوق اربع نسوة اخرجه ابن ماجة وابن ابى حاتم عن حفص بن عاصم قال: قلت لعبد الله بن عمر رضى الله عنهما رايتك فى السفر لا تصلى قبل الصلوٰة ولا بعدها فقال يا ابن اخى صحبت رسول الله صلى الله عليه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آپ کے تمام افعال کو شامل ہے سوا ان افعال کے جو آپ کی خصوصیت ہیں جیسے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا۔ ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حفص بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ آپ سفر میں فرض سے پہلے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد" آپ نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے!

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ الاعتصام ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

وسلم كذا وكذا فلم اره يصلي قبل الصلوٰة ولا بعدها ويقول الله تعالىٰ: لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة [1]

میں اتنا اتنا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ کو فرض سے پہلے کوئی نماز پڑھتے دیکھا اور نہ بعد میں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ماجہ اور امام ابن ابی حاتم کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع اور آپ کی عبادات کے نمونہ ہونے کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کے فعل پر کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اس وجہ سے آپ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے نہ فرض کے بعد حالانکہ فی نفسہٖ سنن اور نوافل پڑھنا اچھا کام ہے اور قرآن اور حدیث میں نفلی نمازوں کا ثبوت بھی ہے لیکن چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کے موقعہ پر آپ کا سنن اور نوافل پڑھنا ثابت نہیں تھا اس لیے انھوں نے سفر میں سنتیں نہیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کو انھوں نے آپ کے نمونہ کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بے خطر اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اور طریق صحابہ کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور اس میں سرمو کمی بیشی نہ کی جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا کفن مسنون سے کچھ زیادہ چیزیں کفن میں رکھنا جائز ہیں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ ان کے سوا کفنی ہیں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔" [2]

اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو منضبط کر دیا ہے ان میں کسی قسم کی زیادتی اور سابقہ ولاحقہ کا اضافہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ بعض لوگ آپ کی بتائی ہوئی اور مقرر شدہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کا اضافہ فرض اور واجب سمجھ کر نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یہ اضافہ آپ کی محبت میں کر رہے ہیں اور اس کو فرض نہیں سمجھتے اور اس خیال سے اس عمل کو دائما کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال بعث النبي صلى الله عليه وسلم عبدالله بن رواحة في سرية فوافق ذٰلك يوم الجمعة فغدا اصحابه فقال اتخلف فاصلي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم الحقهم فلما صلى مع النبي صلى الله عليه وسلم راٰه فقال له ما منعك

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ دن جمعہ کا تھا حضرت عبداللہ بن رواحہ کے ساتھی علی الصباح چلے گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔ جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۲ھ۔ روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۳ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

ان تغدوا مع اصحابك فقال اردت ان اصلی معك ثم الحقهم فقال لو انفقت ما فی الارض ما ادركت فضل غدوتهم ۔[1]

نماز پڑھی تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے؟ انھوں نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر انہیں جا ملوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم تمام روئے زمین کو بھی خرچ کر دو پھر بھی ان کے علی الصباح جانے کا ثواب نہیں پا سکتے!

دیکھئے جمعہ پڑھنے کا قرآن اور حدیث میں حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنا عظیم ترین فضیلت ہے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر جمعہ پڑھنے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہی کیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور انھیں اپنے ساتھیوں کے اجر سے محروم ہونے کی خبر دی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صرف ایک بار آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر یہ اضافہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا، سوچئے اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کے اضافوں کو دائما اور شب و روز کا معمول بنالیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا کیا عالم ہوگا!!!

قرون ثلٰثہ پر سنت و بدعت کا مدار

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

جو شئ بوجود شرعی قرون ثلٰثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ بوجود شرعی اصطلاح فقہ میں اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئ کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئ وجود شرعی میں آگئی، اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اس کا مرتفع ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلٰثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج ہوا یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود رہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کے ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے، علی ہذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث ہی سے ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت کا حکم نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاخ نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

کو اس کتاب میں ضرورتاً لکھتا ہوں [1]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ (عہدِ رسالت، صحابہ و تابعین) میں ہو وہ سنت ہے اور جس چیز کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہیں ہے وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس قاعدے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب قرون ثلثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے معنی کی نیا اس پار ہو گئی جب ان میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر ان کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی کا اعتبار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ و تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود تو کا خیال، ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بر وجود شرعی موجود اور جس کے منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مظہر سے معدوم و مفقود پھر قرن و قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے، چلو نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے "پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرعی تو کافور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی الجھ گئی سلجھائی الجھی اس ہستی پر ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں اہل حق کو صاف ہی رکھیں اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین [2]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّلاً تو کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے کا مدار قرون ثلثہ پر نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ہے۔ جس کام کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ سنت کے مطابق ہے خواہ کسی دور میں ہو اور جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ خواہ کسی دور میں ہو سنت نہیں ہوگا ثانیاً یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ضلالہ ہے کیونکہ جو کام سنت نہ ہو وہ مستحب، مباح اور مکروہ تنزیہی بھی ہو سکتا ہے۔ بدعت ضلالہ کا مرتبہ مکروہ تنزیہی کے بعد ہے اس لیے احکام کا سنت اور بدعت ضلالہ میں حصر کرنا باطل ہے۔ نفلی عبادات کے ضمن میں ہم نے جو بدعت کی بحث شروع کی تھی اس کو یہاں ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

باب ۲۵۶ اَمْرِ مَنْ نَعِسَ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَوِاسْتَعْجَمَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ اَوِالذِّکْرُ بِاَنْ یَّرْقُدَ اَوْ یَقْعُدَ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ ذٰلِکَ

نماز، تلاوت یا ذکر کے دوران اونگھنے کا حکم

۱۷۳۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۲۹-۲۸۔ مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور ہند۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۵۹، ۴۵۸، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ۔

بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَعَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند جاتی رہے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز کے دوران اونگھ آئے گی تو ممکن ہے کہ بجائے اپنے لیے دعا کرنے کے خود کو برا بھلا کہنے لگے۔

۱۷۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِّنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو قرآن پڑھے اور قرآن اس کی زبان پر اٹکنے لگے اور وہ نہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو لیٹ جائے۔

تشریح ائمہ اربعہ کا یہی نظریہ ہے کہ جب کسی شخص کو نیند آرہی ہو تو نیند پوری کرنے کے بعد نماز پڑھے خواہ فرض نماز ہو یا نفل لیکن فرض نماز میں یہ حکم اس صورت میں ہے جب فرض کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِہٖ

قرآن کریم اور اس کے متعلقات کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بے پایاں کرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآن مجید ایسی عظیم دولت سے نوازا۔ قرآن کریم آسمانی کتابوں میں وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس میں تحریف اور تبدیلی نہیں ہو سکتی جس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ بعثت نبوی سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے جامع ہدایات عطا کی ہیں جس کی پہلے سے کی گئی پیش گوئیوں کو بعد میں آنے والے وقت نے صحیح ثابت کر دیا اور قیامت تک اس کی پیش گوئیاں تسلسل اور تواتر سے پوری ہو کر قرآن مجید کی صداقت کو ہر زمانہ میں دنیا والوں پر آشکارا کرتی رہیں گی۔ یہ وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس کو یاد کرنے اور زبانی پڑھنے والے تمام دنیا میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا پورا متن زبانی پڑھا جاتا ہو اور اس کثرت سے پڑھا جاتا ہو، یہ وہ واحد کتاب ہے جو دنیا میں بکثرت چھپتی ہے، سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جاتی ہے اور جس کی تعلیمات پر دنیا میں سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ منفرد کتاب ہے جس نے اپنے نبی کے علاوہ انبیاء سابقین کی تعظیم کو بھی واجب کیا اور ان پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا جس کا پیغام تمام عالم انسانیت کے لیے ہے اور جس کے ہر دعویٰ کو آنے والے وقت نے سچا کر دکھایا۔

قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں سے آج کوئی کتاب اپنی اس زبان میں موجود نہیں ہے جس زبان میں وہ نازل ہوئی تھی اور نہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے ماننے والے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی کتاب آج ان کے ہاتھوں میں بعینہٖ اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوئی تھی اور اس میں کوئی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی اس کے برخلاف قرآن مجید نے دعویٰ کیا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (حجر: ۹)۔ "لاریب!" ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں" قرآن مجید کا یہ چیلنج چودہ صدیوں سے موجود ہے اور اسلام کا کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم میں فلاں سورت یا فلاں آیت کم یا زیادہ ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا۔ کسی سورت یا آیت میں کمی بیشی تو بڑی بات ہے یہ تک نہیں ثابت کیا جا سکا کہ قرآن کریم میں کسی نقطہ یا زیر و زبر میں کمی بیشی ہو گئی۔

اسی طرح قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی کسی آیت میں تحریف نہیں ہو سکتی قرآن کریم کی کسی آیت کو دوسرے الفاظ میں بدلا نہیں جا سکتا "لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" (حم السجدۃ: ۴۲) "غیر قرآن قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا نہ آگے نہ پیچھے"۔

چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد کوئی بڑے سے بڑا منکر اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم کی فلاں آیت پہلے

اس طرح تھی اور اب اس طرح ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیات، ستتر ہزار نو سو چونتیس کلمات اور تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر حروف ہیں [1] اور کسی آیت کسی کلمہ بلکہ کسی حرف کے بارے میں بھی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکا اور قرآن مجید کی جتنی آیات بلکہ جتنے کلمات بلکہ جتنے حروف ہیں وہ سب تین طرح قرآن مجید کی صداقت پر دلیل ہیں نہ کسی حرف کی کمی ہو سکی نہ زیادتی ہو سکی نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکی کسی اور دنیا کی کتاب کی صداقت پر اتنے دلائل آج تک نہیں دیے جا سکے۔

قرآن کریم نے اپنی صداقت اور حقانیت پر ایک اور طرز سے یہ دلیل قائم کی کہ جن و انس میں سے کوئی شخص اس کی نظیر اور مثیل نہیں لا سکتا پہلے فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ" (الاسراء: ۸۸) "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات قرآن مجید کی مثل لانے پر مجتمع ہو جائیں تو پھر بھی اس جیسا کلام نہیں لا سکتے!" اس کے بعد فرمایا: ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت۔ (ھود: ۱۳) "کیا یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے یہ کلام خود بنا لیا ہے! آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔" پھر فرمایا: وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (بقرہ: ۲۳) "اگر تم اس کلام (کے کلام ربانی ہونے میں) میں شک کرتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل ایک سورت ہی لے آؤ۔" اس کے بعد فرمایا: فلیاتوا بحدیث مثلہ ان کانوا صٰدقین (طور: ۳۴) "اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک آیت ہی لے آئیں۔"

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور دن بدن دنیا میں علوم و فنون کی ترقی ہو رہی ہے اور زبان و بیان سے متعلق ہر فن پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اسلام کے مخالفین اور منکرین کی بے پناہ کثرت اور ریشہ دوانیاں ہیں اس کے باوجود چودہ سو سال سے لے کر آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میں نے قرآن مجید یا اس کی ایک سورت یا ایک آیت کی مثال بنا لی ہے۔ اور قرآن مجید کی جس قدر سورتیں اور جتنی آیات ہیں منکرین کے سامنے اتنے ہی چیلنج ہیں اور قرآن کریم کی حقانیت اور صاحب قرآن کی صداقت پر اتنی ہی دلیلیں ہیں، کیونکہ ہر ہر سورت اور ہر ہر آیت ایک چیلنج ہے۔

اگر کسی کے بس میں قرآن مجید یا اس کی کسی سورت یا کسی آیت کی مثل لانی ممکن ہوتی تو اب تک لا چکا ہوتا جس وقت قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا اس وقت کوئی مثال لا سکا نہ اب تک لا سکا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن جس طرح چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل تھا، آج بھی دلیل ہے بلکہ اس کی ہر آیت آپ کی نبوت پر دلیل ہے اور متعدد وجوہ سے دلیل ہے، نہ اس کی کسی آیت میں کمی ہو سکتی ہے، نہ زیادتی ہو سکتی ہے، نہ کوئی آیت بدلی جا سکتی ہے اور نہ کسی آیت کی کوئی مثل لا سکتا ہے اور جبکہ قرآن مجید میں چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں تو آپ کی نبوت پر چوبیس ہزار سے زیادہ دلائل ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل میں سے کسی نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت پر اس قدر دلائل نہیں ہیں۔ اور جب تک قرآن رہے گا آپ کی نبوت پر یہ دلائل قائم رہیں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ کتنا بڑا اعجاز ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ رخصت ہو گئے لیکن آپ کی نبوت کا معجزہ قیامت تک قائم رہے گا۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۷۰، ۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ،

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں سے اگر کوئی پوچھے کہ تمہارے نبی (علیہ السلام) کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا اور اگر ہم سے پوچھے کہ تمہارے نبی کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو ہم سرکار کی نبوت پر ایک دو نہیں چوبیس ہزار سے زیادہ دلیلیں پیش کر سکتے ہیں اسی طرح اگر کسی دین کا پیروکار اپنے دین کے بارے میں مشکوک ہو تو اسکو مطمئن کرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اپنے دین سے مشکوک ہو تو اس کو مطمئن کرنے کیلئے چوبیس ہزار سے زیادہ وجوہات ہیں۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

قرآن مجید کے فضائل احادیث کی روشنی میں

علامہ جلال الدین سیوطی نے قرآن مجید کے فضائل میں بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے بعض کا بیان حسب ذیل ہے [1]:

اخرجہ الدیلمی من حدیث علی حملۃ القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظلہ۔

امام دیلمی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا اس دن حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔

واخرج الحاکم من حدیث ابی ھریرۃ یجیئ صاحب القرآن یوم القیٰمۃ فیقول القرآن یارب حلہ فیلبس تاج الکرامۃ ثم یقول یارب زد یارب ارض عنہ ویقال لہ اقرا وارق ویزاد لہ بکل آیۃ حسنۃ۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن فرمائے گا اے رب! اس کو لباس پہنا پھر اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا، قرآن پھر فرمائے گا "اے رب زیادہ عطا کر اے رب اس سے راضی ہو جا" اور قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں اسے ایک نیکی زیادہ دی جائیگی۔

واخرج من حدیث عبد اللہ بن عمر الصیام والقرآن یشفعان للعبد۔

اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔

بعض سورتوں کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی نے احادیث کے حوالے سے قرآن مجید کی سورتوں کے حسب ذیل فوائد ذکر کئے ہیں [2]۔

الم سجدہ کی فضیلت

اخرج ابو عبید من مرسل المسیب بن رافع تجیئ الم السجدۃ

ابو عبید نے مسیب بن رافع سے ارسالاً روایت کیا کہ قیامت کے دن الم السجدۃ دو پروں کے ساتھ آئے گی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۳-۱۵۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

[2] " " " ج ۲ ص ۱۵۴، " "

یوم القیٰمۃ لھا جناحان تظل صاحبھا تقول لا سبیل علیك لا سبیل علیك ۔

اور اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی! تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی ۔!

یٰسٓ کی فضیلت

اخرج ابوداؤد والنسائی وابن حبان وغیرھم من حدیث معقل بن یسار یٰسٓ قلب القرآن لا یقرؤھا رجل یرید اللہ والدار الاخرۃ الا غفر لہ اقرءوھا علی موتاکم ۔

امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن حبان وغیرہ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یٰسٓ قرآن کا دل ہے، جو شخص بھی یٰسٓ کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) اور (اجر) آخرت کے لیے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیگا اس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو ۔!

سورۂ رحمٰن کی فضیلت

اخرج البیھقی من حدیث علی مرفوعا لکل شیء عروس وعروس القرآن الرحمٰن ۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمان ہے۔

تبارک الذی کی فضیلت

اخرج الترمذی من حدیث ابن عباس ھی المانعۃ ھی المنجیۃ تنجی من عذاب القبر ۔

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

سورۃ البیّنہ کی فضیلت

اخرج ابونعیم فی الصحابۃ من حدیث اسماعیل بن ابی حکیم المزنی الصحابی مرفوعاً ان اللہ یسمع قراءتکم لم یکن الذین کفروا فیقول البشر عبدی فوعزتی لامکنن لك فی الجنۃ حتی ترضی ۔

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابی حکیم مزنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ لم یکن الذین کفروا۔ کی قرأت سنتا ہے پھر فرماتا ہے میرے بندے کو بشارت دیدو مجھے اپنی عزت کی قسم میں اس کو جنت میں ضرور جگہ دوں گا حتیٰ کہ یہ راضی ہو جائیگا۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

اخرج الطبرانی فی الاوسط من حدیث

امام طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن الشخیر من قرا قل ھو اللہ احد فی مرضہ الذی یموت فیہ لم یکن یفتن فی قبرہ و امن من ضغطۃ القبر و حملتہ الملائکۃ یوم القیٰمۃ باکفھا حتی تجیزہ الصراط الی الجنۃ۔

سے روایت کیا جس شخص نے اپنے مرض الموت میں "قل ھو اللہ احد" (سورہ اخلاص) پڑھی اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا نہ قبر میں دبایا جائے گا اور روز قیامت فرشتے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پل صراط سے پار کرا کر جنت میں لے جائیں گے۔

بعض آیات کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے احادیث کے حوالے سے قرآن کریم کی بعض آیات کے فضائل ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو ہم ذکر کر رہے ہیں [1]

آیۃ الکرسی کی فضیلت

اخرج ابن حبان و النسائی من حدیث ابی امامۃ من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت۔

امام ابن حبان اور امام نسائی نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج الائمۃ الستۃ من حدیث ابی مسعود من قرأ الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتاہ۔

صحاح ستہ میں ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں وہ اسے کافی ہوں گی۔

سورہ آلِ عمران کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج البیھقی من حدیث عثمان بن عفان من قرأ آخر آل عمران فی لیلۃ کتب لہ قیام لیلۃ۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے رات کے آخری حصہ میں آلِ عمران کی آخری آیات پڑھیں اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھ دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۵۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

بَابُ الْاَمْرِ بِتَعَهُّدِ الْقُرْاٰنِ وَكَرَاهَةِ قَوْلِ نَسِيْتُ اٰيَةً كَذَا

قرآن کریم کو یاد رکھنے کا حکم

۱۷۳۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْكُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقْرَاُ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ لَقَدْ ذَكَّرَنِيْ كَذَا وَكَذَا اٰيَةً كُنْتُ اَسْقَطْتُهَا مِنْ سُوْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو مسجد میں ایک شخص سے قرآن کریم سُنا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورۃ سے چھوڑ دیتا تھا۔

۱۷۳۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ اَذْكَرَنِيْ اٰيَةً كُنْتُ اُنْسِيْتُهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک شخص سے قرآن سُنا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے ایک آیت یاد دلادی جو مجھ سے بھلائی جا چکی تھی۔

۱۷۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الْقُرْاٰنِ كَمَثَلِ الْاِبِلِ الْمُعَقَّلَةِ اِنْ عَاهَدَ عَلَيْهَا اَمْسَكَهَا وَاِنْ اَطْلَقَهَا ذَهَبَتْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حفظ کرنے والے کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو اگر اس کے مالک نے اس کا خیال رکھا تو وہ رہے گا ورنہ چلا جائے گا۔

۱۷۳۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْخَالِدٍ الْاَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والا اگر رات اور دن کو اُٹھ کر پڑھتا رہتا ہے تو قرآن مجید یاد رہتا ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ نَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ جَمِيعًا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ .

۱۷۳۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ اسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ بِعُقُلِهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بُری بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ قرآن مجید نے اسے بھلا دیا۔ قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینہ سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے۔

۱۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ تَعَاهَدُوا هٰذِهِ الْمَصَاحِفَ وَرُبَّمَا قَالَ الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ .

شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ وہ فلاں آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔

۱۷۴۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ ابْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِئْسَمَا لِلرَّجُلِ أَنْ يَقُولَ نَسِيتُ سُورَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ أَوْ نَسِيتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ .

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ بُری بات ہے کہ وہ کہے میں نے فلاں فلاں سورت بھلا دی یا فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یوں کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔ (یعنی قرآن مجید نے اس کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کے پاس رہتا)۔

۱۷۴۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کو یاد رکھو قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان

تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَهُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِهَا۔

ہے قرآن مجید رسیاں تڑانے والے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ (رسیوں سے) نکلنے والا ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے حسب ذیل فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) مسجد میں بلند آواز سے رات کو قرآن مجید پڑھنے کا جواز بشرطیکہ اس سے کسی کو ایذا نہ پہنچے، نہ کسی کی عبادت میں خلل ہو نہ ریا کاری کا قصد ہو (۲) جس شخص سے کوئی فائدہ پہنچے خواہ بلا قصد ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کیونکہ جس شخص کی قرأت سن کر آپ کو کسی سورت کی بھولی ہوئی آیت یاد آگئی آپ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی (۳) قرآن کریم کے سننے کا مسنون ہونا۔ (۴) سورتوں کو ان کے ناموں سے موسوم کرنا جیسے سورہ بقرہ (۵) میں فلاں آیت بھول گیا یہ کہنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے (۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان کا جواز اور اس کی تحقیق اور تفصیل سجدہ سہو کے بیان میں گزر چکی ہے۔ (۷) قرآن کریم کی تلاوت کو باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ بھلا نہ دیا جائے۔

باب ۲۵۸ اِسْتِحْبَابِ تَحْسِیْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ

خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

۱۷۴۲۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کام پر اس قدر اجر نہیں دیتا جتنا نبی کے خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۳۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ كَمَا یَاْذَنُ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ وَهُوَ ابْنُ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْهَرُ بِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس قدر اجر نہیں عطا فرماتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۵۔ وَحَدَّثَنِیْ ابْنُ اَخِیْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

عَمِّی عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَحَیْوَۃُ بْنُ شُرَیْحٍ عَنِ ابْنِ الْھَادِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ سَوَآءً وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَقُلْ سَمِعَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنا اجر نہیں عنایت کرتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا ھِقْلٌ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ کَاَذَنِہٖ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْھَرُ بِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۷۴۷۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمٰعِیْلُ وَھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ اَبِیْ سَلْمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ غَیْرَ اَنَّ ابْنَ اَیُّوْبَ قَالَ فِیْ رِوَایَتِہٖ کَاَذَنِہٖ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عبداللہ بن قیس یا حضرت اشعری کو آلِ داؤد کی خوش آوازی سے حصہ عطا کیا گیا ہے۔

۱۷۴۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ مَالِكٌ وَھُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ اَوِ الْاَشْعَرِیَّ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ سے فرمایا اگر تم مجھے کل رات دیکھتے جب میں تمہارا قرآن سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)۔ لاریب تمہیں آلِ داؤد کی خوش آوازی سے حصہ ملا ہے۔

۱۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِیْدٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا طَلْحَۃُ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ مُوْسٰی لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ قِرَاءَتَكَ الْبَارِحَۃَ لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال راستہ میں اپنی

۱۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ وَوَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ مُعَاوِیَۃَ

بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيَّ يَقُوْلُ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فِيْ مَسِيْرٍ لَهُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ فَرَجَّعَ فِيْ قِرَاءَتِهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَجْتَمِعَ عَلَيَّ النَّاسُ لَحَكَيْتُ لَكُمْ قِرَاءَتَهُ۔

سواری پر سورۂ فتح پڑھی اور آپ قرأت دہراتے رہے، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے گھیر لیں گے تو میں تمہیں آپ کی قرأت سناتا۔

۱۷۵۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلٰى نَاقَتِهِ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ قَالَ فَقَرَأَ ابْنُ مُغَفَّلٍ وَرَجَّعَ قَالَ مُعَاوِيَةُ لَوْلَا النَّاسُ لَاَخَذْتُ لَكُمْ بِذٰلِكَ الَّذِيْ ذَكَرَهُ ابْنُ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اور دہرایا، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے لوگوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہیں اس طرح پڑھ کر سناتا جس طرح حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے سنایا تھا۔

۱۷۵۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِيْ حَدِيْثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ عَلٰى رَاحِلَتِهِ يَسِيْرُ وَهُوَ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفَتْحِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مذاہب

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں[1] کیونکہ اس سے خضوع خشوع نہیں رہتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں اجازت دی ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص قرأت کے قواعد کو خوش الحانی کے تابع کر کے پڑھے مثلاً جہاں مد نہ ہو وہاں مد کے ساتھ پڑھے اور جہاں مد ہو وہاں مد نہ پڑھے یا غنہ کے طول اور قصر میں خلاف قواعد پڑھے تو ایسی خوش الحانی مکروہ ہے اور جو شخص تجوید و قرأت کے قوانین کے تابع ہو کر قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھے وہ جائز ہے[2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے (شرطِ مذکور کے ساتھ) قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی اجازت دی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

زینوا القرآن باصواتکم لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔

قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھو۔ جو خوش آوازی سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہمارے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔

باب ۲۵۹ نُزُولِ السَّكِينَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

قرآن مجید پڑھنے پر سکینت کا نازل ہونا

۱۷۵۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهُ فَرَسٌ مَرْبُوطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدُورُ وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِينَةُ نَزَلَتْ بِالْقُرْآنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا، درآں حالیکہ اس کے پاس ایک گھوڑا دو لمبی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اچانک اس گھوڑے کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ بادل اس کے گرد گھومنے اور بتدریج اس کے قریب ہونے لگا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ صبح کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی برکت سے نازل ہوئی۔

(فائدہ) سکینہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جس کی وجہ سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

۱۷۵۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنَّى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ قَرَأَ رَجُلٌ الْكَهْفَ وَفِي الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَنَظَرَ فَإِذَا ضَبَابَةٌ أَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ قَالَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَأْ فُلَانُ فَإِنَّهَا السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْآنِ أَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْآنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا درآں حالیکہ اس کے گھر میں ایک جانور بندھا ہوا تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا اس شخص نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے شخص پڑھتے رہو، یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

۱۷۵۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا تَنْفِرُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۵۶۔ وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا يَعْقُوبُ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک شب اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے اچانک ان کی گھوڑی

بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْهَادِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ خَبَّابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَمَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِي مِرْبَدِهِ إِذْ جَالَتْ فَرَسُهُ فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ أُخْرَى فَقَرَأَ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا قَالَ أُسَيْدٌ فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَ يَحْيَى فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَإِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَأْسِي فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا قَالَ فَغَدَوْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَيْنَمَا أَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اقْرَأُ فِي مِرْبَدِي إِذْ جَالَتْ فَرَسِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَقَرَأْتُ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَقَرَأْتُ ثُمَّ جَالَتْ أَيْضًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَانْصَرَفَ وَكَانَ يَحْيَى قَرِيبًا فَخَشِيتُ أَنْ تَطَأَهُ فَرَأَيْتُ مِثْلَ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتَّى مَا أَرَاهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ.

کودنے لگی انھوں نے پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی انھوں نے پھر پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی وہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ گھوڑی یحییٰ (ان کا بچہ) کو روند ڈالے اسلیے میں گھوڑی کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان میرے سر پر ہے اور اس میں چراغ کی طرح کچھ چیزیں روشن ہیں وہ سائبان اوپر چڑھنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے دور ہو گیا۔ صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! گذشتہ شب میں اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ یکایک میری گھوڑی بدکنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہا کرو، انھوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اے ابن حضیر!! پڑھتے رہو۔ انھوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر پڑھتے رہو! انھوں نے کہا میں واپس چلا گیا اور یحییٰ (گھوڑی کے) قریب تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ یحییٰ کو کچل نہ دے، میں نے دیکھا کہ سائبان کی طرح کوئی چیز ہے جس میں کچھ چیزیں چراغوں کی طرح ہیں وہ آسمان کی طرف چڑھ رہی ہیں حتیٰ کہ میری نظر سے اوجھل ہو گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو (تمہارا قرآن) سن رہے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے اور یہ ان سے مخفی نہ رہتے۔

۱۷۵۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔ اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزا کڑوا ہے۔

مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيْحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ۔

۱۷۵۸- وَحَدَّثَنَاهُ هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ هَمَّامٍ بَدَلَ الْمُنَافِقِ الْفَاجِرُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں منافق کی جگہ فاجر کا لفظ ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام افراد امت کے لیے فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور قرآن پڑھنے والوں کی فضیلت ہے کیونکہ ان پر رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

باب ۲۶۰ فَضِيْلَةِ حَافِظِ الْقُرْاٰنِ

حافظِ قرآن کی فضیلت

۱۷۵۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنَزِيُّ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کو) لکھتے ہیں۔ اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

۱۷۶۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ وَالَّذِيْ يَقْرَأُهٗ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهٗ اَجْرَانِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

تشریح پہلا مرتبہ اس مسلمان کا ہے جو قرآن مجید کے حفظ، اس کی کثرتِ تلاوت اور اس کے معانی اور مطالب پر غور و خوض میں منہمک اور مستغرق رہتا ہے جس کو یہ ملکہ اور مہارت حاصل ہوتی ہے کہ وہ قرآنی آیات کے مطالب اور معانی اور ان سے حاصل شدہ مسائل آسانی سے بیان کر سکتا ہے اس شخص کو یہ عزت دی جاتی ہے کہ اسے اونچے درجہ کے فرشتوں کی رفاقت عطا کی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ اس مسلمان کا ہے جس کو مہارت کا یہ مرتبہ تو حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ قرآن مجید کی تلاوت میں کوشاں رہتا ہے اور باوجود استعداد اور صلاحیت کی کمی کے قرآن مجید سے رابطہ ٹوٹنے نہیں دیتا اسی وجہ سے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔
اور جو مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرے نہ اس کے معنی پر غور وخوض کرے اس کی شقاوت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ عَلَى أَهْلِ الْفَضْلِ وَإِنْ كَانَ الْقَارِئُ أَفْضَلَ مِنَ الْمَقْرُوِّ عَلَيْهِ

افضل کا مفضول کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

۱۷۶۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِي لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ لِي قَالَ فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھوں۔ انھوں نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا تھا؟ آپ نے فرمایا، ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۷۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ سَمَّانِي لَكَ اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكَى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لم یکن الذین کفروا۔ پڑھوں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

۱۷۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:
(۱) علم تجوید کے ماہر اور اہل علم کے سامنے قرآن سنانا مستحب ہے خواہ قرآن سنانے والا سننے والے سے افضل ہو (۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو

قرآن مجید سنایا اور باقی صحابہ میں سے کوئی اور حضرت ابی بن کعب کا اس فضیلت میں شریک نہیں ہے۔ (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا (۴) خوشی کی خبر سننے کے بعد رونے کا جواز (۵) کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے خصوصیت سے پوچھنا کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے سرکار ابد قرار سے پوچھا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا ہے؟ کیوں کہ یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہو اپنی امت کے کسی فرد کو قرآن سناؤ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا تاکہ آپ کی زندگی میں کسی اہل علم کو قرآن مجید سنانے کا نمونہ پایا جائے اور کوئی شخص کسی کو قرآن مجید سنانے میں عار محسوس نہ کرے (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے تاکہ اس بات پر دلیل قائم ہو کہ قرأت اور تجوید میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں فائق تھے (۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے تاکہ انھیں قرآن مجید یاد ہو سکے اور سرکار سے وہ قرآن مجید پڑھنے کا طریقہ سیکھ لیں (۹) سورۂ لم یکن الذین کفروا۔ کو سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی کیونکہ یہ مختصر ہے اور دین کے اصول اور فروع کے فوائد کثیرہ کی جامع ہے۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور یہ واضح ہے اہل علم اور ارباب فضل کو چاہیے کہ وہ بھی اس طرح تواضع اور انکسار سے کام لیں۔

بَابُ ۲۶۲ فَضْلِ اسْتِمَاعِ الْقُرْاٰنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَافِظِهٖ لِلِاسْتِمَاعِ وَالْبُكَاءِ عِنْدَ الْقِرَآءَةِ وَالتَّدَبُّرِ

قرآن مجید سننے کی فضیلت اور قرآن مجید سنتے وقت رونا

۱۷۶۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اَشْتَهِیْ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَاْتُ النِّسَآءَ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۙ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اَوْ غَمَزَنِیْ رَجُلٌ اِلٰى جَنْبِیْ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَيْتُ دُمُوْعَهٗ تَسِيْلُ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرے سامنے قرآن مجید پڑھو حضرت ابن مسعود نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں آپ پر (کیسے) قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں۔ میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے!" میں نے خود سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے مجھے ٹہوکا دیا تب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

۱۷۶۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ وَمِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِیُّ جَمِيْعًا عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ نے مجھ سے قرآن مجید پڑھنے کے

الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ هَنَّادٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اقْرَأْ عَلَيَّ.

سے فرمایا اس وقت آپ منبر پر تھے۔

۱۷۶۶- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مِسْعَرٌ وَقَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِيْ قَالَ فَقَرَاْتُ عَلَيْهِ مِنْ اَوَّلِ سُوْرَةِ النِّسَآءِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيْدًا قَالَ فَبَكٰى قَالَ مِسْعَرٌ وَحَدَّثَنِيْ مَعْنٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اَوْ مَا كُنْتُ فِيْهِمْ شَكَّ مِسْعَرٌ.

حضرت ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے قرآن مجید سناؤ میں نے عرض کیا: میں (کیسے) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پہ قرآنِ مجید نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن مجید سنوں۔ میں نے آپ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے۔" تو سرکار دو عالم پر گریہ طاری ہو گیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔

(فائدہ) گواہی دیکھ کر بھی دی جاتی ہے اور سن کر بھی جب تک آپ مسلمانوں کے درمیان رہے دیکھ کر گواہی دیتے رہے اور جب رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے تو آپ پر اعمالِ اُمت پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے (عنقریب اس کی تحقیق آئے گی) کہ آپ سن کر گواہی دیتے رہے۔

۱۷۶۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ بِحِمْصَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِقْرَاْ عَلَيْنَا فَقَرَاْتُ عَلَيْهِمْ سُوْرَةَ يُوْسُفَ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ مَا هٰكَذَا اُنْزِلَتْ قَالَ قُلْتُ وَيْحَكَ وَاللّٰهِ لَقَرَاْتُهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ اَحْسَنْتَ فَبَيْنَمَا اَنَا اُكَلِّمُهٗ اِذْ وَجَدْتُ مِنْهُ رِيْحَ الْخَمْرِ قَالَ قُلْتُ اَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ لَا تَبْرَحُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حمص میں تھا، مجھ سے لوگوں نے کہا ہمیں قرآن مجید سنائیں۔ میں نے انھیں سورۂ یوسف سنائی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا سورۂ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی! میں نے کہا تم پر افسوس ہوتا ہے! میں نے یہ سورت (اسی طرح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی! اس نے کہا چلو ٹھیک ہے، جس وقت میں اس سے بات کر رہا تھا، اچانک میں نے اس کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس کی، میں نے کہا تو شراب پیتا ہے اور اللہ کی کتاب کی تکذیب

حَتّٰی اَجْلِدُكَ قَالَ فَجَلَدَتْهُ الْحَدَّ۔

کرتا ہے! میں تجھے یہاں سے جانے نہیں دوں گا حتیٰ کہ تجھے شراب کی حد لگا لوں، پھر میں نے اُسے کوڑے لگائے۔

۱۷۶۸۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ ح وَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ فَقَالَ لِیْ اَحْسَنْتَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:
(۱) قرآن مجید سننے کی فضیلت۔ (۲) قرآن مجید سننے کا طریقہ یہ ہے کہ سننے والا توجہ سے سُنے اور اس کے معنی پر غور کرے حتیٰ کہ اس پر سوز و گداز کی کیفیات طاری ہوں (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو قرآن مجید سنایا اور حضرت عبداللہ سے سُنا تاکہ قرآن مجید سنانے اور سننے دونوں کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو اور دونوں کام سُنّت اور باعث ثواب ہوں۔ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت آپ نے قرآن مجید سننے کے لیے انہیں منتخب فرمایا۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار کہ آپ اپنے خدام سے قرآن مجید سنتے بھی تھے اور انھیں سُناتے بھی تھے اور اس میں اہل علم اور فضل کے لیے تواضع اور انکسار کی ترغیب ہے (۶) حضرت ابن مسعود کو حضور کے حکم پر حیرت اس لیے تھی کہ انھوں نے سمجھا کہ حضور نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید سننا چاہتے ہیں (۷) اختلاف اور نزاع کے وقت احادیث سے استدلال کرنا کیونکہ جب اس شخص نے حضرت ابن مسعود کی قرأت کا انکار کیا تو حضرت ابن مسعود نے اس بات سے استدلال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سورۂ یوسف سُنا چکے ہیں۔ (۸) جس وقت حضرت ابن مسعود نے اس شخص پر حد جاری فرمائی اس وقت یا تو حد جاری کرنا آپ کا منصب تھا یا آپ خلیفہ کی طرف سے اس شہر یا اس علاقہ کے حاکم تھے کیونکہ بغیر منصب کے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ (۹) آپ کا حد جاری کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا بلا عذر شراب پینا ثابت ہو چکا تھا (۱۰) جو شخص قرآن مجید کی تکذیب کرے وہ صرف کوڑوں کی سزا کا مستحق نہیں بلکہ واجب القتل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ شخص جہالت کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ یہ سورت اس طرح نہیں ہے اس کا ارادہ تکذیب کا نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی تکفیر میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو کسی شخص کے قول کی صحیح تاویل کی جائے اور جب تک ناگزیر صورت پیدا نہ ہو تکفیر سے اجتناب اور احتراز کرے۔

بَابُ ۲۶۳ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوةِ وَتَعَلُّمِهٖ!

نماز میں قرآن مجید پڑھنے اور اس کو سیکھنے کی فضیلت

۱۷۶۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا نَا وَكِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ اَنْ یَّجِدَ فِیْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ اٰیَاتٍ یَقْرَاُ بِهِنَّ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلٰوتِهٖ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثِ عِظَامٍ سِمَانٍ۔

پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ اونٹنیاں موجود ہوں جو نہایت بڑی اور فربہ ہوں؟ ہم نے عرض کیا یقیناً! آپ نے فرمایا: جن تین آیتوں کو تم میں سے کوئی شخص نماز میں پڑھتا ہے وہ تین بڑی اور فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ سِمَانٍ۔

۱۷۷۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِی الصُّفَّةِ فَقَالَ اَیُّکُمْ یُحِبُّ اَنْ یَّغْدُوَ کُلَّ یَوْمٍ اِلٰی بُطْحَانَ اَوْ اِلَی الْعَقِیْقِ فَیَاْتِیَ مِنْهُ بِنَاقَتَیْنِ کَوْمَاوَیْنِ فِیْ غَیْرِ اِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُلُّنَا یُحِبُّ ذٰلِکَ قَالَ اَفَلَا یَغْدُوْ اَحَدُکُمْ اِلَی الْمَسْجِدِ فَیَعْلَمُ اَوْ یَقْرَاُ اٰیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَیْنِ وَ ثَلَاثٌ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلَاثٍ وَّاَرْبَعٌ خَیْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ فَمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ ہم چبوترے پر (بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ وہ ہر روز صبح بطحان (مدینہ کی چھوٹی زمین) یا عقیق (ایک بازار) جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم سب کو یہ بات پسند ہے! آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے کوئی شخص صبح کو مسجد میں کیوں نہیں جاتا تاکہ قرآن مجید کی دو آیتیں خود سیکھے یا کسی کو سکھائے اور یہ (دو آیتوں کی تعلیم) دو اونٹنیوں (کے حصول) سے بہتر ہے اور تین، تین سے بہتر ہیں اور چار، چار سے۔ علی ہذا القیاس آیات کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے۔

تشریح ان احادیث میں قرآن مجید کی آیات کو یاد کرنے اور ان کی تحصیل کو فربہ اونٹنیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ المعقول بالمحسوس کی قسم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کے نزدیک اونٹنیاں بہت قیمتی اور پسندیدہ تھیں اور ان کے بہت سے فوائد اور منافع اونٹنیوں کے ساتھ وابستہ تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فربہ اونٹنیوں کے صدقہ کی بہ نسبت قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کا ثواب زیادہ ہے۔

بَابُ ۲۶۴ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ وَ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ!

قرآن مجید اور سورہ بقرہ پڑھنے کی فضیلت

۱۷۷۱۔ حَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ نَا اَبُوْ تَوْبَةَ وَهُوَ الرَّبِیْعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَیْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ یَقُوْلُ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیُّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا، اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو "سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران" کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو

اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ قَالَ مُعَاوِيَةُ بَلَغَنِي أَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ۔

بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس کا پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے جادوگر اس کے حصول کی استطاعت نہیں رکھتے۔

۱۷۷۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَأَنَّهُمَا قَالَ فِي كِلَيْهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُعَاوِيَةَ بَلَغَنِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَافَّةٍ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔

نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا اس کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا فرمایا وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔

تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ اور سورہ آلِ عمران کی جو تین مثالیں دی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل یا سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہوں گی اور ان پر میدانِ قیامت کی گرمی میں سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی ہو سکتا ہے کہ پہلی مثال اس شخص کے لیے ہو جو صرف قرآن مجید پڑھتا ہو، معنی سمجھتا ہو نہ ان پر عمل کرتا ہو اور دوسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو پڑھتا بھی ہو اور معنی بھی سمجھتا ہو اور تیسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو ان پر عمل بھی کرتا ہو۔

ان احادیث میں شفاعت کا ثبوت ہے شفاعت پر مکمل اور مفصل بحث ہم کتاب المساجد کی حدیث نمبر ۱۰۶۳ کی تشریح میں کر چکے ہیں۔

باب ۲۶۵ فَضْلِ الْفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَالْآيَتَيْنِ

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

۱۷۷۴- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَأَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ قَالَا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سُنی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اُوپر اُٹھایا۔ حضرت جبرائیل نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: "یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا" اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: "آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کے مصداق مل جائے گا۔"

۱۷۷۵- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا مَنْصُورٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ لَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ فِي الْآيَتَيْنِ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ.

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں بیت اللہ کے قریب حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ سورہ بقرہ کی دو آیتوں کی فضیلت میں آپ سے روایت کردہ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔ انھوں نے فرمایا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیگا وہ اس کو کافی ہوں گی۔

(فائدہ) یعنی ناگہانی مصائب، شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے حفاظت کریں گی یا تہجد پڑھنے کے قائم مقام ہوں گی۔

۱۷۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے

۱۷۷۷۔ وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ وَحَدَّثَنِيهِ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لے وہ اُسے کافی ہونگی، عبد الرحمٰن (راوی) کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملا درآں حالیکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے یہی حدیث بیان کی۔

۱۷۷۸۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ

ایک اور سند سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی روایت بیان کی ہے۔

۱۷۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک دیگر سند سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی روایت منقول ہے۔

---

۲۶۶ باب فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ

سورۂ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت

۱۷۸۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْغَطَفَانِيِّ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۂ کہف کی پہلی دس آیات یاد کر لے گا وہ دجّال (کے شر) سے محفوظ رہے گا۔

۱۷۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے جس میں شعبہ کی روایت میں ہے کہ سورۂ کہف کی آخری دس آیات اور ہمام

زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا هَمَّامٌ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ شُعْبَةُ مِنْ اٰخِرِ الْكَهْفِ وَقَالَ هَمَّامٌ مِنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ كَمَا قَالَ هِشَامٌ۔

سے کہا سورۂ کہف کی پہلی دس آیات جیسے کہ ہشام نے کہا ہے۔

۱۷۸۲- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي السَّلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوالمنذر کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟" میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے" آپ نے فرمایا کیا تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے میں نے عرض کیا: اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم"۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔"

آیت الکرسی کی فضیلت

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا بعض سورتیں بعض سورتوں سے افضل ہیں یا نہیں؟ شیخ ابوالحسن اشعری وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بعض سورتیں مفضول ہوں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں تفضیل کا ذکر ہے اور افضلیت زیادتی اجر کی طرف راجع ہے یعنی بعض سورتیں پڑھنے سے دوسری سورتوں کی بہ نسبت زیادہ اجر ملتا ہے۔ اور محققین یہ کہتے ہیں کہ جن آیات میں کفار اور منافقین کا ذکر ہے ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں مؤمنوں کا ذکر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان سے وہ افضل ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں افضل الرسل جناب محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں اللہ عزوجل کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ اسی بنیاد پر آیت الکرسی سب سے افضل آیت اس لیے ہے کہ اس ایک آیت میں سترہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کسی آیت میں اللہ عزوجل کا اتنی بار ذکر نہیں ہے۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

وقال ابو العباس احمد بن المنير المالكي: كان جدي رحمه الله يقول: اشتملت آية الكرسي على مالم يشتمل عليه اسم من اسماء الله تعالى وذلك انها مشتملة على سبعة عشر موضعا فيها اسم الله ظاهرًا في بعضها، ومستكنا في بعض، ويظهر للكثير من العادين فيها ستة عشر الا على حاد

علامہ ابو العباس احمد بن منیر مالکی کہتے ہیں کہ میرے دادا رحمہ اللہ فرماتے تھے: آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں سترہ جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، بعض جگہ اسم ظاہر ہے اور بعض جگہ اسم ضمیر ہے، اکثر گننے والوں نے سولہ اسم گنے ہیں سوا ان کے جن کی نظر تیز اور باریک ہے۔ ان اسماء کی تفصیل

البصيرة لدقة استخراجه : ۱- الله ۲- هو ۳- الحی ۴- القيوم ۵- ضمير (لا تاخذه) ۶- ضمير (له) ۷- ضمير (عنده) ۸- ضمير (الا باذنه) ۹- ضمير (يعلم) ۱۰- ضمير (علمه) ۱۱- ضمير (شاء) ۱۲- ضمير (كرسيه) ۱۳- ضمير (يؤوده) ۱۴- وهو ۱۵- العلی ۱۶- العظيم - فهذه عدة الاسماء واما الخفی فی الضمير الذی اشتمل عليه المصدر فی قوله (حفظهما) فانه مصدر مضاف الی المفعول وهو الضمير البارز ولا بد له من فاعل وهو الله ويظهر عند فك المصدر فتقول ولا يؤوده ان يحفظهما هو[1]

یہ ہے: ۱- اللہ ۲- ھو ۳- الحی ۴- القیوم ۵- لاتأخذہ میں ہٗ ضمیر ۶- لہ میں ضمیر ہٗ ۷- عندہ میں ضمیر ہٗ ۸- الا باذنہ میں ہٗ ضمیر ۹- یعلم میں ھو ضمیر مستتر ۱۰- علمہ میں ہٗ ضمیر ۱۱- شاء میں ھو ضمیر مستتر ۱۲- کرسیہ میں ہٗ ضمیر ۱۳- یؤودہ میں ہٗ ضمیر ۱۴- وھو ۱۵- العلی ۱۶- العظیم۔ یہ وہ اسماء ہیں جو ظاہر ہیں، اور حفظھما میں بھی ایک اسم ہے کیونکہ اس میں مصدر کی اضافت الی المفعول ہے۔ اور وہ ضمیر بارز ہے جس کے لیے فاعل ضروری ہے اور وہ اس تاویل میں ہے ولا یؤودہ ان یحفظھما ھو۔

دیگر فوائد (۱) اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب کی عظیم منقبت ہے کیونکہ ان کا ذہن رسا آیت الکرسی کی طرف منتقل ہوا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داد دی۔ ۲- شیخ کا اپنے اصحاب میں سے کسی کی فضیلت کو بیان کرنا۔ (۳) کسی مصلحت کی بناء پر کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جبکہ اس سے خوشامد کے وہم یا اس کے تکبر کا خطرہ نہ ہو (۴) اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔ (۵) آیت الکرسی کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، وحدانیت، حیات، علم، ملک، قدرت اور ارادہ ——

باب ۲۶۷ فَضْلِ قِرَاءَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

سورہ قل ھو اللہ احد کی فضیلت

۱۷۸۳- حَدَّثَنِی زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِی طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَقْرَاَ فِی لَيْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَيْفَ يَقْرَاُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ يَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر رات تہائی قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: تہائی قرآن مجید کیسے پڑھے گا! آپ نے فرمایا سورہ قل ھو اللہ احد تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔

۱۷۸۴- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ اَبِی عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِی شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا اَبَانُ الْعَطَّارُ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِی حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور سورہ قل ھو اللہ احد ان میں سے ایک حصہ ہے۔

[1] علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۴۴۳-۴۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَزَّءَ الْقُرْاٰنَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ جُزْءًا مِّنْ اَجْزَاءِ الْقُرْاٰنِ۔

۱۷۸۵۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَیَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ یَحْیٰی قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ قَالَ نَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْشُدُوْا فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اِنِّیْ اُرٰی هٰذَا خَبَرٌ جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَذٰلِکَ الَّذِیْ اَدْخَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ قُلْتُ لَکُمْ سَاَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اَلَا اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں پس جنھیں جمع ہونا تھا وہ جمع ہو گئے، پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے۔ ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے شاید آسمان سے کوئی خبر آگئی ہے جس وجہ سے آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا۔ سنو! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۱۷۸۶۔ وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَ نَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ بَشِیْرٍ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ حَتّٰی خَتَمَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھوں گا پھر آپ نے پوری سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی۔

۱۷۸۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ اَنَّ اَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَکَانَتْ فِیْ حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰی سَرِیَّةٍ وَکَانَ یَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَیَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے اور ہر سورت کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔ جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس شخص سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا، جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا چونکہ اس سورت میں رحمٰن کی صفت ہے اس لیے میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ۔

سورہ اخلاص کے تہائی قرآن مجید ہونے کی وجہ

سورہ اخلاص کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی قرآن مجید کے برابر قرار دیا ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں ایک یہ کہ قرآن مجید کے مضامین تین قسم پر ہیں، صفات الٰہیہ، قصص اور احکام۔ اس سورت میں چونکہ تین قسموں میں سے صرف ایک قسم یعنی صفات کا ذکر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

باب ۲۶۸ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْمُعَوِّذَتَيْنِ

معوذتین پڑھنے کی فضیلت

۱۷۸۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں! قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

۱۷۸۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ اَوْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ الْمُعَوِّذَتَيْنِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ایسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں قل اعوذ برب الفلق۔ اور قل اعوذ برب الناس۔

۱۷۹۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ وَكَانَ مِنْ رُفَعَاءِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابن مسعود کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں عاصم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے تھے اور زیادات المسند، طبرانی اور ابن مردویہ میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود مصاحف سے معوذتین کو کھرچ کر نکال دیتے تھے اور

کہتے تھے یہ کتاب اللہ سے نہیں ہیں اور مسند بزار میں ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ حضور نے ان کے ساتھ صرف پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو یہ اشکال وارد ہوتا ہے علامہ نووی نے اس کے جواب میں شرح المہذب میں لکھا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورہ فاتحہ قرآن مجید میں شامل ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے وہ نقل باطل ہے اور روایت صحیح نہیں ہے۔ شیخ ابو محمد بن حزم نے بھی محلی میں اس روایت کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس نقل کو جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ روایات صحیح ہوں تو ان کی توجیہ یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا لیکن انکے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا قرآن مجید میں لکھوانا ثابت نہیں تھا (اگرچہ دوسرے صحابہ کے نزدیک لکھوانا بھی ثابت تھا) اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے لکھنے پر رد فرماتے تھے۔ امام رازی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ فی نفسہ اگرچہ معوذتین کا قرآن ہونا متواتر ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ متواتر نہیں تھا [1]۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شرح مواقف میں ہے قرآن مجید کی بعض سورتوں میں جو بعض صحابہ کا اختلاف منقول ہے وہ اخبار آحاد سے منقول ہے اور ان سورتوں کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور آحاد میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ تواتر کے مزاحم ہو سکیں اور نہ ظن یقین کے معارض ہو سکتا ہے [2]۔

باب ۲۶۹ فَضْلِ مَنْ يَقُومُ بِالْقُرْآنِ وَيُعَلِّمُهُ

قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت

۱۷۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ رات اور دن اس کی تلاوت کرتا ہو دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اس مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو۔

۱۷۹۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۳۔ ۷۴۲ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جزء ۳۰ ص ۲۷۹ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ فَقَامَ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَتَصَدَّقَ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ۔

نے کتاب (کا علم) دیا اور وہ شخص رات دن اس کو پڑھتا رہتا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ شخص دن رات اس مال سے صدقہ کرتا رہتا ہو۔

۱۷۹۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي الْاِثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس کو راہ حق میں مال خرچ کرنے کی توفیق دی دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

۱۷۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَعْمِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ فَقَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلٰى اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ ابْنَ اَبْزٰى قَالَ وَمَنِ ابْنُ اَبْزٰى قَالَ مَوْلًى مِنْ مَوَالِيْنَا قَالَ فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ اِنَّهٗ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ عَالِمٌ بِالْفَرَآئِضِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَا اِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔

عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عسفان میں ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ میں حاکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہوا تھا، آپ نے پوچھا تم نے مکہ میں کس کو حاکم بنایا ہے؟ اس نے جواب دیا ابن ابزی کو، پوچھا: ابن ابزی کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہمارے غلاموں میں سے ایک (آزاد کردہ) غلام ہے، فرمایا تم نے غلام کو ان پر حاکم بنا دیا! انھوں نے کہا وہ قرآن مجید کا قاری ہے اور فرائض کا علم رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید سے کچھ لوگوں کو عزت دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۱۷۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا اَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

الْخَزَاعِيِّ لَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

حسد اور رشک کا معنی حسد کا معنی ہے: "صاحب نعمت سے نعمت زائل ہونے کی تمنا کرنا" یہ اجماعاً حرام ہے اور احادیث سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور رشک کا معنی ہے: "کسی صاحب نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور اس کی مثل مجھے بھی مل جائے" یہ دنیاوی امور میں مباح ہے اور عبادات میں مستحب ہے۔ ان احادیث میں حسد مجازاً رشک کے معنی میں ہے۔

بَابُ ۲۷ بَيَانِ أَنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَبَيَانِ مَعْنَاهَا

قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب

۱۷۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِي اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم کی سورہ فرقان کو ان الفاظ کے ساتھ نہیں پڑھ رہے تھے جن الفاظ کے ساتھ میں پڑھتا ہوں اور جن الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سورت کی تعلیم دی تھی۔ قریب تھا کہ میں (ان پر گرفت کرنے میں) جلدی کرتا لیکن میں نے ان کو نماز سے فارغ ہونے دیا پھر میں ان کو چادر سے کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ان کو سورہ فرقان ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جن الفاظ کے ساتھ آپ نے مجھے اس کی تعلیم نہیں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔" پھر ان سے کہا: اب پڑھو! انھوں نے اسی طرح وہ سورت پڑھی جس طرح میں ان سے سن چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو! میں نے (وہ سورت) پڑھی۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حرفوں (لغات) پر نازل ہوا ہے۔ جس طرح تمہیں آسان لگے پڑھ لو۔!

۱۷۹۷۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاتِهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ۔

سورہ فرقان اس طرح پڑھتے ہوئے سُنا.... اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ اس میں یہ زیادتی ہے کہ قریب تھا میں اس کو حالتِ نماز ہی میں گھسیٹ کر لاتا لیکن میں نے اس کے سلام پھیرنے تک صبر کیا۔

۱۷۹۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِرِوَايَةِ يُونُسَ بِإِسْنَادِهِ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

۱۷۹۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ فَيَزِيدُنِي حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِي أَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ إِنَّمَا هِيَ فِي الْأَمْرِ الَّذِي يَكُونُ وَاحِدًا لَا يَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید کی تعلیم دی۔ میں نے ان سے زیادہ (لغات) کے لیے کہا وہ زیادہ (لغات) کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سات حروف (لغات) تک قرآن مجید کی قرأت ہوگئی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان سات حروف (لغات) کا معنی واحد ہوتا ہے اور ان میں حلال اور حرام کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

۱۸۰۰۔ حَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسٰى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ جَدِّهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لیے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک اور طرح سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اس طرح قرآن مجید پڑھا جو میرے لیے غیر مانوس تھا اور دوسرا

صَاحِبِهٖ فَاَمَرَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ فَحَسَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاْنَهُمَا فَسَقَطَ فِيْ نَفْسِيْ مِنَ التَّكْذِيْبِ وَلَا اِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَاٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِيْ ضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى اللّٰهِ تَعَالٰى فَرَقًا فَقَالَ لِيْ يَا اُبَيُّ اُرْسِلَ اِلَيَّ اَنِ اقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَاْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ اِلَيْهِ اَنْ هَوِّنْ عَلٰى اُمَّتِيْ فَرَدَّ اِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَاْهُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْئَلَةٌ تَسْئَلُنِيْهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِيْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انھوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا جس سے میرے دل میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی) تکذیب پیدا ہوئی جو زمانۂ جاہلیت میں نہیں تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابی! پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پر پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لیے دعا کی ہے اتنی بار کے عوض تم ہم سے ایک دعا مانگ لو! میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما! اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میری طرف متوجہ ہوں گے۔

۱۸۰۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيْسٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّهٗ كَانَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰى فَقَرَاَ قِرَاءَةً وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر قرآن مجید پڑھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۸۰۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے تالاب پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ

شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ أَضَاءَةِ بَنِي غِفَارٍ، قَالَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ فَقَالَ أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا۔

سے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس تیسری بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر حضرت جبرائیل آپ کے پاس چوتھی بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حرفوں (لغات) پر قرآن مجید پڑھائیں وہ جس حرف (لغت) میں بھی قرآن مجید پڑھ لیں گے صحیح ہوگا۔

۱۸۰۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

سات حرفوں پر نزول قرآن

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تخفیف اور تسہیل کی وجہ سے قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا گیا بعض علماء نے کہا کہ سات حرفوں سے مراد قرأت و تجوید کے لحاظ سے تلاوت کی سات صورتیں ہیں کیونکہ ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ اور مد وغیرہ لغات کے لحاظ سے مختلف ہیں، بعض لغات میں کسی لفظ کو ادغام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض لغات میں اظہار کے ساتھ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی گئی اور ابو عبید نے کہا سات حروف سے سات لغات مراد ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ سات لغات پر پڑھنے کی اجازت ابتداء میں تھی کیونکہ لغات عرب میں اختلاف تھا اور تمام قبائل کو ایک لغت پر اکٹھا کرنا دشوار تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور کتاب کی بکثرت اشاعت ہو گئی تو یہ ضرورت نہیں رہی اور پھر قرآن مجید کو ایک لغت میں منحصر کر دیا۔ وہ لغت قریش ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لغت پر مصحف مرتب کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور تصرف کا ثبوت

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے اس وسوسۂ تکذیب پر مطلع ہو گئے اس میں آپ کے نور علم کا ثبوت ہے اور جب آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر اس تکذیب کو زائل کر دیا تو اس میں آپ کے تصرف کا ثبوت ہے۔

بَابُ ۲۷ تَرْتِيلِ الْقِرَاءَةِ وَاجْتِنَابِ الْهَذِّ وَإِبَاحَةِ سُورَتَيْنِ فَأَكْثَرَ فِي رَكْعَةٍ

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کو پڑھنے کی اجازت

۱۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ نُهَيْكُ ابْنُ سِنَانٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَيْفَ تَقْرَأُ هٰذَا الْحَرْفَ أَلُفًا تَجِدُهُ أَمْرِيَاءَ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ أَوْ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ يَاسِنٍ فَقَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكُلُّ الْقُرْاٰنِ قَدْ أَحْصَيْتَ غَيْرَ هٰذَا قَالَ إِنِّي لَأَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّ أَقْوَامًا يَقْرَءُونَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ وَلٰكِنْ إِذَا وَقَعَ فِي الْقَلْبِ فَرَسَخَ فِيهِ نَفَعَ إِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ الرُّكُوعُ وَالسُّجُودُ وَإِنِّي لَأَعْلَمُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ قَامَ عَبْدُ اللهِ فَدَخَلَ عَلْقَمَةُ فِي أَثَرِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرَنِي بِهَا قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي رِوَايَتِهِ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي بُحَيْلَةَ إِلَى عَبْدِ اللهِ وَلَمْ يَقُلْ نُهَيْكُ ابْنُ سِنَانٍ.

ابو وائل کہتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن آیا آپ اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھتے ہیں "یا" کے ساتھ؟ یعنی من ماء غیر اٰسن یا غیر یاسن! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس لفظ کے علاوہ باقی سارے قرآن کی تم نے تحقیق کر لی ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کو ایک رکعت میں پڑھتا ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا لیکن قرآن مجید جب ذہن نشین اور راسخ ہو جائے تو نفع دیتا ہے نماز کے ارکان میں زیادہ فضیلت رکوع اور سجود کی ہے اور میں ایسی باہم متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو، دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور علقمہ ان کے پیچھے گئے ——— پھر باہر نکلے اور کہا انھوں نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔

۱۸۰۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَدْ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَبْدِ اللهِ يُقَالُ لَهُ نُهَيْكُ بْنُ سِنَانٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَجَاءَ عَلْقَمَةُ لِيَدْخُلَ عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ سَلْهُ عَنِ النَّظَائِرِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي رَكْعَةٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ عِشْرُونَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ فِي تَأْلِيفِ عَبْدِ اللهِ.

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے نیز اس میں یہ ہے کہ پھر علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے کہا حضرت ابن مسعود سے ان سورتوں کے متعلق پوچھ لو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں ملا کر پڑھتے تھے، انھوں نے جا کر حضرت ابن مسعود سے پوچھا پھر ہمیں آ کر بتایا وہ مفصل کی بیس سورتیں ہیں جو دس رکعات میں پڑھی جاتی تھیں اور وہ مصحف ابن مسعود میں ہیں۔

۱۸۰۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ إِنِّي لَأَعْرِفُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ عِشْرِينَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو پہچانتا ہوں جن میں سے دو دو سورتوں کو ملا کر حضور ایک رکعت میں پڑھتے تھے بیس سورتوں کو دس رکعات میں۔

۱۸۰۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونَ قَالَ نَا وَاصِلٌ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا قَالَ فَمَكَثْنَا بِالْبَابِ هُنَيَّةً قَالَ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَ أَلَا تَدْخُلُونَ فَدَخَلْنَا فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ يُسَبِّحُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا وَقَدْ أُذِنَ لَكُمْ فَقُلْنَا لَا إِلَّا أَنَّا ظَنَنَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْبَيْتِ نَائِمٌ قَالَ ظَنَنْتُمْ بِآلِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ غَفْلَةً قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ قَالَ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَطْلُعْ فَأَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ قَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ فَنَظَرَتْ وَإِذَا هِيَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هٰذَا فَقَالَ مَهْدِيٌّ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هٰذَا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا لَقَدْ سَمِعْنَا الْقَرَائِنَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حٰمٓ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ہم نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، ہمیں اندر آنے کی اجازت دی گئی مگر ہم کچھ دیر دروازے پر ٹھیرے رہے حتیٰ کہ ایک باندی آئی اور اس نے کہا تم کیوں نہیں آتے؟ ہم اندر گئے اور دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ (انھوں نے ہمیں دیکھ کر فرمایا) جب تمہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی تھی تو پھر تم اندر کیوں نہیں آئے؟ ہم نے کہا اور تو کوئی بات نہ تھی ہم نے سوچا شاید گھر میں کوئی سویا ہوا ہو۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے ام عبد کے بیٹے اہل خانہ کے متعلق غفلت کا گمان کیسے کیا! اس کے بعد پھر انھوں نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی، حتیٰ کہ جب انھوں نے گمان کیا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا وہ پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ پھر جب ان کا گمان ہوا کہ اب سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا "اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے آج ہمیں معاف فرمایا"۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: "اور ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا"۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے گذشتہ شب پوری مفصل پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے اس طرح پڑھا ہے جیسے کوئی جلدی جلدی شعر پڑھتا ہے۔ بے شک ہم نے قرآن مجید سنا ہے اور مجھے وہ متماثل سورتیں یاد ہیں

۱۸۰۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي بَجِيلَةَ يُقَالُ لَهُ نُهَيْكُ بْنُ سِنَانٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِنَّ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ۔

جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ اٹھارہ سورتیں مفصل سے اور دو سورتیں اٰل حٰمٓ سے۔

شقیق کہتے ہیں کہ بنو بجیلہ سے ایک شخص حضرت ابن مسعود کے پاس آیا جس کو نہیک بن سنان کہتے تھے اور کہنے لگا میں ایک رکعت میں مفصل پڑھتا ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس طرح (تیزی سے) پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھتے ہیں، میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے دو سورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

۱۸۱۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنِّي قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ كُلَّهُ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرُنُ بَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِّنَ الْمُفَصَّلِ سُورَتَيْنِ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے آج رات پوری مفصل ایک رکعت میں پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اس طرح (تیزی سے) پڑھا ہے جس طرح شعر پڑھتے ہیں پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے بیس سورتیں ذکر کیں۔ دو دو سورتیں ایک رکعت میں۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود نے سائل کے جواب میں فرمایا: کیا تم نے باقی پورے قرآن کی تحقیق کر لی ہے؟ یہ اس شخص کے سوال کا جواب نہیں تھا لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان کے گمان میں وہ شخص بات سمجھنے کے لیے نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض سوال برائے سوال کر رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال برائے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (۲) نماز کے ارکان میں سے رکوع اور سجود کو باقی ارکان پر فضیلت دینا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہے ورنہ حدیث شریف میں ہے: "بہترین نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو"۔ یہ حدیث مع تشریح کے مسلم شریف میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث بھی "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے"۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک طول قیام کی اور امام شافعی کے نزدیک کثرت سجود کی فضیلت ہے۔ (۳) مفصل کی جن سورتوں کو حضور ملا کر پڑھتے تھے وہ یہ ہیں: رحمٰن اور نجم ایک رکعت میں اقتربت اور الحاقۃ ایک رکعت میں، طور اور ذاریات ایک رکعت میں واقعہ اور ن ایک رکعت میں، سال سائل اور نازعات ایک رکعت میں، ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں مدثر اور مزمل ایک رکعت میں ھل اتی اور لا اقسم ایک رکعت میں،

عم اور مرسلات ایک رکعت میں، دخان اور اذا الشمس کورت ایک رکعت میں" ان سورتوں کو مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا انفصال ایک دوسرے سے قریب ہے یا اس لیے کہ ان میں بسم اللہ کا فصل بار بار آتا ہے۔
(۴) حدیث نمبر ۱۸۰۶ اور ۱۸۰۷ میں ہے حضور مفصل میں سے بیس سورتوں کو پڑھتے تھے اور روایت نمبر ۱۸۰۸ میں ہے، اٹھارہ سورتیں پڑھتے تھے اور دو سورتیں الم حٰمٓ سے پڑھتے تھے۔ ان میں تعارض اس لیے نہیں ہے کہ جس روایت میں بیس سورتوں کو ذکر کیا ہے وہاں بیس کا اطلاق تغلیباً ہے۔ (۵) علماء کی اصطلاح میں قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد ذات المئین ان سورتوں کو کہتے ہیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہوں اس کے بعد کی سورتوں کو مثانی کہتے ہیں جو مئین سے کم اور مفصل سے زیادہ ہیں اور اس کے بعد کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں[1]۔ مفصل میں پہلی سورت حجرات ہے[2]۔ سورہ حجرات سے لے کر سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں سورہ بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں[3]۔

باب ۲۷۲ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقِرَاءَةِ!

قرأت کے متعلقات

۱۸۱۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا سَأَلَ الْأَسْوَدَ بْنَ يَزِيدَ وَهُوَ يُعَلِّمُ الْقُرْآنَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْرَأُ هٰذِهِ الْآيَةَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ دَالًا أَمْ ذَالًا قَالَ بَلْ دَالًا سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُدَّكِرٍ دَالًا۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اسود بن یزید سے سوال کیا در آں حالیکہ وہ مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے۔ تم هل من مدّكر " میں دال پڑھتے ہو یا ذال۔ انھوں نے کہا دال۔ اور بتایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدّکر دال کے ساتھ سنا ہے۔

۱۸۱۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ هٰذَا الْحَرْفَ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل من مدّكر ۔ پڑھتے تھے۔

۱۸۱۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ

علقمہ کہتے ہیں کہ ہم شام گئے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تمہارے پاس کوئی شخص

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[3] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۷۶ھ، کبیری ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ۔

الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُو الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ فِيْكُمْ اَحَدٌ يَّقْرَاُ عَلٰى قِرَآءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ نَعَمْ اَنَا قَالَ فَكَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقْرَاُ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُهَا وَلٰكِنْ هٰؤُلَآءِ يُرِيْدُوْنَ اَنْ اَقْرَاَ وَمَا خَلَقَ فَلَا اُتَابِعُهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں پڑھنے والا ہے۔ میں نے کہا میں ہوں۔ انھوں نے پوچھا تم نے اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کس طرح سنا ہے: "والیل اذا یغشٰی" میں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے: والیل اذا یغشٰی والذکر والانثٰی۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے، اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وما خلق الذکر والانثٰی۔ پڑھوں مگر میں نہیں مانتا۔

۱۸۱۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَتٰى عَلْقَمَةُ الشَّامَ فَدَخَلَ مَسْجِدًا فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ اَقَامَ اِلٰى حَلْقَةٍ فَجَلَسَ فِيْهَا قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ فَعَرَفْتُ فِيْهِ تَحَوُّشَ الْقَوْمِ وَهَيْئَتَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ ثُمَّ قَالَ اَتَحْفَظُ كَمَا كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَاُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ شام میں علقمہ کے پاس گئے۔ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور لوگوں کے حلقہ میں بیٹھ گئے۔ پھر ایک شخص آیا جسے دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ وہ ان لوگوں سے ناراض ہے۔ وہ آکر میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کیا تمہیں یاد ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۸۱۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ مِنْ اَيِّهِمْ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ هَلْ تَقْرَاُ عَلٰى قِرَآءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاقْرَاْ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ فَقَرَاْتُ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُهَا۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میری حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا عراق کا۔ انھوں نے پوچھا: کس شہر کے ہو؟ میں نے کہا کوفہ کا۔ انھوں نے پوچھا: کیا تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا و الیل اذا یغشٰی۔ پڑھو، میں نے پڑھا و الیل اذا یغشٰی والنہار اذا تجلی والذکر والانثٰی۔ وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت اسی طرح سنی ہے۔

۱۸۱۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اَتَيْتُ الشَّامَ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

احادیث پر تحریف قرآن کا الزام سورۃ اللیل کی شروع کی آیات اس طرح ہیں و اللیل اذا یغشٰی ۝ و النھار اذا تجلّٰی ۝ وما خلق الذکر و الانثٰی ۝ ۔ اور اس باب کی احادیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ وما خلق الذکر و الانثٰی ۝ کی جگہ والذکر و الانثٰی ۔ ہے اور ان کی یہ قرأت موجود قرآن مجید کے خلاف ہے اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ اور اس جیسی جس قدر قرأات منقول ہیں وہ سب منسوخ ہو چکی ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں خمس رضعات ہے اور جن لوگوں تک یہ نسخ نہیں پہنچا جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وہ ان قرأات کو پڑھتے رہے۔ اس وجہ سے اس قسم کی احادیث قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف ہیں اور نہ ان صحابہ کرام پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور اس قسم کی روایات اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد چونکہ ظنی ہوتی ہے اس لیے یہ روایات قرآن مجید کی قطعیت کے منافی نہیں ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں بعض الفاظ بطور تفسیر کے لکھ لیتے تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے والذکر و الانثٰی بطور تفسیر لکھا ہو۔

ان جوابات پر غور کرنے سے منکرین حدیث کا یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ احادیث کو ماننے سے قرآن کریم کے غیر متبدل اور غیر محرف ہونے کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے۔ مشہور منکر حدیث ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداءؓ سے ملا تو آپ نے پوچھا کہ حضرت عبداللہ سورۃ واللیل کی تلاوت کیسے کرتے ہیں تو میں نے کہا اس طرح: و اللیل اذا یغشٰی والذکر و الانثٰی۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلعم سے یہ آیات بالکل اسی طرح سنی ہیں اور میں اسی طرح پڑھوں گا (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۳۶۶) [1]

تو گویا تین جلیل القدر صحابہ نے شہادت دے دی کہ یہ آیات مذکورہ بالا صورت میں نازل ہوئی تھیں لیکن آج قرآن شریف میں یوں درج ہیں: و اللیل اذا یغشٰی ۝ و النھار اذا تجلی ۝ وما خلق و الذکر و الانثٰی ۝

اب کس کو صحیح تسلیم کریں؟ ان صحابہ کو؟ صحیح مسلم کو؟ یا قرآن شریف کو؟ لازماً یہی کہنا پڑے گا کہ ہمارا قرآن صحیح ہے [2]

برق صاحب کے اعتراض کا جواب تو ہم نے شروع میں تحریر کر دیا ہے یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث میں عیب نکالنے والے اور ان کو غیر معتبر ٹھہرانے والے جدید دور کے ان محقق کو اس کی بھی خبر نہیں کہ علقمہ صحابی ہیں یا غیر صحابی! ان صاحب نے اپنی اس عبارت کے شروع میں علقمہ کو بھی صحابی لکھا ہے حالانکہ علقمہ صحابی نہیں تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

---

[1] برق صاحب کا نقل کردہ حوالہ صحیح نہیں ہے، صحیح حوالہ یہ ہے: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴۔

[2] ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۱۷۸ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

علقمة بن قيس بن عبد الله بن مالك بن علقمة عم الاسود وعبد الرحمن ابنى يزيد خالى ابراهيم بن يزيد النخعى روى عن ابى بكر رضى الله عنه وسمع عن عمر وعثمان وعلى وابن مسعود وقال ابراهيم النخعى كان علقمة يشبه عبد الله بن مسعود مات سنة اثنتين وستين وقيل وسبعين [1]

علقمہ بن قیس اسود بن یزید اور عبد الرحمٰن بن یزید کے چچا تھے جو ابراہیم بن یزید النخعی کے ماموں تھے انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں، ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے ۶۲ھ یا ۷۲ھ میں انتقال ہوگیا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علقمة بن قيس بن عبد الله بن مالك بن علقمة ولد فى حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم وروى عن عمر وعن عثمان وعلى وسعد وحذيفة وابى الدرداء وابن مسعود وابى موسى وخباب وخالد بن الوليد [2]

علقمہ بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابو درداء، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی موسیٰ، حضرت خباب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

باب ۲۷۳ الْاَوْقَاتِ الَّتِیْ نُهِیَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِیْهَا

ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

۱۸۱۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۱۸۱۸۔ وَحَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِيْدٍ وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ جَمِيْعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ دَاوٗدُ نَا هُشَيْمٌ قَالَ اَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ اَنَا اَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَىَّ اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب، خصوصاً حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو مجھے بہت عزیز ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۴ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۷۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور سعید اور ہشام کی روایت میں یہ اضافہ ہے۔ صبح کے بعد تاوقتیکہ سورج نہ چمکے۔

۱۸۱۹۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا سَعِيْدٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ وَهِشَامٍ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک کوئی نماز نہیں اور نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک کوئی نماز نہیں

۱۸۲۰۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءُ بْنُ يَزِيْدَ اللَّيْثِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرے نہ غروب آفتاب کے وقت۔

۱۸۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَحَرَّى اَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوْبِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب آفتاب کے وقت، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔

۱۸۲۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَرَّوْا بِصَلٰوتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بِقَرْنَيْ شَيْطَانٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع آفتاب کے وقت نماز کا قصد کرو نہ غروب آفتاب کے وقت، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان نکلتا ہے۔

۱۸۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کی بھوں ظاہر ہو جائے

قَالَ نَا اَبِیْ وَ ابْنُ بِشْرٍ قَالُوْا جَمِیْعًا نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَبْرُزَ وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاَخِّرُوا الصَّلٰوةَ حَتّٰی تَغِیْبَ۔

تو نماز کو اس وقت تک موقوف رکھو جب تک سورج اچھی طرح ظاہر نہ ہو جائے، اور جب سورج کی بھوں غائب ہو جائے تو نماز کو اس وقت تک موقوف رکھو جب تک سورج مکمل غائب نہ ہو جائے۔

۱۸۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنْ خَیْرِ بْنِ نُعَیْمٍ الْحَضْرَمِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هُبَیْرَةَ عَنْ اَبِیْ تَمِیْمٍ الْجَیْشَانِیِّ عَنْ اَبِیْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بِالْمُخَمَّصِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ عُرِضَتْ عَلٰی مَنْ قَبْلَكُمْ فَضَیَّعُوْهَا فَمَنْ حَافَظَ عَلَیْهَا كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ وَلَا صَلٰوةَ بَعْدَهَا حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّاهِدُ وَالشَّاهِدُ النَّجْمُ۔

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام مخمص میں ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھی اور فرمایا: تم سے پہلی امتوں پر بھی یہ نماز پیش کی گئی تھی لیکن انھوں نے اسے ضائع کر دیا لہٰذا جو اس کی حفاظت کرے گا اس کو دوگنا اجر ملے گا اور عصر کے بعد اس وقت تک کوئی نماز جائز نہیں ہے جب تک ستارے طلوع نہ ہو جائیں۔

۱۸۲۵۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ نَا اَبِیْ عَنِ ابْنِ اِسْحٰقَ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ خَیْرِ بْنِ نُعَیْمٍ الْحَضْرَمِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هُبَیْرَةَ السَّبَائِیِّ وَكَانَ ثِقَةً عَنْ اَبِیْ تَمِیْمٍ الْجَیْشَانِیِّ عَنْ اَبِیْ بَصْرَةَ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے جس میں حضرت ابو بصرہ غفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی پھر حسب سابق روایت ہے۔

۱۸۲۶۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِیَّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَقُوْلُ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَنْهَانَا اَنْ نُّصَلِّیَ فِیْهِنَّ اَوْ اَنْ نَّقْبُرَ فِیْهِنَّ مَوْتَانَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰی تَرْتَفِعَ وَحِیْنَ یَقُوْمُ قَائِمُ الظَّهِیْرَةِ حَتّٰی تَمِیْلَ الشَّمْسُ وَحِیْنَ تَضَیَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوْبِ حَتّٰی تَغْرُبَ۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے اور اموات کو دفن کرنے سے روکتے تھے، ایک طلوع آفتاب کے وقت جب تک وہ بلند نہ ہو جائے، دوسرے ٹھیک دوپہر کے وقت تاوقتیکہ زوال نہ ہو جائے، تیسرے غروب آفتاب کے وقت تاوقتیکہ وہ مکمل غروب نہ ہو جائے۔

۱۸۲۷۔ وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِیُّ

عمرو بن عنبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

قَالَ نَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللهِ اَبُوْ عَمَّارٍ وَيَحْيٰى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ عِكْرِمَةُ وَلَقِيَ شَدَّادٌ اَبَا اُمَامَةَ وَاثِلَةَ وَصَحِبَ اَنَسًا اِلَى الشَّامِ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ فَضْلًا وَخَيْرًا عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ عَنْبَسَةَ السُّلَمِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كُنْتُ وَاَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ اَظُنُّ اَنَّ النَّاسَ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَاَنَّهُمْ لَيْسُوْا عَلٰى شَيْءٍ وَهُمْ يَعْبُدُوْنَ الْاَوْثَانَ قَالَ سَمِعْتُ بِرَجُلٍ بِمَكَّةَ يُخْبِرُ اَخْبَارًا فَقَعَدْتُ عَلٰى رَاحِلَتِيْ فَقَدِمْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا جُرَاءُ عَلَيْهِ قَوْمُهُ فَتَلَطَّفْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ بِمَكَّةَ فَقُلْتُ مَا اَنْتَ قَالَ اَنَا نَبِيٌّ قُلْتُ وَ مَا نَبِيٌّ قَالَ اَرْسَلَنِيَ اللهُ فَقُلْتُ وَبِاَيِّ شَيْءٍ اَرْسَلَكَ قَالَ اَرْسَلَنِيْ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ وَكَسْرِ الْاَوْثَانِ وَاَنْ يُّوَحَّدَ اللهُ لَا يُشْرَكُ بِهٖ شَيْءٌ قُلْتُ لَهٗ فَمَنْ مَّعَكَ عَلٰى هٰذَا قَالَ حُرٌّ وَّعَبْدٌ قَالَ وَمَعَهٗ يَوْمَئِذٍ اَبُوْ بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مِمَّنْ اٰمَنَ بِهٖ فَقُلْتُ اِنِّيْ مُتَّبِعُكَ قَالَ اِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ يَوْمَكَ هٰذَا اَلَا تَرٰى حَالِيْ وَحَالَ النَّاسِ وَلٰكِنِ ارْجِعْ اِلٰى اَهْلِكَ فَاِذَا سَمِعْتَ بِيْ قَدْ ظَهَرْتُ فَاْتِنِيْ قَالَ فَذَهَبْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَقَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَكُنْتُ فِيْ اَهْلِيْ فَجَعَلْتُ اَتَخَبَّرُ الْاَخْبَارَ وَاَسْاَلُ النَّاسَ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ حَتّٰى قَدِمَ عَلَيَّ نَفَرٌ مِّنْ اَهْلِ يَثْرِبَ مِمَّنْ قَدِمَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ فَقُلْتُ مَا فَعَلَ هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَقَالُوا النَّاسُ بِخَيْرٍ وَقَدْ اَرَادَ قَوْمُهٗ قَتْلَهٗ فَلَمْ يَسْتَطِيْعُوْا ذٰلِكَ فَقَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَقُلْتُ

زمانۂ جاہلیت میں گمان کرتا تھا کہ لوگ گمراہی پر ہیں اور ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ سب بتوں کی پرستش کرتے تھے میں نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ وہ مکہ میں ہے اور بہت سی خبریں بیان کرتا ہے۔ میں ایک سواری پر بیٹھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپے ہوئے ہیں اور آپ کی قوم آپ پر دلیر ہو رہی ہے، پھر میں ایک حیلہ کر کے آپ کے پاس مکہ میں پہنچا، میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نبی ہوں! میں نے پوچھا نبی کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو کونسا پیغام دیکر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے صلہ رحمی، بت شکنی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنے کے پیغام کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا: اس دین میں آپ کے ساتھ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: آزاد اور غلام،، راوی کہتے ہیں کہ ان دنوں ایمان لانے والوں میں آپ کیساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال تھے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں میں نے کہا لاریب میں آپ کی پیروی کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اس وقت تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ آج لوگ میرے ساتھ کس طرح سلوک کر رہے ہیں۔ اس وقت تم اپنے گھر جاؤ البتہ جس وقت تم یہ سن لو کہ مجھے غلبہ حاصل ہو گیا ہے اس وقت میرے پاس آجانا، حضرت عمرو کہتے ہیں میں اپنے گھر چلا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر میں تھا اور آپ کی مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ کے متعلق لوگوں سے معلومات حاصل کرتا رہتا تھا، حتیٰ کہ مدینہ سے کچھ لوگ میرے پاس آئے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جو صاحب مدینہ آئے ہیں ان کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا لوگ تیزی سے ان کی دعوت قبول کر رہے ہیں ان کی قوم نے انھیں قتل کرنا چاہا تھا مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکے، پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں تم وہی

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنِيْ قَالَ نَعَمْ اَنْتَ الَّذِيْ لَقِيْتَنِيْ بِمَكَّةَ قَالَ فَقُلْتُ بَلٰى فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ عَمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ وَاَجْهَلُهُ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ صَلِّ صَلٰوةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتّٰى تَرْتَفِعَ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ حِيْنَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى يَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ حِيْنَئِذٍ تُسْجَرُ جَهَنَّمُ فَاِذَا اَقْبَلَ الْفَيْءُ فَصَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ مَشْهُوْدَةٌ مَحْضُوْرَةٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ قَالَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَالْوُضُوْءُ حَدِّثْنِيْ عَنْهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ رَجُلٌ يُقَرِّبُ وَضُوْءَهُ فَيَمْضَمِضُ وَيَسْتَنْشِقُ فَيَنْتَثِرُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ وَفِيْهِ وَخَيَاشِيْمِهٖ ثُمَّ اِذَا غَسَلَ وَجْهَهٗ كَمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا وَجْهِهٖ مِنْ اَطْرَافِ لِحْيَتِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا يَدَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَمْسَحُ رَأْسَهٗ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رَأْسِهٖ مِنْ اَطْرَافِ شَعْرِهٖ مَعَ الْمَآءِ ثُمَّ يَغْسِلُ قَدَمَيْهِ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اِلَّا خَرَّتْ خَطَايَا رِجْلَيْهِ مِنْ اَنَامِلِهٖ مَعَ الْمَآءِ فَاِنْ هُوَ قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِيْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ فَحَدَّثَ عَمْرُو بْنُ عَنْبَسَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

شخص ہو جو مجھ سے مکہ میں ملے تھے، میں نے کہا ہاں! پھر میں نے کہا یا نبی اللہ! مجھے ان چیزوں کے متعلق بتلائیے جو آپ کو اللہ نے بتلائی ہیں اور جنھیں میں نہیں جانتا! مجھے نماز کے متعلق بتلائیے، آپ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھو اور اس کے بعد اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے، کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت اس کو کفار سجدہ کرتے ہیں پھر نماز پڑھو، کیونکہ اس وقت نماز کی فرشتے گواہی دیں گے حتیٰ کہ سایہ نیزے کے برابر ہو جائے۔ اس کے بعد نماز سے رک جاؤ۔ کیونکہ اس وقت جہنم بھڑکی جاتی ہے پھر جب سورج ڈھل جائے تو عصر تک نماز پڑھو اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں پھر (عصر کے بعد) نماز سے رک جاؤ یہاں تک سورج غروب ہو جائے کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! مجھے وضو کے متعلق بتلائیے! آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی ثواب کی نیت سے وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے، ناک میں پانی ڈالتا ہے، ناک صاف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے چہرے، منہ اور نتھنوں کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، پھر جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوتا ہے تو ڈاڑھی کے اطراف سے اس کے چہرہ کے گناہ پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کہنیوں تک ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ اس کے ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو بالوں کے سروں سے اس کے سر کے گناہ پانی کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں اور جب وہ ٹخنوں سمیت پاؤں دھوتا ہے تو پوروں سے لے کر ٹانگوں تک اس کے گناہ پانی سے جھڑ جاتے ہیں، پھر اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء اور تعظیم کرے جو اس کی شان کے لائق ہے اور خالی الذہن ہو کر اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف متوجہ رہے تو نماز سے فارغ ہونے کے

أَبَا أُمَامَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ أَبُوْ أُمَامَةَ يَا عَمْرَو بْنَ عَنْبَسَةَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فِيْ مَقَامٍ وَاحِدٍ يُعْطَى هٰذَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَمْرٌو يَا أَبَا أُمَامَةَ لَقَدْ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ وَاقْتَرَبَ أَجَلِيْ وَمَا بِيْ حَاجَةٌ أَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللهِ وَلَا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ مَا حَدَّثْتُ بِهٖ أَبَدًا وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائیگا جیسا کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو پھر حضرت عمرو بن عنبسہ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو امامہ کو سنائی تو حضرت ابو امامہ نے ان سے کہا: اے عمرو بن عنبسہ دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو! کیا ایک ہی جگہ ایک شخص کو اتنا اجر مل جائیگا تو حضرت عمرو بن عنبسہ نے کہا اے ابو امامہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں گل گئیں اور موت قریب آچکی ہے۔ اس حال میں مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جھوٹ باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر میں نے اس حدیث کو دو تین بار تو کجا سات بار سے بھی زیادہ نہ سنا ہوتا تو میں اس کو کبھی بیان نہ کرتا! لیکن میں نے اس کو سات بار سے بھی زیادہ سنا ہے۔

۱۸۲۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ وَهِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّمَا نَهَى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَحَرَّى طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَغُرُوْبَهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ حضرت عمر کو وہم ہو گیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا۔

۱۸۲۹۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَدَعْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَتَحَرَّوْا طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوْبَهَا فَصَلُّوْا عِنْدَ ذٰلِكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عصر کے بعد کی دو رکعت نہیں چھوڑیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو۔

۱۸۳۰۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَزْهَرَ وَالْمِسْوَرَ ابْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَرْسَلُوْهُ إِلَى عَائِشَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد الرحمن بن ازہر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا: ہم سب کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلْهَا عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَقُلْ إِنَّا أُخْبِرْنَا أَنَّكَ تُصَلِّيهَا وَقَدْ بَلَغَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَكُنْتُ أَضْرِبُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا وَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِمْ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا أَمَّا حِينَ صَلَّاهُمَا فَإِنَّهُ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِنْ بَنِي حَرَامٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَصَلَّاهُمَا فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي لِجَنْبِهِ فَقُولِي لَهُ تَقُولُ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَسْمَعُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرِي عَنْهُ قَالَتْ فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِنَّهُ أَتَانِي أُنَاسٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْقَيْسِ بِالْإِسْلَامِ مِنْ قَوْمِهِمْ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ۔

کو سلام کہنا اور ان سے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے متعلق سوال کرنا، اور کہنا کہ ہمیں یہ بتلایا گیا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھتی ہیں اور ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا میں حضرت عمر کے ساتھ مل کر لوگوں کو اس نماز سے روکتا تھا، کریب کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان تک آپ کا پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنا۔ میں ان حضرات کے پاس گیا اور انہیں حضرت عائشہ کا جواب بتلایا، انھوں نے مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس وہی پیغام دے کر بھیج دیا جس پیغام کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرماتے ہوئے سنا تھا۔ پھر میں نے ایک دن آپ کو عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ جس وقت میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھ چکے تھے، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس انصار کے قبیلہ بنو حرام کی کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے دو رکعت نماز پڑھی، میں نے آپ کی طرف ایک کنیز بھیجی۔ میں نے اس سے کہا حضور کے پہلو میں کھڑی ہونا پھر آپ سے گذارش کرنا کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں، یا رسول اللہ میں نے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعات سے منع فرماتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ آپ یہ دو رکعت پڑھ رہے ہیں پھر اگر آپ ہاتھ سے اشارہ کریں تو پیچھے ہٹ جانا، حضرت ام سلمہ نے فرمایا اس کنیز نے ایسا ہی کیا، حضور نے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ پیچھے ہٹ گئی آپ نے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے عصر کے بعد دو رکعت نماز کے متعلق سوال کیا ہے اس کا سبب یہ تھا کہ بنو عبد القیس کے کچھ لوگ آکر مجھ سے اسلام کے متعلق سوال کر رہے تھے جس کی مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو رکعت سنت

۱۸۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَنَّهُ شُغِلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَثْبَتَهَا وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي دَاوَمَ عَلَيْهَا۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دو رکعتوں کو عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے پھر ایک مرتبہ آپ کو کوئی کام ہوا یا آپ بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد وہ نماز پڑھی پھر آپ اس کو پڑھتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز پڑھتے تھے اس کو دائمی پڑھتے تھے۔

۱۸۳۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس عصر کے بعد کی دو رکعات کو کبھی ترک نہیں کیا۔

۱۸۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَنَا أَبُو إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَاتَانِ مَا تَرَكَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي قَطُّ سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس دو نمازیں کبھی ترک نہیں کیں، ظاہراً نہ خفیہ۔ دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد۔

۱۸۳۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَمَسْرُوقٍ قَالَا نَشْهَدُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا كَانَ يَوْمُهُ الَّذِي كَانَ يَكُونُ عِنْدِي إِلَّا صَلَّاهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي تَعْنِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری میرے گھر ہوتی تھی آپ یہ نماز پڑھتے تھے یعنی عصر کے بعد دو رکعت۔

اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور آفتاب کا استواء جس کو عرف میں زوال کہتے ہیں، ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل، ادا ہو یا قضاء اور طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک[۵] اور نماز عصر کے بعد سے غروب شمس تک ان اوقات میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ قضاء نماز، نماز جنازہ، سجدۂ تلاوت اور نماز طواف ان اوقات میں بلا کراہت جائز ہیں، حدیث شریف میں اوقات ثلاثہ میں میت کو دفن کرنے سے جو منع کیا گیا ہے اس سے مراد نماز جنازہ ہے۔ ان تمام احکام کی تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب اس سے پہلے ہم اوقات نماز کے ابواب میں ذکر کر چکے ہیں۔

قرن شیطان پر اعتراض کا جواب اس باب کی احادیث میں ہے کہ سورج شیطان کے دو قرنوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کی جماعت اور اس کے پیروکار ہیں اور بعض علماء نے کہا قرن شیطان سے مراد شیطان کی قوت اس کا غلبہ اور اس کا فساد ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قوی بات یہ ہے کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کے سر کا کنارہ ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ شیطان سورج کے بالمقابل سر کر کے کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ جو کفار اس وقت سورج کی عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت کو اپنی عبادت پر محمول کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی عبادات اور معاملات کو کفار کی عبادات اور معاملات سے علیحدہ اور متمیز کر کے مشروع کیا ہے۔ اسی اعتبار سے آپ نے مسلمانوں کی عبادت کے اوقات کو بھی کفار کی عبادت کے اوقات سے ممتاز اور متمیز کیا ہے اور جن اوقات میں کفار عبادت کرتے ہیں ان اوقات میں انہیں عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اسی حکمت کے پیش نظر آپ نے مسلمانوں کو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس وقت آفتاب پرست آفتاب کی عبادت کرتے ہیں۔

مشہور منکر حدیث ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے اس حدیث کا خود ساختہ ترجمہ کر کے اس پر بے بنیاد اعتراضات کیے ہیں لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ پیشانی طول جسم کا سولھواں حصہ ہوتی ہے انسان کا قد اوسطاً ۶۴ انچ ہوتا ہے اور اس کی پیشانی چار انچ، باقی حیوانات میں بھی تقریباً یہی نسبت پائی جاتی ہے۔

ماہرین ارض وسمائے سالہا سال کی تحقیق و تلاش کے بعد اعلان کیا ہے کہ زمین کا محیط ۲۵ ہزار میل ہے، یعنی اگر ہم پچیس ہزار میل لمبا دھاگہ تیار کر کے زمین کے گرد لپیٹ دیں تو وہ بالکل پورا آجائے گا، سورج زمین سے بارہ لاکھ اسی ہزار گنا بڑا ہے، اور اس کا محیط تیس ارب پچاس کروڑ میل ہے۔

ابن عمرؓ، حضورؐ سے روایت کرتے ہیں.... کہ سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت نماز نہ پڑھا کرو اس لیے کہ سورج بوقت طلوع شیطان کے دو سینگوں میں ہوتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۱۴۴)

سورج کی موٹائی سارے تیس ارب میل ہے اگر اتنی بڑی چیز شیطان کے دو سینگوں میں سما جاتی ہے اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ پیشانی طول جسم کا سولھواں حصہ ہوتی ہے تو شیطان کے جسم کی لمبائی پانچ کھرب بیس میل ہونی چاہیے اور چوڑائی بھی اسی نسبت سے۔ اتنا بڑا شیطان کہاں کھڑا ہوتا ہوگا۔ زمین سے سورج نو کروڑ پینتیس لاکھ میل دور ہے اور شیطان کی لمبائی سوا پانچ کھرب میل۔ اگر شیطان کو زمین پر کھڑا کیا جائے تو سورج اس کے ٹخنوں سے بھی نیچے رہ جاتا ہے اسے شیطان کے سینگوں تک پہنچانے کا کیا انتظام کیا جاتا ہے اور اتنا بڑا شیطان زمین میں سمانا کیسے ہے؟ الخ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

۵۔ فجر کی دو رکعت سنت مؤکدہ مستثنیٰ ہیں۔ منہ

برق صاحب نے غیر یقینی حساب و کتاب سے پیمائش کرنے کی بے کار زحمت کی ہے کیونکہ حدیث شریف میں یہ نہیں ہے کہ سورج حقیقۃً شیطان کے دو سینگوں یا سر کے دو کناروں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں لوگوں کے عرف اور محاورہ کے مطابق خطاب ہے جیسے عرف میں کہتے ہیں کہ فلاں پہاڑ سے سورج طلوع ہوا، سورج بادلوں میں چھپ گیا، چاند بدلی سے نکلا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ذوالقرنین کا واقعہ نقل کیا ہے اور اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ جب وہ مغرب کی طرف گئے دیکھا تغرب فی عین حمئۃ ۔ (کہف: ۸۶)

"سورج ایک سیاہ چشمہ میں ڈوب رہا ہے"۔ ظاہر ہے یہ کلام حقیقت پر نہیں بلکہ عرف اور محاورہ پر محمول ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی عرف اور محاورہ کے مطابق فرمایا ہے۔ سورج شیطان کے سر کے دو کناروں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے کیونکہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان سورج کے بالمقابل کھڑا ہو کے لوگوں کی عبادات کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اس لیے ہمیں اس وقت میں عبادت کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

برق صاحب نے اس بحث کے آخر میں انتہائی مضحکہ خیز نتیجہ نکالا ہے۔ لکھتے ہیں:

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زمین تقریباً گول ہے اور زمین کے کسی نہ کسی حصہ پر ہر وقت سورج طلوع ہوتا رہتا ہے یعنی اوقات مسلسل محو سفر رہتے ہیں کلکتہ کی صبح چند لمحوں کے بعد بنارس پہنچتی ہے، پھر دہلی پھر لاہور، پھر پشاور پھر کابل، وعلیٰ ہذا القیاس۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج ہر وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان رہتا ہے۔ چونکہ ایسی حالت میں نماز ناجائز ہے اس لیے مسلمانوں کو نماز بالکل ترک کر دینی چاہیے۔ [1]

ہر جگہ ہر زمین کے ہر حصہ کے مسلمانوں کے لیے ان کے افق اور ان کے مشرق و مغرب کا اعتبار ہوگا، کلکتہ والوں کے لیے ان کا طلوع آفتاب کا لحاظ ہوگا اور لاہور اور کابل والوں کے لیے ان کے طلوع اور غروب کا اعتبار ہوگا۔ کلکتہ والے اس وقت نماز نہ پڑھیں جب ان کے افق پر سورج کا طلوع یا غروب ہو اور لاہور اور کابل والے اس وقت نماز سے باز رہیں جب ان کے افق پر سورج کا طلوع یا غروب ہو مسلمانوں کے لیے نماز کا بالکل ترک کر دینا تو تب لازم آتا ہے جب مثلاً کلکتہ والوں کے لیے تمام روئے زمین کے آفاق اور مشرق و مغرب کا اعتبار ہوتا اور دنیا میں جب بھی کسی افق پر سورج طلوع ہوتا، تو کلکتہ والے اس لیے نماز نہ پڑھتے کہ اس وقت گو کلکتہ میں نہیں کہیں تو سورج شیطان کے دو سر کے کناروں کے درمیان طلوع ہو رہا ہے اور اگر واقعہ میں ایسا ہی ہو کہ ایک شہر مثلاً کلکتہ والوں پر شرعاً تمام روئے زمین کے آفاق کا اعتبار کرنا لازم ہو تو مسلمانوں کو رمضان میں بالکل افطار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دنیا میں ہر وقت کہیں نہ کہیں سورج طلوع ہو رہا ہے اور طلوع آفتاب کے وقت افطار جائز نہیں ہے لہٰذا کلکتہ والے تو روزہ افطار کر ہی نہیں سکتے اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہر وقت روزہ افطار کر سکتے ہیں کیونکہ غروب آفتاب کے وقت افطار جائز ہے اور دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ آفتاب غروب ہو رہا ہے لہٰذا اس منطق سے کلکتہ والے رمضان میں جب چاہیں دن میں روزہ کھول سکتے ہیں تو سرے سے روزہ ہی رخصت ہو جائے گا۔ حیرت ہے کہ سائنسی علوم کے حامل ڈاکٹریٹ کے خطاب یافتہ اتنے ذہین اور طباع شخص پر اس قدر کھلی ہوئی بات کیسے مخفی رہی۔!

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۳۲۱۔ ۳۲۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۳۲۱، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

اوقات چونکہ مسلسل محوِ سفر رہتے ہیں اور روئے زمین پر ہر وقت کسی نہ کسی جگہ آفتاب طلوع ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اس سے لازم آئے گا کہ شیطان ہر وقت سورج کے سامنے کھڑا رہے اور اس کے علاوہ اس کا کوئی کام نہ ہو حالانکہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی روشنی میں اس لعین نے اور بھی بہت سی فتنہ خیزیاں اپنے ذمہ لی ہوئی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شیطان کا کوئی جسم مثالی یا اس کا کوئی نائب سورج کے سامنے کھڑا رہتا ہو اور وہ خود باقی ہنگاموں میں مصروف رہتا ہو۔ غروب کے بعد آفتاب کے زیرِ عرش سجدہ کرنے کے اشکال پر علامہ آلوسی نے آفتاب کے جسم مثالی کے ساتھ سجدہ کا ذکر کر کے جواب دیا ہے۔

ہم نے شروع میں علامہ نووی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قرن شیطان سے مراد شیطان کی جماعت اور اس کے پیروکار ہیں اس لحاظ سے ہمارا یہ جواب مزید واضح ہو جاتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مختلف علاقوں میں سورج کے طلوع اور غروب کے وقت شیطان نے اپنے پیروکاروں کو سورج پرستوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے کھڑا کر دیا ہو۔

بعض علماء نے قرن شیطان سے مراد شیطان کی قوت اور اس کے مفاسد بھی لیے ہیں جیسا کہ ہم نے شروع میں بیان کیا تھا ہوسکتا ہے کہ شیطان طلوع آفتاب کے وقت اپنے رات بھر کے برپا کردہ فتنوں کے نتائج کا جائزہ لینے کھڑا ہوتا ہو اور غروب آفتاب کے وقت اپنے دن بھر کے وساوس اور اپنے پیروکاروں کی کارکردگی کا جائزہ لینے کھڑا ہوتا ہو اور اپنے دام میں گرفتار لوگوں کی بداعمالیوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو جیسے فجر اور عصر کے بعد رات اور دن کے عمل لکھنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں اسلیئے ان ساعات کو مبارک قرار دیا گیا ہے اور ان اوقات میں عبادت کرنا تاکہ دونوں وقت کے فرشتے بندے کا عمل لکھ لیں۔ اس لیے آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت میں چونکہ شیطان لوگوں کی بداعمالیوں کا جائزہ لے کر خوش ہوتا ہے اور اس وقت کو چونکہ شیطان کے ساتھ اس اعتبار سے نسبت ہے اس لیے یہ اوقات نامبارک ہیں اور ان اوقات میں آپ نے مسلمانوں کو عبادت کرنے سے منع کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمراد کلام رسولہ۔

باب ۲۷۴ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ

نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا بیان

۱۸۳۵- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ مُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ التَّطَوُّعِ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَضْرِبُ الْاَيْدِيَ عَلٰى صَلٰوةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقُلْتُ لَهٗ اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا نُصَلِّيْهِمَا

مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان نفلوں کے متعلق پوچھا جو عصر کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ انھوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے پر (افسوس سے) ہاتھ مارتے تھے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے، میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ دو رکعت پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا آپ ہمیں ان دو رکعتوں کو پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے آپ ہمیں (اس کا) حکم دیتے تھے اور نہ منع

فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا۔

فرماتے تھے۔

۱۸۳۶۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِصَلٰوةِ الْمَغْرِبِ ابْتَدَرُوا السَّوَارِيَ فَرَكَعُوا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى أَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لَيَدْخُلُ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلٰوةَ قَدْ صُلِّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيهِمَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں جب مؤذن مغرب کی اذان دیتا تو ہم لوگ ستونوں کی آڑ میں ہو کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ اگر کوئی نیا آدمی مسجد میں آتا تو بکثرت نماز پڑھنے کی وجہ سے یہ سمجھتا کہ نماز ہو چکی ہے۔

۱۸۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ عَنْ كَهْمَسٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور تکبیر کے درمیان نماز ہے۔ یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔ تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے (یعنی یہ سنت مؤکدہ نہیں)

۱۸۳۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ لِمَنْ شَاءَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اسی طرح بیان کرتے ہیں مگر اس میں ہے کہ چوتھی بار آپ نے فرمایا۔ جس کا جی چاہے۔

(فائدہ) خلفائے راشدین اور بکثرت صحابہ کرام، ائمہ میں سے حضرت امام مالک اور حضرت امام ابو حنیفہ اور اکثر و بیشتر فقہاء کے نزدیک یہ دو رکعت مسنون نہیں ہیں۔

بَابُ ۲۷۵ صَلٰوةِ الْخَوْفِ!

نماز خوف کا بیان

۱۸۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ بِإِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَةً وَطَائِفَةُ الْأُخْرٰى مُوَاجِهَةَ الْعَدُوِّ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَقَامُوا فِي مَقَامِ أَصْحَابِهِمْ مُقْبِلِينَ عَلَى الْعَدُوِّ وَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کے وقت ایک جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی جبکہ دوسری جماعت دشمن کے سامنے تھی (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) وہ جماعت جا کر دشمن کے سامنے کھڑی ہو گئی جہاں پہلے ان کے ساتھی کھڑے ہوئے تھے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسری جماعت کو ایک

جَآءَ اُولٰٓئِكَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَضٰى هٰٓؤُلَآءِ رَكْعَةً وَهٰٓؤُلَآءِ رَكْعَةً۔

رکعت پڑھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا پھر ہر ایک جماعت نے علیحدہ علیحدہ ایک ایک رکعت پڑھی۔

۱۸۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّيِّبِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَافِعٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخَوْفِ وَيَقُوْلُ صَلَّيْتُهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (طریق مذکور سے) نماز خوف پڑھی ہے۔

۱۸۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِهٖ فَقَامَتْ طَآئِفَةٌ مَعَهٗ وَطَآئِفَةٌ بِاِزَآءِ الْعَدُوِّ فَصَلّٰى بِالَّذِيْنَ مَعَهٗ رَكْعَةً ثُمَّ ذَهَبُوْا وَجَآءَ الْاٰخَرُوْنَ فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَضَتِ الطَّآئِفَتَانِ رَكْعَةً رَكْعَةً قَالَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَاِذَا كَانَ خَوْفٌ اَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَصَلِّ رَاكِبًا اَوْ قَآئِمًا تُوْمِيْ اِيْمَآءً۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایام میں بایں طور نماز خوف پڑھی کہ ایک جماعت آپ کے ساتھ آکر کھڑی ہوئی اور ایک جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ پھر آپ نے اس جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جو آپ کے ساتھ تھی پھر (ایک رکعت پڑھنے کے بعد) یہ جماعت دشمن کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور وہ جماعت آگئی آپ نے ان کو ایک رکعت پڑھا دی، پھر دونوں جماعتوں نے ایک ایک رکعت نماز پڑھی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے جب خوف اس سے بڑھ جائے تو سواری پر یا کھڑے اشارے سے نماز پڑھیں۔

۱۸۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَفَفْنَا صَفَّيْنِ صَفٌّ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَدُوُّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَكَعَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَصَفٌّ الَّذِيْ يَلِيْهِ وَقَامَ الصَّفُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نماز خوف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ہم نے دو صفیں قائم کیں، ایک صف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھی درآں حالیکہ دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی اور سب نے تکبیر کہی پھر ہم سب نے آپ کے رکوع پر رکوع کیا اور جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو ہم سب نے سر اٹھایا پھر آپ سجدے میں گئے اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے سجدہ کیا اور دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ پھر جب آپ سجدہ کر چکے اور آپ کے ساتھ کھڑی ہوئی صف نے بھی سجدہ کر لیا

الْمُؤَخَّرُ فِيْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَقَامَ الصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ وَانْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ وَقَامُوْا ثُمَّ تَقَدَّمَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ وَتَأَخَّرَ الصَّفُّ الْمُقَدَّمُ ثُمَّ رَكَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ وَرَفَعْنَا جَمِيْعًا ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُوْدِ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ الَّذِيْ كَانَ مُؤَخَّرًا فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى وَقَامَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ فِيْ نَحْرِ الْعَدُوِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّجُوْدَ وَالصَّفُّ الَّذِيْ يَلِيْهِ انْحَدَرَ الصَّفُّ الْمُؤَخَّرُ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدُوْا ثُمَّ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمْنَا جَمِيْعًا قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَمَا كَانَ يَصْنَعُ حَرَسُكُمْ هٰؤُلَاءِ بِأُمَرَائِهِمْ۔

تو یہ صف جاکر (دشمن کے سامنے) کھڑی ہوگئی اور وہ صف آکر آپ کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ پھر آپ نے رکوع کیا اور سب نے رکوع کیا، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور ہم سب نے سر اٹھایا، پھر آپ سجدہ میں گئے اور وہ صف سجدہ میں گئی جو پہلی رکعت میں مؤخر تھی، در آں حالیکہ دوسری صف دشمن کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ کھڑی صف نے سجدہ کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب نے سلام پھیر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس طرح آج کل تمہارے محافظ تمہارے سرداروں کے ساتھ کرتے ہیں۔

۱۸۴۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا مِنْ جُهَيْنَةَ فَقَاتَلُوْنَا قِتَالًا شَدِيْدًا فَلَمَّا صَلَّيْنَا الظُّهْرَ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لَوْ مِلْنَا عَلَيْهِمْ مَيْلَةً لَاقْتَطَعْنَاهُمْ فَأُخْبِرَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَالُوْا إِنَّهُمْ سَتَأْتِيْهِمْ صَلٰوةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِنَ الْأَوْلَادِ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْعَصْرُ قَالَ صَفَّنَا صَفَّيْنِ وَالْمُشْرِكُوْنَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَ فَكَبَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرْنَا وَرَكَعَ فَرَكَعْنَا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الْأَوَّلُ فَلَمَّا قَامُوْا سَجَدَ الصَّفُّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبیلہ جہینہ کی ایک جماعت سے جہاد کیا۔ انھوں نے ہم سے بہت سخت لڑائی لڑی جب ہم ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے تو مشرکین نے آپس میں کہا ان پر یکبارگی حملہ کر کے ان کو ختم کر دو، حضرت جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے مطلع کیا اور آپ نے ہم کو بتلایا، اور مشرکین نے کہا کہ ان کی اب وہ نماز آنے والی ہے جو ان کو اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہے جب عصر کا وقت آیا تو آپ نے ہماری دو صفیں کر دیں، در آں حالیکہ ہمارے اور قبلہ کے درمیان مشرکین حائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کہی اور ہم نے تکبیر کہی، آپ نے رکوع کیا اور ہم نے رکوع کیا، آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ صف اوّل نے سجدہ کیا اور جب سب کھڑے ہو گئے تو صف ثانی نے سجدہ کر لیا پھر صف اوّل پیچھے چلی گئی اور صف ثانی آگے گئی اور یہ لوگ پہلی صف کی جگہ

الثَّانِي ثُمَّ تَأَخَّرَ الصَّفُّ الْأَوَّلُ وَتَقَدَّمَ الصَّفُّ الثَّانِي فَقَامُوا مَقَامَ الْأَوَّلِ فَكَبَّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبَّرْنَا وَرَكَعَ فَرَكَعْنَا ثُمَّ سَجَدَ وَسَجَدَ مَعَهُ الصَّفُّ الثَّانِي ثُمَّ جَلَسُوا جَمِيعًا ثُمَّ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ ثُمَّ خَصَّ جَابِرًا أَنَّهُ قَالَ كَمَا يُصَلِّي أُمَرَاؤُكُمْ هَؤُلَاءِ.

کھڑے ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور ہم نے اللہ اکبر کہا، اور آپ نے رکوع کیا اور ہم نے رکوع کیا۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ صف اوّل نے سجدہ کیا، اور دوسری صف کھڑی رہی، پھر جب آپ نے سجدہ کر لیا تو دوسری صف نے سجدہ کیا پھر سب بیٹھ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سلام پھیر دیا۔ ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے کہا جیسا کہ آج کل تمہارے امراء نماز پڑھاتے ہیں۔

۱۸۴۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأَصْحَابِهِ فِي الْخَوْفِ فَصَفَّهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ فَصَلَّى بِالَّذِينَ يَلُونَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوا وَتَأَخَّرَ الَّذِينَ كَانُوا قُدَّامَهُمْ فَصَلَّى بِهِمْ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتَّى صَلَّى الَّذِينَ تَخَلَّفُوا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ.

حضرت صالح بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز خوف پڑھائی آپ نے اپنے پیچھے دو صفیں بنائیں جو آپ کے قریب صف تھی اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ کھڑے رہے حتیٰ کہ پچھلی صف نے ایک رکعت نماز پڑھ لی پھر وہ آگے آ گئے اور اگلی صف جو پہلے آگے تھی پیچھے چلی گئی، پھر آپ نے اس صف کو ایک رکعت نماز پڑھائی پھر آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ پیچھے والوں نے ایک رکعت پڑھ لی، پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔

۱۸۴۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ صَالِحِ بْنِ خَوَّاتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مَنْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ ذَاتِ الرِّقَاعِ صَلَاةَ الْخَوْفِ أَنَّ طَائِفَةً صَفَّتْ وَصَلَّتْ مَعَهُ وَطَائِفَةٌ وَجَاهَ الْعَدُوِّ فَصَلَّى بِالَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ ثَبَتَ قَائِمًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ انْصَرَفُوا فَصَفُّوا وِجَاهَ الْعَدُوِّ وَجَاءَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَصَلَّى بِهِمُ الرَّكْعَةَ الَّتِي بَقِيَتْ ثُمَّ ثَبَتَ جَالِسًا وَأَتَمُّوا لِأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ سَلَّمَ بِهِمْ.

حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ اس صحابی سے نقل کرتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ ذات الرقاع میں نماز خوف پڑھی تھی، کہ ایک جماعت نے صف باندھی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہی۔ آپ نے اپنے قریب والی صف کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، پھر آپ کھڑے رہے اور اس صف نے اپنی نماز پوری کی پھر وہ جا کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو گئے اور دوسری جماعت آئی اور آپ نے اس جماعت کو دوسری رکعت پڑھائی پھر آپ بیٹھے رہے اور انھوں نے اپنی نماز پوری کی، پھر آپ نے سب کے ساتھ سلام پھیر دیا۔

۱۸۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ

عَفَّانُ قَالَ اَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا اِذَا اَتَيْنَا عَلٰى شَجَرَةٍ ظَلِيْلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَسَيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَاخْتَرَطَ سَيْفَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرَطَهُ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَخَافُنِيْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْكَ قَالَ فَتَهَدَّدَهُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَغْمَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهُ قَالَ فَنُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَاَخَّرَ فَصَلّٰى بِطَائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذات الرقاع گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار درخت کے اوپر لٹکی ہوئی تھی۔ مشرکین میں سے ایک شخص آیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اٹھا کر سونت لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں! اس نے کہا: تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا مجھے تم سے اللہ تعالیٰ بچائے گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس کو دھمکایا، اس نے تلوار میان میں ڈال کر اس کو لٹکا دیا۔ اتنے میں اذان ہوئی، آپ نے ایک جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ وہ پیچھے چلے گئے، پھر آپ نے دوسری جماعت کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار رکعت ہوئیں اور قوم کی دو دو رکعت ہو گئیں۔

۱۸۴۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرًا اَخْبَرَهُ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْخَوْفِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ صَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَصَلّٰى بِكُلِّ طَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعت پڑھائیں پھر دوسری جماعت کو دو رکعت پڑھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعات پڑھیں اور قوم نے دو دو رکعت پڑھیں۔

نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوٰة فلتقم طائفة منهم معك وليأخذوا اسلحتهم فاذا سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا معك و

اور جب آپ ان کے درمیان ہوں اور نماز میں ان کی امامت کریں تو ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ ہو، ایک رکعت پڑھ کر وہ پیچھے چلی جائے، اور جس دوسری جماعت نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آپ کی اقتداء میں مسلح ہو کر نماز پڑھے

لیاخذوا اسلحتھم ۔ ودالذین کفروا لوتغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ ۔ (نساء: ۱۰۲)

کافروں کی یہ تمنا ہے کہ تم اپنے اسباب اور ہتھیاروں سے غافل ہو اور وہ تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر نماز خوف کا طریقہ بتادیا ہے۔

احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب میدان جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مسلمانوں کی دو جماعتیں کردے ایک جماعت دشمن کے سامنے رہے اور دوسری جماعت اس کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ جماعت دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آکر اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھے، امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ جماعت سلام نہ پھیرے اور دشمن کے سامنے چلی جائے اور پہلی جماعت آکر الگ الگ بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور پھر دشمن کے سامنے چلی جائے اور دوسری جماعت آکر قرأت کے ساتھ ایک رکعت پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اس کی دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور الصدر طریقہ سے نماز خوف پڑھی ہے۔[1]

علامہ ابوالحسن رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے استدلال کیا ہے اس کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن[2] میں اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار[3] میں روایت کیا ہے اسی طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما[4] سے روایت کیا ہے۔

صحاح ستہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے جس کو امام مسلم نے اس باب میں سب سے پہلے ذکر کیا ہے (حدیث نمبر ۱۸۳۹) اس میں بھی نماز خوف پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس باب کی حدیث نمبر (۱۸۴۳) اور (۱۸۴۴) جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

ائمہ اربعہ کے ماخذ

علامہ دشتانی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۳۹) امام مالک نے حضرت صالح بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۴۲) اور امام ابوحنیفہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے (یعنی حدیث نمبر ۱۸۴۳، ۱۸۴۴)[5] اور امام احمد بن حنبل نے نماز خوف میں حضرت صالح بن خوات رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے یعنی حدیث نمبر (۱۸۴۵)[6] گویا اس باب میں امام مسلم نے نماز خوف میں ائمہ اربعہ کے ماخذ بیان کردیے ہیں۔

---

[1] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۶۳-۶۲ ۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۷-۱۷۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۸۴، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی ۱۴۰۴ھ۔

[4] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۳۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ۔

[5] ۔ علامہ ابوعبداللہ دشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[6] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

امام ابویوسف کا نظریہ بہرحال تمام ائمہ کے نزدیک نماز خوف مشروع ہے۔ البتہ امام ابویوسف اور علامہ مزنی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ (نساء: ۱۰۲) "جب آپ ان میں ہوں تو نماز پڑھائیں"۔ آیت میں چونکہ آپ کو خطاب ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز خوف کا پڑھانا آپ کے ساتھ خاص ہے۔ جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام نماز خوف پڑھتے رہے اور خود آپ نے فرمایا ہے: صلوا کما رایتمونی اصلی جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اس طرح نماز پڑھو۔ اس وجہ سے تاحال نماز خوف مشروع ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجمعۃ

جمعہ کے دن کو جمعہ کہنے کی تحقیق

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں جس دن کو زمانہ جاہلیت میں عروبہ کہتے تھے وہی دن زمانہ اسلام میں جمعہ قرار پایا ہے، اس دن کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن عبادت کے لیے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں جس طرح بہت زیادہ لعنت کرنے والے شخص کو لعنت میں لُعُنَۃ کہتے ہیں۔ علامہ ثعلب کہتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے اس دن کو جمعہ کا نام دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کعب بن لوی تھے اس سے پہلے اس دن کو عروبہ کہا جاتا تھا۔ علامہ سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے ہر چند کہ کعب بن لوی نے سب سے پہلے عروبہ کو جمعہ کا نام دیا لیکن عروبہ کا یہ نام زمانہ اسلام میں مشہور ہوا ہے۔ علامہ سہیلی لکھتے ہیں کہ کعب بن لوی اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور ان کے سامنے تقریر کرتے جس میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں خبر دیتے اور یہ بتلاتے کہ آپ ان کی اولاد میں سے مبعوث ہوں گے اور انھیں آپ کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کی نصیحت کرتے، حدیث میں ہے کہ پہلا جمعہ مدینہ میں پڑھا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کو جمعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن میں اللہ تعالیٰ نے خلقت آدم کو جمع کیا۔ علامہ ثعلب نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ اس دن قریش دارالندوہ میں جمع ہوتے تھے اس لیے یہ دن جمعہ کہلایا۔ بہر حال اکثر علماء کا نظریہ یہی ہے کہ اس دن کو زمانہ اسلام میں جمعہ کہا گیا [1]۔

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ امام حاکم اور امام ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے، اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن قیامت ہوگی، اس دن مجھ پر کثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ پر درود شریف کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء کا کھانا حرام کر دیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس دن کا نام جمعہ کیوں رکھا گیا آپ نے فرمایا اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا اسی دن صور ہوگا، اسی دن حشر ہوگا، اسی دن حساب ہوگا اس دن کے آخر میں تین ساعات ہیں جن میں سے ایک ساعت وہ ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرے قبول ہو جاتی ہے [2]۔

جمعہ کے مسائل اور احکام

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں نماز جمعہ پڑھنا فرض قطعی ہے، اس کی فرضیت کتاب سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۸، ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۲ ص ۹۸-۹۷ مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۹ھ۔

اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (الجمعۃ: ۹) "جب جمعہ کے دن اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو"۔ اور سنن ابو داؤد میں طارق بن شہاب سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے سوا چار شخصوں کے غلام، عورت، بچہ اور مریض اور سنن بیہقی میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بچہ، غلام اور مسافر کے سوا ہر شخص پر نماز جمعہ پڑھنا واجب ہے اور امام احمد بن حنبل نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تین بار نماز جمعہ بغیر عذر (شرعی) کے ترک کی، اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں نماز جمعہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں: آزادی، مرد ہونا، مقیم ہونا (یعنی مسافر نہ ہو) تندرست ہونا، آنکھوں اور ٹانگوں کا سلامت ہونا، شہر، جماعت، خطبہ، سلطان (عالم دین سلطان کا قائم مقام ہے) جمعہ کا وقت اور اذن عام[1]

شہر کی شرط پر دلائل

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز جمعہ کے لیے شہر ہونا شرط نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہر ہونا شرط ہے[2]

امام اعظم کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن ابی عبد الرحمن قال: قال علی لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شہر اور بڑے قصبہ کے سوا جمعہ ہے نہ تشریق نہ عید الفطر نہ عید اضحیٰ۔

عن حذیفۃ قال لیس علی اھل القری جمعۃ انما الجمعۃ علی اھل الامصار[4]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے، جمعہ صرف شہر والوں پر ہے۔

اثر علی رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کے جوابات

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت علی سے جو اثر منقول ہے اس کی سند میں حارث اعور ہے اور کا ضعف متفق علیہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے، مصنف عبد الرزاق (ج ۳، ص ۱۶۷) میں حارث سے مروی ہے اور (ج ۳ ص ۱۶۸) میں ابو عبد الرحمان سلمی سے مروی ہے اور یہ سند صحیح ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے درایہ میں لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہ حدیث ابو عبد الرحمن سے مروی ہے اور ہم نے المغنی کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ ثانیاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ اثر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے بعد جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ ہوا وہ جواثی میں

---

[1] علامہ کمال ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۲-۲۱۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ فی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۴۷۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

ایضاً۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۶۸، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[4] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

تھا جو بحرین کا ایک قریہ ہے مخالفین کہتے ہیں کہ قریہ دیہات کو کہتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ شہر جمعہ کے لیے شرط نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جواثیٰ دیہات نہیں شہر تھا کیونکہ صحاح میں ہے کہ جواثی بحرین کا قلعہ تھا اور قلعہ میں حاکم اور عالم دونوں ہوتے ہیں اور قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم۔ (زخرف: ۳۱) "اور کفار نے کہا کہ دو شہروں (مکہ اور طائف) کے کسی عظیم شخص پر قرآن کیوں نہیں نازل کیا گیا"۔ اس آیت میں مکہ اور طائف پر قریہ کا اطلاق کیا گیا اور یہ شہر ہیں، نیز اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اس فعل کو حضور کی تقریر بھی حاصل تھی۔

احناف کا مسلک

امام محمد نے امام اعظم ابو حنیفہ سے یہ سوال کیا:

قلت ارايت قوما من اهل السوا د اجتمعوا في مسجدهم فخطب لهم بعضهم ثم صلى بهم الجمعة؟ قال: لا تجزيهم صلاتهم وعليهم ان يعيدوا الظهر۔[1]

امام محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا اگر دیہات کے کچھ لوگ مل کر جمعہ پڑھ لیں تو کیا ہو جائے گا۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: ان کا جمعہ نہیں ہوا ان پر لازم ہے کہ ظہر کی نماز دہرائیں۔

شہر کی تعریف

علامہ شامی نے تحفۃ الفقہاء سے شہر کی حسب ذیل تعریف نقل کی ہے:

في التحفة عن ابي حنيفة انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث هذا هو الاصح۔[2]

تحفہ میں امام ابو حنیفہ سے یہ روایت منقول ہے کہ شہر اس بڑی جگہ کو کہتے ہیں جہاں گلیاں اور بازار ہوں مضافاتی علاقہ ہو اور اس میں ایک ایسا حاکم ہو جو اپنے یا اپنے غیر کے علم اور اپنی قدرت سے مظلوم کا حق ظالم سے دلوا سکے اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں۔ یہی تعریف صحیح ہے۔

اس تعریف کے لحاظ سے شہر کے ثبوت کے لیے تین امور ضروری ہیں۔ اشیائے ضرورت کے لیے بازار اور دکانیں ہوں۔ قوت حاکمہ ہو اور عالم دین ہو ——— امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک قول اس کے خلاف ہے[3] بعض علماء شہر کی تعیین اور اس میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کے اختلاف کی وجہ سے شہر میں جمعہ کے علاوہ احتیاطاً ظہر پڑھتے ہیں، عالم گیری میں اس کو مستحب لکھا ہے۔ اس کی نیت یوں کرے "میں نے آخری ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ادا نہیں کی"[4]۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] لأنظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۱۴۵، مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

۱۸۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْتِيَ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے جانا چاہے تو غسل کرے۔

۱۸۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ مَنْ جَاءَ مِنْكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درآں حالیکہ آپ منبر پر کھڑے تھے۔ تم میں سے جو شخص نماز جمعہ کے لیے آئے وہ غسل کرے۔

۱۸۵۰۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۵۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ عُمَرُ أَيَّةُ سَاعَةٍ هَذِهِ فَقَالَ إِنِّي شُغِلْتُ الْيَوْمَ فَلَمْ أَنْقَلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَلَمْ أَزِدْ عَلَى أَنْ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوءُ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی آئے حضرت عمر نے پکار کر ان سے کہا یہ کون سا آنے کا وقت ہے؟ انھوں نے کہا آج میں مصروف تھا گھر پہنچتے ہی میں نے اذان سنی اس کے بعد صرف اتنی تاخیر کی کہ وضو کیا۔ حضرت عمر نے فرمایا اور وضو پر اقتصار کرنا بھی (تو باعث ملامت ہے) حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیا کرتے تھے۔

۱۸۵۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ ناگاہ

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَخْطُبُ النَّاسَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَعَرَّضَ بِہٖ عُمَرُ فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ یَتَاَخَّرُوْنَ بَعْدَ النِّدَآءِ فَقَالَ عُثْمَانُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا زِدْتُ حِیْنَ سَمِعْتُ النِّدَآءَ اَنْ تَوَضَّاْتُ ثُمَّ اَقْبَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ وَالْوُضُوْءُ اَیْضًا اَلَمْ تَسْمَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا جَآءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیَغْتَسِلْ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے، حضرت عمر نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اذان کے بعد تاخیر سے آتے ہیں! حضرت عثمان نے کہا اے امیر المؤمنین! اذان کے بعد میں نے بلا تاخیر وضو کیا اور پھر مسجد میں آگیا حضرت عمر نے فرمایا اور وضو پر اقتصار کرنا (بھی تو باعث ملامت ہے) کیا تم لوگوں نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے آئے تو غسل کرے۔

۱۸۵۳۔ حَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْغُسْلُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل کرنا واجب ہے۔

۱۸۵۴۔ حَدَّثَنَا ھَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدِ نِ الْاَیْلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَا نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ جَعْفَرٍ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَہٗ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَۃَ مِنْ مَّنَازِلِھِمْ وَمِنَ الْعَوَالِیْ فَیَاْتُوْنَ فِی الْعَبَآءِ وَیُصِیْبُھُمُ الْغُبَارُ فَتَخْرُجُ مِنْھُمُ الرِّیْحُ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْسَانٌ مِّنْھُمْ وَھُوَ عِنْدِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّکُمْ تَطَھَّرْتُمْ لِیَوْمِکُمْ ھٰذَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں اور بالائی علاقوں سے باری باری جمعہ پڑھنے کے لیے آتے تھے وہ عبا پہن کر آتے تھے جس پر گرد و غبار پڑتا رہتا تھا اور اس سے بدبو آتی تھی۔ ان میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آں حالیکہ آپ میرے پاس تھے۔ آپ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن غسل کر لیا کرو!

۱۸۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عُمْرَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّھَا قَالَتْ کَانَ النَّاسُ اَھْلَ عَمَلٍ وَلَمْ تَکُنْ لَھُمْ کُفَاۃٌ فَکَانُوْا یَکُوْنُ لَھُمْ تَفَلٌ فَقِیْلَ لَھُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کے پاس نوکر تو تھے نہیں، خود کام کاج کرتے تھے (اس وجہ سے) ان سے بدبو آنے لگی تو ان سے کہا گیا کاش تم لوگ جمعہ کے دن غسل کر لیتے۔!

۱۸۵۶۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ نِ الْعَامِرِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کے دن

سَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ هِلَالٍ وَبُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَاهُ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَسِوَاكٌ وَيَمَسُّ مِنَ الطِّيْبِ مَا قَدَرَ عَلَيْهِ اِلَّا اَنَّ بُكَيْرًا لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ فِي الطِّيْبِ وَلَوْ مِنْ طِيْبِ الْمَرْاَةِ

غسل کرنا مسواک کرنا اور حسب استطاعت خوشبو لگانا واجب ہے خواہ وہ خوشبو عورت کے ساتھ مخصص ہو۔

۱۸۵۷۔ حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالَ طَاوُسٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَيَمَسُّ طِيْبًا اَوْ دُهْنًا اِنْ كَانَ عِنْدَ اَهْلِهِ قَالَ لَا اَعْلَمُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے غسل جمعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی۔ طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تیل یا خوشبو لگائے خواہ اس کی اہلیہ کی ہو، حضرت عباس نے فرمایا اس بات کو میں نہیں جانتا۔

۱۸۵۸۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۵۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَغْسِلُ رَاْسَهُ وَجَسَدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہفتہ میں ایک بار غسل کرے اور اپنا سر اور جسم دھوئے۔

۱۸۶۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ مِنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَاَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا اَقْرَنَ وَمَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کرے اور پھر مسجد میں جائے گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ کا صدقہ کیا اور جو شخص دوسری ساعت میں گیا گویا کہ اس نے راہ خدا میں ایک گائے کا صدقہ کیا۔ اور جو شخص تیسری ساعت میں گیا گویا کہ اس نے راہ خدا میں ایک مینڈھا صدقہ کیا اور جو شخص چوتھی ساعت میں گیا گویا کہ اس نے ایک

رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ۔

مرغی کا صدقہ کیا اور جو شخص پانچویں ساعت میں گیا گویا کہ اس نے ایک انڈے کا صدقہ کیا۔ جب امام آجاتا ہے تو فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور خطبہ سنتے ہیں۔

۱۸۶۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن دورانِ خطبہ اپنے ساتھی سے کہا "چپ ہو جاؤ" تو تم نے لغو کام کیا۔

۱۸۶۲- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ قَارِظٍ وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۳- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا فِي هَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَارِظٍ۔

ایک اور سند بھی اس قسم کی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ أَنْصِتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَيْتَ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ هِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هُوَ فَقَدْ لَغَوْتَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے جمعہ کے دن دورانِ خطبہ اپنے ساتھی سے کہا "چپ ہو جاؤ" تو تم نے لغو کام کیا۔

۱۸۶۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے جس کو مسلمان بندہ نماز کے دوران پائے تو اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اس کو

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ يُصَلِّي وَيَسْأَلُ اللهَ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ زَادَ قُتَيْبَةُ فِي رِوَايَتِهِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا.

پائے گا۔ راوی نے ہاتھ کے اشارہ سے اس ساعت کی کمی کو بیان کیا۔

۱۸۶۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللهَ خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَقَالَ بِيَدِهِ يُقَلِّلُهَا وَيُزَهِّدُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہوتی ہے جس کو جو بندۂ مسلم پائے درآں حالیکہ وہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہو وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے عطا فرمائے گا۔ راوی ہاتھ سے اس وقت کی کمی کا اشارہ کرتے اور اس کی طرف رغبت دلاتے تھے۔

۱۸۶۷۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۸۔ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا سَلَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک دیگر سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۸۶۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا أَبُو الرَّبِيعِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ قَالَ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے جس کو جو مسلمان پائے اور اللہ عزوجل سے جو بھی سوال کرے اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے اور یہ ساعت بہت تھوڑی دیر رہتی ہے۔

۱۸۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ وَهِيَ سَاعَةٌ خَفِيفَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں ساعت خفیفہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۸۷۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابوبردہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا

هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ نِ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَنَا مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ ابْنِ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَاْنِ سَاعَةِ الْجُمُعَةِ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هِيَ مَا بَيْنَ اَنْ تَجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰى اَنْ تُقْضَى الصَّلٰوةُ ۔

کیا تم نے اپنے والد سے ساعت جمعہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنی ہے؟ وہ کہتے ہیں میں نے کہا ہاں! میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ساعت امام کے (خطبہ کے لیے) بیٹھنے سے لے کر نماز پڑھی جانے تک ہے۔

۱۸۷۲۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے، جس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے جس دن میں حضرت آدم علیہ السلام جنت میں داخل کیے گئے اور جس دن وہ جنت سے خارج کیے گئے۔

۱۸۷۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْمُغِيْرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ فِيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِي الْجُمُعَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بہترین دن میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے جس میں حضرت آدم کی پیدائش ہے۔ جس دن میں حضرت آدم جنت میں داخل کیے گئے جس دن وہ جنت سے خارج کیے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن قائم ہوگی۔

۱۸۷۴۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بَيْدَ اَنَّ كُلَّ اُمَّةٍ اُوْتِيَتِ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِيْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِ ثُمَّ هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْنَا هَدَانَا اللّٰهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيْهِ تَبَعٌ الْيَهُوْدُ غَدًا وَالنَّصَارٰى بَعْدَ غَدٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سب سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے سابق ہوں گے، البتہ تمام امتوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن (یعنی جمعہ کا) جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے ہم کو ہی اللہ تعالیٰ نے اس دن کی ہدایت دی ہے لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں یہود نے جمعہ کے بعد کے دن (ہفتہ) کو مقرر کیا اور نصاریٰ نے اس کے بعد

۱۸۷۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ وَالسَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر ہیں (بعثت کے اعتبار سے) اور قیامت کے دن سب سے سابق ہوں گے۔

۱۸۷۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَنَحْنُ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَاخْتَلَفُوا فَهَدَانَا اللهُ لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ فَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ هَدَانَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ قَالَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فَالْيَوْمَ لَنَا وَغَدًا لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن اوّل ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ البتہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی، اور ہمیں ان کے بعد کتاب دی گئی، انھوں نے آپس میں اختلاف کیا اور ان کے اختلاف میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق کی ہدایت کی۔ پس یہ (جمعہ) وہ دن ہے جس میں انھوں نے اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دی۔ آپ نے فرمایا جمعہ کا دن ہم نے مقرر کیا ہے اور یہود نے اس سے اگلا دن اور نصاریٰ نے اس کے بعد کا دن (مقرر کیا ہے)۔

۱۸۷۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَخِي وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْآخِرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا وَأُوتِينَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهَذَا يَوْمُهُمُ الَّذِي فُرِضَ عَلَيْهِمْ فَاخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَدَانَا اللهُ لَهُ فَهُمْ لَنَا فِيهِ تَبَعٌ فَالْيَهُودُ غَدًا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم آخر ہیں اور قیامت کے دن سابق ہوں گے البتہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پس یہ (جمعہ) وہ دن ہے جو ان پر فرض کیا گیا تھا انھوں نے اس (کی تعیین) میں اختلاف کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دن کی ہدایت دی پس وہ اس دن میں ہمارے تابع ہیں، یہود نے اگلے دن اور نصاریٰ نے اس کے بعد والے دن (کو مقرر کیا ہے)۔

۱۸۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ رِبْعِيِّ بْنِ خِرَاشٍ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم سے پہلے لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے جمعہ (کی تعیین) میں گمراہی پیدا کی۔ یہود نے ہفتہ کا دن

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا فَكَانَ لِلْيَهُوْدِ يَوْمَ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمَ الْاَحَدِ فَجَآءَ اللّٰهُ بِنَا فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْاَحَدَ وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا وَالْاَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْمَقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَآئِقِ وَفِيْ رِوَايَةِ وَاصِلِ الْمَقْضِيُّ بَيْنَهُمْ

مقرر کیا اور نصاریٰ نے اتوار کا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا اور ہمیں جمعہ (کی تعیین میں) ہدایت دی پس کر دیا جمعہ، ہفتہ، اتوار کو اور اسی طرح ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے تابع کر دیا، ہم دنیا والوں کے اعتبار سے آخر ہیں اور قیامت کے دن سب سے اوّل ہوں گے، جن کا فیصلہ قیامت کے دن سب سے پہلے ہوگا۔

۱۸۷۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ نَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ رِبْعِيُّ بْنُ خِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُدِيْنَا اِلَى الْجُمُعَةِ وَاَضَلَّ اللّٰهُ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ فُضَيْلٍ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں جمعہ کی تعیین کی ہدایت دی گئی اور ہم سے پہلے لوگ گمراہ ہو گئے۔

۱۸۸۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ اَبُو الطَّاهِرِ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلٰى كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَائِكَةٌ يَكْتُبُوْنَ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ فَاِذَا جَلَسَ الْاِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَجَآءُوْا يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ وَمَثَلُ الْمُهَجِّرِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يُهْدِي الْبَدَنَةَ ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِيْ بَقَرَةً ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِي الْكَبْشَ ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِي الدَّجَاجَةَ ثُمَّ كَالَّذِيْ يُهْدِي الْبَيْضَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازہ پر فرشتے آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں جو پہلے آئے اس کو پہلے لکھتے ہیں اور جب امام (خطبہ کے لیے) بیٹھ جاتا ہے تو وہ اعمال ناموں کو لپیٹ لیتے ہیں اور آکر خطبہ سنتے ہیں اور جلدی آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک اونٹ صدقہ کرتا ہے، اور اس کے بعد آنے والا اس شخص کی طرح ہے جو ایک گائے صدقہ کرتا ہے اس کے بعد والا اس شخص کی مثل ہے جو مینڈھا صدقہ کرے پھر اس کی مثل ہے جو مرغی صدقہ کرے پھر اس کی مثل ہے جو انڈا صدقہ کرے۔

۱۸۸۱۔ حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے۔

۱۸۸۲۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ

أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ مَلَكٌ يَكْتُبُ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ مَثَلَ الْجُزُورِ ثُمَّ نَزَلَهُمْ حَتَّى صَغَّرَ إِلَى مِثْلِ الْبَيْضَةِ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوُا الصُّحُفَ وَحَضَرُوا الذِّكْرَ۔

سے ہے جو آنے والے کو ترتیب کے ساتھ لکھتا رہتا ہے جیسے اونٹ کا صدقہ کرنے والا پھر بتدریج کم کر کے انڈے کے صدقہ کا ذکر کیا اور جب امام (خطبہ کے لیے) بیٹھ جاتا ہے تو فرشتے اعمال نامے بند کر کے ذکر سننے آجاتے ہیں۔

۱۸۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ وَصَلَّى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ الْإِمَامُ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے غسل کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور جتنی نمازیں اس کے مقدر میں تھیں پڑھیں، پھر خاموش بیٹھا رہا حتیٰ کہ امام خطبہ سے فارغ ہو گیا پھر امام کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے اس جمعہ سے لیکر کر پچھلے جمعہ تک اور تین دن زائد کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

۱۸۸۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کیا، پھر جمعہ پڑھنے آیا اور خاموشی سے خطبہ سنا اس کے اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ تک اور تین دن زائد کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور فرمایا جس شخص نے کنکریاں چھوئیں اس نے لغو کام کیا۔

۱۸۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَرْجِعُ فَنُرِيحُ نَوَاضِحَنَا قَالَ حَسَنٌ فَقُلْتُ لِجَعْفَرٍ فِي أَيِّ سَاعَةٍ تِلْكَ قَالَ زَوَالُ الشَّمْسِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس لوٹ کر اپنی اونٹنیوں کو آرام پہنچاتے تھے۔ حسن نے جعفر سے پوچھا اس وقت کیا وقت ہوتا تھا انھوں نے بتایا زوال آفتاب کا۔

۱۸۸۶۔ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا

جعفر کے والد نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما

خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَا جَمِيعًا نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَتَى كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي ثُمَّ يَذْهَبُ إِلَى جِمَالِنَا فَنُرِيحُهَا نَادَى عَبْدُ اللهِ فِي حَدِيثِهِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ۔

سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت جمعہ پڑھتے تھے انھوں نے بتایا کہ جب آپ جمعہ پڑھ لیتے تب ہم اپنی اونٹنیوں کے پاس جاتے اور انھیں آرام پہنچاتے۔ عبداللہ نے اپنی روایت میں آفتاب ڈھلنے کا بھی ذکر کیا ہے۔

۱۸۸۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمعہ کے بعد کھانا کھا کر آرام کرتے تھے۔

۱۸۸۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا وَكِيعٌ عَنْ يَعْلَى بْنِ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيِّ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الْفَيْءَ۔

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زوالِ آفتاب کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے تھے۔

۱۸۸۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا يَعْلَى بْنُ الْحَارِثِ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَنَرْجِعُ وَمَا نَجِدُ لِلْحِيطَانِ فَيْئًا نَسْتَظِلُّ بِهِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور جب واپس لوٹتے تھے تو دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا جس کی آڑ میں ہم سایہ حاصل کرتے۔

۱۸۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ خَالِدٍ قَالَ أَبُو كَامِلٍ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھ کر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم آج کل کرتے ہو۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ قَالَ كَمَا تَفْعَلُونَ الْيَوْمَ۔

۱۸۹۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیتے تھے ان کے درمیان آپ بیٹھتے۔ (خطبہ میں) آپ قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔

۱۸۹۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ أَنْبَأَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ كُلَّ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلٰوةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے اور جس شخص نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے اس نے جھوٹ کہا ہے خدا کی قسم میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھی ہیں۔

۱۸۹۳۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَجَاءَتْ عِيرٌ مِنَ الشَّامِ فَانْفَتَلَ النَّاسُ إِلَيْهَا حَتّٰى لَمْ يَبْقَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْجُمُعَةِ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ شام سے اونٹوں کا ایک قافلہ (غلہ لے کر) آیا اور بارہ آدمیوں کے سوا تمام لوگ قافلہ کی طرف چلے گئے اس موقع پر سورۂ جمعہ کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اور جب ان لوگوں نے (قافلہ) تجارت یا کھیل کو دیکھا تو یہ اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔

۱۸۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ وَلَمْ يَقُلْ قَائِمًا۔

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور یہ نہیں کہا کہ کھڑے ہوئے تھے۔

۱۸۹۵۔ وَحَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي الطَّحَّانَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک بار جمعہ کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ

بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَدِمَتْ سُوَیْقَۃٌ قَالَ فَخَرَجَ النَّاسُ اِلَیْہَا فَلَمْ یَبْقَ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا اَنَا فِیْہِمْ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَیْہَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا اِلَی اٰخِرِ الْاٰیَۃِ۔

سے تھے، ایک قافلہ آیا اور تمام لوگ اس کی طرف چلے گئے، صرف بارہ اشخاص باقی بچے، میں بھی ان میں تھا، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اور جب ان لوگوں نے تجارت (کے قافلے) یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

۱۸۹۶۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ اَنَا ھُشَیْمٌ قَالَ اَنَا حُصَیْنٌ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ وَسَالِمٍ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ بَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَآئِمٌ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ قَدِمَتْ عِیْرٌ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَابْتَدَرَھَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی لَمْ یَبْقَ مَعَہٗ اِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فِیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ وَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ آیا اور بارہ صحابہ کے سوا رسول اللہ کے تمام صحابہ اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے ان بارہ صحابہ میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی ترجمہ: اور جب ان لوگوں نے تجارت (کے قافلے) یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے۔

(ف) امام ابوداؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ پہلے نماز جمعہ خطبہ سے پہلے پڑھ لی جاتی تھی، سو یہ صحابہ نماز جمعہ پڑھ چکے تھے اور اس وقت تک خطبہ سننا واجب نہیں ہوا تھا۔

۱۸۹۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّۃَ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ قَالَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اُمِّ الْحَکَمِ یَخْطُبُ قَاعِدًا فَقَالَ انْظُرُوْا اِلٰی ھٰذَا الْخَبِیْثِ یَخْطُبُ قَاعِدًا وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَہْوَنِ انْفَضُّوْا اِلَیْھَا وَتَرَکُوْکَ قَآئِمًا۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اس وقت عبدالرحمٰن بن ام حکم بیٹھ کر خطبہ دے رہا تھا، انھوں نے کہا اس خبیث کو دیکھو یہ بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) اور جب ان لوگوں نے تجارت یا کھیل کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑ گئے اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ گئے۔

۱۸۹۸۔ وَحَدَّثَنِی الْحَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ نَا اَبُوْ تَوْبَۃَ قَالَ نَا مُعَاوِیَۃُ وَھُوَ ابْنُ سَلَّامٍ عَنْ زَیْدٍ یَعْنِیْ اَخَاہُ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِی الْحَکَمُ ابْنُ مَیْنَاءَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ وَاَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا حَدَّثَاہُ اَنَّھُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِہٖ لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ عَلٰی وَدْعِھِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَیَخْتِمَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی سیڑھیوں پر فرما رہے تھے "جمعہ چھوڑنے سے لوگ باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا اور وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے"

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

۱۸۹۹۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے آپ کی نماز اور خطبہ درمیانی تھے۔

۱۹۰۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا زَكَرِيَّا قَالَ حَدَّثَنِيْ سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ اُصَلِّيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَوَاتِ فَكَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ زَكَرِيَّا عَنْ سِمَاكٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں، آپ کی نمازیں بھی درمیانی ہوتی تھیں اور خطبات بھی درمیانی ہوتے تھے۔

۱۹۰۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَعَلَا صَوْتُهٗ وَاشْتَدَّ غَضَبُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ صَبَّحَكُمْ وَمَسَّاكُمْ وَيَقُوْلُ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ وَيَقْرُنُ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَيَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِّنْ نَّفْسِهٖ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِاَهْلِهٖ وَمَنْ تَرَكَ دَيْنًا اَوْ ضَيَاعًا فَاِلَيَّ وَعَلَيَّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی اور جوش زیادہ ہوتا اور یوں لگتا جیسے آپ کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح و شام میں حملہ کرنے والا ہو اور فرماتے ہیں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں پھر آپ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملاتے اور حمد کے بعد فرماتے یاد رکھو بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اور بدترین کام عبادت کے نئے طریقے ہیں اور عبادت کا ہر نیا طریقہ گمراہی ہے۔ پھر فرماتے: ہر مومن کی جان پر تصرف میں سب سے زیادہ میں مستحق ہوں۔ جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض یا اہل و عیال کو چھوڑا وہ میرے ذمہ ہیں۔

ایک اور سند سے بھی کچھ لفظی تغیر کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے۔

۱۹۰۲۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ مَيْمُوْنَ الزَّعْفَرَانِيُّ جَمِيْعًا عَنْ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ

ثُمَّ يَقْرُنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مَيْمُونٍ ثُمَّ قَرَنَ بَيْنَ اصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ

۱۹۰۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَتْ خُطْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَحْمَدُ اللهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ عَلَى أَثَرِ ذَلِكَ وَقَدْ عَلَا صَوْتُهُ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد آواز بلند کرتے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۹۰۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَحْمَدُ اللهَ وَيُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يَهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَخَيْرُ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اس کی حمد و ثناء کرتے پھر فرماتے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور بہترین بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

۱۹۰۵- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى وَهُوَ أَبُو هَمَّامٍ قَالَ نَا دَاوُدُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ وَكَانَ مِنْ أَزْدِ شَنُوءَةَ وَكَانَ يَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ فَسَمِعَ سُفَهَاءَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُونَ إِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ فَقَالَ لَوْ أَنِّي رَأَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللهَ يَشْفِيهِ عَلَى يَدَيَّ قَالَ فَلَقِيَهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَرْقِي مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ وَإِنَّ اللهَ يَشْفِي عَلَى يَدَيَّ مَنْ شَاءَ فَهَلْ لَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ مَنْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضماد مکہ میں آیا وہ قبیلہ ازد شنوءہ سے تھا اور جنات کے اثر سے دم کرتا تھا اس نے جب مکہ کے بے وقوفوں سے سنا کہ (العیاذ باللہ) محمد مجنون ہیں تو اس نے کہا کہ کاش میں انہیں دیکھ لیتا شاید ان کو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے شفا دیدے، پھر وہ آپ سے ملا اور کہنے لگا اے محمد! میں جنات کا اثر زائل کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے میرے ہاتھ سے شفاء دیتا ہے، آپ کا کیا خیال ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے وہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں،

يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ قَالَ فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ فَقَالَ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَاءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هٰؤُلَاءِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ قَالَ فَقَالَ هَاتِ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ قَالَ فَبَايَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى قَوْمِكَ قَالَ وَعَلٰى قَوْمِيْ قَالَ فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَمَرُّوْا بِقَوْمِهٖ فَقَالَ صَاحِبُ السَّرِيَّةِ لِلْجَيْشِ هَلْ اَصَبْتُمْ مِنْ هٰؤُلَاءِ شَيْئًا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اَصَبْتُ مِنْهُمْ مِطْهَرَةً فَقَالَ رُدُّوْهَا فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ قَوْمُ ضِمَادٍ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں، وہ یک و تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، ضماد نے کہا یہ کلمات دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان کلمات کو دہرایا، وہ کہنے لگا کہ میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے، ان میں سے کسی کا کلام ان کلمات کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکا۔ یہ کلمات تو بلاغت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں، پھر اس نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم کی بیعت بھی کر لوں؟ اس نے کہا میری قوم کی بھی۔ راوی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، وہ لوگ اس کی قوم پر سے گزرے، لشکر کے امیر نے کہا: تم نے ان لوگوں کی کوئی چیز لی ہے؟ ——— ایک شخص نے کہا میں نے ان کا لوٹا لیا ہے انھوں نے فرمایا اس کو واپس کر دو، یہ ضماد کی قوم ہے۔

۱۹۰۶۔ حَدَّثَنِيْ سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبْجَرَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ خَطَبَنَا عَمَّارٌ فَاَوْجَزَ وَاَبْلَغَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا اَبَا الْيَقْظَانِ لَقَدْ اَبْلَغْتَ وَاَوْجَزْتَ فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ فَنَتَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهٖ مَئِنَّةٌ مِّنْ فِقْهِهٖ فَاَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاقْصُرُوا الْخُطْبَةَ وَاِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا جو مختصر اور بلیغ تھا، جب وہ منبر سے اترے تو ہم نے کہا: اے ابو الیقظان! تم نے نہایت مختصر اور بلیغ خطبہ پڑھا ہے اگر تم ہوتا تو کچھ لمبا خطبہ پڑھتا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا لمبی نماز اور چھوٹا خطبہ پڑھنا انسان کی فقاہت کی دلیل ہے پس نماز لمبی پڑھو اور خطبہ چھوٹا پڑھو اور بعض بیان جادو کی تاثیر رکھتے ہیں۔

۱۹۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ رَجُلًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ دیا اور کہا جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم برے خطیب ہو" یوں کہو جس شخص،

فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ الْخَطِيْبُ اَنْتَ قُلْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ غَوٰى ۔

نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

۱۹۰۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ عَطَآءً يُخْبِرُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلٰى عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَنَادَوْا يٰمَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۔

حضرت یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے: "ونادوا یا مالک لیقض علینا ربک۔"

۱۹۰۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ يَقْرَاُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ ۔

عمرۃ بنت عبدالرحمان کی بہن (رضی اللہ عنہا) بیان کرتی ہیں کہ میں نے ق والقرآن المجید کی سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے۔ آپ اسے ہر جمعہ کو منبر پر پڑھا کرتے تھے۔

۱۹۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَيُّوْبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ اُخْتٍ لِعَمْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَانَتْ اَكْبَرَ مِنْهَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُبَيْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ مَعْنٍ عَنْ بِنْتٍ لِحَارِثَةَ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَتْ مَا حَفِظْتُ قٓ اِلَّا مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِهَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ قَالَتْ وَكَانَ تَنُّوْرُنَا وَتَنُّوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا ۔

حارثہ بنت نعمان رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ق والقرآن المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہے۔ آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں یہ سورت پڑھتے تھے اور انھوں نے بتایا کہ ان کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور واحد تھا۔

۱۹۱۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ

اُمّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دو سال ایک سال یا کم و بیش ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور

قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمِ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَۃَ عَنْ اُمِّ ھِشَامٍ بِنْتِ حَارِثَۃَ ابْنِ النُّعْمَانِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَقَدْ کَانَ تَنُّوْرُنَا وَتَنُّوْرُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاحِدًا سَنَتَیْنِ اَوْ سَنَۃً اَوْ بَعْضَ سَنَۃٍ وَمَا اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ اِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُھَا کُلَّ جُمُعَۃٍ عَلَی الْمِنْبَرِ اِذَا خَطَبَ النَّاسَ۔

ایک ہی تھا، اور میں نے سورہ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر یاد کی ہے، آپ ہر جمعہ کو خطبہ میں اس سورت کو منبر پر پڑھتے تھے۔

۱۹۱۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ حُصَیْنٍ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ رُوَیْبَۃَ قَالَ رَاٰی بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَی الْمِنْبَرِ رَافِعًا یَدَیْہِ فَقَالَ قَبَّحَ اللّٰہُ ھَاتَیْنِ الْیَدَیْنِ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَزِیْدُ عَلٰی اَنْ یَقُوْلَ بِیَدِہٖ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الْمُسَبِّحَۃِ۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بشر بن مروان دوران خطبہ ہاتھ اُٹھا رہا تھا۔ انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو برباد کر دے۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دورانِ خطبہ) صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔

۱۹۱۴۔ وَحَدَّثَنَاہُ قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ حُصَیْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ رَاَیْتُ بِشْرَ بْنَ مَرْوَانَ یَوْمَ جُمُعَۃٍ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فَقَالَ عُمَارَۃُ بْنُ رُوَیْبَۃَ فَذَکَرَ نَحْوَہٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۱۵۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَھُوَ ابْنُ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَیْنَمَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَلَّیْتَ یَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْکَعْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، اسی اثناء میں ایک شخص آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اے فلاں! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر نماز پڑھو!۔

۱۹۱۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَیَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِیُّ عَنِ ابْنِ عُلَیَّۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا قَالَ حَمَّادٌ وَلَمْ یَذْکُرِ الرَّکْعَتَیْنِ۔

ایک اور سند سے حسبِ سابق روایت منقول ہے۔

۱۹۱۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَسَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ الرَّكْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے، آپ نے اس سے پوچھا: کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھ لو۔

۱۹۱۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهُ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ ارْكَعْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے اسی اثناء میں ایک شخص آیا آپ نے اس سے پوچھا کیا تم نے دو رکعت پڑھ لی ہیں؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا: پڑھ لو۔

۱۹۱۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَدْ خَرَجَ الْإِمَامُ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن آئے درآں حالیکہ امام (خطبہ دینے کے لیے) آ چکا ہو تو دو رکعت پڑھ لے۔

۱۹۲۰- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَعَدَ سُلَيْكٌ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَكَعْتَ رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْهُمَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت سلیک الغطفانی رضی اللہ عنہ آئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے سلیک نماز پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم نے دو رکعت نماز پڑھ لی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا ان کو پڑھ لو۔

۱۹۲۱- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَجَلَسَ فَقَالَ لَهُ يَا سُلَيْكُ قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا ثُمَّ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا۔

حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن آئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، وہ آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: اے سلیک کھڑے ہو کر مختصر طور پر دو رکعت نماز پڑھو، پھر فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اختصار سے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

۱۹۲۲۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ قَالَ أَبُو رِفَاعَةَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ رَجُلٌ غَرِيبٌ جَاءَ يَسْأَلُ عَنْ دِينِهِ لَا يَدْرِي مَا دِينُهُ قَالَ فَأَقْبَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَرَكَ خُطْبَتَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيَّ فَأُتِيَ بِكُرْسِيٍّ حَسِبْتُ قَوَائِمَهُ حَدِيدًا قَالَ فَقَعَدَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَلَ يُعَلِّمُنِي مِمَّا عَلَّمَهُ اللهُ ثُمَّ أَتَى خُطْبَتَهُ فَأَتَمَّ آخِرَهَا۔

حضرت ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا درآں حالیکہ آپ خطبہ دے رہے تھے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مسافر دین کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے! اسے نہیں معلوم کہ دین کیا ہے! وہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ چھوڑ کر میری طرف متوجہ ہوئے، پھر ایک کرسی لائی گئی۔ میرا خیال ہے اس کرسی کے پائے لوہے کے تھے، وہ کہتے ہیں کہ پھر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین کا علم دیا تھا اس کی مجھے تعلیم دی پھر اپنا خطبہ پورا کیا۔

۱۹۲۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَلَى الْمَدِينَةِ وَخَرَجَ إِلَى مَكَّةَ فَصَلَّى لَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ بَعْدَ سُورَةِ الْجُمُعَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالَ فَأَدْرَكْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ حِينَ انْصَرَفَ فَقُلْتُ لَهُ إِنَّكَ قَرَأْتَ بِسُورَتَيْنِ كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ يَقْرَأُ بِهِمَا بِالْكُوفَةِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔

حضرت ابو رافع کہتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں قائم مقام گورنر مقرر کیا اور وہ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور دوسری رکعت میں سورۂ جمعہ کے بعد سورہ منافقین پڑھی۔ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا آپ نے وہ دو سورتیں پڑھی ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کوفہ میں پڑھتے تھے، حضرت ابو ہریرہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کے دن یہ سورتیں سنی ہیں۔

۱۹۲۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ مروان نے

أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ قَالَ اسْتَخْلَفَ مَرْوَانُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ حَاتِمٍ فَقَرَأَ سُورَةَ الْجُمُعَةِ فِي السَّجْدَةِ الْأُولَى وَفِي الْآخِرَةِ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ وَفِي رِوَايَةِ عَبْدِ الْعَزِيزِ مِثْلَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو قائم مقام گورنر بنایا۔ حضرت ابوہریرہ نے جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ السجدۃ اور دوسری رکعت میں اذا جاءک المنافقون پڑھی۔ باقی حسب سابق ہے۔

۱۹۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ سَالِمٍ مَوْلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْعِيدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ قَالَ وَإِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدُ وَالْجُمُعَةُ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا أَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلی اور سورۃ ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ۔ پڑھتے تھے اور اگر جمعہ اور عید ایک دن میں ہو جاتے تب بھی دونوں نمازوں میں انھی سورتوں کو پڑھتے تھے

۱۹۲۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْمُنْتَشِرِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَتَبَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ إِلَى النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَسْأَلُهُ أَيَّ شَيْءٍ قَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سِوَى سُورَةِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ۔

ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر کی طرف ایک مکتوب بھیجا اور یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورۂ جمعہ کے علاوہ اور کون سی سورت پڑھتے تھے انھوں نے جواب دیا کہ آپ سورۂ ھل اتٰک حدیث الغاشیۃ۔ پڑھتے تھے۔

۱۹۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدۃ اور سورۂ ھل اتی علی الانسان حین

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی صَلٰوۃِ الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَۃِ وَھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ وَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی صَلٰوۃِ الْجُمُعَۃِ سُوْرَۃَ الْجُمُعَۃِ وَالْمُنَافِقِیْنَ۔

من الدھر "۔ ۔ پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ میں سورۂ جمعۃ اور سورۃ المنافقون پڑھتے تھے۔

۱۹۲۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ نَا وَکِیْعٌ کِلَاھُمَا عَنْ سُفْیَانَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۱۹۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ مَخْوَلٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ فِی الصَّلٰوتَیْنِ کِلَیْھِمَا کَمَا قَالَ سُفْیَانُ۔

ایک دیگر سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۹۳۱۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقْرَأُ فِی الْفَجْرِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ وَھَلْ اَتٰی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں الٓمّٓ تنزیل اور ھل اتی پڑھتے تھے۔

۱۹۳۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَأُ فِی الصُّبْحِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ بِالٓمّٓ تَنْزِیْلُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاُوْلٰی وَفِی الثَّانِیَۃِ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّھْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں پہلی رکعت میں سورہ الٓمّٓ تنزیل پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں سورہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا۔

۱۹۳۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمُ الْجُمُعَۃَ فَلْیُصَلِّ بَعْدَھَا اَرْبَعًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن نماز پڑھے تو اس کے بعد چار رکعت نماز پڑھے۔

۱۹۳۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار

اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمُ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَصَلُّوْا اَرْبَعًا زَادَ عَمْرٌو فِیْ رِوَایَتِہٖ قَالَ ابْنُ اِدْرِیْسَ قَالَ سُھَیْلٌ فَاِنْ عَجِلَ بِکَ شَیْءٌ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ فِی الْمَسْجِدِ وَرَکْعَتَیْنِ اِذَا رَجَعْتَ۔

رکعت پڑھو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اگر تمہیں جلدی ہو تو دو رکعت مسجد میں اور دو رکعت گھر جا کر پڑھو۔

۱۹۳۵۔ وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ کِلَاھُمَا عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مُصَلِّیًا بَعْدَ الْجُمُعَۃِ فَلْیُصَلِّ اَرْبَعًا وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ مِّنْکُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت پڑھے۔

۱۹۳۶۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا نَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اللَّیْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا صَلَّی الْجُمُعَۃَ انْصَرَفَ فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ ثُمَّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر آ کر دو رکعت نماز پڑھتے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۹۳۷۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ وَصَفَ تَطَوُّعَ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ کَانَ لَا یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ حَتّٰی یَنْصَرِفَ فَیُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَ یَحْیٰی اَظُنُّہٗ قَرَاْتُ فَیُصَلِّیْ اَوْ اَلْبَتَّۃَ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کا بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۱۹۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ زُھَیْرٌ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ قَالَ نَا عَمْرٌو عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ بَعْدَ الْجُمُعَۃِ رَکْعَتَیْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔

۱۹۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُثْمَانُ بْنُ عَطَآءِ ابْنِ اَبِي الْخَوَارِ اَنَّ نَافِعَ ابْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ ابْنِ اُخْتِ نَمِرٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ شَيْءٍ رَاٰهُ مِنْهُ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ صَلَّيْتُ مَعَهٗ الْجُمُعَةَ فِي الْمَقْصُوْرَةِ فَلَمَّا سَلَّمَ الْاِمَامُ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ فَصَلَّيْتُ فَلَمَّا دَخَلَ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ لَا تَعُدْ لِمَا فَعَلْتَ اِذَا صَلَّيْتَ الْجُمُعَةَ فَلَا تَصِلْهَا بِصَلٰوةٍ حَتّٰى تَتَكَلَّمَ اَوْ تَخْرُجَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِذٰلِكَ اَنْ لَّا نُوْصِلَ صَلٰوةً بِصَلٰوةٍ حَتّٰى نَتَكَلَّمَ اَوْ نَخْرُجَ۔

عطا کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انہیں سائب بن اخت نمر کے پاس کچھ ایسی باتیں پوچھنے کے لیے بھیجا جو انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نماز میں نوٹ کی تھیں۔ سائب نے کہا ہاں میں نے حضرت معاویہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا ہے امام کے سلام پھیرنے کے بعد میں نے اسی جگہ اٹھ کر نماز پڑھی تھی۔ حضرت معاویہ نے مجھے بلایا اور کہا دوبارہ ایسا نہ کرنا، جمعہ پڑھنے کے بعد کچھ بات کرو یا اس جگہ سے دوسری جگہ جاؤ پھر نماز پڑھو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم ایک نماز کے متصل دوسری نماز نہ پڑھیں اور دو نمازوں کے درمیان بات چیت یا باہر جانے سے فصل کریں۔

۱۹۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَآءٍ اَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ اَرْسَلَهٗ اِلَى السَّآئِبِ ابْنِ يَزِيْدَ بْنِ اُخْتِ نَمِرٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا سَلَّمَ قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْاِمَامَ۔

عطا کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے انھیں سائب بن یزید بن اخت نمر کے پاس بھیجا باقی حسبِ سابق ہے صرف یہ فرق ہے کہ اس میں ہے کہ جب اس نے سلام پھیرا تو میں اپنی جگہ کھڑا رہا اور امام کا ذکر نہیں ہے۔

جمعہ کے دن غسل کا حکم

اس باب کی بعض احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا ہے اور بعض احادیث میں فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنتِ مستحبہ ہے اور ان احادیث میں آپ کا حکم استحباب پر محمول ہے اور جس حدیث میں ہے: "الغسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم" اس حدیث میں واجب، ثابت اور متاکد کے معنی میں ہے اس سے وجوب اصطلاحی مراد نہیں ہے۔[1]

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، واجب، سنت، مستحب۔ مدونہ میں یہی ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔ اور اس کا ترک جائز نہیں لیکن اصحاب مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مستحب ہے[2]۔

امام مالک کا استدلال بعض احادیث کے ظاہری الفاظ سے ہے جن کی توجیہ ہم علامہ نووی سے نقل کر چکے ہیں۔ جمہور کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۳-۲۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

استدلال اس حدیث سے ہے:

عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضأ يوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل [1]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا تو اچھی بات ہے اور جس نے غسل کیا تو اس میں زیادہ فضیلت ہے۔

ایک اور حدیث ہے:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من توضأ فاحسن الوضوء ثم اتى الجمعة فاستمع وانصت غفر له ما بين الجمعة الى الجمعة وزيادة ثلاثة ايام [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کے لیے آیا اور خاموش بیٹھ کر (خطبہ) سنا اس کے ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۵۱ میں ہے حضرت عثمان صرف وضو کر کے دوران خطبہ جمعہ کے لیے لیے آئے تو حضرت عمر نے انھیں دیر سے آنے اور غسل نہ کرنے پر ملامت کی [3]۔ اگر غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمان اس کو ترک نہ کرتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حکم دیتے کہ غسل کر کے آئیں اور جب انھوں نے حکم نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ ان دونوں کے نزدیک غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔ رہا یہ سوال کہ مستحب کے تارک پر ملامت نہیں کی جاتی تو پھر حضرت عمر نے حضرت عثمان کو کیوں ملامت کی اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے ملامت کر کے اس بات پر متنبہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایسے شخص ہیں جو لوگوں کے لیے مقتدیٰ ہیں لہٰذا ان کو غسل ترک نہیں کرنا چاہیے تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور مشائخ کو امور مستحبہ بھی پابندی سے ادا کرنے چاہئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بڑے آدمی کو بھرے مجمع میں ملامت کرنا جائز ہے ہر چند کہ یہ پسندیدہ نہیں ہے، نیز حکام کے سامنے عذر پیش کرنا اور جمعہ سے پہلے دنیاوی معاملات میں مشغول رہنے کا جواز بھی معلوم ہوا۔

نماز جمعہ کے لیے جانے کا وقت

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۶۰ میں ذکر ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں جائیگا اس کو اونٹ کے صدقہ کا ثواب ہوگا اور جو دوسری ساعت میں جائے گا اس کو گائے کے صدقہ کا ثواب ہوگا۔ علی ہذا القیاس جمہور فقہاء اور ائمہ کے نزدیک اس ساعت سے مراد زوال کے بعد پہلا لمحہ پھر دوسرا لمحہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس سے مراد جمعہ کی صبح کے بعد پہلی ساعت پھر دوسری ساعت ہے علامہ نووی نے جمہور کے

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۹۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔
ایضاً۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] ۔ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ۔

نظریہ کو ترجیح دی ہے۔[1]

دورانِ خطبہ خاموش رہنے میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۸۶۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ خطبہ خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک خاموش رہنا واجب اور بات کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام شافعی کے دو قول ہیں مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ اگر اس تک آواز آرہی ہے تو خاموش رہنا واجب ہے ورنہ نہیں[2]۔ ظاہر احادیث امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی تائید کرتی ہیں۔

ساعت جمعہ

حدیث نمبر ۱۸۶۵ سے لے کر ۱۸۷۱ میں ساعت جمعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں ساعت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث میں نماز کو لغوی معنی پر محمول کیا ہے وہ کہتے ہیں اس سے مراد دعا ہے اور یہ ساعت جمعہ کے دن عصر کے بعد سے لے کر مغرب تک ہوتی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ امام کے آنے سے لے کر نمازِ جمعہ سے فراغت تک یہ ساعت ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھی ما بین ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضی الصلوٰۃ۔[3] "یہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز کی فراغت تک ہے۔" اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ ساعت جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: اس ساعت کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر فراغت نماز تک یہ ساعت ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ کے علاوہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۸۷۱ میں بھی اسی طرح ہے۔ سعیدی) معراج میں ہے کہ خطبہ کے دوران دل میں دعا مانگے کیونکہ خطبہ کے دوران سکوت کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ طحطاوی لکھتے ہیں کہ" علامہ زرقانی نے فرمایا: ساعت جمعہ کے بیالیس اقوال میں سے یہ دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ساعت جمعہ ان دو وقتوں میں گھومتی رہتی ہو۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں دعا کرنی چاہیے۔" ظاہر یہ ہے کہ یہ ایک لطیف ساعت ہے اور ہر شہر اور ہر خطیب کے اعتبار سے اس کا وقت بدلتا رہتا ہے کیونکہ جس وقت ایک شہر میں دن ہوتا ہے دوسرے شہر میں رات ہوتی ہے اور جس وقت ایک شہر میں ظہر ہوتی ہے دوسرے شہر میں عصر ہوتی ہے۔ بہرحال سورج جس درجہ پر بھی حرکت کرتا ہے اس کی حرکت سے یہ ساعت کسی قوم پر طلوع ہوتی ہے اور کسی قوم پر غروب ہو جاتی ہے۔[4]

فضیلتِ جمعہ

حدیث نمبر ۱۸۷۲ اور ۱۸۷۳ میں ہے کہ جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام جنت سے خارج کیے گئے اور اسی دن قیامت واقع ہوگی، ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے خروج میں کیا فضیلت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا پہلے جنت میں قیام عارضی تھا۔ جب دنیا میں آکر اللہ تعالیٰ کے احکام پر

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ " " " ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۱ " " "

[3] ۔ امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ۔

[4] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۷۲ھ۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

عمل کیا تو جنت میں دوام اور خلود کا استحقاق حاصل ہوا ثانیاً جنت سے زمین میں آئے تو خلافت الٰہیہ کا تاج پہنا، زمین پر آنے کے بعد آپ سے نسل انسانی پھیلی اور اس وجہ سے بے شمار اولیاء اور انبیاء بالخصوص حضور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی اور یہ تمام اُمور جنت سے خروج پر مرتب ہوئے۔ اور قیامت قائم ہونے میں فضیلت ظاہر ہے کیونکہ مسلمانوں کے اُخروی انعامات کا حصول قیامت کے بعد ہی ہوگا۔

حدیث نمبر ۱۸۷۴ تا ۱۸۷۹ میں ہے کہ مسلمانوں نے جمعہ کی ہدایت پائی اور یہود و نصاریٰ جمعہ کو نہ پاسکے، قاضی عیاض فرماتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو جمعہ کی تعظیم کا حکم دیا گیا اور اس کی تعیین ان کے اجتہاد پر چھوڑ دی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مسلمانوں کو جمعہ کے دن پر مطلع کر دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جمعہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا اور اس کے فضائل بتلائے تھے لیکن انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی اور کہا ہفتہ افضل ہے۔

جمعہ کا وقت حدیث نمبر ۱۸۸۵ سے لے کر ۱۸۸۹ میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوال آفتاب کے بعد جمعہ پڑھتے تھے اور ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نماز جمعہ کے بعد کھانا کھانے اور قیلولہ کرتے تھے، ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زوال کے بعد نماز جمعہ جلدی پڑھنی چاہیے، امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے البتہ امام احمد بن حنبل زوالِ آفتاب سے پہلے نماز جمعہ جائز قرار دیتے ہیں [1]۔

خطبۂ جمعہ کے احکام حدیث نمبر ۱۸۹۰ سے ۱۸۹۷ میں خطبہ کا بیان ہے۔ جمعہ کا خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد، درود شریف اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان اُمور کا خطبہ میں بیان کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے [2]۔ قوت دلیل کے اعتبار سے امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح ہے کیونکہ خطبہ جمعہ میں ان اُمور کا ذکر واجب تب ہوتا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ میں ان اُمور کے ذکر کا حکم دیا ہوتا یا ان اُمور کے ترک پر کسی عذاب کی وعید سنائی ہوتی، علامہ نووی نے وجوب پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ اگر خطبہ ان امور پر مشتمل نہ ہو تو خلاف سنت ہوگا اس دلیل کا ضعف بالکل واضح ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قال یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغا [3]۔ "جس شخص نے خطبہ جمعہ کے دوران (کسی سے کہا) چپ ہو جاؤ، اس نے لغو کام کیا" اس حدیث کو امام بخاری [4] نے اپنی صحیح میں، امام ترمذی نے اپنی جامع میں [5] اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر فقہاء حنفیہ نے خطبہ جمعہ کے دوران امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی منع کیا ہے۔ علامہ علائی لکھتے ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ج ۱ ص ۲۸۴ "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸-۱۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[4] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] امام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنا، کھانا پینا، تسبیح پڑھنا، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف کرنا حرام ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ خاموش رہے اور خطبہ سنے .... البتہ ہاتھ سے کسی برائی کے ہٹانے میں کوئی حرج نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جب اسم مبارک سنے تو دل ہی دل میں درود شریف پڑھے اور چھینک یا سلام کا جواب دینا بھی اس پر واجب نہیں ہے[1] ملا علی قاری رحمہ الباری نے صحیح ابن حبان کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر سراً (خفیہ آواز سے) قرآن مجید پڑھتے اور شرح طیبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ دو خطبوں کے درمیان آہستہ آواز سے سورۂ اخلاص پڑھنی چاہیے[2] نیز خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر دینا چاہیے بیٹھ کر جمعہ کا خطبہ دینا خلاف سنت ہے، حدیث نمبر ۱۸۹۷ میں ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ام الحکم کو بیٹھ کر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: انظروا الی ھذا الخبیث یخطب قاعداً۔ "اس خبیث کو دیکھو بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے"۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص خلاف سنت کام کرے اس کو خبیث کہنا جائز ہے۔ حدیث نمبر ۱۹۰۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کا ذکر ہے جس میں بدعت کا لفظ ہے علامہ نووی نے اس کی شرح میں بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں[3] ہم بدعت پر مفصل بحث باب نمبر ۲۵۵ "دائمی عمل کی فضیلت" میں بیان کر چکے ہیں۔

اللہ اور رسول کا ضمیر واحد سے ذکر

حدیث نمبر ۱۹۰۰ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوران خطبہ کہا من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فقد غوی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بئس الخطیب انت قل ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوی۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس شخص کی مذمت کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اللہ اور رسول کا صراحۃً ذکر نہیں کیا اور اس کی بجائے ضمیر کا ذکر کیا جبکہ خطبہ میں وضاحت اور تفصیل مقصود ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اللہ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر سے کیا ہے وہ خطبہ بحیثیت خطبہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کی تعلیم ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ کی تعلیم دی اور اس میں فرمایا: "من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصھما فلا یضر الا نفسہ" ہر چند کہ اس جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر میں کیا ہے لیکن یہ خطبہ نہیں خطبہ کی تعلیم ہے اور تعلیم میں اختصار ملحوظ ہوتا ہے تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو[4] علامہ عینی نے اس سوال کا (کہ اس خطیب کی مذمت کی اور خود اللہ اور رسول کا ایک ضمیر میں ذکر کیا) یہ جواب دیا ہے کہ عام آدمی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ضمیر میں ذکر کرے گا تو اس کے بارے میں یہ وہم ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ اور رسول کو برابر سمجھتا ہے۔ اس لیے آپ نے اس شخص کے ومن یعصھما۔ کہنے کی مذمت کی لیکن آپ کے بارے میں آپ کے منصب کی وجہ سے چونکہ یہ وہم نہیں کیا جا سکتا اس لیے مثلاً ومن یعصھما۔ کہنا آپ کی خصوصیت ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے علامہ عینی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ متکلم اپنے خطاب میں داخل نہیں ہوتا جیسا کہ مخلوق کی قسم کھانا منع ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے متعدد مخلوقات کی قسم کھائی ہے اسی

---

[1] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۷۶۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] " " ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس قسم کے کلام کی اجازت دی ہے اور دوسروں کو منع کر دیا علامہ عینی نے تیسرا جواب یہ ذکر کیا کہ خود اس قسم کا کلام کرنا آپ کا فعل ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو ہمارے لیے حجت آپ کا قول ہے[1]۔ بعض معاصرین نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے: چونکہ کمال ایمان کے لیے یہ دونوں محبتیں معتبر ہیں ہر ایک کا کوئی علیحدہ اعتبار نہیں اس لیے ماسوا هُما کی ضمیر تثنیہ ذکر کی ہے اور بئس الخطیب انت کی حدیث میں افراد ضمیر کا حکم اس لیے فرمایا کہ انسان کی گمراہی کے لیے ہر ایک عصیان علیحدہ علیحدہ کافی اور مستقل ہے[2]۔ اس جواب کی تفصیل یہ ہے کہ بخاری شریف میں یہ حدیث ہے۔

حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما - اس جملہ میں بھی آپ نے اللہ اور رسول کا ذکر ایک ضمیر میں کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حلاوت ایمان چونکہ اللہ اور رسول دونوں کی محبت سے مل کر پیدا ہوتی ہے اس لیے دونوں کو ایک ضمیر میں جمع فرمایا اور جب کہا جائے گا ومن یعصھما فقد غوٰی تو اس اصول سے یہ معنی ہوگا کہ غوایت میں اللہ اور رسول دونوں کی مجموعی معصیت کا دخل ہے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کی معصیت بھی غوایت ہے اور چونکہ اس اعتبار سے یہ جملہ غلط تھا اس لیے آپ نے کہنے والے کو فرمایا بئس الخطیب انت اور اس کی مذمت کی بعض معاصرین نے عمدۃ القاری سے قاضی عیاض کا یہ جواب بلا حوالہ نقل کرتے وقت یہ خیال نہیں کیا کہ سنن ابوداؤد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ومن یعصھما فلا یضر الا نفسہ " بعض معاصرین کے نقل کردہ اصول سے اس حدیث کا یہ معنی ہوگا کہ جو اللہ اور رسول دونوں کی مجموعی معصیت کرے اس کو ضرر ہوتا ہے اور اگر ایک کی معصیت کرے تو ضرر نہیں ہوتا حالانکہ ایک کی معصیت بھی ضرر ہے۔ اس لیے اس سوال کے صحیح جواب یہی ہیں جو علامہ نووی اور علامہ عینی نے بیان کیے ہیں۔

عبادات میں نئے طریقوں سے صحابہ کی نفرت

حدیث نمبر ۱۹۱۳ میں ہے "حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ بشر بن مروان خطبہ میں دونوں ہاتھ بلند کر رہا تھا انھوں نے کہا اللہ ان دونوں ہاتھوں کو برباد کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطبہ صرف انگلی سے اشارہ کرتے تھے" حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء کے موقع پر خطبہ میں دونوں ہاتھ بلند کیے ہیں لیکن چونکہ اس موقع پر آپ کا دونوں ہاتھ بلند کرنا ایک امر عارض کے سبب سے تھا اور یہ عام معمول نہیں تھا اس لیے حضرت عمارہ نے اس طریقہ سے نفرت اور برأت کا اظہار کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عبادات میں ایسے نئے طریقے ایجاد کرنے سے سخت متنفر تھے جو مخالف سنت ہوں۔ اس کے تحت وہ امور نہیں آتے جو بجائے خود اطلاق شرعی کے افراد اور سنت کے عموم میں داخل ہیں جیسے تعیین عرفی سے وفات کے تیسرے، دسویں یا چالیسویں روز بعد ایصال ثواب کرنا، البتہ اس تعیین کو ضروری یا شرعی خیال کرنا بدعت سیئہ ہے۔

خطبۂ جمعہ کے دوران تحیۃ المساجد پڑھنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۱۹۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اس دوران ایک شخص آیا رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ - عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد۔

علیہ وسلم نے اس سے پوچھا اے فلاں کیا تم نے نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پڑھ لو اور حدیث نمبر ۱۹۲۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اس وقت آئے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو وہ اختصار کے ساتھ دو رکعت پڑھ لے۔

امام شافعی، امام احمد اور بعض تابعین کا نظریہ ہے کہ جمعہ کے دن جب کوئی امام کے خطبہ کے دوران آئے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے اور بغیر دو رکعت نماز پڑھے اس کے لیے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور صحابہ اور تابعین کا نظریہ ہے کہ خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد نہ پڑھی جائے کیونکہ خطبہ سننا واجب ہے۔[1]

امام اعظم ابو حنیفہ اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح ابن خزیمہ اور جامع ترمذی میں فرمان رسالت ہے: من قال یوم الجمعۃ والامام یخطب انصت فقد لغا۔[2] "جس شخص نے خطبۂ جمعہ کے دوران کسی سے کہا چپ ہو جاؤ اس نے بھی لغو کام کیا" خطبۂ جمعہ کے دوران بولنا حرام (ظنی) ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ (جمعہ - ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لیے بلایا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبۂ جمعہ) کی طرف دوڑو، اور جب خطبۂ جمعہ کی طرف دوڑنا فرض ہوا تو اس سے اعراض حرام ہوا اور دوران خطبہ بات کرنے میں خطبہ سننے سے اعراض ہے اس لیے دوران خطبہ بات کرنا حرام ہوا۔ اور صحیح بخاری، جامع ترمذی اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات کرنے والے کو چپ کرنے کے امر سے بھی منع فرما دیا ہے حالانکہ حرام کام سے روکنا اور امر بالمعروف کرنا فرض ہے لیکن جب کسی فرض کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہو تو وہ بھی ممنوع ہے لہٰذا خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد کی ادائیگی جو کہ ایک امر مستحب ہے بطریق اولیٰ ممنوع قرار پائے گی۔ دوسرا استدلال اس طرح ہے کہ جو کام خطبہ سننے سے مانع ہو وہ ممنوع ہے اور تحیۃ المسجد کی ادائیگی خطبہ سننے سے مانع ہے اس لیے دوران خطبہ تحیۃ المسجد کی ادائیگی ممنوع ہے۔ تیسرا استدلال اس طرح ہے کہ خطبۂ جمعہ نماز کے قائم مقام ہے اور نماز کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں اس لیے خطبہ کے دوران بھی تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ سوال کہ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۹۲۱ سے ظاہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے کیونکہ یہ اس زمانہ پر محمول ہے جب نماز میں بات کرنا مباح تھا اور جب نماز کے دوران بات کرنا مباح تھا تو دوران خطبہ بات کرنا بھی مباح ہوا اور دوران خطبہ نماز پڑھنا بھی مباح ہوا اس لیے آپ نے اس وقت کے اعتبار سے خطبہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دیا تھا لیکن جب آپ نے نماز کی طرح خطبہ کے دوران کلام سے منع فرما دیا تو پچھلا حکم منسوخ ہو گیا اور اب دوران خطبہ تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ اور تابعین نے دوران خطبہ نماز پڑھنے سے منع کیا ہے اگر یہ حکم منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ کس طرح متصور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کام سے منع کریں جس کا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہو۔ آثار صحابہ اور تابعین حسب ذیل ہیں:

عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال ادرکت عمر وعثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعۃ

"ثعلبہ بن ابی مالک قرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا زمانہ پایا جب امام جمعہ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸-۱۲۷، صحیح ابن خزیمہ، ج ۳ ص ۱۵۳، جامع ترمذی ص ۱۰۰۔

ترکنا الصلوٰۃ۔ [1]

(ورنہ خطبہ دینے) جاتا تو ہم نماز ترک کر دیتے تھے۔

عَنْ عطاء عن ابن عباس وابن عمر انهما كانا يكرهان الصلوٰة والكلام بعد خروج الامام۔ [2]

عطاؑ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم امام کے خروج کے بعد نماز اور کلام کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن هشام بن عروة عن ابيه قال اذا قعد الامام على المنبر فلا صلوٰة۔ [3]

ہشام کہتے ہیں کہ عروہ کہتے تھے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔

عن ابن سيرين انه كان يقول اذا خرج الامام فلا يصل احد حتى يفرغ الامام۔ [4]

ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب امام (خطبہ کے لیے) آجائے تو کوئی شخص نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ امام (خطبہ سے) فارغ ہو جائے۔

حافظ ذیلعی نے مسند اسحاق بن راہویہ سے سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن سائب بن يزيد قال: كنا نصلي في زمن عمر يوم الجمعة، فاذا خرج عمر و جلس على المنبر قطعنا الصلوٰة الى قوله فاذا سكت المؤذن خطب ولم يتكلم احد حتى يفرغ من خطبته۔

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب حضرت عمرؓ آکر منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز منقطع کر دیتے۔ جب مؤذن اذان دے چکتا تو حضرت عمر خطبہ دیتے اور اس وقت تک کوئی بات نہیں کرتا تھا جب تک آپ خطبہ سے فارغ نہ ہو جاتے

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے [6]

عن عقبة بن عامر قال الصلوٰة والامام على المنبر معصية۔ [7]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اس وقت نماز پڑھنا معصیت ہے جب امام منبر پر ہو۔

عن ابراهيم قال قيل لعلقمة انتكلم والامام يخطب اوقد خرج الامام قال لا۔ [8]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ علقمہ سے کسی نے پوچھا کہ جس وقت امام خطبہ کے لیے نکلے یا خطبہ دے رہا ہو، اس وقت ہم بات کر سکتے ہیں؟ کہا نہیں!

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[2] ۔ " " " " "
[3] ۔ " " " " "
[4] ۔ " " " " "
[5] ۔ حافظ جمال الدین ذیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔
[6] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الدرایۃ ج ۱ ص ۱۳۲،
[7] ۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
[8] ۔ " " " " "

تنبیہ: علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر نے خطبہ کے دوران نماز کے عدم جواز پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

ولابی حنیفۃ رحمہ اللہ قولہ علیہ السلام اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام [1]

امام ابوحنیفہ کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے جب امام آجائے تو نماز اور کلام جائز نہیں۔

حافظ ذیلعی کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے فرمایا یہ زہری کا قول ہے اس کو حضور کا فرمان قرار دینا وہم فاحش ہے [2]۔

تبلیغ اسلام اور تعلیم عقائد کی اہمیت

حدیث نمبر ۱۹۲۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، اثنار خطبہ میں ایک شخص نے آکر دین اسلام کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ منقطع کرکے اسے تعلیم دی پھر خطبہ دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا جو شخص طالب اسلام ہو اور عقائد اسلام کے بارے میں جاننا چاہے اس کو تعلیم دینا ہر فرض سے اہم ہے۔ متکلمین نے کہا کہ کوئی شخص کسی عالم سے کہے مجھے مسلمان کردو اور وہ کہے میں تھوڑی دیر بعد مسلمان کروں گا تو وہ مسلمان کافر ہوگیا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس کے کفر پر راضی ہوگیا۔

نوافل کو فصل سے پڑھنا

حدیث نمبر ۱۹۳۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک نماز کے ساتھ متصل دوسری نماز نہ پڑھی جائے۔ حتیٰ کہ درمیان میں کلام ہو یا اس جگہ سے چلے جانا۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ فرض کے بعد نوافل کو متصل کرکے پڑھا جائے خواہ وہ نوافل سنن مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ۔

خطبہ جمعہ کے دوران صحابہ کرام کے اٹھ کر جانے کی توجیہ

حدیث نمبر ۱۸۹۶ میں ہے جمعہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوکر خطبہ دے رہے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ آیا اور بارہ صحابہ کے سوا تمام صحابہ اس قافلہ کی طرف دوڑ پڑے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے بارہ صحابہ کے سوا سب چلے گئے تھے اور سنن دار قطنی میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ چالیس صحابہ بیٹھے رہے تھے جن میں میں بھی تھا۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

صحابہ کرام کا خطبہ چھوڑ کر جانا خطبہ جمعہ سننے کے حکم سے پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا تھا، صحابہ کرام نماز جمعہ پڑھ کر گئے تھے اور ان کے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں تھا حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

واذا راوا تجارۃً او لھوا انفضوا الیھا وترکوک قائما۔ (جمعہ ۱۱)

اور جب انھوں نے تجارت یا کھیل (تماشا) دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے، اور آپ کو (خطبہ میں) کھڑا چھوڑ گئے۔

اس آیت کے نزول کے بعد خطبہ سننا واجب ہوگیا' خیال رہے کہ صحابہ کرام کے تسامحات بعض اوقات قرآن مجید کی آیات کے نزول کا سبب ہوتے ہیں، بعض اوقات احکام شرعیہ کی تنفیذ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ فراہم کرنے کا سبب ہوتے ہیں، جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض صحابہ پر حدود و تعزیرات جاری فرمانا اور بعض اوقات ان کے تسامحات کی وجہ سے امت پر احکام شرعیہ سہل ہو جاتے ہیں، جیسے رمضان کی راتوں کا امت پر حلال ہو جانا، ہم نے جو لکھا ہے کہ صحابہ کا خطبہ چھوڑ کر جانا ابتدائی واقعہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

مقاتل بن حیان روایت کرتے ہیں کہ (پہلے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ سے پہلے نماز جمعہ پڑھتے تھے جس طرح عیدین کی نماز میں ہوتا ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر بتایا کہ دحیہ بن خلیفہ مال تجارت لے آیا ہے اس کے آنے پر دف بجایا جاتا تھا، سو لوگ اٹھ کر چلے گئے، ان کے گمان میں خطبہ ترک کرنے میں کوئی حرج نہیں تھا، (اور نماز وہ پڑھ چکے تھے۔) تب اللہ تعالیٰ نے (سورۂ جمعہ کی مذکورہ) آیت نازل کی، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ جمعہ کو مقدم کر دیا اور نماز جمعہ کو خطبہ سے مؤخر کر دیا، پھر کوئی شخص خواہ نکسیر پھوٹ جائے یا دھوتوڑ جائے آپ سے اجازت لیے بغیر دوران خطبہ نہیں جاتا تھا،

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ اولیٰ، ۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب صلوٰۃُ العیدَین

عید کا معنی

علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: جس دن میں لوگوں کا اجتماع ہو اس کو عید کہتے ہیں، عید کا لفظ عود سے ماخوذ ہے جس کا معنی لوٹنا ہے کیونکہ یہ دن مسلمانوں پر بار بار لوٹ کر آتا ہے اس لیے اس کو عید کہتے ہیں یا عادت سے ماخوذ ہے کیونکہ اس دن میں مجتمع ہونا لوگوں کی عادت ہے، ازہری نے کہا اہل عرب کے نزدیک عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں خوشی یا غم لوٹ کر آئے، ابن العربی نے کہا عید کو عید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر سال نئی خوشی کے ساتھ لوٹ کر آتی ہے۔[1]

شیخ شوکانی لکھتے ہیں: ہر وہ دن جس میں کوئی خوشی لوٹ کر آئے عید کا دن ہے۔ خلیل نے کہا ہر وہ دن جس میں لوگ جمع ہوں عید کا دن ہے گویا لوگ اس دن کی طرف لوٹتے ہیں، ابن انباری نے کہا جس دن کوئی خوشی اور راحت لوٹے عید ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن ہر انسان اپنے مرتبہ کے مطابق اجر لے کر لوٹتا ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: عید کو اس لیے عید کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر سال اس دن اپنے بندوں پر انواع واقسام کے احسانات لوٹاتا ہے، اور اس دن فرح، سرور اور نشاط وانبساط منانا لوگوں کی عادت ہے، نیز لکھتے ہیں کہ نیک شگون کے طور پر اس دن کو عید کہا جاتا ہے تاکہ ہماری زندگی میں یہ دن بار بار لوٹ کر آئے جس طرح قافلہ کو قافلہ نیک شگون کے لیے کہتے ہیں تاکہ جس طرح وہ جا رہا ہے، لوٹ کر آئے کیونکہ قافلہ کے معنی ہیں لوٹ کر آنے والا۔

علامہ طاہر پٹنی نے عید کا ذکر کرتے ہوئے یہ حدیث ذکر کی ہے لا تجعلوا قبری عیدا اور اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

لا تجتمعوا لزیارتہ اجتماعکم للعید فانہ یوم لھو وسرور وحال الزیارۃ بخلافہ الی قولہ ویحتمل کون النھی لدفع المشقۃ عن امتہ او لکراھتہ ان یجروا فی تعظیم قبرہ فیفتنوا بہ وربما یودی الی الکفر۔[3]

میری قبر کی زیارت کے لیے اس طرح جمع نہ ہونا جیسے تمہارا عید کیلئے اجتماع ہوتا ہے کیونکہ عید خوشی منانے اور کھیل کود کا دن ہے، اور زیارت کا حال اس کے برخلاف ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے امت کی مشقت کے پیش نظر زیارت سے منع فرمایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو یہ بات ناپسند ہو کہ لوگ آپ قبر شریف کی تعظیم میں حد سے تجاوز کریں اور کسی ایسے فتنہ میں مبتلا ہو جائیں جس میں کفر کا خدشہ ہو۔

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۳۱۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ۔

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار جزء ۴ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر طبعۃ جدیدۃ ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے قبر انور کو عید بنانے سے اس لیے منع فرمایا ہو کہ جس طرح عید سال کے بعد آتی ہے تم بھی میری قبر پر سال کے بعد آیا کرو بلکہ بکثرت آیا کرو کیونکہ آپ کی قبر کی زیارت آپ سے محبت کی علامت، ایمان میں زیادتی کا سبب اور شفاعت کے حصول کا ذریعہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح یکم شوال اور ۱۰ ذی الحج کی تاریخ عید کے لیے معین ہے اس طرح تم میری قبر کی زیارت کے لیے کوئی دن مقرر نہ کرنا کیونکہ تعیین شرعی بدعت ہے۔ اور ہر حال میں آداب شریعت ملحوظ رہنے چاہئیں جن کی طرف علامہ طاہر پٹنی نے اشارہ فرمایا ہے۔

علامہ رافعی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے ۲ھ ہجری میں عید الفطر کی نماز پڑھی اس کے بعد ہمیشہ عیدین کی نماز پڑھتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ [۱]

احناف کے نزدیک عیدین کے احکام

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شہر والوں پر عید کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں میں نے امام اعظم سے پوچھا:

قلت ارایت العیدین هل یجب فیهما الخروج علی اهل القری والجبال والسواد؟ قال: لا انما یجب علی اهل الامصار والمدائن۔ [۲]

میں نے کہا: یہ بتلائیے کہ کیا بستیوں، پہاڑوں اور گاؤں والوں پر عیدین کی نماز پڑھنا واجب ہے۔ امام اعظم نے فرمایا نہیں، عیدین کی نماز صرف شہر والوں پر پڑھنا واجب ہے۔

عیدین کے وجوب کی وہی شرائط ہیں جو ہم جمعہ کے وجوب کی شرائط میں ذکر کر چکے ہیں۔ البتہ عیدین کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہوتی۔ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے۔ عیدین کی نماز شہر سے باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت اور فضیلت ہے اگرچہ مسجد میں بھی پڑھنا جائز ہے نیز اب کراچی اور لاہور ایسے شہروں میں تمام آبادی کا شہر سے نکل کر کسی میدان میں نماز پڑھنا مشکل ہے کیونکہ اتنے بڑے میدان ہی نہیں ہیں جس میں دس بیس لاکھ بالغ مردوں کی آبادی سما سکے۔ عیدین کی نماز سے پہلے غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا سنت اور مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا لیا کرتے تھے اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد قربانی کر کے قربانی کے گوشت سے کچھ کھاتے تھے۔ عیدین کی نماز کو جاتے وقت باآواز بلند تکبیرات پڑھنا سنت ہے (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد) عید الفطر میں نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا اور عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد قربانی کرنا اس مسلمان پر واجب ہے جو اس دن صاحب نصاب ہو۔ [۳]

عیدین کے حکم میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

امام شافعی کے نزدیک عیدین کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اصحاب شافعیہ میں سے علامہ اصطخری کے نزدیک عیدین کی نماز فرض کفایہ

---

[۱] علامہ عبد الکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز ج ۵ ص ۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[۳] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۱، ۳۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴] امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۲ ص ۳۴۱۔ ۳۴۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

ہے [1] قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز سنت موکدہ ہے [2] علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عیدین کی نماز فرض کفایہ ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت کی ہے یہ وجوب کی دلیل ہے اور چونکہ اس کے لیے اذان نہیں دی جاتی اس لیے یہ وجوب کفائی ہے [3]

ائمہ ثلاثہ فرض اور وجوب میں فرق نہیں کرتے اسی طرح مکروہ تحریمی اور تنزیہی میں بھی فرق نہیں کرتے۔ اس اعتبار سے علامہ ابن قدامہ نے عیدین کی نماز پر کبھی فرض کفایہ کا اطلاق کیا ہے اور کبھی وجوب کفائی کا۔ احناف عیدین کی نماز کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس فعل پر بطور عبادت کے مداومت کریں وہ واجب ہوتا ہے اور عیدین کی نماز ایسی ہی ہے۔ لیکن فقہاء احناف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عید کی نماز سنت موکدہ ہے، کیونکہ عید کی نماز کی قضا لازم نہیں ہے اور واجب کی قضا لازم ہے۔ اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۴۴۷ میں دیکھیے

تکبیرات عیدین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک

امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے پوچھا: نماز عیدین میں تکبیرات کیسے پڑھے؟ امام اعظم نے فرمایا: امام کھڑا ہو کر ایک تکبیر کہہ کر نماز کا افتتاح کرے اس کے بعد تین تکبیریں کہے اس کے بعد سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے قرأت سے فارغ ہو کر تکبیر کہہ کر رکوع کرے۔ رکوع سے فارغ ہو کر سجدہ کرے دوسری رکعت میں کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ اور سورہ پڑھے، قرأت سے فارغ ہو کر تین تکبیرات کہے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر سجدہ کرے پھر تشہد کے بعد سلام پھیر دے [4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز میں کتنی تکبیرات پڑھی تھیں یہ امر کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ ابن جوزی کہتے ہیں: ولیس یروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی تکبیر العیدین حدیث صحیح۔

صحابہ کرام سے تکبیرات عیدین کے بارے میں متعدد آثار مروی ہیں جن میں تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تیرہ، بارہ اور نو تکبیرات مروی ہیں۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سات تکبیرات مروی ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے چھ تکبیرات مروی ہیں [5]۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کیا ہے کیونکہ نماز عید میں زائد تکبیرات اور زائد رفع یدین عام نمازوں کے طریقہ کے خلاف ہے، اور جو چیز امر معروف اور معہود کے خلاف ہو وہ جس قدر کم ہو اتنا بہتر ہے اور چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں زائد تکبیرات سب سے کم مروی ہیں اس لیے ان کی روایت پر عمل کیا۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی بہ نسبت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ زیادہ فقیہ صحابی ہیں، بلکہ خلفاء راشدین کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب ج ۵ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۳۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

[4] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۱۱ مطبوعہ مجلس علمی دابھیل ہند الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ۔

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۶ - ۲۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

اللہ عنہ صحابہ کرام میں سب سے عظیم فقیہ ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت سے استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

عن کردوس قال قدم سعید بن العاص فی ذی الحجۃ فارسل الی عبداللہ و حذیفۃ وابی مسعود الانصاری وابی موسی الاشعری فسالھم عن التکبیر فاسندوا امرھم الی عبداللہ فقال عبداللہ یقوم فیکبر ثم یکبر ثم یکبر فیقوم ثم یکبر ویرکع ویقوم فیقرؤ ثم یکبر ثم یکبر ثم یکبر ثم یکبر الرابعۃ ثم یرکع [1]

کردوس بیان کرتے ہیں کہ ذوالحجہ میں سعید بن العاص آئے انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابومسعود انصاری اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کے پاس ایک قاصد بھیج کر عیدین کی تکبیرات کے بارے میں سوال کیا تمام صحابہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس سوال کا جواب دیں حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ (عید پڑھنے کے لیے) کھڑا ہو (اور تکبیر تحریمہ کے بعد) تکبیر کہے پھر تکبیر کہے ——— اس کے بعد قرأت شروع کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو قرأت کرے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے پھر تکبیر کہے اور چوتھی تکبیر پر رکوع کرے۔

امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے کہ علقمہ اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری بیٹھے ہوئے تھے ان دونوں سے سعید بن عاص نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نماز کا طریقہ پوچھا ان دونوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس سوال کا جواب دیجئے حضرت ابن مسعود نے فرمایا:

فقال ابن مسعود: یکبر اربعا ثم یقرأ ثم یکبر فیرکع ثم یقوم فی الثانیۃ فیقرء ثم یکبر اربعا۔ [2]

حضرت ابن مسعود نے فرمایا (بشمول تکبیر تحریمہ) چار تکبیرات کہے پھر قرأت کرے پھر تکبیر کہہ کر رکوع پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو پھر قرأت کرے پھر (بشمول تکبیر رکوع) چار تکبیرات کہے۔

شیخ ابن حزم نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے [3]

ان دونوں حدیثوں میں عیدین کی چھ زائد تکبیرات کا واضح ثبوت ہے۔ ایک اور سند سے یہ بات زیادہ صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔

عن الاسود بن یزید عن ابن مسعود

اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۰۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴ - ۲۹۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[3] شیخ ابومحمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۵ ص ۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

فی الاولی خمس تکبیرات بتکبیر الرکعۃ وبتکبیرۃ الاستفتاح وفی الرکعۃ الاخریٰ اربعۃ بتکبیرۃ الرکعۃ [1]

اللہ عنہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت پانچ تکبیرات کہتے تھے اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع سمیت چار تکبیرات کہتے تھے۔

جن بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود عیدین کی نماز میں نو تکبیرات پڑھتے تھے اس نوے اسی تفصیل کے ساتھ مراد ہیں یعنی چھ زائد تکبیرات پہلی رکعت میں بشمول تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع پانچ تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں بشمول تکبیر رکوع چار تکبیریں اس کی مزید وضاحت اس روایت سے ہو جاتی ہے۔

عن ابراھیم انہ قال خرج الولید بن عقبۃ الی ابن مسعود وحذیفۃ و ابی موسیٰ رضی اللہ عنہم فقال ان عیدکم غدا فکیف اصلی؟ فقال یا اباعبد الرحمٰن اخبرہ فقال ابدء بالصلوٰۃ بلا اذان ولا اقامۃ؟ کبر فی الاولی خمسا اربعۃ قبل القراءۃ ثم اقرأ و کبر الخامسۃ فارکع بھا. ثم قم فاقرأ وال مابین القراءتین ثم کبر اربعا وارکع باخرھن [2]

ابراہیم کہتے ہیں کہ ولید بن عقبہ حضرت ابن مسعود حضرت حذیفہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم کے پاس گیا اور کہا کل تمہاری عید ہے میں کس طرح نماز پڑھاؤں حضرت ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (حضرت ابن مسعود کی کنیت) اس کو مسئلہ بتلائیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع کرو اور پہلی رکعت میں پانچ تکبیریں کہو۔ چار تکبیریں قرأت سے پہلے (ایک تکبیر تحریمہ اور تین عید کی تکبیرات) پھر قرأت کرو پھر پانچویں تکبیر کے ساتھ رکوع کرو پھر کھڑے ہو کر قرأت اور الحمد اور سورت کو ملاؤ پھر چار تکبیریں کہو اور چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع کر لو۔

شیخ ابن حزم نے بھی چھ تکبیرات کی روایت درج کی ہے۔

ومن طریق شعبۃ عن خالد الحذاء و قتادۃ کلاھما عن عبداللہ ابن الحارث ھو ابن نوفل قال: کبر ابن عباس یوم العید فی الرکعۃ الاولی اربع تکبیرات ثم قرأ ثم رکع ثم قام فقرأ ثم کبر ثلاث تکبیرات سوی تکبیرۃ الصلوٰۃ [3]

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عید کے دن پہلی رکعت میں (بشمول تحریمہ) چار تکبیرات کہیں پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر کھڑے ہوئے پھر قرأت کی پھر نماز کی تکبیر کے علاوہ تین تکبیرات کہیں۔

حضرت ابن عباس کی اس روایت کو اور حضرت ابن مسعود کی روایت کو (جس کو ہم پہلے ابن حزم کے حوالے کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں) درج کرنے کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وھذان اسنادان فی غایۃ الصحۃ و

یہ دونوں سندیں انتہائی درجہ کی صحیح ہیں اور امام ابوحنیفہ

---

[1] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[2] قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ کتاب الآثار ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

[3] شیخ ابو محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ المحلی ج ۵ ص ۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۵۰ھ۔

بھذا تعلق ابو حنیفۃ رحمہ اللہ نے انھی کے ساتھ استدلال کیا ہے۔

مالکیہ کا مسلک قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: "امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عیدین کی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے بشمول تکبیر تحریمہ کے سات تکبیرات ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام سمیت چھ تکبیرات ہیں"[۲] اس اعتبار سے امام مالک کے نزدیک عیدین میں گیارہ زائد تکبیرات ہیں اور دونوں رکعات میں تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں۔

حنابلہ کا مسلک علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت سات تکبیرات کہے ان تکبیروں میں تکبیر رکوع کا اعتبار نہیں ہے اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں اور ان میں تکبیر قیام کا اعتبار نہیں ہے اور دونوں رکعات کی تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں[۳]

اس لحاظ سے امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی عیدین کی نماز میں گیارہ زائد تکبیرات ہیں۔

شافعیہ کا مسلک شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع کے سوا سات تکبیرات کہے اور دوسری رکعت میں تکبیر قیام اور تکبیر رکوع کے سوا پانچ تکبیرات کہے اور دونوں رکعات کی تکبیرات قرأت سے پہلے ہیں[۴]۔

اس اعتبار سے امام شافعی کے نزدیک عیدین کی نماز میں بارہ تکبیرات زائد ہیں:

عید گاہ جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا سنت یہ ہے کہ جس راستہ سے عید گاہ جائے، نماز پڑھ کر اس راستہ کی بجائے دوسرے راستہ سے گھر جائے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق[۵]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم راستہ تبدیل کرتے تھے۔

راستہ تبدیل کرنے کی حکمتیں یہ ہیں (۱) دو راستے نمازی کی عبادت اور ذکر پر گواہی دیں (۲) ان راستوں کے رہنے والے جن وانس اس کے ذکر اور عبادت کے لیے جانے پر گواہ ہوں (۳) دونوں راستوں کو جائے عبادت کی گذرگاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو (۴) دونوں راستوں پر شعار اسلام کا اظہار ہو۔ (۵) متعدد جگہوں پر ذکر الٰہی کا اظہار ہو۔ (۶) کفار پر مسلمانوں کا رعب اور دہشت قائم ہو۔ (۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر دونوں راستوں کے کفار اور منافقین غیظ سے جل جائیں (۸) راستہ کی تبدیلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کفار کے مکر اور سازشوں سے محفوظ رہیں (۹) دونوں راستوں کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مستفید ہوں (۱۰) دونوں جگہوں کو آپ کے گذرنے سے برکت حاصل ہو۔ (۱۱) دونوں راستوں کے مسائل پوچھنے والوں کو جواب دے سکیں۔ (۱۲) آپ راستہ میں ملنے والے لوگوں کو سلام کریں

۱۔ شیخ ابو محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ المحلی ج ۵ ص ۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۵۰ھ۔

۲۔ قاضی ابو الولید محمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۳۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

۴۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی حنبلی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع المجموع ج ۵، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

تاکہ انھیں جواب کا اجر حاصل ہو (۱۳) دونوں طرف کے رشتہ داروں اور احباب سے ملاقات کریں۔ (۱۴) راستہ میں کوئی قبرستان ہو تو قبر کی زیارت کا موقع حاصل ہو (۱۵) صلہ رحمی کے لیے (۱۶) راستہ کی تبدیلی کے سبب اللہ تعالیٰ کی رضا اور مغفرت کے حصول سے اپنے حال کے تغیر کا نیک شگون لیا جائے (۱۷) دونوں راستوں کے ضرورتمندوں پر صدقہ اور خیرات کی جائے (۱۸) اژدہام اور بھیڑ میں کمی کے لیے (۱۹) دوسرا راستہ دور کا اختیار کیا جائے تاکہ زیادہ مشقت سے زیادہ اجر حاصل ہو (۲۰) نماز عید کے لیے جانے والے نمازیوں کے ذکر سے دونوں راستوں کے بے نمازیوں کے ضمیر پر ضرب لگے اور انھیں خیال آئے کہ ایک یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے جارہے ہیں اور ایک ہم ہیں جنھیں سال کے بعد بھی نماز پڑھنے کا ہوش نہیں آیا۔!

۱۹۴۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ شَهِدْتُ صَلَاةَ الْفِطْرِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فَكُلُّهُمْ يُصَلِّيهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ قَالَ فَنَزَلَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجَلِّسُ الرِّجَالَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يَشُقُّهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا فَتَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ حَتَّى فَرَغَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا أَنْتُنَّ عَلَى ذٰلِكَ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا مِنْهُنَّ نَعَمْ يَا نَبِيَّ اللهِ لَا يَدْرِي حِينَئِذٍ مَنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقْنَ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلُمَّ لَكُنَّ فِدًى أَبِي وَأُمِّي فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ الْفَتَخَ وَالْخَوَاتِيمَ فِي ثَوْبِ بِلَالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں عید الفطر کے موقع پر رہا ہوں، یہ سب عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے، اس کے بعد خطبہ دیتے تھے۔ آج بھی یہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اپنے ہاتھ سے بٹھانا شروع کیا، پھر آپ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے، آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "جب آپ کے پاس مومن عورتیں آئیں اور آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گی،، آیت کی تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: کیا تم سب نے اس کا اقرار کر لیا؟ ان عورتوں میں سے صرف ایک عورت نے کہا: ہاں! یا نبی اللہ! - راوی کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کہ وہ عورت کون تھی! پھر ان سب عورتوں نے صدقہ کرنا شروع کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنا کپڑا پھیلا لیا اور کہا آؤ! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں! وہ عورتیں اپنے چھلے اور انگوٹھیاں اتار اتار کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

۱۹۴۲- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا اَيُّوْبُ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَشْهَدُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَصَلّٰى قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ ثُمَّ خَطَبَ فَرَاٰى اَنَّهٗ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَآءَ فَاَتَاهُنَّ فَذَكَّرَهُنَّ وَوَعَظَهُنَّ وَاَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَائِلٌ بِثَوْبِهٖ فَجَعَلَتِ الْمَرْاَةُ تُلْقِي الْخَاتَمَ وَالْخُرْصَ وَالشَّيْءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا آپ نے خیال فرمایا کہ آپ کی آواز عورتوں تک نہیں پہنچ رہی پھر آپ عورتوں کے پاس آئے، آپ نے ان کو وعظ اور نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ کپڑا پھیلائے ہوئے تھے، عورتیں انگوٹھی، چھلا اور دوسری چیزیں اس میں ڈالنے لگیں۔

۱۹۴۳- وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّيِّبِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۱۹۴۴- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَنَا عَطَآءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَلَ فَاَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّاُ عَلٰى يَدِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهٗ يُلْقِيْنَ النِّسَآءُ صَدَقَةً قُلْتُ لِعَطَآءٍ زَكٰوةَ يَوْمِ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّ صَدَقَةً يَتَصَدَّقْنَ بِهَا حِيْنَئِذٍ تُلْقِي الْمَرْاَةُ فَتَخَهَا وَيُلْقِيْنَ وَيُلْقِيْنَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ اَحَقًّا عَلَى الْاِمَامِ الْاٰنَ اَنْ يَّاْتِيَ النِّسَآءَ حِيْنَ يَفْرُغُ فَيُذَكِّرُهُنَّ قَالَ اِيْ لَعَمْرِيْ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ (منبر سے) اترے اور عورتوں کے پاس گئے، آپ نے ان کو نصیحت کی درآں حالیکہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی اور حضرت بلال نے کپڑا پھیلایا ہوا تھا اور عورتیں اس میں صدقہ ڈال رہی تھیں۔ راوی نے کہا میں نے عطاء سے پوچھا کیا صدقہ فطر ڈال رہی تھیں؟ عطاء نے کہا نہیں! لیکن وہ صدقہ کر رہی تھیں، عورتیں اس کپڑے میں چھلے ڈال رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کیا اب امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو کر عورتوں کے پاس جائے اور ان کو نصیحت کرے؟ عطاء نے کہا ہاں ان کے لیے ضروری ہے وہ کیوں ایسا نہیں کرتے؟

۱۹۴۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نماز عید کے موقع پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ يَوْمَ الْعِيْدِ فَبَدَاَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ثُمَّ قَامَ مُتَوَكِّئًا عَلٰى بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحَثَّ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَوَعَظَ النَّاسَ وَذَكَّرَ لَهُمْ ثُمَّ مَضٰى حَتّٰى اَتَى النِّسَآءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ فَاِنَّ اَكْثَرَكُنَّ حَطَبُ جَهَنَّمَ فَقَامَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْ سَفَلَةِ النِّسَآءِ سَوْدَآءُ الْخَدَّيْنِ فَقَالَتْ لِمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّكُنَّ تُكْثِرْنَ الشَّكَاةَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ قَالَ فَجَعَلْنَ يَتَصَدَّقْنَ مِنْ حُلِيِّهِنَّ يُلْقِيْنَ فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ اَقْرِطَتِهِنَّ وَخَوَاتِيْمِهِنَّ

کے ساتھ رہا ہوں آپ نے اذان اور اقامت کے بغیر خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھائی، پھر حضرت بلال سے ٹیک لگا کر آپ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رغبت دلائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی پھر وہاں سے عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا صدقہ کیا کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہو! عورتوں کے پچھلے حصہ سے ایک سیاہ رخساروں والی عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی: کیوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تم بکثرت شکایت کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر عورتوں نے اپنے زیورات کو صدقہ کرنا شروع کر دیا اور حضرت بلال کے کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

۱۹۴۶- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَا لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْاَضْحٰى ثُمَّ سَاَلْتُهٗ بَعْدَ حِيْنٍ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَنِيْ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ لَّا اُذَانَ لِصَلٰوةِ يَوْمِ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْاِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يَخْرُجُ وَلَا اِقَامَةَ وَلَا نِدَآءَ وَلَا شَيْءَ وَلَا نِدَآءَ يَوْمَئِذٍ وَلَا اِقَامَةَ۔

حضرت ابن عباس اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو امام کے آنے کے وقت اذان ہوتی تھی نہ آنے کے بعد اور نہ اقامت ہوتی تھی۔

۱۹۴۷- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَرْسَلَ اِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ مَا بُوْيِعَ لَهٗ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ لِلصَّلٰوةِ يَوْمَ الْفِطْرِ فَلَا تُؤَذِّنْ لَهَا قَالَ فَلَمْ يُؤَذِّنْ لَهَا ابْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمَهٗ وَاَرْسَلَ اِلَيْهِ مَعَ ذٰلِكَ اِنَّمَا الْخُطْبَةُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَاَنَّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يُفْعَلُ قَالَ فَصَلَّى ابْنُ الزُّبَيْرِ

عطا کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے جب لوگوں نے بیعت کی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ عید کے موقع پر اذان نہیں دی جاتی کہیں تم عید پر اذان نہ دلوا دینا! حضرت ابن الزبیر نے عید پر اذان نہیں دلوائی اور یہ پیغام بھیجا کہ خطبہ بہر حال نماز کے بعد ہو گا اور وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن الزبیر نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔

قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

۱۹۴۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی مرتبہ بغیر اذان اور اقامت کے نماز عید پڑھی ہے۔

۱۹۴۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كَانُوا يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے تھے۔

۱۹۵۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ فَيَبْدَأُ بِالصَّلَاةِ فَإِذَا صَلَّى صَلَاتَهُ قَامَ فَأَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ جُلُوسٌ فِي مُصَلَّاهُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ بِبَعْثٍ ذَكَرَهُ لِلنَّاسِ أَوْ كَانَتْ لَهُ حَاجَةٌ بِغَيْرِ ذَلِكَ أَمَرَهُمْ بِهَا وَكَانَ يَقُولُ تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا تَصَدَّقُوا وَكَانَ أَكْثَرُ مَنْ يَتَصَدَّقُ النِّسَاءُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ فَخَرَجْتُ مُخَاصِرًا مَرْوَانَ حَتَّى أَتَيْنَا الْمُصَلَّى وَإِذَا كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ قَدْ بَنَى مِنْبَرًا مِنْ طِينٍ وَلَبِنٍ فَإِذَا مَرْوَانُ يُنَازِعُنِي يَدَهُ كَأَنَّهُ يَجُرُّنِي نَحْوَ الْمِنْبَرِ وَأَنَا أَجُرُّهُ نَحْوَ الصَّلَاةِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ مِنْهُ قُلْتُ أَيْنَ الْإِبْتِدَاءُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کو تشریف لے جاتے اور نماز سے ابتداء کرتے، نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف جاتے درآں حالیکہ لوگ عید گاہ میں بیٹھے ہوتے ہوتے۔ اگر آپ کو کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کا لوگوں سے ذکر کرتے اگر کوئی اور کام ہوتا تو اس کا حکم دیتے، اور فرماتے صدقہ کرو، صدقہ کرو، صدقہ کرو، عورتیں زیادہ صدقہ دیتی تھیں پھر آپ واپس تشریف لے جاتے۔ عید کا یہی معمول رہا حتیٰ کہ مروان بن حکم کا دور آ گیا۔ میں مروان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے عید گاہ میں پہنچا وہاں کثیر بن الصلت کا بنایا ہوا اینٹوں اور مٹی کا منبر تھا۔ اچانک مروان مجھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے لگا۔ وہ مجھے منبر کی طرف گھسیٹ رہا تھا اور میں اسے نماز کی طرف بلا رہا تھا جب میں نے اس کا اصرار دیکھا تو کہا نماز کے ساتھ ابتداء کہاں گئی؟ —— مروان نے کہا: اے ابو سعید! جس طریقہ کا تمہیں علم ہے وہ اب متروک ہو چکا ہے! میں نے کہا ہرگز نہیں! قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم اس سے بہتر طریقہ اختیار نہیں کر سکتے

تُرِكَ مَا تَعْلَمُ قُلْتُ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَأْتُونَ بِخَيْرٍ وَ مَا أَعْلَمُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْصَرَفَ۔

جس کا مجھے علم ہے، حضرت ابوسعید تین بار یہ بات کہہ کر چلے گئے۔

۱۹۵۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنَا تَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ عیدین کے موقع پر جوان اور پردہ نشین عورتوں کو لایا کریں اور حائضہ عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی عید گاہ سے دُور رہیں۔

۱۹۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُؤْمَرُ بِالْخُرُوجِ فِي الْعِيدَيْنِ وَالْمُخَبَّأَةُ وَالْبِكْرُ قَالَتِ الْحُيَّضُ يَخْرُجْنَ فَلْيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ يُكَبِّرْنَ مَعَ النَّاسِ۔

حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم کنواری اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین میں نکلنے کا حکم دیا جاتا تھا اور حائضہ عورتیں لوگوں کے پیچھے رہا کرتی تھیں۔

۱۹۵۳۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى الْعَوَاتِقَ وَالْحُيَّضَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔

حضرت اُم عطیہ۔ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عید فطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر جوان، پردہ دار اور حائضہ عورتوں کو لے جایا کریں، اور حائضہ عورتیں عید گاہ سے دُور رہیں لیکن وہ کارِ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں شامل رہیں، حضرت اُم عطیہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہیں ہوتی! آپ نے فرمایا وہ اپنی بہن کی چادر اوڑھ لے۔

۱۹۵۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْأَضْحَى أَوْ فِطْرٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي خُرْصَهَا وَتُلْقِي سَخَابَهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید فطر کو تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے عید سے پہلے نماز پڑھی نہ عید کے بعد پڑھی پھر آپ عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے، آپ نے انھیں صدقہ کا حکم دیا، کوئی عورت اپنا چھلا ڈالتی اور کوئی اپنا ہار۔

۱۹۵۵- وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۹۵۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سَأَلَ أَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اضحی اور نماز فطر میں کیا پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ آپ ان میں ق والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ وانشق القمر پڑھتے تھے۔

۱۹۵۷- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا فُلَيْحٌ عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَأَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَمَّا قَرَأَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ الْعِيدِ فَقُلْتُ بِاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَقٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ۔

حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن کیا قرأت کرتے تھے۔ میں نے کہا اقتربت الساعۃ اور ق والقرآن المجید۔

۱۹۵۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تُغَنِّيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بُعَاثٍ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمُغَنِّيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَبِمَزْمُورِ الشَّيْطٰنِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدًا وَهٰذَا عِيدُنَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے ہاں آئے درآں حالیکہ میرے پاس انصار کی دو (نابالغ) لڑکیاں وہ نظم گا رہی تھیں جس میں انصار کی جنگ بعاث کے واقعہ کا بیان تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ (باقاعدہ) گانے والی نہیں تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں یہ کیا شیطان کے ساز ہیں؟ اور یہ عید کا دن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔!

۱۹۵۹- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں

جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهِ جَارِيَتَانِ تَلْعَبَانِ بِدُفٍّ.

۱۹۶۰۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامِ مِنًى تُغَنِّيَانِ وَتَضْرِبَانِ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَجًّى بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَكَشَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَالَ دَعْهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَقَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ وَأَنَا جَارِيَةٌ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْعَرِبَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ.

۱۹۶۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ: وَاللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِحِرَابِهِمْ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ لِكَيْ أَنْظُرَ إِلَى لَعِبِهِمْ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ فَاقْدُرُوا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ حَرِيصَةً عَلَى اللَّهْوِ.

۱۹۶۲۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرٌو أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ تُغَنِّيَانِ بِغِنَاءِ بُغَاثٍ فَاضْطَجَعَ عَلَى الْفِرَاشِ وَ

ہے کہ وہ دونوں لڑکیاں دف بجا رہی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایام منیٰ میں آئے اور ان کے پاس دو (نابالغ) لڑکیاں گانا گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا ہٹا کر فرمایا: اے ابوبکر! رہنے دو یہ ایام عید ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھ رہی تھی میں اس وقت کم سن تھی اور تم خود اندازہ کرو کہ کھیل کود کی شائق کم سن لڑکی کتنی دیر کھیل دیکھنا چاہے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کمرے کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حبشی اپنے ہتھیاروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جنگی مشقیں کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے تاکہ میں ان کی مشقیں دیکھتی رہوں۔ حضور میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میرا جی بھر گیا اور میں خود وہاں سے چلی گئی اب تم خود اندازہ کر لو کہ جو لڑکی کم سن اور کھیل کی شائق ہو وہ کب تک دیکھے گی!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس دو (نابالغ) لڑکیاں جنگ بعاث کی نظم گا رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرہ پھیر کر لیٹ گئے، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں شیطانی ساز؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حَوَّلَ وَجْهَهُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا فَخَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمُ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِمَّا قَالَ تَشْتَهِينَ تَنْظُرِينَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَاءَهُ وَخَدِّي عَلَى خَدِّهِ وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفِدَةَ حَتَّى إِذَا مَلِلْتُ قَالَ حَسْبُكِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي.

ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو رہنے دو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ہٹی تو میں نے ان لڑکیوں کو اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں اور عید کے دن حبشی نیزوں اور ڈھالوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ یا میں نے کہا یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا جی! آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا درآں حالیکہ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ فرما رہے تھے اے بنو ارفدہ تم کھیلتے رہو حتیٰ کہ جب میں اکتا گئی تو آپ نے فرمایا بس؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اچھا جاؤ۔

۱۹۶۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ حَبَشٌ يَزْفِنُونَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعْتُ رَأْسِي عَلَى مَنْكِبِهِ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ حَتَّى كُنْتُ أَنَا الَّتِي أَنْصَرِفُ عَنِ النَّظَرِ إِلَيْهِمْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ایک بار عید کے دن حبشی آ کر مسجد میں جنگی مشقیں کرنے لگے مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا میں نے سر آپ کے کندھے پر رکھا اور ان کی مشقوں کو دیکھنے لگی حتیٰ کہ میں خود ان کو دیکھنے سے سیر ہو گئی۔

۱۹۶۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرَا فِي الْمَسْجِدِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں مسجد کا ذکر نہیں ہے۔

۱۹۶۵۔ وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَعَبْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي عَاصِمٍ وَاللَّفْظُ لِعُقْبَةَ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِلْحَبَشِ وَدِدْتُ أَنِّي أَرَاهُمْ فَقَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ عَلَى الْبَابِ أَنْظُرُ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ وَهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ان حبشی کرتب والوں کے متعلق کہا کہ میں ان کی مشقیں دیکھنا چاہتی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں دروازہ پر کھڑے ہو گئے میں آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان سے ان کو حبشی کرتب کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ عَطَاءٌ فُرْسٌ اَوْ حَبَشٌ قَالَ وَقَالَ لِيْ ابْنُ عَتِيْقٍ بَلْ حَبَشٌ۔

۱۹۶۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ اِذْ دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَهْوٰى اِلَى الْحَصْبَاءِ يَحْصِبُهُمْ بِهَا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھیل رہے تھے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ آئے اور ان کو مارنے کی خاطر کنکریاں اٹھانے کے لیے جھکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! ان کو رہنے دو!۔

عیدین میں عورتوں کا جانا

حدیث نمبر ۱۹۴۵ میں نماز عید کے خطبہ کے ضمن میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے پاس جاکر خصوصاً نصیحت کی اور بتلایا کہ تم میں سے اکثر جہنم کا ایندھن ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ مجھے اریت النار فاذا اکثر اهلها النساء [1] مجھے جہنم دکھایا گیا اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بکثرت شکایت کرتی ہو، خاوند کا شکر ادا نہیں کرتیں اور اس کی نافرمانی کرتی ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں جہنم اور جہنم والے دکھلا دیے تھے اور آپ کو علم تھا کہ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک اور حدیث میں ہے: انی رایت الجنة و تناولت عنقودا ولو اصبته لاکلتم منه ما بقیت الدنیا [2] "میں نے جنت کو دیکھا اور اس سے خوشے توڑنے لگا اگر میں وہ خوشے توڑ لیتا تو تم اس سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کو دنیا میں نہ صرف جنت دکھا دی گئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میں تصرف کی اجازت بھی عطا کر دی تھی اور آپ کو دنیا میں جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ محسن اور منعم کی شکایت کرنا ممنوع ہے! اِلّا یہ کہ وہ مظلوم ہو کیونکہ مظلوم کا شکایت کرنا جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے لا یحب اللہ الجهر بالسوء من القول الا من ظلم۔ (نساء: ۱۴۸) اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ اور کسی شخص سے برائی کا اعلان (شکایت) پسند نہیں کرتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منعم اور محسن کا شکر کرنا واجب ہے اور شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کا حکم ماننا واجب ہے البتہ کسی گناہ میں شوہر کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید گاہ میں عورتوں کا جانا جائز ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (علماء شافعیہ) کہتے ہیں کہ جو عورتیں بناؤ سنگار نہ کرتی ہوں ان کا عیدین میں جانا مستحب ہے اور جو بناؤ سنگار کرتی ہوں ان کا جانا جائز نہیں ہے [3] یہ بات صحیح اور برحق ہے کہ عہد رسالت میں بالعموم عورتیں نماز پڑھنے مسجد میں جایا کرتی تھیں لیکن وہ سیدھی

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] ۔ " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۴ " "

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ ثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

سادی عورتیں تھیں اور ایسا بناؤ سنگار نہیں کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى اسرآءيل [1]

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں یہ چیزیں (جذبات کو برانگیختہ کرنے والا بناؤ سنگار) نکال لیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا۔

ایک اور روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: لو رای رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء بعده لمنعهن المساجد كما منعت نساء بنى اسرائيل فقلت ما هذه؟ او منعت نساء بنى اسرائيل قالت، نعم [2]

۲۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عورتوں نے ایجاد کر لی ہیں تو ان کو مساجد میں آنے سے منع کر دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو (مسجد میں آنے سے) روک دیا گیا تھا فرمایا ہاں!

ائمہ احناف نے جو جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے مطلق منع کیا ہے غالباً اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں میں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے پوچھا:

قلت ارايت النساء هل عليهن خروج فى العيدين قال: قد كان يرخص لهن فى ذلك، فاما اليوم فانى اكره لهن ذلك قلت افتكره لهن ان يشهدن الجمعة و الصلوٰة المكتوبة فى جماعة قال: نعم قلت فهل ترخص لشئ منهن قال: ارخص للعجوز الكبيرة ان تشهد العشاء والفجر و العيدين فاما غير ذلك فلا [3]

میں نے کہا یہ بتلائیے کیا عورتوں پر عید کی نماز کے لیے جانا واجب ہے؟ امام اعظم نے فرمایا پہلے انھیں اس کی اجازت تھی لیکن اب میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا آیا آپ ان کا باجماعت فرائض اور جمعہ کے لیے جانا بھی مکروہ قرار دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا کیا ان کے لیے کچھ اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا میں بوڑھی عورتوں کو عشاء، فجر اور عیدین میں جانے کی اجازت دیتا ہوں ان کے علاوہ اور کسی نماز کے لیے اجازت نہیں دیتا۔

حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کو دیکھنا

۱۹۶۰ سے لے کر ۱۹۶۶ تک احادیث میں مذکور ہے کہ حبشی مسجد میں جنگی کھیل کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جی! پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب تک چاہا سیر ہو کر دیکھتی رہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آلات جنگ کے ساتھ کھیلنا جائز ہے اسی طرح سے ہر وہ کھیل جو کسی نیک مقصد میں معین اور مفید ہو اس کو کھیلنا جائز ہے، اور عورتوں کے لیے مردوں کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۸۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

کھیل کو دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ عورتیں مردوں کے بدن اور چہرہ کو نہ دیکھیں کیونکہ عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا حرام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن (نور: ۳۱) "آپ مؤمنات سے کہیے کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں" نیز آپ نے اُمِّ سلمہ اور اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ابن ام المکتوم سے پردہ کرنا، انھوں نے عرض کیا وہ نابینا ہے دیکھ نہیں سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی بنا پر کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صرف ان کے کھیل کو دیکھا تھا ان کے بدنوں کو نہیں دیکھا تھا اور جب بلا قصد نظر پڑی تو آپ نے فوراً نظر ہٹالی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیرۃ السن تھیں اس لیے غیر مکلف تھیں [۱]۔ علامہ عینی نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے کہ حبشہ کا وفد سات ہجری میں آیا تھا اور اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال تھی [۲]۔ شیخ ولی الدین عراقی [۳] نے لکھا ہے کہ آپ کی بہن حضرت اسماء آپ سے دس سال بڑی تھیں اور علامہ ابن اثیر [۴] اور علامہ عسقلانی [۵] نے لکھا ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء کی عمر ستائیس سال تھی لہٰذا ہجرت کے وقت آپ کی عمر سترہ سال ہوئی اور اس واقعہ کے وقت چوبیس سال۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت، حسن خلق اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن معاشرت کا پتہ چلتا ہے۔

عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا

حدیث نمبر ۱۹۵۸، ۱۹۶۰ اور ۱۹۶۲ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے اور انصار کی دو (نابالغ) لڑکیاں جنگ بعاث کے واقعات پر مشتمل انصار کی ایک نظم گا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں جھڑکا اور کہا حضور کے سامنے یہ کیا شیطان کے راگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ اس حدیث سے جو مسائل معلوم ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ایسی نظم گا کر پڑھنا جس میں کوئی غیر شرعی امر نہ ہو جائز ہے اس کی مزید تفصیل ہم آئندہ عنوان کے تحت ذکر کریں گے (۲) نابالغ (غیر مشتہاۃ) لڑکیوں کی آواز سننے میں کوئی حرج نہیں ہے (۳) اگر کوئی شخص عموماً اپنی بیٹی کے گھر آتا جاتا ہو تو وہ اس کے شوہر کی موجودگی میں بھی بلا اجازت آسکتا ہے۔ (۴) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لڑکیوں کو حضور کے سامنے گانے سے منع کرنا اس بات پر محمول ہے کہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گانے بجانے اور مزامیر سے نفرت اور منع فرمانے کا علم تھا۔ (۵) باپ کا بیٹی کو تنبیہ کرنا جائز ہے خواہ وہ اس کے شوہر کے سامنے تنبیہ کرے۔ (۶) نہی عن المنکر یعنی برائی پر ٹوکنے کا ثبوت۔ (۷) گانے بجانے اور کھیل کود کی چیزیں اگرچہ درجہ اباحت میں ہوں بزرگوں کے سامنے ان میں بلا اجازت اشتغال کی ممانعت (۸) مرید اگر شیخ

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۲] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[۳] اکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۵۸۷، مطبوعہ رشیدیہ دہلی۔ [۴] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۳ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان

[۵] اصابہ ج ۴ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

کے سامنے کوئی نامناسب کام دیکھے تو اس پر انکار کرے۔ یہ انکار شیخ کے ادب اور اس کی تعظیم کے پیش نظر ہو (۹) شاگرد کا استاذ کے سامنے فتوی دینا جب کہ اس کے علم میں یہ بات ہو کہ وہ استاذ کی رائے کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر نے یہ گمان کیا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے ہیں جب آپ بیدار ہونگے تو لڑکیوں کو گاتے ہوئے دیکھ کر حضرت عائشہ پر ناراض ہونگے اس لیے حضرت عائشہ پر شفقت کرتے ہوئے ان لڑکیوں کو منع کیا۔

(۱۰) عید کے دن بچیوں کے لیے کھیل کود اور گانے کا جواز ہر چند کہ نابالغ بچیوں کے لیے عید کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی کھیل کود اور گانا جائز ہے (بشرطیکہ اس میں کوئی فحش بات نہ ہو) لیکن عید کے دن اس کی خصوصیت کے ساتھ رخصت ہے۔

گانے کا شرعی حکم

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ گانے کی تحریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ اس لہو ولعب سے ہے جو مذموم ہے البتہ جو گانا محرمات سے خالی ہو اس کی قلیل مقدار عید اور شادی کے موقع پر جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک گانا حرام ہے، اہل عراق کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی کے نزدیک گانا مکروہ ہے اور یہی امام مالک کا مذہب ہے۔ صوفیہ کی ایک جماعت نے اس باب کی حدیث سے ساز کے ساتھ اور بغیر ساز کے گانے کے جواز پر استدلال کیا ہے ان کا یہ استدلال اسی وجہ سے مردود ہے کہ وہ بچیاں صرف جنگ کے حالات پر مشتمل نظم گا رہی تھیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی تھی لیکن وہ معروف گانا جو خوابیدہ جذبات کو بیدار کرتا ہے جس میں عورتوں، بے ریش لڑکوں اور شراب وغیرہ کی تعریف ہوتی ہے۔ (جیسے غزلیں اور فلمی گانے) ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور جاہل صوفیوں نے غنا میں جو بدعات پیدا کر لی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر تم غنا میں ان کے اقوال اور افعال کو دیکھو تو زندیقی کے آثار دیکھو گے [1]۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں یہی لکھا ہے [2]۔ علامہ دشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری نے فرمایا ہے کہ آلات موسیقی کے ساتھ گانا ممنوع ہے اور بغیر آلات کے گانا امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ اور احناف کے نزدیک ممنوع ہے اور اصحاب شافعی نے امام مالک سے جواز نقل کیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام مالک کے مذہب میں مشہور ممانعت ہے جواز نہیں۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ بعض صوفیہ نے آلات غناء کے ساتھ گانے بجانے کا نام سماع رکھا ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور بہت سے لوگ اس کی تحریم سے ناواقف ہیں حتی کہ ان سے مجنونوں کے سے افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ موسیقی کی دھنوں پر رقص کرتے ہیں اور ایک قوم ان امور میں یہاں تک پہنچی ہے کہ اس نے ان امور کو نیکی اور اعمال صالحہ میں سے قرار دیا، اور یہ بے دینی کے آثار میں سے ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے بدعات اور فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں اور اتباع سنت کا سوال کرتے ہیں [3]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ گانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اہل حجاز کی ایک جماعت نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ امام مالک سے بھی جواز کی ایک روایت ہے، امام ابوحنیفہ اور اہل عراق نے گانے کو حرام قرار دیا ہے۔ امام شافعی مکروہ کہتے ہیں امام

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[3] علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲ - ۴۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

مالک کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔ مجوزین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور مانعین یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ گانا شجاعت اور جنگ کی حکمتوں کے واقعات کی نظم تھی، اس قسم کے گانے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس گانے میں ہے جو نفسانی خواہشات پر اُبھارے اور بُرے کاموں پر برانگیختہ کرے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں ان لڑکیوں کے گانے میں جنگ اور بہادری کے اشعار تھے اس سے نفس میں ہیجان نہیں ہوتا وہ لڑکیاں صرف آواز بلند کر رہی تھیں۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ نے فرمایا "وہ گانے والی نہیں تھیں"۔ یعنی وہ پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں جو جذبات بھڑکانے والے فحش گیت گاتی ہیں، صرف آواز بلند کرنا اور ترنم سے پڑھنا مباح ہے۔ صحابہ کرام نے اس کی اجازت دی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح کا غنا کیا ہے اور اس قسم کا گانا مباح ہے[1] (یعنی جس گانے میں جذبات کو بھڑکانے والے فحش اشعار نہ ہوں، امور محمودہ کو بآواز بلند اور ترنم سے پڑھنا جائز ہے)۔ علامہ کرمانی[2] اور ملا علی قاری[3] نے بھی علامہ نووی کے قول پر اعتماد کر کے اس کو نقل کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: یہ حدیث مخصوص طریقہ سے گانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس سے مطلقاً اباحت (اجازت) لازم نہیں آتی البتہ فرع میں نص نہ ہونے کی وجہ سے اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور فرع کے نہ ہونے میں اختلاف ہے اور انصاف یہ ہے کہ اس کی حرمت پر شراب اور زنا کی حرمت کی طرح کوئی دلیل نہیں ہے اور بعض متاخرین محدثین نے تصریح کی ہے کہ گانے کی حرمت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ غنا کی حرمت پر کوئی دلیل قطعی ہے نہ اباحت پر اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اس کے باوجود اس بات میں شک نہیں ہے کہ گانے کو دائمی معمول بنا لینا اتباع سنت کے خلاف ہے۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں بہت سختی کی ہے لیکن ان کا مقصود بُرائی کو جڑ سے اُکھاڑ ہے اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گانا مکروہ ہے[4]۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی، قاضی عیاض مالکی اور علامہ نووی شافعی وغیرہم کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جس نظم میں اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، صحابہ کرام کی منقبت، علم و حکمت، وعظ و نصیحت اور امور محمودہ اس کو کسی قسم کے ساز کے بغیر گا کر ترنم اور آواز کے زیر و بم کے ساتھ پڑھا جائے وہ ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور جذبات کو بھڑکانے والی عشقیہ غزلیں اور ایسا منظوم کلام جس میں ناجائز امور کا ذکر اور ان کی ترغیب ہو اس کو گا کر پڑھنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ فقہاء اربعہ کی جن عبارات میں اس پر حرام کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے مراد ظنی اور اجتہادی حرمت ہے جو مکروہ تحریمی کے مترادف ہے اس حرمت سے ان کی مراد ایسی حرمت قطعیہ نہیں ہے جیسی شراب اور زنا کی حرمت ہے اس لیے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ غنا (گانے) کی حرمت پر ایسی دلیل قطعی نہیں ہے جیسے شراب اور زنا کی حرمت پر ہے۔ کیونکہ اس کی حرمت دلائل ظنیہ سے ثابت ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں احناف کثرہم اللہ کے مسلّم فقہاء کی عبارات کی روشنی میں غنا (گانے) کا شرعی حکم بیان کریں گے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۶ ص ۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ

[3] ۔ ملا علی قاری حنفی ھروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[4] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۰۰، مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ طبع نہم۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ان فی التغنی لاسماع نفسہ ولدفع الوحشۃ خلافا بین المشائخ منھم من قال لا یکرہ انما یکرہ ما کان علی سبیل اللھو احتجاجا بما روی عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انہ دخل علی اخیہ البراء بن مالک وکان من زھاد الصحابۃ وکان یتغنی وبہ اخذ شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ ومن المشائخ من کرہ جمیع ذلک وبہ اخذ شیخ الاسلام ویحمل حدیث البراء بن مالک انہ کان ینشد الاشعار المباحۃ التی فیھا ذکر الحکم والمواعظ فان لفظ الغناء کما یطلق علی المعروف یطلق علی غیرہ قال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یتغن بالقرآن فلیس منا والانشاد المباح من الاشعار لاباس بہ ومن المباح ان یکون فیہ صفۃ امراۃ معینۃ بخلاف ما اذا کانت بعینھا حیۃ ووصف الخمر المھیئۃ الیھا والدویرات والحانات والھجاء لمسلم او ذمی اذا اراد المتکلم ھجاءہ لا اذا اراد انشاء الشعر للاستشھاد بہ او لتعلم فصاحتہ وبلاغتہ الی قولہ فلا وجہ لمنعہ علی ھذا۔[1]

اپنے دل بہلانے گانا گانے یا پریشانی دور کرنے کے لیے گانے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے یہ اس وقت مکروہ ہوگا جب بطور لہو ہو، کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو وہ گا رہے تھے حالانکہ وہ انتہائی زاہد صحابی تھے، امام شمس الائمہ سرخسی نے اسی وجہ سے اس قسم کے گانے کو جائز قرار دیا ہے۔ بعض مشائخ نے گانے کی تمام اقسام کو مکروہ قرار دیا ہے شیخ الاسلام کا یہی نظریہ ہے، اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ اس قسم کے اشعار گنگنا رہے تھے جن میں حکمت اور نصیحت کی باتیں تھیں کیونکہ گانے کا اطلاق جیسے معروف گانے پر ہوتا ہے اس کے علاوہ پر بھی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن کو غنا (خوش آوازی) سے نہیں پڑھا وہ ہمارے طریقہ (محمودہ) پر نہیں ہے اور مباح اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس شعر میں کسی غیر معیّن عورت کا ذکر ہو وہ شعر مباح ہے بخلاف ان اشعار کے جن میں کسی زندہ معیّن عورت کا ذکر ہو یا شراب کا وصف ہو، شراب کی دکانوں اور جام کو گردش میں لانے والیوں کا بیان ہو۔ یا کسی مسلمان یا ذمی کی بالارادہ ہجو ہو اور جب کسی چیز پر استدلال کے لیے شعر پڑھا جائے یا فصاحت و بلاغت ظاہر کرنے کے لیے تو اس کو منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

امام ابن ہمام کی اس عبارت کو علامہ ابن نجیم[2] نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ بابرتی رحمہ اللہ نے بھی اشعار کو گا کر پڑھنے میں یہی فرمایا ہے کہ اگر ان کا مضمون وعظ و حکمت وغیرہ پر مبنی ہے تو ان کو گا کر پڑھنا جائز ہے اور اگر ان کا مضمون ایسا نہیں ہے تو ان کا پڑھنا مکروہ ہے[3] علامہ شامی نے بھی علامہ ابن ہمام کی بیان

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۷، ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ہامش الفتح ج ۶ ص ۴۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کردہ تفصیل پر اعتماد کیا ہے۔ [1]۔

عالمگیری میں ہے:

اختلفوا فی التغنی المجرد قال بعضهم انه حرام مطلقاً والاستماع الیه معصیة وهو اختیار شیخ الاسلام ولو سمع بغتة فلا اثم علیه ومنهم من قال لا بأس بان یتغنی یستفید به نظم القوافی والفصاحة ومنهم من قال بجواز التغنی لدفع الوحشة اذا کان وحده ولا یکون علی سبیل اللهو والیه مال شمس الائمة السرخسی ولو کان فی الشعر حکم او عبر او فقه لا یکره کذا فی التبیین واذا کان فی الشعر صفة المرأة ان کانت امراة بعینها وهی حیة یکره وان کانت میتة لا یکره وان کانت امراة موصلة لا یکره وفی النوازل قراءة شعر لاریب اذا کان فیه ذکر الفسق والخمر والغلام یکره [2]

بغیر ساز کے گانے میں بھی اختلاف ہے بعض فقہاء نے کہا یہ مطلق حرام ہے اور اس کا سننا گناہ ہے، شیخ الاسلام کا یہی نظریہ ہے اور اگر بلا قصد سن لیا تو گناہ نہیں ہے بعض فقہاء نے کہا ہے فصاحت اور نظم قوافی کے استفادہ کے لیے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بعض فقہاء نے کہا جب اکیلا ہو تو پریشانی دور کرنے کے لیے گانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ یہ بر سبیل لہو نہ ہو۔ شمس الائمہ سرخسی کا یہی نظریہ ہے اور اگر اشعار میں حکمت عبرت یا فقہ کی بات ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ تبیین میں اسی طرح ہے اور اگر شعر میں کسی زندہ اور معین عورت کا ذکر ہو تو مکروہ ہے اور اگر فوت شدہ عورت کا ذکر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح غیر معین عورت کا ذکر بھی مکروہ نہیں ہے نوازل میں ہے کہ جب اشعار میں فسق، شراب اور بے ریش لڑکوں کا ذکر ہو تو اس کا گانا مکروہ ہے۔

غنا اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل

غنا گانے کو کہتے ہیں اور گانے کا شرعی حکم احادیث صحیحہ اور عبارات فقہاء کی روشنی میں یہ ہے کہ گانے کا مضمون اگر جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گانے کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ عورتوں کا مردوں کے سامنے گانا یا مردوں کا عورتوں کے سامنے گانا یا حجاب کی اوٹ سے مردوں کا عورتوں کی آواز میں گانا سننا بہرحال ناجائز ہے خواہ گانے کا مضمون کیسا ہی ہو۔

بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آلات موسیقی کے بجانے اور آلات موسیقی کی آواز سننے کو حرام کر دیا ہے خواہ وہ آلات موسیقی ہاتھ سے بجانے والے ہوں جن کو معازف کہتے ہیں یا وہ آلات موسیقی منہ سے بجانے والے ہوں جن کو عربی میں مزامیر کہتے ہیں، البتہ احادیث میں نکاح، ولیمہ اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن ان مخصوص مواقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دف یا دیگر آلات موسیقی کا مطلقاً بجانا جائز ہو کیونکہ اولاً تو دیگر احادیث صحیحہ میں دف سمیت تمام آلات موسیقی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً حرام فرما دیا ہے۔ اس لیے اجازت انھی مواقع کے ساتھ مخصوص رہے گی اور مذاہب اربعہ کے فقہاء نے ایسا ہی کیا ہے ثانیاً اس لیے کہ حدیث

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۵، ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبعۃ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

شریف سے یہ ثابت ہے کہ یہ رخصت نکاح کے لیے دی گئی تھی اور صحابہ کرام نے بھی اس رخصت کو انھی مواقع کے ساتھ مخصوص قرار دیا تھا اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو تحقیق کرتے تھے کہ یہ دف کس موقع پر بجایا جارہا ہے اگر نکاح کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے ورنہ تعزیر کے لیے دُرّہ اُٹھا لیتے نیز احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے فقہا کی عبارات میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ رخصت صرف دف بجانے کے لیے ہے کسی اور ساز کی رخصت نہیں ہے

احکام شرعیہ میں اس قسم کے احکام کی متعدد مثالیں ہیں مثلاً کسی شخص کے لیے نامحرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں نکاح کے قصد سے نامحرم عورت کو دیکھنے کی رخصت اور اجازت ہے[1] اب اس خاص موقع پر اجازت کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حکم عام ہو جائے اور ہر شخص کے لیے اجنبی اور نامحرم عورت کو دیکھنا جائز ہو خواہ نکاح کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح مُردار کو کھانا جائز نہیں حالانکہ حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی کے حلال ہونے کا ذکر ہے، اور خون بھی حرام ہے حالانکہ حدیث شریف میں جگر اور تلی کو کھانے کی اجازت دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احلت لنا میتتان ودمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال۔[2] ---------- "ہمارے لیے دو مُردار اور دو خون حلال کر دیے گئے وہ دو مُردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں" اب اس خاص رخصت کی بناء پر کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مچھلی اور ٹڈی میں مردار کی رخصت کو دیکھ کر بقیہ تمام مُرداروں کو حلال قرار دے یا جگر اور تلی میں خون کی رخصت دیکھ کر ہر خون کو حلال قرار دے کیونکہ دوسرے دلائل سے خون اور مُردار کی حرمت ثابت ہے علی ہذا القیاس، نکاح، عید اور ولیمہ کے مواقع پر دف بجانے کی رخصت کی بناء پر مطلقاً دف بجانے کی رخصت لازم آئے گی نہ دیگر آلات موسیقی کی، کیونکہ دیگر دلائل سے تمام آلات موسیقی کی مطلقاً حرمت ثابت ہے اس لیے اس رخصت کا ثبوت انھی مواقع میں منحصر رہے گا جن کا احادیث میں ذکر آگیا ہے۔

غنا (گانے) کے حکم شرعی کے بارے میں ہم عبارات فقہا ذکر کر چکے ہیں آلات موسیقی کے شرعی احکام جو ہم نے بیان کیے ہیں ان کے ثبوت میں پہلے ہم احادیث اور آثار صحابہ کا ذکر کریں گے۔ اس کے بعد مذاہب اربعہ کے فقہاء اور محدثین کی عبارات قارئین کی نذر کریں گے فنقول و باللہ التوفیق۔

احادیث اور آثار سے آلاتِ غنا کی حُرمت

عن عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری قال حدثنی ابو عامر او ابو مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیکونن من امتی اقوام یستحلون

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کہتے ہیں کہ مجھے ابو عامر یا ابو مالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا انھوں نے جھوٹ نہیں کہا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے "میری اُمت میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۳۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

الحر والحریر والخمر والمعازف ولینزلن اقوام الی جنب علم یروح علیہم بسارحۃ لھم یاتیھم یعنی الفقیر لحاجۃ فیقولوا ارجع الینا غدا فیبیتھم اللہ ویضع العلم ویمسخ اٰخرین قردۃ وخنازیر الی یوم القیٰمۃ [1]

جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں (آلات غنا) کو حلال قرار دیں گے اور کچھ ایسے لوگ پہاڑ کے دامن میں رہیں گے کہ جب شام کو وہ اپنے جانوروں کا ریوڑ لے کر لوٹیں گے اور ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت لے کر آئے گا تو کہیں گے "کل آنا"۔ اللہ تعالیٰ پہاڑ گرا کر ان کو ہلاک کر دے گا اور دوسرے لوگوں (شراب اور باجوں وغیرہ کو حلال کرنے والوں) کو مسخ کر کے قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دیگا۔

اس حدیث میں معازف (آلات غنا) کے حلال کرنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کیے جانے کی وعید سنائی ہے۔ بندر اور خنزیر کی شکل میں تبدیل کیے جانے سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ حقیقتاً بندر اور خنزیر کی شکل میں متشکل کر دیے جائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اخلاق یا ان کے قلوب بندر اور خنزیر کے اخلاق اور قلوب کے ساتھ تبدیل کر دیے جائیں۔

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الجرس مزامیر الشیطان [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھنٹی شیطان کا مزمار (بانسری) ہے۔

عن ابی امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تبیعوا القینات ولا تشتروھن ولا تعلموھن ولا خیر فی تجارۃ فیھن وثمنھن حرام فی مثل ھذا انزلت ھذہ الاٰیۃ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ۔ [3]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے بجانے والی لونڈیوں کی خرید و فروخت نہ کرو نہ انھیں (گانا بجانا) سکھاؤ نہ اس کی تجارت میں خیر ہے اور ان کی قیمت حرام ہے اور اسی کی مثل میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما نھیت عن نوحر عن صوتین احمقین فاجرین صوت عند نغمۃ لھو ولعب ومزامیر شیطان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی دو آوازوں (کے سننے) سے منع کیا گیا ہے جن میں فسق و فجور ہے، ایک وہ آواز جو گانے بجانے اور مزامیر شیطان سے متعلق ہے اور

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۲۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

وصوت عند مصیبۃ خمش وجوہ وشق جیوب ورنۃ شیطان۔[1]

دوسری وہ آواز جو مصیبت کے وقت منہ نوچنے، گریبان پھاڑنے اور شیطانی چیخ و پکار سے متعلق ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ سنن کبریٰ میں نقل کیا ہے[2]۔

امام عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے۔[3]

عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل بعثنی رحمۃ و ھدی للعٰلمین و امرنی ان امحق المزامیر و الکنارات یعنی البرابط و المعازف والاوثان التی کانت تعبد فی الجاھلیۃ و اقسم ربی عز وجل بعزتہ لا یشرب عبد من عبیدی جرعۃ من خمر الا سقیتہ مکانھا من حمیم جھنم معذبا او مغفورا لہ ولا یسقیھا صبیا صغیرا الا سقیتہ ایاہ من حظیرۃ القدس ولا یحل بیعھن ولا شراءھن ولا تعلیمھن ولا تجارۃ فیھن واثمانھن حرام للمغنیات۔[4]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے منہ اور ہاتھ سے بجائے جانے والے آلات موسیقی اور سازوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے اور ان بتوں کو مٹانے کا حکم دیا ہے جن کی زمانہ جاہلیت میں پوجا ہوتی تھی اور میرے رب عزوجل نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا میرے بندوں میں سے جس نے شراب کا ایک گھونٹ پیا میں اس کو اس کے بدلہ میں جہنم کا کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا خواہ اسے عذاب ہو یا بخشا جائے اور جو شخص کسی بچہ کو شراب پلائے گا اس کو بھی کھولتا ہوا پانی پلاؤں گا اور گانے والی عورتوں کی خرید و فروخت اور گانے کی تعلیم اور تجارت اور ان کی قیمت حرام ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسخ قوم من امتی اخر الزمان قردۃ وخنازیر قالوا یا رسول اللہ ویشھدون انک رسول اللہ وان لا الہ الا اللہ قال نعم ویصلون ویصومون ویحجون قالوا فما بالھم یا رسول اللہ قال اتخذوا المعازف والقینات والدفوف ویشربون ھذہ الاشربۃ فباتوا علی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں میری امت کی ایک قوم کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خواہ وہ اس بات کی شہادت دیتے ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں خواہ وہ نمازیں پڑھتے ہوں روزے رکھتے ہوں، حج کرتے ہوں! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کا کیا جرم ہوگا؟ آپ نے فرمایا وہ عورتوں کا گانا سنیں گے

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۹۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۶۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۱ ص ۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۵ ص ۲۵۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۶ھ۔

لهو هم و شرابهم فاصبحوا قردة و خنازير۔[1]

اور باجوں کو بجائیں گے اور شرابیں پئیں گے اسی لہو ولعب میں وہ رات بسر کریں گے اور صبح کو وہ بندر اور خنزیر بنا دیے جائیں گے۔

علامہ عینی نے اس حدیث کو جامع ترمذی اور سنن سعید ابن منصور کے حوالے سے بیان کیا ہے

عن شريح انه سمع صوت دف فقال: الملائكة لا يدخلون بيتا فيه دف۔[2]

حضرت شریح نے دف کی آواز سُنی تو فرمایا: جس گھر میں دف ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حرم على امتي الخمر والميسر والمزر والكوبة والقنين ونزادني صلوة الوتر قال يزيد القنين الرابط۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت پر شراب، جُوا، بانسری، طبل، اور بربط (آلات موسیقی) کو حرام کر دیا ہے اور وتر کی نماز زیادہ کر دی ہے۔

عن قيس بن سعد بن عبادة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان ربي تبارك وتعالى حرم على الخمر والكوبة والقنين واياكم والغبيرا فانها ثلث خمر العالم۔[4]

قیس بن سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب تبارک وتعالیٰ نے مجھ پر شراب، طبل اور بربط (آلات موسیقی) کو حرام کر دیا ہے اور "غبیرا" شراب سے بچو کیونکہ وہ تمام جہانوں کی شراب کا تیسرا حصہ ہے۔

عن ابي مالك الاشجعي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: يشرب اناس من امتي الخمر يسمونها بغير اسمها يضرب على رؤوسهم بالمعازف والقينات يخسف الله بهم الارض ويجعل منهم القردة والخنازير۔[5]

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بعض لوگ شراب کا نام بدل کر اس کو پئیں گے ان کے پاس آلات موسیقی بجائے جائیں گے اور گانے والیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور ان کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۲/ص ۱۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲/۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھ۔

[4] ۔ " " ج ۳، ص ۴۲۲ " "

[5] ۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۰۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

وسلم قال ان اللہ تبارك وتعالیٰ حرم علیکم الخمر و المیسر والکوبۃ وھو الطبل وقال کل مسکر حرام[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر شراب، جوا اور طبل حرام کر دیا ہے اور فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

عن انس من قعد الی قینۃ یستمع منھا صب اللہ فی اذنیہ الانك یوم القیٰمۃ[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص کسی گانے والی کے پاس بیٹھ کر گانا سنتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالے گا۔ (العیاذ باللہ)

عن عبد اللہ بن بشر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعتہ یقول انہ یکون فی اٰخر ھذہ الامۃ قوم یبناھم فی شرب الخمر وضرب المعازف حتی اللہ ..... علیھم فیعود قردۃ وخنازیر۔ (رواہ الطبرانی)[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد اللہ بن بشر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس امت کے آخر میں ایک ایسی قوم ہوگی جو شراب نوشی اور آلات موسیقی میں مشغول ہوگی کہ اچانک ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا اور انھیں بندر اور خنزیر بنا دیا جائیگا!

عن عبد الرحمٰن بن سابط رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی خسف و قذف ومسخ قالوا فمتی ذاك یا رسول اللہ ؟ قال اذا ظھروا المعازف و استحلوا الخمور[4]

حضرت عبد الرحمن بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمین میں دھنسنے، پتھر برسنے اور صورتیں مسخ ہونے کے واقعات ہونگے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب آلات موسیقی کا رواج ہوگا اور لوگ شرابوں کو حلال کر لیں گے۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ حرم الخمر والمیسر والکوبۃ والغبیراء وکل مسکر حرام[5]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے خمر، جوئے، طبل اور شراب غبیرا کو حرام کر دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں بیان کیا ہے۔[5]

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال الدف حرام و المعازف حرام و الکوبۃ حرام و

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دف حرام ہے (ہاتھوں سے بجانے والے) آلات موسیقی حرام

---

[1] حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۲۱ - ۲۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱ مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی، ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ مکتب سلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۲۶ھ۔

المزمار حرام۔[1]

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بکسر المزامیر ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب المغنی والمغنیۃ حرام وکسب الزانیۃ سحت وحق علی اللہ ان لا یدخل الجنۃ بدن انبت من السحت۔

بین، طبل حرام ہے اور بانسری حرام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آلات موسیقی کے توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے والے مرد اور گانے والی عورت کی کمائی حرام ہے اور زانیہ کی کمائی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ مالِ حرام سے پلنے والے بدن کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان یوم القیمۃ قال اللہ عز وجل این الذین کانوا ینزھون اسماعھم وابصارھم عن مزامیر الشیطان؟ میزوھم فیمیزونھم کمثیب المسک والعنبر ثم یقول للملائکۃ اسمعوھم من تسبیحی وتمجیدی فیسمعون باصوات لم یسمع السامعون مثلھا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے کانوں اور آنکھوں کو مزامیر شیطان سے دُور رکھتے تھے انہیں ساری جماعتوں سے الگ کر دو۔ فرشتے انہیں الگ مشک اور عنبر کے ٹیلوں پر بٹھا دیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان کو میری تسبیح اور تمجید سناؤ پھر فرشتے ایسی آواز سے (اللہ کا ذکر) سنائیں گے کہ سننے والوں نے ایسی آوازیں کبھی نہ سنی ہوں گی۔

عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من استمع الی صوت غناء لم یؤذن ان یستمع الی صوت الروحانیین فی الجنۃ۔[4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قصداً گانا سنا اسے جنت میں روحانیین کی آواز سننے کی اجازت نہیں ملیگی۔

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعلت امتی خمس عشرۃ خصلۃ حل بھا البلاء قیل وما ھی یا رسول اللہ قال اذا کان المغنم دولا والامانۃ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ (قسم کے) کام کرنے لگے تو ان پر نزول عذاب جائز ہو جائے گا پوچھا گیا، یا رسول اللہ! وہ کون سے کام ہیں؟ آپ نے

---

[1] حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۲۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۲۶، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ۔

[3] 〃 〃 ج ۱۵، ص ۲۲۰ 〃 〃

[4] 〃 〃 ج ۱۵، ص ۲۲۰ 〃 〃

مغنما والزکوٰۃ مغرما واطاع الرجل زوجتہ وعق امہ وبر صدیقہ وجفا اباہ وارتفعت الاصوات فی المساجد وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وشربت الخمور ولبس الحریر واتخذت القیان والمعازف ولعن اٰخر ھذہ الامۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذٰلک ریحا حمراء وخسفا ومسخا[1]

فرمایا: جب مال غنیمت کر(ذاتی) دولت اور امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے اور جب انسان اپنی بیوی کا کہا مانے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے، جب اپنے دوست سے وفا اور اپنے باپ سے بے وفائی کرے، جب مساجد میں شور و غل کیا جائے اور جب گھٹیا آدمی قوم کا سربراہ بن جائے اور جب کسی شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت کی جائے اور شراب پی جائے، اور ریشم پہنا جائے اور گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کو مشغلہ بنا لیا جائے اور جب امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں تو اس وقت سرخ آندھیوں اور زمین میں دھنسنے اور مسخ کے واقعات کا انتظار کرنا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتخذ الفیء دولا والامانۃ مغنما والزکوٰۃ مغرما وتعلم لغیر الدین واطاع الرجل امراتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصی اباہ وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وظھرت القینات والمعازف وشربت الخمور ولعن اٰخر ھذہ الامۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذٰلک ریحا حمراء وزلزلۃ وخسفا ومسخا وقذفا وآیات تتابع کنظام بال قطع سلکہ فتتابع۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جب مال غنیمت کو (ذاتی) دولت بنا لیا جائے اور امانت کو غنیمت بنا لیا جائے اور زکوٰۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے اور دین (کی خدمت کے لیے دین) کا علم حاصل نہ کیا جائے اور جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب رکھے اور اپنے باپ کو دور رکھے اور مساجد میں شور و غل کیا جائے اور قبیلہ کا سردار ان میں سے فاسق شخص کو بنایا جائے اور قوم کا سربراہ نچلے طبقے سے بنایا جائے اور کسی شخص کی ضرر رسانی کے خوف سے اس کی عزت کی جائے اور گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا رواج ہو اور شراب پی جائے اور امت کے بعد کے لوگ پہلے لوگوں کی برائی کریں، تو اس وقت سرخ آندھیوں، زلزلوں، زمین میں دھنسنے، شکل بگاڑ دیے جانے اور پتھر برسنے کے پے در پے واقع ہونے کا اس طرح انتظار کرنا جیسے ہار کے پرانے دھاگے کے ٹوٹ جانے سے اس کے دانے ایک کے بعد ایک بکھرتے چلے جاتے ہیں۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۲-۳۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] 〃 〃 〃 ص ۳۲۲ 〃 〃

عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال فی ھذہ الامۃ خسف ومسخ و قذف فقال رجل من المسلمین یا رسول اللہ و متی ذلک قال اذا ظھرت القیان والمعازف و شربت الخمور[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا مسخ ہونا اور پتھروں کا برسنا واقع ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کا رواج ہوجائے اور شرابیں پی جائیں۔

عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی ھذہ الامۃ خسف و مسخ و قذف قیل و متی ذلک یا رسول اللہ قال اذا ظھرت القیان والمعازف واستحلت الخمر[2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں زمین میں دھنسنا اور شکلوں کا تبدیل ہونا اور پتھروں کا برسنا ظہور پذیر ہوگا، کہا گیا: یارسول اللہ! یہ کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا جب گانے والی عورتوں کا رواج ہوجائے اور شراب کو حلال قرار دیا جائے۔

عن نافع قال کنت مع ابن عمر فی طریق فسمع مزمارا فوضع اصبعیہ فی اذنیہ و نأعن الطریق الی الجانب الآخر ثم قال لی بعد ان بعد یا نافع ھل تسمع شیئا قلت لا فرفع اصبعیہ من اذنیہ قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت یراع فصنع مثل ما صنعت قال نافع و کنت اذ ذاک صغیرا[3]

نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راستہ میں جارہا تھا۔ حضرت ابن عمر نے مزمار (بانسری) کی آواز سنی تو انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور راستے سے دوسری جانب ہٹ گئے پھر کچھ دور جانے کے بعد مجھ سے کہا اے نافع! کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا نہیں! پھر انھوں نے کانوں سے اپنی انگلیاں نکال لیں اور کہا ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی تو آپ نے اسی طرح کیا تھا جیسے میں نے کیا ہے۔ نافع کہتے ہیں اور اس وقت میں کم سن تھا۔

مُلّا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں علامہ طیبی نے فرمایا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اگر بانسری کی آواز کو سننا حرام ہوتا تو حضرت ابن عمر نافع کو بھی سننے سے منع کرتے! اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نافع کو سننے سے اس لیے منع نہیں فرمایا کہ وہ اس وقت مکلف نہ تھے کم عمر تھے، اسی وجہ سے نافع نے کہا کہ میں اس وقت کم عمر تھا،

---

[1] - امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] - حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۰ مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ ۱۳۵۳ھ۔

[3] - امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد ج ۲ ص ۸/۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

مُلّا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی اس وقت کم عمر تھے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سننے سے منع نہیں فرمایا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دوسری وجہ یہ ذکر کی ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر نے بھی آپ کی اتباع میں کانوں میں انگلیاں دے لی ہوں اور جب آپ نے آواز کے بارے میں پوچھا ہو تو انھوں نے کانوں سے انگلیاں نکال کر جواب دیا ہو۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ شرح السنۃ میں مذکور ہے کہ مزامیر، ملاہی اور معازف (گانے بجانے کے ہر قسم کے آلات) کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ وہ بانسری بجانے والا شخص ذمّی یہودی تھا[1]۔ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذمّی ہونے کی وجہ سے اس کو بانسری بجانے سے منع نہیں فرمایا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ مزامیر کا قصداً سننا منع ہے اور بلا قصد سننا منع نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی نکتہ پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت ابن عمر کو منع نہیں فرمایا اور خود آپ نے کمال تنزیہہ کے لیے کانوں میں انگلیاں دے لیں[2]۔

نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت

مشکوٰۃ میں شیخ ولی الدین نے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عید کے دن دو بچیاں دف بجا رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر نے انہیں منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو منع کیا اور فرمایا: اے ابوبکر! انھیں رہنے دو یہ عید کا دن ہے[3]۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ربیع بنت معوذ ابن عفراء کی شادی کے موقع پر بچیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دف بجا رہی تھیں اور مقتولین بدر کے بارے میں نظم گا رہی تھیں الحدیث، آپ نے اس کو قائم اور مقرر رکھا[4]۔ امام ترمذی نے سند ضعیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نکاح کا اعلان کرو، اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دف (نقارہ) بجاؤ[5]۔

مذکور الصدر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور عید کے موقع پر تھوڑی دیر کے لیے دف بجانے کی رخصت ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان احادیث سے ایسا ہی سمجھا ہے اور اس رخصت کو عموم پر محمول نہیں کیا

عن عامر بن سعد قال دخلت علی قرظة بن كعب وابی مسعود الانصاری فی عرس واذا جوار يغنين فقلت انتما صاحبا رسول الله صلى الله عليه وسلم

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت قرظہ بن کعب اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شادی میں گیا وہاں بچیاں گا رہی تھیں میں نے کہا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدری صحابی ہو اور تمہارے سامنے یہ

---

[1] ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۱۳۵ - ۱۳۴، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

[3] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ۔ مشکوٰۃ ص ۲۶۶، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

[4] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

[5] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ومن اهل بدر يفعل هذا عندكم فقال اجلس ان شئت فاسمع معنا وان شئت اذهب قد رخص لنا في اللهو عند العرس [1]

کیا جارہا ہے؟ انھوں نے کہا تم چاہے بیٹھ کر ہمارے ساتھ سنو چاہے چلے جاؤ ہمیں شادی کے موقع پر لہو کی اجازت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے بھی دو مختلف اسانید سے بیان کیا ہے [2]

عن ابن سيرين ان عمر بن الخطاب كان اذا سمع صوتا او دفا فقال ما هو فاذا قالوا: عرس او ختان صمت۔ [3]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب (گانے کی) آواز یا دف (کی آواز) سنتے تو پوچھتے یہ گانا بجانا کیوں ہو رہا ہے؟ اور جب آپ کو بتایا جاتا کہ یہ شادی یا ختنہ کی تقریب کی وجہ سے ہے تو آپ خاموش ہو جاتے۔

حضرات ائمہ اربعہ اور فقہاء کرام نے بھی احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ کی اتباع میں گانے بجانے کی رخصت کو عام نہیں قرار دیا اور دف کے سوا کسی ساز کی رخصت نہیں دی اور گانے اور دف بجانے کی رخصت کو بھی قلیل مقدار میں نکاح اور ختنہ کی تقریب اور عید کے موقع کے ساتھ مخصوص اور محدود رکھا ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

انما المكروه طبول اللهو، بمنزلة الدفوف لا بأس بضربها في اعلان النكاح وان كره ذلك للهو۔ [4]

دف اور طبل کا بجانا مکروہ ہے، نکاح کے اعلان کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لیے دف بجانا مکروہ ہے۔

علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں:

الضرب بالدف في العرس بحضرة شارع الملة ومبين الحل من الحرمة واعلان النكاح بالدف والغناء المباح فرقا بينه وبين ما يستتر به من السفاح۔ ——— الی قولہ ...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شادی کے موقع پر دف بجایا گیا جس سے معلوم ہوا کہ دف اور گانے کے ساتھ نکاح کا اعلان کرنا جائز ہے تاکہ اعلانیہ نکاح اور خفیہ زنا میں فرق ہو۔

وروى النسائي من حديث عامر بن سعد عن قرظة بن كعب وابي مسعود قالا رخص لنا في اللهو عند العرس وروى الطبراني عن

اور امام نسائی نے عامر بن سعد کی حدیث سے حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہمیں شادی کے موقع پر لہو کی رخصت

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۴/۲ ص ۱۹۳، ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ۔

[3] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۱ ص ۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ شرح سیر کبیر ج ۴ ص ۱۴۵۸، مطبوعہ المکتب للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ۔

السائب بن یزید لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواری یغنین و یقلن حیونا نحییکم قال لا تقولوا ھکذا ولکن قولوا حیانا وحیاکم فقال رجل یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترخص للناس فی ھذا قال نعم انہ نکاح لا سفاح۔ [1]

دی گئی ہے اور طبرانی نے سائب بن یزید سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لڑکیاں گا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ حیونا نحییکم آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہو بلکہ یوں کہو حیانا وحیاکم ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ نکاح میں لوگوں کو اس گانے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ نکاح ہے زنا نہیں ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال ابن الملک لیس المراد ان لا فرق بین الحلال والحرام فی النکاح الا ھذا الامر فان الفرق یحصل بحضور الشھود عند العقد بل المراد الترغیب الی اعلان امر النکاح بحیث لا یخفی علی الاباعد فالسنۃ اعلان النکاح بضرب الدف واصوات الحاضرین بالتہنئۃ او النغمۃ فی انشاد الشعر المباح وفی شرح السنۃ معناہ اعلان النکاح واضطراب الصوت بہ والذکر فی الناس کما یقال فلان قد ذھب صوتہ فی الناس وبعض الناس یذھب بہ الی السماع وھذا خطأ یعنی السماع المتعارف بین الناس الآن۔ [2]

ابن الملک کہتے ہیں کہ نکاح میں دف کے ذریعے اعلان سے یہ مراد نہیں ہے کہ حلال اور حرام میں فرق صرف دف سے ہوتا ہے کیونکہ عقلاً گواہوں کے حاضر ہونے سے بھی اعلان حاصل ہو جاتا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اعلان کسی پر مخفی نہ رہے۔ سنت یہ ہے کہ نکاح کا اعلان دف اور حاضرین کی مبارکباد کی آوازوں یا جائز قسم کے اشعار کے نغموں سے کیا جائے، صاحب شرح السنۃ کہتے ہیں کہ اس حدیث (نکاح میں دف سے اعلان) کا مطلب یہ ہے کہ نکاح میں آواز بلند کی جائے اور لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کیا جائے۔ بعض لوگ اس حدیث سے اس سماع پر استدلال کرتے ہیں جو آج کل متعارف ہے لیکن یہ استدلال غلط ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں:

ومن الناس من اباح ذلک فی العرس والولیمۃ کما ابیح ضرب الدف فیھما وان کان فیہ نوع لھو۔ [3]

بعض علماء نے شادی اور ولیمہ کے موقع پر غنا کو مباح قرار دیا ہے جیسا کہ ان دو موقعوں پر دف بجانا مباح ہے اگرچہ اس میں ایک قسم کا لہو ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۶ ص ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، نہایہ ج ۳، ص ۳۳۶، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ۔

یہ وضاحت کرنے کے بعد کہ احادیث، آثار اور عبارات فقہا میں نکاح ولیمہ اور کسی شرعی خوشی کی تقریب میں قلیل مقدار میں صرف دف بجانے کی رخصت ہے اور اس رخصت سے مطلقاً گانے بجانے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، اب ہم آلات موسیقی کے شرعی حکم کے بارے میں ائمہ اربعہ کا نظریہ پیش کرتے ہیں

فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی مالکی فرماتے ہیں:

الغناء بالة ممنوع و بغير الة كرهه مالك.

آلات کے ساتھ گانا ممنوع ہے اور آلات کے بغیر امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

روى الترمذى وغيره من حديث انس وغيره عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال: صوتان ملعونان فاجران انهى عنهما "صوت مزمار ورنة شيطان عند نغمة ومرح ورنة عند مصيبة لطم خد ودق شق جيوب" وروى جعفر بن محمد عن ابيه عن جده عن على عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بعثت بكسر المزامير" خرجه ابو طالب غيلانى وخرج ابن بشران عن عكرمة عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: بعثت لهدم المزامير والطبل" وروى الترمذى من حديث على رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا فعلت امتى خمس عشرة خصلة حل بها البلاء فذكر منها: اذا اتخذت القينات و المعازف" وفى حديث ابى هريرة وظهرت القيان والمعازف وروى ابن المبارك عن مالك بن انس عن محمد بن المنكدر عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جلس الى قينة يسمع منها صب فى اذنه الانك يوم القيامة وروى اسد بن موسى عن عبد العزيز بن ابى سلمة عن

امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت انس اور دیگر صحابہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آوازیں ملعون اور فاجر ہیں جن سے میں روکتا ہوں مزمار کی آواز۔ اور شیطان کی چیخ و پکار کی، گانے کے وقت یا مصیبت کے وقت اور منہ پر طمانچے مارنا اور گریبان پھاڑنا جعفر بن محمد اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مزامیر توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے اس روایت کو ابو طالب غیلانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور ابن بشران نے از عکرمہ از ابن عباس روایت بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے طبل اور مزامیر توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، اور امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت پندرہ کام کرے گی تو اس پر عذاب کا نازل ہونا حلال ہو گا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ گانے والی عورتوں اور باجوں کے ساتھ مشغول رہیں اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے گانے والی عورتوں اور باجوں کا ظہور ہو، ابن المبارک از مالک بن انس از محمد بن منکدر از انس بن مالک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے گانے والی عورت کے پاس بیٹھ کر گانا سنا قیامت کے دن اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائیگا

محمد بن المنکدر قال ! بلغنا ان اللہ تعالی یقول یوم القیٰمۃ ! این عبادی الذین کانوا یتزھون انفسھم واسماعھم عن اللھو و مزامیر الشیطان احلوھم ریاض الجنۃ و ریاض المسک و اخبروھم انی قد حللت علیھم رضوانی" وروی ابن وھب عن مالك عن محمد بن المنکدر مثلہ وزاد بعد قولہ المسک ثم یقول للملائکۃ اسمعوھم حمدی وشکری وثنائی واخبروھم الاخوف علیھم ولا ھم یحزنون" وقد روی مرفوعا ھذا المعنیٰ من حدیث ابی موسی الاشعری انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استمع الی صوت غناء لم یؤذن لہ ان یسمع الروحانیین" فقیل ! ومن الروحانیون یارسول اللہ ؟ قال ! "قراء اھل الجنۃ" خرجہ الترمذی الحکیم ابو عبد اللہ فی نوادر الاصول وقد ذکرنا فی کتاب التذکرۃ مع نظائرہ ! "فمن شرب الخمر فی الدنیا لم یشربھا فی الاٰخرۃ" ومن لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الاخرۃ الی غیر ذٰلك وکل ذٰلك صحیح المعنی علی ما بیناہ ھناك ومن روایۃ مکحول عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من مات وعندہ جاریۃ مغنیۃ فلا تصلوا علیہ" ولھذہ الاثار وغیرھا قال العلماء بتحریم الغناء (وھی المسالۃ الثانیۃ) وھو الغناء المعتاد عند المشتھرین بہ الذی یحرك النفوس ویبعثھا علی الھوی والغزل والمجون الذی یحرك الساکن و یبعث الکامن ، فھذا النوع اذا کان فی شعر یسبب فیہ بذکر النساء ووصف محاسنھن

از اسد بن موسیٰ از عبد العزیز بن ابی سلمہ از محمد بن منکدر روایت ہے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میرے وہ بندے کہاں ہیں جو اپنے آپ کو لہو اور اپنے کانوں کو مزامیر شیطان سے دور رکھتے تھے؟ ان لوگوں کو جنت اور مشک کے باغات میں اتارو! اور ان کو یہ بتلاؤ کہ میں ان سے راضی ہو گیا ہوں! از ابن وہب از مالک از محمد بن منکدر بھی اسی کی مثل روایت ہے اور اس میں مشک کے باغات کے بعد یہ اضافہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا "ان کو میری حمد، شکر اور ثناء سناؤ، اور انھیں بتلاؤ، کہ نہ انھیں خوف ہوگا اور نہ یہ غمگین ہوں گے۔" اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اس کی تائید میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے قصداً گانا سنا اسے روحانیین سے سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔" آپ سے پوچھا گیا "یا رسول اللہ! روحانیین کون ہیں؟" آپ نے فرمایا "جنت کے قاری۔" اس حدیث کو ابو عبد اللہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ذکر کیا ہے، ہم نے کتاب التذکرہ میں اس حدیث کو اسی جیسی دوسری احادیث کے ساتھ ذکر کیا ہے مثلاً: جس شخص نے دنیا میں شراب پی وہ آخرت میں شراب (طہور) نہیں پیئے گا، اور جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا وغیرہا اور ان تمام روایات کا معنی صحیح ہے جس طرح ہم نے وہاں بیان کیا ہے اسی قبیل سے مکحول سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کے پاس گانے والی عورت ہو، اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔" ان احادیث کی بناء پر علماء نے کہا ہے کہ گانا حرام ہے "دوسرا مسئلہ غناء ہے" اس سے مراد وہ گانا ہے جو لوگوں میں جذباتی ہیجان برپا کرے اور ان کی خواہشات کو ابھارے، اگر اس قسم کا گانا ایسے اشعار میں ہو جن میں عورتوں کا ذکر ہو اور ان کی خوبیوں کا بیان ہو اور

وذکر الخمور والمحرمات لایختلف فی تحریمہ لانہ اللھو والغناء المذموم بالاتفاق ، فاما ماسلم من ذٰلك فیجوز القلیل منہ فی اوقات الفرح کالعرس والعید عند التنشیط علی الاعمال الشاقۃ ،کما کان فی حفر الخندق وحدو انجشۃ وسلمۃ بن اکوع ، فاما ابتداعہ الصوفیۃ الیوم من الادمان علی سماع المغانی بالآلات المطربۃ من الشبابات والطار والمعازف والاوتار فحرام الی قولہ وذکر اسحاق بن عیسٰی الطباع قال ،سألت مالك بن انس عما یرخص فیہ اھل المدینۃ من الغناء فقال انما لیفعلہ عندنا الفساق الی قولہ قال الطبری فقد اجمع علماء الامصار علی کراھۃ الغنا والمنع منہ انما فارق الجماعۃ ابراھیم بن سعد وعبید اللہ العنبری وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "علیکم بالسواد الاعظم ومن فارق الجماعۃ مات میتۃ جاھلیۃ" قال ابو الفرج: قال القفال من اصحابنا لا تقبل شھادۃ المغنی والرقاص[1]

شراب اور اس جیسے محرمات کا ذکر ہو تو ایسے گانے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ لہو اور قابل مذمت گانا ہے اور جس گانے میں ایسی چیزیں نہ ہوں تو اس کی قلیل مقدار خوشی کے ایام میں جائز ہے جیسے شادی، عید اور مشکل کاموں میں راحت حاصل کرنے کے لیے جیسا کہ خندق کھودنے کے وقت الحبشہ (حدی خواں حبشی غلام) اور سلمہ بن اکوع کی حدی۔ لیکن آج کل صوفیہ نے جو گانے بجانے کے آلات کے ساتھ (مزامیر وغیرہ) گانوں کے سماع کو دائمی معمول بنایا ہوا ہے یہ حرام ہے۔ اسحاق بن عیسی طباع کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اہل مدینہ جو گانے کی اجازت دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے انھوں نے فرمایا ہمارے نزدیک گانے بجانے کا کام فاسق لوگ کرتے ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ تمام شہروں کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گانا مکروہ ہے اور اس سے روکنا چاہیے، اس اجماع سے ابراہیم بن سعد اور عبید اللہ عنبری علیحدہ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواد اعظم کو لازم پکڑو، اور جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی موت مرا، ابوالفرج نے کہا ہمارے اصحاب میں سے قفال نے کہا گانے بجانے اور ناچنے والے کی شہادت مردود ہے۔

فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

الملاھی علی ثلاثۃ اضرب (محرم) وھو ضرب الاوتار والنایات والمزامیر کالعود والطنبور والمعزفۃ والرباب ونحوھا فمن ادام استماعھا ردت شھادتہ الی قولہ وضرب مباح وھو الدف الی قولہ

ساز تین قسم کے ہیں: ستار، بانسری اور منہ سے بجائے جانے والے تمام قسم کے باجے، سارنگی، طنبورہ، رباب اور ہاتھ سے بجائے جانے والے تمام اقسام کے باجے، ان کا بجانا حرام ہے اور جو شخص عادتاً ان باجوں کو سنے اس کی شہادت مردود ہے اور دوسری قسم دف ہے۔ (عورتوں

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۴ ص ۵۶-۵۳ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران۔

واما الضرب به للرجال فمکروه علی کل حال لانه انما کان یضرب به النساء والمخنثون المتشبهون بهن . فقی ضرب الرجال به تشبه بالنساء وقد لعن النبی صلی الله علیه وسلم المشبهین من الرجال بالنساء فاما الضرب بالقضیب فمکروه اذا انضم الیه محرم او مکروه کالتصفیق والغناء والرقص لانه لیس بآلة ولا یطرب ولا یسمع منفردا بخلاف الملاهی ومذهب الشافعی فی هذا الفصل کما قلنا۔ [1]

کو شرعی خوشی کے مواقع پر دف بجانا جائز ہے۔) اور مردوں کے لیے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ عورتیں اور مخنث دف بجاتے ہیں اور مرد کے دف بجانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں۔ تیسری قسم چھڑی بجانا ہے یہ اس وقت مکروہ ہے جب اس کے ساتھ کوئی حرام یا مکروہ چیز ہو جیسے تالی بجانا، گانا یا ناچنا کیونکہ چھڑی نہ گانے بجانے کا آلہ ہے نہ اس کے ساتھ گایا جاتا ہے نہ اس کو تنہا سنا جاتا ہے برخلاف گانے بجانے کے آلات کے، امام شافعی کا بھی اس بحث میں یہی نظریہ ہے۔

فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی فرماتے ہیں:

آلات الملاهی کالمزمار والطنبور وغیرهما ان کانت بحیث لا تعد بعد الرض والحل مالا یصح بیعها لانه لیس فیها منفعة شرعا۔ [2]

بانسری اور ستار کی طرح گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت توڑے جانے کے بعد بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان آلات میں شرعاً کوئی منفعت نہیں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ولا یلزم من اباحة الضرب بالدف فی العرس ونحوه اباحة غیره من الآلات کالعود ونحوه۔ [3]

شادی وغیرہ کے موقع پر دف بجانے کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان مواقع پر سارنگی وغیرہ دیگر گانے بجانے کے آلات کا استعمال جائز ہو۔

فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ شمس الدین سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا شهادة صاحب الغناء الذی یجتمع علیهم ویجمعهم۔ [4]

اس گانے والے کی شہادت قبول نہیں ہے جس کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو جمع کرتا ہے

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۴۔۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۶ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموعہ ج ۹ ص ۲۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۴۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتاز ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

انما المکروہ طبول اللھو، بمنزلۃ الدف لا بأس بضربھا فی اعلان النکاح و ان کرہ ذلک للھو۔[1]

دف اور طبل کا بجانا مکروہ ہے، نکاح کے اعلان کے لیے دف بجانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور لہو کے لیے دف بجانا مکروہ ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

اما الذی یضرب شیئا من الملاھی فانہ ینظر ان لم یکن مستشنعا فالقصب و الدف ونحوہ لا بأس بہ و لا تسقط عدالتہ و ان کان مستشنعا کالعود ونحوہ سقطت عدالتہ لانہ لا یحل بوجہ من الوجوہ۔[2]

جو شخص گانے بجانے کے آلات میں مشغول رہتا ہے اگر وہ آلات مذموم نہیں ہیں جیسے شاخ اور دف تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس شخص کی عدالت ساقط نہیں ہوگی اور اگر وہ آلات مذموم ہوں جیسے سارنگی وغیرہ تو اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی کیونکہ یہ آلات کسی اعتبار سے حلال نہیں ہیں۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

نعم اذا قیل ذلک علی الملاھی امتنع و ان کان مواعظ وحکما للآلات نفسھا لا لذلک التغنی۔[3]

ہاں جب گانے بجانے کے آلات کے ساتھ نظم گائی جائے تو منع ہے خواہ نظم میں وعظ اور حکمت کی باتیں ہوں اور یہ ممانعت ان آلات کی وجہ سے ہے اس نظم کی وجہ سے نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے:

قال رحمہ اللہ تعالی السماع والقول والرقص الذی یفعلہ المتصوفۃ فی زماننا حرام لا یجوز القصد الیہ والجلوس علیہ وھو الغنا والمزامیر سواء۔[4]

شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: گانا سننا اور ہمارے زمانہ کے بناوٹی صوفیوں کا ناچنا حرام ہے اس کا قصد کرنا اور وہاں بیٹھنا جائز نہیں گانوں اور باجوں دونوں کا ایک حکم ہے۔

علامہ اوزجندی فرماتے ہیں:

اما استماع صوت الملاھی کالضرب بالقضیب وغیر ذلک حرام و معصیۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام استماع الملاھی معصیۃ و الجلوس علیھا فسوق و التلذذ بھا من الکفر انما قال ذلک علی وجہ التشدید و ان سمع بغتۃ فلا

شاخ کی طرح گانے بجانے کے آلات کو سننا حرام اور گناہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا گانے بجانے کے آلات کو سننا گناہ ہے۔ وہاں بیٹھنا فسق ہے۔ اور اس میں لذت لینا آثار کفر سے ہے، حضور نے یہ قول بطور تشدید فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص نے اچانک یہ آواز سن لی

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۴ ص ۱۴۵۸، مطبوعہ المکتب للشورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۶ ص ۲۶۹ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ۔

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ص ۴۸۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[4] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، عالم گیری ج ۵، ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

اثم علیہ و یجب علیہ ان یجتھد کل الجھد حتی لایسمع لمارُوی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادخل اصبعیہ فی اذنہ [1]

تو گناہ نہیں ہے اس پر واجب ہے کہ پوری کوشش کرے کہ اس کے کان میں آواز نہ آئے، کیونکہ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لی تھیں۔

ملا علی قاری نے بھی قاضی خان کی مذکورہ عبارت سے استدلال کیا ہے۔ [2]

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الرقص، والسخریۃ والتصفیق و ضرب الاوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق فانھا کلھا مکروھۃ لانھا زی الکفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغیر ذلک حرام وان سمع بغتۃ یکون معذورًا و یجب ان یجتھد ان لا یسمع قھستانی [3]

ناچنا، مذاق اڑانا، تالی بجانا، ستار کے تار بجانا، بربط، سارنگی، رباب، قانون، بانسری، جھانجھن، بگل بجانا مکروہ تحریمی ہیں کیونکہ یہ کفار کا شعار ہیں اور دف، بانسری اور دیگر سازوں کا سننا حرام ہے اگر اچانک سن لیا تو معذور ہے اور اس پر واجب ہے کہ نہ سننے کی پوری کوشش کرے (قہستانی)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ولا اعتبار لما ابدعتہ الجھلۃ من الصوفیۃ فی ذلک فانک اذا تحققت اقوالھم فی ذلک ورایت افعالھم وقفت علی آثار الزندقۃ منھم الی قولہ ولا یلزم من اباحۃ الضرب بالدف فی العرس ونحوہ اباحۃ غیرہ من الآلات کالعود۔ [4]

جاہل صوفیوں نے جو موسیقی میں بدعات اختیار کی ہوئی ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ جب تم موسیقی میں ان کے اقوال پر غور کرو گے اور ان کے افعال کو دیکھو گے تو ان میں زندیقی (بے دینی) کے آثار پاؤ گے اور شادی اور اس جیسے دوسرے مواقع پر دف کی اباحت سے سارنگی اور دوسرے آلات موسیقی کی اجازت لازم نہیں آتی۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

ونقل البزازی فی المناقب الاجماع علی حرمۃ الغناء اذا کان علی آلۃ کالعود واما اذا کان بغیرھا فقد علمت الاختلاف ولم یصر الشارحون بالمذھب وفی النھایۃ والعنایۃ التغنی

فقیہ بزازی نے مناقب میں ذکر کیا ہے کہ جب سارنگی ایسے آلات کے ساتھ گانا گایا جائے تو اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور جب بغیر آلات موسیقی کے گانا ہو تو اس میں اختلاف ہے اور شارحین نے مذہب کو بیان نہیں

---

[1] علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۶ مطبوعہ مطبعۃ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[2] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۲۹۰ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۵، ص ۳۴۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

للهو معصية فى جميع الاديان قال فى الزيادات اذا اوصى بما هو معصية عندنا وعند اهل الكتاب وذكر منها الوصية للمغنين والمغنيات خصوصا اذا كان من المراة اه فقد ثبت نص المذهب على حرمته فانقطع الاختلاف ۔[1]

کیا۔ نہایہ اور عنایہ میں ہے کہ تمام ادیان میں بطور لہو کے گانا حرام ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے زیادات میں فرمایا: "جب کوئی شخص اس چیز کی وصیت کرے جو ہمارے اور اہل کتاب کے نزدیک گناہ ہو اور اس سلسلے میں امام محمد رحمہ اللہ نے گانے والوں اور گانے والیوں کے لیے وصیت کا ذکر کیا خصوصاً جب گانے والیوں کے لیے وصیت ہو" اور یہ امام محمد کی صریح عبارت ہے کہ مذہب احناف میں گانا حرام ہے اور اس عبارت کی موجودگی میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وفى الخانية وان لعب بشىء من الملاهى ولم يشغله ذلك عن الفرائض لا تبطل عدالته والملاعبة بالاهل والفرس لا تبطل العدالة مالم يمنعه ذلك عن الفرائض فان كان اللعب بالملاهى لا يشغله عنها الا انه شنيع بين الناس كالمزامير والطنابير فكذلك وان لم يكن شنيعا نحو الحداء وضرب القضيب لا الا اذا فحش بان كانوا يرقصون عند ذلك الى قوله وفى المعراج الملاهى نوعان محرم وهو الالات المطربة من غير الغناء كالمزمار سواء كان من عود او قصب كالشبابة او غيره كالعود والطنبور لما روى ابو امامة انه عليه الصلوٰة والسلام قال ان الله بعثنى رحمة للعلمين وامرنى بمحق المعازف والمزامير ولانه مفرط مصر عن ذكر الله تعالى والنوع الثانى مباح وهو الدف فى النكاح وفى معناه ما كان من حادث سرور ويكره فى غيره لما روى عن

خانیہ میں ہے اگر کوئی شخص کھیل کود میں مشغول ہو اور وہ اس کو فرائض سے غافل نہ کرے تو اس کی عدالت (نیکی) باطل نہیں ہوتی اور بیوی اور گھوڑے کے ساتھ کھیلنے سے عدالت باطل نہیں ہوتی جب تک کہ یہ کھیل فرائض کی ادائیگی سے مانع نہ ہو آلات کے ساتھ کھیلنا اگر فرائض کی ادائیگی سے غافل نہ کرے تو وہ جائز ہیں بشرطیکہ وہ آلات لوگوں کے نزدیک معیوب نہ ہوں۔ جیسے بانسری اور سارنگی وغیرہ (آلات موسیقی) اور اگر وہ کھیل معیوب نہ ہو جیسے چھڑی مارنا یا حدی خوانی تو وہ جائز ہیں بشرطیکہ ان کی زیادتی کی وجہ سے لوگ رقص نہ کرنے لگیں۔ معراج میں ہے کہ آلات موسیقی دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جو حرام ہیں جیسے بانسری اور طنبور وغیرہ کیونکہ حضرت ابوامامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور مجھے بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے مٹانے کا حکم دیا ہے اور یہ اس لیے بھی مطلوب ہے کہ یہ آلات ذکر الٰہی سے غافل کرتے ہیں اور دوسری قسم کا آلہ جو نکاح اور دیگر شرعی خوشی کے موقع پر مباح ہے وہ دف ہے اور ان کے علاوہ دیگر مواقع پر دف بجانا مکروہ ہے۔ کیوں کہ... حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب دف کی آواز سنتے تو کسی کو دیکھتے

[1] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۷، ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۔

عمر رضی اللہ عنہ انہ لما سمع صوت الدف بعث فنظر فان کان فی ولیمۃ سکت وان کان فی غیرہ عمدہ بالدرۃ وھو مکروہ للرجال علی کل حال للتشبہ بالنساء اھ[1]

کے لیے بھیجتے پھر دیکھتے اگر وہ ولیمہ کا موقع ہوتا تو خاموش رہتے اور اگر کوئی اور موقع ہوتا تو درّہ سے سزا دینے کا قصد کرتے اور مردوں کے لیے ہر حال میں دف بجانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔

ہمارا موقف آلات موسیقی کا ہم نے جو شرعی حکم بیان کیا ہے کہ ان آلات کو بجانا اور ان کو قصداً سننا مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے اس سے ہمارا مقصد کسی گروہ کو مطعون کرنا نہیں ہے بلکہ صرف امر واقعی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ ہم نے اس سلسلے میں احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے مستند علماء اور فقہاء کے اقوال صرف اس جذبہ کے پیش نظر ذکر کیے ہیں کہ جو شخص اس مسئلہ میں حقیقت سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہو اس کے لیے ٹھوس مواد فراہم ہو اور جو شخص مسئلہ سے ناواقفیت یا صحیح دلائل کے علم نہ ہونے کی وجہ سے موسیقی کی خرافات میں مبتلا ہو وہ اس سے باز آکر راہ راست پر آجائے اگر ان صفحات کو پڑھ کر کوئی ایک شخص بھی موسیقی میں اشتغال سے تائب ہو گیا تو ہماری محنت وصول ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان صفحات کو مؤثر اور مفید بنا دے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حرام قطعی کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا اور حرام ظنی میں بسا اوقات ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی ہوتا ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ فقہاء کا اجماع ایسا نہیں ہوتا جس پر دنیا کے تمام علماء متفق ہوں اور فقہاء جس چیز کو اجماعی کہیں اس سے مراد اکثر و بیشتر علماء کا اتفاق ہوتا ہے، اس اصول کی وضاحت کے بعد یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت میں ائمہ اربعہ کے درمیان۔ کوئی اختلاف نہیں ہے ہم نے اس سلسلے میں مذاہب اربعہ کے معتبر اور مستند علماء اور فقہاء کے اقوال مع دلائل ذکر کر دیے ہیں اور متعدد فقہاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت پر فقہاء کا اجماع ہے۔

ایک اور بات جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ گانا (غناء) اور آلات موسیقی دو الگ الگ چیزیں ہیں گانا مطلقاً حرام نہیں ہے اگر گیت کا مضمون جائز ہو تو گانا جائز ہے اور اگر گیت کا مضمون ناجائز ہو تو گانا ناجائز ہے اور آلات موسیقی میں دف کے علاوہ باقی آلات کو سننا اور بجانا مطلقاً حرام (ظنی، یا مکروہ تحریمی) ہے اور دف میں تفصیل ہے عید، نکاح، ولیمہ، جہاد اور ختنہ کی تقریب میں قلیل مقدار کے ساتھ دف بجانا جائز ہے اور اس کے علاوہ ناجائز ہے اور ان تمام امور پر ہم صفحات سابقہ میں احادیث، آثار اور اقوال فقہاء سے باحوالہ دلائل نقل کر چکے ہیں۔

مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف جو حضرات علی الاطلاق آلات موسیقی کے جواز بلکہ استحباب اور وجوب کے قائل ہیں ہم نے ان میں سے اکثر حضرات کی کتابیں پڑھیں یہ کہنا تو غلط ہے کہ آلات موسیقی کی حرمت کے دلائل ان کی دسترس اور مطالعہ سے باہر تھے کیونکہ ان حضرات کا علمی مقام اس سے بلند ہے اور ظاہر ہے جب کوئی شخص کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتا ہے تو متعلقہ تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہے اس لیے ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان حضرات نے دیدہ دانستہ راہ راست سے انحراف کیا اور عمداً غلط مبحث اور مغالطہ آفرینی کی کوشش

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۸، ص ۸۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

کی۔ متاخرین کی تصانیف میں سے ہمارے خیال میں شاہ محمد جعفر پھلواروی نے اس موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے۔ ہم ان کے پیش کردہ سوالات کا ایک سرسری جائزہ لے رہے ہیں جس سے مجوزین کے نقطہ نظر کا ضعف ظاہر ہو جائیگا۔

ہم نے بالخصوص گانے (غنا) کی حرمت پر دلائل نہیں دیے کیونکہ اس اصول سے کوئی منصف مزاج اختلاف نہیں کر سکتا کہ گانے میں جن اشعار کا مضمون فحش اور ناجائز ہو وہ ناجائز ہیں اور جن کا مضمون جائز ہو وہ جائز ہیں البتہ آلات موسیقی کی حرمت کو ہم نے پچیس سے زائد احادیث سے واضح کیا ہے جن میں بیشتر احادیث صحاح ستہ سے لی گئی ہیں۔

شاہ محمد جعفر پھلواروی نے گانے کی حرمت سے متعلق تین احادیث پیش کر کے ان کی سند پر جرح کی ہے ہم اس کے جواب میں اس لیے کچھ کہنا نہیں چاہتے کہ خود پھلواروی صاحب نے لکھا ہے۔

"حقیقت یہ ہے کہ غناء کے اندر دونوں قسم کی صلاحیتیں موجود ہیں وہ نفاق بھی پیدا کر سکتا ہے اور اتفاق بھی۔ شقاوت بھی پیدا کر سکتا ہے اور حلاوت بھی، یہ سب کچھ سننے والے اور سنانے والے کی استعداد پر احوال وظروف پر اور مضامین غنا پر موقوف ہے" [1]

اس اعتراف کے بعد گانے کا مضمون اگر ناجائز ہو تو وہ ناجائز ہے ہم اس موضوع پر مزید لکھنا عبث خیال کرتے ہیں۔

مجوزین موسیقی کا موقف

گانے بجانے (یعنی آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے) کے بارے میں پھلواروی صاحب لکھتے ہیں:

"پہلی چیز تو یہ ہے کہ محدثین اور ان کے متبع فقہاء جب بھی مسئلہ غناء کا ذکر کرتے ہیں تو ایک طرف تو وہ واشگاف الفاظ میں یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حرمت غناء پر کوئی نص موجود نہیں ہے۔ روایات جتنی بھی ہیں وہ سب کی سب موضوع یا غایت درجہ کی ضعیف ہیں اس کے ساتھ وہ کچھ معذرت خواہانہ انداز اختیار کر کے یہ تشریح شروع کر دیتے ہیں جو روایات غنا کے متعلق ہیں وہ اسی غناء کے متعلق ہیں جو لہو ولعب اور فسق وفجور سے وابستہ ہو لہٰذا جو غنا فواحش سے مقترن ہو وہ ناجائز ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب حرمت غنا کی تمام روایات ہی موضوع ہیں تو ان سے اس قسم کے معذرت خواہانہ استدلالات کب درست ہیں؟ بات سیدھی کرنی چاہیے کہ گانا بجانا مطلقاً جائز ہے اور اس کی اباحت میں کوئی شک نہیں کیونکہ انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، صلحاء سب سے اس کی اباحت ثابت ہے۔ رہا کسی خارجی وجہ سے اس کا ناجائز ہونا تو وہ کس چیز میں ناجائز نہیں[2] ہمارے نزدیک موسیقی، غناء، قوالی، سماع یا گانے بجانے کے متعلق سوال کا صرف ایک سیدھا سادا جواب ہے کہ فی حد ذاتہ اس کی مطلق حلت وجواز واباحت پر عہد نبوی سے لے کر آج تک اجماع امت رہا ہے۔ البتہ خارجی عوامل کی وجہ سے وہ جس طرح خلاف اولیٰ، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی اور حرام مطلق ہو سکتا ہے اسی طرح مباح، مستحب، سنت مؤکدہ، واجب اور فرض بھی ہو سکتا ہے۔[3]

پھلواروی صاحب نے جو لکھا ہے کہ "محدثین اور فقہاء نے اعتراف کیا ہے کہ حرمت غناء پر کوئی نص موجود نہیں ہے"۔ یہ محض کذب خالص اور دروغ بے فروغ ہے۔ کسی محدث نے اس طرح نہیں لکھا، البتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے

---

[1] شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم ۱۹۶۸ء

[2] " ، اسلام اور موسیقی ص ۳۰۷، " "

[3] " ، اسلام اور موسیقی ص ۳۱۵، " "

یہ لکھا ہے کہ نص قطعی بر حرمت آں علی الاطلاق چنانچہ بر حرمت زنا و شرب خمر آمدہ، ثابت نشدہ است لہ "حرمت غنا پر ایسی نص قطعی نہیں ہے جیسے شراب اور زنا کی حرمت پر ہے۔ اور یہ صحیح ہے ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آلات موسیقی سے اشتغال مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے شراب اور زنا کی طرح حرام قطعی نہیں ہے۔ اور پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "حرمت غنا (گانے بجانے) پر تمام روایات موضوع اور نہایت درجہ کی ضعیف ہیں" بالکل غلط اور صراحتہً باطل ہے، ہم نے آلات موسیقی کی حرمت پر صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی وغیرہا سے احادیث پیش کی ہیں اور ان روایات کے بارے میں وضع اور نہایت ضعف کا قول کوئی صاحب علم نہیں کر سکتا۔

پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "آلات موسیقی فسق و فجور کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں" یہ بھی غلط ہے۔ آلات موسیقی میں اشتغال فی نفسہٖ حرام ہے جیسا کہ صفحات سابقہ میں ذکر کردہ احادیث، آثار اور ائمہ مذاہب کی عبارات سے ظاہر ہو چکا ہے اور پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "گانا بجانا مطلقاً جائز ہے اور انبیاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اور صلحاء سے اس کا سننا ثابت ہے" شریعت میں بے جا مداخلت اور انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین پر خالص افتراء ہے۔ صفحات سابقہ میں قارئین کرام ان نفوس قدسیہ کی صریح عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں انھوں نے اس کی حرمت کی وضاحت کی ہے البتہ عید اور نکاح کے موقع پر دف کے ساتھ جائز اشعار سننا ایک الگ بات ہے کیونکہ اس کی شارع علیہ السلام نے خصوصاً اجازت دی ہے اور عمومی طور پر دف سمیت دیگر آلات موسیقی کے ساتھ اشتغال کو حرام قرار دیا ہے۔

مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ

صحیح بخاری (ج ۲، ص ۸۳۷) کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا، شراب، ریشم اور معازف (آلات موسیقی) کے ساتھ حلال چیز کا معاملہ کرنے والوں کو بندر اور خنزیر کے ساتھ مسخ کر دیے جانے کی سخت وعید سنائی ہے جس کو ہم شروع میں تفصیل سے نقل کر چکے ہیں۔ پھلواروی صاحب نے اس حدیث کا سخت مذاق اڑایا ہے اور اس مذاق کی تائید میں صحیح بخاری کی کئی احادیث پر بھی پھبتیاں کسی ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں:

آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ بخاری اور دوسری کتب احادیث کی ان روایات صحیحہ کو نہ مانا جائے جن سے حضور کا اور صحابہ کا گانا اور دف سننا ثابت ہے اور اس روایت کو مان لیا جائے جس میں زنا اور غنا کو ایک صف میں رکھ دیا گیا ہے[۲]

انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

حقیقت یہ ہے کہ محض کسی کتاب یا روایات حدیث میں کسی بات کا درج ہونا اس کی سو فی صد صحت کی ضمانت نہیں[۳]۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک منصف مزاج اور دین دار عالم دین کے لیے تو صحیح بخاری یا کسی اور کتاب میں کسی حدیث

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۰۰، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ، طبع نہم۔
۲۔ شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ۱۸۱، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم، ۱۹۶۸ء
۳۔ " " ص ۱۸۰، " "

کا سند صحیح کے ساتھ مندرج ہونا اس پر اعتماد کی ضمانت ہے۔ آلات موسیقی سے اشتغال جس کو پھلواروی صاحب نے عناد کے ساتھ تنبیر کیا ہے مکروہ تحریمی اور حرام ظنی ہے اور زنا حرام قطعی ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں پر ایک وعید سنادی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں جس کی بناء پر اس حدیث کی صحت کا انکار کر دیا جائے، قرآن کریم میں ایسی بکثرت مثالیں ہیں: انہ کان لایومن باللہ العظیم ۰ ولا یحض علی طعام المسکین۔ (الحاقہ: ۳۴، ۳۳) "لاریب یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا اور مسکین کے کھلانے پر کسی کو نہیں ابھارتا تھا" فویل للمصلین ۰ الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون ۰ الذین ھم یراؤن ۰ و یمنعون الماعون ۰ الماعون ۷، ۶، ۵، ۴ "ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں، اور جو معمولی چیز دینے سے انکار کرتے ہیں"۔ اس آیت میں تین گناہ ذکر کیے ہیں اور ان میں سے ہر ایک مستقل گناہ ہے اور تینوں کا درجہ ایک جیسا نہیں ہے، سب سے بڑا گناہ ریاکاری ہے اس سے کم گناہ نماز سے غفلت ہے اور اس سے کم گناہ کسی کو معمولی چیز عاریۃً دینے سے انکار کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تینوں پر ایک وعید لفظ ویل سے سنائی ہے، پس اگر صحیح بخاری کی اس روایت میں زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال سمجھنے والوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسخ کر دیے جانے کی ایک وعید سنائی ہو تو اس میں اس حدیث کی صحت کا انکار کرنے کی کیا وجہ ہے! ہر چند کہ زنا اور شراب کی حرمت قطعی ہے اور ریشم اور آلاتِ موسیقی کی حرمت ظنی ہے۔

باقی رہا پھلواروی صاحب کا یہ کہنا کہ "بخاری اور دوسری کتابوں کی ان احادیث کو کیوں نہ صحیح مانا جائے جس میں حضور اور صحابہ کا گانا اور دف سننا مذکور ہے؟" اس کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے کہ عید اور نکاح کے موقع پر دف سے اشتغال کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے جیسا کہ سنن نسائی، طبرانی اور مصنف عبدالرزاق کی روایات سے ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور عام احوال میں دف کی ممانعت فرمائی ہے اور باقی آلات موسیقی کی آپ نے کسی حال میں اجازت نہیں دی جس کی تفصیل ان احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے علماء کی عبارات سے ظاہر ہو جاتی ہے جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مجوزین موسیقی کی دلیل

آلاتِ موسیقی کو جائز رکھنے والے تمام علماء ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں، اور اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں کہ عورتوں سے گانا بجانا سننا جائز ہے اور علی الاطلاق آلاتِ موسیقی بجانا، سننا، اور مردوں اور عورتوں سے بلا حجاب گانا سننے کو جائز قرار دیتے ہیں ہم استحقاق حق کی خاطر اس حدیث کو اس کے تمام طرق اور اسانید کے ساتھ ذکر کر کے اس پر مفصل بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امام ترمذی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ (جہاد) سے واپس آئے تو ایک حبشی لڑکی آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے ایک نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو جہاد سے سلامتی کے ساتھ واپس لے آئے تو میں دف بجاؤں گی اور گانا گاؤں گی! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے نذر مان لی ہے تو دف بجاؤ ورنہ نہیں! وہ لڑکی دف بجانے لگی، حضرت ابوبکر آ گئے اور وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت علی آئے اور وہ دف بجاتی

رہی پھر حضرت عثمان آئے اور وہ دف بجاتی رہی پھر حضرت عمر آئے اور اس نے دف کو اُلٹا کر اپنی سرین کے نیچے رکھ لیا پھر اس پر بیٹھ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! شیطان تم سے ڈرتا ہے! میں بیٹھا رہا اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی ابو بکر آئے اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی پھر علی آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر عثمان آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر اے عمر! تم آئے تو اس لڑکی نے دف کو پھینک دیا۔ [1]

امام ترمذی نے یہ حدیث حسین بن حریث از علی بن حسین بن واقد از عبداللہ بن بریدہ بیان کی ہے اور اس حدیث کی سند میں علی بن حسین بن واقد راوی ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ابو حاتم نے کہا علی بن حسین بن واقد ضعیف ہے، عقیلی کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ اس کے مرجئی ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے اس لیے ہم نے اس سے روایت کرنا چھوڑ دیا، اور ابن حبان بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری صبح و شام اس سے ملاقات کرتے تھے اور اس کی روایت نہیں لکھتے تھے۔ [2]

امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

حدثنا مسعود قال نا الحارث بن عبيد ابو قدامة عن عبيد الله ابن الاخنس عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان امرأة اتت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله اني نذرت ان اضرب على راسك بالدف قال اوفي بنذرك۔ [3]

از مسعود از حارث بن عبید ابو قدامہ از عبید اللہ بن اخنس از عمرو بن شعیب از ابیہ از جدہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے۔ حارث بن عبید ابو قدامہ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:
امام احمد بن حنبل نے کہا یہ مضطرب الحدیث ہے، ابن معین نے کہا یہ ضعیف ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ قوی نہیں ہے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اس سے استدلال نہیں کیا جاتا، امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے۔ امام ابن حبان نے کہا اس کو بہت زیادہ وہم لاحق ہوتے تھے حتیٰ کہ یہ ان راویوں سے خارج ہو گیا جن کی تنہا روایت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ [4]

اس کے بعد دوسرا راوی ہے عبید اللہ بن اخنس اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:
امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کر کے لکھا ہے کہ یہ بہت زیادہ خطاء کرتا تھا [5]۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۳۰۸، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔
[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۱۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔
[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔
[5] " " ج ۷ ص ۲، " "

تیسرا راوی ہے عمرو بن شعیب اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں اس کی روایت ہمارے نزدیک واہی (ضعیف) ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ اس کی روایات منکر ہیں اس کی احادیث لکھنے میں معتبر ہیں لیکن ان سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو زرعہ کہتے ہیں کہ اس کی عام روایات منکر ہیں۔ آجری کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو داؤد سے پوچھا کیا آپ کے نزدیک عمرو ابن شعیب حجت ہیں تو امام ابو داؤد نے کہا کہ وہ پوری حجت تو کیا ہوتا آدھی حجت بھی نہیں ہے [1]

اس حدیث کو امام بیہقی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے [2]۔

پہلی سند میں ایک راوی ہے حسین بن واقد' اس کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا یہ روایات میں خطاء کرتا تھا، عقیلی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کی احادیث کا انکار کرتے تھے۔ اثرم کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس کی احادیث سے ہاتھ جھاڑ لیے تھے۔ ساجی کہتے ہیں کہ یہ سچا مگر وہمی تھا۔ [3]

دوسری سند وہی ہے جس کے ساتھ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس سند میں حارث بن عبید اللہ ابو قدامہ، عبید اللہ بن اخنس اور عمرو بن شعیب ہیں جن کا ضعف ہم ابھی تہذیب التہذیب کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

اس حدیث کی ایک سند پر علامہ طاہر پٹنی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الخطیب فیہ من ھو ساقط الروایۃ و اھی الحدیث باطل [4]	خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اس سند کا ایک راوی ساقط الروایۃ ہے جو ضعیف چیزیں نقل کرتا ہے اور یہ روایت باطل ہے۔

ہم نے اس حدیث کے پانچوں طرق اور اسانید ذکر کر دیے ہیں اور ان اسانید کا حال قارئین کے سامنے ظاہر کر دیا ہے اس حدیث کی ہر سند میں واہی، ضعیف، بدعقیدہ اور ساقط الاعتبار راوی ہیں۔

یہ حدیث "روایتہ" کے علاوہ "درایتہ" بھی مردود ہے کیونکہ ابو داؤد اور بیہقی کی سند میں دف بجانے والی کو عورت سے تعبیر کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں اس کو لڑکی سے تعبیر کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حبشی لڑکی کی نذر پوری کرنے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بالغہ تھی کیونکہ احکام کی مکلف بالغ لڑکی ہی ہوتی ہے اور ایک بالغہ لڑکی یا عورت سے بلا حجاب گانا سننا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ہے اور اگر بالفرض اس کو آپ کی خصوصیت پر محمول بھی کیا جائے تو حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس بالغ لڑکی یا عورت کو دیکھنا اور اس کا گانا سننا کس طرح جائز ہوگا کیونکہ اجنبی عورت کو دیکھنا اور اس کی آواز سننا دونوں

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

[2] ۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔ سنن کبریٰ ج ۱۰، ص ۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، تہذیب التہذیب ج ۲، ص ۳۷۴، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۲۶ھ۔

[4] ۔ شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، تذکرۃ الموضوعات ص ۱۹۷۔

حرام ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ صحابہ حرام کام کر رہے ہوں اور آپ نے انھیں منع نہ فرمایا ہو۔ ثالثاً اس حدیث میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو وہ لڑکی دف کو الٹ کر اپنی سرین کے نیچے رکھ کر بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر شیطان تم سے ڈرتا ہے کیونکہ میں بیٹھا رہا اور یہ لڑکی دف بجاتی رہی ابوبکر آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر علی آئے اور یہ دف بجاتی رہی پھر عثمان آئے اور یہ دف بجاتی رہی اور اے عمر جب تم آئے تو اس نے دف کو پھینک دیا۔!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دف بجانا ایک شیطانی کام ہے اور جب یہ شیطانی کام ہے تو چاہیے تھا کہ آپ فرماتے اس نذر کا پورا کرنا صحیح نہیں ہے چہ جائیکہ اسے نذر پوری کرنے کا حکم دیتے، پھر جب یہ شیطانی کام تھا تو آپ کا اور حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت عثمان کا سننا کس طرح صحیح تھا، پھر یہ ایک عجیب اور غلط بات ہے کہ شیطان حضرت عمر سے ڈرتا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر سے نہیں ڈرتا تھا اور یہ تاویل اس سے بھی عجیب تر اور اغلط ہے کہ حضرت عمر برائی کے کاموں پر زیادہ سخت تھے اور حضور اور حضرت ابوبکر نرم مزاج تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد امت میں حضرت ابوبکر سے زیادہ برائی کے کاموں پر کوئی سخت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو کسی دلیل کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حضرت ابوبکر کی برائی اور کفار کے خلاف شدت پر یہ اہم دلیل ہے کہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف تلوار اٹھانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اولاً تیار نہ تھے اور حضرت ابوبکر سے بحث کرتے تھے اور بالآخر حضرت ابوبکر کی بات حضرت عمر کی سمجھ میں آگئی اور انھوں نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کرنے میں حضرت ابوبکر کی رائے سے موافقت کر لی۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔

غرضیکہ یہ حدیث اصول اسلام سے متصادم ہے روایۃً اور درایۃً ضعیف اور واجب الرد ہے اس سے آلات موسیقی کے جواز پر استدلال کرنا اور ان احادیث صحیحہ کے خلاف بطور معارضہ پیش کرنا جن میں دف اور باقی آلات موسیقی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق حرام کر دیا ہے بداہتہً باطل ہے۔

ہم نے آلات موسیقی کی حرمت واضح کرنے کے لیے بیشتر احادیث صحاح ستہ سے پیش کی ہیں اس کے علاوہ سنن کبریٰ للبیہقی، مسند احمد بن حنبل، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، کنز العمال اور مجمع الزوائد سے بھی احادیث پیش کی ہیں، جن میں سے زیادہ تر احادیث سند حسن سے مروی ہیں۔ بعض احادیث کی انفرادی سند ضعیف ہے لیکن چونکہ وہ احادیث دیگر طرق اور اسانید سے بھی مروی ہیں اس لیے وہ سند بھی اصطلاحاً سند حسن ہے خواہ سند لغیرہ ہو اور ان میں کوئی حدیث خدانخواستہ موضوع نہیں ہے۔

پھلواروی صاحب کا ایک اور اہم شبہ یہ ہے کہ:

علاوہ ازیں وہ فقہاء بھی جو صاحب ہدایہ، صاحب بدائع صنائع، قاضی خاں وغیرہم کی طرح مشدد نہیں مثلاً عینی، ابن ہمام، صاحب عنایہ، صاحب نہایہ، طحطاوی، شامی، سرخسی وغیرہم اسی غناء کو ناجائز بناتے ہیں جو لہو سے وابستہ ہو۔[1]

[1] شاہ محمد جعفر پھلواروی، اسلام اور موسیقی ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع دوم ۱۹۶۸ء۔

یہ پھلواروی صاحب کی خود فریبی یا مغالطہ آفرینی ہے کہ وہ ان مذکور الصدر فقہاء کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف سمجھتے ہیں ان تمام فقہاء نے متفقہ طور پر لکھا ہے کہ وہ گانا جائز ہے جس کا مضمون جائز ہو اور جس کا مضمون ناجائز ہو وہ گانا ناجائز ہے اور نکاح، ختنہ، ولیمہ اور عید کے موقع پر صرف دف بجانا جائز ہے اور ان مواقع کے علاوہ دف اور باقی تمام آلات موسیقی مطلقاً حرام ہیں اور اس مضمون کو ان تمام فقہاء نے بیان کیا ہے خواہ قاضی خاں ہوں یا علامہ عینی بلکہ علامہ عینی نے تو موسیقی کی اس صورت کا بہت سخت الفاظ سے رد کیا ہے جس کے اثبات کے لیے پھلواروی صاحب در پے ہیں اور ان تمام مذکور الصدر فقہاء بلکہ مذاہب اربعہ کے اعاظم فقہاء کی عبارات ہم بحمد اللہ تعالیٰ پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال

آلات موسیقی کے مجوزین بعض علماء کہتے ہیں کہ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے لکھا ہے کہ اظہار فخر کے لیے نقارہ بجانا جائز نہیں البتہ عصر، عشا اور آدھی رات کے بعد تین صور پھونکے جانے کو یاد دلانے کے لیے تین بار نقارہ بجانا جائز ہے [1]۔ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس عبارت میں یہ نکتہ آفرینی کی ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آلات لہو و لعب بذاتہا حرام نہیں ہیں بلکہ جب آلات لہو و لعب (آلات موسیقی) کو بجانے والا یا سننے والا لہو کا قصد کرے تب حرام ہیں اور یہ فائدہ آلات کی لہو کی طرف اضافت سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا بزرگان دین جو سماع کرتے رہے ہیں اس پر معترض کو انکار نہیں کرنا چاہیے تاکہ ان کی برکات سے محروم نہ ہو [2]۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو بزرگ اس دنیا سے جا چکے ہیں ان پر اعتراض کرنا ویسے بھی درست نہیں ہے اور یہ بات صحیح ہے لیکن اس سے آلات موسیقی کا جواز اور حلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ حلت اور حرمت کا مدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت دینے یا منع کرنے پر ہے فوت شدہ بزرگوں کے افعال پر نہیں ہے جبکہ خود علامہ شامی نے اسی بحث میں لکھا ہے کہ:

وفی الملتقیٰ وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قراءۃ القرآن و الجنازۃ والزحف والتذکیر فما ظنک بہ عند الغناء الذی یسمونہ وجدا ومحبۃ فانہ مکروہ لا اصل لہ فی الدین قال الشارح زاد فی الجوہرۃ وما یفعلہ متصوفۃ زماننا لا یجوز القعود الجلوس الیہ ومن قبلہم لم یفعل کذلک الی قولہ والحاصل انہ لا رخصۃ فی السماع فی زماننا لان الجنید رحمہ اللہ

ملتقی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھنے، جنازہ، جہاد اور وعظ و نصیحت کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا ہے تو تمہارا کیا گمان ہے اس گانے (غنا) کے بارے میں جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کہتے ہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے اور اس کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے، شارح کہتے ہیں کہ جوہرہ نیرہ میں ہے آج کل کے زمانے کے صوفیوں کی مجلس میں بیٹھنا اور اس کا قصد کرنا ناجائز ہے۔ ان سے پہلے لوگ ایسا نہیں کرتے تھے، حاصل بحث یہ ہے کہ اس زمانہ

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی رد المحتار ج ۵، ص ۳۰۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

تاب عن السماع فی زمانہ۔[1]

میں سماع کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جنید رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ میں سماع سے توبہ کر لی تھی۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی یہ عبارت بھی اسی بحث میں ہے علاوہ ازیں اس عبارت کے بعد اس جلد کے ص ۳۴۸ پر علامہ شامی نے آلات موسیقی کو مطلق حرام قرار دیا ہے۔ بہرحال علامہ شامی کی عبارت میں آلات موسیقی کو بجانے اور سننے کی اجازت نہیں ہے ہم نے یہ تفصیل اس لیے کر دی ہے کہ بعض علماء علامہ شامی کی عبارت کا صرف ایک ٹکڑا لے کر مغالطہ آفرینی کرتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا تحقیق سے بعید ہے۔

قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال

آلات موسیقی کے بعض مجوزین کہتے ہیں کہ اگر آلات موسیقی فسق و فجور کا سبب ہوں تو یہ ناجائز ہیں اور اگر فسق و فجور کا سبب نہ ہوں تو جائز ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے: ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم (لقمان:۶) بعض لوگ کھیل کی باتوں کو اس لیے خریدتے ہیں تاکہ لوگوں کو نادانی سے اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کر دیں۔" لھو الحدیث (کھیل کی باتیں) کی مفسرین نے دس سے زیادہ تعبیرات بیان کی ہیں ایک تعبیر آلات موسیقی ہیں اس تقدیر پر اس کا سیدھا اور صاف جواب یہ ہے کہ آلاتِ موسیقی یا کوئی اور چیز اگر اللہ تعالیٰ کے راستہ سے گمراہ کرے پھر تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن اگر آلات موسیقی اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ نہ کریں اس صورت میں آیا وہ حرام ہیں یا نہیں، اس کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے اور احکام میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آلات موسیقی کو مطلقاً حرام قرار دیدیا تو وہ آپ کے فرمان سے بمطابق احادیث شریفہ حرام ہیں جن کے حوالے ہم صفحات سابقہ میں دے چکے ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا فسق و فجور ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے خلاف آلات موسیقی کو جائز کہا جائے اور ان کے بجانے اور سننے میں مشغول رہا جائے! خصوصاً جب کہ لہو الحدیث سے آلات موسیقی مراد ہونا غیر یقینی اور گیارھویں درجہ کا احتمال ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی کی عبارات سے مغالطہ آفرینی

بعض علماء شیخ دہلوی کی حسب ذیل عبارات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آلات موسیقی کی حرمت پر کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے۔ وہ عبارت یہ ہے:

دوم طریق محدثین است و ایشاں نے گویند کہ ثابت نشدہ است در تحریم آں حدیث صحیح و نص صریح بلکہ ہر چہ وارد شدہ است دریں باب از احادیث یا موضوع است یا مطعون، و ہم چنیں آیات قرآنی اگرچہ تفسیر کردہ اند آنرا بعض مفسرین بچیزے کہ دلالت کند بر حرمت غنا اما آنرا تاویلات و تعاملِ دیگر ہم است۔[2]

دوسرا طریقہ محدثین کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس کی حرمت میں کوئی حدیث صحیح اور صریح عبارت نہیں ہے بلکہ اس باب میں جس قدر احادیث ہیں یا موضوع ہیں یا مطعون ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیات ہیں اگرچہ ان آیات کی بعض مفسرین نے گانے کی حرمت کے ساتھ تفسیر کی ہے لیکن ان آیات کی دوسری تفسیر بھی ہے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۴۲-۴۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یہ عبارت آلات موسیقی کی بارے میں نہیں گانے کے بارے میں ہے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ گانا مطلق حرام نہیں ہے اگر گانے کا مضمون صحیح ہو تو گانا صحیح ہے ورنہ جیسا حکم اس مضمون کا ہوگا ویسا ہی حکم اس گانے کا ہوگا۔

اور آلات موسیقی کے بارے میں شیخ عبدالحق دہلوی خود حدیث صحیح کا ذکر کرتے ہیں:

در حدیث صحیح آمدہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ فرستادہ بشدہ ام من وامر کردہ شدہ ام من کہ محو کنم معازف را کہ نام آلات و مزامیر لاہی است (الی ان قال) و آں کہ بعض اہل ظواہر گفتہ اند کہ ہیچ حدیثے وارد نشدہ ایں سخن خالی از مکابرہ نیست۔ [1]

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں آلات موسیقی کو مٹاؤں (اس کے بعد کہا) بعض اہل ظاہر نے کہا کہ اس بارے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے یہ بات عناد سے خالی نہیں ہے۔

شیخ دہلوی نے بعض صحابہ اور بعض تابعین سے بعض آلات موسیقی کا سننا بغیر کسی کتاب کے حوالے کے اور بغیر تحقیق سند کے نقل کیا ہے اور آخر میں یہ لکھ دیا ہے کہ:

ایں چند کلمہ از کتاب مذکور نقل کردہ شدہ واللہ تعالیٰ علیہ۔ [2]

یہ چند کلمات اس کتاب سے نقل کیے ہیں اور صحت کی ذمہ داری اسی پر ہے۔

اس لیے اس عبارت سے صحابہ اور تابعین کے مزامیر سننے کو ثابت کرنا خود فریبی سے زیادہ نہیں ہے۔ اور مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے صاحب المتاع سے نقل کرتے ہیں:

معروف در مذاہب ائمہ اربعہ کراہت مزامیر است۔ [3]

ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مشہور یہ ہے کہ مزامیر سننا مکروہ تحریمی ہے۔

اور خاص ستار کے بارے میں نقل کرتے ہیں:

معروف در مذاہب اربعہ آنست کہ زدن آں و شنیدن آں حرام است۔ [4]

مذاہب اربعہ میں معروف یہ ہے کہ ستار بجانا اور سننا حرام ہے۔

جواز موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

بعض المتصوفۃ الفوا رسائل فی حل الاوتار والمزامیر وغیرھا من آلات اللھو و

بعض بناوٹی صوفیوں نے ستار، بانسریوں اور دیگر آلات موسیقی کے جواز میں رسائل تحریر کیے ہیں اور ان میں

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] " " " ج ۱ ص ۴۴۹، "
[3] " " " ج ۱ ص ۴۴۹، "
[4] " " " ج ۱ ص ۴۴۹، "

اتوا فیها بکذب عجیب علی الله تعالیٰ وعلی رسوله صلی الله علیه وسلم وعلی اصحابه رضی الله تعالیٰ عنهم والتابعین والعلماء العاملین وقلدهم فی ذٰلك من لعب به الشیطان وهوی به الهوی الی هوة الحرمات فهو عن الحق بمعزل وبینه وبین حقیقة التصوف الف الف منزل، واذا تحقق لدیك قول بعض الکبار یحل شیء من ذٰلك فلا تغتر به لانه مخالف لما علیه ائمة المذاهب الاربعة وغیرهم من الاکابر المؤید بالادلة القویة لا یأتیها الباطل من بین یدیها ولا من خلفها وکل احد یوخذ من قوله ویترك ما عدا رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن رزق عقلا مستقیما وقلبا من الاهواء الفاسدة سلیما لا یشك فی ان ذٰلك لیس من الدین وانه بعید بمراحل عن مقاصد شریعة سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعین[1]

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام اور کبار علماء کی طرف (بلا تحقیق) جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں اور جو شخص شیطان کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے اور پرستار ہوا ہے وہ ان جھوٹی باتوں کی تقلید کرتا ہے، ایسا شخص حق سے دور ہے اور اس کے اور تصوف کے درمیان لاکھوں منزلوں کی دوری کا فاصلہ ہے اگر تم نے اکابرین میں سے کسی کا قول مزامیر کی حلت میں سنا ہے تو اس سے دھوکا نہ کھانا کیونکہ یہ قول ائمہ اربعہ کے مذاہب اور دیگر اکابرین ملت کے خلاف ہے اور ائمہ اربعہ کا مذہب دلائل قویہ کے مطابق ہے ہر شخص اپنے قول پر جواب دہ ہے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیے جس شخص کی عقل صحیح ہو اور دل بری خواہشوں سے پاک ہو اس کو اس میں کوئی شک نہیں ہوگا کہ یہ موسیقی دین نہیں ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے کوسوں دور ہے۔

ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور سینما کا حکم

آلات موسیقی کا شرعی حکم معلوم ہونے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ جن جن امور میں آلات موسیقی کا دخل ہے وہ سب شرعاً حرام ہیں، مثلاً ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر، سینما، ٹیپ ریکارڈر اور گراموفون کے وہ ریکارڈز جن میں آلات موسیقی کی آواز ہو وہ سب شرعاً حرام ہیں۔ آلات موسیقی کے پروگراموں کو عملی شکل دینا، ریکارڈ کرانا، ان ریکارڈز کا کاروبار کرنا، خرید و فروخت اور ان کا سننا سب شرعاً حرام ہیں۔ خاص طور پر وہ نظمیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو مزامیر کے ساتھ دھنوں پر گانا زیادہ مذموم ہے کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان سازوں پر کیا جاتا ہے جن کو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دیا ہے بلکہ آپ نے ان کو مزامیر شیطان سے تعبیر فرمایا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور جو لوگ اس کام کو عبادت کا درجہ دیتے ہیں ان کا حال زیادہ افسوس ناک ہے۔

یاد رہے کہ ہم نے اس بحث میں جہاں بھی حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے ہماری مراد حرام ظنی ہے حرام قطعی نہیں ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۱ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے جو دینی پروگرام ہیں ان کا سننا اور دیکھنا جائز ہے اسی طرح وہ پروگرام بھی جو موسیقی سے خالی ہوں اور ان میں کوئی مخرب اخلاق چیز نہ ہو جیسے خبریں معلوماتی فیچر، حکام کی تقاریر اور انٹرویوز اور اہم اعلانات جیسے روزہ، عید اور حج کے اعلانات وغیرہ اسی طرح وی سی۔ آر پر علماء کی ریکارڈ شدہ تقاریر یا کسی ایسی تقریب کی فلم جس میں کوئی مخرب اخلاق چیز اور میوزک وغیرہ نہ ہو۔ اور یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ نامحرم عورتوں کی وڈیو یا ٹی وی پر تصاویر دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تصویر پر اصل کے احکام لاگو نہیں ہوتے مثلاً آپ کسی شخص کا گلا کاٹ دیں تو آپ پر قصاص واجب ہوگا جب کہ تصاویر کا گلا کاٹ دینے سے کچھ نہیں ہوتا اسی طرح اگر ٹی۔ وی پر براہِ راست پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہا ہو اور آپ سکرین پر بولنے والے شخص کو مخاطب کر کے کوئی کلمہ موجبہ القذف (ایسی تہمت جس سے حد قذف واجب ہوتی ہو) کہہ دیں تو آپ پر حد قذف واجب نہیں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ وڈیو یا ٹی وی پر جو تصویر نظر آتی ہے اس پر اصل کے احکام لاگو نہیں ہوتے خواہ وہ پروگرام پہلے سے ریکارڈ شدہ ہو یا براہِ راست نشر ہو رہا ہو۔ اس بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ نامحرم عورتوں کی تصاویر کو وڈیو اور ٹی۔ وی پر دیکھنا ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ اس پروگرام میں مخرب اخلاق چیز اور میوزک نہ ہو کیونکہ میوزک میں اصل اور مثال کا فرق نہیں ہے۔ ہمیں ہر حال میں آلات موسیقی کی آواز سننے سے منع کیا گیا ہے اور آواز خواہ ریکارڈ شدہ ہو یا براہِ راست سنی جائے۔ بحیثیت آواز کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ریڈیو، ٹی وی اور وڈیو کے جواز پر جو بات زیادہ سے زیادہ کہی جا سکتی ہے وہ ہم نے بیان کر دی ہے لیکن تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو، ٹی۔ وی اور وڈیو ہوگا وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سننا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا وی سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مشتمل کوئی پروگرام دیکھے نہ سنے اسی طرح دیگر مخرب اخلاق پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ اِلّا ما شاء اللہ!

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز سے بعینہٖ منع فرمایا ہے اس کے قرب سے بھی منع فرمایا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن۔ (الانعام: ۱۵۱)	یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ مگر اس طریقہ کے،
ولا تقربوھن حتی یطھرن۔ (بقرہ: ۲۲۲)	جب عورتوں کے ماہواری ایام ہوں تو جب تک وہ (حیض سے) پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔
ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ۔ (اسراء: ۳۲)	زنا کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کا کام ہے۔
ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن۔ (الانعام: ۱۵۱)	جو ظاہراً اور پوشیدہ بے حیائی کی چیزیں ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

تلك حدود الله فلا تقربوها۔ (البقرہ: ۱۸۷)

یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب بھی مت جاؤ۔

ہم نے قرآن مجید کی یہ پانچ آیات پیش کی ہیں جن سے صراحتہً یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان کا قرب بھی ممنوع ہے اور جس چیز میں ظاہراً یا پوشیدہ بے حیائی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے قرب سے بھی منع فرمایا ہے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی سے جو بکثرت موسیقی پر مشتمل اور مخرب اخلاق پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اس پہلو سے ان کا ممنوع ہونا اور پوشیدہ بے حیائی ہونا بالکل ظاہر ہے اور جائز پروگراموں کے حیلہ سے ان کے قریب جانا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کھلی مخالفت ہے۔ (العیاذ باللہ)۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن النعمان بن بشیر یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمها کثیر من الناس فمن اتقی المشتبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات کراع یرعی حول الحمی یوشك ان یواقعه، الا وان لکل ملك حمی الا ان حمی الله فی ارضه محارمه۔ [1]

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے وہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص مشتبہ چیزوں کو اختیار کر لیتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنے جانور چراتا ہے۔ جس میں اس کا خطرہ ہے کہ وہ جانور ممنوعہ چراگاہ میں چرنے لگیں، یاد رکھو! ہر بادشاہ کی ایک خاص (منع کردہ) چراگاہ ہوتی ہے اور یاد رکھو! اس زمین میں اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزیں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واضح مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بادشاہ کی ممنوعہ چراگاہ کے قریب اپنے جانور چراتا ہے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ اس کے جانور اسی ممنوعہ چراگاہ میں چریں اور وہ چرواہا اس جرم میں پکڑا جائے اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کے قریب جائے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ کسی ممنوعہ کام کا ارتکاب کرے اور اس جرم اور معصیت میں مبتلا ہو جائے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص ٹی وی اور ریڈیو کو جائز پروگراموں کے لیے رکھتا ہے تو وہ ناجائز پروگراموں کے دیکھنے اور سننے کے خطرہ میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خیر خواہانہ نصیحت پر عمل نہیں کر رہا! اور جو حکم ہم نے ریڈیو اور ٹی وی کا بیان کیا ہے وہی حکم ریڈیو کیسٹس اور ٹی۔ وی

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

کیسٹس اور ٹیپ ریکارڈر اور وی سی آر یا وی سی پی کا ہے۔

اس بحث کے اخیر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ میں نے جو اس باب میں آلات موسیقی کی حرمت کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ لوجہ اللہ باقی رکھے، اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور رہتی دنیا تک ان صفحات کو لوگوں کے لیے مفید اور فیض رساں رکھے اور جو لوگ صحیح دلائل کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آلات موسیقی میں مشغول رہے ہوں ان کو اس عمل سے رجوع اور توبہ کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان اوراق کو اللہ تعالیٰ اس گنہگار کی بخشش اور اپنی رضا اور خوشنودی کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین حبیب الہ العالمین.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین افضل المرسلین اول الشافعین و المشفعین وعلی آلہ و اصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب صلوٰۃ الاستسقاء

لفظ استسقاء سقی سے ماخوذ ہے، علامہ ابن منظور فرماتے ہیں "سقی کا معنی ہے الحظ من الشرب - "پینے سے حصہ" کہا جاتا ہے کم سقی ارضک یعنی تمہاری زمین کے پینے کا کس قدر حصہ ہے؟[1]

استسقاء کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور فرماتے ہیں استسقی الرجل واستسقاہ : طلب منہ السقی وھو استفعال من طلب السقیا ای انزال الغیث علی البلاد و العباد -

"استسقاء کا معنی ہے پانی طلب کرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ وہ شہروں میں اور اپنے بندوں پر بارش نازل فرمائے"

ائمہ ثلاثہ اور امام محمد بن حسن شیبانی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب بارش نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے[3] اس سلسلے میں امام ابو حنیفہ کا موقف بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا کیا استسقاء میں نماز ہے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: استسقاء میں نماز نہیں ہے صرف دعا ہے۔ میں نے کہا کیا آپ کی رائے میں اس میں باآواز بلند قرأت کے ساتھ جماعت نہیں ہے؟ فرمایا میری رائے میں نہیں! ہم تک صرف یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (استسقاء کے لیے) تشریف لے گئے اور دعا فرمائی اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر دعا مانگی اور نماز استسقاء کے سلسلے میں ہم تک صرف ایک شاذ حدیث پہنچی ہے جس کے ساتھ عمل نہیں کیا جاتا۔ میں نے کہا کیا امام یا کسی اور شخص کے لیے استسقاء میں چادر کا پلٹنا مستحب ہے؟ فرمایا نہیں ——— یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے اور امام محمد بن حسن کہتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ استسقاء میں امام عید کی طرح نماز پڑھائے، خطبہ سے پہلے نماز پڑھے اور اس نماز میں عیدین کی طرح تکبیرات (زائدہ) نہ کہے کیونکہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں نماز پڑھی ہے۔ اور ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا حکم دیا ہے اور چادر پلٹنے کا بھی بایں طور کہ امام چادر کی بائیں جانب دائیں طرف اور دائیں جانب، بائیں طرف کر دے اور یہ چادر صرف امام پلٹے[4]۔

---

[1] علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۴ ص ۳۹۱، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] " " ج ۱۴ ص ۳۹۳ " "

[3] علامہ عبد الرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۳۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۵۰، ۴۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

علامہ بابرتی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ استسقاء میں جماعت کے ساتھ نماز مسنون نہیں ہے اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں تو جائز ہے اور استسقاء دعا اور استغفار کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: استغفروا ربکم انہ کان غفارا ۵ یرسل السماء علیکم مدرارا (نوح ۱۱-۱۰) "اپنے رب سے استغفار کرو وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا" حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تبلیغ کے بعد جب قوم آپ کی تکذیب کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی اور چالیس سال تک ان کی عورتیں بچہ پیدا نہ کر سکیں۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہریالی عطا فرمائے گا اور خشک سالی کو ان سے دور کر دے گا اور اس آیت سے استدلال کا باعث یہ ہے کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے اور ہم سے پہلی شریعت کا جو حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر انکار کے بیان فرمائیں وہ حجت ہوتا ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلائل

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جماعت کے ساتھ استسقاء میں نماز مسنون نہیں ہے تاہم اگر کبھی کبھی جماعت کے ساتھ بھی استسقاء میں نماز پڑھ لی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز استسقاء میں اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر بارش کے لیے دعا کی جائے اور بکثرت استغفار کیا جائے۔ سورہ نوح کی آیت نمبر ۱۰ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور حسب ذیل احادیث اور آثار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن مسجد (نبوی) میں ایک شخص اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے اور آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے بارش نازل فرمانے کے لیے دعا کیجئے! حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دعا کی اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ! بارش نازل فرما۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا ہم نے پہلے آسمان پر کوئی بادل دیکھا تھا نہ بادل کا ٹکڑا اور ہمارے اور سلع (پہاڑی) کے درمیان کوئی گھر تھا نہ کوئی محلہ، غرض سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بدلی اٹھی اور جب آسمان کے درمیان پہنچی تو پھیل گئی اور بارش شروع ہو گئی، بخدا پھر ایک ہفتہ تک ہم نے سورج نہیں دیکھا۔ [2]

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استسقاء میں صرف دعا فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استسقاء میں عیدگاہ گئے اور جب دعا کرنے کا ارادہ فرمایا تو قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دی [3] ——— اس حدیث میں بھی صرف دعا کا ذکر ہے ——— ابووجزہ سعدی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ استسقاء میں استغفار کے

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ ایضاً۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۵۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

علاوہ اور کچھ نہیں کرتے تھے [۱]۔ شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط واقع ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے استسقاء میں منبر پر کھڑے ہو کر صرف استغفار کیا اور پھر منبر سے اتر گئے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المومنین! ہم نے آپ سے بارش کی طلب کے لیے دعا کا کوئی کلمہ نہیں سنا۔ حضرت عمر نے فرمایا میں نے آسمان کی ان کنجیوں سے بارش طلب کی ہے جن سے بارش نازل ہوتی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا [۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب قحط واقع ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا مانگتے اور کہتے "اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں پہلے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما" تو ان پر بارش نازل ہو جاتی [۳]

ان احادیث اور آثار میں امام ابو حنیفہ کے اس موقف کا واضح ثبوت ہے کہ استسقاء میں صرف دعا اور استغفار اصل ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ خلاصہ غزالیہ میں ہے جب دریا خشک ہو جائیں، بارشیں رک جائیں اور نہریں سوکھ جائیں تو امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ لوگوں کو تین دن روزہ اور حسب مقدور صدقہ کرنے کا حکم دے اور کہے لوگ بُرے کاموں سے باز آئیں اور گناہوں پر توبہ کریں پھر چوتھے روز بوڑھوں اور بچوں کو عید کے برخلاف پھٹے پرانے اور میلے کچیلے کپڑوں میں لیکر عید گاہ جائے اور چرنے والے جانوروں کو بھی ساتھ لے جائے پھر عید کی طرح نماز پڑھائے اور بعد میں دو خطبے دے اور خطبوں میں زیادہ تر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

علامہ خوارزمی فرماتے ہیں اسی کے قریب ہمارا مذہب ہے، محیط میں مذکور ہے کہ شمس الائمہ حلوانی رحمہ اللہ نے فرمایا لوگ پیدل چل کر نماز استسقاء کے لیے جائیں، سواریوں پر سوار ہو کر نہ جائیں پرانے اور دھلے ہوئے کپڑے پہن کر عاجزی اور انکسار کے ساتھ سر جھکائے ہوئے ہر روز جائیں جانے سے پہلے صدقہ کریں۔ یہ امام محمد کے قول کی تفسیر ہے۔ [۴]

قرآن مجید، احادیث، آثار اور عبارات فقہاء کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ استسقاء میں اصل استغفار اور دعا ہے خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر اور الگ الگ نماز پڑھنا یا اجتماعی طور پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بھی جائز ہے امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے۔

جن احادیث میں بغیر نماز کے استسقاء میں صرف دعا یا استغفار کا ذکر ہے، علامہ نووی کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ احادیث بیان جواز پر محمول ہیں، میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کی طرف سے بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ استسقاء میں اصل دعا اور استغفار ہے اور باجماعت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

۱۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۳۵۱/۳ ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۲۔ " " ج ۳، ص ۳۵۱/۳۵۲ "

۳۔ " " ج ۳ ص ۳۵۲

۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ استسقاء میں نماز کو سنت اس لیے نہیں قرار دیتے کہ سنت وہ عبادت ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اور دوام کے ساتھ کیا ہو اور چونکہ آپ نے استسقاء میں ہمیشہ نماز نہیں پڑھی اس لیے استسقاء میں نماز سنت نہیں ہے، ہاں جائز ہے! علامہ ابن محمود بابرتی [1] اور علامہ شامی [2] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

جن احادیث میں استسقاء میں نماز پڑھنے کا ذکر وارد ہے امام اعظم نے ان کو شاذ قرار دیا ہے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا استسقاء میں نماز پڑھنا ثابت ہوتا تو یہ وسیع شہرت کے ساتھ منقول ہوتا اور حضرت عمر بھی استسقاء میں نماز پڑھتے اور جب حضرت عمر نے استسقاء میں نماز نہیں پڑھی تھی تو صحابہ کرام اس پر اعتراض کرتے اور آپ کو متنبہ کرتے کیونکہ حضرت عمر نے تمام صحابہ کے سامنے استسقاء میں صرف دعا اور استغفار پر اقتصار کیا تھا اور جب حضرت عمر نے استسقاء میں نماز نہیں پڑھی اور نہ پڑھنے پر صحابہ نے اعتراض نہیں کی تو معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کی روایت صدر اول میں مشہور نہیں ہوئی تھی! اسی بنا پر امام اعظم نے اسکو شاذ قرار دیا۔

علامہ ابن ہمام مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن زید سے استسقاء میں نماز کی روایت میں اضطراب بھی ہے۔ [3]

۱۹۶۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ زَيْدٍ الْمَازِنِيَّ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ گئے اور بارش کی دعا مانگی اور قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دی۔

۱۹۶۸- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَّبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ۔

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ گئے بارش کی دعا کی، قبلہ کی طرف منہ کیا، چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھی۔

۱۹۶۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَأَنَّ عَبَّادَ بْنَ تَمِيمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي وَأَنَّهُ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوَّلَ رِدَاءَهُ۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ گئے، بارش کی دعا کی، آپ جب بھی دعا کا ارادہ کرتے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر پلٹ دیتے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۷۹۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۹۷۰۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاہِرِ وَحَرْمَلَۃُ قَالَا نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبَّادُ بْنُ تَمِیْمٍ الْمَازِنِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ عَمَّہٗ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا یَسْتَسْقِیْ فَجَعَلَ اِلَی النَّاسِ ظَھْرَہٗ وَیَدْعُو اللّٰہَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ وَحَوَّلَ رِدَاءَہٗ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ۔

عباد بن تمیم اپنے چچا سے جو صحابی ہیں، روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر آئے، بارش کی دعا کی، لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور چادر پلٹ دی پھر دو رکعت نماز پڑھی۔

۱۹۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ بُکَیْرٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِی الدُّعَآءِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں اس قدر ہاتھ بلند کرتے تھے کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دکھائی دیتی تھی۔

۱۹۷۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَسْقٰی فَاَشَارَ بِظَھْرِ کَفَّیْہِ اِلَی السَّمَآءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کی دعا کی اور ہاتھوں کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

۱۹۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَعَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ دُعَآئِہٖ اِلَّا فِی الْاِسْتِسْقَآءِ حَتّٰی یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ غَیْرَ اَنَّ عَبْدَ الْاَعْلٰی قَالَ یُرٰی بَیَاضُ اِبْطَیْہِ اَوْ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے کسی اور موقع پر دعا میں اس قدر ہاتھ بلند نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی (کی جگہ) دکھائی دیتی۔

۱۹۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ حَدَّثَھُمْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۱۹۷۵۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَیَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِیْکِ بْنِ اَبِیْ نُمَیْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک شخص مسجد میں دار القضاء کے دروازے سے داخل ہوا در آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُغِيثُنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا اللّٰهُمَّ أَغِثْنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَزَعَةً وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ فَلَا وَاللهِ مَا رَأَيْنَا الشَّمْسَ سِتًّا قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذٰلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللهَ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اللّٰهُمَّ عَلَى الْآكَامِ وَالظِّرَابِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَلَعَتْ وَخَرَجْنَا نَمْشِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيكٌ فَسَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِي۔

وسلم کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور راستے منقطع ہو گئے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ بارش نازل فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ! بارش نازل فرما! اے اللہ بارش نازل فرما! حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بخدا! ہم نے آسمان میں کوئی بادل دیکھا تھا نہ بادل کا ٹکڑا اور ہمارے اور سلع (پہاڑ) کے درمیان کوئی گھر تھا نہ کوئی محلہ، پھر سلع کے پیچھے سے ڈھال کے برابر ایک بادل اٹھا اور آسمان کے درمیان پہنچ کر پھیل گیا اور بارش ہونے لگی، حضرت انس کہتے ہیں کہ بخدا! پھر ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا، پھر آئندہ جمعہ کو ایک شخص اسی دروازے سے داخل ہوا اور آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، وہ آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اموال ہلاک ہو گئے، راستے منقطع ہو گئے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش کو ہم سے روک لے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا: اے اللہ ہمارے ارد گرد برسا اور ہم پر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں پر، بلندیوں پر، ندیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر بارش نازل فرما! حضرت انس کہتے ہیں کہ بارش فوراً بند ہو گئی اور ہم باہر دھوپ میں چلنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ کیا یہ وہی پہلے والا شخص تھا، حضرت انس نے فرمایا مجھے نہیں پتا۔

۱۹۷۶- وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ

۱۹۷۶- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْأَمْوَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنَاهُ وَفِيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ إِلٰى نَاحِيَةٍ إِلَّا تَفَرَّجَتْ حَتّٰى رَأَيْتُ الْمَدِيْنَةَ فِي مِثْلِ الْجَوْبَةِ وَسَالَ وَادِي قَنَاةَ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَّا أَخْبَرَ بِجَوْدٍ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک قحط واقع ہوا جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، ایک دیہاتی کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! اموال ہلاک ہو گئے اور بال بچے بھوکے مر گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا، آپ جس طرف بھی اشارہ کرتے بادل چھٹ جاتے حتی کہ میں نے دیکھا مدینہ گڑھے کی طرح ہو گیا اور قناۃ نامی ندی ایک ماہ تک بہتی رہی اور جو شخص بھی باہر سے آتا تھا وہ بارش کی خبر سناتا تھا۔

۱۹۷۷۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَامَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَصَاحُوْا وَقَالُوْا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قُحِطَ الْمَطَرُ وَاحْمَرَّ الشَّجَرُ وَهَلَكَتِ الْبَهَائِمُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ وَمِنْ رِوَايَةِ عَبْدِ الْأَعْلٰى فَتَقَشَّعَتْ عَنِ الْمَدِيْنَةِ فَجَعَلَتْ تُمْطِرُ حَوَالَيْنَا وَمَا تُمْطِرُ بِالْمَدِيْنَةِ قَطْرَةٌ فَنَظَرْتُ إِلَى الْمَدِيْنَةِ وَإِنَّهَا لَفِي مِثْلِ الْإِكْلِيْلِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے لوگ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنے لگے: یا نبی اللہ! بارش نہیں ہو رہی، درختوں کے پتے سوکھ گئے اور جانور مر گئے اس کے بعد حدیث حسب سابق ہے اور اس میں ہے کہ مدینہ کے چاروں طرف بارش ہوتی رہی اور مدینہ میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا میں نے مدینہ کی طرف دیکھا تو وہ دائرہ کی طرح کھلا ہوا لگتا تھا۔

۱۹۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ وَأَنَسٍ بِنَحْوِهٖ وَزَادَ فَأَلَّفَ اللّٰهُ بَيْنَ السَّحَابِ وَمَكَثْنَا حَتّٰى رَأَيْتُ الرَّجُلَ الشَّدِيْدَ تَهُمُّهُ نَفْسُهُ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی حسب سابق ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو جمع کر دیا اور میں نے دیکھا کہ دلیر آدمی بھی گھر جاتے ہوئے ڈرتا تھا۔

۱۹۷۹۔ وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ أَنَّ حَفْصَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جمعہ کے دن ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا در آں حالیکہ آپ منبر پر تھے اس کے بعد حدیث

سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فَرَاَيْتُ السَّحَابَ يَتَمَزَّقُ كَاَنَّهُ الْمَلَاحِيْنَ يُطْوٰى۔

حسب سابق ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے بادلوں کو اس طرح پھٹتے ہوئے دیکھا جیسے کپڑے ہوئے کپڑوں کو لپیٹ دیا جائے۔

۱۹۸۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَسَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَصَابَهٗ مِنَ الْمَطَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا قَالَ لِاَنَّهٗ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت بارش ہوئی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اتار دیا حتیٰ کہ آپ پر بارش گرنے لگی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ یہ بارش اپنے رب عزوجل کے پاس سے (اس موسم میں) ابھی آئی ہے۔

۱۹۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرٍ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَآئِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ قَالَتْ وَاِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا اَمْطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس دن آندھی آتی یا آسمان پر بادل ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوف سے متغیر ہو جاتا۔ آپ (اضطراب سے) کبھی اندر جاتے کبھی باہر آتے پھر اگر بارش ہو جاتی تو آپ کا خوف دور ہو جاتا اور آپ خوش ہو جاتے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں اس لیے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے میری امت پر عذاب بھیجا ہو! اور بارش کو دیکھ کر فرماتے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے!

۱۹۸۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ جُرَيْجٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِهٖ قَالَتْ وَاِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَآءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهٗ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَاَقْبَلَ وَاَدْبَرَ فَاِذَا اَمْطَرَتْ سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب زور کی آندھی آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اے اللہ! میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جو اس میں ہے اس کی خیر کا اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں! اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہے اس سے اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب آسمان پہ بادل گر جتے تو (خوف سے) آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ (اضطراب سے) کبھی اندر آتے اور کبھی باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو

ذٰلِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا۔

آپ کا خوف دُور ہو جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس کا پتا چلا تو انھوں نے آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا اے عائشہ (مجھے یہ خوف ہے) کہ جس طرح بادل کو دیکھ کر قوم عاد نے کہا تھا کہ ہم پر بارش ہونے والی ہے اور (ان پر عذاب آگیا) کہیں ایسا ہو جائے۔

۱۹۸۳۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَجْمِعًا ضَاحِكًا حَتّٰى أَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتِهِ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ وَكَانَ إِذَا رَأٰى غَيْمًا أَوْ رِيحًا عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَى النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْغَيْمَ فَرِحُوا رَجَاءَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْمَطَرُ وَأَرَاكَ إِذَا رَأَيْتَهُ عُرِفَتْ فِي وَجْهِكَ الْكَرَاهَةُ قَالَتْ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا يُؤْمِنُنِي أَنْ يَكُونَ فِيهِ عَذَابٌ قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ بِالرِّيحِ وَقَدْ رَأَى الْقَوْمُ الْعَذَابَ فَقَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے حلق کا کوا نظر آجائے۔ آپ صرف مسکرایا کرتے تھے اور آپ جب بادل یا آندھی کو آتا دیکھتے تو آپ خوفزدہ دکھائی دیتے۔ حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ لوگ بادلوں کو دیکھ کر بارش کی امید پر خوش ہوتے ہیں اور آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ بادلوں کو دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں اس وجہ سے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیونکہ ایک قوم آندھیوں سے ہلاک ہو چکی ہے۔ اور ایک قوم نے عذاب کو آتا دیکھ کر کہا تھا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

۱۹۸۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نُصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری صبا (مشرقی ہوا) سے مدد کی گئی ہے اور قوم عاد دبور (مغربی ہوا) سے ہلاک کی گئی تھی

۱۹۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ قَالَ نَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَسْعُودٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل روایت ہے۔

ابْنِ مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ ۔

تشریح استسقاء میں چادر کو پلٹنا نیک شگون کے طور پر ہے یعنی جس طرح ہم نے چادر پلٹ دی ہے اللہ تعالیٰ قحط کو بارش اور خوشحالی کے ساتھ بدل دے گا۔ امام اعظم نے عدم ثبوت کی بناء پر اس کا قول نہیں کیا اور امام محمد نے احادیث کی بناء پر اس کا قول کیا ہے۔ علامہ قدوری، علامہ شامی اور دیگر احناف نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے [1] ـــــ امام شافعی نماز استسقاء میں تکبیرات زائدہ کے قائل ہیں اور جمہور کہتے ہیں تکبیرات زائدہ نہ کہے، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے نماز استسقاء نماز عید کی طرح پڑھی اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تشبیہ خطبہ سے پہلے نماز ہونے اور نماز باآواز بلند پڑھنے اور عدد رکعات کے اعتبار سے ہے [2]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ آپ صرف استسقاء میں دعا کے وقت اس قدر ہاتھ بلند کرتے تھے کہ بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی دعاؤں کے وقت ہاتھ بلند نہ کرتے کیونکہ علامہ نووی نے شرح المہذب میں باقی دعاؤں کے وقت ہاتھ بلند کرنے کے بارے میں تیس سے زیادہ احادیث نقل کی ہیں بلکہ اس کا مطلب جیسا کہ حدیث میں ہے یہ ہے کہ آپ استسقاء کی دعا میں ہاتھ بہت زیادہ بلند کرتے تھے۔

دفاع اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۷۹۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶ھ۔
[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الکسوف

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسوف اور خسوف کا معنی ہے "کل یا بعض روشنی کا چلے جانا"[1] علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ سورج کی روشنی چلے جانے پر از روئے لغت کسوف کا اطلاق ہوتا ہے اور چاند کی روشنی چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہوتا ہے لیکن احادیث میں سورج کی روشنی کے چلے جانے پر خسوف کا اطلاق ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ صلوٰۃ خسوف سنت ہے البتہ جماعت میں اختلاف ہے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک خسوف کی نماز میں جماعت سنت ہے اور احناف کے نزدیک بغیر جماعت کے الگ الگ نماز پڑھنی چاہیے۔ ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف دو رکعت نماز ہے اور ہر رکعت میں دو قیام دو قرأت اور دو رکوع ہیں اور احناف کے نزدیک عام نوافل کی طرح اس کو پڑھا جائے گا[3]۔

امام محمد امام ابوحنیفہ کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن لگنے کے موقع پر دو رکعت نماز پڑھی پھر دعا کی حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ کسوف میں دو رکعت نماز ہے جیسے نفل پڑھے جاتے ہیں اگر چاہو تو لمبی پڑھو اور چاہو تو مختصر پڑھو پھر دعا کرو حتیٰ کہ سورج روشن ہو جائے۔ امام محمد کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ آپ نے جن دو رکعات کا ذکر کیا ہے کیا اس میں سجدے سے پہلے دو رکوع کرے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا جس طرح میں نے تمہیں بتایا ہے یہ نماز عام قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے۔ امام محمد کہتے ہیں میں نے پوچھا کیا آپ کی رائے میں چاند گہن میں بھی نماز ہے؟ فرمایا ہاں! اس میں نماز پڑھنا مستحسن ہے۔ میں نے کہا کیا صلوٰۃ خسوف بھی جماعت سے پڑھیں؟ جیسے صلوٰۃ کسوف جماعت سے پڑھی جاتی ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے کہا کیا آپ رمضان اور صلوٰۃ کسوف کے سوا باجماعت نوافل مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں! اور امام جمعہ کے سوا کسی اور شخص کو صلوٰۃ کسوف نہیں پڑھانی چاہیے اور اگر لوگ مسجد میں جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھیں تو میرے نزدیک مکروہ ہے لوگوں کو یہ نماز الگ الگ پڑھنی چاہیے[4]۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک نماز کسوف میں جہراً قرأت ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سراً قرأت ہے، حضرت عائشہ سے جہر کی روایت ہے، اور حضرت ابن عباس، اور حضرت سمرہ بن جندب سے آہستہ پڑھنے کی روایت ہے، اور نماز کے احوال میں مردوں کی روایت کو ترجیح ہے، نیز دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھنا ہی اصل ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۱۷۶ - ۱۷۵)

امام ابوحنیفہ کی دلیل امام ابوحنیفہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف نفل ہے اور جس طرح اور نوافل ایک قیام، ایک قرأت ایک رکوع کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں اسی طرح صلوٰۃ کسوف بھی ایک قیام، ایک قرأت اور ایک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۶۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹، المبسوط ج ۱ ص ۴۴۴-۴۴۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

رکوع کے ساتھ اصل کے مطابق پڑھی جائے گی دوسری دلیل یہ حدیث ہے۔:

عن عبد الله بن عمرو قال انكسفت الشمس على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكد يركع ثم ركع فلم يكد يرفع ثم رفع فلم يكد يسجد ثم سجد فلم يكد يرفع ثم رفع فلم يكد يسجد ثم سجد فلم يكد يرفع ثم رفع وفعل فى الركعة الاخرى مثل ذلك۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نے صلوٰۃ کسوف) کا قیام اس قدر طویل کیا کہ لگتا تھا کہ آپ رکوع نہیں کریں گے پھر آپ نے رکوع کیا تو لگتا تھا کہ رکوع سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر قومہ کیا تو لگتا تھا سجدے میں نہیں جائیں گے پھر سجدہ کیا تو لگتا تھا کہ سجدے سے سر نہیں اٹھائیں گے پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھی۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی حدیث سنن ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ مجتبائی پاکستان) میں روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی واضح تصریح ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں ایک قیام ایک قرأت اور ایک رکوع ہے۔ اس حدیث کو امام نسائیؒ [2] اور امام احمد بن حنبلؒ [3] نے بھی روایت کیا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب

ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت عائشہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے صلوٰۃ کسوف میں ایک رکعت کے اندر دو رکوع اور دو سجدے کیے یہ روایات کتب صحاح اور سنن میں موجود ہیں لیکن ان روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کی روایت سے استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ان سے ایک رکعت میں دو رکوع کے علاوہ ایک رکعت میں تین رکوع کی روایت بھی ہے [4] حضرت جابر کی روایت سے استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ خود حضرت جابر سے ایک رکعت میں تین رکوع کی روایت بھی ہے [5] حضرت ابن عباس سے بھی اسی وجہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ ان سے ایک رکعت میں چار رکوع کی روایت بھی ہے [6] رہے حضرت ابن عمرو بن عاص تو ان سے جسطرح ایک رکعت میں دو رکوع کی روایت ہے ایک رکعت میں ایک رکوع کی بھی روایت ہے جس کو ابھی ہم سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام احادیث مضطرب ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ مضطرب حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا دوسرے اس وجہ سے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۹، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبع الثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھ۔

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبع الثانی ۱۳۷۵ھ۔

[5] " " ج ۱ ص ۲۹۶ " "

[6] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[7] " " " ج ۱ ص ۲۹۹، " " " "

بھی استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت انس بن مالک سے ایک رکعت میں پانچ رکوع کی بھی روایت ہے[1] جو ان سب سے معارض ہے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی اس روایت پر عمل کرنا چاہیے جس میں ایک رکعت میں ایک رکوع کا ذکر ہے جو اضطراب اور تعارض سے خالی ہے اور جس کی تائید میں دوسری احادیث صحیحہ موجود ہیں اور جو نمازوں کے عام قاعدہ کے مطابق ہے۔

امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص اور حضرت سمرہ بن جندب کے حوالے سے ہم اس حدیث کا ذکر کر چکے ہیں جس میں صراحتہً صلوٰۃ کسوف میں صرف ایک رکوع کا ذکر کیا گیا ہے اب اسی معنی کی تائید میں دیگر احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عن النعمان بن بشیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا خسفت الشمس والقمر فصلوا کاحدث صلوٰۃ صلیتموھا من المکتوبۃ [2]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب سورج اور چاند کو گہن لگ جائے تو قریب کی پڑھی ہوئی فرض نماز کی مثل نماز پڑھو۔

عن ابی بکرۃ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانکسفت الشمس فقام الی المسجد یجر رداءہ من العجلۃ فقام الیہ الناس فصلی رکعتین کما تصلون الحدیث [3]

حضرت ابوبکرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک سورج کو گہن لگا آپ جلدی سے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے لوگ بھی کھڑے ہو گئے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جس طرح تم (عام) نماز پڑھتے ہو۔

عن عبدالرحمٰن بن سمرۃ قال کنت ارمی باسھم لی بالمدینۃ فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ کسفت الشمس فنبذتھا وقلت: واللہ لانظرن الی ما حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کسوف الشمس، قال فاتیتہ وھو قائم فی الصلوٰۃ رافع یدیہ فجعل یسبح ویحمد ویھلل ویکبر ویدعو حتی حسر عنھا فلما حسر عنھا قرا سورتین وصلی رکعتین، [4]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں مدینہ منورہ میں تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گہن لگ گیا میں نے سوچا کہ دیکھتا ہوں کہ سورج کو گہن لگنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا نیا کام کرتے ہیں۔ میں تیر پھینک کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت میں آیا تو آپ نماز میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے رفع یدین کیا تسبیح اور حمد پڑھی، لا الٰہ الا اللہ۔ پڑھا، تکبیر پڑھی اور دعا مانگی حتیٰ کہ سورج صاف ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کہا آپ نے سورج صاف ہونے پر دو رکعت میں دو سورتیں پڑھی تھیں۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۳۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن، ۱۳۳۴ھ۔

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ۔

[3] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اس حدیث میں بھی امام ابوحنیفہ کے موقف پر واضح دلالت ہے کیونکہ کسوف کی نماز میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ نے دو رکعت نماز کا ذکر کیا ہے جو ان دو رکعات پر محمول ہوں گی جو نماز کی متعارف دو رکعات ہیں علامہ نووی کا اس حدیث کے اندر ایک رکعت میں دو رکوع کی قید لگانا بے سود اور باطل ہے۔

اس سلسلے میں ہم ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں جس میں امام اعظم کے موقف پر واضح روشنی پڑتی ہے۔

عن قبیصة الهلالی قال کسفت الشمس علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فخرج فزعا یجر ثوبه وانا معه یومئذ بالمدینة فصلی رکعتین فاطال فیهما القیام ثم انصرف وانجلت فقال انما هذه الایات یخوف الله عز وجل بها فاذا رایتموها فصلوا کاحدث صلوة صلیتموها من المکتوبة [1]

حضرت قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر کپڑا گھسیٹتے ہوئے نکلے میں اس وقت مدینہ میں تھا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی جن میں لمبا قیام کیا پھر آپ نماز سے فارغ ہوئے اور سورج صاف ہو گیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان نشانیوں کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب تم ان نشانیوں کو دیکھو تو قریب کی پڑھی ہوئی فرض نماز کی طرح نماز پڑھو۔

حضرت نعمان بن بشیر کی روایت کی طرح اس روایت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف کو فرائض کی طرح پڑھنے کا حکم دیا ہے اور فرائض میں ہر رکعت کے اندر ایک قیام، ایک قرأت اور ایک رکوع ہوتا ہے اور یہ تمام احادیث امام اعظم کے موقف پر واضح دلیل ہیں کہ صلوٰۃ کسوف میں ایک رکعت کے اندر دو رکوع نہیں ہوتے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جن روایات میں ایک رکعت کے اندر دو، تین، چار اور پانچ رکوع کا ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ صلوٰۃ کسوف میں آپ نے بہت طویل قیام کیا تھا تو کچھ صحابہ مغالطہ سے رکوع میں چلے گئے پھر سر اٹھا کر دیکھا تو آپ ہنوز قیام میں تھے تو وہ پھر کھڑے ہو گئے اور پچھلی صف والوں نے انہیں دیکھ کر یہ گمان کیا کہ شاید اس نماز میں دو رکوع کیے گئے ہیں اسی طرح تین، چار اور پانچ روایات کی بھی توجیہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۱۹۸۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ــــــــــــــــــــ يُصَلِّي فَأَطَالَ الْقِيَامَ جِدًّا ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور بہت لمبا قیام کیا، پھر رکوع کیا اور بہت لمبا رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر کافی دیر تک کھڑے رہے لیکن پہلے سے کچھ کم، پھر رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم، پھر سجدہ کیا اس کے بعد کھڑے ہوئے اور بہت طویل قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کم، اس کے بعد بہت طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔ الطبع الثانی ۱۴۰۱ھ۔

جِدًّا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ جِدًّا وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ جِدًّا وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ فَأَطَالَ وَهُوَ دُوْنَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوْعَ وَهُوَ دُوْنَ الرُّكُوْعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَكَبِّرُوْا وَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ إِنْ مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تَزْنِيَ أَمَتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ۔

پھر رکوع سے سر اٹھایا اور بہت لمبا قیام کیا مگر پہلے سے کم پھر طویل رکوع کیا مگر پہلے رکوع سے کم پھر آپ نے سجدہ کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، پھر آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ انہیں کسی کی موت اور حیات سے گہن نہیں لگتا جب تم سورج اور چاند کو گہن میں دیکھو تو تکبیر کہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ اور اے امت محمد! اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو اس بات پر غصہ نہیں آتا کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے! بخدا! اگر تم ان چیزوں کو جان لیتے جنہیں میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روتے اور کم ہنستے! سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اور مالک کی روایت میں ہے سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔

۱۹۸۷ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ وَزَادَ أَيْضًا ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ۔

ایک اور سند سے روایت میں ہے۔ امابعد! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

۱۹۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے، کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل قرأت کے بعد رکوع کیا اور کافی لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر کھڑے ہو کر طویل قرأت کی اور

وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَامَ فَكَبَّرَ وَصَفَّ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَاقْتَرَأَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ قَامَ فَاقْتَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو الطَّاهِرِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى اسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَقَالَ أَيْضًا فَصَلُّوا حَتَّى يُفَرِّجَ اللهُ عَنْكُمْ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ فِي مَقَامِي هَذَا كُلَّ شَيْءٍ وُعِدْتُمْ حَتَّى لَقَدْ رَأَيْتُنِي أُرِيدُ أَنْ آخُذَ قِطْفًا مِنَ الْجَنَّةِ حِينَ رَأَيْتُمُونِي جَعَلْتُ أَقَدِّمُ وَقَالَ الْمَرَادِيُّ أَتَقَدَّمُ وَلَقَدْ رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ وَرَأَيْتُ فِيهَا عَمْرَو بْنَ لُحَيٍّ وَهُوَ الَّذِي سَيَّبَ السَّوَائِبَ وَانْتَهَى حَدِيثُ أَبِي الطَّاهِرِ عِنْدَ قَوْلِهِ فَافْزَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْدَهُ۔

وہ پہلی قرأت سے کم تھی، پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع کیا اور طویل رکوع کیا لیکن یہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر آپ نے کہا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد پھر سجدہ کیا۔ ابو الطاہر نے اپنی روایت میں سجدے کا ذکر نہیں کیا پھر آپ نے دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا حتیٰ کہ چار رکوع اور چار سجدے مکمل کر لیے اور آپ کے فارغ ہونے سے پہلے سورج روشن ہو گیا، پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی ثنا کی جو اس کی شان کے لائق ہے پھر آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انھیں نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے جب تم انھیں گہن میں دیکھو تو نماز کی پناہ میں آؤ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ نماز پڑھو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کشادگی کر دے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی اس نماز کے قیام میں ہر وہ چیز دیکھ لی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ بالیقین میں نے دیکھا کہ میں جنت کے خوشوں کو توڑ رہا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا اور بالیقین میں نے جہنم کو دیکھا، جس وقت تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور بالیقین میں نے دیکھا کہ جہنم کا بعض حصہ بعض کو پاش پاش کر رہا ہے میں نے دوزخ میں عمرو بن لحی کو دیکھا جس نے سب سے پہلے بتوں کے ساتھ نامزد اونٹوں کے کھانے کو حرام قرار دیا تھا۔ ابو طاہر کی روایت وہاں ختم ہو گئی تھی جہاں آپ نے نماز کی طرف سبقت کرنے کا حکم دیا تھا۔

۱۹۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ أَبُو عَمْرٍو وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ الزُّهْرِيَّ يُخْبِرُ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ دورِ رسالت میں سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منادی کو بھیجا کہ "نماز تیار ہے" سب مسلمان جمع ہو گئے آپ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

مُنَادِيًا الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَاجْتَمَعُوْا وَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ وَ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ ۔

۱۹۹۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ نَمِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يُخْبِرُهٗ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهَرَ فِيْ صَلٰوةِ الْخُسُوْفِ بِقِرَائَتِهٖ فَصَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَاَخْبَرَنِيْ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ رَكْعَتَيْنِ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ کسوف (سورج گہن کی نماز) میں باآواز بلند قرأت کی اور دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

۱۹۹۱ - وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ كَانَ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ مَا حَدَّثَ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما صلوٰۃ کسوف اسی طرح بیان کرتے جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

۱۹۹۲ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ مَنْ اُصَدِّقُ حَسِبْتُهٗ يُرِيْدُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ الشَّمْسَ انْكَسَفَتْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ قِيَامًا شَدِيْدًا يَقُوْمُ قَائِمًا ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْمُ ثُمَّ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُوْمُ ثُمَّ يَرْكَعُ رَكْعَتَيْنِ فِيْ ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ وَاَرْبَعَ سَجَدَاتٍ فَانْصَرَفَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ وَكَانَ اِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقَامَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا، آپ نے نماز میں بہت طویل قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر قیام کیا، پھر رکوع کیا، پھر قیام کیا پھر رکوع کیا آپ نے دو رکعت نماز (ہر رکعت میں) تین رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو گیا، جب آپ رکوع میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر رکوع کرتے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی پھر فرمایا سورج اور چاند میں کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے خوف پیدا کرتا ہے، لہٰذا جب تم سورج یا چاند گرہن دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! حتیٰ کہ وہ صاف ہو جائیں۔

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا فَإِذَا رَأَيْتُمْ كُسُوفًا فَاذْكُرُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَنْجَلِيَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ (یعنی ہر رکعت میں تین رکوع اور دو سجدے)

۱۹۹۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى سِتَّ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ۔

۱۹۹۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ عَمْرَةَ أَنَّ يَهُودِيَّةً أَتَتْ عَائِشَةَ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يُعَذَّبُ النَّاسُ فِي الْقُبُورِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِذًا بِاللّٰهِ ذٰلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَخَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَخَرَجْتُ فِي نِسْوَةٍ بَيْنِ ظَهْرِيِ الْحُجَرِ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَرْكَبِهِ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى مُصَلَّاهُ الَّذِي كَانَ يُصَلِّي فِيهِ فَقَامَ وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَرَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ كَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَسَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُولُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ

عمرہ کہتی ہیں کہ ایک یہودی عورت نے آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ سوال کیا اور پھر کہا اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب ہوگا؟ عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے پھر دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سواری پر سوار ہو کر گئے اور (اس روز) سورج کو گہن لگ گیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں بھی عورتوں کے ساتھ حجروں کے عقب سے مسجد میں آئی در آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنی نماز پڑھانے کی جگہ تشریف لے گئے۔ آپ نے نماز شروع کی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر آپ نے بہت طویل قیام کیا مگر وہ پہلے قیام سے کم تھا، آپ نے پھر طویل رکوع کیا مگر وہ پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھایا در آں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا، پھر آپ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تم لوگ قبروں میں دجال کے فتنہ کی طرح فتنوں میں مبتلا ہو گے۔ عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی تھیں کہ میں نے دیکھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ

عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۹۹۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ۔

طلب کرتے تھے۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۹۹۶۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ شَدِيدِ الْحَرِّ فَصَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَصْحَابِهِ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتّٰى جَعَلُوا يَخِرُّونَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ نَحْوًا مِنْ ذٰلِكَ فَكَانَتْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ عُرِضَ عَلَيَّ كُلُّ شَيْءٍ تُولَجُونَهُ فَعُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ حَتّٰى لَوْ تَنَاوَلْتُ مِنْهَا قِطْفًا أَخَذْتُهُ أَوْ قَالَ تَنَاوَلْتُ مِنْهَا قِطْفًا فَقَصُرَتْ يَدِي عَنْهُ وَعُرِضَتْ عَلَيَّ النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ تُعَذَّبُ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ وَرَأَيْتُ أَبَا ثُمَامَةَ عَمْرَو بْنَ مَالِكٍ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ إِنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ إِلَّا لِمَوْتِ عَظِيمٍ وَإِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ يُرِيكُمُوهُمَا فَإِذَا خَسَفَا فَصَلُّوا حَتّٰى تَنْجَلِيَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سخت گرمی کے ایام میں سورج کو گہن لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز (کسوف) پڑھائی جس میں اس قدر طویل قیام کیا کہ لوگ گرنے لگے پھر بہت طویل رکوع کیا، پھر بہت طویل قومہ کیا، پھر بہت طویل رکوع کیا، پھر رکوع سے سر اٹھا کر بہت دیر تک کھڑے رہے، پھر دو سجدے کیے پھر کھڑے ہوئے پھر اسی طرح ایک اور رکعت پڑھی، یہ چار رکوع اور چار سجدے ہو گئے، پھر فرمایا مجھ پر وہ تمام چیزیں پیش کی گئیں جنہیں تم داخل ہو گے، مجھ پر جنت پیش کی گئی حتیٰ کہ اگر میں اس سے کوئی خوشہ لینا چاہتا تو لے لیتا لیکن میں نے اپنا ہاتھ اس سے روک لیا، مجھ پر جہنم پیش کی گئی میں نے جہنم میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جس کو بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، اس عورت نے بلی کو باندھ کے رکھا نہ اسے خود کچھ کھانے کو دیا نہ اسے چھوڑا تاکہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے کچھ چیز کھا لیتی! اور میں نے جہنم میں ابو ثمامہ عمرو بن مالک کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے، (معاذ اللہ) لوگ کہتے ہیں کہ کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے سورج یا چاند کو گرہن لگ جاتا ہے حالانکہ سورج اور چاند کا گرہن لگنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ تمہیں دکھاتا ہے، جب سورج یا چاند کو گرہن لگے تو تم نماز پڑھا کرو حتیٰ کہ وہ روشن ہو جائیں۔

۱۹۹۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَرَأَيْتُ فِي النَّارِ امْرَأَةً حِمْيَرِيَّةً

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے جس میں ہے: میں نے جہنم میں ایک لمبی کالی عورت کو دیکھا اور یہ نہیں کہا کہ وہ عورت بنی اسرائیل سے تھی۔

سَوْدَاءَ طَوِيلَةً وَلَمْ يَقُلْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ.

۱۹۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّاسُ إِنَّمَا انْكَسَفَتْ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ سِتَّ رَكَعَاتٍ بِأَرْبَعِ سَجَدَاتٍ بَدَأَ فَكَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ فَأَطَالَ الْقِرَاءَةَ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَقَرَأَ قِرَاءَةً دُونَ الْقِرَاءَةِ الثَّانِيَةِ ثُمَّ رَكَعَ نَحْوًا مِمَّا قَامَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ انْحَدَرَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ أَيْضًا ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ لَيْسَ فِيهَا رَكْعَةٌ إِلَّا الَّتِي قَبْلَهَا أَطْوَلُ مِنَ الَّتِي بَعْدَهَا وَرُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ سُجُودِهِ ثُمَّ تَأَخَّرَ وَتَأَخَّرَتِ الصُّفُوفُ خَلْفَهُ حَتَّى انْتَهَيْنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى انْتَهَى إِلَى النِّسَاءِ ثُمَّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى قَامَ فِي مَقَامِهِ فَانْصَرَفَ حِينَ انْصَرَفَ وَقَدْ دَنَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِمَوْتِ بَشَرٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَصَلُّوا حَتَّى تَنْجَلِيَ مَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هَذِهِ لَقَدْ جِيءَ بِالنَّارِ وَذَلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَأَخَّرْتُ مَخَافَةَ أَنْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، سورج کو گہن لگا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم کی موت کی وجہ سے سورج کو گہن لگا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو (دو رکعت) نماز پڑھائی جس میں چھ رکوع اور چار سجدے تھے، تکبیر سے نماز کو شروع کیا اور لمبی قرأت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا اور پہلی بار سے چھوٹی کم قرأت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اُٹھا کر کھڑے ہوئے اور پہلی بار سے کچھ کم قرأت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا اور دوسری بار پہلی قرأت سے کچھ کم قرأت کی پھر قیام کے برابر رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر سجدے میں چلے گئے پھر کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی، اس رکعت میں بھی تین رکوع کیے اور اس رکعت میں بھی ہر پہلا قیام بعد والے قیام سے لمبا تھا اور رکوع اور سجود برابر تھے، پھر آپ صف سے پیچھے ہٹ گئے اور مسلمان بھی پیچھے ہٹ گئے۔ راوی ابوبکر نے کہا، آپ عورتوں تک گئے پھر آگے بڑھ گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے، حتیٰ کہ آپ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا، پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں اور انھیں لوگوں میں سے کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا (راوی) ابوبکر نے کہا "کسی بشر کی موت کی وجہ سے"، جب تم ان میں سے کسی چیز کو دیکھو تو اس وقت تک نماز پڑھو جب تک وہ روشن ہو جائے اور جس چیز کا بھی تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اس کو اس نماز کے دوران دیکھ لیا، میرے سامنے جہنم لایا گیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے اس خوف سے پیچھے ہٹتے دیکھا کہ اس کی لپٹ مجھ تک نہ آجائے یہاں تک کہ میں نے اس جہنم میں صاحب عصا کو دیکھا جو جہنم میں اپنی آنتوں کو کھینچ رہا تھا، وہ شخص اس لاٹھی سے حاجیوں کی چوری کرتا تھا، اگر

يُصِيبَنِي مِنْ لَفْحِهَا حَتّٰى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهِ فَإِنْ فُطِنَ لَهُ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِي وَإِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهِ وَحَتّٰى رَأَيْتُ فِيهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِي رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوعًا ثُمَّ جِئْ بِالْجَنَّةِ وَذٰلِكُمْ حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِي مَقَامِي وَلَقَدْ مَدَدْتُ يَدَيَّ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوا إِلَيْهِ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ لَا أَفْعَلَ فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوعَدُونَهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي صَلَاتِي هٰذِهِ۔

حاجی کو پتا چل جاتا تو کہتا یہ کپڑا میری لاٹھی میں اٹک گیا تھا، اگر اس کو پتا نہ چلتا تو (کپڑے) لے جاتا۔ اور یہاں تک کہ میں نے جہنم میں بلی والی عورت کو دیکھا جس نے بلی کو باندھے رکھا تھا نہ اس کو خود کھلایا نہ چھوڑا تاکہ وہ حشرات الارض میں سے کچھ کھا لیتی حتیٰ کہ وہ بلی بھوک سے مر گئی، پھر میرے پاس جنت لائی گئی یہ اس وقت کی بات ہے جب تم نے مجھے (نماز میں) آگے بڑھتے دیکھا، میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ہاتھ بڑھایا تاکہ جنت کے پھلوں میں سے کچھ لے لوں تاکہ تم انہیں دیکھ لو پھر مجھے خیال آیا کہ میں ایسا نہ کروں بہرحال جس چیز کا بھی تم سے وعدہ کیا گیا ہے میں نے اس کو اپنی اس نماز میں دیکھ لیا۔

۱۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِيَ تُصَلِّي فَقُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ يُصَلُّونَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ قَالَتْ نَعَمْ فَطَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِيَامَ جِدًّا حَتّٰى تَجَلَّانِي الْغَشْيُ أَوِ الْغَشْيُ فَأَخَذْتُ قِرْبَةً مِنْ مَاءٍ إِلٰى جَنْبِي فَجَعَلْتُ أَصُبُّ عَلٰى رَأْسِي أَوْ عَلٰى وَجْهِي مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ فَانْصَرَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ وَخَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ رَأَيْتُهُ إِلَّا قَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا أَوْ مِثْلَ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيُؤْتٰى أَحَدُكُمْ فَيُقَالُ لَهُ مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوِ الْمُوقِنُ لَا أَدْرِي أَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگ گیا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں درآں حالیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں۔ حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے پوچھا لوگ نماز کیوں پڑھ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ نے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا یہ کوئی علامت ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی، میں نے مشک سے پانی لے کر اپنے منہ یا اپنے سر پر ڈالنا شروع کیا، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے درآں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا ہر وہ چیز جس کو میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو میں نے اس جگہ دیکھ لیا ہے حتیٰ کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھ لیا ہے اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ عنقریب تمہاری قبروں میں ایسی آزمائش کی جائے گی جیسی مسیح دجال کے وقت آزمائش ہوگی تم میں سے ہر شخص کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟ رہا مومن تو وہ یہ کہے گا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لیکر آئے ہم نے ان کے پیغام کو قبول کیا اور

اَسْمَآءُ فَيَقُوْلُ هُوَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى فَاَجَبْنَا وَاٰمَنَّا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَيُقَالُ نَمْ قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ لَتُؤْمِنُ بِهٖ فَنَمْ صَالِحًا وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ لَا اَدْرِيْ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَتْ اَسْمَآءُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَقُلْتُ.

ان کی اطاعت کی، تین بار سوال کیا جائے گا اس کے بعد کہا جائے گا "جاؤ ہمیں معلوم تھا کہ تم ان پر ایمان رکھتے ہو۔ رہا منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا وہی کہہ دیا

۲۰۰۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ اَتَيْتُ عَآئِشَةَ فَاِذَا النَّاسُ قِيَامٌ وَاِذَا هِيَ تُصَلِّيْ فَقُلْتُ مَا شَاْنُ النَّاسِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ.

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس آئی در آں حالیکہ لوگ نماز میں کھڑے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں۔ میں نے کہا لوگوں کو کیا ہوا ہے؟

۲۰۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ لَا تَقُلْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ وَلٰكِنْ قُلْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ.

عروہ کہتے ہیں کہ سورج کے لیے کسوف نہ کہو خسوف کہو

۲۰۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْمَازِنِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ فَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَتْ تَعْنِيْ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاَخَذَ دِرْعًا حَتّٰى اُدْرِكَ بِرِدَائِهٖ فَقَامَ لِلنَّاسِ قِيَامًا طَوِيْلًا لَوْ اَنَّ اِنْسَانًا اَتٰى لَمْ يَشْعُرْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَ مَا حَدَّثَ اَنَّهٗ رَكَعَ مِنْ طُوْلِ الْقِيَامِ.

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس روز سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے آئے، آپ نے (گھبراہٹ میں کسی عورت کی) قمیص لے لی پھر آپ کو چادر لاکر دی گئی پھر آپ نے اس قدر طویل قیام کیا کہ اگر کوئی شخص آتا تو اس کو بالکل پتا نہ چلتا کہ آپ نے رکوع کیا ہے اسی لیے طول قیام کے سبب آپ سے رکوع کی روایت کی گئی ہے۔

۲۰۰۳۔ وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ قِيَامًا طَوِيْلًا يَقُوْمُ ثُمَّ يَرْكَعُ وَزَادَ فَجَعَلْتُ اَنْظُرُ اِلَى الْمَرْاَةِ اَسَنُّ مِنِّيْ وَاِلَى الْاُخْرٰى وَهِيَ اَسْقَمُ مِنِّيْ.

ایک راوی نے کہا کہ آپ نے طویل قیام کیا اور یہ زیادہ کہا کہ حضرت اسماء کہتی ہیں کہ میں ایک عورت کو دیکھتی تھی جو مجھ سے زیادہ بوڑھی تھی اور ایک عورت کو دیکھتی تھی جو مجھ سے زیادہ بیمار تھی۔

۲۰۰۴۔ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ حَفْصَةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَزِعَ فَأَخَذَ بِدِرْعِهِ حَتَّى أُدْرِكَ بِرِدَائِهِ بَعْدَ ذَلِكَ قَالَتْ فَقَضَيْتُ حَاجَتِي ثُمَّ جِئْتُ فَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا فَقُمْتُ مَعَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى رَأَيْتُنِي أُرِيدُ أَنْ أَجْلِسَ ثُمَّ الْتَفَتُّ إِلَى الْمَرْأَةِ الضَّعِيفَةِ فَأَقُولُ هٰذِهِ أَضْعَفُ مِنِّي فَأَقُومُ فَرَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى لَوْ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ خُيِّلَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَرْكَعْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تو آپ خوفزدہ ہوئے اور (گھبراہٹ میں کسی عورت کی) قمیص لے لی، اس کے بعد آپ کو چادر لاکر دی گئی۔ میں اپنا کام پورا کرنے کے بعد مسجد میں آئی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہیں، میں بھی نماز میں شریک ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ میں نے سوچا کہ میں بیٹھ جاؤں پھر میری نظر ایک ضعیف عورت پر پڑی تو میں نے سوچا کہ یہ تو مجھ سے بھی زیادہ کمزور ہے پھر میں کھڑی رہی پھر حضور نے رکوع کیا اور بہت طویل رکوع کیا پھر حضور نے رکوع سے سر اٹھایا اور بہت طویل قیام کیا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دیکھتا تو خیال کرتا کہ آپ نے رکوع نہیں کیا ہے۔

۲۰۰۵۔ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا قَدْرَ نَحْوٍ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَاذْكُرُوا اللهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ رَأَيْنَاكَ تَنَاوَلْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ هٰذَا ثُمَّ رَأَيْنَاكَ كَعَفْتَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سورج کو گہن لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور لوگ بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے سورۂ بقرہ کی قرأت کے برابر بہت طویل قیام کیا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر بہت طویل قیام کیا اور یہ پہلے قیام سے نسبتاً کم تھا، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا لیکن یہ رکوع پہلے رکوع سے نسبتاً کم تھا پھر سجدہ کیا پھر کھڑے ہو کر طویل قیام کیا لیکن پہلے قیام سے کم پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر رکوع سے سر اٹھا کر طویل قیام کیا جو پہلے قیام سے نسبتاً کم تھا، پھر طویل رکوع کیا جو پہلے رکوع سے نسبتاً کم تھا، پھر سجدہ کر کے نماز سے فارغ ہو گئے در آں حالیکہ سورج روشن ہو چکا تھا، آپ نے فرمایا بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انھیں کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ جب تم گہن کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے (نماز میں) آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو لے رہے تھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ لیتے لیتے رک گئے آپ نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے، اور

فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا وَرَأَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ مَنْظَرًا قَطُّ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ۔

میں نے جہنم کو دیکھا اور میں نے آج جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا میں نے جہنم میں اکثر عورتوں کو دیکھا، صحابہ نے پوچھا کس وجہ سے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ان کی ناشکری کی وجہ سے، کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا نہیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور نیکی کا انکار کرتی ہیں۔ اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ نیکی کرتے رہو اور پھر تم سے یہ کوئی ذرا سی (ناگوار) چیز دیکھ لیں تو کہیں گی میں نے تمہارے پاس کبھی اچھائی نہیں دیکھی۔

۲۰۰۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا إِسْحٰقُ يَعْنِي بْنَ عِيسٰى قَالَ أَنَا مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكَعْكَعْتَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے پھر ہم نے آپ کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔

۲۰۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَعَنْ عَلِيٍّ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سورج کو گہن لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ نماز پڑھی اور حضرت علی سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۲۰۰۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا يَحْيٰى عَنْ سُفْيَانَ قَالَ نَا حَبِيبٌ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى فِي كُسُوفٍ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ قَرَأَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ قَالَ وَالْأُخْرٰى مِثْلَهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن لگنے پر نماز پڑھائی آپ نے قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر قرأت کی پھر رکوع کیا پھر دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی۔

۲۰۰۹۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَهُوَ شَيْبَانُ النَّحْوِيُّ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ح

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو جماعت کا اعلان کیا گیا!!

وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْدِيَ الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ فِيْ سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَّى عَنِ الشَّمْسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَكَعْتُ رُكُوْعًا قَطُّ وَلَا سَجَدْتُ سُجُوْدًا قَطُّ كَانَ اَطْوَلَ مِنْهُ۔

"الصلوٰۃ جامعۃ" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں دو رکوع کیے پھر دوسری رکعت میں دو رکوع کیے پھر سورج صاف ہو گیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے نماز کسوف سے زیادہ کبھی طویل رکوع اور سجدہ کی نماز نہیں پڑھی۔

۲۰۱۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهِمَا عِبَادَهٗ وَاِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوْا وَادْعُوا اللّٰهَ حَتّٰى يَكْشِفَ مَا بِكُمْ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اور ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ جب تم گہن کو دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو حتیٰ کہ گہن دور کر دیا جائے۔

۲۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَا نَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيْسَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلٰكِنَّهُمَا اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ تَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند میں کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن نہیں لگتا، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گہن دیکھو تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

۲۰۱۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ وَمَرْوَانُ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَوَكِيْعٍ اِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ النَّاسُ اِنْكَسَفَتْ

ایک اور سند سے روایت ہے جس دن حضرت ابراہیم کا وصال ہوا تو لوگوں نے کہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا۔

لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

۲۰۱۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرِ الْاَشْعَرِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَزِعًا يَخْشٰى اَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ فَقَامَ يُصَلِّيْ بِاَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ مَا رَاَيْتُهُ يَفْعَلُهُ فِيْ صَلٰوةٍ قَطُّ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُرْسِلُهَا يُخَوِّفُ بِهَا عِبَادَهُ فَاِذَا رَاَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَافْزَعُوْا اِلٰى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ الْعَلَاءِ كَسَفَتْ وَقَالَ يُخَوِّفُ عِبَادَهُ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج کو گہن لگا آپ گھبرا کر اس طرح خوف سے کھڑے ہوئے کہ جیسے قیامت آگئی ہو، آپ مسجد میں آئے اور نماز میں سب سے پہلے طویل قیام کیا، طویل رکوع اور طویل سجدہ کیا میں نے اس سے پہلے کبھی آپ کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا، پھر آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے ان نشانیوں کو بھیجتا ہے جب تم اس قسم کی کوئی چیز دیکھو تو اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس سے دعا اور استغفار کی پناہ میں آؤ۔

۲۰۱۴ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ اَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ اَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَرْمِيْ بِاَسْهُمِيْ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهُنَّ وَقُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ مَا يَحْدُثُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ انْكِسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَدْعُوْ وَيُكَبِّرُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ حَتّٰى جُلِّيَ عَنِ الشَّمْسِ فَقَرَاَ سُوْرَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گرہن لگ گیا میں نے تیروں کو پھینکا اور سوچا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گہن کے موقع پر کیا کرتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگ رہے تھے۔ آپ نے تکبیر کہی، حمد کی، لا الٰہ الا اللہ۔ پڑھا حتیٰ کہ سورج روشن ہو گیا۔ آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔

۲۰۱۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ اَرْمِيْ بِاَسْهُمٍ لِيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ میں تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گہن لگ گیا میں نے تیر پھینک دیے اور سوچا کہ بخدا! میں دیکھوں گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گہن لگنے کے موقع پر کیا کرتے ہیں۔ میں آپ کے

كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَنْظُرَنَّ إِلٰى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُسُوْفِ الشَّمْسِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ قَائِمٌ فِي الصَّلٰوةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ يُسَبِّحُ وَيَحْمَدُ وَيُهَلِّلُ وَيُكَبِّرُ وَيَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا قَالَ فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَأَ سُوْرَتَيْنِ وَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

پاس آیا درآں حالیکہ آپ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے آپ نے تسبیح کی، حمد کی، لا الٰہ الا اللہ پڑھا، تکبیر کہی اور دعا کی حتیٰ کہ سورج صاف ہو گیا، حضرت عبد الرحمن کہتے ہیں کہ جب سورج صاف ہو گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔

۲۰۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ حَيَّانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَتَرَامٰى بِأَسْهُمٍ لِي عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمَا.

حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس وقت میں اپنے تیروں سے تیر اندازی کر رہا تھا، اچانک سورج کو گہن لگ گیا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۰۱۷ - وَحَدَّثَنِي هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُمَا فَصَلُّوْا.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسی شخص کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ کسی کی حیات کی وجہ سے لیکن یہ اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو نماز پڑھو۔

۲۰۱۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمِقْدَامِ قَالَ نَا زَائِدَةُ قَالَ نَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ سَمِعْتُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ إِنْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوْهَا فَادْعُوا اللّٰهَ وَصَلُّوْا حَتّٰى يُنْكَشِفَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اس دن سورج کو گہن لگ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے۔ جب تم یہ نشانیاں دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور نماز پڑھو حتیٰ کہ وہ روشن ہو جائے۔

اسلام میں سورج گرہن کی حیثیت

اشیاء کی حقیقت، ان کے آثار اور ان میں تغیر و تبدل کی سائنسی توجیہ کیا ہے؟ اس سے قرآن مجید میں بحث ہے نہ حدیث شریف میں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بنیادی مقصد رشد و ہدایت ہے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر ایمان کی ترغیب، اعمال صالحہ کی تلقین اور اعمال فاسدہ سے تنفیر، کتاب اور سنت کی تعلیمات کا یہی موضوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے سوال کیا گیا یسئلونک عن الاھلۃ۔ (بقرہ: ۱۸۹) "یہ آپ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں" تو اللہ تعالیٰ نے چاند کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں نہیں بتلایا نہ یہ بتلایا کہ چاند پر پہنچنا یا چاند پر رہنا تمہارے لیے ممکن ہے یا نہیں! بلکہ یہ فرمایا: قل ھی مواقیت للناس و الحج۔ (بقرہ: ۱۸۹) "آپ کہہ دیجئے یہ لوگوں اور حج کے لیے اوقات کے شمار کا ذریعہ ہے"! یعنی مسلمانوں کو اسلامی احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے اور عبادات اور معاملات کی انجام دہی کے لیے چاند کے ساتھ جن انسانی ضروریات کا تعلق ہے وہ یہی امور ہیں۔ اسی طرح سورج اور چاند میں گہن لگنے کی سائنسی وجہ کیا ہے اس کو نبی علیہ السلام نے نہیں بتایا کیونکہ یہ چیز آپ کے مقصد بعثت سے متعلق ہے نہ اس کی ضرورت ہے البتہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کے ساتھ سورج گہن کا جو تعلق ہے اس کو آپ نے احسن طریقہ سے بیان فرمادیا جس کی تفصیل یہ ہے:

بعض مشرکین سورج اور چاند کی پرستش کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی ذات پر نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یعنی سورج اور چاند اپنی ذات کے اندر سلب نور کے تغیر اور تبدل کو قبول کر کے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کسی ذات کی تخلیق اور قدرت کی دلیل اور نشان ہیں خود قادر اور خالق نہیں ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے بعض نجومیوں کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا آدمی مر جاتا ہے تو اس کے غم میں سورج کو گہن لگ جاتا ہے اسی اثر کی بناء پر جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور اتفاقاً اس موقع پر سورج کو گہن لگ گیا تو بعض نو مسلم صحابہ نے کہا کہ آپ کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے سورج کو گہن لگ گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فوراً رد فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ حیات کی وجہ سے، یہ وہ امور تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے سلسلے میں اصلاح عقائد کے لیے بیان فرمایا اور سورج گرہن میں جس چیز کا مسلمانوں کے عمل کے ساتھ تعلق ہے وہ ہے توبہ، استغفار، یادِ الٰہی اور دو رکعت نماز کسوف!

نماز کسوف کا فلسفہ

ان احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ سورج گرہن کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح مضطرب اور خوف زدہ ہو جاتے جیسے قیامت آگئی ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ کے بعد خلفاء راشدین کا دورِ حکومت ہوگا۔ قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں پر فتح ہوگا، قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگی ایک طویل عرصہ تک شان و شوکت سے مسلمانوں کی حکومت رہے گی حتیٰ کہ پھر مسلمان فتنوں کا شکار ہوں گے دجال کا ظہور ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے۔ حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور تمام دنیا میں اسلام پھیل جائے گا جس کے سبب جزیہ اور جہاد کی ضرورت نہیں رہے گی پھر دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا، آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا پھر اس کے بعد کہیں جا کر قیامت آئے گی! ان تمام باتوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے اور احادیث میں ان کی تعلیم دی ہے اور ان امور کا جاننا ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے پھر ان تمام باتوں کے وقوع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض سورج گرہن دیکھ کر اس طرح کیوں خوفزدہ ہو جاتے

تھے جیسے قیامت آگئی ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سورج کو گرہن میں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف الٰہی کی ایسی شدید کیفیت طاری ہوتی تھی کہ ان تمام چیزوں کے علم کے باوجود آپ کی توجہ ان امور سے ہٹ جاتی تھی اور آپ سورج کے بے نور کیے جانے کو آثار قیامت سے خیال فرماتے تھے!

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج گرہن دیکھ کر اس قدر کیوں خوفزدہ ہوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ عام آدمی جب کائنات میں کسی حادثہ اور کسی چیز میں تغیر اور تبدل کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر صرف اس حادثہ اور اس تغیر تک محدود رہتی ہے اور اللہ کا نبی جب کسی حادثہ اور کسی چیز میں تغیر کو دیکھتا ہے تو اس کی نظر اس حادثہ سے محدث اور تغیر سے متغیر اور مبدل کی طرف منتقل ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورج کو گرہن کی وجہ سے بے نور دیکھا تو آپ کی نظر اس تغیر کے خالق کی طرف پہنچی اور آپ نے جانا کہ سورج کا بے نور ہونا اللہ تعالیٰ کے آثار غضب سے ہے اور اس کائنات میں سورج سے زیادہ قوی کوئی مادی جسم نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے محور سے اگر کچھ اوپر چلا جائے تو لوگ مارے ٹھنڈک کے منجمد ہو جائیں اور اگر اپنے مدار سے کچھ نیچے آجائے تو مارے گرمی کے لوگ جل جائیں اور اتنے قوی مادی جسم کو جس وقت اس نے بے نور کر دیا تو یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اس وقت غضب میں ہے اور جو سورج کو چشم زدن میں بے نور کرنے پر قادر ہے وہ ہماری آنکھوں سے بصارت کے نور اور دلوں سے ایمان کے نور کو سلب کرنے پر اس سے کہیں زیادہ قادر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوف زدہ ہوتے تھے اور توبہ استغفار، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، تکبیر و تہلیل اور غیر معمولی طویل طریقہ سے دو رکعت پڑھ کر اس کے غضب کو ٹھنڈا کرتے اور اس کو راضی کرتے اور اسی بات کی ہمیں تعلیم دیتے تھے اور اسی کا نام اصطلاح تصوف میں معرفت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اور آثار قدرت کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کی جائے اور اس معرفت کے مطابق عمل کیا جائے۔

علم رسالت اس باب کی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور دوزخ دکھا دی گئی، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت و دوزخ کے درمیان جس قدر حجابات تھے اللہ تعالیٰ نے ان تمام حجابات کو اٹھا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے جنت اور دوزخ اور ان کے تمام احوال اور کیفیات کو دیکھ لیا۔[1] بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو دیکھا نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کو بذریعہ وحی اطلاع دی ہو، جس کو آپ نے دیکھنے سے تعبیر فرمایا ہے اور بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ نے بعینہٖ جنت اور دوزخ کو نہیں دیکھا بلکہ آپ کو جنت اور دوزخ کی تصویر اور مثال دکھائی گئی تھی۔ لیکن یہ دونوں توجیہیں مردود اور باطل ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا: "میں نے جنت کے خوشوں کو توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا" اور "جہنم کے شعلوں کی لپٹ سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹا" اور آپ کا ہاتھ بڑھانا اور پیچھے ہٹنا علم پر منطبق ہوتا ہے نہ تصویر پر۔ اس لیے صحیح یہی ہے جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے آپ نے اس موقع پر جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا ہے۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا واضح ثبوت ہے کیونکہ حدیث نمبر ۱۹۸۸ میں ہے:

---

[1] شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

رأیت فی مقامی ھذا کل شئ وعدتم" میں نے اس جگہ ہر اس چیز کو دیکھ لیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے" حدیث نمبر ۱۹۹۶ میں ہے: "انہ عرض علی کل شئ تولجونہ" مجھ پر ہر وہ چیز پیش کی گئی جس میں تم داخل ہو گے۔" حدیث نمبر ۱۹۹۸ میں ہے: "ما من شئ توعدونہ الا قد رأیتہ فی صلوتی ھذہ" تم سے جس چیز کا بھی وعدہ کیا گیا ہے مجھے وہ تمام چیزیں اس نماز میں دکھا دی گئیں۔"

علم کلی کی وضاحت

خیال رہے کہ علم کلی سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل کائنات کا اجمالی علم آپ کو عطا فرما دیا ہے اور قیامت تک کی بعض جزئیات کا تفصیلی علم آپ کو وقتاً فوقتاً بتدریج دیا جاتا رہا اس لیے قرآن اور احادیث میں آپ سے جن خاص اور جزئی واقعات کے علم کی نفی کا بیان ہے اس میں علم تفصیلی کی نفی ہے جبکہ کتاب وسنت سے آپ کے لیے جس علم کلی کا ثبوت ہے وہ علم اجمالی ہے اور علم تفصیلی جو غیر متناہی احوال جزئیہ کو محیط ہے وہ اللہ عزوجل کا خاصہ ہے [1]

علم رسالت پر علم غیب کے اطلاق اور عدم اطلاق کی بحث

کتاب وسنت کے جن دلائل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت ہے ان دلائل کا کوئی انکار نہیں کرتا، بحث اس میں ہوتی ہے کہ آیا اس علم پر علم غیب کا اطلاق صحیح ہے یا نہیں؟ جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم پر علم غیب کا اطلاق کرتے ہیں وہ علم بمعنی ادراک کہتے ہیں [2]۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انباء المصطفیٰ اور الدولۃ المکیۃ میں تفصیل سے بیان کیا ہے کہ قرآن اور حدیث میں آپ سے جن چیزوں کے علم کی نفی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت آپ کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا نہ یہ کہ وصال کے وقت تک علم حاصل نہیں ہوا کیونکہ آپ کا علم کلی نزول قرآن کے ضمن میں وصال تک تدریجاً مکمل ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اس بحث میں اعلیٰ حضرت کے نزدیک آپ کو ایسی قوت مدرکہ حاصل نہیں تھی جس کی وجہ سے جس غیب کو جب چاہتے جان لیتے کیونکہ ان کے نزدیک اگر آپکو یہ صفت حاصل ہوتی تو پھر علم تدریجی اور وصال تک علم کی تکمیل کا کوئی محصل معنی نہیں ہے، متقدمین علماء نے اس اعتبار سے آپ کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیا ہے اور ہم نے اپنی کتاب [3] "مقام ولایت ونبوت" میں ایسے متعدد اقوال ذکر کیے ہیں اور جو علماء آپ کے علوم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے ان کے نزدیک باوجود اس کے کہ آپ کثیر علوم الٰہیہ اور اخبار ماضیہ ومستقبلہ کے علوم کے حامل ہیں آپ کو ایسی قوت مدرکہ حاصل نہیں ہے جس سے آپ جب چاہیں جس غیب کو چاہیں جان لیں اسی قوت کو وہ علم غیب کہتے ہیں اور اسی کو وہ مفاتیح الغیب سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ شیخ انور شاہ کشمیری نے اسی طرح لکھا ہے [4]۔ اسی لیے یہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انباء غیب اطلاع علی الغیب

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں: ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کر لیا ہے یہ تو مخلوق کے لیے محال ہے (الی قولہ) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھانا بذریعہ قرآن ہوا اور قرآن تو تھوڑا تھوڑا کر کے اترا، ہر وقت نہیں اترتا تھا تو اوقات اور معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا۔ (الدولۃ المکیۃ ص ۲۴۹ مطبوعہ المکتبہ کراچی۔)

[2] صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمہ اللہ "وما علمنٰہ الشعر" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہم نے آپ کو شعر گوئی کا ملکہ نہ دیا۔ (خزائن العرفان)

[3] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجازی قاہرہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[4] مقام ولائیت ونبوت ص ۴۲۔

اور اظہار علی الغیب ثابت ہے علم غیب ثابت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک مفاتیح الغیب کو ایسی قوت مدرکہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے مفاتیح الغیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو معلومات الٰہیہ غیر متناہیہ بالفعل کا منشاء اور مبداء ہے یا یوں معنی کریں معلومات غیر متناہیہ اس کے سامنے بالفعل مستحضر ہیں نہ یہ کہ اسے کسی علم کے حصول کے لیے استخراج اور تحصیل کی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ شیخ کاشمیری نے گمان کیا ہے ہم نے اس پر مفصل بحث "مقام ولایت ونبوت" میں کر دی ہے [1]

بعض علماء ایک اور وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام مخلوق سے زیادہ علوم ثابت ہیں اس کے باوجود قرآن اور حدیث میں آپ کے علم کے لیے اطلاع، اظہار، انباء اور اخبار کے الفاظ لائے گئے ہیں اور قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیحہ میں صراحۃً آپ کی طرف علم غیب کی نسبت نہیں کی گئی۔ اس لیے آپ کے علوم پر علم غیب کا اطلاق جائز نہیں ہے جیسا کہ باوجود عزیز وجلیل ہونے کے آپ کو محمد عزوجل کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اس لیے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ انھیں غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے ہیں یا انھیں غیب کا علم دیا گیا۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

ولعل الحق ان یقال: ان علم الغیب المنفی عن غیرہ جل وعلا ھو ما کان للشخص لذاتہ ای بلا واسطۃ فی ثبوتہ لہ وھذا مما لا یحقق لاحد من اھل السموات والارض لامکان الامکان فیھم ذاتا وصفۃ وھو یابی ثبوت شیء لھم بلا واسطۃ، ولعل فی التعبیر عن المستثنی منہ فی السموات و الارض اشارۃ الی علۃ الحکم وما وقع للخواص لیس من ھذا العلم المنفی فی شیء ضرورۃ انہ من الواجب عز وجل افاضہ علیھم بوجہ من وجوہ الافاضۃ فلا یقال! انھم علموا الغیب بذلک المعنی ومن قالہ کفر قطعا، و انما یقال: انھم اظھروا او اطلعوا بالبناء للمفعول علی الغیب او نحو ذلک مما یفھم الواسطۃ فی ثبوت العلم لھم، و یؤید ما ذکرنا انہ لم یجئ

تحقیق یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے غیر سے جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے یہ وہ علم ہے جو بالذات اور بلاواسطہ ہو یعنی جس علم کے ثبوت میں کوئی واسطہ نہ ہو۔ پس آسمان اور زمین والوں کے لیے اس علم کا ثبوت ممکن نہیں کیونکہ وہ ذات اور صفت کے اعتبار سے ممکن ہیں اس لیے ان کے واسطے بلاواسطہ علم ثابت نہیں ہو سکتا، اور شاید کہ سماوات والارض کو مستثنیٰ منہ میں لانے سے اس حکم کی علت کی طرف اشارہ ہو اور خواص کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ علم بلاواسطہ اور بالذات نہیں ہوتا کیونکہ انکو یہ علم اللہ تعالیٰ تعلیم کے کسی نہ کسی طریقہ سے عطا فرماتا ہے اس لیے یہ نہیں کہا جائے گا کہ انھوں نے بلاواسطہ علم غیب کو جان لیا اور جس نے یہ کہا وہ قطعاً کافر ہے اور صرف یہ کہنا چاہیے کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا یا وہ غیب پر مطلع کیے گئے یا اور کوئی لفظ جس سے یہ ثابت ہو کہ ان کو یہ علم دیا گیا ہے اور اس کی تائید یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف علم غیب کی نسبت بالکل نہیں آئی اور

[1] مقام ولایت ونبوت، ص ۱۷۔

فی القرآن الکریم نسبۃ علم الغیب الی غیرہ تعالیٰ اصلا، وجاء الاظہار علی الغیب لمن ارتضیٰ سبحانہ وتعالیٰ من رسول۔ [1]

رسول جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے ان کے لیے قرآن مجید میں اظہار علی الغیب کا لفظ آیا ہے۔

اس کے بعد علامہ آلوسی نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ مجہول کے ساتھ یہ کہنا تو جائز ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم دیا گیا لیکن صیغہ معلوم کے ساتھ یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ فلاں شخص کو غیب کا علم ہے یا وہ غیب جانتا ہے کیونکہ یہ قول قرآن مجید کی ظاہر آیات مثلاً "لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا اللہ" سے متصادم ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ تاویل سے اس قول کو جائز کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے میں حق کو مکروہ جانتا ہوں اور فتنہ کو پسند کرتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہوں جبکہ وہ حق کی موت کے ساتھ اور فتنہ کی مال اور اولاد کے ساتھ اور رحمت کی بارش کے ساتھ تاویل کرتا ہو ہر چند کہ اس تاویل سے یہ جملہ صحیح ہو گا لیکن اس جملہ کا ظاہر معیوب اور خلاف ادب ہے۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کے غیر کی طرف صیغہ معلوم سے علم غیب کی نسبت کا ہے۔ ہر چند کہ علامہ آلوسی کی یہ تحقیق انتہائی احتیاط پر مبنی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد علماء راسخین نے مخلوق کے علم پر بھی علم غیب کا اطلاق کیا ہے۔ ہم نے اپنی تصنیف مقام ولایت و نبوت میں ان عبارات کے متعدد حوالے پیش کر دیے ہیں۔

کمالات رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے خوشوں کو توڑنے کا قصد فرمایا اور چاہتے تو توڑ لیتے اور لوگ ان کو رہتی دنیا تک کھاتے رہتے لیکن بعد میں کسی خیال سے ایسا نہیں کیا آپ کے اس قصد سے جس طرح یہ ظاہر ہوا کہ آپ جب دیکھنا چاہیں تو سات آسمان آپ کے لیے حجاب نہیں بنتے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ زمین پر رہتے ہوئے جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اور جنت کی اشیاء آپ کے دست تصرف کی زد میں ہیں اور چونکہ غیر کی ملک میں تصرف جائز نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت آپ کی ملک کر دی ہے جس طرح چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں اور اہل علم جانتے ہیں کہ جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں جا کر اور رہ کر زمین کے اوپر بھی تصرف کر سکتے ہیں لیکن یہ تمام کمالات اللہ تعالیٰ کی اجازت اور عطا کے ساتھ مقید ہیں۔

جانوروں کے ساتھ سلوک

اس باب کی احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت کو بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے جہنم میں عذاب ہوا اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سابقہ امت کے ایک شخص نے ایک پیاسے کتے کو کنویں سے اپنے موزے میں پانی نکال کر پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا [2] اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں سے حسن سلوک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا باعث ہے اور جانوروں پر ظلم کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جن لوگوں کا اشتغال اور تعلق جانوروں کے ساتھ رہتا ہے انھیں ان احادیث پر غور کرنا چاہیے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۰ ص ۱۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الجنائز

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: میت کو اس کے تخت سمیت جنازہ اور جنازہ کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ تخت کو جنازہ اور میت کو جنازہ کہتے ہیں [1]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ابن فارس نے کہا ہے کہ جنازہ مستور چیز کو کہتے ہیں اور موت جسم سے روح کے جدا ہونے کو کہتے ہیں۔ جوہری نے کہا ہے کہ میت کا لفظ مذکر اور مؤنث میں مساوی ہے، قرآن مجید میں ہے: لیحیی بہ بلدۃ میتا" اس جگہ بلدۃ کی صفت میت آئی ہے میتہ نہیں آئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے "الارض المیتۃ" فرمایا ہے [2]۔

علامہ شیرازی لکھتے ہیں کہ موت کو بکثرت یاد کرنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا" اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جو حیا کرنے کا حق ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اے نبی اللہ! ہم بحمد اللہ، اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس طرح نہیں، جو شخص اس طرح اللہ تعالیٰ سے حیا کرے جو حیا کا حق ہے اسے چاہیے کہ اپنے سر اور باقی بدن کو (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) محفوظ رکھے اور اپنے پیٹ اور اس کے باطن کو (معصیت سے) محفوظ رکھے اور اس کو چاہیے کہ موت اور قبر کو یاد کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو ترک کر دیتا ہے اور جس نے اس طرح کیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے [3]۔ (ترمذی)۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں کہ موت کی تیاری کرنے کے لیے لوگوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں اور گناہوں کو بکثرت اکھاڑ دینا چاہیے اور عبادت کی طرف رغبت کرنی چاہیے کیونکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو قبر کھودتے ہوئے دیکھا تو آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا "میرے بھائیو! اس (قبر) کی مثل کے لیے تیاری کرو!"

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: "لذات کاٹنے والی چیز (یعنی موت) کا بکثرت ذکر کرو" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب شام ہو تو صبح کا انتظار مت کرو اور جب صبح ہو تو شام کا انتظار مت کرو

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۰۶ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران، طبع چہارم ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵، ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵، ص ۱۰۵ " "

اور بیماری سے پہلے صحت کو غنیمت جانو اور موت سے پہلے حیات کو غنیمت جانو [1]۔

امام رافعی فرماتے ہیں: موت کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آجائے اس لیے آدمی ہر وقت توبہ کے لیے تیار رہے، اور لوگوں کے جو حقوق اس کے ذمے ہیں اس کو ادا کرے کیونکہ بسا اوقات موت اچانک آجاتی ہے، اور یہ تمام چیزیں مریض کے لیے زیادہ مؤکد ہیں، مریض کو چاہیے کہ مرض پر صبر کرے اور استطاعت کے مطابق دوا اور علاج کرے اور مریض کے رشتہ داروں، پڑوسیوں (اور ملنے والوں) کے لیے مستحب ہے کہ اس کی عیادت کریں اور عیادت کرنے والا اگر مریض میں نیکی کی علامتیں پائے تو دعا کر کے چلا جائے اور اگر خدانخواستہ برائی کی علامتیں پائے تو اس کو توبہ کی طرف راغب کرے اور مریض کو چاہیے کہ اس موقع پر وصیت تیار کرے [2]۔

۲۰۱۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَفُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ بِشْرٍ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غُزِيَّةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کی تلقین کرو۔

۲۰۲۰ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ جَمِيْعًا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے۔

۲۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنَا اَبِيْ شَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کہنے کی تلقین کرو۔

۲۰۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ عَنِ ابْنِ سَفِيْنَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّهَا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس میں اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق "انا للہ و انا الیہ راجعون" اور اے اللہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵، ص ۱۰۶/۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

[2] علامہ ابو القاسم عبد الکریم بن محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ فتح العزیز مع شرح المہذب ج ۵ ص ۱۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ اَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّيْ قُلْتُهَا فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَرْسَلَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاطِبَ بْنَ اَبِيْ بَلْتَعَةَ يَخْطُبُنِيْ لَهٗ فَقُلْتُ اِنَّ لِيْ بِنْتًا وَاَنَا غَيُوْرٌ فَقَالَ اَمَّا ابْنَتُهَا فَنَدْعُوْ اللّٰهَ اَنْ يُّغْنِيَهَا عَنْهَا وَاَدْعُوْ اللّٰهَ اَنْ يَّذْهَبَ بِالْغَيْرَةِ۔

مجھے اس مصیبت میں اجر دے اور اس کے بعد میرے لیے خیر مقدر کر دے" کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد خیر مقدر کر دیتا ہے۔ حضرت اُم سلمہ کہتی ہیں جب ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں حضرت ابوسلمہ سے بہتر کون ہو گا؟ جس گھر نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی پھر بہرحال میں نے یہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم بن ابی بلتعہ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ میں نے کہا میری ایک بیٹی ہے اور میں غیرت والی ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کی بیٹی کے لیے میں دعا کروں گا کہ وہ اس کو بیٹی سے بے فکر کر دے اور یہ بھی دعا کروں گا کہ غیرت اس سے دُور ہو جائے۔

۲۰۲۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ كَثِيْرِ بْنِ اَفْلَحَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ سَفِيْنَةَ يُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِّنْهَا قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْلَفَ اللّٰهُ لِيْ خَيْرًا مِّنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھی کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے "انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا" اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت میں اجر دیتا ہے اور اس کے بعد بہتر آنیوالے کو مقرر کر دیتا ہے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں جب ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کے مطابق یہ دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے مقرر کر دیا۔

۲۰۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ يَعْنِيْ ابْنَ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ وَزَادَ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق دعا کا ذکر ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب ابوسلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ ابوسلمہ سے بہتر کون ہو گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈال دیا تو میں نے اس دعا کو پڑھا

اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ مَنْ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْ سَلَمَةَ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عَزَمَ اللّٰهُ لِيْ فَقُلْتُهَا قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئی۔

۲۰۲۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيْضَ اَوِ الْمَيِّتَ فَقُوْلُوْا خَيْرًا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ قَالَتْ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سَلَمَةَ قَدْ مَاتَ قَالَ قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَلَهٗ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى حَسَنَةً قَالَتْ فَقُلْتُ فَاَعْقَبَنِيَ اللّٰهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ لِّيْ مِنْهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی مریض یا میت کے پاس جاؤ تو کلمہ خیر کہو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسلمہ فوت ہو گئے آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو: اے اللہ! میری مغفرت کر اور ابوسلمہ کی مغفرت کر اور ان کے بعد میرے لیے ان سے اچھا شخص مقرر کر دے پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ان کے بعد ان سے بہتر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کر دیا۔

۲۰۲۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَا تَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهٗ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ کے پاس آئے درآں حالیکہ ان کی آنکھیں چڑھ گئی تھیں۔ آپ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔ پھر آپ نے فرمایا جب روح قبض کی جاتی ہے تو آنکھیں اس کو دیکھتی رہتی ہیں۔ ان کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا اپنے لیے صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ ملائکہ تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت کر اور مہدیین میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے بعد باقی رہنے والوں کی نگہبانی فرما، اور ہماری اور اس کی مغفرت فرما۔ اے رب العالمین! اور اس کی قبر میں وسعت فرما اور اس کی قبر کو روشن کر۔

۲۰۲۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسَى الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ قَالَ نَا الْمُثَنّٰى بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَذَّاءِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَاخْلُفْهُ فِيْ تَرِكَتِهٖ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اور اس کی دعا میں یہ کلمات ہیں: اے اللہ! اس کے پسماندگان کی نگہبانی فرما۔ اے اللہ اس کی قبر میں وسعت کر۔ خالد حذاء نے ایک ساتویں دعا بھی ذکر کی ہے جس کو راوی بھول گیا۔

وَقَالَ اللّٰهُمَّ اَوْسِعْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ وَلَمْ يَقُلْ اِفْسَحْ وَ زَادَ خَالِدُ الْحَذَّآءِ وَ دَعْوَةٌ اُخْرٰى سَابِعَةٌ نُسِيْتُهَا۔

۲۰۲۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْعَلَآءِ بْنِ يَعْقُوْبَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَوْا الْاِنْسَانَ اِذَا مَاتَ شَخَصَ بَصَرُهٗ قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَذٰلِكَ حِيْنَ يَتْبَعُ بَصَرُهٗ نَفْسَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جب انسان مر جاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں، صحابہ نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس کی آنکھیں روح کو دیکھتی رہتی ہیں۔

۲۰۲۹- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَآءِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے۔

۲۰۳۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْ سَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيْبٌ وَفِيْ اَرْضِ غُرْبَةٍ لَاَبْكِيَنَّهٗ بُكَآءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّاْتُ لِلْبُكَآءِ عَلَيْهِ اِذَا اَقْبَلَتْ اِمْرَاَةٌ مِنَ الصَّعِيْدِ تُرِيْدُ اَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ يَّدْخُلَ الشَّيْطَانُ بَيْتًا قَدْ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ فَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَآءِ فَلَمْ اَبْكِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے کہا کہ پردیس میں ایک مسافر فوت ہو گیا میں اس کے لیے اتنا روؤں گی کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو گا میں نے اس پر رونے کی تیاری کی اور مدینہ کے بالائی علاقہ سے میرا ساتھ دینے کے لیے ایک عورت آ گئی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا کیا تم چاہتی ہو کہ اس گھر میں پھر شیطان داخل ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو دو بار یہاں سے نکال چکا ہے پس میں رک گئی اور نہیں روئی۔

۲۰۳۱- حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ اِحْدٰى بَنَاتِهٖ تَدْعُوْهُ وَتُخْبِرُهٗ اَنَّ صَبِيًّا لَهَا اَوِ ابْنًا لَهَا فِي الْمَوْتِ فَقَالَ لِلرَّسُوْلِ ارْجِعْ اِلَيْهَا فَاَخْبِرْهَا اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو بلوایا اور خبر دی کہ ان کا بچہ فوت ہونے کے قریب ہے یا کہا کہ مرض الموت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر ان سے کہو کہ جو اللہ نے لے لیا اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ (بھی) اسی کا ہے۔ ہر چیز کی اس کے ہاں ایک مدت مقرر ہے، ان

عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَعَادَ الرَّسُوْلُ فَقَالَ اِنَّهَا قَدْ اَقْسَمَتْ لَتَاْتِيَنَّهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ مَعَهٗ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمْ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهٗ تَقَعْقَعُ كَاَنَّهَا فِيْ شَنَّةٍ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ لَهٗ سَعْدٌ مَا هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَاِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ۔

سے کہو کہ وہ صبر کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں وہ قاصد پھر آیا اور عرض کرنے لگا کہ وہ آپ کو قسم دیتی ہیں کہ آپ ضرور آئیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بھی اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ آپ کے سامنے بچہ کر لایا گیا تو اس کا سانس اکھڑ رہا تھا جیسے پرانی مشک سے پانی کی آواز نکلتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتا ہے۔

۲۰۳۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَمِيْعًا عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ حَمَّادٍ اَتَمُّ وَاَطْوَلُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۳۳۔ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّدَفِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادِ الْعَامِرِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اشْتَكٰى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ شَكْوٰى لَهٗ فَاَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَشِيَّةٍ فَقَالَ اَقَدْ قَضٰى قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَبَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَى الْقَوْمُ بُكَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو ان کو بیہوش پایا، آپ نے پوچھا کیا یہ فوت ہو گئے؟ حاضرین نے کہا نہیں! یا رسول اللہ! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے۔ جب حاضرین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے آپ نے فرمایا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے بہنے والے آنسو اور دل کے رنج پر عذاب نہیں دیتا لیکن اس کی بنا پر یا عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔

اِلٰی لِسَانِہٖ اَوْ یُرْحَمُ۔

۲۰۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الْعَنَزِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ وَ ھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَۃَ یَعْنِیْ ابْنَ غَزِیَّۃَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الْمُعَلّٰی عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَہٗ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ ثُمَّ اَدْبَرَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَخَا الْاَنْصَارِ کَیْفَ اَخِیْ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ فَقَالَ صَالِحٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَعُوْدُہٗ مِنْکُمْ فَقَامَ وَ قُمْنَا مَعَہٗ وَ نَحْنُ بِضْعَۃَ عَشَرَ مَا عَلَیْنَا نِعَالٌ وَّ لَا خِفَافٌ وَّ لَا قَلَانِسُ وَ لَا قُمُصٌ نَمْشِیْ فِیْ تِلْکَ السِّبَاخِ حَتّٰی جِئْنَاہُ فَاسْتَاْخَرَ قَوْمُہٗ مِنْ حَوْلِہٖ حَتّٰی دَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَصْحَابُہُ الَّذِیْنَ مَعَہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس وقت انصار میں سے ایک شخص نے آکر آپ کو سلام کیا پھر واپس جانے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انصار کے بھائی! میرے بھائی سعد بن عبادہ کا کیا حال ہے؟۔ انھوں نے کہا اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون ان کی عیادت کرتا ہے؟ (یہ کہہ کر) آپ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہم دس سے کچھ زیادہ تھے، ہمارے پاس جوتے تھے نہ موزے ٹوپیاں تھیں نہ قمیصیں! ہم (اسی حال میں) اس پتھریلی زمین پر چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم حضرت سعد کے پاس پہنچ گئے۔ ان کے قریب جو لوگ تھے وہ ایک طرف ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جانے والے صحابہ قریب آ گئے۔

۲۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ یَعْنِی ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر وہی ہے جو ابتدائے صدمہ کے وقت کیا جائے۔

۲۰۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتٰی عَلٰی امْرَاَۃٍ تَبْکِیْ عَلٰی صَبِیٍّ لَّھَا فَقَالَ اتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ فَقَالَتْ وَ مَا تُبَالِیْ مُصِیْبَتِیْ فَلَمَّا ذَھَبَ قِیْلَ لَھَا اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخَذَھَا مِثْلُ الْمَوْتِ فَاَتَتْ بَابَہٗ فَلَمْ تَجِدْ عَلٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس آئے جو اپنے بچہ پر رو رہی تھی، آپ نے اس سے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور صبر کرو! وہ کہنے لگی آپ کو میری مصیبت کا کیا اندازہ ہے! جب آپ تشریف لے گئے تو اسے بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے! (یہ سن کر) وہ ایسے ڈری جیسے موت آ گئی ہو! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی تو دیکھا آپ کے

بَابِهِ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمْ أَعْرِفْكَ فَقَالَ إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ أَوَّلِ صَدْمَةٍ أَوْ قَالَ عِنْدَ أَوَّلِ الصَّدْمَةِ.

دروازے پر کوئی دربان نہیں تھا! وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا آپ نے فرمایا صبر وہی ہے جو ابتدائی صدمہ کے وقت کیا جائے۔

۲۰۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ بِقِصَّتِهِ وَفِي حَدِيْثِ عَبْدِ الصَّمَدِ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَةٍ عِنْدَ قَبْرٍ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔

۲۰۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ بِشْرٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَكَتْ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ مَهْلًا يَا بُنَيَّةَ أَلَمْ تَعْلَمِيْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رونے لگیں تو حضرت عمر نے فرمایا: اے بیٹی خاموش ہو جاؤ! کیا تم نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اس کے بعض گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

۲۰۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت پر قبر میں نوحہ کیے جانے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

۲۰۴۰ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا طُعِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَصِيْحَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَمَا عَلِمْتُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا اور ان پر بیہوشی طاری ہو گئی تو لوگ چیخ کر ان پر رونے لگے۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت پر زندہ کے رونے کی وجہ سے عذاب

قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ .

ہوتا ہے۔

۲۰۴۱ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ لَمَّا اُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ صُهَيْبٌ يَقُولُ وَا اَخَاهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ .

ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ چیخ کر کہنے لگے ہائے افسوس میرے بھائی! حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ اے صہیب کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زندہ کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

۲۰۴۲ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ اَبُو يَحْيَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ بْنِ مُوسَى عَنْ اَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُصِيبَ عُمَرُ فَاَقْبَلَ صُهَيْبٌ مِنْ مَنْزِلِهِ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَامَ بِحِيَالِهِ يَبْكِي فَقَالَ لَهُ عُمَرُ عَلَى مَا تَبْكِي اَعَلَيَّ تَبْكِي فَقَالَ اِي وَاللّٰهِ لَعَلَيْكَ اَبْكِي يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُبْكَى عَلَيْهِ يُعَذَّبُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُوسَى بْنِ طَلْحَةَ فَقَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُولُ اِنَّمَا كَانَ اُولٰئِكَ الْيَهُودُ .

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے گھر آئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر رونے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کس چیز پر رو رہے ہو! کیا مجھ پر رو رہے ہو؟ وہ کہنے لگے ہاں! خدا کی قسم! اے امیر المؤمنین میں آپ ہی کی وجہ سے رو رہا ہوں! حضرت عمر نے فرمایا خدا کی قسم تم جان چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں میں نے اس بات کا حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو انھوں نے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگوں کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا وہ یہودی تھے۔

۲۰۴۳ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا طُعِنَ عَوَّلَتْ عَلَيْهِ حَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَ يَا حَفْصَةُ اَمَا سَمِعْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ وَعَوَّلَ عَلَيْهِ صُهَيْبٌ فَقَالَ عُمَرُ يَا صُهَيْبُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْمُعَوَّلَ عَلَيْهِ يُعَذَّبُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب زخمی کر دیے گئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان پر با آواز بلند رونے لگیں حضرت عمر نے کہا اے حفصہ! کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نہیں سنا کہ جس پر رویا جاتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے، پھر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ با آواز بلند رونے لگے تو حضرت عمر نے ان سے بھی فرمایا: اے صہیب! کیا تم نہیں جانتے کہ جس پر با آواز بلند رویا جائے اس پر عذاب ہوتا ہے۔

۲۰۴۴ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيلُ

عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ

بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا اِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَنَحْنُ نَنْتَظِرُ جَنَازَةَ اُمِّ اَبَانَ بِنْتِ عُثْمَانَ وَعِنْدَهُ عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ فَجَآءَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْدُهُ قَائِدٌ فَاَرَاهُ اَخْبَرَهُ بِمَكَانِ ابْنِ عُمَرَ فَجَآءَ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ فَكُنْتُ بَيْنَهُمَا فَاِذَا صَوْتٌ مِّنَ الدَّارِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَاَنَّهُ يُعَرِّضُ عَلٰى عَمْرٍو اَنْ يَّقُوْمَ فَيَنْهَاهُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ قَالَ فَاَرْسَلَهَا عَبْدُ اللّٰهِ مُرْسِلَةً فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كُنَّا مَعَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَآءِ اِذَا هُوَ بِرَجُلٍ نَازِلٍ فِيْ ظِلِّ شَجَرَةٍ فَقَالَ لِيْ اِذْهَبْ فَاعْلَمْ لِيْ مَنْ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَذَهَبْتُ فَاِذَا هُوَ صُهَيْبٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ اَمَرْتَنِيْ اَنْ اَعْلَمَ لَكَ مَنْ ذٰلِكَ الرَّجُلُ وَاِنَّهُ صُهَيْبٌ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيَلْحَقْ بِنَا فَقُلْتُ لَهُ اِنَّ مَعَهُ اَهْلَهُ قَالَ وَاِنْ كَانَ مَعَهُ اَهْلُهُ وَرُبَّمَا قَالَ اَيُّوْبُ مَرَّةً فَلْيَلْحَقْ بِنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا لَمْ يَلْبَثْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ اُصِيْبَ فَجَآءَ صُهَيْبٌ يَقُوْلُ وَا اَخَاهُ وَا صَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ اَلَمْ تَعْلَمْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ قَالَ اَيُّوْبُ اَوَلَمْ تَعْلَمْ اَوَلَمْ تَسْمَعْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَهْلِهٖ قَالَ فَاَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَاَرْسَلَهَا مُرْسِلَةً وَاَمَّا عُمَرُ فَقَالَ بِبَعْضِ فَقُمْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحَدَّثْتُهَا بِمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَآءِ اَحَدٍ وَّلٰكِنَّهُ قَالَ اِنَّ الْكَافِرَ

عنہا کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام ابان کے جنازہ کے منتظر تھے اور حضرت ابن عمر کے پاس عمرو بن عثمان بھی بیٹھے تھے۔ اتنے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھی ایک شخص لے کر آگیا (وہ نابینا ہو چکے تھے) میرا خیال ہے کہ انھیں حضرت ابن عمر کی جگہ بتادی گئی تھی کیونکہ وہ آکر میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور میں ان دونوں کے درمیان تھا۔ اچانک گھر سے رونے کی آواز آئی حضرت ابن عمر نے عمرو بن عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ کھڑے ہو کر ان کو منع کریں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس حکم کو عام رکھا اور اس میں کوئی قید نہیں لگائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک بار ہم امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے جب مقام بیداء میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا جاؤ جا کر معلوم کرو یہ کون شخص ہے؟ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے واپس آکر کہا آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں جا کر اس شخص کے بارے میں معلوم کروں وہ شخص صہیب ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا ان کو ہمارے پاس بلا کر لاؤ! میں نے کہا ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی ہیں حضرت عمر نے فرمایا اگرچہ ان کے ساتھ اہلیہ بھی ہوں ان کو بلا کر لاؤ۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر زخمی کر دیے گئے پھر حضرت صہیب آئے اور کہنے لگے ہائے افسوس! میرے بھائی! ہائے افسوس میرے ساتھی! حضرت عمر نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم یا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت کو اس کے بعض گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے! حضرت عبداللہ بن عمر نے مطلق کہا تھا اور حضرت عمر نے کہا تھا بعض گھر والوں کے رونے سے، راوی کہتے ہیں میں

يَزِيدُهُ اللّٰهُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَذَابًا وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى قَالَ أَيُّوبُ قَالَ ابْنُ مُلَيْكَةَ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَوْلُ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ إِنَّكُمْ لَتُحَدِّثُونِّي عَنْ غَيْرِ كَاذِبَيْنِ وَلَا مُكَذَّبَيْنِ وَلَكِنَّ السَّمْعَ يُخْطِئُ۔

کھڑا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور حضرت ابن عمر نے جو کچھ کہا تھا انھیں بتایا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بالکل نہیں کہا کہ میت کو کسی کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب زیادہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا کہ یہ بات حضرت عمر اور ابن عمر نے کہی ہے تو انھوں نے فرمایا تم نے جن شخصیتوں سے یہ حدیث روایت کی ہے وہ جھوٹے ہیں نہ ان کو کوئی جھوٹا سمجھتا ہے لیکن سننے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

۲۰۴۵۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ تُوُفِّيَتِ ابْنَةٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ بِمَكَّةَ قَالَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا قَالَ فَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَإِنِّي لَجَالِسٌ بَيْنَهُمَا أَوْ قَالَ جَلَسْتُ عَلَى أَحَدِهِمَا ثُمَّ جَاءَ الْآخَرُ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مُوَاجِهُهُ أَلَا تَنْهَى عَنِ الْبُكَاءِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَدْ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ إِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ وَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ وَنَ هَبَتُ فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ صُهَيْبٌ قَالَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ ادْعُهُ لِي قَالَ فَرَجَعْتُ إِلَى صُهَيْبٍ فَقُلْتُ

جناب عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا مکہ میں انتقال ہو گیا۔ ہم ان کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے گئے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم بھی آ گئے اور میں ان دونوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، حضرت عبداللہ بن عمر نے عمرو بن عثمان سے کہا اور آں حالیکہ وہ ان کے سامنے تھے "تم ان لوگوں کو رونے سے کیوں نہیں روکتے! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس قسم کی کچھ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی فرماتے تھے۔ پھر حدیث بیان کی کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ سے لوٹ کر آ رہا تھا حتیٰ کہ جب ہم بیداء میں پہنچے تو ایک درخت کے سائے کے نیچے کچھ سوار نظر آئے حضرت عمر نے فرمایا جاؤ دیکھو یہ کون سوار ہیں میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے جا کر حضرت عمر کو بتایا حضرت عمر نے فرمایا ان کو بلا کر لاؤ، میں نے جا کر حضرت صہیب سے کہا: امیر المومنین کے پاس چلو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت

ارْتَحِلْ فَالْحَقْ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا أَنْ أُصِيبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ دَخَلَ صُهَيْبٌ يَبْكِي يَقُولُ وَا أَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَا صُهَيْبُ أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ بَعْضِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللهُ عُمَرَ لَا وَاللهِ مَا حَدَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعَذِّبُ الْمُؤْمِنَ بِبُكَاءِ أَحَدٍ وَلٰكِنْ قَالَ إِنَّ اللهَ يَزِيدُ الْكَافِرَ عَذَابًا بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللهُ أَضْحَكَ وَأَبْكَى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ فَوَاللهِ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ شَيْءٍ

صہیب آکر رونے لگے اور کہنے لگے ہائے افسوس میرے بھائی! ہائے افسوس میرے ساتھی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے صہیب کیا تم مجھ پر رو رہے ہو۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بعض گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا ذکر کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے رونے سے مسلمان کو عذاب دیتا ہے۔ لیکن آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ گھر والوں کے رونے کی وجہ سے کافر کے عذاب میں زیادتی کرتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہارے لیے یہ آیت کافی ہے (ترجمہ): کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اس موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا یہ سن کر حضرت ابن عمر نے کچھ نہیں فرمایا۔

۲۰۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ عَمْرٌو وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةِ أُمِّ أَبَانَ بِنْتِ عُثْمَانَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَنْحُ رَفْعَ الْحَدِيثِ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا نَحَّاهُ أَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَحَدِيثُهُمَا أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرٍو۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۰۴۷۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ سَالِمًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زندہ کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔

۲۰۴۸۔ وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے

الزُّهْرَانِيُّ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ قَوْلُ ابْنِ عُمَرَ الْمَيِّتُ يُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَيْهِ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ شَيْئًا فَلَمْ يَحْفَظْ اِنَّمَا مَرَّتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ وَهُمْ يَبْكُوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ اَنْتُمْ تَبْكُوْنَ وَ اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ۔

حضرت ابن عمر کا یہ قول ذکر کیا گیا کہ میت کے گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن پر رحم فرمائے اس نے سُنا اور یاد نہیں رکھا۔ بات یہ ہے کہ رسول اللہ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا جس پر وہ رو رہے تھے، آپ نے فرمایا تم اس پر رو رہے ہو اور اس کو عذاب ہو رہا ہے۔

۲۰۴۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهٖ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ فَقَالَتْ وَهِلَ اِنَّمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَيُعَذَّبُ بِخَطِيْئَتِهٖ اَوْ بِذَنْبِهٖ وَاِنَّ اَهْلَهٗ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهِ الْاٰنَ وَذٰلِكَ مِثْلُ قَوْلِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْقَلِيْبِ يَوْمَ بَدْرٍ وَ فِيْهِ قَتْلٰى بَدْرٍ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ لَهُمْ مَا قَالَ اِنَّهُمْ لَيَسْمَعُوْنَ مَا اَقُوْلُ وَقَدْ وَهِلَ اِنَّمَا قَالَ اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ اِنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ ثُمَّ قَرَاَتْ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ مَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ يَقُوْلُ حِيْنَ تَبَوَّءُوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ۔

عُروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا انہیں یاد نہیں رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کی خطا یا گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہوتا ہے اور گھر والے اس پر رو رہے ہوتے ہیں اور ابن عمر کا یہ قول انکے اس قول کی طرح ہے جس میں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن اس کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مشرکین کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ کہا اور یہ نہیں کہا تھا کہ یہ میری بات سُن رہے ہیں اور وہ بھول گئے۔ حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ): آپ مُردوں کو نہیں سناتے اور آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں (وہ اس وقت کی خبر دے رہے ہیں) جبکہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا چکے ہیں

۲۰۵۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ وَحَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اَتَمُّ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۵۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ

عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ کے

بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ وَ ذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا.

سامنے ذکر کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ زندہ کے رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے انھوں نے جھوٹ نہیں بولا یا وہ بھول گئے، یا سمجھ نہیں سکے۔ بات صرف اتنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک یہودیہ پر ہوا جس پر رویا جا رہا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

۲۰۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُبَيْدٍ الطَّائِيِّ وَمُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ بِالْكُوْفَةِ فَرْوَةُ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَاِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ کوفہ میں جس شخص پر سب سے پہلے نوحہ کیا گیا وہ فروہ بن کعب تھا۔ مغیرہ بن شعبہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس شخص پر نوحہ کیا جاتا ہے قیامت کے دن اس کو اس نوحہ کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

۲۰۵۳ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قَيْسٍ يَعْنِي الْاَسَدِيَّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ الْاَسَدِيِّ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مروی ہے۔

۲۰۵۴ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ ثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ عُبَيْدٍ الطَّائِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ.

ایک دیگر سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے اسی کی مثل روایت ہے۔

۲۰۵۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصٌ قَالَ نَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ اَنَا حِبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا اَبَانُ قَالَ نَا يَحْيٰى اَنَّ زَيْدًا اَحَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا مَالِكٍ الْاَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار چیزیں ہیں جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، حسب و نسب پر فخر کرنا۔ دوسرے شخص کو نسب کا طعنہ دینا، ستاروں کو بارش کا سبب جاننا، اور نوحہ کرنے

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ فِي اُمَّتِي مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَقَالَ النَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ.

والے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کریں تو انھیں قیامت کے دن گندھک اور خارش کی قمیص پہنائی جائے گی۔

۲۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ اَبِي عُمَرَ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُوْلُ لَمَّا جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرِ بْنِ اَبِي طَالِبٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ قَالَتْ وَاَنَا اَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ شَقِّ الْبَابِ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَاَمَرَهُ اَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ فَاَتَاهُ فَذَكَرَ اَنَّهُنَّ لَمْ يُطِعْنَهُ فَاَمَرَهُ الثَّانِيَةَ اَنْ يَذْهَبَ فَيَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ اَتَاهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ غَلَبْنَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَتْ فَزَعَمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اذْهَبْ فَاحْثُ فِي اَفْوَاهِهِنَّ مِنَ التُّرَابِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ وَاللّٰهِ مَا تَفْعَلُ مَا اَمَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا تَرَكْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غم کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں دروازے کی جھری سے دیکھ رہی تھی ایک شخص نے آکر کہا یا رسول اللہ! حضرت جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ! جاکر انھیں منع کرو۔ وہ جاکر واپس آیا اور کہا کہ وہ اس کا کہنا نہیں مانتیں۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ جاکر انھیں منع کرو وہ پھر واپس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم وہ ہم پر غالب ہیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میرے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاکر ان کے منہ میں مٹی ڈال دو، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دل میں کہا تیری ناک خاک آلود ہو تو وہ کام کیوں نہیں کرتا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے! اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے نجات دیتا ہے۔

۲۰۵۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ

ایک اور سند کے ساتھ آخری جملہ یوں ہے نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ سے نجات دیتا ہے۔

كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَمَا تَرَكَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَيِّ۔

۲۰۵۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْبَيْعَةِ أَنْ لَا تَنُحْنَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا امْرَأَةٌ إِلَّا خَمْسُ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ الْعَلَاءِ وَابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ أَوِ ابْنَةُ أَبِي سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ۔

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم کسی (میت) پر نوحہ نہیں کریں گی، سوائے پانچ عورتوں کے اور کسی نے اس عہد کو پورا نہیں کیا، اُمّ سلیم، اُمّ علاء، ابو سبرہ کی بیٹی اور زوجہ معاذ رضی اللہ عنہن۔

۲۰۵۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَسْبَاطُ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْعَةِ أَنْ لَا تَنُحْنَ فَمَا وَفَتْ مِنَّا غَيْرُ خَمْسٍ مِنْهُنَّ أُمُّ سُلَيْمٍ۔

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے وقت ہم سے یہ عہد بھی لیا تھا کہ ہم کسی پر نوحہ نہ کریں۔ حضرت اُمّ سلیم سمیت پانچ عورتوں کے سوا اس عہد کو کسی نے پورا نہیں کیا۔

۲۰۶۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا (إِلَى) وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ قَالَتْ كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا آلَ فُلَانٍ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَسْعَدُونِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا بُدَّ لِي مِنْ أَنْ أُسْعِدَهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا آلَ فُلَانٍ۔

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (ترجمہ) "عورتیں آپ سے اس بات پر بیعت کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گی (الیٰ قولہ) اور نہ کسی نیک کام میں نافرمانی کریں گی ان باتوں میں نوحہ (کی ممانعت بھی تھی) حضرت ام عطیہ نے کہا میں سوائے فلاں قبیلہ کے نوحہ نہیں کروں گی کیونکہ انھوں نے زمانہ جاہلیت میں میرے ساتھ نوحہ کرنے میں تعاون کیا تھا پس میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ تعاون کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوا اس قبیلہ کے (باقی میں اجازت نہیں)۔

۲۰۶۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا لیکن سختی کے ساتھ نہیں۔

۲۰۶۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں

قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ نُهِيْنَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا .

جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا لیکن ہم پر سختی نہیں کی جاتی تھی۔

۲۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِي فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ .

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اس کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ بار بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دو اور آخر میں کچھ کافور رکھ دینا اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دینا۔ ہم نے فارغ ہونے کے بعد آپ کو اطلاع دی آپ نے ہماری طرف اپنی چادر پھینکی اور فرمایا اس کو سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

۲۰۶۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ .

حضرت ام عطیہ بیان کرتی ہیں کہ ہم نے ان (آپ کی صاحبزادی) کی تین چوٹیاں کر دی تھیں۔

۲۰۶۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ تُوُفِّيَتْ اِحْدٰى بَنَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَتْ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ اِبْنَتَهُ وَفِيْ حَدِيْثِ مَالِكٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَتْ اِبْنَتُهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَزِيْدَ ابْنِ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ .

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی فوت ہو گئی اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے جس وقت آپ کی صاحبزادی فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کے بعد حسبِ سابق حدیث ہے۔

۲۰۶۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ بِنَحْوِهٖ غَيْرَ

ایک اور سند سے حضرت اُمّ عطیہؓ سے روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا تین بار یا پانچ بار

اَنَّهٗ قَالَ ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ وَجَعَلْنَا رَاْسَهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

یا سات بار یا اس سے زیادہ دفعہ، اور ام عطیہؓ نے کہا ہم نے ان کے سر کی تین چوٹیاں کر دی تھیں

۲۰۶۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَاَنَا اَيُّوْبُ قَالَ وَقَالَتْ حَفْصَةُ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا قَالَتْ وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ مَشَطْنَاهَا ثَلَاثَةَ قُرُوْنٍ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو طاق مرتبہ غسل دو، تین بار یا پانچ بار یا سات بار اور حضرت اُمِّ عطیہؓ نے کہا ہم نے ان کے سر کی تین چوٹیاں کیں۔

۲۰۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ عَمْرٌو نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عَاصِمُ الْاَحْوَلِ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ لَمَّا مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلَاثًا اَوْ خَمْسًا وَاجْعَلْنَ فِي الْخَامِسَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا غَسَلْتُنَّهَا فَاٰذِنَّنِيْ قَالَتْ فَاٰذَنَّاهُ فَاَعْطَانَا حِقْوَهٗ وَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو طاق مرتبہ غسل دو، تین بار یا پانچ بار، اور پانچویں بار کافور رکھ دینا، اور جب تم غسل دے چکو تو مجھے خبر دینا ہم نے آپ کو خبر دی تو حضور نے اپنی چادر ہمیں دی اور فرمایا اسے سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

۲۰۶۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ اِحْدٰى بَنَاتِهٖ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا وِتْرًا خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ وَعَاصِمٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ قَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعَرَهَا ثَلَاثَةَ اَثْلَاثٍ قَرْنَيْهَا وَنَاصِيَتَهَا.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ ہم آپ کی صاحبزادیوں میں سے ایک صاحبزادی کو غسل دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اسے طاق بار غسل دو پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ۔ باقی حدیث حسب سابق ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام عطیہ نے کہا ہم نے ان کے بالوں کی تین مینڈھیاں کر دی، دو کنپٹیوں کی طرف اور ایک پیشانی کے سامنے۔

۲۰۷۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اَمَرَنَا اَنْ نَغْسِلَ ابْنَتَهٗ قَالَ لَهَا اَبْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں اپنی صاحبزادی کو غسل دینے کا حکم دیا تو فرمایا: دائیں جانب اور اعضاء وضو سے غسل دینا شروع کریں۔

مَوَاضِعَ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

۲۰۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُنَّ فِيْ غُسْلِ ابْنَتِهٖ اِبْدَاْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے غسل کے بارے میں ہدایت دی کہ دائیں طرف اور اعضاء وضو کی طرف سے غسل دینا شروع کریں۔

۲۰۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْاَرَتِّ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نَبْتَغِيْ وَجْهَ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَجْرُنَا عَلَى اللّٰهِ فَمِنَّا مَنْ مَضٰى لَمْ يَاْكُلْ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ شَيْءٌ يُكَفَّنُ فِيْهِ اِلَّا نَمِرَةٌ فَكُنَّا اِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رَاْسِهٖ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَاِذَا وَضَعْنَاهَا عَلٰى رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَاْسُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعُوْهَا مِمَّا يَلِيْ رَاْسَهٗ وَاجْعَلُوْا عَلٰى رِجْلَيْهِ مِنَ الْاِذْخِرِ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَحِتُ لَهٗ ثَمَرَتُهٗ فَهُوَ يَهْدِبُهَا۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہجرت کی جس کا اجر اللہ کے پاس ثابت ہو گیا۔ ہم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو گئے اور انھیں دنیا میں کوئی اجر نہیں ملا، ان میں سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو جنگ اُحد میں شہید ہوئے اور انھیں کفن دینے کے لیے ایک چادر کے سوا اور کچھ نہ تھا اس چادر کو جب ہم سر پر رکھتے تو پیر کھل جاتے اور پیروں پر رکھتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چادر کو ان کے سر کے قریب رکھ دو اور پیروں پر اذخر (گھاس) ڈال دو اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کی محنت کا پھل پک چکا ہے اور وہ اس کو چن چن کر کھا رہے ہیں۔

۲۰۷۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (علاقہ) سحول کی بنی ہوئی تین سفید سوتی چادروں

وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَاَمَّا الْحُلَّةُ فَاِنَّهَا شُبِّهَ عَلَى النَّاسِ اِنَّهَا اشْتُرِيَتْ لَهُ لِيُكَفَّنَ فِيْهَا فَتُرِكَتِ الْحُلَّةُ وَكُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ فَاَخَذَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ لَاَحْبِسَنَّهَا حَتّٰى اُكَفِّنَ فِيْهَا نَفْسِيْ ثُمَّ قَالَ لَوْ رَضِيَهَا اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ لَكَفَّنَهُ فِيْهَا فَبَاعَهَا وَتَصَدَّقَ

میں کفن دیا گیا ان میں قمیص تھی اور نہ عمامہ اور حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) کے بارے میں لوگوں کو اشتباہ ہے، میں نے اس کو صرف اس لیے خریدا تھا کہ آپ کو اس میں کفن دیا جائے پھر حلہ چھوڑ دیا گیا اور آپ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا، پھر اس حلہ کو عبداللہ بن ابی بکر نے لے لیا اور کہا میں اس کو سنبھال کر رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے، پھر کہا اگر اللہ تعالیٰ (یہ کپڑا) پسند آتا تو اس کے نبی کے کفن میں کام آتا پھر انھوں نے اس حلہ کو بیچ کر اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا۔

۲۰۷۵۔ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اُدْرِجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حُلَّةٍ يَمَانِيَةٍ كَانَتْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ نُزِعَتْ عَنْهُ وَكُفِّنَ فِيْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِيَّةٍ يَمَانِيَةٍ لَيْسَ فِيْهَا عِمَامَةٌ وَلَا قَمِيْصٌ فَرَفَعَ عَبْدُ اللّٰهِ الْحُلَّةَ فَقَالَ اُكَفَّنُ فِيْهَا ثُمَّ قَالَ لَمْ يُكَفَّنْ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُكَفَّنُ فِيْهَا فَتَصَدَّقَ بِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمنی حلہ میں لپیٹا گیا یہ حلہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر کا تھا پھر اس کو نکال لیا گیا پھر آپ کو تین سحولی یمنی کپڑوں میں کفن دیا گیا ان میں عمامہ تھا نہ قمیص، حضرت عبداللہ نے وہ حلہ اٹھا لیا اور کہا کہ میں اس کو اپنے کفن کے لیے رکھوں گا پھر کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں کفن نہیں دیا گیا تو میں اس کو کیسے رکھوں! پھر اس کو صدقہ کر دیا۔

۲۰۷۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَابْنُ اِدْرِيْسَ وَعَبْدَةُ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا واقعہ نہیں ہے۔

۲۰۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا

تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا فِیْ کَمْ کُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِیْ ثَلَاثَةِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِیَّةٍ۔

حضرت عائشہ نے فرمایا تین سحولی کپڑوں میں!

۲۰۷۸۔ وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنِیْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا یَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَتْ سُجِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ مَاتَ بِثَوْبِ حِبَرَةٍ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفیقِ اعلیٰ سے واصل ہوئے تو آپ پر ایک یمنی چادر ڈال دی گئی۔

۲۰۷۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ قَالَ اَنَا اَبُو الْیَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۰۸۰۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یُحَدِّثُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ یَوْمًا فَذَکَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ قُبِضَ فَکُفِّنَ فِیْ کَفَنٍ غَیْرِ طَائِلٍ وَقُبِرَ لَیْلًا فَزَجَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْهِ اِلَّا اَنْ یَّضْطَرَّ اِنْسَانٌ اِلٰی ذٰلِكَ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَهٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے ایک صحابی کا ذکر کیا جس کو انتقال کے بعد چھوٹے سے کپڑے میں کفن دیا گیا، اور اسے رات کو دفن کر دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو رات میں دفن کرنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کیونکہ آپ کو اس کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں مل سکا اور فرمایا مجبوری ہو تو علیحدہ بات ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔

۲۰۸۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ نَا سُفْیٰنُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَکُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کو جلدی لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اس کو اچھائی کی طرف لے جا رہے ہو اور اگر وہ بد ہے تو تم اپنی گردنوں سے برائی کو جلد اتار پھینکو گے

غَيْرُ ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

۲۰۸۲ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ حَفْصَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيْثَ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی معمولی تغیر سے یہ روایت منقول ہے۔

۲۰۸۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ هَارُوْنُ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَرَّبْتُمُوْهَا اِلَى الْخَيْرِ وَاِنْ كَانَتْ غَيْرَ ذٰلِكَ كَانَ شَرًّا تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ کو تیزی سے لے جاؤ اگر وہ نیک ہے تو تم اسے بھلائی کے قریب لے جا رہے ہو اور اگر برا ہے تو تم برائی کو اپنی گردنوں سے اتار رہے ہو۔

۲۰۸۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُوْنَ وَحَرْمَلَةَ قَالَ هَارُوْنُ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هُرْمُزَ الْاَعْرَجُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ اِنْتَهٰى حَدِيْثُ اَبِيْ طَاهِرٍ وَزَادَ الْاٰخَرَانِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ عَلَيْهَا ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَلَمَّا بَلَغَهٗ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَقَدْ ضَيَّعْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے جانے تک جنازہ کے ساتھ رہا اسے ایک قیراط اجر ملے گا، اور جو شخص دفن تک رہا اس کو دو قیراط اجر ملے گا۔ پوچھا گیا قیراط سے کیا مراد ہے؟ فرمایا دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔ سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر صرف نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے تھے، جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تو کہنے لگے ہم نے بہت سے قیراطوں کو ضائع کر دیا۔

۲۰۸۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْلِهِ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْأَعْلَى حَتَّى يُفْرَغَ مِنْهَا وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "بڑے پہاڑوں تک" روایت کرتے ہیں اور اس سند میں اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے۔

۲۰۸۶ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي رِجَالٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَقَالَ مَنِ اتَّبَعَهَا حَتَّى تُدْفَنَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں ہے جو شخص جنازہ کے ساتھ دفن ہونے تک رہا۔

۲۰۸۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ وَلَمْ يَتْبَعْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ فَإِنْ تَبِعَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ قَالَ أَصْغَرُهُمَا مِثْلُ أُحُدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی اور جنازہ کے ساتھ نہیں گیا اس کے لیے ایک قیراط (اجر) ہے اور جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کے لیے دو قیراط اجر ہے آپ نے فرمایا چھوٹا قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔

۲۰۸۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ فَلَهُ قِيرَاطٌ وَمَنِ اتَّبَعَهَا مَاشِيًا حَتَّى تُوضَعَ فِي الْقَبْرِ فَقِيرَاطَانِ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ وَمَا الْقِيرَاطُ قَالَ مِثْلُ أُحُدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے ایک قیراط ہے اور جو جنازہ کے ساتھ گیا حتیٰ کہ جنازہ کو قبر میں اتار دیا گیا اس کے لیے دو قیراط ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا قیراط کتنا ہے؟ انھوں نے بتایا اُحد پہاڑ کے برابر۔

۲۰۸۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً فَلَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جنازہ کے ساتھ گیا اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ ایسی احادیث بکثرت بیان

قِيرَاطٌ مِنَ الْاَجْرِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَكْثَرَ عَلَيْنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ فَبَعَثَ اِلٰى عَائِشَةَ فَسَاَلَهَا فَصَدَّقَتْ اَبَاهُرَيْرَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ۔

کرتے ہیں۔ انھوں نے حضرت عائشہ کے پاس بھیج کر پوچھوایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ کی تصدیق کر دی تب حضرت ابن عمر نے کہا ہم نے بہت سے قیراطوں میں کمی کر دی

۲۰۹۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُسَيْطٍ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ دَاوٗدَ بْنَ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَ قَاعِدًا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِذْ طَلَعَ خَبَّابٌ صَاحِبُ الْمَقْصُوْرَةِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ اَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ خَرَجَ مَعَ جَنَازَةٍ مِنْ بَيْتِهَا وَصُلِّيَ عَلَيْهَا ثُمَّ تَبِعَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ كَانَ لَهٗ قِيْرَاطَانِ مِنَ الْاَجْرِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ كَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُحُدٍ فَاَرْسَلَ ابْنُ عُمَرَ خَبَّابًا اِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَسْاَلُهَا عَنْ قَوْلِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ ثُمَّ يُخْبِرُهٗ مَا قَالَتْ وَاَخَذَ ابْنُ عُمَرَ قَبْضَةً مِنْ حَصْبَاءِ الْمَسْجِدِ يُقَلِّبُهَا فِيْ يَدِهٖ حَتّٰى رَجَعَ اِلَيْهِ الرَّسُوْلُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ صَدَقَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَضَرَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِالْحَصٰى الَّذِيْ كَانَ فِيْ يَدِهِ الْاَرْضَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ فَرَّطْنَا فِيْ قَرَارِيْطَ كَثِيْرَةٍ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں حضرت خباب صاحب مقصورہ آئے اور کہنے لگے: اے عبداللہ بن عمر! کیا آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے جنازہ کے ساتھ گیا اور نماز جنازہ پڑھی پھر دفن تک جنازہ کے ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہے اور جو شخص نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آیا تو اس کو اُحد پہاڑ کے برابر اجر ملے گا۔ حضرت ابن عمر نے حضرت خباب کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس حدیث کی تصدیق کے لیے بھیجا، حضرت ابن عمر (ان کے انتظار میں) مسجد کی کنکریوں میں سے ایک مٹھی کنکریاں لے کر انھیں لوٹ پوٹ کرنے لگے حتیٰ کہ قاصد لوٹ آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوہریرہ کی تصدیق کر دی۔ حضرت ابن عمر نے اپنے ہاتھ سے کنکریاں پھینک دیں اور فرمانے لگے ہم نے تو بہت سے قیراطوں کا نقصان کر دیا۔

۲۰۹۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَلَهٗ قِيْرَاطٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جنازہ کی نماز پڑھی اس کے لیے ایک قیراط (اجر) ہے اور اگر دفن تک جنازہ پر حاضر رہا تو اس کے لیے دو قیراط ہیں ایک قیراط اُحد کے برابر ہے۔

فَإِنْ شَهِدَ دَفْنَهَا فَلَهُ قِيرَاطَانِ الْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ.

۲۰۹۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا أَبَانُ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ وَهِشَامٍ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِيرَاطِ فَقَالَ مِثْلُ أُحُدٍ.

سعید اور ہشام کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیراط کے بارے میں سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ احد پہاڑ کے برابر ہے۔

۲۰۹۳ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ أَبِي مُطِيعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ خَطِيعِ عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ شُعَيْبَ بْنَ الْحَبْحَابِ فَقَالَ حَدَّثَنِي بِهِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ــــــــــ جس میت پر سو مسلمانوں کا گروہ نماز پڑھے اور وہ سب اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کی جاتی ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث شعیب بن حجاب سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔

۲۰۹۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ قَالَ الْوَلِيدُ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ شُرَحْبِيلَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نُمَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ أَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَخْرِجُوهُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُونَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کا فرزند قدید یا عسفان میں انتقال کر گیا آپ نے کریب سے کہا: دیکھو (جنازہ میں) کتنے لوگ ہیں؟ کریب کہتے ہیں میں نکلا تو دیکھا لوگ جمع تھے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تمہارے اندازے میں وہ چالیس ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔! حضرت ابن عباس نے کہا جنازہ نکالو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے لوگ ہوں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے۔

بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَعْرُوفٍ بْنِ أَبِي نَعِيمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

۲۰۹۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَمَرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا خَيْرًا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَمَرَّ بِجَنَازَةٍ فَأُثْنِيَ عَلَيْهَا شَرًّا فَقُلْتَ وَجَبَتْ وَجَبَتْ وَجَبَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اس کی تعریف کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! اور دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے اس کی مذمت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں! ایک جنازہ گزرا اس کی اچھائی بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا: واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! اور ایک دوسرا جنازہ گزرا اس کی برائی بیان کی گئی آپ نے پھر فرمایا واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! واجب ہو گئی! آپ نے فرمایا جس جنازے کی تم نے تعریف کی اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، اور جس جنازے کی تم نے مذمت کی اس کے لیے جہنم واجب ہو گئی! تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو، تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

۲۰۹۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَتَمُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِيحٌ أَوْ مُسْتَرَاحٌ

حضرت ابو قتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا، آپ نے فرمایا یہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں کو اس سے آرام ہو گا، صحابہ کرام نے پوچھا یہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں کو اس سے آرام ہو گا اس سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا

مِنْهُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُسْتَرِيْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔

مومن دنیا کی تکلیفوں سے آرام پاتا ہے اور کافر (کے مرنے) سے انسانوں، شہروں، درختوں اور جانوروں کو آرام ملتا ہے۔

۲۰۹۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِنْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنِ ابْنِ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ يَسْتَرِيْحُ مِنْ أَذَى الدُّنْيَا وَنَصَبِهَا إِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے اس میں ہے کہ مومن دنیا کی تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات پاکر اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل کر لیتا ہے۔

۲۰۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلّٰى وَكَبَّرَ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن نجاشی کا انتقال ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کے انتقال کی خبر دی پھر آپ عید گاہ گئے اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز (جنازہ) پڑھی

۲۱۰۰۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ نَا عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَعٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ فِي الْيَوْمِ الَّذِيْ مَاتَ فِيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِأَخِيْكُمْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفَّ بِهِمْ بِالْمُصَلّٰى فَصَلّٰى فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی وفات کی اسی دن خبر دی جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو! ایک اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید گاہ میں صفیں بنائیں اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔

۲۱۰۱۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوْا نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ کِلَاهُمَا بِرِوَایَةِ عُقَیْلٍ بِالْاِسْنَادَیْنِ جَمِیْعًا۔

۲۱۰۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ سُلَیْمِ بْنِ حَیَّانَ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَآءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلَی اَصْحَمَةَ النَّجَاشِیِّ فَکَبَّرَ عَلَیْهِ اَرْبَعًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔

۲۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ الْیَوْمَ عَبْدُ لِلّٰهِ صَالِحٌ اَصْحَمَةُ فَقَامَ فَاَمَّنَا وَصَلّٰی عَلَیْهِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج اللہ کے ایک نیک بندے اصحمہ کا انتقال ہو گیا پھر آپ نے کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی

۲۱۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدٍ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اَیُّوْبَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ عُلَیَّةَ قَالَ نَا اَیُّوْبُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاکُمْ قَدْ مَاتَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَیْهِ فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا صُفُوْفًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ایک بھائی کا انتقال ہو گیا، کھڑے ہو کر نماز پڑھو، پھر ہم نے کھڑے ہو کر دو صفیں باندھ لیں

۲۱۰۵۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا اِسْمَاعِیْلُ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ اَیُّوْبَ قَالَ نَا ابْنُ عُلَیَّةَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِی الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاکُمْ قَدْ مَاتَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا عَلَیْهِ یَعْنِی النَّجَاشِیَّ وَفِیْ رِوَایَةِ زُهَیْرٍ اِنَّ اَخَاکُمْ۔

حضرات عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے، کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ راوی کہتے ہیں اس سے مراد نجاشی تھا۔

۲۱۰۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنِ

شعبی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر دفن کے بعد نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں،

الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَبْرٍ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا قَالَ الشَّيْبَانِيُّ فَقُلْتُ لِلشَّعْبِيِّ مَنْ حَدَّثَكَ هٰذَا قَالَ الثِّقَةُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هٰذَا لَفْظُ حَدِيْثِ حَسَنٍ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ انْتَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى قَبْرٍ رَطْبٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلُّوْا خَلْفَهُ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا قُلْتُ لِعَامِرٍ مَنْ حَدَّثَكَ قَالَ الثِّقَةُ مَنْ شَهِدَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔

شیبانی نے کہا تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی؟ انھوں نے کہا ایک معتبر شخص یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تازہ قبر پر پہنچے اور اس پر نماز پڑھی، صحابہ کرام نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی اور چار تکبیریں کہیں، راوی کہتے ہیں میں نے عامر سے پوچھا تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی، انھوں نے کہا ایک ایسے معتبر آدمی نے جس کے پاس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے۔

۲۱۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الرَّبِيْعِ وَأَبُوْ كَامِلٍ قَالَا نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا نَا شُعْبَةُ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ أَحَدٍ مِنْهُمْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے لیکن اس میں چار تکبیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۰۸۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ الضُّرَيْسِ قَالَ نَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ أَبِيْ حُصَيْنٍ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوتِهٖ عَلَى الْقَبْرِ نَحْوَ حَدِيْثِ الشَّيْبَانِيِّ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ وَكَبَّرَ أَرْبَعًا۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز پڑھی لیکن اس میں چار تکبیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۰۹۔ وَحَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عُرْعُرَةَ السَّامِيُّ قَالَ نَا غُنْدَرٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ شَهِيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى عَلٰى قَبْرٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر پر نماز پڑھی۔

۲۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُوْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَامِلٍ فُضَيْلِ بْنِ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيِّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ أَوْ شَابًّا فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا أَوْ عَنْهُ فَقَالُوا مَاتَ قَالَ أَفَلَا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي قَالَ فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا أَوْ أَمْرَهُ فَقَالَ دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهِ فَدَلُّوهُ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا وَإِنَّ اللهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ.

ایک حبشی عورت یا حبشی جوان مسجد کی صفائی کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نہیں دیکھا تو اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا! آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں خبر دی؟ راوی کہتے ہیں کہ صحابہ نے اس معاملے کو معمولی سمجھا تھا، آپ نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ آپ نے اس پر نماز پڑھی، پھر آپ نے فرمایا یہ قبریں اندھیروں سے بھری ہوئی ہیں اور میری نماز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔

۲۱۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ زَيْدٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَأَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُهَا.

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ زید رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہتے تھے انھوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۲۱۱۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا لَهَا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ أَوْ تُوضَعَ.

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ حتی کہ وہ آگے چلا جائے یا اسے زمین پر رکھ دیا جائے۔

۲۱۱۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ يُونُسَ أَتَمُّ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۱۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَاشِيًا مَعَهَا فَلْيَقُمْ حَتَّى تُخَلِّفَهُ، أَوْ تُوضَعَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُخَلِّفَهُ۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ دیکھے اگر وہ (کسی وجہ سے) اس کے ساتھ نہ جا سکے تو اس وقت تک کھڑا رہے جب تک وہ آگے نہ نکل جائے یا آگے جانے سے پہلے اسے (زمین پر) رکھ دیا جائے۔

۲۱۱۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الْجَنَازَةَ فَلْيَقُمْ حِينَ يَرَاهَا حَتَّى تُخَلِّفَهُ، إِنْ كَانَ غَيْرَ مُتَّبِعِهَا۔

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جنازہ دیکھے اور وہ اس کے ساتھ نہ جا سکے تو اس وقت تک کھڑا رہے جب تک وہ آگے نہ نکل جائے۔

۲۱۱۶۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعْتُمُ جَنَازَةً فَلَا تَجْلِسُوا حَتَّى تُوضَعَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازہ کے ساتھ جاؤ تو اس وقت تک نہ بیٹھنا جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔

۲۱۱۷۔ وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَعَلِيُّ بْنُ مُخْرِمٍ قَالَا نَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى تُوضَعَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو جنازے کے ساتھ جائے وہ جنازہ رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۱۱۸ - وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ مَرَّتْ جَنَازَةٌ فَقَامَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْنَا مَعَهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا يَهُودِيَّةٌ فَقَالَ إِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَإِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ یہودیہ تھی! آپ نے فرمایا موت گھبراہٹ کا سبب ہے، جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ!

۲۱۱۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةٍ مَرَّتْ بِهِ حَتَّى تَوَارَتْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا۔

۲۱۲۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَيْضًا أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ لِجَنَازَةِ يَهُودِيٍّ حَتَّى تَوَارَتْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کھڑے رہے حتیٰ کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

۲۱۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى أَنَّ قَيْسَ بْنَ سَعْدٍ وَسَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَا بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرَّتْ بِهِمَا جَنَازَةٌ فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَقَالَا أَلَيْسَتْ نَفْسًا۔

قیس بن سعد اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما قادسیہ میں تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے، ان سے کہا گیا کہ یہ تو کافر تھا، انھوں نے کہا کہ آخر یہ ذی روح تو ہے۔

۲۱۲۲ - وَحَدَّثَنِيهِ النَّاقِدُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيهِ فَقَالَا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّتْ عَلَيْنَا جَنَازَةٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ اس میں یہ ہے کہ انھوں نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ہمارے سامنے ایک جنازہ گزرا۔

۲۱۲۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ

حضرت سعد بن معاذ کہتے ہیں کہ نافع بن جبیر نے مجھے

۷ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ وَاقِدِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَانِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ وَنَحْنُ فِي جَنَازَةٍ قَائِمًا وَقَدْ جَلَسَ يَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ فَقَالَ لِي مَا يُقِيمُكَ فَقُلْتُ أَنْتَظِرُ أَنْ تُوضَعَ الْجَنَازَةُ لِمَا يُحَدِّثُ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ نَافِعٌ فَإِنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ حَدَّثَنِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَعَدَ

دیکھا درآں حالیکہ ہم جنازہ میں کھڑے تھے اور وہ بیٹھے ہوئے جنازہ کے رکھے جانے کا انتظار کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا: تم کو کس چیز نے کھڑا کیا ہوا ہے میں نے کہا میں جنازہ رکھے جانے کا انتظار کر رہا ہوں، کیونکہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے ہیں، نافع نے کہا کہ مسعود بن حکم، حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوئے تھے پھر بیٹھ گئے۔

۲۱۲۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَاقِدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ فِي شَأْنِ الْجَنَائِزِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَإِنَّمَا حَدَّثَ بِذَلِكَ لِأَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَأَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتَّى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ.

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ جنازہ کے بارے میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور یہ حدیث اس لیے بیان کی کہ نافع بن جبیر نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے رکھے جانے تک کھڑے رہے۔

۲۱۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۲۶ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِي فِي الْجَنَازَةِ.

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ہم کھڑے ہو گئے اور آپ بیٹھے تو ہم بیٹھ گئے یعنی جنازہ میں۔

۲۱۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

۲۱۲۸ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنْ أَكُونَ أَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هٰذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی میں نے اس جنازے میں آپ کی دعا کے الفاظ یاد رکھے وہ یہ ہیں (ترجمہ:) اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما، اس کی عزت کے ساتھ مہمانی کر، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے۔ اس کے (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اس سے بہتر گھر عطا فرما۔ اس کے (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں بہتر گھر والے عطا فرما۔ اس کی (دنیاوی) بیوی کے بدلہ میں اس سے بہتر بیوی عطا فرما، اس کو جنت میں داخل فرما، اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش وہ مرنے والا میں ہوتا (تاکہ یہ دعا مجھے مل جاتی)۔

۲۱۲۹ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۱۳۰ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْحِمْصِيِّ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي الطَّاهِرِ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے کی نماز پڑھی اور اس میں یہ دعا مانگی: (ترجمہ) اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، اس کو معاف فرما، اس کو عافیت میں رکھ، اس کی اچھی مہمانی فرما، اس کے مدخل کو وسیع کر، اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے، اس کو گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ اس کو (دنیاوی) گھر کے بدلہ میں اچھا گھر عطا فرما، اور (دنیاوی) گھر والوں کے بدلہ میں اچھے گھر

اعْفُ عَنْهُ وَعَافِهِ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِمَآءٍ وَثَلْجٍ وَبَرَدٍ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ وَاَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ عَوْفٌ فَتَمَنَّيْتُ اَنْ لَوْ كُنْتُ اَنَا الْمَيِّتَ لِدُعَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ذٰلِكَ الْمَيِّتِ۔

گھر والے عطا فرما اور (دنیا کی) بیوی کے بدلہ میں اچھی بیوی عطا فرما۔ اس کو عذاب قبر اور عذاب نار سے محفوظ رکھ۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ اس میت کے لیے یہ دعا سن کر (اس وقت) میں نے یہ تمنا کی کہ کاش یہ مرنے والا میں ہوتا۔

۲۱۳۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلّٰى عَلٰى اُمِّ كَعْبٍ مَاتَتْ وَهِيَ نُفَسَآءُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهَا وَسْطَهَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں حضرت کعب کی والدہ کی نماز جنازہ پڑھی جو کہ حالت نفاس میں فوت ہو گئی تھیں۔ ان کی نماز پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

۲۱۳۲۔ حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَيَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَالْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى كُلُّهُمْ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرُوْا اُمَّ كَعْبٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے لیکن اس میں اُمِّ کعب کا ذکر نہیں ہے۔

۲۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالَا نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَقَدْ كُنْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا فَكُنْتُ اَحْفَظُ عَنْهُ فَمَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا اَنَّ هٰهُنَا رِجَالًا هُمْ اَسَنُّ مِنِّيْ وَقَدْ صَلَّيْتُ وَرَآءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑکا تھا میں اس وقت آپ کی احادیث یاد کیا کرتا تھا۔ میں وہاں اس لیے نہیں بولتا تھا کہ مجھ سے زیادہ عمر کے لوگ وہاں موجود تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں ایک عورت کی نماز پڑھی جو کہ نفاس کی حالت میں فوت ہو گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز پڑھاتے وقت جنازہ کے درمیان میں کھڑے ہوئے، ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نماز پڑھانے کے لیے درمیان میں

الصَّلٰوةِ وَسْطَهَا. وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ فَقَامَ عَلَيْهَا لِلصَّلٰوةِ وَسْطَهَا.

کھڑے ہوئے۔

۲۱۳۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا وَقَالَ يَحْيٰى اَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عن سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرٍ فَرَكِبَ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ننگی پیٹھ کا ایک گھوڑا لایا گیا جب آپ ابن وحداح کے جنازے سے فارغ ہوئے تو آپ اس گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اور ہم آپ کے چاروں طرف پیدل چل رہے تھے۔

۲۱۳۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِ الدَّحْدَاحِ ثُمَّ اُتِيَ بِفَرَسٍ عُرْيٍ فَعَقَلَهُ رَجُلٌ فَرَكِبَهُ فَجَعَلَ يَتَوَقَّصُ بِهِ وَنَحْنُ نَتْبَعُهُ وَنَسْعٰى خَلْفَهُ فَقَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ عِذْقٍ مُعَلَّقٍ اَوْ مُدَلًّى فِي الْجَنَّةِ لِابْنِ الدَّحْدَاحِ وَقَالَ شُعْبَةُ لِاَبِي الدَّحْدَاحِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن وحداح کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ کے لیے ننگی پشت والا گھوڑا لایا گیا، ایک شخص نے اس کو پکڑا اور آپ اس پر سوار ہوئے، وہ گھوڑا دُلکی چال چلنے لگا ہم آپ کے پیچھے بھاگتے ہوئے چل رہے تھے جماعت میں سے ایک شخص نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن وحداح کے لیے جنت میں کتنے خوشے لٹک رہے ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ ابو الدحداح کے لیے۔

۲۱۳۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَسْوَدِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ هَلَكَ فِيْهِ الْحَدُوْا لِيْ لَحْدًا وَانْصِبُوْا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں کہا میرے لیے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بنائی گئی تھی۔

۲۱۳۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ وَوَكِيْعٌ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں سرخ چادر رکھی گئی تھی۔

الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا اَبُوْ جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جُعِلَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيْفَةٌ حَمْرَآءُ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُوْ جَمْرَةَ اِسْمُهٗ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ وَاَبُو التَّيَّاحِ اِسْمُهٗ يَزِيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ مَاتَا بِسَرَخْسَ.

۲۱۳۸ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ فِيْ رِوَايَةِ اَبِي الطَّاهِرِ اَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْهِنْدِ اَنِّيْ حَدَّثَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ هَارُوْنَ اَنَّ ثُمَامَةَ بْنَ شَفِيٍّ حَدَّثَهٗ قَالَ كُنَّا مَعَ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ بِاَرْضِ الرُّوْمِ بِرُوْدِسَ فَتُوُفِّيَ صَاحِبٌ لَنَا فَاَمَرَ فُضَالَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِقَبْرِهٖ فَسُوِّيَ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِتَسْوِيَتِهَا.

ثمامہ بن شفی بیان کرتے ہیں کہ ہم فضالہ بن ابی عبید کے ساتھ روم کے شہر رودس میں تھے، ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہو گیا تو حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کی قبر (زمین کے) برابر کر دی جائے اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قبریں زمین کے برابر کر دی جائیں۔

۲۱۳۹ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ.

ابو الہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ میں ہر تصویر کو مٹا دوں اور ہر اونچی قبر کو (زمین کے) برابر کر دوں!

۲۱۴۰ - وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا حَبِيْبٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ وَلَا صُوْرَةً اِلَّا طَمَسْتَهَا.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت ہے۔ اور اس میں صورت کا لفظ ہے۔

۲۱۴۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، اس پر بیٹھنے اور اس

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَ اَنْ یُّقْعَدَ عَلَیْہِ وَ اَنْ یُّبْنٰی عَلَیْہِ ۔

پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۴۲ - وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۴۳ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَھٰی عَنْ تَقْصِیْصِ الْقُبُوْرِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے پختہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔

۲۱۴۴ - وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِیْرٌ عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنْ یَّجْلِسَ اَحَدُکُمْ عَلٰی جَمْرَۃٍ فَتُحْرِقَ ثِیَابَہٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِہٖ خَیْرٌ لَّہٗ مِنْ اَنْ یَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرٍ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص انگاروں پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

۲۱۴۵ - وَحَدَّثَنَاہُ قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ ح وَحَدَّثَنِیْہِ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ سُھَیْلٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَہٗ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۴۶ - وَحَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِیُّ قَالَ نَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ وَاثِلَۃَ عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا ۔

حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

۲۱۴۷ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْبَجَلِیُّ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَکِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ

حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی طرف نماز پڑھو نہ ان پر بیٹھو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْهَا۔

۲۱۴۸ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ قَالَ عَلِیٌّ نَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَمَرَتْ اَنْ یَّمُرَّ بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فِی الْمَسْجِدِ فَتُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَاَنْکَرَ النَّاسُ ذٰلِکَ عَلَیْهَا فَقَالَتْ مَا اَسْرَعَ مَا نَسِیَ النَّاسُ مَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی سُهَیْلِ بْنِ الْبَیْضَاءِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔

عباد بن عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں لایا جائے تاکہ وہ بھی اس پہ نماز جنازہ پڑھیں صحابہ کرام نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ کس قدر جلد بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۲۱۴۹ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا وُهَیْبٌ قَالَ نَا مُوْسٰی بْنُ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّمُرُّوْا بِجَنَازَتِهٖ فِی الْمَسْجِدِ فَیُصَلِّیْنَ عَلَیْهِ فَفَعَلُوْا فَوُقِفَ بِهٖ عَلٰی حُجَرِهِنَّ یُصَلِّیْنَ عَلَیْهِ ثُمَّ اُخْرِجَ بِهٖ مِنْ بَابِ الْجَنَائِزِ الَّذِیْ کَانَ اِلَی الْمَقَاعِدِ فَبَلَغَهُنَّ اَنَّ النَّاسَ عَابُوْا ذٰلِکَ وَقَالُوْا مَا کَانَتِ الْجَنَائِزُ یُدْخَلُ بِهَا الْمَسْجِدُ فَبَلَغَ ذٰلِکَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا اَسْرَعَ النَّاسُ اِلٰی اَنْ یَّعِیْبُوْا مَا لَا عِلْمَ لَهُمْ بِهٖ عَابُوْا عَلَیْنَا اَنْ یَّمُرَّ بِجَنَازَةٍ فِی الْمَسْجِدِ وَمَا صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی سُهَیْلِ بْنِ بَیْضَاءَ اِلَّا فِیْ جَوْفِ الْمَسْجِدِ قَالَ مُسْلِمٌ سُهَیْلُ بْنُ وَعْدٍ وَهُوَ ابْنُ الْبَیْضَاءِ اُمُّهُ بَیْضَاءُ۔

عباد بن عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ازواج مطہرات نے فرمایا کہ ان کا جنازہ مسجد میں لے آؤ تاکہ ہم بھی ان کی نماز جنازہ پڑھ لیں، لہٰذا ایسا ہی کیا گیا اور جنازہ ان کے حجروں کے سامنے رکھ دیا گیا تاکہ وہ بھی نماز جنازہ پڑھ لیں، پھر جنازہ کو مقاعد کی طرف باب الجنائز سے باہر لے جایا گیا، جب صحابہ کو اس کا پتا چلا تو انھوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا جنازہ کو مساجد میں نہیں لے جایا جاتا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا لوگ کس قدر جلد اس بات پر اعتراض کرنے لگے ہیں جس کو وہ نہیں جانتے، وہ جنازہ کو مسجد میں لائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی تھی۔

۲۱۵۰ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا تُوُفِّيَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَتِ ادْخُلُوا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتَّى أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَأُنْكِرَ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ وَاللهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنَيْ بَيْضَاءَ فِي الْمَسْجِدِ سُهَيْلٍ وَأَخِيهِ

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ نے فرمایا: اس (کے جنازے) کو مسجد میں داخل کرو تاکہ میں اس پر نماز جنازہ پڑھوں، صحابہ کی طرف سے اس پر اعتراض کیا گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضاء کے دو بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔

۲۱۵۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي نَمِرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ إِلَى الْبَقِيعِ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَأَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا مُؤَجَّلُونَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ قَوْلَهُ وَأَتَاكُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے ہاں باری ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں بقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے اے جماعت مومنین! السلام علیکم! تمہارے پاس وہ چیز آچکی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ان شاء اللہ ہم بھی تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں! اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما!۔

۲۱۵۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ فَقَالَتْ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ قُلْنَا بَلَى ح وَحَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ حَجَّاجًا الْأَعْوَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ قَالَ يَوْمًا أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھ سے قریش کے ایک شخص نے کہا کہ محمد بن قیس بن مخرمہ بن مطلب ایک دن کہنے لگے کیا میں تم کو اپنی اور اپنی ماں کی طرف سے حدیث نہ بیان کروں؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمجھا کہ شاید وہ اپنی نسبی ماں کا ذکر کریں گے، انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا میں تم کو اپنی طرف سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث نہ بیان کروں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا: اس رات کی بات ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تھے، آپ نے کروٹ لے کر چادر اوڑھی

أُمِّي قَالَ فَظَنَنَّا أَنَّهُ يُرِيدُ أُمَّهُ الَّتِي وَلَدَتْهُ
قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِّي وَعَنْ
رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا بَلَى قَالَ
قَالَتْ كَمَا كَانَتْ لَيْلَتِي الَّتِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيهَا عِنْدِي انْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ وَخَلَعَ
نَعْلَيْهِ فَوَضَعَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ إِزَارِهِ
عَلَى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا رَيْثَ مَا
ظَنَّ أَنْ قَدْ رَقَدْتُ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ رُوَيْدًا وَانْتَعَلَ
رُوَيْدًا وَفَتَحَ الْبَابَ رُوَيْدًا فَخَرَجَ ثُمَّ أَجَافَهُ
رُوَيْدًا وَجَعَلْتُ دِرْعِي فِي رَأْسِي وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ
إِزَارِي ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلَى أَثَرِهِ حَتَّى جَاءَ الْبَقِيعَ
فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ فَأَسْرَعَ فَأَسْرَعْتُ فَهَوْلَ
فَهَوْلْتُ فَأَحْضَرَ فَأَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ
فَلَيْسَ إِلَّا أَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ مَا لَكِ يَا
عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً قَالَتْ قُلْتُ لَا شَيْءَ قَالَ
لَتُخْبِرِينِي أَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي فَأَخْبَرْتُهُ
قَالَ فَأَنْتِ السَّوَادُ الَّذِي رَأَيْتُ أَمَامِي قُلْتُ
نَعَمْ فَلَهَزَنِي فِي صَدْرِي لَهْزَةً أَوْجَعَتْنِي ثُمَّ
قَالَ ظَنَنْتِ أَنْ يَحِيفَ اللهُ عَلَيْكِ وَرَسُولُهُ
قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمْهُ اللهُ نَعَمْ قَالَ
فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتِ فَنَادَانِي فَأَخْفَاهُ
مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ
عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَ
قَدْتِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ وَخَشِيتُ أَنْ
تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ إِنَّ رَبَّكِ يَأْمُرُكِ أَنْ تَأْتِيَ
أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ
يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ قُولِي السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ

اور جوتے نکال کر اپنے قدموں کے سامنے رکھے اور چادر کی ایک طرف اپنے بستر پر بچھا کر لیٹ گئے، تھوڑی دیر میری نیند کے خیال سے ٹھیرے رہے، پھر آہستہ سے چادر اوڑھی، جوتا پہنا، چپکے سے دروازہ کھولا، آرام سے باہر نکلے اور آہستہ سے دروازہ بند کر دیا، میں نے بھی ایک چادر سر پر اوڑھی، ایک چادر اپنے گرد لپیٹی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑی، آپ بقیع (قبرستان) پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے، پھر آپ نے تین بار اپنے ہاتھ اٹھائے اور واپس لوٹنے لگے۔ میں بھی واپس چل پڑی، آپ تیز چلے میں بھی تیز چلی، آپ اور تیز چلے، میں بھی اور تیز چلی، آپ گھر آئے میں آپ سے پہلے گھر پہنچ گئی اور آتے ہی لیٹ گئی، آپ نے داخل ہو کر فرمایا: اے عائشہ کیا ہوا، تمہارا سانس کیوں چڑھ رہا ہے؟ میں نے کہا کوئی خاص بات نہیں! آپ نے فرمایا تم خود بتلا دو! ورنہ لطیف و خبیر (اللہ تعالیٰ) مجھے بتلا دے گا! میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! پھر میں نے ساری بات بتلا دی! آپ نے فرمایا مجھے اپنے آگے ایک ہیولی سا جو نظر آ رہا تھا وہ تم تھیں! میں نے عرض کیا: ہاں، آپ نے (شفقت آمیز انداز سے) میرے سینہ پر ایک ہلکا مارا جس سے مجھے درد ہوا پھر فرمایا: کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارا حق مار رہا ہے، میں نے سوچا کہ جب لوگ حضور سے کچھ چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو بتلا دیتا ہے! آپ نے فرمایا جب تم نے مجھے دیکھا تھا اس وقت جبرائیل میرے پاس آیا تھا اس نے مجھے بلایا اور تم سے مخفی رکھا میں اس کے بلانے پر گیا اور میں نے بھی تم سے مخفی رکھا۔ وہ تمہارے پاس نہیں آئے تھے کیونکہ تم (زائد) کپڑے اتار چکی تھیں اور میں نے یہ خیال کیا تھا کہ تم سو چکی ہو، میں نے تمہیں جگانا نامناسب خیال کیا اور یہ بھی خیال آیا کہ تم گھبراؤ گی، آپ نے فرمایا: تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ ۔

کہ تم جاکر اہل بقیع کے لیے بخشش کی دعا کرو! حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کس طرح دعا کروں! آپ نے فرمایا جاکر کہنا: اے مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والو! جو ہم سے پہلے جا چکے ہیں اور جو بعد میں جانے والے ہیں سب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

۲۱۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَسَدِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ فَكَانَ قَائِلُهُمْ يَقُوْلُ فِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ وَفِيْ رِوَايَةِ زُهَيْرٍ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبرستان جائیں تو کہیں السلام علی اھل الدیار اور ایک روایت میں ہے "السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون، نسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ ۔" (اے مسلمانوں کے گھر والو! السلام علیکم ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔

۲۱۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِيْ ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لِأُمِّيْ فَلَمْ يَأْذَنْ لِيْ وَاسْتَأْذَنْتُهُ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأَذِنَ لِيْ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی پھر اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دیدی۔

۲۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ فَبَكَى وَأَبْكَى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَأْذَنْتُهُ فِيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِيْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمُ الْمَوْتَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو روئے اور آپ کے گرد کھڑے لوگ بھی روئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی، پھر ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی، پس قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔

۲۱۵۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالُوْا نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِیْ سِنَانٍ وَهُوَ ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِیْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِی الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِیْ رِوَايَتِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، تم ان کی زیارت کیا کرو! اور میں نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کو رکھنے سے منع کیا تھا۔ اب تم انھیں رکھ سکتے ہو! میں نے تمہیں مشکیزوں کے علاوہ اور چیزوں میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، اب تم سب (قسم کے) برتنوں میں نبیذ پی لیا کرو اور نشہ آور چیز کو نہ استعمال کرنا۔

۲۱۵۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ زُبَيْدٍ الْيَامِیِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ اُرَاهُ عَنْ اَبِيْهِ الشَّكُّ مِنْ اَبِیْ خَيْثَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا قَبِيْصَةُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَطَاءِ الْخُرَاسَانِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِیْ سِنَانٍ.

کئی دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۱۵۸- حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوْفِیُّ قَالَ اَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص لایا گیا جس نے اپنے آپ کو ایک تیر سے ہلاک کر لیا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی!

مرنے والے کو کلمہ کی تلقین

حدیث نمبر ۲۰۱۹ سے لیکر ۲۰۲۱ میں مرنے والوں کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تلقین مستحب ہے، البتہ اس کی کثرت اور اس پر اصرار مکروہ ہے کیونکہ جو شخص مرض الموت میں مبتلا ہو وہ تکلیف اور کرب میں ہوتا ہے بار بار تلقین کی وجہ سے یہ ممکن ہے کہ اس دل میں کلمہ پڑھنے سے کوئی تنگی آجائے یا وہ زبان سے انکار کر دے اور جب مرنے والا ایک بار کلمہ پڑھ لے تو اس سے دوبارہ پڑھنے کیلئے اصرار نہ کیا جائے الّا یہ کہ وہ کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات کرے کیونکہ حدیث کے مطابق اس کا آخری کلام (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) ہونا چاہیے۔

تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس بلند آواز سے کلمہ طیبہ یا کلمہ شہادت پڑھا جائے۔

زندہ لوگوں کے نوحہ سے میت پر عذاب کی توجیہات

حدیث نمبر ۲۰۳۸ سے لے کر ۲۰۴۱ میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ میت پر زندہ کے نوحہ کرنے سے میت کو عذاب ہوتا ہے اس کے بعد حدیث نمبر ۲۰۵۱ تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی تھیں کہ چونکہ قرآن مجید میں ہے: لا تزر وازرۃ وزر اُخریٰ۔ (زمر: ۷) کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قرآن مجید کے خلاف نہیں ہو سکتا اس لیے حضرت عمر بھول گئے یا انھیں اجتہادی غلطی لاحق ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دراصل کافروں کے لیے فرمائی تھی کہ لوگ دنیا میں ان پر نوحہ کر رہے ہیں۔ اور انھیں قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

جمہور علماء نے حضرت عمر کی روایت کردہ حدیث کی متعدد توجیہات کی ہیں بعض ازاں یہ ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ اس کے مرنے کے بعد نوحہ کیا جائے تو پھر زندہ کے نوحہ کرنے سے اس میت کو عذاب ہوتا ہے اور اگر اس کی وصیت کے بغیر لوگ از خود نوحہ کریں تو پھر میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ جس خاندان میں یا جس جگہ میت پر نوحہ کرنے کا رواج ہو وہاں مرنے والے پر لازم ہے کہ وہ مرنے سے پہلے یہ وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد نوحہ نہ کرنا اور اگر اس نے یہ وصیت نہیں کی اور اس کے مرنے کے بعد لوگوں نے اس پر نوحہ کیا تو اس کو عذاب ہوگا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ مرنے والا خدانخواستہ ایسے غیر شرعی کاموں کے کرنے میں مشہور تھا جن کو فساق میں اچھا سمجھا جاتا ہے مثلاً جوا کھیلنا، شراب پینا، موسیقی اور رقص وغیرہ اور اس کے فن کے دلدادہ زندہ لوگ اس کے ان غیر شرعی کاموں کے محاسن بیان کر رہے ہوں حالانکہ قبر میں اس کو ان کاموں پر عذاب ہو رہا ہے (العیاذ باللہ) چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جب مرنے والے کے احباب اور رشتہ دار اس کی موت پر رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں، روتے پیٹتے اور نوحہ کناں ہوتے ہیں تو زندہ لوگوں کے رونے اور ان غیر شرعی چیزوں سے میت کو قبر میں تکلیف اور اذیت ہوتی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب سے تعبیر فرمایا ہے۔ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سے اچھی توجیہ ہے۔

منصب رسالت

حدیث نمبر ۲۰۱۰ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نوحہ نہ کرنے پر بیعت لی تو حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نوحہ نہیں کروں گی لیکن زمانہ جاہلیت میں فلاں قبیلہ والوں نے میرے ساتھ نوحہ میں معاونت کی تھی اس لیے ان کی میت پر نوحہ میں تعاون کرنے کی مجھے اجازت دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس فرد کو چاہیں خاص کر لیں چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی [۱]، مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازہ کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابو بکر کو دروازہ رکھنے کی اجازت دیدی [۲]، حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم ممنوع ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کاٹنے کی اجازت دیدی [۳]، ہر عورت کو شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء بنت عمیس پر یہ سوگ معاف فرما دیا۔ [۴] مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے۔ لیکن ایک صحابی کے لیے ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا [۵] ایک صحابی اور ایک صحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرما دیا [۶]۔ روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لیے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لیے کھانا جائز قرار دیا [۷]۔ دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بوعت کے بعد جوانی میں سہلہ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضاعی ماں بنا دیا [۸]، مردوں کے لیے ریشم پہننے کو بالعموم حرام فرمایا لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبد الرحمان رضی اللہ عنہما کو خارش کی بناء پر ریشم پہننے کی اجازت دی [۹]۔ مردوں کے لیے سونا بالعموم حرام کر دیا لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی [۱۰]، بغیر جہاد کیے کسی شخص کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا (آپ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بناء پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا [۱۱]، قاضی کے لیے تحائف لینا بالعموم جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تحائف لینے کی اجازت دیدی [۱۲] میت پر نوحہ کرنا منع کرنا ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلان نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لیے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ نے ان کو ان کیلئے نوحہ کرنے کی اجازت دیدی [۱۳]، ہر مسلمان پر روزہ طلوع فجر سے شروع

---

[۱] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۱ھ،

[۲] ۔ " " " ج ۱ ص ۵۱۲ " "

[۳] ۔ " " " ج ۱ ص ۲۲ " "

[۴] ۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

[۵] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ

[۶] ۔ " " " ج ۱ ص ۲۸۸ " "

[۷] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[۸] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[۹] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[۱۰] ۔ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۸۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ،

[۱۱] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[۱۲] ۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی الذاہب ج ۵ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

[۱۳] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱، مسند احمد ج ۵، ص ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۸ھ۔

ہوتا ہے لیکن آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو طلوع آفتاب کے وقت روزہ رکھنے کی اجازت دیدی[1] رمی جمرات کے دوران منیٰ میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس اور بنو ہاشم کے ذمہ زمزم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لیے آپ نے انھیں ان ایام میں رات کو منیٰ سے جانے کی اجازت دیدی[2] نکاح کے لیے کم از کم دس درہم مہر ضروری ہے لیکن حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے لیے صرف ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو مہر قرار دیا[3] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف حالت جنگ میں نماز کو قصر کرنے کی اجازت دی ہے: فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا۔ (نساء: ۱۰۱) "اگر تم کفار کے حملہ کے خوف کی وجہ سے نماز قصر کرو تو کوئی حرج نہیں ہے" لیکن آپ نے ہر سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالت امن ہو یا حالت جنگ[4] قرآن مجید نے بیٹی، ازواج اور چچا کے لیے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے لیکن آپ نے اپنے ترکہ سے ورثاء کو حصص دینے سے منع فرما دیا[5] قرآن مجید نے ہر نماز کے لیے الگ الگ وقت متعین کیے ہیں: ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء: ۱۰۳) "ہر نماز (الگ الگ) وقت معین میں فرض کی گئی ہے" لیکن آپ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کر دیا[6] قرآن مجید نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتٰن ——— (بقرہ: ۲۸۲) دو مردوں کو گواہ بناؤ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو) لیکن آپ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اکیلی اور تنہا گواہی کو کافی قرار دیا[7] قرآن مجید نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع ——— (نساء: ۳) "جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو! دو، دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے" لیکن آپ نے حیات فاطمہ میں حضرت علی کو ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا[8] قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا: یا ایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین۔ (مائدہ: ۶) "اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور کہنیوں سمیت ہاتھوں کو اور سر پر مسح کرو اور پیروں کو دھوؤ" لیکن آپ نے پیروں کو دھونے کی جگہ موزوں پر مسح کو بھی جائز

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الزرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، طبع ثانی ۱۳۹۳ھ
[2] " " " " "
[3] " " " " "
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔
[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔
[6] " " ج ۱ ص ۲۲۶، ۲۲۵۔ " "
[7] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔
[8] " " ج ۱ ص ۲۸۳ " "

قرار دیا[1]۔ قرآن مجید نے حالت جنابت (جب غسل فرض ہو) میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرما دیا۔ ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا ۔ (نساء: ۴۳) "حالت جنابت میں جب تک غسل نہ کر لو، مسجد کے قریب نہ جاؤ الا یہ کہ مسجد کو عبور کرنا ہو"۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی[2]۔

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ہم نے اس بات پر بکثرت مثالیں پیش کی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ عمومی احکام سے جس کو چاہیں خاص فرما لیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو احکام شرعیہ کے صرف بیان کرنے کے لیے ہی نہیں بلکہ احکام شرعیہ کا واضع اور شارع بنا کر بھیجا ہے۔ احادیث کی روشنی میں یہ بات واضح ہو چکی ہے۔ اب ہم فقہاء اسلام کے حوالے سے اس بات کو بیان کرنا چاہتے ہیں:

علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کان الحق تعالیٰ جعل لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یشرع قبل نفسہ ما شاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فان عمہ العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما قال لہ یا رسول اللہ الا الاذخر فقال صلی اللہ علیہ وسلم الا الاذخر ولو ان اللہ تعالیٰ لم یجعل لہ ان یشرع من قبل نفسہ لم یتجرء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یستثنی شیئا مما حرمہ اللہ۔ [3]

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصب عطا فرمایا ہے کہ آپ شریعت میں جو چاہیں حکم مقرر کر دیں، جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ آپ نے فرمایا: چلو اذخر کے ماسوا! اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے احکام جاری اور نافذ کرنے کا اختیار اور منصب نہ دیا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کی ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس میں کسی کو مستثنیٰ کر دیں۔

ایک اور بحث میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

ان للشارع صلی اللہ علیہ وسلم ان یبیح ما شاء لقوم ویحرمہ علی قوم آخرین۔ [4]

شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کے لیے کسی چیز کو جائز کر دیں اور دوسروں پر وہ چیزیں حرام فرما دیں۔

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ علامہ عبد الوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۹ھ

[4] ۔ " " " ج ۱ ص ۷۵ " "

للشارع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ان یخص من العموم ما شاء۔ [1]

شارع علیہ السلام کے لیے جائز ہے کہ عمومی احکام سے جس چیز کو چاہیں خاص فرمالیں۔

علامہ وشتانی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی نے بھی علامہ نووی کے اس قول کو نقل کر کے اس پر اعتماد فرمایا ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی فرماتے ہیں:

ان المرجع فی الاحکام انما ھو الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ قد یخص بعض امتہ بحکم ویمنع غیرہ منہ ولو کان بغیر عذر۔ [3]

احکام کا رجوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرما دیتے خواہ عذر نہ ہو۔

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں:

عد ائمتنا من خصائصہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ یخص من شاء بما شاء۔ [4]

ہمارے ائمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں، خاص فرما دیں۔

شیخ شوکانی نے ہر چند کہ اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے لیکن بغیر کسی رد اور نکیر کے لکھا ہے کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مفوض فی شرع الاحکام۔ [5]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں:

و مذہب بعضے آنست کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند، و بعضے گویند باجتہاد گفت اوّل اصح و اظہر است [6]

بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور کے سپرد ہیں، جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام فرما دیں، بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

ان تمام علماء کی عبارات سے معلوم ہو گیا کہ اہلِ اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب صرف پیغام رسانی اور صرف احکام شریعت کو بیان کرنا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا، تحلیل اور تحریم اور عمومات شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ طبع ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

[4] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[5] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ

[6] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ مسک الختام ص ۱۳۵، ۵۱۲۔

بعض شارحین کی لغزش

شیخ عثمانی نے جمہور کے اس موقف سے اختلاف کرتے ہوئے ایک نہایت غلط بات لکھی ہے، لکھتے ہیں:

والاحسن عندی ان یقال انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام علم انہا لابد وان تفعل النیاحۃ علی ال فلان وانما بقی التخییر فی الترتیب ای ان یبایعها علی الاسلام قبل النیاحۃ او یعکس الامر فجوز لها تقدیم النیاحۃ علی المبایعۃ لا باحۃ فعلها بل لاحتمال اخف الضررین واختیار اهون البلیتین وتقریغ قبلها عن دواعی الجاهلیۃ حتی تبایع علی الاسلام بکلیتها۔ [1]

میرے نزدیک بہترین بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ معلوم تھا کہ فلاں خاندان پر نوحہ ضرور کیا جائے گا، اور صرف ترتیب میں اختیار باقی رکھا گیا یعنی کیا ام عطیہ کے نوحہ کرنے سے پہلے ان سے اسلام پر بیعت لی جائے یا بالعکس معاملہ کیا جائے؟ آپ نے ام عطیہ کی بیعت اسلام پر ان کے نوحہ کرنے کو مقدم رکھا، اس وجہ سے نہیں کہ نوحہ کرنے کا فعل جائز تھا بلکہ اس لیے کہ ایمان لانے سے پہلے نوحہ کرنے کا ضرر ایمان لانے کے بعد نوحہ کرنے کے ضرر سے خفیف اور کم ہے، اس لیے آپ نے کم درجہ کی مصیبت کو اختیار کر لیا تاکہ ان کا دل جاہلیت کے کاموں سے بالکل خالی ہو جائے اس کے بعد وہ اسلام کی بیعت کریں!

شیخ عثمانی کی بیان کردہ توجیہہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ام عطیہ کا فلاں خاندان پر نوحہ کرنے تک اسلام قبول نہ کرنا، اور کفر پر قائم رہنا، اسلام قبول کرنے کے بعد نوحہ کرنے سے زیادہ بُرا اور زیادہ مضر تھا۔ (العیاذ باللہ)۔ اور اس توجیہہ کے مطابق آپ نے حضرت ام عطیہ کے لیے اتنے عرصہ تک کفر نہ صرف پسند کر لیا بلکہ اس کو اسلام پر ترجیح دی اور انھیں اتنے عرصہ تک کفر پر قائم رہنے کی اجازت دی اور یہ وہ توجیہہ ہے جس کو شیخ عثمانی نے بہترین توجیہہ کہا ہے!! العیاذ باللہ)

شیخ عثمانی کی بیان کردہ یہ توجیہہ اصول اسلام کے خلاف ہے کیونکہ کفر سے بڑی کوئی مصیبت ہے نہ کوئی ضرر اور کفر کے مقابلہ میں نوحہ کرنا یقیناً بہت خفیف اور ہلکا ہے اور جب آپ نے ام عطیہ کو اس کی اجازت دیدی تو نوحہ کرنا سرے سے مصیبت ہی نہ رہا، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا اور کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے خواہ ایک لمحہ کے لیے ہو۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

لو امر رجلا ان یکفر باللہ تعالیٰ او عزم ان یامرہ یکفر وکذا لو لقن لامراۃ بکفر لتبین من زوجها [2]

اگر کسی شخص نے کسی کو کفر باللہ کا حکم دیا، یا ارادہ کیا کہ اس کو کفر کا حکم دے تو وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کفر کی تلقین کی تاکہ وہ اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے تو وہ بھی کافر ہو جائے گی۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

علامہ پرہاروی اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ثم الدليل على كفر الآمر والعازم والملقن هو ان الرضا بالكفر كفر[1]

کفر کا حکم دینے والے یا اس حکم کا ارادہ کرنے والے یا کفر کی تلقین کرنے والے کے کفر پر دلیل یہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

وفی الخلاصة کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم ولقائه۔[2]

خلاصہ میں ہے کہ کسی کافر نے مسلمان سے کہا مجھ پر اسلام پیش کرو۔ اس مسلمان نے کہا کہ فلاں عالم کے پاس جاؤ تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ وہ اس عالم سے ملاقات تک اس کے کفر پر قائم اور باقی رہنے سے راضی ہو گیا۔

ملا علی قاری اسی بحث میں لکھتے ہیں:

وذکر شیخ الاسلام ان الرضا بکفر غیره انما یکون کفرا اذا کان یستجیزه و یستحسنه۔

شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ دوسرے شخص کے کفر پر راضی ہونا اس وقت کفر ہوگا جب وہ اس کفر کی اجازت دے اور اس کو اچھا سمجھے۔!

شیخ عثمانی کی مزعوم "زیادہ حسین توجیہ" اصول اسلام کی روشنی میں درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت ہے! العیاذ باللہ!!

ہم ایسے تعصب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جس کی بناء پر کوئی شخص کسی ایسی قبیح تاویل کا شکار ہو جس کا مآل اور وبال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت ہو۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث کی شرح میں جملہ اقسام کی لغزشوں اور غلطیوں سے محفوظ اور مامون رکھے اور وہ بات لکھنے کی توفیق دے جو حق اور صواب ہو ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان پر خاتمہ اور حسن عاقبت کا سوال کرتے ہیں، آمین یا رب العلمین بجاہ سید المرسلین۔

تبرکات کی اہمیت

حدیث نمبر ۲۰۶۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن کے لیے اپنا تہبند عنایت کیا اور فرمایا اس کو اس کے جسم کے ساتھ لگانا یعنی سب سے پہلے اس کو پہنانا تاکہ یہ ان کے جسم کے ساتھ چمٹا رہے اور اس کی برکات سے انہیں فائدہ پہنچے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی اہمیت ان کی افادیت اور فیضان کا ثبوت ہے۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جبہ مبارک تھا وہ کہتی ہیں کہ ہم بیماروں کے لیے اس کو دھو کر اس کے دھوون سے شفا حاصل کرتے تھے۔[4]

---

[1] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۵۷۰ - ۵۷۹، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال، ۱۳۹۷ھ۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[3] " " ص ۱۸۰ " "

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ جب کسی کی آنکھ میں یا کہیں اور کوئی تکلیف ہوتی تو وہ پانی لے کر حضرت ام سلمہ کے پاس آتا[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے بال منڈانے کے بعد حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو وہ مبارک بال دے کر فرمایا انھیں لوگوں میں تقسیم کر دو[2] حضرت امیر معاویہ نے وصال کے وقت فرمایا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے، میں ایک مشکیزہ لے کر آپ کی خدمت میں گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم مبارک کے ساتھ لگے ہوئے دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا مجھے عنایت فرما دیا۔ اس مبارک چادر کو میں نے آج کے دن کے لیے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ ایک بار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اور ناخن تراشے اور ان مبارک بالوں اور ناخنوں کو بھی میں نے اس دن کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو اس قمیص کو میرے جسم کے ساتھ لگا کر کفن میں شامل کرنا اور ان بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ، آنکھوں اور اعضاء سجود پر رکھ دینا[3] حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگ یرموک میں ٹوپی گم ہو گئی، انھوں نے ساتھیوں سے کہا اس ٹوپی کو تلاش کرو، بڑی دیر تک ٹوپی کو تلاش کیا گیا بالآخر وہ ٹوپی مل گئی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اس ٹوپی کی تلاش میں جو اس قدر مشقت اٹھائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے موقع پر سر اقدس کے بال مبارک منڈوائے۔ صحابہ ان بالوں کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے میں نے بھی جھپٹ کر پیشانی مبارک کے کچھ بال حاصل کر لیے اور ان کو اس ٹوپی میں رکھ لیا، جب بھی کسی جہاد میں شریک ہوتا ہوں اس ٹوپی کو پہنتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ان مبارک بالوں کی وجہ سے مجھے فتح اور نصرت سے نوازتا ہے[4]

جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے فائدہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح حسب مراتب باقی انبیاء علیہم السلام اور عام صالحین کے تبرکات سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا: اذهبوا بقميصي هذا فالقوه على وجه ابي يات بصيرا۔ (یوسف: ۹۳)

"میری اس قمیص کو لے جا کر میرے والد کے چہرے پر ڈال دو ان کی نابینا آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔" قرآن مجید میں ہے:

وقال لهم نبيهم ان اية ملكه ان ياتيكم التابوت فيه سكينة من ربكم وبقية مما ترك ال موسى وال هرون تحمله الملائكة ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مؤمنين۔ (بقرہ: ۲۴۸)

"اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک ایسا تابوت آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کے چین اور سکون (کے اسباب ہیں) اور (اس میں) آل موسیٰ اور آل ہارون کی چھوڑی ہوئی کچھ چیزیں (کے تبرکات) ہیں جن کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے، لاریب اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے بشرطیکہ تم مومن ہو!"

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ،
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی، ۱۳۷۵ھ،
[3] علامہ ابوعمر و یوسف بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ استیعاب علی ہامش الاصابۃ ج ۳ ص ۳۹۹، دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ،
[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اصابہ ج ۱ ص ۴۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زر اندود صندوق تھا، جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں، ان کے مساکن و مکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب، حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا۔ یہ صندوق وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور آپ کے کپڑے .....

.... اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر (اللہ سے) دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے، دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے، جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہو گئی، اور ان کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہوئے، ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انھیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انھوں نے تابوت کو ایک گاڑی پر رکھ کر، بیلوں کو چھوڑ دیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے مقرر ہوتے اور بے درنگ جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے کیونکہ تابوت پاکر انھیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا، طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کیے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے (جلالین، جمل، خازن، مدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز و احترام لازم ہے۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی، اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔[1]

شیخ محمود حسن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا، اس میں تبرکات تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتا۔ جب جالوت غالب آیا ان پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی پانچ شہر ویران ہو گئے۔ ناچار ہو کر دو بیلوں پر اس کو لاد کر ہانک دیا فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے[2]

شیخ اشرف علی تھانوی نے بھی من وعن یہی لکھا ہے[3]

---

[1] صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی

[2] شیخ محمود حسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، حاشیۃ القرآن ص ۶۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ص ۸۳، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

والحکمۃ فی اشعارھا بہ تبریکھا ففیہ التبرک باثار الصالحین ولباسھم وفیہ جواز تکفین المراۃ فی ثوب الرجل [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کے کفن کیلئے اپنی چادر انہیں برکت پہنچانے کے لیے دی تھی، لہٰذا اس حدیث میں صالحین کے آثار اور لباس سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے اور اس میں مرد کے کپڑوں میں عورت کو کفن دینے کا بھی ثبوت ہے۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

والحکمۃ فیہ التبرک باثارہ الشریفۃ وانما اخرہ الی فراغھن من الغسل ولم یناولھن ایاہ اولا لیکون قریب العھد من جسدہ الی جسدھا فاصل وھو اصل فی التبرک باثار الصالحین [2]

اپنی چادر عطا فرمانے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل کیا جائے اور غسل سے فراغت کے حصول تک چادر دینے میں تاخیر اور ابتداء میں چادر نہ دینے کی حکمت یہ تھی کہ آپ کے جسم کے ساتھ لمس اور آپ کی صاحبزادی کے جسم کے ساتھ اس چادر کے مس ہونے میں کوئی وقفہ نہ ہو۔ اور یہ حدیث صالحین کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کی اصل اور دلیل ہے۔

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں:

وامرہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک لتنالھا برکتہ [3]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چادر پہنانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ آپ کی برکت حاصل کریں۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

والحکمۃ فیہ التبرک باثارہ الشریفۃ الی قولہ وھو اصل فی التبرک باثار الصالحین [4]

اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کے آثار شریفہ سے تبرک حاصل ہو اور یہ حدیث آثار صالحین کے ساتھ تبرک کے حصول پر دلیل ہے۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

ففیہ التبرک باثار الصالحین [5]

اس حدیث میں آثار صالحین کے ساتھ تبرک حاصل

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[4] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۸۴، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[5] نواب صدیق حسن بھوپالی ظاہری متوفی ۱۳۰۷ھ السراج الوہاج، ج ۱ ص ۲۹۴، مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ۔

کرنے کا ثبوت ہے۔

قرآن مجید، احادیث شریفہ اور فقہاء اسلام کے مذکور الصدر اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے تبرکات سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے اور یہ مسئلہ مسلمانوں کے متفق علیہ مسائل میں سے ہے۔

تکفین میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۰۷۴ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک سحول کی بنی ہوئی تین سفید چادروں میں کفن دیا گیا

میت کو کفن دینا فرض کفایہ ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ میت کی تکفین اس کے ترکہ سے کی جاتی ہے اور تکفین میت کے قرض کی ادائیگی پر مقدم ہے، اگر بالفرض میت کا ترکہ نہ ہو تو میت کی تجہیز و تکفین مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: میت کو تین کپڑوں میں کفن دینا مستحب ہے ایک چادر اور دو لفافے (بڑی چادریں) کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک سحول کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں کفن دیا گیا[1]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہمارے امام کے نزدیک افضل یہ ہے کہ مرد کو تین سفید چادروں میں کفن دیا جائے، اس میں قمیص ہو نہ عمامہ، تین کپڑوں سے زیادہ ہو نہ کم[2]۔

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک کفن تین کپڑوں سے کم نہیں ہونا چاہیے اور ہمارے بعض مشائخ کہتے ہیں کہ ان تین کپڑوں کے علاوہ قمیص اور عمامہ بھی ہونا چاہیے[3]۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں: تین کپڑوں سے زیادہ کفن دینا، مال کو ضائع کرنا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اگر کسی شخص نے تین سے زیادہ کپڑوں میں کفن دیے جانے کی وصیت کی تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے[4]۔

میت کو غسل دینے کے بعد تخت پر طول کی جانب میں لفافہ (وسیع و عریض چادر) بچھا دیا جائے۔ پھر لفافہ پر جانب طول میں ایک چادر بچھا دی جائے۔ اگر میت کی قمیص بنائی ہے تو اس کو پہنا دی جائے اور اگر نہیں بنائی تو کوئی حرج نہیں اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کفن میں قمیص سنت ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفن میں قمیص شامل نہیں ہے، کفن صرف تین چادریں ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولیہ کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص بھی تھی، اور وفات کے بعد وہی لباس معتبر ہوگا جو حیات میں ہو الا یہ کہ حیات میں آپ شلوار بھی پہنتے تھے تاکہ چلتے وقت شرم گاہ کے کھل جانے کا خطرہ نہ ہو اور وفات کے بعد یہ وجہ نہیں رہی، اس لیے چادر

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] نواب صدیق حسن بھوپالی ظاہری متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج، ج ۲، ص ۲۹۵، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ،

شلوار کے قائم مقام ہے لیکن حیات میں چادر قمیص کے نیچے ہوتی ہے تاکہ چلنے میں آسانی رہے اور وفات کے بعد چادر کندھوں سے لے کر قدم تک قمیص کے اوپر ہوتی ہے کیونکہ اب چلنے کی ضرورت نہیں۔ امام محمد نے کفن میں عمامہ کا ذکر نہیں کیا اور بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس طرح کفن کے کپڑے جفت ہو جائیں گے اور کفن میں سنت طاق کا عدد ہے، بعض مشائخ نے کفن میں عمامہ کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ میت کو عمامہ پہناتے تھے اور عمامہ کا شملہ اس کے سامنے رکھتے تھے برخلاف حالت حیات کے کیونکہ زندگی میں شملہ زینت کی بناء پر گردن کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اور موت کے بعد زینت منقطع ہو جاتی ہے [1]۔ امام محمد فرماتے ہیں: (کفن پہنانے کے بعد) پھر اس کی ڈاڑھی اور سر میں حنوط (صندل اور کافور کی مخلوط خوشبو) رکھ دی جائے اور اس کے اعضاء سجود پر کافور رکھ دیا جائے اور اگر کافور نہ ہو تو کوئی حرج نہیں [2]۔

کفن کے سلسلے میں ہم نے جو فقہاء کے اقوال نقل کیے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک کفن میں قمیص کو نہیں شامل کرنا چاہیے اور یہ خلاف سنت ہے اور امام مالک رحمہ اللہ قمیص کو سنت قرار دیتے ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قمیص پہنی ہوئی تھی اس کو اتارا نہیں گیا اور حضرت عائشہ نے جن کپڑوں کا ذکر کیا ہے وہ اس قمیص کے علاوہ ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کفن میں تین کپڑے سنت ہیں، قمیص، چادر اور لفافہ، سطور ذیل میں ہم قمیص کو کفن میں شامل کرنے پر دلائل پیش کر رہے ہیں

احناف کے دلائل

کفن میں قمیص کو شامل کرنے پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص عطا فرمائی تھی اگر میت کی تکفین میں قمیص پہنانا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کو اپنی قمیص عطا نہ فرماتے [3]۔ اس کے علاوہ حسب ذیل احادیث ہیں:

عن ابن عباس قال کفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلثۃ اثواب نجرانیۃ الحلۃ ثوبان و قمیصہ الذی مات فیہ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا دو چادریں (حلہ) اور وہ قمیص جس میں آپ کا وصال ہوا۔

عن ابراھیم قال کفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ یمانیۃ و قمیص [5]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو یمنی چادروں (حلہ) اور قمیص میں کفن دیا گیا۔

عن سالم ان ابن عمر کان یکفن اھلہ فی خمسۃ اثواب منھا عمامۃ و قمیص و

سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنے اہل کو پانچ کپڑوں میں کفن دیتے تھے ان میں عمامہ، قمیص اور تین لفافے

---

[1] امام شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[3] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۲۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ۔

وثلاث لفافات[1]

عن سلیمان بن موسیٰ قال یکفن المیت فی وتر قمیص ولفافتین، یلبس القمیص وتبسط اللفافۃ علی الأخری ثم یدرج فیھا ولا یزال علیہ القمیص[2]

عن عبد اللہ بن عمرو بن عاص قال المیت یقمص ویؤزر ویلف فی الثالث فان لم یکن الا ثوب واحد لف فیہ[3]

ہوتے تھے۔

سلیمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میت کو طاق کپڑوں میں کفن دیا جائے، ایک قمیص اور دو لفافوں میں، قمیص پہنائی جائے اور ایک لفافہ دوسرے لفافہ پر پھیلا دیا جائے، اور لفافہ میں لپیٹ دیا جائے اور قمیص کو ہٹایا نہ جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میت کو قمیص پہنائی جائے، چادر پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے[4]

عن ابراھیم قال یکفن الرجل فی ثلاثۃ اثواب القمیص والازار واللفافۃ[5]

عن ابن سیرین انہ کان یحب ان یکفن المیت فی قمیص لہ وازار وکان مثل الحی[6]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ مرد کو تین کپڑوں میں دفن کیا جائے، قمیص، چادر اور لفافہ۔

ابن سیرین میت کو زندہ کی طرح قمیص اور چادر پہنانا مستحب قرار دیتے ہیں۔

عورت کا کفن

علامہ ابو الحسن مرغینانی فرماتے ہیں، عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دینا سنت ہے: قمیص، چادر، دوپٹہ، لفافہ اور سینہ بند، کیونکہ حضرت ام عطیہ سے روایت ہے کہ جو عورتیں آپ کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں، آپ نے ان کو پانچ کپڑے دیئے[7]۔

علامہ ابو الحسن مرغینانی نے جس روایت کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں حافظ ذیلعی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ غریب ہے[8]

البتہ پانچ کپڑوں کے ثبوت میں یہ روایت ہے:

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۲۴، مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔
[2] " ، المصنف ج ۳ ص ۴۲۶ " " "
[3] " " " " "
[4] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۵۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ
[5] " " ، المصنف ج ۳ ص ۲۶۱، " "
[6] " " " " "
[7] امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[8] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۶۳، مطبوعہ مجلس علمی دابیل، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ۔

عن لیلیٰ بنت قانف الثقفیۃ قالت کنت فیمن غسل ام کلثوم ابنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند وفاتھا فکان اول ما اعطانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفۃ ثم ادرجت بعد فی ثوب الآخر[1]

لیلیٰ بنت قانف بیان کرتی ہیں کہ میں بھی ان عورتوں میں تھی جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چادر (تہبند) دیا پھر قمیص، پھر دوپٹہ، پھر سینہ بند، پھر ایک کپڑا جس میں انھیں لپیٹ دیا گیا (یعنی لفافہ)۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

حدیث نمبر ۲۰۹۹ میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نجاشی کی وفات کی اس دن خبر دی جس دن اس کی وفات ہوئی تھی پھر آپ لوگوں کے ساتھ عید گاہ گئے اور چار تکبیریں کہیں۔

اس حدیث کی شرح میں ہم پہلے نماز جنازہ کے طریقہ میں ائمہ اربعہ کا مسلک بیان کریں گے پھر غائبانہ نماز جنازہ میں اختلاف ائمہ بیان کریں گے۔ اس کے بعد نماز جنازہ متعدد بار پڑھے جانے میں ائمہ کے نظریات بیان کریں گے اور پھر متعدد جنازوں کی صورت میں نماز پڑھنے کا طریقہ بیان کریں گے، فنقول و باللہ التوفیق۔

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں مذاہب

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں کہ نماز جنازہ میں تکبیر اوّل کے بعد سورۂ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہے کیونکہ جب نماز جنازہ میں دیگر فرائض نماز کی طرح قیام فرض ہے تو سورہ فاتحہ کا پڑھنا بھی فرض قرار پائے گا اور ضم سورت کے بارے میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد چھوٹی سورت پڑھی جائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سورت نہ ملائی جائے کیونکہ نماز جنازہ کی بنا اختصار پر ہے، (الی قولہ) دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور یہ بھی فرض ہے (الی قولہ) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کرے کیونکہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ میں نے سنا آپ یہ دعا مانگ رہے تھے: اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان، اور میت کے لیے دعا کرنا بھی نماز جنازہ کے فرائض میں سے ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کا حکم بھی باقی نمازوں کی طرح واجب ہے[3] (شافعیوں کے نزدیک فرض اور واجب میں فرق نہیں ہے اور وہ ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں، سعیدی)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: نماز جنازہ میں یہ امور واجب ہیں: نیت، تکبیرات، قیام، سورۃ فاتحہ کا پڑھنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود، میت کے لیے دعا، اور ایک طرف سلام پھیرنا اور وقت کے سوا اس میں فرض نماز کی تمام

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۸۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

[3] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵، المہذب ج ۵ ص ۲۳۹-۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

شرائط ہیں۔[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ صرف دعا ہے اور امام مالک نے فرمایا ہمارے شہر میں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا معمول نہیں ہے اور فرمایا کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، اور دوسری تکبیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے شفاعت کرے، اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے۔[2]

امام محمد لکھتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ میت پر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: جب جنازہ رکھ دیا جائے تو امام آگے بڑھ جائے اور لوگ پیچھے صفیں باندھ لیں۔ امام رفع یدین کر کے تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ رفع یدین کر کے تکبیر کہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کریں۔ پھر امام دوسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تکبیر کہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھیں، پھر امام تیسری تکبیر کہے اور لوگ بھی بغیر رفع یدین کے اس کے ساتھ تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لیے استغفار اور اس کی شفاعت کریں۔ پھر امام چوتھی تکبیر کہے اور لوگ بھی اس کے ساتھ بغیر رفع یدین کے تکبیر کہیں اور امام دائیں اور بائیں جانب سلام پھیر دے اور لوگ بھی سلام پھیر دیں۔" اور ابن ابی لیلیٰ جنازہ کی پانچ تکبیریں کہتے تھے، (امام محمد نے کہا) میں نے پوچھا: "کیا حمد و ثناء، درود شریف اور میت کی دعا با آواز بلند پڑھی جائے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا نہیں ان میں سے کسی چیز کو با آواز بلند نہ پڑھیں بلکہ آہستہ پڑھیں! میں نے پوچھا کیا امام اور اس کے پیچھے مقتدی قرآن مجید پڑھیں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: امام قرأت کرے اور نہ اس کی اقتداء میں مقتدی قرأت کریں۔[3]

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ

نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت پر علامہ شیرازی شافعی نے جو دلیل پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ باقی فرض نمازوں میں قرأت فرض ہے اور نماز جنازہ بھی فرض نماز ہے اس لیے اس میں بھی قرأت فرض ہے[4] لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ نماز جنازہ دیگر فرض نمازوں سے اپنے ارکان کے اعتبار سے مختلف ہے۔ مثلاً باقی نمازوں میں رکوع اور سجود بھی فرض ہے جبکہ نماز جنازہ میں رکوع اور سجود فرض نہیں ہیں۔ علامہ نووی اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھی اور کہا "میں نے یہ سورت اس لیے پڑھی ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ سنت ہے۔" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب صحابی کسی مسئلہ میں کہیں کہ یہ سنت ہے تو مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ حدیث مرفوع ہوتی ہے اور حضرت ابن عباس کی یہ حدیث اس مسئلہ میں دیگر دلائل سے بے پرواہ کر دیتی ہے[5]۔ علامہ نووی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جس خبر واحد میں کسی مسئلہ کے مسنون ہونے کی تصریح ہو اس خبر واحد سے اس مسئلہ کی فرضیت پر استدلال کس طرح درست ہو سکتا

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط، ج ۱ ص ۴۲۴، ۴۲۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[4] علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵، ص ۲۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہے! جبکہ یہ امر بھی قطعی نہیں ہے کہ اس سے مراد سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا سنت صحابہ، اور چونکہ دیگر دلائل سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اس لیے یہ حدیث اس بات پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو تکبیر اولی کے بعد بطور دعا اور ثناء پڑھا تھا کیونکہ سورہ فاتحہ میں اللہ تعالی کی حمد و ثناء اور اس سے دعا کا مفہوم ہے اور پہلی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں اللہ تعالی کی حمد و ثناء کی جاتی ہے اسی لیے حضرت ابن عباس نے اسی اعتبار سے سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس حدیث کے علاوہ نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے سلسلے میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ نووی نے بھی شرح المہذب میں اس کا اعتراف کیا ہے اور صرف حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت کو لائق استدلال قرار دیا ہے۔

طبرانی نے حضرت ام عفیف سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فاتحۃ الکتاب پڑھنے کا حکم دیا اس کی سند میں عبدالمنعم ابو سعید نام کا ضعیف راوی ہے، ابن ماجہ نے حضرت ام شریک سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز جنازہ میں فاتحۃ الکتاب پڑھنے کا حکم دیا۔ حافظ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس کی سند میں ضعف ہے۔ طبرانی نے حضرت اسماء بنت یزید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز جنازہ پڑھو تو فاتحۃ الکتاب پڑھو اس میں معلی بن عمران نام کا ضعیف راوی ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں فاتحۃ الکتاب پڑھی۔ اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ ہے جو انتہائی ضعیف راوی ہے۔ امام شافعی نے کتاب الام میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں چار تکبیرات پڑھیں اور پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھی۔ اسی سند سے اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم بن ابو یحیی ہے جو متروک ہے اور عبداللہ بن محمد عقیل ہے جو انتہائی ضعیف راوی ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں چار مرتبہ پڑھا الحمد للہ رب العالمین۔ اس کی سند میں نابغہ بن قاسم مجہول ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پر بلند آواز سے سورہ فاتحہ پڑھی پھر دوسری تکبیر کے بعد دعا کی، (الحدیث) اس حدیث کی سند میں یحیی بن یزید بن عبدالملک نوفل نام کا ضعیف راوی ہے۔

نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جو نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کثیر صحابہ نے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا ہے اس سبب سے نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو بطور تلاوت قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی کسی آیت کو ثناء یا دعا کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے۔ حسب ذیل احادیث اور آثار سے نماز جنازہ میں قرآن مجید کا پڑھنا ممنوع ہے۔

عن جابر قال ما بلغہ لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ابو بکر ولا عمر فی الصلوٰۃ علی المیت بشیء [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ میں کسی چیز کے پڑھنے کو معین نہیں فرمایا۔

[1] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن ثلاثین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھم لم یقوموا علی شیء فی امر الصلوٰۃ علی الجنازۃ [1]

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے نماز جنازہ میں کسی معین چیز کے ساتھ قیام نہیں کیا۔

عن موسی الجھنی قال سالت الحکم و الشعبی وعطاء ومجاھدا فی الصلوٰۃ علی المیت شیء موقت فقالوا لا انما انت شفیع فاشفع باحسن ما تعلم [2]

موسیٰ جہنی کہتے ہیں میں نے حکم، شعبی، عطا، اور مجاہد، سے پوچھا کیا نماز جنازہ میں کوئی چیز مقرر ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! تم صرف شفاعت کرنے والے ہو پس اچھی دعا کے ساتھ شفاعت کرو۔

عن الشعبی قال فی التکبیرۃ الاولیٰ یبدء بحمد اللہ و الثناء علیہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والثالثۃ دعاء للمیت والرابعۃ للتسلیم [3]

شعبی کہتے ہیں کہ پہلی تکبیر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے دوسری تکبیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے۔ تیسری تکبیر میں میت کے لیے دعا کی جائے اور چوتھی تکبیر میں سلام پھیر دیا جائے۔

عن علی انہ اذا صلی علی میت بدأ بحمد اللہ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یقول اللھم اغفر لاحیائنا واموانا الحدیث [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ پڑھتے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے پھر دعا کرتے "اللھم اغفر لاحیائنا واموانا"

عن نافع ان ابن عمر کان لا یقرء فی الصلوٰۃ علی المیت [5]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے۔

عن ایوب عن محمد الزکان لا یقرا علی المیت [6]

ایوب کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین نماز جنازہ میں قرآن مجید نہیں پڑھتے تھے

عن ابی المنھال قال سالت ابا العالیۃ عن القراءۃ فی الصلوٰۃ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب فقال ما کنت احسب ان فاتحۃ الکتاب تقرأ الا

ابو المنہال کہتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ سے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا میرے گمان میں سورہ فاتحہ صرف اس نماز میں پڑھی

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۴ ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔
[2] " " المصنف ج ۳ ص ۲۹۵ ، " "
[3] " " " " "
[4] " " " " "
[5] " " المصنف ج ۳ ص ۲۹۸ " "
[6] " " " " "

فی صلوۃ فیھا رکوع وسجود۔[1]

جاتی ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔

عن علی قال قلت لفضالۃ بن عبیدۃ ھل یقرأ علی المیت شیٔ قال لا۔[2]

علی کہتے ہیں کہ میں نے فضالہ بن عبیدہ سے پوچھا کیا میت پر قرآن مجید پڑھا جائے گا؟ انھوں نے کہا نہیں!

عن سعید بن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال لہ رجل اقرؤ علی الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب قال لا تقرء۔[3]

سعید بن ابی بردہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا میں نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھوں فرمایا مت پڑھو۔

عن حجاج قال سألت عطاء عن القراءۃ علی الجنازۃ قال ما سمعنا بھذا۔[4]

حجاج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں سوال کیا انھوں نے کہا ہم نے یہ نہیں سنا!

عن ابراھیم وعن الشعبی قالا لیس فی الجنازۃ قراءۃ۔[5]

ابراہیم اور شعبی بیان کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

عن عبداللہ بن ابی سارۃ قال سألت سالما فقلت القرأۃ علی الجنازۃ فقال لا قرأۃ علی الجنازۃ۔[6]

عبداللہ بن ابی سارہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سالم سے پوچھا: کیا نماز جنازہ میں قرأت ہے۔ انھوں نے کہا نماز جنازہ میں قرأت نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نماز جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کے عدم جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولنا حدیث ابن مسعود رحمہ اللہ تعالیٰ قال لم یوقت لنا فی الصلوۃ علی الجنازۃ دعاء ولا قرأۃ کبر ما کبر الامام واختر من الدعاء اطیبہ وھکذا روی عن عبد الرحمن بن عوف وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما انھما قالا لیس فیھا قرأۃ شیٔ من القرآن وتاویل حدیث جابر رضی اللہ عنہ

ہماری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں کوئی دعا مقرر فرمائی ہے نہ قرأت۔ امام کی تکبیر پر تکبیر کہو اور اچھی دعا کو اختیار کرو۔ اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید کی قرأت نہیں ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ۔

[2] ۔ " " " " "

[3] ۔ " " " " "

[4] ۔ " " " " "

[5] ۔ " " " " "

[6] ۔ " " " " "

انّه کان قرأ علی سبیل الثناء لا علی وجه قراءة القرآن ولان هذا لیس بصلوٰة علی الحقیقة انما هی دعاء واستغفار للمیّت الا تری انه لیس فیها ارکان الصلوٰة من الرکوع والسجود والتشهد لما بینا فیما سبق ان الصلوٰة فی اللغة الدعاء واشتراط الطهارة واستقبال القبلة لا یدل علی انها صلوٰة حقیقة وان فیها قرأة کسجدة التلاوة ولا ترفع الایدی الا فی التکبیرة الاولی الامام والقوم فیها سواء۔[1]

انھوں نے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو بطور ثناء پڑھا تھا نہ بطور قرأت قرآن۔ نیز نماز جنازہ حقیقتاً نماز نہیں ہے۔ یہ صرف میت کے لیے استغفار اور دعا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نماز جنازہ میں نماز کے ارکان میں سے رکوع اور سجود نہیں ہیں، اور اس کو نماز اس لیے کہتے ہیں کہ لغت میں صلوٰۃ (نماز) دعا کو کہتے ہیں اور طہارت اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کی شرط اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ حقیقتاً نماز ہے اور اس میں قرأت ہے۔ جس طرح سجدہ تلاوت میں یہ شرط اس کے حقیقتاً نماز ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور تکبیر اولی کے سوا اس میں رفع یدین نہیں کیا جائے گا اور امام اور مقتدیوں کا ان مسائل میں ایک حکم ہے۔

نماز جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں احناف کا موقف

احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں قیام اور چار تکبیریں فرض ہیں اور ان کی فرضیت اجماع امت سے ثابت ہے اور پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد میّت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ ثناء، درود شریف، اور استغفار کے لیے منقولہ کلمات میں سے جو کلمات بھی پڑھ لیے جائیں، جائز ہے۔ تاہم برصغیر میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ ثناء کے لیے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں جلّ ثناؤک کے کلمات بھی ہیں اور درود شریف کے لیے وہ کلمات پڑھتے ہیں جن میں " تَرَحَّمْتَ " بھی ہے اور میت کے لیے دعا اور استغفار کے لیے یہ کلمات پڑھتے ہیں اللهم اغفر لحینا و میتنا الخ ہر چند یہ کلمات احادیث شریفہ سے ثابت ہیں لیکن ان کلمات کا پڑھنا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ ثناء، درود شریف اور دعا میت کے لیے احادیث میں متعدد طریقوں سے کلمات اور صیغے منقول ہیں ان میں سے جو کلمات بھی پڑھ لیے جائیں یہ امر مستحب ادا ہو جائے گا، ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض مسلمانوں کو یہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہوتے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے بغیر نماز جنازہ ادا نہیں ہو گی جبکہ صرف تکبیرات پڑھ لینے سے بھی نماز جنازہ ہو جاتی ہے اور جن کلمات کے ساتھ عام نمازوں میں ثناء پڑھی جاتی ہے (یعنی سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الٰه غیرک) اس ثناء کے پڑھنے سے اور عام نمازوں میں جو درود ابراہیمی پڑھا جاتا ہے (یعنی اللهم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی ال ابراهیم انک حمید مجید الخ) اس درود کے پڑھ لینے سے اور جو دعا عام نمازوں میں پڑھی جاتی ہے (یعنی ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب) اس دعا کے پڑھ لینے سے نماز جنازہ اپنے فرائض اور مستحبات کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں ہوتی اور جن لوگوں کو یہ مروجہ مخصوص کلمات یاد نہیں ہیں ان لوگوں کو کسی تردّد کے بغیر انھیں عام پڑھے جانے والے کلمات کے ساتھ نماز

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۴ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

جنازہ پڑھنی چاہیے، تاہم بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ مروجہ مخصوص کلمات خلاف سنت اور بدعت ہیں ہم سطور ذیل میں ان مروجہ کلمات کے ثبوت میں احادیث پیش کر رہے ہیں۔

ثناء

روی فی الجملۃ عن ابن عباس فی حدیث طویل من قولہ ذکرہ ابن ابی شیبۃ وابن مردویۃ فی کتاب الدعاء لہ ورواہ الحافظ ابو شجاع فی کتاب الفردوس عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ من احب الکلام الی اللہ عزوجل ان یقول العبد سبحانک اللھم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک۔

یہ ثناء فی الجملہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور ابن ابی شیبہ، ابن مردویہ اور حافظ ابو شجاع نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے: سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثناءک ولا الہ غیرک۔

درود شریف

مروجہ نماز جنازہ کے طریقہ میں جو درود شریف پڑھا جاتا ہے اس میں رحم کے الفاظ بھی ہیں اس کے ثبوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ منقول ہیں:

وارحم محمدا وآل محمد کما رحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید[۲]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وارحم محمد وال محمد کما صلیت وبارکت وترحمت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید[۳]

مروجہ دعا کی دلیل

مروجہ نماز جنازہ میں جو دعاء پڑھی جاتی ہے اس کا ذکر اس حدیث میں ہے:

عن ابی ابراھیم الاشھلی عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا وبیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذالک وزاد فیہ اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان[۴]

ابو ابراہیم اشہلی کے والد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں یہ دعا مانگتے تھے: اللھم اغفر لحینا وبیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا، اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے[۵]

---

[۱] فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[۲] علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ سعادۃ الدارین ص ۲۳۱۔

[۳] " " ص ۲۳۰۔

[۴] امام ابو عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

احادیث اور آثار کی روشنی میں احناف کے بتائے ہوئے طریقہ سے نماز جنازہ پڑھنے کا مسئلہ بحمدہ تعالیٰ واضح ہو گیا۔ اس مسئلہ پر مزید مطالعہ کے لیے مقالات سعیدی جلد اوّل کا مطالعہ فرمائیں اس میں ہم نے نماز جنازہ بر طریقِ اہل سنت کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا ہے اور اس مسئلہ میں غیر مقلدین علماء کے تمام اعتراضات کے جوابات لکھے ہیں۔

میّت کے بعض اجزاء پر نماز جنازہ میں مذاہب

اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے اور ان کو آفات، بلیات، حوادث اور مصائب سے محفوظ رکھے، آج کل ایسی صورتیں بکثرت پیش آتی ہیں کہ ہوائی جہاز، ریل، بس یا کار کے حادثہ سے مسلمان اس طرح جاں بحق ہو جاتے ہیں کہ ان کے جسم کے صرف بعض اجزاء باقی بچتے ہیں اور باقی اجزاء حادثہ میں ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اس صورت میں ان بعض اجزاء پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی تفصیل ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ میت کے جس قدر اجزاء بھی مل جائیں خواہ قلیل ہوں یا کثیر، ان پر نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ میت کے اجزاء بعض ہوں یا کثیر ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائیگی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر نصف سے زیادہ میت کا جسم پایا گیا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور اگر نصف جسم (یا اس سے کم) پایا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر کم اجزاء ملیں تو ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی[1] (یعنی اگر نصف یا اس سے زائد اجزاء ملیں تو نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں کہ جب انسانی اجزاء مثلاً ہاتھ یا پیر میں سے کوئی عضو پایا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ نماز میّت کے لیے مشروع کی گئی ہے اور میّت مکمل بدن کو کہتے ہیں اس کے کسی عضو کو نہیں کہتے اور اس وجہ سے بھی کہ جس شخص کا کوئی عضو ملا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہو اور زندہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی اور اس لیے بھی کہ اگر اعضاء پر نماز جنازہ ہو تو اگر میّت کے متعدد اعضاء ملیں تو ایک میت پر متعدد نمازیں پڑھی جائیں گی حالانکہ ہمارے نزدیک نماز جنازہ کا تکرار جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر بدن کا اکثر حصہ ملا یا نصف حصہ ملا جس کے ساتھ سر بھی تھا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ اکثر اجزاء کل کے حکم میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں نماز جنازہ کی تکرار کا احتمال بھی نہیں ہے[2]

حادثہ میں فوت ہونے والے مسلمانوں کی نماز جنازہ

علامہ سرخسی فرماتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں جس شخص کو درندے نے ہلاک کر دیا یا جو آگ میں جل گیا یا جو شخص پہاڑ سے گر کر مر گیا یا دیوار کے نیچے دب کر مر گیا یا ڈوب کر مر گیا ان تمام کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ چیزیں دنیاوی احکام کے حق میں معتبر نہیں ہیں اس لیے اس قسم کے حادثات میں ہلاک ہونے والے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۵۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

طبعی موت مرنے والے نماز جنازہ پڑھے جانے کے حق میں برابر ہیں [1]۔

دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے میں مذاہب

بعض دفعہ ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں جن میں نماز جنازہ کے تعدد کے جواز اور عدم جواز کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً کسی شہر میں کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے وہاں کے لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے ہیں بعد میں اس کی میت کو اس کے وطن لے جاتے ہیں وہاں لوگ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ ولی کے پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مالکیہ کا مسلک بھی بظاہر اس کے موافق ہے شوافع اور حنابلہ البتہ نماز جنازہ کی تکرار کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں اور نماز پڑھنا چاہیں تو ان کی نماز بھی فرض کفایہ ہو گی [2]۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کے نزدیک دفن سے پہلے ایک شخص یا کئی اشخاص دوبارہ نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں [3]۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: نماز پڑھی جانے کے بعد اگر کچھ لوگ جنازے پر آئیں تو وہ انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھیں نہ جماعت کے ساتھ۔ البتہ اگر پہلے ولی کی اجازت کے بغیر اجنبی لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی ہو تو بعد میں ولی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرار جائز ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نئی قبر کے پاس سے گزرے تو آپ نے اس کے بارے میں سوال کیا، بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے نماز پڑھانے کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ کہا گیا اسے رات کو دفن کیا گیا تھا۔ ہم نے حشرات الارض کے خوف سے آپ کو خبر نہیں دی۔ آپ نے کھڑے ہو کر اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، نیز سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام نے آپ کے جنازہ شریف پر فوج در فوج نماز پڑھی، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک بار ان سے نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انھوں نے صرف میت کے لیے استغفار کیا اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ رہ گئی جب وہ جنازے پر آئے تو انھوں نے کہا کہ "حضرت عمر پر نماز پڑھنے میں اگرچہ تم نے مجھ پر سبقت کر لی ہے لیکن ان کے لیے دعا میں مجھ سے پہل نہ کرنا" اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کا حق فریق اوّل کے فعل سے ادا ہو جاتا ہے اب اگر فریق ثانی بھی یہ فعل کرے تو اس کے حق میں نماز جنازہ نفل ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اگر نماز جنازہ نفلی طور پر جائز ہوتی تو جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت عطا فرماتا ہے انھیں آپ کی قبر پر نماز جنازہ بطریق اولی پڑھنی چاہیے تھی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی اپنی قبر میں اسی طرح ہیں جس طرح روز اوّل آپ کو رکھا گیا تھا اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے گوشت

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۴۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کھانے کو حرام کر دیا ہے، حالانکہ آپ کی قبر پر کوئی مسلمان آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا اور مسلمانوں کا یہ اجتماعی ترک اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے سوا اس صورت کے کہ میت کے ولی نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور جنازہ پڑھ لیا جائے تو وہ دوبارہ اس کی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے کیونکہ نماز جنازہ پڑھنا اس کا حق ہے اور دوسرا کوئی شخص اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس عورت کی قبر پر نماز پڑھی اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ آپ ہر مسلمان کے ولی ہیں اور ولی کے بغیر اگر نماز پڑھ لی جائے تو وہ دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ صحابہ کرام نے جو فوج در فوج آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی اس کا بھی یہی جواب ہے کیونکہ آپ کے شرعی ولی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور وہ معاملات کی درستگی اور فتنوں کے دبانے میں مشغول تھے، اس لیے ان کے نماز پڑھنے سے پہلے صحابہ کرام نماز جنازہ پڑھتے رہے حالانکہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے یہ ان کا حق تھا اور جب حضرت ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھ لی تو پھر کسی شخص نے آپ کے بعد نماز نہیں پڑھی۔ اسی وجہ سے ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کے لیے روئے زمین کو لپیٹ دیا گیا تھا اور آپ سب سے بڑھ کر ولی ہیں اور یہ بات کسی دوسرے کے لیے متصور نہیں ہے[1]۔

غائبانہ نماز جنازہ

زیر بحث باب کی حدیث جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کی روشنی میں امام شافعی اور امام احمد کہتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کہتے ہیں کہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور عام مسلمانوں کے لیے غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو میت شہر سے غائب ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ عام ازیں کہ وہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو، خواہ دونوں شہروں کے درمیان مسافت قریب ہو یا بعید لیکن نمازی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو[2]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جو کسی اور شہر میں غائب ہو اس پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے نمازی اس کی نیت کرے اور منہ قبلہ کی جانب کرے اور اس پر اسی طرح نماز پڑھے جس طرح حاضر پر پڑھتے ہیں، عام ازیں کہ میت قبلہ کی جانب ہو یا نہ ہو اور عام ازیں کہ دونوں شہروں میں مسافت کم ہو یا زیادہ ہو[3]۔

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ صرف حاضر کی پڑھی جائے گی۔ بعض علماء نے حدیث نجاشی کی بناء پر کہا غائب کی نماز جنازہ بھی جائز ہے اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ صرف نجاشی کے ساتھ خاص تھا[4]۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۹۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

حدیث نجاشی کے جوابات

شوافع اور حنابلہ حدیث نجاشی سے غائبانہ نماز جنازہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ فقہاء احناف اس واقعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نجاشی کی خصوصیت پر محمول کرتے ہیں۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نجاشی کا تخت اٹھالیا گیا تھا اور آپ نے اس کو دیکھ لیا تھا اور آپ کا اس پر نماز جنازہ پڑھنا ایسا تھا جیسے امام کے سامنے میت ہو وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور باقی نمازی نہ دیکھ رہے ہوں، شیخ تقی الدین نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ بغیر ثبوت نقل کے محض احتمال کی بناء پر یہ جواب صحیح نہیں ہے علامہ زیلعی فرماتے ہیں: کر صحیح ابن حبان کی قسم خامس کی اکتالیسویں نوع میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے پس کھڑے ہوکر اس پر نماز جنازہ پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں آپ نے چار تکبیریں کہیں اور ان کو یہ یقین تھا کہ جنازہ آپ کے سامنے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ضروریات میں سے ہے کیونکہ نجاشی ایسی جگہ فوت ہوئے تھے کہ وہاں ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی مسلمان نہ تھا لہٰذا ان کی نماز جنازہ پڑھنے کا فرض متعین ہوگیا تھا اور پہلے جواب کی تائید میں علامہ زیلعی طبرانی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کرتے ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک میں تھے، آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہا یا رسول اللہ! معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ میں فوت ہوگئے کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے لیے زمین لپیٹ دی جائے اور آپ ان پر نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبرائیل نے اپنے پروں کو زمین پر مارا اور آپ کے لیے ان کا تخت اٹھالائے۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل سے پوچھا ایسا کس وجہ سے ہوا؟ حضرت جبرائیل نے کہا یہ سورہ قل ہو اللہ احد سے محبت کرتا تھا اور اس کو آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے اور ہر حال میں پڑھتا رہتا تھا!" [1]

حضرت معاویہ بن معاویہ کی نماز جنازہ کے اس واقعہ کو امام بیہقی[2] اور علامہ ہیثمی[3] نے بھی ذکر کیا ہے۔

ہر چند کہ یہ حدیث اسانید ضعیفہ سے مروی ہے لیکن اس کو تائید کے مرتبہ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث سے مرکزی استدلال حضرات شافعیہ کا ہے جو غائبانہ نماز جنازہ کے قائل ہیں اس لیے اس کی اسانید کا ضعف احناف کو مضر نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ کے عدم جواز پر احناف کے دلائل

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ پھر خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ ماسوا ان لوگوں اور نجاشی کے آپ نے کسی اور صحابی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، حالانکہ سفر میں بہت سے مسلمان فوت ہوئے تھے، جیسے حبشہ کی سرزمین میں اور بہت سے غزوات میں مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ آپ کو بیئر معونہ کے قاری عزیز تھے اور

---

[1] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایۃ ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۴، مطبوعہ مجلس علمی دابیل، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۷ھ۔

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبری ج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۸ مطبوعہ مکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۳ھ۔

ان میں سے کسی کے بارے میں منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔ حالانکہ جو صحابی فوت ہو جاتے تھے آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت خواہشمند ہوتے تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی فوت ہو مجھے اس کی اطلاع ضرور دیا کرو کیونکہ اس کے حق میں میری نماز رحمت ہے [1]

جنائز کا تعدد

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام محمد فرماتے ہیں جب جنائز متعدد ہوں تو اگر لوگ چاہیں تو ان جنائز کو ایک صف میں رکھ دیں اور اگر چاہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ دیں۔ نیز امام محمد نے فرمایا اگر مرد اور عورتوں کے جنازے ہوں تو مردوں کے جنازوں کو امام کے قریب رکھیں اور عورتوں کے جنازوں کو پیچھے رکھیں، اور اگر لڑکے اور عورت کے جنازے ہوں تو لڑکے کے جنازے کو امام کے قریب اور عورت کے جنازے کو اس کے پیچھے رکھیں کیونکہ روایت ہے کہ حضرت علی کی صاحبزادی اور حضرت عمر کی اہلیہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ان کا بچہ زید بن عمر بیک وقت فوت ہو گئے تو حضرت عمر نے ان کے جنازے اسی ترتیب سے رکھے اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اسی طرح اگر دو یا تین جنازوں کو ایک قبر میں دفن کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یوم اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کا حکم دیا تھا، آپ نے فرمایا وسیع قبریں کھودو اور ایک ایک قبر میں دو دو اور تین تین کو دفن کر دو اور جس کو قرآن مجید زیادہ حفظ ہو اس کو مقدم رکھو۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں پہلے مرد کو قبلہ کی طرف دفن کیا جائے پھر اس کے پیچھے لڑکے کو پھر اس کے پیچھے بچے کو پھر اس کے پیچھے عورت کو اور ہر دو میت کے درمیان مٹی کا حجاب بنا دیں تاکہ وہ دو قبروں کے حکم میں ہو جائیں [2]۔

قبر پر نماز جنازہ

حدیث نمبر ۲۱۰۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں جس شخص نے میت پر نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اس کے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے میں اختلاف ہے، امام مالک فرماتے ہیں قبر پر نماز جنازہ نہ پڑھے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں صرف ولی قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے جبکہ ولی کے علاوہ کسی اور نے نماز جنازہ پڑھی ہو۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری اور فقہاء کی ایک جماعت اُن لوگوں کو قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں جنھوں نے نماز جنازہ نہ پڑھی ہو اور اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ قبر پر اس وقت نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے جبکہ میت کو تازہ دفن کیا گیا ہو اور اس مدت میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ مدت ایک ماہ ہے [3]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ ایک ماہ تک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے [4]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ مدت کے بارے میں شوافع کے متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ تین دن تک قبر

---

[1] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

[3] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک جسم کے بوسیدہ ہونے کا گمان نہ ہو نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قبر پر ہمیشہ نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے [1]۔

علامہ سرخسی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام محمد نے فرمایا: اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور میت کو قبر سے نہیں نکالا جائے گا کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا گیا اور وہ لوگوں کے پاس سے جا چکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے۔" لیکن چونکہ مسلمانوں نے اس پر نماز پڑھ کے اس کا حق ادا نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اس لیے اس وقت تک قبر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے جب تک یہ گمان ہو کہ اس کا جسم پھٹ نہیں گیا ہوگا کیونکہ نماز جنازہ میت پر مشروع ہے اس کے اجزاء پر نہیں ہے۔ امالی میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ تین دن تک قبر پر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں، علامہ سرخسی فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ دنوں کی حتمی اور یقینی تعداد مقرر نہیں کی جا سکتی کیونکہ موسم گرما اور سرما کے آثار مختلف ہوتے ہیں اور میت کے بدن اور مٹاپے اور دبلے پن کے عوارض بھی مختلف ہوتے ہیں (جو جسم کے جلد یا بدیر ٹوٹ پھوٹ پر اثر انداز ہوتے ہیں) اس لیے اس مسئلہ میں جہاں قبر ہو وہاں کے موسم اور میت کے احوال کے اعتبار سے لوگوں کے ظن غالب کا اعتبار کیا جائیگا [2]۔

اگر میت کو نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا یا ولی کے نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا گیا تو مدت مذکور کے لحاظ سے احناف کے نزدیک قبر پر نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا

بعض اوقات ایک شخص اپنے وطن سے دور کسی دوسرے شہر میں فوت ہو جاتا ہے اور اس کے متوسلین اسے اپنے آبائی وطن میں دفن کرنا چاہتے ہیں تاکہ قبر کی زیارت اور گاہے گاہے فاتحہ خوانی میں سہولت ہو۔ اس صورت میں اگرچہ اولیٰ یہی ہے کہ اس کو جہاں فوت ہوا ہے وہیں دفن کیا جائے تاہم اگر اس کے جنازے کو اس کے وطن منتقل کر کے دفن کریں تو یہ خلاف اولیٰ ہونے کے باوجود جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کسی غرض صحیح کے سوا جنازے کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں نہیں منتقل کرنا چاہیے یہ امام اوزاعی اور ابن منذر کا مذہب ہے۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمن بن ابی بکر حبشہ میں فوت ہو گئے ان کی میت کو مکہ میں لا کر دفن کیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر پر آ کر فرمانے لگیں "بخدا اگر میں تمہاری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم کو وہیں دفن کرتی جہاں تمہیں موت آئی تھی اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔" نیز اگر میت کو وہیں دفن کر دیا جائے تو اس میں مشقت کم ہے اور میت تغیر سے محفوظ رہتی ہے البتہ اگر میت کو منتقل کرنے میں کوئی غرض صحیح ہو تو جائز ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: جس شہر میں کوئی شخص فوت ہوا ہو اس کو اس شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے میں، میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ زہری سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا حضرت سعد بن

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ،

ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما کے جنازوں کو عقیق سے مدینہ لایا گیا اور ابن عیینہ نے کہا حضرت ابن عمر یہاں فوت ہوئے تھے اور انھوں نے وصیت کی تھی کہ ان کو یہاں دفن نہ کیا جائے بلکہ مقام سرف میں دفن کیا جائے [1]

علامہ قاضی خاں حنفی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر میت کو دفن سے پہلے ایک یا دو میل منتقل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی اور شہر میں فوت ہو جائے تو اس کو وہیں چھوڑنا مستحب ہے اور اگر دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں فوت ہوئے اور ان کے جنازے کو شام میں منتقل کیا گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کافی عرصہ کے بعد حبش سے شام میں منتقل کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص مدینہ سے چار فرسخ دور فوت ہوئے تھے اور ان کے جنازے کو مدینہ منورہ لایا گیا [2]

دفن کے بعد میت کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنا

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہاء اسلام نے بلا ضرورت شرعیہ ایسا کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن ہم شہداء کی نعشیں دفن کے لیے اٹھا رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ شہداء کو اسی جگہ لوٹا دو جس جگہ وہ فوت ہوئے تھے [3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف دفن کے بعد میت کو منتقل کرنے کی ممانعت پر محمول ہے۔ کیونکہ مضجع سونے کی جگہ کو کہتے ہیں جس سے متبادر قبر ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ دفن کے بعد میت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ میت کس حال میں ہے اور اس کی قبر کو کھولنے میں اس کی پردہ دری ہے اس وجہ سے فقہاء نے بلا عذر شرعی قبر کھودنے کو حرام قرار دیا ہے [4]

عذر شرعی کی وجہ سے میت کو قبر سے منتقل کرنا

عذر شرعی کی وجہ سے قبر کو کھودنا بھی جائز ہے اور میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً دفن کرتے وقت قبر میں کسی شخص کی رقم گر گئی ہو تو اس کو نکالنے کے لیے قبر کو کھودنا جائز ہے یا کسی کی زمین میں اس سے اجازت لیے بغیر میت کو دفن کر دیا گیا ہو اور وہ شخص اپنی زمین کو خالی کرنے کا مطالبہ کرتا ہو یا زمین سیلاب میں آ رہی ہو اور خدشہ ہو کہ زمین پانی میں ڈوب جائے گی تو ان صورتوں میں میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا جائز ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: حضرت جابر نے اپنے والد عبداللہ کو چھ ماہ بعد احد سے نکال کر بقیع میں دفن کر دیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن صعصہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن جموح اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری صحابی تھے دونوں شہداء احد میں سے تھے اور دونوں ایک قبر میں پانی کے قریب مدفون تھے چھیالیس سال کے بعد ان کی قبر تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا۔ ان کو ان

---

[1] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۴۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر۔

[3] ۔ امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[4] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۳۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

کی قبر سے نکال کر دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ چھیالیس سال کے بعد بھی ان کے اجسام بالکل تر و تازہ تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں۔ ان میں سے ایک صحابی جس وقت دفن کیا گیا تھا تو اس کا ہاتھ اپنے زخم پر تھا اور جب نکالا تو اسی طرح تھا۔ علامہ علی قاری لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد اس کو بغیر عذر کے نہ کھولا جائے خواہ کم مدت گذری ہو یا زیادہ اور صاحب بجنیس (علامہ ابوالحسن صاحب ہدایہ) فرماتے ہیں عذر یہ ہے کہ زمین مغصوب ہو یا اس کا شفیع مطالبہ کر رہا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد صحابہ کفار کے شہروں میں دفن کر دیے گئے اور ان کو بعد میں دوسری جگہ اس لیے نہیں منتقل کیا گیا کہ کوئی عذر نہیں تھا۔[1]

امانت کے طور پر دفن کے بعد میت کو قبر سے منتقل کرنا

بعض لوگ مثلاً پاکستان سے باہر کسی شہر میں فوت ہو جاتے ہیں اور ان کو لوگ عارضی طور پر وہیں دفن کر دیتے ہیں پھر کچھ عرصہ بعد میت کو قبر سے نکال کر پاکستان اپنے وطن لا کر دفن کرنا چاہتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء اسلام نے دفن کے بعد عذر شرعی کے بغیر میت کو قبر سے منتقل کرنے کی اجازت نہیں دی۔[2] قاضی خان لکھتے ہیں کہ کسی عورت کا بیٹا کسی اور شہر میں موت کے بعد دفن کر دیا گیا اور وہ عورت اس کے لیے بے قرار ہو اور اس کو قبر سے منتقل کرنا چاہتی ہو تو اس کے لیے میت کو قبر سے منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔[3] ملا علی قاری، قاضی خاں کے بیان کردہ مسئلہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں اس پر ہمارے مشائخ کا اتفاق ہے نیز لکھتے ہیں کہ مشائخ کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کو غسل دیے بغیر دفن کر دیا گیا تو اس کے تدارک کے لیے اس کی قبر کو کھودنا جائز نہیں ہے[4] (کیونکہ ضرورت شرعیہ سے مراد حقوق العباد کی ادائیگی کی ضرورت ہے اور یہ امور حقوق اللہ سے ہیں ـــــ سعیدی غفرلہٗ) علامہ نووی شافعی ابن الصباغ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: "دفن کے بعد میت کا کفن اتارا جائے گا نہ اس کو منتقل کیا جائے گا"[5] فاضل بریلوی نے امانت کے طور پر دفن کرنے کے بعد میت کے قبر سے منتقل کرنے کو حرام قرار دیا ہے[6]۔

ہم نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے بیان کی ہے کہ آج کل شیعہ حضرات کی دیکھا دیکھی امانتہً دفن کرنے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احکام شرعیہ پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

جنازہ کی تعظیم کے لیے قیام

حدیث نمبر ۱۲ ۲۱ میں حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی جنازہ کو دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ تمہیں پیچھے چھوڑ جائے یا اس کو اتار کر رکھ دیا جائے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ قیام

---

[1] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۴ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۹۵ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۷۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۲۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[6] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۱۱۴، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ۔

منسوخ ہو گیا اور امام احمد اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ قیام میں اختیار ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ دفن کے لیے قبرستان میں جب جنازہ لایا جائے تو جب تک جنازہ کو نیچے نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک کھڑے رہنا چاہیے اور یہ قیام منسوخ نہیں ہے۔

نماز جنازہ پڑھانے کیلئے امام کے کھڑے ہونیکا طریقہ

حدیث نمبر ۲۱۳۱ میں ہے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ حضرت ام کعب رضی اللہ عنہا جو کہ حالت نفاس میں انتقال کر گئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جنازے کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو امام اس کے سر کے مقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو اس کے درمیان میں کھڑا ہو[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ عورت کے جنازے میں جنازے کے درمیان میں کھڑا ہو اور مرد کے جنازے میں سینہ کے مقابل کھڑا ہو[2] قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں کہ ابن قاسم مالکی کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کے جنازے میں امام جنازے کے سینہ کے مقابل کھڑا ہو[3] علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام کے کھڑے ہونے کی بہترین جگہ جنازے کے سینے کے مقابل ہے، کیونکہ انسان کے اعضاء میں اشرف سینہ ہے[4]۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر مرد کا جنازہ ہو تو سر کے بالمقابل کھڑا ہو اور اگر عورت کا جنازہ ہو تو جنازے کے وسط میں کھڑا ہو کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح نماز جنازہ پڑھائی تھی[5]۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول چونکہ احادیث اور آثار کے مطابق ہے اس لیے اسی قول پر عمل کرنا چاہیے۔ علامہ ابوالحسن نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

عن ابی غالب قال صلیت مع انس بن مالك علی جنازة رجل فقام حیال رأسه ثم جاؤا بجنازة امراة من قریش فقال یا اباحمزة صل علیها فقام حیال وسط السریر فقال له العلاء بن زیاد هکذا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم

ابوغالب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایک مرد کی نماز جنازہ پڑھی حضرت انس جنازے کے سر کے بالمقابل کھڑے ہوئے۔ پھر ایک عورت کا جنازہ آگیا۔ لوگوں نے حضرت انس سے کہا "اے ابوحمزہ اس عورت کی نماز جنازہ پڑھا دیں"۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازے کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ علاء بن زیاد نے پوچھا: کیا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۲۹۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔ ۱۴۰۵ھ۔
[3] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت
[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ دارالمعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔
[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

قام علی الجنازۃ مقامک منہا و من الرجل مقامک منہ قال نعم۔[1]

آپ نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی نماز جنازہ پڑھائی تو وہاں کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے اور مرد کی نماز جنازہ پڑھائی تب بھی وہاں کھڑے ہوئے جہاں آپ کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں!۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے[2]۔ بعض معاصرین کا اس حدیث کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف کہنا صحیح نہیں ہے[3]۔ علاوہ ازیں عورت کے جنازہ میں وسط میں کھڑے ہونے کا ذکر بخاری اور مسلم میں بھی ہے اور بعض معاصرین کا سینہ کو وسط کہنا مشاہدہ کے خلاف ہے۔

قبر میں میّت کے نیچے کپڑا بچھانا

حدیث نمبر ۲۱۳ میں ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے سرخ چادر بچھادی گئی تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ کپڑا بچھانے والے حضرت شقران تھے دیگر صحابہ نے ان کے اس فعل کو پسند نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس میت کے نیچے کپڑا بچھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور جمہور فقہاء اسلام نے بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے فرمایا: امام مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن اور آپ کی قبر کے بارے میں احادیث ذکر کی ہیں اور آپ کے غسل اور نماز جنازہ کے بارے میں احادیث ذکر نہیں کیں۔ آپ کے غسل کے بارے میں سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو غسل دیا گیا اور نماز جنازہ پڑھے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا آپ کی نماز جنازہ بالکل نہیں پڑھی گئی لوگ فرداً فرداً جاکر دعا کرکے لوٹ آتے تھے اور اس کی وجہ میں پھر اختلاف ہے بعض علماء نے کہا آپ اپنی فضیلت کی وجہ سے نماز سے مستثنیٰ تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر آپ کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔ بعض نے کہا اس وقت کوئی امام مقرر نہیں تھا اور یہ بھی غلط ہے کیونکہ نمازیں پڑھی جاتی تھیں اور نماز باجماعت معطل نہیں ہوئی تھی اور حضرت ابوبکر کی بیعت آپ کے دفن سے پہلے مکمل ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکر دفن سے پہلے مسلمانوں کے امام اور خلیفہ مقرر ہو چکے تھے، صحیح نظریہ جس پر جمہور قائم ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ فرداً فرداً پڑھی گئی۔ ایک جماعت جاتی اور سب اکیلے اکیلے نماز جنازہ پڑھتے پھر وہ جماعت باہر آجاتی اور دوسری جماعت چلی جاتی۔ مردوں کے بعد عورتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں نے پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کو پیر سے بدھ تک مؤخر کرنے میں حکمت یہ تھی کہ بیعت مکمل ہو جائے اور مسلمانوں کا ایک امیر منتخب ہو جائے تاکہ کسی نزاع اور اختلاف کے وقت اس کی اطاعت کی جاسکے[4]۔

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] ۔ " " "

[3] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ مطبع ریاض حسین لاہور

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کے متعلق اس سے پہلے ہم علامہ شمس الدین سرخسی کی طویل عبارت بھی نقل کر چکے ہیں جس طرح قاضی عیاض اور علامہ نووی نے فرمایا جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے۔ شمائل ترمذی میں امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر کی ہے کہ آپ کی نماز جنازہ میں تکبیرات ثنا اور درود شریف کو پڑھا گیا[1] ہم نے اس موضوع پر بہت مفصل اور مبسوط گفتگو کی ہے جو ملک کے مختلف جرائد میں چھپی، اور مقالات سعیدی ج ۱ میں بھی شامل ہے یہ بحث لائق مطالعہ ہے۔

پختہ قبر بنانے کی کراہت اور کوہان کی شکل بنانے کا استحباب

حدیث نمبر ۲۱۴۱ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے سے قبروں پر بیٹھنے سے اور قبروں پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

امام محمد لکھتے ہیں میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا قبر کس چیز کی بنائی جائے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا کچی اینٹوں اور سرکنڈوں سے! میں نے کہا کیا آپ پختہ (پکی ہوئی) اینٹوں کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں! (الی قولہ) میں نے کہا مجھے بتلائیے کہ قبر چوکور بنائی جائے یا کوہان کی شکل میں؟ فرمایا کوہان کی شکل میں بنائی جائے اور چوکور نہ بنائی جائے۔ میں نے کہا کیا آپ پختہ قبر بنانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ فرمایا ہاں![2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابوبکر بن عیاش سے روایت کیا ہے کہ سفیان تمار نے بیان کیا انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو دیکھا وہ کوہان کی شکل میں بنی ہوئی تھی اور ابن ابی شیبہ نے سفیان سے روایت کیا کہ میں اس حجرہ میں داخل ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبریں کوہان کی شکل میں تھیں[3]۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قبر کو زمین سے زیادہ بلند نہ کیا جائے نہ کوہان کی شکل میں بنایا جائے بلکہ ایک بالشت بلند کر کے ہموار مسطح بنائی جائے نیز لکھتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا، اس پر عمارت تعمیر کرنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے[4]۔

علامہ نووی شافعی کا کوہان کی شکل میں قبر بنانے کو مکروہ قرار دینا صحیح بخاری اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کے خلاف ہے۔

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں: علامہ اشہب (مالکی) فرماتے ہیں: قبر کو کوہان کی شکل میں بنانا چوکور بنانے کی بہ نسبت پسندیدہ ہے[5]۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ قبر کو کوہان کی شکل میں بنایا

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ۔ شمائل ترمذی ص ۵۹۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۔

[2] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ ، المبسوط ج ۱ ص ۴۲۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

[3] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[5] ۔ علامہ ابوعبداللہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ ، مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۹۷ ، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ بیروت ۔

جائے[1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے[2]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ قبر کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا مکروہ ہے[3]۔

قبر پر نام وغیرہ لکھنے کا حکم

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: امام شافعی نے فرمایا میں نے مکہ کے ائمہ کو دیکھا وہ قبر پر بنی ہوئی عمارت کو گرانے کا حکم دیتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے اور امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے، قبر پر لکھنے اس پر عمارت بنانے اور اس کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔ حاکم فرماتے ہیں ہر چند کہ امام مسلم نے لکھنے کی ممانعت کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث ان کی شرط پر صحیح ہے۔ درمختار میں ہے اگر ضرورت ہو تو قبر پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ قبر کا اثر محو نہ ہو علامہ ابن عابدین نے فرمایا لکھنے کی ممانعت اگرچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے لیکن لکھنے کے ثبوت پر اجماع عملی موجود ہے۔ حاکم نے لکھنے کی ممانعت میں احادیث وارد کیں اور کہا یہ احادیث اگرچہ صحیح ہیں لیکن ان پر عمل نہیں ہے کیونکہ شرق سے لے کر غرب تک ائمہ مسلمین کی قبروں پر لکھا جاتا ہے اور متاخرین نے متقدمین کے عمل کو دیکھ کر عمل کیا ہے۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں: علامہ شامی کے نظریہ کی سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے تقویت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے رکھا اور فرمایا "میں اس کے ساتھ اپنے بھائی عثمان کی قبر پر علامت بناتا ہوں"۔ کیونکہ لکھنا بھی قبر کی پہچان اور علامت ہے، ہاں! یہ بات ظاہر ہے کہ یہ (لکھنے کے ثبوت پر) اجماع عملی کی رخصت اس صورت پر محمول ہے جب اس کی ضرورت ہو جیسا کہ محیط میں ہے کہ اگر قبر پر لکھنے کی ضرورت ہو تاکہ اس کے آثار محو نہ ہوں تو لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بلا عذر لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس کے بعد شیخ عثمانی نے اس مسئلہ میں علامہ دشتانی کا اختلاف ذکر کیا ہے اور پھر یہ کہا کہ بہترین توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو لکھنے کی ممانعت مروی ہے اس کو بلاضرورت لکھنے پر محمول کیا جائے[4]۔

خلاصہ یہ ہے کہ ترمذی اور حاکم کی احادیث میں قبر پر لکھنے کی ممانعت وارد ہے لیکن چونکہ متقدمین اور متاخرین علماء اور اکابرین امت سے بلا انکار لکھنا ثابت ہے اور یہ اجماع عملی ہے اس لیے شیخ عثمانی کی توجیہ کے مطابق لکھنے کی ممانعت بلاضرورت لکھنے پر محمول ہے اور ضرورت کی وجہ سے قبر پر لکھنا جائز ہے۔

مزارات پر گنبد بنانے کا حکم

زیر بحث حدیث میں قبر پر عمارت تعمیر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ شروع سے لیکر اب تک امت کے صالحین اور علماء بزرگان دین کے مزارات پر گنبد بناتے چلے آئے ہیں اس لیے امت کے اجماع عملی سے گنبد بنانے کا جواز ثابت ہے اور

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۹۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ۔

[2] ۔ " " " ج ۳ ص ۹۹، " "

[3] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۵۰۷، ۵۰۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

حدیث شریف میں ممانعت بلاضرورت تعمیر پر محمول ہے جس طرح شیخ عثمانی نے قبر پر لکھنے کی ممانعت کو بلاضرورت لکھنے پر محمول کیا ہے اور جواز کو امت کے اجماع عملی کی بناء پر ثابت کیا ہے۔ علاوہ ازیں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعینہٖ اسی دلیل سے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اذا کانت الخیمة لفائدة مثل ان یقعد القراء تحتها فلا تکون منهیة (الی قوله) وقد اباح السلف البناء علی قبر المشائخ و العلماء المشهورین لیزوروهم الناس و یستریحوا بالجلوس فیه [1]

جب قبر پر سائبان کسی فائدہ کی بناء پر لگایا جائے مثلاً تاکہ خیمہ کے نیچے قاری بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں تو پھر اس کی (حدیث میں) ممانعت نہیں ہے، اور سلف صالحین نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور آرام سے بیٹھیں

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اگر میت پر خیمہ نصب کرنے کی کوئی غرض صحیح ہو تو جائز ہے جیسے زندہ لوگوں پر دھوپ سے سایہ کرنے کی غرض سے خیمہ نصب کرنا [2]۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی لکھتے ہیں:

و کان سیدی علی و اخی افضل الدین یکرهان بناء القبة علی القبر و وضع التابوت الخشب والستر علیه و نحو ذلك لاحاد الناس و یقولون هذا لایلیق الا بالانبیاء و من داناهم من الاولیاء الاکابر و اما نحن فمقامنا الدفن تحت نعال الناس فی الشوارع [3]

میرے شیخ علی اور بھائی افضل الدین عام لوگوں کی قبروں پر گنبد بنانے، تابوت رکھنے اور چادریں چڑھانے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قبروں پر گنبد اور چادریں صرف انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء کی شان کے لائق ہیں۔ رہے ہم! تو ہمیں لوگوں کے قدموں کے نیچے راستے میں دفن کر دینا چاہیے۔

علامہ رافعی حنفی لکھتے ہیں

قال الشیخ عبد الغنی النابلسی فی کشف النور عن اصحاب القبور ما خلاصة ان البدعة الحسنة الموافقة لمقصود الشرع تسمی سنة فبناء القباب علی قبور العلماء و الصلحاء و وضع الستور و العمائم و الثیاب علی قبورهم امر جائز اذا کان القصد بذلك التعظیم فی

(اس موضوع پر) کشف النور میں شیخ عبدالغنی نابلسی نے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بدعت حسنہ شارع کے مقصود کے موافق ہو وہ سنت کہلاتی ہے لہٰذا علماء اور صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور ان کی قبروں پر چادریں اور عمامے چڑھانا جائز کام ہے جبکہ اس سے یہ مقصود ہو کہ عوام کی نگاہوں میں ان کی تعظیم پیدا کی جائے تاکہ وہ صاحب قبر کو

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴، ص ۶۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، لواقح الانوار القدسیہ ص ۵۹۳ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

اعین العامة حتی لا یحتقر و اصاحب هذا القبر و کذا ایقاد القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء من باب التعظیم و الاجلال ایضا للاولیاء فالمقصد فیها مقصد حسن و نذر الزیت و الشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیما لهم و محبة فیهم جائز ایضا لا ینبغی النهی عنه۔ [1]

معمولی نہ سمجھیں، اسی طرح ان کی قبروں کے پاس قندیلوں اور شمعوں کو روشن کرنا بھی باب تعظیم سے ہے کیونکہ اس میں نیک مقصد ہے اور تیل اور شمعوں کی نذر اولیاء اللہ کیلئے ہوتی ہے جو ان کی قبروں پر ان کی تعظیم اور ان سے محبت کے اظہار کے لیے جلائی جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک جائز کام ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔

شیخ عبدالغنی نابلسی کی اس عبارت کو علامہ اسماعیل حقی حنفی نے "ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه" کی تفسیر میں روح البیان میں ذکر کیا ہے۔

مزارات پر چادر کا حکم

اولیاء اللہ اور علماء کبار کے مزارات پر ان کی تعظیم کے نقطہ نظر سے چادر چڑھانا جائز ہے۔ اس سے پہلے ہم علامہ رافعی کے حوالے سے اس سلسلے میں علامہ نابلسی کی عبارت ذکر کر چکے ہیں، علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال فی فتاوی الحجة و تکره الستور علی القبور اه و لکن نحن نقول الآن اذا قصد به التعظیم فی عیون العامة حتی لا یحتقروا صاحب القبر و لجلب الخشوع و الادب للغافلین الزائرین فهو جائز لان الاعمال بالنیات و ان کان بدعة فهو کقولهم بعد طواف الوداع یرجع القهقری حتی یخرج من المسجد رجلا الی البیت حتی قال فی منهاج السالکین انه لیس فیه سنة مرویة و لا اثر محکی قد فعله اصحابنا۔ [2]

صاحب فتاوی حجۃ نے کہا ہے کہ قبروں پر چادریں چڑھانا مکروہ ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ جب چادر چڑھانے سے صاحب قبر کی تعظیم کا قصد کیا جائے تاکہ عام لوگ اس قبر کو معمولی اور حقیر نہ سمجھیں اور زائرین کے خضوع، خشوع اور ادب میں اضافہ ہو تو یہ جائز ہے کیونکہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور ہر چند کہ یہ فعل بدعت ہے لیکن اس کی نظیر فقہاء کا یہ قول ہے کہ طواف وداع کے بعد مسجد (حرام) سے باہر آنے تک الٹے پیر لوٹے تاکہ بیت اللہ کی تعظیم کا اظہار ہو، اور منہاج السالکین میں لکھا ہے کہ اس فعل کے لیے نہ کوئی سنت مروی ہے نہ اثر صحابی اس کے باوجود ہمارے اصحاب نے ایسا کیا۔

علامہ نابلسی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ شامی اور علامہ رافعی نے مزارات پر چادر چڑھانے کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں افراط اور بے اعتدالی کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح اوباش لڑکے باجوں تاشوں کے ساتھ ناچتے گاتے چادر کا جلوس

---

[1] شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریۃ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۱۹ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

لے کر مزارات کی طرف جاتے ہیں، البتہ ادب اور تعظیم کے ساتھ نعت خوانی کرتے ہوئے چادر چڑھانا جائز ہے یا ضرورت سے زیادہ چادریں چڑھائی جائیں یہ دونوں صورتیں اسراف اور گناہ ہیں۔ جب تعظیم کے لیے مزار پر چادر موجود ہو تو مزید چادروں کے بجائے وہ کپڑا غریبوں پر صدقہ کر کے اس کا ثواب صاحب مزار کو پہنچا دیں۔ مزار پر چادر چڑھانے کی شرعی نذر اور منت ماننا بھی گناہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے۔ فقہاء کی تصریح کے مطابق غیر اللہ کے لیے شرعی نذر ماننا ناجائز اور گناہ ہے۔ ہاں عرفی نذر بمعنی نذرانہ یا ایصال ثواب جائز ہے۔

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں عام مشاہدہ میں یہ بات ہے کہ عوام کسی گم شدہ شخص یا مریض کے لیے یا اپنی کسی حاجت ضروریہ میں نذر مانتے ہیں اور بعض صلحاء کے مزار پر جاتے ہیں اور ان کا پردہ اپنے سر پر رکھ کر کہتے ہیں کہ اے فلاں بزرگ اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آئے یا بیمار تندرست ہو جائے یا میری حاجت پوری ہو جائے تو میں آپ کے لیے اتنا سونا، یا اتنی چاندی یا اتنا کھانا یا اتنا پانی یا اتنی موم بتیاں یا اتنا تیل پیش کروں گا تو یہ نذر بالاجماع باطل ہے اولاً اس لیے کہ یہ مخلوق کے لیے نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت ناجائز ہے ثانیاً جس کے لیے نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ثالثاً اس لیے کہ اگر نذر کرنے والے نے یہ گمان کیا کہ صاحب قبر اللہ کے بغیر خود تصرف کرتا ہے تو یہ اعتقاد کفر ہے، ہاں نذر معروف کے جواز کی صرف یہ صورت ہے کہ نذر ماننے والا یہ کہے کہ اے اللہ میں تیرے لیے نذر مانتا ہوں اگر تو نے میرے بیمار کو شفا دیدی یا میرے گم شدہ شخص کو لوٹا دیا یا میری حاجت پوری کر دی تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے مزار پر جو فقراء ہیں ان کو کھانا کھلاؤں گا، یا امام شافعی کے مزار پر جو فقراء ہیں ان کو کھانا کھلاؤں گا یا امام لیث کے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا، یا اس نے اولیاء کرام کی مساجد کے لیے چٹائیاں یا تیل خریدا یا وہاں کے مصالح کے لیے دراہم کی نذر مانی جس میں فقراء کا نفع ہو اور نذر صرف اللہ عزوجل کے لیے ہو اور شیخ کا ذکر صرف اس لیے ہو کہ نذر کا مصرف اور خرچ کا محل متعین ہو جائے تاکہ شیخ کی مسجد یا مدرسہ کے نادار لوگوں پر اس کو خرچ کیا جائے تو اس اعتبار سے یہ نذر جائز ہے کیونکہ نذر کا مصرف فقراء ہوتے ہیں اور یہاں ایسا ہی ہے، اور یہ جائز نہیں ہے کہ نذر کا مال کسی غنی غیر محتاج پر یا سادات پر خرچ کیا جائے اور نہ کسی صاحب منصب یا عالم دین پر خرچ کیا جائے الا یہ کہ وہ نادار فقیر ہوں، اس پر اجماع ہے کہ نذر کو اغنیاء پر خرچ کرنا ناجائز ہے اور مخلوق کے لیے نذر ناجائز ہے، مخلوق کے لیے نذر منعقد نہیں ہوتی یہ حرام اور گناہ ہے اور شیخ کے خادم کے لیے اس کو لینا اور کھانا ناجائز ہے اور اس کا اس میں تصرف کرنا کسی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ شخص فقیر اور محتاج ہو اور کھانے سے عاجز ہو تو وہ حالت اضطرار میں اس کو بطور صدقہ لے سکتا ہے لیکن یہ مکروہ ہے تاوقتیکہ نذر ماننے والا تقرب الی اللہ کی نذر نہ مانے اور شیخ کے تقرب سے اس کی توجہ منقطع نہ ہو۔ اور جب تمہیں یہ مسئلہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ جو رقم، مرم بتیاں اور تیل وغیرہ اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے لے جایا جاتا ہے وہ اجماع مسلمین سے حرام ہے جب تک اس سے زندہ فقراء پر خرچ کرنے کی نیت نہیں کی جاتی یہ قول واحد ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں[1] علامہ حصکفی نے بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے[2]

---

[1] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ ۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۔

[2] ۔ علامہ علاء الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ ۔

اور علامہ شامی نے علامہ ابن نجیم سے بھی زیادہ تفصیل سے لکھا ہے [۱]۔ فتاوی عالمگیری میں بھی ہے [۲] اور فتاوی عزیزی میں ہے [۳]۔ اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر نذر اللہ کے لیے کی جائے اور شیخ کا ذکر تعیین مصرف کے لیے ہو یا صرف ایصال ثواب کی خاطر کسی درگاہ میں کچھ ہدیہ پیش کیا جائے تو جائز ہے اور جب صرف ایصال ثواب مقصد ہو نذر نہ ہو تو وہ ہدیہ اغنیاء، سادات اور خدام مزار کے لیے بلا اختلاف جائز ہے۔

نذر عرفی کے معنی پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

و اما النذر لغیر الله فشرك صریح لان النذر عبادة قال النبی صلی الله علیه وسلم انما النذر ما ابتغی به وجه الله ولو نذر لله و اوصل ثوابه الی روح نبی او ولی او احد من الاموات فهذا یجوز یسمیه الناس بالفاتحة فی هذا الزمان صرح بجواز ه مولانا عبد العزیز ومولانا اسحاق وغیرهما وقال بعض العلماء انه لیس لهذا العمل اصل شرعی یعتمد علیه فیکون بدعة ومنهیا عنه و اجاب عنه البعض بانه له اصلا شرعیا وهو حدیث بیرام سعد وقال ابوطلحة ببیرحاء فهی الی الله عز وجل و الی رسوله و فی روایة اخری صدقة الی الله و رسوله قلت هذا العمل متداول عند الصوفیة کافة من غیر نکیر و اختلاف بینهم [۴]

بہر حال غیر اللہ کی نذر شرک صریح ہے، کیونکہ نذر عبادت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد کیا جاتا ہے، اور اگر نذر اللہ کی مانی اور اس کا ثواب کسی نبی یا ولی یا کسی بھی میت کی روح کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے اسی کو لوگ عرف میں فاتحہ کہتے ہیں، مولانا عبد العزیز اور مولانا اسحٰق نے اس کے جواز کی اپنی کتابوں میں تصریح کی ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اس عمل کی کوئی اصل شرعی نہیں ہے۔ جس پر بھروسا کیا جا سکے لہٰذا یہ بدعت اور ممنوع ہے اور بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کی اصل شرعی ہے اور وہ ام سعد کے کنوئیں کی حدیث ہے اور حضرت ابو طلحہ نے اپنے باغ کے لیے کہا کہ یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لیے ہے اور ایک روایت میں ہے یہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے لیے صدقہ ہے میں کہتا ہوں کہ یہ عمل صوفیہ کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے معمول اور مروج ہے۔

توضیح البیان میں نذر و نیاز کے زیر عنوان ہم نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے جو اہل علم کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں: "اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن ازاں جائز است۔ واللہ اعلم (فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۵۰) "اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دلائی جائے تو اس سے اغنیاء کو بھی کھلانا جائز ہے۔

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[۲] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۲۱۶ مطبع، مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ،

[۳] شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۹۴-۹۳ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند۔

[۴] نواب وحید الزمان۔ ہدیۃ المہدی ص ۳۸، مطبوعہ مطبع میور پریس دہلی۔ ۱۳۲۵ھ۔

زیارت قبور کے شرعی احکام

زیارت قبر کرنا شرعاً جائز ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے علامہ شامی نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے اور ان کو سلام کرتے تھے[1] صوفیاء کرام عرس کی اصل اسی حدیث کو قرار دیتے ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری نے شرح اللباب میں آداب زیارت بیان کرتے ہوئے فرمایا: زائر میت کے پیروں کی جانب سے آئے تاکہ میت کو زائر کے دیکھنے میں دشواری نہ ہو اور السلام علیکم کہے پھر کھڑا ہو کر لمبی دعا مانگے اور اگر بیٹھے تو قبر سے اتنی دور بیٹھے جتنی دور زندگی میں بیٹھا کرتا تھا[2]

عالم گیری میں ہے کہ سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر میت کو ثواب پہنچائے، نہ قبر کو چھوئے نہ بوسہ دے کیونکہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے، البتہ ماں باپ کی قبر کو بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں، پھولوں اور خوشبودار چیزوں کو قبر پر رکھنا مستحسن ہے اور اگر ان کی قیمت کو صدقہ کر کے میت کو ثواب پہنچا دے تو یہ زیادہ افضل ہے[3] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے لکھا ہے کہ قبر کی تعظیم کے لیے جھکنا اور طواف کرنا حرام ہے۔ سجدہ تعظیمی کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔[4]

علامہ ابن الحاج نے زیارت قبور کے احکام بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں، لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے زیارت قبر سے روکا تھا پھر اجازت دیدی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو زیارت قبور سے روکتا تھا، سنو اب قبروں کی زیارت کیا کرو اور وہاں فضول باتیں نہ کرنا اور ایک روایت میں فرمایا قبروں کی زیارت موت کو یاد دلاتی ہے

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: کہ اموات کو سلام کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے السلام علیکم اھل الدیار من المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات رحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون اسأل اللہ لنا ولکم العافیۃ ..... پھر یہ دعا کرے اللھم اغفر لنا ولھم اور اس سے کم یا زیادہ کہنے کی بھی گنجائش ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان کے لیے دعا میں خوب کوشش کی جائے، کیونکہ وہ لوگوں میں دعا کے سب سے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ ان کے عمل کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے، پھر میت کے قبلہ کی جانب بیٹھ جائے اور اسے اختیار ہے کہ میت کے پیروں کی جانب بیٹھے یا چہرہ کی جانب پھر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کرے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر جس قدر ہو سکے میت کے لیے دعا کرے، اسی طرح جب کبھی کسی شخص پر یا مسلمانوں پر کوئی افتاد یا مصیبت آپڑے تو ان قبروں کے پاس آکر دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگے کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور کر دے یہ عام قبروں کی

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۴۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ۔ " " " " "

[3] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۰، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[4] ۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۸۱ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد بار دوم ۱۳۹۲ھ
ایضاً۔ " " ، الزبدۃ الزکیۃ لتحریم السجدۃ التحیۃ مطبوعہ محبوب المطابع دہلی۔

زیارت کا طریقہ ہے اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی امید ہو تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس مزار کا وسیلہ پیش کرے، بلکہ پہلے اللہ تعالیٰ کی جناب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ توسل میں سب سے عمدہ آپ کی ذات مقدسہ ہے۔ آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے، امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ کو پیش کیا اور دعا کی اے اللہ! پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو مسلمانوں پر بارش ہو جاتی تھی"۔ پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنے لیے اور اپنے والدین کے لیے، اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لیے اور اپنے رشتہ داروں کے لیے اور اس قبرستان کے اموات کے لیے اور عام مسلمان اموات کیلئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے، اور جس شخص کو کوئی کام درپیش ہو وہ قبرستان جائے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان وہ واسطہ ہیں اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیائے اسلام میں شرق سے لے کر غرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں، ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی طور پر فیضیاب ہوتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ بن نعمان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سفینۃ النجاد لاہل الالتجاء میں فرمایا: کہ صالحین کی قبروں کی حصول برکت کے لیے زیارت مستحب ہے کیونکہ صالحین کی برکات جس طرح ان کی زندگی میں فیض رساں ہوتی ہیں اسی طرح ان کی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہیں اور صالحین کی قبروں کے پاس دعا کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علماء محققین کا معمول رہا ہے۔ اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ جس شخص کو صالحین کی قبروں کے پاس جانے کی ضرورت ہو وہ ان کے مقابر پر جائے اور ان کا وسیلہ پیش کرے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد اقصیٰ"۔ کیونکہ امام غزالی نے احیاء العلوم کے آداب سفر میں بیان کیا ہے کہ عبادات کے لیے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لیے اور اس کے بعد فرمایا کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لیے سفر کرنا بھی داخل کرنا ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا جائز ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لیے سامان سفر نہ باندھا جائے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ہم نے جو یہ احکام بیان کیے ہیں یہ علماء اور صالحین کی قبروں کی زیارت کے احکام ہیں اور انبیاء اور رسل علیہم الصلوات والسلام کے احکام یہ ہیں:

انبیاء اور رسل علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے والا مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا قصد متعین کر کے چلے اور جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی ذلت، عاجزی، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع اور خشوع کے ساتھ آئے اور حضور قلب کے ساتھ حاضر ہو اور سر کی آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے دل کی آنکھ سے انھیں دیکھے کیونکہ ان کے اجسام

مبارکہ بوسیدہ ہوتے ہیں نہ متغیر ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی وہ ثناء کرے جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر ان پر صلوات بھیجے پھر ان کے تمام اصحاب اور قیامت تک ان کے تمام تابعین کے لیے رضوان اور رحمت کی دعا کرے پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی مقبولیت پر یقین رکھے اور اس باب میں اپنا حسن ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے بندوں کی حاجات کو پورا فرماتا ہے اور جو شخص خود انبیاء علیہم السلام کے مزارات مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لیے ان سے شفاعت کی درخواست کرے کیونکہ وہ کریم بزرگ ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا ان کا وسیلہ پیش کرتا ہے یا ان کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کو مسترد نہیں کرتے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں یہ گفتگو تو عام انبیاء اور مرسلین کے مزارات مقدسہ کی زیارت سے متعلق تھی اور خصوصاً حضور سید الانبیاء والمرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے احکام یہ ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں حضور سید المرسلین کی قبر انور کی زیارت کے وقت یہ احکام دوگنے چوگنے ہو جائیں گے یعنی زائر جب حاضر ہو تو انتہائی ذلت، انکسار اور عاجزی سے حاضر ہو کیونکہ آپ شافع اور مشفع ہیں آپ کی شفاعت کبھی رد نہیں ہوتی اور جو شخص آپ کی زیارت کا قصد کرے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا نہ وہ شخص جو آپ کا مہمان ہو، نہ وہ جو آپ سے مدد اور شفاعت طلب کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ کمال کے مرکز ہیں اور اللہ کی مملکت کے عروس ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ ۵ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھی ہیں۔ ہمارے علماء نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی صورت مبارکہ کو دیکھا ہے اس لیے اس مملکت کے آپ ہی تاجدار ہیں لہٰذا جو شخص آپ کا دامن پکڑتا ہے آپ سے توسل کرتا ہے، آپ سے شفاعت طلب کرتا ہے یا آپ سے اپنی حاجات طلب کرتا ہے وہ کبھی ناکام اور نامراد نہیں ہوتا کیونکہ مشاہدہ اور آثار سے اسی طرح ثابت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ نے آپ کی زیارت کا قاعدہ کلیہ یہ بیان کیا ہے کہ آپ کی زیارت کرنے والا یہ سمجھے کہ وہ آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہوا ہے کیونکہ آپ کی حیات اور موت میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی آپ اسی طرح امت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان کے احوال، ان کی نیات ان کے ارادوں اور دل میں آنے والے خیالوں کو جانتے ہیں اور بات بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو مسلمان بھی آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو وہ بالعموم زندوں کے احوال پر مطلع ہوتا ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن الحاج نے اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور عرض اعمال کی حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر استدلال کیا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں اور خطائیں معاف ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی جو عظمت ہے اس کے مقابلہ میں کوئی گناہ عظیم نہیں ہے اس لیے زیارت کرنے والا خوش ہو۔ اے اللہ! اپنے نبی کے توسل سے ہمیں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم نہ کرنا اور جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ محروم ہے کیا اس نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ جو شخص زیارت کے لیے آئے وہ دروازے پر کھڑا ہو اور آپ کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو آپ کے پاس آیا اور توبہ کی اور آپ سے شفاعت طلب کی اور آپ نے اس کی شفاعت کر دی تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور اس بات کی حقانیت سے صرف وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا معاند ہو، نعوذ باللہ من ذالک ۔

علامہ ابن الحاج کہتے ہیں: کہ امام مالک نے فرمایا جب آپ کے مزار پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے اور دعا مانگے تو کعبہ کی طرف منہ نہ کرے بلکہ آپ کی طرف منہ کرے اور قبر کو ہاتھ سے نہ چھوئے [1]۔

روضہ منورہ پر حاضری کے احکام زیادہ تفصیل سے ہم انشاء اللہ شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث کتاب الحج میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ابن الحاج پر رحمت فرمائے انھوں نے زیارت قبور کے احکام میں حسن ترتیب کو قائم رکھا ہے اور بتلایا ہے کہ عام مسلمانوں کی قبروں پر صرف دعائے مغفرت کریں، صلحاء امت کی قبور پر اپنی حاجات میں فقط ان کا وسیلہ پیش کریں، اور انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ پر جا کر ان سے اپنی حاجات میں شفاعت کے لیے درخواست کریں اور جب حضور سید الانبیاء کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو شفاعت کے علاوہ آپ سے اپنی حاجات عرض کریں اور مدد طلب کریں، مسلمانوں کو چاہیے کہ ان مراتب کو ملحوظ رکھیں اور خلط ملط نہ کریں۔

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

حدیث نمبر ۲۱۴۸ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سعد بن ابی وقاص کے جنازے کو مسجد میں لانے کا حکم دیا صحابہ نے اس کو اچھا نہیں جانا تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہ لوگ کتنی جلدی اس بات کو بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں اس حدیث میں شوافع کی دلیل ہے جو مسجد میں نماز جنازہ کو جائز قرار دیتے ہیں [2]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر میت کی کسی چیز کے ساتھ مسجد کے نجس ہونے کا خوف نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے [3]۔

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک، ان کے بعض اصحاب، امام ابو حنیفہ اور ابن ابی ذئب نے صحابہ کرام کے انکار کی بنیاد پر یہ کہا کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز نہیں ہے امام طحاوی نے فرمایا کہ صحابہ کرام کا انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سہیل بن بیضاء کی مسجد میں نماز پڑھانے سے جو جواز ثابت ہوا تھا وہ منسوخ ہو چکا تھا کیونکہ صحابہ کرام اسی چیز کا انکار کرتے تھے جس کے خلاف وہ کوئی حکم سن چکے ہوتے تھے [4]۔

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۰ھ مدخل ج ۱ ص ۲۱۰ - ۲۱۱ ، مطبوعہ مصر

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ ۔

[3] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ ، المغنی ج ۲ ص ۱۸۵ ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۶ھ ۔

[4] ۔ علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۰۰ ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: مسجد میں نماز جنازہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی ہماری دلیل ہے کیوں کہ مسجد میں نماز جنازہ کا انکار کرنے والے مہاجرین اور انصار تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات ان کے درمیان معروف اور ثابت تھی کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے تبھی انھوں نے حضرت عائشہ کے اس فعل پر انکار کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت آپ معتکف تھے۔ اس وجہ سے آپ باہر نہیں آئے اور جنازہ کو مسجد میں رکھنے کا حکم دیا اور ہمارے نزدیک جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو نمازیوں کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، کراہت صرف جنازے کو مسجد میں لانے میں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کو بچوں اور مجنونوں سے دور رکھو اور جب مسجد کو مجنونوں سے دور رکھا جاتا ہے تو مسجد کو میت سے بطریق اولی دور رکھنا چاہیے[1]۔

دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے لیے صحابہ کو عید گاہ میں لے جاتے تھے جیسا کہ نجاشی کی حدیث میں گذر چکا ہے۔ اس بحث کی مزید تفصیل کے لیے کتاب کے آخر میں (ص ۱۰۲۷-۱۰۲۶) پر ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

پوسٹ مارٹم کا حکم

حدیث نمبر ۲۱۴۴ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے اور اس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور (آگ) اس کی کھال تک پہنچ جائے تو یہ (انگارے پر بیٹھنا) اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

قبر پر بیٹھنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ اس سے میت کو ایذاء پہنچتی ہے اور میت کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اس وجہ سے یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ آیا پوسٹ مارٹم جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہم پہلے وہ احادیث بیان کریں گے جن میں میت کے جسم کو کاٹنے اور توڑ پھوڑ سے آپ نے صراحۃً منع فرمایا ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال کسر عظام المیت ککسرہا حیا[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈیوں کو توڑنے کی طرح ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[3]۔

امام عبدالرزاق نے مزید دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے[4]۔

امام ابوداؤد نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے[5]۔

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۴۲۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[3] امام ابوبکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔ السنن الکبری ج ۴ ص ۵۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۴۴۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوگیا کہ میت کے جسم کو کاٹنا اور اس کی ہڈیوں کو توڑنا ناجائز اور گناہ ہے۔ اس مسئلہ پر دلائل شرعیہ کی روشنی میں اپنی رائے پیش کرنے سے پہلے ہم دیگر اسلامی مفکرین کی آراء پیش کر رہے ہیں۔

سیّد مودودی کی رائے

سید ابوالاعلیٰ مودودی پوسٹ مارٹم کے مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پوسٹ مارٹم کے مسئلہ میں، جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں مجھے خود بڑا خلجان ہے اور کوئی فیصلہ کن بات میرے لیے مشکل ہے اس معاملے کے دو مختلف پہلو ہیں جن کے تقاضے ایک دوسرے سے متصادم ہوتے ہیں۔

ایک طرف شرعی احکام ہیں جو مرنے والے انسانوں کے جسم کا احترام کرنے اور ان کو عزت کے ساتھ دفن کر دینے کی تاکید کرتے ہیں، اور اگر وہ مسلمان ہوں تو ان کی تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھنے کی ہدایت کرتے ہیں، ان شرعی احکام کی تائید ان لطیف حسیات سے بھی ہوتی ہے جو (شاید ڈاکٹروں اور بالکل سائنٹسٹ قسم کے لوگوں کے سوا) سب ہی انسانوں میں موجود ہوتے ہیں۔ کوئی آدمی یہ خوشی سے گوارا نہیں کر سکتا کہ اس کے باپ، بیٹے، بیوی، بہن اور ماں کی لاشیں ڈاکٹروں کے حوالے کی جائیں اور وہ ان کی چیر پھاڑ کریں یا وہ میڈیکل کالج کے طالب علموں کو دے دی جائیں تاکہ وہ ان کے ایک ایک عضو کا تجزیہ کریں اور پھر ان کی ہڈیاں سکھا کر رکھ لیں، اسی طرح کوئی قوم بھی یہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ اس کے لیڈر اور پیشوا مرنے کے بعد پوسٹ مارٹم کے تختہ مشق بنائے جائیں۔ ابھی حال میں گاندھی جی اور لیاقت علی خاں مرحوم گولی کے شکار ہوئے ہیں "طبی قانونی" نقطہ نظر سے ضروری تھا کہ ان کا پوسٹ مارٹم کر کے سبب موت کی تشخیص کی جاتی۔ مگر اس سے احتراز کیوں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ قومی جذبات اپنے محترم لیڈروں کی لاشوں کا چیرنا پھاڑنا برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

دوسری طرف طبی اور قانونی اغراض کے لیے پوسٹ مارٹم کی ضرورت ہے۔ طب کے مختلف شعبوں کی تعلیم اور طبی تحقیقات کی ترقی کے لیے اس کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایک حد تک قانون بھی اس کا تقاضا کرتا ہے کہ قتل کے مقدمات میں سبب موت کا تعین کیا جائے۔

اب یہ ایک بڑا پیچیدہ سوال ہے کہ ان دونوں متصادم تقاضوں کے درمیان مصالحت کیسے کی جائے۔ اس کا یہ حل تو میرے سامنے سخت مکروہ ہے کہ امیروں اور غریبوں، بڑے لوگوں اور چھوٹے لوگوں، خاندان والوں اور لاوارثوں کی لاشوں کے بارے میں ہمارے پاس دو مختلف معیار اخلاق اور دو مختلف طرز عمل ہوں، اس لیے لامحالہ اس کا کوئی اور ہی حل سوچا جائے گا مگر وہ حل کیا ہو، اس باب میں میری قوت فیصلہ بالکل عاجز ہے یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیر بحث آنی چاہیے جس میں علماء دین شامل ہوں اور شعبہ طب اور شعبہ عدالت کے نمائندے بھی۔ ممکن ہے یہ لوگ سر جوڑ کر اس کا کوئی حل نکال سکیں [1]۔

(ترجمان القرآن محرم، صفر ۱۳۷۲ھ اکتوبر، نومبر ۱۹۵۲ء)۔

یہ تحریر ۱۹۵۲ء کی ہے اس کے بائیس سال بعد مودودی صاحب کی رائے یہ تھی:

مظفر بیگ صاحب مودودی صاحب کی مجلس استفسار کو رقم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل مسائل ج ۲ ص ۲۵۲۔ ۲۵۱ مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور طبع سوم ۱۹۷۵ء۔

"مولانا کیا طبّی مقاصد کے لیے لاشوں کی چیر پھاڑ درست ہے؟"

مولانا نے فرمایا: "ہمارے ہاں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی، میں نے جہاں تک اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے مجھے کوئی ایسی روایت نہیں دکھائی دی۔ طب میں مسلمانوں نے بہت کام کیا ہے۔ بڑی مفید خدمات انجام دی ہیں۔ طبّی تحقیقات میں ان کا حصّہ کسی سے کم نہیں، لیکن انھوں نے اپنے کام یا اپنی تحقیقات کے لیے لاشوں کو نہیں چیرا پھاڑا۔ خود یورپ میں اس چیز کو پسند نہیں کیا جاتا تھا اور گذشتہ صدی تک یہ حالت تھی کہ لاشوں کو چُرا کر ہی یہ کام ہو سکتا تھا چنانچہ لاشیں چرانے والوں کے گروہ بن گئے تھے جو ان طبی تحقیقات میں مدد دیتے تھے۔"

"مولانا! پوسٹ مارٹم کے لیے بھی تو لاش کو چیرنا پھاڑنا پڑتا ہے۔" الٰہی صاحب نے کہا مولانا نے فرمایا:

"یہ کام طب اور سائنس کے نام پر کیا جائے یا پوسٹ مارٹم کی خانہ پُری کے لیے انجام دیا جائے آپ دیکھیں گے کہ صرف غریبوں ہی کی لاشیں ان مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں، آخر صدر کینیڈی بھی گولی کا نشانہ بنے ہیں اور گاندھی بھی کیا ان کی لاشوں کی بھی چیر پھاڑ ہوئی؟ ——— معلوم یہ ہوا کہ یہ طب کی وہ ترقی اور قانون کی وہ ضرورت ہے جو صرف غریبوں اور لاوارثوں کی لاشوں سے ہی پوری ہو سکتی ہے۔"[1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جذباتی انداز سے پوسٹ مارٹم کے مسئلہ پر گفتگو کی ہے، فقہی نوعیت سے اس مسئلہ کا جائزہ نہیں لیا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی ناگزیر صورت میں جبکہ انسانی جان کی بقاء کسی مُردہ کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو کیا شریعت اسلامی میں مردہ کے پوسٹ مارٹم کی کوئی نظیر اور گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب مودودی صاحب کی بائیس سال پہلے کی تحریر میں ہے اور نہ بعد کی گفتگو میں! اور ہر وہ شخص جو گولی سے مرا ہو اس کا پوسٹ مارٹم کیا جائے یہ کلیہ سراسر غیر معقول اور خارج بحث ہے۔

شیخ خمینی کی رائے

شیخ روح اللہ خمینی پوسٹ مارٹم کے بارے میں اپنی رائے لکھتے ہیں:

(۲۸۷۴) مسلمان مرنے والے کے جسم کو چیرنا پھاڑنا جائز نہیں اور اگر ایسا کریں تو فعل حرام ہے اور اس کے سر اور دیگر اعضاء کو کاٹنے کے لیے دیت دینا ہوگی جو کہ ہم نے کتاب تحریر الوسیلہ میں ذکر کر دی ہے البتہ غیر مسلمان مُردے کو چیرنا پھاڑنا جائز ہے اور اس کی دیت بھی نہیں ہے۔ چاہے وہ غیر مسلم کافر ذمی ہو یا کوئی اور۔

غیر مسلمان مردے کو چیرنا پھاڑنا ممکن ہو تو ڈاکٹری مقاصد کے لیے مسلمان کے بدن کو نہیں چیر پھاڑ سکتے اگرچہ کسی ایک یا کئی مسلمانوں کی جان کی حفاظت اس پر موقوف ہو اور اگر غیر مسلمان کے پوسٹ مارٹم کے امکان کی صورت میں مسلمان کا پوسٹ مارٹم کیا تو گنہگار رہوں گے اور ان پر دیت واجب ہوگی۔

(۲۸۷۶)۔ اگر کسی ایک یا کئی مسلمانوں کی جان کی حفاظت پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور غیر مسلمان کا پوسٹ مارٹم ممکن نہ ہو تو پھر مسلمان کا کر سکتے ہیں، البتہ صرف مہارت حاصل کرنے کے لیے جبکہ کسی مسلمان کی جان کی حفاظت اس پر موقوف نہ ہو جائز نہیں ہے اور سبب دیت بھی ہے۔

(۲۸۷۷)۔ جس مورد میں مسلمانوں کی جان کی حفاظت مسلمان کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو تو بعید نہیں کہ دیت بھی واجب

---

[1] مظفر بیگ، ۵۔ اے ذیلدار پارک (روداد مجلس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی) ص ۳۱ مطبوعہ السید پبلی کیشنز لاہور ۱۹۷۸ء

نہ ہو اگرچہ احتیاط یہ ہے کہ دیت دی جائے [1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ خمینی نے فقیہانہ انداز میں گفتگو کی ہے ہر چند کہ انھوں نے اپنے موقف پر دلائل شرعیہ مہیا نہیں کیے تاہم ان کی رائے صائب ہے، البتہ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آسکی کہ مُردہ کے اعضاء کاٹنے پر دیت کیوں واجب ہوگئی! اور ہمارے علم اور مطالعہ میں اس حکم کا کوئی شرعی مأخذ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کرنے کے لیے پہلے ہم یہ بیان کریں گے کہ پوسٹ مارٹم کی ضرورت کن مواقع پر پیش آتی ہے پھر دلائل شرعیہ کے ساتھ اس کے جواز اور عدم جواز کا محل بیان کریں گے۔

پوسٹ مارٹم کے مواقع

میت کے پوسٹ مارٹم کی ضرورت دو جگہ پیش آتی ہے ایک ضرورت سے تعلیم، تعلیم کے لیے عام طور پر کسی لاوارث میت کو قبضہ میں کرنے کے بعد میڈیکل کالج کے طلبہ اس کے جسم پر آپریشن کی مشق کرتے ہیں اور اس کے جسم کے مختلف اعضاء پر طبی نوعیت کے تجربات کرتے ہیں، ہر چند کہ اب پلاسٹک موڈل پر تجربات شروع ہو چکے ہیں۔

آج کل انسانی جان کو بچانے کے لیے سرجری اور آپریشن ایک ضروری طریقہ علاج ہے۔ پتہ یا مثانہ میں پتھری کی صورت میں آپریشن کے ذریعہ پتھری کو باہر نکالا جاتا ہے، اگر گردہ خراب ہو جائے تو اس کو آپریشن کرکے باہر نکال دیتے ہیں۔ بعض دفعہ عورت کے پیٹ میں بچہ آڑا یا ترچھا ہوتا ہے اور اگر آپریشن کے ذریعہ ڈلیوری نہ کی جائے تو ماں اور بچہ دونوں مر جاتے ہیں، بعض دفعہ جسم کے کسی عضو میں کوئی ناسور ہو جاتا ہے اور باقی جسم کو اس کے زہر سے محفوظ رکھنے کے لیے اس عضو کو کاٹنا پڑتا ہے، بعض حادثات میں جسم کی مختلف ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس موقع پر ہڈی جوڑنے کے لیے آپریشن ناگزیر ہوتا ہے اسی طرح بم کے ٹکڑوں اور گولیوں کو جسم سے نکالنے کے لیے آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ میڈیکل کالج کے طلبہ اگر زمانہ تعلیم میں سرجری کی مشق نہ کریں تو وہ مستقبل میں سرجری کے ذریعے علاج نہیں کر سکتے اور بغیر آپریشن کے جن لوگوں کا علاج نہیں ہو سکتا ان کی زندگی یقینی خطرہ میں ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے: الضرورات تبیح المحظورات ضرورت کی بناء پر امر ممنوع کا کرنا جائز ہو جاتا ہے تو کیا اس عام ضرورت کی بناء پر پوسٹ مارٹم کرنے کی بالعموم اجازت دی جا سکتی ہے۔

پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل

اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں ہوتا جس کی بناء پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کرکے اس کی بے حرمتی کی جائے خصوصاً اس صورت میں جبکہ پلاسٹک موڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

پوسٹ مارٹم کی دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے وہ ہے متقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف

---

[1] ۔ شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل (اردو) ص ۴۵۳، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران ۱۴۰۴ھ۔

یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لیے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے وائی ہاتھ سے نکال لے اور یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے، ہر چند کہ سرجری کے اس ترقی یافتہ دور میں بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں بلکہ عورت کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو پیٹ سے نکالا جا سکتا ہے، امام احمد بن حنبل نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچہ کے بعض اجزاء باہر نکل آئیں اور باقی بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کیے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں کتب مذاہب سے اس مسئلہ سے متعلق عبارات پیش کر رہے ہیں۔

علامہ علائی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

حامل ماتت وولدها حی یضطرب شق بطنها من الایسر ویخرج ولدها ولو بالعکس وخیف علی الام واخرج لو میتا والا لا کما فی کراهة الاختیار ولو بلطمه مال غیره ومات هل یشق قولان والاولی نعم فتح۔[1]

حاملہ عورت فوت ہو گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ ہے جو ہل رہا ہے تو بائیں جانب سے اس کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور اگر ماں زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کو (شق کر کے) نکال لیا جائے گا، اور اگر کسی شخص نے کسی کا مال نگل لیا اور پھر مر گیا تو کیا اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں اور اولی یہ ہے کہ پیٹ چاک کیا جائے گا۔ (فتح القدیر)۔

علامہ ابن ہمام نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ زندہ بچہ کو نکالنے کے لیے عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا[2] اسی طرح علامہ شامی نے لکھا ہے[3] فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی طرح ہے[4]

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۸۴۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۰، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۱ مطبوعہ مصر۔

مشہور فقیہہ ابو اللیث سمرقندی حنفی اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

امرأة ماتت وفی بطنها ولد یضطرب قال محمد یشق من الجانب الایسر والله تعالی خلق حواء من آدم علیه السلام من ضلعه الایسر وحکی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالی فعلوا کذلك بامرأة فعاش الولد وصیانة الولد عن الهلاك واجب بخلاف ما اذا ترك درة غیره ثم مات ولم یترك مالا لا یشق بطنه۔[1]

ایک عورت فوت ہو گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ پل رہا ہے، امام محمد نے فرمایا بائیں جانب سے اس کے پیٹ کو چاک کیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب سے پیدا فرمایا تھا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حکایت ہے کہ لوگوں نے ایک مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ نکالا اور بچہ زندہ رہا اور بچہ کو ہلاکت سے محفوظ رکھنا واجب ہے۔ برخلاف اس کے ایک شخص نے کسی کا موتی نگل لیا اور مر گیا اور اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس کے پیٹ کو نہیں چاک کیا جائے گا۔

فقیہہ ابو اللیث سمرقندی کی رائے ہے کہ مال غیر نگلنے والا مر جائے اور اس کا ترکہ نہ ہو تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا لیکن علامہ ابن ہمام نے علامہ جرجانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس آدمی نے مال غیر کھا کر اپنی حرمت ختم کر دی ہے۔ اس لیے اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور اس کو ترجیح دی ہے۔ علامہ علائی اور علامہ شامی نے بھی اس قول پر اعتماد کیا ہے، حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے اور اس صورت میں زندہ کی جان بچانے کے لیے مُردہ کے پوسٹ مارٹم کے جواز کا مسئلہ اور بھی آسان ہو جاتا ہے۔

علامہ شیرازی شافعی فرماتے ہیں:

وان ماتت امرأة وفی جوفها جنین حی شق جوفها لانه استبقاء حی باتلاف جزء من المیت فاشبه اذا اضطر الی اکل جزء من المیت۔[2]

اگر عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں میت کے ایک جز کو تلف کر کے زندہ کو باقی رکھنا ہے جس طرح اضطرار کی صورت میں میت کا عضو کھانا جائز ہے۔

جمہور فقہا شافعیہ کا یہی قول ہے البتہ محاملی اور قاضی حسین نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ لیکن جمہور فقہاء شافعیہ نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ومختصر المسئلة ان رجی حیاة الجنین وجب شق جوفها۔[3]

مسئلہ مختصر یہ ہے کہ اگر پیٹ میں بچہ کی زندگی متوقع ہو تو مُردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا واجب ہے۔

---

[1] فقیہہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ، فتاوی النوازل ص ۲۰۱، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ ۱۴۰۵ھ۔

[2] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ ابوالقاسم رافعی شافعی لکھتے ہیں:

ولو ابتلع فی حیاتہ مالا ثم مات وطلب صاحبہ الرد شق جوفہ وردّ قال فی العدۃ الا ان یضمن الورثۃ مثلہ او قیمتہ فلا یخرج ولا یرد فی اصح الوجھین وفیہ وجہ اٰخر وھو اختیار القاضی ابی الطیب انہ لا یخرج اصلا ویجب العزم من ترکتہ علی الورثۃ ولو ابتلع شیئا من مال نفسہ ومات فھل یخرج فیہ وجھان۔ [1]

اگر کسی شخص نے زندگی میں کسی کا مال نگل لیا اور مر گیا، اور صاحب مال نے اس مال کا مطالبہ کیا تو اس کا پیٹ چاک کر کے مال واپس کیا جائے گا۔ صاحب عمدہ نے کہا سوا اس صورت کے جب اس کے وارث اس مال کی مثل یا قیمت کے ضامن ہو جائیں پھر صحیح قول یہ ہے کہ مال واپس نہیں کیا جائے گا۔ اور قاضی ابو الطیب کا نظریہ یہ ہے کہ مال کا معاوضہ اس کے ترکہ میں اس کے وارثوں سے وصول کیا جائے گا اور پیٹ سے نہیں نکالا جائے گا، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال کو نگل لیا اور مر گیا تو کیا اس مال کو نکالنے کے لیے پیٹ چاک کیا جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمذھب انہ لا یشق بطن المیتۃ لاخراج ولدھا مسلمۃ کانت او ذمیۃ وتخرجہ القوابل ان علمت حیاتہ بحرکۃ وان لم یوجد نساء لم یسط الرجال علیہ وتترک امۃ حتی یتیقن موتہ ثم تدفن، ومذھب مالک واسحٰق قریب من ھذا ویحتمل ان یشق بطن الام ان غلب علی الظن ان الجنین یحیا وھو مذھب الشافعی لانہ اتلاف جزء من المیّت لابقاء حی فجاز کما لو خرج بعضہ حیا ولم یمکن خروج بقیتہ الا بشق ولانہ یشق

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ بچہ کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا ذمی، اگر دائیوں کو اس کی زندگی کا پتا چل جائے تو وہ بچہ کو نکال لیں، اگر دائیاں نہ ملیں تو مرد بچہ کو نہ نکالیں اور مال کو پڑا رہنے دیں حتیٰ کہ جب بچہ کی موت کا یقین ہو جائے تو ماں کو دفن کر دیں۔ امام مالک اور امام اسحاق کا مذہب بھی اس کے قریب ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر بچہ کی زندگی کا ظن غالب ہو تو ماں کے پیٹ کو چاک کر دیا جائے جس طرح شوافع کا مذہب ہے، کیونکہ اس صورت میں میت کا ایک جز تلف کر کے زندہ کو باقی رکھنا ہے، یہ اس لیے جائز ہے کہ اگر بچہ کے کچھ اعضاء باہر آجائیں اور باقی بعض کا نکلنا پیٹ چاک کیے بغیر ممکن نہ ہو تو پیٹ چاک کر دیا جائے گا اور اس لیے بھی کہ مال نکالنے کے لیے کرنے

[1] ۔ علامہ ابوالقاسم عبدالکریم رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز، مع المجموع ج ۵ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لاخراج المال منه فلا بقاء الحی اولی [1]

کا پیٹ چاک کر دیا جاتا ہے تو زندہ کو باقی رکھنے کے لیے بطریق اولی مردہ کا پیٹ چاک کر دینا چاہیے۔

عارف ربانی امام شعرانی اس مسئلہ میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

و من ذلک قول ابی حنیفه و الشافعی ان الحامل اذا ماتت و فی بطنها جنین حی یشق بطنها مع قول مالك فی احدی روایته و احمد انه لا یشق [2]

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ اگر حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے گا، جب کہ امام مالک کا ایک قول اور امام احمد کا قول یہ ہے کہ پیٹ نہیں چاک کیا جائے گا۔

ہم نے سطور بالا میں جو عبارات نقل کی ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ زندہ بچہ کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک کیا جائے گا، امام مالک کا ایک قول بھی یہی ہے اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ کا بھی یہی نظریہ ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ مال غیر نکالنے کے لیے مردے کا پیٹ چاک کر دیا جائیگا۔

مذاہب اربعہ کی ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ زندہ کی جان بچانے کے لیے مردہ کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔

الکوحل آمیز دواؤں اور خون چڑھانے کا شرعی حکم

جدید میڈیکل سائنس کی روز افزوں ترقی نے علاج معالجہ کے سلسلہ میں حیرت انگیز ابواب کا اضافہ کر دیا ہے اس طرح جہاں انسانیت کی عظیم خدمت ہوئی ہے وہاں علماء کے سامنے بھی نئے نئے مسائل کھڑے ہو گئے ہیں اس سے پہلے عنوان میں ہم پوسٹ مارٹم کا شرعی حکم بیان کر چکے ہیں، پہلے تو صرف یہ سوال کیا جاتا تھا کہ جن مائع دواؤں میں الکوحل شامل ہوتی ہے ان کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ کافی عرصہ پہلے ہم نے اس سلسلہ میں "علاج کی شرعی حیثیت" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جو ملک کے مشہور علمی جرائد میں شائع ہوا اور بعد میں اس کو مقالات سعیدی کی جلد اول میں شامل کر دیا گیا۔ خون کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے آیا ایک انسان کے جسم میں دوسرے انسان کا خون داخل کیا جا سکتا ہے یا نہیں جبکہ خون نجس اور حرام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ روایات میں ہے کہ حرام چیز میں شفاء نہیں ہے ہم قرآن مجید اور فقہاء مذاہب اربعہ کے اقوال کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل بیان کریں گے، یہ درست ہے کہ بعض فقہاء نے اس مسئلہ میں تشدید کی ہے لیکن جمہور فقہاء کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں یہ امر جائز ہے اور قرآن اور حدیث نے ہمیں احکام میں آسانی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ (الحج: ۷۸) "اللہ تعالیٰ نے دین کے احکام میں تم پر تنگی نہیں رکھی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فانما بعثتم میسرین و لم تبعثوا معسرین۔ [3] "تم آسانی احکام بیان کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، مشکل احکام بیان کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے" پھر جن مسائل میں قرآن مجید، احادیث شریفہ اور فقہاء اسلام نے آسانی، سہولت اور وسعت دی ہو اس شرعی سہولت کو پس پشت ڈال کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دشواری

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی حلبی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

[3] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

اور شدت کو اختیار کر کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دینا دین کی خدمت نہیں ہے مزید برآں یہ کہ قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی ایسی تعبیرات اور تشریحات بیان کرنا جن کی واقع اور مشاہدہ میں تکذیب ہوتی ہو جس کی وجہ سے لوگ دین سے بدگمان ہو جائیں اور دینی احکام پر ان کا اعتماد نہ رہے بدترین گناہ ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا حالانکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض امراض متعدی ہوتے ہیں[1] اور یہ حدیث میں ہے کہ حرام چیز میں شفا نہیں ہے جبکہ الکوحل آمیز دواؤں اور خون کی بوتل لگنے سے شفا حاصل ہونا آج کی دنیا کا روزمرہ ہے۔ اسی لیے علماء کرام کو قرآن اور حدیث کی ایسی تعبیرات اور تشریحات سے گریز کرنا چاہیے جو واقع اور مشاہدے کے خلاف ہوں!

خون چڑھانے اور دیگر حرام اشیاء سے علاج کا جواز قرآن مجید سے

اس میں کوئی شک نہیں کہ سیال خون حرام اور نجس ہے لیکن جب خون چڑھانے کے سوا کوئی اور طریقہ علاج نہ ہو مثلاً کسی حادثہ، گولی لگنے یا آپریشن کی وجہ سے اس قدر خون بہہ جائے کہ بغیر خون چڑھائے مریض کا جانبر ہونا مشکل ہو تو ایسی ضرورت اور اضطرار کے موقع پر مریض کو خون چڑھانا جائز ہے یا کسی کو بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہو جس میں ایک معین عرصہ کے بعد ہر مرتبہ جسم کا پورا خون تبدیل کرنا پڑتا ہے ورنہ مریض مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن مجید میں خون کا حرام ہونا بیان کیا ہے وہاں ضرورت کے وقت اس کے استعمال کا جواز بھی بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ ۚ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ (بقرہ: ۱۷۳)

تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور اس جانور کو حرام کیا گیا جس پر (بوقت ذبح) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور جس شخص کا قصد معصیت اور حد سے تجاوز نہ ہو اور ضرورت کی وجہ سے انکو استعمال کرے اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۲۔ قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ ۚ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم۔ (انعام: ۱۴۵)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی کی جاتی ہے اس میں کسی کھانے والے کے کھانے میں کوئی حرام چیز نہیں بیان کی گئی سوائے مردار، بہنے والے خون، اور خنزیر کے گوشت کے کیونکہ وہ نجس ہے اور سوا اس ذبیحہ کے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا، پھر جو شخص معصیت اور تجاوز کرنے والا نہ ہو اور ضرورت کی بنا پر (ان چیزوں کو استعمال کرے) تو آپ کا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۔ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ۔ (انعام: ۱۱۹)

جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا تفصیل سے بیان کر دیا سوا اس کے کہ تم ضرورت کی وجہ سے انھیں استعمال کرو۔

خون چڑھانے کی ضرورت کئی وجوہ سے پیش آسکتی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ کسی حادثہ کی بنا پر جسم سے بہت زیادہ خون نکل

[1] مقالات سیدی میں زیر عنوان علاج کی شرعی حیثیت میں ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے۔ سیدی غفرلہٗ۔

جائے جس کی وجہ سے فوری طور پر خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جگر خون بنانا بند کر دے اس وقت انسان کو زندہ رکھنے کے لیے مسلسل خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تیسری وجہ بلڈ کینسر (خون کا سرطان) ہے جس میں بعض اوقات ہر ماہ جسم کا پورا خون بدلنا پڑتا ہے۔ بعض دفعہ کسی بڑے آپریشن کے بعد خون چڑھانے کی ضرورت پڑتی ہے، البتہ محض طاقت اور توانائی حاصل کرنے کے لیے نہ عام طور پر خون چڑھایا جاتا ہے نہ اس کی شرعاً اجازت ہے۔ بہرحال جب ایک مسلمان ڈاکٹر یہ بتلائے کہ اس شخص کو اگر خون نہیں دیا گیا تو اس کی ہلاکت یا تکلیف شدید کا خطرہ ہے تو شرعاً خون چڑھانے کی اجازت ہے بلکہ کسی بھی ناجائز اور حرام چیز کے استعمال سے اس صورت میں علاج کی شرعاً اجازت ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک انسان کا خون جب دوسرے انسان کو چڑھا دیا جائے تو کیا وہ ایک دوسرے کے محرم ہو جاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے محرمیت کو صرف نسب، رضاعت اور مصاہرت میں منحصر کیا ہے خون چڑھانے سے محرمیت ثابت نہیں ہوتی، اور بیوی شوہر کو خون دے سکتی ہے اور اس کے برعکس بھی۔

حرام اشیاء سے علاج کا احادیث سے ثبوت

عن انس قال قدم اناس من عکل او عرینة فاجتووا المدینة فامرهم النبی صلی الله علیه وسلم بلقاح وان یشربوا من ابوالها وابانها فانطلقوا فلما صحوا قتلوا راعی النبی صلی الله علیه وسلم[1] (الحدیث)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عکل یا عرینہ سے کچھ لوگ آئے اور انھیں مدینہ راس نہیں آیا (یعنی بیمار ہو گئے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پئیں جب وہ تندرست ہو گئے تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہوں کو قتل کر دیا

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

والاستشفاء بالحرام جائز عند التیقن بحصول الشفاء کتناول المیتة فی المخمصة والخمر عند العطش واساغة اللقمة وانما لا یباح ما لا یستیقن حصول الشفاء به وقال ابن حزم صح یقینا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انما امرهم بذلك علی سبیل التداوی من السقم الذی کان اصابهم وانها صحت اجسامهم بذلك والتداوی منزلة ضرورة وقد قال عز وجل الا ما اضطررتم الیه فما اضطر

جب شفاء کے حصول کا یقین ہو تو حرام چیزوں سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے، جیسے شدید بھوک کے وقت مردار کھانا، شدید پیاس کے وقت اور لقمہ حلق سے نیچے اتارنے کے لیے شراب پینا جائز ہے، اور جس کو شفاء کے حصول کا یقین نہ ہو اس کے لیے حرام چیزوں سے علاج جائز نہیں ہے۔ ابن حزم نے کہا یہ بات صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیماری میں بطور علاج کے اونٹنیوں کے پیشاب پینے کا حکم دیا اور وہ اس علاج سے تندرست ہو گئے۔ اور دوا بمنزلہ ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سوا اس کے جس کی تمہیں ضرورت ہو اور انسان کو کھانے

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

المرء اليه فهو غير محرم عليه من المآكل والمشارب (الى قوله) حتى اذا فرضنا ان احدا عرف مرض شخص بقوة العلم وعرف انه لا يزيله الا بتناول المحرم يباح له ان يتناوله كما يباح شرب الخمر عند العطش الشديد وتناول الميتة عند المخمصة [1]

پینے کی اشیاء سے جس چیز کی ضرورت ہو وہ حرام نہیں ہیں (علامہ عینی فرماتے ہیں) حتیٰ کہ اگر ہم فرض کر لیں کہ کوئی شخص اپنے علم کی قوت سے کسی شخص کا مرض جان لیتا ہے اور یہ جان لیتا ہے کہ اس کا علاج کسی حرام چیز کے استعمال میں ہے تو اس کے لیے حرام چیز کا استعمال جائز ہو جاتا ہے جیسے شدید پیاس کے وقت شراب پینا جائز ہے اور شدید بھوک کے وقت مُردار کھانا جائز ہے۔

عن قتادة ان انسا حدثهم ان النبي صلى الله عليه وسلم رخص لعبد الرحمن بن عوف والزبير في قميص من حرير من حكة [2]

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی۔

عن انس ان عبد الرحمن والزبير شكوا الى النبي صلى الله عليه وسلم يعني القمل فرخص لهما في الحرير فرايت عليهما في غزاة [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے انھیں ریشم پہننے کی اجازت دی اور میں نے انھیں ایک غزوہ میں ریشم پہنے دیکھا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال النووي هذا الحديث صريح الدلالة لمذهب الشافعي ومن وافقه انه يجوز لبس الحرير للرجل اذا كانت به حكة لما فيه من البرودة وكذلك القمل وما في معناهما وقال مالك لا يجوز وكذا يجوز لبسه عند الضرورة كمن فاجأته الحرب ولم يجد غيره وكمن خاف من حر او برد وقال الصحيح عند اصحابنا انه يجوز لبسه عند الحكة ونحوها في السفر والحضر جميعا وقال بعض اصحابنا يختص بالسفر وهو ضعيف حكاه الرافعي

علامہ نووی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام شافعی اور ان کے موافقین کے مؤقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ اگر مردوں کو خارش ہو تو ان کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کیونکہ ریشم میں برودت ہے اسی طرح جوؤں اور ان جیسی چیزوں کی وجہ سے ریشم پہننا جائز ہے، امام مالک نے کہا ناجائز ہے، جیسے کسی شخص کا اچانک جنگ سے سابقہ ہو اور اس کی اور کوئی چیز نہ ملے، یا جس شخص کو سردی اور گرمی سے تکلیف ہوتی ہو، علامہ نووی نے کہا ہمارے اصحاب کے نزدیک خارش کی وجہ سے سفر اور غیر سفر میں ریشم پہننا جائز ہے اور ہمارے بعض علماء نے کہا کہ سفر کی وجہ سے ریشم پہننا

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔
[3] 〃 〃 〃 〃

واستنكره وقال القرطبي يدل الحديث على جواز لبسه للضرورة وبه قال بعض اصحاب مالك و اما مالك فمنعه في الوجهين والحديث واضح الحجة عليه الا ان يدعى الخصوصية لهما ولا يصح ولعل الحديث لم يبلغه [1]

جائز ہے لیکن علامہ رافعی نے کہا یہ قول ضعیف ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا یہ حدیث ضرورت کی بناء پر ریشم پہننے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ بعض مالکی علماء کی یہی رائے ہے۔ امام مالک نے دونوں صورتوں میں منع کیا ہے۔ اور یہ حدیث ان کے مؤقف کے خلاف واضح دلیل ہے سوا اس کے کہ ان کے لیے خصوصیت کا قول کیا جائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے غالب گمان یہ ہے کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال ابن الملك فيه جواز لبس الحرير للجرب وقال غيره دل على جواز لبس الحرير لحكة وامالبسه للضرورة كما في الجرب او لدفع القمل فلا نزاع فيه [2]

ابن الملک کہتے ہیں کہ اس حدیث میں خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کا ثبوت ہے اور دوسرے علماء نے کہا کہ یہ حدیث عذر کی بناء پر ریشم پہننے کے جواز پر دلالت کرتی ہے اور جوؤں کی وجہ سے یا خارش کی بناء پر ریشم پہننے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

عن عبد الرحمن بن طرفة ان جده عرفجة بن اسعد قطع انفه يوم الكلاب فاتخذ انفا من ورق فانتن عليه فامره النبي صلى الله عليه وسلم ان يتخذ انفا من ذهب رواه الترمذي وابو داؤد والنسائي [3]

عبدالرحمٰن بن طرفہ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی جنگ کلاب میں ناک کٹ گئی انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر لگوالی اس میں بدبو پیدا ہوگئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وبه اباح العلماء اتخاذ الانف ذهبا وكذا ربط الاسنان بالذهب [4]

اس حدیث کی بناء پر علماء نے سونے کی ناک لگانے اور سونے کے ساتھ دانتوں کے باندھنے کو جائز قرار دیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وقد روي عن غير واحد من اهل العلم انهم شدوا اسنانهم بالذهب وفي هذا الحديث حجة لهم [5]

متعدد اہل علم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا اور اس حدیث میں ان کی دلیل ہے۔

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] ۔ ملا علی قاری حنفی ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

[3] ۔ شیخ ولی الدین متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۳۷۹، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

[4] ۔ ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

[5] ۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۶۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الزیلعی فی نصب الرایہ و فی الباب احادیث مرفوعہ و موقوفۃ روی الطبرانی فی معجمہ الوسط عن عبداللہ بن عمرو سقطت ثنیتہ فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشدھا بالذھب، حدیث آخر فی معجم الصحابۃ عن عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول اندقت ثنیتی یوم احد فامرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اتخذ ثنیۃ من ذھب و روی الطبرانی فی معجمہ عن محمد بن سعد ان عن ابیہ قال رایت انس بن مالک یطوف بہ بنوہ حول الکعبۃ علی سوا عدھم وقد شدوا اسنانہ بذھب، اثر آخر فی مسند احمد عن واقد بن عبداللہ التمیمی عن من رای عثمان انہ ضبب اسنانہ بذھب وروی النسائی فی کتاب الکنی عن ابراھیم بن عبدالرحمٰن قال رایت موسی بن طلحۃ بن عبداللہ قد شد اسنانہ بذھب، اثر آخر روی ابن سعد فی الطبقات فی ترجمۃ عبدالملک بن مروان اخبرنا حجاج بن محمد عن ابن جریج ان ابن شھاب الزھری سئل عن شد الاسنان بالذھب فقال لا باس بہ[1]

حافظ زیلعی نصب الرایۃ میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں احادیث مرفوعہ اور موقوفہ ہیں، طبرانی نے معجم وسط میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کا سامنے کا دانت گر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سونے کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا۔ معجم صحابہ میں ایک اور حدیث ہے۔ عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ کا جنگ اُحد میں سامنے کا دانت گر گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں اس کی جگہ سونے کا دانت لگوالوں۔ معجم طبرانی میں سعدان سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا حضرت انس کے بیٹے انہیں اپنی کلائیوں پر اٹھا کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہے تھے۔ اور ان کے دانت سونے کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ امام نسائی نے کتاب الکنی میں ایک حدیث ذکر کی ہے۔ ابراہیم بن عبدالرحمان کہتے ہیں میں نے موسیٰ بن طلحہ بن عبداللہ کو دیکھا انھوں نے اپنے دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھا ہوا تھا، علامہ ابن سعد نے طبقات میں عبدالملک بن مروان کی سوانح میں ذکر کیا کہ ابن شہاب زہری سے پوچھا گیا آیا دانتوں کو سونے کے ساتھ باندھنا جائز ہے انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اونٹنیوں کا پیشاب نجس اور حرام ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب عرینہ کو اونٹنیوں کا پیشاب پلا کر علاج کیا اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا کہ ضرورت کے وقت حرام اور نجس چیز سے علاج کرنا جائز ہے۔ ریشم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں پر حرام کر دیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو خارش اور جوؤں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی اور اس حدیث کے تحت علماء نے لکھا کہ ضرورت کے وقت ریشم پہننا جائز ہے، سونے کا استعمال آپ نے مردوں پر حرام کر دیا اس کے باوجود حضرت عرفجہ کو سونے کی ناک لگوانے کا اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو سونے کا دانت لگوانے کا حکم دیا۔ ان احادیث کی شرح میں بھی علماء نے لکھا کہ ضرورت

---

[1] ۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

کے وقت سونے کا استعمال جائز ہے۔ ان احادیث، آثار اور علماء کی تشریحات سے ظاہر ہو گیا کہ حرام اور نجس اشیاء سے بوقت ضرورت علاج جائز ہے اور سونے کی ناک یا دانت اور ریشم پہننے کا حکم آپ نے ان تکلیفوں میں دیا ہے جن میں جان کا خطرہ نہیں تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ اضطرار شرعی نہ ہو پھر بھی صرف علاج کی ضرورت سے حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کی حدیث

حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت سے متعلق فقہاء نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ لم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیها [1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء ان چیزوں میں نہیں رکھی جو ان پر حرام کر دی ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی توجیہ میں فرماتے ہیں:

واجیب بانه محمول علی حالة الاختیار اما فی حالة الاضطرار فلا یکون حراماً کالمیتة للمضطر۔ [2]

اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہے جب انسان کو حلال اور حرام دوا دونوں کے استعمال کا اختیار ہو لیکن جب حرام چیز کے سوا اور کوئی دوا نہ ہو تو پھر وہ دوا شرعاً حرام نہیں رہے گی جیسے ضرورت کے وقت مُردار حرام نہیں رہتا۔

علامہ قاضی خاں اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وعن ابی نصر بن سلام رحمه الله تعالیٰ معنی قوله علیه السلام ان الله لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم انما قال ذلك فی الاشیاء التی لا یکون فیه شفاء فاما اذا کان فیه شفاء فلا بأس به قال الا تری ان العطشان یحل له شرب الخمر حال الاضطرار [3]

ابو نصر بن سلام رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ حدیث "اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کیا ہے" سے مُراد وہ اشیاء ہیں جن میں شفاء نہیں ہے لیکن جب کسی چیز میں شفاء ہو تو کوئی حرج نہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیاسے کے لیے حالت اضطرار میں شراب پینا حلال ہے۔

علامہ ابن بزاز کردری اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

ومعنی قوله علیه الصلوٰة والسلام لم یجعل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "حرام چیزوں میں

---

[1] علامہ شامی نے اس حدیث کو بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ علامہ عینی نے اس کو سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیا ہے علامہ ابن حجر نے ایک جگہ ابوداؤد اور ایک جگہ طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ سنن ابوداؤد اور بخاری میں بہر حال یہ حدیث نہیں ہے اور طبرانی کا نسخہ ہمیں میسر نہیں۔ ——— (سعیدی)

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ حسن بن منصور قاضی خاں اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴ طبع مصر ۱۳۱۰ھ۔

شفاء کم فیما حرم علیکم نفی الحرمة عند العلم بالشفاء دل علیه جواز اساغة اللقمة بالخمر وجواز شربه للعطش۔[1]

تمہاری شفاء نہیں ہے کا معنی یہ ہے کہ جس چیز میں شفاء کا علم ہو وہ حرام نہیں ہے (یعنی جس میں علم ہو کہ شفاء نہیں ہے وہ اپنی حرمت پر رہیگی) اسکی دلیل یہ ہے کہ جو لقمہ حلق میں پھنسا ہوا ہو اس کو شراب سے نیچے اتارنا جائز ہے اور (اضطراری) پیاس میں شراب پینا جائز ہے۔

علامہ شامی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

ان ما فیه شفاء لا باس به کما یحل الخمر للعطشان فی الضرورة وکذا اختاره صاحب الهدایة فی التجنیس۔[2]

جس چیز میں شفاء ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے، صاحب ہدایہ نے بھی تجنیس میں اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

ایک اور حدیث جس سے اس مسئلہ میں الجھن پیدا ہوتی ہے یہ ہے:

عن سوید بن طارق سال النبی صلی الله علیه وسلم عن الخمر فنهاه ثم سأله فنهاه فقال له یا نبی الله انها دواء قال النبی صلی الله علیه وسلم لا ولکنه داء۔[3]

حضرت سوید بن طارق نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا۔ آپ نے منع فرمایا پھر پوچھا آپ نے پھر منع فرمایا۔ انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی وہ دوا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ وہ بیماری ہے۔

علامہ عینی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واجاب ابن حزم عن ذلک فقال لا حجة فیه لان فی سنده سماک بن حرب وهو یقبل التلقین شهد علیه بذالک شعبة وغیره ولو صح لم یکن فیه حجة لان فیه ان الخمر لیس بدواء ولا خلاف بیننا فی انها لیس بدواء فلا یحل تناوله وقد اجاب بعضهم بان ذلک خاص بالخمر ویلتحق بها غیرها من المسکرات قلت فیه نظر لان دعوی الخصوصیة بلا دلیل لا تسمع والجواب القاطع

ابن حزم نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس کی سند میں سماک بن حرب نام کا راوی ہے جو تلقین کو قبول کرتا ہے اس بات کی شعبہ وغیرہ نے گواہی دی ہے اور اگر بالفرض یہ حدیث صحیح ہو پھر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ حدیث میں یہ ہے کہ انگوروں کی شراب دوا نہیں ہے اور اس بات میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ دوا نہیں ہے لہٰذا اس کا پینا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حکم انگوروں کی شراب کے ساتھ خاص ہے اور باقی نشہ آور مشروب اس کے ساتھ لاحق نہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس جواب پر یہ اعتراض ہوگا

---

[1] ۔ علامہ محمد ابن محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[2] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

ان هذا محمول على حالة الاختيار كما ذكرنا۔ [1]

کہ بغیر دلیل کے مخصوصیت کا دعویٰ غیر مقبول ہے اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ حکم حالت اختیار کا ہے یعنی اضطرار کے وقت شراب کو بطور دوا پینا جائز ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بتلایا ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان دونوں حدیثوں کے جواب میں وہی تقریر کی ہے جو علامہ عینی نے کی ہے۔ [2]۔

حرام اور نجس اشیاء سے علاج کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب عرینہ کو اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا حکم دیا تھا اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

استدل اصحاب مالك واحمد بهذا الحديث ان بول ما يؤكل لحمه وروثه طاهر ان واجاب اصحابنا وغيرهم من القائلين بنجاستهما بان شربهم الابوال كان للتداوي وهو جائز بكل النجاسات سوى الخمر والمسكرات۔ [3]

امام مالک اور امام احمد کے اصحاب نے اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب اور گوبر کی طہارت پر استدلال کیا ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ اور دوسرے علماء جو ان کی نجاست کے قائل ہیں یہ جواب دیتے ہیں کہ انھیں جو اونٹنیوں کا پیشاب پلایا گیا تھا وہ دوا کے طور پر تھا اور شراب کے سوا ہر نجس چیز کو بطور دوا کے استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ احمد قسطلانی شافعی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وذهب الشافعي وابو حنيفة والجمهور الى ان الابوال كلها نجسة الا ما عفي عنه وحملوا ما في الحديث على التداوي فليس فيه دليل على الاباحة في غير حال الضرورة وحديث ام سليم الذي عند ابي داؤد ان الله لم يجعل شفاء امتي فيما حرم عليها محمول على حالة الاختيار واما حالة الاضطرار فلا حرمة كالميتة للمضطر لا يقال يرد عليه قوله صلى الله عليه وسلم في الخمر انها ليست بدواء وانها داء في جواب من سأل عن التداوي بها

امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کا پیشاب نجس ہے سوا اس مقدار کے جو معاف ہے اور اصحاب عرینہ کا پیشاب پینا بطور دوا تھا لہٰذا اس حدیث سے بغیر ضرورت کے پیشاب پینے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ ابو داؤد میں حرام سلیم (ام سلمہ؟) کی حدیث ہے، "اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء حرام میں نہیں رکھی" یہ حالت اختیار پر محمول ہے اور حالت اضطرار میں حرام اشیاء سے علاج حرام نہیں ہے جیسے مضطر کے لیے مردار حلال ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے خمر سے علاج کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دوا نہیں بیماری ہے،

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۶، ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[2] ۔ علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۳۹، ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔
[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

كما رواه مسلم لانا نقول ذلك خاص بالخمر ويلتحق به غير من المسكر والفرق بين الخمر وغيره من النجاسات ان الحديث باستعماله في حالة الاختيار دون غيره ولان شربه يجر الى مفاسد كثيرة واما الابوال فقد روى ابن المنذر عن ابن عباس مرفوعا ان في ابوال الابل شفاء للذربة بطونهم والذرب فساد المعدة [1]

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ جواب شراب اور دیگر مسکرات کے ساتھ خاص ہے۔ شراب اور دیگر نجس اشیاء میں فرق یہ ہے کہ نجس اشیاء حالت اضطرار میں جائز ہیں بخلاف شراب کے کیونکہ شراب کا پینا بہت سے مفاسد کا موجب ہے اور پیشاب کے بارے میں حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ معدے کی خرابی میں اونٹ کے پیشاب سے علاج کیا جاتا ہے۔

شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ حالت اضطرار میں بھی شراب سے علاج جائز نہیں ہے جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ قسطلانی کی عبارات سے گذر چکا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ حالتِ اضطرار میں پیاس کی وجہ سے شراب پینا جائز نہیں۔ ہے البتہ علاج کے لیے پینا جائز ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان اضطر الى شربها للعطش لم يجز لانها تزيد في الالتهاب والعطش وان اضطر اليها للتداوي جاز [2]

اگر حالت اضطرار میں شراب پیاس کی وجہ سے پینی پڑے تو نہ پیئے کیونکہ شراب پیاس کو اور بھڑکاتی ہے اور اگر دوا اور علاج کے لیے پینے کی ضرورت ہو تو جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا انما يجوز التداوي بالنجاسة اذا لم يجد طاهرا يقوم مقامها فان وجده حرمت النجاسات بلا خلاف وعليه يحمل حديث ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم فهو حرام عند وجود غيره وليس حراما اذا لم يجد غيره . قال اصحابنا وانما يجوز ذلك اذا كان المتداوي عارفا بالطب يعرف انه لا يقوم غير هذا مقامه او اخبره بذلك طبيب مسلم عدل ويكفي طبيب واحد صرح به البغوي وغيره ۔ [3]

ہمارے اصحاب (شافعیہ) کہتے ہیں کہ نجاست کو بطور دوا استعمال کرنا اس وقت جائز ہے جب اس کے قائم مقام پاک چیز نہ مل سکے، اگر پاک چیز مل جائے تو بالاتفاق نجاست حرام ہے اور حدیث "اللہ تعالیٰ نے تمہارا شفا حرام میں نہیں رکھی" کا یہی محمل ہے جب حرام چیز کے علاوہ حلال چیز موجود ہو تو وہ حرام ہے ورنہ نہیں، اور ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ نجاست کے ساتھ علاج اس وقت جائز ہے جب معالج طب کا عارف ہو اور وہ جانتا ہو کہ اس دوا کا بدل پاک چیز نہیں ہے، یا کوئی مسلمان نیک طبیب اس بات کی خبر دے اور ایک طبیب کی خبر بھی کافی ہے، البغوی اور دوسرے علماء نے اس کی تصریح کی ہے۔

---

[1] ۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۲۳ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۹۴، مطبوعہ مطبعۃ المیمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع، ج ۹ ص ۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ۔ " " ، شرح المہذب ج ۹ ص ۵۱-۵۰، " "

شیخ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

اما التریاق المجون بها و نحوه مما تستهلك فیه فیجوز التداوی به عنه فقد ما یقوم مقامه مما یحصل به التداوی من الطاهرات کالتداوی بنجس کلحم حیة و بول۔ [1]

تریاق معجون کے ساتھ علاج جائز ہے جب اس کا قائم مقام پاک موجود نہ ہو جیسے سانپ کے گوشت یا پیشاب کے ساتھ علاج کیا جائے۔

مالکیہ اور حنبلیہ کا نظریہ

ومن ذلك قول مالك و احمد والشافعی فی اصح اقواله انه یجوز شرب الخمر للضرورة کالعطش و التداوی مع قول ابی حنیفة انه یجوز للعطش لا للتداوی ومع قول الشافعی فی القول الثانی انه یجوز شرب القلیل للتداوی ومع قوله فی القول الثالث یجوز للعطش ما یقع به الری فقط۔ [2]

اور میزان میں امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ پیاس اور دوا کی ضرورت کی وجہ سے شراب پینا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ پیاس کی وجہ سے جائز ہے اور دوا کی وجہ سے نہیں امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ دوا کے لیے تھوڑا سا پینا جائز ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ پیاس کی وجہ سے سیر ہونے کی حد تک پینا جائز ہے۔

فقہاء حنفیہ کا نظریہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اختلف فی التداوی بالمحرم وظاهر المذهب المنع کما فی رضاع البحر لکن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوی وقیل یرخص اذا علم فیه الشفاء ولم یعلم دواء آخر لما رخص الخمر للعطشان وعلیه الفتوی [3]

حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے ظاہر مذہب میں ممنوع ہے جیسا کہ البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے۔ لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی سے نقل کیا ہے جب حرام چیز میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوا کا علم نہ ہو تو پھر اجازت ہے جیسا کہ پیاسے کے لیے شراب پینے کی اجازت ہے۔

علامہ شامی اس بحث میں علم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قد علمت ان قول الاطباء لا یحصل به العلم و الظاهر ان التجربة یحصل بها غلبة الظن دون الیقین الا ان یرید بالعلم غلبة الظن وهو شائع فی کلامهم تامل۔ [4]

اطباء کے قول سے علم بمعنی یقین حاصل نہیں ہوتا، اور ظاہر یہ ہے کہ تجربہ سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے نہ کہ یقین البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ فقہاء کی علم سے مراد غلبہ ظن ہو اور ان کے کلام میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

---

[1] شیخ محمد شربینی شافعی من القرن السابع، مغنی المحتاج، ج ۴ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبری ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی ۱۳۵۹ھ۔

[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۴، // // //

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اطباء جب کسی مرض کے علاج میں کوئی حرام چیز مثلاً الکوحل آمیز دوا یا خون لگانا تجویز کریں اور کہیں کہ اس کے سوا ہمارے علم میں کوئی اور علاج نہیں تو ان کا یہ علم اگرچہ غلبہ ظن کے معنی میں ہے لیکن فقہاء نے اس علم کا اعتبار کیا ہے اور اس صورت میں مثلاً الکوحل آمیز دوا یا خون لگانے کو جائز قرار دیا ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔

علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان صاحب الخانیۃ والنہایۃ اختار جوازہ ان علم ان فیہ شفاء ولم یجد دواء غیرہ قال فی النہایۃ وفی التہذیب یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتۃ للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد من المباح ما یقوم مقامہ[1]

صاحب خانیہ اور نہایہ نے عورت کے دودھ سے علاج کو جائز قرار دیا ہے جبکہ یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ کسی دوائی میں شفاء نہیں ہے، صاحب نہایہ نے کہا کہ تہذیب میں ہے کہ بیمار کے لیے پیشاب، خون اور مردار کو بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے جبکہ کسی مسلمان طبیب نے یہ بتلایا ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور دوسری جائز دوائی اس کے قائم مقام نہ ہو۔

یہ عبارت عالمگیری میں بھی ہے[2]

ولا باس بان یسعط الرجل بلبن المرأۃ و یشربہ للدواء[3]

دوا کے لیے اگر عورت کا دودھ مرد کی ناک کے راستہ سے جسم میں داخل کیا جائے یا مرد کو عورت کا دودھ بطور دوا پلایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

حرام اور نجس اشیاء سے بوقت ضرورت علاج کے سلسلے میں ہم نے معتمد شروح کی روشنی میں احادیث شریفہ اور فقہاء اربعہ کے مفتی بہ اقوال ذکر کیے ہیں جن سے موجودہ زمانہ میں الکوحل آمیز دواؤں اور خون لگانے کے جواز پر روشنی پڑتی ہے کیونکہ آج کل دنیا کی اکثریت نے ایلوپیتھک طریقہ علاج کو قبول کر لیا ہے اور علاج کے معاملہ میں تقریباً سب ہی اس کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ حدیث اور فقہ کی روشنی میں اس کا شرعی حکم واضح کر دوں۔ یہ بھی واضح رہے کہ بوقت ضرورت خون لگانا جائز ہے لیکن اس مقصد کے لیے خون کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہوگا۔

اس بات کا جواب کہ اطباء کا تجربہ ظنی ہے وہ حرام قطعی کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا

اس مسئلہ پر بعض علماء یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ خون کو قرآن مجید نے حرام کر دیا ہے اس لیے یہ حرام قطعی ہے اور خون چڑھانے سے اگر کسی کو شفاء حاصل ہو جائے (جیسے بلڈ کینسر میں خون تبدیل کرانے سے شفاء ہوتی ہے) تو یہ بات تجربہ سے ثابت ہے اور زیادہ سے زیادہ ظنی ہے اور ظنی چیز قطعی کے لیے ناسخ نہیں بن سکتی، اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جگر اور تلی خون ہونے کے باوجود

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۴ ص ۲۹۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[3] " " " "

حلال ہیں حالانکہ ان کی حلت بھی خبر واحد سے ثابت ہے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ ظنی ہے اسی طرح مردار (میتہ) کی حرمت بھی قطعی ہے لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں اور ان کی حلت بھی خبر واحد سے ثابت ہے جو ظنی ہے اور وہ خبر واحد یہ ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال احلت لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت والجراد واما الدمان فالکبد والطحال۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لیے دو مردے حلال کیے گئے اور دو خون۔ رہے مردے تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور رہے خون تو وہ جگر اور تلی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خون چڑھانے کا جواز نہ ہم طبی تجربہ سے کر رہے ہیں اور نہ اس سے قرآن مجید کے حرام کردہ کو العیاذ باللہ حلال یا جائز کر رہے ہیں بلکہ قرآن مجید نے جو اصول بتلایا ہے کہ اضطرار کے وقت حرام چیز کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے اور جب کسی حلال چیز کے ذریعہ علاج میسّر نہ ہو اور صرف حرام چیز سے علاج میسّر ہو تو اس کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے جیسا کہ علامہ شامی نے خانیہ، نہایہ اور تہذیب سے نقل کیا ہے کہ خون اور مردار سے علاج کرنا اس وقت جائز ہے جب مسلمان طبیب یہ بتائے کہ اس سے شفاء ہو گی اور کوئی اور جائز چیز ان کے قائم مقام نہیں ہے[2] اور علامہ حصکفی نے ذکر کیا ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہے[3] اسی طرح عالمگیری میں ہے کہ مریض خون، مُردار، پیشاب اور خمر (شراب) سے علاج کر سکتا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب یہ بتلائے کہ اسی میں شفاء ہے اور کوئی جائز اور مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں ہے[4]

اس بات کا جواب کہ حصول شفاء میں علم قطعی معتبر ہے

خون چڑھانے کے سلسلے میں میری ایک بزرگ فقیہ[5] سے گفتگو ہوئی جب میں نے ان کے سامنے شامی اور عالمگیری کے مذکور الصدر حوالے پیش کیے تو انھوں نے فرمایا کہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب طبیب یہ کہے کہ فلاں چیز میں شفاء ہے تو اس سے غلبہ ظن مراد ہوتا ہے لیکن میں اسے نہیں مانتا کیونکہ علم سے مراد یقین قطعی ہے اور وہ صرف وحی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی سے حرام چیز کی حرمت اٹھ سکتی ہے میں نے عرض کیا وحی اور علم قطعی کا حصول تو طبیب کے لیے ممکن ہی نہیں ہے پھر تو یہ بحث بالکل بے کار اور عبث ہو گی لہٰذا اگر طبیب کو خواہ ظنی علم ہو کہ اس میں شفاء ہے اور اس کے غیر میں شفاء نہیں ہے تو حرام چیز سے علاج جائز ہو گا ورنہ نہیں انھوں نے فرمایا حرام چیز سے علاج تب جائز ہو گا جب یہ متعین ہو جائے کہ اس حرام چیز میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ پوری دنیا میں کوئی حلال چیز نہیں ہے جس سے اس مرض کا علاج ہو سکے۔ میں نے عرض کیا طبیب اپنے علم کے اعتبار سے دوا کی تجویز اور اس کا فیصلہ کرتا ہے اور دنیا میں کوئی طبیب بھی ایسا نہیں ہے جس کا علم پوری دنیا کے مفردات اور ان کے خواص کو محیط ہو اور نہ ہی اس علم کا کسی کو مکلف کیا جا سکتا ہے پھر انھوں نے یہ حدیث پیش کی:

---

[1] ۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[3] ۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۱۹۴ // //

[4] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[5] ۔ مولانا وقار الدین شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

"اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں میری امت کی شفا نہیں رکھی"۔ میں نے اس حدیث کے متعدد جوابات ذکر کیے، ہم چونکہ ان جوابات کو اس بحث کے شروع میں ذکر کر چکے ہیں اس لیے یہاں ان کا اعادہ نہیں کر رہے۔

انسانی اعضاء کی پیوندکاری

ایلوپیتھک طریقہ علاج میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری سے بھی علاج کیا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص اپنی آنکھیں کسی نابینا کو دے دیتا ہے اور میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے باعث دوسرے شخص کی آنکھوں سے نابینا شخص بینا ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ جس شخص کا دل ناکارہ ہو جائے اس کا دل بھی تبدیل کر دیا جاتا ہے اس مسئلہ پر بھی غور و فکر کی ضرورت ہے تاکہ اس کا شرعی حکم معلوم کیا جا سکے۔

دلائل شرعیہ سے اس مسئلہ کا حکم بیان کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دیگر مفکرین کی آراء پیش کر دیں تاکہ یہ مسئلہ تمام پہلوؤں سے ظاہر ہو جائے۔

سید مودودی کی رائے

مظفر بیگ لکھتے ہیں:

ایک نوجوان نے کہا: کیا موت کی صورت میں آنکھوں، ہاتھوں، ٹانگوں یا دل وغیرہ کا عطیہ دیا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس کا مقصد انسانی خدمت ہو۔

مولانا نے فرمایا:

"سوال یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق خود انسانیت سے بھی ہے؟ ادھر ایک شخص کی موت واقع ہوئی اور اس کے گھر میں کہرام مچا اور ادھر آنکھوں والے اس کی آنکھیں نکالنے آ گئے، ہاتھوں اور ٹانگوں کے شعبے سے اس کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ کر لے جانے والے آ گئے اور دل کے ڈیپارٹمنٹ سے آلات لیے اس کا سینہ چیر کر دل نکالنے والے آ گئے ____ کیا واقعی انسانیت یہی سکھاتی ہے؟ ایک مسلمان معاشرے میں یہ چیز چل نکلے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ عزیز و اقربا مرنے والے کا کیا بچا کھچا منہ دیکھنے آئیں گے، نماز جنازہ کیا چیز سامنے رکھ کر پڑھی جائے گی اور قبر میں کیا شے لے جا کر دفن کی جائے گی"۔

کچھ دیر مجلس میں خاموشی چھائی رہی پھر ایک صاحب نے کہا:

"مولانا! کچھ لوگ اپنی خوشی سے آنکھوں وغیرہ کا عطیہ دینے کا اعلان کرتے ہیں کیا اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی؟"

مولانا نے فرمایا:

"اصل سوال یہ ہے کہ آپ اپنے جسم کے مالک خود کب ہیں؟ مذہب ہی نہیں خود قانون بھی آپ کو اپنے جسم کا مالک قرار نہیں دیتا۔ اگر اپنے جسم کے مالک آپ خود ہیں تو پھر آپ کو خودکشی کی اجازت کیوں حاصل نہیں؟ آپ اپنے آپ کو بیچ کیوں نہیں سکتے؟ اب جس جسم پر جیتے جی آپ کے اختیارات کا یہ عالم ہے اسی جسم کے حصے بخرے کرنے کا آپ اس وقت کیا اختیار رکھتے ہیں جب آپ اسے چھوڑ کر جا چکے ہوتے ہیں ____ اس وقت اگر ایسی کوئی اجازت آپ کو قانون دیتا ہے تو یہ قانون کا سقم ہے مذہب کا نہیں [1]۔

(۳۰ ستمبر ۱۹۷۴ء)

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، ۵۔اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) ص ۳۱، ۳۲ مطبوعہ البدر پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۸ھ۔

سید مودودی نے یہاں بھی زیادہ تر جذباتی انداز سے گفتگو کی ہے، البتہ ایک فقہی نکتہ وہ سامنے لائے ہیں کہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس لیے کوئی شخص کسی ضرورت مند انسان کو اپنے جسم کا کوئی عضو نہیں دے سکتا، لیکن یہ حکم تو عام حالات کا ہے۔ بحث اور گفتگو اس بات میں ہے کہ جب کسی شخص کو جان کا خطرہ درپیش ہو تو اس کی جان بچانے کے لیے انسان مرنے سے پہلے اپنے کسی عضو مثلاً دل کی وصیت کر سکتا ہے یا کسی کی جان بچانے کے لیے اپنی زندگی ہی میں کسی کو ایک گردہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ سید مودودی کی گفتگو سے اس مسئلہ پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

علماء دیوبند کے ایک موقر عالم دین مفتی محمد شفیع نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ متعلقہ بحث سے اس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔

مفتی محمد شفیع کی رائے

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

تبادلہ اعضاء انسانی کے زیر عنوان ابھی آپ کو قرآن حکیم کے صریح نصوص سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مخدوم کائنات بنایا ہے۔ یہ تمام مخلوقات کا استعمال کرنے والا ہے خود اس کے اعضاء و اجزاء کا استعمال اس کی اہانت اور تخلیقی کائنات کے منشاء کا خلاف ہے، نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کے اعضاء و اجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرف کر سکے اسی لیے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء و جوارح کو نہ بیچ سکتا ہے نہ کسی کو ہدیہ اور ہبہ کے طور پر دے سکتا ہے اور نہ ان چیزوں کو اپنے اختیار سے ہلاک و ضائع کر سکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے اصول میں تو خودکشی کرنا اور اپنی جان یا اعضاء رضا کارانہ طور پر یا بہ قیمت کسی کو دے دینا قطعی طور پر حرام ہی ہے جس پر قرآن و سنت کی نصوص صریحہ موجود ہیں، تقریباً دنیا کے ہر مذہب و ملت اور عام حکومتوں میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی لیے کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر دوسرے انسان میں لگا دینا اس کی رضامندی سے بھی جائز نہیں ہے (اس کے بعد لکھتے ہیں) اس وقت تک ڈاکٹروں اور سرجنوں نے بھی زندہ انسان کے اعضاء کا استعمال کہیں تجویز نہیں کیا اس لیے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے [1]، بحث طلب مسئلے وہ ہیں جو آج کل ہسپتالوں میں پیش آ رہے ہیں اور جس کے لیے اپیلیں کی جا رہی ہیں وہ یہ کہ انسان دنیا سے جا رہا ہے خواہ کسی عارضہ کے سبب یا کسی جرم میں قتل کیے جانے کی وجہ سے اس کی اجازت اس پر لی جائے کہ مرنے کے بعد اس کا فلاں عضو قطع کر لیا جائے اور کسی دوسرے انسان میں لگایا جائے۔

یہ صورت بظاہر مفید ہی مفید ہے کہ مرنے والے کے تو بہت سے ہی اعضاء فنا ہونے والے ہیں ان میں سے کوئی عضو اگر کسی زندہ انسان کے کام آ جائے اور اس کی مصیبت کا علاج بن جائے تو اس میں کیا حرج ہے یہ ایسا معاملہ ہے کہ عام لوگوں کی نظریں صرف اس کے مفید پہلو پر جم جاتی ہیں اور اس کے وہ مہلک نتائج نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں جن کا کچھ ذکر شروع بحث میں آ چکا ہے [2]۔ مگر شریعت اسلام جو انسان اور انسانیت کے ظاہری اور معنوی صلاح و فلاح

---

[1] جس زمانے میں مفتی صاحب نے یہ رسالہ لکھا تھا اس وقت ہو سکتا ہے زندہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری نہ کی جاتی ہو لیکن اب یہ سلسلہ عام ہو چکا ہے اور زندہ انسان کا گردہ اس شخص کے جسم میں لگا دیا جاتا ہے جس کے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہوں ـــــ اور یہ علاج کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ ـــــ (سعیدی)

[2] لکھتے ہیں کہ اگر یہ طریق علاج رواج پا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب انسان کی آنکھیں اور (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر)

کی ضامن ہے اس کے لیے مضر اور مہلک نتائج سے صرف نظر اور صرف ظاہری فائدہ کی بناء پر اس کی اجازت دے دینا ممکن نہیں۔ شریعت اسلام نے صرف زندہ انسان کے کار آمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بے کار اعضاء و اجزاء کا استعمال بھی حرام قرار دیا ہے اور مُردہ انسان کے کسی عضو کی قطع و برید کو بھی ناجائز کہا ہے اور اس معاملہ میں کسی کی اجازت و رضامندی سے بھی اس کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی اور اس میں مسلم و کافر سب کا حکم یکساں ہے کیونکہ یہ انسانیت کا حق ہے جو سب میں برابر ہے تکریم انسانیت کو شریعت نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کسی وقت کسی حال کسی کو انسان کے اعضاء و اجزاء حاصل کرنے کی طمع دامن گیر نہ ہو اور اس طرح یہ مخدوم کائنات اور اس کے اعضاء عام استعمال ہونے والی چیزوں سے بالاتر رہیں جن کو کانٹ چھانٹ کر یا کوٹ پیس کر غذاؤں، دواؤں اور دوسرے مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے اس پر ائمہ اربعہ اور پوری امت کے فقہاء متفق ہیں اور نہ صرف شریعت اسلام بلکہ شرائع سابقہ اور تقریباً ہر مذہب و ملت میں یہی قانون ہے [1]

ایک فکر یہ ہے کہ جس عضو پر کسی مریض کی زندگی موقوف ہو اس کا پیوند کاری سے علاج جائز ہے مثلاً ایک شخص کا دل ناکارہ ہو گیا اب اگر کوئی مرنے والا شخص اپنا دل اس کو لگانے کی اجازت دیدے تو اس صورت میں اس مریض کا دل تبدیل کرنے کی اجازت ہے کیونکہ دل کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور یہ حالت اضطرار ہے یا مثلاً کسی شخص کے دونوں گردے خراب اور ناکارہ ہو گئے جس کی وجہ سے اس کی زندگی خطرے میں ہے اب اگر کوئی شخص اپنا ایک گردہ اُسے دیدے تو اس کی زندگی بچ سکتی ہے اس لیے انسانیت کی بقاء کی خاطر ایسی اضطراری صورت میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے ہمارے نزدیک یہ فکر صحیح نہیں ہے جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہو گا۔

شیخ خمینی کی رائے

شیخ خمینی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۲۸۷۸) ۔ اگر کسی مسلمان کی جان کی حفاظت اس پر موقوف ہو کہ کسی مسلمان میت کے عضو کا اسے پیوند لگایا جائے تو اس عضو کا قطع کرنا جائز ہے اور بعید نہیں کہ دیت دینا پڑے لیکن آیا دیت کاٹنے والے پر ہے یا مریض پر اس میں اشکال ہے۔ البتہ ڈاکٹر مریض سے قرارداد کر سکتا ہے کہ مریض دیت ادا کرے اور اگر کسی مسلمان کے کسی عضو کی حفاظت میت کے عضو کے کاٹنے پر موقوف ہو تو اس صورت میں بعید نہیں کہ جائز نہ ہو اور اگر کاٹے تو دیت دینا پڑے گی،

(حاشیہ صفحہ سابقہ) گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے۔ اگر یہ چیزیں بھی بکاؤ مال بن گئیں تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے اپنی یہ چیزیں بھی داؤ پر لگا دیں گے پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہیں رُکے گا کہ رضا کارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لیے جائیں بلکہ بہت سے مُردے خصوصاً لاوارث مُردے بہت سے اعضاء سے محروم ہو کر اس دنیا سے جایا کریں گے پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل و کفن اور نماز جنازہ اور کفن دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہو جائیں گے۔ اور خدانخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف طبعی موت سے مرنے والوں تک نہیں رُکے گا بلکہ اس کام کے لیے بازار قتل گرم ہو جانا بھی ممکن ہے۔ ——— (سعیدی غفرلہٗ)

[1] ۔ مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، انسانی اعضاء کی پیوند کاری ص ۳۹-۳۷، مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی ۱۳۸۹ھ۔

لیکن اگر میت نے زندگی میں اجازت دیدی ہو تو ظاہراً دیت نہیں ہے، لیکن اس کا شرعاً جائز ہونا محل اشکال ہے اور اگر اس نے خود اجازت نہ دی ہو تو اس کے اولیا مرنے کے بعد اجازت نہیں دے سکتے اور کاٹنے والے سے دیت ساقط نہیں ہوگی اور وہ گنہگار بھی ہوگا۔

(۲۸۷۹) غیر مسلمان مُردہ کا عضو پیوند لگانے کے لیے کاٹنا حرام نہیں ہے اور اس کی دیت بھی نہیں ہے لیکن اگر پیوند لگایا تو اس کی نجاست اور مُردار ہونے کی وجہ سے نماز میں اشکال ہوگا، اب اگر انسان کا مردہ نماز میں اشکال رکھتا ہو تو اس بناء پر مسلمان کے مردہ میں بھی اشکال آئے گا، اور اگر غسل سے پہلے مسلمان سے قطع کر لیں تو نجاست والا اشکال بھی آئیگا، لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ میت کا عضو اگر حیات پیدا کرلے تو وہ میت کا عضو ہونے سے خارج ہو جائے گا اور زندہ کا عضو بن جائے گا پھر وہ نجس اور مُردار نہیں رہے گا بلکہ اگر نجس العین جانور کا عضو پیوند ہو جائے اور انسانی زندگی سے زندہ ہو جائے تو جانور کی عضویت سے نکل کر انسان کی عضویت میں داخل ہو جائیگا۔[1]

موجودہ مفکرین میں سے شیخ خمینی کی رائے ہم نے نقل کر دی ہے تاہم اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کسی صورت میں جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے فقہاء نے تکریم انسانیت کے پیش نظر انسانی اعضاء سے انتفاع کو مطلقاً ناجائز قرار دیا ہے۔ خواہ حالت اضطرار ہو، آئندہ سطور میں ہم اسکے ثبوت میں عبارات فقہاء پیش کریں گے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ اعضاء کی پیوند کاری شرعاً جائز نہیں ہے۔

مُردے کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ان العظم لا یتنجس بالموت علی اصلنا لانہ لاحیاۃ فیہ الا ان یکون عظم الانسان او عظم خنزیر فانہ یکرہ التداوی بہ لان الخنزیر نجس العین، فعظمہ نجس کلحمہ لا یجوز الانتفاع بہ بحال ما، والآدمی محترم بعد موتہ علی ما کان علیہ فی حیاتہ فکما یحرم التداوی بشیٔ من الآدمی الحی اکراماً لہ فکذلک لا یجوز التداوی بعظم المیت قال صلی اللہ علیہ وسلم کسر عظم المیت ککسر عظم الحی۔[2]

ہمارے قاعدہ کے مطابق موت سے ہڈی نجس نہیں ہوتی کیونکہ اس میں حیات نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ انسان یا خنزیر کی ہڈی ہو، اس کے ساتھ علاج مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور اس کی ہڈی بھی اس کے گوشت کی طرح نجس ہے جس سے کسی حال میں بھی فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور آدمی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہوتا ہے جس طرح زندگی میں محترم تھا لہٰذا جس طرح زندہ آدمی کی کسی چیز سے اسکی تکریم کی بناء پر علاج نہیں کیا جا سکتا اسی طرح مُردہ آدمی کی ہڈی سے بھی علاج نہیں کیا جا سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مُردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کے توڑنے کی مثل ہے۔

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل ص ۴۵۴، ۴۵۳، مطبوعہ سازمان تبلیغات اسلامی ایران، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبۃ الشورۃ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ۔

نیز علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

رجل برجله جراحة قالوا يكره له ان يعالجه بعظم الانسان والخنزير لانه محرم الانتفاع. [1]

کسی شخص کے پیر میں زخم ہو تو فقہا نے کہا ہے کہ اس کا علاج انسان یا خنزیر کی ہڈی سے کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ انسان یا خنزیر کی ہڈی سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے۔

ويكره معالجة الجراحة بعظم الانسان او خنزير لانهما محرم الانتفاع [2]

انسان یا خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ان سے نفع حاصل کرنا حرام ہے۔

عالمگیری میں ہے:

قال محمد رحمه الله تعالى ولا باس بالتداوي بالعظم اذا كان عظم شاة او بقرة او بعير او فرس او غيره من الدواب الا عظم الخنزير والادمي فانه يكره التداوي بهما الى قوله الانتفاع باجزاء الادمي لم يجز قيل للنجاسة وقيل للكرامة هو الصحيح كذا في جواهر الاخلاطي [3]

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا جانوروں میں سے بکری کی ہڈی یا گائے کی یا اونٹ کی یا گھوڑے کی یا کسی اور چوپائے کی ہڈی سے علاج کرنا جائز ہے ماسوا خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے کیونکہ ان کے ساتھ علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے ——— آدمی کے اعضاء اور اجزاء سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، کہا گیا ہے نجاست کی وجہ سے اور صحیح یہ ہے کہ کرامت کی وجہ سے اسی طرح جواہر اخلاطی میں ہے۔

نیز عالمگیری میں ہے:

ووصل الشعر بشعر الادمي حرام سواء كان شعرها او شعر غيرها كذا في اختيار شرح المختار. [4]

آدمیوں کے بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنا حرام ہے خواہ وہ بال اسی عورت کے ہوں یا کسی اور عورت کے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال المصنف والادمي مكرم شرعا وان كان كافرا فيراد العقد عليه وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال له اى وهو غير جائز وبعضه في حكمه وصرح في فتح

مصنف نے کہا ہے کہ آدمی شرعاً مکرم ہے خواہ کافر ہو اس وجہ سے آدمی کی خرید و فروخت کرنا اور اس کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا آدمی کی توہین ہے علامہ شامی فرماتے ہیں یعنی ناجائز ہے اور آدمی کے اجزاء

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ مطبع بولاق مصر

[2] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری، ج ۵ ص ۳۴۵، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ۔

[4] " ج ۵ ص ۳۵۸ "

القدیر ببطلانہ الی قولہ ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر۔[1]

بھی آدمی کے حکم میں ہیں اور فتح القدیر میں آدمی کے اعضاء کی خرید وفروخت کے بطلان کی تصریح ہے۔ اسی وجہ سے کافر میت کی ہڈی توڑنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولو سقط سنہ یکرہ ان یاخذ من میت فیشدھا مکان الاول بالاجماع وکذا یکرہ ان یعید تلک السن الساقطۃ مکانھا عند ابی حنیفۃ ومحمد ولکن یاخذ سن شاۃ ذکیۃ فیشدھا مکانھا وقال ابو یوسف لا باس بستہ ویکرہ من غیرہ۔[2]

اگر کسی شخص کا دانت گر گیا تو یہ مکروہ ہے کہ وہ اس دانت کی جگہ کسی مردے کا دانت باندھ لے، اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ اس گرے ہوئے دانت کو دوبارہ باندھ لے، البتہ کسی مذبوحہ بکری کا دانت اس کی جگہ باندھ سکتا ہے، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اپنا گرا ہوا دانت بھی باندھ سکتا ہے اور کسی اور کا دانت باندھنا مکروہ ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

واذا کسر للمرأۃ عظم فطار فلا یجوز ان ترقعہ الا بعظم ما یوکل لحمہ ذکیا وکذلک ان سقطت سنہ صارت میتۃ فلا یجوز لہ ان یعیدھا بعد ما بانت فلا یعید من شیء غیر سن ذکی یوکل لحمہ وان رقع عظمہ بعظم میتۃ او ذکی لا یوکل لحمہ او عظم انسان فھو کالمیتۃ فعلیہ قلعہ واعادۃ کل صلوۃ صلھا وھو علیہ فان لم یقلعہ اجبرہ السلطان علی قلعہ فان لم یقلع حتی مات لم یقلع بعد موتہ لانہ صار میتۃ کلہ واللہ حسیبہ وکذلک سنہ اذا تحرکت فان اعتلت سنہ فربطھا قبل ان تتحرر فلا باس لانھا لا تصیر میتۃ حتی

جب کسی عورت کی ہڈی ٹوٹ جائے تو وہ کھانے جانے والے کسی مذبوح جانور کی ہڈی کے سوا کسی اور جانور کی ہڈی نہیں لگا سکتی، اسی طرح جب کسی مرد کا دانت گر جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے اور اس کو دوبارہ لگانا جائز نہیں ہے البتہ کھائے جانے والے کسی مذبوح جانور کا دانت لگا سکتا ہے، اگر کسی شخص نے اپنی ہڈی کے ساتھ کسی مردے کی ہڈی یا کسی کھائے جانے والے مذبوح جانور کی ہڈی کا پیوند لگا یا یا کسی انسان کی ہڈی کا پیوند لگایا تو اس ہڈی کا اکھاڑنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس کے ساتھ پڑھی گئی ہیں، ان کا دہرانا واجب ہے، اگر وہ نہ اکھاڑے تو حاکم اس کو اکھاڑنے پر مجبور کرے اور اگر اس ہڈی کو اکھاڑے بغیر وہ مر گیا تو موت کے بعد وہ ہڈی نہ اکھاڑی جائے کیونکہ وہ اب پورے کا پورا مردار ہو گیا اسی طرح اکھڑے ہوئے دانت کا حکم ہے اور اگر دانت ہل رہا ہو اور دانا کو

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۱۴۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۲، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۱۴۰۰ھ۔

تسقط۔[1] اکھڑنے سے پہلے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ گرنے سے پہلے مردہ نہیں ہوتا۔

حنفی اور شافعی فقہاء کی ان عبارات میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ انسانی اعضاء کے ساتھ پیوند کاری جائز نہیں، البتہ حلال اور مذبوح جانوروں کے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جاسکتا ہے، جیسا کہ متعدد فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اسی طرح مصنوعی اعضاء کے ساتھ بھی پیوند کاری کی جاسکتی ہے، لکڑی، پلاسٹک یا کسی دھات کے بنے ہوئے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جاسکتا ہے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ناک لگوانے کی جو اجازت دی تھی اس میں اس امر پر واضح دلیل ہے

حالت اضطرار میں پیوند کاری کا حکم

یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہاء کی ان عبارات میں اگرچہ مُردے کے اعضاء سے انتفاع کو حرام قرار دیا گیا ہے لیکن یہ حکم عام حالات کا ہے اور ہم حالت اضطرار میں مردے کے اعضاء سے پیوند کاری کے جواز کے قائل ہیں، جب کوئی اور طریق علاج میسر نہ ہو یا جب کسی انسان کی جان بچانا مردے کے اعضاء کی پیوند کاری پر موقوف ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ فقہاء نے حالت اضطرار میں بھی زندہ کے اعضاء سے علاج حرام قرار دیا ہے۔

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

مضطر لم یجد میتۃ وخاف الھلاک فقال لہ رجل اقطع یدی وکلھا او قال اقطع منی قطعۃ فکلھا لایسعہ ان یفعل ذلک ولا یصح امرہ بہ کما لا یصح للمضطران یقطع قطعۃ من لحم نفسہ فیاکل۔[2]

کسی شخص کو حالت اضطرار میں کھانے کے لیے مردار بھی نہیں ملا اور اسے اپنی جان کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس سے ایک شخص کہے میرے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالو تو مضطر کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا امر کرنا صحیح ہے جیسا کہ مضطر کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ خود اپنا گوشت کاٹ کر کھالے۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی فرماتے ہیں

خاف الھلاک جوعا فقال لہ اٰخر اقطع یدی وکلہ لیس لہ ذلک لان لحم الانسان لایباح حال الاضطرار لکرامتہ۔[3]

کسی شخص کو بھوک کی بنا پر موت کا خوف ہو اس سے دوسرا شخص کہے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھالو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان کا گوشت حالت اضطرار میں بھی جائز نہیں ہے۔

اسی طرح عالمگیری میں ہے:[4]

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کتاب الام ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

[2] علامہ حسن بن منصور اوزجندی قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۰۴، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۶۶ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ۔

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰، فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبع بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ۔

لو اراد المضطر ان يقطع قطعة من نفسه من فخذه او غيره ليأكلها فان كان الخوف منه كالخوف فى ترك الاكل او اشد حرم القطع بلا خلاف وصرح به امام الحرمين وغيره۔[1]

اگر مضطر اپنی یا کسی اور کی ران سے گوشت کاٹ کر کھانے کا ارادہ کرے تو اگر نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو یا پھر بھی بالاتفاق گوشت کاٹنا حرام ہے امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی مضطر کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و ان لم يجد الا ادميا محقون الدم لم يبح له قتله اجماعا ولا اتلاف عضو منه مسلما كان او كافرا لانه مثله فلا يجوز ان يبقى نفسه باتلافه وهذا لا خلاف فيه، وان كان مباح الدم كالحربى والمرتد فذكر القاضى ان له قتله و اكله لان قتله مباح وهكذا قال اصحاب الشافعى لانه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع۔[2]

اور اگر مضطر کو ایسے آدمی کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے جس کی جان شرعاً محفوظ ہے (مثلاً مسلمان یا ذمی کافر) تو مضطر کے لیے اس آدمی کو قتل کرنا اجماعاً حرام ہے اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا بھی حرام ہے خواہ وہ آدمی مسلمان ہو یا کافر کیونکہ اس آدمی کی زندگی مضطر کی زندگی کی مثل ہے پس یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو تلف کر کے اپنی جان بچائے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اس آدمی کا خون مباح ہو جیسے حربی کافر اور مرتد اس کے بارے میں قاضی نے ذکر کیا ہے کہ مضطر اس کو قتل کر کے کھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو قتل کرنا مباح ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ اس کی کوئی حرمت نہیں ہے اور وہ درندوں کے حکم میں ہے۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واما الادمى فلا يجوز تناوله۔[3]

مضطر کے لیے آدمی کو کھانا بہرحال جائز نہیں ہے۔

اس کی شرح میں علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

اى سواء كان حيا او ميتا ولو مات المضطر هذا هو المنصوص لاهل المذهب۔[4]

خواہ آدمی زندہ ہو یا مردہ، خواہ (اس کو نہ کھانے سے) مضطر مر جائے۔ اہل مذہب نے اسی کی تصریح کی ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ علامہ ابو البرکات سیدی احمد الدردیر مالکی متوفی، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] ۔ شیخ شمس الدین محمد عرفہ الدسوقی مالکی متوفی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

لایجوز تناول الآدمی سواء کان حیًّا او میتًا ولو مات المضطر هذا هو المنصوص لاهل المذهب۔ [1]

مضطر کے لیے آدمی کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مُردہ اگرچہ مضطر مر جائے۔ اہل مذہب نے اسی کی تصریح کی ہے۔

ہم نے مذاہب اربعہ کی مستند کتب سے صاف تصریحات پیش کر دی ہیں کہ زندہ آدمی کی جان بچانے کے حالت اضطرار میں کسی دوسرے زندہ انسان کے اعضاء کو کاٹنا جائز نہیں ہے، بنا بریں حالتِ اضطرار میں کسی شخص کی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے زندہ شخص کے اعضاء سے پیوند کاری کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ فقہاء شافعیہ اور بعض فقہاء حنبلیہ کے نزدیک کافر حربی کے اعضاء سے پیوند کاری جائز ہے لیکن جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ باقی رہا مردہ انسان سے حالت اضطرار میں پیوند کاری کا مسئلہ تو اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

کیا حالت اضطرار میں مردہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کی جا سکتی ہے؟

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں حالت اضطرار میں بھی مردہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری جائز نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں زندہ اور مردہ میں فرق نہیں ہے امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: کسر عظام المیت ککسرھا حیًّا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردہ آدمی کی ہڈیوں کو توڑنا، زندہ آدمی کی ہڈیاں توڑنے کے مانند ہے۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں بھی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی بحث میں ہم اس کے حوالے بیان کر چکے ہیں۔

پیوند کاری کے بعض مجوزین نے ایک مذاکرہ میں مجھ سے کہا کہ قرآن مجید نے حالت اضطرار میں میتہ کو مباح قرار دیا ہے اس لیے حالت اضطرار میں مردہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری جائز ہونی چاہیے۔ میں نے کہا لغت، عرف اور شرع میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بغیر ذبح کے طبعی موت سے یا کسی کے قتل کرنے سے مر گیا ہو، مذبوح کو بھی میتہ نہیں کہتے اور مردہ انسان کے لیے میت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی [3]، علامہ ابن منظور [4] اور علامہ زبیدی [5] وغیرہم نے اپنی تصنیفات میں اس کی تصریح کی ہے، فلہٰذا قرآن مجید نے حالت اضطرار میں مُردہ جانور کو کھانا مباح کیا ہے۔ مردہ انسان کا کھانا مباح نہیں کیا۔ انھوں نے کہا مردہ انسان کا کوئی مالک نہیں ہوتا، اس لیے اس کے اعضاء کو لینا مباح ہے۔ میں نے کہا مسجد کا بھی کوئی مالک نہیں ہوتا تو کیا مسجد کی چیزوں کو اٹھا کر لے جانا مباح ہے انھوں نے کہا مسجد تو وقف

---

[1] شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ج ۲ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۹۲ھ۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[5] السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری، تاج العروس القاموس ج ۱ ص ۵۸۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

ہے۔ مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہے جس طرح گھاس اور مٹی کا کوئی مالک نہیں اور ہر ضرورتمند کے لیے مباح ہے علیٰ ہذا القیاس مردہ انسان کا بھی کوئی مالک نہیں اور ہر ضرورت مند اس کے اعضاء کاٹ کر لے جا سکتا ہے۔

میں نے کہا اوّل تو یہ اصول غلط ہے کہ جس کا کوئی مالک نہ ہو وہ مباح ہے۔ زندہ انسان کا بھی کوئی مالک نہیں لیکن وہ مباح نہیں ہے۔ ثانیاً اگر مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہو اور ہر ضرورت مند کے لیے اس کے اعضاء کو کاٹ کر لے جانا جائز ہو تو انسان کے مرتے ہی جس شخص کو آنکھوں کی ضرورت ہو وہ آنکھیں لے جائے، جس کو دل، جگر، گردوں یا پھیپھڑوں کی ضرورت ہو وہ ان کو نکال کر لے جائے۔ صابن بنانے والوں کو چربی کی ضرورت ہو تو وہ اس کی چربی نکال کر لے جائیں۔ جنھیں فاسفورس کی ضرورت ہو وہ اس کی ہڈیاں نکال کر لے جائیں۔ ڈھول بجانے والے اس کی انتڑیاں نکال کر لے جائیں، تو پھر کیا باقی بچے گا، جس پر غسل، کفن، نماز جنازہ اور تدفین کے اسلامی احکام جاری ہوں گے!

اسلام نے مردہ انسان کی بہت زیادہ تعظیم اور تکریم کا حکم دیا ہے۔ جنازے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے جب تک جنازہ کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک حاملین جنازہ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی، نماز جنازہ پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور میت کو ایذاء پہنچانے سے روکا ہے۔ ان اسلامی احکام کے پیش نظر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مردہ انسان گھاس اور مٹی کی طرح مباح ہے اور علاج کی غرض سے اس کے اعضاء کو کاٹ پیٹ کر نکالا جا سکتا ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عامر بن ربیعۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رایتم الجنازۃ فقوموا حتی تخلفکم۔[1]

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ جائے۔

عن عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ قال کان سھل بن حنیف وقیس بن سعد بالقادسیۃ فمروا علیھما بجنازۃ فقاما فقیل لھما انھا من اھل الارض ای من اھل الذمۃ فقالا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرت بہ جنازۃ فقام فقیل لہ انھا جنازۃ یھودی فقال الیست نفسا۔[2]

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سہل بن حنیف اور قیس بن سعد قادسیہ میں تھے ان کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا وہ کھڑے ہو گئے ان سے کہا گیا کہ یہ ذمی کا جنازہ ہے! انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے! آپ نے فرمایا کیا یہ ذی روح نہیں ہے۔

عن سعید المقبری عن ابیہ قال کنا فی جنازۃ فاخذ ابوھریرۃ بید مروان فجلسا قبل ان توضع فجاء ابو سعید فاخذ بید مروان فقال قم فوا اللہ لقد علم ھذا ان النبی صلی اللہ

حضرت مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنازے میں تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بیٹھ گئے پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ آئے اور مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا "کھڑے ہو! بخدا ان کو (حضرت ابوہریرہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵ " " " "

علیہ وسلم نھانا عن ذٰلك فقال ابو ھریرۃ صدق ۔[1]

کو) بخوبی علم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے (جنازہ رکھنے سے پہلے) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا انھوں نے سچ کہا ہے۔!

ہر چند کہ صحیح ابن حبان اور صحیح مسلم میں بیٹھنے کا بھی ذکر ہے لیکن صحیح بخاری کی روایت ان پر مقدم ہے ثانیاً زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ پہلے قیام واجب تھا اب قیام کا وجوب منسوخ ہوگیا تاہم اس کے استحباب کا حکم اب بھی باقی ہے، صحابہ میں سے حضرت حسن بن علی، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عمر، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے اور فقہاء مجتہدین میں سے امام اوزاعی، امام اسحاق، امام احمد بن حنبل اور امام محمد بن حسن شیبانی کا بھی یہی مؤقف ہے۔ بعض فقہاء تابعین اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے لیکن یہ اس پر محمول ہے کہ اس کا حکم وجوب منسوخ ہے۔ علامہ نووی کی بھی یہی تحقیق ہے۔[2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے اور وہ انگارہ تمہارے کپڑوں کو جلا کر کھال تک پہنچ جائے تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔

حافظ الہیثمی، طبرانی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن عمارۃ بن حزم قال رأنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالسًا علی القبر فقال یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیك۔[4]

حضرت عمارۃ بن حزم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اے قبر والے، قبر سے اتر جاؤ اور قبر والے کو ایذاء نہ دو، وہ تمہیں ایذاء نہیں دیتا۔

حافظ الہیثمی فرماتے ہیں اس کے ایک راوی ابن لہیعہ پر جرح کی گئی ہے۔ لیکن وہ ثقہ ہے۔

ان دونوں صحیح حدیثوں میں میت کو ایذاء پہنچانے سے منع فرمایا ہے اور یہ کہ کسی شخص کا انگارے سے جل جانا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردہ انسان کا زندہ انسان سے زیادہ احترام ہے اور مردہ انسان کو ایذاء سے محفوظ رکھنا زندہ کی بہ نسبت مقدم ہے تو پھر زندہ کے علاج یا اس کی بقاء کے لیے مردہ انسان کے اعضاء نکالنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے حالت اضطرار میں بھی زندہ انسان کو مردہ انسان یا اس کے اعضاء کو کاٹ کر

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

[3] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۲، // // // //

[4] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۶۱ مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

کھانے کی اجازت نہیں دی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی مضطر کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان وجدہ میتا ابیح اکلہ لان اکلہ مباح بعد قتلہ فکذالک بعد موتہ، وان وجد معصوما میتا لم یبح اکلہ فی قول اصحابنا۔[1]

اگر مضطر کافر حربی کو مردہ پائے تو اس کے لیے اس کا کھانا مباح ہے کیونکہ جب زندہ کافر کو قتل کر کے کھانا مباح ہے تو مردہ کو قتل کر کے کھانا بھی مباح ہو ہوگا اور اگر مضطر کو مسلمان یا ذمی کافر کا مردہ جسم ملے تو ہمارے اصحاب کے نزدیک اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

فقہاء شافعیہ نے مضطر کے لیے مردہ کو کھانے کی اجازت دی ہے لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ انھوں نے تو مضطر کے لیے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا بھی جائز قرار دیا ہے۔ العیاذ باللہ!

علامہ دردیر مالکی فرماتے ہیں:

والنص المعول علیہ عدم جواز اکل الادمی المیت ولو کافرا لمضطر ولو مسلما لم یجد غیرہ اذ لا تنتھک حرمۃ آدمی لآخر۔[2]

جس نص پر اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ مضطر کے لیے مردہ آدمی کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ مضطر مسلمان ہو اور اسے کوئی اور چیز نہ ملے پھر بھی مردہ انسان کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ کافر ہو، کیونکہ ایک آدمی کی بقاء کی وجہ سے دوسرے آدمی کو بے عزت نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ دسوقی مالکی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ولو ادی عدم الاکل لموت ذالک المضطر۔[3]

خواہ مردہ کو نہ کھانے سے وہ مضطر آدمی مر جائے پھر بھی وہ مردہ انسان کو نہیں کھا سکتا!

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال شیخنا لا یجوز بیع میتۃ الادمی مطلقاً سواء فیہ المسلم والکافر اما المسلم فلشرفہ وفضلہ حتی انہ لا یجوز الانتفاع بشیء من شعرہ وجلدہ وجمیع اجزائہ۔[4]

ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مردہ آدمی کو بیچنا قطعاً ناجائز ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مردہ مسلمان کی بیع اس کی عزت اور کرامت کی وجہ سے ممنوع ہے، حتیٰ کہ مردہ مسلمان کے بال اس کی کھال اور اس کے اجزاء میں سے کسی جز کو بھی استعمال کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ناجائز

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] شیخ شمس الدین محمد عرفہ الدسوقی مالکی، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں ہے۔

احادیث صحیحہ اور جمہور فقہاء اسلام کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ مردہ انسان کے اعضاء سے زندہ انسان کی پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ خواہ حالت اضطرار ہو یا حالت اختیار۔

کیا انسان اپنے مرنے کے بعد اپنے کسی عضو کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا للہ وانا الیہ راجعون "ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اس لیے وہ زندگی میں اپنے اعضاء کسی کو دے سکتا ہے نہ مرنے کے بعد۔ کیا مردہ انسان کے ورثاء یا حاکم وقت کی اجازت سے اس کے اعضاء نکالے جا سکتے ہیں؟ اس کا بھی جواب ظاہر ہے، مردے کے ورثاء یا حاکم وقت اس کے اعضاء کے مالک نہیں ہیں۔ پھر اسلام نے میت کی عزت اور احترام کے جو احکام دیے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچانے سے منع کیا ہے بلکہ میت کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے کو زندہ کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے پر مقدم رکھا ہے۔ ان احکام کے پیش نظر یہ وصیت جائز ہے اور نہ اجازت!

فقہاء حنبلیہ، فقہا شافعیہ اور بعض احناف کے اقوال کی روشنی میں اگر کافر حربی کے اعضاء سے پیوند کاری کر لی جائے تو جائز ہے خواہ کافر حربی زندہ ہو یا مردہ۔ لیکن مسلمان یا ذمی کافر (مسلمان ملکوں میں رہنے والے کافر ذمیوں کے حکم میں ہیں) کے اعضاء سے پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ خواہ زندہ ہو یا مردہ، حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار۔

دودھ اور خون سے علاج پر پیوند کاری کے قیاس کا جواب

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے انسانی دودھ اور خون سے علاج کو جائز قرار دیا ہے حالانکہ دودھ اور خون بھی انسان کے اجزاء ہیں جب ان اجزاء سے علاج جائز ہے تو باقی اجزاء سے علاج کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دودھ اور خون اور انسانی اعضاء میں فرق بالکل واضح ہے۔ دودھ اور خون ایسے اجزاء نہیں ہیں جو ثابت اور قائم بالذات اور جن کا انسان کے تشخص اور تعین میں دخل ہو برخلاف انسانی اعضاء کے کیونکہ وہ ثابت اور قائم ہیں اور ان کا انسانی تشخص میں دخل ہے پھر انسان کے جسم میں خون روزانہ بنتا رہتا ہے اور دودھ پلانے کے ایام میں عورت کا دودھ بھی روزانہ بنتا رہتا ہے اور اس کے جسم سے جس قدر خون یا دودھ نکل جاتا ہے اس کے قائم مقام دوسرا خون اور دودھ پیدا ہو کر اس کی جگہ لے لیتا ہے اور دودھ یا خون کے نکل جانے سے انسان کی جسمانی ساخت میں کوئی فرق نہیں آتا نہ ان کے نکلنے سے انسان کے جسم کی کارکردگی یا اس کی نفع اندوزی میں کوئی معتدبہ فرق آتا ہے برخلاف انسانی اعضاء کے کیونکہ اگر انسان کی آنکھ، گردہ، یا ہاتھ کاٹ کر کسی کو لگا دیں تو خون یا دودھ کی طرح ایسا کوئی قدرتی نظام نہیں ہے کہ اس کی آنکھ، گردہ یا ہاتھ پیدا ہو جائیں اور ان کے کاٹ دیے جانے سے اس کی جسمانی ساخت اور تشخص میں فرق

پیدا ہو جائیگا اور اس کی نفع اندوزی کم یا ختم ہو جائیگی۔ ایک اور فرق یہ ہے شریعت میں خون کو جسم سے نکالنے کا منشاء موجود ہے جس طرح احادیث میں فصد لگانے کا ذکر ہے انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ فصد لگوا کر اپنے جسم کا کچھ خون پھینک دے یا ضائع کر دے اسکے برخلاف کسی عضو کو کاٹ کر پھینک دینے کی شریعت میں مطلقاً اجازت نہیں ہے اسیطرح دودھ پلانے کا اور دودھ سے دوسرے انسان کو فائدہ پہنچانے کا اور اپنے جسم سے دودھ نکالنے کا شریعت میں ثبوت ہے لیکن عضو کاٹ کر کسی کو دینے کا یا عضو کاٹ کر پھینک دینے کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے اسلئے اعضا کو خون اور دودھ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسلیے دودھ اور خون سے حالتِ اضطرار میں علاج جائز ہے اور اس پر قیاس کر کے اعضا کی پیوندکاری سے علاج جائز نہیں ہے خواہ زندہ کے اعضاء ہوں یا مُردہ کے حالتِ اضطرار ہو یا نہ ہو۔ اصولِ شریعت اور عبارات فقہاء سے ہم نے یہی سمجھا ہے لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا۔

اضطرار کی بنیاد پر بھی انسانی اعضاء سے علاج جائز نہیں

بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسانی اعضاء سے پیوندکاری زیادہ سے زیادہ حرام ہوگی اور حالت اضطرار میں حرام چیز سے حرمت اُٹھ جاتی ہے اس لیے جان بچانے کے لیے کسی مریض کو گردہ دینا یا مرنے کے بعد دل نکال لینے کی وصیت کرنا حرمت کے باوجود جائز ہونا چاہیے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اضطرار اگر ہے تو مریض کے لیے ہے جو شخص اپنے گردے دے رہا ہے یا دل اور آنکھوں کی وصیت کر رہا ہے جن کا وہ خود مالک نہیں ہے اور لقد کرمنا بنی آدم (اسراء: ۷۰) ہم نے انسان کو مکرم بنایا ہے کی مخالفت کر کے انسانیت کی تذلیل کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے اضطرار کی صورت میں بھی انسانی اعضاء سے علاج کی اجازت نہیں دی۔

اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ہم پیوندکاری کے مجوزین کے مزید فتاویٰ اور دلائل پیش کر رہے ہیں، اس کے بعد ہم ان کے دلائل کا جائزہ لیں گے اور اپنے نظریہ کو واضح کریں گے۔

اعضاء کی پیوندکاری کے سلسلے میں علماء اُردن کا فتویٰ

مملکت اردنیہ ہاشمیہ کی مجلس افتاء کی رائے یہ ہے کہ اعضاء کا پوسٹ مارٹم، انتقال خون اور اعضا کی پیوندی کاری جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ انسانی جان کی حفاظت واجب ہے لہٰذا ایک مسلمان کی زندگی بچانے یا اس کے کسی عضو کو سلامت رکھنے کے لیے کسی زندہ یا مُردہ انسان کے عضو کا منتقل کرنا اگر ضروری ہو جائے تو اس پیوندکاری کو ضرورۃً جائز تصور کیا جائے گا کیونکہ ضرورت ممنوع چیز کو جائز کر دیتی ہے نیز دو خرابیوں میں سے کم تر کو اختیار کر لینا چاہیے۔ پوسٹ مارٹم کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ اس پر فقہاء مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ زندہ بچے کو نکالنے کے لیے مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے لیکن کوئی زندہ شخص کسی حرام شئے (دوسرے انسان کا خون یا اعضاء) کو استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جان بچانے کے لیے حرام چیز کا استعمال کرنا جائز ہے لیکن محض سلامتی اعضاء کے لیے تبدیلی کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اعضاء کی پیوندکاری کے لیے یہ شرائط ہیں (ا) اگر زندہ شخص کے اعضاء سے پیوندکاری مقصود ہو تو اس سے اجازت لی جائے اور مردہ کے اعضاء میں اس کے والدین یا حاکم سے اجازت لی جائے۔ (ب) زندہ آدمی کا اس قدر خون یا ایسا عضو نہ لیا جائے جس سے اس کی جان خطرہ میں پڑ جائے (ج) جس کو عضو دیا جائے وہ مضطر ہو (د) پیوندکاری سے عضو دینے والے میں کوئی غیر معمولی بدنمائی نہ ہو (ہ) عضو کا یہ عطیہ محض للہ کا کام ہو اس کے بدلہ میں کوئی مادی عوض نہ لیا جائے۔[1]

---

[1] ۔ افتخار حسین (مرتب) (علماء اردن کا فتویٰ) اسلام اور قرینہ کی پیوندکاری صفحہ ۳۲-۳۵ مطبوعہ پاکستان آئی بینک سوسائٹی کراچی ۱۹۸۴ء

اعضاء کی پیوند کاری میں مصری علماء کی تحقیق

اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مصری علماء لکھتے ہیں:

اب ہم اس میں غور کرتے ہیں کہ کسی زندہ یا مُردہ انسان کے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کسی دوسرے زندہ انسان کے جسم میں لگانا، اقوال فقہاء کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

فقہ مالکی کی شرح کبیر اور حاشیہ دسوقی میں ہے کہ جب کسی انسان کا دانت گر جائے تو اس کو واپس لگا کر سونے یا چاندی کے تار سے باندھ دینا جائز ہے، کیونکہ آدمی کا مُردار عضو پاک ہوتا ہے، اسی طرح اس دانت کے بدلہ میں کسی حلال جانور کے دانت کو لگانا بھی جائز ہے۔ البتہ مُردار جانور کے دانت لگانے میں دو قول ہیں، جواز اور منع، اور عدم جواز کے قول پر نماز کے وقت دانت نکال لیا جائے گا اور اگر اس میں کوئی دشواری ہوئی تو رہنے دیا جائے گا۔

فقہ حنفی میں علامہ ابن عابدین نے رد المحتار کی جلد اوّل کی مفسدات صلوٰۃ میں خزانۃ الفتاوی سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کو کتے کی ہڈی سے جوڑ لیا گیا اور بغیر ضرر کے وہ کتے کی ہڈی نکالی نہیں جا سکتی تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں کتاب الاستحسان کے آخر میں لکھا ہے اگر کسی آدمی کا دانت گر گیا تو اس کی جگہ مُردہ کا دانت لگانا بالاجماع مکروہ ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اسی دانت کو دوبارہ لگانا بھی مکروہ ہے۔ البتہ ذبح شدہ بکری کا دانت اس کی جگہ لگا دیا جائے تو مکروہ نہیں ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اپنا دانت لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دوسرے کا دانت لگانا مکروہ ہے، اور صاحب البحر الرائق نے کتاب الحظر والاباحت میں ذخیرہ سے نقل کیا ہے کہ کسی آدمی کا دانت گر گیا اور اس نے اس کی جگہ کتے کا دانت لگا لیا اور وہ قائم ہو گیا تو یہ جائز نہیں ہے اور اس کو نکالا نہیں جائے گا، اور اگر اس نے اپنے دانت کو دوبارہ لگا لیا اور وہ قائم ہو گیا تو دیکھا جائے گا اگر کتے کا دانت بغیر ضرر کے اکھاڑا جا سکتا ہے تو اکھاڑ لیا جائے گا ورنہ نہیں اکھاڑا جائے گا۔

فقہ حنبلی میں علامہ ابن قدامہ نے مغنی کی کتاب الجنائز میں لکھا ہے: اگر کسی انسان کی ہڈی دوسری ہڈی کے ساتھ جوڑ دی گئی پھر وہ انسان مر گیا تو اگر وہ ہڈی پاک تھی تو اس کو نہیں اکھاڑا جائے گا اور اگر وہ ناپاک تھی اور مثلہ کیے بغیر اس کو نکالنا ممکن ہے تو اس کو نکال دیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی نجاست ہے جس کو بغیر ضرر کے زائل کرنا ممکن ہے۔

فقہ شافعی میں علامہ نووی نے مجموع شرح المہذب کے باب طہارت البدن میں لکھا ہے کہ جب ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑ دینا چاہیے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ جب ہڈی کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑنا ممکن ہو تو ناپاک ہڈی سے جوڑنا جائز نہیں ہے، اگر پاک چیز نہ ملے اور ناپاک سے جوڑنے کی ضرورت ہو تو یہ عذر ہے، اگر ناپاک ہڈی سے جوڑنے کی ضرورت نہ ہو یا اس کے قائم مقام پاک ہڈی دستیاب ہو اس کے باوجود ناپاک ہڈی سے جوڑے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس ناپاک ہڈی کا نکالنا واجب ہے بشرطیکہ اس کے نکالنے سے جان یا کسی اور عضو کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو اور وہ عذر نہ پائے جائیں جن کو تیمم میں بیان کیا گیا ہے، اگر وہ شخص اس ناپاک ہڈی کو نہ نکالے تو حاکم اس کو نکالنے پر مجبور کرے اور اس ہڈی کے ساتھ اس کی نماز جائز نہیں ہوگی، اگر ہڈی نکالنے سے اس کو درد ہوتا ہو تو اس درد کی وجہ سے اس کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا، خواہ اس ہڈی پر گوشت چڑھ گیا ہو یا نہ، شوافع کا مذہب یہی ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اگر ہڈی پر گوشت چڑھ گیا تو اس کو نہ نکالا جائے ہر چند کہ اس کی ہلاکت کا خوف نہ ہو، یہ علامہ رافعی کا قول ہے،

امام الحرمین اور امام غزالی کا بھی اسی طرف میلان ہے اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب ہے اور اگر ہڈی نکالنے سے جان یا عضو کی ہلاکت کا خطرہ یا عضو کی منفعت زائل ہونے کا خطرہ ہو تو صحیح قول یہ ہے کہ ہڈی کا نکالنا واجب نہیں ہے، پھر علامہ نووی نے کہا کہ زخموں کا ناپاک دواؤں سے علاج کرنا یا انھیں ناپاک دھاگوں سے باندھنے کا حکم بھی وہی ہے جو ناپاک ہڈی سے جوڑنے کا ہے اور اگر کسی شخص کا دانت اکھڑ گیا اور اس کو اسی جگہ لگا دیا گیا تو ہمارے علماء عراق کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ نجس ہے اور یہ ان کے اس اصول کی بناء پر ہے کہ آدمی سے اس کی زندگی میں جو عضو علیحدہ ہو جائے وہ نجس ہوتا ہے، کتاب الام میں امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے لیکن انکا مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے، خراسان کے علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے اور اگر اس کا دانت ہل رہا تھا اور اس نے اس کو سونے یا چاندی کے تار سے باندھ لیا تو یہ بالاتفاق پاک ہے۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ کی ایک جنگ میں ناک کٹ گئی تھی انھوں نے اس کی جگہ چاندی کی ناک لگالی جس سے بدبو پیدا ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سونے کی ناک لگانے کا حکم دیا۔ اس حدیث سے مذاہب اربعہ کے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کے جسم کے کسی عضو کو سونے کے جز سے بدلنا جائز ہے۔

کیا ضرورت کے وقت انسان کے گوشت کو کھایا جا سکتا ہے؟ فقہاء حنفیہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار کی پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں انسان کے گوشت کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ انسان مردہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولقد کرمنا بنی اٰدم (اسراء: ۷۰) "ہم نے بنی آدم کو تکریم دی ہے" اسی طرح حالت اضطرار میں کسی زندہ انسان کو قتل کر کے کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ انسان مباح الدم (جائز القتل) ہو جیسے حربی کافر، مرتد اور شادی شدہ زانی، کیونکہ بنی آدم کی تکریم تمام انسانوں کو شامل ہے خواہ وہ معصوم الدم ہوں یا مباح الدم۔ فقہاء احناف کے علاوہ ظاہریہ کا بھی یہی قول ہے لیکن ان کی دلیل مختلف ہے۔

فقہ مالکی میں ہے کہ حالت اضطرار میں آدمی کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے اور یہ امر تعبدی ہے، اور بعض مالکیہ نے حالت اضطرار میں مردہ آدمی کا گوشت کھانا جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ امر تعبدی نہیں ہے شرف انسان سے متعلق ہے۔ علامہ صاوی نے شرح صغیر کے حاشیہ میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

فقہ شافعی اور فقہ زیدی میں حالت اضطرار میں مردہ انسان کا گوشت کھانے کو چند شروط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ بعض شرائط یہ ہیں: اس مردہ انسان کے علاوہ اس کو اور کچھ کھانے کو نہ ملے، جیسے حالت اضطرار میں انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹ کر کھالے تاکہ ایک جزو کے زوال سے پورے جسم کو بچایا جا سکے اور یہ اس وقت ہے جب اس کو کوئی حرام چیز بھی کھانے کے لیے نہ ملے۔ اور یہ شرط ہے کہ اس جز کو کاٹنے سے جو ضرر ہو وہ اس کے نہ کھانے کے ضرر سے کم ہو اور اگر یہ ضرر اتنا ہی ہو یا اس سے زیادہ ہو تو پھر اس کو کاٹ کر کھانا جائز نہیں ہے اور حالت اضطرار میں یہ جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے ایسے آدمی کا عضو کاٹ کر کھایا جائے جو معصوم الدم ہو، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کسی دوسرے مضطر کو کھلائے۔

فقہ حنبلی میں ہے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حالت اضطرار میں کسی انسان معصوم الدم کو قتل کر کے کھائے یا کسی شخص کا عضو تلف کر دے خواہ وہ شخص مسلمان ہو یا غیر مسلمان، البتہ حالت اضطرار میں مردہ انسان کو کھانے میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا کھانا جائز نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ زندہ انسان کی حرمت مردہ انسان سے زیادہ ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ یہ قول اولیٰ ہے۔

فقہاء مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے جو قول گزرے ہیں ان میں یہ تصریح ہے کہ جب انسان کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کو پاک ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز ہے اور علامہ شیرازی نے مہذب میں یہ لکھا ہے کہ اضطرار کے سوا ہڈی کو نجس ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز نہیں ہے جب اس کے سوا دوسری ہڈی نہ پائی جائے، اور یہ کہ جو دانت گر جائے اس کو اپنی جگہ پر لگانا اور اس کو سونے اور چاندی کے تار سے باندھنا جائز ہے اسی طرح ذبح شدہ جانور کے دانت سے اسکو تبدیل کرنا بھی جائز ہے۔

فقہ حنفی میں یہ تصریح ہے کہ اگر انسان کی ہڈی کے ساتھ کتے کی ہڈی کو پیوند کیا جائے اور بغیر ضرر کے اس کو اکھاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ فروع احناف کی ان مثالوں سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت ٹوٹی ہوئی ہڈی کو نجس ہڈی کے ساتھ جوڑنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سابقہ تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ مردہ انسان کا جسم طاہر ہے اسی طرح اس کی زندگی میں جو عضو اس سے علیحدہ ہو گیا وہ بھی طاہر ہے یہ بھی گذر چکا ہے کہ پیٹ میں اگر زندہ بچہ ہو تو اس کو نکالنے کے لیے مردہ آدمی کا پیٹ چیرنا جائز ہے بلکہ مال نکالنے کے لیے بھی اس کا پیٹ چیرنا جائز ہے اور فقہاء شافعیہ اور زیدیہ کے قول میں مردہ انسان کو حالت اضطرار میں کھایا جا سکتا ہے، مالکیہ اور حنابلہ کے مذہب میں بھی ایک قول یہ ہے اور فقہاء شافعیہ اور زیدیہ کے قول میں یہ جائز ہے کہ انسان اضطرار کی حالت میں اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کھالے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو پاک ہڈی سے جوڑنا بھی جائز ہے۔

ان تصریحات کی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ مردہ انسان کا پیٹ چاک کرنا جائز ہے اور اس میں سے کوئی عضو یا عضو کا کوئی جزء لے کر اس کو کسی زندہ انسان کے جسم میں لگانا جائز ہے جب کہ طبیب کا ظن غالب یہ ہو کہ اس کے عضو سے زندہ کے جسم کو فائدہ پہنچے گا، جس طرح فقہاء مردہ حاملہ عورت کا پیٹ پھاڑ کر اس میں سے زندہ بچہ نکالنے کی اجازت دیتے ہیں، اور اس قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے کہ ضروریات حرام چیزوں کو مباح کر دیتی ہیں اور زیادہ ضرر کو کم ضرر سے زائل کر دیا جاتا ہے اور یہ قواعد کتاب اور سنت سے ثابت ہیں اور جو زندہ انسان بھوک سے مر رہا ہو تو اس کی زندگی بچانے کی ضرورت کے سبب مردہ انسان کو کھانا جائز ہے کیونکہ یہ دو خرابیوں میں سے کم درجہ کی خرابی ہے (یعنی مردہ انسان کی تکریم نہ کرنا اور زندہ انسان کو مرنے دینا ان میں سے کم درجہ کی خرابی مردہ انسان کی تکریم نہ کرنا ہے) اور جب دو خرابیوں میں تعارض ہو تو کم درجہ کی خرابی کا ارتکاب کر کے بڑی خرابی سے اجتناب کیا جاتا ہے اور جب اضطرار میں مردہ انسان کو کھانا جائز ہے تو ضرورت کی وجہ سے ان کے جسم کے بعض اعضاء کو نقل کر کے زندہ انسان کی جان بچانے کے لیے اس میں لگانا جائز ہے جبکہ ان اعضاء اور اجزاء کا فائدہ پہنچانا یقینی ہو۔

یہ تو مردہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم تھا۔ باقی رہا زندہ انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کا حکم تو اس کی طرف اشارہ گذر چکا ہے کہ فقہ شافعیہ اور فقہ زیدیہ میں اس کی اجازت ہے کہ ایک زندہ انسان حالت اضطرار میں اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹ کر کھا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی بھوک مٹانے کے لیے کوئی اور حلال یا حرام چیز اس کو نہ مل سکے، اور اس کے عضو کاٹنے کا ضرر نہ کھانے کے ضرر سے کم ہو۔

اس قول کی بنیاد پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک زندہ انسان اپنے جسم کا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو تبرع اور احسان کے طور پر دے سکتا ہے، جبکہ اس عضو کے کاٹنے سے اس کو کوئی ضرر نہ ہو اور جس کو پیوند لگانے کے لیے وہ عضو دے رہا ہو ڈاکٹر کے غالب ظن میں اس کو فائدہ پہنچے اور تبرع کرنے والے کو اپنے جسم پر ایک گونہ ولایت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تقتلوا انفسکم (نساء: ۲۹) "اپنے آپ کو قتل مت کرو"۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (بقرہ: ۱۹۵) "اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو"۔ تبرع کرنے والے کے لیے اپنے جسم کے ہر جزء یا ہر عضو کو دینا جائز نہیں ہے تاکہ کسی عضو کو کاٹنے کی وجہ سے وہ عاجز یا بدشکل نہ ہو جائے ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں داخل کرنے کی بھی یہی دلیل ہے۔

زندہ انسان اپنا عضو یا خون صرف تبرع یا احسان کے طور پر دے سکتا ہے اس کو بیچ نہیں سکتا، کیونکہ زندہ انسان کو بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ نص قرآن سے انسان کی تکریم ثابت ہے اسی طرح مردہ انسان کے اعضاء کو بھی بیچنا شرعاً جائز نہیں ہے، زندہ انسان کے اعضاء کی طرح مردہ انسان کے اعضاء بھی زندہ انسان میں لگانا جائز ہیں جبکہ ڈاکٹر کی غالب رائے یہ ہو کہ ان اعضاء سے فائدہ ہو سکتا ہے۔

جب زندہ انسان اپنے مرنے کے بعد اپنے جسم کے کسی عضو کو کاٹنے کی وصیت کرے یا اس کے ورثاء اس کی اجازت دیں تو اس کے وہ اعضاء کاٹ لیے جائیں گے، اور اگر کوئی شخص مجہول اور نامعلوم ہو یا وہ شخص تو معلوم ہو لیکن اس کے ورثاء نامعلوم ہوں تو اس کے جسم کے کسی حصہ کو نکال کر کسی زندہ انسان میں لگا دینا جائز ہے جس سے زندہ انسان کے علاج میں استفادہ ہو سکے، یا اس کے مردہ جسم کو میڈیکل کالج کے طلباء کے لیے چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اس کا مطالعہ اور تجزیہ کر سکیں کیونکہ ان تمام چیزوں میں ایسی مصلحت اور منفعت ہے جو مردہ کے احترام پر راجح ہے اور یہ عام لوگوں کی اجازت سے ہے جو ان نامعلوم مردوں کو نائب کے حکم میں ہیں یا ان کے ورثاء کی اجازت سے ہے۔ یا خود اس شخص کی زندگی میں وصیت کی وجہ سے ہے اور جب تک میت کی موت متحقق نہ ہو جائے اس کے کسی عضو کو نہیں نکالا جائے گا۔[1]

مصری علماء کی اس تحقیق کے اعتبار سے مرنے کے بعد عطیہ چشم کی وصیت جائز ہے اور زندہ آدمی کے لیے اپنا گردہ یا کوئی اور عضو کسی ضرورت مند کو تبرعاً بلا قیمت دینا جائز ہے اور لاوارث مردے کے اعضاء کو ضرورت مند لوگوں کو لگانا جائز ہے، البتہ ان اعضاء کو بیچنا اور ان کی قیمت وصول کرنا حرام اور ناجائز ہے کیونکہ یہ تکریم انسانیت کے خلاف ہے

اعضاء کی پیوند کاری پر بعض پاکستانی علماء کے دلائل

پاکستان آئی بنک کے صدر جناب افتخار حسین صاحب نے اپنا مرتب کردہ رسالہ "اسلام اور قرنیہ کی پیوند کاری" مجھے لاکر دیا۔ اس رسالہ میں بعض ملکی اور غیر ملکی علماء نے قرنیہ کی پیوند کاری کے ثبوت میں مقالے سپرد قلم کیے ہیں۔ اس مجموعہ میں مولانا محمد طاسین صاحب کا مقالہ نسبتاً زیادہ فکر انگیز تھا اس لیے قارئین کی علمی ضیافت کی خاطر میں اس مقالہ کی تلخیص پیش کر رہا ہوں تاکہ جن لوگوں کو اس موضوع سے دلچسپی ہے وہ جانبین کے دلائل کا تجزیہ

[1] المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱۰ ص ۳۷۱۴ - ۳۷۰۹ مطبوعہ مصر ۱۴۰۰ھ

کر سکیں۔ مولانا محمد طاسین لکھتے ہیں:

جو علماء قرنیہ کی پیوند کاری کو ناجائز اور حرام کہتے ہیں ان حضرات کی پہلی اور بڑی دلیل یہ ہے کہ چونکہ قرنیہ کی پیوند کاری میں مُردہ آدمی کی لاش سے آنکھیں نکالنی پڑتی ہیں اور مُردہ آدمی کی لاش میں قطع و برید تکریم آدمیت کے منافی ہے آدمی زندہ ہو یا مُردہ اس کی تکریم واجب اور توہین حرام ہے، لہٰذا جو عمل تکریم آدمیت کے منافی ہوگا وہ حرام ہے لہٰذا قرنیہ کی پیوند کاری بھی حرام ہے۔ تکریم آدمیت سے متعلق یہ حضرات قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں: ولقد کرمنا بنی آدم وحملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبات وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (اسراء: ۷۰)
بیشک ہم نے بنی آدم کو قابل تکریم بنایا اور انھیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا اور اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر انھیں فضیلت اور برتری دی۔"

توہین آدمیت کی ممانعت میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ایک وہ جس میں مثلہ سے منع فرمایا گیا ہے اور مثلہ کے معنی ہیں دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش کو مسخ کرنے کے لیے ناک، کان وغیرہ کاٹ دینا تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے اور اس کی مزید تذلیل ہو اور دوسری وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ انسان کی ہڈی توڑنا گناہ اور حرام ہے لہٰذا مُردہ انسان کی ہڈی وغیرہ توڑنا بھی گناہ اور حرام ہے۔

مسئلہ زیر بحث میں میت کی جو آنکھیں لی جاتی ہیں وہ نفرت و عداوت کے جذبہ سے اور میت کو بگاڑنے اور رسوا کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ میت کے احترام کے ساتھ اس غرض سے لی جاتی ہیں کہ اندھے آدمی کی ضرورت پوری ہو اور وہ بینائی پاکر عزت نفس اور خودداری کے ساتھ زندگی گزارے اور دوسروں کا محتاج نہ رہے، لہٰذا یہ چیز تکریم آدمیت کے منافی ہے اور نہ توہین انسانیت بلکہ تکریم آدمیت کی خاطر ہوتی ہے۔

جو حضرات قرنیہ کی پیوند کاری کو حرام اور ناجائز کہتے ہیں ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ چونکہ کوئی آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہوتا لہٰذا وہ اپنے جسم کے متعلق وصیت نہیں کر سکتا، کیونکہ وصیت کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کے متعلق وصیت کی جائے وہ آدمی کی اپنی ملکیت میں ہو، آدمی اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس کے ثبوت میں صرف وہ حدیث نبوی پیش کی جاتی ہے جس میں خودکشی کی ممانعت ہے۔

اس دلیل کا عقلی تجزیہ کرنے اور بغور جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دلیل سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرما دیا ہوتا کہ خودکشی اس وجہ سے حرام ہے کہ انسان اپنے جسم و جان کا مالک نہیں ہے پھر ایک مسلمان کے لیے کسی قیل و قال اور چون و چرا کی گنجائش نہ تھی لیکن آپ نے کہیں ایسا نہیں فرمایا لہٰذا یہ توجیہہ محض ہمارے ذہن کی اختراع ہے۔ خودکشی حرام ہونے کی صحیح توجیہہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والا اپنے اختیار سے ایک طرف ان لوگوں کو دکھ اور اذیت پہنچاتا ہے جن کے ساتھ اس کا باپ، بیٹے، بھائی، شوہر، چچا، بھتیجے، دوست اور پڑوسی وغیرہ کا رشتہ ہوتا ہے جن کو اس کی موت سے رنج پہنچتا ہے اور دوسری طرف وہ بے شمار لوگوں کے حقوق تلف کرتا ہے جو مختلف حیثیات سے اس کے ذمہ عائد ہوتے ہیں اور پھر اس کی موت کے ساتھ تلف ہو جاتے ہیں۔ جن کے تلف ہو جانے سے حقداروں کو نقصان پہنچتا ہے اور معاشرے کا توازن بگڑ جاتا ہے ظاہر ہے طبعی موت میں بھی ایسا ہوتا ہے لیکن چونکہ اس میں اس کا اختیار نہیں لہٰذا اس کا وہ ذمہ دار نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ اپنے مال اور اپنے جسم سے فائدہ اٹھائے اور ان کے اندر ہر وہ تصرف کرے جو اس کی ذات اور دوسروں کے لیے مفید اور نفع بخش ہو، مضر اور نقصان دہ نہ ہو اور ہر شخص کو اپنے مال اور جسم کا مالک قرار دیا ہے یعنی ان سے فائدہ اٹھانے کے حق میں اسے دوسروں پر ترجیح دی ہے جس کی وجہ سے دوسرا کوئی اس کی رضامندانہ اجازت کے بغیر فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔ "بیشک اللہ تعالیٰ نے خرید لیا مؤمنوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو بعوض اس کے کہ ان کے لیے جنت ہے۔" چونکہ خریدی وہی چیز جاتی ہے جو بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے مالوں اور جانوں دونوں کے متعلق مؤمنوں کی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔

پھر اگر ان حضرات کے نزدیک آنکھوں کی وصیت کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انسان اپنے جسم اور اعضائے جسم کا مالک نہیں ہے تو پھر یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ انسان اپنے جسم اور اعضائے جسم کا مالک ہے ان حضرات کے نزدیک آنکھوں کی وصیت جائز ہونی چاہیے۔

جب ہم قرآن و حدیث اور کتب فقہ و فتاوی کو دیکھتے ہیں تو ہمیں جزوی و تفصیلی طور پر کوئی واضح ہدایت نہیں ملتی۔ البتہ کتب فقہ میں قرآن و حدیث سے ماخوذ کچھ ایسے قواعد کلیہ اور اصول عامہ ضرور ملتے ہیں جن کی روشنی میں اس جزوی مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ان قواعد کلیہ میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ: ضرورت محظور و ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ دو برائیاں پیش آئیں تو بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو اختیار کرنا جائز ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدے کو چھوڑنا جائز ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں ایک پہلو مضرت کا اور دوسرا پہلو منفعت کا ہو تو اگر مضرت کا پہلو غالب یا برابر ہو تو اس چیز سے اجتناب کیا جائے اور اگر منفعت کا پہلو غالب ہو تو اسے اختیار کیا جائے۔ غور سے دیکھا جائے تو ان چاروں قواعد کلیہ کی رُو سے مسئلہ مذکور کا حل یہ نکلتا ہے کہ اندھے آدمی کی بینائی کے لیے مردہ آدمی کی آنکھیں حاصل کرنا جائز ہے [1]۔

اعضاء کی پیوند کاری میں مصنّف کا موقف اور بحث و نظر

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جرم کی تفتیش کے لیے مُردہ انسان کا پوسٹ مارٹم جائز ہے اور میڈیکل کالج کے طلبہ کے مطالعہ اور تجزیہ کے لیے پلاسٹک موڈلز آگئیں ہیں اس کے لیے اب انسانی لاشوں کی ضرورت نہیں رہی اور جان بچانے اور شدید مرض کی صورت میں خون لگانا جائز ہے البتہ اس مقصد کے لیے خون کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے کیونکہ اوّل تو خون نجس ہے اور ثانیاً اس لیے کہ انسان اور اس کے اجزاء کی خرید و فروخت ناجائز ہے اور آزاد انسان کی بیع سخت گناہ ہے اور یہ تکریم آدمیت کے بھی خلاف ہے۔

اعضاء کی پیوند کاری میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سونے چاندی کی دھات اور پاک جانوروں کے اعضاء اور ہڈیوں سے پیوند کاری جائز ہے البتہ کسی زندہ یا مُردہ انسان کے اجزاء کو دوسرے انسان کے جسم میں لگانا جائز نہیں ہے۔

---

[1] افتخار حسین (مرتب) صدر پاکستان آئی۔ بنک سوسائٹی اسلام اور قرنیہ کی پیوند کاری ص ۸۴-۶۱ ملخصاً مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء

اور ہم اس کی وجہ میں یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ ہر چند کہ اعضاء کا ضرورت مند، محتاج اور مضطر ہے لیکن اعضاء دینے والے کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے وہ یہ حرام کام کر رہا ہے اور اپنے اعضاء کو جسم سے نکلوا کر یا بعد از مرگ نکلوانے کی وصیت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کر رہا ہے، جبکہ ائمہ اربعہ نے تصریح کی ہے کہ کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بھوک سے مرنے والے انسان کو یہ کہے کہ تم مثلاً میرا ہاتھ کاٹ کر کھا لو اور اپنی زندگی بچا لو۔

مصری علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ شافعیہ اور زیدیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جب کوئی انسان بھوک کی وجہ سے مضطر ہو اور اسے اور کوئی چیز کھانے کو نہ ملے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کھا لے، مصری علماء نے اس پر یہ قیاس کیا ہے کہ جب انسان اضطرار کے عالم میں خود اپنا عضو کھا سکتا ہے تو کسی دوسرے مضطر انسان کو بھی اپنا عضو کھلا سکتا ہے بنا بریں علاج کی ضرورت سے اپنے اعضاء بھی دوسرے انسان کو دے سکتا ہے۔

مصری علماء نے اس پر غور نہیں کیا کہ اول تو یہ صرف بعض شافعیہ اور زیدیہ کا قول ہے جمہور شافعیہ یا ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اہل سنت کا قول نہیں ہے اور اتنے اہم مسئلہ کے لیے صرف بعض شافعیہ اور زیدیہ کے قول کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا، جبکہ اس کی تائید میں قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ ثانیاً شافعیہ اور زیدیہ کے قول پر بھی یہ قیاس صحیح نہیں ہے کہ ایک انسان کسی بھوکے مضطر کو اپنا عضو کاٹ کر کھلا دے کیونکہ شافعیہ اور زیدیہ بھوک میں مبتلا شخص کو اپنا عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت دے رہے ہیں اس لیے ان کے قول کی بناء پر وہ بھوکا شخص خود اپنا عضو کاٹ کر کھا لے کسی اور کا عضو کاٹ کر کھانے کی نہ انھوں نے اجازت دی ہے نہ اس کی ضرورت ہے اور ثالثاً اصولی بات یہ ہے کہ جو شخص مضطر ہے مگر حالت اضطرار میں ارتکاب جرم کی اجازت دی جاتی ہے اسلیے جو بھوک سے مر رہا ہے وہ تو مضطر ہے کہ اپنا عضو کاٹ کر کھائے کسی دوسرے انسان کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے اس کو حرام کام کی اجازت دی جائے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ کر دوسرے کو کھلا دے!۔

مصری علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک انسان اپنے اعضاء بلا قیمت تبرع اور احسان کے طور پر کسی ضرورت مند انسان کو دے سکتا ہے اسے اعضاء بیچنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ انسانی اعضاء کو بیچنا تکریم آدمیت کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولقد کرمنا بنی ادم۔ "ہم نے بنو آدم کو عزت اور تکریم دی"۔ اور انسانی اعضاء کو بیچنا اس عزت اور تکریم کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی اضطرار اور شرعی مطالبہ کے اپنے اعضاء کو کٹوا دینا اس سے بھی زیادہ تکریم آدمیت کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعضاء ہم کو اپنے استعمال کے لیے دیے ہیں۔ یہ اعضاء ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں ان اعضاء کو کاٹ کر کسی اور کو دینا اس امانت میں خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اجازت کے بغیر ان اعضاء میں تصرف ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے ایک رکن[1] جو اعضاء کی پیوند کاری کے مجوز ہیں ان سے جب میں نے یہ کہا کہ اعضاء دینے والے کو کونسا اضطرار لاحق ہے جس کی وجہ سے وہ خلاف شرع اپنے اعضاء کٹوا رہا ہے، انھوں نے کہا جب ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں شخص کو ایک گردے کی ضرورت ہے اور میرے گردہ دینے سے اس کی جان بچ جائے گی تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنا گردہ کٹوا کر اس کو دے دے اور چونکہ علاج کی یہی صورت ہے اس لیے وہ مضطر

---

[1] ۔ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لاہور

ہے، میں نے کہا اس ایک شخص پر کیا موقوف ہے کراچی شہر کے اسّی لاکھ انسانوں میں سے اکثر و بیشتر انسانوں کا گردہ اسکے کام آسکتا ہے تو کیا ان سب لوگوں پر اس کو گردہ دینا واجب ہوگا! اور اگر کسی نے گردہ نہ دیا تو کیا پورا شہر گنہگار ہو گا؟ بلکہ اس کی موت کا ذمہ دار ہوگا؛ پھر اللہ اور رسول نے کب ہم پر واجب کیا ہے کہ ہم اعضاء کے ضرورت مند لوگوں کو اپنے اعضاء کاٹ کر دیا کریں۔ انھوں نے کہا اگر سمندر میں کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور کنارے پر کھڑے لوگ اس کو نہ بچائیں تو وہ گنہگار ہوں گے۔ میں نے جواب دیا ان پر اس ڈوبتے شخص کو بچانا اس وقت فرض ہے جب بچانے کے سلسلے میں ان کو خود کسی جانی نقصان کا خطرہ نہ ہو اور اگر سمندر میں شارک مچھلیاں ہوں اور اس کا خطرہ ہو کہ وہ اس کا ہاتھ پیر کاٹ لیں گی یا اس کے خود اپنے ڈوب جانے کا خطرہ ہو تو پھر اس پر اس کو بچانا فرض نہیں ہے بلکہ خود اپنی جان کی حفاظت کی خاطر اس پر فرض ہے کہ وہ سمندر میں نہ اترے۔

مولانا طاسین صاحب نے اعضاء کی پیوند کاری کے جواز میں لکھا ہے کہ کسی شخص کا اپنے اعضاء کاٹ کر دینا، یا کسی مردہ کے اعضاء کاٹنا تکریم آدمیت کے خلاف نہیں اور نہ یہ مثلہ ہے کیونکہ مثلہ کا معنی یہ ہے "دشمن کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش کو مسخ کرنے کے لیے ناک، کان وغیرہ کاٹ دینا تاکہ وہ پہچانا نہ جا سکے اور اس کی مزید تذلیل ہو"۔ مولانا نے مثلہ کا جو یہ معنی بیان کیا ہے یہ لغت سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی مثلہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفی الحدیث: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یمثل بالدواب وان تؤکل الممثول بها وهو ان تنصب فترمی او تقطع اطرافها وهی حیة وفی الحدیث: انه نهی عن المثلة یقال مثلت بالحیوان امثل به مثلا اذا قطعت اطرافه وشوهت به ومثلت بالقتیل اذا جدعت انفه واذنه او مذاکیره او شیئا من اطرافه والاسم المثلة۔ [1]

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور مثلہ زدہ جانوروں کے کھانے سے بھی منع فرمایا ہے اور مثلہ یہ ہے کہ جانور کو کھڑا کر کے اس پر تیر اندازی کی جائے یا زندہ جانوروں کے اعضاء کاٹ دیے جائیں۔ حدیث میں ہے آپ نے مثلہ سے منع فرمایا کہا جاتا ہے میں نے حیوان کو مثلہ کیا جبکہ اس کے اعضاء کاٹ ڈالے جائیں اور وہ بدہیئت ہو جائے اور کہا جاتا ہے میں نے مقتول کو مثلہ کر دیا جبکہ مقتول کے ناک کان اور دوسرے اعضاء کاٹ دیے جائیں اور اس کا اسم مثلہ ہے۔

علامہ ابن اثیر[2] اور علامہ زبیدی[3] نے بھی مثلہ کا یہی معنی بیان کیا ہے، اور اس میں دشمن کو ہلاک کرنے یا اس کی تذلیل کی قید نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ ڈالنا یہ مثلہ ہے اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۶۱۵ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ،
[2] علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۲۹۴، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ۔
[3] سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۸ ص ۱۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ،

وسلم نے منع فرمایا ہے اور پیوند کاری کے لیے جس زندہ یا مردہ کے اعضاء کاٹ دیے جاتے ہیں اس عمل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صریح مخالفت ہوتی ہے اور یہ عمل تکریم آدمیت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولقد کرمنا بنی ادم "اللہ تعالیٰ نے بنو آدم کو تکریم دی ہے اس کو احسن تقویم میں بنایا ہے اور اعضاء کٹوانے سے انسان کی احسن تقویم کو بگاڑ دیا جاتا ہے اور اس کی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے، رہا یہ کہنا کہ دوسرے اندھے آدمی کو بینائی دینا یا جو گردوں سے محروم ہو اس کو گردہ دینا یہ بھی آدمیت کی تکریم ہے محض مغالطہ آفرینی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ اختیار نہیں دیا کہ ہم اپنے اعضاء بانٹتے پھریں، اپنی آنکھیں نکلوا کر خود کو مثلہ کرا کر اور تکریم بنو آدم اور احسن تقویم کو بگاڑ کر دوسرے شخص کے لیے بینائی یا دوسرے اعضاء کے حصول کا موقع فراہم کرنے کے ہم مکلف ہیں نہ مجاز، یہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مولانا طاسین صاحب کے استدلال کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص ڈاکہ زنی اور قتل و غارت گری سے لاکھوں روپے کمانے اور ان پیسوں سے یتیم خانے اور دارالامان کھول لے اور کہے کہ میں انسانیت کی خدمت کر رہا ہوں اور اگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ جن ذرائع سے انسانیت کی یہ خدمت انجام دے رہا ہے وہ ناجائز ہیں تو بعینہٖ جو شخص اپنے اعضاء سے کسی کو بینائی اور گردے فراہم کر رہا ہے اور انسانیت کی خدمت کر رہا ہے اس کی اس خدمت کا ذریعہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو اپنے اعضاء کٹوانے کی اجازت دی ہے نہ دوسروں کے مال لوٹنے اور قتل و غارت گری کی۔

مولانا طاسین صاحب اعضاء کی پیوندکاری پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے"؛ چونکہ خریدی وہی چیز جاتی ہے جو بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے مالوں اور جانوں دونوں کے متعلق مؤمنوں کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اور جب انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے تو جس کو چاہے کٹوا کر دے سکتا ہے اور جس کے لیے چاہے بعد از مرگ اپنے اعضاء کو کٹوانے کی وصیت کر سکتا ہے"۔

نہ جانے مولانا طاسین صاحب نے اس آیت سے کیسے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان اپنی جان کا مالک ہے! اس آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ چکے ہیں اور جب انھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بیچ دیا تو اب وہ جان اور مال کے مالک نہیں رہے اور ان کا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ مالک ہے! درحقیقت ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض (بقرہ: ۲۸۴) "آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے"۔ انسانوں کو ظاہری اور صوری طور پر اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اعضاء اور اموال میں تصرف کا حق دیا ہے مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ میں وہ حق بھی خرید لیا۔ اب مسلمانوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر مطلقاً کوئی حق ہے نہ ملکیت، اب وہ اپنے مال کی ایک ایک چیز اور اپنے جسم کے ہر ہر عضو میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کی اجازت سے تصرف کے پابند ہیں اور جب مسلمان کے جسم اور اس کے سارے اعضاء اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہیں تو مسلمان اپنے کسی عضو کو نہ زندگی میں کسی کو ہبہ کر سکتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کسی کے لیے اپنے کسی عضو کی وصیت کر سکتا ہے۔

مال میں وصیت کی اجازت ہے اور اس میں وراثت کی تقسیم کا حکم بھی ہے۔ جسم کے اعضاء میں نہ وراثت ہے نہ وصیت، اس لیے مال پر جسم کا قیاس صحیح نہیں ہے نہ اس میں بعد میں کسی اور کے مالک ہونے کا کوئی تصور ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل نے خواب میں اسے اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب بخش دیا حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے![1]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور ان کو کاٹ نہیں سکتا، پورا عضو کاٹنا تو کجا صرف انگلیوں کے جوڑ کاٹنے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوا اور فرمایا: لن نصلح منك ما أفسدت "جس عضو کو تم نے بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے"۔ جو لوگ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اعضاء کو کٹوا دیتے ہیں یا مرنے کے بعد کاٹ دیے جانے کی وصیت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آخرت میں ان اعضاء سے محروم کر دیے جائیں اور ان کا حشر آنکھوں یا دیگر اعضاء کے بغیر ہو۔ جب صحابیٔ رسول نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کٹے ہوئے جوڑوں کو ٹھیک نہیں کیا تو ما و شما اگر اپنے پورے اعضاء کٹوا دیں تو کیا وہ اس خطرہ میں نہیں ہیں کہ آخرت میں ان کا ان اعضاء کی محرومی کے ساتھ حشر ہو؟ اللہ تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے اور قبول حق کی توفیق دے۔

باقی یہ جو کہا گیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اس سے پیوند کاری کا جواز لازم نہیں آتا کیونکہ جو شخص اعضاء کٹوا رہا ہے اسے کوئی ضرورت ہے نہ اضطرار، تو کس بناء پر ایک ممنوع چیز اس کے لیے مباح ہو گی دوسری دلیل یہ ہے کہ دو برائیوں میں سے کم برائی کو اختیار کر لینا چاہیے۔ گذارش ہے کہ اعضاء کو کٹوانا تو برائی ہے لیکن کسی ضرورت مند کو یہ اعضاء کاٹ کر نہ دینا سرے سے کوئی برائی ہی نہیں ہے کیونکہ اس کا کسی انسان کو مکلف نہیں کیا گیا کہ وہ ضرورت مندوں میں اپنے اعضاء تقسیم کرے بلکہ اعضاء کاٹ کر دینے سے روکا گیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور سے ظاہر ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدہ کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن یہاں اپنے اعضاء کو کٹوا دینا یا ان کی وصیت کرنا چھوٹا فائدہ نہیں بھاری نقصان ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک چیز میں نفع اور ضرر کے دو پہلو ہوں اور ضرر کم اور نفع زیادہ ہو تو نفع کو اختیار کر لینا چاہیے۔ اس

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

قاعدہ کا اطلاق بھی یہاں صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کے مطابق اوّل تو نفع اور ضرر ایک شخص کے لحاظ سے ہے اور جس معاملہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہاں دو الگ الگ شخص ہیں۔ ثانیاً یہاں اعضاء کشوانے میں اس شخص کو نفع بالکل نہیں ہے سراسر نقصان ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے دلائل سے واضح کر چکے ہیں۔

پوسٹ مارٹم، خون چڑھانے، حرام اشیاء سے علاج اور اعضاء کی پیوند کاری پر ہم نے بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس سلسلے میں پاکستان، اردن، مصر اور ایران کے علماء اور دانش وروں کے افکار اور تحقیقات کو پیش کیا ہے، اور ان موضوعات پر قرآن، حدیث اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال اور تصریحات کی روشنی میں ہمیں جو بات سمجھ آئی ہے اور ہم نے جو موقف طے کیا ہے اس کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور جن علماء اور دانشوروں سے ہم نے اختلاف کیا ہے نہایت ادب کے ساتھ ان کے دلائل پر بحث و نظر کی ہے، ان موضوعات پر اگر ہمارا موقف حق و صواب ہے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر ہمارا موقف غلط ہے تو یہ ہمارے قصور علم اور سوء فہم کا نتیجہ ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ اس موضوع پر میں نے جو کاوش کی ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اس کو تشنگان علم کی سیرابی کا سبب بنائے اور جو لوگ ان مسائل میں تحقیق کے طالب تھے یا ان مسائل میں کسی غلط موقف کا شکار تھے ان کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، اے اللہ! اس کتاب کے مصنف کو اور اس کے معاونین اور قارئین کو بخش دے۔ بے شک مصنف سر تا پا گناہوں میں غرقاب ہے تو اپنی رحمت سے اسے توبہ اور اعمالِ صالحہ کے ساحل کی طرف لے آ، اس کا ایمان اور نیکیوں پر خاتمہ کر، اور اسے اپنی رحمتوں سے نواز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے بہرہ مند فرما، امین یا رب العلمین بجاہ حبیبك محمد سید المرسلین والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

حضور کے والدین کا ایمان

حدیث نمبر ۲۱۵۴ میں ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی اور میں نے ان کی قبر کی زیارت کے لیے اجازت مانگی تو مجھے اجازت دیدی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپکی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت دی اس سے ثابت ہوا کہ آپکی والدہ ماجدہ مؤمن تھیں، کیونکہ کفار کی قبر پر کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرما دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:: ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ۔ (التوبہ: ۸۴)۔

"آپ کفار میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھیں نہ ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں"۔ اگر آپ کی والدہ ماجدہ مؤمن نہ ہوتیں تو آپ کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ دی جاتی کیونکہ کفار کی قبروں پر کھڑے ہونے سے آپ کو منع کر دیا گیا تھا۔

رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو والدہ کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہیں دی، اس کا جواب یہ ہے کہ غیر معصوم کے حق میں استغفار کرنا اس کے گنہگار ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے یعنی اگر آپ اپنی والدہ کے لیے استغفار کرتے تو کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ شاید آپ کی والدہ نے کوئی گناہ کیا ہوگا جس کے لیے آپ استغفار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے

آپ کو استغفار سے روک دیا تاکہ آپ کی والدہ کے متعلق کوئی شخص یہ وہم نہ کر سکے۔

یہ سوال نہ کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی والدہ شرک پر فوت ہوئی ہوں اور آپ اس کے لیے استغفار کی اجازت چاہتے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے ہی آپ کو مشرکین کے لیے استغفار سے منع کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ۔ (توبہ: ۱۱۳) "نبی اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں"۔ یہ آیت ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اور والدہ کی زیارت آپ نے صلح حدیبیہ یا فتح مکہ کے بعد کی ہے۔

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباد اور امہات مؤمن ہیں اور ان میں سے کسی کا خاتمہ کفر، شرک پر ہوا نہ ان میں سے کوئی کسی بدکاری میں ملوث رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہمیشہ اصلاب طاہرین سے ارحام طاہرات کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

علامہ سیوطی نے مسالک حنفاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں اہل اسلام کے تین نظریات پیش کیے ہیں ایک یہ کہ آپ کے والدین اہل فترت میں سے تھے۔ اور تمام اہل فترت نجات یافتہ ہیں اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے آپ کی والدہ مکلف نہ تھیں اور غیر مکلف کے لیے استغفار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا یہ کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام آباد اور امہات مومن ہیں۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ یہ تھی تاکہ معصیت کا وہم پیدا نہ ہو۔ تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ قبر میں آپ پر ایمان لاکر دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔ اس مسلک پر استغفار کی اجازت نہ دینے کی وجہ واضح ہے۔ اہل اسلام کے تینوں نظریات کا خلاصہ ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

آپ کے والدین اہل فترت سے تھے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ شیخ عز الدین بن عبد السلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہر نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا اس بناء پر اس نبی کی ذریت اور اس قوم کے سوا سب لوگ اہل فترت سے ہوں گے اور والدین کریمین عیسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے تھے نہ ان کی قوم سے اس لیے یہ بات ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین اہل فترت سے تھے اور اہل فترت کے نجات یافتہ ہونے پر درج ذیل آیات دلالت کرتی ہیں۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔
(اسراء: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں دینے والے جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

ولو انا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتک من قبل ان نذل ونخزی۔
(طٰہٰ - ۱۳۴)

اور اگر ہم ان کو اس سے پہلے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجا تاکہ ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔

وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون ہ ذکریٰ وما کنا ظالمین ہ

ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا تو پہلے اس بستی میں اپنے عذاب سے ڈرانے والوں کو بھیجا اور ہم ظالم نہیں

(شعراء : ۲۰۹:۲۰۸) ہیں (کہ بغیر تنبیہ کے عذاب نازل کر دیں)

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں نبی نہ بھیجے اسوقت تک ان کو مکلف قرار دیتا ہے نہ ان کو مستحق عذاب قرار دیتا ہے اور یہی لوگ اہل فترت ہیں اور از روئے قرآن نجات یافتہ ہیں اس اصول کے اعتبار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نجات یافتہ قرار پائے [1]۔

آپ کے تمام آباء اور امہات اہل ایمان سے ہیں

دوسرا مسلک یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباء اور امہات مومن تھے اس پر علامہ سیوطی نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین۔ (شعراء : ۲۱۹)

وہ جو تمہیں دیکھتا رہتا ہے خواہ تم قیام میں ہو خواہ ساجدین میں منقلب ہو رہے ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں: امام رازی نے اپنی کتاب اسرار التنزیل میں یہ تقریر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ساجدین میں سے ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے یعنی آپ کے تمام آباء اور امہات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے اور مومن تھے اور اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوتی ہے: لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات ۔ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے تمام آباء اور امہات سجدہ گزار، طیب و طاہر اور مومن تھے۔

اس نظریہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ روئے زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہا اور آپ کا نور ہر دور کے بہترین بنو آدم میں رہا از روئے قرآن اہل ایمان سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولعبد مؤمن خير من مشرك۔ (البقرہ: ۲۲۱) "بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا نور ہر دور کے مومنوں میں گردش کرتا رہا جس سے ثابت ہوا کہ ہر دور میں آپ کے والدین کریمین مومن تھے۔

زمین کبھی اہل ایمان سے خالی نہیں رہی اس پر دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے مصنف میں ابن مسیب سے روایت کیا کہ قال علی بن ابی طالب لم یزل علی وجه الدهر فی الارض سبعة مسلمون فصاعدًا فلولا ذلك هلكت الارض ومن عليها حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا "ہمیشہ روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے"۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور یہ بات اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ محض عقل سے یہ بات نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکم مرفوع میں ہے۔

رہا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بنو آدم کے بہترین افراد سے مبعوث ہوئے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: بعثت من خير قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتى بعثت من القرن الذی كنت فيه ۔ "میں ہر زمانہ میں بہترین لوگوں میں مبعوث ہوتا

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۰ تا ۲۰۲ ، ملخصا، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

رہا حتی کہ ان لوگوں میں مبعوث ہوا جن میں ہوں"۔ اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: ما افترق الناس فرقتین الا جعلنی اللہ فی خیرھما فاخرجت من بین ابوی فلم یصبنی شئ من عھد الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفسا و خیرکم ابا۔ "جب بھی لوگ دو گروہوں میں منقسم ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے (یا میرے نور کو) ان میں سے بہتر گروہ میں رکھا پھر میں اپنے ماں باپ سے ظاہر ہوا در آں حالیکہ کبھی بھی زمانہ جاہلیت کی چیزوں نے مجھے نہیں چھوا، اور آدم سے لے کر میرے باپ تک میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا اور کبھی بھی بدکاری سے پیدا نہیں ہوا۔ میں اپنی شخصیت اور نسب کے اعتبار سے تم سے افضل ہوں"۔ اور امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الی الارحام الطاھرۃ مصفی مھذبا لا ینشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل کرتا رہا در آں حالیکہ میں طیب وطاہر تھا اور جب بھی دو شاخیں ملی ہوئی ہیں بہترین شاخوں میں تھا"۔ اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں واثلہ بن اسقع سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل واصطفی من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم سے حضرت اسماعیل کو پسند فرمالیا اور اولاد اسماعیل سے بنو کنانہ کو پسند فرمالیا اور بنو کنانہ سے قریش کو پسند فرمالیا اور قریش سے بنو ہاشم کو پسند فرمالیا اور بنو ہاشم سے مجھے پسند فرمالیا"۔

امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرھم قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسھم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتھم فانا خیرھم بیتا و خیرھم نفسا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا تو بہترین مخلوق سے پیدا فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ نے قبیلوں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر جب لوگوں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین لوگوں میں رکھا اور جب گھروں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین گھر میں رکھا پس میں بحیثیت شخص کے بھی تم سب سے بہتر ہوں اور بحیثیت گھر کے بھی تم سب سے بہتر ہوں"۔ [1]

ان تمام صحیح، مستند اور معتمد احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک خیر البرین میں رکھا ہے اور خیر بہر حال مومن ہے اس لیے آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۲ تا ۲۱۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

آزر حضرت ابراہیم کے چچا تھے

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ آپ کے سلسلہ نسب کے تمام والدین مومن تھے تو حضرت ابراہیم جو آپ کے آباء سے ہیں ان کے والد کو بھی مومن ہونا چاہیے حالانکہ حضرت ابراہیم کے والد آزر نص قرآن سے کافر ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب اور قرآن و حدیث میں "اب" کا اطلاق چچا پر ہوتا ہے اور اہل تاریخ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد تارخ تھے اور آزر آپ کے چچا تھے اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم اپنے چچا آزر کے لیے استغفار کرتے رہے لیکن جب وہ کفر پر فوت ہو گئے تو حضرت ابراہیم ان سے بیزار ہو گئے اور پھر ان کے لیے استغفار نہیں کیا قرآن مجید میں ہے:

وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ۔

(توبۃ ۱۱۴)

ابراہیم کا اپنے چچا کے لیے استغفار کرنا صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھا جو چچا نے ان سے کیا تھا، جب انھیں معلوم ہو گیا کہ ان کا چچا اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کی حیات میں اس کے ایمان کی توقع رکھتے تھے اور جب وہ شرک پر فوت ہو گیا تو حضرت ابراہیم اس سے بیزار ہو گئے اس کے بعد نار نمرود کا واقعہ پیش آیا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی طرف ہجرت کی اور وہاں حضرت سارہ کی وجہ سے ظالم بادشاہ کا واقعہ پیش آیا جس کے نتیجہ میں حضرت ہاجرہ آپ کو بطور باندی ملیں پھر آپ شام کو لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور انکے فرزند حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں ٹھہرایا جہاں حسب قرآن آپ نے یہ دعا کی: ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع۔ "اے اللہ! میں نے اپنی اولاد کو ایک بنجر وادی میں ٹھہرا دیا ہے"۔ اور اس کے بعد یہ دعا مانگی:

ربنا اغفر لی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر اور میرے والدین کی اور قیامت کے دن تمام مسلمانوں کی۔

اس طرح حضرت ابراہیم نے اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے کافی عرصہ بعد اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کی جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کے کفر اور جس کے استغفار سے بیزاری کا ذکر کیا گیا ہے وہ حضرت ابراہیم کے چچا تھے والد نہ تھے کیونکہ اگر والد ہوتے تو بعد میں ان کے لیے استغفار نہ کرتے، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں جس کا آزر کے نام اور "اب" کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے وہ آپ کے چچا ہیں۔[1]

ایک اشکال کا جواب

ایک اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ این ابی؟ "میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا فی النار "جہنم میں" جب وہ چلا گیا تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ ان ابی و ابائک فی النار۔ "تیرا باپ اور میرا باپ جہنم میں ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی باپ سے مراد چچا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۱۵ - ۲۱۳ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

علامہ سیوطی نے ایک جامع اور کلی جواب یہ دیا ہے کہ جو احادیث بظاہر والدین کریمین کے ایمان اور ان کی مغفرت کے خلاف ہیں ان سب کا حکم قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہے "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" (اسراء: ۱۵)

تیسرا مسلک علماء اہلسنت میں سے ابن شاہین، حافظ ابوبکر خطیب بغدادی، سہیلی، قرطبی، محب طبری اور ناصر الدین ابن منیر وغیرہم کا نظریہ یہ ہے کہ قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ پر ایمان لائے، علامہ سہیلی نے الروض الانف میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے:

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سأل ربہ ان یحیی ابویہ فاحیاھما لہ فامنا بہ ثم اماتھما۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے والدین کو زندہ کر دے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا وہ آپ پر ایمان لائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر موت طاری کر دی۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ سہیلی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے حضرت ابراہیم اور حضرت عزیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے مردوں کو زندہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن بے اندازہ اور کثیر خصوصیات کے ساتھ نوازا ہے ان کے پیش نظر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کے لیے آپ کے ابوین کو زندہ کر کے شرف اسلام سے مشرف فرمایا ہو [۱]۔

علامہ سیوطی نے اس مضمون کی بہت سی احادیث پیش کی ہیں ہم نے اختصار کے پیش نظر ایک حدیث کو ذکر کر دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوین شریفین کے ایمان کا مسئلہ ہر چند کہ اصولی اور اعتقادی نہیں ہے تاہم حسن عقیدت اور آپ سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے ایمان کا قول کیا جائے کیونکہ ہمارے آباء اور امہات مومن ہوں اور سرکار کے ابوین مومن نہ ہوں اور ہمیں اپنے اباء کے ایمان اور اسلام کا شرف حاصل ہو اور آپ کو یہ شرف حاصل نہ ہو اس بات کو ایک مومن کی محبت اور غیرت ایمان گوارہ نہیں کرتی۔ اس باب میں کم سے کم بات یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور ابوین کریمین کے بارے میں کوئی ایسا کلمہ نہ کہا جائے جو ابوین کریمین کے استخفاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کا موجب ہو اللہ تعالیٰ ملا علی قاری کی مغفرت فرمائے انھوں نے اس باب میں محبت اور ادب کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔

عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حدیث نمبر ۲۱۵۶ میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو زیارت قبور سے منع کرتا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی ناسخ ہوتی ہے اور حدیث میں نسخ جاری تھا۔ اس حدیث میں زیارت قبور کے جواز کا ثبوت ہے۔ مردوں کے لیے زیارت بالاتفاق جائز ہے۔ عورتوں کے لیے زیارت قبور میں اختلاف ہے، علامہ شامی نے لکھا کہ بزرگان دین کی قبروں پر بوڑھی عورتیں ان اوقات میں جا سکتی ہیں جن اوقات میں انھیں نماز پڑھنے کیلئے

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۳۰، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر فیصل آباد

مسجد میں جانے کی اجازت ہے [1] فاضل بریلوی نے عورتوں کے جانے کو مطلقاً منع کیا ہے صرف سرکار کے روضہ مطہرہ کی اجازت دی ہے لکھتے ہیں:

علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورات (عورتیں) بھی داخل ہوئیں یا نہیں، اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی البحر الرائق مگر جوانیں (جوان عورتیں) ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام اقول قبور اقربا پر خصوصاً بحال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری میں احد الشناعتین کا اندیشہ یا ترک ادب یا ادب میں افراط ناجائز تو سبیل اطلاق منع ہے لہٰذا غنیہ میں کراہت پر جزم فرمایا: البتہ حاضری و خاک بوسی، آستان عرش نشان سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اعظم المندوبات بلکہ قریب واجبات ہے، اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے [2]۔

ایک اور فتوی کے جواب میں لکھتے ہیں:

اصح یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں [3]۔

خودکشی کرنیوالے اور شہید کی نماز جنازہ

حدیث نمبر ۲۱۵۸ میں ہے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کا جنازہ لایا گیا جس نے اپنے آپ کو تیر سے ہلاک کر لیا تھا، آپ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: عمر بن عبد العزیز اور امام اوزاعی کا نظریہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی اور ان کی دلیل حدیث مذکور ہے اس کے برخلاف حسن، نخعی، قتادہ، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زجر و توبیخ کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ لوگ خودکشی سے باز رہیں اور صحابہ کرام نے اس کی نماز جنازہ پڑھ لی تھی اس کی مثال ایسے ہے کہ آپ نے ایک بار ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور صحابہ کو اس کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ قرض کی ادائیگی میں سستی سے باز رہیں،

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی خواہ اس پر حد جاری ہوئی، رجم کیا گیا ہو، خودکشی کرنیوالا ہو یا ولد الزنا ہو، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ فساق فجار اور جو حد یافتہ ہو ان پر امام نماز جنازہ نہ پڑھے تاکہ لوگ برے کاموں میں ہاتھ ڈالنے سے ڈریں اور عام لوگوں میں سے کوئی شخص ان پر نماز پڑھ لے، جو بچہ ناتمام پیدا ہوتا ہے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کی آواز سنی گئی اس کی نماز پڑھی جائے گی یا جس بچہ کی کسی اور طریقہ سے زندگی کا پتا چل گیا ہو، شہید یعنی جو شخص میدان جنگ میں کفار کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، شافعی اور جمہور کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز پڑھی جائے گی، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں غسل نہیں دیا جائے گا لیکن نماز پڑھی جائے گی [4]۔

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۴۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۱۶۵ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ۔

[3] 〃 〃 〃

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

امام ابو حنیفہ شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کو مشروع قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن عقبۃ ابن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فصلی علی اھل احد صلوتہ علی المیت [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گئے اور شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

قرآن مجید اور احادیث شریفہ میں نماز کے بعد جس عبادت کا ذکر کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ کی وجہ سے سرمایہ داروں اور غریبوں کے درمیان توازن پیدا ہوتا ہے، دولت گردش میں رہتی ہے اور مسلمانوں کے درمیان ہمدردی، باہمی امداد اور یگانگت پیدا ہوتی ہے اور اس کا اہم فائدہ نظام جماعت کے قیام کے لیے مالی سرمایہ بہم پہنچانا ہے

زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر جزری زکوٰۃ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصل الزکاۃ فی اللغۃ الطہارۃ والنماء والبرکۃ والمدح وکل ذلک قد استعمل فی القرآن والحدیث[1]

لغت میں زکوٰۃ کا معنی، پاکیزگی، بڑھنا، برکت اور مدح ہے اور ان میں سے ہر معنی قرآن اور حدیث میں استعمال ہوا ہے۔

علامہ عینی زکوٰۃ کا شرعی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایتاء جزء من النصاب الحولی الی فقیر غیر ھاشمی۔[2] سال گزرنے کے بعد نصاب معین سے ایک حصہ غیر ہاشمی فقیر کو نیت زکوٰۃ سے دینا۔

زکوٰۃ کا رکن اخلاص ہے اور اس کا سبب مال بمقدار نصاب ہے اس کی شرائط میں اسلام، نصاب مملوک پر سال گزرنا، عقل، بلوغ، حریت اور قرض سے فراغت ہے اس کا حکم فرضیت ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مسلمان کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور وہ دنیا میں ستائش اور آخرت میں اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔

زکوٰۃ کی حکمتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض کی تاکہ مسلمان اس بات کو جان لیں کہ سعادت اُخروی محض مال و دولت میں مشغول رہنے سے حاصل نہیں ہو سکتی، سعادت اُخروی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مال خرچ کرنے سے حاصل ہو گی اور دل سے حب دنیا کے مرض کا علاج صرف زکوٰۃ کی فرضیت سے ہو سکتا ہے اس لیے فرمایا: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ (توبہ: ۱۰۳) ان کے اموال سے زکوٰۃ وصول کر کے ان کو پاکیزہ کر دیں۔

(۲) مال سے چونکہ دنیاوی لذتوں اور آسائشوں کا حصول ہوتا ہے اس لیے انسان فطری طور پر مال کی طرف مائل اور مال کو جمع کرنے پر حریص ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرے اور اس حرص کا خاتمہ ہو یا کم از کم اس

---

[1] علامہ مجد الدین محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۳، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

میں کمی پیدا ہو۔

(۳) مال کی زیادتی اور کثرت کی وجہ سے انسان میں غرور، تکبر، سرکشی اور فسق وفجور پیدا ہو جاتا ہے۔ پیسہ کی طاقت سے وہ اپنی ہر خواہش کو پورا کر لیتا ہے ان الانسان لیطغی ان رآہ استغنی - (علق : ۶) ہشت! انسان بہت سرکش ہے!! وہ سمجھتا ہے کہ اسے کسی کی پروا نہیں ہے!!!

زکوٰۃ کی فرضیت اس کی سرکشی اور فسق وفجور کو کم کرتی ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے حصول کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مسلمان دوسرے مسلمانوں پر شفقت کرتا ہے اور ان کی ضروریات پوری کر کے ان کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرتا ہے اور جس طرح نماز پڑھ کر بندہ خالق کی تعظیم کا فریضہ ادا کرتا ہے زکوٰۃ ادا کر کے وہ خلق پر شفقت کے ذمہ سے عہدہ برآ ہوتا ہے اور اس طرح حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی رعایت بھی ہو جاتی ہے۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تخلقوا بأخلاق الله - اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ بھوکوں کو کھلاتا ہے ناداروں کی ضروریات پوری کرتا ہے اور مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبتیں دور کرتا ہے، مسلمان فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے متصف ہو جاتا ہے اور وصف رزاقی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیتا ہے صبغة الله ومن احسن من الله صبغة (بقرہ : ۱۳۸) اللہ کا رنگ! اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہو سکتا ہے!

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ کے سامنے دعویٰ نبوت کا ذکر کیا تو حضرت خدیجہ نے تائید کرتے ہوئے کہا: "آپ لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکلات میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں"[1] یہ کہا اور آپ کو نبی مان لیا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ مسلمان نبی کی ان صفات سے متصف ہو جاتا ہے! اس سے بڑھ کر زکوٰۃ کا اور کیا فائدہ ہو گا!! کہ زکوٰۃ کی وجہ سے بندہ اللہ اور رسول کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(۷) فقراء اور مساکین جب دیکھتے ہیں کہ فلاں شخص زکوٰۃ اور صدقات سے ان کی مدد کرتا ہے، مشکلات اور مصائب میں ان کے کام آتا ہے تو وہ فطری طور پر اس شخص کا بھلا چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبلت القلوب على حب من احسن اليها وبغض من اساء اليها - "فطری طور پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں جو ان سے حسن سلوک کرے اور اس سے بغض رکھتے ہیں جو ان سے بدسلوکی کرے" اس لیے جب فقراء اور مساکین کو علم ہو گا کہ فلاں شخص اپنے مال سے ان کی امداد کرتا ہے تو وہ اس کے مال کی بقاء اور زیادتی کی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اما ما ينفع الناس فيمكث في الارض (رعد : ۱۷) "جو چیز لوگوں کو نفع دیتی ہے وہ زمین پر برقرار رہتی ہے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حصنوا اموالكم بالزكوة "اپنے اموال کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو"

(۸) استغناء کے دو مراتب ہیں استغناء بالشيء اور استغناء عن الشئ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے انسان استغناء کا اعلیٰ درجہ استغنیٰ عن الشئ - حاصل کر لیتا ہے اور یہ حق تعالیٰ کی صفت ہے۔

(۹) ایک بار کاشانۂ اقدس میں بکری ذبح کی گئی اور ایک ران کے سوا باقی سب تقسیم کر دیا گیا، جب آپ تشریف لائے تو

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی بار دوم ۱۳۸۱ھ۔

پوچھا کچھ گوشت باقی ہے عرض کیا کیا ایک ران باقی ہے، فرمایا نہیں! اس ایک ران کے سوا وہ تمام گوشت باقی ہے جو تم نے خدا کی راہ میں دیدیا! انسان نے جو کچھ دنیا میں خرچ کر دیا وہ فانی ہے وہی باقی رہتا ہے جو راہِ خدا میں دے دیتا ہے زکوٰۃ کے ذریعے انسان اپنے اموال کے کچھ حصہ کو باقی اور محفوظ کر لیتا ہے۔ امام رازی سے کسی دولت مند شخص نے پوچھا کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے سب مال و دولت کو قبر میں لے جاؤں، فرمایا ہاں! تم یہ مال و دولت اللہ کی راہ میں دے دو تم کو یہ مال قبر میں مل جائے گا۔

(۱۰) مال خرچ نہ کرنے سے انسان بخلاء کے مشابہ ہوتا اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال خرچ کے انبیاء کے مشابہ ہوتا ہے۔

(۱۱) زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ انسان مصدر افاضۂ خیر اور معدن افادہ رحمت ہو جاتا ہے اور یہ بعینہٖ مظہر صفات الٰہیہ ہوتا ہے۔

(۱۲) انسان کے دو کمال ہیں، نظریاتی اور عملی، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور عقائد اسلام کے ساتھ وابستگی سے اسے نظریاتی کمال حاصل ہوتا ہے اور زکوٰۃ اور باقی ارکان کی ادائیگی سے اسے عملی کمال حاصل ہوتا ہے یعنی کمال عملی کے حصول میں زکوٰۃ کا ایک بڑا حصہ ہے۔

(۱۳) انسان کے پاس تین چیزیں ہیں روح، بدن اور مال، روح کی سعادت اللہ تعالیٰ کے عرفان سے حاصل ہوتی ہے، بدن کی سعادت نماز سے حاصل ہوتی ہے اور مال کی سعادت زکوٰۃ سے حاصل ہوتی ہے۔

(۱۴) کسی نعمت کا شکر اس طرح ادا ہوتا ہے کہ اس نعمت کو منعم کی مرضی سے خرچ کیا جائے لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے سے نعمت مال کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(۱۵) ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعہ امیروں اور غریبوں کے درمیان رشتۂ الفت قائم رہتا ہے اور وہ طبقاتی منافرت پیدا نہیں ہوتی جس کی وجہ سے اشتراکیت اپنے برگ و بار پھیلاتی ہے اور نہ ہی سفید سامراج کو اپنے پیر پسارنے کا موقع ملتا ہے اور معاشرے کے دو طبقوں کے درمیان توازن قائم رہتا ہے۔

(۱۶) ادائیگی زکوٰۃ کے سبب بیت المال مضبوط رہتا ہے اور یہ ملک اور قوم کی سلامتی کا ایک بڑا سبب ہے۔

(۱۷) مال کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے نفع بخش چیزوں کو حاصل کیا جائے اور ضرر رساں چیزوں کو دور کیا جائے۔ جب انسان کے پاس بقدر ضرورت مال ہو تو وہ اس کے پاس رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکے لیکن بعض لوگوں کے پاس مال ان کی ضرورت سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور بعض دوسرے لوگوں کے پاس مال بہت کم ہوتا ہے جس سے ان کی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے اغنیاء پر واجب کیا کہ وہ اپنے زائد مال میں سے ایک حصہ غرباء کو دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کر لیں اور معاشرے میں بے اطمینانی اور انارکی نہ پھیلے اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا: وفی اموالھم حق للسائل والمحروم (ذاریات:۱۹) یعنی امراء غریبوں اور ناداروں کو جو زکوٰۃ کی شکل میں مال دیتے ہیں وہ ان پر احسان نہیں کرتے کوئی منت نہیں رکھتے بلکہ ان کا حق ادا کرتے ہیں ان کے فالتو اور ضرورت سے زائد مال میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت مندوں کا حق رکھا ہے اور ادائیگی زکوٰۃ کی صورت میں مال دار یہ حق ادا کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے فقراء پر لینا واجب نہیں کیا، امراء پر دینا واجب کیا ہے۔ اگر امراء اپنی معیشت میں زکوٰۃ کی رقم کے محتاج ہیں تو امراء بھی اپنے فرض کی ادائیگی اور اخروی عذاب سے نجات پانے میں غرباء کے محتاج ہیں وہ زکوٰۃ لیں گے تو ان کا فرض ادا ہوگا اور ان کی آخرت محفوظ ہوگی۔!

(۱۸) ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعہ دولت گردش میں رہتی ہے، سرمایہ منجمد ہوتا ہے نہ سود کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۱۹) ایک طرف ایک شخص کے پاس اس کی ضرورت سے کہیں زیادہ مال پڑا رہے دوسری طرف ایک شخص نان جویں کو ترستا رہے یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف تھا اس لیے اس نے زکوٰۃ فرض کر دی۔

(۲۰) اگر اغنیاء فقراء کی زکوٰۃ اور صدقات سے مدد نہ کریں تو بسا اوقات یہ خطرہ پیش آسکتا ہے کہ فقراء بھوک، افلاس اور اپنی ضروریات سے تنگ آکر جرائم کے راستہ پر چل پڑیں یا دشمن ممالک کے آلۂ کار بن جائیں یا اجتماعی طور پر سرمایہ داروں کے خلاف بغاوت کر کے اشتراکی انقلاب لے آئیں اور کمیونسٹ ممالک مثلاً روس اور چین میں ایسا ہی ہوا ہے اور ۱۹۷۰ء میں پاکستان میں بھی غریبوں، کارکنوں، محنت کشوں، کسانوں اور مزدوروں نے روٹی، کپڑے اور مکان کے نعرے پر اسلام کے اقتصادی نظام کے خلاف سوشلزم کے حمایت میں ووٹ دیئے درحقیقت یہ ردعمل تھا اسلام کے اقتصادی نظام کو مسلسل نظر انداز کرنے کا۔ پاکستان کے جتنے کاروباری اور تجارتی ادارے ہیں، دکانیں، کارخانے اور ملیں ہیں اگر یہ سب ہر سال اپنے سرمایہ کا چالیسواں حصہ نکالیں اور تمام زمیندار اور وڈیرے اپنے باغات اور زمینوں سے ہر فصل کا عُشر نکالیں اور تمام قدرتی گھاس چرنے والے مویشیوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے اور تمام زیورات اور سونے چاندی کی زکوٰۃ لی جائے، بینکوں اور دوسرے قومی اداروں سے مضاربت کی بنیاد پر قومی مفاد میں نفع حاصل کیا جائے اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے زکوٰۃ اور قومی آمدنی کی یہ تمام رقومات وصول کی جائیں اور اس رقم سے فیکٹریاں اور کارخانے قائم کر کے نوجوانوں کو روزگار فراہم کیا جائے۔ بے روزگار لوگوں کو الاؤنسز دیے جائیں، بیواؤں اور یتیموں کے لیے وظائف جاری کیے جائیں، ہسپتال، سکولز، دینی مدارس، لائبریریاں، مساجد اور دیگر فلاحی ادارے قائم کیے جائیں تو اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ایسا فلاحی نظام قائم ہو جائے گا جس میں کسی طبقہ کو دوسرے طبقے سے شکایت نہیں ہوگی۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب زکوٰۃ اور صدقات کے نظام کو بھرپور طور پر عمل میں لایا جائے۔

(۲۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے دو حصے ہیں نصف صبر ہے نصف شکر ہے۔ جب غنی کو مال حاصل ہوتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور زکوٰۃ اور صدقات سے جو مال میں کمی ہوتی ہے اس پر صبر کرتا ہے اس طرح ادائیگی زکوٰۃ کے ذریعے اس کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فقیر پہلے مال نہ ہونے پر صبر کرتا ہے اور جب زکوٰۃ کی صورت میں مال مل جاتا ہے تو شکر کرتا ہے اور یوں فقیر کا ایمان بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ فریضۂ زکوٰۃ کی وجہ سے غنی اور فقیر دونوں کا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔

(۲۲) زکوٰۃ کی ادائیگی سے دینے والے کا بخل زائل ہوتا ہے، گناہ معاف ہوتے ہیں درجات میں ترقی ہوتی ہے اور اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اس کے علاوہ بھی زکوٰۃ میں بے اندازہ فوائد اور حکمتیں ہیں اللہ تعالیٰ ہی اپنے حکم کی تمام حکمتوں کو جانتا ہے۔

فرضیت زکوٰۃ کی تاریخ ملا علی قاری فرماتے ہیں صدقۂ فطر دو ہجری کو مدینہ منورہ میں فرض ہوا اور زکوٰۃ کی باقی مدات بھی اس سال فرض ہوئیں لیکن معتمد یہ ہے کہ اجمالاً زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہو گئی تھی[1]۔

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۱۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

جس طرح عام نمازوں کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اسی طرح زکوٰۃ یعنی عام مالی خیرات کا حکم بھی ابتداء اسلام سے دیا گیا لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف خیرات کا مترادف تھا، اس کی مقدار، نصاب پر سال گزرنے کی قید اور باقی خصوصیات جو زکوٰۃ کی حقیقت میں داخل ہیں وہ بعد میں رفتہ رفتہ تدریجاً تکمیل کو پہنچیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کا مظہر اعظم نماز ہے اور حقوق العباد کی جامع دلیل زکوٰۃ ہے۔ بعثت سے پہلے آپ جس طرح تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے اسی طرح خاموشی سے غریبوں کی چارہ گری، مسکینوں اور یتیموں کی دستگیری اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کرتے تھے، سورۂ مزمل ہر چند کہ وحی کی ابتدائی سورت ہے لیکن اس سورت کی سرزمین میں وہ تمام بنیادیں موجود ہیں جن پر آگے چل کر اسلام کی پوری عمارت تیار ہوئی۔ اس سورت میں یہ تصریح ہے:۔

و اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و اقرضوا اللہ قرضا حسنا و ما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ ھو خیرا و اعظم اجرا۔ (مزمل: ۲۰)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دو اور جو تم اپنے واسطے آخرت میں بھیجو گے اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس بہتر اور زیادہ ثواب کی شکل میں پاؤ گے۔

احکام زکوٰۃ کی اصل یہی آیت ہے جس سے بعد میں مسائل زکوٰۃ کے تمام برگ و بار ظاہر ہوئے۔ بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ دوسرے صحابہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئے اور نجاشی نے انھیں اپنے دربار میں بلا کر اسلام کی حقیقت اور اسکی تعلیمات دریافت کیں تو انھوں نے کہا امرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصیام [1] "پیغمبر اسلام ہمیں نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ عام زکوٰۃ اور مالی خیرات کا آغاز اسلام کی ابتدا ہی میں ہو چکا تھا، ۲ ہجری میں جب ہرقل کے پاس نامہ مبارک پہنچا تو اس نے ابوسفیان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور آپکی تعلیمات کے بارے میں دریافت کیا، ہر چند کہ ابوسفیان اس وقت تک شرف اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اس کے باوجود انھیں یہ کہنا پڑا کہ یامرنا بالصلوٰۃ والزکوٰۃ والصلۃ والعفاف۔ [2] "وہ ہم کو نماز پڑھنے، زکوٰۃ ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامن رہنے کا حکم دیتے ہیں"۔ ان واقعات سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اجمالی طور پر زکوٰۃ آغاز اسلام سے ہی مشروع ہو گئی تھی۔

شرح زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکیمانہ طریقہ سے پیداوار کی مختلف قسموں پر مختلف شرح زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے سب سے پہلے پیداوار کی ان اقسام پر زکوٰۃ مقرر فرمائی جو کچھ عرصہ تک محفوظ رہ سکتی ہیں تاکہ ان سے حسب منشاء نجی اور کاروباری فائدہ اٹھایا جا سکے۔ جیسے زرعی پیداوار، اور جن چیزوں میں ترقی اور نشوونما کی صلاحیت نہیں ہے ان پر زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی جیسے مصنوعات بنانے کے آلات، (Production Machinery - - - -) مکان، لباس، استعمال میں آنے والا ساز و سامان اور اسباب، سواریاں اور قیمتی پتھر ان چیزوں پر کسی قسم کی زکوٰۃ مقرر نہیں فرمائی۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، طبع ثانی ۱۳۱۸ھ۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

کچھ عرصہ باقی رہتے اور نشوونما پانے والی پانچ چیزیں ہیں، معدنیات، زرعی پیداوار، جانور، سونا، چاندی اور کرنسی نوٹ (جو چاندی کے حکم میں ہیں) اور مال تجارت ان پانچوں چیزوں پر آپ نے زکوٰۃ مقرر فرمائی ہے۔ معدنیات جیسے سونا، چاندی، تیل، قدرتی گیس، زنک، کوئلہ، تانبا اور لوہا وغیرہ چونکہ ان کے حصول میں زمین کے مالک کا کوئی دخل اور خاص محنت نہیں ہوتی بلکہ یہ محض عطیہ الٰہی ہیں، اس لیے ان پر شرح زکوٰۃ سب سے زیادہ رکھی اور خمس مقرر فرمایا یعنی حاصل شدہ معدنی دولت کا پانچواں حصہ (۱/۵) (آج کل ملک میں جو تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر مل رہے ہیں ان سے خمس کے حصول اور اس کے شرعی طریقہ کار پر انشاء اللہ العزیز اس کے متعلق باب میں بحث کریں گے)

زمین کی آپ نے دو قسمیں کیں، ایک وہ جس میں موسمی اور علاقائی خصوصیت کی وجہ سے زمین کو سیراب کرنے کے لیے کاشتکار کی کسی بڑی محنت کا دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ بارش کے قدرتی پانی کی وجہ سے از خود سیراب ہوتی رہتی ہے اس بلا مشقت اور بلا خرچ سیرابی کی وجہ سے اس پر اس کی پیداوار کا عشر (۱/۱۰) یعنی دسواں حصہ ادا کرنا فرض کیا گیا، اور زمین کی دوسری قسم جس کو سیراب کرنے کے لیے کاشتکار کو مشقت کرنا پڑتی ہے مثلاً رہٹ یا ٹیوب ویل کے ذریعہ کنویں سے پانی حاصل کرتا ہے یا پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے مثلاً کرائے پر ٹیوب ویل حاصل کرتا ہے یا نہری پانی کا ٹیکس یا آبیانہ دیتا ہے اس پر آدھا عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ (۱/۲۰) مقرر فرمایا۔ نقد سرمایہ، سونا چاندی، کرنسی نوٹ اور مال تجارت جس کی ترقی، حفاظت، نشوونما اور افزائش کے لیے انسان کو دن رات سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور جس کو وسیع پیمانے پر چلانے کے لیے بڑے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور جس میں قدم قدم پر چوری، ڈاکے، گم شدگی، لوٹ مار اور نقصان کا اندیشہ رہتا ہے اس میں زمین کی اس دوسری قسم سے بھی آدھی زکوٰۃ مقرر کی گئی، یعنی تمام کاروباری سرمایہ پر سال گزرنے کے بعد صرف چالیسواں حصہ (۱/۴۰) مقرر فرمایا۔

زکوٰۃ کی شرح مقدار میں اختلاف نہایت حکمت پر مبنی ہے۔ معدنیات سے حاصل شدہ زکوٰۃ میں چونکہ حکومت کے ذاتی اور قومی مصارف شامل ہیں اس لیے اس کی شرح سب سے زیادہ یعنی خمس (۱/۵) رکھی گئی اور باقی زکوٰۃ بالعموم فقراء اور مساکین پر خرچ کی جاتی ہے اس لیے محنت اور مشقت کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے اس کی شرح ۱/۱۰ سے بتدریج کم ہو کر ۱/۲۰، ۱/۴۰ اور ۱/۸۰ ہوتی گئی۔

تمام جانوروں میں افزائش نسل کی صلاحیت اور مدت حمل یکساں نہیں ہوتی اس لیے تمام جانوروں کی زکوٰۃ کا ایک قاعدہ مقرر نہیں کیا جا سکتا تھا لہٰذا جانوروں کی مالیت اور قوت افزائش کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کی زکوٰۃ کی حسب ذیل شرح مقرر فرمائی:

خیال رہے کہ یہ زکوٰۃ ان جانوروں پر ہے جو قدرتی اور خود رو گھاس چر کر گزارہ کرتے ہیں سال کے بعد ان کی یہ زکوٰۃ ہے:

جانور کا نام اور تعداد	شرح زکوٰۃ	جانور کا نام اور تعداد	شرح زکوٰۃ
۵ سے ۹ اونٹ	ایک بکری	۶۰ سے ۶۹ "	دو، دوسالہ بچھڑیاں
۱۰ سے ۱۴ اونٹ	دو بکریاں	۷۰ سے ۷۹ "	ایک دوسالہ بچھڑی اور ایک ایک سالہ بچھڑی۔
۱۵ سے ۱۹ "	تین بکریاں	۸۰ سے ۸۹ "	دو، دوسالہ بچھڑیاں
۲۰ سے ۲۴ "	چار بکریاں	۹۰ سے ۹۹ "	تین ایک سالہ بچھڑیاں
۲۵ سے ۳۵ "	ایک سالہ اونٹ کی بچی	۱۰۰ سے	دو ایک سالہ اور ایک دوسالہ "
۳۶ سے ۴۵ تک اونٹ	دوسالہ اونٹنی	۱۲۰ سے ۱۱۹ بکریاں	ایک بکری
۴۶ سے ۶۰ تک اونٹ	تین سالہ اونٹنی	۱۲۰ سے ۲۰۰	دو بکریاں
۶۱ سے ۷۵ تک "	چار سالہ "	۲۰۱ سے ۳۹۹	تین بکریاں
۷۶ سے ۹۰ تک "	دو، دوسالہ اونٹنیاں	۴۰۰ سے ۴۹۹	چار "
۹۱ سے ۱۲۰ تک "	دو، تین سالہ "	پھر ہر سو پر	ایک بکری کا اضافہ
۱۲۰ سے ۳۹ گائے	ایک سالہ بچھڑی		
۴۰ سے ۵۹ گائے	دوسالہ بچھڑی یا بچھڑا		

زکوٰۃ کی اہمیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم میں نماز کے ساتھ ساتھ جو فریضہ سب سے اہم معلوم ہوتا ہے وہ زکوٰۃ ہے، نماز اور زکوٰۃ کا باہم مربوط ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں خیال رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بتیس ۳۲ مرتبہ صراحۃً لفظ زکوٰۃ آیا ہے ——— اور زکوٰۃ دینے والوں کی تعریف و توصیف اور نہ دینے والوں کی مذمت اور انھیں عذاب کی وعید اس کے علاوہ ہے، احادیث میں بھی نماز کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہے۔ ۵ ہجری میں وفد عبدالقیس نے آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر جب اسلام کی تعلیمات دریافت کیں تو آپ نے اعمال میں سب سے پہلے نماز اور پھر زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔[1]

[1] ۔ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ ھ۔

۹ ہجری میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا: فلیکن اول ما تدعوھم الی ان یوحدوا اللہ فاذا عرفوا ذلک فاخبرھم ان اللہ فرض علیھم خمس صلوات فی یومھم ولیلتھم فاذا صلوا فاخبرھم ان اللہ افترض علیھم زکوٰۃ فی اموالھم توخذ من غنیھم فترد علی فقیرھم۔ [1] "سب سے پہلے تم انھیں توحید کی دعوت دینا جب وہ توحید کو جان لیں تو انھیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیں تو انھیں خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کر کے ان کے غریبوں میں لوٹا دی جائے گی"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب بعض لوگوں نے بغاوت کی اور زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف تلوار اٹھالی۔ حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "جب تک لوگ اللہ کو ایک نہ مان لیں مجھے ان سے قتال کا حکم دیا گیا ہے اور جو اللہ کو مان لے اس کی جان اور خون محفوظ ہے۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے حضرت ابوبکر نے فرمایا: بخدا! جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے جنگ کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بھیڑ کا بچہ بھی دیتا تھا وہ اسے دینا پڑیگا۔ [2]

نظام زکوٰۃ کی مرکزیت

نماز اور زکوٰۃ کے باہمی ربط کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام، دین اور دنیا، عبادات اور معاملات، روحانی اور مادی دونوں چیزوں کا نظم وضبط اور انتظام وانصرام قائم کرتا ہے اور دونوں امور کو ساتھ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ عبادات کے نظام کے لیے مساجد میں باجماعت نماز کا نظام مقرر کیا اور معاملات کے نظام کے لیے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقوم جمع کرنے کا نظام بنایا، تاکہ یہ مال مسلمانوں کی اجتماعی فلاح وبہبود پر خرچ کیا جا سکے جس طرح گھروں میں علیحدہ نماز پڑھ لینے سے نماز کا فرض تو ساقط ہو جاتا ہے لیکن نماز کی روح اور اس کی مرکزیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کرنے سے فرض زکوٰۃ تو ادا ہو جاتا ہے لیکن زکوٰۃ کا مقصد اور اس کی مرکزیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں جب بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکوٰۃ بیت المال میں داخل نہیں کریں گے بلکہ بطور خود زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں خرچ کریں گے تو شناسائے مزاج رسول اور محرم اسرار شریعت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے اس موقف کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو بیت المال میں زکوٰۃ داخل کرنے کے لیے بزور مجبور کیا، اگر اس وقت ان کی یہ بات تسلیم کر لی جاتی تو وحدت اسلام کا سررشتہ اسی وقت پارہ پارہ ہو جاتا اور مسلمانوں کا اجتماعی نظام اسی وقت درہم برہم ہو جاتا۔

۲۱۵۹۔ حَدَّثَنِی عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُکَیْرٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ قَالَ سَالْتُ عَمْرَو بْنَ یَحْیَی بْنِ عُمَارَۃَ فَاَخْبَرَنِی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (بتیس من) سے کم (زرعی پیداوار) میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے، نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ ہی پانچ اوقیہ (دو سو درہم

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۸۱ھ۔

[2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸ "

فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

یا ساڑھے باون (۶۱۲۰ ۳۶ گرام) تولہ چاندی سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

۲۱۶۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ ابْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۶۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى ابْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ بِخَمْسِ أَصَابِعِهِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا ہے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۱۶۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (بتیس من) سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے، پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ چاندی ۶۱۲۰ ۳۶ گرام) سے کم میں زکوٰۃ ہے۔

۲۱۶۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسَاقٍ مِنْ تَمْرٍ وَلَا حَبٍّ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ وسق (بتیس من) کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ اس سے کم (مقدار) غلہ میں زکوٰۃ (واجب) ہے۔

۲۱۶۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ ابْنِ أُمَيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي حَبٍّ وَلَا تَمْرٍ صَدَقَةٌ حَتّٰى يَبْلُغَ خَمْسَةَ أَوْسُقٍ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ صَدَقَةٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلہ اور کھجور جب تک پانچ وسق (بتیس من) نہ ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں اور نہ پانچ اونٹوں سے کم میں اور نہ پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ ۶۱۲.۳۶ گرام) چاندی سے کم میں زکوٰۃ واجب ہے۔

۲۱۶۵- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۱۶۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ وَمَعْمَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ وَيَحْيَى ابْنِ آدَمَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلَ التَّمْرِ ثَمَرٌ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے مگر اس میں کھجوروں کی بجائے پھلوں کا لفظ ہے۔

۲۱۶۷- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَيَّاضُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ مِنَ التَّمْرِ صَدَقَةٌ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ اوقیہ (ساڑھے باون تولہ ۶۱۲.۳۶ گرام) چاندی سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے نہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ ہے اور نہ پانچ وسق (بتیس من) کھجوروں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) ہے۔

۲۱۶۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن زمینوں کو دریا اور بارش سیراب کریں ان میں عشر (دسواں حصہ دینا واجب) ہے اور جو زمینیں اونٹ کے ذریعہ سیراب کی جائیں ان میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْغَيْمُ الْعُشُورُ وَفِيمَا سُقِيَ بِالسَّانِيَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ

۲۱۶۹- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۱۷۰- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا أَيُّوبُ بْنُ مُوسَى عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ عَمْرٌو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ يَبْلُغُ بِهِ لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي عَبْدِهِ وَلَا فِي فَرَسِهِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان پر اس کے غلام اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲۱۷۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ كُلُّهُمْ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۲۱۷۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالُوا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْعَبْدِ صَدَقَةٌ إِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام پر زکوٰۃ (ادا کرنا واجب) نہیں ہے مگر صدقہ فطر (ادا کرنا واجب) ہے۔

۲۱۷۳- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ قَالَ نَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللهُ وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَادَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَهِيَ عَلَيَّ وَمِثْلُهَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ أَمَا شَعَرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا پھر آپ کو بتایا گیا کہ ابن جمیل حضرت خالد بن ولید اور عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے زکوٰۃ نہیں دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن جمیل کو تو صرف یہ چیز ناگوار ہوئی کہ وہ محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو غنی کر دیا، رہے خالد بن ولید تو تم ان کے ساتھ زیادتی کرتے ہو کیونکہ انھوں نے تو اپنی زرہیں اور ہتھیار تک اللہ کی راہ میں وقف کیے ہوئے ہیں باقی رہے عباس تو جتنی زکوٰۃ ان پر واجب ہے اس سے دُگنی میں ادا کر دوں گا۔ پھر فرمایا اے عمر کیا تم نہیں جانتے کہ کسی شخص کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہا کے نظریات

اس باب کی پہلی حدیث (۲۱۵۹) میں ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ وسق (بتیس من) سے کم (زرعی پیداوار) میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے۔

غلّہ اور پھلوں کی زکوٰۃ (عشر) کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل حدیث مذکور کی روشنی میں غلّہ اور پھلوں کے لیے پانچ وسق (بتیس من) کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ جس شخص کے کھیتوں اور باغات سے پانچ وسق یا اس سے زائد پیداوار حاصل ہو جائے اس پر عشر واجب ہوگا اور جس شخص کی پیداوار پانچ وسق سے کم ہو اس پر عشر واجب نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمین کی پیداوار کے لیے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ غلّہ، پھل اور سبزیوں کی زمین سے جس قدر پیداوار بھی حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر دینا واجب ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں، امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی امام ابو یوسف، امام محمد اور تمام اہل علم کا قول یہ ہے کہ پھلوں اور غلّہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی مقدار پانچ وسق کو پہنچ جائے۔ البتہ امام ابو حنیفہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ قلیل اور کثیر سب میں زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم فرمایا ہے: "فیما سقت السماء العشر" "جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے" اور چونکہ زمین کی پیداوار میں سال گزرنے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لیے اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة" "پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے" یہ حدیث خاص ہے اور امام ابو حنیفہ کی پیش کردہ حدیث عام ہے جس کی اس حدیث سے تخصیص کرنا واجب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار کا کوئی نصاب نہیں ہے اور زمین سے جس قدر بھی پیداوار حاصل ہو اس پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض (بقرہ ۲، ۲۶۷)

اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی سے جو کچھ حاصل کرو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو اور جو کچھ زمین سے ہم نے تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو)۔

امام ابوحنیفہ کا استدلال یوں ہے کہ اس آیت میں "ما" عام ہے جس کا تقاضا ہے "زمین سے ہم نے جو بھی تمہارے لیے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو" اور پانچ وسق والی حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن مجید کا عموم قطعی ہے اور ظنی دلیل سے قطعی کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے۔

خبر واحد سے قرآن مجید کے عام کو خاص نہ کرنا، امام ابوحنیفہ کا مشہور قاعدہ ہے اور یہ انتہائی دقت نظری اور باریک بینی پر مبنی ہے، اس قاعدہ میں فرق مراتب کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے ثابت شدہ چیز کو حدیث شریف سے ثابت شدہ چیز پر ترجیح اور فوقیت دی گئی ہے فقہ حنفی کے متعدد احکام اس قاعدہ پر موقوف ہیں اور یہ صرف فقہ حنفی کی خصوصیت ہے جبکہ دیگر ائمہ ثلاثہ اس اصول کو پیش نظر نہیں رکھتے اور قرآن مجید کے عموم قطعی کی احادیث غیر متواترہ سے تخصیص کر کے قرآن کو حدیث کے تابع کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ آیت کریمہ اخرجنا لکم من الارض۔ کی پانچ وسق والی زیر بحث حدیث سے تخصیص کر دیتے ہیں۔

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں:

ولنا فی مقابلۃ عموم الآیۃ حدیث الا وسق وفی تخصیص عموم القرآن بخبر الواحد خلاف۔ [1]

ہم آیت کریمہ کے عموم کے مقابلہ میں پانچ وسق والی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص کرنے میں اختلاف ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ احادیث صحیحہ میں بھی زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم عام ہے

عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیما سقت السماء والعیون او کان عثریا العشر وما سقی بالنضح نصف العشر۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زمین بارش یا چشموں سے سیراب ہو یا دریائی پانی سے سیراب ہو اس پر عشر (۱/۱۰) ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر ہے (یعنی ۱/۲۰)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیل اور کثیر کا فرق کیے بغیر مطلقاً زمین سے حاصل شدہ پیداوار پر عشر یا

---

[1] علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

نصف عشر کا حکم عائد فرمایا اور یہ حدیث عموم قرآن کے مطابق ہے

عن جابر بن عبد الله يذكر انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم قال فيما سكت الانهار والغيم .العشور وفيما سقى بالسانية نصف العشر . [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو دریا یا بارش سیراب کرے اس پر عشر (۱/۱۰) ہے اور جس زمین کنوئیں کے پانی سے اونٹوں کے ذریعہ سیراب کیا جائے اس پر نصف عشر (۱/۲۰ بیسواں حصہ) ہے۔

امام ابو داؤد نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی ان دونوں روایات کو ذکر فرمایا ہے [2]۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما سقت السماء والعيون العشر وفيما سقى بالنضح نصف العشر. [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس زمین کو بارش یا چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو اونٹوں کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

اس حدیث کے بعد امام ابن ماجہ نے حضرت جابر کی حدیث کو بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام عبد الرزاق بن ہمام نے اپنی مصنف میں اس مضمون کی انیس احادیث روایت کی ہیں ہم ان میں سے چند کا ذکر کر رہے ہیں

عن قتادة قال معمر : وقراءته في كتاب عن النبي صلى الله عليه وسلم عند كل رجل كتبه لهم فيما سقى بالنضح والارشية نصف العشر قال معمر ، ولا اعلم فيه اختلافا وفيما كان بعلا وفيما كان بالكظائم وفيما كان بحلا العشر قال معمر ولم اسمع فيه اختلافا. [4]

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ معمر نے کہا میں نے تمام (معتبر) لوگوں کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا ہوا فرمان دیکھا کہ جس زمین کو رسیوں اور ڈولوں کے ذریعہ کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے (معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے) اور جس زمین کو بارش یا دریائی پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر ہے، معمر کہتے ہیں کہ میرے علم میں اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے [5]۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[5] امام ابو بکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبری ج ۴ ص ۱۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب قال ما سقت الانهار والسماء والعيون فالعشر وما سقى بالرشاء فنصف العشر۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔

عن عاصم بن ضمرة عن علی قال ما سقى فتحا او سقته السماء ففيه العشر وما سقى بالغرب فنصف العشر۔ [2]

عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنوئیں سے سیراب کیا جاتے اس میں نصف عشر ہے۔

عن مجاهد قال فيما اخرجت الارض قل منه او كثر العشر او نصف العشر۔ [3]

مجاہد بیان کرتے ہیں زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔

عن حماد قال فی کل شیء اخرجت الارض العشر او نصف العشر۔ [4]

حماد کہتے ہیں ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں عشر ہے یا نصف عشر ہے۔

عن ابراهيم قال فی کل شیء اخرجت الارض زكوة۔ [5]

ابراہیم کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کو زمین نکالے اس میں زکوٰۃ ہے۔

ائمہ ثلاثہ جو پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ کو واجب نہیں قرار دیتے قرآن کریم کی عمومی آیت اور ان تمام احادیث اور آثار کے تارک ہیں اور ان عمومی دلائل کے پیش نظر ان کا نظریہ صحیح نہیں ہے۔

پانچ وسق والی احادیث کی احناف یہ توجیہ کرتے ہیں کہ یہ احادیث اموال تجارت پر محمول ہیں کیونکہ اس وقت پانچ وسق دو سو درہم کے برابر ہوتے تھے اس لیے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

امام ابو حنیفہ کے نظریہ پر ایک خدشہ امام ابو حنیفہ کے نظریہ پر ایک یہ خدشہ لاحق ہوتا ہے کہ جس طرح مما اخرجنا لکم من الارض" میں 'ما' عام ہے اسی طرح "من طیبات ما کسبتم" میں بھی 'ما' عام ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اموال تجارت، نقد مال اور سونا چاندی کے ساتھ بھی نصاب کی تخصیص صحیح نہ ہو، کیونکہ اموال تجارت، نقد رقم اور سونا چاندی خواہ قلیل مقدار میں حاصل ہوں یا کثیر مقدار

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔
[2] ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۳، // // //
[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ،
[4] // // // // //
[5] // // // // //

ہیں وہ من طیبات ما کسبتم کے عموم میں داخل ہیں لہٰذا جس طرح مما اخرجنا لکم من الارض۔ کے عموم سے زمین کی قلیل اور کثیر پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے اور پانچ وسق کے ساتھ تخصیص صحیح نہیں اسی طرح کسب کے ذریعہ قلیل یا کثیر جتنا مال بھی حاصل ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہونا چاہیے اور دو سو درہم چالیس اوقیہ (ساڑھے باون تولہ) چاندی اور بیس مثقال (۷½ تولہ ۸۷.۴۸ گرام) سونے کا نصاب بہر حال ان احادیث سے ثابت ہے جو اصطلاحاً خبر واحد کہلاتی ہیں بالخصوص سونے کے نصاب کی احادیث تو ضعیف بھی ہیں اور حولان حول کی احادیث بھی ضعیف ہیں اور اصول حنفیہ سے ان عموم قرآنی اور قطعی کو اخبار آحاد کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا میری نظر سے کہیں نہیں گزرا کہ متقدمین یا متاخرین میں سے کسی نے یہ اشکال قائم کیا ہو اور اس کے جواب کے درپے ہوا ہو۔

سونے اور چاندی کا نصاب

فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاندی کا نصاب دو سو درہم یا پانچ اوقیہ چاندی ہے جو ساڑھے باون تولے ۶۱۲.۳۶ گرام کے برابر ہے اور سونے کا نصاب چالیس دینار یا بیس مثقال سونا ہے جو ساڑھے سات تولے (۸۷.۴۸ گرام) سونے کے برابر ہے اس سے کم مقدار میں زکوٰۃ فرض نہیں اور جب اس مقدار پر سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ دو سو درہم پر اگر زیادتی ہو تو پھر کیا نصاب ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اگر دو سو درہم پر چالیس درہم زیادہ ہوں تو چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہو گی۔ اسی طرح چالیس دینار پر چار دینار زائد ہوں تو ایک درہم زکوٰۃ ہو گی اور باقی فقہاء کا یہ نظریہ نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں سونے اور چاندی میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، اکثر اصحاب ابی حنیفہ اور عام محدثین یہ کہتے ہیں کہ سونے چاندی کے نصاب پر جس قدر مقدار بھی زیادہ ہو اس پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی خواہ زیادتی قلیل ہو یا کثیر، یہ نظریہ حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے منقول ہے اور امام ابوحنیفہ اور بعض اسلاف یہ کہتے ہیں کہ دو سو درہم پر جو مقدار زائد ہو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ زیادتی چالیس درہم کے برابر نہ ہو اور نہ بیس دینار پر زیادتی اس وقت تک معتبر ہے جب تک چار دینار نہ ہو اور جب اس مقدار کے برابر زیادتی ہو تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے اور ہر چار دینار کے بعد ایک درہم ہے۔ جمہور کا استدلال صحیح بخاری کی اس روایت سے ہے: فی الرقۃ ربع العشر "چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے"۔ اور یہ حدیث نصاب اور اس سے زائد دونوں کو عام ہے۔ اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہیں [1]۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ ان احادیث سے ثابت ہے:

عن علی رضی اللہ عنہ قال زهیر احسبہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال هاتوا ربع العشور من کل اربعین درهما درهم ولیس علیکم شیء حتی تتم مائتی درهم فاذا کانت مائتی درهم ففیها خمسة

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیسواں حصہ ادا کرو۔ ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور تم پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جبتک دو سو درہم نہ ہو جائیں جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں سے پانچ درہم ادا کرو اور جو مقدار زائد ہو اس کو

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۵ھ

دراهم فما زاد فعلی حساب ذلک [1] — اس حساب سے ادا کرو۔

سنن دار قطنی میں اس حدیث کو جریر سے روایت کیا گیا ہے اور اس میں احسبہ کا لفظ نہیں ہے [2]۔ حافظ زیلعی لکھتے ہیں کہ ابن قطان نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہے [3]۔

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فاذا کانت لک مائتا درهم وحال علیها الحول ففیها خمسة دراهم ولیس علیک شیء یعنی فی الذهب حتی تکون لک عشرون دینارا فاذا کانت لک عشرون دینارا وحال علیها الحول ففیها نصف دینار فما زاد فبحساب ذلک [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے اور سونے پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک کہ وہ بیس دینار نہ ہو جب بیس دینار سونا ہو اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر نصف دینار ہے اس کے بعد اسی حساب سے۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امره حین وجهه الی الیمن ان لا تاخذ من الکسور شیئا اذا کانت الورق مائتی درهم فخذ منها خمسة دراهم ولا تاخذ منا زاد شیئا حتی تبلغ اربعین درهما فاذا بلغ اربعین درهما فخذ منه درهما الحدیث [5]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کسر سے زکوٰۃ وصول نہ کرنا جب چاندی دو سو درہم ہو تو اس سے پانچ درہم وصول کرنا پھر اس سے زائد پر وصول نہ کرنا حتی کہ چالیس درہم ہو جائیں اور جب چالیس درہم ہوں تو ان سے ایک درہم وصول کر لینا۔

عن الشعبی قال کان لا یری فیما زاد علی المائتین شیء حتی یبلغ اربعین [6]

شعبی دو سو درہم سے زائد پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں کرتے تھے جب تک چالیس درہم نہ ہو جائے۔

مذکور الصدر حوالوں کے علاوہ سنن نسائی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم اور مستدرک میں بھی اس مضمون کی احادیث مذکور ہیں۔

اس موضوع پر احادیث صحیحہ کے سامنے آنے کے بعد ظاہر ہو گیا کہ علامہ نووی کا یہ لکھنا کہ "ابو حنیفہ اپنے موقف پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرتے ہیں" قطعاً غلط ہے اور فی الرقة ربع العشر ——— کو مذکور الصدر احادیث کے مطابق محمول کیا جائے گا یعنی چاندی میں نصاب کے بعد چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے گی علاوہ ازیں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ سونے کے نصاب کے بارے میں جس قدر احادیث مروی ہیں سب ضعیف الاسناد ہیں، علامہ

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔
[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[3] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۶، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ۔
[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔
[5] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۹۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[6] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۱۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

نووی لکھتے ہیں:

ولم یات فی الصحیح بیان نصاب الذھب وقد جاءت فیہ احادیث تحدید نصابہ بعشرین مثقالا وھی ضعاف ولکن اجمع من یعتد بہ فی الاجماع [1]

احادیث صحیحہ میں سونے کے نصاب کا ذکر نہیں ہے۔ بعض احادیث میں سونے کا نصاب بیس مثقال سونا بیان کیا گیا ہے لیکن یہ سب ضعیف ہیں البتہ معتبر فقہاء اسلام کا اس امر پر اجماع ہے

اسی طرح نقد رقم، سونے چاندی، مال تجارت اور مویشیوں پر زکوٰۃ کے لیے حولان حول (سال گزرنے) کی شرط بھی فقہا کے اتفاق سے ثابت ہے اور بعض احادیث جو ضعیف الاسناد ہیں ان میں بھی حولان حول کا ذکر ہے جن میں سے کچھ کا ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

نوٹ پر زکوٰۃ

سونے چاندی کا نصاب تو ہر دور میں اتفاقی اور واضح رہا ہے، جس زمانہ میں سونے چاندی کے سکے چلتے تھے اس وقت بھی صورت حال میں کوئی پیچیدگی نہ تھی پھر انگریزوں کے دور میں سونے کی اشرفیوں اور چاندی کے ڈھلے ہوئے سکوں کا رواج ہوا، اس کے بعد سونے کی اشرفیوں کی جگہ کاغذی نوٹوں نے لے لی اور چاندی کا ڈھلا ہوا روپیہ جو ایک تولے کا ہوتا تھا، چلتا رہا، جس کی بناء پر اس دور کے علماء نے باون روپوں کی نقد رقم کا نصاب قرار دیا کیونکہ باون روپے باون تولے چاندی کے برابر تھے۔ اس کے بعد چاندی کے ڈھلے ہوئے روپوں کا رواج بھی ختم ہو گیا، اور صرف کرنسی نوٹ باقی رہ گئے یا چاندی سونے کے علاوہ مختلف دھاتوں کے بنے ہوئے چھوٹے سکے، سوال یہ ہے کہ اب کتنی نقد رقم کو نصاب زکوٰۃ قرار دیا جائے؟ آیا کسی شخص کے پاس اتنے روپے ہوں جو سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں، تب زکوٰۃ واجب ہو گی یا چاندی کے نصاب کو روپے پہنچ جائیں پھر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؟ عام فکر یہ ہے کہ چاندی کا نصاب سونے سے کم ہے کیونکہ مثلاً آج کل چاندی چالیس روپے تولہ ہے اور سونا تین ہزار روپے تولہ ہے اس لیے چاندی کے نصاب سے دو ہزار ایک سو پچاس روپے پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور سونے کے نصاب سے بائیس ہزار پانچ سو روپے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور فقراء کے لیے زیادہ نفع بخش بات یہ ہے کہ روپوں کا نصاب زکوٰۃ چاندی کو قرار دیا جائے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ کرنسی نوٹ پر حکومت وقت کی جو ضمانت درج ہوتی ہے وہ سونے کے عوض ہوتی ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر کرنسی نوٹ ثمنیت کے اعتبار سے سونے کا بدل اور اس کے قائم مقام ہیں۔ ان نوٹوں کی فی نفسہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں قیمت اس ضمانت اور گارنٹی کی ہے جو حکومت ان نوٹوں کے بدلے میں مہیا کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حکومت کرنسی نوٹ کو منسوخ کر دے تو اس کی قیمت ایک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۶ھ

پیسے کے برابر بھی نہیں رہتی خواہ وہ پانچ صد روپے کا نوٹ ہو؟ بین الاقوامی لین دین بھی عملاً سونے کی بجائے مسلّمہ اور مروجہ بین الاقوامی کرنسیوں میں ہوتا ہے جن کے پیچھے سونے کی ضمانت کارفرما ہوتی ہے اس لیے نوٹ سونے کے قائم مقام ہیں اور نوٹوں پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوگی جب وہ سونے کے نصاب کو پہنچ جائیں اور انفع للفقراء کا اعتبار اس چیز میں کیا جاتا ہے جو سونے اور چاندی دونوں میں تبدیل ہو سکے جیسے تجارتی اشیاء برخلاف نوٹوں کے کیوں کہ ان کے متعلق یہ ایک یقینی بات ہے کہ وہ سونے کا بدل اور اس کے قائم مقام ہیں۔ اس اعتراض کے جواب کے لیے شرح صحیح مسلم جلد رابع میں سود کی بحث ملاحظہ کریں۔

ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینیں

حدیث شریف میں نصف عشر یعنی ۲۰/۱ حصہ زکوٰۃ ان زمینوں پر واجب ہے جن کو اونٹوں کے ذریعہ کنوؤں سے سیراب کیا جاتا ہو جن زمینوں کو ٹیوب ویل کے ذریعہ سیراب کیا جاتا ہے یا جن زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے نہری پانی کا مالیہ یا لگان دینا پڑتا ہے چونکہ ان کی کاشت پر مشقت ہوتی ہے اس لیے یہ زمینیں بھی کنوؤں سے سیراب کی جانے والی زمینوں کے حکم میں ہیں اور ان پر بھی نصف عشر یعنی (۲۰/۱) بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔

زیورات پر زکوٰۃ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور ایک قول میں امام شافعی کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زیورات پر زکوٰۃ ہے اور امام شافعی کا راجح قول بھی یہی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ظاہر مذہب یہ ہے کہ عورت کے زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، عطاء، مجاہد، عبداللہ بن شداد، جابر بن زید، ابن سیرین، میمون بن مہران، زہری، ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ زیورات میں زکوٰۃ ہے۔[1]

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی نے اس مسئلہ میں استخارہ کیا اور یہ اختیار کیا کہ عورت کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے۔ علامہ شیرازی یہ بھی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ نظریہ احادیث پر مبنی ہے۔[2]

زیورات پر زکوٰۃ کے وجوب پر اولاً تو وہ عمومی احادیث ہیں جن سے سونے و چاندی میں زکوٰۃ ثابت ہے اور خصوصی احادیث حسب ذیل ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان — عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[2] شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۶ ص ۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

امرأۃ اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معہا ابنۃ لہا و فی ید ابنتہا مسکتان غلیظتان من ذہب فقال لہا اتعطین زکوٰۃ ہذا قالت لا قالا ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیٰمۃ سوارین من نار فالتقہما الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقالت ہما للہ و لرسولہ ۔[1]

سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جس کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے آپ نے اس عورت سے کہا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو اس عورت نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلہ میں آگ کے کنگن پہنا دے، اس نے وہ کنگن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیے اور کہا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [2]۔
حافظ ذیلعی لکھتے ہیں کہ ابن قطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [3]۔

عن ام سلمۃ قالت کنت البس اوضاحا من ذہب فقلت یا رسول اللہ اکنز ہو فقال ما بلغ ان تودی زکوتہ فزکی فلیس بکنز ۔[4]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سونے کے زیور پہنتی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی کنز (خزانہ) ہے۔ آپ نے فرمایا جو چیز مقدار زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے وہ کنز نہیں ہے۔

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأی فی یدی فتخات من ورق فقال ما ہذا یا عائشۃ فقلت صنعتہن اتزین لک یا رسول اللہ قال اتودین زکاتہن قلت لا او ما شاء اللہ قال ہو حسبک من النار ۔[5]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے میرے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں دیکھ کر فرمایا: اے عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انہیں آپ کے لیے بطور سنگھار پہنا ہے! آپ نے فرمایا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا نہیں! یا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے فرمایا: تمہیں جہنم کے لیے یہ انگوٹھیاں کافی ہیں۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔
[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔
[3] حافظ جمال الدین ذیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔
[4] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۱۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، طبع دوم ۱۴۰۵ھ۔
[5] 〃 〃 〃

مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس موضوع پر بکثرت آثار اور اقوال تابعین ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے اس مسئلہ پر دلیل پیش کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قال احمد خمسة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقولان ليس فى الحلى زكوٰة ويقولون زكاته عارية ووجه الاول ماروى عافية بن ايوب عن الليث بن سعد عن ابى الزبير عن جابر عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال ليس فى الحلى زكاة ولانه مرصد لاستعمال مباح فلم تجب فيه الزكاة كالعوامل وثياب القنية۔ [1]

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کہتے تھے کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے اور زیورات کو عاریتاً دینا ہی ان کی زکوٰۃ ہے، نیز عافیہ بن ایوب لیث بن سعد سے وہ ابوزبیر سے اور وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے علاوہ ازیں زیورات کو مباح استعمال کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جس طرح کام کاج کی چیزوں میں اور استعمال کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہماری پیش کردہ صحیح السند ابوداؤد کی روایت بھی ذکر کی ہے لیکن اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اور اگر پانچ صحابہ اس مسئلہ میں زکوٰۃ کے قائل نہیں تو پانچ سے زیادہ صحابہ اس مسئلہ میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں مثلاً حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن عاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور ان کی فقاہت ان صحابہ سے زیادہ مسلم ہے جو زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ علامہ ابن قدامہ نے اس سلسلے میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم، نیز یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو ہوتی ہے

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے اس پر بحث کرتے ہوئے حافظ زیلعی لکھتے ہیں:

قال البيهقى فى المعرفة وما يروى عافية بن ايوب عن الليث عن ابى الزبير عن جابر مرفوعا ليس فى الحلى زكوٰة فباطل لا اصل له۔ [2]

امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں کہا عافیہ بن ایوب از لیث از ابی الزبیر از جابر جو حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی وہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ نے اس مسئلہ میں جو کام کاج کی چیزوں پر قیاس کیا ہے وہ ظاہر ہے کہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں متروک ہے۔

یتیم کے مال پر زکوٰۃ میں مذاہب

احناف کے نزدیک نابالغ کی زمین پر عشر واجب ہے اور اس کے مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیونکہ عشر کا تعلق زمین کی پیداوار سے ہے، اور

[1] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
[2] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۷۴ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

اس میں عبادت کی ثانوی حیثیت ہے اور زکوٰۃ اصالۃً عبادت ہے اور نابالغ عبادت کا مکلف نہیں ہے، قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یتیم کی زمین پر عشر اور خراج ہے اور مال پر زکوٰۃ نہیں ہے[1] کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا سونے والے سے حتیٰ کہ بیدار ہو جائے، بچہ سے حتیٰ کہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے[2]۔

قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب قرض تمام نصاب یا بعض نصاب کو شامل ہو تو جس قدر نصاب کو قرض محیط ہو گا اس مقدار سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، نیز قرض کی وجہ سے صرف اموال باطنہ (سونا، چاندی، نقد رقوم اور اموال تجارت) سے زکوٰۃ ساقط ہو گی اگرچہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرض کی وجہ سے اموال ظاہرہ (خود رو گھاس چرنے والے مویشی اور زرعی پیداوار) سے بھی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

علامہ ابن قدامہ اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا کان لرجل الف درھم وعلیہ الف درھم فلا زکوٰۃ علیہ ---

"جب کسی شخص کے پاس ہزار درہم ہوں اور اس پر ہزار درہم قرض ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا صدقۃ الا عن ظھر غنیً "صدقہ صرف غنی پر واجب ہے" اور مقروض شخص غنی نہیں ہے لہٰذا اس پر صدقہ واجب نہیں ہے اور سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان فرماتے تھے "ھذا شھر زکاتکم فمن کان علیہ دین فلیؤد حتی تخرجوا زکاۃ اموالکم

وفی روایۃ فمن کان علیہ دین فلیقض دینہ ولیزک بقیۃ مالہ ---"

"یہ تمہاری زکوٰۃ کی ادائیگی کا مہینہ ہے جس شخص پر قرض ہو وہ اس قرض کو ادا کرے تاکہ باقی مال کی زکوٰۃ دے سکے" اور ایک روایت میں ہے جس پر قرض ہے وہ اس قرض کو ادا کرے اور باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے" اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ بات جماعت صحابہ کے سامنے کہی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا اس پر اتفاق تھا، نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں کہ مقروض خود اس بات کا محل ہے کہ اسے اس کا قرض ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جائے بلکہ مقروض کی حاجت فقیر سے زیادہ شدید ہے (قرآن مجید میں بھی مقروض کو مصارف زکوٰۃ میں شمار کیا گیا ہے (والغارمین توبہ: ۶۰ — از سعیدی) اور جو خود زکوٰۃ لینے کا محتاج ہے اس پر زکوٰۃ کا دینا کس طرح واجب ہو سکتا ہے؟[3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: شوافع کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں (۱) مقروض پر مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے

---

[1] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد، ج ۱ ص ۱۷۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۸ مطبع مجتبائی پاکستان طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۴۳، ۳۴۲، ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

(۲) مطلقاً نکالنا مذہب نہیں ہے (۳) اموال باطنہ (نقد رقم سونا، چاندی اور اموال تجارت) میں واجب نہیں ہے اور اموال ظاہرہ خود رو گھاس کھانے والے مویشی اور زرعی پیداوار) میں واجب ہے۔

علامہ نووی اس مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اکثر و بیشتر علماء کہتے ہیں کہ مقروض کی اپنے مال پر ملک ضعیف ہے کیونکہ اس کے مال پر ایک مستحق کا حق مسلط ہے ثانیاً لکھتے ہیں: مقروض کے جس مال کا قرض خواہ مستحق ہے اس مال پر پہلے ہی زکوٰۃ فرض ہے جو قرض خواہ نے ادا کرنی ہے اگر ہم مقروض پر بھی زکوٰۃ لازم کر دیں تو ایک مال پر دو دفعہ زکوٰۃ ادا کرنا لازم آئے گی۔ [۱]

قاضی ابو الولید مالکی لکھتے ہیں کہ اگر مال تجارت سے قرض ادا نہ ہو سکے تو نقد رقم پر زکوٰۃ نہیں ہے [۲]۔

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص کے مال پر قرض محیط ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے [۳]۔

میعادی قرض

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں: قرض عام ہے خواہ اللہ تعالیٰ کا ہو جیسے زکوٰۃ یا بندوں کا ہو، جیسے قرض خریدی ہوئی چیز کی قیمت، تلف شدہ چیز کا تاوان، زخموں کی دیت، عورت کا مہر عام ازیں کہ نقود سے ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ قرض میعادی ہو یا غیر میعادی [۴]۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں کہ میعادی قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے کوئی روایت نہیں ہے اور امام ترتاشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ میعادی قرض کے زکوٰۃ سے مانع ہونے یا نہ ہونے کے دونوں قول صحیح ہیں [۵]۔ محیط سرخسی میں ہے کہ میعادی قرض زکوٰۃ سے مانع ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ظاہر مذہب پر یہی بات صحیح ہے [۶] بہار شریعت میں مانع نہ ہونے کو شامی کے حوالے سے صحیح لکھا ہے [۷]۔ ہم نے اس مقام پر شامی کو دیکھا علامہ شامی نے اس مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں لکھی البتہ قہستانی کا قول نقل کیا ہے کہ مانع نہ ہونا صحیح ہے [۸] اہل علم اور فقہ سے دل چسپی رکھنے والے حضرات سے مخفی نہیں ہے کہ قہستانی جب منفرد ہوں تو ان کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور فقہاء میں ان کا درجہ بہت ضعیف ہے۔ پھر علامہ سرخسی اور فتاویٰ عالمگیری کے مقابلہ میں قہستانی کے قول کا اعتبار کون کر سکتا ہے!

خیال رہے کہ یہ بحث اس قرض کے بارے میں ہے جو وجوب زکوٰۃ سے پہلے ہو اور جو قرض وجوب زکوٰۃ کے بعد ہو وہ بالاتفاق زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ اور جو قرض درمیان سال میں ہو امام محمد کے نزدیک مانع ہے اور

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۵ ص ۳۴۶، ۳۴۴ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲] قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۳] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۸، ۱۱۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[۴] علامہ محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۷، " " "

[۵] علامہ شمس الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۱۱۸، " " "

[۶] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[۷] مولانا امجد علی، بہار شریعت ج ۵ ص ۲۳، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

[۸] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

امام ابو یوسف کے نزدیک مانع نہیں ہے [1]

صنعتی اور کاروباری قرض

قرض کے متعلق اب تک فقہاء کرام کی جس قدر آراء اور ابحاث ہم نے ذکر کی ہیں ان سب کا تعلق نجی اور شخصی قرضوں سے ہے کاروباری قرضوں کا یہ حکم نہیں ہے۔ کاروباری ادارے حکومت اور بینکوں سے قرض لے کر صنعت یا کوئی منصوبہ قائم کرتے ہیں لیکن ان کی مصنوعات اور خام مال پر جو زکوٰۃ عائد ہوتی ہے وہ ان کے اس قرض کی وجہ سے ممنوع نہیں ہوگی جو ان کی صنعت یا ان کے منصوبہ پر محیط ہے کیونکہ اس صنعت اور منصوبہ کے علاوہ بھی ان کے پاس اتنا سرمایہ ہوتا ہے جو اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے اور بالفرض اگر نہ ہو تو وہ صنعت اور منصوبہ خود اس قرض کی ادائیگی کی ضمانت ہے۔ ڈھائی فی صد زکوٰۃ سے بچنے کے لیے سرمایہ داروں کو غارمین کی صف میں داخل ہونے کے مکروہ حیلے سے گریز کرنا چاہیے۔

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرض

مکان تعمیر کرنے والے مکان کی ساکھ پر ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن سے قرض لے کر مکانات تعمیر کرتے ہیں جس کی بناء پر انھیں ماہانہ کچھ رقم ادا کرنی پڑتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک شخصی اور نجی قرض ہے لیکن کیا اس قرض کی وجہ سے زکوٰۃ میں چھوٹ مل سکتی ہے؟ بالفرض ایک شخص کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہے اور ایک لاکھ روپیہ اس پر ہاؤس بلڈنگ فنانس کا قرض ہے اور وہ اس سال یکمشت قرض ادا کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں بلاشبہ اس سال اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی لیکن اگر وہ یکمشت قرض ادا نہیں کر رہا اور مثلاً ہر ماہ پانچ سو روپیہ کٹا رہا ہے اور ہر بار سال پورا ہونے پر اپنے ایک لاکھ روپیہ پر یہ کہہ کر زکوٰۃ بچا لیتا ہے کہ وہ تو ایک لاکھ روپیہ کا مقروض ہے تو یہ زکوٰۃ سے گریز کے مترادف ہے اور اس صورت میں قرض ادائیگی زکوٰۃ سے شرعاً مانع نہیں ہے، کیونکہ قرض زکوٰۃ سے اس وقت مانع ہوتا ہے جب کوئی شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تب کہا جائے گا کہ پہلے قرض ادا کرو پھر زکوٰۃ کی سوچنا جیسے حضرت عثمان نے فرمایا "جس شخص پر قرض ہے وہ پہلے قرض ادا کرے پھر باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے" اور جو شخص مال ہونے کے باوجود قرض ادا نہیں کر رہا اس کو زکوٰۃ بچانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ عالمگیری میں ہے:

وذکر البزدوی فی شرح الجامع الکبیر قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ فی رجل علیه مهر مؤجل لامرأته وهو لا یرید اداءه لا یجعل مانعا من الزکوٰة لعدم المطالبة فی العادة وانه حسن ایضاً کذا فی جواهر الفتاوی۔ [2]

علامہ بزدوی نے جامع کبیر کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا جس شخص پر اس کی عورت کا مہر میعادی قرض ہو اور وہ قرض کو ادا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو یہ قرض زکوٰۃ سے مانع نہیں ہوگا کیونکہ عادتاً عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرتی یہ قول حسن ہے۔ اسی طرح جواہر الفتاوی میں ہے۔

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[2] " " " " " " "

عالمگیری کی یہ عبارت اگرچہ عورت کے مہر سے متعلق ہے لیکن اس کی علت یہ ہے کہ شوہر فی الفور مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہیں کرتا اسی طرح جو شخص ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کو قرض کی ماہانہ اقساط ادا کر رہا ہے وہ بھی فی الفور قرض کی یکمشت رقم ادا کرنے کا ارادہ نہیں کر رہا، البتہ جتنے قرض کی رقم وہ ایک سال میں ادا کرتا ہے اتنی رقم اس سال میں زکوٰۃ سے مانع ہوگی دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح عادۃً عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرتی اسی طرح فنانس کارپوریشن قرضہ دار سے رقم کا عادۃً مطالبہ نہیں کرتی۔ مطالبہ صرف اس قدر رقم کا ہوتا ہے جو معاہدہ کے مطابق اسے ماہ بماہ ادا کرنی ہے۔! اس لیے مکمل رقم زکوٰۃ سے مانع نہیں ہوگی، لہٰذا جن صورتوں میں فنانس کارپوریشن کے قرض کو یکمشت ادا کرنے کا ارادہ نہیں کیا جاتا ان صورتوں میں وہ یکمشت رقم قرض سے مانع نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کو مقدار نصاب کے برابر رقم قرض دی اور اس پر سال گزر گیا ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس مال پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے اور قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس مال کی زکوٰۃ ادا کرے خواہ اس کو رقم وصول ہو یا نہ ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آتی جب تک قرض کی رقم وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کرے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرض کی تین قسمیں ہیں، قوی، متوسط اور ضعیف۔ قوی اس قرض کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کو ایسا مال قرض دے جو اگر اس کے پاس رہتا تو وہ اس سے تجارت کر سکتا تھا، متوسط یہ ہے کہ کسی کو ایسی چیز قرض دے جس پر زکوٰۃ نہ ہو جیسے استعمال کے کپڑے۔ اور ضعیف وہ ہے جو کسی مال کا بدل نہ ہو جیسے مہر اور بدل خلع۔ قرض ضعیف میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آتی جب تک رقم پر قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے [1]۔

پراویڈنٹ فنڈ ماہ بماہ مدت ملازمت میں لازمی طور پر کٹتا رہتا ہے اور اختتام ملازمت پر حکومت اس میں ایک مقررہ اضافہ کر کے دے دیتی ہے صرف فنڈ کی رقم درحقیقت خدمت کا معاوضہ اور اجرت ہے اور یہ اصطلاح میں قرض ضعیف ہے اس لیے اس پر اس وقت تک زکوٰۃ لازم نہیں آئے گی جب تک کہ اس پر ملازم کے قبضہ کے بعد سال نہ گزر جائے

پراویڈنٹ فنڈ پر اضافے کے سود ہونے یا نہ ہونے کا حکم پراویڈنٹ فنڈ پر جو اضافہ کیا جاتا ہے بعض کمپنیاں اپنے طور پر بغیر کسی پیشگی معاہدہ کے مدت ملازمت ختم ہونے پر کل رقم کو دُگنا کر کے دے دیتی ہیں ایسی صورت میں یہ اضافہ بلاشبہ جائز ہے اور اس کو حق خدمت ہی تصور کیا جائے گا حکومت کے ہاں یہ طریق کار ہے کہ حکومت ملازمین سے معلوم کرتی ہے کہ وہ پراویڈنٹ فنڈ پر سود (Interest) لیں گے یا نہیں، اگر وہ سود لیں تو حکومت بھی ہاؤس بلڈنگ فنانس اور دیگر مدات کے قرضوں میں ملازمین سے سود لیتی ہے اور اگر وہ سود نہ لیں تو حکومت بھی ان سے سود نہیں لیتی۔ ہم نے متعلقہ محکمہ سے ذاتی طور پر تحقیق کر لی ہے کہ تادم تحریر یہی صورت حال جاری ہے، اس لیے اس صورت میں پراویڈنٹ فنڈ پر جو سود (Interest) دیا جاتا ہے اس کو حق خدمت نہیں قرار دیا جا سکتا، پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جو ملازم

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے، ہر چند کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہیں ہوتا لیکن وہ رقم چونکہ اس کی طے شدہ اجرت کا ایک حصہ ہے اور اس کے کہنے سے ہی اس پر سود لگتا ہے اور اس کے کہنے سے وہ رقم انشورنس میں منتقل ہو جاتی ہے اور وہ چاہے تو اس رقم کو بذریعہ عدالت جبراً حکومت سے وصول کر سکتا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رقم اس کی ملکیت ہے اور اس پر جو رقم سود کے عنوان سے زائد دی جائیگی وہ شرعاً سود ہو گی لیکن چونکہ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے پراویڈنٹ فنڈ پر ملازم کی بالفعل ملکیت مشکوک ہے اس وجہ سے سود کے عنوان سے اضافی طور پر دی جانی والی رقم سود کے مشابہ ہے اس لیے اس کا لینا مکروہ ہے۔ مفتی محمد شفیع کی زیر قیادت علمائے دیوبند نے پراویڈنٹ فنڈ کے سلسلہ میں فتویٰ مرتب کیا ہے اور اس میں پراویڈنٹ فنڈ پر سود (Interest) کو حق خدمت ٹھہرا کر بلا کراہت جائز قرار دیا ہے [1]۔

بَاب ۲۷۶ زَكٰوةِ الْفِطْرِ

صدقہ فطر

۲۱۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَّمَضَانَ عَلَى النَّاسِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سبب سے مسلمانوں پر ایک صاع (ساڑھے چار سیر) کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر کیا، خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔

۲۱۷۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ اَوْ حُرٍّ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر کیا، خواہ آزاد ہو یا غلام چھوٹا ہو یا بڑا۔

۲۱۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ رَمَضَانَ عَلَى الْحُرِّ وَالْعَبْدِ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ قَالَ فَعَدَلَ النَّاسُ بِهٖ نِصْفَ صَاعٍ مِّنْ بُرٍّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر آزاد اور غلام اور ہر مرد اور عورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر مقرر فرمایا تھا اور لوگوں نے اس کے قائم مقام نصف صاع (سوا دو سیر) گندم کو کر لیا۔

---

[1] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا مسئلہ ص ۱۰۹ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔

۲۱۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعٍ مِنْ شَعِيرٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَجَعَلَ النَّاسُ عِدْلَهُ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقۂ فطر دیا جائے لوگوں نے دو مد (سوا دو سیر) گندم کو اس کے قائم مقام کر لیا۔

۲۱۷۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ أَوْ رَجُلٍ أَوِ امْرَأَةٍ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقۂ فطر مقرر کیا ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت چھوٹا ہو یا بڑا۔

۲۱۷۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک صاع طعام یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

۲۱۸۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا دَاوُدُ يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ إِذْ كَانَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكٰوةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ حَتّٰى قَدِمَ عَلَيْنَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے اس وقت ہم ہر چھوٹے اور بڑے، آزاد اور غلام کی طرف سے ایک صاع طعام یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش صدقۂ فطر ادا کیا کرتے تھے۔ ہم یہ صدقۂ فطر اسی طرح ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان حج یا عمرہ کے لیے آئے انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ میرا خیال ہے کہ شام کی گندم کا نصف صاع

مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ حَاجًّا أَوْ مُعْتَمِرًا فَكَلَّمَ النَّاسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَكَانَ فِيمَا كَلَّمَ بِهِ النَّاسُ أَنْ قَالَ إِنِّي أَرَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ زَكْوَتِهَا مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَأَخَذَ النَّاسُ بِذَلِكَ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَمَا كُنْتُ أُخْرِجُهُ أَبَدًا مَا عِشْتُ۔

ایک صاع کھجوروں کے برابر ہوگا پھر لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا میں اپنی پوری زندگی اسی طرح صدقہ فطر ادا کرتا رہوں گا جس طرح پہلے ادا کیا کرتا تھا۔

۲۱۸۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَوٰةَ الْفِطْرِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ حُرٍّ وَمَمْلُوكٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمْ نَزَلْ نُخْرِجُهُ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ مُعَاوِيَةُ فَرَأَى أَنَّ مُدَّيْنِ مِنْ بُرٍّ تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَمَّا أَنَا فَلَا أَزَالُ أُخْرِجُهُ كَذَلِكَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے اس وقت ہم ہر چھوٹے بڑے اور آزاد اور غلام کی طرف سے تین طرح صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع جَو، ہم یونہی صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دو مد (سوا دو سیر) گندم ایک صاع کھجور کے برابر ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری نے کہا رہا میں تو میں اسی طرح صدقہ فطر دیا کروں گا جیسے پہلے دیتا رہا تھا۔

۲۱۸۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ عِيَاضِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَوٰةَ الْفِطْرِ مِنْ ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ الْأَقِطِ وَالتَّمْرِ وَالشَّعِيرِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تین قسم سے صدقہ فطر دیا کرتے تھے پنیر، کھجور اور جَو۔

۲۱۸۳ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَرْحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ مُعَاوِيَةَ لَمَّا جَعَلَ نِصْفَ الصَّاعِ مِنَ الْحِنْطَةِ عِدْلَ صَاعٍ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ نے نصف صاع گندم کو ایک صاع کھجور کے برابر قرار دیا تھا تو میں نے اس کا انکار کیا اور کہا میں اسی طرح صدقہ فطر ادا کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ

مِنْ تَمْرٍ اَنْكَرَ ذٰلِكَ اَبُوْسَعِيْدٍ وَقَالَ لَا اُخْرِجُ فِيْهَا اِلَّا الَّذِيْ كُنْتُ اُخْرِجُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِّنْ اَقِطٍ۔

علیہ وسلم کے عہد میں کیا کرتا تھا یعنی ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع جو یا ایک صاع پنیر۔

۲۱۸۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ صدقہ فطر نماز عید کیلئے جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

۲۱۸۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِخْرَاجِ زَكٰوةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلٰوةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ صدقہ فطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب

جمہور شافعیہ، جمہور مالکیہ[1]، اور حنابلہ کے نزدیک صدقہ فطر فرض ہے، بعض شوافع اور بعض مالکیہ کے نزدیک صدقہ فطر سنت ہے۔ داؤد ظاہری کا بھی یہی آخری قول ہے[2]۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے[3]۔ ائمہ ثلاثہ چونکہ فرض اور واجب میں فرق نہیں کرتے اس لیے وہ صدقہ فطر پر فرض اور واجب دونوں کا اطلاق کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ کی نظر دقیق ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس چیز کا لزوم قرآن مجید سے دلالت قطعیہ کے ساتھ ثابت ہو وہ فرض ہے اور جس چیز کا لزوم احادیث اور اخبار آحاد سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور صدقہ فطر کا لزوم چونکہ احادیث سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب ہے۔

امام شافعی کے نزدیک صدقہ فطر کے وجوب کا سبب رمضان ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے وجوب کا سبب عید کا دن ہے حتیٰ کہ جو شخص عید کی صبح کو پیدا ہوا اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، بعض علماء نے کہا چونکہ روزے میں کچھ کمی رہ جاتی ہے اور بحیثیت کمال روزہ نہیں رکھا جا سکتا اس کی تلافی کے لیے صدقہ فطر واجب ہے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[4] علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لیکن یہ وجہ جامع نہیں ہے کیونکہ صدقہ فطر بچوں کی طرف سے بھی ادا کرنا واجب ہے حالانکہ وہ روزے کے مکلف نہیں ہیں، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت کی طرف سے اس کے خاوند پر صدقہ فطر واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خود عورت پر واجب ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ احادیث میں امام ابوحنیفہ کی تائید ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہر مرد اور عورت پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صدقہ فطر ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن صاحب نصاب ہو، امام شافعی کے نزدیک اس شخص پر واجب ہے جو عید کے دن کے علاوہ دوسرے دن بھی اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے کی وسعت رکھتا ہو، امام احمد اور امام مالک کے نزدیک ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔

گندم کے نصاب میں مذاہب

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک صدقہ فطر میں دوسری اجناس کی طرح گندم سے بھی ایک صاع (ساڑھے چار سیر) صدقہ کرنا واجب ہے اور احناف کے نزدیک گندم سے صرف نصف صاع دینا واجب ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

صدقہ فطر میں ہر شخص کی طرف سے گندم اور انگوروں کے علاوہ ایک صاع ادا کرنا بالاجماع واجب ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور جمہور کے نزدیک گندم اور انگوروں میں بھی ایک صاع صدقہ کرنا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک حضرت معاویہ کی روایت کی وجہ سے نصف صاع گندم دینا واجب ہے جمہور کی دلیل حضرت ابوسعید کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ: صاعًا من طعام او صاعًا من شعیر او صاعًا من اقط او صاعًا من زبیب" ——— "ایک صاع طعام، ایک صاع جو ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش" وجہ دلالت یہ ہے کہ عرف حجاز میں طعام کا لفظ گندم کے ساتھ خاص ہے خاص طور پر جب طعام کا ذکر باقی اجناس کے ساتھ کیا گیا ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تمام اجناس کے ساتھ صاع کو واجب کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ صدقہ فطر میں معتبر صاع ہے [۲]۔

حضرت معاویہ کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جس پر امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین اعتماد کرتے ہیں اور جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایک صحابی کا قول ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے ان کی مخالفت کی ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں زیادہ زمانہ گزارا ہے اور وہ آپ کے احوال سے زیادہ واقف ہیں، اور خود حضرت معاویہ نے یہ تصریح کی ہے کہ انھوں نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی نہیں ہے، صرف ان کی رائے ہے اس لیے حضرت ابوسعید خدری کی روایت پر عمل کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ [۳]۔

نظریۂ احناف پر دلائل

علامہ نووی کا یہ کہنا کہ عرف حجاز میں طعام صرف گندم کے ساتھ خاص ہے محض ایک دعویٰ ہے جو بلا دلیل ہونے کی وجہ سے غیر مسموع ہے جبکہ بخاری کی صحیح روایت

---

[۱]۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[۲]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

[۳]۔ " " " شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱۸ " "

میں حضرت ابو سعید خدری نے طعام کی خود یہ تفسیر کی ہے:

عن ابی سعید قال کنا نخرج فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الفطر صاعا من طعام قال ابو سعید وکان طعامنا الشعیر والزبیب والاقط والتمر۔[1]

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک صاع طعام صدقہ کرتے تھے، ابو سعید کہتے ہیں ہمارا طعام جو، کشمش، پنیر اور کھجور تھے۔

یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ جب باقی اجناس میں صاع ہے تو گندم میں بھی صاع ہوگا کیونکہ مقدار مقدر میں قیاس کا دخل نہیں ہے نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ حضرت معاویہ کی رائے سے ثابت ہے۔ بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے نصف صاع گندم کی مقدار ثابت ہے:

امام ابوداؤد سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن ابی صعیر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صاع من برا وقمح علی کل اثنین صغیر او کبیر حر او عبد ذکر او انثی۔[2]

حضرت عبد اللہ بن ابی صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک صاع گندم دو آدمیوں کی طرف سے دیا جائے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ابوداؤد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی عبد اللہ بن ابی صعیر سے ایسی ہی روایت ذکر کی ہے۔

عن الحسن قال خطب ابن عباس فی آخر رمضان علی منبر البصرة فقال اخرجوا صدقة صومکم فکان الناس لم یعلموا فقال من ههنا من اهل المدینة قوم الی اخوانکم فعلموهم فانهم لا یعلمون فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الصدقة صاعا من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حر او مملوک ذکر او انثی صغیر او کبیر۔[3]

حسن بصری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بصرہ میں آخر رمضان میں منبر پر خطبہ دیا اور فرمایا اپنے روزوں کا صدقہ دو لوگ اس بات کو نہیں سمجھے آپ نے فرمایا یہاں شہر والوں میں ایک قوم ہے ان کو تعلیم دو کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ مقرر فرمایا ہے ایک صاع کھجور، یا صاع جو یا نصف صاع گندم ہر آزاد یا غلام پر ہر مرد اور عورت پر اور ہر چھوٹے اور بڑے پر۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث منادیا ینادی فی نجابه مکة: الا ان زکوة الفطر واجبة علی کل مسلم علی کل ذکر وانثی، حر وعبد، وصغیر وکبیر

عمرو بن شعیب از والد خود اور وہ از جد خود روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں ایک منادی والا بھیجا کہ سنو! ہر مسلمان پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ہر مرد اور عورت پر، آزاد اور غلام پر، اور چھوٹے اور بڑے

---

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] " " ج ۱ ص ۲۲۹ " "

مدان من قمح او صاع مما سواہ من الطعام۔ [1]

پر گندم کا نصف صاع اور باقی چیزوں سے صاع۔

امام دار قطنی نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت ذکر کی ہے [2]۔

عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر بزکاۃ الفطر صاعًا من تمر او صاعا من شعیر او مدین من قمح علی کل حاضر وباد صغیر وکبیر، حر وعبد۔ [3]

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع گندم ہر شہری اور دیہاتی پر، ہر چھوٹے اور بڑے پر اور ہر آزاد اور غلام پر۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صدقۃ الفطر صاع من تمر او صاع من شعیر او مدان من حنطۃ عن کل صغیر وکبیر حر وعبد۔ [4]

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو یا نصف صاع گندم ہے جو ہر چھوٹے اور بڑے اور ہر آزاد اور غلام کی طرف سے ہے۔

عن ثعلبۃ بن صعیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ادوا صدقۃ الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعیر او نصف صاع من بر، عن کل صغیر او کبیر ذکر او انثی حر او عبد۔ [5]

حضرت ثعلبہ بن صعیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ فطر، کھجور سے ایک صاع یا جَو سے ایک صاع یا گندم سے نصف صاع ادا کرو ہر چھوٹے یا بڑے، ہر مرد یا عورت، ہر آزاد یا غلام کی طرف سے۔

ان احادیث کثیرہ کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ صرف حضرت امیر معاویہ کی رائے کی بات نہیں ہے۔ ثانیاً بخاری شریف میں ہے جب حضرت امیر معاویہ نے نصف صاع گندم کا مسئلہ بیان کیا تو لوگوں نے اس پر عمل کیا اور وہ "لوگ" صحابہ کرام اور اخیار تابعین تھے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نصف صاع گندم دینا حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابیطالب، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق کا مذہب تھا اور تابعین میں سے سعید بن مسیب، عطا، مجاہد، سعید بن جبیر، عمر بن عبدالعزیز، طاؤس، نخعی، شعبی، علقمہ، اسود، عروہ، ابی سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف، ابو قلابہ، عبدالملک بن محمد

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۲ "

[3] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۳ "

[4] ۔ " " " " " "

[5] ۔ " " " " ج ۲ ص ۱۴۷ "

وغیرہم کا مسلک تھا [1]۔

باب ۲۷۷ اِثْمِ مَانِعِ الزَّکٰوۃِ

۲۱۸۶۔ حَدَّثَنِیْ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا حَفْصٌ یَعْنِی ابْنَ مَیْسَرَۃَ الصَّنْعَانِیَّ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَسْلَمَ اَنَّ اَبَا صَالِحٍ ذَکْوَانَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ ذَھَبٍ وَّلَا فِضَّۃٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ صُفِّحَتْ لَہٗ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُکْوٰی بِھَا جَنْبُہٗ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ کُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَہٗ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیُرٰی سَبِیْلُہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَالْاِبِلُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا وَمِنْ حَقِّھَا حَلَبُھَا یَوْمَ وِرْدِھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ اَوْفَرَ مَا کَانَتْ لَا یَعْقِدُ مِنْھَا فَصِیْلًا وَّاحِدًا قَطَاُہٗ بِاَخْفَافِھَا وَتَعَضُّہٗ بِاَفْوَاھِھَا کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ اُوْلٰھَا رُدَّ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیُرٰی سَبِیْلُہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَّلَا غَنَمٍ لَّا یُؤَدِّیْ مِنْھَا حَقَّھَا اِلَّا اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ لَّا یَفْقِدُ مِنْھَا شَیْئًا لَّیْسَ فِیْھَا عَقْصَآءُ وَلَا جَلْحَآءُ وَلَا عَضْبَآءُ تَنْطِحُہٗ

زکواۃ نہ دینے کا گناہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سونا چاندی رکھتا ہو اور اس کا حق (زکوٰۃ) نہ ادا کرے قیامت کے دن اس کیلئے آگ کی چٹانوں کے پرت بنائے جائینگے اور جہنم کی آگ سے اس کو تپایا جائیگا اور اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو اس کے ساتھ داغا جائیگا، ایک بار یہ عمل کرنے کے بعد دوبارہ لوٹایا جائے گا، جو دن پچاس ہزار سال کے برابر ہے اس دن یہ عمل مسلسل ہوتا رہے گا، بالآخر جب تمام لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! اونٹ والوں کا کیا ہوگا؟ فرمایا جو اونٹ والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کریگا اور اونٹوں کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ پانی پلانے کے دن اونٹنیوں کا دودھ دوہ کر غریبوں کو پلایا جائے (ان کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کو) قیامت کے دن ایک چٹیل زمین پر اوندھا لٹا دیا جائیگا اس وقت وہ اونٹ آئیں گے درآں حالیکہ وہ بہت فربہ ہوں گے اور ان میں سے کوئی بچہ تک گم نہیں ہوگا وہ اس شخص کو اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے ان کا ایک ریوڑ گزر جائیگا تو دوسرا آ جائیگا پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ سلسلہ یونہی جاری رہیگا، حتیٰ کہ جب لوگوں کے فیصلے ہو جائیں گے تو اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائیگا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں والوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا جو گائے اور بکریوں والا ان کا حق (زکوٰۃ) ادا نہیں

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

بِقُرُوْنِهَا وَتَطَوُّلُهُ بِاَطْلَافِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ اُولٰهَا رُدَّ عَلَيْهِ اُخْرٰهَا فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرٰى سَبِيْلُهُ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْخَيْلُ قَالَ الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَّهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ فَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ وِزْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا رِيَآءً وَّفَخْرًا وَّنِوَآءً عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ فَهِيَ لَهٗ وِزْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْ ظُهُوْرِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَهِيَ لَهٗ سِتْرٌ وَاَمَّا الَّتِيْ هِيَ لَهٗ اَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فِيْ مَرْجٍ اَوْ رَوْضَةٍ فَمَا اَكَلَتْ مِنْ ذٰلِكَ الْمَرْجِ اَوِ الرَّوْضَةِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كُتِبَ لَهٗ عَدَدَ مَا اَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَّكُتِبَ لَهٗ عَدَدَ اَرْوَاثِهَا وَاَبْوَالِهَا حَسَنَاتٌ وَّلَا تَقْطَعُ طِوَلَهَا فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ اٰثَارِهَا وَاَرْوَاثِهَا حَسَنَاتٍ وَّلَا مَرَّ بِهَا صَاحِبُهَا عَلٰى نَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيْدُ اَنْ يَّسْقِيَهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عَدَدَ مَا شَرِبَتْ حَسَنَاتٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَالْحُمُرُ قَالَ مَا اُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔

کرے گا قیامت کے دن چٹیل میدان میں اسے منہ کے بل گرایا جائے گا۔ تمام گائے ....
اور بکریاں اس کو اپنے کھروں سے روندیں گی اور اس کو سینگوں سے ماریں گی، اس روز ان میں کوئی اگلے سینگوں والی ہو گی نہ پیر سینگوں والی نہ ٹوٹے ہوئے سینگوں والی ایک ریوڑ گزرنے کے بعد فوراً دوسرا ریوڑ آجائیگا اور پچاس ہزار سال کے برابر دن میں یہ ہی ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائیگا پھر اسے جنت یا دوزخ کا راستہ دکھا دیا جائیگا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! گھوڑوں والوں کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا گھوڑوں کی تین قسمیں ہیں، گھوڑے مالک کے لیے بوجھ ہوتے ہیں، مالک کے لیے ستر ہوتے ہیں اور مالک کے لیے اجر ہوتے ہیں۔ بوجھ وہ گھوڑے ہوتے ہیں جس کو مالک نے دکھلاوے، فخر اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کے لیے رکھا ہو، یہ گھوڑے مالک کے لیے بوجھ کا باعث ہیں اور مالک کے لیے ستر وہ گھوڑے ہیں جنھیں مالک نے راہ خدا میں باندھا ہو پھر وہ ان حقوق کو نہ بھولا ہو جو گھوڑوں کی پیٹھوں اور گردنوں سے وابستہ ہیں، یہ گھوڑے مالک کے لیے ستر کا باعث ہیں اور جو گھوڑے مالک کے لیے اجر ہیں یہ وہ ہیں جن کو مالک نے راہ خدا میں مسلمانوں کے لیے باندھا ہو، کسی چراگاہ یا باغ میں، یہ گھوڑے چراگاہ یا باغ سے جو کچھ کھائیں گے یا پیشاب اور لید کریں گے اس کے برابر مالک کی نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اگر گھوڑے رسی تڑا کر ایک یا دو ٹیلوں کا چکر لگائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور لید کے برابر مالک کے لیے نیکیاں لکھ دے گا، اور اگر مالک گھوڑوں کو لیکر نہر پر سے گزرے اور بغیر ارادہ کے بھی گھوڑے پانی پی لیں تو اس پانی کے برابر اللہ تعالیٰ مالک کی

نیکیاں لکھ دیگا عرض کیا گیا یا رسول اللہ گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا گدھوں کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا البتہ یہ جامع آیت ہے: (ترجمہ) جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی جزا دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی اس کی سزا پالے گا۔

۲۱۸۷۔ وَحَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَی الصَّدَفِیُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ ھِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَسْلَمَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ حَفْصِ ابْنِ مَیْسَرَۃَ اِلٰی اٰخِرِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ مَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ حَقَّھَا وَلَمْ یَقُلْ مِنْھَا حَقَّھَا وَذَکَرَ فِیْہِ لَا یَفْقِدُ مِنْھَا فَصِیْلًا وَّاحِدًا وَّقَالَ تُکْوٰی بِھَا جَنْبَاہُ وَجَبِیْنُہٗ وَظَھْرُہٗ۔

روایت سابقہ کی طرح زید بن اسلم سے روایت ہے لیکن الفاظ حدیث میں فرق ہے اس روایت میں ما من صاحب ابل لا یؤدی حقھا ہے منھا حقھا نہیں ہے اور اس میں ہے لا یفقد منھا فصیلا واحدا اور یکوی بھا جنباہ وجبھتہ وظھرہ ہے۔

۲۱۸۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ الْاُمَوِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ نَا سُھَیْلُ بْنُ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبِ کَنْزٍ لَّا یُؤَدِّیْ زَکٰوتَہٗ اِلَّا اُحْمِیَ عَلَیْہِ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَیُجْعَلُ صَفَائِحَ فَتُکْوٰی بِھَا جَنْبَاہُ وَجَبِیْنُہٗ حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَ عِبَادِہٖ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ثُمَّ یُرٰی سَبِیْلُہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَّا یُؤَدِّیْ زَکٰوتَھَا اِلَّا بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ کَاَوْفَرِ مَا کَانَتْ تَسْتَنُّ عَلَیْہِ کُلَّمَا مَضَتْ عَلَیْہِ اُخْرٰھَا رُدَّتْ عَلَیْہِ اُوْلٰھَا حَتّٰی یَحْکُمَ اللّٰہُ بَیْنَ عِبَادِہٖ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ثُمَّ یُرٰی سَبِیْلُہٗ اِمَّا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ وَمَا مِنْ صَاحِبِ غَنَمٍ لَّا یُؤَدِّیْ زَکٰوتَھَا اِلَّا بُطِحَ لَھَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صاحب خزانہ اپنے خزانہ کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کے خزانہ کو نار جہنم میں گرم کر کے صاحب خزانہ کے پہلوؤں اور پیشانی کو داغا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ فرمائے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پھر وہ شخص اپنا راستہ دیکھ لیگا جو یا جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف، اور جو اونٹ والا اونٹوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کو چٹیل میدان میں گرا دیا جائیگا اور انتہائی فربہ جسم میں اس کے اونٹ ظاہر ہو کر اس کو روندتے ہوئے گزر جائیں گے۔ ایک ریوڑ کے بعد دوسرا ریوڑ روندتا ہوا گزر جائیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ فرمائے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا پھر وہ اپنا راستہ دیکھے گا جو یا جنت کی طرف ہوگا یا جہنم کی طرف، اور جو بکریوں والا بکریوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا اس کو چٹیل میدان میں گرا دیا جائیگا اور انتہائی

كَاوُفِرَمَا كَانَتْ فَتَطَؤُهُ بِاَظْلَافِهَا وَتَنْطِحُهُ
بِقُرُوْنِهَا لَيْسَ فِيْهَا عَقْصَاءُ وَلَا جَلْحَاءُ
كُلَّمَا مَضٰى عَلَيْهِ اُخْرٰهَا رُدَّتْ عَلَيْهِ
اُوْلٰهَا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَ عِبَادِهٖ فِيْ يَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ
ثُمَّ يُرٰى سَبِيْلُهٗ اِمَّا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَى النَّارِ
قَالَ سُهَيْلٌ وَّلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ الْبَقَرَ اَمْ لَا قَالُوْا
فَالْخَيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْخَيْلُ فِيْ نَوَاصِيْهَا
الْخَيْرُ اَوْ قَالَ الْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا
قَالَ سُهَيْلٌ اَنَا اَشُكُّ الْخَيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
الْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ وَهِيَ لِرَجُلٍ اَجْرٌ وَلِرَجُلٍ سِتْرٌ وَلِرَجُلٍ وِزْرٌ
فَاَمَّا الَّذِيْ هِيَ لَهٗ اَجْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيُعِدُّهَا لَهٗ فَلَا تُغَيِّبُ شَيْئًا
فِيْ بُطُوْنِهَا اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ اَجْرًا وَلَوْ
رَعَاهَا فِيْ مَرْجٍ مَا اَكَلَتْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا كَتَبَ
اللّٰهُ لَهٗ بِهَا اَجْرًا وَلَوْ سَقَاهَا مِنْ نَهْرٍ
كَانَ لَهٗ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تُغَيِّبُهَا فِيْ بُطُوْنِهَا
اَجْرٌ حَتّٰى ذَكَرَ الْاَجْرَ فِيْ اَبْوَالِهَا وَاَرْوَاثِهَا
وَلَوِ اسْتَنَّتْ شَرَفًا اَوْ شَرَفَيْنِ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ
خُطْوَةٍ تَخْطُوْهَا اَجْرٌ وَاَمَّا الَّذِيْ هِيَ لَهٗ
سِتْرٌ فَالرَّجُلُ يَتَّخِذُهَا تَكَرُّمًا وَتَجَمُّلًا
وَلَا يَنْسٰى حَقَّ ظُهُوْرِهَا وَبُطُوْنِهَا فِيْ عُسْرِهَا
وَيُسْرِهَا وَاَمَّا الَّذِيْ هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ فَالَّذِيْ
يَتَّخِذُهَا اَشَرًا وَبَطَرًا وَبَذَخًا وَرِيَآءَ
النَّاسِ فَذَاكَ الَّذِيْ هِيَ عَلَيْهِ وِزْرٌ قَالُوْا
فَالْحُمُرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ
فِيْهَا شَيْئًا اِلَّا هٰذِهِ الْاٰيَةَ الْجَامِعَةَ الْفَاذَّةَ
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

فربہ جسم میں اس کی بکریاں ظاہر ہو کر اس کو اپنے کھروں سے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اور سینگوں سے اس کو ماریں گی جب بکریوں کا ایک ریوڑ اس کو روندتے ہوئے گزر جائیگا تو دوسرا ریوڑ آ جائیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس دن اپنے بندوں کا فیصلہ کر لے جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، پھر وہ شخص اپنا راستہ دیکھ لیگا یا جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔ سہیل (راوی) کہتے ہیں میں نہیں جانتا کہ گائیوں کا ذکر کیا یا نہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور گھوڑوں کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانی سے قیامت تک خیر وابستہ رہے گی اور فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں وہ کسی شخص کے لیے اجر ہوتے ہیں کسی شخص کے لیے ستر ہوتے ہیں اور کسی شخص کے لیے بوجھ ہوتے ہیں، جو گھوڑے اجر ہوتے ہیں یہ وہ ہیں جن کو آدمی راہ خدا کے لیے تیار رکھتا ہے ان گھوڑوں کے پیٹ میں جو کچھ بھی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اجر لکھ دیتا ہے وہ اس کو جس چراگاہ میں چراتا ہے اور وہ اس میں جو کچھ چرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکا اجر لکھ دیتا ہے اگر وہ اسکو کسی دریا سے پانی پلائے تو اس کے پیٹ میں پانی کا جو قطرہ بھی جاتا ہے اس کا اجر ملتا ہے حتیٰ کہ فرمایا اس کے پیشاب اور لید کی وجہ سے بھی اجر ملتا ہے اگر یہ گھوڑے ایک یا دو ٹیلوں کا چکر لگائیں تو ان کے ہر قدم سے اجر ملتا ہے، رہے وہ گھوڑے جو ستر ہیں وہ یہ ہیں جنھیں کوئی شخص اپنے ٹھاٹھ باٹھ اور رعب داب کے لیے رکھتا ہے مگر وہ شخص تنگی اور فراخی میں ان حقوق کو نہیں بھولتا جو گھوڑوں کی پیٹھوں اور پیٹوں کے ساتھ وابستہ ہیں، رہے وہ گھوڑے جو بوجھ ہیں وہ یہ ہیں جن کو مالک نے غرور تکبر دکھلانے اور اتراہٹ کے لیے رکھا ہو، یہ وہ گھوڑے ہیں جو مالک کے لیے سبب وبال ہوتے ہیں، صحابہ نے

شَرًّا يَّرَهٗ ۔

پوچھا: یا رسول اللہ گدھوں کے بارے میں؟ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا مگر یہ آیت جو سب کو شامل ہے (ترجمہ) جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر نیکی کی وہ اس کی جزا پائے گا اور جس شخص نے ایک ذرہ کے برابر برائی کی وہ اس کی سزا پائے گا۔

۲۱۸۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۲۱۹۰ - وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَزِيْعٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ بَدَلَ عَقْصَآءَ عَضْبَآءَ وَقَالَ فَيُكْوٰى بِهَا جَنْبُهٗ وَظَهْرُهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ جَبِيْنَهٗ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں خمیدہ سینگوں کے بجائے شکستہ سینگوں والی بکری کا ذکر ہے اور پیشانی کا ذکر نہیں ہے۔ اور پہلو اور پشت کے داغے جانے کا ذکر ہے۔

۲۱۹۱ - حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهٗ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا لَمْ يُؤَدِّ الْمَرْءُ حَقَّ اللّٰهِ اَوِ الصَّدَقَةَ فِيْ اِبِلِهٖ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر آدمی اللہ تعالیٰ کے اس حق کو ادا نہ کرے جو اونٹوں میں واجب ہے یا اونٹوں کا صدقہ نہ دے۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔

۲۱۹۲ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ صَاحِبِ اِبِلٍ لَا يَفْعَلُ فِيْهَا حَقَّهَا اِلَّا جَآءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَكْثَرَ مَا كَانَتْ قَطُّ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَسْتَنُّ عَلَيْهِ بِقَوَائِمِهَا وَاَخْفَافِهَا وَلَا صَاحِبِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹوں والا اونٹوں کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن اس کے اونٹ اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گے اور ان کے سامنے چٹیل میدان میں مالک کو بٹھا دیا جائے گا اور اونٹ اس کو اپنی ٹانگوں اور کھروں سے روندتے ہوئے گزریں گے۔ اور جو گائے والا گائے کا حق ادا نہیں کرے گا قیامت کے دن وہ گائیں اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں ان کے سامنے مالک کو بٹھایا جائیگا اور وہ اس کو سینگوں

بَقَرٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا وَلَا صَاحِبِ غَنَمٍ لَا يَفْعَلُ فِيهَا حَقَّهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرَ مَا كَانَتْ وَقَعَدَ لَهَا بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَنْطَحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا لَيْسَ فِيهَا جَمَّاءُ وَلَا مُنْكَسِرٌ قَرْنُهَا وَلَا صَاحِبِ كَنْزٍ لَا يَفْعَلُ فِيهِ حَقَّهُ إِلَّا جَاءَ كَنْزُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُهُ فَاتِحًا فَاهُ فَإِذَا أَتَاهُ فَرَّ مِنْهُ فَيُنَادِيهِ خُذْ كَنْزَكَ الَّذِي خَبَأْتَهُ فَأَنَا عَنْهُ غَنِيٌّ فَإِذَا رَأَى أَنْ لَا بُدَّ مِنْهُ سَلَكَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَيَقْضَمُهَا قَضْمَ الْفَحْلِ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ هٰذَا الْقَوْلَ ثُمَّ سَأَلْنَا جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ عُبَيْدٍ وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعْتُ عُبَيْدَ ابْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا حَقُّ الْإِبِلِ قَالَ حَلَبُهَا عَلَى الْمَاءِ وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا وَإِعَارَةُ فَحْلِهَا وَمَنِيحَتُهَا وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

سے مارتی ہوئی اور پیروں سے کچلتی ہوئی گزر جائیں گی۔ اور جو بکریوں والا بکریوں کا حق ادا نہیں کریگا وہ بکریاں قیامت کے دن اصل تعداد سے بڑھ کر آئیں گی چٹیل میدان میں مالک کو بٹھایا جائے گا اور وہ اس کو سینگوں سے مارتی ہوئی اور کھروں سے روندتی ہوئی چلی جائیں گی اس روز ان میں نہ کوئی بغیر سینگ کے ہوگی نہ سینگ ٹوٹی ہوئی اور جو صاحب خزانہ خزانے میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کریگا تو قیامت کے دن اس کا خزانہ گنجے سانپ کی شکل میں منہ کھولے اس کے پیچھے دوڑے گا مالک خزانہ بھاگے گا تو ایک منادی آواز دیکر کہے گا اپنا خزانہ لے لو! ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے جب مالک خزانہ کو کوئی چارۂ کار نظر نہیں آئیگا تو وہ سانپ نما خزانے کے منہ میں ہاتھ ڈال دے گا اور سانپ اونٹ کی طرح اس کو چبائے گا ابوزبیر (راوی) کہتے ہیں کہ ہم نے عبید بن عمیر سے سنا وہ اسی طرح بیان کرتے تھے پھر ہم نے حضرت جابر سے پوچھا تو انھوں نے عبید بن عمیر کی طرح بیان کیا، ابوزبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ! اونٹ کا کیا حق ہے؟ فرمایا پانی (پلانے کے موقع) پر اس کا دودھ، دوہ لینا (تاکہ لوگ پئیں) اور ڈول (کے ذریعہ پانی نکالنے کے واسطے اونٹ) کو دینا اور نر اونٹ کو جفتی کے لیے عاریۃً دینا اور اونٹنی کو دودھ پینے کے لیے دینا اور راہ خدا میں اس پر لوگوں کا مال لادنا۔

۲۱۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أُقْعِدَ لَهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقَاعٍ قَرْقَرٍ تَطَؤُهُ ذَاتُ الظِّلْفِ بِظِلْفِهَا وَتَنْطَحُهُ ذَاتُ الْقَرْنِ بِقَرْنِهَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اونٹوں یا گائیوں یا بکریوں والا ان کا حق ادا نہیں کریگا قیامت کے دن اسے ہموار چٹیل میدان میں بٹھایا جائیگا کھروں والے جانور اسے اپنے کھروں سے پامال کریں گے اور سینگوں والے جانور اسے سینگوں سے ماریں گے، اس دن ان جانوروں میں کوئی بے سینگ ہوگا نہ شکستہ سینگ۔ ہم نے عرض کیا:

لَيْسَ فِيهَا يَوْمَئِذٍ جَمَّاءُ وَلَا مَكْسُورَةُ الْقَرْنِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا حَقُّهَا قَالَ إِطْرَاقُ فَحْلِهَا وَإِعَارَةُ دَلْوِهَا وَمَنِيحَتُهَا وَحَلْبُهَا عَلَى الْمَاءِ وَحَمْلٌ عَلَيْهَا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا مِنْ صَاحِبِ مَالٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاتَهُ إِلَّا تَحَوَّلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَتْبَعُ صَاحِبَهُ حَيْثُ مَا ذَهَبَ وَهُوَ يَفِرُّ مِنْهُ يُقَالُ هٰذَا مَالُكَ الَّذِي كُنْتَ تَبْخَلُ بِهِ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهُ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي فِيهِ فَجَعَلَ يَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

یا رسول اللہ! ان کا حق کیا ہے؟ فرمایا نروں کو عاریۃً دینا اور ڈول (سے پانی نکالنے کے لیے ان کو) دینا اور پانی پلاتے وقت ان کا دودھ دوہنا (تاکہ کچھ دودھ غربا کو مل جائے) اور راہ خدا میں ان پر کسی کو سوار کرنا اور جو مالدار مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی صورت میں آکر اپنے مالک کا تعاقب کرے گا، مالک بھاگے گا مگر وہ جہاں جائیگا سانپ اس کے پیچھے جائے گا اور اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرا وہی مال ہے جس پر تو بخل کیا کرتا تھا بالآخر جب صاحب مال کوئی چارۂ کار نہ دیکھے گا تو اپنا ہاتھ اس کے منہ میں ڈال دے گا۔ اور وہ سانپ اس کے ہاتھ کو اس طرح چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔

گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۲۱۸۷ میں ذکر ہے کہ گھوڑوں پر جو اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کو ادا نہ کرنے کی بنا پر گناہ ہوگا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ: اس حدیث سے امام ابوحنیفہ نے گھوڑوں پر زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر گھوڑے صرف نر ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر نر مادہ دونوں ہوں تو مالک کو اختیار ہے اگر چاہے تو ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار ادا کرے اور اگر چاہے تو ان کی قیمت کا چالیسواں حصہ ادا کرے اور امام مالک، امام شافعی اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ گھوڑوں پر مطلقاً زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے حدیث میں آیا ہے: لیس علی المسلم فی فرسہ صدقۃ "مسلمانوں پر ان کے گھوڑوں میں صدقہ واجب نہیں ہے"۔ اور اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہاں حق سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد جہاد کرنا، لوگوں کے کام آنا یا اس پر مال غنیمت اور خمس کو لاد کر لے جانا ہے۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح ہے اور تاویل ہی کرنی ہے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ پہلی حدیث میں تاویل کی جائے۔ بایں طور کہ ان گھوڑوں پر زکوٰۃ نہیں ہے جو جہاد کے لیے رکھے ہوں۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں جب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سنی کہ "گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے" تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور اس حدیث سے آپ کی مراد غازی کا گھوڑا ہے[1]

حسب ذیل حدیث سے امام ابوحنیفہ کی پوری پوری تائید ہوتی ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخیل السائمۃ فی کل فرس

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود رو گھاس چرنے

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۵۷، مجلس علمی سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

دینار[1] والے گھوڑوں میں سے ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار دیا جائے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار یا دس درہم دیے جائیں بعض روایات میں دس درہم کا بھی تذکرہ ہے واضح رہے کہ دس درہم تقریباً ساڑھے سات تولے چاندی کے برابر ہے۔

باب ۲۷۸ اِرْضَآءِ السُّعَاۃِ

عاملین زکوٰۃ کو راضی رکھنا

۲۱۹۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَآءَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُصَدِّقِيْنَ يَاْتُوْنَنَا فَيَظْلِمُوْنَنَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضُوْا مُصَدِّقِيْكُمْ قَالَ جَرِيْرٌ مَا صَدَرَ عَنِّيْ مُصَدِّقٌ مُنْذُ سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَهُوَ عَنِّيْ رَاضٍ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیہات کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! زکوٰۃ وصول کرنے والے آکر ہم پر ظلم (زیادتی) کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کیا کرو۔ حضرت جریر کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے مجھ سے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا ناراض ہو کر نہیں گیا۔

۲۱۹۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عاملین کو راضی کرنے کی وضاحت

بظاہر اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم کرنے والے عاملین کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے حالانکہ ظلم کرنے والا عامل اپنے ظلم کی وجہ سے اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ اس کو معزول کر دیا جائے۔ کیونکہ ظلم کرنا حرام، فسق اور گناہ کبیرہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عاملین کے ظلم سے زکوٰۃ وصول کرنے میں ان کی شدت اور سختی مراد ہے کیونکہ عام طور پر جب تک سختی نہ کی جائے لوگ آسانی سے مال نہیں نکالتے اور یہ شروع شروع کی بات ہے جب لوگ ادائیگی

[1] حافظ ابوبکر حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۱۱۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

زکوٰۃ کے خوگر نہ تھے خاص طور پر اعرابی اور دیہاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاملین کو راضی کرنے کا جو حکم دیا اس سے یہ مراد نہیں تھی کہ عاملین کے غلط مطالبہ کو مان کر انھیں راضی کیا جائے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ عاملین کے ساتھ خوش اخلاقی، نرمی اور محبت سے بات چیت کی جائے اور حسن سلوک سے معاملہ کیا جائے۔

۲۷۹ بَابُ تَغْلِيظِ عُقُوبَةِ مَنْ لَا يُؤَدِّي الزَّكَاةَ

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر عذاب شدید

۲۱۹۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي مَنْ هُمْ قَالَ هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ مَا مِنْ صَاحِبِ إِبِلٍ وَلَا بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي زَكَوَاتِهَا إِلَّا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْظَمَ مَا كَانَتْ أَسْمَنَهُ تَنْطِحُهُ بِقُرُونِهَا وَتَطَؤُهُ بِأَظْلَافِهَا كُلَّمَا نَفِدَتْ أُخْرَاهَا عَادَتْ عَلَيْهِ أُولَاهَا حَتَّى يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: رب کعبہ کی قسم وہ لوگ خسارے والے ہیں۔ میں آکر بیٹھ گیا پھر بے چینی سے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ بڑے بڑے سرمایہ دار ہیں ماسوا ان کے جو ادھر اُدھر آگے پیچھے دائیں بائیں خرچ کرتے ہیں اور ایسے سرمایہ دار بہت کم ہیں۔ اور جو شخص اونٹ یا گائے یا بکریاں رکھتا ہو اور ان کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو قیامت کے دن وہ جانور پچھلے تمام دنوں سے زیادہ فربہ اور چربیلے ہو کر آئیں گے اور اپنے سینگوں سے اس کو ماریں گے، اور کھروں سے روندیں گے جب آخری روند کر گزر جائیگا تو پھر پہلا روندنے کے لیے آجائے گا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ ہونے تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

۲۱۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمَعْرُورِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ وَكِيعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ رَجُلٌ تَمُوتُ فَيَدَعُ إِبِلًا أَوْ بَقَرًا أَوْ غَنَمًا لَمْ يُؤَدِّ زَكَوَاتِهَا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے باقی روایت حسب سابق ہے البتہ یہ زیادتی ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو شخص اونٹ گائے یا بکریاں چھوڑ کر مر جائے حالانکہ اس نے ان کی زکوٰۃ نہ دی ہو تو اس کو.....

۲۱۹۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لیے یہ بات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ اُحُدًا ذَهَبًا تَاْتِیْ عَلَیَّ ثَالِثَةٌ وَّعِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارٌ اِلَّا دِیْنَارًا اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ عَلَیَّ۔

خوشی کا باعث نہیں کہ یہ احد پہاڑ میرے لیے سونے کا بن جائے اور تین دن سے زائد میرے پاس ایک دینار بھی باقی رہے سوا اس دینار کے جس کو میں ادائیگی قرض کے لیے باقی رکھ لوں۔

۲۱۹۹ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۲۰۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَ ابْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ قَالَ یَحْیٰی اَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَیْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَرَّةِ الْمَدِیْنَةِ عِشَاءً وَّنَحْنُ نَنْظُرُ اِلٰی اُحُدٍ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّ اُحُدًا ذَاكَ عِنْدِیْ ذَهَبًا اُمْسِیْ ثَالِثَةً وَعِنْدِیْ مِنْهُ دِیْنَارٌ اِلَّا دِیْنَارًا اُرْصِدُهٗ لِدَیْنٍ اِلَّا اَنْ اَقُوْلَ بِهٖ فِیْ عِبَادِ اللّٰهِ هٰكَذَا حَثَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَهٰكَذَا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَهٰكَذَا عَنْ شِمَالِهٖ قَالَ ثُمَّ مَشَیْنَا فَقَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْاَكْثَرِیْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا مِثْلَ مَا صَنَعَ فِی الْمَرَّةِ الْاُوْلٰی قَالَ ثُمَّ مَشَیْنَا قَالَ یَا اَبَا ذَرٍّ كَمَا اَنْتَ حَتّٰی اٰتِیَكَ قَالَ فَانْطَلَقَ حَتّٰی تَوَارٰی عَنِّیْ قَالَ سَمِعْتُ لَغَطًا وَّسَمِعْتُ صَوْتًا قَالَ فَقُلْتُ لَعَلَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَ لَهٗ قَالَ فَهَمَمْتُ اَنْ اَتْبَعَهٗ قَالَ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَهٗ لَا تَبْرَحْ حَتّٰی اٰتِیَكَ قَالَ فَانْتَظَرْتُهٗ فَلَمَّا جَاءَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی پتھریلی زمین میں پیدل چل رہا تھا درآں حالیکہ ہم اُحد پہاڑ کو دیکھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوذر!! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا اگر یہ احد پہاڑ میرے لیے سونے کا بن جائے تب بھی میں یہ نہیں چاہتا کہ تیسری رات اس میں سے ایک دینار بھی باقی رہے، سوا اس دینار کے جس کو میں قرض کی ادائیگی کے لیے باقی رکھوں مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مٹھی بھر بھر کے اللہ کے بندوں میں وہ مال تقسیم کر دوں دائیں بائیں اور آگے دیتا رہوں۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں ہم پھر چلتے رہے۔ آپ نے پھر فرمایا: اے ابوذر میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا مالدار لوگ قیامت کے دن مفلس ہونگے! سوا ان لوگوں کے جو مال (خدا کی راہ میں) دیتے رہے ہیں۔ پھر کچھ چلنے کے بعد آپ نے فرمایا ابوذر میرے آنے تک تم یہیں ٹھہرنا پھر آپ چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے، پھر میں نے کچھ آوازیں سنیں اور مجھے خدشہ ہوا کہیں آپ کو کوئی حادثہ نہ پیش آگیا ہو یہ سوچ کر میں نے آپ کے پیچھے جانے کا ارادہ کیا پھر فوراً ہی آپ کا یہ فرمانا یاد آگیا "جب تک میں نہ آؤں یہاں سے نہ جانا" پھر میں وہیں ٹھہر کر انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ آپ تشریف

ذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي سَمِعْتُ فَقَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ أَتَانِي فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِكَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ۔

لے آئے میں نے ان آوازوں کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: وہ جبرائیل تھے انھوں نے مجھ سے آکر کہا آپ کی امت میں سے جو شخص بھی اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو وہ جنت میں چلا جائے گا میں نے کہا خواہ اس نے چوری کی ہو یا زنا کیا ہو، آپ نے فرمایا خواہ چوری کی ہو یا زنا کیا ہو۔

۲۲۰۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ رُفَيْعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ خَرَجْتُ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي وَحْدَهُ لَيْسَ مَعَهُ إِنْسَانٌ قَالَ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَهُ أَحَدٌ قَالَ فَجَعَلْتُ أَمْشِي فِي ظِلِّ الْقَمَرِ فَالْتَفَتَ فَرَآنِي فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ أَبُو ذَرٍّ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ تَعَالَ قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ إِنَّ الْمُكْثِرِينَ هُمُ الْمُقِلُّونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا مَنْ أَعْطَاهُ اللهُ خَيْرًا فَنَفَحَ فِيهِ يَمِينَهُ وَشِمَالَهُ وَبَيْنَ يَدَيْهِ وَوَرَاءَهُ وَعَمِلَ فِيهِ خَيْرًا قَالَ فَمَشَيْتُ مَعَهُ سَاعَةً فَقَالَ اجْلِسْ هَهُنَا قَالَ فَأَجْلَسَنِي فِي قَاعٍ حَوْلَهُ حِجَارَةٌ فَقَالَ لِي اجْلِسْ هَهُنَا حَتَّى أَرْجِعَ إِلَيْكَ قَالَ فَانْطَلَقَ فِي الْحَرَّةِ حَتَّى لَا أَرَاهُ فَلَبِثَ عَنِّي فَأَطَالَ اللَّبْثَ ثُمَّ إِنِّي سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُقْبِلٌ وَهُوَ يَقُولُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ فَلَمَّا جَاءَ لَمْ أَصْبِرْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ مَنْ تُكَلِّمُ فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ مَا سَمِعْتُ أَحَدًا يَرْجِعُ إِلَيْكَ شَيْئًا قَالَ ذَاكَ جِبْرِيلُ عُرِضَ لِي فِي جَانِبِ الْحَرَّةِ فَقَالَ بَشِّرْ أُمَّتَكَ أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ يَا جِبْرِيلُ وَإِنْ سَرَقَ وَإِنْ زَنَى قَالَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں ایک رات نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف لے جا رہے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید کسی کا ساتھ جانا آپ کو ناگوار گزرے، اس وجہ سے میں چاند کے سایہ میں چلنے لگا (تاکہ مجھ پر آپ کی نظر نہ پڑے) آپ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا: کون ہے؟ میں نے کہا ابو ذر! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے۔ آپ نے فرمایا اے ابو ذر آؤ میں کچھ دیر آپ کے ساتھ چلا آپ نے فرمایا مالدار لوگ قیامت کے دن نادار ہوں گے سوا ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ خیر عطا کرے اور وہ اپنے مال کو دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیں اور اس میں نیکی کے کام کریں میں کچھ دیر آپ کے ساتھ چلا آپ نے فرمایا میرے واپس آنے تک یہاں بیٹھے رہو! آپ نے مجھے ایک صاف زمین پر بٹھا دیا جس کے اردگرد سیاہ پتھر تھے اور آپ ان پتھروں میں چلے گئے حتیٰ کہ آپ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے، میں کافی دیر بیٹھا رہا، پھر میں نے ایک آہٹ سنی آپ میری طرف آ رہے تھے درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے خواہ چوری کرے یا زنا کرے۔ جب آپ آ گئے تو میں صبر نہ کر سکا اور میں نے کہا اے اللہ کے نبی! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے آپ ان پتھروں میں کس سے باتیں کر رہے تھے، میں نے تو کسی کو آپ کے ساتھ باتیں کرتے نہیں دیکھا! آپ نے فرمایا وہ جبرائیل تھے جو ان پتھروں میں میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ اپنی امت کو بشارت دو کہ جو شخص

نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَاِنْ سَرَقَ وَاِنْ زَنٰى قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ وَاِنْ سَرَقَ وَاِنْ زَنٰى قَالَ نَعَمْ وَاِنْ شَرِبَ الْخَمْرَ ۔

فوت ہو جائے درآں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گا میں نے کہا: اے جبرائیل خواہ وہ چوری یا زنا کرے، انھوں نے کہا خواہ چوری کرے یا زنا کرے۔ میں نے پھر کہا اگرچہ وہ چوری یا زنا کرے انھوں نے کہا ہاں خواہ وہ شراب بھی پیئے۔

۲۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنِ الْاَحْنَفِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ فَبَيْنَا اَنَا فِيْ حَلْقَةٍ فِيْهَا مَلَاءٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ اَخْشَنُ الثِّيَابِ اَخْشَنُ الْجَسَدِ اَخْشَنُ الْوَجْهِ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِرَضْفٍ يُحْمٰى عَلَيْهِ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيُوْضَعُ عَلٰى حَلَمَةِ ثَدْيِ اَحَدِهِمْ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ نُغْضِ كَتِفَيْهِ وَيُوْضَعُ عَلٰى نُغْضِ كَتِفَيْهِ حَتّٰى يَخْرُجَ مِنْ حَلَمَةِ ثَدْيَيْهِ يَتَزَلْزَلُ قَالَ فَوَضَعَ الْقَوْمُ رُءُوْسَهُمْ فَمَا رَاَيْتُ اَحَدًا مِّنْهُمْ رَجَعَ اِلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَاَدْبَرُوْا وَاتَّبَعْتُهُ حَتّٰى جَلَسَ اِلٰى سَارِيَةٍ فَقُلْتُ مَا رَاَيْتُ هٰؤُلَاءِ اِلَّا كَرِهُوْا مَا قُلْتَ لَهُمْ فَقَالَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا اِنَّ خَلِيْلِيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِيْ فَاَجَبْتُهُ فَقَالَ اَتَرٰى اُحُدًا فَنَظَرْتُ مَا عَلَيَّ مِنَ الشَّمْسِ وَاَنَا اَظُنُّ اَنَّهُ يَبْعَثُنِيْ فِيْ حَاجَةٍ لَّهُ فَقُلْتُ اُرَاهُ قَالَ مَا يَسُرُّنِيْ اَنَّ لِيْ مِثْلَهُ ذَهَبًا اُنْفِقُهُ كُلَّهُ اِلَّا ثَلٰثَةَ دَنَانِيْرَ ثُمَّ هٰؤُلَاءِ يَجْمَعُوْنَ الدُّنْيَا لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا قَالَ قُلْتُ مَا لَكَ وَلِاِخْوَتِكَ مِنْ قُرَيْشٍ لَا تَعْتَرِيْهِمْ وَتُصِيْبُ مِنْهُمْ قَالَ لَا وَرَبِّكَ لَا اَسْاَلُهُمْ عَنْ دُنْيَا وَلَا اَسْتَفْتِيْهِمْ عَنْ

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں آیا، میں ایک ایسے حلقہ میں جا بیٹھا جس میں قریش کے سردار بھی تھے، ناگاہ ایک شخص آیا جس نے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس کا جسم باوقار اور چہرہ بارعب تھا اس نے ان لوگوں کے پاس کھڑے ہو کر کہا، مال جمع کر کے خزانہ اکٹھے کرنے والوں کو اس پتھر کی بشارت ہو جس کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور وہ پتھر ان کی چھاتی کی نوک پر رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ شانہ کی ہڈی سے پھوٹ نکلے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھا جائے گا تو چھاتیوں کی نوک سے پھوٹ نکلے گا اور وہ پتھر یونہی آر پار ہوتا رہے گا۔ راوی کہتے ہیں ان لوگوں نے اپنے سر جھکا لیے اور میں نے ان میں سے کسی کو انھیں جواب دیتے ہوئے نہیں دیکھا پھر وہ لوگ لوٹ گئے اور میں اس شخص کے پیچھے گیا حتیٰ کہ وہ ایک ستون کے پاس بیٹھ گئے اور کہا میرا خیال ہے ان لوگوں نے آپ کی بات ناپسند کی ہے۔ اس شخص نے کہا یہ لوگ کچھ عقل نہیں رکھتے میرے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا میں ان کے پاس گیا۔ انھوں نے فرمایا کیا تم اُحد کو دیکھتے ہو میں نے دھوپ کو دیکھا اور یہ سمجھا کہ شاید آپ کسی کام کے لیے مجھے وہاں بھیجنا چاہتے ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہو گی کہ میرے پاس اس پہاڑ جتنا سونا ہو اور اگر ہو تو میں قرض ادا کرنے کے لیے تین دینار کے سوا باقی سب خیرات کر دوں گا۔ پھر یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے۔ میں نے ان سے کہا آپ کا ان قریشی بھائیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے کیونکہ آپ کسی ضرورت کی بناء پر

دِيْنِ حَتّٰى اَلْحَقَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ .

ان کے پاس جاتے ہیں نہ ان سے کوئی سوال کرتے ہیں انھوں نے کہا قسم ہے تمہارے پروردگار کی میں ان سے دنیا کا کوئی سوال کروں گا نہ دین کا کوئی مسئلہ دریافت کروں گا حتیٰ کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں۔

۲۲۰۳ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ قَالَ نَا خُلَيْدٌ الْعَصَرِيُّ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ كُنْتُ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَمَرَّ اَبُوْ ذَرٍّ وَهُوَ يَقُوْلُ بَشِّرِ الْكَانِزِيْنَ بِكَيٍّ فِيْ ظُهُوْرِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جُنُوْبِهِمْ وَبِكَيٍّ مِنْ قِبَلِ اَقْفَائِهِمْ يَخْرُجُ مِنْ جِبَاهِهِمْ قَالَ ثُمَّ تَنَحّٰى فَقَعَدَ قَالَ قُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالُوْا هٰذَا اَبُوْ ذَرٍّ قَالَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ فَقُلْتُ مَا شَيْءٌ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ قُبَيْلُ قَالَ مَا قُلْتُ اِلَّا شَيْئًا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ مَا تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْعَطَاءِ قَالَ خُذْهُ فَاِنَّ فِيْهِ الْيَوْمَ مَعُوْنَةً فَاِذَا كَانَ ثَمَنًا لِدِيْنِكَ فَدَعْهُ .

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں قریش کے چند لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اچانک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور کہنے لگے خزانہ جمع کرنے والوں کو ان داغوں کی بشارت دو۔ جو ان کی پیٹھوں پر لگائے جائیں گے اور ان کے پہلوؤں سے نکل جائیں گے اور ان کی گدیوں میں لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل جائیں گے۔ پھر وہ ایک جانب رخ کر کے بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حاضرین نے جواب دیا ابوذر ہیں، میں نے ان کے سامنے جا کر کہا آپ جو کچھ بیان کر رہے تھے وہ سب کیا تھا انھوں نے کہا میں نے وہی کچھ کہا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے کہا حکومت سے وظائف لینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہا لے لیا کرو، کیونکہ اس سے تم کو آج کل مدد حاصل ہو گی، ہاں! جب یہ مال تمہارے دین کا معاوضہ ہو جائے تو چھوڑ دینا۔

حضرت ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم پر استدلال

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نظریہ یہ تھا کہ مسلمان اپنے مال میں سے صرف اپنی ضرورت کی اشیاء اپنے پاس رکھ سکتا ہے اور جو چیزیں اس کے کھانے اور پہننے سے زائد ہوں ان کا صدقہ کرنا اس پر واجب ہے اور جس شخص نے اپنی ضرورت سے زائد چیزوں کو صدقہ نہیں کیا اس کی چیزیں اور مال "کنز" (خزانہ) ہے جس پر قرآن مجید نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ۔ یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (توبہ: ۳۴-۳۵) "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن (ان کا جمع کردہ مال) جہنم کی آگ میں تپایا جائیگا جس سے ان کی

پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائیگا۔ (اور کہا جائیگا) یہ وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کر کے رکھا تھا، اب اپنے جمع کردہ (مال) کا مزہ چکھو!" جو لوگ اپنی ضرورت سے زائد اشیاء کو صدقہ نہیں کرتے تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ اس آیت کے مصداق تھے، ایک اور آیت سے بھی اس نظریہ پر استدلال کیا جاتا ہے: و یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو (بقرہ: ۲۱۹) "یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ (راہِ خدا میں) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو چیز تمہاری ضرورت سے زائد ہو"[1] بعض لوگ ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ضرورت سے زائد اشیاء کو قومی ملک میں لینا عین اسلامی نظریہ ہے یہ بات قطعاً باطل ہے کیونکہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد سے مستحب چیزوں کو واجب قرار دیتے تھے ان کا یہ نظریہ ان کی اجتہادی خطاء تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے ان کی موافقت نہیں کی۔ ان کے نظریہ کے بطلان پر قرآن مجید اور احادیث متواترہ میں واضح دلائل ہیں اگر انسان پر زائد اشیاء کا صدقہ کرنا واجب ہو تو زکوٰۃ عشر اور خراج بے معنی ہو گئے حج اور قربانی کے احکام لغو ہو جائیں گے کیونکہ جب کسی کے پاس ضرورت سے زائد مال نہیں ہوگا اور اس کو شرعاً رکھنا جائز نہیں ہوگا تو زکوٰۃ کس چیز کی دے گا عشر اور خراج اور خمس کس مال سے نکالے گا، حج اور عمرہ کیسے ادا کرے گا اور کس چیز کی قربانی دے گا نیز چوری اور ڈاکے پر قرآن مجید نے ہاتھ پاؤں کاٹنے کے جو احکام بیان کیے ہیں ان کا کوئی محل نہیں رہیگا کیونکہ جب کسی شخص کو ضرورت سے زائد اشیاء رکھنے کی شرعاً اجازت ہی نہیں ہے تو پھر کسی شخص کے پاس مال کہاں ہوگا۔ جس کی وہ حفاظت کرے گا اور اس کو چوری اور ڈاکہ کا کب خوف ہوگا؟ قرآن مجید نے قتل خطاء، قسم اور ظہار کے کفارے میں جو غلام آزاد کرنے، اور مسکینوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے ان حالات میں اس کی مشروعیت بے معنی رہے گی، قتل خطاء میں قرآن مجید نے دیت واجب کی ہے اور حدیث شریف میں دیت کی مقدار سو اونٹ بیان کی ہے سوال یہ ہے کہ جب کسی شخص کو دو جوڑے کپڑے اور دو وقت کی روٹی سے زیادہ مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے تو ایسے لوگوں پر سو اونٹوں کی ادائیگی کا حکم نازل کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ قرآن مجید نے مسجد تعمیر کرنے کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاخر (توبہ ۱۸) "اللہ کی مساجد صرف وہ لوگ تعمیر کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے پر جنت کی بشارت دی ہے تو کیا خدا اور رسول نے ان لوگوں کو جنت بنانے کا مکلف کیا ہے جن کو دو جوڑے کپڑے اور دو وقت روٹی کے انتظام سے زیادہ مال جمع کرنے کی اجازت نہیں دی کیا یہ لوگ مسجدیں بنا سکتے ہیں۔ مجاہدوں کو سامان حرب خرید کر دے سکتے ہیں اور جن صدقات جاریہ کی احادیث میں ترغیب ہے وہ یہ لوگ کر سکتے ہیں؟

جو لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے نظریہ سے اشتراکیت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پیداوار کے اجتماعی ماخذ کو قومی تحویل میں لینا واجب ہے وہ مغالطہ آفرینی کرتے ہیں۔ اس نظریہ کو قبول کر لینے سے آدھے سے زیادہ اسلام کے احکام ختم ہو جاتے ہیں نیز اشتراکیت انسانوں کو انسان کا غلام بناتی ہے جبکہ اسلام انسانوں پر انسان کا تسلط ختم کر کے سب انسانوں پر اللہ تعالیٰ کا تسلط قائم کرتا ہے۔ یہ خوب صورت فریب دیا جاتا ہے کہ اشتراکیت کے ذریعہ زمینداری

---

[1] مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا فرضیت زکوٰۃ کے بعد اس کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (سعیدی غفرلہ)۔

اور کارخانہ داری ختم ہو جائے گی اور کوئی مزدور اور کسان نہیں رہے گا سب مالک ہو جائیں گے حالانکہ اشتراکیت میں مزدور پہلے سے زیادہ مزدور اور کسان پہلے سے زیادہ کسان ہو جاتا ہے پہلے جائز مالکین کے لیے مزدوری کرتا تھا اور اب ناجائز قابضین کے لیے مزدوری کرتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے ضرورت کے وقت مالداروں سے دولت مانگ لی تھی چھینی نہیں تھی سواد عراق سے مغالطہ دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے عراق کی مفتوحہ زمین مجاہدین کی ملک میں نہیں دی تھی یہ نہیں کیا تھا کہ کسی کو مملوکہ چیز کو قومی تحویل میں لے لیا ہو۔!

بَابُ الْحَثِّ عَلَى النَّفَقَةِ وَتَبْشِيرِ الْمُنْفِقِ بِالْخَلَفِ

خرچ کرنیوالے کی فضیلت اور بشارت

۲۲۰۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ يَمِيْنُ اللهِ مَلْاٰى وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مَلْاٰنُ سَحَّاءُ لَا يَغِيْضُهَا شَيْءٌ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

۲۲۰۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ رَاشِدٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَخِيْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ قَالَ لِيْ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَيْكَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِيْنُ اللهِ مَلْاٰى لَا يَغِيْضُهَا سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اَرَاَيْتُمْ مَّا اَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَاِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِيْ يَمِيْنِهِ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَبِيَدِهِ الْاُخْرٰى الْقَبْضُ يَرْفَعُ وَيَخْفِضُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: تم خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے رات دن کے خرچ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی، بھلا بتلاؤ تو سہی جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے کس قدر خرچ کر چکا ہے، (اس کے باوجود) اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں صفت قبض ہے، وہ جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پست کر دیتا ہے۔

باب ۲۸۱ فَضْلِ النَّفَقَةِ عَلَى الْعِيَالِ وَالْمَمْلُوكِ وَإِثْمِ مَنْ ضَيَّعَهُمْ أَوْ حَبَسَ نَفَقَتَهُمْ عَنْهُمْ

اہل وعیال پر خرچ کی فضیلت اور ان کے حقوق ضائع کرنے کا گناہ

۲۲۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ وَبَدَأَ بِالْعِيَالِ ثُمَّ قَالَ أَبُو قِلَابَةَ وَأَيُّ رَجُلٍ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنْ رَجُلٍ يُنْفِقُ عَلَى عِيَالٍ صِغَارٍ يُعِفُّهُمْ أَوْ يَنْفَعُهُمُ اللهُ بِهِ وَيُغْنِيهِمْ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے، بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور بہترین دینار وہ ہے جسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے ابو قلابہ نے کہا آپ نے گھر والوں پر خرچ سے شروع کیا تھا۔ ابو قلابہ نے کہا اس شخص سے زیادہ اور کس کا اجر ہوگا جو اپنے چھوٹے بچوں پر خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کے سبب سے بچوں کو نفع دیتا ہے اور غنی کرتا ہے۔

۲۲۰۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُزَاحِمِ بْنِ زُفَرَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دینار وہ ہے جسے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم غلام پر خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ ہے جس کو تم مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ ہے جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجر اس دینار پر ملے گا جس کو تم اپنے اہل پر خرچ کرتے ہو۔

۲۲۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبْجَرَ الْكِنَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ إِذْ جَاءَهُ قَهْرَمَانٌ

خیثمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ان کا منشی آیا حضرت ابن عمر نے پوچھا کیا تم نے خادموں کو ان کا خرچ دے دیا؟ اس نے کہا نہیں! حضرت ابن عمر نے کہا جاؤ دیدو!

لَهٗ فَدَخَلَ فَقَالَ اَعْطَيْتَ الرَّقِيْقَ قُوْتَهُمْ قَالَ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَاَعْطِهِمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يَّحْبِسَ عَمَّنْ يَمْلِكُ قُوْتَهٗ۔

اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی آدمی کے گناہ کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کے خرچ کا وہ ذمہ دار ہے اس کا خرچ روک لے۔

بَابُ ۲۸۲ الْاِبْتِدَآءِ فِي النَّفَقَةِ بِالنَّفْسِ ثُمَّ اَهْلِهٖ ثُمَّ الْقَرَابَةِ

خرچ میں پہلے اپنی ذات سے ابتداء کرنا پھر اہل اور قرابت سے

۲۲۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ قَالَ اَعْتَقَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ عُذْرَةَ عَبْدًا لَّهٗ عَنْ دُبُرٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَكَ مَالٌ غَيْرُهٗ قَالَ لَا قَالَ مَنْ يَّشْتَرِيْهِ مِنِّيْ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَدَوِيُّ بِثَمَانِ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَجَآءَ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهَا اِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِبْدَ اَ بِنَفْسِكَ فَتَصَدَّقْ عَلَيْهَا فَاِنْ فَضَلَ شَيْءٌ فَلِاَهْلِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ اَهْلِكَ شَيْءٌ فَلِذِيْ قَرَابَتِكَ فَاِنْ فَضَلَ عَنْ ذِيْ قَرَابَتِكَ شَيْءٌ فَهٰكَذَا وَهٰكَذَا يَقُوْلُ فَبَيْنَ يَدَيْكَ وَعَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو عذرہ کے ایک شخص نے ایک غلام کو مدبر کیا (یعنی یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچ گئی، آپ نے اس سے پوچھا کیا تیرے پاس اس کے علاوہ بھی مال ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا اس غلام کو مجھ سے کون خریدے گا؟ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا اور وہ درہم لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے۔ آپ نے وہ دراہم اس غلام کے مالک کو دیے اور فرمایا: پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو پھر اگر اپنے اہل وعیال سے کچھ بچے تو قرابت داروں پر اور اگر قرابت سے کچھ بچ جائے تو ادھر ادھر، اپنے سامنے، دائیں اور بائیں۔

۲۲۱۰۔ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ مَذْكُوْرٍ اَعْتَقَ غُلَامًا لَّهٗ عَنْ دُبُرٍ يُقَالُ لَهٗ يَعْقُوْبُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے جس کا نام ابو مذکور تھا ایک غلام کو مدبر کر دیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مدبر کی بیع میں مذاہب امام شافعی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اور بظاہر یہ حدیث ان کی دلیل ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مدبر کی بیع جائز نہیں۔ مالکیہ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ غلام قرض میں مستغرق تھا لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو قرض داروں کو غلام دیدیا جاتا اور احناف اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ چونکہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا اس لیے اس غلام کو اس کا مدبر کرنا صحیح نہ تھا کیونکہ انسان صرف ثلث مال (۱/۳) میں وصیت کر سکتا ہے اس مسئلہ کی مزید وضاحت اور احناف کے موقف پر دلائل ان شاء اللہ ہم کتاب البیوع میں ذکر کریں گے۔

بَابُ فَضْلِ النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الْأَقْرَبِينَ وَالزَّوْجِ وَالْأَوْلَادِ وَالْوَالِدَيْنِ وَلَوْ كَانُوا مُشْرِكِينَ

اقربا، خاوند، اولاد اور والدین پر خرچ کی فضیلت خواہ وہ مشرک ہوں

۲۲۱۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالًا وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ أَنَسٌ فَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءُ وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللهِ حَيْثُ شِئْتَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخٍ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ فِيهَا وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار میں مدینہ منورہ میں زیادہ مالدار شخص تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیرحاء کا باغ تھا جو مسجد نبوی کے سامنے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا میٹھا پانی پیتے تھے، حضرت انس کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی.. (ترجمہ) تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں دیدو" تو حضرت ابوطلحہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "تم نیکی کو حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں دیدو!" اور میرا سب سے پسندیدہ مال بیرحاء ہے وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے میں اس کے ثواب اور آخرت میں ذخیرہ ہونے کا طالب ہوں، یا رسول اللہ آپ اس کو جہاں چاہیں لگادیں آپ نے فرمایا خوب! یہ نفع آور مال ہے یہ نفع آور مال ہے تم نے جو کچھ اس کے متعلق کہا وہ میں نے سن لیا ہے میرا مشورہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو! پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور عم زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

۲۲۱۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ

بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ اَرٰى رَبَّنَا يَسْاَلُنَا مِنْ اَمْوَالِنَا فَاُشْهِدُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ اَرْضِيْ بِيُرَحَاءَ لِلّٰهِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا فِيْ قَرَابَتِكَ قَالَ فَجَعَلَهَا فِيْ حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔

آیت نازل ہوئی (ترجمہ) تم نیکی حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں دے دو، تو حضرت ابوطلحہ کہنے لگے میرا خیال ہے کہ ہمارا رب ہم سے ہمارا مال طلب کر رہا ہے۔ یا رسول اللہ! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیرحاء کی زمین اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیدی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اپنے رشتہ داروں کو دیدو۔ حضرت ابوطلحہ نے وہ باغ حضرت حسان بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کو دیدیا۔

۲۲۱۳۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر ملتا۔

۲۲۱۴۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْنَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ قَالَتْ فَرَجَعْتُ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ اِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيْفُ ذَاتِ الْيَدِ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَاْتِهِ فَاسْئَلْهُ فَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ يُجْزِئُ عَنِّيْ وَاِلَّا صَرَفْتُهَا اِلٰى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بَلِ ائْتِيْهِ اَنْتِ فَقَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتِيْ حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِيَتْ عَلَيْهِ الْمَهَابَةُ فَقَالَتْ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو، حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی الہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب کہتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم خود جاؤ! حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مرعوب رہتے تھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جاکر رسول اللہ صلی

فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَهُ ائْتِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْهُ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْأَلَانِكَ أَتُجْزِي الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى أَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى أَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هُمَا فَقَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ امْرَأَةُ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ۔

اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لیے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا! اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، حضرت بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انھوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے دوسری زینب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی زینب؟ انھوں نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور ایک اجر صدقہ کا۔

(ف) صدقہ نفلی اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو دینا جائز ہے صدقہ واجبہ مثلاً زکوٰۃ انھیں دینا جائز نہیں ہے (ہدایہ وشامی)

۲۲۱۵- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا الْأَعْمَشُ قَالَ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ قَالَ فَذَكَرْتُ لِإِبْرَاهِيمَ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ سَوَاءً قَالَتْ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَرَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ۔

عمرو بن حارث، حضرت زینب سے مثل سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں مسجد میں تھی، مجھے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کیا کرو خواہ زیورات سے۔

۲۲۱۶- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هَلْ لِي أَجْرٌ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أُنْفِقُ عَلَيْهِمْ وَلَسْتُ بِتَارِكَتِهِمْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ فَقَالَ نَعَمْ لَكِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ابوسلمہ کی اولاد پر صرف کرنے سے مجھے اجر ملے گا جبکہ میں انھیں چھوڑنے والی نہیں کیونکہ وہ ادھر اُدھر بکھر جائیں گے اور آخر وہ میری اولاد ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! تم جو ان پر خرچ کرو گی تم کو اس کا اجر ملے گا۔

فِيهِمْ أَجْرٌ مَّا أَنْفَقْتِ عَلَيْهِمْ.

۲۲۱۷- وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۲۱۸- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْبَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ إِذَا أَنْفَقَ عَلٰى أَهْلِهِ نَفَقَةً وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً.

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان جب اپنے اہل وعیال پر ثواب کی امید سے خرچ کرتا ہے تو یہ بھی اس کا صدقہ ہے۔

۲۲۱۹- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۲۲۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ.

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری ماں آئی ہے اور وہ دین سے بیزار ہے کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں!

۲۲۲۱- حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِي عَهْدِ قُرَيْشٍ إِذْ عَاهَدَهُمْ فَاسْتَفْتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ قَدِمَتْ عَلَيَّ أُمِّي وَهِيَ رَاغِبَةٌ أَفَأَصِلُ أُمِّي قَالَ نَعَمْ صِلِي أُمَّكِ.

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میری ماں آئی ہے، اور وہ مشرک ہے، یہ اس دور کی بات ہے جب آپ نے قریش سے عہد کیا ہوا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا میری ماں آئی ہے اور وہ دین سے بیزار ہے کیا میں اس سے حسن سلوک کروں؟ فرمایا ہاں! اپنی ماں سے حسن سلوک کرو۔

بَابٌ ۲۸۴ وُصُوْلِ ثَوَابِ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَيِّتِ اِلَيْهِ۔

میت کے لیے ایصال ثواب

۲۲۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوْصِ وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے وصیت نہیں کر سکیں میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتیں تو صدقہ کرتیں! اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا انہیں اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں!۔

۲۲۲۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ وَلَمْ تُوْصِ كَمَا قَالَ ابْنُ بِشْرٍ وَلَمْ يَقُلْ ذٰلِكَ الْبَاقُوْنَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

الصال ثواب

فوت شدہ لوگوں کے لیے عبادات کا ثواب پہنچانا جائز ہے، عبادات مالیہ کے ایصال ثواب میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے البتہ عبادات بدنیہ کے ایصالِ ثواب میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے عبادات بدنیہ میں دو قول ہیں اور معتزلہ کسی چیز کے ایصالِ ثواب کے قائل نہیں ہیں، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: ان لیس للانسان الا ما سعی (نجم: ۳۹) "انسان کو صرف اسی کی کوشش کا اجر ملتا ہے"۔ یعنی ایک انسان کے عمل کا اجر دوسرے انسان کو نہیں ملتا۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى سے معارضہ کے جوابات

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں اس آیت کے آٹھ جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت کا حکم قرآن مجید کی دوسری اس آیت سے منسوخ ہے: والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم (طور: ۲۱) "اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی"۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کی نیکیوں کے سبب اولاد جنت میں چلی جائے گی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ اس آیت سے پہلے صحف ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کا ذکر ہے اس لیے یہ حکم ان کی امتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

رہی یہ امت تو اس کو اپنی سعی کا اجر بھی ملے گا اور جو اس کے لیے سعی کریں گے اس کا اجر بھی ملے گا تیسرا جواب یہ ہے علامہ ربیع بن انس اور علامہ ثعلبی نے فرمایا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہیں اور کافروں کو صرف ان کی سعی کا اجر ملتا ہے اور وہ بھی صرف دنیا میں آخرت میں ان کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ حسین بن فضل نے کہا اس آیت میں دوسروں کی سعی سے جس اجر کی نفی ہے وہ بطریق عدل ہے اور جس اجر کا ثبوت ہے وہ فضل کا تقاضا ہے پانچواں جواب یہ ہے کہ علامہ ابو بکر دقاق نے کہا اس آیت میں سعی، نیت کے معنی میں ہے یعنی انسان کو صرف اپنی نیت کا اجر ملتا ہے۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ آیت میں لام بمعنی علی ہے یعنی انسان کو صرف اس کے عمل سے گناہ ہوتا ہے دوسروں کے عمل کا بار اس پر نہیں۔ ساتواں جواب یہ ہے کہ علامہ زعفرانی نے کہا اس آیت میں سعی سے مراد عام ہے انسان نے بنفسہٖ سعی کی ہو یا سعی کا سبب فراہم کیا ہو مثلاً جس انسان کی اولاد، دوست احباب اور ملنے والے اس کے لیے دعا کرتے اور استغفار کرتے ہیں تو یہ بھی اس کی سعی کا سبب ہے کیونکہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرتا ہے اور قرابت داروں اور ملنے جلنے والوں سے ایسا حسن سلوک کرتا ہے جس کی بناء پر وہ اس کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں گویا کہ اس دعا اور استغفار کا سبب اس شخص کی سعی سے قائم ہوا، آٹھواں جواب یہ کہ علامہ عینی نے فرمایا یہ حصر اصل مقصود کے اعتبار سے ہے کل کے اعتبار سے نہیں ہے [1]۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں پہلے حساب کے لیے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کے لیے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کے لیے دعا اور استغفار کرتے ہیں پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا، چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائیگی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا: وکان ابوھما صالحا. ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کیے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔ نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ میت کے ولی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہوا حج اور نذر مانا ہوا روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے گیارہویں وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ ابو قتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہوا۔ بارھویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے۔

---

[1] علامہ سید احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۷۷، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

تیرھویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کر دیں تو وہ بری ہو جاتا ہے۔ پندرھویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے، سولھویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔ سترھویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اسکے لیے استغفار کرنا غیر کا نفع ہے اٹھارھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم "جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہیں ہوگا" اور فرمایا لولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنات ۔ اور فرمایا: لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ۔ "اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بُروں سے عذاب نہ ٹالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے" اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔ بیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔ اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو ہو جائیگی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتاب، سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ [1]

ایصالِ ثواب کے متعلق علماء مذاہب کی تصریحات

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک عبادات مالیہ اور عبادات بدنیہ کا ثواب فوت شدہ لوگوں کو پہنچانا جائز ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک عبادات مالیہ کا ثواب پہنچانا جائز ہے اور عبادات بدنیہ میں ان کے دو قول ہیں اس سلسلے میں ہم بعض علماء کی آراء پیش کر رہے ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کو دعا کا فائدہ پہنچتا ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ میت کی طرف سے قرض ادا کیا جائے تو اس سے قرض ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے میت کی طرف سے فرض حج کرنا بھی صحیح ہے اور جبکہ اس نے نفلی حج کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے نفلی حج کرنا بھی صحیح ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر میت کے کچھ روزے رہ گئے ہوں تو آیا اس کی طرف سے روزے رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کی طرف سے روزے رکھنا جائز ہے کیونکہ اس بارے میں احادیث ہیں۔ ہمارے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ قرآن پڑھنے کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا اور ہمارے اصحاب میں سے ایک جماعت نے کہا کہ ثواب پہنچتا ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے، نماز اور باقی عبادات کا ثواب ہمارے نزدیک نہیں پہنچتا اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حج کی طرح تمام عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے [2]

---

[1] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۲-۱۴۳، مطبوعہ مطبع بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۱ھ،

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ میت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے، البتہ عبادات بدنیہ مثلاً قرآن مجید کی تلاوت اور نماز میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے جس طرح مالی صدقات کا ثواب پہنچتا ہے نیز حدیث شریف میں ہے: من مات وعلیہ صوم صام عنہ ولیہ "جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے روزے رہ گئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھ لے" اور بعض علماء نے کہا کہ عبادات بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا کیوں کہ قرآن مجید میں ہے لیس للانسان الا ما سعیٰ اس قول پر حج کے ثواب پہنچنے سے معارضہ کیا جاتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ حج میں عبادات بدنیہ اور عبادات مالیہ دونوں کا دخل ہے اور مالی عبادت کے غلبہ کی وجہ سے وہ عبادت مالیہ کے حکم میں ہے اور روزے والی حدیث ظاہر قرآن کے خلاف ہے پس جو شخص ظاہر قرآن ان لیس للانسان الا ما سعیٰ کی رعایت کرتا ہے وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کا انکار کرتا ہے اور جو شخص ظاہر حدیث کا لحاظ کرتا ہے وہ عبادات بدنیہ کے ثواب کو جائز قرار دیتا ہے [1]

قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ ظاہر قرآن (لیس للانسان الا ما سعیٰ) کی وجہ سے عبادات مالیہ اور بدنیہ میں فرق کرنا باطل ہے کیونکہ اس آیت کو اپنے ظاہر اور عموم و اطلاق پر رکھا جائے تو عبادات بدنیہ اور مالیہ دونوں کا ثواب ناجائز ہو گا اور اگر اس آیت کی تاویل کی جائے جیسا کہ ہم علامہ طحطاوی اور شیخ ابن تیمیہ سے نقل کر چکے ہیں تو دونوں میں ایصالِ ثواب جائز قرار پائے گا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے:

قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار اور انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت اور مُردوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام اسی طرح غایت السروجی شرح ہدایہ میں ہے [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں میت کی طرف سے بلا اذن واجب یا نفل ادا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج کا حکم دیا اور یہ بات معروف تھی کہ اس کا اذن نہیں ہے اور صدقہ کی طرح جب فرض جائز ہے تو نفل بھی جائز ہے۔ [3]

شیخ عثمانی لکھتے ہیں: البحر الرائق میں ہے جس شخص نے روزہ رکھا، نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب زندوں اور مُردوں میں سے کسی کو پہنچا دیا تو جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان کو یہ ثواب پہنچ جائے گا اسی طرح بدائع میں ہے علامہ شامی نے کہا اس سے معلوم ہوا کہ جس کو ثواب پہنچایا وہ عام ہے خواہ زندہ ہو یا مُردہ اور عبادت کرتے وقت خواہ اپنی نیت کرے یا غیر کی اور عبادت بھی عام ہے فرض ہو یا نفل _____ اس کے بعد لکھتے ہیں _____ علامہ ابن حجر نے اپنے فتاوی فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کا زعم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن مجید کا ثواب پہنچانا ممنوع

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۴۳-۱۴۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ نظام الدین برہانپوری ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۵۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳، ص ۹۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم بارگاہ میں اسی چیز کا ثواب پہنچانا چاہیے جس کی آپ نے اجازت دی ہو اور وہ صرف درود شریف اور آپ کے لیے وسیلہ کی دعا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ علامہ سبکی وغیرہ نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے کہ آپ کو ثواب پہنچانے کے لیے اذن کی ضرورت نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت ابن عمر ایک عرصہ تک آپ کی طرف سے عمرہ کرتے رہے اور اس کا کوئی اذن نہیں تھا اور ابن موفق نے جو جنید کے طبقہ سے ہیں آپ کی طرف سے ستر حج کیے اور ابن السراج نے آپ کی طرف سے دس ہزار بار قرآن شریف پڑھ کر ختم کیا اور متعدد بار آپ کی طرف سے قربانی کی۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں میں نے مفتی حنفیہ الشہاب احمد بن شبلی صاحب البحر کے شیخ کی کتاب میں پڑھا کہ حنبلیوں کے نزدیک بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ثواب کا ہدیہ پیش کرنا جائز ہے شیخ عثمانی لکھتے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے علماء یہ فرماتے ہیں کہ انسان اپنی عبادات کا ثواب غیر کو پہنچا سکتا ہے تو اس کے عموم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں بلکہ آپ زیادہ حقدار ہیں کیونکہ آپ ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لائے ہیں اور اس اہداء ثواب میں آپ کا شکریہ ادا کرنا ہے اور کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اور بعض مانعین کا یہ غلط خیال ہے کہ آپ کو عبادات کا ثواب اس لیے نہیں پہنچانا چاہیے کہ تمام اعمال امت تو آپ کے میزان عمل میں پہلے ہی موجود ہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر درود شریف پڑھنے کا حکم کیوں دیتا [1]۔

شیخ عثمانی کی اس عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کے لیے کسی خاص دلیل یا اجازت کی ضرورت نہیں ہے اس طرح جو افعال آپ کی تعظیم کے لیے کیے جائیں ان کے لیے بھی کسی خاص اجازت کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ وہ افعال کسی دلیل شرعی سے ممنوع نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے وقت مسلمان جو تعظیماً قیام کرتے ہیں وہ بھی اسی دلیل سے جائز ہے دوسری اہم بات شیخ عثمانی نے یہ لکھی ہے کہ کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اس لیے کوئی شخص آپ کے لیے ایصال ثواب کو اس وجہ سے نہ منع کرے کہ آپ تو خود کامل ہیں آپ کو ثواب کے اہداء کی کیا ضرورت ہے کیونکہ کامل زیادتی کمال کو قبول کرتا ہے اور سچ پوچھئے تو آپ کو اہداء ثواب کرنے کی ہمیں ضرورت ہے تاکہ آپ کے ساتھ نسبت قائم رہے اور ہم پر آپ کی نظر التفات ہوتی رہے کیونکہ آپ نے خود فرمایا ہے: تھادوا تحابوا۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔ ہم آپ کی خدمت میں عبادات کا ہدیہ محبت سے پیش کرتے ہیں کسی ضرورت کے خیال سے نہیں کرتے۔

باب ۲۸۵ بَيَانِ اَنَّ اسْمَ الصَّدَقَةِ يَقَعُ عَلٰى كُلِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمَعْرُوْفِ

ہر نیکی صدقہ ہے۔

۲۲۲۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَوَّامٍ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ قَالَ قَالَ يَلْقَاكُمُ صَلَّى اللّٰهُ

ابن ابی شیبہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے۔

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۴۰، ۳۹ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔

۲۲۲۵- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضَّبَعِيُّ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ يُصَلُّونَ كَمَا نُصَلِّي وَيَصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ قَالَ أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللهُ لَكُمْ مَا تَصَّدَّقُونَ بِهِ إِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةً وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةً وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ وَفِي بُضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ قَالَ أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وِزْرٌ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ نے آپ سے کہا: یارسول اللہ! مال والے تو ثواب لوٹ کر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں ہماری طرح روزے رکھتے ہیں، اور اپنے زائد مال سے صدقہ دیتے ہیں آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے صدقہ کا سبب نہیں بنایا!! ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے اور ہر بار الحمد للہ کہنا صدقہ ہے ہر بار لا الٰہ الا اللہ صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے۔ عمل تزویج کرنا صدقہ ہے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر ہم سے کوئی شخص شہوت کی غرض سے عمل تزویج کرے پھر بھی صدقہ ہے؟ فرمایا کیوں نہیں! بھلا بتلاؤ اگر کوئی حرام طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرتا تو کیا اسے گناہ نہ ہوتا! اسی طرح سے جب وہ حلال طریقہ سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا

۲۲۲۶- حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ فَرُّوخَ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِ مِائَةِ مَفْصِلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللهَ وَحَمِدَ اللهَ وَهَلَّلَ اللهَ وَسَبَّحَ اللهَ وَاسْتَغْفَرَ اللهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے، جس شخص نے اللہ اکبر کہا، الحمد للہ کہا، لا الٰہ الا اللہ کہا سبحان اللہ کہا، استغفر اللہ کہا، لوگوں کے راستہ سے کوئی پتھر ہٹایا، کوئی کانٹا یا کوئی ہڈی راستہ سے ہٹائی نیکی کا حکم دیا یا برائی سے روکا تو یہ تین سو ساٹھ جوڑوں کی تعداد (کے برابر شکر) ہے اور اس دن وہ اس حال میں چل رہا ہوگا کہ جہنم سے آزاد ہوگا۔

اَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيْقِ النَّاسِ وَاَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰى عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّيْنَ وَالثَّلَاثِ مِائَةِ السُّلَامٰى فَاِنَّهٗ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهٗ عَنِ النَّارِ قَالَ اَبُوْ تَوْبَةَ وَرُبَّمَا قَالَ يُمْسِيْ.

۲۲۲۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَخِيْ زَيْدٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَوْ اَمْرٍ بِمَعْرُوْفٍ وَقَالَ فَاِنَّهٗ يُمْسِيْ يَوْمَئِذٍ.

ایک اور سند کے ساتھ کچھ لفظی فرق سے یہ روایت منقول ہے۔

۲۲۲۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ قَالَ نَا عَلِيٌّ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ نَا يَحْيٰى عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُرَّةَ وَاَخَرَانِّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ كُلُّ اِنْسَانٍ نَحْوَ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ عَنْ زَيْدٍ وَّقَالَ فَاِنَّهٗ يَمْشِيْ يَوْمَئِذٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر انسان پیدا کیا گیا..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۲۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قِيْلَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ قَالَ قِيْلَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ قَالَ يُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ قَالَ قِيْلَ لَهٗ اِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ قَالَ يَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ اَوِ الْخَيْرِ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهَا صَدَقَةٌ.

حضرت ابو بردہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ ہے آپ سے پوچھا گیا یہ بتلائیں اگر وہ (صدقہ کو) نہ پا سکے، آپ نے فرمایا اپنے ہاتھوں سے کمائے اور اپنے آپکو نفع پہنچائے اور صدقہ کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا کسی مجبور اور پریشان آدمی کی مدد کرے، پوچھا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا نیکی کا حکم دے کہا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے فرمایا برائی سے باز رہے یہ بھی صدقہ ہے۔

۲۲۳۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۲۲۳۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيْهِ الشَّمْسُ قَالَ تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ فِيْ دَآبَّتِهٖ فَتَحْمِلُهٗ عَلَيْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ قَالَ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَبِكُلِّ خُطْوَةٍ يَمْشِيْهَا اِلَى الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ وَتُمِيْطُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز طلوع آفتاب کے بعد انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی صدقہ ہے، کسی کو سواری پر سوار ہونے میں مدد دینا بھی صدقہ ہے، سواری پر کسی کا مال لادنا بھی صدقہ ہے، اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے، نماز کو جانے کے لیے ہر قدم صدقہ ہے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔

۲۲۳۲ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ مُزَرِّدٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز صبح کو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اور مال عطا کر اور دوسرا کہتا ہے الٰہی بخیل کا مال تباہ کر دے۔

۲۲۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَصَدَّقُوْا فَيُوْشِكُ الرَّجُلُ يَمْشِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَيَقُوْلُ الَّذِيْ اُعْطِيْهَا لَوْ جِئْتَنَا بِهَا بِالْاَمْسِ قَبِلْتُهَا وَاَمَّا الْاٰنَ فَلَا حَاجَةَ لِيْ بِهَا فَلَا يَجِدُ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کیا کرو کیونکہ عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے جب آدمی اپنے صدقہ کا مال لیے لیے پھرے گا اور جس کو دے گا وہ کہے گا کل لے آتے تو میں لے لیتا آج مجھے ضرورت نہیں ہے غرضیکہ کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملے گا۔

مَنْ يَّقْبَلُهَا۔

۲۲۳۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَّطُوْفُ الرَّجُلُ فِيْهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الذَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ اَحَدًا يَّاْخُذُ مِنْهُ وَيُرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتْبَعُهُ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَةً يَلُذْنَ بِهٖ مِنْ قِلَّةِ الرِّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَآءِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ بَرَّادٍ وَتَرَى الرَّجُلَ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ انسان صدقہ کرنے کے لیے سونا لیے گھومتا پھرے گا اور کوئی لینے والا نہیں ملے گا، اور مردوں کی کمی اور عورتوں کی کثرت سے یہ حال ہوگا۔ کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس عورتیں دکھائی دیں گی۔

۲۲۳۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يَخْرُجَ الرَّجُلُ بِزَكٰوةِ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدًا يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مال بکثرت ہو کر بہ نہ جائے حتیٰ کہ ایک آدمی اپنا زکوٰۃ کا مال نکالے گا اور اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا اور جب تک سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں والی نہ ہو جائے۔

۲۲۳۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ يُوْنُسَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ فِيْكُمُ الْمَالُ فَيَفِيْضَ حَتّٰى يُهِمَّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ يَّقْبَلُهٗ مِنْهُ صَدَقَةً وَّيُدْعٰى اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ لَا اَرَبَ لِيْ فِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ مال کثرت کے سبب بہہ نہ جائے اور حتیٰ کہ مال والا سوچ میں پڑ جائے کہ اس کا مال کون قبول کرے گا اور کسی شخص کو صدقہ قبول کرنے کے لیے بلایا جائے گا اور وہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

۲۲۳۷۔ وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ وَاللَّفْظُ لِوَاصِلٍ قَالُوْا نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے چاندی کے ستونوں کی مثل زمین اپنے جگر پارے اگل دے گی، قاتل دیکھ کر کہے گا اسی (مال) کی وجہ سے تو میں نے قتل کیا تھا۔ قاطع رحم

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَقِیُٔ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ کَبِدِھَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ فَیَجِیُٔ الْقَاتِلُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قَتَلْتُ وَیَجِیُٔ الْقَاطِعُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِیْ وَیَجِیُٔ السَّارِقُ فَیَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا قُطِعَتْ یَدِیْ ثُمَّ یَدَعُوْنَہٗ فَلَا یَاْخُذُوْنَ مِنْہُ شَیْئًا۔

کہے گا اسی وجہ سے تو میں نے رشتہ داری توڑی تھی، چور دیکھ کر کہے گا اسی مال کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر سب اس مال کو چھوڑ دیں گے اور کوئی کچھ نہیں لے گا۔

۲۲۳۸۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تَصَدَّقَ اَحَدٌ بِصَدَقَۃٍ مِّنْ طَیِّبٍ وَلَا یَقْبَلُ اللّٰہُ اِلَّا الطَّیِّبَ اِلَّا اَخَذَھَا الرَّحْمٰنُ بِیَمِیْنِہٖ وَاِنْ کَانَتْ تَمْرَۃً فَتَرْبُوْ فِیْ کَفِّ الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ اَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ اَوْ فَصِیْلَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا قبول نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو، پھر وہ صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ ہو جاتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔

۲۲۳۹۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا یَعْقُوْبُ یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِیِّ عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَصَدَّقُ اَحَدٌ بِتَمْرَۃٍ مِّنْ کَسْبٍ طَیِّبٍ اِلَّا اَخَذَھَا اللّٰہُ بِیَمِیْنِہٖ فَیُرَبِّیْھَا کَمَا یُرَبِّیْ اَحَدُکُمْ فَلُوَّہٗ اَوْ فَلُوَّصَہٗ حَتّٰی تَکُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ اَوْ اَعْظَمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی کمائی سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس کو بڑھاتا رہتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ سے بڑھ جاتا ہے۔

۲۲۴۰۔ وَحَدَّثَنِیْ اُمَیَّۃُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ یَعْنِی ابْنَ زُرَیْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنِیْہِ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ الْاَوْدِیُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ یَعْنِی ابْنَ بِلَالٍ کِلَاھُمَا عَنْ سُھَیْلٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ فِیْ حَدِیْثِ رَوْحٍ مِّنَ الْکَسْبِ الطَّیِّبِ فَیَضَعُھَا فِیْ حَقِّھَا وَفِیْ حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ فَیَضَعُھَا فِیْ مَوْضِعِھَا۔

دو اور سندوں سے ایسی ہی روایت منقول ہے

۲۲۴۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ عَنْ سُهَيْلٍ.

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۲۴۲ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک چیز کے سوا اور کسی چیز کو قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا اور فرمایا: اے رسولو! پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں، اور فرمایا اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ پھر آپ نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے اس کے بال غبار آلود ہیں وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے یارب! یارب! اور اس کا کھانا پینا حرام ہو اس کا لباس حرام ہو، اس کی غذا حرام ہو تو اس کی دعا کہاں قبول ہو گی۔!

مال حرام سے صدقہ کا حکم

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستفاد ہوتے ہیں:

(۱) تسبیح اور تہلیل کی طرح نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے یاد رہے کہ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض کفایہ ہے اور اگر مسئلہ جاننے والا منفرد ہو تو پھر فرض عین ہے اور فرض کا ثواب ہر حال میں نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل تزویج کو بھی صدقہ قرار دیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مباح کام بھی حسن نیت سے مستحب ہو جاتا ہے جب مسلمان عمل تزویج کرتے وقت عورت کا حق ادا کرنے کی نیت کرے یا ولد صالح کی طلب کی نیت کرے یا خود کو اور بیوی کو گناہ سے محفوظ رکھنے کی نیت کرے یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی نیت کرے تو یہ فعل بھی عبادت بن جاتا ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ قضا شہوت کی نیت سے بھی عمل تزویج ثواب ہے کیونکہ ناجائز طریقہ سے قضاء شہوت جب گناہ ہے تو جائز طریقہ سے یہ کام ثواب ہوگا۔ آپ نے اس ارشاد میں قیاس فرمایا اور یہ حدیث

قیاس کے حجت ہونے کی واضح دلیل ہے حدیث شریف میں جس قیاس کا ذکر ہے اس کو فقہ کی اصطلاح میں قیاس عکس کہتے ہیں۔

(۴) قیامت کے قریب جب مال کی کثرت ہو جائے گی جب کوئی زکوٰۃ نہیں لیگا تو زکوٰۃ کا فرض کس طرح ساقط ہوگا؟ میں نے بعض علماء کو اس مسئلہ میں پریشان دیکھا۔ میں نے ان سے کہا کہ جب کسی فرض کی ادائیگی کا محل نہ ہو تو وہ فرض ساقط ہو جاتا ہے جیسے بلغار یہ میں عشاء کا وقت نہیں ہے تو ان سے عشاء ساقط ہو گئی اور جیسے کسی شخص کا ایک ہاتھ کٹ جائے تو اس سے وضو میں اس ہاتھ دھونے کی فرضیت ساقط ہو جائے گی بالفرض اگر عرب کی حکومت کسی مسلمان ملک کے باشندوں کے داخلہ پر پابندی لگا دے تو اس ملک کے لوگوں سے فرضیت حج ساقط ہو جائے گی علی ہذا القیاس جب زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا تو زکوٰۃ بھی ساقط ہو جائے گی۔

(۵) ان احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام سے صدقہ کرنا ناجائز ہے اور جس مال حرام کی حرمت قطعی ہو جیسے سود یا مال غیر اس کے ساتھ صدقہ کرنا کفر ہے اور ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام ہے اس کے باوجود فقیر اس مال کو لے کر دینے والے کے حق میں دعا کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (شامی، مرقات وغیرہ) اسی طرح جیسے بینک سے سود لینا ناجائز ہے۔ اس سود کو فقراء پر صدقہ کرنا بھی ناجائز ہے اگر کسی شخص نے کسی سے ناجائز مال لے لیا ہے اور اس مال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس مال کے مالک یا اس کے ورثاء کو تلاش کر کے وہ مال پہنچا دے اور اگر مالک یا اس کے ورثاء نہ ملیں تو مالک کی طرف سے اس مال کو فقراء پر صدقہ کر دے اور اپنے ذمہ سے برأت کی نیت کرے اس نیت کا ثواب ہوگا۔

(۶) اس باب کی آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام مال کھانا بھی دعا نہ قبول ہونے کا ایک سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ (آمین)۔

باب ۲۸۶ الْحَثِّ عَلَى الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ أَوْ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ وَأَنَّهَا حِجَابٌ مِنَ النَّارِ

صدقہ اور خیرات کی ترغیب

۲۲۴۳۔ حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ نَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُعْفِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کھجور کے ایک ٹکڑے کے سبب دوزخ سے بچ سکتا ہے تو وہ ایسا کرے۔

۲۲۴۴۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص

نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ اللّٰهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْئَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ زَادَ ابْنُ حُجْرٍ قَالَ الْاَعْمَشُ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ مِثْلَهٗ وَزَادَ فِيْهِ وَلَوْ بِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ قَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ

عنقریب اللہ تعالیٰ سے اس طرح کلام کرے گا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، جب انسان اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے صرف اپنے بھیجے ہوئے اعمال نظر آئیں گے اور بائیں طرف دیکھے گا تب بھی اپنے فرستادہ اعمال نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو دوزخ نظر آئے گی، پس تم آگ سے بچو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، ایک اور سند میں ہے خواہ اچھی بات سے۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا تذکرہ کیا اور ناپسندیدگی سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا دوزخ سے ڈرو اور پھر ناپسندیدگی سے منہ پھیر لیا جس سے ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ دوزخ کو دیکھ رہے ہیں، پھر فرمایا دوزخ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے، اور جس کو کھجور کا ٹکڑا نہ مل سکے تو وہ اچھی بات کہہ دے۔

۲۲۴۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَاَعْرَضَ وَاَشَاحَ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ ثُمَّ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ كَاَنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ - لَمْ يَذْكُرْ اَبُوْ كُرَيْبٍ كَاَنَّمَا وَقَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور تین مرتبہ منہ پھیرا پھر فرمایا دوزخ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اگر وہ بھی نہ مل سکے تو اچھی بات سے۔

۲۲۴۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ النَّارَ فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَاَشَاحَ بِوَجْهِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور اس سے پناہ مانگی اور تین مرتبہ منہ پھیرا پھر فرمایا دوزخ سے بچو خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے اگر وہ بھی نہ مل سکے تو اچھی بات سے۔

فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ.

۲۲۴۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَدْرِ النَّهَارِ قَالَ فَجَاءَهُ قَوْمٌ حُفَاةٌ عُرَاةٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ أَوِ الْعَبَاءِ مُتَقَلِّدِي السُّيُوفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا رَأَى مَا بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَأَمَرَ بِلَالًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا وَالْآيَةَ الَّتِي فِي الْحَشْرِ اتَّقُوا اللهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِينَارِهِ مِنْ دِرْهَمِهِ مِنْ ثَوْبِهِ مِنْ صَاعِ بُرِّهِ مِنْ صَاعِ تَمْرِهِ حَتَّى قَالَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِصُرَّةٍ كَادَتْ كَفُّهُ تَعْجِزُ عَنْهَا بَلْ قَدْ عَجَزَتْ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَ النَّاسُ حَتَّى رَأَيْتُ كَوْمَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَثِيَابٍ حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذْهَبَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جن کے پیر ننگے، بدن ننگے، ننگے میں چمڑے کی کفنیاں یا عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے۔ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا، آپ اندر گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔ حضرت بلال نے اذان دی پھر اقامت کہی، آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا، (یہ پوری آیت پڑھی) اور سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی (ترجمہ) انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آخرت کے لیے کیا بھیج رہا ہے، لوگ درہم، دینار اپنے کپڑے، گیہوں اور جو با اندازہ صاع (ساڑھے چار سیر کا پیمانہ) صدقہ کریں خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو۔ راوی کہتے ہیں انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے جس کو اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھکا جاتا تھا بلکہ تھک گیا تھا، اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (خوشی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمتما رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

۲۲۴۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذِرًا ابْنَ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَ النَّهَارِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَفِيْ حَدِيْثِ مُعَاذٍ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ خَطَبَ .

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ اور معاذ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ظہر کی نماز پڑھی پھر خطبہ دیا۔

۲۲۴۹ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيُّ قَالُوْا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ قَوْمٌ مُجْتَابِي النِّمَارِ وَسَاقُوا الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهِ وَفِيْهِ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ صَعِدَ مِنْبَرًا صَغِيْرًا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ فِيْ كِتَابِهِ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ . اَلْاٰيَةَ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جنھوں نے چمڑے کی کفنیاں پہنی ہوئی تھیں اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر چھوٹے منبر پر رونق افروز ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۔۔۔

۲۲۵۰ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَاَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصُّوْفُ فَرَاٰى سُوْءَ حَالِهِمْ قَدْ اَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ .

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنھوں نے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاج کی بناء پر ان کا بُرا حال دیکھا .... اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مسجد میں چندہ کرنا اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۴۷ میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورتمند مسلمانوں کے لیے اہل مدینہ کو صدقہ خیرات کی ترغیب دی اور یہ حدیث چندہ کرنے کے جواز کی اصل ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد میں سوال کرنا جائز ہے ہر چند کہ اس حدیث میں دوسروں کے لیے سوال کا ذکر ہے

لیکن علامہ شامی نے ذکر کیا ہے حضرت علی نے ایک سائل کو حالت رکوع میں انگوٹھی دیدی تو قرآن مجید میں ان کی مدح میں آیت نازل ہوئی: الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (مائدہ، ۵۵) اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت مند کو اپنے لیے بھی مسجد میں سوال کرنا جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔

بدعت حسنہ پر استدلال

علامہ نووی لکھتے ہیں کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ میں عموم مراد نہیں ہے اور تخصیص کی دلیل یہ حدیث ہے: "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ کل بدعۃ ضلالۃ میں بدعت سے مراد محدثات باطلہ اور بدعات مذمومہ ہیں اور اس سے پہلے ہم کتاب الجمعۃ میں بیان کر چکے ہیں کہ بدعات کی پانچ قسمیں ہیں: واجبہ، مندوبہ، محرمہ، مکروہہ اور مباحہ [1]

نواب صدیق حسن بھوپالی نے اس جگہ علامہ نووی سے اختلاف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث میں بدعت کی تخصیص کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اہل مدینہ نے کوئی نیا کام نہیں کیا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کیا تھا لہٰذا یہ حدیث بدعت کی پانچ قسموں پر دلالت نہیں کرتی بلکہ کل بدعۃ ضلالۃ اپنے مفہوم میں علی حالھا کلیہ ہے اس کی تخصیص کے لیے کوئی چیز عارض نہیں ہوئی اور جس شخص نے بدعت کی تقسیم کی ہے اس نے کوئی لائق ذکر بات نہیں کی اور "من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ" سے مراد ہے ما وردت بہ السنۃ "جس کام کے ساتھ سنت وارد ہوئی ہو" اور سنۃ سیئہ سے مراد ہے "عالم یرد بہ السنۃ" جس کام کا سنت میں ذکر نہیں ہے" اس مقام کو یونہی سمجھنا چاہیے [2]۔

نواب صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے اس حدیث کے بنیادی مفہوم کے بالکل خلاف ہے حدیث شریف میں ہے جس نے کسی کام کو پہلی بار کیا یا کوئی نیا کام کیا اس کو اپنے کام کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اگر اس کام سے پہلا اور نیا کام مراد نہ ہو بلکہ سنت کے مطابق کوئی کام مراد ہو جیسا کہ نواب صاحب نے لکھا ہے تو پھر اس سنت پر عمل کرنے والے کو بعد والوں کے عمل کا اجر کس وجہ سے ملے گا۔ اس سنت کی مشروعیت میں اس شخص کا کیا دخل اور کیا حصہ ہے جو بعد والوں کے عمل کا کریڈٹ اس کو دیا جائے بلکہ حق تو یہ ہے کہ بعد والوں کے عمل کا اجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنا چاہیے پھر آپ نے عامل بالسنۃ کو بعد والوں کے اجر کا مستحق کیوں قرار دیا؟ اس لیے اس حدیث کا صحیح مفہوم وہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے جس نے کسی اچھے کام کی اسلام میں ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور یہ کل بدعۃ کے عموم کی واضح تخصیص ہے اسی طرح "جس شخص نے اسلام میں کسی برے کام کی ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا۔ نواب صاحب حدیث کے اس دوسرے جملے کا معنی یہ کرتے ہیں کہ جس نے ایسا کام کیا مالہ یرد بہ السنۃ" جس کا سنت میں ذکر نہیں ہے اوّل تو یہ بات ہی باطل ہے کہ جو چیز آپ کی سنت نہ ہو اس کو کرنا قابل مذمت اور گناہ ہو اور گناہ بھی ایسا کہ بعد میں اس کام کے کرنے والوں کا وبال بھی اس کے سر پر ہو۔ دیکھئے نواب صاحب نے السراج الوہاج شرح مسلم لکھی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو نہیں ہے کیونکہ آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ۔ نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ص ۳۴۲ مطبوعہ مطبع صدیقی ۱۳۰۲ھ۔

نہ کتاب لکھنے کا حکم دیا ہے تو نواب صاحب کے قاعدہ کے مطابق ان کی یہ کتاب بہرحال مالم یرد بہ السنۃ کا فرد اور سنت سیئہ ہے اور ایسا گناہ ہے جس کا عذاب قیامت تک بڑھتا رہے گا۔ ثانیاً ہر وہ کام جس کے ساتھ سنت وارد نہ ہو اگر وہ مذموم اور گناہ ہے تو بتلائیں کہ مباحات کس کھاتے میں جائیں گے اور اس طرح عمل کا دائرہ بہت تنگ ہو جائے گا۔ ثالثاً جس کام کا سنت میں ذکر نہیں اگر وہ بالفرض گناہ ہو بھی تو کرنے والے کو صرف اپنے کام کا گناہ ہونا چاہیے۔ بعد میں کرنے والوں کا وبال اس کے ذمہ کیوں ہوگا؟ اس سوال کا کوئی معقول جواب اس وقت تک نہیں دیا جا سکتا جب تک علامہ نووی اور دیگر شارحین کی طرح اس حدیث کا یہ معنی نہ کیا جائے "جس شخص نے اسلام میں برے کام کی ابتداء کی" اب اس شخص کو اپنا گناہ بھی ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا کیونکہ اس برائی کی طرف اس نے ان کی راہنمائی کی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس برائی میں مبتلا اور ملوث ہونے کا سبب، باعث اور داعی وہی شخص ہے۔ علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں، من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ کے عموم میں بدعات حسنہ داخل ہیں جیسے کتابوں کی تالیف[1] اور یہی بات علامہ سنوسی مالکی نے لکھی ہے۔[2] شیخ عثمانی نے بھی اس جگہ علامہ نووی اور علامہ دشتانی کی شرح کی تائید کی ہے[3]

کتاب الجمعہ کے شروع میں ہم نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے جو لائق مطالعہ ہے۔

باب ۲۸/ الْحَمْلِ بِأُجْرَةٍ يَتَصَدَّقُ بِهَا وَالنَّهْيِ الشَّدِيدِ عَنِ تَنْقِيصِ الْمُتَصَدِّقِ بِقَلِيلٍ!

کم صدقہ دینے والے کی مذمت کرنے سے ممانعت

۲۲۵۱۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ نَا غُنْدَرٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُمِرْنَا بِالصَّدَقَةِ قَالَ كُنَّا نُحَامِلُ قَالَ فَتَصَدَّقَ أَبُو عَقِيلٍ بِنِصْفِ صَاعٍ قَالَ وَجَاءَ إِنْسَانٌ بِشَيْءٍ أَكْثَرَ مِنْهُ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنْ صَدَقَةِ هَذَا وَمَا فَعَلَ هَذَا الْآخَرُ إِلَّا رِيَاءً فَنَزَلَتِ الَّذِينَ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہمیں صدقہ کا حکم دیا گیا، ہم اس وقت بوجھ ڈھویا کرتے تھے۔ حضرت ابو عقیل نے آدھا صاع (سوا دو سیر) صدقہ دیا ایک اور شخص ان سے زیادہ لے کر آیا۔ منافقوں نے کہا اس صدقہ کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں ہے اور دوسرے نے تو محض دکھلاوے کے لیے صدقہ دیا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ بانخوشی صدقہ دینے والوں اور ان لوگوں پر طنز کرتے ہیں جو صرف اپنی محنت و مزدوری کے مناسب

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال الاکمال ج ۳ ص ۱۵۳ " " "

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۳ ص ۴۸، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی۔

يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَاتِ. وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ إِلَّا جُهْدَهُمْ وَلَمْ يَلْفِظْ بِشْرٌ بِالْمُطَّوِّعِيْنَ.

سے صدقہ دے پاتے ہیں۔

۲۲۵۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ ح وَحَدَّثَنِيْهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا أَبُوْ دَاوٗدَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ قَالَ كُنَّا نُحَامِلُ عَلٰى ظُهُوْرِنَا.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے اس میں ہے ہم اپنی پیٹھ پر بوجھ لادتے تھے۔

باب ۲۸۸ فَضْلِ الْمَنِيْحَةِ

دودھ دینے والے جانور کو عاریۃً دینے کی فضیلت

۲۲۵۳ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهٖ أَلَا رَجُلٌ يَمْنَحُ أَهْلَ بَيْتٍ نَاقَةً تَغْدُوْ بِعُسٍّ وَتَرُوْحُ بِعُسٍّ إِنَّ أَجْرَهَا لَعَظِيْمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی صاحب خانہ کو ایسی اونٹنی (عاریتاً) دیتا ہے جو صبح و شام ایک گھڑا بھر کر دودھ نکالتی ہے تو اس کا بہت زیادہ اجر ہے۔

۲۲۵۴ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ خَلَفٍ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ عَدِيٍّ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ زَيْدٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ نَهٰى فَذَكَرَ خِصَالًا وَقَالَ مَنْ مَنَحَ مَنِيْحَةً غَدَتْ بِصَدَقَةٍ وَرَاحَتْ بِصَدَقَةٍ صَبُوْحِهَا وَغَبُوْقِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کاموں سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا جس نے کسی شخص کو دودھ کا جانور دیا تو صبح دودھ کے وقت اسے ایک صدقہ کا ثواب ہوگا اور شام کو دودھ کے وقت اسے ایک صدقہ کا ثواب ہوگا۔

(ف) منیحہ کا معنی ہے عطیہ، دودھ دینے والے جانور یا پھلدار درخت کو اس کے منافع کے ساتھ کسی کو عاریتاً دینا منیحہ کہلاتا ہے۔ کبھی یہ عطیہ عارضی ہوتا ہے اور کبھی مستقل ہبہ کرنے کو بھی منیحہ کہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن کو کھجور کا درخت عطا فرمایا تھا۔

باب ۲۸۹ مَثَلِ الْمُنْفِقِ وَالْبَخِيْلِ!

سخی اور بخیل کی مثال

۲۲۵۵ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرنے اور صدقہ دینے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ قَالَ وَقَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُنْفِقِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلٍ عَلَیْهِ جُنَّتَانِ اَوْ جُبَّتَانِ مِنْ لَدُنْ ثُدِیِّهِمَا اِلٰی تَرَاقِیْهِمَا فَاِذَا اَرَادَ الْمُنْفِقُ وَقَالَ الْاٰخَرُ فَاِذَا اَرَادَ الْمُتَصَدِّقُ اَنْ یَّتَصَدَّقَ سَبَغَتْ عَلَیْهِ اَوْ مُدَّتْ وَاِذَا اَرَادَ الْبَخِیْلُ اَنْ یُّنْفِقَ قَلَصَتْ عَلَیْهِ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَوْضِعَهَا حَتّٰی تُجِنَّ بَنَانَهٗ وَتَغْفُرَ اَثَرَهٗ قَالَ فَقَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَقَالَ یُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ

واے کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے چھاتی سے گلے تک دو کرتے یا دو زرہیں پہنی ہوں جب خرچ کرنے والا یا صدقہ دینے والا صدقہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو کر اس کے سارے بدن پر پھیل جاتی ہے اور جب بخیل خرچ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ جم جاتا ہے اس کی پوروں کو چھپا لیتا ہے اور اس کے نشانات کو مٹا دیتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بخیل اس زرہ کو کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

۲۲۵۶۔ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْغَیْلَانِیُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَامِرٍ یَعْنِی الْعَقَدِیَّ قَالَ نَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَثَلَ الْبَخِیْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَیْنِ عَلَیْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِیْدٍ قَدِ اضْطُرَّتْ اَیْدِیْهِمَا اِلٰی ثُدِیِّهِمَا وَتَرَاقِیْهِمَا فَجَعَلَ الْمُتَصَدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ حَتّٰی تَغْشٰی اَنَامِلَهٗ وَتَعْفُوَ اَثَرَهٗ وَجَعَلَ الْبَخِیْلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَاَخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مَكَانَهَا قَالَ فَاَنَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِاِصْبَعِهٖ فِیْ جَیْبِهٖ فَلَوْ رَاَیْتَهٗ یُوَسِّعُهَا وَلَا تَتَّسِعُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی طرح بیان کی جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں اور ان کے ہاتھ ان کے سینوں اور گردنوں سے جکڑے ہوئے ہوں، صدقہ دینے والا جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس قدر کشادہ ہو جاتی ہے کہ اس کے پورے بدن حتیٰ کہ پوروں تک پھیل جاتی ہے اور اس کے نشانات مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زرہ تنگ ہو جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی جگہ پر جم جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے اپنے گریبان کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اگر تم دیکھتے تو کہتے کہ کشادہ کرنا چاہتے ہیں اور کشادہ نہیں ہوتی۔

۲۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ عَنْ وُهَيْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيْلِ وَالْمُتَصَدِّقِ مَثَلُ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جُنَّتَانِ مِنْ حَدِيْدٍ اِذَا هَمَّ الْمُتَصَدِّقُ بِصَدَقَةٍ اِتَّسَعَتْ عَلَيْهِ حَتّٰى تُعْفِيَ اَثَرَهُ وَاِذَا هَمَّ الْبَخِيْلُ بِصَدَقَةٍ تَقَلَّصَتْ عَلَيْهِ فَانْضَمَّتْ يَدَاهُ اِلٰى تَرَاقِيْهِ وَانْقَبَضَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ اِلٰى صَاحِبَتِهَا قَالَ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَيَجْهَدُ اَنْ يُّوَسِّعَهَا فَلَا يَسْتَطِيْعُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی دو زرہیں ہوں جب صدقہ دینے والا صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اس کے نشان مٹا دیتی ہے اور جب بخیل صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ زرہ اس پر تنگ ہو جاتی ہے، اس کے ہاتھ اس کے گلے میں پھنس جاتے ہیں اور ہر حلقہ دوسرے میں گھس جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا بخیل اسے کشادہ کرنا چاہتا ہے مگر وہ کشادہ نہیں ہوتی۔

(ف) اس مثال کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ دینے والا جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا دل کشادہ ہوتا ہے اور ہاتھ کھل جاتے ہیں اور اس کے گناہ مٹ جاتے ہیں اور بخیل کا دل تنگ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ سکڑ جاتے ہیں۔

باب ۲۹ ثُبُوْتِ اَجْرِ الْمُتَصَدِّقِ وَاِنْ وَقَعَتِ الصَّدَقَةُ فِيْ يَدِ فَاسِقٍ وَنَحْوِهٖ

فاسق کو صدقہ دینے سے بھی ثواب مل جاتا ہے۔

۲۲۵۸۔ وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَاَتَصَدَّقَنَّ اللَّيْلَةَ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ زَانِيَةٍ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى زَانِيَةٍ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ لَاَتَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ غَنِيٍّ فَاَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ اللَّيْلَةَ عَلٰى غَنِيٍّ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا میں آج کی رات صدقہ کروں گا۔ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور صدقہ ایک زناکار عورت کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ آج رات ایک شخص نے ایک زانیہ کو صدقہ دے دیا۔ وہ کہنے لگا اے اللہ! تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں (یعنی اگر میرے صدقہ کرنے کی کوئی تعریف نہیں کرتا تو کوئی بات نہیں) میرا صدقہ زانیہ کو ملا، میں ضرور صدقہ کروں گا پھر وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی کے ہاتھ میں صدقہ رکھ دیا، صبح لوگ باتیں کرنے لگے کہ رات کو ایک غنی کو صدقہ دیا گیا اس نے کہا اے اللہ! حمد

الْحَمْدُ عَلٰى غَنِيٍّ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهٖ فَوَضَعَهَا فِيْ يَدِ سَارِقٍ فَأَصْبَحُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ تُصُدِّقَ عَلٰى سَارِقٍ فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى زَانِيَةٍ وَّعَلٰى غَنِيٍّ وَّعَلٰى سَارِقٍ فَأُتِيَ فَقِيْلَ لَهٗ أَمَّا صَدَقَتُكَ فَقَدْ قُبِلَتْ أَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّهَا تَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ زِنَاهَا وَلَعَلَّ الْغَنِيَّ يَعْتَبِرُ فَيُنْفِقُ مِمَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ وَلَعَلَّ السَّارِقَ يَسْتَعِفُّ بِهَا عَنْ سَرِقَتِهٖ۔

تیرے ہی لیے ہے میرا صدقہ غنی کو بلا البتہ میں ضرور صدقہ کروں گا وہ پھر اپنے صدقہ کرنے کو نکلا اور ایک چور کے ہاتھ پر صدقہ رکھ دیا، صبح کو لوگ پھر باتیں کرنے لگے کہ ایک چور کو صدقہ دیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد و ستائش ہے میرا صدقہ زانیہ، غنی اور چور کو بلا پھر اس کے پاس ایک آنے والا آیا اور اسے بتایا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہو گیا جو صدقہ تم نے زانیہ کو دیا تھا تو شاید وہ زنا کاری سے باز آجائے! اور جو صدقہ تم نے غنی کو دیا تھا تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ تعالیٰ نے جو اسے مال دیا اس سے صدقہ کرنے لگے اور جو صدقہ تم نے چور کو دیا تھا شاید اس کی وجہ سے وہ چوری سے باز آجائے۔!

کسی کو بُرا جان کر اس کی مدد سے ہاتھ نہ روکیے

(ف) صدقہ فرضیہ یعنی زکوٰۃ غنی کو دینا جائز نہیں اس حدیث میں جس صدقہ کا ذکر ہے اس سے مراد نافلہ ہے۔ کسی آدمی کو گنہگار سمجھ کر اس کے ساتھ نیکی اور صدقہ خیرات سے منہ نہیں موڑنا چاہیے کیونکہ ہم خود کتنے گنہگار ہیں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے جود و کرم کا ہاتھ ہم سے نہیں کھینچتا اگر کسی شخص کو بُرا جان کر ہم اس کی مدد سے اپنا ہاتھ روک لیں اور اپنی داد و دہش کا دروازہ اس پر بند کر دیں تو اس کی ضرورت تو کسی اور دروازے سے پوری ہو جائے گی لیکن اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات بُری لگ گئی اور اس نے اپنی دین کا دروازہ ہم پر بند کر دیا تو ہمارے لیے تو پھر کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔!

بَابُ ۲۹۱ اَلْأَجْرِ الْخَازِنِ الْأَمِيْنِ وَالْمَرْأَةِ إِذَا تَصَدَّقَتْ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ بِإِذْنِهِ الصَّرِيْحِ أَوِ الْعُرْفِيِّ

مالک اور شوہر کے مال سے صدقہ دینا

۲۲۵۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِيْ أُسَامَةَ قَالَ أَبُوْ عَامِرٍ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدٌ عَنْ جَدِّهٖ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْخَازِنَ الْمُسْلِمَ الْأَمِيْنَ الَّذِيْ يُنْفِذُ وَرُبَّمَا قَالَ يُعْطِيْ مَا أُمِرَ بِهٖ فَيُعْطِيْهِ كَامِلًا مُوَفَّرًا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ خازن جو مسلمان اور امین ہو اور وہ حکم کے مطابق خوشی سے پورا پورا مال اس شخص کو دے جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا شمار بھی صدقہ کرنے والوں میں سے ہے۔

طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهٗ فَيُدْفَعُهٗ اِلَى الَّذِيْ اُمِرَ لَهٗ بِهٖ اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کے طعام سے اس کو خراب کیے بغیر خرچ کرے تو اس کو خرچ کرنے کا اجر ملے گا اور اس کے شوہر کو کمانے کا اور خازن کو اتنا ہی اجر ملے گا اور کسی کو اجر ملنے سے دوسرے کا اجر کم نہیں ہو گا۔

۲۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔

۲۲۶۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ مِنْ طَعَامِ زَوْجِهَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے اس میں ہے "خاوند کے طعام سے"۔

۲۲۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْاَةُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا اَجْرُهَا وَلَهٗ مِثْلُهٗ بِمَا اكْتَسَبَ وَلَهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے خراب کیے بغیر (مال) خرچ کرے تو اس کو اجر ملے گا اس کے خاوند کو کمائی کا اجر ملے گا اور عورت کو خرچ کرنے کی وجہ سے اجر ملے گا اور خازن کو بھی اتنا اجر ملے گا اور کسی کے اجر میں کمی نہیں ہو گی۔

۲۲۶۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۲۶۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى اَبِي اللَّحْمِ قَالَ كُنْتُ مَمْلُوْكًا فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

ابی اللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب میں غلام تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا میں اپنے مالکوں کے اموال سے کچھ صدقہ و خیرات کر دوں! آپ نے فرمایا ہاں! اور تم دونوں کو آدھا آدھا اجر ملے گا۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِیَّ بِشَیْءٍ قَالَ نَعَمْ وَالْاَجْرُ بَیْنَکُمَا نِصْفَانِ۔

غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانوروں کا حکم

ابی اللحم کے معنی ہیں گوشت سے انکار کرنے والا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کا نام عبداللہ تھا انھوں نے زمانہ جاہلیت میں ان جانوروں کا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا جن جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا۔ ایسے جانور ما اھل بہ لغیر اللہ میں آتے ہیں البتہ جن جانوروں کو کسی زندہ یا فوت شدہ شخص کے ساتھ منسوب کر دیا جائے کہ مثلاً یہ فلاں کا بکرا ہے اور بوقت ذبح اللہ کا نام لیا جائے تو وہ حلال اور طیب ہیں قرآن مجید میں ذکر ہے کہ بحائر وغیرہ (وہ اونٹ جنھیں بتوں کے ساتھ نامزد کر دیا جائے) کا کھانا مشرکین نے حرام قرار دے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کی اور ان جانوروں کو حلال قرار دیا۔

اس حدیث شریف میں مالک کے مال سے صدقہ کا جواز مالک کی اجازت پر محمول ہے خواہ اس کی طرف سے عام اجازت ہو یا کسی مخصوص حالت میں اجازت ہو۔

۲۲۶۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ یَعْنِی ابْنَ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَیْرًا مَوْلٰی اَبِی اللَّحْمِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَمَرَنِیْ مَوَالَیَّ اَنْ اُقَدِّدَ لَحْمًا فَجَاءَنِیْ مِسْکِیْنٌ فَاَطْعَمْتُہٗ مِنْہُ فَعَلِمَ بِذٰلِکَ مَوَالَیَّ فَضَرَبَنِیْ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لَہٗ فَدَعَاہُ فَقَالَ لِمَ ضَرَبْتَہٗ فَقَالَ یُعْطِیْ طَعَامِیْ بِغَیْرِ اَنْ اٰمُرَہٗ قَالَ الْاَجْرُ بَیْنَکُمَا۔

ابی اللحم کے غلام حضرت عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے مالک نے حکم دیا کہ میں گوشت سکھاؤں اتنے میں میرے پاس مسکین آگیا میں نے اس گوشت میں سے اس کو کھلا دیا، میرے مالک کو جب اس چیز کا پتہ چلا تو اس نے مجھ کو پیٹا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے مالک کو بلا کر پوچھا تم نے اس کو کیوں مارا؟ اس نے کہا یہ میرے طعام میں سے میرے حکم کے بغیر لوگوں کو دیتا ہے آپ نے فرمایا تم دونوں کو اجر ملیگا۔

۲۲۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ ھٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْھَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَصُمِ الْمَرْاَۃُ وَبَعْلُھَا شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَلَا تَاْذَنْ فِیْ بَیْتِہٖ وَھُوَ شَاھِدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَمَا اَنْفَقَتْ مِنْ کَسْبِہٖ مِنْ غَیْرِ اَمْرِہٖ فَاِنَّ نِصْفَ اَجْرِہٖ لَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کی موجودگی میں کوئی عورت اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے اور اس کی موجودگی میں (اپنے کسی محرم کو) بغیر اس کی اجازت کے نہ آنے دے اور اس کی کمائی سے اس کی اجازت کے بغیر جو کچھ خرچ کرے گی اس میں سے آدھا اجر عورت کو ملیگا۔

شوہر کے مال سے بغیر اجازت صدقہ کرنے کا مسئلہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ خادم اور بیوی مالک اور شوہر کی اجازت کے بغیر صدقہ نہیں کر سکتے۔

اجازت کی دو قسمیں ہیں ایک صریح مثلاً یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کو اتنی چیز دیدو اور ایک اجازت عرفی مثلاً خادم یا بیوی کو معلوم ہو کہ معمولی مقدار مثلاً ایک روٹی یا اس کے برابر کسی فقیر کو دے دینے سے مالک یا شوہر کو ناراضگی نہیں ہوتی تو اتنی مقدار دینا جائز ہے اور ان احادیث میں جو ذکر ہے کہ شوہر یا مالک کی اجازت کے بغیر صدقہ کرنے سے اَدھا اجر مل جاتا ہے اس سے مراد ہے کہ صریح اجازت اگر چہ نہ ہو لیکن عرفی اجازت حاصل ہو ـــــــ اور اگر مطلقاً اجازت نہ ہو تو پھر صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔

باب ۲۶۲ فَضْلِ مَنْ ضَمَّ اِلَى الصَّدَقَةِ غَيْرَهَا مِنَ الْبِرِّ!

صدقہ کے ساتھ دیگر نیکیوں کی فضیلت

۲۲۶۷۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى التُّجِيْبِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِی الطَّاهِرِ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَالِهٖ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ فِی الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰى اَحَدٍ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ يُدْعٰى اَحَدٌ مِّنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے مال میں سے ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو جنت میں اس کے لیے ندا کی جائیگی اے اللہ کے بندے یہ نیکی ہے۔! پس جو شخص نمازیوں میں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا اور جو مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب جہاد سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ! کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے پکارے جانے کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی کیا کوئی ایسا شخص ہوگا جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہوگے۔!

۲۲۶۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِ يُوْنُسَ وَ مَعْنٰى حَدِيْثِهٖ ـ

۲۲۶۹ ـ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ نَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَ اللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا شَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ دَعَاهُ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ كُلُّ خَزَنَةِ بَابٍ اَيْ فُلُ هَلُمَّ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَاكَ الَّذِيْ لَا تَوٰى عَلَيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے ہر دروازے کے پہرہ دار بلائیں گے "اے فلاں ادھر آؤ"! حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ ایسے شخص پر کوئی حرج تو نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے تم ان میں سے ہو گے!

۲۲۷۰ ـ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ اَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِيْنًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيْضًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِءٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں! آپ نے فرمایا آج تم میں سے جنازے کے ساتھ کون گیا تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں! آپ نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، آپ نے پوچھا آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے حضرت ابوبکر نے کہا میں نے! آپ نے فرمایا جس شخص میں یہ تمام کام جمع ہوں گے وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

حضرت ابوبکر کی فضیلت

حدیث نمبر ۲۲۶۷ میں ہے کہ نمازیوں کو باب الصلوٰۃ سے، مجاہدوں کو باب الجہاد سے، صدقہ دینے والوں کو باب الصدقہ سے اور روزہ داروں کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف نمازیں پڑھ لے اور باقی عبادات نہ کرے تو یہ اس کے جنت میں جانے کے لیے کافی ہے اور اگر کوئی صدقہ ادا کر لے اور باقی عبادات نہ کرے تو یہ اس کے جنتی ہونے کے لیے کافی ہے اور اگر کوئی صرف روزے رکھ لے تو وہ اس کے لیے کافی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے ہر شخص

کے لیے تمام فرائض کو ادا کرنا اور تمام ممنوعات سے مجتنب رہنا ضروری ہے اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی الا ماشاء اللہ، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر فرائض ادا کرنے اور ممنوعات سے بچنے کے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو خصوصیت کے ساتھ نفلی نمازیں زیادہ پڑھنے والے ہوں گے۔ کوئی نفلی صدقات میں خصوصیت رکھتا ہو گا اور کوئی نفلی روزے زیادہ رکھتا ہو گا اس اعتبار سے کسی کو باب الصلوٰۃ سے، کسی کو باب الصدقہ سے اور کسی کو باب الریان سے بلایا جائے گا۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکر کی واضح فضیلت ہے کہ امت کے باقی لوگ عبادت کے کسی ایک شعبہ میں فائق ہوں گے اور حضرت ابو بکر ان میں سے ہوں گے جو عبادات کے تمام شعبوں میں سب سے بڑھ کر اور سب پر فائق ہوں گے!

حدیث نمبر ۲۲۷۰ میں بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ظاہر فضیلت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نیکی کے بارے میں بھی سوال کیا وہ نیکی صرف حضرت ابو بکر میں ملی اور سرکار حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے ایک مسلمان میں جس قدر نیکیاں مجتمع دیکھنا چاہتے تھے وہ سب نیکیاں حضرت ابو بکر میں موجود تھیں۔!

بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْإِنْفَاقِ وَكَرَاهَةِ الْإِحْصَاءِ

خرچ کرنے کی فضیلت اور جمع کرنے کی ناپسندیدگی

۲۲۷۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفِقِي وَانْفَحِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرچ کرو اور گن گن کے نہ رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دیگا۔

۲۲۷۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَازِمٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ عَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفِحِي أَوِ انْضَحِي أَوْ أَنْفِقِي وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ وَلَا تُوعِي فَيُوعِيَ اللهُ عَلَيْكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرچ کرو اور گن گن کر مت رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن گن کر دے گا اور جمع مت کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے معاملے میں جمع کر کے رکھے گا۔

۲۲۷۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ نَا هِشَامٌ عَنْ عَبَّادِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا نَحْوَ

ایک اور سند سے بھی حضرت اسماء سے ایسی روایت منقول ہے۔

حَدِیْثِهِمْ۔

۲۲۷۴ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ اَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَیْرِ اَخْبَرَهٗ عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهَا جَآءَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ لَیْسَ لِیْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا مَا اَدْخَلَ عَلَیَّ الزُّبَیْرُ فَهَلْ عَلَیَّ جُنَاحٌ اَنْ اَرْضَخَ مِمَّا یُدْخِلُ عَلَیَّ فَقَالَ اِرْضَخِیْ مَا اسْتَطَعْتِ وَلَا تُوْعِیْ فَیُوْعِیَ اللّٰهُ عَلَیْكِ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! میرے پاس تو سوا اس مال کے کچھ نہیں ہے جو زبیر مجھے دیتے ہیں اگر میں اس مال سے کچھ خرچ کروں تو کیا مجھے گناہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس قدر دے سکو دو اور جمع نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہارے معاملے میں جمع کرکے رکھے گا۔

(ف) شوہر کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا جائز نہیں ہے یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ حضرت زبیر نے جو مال حضرت اسماء کو ذاتی خرچ کے لیے دیا تھا اس میں سے خرچ کریں یا حضرت زبیر کے مال میں سے اتنا خرچ کریں جو معمولی ہو جس پر وہ ناخوش نہ ہوں۔

۲۹۴ بَابُ الْحَثِّ عَلَی الصَّدَقَةِ وَلَوْ بِالْقَلِیْلِ وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْقَلِیْلِ لِاحْتِقَارِهٖ

تھوڑا صدقہ دینے کی ترغیب

۲۲۷۵ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اللَّیْثُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ یَا نِسَآءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مسلمان عورتو! تم میں سے کوئی عورت اپنی ہم سایہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اسے بکری کا ایک کھُر دے۔

(ف) حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ معمولی مقدار کا صدقہ بھی جائز ہے اور چیز کی کمی کے باعث صدقہ کرنے سے نہ رُکے اور یہ کہ کسی کی دی ہوئی چیز خواہ کم ہو اس کو حقیر نہ جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو ایک ذرّہ کے برابر نیکی بھی مقبول ہو جاتی ہے۔ "فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره"

بَابُ فَضْلِ اِخْفَآءِ الصَّدَقَةِ ۲۹۵

پوشیدگی کے ساتھ صدقہ دینے کی فضیلت

۲۲۷۶ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی جَمِیْعًا عَنْ یَحْیَی الْقَطَّانِ قَالَ زُهَیْرٌ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ اس دن اللہ تعالیٰ کے

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُبَيْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ يَمِينُهُ مَا تُنْفِقُ شِمَالُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ تَعَالَى خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

سائے تلے ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، وہ دو شخص جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں ملیں اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جسے کوئی مقتدر اور حسین عورت (گناہ کی) دعوت دے اور وہ شخص کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو چھپا کر صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو نہ پتہ چلے کہ دائیں نے کیا خرچ کیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

۲۲۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَوْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ وَقَالَ رَجُلٌ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ إِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتَّى يَعُودَ إِلَيْهِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے اور اس میں ہے جو شخص مسجد سے نکلے اور مسجد میں لوٹنے تک اس کا دل مسجد ہی میں لگا رہے۔

(ف) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے سایہ سے مراد عرش الٰہی کا سایہ ہے۔ اور صدقہ نفلی چھپا کر دینا افضل ہے اور صدقہ فرضیہ یعنی زکوٰۃ علی الاعلان دینی چاہیے، امام عادل سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کے پاس مسلمانوں کے امور اور معاملات ہوں اور وہ ان کو اصول اور قانون کی روشنی میں انجام دے اور کسی کی رُو رعایت نہ کرے۔

باب ۲۹۶ بَيَانِ أَنَّ أَفْضَلَ الصَّدَقَةِ صَدَقَةُ الصَّحِيحِ الشَّحِيحِ!

تندرست اور حریص انسان کا صدقہ زیادہ افضل ہے۔

۲۲۷۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا اجر زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو

الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ قَالَ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا أَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

حریص ہو، تم کو فقر کا خوف ہو، اور مالداری کی امید ہو اور صدقہ دینے کو اس وقت تک نہ مؤخر کرتے رہو حتیٰ کہ تمہاری جان حلق تک جا پہنچے اور پھر تم کہو اتنا فلاں کا ہے اور اتنا فلاں کا (اب تم کہو یا نہ کہو) وہ تو فلاں کا ہو چکا۔

۲۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا قَالَ أَمَا وَأَبِيكَ لَتُنَبَّأَنَّهُ أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْبَقَاءَ وَلَا تُمْهِلُ حَتَّى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا أَلَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے صدقہ کا اجر زیادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ کی قسم تم کو ضرور خبر دی جائیگی! تم اس حال میں صدقہ دو کہ تم تندرست ہو، حریص ہو، فقر کا خوف کرتے ہو اور تونگری کی امید رکھتے ہو اور صدقہ دینے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ تمہاری جان حلقوم تک پہنچ جائے اور پھر تم کہو اتنا فلاں کا اور اتنا فلاں کا حالانکہ (اب تم کہو نہ کہو) فلاں کا اتنا ہو چکا۔

۲۲۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

(ف) اس حدیث میں آپ نے فرمایا تیرے باپ کی قسم حالانکہ غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا اس لحاظ سے ممنوع ہے کہ اگر قسم پوری نہ کی تو حانث ہو جائے گا یا قصداً ممنوع ہے بلا قصد زبان پر جاری ہو تو ممنوع نہیں ہے۔

۲۹ باب بَيَانِ أَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى وَأَنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا هِيَ الْمُنْفِقَةُ وَأَنَّ الْيَدَ السُّفْلَى هِيَ الْآخِذَةُ

اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے

۲۲۸۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر صدقہ کا وعظ فرما رہے تھے اور سوال نہ کرنے کی نصیحت کر رہے تھے اس وقت آپ نے فرمایا اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے

هُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَالْيَدُ الْعُلْيَا الْمُنْفِقَةُ وَالسُّفْلَى السَّائِلَةُ۔

بہتر ہے اور اوپر والا ہاتھ خرچ کرنے والا ہے اور نچلا ہاتھ سوال کرنے والا ہے۔

۲۲۸۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ بَشَّارٍ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ اَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَوْ خَيْرُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کرنے کے بعد بھی آدمی غنی رہے اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے اور جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان سے (صدقہ دینے کی) ابتداء کرو۔

۲۲۸۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ وَسَعِيدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَاَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ سَاَلْتُهُ فَاَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِطِيبِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ اَخَذَهُ بِاِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ وَكَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

حضرت حکیم بن حزام بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین مرتبہ مانگا آپ نے مجھے تین مرتبہ عطا کیا پھر آپ نے فرمایا یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے جس نے اس کو نفس کی سربلندی (یعنی بن مانگے یا دینے والے کی خوشی) سے لیا اس کے مال میں برکت ہوگی اور جس نے نفس کو ذلیل کر کے (یعنی مانگ کر) لیا اس کے مال میں برکت نہیں ہوگی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

۲۲۸۴۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا شَدَّادٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اَنْ تَبْذُلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم! تیرے لیے ضرورت سے زائد چیز کا خرچ کرنا بہتر ہے اور اگر تو اس کو روکے رکھے تو یہ برا ہے، اور ضرورت کے مطابق خرچ رکھنے پر تجھے ملامت نہیں ہے اور جو تیری زیر پرورش ہیں ان سے ابتداء کر اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے

وَاَنْ تُمْسِكَهٗ شَرٌّ لَّكَ وَلَا تُلَامُ عَلٰى كَفَافٍ وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔

بہتر ہے۔

(ف) آپ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ وہ ہے جس میں صدقہ کے بعد بھی آدمی غنی رہے کیونکہ انسان اگر اپنا سارا مال صدقہ کر کے خود فقیر بن جائے اور اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کا دست نگر ہو جائے تو یہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے اور مذموم ہے۔

باب ۲۹۸ النَّهْيِ عَنِ الْمَسْئَلَةِ

سوال کرنے کی ممانعت

۲۲۸۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعَةُ بْنُ يَزِيْدَ الدِّمَشْقِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ الْجَهْضَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَاَحَادِيْثَ اِلَّا حَدِيْثًا كَانَ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاِنَّ عُمَرَ كَانَ يُخِيْفُ النَّاسَ فِي اللّٰهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ فَمَنْ اَعْطَيْتُهٗ عَنْ طِيْبِ نَفْسٍ فَمُبَارَكٌ لَّهٗ فِيْهِ وَمَنْ اَعْطَيْتُهٗ عَنْ مَّسْئَلَةٍ وَشَرَهٍ كَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ان احادیث کے سوا احادیث بیان کرنے سے بچو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں روایت کی گئی ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں لوگوں کو اللہ سے ڈرایا کرتے تھے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا میں صرف خازن ہوں جس کو میں نے خوشی سے دیا اس کو برکت ہو گی اور جس کو میں نے اس کے مانگنے یا اس کی حرص کی وجہ سے دیا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

۲۲۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَخِيْهِ هَمَّامٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْحِفُوْا فِي الْمَسْئَلَةِ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَلُنِيْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهٗ مَسْئَلَتُهٗ مِنِّيْ شَيْئًا وَاَنَا لَهٗ كَارِهٌ فَيُبَارَكُ لَهٗ فِيْمَا اُعْطِيْتَهٗ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم گڑگڑا کر سوال مت کیا کرو۔ بخدا جو شخص مجھ سے سوال کرے اور میں ناخوشی سے اس کو دوں تو میری دی ہوئی چیز میں کیسے برکت ہو گی۔

۲۲۸۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ وَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ فِي دَارِهِ بِصَنْعَاءَ فَأَطْعَمَنِي مِنْ جَوْزَةٍ فِي دَارِهِ عَنْ أَخِيهِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت منقول ہے۔

۲۲۸۸ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَيُعْطِي اللهُ.

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرما دیتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور دیتا اللہ ہے۔

۲۲۸۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِينُ بِهٰذَا الطَّوَّافِ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ فَتَرُدُّهُ اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ قَالُوا فَمَا الْمِسْكِينُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يُغْنِيهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهُ فَيُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں میں گھومتا رہتا ہے اور ایک لقمہ یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر چلا جاتا ہے صحابہ نے کہا یا رسول اللہ پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اس کی ضروریات سے اس کو مستغنی کر دے اور نہ اس کے آثار سے مسکینی اور فقر کا پتا چلے تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ لوگوں سے سوال کرتا ہو۔

۲۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي شَرِيكٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص مسکین نہیں ہے جو ایک کھجور یا دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لے کر چلا جاتا ہے مسکین وہ ہے جو سوال سے رکتا ہو اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ترجمہ) وہ جو لوگوں سے گڑگڑا

قَالَ لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ بِالَّذِيْ تَرُدُّهُ التَّمْرَةُ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَا اللُّقْمَةُ وَاللُّقْمَتَانِ اِنَّ الْمِسْكِيْنَ الْمُتَعَفِّفُ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔

کر نہیں مانگتے۔

۲۲۹۱۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ شَرِيْكٌ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءُ بْنُ يَسَارٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اِسْمٰعِيْلَ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

۲۲۹۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ الْمَسْئَلَةُ بِاَحَدِكُمْ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سوال کرتا رہے گا حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے جسم پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

۲۲۹۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَخِي الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ مُزْعَةً۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے مگر اس میں گوشت کے ٹکڑے کا ذکر نہیں ہے۔

۲۲۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْاَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَاْتِيَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان سوال کرتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

۲۲۹۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ النَّاسَ اَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَاِنَّمَا سَاَلَ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ اَوْ لِيَسْتَكْثِرْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے مانگتا رہے وہ انگاروں کا سوال کرتا ہے خواہ کم کرے یا زیادہ۔

۲۲۹۶ - حَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ بَيَانٍ اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَاَنْ يَغْدُوَ اَحَدُكُمْ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَتَصَدَّقَ بِهٖ وَيَسْتَغْنِيَ بِهٖ مِنَ النَّاسِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ يَّسْاَلَ رَجُلًا اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهٗ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْيَدَ الْعُلْيَا اَفْضَلُ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَابْدَاْ بِمَنْ تَعُوْلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص صبح جاکر اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لائے اور ان سے صدقہ کرے اور اس کے سبب لوگوں سے مانگنے سے بچا رہے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو دے یا منع کرے، کیونکہ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے اور جو تمہارے زیر کفالت ہیں ان سے ابتدا کرو۔

۲۲۹۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنِيْ قَيْسُ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَاَنْ يَّغْدُوَ اَحَدُكُمْ فَيَحْتَطِبَ عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ بَيَانٍ۔

حضرت قیس بن ابوحازم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم حضرت ابوہریرہ کے پاس آئے وہ کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص صبح کو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لائے اور ان کو بیچے اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۲۲۹۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَيُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ مَوْلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّحْتَزِمَ اَحَدُكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو فروخت کرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی شخص سے سوال کرے وہ اس کو دے یا منع کر دے۔

حُزْمَةً مِّنْ حَطَبٍ فَيَحْمِلَهَا عَلٰى ظَهْرِهٖ فَيَبِيْعَهَا خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّسْاَلَ رَجُلًا يُعْطِيْهِ اَوْ يَمْنَعُهٗ۔

۲۲۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ سَلَمَةُ نَا وَقَالَ الدَّارِمِيُّ اَنَا مَرْوَانُ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا سَعِيْدٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي الْحَبِيْبُ الْاَمِيْنُ اَمَّا هُوَ فَحَبِيْبٌ اِلَيَّ وَاَمَّا هُوَ عِنْدِيْ هُوَ فَاَمِيْنٌ عَوْفُ بْنُ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةً اَوْ ثَمَانِيَةً اَوْ سَبْعَةً فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا حَدِيْثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا تُبَايِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَسَطْنَا اَيْدِيَنَا وَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَتُطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً وَلَا تَسْاَلُوا النَّاسَ شَيْئًا فَلَقَدْ رَاَيْتُ بَعْضَ اُولٰئِكَ النَّفَرِ يَسْقُطُ سَوْطُ اَحَدِهِمْ فَمَا يَسْاَلُ اَحَدًا يُنَاوِلُهٗ اِيَّاهُ۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہم نو، آٹھ یا سات آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! اور ہم نے ابھی دنوں آپ سے بیعت کی تھی، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، آپ نے پھر فرمایا: تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت نہیں کرتے! عوف کہتے ہیں، ہم نے ہاتھ بڑھا دیے اور عرض کیا! یا رسول اللہ ہم تو آپ سے بیعت کر چکے ہیں، اب کس چیز کی بیعت کریں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی کہ تم اللہ کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے اور پانچ نمازیں پڑھو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو گے اور ایک بات آہستہ سے فرمائی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرو گے میں نے اس جماعت کے بعض ساتھیوں کو دیکھا ان کا (سواری سے) چابک گر جاتا تھا اور وہ کسی سے اس کے اٹھا کر دینے کا سوال نہیں کرتے تھے

سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

اس باب کی اکثر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے کی مذمت فرمائی ہے اور مسلمانوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سوال کرنے سے حتی الامکان گریز کریں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام ہے اور جو شخص کمانے پر قادر ہو اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا حرام

ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا سوال کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ اس میں تین شرطیں پائی جائیں، سوال کرتے وقت اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے گڑگڑا کر سوال نہ کرے اور مسئول کو ایذاء نہ دے اور اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں تو سوال کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

بعض روایات میں ہے: "وللسائل علیك حق وان جاء علی فرس" "سائل کا تم پر حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو" اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خوش حال شخص بھی سوال کر سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محض گھوڑے پر سوار ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ شخص خوش حال بھی ہو کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص پر اتنا قرض ہو کہ وہ گھوڑا بھی اس قرض میں ڈوبا ہوا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس وہ گھوڑا اپنا نہ ہو عاریۃً ہو یا وہ کسی عذر کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہو، اس حدیث کا منشاء یہ ہے کہ دینے والے کو سائل کا حال نہیں دیکھنا چاہیے کہ وہ اہل ہے یا نہیں ہے بلکہ جو بھی اس سے سوال کرے وہ اس کو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ دیدے اور اگر اس کے پاس کچھ دینے کے لیے نہ ہو تو اچھے طریقہ سے معذرت کرے اگر لوگ یہ معمول بنا لیں کہ اسی سائل کو دیں گے جو سوال کا اہل ہوگا اور تحقیق کر کے خیرات دیں گے اور اللہ بھی بندوں کے ساتھ یہی معاملہ کرے کہ جو سوال کا اہل ہو اسی کو دے اور جو اہل نہ ہو اس کو نہ دے تو سوچیے ہم میں کون اللہ سے مانگنے کا اہل ہے چند گنے چنے اس کے مقبول اور کامل بندے ہیں جو سوال کے اہل ہیں جن کے سوال کو وہ پورا کرتا ہے اور ان کے صدقے سے ہم نااہلوں کے سوال پر بھی عطا کرتا ہے پس جس طرح اللہ تعالیٰ اہل اور نااہل کی تفریق نہیں کرتا سب کو عطا کرتا ہے اور اپنی دین اور بخشش کے معاملہ میں کسی کو نااہلی کی بناء پر محروم نہیں کرتا بندوں کو چاہیے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں تحقیق اور تجسس نہ کریں کہ کون اہل ہے اور کون نہیں ہے اور حسن ظن کی بناء پر ہر شخص کو اہل ہی سمجھیں خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو اس طرح کسی ایک اہل کی بناء پر کئی نااہلوں کو مل جائے گا جیسے کسی ایک نااہل اور کامل بندے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نجانے ہم ایسے کتنے نااہلوں اور ناقص بندوں کو نوازتا ہے اور عطا کرتا ہے اور کسی کا پردہ چاک نہیں کرتا! کیونکہ اگر ہم نے کسی سائل کو اس کی نااہلی کی بناء پر نہ دیا تو اسے تو کسی اور دروازے سے مل جائے گا لیکن اگر اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنا دروازہ بند کر دیا تو ہم کس کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے!

دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط

اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۸۰ میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "ان احادیث کو بیان کرو جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیان کی جاتی تھیں" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اہل کتاب سے بکثرت روایت کی جاتی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو روایت حدیث کے سلسلہ میں احتیاط تھی اس کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا تھا حضرت عمر روایت حدیث کرنے والوں پر بڑی سختی کرتے تھے اور روایت پر شہادت طلب کرتے تھے۔

فقہ کی فضیلت

علم فقہ کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا فرماتا ہے اور اس کا عکس کلی یہ ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دین میں فقہ دیدی ہے ان کے لیے اس نے خیر کا ارادہ کر لیا ہے اور اس میں فقہاء

کے لیے عظیم بشارت ہے ہر چند کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ لازم نہیں ہے لیکن کلیت کے منافی بھی نہیں ہے جیسے کل انسان ناطق اور کل ناطق انسان' اور میں اللہ تعالیٰ کے تفضل وکرم پر بھروسہ کر کے عکس کلی ہی کا گمان رکھتا ہوں۔ وانا عند ظن عبدی بی۔

انما انا قاسم کی تشریح

اس باب کی حدیث نمبر ۲۲۸۸ میں ہے انما انا قاسم واللہ یعطی شیخ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حقیقت میں دینے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور ظاہراً اور صورۃً دینے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تقسیم کرنے والے بھی آپ ہیں اور یہاں ظاہر ہی مراد ہے کیونکہ تمام لوگوں کی نظر حقیقت کی طرف منتقل نہیں ہوتی اور عرف میں بھی ظاہر ہی کا اعتبار ہوتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ظاہر کے اعتبار سے دینے والے بھی حضور اور تقسیم کرنیوالے بھی حضور تو آپ نے عطا کی نسبت اللہ کی طرف اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف کیوں کی' اس کا جواب یہ ہے کہ عطاء کا مرتبہ تقسیم سے بلند ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً اللہ تعالیٰ کی طرف عطاء کی نسبت کی اور اپنی طرف تقسیم کی نسبت کی [1]۔

رہا یہ کہ آپ کیا چیز تقسیم کرتے ہیں علامہ عینی نے یہاں طویل بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ علم اور مال دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے ہیں اور لوگوں میں علم اور مال کے اعتبار سے جو کمی بیشی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء کی جہت سے ہے کیونکہ آپ تو صرف تقسیم کرنے والے ہیں [2] اور یہ بھی بعید نہیں کہ عزت وشرف مال ودولت، علم وحکمت غرضیکہ ہر نعمت دیتا اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں کیونکہ آپ ہر نعمت کے حصول میں واسطہ عظمیٰ ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای العلم والغنیمۃ ونحوھما وقیل البشارۃ للصالح والنذارۃ للطالح ویمکن ان تکون قسمۃ الدرجات والدرکات مفوضۃ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا منع من الجمع کما یدل علیہ حذف المفعول لتذھب انفسھم کل المذھب ویشرب کل واحد من ذلک المشرب۔ [3]

آپ علم اور مال غنیمت اور اس جیسی چیزیں تقسیم فرماتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ نیک لوگوں کو بشارت اور بدکاروں کو وعید کی تقسیم کرتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ بلندیوں اور پستیوں کی تقسیم بھی آپ کی طرف مفوض ہو اور ان تمام معانی کے ارادہ کر لینے سے بھی کوئی مانع نہیں ہے جیسا کہ اس بات پر مفعول کا محذوف کرنا دلالت کرتا ہے تاکہ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کہہ سکے کہ اللہ تعالیٰ یہ چیز دیتا ہے اور حضور اس کو تقسیم کرتے ہیں۔

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۲ ص ۵۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[3] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

ب ۲۹۹. مَنْ تَحِلُّ لَهُ الْمَسْئَلَةُ

سوال کرنے کا جواز

۲۳۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ رُبَابٍ، قَالَ حَدَّثَنِي كِنَانَةُ بْنُ نُعَيْمٍ الْعَدَوِيُّ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ الْهِلَالِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ فِيهَا فَقَالَ أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا قَالَ ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ رَجُلٍ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَاحَتْ مَالَهُ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٍ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحِجَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فُلَانًا فَاقَةٌ فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْئَلَةُ حَتَّى يُصِيبَ قِوَامًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سِدَادًا مِنْ عَيْشٍ فَمَا سِوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَا قَبِيصَةُ سُحْتٌ يَأْكُلُهَا صَاحِبُهَا سُحْتًا۔

حضرت قبیصہ بن مخارق ہلالی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک بڑی رقم کا مقروض ہو گیا تھا، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ سے اس کے متعلق سوال کروں، آپ نے فرمایا اس وقت تک ہمارے پاس ٹھہرو جب تک صدقہ کا مال آجائے، ہم اس میں سے تمہیں دینے کا حکم کریں گے پھر فرمایا اے قبیصہ! تین شخصوں کے علاوہ اور کسی کے لیے سوال کرنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جو مقروض ہو اس کے لیے اتنی مقدار کا سوال جائز ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے، اس کے بعد وہ سوال سے رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کوئی آفت ناگہانی پہنچی ہو جس سے اس کا مال تباہ ہو گیا ہو، اس کے لیے اتنا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گذارہ ہو جائے، تیسرا وہ شخص جو فاقہ زدہ ہو اور اس کے قبیلہ کے تین عقلمند آدمی اس بات پر گواہی دیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے تو اس کے لیے بھی اتنی مقدار کا سوال کرنا جائز ہے جس سے اس کا گزارہ ہو جائے، اور اے قبیصہ ان تین شخصوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے اور جو (ان کے علاوہ کسی اور صورت میں) سوال کر کے کھاتا ہے وہ حرام کھاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

پیشہ ور گداگر

مقروض کے لیے ادائیگی قرض کے واسطے سوال کی اجازت اس وقت ہے جب اس نے کسی جائز ضرورت کی وجہ سے قرض لیا ہو اگر کسی گناہ کی خاطر قرض لیا ہے تو سوال کی اجازت نہیں، فاقہ زدہ کے لیے اس کی قوم کے تین ذی عقل آدمیوں کی گواہی بطور استحباب ہے ورنہ دو آدمیوں کی گواہی بھی کافی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشہ ور گداگری اسلام میں ناجائز ہے اور اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ پیشہ ور گداگروں کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔ آج کل بعض لوگ مصنوعی طور پر اور بعض عمداً معذور بن جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ پیر خراب کر کے ایسی وضع اختیار کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ترس آئے اور زیادہ سے زیادہ بھیک ملے ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت سلامتی اعضاء ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو ضائع کرتے ہیں اور کفران نعمت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بعض لوگ میک اپ کا سہارا لے کر مصنوعی بیماریاں ظاہر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں، بعض مصنوعی طور پر نابینا یا

لنگڑے بن جاتے ہیں ایسے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے سخت سزا دینی چاہیے تاکہ اس مکروہ پیشہ کی حوصلہ شکنی ہو اور پیشہ ور گداگری کی لعنت کا خاتمہ ہو۔

باب ۳۰: جَوَازِ الْاَخْذِ بِغَيْرِ سُؤَالٍ وَّلَا تَطَلُّعٍ

بغیر سوال کے لینے کا جواز

۲۳۰۱۔ وَحَدَّثَنَاهَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ قَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْنِي الْعَطَآءَ فَاَقُوْلُ اَعْطِهِ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنِّيْ حَتّٰى اَعْطَانِيْ مَرَّةً مَالًا فَقُلْتُ اَعْطِهِ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ وَمَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کچھ عطا کرتے تو میں کہہ دیا کرتا تھا کہ جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دیدیں۔ حتیٰ کہ ایک بار آپ نے مجھے کچھ مال دیا میں نے عرض کیا جو شخص مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دیدیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لے لو اور اس مال میں سے تمہارے پاس جو بغیر طمع اور سوال کے آیا کرے اس کو لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ آئے اس کا خیال نہ کیا کرو۔

۲۳۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْطِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْعَطَآءَ فَيَقُوْلُ لَهٗ عُمَرُ اَعْطِهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفْقَرَ اِلَيْهِ مِنِّيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْهُ فَتَمَوَّلْهُ اَوْ تَصَدَّقْ بِهٖ وَمَا جَآءَكَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَّلَا سَآئِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَا فَلَا تُتْبِعْهُ نَفْسَكَ قَالَ سَالِمٌ فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن الخطاب کو کچھ مال دیا کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ کسی ایسے شخص کو عنایت فرمائیے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس مال کو رکھ کر اس سے فائدہ حاصل کر دیا کسی کو صدقہ کر دو اور تمہارے پاس جب یہ مال آئے اور تمہیں اس کی طمع ہو نہ تم نے اس کا سوال کیا ہو تو لے لیا کرو اور جو اس طرح نہ ہو اس کا خیال نہ کیا کرو، سالم کہتے ہیں اس وجہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی سے سوال نہیں کرتے تھے اور اگر کوئی چیز دیتا تو اس کو رد نہیں کرتے تھے۔

كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا وَلَا يَرُدُّ شَيْئًا أُعْطِيَهُ.

۲۳۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ بِمِثْلِ ذٰلِكَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ السَّعْدِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۳۰۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّاعِدِيِّ الْمَالِكِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَأَدَّيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَ لِي بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ وَأَجْرِي عَلَى اللّٰهِ فَقَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتَ فَإِنِّي عَمِلْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَّلَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ فَكُلْ وَتَصَدَّقْ.

ابن الساعدی مالکی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدقات وصول کرنے کا عامل بنادیا، جب میں اس سے فارغ ہوا اور مال لاکر انھیں دیا تو حضرت عمر نے مجھے اجرت دینے کا حکم فرمایا۔ ——— میں نے کہا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لیے کیا ہے اور میرا اجر اللہ پر ہے۔ حضرت عمر نے کہا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک بار میں عامل تھا حضور نے مجھے اجرت دی، میں نے تمہاری طرح کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں کوئی چیز بغیر سوال کے دی جائے تو کھا لیا کرو اور صدقہ بھی دیا کرو۔

۲۳۰۵۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ ابْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ السَّعْدِيِّ أَنَّهُ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ.

ایک اور سند سے بھی منقول ہے ابن الساعدی بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقات کا عامل بنایا اس کے بعد حسب سابق ہے۔

حکومت کے عطیات کا حکم

جب کسی شخص کو اس کے مانگنے کے بغیر کوئی عطیہ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں متعدد اقوال ہیں اگر وہ عطیہ حاکم کے علاوہ کسی اور نے دیا ہے اور اس کے پیچھے کسی ناجائز کام کی تحریک اور ترغیب نہیں ہے تو اس کا لینا مستحب ہے، اور اگر حاکم کا عطیہ ہے تو بعض علماء نے اس کے لینے کو مباح قرار دیا ہے بعض نے مکروہ اور بعض نے حرام، صحیح بات یہ ہے کہ اگر کسی قومی ملی اور دینی خدمت کے عوض حکومت کچھ دیتی ہے تو اس کا لینا مستحب ہے جیسے نشان حیدر، ہلال قائداعظم، ستارہ

خدمت اور ستارۂ جرأت وغیرہ ہیں۔ اور اگر سیاسی رشوت کے طور پر کچھ دیا جائے جیسے روٹ پرمٹ اور مختلف چیزوں کے لائسنس اور ٹھیکے وغیرہ، جن کے عوض حکومت ان چیزوں کے بدلہ میں ان سے کوئی کام چاہتی ہے مثلاً الیکشن میں حکومت کے لیے کنوینسنگ یا حکومت کے ہر اقدام کی حمایت کرنا اور عوام کے ووٹ خریدنا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ عطیات اگر کسی مکروہ کام کی تائید میں ہوں تو عطیہ مکروہ ہے اور حرام کام کی تائید میں ہوں تو حرام ہے اور اگر یہ عطیات سیاسی نوازشات اور تالیف قلوب کی وجہ سے ہوں جیسے حکومت کا کچھ لوگوں کو حج اور عمرہ پر یا غیر ملکی دوروں پر بھیجنا یا سیرت کانفرنس میں مدعو کرنا تو یہ عطیات از قبیل مباح ہیں۔

بَابُ ۳۰ کَرَاهَةِ الْحِرْصِ عَلَى الدُّنْيَا

حرص دنیا کی مذمت

۲۳۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلٰى حُبِّ اثْنَتَيْنِ حُبِّ الْعَيْشِ وَالْمَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے، زندگی کی محبت اور مال کی۔

۲۳۰۷۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلٰى حُبِّ اثْنَتَيْنِ طُولِ الْحَيَاةِ وَحُبِّ الْمَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے، لمبی زندگی اور مال کی محبت۔

۲۳۰۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِي عَوَانَةَ قَالَ يَحْيٰى اَنَا اَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہو جاتا اور اس کی دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں مال کی حرص اور عمر کی حرص۔

۲۳۰۹۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي اَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے حسب سابق روایت ہے۔

عَنْهُ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۳۱۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۲۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری وادی تلاش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھرتا اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۲۳۱۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَلَا اَدْرِیْ اَشَیْءٌ اُنْزِلَ اَمْ شَیْءٌ کَانَ یَقُوْلُهٗ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ عَوَانَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور مجھے یہ پتا نہیں کہ آپ پر وہ بات نازل ہوئی تھی یا آپ از خود فرما رہے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادٍ مِّنْ ذَهَبٍ اَحَبَّ اَنَّ لَهٗ وَادِیًا اٰخَرَ وَلَنْ یَّمْلَاَ فَاهُ اِلَّا التُّرَابُ وَاللّٰهُ یَتُوْبُ عَلٰی مَنْ تَابَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس ایک سونے کی وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اسے ایک اور وادی بھی مل جائے اور مٹی کے سوا اور کوئی چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

۲۳۱۴۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابن آدم کے پاس مال سے بھری ہوئی ایک وادی ہو تو وہ چاہے گا کہ اس جیسی ایک اور ہو اور ابن آدم کے نفس کو مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ مِلْءَ وَادٍ مَالًا لَاَحَبَّ اَنْ يَكُوْنَ اِلَيْهِ مِثْلُهٗ وَلَا يَمْلَاُ نَفْسَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَاللّٰهُ يَتُوْبُ عَلٰى مَنْ تَابَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَلَا اَدْرِيْ اَمِنَ الْقُرْاٰنِ هُوَ اَمْ لَا قَالَ وَفِيْ رِوَايَةِ زُهَيْرٍ قَالَ فَلَا اَدْرِيْ اَمِنَ الْقُرْاٰنِ اَمْ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔

بھر سکتی، اور جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مجھے پتا نہیں کہ یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔ زہیر کی روایت میں ہے کہ ابن عباس نے یہ الفاظ نہیں کہے "کہ میں نہیں جانتا یہ قرآن سے ہے یا نہیں۔

۲۳۱۵۔ حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِيْ حَرْبِ بْنِ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بُعِثَ اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلٰى قُرَّاءِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ فَدَخَلَ اِلَيْهِ ثَلَاثُ مِائَةِ رَجُلٍ قَدْ قَرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَقَالَ اَنْتُمْ خِيَارُ اَهْلِ الْبَصْرَةِ وَقُرَّاؤُهُمْ فَاتْلُوْهُ وَلَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ فَتَقْسُوَ قُلُوْبُكُمْ كَمَا قَسَتْ قُلُوْبُ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَاِنَّا كُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَةً كُنَّا نُشَبِّهُهَا فِي الطُّوْلِ وَالشِّدَّةِ بِبَرَاءَةٍ فَاُنْسِيْتُهَا غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ حَفِظْتُ مِنْهَا لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغٰى وَادِيًا ثَالِثًا وَلَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَكُنَّا نَقْرَاُ سُوْرَةً كُنَّا نُشَبِّهُهَا بِاَحَدِ الْمُسَبِّحَاتِ فَاُنْسِيْتُهَا غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ حَفِظْتُ مِنْهَا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ فَتُكْتَبُ شَهَادَةً فِيْ اَعْنَاقِكُمْ فَتُسْاَلُوْنَ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو بلوایا تو ان کے پاس تین سو ایسے شخص آئے جو قرآن مجید پڑھ چکے تھے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا تم اہل بصرہ میں سب سے بہتر ہو اور اے قرآن پڑھنے والو! تم قرآن مجید پڑھتے رہو، کہیں زیادہ مدت گزر جانے سے تمہارے دل سخت نہ ہو جائیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کے دل سخت ہو گئے تھے، ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو طول اور شدت میں سورہ توبہ کے برابر تھی، مجھے وہ سورت بھلا دی گئی البتہ اس کی اتنی بات یاد رہی کہ ابن آدم کے لیے مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کی خواہش کرے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھرتی، اور ہم ایک اور سورت بھی پڑھا کرتے تھے جو مسبحات (جو سورت سبح سے شروع ہو) میں سے کسی ایک سورت کے برابر تھی وہ بھی مجھے بھلا دی گئی، البتہ اس میں سے مجھے اتنا یاد ہے (ترجمہ:) اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس کو خود نہیں کرتے، تمہاری گردنوں میں شہادت لکھ دی جائے گی اور قیامت کے دن تم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔

(ف) اس باب کی احادیث میں دنیا کی محبت اور کثرت مال کی حرص کی مذمت بیان کی گئی ہے، اور سورت بھلا دی جانے کی تحقیق اور اس مسئلہ میں ڈاکٹر غلام جیلانی برق کے اعتراضات اور ان کے جوابات ہم اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ کتاب الصلوٰۃ میں بیان کر چکے ہیں۔

باب ۳۰۲ فَضْلِ الْقَنَاعَةِ وَالْحَثِّ عَلَيْهَا

قناعت کی فضیلت

۲۳۱۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا مال سے نہیں نفس کے استغناء سے حاصل ہوتا ہے۔

قناعت کی وضاحت

جو شخص مال رکھنے کے باوجود مال و دولت پر حریص ہو اور مال میں زیادتی کا طالب ہو تو وہ اپنے مال کی وجہ سے مستغنی نہیں ہے بلکہ وہ زیادہ مال کا محتاج ہے لہٰذا وہ غنی نہیں ہے۔ غنی تب ہی ہو گا جب وہ مال و دولت سے مستغنی ہو جائے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج رہے اور دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بے نیاز رہے آج حال یہ ہے کہ لوگ بظاہر احکام خداوندی سے بے نیاز معلوم ہوتے ہیں اور دنیا کی طرف حد درجہ کے محتاج ہیں۔ خیال رہے کہ قناعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسابقت اور جد و جہد کو ترک کر دیا جائے اور آگے بڑھنے کی لگن کو ختم کر دیا جائے، اسلام اور اسلام کے احکام کی اشاعت و تبلیغ، مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور ملک و قوم کی تعمیر و ترقی، وطن کی آزادی اور بقاء اور استحکام، زراعت، صنعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع کی ترقی میں تیز سے تیز تر گامزن رہنے اور اقوام عالم میں سب سے آگے بڑھنے کی دھن عین اسلامی تقاضا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اگر تم کامل مؤمن رہے تو تم ہی سب سے غالب اور سب پر فائق رہو گے" نیز فرمایا: وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال : ۶۰)

"کفار سے مقابلہ کے لیے جس قدر بن پڑے قوت حاصل کرو اور بندھے گھوڑے باندھ سکو (باندھ لو) اور ان (ہتھیاروں) سے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ڈراؤ"

خلاصہ یہ ہے کہ اپنی ذاتی عیش و عشرت کی دوڑ دھوپ میں لگے رہنا غیر مستحسن ہے اور مزاج اسلام کے خلاف ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی تعمیر و ترقی دین اسلام کے غلبہ کے لیے مصروف عمل رہنا عین منشاء اسلام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے جس طرح زندگیاں گزاری ہیں ان سے ہمیں یہی فکر ملتی ہے کہ ان کے شب و روز سادگی اور فقر و فاقہ میں بسر ہوتے اور ان کا لشکر ہمیشہ کفار کی سرحدوں کے تعاقب میں رہتا تھا۔

باب ۳۰۳ التَّحْذِيْرِ مِنَ الْاِغْتِرَارِ بِزِيْنَةِ الدُّنْيَا وَمَا يُبْسَطُ مِنْهَا

زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت

۲۳۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَّا مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَصَمَتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْخَيْرَ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ أَوَخَيْرٌ هُوَ إِنَّ كُلَّ مَا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ فَثَلَطَتْ أَوْ بَالَتْ ثُمَّ اجْتَرَّتْ فَعَادَتْ فَأَكَلَتْ فَمَنْ يَأْخُذُ مَالًا بِحَقِّهِ يُبَارَكُ لَهُ فِيهِ وَمَنْ يَأْخُذْ مَالًا بِغَيْرِ حَقِّهِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "اے لوگو! بخدا مجھے تمہارے متعلق اس زینت دنیا کے سوا اور کسی چیز کا خطرہ اور خدشہ نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے (امتحان کے) لیے پیدا کی ہے۔" ایک شخص نے کہا "یا رسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر آجائے گا؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا: تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا میں نے کہا تھا! یا رسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر آسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر کے سبب سے خیر ہی ہوتی ہے۔ موسم بہار میں جب سبزہ اگتا ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوا ان جانوروں کے جو صرف سبزہ کھاتے ہیں وہ اس قدر کھا لیتے ہیں کہ ان کی کوکھیں پھول جاتی ہیں اور وہ دھوپ میں بیٹھ کر لید یا پیشاب کرتے ہیں پھر جگالی کرتے ہیں اور پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں جو شخص مال کو اپنے حق اور حقے کے مطابق لے گا اس کے مال میں برکت ہوگی اور جو شخص ناحق مال لے گا وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

۲۳۱۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا قَالُوا وَمَا زَهْرَةُ الدُّنْيَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ بَرَكَاتُ الْأَرْضِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَهَلْ يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ قَالَ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ إِلَّا بِالْخَيْرِ إِنَّ كُلَّ مَا أَنْبَتَ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ فَإِنَّهَا تَأْكُلُ حَتَّى إِذَا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم لوگوں کے بارے میں سب سے زیادہ دنیا کی تروتازگی کا خدشہ ہے! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! دنیا کی تروتازگی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا زمین کی برکتیں۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا خیر کے سبب سے شر ہوتا ہے آپ نے تین بار فرمایا: خیر کے سبب سے خیر ہی ہوتی ہے۔ موسم بہار میں جو چیزیں اگتی ہیں تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے سوا ان جانوروں کے جو صرف سبزہ کھاتے ہیں وہ اسقدر کھاتے ہیں کہ ان کی کوکھیں پھول جاتی ہیں پھر وہ دھوپ میں لوٹ لگاتے ہیں

امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتِ الشَّمْسَ ثُمَّ اجْتَرَّتْ وَبَالَتْ وَثَلَطَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ۔

اور لید اور پیشاب کرتے ہیں، یہ مال دنیا بھی سرسبز اور میٹھا ہے جو شخص اس مال کو اپنے حق کے مطابق لے گا اور اس کو اس کے صحیح مصرف میں خرچ کرے گا تو یہ اچھی مشقت ہے اور جو مال کو ناحق لے گا تو وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔

۲۳۱۹- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالٍ (ابْنِ اَبِي مَيْمُونَةَ) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ فَقَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِينَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ اَوَ يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ لَهُ مَا شَاْنُكَ تُكَلِّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يُكَلِّمُكَ قَالَ وَرَاَيْنَا اَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ فَاَفَاقَ يَمْسَحُ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ اِنَّهُ لَا يَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيعُ يَقْتُلُ اَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ فَاِنَّهَا اَكَلَتْ حَتّٰى اِذَا امْتَلَاَتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ رَتَعَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ وَنِعْمَ صَاحِبُ الْمُسْلِمِ هُوَ لِمَنْ اَعْطَى مِنْهُ الْمِسْكِينَ وَالْيَتِيمَ وَابْنَ السَّبِيلِ اَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهُ مَنْ يَاْخُذْهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَالَّذِي يَاْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز تھے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا مجھے اپنے بعد تم پر جس چیز کا خدشہ اور خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر دنیا کی زینت اور تر و تازگی کے دروازے کھول دے گا! ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خیر کے سبب سے شر بھی آسکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں خاموش رہے، لوگوں نے اس شخص سے کہا: کیا سبب ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر رہے ہو اور آپ جواب نہیں دے رہے؟ حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ہم نے دیکھا آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، جب آپ معمول پر آگئے تو آپ نے پسینہ پونچھا پھر فرمایا: وہ سائل کہاں ہے؟ گویا کہ آپ نے اس کی تحسین کی پھر فرمایا خیر کے سبب سے شر نہیں آتا، فصل بہار جو سبزہ اگاتی ہے تو وہ سبزہ جانوروں کو مار دیتا ہے یا قریب المرگ کر دیتا ہے۔ سوا ان جانوروں کے جو سبزہ کھاتے ہیں حتیٰ کہ ان کی کوکھیں بھر جاتی ہیں پھر وہ دھوپ میں لیٹ کر لید اور پیشاب کرتے ہیں اس کے بعد پھر چرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ مال دنیا سرسبز اور میٹھا ہے اور مسلمان کا اچھا ساتھی ہے، اس مال کا جو حصہ مسکین، یتیم اور مسافر کو دیا اور جو اس مال کو ناحق لیتا ہے وہ اس جانور کی طرح ہے جو کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا اور یہ مال اس کے خلاف قیامت

يَكُوْنُ عَلَيْهِ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ کے دن گواہی دے گا۔

تشریح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال دنیا کی وجہ سے مسلمانوں کے فتنہ میں پڑ جانے کا خدشہ ظاہر کیا تو ایک صحابی نے دریافت کیا کہ جہاد میں مال غنیمت کی وجہ سے جو مال حاصل ہوتا ہے وہ تو خیر ہے تو کیا اس خیر پر شر مترتب ہو سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اگر اس مال کو میانہ روی سے خرچ کیا جائے تو خیر ہے لیکن اگر اس مال کو بے تحاشا خرچ کیا جائے جو شر ہے جس طرح موسم بہار کے سبزے کو بے تحاشا کھا لیا جائے، ہاں! جو جانور سبزہ کھائیں اور لید کریں یعنی ضرورت کے مطابق مال لیں اور خرچ کریں۔

وحی خفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کا جواب وحی نازل ہونے کے بعد دیا حالانکہ جواب میں آپ نے جو کچھ فرمایا وہ قرآن مجید کی آیات نہیں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی بیان کردہ احادیث بھی منزل من اللہ اور وحی ہیں اور اس کو اصطلاح میں وحی خفی کہتے ہیں۔ اس پر ہم انشاء اللہ تفصیلی گفتگو کریں گے۔

باب ۳۴ فَضْلِ التَّعَفُّفِ وَالصَّبْرِ وَالْقَنَاعَةِ وَالْحَثِّ عَلٰى كُلِّ ذٰلِكَ

سوال نہ کرنے، صبر، اور قناعت کی فضیلت

۲۳۲۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَاسًا مِّنَ الْاَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَاَلُوْهُ فَاَعْطَاهُمْ حَتّٰى اِذَا نَفِدَ مَا عِنْدَهٗ قَالَ مَا يَكُنْ عِنْدِيْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَهٗ عَنْكُمْ وَمَنْ يَّسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ يَّصْبِرْ يُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِيَ اَحَدٌ مِّنْ عَطَآءٍ خَيْرٌ وَّاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ نے ان کو عطا کیا، پھر سوال کیا، آپ نے پھر عطا کیا حتی کہ آپ کے پاس مال ختم ہو گیا پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جو بھی مال ہو گا میں اس کو تم سے بچا کے ہرگز نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے رکا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو مستغنی رکھے گا اور جو صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو صابر رکھے گا اور صبر سے بہتر اور وسیع تر چیز کسی کو نہیں دی گئی۔

۲۳۲۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنْبَاَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنْبَاَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۲۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِيْ شُرَحْبِيْلُ وَهُوَ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اسلام قبول کیا اس نے فلاح پالی" اور جس کو ضرورت کے

ابْنِ شَرِيكٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ۔

مطابق روزی دی گئی اور جسے اللہ نے ان چیزوں پر قانع بنا دیا جو اس کو دی گئی ہیں۔

۲۳۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! آل محمد کو اتنی روزی دے جو اس کی ضرورت پوری کر سکے۔"

فقر اور غناء

علماء کرام کے درمیان یہ مسئلہ بھی زیر بحث رہا ہے کہ فقر اور غناء میں کون سی صفت افضل ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ فقر کا مآل صبر ہے اور صبر کا ثواب سب سے زیادہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمر: ۱۰) "صرف صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے"، اسلیے فقیر صابر سب سے افضل ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ غناء کا مآل اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور شکر سب سے عظیم عبادت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تشکروا یرضہ لکم (زمر: ۷) "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو وہ تم سے راضی ہو جائے گا"، اور اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ایسا مرتبہ اور درجہ ہے جس کے برابر کوئی درجہ نہیں ہے، اس لیے غنی شاکر فقیر صابر سے افضل ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ خواجہ عبید اللہ سمرقندی قدس سرہٗ سے کسی نے سوال کیا کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے؟ آپ نے فرمایا افضل فقیر شاکر ہے[1]۔ یعنی مال نہ ہونے پر صبر کرنا معمول کے مطابق عبادت ہے اور مال و دولت پر شکر کرنا بھی معمول کے مطابق عبادت ہے ان میں سے کوئی عبادت بھی منفرد اور غیر معمولی نہیں ہے ہاں البتہ مال نہ ہو بندہ بھوکا پیاسا ضرورت مند اور محتاج ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو یہ ایک منفرد، خاص اور غیر معمولی عبادت ہے اس لیے فقیر صابر اور غنی شاکر دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ شقیق بن ابراہیم بلخی، عبداللہ بن مبارک سے بھیس بدل کر ملاقات کے لیے گئے، عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا بلخ سے، کہا کیا تم شقیق کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں!

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۱۷۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہ شقیق کے شاگردوں کا کیا طریقہ ہے؟ انھوں نے کہا جب انھیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور مل جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ تو یہاں کے کتوں کا طریقہ ہے! شقیق نے پوچھا پھر کیا ہونا چاہیے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ کاملوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ نہ ملے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیتے ہیں [1]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے: اللھم اجعل رزق آل محمد قوتا۔ "اے اللہ! آلِ محمد کو بقدر ضرورت رزق دے"۔ یہی بہترین حال ہے، نہ ایسا ہو کہ انسان اپنی ضروریات کو ترستا ہے اور اپنے گزارے کے لیے ایک ایک کے منہ کو دیکھتا پھرے، کڑھ کڑھ کر دن پورے کرے اور کاد الفقر ان یکون کفرا۔ "قریب ہے کہ فقر کفر کی دہلیز تک پہنچا دے" کے خطرہ میں مبتلا ہو پھر لوگوں کے میل کچیل سے اپنی ضروریات پوری کرے اور مخلوق کا زیرِ بار اور ممنون احسان رہے اور نہ ایسا ہو کہ اس کے پاس اس کی ضروریات سے زیادہ مال ہو جس کی بنا پر وہ تن آسانی، آرام طلبی اور ناپسندیدہ عیش و عشرت میں مبتلا ہو اور کثرت مال کی وجہ سے فسق و فجور کی جو راہیں کھلتی ہیں ان کے خطرے میں گرفتار ہو۔

یہ صحیح ہے کہ صبر سے غیر متناہی اجر حاصل ہوتا ہے لیکن صبر صرف مادی فقر ہی کی بنا پر نہیں ہوتا، نفس کو اس کی ناجائز خواہشوں سے روکنا بھی صبر ہے۔ عبادات کی مشقتوں کو برداشت کرنا بھی صبر ہے۔ قلم تقدیر سے جو تکلیف دہ امور اور حادثات پیش آتے ہیں ان کے بارے میں حرف شکایت زبان پر نہ لانا بھی صبر ہے اور شکر صرف کثرت مال پر واجب نہیں ہوتا جس شخص کے پاس اپنے گزارے کا خرچ ہے اس پر بھی شکر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کسی کا محتاج نہیں رکھا، غرضیکہ جس شخص کے پاس اپنی ضروریات کے مطابق مال ہو وہ صابر بھی ہو سکتا ہے اور شاکر بھی اور صبر اور شکر دونوں کا اجر حاصل کر سکتا ہے۔

فقر کا مطلب صرف مادی فقر نہیں ہے، اس کا ایک مطلب ہے افتقار الی اللہ (اللہ کا محتاج ہونا) اور غنا کا مطلب صرف مال و دولت نہیں، جو شخص مخلوق سے مستغنی رہے وہ بھی غنی ہے اور مسلمان کی یہی شان ہے کہ وہ صرف اللہ کا محتاج رہے اور کائنات سے مستغنی رہے۔ یہی فقر الفقر فخری ہے اور یہی غنا فضلِ الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے مطابق جس شخص کے پاس صرف گزارے کے لیے مال ہو وہ فقر و غنا اور صبر و شکر ایسے اوصاف سے متصف ہو سکتا ہے اور یہی سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے، حضور کی زندگی ایسی ہی تھی اے اللہ! سرکار کے صدقہ ہمیں بھی ضروریات کے مطابق دے نہ اس سے کم ہو کہ کسی کا منہ دیکھنا پڑے نہ اس سے زیادہ ہو کہ مال کی زیادتی کے وبال میں مبتلا ہوں۔ آمین یا رب العلمین۔

---

[1] ۔ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۱۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

باب ۳۰۵ اِعْطَآءِ الْمُؤَلَّفَةِ وَمَنْ يُّخَافُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ اِنْ لَّمْ يُعْطَ وَاحْتِمَالِ مَنْ سَاَلَ بِجَفَآءٍ لِجَهْلِهٖ وَبَيَانِ الْخَوَارِجِ وَاَحْكَامِهِمْ

مؤلفۃ القلوب اور خوارج وغیرہ کے احکام

۲۳۲۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالٍ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقُلْتُ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَغَيْرُ هٰؤُلَآءِ كَانَ اَحَقَّ بِهٖ مِنْهُمْ قَالَ اِنَّهُمْ خَيَّرُوْنِيْ بَيْنَ اَنْ يَّسْاَلُوْنِيْ بِالْفُحْشِ اَوْ يُبَخِّلُوْنِيْ فَلَسْتُ بِبَاخِلٍ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صدقہ کا مال تقسیم کیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان کے علاوہ دوسرے لوگ زیادہ مستحق تھے! آپ نے فرمایا ان لوگوں نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ یا تو یہ مجھ سے بے حیائی سے سوال کرتے یا مجھے بخیل قرار دیتے۔ (العیاذ باللہ) تو میں بخیل نہیں ہوں۔

۲۳۲۵ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّازِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَحَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ رِدَآءٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَآئِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً فَنَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الرِّدَآءِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا درآں حالیکہ آپ ایک نجرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جس کے کنارے موٹے تھے۔ ناگاہ ایک بدو آیا اور اس نے آپ کی چادر زور سے کھینچی میں نے دیکھا اس کی وجہ سے آپ کے کندھ پر نشان پڑ گیا پھر کہنے لگا: اے محمد! آپ کے پاس جو اللہ تعالیٰ کا مال ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، ہنسے اور اس کو دینے کا حکم دیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ ثُمَّ اَمَرَلَهٗ بِعَطَآءٍ۔

۲۳۲۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ ح وَحَدَّثَنِيْ سَلْمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا اَبُو الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْحٰقَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْ حَدِيْثِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ مِّنَ الزِّيَادَةِ قَالَ ثُمَّ جَبَذَهٗ اِلَيْهِ جَبْذَةً رَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ الْاَعْرَابِيِّ وَفِيْ حَدِيْثِ هَمَّامٍ فَجَاذَبَهٗ حَتَّى انْشَقَّ الْبُرْدُ وَحَتّٰى بَقِيَتْ حَاشِيَتُهٗ فِيْ عُنُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث حضرت انس سے مروی ہے اور عکرمہ بن عمار سے مروی اس حدیث میں یہ ہے... کہ اس بدو نے آپ (کی چادر) کو اتنے زور سے کھینچا کہ آپ اس کے سینہ سے جا لگے اور ہمام کی روایت میں ہے کہ اتنے زور سے چادر سے کھینچی کہ وہ پھٹ گئی اور اس کا کنارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں رہ گیا۔

۲۳۲۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ قَالَ ادْخُلْ فَادْعُهٗ لِيْ قَالَ فَدَعَوْتُهٗ لَهٗ فَخَرَجَ اِلَيْهِ وَعَلَيْهِ قَبَآءٌ مِّنْهَا فَقَالَ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ رَضِيَ مَخْرَمَةُ۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائیں تقسیم کیں اور مخرمہ کو کچھ نہیں دیا حضرت مخرمہ نے کہا اے بیٹے میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں ان کے ساتھ گیا۔ حضرت مخرمہ نے کہا جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لیے بلا کر لاؤ، میں نے آپ کو بلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے اوپر ان میں سے ایک قبا تھی۔ آپ نے فرمایا: اے مخرمہ! میں نے یہ قبا تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی، حضرت مخرمہ نے اس قبا کو دیکھا اور راضی ہو گئے۔

۲۳۲۸ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ اَبُوْ صَالِحٍ قَالَ نَا اَيُّوْبُ السَّخْتِيَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبائیں آئیں۔ مجھ سے میرے والد حضرت مخرمہ نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو شاید آپ ہمیں ان میں سے کچھ دیں، حضرت

عَنْهُ قَالَ قَدِمَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقْبِيَةٌ فَقَالَ لِي أَبِي مَخْرَمَةَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَيْهِ عَسَى أَنْ يُعْطِيَنَا مِنْهَا شَيْئًا قَالَ فَقَامَ أَبِي عَلَى الْبَابِ فَتَكَلَّمَ فَعَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَهُ فَخَرَجَ وَمَعَهُ قَبَاءٌ وَهُوَ يُرِيهِ مَحَاسِنَهُ وَهُوَ يَقُولُ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ خَبَأْتُ هٰذَا لَكَ۔

مسور کہتے ہیں کہ میرے والد نے (آپ کے) دروازے پر کھڑے ہو کر کچھ باتیں کرنی شروع کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز پہچان لی، آپ قباء کو لیے ہوئے تشریف لائے، درآں حالیکہ آپ اس قباء کے محاسن دکھا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی۔ میں نے یہ تمہارے لیے چھپا کر رکھی تھی

۲۳۲۹۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَعْطَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيهِمْ قَالَ فَتَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ رَجُلًا لَمْ يُعْطِهِ وَهُوَ أَعْجَبُهُمْ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتَّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا فَسَكَتَّ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ فِيهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالَكَ عَنْ فُلَانٍ فَوَاللّٰهِ إِنِّي لَأَرَاهُ مُؤْمِنًا قَالَ أَوْ مُسْلِمًا قَالَ إِنِّي أُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ تَكْرَارُ الْقَوْلِ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی ایک جماعت کو کچھ مال دیا میں بھی ان لوگوں میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک شخص کو چھوڑ دیا، اسے کچھ نہیں دیا۔ حالانکہ میرے نزدیک وہ بہت پسندیدہ تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کھڑا ہوا اور چپکے سے کہا یا رسول اللہ! آپ نے فلاں شخص کو کیوں نہیں دیا، بخدا میں اس کو مومن گردانتا ہوں، آپ نے فرمایا آیا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے نہیں رہا گیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے۔ بخدا میں اس کو مومن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا آیا مسلمان! میں کچھ دیر خاموش رہا، پھر مجھ سے نہیں رہا گیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے۔ بخدا میں اس کو مومن گمان کرتا ہوں! آپ نے فرمایا آیا مسلمان! پھر آپ نے فرمایا میں کسی شخص کو اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں وہ منہ کے بل جہنم میں نہ گرا دیا جائے۔ حالانکہ اس کے علاوہ دوسرا شخص مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔ حلوانی کی روایت میں یہ قول دو مرتبہ ہے۔

۲۳۳۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنُ شِهَابٍ ح
وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ
قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ
الزُّهْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ
عَلٰى مَعْنٰى حَدِيثِ صَالِحٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ایک دیگر سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گردن اور کندھوں کے درمیان ہاتھ مارا اور فرمایا اے سعد! اگر میں کسی شخص کو دوں تو کیا تم لڑائی کرو گے؟۔

۲۳۳۱۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ
قَالَ نَا يَعْقُوبُ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ إِسْمَاعِيلَ
بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدٍ
رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ هٰذَا يَعْنِي حَدِيثَ
الزُّهْرِيِّ الَّذِي ذَكَرْنَا فَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَضَرَبَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ
بَيْنَ عُنُقِي وَكَتِفِي ثُمَّ قَالَ أَقِتَالًا أَيْ سَعْدُ
إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے دن جب اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی جنگ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوازن کا مال عطا فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کچھ لوگوں کو سو اونٹ عطا فرمائے تو کچھ انصاری کہنے لگے: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت فرمائے آپ قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کفار قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتلائی گئی، آپ نے ان انصاریوں کو بلوایا اور ان سب کو ایک چمڑے کے خیمہ میں جمع کیا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ تمہاری کس قسم کی بات مجھ تک پہنچی ہے؟ انصار میں سے سمجھ دار لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! جو لوگ ہم میں سے صاحب عقل ہیں انھوں نے کوئی بات نہیں کی، البتہ ہمارے کم عمر نوجوانوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت

۲۳۳۲۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ
قَالَ أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ قَالُوا يَوْمَ
حُنَيْنٍ حِينَ أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْ أَمْوَالِ
هَوَازِنَ مَا أَفَاءَ فَطَفِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي رِجَالًا مِنْ قُرَيْشٍ الْمِائَةَ
مِنَ الْإِبِلِ فَقَالُوا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي قُرَيْشًا وَيَتْرُكُنَا وَ
سُيُوفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ قَالَ أَنَسٌ فَحُدِّثَ
ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
قَوْلِهِمْ فَأَرْسَلَ إِلَى الْأَنْصَارِ فَجَمَعَهُمْ فِي
قُبَّةٍ مِنْ أَدَمٍ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا جَاءَهُمْ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا حَدِيثٌ
بَلَغَنِي عَنْكُمْ فَقَالَ لَهُ فُقَهَاءُ الْأَنْصَارِ أَمَّا
ذَوُو رَأْيِنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَلَمْ يَقُولُوا شَيْئًا

وَاَمَّا اُنَاسٌ مِّنَّا حَدِيْثَةُ اَسْنَانِهِمْ قَالُوْا يَغْفِرُ اللّٰهُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيْ قُرَيْشًا وَّيَتْرُكُنَا وَسُيُوْفُنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَآئِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اُعْطِيْ رِجَالًا حَدِيْثِيْ عَهْدٍ بِكُفْرٍ اَتَاَلَّفُهُمْ اَفَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالْاَمْوَالِ وَتَرْجِعُوْنَ اِلٰى رِحَالِكُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَمَا تَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ خَيْرٌ مِّمَّا يَنْقَلِبُوْنَ بِهٖ فَقَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ رَضِيْنَا قَالَ فَاِنَّكُمْ سَتَجِدُوْنَ اَثَرَةً شَدِيْدَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ قَالُوْا سَنَصْبِرُ۔

فرمائے، وہ قریش کو دے رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے ابھی تک کفار قریش کا خون ٹپک رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان لوگوں کو دیتا ہوں جو ابھی تازہ تازہ کفر سے اسلام میں آئے ہیں تاکہ ان کی تالیف قلوب ہو، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ مال لیکر اپنے گھر جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم! جس چیز کے ساتھ تم لوٹ رہے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کے ساتھ وہ لوٹ رہے ہیں۔ انصار نے کہا یا رسول اللہ کیوں نہیں! ہم راضی ہیں! آپ نے فرمایا عنقریب تم دیکھو گے کہ بہت سے معاملات میں لوگوں کو تم پر ترجیح دی جائے گی تم اس پر صبر کرنا حتیٰ کہ تم اللہ اور اس کے رسول سے جا ملو کیونکہ میں حوض پر ہوں گا۔ انصار نے کہا ہم عنقریب صبر کریں گے۔

۲۳۳۳۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ لَمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مَا اَفَآءَ مِنْ اَمْوَالِ هَوَازِنَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اَنَسٌ فَلَمْ نَصْبِرْ وَقَالَ فَاَمَّا اُنَاسٌ حَدِيْثَةٌ اَسْنَانُهُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے ہوازن کا مال عطا فرمایا ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ البتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت انس نے کہا ہم نے صبر نہیں کیا۔ اور نوعمر لوگوں نے یہ کہا۔

۲۳۳۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا ابْنُ اَخِيْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اَنَسٌ قَالُوْا نُصْبِرُ كَرِوَايَةِ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے اس میں ہے کہ ہم صبر کر لیں گے۔

۲۳۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارَ فَقَالَ أَفِيكُمْ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ قَالُوا لَا إِلَّا ابْنُ أُخْتٍ لَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ابْنَ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَ الْأَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کر کے فرمایا: کیا تم میں کوئی تمہارا غیر بھی ہے انھوں نے کہا نہیں البتہ ہمارا بھانجا ہے۔ آپ نے فرمایا بھانجا بھی قوم میں داخل ہوتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا قریش ابھی ابھی تازہ تازہ جاہلیت اور مصائب سے نکلے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ ان کو پناہ میں رکھوں اور ان کی تالیف قلب کروں، کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ۔ اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

۲۳۳۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مَكَّةُ قَسَمَ الْغَنَائِمَ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْعَجَبُ إِنَّ سُيُوفَنَا تَقْطُرُ مِنْ دِمَائِهِمْ وَإِنَّ غَنَائِمَنَا تُرَدُّ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ مَا الَّذِي بَلَغَنِي عَنْكُمْ قَالُوا هُوَ الَّذِي بَلَغَكَ وَكَانُوا لَا يَكْذِبُونَ قَالَ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا إِلٰى بُيُوتِهِمْ وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى بُيُوتِكُمْ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا وَسَلَكْتَ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ (مکرمہ) فتح ہوا تو قریش میں مال غنیمت تقسیم کیا گیا، انصار نے کہا یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہماری تلواروں سے ابھی کفار کا خون ٹپک رہا ہے اور ہمارا مال غنیمت انھی کو واپس دیا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے ان کو جمع کر کے فرمایا: یہ تمہاری کس قسم کی بات مجھ تک پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا: ہم نے وہی بات کہی ہے جو آپ تک پہنچی ہے، اور انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ لوگ اپنے گھروں میں مال دنیا کو لے کر جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جاؤ! اگر لوگ ایک وادی یا ایک گھاٹی میں جائیں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں جاؤں گا۔

۲۳۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَإِبْرَاهِيمُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ يَزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ الْحَرْفَ بَعْدَ الْحَرْفِ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اَقْبَلَتْ هَوَازِنُ وَغَطَفَانُ وَغَيْرُهُمْ بِذَرَارِيِّهِمْ وَنَعَمِهِمْ وَمَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ عَشَرَةُ اٰلَافٍ وَمَعَهُ الطُّلَقَاءُ فَاَدْبَرُوْا عَنْهُ حَتّٰى بَقِيَ وَحْدَهُ قَالَ فَنَادٰى يَوْمَئِذٍ نِدَائَيْنِ لَمْ يَخْلُطْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا قَالَ الْتَفَتَ عَنْ يَمِيْنِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ عَنْ يَسَارِهِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالُوْا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ نَحْنُ مَعَكَ قَالَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَةٍ بَيْضَاءَ فَنَزَلَ فَقَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ فَانْهَزَمَ الْمُشْرِكُوْنَ وَاَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَ كَثِيْرَةً فَقَسَمَ فِي الْمُهَاجِرِيْنَ وَالطُّلَقَاءِ وَلَمْ يُعْطِ الْاَنْصَارَ شَيْئًا فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا كَانَتِ الشِّدَّةُ فَنَحْنُ نُدْعٰى وَتُعْطَى الْغَنَائِمَ غَيْرُنَا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَجَمَعَهُمْ فِيْ قُبَّةٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكُمْ فَسَكَتُوْا فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَذْهَبُوْنَ بِمُحَمَّدٍ تَحُوْزُوْنَهُ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَضِيْنَا قَالَ فَقَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَاَخَذْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ قَالَ هِشَامٌ فَقُلْتُ يَا اَبَا حَمْزَةَ اَنْتَ شَاهِدُ ذٰلِكَ قَالَ وَاَيْنَ اَغِيْبُ عَنْهُ۔

۲۳۳۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَحَامِدُ

جس روز جنگ حنین ہوئی تو ہوازن اور غطفان وغیرہ اپنے بچوں اور چوپایوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس روز دس ہزار کا مجمع تھا اور طلقاء (فتح مکہ کے دن اسلام لانے والے) بھی تھے وہ سب پیٹھ کے بل بھاگ گئے اور آپ تنہا رہ گئے، آپ نے اس دن دو آوازیں دیں جن کے درمیان کچھ نہیں کہا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ نے دائیں طرف دیکھا اور کہا اے جماعت انصار! انھوں نے کہا: یا رسول اللہ لبیک، آپ کو خوش خبری ہو ہم حاضر ہیں۔ پھر آپ نے بائیں طرف دیکھا تو فرمایا اے جماعت انصار! انھوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ کو خوشخبری ہو ہم حاضر ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ ایک سفید خچر پر سوار تھے آپ اس سے اترے اور فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، مشرکوں کو شکست ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے اموال غنیمت حاصل ہوئے آپ نے وہ (مال غنیمت) مہاجرین اور طلقاء میں تقسیم فرما دیا اور انصار کو کچھ نہیں دیا، انصار نے کہا سختی کے وقت ہمیں بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت دوسروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپ نے ان کو ایک خیمے میں جمع کیا اور فرمایا" اے جماعت انصار! تمہاری طرف سے یہ کس قسم کی بات پہنچی ہے" وہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا اے جماعت انصار کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں کی طرف محمد کو لے جاؤ؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا۔

ہشام نے حضرت انس سے کہا، اے ابو حمزہ کیا آپ اس واقعہ کے وقت موجود تھے تو حضرت انس نے کہا میں حضور سے کب غائب ہوتا تھا۔

حضرت انس بن مالک، رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ نَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ التَّيْمِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ افْتَتَحْنَا مَكَّةَ ثُمَّ اِنَّا غَزَوْنَا حُنَيْنًا وَقَالَ فَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ بِاَحْسَنِ صُفُوْفٍ رَاَيْتُ قَالَ فَصُفَّتِ الْخَيْلُ ثُمَّ صُفَّتِ الْمُقَاتِلَةُ ثُمَّ صُفَّتِ النِّسَآءُ مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِكَ ثُمَّ صُفَّتِ الْغَنَمُ ثُمَّ صُفَّتِ النَّعَمُ قَالَ وَنَحْنُ بَشَرٌ كَثِيْرٌ قَدْ بَلَغْنَا سِتَّةَ اٰلَافٍ وَعَلٰى مُجَنِّبَةِ خَيْلِنَا خَالِدُ ابْنُ الْوَلِيْدِ قَالَ فَجَعَلَتْ خَيْلُنَا تَلُوْذُ خَلْفَ ظُهُوْرِنَا فَلَمْ نَلْبَثْ اَنِ انْكَشَفَتْ خَيْلُنَا وَفَرَّتِ الْاَعْرَابُ وَمَنْ تَعْلَمُ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَنَادٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ ثُمَّ قَالَ يَا لَلْاَنْصَارِ يَا لَلْاَنْصَارِ قَالَ قَالَ اَنَسٌ هٰذَا حَدِيْثُ عُمَيَّةَ قَالَ قُلْنَا لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَتَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَيْمُ اللّٰهِ مَا اَتَيْنَاهُمْ حَتّٰى هَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ فَقَبَضْنَا ذٰلِكَ الْمَالَ ثُمَّ انْطَلَقْنَا اِلَى الطَّائِفِ فَحَاصَرْنَاهُمْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ رَجَعْنَا اِلٰى مَكَّةَ قَالَ فَنَزَلْنَا قَالَ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي الرَّجُلَ الْمِائَةَ ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيْثِ كَنَحْوِ حَدِيْثِ قَتَادَةَ وَاَبِي التَّيَّاحِ وَهِشَامِ ابْنِ زَيْدٍ .

۲۳۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ الْمَسْرُوْقِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا سُفْيَانَ بْنَ

کہ ہم نے مکہ (مکرمہ) فتح کیا پھر ہم غزوۂ حنین میں گئے۔ مشرکین بہترین صفیں باندھ کر آئے تھے جو میں نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں، پہلے گھوڑوں کی صف پھر لڑنے والوں کی پھر اس کے پیچھے عورتوں کی صف، پھر بکریوں کی صف پھر دیگر چوپایوں کی صف باندھی گئی۔ ہماری تعداد بھی بہت زیادہ تھی جو چھ ہزار کو پہنچ گئی تھی، ہمارے ایک جانب شہ سواروں پر حضرت خالد بن ولید امیر تھے، اچانک ہمارے گھوڑے پیچھے کے پیچھے مڑ گئے اور ہم نہ ٹھہر سکے یہاں تک کہ ہمارے گھوڑے ننگے ہو گئے اور بھاگے، اور ہمارے جان پہچان کے لوگ بھاگ پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندا کی اے مہاجرو! اے مہاجرو! پھر فرمایا اے انصار! اے انصار! حضرت انس کہتے ہیں (یہ ایک جماعت کی روایت ہے) ہم نے کہا لبیک یا رسول اللہ! حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے، حضرت انس کہتے ہیں خدا کی قسم ہم وہاں تک پہنچے بھی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دیدی اور ہم نے ان کا سارا مال لے لیا، پھر ہم طائف کی طرف بڑھے اور چالیس روز تک ہم نے ان کا محاصرہ کیے رکھا، پھر ہم مکہ لوٹ آئے، اور وہاں ٹھہرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کو سو اونٹ دینے لگے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس ہر ایک کو سو سو اونٹ دیے اور عباس بن مرداس کو اس سے کچھ کم اونٹ دیے تو عباس بن مرداس نے یہ اشعار پڑھے:

حَرْبٍ وَّصَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ وَعُيَيْنَةَ بْنَ حِصْنٍ وَالْاَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ كُلَّ اِنْسَانٍ مِّنْهُمْ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَاَعْطٰى عَبَّاسَ بْنَ مِرْدَاسٍ دُوْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ مِرْدَاسٍ ؎

اَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَنَهْبَ الْعُبَيْدِ
بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ
فَمَا كَانَ بَدْرٌ وَلَا حَابِسٌ
يَفُوْقَانِ مِرْدَاسَ فِي الْمَجْمَعِ
وَمَا كُنْتُ دُوْنَ امْرِئٍ مِّنْهُمَا
وَمَنْ تَخْفِضِ الْيَوْمَ لَا يُرْفَعِ

قَالَ فَاَتَمَّ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً۔

آپ میری لوٹ مار اور (میرے گھوڑے) عبید کی لوٹ مار کو عیینہ اور اقرع کے درمیان مقرر کرتے ہیں حالانکہ وہ عباس بن مرداس سے کسی معرکہ میں بڑھ نہیں سکتے۔ میں ان دونوں سے کسی طرح کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچی ہوگئی پھر اوپر نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھی سو اونٹ پورے کر دیے۔

۲۳۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فَاَعْطٰى اَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ مِائَةً مِّنَ الْاِبِلِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِهٖ وَزَادَ وَاَعْطٰى عَلْقَمَةَ بْنَ عُلَاثَةَ مِائَةً۔

ایک اور سند سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیے۔ اور ابوسفیان بن حرب کو سو اونٹ دیے۔

۲۳۴۱۔ حَدَّثَنَاهُ مَخْلَدُ بْنُ خَالِدِ الشَّعِيْرِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ عَلْقَمَةَ بْنَ عُلَاثَةَ وَلَا صَفْوَانَ بْنَ اُمَيَّةَ وَلَمْ يَذْكُرِ الشِّعْرَ فِيْ حَدِيْثِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں صفوان بن امیہ اور اشعار کا تذکرہ نہیں ہے۔

۲۳۴۲۔ حَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بْنِ عُمَارَةَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَتَحَ حُنَيْنًا قَسَمَ الْغَنَائِمَ فَاَعْطَى الْمُؤَلَّفَةَ قُلُوْبُهُمْ فَبَلَغَهٗ اَنَّ الْاَنْصَارَ

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کو فتح کرنے کے بعد مال غنیمت تقسیم کیا اور مؤلفۃ القلوب کو زیادہ دیا۔ اس وقت آپ کو یہ اطلاع ملی کہ انصار کی یہ خواہش ہے کہ انھیں بھی اور لوگوں کے برابر دیا جائے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا

يُحِبُّونَ اَنْ يُّصِيبُوْا مَا اَصَابَ النَّاسُ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَعَالَةً فَاَغْنَاكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَمُتَفَرِّقِيْنَ فَجَمَعَكُمُ اللّٰهُ بِيْ وَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ فَقَالَ اَلَا تُجِيْبُوْنِيْ فَقَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمَنُّ فَقَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ شِئْتُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا كَذَا وَكَذَا وَكَانَ مِنَ الْاَمْرِ كَذَا وَكَذَا الْاَشْيَاءَ عَدَّدَهَا زَعَمَ عَمْرٌو وَاَنْ لَا يَحْفَظَهَا فَقَالَ اَلَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَّذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاءِ وَالْاِبِلِ وَتَذْهَبُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رِحَالِكُمُ الْاَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْاَنْصَارِ وَشِعْبَهُمْ اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ اَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ عَلَى الْحَوْضِ۔

کی پھر کہا اے انصار کی جماعت! کیا میں نے تم کو گمراہ نہیں پایا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے ذریعے سے ہدایت دی، اور کیا تم فقیر اور نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے غنی کر دیا، اور کیا تم باہم منتشر (متخالف اور متحارب) نہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے متحد کر دیا اور انصار ساتھ ساتھ کہہ رہے تھے اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ احسان کرنے والے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے تو کہتے اس طرح ہو اس طرح ہو اور واقعہ اس اس طرح ہوا، راوی نے کہا آپ نے کئی چیزوں کا ذکر فرمایا جو اس کو یاد نہیں رہیں، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریوں اور اونٹوں کو لے جائیں اور تم اپنے گھروں میں رسول اللہ کو لے جاؤ، انصار استر ہیں اور دوسرے لوگ ابرہ ہیں، اگر ہجرت کی فضیلت نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا، اور اگر لوگ ایک وادی میں جائیں اور انصار دوسری وادی اور گھاٹی میں جائیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں جاؤں گا عنقریب تم میرے بعد ترجیحات دیکھو گے تو اس وقت تک صبر کرنا جب تک حوض پر مجھ سے ملاقات نہ کر لو۔

۲۳۴۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ حُنَيْنٍ اٰثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا فِي الْقِسْمَةِ فَاَعْطَى الْاَقْرَعَ ابْنَ حَابِسٍ مِائَةً مِّنَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو تقسیم میں ترجیح دی، اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیے اور عیینہ کو بھی اتنے ہی دیے اور عرب کے بعض سرداروں کو بھی اتنا دیا اور اس دن انھیں تقسیم میں ترجیح دی، ایک شخص نے کہا اللہ کی قسم اس تقسیم میں عدل نہیں کیا

الْإِبِلِ وَاَعْطٰى عُيَيْنَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ وَاَعْطٰى اُنَاسًا مِّنْ اَشْرَافِ الْعَرَبِ وَاٰثَرَهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْقِسْمَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ لَقِسْمَةٌ مَا عُدِلَ فِيْهَا وَمَا اُرِيْدَ فِيْهَا وَجْهُ اللّٰهِ قَالَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَاُخْبِرَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَاَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُهُ حَتّٰى كَانَ كَالصِّرْفِ ثُمَّ قَالَ فَمَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ يَعْدِلِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ قَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسٰى قَدْ اُوْذِيَ بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ قَالَ قُلْتُ لَا جَرَمَ لَا اَرْفَعُ اِلَيْهِ بَعْدَهَا حَدِيْثًا۔

گیا ہے نہ اللہ کی رضامندی کا ارادہ کیا گیا ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا، بخدا! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور جتلاؤں گا۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس گیا اور آپ کو اس کی باتیں بتائیں۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپ کا چہرہ متغیر ہو کر خون کی مانند ہو گیا پھر آپ نے فرمایا اگر اللہ اور اس کا رسول عدل نہ کریں تو پھر کون عدل کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی تھی اور انھوں نے صبر کیا، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں پھر میں نے اپنے دل میں کہا اس کے بعد میں آپ کو ایسی بات نہیں سناؤں گا۔

۲۳۴۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّهَا لَقِسْمَةٌ مَا اُرِيْدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ قَالَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَارَرْتُهُ فَغَضِبَ مِنْ ذٰلِكَ غَضَبًا شَدِيْدًا وَّاحْمَرَّ وَجْهُهُ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اِنِّيْ لَمْ اَذْكُرْهُ لَهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ قَدْ اُوْذِيَ مُوْسٰى بِاَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا ایک شخص نے کہا یہ وہ تقسیم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کو چپکے سے یہ بات بتلائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر بہت زیادہ ناراض ہوئے، آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، حتیٰ کہ میں نے دل میں یہ تمنا کی کہ میں نے آپ سے اس کا ذکر ہی نہ کیا ہوتا، پھر آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ کو اس سے زیادہ ایذاء دی گئی اور انھوں نے صبر کیا۔

۲۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيٰى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِالْجِعِرَّانَةِ مُنْصَرَفَهُ مِنْ حُنَيْنٍ وَّفِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ مِنْهَا يُعْطِي النَّاسَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اعْدِلْ قَالَ وَيْلَكَ مَنْ يَّعْدِلُ اِذَا لَمْ اَكُنْ اَعْدِلُ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَّمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا، درآں حالیکہ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مٹھی بھر بھر کر لوگوں کو دے رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا اے محمد! عدل کیجئے! آپ نے فرمایا تمہیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا، اگر میں عدل نہ کرتا تو (اپنے مشن میں) ناکام اور نامراد ہو جاتا

أَكُنْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللهِ فَأَقْتُلَ هٰذَا الْمُنَافِقَ فَقَالَ مَعَاذَ اللهِ أَنْ يَتَحَدَّثَ النَّاسُ أَنِّي أَقْتُلُ أَصْحَابِي إِنَّ هٰذَا وَأَصْحَابَهُ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ.

حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یارسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس شخص کو قتل کر دوں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں، یہ شخص اور اس کے اصحاب قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اترتا اور یہ لوگ قرآن سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔

۲۳۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ حَدَّثَنِي قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقْسِمُ مَغَانِمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۲۳۴۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ بِالْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِي تُرْبَتِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلَابٍ وَزَيْدِ الْخَيْرِ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ قَالَ فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ فَقَالُوا يُعْطِي صَنَادِيدَ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي إِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِأَتَأَلَّفَهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ كَثُّ اللِّحْيَةِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ نَاتِئُ الْجَبِينِ مَحْلُوقُ الرَّأْسِ فَقَالَ اتَّقِ اللهَ يَا مُحَمَّدُ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے کچھ سونا بھیجا جس میں کچھ مٹی بھی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم فرما دیا، اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر الفزاری اور علقمہ بن علاثہ عامری پھر بنو کلاب کے ایک شخص کو اور زید خیر طائی کو، پھر بنو نبہان کے ایک شخص کو، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ قریش ناراض ہو گئے کہ حضور نجد کے سرداروں کو دیتے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ میں ان لوگوں کی تالیف قلب کر دوں پھر ایک شخص آیا جس کی ڈاڑھی گھنی تھی، گال ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، پیشانی اونچی تھی، اور سر منڈا ہوا تھا وہ کہنے لگا اے محمد! اللہ سے ڈریے حضرت ابو سعید کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو پھر اس کی اطاعت کون

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ إِنْ عَصَيْتُهُ أَيَأْمَنُنِي عَلٰى أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا تَأْمَنُوْنِي قَالَ ثُمَّ أَدْبَرَ الرَّجُلُ فَاسْتَأْذَنَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ فِيْ قَتْلِهِ يَرَوْنَ أَنَّهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَقْتُلُوْنَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَئِنْ أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین پر امین بنا کر بھیجا ہے اور تم مجھے امین نہیں مانتے! پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ قوم میں سے ایک شخص نے اس کے قتل کی اجازت چاہی لوگوں کا خیال ہے وہ حضرت خالد بن ولید تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اس کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو (یعنی ان کا زمانہ) پالیتا تو قوم عاد کی طرح ان کو قتل کر ڈالتا۔

۲۳۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ نُعْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدِ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ بَعَثَ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ بِذَهَبَةٍ فِيْ أَدِيْمٍ مَقْرُوْظٍ لَمْ تُحَصَّلْ مِنْ تُرَابِهَا قَالَ فَقَسَمَهَا بَيْنَ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ بَيْنَ عُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ وَالْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ وَزَيْدِ الْخَيْلِ وَالرَّابِعُ إِمَّا عَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ وَإِمَّا عَامِرُ بْنُ الطُّفَيْلِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهٰذَا مِنْ هٰؤُلَاءِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ وَأَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ يَأْتِيْنِيْ خَبَرُ السَّمَاءِ صَبَاحًا وَمَسَاءً قَالَ فَقَامَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَثُّ اللِّحْيَةِ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ مُشَمَّرُ الْإِزَارِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ فَقَالَ وَيْلَكَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے ایک رنگے ہوئے چمڑے میں سونا بھیجا جس سے تا حال مٹی الگ نہیں کی گئی تھی، آپ نے اس سونے کو چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے شخص علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل میں سے ایک تھے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا ان لوگوں کی بہ نسبت اس مال کے ہم زیادہ حقدار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی۔ آپ نے فرمایا تم مجھے امین نہیں قرار دیتے حالانکہ میں اس کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے میرے پاس صبح اور شام آسمانی خبریں آتی ہیں۔ ایک آدمی کھڑا ہوا جس کی دونو آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور دونوں گال پھولے ہوئے تھے، پیشانی ابھری ہوئی تھی، ڈاڑھی گھنی، سر منڈا ہوا تھا اور تہہ بند پنڈلیوں سے اونچا تھا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر! آپ نے فرمایا تجھے عذاب ہو، کیا روئے زمین پر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا سب سے زیادہ حقدار نہیں ہوں!

اَوَلَسْتُ اَحَقَّ اَهْلِ الْاَرْضِ بِاَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ قَالَ ثُمَّ وَلَّى الرَّجُلُ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهٗ فَقَالَ لَا لَعَلَّهٗ اَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ قَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهٖ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اُوْمَرْ اَنْ اَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ قَالَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَيْهِ وَهُوَ مُقَفٍّ فَقَالَ اِنَّهٗ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ رَطْبًا وَّلَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ قَالَ اَظُنُّهٗ قَالَ لَئِنْ اَنَا اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

پھر وہ شخص پشت پھیر کر چل دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا شاید وہ نمازی ہو! حضرت خالد نے کہا کتنے ہی نمازی ایسے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا مجھے اس کا مکلف نہیں کیا گیا کہ میں لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں یا ان کے پیٹ پھاڑ کر دیکھوں پھر آپ نے اس شخص کی طرف دیکھا درآں حالیکہ وہ پیٹھ پھیرے جا رہا تھا، اور فرمایا اس کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اچھی طرح پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گی، اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے، راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

۲۳۴۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَعَلْقَمَةُ بْنُ عُلَاثَةَ وَلَمْ يَذْكُرْ عَامِرَ بْنَ الطُّفَيْلِ وَقَالَ نَاتِئُ الْجَبْهَةِ وَلَمْ يَقُلْ نَاشِزُ وَزَادَ فَقَامَ اِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهٗ قَالَ لَا ثُمَّ اَدْبَرَ فَقَامَ اِلَيْهِ خَالِدٌ سَيْفُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَضْرِبُ عُنُقَهٗ قَالَ لَا وَقَالَ اِنَّهٗ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ لَيِّنًا رَطْبًا وَقَالَ قَالَ عُمَارَةُ حَسِبْتُ قَالَ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں علقمہ بن علاثہ کہا ہے اور عامر بن طفیل کا ذکر نہیں ہے، اور کہا ابھری ہوئی پیشانی والا، اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اس منافق کی گردن نہ اڑا دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور وہ شخص چلا گیا، پھر حضرت خالد سیف اللہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اس منافق کی گردن نہ مار دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں اور فرمایا اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن بہت اچھا پڑھے گی اور عمارہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں ان کو پالیتا تو ثمود کی طرح ان کو قتل کر دیتا۔

۲۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَ اَرْبَعَةِ نَفَرٍ زَيْدِ الْخَيْرِ وَالْاَقْرَعِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ نے وہ سونا چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا، زید خیر، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل

بْنِ حَابِسٍ وَعُيَيْنَةَ بْنِ حِصْنٍ وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلَاثَةَ اَوْ عَامِرِ بْنِ الطُّفَيْلِ وَقَالَ نَاشِزُ الْجَبْهَةِ كَرِوَايَةِ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَقَالَ اِنَّهُ سَيَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمٌ وَلَمْ يَذْكُرْ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لَاَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ۔

اور کہا ان لوگوں کی اصل سے ایسی قوم ظاہر ہو گی۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ میں ان کو پا لیتا تو قوم ثمود کی طرح قتل کر دیتا۔

۲۳۵۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّهُمَا اَتَيَا اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلَاهُ عَنِ الْحَرُوْرِيَّةِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُهَا فَقَالَ لَا اَدْرِيْ مَنِ الْحَرُوْرِيَّةُ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُوْنَ صَلٰوتَكُمْ مَعَ صَلٰوتِهِمْ فَيَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِيْ اِلٰى سَهْمِهٖ اِلٰى نَصْلِهٖ اِلٰى رِصَافِهٖ فَيَتَمَارٰى فِي الْفُوْقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔

ابو سلمہ اور عطاء بن یسار دونوں حضرت ابو سعید خدری کے پاس آئے اور ان سے پوچھا آیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حروریہ کے متعلق کچھ سنا ہے؟ انھوں نے کہا، مجھے حروریہ کے متعلق تو کچھ پتا نہیں مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، آپ نے فرمایا اس امت میں ایک جماعت نکلے گی، یہ نہیں فرمایا کہ اس امت سے ہو گی وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے مقابلہ میں تم اپنی نمازوں کو ہیچ سمجھو گے، وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حلقوم یا گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، اور وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، شکاری اپنے تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے اور اس کے پھل کو اور اس کے پر کو اور اس کے اخیر کنارے کو جو اس کی چنکیوں میں تھا کہ کہیں اسے خون لگا ہے۔

۲۳۵۲۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْفِهْرِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالضَّحَّاكُ الْهَمْدَانِيُّ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْسِمُ قَسْمًا اَتَاهُ ذُو

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ نامی بنو تمیم سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسول عدل کر و! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہ کروں تو تم ناکام اور نامراد ہو جاؤ! حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے اس کی گردن اڑا دوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رہنے دو، کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلہ

الْخُوَيْصِرَةَ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي تَمِيمٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اعْدِلْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ قَدْ خِبْتَ وَخَسِرْتَ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي فِيهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنَّ لَهُ أَصْحَابًا يَحْقِرُ أَحَدُكُمْ صَلَاتَهُ مَعَ صَلَاتِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ يَنْظُرُ إِلَى نَصْلِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى رِصَافِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى نَضِيِّهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْقِدْحُ ثُمَّ يَنْظُرُ إِلَى قُذَذِهِ فَلَا يُوجَدُ فِيهِ شَيْءٌ سَبَقَ الْفَرْثَ وَالدَّمَ آيَتُهُمْ رَجُلٌ أَسْوَدُ إِحْدَى عَضُدَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ وَيَخْرُجُونَ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَاتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ فَأَمَرَ بِذٰلِكَ الرَّجُلِ فَالْتُمِسَ فَوُجِدَ فَأُتِيَ بِهِ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَيْهِ عَلَى نَعْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي نَعَتَ

میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور اس کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے، یہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے اور وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا، اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے اس طرح نکل جاتا ہے کہ تیر انداز تیر کے پھل کو دیکھتا ہے اور اس میں خون کا اثر نہیں ہوتا، پھر پھل کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی خون نہیں ہوتا، پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی کچھ نہیں ہوتا، حالانکہ تیر شکار کی بیٹ اور خون سے نکلتا ہے۔ ان لوگوں کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کا ایک شانہ عورت کے پستان کی طرح ہوگا یا جیسے ہلتا ہوا گوشت کا لوتھڑا ہو، یہ گروہ اس وقت ظاہر ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہوگا۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کیا، اور میں اس وقت حضرت علی کے ساتھ تھا حضرت علی نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا، وہ مل گیا اور اس کو حضرت علی کے پاس لایا گیا اور میں نے اس شخص کو انہی صفات کے ساتھ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھیں۔

۲۳۵۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ قَوْمًا يَكُونُونَ فِي أُمَّتِهِ يَخْرُجُونَ فِي فُرْقَةٍ مِّنَ النَّاسِ سِيمَاهُمْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کا ذکر کیا جو آپ کی امت میں پیدا ہوگی، اس کا ظہور اس وقت ہوگا جب لوگوں میں تفرقہ ہو جائے گا، ان کی علامت سر منڈانا ہوگی اور وہ مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے اور ان کو دو جماعتوں میں

التَّحَالُقُ قَالَ هُمْ شَرُّ الْخَلْقِ اَوْ مِنْ اَشَرِّ الْخَلْقِ يَقْتُلُهُمْ اَدْنَى الطَّائِفَتَيْنِ اِلَى الْحَقِّ قَالَ فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ مَثَلًا اَوْ قَالَ قَوْلًا الرَّجُلُ يَرْمِي الرَّمِيَّةَ اَوْ قَالَ الْغَرَضَ فَيَنْظُرُ فِي النَّصْلِ فَلَا يَرٰى بَصِيرَةً وَيَنْظُرُ فِي النَّضِيِّ فَلَا يَرٰى بَصِيرَةً وَيَنْظُرُ فِي الْفُوقِ فَلَا يَرٰى بَصِيرَةً قَالَ قَالَ اَبُوْ سَعِيدٍ وَاَنْتُمْ قَتَلْتُمُوهُمْ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ۔

سے وہ جماعت قتل کریگی جو حق کے زیادہ قریب ہوگی پھر آپ نے ان لوگوں کی ایک مثال بیان فرمائی کہ جب آدمی کسی شکار یا نشانہ کو تیر مارتا ہے تو پیر کو دیکھتا ہے اس میں کچھ اثر نہیں ہوتا اور تیر کی لکڑی کو دیکھتا ہے اور وہاں بھی اثر نہیں ہوتا، پھر اس حصہ کو دیکھتا ہے جو تیر انداز کی چٹکی میں ہوتا ہے تو وہاں بھی کچھ اثر نہیں پاتا، پھر حضرت ابو سعید نے کہا اے عراق والو! تمہی نے تو انہیں قتل کیا ہے۔

۲۳۵۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا الْقَسِمُ وَهُوَ ابْنُ الْفَضْلِ الْحُدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَقْتُلُهَا اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں تفریق کے وقت ایک فرقہ جدا ہو جائے گا اور مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہوگی وہ اس فرقہ کو قتل کرے گی۔

۲۳۵۵۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي اُمَّتِي فِرْقَتَانِ فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ تَلِي قَتْلَهُمْ اَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو جماعتیں ہو جائیں گی اور ان میں ایک فرقہ پیدا ہوگا اور جو جماعت اس فرقہ کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۲۳۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَمْرُقُ مَارِقَةٌ فِي فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ فَيَلِي قَتْلَهُمْ اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں تفرقہ کے وقت ایک فرقہ پیدا ہو جائے گا اور جو لوگ اس فرقہ کو قتل کریں گے وہ حق کے زیادہ قریب ہوں گے۔

۲۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ نَا سُفْيَانُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اختلاف کے وقت ایک قوم

عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنِ الضَّحَّاكِ الْمَشْرِقِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ ذَكَرَ فِيْهِ قَوْمًا يَخْرُجُوْنَ عَلٰى فُرْقَةٍ مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ اَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ مِنَ الْحَقِّ.

ظاہر ہوگی اور دو جماعتوں میں سے جو اس کو قتل کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی۔

۲۳۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِنِ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَنْ اَخِرَّ مِنَ السَّمَآءِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقُوْلَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَقُلْ وَاِذَا حَدَّثْتُكُمْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَةٌ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ اَحْدَاثُ الْاَسْنَانِ سُفَهَآءُ الْاَحْلَامِ يَقُوْلُوْنَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَاَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْرًا لِّمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں تو آسمان سے گر پڑنا میرے لیے اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں آپ کی طرف وہ بات منسوب کروں جو آپ نے نہیں فرمائی۔ اور جب میں اپنی اور تمہاری بات بیان کروں تو جنگ میں دھوکا دینا جائز ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جو کم عمر اور کم عقل ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کریں گے، قرآن مجید کو پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکلتا ہے اور جب تم ان سے ملاقات کرو تو ان کو قتل کرنا کیونکہ جو ان سے جنگ کرے گا اور ان کو قتل کرے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو اجر ملے گا۔

۲۳۵۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ الْمُقَدَّمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۳۶۰ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ لَيْسَ فِيْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکلتا ہے۔

حَدِيثِهِمَا يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

۲۳۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عُدَيَّةَ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ الْخَوَارِجَ فَقَالَ فِيهِمْ رَجُلٌ مُخْدَجُ الْيَدِ أَوْ مُودَنُ الْيَدِ أَوْ مَثْدُونُ الْيَدِ لَوْلَا أَنْ تَبْطَرُوا لَحَدَّثْتُكُمْ بِمَا وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ يَقْتُلُونَهُمْ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ إِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔

عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خوارج کا تذکرہ کیا اور فرمایا ان میں ایک شخص ہوگا جس کا ہاتھ ناقص ہوگا اور اگر تم فخر نہ کرو تو میں تم سے اس چیز کا بیان کردوں جس کا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان کو قتل کرنے والے کے بارے میں وعدہ فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا آپ نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم! ہاں رب کعبہ کی قسم!

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبِيدَةَ قَالَ لَا أُحَدِّثُكُمْ إِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْهُ فَذَكَرَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ حَدِيثِ أَيُّوبَ مَرْفُوعًا۔

۲۳۶۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ الْجُهَنِيُّ أَنَّهُ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ الَّذِينَ سَارُوا إِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَيْسَ قِرَاءَتُكُمْ إِلَى قِرَاءَتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صَلَاتُكُمْ إِلَى صَلَاتِهِمْ بِشَيْءٍ وَلَا صِيَامُكُمْ

زید بن وہب جہنی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ خوارج سے جنگ کیلئے گیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک قوم ظاہر ہوگی وہ ایسا قرآن پڑھیں گے کہ ان کے پڑھنے کے سامنے تمہارے قرآن پڑھنے کی کوئی حیثیت نہ ہوگی، نہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہاری نمازوں کی کچھ حیثیت ہوگی نہ ان کے روزوں کے سامنے تمہارے روزوں کی کچھ حیثیت ہوگی وہ یہ سمجھ کر قرآن پڑھیں گے کہ وہ ان کے لیے مفید ہے لیکن درحقیقت وہ ان کیلئے مضر ہوگا، نماز ان کے گلے کے نیچے سے نہیں اتر سکے گی

اِلٰی صِیَامِہِمْ بِشَیْءٍ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَحْسِبُوْنَ اَنَّہٗ لَہُمْ وَھُوَ عَلَیْہِمْ لَا تُجَاوِزُ صَلٰوتُہُمْ تَرَاقِیَھُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ مِنَ الرَّمِیَّۃِ لَوْ یَعْلَمُ الْجَیْشُ الَّذِیْنَ یُصِیْبُوْنَھُمْ مَا قُضِیَ لَھُمْ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّھِمْ لَاتَّکَلُوْا عَنِ الْعَمَلِ وَاٰیَۃُ ذٰلِکَ اَنَّ فِیْھِمْ رَجُلًا لَہٗ عَضُدٌ لَیْسَ لَہٗ ذِرَاعٌ عَلٰی رَأْسِ عَضُدِہٖ مِثْلُ حَلَمَۃِ الثَّدْیِ عَلَیْہِ شَعَرَاتٌ بِیْضٌ فَتَذْھَبُوْنَ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ وَاَھْلِ الشَّامِ وَتَتْرُکُوْنَ ھٰؤُلَاءِ یَخْلُفُوْنَکُمْ فِیْ ذَرَارِیِّکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا ھٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَاِنَّھُمْ قَدْ سَفَکُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَاَغَارُوْا فِیْ سَرْحِ النَّاسِ فَسِیْرُوْا عَلٰی اسْمِ اللّٰہِ قَالَ سَلَمَۃُ بْنُ کُھَیْلٍ فَنَزَلَنِیْ زَیْدُ بْنُ وَھْبٍ مَنْزِلًا حَتّٰی قَالَ مَرَرْنَا عَلٰی قَنْطَرَۃٍ فَلَمَّا الْتَقَیْنَا وَعَلَی الْخَوَارِجِ یَوْمَئِذٍ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ الرَّاسِبِیُّ فَقَالَ لَھُمْ اَلْقُوا الرِّمَاحَ وَسُلُّوْا سُیُوْفَکُمْ مِنْ جُفُوْنِھَا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یُّنَاشِدُوْکُمْ کَمَا نَاشَدُوْکُمْ یَوْمَ حَرُوْرَاءَ فَرَجَعُوْا فَوَحَشُوْا بِرِمَاحِھِمْ وَسَلُّوا السُّیُوْفَ وَشَجَرَھُمُ النَّاسُ بِرِمَاحِھِمْ قَالَ وَقُتِلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَمَا اُصِیْبَ مِنَ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ اِلَّا رَجُلَانِ فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ الْتَمِسُوْا فِیْھِمُ الْمُخْدَجَ فَالْتَمَسُوْا فَلَمْ یَجِدُوْہُ فَقَامَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِنَفْسِہٖ حَتّٰی اَتٰی نَاسًا قَدْ قُتِلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ فَقَالَ اَخِّرُوْھُمْ فَوَجَدُوْہُ مِمَّا یَلِی الْاَرْضَ فَکَبَّرَ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰہُ وَبَلَّغَ رَسُوْلُہٗ قَالَ فَقَامَ اِلَیْہِ عَبِیْدَۃُ السَّلْمَانِیُّ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰللّٰہِ الَّذِیْ

اور وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے، جو لشکر ان کی سرکوبی کے لیے جائے گا اگر وہ اس ثواب کو جان لے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کی زبان پر کیا ہے تو وہ باقی اعمال کو چھوڑ کر اسی پر بھروسا کر بیٹھیں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہے جس کے شانہ میں ہڈی نہیں ہے اور اس کے شانہ کا سر عورت کے پستان کی طرح ہے اس پر سفید رنگ کے بال ہیں حضرت علی نے فرمایا تم معاویہ اور اہل شام کی طرف جاتے ہو اور انھیں چھوڑ جاتے ہو تاکہ یہ تمہارے پیچھے تمہاری اولاد اور تمہارے اموال کو اینداویں بخدا مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے جس نے ناحق خون بہایا اور لوگوں کی چراگاہوں کو لوٹ لیا، تم اللہ کا نام لے کر ان سے قتال کے لیے روانہ ہو۔ سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے زید بن وہب نے ایک ایک منزل کا تذکرہ کیا اور بیان کیا کہ جب ہم جا کر ان سے ملے تو ہمارا ایک پل سے گذر ہوا، اس روز خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسبی تھا، اس نے حکم دیا کہ اپنے نیزے پھینک دو اور تلواریں میان سے نکال لو کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ تم پر اس طرح حملہ کریں گے جس طرح یوم حروراء میں کیا تھا، چنانچہ وہ پھر سے الٹے نے اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں، لوگوں نے ان پر اپنے نیزوں سے حملہ کیا اور بعض نے بعض کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس روز حضرت علی کے لشکر سے صرف دو آدمی شہید ہوئے، حضرت علی نے فرمایا، ان میں ناقص آدمی کو تلاش کرو اسے ڈھونڈا گیا لیکن وہ نہیں ملا حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور وہاں گئے جہاں ان کی لاشیں ایک دوسرے پر پڑی ہوئی تھیں، حضرت علی نے فرمایا ان لاشوں کو اٹھاؤ تو اس کو زمین پر لگا ہوا پایا۔ حضرت علی نے فرمایا: اللہ اکبر، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَسَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِیْ وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ حَتّٰی اسْتَحْلَفَہٗ ثَلَاثًا وَّھُوَ یَحْلِفُ لَہٗ۔

اور اس کے رسول نے ہم تک صحیح احکام پہنچائے عبیدہ سلمانی کھڑے ہوئے اور کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، حضرت علی نے فرمایا ہاں خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی سے تین مرتبہ حلف لیا۔ حضرت علی نے تین مرتبہ قسم کھائی۔

۲۳۶۴۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ وَیُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَا اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُکَیْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ رَافِعٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْحَرُوْرِیَّۃَ لَمَّا خَرَجَتْ وَھُوَ مَعَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالُوْا لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ قَالَ عَلِیٌّ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا بَاطِلٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَفَ نَاسًا اِنِّیْ لَاَعْرِفُ صِفَتَھُمْ فِیْ ھٰؤُلَآءِ یَقُوْلُوْنَ الْحَقَّ بِاَلْسِنَتِھِمْ لَا یَجُوْزُ ھٰذَا مِنْھُمْ وَاَشَارَ اِلَی الْحَلْقِ مِنْ اَبْغَضِ خَلْقِ اللّٰہِ اِلَیْہِ مِنْھُمْ اَسْوَدُ اِحْدٰی یَدَیْہِ طُبْیُ شَاۃٍ اَوْ حَلَمَۃُ ثَدْیٍ فَلَمَّا قَتَلَھُمْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ انْظُرُوْا فَنَظَرُوْا فَلَمْ یَجِدُوْا شَیْئًا فَقَالَ ارْجِعُوْا فَوَاللّٰہِ مَا کَذَبْتُ وَلَا کُذِّبْتُ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ وَجَدُوْہُ فِیْ خَرِبَۃٍ فَاَتَوْا بِہٖ حَتّٰی وَضَعُوْہُ بَیْنَ یَدَیْہِ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَنَا حَاضِرٌ ذٰلِکَ مِنْ اَمْرِھِمْ وَقَوْلِ عَلِیٍّ فِیْھِمْ نَادَیُوْنُسُ فِیْ رِوَایَتِہٖ قَالَ بُکَیْرٌ وَحَدَّثَنِیْ رَجُلٌ عَنِ ابْنِ حُنَیْنٍ اَنَّہٗ قَالَ رَاَیْتُ ذٰلِکَ الْاَسْوَدَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت عبد اللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حروریہ کا جس وقت ظہور ہوا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں، حضرت علی نے فرمایا یہ حق بات ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نشانیاں بتلائی تھیں جنھیں میں بخوبی جانتا ہوں اور ان لوگوں میں ان کی نشانیاں پائی جاتی ہیں، وہ اپنی زبانوں سے حق کہتے ہیں اور حق اس سے (یعنی ان کے حلق سے) متجاوز نہیں ہوتا۔ عبید نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے دکھایا اور کہا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے مبغوض ترین ہیں، ان میں سے ایک شخص سیاہ رنگ کا ہے جس کا ہاتھ بکری کے تھن یا عورت کے پستان کے سر کی طرح ہے۔ جب حضرت علی ان سے قتال کر چکے تو فرمایا اس آدمی کی تلاش کرو اسے ڈھونڈا گیا مگر وہ نہیں ملا، فرمایا اس کو پھر جا کر تلاش کرو، بخدا نہ میں نے جھوٹ بولا ہے نہ مجھے جھوٹ بتایا گیا ہے، یہ بات انھوں نے دو یا تین بار کہی، حتیٰ کہ لوگوں نے اس کو ایک کھنڈر میں ڈھونڈ لیا اور اس کی لاش لا کر حضرت علی کے سامنے رکھ دی۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں وہاں موجود تھا، یونس نے اپنی روایت میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ مجھے ایک شخص نے بتایا کہ ابن حنین بیان کرتے ہیں میں نے اس شخص کو دیکھا۔

۲۳۶۵ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ نَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَعْدِيْ مِنْ اُمَّتِيْ اَوْ سَيَكُوْنُ بَعْدِيْ مِنْ اُمَّتِيْ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَلَاقِمَهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَخْرُجُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ وَهُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ فَقَالَ ابْنُ الصَّامِتِ فَلَقِيْتُ رَافِعَ بْنَ عَمْرٍو الْغِفَارِيَّ اَخَا الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قُلْتُ مَا حَدِيْثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَذَا وَكَذَا فَذَكَرْتُ لَهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ وَاَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد میری امت میں ایک ایسی قوم ظاہر ہوگی جو قرآن پڑھے گی مگر قرآن اسکے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر وہ دین میں لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ یہ مخلوق خدا میں سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔ ابن صامت بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں رافع بن عمرو غفاری سے ملا جو حکم غفاری کے بھائی ہیں اور کہا وہ حدیث جو میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس اس طرح سے سنی ہے اور انھیں وہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی تھی۔

۲۳۶۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ بُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَاَلْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْخَوَارِجَ فَقَالَ سَمِعْتُهُ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ قَوْمٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ لَا يَعْدُوْ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ۔

بُسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن حنیف سے پوچھا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کا ذکر سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں میں نے سنا ہے! اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ اپنی زبانوں سے قرآن مجید پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے نہیں اترے گا اور دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے!

۲۳۶۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كَامِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ يَخْرُجُ مِنْهُ اَقْوَامٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۳۶۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ جَمِيْعًا عَنْ يَزِيْدَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنِ الْحَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ نَا اَبُوْ

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرق کی طرف سے ایک قوم نکلے گی ان کے سر منڈے ہوئے ہوں گے۔

إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْبِيهُ قَوْمٌ قِبَلَ الْمَشْرِقِ مُحَلَّقَةٌ رُءُوسُهُمْ۔

خلق رسول حدیث نمبر ۲۳۲۵ میں ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو پکڑ کر کھینچا جس سے آپکی گردن پر نشان پڑ گیا پھر اس نے کہا یا محمد مر لی من مال الذی عندك۔ "اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے دینے کا حکم دیجئے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور اسے مال دینے کا حکم دیا۔

یہ اعرابی نیا نیا اسلام لایا تھا اور بارگاہ رسالت میں گفتگو کے آداب سے ناواقف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے جس طرح خمیر صحابہ میں اسلام رچ بس گیا تھا یہ ابھی اس کیفیت سے ناآشنا تھا اس نے اسی روایتی بدتمیزی اور گنوارپن سے آپ کی چادر کھینچی لیکن اس بے مثال سیرت کے پیکر اور "انك لعلى خلق عظيم" کے مظہر کے ابرو پر شکن تک نہیں آئی آپ نے اس کی جہالت اور بدتمیزی کو کمال حوصلہ سے برداشت کیا اور تبسم فرما کر اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور اس کی تالیف قلب کے لیے عطا کا سامان کر کے برائی کا بدلہ نیکی سے دیا تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ جاہلوں کی بات کو حوصلہ سے برداشت کر کے درگزر کرنا چاہیے اور جو شخص جہالت اور ناواقفیت سے کسی بندے کی حق تلفی کر کے گناہ کبیرہ کر بیٹھے اس کو معاف کر دینا چاہیے اور تالیف قلب کے لیے داد و دہش سے کام لینا چاہیے اور بدی کی جزا نیکی سے دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہی وہ بے مثال پہلو تھا جس نے بے گانوں کو یگانہ اور پرایوں کو اپنا، بت پرستوں کو بت شکن اور اسلام سے دور جانے والوں کو اسلام کا شیدائی اور متوالا بنا دیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ وسلاما دائما ابدا۔

کرم رسول کے انداز حدیث نمبر ۲۳۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو کچھ عطا فرما دیا، لیکن اس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کو نہیں دیا۔ حضرت سعد کہتے ہیں میرے نزدیک وہ شخص بہت اعلیٰ درجہ کا مسلمان تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا: یارسول اللہ! میں اس شخص کو مؤمن گمان کرتا ہوں آپ نے فرمایا آیا مسلمان؟ میں نے تین بار کہا اور آپ نے جواب میں یہی فرمایا اخیر میں وضاحت فرمائی، میں کسی شخص کو اس وجہ سے دیتا ہوں تاکہ وہ جہنم میں نہ جا گرے اور کسی کو نہیں دیتا حالانکہ جس کو میں نہیں دیتا وہ مجھے اس سے زیادہ عزیز ہوتا ہے جس کو میں دیتا ہوں۔

یعنی بعض لوگ نئے نئے اسلام لائے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم "تالیف قلب کے لیے انہیں نوازتے رہتے تھے کیونکہ اگر آپ انہیں نہ دیتے اور قدیم الاسلام صحابہ کو عطا فرماتے تو ممکن تھا وہ آپ کے بارے میں کوئی بری رائے قائم کرتے اور آپ کے متعلق بری رائے قائم کرنا کفر ہے اور جہنم میں جا گرنے کے مترادف ہے اس لیے آپ نے انہیں عطا فرما کر جہنم میں گرنے سے بچا لیا، یہ ان پر کرم فرمایا اور جن قدیم الاسلام صحابہ کو نہیں دیا ان پر آپ کو اعتماد تھا کہ ان کے سامنے لوگوں کو دیا جائے اور انہیں نہ دیا جائے تب بھی ان کے ایمان، ایقان اور عقیدت میں کوئی فرق نہیں آئے گا گویا

آپ نے ان کو "اپنا" سمجھا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا دینا بھی کرم اور نہ دینا بھی کرم ہے۔!

حدیث نمبر ۲۳۳۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کا مال فئ (جو مال بغیر جنگ کے حاصل ہو اس میں امام کو اختیار ہے کہ وہ مصارف مسلمین میں خرچ کرے یا کسی ایک یا متعدد لوگوں کو کسی حکمت اور خصوصیت کی بناء پر مال کثیر دیدے) چند قریشیوں کو عطا فرمایا، انصار کے بعض نوجوانوں کو یہ ناگوار گزرا تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ یہ نومسلم لوگ اپنے گھر دنیا کا مال لے جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کا رسول لے جاؤ!۔

عہد رسالت میں اہانت رسول کرنے والوں کو قتل نہ کرنے کی وجوہات

حدیث نمبر ۲۳۴۵ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین سے واپسی کے وقت جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چاندی تقسیم کی تو ایک شخص نے کہا اے محمد عدل کر! حضور نے فرمایا تجھ پر عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا حضرت عمر نے کہا (ایک روایت میں حضرت خالد بن ولید کا ذکر ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ الگ الگ واقعے ہوں) یا رسول اللہ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا معاذ اللہ! کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہوں۔

اس پر امت کا اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا کلمہ کہنا کفر ہے اور کہنے والا اگر تائب نہ ہو تو واجب القتل ہے، اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ اس کے قتل کو اسلام میں طعن کا ذریعہ نہ بنالیں اور تبلیغ اسلام میں دشواری اور رکاوٹ ہو اور دوسری وجہ اس تکوینی تھا کیونکہ آپ کے علم میں یہ بات تھی کہ اس کی نسل سے کچھ لوگوں کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ مقدر فرما چکا ہے۔

علامہ دشتانی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کو قتل کیوں نہیں کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم ایذاء پہنچاتے تھے، اور اس یہودی کو کیوں نہیں قتل کیا جس نے آپ سے کہا تھا السام علیک (تم پر موت ہو) حالانکہ یہ بددعا تھی اور اس شخص کو کیوں قتل نہیں کیا جس نے آپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا "اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا، اور ایک مرتبہ کہا عدل کر! اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے منافقین کو اس لیے نہیں قتل کیا کہ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، اس وقت آپ لوگوں کے ایمان کی خاطر ان کی تالیف قلب کرتے تھے اور اسلام کو ان کے دلوں میں مزین کرتے اور اس وقت مسلمانوں میں تکثیر کی ضرورت تھی اور اس وقت آپ صحابہ سے کہتے تھے کہ تم آسانی کے لیے مبعوث کئے گئے ہو مشکلات کے لیے نہیں اور فرماتے تھے لوگوں کو مانوس کرو متنفر نہ کرو، اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا بھی آپ کو یہی حکم تھا ادفع بالتی هی احسن "احسن طریقہ سے مدافعت کیجئے" اور آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کے قتل سے منع کیا ہے، اس وجہ سے آپ ان کی ایذا رسانی کو برداشت کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب دین اسلام پھیل گیا اور تمام ادیان پر غالب آگیا تو آپ جن گستاخوں پر قادر ہوئے ان کے قتل کا حکم دیا اسی طرح آپ نے بعض گستاخوں کے خون کو مباح کر دیا جیسے کعب بن زبیر اور ابن زبعری وغیرہ، منافقین کو قتل نہ کرنے کا دوسرا جواب یہ ہے کہ منافقین کا بظاہر مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا اور بارگاہ رسالت میں منافقوں کے جو گستاخانہ کلمات پہنچائے گئے تھے ان کو کسی ایک صحابی نے نقل کیا تھا اور منافقین ان کلمات سے برأت پر قسم کھا لیتے تھے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ایمان قبول کرنے کے خواہشمند تھے اس لیے ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کرتے تھے جیسا کہ ہمیشہ اولوالعزم رسول کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور ان کی وجہ سے اسلام کو بہت تقویت پہنچی تیسرا جواب یہ ہے کہ ان سے وہ گستاخانہ کلمات ثابت نہیں کیونکہ ان کلمات کو یا کسی بچہ نے نقل کیا تھا یا غلام نے یا عورت نے اور نصاب شہادت یعنی دو مردوں کی گواہی کے بغیر کسی کا خون بہانا جائز نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم نبوت سے ان کا فیصلہ اس لیے نہیں کیا کہ بظاہر ان کا شمار مسلمانوں اور صحابہ میں ہوتا تھا اگر آپ ان کو اس وجہ سے قتل کر دیتے کہ آپ کے علم میں وہ منافق تھے، تو مخالفین اور معاندین آپ کے خلاف پروپیگنڈا کرتے کہ آپ جس کو چاہتے ہیں نفاق کی تہمت لگا کر قتل کرا دیتے ہیں اور اسی سے اسلام کی تبلیغ اور اشاعت پر اثر پڑتا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اعدل (عدل کر) کہنے والے کو قتل کرنے سے اس لیے منع فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ: ان محمداً یقتل اصحابہ "محمد اپنے صحابہ کو قتل کرتے ہیں"۔ اسی وجہ سے ابن معاذ اور ابن قصار نے کہا ہے کہ یہ لوگ اگر اپنے نفاق کو ظاہر کرتے تو آپ ان کو قتل کر دیتے۔ باقی رہا السام علیک کہنے والے یہودی کو آپ نے قتل نہیں کیا، اس کی وجہ ان کا مسلمانوں کی حفاظت میں ہونا اور ابتداء اسلام تھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو نہ قتل کرنے کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو اس وجہ سے کچھ لوگوں کے اسلام کی توقع ہو۔[1]

ائمہ کے نزدیک گستاخ رسول کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا بالاجماع کفر ہے اور توہین کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس کی توبہ قبول کرنے میں ائمہ مذاہب کے مختلف قول ہیں خواہ توہین کا تعلق آپ کی ذات کے ساتھ ہو یا آپ کے نسب کے ساتھ ہو آپ کے دین کے ساتھ یا آپ کی کسی صفت کے ساتھ ہو اور یہ اہانت خواہ صراحۃً ہو کنایۃً ہو یا تعریضاً ہو یا تلویحاً ہو اسی طرح کوئی شخص آپ کو بد دعا کرے، آپ پر لعنت کرے یا آپ کا برا چاہے آپ کے عوارض بشریہ یا آپ سے متعلق اشیاء یا اشخاص کا آپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بطریق طعن یا مذمت ذکر کرے۔ غرض جس شخص سے کوئی ایسا کلام صادر ہو جس سے آپ کی اہانت ظاہر ہو وہ کفر ہے اور اس کا قاتل واجب القتل ہے اسی طرح علامہ قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

قال محمد بن سحنون اجمع العلماء علی ان شاتمہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شک

محمد بن سحنون نے کہا ہے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والا اور آپ کی تنقیص (آپ کی شان میں کمی) کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ بیروت

[2] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸۹ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

فی کفرہ وعذابہ کفر[1]

اس کا حکم قتل کرنا ہے اور جو شخص اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بعض فقہاء حنفیہ کا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی، علامہ علائی لکھتے ہیں:

والکافر بسب نبی من الانبیاء فانہ یقتل ولا یقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ تعالیٰ والاول حق عبدہ ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر[2]

جو شخص کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہوگیا اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ مطلق قبول نہیں ہے (خواہ خود توبہ کرے یا توبہ پر گواہی ہو) اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور نبی کو گالی دینا بندے کا حق ہے اور جو شخص اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

علامہ شامی حنفی عدم قبول توبہ کی تشریح کرتے ہیں:

لان الحد لا یسقط بالتوبۃ فھو علت تفسیر واذا انہ حکم الدنیا اما عند اللہ تعالیٰ فھی مقبولۃ کما فی البحر[3]

کیونکہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا کے ساتھ خاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی توبہ مقبول ہوگی اسی طرح البحر الرائق میں ہے۔

بعض فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مطلقاً قبول نہیں ہے علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

وقد نقل ابن المنذر الاتفاق علی ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم صریحا وجب قتلہ ونقل ابو بکر الفارسی احد ائمۃ الشافعیۃ فی کتاب الاجماع ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما ھو قذف صریح کفر بالاتفاق العلماء فلو تاب لم یسقط عنہ القتل لان حد قذفہ القتل وحد القذف لا یسقط بالتوبۃ[4]

علامہ ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحۃً گالی دی اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ائمہ شافعیہ میں سے علامہ ابوبکر فارسی نے کتاب الاجماع میں لکھا ہے کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قذف صریح کے ساتھ گالی دی اس کے کفر پر علماء کا اتفاق ہے اگر وہ توبہ کرے گا تب بھی اس سے قتل ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ حد قذف ہے اور حد قذف توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی الرد ج ۳ ص ۴۰۰ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۰، " "

[4] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

احناف اور شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کو قتل کیا جائے گا خواہ اس نے توبہ کر لی ہو، امام مالک کی مشہور روایت اور حنابلہ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور جمہور احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کے بعد اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ومن سب الله تعالى كفر سواء كان مازحا او جادا وكذلك من استهزا بالله تعالى او بايا ته او برسله او كتبه قال الله تعالى ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب قل ابا لله وايا ته ورسوله كنتم تستهزءون لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم[1]

(توبہ: ۶۵،۶۴)

جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی وہ کافر ہو گیا خواہ مذاق سے خواہ سنجیدگی سے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ سے استہزاء کیا یا اس کی ذات سے یا اس کے رسولوں سے یا اس کی کتابوں سے وہ کافر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر آپ ان سے پوچھیں تو یہ کہیں گے ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے آپ کہیے کیا تم اللہ تعالیٰ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا استہزاء کر رہے تھے؟ اب عذر نہ پیش کرو کیونکہ تم ایمان لانے کے بعد یقیناً کافر ہو چکے ہو۔

مشہور آزاد محقق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقال محمد بن سحنون: اجمع العلماء على ان شاتم النبى صلى الله عليه وسلم و المتنقص له كافر والوعيد جاء عليه بعذاب الله له وحكمه عند الامة القتل ومن شك فى كفره وعذابه كفر وتحرير القول فيه: ان الساب ان كان مسلما فانه يكفر و يقتل بغير خلاف وهو مذهب الائمة الاربعة و غيرهم وقد تقدم ممن حكى الاجماع على ذلك اسحٰق بن راهويه وغيره وان كان ذميا فانه يقتل ايضا فى مذهب مالك واهل المدينة وسيأتى حكاية الفاظهم وهو مذهب احمد وفقهاء الحديث وقد نص احمد على ذلك فى مواضع متعددة قال حنبل: سمعت ابا عبد الله يقول كل من شتم النبى صلى الله عليه

محمد بن سحنون فرماتے ہیں: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپکی تنقیص کرنے والا کافر ہے، اور اس کے متعلق عذاب الٰہی کی وعید ہے اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کے عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کو بالاتفاق قتل کیا جائے گا اور یہی ائمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے اس اجماع کو بیان کیا ہے اور اگر گالی دینے والا ذمی ہو تو امام مالک اور اہل مدینہ کے نزدیک اس کو بھی قتل کیا جائے گا، اور عنقریب ہم ان کی عبارت نقل کریں گے اور امام احمد اور محدثین کا بھی یہی مذہب ہے، امام احمد نے متعدد مقامات پر اس بات کی تصریح کی ہے، حنبل کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ (امام احمد) سے سنا وہ فرماتے تھے

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

وسلم او تنقصه مسلما كان او كافرا فعليه القتل وارى ان يقتل ولا يستتاب۔[1]

جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا آپ کی تنقیص کی خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ نہ قبول کی جائے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں۔

فاعلم ان مشهور مذهب مالك واصحابه وقول السلف وجمهور العلماء قتله حدا لا كفرا ان اظهر التوبة منه (الى قوله) قال الشيخ ابو الحسن القابسي رحمه الله اذا اقر السب وتاب منه واظهر التوبة قتل بالسب لانه حد وجب وقال ابو محمد بن ابي زيد مثله وانما ما بينه وبين الله فتوبته تنفعه۔[2]

جان لو کہ امام مالک، ان کے اصحاب، سلف صالحین اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے گالی دی اور اس کے بعد توبہ کر لی تو اس کو بطور حد قتل کیا جائے گا نہ بطور کفر، شیخ ابو الحسن قابسی رحمہ اللہ نے فرمایا جب کسی شخص نے آپ کو گالی دینے کا اقرار کیا اور اس کے بعد توبہ کر لی اور توبہ کا اظہار کر دیا تو اس کو گالی کے سبب سے قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی حد ہے ابو محمد بن ابی زید نے بھی یہی کہا ہے البتہ اس کی توبہ اس کو آخرت میں نفع دے گی اور وہ عند اللہ مومن قرار پائے گا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان قول مالك بعدم قبول التوبة اشهر واظهر مما رواه عنه الوليد (الى قوله) واما الحنابلة فكلامهم قريب من كلام المالكية والمشهور عن احمد عدم قبول توبته وعنه رواية بقبولها فمذهبه كمذهب مالك (الى قوله) ان مذهب ابي حنيفة والشافعي حكمه حكم المرتد وقد علم ان المرتد تقبل توبته كما نقله عن النتف وغيره فاذا كان هذا في

جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی توبہ قبول نہ کرنا، امام مالک کا مشہور مذہب ہے، اور امام احمد بن حنبل کا مشہور مذہب بھی یہی ہے اور ایک روایت ان سے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی، لہٰذا ان کا مذہب امام مالک کی طرح ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کا حکم مرتد کی طرح ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے جیسا کہ نتف وغیرہ سے منقول ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا یہ حکم ہے تو حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دینے والے کا حکم بطریق اولیٰ یہی ہوگا کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے

---

[1] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ، الصارم المسلول ص ۴ مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

[2] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفا ج ۲ ص ۲۲۳۔ ۲۲۴، مطبوعہ ملتان

سأب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ففی سأب الشیخین او احدھما بالاولی فقد تحرران المذھب کما ھب الشافعی قبول توبتہ کما ھو روایۃ ضعیفۃ عن مالکؒ

بہرحال یہ بات ظاہر ہو گئی کہ احناف اور شوافع کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام مالک سے بھی یہ ایک ضعیف روایت سے ثابت ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ گستاخ رسول کی (دنیاوی احکام میں) توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور ایک قول یہ ہے کہ (دنیاوی احکام میں) اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور اس کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا۔

گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش

عام طور پر مشہور یہ ہے کہ جس کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو اس کلام کو اسلام پر محمول کیا جائے گا اور قائل کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

و فی الدر ورد وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر و واحد یمنعہ فعلی المفتی ان میل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم ۱ لا لم ینفعہ حمل المفتی ۲

درر وغیرہ میں ہے کہ جب کسی مسئلہ میں کچھ وجوہ کفر کو واجب کرتی ہوں اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے اس کو منع عن الکفر پر محمول کرے بشرطیکہ قائل کی نیت بھی وہی ہو، ورنہ مفتی کے منع عن الکفر پر محمول کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

و فی الخلاصۃ وغیرھا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب التکفیر ووجہ یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجہ الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم زاد فی البزازیۃ الا اذا صرح بارادۃ موجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ و فی التتارخانیہ لا یکفر بالمحتمل لان الکفر نھایۃ فی العقوبۃ فیستدعی نھایۃ فی الجنایۃ ومع الاحتمال لا نھایۃ ۳

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ سے کفر لازم ہو اور ایک وجہ کفر سے روکتی ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اس وجہ کی طرف میلان کرے جو کفر سے روکتی ہو کیونکہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے اور بزازیہ میں ہے البتہ جب قائل خود اس احتمال کا التزام کرے جس وجہ سے تکفیر ہو تب تاویل سے فائدہ نہیں ہوگا اور تاتارخانیہ میں ہے جس کلام میں کئی احتمال ہوں اس پر تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ کفر انتہائی سزا ہے جو انتہائی جرم کا تقاضا کرتی ہے اور جب دوسرا احتمال موجود ہو تو یہ انتہائی جرم نہیں ہے۔

۱ھ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۴۰۴ - ۴۰۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

۲ھ۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی الرد ج ۳ ص ۳۹۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

۳ھ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی اور علامہ ابن نجیم کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ جس لفظ یا جس جملہ میں متعدد احتمالات ہوں اور ان احتمالات میں سے کچھ کفریہ ہوں اور کچھ غیر کفریہ اس وقت یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مفتی کو چاہیے کہ وہ قائل کے کلام کو غیر کفریہ معنی پر محمول کرے لیکن اگر کسی کلام کے متعدد احتمالات نہ ہوں بلکہ صرف ایک معنی ہو اور وہ معنی خدانخواستہ کفریہ ہو تو اب مفتی کے لیے قائل کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔

گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث

ایک بحث یہ ہے کہ کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمہ بولتا ہے اور جب اس کی تکفیر کی جائے تو وہ اپنے دفاع میں کہتا ہے کہ اس کلمہ سے میری نیت یہ نہیں تھی آیا اس کا یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ جس لفظ کے متعدد معنی ہوں اس کے متعلق قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ میری نیت میں فلاں گستاخانہ معنی نہیں تھا بلکہ فلاں معنی ہے لیکن جس لفظ کا از روئے لغت یا عرف یا شرع کے اعتبار سے صرف ایک ہی معنی ہو۔ اور وہ معنی خدانخواستہ گستاخانہ اور کفریہ ہو تو اب قائل کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کی تکفیر کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں ہوگا۔ دیکھیے...

انت طالق ۔ کا لفظ عرف اور شرع میں طلاق کے لیے معین ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو انت طالق کہدے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی اب اگر وہ یہ کہے کہ طالق سے میری نیت لغوی معنی تھا یعنی وہ کھلی ہوئی ہے بندھی ہوئی نہیں ہے یا میں نے یہ کلمہ یونہی کہہ دیا تھا میری نیت اس کلمہ سے طلاق دینا نہیں تھی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ لفظ صریح میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو انت امی (تو میری ماں ہے) کہتا ہے تو یہ لفظ کیونکہ طلاق کے لیے معین نہیں ہے اس میں اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ طلاق کا ارادہ کرتا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عزت اور کرامت کا ارادہ کرتا ہے تو اس معنی کا اعتبار ہوگا اور طلاق نہیں ہوگی!۔ اسی طرح فقہاء نے لکھا ہے کہ کوئی شخص کسی کو ولد الحرام یا حرام زادہ کہتا ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل یہ کہے کہ حرام سے میری نیت ناجائز نہیں، بلکہ حرمت اور کرامت تھی یا میری نیت اس شخص کی اہانت نہیں تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ عرف میں یہ الفاظ ناجائز اولاد کے لیے معین ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو غصہ میں یا کافر کہہ دے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اگر قائل کہے کہ میری نیت کافر بالطاغوت تھی تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرف میں کافر، کافر باللہ کے لیے معین ہے۔ ان تصریحات کے پیش نظر جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کلام کہتا ہے جو عرف میں توہین کے لیے متعین ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر بہ وان لم یقصد الاستخفاف ۔[1]

جو چیز توہین کی دلیل ہو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ اس نے توہین کی نیت نہ کی ہو۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

وقال فی رجل قیل لہ وحق رسول اللہ

ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

فقال فعل الله برسول الله كذا وذكر كلاما قبيحا فقيل له ما تقول يا عدو الله فقال اشد من كلامه الاول ثم قال انما اردت برسول الله العقرب فقال ابن ابي سليمان للذي اشهد عليه وانا شريكك يريد في قتله وثواب ذلك قال حبيب بن الربيع لان ادعاء التاويل في لفظ صراح لا يقبل۔ [1]

کے حق کی قسم، تو اس نے کہا اللہ، رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیے، اس سے کہا گیا کہ اے اللہ کے دشمن! تم کیا کہہ رہے ہو تو اس نے اس سے بھی زیادہ شدید قبیح کلام کیا، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی ہے۔ (یعنی بچھو بھی اللہ کا بھیجا ہوا ہے) ابن ابی سلیمان نے کہا اس کو قتل کرنے میں میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف شہادت دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جاتا۔

قاضی عیاض کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری[2] اور علامہ خفاجی[3] نے بھی اس بات کو مقرر رکھا ہے کہ صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں ہوتی اسی طرح علامہ دشتانی مالکی[4] نے بھی شرح مسلم میں کہا ہے کہ لفظ صریح تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ نیز قاضی عیاض نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات کہے جائیں تو توہین کا قصد ہو یا نہ ہو قائل کی تکفیر کی جائے گی۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

ان يكون القائل لما قال في جهته صلى الله عليه وسلم غير قاصد للسب والازدراء ولا معتقد له ولكنه تكلم في جهته صلى الله عليه وسلم بكلمة الكفر من لعنه او سبه او تكذيبه او اضافة ما لا يجوز عليه او نفي ما يجب له مما هو في حقه صلى الله عليه وسلم نقصية مثل ان ينسب اليه اتيان كبيرة او مداهنة في تبليغ الرسالة او في حكم بين الناس او يغض من مرتبته او شرف نسبه او وفور علمه او زهده او يكذب

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی بات کہے اور اس کا قصد نہ گالی دینے کا ہو نہ آپکی توہین کا اور نہ وہ اس کا اعتقاد کرتا ہو لیکن وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسا کفریہ کلمہ کہے جس میں لعنت ہو یا گالی ہو یا آپ کی تکذیب ہو یا آپ کی طرف کسی ایسی چیز کی اضافت کرے جو ناجائز ہو یا اس چیز کی نفی کرے جو آپ کے لیے واجب ہو، یا وہ بات کہے جو آپ کے حق میں نقص ہو یا آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرے، یا تبلیغ رسالت میں مداہنت کی نسبت کرے یا آپ کے مرتبہ اور شرف نسب یا آپکے علم کی عظمت یا آپکے زہد میں کمی کرے یا آپکے جو اوصاف مشہور اور متواتر ہیں ان کی

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۹۱ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

[2] ملا علی قاری ہروی حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] علامہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بما اشتمل من امور اخبر بها صلی اللہ علیہ وسلم وتواتر الخبر بها عن قصد لرد خبره او یاتی بسفه من القول او قبیح من الکلام ونوع من السب فی جهته وان ظهر بدلیل حاله انه لم یعتمد ذمه ولم یقصد سبه انما لجهالة حملته علی ما قاله او لفجاءة وسکر اضطره الیه او قلة مراقبة او ضبط لسانه وعجرفة وتهور فی کلامه فحکم هذا الوجه حکم الوجه الاول القتل دون تحتم اذ لا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا یدعوی زلل اللسان ولا بشی مما ذکرناه اذا کان عقله فی فطرته سلیما الا من اکره وقلبه مطمئن بالایمان۔ [1]

تکذیب کرے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی نازیبا بات کہے جواز قسم گالی ہو اگرچہ اس کے حال سے یہ ظاہر ہو کہ وہ آپ کی توہین کا قصد نہیں کرتا نہ اس پر اعتماد کرتا ہے، یا اس نے جہالت کی وجہ سے کہا ہو یا رنج اور قلق کی بناء پر یا نشہ کی وجہ سے کہا ہو یا سبقت لسانی سے ایسا کہا ہو، یا یونہی بے سوچے سمجھے یا جوش غضب سے ایسا کہہ دیتا ہے تو ایسے شخص کا بلا توقف یہ حکم ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ جہالت تکفیر میں عذر نہیں ہے نہ سبقت لسانی کا دعویٰ نہ مذکور الصدر اسباب میں سے کوئی اور سبب جبکہ اس کی عقل صحیح ہو سوا اس شخص کے جس کو ان کلمات کے کہنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ اور اس کے دل میں ایمان ہو۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کی صفات مثلاً کمال علم یا کمال قدرت کے متعلق کوئی نازیبا بات کہی خواہ اس کا قصد اور نسبت، توہین نہ ہو اور نہ وہ اس کا اعتقاد رکھتا ہو بلکہ وہ آپ کے کمالات کا قائل ہو پھر بھی اس نازیبا بات کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا اور اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ ملا علی قاری حنفی [2] اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی [3] نے بھی اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال نمبر ۳ شاعر جو اپنے اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صنم یا بت یا آشوب ترک فتنہ عرب باندھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جواب: یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بمعانی ظاہر خود مراد نہیں رکھتا، بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی، اہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں، یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ راعنا بولنے سے صحابہ کو منع فرمایا انظرنا کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا۔ حالانکہ مقصود صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہرگز وہ معنی کہ جو یہود مراد لیتے تھے نہ تھی، مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت وگستاخی جناب رسالت کا تھا لہٰذا حکم ہوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور علی ہذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بوجہ اذیت، وگستاخی معاذ اللہ نہ تھا بلکہ حسب عادت وطبع تھا مگر چونکہ اذیت وبے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا:

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۲۰۴، ۲۰۳ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸، ۳۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۸۸، ۳۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

یا ایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون۔

کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال تمہارے ہو جاویں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی اور ایسا ہی حدیث میں تکنی بکنیۃ ابی القاسم۔ آپ کی حیات شریفہ میں منع ہو گئی تھی بوجہ اذیت ذات سرور عالم کے کہ کوئی کسی کو اگر پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ارادہ کرتا ہے التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کرتا تھا اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض والغیب عند اللہ بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگا اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر ہم اولاد نضر ہیں، دیکھ اس لفظ میں فقط ایہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا اور کلام کا ادب تلقین کیا وعلی ھذا خبثت نفس ۔ کو منع فرمایا اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں، الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اور اذیت ظاہرہ ہے پس ان الفاظ کا بکنا کفر ہو گا:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا قال فی الشفا الوجہ الثانی وھو ان یکون القائل لم قال فی جھتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر قاصد للسب والازدراء ولا معتقد لہ ولکنہ تکلم فی جھتہ صلی اللہ علیہ وسلم بکلمۃ الکفر من لعنہ او سبہ او تکذیبہ او اضافۃ مالا یجوز علیہ او نفی ما یجب لہ مما ھو فی حقہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نقیصۃ الی ان قال او یأتی بسفہ من القول وقبیح من الکلام ونوع من السب فی جھتہ وان ظھر بدلیل حالہ انہ لم یعتمد ذمہ ولم یقصد سبہ اما لجھالۃ حملتہ علی ما قالہ لو بضجر او سکر او قلۃ مراقبۃ وضبط للسانہ او عجزمۃ وتھور فی کلامہ فحکم ھذا الوجہ حکم الوجہ الاول القتل دون تعلثم انتھی ملخصا۔

پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور متدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی وگستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ــــــ واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۷۲۔ ۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی)۔

شیخ گنگوہی نے اپنے اس طویل فتویٰ میں اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں موجب اہانت ہو اس کا کہنے والا کافر ہے خواہ کہنے والا اس کفریہ معنی کا ارادہ نہ کرے اور نہ ہی اس کی نیت توہین کی ہو اور اس نقطہ پر استدلال کرنے کے لیے شیخ گنگوہی نے بھی قاضی عیاض کی اسی عبارت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے تفصیل سے مع ترجمہ پیش کر چکے ہیں۔

خوارج اور معتزلہ علامہ نووی لکھتے ہیں: امام شافعی اور جمہور علماء کا نظریہ ہے کہ خوارج، معتزلہ، قدریہ اور تمام اہل بدعات کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ [1]

تاہم صحیح بات یہ ہے کہ جو فرقے امور قطعیہ کا انکار کرتے ہیں وہ بہر حال کافر ہیں جیسے معتزلہ تقدیر کا انکار کرتے تھے، اور خوارج عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے اور جو لوگ اب بھی مسلمانوں کی تکفیر کریں یا تقدیر کا انکار کریں، ان کا یہی حکم ہے۔

علامہ شامی نے نجدیوں کو بھی خارجی قرار دیا ہے، اس مسئلہ پر تاریخ نجد و حجاز میں ہم نے مکمل بحث کر دی ہے۔ [2]

بَابُ تَحْرِيمِ الزَّكٰوةِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَهُمْ بَنُوْ هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوٰۃ کا حرام ہونا

۲۳۶۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّهُوَ ابْنُ زِيَادٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِخْ كِخْ اِرْمِ بِهَا اَمَا عَلِمْتَ اَنَّا لَا نَاْكُلُ الصَّدَقَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تھو! تھو! اسے پھینک دو۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

۲۳۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

۲۳۷۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ اِنَّا لَا نَاْكُلُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۷۲۔۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۳۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

الصَّدَقَةَ۔

۲۳۷۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَأَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي ثُمَّ أَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے گھر جاتا ہوں اور وہاں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں۔ اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر اس خدشہ سے اس کو پھینک دیتا ہوں کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو۔

۲۳۷۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ إِنِّي لَأَنْقَلِبُ إِلَى أَهْلِي فَأَجِدُ التَّمْرَةَ سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي وَفِي بَيْتِي فَأَرْفَعُهَا لِآكُلَهَا ثُمَّ أَخْشَى أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً فَأُلْقِيهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا جب میں اپنے گھر لوٹتا ہوں اور وہاں اپنے گھر میں اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں اسے کھانے کے لیے اٹھاتا ہوں پھر اس خدشہ سے پھینک دیتا ہوں کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو

۲۳۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی آپ نے فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

۲۳۷۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِتَمْرَةٍ بِالطَّرِيقِ فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں ایک کھجور سے گذرے تو آپ نے فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

۲۳۷۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ تَمْرَةً فَقَالَ لَوْلَا أَنْ تَكُونَ صَدَقَةً لَأَكَلْتُهَا.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور پائی اور فرمایا اگر یہ صدقہ کی نہ ہوتی تو میں کھا لیتا۔

۲۳۷۷ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ قَالَ اجْتَمَعَ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَا وَاللّٰهِ لَوْ بَعَثْنَا هٰذَيْنِ الْغُلَامَيْنِ قَالَ لِي وَلِلْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَاهُ فَأَمَّرَهُمَا عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَأَدَّيَا مَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَأَصَابَا مِمَّا يُصِيبُ النَّاسُ قَالَ فَبَيْنَمَا هُمَا فِي ذٰلِكَ جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَقَفَ عَلَيْهِمَا فَذَكَرَ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُمَا عَلِيٌّ لَا تَفْعَلَا فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ بِفَاعِلٍ فَانْتَحَاهُ رَبِيعَةُ بْنُ الْحَارِثِ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَصْنَعُ هٰذَا إِلَّا نَفَاسَةً مِنْكَ عَلَيْنَا فَوَاللّٰهِ لَقَدْ نِلْتَ صِهْرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا نَفِسْنَاهُ عَلَيْكَ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَرْسِلُوهُمَا فَانْطَلَقَا وَاضْطَجَعَ عَلِيٌّ فَقَالَ لَمَّا صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ سَبَقْنَاهُ إِلَى الْحُجْرَةِ فَقُمْنَا عِنْدَهَا حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِأُذُنَيْنَا ثُمَّ قَالَ أَخْرِجَا مَا تُسِرَّانِ ثُمَّ دَخَلَ وَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ

عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ بن حارث اور عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ بخدا اگر ہم ان دو لڑکوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں (یہ میرے اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق کہا) اور یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ آپ ان دونوں کو زکوٰۃ وصول کرنے پر عامل بنا دیں اور یہ دونوں آپ کو اس طرح لا کر دیں جس طرح اور لا کر دیتے ہیں اور جو اور لوگوں کو ملتا ہے وہ ان لوگوں کو بھی مل جائے۔ اسی اثنار میں حضرت علی بن ابیطالب بھی آ کر کھڑے ہو گئے انھوں نے حضرت علی سے بھی اس بات کا تذکرہ کیا، حضرت علی نے فرمایا، ایسا مت کرو، آپ اس طرح کرنے والے نہیں ہیں۔ اس پر ربیعہ بن حارث حضرت علی کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا کہ خدا کی قسم کہ تم صرف حسد کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل ہے۔ ہم تو اس بنا پر تم سے حسد نہیں کرتے حضرت علی نے کہا اچھا ان دونوں کو روانہ کر دو، ہم دونوں چلے گئے اور حضرت علی لیٹ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو ہم آپ سے پہلے حجرے میں جا پہنچے اور آپ کے تشریف لانے تک حجرے کے پاس کھڑے رہے۔ آپ تشریف لائے اور ہم دونوں کے کان پکڑے اور فرمایا جو تمہارے دل میں ہے اسے بتلا دو، پھر آپ اور ہم حجرے میں گئے۔ اس دن آپ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے

قَالَ فَتَوَاكَلْنَا الْكَلَامَ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَحَدُنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ اَبَرُّ النَّاسِ وَاَوْصَلُ النَّاسِ وَقَدْ بَلَغْنَا النِّكَاحَ فَجِئْنَا لِتُؤَمِّرَنَا عَلٰى بَعْضِ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَنُؤَدِّيَ اِلَيْكَ كَمَا يُؤَدِّي النَّاسُ وَنُصِيْبُ كَمَا يُصِيْبُوْنَ قَالَ فَسَكَتَ طَوِيْلًا حَتّٰى اَرَدْنَا اَنْ نُكَلِّمَهُ قَالَ وَجَعَلَتْ زَيْنَبُ تُلْمِعُ اِلَيْنَا مِنْ وَّرَآءِ الْحِجَابِ اَنْ لَّا تُكَلِّمَاهُ قَالَ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِيْ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ اُدْعُوْا لِيْ مَحْمِيَةَ وَكَانَ عَلَى الْخُمُسِ وَنَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ فَجَآءَهُ فَقَالَ لِمَحْمِيَةَ اَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ لِلْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَنْكَحَهُ وَقَالَ لِنَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ اَنْكِحْ هٰذَا الْغُلَامَ ابْنَتَكَ فَاَنْكَحَنِيْ وَقَالَ لِمَحْمِيَةَ اَصْدِقْ عَنْهُمَا مِنَ الْخُمُسِ كَذَا وَكَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ يُسَمِّهِ لِيْ.

سے بات کرنے کو کہا پھر ہم میں سے ایک نے گفتگو کی اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ سب سے زیادہ احسان اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں اور ہم نکاح کے قابل ہو گئے ہیں، ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر عامل بنا دیں ہم بھی آپ کو مال وصول کر کے لا کر دیں جیسا کہ اور لوگ لا کر دیتے ہیں اور ہم کو بھی اس میں سے اس طرح حصہ مل جائے جیسا کہ لوگوں کو ملتا ہے۔ ربیعہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر تک خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے ارادہ کیا کہ ہم آپ سے اس بارے میں بات کریں۔ اور حضرت زینب ہمیں پردہ کے پیچھے سے بات نہ کرنے کا اشارہ کر رہی تھیں، ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر حضور نے فرمایا: آل محمد کو صدقہ استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لوگوں کا میل ہوتا ہے، تم محمیہ کو بلاؤ (وہ خمس پر مامور تھے) اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو بلاؤ، وہ دونوں آ گئے، آپ نے محمیہ سے فرمایا: تم اپنی لڑکی کا نکاح اس لڑکے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے کر دو، انھوں نے (اپنی لڑکی کا) اس سے نکاح کر دیا، اور نوفل بن حارث سے فرمایا اس لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، انھوں نے (اپنی لڑکی کا) مجھ سے نکاح کر دیا، اور آپ نے محمیہ سے فرمایا ان کو اتنا اتنا مہر خمس سے دیدو۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے راوی نے مہر کا بیان نہیں کیا۔

۲۳۷۸- حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ الْهَاشِمِيِّ اَنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ بْنَ رَبِيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ وَالْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَا لِعَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيْعَةَ وَلِلْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ائْتِيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد ربیعہ بن حارث اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے عبد المطلب بن ربیعہ اور حضرت فضل بن عباس سے کہا کہ تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پھر بقیہ حدیث حسب سابق بیان کی اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت علی نے اپنی چادر بچھائی پھر اس پر لیٹ گئے اور فرمایا ابو الحسن ہوں اور خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹوں گا جب تک کہ تمہارے

سَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَّ قَالَ فِيْهِ فَاَتٰى عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِدَآءَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَيْهِ وَقَالَ اَنَا اَبُوْ حَسَنٍ الْقَرْمُ وَ اللّٰهِ لَاَدِيْمُ مَكَانِيْ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْكُمَا ابْنَاكُمَا بِحَوْرِ مَا بَعَثْتُمَا بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ قَالَ لَنَا اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اَيْضًا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوْا لِيْ مَحْمِيَةَ بْنَ جُزْءٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهٗ عَلَى الْاَخْمَاسِ۔

بیٹے اس بات کا جواب لیکر نہ لوٹیں جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہلا کر بھیجی ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کے لیے جائز نہیں ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمیہ بن جزء کو میرے پاس بلا کر لاؤ وہ بنو اسد میں سے ایک ایسے شخص تھے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس وصول کرنے کے لیے عامل مقرر کیا تھا۔

آل رسول کو زکوٰۃ دینے میں مذاہب

ائمہ اربعہ کے نزدیک بنو ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں ہے، اور بنو مطلب کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے دو قول ہیں[1]۔ امام شافعی کے نزدیک بنو مطلب کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہیں[2]۔ امام مالک کے نزدیک بنو مطلب زکوٰۃ لے سکتے ہیں البتہ بعض مالکیہ منع کرتے ہیں[3]۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بنو مطلب کے لیے زکوٰۃ جائز ہے صرف بنو ہاشم کے لیے جائز نہیں اور ان سے بھی آل ابی لہب مستثنیٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطع کر دی ہے[4]۔ بنو ہاشم میں آل علی، آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، اور آل حارث بن عبد المطلب شامل ہیں[5]۔ صدقات نافلہ بنو ہاشم کو دینا جائز ہیں، البتہ یہ صدقات ان کو اعزاز اور اکرام سے دینے چاہئیں۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک میں حلال قرار دیا ہے دوسرے میں حرام۔

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[3] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[4] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[5] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ عالمگیری ج ۱ ص ۱۸۹ مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

۳۰ بَابُ إِبَاحَةِ الْهَدِيَّةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِبَنِي هَاشِمٍ وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَإِنْ كَانَ الْمُهْدَى مَلَكَهَا بِطَرِيقِ الصَّدَقَةِ وَبَيَانِ أَنَّ الصَّدَقَةَ إِذَا قَبَضَهَا الْمُتَصَدَّقُ عَلَيْهِ زَالَ عَنْهَا وَصْفُ الصَّدَقَةِ وَحَلَّتْ لِكُلِّ أَحَدٍ مِمَّنْ كَانَتِ الصَّدَقَةُ مُحَرَّمَةً عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے لیے ہدیوں کا جواز

۲۳۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ السَّبَّاقِ قَالَ إِنَّ جُوَيْرِيَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ مِنْ طَعَامٍ قَالَتْ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِنْدَنَا طَعَامٌ إِلَّا عَظْمٌ مِنْ شَاةٍ أُعْطِيَتْهُ مَوْلَاتِي مِنَ الصَّدَقَةِ فَقَالَ قَرِّبِيهِ فَقَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کچھ کھانا ہے؟ حضرت جویریہ نے کہا: یا رسول اللہ! اس بکری کی ایک ہڈی کے سوا ہمارے پاس اور کچھ نہیں ہے جو میری آزاد کردہ باندی نے اپنے صدقہ سے ہدیہ کی تھی، آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ کیونکہ صدقہ اپنی جگہ پہنچ چکا ہے

۲۳۸۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۳۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گوشت صدقہ دیا گیا تھا انھوں نے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ گوشت بریرہ کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَھْدَتْ بَرِیْرَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَحْمًا تُصُدِّقَ بِہٖ عَلَیْھَا فَقَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَلَنَا ھَدِیَّۃٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ گائے کا گوشت آیا اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ گوشت حضرت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا آپ نے فرمایا یہ ان کے لیے صدقہ تھا اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

۲۳۸۲۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَۃُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰی قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا وَاُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقِیْلَ ھٰذَا مَا تُصُدِّقَ بِہٖ عَلٰی بَرِیْرَۃَ فَقَالَ ھُوَ لَھَا صَدَقَۃٌ وَّلَنَا ھَدِیَّۃٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بریرہ میں تین باتیں تھیں، لوگ بریرہ پر صدقہ کرتے تھے اور ہمارے لیے وہ ہدیہ ہوتا تھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ اس پر صدقہ ہے اور تمہارے لیے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا لیا کرو۔

۲۳۸۳۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ نَا ھِشَامُ بْنُ عُرْوَۃَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَتْ فِیْ بَرِیْرَۃَ ثَلَاثُ قَضِیَّاتٍ کَانَ النَّاسُ یَتَصَدَّقُوْنَ عَلَیْھَا وَتُھْدِیْ لَنَا فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھُوَ عَلَیْھَا صَدَقَۃٌ وَّلَکُمْ ھَدِیَّۃٌ فَکُلُوْہُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ بریرہ میں تین باتیں تھیں، لوگ بریرہ پر صدقہ کرتے تھے اور ہمارے لیے وہ ہدیہ ہوتا تھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ اس پر صدقہ ہے اور تمہارے لیے ہدیہ ہے پس تم اس کو کھا لیا کرو۔

۲۳۸۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَۃَ عَنْ سِمَاکٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ یُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِکَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۳۸۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَهُوَ لَنَا مِنْهَا هَدِيَّةٌ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مروی ہے مگر اس میں یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔

۲۳۸۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مِنَ الصَّدَقَةِ فَبَعَثْتُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا مِنْهَا بِشَيْءٍ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَائِشَةَ قَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ لَا إِلَّا أَنَّ نُسَيْبَةَ بَعَثَتْ إِلَيْنَا مِنَ الشَّاةِ الَّتِي بَعَثْتُمْ بِهَا إِلَيْهَا قَالَ إِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مَحِلَّهَا۔

حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس صدقہ کی ایک بکری بھیجی میں نے اس میں سے کچھ گوشت حضرت عائشہ کے پاس بھیج دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دریافت فرمایا: تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟۔ الفول نے کہا نہیں البتہ نسیبہ (ام عطیہ) نے اس بکری سے کچھ گوشت بھیجا ہے جو آپ نے انھیں دی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اپنی جگہ پہنچ چکی ہے۔

۲۳۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ قَالَ نَا الرَّبِيعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ أَكَلَ مِنْهَا وَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ لَمْ يَأْكُلْ مِنْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ اس کے بارے میں دریافت فرماتے اگر بتلایا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ کھا لیتے اور اگر کہا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو پھر نہ کھاتے۔

شرح حضرت بریرہ کو جو صدقہ دیا گیا تھا وہ بحیثیت صدقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز نہ تھا لیکن جب حضرت بریرہ نے وہی مال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تو مالک کی تبدیلی سے اس چیز کا حکم تبدیل ہو گیا۔ اور اب آپ کے لیے اس کا استعمال جائز ہو گیا۔ فقہاء نے اس حدیث سے بہت سے مسائل مستنبط کیے ہیں حیلہ اسقاط میں جب ایک ہی رقم کو بار بار مختلف لوگ مختلف اشخاص کو دیتے ہیں تو اس میں تعدد آجاتا ہے، مساجد اور مدارس میں اسی حیلہ سے زکوٰۃ کی رقم لگائی جا سکتی ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی زکوٰۃ کی رقم کسی مستحق کو دیدے تو وہ شخص اس رقم کو اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کو ہدیۃً دے سکتا ہے، اور مسجد یا مدرسہ میں وہی رقم لگائی جا سکتی ہے۔

باب ۳۰۸ الدُّعَاءِ لِمَنْ اَتٰی بِصَدَقَتِہٖ

صدقہ لانے والے کو دُعا دینا

۲۳۸۸ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰی ح وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاہُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِھِمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْھِمْ فَاَتَاہُ اَبِیْ اَبُوْ اَوْفٰی بِصَدَقَتِہٖ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی جماعت صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے اے اللہ ان پر صلوٰۃ (رحمت) نازل فرما! جب میرے والد ابو اوفی صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ ابو اوفی کی اولاد پر صلوٰۃ نازل فرما۔

۲۳۸۹ - وَحَدَّثَنَاہُ ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ عَنْ شُعْبَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ صَلِّ عَلَیْھِمْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں صَلِّ عَلَیْھِمْ ہے۔

غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ

انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی شخص پر لفظ صلوٰۃ کے ساتھ استقلالاً دعا کرنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اس لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے اللّٰھم صل علی اٰل ابی بکر یا اللّٰھم صل علی اٰل عمر۔ البتہ یوں کہا جا سکتا ہے اللّٰھم صل علی النبی وعلی اٰلہ وعلی اٰل ابی بکر وعمر۔ [1] علامہ نووی جمہور کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عرف میں لفظ صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو گیا ہے اگرچہ معنی کے اعتبار سے یہ دعا ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے۔ جیسا کہ عزوجل کا کلمہ عرف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ہر چند کہ معنی کے اعتبار سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی جائز ہے کیونکہ آپ بھی عزیز و جلیل ہیں اس کے باوجود محمد عزوجل نہیں کہا جاتا، اسی طرح مثلاً ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جاتا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم کہنا حرام ہے۔ یا مکروہ تنزیہی ہے صحیح یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اصحاب شافعیہ میں سے شیخ محمد الجوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کا اکٹھا ذکر کیا ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے لفظ سلام نہیں کہنا چاہیے۔

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

اور نہ غائب کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ فلاں علیہم السلام نے یہ بات کہی، البتہ زندہ اور فوت شدہ کو اس کے ساتھ خطاب کرنا مثلاً السلام علیکم کہنا سنت ہے [1]

جو لوگ غیر نبی کو استقلالاً صلوٰۃ کے ساتھ دعا کرنے کے قائل ہیں وہ اس حدیث میں اللھم صل علی ال ابی اوفیٰ سے استدلال کرتے ہیں۔ علامہ نووی وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے اور آپ اپنا حق کسی دوسرے کو دے سکتے ہیں ہمارے لیے جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جہاں بالعموم صلوات کا لفظ استعمال کیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح صل علیہم میں بھی حضور کے ساتھ تخصیص ہے۔

غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل

غیر انبیاء کے لیے لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے پر جو دلائل دیے جاتے ہیں ہم ان کی تلخیص، تحقیق اور توضیح کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

(۱)۔ امام عبدالرزاق اور امام ابن ابی شیبہ اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں

عن ابن عباس قال: لا ینبغی الصلوٰۃ علی احد الا علی النبیین قال سفیان یکرہ ان یصلی الا علی نبی۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ نبیوں کے سوا کسی شخص پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ سفیان نے کہا نبی کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ مکروہ ہے

عن ابن عباس قال ما اعلم الصلوٰۃ تنبغی من احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کسی اور پر صلوٰۃ کا مجھے علم نہیں ہے۔

(۲)۔ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے اہل بدعت اور روافض کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہیں اور اسی بدعقیدگی کی بناء پر وہ ائمہ اہل بیت پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں اور جو کام کسی بدعقیدہ فرقہ کی بدعقیدگی کی بناء پر ہو اس کی مخالفت واجب ہے [4]

ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں یہ اہل بدعت کا شعار ہے اس لیے اس کی مخالفت واجب ہے [5]

(۳)۔ ابن قیم جوزیہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجی جاتی تو سلف صالحین ان پر صلوٰۃ بھیجتے [6]۔

(۴)۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے عرف میں صلوٰۃ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہو چکی ہے جیسا کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ۔

[3] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[4] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۶، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

[5] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء ج ۳ ص ۵۱۰ علی ہامش نسیم الریاض مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[6] علامہ محمد بن ابوبکر ابن قیم جزریہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۴۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، پاکستان۔

عرف میں عزوجل اور تبارک وتعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوگیا اس بنا پر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا حالانکہ آپ عزیز جلیل ہیں اسی طرح غیر نبی کے لیے علیہ الصلوٰۃ نہیں کہا جائے گا۔[1]

(۵)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً " (نور: ۶۳)
"رسول کے لیے ایسی دعا نہ کرو جیسی آپس میں ایک دوسرے کے لیے دعا کرتے ہو" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص دعا ہونی چاہیے اور یہ اسی وقت ہوگا جب علیہ الصلوٰۃ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال کیا جائے۔ اگر عام افراد امت کے لیے بھی علیہ الصلوٰۃ کا لفظ استعمال کیا گیا تو آپ کے لیے خاص دعا نہ ہوگی۔ یہ استدلال قاضی عیاض مالکی نے کیا ہے۔[2]

(۶)۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور خواص بیان فرمائے کہ آپ کی ازواج کے ساتھ امت کا نکاح حرام ہے اور جو عورت اپنے آپ کو حضور کے لیے ہبہ کر دے آپ اس سے نکاح کر سکتے ہیں اور جو شخص آپ کو ایذا دے اس پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے، اس کے بعد آپ پر صلوٰۃ وسلام کا حکم بیان فرمایا۔ اس سیاق وسباق سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ وسلام بھی آپ کے خواص اور حقوق میں سے ہے اور اس میں عام افراد امت شریک نہیں ہیں۔

(۷)۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دنیا میں سلام مشروع کیا، اور مرنے کے بعد استغفار اور رحمت کی دعا مشروع کی لہٰذا دعا عام مسلمانوں کا حق ہے اور صلوٰۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی لیے نماز جنازہ میں میت کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے، یوں نہیں کیا جاتا کہ میت پر صلوٰۃ ہو اور آپ کے لیے استغفار کیا جائے بلکہ ہر ایک کے لیے اس کے مقام اور حق کے مطابق کلمات کہے جاتے ہیں نیز صلوٰۃ وسلام میں جو تعظیم وتکریم کا معنی متضمن ہے وہ سرکار ہی کے مناسب ہے اور عام افراد امت کے حال کے لائق یہی ہے کہ ان کے لیے استغفار کیا جائے۔

(۸)۔ مسلمانوں کو عذاب سے نجات، مغفرت اور رحمت کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دعاؤں کی احتیاج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی آپ کی مغفرت اور سرخ روئی کا اعلان کر دیا ہے:
لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر (فتح: ۲) "اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت فرما دی ہے" یوم لا یخزی الله النبی (تحریم: ۸) "اللہ تعالیٰ روز حشر نبی کو شرمندہ نہیں کرے گا" عسیٰ ان یبعثك ربك مقاما محمودا (اسراء: ۷۹) "عنقریب آپکا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا" ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ (ضحیٰ: ۵) "عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے" اس لیے آپ پر صلوٰۃ صرف آپ کی تعظیم وتکریم اور مراتب اور درجات میں ترقی کے لیے ہوتی ہے اور اس میں بھی آپ ہماری صلوٰۃ کے محتاج نہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔
[2] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۶۷ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

ہیں و للاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ (ضحیٰ : ۴) "آپ کا ہر بعد والا مرتبہ پچھلے مرتبہ سے بڑھ کر ہوتا ہے" اور اللہ تعالیٰ نے امت کو جو آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا وہ محض آپ کی تبجیل و تشریف اور تعظیم و تکریم کے لیے ہے اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ امت آپ کی تعظیم و توقیر کر کے اجر و ثواب پا سکے اور یہ حکم دینا امت مسلمہ پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ برخلاف عام مسلمانوں کے کیونکہ انہیں تعظیم و تکریم کے کلمات کے بجائے استغفار اور طلب رحمت کی دعاؤں کی ضرورت ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ عام مسلمانوں کے لیے صلوٰۃ کے ساتھ دعا نہیں کرنی چاہیے۔ علاوہ ازیں اگر نبی کے علاوہ دوسروں کے لیے صلوٰۃ بھیجی جائے تو یا سب پر بھیجی جائے گی یا بعض پر، بعض کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اگر سب پر بھیجی جائے تو مثلاً چور، ڈاکو اور شرابی اور زانی کے لیے بھی کہا جائے گا اللھم صل علیہ ۔ حالانکہ یہ بالکل غیر معقول ہے بلکہ ناجائز اور حرام ہے کیونکہ فاسق کی تعظیم شرعاً حرام ہے اس کے حال کے مناسب یہی ہے کہ زندگی میں اس کے لیے توفیق توبہ اور ہدایت اور مرنے کے بعد استغفار اور طلب رحمت کی دعائیں کی جائیں۔

مذکور الصدر دلائل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صلوٰۃ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور آپ کی خصوصیت ہے اور غیر نبی کے لیے اس کا استعمال خلاف ادب اور کراہت سے خالی نہیں۔

غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات

امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر علماء غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنے کے قائل ہیں ان کے شبہات اور جوابات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا وصل علیھم۔ (توبہ : ۱۰۳) "مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کیجئے جو ان کو (گناہوں سے) پاک کرے اور ان کا تزکیہ کرے اور ان پر صلوٰۃ بھیجیے" اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کرنے اور ان پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم ہے اور آپ کے بعد ائمہ اور حکام اس حکم کے مخاطب ہیں کہ وہ مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کر کے ان پر صلوٰۃ بھیجیں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر صلوٰۃ بھیجتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی قوم صدقہ لے کر آتی تو آپ فرماتے : اللھم صل علی آل فلان ۔۔۔۔۔ اور جب میرے والد صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی[1]

جواب :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ پر صلوٰۃ بھیجنا محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ گفتگو اس میں ہے کہ آیا ہمارے لیے یہ جائز ہے کہ ہم غیر نبی کو صلوٰۃ بھیجیں یا نہیں ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حق اپنی شان رحمۃ للعلمینی سے کسی کو عطا کر دیں تو یہ آپ کی خصوصیت ہے جیسا کہ آپ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ کو ایذا دی اور آپ کی شان میں گستاخی کی لیکن امت پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو سزا دے اور اللہ تعالیٰ کا صل

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

علیھم۔ فرمانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے نیز یہ صلوٰۃ صرف طلب رحمت کے معنی میں ہے اور امت کا صلی اللہ علیہ وسلم یا اللھم صل علیہ ۔ کہنا ایک ایسی تنظیم و توقیر کا شعار بن گیا ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام کے شایانِ شان ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ھوالذی یصلی علیکم و ملائکتہ (احزاب: ۴۳) "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں" نیز فرمایا اولئک علیھم صلوات من ربھم و رحمۃ (بقرہ: ۱۷۵) "صبر کرنے والوں پر ہی اللہ تعالیٰ کی صلوات اور رحمت نازل ہوتی ہے" وجہ استدلال بالکل واضح ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا صلوٰۃ بھیجنا محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ گفتگو اس میں ہے کہ کیا امت کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجے؟ نیز اللہ تعالیٰ اور فرشتے نہ مکلف ہیں نہ ان کے افعال پر بندوں کے افعال کا قیاس جائز ہے اللہ تعالیٰ جس بندے کو چاہے مار دیتا ہے، فرشتے روح قبض کر لیتے ہیں کیا اس پر قیاس کر کے بندوں کا کسی کو مار دینا جائز ہوگا؟ نیز اللہ تعالیٰ اور فرشتے جو صلوٰۃ بھیجتے ہیں وہ صرف نزول رحمت کے معنی میں ہے جبکہ بندوں کا صلوٰۃ کہنا ایک خاص تعظیم و توقیر کا شعار ہے۔

(۳)۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر کے پاس آئے درآں حالیکہ حضرت عمر کفن میں لپٹے ہوئے تھے انھوں نے حضرت عمر سے مخاطب ہو کر کہا صلی اللہ علیک ما احد اتقی اللہ بصحیفتہ احب الی من ھذا المسجی بینکم ۔ [۵] "اللہ تعالیٰ تم پر صلوٰۃ نازل کرے جو لوگ اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے ان سب سے زیادہ مجھے وہ محبوب ہے جو تمہارے درمیان کفن میں لپٹا ہوا ہے"۔

جواب: ۔ یہ حدیث محمد بن سعد نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے۔ اولاً تو اس کی سند میں بعض اصحابنا کے عنوان سے ایک مجہول راوی ہے اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن سعد قال: اخبرنا بعض اصحابنا عن سفیان بن عیینۃ انہ سمع منہ ھذا الحدیث عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ قال وقال لما انتھی الیہ علی قال لہ: صلی اللہ علیک ما احد ۔ ۔ ۔ ۔ [۶] ثانیاً اس حدیث سے پہلے محمد بن سعد واقدی نے سفیان بن عیینہ سے جعفر بن محمد کی روایت ذکر کی ہے اور وہ بھی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ پورا قول مذکور ہے لیکن صلی اللہ علیک کے الفاظ نہیں ہیں محمد بن سعد نے اس کے علاوہ جعفر بن محمد کی پانچ روایات ذکر کی ہیں اور کسی میں صلی اللہ علیک کے الفاظ نہیں ہیں۔ ثالثاً یہ مجہول روایت حضرت ابن عباس کی اس روایت کے خلاف ہے جو سند صحیح سے مروی ہے جس میں آپ نے فرمایا نبی کے

---

[۵]۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ۔ طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۳۶۹، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[۶]۔ " " " " " " "

علاوہ اور کسی پر صلوٰۃ نہیں بھیجنی چاہیے۔ رابعاً: اس مجہول روایت سے بھی زیادہ سے زیادہ جواز مفہوم ہوتا ہے اور وہ کراہت کے خلاف نہیں ہے اور جمہور کا موقف یہ ہے کہ غیر نبی کے لیے استقلالاً صلوٰۃ مکروہ ہے۔ اس طرح کچھ اور ضعیف روایات سے بھی حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا غیر نبی پر صلوٰۃ پڑھنا ثابت ہے اور یہی جوابات ان میں جاری ہو جائیں گے۔

اس مسئلہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے بارے میں مستند علماء کی آراء پیش کر رہے ہیں۔

غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء

مالکی المذہب علماء میں سے قاضی عیاض اس مسئلہ میں لکھتے ہیں: یحییٰ بن اسحاق کی مبسوط میں ہے: امام مالک نے فرمایا: میں غیر انبیاء پر صلوٰۃ کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور (صلوٰۃ پڑھنے کے سلسلے میں) ہم کو جو حکم دیا گیا ہے ہمیں اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے[1]

شافعی المذہب علماء میں سے علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے غیر پر استقلالاً صلوٰۃ نہ بھیجی جائے اسلیئے اللھم صل علی ابی بکر یا صل علی عمر نہ کہا جائے البتہ تبعاً صلوٰۃ بھیجی جا سکتی ہے لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد واصحابہ وازواجہ وذریتہ۔ جس طرح احادیث میں وارد ہے (اس کے بعد طویل بحث کر کے فرمایا) صحیح یہ ہے کہ غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنا ترک ادب اور مکروہ تنزیہی ہے اور شیخ ابو محمد جوینی نے کہا ہے کہ لفظ سلام بھی صلوٰۃ کے حکم میں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ اور سلام کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے اور سلام صرف زندوں اور مُردوں کو بطور خطاب کرنا چاہیے اسلیئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہا جائے اور ابوبکر علیہ السلام یا عمر علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے[2]

علامہ نووی نے کتاب الاذکار میں بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے[3]۔

حنفی المذہب علماء میں سے علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ اس طرح خاص ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ عزوجل خاص ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صلوٰۃ کی طرح آپ کے ساتھ سلام بھی خاص ہے اس لیے آپ کے علاوہ کسی کو علیہ السلام بھی نہ کہا جائے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے۔ اس لیے وہ بھی مکروہ تنزیہی ہے[4]۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] " " کتاب الاذکار ص ۱۰۸ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر طبع

[4] علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳، ص ۵۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ آلوسی اس مسئلہ پر طویل بحث کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں:

نقانی نے شرح جوہرہ میں امام جوینی سے نقل کرکے کہا: انبیاء علیہم السلام کے غیر کے لیے تنہا سلام نہ بھیجا جائے، اس لیے علی علیہ السلام کی جگہ علی رضی اللہ عنہ کہا جائے اور یہ حکم مخاطب کے علاوہ زندوں اور مُردوں میں برابر ہے اور حاضر اور مخاطب کو السلام علیک کہے۔ نقانی نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے لیکن یہ بات محل اعتراض ہے۔

در منضود میں ہے کہ سلام، صلوٰۃ کی طرح ہے سوا اس صورت کے جب حاضر یا غائب کی تحیت اور تعظیم مقصود ہو اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ سلام ہر مؤمن کے حق میں مشروع ہے بخلاف صلوٰۃ کے لیکن یہ بات مدعا کے خلاف ہے اس لیے مقبول نہیں ہے اور السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّل تو وہ خاص مورد ہے ثانیاً وہ سلام بالتبع ہے اور ہماری گفتگو سلام بالاستقلال میں ہے اور بعض علماء نے یہ تحقیق کی ہے کہ جو سلام زندہ اور مُردہ کو شامل ہے یہ وہ سلام ہے جس سے تحیت اور تعظیم کا قصد کیا جاتا ہے جیسے ملاقات یا زیارت قبر کے وقت سلام کیا جاتا ہے جو وجوباً جواب کا مستحق ہوتا ہے خواہ وجوب فرضی ہو یا وجوب کفائی، اور جس سلام کے ساتھ دعا مقصود ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا قصد ہو یہ وہ ہے جو امت کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے لہٰذا آپ کے غیر پر یہ سلام صرف تبعاً کیا جا سکتا ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام میں اسی طرف اشارہ کیا ہے اور اب علیہ السلام علیہ الصلوٰۃ کے حکم میں ہوگا یعنی علیہ السلام من اللہ تعالیٰ، اور سلام میں وہی تعظیم ملحوظ ہوگی جو صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔[1]

حرف مدعا غیر نبی پر صلوٰۃ اور سلام کی بحث میں ہم نے جو دلائل ذکر کیے اور جو عبارات نقل کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر نبی پر صلوٰۃ بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور غیر نبی پر سلام بھیجنے کی ممانعت اس سے کم درجہ کی ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ کہا جا سکتا ہے ہم نے اس مسئلہ پر اس لیے تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ ہم نے عام طور پر لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس مسئلہ میں جانبین سے غلو اور تشدد کرتے ہیں اور دونوں جانب سے لوگ دلائل سے خالی ہوتے ہیں اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس موضوع پر تفصیلی دلائل پیش کر دیے جائیں۔ ــــ واللہ الموفق۔

بَابُ ۳۰۹ اِرْضَاءِ السَّاعِیْ مَا لَمْ یَطْلُبْ حَرَامًا

زکوٰۃ وصول کرنے والے کو راضی رکھنا

۲۳۹۰ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا هُشَیْمٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ وَاَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ وَعَبْدُ الْاَعْلٰی کُلُّهُمْ عَنْ دَاوٗدَ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو اسے تمہارے پاس سے راضی ہو کر جانا چاہیے۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۲ ص ۸۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

حَ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا
اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا دَاوٗدُ عَنِ
الشَّعْبِیِّ عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی
عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اَتَاكُمُ الْمُصَدِّقُ فَلْیَصْدُرْ عَنْكُمْ وَهُوَ
عَنْكُمْ رَاضٍ ۔

تشریح اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ عاملین کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے تاکہ مسلمانوں میں خلفشار نہ ہو لیکن اگر عاملین حد سے تجاوز کریں تو اس میں ان کی موافقت نہ کی جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے حق کے مطابق سوال کیا اسے دیا جائے اور جس نے حق سے زیادہ مانگا اسے نہ دیا جائے (بخاری)

۳۰ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کو شرح صحیح مسلم کی زیر تصنیف جلد ثانی مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول عام اور بقاء دوام عطا فرمائے اور اس کے کلمات میں تاثیر عمل پیدا کرے اور شرح صحیح مسلم کی باقی جلدوں کو بھی مکمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ضمیمہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ بلاکراہت جائز ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد میں (رکھے ہوئے) جنازہ پر نماز پڑھی اس کے لیے کچھ نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ [3]، امام عبدالرزاق [4]، امام ابن ابی شیبہ [5] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، علامہ ابن ہمام نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ افضل اور اولیٰ کا خلاف ہے، یعنی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بھی مباح ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خارج مسجد نماز جنازہ پڑھی جائے [7]، علامہ شامی نے بھی کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے۔ [8]

ہمارے نزدیک علامہ ابن ہمام کا قول راجح ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ کام ہوتا ہے جس کے ارتکاب پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی عذاب کی وعید سنائی ہو اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے پر آپ نے کسی عذاب کی وعید نہیں سنائی بلکہ یہ فرمایا ہے اس شخص کو اجر نہیں ملے گا دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہوتا تو بعد میں صحابہ کرام مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے حالانکہ بعد میں ان کا مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا احادیث اور آثار سے ثابت ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ھشام بن عروۃ قال: رای ابی الناس یخرجون من المسجد لیصلوا علی جنازۃ فقال ما یصنع ھؤلاء؟ ما صلی علی ابی بکر

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے لوگوں کو مسجد سے جاتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[5] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۵، ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱-۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[8] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

الا فی المسجد۔[1]

رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں پڑھی گئی تھی۔

عن ابن عمر قال: صلی علی عمر فی المسجد۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن شیبہ[3] اور امام محمد نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ صلی علیہ فی المسجد وصلی علیہ صھیب۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی اور حضرت صہیب نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن المطلب بن عبداللہ بن حنطب قال صلی علی ابی بکر وعمر تجاہ المنبر۔[6]

مطلب بن عبداللہ بن حنطب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ منبر کے سامنے پڑھی گئی۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی نہیں ہے، ورنہ حضرات صحابہ کرام مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ کتب ظاہر الروایۃ میں سے صرف جامع صغیر میں یہ مسئلہ مذکور ہے، امام محمد لکھتے ہیں:

وتکرہ الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد۔[7]

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔

کتب ظاہر الروایۃ میں یہ تفصیل اور تصریح نہیں ہے کہ اگر جنازہ مسجد کے باہر ہو اور نمازی مسجد کے اندر ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس لیے مشائخ احناف کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وعندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد انما الکراھۃ فی ادخال الجنازۃ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم

جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ کراہت تو میت کو مسجد کے اندر داخل کرنے میں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچوں اور پاگلوں

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۲۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۳ ص ۵۲۶، " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۱۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۳۶۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[7] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الجامع الصغیر ص ۳۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

فاذا کان الصبی ینهی عن المسجد فالمیت اولی۔ [1]

کو اپنی مسجدوں سے دور رکھو، سو جب بچوں کو مسجد سے دور رکھا جائے گا تو میت کو مسجد سے دور رکھنا اولیٰ ہے۔

علامہ سید طحطاوی لکھتے ہیں:

وکلام شمس الائمۃ السرخسی یفید ان ھذا ھو المذھب حیث قال وعندنا ان کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی علیھا فی المسجد۔ [2]

شمس الائمہ سرخسی کی عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ احناف کا مذہب یہی ہے، کیونکہ انھوں نے کہا کہ اگر جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ محمود بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

وعندنا اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد لم یکرہ ان یصلی الناس علیھا فی المسجد۔ [3]

جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

علامہ عالم بن العلاء انصاری الدہلوی لکھتے ہیں:

وقال الشافعی لاتکرہ وعن ابی یوسف روایتان فی روایۃ کما قال الشافعی وفی روایۃ، اذا کانت الجنازۃ خارج المسجد والامام والقوم فی المسجد فانہ لایکرہ۔ [4]

امام شافعی نے کہا مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، امام ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت امام شافعی کے قول کے مطابق ہے اور ایک روایت میں ہے، جب جنازہ مسجد سے باہر ہو اور امام اور قوم مسجد میں ہوں تو پھر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔

خلاصۃ الفتاوی میں یہ اختیار کیا گیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر۔ [5] فتح القدیر، درمختار، شامی، عالم گیری اور البحر الرائق میں خلاصۃ الفتاوی کی اتباع میں اسی قول کو مختار قرار دیا گیا ہے، اس کے برخلاف طحطاوی، محیط اور عنایہ میں شمس الائمہ سرخسی کے اس قول کو اختیار کیا گیا ہے کہ جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے: من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ اس حدیث میں ظرف (فی المسجد) کا تعلق اگر صلی کے ساتھ کیا جائے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہوگا اور اگر ظرف کو جنازہ کی

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ عالم بن العلاء انصاری اندوپتی دہلوی متوفی ۷۸۶ھ، فتاوی تاتارخانیہ ج ۲ ص ۱۷۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ

[5] علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، خلاصۃ الفتاوی ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

صفت بنایا جائے تو پھر صرف اس وقت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہوگا جب جنازہ مسجد میں رکھا ہوا ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو صرف فرض نمازیں پڑھنے کے لیے بنایا گیا ہے تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے اور اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد میں نجاست کے متلوث ہونے کا خدشہ ہے تو جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہوگا، شمس الائمہ نے مبسوط میں اسی طرف میلان کیا ہے۔ [1]

علامہ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں:

واعلم ان لفظ حدیث ابی هریرة محتمل لکل من الکراهة فی هذه الصورة وعدمها فان الجار والمجرور ان تعلق بالفعل اقتضی الکراهة وان تعلق بصفة النکرة لم یقتضها وکذا تعلیلهم للکراهة بکون المسجد لم یبن لها یقتضی الکراهة وتعلیلهم بخوف التلویث یقتضی عدمها والی عدمها مال فی المبسوط وفی المحیط وعلیه العمل وهو المختار۔ [2]

حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں دونوں احتمال ہیں اگر ظرف کا تعلق صلّی کے ساتھ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے، اور اگر ظرف جنازہ کی صفت ہو تو مسجد سے باہر رکھے ہوئے جنازہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو اس لیے بنایا نہیں گیا تو پھر اس صورت میں بھی مکروہ ہے، اور اگر کراہت کی علت تلویث نجاست کا خدشہ ہو تو پھر اس صورت میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے، مبسوط میں اسی طرف میلان ہے اور محیط میں ہے کہ اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

جب ہم کراہت کی علت تلویث مسجد کا خدشہ قرار دیں تو جب جنازہ خارج مسجد ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ جنازہ کے ساتھ کچھ لوگ ہوں یا نہ ہوں، (ح) شرح المنیۃ میں ہے کہ مبسوط اور محیط کا اسی طرف میلان ہے اور اسی پر عمل ہے اور یہی مختار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بلکہ غایت البیان اور عنایہ میں مذکور ہے کہ اس صورت میں بالاتفاق کراہت نہیں ہے (بالاتفاق کراہت اس وقت نہیں ہے جب جنازہ اور کچھ لوگ مسجد سے خارج ہوں اور جب صرف جنازہ مسجد سے خارج ہو تو اس صورت میں مشائخ کا اختلاف ہے، عنایہ میں اسی طرح لکھا ہے، علامہ شامی کو نقل میں تسامح ہوا ہے، سعیدی غفرلہٗ) البحر الرائق نے اس کو رد کر دیا ہے اور النہر الفائق میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بالاتفاق کراہت اس وقت نہیں ہے جب کچھ نمازی اور جنازہ خارج مسجد ہوں، کراہت کی جو یہ علت بیان کی گئی ہے کہ مسجد کو صرف فرض نمازوں کے لیے بنایا گیا ہے، اس میں یہ اشکال ہے کہ جنازہ کی نماز پڑھنا میت کے لیے دعا، ثناء اور اللہ کا ذکر ہے اور دعا اور ذکر ان امور سے ہے جن کے لیے مسجد کو بنایا گیا ہے، ورنہ مسجد میں نماز استسقاء اور نماز کسوف اور دیگر دعاؤں کی بھی ممانعت ہونی چاہیے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۹۱ - ۹۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۵۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[3] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۸ - ۸۲۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے اور حدیث شریف "من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ" میں ظرف جنازہ کی صفت نہیں ہے بلکہ صلیٰ کے متعلق ہے اس پر انھوں نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعل کا مفعول میں کوئی ظاہر اثر نہ ہو جیسے علم اور ذکر تو مفعول مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا جیسے ان شتمت زیدا فی المسجد کیونکہ شتم کا معنی ہے مشتوم کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا، خواہ مشتوم مسجد میں ہو یا نہ ہو، زندہ ہو یا مردہ، اسی طرح ذکر میں بھی مفعول (یعنی مذکور) مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، اور اگر مفعول میں فاعل کے فعل کا ظاہر اثر ہو جیسے ضرب اور قتل تو مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، مثلاً من ذبح شاۃ فی المسجد یا من رمی صیدا فی الحرم یہاں حکم اس وقت لگے گا جب بکری کو مسجد میں ذبح کرے یا جب حرم میں شکار کو تیر مارے۔ اور میت پر نماز پڑھنا ایک ایسا فعل ہے جس کا مفعول پر (یعنی میت پر) کوئی ظاہر اثر نہیں ہے، یہ فعل صرف نماز پڑھنے والے کے ساتھ قائم ہے اس لیے من صلی علی میت فی مسجد یہ تقاضا کرتا ہے کہ صرف نمازی مسجد میں ہو خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا نہ ہو، لہٰذا اس حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا نہ ہو، اور یہی ظاہر الروایہ کے اطلاق کے بھی مناسب ہے، یہ میری منفرد تحقیق ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف مجھ پر منکشف کی ہے[1]

ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث میں فی المسجد جنازہ کی صفت ہے، علامہ شامی رحمہ اللہ کا بیان کردہ قاعدہ، قاعدہ کلیہ نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات فعل کا مفعول میں کوئی ظاہر اثر نہ ہو پھر بھی مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، مثلاً اس قول میں من صلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند قبرہ المکرم فیحل لہ شفاعتہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قول میں بھی فعل صلیٰ ہے جس کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے اور اس قول میں مفعول مکان کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ ہر جگہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے کے لیے حصول شفاعت کی نوید نہیں ہے، البتہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنے پر چونکہ حصول شفاعت کی بشارت ہے اس لیے آپ کی قبر مبارک کے پاس آپ پر صلوٰۃ پڑھنا آپ کی شفاعت کے حصول کو مستلزم ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے:

من زارنی بالمدینۃ محتسبا کنت لہ شفیعا وشہیدا[2]

جس شخص نے میری مدینہ میں محض ثواب کی نیت سے زیارت کی، میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

زیارت کرنا بھی ایک ایسا فعل ہے جس کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے، اس کے باوجود یہاں پر مفعول مکان یعنی مدینہ منورہ کے ساتھ مشروط ہے، اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا

جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے، میں اس کو (خصوصیت سے) سنتا ہوں، اور جو شخص دور

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ تقی الدین سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ص ۳۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

ابلغتہ۔[1] سے مجھ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

اس حدیث میں بھی فعل کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہے اور مفعول اس حکم میں مکان یعنی قبر انور کے ساتھ مشروط ہے۔

ہم نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے دو میں فعل صلے ہے جس کے متعلق علامہ شامی نے یہ فرمایا تھا کہ اس فعل کا مفعول میں ظاہر اثر نہیں ہوتا اور اس کا مفعول مکان کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا، اور ہم نے ان تینوں مثالوں میں مفعول کا مکان کے ساتھ مشروط ہونا واضح کر دیا ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک۔ سو اس قاعدہ مخترعہ کی کلیت باطل کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث "من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء لہ۔" میں ظرف (فی المسجد) اگرچہ عقلی طور پر فعل اور مفعول دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتا ہے لیکن چونکہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سہل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی، اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی اور شمس الائمہ سرخسی، علامہ ابن ہمام اور دیگر فقہاء احناف نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ یہ جنازے مسجد سے باہر رکھے گئے تھے، اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھی گئی تھی، اور اس صورت میں کوئی کراہت نہیں ہے، اس لیے یہ ظرف، مفعول یعنی جنازہ کی صفت ہے اور کراہت کا حکم جنازہ کے مسجد میں ہونے کے ساتھ مشروط ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کراہت کی صحیح علت تلویث مسجد ہے اور اس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ ظرف مفعول کے ساتھ متعلق ہو، تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ ہم نے تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ تو دعا، ثناء اور ذکر الٰہی ہے تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ کیسے ہوگا؟۔

علامہ شامی نے فرمایا کہ "ظرف کا فعل کے ساتھ متعلق ہونا اطلاق کراہت کو ظاہر کرتا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ کے مناسب ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ جامع صغیر کی عبارت ہے: "وتکرہ الصلاۃ علی الجنازۃ فی المسجد" اور اس عبارت میں بھی فی المسجد، جنازے کی صفت ہے، یعنی مسجد میں رکھے ہوئے جنازے پر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے ظاہر الروایۃ میں بھی یہ نہیں ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ ہے۔ علامہ سرخسی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ جب جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہیں ہے اور علامہ سید طحطاوی نے لکھا ہے کہ علامہ سرخسی کا اس کو "ہمارے نزدیک" سے تعبیر کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے، سو یہی مذہب ہے اور یہی قول مختار ہے نہ کہ مطلقاً کراہت۔

ہر چند کہ علامہ شامی کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر لیکن ان کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے اور کراہت تنزیہی بھی اس وقت ہے جب بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جائے اور اگر عذر ہو تو ان کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (یعنی جنازہ کو مسجد میں رکھ کر نماز پڑھنا) اصلاً مکروہ نہیں ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں۔

مسجد میں نماز جنازہ بلا عذر مکروہ ہے اور اگر عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے، بعض عذر یہ ہیں: بارش، ولی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

یا جس کا حق نماز پڑھانا ہو اس کا معتکف ہونا اور بالتبع دیگر نمازیوں کا معتکف ہونا۔ (الی قولہ) ہاں بعض جگہ مسجد سے باہر سڑک پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اور اس سے اکثر نمازیوں کی نماز کا فاسد ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ عموماً سڑکیں نجس ہوتی ہیں اور نمازی اپنی نجس جوتیاں نہیں اتارتے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سڑک پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور جب کسی معاملہ میں تنگی ہو تو اس میں وسعت کی جاتی ہے اس لئے علامہ ابن ھمام کی تحقیق کے مطابق مسجد میں نماز جنازہ کے مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ کا فتویٰ دینا چاہیئے اور یہ مکروہ تنزیہی اس وقت ہے جب عذر ہو ورنہ اصلاً کراہت نہیں ہے۔[1]

ہمارے ہاں جو لوگ مسجد میں نماز جنازہ نہیں پڑھتے وہ سڑک پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں حالانکہ اس صورت میں علامہ شامی کے نزدیک مسجد میں جنازہ رکھ کر بھی نماز جنازہ پڑھنا اصلاً مکروہ نہیں ہے تو جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نماز جنازہ پڑھنا بطریق اولیٰ بلاکراہت جائز ہوگا۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ نماز جنازہ کا اصل اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھی جائے لیکن اگر تمام رشتہ داروں، محلہ داروں اور مسجد کے تمام نمازیوں کا جنازہ گاہ میں جانا لوگوں کی اپنی اپنی مصروفیات کی وجہ سے مشکل ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے، (خیال رہے کہ فقہاء نے سڑک پر نماز جنازہ پڑھنے کو بھی مکروہ لکھا ہے۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹ مطبوعہ استنبول) تو ایسی صورت میں جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر نماز پڑھ لی جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ لوگوں کو مسئلہ بتاتے وقت لوگوں کی آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اگر کسی مسئلہ میں دو قول ہوں تو اس قول کو اختیار کرنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج۔ (مائدہ ۶:۵)
اللہ تعالیٰ تم کو تنگی میں مبتلا کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ (حج: ۷۸)
اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔

یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر۔ (بقرہ: ۱۸۵)
اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا۔[2]
لوگوں کو خوشخبری دو اور ان کو متنفر نہ کرو اور ان کے لیے آسانی کرو اور ان کو مشکل اور دشواری میں نہ ڈالو۔

سو قرآن اور سنت کا منشاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عمل اور فقہاء احناف کے مذہب اور قول مختار کے مطابق ——— جنازہ کو مسجد سے باہر رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلاکراہت جائز ہے، دین کے احکام پر عمل کرنے میں شریعت کی دی ہوئی آسانی اور سہولت کو پہنچانے کے لیے میں نے ذہنی مشقت اٹھا کر یہ طویل تحقیق کی۔ وما توفیقی الا باللہ وان اجری الا علی اللہ، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مراجع اور ماخذ

۱۔ قرآن مجید

احادیث

۲۔ صحیح بخاری۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۳۔ صحیح مسلم۔ 〃 〃 〃 ۱۳۷۵ھ، امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۴۔ جامع ترمذی۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔

۵۔ سنن ابوداؤد۔ 〃 مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۶۔ سنن نسائی۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام عبدالرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔

۷۔ سنن ابن ماجہ۔ 〃 〃 〃 امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔

۸۔ صحیح ابن خزیمہ۔ 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔

۹۔ مؤطا امام مالک۔ 〃 مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔

۱۰۔ مؤطا امام محمد۔ 〃 نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۱۔ کتاب الآثار۔ 〃 ادارۃ القرآن کراچی، امام 〃 〃

۱۲۔ 〃 〃 〃 مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ

۱۳۔ مسند دارمی۔ 〃 مطبع نظامی کانپور، ۱۲۸۴ھ۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۱۴۔ مسند امام اعظم۔ 〃 محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ

۱۵۔ مسند احمد بن حنبل۔ 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔

۱۶۔ مصنف عبدالرزاق۔ 〃 مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ 〃 ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ سنن سعید بن منصور 〃 مجلس علمی بیروت۔ امام سعید بن منصور۔

۱۹۔ سنن دار قطنی، 〃 نشر السنۃ ملتان۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ۔

۲۰۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔
۲۱۔ خصائص کبریٰ " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۲۲۔ مجمع الزوائد " المکتبۃ القدسی دار الکتب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۳۔ المستدرک " دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۱۳۳۴ھ، امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ۔
۲۴۔ الجوہر النقی " نشر السنۃ ملتان علامہ علاء الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ
۲۵۔ شمائل ترمذی " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ
۲۶۔ نصب الرایہ " مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ " حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۲۷۔ مشکوۃ " اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۲۸۔ کشف الاستار عن زوائد البزار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۹۔ شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۰ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

تفاسیر

۳۰۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۳۱۔ تفسیر کبیر، " دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ
۳۲۔ الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۹۶۷ء، علامہ ابو عبد اللہ احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۳۳۔ تفسیر خازن مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ
۳۴۔ عنایت القاضی مطبوعہ دار صادر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ۔
۳۵۔ تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو سعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ۔
۳۶۔ تفسیر روح البیان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ۔
۳۷۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۸۔ تفسیر عزیزی " مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبد العزیز متوفی ۱۲۳۹ھ
۳۹۔ تفسیر روح المعانی " دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۴۰۔ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ۔
۴۱۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی متوفی ۷۴۵ھ۔
۴۲۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ۔
۴۳۔ تفسیر فتح البیان " مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۴۴۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود احسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ۔
۴۵۔ بیان القرآن " " " " شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۴۶۔ خزائن العرفان " مکتبہ رضویہ کراچی، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ۔

۴۷ معارف القرآن ،، ادارۃ المعارف کراچی ۱۳۹۰ھ ، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ۔

علوم قرآن

۴۸ البرہان فی علوم القرآن ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۔ علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ۔
۴۹ الاتقان فی علوم القرآن ، سہیل اکیڈمی لاہور ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔

شروح الحدیث

۵۰ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ۔
۵۱ عمدۃ القاری مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ ، علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔
۵۲ فتح الباری ،، دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ ، علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔
۵۳ ارشاد الساری ،، مطبع میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ۔
۵۴ فیض الباری ،، مطبع حجازی مصر ۱۳۵۷ھ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ
۵۵ تفہیم البخاری ،، مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد ، مولانا غلام رسول رضوی ۔
۵۶ شرح مسلم للنووی ،، نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۵۷ھ ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔
۵۷ اکمال اکمال المعلم ،، دارالکتب العلمیہ بیروت ، علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ
۵۸ مکمل اکمال المعلم ،، ،، ،، ،، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ
۵۹ السراج الوہاج ،، مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۶۰ فتح الملہم ،، مکتبۃ الحجاز کراچی شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ۔
۶۱ تحفۃ الاحوذی ،، نشر السنۃ ملتان شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ۔
۶۲ بذل المجہود ،، مکتبہ قاسمیہ ملتان شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۲ھ
۶۳ تمہید (شرح موطا) ،، مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ حافظ ابوعمر ابن عبداللہ مالکی متوفی ۴۶۳ھ۔
۶۴ شرح المؤطا ،، المطبعۃ الخیریہ مصر علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ۔
۶۵ مرقات ،، مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔
۶۶ اشعۃ اللمعات ،، مطبع نیج کار لکھنؤ شیخ عبدالحق محدث دہلی متوفی ۱۰۵۲ھ۔

اسماء رجال

۶۷ تاریخ بغداد مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ، مدینہ منورہ ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۶۸ تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۶ھ ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۶۹ لسان المیزان ، مطبوعہ دائرۃ المعارف ۱۳۳۰ھ ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔

۷۰ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی

۷۱ المقاصد الحسنۃ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ۔

۷۲ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی۔

لغات

۷۳ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

۷۴ نہایہ " مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ۔

۷۵ تہذیب الاسماء واللغات مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی ۶۷۶ھ۔

۷۶ لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ۔ علامہ جلال الدین ابن منصور مصری متوفی ۷۱۱ھ۔

۷۷ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو۔ علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔

۷۸ المنجد، مطبوعہ، دارالاشاعت کراچی، ۱۹۷۵ء، لوئیس معلوف الیسوعی۔

۷۹ مجمع بحار الانوار مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ

۸۰ لغات الحدیث مطبوعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔ شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ۔

فضائل وسیرت

۸۱ شفاء۔ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۵۴۴ھ

۸۲ نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ

۸۳ شرح الشفاء، مطبوعہ " " ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ۔

۸۴ جلاء الافہام " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ۔

۸۵ وفاء الوفاء " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۴ھ، علامہ علی ابن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ۔

۸۶ سعادت الدارین علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ۔

۸۷ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ

۸۸ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ۔

۸۹ لواقح الانوار القدسیہ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۹۰ مدارج النبوت مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۹۱ الوفاء باحوال المصطفیٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمن ابن جوزی متوفی ۵۹۶ھ۔

۹۲ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۶۹ھ علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ۔

۹۳ شرح المواہب اللدنیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ،

۹۴ البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الفکر بیروت حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ

۹۵ النسان العیون مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ، مصر ۱۳۸۴ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ۔
۹۶ الطبقات الکبرای مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ۔
۹۷ استیعاب مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ حافظ ابو عمر و ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ۔
۹۸ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۹۹ اسد الغابہ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان طہران، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی فی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
۱۰۰ تاریخ یعقوبی مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۷۸ھ۔
۱۰۱ اکمال فی اسماء الرجال مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ۔

فقہ حنفی

۱۰۲ مبسوط (کتاب الاصل) مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔
۱۰۳ شرح سیر کبیر مطبوعہ المکتبۃ للشوریۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔
۱۰۴ مبسوط (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ، 〃 〃 〃
۱۰۵ فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ۔
۱۰۶ فتاوی النوازل مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ۔
۱۰۷ بدائع الصنائع مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ۔
۱۰۸ ہدایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ۔
۱۰۹ عنایۃ، مطبوعہ 〃 〃 〃 〃، علامہ محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۱۱۰ بنایہ، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔
۱۱۱ کفایہ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر علامہ جلال الدین خوارزمی۔
۱۱۲ فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔
۱۱۳ البحر الرائق مطبوعہ مکتبہ واجدیہ کوئٹہ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ۔
۱۱۴ منحۃ الخالق مطبوعہ مکتبہ واجدیہ کوئٹہ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔
۱۱۵ تبیین الحقائق مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ۔
۱۱۶ حاشیۃ الشلبی علی التبیین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ علامہ شلبی۔
۱۱۷ در مختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ، علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔
۱۱۸ رد المحتار 〃 〃 〃 〃 علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔
۱۱۹ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔
۱۲۰ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ۔
۱۲۱ حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔

۱۲۲	غنیۃ المستملی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۷۷۶ھ
۱۲۳	صغیری، 〃 〃 〃	〃 〃 〃
۱۲۴	درر الاحکام فی شرح غرر الحکام	ملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ
۱۲۵	حاشیۃ الدرر والغرر	مولانا عبد الحلیم
۱۲۶	جامع الرموز مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران، ۱۴۰۱ھ	علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ
۱۲۷	الجوہرۃ النیرۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	علامہ ابو بکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ
۱۲۸	عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ،	ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ،
۱۲۹	بزازیہ، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ	علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ
۱۳۰	رسائل ابن عابدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان ۱۳۹۶ھ	علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۳۱	النقود الدریۃ مطبوعہ 〃 〃	〃 〃
۱۳۲	تقریرات رافعی مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ	شیخ عبد القادر رافعی مفتی الدیار المصریہ
۱۳۳	فتاویٰ عبد الحی، 〃 〃	مولانا عبد الحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۱۳۴	فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد،	اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۱۳۵	الزبدۃ الزکیہ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی،	〃 〃 〃
۱۳۶	بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی،	مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ،
۱۳۷	فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔	شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ۔
۱۳۸	فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی،	شیخ عزیز الرحمان ومفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۳۹	انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس تحقیق حاضرہ۔ کراچی،	مفتی محمد شفیع، متوفی ۱۳۹۶ھ
۱۴۰	پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی،	〃 〃 〃
۱۴۱	اوزان شرعیہ مطبوعہ، ادارۃ المعارف کراچی،	〃 〃
۱۴۲	رسائل ومسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور،	سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۱۴۳	۵۔اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء،	سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۱۴۴	کتاب الأم، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ،	امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۱۴۵	المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت،	شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ
۱۴۶	شرح المہذب 〃 〃 〃	علامہ یحییٰ بن شرف متوفی ۶۷۶ھ
۱۴۷	فتح العزیز شرح الوجیز، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔	علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۱۴۸	مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،	علامہ محمد قزوینی الخطیب من قرن العاشر

۱۴۹ اتحاف ساداۃ المتقین مطبوعہ مطبع میمنہ، ۱۳۱۱ھ علامہ سید محمد زبیری متوفی ۱۲۰۵ھ۔

فقہ مالکی

۱۵۰ بدایۃ المجتہد مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ قاضی ابو الولید ابن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ

فقہ حنبلی

۱۵۱ المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔

فقہ ظاہری

۱۵۲ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۰۵ھ

۱۵۳ مسک الختام نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔

فقہ جعفری

۱۵۴ توضیح المسائل مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی

مذاہب اربعہ

۱۵۵ نیل الاوطار، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، مصر ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ۔

۱۵۶ الفقہ علی المذاہب الاربعۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبد الرحمان الجزیری

۱۵۷ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ، مصر ۱۳۵۹ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

عقائد و کلام

۱۵۸ شرح عقائد نسفی مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ،

۱۵۹ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنو۔ میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ۔

۱۶۰ شرح فقہ اکبر، " مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ، مصر ۱۳۷۵ھ، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۶۱ حاشیۃ الخیالی۔ " حاجی عبد الحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین خیالی۔

۱۶۲ المنقذ من الضلال، " ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۶۳ الیواقیت والجواہر، " مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ، مصر ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۱۶۴ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ، میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ،

متفرقات

۱۶۵ الصواعق المحرقہ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ، ۱۳۸۵ھ۔ علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۴۷ھ،

۱۶۶ کتاب التعریفات ، انتشارات ناصر خسرو ، ایران، میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ،

۱۶۷ الجامع اللطیف محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ،

۱۶۸ فتاویٰ حدیثیہ مطبوعہ ، مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ ، مصر ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۴۷ھ

۱۶۹ سباحۃ الفکر مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ،

۱۷۰ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ، مصر ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۱۷۱ الحاوی للفتاویٰ ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۲ الاعتصام ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ۔

۱۷۳ بوادر نوادر ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ۔

۱۷۴ براہین قاطعہ مطبوعہ مطبع بلالی ساڈھورہ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ

۱۷۵ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۶۸ء شاہ محمد جعفر پھلواروی

۱۷۶ المہند علی المفند مطبوعہ کتب خانہ دیوبند۔ شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ۔

۱۷۷ دو اسلام ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔

۱۷۸ مکتوبات امام ربانی ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ۔

۱۷۹ الفتاوی الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ ، القاہرہ ۱۴۰۰ھ۔

۱۸۰ احسن الفتاوی ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ، مفتی رشید احمد کراچی۔

۱۸۱ الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز دباغ مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، سیدی احمد بن عبدالمبارک۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد ثالث

صیام، اعتکاف، حج، نکاح، رضاع، طلاق، لعان

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر:

فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (ثالث)
تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی
تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی
: ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ
کتابت : دارالکتابت، حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور
قیمت : -/۳۸۵ روپے
الطبع الثامن: ذوالقعدہ ۱۴۲۱ھ/فروری ۲۰۰۱ء
الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۳ء/مئی ۲۰۰۲ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899
ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com
ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

شرح صحیح مُسلم فہرست مضامین جلد ثالث

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	۳۲
	کتاب الصیام	۳۵
۲	روزے کا لغوی اور شرعی معنی	۳۵
۳	روزے کی شرائط اور اقسام	۳۵
۴	روزے کی تاریخ	۳۶
۵	روزے کی حکمتیں	۳۶
۶	لفظ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنیکی بحث۔	۳۸
۷	شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت۔	۳۹
	باب ۳۱۰	
۸	چاند دیکھ کر روزہ رکھنا، چاند دیکھ کر روزہ افطار کرنا اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرنا۔	۴۰
۹	چاند دیکھنے کے بعد کی دعا	۴۷
۱۰	رویت ہلال میں مذاہب ائمہ	۴۷
۱۱	سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۴۹
۱۲	پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟	۴۹
۱۳	سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے؟	۵۰
	.....	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۱۱	
۱۴	ہر ایک شہر میں اسی جگہ کی رویت ہلال معتبر ہونے کا بیان۔	۵۰
۱۵	اختلاف مطالع میں مذاہب ائمہ۔	۵۱
۱۶	رویت ہلال کے لیے طُرق موجبہ شرعیہ۔	۵۳
۱۷	رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کا طریقہ کار	۵۶
۱۸	رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے بارے میں مصنف کا موقف اور بحث ونظر۔	۵۷
۱۹	مرکزی چیئرمین کمیٹی کی اطلاع ہلال کی صورت میں شرعی طریقہ کار کی بحث۔	۶۱
۲۰	رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کا شرعی ثبوت۔	۶۳
۲۱	رویت ہلال کے ملک گیر اعلان پر بحث	۶۸
۲۲	حدیث کریب سے رویت ہلال کے اعلان پر اعتراض کا جواب۔	۷۰
۲۳	بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔	۷۲
۲۴	ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دیگر احکام شرعیہ کے اعلانات پر عمل کرنے کی شرعی حیثیت۔	۷۴
	باب ۳۱۲	
۲۵	چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔	۷۵
	باب ۳۱۳	
۲۶	عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔	۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۱۴	۷۷
۲۷	طلوع فجر سے روزے کا شروع اور طلوع فجر تک سحری کھانے کا جواز۔	۷۷
۲۸	فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب۔	۸۱
	باب ۳۱۵	۸۱
۲۹	سحری کی فضیلت اور استحباب۔	۸۱
۳۰	سحری کی فضیلت۔	۸۳
	باب ۳۱۶	۸۴
۳۱	روزہ پورے ہونے کا وقت۔	۸۴
۳۲	غروبِ آفتاب کی علامت۔	۸۵
۳۳	عالم کو متنبہ کرنا۔	۸۶
	باب ۳۱۷	۸۶
۳۴	صوم وصال کی ممانعت	۸۶
۳۵	صوم وصال کا معنی۔	۸۹
۳۶	صوم وصال میں مذاہب	۸۹
۳۷	حضور کے صوم وصال پر ایک اشکال کا جواب	۸۹
۳۸	حضور کی مثل کی تحقیق۔	۸۹
۳۹	امتناع نظیر۔	۹۰
	باب ۳۱۸	۹۲
۴۰	روزے میں اپنی بیوی کا بوسہ لینا ممنوع نہیں ہے بشرطیکہ جذبات پر قابو ہو۔	۹۲
۴۱	روزے میں بوسہ لینے میں مذاہب۔	۹۵
۴۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت ذنب کی تحقیق۔	۹۶
	باب ۳۱۹	۱۰۱
۴۳	حالت جنابت میں اگر فجر ہو جائے تو روزہ صحیح ہے۔	۱۰۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۴	ترجمۃ الباب پر دلیل۔	۱۰۳
	باب ۳۲۰	۱۰۴
۴۵	روزے میں عمل ازدواج کی حرمت اور کفارے کا جواب۔	۱۰۴
۴۶	روزے کے کفارے میں مذاہب۔	۱۰۷
۴۷	روزے میں انجکشن لگوانے کا حکم۔	۱۰۷
۴۸	افطار کی وجہ سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔	۱۰۷
	باب ۳۲۱	۱۰۸
۴۹	سفر شرعی میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کی رخصت	۱۰۸
۵۰	سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب۔	۱۱۶
۵۱	مسلسل نفلی روزوں کا حکم۔	۱۱۶
	باب ۳۲۲	۱۱۶
۵۲	حاجی کے لیے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ نہ رکھنے کا استحباب۔	۱۱۶
۵۳	یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب۔	۱۱۸
	باب ۳۲۳	۱۱۸
۵۴	عاشورہ کے دن روزہ رکھنا۔	۱۱۸
۵۵	عاشورہ کے روزے کا حکم۔	۱۲۷
۵۶	یوم عاشورہ کی فضیلت۔	۱۲۸
	باب ۳۲۴	۱۲۸
۵۷	عید کے ایام میں روزہ رکھنے کی حرمت۔	۱۲۸
۵۸	عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل۔	۱۳۰
	باب ۳۲۵	۱۳۰
۵۹	ایام تشریق میں روزے رکھنے کی حرمت۔	۱۳۰
۶۰	ایام تشریق کے روزے میں مذاہب۔	۱۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۲۶	
۶۱	بالخصوص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت۔	۱۳۱
۶۲	جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت۔	۱۳۲
۶۳	جمعہ کے روزے میں مذاہب۔	۱۳۲
	باب ۳۲۷	
۶۴	وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۱۳۳
۶۵	دائمی مرض اور سخت بڑھاپے کی بناء پر روزے کا فدیہ۔	۱۳۴
	باب ۳۲۸	
۶۶	سفر یا مرض وغیرہ کی بناء پر روزہ قضا کرنے کی تفصیل۔	۱۳۴
۶۷	قضا علی الفور واجب نہیں۔	۱۳۵
	باب ۳۲۹	
۶۸	میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم۔	۱۳۵
۶۹	میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ۔	۱۳۸
۷۰	علامہ نووی کی بحث۔	۱۳۹
۷۱	علامہ نووی کی بحث کے جوابات۔	۱۳۹
۷۲	میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق۔	۱۴۱
	باب ۳۳۰	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۳	روزہ دار کو جب کھانے کے لیے بلایا جائے یا اُسے کوئی گالی دے تو اس کا "میں روزہ دار ہوں" کہنا مستحب ہے۔	۱۴۲
	باب ۳۳۱	
۷۴	روزے کی فضیلت۔	۱۴۳
۷۵	فرمان باری "روزہ میرے لیے ہے" کی دس وجوہات۔	۱۴۵
۷۶	روزہ دار کے منہ کی بُو کے فضائل اور مسائل۔	۱۴۶
۷۷	فرمانِ رسالت "روزہ ڈھال ہے" کی تشریح۔	۱۴۷
	باب ۳۳۲	
۷۸	جو شخص راہِ خدا میں بغیر کسی تکلیف کے روزہ رکھ سکتا ہو اس کے روزے کی فضیلت۔	۱۴۷
	باب ۳۳۳	
۷۹	زوال سے قبل نفلی روزے کی صحت اور بلا عذر اس کے توڑنے کا جواز۔	۱۴۸
۸۰	نفلی روزے کی قضا میں مذاہب۔	۱۴۹
۸۱	امام ابو حنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے جوابات۔	۱۵۰
	باب ۳۳۴	
۸۲	بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزے کا نہ ٹوٹنا۔	۱۵۱
۸۳	روزے میں بھول کر کھانے پینے والے کے بارے میں مذاہب۔	۱۵۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۳۵	
۸۴	رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا بیان اور استحباب۔	۱۵۱
	باب ۳۳۶	
۸۵	صوم دھر کی ممانعت اور صوم داؤدی کی فضیلت۔	۱۵۵
۸۶	صوم دھر میں مذاہب۔	۱۶۲
	باب ۳۳۷	
۸۷	ہر مہینے میں تین روزے اور یوم عرفہ، عاشورہ، پیر اور جمعرات کے روزوں کا استحباب۔	۱۶۵
۸۸	ایام بیض۔	۱۶۸
۸۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کا طریقہ۔	۱۶۸
۹۰	پیر اور جمعرات کے روزے۔	۱۶۹
۹۱	یوم میلاد النبی کی خوشی	۱۶۹
۹۲	محافل میلاد کی شرعی حیثیت	۱۶۹
۹۳	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز اور استحسان پر دلائل۔	۱۷۱
۹۴	علامہ سیوطی کے دلائل۔	۱۷۶
۹۵	علامہ ابن الحاج کے دلائل۔	۱۷۷
۹۶	علامہ ابن الحاج کے شبہات اور ان کے جوابات	۱۷۸
۹۷	ماہ ربیع الاول اور پیر کے دن میں آپ کی ولادت کی وجہ۔	۱۸۱
۹۸	علامہ ابن الحاج کی عبارات پر علامہ یوسف صالحی کا تبصرہ۔	۱۸۲
۹۹	علامہ حلبی کے دلائل۔	۱۸۲
۱۰۰	علامہ ابن عابدین شامی کا نظریہ۔	۱۸۳
۱۰۱	ملا علی قاری کا نظریہ۔	۱۸۴
۱۰۲	محفل میلاد کے استحباب پر ملا علی قاری کے دلائل۔	۱۸۴
۱۰۳	حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ۔	۱۸۶
۱۰۴	اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نظریہ۔	۱۸۷
۱۰۵	شیخ رشید احمد گنگوہی کا نظریہ۔	۱۸۸
۱۰۶	نواب بھوپالی کا نظریہ۔	۱۸۸
۱۰۷	محفل میلاد کی ابتداء	۱۸۸
۱۰۸	آخری گذارش۔	۱۹۰
	باب ۳۳۸	
۱۰۹	شعبان کے روزوں کا بیان۔	۱۹۰
	باب ۳۳۹	
۱۱۰	محرم کے روزوں کی فضیلت	۱۹۲
	باب ۳۴۰	
۱۱۱	رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت۔	۱۹۳
۱۱۲	شوال کے چھ روزوں میں مذاہب اربعہ	۱۹۴
۱۱۳	احناف کے مذہب کی وضاحت۔	
	باب ۳۴۱	
۱۱۴	شب قدر کی فضیلت اور اس کے وقوع کا بیان۔	۱۹۶
۱۱۵	لیلۃ القدر کا لغوی اور عرفی معنی۔	۲۰۳
۱۱۶	لیلۃ القدر کے فضائل۔	۲۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۱۷	فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں۔	۲۰۶
۱۱۸	کم عبادت پر زیادہ اجر کیوں ہے؟	۲۰۸
۱۱۹	ماہ رمضان اور لیلۃ القدر۔	۲۰۸
۱۲۰	لیلۃ القدر میں مذاہب۔	۲۰۹
۱۲۱	ستائیسویں شب پر قرآن۔	۲۱۰
۱۲۲	شب قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں۔	۲۱۱
۱۲۳	علم رسالت اور شب قدر	۲۱۱
۱۲۴	اختلاف مطالع اور شب قدر	۲۱۳
۱۲۵	قطبین میں روزے اور شب قدر	۲۱۴
۱۲۶	لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ۔	۲۱۵
۱۲۷	ثواب میں اضافہ	۲۱۶
۱۲۸	گناہ میں اضافہ	۲۱۶
۱۲۹	فرشتوں کا سلام۔	۲۱۷
	کتاب الاعتکاف	۲۱۸
۱۳۰	اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی۔	۲۲۰
۱۳۱	اعتکاف کی تعریف اور اقسام	۲۲۰
۱۳۲	اعتکاف میں مذاہب ائمہ۔	۲۲۱
۱۳۳	اعتکاف میں احناف کا نظریہ۔	۲۲۲
۱۳۴	اعتکاف سنت کی شرائط	۲۲۲
۱۳۵	اعتکاف فرض کے احکام	۲۲۴
۱۳۶	اعتکاف نفل کے احکام	۲۲۵
۱۳۷	گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم۔	۲۲۵
۱۳۸	صحت اعتکاف کی شرائط	۲۲۶
۱۳۹	اعتکاف کی ابتداء کا وقت۔	۲۲۶
	باب ۳۴۲	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۴۰	ماہ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت کی جد وجہد۔	۲۲۷
	باب ۳۴۳	
۱۴۱	عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کا حکم۔	۲۲۸
۱۴۲	عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کے حکم کی وضاحت	۲۲۸
	کتاب الحج	۲۳۰
۱۴۳	حج کا لغوی اور شرعی معنی	۲۳۰
۱۴۴	کعبہ پہلا عبادت کا گھر۔	۲۳۰
۱۴۵	یادگار ابراہیم۔	۲۳۱
۱۴۶	حج کا فلسفہ۔	۲۳۲
۱۴۷	روحانی لذتیں۔	۲۳۳
۱۴۸	جغرافیائی اکائی کے بجائے اسلامی وحدت	۲۳۴
۱۴۹	اسلامی علوم وفنون کی نشر واشاعت۔	۲۳۱
۱۵۰	باہمی تعاون اور اتحاد کی روح	۲۳۴
۱۵۱	گناہوں سے برأت اور پاکیزگی۔	۲۳۴
۱۵۲	تربیہ اور استغفار میں فریضہ حج کی خصوصیات	۲۳۵
۱۵۳	اعمال کی نشأۃ ثانیہ۔	۲۳۶
۱۵۴	ذمہ داریوں کا احساس۔	۲۳۶
۱۵۵	دشمنوں سے دوستی۔	۲۳۶
۱۵۶	مساوات۔	۲۳۶
۱۵۷	کسب حلال۔	۲۳۷
	باب ۳۴۴	
۱۵۸	محرم کے لباس کے احکام۔	۲۳۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۵۹	عمرہ کے حکم میں مذاہب	۲۴۲
۱۶۰	حج کے فوراً یا تاخیر سے وجوب میں مذاہب۔	۲۴۳
۱۶۱	مذاہب اربعہ میں احرام کی کیفیت	۲۴۴
۱۶۲	وحی خفی یا وحی غیر متلو کی تحقیق (حجیت حدیث)	۲۴۶
۱۶۳	وحی خفی کی ضرورت۔	۲۴۷
۱۶۴	وحی خفی پر اعتراضات کے جوابات۔	۲۴۷
۱۶۵	وحی خفی پر دلائل	۲۴۹
۱۶۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کا فرق	۲۵۳
۱۶۷	اولی الامر کی اطاعت، اطاعت رسول کے تابع ہے۔	۲۵۵
۱۶۸	اطاعت اولی الامر کے غیر مقصود ہونے کی دوسری دلیل۔	۲۵۵
۱۶۹	اولی الامر کی اطاعت کا دائرہ۔	۲۵۶
۱۷۰	اولی الامر کا مصداق۔	۲۵۶
۱۷۱	اولی الامر سے اختلاف۔	۲۵۷
۱۷۲	قرآنی احکام کے علاوہ احکام دینیہ کا مصدر۔	۲۵۸
۱۷۳	منصب رسالت۔	۲۵۹
۱۷۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت۔	۲۶۰
۱۷۵	بغیر الفاظ کے وحی کا ثبوت۔	۲۶۱
۱۷۶	دو طریقوں (جلی اور خفی) سے وحی نازل کرنے کی وجہ۔	۲۶۴
۱۷۷	وحی خفی کی حفاظت کی ضمانت نہ دینے کی وجہ	۲۶۵
۱۷۸	حفاظت حدیث میں صحابہ کا اہتمام	۲۶۶
۱۷۹	وحی خفی اور اجتہاد۔	۲۶۷
۱۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی آراء۔	۲۶۸
۱۸۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء	۲۶۸
۱۸۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر قرآن مجید سے دلائل۔	۲۷۰
۱۸۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر احادیث سے دلائل۔	۲۷۲
۱۸۴	اجتہادی خطاء منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔	۲۷۳
۱۸۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد، اتباع وحی کے خلاف نہیں ہے۔	۲۷۴
۱۸۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر اعتراضات کے جوابات۔	۲۷۶
۱۸۷	احادیث میں اختلاف وحی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔	۲۷۷
۱۸۸	برق صاحب کے رجوع کا اعتراف۔	۲۷۸
	باب ۳۴۵	
۱۸۹	مواقیت حج۔	۲۷۸
۱۹۰	میقات کا لغوی اور شرعی معنی۔	۲۸۱
۱۹۱	میقات سے گذرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ۔	۲۸۲
۱۹۲	احناف کا موقف۔	۲۸۳
۱۹۳	احرام کا فلسفہ	۲۸۵
	باب ۳۴۶	
۱۹۴	تلبیہ کا طریقہ اور اس کا وقت	۲۸۵
۱۹۵	اہلال کا لغوی اور شرعی معنی۔	۲۸۷
۱۹۶	تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ	۲۸۸
۱۹۷	تلبیہ کے اوقات اور احکام	۲۸۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۴۷	
۱۹۸	اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم	۲۸۹
۱۹۹	جھوٹ کی تعریف۔	۲۸۹
۲۰۰	فائدہ	۲۹۰
	باب ۳۴۸	
۲۰۱	جب سواری مکہ کی طرف کھڑی ہو اس وقت احرام باندھنے کی فضیلت۔	۲۹۰
۲۰۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات	۲۹۲
۲۰۳	رکن یمانی کی تعظیم کی وجہ۔	۲۹۳
۲۰۴	احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز	۲۹۴
۲۰۵	خضاب کا حکم۔	۲۹۴
	باب ۳۴۹	
۲۰۶	احرام سے پہلے خوشبو لگانے کا استحباب۔	۲۹۵
۲۰۷	احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ۔	۳۰۰
۲۰۸	احناف کی موید احادیث۔	۳۰۱
۲۰۹	محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ۔	۳۰۲
۲۱۰	کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟	۳۰۳
۲۱۱	جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد۔	۳۰۳
۲۱۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج	۳۰۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	پر اعتراض کے جوابات۔	۳۰۴
	باب ۳۵۰	
۲۱۳	محرم کے لیے خشکی (جنگل) کے شکار کی ممانعت	۳۰۶
۲۱۴	خشکی کے شکار۔	۳۱۳
۲۱۵	محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہب اربعہ۔	۳۱۳
۲۱۶	احناف کا نظریہ۔	۳۱۴
۲۱۷	احناف کے دلائل۔	۳۱۵
۲۱۸	شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل۔	۳۱۶
۲۱۹	حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب۔	۳۱۷
۲۲۰	اجتہاد کی تحقیق۔	۳۱۸
۲۲۱	اجتہاد کا لغوی اور شرعی معنی۔	۳۱۸
۲۲۲	قرآن مجید سے اجتہاد پر دلائل۔	۳۲۰
۲۲۳	احادیث سے اجتہاد پر دلائل:	۳۲۱
۲۲۴	شرائط اجتہاد	۳۲۴
۲۲۵	اجتہاد میں تجزی اور تقسیم	۳۲۵
۲۲۶	دائرۂ اجتہاد	۳۲۶
۲۲۷	طبقات مجتہدین۔	۳۲۶
۲۲۸	اصول اجتہاد کے واضع صرف ائمہ اربعہ ہیں۔	۳۲۷
۲۲۹	ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہے۔	۳۲۷
۲۳۰	عصر حاضر میں اجتہاد	۳۲۸
۲۳۱	تقلید کا لغوی معنی۔	۳۲۸
۲۳۲	تقلید کا اصطلاحی معنی۔	۳۲۹
۲۳۳	تقلید کا سبب۔	۳۳۰
۲۳۴	تقلید اور علماء راسخین کی موافقت۔	۳۳۰
۲۳۵	تقلید کی وسعت۔	۳۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۶	تقلید واجب اور تقلید حرام	۳۳۱
۲۳۷	اگر امام کا قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔	۳۳۲
۲۳۸	قول امام کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کی شرائط	۳۳۳
۲۳۹	تقلید کی ضرورت	۳۳۴
۲۴۰	تقلید پر دلائل۔	۳۳۶
۲۴۱	ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب۔	۳۳۷
۲۴۲	تقلید شخصی پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات۔	۳۳۸
۲۴۳	کن صورتوں میں مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔	۳۴۰
۲۴۴	فقہ حنفی کی ترجیح	۳۴۱
۲۴۵	تقلید پر سوالات اور ان کے جوابات۔	۳۴۲
۲۴۶	عام مسلمانوں کا تقلید کے بغیر گذارہ نہیں ہے۔	۳۴۴
	باب ۳۵۱	
۲۴۷	محرم اور غیر محرم کے لیے حرم اور غیر حرم میں جن جانوروں کا مارنا جائز ہے۔	۳۴۵
۲۴۸	موذی جانوروں کی تعداد۔	۳۴۹
۲۴۹	موذی جانوروں کو قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب۔	۳۵۰
۲۵۰	موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب	۳۵۰
۲۵۱	کوے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ۔	۳۵۱
۲۵۲	عام کوے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق۔	۳۵۱
۲۵۳	کوے کی اقسام اور عقعق کا حکم۔	۳۵۳
۲۵۴	قرآن مجید سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت۔	۳۵۵
۲۵۵	احادیث سے عام کوے کے حرام ہونے کا ثبوت۔	۳۵۵
۲۵۶	فقہاء اسلام کے حوالوں سے عام کوؤں کے حرام ہونے کا ثبوت۔	۳۵۵
۲۵۷	بعض علماء کا عام کوے کو حلال کہنے میں تفرد۔	۳۵۶
۲۵۸	حرم میں قصاص لینے میں مذاہب اور احناف کا موقف	۳۵۷
	باب ۳۵۲	
۲۵۹	تکلیف لاحق ہونے کی وجہ سے محرم کو سر منڈانے کی اجازت اور اس پر فدیہ کا بیان۔	۳۵۷
۲۶۰	احادیث میں تطبیق	۳۶۱
۲۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شارع ہونا اور آپ کا اجتہاد۔	۳۶۱
۲۶۲	مسئلہ احصار میں احناف کی تائید۔	۳۶۱
۲۶۳	سر کے بالوں کے علاوہ باقی بالوں کے مونڈنے میں مذاہب۔	۳۶۲
۲۶۴	محرم کے سر منڈانے سے متعلق مسائل۔	۳۶۲
	باب ۳۵۳	
۲۶۵	محرم کو پچھنے لگانے کا جواز۔	۳۶۳
۲۶۶	پچھنے لگوانے میں مذاہب۔	۳۶۳
	باب ۳۵۴	
۲۶۷	محرم کے لیے آنکھوں کا علاج کرانے کا جواز۔	۳۶۴
۲۶۸	محرم کے علاج میں مذاہب۔	۳۶۴
۲۶۹	محرم کے علاج میں احناف کا موقف	۳۶۵
	باب ۳۵۵	
۲۷۰	محرم کو غسل کی اجازت۔	۳۶۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۷۱	مُحرِم کے غسل سے متعلق مسائل اور احکام	۳۶۶
۲۷۲	مُحرِم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شیمپو سے سر دھونے کا حکم۔	۳۶۷
	باب ۳۵۶	
۲۷۳	محرم کی موت کے بعد کے احکام۔	۳۶۷
۲۷۴	محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت۔	۳۷۱
۲۷۵	امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب۔	۳۷۲
۲۷۶	تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث۔	۳۷۲
۲۷۷	مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ۔	۳۷۳
۲۷۸	علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔	۳۷۳
۲۷۹	محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع۔	۳۷۴
	باب ۳۵۷	
۲۸۰	محرم کا شرط لگانا کہ اگر میں بیمار ہوا تو احرام کھول دوں گا۔	۳۷۴
۲۸۱	احرام کی نیت میں لحوق مرض کی بناء پر احرام کھولنے کی شرط میں مذاہب۔	۳۷۶
۲۸۲	شوافع اور حنابلہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۳۷۶
	باب ۳۵۸	
۲۸۳	حیض اور نفاس والی عورتوں کے احرام کا بیان۔	۳۷۷
۲۸۴	حیض والی عورت کے احرام میں مذاہب۔	۳۷۸
	.....	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۵۹	
۲۸۵	احرام کی اقسام	۳۷۸
۲۸۶	افراد، تمتع اور قران کے معنی۔	۳۹۸
۲۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف آیا آپ کا حج افراد تھا، تمتع تھا یا قران؟	۳۹۸
۲۸۸	آپ کے حج میں روایات کے اختلاف کی توجیہ۔	۳۹۸
۲۸۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات۔	۳۹۸
۲۹۰	افراد، تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ۔	۴۰۴
۲۹۱	افضلیت قران پر احناف کے دلائل۔	۴۰۶
۲۹۲	بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح۔	۴۰۸
۲۹۳	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۴۰۹
۲۹۴	قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب۔	۴۱۲
۲۹۵	قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال۔	۴۱۳
۲۹۶	ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۴۱۴
۲۹۷	شوافع اور مالکیہ کے دلائل۔	۴۱۵
۲۹۸	شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب۔	۴۱۵
۲۹۹	حنابلہ کے دلائل۔	۴۱۶
۳۰۰	احناف کے دلائل۔	۴۱۶
۳۰۱	علم رسالت پر اعتراض اور افضلیت تمتع پر	۴۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	امام احمد کی دلیل کا جواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل۔	۴۱۸
۳۰۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے حج تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ۔	۴۲۰
۳۰۳	طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب ائمہ	۴۲۰
۳۰۴	عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا۔	۴۲۱
۳۰۵	مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب ائمہ	۴۲۱
۳۰۶	حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ۔	۴۲۲
۳۰۷	امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۴۲۴
۳۰۸	حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات۔	۴۲۵
	باب ۳۶۰	
۳۰۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا بیان۔	۴۲۷
۳۱۰	ہر شخص سے حسب مرتبہ سلوک کرنا۔	۴۳۶
۳۱۱	نابینا کی امامت میں مذاہب ائمہ۔	۴۳۶
۳۱۲	رکعات طواف میں شوافع کے اقوال	۴۳۷
۳۱۳	رکعات طواف میں احناف کا نظریہ۔	۴۳۸
۳۱۴	صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب	۴۳۸
۳۱۵	خاوند کی اجازت کے بغیر عورت سے ملنے کے لیے آنے کا حکم۔	۴۳۸
۳۱۶	حج میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا حکم۔	۴۳۹
۳۱۷	مزدلفہ میں رات گذارنے کا حکم۔	۴۴۰
	باب ۳۶۱	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱۸	احرام کو معلق کرنے کا بیان۔	۴۴۰
۳۱۹	احرام کو معلق کرنے کی وضاحت۔	۴۴۳
	باب ۳۶۲	
۳۲۰	حج تمتع کا جواز	۴۴۴
۳۲۱	تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل۔	۴۴۹
۳۲۲	حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت۔	۴۵۰
۳۲۳	عمرہ پر تمتع کا اطلاق	۴۵۰
	باب ۳۶۳	
۳۲۴	تمتع کرنے والے پر قربانی یا دس روزوں کے واجب ہونے کا بیان۔	۴۵۱
۳۲۵	قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق۔	۴۵۲
۳۲۶	تمتع کی ہدی کے لیے شرائط۔	۴۵۳
۳۲۷	ہدی کی بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ	۴۵۲
۳۲۸	قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں احناف کا موقف۔	۴۵۴
	باب ۳۶۴	
۳۲۹	قارن کے احرام کھولنے کا وقت۔	۴۵۴
۳۳۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلیل۔	۴۵۶
	باب ۳۶۵	
۳۳۱	احصار کے وقت احرام کھولنے کا جواز اور قران کا بیان۔	۴۵۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۳۲	قیاس اور اجتہاد پر ایک دلیل۔	۴۵۹
۳۳۳	احصار (حج میں رکاوٹ) میں احناف کا موقف۔	۴۵۹
۳۳۴	قران میں دو طوافوں پر اعتراض کا جواب۔	۴۵۹
	باب ۳۶۶	
۳۳۵	افراد اور قران	۴۶۰
۳۳۶	افراد اور قران کی متعارض روایات کے جوابات	۴۶۱
	باب ۳۶۷	
۳۳۷	طواف قدوم اور اس کے بعد سعی کا استحباب۔	۴۶۲
۳۳۸	طواف قدوم میں مذاہب۔	۴۶۳
۳۳۹	حضرت ابن عباس پر بعض تابعین کے اعتراض کی وجہ	۴۶۳
	باب ۳۶۸	
۳۴۰	عمرہ کرنے والا سعی سے اور حج کرنے والا طواف قدوم سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا۔	۴۶۳
	باب ۳۶۹	
۳۴۱	حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز۔	۴۶۸
۳۴۲	کفار کے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ۔	۴۷۰
	باب ۳۷۰	
۳۴۳	احرام کے وقت قربانی میں اشعار کرنا اور قلادہ ڈالنا۔	۴۷۱
۳۴۴	مسئلہ اشعار میں شوافع کا احناف پر اعتراض۔	۴۷۱
۳۴۵	مسئلہ اشعار میں احناف کا جواب۔	۴۷۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۷۱	
۳۴۶	حضرت ابن عباس سے لوگوں کا کہنا کہ آپ کے فتویٰ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔	۴۷۲
۳۴۷	حضرت ابن عباس کی رائے کے تفرد کا بیان۔	۴۷۳
	باب ۳۷۲	
۳۴۸	عمرہ کرنے والے کے سر منڈانے اور بال کٹانے کا بیان۔	۴۷۴
۳۴۹	حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق۔	۴۷۴
	باب ۳۷۳	
۳۵۰	تمتع اور قران کا جواز	۴۷۵
۳۵۱	باآواز بلند تلبیہ کہنے کے احکام۔	۴۷۷
۳۵۲	ذکر بالجہر۔	۴۷۷
۳۵۳	صاحب مشکوٰۃ کا مسلم کے حوالہ سے بصوتہ الاعلیٰ۔ کے الفاظ نقل کرنے کا بیان۔	۴۷۸
	باب ۳۷۴	
۳۵۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد۔	۴۷۸
۳۵۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق۔	۴۸۰
۳۵۶	نماز چاشت کے بدعت ہونے کی توضیح	۴۸۱
	باب ۳۷۵	
۳۵۷	رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت۔	۴۸۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۳۷۶	
۳۵۸	مکہ مکرمہ میں بالائی حصہ سے داخل ہونے اور نچلے حصہ سے نکلنے کا استحباب۔	۴۸۲
۳۵۹	مکہ میں آتے جاتے وقت راستہ تبدیل کرنے کی حکمت۔	۴۸۳
	باب ۳۷۷	
۳۶۰	مکہ میں داخل ہوتے وقت ذی طویٰ میں رات گزارنے کا استحباب۔	۴۸۳
	باب ۳۷۸	
۳۶۱	حج اور عمرہ کے پہلے طواف میں رمل کا استحباب۔	۴۸۵
۳۶۲	رمل کی تعریف۔	۴۸۹
۳۶۳	رمل کے احکام۔	۴۹۰
۳۶۴	تعارض کا جواب۔	۴۹۰
	باب ۳۷۹	
۳۶۵	طواف میں یمانی رکنوں کی تعظیم کا استحباب	۴۹۰
۳۶۶	ارکان بیت اللہ کی تفصیل۔	۴۹۲
۳۶۷	حجر اسود کی تعظیم۔	۴۹۲
	باب ۳۸۰	
۳۶۸	طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا بیان۔	۴۹۲
۳۶۹	حجر اسود کے فضائل۔	۴۹۴
۳۷۰	آثار صالحین کو بوسہ دینے کے جواز میں فقہاء کی تصریحات۔	۴۹۵
۳۷۱	دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی اصل۔	۴۹۶
۳۷۲	صالحین اور بزرگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے کے بارے میں احادیث۔	۴۹۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷۳	حجر اسود کی تعظیم کا طریقہ۔	۴۹۷
۳۷۴	رکن یمانی کی تعظیم میں مذاہب۔	۴۹۷
۳۷۵	حضرت عمر نے حجر اسود سے کہا "تو نفع دیتا ہے نہ نقصان" اس کی تشریح میں فقہاء اسلام کی عبارات۔	۴۹۷
۳۷۶	فقہاء اسلام اور علماء دیوبند کی عبارات کی روشنی میں ذاتی اور عطائی قدرت کی بحث۔	۵۰۰
	باب ۳۸۱	
۳۷۷	اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے کا جواز۔	۵۰۲
۳۷۸	اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت۔	۵۰۳
۳۷۹	حلال جانوروں کے بول و براز کی طہارت میں مذاہب ائمہ۔	۵۰۴
	باب ۳۸۲	
۳۸۰	صفا اور مروہ کی سعی حج کا رکن ہے۔	۵۰۴
۳۸۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علمی	۵۰۸
۳۸۲	صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب ائمہ۔	۵۰۸
۳۸۳	صفا اور مروہ کی سعی میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل۔	
	باب ۳۸۳	
۳۸۴	سعی کی تکرار نہیں ہوتی۔	۵۰۹
	باب ۳۸۴	
۳۸۵	یوم نحر میں جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہنا۔	۵۱۰
۳۸۶	مزدلفہ میں نماز مغرب پڑھنے کا طریقہ۔	۵۱۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۸۷	احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کا طریقہ۔	۵۱۲
۳۸۸	تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ۔	۵۱۳
	باب ۳۸۵	
۳۸۹	یوم عرفہ کو منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کہنا۔	۵۱۳
	باب ۳۸۶	
۳۹۰	مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا۔	۵۱۴
۳۹۱	مزدلفہ میں جمع بین الصلوتین کے حکم میں مذاہب ائمہ۔	۵۲۰
۳۹۲	مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب۔	۵۲۱
	باب ۳۸۷	
۳۹۳	یوم نحر کو مزدلفہ میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا۔	۵۲۱
۳۹۴	مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق۔	۵۲۲
۳۹۵	احناف کی تائید۔	۵۲۲
۳۹۶	علامہ نووی کا تسامح	۵۲۲
	باب ۳۸۸	
۳۹۷	ضعیفوں اور کمزور عورتوں کو رات کے آخری حصہ میں منیٰ روانہ کرنے کا استحباب۔	۵۲۳
۳۹۸	مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات۔	۵۲۷
۳۹۹	مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ۔	۵۲۷
۴۰۰	قیام مزدلفہ کی مدت میں امام احمد کا نظریہ۔	۵۲۸
۴۰۱	قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ۔	۵۲۸
۴۰۲	قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ	۵۲۸
۴۰۳	امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح۔	۵۲۹
	باب ۳۸۹	
۴۰۴	بطن وادی سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا۔	۵۳۰
۴۰۵	کنکریاں مارنے میں مذاہب۔	۵۳۲
۴۰۶	قرآن مجید میں سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے۔	۵۳۲
	باب ۳۹۰	
۴۰۷	یوم نحر کو سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرنا۔	۵۳۳
۴۰۸	سوار ہو کر رمی کرنے میں مذاہب۔	۵۳۵
۴۰۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کی وجہ	۵۳۵
۴۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اکثری حکم ہے۔	۵۳۶
۴۱۱	سیاہ فام حبشی غلام کی اطاعت کی بحث۔	۵۳۶
	باب ۳۹۱	
۴۱۲	ٹھیکری کے برابر کنکریاں مارنے کا استحباب	۵۳۷
	باب ۳۹۲	
۴۱۳	کنکریاں مارنے کا مستحب وقت۔	۵۳۷
	باب ۳۹۳	
۴۱۴	سات کنکریاں مارنے کا بیان	۵۳۷
	باب ۳۹۴	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۱۵	سر منڈانا بال کٹانے سے افضل ہے۔	۵۳۸
۴۱۶	حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ	۵۴۰
۴۱۷	عورتوں کے سر منڈانے کا حکم	۵۴۳
۴۱۸	سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ	۵۴۴
	باب ۳۹۵	
۴۱۹	دائیں طرف سے سر منڈانے کو شروع کرنے کا بیان۔	۵۴۳
۴۲۰	یوم نحر کو افعال حج کی ترتیب۔	۵۴۵
۴۲۱	علماء احناف کی موافقت حدیث۔	۵۴۵
۴۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم۔	۵۴۶
۴۲۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات	۵۴۷
۴۲۴	موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان۔	۵۴۷
۴۲۵	فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل۔	۵۵۱
	باب ۳۹۶	
۴۲۶	کنکریاں مارنے، ذبح کرنے، سر منڈانے اور طواف کرنے کی ترتیب کا بیان۔	۵۵۲
۴۲۷	کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب۔	۵۵۵
۴۲۸	احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل۔	۵۵۶
	باب ۳۹۷	
۴۲۹	قربانی کے دن طواف افاضہ کرنا۔	۵۵۷
۴۳۰	طواف زیارت کے احکام۔	۵۵۸
	باب ۳۹۸	
۴۳۱	وادی محصب میں اترنے کا استحباب۔	۵۵۸
	باب ۳۹۹	
۴۳۲	ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے کا حکم۔	۵۶۱
۴۳۳	ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے میں مذاہب۔	۵۶۲
	باب ۴۰۰	
۴۳۴	موسم حج میں مشروب پلانے کا استحباب۔	۵۶۲
۴۳۵	نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم۔	۵۶۳
	باب ۴۰۱	
۴۳۶	قربانی کے گوشت، کھال اور جھول کو صدقہ کرنے کا حکم۔	۵۶۳
۴۳۷	قربانی کرنے کے بعد مدی کی کھال اور جھول وغیرہ کے حکم میں مذاہب۔	۵۶۵
۴۳۸	احناف کا نظریہ۔	۵۶۵
	باب ۴۰۲	
۴۳۹	اونٹ اور گائے کی قربانی میں اشتراک کا جواز۔	۵۶۵
۴۴۰	قربانی کے جانوروں کے اشتراک میں مذاہب	۵۶۷
۴۴۱	اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شرکت کے عدم جواز پر مالکیہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۵۶۸
	باب ۴۰۳	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۴۲	اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کرنے کا ثبوت۔	۵۶۹
	باب ۴۰۴	
۴۴۳	خود حرم میں نہ جانے والے کے لیے تقلید ہدی کا استحباب۔	۵۶۹
۴۴۴	مسئلہ اشعار میں مخالفین کے امام ابو حنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات۔	۵۷۳
۴۴۵	صرف ہدی روانہ کرنے والے پر احکام احرام میں مذاہب۔	۵۷۶
۴۴۶	بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب۔	۵۷۶
	باب ۴۰۵	
۴۴۷	مجبوری کے وقت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا جواز۔	۵۷۷
۴۴۸	قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے حکم میں مذاہب ائمہ۔	۵۷۹
۴۴۹	قربانی کی اونٹنی کا دودھ پینے میں مذاہب ائمہ۔	۵۸۰
	باب ۴۰۶	
۴۵۰	راستہ میں تھک جانے والے جانور کا حکم۔	۵۸۰
۴۵۱	جو ہدی چلنے سے معذور ہو اس کے حکم میں مذاہب ائمہ۔	۵۸۱
	باب ۴۰۷	
۴۵۲	طواف وداع کا وجوب اور حائضہ عورت سے اس کی رخصت۔	۵۸۳
۴۵۳	طواف وداع کے حکم میں مذاہب ائمہ۔	۵۸۷
	باب ۴۰۸	
۴۵۴	حجاج وغیرہم کے لیے کعبہ میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کا استحباب	۵۸۷
۴۵۵	کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق۔	۵۹۱
۴۵۶	کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ	۵۹۲
	باب ۴۰۹	
۴۵۷	کعبہ کی عمارت توڑ کر از سر نو بنانا۔	۵۹۲
۴۵۸	فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے۔	۵۹۹
۴۵۹	تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ۔	۵۹۹
۴۶۰	یزید کے دور حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر۔	۶۰۰
۴۶۱	بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت حسین کا موقف	۶۰۲
۴۶۲	بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف۔	۶۰۷
۴۶۳	واقعہ حرہ کی تفصیلات۔	۶۱۰
۴۶۴	مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا۔	۶۱۳
۴۶۵	مسلم بن عقبہ کی عبرتناک موت۔	۶۱۳
۴۶۶	واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث	۶۱۴
۴۶۷	مصنف کا موقف	۶۱۶
۴۶۸	یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا۔	۶۱۷
۴۶۹	یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر۔	۶۱۸
۴۷۰	حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے	۶۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
..	یزید پر لعنت کی بحث۔	۶۱۸
۴۷۱	شہادت حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ۔	۶۱۸
۴۷۲	یزید پر لعنت کے سلسلہ میں امام غزالی کی رائے	۶۲۰
۴۷۳	علامہ زبیدی کی رائے۔	۶۲۰
۴۷۴	علامہ حلبی کی رائے اور مصنف کا موقف۔	۶۲۲
۴۷۵	یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق۔	۶۲۳
۴۷۶	جہاد مدینہ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق۔	۶۲۵
۴۷۷	حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق۔	۶۲۶
۴۷۸	حضرت حسین اور یزید کے بارے میں ابن تیمیہ کے نظریات۔	۶۳۱
۴۷۹	لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ۔	۶۳۲
۴۸۰	لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ۔	۶۳۳
۴۸۱	یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے۔	۶۳۴
۴۸۲	لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے۔	۶۳۵
۴۸۳	لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے۔	۶۳۶
۴۸۴	یزید کی تکفیر اور اس پر لعن شخصی کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔	۶۳۷
	باب ۴۱۰	
۴۸۵	عاجز، بوڑھے اور میت کی جانب سے حج کرنا۔	۶۳۸
۴۸۶	حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث۔	۶۳۹
۴۸۷	حج بدل میں احناف کا نظریہ۔	۶۴۰
۴۸۸	حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل۔	۶۴۰
۴۸۹	دلائل مالکیہ کے جوابات۔	۶۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۹۰	حنابلہ کا نظریہ۔	۶۴۱
۴۹۱	نظریہ احناف پر دلائل۔	۶۴۱
۴۹۲	اموات کے لیے ایصال ثواب۔	۶۴۲
	باب ۴۱۱	
۴۹۳	نابالغ کے حج کا حکم۔	۶۴۲
۴۹۴	نابالغ کے حج کے حکم میں مذاہب اربعہ۔	۶۴۳
۴۹۵	نابالغ احکام کا مکلف نہیں ہے۔	۶۴۳
۴۹۶	احناف کے نزدیک نابالغ کا حج نفل ہے۔	۶۴۴
۴۹۷	امام ابوحنیفہ کے نظریہ کی ابن حزم سے تائید۔	۶۴۴
۴۹۸	امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بیان کرنے میں متعدد فقہاء کا تسامح۔	۶۴۵
۴۹۹	شیخ داؤد ظاہری کے نظریہ کا ابطال اور احناف کے دلائل۔	۶۴۵
۵۰۰	دلائل احناف کی وضاحت۔	۶۴۶
	باب ۴۱۲	
۵۰۱	زندگی میں حج کی فرضیت ایک بار ہے۔	۶۴۷
۵۰۲	امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔	۶۴۷
۵۰۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل۔	۶۴۸
۵۰۴	اباحت اصلیہ کی تحقیق۔	۶۴۸
۵۰۵	دین میں آسانی ہے۔	۶۴۸
	باب ۴۱۳	
۵۰۶	عورت کو محرم کے ساتھ حج کرنے کا حکم۔	۶۴۹
۵۰۷	بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ۔	۶۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۰۸	زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا نظریہ۔	۶۵۴
۵۰۹	زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ۔	۶۵۵
۵۱۰	زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ۔	۶۵۵
۵۱۱	عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ	۶۵۵
۵۱۲	عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات۔	۶۵۶
۵۱۳	زمانۂ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق۔	۶۵۹
۵۱۴	بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق۔	۶۶۴
۵۱۵	تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا۔	۶۷۲
	باب ۴۱۴	
۵۱۶	سفر حج کے وقت ذکر الٰہی کا استحباب	۶۷۳
	باب ۴۱۵	
۵۱۷	حج اور دیگر اسفار سے واپسی پر دعاؤں کا بیان۔	۶۷۴
	باب ۴۱۶	
۵۱۸	حج یا عمرہ کے سلسلہ میں گذرنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ کی زمین میں نماز پڑھنے کا استحباب	۶۷۵
	باب ۴۱۷	
۵۱۹	مشرک کے حج اور طواف کی ممانعت اور حج اکبر کا بیان۔	۶۷۷
۵۲۰	معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب۔	۶۷۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۲۱	نو ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب۔	۶۷۸
۵۲۲	حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلان برأت کرانے کا سبب۔	۶۷۸
۵۲۳	حضرت ابوبکر کو احکام حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلان برأت کرانے میں حکمت	۶۷۹
۵۲۴	کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ۔	۶۷۹
۵۲۵	کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ۔	۶۸۰
۵۲۶	کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ	۶۸۱
۵۲۷	کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ۔	۶۸۲
۵۲۸	موقف احناف پر احادیث سے دلائل۔	۶۸۳
۵۲۹	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات۔	۶۸۴
۵۳۰	یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال۔	۶۸۷
۵۳۱	یوم حج اکبر کے متعلق احادیث۔	۶۸۷
۵۳۲	جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق۔	۶۸۸
۵۳۳	حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۶۸۹
۵۳۴	جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات۔	۶۸۹
۵۳۵	جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہوا اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت۔	۶۹۲
	باب ۴۱۸	
۵۳۶	یوم عرفہ کی فضیلت۔	۶۹۴
۵۳۷	اللہ تعالیٰ کے نزول اور قریب ہونے کا مطلب	۶۹۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۳۸	علم غیب۔	۶۹۴
	باب ۴۱۹	
۵۳۹	حج اور عمرہ کی فضیلت۔	۶۹۶
۵۴۰	سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب۔	۶۹۷
۵۴۱	ایام تشریق میں عمرہ کی کراہت میں مذاہب۔	۶۹۷
۵۴۲	عمرہ کے حکم میں مذاہب۔	۶۹۸
۵۴۳	کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں؟	۶۹۸
	باب ۴۲۰	
۵۴۴	حجاج کا مکہ میں اترنا اور مکہ کے گھروں کی وراثت کا بیان۔	۶۹۹
۵۴۵	مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم۔	۷۰۰
۵۴۶	مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے۔	۷۰۱
۵۴۷	جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب۔	۷۰۱
۵۴۸	مکہ کے مکانوں کی خرید و فروخت اور انھیں کرایہ پر دینے کا جواز	۷۰۲
	باب ۴۲۱	
۵۴۹	مہاجر کا مکہ میں قیام کرنا۔	۷۰۳
	باب ۴۲۲	
۵۵۰	مکہ میں شکار وغیرہ کی حرمت کا بیان۔	۷۰۵
۵۵۱	فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی یا قیامت	۷۰۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	تک باقی ہے۔	
۵۵۲	ہجرت کی اقسام	۷۰۹
۵۵۳	انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ دار الحرب میں یا دار الکفر۔	۷۱۰
۵۵۴	مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد۔	۷۱۰
۵۵۵	حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب۔	۷۱۱
۵۵۶	مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل۔	۷۱۱
۵۵۷	احادیث لکھنے پر دلیل۔	۷۱۲
	باب ۴۲۳	
۵۵۸	مکہ مکرمہ میں بغیر حاجت کے ہتھیار اٹھانے کی ممانعت۔	۷۱۲
	باب ۴۲۴	
۵۵۹	بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا۔	۷۱۳
۵۶۰	مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا عمامہ۔	۷۱۴
۵۶۱	مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب۔	۷۱۴
۵۶۲	ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق۔	۷۱۴
	باب ۴۲۵	
۵۶۳	مدینہ منورہ کی فضیلت اور حرم مدینہ کی حدود کا بیان۔	۷۱۵
۵۶۴	مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں مذاہب۔	۷۲۶
۵۶۵	اہل مدینہ کی شفاعت۔	۷۲۸
۵۶۶	احد پہاڑ کی محبت کی تحقیق۔	۷۲۸
۵۶۷	اہل مدینہ کو ایذاء دینے والوں پر لعنت	۷۲۸
۵۶۸	امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت۔	۷۲۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۶۹	کفار کے لیے دعا مغفرت	۷۲۹
۵۷۰	مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟	۷۲۹
	باب ۴۲۶	
۵۷۱	مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کا بیان۔	۷۳۰
۵۷۲	حرمین طیبین میں اقامت گزیں ہونے کا حکم۔	۷۳۱
	باب ۴۲۷	
۵۷۳	طاعون اور دجال سے مدینہ منورہ کے محفوظ رہنے کا بیان۔	۷۳۲
	باب ۴۲۸	
۵۷۴	خبیث چیزوں کو مدینہ کا نکال دینا اور مدینہ کا طیبہ ہونا۔	۷۳۲
۵۷۵	کیا مدینہ میں بدعقیدہ لوگوں کا رہنا اس کے بھٹی ہونے کے منافی ہے؟	۷۳۴
۵۷۶	مکہ افضل ہے یا مدینہ؟	۷۳۵
۵۷۷	مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت	۷۳۸
	باب ۴۲۹	
۵۷۸	اہل مدینہ کو ایذا پہنچانے پر وعید۔	۷۳۸
	باب ۴۳۰	
۵۷۹	فتوحات کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی ترغیب۔	۷۴۰
	باب ۴۳۱	
۵۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ لوگ مدینہ کو خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دینگے	۷۴۱
	باب ۴۳۲	
۵۸۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کی فضیلت	۷۴۲
۵۸۲	قبر انور کی فضیلت کے متعلق روایات۔	۷۴۳
۵۸۳	کیا قبر انور حقیقۃً جنت کا باغ ہے؟	۷۴۴
۵۸۴	قبر انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے۔	۷۴۵
۵۸۵	شیخ ابن تیمیہ کے فاسد عقائد۔	۷۴۶
۵۸۶	کعبہ اور عرش پر قبر انور کی فضیلت کے بارے میں فقہاء اسلام کی تصریحات۔	۷۴۷
۵۸۷	قبر انور کے افضل از عرش ہونے پر دلائل۔	۷۵۰
۵۸۸	مواجہہ اقدس میں سلام کے وقت زائر رسول اللہ کی جانب منہ کرے یا پیٹھ؟۔	۷۵۱
	باب ۴۳۳	
۵۸۹	احد پہاڑ کی فضیلت	۷۵۳
	باب ۴۳۴	
۵۹۰	مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت۔	۷۵۴
۵۹۱	مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں۔	۷۵۷
۵۹۲	کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟	۷۶۱
۵۹۳	کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضا نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟	۷۶۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۹۴	آخر المساجد پر قادیانیوں کے اشکال کا جواب۔	۷۶۲
	باب ۴۳۵	
۵۹۵	تین مسجدوں کی فضیلت۔	۷۶۳
۵۹۶	گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم۔	۷۶۳
۵۹۷	شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر	۷۶۴
۵۹۸	قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات	۷۶۵
	باب ۴۳۶	
۵۹۹	اس مسجد کا بیان جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔	۷۶۷
۶۰۰	اسس علی التقویٰ کا مصداق مسجد نبوی ہے یا مسجد قبا؟	۷۶۸
	باب ۴۳۷	
۶۰۱	مسجد قبا کی فضیلت اور اس کی زیارت کا بیان۔	۷۶۸
۶۰۲	مسجد قبا اور اس کے فضائل۔	۷۷۰
۶۰۳	ہفتہ کے دن مسجد قبا جانے کی خصوصیت	۷۷۱
۶۰۴	اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص	۷۱۱
	کتاب النکاح	۷۷۴
۶۰۵	نکاح کا معنی	۷۷۴
۶۰۶	نکاح کے حکم میں مذاہب فقہاء	۷۷۴
۶۰۷	قرآن مجید کی روشنی میں نکاح کی فضیلت۔	۷۷۴
۶۰۸	احادیث اور آثار کی روشنی میں نکاح کی فضیلت	۷۷۴
۶۰۹	نکاح کے فوائد۔	۷۷۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۴۳۸	
۶۱۰	صاحب استطاعت کے لیے نکاح کرنے کا استحباب۔	۷۷۸
۶۱۱	نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء۔	۷۸۱
۶۱۲	نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت۔	۷۸۳
۶۱۳	ترک سنت کے دو محمل۔	۷۸۳
۶۱۴	تبتل کا معنی۔	۷۸۳
	باب ۴۳۹	
۶۱۵	اگر کسی عورت کو دیکھ کر نفس مائل ہو تو اپنی اہلیہ سے خواہش پوری کرے۔	۷۸۳
۶۱۶	عورت کو دیکھ کر شیطانی وسوسہ سے بچنے کا طریقہ۔	۷۸۴
	باب ۴۴۰	
۶۱۷	حرمت متعہ کا بیان۔	۷۸۵
۶۱۸	فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ پر استدلال۔	۷۹۳
۶۱۹	فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کی فضیلت	۷۹۴
۶۲۰	فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کے احکام۔	۷۹۵
۶۲۱	علامہ نووی شافعی کا متعہ پر تبصرہ۔	۷۹۷
۶۲۲	علامہ وشتانی مالکی کا متعہ پر تبصرہ۔	۷۹۸
۶۲۳	علامہ ابن قدامہ حنبلی کا متعہ پر تبصرہ۔	۷۹۸
۶۲۴	علامہ سرخسی حنفی کا متعہ پر تبصرہ۔	۷۹۹
۶۲۵	متعہ کے عدم جواز اور بطلان پر امام مالک کی تصریح۔	۸۰۰
۶۲۶	حرمت متعہ پر قرآن مجید سے استدلال۔	۸۰۱
۶۲۷	احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال۔	۸۰۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۲۸	شیعہ حضرات کی احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال	۸۰۴
	باب ۴۴۱	
۶۲۹	پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت۔	۸۰۵
۶۳۰	جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے، ان میں مذاہب۔	۸۰۸
۶۳۱	قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے منسوخ ہونے کی بحث۔	۸۰۸
۶۳۲	جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ان کی تفصیل اور احکام۔	۸۰۸
	باب ۴۴۲	
۶۳۳	حالت احرام میں نکاح اور پیغام نکاح کا بیان۔	۸۰۹
۶۳۴	محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ۔	۸۱۲
۶۳۵	امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ نووی کے اعتراضات۔	۸۱۲
۶۳۶	علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات۔	۸۱۲
	باب ۴۴۳	
۶۳۷	بلا اجازت کسی کی منگنی پر منگنی کرنیکی ممانعت منگنی پر منگنی کرنے میں مذاہب۔	۸۱۴
	باب ۴۴۴	
۶۳۸	نکاح شغار کی حرمت کا بیان۔	۸۱۷
۶۳۹	شغار میں مذاہب۔	۸۱۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۴۴۵	
۶۴۰	شرائط نکاح کو پورا کرنے کا بیان	۸۱۹
۶۴۱	حقوق زوجین۔	۸۲۰
	باب ۴۴۶	
۶۴۲	نکاح میں بیوہ کی زبان سے اجازت اور کنواری کے سکوت کا کافی ہونا۔	۸۲۰
۶۴۳	ولی کے بغیر عورت کے عقد نکاح کے بارے میں شوافع کا نظریہ۔	۸۲۲
۶۴۴	ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ۔	۸۲۳
۶۴۵	ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ۔	۸۲۳
۶۴۶	ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں احناف کا نظریہ۔	۸۲۴
۶۴۷	عورت کے از خود نکاح کرنے کے ثبوت میں احادیث۔	۸۲۷
۶۴۸	نکاح کی گواہی میں مذاہب۔	۸۲۸
۶۴۹	ٹیلی فون پر نکاح کا حکم۔	۸۲۹
۶۵۰	لڑکی ایک ملک میں اور لڑکا دوسرے ملک میں ہو تو نکاح کیسے ہوگا۔	۸۲۹
	باب ۴۴۷	
۶۵۱	باپ کے لیے نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا جواز۔	۸۲۹
۶۵۲	نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر کا بیان	۸۳۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۵۳	نابالغہ لڑکی کے نکاح کا اختیار۔	۸۳۱
۶۵۴	گڑیوں سے کھیلنے کا حکم۔	۸۳۲
	باب ۴۴۸	
۶۵۵	شوال میں نکاح کرنے کا استحباب۔	۸۳۲
	باب ۴۴۹	
۶۵۶	جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کا چہرہ دیکھنے کا جواز۔	۸۳۲
۶۵۷	نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ۔	۸۳۳
	باب ۴۵۰	
۶۵۸	کیا تعلیم قرآن اور لوہے کی انگوٹھی کو بھی مہر قرار دیا جا سکتا ہے؟	۸۳۴
۶۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین۔	۸۳۸
۶۶۰	تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم۔	۸۳۹
۶۶۱	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم۔	۸۳۹
	باب ۴۵۱	
۶۶۲	اپنی باندی کو آزاد کر کے اسی کے ساتھ نکاح کرنے کی فضیلت۔	۸۴۰
۶۶۳	ران کے شرم گاہ ہونے میں مذاہب۔	۸۴۵
۶۶۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی؟	۸۴۶
۶۶۵	لونڈی کے آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں	۸۴۷
	مذاہب۔	
	باب ۴۵۲	
۶۶۶	حضرت زینب کے نکاح، نزول حجاب اور ولیمہ کا بیان۔	۸۴۷
۶۶۷	حضرت زینب سے نکاح کی تفصیل۔	۸۵۳
۶۶۸	مساوات سے بے پروگی پر استدلال۔	۸۵۴
۶۶۹	مرد اور عورت میں مساوات کا دائرہ۔	۸۵۴
۶۷۰	عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک رکھنا مساوات کے خلاف ہے۔	۸۵۲
	باب ۴۵۳	
۶۷۱	دعوت قبول کرنے کا حکم۔	۸۵۵
۶۷۲	ولیمہ کے حکم میں مذاہب۔	۸۵۹
۶۷۳	عام دعوت اور ولیمہ قبول کرنے میں مذاہب	۸۵۹
	باب ۴۵۴	
۶۷۴	جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بغیر تحلیل شرعی کے حلال نہیں ہے۔	۸۶۰
	باب ۴۵۵	
۶۷۵	جماع کے وقت کی دعا	۸۶۳
	باب ۴۵۶	
۶۷۶	بیوی کے اندام نہانی میں ہر طرف سے جماع کی اجازت۔	۸۶۴
	باب ۴۵۷	
۶۷۷	عورت کو اپنے شوہر کا بستر چھوڑنے کی ممانعت	۸۶۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۷۸	زوجین کے حقوق و فرائض۔	۸۶۷
	باب ۴۵۸	
۶۷۹	عورت کا راز ظاہر کرنے کی ممانعت	۸۷۲
	باب ۴۵۹	
۶۸۰	عزل کا حکم۔	۸۷۳
۶۸۱	عزل کا معنی۔	۸۷۸
۶۸۲	تنگی رزق کی بنا پر عزل یا ضبط تولید جائز ہے۔	۸۷۸
۶۸۳	عزل یا ضبط تولید کی جائز وجوہات۔	۸۷۹
۶۸۴	عزل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء۔	۸۷۹
۶۸۵	عزل کے بارے فقہا حنابلہ کی آراء	۸۸۲
۶۸۶	عزل کے بارے میں مالکیہ کی رائے۔	۸۸۳
۶۸۷	عزل کے بارے میں احناف کی رائے۔	۸۸۳
۶۸۸	ضبط تولید بارے میں مصری علماء کی تحقیق۔	۸۸۳
۶۸۹	ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے۔	۸۸۴
۶۹۰	منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔	۸۸۴
۶۹۱	ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔	۸۸۵
۶۹۲	ضبط تولید کی دعوت اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے۔	۸۸۵
۶۹۳	ضبط تولید کے لیے عورت یا مرد کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے۔	۸۸۵
۶۹۴	ضبط تولید کے بارے میں پاکستان کے علماء کی آراء۔	۸۸۵
۶۹۵	ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔	۸۸۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۹۶	اسقاط حمل کی تحقیق۔	۸۹۱
۶۹۷	اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء۔	۸۹۲
۶۹۸	اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء۔	۸۹۴
۶۹۹	اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کی آراء۔	۸۹۵
۷۰۰	اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء مالکیہ کی آراء۔	۸۹۵
۷۰۱	اسقاط حمل کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء	۸۹۶
۷۰۲	اسقاط حمل کے بارے میں مصری علماء کا نظریہ۔	۸۹۶
۷۰۳	کیا میڈیکل ٹیسٹ (Medical Test) سے بچہ کا نقص معلوم ہونے کی بنا اسقاط جائز ہے۔	۸۹۷
	باب ۴۶۰	
۷۰۴	حاملہ قیدی عورتوں سے جماع کرنے کی ممانعت	۸۹۸
۷۰۵	کشت غیر میں تخم ریزی سے ممانعت کی حکمت۔	۸۹۸
	باب ۴۶۱	
۷۰۶	دودھ پلانے والی کے ساتھ جماع کا جواز اور عزل کی کراہت۔	۸۹۹
	کتاب الرضاع	۹۰۲
۷۰۷	دودھ کے رشتوں کے احکام۔	۹۰۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۰۸	رضاعت کا لغوی اور شرعی معنی	۹۱۷
۷۰۹	مدت رضاعت میں مذاہب۔	۹۱۷
۷۱۰	مدت رضاعت میں نظریہ احناف کی وضاحت	۹۱۷
۷۱۱	رضاعت کے احکام	۹۱۸
۷۱۲	رضاعت کے حقوق	۹۱۹
۷۱۳	رضاعی رشتوں میں احتیاط	۹۱۹
۷۱۴	رضاعت میں مرد کی تاثیر کے بارے میں حضرت عائشہ کا نظریہ۔	۹۲۰
۷۱۵	ثبوت رضاعت کے لیے چسکیوں کی مقدار میں مذاہب۔	۹۲۰
۷۱۶	مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت کے ثبوت پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۹۲۲
۷۱۷	آیت رضاع سے قرآن مجید پر اعتراض کا جواب	۹۲۵
۷۱۸	بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی تحقیق۔	۹۲۶
	باب ۴۶۲	
۷۱۹	استبراء کے بعد باندی سے مجامعت کا جواز۔	۹۲۷
۷۲۰	شادی شدہ باندیوں کے فسخ نکاح کی تفصیل اور مذاہب فقہاء	۹۲۹
	باب ۴۶۳	
۷۲۱	بچہ صاحب فراش کا ہے اور شبہات سے بچنا چاہیے۔	۹۳۱
۷۲۲	زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ۔	۹۳۲
۷۲۳	اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ۔	۹۳۲
۷۲۴	عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق۔	۹۳۳
۷۲۵	زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل۔	۹۳۳
۷۲۶	ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء۔	۹۳۴
۷۲۷	ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Baby)	۹۳۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	تکرار ہے۔	
۷۲۸	ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Baby) کی تحقیق۔	۹۳۵
۷۲۹	مرد کی وہ خرابیاں جن کی بناء پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے۔	۹۳۵
۷۳۰	عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے۔	۹۳۶
۷۳۱	ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم	۹۳۶
۷۳۲	مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم۔	۹۳۹
۷۳۳	کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟۔	۹۴۰
۷۳۴	فقہاء اہلسنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز۔	۹۴۵
۷۳۵	اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز۔	۹۴۷
	باب ۴۶۴	
۷۳۶	بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار	۹۴۸
۷۳۷	حضرت اسامہ بن زید کے نسب پر طعن کی وجہ۔	۹۵۰
۷۳۸	قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب۔	۹۵۰
۷۳۹	قیافہ شناسی، فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں احناف کا موقف اور دلائل۔	۹۵۰
	باب ۴۶۵	
۷۴۰	شب زفاف کے بعد کنواری اور بیوہ دلہنوں کے پاس شوہر کے ٹھہرنے کا نصاب۔	۹۵۲
۷۴۱	نئی دلہن اور پرانی بیویوں میں باریوں کی تقسیم میں مذاہب۔	۹۵۴
۷۴۲	باریوں کی تقسیم میں امام اعظم کے موقف پر دلائل	۹۵۴
	باب ۴۶۶	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۴۳	سنت کے مطابق بیویوں میں ایام کی تقسیم	۹۵۵
۷۴۴	کاشانۂ رسالت کا ایک دل چسپ گھریلو واقعہ۔	۹۵۶
۷۴۵	تعدد ازدواج پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات	۹۵۶
۷۴۶	ایک عیسائی مستشرق اور مسلم سکالر کا تعدد ازدواج پر مباحثہ۔	۹۵۸
	باب ۴۶۷	
۷۴۷	اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے کا جواز۔	۹۵۹
۷۴۸	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کے سلسلہ میں متعارض روایات میں تطبیق۔	۹۶۱
۷۴۹	حضرت سودہ کو طلاق دینے کی حکمت۔	۹۶۲
۷۵۰	فقہاء احناف کا عمل بالحدیث کو ترجیح دینا۔	۹۶۲
۷۵۱	ازواج میں باریوں کی تقسیم حضور پر واجب تھی یا نہیں؟۔	۹۶۳
۷۵۲	حضرت صفیہ کی باری مقرر نہ کرنے کے سلسلے میں عطاء اور ابن جریج کا مغالطہ۔	۹۶۳
۷۵۳	حضرت لمیونہ۔	۹۶۴
	باب ۴۶۸	
۷۵۴	دیندار عورت سے نکاح کرنے کا استحباب	۹۶۴
۷۵۵	کفو کا لغوی معنی۔	۹۶۴
۷۵۶	کفو کا اصطلاحی معنی	۹۶۴
۷۵۷	کفو کی تحقیق۔	۹۶۵
۷۵۸	قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت۔	۹۶۶
۷۵۹	احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت۔	۹۶۷
۷۶۰	آثار صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت	۹۷۳
۷۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی سادات	۹۷۴

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	اور اشراف کے ساتھ خصوصیت کی تحقیق۔	۹۷۴
۷۶۲	سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار۔	۹۷۵
۷۶۳	اعتبار کفو میں احادیث و آثار	۹۸۰
۷۶۴	احادیث کفو کی فنی حیثیت	۹۸۱
۷۶۵	کفو میں فقہاء حنبلیہ کی رائے۔	۹۸۲
۷۶۶	کفو میں فقہاء مالکیہ کی رائے۔	۹۸۳
۷۶۷	کفو میں فقہاء شافعیہ کی رائے۔	۹۸۵
۷۶۸	کفو میں فقہاء حنفیہ کی رائے۔	۹۸۵
۷۶۹	نوادر کی روایات سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق۔	۹۸۷
۷۷۰	مسئلہ کفاءت میں مصنف کا موقف۔	۹۹۱
	باب ۴۶۹	
۷۷۱	کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا استحباب	۹۹۲
۷۷۲	حدیث جابر کے فوائد۔	۹۹۶
۷۷۳	کیا عہد رسالت کی سادگی کی وجہ سے اس ترقی یافتہ دور کا رنگ و نور ناجائز ہے۔	۹۹۷
	باب ۴۷۰	
۷۷۴	عورتوں کی خیر خواہی کا بیان	۹۹۹
۷۷۵	عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کے تقاضے	۱۰۰۱
۷۷۶	حضرت حواء کی خیانت کی تحقیق۔	۱۰۰۲
۷۷۷	کھانا خراب ہونے کی وجہ۔	۱۰۰۲
	کتاب الطلاق	۱۰۰۳
۷۷۸	طلاق کا لغوی معنی۔	۱۰۰۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۷۹	طلاق کا اصطلاحی معنی	۱۰۰۳
۷۸۰	طلاق کی اقسام	۱۰۰۳
۷۸۱	طلاق کیوں مشروع کی گئی؟	۱۰۰۴
۷۸۲	صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے۔	۱۰۰۴
۷۸۳	صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟	۱۰۰۵
۷۸۴	طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟	۱۰۰۶
۷۸۵	خلع۔	۱۰۰۶
۷۸۶	قاضی اور حکمین کی تفریق۔	۱۰۰۶
۷۸۷	تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں۔	۱۰۰۷
۷۸۸	سنت کے مطابق اور احسن طریقہ سے طلاق دینے کے فوائد۔	۱۰۰۷
۷۸۹	طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت۔	۱۰۰۸
۷۹۰	ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج۔	۱۰۰۸
۷۹۱	حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب۔	۱۰۱۷
۷۹۲	حیض سے متصل طہر کے بعد ایک مزید طہر گذروانے کی حکمت۔	۱۰۱۸
۷۹۳	عدت کو حیض قرار دینے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔	۱۰۱۸
	باب ۴۷۱	
۷۹۴	تین طلاقوں کا بیان۔	۱۰۱۸
۷۹۵	بیک وقت تین طلاقوں کے بدعی ہونے میں مذاہب۔	۱۰۲۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۹۶	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں جمہور کا موقف	۱۰۲۱
۷۹۷	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف۔	۱۰۲۱
۷۹۸	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف۔	۱۰۲۲
۷۹۹	تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل۔	۱۰۲۳
۸۰۰	شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات۔	۱۰۲۴
۸۰۱	زنا کی شہادت اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات۔	۱۰۲۴
۸۰۲	تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات۔	۱۰۲۵
۸۰۳	حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول بدلنے کے الزام کے جوابات۔	۱۰۲۵
۸۰۴	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے۔	۱۰۲۶
۸۰۵	صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل۔	۱۰۲۶
۸۰۶	اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟۔	۱۰۲۷
۸۰۷	مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل۔	۱۰۲۹
۸۰۸	طاؤس کی روایت کا صحیح محمل	۱۰۳۰
۸۰۹	حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی استقام۔	۱۰۳۰
۸۱۰	حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت۔	۱۰۳۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۱۱	حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابو داؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان۔	۱۰۳۳
۸۱۲	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل۔	۱۰۳۴
۸۱۳	قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات	۱۳۰۵
۸۱۴	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل۔	۱۰۳۶
۸۱۵	حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات۔	۱۰۳۸
۸۱۶	صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب۔	۱۰۴۰
۸۱۷	سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق۔	۱۰۴۱
۸۱۸	سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب۔	۱۰۴۴
۸۱۹	بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین۔	۱۰۴۵
۸۲۰	حرفِ آخر۔	۱۰۴۹
	باب ۴۷۲	
۸۲۱	عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے والے پر کفارے کا وجوب۔	۱۰۴۹
۸۲۲	بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۵۲
۸۲۳	حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حیلے کی توجیہ	۱۰۵۴
۸۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق۔	۱۰۵۴
۸۲۵	صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب	۱۰۵۶
	.....	

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۴۷۳	
۸۲۶	بغیر نیت کے صرف تخییر سے طلاق نہ ہونے کا بیان۔	۱۰۵۷
۸۲۷	نفس تخییر کے طلاق نہ ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۷۳
۸۲۸	ایلاء کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۷۳
	باب ۴۷۴	
۸۲۹	مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ نہ ہونے کا بیان۔	۱۰۷۴
۸۳۰	مختلف روایات میں تطبیق۔	۱۰۸۵
۸۳۱	طلاق کے بعد نفقہ اور سکنی کے استحقاق میں مذاہب۔	۱۰۸۵
۸۳۲	مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۱۰۸۵
۸۳۳	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل۔	۱۰۸۶
۸۳۴	مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کے وجوب پر احادیث سے دلائل۔	۱۰۸۸
۸۳۵	بعض شارحین کا تسامح۔	۱۰۸۹
۸۳۶	نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب۔	۱۰۹۰
۸۳۷	غیبت کرنے کی مباح صورتیں۔	۱۰۹۰
۸۳۸	حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۱۰۹۱
۸۳۹	نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں مذاہب ائمہ مجتہدین۔	۱۰۹۲
۸۴۰	نفقہ سے عجز کی وجہ سے زوجین کی تفریق پر	۱۰۹۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	قرآن مجید سے استدلال۔	
۸۴۱	نفقہ سے عجز کی بناء پر زوجین کی تفریق میں احادیث و آثار۔	۱۰۹۳
۸۴۲	نفقہ سے عجز کی بناء پر تفریق میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۰۹۴
۸۴۳	خاوند کے لاپتا ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف۔	۱۰۹۵
۸۴۴	خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام مالک کا موقف۔	۱۰۹۶
۸۴۵	خاوند کے لاپتا ہونے کی صورت میں امام شافعی کا موقف۔	۱۰۹۸
۸۴۶	اگر مفقود کی بیوی کو نفقہ میسّر نہ ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک علی الفور تفریق ہو سکتی ہے۔	۱۰۹۹
۸۴۷	خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام احمد بن حنبل کا موقف۔	۱۰۹۹
۸۴۸	اگر مفقود کی بیوی کو خاوند کے مال سے نفقہ میسّر نہ ہو تو امام احمد کے نزدیک فی الفور تفریق ہو سکتی ہے۔	۱۱۰۱
۸۴۹	تنقیح۔	
۸۵۰	مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام شافعی کا موقف۔	۱۱۰۲
۸۵۱	مالدار آدمی کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام مالک کا موقف۔	۱۱۰۳
۸۵۲	مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر امام احمد بن حنبل کا موقف	۱۱۰۵
۸۵۳	معاشرتی بدعنوانیوں کی گیارہ صورتوں میں امام مالک کے مذہب کے مطابق عائلی احکام۔	۱۱۰۶
۸۵۴	(۱) خاوند کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح۔	۱۱۰۶
۸۵۵	(۲) مرض یا قید کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح۔	۱۱۰۶
۸۵۶	(۳) کسی قریبی جگہ جانے کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح۔	۱۱۰۶
۸۵۷	(۴) لاپتا خاوند کے مال سے عورت کے نفقہ لینے کا حق۔	۱۱۰۷
۸۵۸	(۵) قاضی کی نافذ کردہ طلاق رجعی ہوگی۔	۱۱۰۷
۸۵۹	(۶) خاوند کے لاپتا (مفقود) ہونے کی صورت میں فسخ نکاح۔	۱۱۰۷
۸۶۰	(۷) عورت کے نکاح کرنے کے بعد اگر لاپتا شخص لوٹ آئے تو وہ عورت کس کے نکاح میں رہے گی؟	۱۱۰۷
۸۶۱	(۸) جو شخص آپس کی جنگ میں لاپتا ہو، اس کی بیوی چار سال کی مدت گذارے بغیر نکاح کر سکتی ہے	۱۱۰۷
۸۶۲	(۹) اگر میدان جہاد میں خاوند گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال مدت گذارے گی۔	۱۱۰۸
۸۶۳	(۹: الف) اگر مفقود کی بیوی کے پاس خرچ نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو تو قاضی فوراً طلاق نافذ کر دے۔	۱۱۰۸
۸۶۴	(۱۰) ناچاقی کی صورت میں جب کسی طرح صلح نہ ہو تو قاضی طلاق نافذ کر سکتا ہے۔	۱۱۰۸
۸۶۵	(۱۱) خاوند کے مظالم کی بناء پر عورت قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔	۱۱۰۸
۸۶۶	عدم نفقہ اور ضرر کی بناء پر طلاق میں قرآن اور حدیث سے دلائل۔	۱۱۰۹
۸۶۷	عدم نفقہ کی بناء پر تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین۔	۱۱۰۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۶۸	چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثارِ صحابہ و تابعین	۱۱۱۰
۸۶۹	حکمین کی تفریق کے ثبوت میں آثار و صحابہ و تابعین۔	۱۱۱۰
۸۷۰	مذہب غیر پر افتاء اور قضاء میں احناف کی آراء۔	۱۱۱۲
۸۷۱	بلاضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ۔	۱۱۱۴
۸۷۲	خصوصاً امام مالک کے اقوال پر قضاء اور افتاء کے بارے میں تصریحات۔	
۸۷۳	ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ دینے یا قضاء پر بحث و نظر۔	۱۱۱۶
۸۷۴	ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ۔	۱۱۱۸
۸۷۵	مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم۔	۱۱۱۹
۸۷۹	خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم۔	۱۱۲۰
	باب ۴۷۵	
۸۷۷	معتدہ کے لیے بوقت ضرورت دن میں گھر سے نکلنے کا بیان۔	۱۱۲۱
۸۷۸	دورانِ عدت دن میں گھر سے نکلنے میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۲۲
۸۷۹	دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کے عدم جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل۔	۱۱۲۲
۸۸۰	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب۔	۱۱۲۳
	باب: ۴۷۶	
۸۸۱	عاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔	۱۱۲۸
۸۸۲	حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء	۱۱۲۵
	باب ۴۷۷	
۸۸۳	بیوہ عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی حرمت۔	۱۱۲۶
۸۸۴	بیوہ عورت کے سوگ میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۳۲
۸۸۵	بیوہ اور مطلقہ کے سوگ میں فقہاء احناف کا مسلک۔	۱۱۳۲
	کتاب اللعان	۱۱۳۴
۸۸۶	لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۱۴۷
۸۸۷	لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۴۸
۸۸۸	لعان کی وجہ تسمیہ۔	۱۱۴۸
۸۸۹	بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا۔	۱۱۴۸
۸۹۰	زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم۔	۱۱۴۸
۸۹۱	لعان کے بعد تفریق میں مذاہب۔	۱۱۴۹
۸۹۲	فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل۔	۱۱۵۰
۸۹۳	علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات	۱۱۵۰
۸۹۴	لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء۔	۱۱۵۲
۸۹۵	روزے میں انجکشن لگوانے کے حکم کے متعلق ضمیمہ۔	۱۱۵۴
۸۹۶	معدہ کے عمل اور انجکشن میں تقابل اور تجزیہ۔	۱۱۵۴
۸۹۷	روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہاء کے اصول سے استدلال۔	۱۱۵۵
۸۹۸	منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب۔	۱۱۵۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۹۹	روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	۱۱۵۷
۹۰۰	روزے میں انجکشن لگوانے کے سلسلہ میں حرف آخر۔	۱۱۵۸
۹۰۱	مباحث کفو کے متعلق ضمیمہ۔	۱۱۵۹
۹۰۲	غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال کی وضاحت۔	۱۱۵۹
۹۰۳	جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا۔	۱۱۶۲
۹۰۴	احل لکم ما وراء ذالکم میں ما کا عموم۔	۱۱۶۴
۹۰۵	احل لکم ما وراء ذالکم میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال۔	۱۱۶۴
۹۰۶	فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال۔	۱۱۶۶
۹۰۷	ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۱۶۶
۹۰۸	چند ضعیف روایات سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال اور ان کے جوابات۔	۱۱۷۰
۹۰۹	حاکم نیشاپوری کا تساہل۔	۱۱۷۳
۹۱۰	ضعیف احادیث سے استدلال کر کے کسی حلال کو حرام کرنا بالاتفاق جائز نہیں۔	۱۱۷۵
۹۱۱	تحریم ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہے۔	۱۱۷۷
۹۱۲	غیر کفو میں نکاح کے جواز کے سلسلہ میں امام ابوبکر جصاص کے موقف کی وضاحت	۱۱۷۸
۹۱۳	حضرت زینب بنت جحش کے نسب کی تحقیق۔	۱۱۸۰
۹۱۴	نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر۔	۱۱۸۲
۹۱۵	مآخذ و مراجع	۱۱۸۴

.....

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عرض ناشر

اس سے پہلے فرید بک سٹال لاہور کی طرف سے علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ، شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی کی شرح صحیح مسلم کی دو جلدیں ہدیۂ قارئین کی جا چکی ہیں۔ جن کو اہل علم نے بہت قدر اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب موجودہ دور کے وہ متبحر اور محقق عالم دین ہیں جو کسی بھی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کو الم نشرح کیے بغیر نہیں چھوڑتے۔ ان کی علم اور تحقیقات سے معمور تحریرات کا بہاؤ قاری کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتا ہے۔ قدرت نے انہیں مضبوط حافظہ اور اجتہادی ذہن عطا کیا ہے۔ ان کا مطالعہ بھی بہت وسیع ہے اسی لیے وہ بیک وقت متقدمین ائمہ اور دورِ جدید کے محققین کی تحقیقات سے نہ صرف باخبر ہیں بلکہ اپنی شرح میں ان تحقیقات کا حاصل مطالعہ بھی پیش کرتے ہیں۔ دورِ حاضر کے تازہ مسائل میں انہوں نے اپنے نظریات کو بھی پیش کیا ہے اور ان نظریات پر انہوں نے دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔ مسائل عصریہ میں علامہ سعیدی نے اپنی جو تحقیقات پیش کی ہیں ان کے متعلق اظہار رائے کرنا صرف علماء اور محققین ہی کا حصہ ہے اور ارباب علم و فضل قارئین ہی اس بارے میں صحیح تبصرہ کر سکتے ہیں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض جدید مسائل پر علامہ سعیدی صاحب نے سب سے پہلے قلم اٹھایا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب نے جن مسائل کی تحقیق کی ہے ان میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے وہ قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث، آثار اور اقوال تابعین کو پیش کرتے ہیں، ائمہ اربعہ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ احادیث پر فنی بحث کرتے ہیں اور خالص علمی مباحث کو بھی نہایت سادہ اور دل نشین اسلوب سے بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ہر جگہ دورانِ تحقیق معروضی (Objective) اندازِ فکر اختیار کیا ہے۔ اس شرح کو پڑھنے کے بعد قاری یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوگا کہ مسائلِ جدیدہ کی فقہی تحقیق اور شرعی حل کیلئے یہ کتاب محققین کے لیے صدیوں تک مرجع بنی رہے گی اور اسلام پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے عرصہ دراز تک مشعلِ راہ ثابت ہوگی۔

شرح صحیح مسلم کی پیشِ نظر جلد میں صحیح مسلم کے یہ ابواب آگئے ہیں:

کتاب الصیام، کتاب الاعتکاف، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الرضاع، کتاب الطلاق اور کتاب اللعان۔ ان ابواب میں درج احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے جن موضوعات پر مفصل اور تحقیقی بحث کی ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

رویت ہلال کا اعلان، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وحی خفی، اجتہاد و تقلید، یزید پر لعنت کرنے کی تحقیق، جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کے حج اکبر ہونے کی تحقیق، مدینہ منورہ کی فضیلت، امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت، شیخ ابن تیمیہ کے عقائد، تعدد ازواج،

حرمتِ متعہ، ضبطِ تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، مصنوعی تولید اور اسقاطِ حمل کا شرعی حکم، سیدہ کا غیر سید سے نکاح، ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم، نان نفقہ نہ دینے والے شوہر کی بیوی کا حکم، مفقود الخبر کی بیوی کا حکم اور عدالتی طلاق کی شرعی حیثیت وغیرہا۔

امید ہے کہ اہلِ علم کے لیے یہ امر بھی قلبی مسرت کا باعث ہوگا کہ علامہ سعیدی صاحب نے چوتھی جلد بھی مکمل کر لی ہے اور وہ کتابت وطباعت کے مرحلہ میں ہے۔ اس جلد میں عتاق، بیوع، مساقات، مزارعت، وصیت، نذر، ایمان، قسامت، قصاص، دیات اور حدود کے ابواب آگئے ہیں۔ ان ابواب کی احادیث کی شرح میں علامہ سعیدی صاحب نے حسب ذیل موضوعات پر خصوصی بحث کی ہے:۔

اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق، مفہوم مخالف کی تحقیق، اسلام، اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ اقتصادی نظاموں کا تقابلی مطالعہ اور باہمی موازنہ اور اسلام کے اقتصادی نظام کی حقانیت اور بالادستی، سوشلزم اور اسلامی مساوات کا موازنہ اور اسلامی مساوات کی ترجیح اور برتری، انعامی بانڈز کی تحقیق، دستاویز اور ہنڈی کی بیع کا حکم، حقوق کی بیع کا حکم، امپورٹ لائسنس، روٹ پرمٹ اور پگڑی وغیرہ کی بیع پر بحث، باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم، کیا زمین کو کرائے پر دینا سود ہے؟ زمین کو بٹائی پر دینے کی بحث، زمین کی شخصی ملکیت پر بحث، الجکشن کے ذریعے زر کا نطفۂ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم، امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کے اعتراض کا جواب، الکوحل اور اسپرٹ کے مرکبات کا حکم، بینک کے سود کی تحقیق، افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل، کرنسی نوٹ کی تحقیق، بیع عینہ کی تحقیق، دار الحرب کے سود کا حکم، عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟، زمین کے تیل یا گیس کا حکم، سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس کی تحقیق، ایصالِ ثواب کی تحقیق، اولیاء اللہ کی مروجہ نذر پر بحث، قتل مرتد کی بحث، آلۂ قصاص کیا صرف تلوار کے ساتھ خاص ہے؟، عورت کی نصف دیت کی تحقیق، حدود میں عورتوں کی گواہی کی بحث، اسلامی حدود پر اعتراضات کے جوابات، چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد کیا اس کو ہیومن کرا کر دوبارہ لگوایا جا سکتا ہے؟، رجم کی تحقیق، اسلام میں بیعت کا تصور اور معدنیات کے احکام وغیرہا۔ ہماری انتہائی کوشش ہے کہ ہم جلد از جلد اس جلد کو قارئین تک پہنچانے کی سعادت حاصل کریں۔

علامہ سعیدی صاحب نے اس رمضان کے آخری عشرہ میں شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلد کی تصنیف کا آغاز کر دیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضرت علامہ سعیدی صاحب کو صحت وسلامتی کے ساتھ قائم رکھے، ان کو جلد از جلد اس کتاب کو مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، اس شرح کو قبول ودوام عطا فرمائے، نشر واشاعت کی ہماری اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس شرح کے مصنف، کاتب، مصحح، ناشر اور دیگر معاونین وقارئین کو دین اور دنیا کی سعادتوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین!

سیّد اعجاز احمد۔ لاہور

۱۶ر شوال المکرم ۱۴۰۹ھ
۲۲ر مئی ۱۹۸۹ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کتاب الصّیام

روزوں کا بیان

روزے کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ لغت میں صوم کسی چیز سے رکنے اور چھوڑ دینے کو کہتے ہیں اور روزہ دار کو صائم اس لیے کہتے ہیں کہ وہ کھانے، پینے اور عمل تزویج سے اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور ان تینوں چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، جو شخص بات کرنا چھوڑ دے اس کو بھی صائم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: انی نذرت للرحمٰن صوما (مریم: ۲۶) میں نے رحمان کے لیے بات نہ کرنے کی نذر مان لی ہے۔[1]

علامہ خوارزمی روزے کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل عبادت کے عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور عمل تزویج سے رُکے رہنے کو شریعت میں (صوم) روزہ کہتے ہیں۔[2]

روزے کی شرائط اور اقسام

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی صحت کے لیے نیت کرنا اور حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے تاہم اس کے ساتھ ساتھ روزہ دار کے مسلمان ہونے کی شرط بھی ضروری ہے۔ نیز علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں مسلمان ہونا، بالغ ہونا، اور عاقل ہونا روزے کے نفس وجوب کی شرائط ہیں اور اگر دار الحرب میں ہو تو روزے کی فرضیت کا علم بھی ان شرائط میں داخل ہے اور اس کا ادا کرنا اس وقت واجب ہو گا جب مسلمان شخص تندرست ہو اور اپنے وطن میں مقیم ہو۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ روزے کی اقسام یہ ہیں: فرض، واجب، سنت، مستحب، نفل، مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ فرض روزے یہ ہیں: رمضان کے روزے، قضاء رمضان کے روزے، کفارۂ ظہار کے، کفارۂ قتل کے، کفارۂ قسم کے روزے، حالت احرام میں شکار کرنے کی جزاء کے روزے اور احرام میں احرام کے منافی کام کرنے کی بناء پر فدیہ کے روزے، یہ سب فرض ہیں کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی اور اجماع سے ہے۔ واجب میں نذر کے روزے ہیں بظاہر ان کو بھی فرض میں داخل ہونا چاہیے تھا کیونکہ ان کا ثبوت نص قطعی سے ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولیوفوا نذورھم (حج: ۲۹) "اپنی نذروں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی الکفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کو پورا کرو۔ لیکن چونکہ نذر معصیت کو پورا کرنا واجب نہیں ہے اس لیے یہاں نذور کا لفظ عام مخصوص البعض ہے اور عام مخصوص البعض بوجہ ظنیت کے واجب ہوتا ہے اس لیے نذر کے روزے واجب ہیں فرض نہیں۔ نویں اور دسویں محرم دونوں دن روزے رکھنا سنت ہے۔ ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہیں۔ ایک دن روزہ ایک دن افطار جس کو صوم داؤدی کہا جاتا ہے یہ بھی مستحب ہے، اسی طرح ہر وہ روزہ جس کا ثبوت سنت سے ہو وہ مستحب ہے، جیسے عرفہ (۹ ذی الحج) کا روزہ ان کے علاوہ جن دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے ان دنوں میں روزہ رکھنا نفل ہے صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور ایام تشریق اور عیدین کا روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے[1]

روزے کی تاریخ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (البقرہ: ۱۸۳) "اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے مذاہب میں بھی روزہ داخل رہا ہے۔ تورات اور انجیل کے مطالعہ سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے۔ قریش مکہ ایام جاہلیت میں دسویں محرم کو اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اس دن خانہ کعبہ پر دیبا غلاف ڈالا جاتا تھا اور مدینہ میں یہود اس دن اس لیے روزہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم بنی اسرائیل کو اس دن فرعون سے نجات دی تھی۔ یہ احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ تعلیم اسلام سے پہلے بھی لوگوں میں بحیثیت عبادت کے روزہ معروف اور جانا پہچانا تھا۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غار حراء میں جن دنوں پہلی وحی نازل ہوئی وہ رمضان کا مہینہ تھا اور قیاس یہ ہے کہ آپ ان دنوں روزے رکھتے تھے کیونکہ احادیث میں غار حراء کے اندر آپ کی عبادت کا ذکر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ ہجرت کے بعد روزہ فرض کیا جائے۔ چنانچہ جب مسلمان توحید، نماز اور دیگر احکام قرآن پر عمل کرنے کے خوگر ہو گئے تو ہجرت کے اٹھارہ ماہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کر دیا۔

روزے کی حکمتیں روزہ رکھ کر جب انسان کھانے، پینے اور عمل تزویج کو چھوڑ دیتا ہے، بُرے اخلاق اور بُری عادتوں سے دستکش ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی فطرت اور خلقت کے تقاضوں سے ممکن اور شرعی حد تک مجرد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں نفس امارہ کے مطالبات کو مسترد کر دیتا ہے تو انسان کے ناسوتی بدن میں لاہوتی رنگ جھلکنے لگتا ہے وہ اخلاق باری سے متخلق اور صفات الٰہیہ سے متصف ہو جاتا ہے اس سے بڑھ کر روزے کی اور کیا فضیلت ہو گی کہ روزہ بندے کو مولیٰ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں روزے کا ایک مقصد تقویٰ بیان کیا ہے لعلکم تتقون (البقرہ: ۱۸۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا التقوٰی ھھنا[2]۔ تقویٰ یہاں ہے تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حصول کے بعد انسان گناہ کرنے سے ڈرتا ہے اور خوف الٰہی کی وجہ سے گناہ کرنے سے جھجک محسوس کرتا ہے۔ انسان کے دل

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۳۵-۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی۔

میں گناہوں کی اکثر خواہشات حیوانی قوت کی زیادتی سے پیدا ہوتی ہیں۔ روزہ رکھنے سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو نوجوان مالی مجبوریوں کی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی نفسانی خواہشوں پر قابو بھی نہیں رکھتے ان کا علاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ تبلایا ہے اور فرمایا ہے کہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لیے روزہ بہترین چیز ہے۔

جس طرح ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح کھانے پینے کی نعمت کی قدر بھی روزہ رکھنے سے ہوتی ہے شکم سیر ہو کر کھانا کھانے والے امیروں کو روزہ رکھنے سے پتا چلتا ہے کہ فاقہ میں کیسی اذیت اور بھوک اور پیاس کی تکلیف ہوتی ہے جب تک کوئی شخص سوختہ جگر نہ ہو سوز جگر کو نہیں جان سکتا۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بشر حافی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص سردیوں کے موسم میں گیا دیکھا کہ انھوں نے (فالتو) کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگ رکھے ہیں اور خود بغیر کپڑوں کے بیٹھے ہوئے سردی سے کانپ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ آپ سردی سے کپکپا رہے ہیں اور کپڑے اتار کر کھونٹی پر ٹانگے ہوئے ہیں! بشر حافی رحمہ اللہ نے کہا: "اے بھائی فقراء بہت زیادہ ہیں اور میرے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ میں ان سب کو کپڑے پہنا سکوں، اس لیے میں نے اپنے (فالتو) کپڑے اتار کر اپنے آپ کو ان کی تکلیف میں شریک کر لیا ہے۔" ملا علی قاری لکھتے ہیں: اسی وجہ سے اولیاء عارفین جب کوئی لقمہ کھاتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں: "اے اللہ! بھوکوں کے حق کی بناء پر ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔" اور یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام قحط کے سالوں میں دسترخوان پر بہت زیادہ کھانا ہونے کے باوجود اس لیے سیر ہو کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا حال بھول نہ جائیں اور ان کے ساتھ مشابہت قائم رہے۔[1] اس لیے روزوں کی فرضیت سے ہر مسلمان شخص کو اپنے فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں کی بھوک اور پیاس کا اندازہ ہوگا اور اس سبب سے اس کا دل ان کی امداد اور معاونت پر آمادہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غریب اور فاقہ زدہ لوگ سارا سال بھوک اور پیاس کی صعوبتوں میں گذارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مشابہت قائم کرنے کے لیے ایک ماہ کے دنوں میں سب پر بھوک اور پیاس طاری کر دی۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غریبوں کی بھوک اور پیاس اللہ تعالیٰ کو اس قدر عزیز ہے کہ ان پر جو حال طاری رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہ کے لیے سب مسلمانوں پر وہ حال طاری کر دیا۔ اسے ہمارا حال اتنا عزیز ہے دیکھئے ہم اس کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔!

رمضان کے مہینہ کو بھوک اور پیاس کا مہینہ کہتے ہیں اس لیے ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس مہینہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے کم ہوتا لیکن ہوتا یہ ہے کہ اس ماہ میں ہماری خوراک کا بجٹ باقی مہینوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ بازار میں کھانے پینے کی اشیاء مٹھائی اور پھل وغیرہ باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ بکتے ہیں۔ راشن کے زمانہ میں اس ماہ میں راشن کا کوٹہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے یہ کھانے پینے کا مہینہ ہو۔ یوں لگتا ہے کہ صبح سے لے کر شام تک ہم اس لیے بھوکے رہتے ہیں تاکہ افطار کے وقت زیادہ سے زیادہ کھا سکیں۔ اس صورت حال کی اصلاح ضروری ہے تاکہ روزوں کی برکات سے صحیح استفادہ ہو سکے۔ حدیث شریف کے مطابق مسلمان کافر کی بہ نسبت سات حصہ کم کھاتا ہے۔ اس اصول کی روشنی میں ہمیں اپنی خوراک کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

میں نے اپنے زمانۂ تعلیم میں روزے کے اسرار و رموز کے عنوان سے روزوں کی حکمتوں پر مشتمل ایک مضمون لکھا

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴، ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ۔

تھا جو پہلے روزنامہ انجام کراچی میں چھپا پھر ملک اور بیرون ملک کے بہت سے رسائل میں نقل در نقل ہو کر شائع ہوتا رہا۔ اب میں نے اس کو مقالات سیدی میں شامل کر دیا ہے، اس موضوع پر اس کا مطالعہ بھی مفید رہیگا۔

۲۳۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۲۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

۲۳۹۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالْحُلْوَانِيُّ قَالَا نَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي نَافِعُ بْنُ أَبِي أَنَسٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مثل سابق مروی ہے۔

لفظِ رمضان کو بلا اضافت استعمال کرنے کی بحث

لفظ رمضان کے استعمال میں تین نظریات ہیں: اصحاب مالک کا نظریہ ہے کہ لفظ رمضان کو کسی صورت میں مہینہ کی طرف اضافت کیے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اس لیے یہ نہ کہا جائے رمضان آگیا، ہم نے رمضان میں روزے رکھے بلکہ یوں کہا جائے رمضان کا مہینہ آگیا۔ ہم نے رمضان کے مہینہ میں روزے رکھے۔ اکثر اصحاب شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر کسی قرینہ سے مہینہ کا مفہوم متعین ہو جائے تو بلا اضافت استعمال جائز ہے ورنہ نہیں مثلاً اگر کہا جائے ہم نے رمضان میں روزے رکھے، ہم نے رمضان میں تراویح پڑھیں تو

جائز ہے کیونکہ روزے اور تراویح رمضان کے مہینہ ہی میں ہوتی ہیں اور اگر کہا جائے رمضان آیا اور رمضان چلا گیا تو صحیح نہیں ہے اور محققین کا نظریہ یہ ہے رمضان کا استعمال ہر طرح جائز ہے امام بخاری کا بھی یہی نظریہ ہے اور جن روایات میں یہ ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ روایات ضعیف ہیں[1] اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ ان احادیث میں بھی بغیر اضافت کے ہے جب رمضان آتا ہے تو.....

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ رمضان رمضاء سے ماخوذ ہے اور رمضاء موسم گرما کی شدت کو کہتے ہیں اور جب لغات قدیمہ سے یہ الفاظ منقول ہوئے تھے تو اس وقت کے موسم کا خیال رکھا گیا تھا اور جس وقت اس ماہ کا نام رکھنے لگے تو شدید گرمی کا موسم تھا اس لیے اس کا نام رمضان رکھا گیا۔[2]

شیاطین کو مقید کرنے کی وضاحت

اس باب کی حدیث نمبر ۲۳۹۱ میں ہے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ جنت اور جہنم کے دروازے حقیقۃً کھولے اور بند کیے جاتے ہوں اور یہ رمضان کی علامت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ مجازاً استعمال کیے گئے ہوں اور جنت کے دروازے کھول دینے سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ اس ماہ میں بکثرت لوگوں کے لیے جنت کا حکم جاری کرتا ہے یا اس ماہ میں لوگ بکثرت نیکیاں کرتے ہیں جو دخولِ جنت کا سبب ہے اور یہ عام مشاہدہ ہے اسی طرح جہنم کے دروازے بند کر دیے جانے کا مطلب ہے اس ماہ میں اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہ بکثرت معاف کر دیتا ہے یا اس ماہ لوگ برائیوں سے بہت زیادہ رکتے ہیں جو جہنم میں نہ جانے کا سبب ہے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اس پر سوال کیا جاتا ہے کہ پھر چاہیے تھا کہ لوگ گناہ نہ کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ رمضان میں بھی لوگ گناہ کرتے ہیں۔ اس سوال کے متعدد جوابات ہیں ایک یہ ہے کہ دوسری روایات میں ہے صفدت مردۃ الشیاطین یعنی سرکش اور بڑے بڑے شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں عام شیاطین کھلے پھرتے ہیں جن کی وجہ سے گناہ ہوتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ گمراہ کرنے والا ایک خارجی شیطان ہے اور ایک داخلی شیطان ہے جس کو لمہ شیطان قرین من الجن۔ اور اردو میں ہمزاد کہتے ہیں خارجی شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ داخلی شیطان کو قید نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ شیطان کے گیارہ ماہ مسلسل بہکانے اور وسوسہ ڈالنے سے لوگوں میں اس کے وسوسہ کا اثر اس قدر راسخ ہو چکا ہوتا ہے کہ اس کی ایک ماہ کی غیر حاضری سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور لوگ بدستور برائی کے کاموں میں مبتلا رہتے ہیں ۲۱ ما شاء اللہ۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بھی مجازی ہے چونکہ اس ماہ میں بعض نیک طبع مسلمان شیطان کے اثرات اور اس کے وسوسوں کو قبول نہیں کرتے، برائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز، روزے اور دیگر نیکیوں میں بکثرت مشغول ہو جاتے ہیں۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۶۴، موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، ۱۳۶۴ھ۔

اور نمازی اور نیک لوگ پہلے سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں جیسا کہ عام مشاہدہ ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس ماہ شیطان کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور خیر کے غلبہ سے اس کے وسوسوں کا اثر کم ہو جاتا ہے اس لیے اس کو مجازاً یوں تعبیر فرمایا کہ شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ برائی میں مشغول لوگوں کو کم از کم اس ماہ تو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ ان کی غلط کاریوں اور بے راہ روی میں شیطان کے وسوسوں سے زیادہ خود ان کی ذات اور ان کے ارادوں کا دخل ہے کیوں کہ اس ماہ جب شیاطین مقید کر دیے جاتے ہیں اور وہ پھر بھی برائی اور برے کاموں سے باز نہیں آ رہے تو مان لینا چاہیے کہ ان برے کاموں کے وہ خود ذمہ دار ہیں شیطان ان سے جبراً برائی نہیں کراتا اس کا ان پر کوئی تسلط نہیں ہے۔ وہ صرف برائی کا ایک خیال ان کے ذہن میں ڈالتا ہے اس برائی کی ترغیبات دیتا ہے جیسا کہ نیک کام کرنے کا خیال اور اس کی ترغیبات ان کا ضمیر (لمۂ رحمان) دیتا ہے اور جب وہ برے کام کو کرنے کا از خود ارادہ کر لیتے ہیں تو ان کا ضمیر ان کو مسلسل سرزنش کرتا رہتا ہے اور برائی سے روکتا رہتا ہے لیکن وہ ضمیر کی تمام تر فہمائشوں کو رد کر کے برے کام کو انجام دینے کی پوری منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ اس کی تمام تفصیلات مرتب کرتے ہیں اور پھر مسلسل اس برائی کو کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ضمیر (لمۂ رحمان) کی آواز انھیں سنائی نہیں دیتی پھر برائی پر اس قدر پختہ ہو جاتے ہیں کہ کسی برائی پر آمادہ کرنے کے لیے انھیں شیطان کے بہکانے کی ضرورت نہیں رہتی وہ ہو یا نہ ہو وہ اپنے دھندے سے لگے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وقال الشیطان لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی فلا تلومونی ولوموا انفسکم ما انا بمصرخکم وما انتم بمصرخی۔ (ابراہیم: ۲۲)

جب (حشر کے دن) فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا اور مجھے تم پر کچھ غلبہ نہ تھا البتہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مانی تو اب تم مجھے ملامت نہ کرو۔ (بلکہ) اپنے آپ کو ملامت کرو (اب) نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں۔

باب ۳۱ وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال والفطر لرؤیۃ الھلال وانہ اذا غم فی اولہ واٰخرہ اکملت عدۃ الشھر ثلاثین یوما

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا، چاند دیکھ کر عید کرنا، اور چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے پورے کرنا

۲۳۹۴۔ حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر رمضان فقال لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غبی علیکم فاقدروا لہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا پھر فرمایا چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو (روزوں کی) مدت پوری کرو۔

۲۳۹۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَضَرَبَ بِيَدَيْهِ فَقَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا ثُمَّ عَقَدَ اِبْهَامَهُ فِي الثَّالِثَةِ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا تذکرہ کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں (کو کھول کر) اشارہ کرکے فرمایا مہینہ ایسا ہے، مہینہ ایسا ہے اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا هٰكَذَا هٰكَذَا قَالَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا ثَلَاثِيْنَ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۳۹۷ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَضَانَ فَقَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا قَالَ فَاقْدُرُوْا لَهُ وَلَمْ يَقُلْ ثَلٰثِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا تذکرہ کیا اور فرمایا مہینہ انتیس ۲۹ دن کا (بھی) ہوتا ہے اور ہاتھ سے اشارہ کیا، ایسا، ایسا، ایسا، پھر فرمایا (اس صورت میں) روزوں کی مدت پوری کرو اور تیس کا لفظ نہیں فرمایا۔

۲۳۹۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اس لیے چاند دیکھے بغیر روزہ مت رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو روزوں کی مدت پوری کرو۔

۲۳۹۹ - وَحَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَلْقَمَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَاِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے، جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید کرو اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۰ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھ

سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ۔

تو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھ لو تو عید کرو، اور جب مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو۔

۲۴۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ اِلَّا اَنْ يُغَمَّ عَلَيْكُمْ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتیس ۲۹ دن کا بھی مہینہ ہوتا ہے جب تک تم چاند دیکھ نہ لو روزہ رکھو نہ عید کرو سوا اس کے کہ مطلع ابر آلود ہو اگر مطلع ابر آلود ہو تو حساب سے روزے رکھو۔

۲۴۰۲۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَقَبَضَ اِبْهَامَهٗ فِي الثَّالِثَةِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے اور تیسری بار آپ نے انگوٹھے کو بند کر لیا۔

۲۴۰۳۔ حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا حَسَنُ الْاَشْيَبُ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۰۴۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَكَّائِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَشْرًا وَّعَشْرًا وَّتِسْعًا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہے دس دن اور نو روز کا۔

۲۴۰۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَلَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا، ایسا،

عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّھْرُ کَذَا وَکَذَا وَکَذَا وَصَفَّقَ بِیَدَیْہِ مَرَّتَیْنِ بِکُلِّ اَصَابِعِھِمَا وَنَقَصَ فِی الصَّفْقَۃِ الثَّالِثَۃِ اِبْھَامَ الْیُمْنٰی اَوِ الْیُسْرٰی۔

اور ایسا ہے۔ آپ نے دو مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کھول کر اشارہ کیا اور تیسری بار بایاں یا دایاں انگوٹھا بند کر لیا۔

۲۴۰۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ عُقْبَۃَ وَھُوَ ابْنُ حُرَیْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشَّھْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَطَبَّقَ شُعْبَۃُ یَدَیْہِ ثَلَاثَ مِرَارٍ وَّکَسَرَ الْاِبْھَامَ فِی الثَّالِثَۃِ قَالَ عُقْبَۃُ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ الشَّھْرُ ثَلٰثُوْنَ وَطَبَّقَ کَفَّیْہِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ راوی شعبہ نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا عقبہ کی روایت میں ہے مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور انھوں نے تین بار ہاتھوں سے اشارہ کیا۔

۲۴۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَۃَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِیْدَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ الشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَعَقَدَ الْاِبْھَامَ فِی الثَّالِثَۃِ وَالشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا یَعْنِیْ تَمَامَ ثَلَاثِیْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اُمّی لوگ ہیں، حساب کتاب نہیں کرتے، مہینہ ایسا ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے، ایسا ہوتا ہے، اور تیسری بار انگوٹھے کو بند کر لیا اور مہینہ ایسا، ایسا، ایسا ہوتا ہے یعنی پورے تیس دن کا۔

۲۴۰۸۔ وَحَدَّثَنِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَھْدِیٍّ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَیْسٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرِ الشَّھْرَ الثَّانِیَ الثَّلَاثِیْنَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے مگر اس میں دوسری بار مہینہ کے ذکر کے بعد تیس دن کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴۰۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَۃَ ح قَالَ سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ رَجُلًا یَقُوْلُ اللَّیْلَۃُ النِّصْفُ فَقَالَ لَہٗ مَا یُدْرِیْکَ اَنَّ اللَّیْلَۃَ النِّصْفُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سعد بن عبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا حضرت ابن عمر نے فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ آج رات آدھا مہینہ ہو گیا ہے؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مہینہ ایسا، ایسا، ایسا ہوتا

يَقُوْلُ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَاَشَارَ بِاَصَابِعِهِ الْعَشْرَ مَرَّتَيْنِ وَهٰكَذَا فِي الثَّالِثَةِ وَاَشَارَ بِاَصَابِعِهِ كُلِّهَا وَحَبَسَ اَوْ خَنَسَ اِبْهَامَهُ۔

ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے دو بار دس کا اشارہ کیا اور تیسری بار بھی دس کا اشارہ کیا اور اپنی تمام انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگوٹھے کو بند کر لیا۔

۲۴۱۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو عید کرو، اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن کے روزے رکھو۔

۲۴۱۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کرو۔

۲۴۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمُ الشَّهْرُ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو، اور اگر تم پر مہینہ مخفی رہے تو تیس کی تعداد پوری کرو۔

۲۴۱۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِلَالَ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتُمُوْهُ فَاَفْطِرُوْا ثُمَّ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوْا ثَلَاثِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا تذکرہ کیا اور فرمایا چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

۲۴۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھو، ہاں جس آدمی کی عادت اس دن روزہ رکھنے کی ہو وہ رکھ سکتا ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقَدِّمُوا رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَّ لَا يَوْمَيْنِ إِلَّا رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْهُ .

۲۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى وَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ .

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۱۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْسَمَ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَى أَزْوَاجِهِ شَهْرًا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّ عِشْرُونَ لَيْلَةً أَعُدُّهُنَّ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَدَأَ بِي قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَإِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَّ عِشْرِينَ أَعُدُّهُنَّ فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّ عِشْرُونَ .

زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ اپنی ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے زہری کہتے ہیں مجھے عروہ نے بتلایا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں ایک ایک رات گن رہی تھی جب انتیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ہمارے پاس ایک ماہ تک نہیں آئیں گے اور میں گن رہی تھیں آپ انتیس روز بعد تشریف لائے ہیں، آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَزَلَ نِسَاءَهُ شَهْرًا فَخَرَجَ إِلَيْنَا فِي تِسْعَةٍ وَّ عِشْرِينَ فَقُلْنَا إِنَّمَا الْيَوْمُ تِسْعَةٌ وَّ عِشْرُونَ فَقَالَ إِنَّمَا الشَّهْرُ وَصَفَقَ بِيَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَحَبَسَ إِصْبَعًا وَاحِدَةً فِي الْأَخِيرَةِ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ماہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ رہے پھر انتیس دن کے بعد ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا آج انتیسواں دن ہے آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے اور دونوں ہاتھ تین بار ملائے اور آخری بار ایک انگلی بند کر لی۔

۲۴۱۸ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ ابْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج سے ایک ماہ تک علیحدہ رہے انتیس دن گزر گئے تو آپ صبح کے وقت ان کے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ اعْتَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَآءَہٗ شَہْرًا فَخَرَجَ اِلَیْنَا صَبَاحَ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَصْبَحْنَا لِتِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّہْرَ یَکُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ طَبَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیْہِ ثَلٰثَ مَرَّتَیْنِ بِاَصَابِعِ یَدَیْہِ کُلِّہَا وَالثَّالِثَۃَ بِتِسْعٍ مِنْہَا۔

پاس گئے بعض لوگوں نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ انتیس دن کے بعد آگئے ہیں! آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار ملایا، دو بار پوری انگلیوں کے ساتھ اور ایک بار نو انگلیوں کے ساتھ۔

۲۴۱۸-۲۴۱۹- حَدَّثَنِیْ ہَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّیْقَلِیُّ اَنَّ عِکْرِمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ اُمَّ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَلَفَ اَنْ لَّا یَدْخُلَ عَلٰی بَعْضِ اَہْلِہٖ شَہْرًا فَلَمَّا مَضٰی تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ یَوْمًا غَدَا عَلَیْہِمْ اَوْ رَاحَ فَقِیْلَ لَہٗ حَلَفْتَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَا تَدْخُلُ عَلَیْنَا شَہْرًا قَالَ اِنَّ الشَّہْرَ یَکُوْنُ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ یَوْمًا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ آپ بعض ازواج کے پاس ایک ماہ تک نہیں جائیں گے، جب انتیس دن گذر گئے تو آپ صبح یا شام کو ان کے پاس گئے آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے! آپ نے جواب دیا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

۲۴۲۰- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی حَدَّثَنَا الضَّحَّاکُ یَعْنِیْ اَبَا عَاصِمٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے

۲۴۲۱- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ خَالِدٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ عَلَی الْاُخْرٰی فَقَالَ الشَّہْرُ ہٰکَذَا وَہٰکَذَا ثُمَّ نَقَصَ فِی الثَّالِثَۃِ اِصْبَعًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا مہینہ اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے اور تیسری بار ایک انگلی کم کر لی۔

۲۴۲۲- وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَکَرِیَّا حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَۃَ عَنْ اِسْمٰعِیْلَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے دس، دس اور نو۔

وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا عَشْرًا وَّعَشْرًا وَّتِسْعًا مَّرَّةً۔

۲۴۲۳- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيْقٍ وَسَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَا اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمَا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

چاند دیکھنے کے بعد کی دعا

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگنا مستحب ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند دیکھنے کے بعد یہ دعا مانگتے تھے۔

اللّٰهُ اكبر اللّٰهم اهله علينا بالامن و الايمان والسلامة والاسلام والتوفيق لما تحب وترضى ربي و ربك الله۔

رواه الاثرم

اللہ اکبر اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ گذار اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جو تجھ کو پسند ہو اور جس پر تو راضی ہو، میرا رب اور تیرا رب اللہ ہے۔

رویت ہلال میں مذاہب ائمہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: شعبان کی تیسویں رات کو رمضان کا چاند دیکھنا مستحب ہے، اگر وہ اس رات کو چاند دیکھ لیں تو ان پر اگلے دن کا روزہ رکھنا اجماعاً واجب ہے، اور اگر مطلع صاف ہو اور چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے ماسوا اس شخص کے جو کسی اور وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتا ہو ——— اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو اس صورت میں امام احمد سے تین روایات منقول ہیں۔ ایک یہ ہے کہ اگلے دن کا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر اس دن رمضان ہوا تو وہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس صورت میں امام کی پیروی کرے اگر امام روزہ رکھے تو لوگ روزہ رکھ لیں اور اگر امام روزہ نہ رکھے تو لوگ روزہ نہ رکھیں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور اگر رکھ لیا تو رمضان کے روزے سے کفایت نہیں کرے گا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور اکثر اہل علم کا یہی قول ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس دن پورے کرو" اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم شک کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (بخاری و مسلم) اور یہ یوم شک ہے نیز یہ کہ شعبان کا مہینہ اصل ہے، اور محض شک کی وجہ سے اس کو چھوڑنا صحیح نہیں ہے۔

۱۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

۲۔ 〃 〃 〃 ج ۳ ص ۶-۴ ملخصاً 〃 〃 〃

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: رمضان کا روزہ چاند دیکھنے سے واجب ہوتا ہے۔ اگر مطلع غبار آلود ہو تو لوگوں پر شعبان کے تیس دن پورے کرنے واجب ہیں [1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ دو عادل (نیک) شخصوں کی گواہی سے بالاتفاق چاند ثابت ہو جاتا ہے، اور ایک عادل شخص میں اختلاف ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ایک عادل شخص کی گواہی سے بھی چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے، خواہ مطلع صاف ہو یا غبار آلود ہو۔ عبداللہ بن مبارک اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے چاند کا ثبوت ہو جاتا ہے، اور عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام اوزاعی، لیث، ماجشون، اسحٰق بن راہویہ اور داؤد کا نظریہ یہ ہے کہ چاند کے ثبوت کے لیے دو عادل شخصوں کی گواہی شرط ہے۔ ابن منذر اور ثوری نے کہا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں سے بھی چاند کی رویت کا ثبوت ہو جائے گا، اور امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک آدمی کی گواہی سے بھی رمضان کی رویت ثابت ہو جائے گی اور غیر رمضان میں کم از کم دو کی گواہی ضروری ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک جم غفیر کی شہادت نہ ہو رویت ثابت نہیں ہو گی۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جب مطلع صاف ہے دیکھنے والوں کی نظر صحیح ہے کوئی رکاوٹ بھی نہیں تو یہ بات بعید ہے کہ جم غفیر کو چاند نظر نہ آئے اور ایک یا دو لوگوں کو چاند نظر آجائے۔ [2]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک رمضان اور عید دونوں میں ایک آدمی کی شہادت سے رویت ثابت نہیں ہوتی، جبکہ امام شافعی رمضان میں ایک آدمی کی شہادت مان لیتے ہیں، اختلاف کا سبب یہ ہے کہ آیا یہ شہادت ہے جس کے لیے دو آدمی ضروری ہیں یا خبر ہے جس میں ایک آدمی کی خبر سے بھی احکام ثابت ہو جاتے ہیں [3]

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب آسمان ابر آلود ہو تو امام ہلال رمضان کے سلسلے میں ایک عادل شخص کی شہادت قبول کرے خواہ مرد ہو یا عورت کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے اس لیے روایت حدیث کے مشابہ ہے، اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کی رویت میں ایک آدمی کی شہادت قبول کی ہے اور جب آسمان ابر آلود نہ ہو تو اس وقت شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک کہ اتنی کثیر جماعت چاند کو نہ دیکھ لے جس کی خبر سے یقین حاصل ہو جائے اور ہلال عید کی رویت میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی [4]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ایک آدمی کی گواہی سے رمضان اور عید کا چاند ثابت ہو جاتا ہے خواہ مطلع غبار آلود ہو یا نہ ہو اور امام مالک کے نزدیک دو آدمیوں کی گواہی ہر حال میں ضروری ہے

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشروح ج ۶ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۸۲، // // //

[3] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[4] علامہ ابو الحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام ابوحنیفہ کے مذہب میں تفصیل ہے، ہلالِ رمضان میں اگر مطلع ابر آلود ہو تو ایک عادل آدمی کی شہادت کافی ہے اور اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو جم غفیر کی خبر ضروری ہے اور ہلال عید میں اگر مطلع غبار آلود ہو تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔

سعودی عرب کے حساب سے روزے رکھتا ہوا پاکستان آیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

علامہ نووی لکھتے ہیں: اگر ایک شخص نے کسی شہر میں روزے رکھنے شروع کیے پھر کسی ایسے شہر میں گیا جو مسافت بعیدہ پر واقع تھا، جہاں کے لوگوں نے اس دن چاند نہیں دیکھا تھا جس دن پہلے شہر والوں نے چاند دیکھا تھا تو وہ اپنے روزے کے حساب سے تیس روزے پورے کرے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر شہر میں اس شہر (کی رویت) کا اعتبار ہوتا ہے تو دو جواب ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کے ساتھ روزے رکھے کیونکہ اب اس کا شمار بھی اس شہر کے لوگوں میں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اپنے روزے کے حساب سے افطار کرے کیونکہ اس نے پہلے شہر کے حساب سے روزے رکھنے کا التزام کیا تھا، اور اگر ہم یہ کہیں کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوتا تو اس شہر والوں پر بھی پہلے شہر والوں کے حساب سے افطار لازم ہے بشرطیکہ ان کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت ہو جائے خواہ اس شخص کے قول سے یا کسی اور ذریعہ سے، اور ان لوگوں پر پہلے روزے کی قضا لازم ہو گئی، اور ان لوگوں کے نزدیک پہلے شہر والوں کی رویت ثابت نہیں ہوئی تو اس شخص پر (اپنے روزے کے حساب سے) افطار لازم ہے جیسا کہ اگر وہ تنہا شوال کا چاند دیکھتا تو تنہا افطار کرتا۔[1]

پاکستان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ سعودی عرب سے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھتے ہوئے آتے ہیں اور ان کے تیس روزے پورے ہو جاتے ہیں اور یہاں ہنوز رمضان ہوتا ہے تو چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے اس کو روزے رکھنے چاہئیں نیز قرآن مجید میں ہے: فمن شهد منكم الشهر فليصمه "تم میں سے جو اس مہینے میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے" (البقرہ: ۱۸۵) اور اس شخص نے اس صورت میں رمضان کا مہینہ پایا ہے اس لیے وہ سب کے ساتھ روزے رکھے، نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون "جس دن لوگ روزہ رکھیں اس دن روزہ ہے اور جس دن لوگ عید کریں اس دن عید ہے (جامع ترمذی ص ۱۲۴) اس حدیث کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جو شخص پاکستان میں آگیا وہ یہاں کے لوگوں کے ساتھ روزے رکھے اور یہاں کے لوگوں کے ساتھ عید کرے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر اس کے تیس روزے پورے ہو چکے ہیں تو اس پر اب روزے لازم نہیں، کیونکہ حدیث کے اعتبار سے مہینہ انتیس یا تیس دنوں کا ہوتا ہے اور وہ ایک مہینہ کے روزے رکھ چکا ہے، لیکن پہلی رائے کے دلائل زیادہ قوی ہیں۔

پاکستان سے روزے رکھتا ہوا سعودی عرب گیا تو عید کس حساب سے کرے گا؟

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے پاکستان میں چاند دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے اور اٹھارہ رمضان میں سعودی عرب چلا گیا جہاں لوگوں نے ایک یا دو روز پہلے روزے رکھنے شروع کیے تھے اور ابھی اس کے اٹھائیس یا انتیس روزے ہوئے تھے کہ انھوں نے عید کر لی اس صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک شخص نے ایک ایسے شہر سے سفر کیا جنھوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور اس شہر میں پہنچا جس میں (اس کے حساب سے)

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا گیا تھا اور ابھی اس نے انتیس روزے رکھے تھے کہ انھوں نے عید کر لی۔ اب اگر ہم عام حکم رکھیں یا یہ کہیں کہ اس کے لیے اس شہر کا حکم ہے تو وہ عید کر لے اور ایک دن کے روزے کی قضاء کرے، اور اگر ہم حکم عام نہ رکھیں اور یہ کہیں کہ اس کے لیے پہلے شہر کا حکم ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس دن روزہ رکھے [1]

چونکہ مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کے نزدیک بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے پاکستان سے سعودی عرب پہنچنے کے بعد اس شخص پر سعودی عرب کے مطلع کے احکام لازم ہوں گے وہ ان کے حساب سے روزے رکھے گا اور ان کے حساب سے عید کرے گا۔ لیکن اگر اس کے روزے تیس سے کم ہیں تو وہ کم دنوں کی احتیاطاً قضا کر لے۔

سعودی عرب سے عید کے دن سوار ہو کر پاکستان آیا اور یہاں رمضان ہے!

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مثلاً سعودی عرب سے عید کے دن جہاز پر سوار ہو کر پاکستان پہنچا اور یہاں ہنوز رمضان ہے۔ ایسی صورت کے بارے میں علامہ نووی لکھتے ہیں۔ اگر ایک شخص نے ایک شہر میں چاند دیکھا تو صبح عید کی اور وہ کشتی کے ذریعہ کسی دور دراز شہر میں پہنچا جہاں لوگوں کا روزہ تھا۔ شیخ ابو محمد نے کہا اس پر لازم ہے کہ وہ یقیناً دن کھانے پینے سے اجتناب کرے۔ یہ اس صورت میں ہے جب ہم یہ کہیں کہ اس پر اس شہر کا حکم لازم ہے اور اگر ہم حکم عام رکھیں یا اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کریں تو اس پر افطار کرنا لازم ہے۔ [2]

چونکہ بلاد بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے، اس لیے جو شخص سفر کر کے کسی دور دراز علاقہ میں پہنچے گا اس پر وہاں کے جغرافیائی حالات کے اعتبار سے شرعی احکام لازم ہوں گے۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ وَاَنَّهُمْ اِذَا رَاَوُا الْهِلَالَ بِبَلَدٍ لَا يَثْبُتُ حُكْمُهُ لِمَا بَعُدَ عَنْهُمْ

باب ۳۱۱ ہر ایک شہر میں اسی جگہ کی رویت ہلال معتبر ہونے کا بیان

۲۴۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بَعَثَتْهُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ

کریب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انھیں حضرت امیر معاویہ کے پاس ملک شام میں بھیجا، کریب کہتے ہیں کہ میں ملک شام گیا اور ان کا کام انجام کو پہنچایا اور شام ہی میں ہلال رمضان نمودار ہوا اور میں نے جمعہ کی شب چاند دیکھا، پھر رمضان کے آخر میں میں مدینہ منورہ آیا، جب چاند کا تذکرہ چھڑا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے دریافت کیا تم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب، ج ۶ ص ۲۷۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] " " " ج ۶ ص ۲۷۵ " "

وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلَاثِينَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَفَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لَا هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَكَّ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى فِي نَكْتَفِي أَوْ تَكْتَفِي۔

چاند کب دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا، انھوں نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں! اور لوگوں نے بھی چاند دیکھا اور انھوں نے بھی روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا، حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے تو چاند ہفتہ کی شب دیکھا ہے اور ہم تو تیس روزے پورے کریں گے یا ہم چاند دیکھ لیں، میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزے رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی نہیں قرار دیتے، حضرت ابن عباس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔

اختلاف مطالع میں مذاہب ائمہ

جب ایک شہر میں چاند نظر آجائے اور دوسرے شہر میں چاند نظر نہ آئے تو دوسرے شہر میں پہلے شہر کی رویت ہلال مانی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب اربعہ کے اکثر فقہاء کا اس نقطہ پر اتفاق ہے کہ اگر دو شہروں میں بہت زیادہ فاصلہ نہیں ہے جیسے مکہ اور بغداد بلکہ کم فاصلہ ہے جیسے بغداد اور بصرہ، تو ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں طریق موجب شرعی سے ثابت ہو جائے، تو دوسرے شہروں میں اس کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا۔ اور اگر دوسرے شہروں کے مطالع میں زیادہ بُعد اور فاصلہ ہو (جس سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق ہو جائے) تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح کیا جائے گا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جب ہلال رمضان کی ایک شہر میں رویت ہو جائے اور دوسرے شہر میں رویت نہ ہو تو اگر دونوں شہر قریب ہیں تو وہ دونوں ایک شہر کے حکم میں ہیں اور دوسرے شہر والوں پر بالاتفاق روزہ فرض ہو جائیگا۔ اور اگر دو شہروں میں دُوری ہو تو پھر اختلاف ہے ایک نظریہ یہ ہے کہ دوسرے شہر والوں پر روزہ لازم نہیں ہوگا۔ مصنف (شیخ شیرازی) شیخ ابو حامد، بندنیجی اور دوسرے فقہاء کا یہی مسلک ہے، عبدری، رافعی اور اکثرین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس صورت میں بھی دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا۔ صمیری کا یہی قول ہے۔ قاضی ابو طیب، دارمی، ابو علی سنجی اور دوسرے فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ان حضرات نے حدیث کریب کا یہ جواب دیا ہے کہ چونکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک دو عادل گواہوں سے ہلال رمضان کی رویت ثابت نہیں ہوئی تھی (کیونکہ صرف کریب نے خبر دی تھی) اس لیے انھوں نے اسی کا اعتبار نہیں کیا اور صحیح نظریہ وہ ہے جس کو پہلے بیان کیا گیا ہے۔ شہروں کے قرب اور بعد کے معیار میں تین نظریات ہیں۔ زیادہ صحیح نظریہ یہ ہے کہ جب دو شہروں کا مطلع مختلف ہو تو وہ شہر بعید قرار پائیں گے جیسے حجاز، عراق اور خراسان کے مطالع مختلف ہیں اور جب مطالع مختلف نہ ہوں تو وہ قریب قرار پائیں گے جیسے بغداد اور کوفہ اور رے (طہران) اور قزوین، کیونکہ یہاں ایک کا مطلع بعینہٖ دوسرے کا مطلع ہے اور ایسی صورت میں اگر ایک شہر میں چاند نظر آئے اور دوسرے میں چاند نظر نہ آئے تو چاند کی عدم رویت یا نظر کی کوتاہی کی بناء پر ہوگی یا کسی اور عارضہ کی بناء پر ہوگی۔ بخلاف اس صورت کے جب فی نفسہٖ مطالع مختلف ہوں، جمہور اہل عراق اور صیدلانی کا یہی نظریہ ہے۔ دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اقلیم اور ملک کی وحدت اور تعدد پر شہروں

کے قرب اور بُعد کا مدار ہے۔ ایک اقلیم (ملک) کے شہر باہم متقارب اور دو اقلیموں (ملکوں) کے شہر باہم متباعد ہیں۔ صمیری اور دوسرے فقہاء نے اس نظریہ کو اختیار کیا ہے، تیسرا نظریہ یہ ہے کہ قرب اور بعد کا مدار مسافت قصر پر ہے۔ کیونکہ اکثر احکام شرعیہ مسافت قصر سے متعلق ہوتے ہیں، فورانی، امام الحرمین، غزالی، بغوی اور خراسانی فقہاء کا یہی نظریہ ہے لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے کیونکہ رویت ہلال کا مسافت قصر سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے صحیح نظریہ پہلا ہی ہے[1]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب ایک شہر کے لوگ چاند دیکھ لیں تو تمام شہروں میں روزہ لازم ہو جائے گا۔ لیث اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور بعض شوافع کا نظریہ یہ ہے کہ اگر دو شہروں میں اتنی مسافت ہے، جس کی وجہ سے مطالع مختلف نہیں ہوتے جیسے بغداد اور بصرہ تو ایک شہر میں رویت ہلال سے دوسرے شہر والوں پر روزہ فرض ہو جائے گا اور اگر دو شہروں میں بُعد ہو جیسے عراق اور حجاز تو ہر شہر والوں پر اپنی رویت کا اعتبار لازم ہو گا۔ عکرمہ سے مروی ہے لکل اھل بلد رویتھم (ہر شہر والوں کے لیے اپنی رویت کا اعتبار ہے) قاسم، سالم، اور اسحاق کا یہی مذہب ہے کیونکہ کریب بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں گیا اور وہاں رمضان کا چاند نظر آگیا۔ ہم نے جمعہ کی شب کو چاند دیکھا پھر مہینہ کے اخیر میں میں مدینہ آیا اور رویت ہلال کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا تم نے چاند کب دیکھا، میں نے کہا ہم نے جمعہ کی شب چاند دیکھا تھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا تم نے خود چاند دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں اور لوگوں نے چاند دیکھا اور انھوں نے روزہ رکھا اور حضرت معاویہ نے روزہ رکھا۔ حضرت ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا ہم روزے رکھتے رہیں گے حتیٰ کہ تیس روزے پورے کر لیں یا ہم چاند دیکھ لیں میں نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ کے چاند دیکھنے اور روزے کو کافی نہیں سمجھتے۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور اس کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ (البقرہ: ۱۸۳) "تم میں سے جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس مہینے میں روزہ رکھے" اور حدیث شریف میں ہے جب اعرابی نے آپ سے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ سال کے اس ماہ میں روزے رکھیں؟ تو آپ نے فرمایا: "ہاں"۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے ایک اعرابی نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا "رمضان کے مہینہ کے"۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان کے مہینہ کے روزے فرض ہیں اور جب با اعتماد لوگوں کی گواہی سے رمضان ثابت ہو گیا تو تمام مسلمانوں پر وہ روزہ رکھنا واجب ہے اور اس لیے بھی کہ رمضان کا روزہ دو ہلالوں کے درمیان ہے اور باقی احکام مثلاً قرض کی ادائیگی، طلاق، عتاق اور نذر وغیرہ میں اس دن کا اعتبار کیا جاتا ہے لہٰذا اس دن کا روزہ رکھنا نص اور اجماع سے واجب ہے۔ اور جب عادل گواہوں نے رویت ہلال کی شہادت دیدی تو روزہ واجب ہو جائے گا جیسا کہ شہروں کے قرب کے سبب سے روزہ واجب ہوتا ہے اور حدیث کریب سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف کریب کے قول کی بنا پر

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۲۷۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

عید نہیں کی اور ہم بھی یہی کہتے ہیں، محل خلاف یہ ہے کہ پہلے دن کی قضا کریب کی خبر سے واجب ہوئی یا نہیں اور اس کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔[۱]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ مازری فرماتے ہیں جب امام کے نزدیک ہلال ثابت ہو جائے تو تمام شہروں میں ہلال لازم ہو جاتا ہے کیونکہ امام کے اعتبار سے تمام شہروں کا ایک حکم ہے۔[۲]

فقہاء احناف میں سے اگرچہ اکثر فقہاء نے حنابلہ کی طرح اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا لیکن بعض محققین نے بُعد فاحش (بہت زیادہ فاصلہ) میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے اور یہی صحیح ہے، علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جب دو شہروں کے درمیان مسافت قلیل ہو تو ان میں مطالع مختلف نہیں ہوں گے لیکن جب مسافت بعید ہو تو ایک شہر کا حکم دوسرے شہر پر لاگو نہیں ہو گا کیونکہ جب شہروں کے درمیان مسافت زیادہ ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں اور اس وقت ہر شہر میں اس کے اپنے مطلع کا اعتبار ہو گا۔[۳]

بہر حال جب دو شہروں کے درمیان مسافت قریبہ ہو جیسے ایک ملک کے متعدد شہر ہیں اور ایک شہر میں رویت ہلال ہو جائے اور باقی شہروں میں طریق موجب شرعی سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو ان شہروں میں بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے۔

رویت ہلال کے لیے طرق موجبہ شرعیہ

فقہاء نے چاند کے ثبوت کے لیے متعدد طریقے ذکر کیے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سات شرعی طریقوں کا کتب فقہ کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہم صرف وہ سات طریقے ذکر کر رہے ہیں: عبارت اعلیٰ حضرت کی ہے۔

طریق اوّل: شہادت رویت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل بالغ غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا ہے۔ اگرچہ کنیز (باندی) ہو اگرچہ مستور الحال ہو جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں ظاہر حال پابند شرع ہے اگرچہ اس کا یہ بیان مجلس قضا میں نہ ہو اگرچہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا، کدھر کو تھا، کتنا اونچا تھا وغیر ذالک۔

یہ اس صورت میں ہے کہ ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا اور بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہو جائے گا ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں۔ بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں، دیکھنے کی پرواہ نہیں، بے پرواہی کی صورت میں کم از کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں ورنہ ایک جماعت عظیم چاہیے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہو جائے کہ ضرور چاند ہوا، اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں اور اگر کثرت حد تواتر کو پہنچ جائے کہ عاقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی مقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد

---

[۱] علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۳ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ ھ۔

[۲] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۳] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ ھ

جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں۔ قاضی شرع کے حضور بلفظ اشہد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائمقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے، ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشہد بھی کافی سمجھا جائے گا۔ ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعت عظیم درکار ہے۔ اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالت صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہیے کہ جس وجہ سے اس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔

طریق دوم : شہادت علی الشہادت : یعنی گواہوں نے چاند خود نہ دیکھا بلکہ دیکھنے والوں نے ان کے سامنے گواہی دی اور اپنی گواہی پر انہیں گواہ کیا، انھوں نے اس گواہی کی گواہی دی، یہ وہاں ہے کہ گواہان اصل حاضری سے معذور ہوں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گواہ اصل گواہ سے کہے میری اس گواہی پر گواہ ہو جا کہ میں گواہی دیتا ہوں میں نے ماہ فلاں سنہ کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا گواہان فرع یہاں اگر یوں شہادت دیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی اس گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں بن فلاں مذکور نے ماہ فلاں سنہ فلاں کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور فلاں بن فلاں مذکور سے مجھ سے کہا کہ میری اس گواہی پر گواہ ہو جا پھر اصل شہادت رویت میں اختلاف احوال کے ساتھ جو احکام گذرے ان کا لحاظ ضرور ہے مثلاً ماہ رمضان میں مطلع صاف تھا تو صرف ایک ہی گواہی مسموع نہ ہونی چاہیئے الخ۔

طریق سوم : شہادت علی القضاء : یعنی دوسرے کسی اسلامی شہر میں حاکم اسلام قاضی شہر کے حضور رویت ہلال پر شہادتیں گذریں اور اس نے ثبوت ہلال کا حکم دیا، دو شاہدان عدل اس گواہی و حکم کے وقت حاضر دار القضاء تھے انھوں نے یہاں حاکم اسلام قاضی شرع یا وہ نہ ہو تو مفتی کے حضور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ ہمارے سامنے فلاں شہر کے فلاں حاکم کے حضور فلاں ہلال کی نسبت فلاں دن کی شام ہونے کی گواہیاں گذریں اور حاکم موصوف نے ان گواہیوں پر ثبوت ہلال مذکور، شام فلاں روز کا حکم دیا۔

طریق چہارم : کتاب القاضی الی القاضی : یعنی قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات کے لیے مقرر کیا ہو، اس کے سامنے شرعی گواہی گذری۔ اس نے دوسرے شہر کے قاضی شرع کے نام خط لکھا کہ میرے سامنے اس مضمون پر شہادت شرعیہ قائم ہوئی اور اس خط میں اپنا اور مکتوب الیہ کا نام و نشان پورا لکھا جس سے امتیاز کافی واقع ہوا اور وہ خط دو گواہان عادل کے سپرد کیا کہ یہ میرا خط قاضی فلاں شہر کے نام ہے وہ باحتیاط اس قاضی کے پاس لائے اور شہادت ادا کی کہ آپ کے نام یہ خط فلاں قاضی فلاں شہر نے ہم کو دیا اور ہمیں گواہ کیا کہ یہ خط اس کا ہے، اب یہ قاضی اگر اس شہادت کو اپنے مذہب کے مطابق ثبوت کے لیے کافی سمجھے تو اس پر عمل کر سکتا ہے۔

طریق پنجم : استفاضہ : یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں

سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملزم و ملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتوی سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھیرا لیتے وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتا نہیں، پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتا چلا تو کسی مجہول کا انتہاء درجہ منتہائے سند دو ایک شخصوں کی محض حکایت کہ انھوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہو گئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت پر شہادت نہ بالتصریح قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی یا شہادت مگر اس مستفیض خبر سے بالیقین یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت وصوم و عید کا ہونا ثابت ہوگا اور جبکہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہوگا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائے گی۔

طریق ششم: اکمال عدت: یعنی جب ایک مہینہ کے تیس دن کامل ہو جائیں تو ماہ متصل کا ہلال آپ ہی ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کے لیے رویت، شہادت، حکم، استفاضہ وغیرہ کچھ نہ ہو کہ مہینہ تیس ۳۰ دن سے زائد کا نہ ہونا یقینی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ اگر انتیس کو مطلع صاف نہ ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔

طریق ہفتم: علامہ شامی رحمہ اللہ نے توپیں سننے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا، ظاہر ہے یہاں بھی وہی شرائط معتبر ہونگے کہ اسلامی شہر میں حاکم شرع معتمد کے حکم سے انتیس کی شام کو توپوں کے فائر صرف بحالت ثبوت شرعی رویت ہلال ہوا کرتے ہیں کسی کے آنے جانے سلامی وغیرہ کا اصلاً احتمال نہ ہو۔ _____ پھر جہاں کی توپیں شرعاً قابلِ اعتماد ہوں ان پر عمل اہلِ دیہات ہی کے ساتھ نہیں بلکہ عند التحقیق خاص اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گذرنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے بحکم حاکم اسلام اعلانِ عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ معروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فائر یا ڈھونڈورا وغیرہ۔ اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتی کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں جبکہ معلوم ہو کہ بے حکم سلطانی ایسا اعلان نہیں ہو سکتا[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کتب فقہ کے حوالہ جات کے ساتھ مذکور الصدر سات طرق موجبہ ذکر کیے ہیں لیکن ان سات طریقوں میں بھی حصر نہیں ہے اگر کوئی اور علامت ایسی مقرر ہو جائے جس سے عام مسلمانوں کو رویت ہلال کا علم ہو جائے تو وہ بھی طریق موجب ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارت سے بھی یہ بات ظاہر ہے۔

---

[1] ۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۴ ص ۵۴۲ - ۵۴۶، ملخصا مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد

رویتِ ہلال کمیٹی کے اعلان کا طریقہ کار

حکومت پاکستان نے ہر بڑے شہر میں ایک زونل رویت ہلال کمیٹی بنائی ہے اور ایک مرکزی رویت ہلال کمیٹی ہے جس شہر میں چاند کا ثبوت شرعی ہو جائے تو اس شہر کی رویت ہلال کمیٹی چاند کا فیصلہ کرتی ہے اور اپنے اعلان سے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹیلیویژن کے ذریعہ اس فیصلہ کا اعلان پورے ملک میں نشر کرتا ہے اور ملک کے مسلمان اس فیصلہ کے مطابق روزے اور عید وغیرہ کے احکام بجالاتے ہیں۔ بعض علماء کی طرف سے رویت ہلال کمیٹی پر مسلسل اعتراضات کیے جاتے ہیں اگر حسن نیت سے مسئلہ کی چھان بین کے لیے اعتراضات کیے جائیں تو یہ مستحسن امر ہے کیونکہ اس سے مسئلہ کے تمام پہلو واضح ہو جاتے ہیں اور اگر رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار میں کوئی سقم ہو تو اسے درست کرنے کا موقع ملتا ہے۔ علامہ محمد کرم شاہ الازہری رویت ہلال کمیٹی کے طریق کار کو دلائل سے واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقہاء کرام نے جب توپ کی گونجدار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شمار کیا ہے جو رویت ہلال کے لیے شرعی شہادات ہیں تو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا بے انصافی کی انتہا ہے کہ رویت ہلال کمیٹی شرعی شہادات کے بعد رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور اس کا چیئرمین صاف الفاظ میں اس کا اعلان کرتا ہے کہ ہم نے شرعی ثبوت کی بناء پر رویت ہلال کے متحقق ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ کل رمضان ہو گا یا عید ہو گی۔ اس کے بیان سے جو علم شرعی یعنی غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے وہ اس علم شرعی سے بدرجہا اقوی اور ارفع ہے جو توپ کے داغے جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

باقی رہا اعلانِ رویت، تو یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی تعمیل ہے جو اس حدیث مبارک میں مذکور ہے۔

"ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ حضور نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی خدا نہیں؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (روحی فداہ) اللہ کے رسول ہیں اس نے جواب دیا جی ہاں، حضور نے فرمایا: اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔"

(اس حدیث کو امام احمد کے سوا پانچ اصحاب صحاح نے روایت کیا ہے۔)

اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال کے اعلان کو اس بناء پر نظر انداز کر دیا گیا ہو کہ نہ ہم نے چاند خود دیکھا ہے اور نہ ہمارے سامنے دو گواہوں نے شہادت دی ہے اس لیے ہم اس اعلان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں، سیدھی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ اعلان شرعاً معتبر نہ ہوتا تو صادق برحق صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کو اعلان کرنے کا حکم ہی نہ دیتے، حاکم اسلام کے فیصلہ کا اعلان حضرت بلال کی سنت ہے اور اس پر عمل کرنا جملہ صحابہ کرام کی سنت!

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ گواہ کا گواہی دیتے وقت قاضی کی عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے تاکہ قاضی اس پر جرح کر کے اس کے عادل یا فاسق، صادق یا کاذب ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ تار، ٹیلیفون،

ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ اگر کوئی شخص شہادت دے گا تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگی لیکن اگر گواہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیتا ہے اور قاضی اس پر جرح کر کے اس کی گواہی کو قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے بعد قاضی یا قاضی کے نائب کا ٹی، وی اور ریڈیو کے ذریعہ یہ اعلان کرنا کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند کی رویت ثابت ہو گئی ہے اور میں اعلان کرتا ہوں کہ ماہ رمضان یا ماہ شوال کا آغاز ہو گیا ہے تو ایسے اعلان کے حجت موجبہ للعلم الشرعی ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے منادی کے اعلان، توپوں کے فائر اور قندیل روشن کرنے کو بھی طرق موجبہ میں قرار دیا ہے اور اس طرح کسی اور علامت مقرر کرنے کو بھی جائز رکھا ہے۔

حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی اپنے فتاوی علم الفقہ میں لکھتے ہیں:

"توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا۔ کیونکہ توپوں کا چلنا، عادت شائع کے مطابق عید بموجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے۔"

جب توپوں کے گولوں کی گڑگڑاہٹ جو محض علامت ہے طرق موجبہ میں شمار ہوتی ہے جبکہ یہاں نہ کوئی عبارت ہے اور نہ کوئی نفس ہے تو جب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین خود نمودار ہوتا ہے اور اپنی آواز سے رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے تو اس کے اعلان کو طرق موجبہ میں کیوں شمار نہ کیا جائے۔

آسانی کے لیے حسب ذیل تنقیحات ملاحظہ کر لی جائیں۔

۱۔ کوئی شہادت اس وقت تک معتبر نہیں جب تک گواہ قاضی کے روبرو بذات خود پیش نہ ہوں، ٹی وی، ریڈیو، تار، ٹیلی فون وغیرہ پر شہادت نہ شرعاً معتبر ہے نہ اس پر عمل ہوتا ہے۔

۲۔ قاضی کی عدالت میں گواہوں کی شہادتوں کو معتبر سمجھتے ہوئے رویت ہلال کے بارے میں جو فیصلہ کیا جائے اس کا اعلان ملک کے جس جس حصہ میں پہنچے گا وہاں اس پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔

۳۔ اگرچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا کوئی اعتبار نہیں لیکن اہل تحقیق کا فتویٰ یہ ہے کہ جن ممالک میں بہت زیادہ دوری ہو ان میں اختلاف مطالع کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر بعد زیادہ نہ ہو تو ملک کے ایک حصہ میں چاند نظر آنے سے تمام ملک میں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۴۔ زونل کمیٹی جو مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو ٹیلی فون پر اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے یا ریڈیو اور ٹی وی پر چاند کی رویت یا عدم رویت کا اعلان کیا جاتا ہے وہ اعلان اور اطلاع ہے شہادت نہیں ہے۔ [1]

رویت ہلال کمیٹی کے اعلان کے بارے میں مصنّف کا موقف اور بحث و نظر

ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی وی پر ہلال رمضان اور ہلال عید کا اعلان کرنا صحیح ہے بشرطیکہ مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا زونل کمیٹی کا چیئرمین ان تمام دلائل اور شواہد کو بیان کرے جن کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے، اور اگر وہ دلائل قواعد شرعیہ کے مطابق اور صحیح ہیں تو اس

---

[1] ۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ رویت ہلال اور اس کا شرعی ثبوت، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء

اعلان کے مطابق روزہ رکھنا اور عید منانا واجب ہے۔

بعض محققین علماء کی یہ رائے ہے کہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ جو رویت ہلال کا اعلان کرتا ہے وہ اعلان ہلال رمضان میں تو شرعاً معتبر ہے لیکن ہلال عید میں وہ اعلان معتبر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک ہلال عید کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو خود چاند کو دیکھ لیا جائے یا دو عادل گواہ چاند دیکھنے کی گواہی دیں (بشرطیکہ مطلع غبار آلود ہو) یا دو گواہ قاضی کے فیصلہ کرنے کی گواہی دیں یا کسی علاقہ سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ فلاں علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے اور اگر مطلع صاف ہو تو جب تک ایک جم غفیر چاند کو نہ دیکھ لے اور چاند کی رویت بالکل ظاہر اور مشہور نہ ہو جائے اس وقت چاند کی رویت ثابت نہیں ہوگی۔

ظاہر ہے کہ ان محققین کا یہ نظریہ کسی ہوائے نفس پر مبنی نہیں ہے بلکہ انھوں نے محض للّٰہیت اور خدا خوفی سے یہ نظریہ قائم کیا ہے اور علماء دین پر جو احکام شرعیہ پہنچانے کی ذمہ داری ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے انھوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ یہ حضرات اپنے موقف پر بڑی سختی سے قائم ہیں اور اس سلسلہ میں کسی لچک اور نرمی کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، ہم اس سلسلہ میں پہلے وہ امور بیان کرتے ہیں جن کی بناء پر ہلال رمضان اور ہلال عید کے ثبوت میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ ہلال رمضان میں تو ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں ریڈیو اور ٹی۔ وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کو ناکافی قرار دیا ہے۔ اس فرق کی پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے ایک شخص کی گواہی کو کافی قرار دیا ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں ایک شخص کی گواہی کو ناکافی قرار فرمایا ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن طاوس قال شهدت المدينة وبها ابن عمر وابن عباس قال فجاء رجل الى واليها فشهد عنده على رويته الهلال هلال رمضان فسال ابن عمر وابن عباس عن شهادته فامراه ان يجيزه وقالا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اجاز شهادة رجل على رؤية هلال رمضان قالا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجيز على شهادة الافطار الا شهادة رجلين [1]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں تھا وہاں حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ ایک شخص نے حاکم مدینہ کے پاس آکر رمضان کا چاند دیکھنے پر گواہی دی حاکم مدینہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے اس کی گواہی کے متعلق پوچھا۔ انھوں نے اس کی شہادت قبول کرنے کا حکم دیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال رمضان میں ایک شخص کی گواہی جائز قرار دی ہے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں کی گواہی کے ماسوا کو ناجائز قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے بھی معجم کبیر للطبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [2]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن اسحاق بن عبد الله ان عمر بن عبد العزيز — اسحاق بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

كان يجيز على رؤية الهلال بالصوم رجلا واحدا ولا يجيز على الفطر الا رجلين [1]

ہلال رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی گواہی قبول کر لیتے تھے اور ہلال عید کے ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔

اس فرق کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رمضان کا روزہ رکھنا فرض قطعی ہے اور اس کا ترک کرنا حرام قطعی ہے اور اس کے برخلاف یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ظنی یا مکروہ تحریمی ہے اور اس دن روزہ کو ترک کرنا واجب یا فرض ظنی ہے۔ اب اگر بالفرض ایک شخص کی گواہی جھوٹی ہو اور تیس شعبان کو اس کی گواہی سے روزہ رکھ لیا جائے تو کسی فرض کا ترک یا حرام کا ارتکاب لازم نہیں آئے گا اس کے برخلاف اگر انتیس رمضان کو ایک شخص کی گواہی سے عید کر لی جائے اور وہ گواہی غلط ہو تو رمضان کے روزے کا ترک کرنا لازم آئے گا اور یہ فرض قطعی کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب ہے۔ اس وجہ سے ہلال رمضان کے ثبوت کی بہ نسبت ہلال عید کی گواہی زیادہ اہم ہے۔

اس فرق کی تیسری وجہ شمس الائمہ سرخسی نے بیان کی ہے کہ ہلال رمضان میں عبادت میں شروع ہونا ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ایک شخص کی گواہی سے بھی رمضان کا ثبوت مان لیا جائے اور ہلال عید میں عبادت سے خارج ہونا ہے اور اس کو ختم کرنا ہے اس لیے دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوگا اور چوتھی وجہ یہ بیان کی ہے کہ رمضان میں روزہ رکھ کر اللہ کے حکم پر عمل کرنا ہے۔ اس لیے یہ حقوق اللہ سے ہے اور عید میں کھانا پینا اور خواہش نفس پوری کرنا ہے اس لیے یہ حقوق العباد سے ہے اور جس طرح باقی حقوق العباد بغیر دو آدمیوں کی گواہی کے ثابت نہیں ہوتے اسی طرح ہلال عید بھی دو آدمیوں کی گواہی کے بغیر ثابت نہیں ہوگا [2] (خیال رہے کہ یہ ساری بحث اس وقت ہے جب مطلع غبار آلود ہو)۔

ہلال رمضان کی بہ نسبت ہلال عید کا تحقق چونکہ زیادہ قوی ثبوت سے ہوتا ہے تو اس بناء پر بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان سے رمضان تو ثابت ہو جائے گا البتہ ہلال عید ثابت نہیں ہوگا۔ لیکن یہ رائے اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثبوت کی قوت اور ضعف کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی بناء پر اعلان کیا جاتا ہے۔ فرض کیجئے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان نہ کیا جائے بلکہ ایک شخص خود بنفس نفیس سارے شہر میں اعلان کرتا پھرے کہ قاضی شہر نے ایک شخص کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا یہ اعلان کرے کہ قاضی شہر نے دو فاسق آدمیوں کی گواہی کی بناء پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے یا قاضی کے بغیر کسی اور شخص نے دو آدمیوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس اعلان پر عید کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ حالانکہ یہ ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان نہیں ہے بلکہ ایک زندہ شخص اعلان کر رہا ہے۔ بالفرض کیجئے دو عادل شخص لوگوں کے سامنے آکر قاضی کے اس فیصلہ کی گواہی دیں کہ قاضی نے ایک آدمی کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا تو اس صورت میں بھی عید کرنا صحیح نہیں ہے حالانکہ یہ قضاء قاضی پر دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے۔

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ ھ

[2] ۔ شمس الائمہ ابوالطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۳۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ

مذکورہ تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ ثبوت کا مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ ثبوت کا مدار اس حجت اور دلیل پر ہے جس کی رُو سے ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ حجت اور دلیل قوی ہے جس سے غلبۂ ظن حاصل ہو جاتا ہے تو اس حجت اور دلیل کی بنا پر عید کرنا صحیح ہے خواہ اس اعلان کا ذریعہ کوئی زندہ انسان ہو یا کوئی ایسی مشعل جلائی جائے جس کی روشنی پورے شہر میں نظر آئے یا کوئی توپ داغ دی جائے جس کی آواز تمام شہر والے سن لیں یا ریڈیو اور ٹی وی پر اعلان کیا جائے یہ تمام ذرائع عام اور ظاہر علامات ہیں۔ ہلال عید کے لیے علت اور سبب موجب نہیں ہیں۔ علت اور سبب موجب تو وہ دلائل ہیں جن کی بناء پر ہلال عید کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اعلان سے یہ بتایا جائے کہ قاضی نے ایک آدمی کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کا یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا۔ ہر چند کہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہوگا کہ یہ فیصلہ قاضی کا ہے اور اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے یہ اعلان کیا جائے کہ قاضی نے دو یا دو سے زیادہ گواہوں کی شہادت پر ہلال عید کی رویت کا فیصلہ کیا ہے تو یہ حجت ملزمہ اور سبب موجب ہے۔ اب ہم اس کی ایک فقہی نظیر پیش کر رہے ہیں: دیکھئے قاضی کے فیصلہ کی شہادت شریعت میں حجت ہے۔ اگر کوئی شخص قاضی کے فیصلہ پر عمل درآمد ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اس شہادت سے فقہاء کے نزدیک رویت ثابت نہیں ہوگی۔ علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

ثم انما یلزم متاخری الرویۃ اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب حتی لو شھد جماعۃ ان اھل بلد کذا راؤا ھلال رمضان قبلکم بیوم فصاموا وھذا الیوم ثلثون بحسابھم ولم یر ھؤلاء الھلال لا یباح لھم فطر عندہ ویترک التراویح ھذہ اللیلۃ لان ھذہ الجماعۃ لم یشھدوا بالرویۃ ولا علی شھادۃ غیرھم وانما حکوا رویۃ غیرھم ولو شھد وا ان قاضی بلد کذا شھد عندہ اثنان برویۃ الھلال فی لیلۃ کذا وقضی بشھادتھما جاز لھذا القاضی ان یحکم بشھادتھما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شھدوا بہ۔[1]

جن لوگوں نے بعد میں چاند دیکھا ہے ان پر پہلے چاند دیکھنے والوں کا حکم صرف حجت موجبہ سے لازم ہوگا حتیٰ کہ اگر ان کے پاس ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر والوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اور تم سے پہلے روزہ رکھا ہے اور ان کے حساب سے آج تیسواں روزہ ہے اور اس شہر والوں نے عید کا چاند نہیں دیکھا تو ان لوگوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ صبح عید کریں اور رات کو تراویح چھوڑ دیں، کیونکہ اس جماعت نے خود چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے نہ کسی اور کی گواہی کی گواہی دی ہے صرف دوسروں کے چاند دیکھنے کے واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اور اگر ایک جماعت آکر یہ گواہی دے کہ فلاں شہر کے قاضی کے پاس دو آدمیوں نے فلاں رات کو ہلال رمضان کی گواہی دی اور ان کی گواہی پر قاضی نے ہلال رمضان کا فیصلہ کر دیا تو اب اس شہر کے قاضی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس جماعت کی گواہی پر حکم نافذ کر دے (یعنی ہلال عید کا فیصلہ کر دے) کیونکہ قاضی کا فیصلہ شریعت میں حجت موجبہ ہے اور اس جماعت نے قاضی کے فیصلہ کی گواہی دی ہے۔

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

یہ عبارت علامہ ابن ہمام کے علاوہ علامہ زین الدین ابن نجیم[1]، علامہ ابن عابدین شامی[2] اور ملا نظام الدین[3] نے بھی ذکر کی ہے۔ علامہ ابن ہمام، علامہ ابن نجیم، علامہ ابن عابدین اور علاء الدین حصکفی وغیرہ کی اس تصریح سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ کی شہادت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ حجت ملزمہ ہے اور اگر ایک قاضی دوسرے قاضی کے فعل کی حکایت کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کا یہ فیصلہ حجت ملزمہ نہیں ہے۔ لہٰذا مدار اس چیز پر ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی بنیاد کیا ہے اور کس دلیل کی بناء پر اس نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے اگر دلیل صحیح ہے تو فیصلہ صحیح ہوگا اور اگر دلیل غلط ہے تو فیصلہ غلط ہوگا۔ اور جب قاضی کا فیصلہ صحیح ہے اور حجت ملزمہ پر مشتمل ہے تو اس فیصلہ کے اعلان کے بعد رمضان اور عید کے احکام مرتب ہوں گے خواہ یہ اعلان کسی منادی کے ذریعہ کیا جائے یا ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیونکہ ان ذرائع کی حیثیت ثانوی ہے اصل علت موجبہ اور حجت ملزمہ وہ دلائل ہیں جن کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

مرکزی چیئرمین کو زونل کمیٹی کی اطلاع ہلال کی صورت میں شرعی طریقہ کار کی بحث

ہم نے علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم وغیرہ کی جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی کے لیے اس وقت حجت ہوگا جب اس قاضی تک یہ فیصلہ دو عادل مسلمانوں کی گواہی سے پہنچے اور اس جگہ یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ ایک شہر مثلاً کوئٹہ میں رویت ہلال کی زونل کمیٹی کے سامنے چند عادل گواہوں نے ہلال عید پر گواہی دی اور اس زونل کمیٹی کے چیئرمین نے ان گواہوں کی گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا۔ اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس مثلاً لاہور میں ہو رہا ہے جن کے پاس کوئی گواہی نہیں گذری اب مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کس بنیاد پر ہلال عید کا اعلان کرے گا؟

حضرت پیر کرم شاہ الازہری نے اس اشکال کے جواب میں یہ لکھا ہے:

اور اگر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت پیش نہ ہو بلکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی کے سامنے شرعی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے تو وہ کمیٹی رویت ہلال کے بارے میں فیصلہ صادر کرتی ہے اور اپنے اس فیصلہ سے مرکزی رویت کمیٹی کو مطلع کرتی ہے اور مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین مندرجہ بالا طریقہ کے مطابق اعلان کرتا ہے[4] (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی پر اعلان کرتا ہے)۔

حضرت پیر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ زونل کمیٹی یا ضلعی کمیٹی بذریعہ ٹیلی فون مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو اپنے فیصلہ سے مطلع کرتی ہے اور اس فیصلہ کی بنیاد پر مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین فیصلہ کرتا ہے۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ٹیلی فون پر دی جانے والی اطلاع شہادت نہیں ہے اور ایک قاضی کے فیصلہ کی بنیاد پر دوسرا

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالم گیری ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء

قاضی اسی وقت فیصلہ کر سکتا ہے جب اس دوسرے قاضی تک وہ فیصلہ دو مسلمان عادل گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو۔ جیسا کہ ہم نے ابھی فقہاء کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

بعض علماء نے اس کا یہ حل تجویز کیا ہے کہ ضلعی کمیٹی یا زونل کمیٹی بذریعہ ہوائی جہاز ان گواہوں کو مرکزی کمیٹی تک پہنچائے لیکن یہ حل اس لیے قابل عمل نہیں ہے کہ ہمارے ملک کی اخلاقی حالت اس قدر تباہ ہو چکی ہے کہ جس شخص نے بھی مثلاً کوئٹہ سے لاہور جانا ہوگا وہ اس دن چاند کی گواہی لے کر کوئٹہ پہنچ جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر جگہ سے ضرورت کے وقت فلائٹ دستیاب ہو۔ ہمارے نزدیک اس کا قابل عمل حل یہ ہے کہ جس زونل کمیٹی کے نزدیک شرعی گواہوں سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور وہ ہلال عید کا فیصلہ کر دے تو مرکزی چیئرمین اس زونل چیئرمین کو یہ اختیار دے کہ وہ مرکزی چیئرمین کے نائب کی حیثیت سے پورے ملک میں اس فیصلہ کا اعلان کر دے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے نمائندے اس کے اعلان کو ریکارڈ کر کے پورے ملک میں نشر کر دیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں اُس طریقہ پر عمل ہو رہا ہے جس کا حضرت پیر صاحب نے ذکر کیا ہے لیکن اُس طریقہ سے رویت ہلال ثابت نہیں ہوتی خواہ اس طریقہ کی بناء پر ریڈیو اور ٹی۔ وی سے اعلان کیا جائے یا مرکزی چیئرمین بنفس نفیس ملک میں گھر گھر جا کر منادی کرتا پھرے کیونکہ جیسا کہ ہم بار ہا ذکر کر چکے ہیں کہ اصل مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہے بلکہ حجت ہونے یا نہ ہونے کا مدار اس دلیل پر ہے جس کے مطابق اعلان کیا گیا ہے اور جب تک رویت ہلال کمیٹی کے طریقہ کار میں ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق اصلاح نہیں کی جاتی۔ جب بھی زونل کمیٹی کی اطلاع کی بنیاد پر مرکزی چیئرمین ہلال عید کا اعلان کرے گا تو یہ اعلان شرعاً صحیح نہیں ہوگا کیونکہ مرکزی چیئرمین نے قضاء قاضی کی شہادت پر فیصلہ نہیں کیا اور اس رات کی تراویح بدستور مشروع ہوں گی اور صبح روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور چونکہ ہم نے دلائل سے یہ مسئلہ بیان کر دیا ہے اس لیے اب کسی شخص کے لیے کوئی عذر باقی نہیں ہے۔

کسی معاملہ کے متعلق کوئی معتمد اور معتبر شخص زبانی خبر دے یا ٹیلی فون کے ذریعہ مطلع کرے اور مخاطب اس کی آواز کو پہچانتا بھی ہو یا کوئی شخص کسی کو خط لکھے اور مکتوب الیہ اس کے طرز تحریر سے واقف بھی ہو تو مخاطب یا مکتوب الیہ کو اس خبر کے صادق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا۔ اس کو اس خبر کی صداقت پر یقین ہوتا ہے اور اپنی حد تک وہ اس یقین کے تقاضوں پر عمل بھی کر سکتا ہے اور عام معاملات میں ساری دنیا اس پر عمل بھی کرتی ہے، لیکن مخاطب یا مکتوب الیہ اگر اپنے اس یقین کو دوسروں پر لازم اور مسلط کرنا چاہے اور یہ چاہے کہ سب اس کو تسلیم کر لیں تو شریعت اور مروجہ قانون میں بغیر ضابطہ شہادت کے ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے کوئی حاکم اور قاضی اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط اور واجب نہیں کر سکتا بالکل یہی ہے کہ اگر قاضی نے خود اپنی آنکھ سے عید کا چاند دیکھا اور کوئی گواہی اس رویت پر قائم نہیں ہوئی تو وہ صرف اپنے مشاہدہ کی بناء پر رویت ہلال کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔[1]

ایک جج کو کسی مقدمہ کے بارے میں کتنا ہی یقین یا مشاہدہ کیوں نہ ہو وہ صرف اپنے یقین کی بناء پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک باقاعدہ شہادت سے اس کا ثبوت نہ مل جائے اور دنیا کی کسی عدالت کے نزدیک بھی ٹیلی فون کی

---

[1] ۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۶ھ۔ فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۹۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

اطلاع کو شہادت نہیں قرار دیا جاتا، شاہدوں کا قاضی یا حاکم کے سامنے حاضر ہونا ضروری ہے اور ٹیلیفون پر کسی خبر کا بیان کرنا کتنا ہی قابل اعتماد کیوں نہ ہو شہادت کے لیے کافی نہیں ہے۔ اس لیے زیر بحث مسئلہ میں اگر زونل کمیٹی کے چیئرمین نے مرکزی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کو اپنے فیصلہ سے ٹیلی فون پر مطلع کیا اور اس بنیاد پر مرکزی چیئرمین نے رویت ہلال کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ ایک قاضی کے فیصلہ پر دوسرا قاضی اسی وقت فیصلہ کر سکتا ہے جب فیصلہ اس کے سامنے دو مسلمان گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا ہو، ہر چند کہ مرکزی چیئرمین زونل چیئرمین کی آواز کو پہچانتا ہو اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اسی کی آواز ہے لیکن وہ محض اپنے یقین سے دوسروں پر حجت لازم نہیں کر سکتا اس کے لیے شرعی ثبوت ضروری ہے اور وہ شہادت ہے۔ تاہم اس صورت میں مرکزی چیئرمین کے فیصلہ کے نادرست ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا ہر فیصلہ نادرست ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ مرکزی چیئرمین نے جن نکات کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا ہے ان نکات کو دیکھا جائیگا وہ صحیح ہیں یا نہیں اگر وہ صحیح ہیں تو اس کے اعلان پر عمل کرنا واجب ہوگا خواہ وہ اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ کیا جائے یا کسی زندہ منادی کے ذریعہ اعلان کرایا جائے۔ یہ فکر غلط ہے کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی جواز یا عدم جواز میں بذاتہ مؤثر ہیں۔

رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنے کا شرعی ثبوت

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ جب کسی علاقہ میں مطلع غبار آلود ہو اور وہاں پر عید کا چاند نظر نہ آئے تو چاند کے ثبوت کی صرف چار صورتیں ہیں:

(۱)۔ شہادت علی الرویۃ: یعنی کسی قاضی یا مفتی کے سامنے دو مسلمان عادل گواہ (یہ ہلال عید میں شرط ہے ہلال رمضان کے لیے ایک گواہ بھی کافی ہے) پیش ہوں اور اس کی گواہی دیں کہ انھوں نے خود چاند دیکھا ہے۔ ہلال عید میں، میں گواہی دیتا ہوں کہنا بھی ضروری ہے۔

(۲)۔ شہادت علی الشہادۃ: یعنی اصل گواہ خود حاضر نہیں ہوتے تو ہر گواہ کی گواہی پر دو گواہ ہوں اور وہ گواہ قاضی یا مفتی کے سامنے یہ گواہی دیں کہ ہمارے سامنے فلاں شخص نے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے فلاں رات میں فلاں جگہ اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے اور یہ الفاظ کہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں بن فلاں نے مجھے اپنی شہادت پر شاہد بنایا ہے اس سے میں اس کی شہادت پر شہادت دیتا ہوں۔

(۳)۔ خبر مستفیض: جس علاقہ میں چاند دیکھا گیا ہے وہاں سے متعدد جماعتیں آکر یہ خبر دیں کہ اس علاقہ میں اس رات چاند دیکھا گیا ہے۔ خبر دینے والوں کی تعداد اتنی ہونی چاہیے جس سے چاند کی رویت کا ظن غالب ہو جائے۔

(۴) شہادت علی القضاء: دو عادل مسلمان اس پر گواہی دیں کہ ہمارے سامنے قاضی نے شہادت یا خبر مستفیض کی بنیاد پر رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا۔

ان چار طریقوں کے ساتھ اگر کتاب القاضی الی القاضی کو بھی ملا لیا جائے تو درست ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی پر جو اعلان ہوتا ہے اس کو بعض علماء ان طرق موجبہ سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر ہلال عید کے اعلان کو ناجائز کہتے ہیں لیکن نہ جانے کیوں ان علماء نے اس پر غور نہیں کیا کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کا اعلان کوئی الگ حجت اور دلیل نہیں ہے بلکہ انھیں طرق موجبہ میں سے کسی طریقہ کے مطابق ہلال عید کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور اس کا اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی

کے ذریعہ نشر کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی تو صرف ایک ذریعہ ابلاغ ہے۔ نشر و اشاعت کا ایک عام اور آسان آلہ ہے اور اس پر نشر ہونے والا اعلان لوگوں کے لیے واقفیت کا ایک عام اور کثیر الوقوع ذریعہ ہے اور اس کی بدولت پورے ملک کے لوگوں کو بہت جلد کسی بھی چیز سے مطلع کیا جاسکتا ہے لہٰذا رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے فیصلہ سے بھی پورے ملک کے باشندوں کو بیک وقت مطلع کر دیا جاتا ہے۔ اب ہم اس پر دلائل پیش کریں گے کہ قاضی کے اعلان پر بھی احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ انھم شکوا فی ھلال رمضان مرۃ فاراد وا ان لا یقوموا و لا یصوموا فجاء اعرابی من الحرۃ فشھد انہ رای الھلال فاتی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ قال نعم و شھد انہ رای الھلال فامر بلالاً فنادی فی الناس ان یقوموا و ان یصوموا [1]

عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک بار لوگوں کو ہلال رمضان میں شک ہو گیا، ان کا ارادہ ہو گیا کہ تراویح پڑھیں گے نہ روزہ رکھیں گے۔ اچانک حرّہ سے ایک اعرابی آیا اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے، اس نے کہا ہاں! اور اس نے چاند دیکھنے کی گواہی دی۔ آپ نے بلال کو اعلان کرنے کا حکم دیا، سو بلال نے یہ اعلان کیا کہ لوگ تراویح پڑھیں اور روزہ رکھیں۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[2] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس حدیث میں ہلال رمضان کے اعلان کا ذکر ہے اور بحث ہلال عید کے اعلان میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں یہ فرق کرنا کہ روزہ رکھنے کا حکم قطعی ہے اور عید منانے کا حکم ظنی ہے ہمارے اعتبار سے ہے کیونکہ ہم تک روزہ کا حکم ثبوت قطعی سے پہنچا ہے اور عید منانے کا حکم ثبوت ظنی سے پہنچا ہے، صحابہ کرام کے لحاظ سے یہ فرق نہیں تھا کیونکہ جس ذات سے انھوں نے یکم رمضان کو روزہ رکھنے کا حکم سنا تھا اسی ذات سے انھوں نے یکم شوال کو عید منانے کا حکم سنا تھا ان کے لیے یہ دونوں حکم مساوی تھے اور جب صحابہ نے اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر روزہ رکھا تو وہ اعلان کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سن کر عید بھی منا لیتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رمضان اور عید کے ثبوت میں نصاب شہادت کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرق کیا ہے اور رمضان کے ثبوت میں ایک آدمی کی شہادت آپ نے قبول کی اور عید کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

ثبوت میں دو آدمیوں سے کم کی شہادت قبول نہیں کی اگر رمضان اور عید کے اعلان میں بھی فرق ہوتا تو آپ اس کو بھی بیان فرما دیتے اور ایسی چیز کے بیان کو ترک نہ فرماتے۔!

یہ حدیث رویت ہلال کا اعلان کرنے کی اصل عظیم ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ حضرت بلال نے روزہ رکھنے اور تراویح پڑھنے کا اعلان کیا۔ اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ رویت ہلال کے اعلان پر عمل کرنا درست نہیں ہے نیز رویت ہلال کا ثبوت یہاں بھی شہادت سے ہوا ہے لیکن شہر کے لوگوں تک اس ثبوت کے پہنچنے کا ذریعہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اعلان ہی تھا۔ ظاہر ہے کہ مدینہ اس وقت چند سو گھروں پر مشتمل تھا اور اس کا رقبہ بھی اتنا زیادہ نہیں تھا اس لیے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان سے تمام اہل مدینہ باخبر ہو سکتے تھے۔ لیکن جیسے جیسے تبلیغ اسلام اور فتوحات کے ذریعہ اسلام پھیلتا گیا اور آبادی بڑھتی گئی اور شہروں کے رقبہ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا تو یہ ممکن نہ رہا کہ ایک شخص کے اعلان سے تمام اہل شہر یا اس کے مضافات میں رہنے والے لوگ قاضی کے فیصلہ سے باخبر ہو سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شامی نے اپنے دور میں اعلان کے لیے توپ داغنے اور مشعل جلانے کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

لم یذکروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة علی ثبوت الشهر کضرب المدافع فی زماننا والظاهر وجوب العمل بها علی من سمعها ممن کان غائبًا عن المصر کاهل القری ونحوها کما یجب العمل بها علی اهل المصر الذین لم یروا الحکم قبل شهادة الشهود وقد ذکر هذا الفرع الشافعیة فصرح ابن حجر فی التحفة انه یثبت بالامارة الظاهرة الدالة التی لا تتخلف عادة کرویة القنادیل المعلقة بالمنائر قال ومخالفة جمع فی ذلک غیر صحیحة۔[1]

فقہاء نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رویت ہلال پر ظاہر اً دلالت کرنے والی علامات مثلاً توپ داغنے کا ہمارے نزدیک کیا حکم ہے؟ اور یقینی بات یہ ہے کہ جو لوگ شہر سے دور ہوں مثلاً اہل مضافات وغیرہ ان کے لیے ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے، جس طرح ان شہر والوں پر عمل کرنا واجب ہے جو حاکم کے حکم کے موقع پر حاضر نہیں تھے۔ فقہاء شافعیہ نے اس جزئیہ کا ذکر کیا ہے اور علامہ ابن حجر نے تحفہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ جو یقینی علامات ہوں ان کے مطابق عمل کرنا واجب ہے جس طرح مسجد کے میناروں میں قندیلیں جلائی جاتی ہیں اور انھوں نے کہا کہ ایک جماعت ان کی مخالفت کرتی ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔

بعض محققین علماء یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی کی یہ عبارت ہلال رمضان پر محمول ہے کیونکہ ہلال عید حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد دو عادل گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کی اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو ہلال رمضان کی خصوصیت پر دلالت کرے۔ اس کے برخلاف انھوں نے عام لفظ "ثبوت شہر" (مہینہ کا ثبوت) لکھا ہے جو عید اور رمضان دونوں کو شامل ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ محض

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اعلان سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہوتا ثبوت تو شہادت سے ہی ہوتا ہے۔ اعلان تو اس ثبوت کے اظہار اور ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر ہلال رمضان کو جائز مان رہے ہیں اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر روزہ رکھ لیا گیا تو اب عید کا ترتب بھی خواہی نخواہی اسی اعلان پر مرتب ہوگا۔ کیونکہ جب رمضان کے تیس روزوں کا شمار ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر ہوا تو عید بھی اسی اعلان پر مرتب ہوئی اور حقوق العباد سے ہونے کے باوجود مال کار ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عید ہو گئی۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام محمد نے فرمایا ہے: اگر قضاء قاضی سے ایک آدمی کے قول پر روزہ رکھا ہو تو تیس روزوں کے بعد عید کرنا صحیح ہے خواہ مطلع صاف ہو، یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ [1]

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے: شہر میں توپ داغنے یا مشعل جلانے سے اہل مضافات پر بھی روزہ لازم ہوتا ہے کیونکہ یہ علامات ظاہرہ ہیں اور غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہیں اور یہ ایسی حجت اور دلیل ہیں جن کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے۔ [2]

علامہ شامی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ توپ داغنے اور مشعل روشن کرنے کو رمضان کے ساتھ مختص کرتے ہیں لہٰذا منحۃ الخالق میں جو ان کی مطلق عبارت ہے اس کو بھی رمضان پر محمول کیا جائے گا۔ پس یہ ثابت نہ ہوا کہ علامہ شامی ہلال شوال کے لیے اعلان کے قائل ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو مطلق کو مقید پر محمول کرنا شافعیہ کا اصول ہے احناف کا یہ اصول نہیں ہے ثانیاً ہر چند کہ علامہ شامی نے رد المحتار میں یہ لکھا ہے کہ شہر میں توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے روزہ لازم ہو جاتا ہے لیکن ان کی اس عبارت میں حصر اور اختصاص کا کوئی کلمہ نہیں ہے یعنی انھوں نے یہ نہیں کہا کہ توپ داغنے یا مشعل روشن کرنے سے صرف روزہ لازم ہوتا ہے یا روزہ ہی لازم ہوتا ہے لہٰذا اس عبارت سے اس اعلان کا رمضان کے ساتھ مخصوص ہونا ثابت نہیں ہوا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ انھوں نے رمضان اور روزوں کے سیاق میں یہ عبارت لکھی ہے اس وجہ سے انھوں نے روزوں کا ذکر کر دیا لیکن ان کا مقصود روزوں میں حصر نہیں ہے اسی وجہ سے انھوں نے منحۃ الخالق میں اس عبارت کو مطلق رکھا ہے اور غالباً اس کو مطلق رکھنے کی یہ وجہ ہے کہ علامہ شامی نے البحر الرائق کی جس عبارت کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس عبارت میں ہلال رمضان اور عید دونوں سے بحث کی گئی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے اس پر بحث کی ہے کہ اگر ۲۹ رمضان کو یہ شہادت مل جائے کہ روزہ ایک دن پہلے تھا تو اب اگلے دن عید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور چونکہ علامہ شامی نے اس بحث کی تشریح میں ان علامات کا ذکر کیا ہے اس سے بظاہر تو یہ علامات ہلال عید سے متعلق ہیں، نہ کہ رمضان سے، البتہ ہم تبرعاً یہ کہتے ہیں کہ علامہ شامی نے چونکہ مطلقاً مہینہ کے ثبوت کے لیے ان علامات کا ذکر کیا ہے اس لیے اس عبارت میں ہلال رمضان اور ہلال عید دونوں کے لیے اعلان کا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت نے علامہ شامی کی یہ دونوں عبارتیں نقل کی ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں: تنبیہ! درباره ہلال غیر رمضان و

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۲۵، " "

شوال جہاں دوسرے شہر کی رویت سے یہاں حکم ثابت کیا جائے الخ۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی علامہ شامی کی ان عبارتوں کا مفاد رمضان اور شوال دونوں ہلالوں کا اعلان ہے۔ فافہم وتشکر۔

یہاں ایک اور چیز پر تنبیہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ علامہ شامی نے ردالمحتار اور منحۃ الخالق دونوں جگہ لکھا ہے کہ ان علامات کے تقاضوں پر عمل کرنا واجب ہے اس لیے بعض علماء کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر چند کہ ان علامات سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن یہ غلبہ ظن کی وہ قسم ہے جس پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے جس طرح قاضی کے فعل کی گواہی سے غلبہ ظن تو حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے مثلاً اگر ۲۹ رمضان کو دو عادل شخص یہ گواہی دیں کہ فلاں شہر کے قاضی نے ایک دن پہلے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے تو اس گواہی سے ہر چند کہ غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن اس گواہی سے اگلے دن عید کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ان علامات سے اگرچہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے لیکن ان پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہ کہنا اس لیے غلط ہے کہ یہ قول خود علامہ کی تصریحات کے خلاف ہے، علامہ شامی نے ردالمحتار میں صرف یہ نہیں لکھا کہ ان علامات سے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے ان پر عمل کرنا واجب ہے اسی طرح منحۃ الخالق میں بھی لکھا ہے کہ ان علامات پر عمل کرنا واجب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جب ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دلیل شرعی کے مطابق اعلان کیا جائے تو اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے ان علامات کو طریق موجب کہا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی اعلان کو مطلقاً رویت ہلال کے لیے طریق شرعی قرار دیتے ہیں خواہ ہلال رمضان ہو یا ہلال شوال، اعلیٰ حضرت بغیر کسی قید کے لکھتے ہیں: ثبوت رویت ہلال کے لیے شرع میں سات طریقے ہیں۔ [2]

اعلیٰ حضرت نے ساتواں شرعی ثبوت کا طریقہ "اعلان رویت ہلال" ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: پھر جہاں کی تو بیں شرعاً قابل اعتماد ہوں ان پر عمل اہل دیہات کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عند التحقیق اس شہر والوں کو بھی ان پر اعتماد سے مفر نہیں کہ حاکم شرع کے حضور شہادتیں گذارنا اس کا ان پر حکم نافذ کرنا ہر شخص کہاں دیکھتا سنتا ہے۔ بحکم حاکم اسلام اعلان عام کے لیے ایسی ہی کوئی علامت معہودہ ومعروفہ قائم کی جاتی ہے جیسے توپوں کے فیر (فائر) یا ڈھنڈورا وغیرہ اقول یہیں سے ظاہر ہوا کہ ایسے اسلامی شہر میں منادی پر بھی عمل ہوگا حتیٰ کہ اس کی عدالت بھی شرط نہیں عالم گیریہ میں ہے خبر منادی السلطان مقبول عدلاً کان او فاسقاً کذا فی جوہر الاخلاطی [3] (یعنی حاکم کے منادی کا اعلان مقبول ہوتا ہے خواہ اعلان کرنے والا نیکوکار ہو یا بدکار (کیونکہ جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مدار ذریعہ اعلان پر نہیں ہوتا بلکہ ان دلائل پر ہوتا ہے جن کی بنیاد پر اعلان ہوتا ہے۔ سعیدی) علامہ شامی، صاحب فتاویٰ عالم گیری اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارات سے صراحۃً یہ ثابت ہے کہ رویت ہلال کا اعلان کرنا صحیح ہے خواہ ہلال عید ہو یا ہلال رمضان اور جب یہ اعلان دلیل شرعی پر مبنی ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے متاخرین میں سے مولانا عبدالحیٔ

---

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵، مطبوعہ سنی دارالاشاعت لائل پور، ۱۳۹۴ھ

[2] ۔ " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۴۶ ، " " " "

[3] ۔ " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۵۵۵ ، " " " "

لکھنوی نے اس کو اور زیادہ صراحت سے لکھا ہے، لکھتے ہیں: توپوں کی آواز سن کر افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپوں کا چلنا عادت شائع کے مطابق عید بمرجب ظن ہے اور غلبہ ظن عمل کے لیے کافی ہے (فتاوی معلم الفقہ بحوالہ ضیاء حرم ستمبر ۱۹۸۵ء)۔

ان تمام باحوالہ تصریحات کے بعد کسی منصف شخص کو اس مسئلہ میں کوئی اشکال نہیں رہے گا۔

جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ہلال عید کا اعلان ریڈیو اور ٹی۔ وی سے کرنا جائز نہیں ہے میں ان سے یہ پوچھتا ہوں کہ مثلاً شہر کراچی ستر لاکھ سے زیادہ آبادی پر مشتمل ہے اور اس کا رقبہ کئی ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ پر محیط ہے۔ اب فرض کیجئے مطلع غبار آلود ہے اور قاضی کے پاس چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ انھوں نے چاند دیکھ لیا ہے اور قاضی نے اس گواہی پر ہلال عید کا فیصلہ کر دیا اب قاضی اس وسیع و عریض شہر کے ستر لاکھ سے زیادہ شہریوں تک ایک رات میں اپنے اس فیصلہ کو کس طرح پہنچائے گا؟ ظاہر ہے کہ سوائے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے قاضی اپنا فیصلہ ایک رات میں اس شہر کے تمام شہریوں تک نہیں پہنچا سکتا ورنہ اگر قاضی اپنے گواہوں سمیت تمام رات بھی شہر کے ہر گھر کے دروازہ پر جاکر اعلان سناتا رہے پھر بھی تمام شہریوں تک یہ حکم نہیں پہنچا سکتا! پھر جب ہم روزہ رمضان کے سحر و افطار میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہلال رمضان و شوال کے متعلق ان کے اعلان پر عمل نہ کریں؟ مجھ سے ایک دوست نے کہا کہ کار میں لاؤڈ اسپیکر لگا کر چند گھنٹوں میں پورے شہر میں اعلان ہو سکتا ہے میں نے کہا یہ تو ریڈیو کی طرح ہے سننے والوں نے صرف آواز سنی ہے گواہوں کو اعلان پر گواہی دیتے ہوئے تو نہیں دیکھا نیز یہ بات تو اس وقت ہے کہ جب وہ قاضی ایک شہر کا قاضی ہو اور اگر وہ ایک ملک کا قاضی ہو تو اس کے لیے اپنے حکم کو ایک رات میں ملک کے تمام باشندوں تک پہنچانا اور بھی مشکل ہوگا۔ باقی ایک مطلع اور متعدد مطالع میں اعلان کے لحاظ سے فرق کرنے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔

رویت ہلال کے ملک گیر اعلان پر بحث

رویت ہلال کے اعلان کے ثبوت پر ہم نے فتاوی شامی کی جو عبارت پیش کی ہے اس پر بعض اہل علم نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ علامہ شامی نے قندیلوں کی روشنی اور توپوں کے فائر سے اعلان کو شہر اور اس کے مضافات کے لیے علامت لکھا ہے اور یہاں ایک مطلع ہے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی سے جو اعلان کیا جاتا ہے وہ پورے ملک کے لیے ہوتا ہے اور پورا ملک مختلف مطالع پر مشتمل ہے اور ایک مطلع میں کسی علامت کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مختلف مطالع میں بھی جواز کی علامت ہو۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ علامہ شامی کے زمانہ میں ایسی علامتیں ایجاد نہیں ہوئی تھیں جو ایک اقلیم اور ایک ملک کے مسلمانوں کے لیے رمضان یا عید کے اعلان کے لیے کافی ہوتیں ان کے زمانہ میں توپ کا فائر اور مشعل کی روشنی ہی سب سے بڑی علامت تھی جس سے زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے تھے سو اس کا انھوں نے ذکر کر دیا۔ اگر علامہ شامی کے زمانہ میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان ایسی کوئی ملک گیر علامت ہوتی اور پھر اس کو چھوڑ کر وہ توپ اور مشعل ایسی علامت کا ذکر کرتے جو صرف شہر اور اس کے مضافات کے لیے کافی ہو تب یہ کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی کی اس عبارت سے ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس اعتراض کا دوسرا موقع اس وقت تھا جب شرعاً اختلاف مطالع کا اعتبار ہوتا یا کم از کم علامہ شامی کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہوتا

تو کہا جا سکتا تھا کہ علامہ شامی تو اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل ہیں اس لیے ان کی عبارت سے متعدد مطالع کے لیے ایک علامت کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ اور جب کہ جمہور فقہاء اسلام اختلاف مطالع کے اعتبار کے قائل نہیں ہیں خصوصاً مطالع قریبہ میں اور ان کا یہ نظریہ ہے کہ ایک مطلع میں اگر رویت ہو جائے اور دوسرے مطالع میں اس رویت کا شرعی ثبوت متحقق ہو جائے تو ان مطالع میں بھی رویت کے احکام لازم ہوں گے تو اس بناء پر یہ جائز ہو گا کہ اگر ایک شہر میں رویت کا ثبوت شرعی متحقق ہو جائے تو اس کا اعلان پورے ملک میں کر دیا جائے اور ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ آسانی کے ساتھ یہ شرعی ضرورت پوری ہو سکتی ہے۔

ہم اس سے پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور جمہور فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے۔ کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے یعنی ایک مطلع پر چاند نظر آئے اور دوسرے مطلع پر چاند نظر نہ آئے تو اس اختلاف کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور اس دوسرے مطلع پر بھی رویت ہلال کے احکام لازم ہوں گے بشرطیکہ دلیل شرعی سے یہاں رویت ثابت ہو جائے (علامہ شامی حنفی، علامہ قزوینی شافعی اور دیگر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوبیس فرسخ سے کم میں اختلاف مطالع نہیں ہوتا، چوبیس فرسخ، بہتر شرعی میل کے مساوی ہیں اور یہ ۸۱ء۸۱ انگریزی میل اور ۶۴ء۱۳۱ کلومیٹر کے برابر ہیں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ کرنے کے دلائل ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں لیکن فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادت میں ممکن حد تک ہم آہنگی اور وحدت ہو کیونکہ عبادات میں وحدت کو قائم رکھنا بھی ایک بہت بڑا مقصد ہے۔ میدان جہاد میں لڑائی کے دوران آسان صورت یہ تھی کہ ایک جماعت کفار سے لڑائی میں مصروف رہتی اور دوسری جماعت نماز پڑھ لیتی اور الگ الگ اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لی جاتی لیکن اسلام نے یہ حکم دیا کہ ایک امام کے ساتھ ایک جماعت ہو، ایک معین ماہ میں روزے فرض کرنا، عید کے لیے ایک دن معین کرنا ان تمام عبادات میں وحدت مقصود ہے تاکہ مسلمانوں کے کھانا چھوڑنے اور کھانا کھانے کا ایک دن ہو اور اجتماعی عبادت میں افتراق اور انتشار نہ ہو اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس وحدت کو قائم رکھنا چاہیے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ جمہور فقہاء اسلام نے روزے میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں کیا تاکہ ممکن حد تک مسلمانوں کی عبادت میں وحدت قائم رہے اگر ایک اقلیم اور ایک ملک کے ایک شہر میں روزہ ہو اور دوسرے میں عید ہو تو یہ وحدت ٹوٹ جائے گی۔ ایک شہر کے لوگ دوسرے شہر میں جائیں تو ایک روزہ دار ہو دوسرا عید کر رہا ہو، ایک کے نزدیک اس دن کھانا پینا جائز بلکہ واجب ہو اور دوسرے کے نزدیک حرام ہو حالانکہ دونوں کلمہ گو مسلمان ہیں اور ایک شریعت اور ایک فقہ کے پیروکار ہیں۔ یہ عجیب صورت حال ہے اس لیے اس انتشار اور اس افتراق کو دور کرنے کے لیے اور ایک ملک کے مسلمانوں کی عبادات میں زیادہ سے زیادہ ہم آہنگی اور وحدت قائم کرنے کے لیے بعض دردمند علماء نے حسن نیت سے غور و فکر کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر روزے اور عید کا اعلان کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہمارے ملک کے شہروں کے مطالع ہر چند کہ مختلف ہیں لیکن چونکہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ایک شہر کی رویت اگر دوسرے شہر میں دلیل شرعی سے ثابت ہو جائے تو وہاں بھی رویت کے احکام لازم ہو جاتے ہیں بنا بریں جس شہر میں قاضی نے رویت ہلال کا فیصلہ کر دیا اور اس نے ابلاغ کے جدید ذرائع اور وسائل سے اپنے اس اعلان کو پورے ملک میں پہنچا دیا تو اس اعلان کی بنیاد پر اس ملک کے باشندوں کے لیے روزہ رکھنا اور عید منانا جائز اور صحیح ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کی شہادت پر رویت ہلال کا فیصلہ کیا اور حضرت بلال کو مدینہ میں اعلان کرنے کا حکم دیا اور حضرت بلال نے یہ اعلان کیا اور حضرت بلال کے اعلان پر لوگوں

نے روزہ رکھا اور تراویح پڑھیں عام مسلمانوں تک صرف حضرت بلال کی زبان سے اعلان پہنچا تھا اور ایسا نہیں ہوا کہ مدینہ کے ہر گھر میں جاکر دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی گواہی دی ہو اس سے ثابت ہوا کہ قاضی کے فیصلہ کرنے کے لیے شہادت کی ضرورت ہے، اس فیصلہ کے اعلان کے لیے شہادت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس ترقی یافتہ دور میں ایسے ذرائع ابلاغ موجود ہیں جن کی وجہ سے چند منٹوں میں پورے ملک میں اعلان پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس لیے اگر ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین یا وائس چیئرمین روزے یا عید کا اعلان کرے تو وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان کی بناء پر شرعاً جائز اور صحیح ہے۔

حدیث کریب سے رویت ہلال کے اعلان پر اعتراض کا جواب

اس سلسلہ میں ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کریب نے جب شام سے مدینہ آکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر دی کہ میں نے شام میں جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم نے تو ہفتہ کی شب چاند دیکھا تھا اب ہم یا تو شوال کا چاند دیکھ لیں ورنہ ہم تیس روزے پورے کرینگے، کریب نے کہا کیا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے روزہ رکھنے اور چاند دیکھنے کو کافی قرار نہیں دیتے، حضرت ابن عباس نے کہا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح حکم دیا ہے۔[1]

معترضین یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباس نے کریب کی اطلاع پر اہل شام کی رویت نہیں مانی تو ہم ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر رویت ہلال کیسے مان لیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین ہیں، کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں اور ہم بمنزلہ حضرت ابن عباس ہیں اور جب حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر عید نہیں کی تو ہم ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عید کیسے کر لیں۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ غلط ہے کہ حضرت معاویہ بمنزلہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور کریب بمنزلہ ریڈیو اور ٹی۔ وی ہیں۔ یہ مفروضہ اس وقت درست ہوتا جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کریب کو منادی کرنے کے لیے بھیجا ہوتا کہ جاؤ تمام اطراف اسلام میں اعلان کر دو کہ جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا گیا ہے اور اسی کے حساب سے عید کی جائے گی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس اعلان کو رد کر دیتے تب یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جب حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ کے اعلان کرنے والے کے اعلان کو رد کر دیا تھا تو ہم بھی رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان کرنے والے (یعنی ریڈیو اور ٹی۔ وی) کے اعلان کو رد کر سکتے ہیں۔

اس جواب پر معترضین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس نے کریب کے قول پر اس لیے عمل نہیں کیا تھا کہ وہ رویت پر شہادت نہیں پیش کر سکے تھے اس سے معلوم ہوا کہ بغیر شہادت کے رویت ثابت نہیں ہوتی۔ اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ضروری ہے کہ علامہ ابن ہمام کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی وضاحت کی جائے۔ دراصل حدیث کریب سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے کیونکہ شام میں ایک دن پہلے چاند دیکھا گیا تو ایک دن پہلے روزہ رکھا گیا اور مدینہ میں ایک دن بعد چاند دیکھا گیا تو ایک دن بعد روزہ رکھا گیا اور چونکہ یہ حدیث فقہاء احناف اور جمہور کے خلاف تھی اس لیے علامہ ابن ہمام اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا دلیل فیہ لان مثل ما وقع من کلامہ لو — اس حدیث میں اختلاف مطالع کے اعتبار پر کوئی

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

وقع لنا لم نحکم به لانه لم یشهد علی شهادة غیره ولا علی حکم الحاکم فان قیل اخبارکم عن صوم معاویة یتضمنه لانه الامام یجاب بانه لم یات بلفظة الشهادة ولو سلم فهو واحد لا یثبت بشهادته وجوب القضاء علی القاضی والله سبحانه وتعالی اعلم والاخذ بظاهر الروایة احوط۔ [1]

دلیل نہیں ہے کیونکہ اگر اس قسم کا کلام ہمارے درمیان ہوتا تو ہم بھی رویت ہلال کا فیصلہ نہ کرتے، کیونکہ کریب نے رویت ہلال پر کسی کی شہادت پیش نہیں کی تھی (یعنی یہ نہیں کہا تھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یا فلاں نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا ہے) اور نہ حاکم (یعنی امیر معاویہ) کے فیصلہ کی شہادت دی تھی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ کے روزے کی خبر دینا حاکم کے فیصلہ پر شہادت دینے کو متضمن ہے کیونکہ حضرت امیر معاویہ حاکم تھے تو یہ کہا جائے گا کہ انھوں نے اشہد کا لفظ نہیں کہا (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت معاویہ نے یہ فیصلہ کیا ہے) یہ نہیں کہا) اور اگر مان لیا جائے کہ انھوں نے یہ لفظ کہا تھا تو بھی وہ ایک گواہ تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا (پھر اس جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے کہا:) اور اصل بات اللہ ہی جانتا ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کرنے میں (یعنی اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے میں) زیادہ احتیاط ہے۔

ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے اخیر میں اپنے دونوں جوابوں کا ضعف ظاہر کر دیا اور بتقضاء حدیث اختلاف مطالع کا اعتبار کرنے ہی کو محتاط لکھا ہے تاہم ان کا پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا جواب ہمیں مضر نہیں ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے جواب میں انھوں نے یہ کہا ہے کہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ نہیں پیش کیا، اسلیے حضرت ابن عباس نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا اور اگر وہ گواہی کے ساتھ پیش کر دیتے تو حضرت ابن عباس ان کے قول پر عمل کر لیتے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے لیے کس چیز پر عمل کرنے کا سوال درپیش تھا، جمعہ کے روزہ کو قضاء کرنے کا یا جمعہ کے روزے کے اعتبار سے عید کرنے کا؟ اگر جمعہ کے روزے کو قضاء کرنے کا مسئلہ تھا تو ہلال رمضان کے ثبوت کے لیے گواہی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بغیر گواہی کے ایک مسلمان کی خبر سے بھی ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا حضرت ابن عباس پر واجب تھا کہ وہ جمعہ کے روزہ کی قضاء کا اعلان کرتے اور اگر جمعہ کے روزے کے حساب سے عید کرنے کا مسئلہ تھا تو اگر کریب گواہی دے بھی دیتے اور اشہد کے صیغہ کے ساتھ جمعہ کی رویت کا بیان کرتے تب بھی کچھ فائدہ نہ ہوتا کیونکہ ایک آدمی کی گواہی سے عید ثابت نہیں ہوتی اس لیے علامہ ابن ہمام کا یہ پہلا جواب صحیح نہیں ہے اور دوسرا ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ اس جواب میں یہ کہا ہے کہ اگرچہ کریب نے قاضی کے فیصلہ کو گواہی کے ساتھ پیش کیا تھا لیکن ابن عباس قاضی تھے اور ایک گواہ کی گواہی سے ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر حجت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ ایک قاضی کا فیصلہ دوسرے قاضی پر اس وقت حجت ہوتا ہے جب وہ فیصلہ اس تک بذریعہ شہادت پہنچے، اور اسی وقت ایک قاضی دوسرے قاضی کے فیصلہ پر فیصلہ کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ لیکن ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہم رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کا جو اعلان سنتے ہیں اس میں ہماری یہ حیثیت نہیں ہے، ہم قاضی ہیں نہ ہم نے اس اعلان کی بنا پر کوئی فیصلہ کرنا ہوتا ہے، اس لیے کریب کی اس حدیث سے ہم پر معارضہ نہیں ہو سکتا ہماری مثال تو ان اہل مدینہ کی طرح ہے جو حضرت بلال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کا اعلان سن کر اس پر عمل کرتے تھے۔

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بلادِ بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔

اس سلسلہ میں دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ جب ریڈیو اور ٹی۔وی کے اعلان پر عمل کرنا صحیح ہے اور اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ مثلاً سعودی عرب میں جب رمضان کا چاند ہو جاتا ہے اور اس کا ریڈیو اور ٹی۔وی کے ذریعہ اعلان بھی ہو جاتا ہے تو اعلان پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟

اس سوال کا جواب ایک تحقیق پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند کہ اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا نہ ہونے میں ائمہ مذاہب کے درمیان اختلاف ہے لیکن مذاہب اربعہ کے محققین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو تو پھر ان میں اختلاف مطالع معتبر ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ لکھتے ہیں:

واجمعوا انه لا یراعی ذلك فی البلدان النائیة کالاندلس والحجاز والسبب فی هذا الخلاف تعارض الاثر والنظر اما النظر فهو ان البلاد اذا لم تختلف مطالعها کل الاختلاف فیجب ان یحمل بعضها علی بعض لانها فی قیاس الافق الواحد واما اذا اختلف اختلافا کثیرا فلیس یجب ان یحمل بعضها علی بعض واما الاثر فما رواه مسلم عن کریب الحدیث فظاهر هذا الاثر یقتضی ان لکل بلد رویته قرب او بعد والنظر یعطی الفرق بین البلاد النائیة والقریبة وبخاصة ما کان نائیا فی الطول والعرض کثیرا۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۰)

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جب دو شہروں میں زیادہ فاصلہ ہو جیسے اندلس اور حجاز تو پھر مختلف مطالع کو ایک حکم میں رکھنے کی رعایت نہیں کی جاتی کیونکہ حدیث اور عقل دونوں اس کے خلاف ہیں، عقل کے یہ حکم اس لیے خلاف ہے کہ جب شہروں کے مطالع میں کامل اختلاف نہ ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض دوسرے مطالع پر محمول کرنا واجب ہے، کیونکہ وہ تمام مطالع افق واحد کے حکم میں ہیں لیکن جب ان مطالع میں زیادہ اختلاف ہو تو پھر بعض مطالع کو بعض پر محمول کرنا واجب نہیں ہے اور حدیث کے اس لیے خلاف ہے کہ امام مسلم نے کریب سے روایت کیا ہے کہ اہل شام نے جمعہ کی شب رمضان کا چاند دیکھا اور اہل مدینہ نے ہفتہ کی شب چاند دیکھا اور ہر ایک نے اپنی اپنی رویت پر عمل کیا۔ اس حدیث کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہر شہر کی رویت کا اعتبار ہو خواہ وہ شہر قریب ہو یا بعید، لیکن نظر صحیح کا تقاضا یہ ہے کہ قریب اور بعید شہروں میں فرق کیا جائے خصوصاً جبکہ طول اور عرض میں بعد زیادہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

والصحیح عند اصحابنا ان الرویة لا تعم الناس بل تختص بمن قرب علی مسافة لا تقصر فیها الصلوٰة وقیل ان اتفق المطلع لزمهم وقیل ان اتفق الاقالیم۔

ہمارے اصحاب شافعیہ کا صحیح قول یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم نہیں ہوتا بلکہ مسافت قریبہ والوں پر لاگو ہوتا ہے اور مسافت قریبہ کا معیار قصر صلاۃ کی مسافت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وحدت مطلع سے رویت لازم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ ایک ملک کے لوگوں پر رویت کا حکم لازم ہوتا ہے۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ کراچی)

علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:

فان اتفقت لزم الصوم والا فلا وفاقا للاصح للشافعیة واختار صاحب الرعایة البعد مسافة قصر فلا یلزم الصوم وفی شرح مسلم انه الاصح للشافعیة۔

ہمارے شیخ نے شافعیہ کے اصح قول کو اختیار کر کے کہا اگر مطلع ایک ہو تو (رویت سے) روزہ لازم ہوگا ورنہ نہیں اور صاحب رعایۃ کا مختار یہ ہے کہ بُعد کا معیار مسافت قصر ہے اس لیے روزہ لازم نہیں ہوگا، اور شرح مسلم میں ہے کہ یہی شوافع کا

(کتاب الفروع، ج ۳ ص ۱۳) زیادہ صحیح قول ہے۔

علامہ علاؤ الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو پھر رویت کے احکام لازم ہوتے ہیں، ہمارے شیخ تقی الدین کا یہی مختار ہے، فروع میں ہے کہ اگر مطالع متفق ہوں یا مسافت قصر سے کم اختلاف ہو تو پھر رویت لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ (الانصاف ج ۳ ص ۲۷۳ طبع بیروت)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ لکھتے ہیں:

هذا اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع اما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر في اهل كل بلد هم دون البلد الآخر۔

ایک جگہ کی رویت سے دوسری جگہ حکم تب ثابت ہوتا ہے جب دو شہروں میں مسافت اتنی قریب ہو جس سے مطلع مختلف نہ ہو، لیکن جب مسافت بعید ہو تو دو شہروں میں سے ایک کا حکم دوسرے شہر میں لازم نہیں ہوگا کیونکہ جب شہروں کے درمیان بہت زیادہ مسافت ہو تو ان کے مطالع مختلف ہو جاتے ہیں پھر ہر شہر کے رہنے والوں پر اس کے اپنے مطلع کا اعتبار ہوگا دوسرے شہر کے مطلع کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(بدائع الصنائع ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ کراچی)

یہ بھی واضح رہے کہ بعض فقہاء احناف نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے علامہ شامی نے صاحب الفیض کا ذکر کیا ہے اور علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

والاشبه ان يعتبر لان كل قوم مخاطبون بما عندهم۔

اشبہ بالحق یہ ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اپنے مطلع کے اعتبار سے مکلف ہے۔

(تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۲۱، مطبوعہ ملتان)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے، صاحب التجنید وغیرہ کا یہی مختار ہے جیسا کہ ایک جگہ سورج کا زوال ہو اور دوسری جگہ غروب ہو تو ایک جگہ ظہر کی نماز فرض ہوگی اور دوسری جگہ مغرب کی (مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۷۹، مصر)

اور علامہ سید طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

(وهو الاشبه) اشبہ بالحق یہی ہے (حاشیۃ الطحطاوی ص ۳۷۹، مطبوعہ مصر)

علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ لکھتے ہیں:

مضمرات میں ہے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے اور جواہر کے مطابق اس کی حد ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی مسافت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر صبح اور شام کو ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتے تھے اور ان دو ملکوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۵۶، طبع نولکشور)

علامہ ابوسعود مصری حنفی نے بھی علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ (فتح المعین ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ مصر)

تاہم زیادہ صحیح بات وہ ہے جس کو مذاہب اربعہ کے محقق فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر مطالع قریب ہوں تو اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا اور اگر مطالع میں زیادہ بُعد اور فاصلہ ہو تو پھر اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے گا، یہ ایک متوسط قول ہے اور حقیقت کے قریب ہے، حدیث کریب کے بھی مطابق ہے اور عقل کے بھی، نیز اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہ کرنے سے یہ خرابی لازم آتی ہے کہ مثلاً پاکستان میں بر سر عام رمضان کا چاند

دیکھ کر روزے رکھنے شروع کیے گئے، پھر اٹھائیس رمضان کی شام کو مثلاً سعودی عرب سے بذریعہ طیارہ چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر گواہی دی کہ سعودی عرب میں شوال کا چاند نظر آگیا ہے، تو اب رمضان کا مہینہ اٹھائیس کا ہو جائے گا، یا فرض کیجئے کہ مثلاً سعودی عرب میں بر سر عام رمضان کا چاند دیکھ کر تیس روزے رکھے گئے پھر کسی ملک سے چند مسلمان عادل گواہوں نے آکر یہ گواہی دی کہ اسی ملک میں ایک دن پہلے رمضان کا چاند نظر آیا تھا تو اب ان لوگوں پر ایک روزے کی قضاء لازم ہوگی اور رمضان کا مہینہ اکتیس دنوں کا ہو جائے گا! اور یہ دونوں صورتیں حدیث صحیح کے خلاف ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہینہ انتیس دنوں کا اور تیس دنوں کا ہوتا ہے، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۱، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۱۷) اور یہ خرابی اس لیے لازم آئی ہے کہ اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہیں کیا گیا۔

باقی رہا یہ امر کہ زیادہ بُعد کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ایک قول مسافت قصر کا ہے جو اکسٹھ میل ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی کی تصریح کے مطابق بہتر شرعی میل (۸۱۸ء۸۱ انگریزی میل) کے بعد نفس مطلع تبدیل ہوتا ہے۔ تو اکسٹھ میل کے بعد تو مطلع مختلف ہی نہیں ہوگا چہ جائیکہ زیادہ اختلاف ہو اور دو تین سو میل کی مسافت کے بعد ہلال کے طلوع میں چند منٹوں کا اختلاف ہوگا، لاہور اور کراچی میں سورج کے طلوع اور غروب میں بیس پچیس منٹ کا فرق ہوتا ہے اور یہ بھی زیادہ اختلاف نہیں ہے، ہمارے نزدیک زیادہ بُعد اور فاصلہ کا معیار یہ ہے کہ دو شہروں میں اتنا زیادہ فاصلہ ہو جس کی وجہ سے ہلال کے طلوع میں ایک دن کا فرق واقع ہو جائے، مثلاً دہلی میں ایک دن پہلے چاند طلوع ہو اور کراچی میں ایک دن بعد یا بالعکس تو یہ مطالع بعیدہ ہیں اور بعض فقہاء احناف نے ایسی صورت میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے، علامہ بزازہ کردری لکھتے ہیں:

وفی الحاوی اهل بلدة رأوا الهلال فی لیلة الثلثاء واخری فی لیلة الاربعاء فلکل ما رأوا قال ابن عباس رضی الله عنه فیه لهم ما لهم ولنا ما لنا۔ (فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۹۵)

حاوی میں ہے کہ ایک شہر والوں نے منگل کی شب چاند دیکھا اور دوسرے شہر والوں نے بدھ کی شب چاند دیکھا تو ہر ایک اپنی رویت کے مطابق عمل کرے حضرت ابن عباس نے اس صورت میں فرمایا ان کے لیے ان کی رویت ہے اور ہمارے لیے ہماری رویت ہے۔

نیز علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب (ج ۶ ص ۲۷۳، طبع بیروت) اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری (ج ۴ ص ۱۲۳ طبع لاہور) میں دو ملکوں کے اختلاف کو بھی مطالع میں زیادہ بُعد کا معیار قرار دیا ہے، یہ قول بھی لائق اعتبار ہے، کیونکہ ایک ملک کے قاضی کی قضا اسی ملک والوں پر حجت ہے کیونکہ اس کو اس ملک کے لیے قاضی بنایا گیا ہے، ساری دنیا کے مسلمان ممالک کا قاضی نہیں بنایا گیا، لہٰذا اس کی قضا باقی ممالک میں نافذ نہیں ہوگی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک ملک کے سلطان کو اس ملک کے باشندوں پر ولایت اجبار حاصل ہے جو اس کے حکم سے قاضی کی طرف منتقل ہوتی ہے، مثلاً ایک ملک کا قاضی اس ولایت اجبار سے اس ملک میں صغیرہ کا نکاح کر سکتا ہے، عنین کا نکاح فسخ کر سکتا ہے، لعان میں نکاح فسخ کر سکتا ہے، خیار بلوغ اور خیار کفو میں نکاح فسخ کر سکتا ہے لیکن دوسرے مسلمان ملک میں اس کے یہ تصرفات نافذ نہیں ہوں گے کیونکہ وہاں کے مسلمانوں پر اس کو ولایت اجبار حاصل نہیں ہے، اسی طرح فقہی مذہب کے اختلاف کی وجہ سے بھی ایک ملک کے قاضی کی قضا دوسرے ملک میں نافذ نہیں ہوگی مثلاً ایک ملک کا قاضی شافعی المذہب ہے وہ نبیذ پینے پر حد قائم کرتا ہے اور دوسرے ملک میں حنفی المذہب مسلمان ہیں جن کے نزدیک نبیذ پینا جائز ہے لہٰذا ان کی قضا ان پر نافذ نہیں ہوگی، تیسری وجہ حجت کا اختلاف ہے مثلاً ایک ملک کے قاضی نے ان گواہوں کی گواہی سے رویت ہلال کا فیصلہ کیا جو محدود فی القذف ہیں اور دوسرے ملک کے قاضی کے نزدیک ان کی گواہی مردود ہے۔ ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ اگر ایک ملک میں قاضی رویت ہلال کا اعلان کر دے تو دوسرے ملک والوں پر یہ اعلان حجت نہیں ہوگا، ایک اس وجہ سے کہ یہ مطالع بعیدہ ہیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ ایک ملک کے قاضی کی قضا دوسرے ملک والوں پر حجت نہیں ہے، اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ سعودی عرب کا اعلان ہمارے ملک میں کیوں حجت نہیں ہے۔

.....

ریڈیو اور ٹی۔ وی پر دیگر احکام شرعیہ کے اعلانات پر عمل کرنے کی شرعی حیثیت ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کرنا صرف رویت ہلال کے احکام کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اور بہت سے احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں بھی ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان کا دخل ہے جن پر بغیر کسی اعتراض اور نکیر کے عمل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ریڈیو اور ٹی۔ وی سے روزہ افطار کرنے کے وقت کا رمضان میں ہر روز اعلان کیا جاتا ہے اسی طرح سحری کا وقت ختم ہونے کا بھی ریڈیو اور ٹی۔ وی سے اعلان ہوتا ہے اور آج تک سننے میں نہیں آیا کہ کسی عالم دین نے یہ کہا ہو کہ یہ اعلان شرعاً غیر معتبر ہوتا ہے اور اس پر افطار اور سحر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نماز کے اوقات کا بھی ریڈیو اور ٹی۔ وی سے اعلان ہوتا ہے اور اذان نشر کی جاتی ہے اور آج تک اس کے خلاف کسی کا کوئی فتویٰ سامنے نہیں آیا کہ ریڈیو کی اذان پر نماز پڑھنی جائز نہیں ہے، حالانکہ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ وقت سے پہلے اذان نشر کی گئی ہو اور کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتی اور نہ وقت سے پہلے افطار کرنا جائز ہے اور نہ وقت گذرنے کے بعد تک سحری کھاتے رہنا جائز ہے۔ اور اگر بالفرض ریڈیو اور ٹی۔ وی سے یہ اعلان کر دیا جائے کہ سو روپے یا پانچ سو روپے کا نوٹ منسوخ کر دیا گیا ہے تو باوثوق ان نوٹوں کو زکوٰۃ میں ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ہنگامی حالات میں ریڈیو اور ٹی۔ وی سے کرفیو کا اعلان کر دیا جائے اور یہ حکم نشر کیا جائے کہ کوئی شخص گھر سے باہر نہ نکلے ورنہ گولی مار دی جائے گی تو سب لوگ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اس اعلان پر عمل کریں گے اور اگر کوئی شخص گھر سے باہر نکلا اور اس کو گولی مار دی گئی تو اس کا دم ہدر ہوگا اور اس کے خون کے تاوان کا شرعاً کوئی مطالبہ نہیں ہوگا۔ غرض یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے شرعی احکام میں ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلان پر عمل کیا جاتا ہے اور اس اعلان کو غیر معتبر اور غیر مستند نہیں کہا جاتا تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہلال رمضان اور ہلال عید میں بھی ریڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان پر عمل نہ کیا جائے۔ بشرطیکہ اس کا اعلان شرعی تقاضوں کے مطابق ہو کیونکہ ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ اصل چیز ذریعہ اعلان نہیں ہے بلکہ وہ دلائل اور شواہد ہیں جن کی بنا پر اعلان کیا جاتا ہے اگر وہ دلائل صحیح ہیں تو اعلان صحیح ہے اور اگر وہ دلائل صحیح نہیں ہیں تو اعلان صحیح نہیں ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہم فی نفسہ ریڈیو اور ٹی۔ وی کے مجوز نہیں ہیں کیونکہ ان آلات سے اکثر و بیشتر موسیقی کے اور دیگر مخرب اخلاق پروگرام نشر کیے جاتے ہیں اور عورتوں کی تصاویر دکھائی جاتی ہیں جن کو دیکھنے سے بہر حال نوجوانوں کے ذہنوں پر برے اثرات پڑتے ہیں۔ اس لیے ہمارے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل آلہ کا رواج نہیں ہوتا اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس رویت ہلال کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہوگا بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں جب تک کوئی متبادل آلہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کر کے ریڈیو اور ٹی۔ وی سے راگ رنگ، موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور مخرب اخلاق پروگرام یک لخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔

رویت ہلال کمیٹی کے ریڈیو اور ٹی۔ وی پر اعلان کے سلسلہ میں میں نے طرفین کے دلائل کا خالص معروضی مطالعہ کیا، مجھے اس کے جواز سے کوئی وابستگی تھی نہ عدم جواز سے کوئی دل چسپی تھی میں نے بالکل خالی الذہن ہو کر اس موضوع پر مطالعہ اور غور و فکر کیا اور غور و فکر اور مطالعہ کے بعد مجھ پر جو حق اور صواب منکشف ہوا اس کو میں نے لکھ دیا ہے میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ فی الواقع حق و صواب ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اس کے رسول کا فیضان ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میرے مطالعے کا نقص اور سہو فہم ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ اے اللہ! میری اس سعی کو خاص اپنے لیے رکھنا، میری لغزشوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرمانا اور مجھے دارین کی فلاح اور سعادت سے نوازنا۔

باب ۳۱۲ بَيَانِ أَنَّهُ لَا اِعْتِبَارَ بِكِبَرِ الْهِلَالِ وَ صِغَرِهِ وَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَمَدَّهُ وَ لِلرُّؤْيَةِ فَإِنْ غُمَّ فَلْيُكْمَلْ ثَلٰثُوْنَ.

چاند کے چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔

۲۴۲۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِی الْبَخْتَرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا لِعُمْرَةٍ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ تَرَاءَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلٰثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ قَالَ فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَقُلْنَا اِنَّا رَاَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ اَیَّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ قَالَ فَقُلْنَا لَيْلَةَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةِ رَاَيْتُمُوْهُ۔

ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لیے گئے جب ہم وادیٔ بطن نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا۔ بعض لوگوں نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض لوگوں نے کہا یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر ہماری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی اور ان سے ہم نے ذکر کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے بعض نے کہا یہ تیسری رات کا چاند ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا چاند ہے، انھوں نے کہا تم نے کس رات کو چاند دیکھا تھا؟ ہم نے کہا فلاں فلاں رات کو۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کے لیے اسے بڑھا دیا وہ حقیقت میں اسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا ہے۔

۲۴۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو ابْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْبَخْتَرِیِّ قَالَ اَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِرْقٍ فَاَرْسَلْنَا رَجُلًا اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَسْاَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَمَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَاِنْ اُغْمِیَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔

ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ذات عرق میں رمضان المبارک کا چاند دیکھا۔ ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس چاند کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا تو حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے چاند کو دیکھنے کے لیے بڑھا دیا اگر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی (تیس دن) پوری کرو۔

باب ۳۱۳ بَيَانِ مَعْنٰی قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ

عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے

۲۴۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی قَالَ اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے ایک رمضان کا دوسرا ذوالحجہ کا۔

رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ۔

۲۴۲۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ سُوَيْدٍ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَهْرَا عِيْدٍ لَا يَنْقُصَانِ فِیْ حَدِيْثِ خَالِدٍ شَهْرَا عِيْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّةِ۔

ف: یعنی ان کا اجر اور ثواب کم نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عید کے دو مہینے ناقص نہیں ہوتے، خالد کی روایت میں ہے عید کے دو مہینے رمضان اور ذوالحجہ کے۔

بَابُ ۳۱۴ بَيَانِ اَنَّ الدُّخُوْلَ فِی الصَّوْمِ يَحْصُلُ بِطُلُوْعِ الْفَجْرِ وَاَنَّ لَهُ الْاَكْلَ وَغَيْرَهُ حَتّٰى يَطْلَعَ الْفَجْرُ وَبَيَانُ صِفَةِ فَجْرِ الَّذِیْ يَتَعَلَّقُ بِهِ الْاَحْكَامُ مِنَ الدُّخُوْلِ فِی الصَّوْمِ وَدُخُوْلِ وَقْتِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَهُوَ الْفَجْرُ الثَّانِیْ وَيُسَمّٰى الصَّادِقَ وَالْمُسْتَطِيْرَ وَاَنَّهُ لَا اَثَرَ لِلْفَجْرِ الْاَوَّلِ فِی الْاَحْكَامِ وَهُوَ الْفَجْرُ الْكَاذِبُ الْمُسْتَطِيْرُ بِاللَّامِ كَذَنَبِ السَّرْحَانِ وَهُوَ الذِّئْبُ

طلوع فجر سے روزے کا شروع اور طلوع فجر تک سحری کھانے کا جواز

۲۴۲۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ قَالَ لَهٗ عَدِیٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِیْ عِقَالَيْنِ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ اَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيْضٌ اِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے یعنی فجر نہ ہو جائے تو عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے تکیے کے نیچے سیاہ اور سفید رنگ کی دو رسیاں رکھ لی ہیں اور ان کی وجہ سے میں رات اور دن میں امتیاز کر لیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے (جس کے نیچے رات اور دن آجاتے ہیں!) کالے اور سفید دھاگے سے

۲۴۳۰ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ يَأْخُذُ خَيْطًا أَبْيَضَ وَخَيْطًا أَسْوَدَ فَيَأْكُلُ حَتَّى يَسْتَبِينَهُمَا حَتَّى أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْفَجْرِ فَبَيَّنَ ذٰلِكَ۔

دن اور رات مراد ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے تو ایک صاحب سفید دھاگا اور کالا دھاگا لے لیتے اور اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک ان میں فرق نہ ظاہر ہو جاتا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا اور بیان فرمایا (کہ سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد دن اور رات ہیں)

۲۴۳۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَا نَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدَهُمَا فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَالْخَيْطَ الْأَبْيَضَ فَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رِيُّهُمَا فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا إِنَّمَا يَعْنِي بِذٰلِكَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو تو جب کوئی شخص روزہ رکھنے کا ارادہ کرتا تو وہ اپنے پیر میں دو دھاگے باندھ لیتا۔ ایک سفید اور دوسرا سیاہ اور اس وقت تک کھاتا رہتا جب تک اس پر ان کا فرق ظاہر نہ ہوتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کا لفظ نازل فرمایا پھر معلوم ہوا کہ دھاگے سے مراد رات اور دن ہے۔

۲۴۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو ہی اذان دے دیتے ہیں لہٰذا تم ابن ام مکتوم کی اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

۲۴۳۳ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ بِلَالًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں تم عبد اللہ ابن ابن ام مکتوم اذان تک کھاتے پیتے رہا کرو۔

يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تَسْمَعُوا أَذَانَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ.

۲۴۳۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنَانِ بِلَالٌ وَابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِلَالًا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤَذِّنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا أَنْ يَنْزِلَ هَذَا وَيَرْقَى هَذَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے، بلال اور ابن ام مکتوم جو نابینا تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رات کو اذان دیتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔ راوی کہتے ہیں اور ان کے اذان دینے میں یہ فرق تھا کہ وہ اترتے تھے اور یہ چڑھتے تھے۔

۲۴۳۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

۲۴۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِالْإِسْنَادَيْنِ كِلَيْهِمَا نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

ایک دیگر سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

۲۴۳۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ أَوْ قَالَ نِدَاءُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ أَوْ قَالَ يُنَادِي لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَقَالَ لَيْسَ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَصَوَّبَ يَدَهُ وَرَفَعَهُمَا حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَفَرَّجَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال کی اذان کے سبب تم میں سے کوئی شخص سحری کھانے سے نہ رکے کیوں کہ وہ اس لیے اذان دیتے ہیں تاکہ نماز میں مشغول شخص سحری کھانے کے لیے چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے اور صبح وہ نہیں ہے جو اس اسطرح ہے آپ نے ہاتھوں کو سیدھا کر کے اوپر کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا حتیٰ کہ اس طرح ہو جائے اور آپ نے انگلیوں کو کھول دیا۔

۲۴۳۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے آپ نے فرمایا فجر وہ نہیں جو ایسی ہو اور آپ نے سب

غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ الْفَجْرَ لَيْسَ الَّذِىْ يَقُوْلُ هٰكَذَا وَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ نَكَسَهَا اِلَى الْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الَّذِىْ يَقُوْلُ هٰكَذَا وَوَضَعَ الْمُسَبِّحَةَ عَلَى الْمُسَبِّحَةِ وَمَدَّ يَدَيْهِ۔

انگلیوں کو ملا کر زمین کی طرف جھکایا اور فرمایا (فجر وہ ہے) جو اس طرح ہو انگشت شہادت کو انگشت شہادت پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو پھیلایا۔

۲۴۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ قَالَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِىِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَانْتَهٰى حَدِيْثُ الْمُعْتَمِرِ عِنْدَ قَوْلِهٖ يُنَبِّهُ نَائِمَكُمْ وَيَرْجِعُ قَائِمَكُمْ وَقَالَ اِسْحٰقُ قَالَ جَرِيْرٌ فِىْ حَدِيْثِهٖ وَلَيْسَ اَنْ يَقُوْلَ هٰكَذَا يَعْنِى الْفَجْرَ هُوَ الْمُعْتَرِضُ وَلَيْسَ بِالْمُسْتَطِيْلِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے جس میں ہے بلال کی اذان اس لیے ہوتی ہے کہ نماز پڑھنے والا رک جائے اور سونے والا بیدار ہو جائے جریر کی روایت میں ہے صبح ایسی نہیں ہے یعنی چوڑائی میں ہے لمبائی میں نہیں۔

۲۴۴۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِىِّ حَدَّثَنِىْ وَالِدِىْ اَنَّهٗ سَمِعَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَغُرَّنَّ اَحَدَكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ مِّنَ السُّحُوْرِ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص سحری کے وقت بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے اور نہ اس سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا هٰذَا الْبَيَاضُ لِعَمُوْدِ الصُّبْحِ حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا نہ کھائے نہ اس سفیدی سے جو صبح کے وقت ستون کی طرح ہوتی ہے جب تک وہ پھیل نہ جائے۔

۲۴۴۲۔ وَحَدَّثَنِىْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِىُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِى ابْنَ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِىُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَلَا بَيَاضُ الْاُفُقِ الْمُسْتَطِيْلِ هٰكَذَا حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ هٰكَذَا وَحَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ يَعْنِىْ مُعْتَرِضًا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ افق کی لمبی سفیدی سے جب تک وہ پھیل نہ جائے

۲۴۴۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَوَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی

بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ يَخْطُبُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ نِدَاءُ بِلَالٍ وَّهٰذَا الْبَيَاضُ حَتّٰى يَبْدُوَ الْفَجْرُ اَوْ قَالَ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ۔

شخص بلال کی اذان سے دھوکا کھائے نہ اس سفیدی سے حتیٰ کہ فجر ظاہر ہو جائے۔

۲۴۴۴ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ سَوَادَةُ بْنُ حَنْظَلَةَ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ هٰذَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... پھر حسب سابق روایت ہے۔

فجر کے وقت سے پہلے اذان دینے میں مذاہب

حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے اور یہ اذان طلوع فجر سے پہلے ہوتی تھی۔ امام مالک، امام شافعی اور بعض دیگر فقہا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ فجر کے وقت سے پہلے اذان دینا جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان کی مشروعیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ نماز کے وقت کی خبر دی جائے اور حضرت بلال کی اذان کا جواب یہ ہے کہ وہ نماز کے وقت پر متنبہ کرنے کے لیے نہیں ہوتی تھی بلکہ سونے والوں کو سحری کھانے پر متنبہ کرنے کے لیے یا رات کو نوافل پڑھنے والوں کو سحری کی طرف متوجہ کرنے کے لیے ہوتی تھی۔ اس کا حدیث میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی اذان صحیح ہے بشرطیکہ اس کو وقت بتلانے والا ہو۔

باب ۳۱۵ فَضْلِ السُّحُوْرِ وَاسْتِحْبَابِهٖ وَاسْتِحْبَابِ تَاْخِيْرِهٖ وَتَعْجِيْلِ الْفِطْرِ

سحری کی فضیلت اور استحباب

۲۴۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِي السُّحُوْرِ بَرَكَةً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

۲۴۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَلِيٍّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ قَيْسٍ مَوْلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ.

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے۔

۲۴۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ ح وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُوْسَى بْنِ عَلِيٍّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۴۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ ح وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُمْنَا اِلَى الصَّلٰوةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا قَالَ خَمْسِيْنَ اٰيَةً.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے (راوی کہتے ہیں) میں نے دریافت کیا ان دونوں کے درمیان کتنا وقفہ تھا انھوں نے کہا پچاس آیات (کے پڑھنے کے برابر)۔

۲۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ ح حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَامِرٍ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ جب تک روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے خیر پر رہیں گے۔

۲۴۵۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

۲۴۵۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْنَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْاِفْطَارَ وَيُؤَخِّرُ الصَّلٰوةَ قَالَتْ اَيُّهُمَا الَّذِيْ يُعَجِّلُ الْاِفْطَارَ وَيُعَجِّلُ الصَّلٰوةَ قَالَ قُلْنَا عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ قَالَتْ كَذٰلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَالْاٰخَرُ اَبُوْ مُوْسٰى.

ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ہم نے عرض کیا، اے ام المؤمنین! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب ہیں سے ایک جلد روزہ افطار کر کے جلد نماز پڑھتے ہیں دوسرے تاخیر سے روزہ افطار کر کے تاخیر سے نماز پڑھتے ہیں، ام المؤمنین نے پوچھا وہ کون ہے جو جلد افطار کرتا اور جلد نماز پڑھتا ہے؟ ہم نے عرض کیا وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا ابو کریب کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ دوسرے صاحب حضرت ابو موسیٰ ہیں۔

۲۴۵۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ عَطِيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَمَسْرُوْقٌ عَلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَ لَهَا مَسْرُوْقٌ رَجُلَانِ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِلَاهُمَا لَا يَأْلُوْا عَنِ الْخَيْرِ اَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ وَالْاٰخَرُ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ فَقَالَتْ مَنْ يُعَجِّلُ الْمَغْرِبَ وَالْاِفْطَارَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَتْ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ.

ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور مسروق دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے مسروق نے عرض کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب ہیں، نیکی اور بھلائی میں دونوں کمی نہیں کرتے۔ ان میں سے ایک مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کرتے ہیں، دوسرے مغرب اور افطار میں تاخیر کرتے ہیں انہوں نے پوچھا ان میں سے مغرب کی نماز اور افطار میں جلدی کون کرتا ہے؟ مسروق نے کہا عبد اللہ بن مسعود! حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

سحری کی فضیلت

تمام ائمہ مذاہب اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھانے کو برکت قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے روزہ رکھنے کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ سحری کھانے سے پہلے روزہ رکھنے والا بسم اللہ پڑھے گا، سحری کے بعد اللہ کی حمد اور استغفار کرے گا اور یہ کلمات برکت کے موجب ہیں، سحری مسلمانوں کی خصوصیت ہے کیونکہ پچھلی امتوں کو اس وقت میں کھانے کی اجازت نہیں تھی۔ سحری کھانا بھی عبادت ہے کیونکہ سحری کھانے

میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہے نیز سحری کی وجہ سے روزہ کی نیت پھر تازہ ہو جاتی ہے۔

باب ۳۱۶ بَيَانِ وَقْتِ انْقِضَاءِ الصَّوْمِ وَ خُرُوجِ النَّهَارِ

روزہ پورے ہونے کا وقت

۲۴۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاتَّفَقُوا فِي اللَّفْظِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ وَأَدْبَرَ النَّهَارُ وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ نُمَيْرٍ فَقَدْ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اُدھر سے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا قَالَ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ فَنَزَلَ فَجَدَحَ فَأَتَاهُ بِهِ فَشَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک کے ماہ میں سفر کر رہے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ابھی تو دن ہے آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ وہ اترے اور ستو گھول کر آپ کی خدمت میں لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستو پیے، پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا۔ جب سورج اس سمت میں ڈوب جائے اور رات اس سمت سے آجائے تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا چاہیے۔

۲۴۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا غَابَتِ الشَّمْسُ قَالَ لِرَجُلٍ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے ایک شخص سے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا یا رسول اللہ! اگر آپ شام ہونے دیں

انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْسَيْتَ قَالَ اَنْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا قَالَ اِنَّ عَلَيْنَا نَهَارًا فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهٗ فَشَرِبَ ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ۔

آپ نے فرمایا اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو! اس نے کہا ابھی تو دن ہے (یہ کہہ کر) وہ اترے اور ستو گھولے آپ نے ستو پیئے اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جب تم دیکھو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔

۲۴۵۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ قَالَ يَا فُلَانُ انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادِ بْنِ عَوَّامٍ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ روزے سے تھے، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے فلاں اتر کر ہمارے لیے ستو گھولو۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۲۴۵۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَعَبَّادٍ وَعَبْدِ الْوَاحِدِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَلَا قَوْلُهٗ وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا اِلَّا فِيْ رِوَايَةِ هُشَيْمٍ وَحْدَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی بعض الفاظ کی کمی سے یہ روایت منقول ہے۔

غروبِ آفتاب کی علامت

اس باب کی احادیث میں روزے کے تمام ہونے کا مدار تین چیزیں بیان فرمائی ہیں رات کا آنا، دن کا جانا اور سورج کا غروب ہونا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کے نزدیک ان تینوں میں سے ہر ایک باقی دو کو متضمن اور لازم ہے اور ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ غروب آفتاب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب رات آجائے اور دن چلا جائے کیوں کہ بسا اوقات انسان ایسی وادی میں ہوتا ہے کہ غروب آفتاب کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ ایسے میں جب دن کی روشنی چھپ جائے اور رات کا اندھیرا شروع ہو جائے تو وہ روزہ افطار کر سکتا ہے۔

عالم کو متنبہ کرنا

حدیث نمبر ۲۴۵۶ کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام روزے سے تھے جب سورج غروب ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ستو بنانے کا حکم دیا۔ غروب آفتاب کے بعد جو شفق کی سرخی اور روشنی کے آثار باقی ہوتے ہیں انھیں دیکھ کر اس شخص نے گمان کیا کہ افطار کا وقت ابھی نہیں ہوا، جب یہ آثار ختم ہو جائیں گے تب افطار ہوگا اور اس کا خیال تھا کہ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آثار نہیں دیکھے اس لیے اس نے آپ کو آگاہ کرنے کے قصد سے کہا ابھی دن ہے پھر آپ نے اس کو مسئلہ بتلانے کی غرض سے فرمایا "جب رات آجائے تو روزہ افطار ہو جاتا ہے"، یعنی بعد کی سرخی اور روشنی کے آثار کے غائب ہونے پر افطار کا مدار نہیں ہے۔

اس حدیث کے فوائد سے یہ ہے کہ اگر یہ خیال ہو کہ عالم نے فلاں چیز کی طرف توجہ نہیں کی تو اسے یاد دلانا اور بتلانا جائز ہے اور عالم کا مسئلہ بتلانا اور یہ کہ روزہ جس طرح کھجور سے افطار کرنا سنت ہے ستو سے بھی سنت ہے۔

بَابُ ۳۱ النَّهْيِ عَنِ الْوِصَالِ

صوم وصال کی ممانعت

۲۴۵۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْوِصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال (بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا، صحابہ نے عرض کیا آپ تو وصال کرتے ہیں! (یعنی بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۴۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِي رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَهَاهُمْ قِيلَ لَهُ أَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أُطْعَمُ وَأُسْقَى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں وصال کیا (بغیر افطار کے روزے رکھے) صحابہ نے بھی وصال شروع کر دیا، آپ نے انھیں منع فرمایا، انھوں نے عرض کیا آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

۲۴۶۱ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔

يَقُلْ رَمَضَانَ

۲۴۶۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّكَ يَا رَسُولَ اللهِ تُوَاصِلُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ الْهِلَالُ لَزِدْتُكُمْ كَالْمُنَكِّلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزوں سے منع فرمایا۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ بھی تو متصلاً روزے رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ جب اس کے باوجود صحابہ وصال سے نہیں رکے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن بغیر افطار کے روزہ رکھا۔ پھر دوسرے دن بغیر افطار کے روزہ رکھا، پھر تیسرے دن اسی طرح روزہ رکھا، پھر انھوں نے چاند دیکھ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر چاند ابھی نظر نہ آتا تو میں اور زیادہ وصال کرتا۔ گویا کہ آپ نے ان کے باز نہ آنے پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

۲۴۶۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ قَالُوا فَإِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّكُمْ لَسْتُمْ فِي ذَلِكَ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي فَاكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وصال کے روزے نہ رکھو!! صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس معاملہ میں مجھ ایسے نہیں ہو، میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے تم وہ کام کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔

۲۴۶۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاكْلَفُوا مَا لَكُمْ بِهِ طَاقَةٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسب سابق روایت کرتے ہیں اور اس میں یہ ہے کہ جس کام کی تمہیں طاقت ہو وہی کیا کرو۔

۲۴۶۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے مثل سابق روایت ہے۔

اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰی عَنِ الْوِصَالِ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عُمَارَةَ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ۔

۲۴۶۶- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوالنَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ اِلٰی جَنْبِهٖ وَجَآءَ رَجُلٌ فَقَامَ اِلَیْنَا حَتّٰی كُنَّا رَهْطًا فَلَمَّا حَسَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّا خَلْفَهٗ جَعَلَ یَتَجَوَّزُ فِی الصَّلٰوةِ ثُمَّ دَخَلَ رَحْلَهٗ فَصَلّٰی صَلٰوةً لَا یُصَلِّیْهَا عِنْدَنَا قَالَ قُلْنَا لَهٗ حِیْنَ اَصْبَحْنَا اَفَطِنْتَ لَنَا اللَّیْلَةَ فَقَالَ نَعَمْ ذَاكَ الَّذِیْ حَمَلَنِیْ عَلٰی ذٰلِكَ الَّذِیْ صَنَعْتُ قَالَ فَاَخَذَ یُوَاصِلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَاكَ فِیْ اٰخِرِ الشَّهْرِ فَاَخَذَ رِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ یُوَاصِلُوْنَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ رِجَالٍ یُوَاصِلُوْنَ اِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِثْلِیْ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ تَمَادّٰی لِیَ الشَّهْرُ لَوَاصَلْتُ وِصَالًا یَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں آکر آپ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، ایک اور شخص آیا اور وہ بھی آکر کھڑا ہو گیا حتی کہ ہماری ایک جماعت ہو گئی جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ میں آپ کے پیچھے ہوں تو آپ نے نماز میں تخفیف کرنی شروع کر دی، پھر آپ گھر تشریف لے گئے اور ایسی نماز پڑھی جیسی آپ ہمارے ساتھ نہیں پڑھتے تھے؟ جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ کو رات ہمارا پتا چل گیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اسی وجہ سے میں نے وہ سب کیا جو کیا تھا! حضرت انس نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے شروع کر دیے اور وہ مہینہ کا آخر تھا، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ صوم وصال کیوں رکھ رہے ہیں؟ تم لوگ میری مثل نہیں ہو اسفوخدا کی قسم اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر صوم وصال رکھتا کہ یہ ضدی لوگ اپنی ضد چھوڑ دیتے۔

۲۴۶۷- حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّیْمِیُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ یَعْنِی ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ وَاصَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَوَاصَلَ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَبَلَغَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ لَوْ مُدَّ لَنَا الشَّهْرُ لَوَاصَلْنَا وِصَالًا یَدَعُ الْمُتَعَمِّقُوْنَ تَعَمُّقَهُمْ اِنَّكُمْ لَسْتُمْ مِّثْلِیْ اَوْ قَالَ اِنِّیْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے آخر میں صوم وصال رکھے، بعض صحابہ نے بھی صوم وصال رکھنے شروع کر دیے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر یہ مہینہ لمبا ہوتا تو میں اس قدر وصل روزے رکھتا کہ ضد کرنے والے اپنی ضد چھوڑ دیتے آپ نے فرمایا لاریب تم میری مثل نہیں ہو یا فرمایا: لاریب میں تمہاری مثل نہیں ہوں! میں اس حال میں رات

لَسْتُ مِثْلَكُمْ إِنِّي أَظَلُّ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِي۔

۲۴۶۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ عَبْدَةَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نَهَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحْمَةً لَهُمْ فَقَالُوا إِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي۔

گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شفقت صحابہ کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا: آپ بھی تو وصال کرتے ہیں! آپ نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

صوم وصال کا معنی صوم وصال کا معنی یہ ہے کہ روزے کے بعد روزہ رکھا جائے اور ان روزوں کے درمیان کھانا پینا نہ ہو اس طرح جتنے روزے رکھے جائیں گے وہ سب صوم وصال ہوں گے، علامہ نووی شافعی[1] اور ملا علی قاری حنفی[2] نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

صوم وصال میں مذاہب علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک صوم وصال مکروہ (تنزیہی) ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک بلا کراہت جائز ہیں اور جمہور کے نزدیک مکروہ تحریمی ہیں[3]

حضور کے صوم وصال پر ایک اشکال کا جواب حدیث نمبر ۲۴۶۷ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس حال میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اسی پر سوال ہوتا ہے کہ جب آپ نے کہا، پی لیا تو وصال کے روزے کیسے ہوئے علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس قول کا مطلب ہے کہ مجھے کھانے پینے کی قوت حاصل ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ وصال کے روزے دنیاوی کھانے کے اعتبار سے تھے اور آپ کو جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے۔ امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو جمال رب کا دیدار کرا دیا جاتا تھا اور اس دیدار سے آپ اسقدر شاد کام ہوتے تھے کہ پھر آپ کو کھانے پینے کی ضرورت نہیں رہتی تھی یعنی میرا کھانا پینا یہی ہے کہ میں اپنے رب کو دیکھ لوں۔

حضور کی مثل کی تحقیق اس باب کی احادیث میں ہے تم میں میری مثل کون ہے؟ اور قرآن مجید میں ہے: انما انا بشر مثلکم۔ (کہف: ۱۱۰، فصلت: ۶) "میں تمہاری مثل بشر ہوں"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

بظاہر ان میں تعارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے جس مثلیت کو ثابت کیا ہے وہ عدمی معنی ہے یعنی معبود نہ ہونے میں میں تم جیسا ہوں نہ تم معبود ہو نہ میں معبود ہوں اور کسی وجودی معنی میں کائنات کا کوئی شخص آپ کی مثل نہیں ہے۔

امتناعِ نظیر علماء اہلسنت اور علماء دیوبند کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کو تخلیق کرنا آیا ممکن ہے یا نہیں؟ علماء دیوبند، شیخ اسماعیل دہلوی کی اتباع میں آپکی نظیر کی تخلیق کو ممکن مانتے ہیں اور علماء اہلسنت، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ کہتے ہیں کہ آپکی نظیر کو تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

نظیر سے مراد وہ شخص ہے جو تمام اوصافِ کمالیہ میں آپ کے مساوی ہو۔ علماء اہلسنت کے نزدیک اس معنی میں آپ کی نظیر کی تخلیق کرنا ممکن نہیں ہے۔

شیخ اسماعیل دہلوی نے لکھا:

اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرائیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے۔ [1]

علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ اس عبارت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص کی تخلیق ممکن ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص کی بھی تخلیق کا ممکن ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جو محال بالذات لازم ہو اس کی تخلیق ممکن نہیں ہو سکتی بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

(ا) کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر (مساوی) کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے (ب) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی لہٰذا جو شخص کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو اس کی تخلیق نہیں ہو سکتی۔ یا بطور دلیل یوں کہا جائے گا:

جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے برابر ہو اگر اس کی تخلیق ممکن ہو تو اللہ تعالیٰ کا کذب ممکن ہو گا لیکن اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممکن ہونا باطل ہے۔ اس لیے جو شخص کمالات میں حضور کے برابر ہو اسکی تخلیق کا ممکن ہونا بھی باطل ہو گا۔ علمی اصطلاح میں پہلی دلیل قیاس اقترانی ہے اور دوسری قیاس استثنائی۔

رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (ایک اور) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین - (احزاب: ۴۰) "محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔

---

[1] شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۲۱، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور۔

اور خاتم النبیین ہیں"

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کی تخلیق ممکن ہو تو اس نص صریح کا کذب ممکن ہو جائے گا باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کی دلیل یہ ہے کہ کذب صفت نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفات نقص معیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے[1]

بعض لوگ اس دلیل پر یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کمی اور عجز لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت میں کمی اور عجز تب لازم آتا کہ کوئی چیز ممکن ہوتی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل نہ ہوتی اور جو چیز ممکن نہ ہو وہ تحت قدرت نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا عدم یا اللہ تعالیٰ کا شریک یا اللہ تعالیٰ کا جہل یہ تمام امور تحت قدرت نہیں ہیں اور اس سے قدرت میں کمی لازم نہیں آتی کیونکہ یہ امور فی نفسہٖ ممکن نہیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم ایک ایسی چیز فرض کرتے ہیں جس کے کمالات میں برابر یا اس سے بڑھ کر کسی اور مخلوق کا پیدا کرنا محال بالذات ہے، اب ایسی مخلوق کا پیدا کرنا ممکن ہے یا نہیں؟ اگر ممکن نہیں تو قدرت میں کمی اور عجز لازم آیا اور اگر ممکن ہے تو یہ مان لیا گیا کہ اس مخلوق کے کمالات میں برابر پیدا کرنا تحت قدرت نہیں ہے اگر اس سے عجز لازم نہیں آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کے تحت قدرت نہ ہونے سے بھی عجز نہیں لازم آنا چاہیے۔

ایک اور شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ممکن کی مثل بھی ممکن ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممکن ہیں لہٰذا آپ کی مثل بھی ممکن ہونی چاہیے لہٰذا آپ کی نظیر ممکن ہوگی نہ کہ محال، اس کا جواب یہ ہے کہ اس قاعدہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ممکن کی مثل کا ہونا ممکن ہے ورنہ واجب کی مثل واجب ہے کا مطلب ہوگا کہ واجب کی مثل کا ہونا واجب ہے اور یہ بداہتہً باطل ہے اس لیے اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر ممکن کی مثل ہوگی تو ممکن ہوگی جیسا کہ دوسرے قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر واجب کی مثل ہوگی تو واجب ہوگی۔

علامہ خیر آبادی نے اس نظریہ پر ایک اور دلیل قائم کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق اور آخر الانبیاء ہیں اور جس شخص کو نظیر فرض کیا گیا وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو آپ کے برابر نہیں اور اگر وہ اول خلق اور آخر الانبیاء ہے تو جب وہ اول خلق ہے تو حضور سے پہلے ہوگا پس آپ اول نہ رہے لہٰذا آپ کے برابر نہ رہا اور آخر الانبیاء ہے تو وہ آپ کے بعد نبی ہوگا لہٰذا آپ آخر نہ رہے پھر بھی وہ آپ کے برابر نہ رہا۔ پس جب بھی اس شخص کو اوصاف کمالیہ میں آپ کے برابر فرض کیا جائے گا وہ برابر نہیں رہے گا اور جس چیز کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ ممتنع اور محال بالذات ہوتا ہے لہٰذا آپ کی نظیر ممتنع بالذات ہے۔

اس دلیل پر بعض علماء یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ مثلاً زید کا بیٹا عمرو باقی بیٹوں سے پہلے پیدا ہوا یا سب کے آخر میں پیدا ہوا اور اس کی صفت اول ولد یا آخر ولد ہے تو اس کی نظیر بھی ممتنع بالذات ہوگی کیونکہ آپ جس کو بھی اول یا آخر فرض کریں گے وہ اول یا آخر نہیں رہے گا اس طرح عمرو کی بلکہ ہر شخص کی نظیر ممتنع ہو جائے گی تو اس میں آپ کی کیا خصوصیت رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اول ولد یا آخر ولد ہونا کوئی صفت کمال نہیں ہے جبکہ اول خلق ہونا اور آخر الانبیاء

---

[1] علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء تحقیق الفتوی ص ۱۵۵ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور بار اول ۱۳۹۹ھ۔

ہونا صفت کمال ہے علاوہ ازیں اس صورت میں یہ نظریہ اور مستحکم ہو جاتا ہے کہ جب ہر شخص کی نظیر ممتنع بالذات ہے تو آپ کی نظیر کے ممتنع بالذات ہونے میں کیا استبعاد ہے!

باب ۳۱۸ بَيَانِ اَنَّ الْقُبْلَةَ فِي الصَّوْمِ لَيْسَتْ مُحَرَّمَةً عَلٰى مَنْ لَمْ تَحْرُكْ شَهْوَتُهُ

روزے میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا حرام نہیں ہے بشرطیکہ جذبات پر قابو ہو۔

۲۴۶۹۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ اِحْدٰى نِسَائِهٖ ثُمَّ تَضْحَكُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج میں سے کسی کا بوسہ لے لیتے تھے، یہ فرما کر حضرت عائشہ ہنستی تھیں۔

(ف): یہ واقعہ حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے سے بیان کیا ہے، ہنسنے کا سبب اس بات پر تعجب تھا کہ مسئلہ بتلانے کے لیے انھیں یہ ذکر کرنا پڑا۔

۲۴۷۰۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ اَسَمِعْتَ اَبَاكَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ نَعَمْ۔

سفیان کہتے ہیں میں نے عبدالرحمان بن قاسم سے پوچھا کیا تمہارے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لیا کرتے تھے۔ عبدالرحمان کچھ دیر چپ رہے پھر کہا: ہاں۔!

(ف): اس سے مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ روزے میں اپنی بیوی کے ساتھ یہ عمل فی نفسہ جائز ہے۔

۲۴۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِيْ وَهُوَ صَائِمٌ وَاَيُّكُمْ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ اِرْبَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں میرا بوسہ لے لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح اپنے جذبات پر قابو تھا تم میں سے کون شخص اس طرح اپنے جذبات کو کنٹرول کر سکتا ہے؟۔

۲۴۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے اور روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے، لیکن حضور

إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَلَكِنَّهُ أَمْلَكُكُمْ لِإِرْبِهِ

تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

(ف): یعنی تم اگر ایسا کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ جذبات سے بے قابو ہو کر عمل تزویج کر گذرو جو روزے میں حرام ہے۔

۲۴۷۳۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكُكُمْ لِإِرْبِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کا) بوسہ لے لیا کرتے تھے اور حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے۔

۲۴۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (اپنی کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے۔

۲۴۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَمَسْرُوقٌ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْنَا لَهَا أَوَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ قَالَتْ نَعَمْ وَلَكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ أَوْ مِنْ أَمْلَكِكُمْ لِإِرْبِهِ شَكَّ أَبُو عَاصِمٍ

اسود کہتے ہیں میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے استفسار کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں (کسی زوجہ کو) چمٹا لیتے تھے فرمایا ہاں! لیکن حضور تم سب سے زیادہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے والے تھے یا فرمایا: تم میں سے کون آپ کی طرح جذبات پر قابو رکھنے والا ہے۔!

۲۴۷۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ

ایک اور سند سے حسب سابق روایت ہے۔

عَنِ الْاَسْوَدِ وَمَسْرُوْقٍ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ يَسْاَلَانِهَا فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں ان کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ۔

۲۴۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۷۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِيْ شَهْرِ الصَّوْمِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے مہینہ میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ النَّهْشَلِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِيْ رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

صَآئِمٌ۔

۲۴۸۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَآئِمٌ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

۲۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ جَرِيْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ شُتَيْرِ بْنِ شَكَلٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۸۴۔ حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْحُمَيْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُقَبِّلُ الصَّآئِمُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلْ هٰذِهٖ لِأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَخْشَاكُمْ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو! حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انھیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے ہیں، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سنو! خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔!

ف: حضرت عمر بن ابی سلمہ، حضرت ام سلمہ کے بیٹے تھے۔

روزے میں بوسہ لینے میں مذاہب

قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک روزے میں بوسہ لینا مطلقاً مباح ہے، امام مالک مکروہ قرار دیتے

ہیں اور امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک جوان کے لیے مکروہ ہے اور بوڑھے کے لیے مباح ہے۔ امام مالک سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ نفلی روزے میں مباح ہے اور فرض میں مباح نہیں ہے البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ بوسہ لینے سے اس وقت روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انزال منی نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت ذنب کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۲۴۸۴ میں ہے حضرت عمر بن ابی سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے اس لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب اور مغفرت ذنب کا کیا مطلب ہے کیونکہ ہمارے نزدیک آپ کا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

قرآن کریم کی سورۂ فتح کی ابتداء میں یہ آیت ہے: لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر (فتح ۲)۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں یہاں ذنب کا اطلاق اس چیز پر ہے جو فی نفسہٖ گناہ نہیں ہے بلکہ ان کاموں کو ذنب فرمایا گیا ہے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منظر عالی کے پیش نظر ذنب خیال فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ہم نے ان کاموں کی بھی مغفرت فرما دی ہے۔

علامہ ابو مسعود لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات تبلیغ دین اور تشریع کے پیش نظر افضل اور اولیٰ کاموں کو ترک فرما دیتے تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا ترک کرنا بھی جائز ہے یہاں ذنب کا اطلاق ایسے کاموں کے ترک پر فرمایا ہے اور اس کی بھی مغفرت کی نوید سنا دی ہے۔

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کاموں سے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا بھی تاکہ مسلمان جان لیں کہ ان کاموں کا کرنا حرام نہیں ہے مکروہ تنزیہی ہے اور ان کا کرنا جائز ہے، لہٰذا یہاں ذنب کا اطلاق ان چیزوں پر ہے جو مکروہ تنزیہی تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بھی مغفرت کر دی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں کہ نیک لوگوں کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ کا حکم رکھتی ہیں، اس آیت میں ان نیکیوں پر ذنب کا اطلاق فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا ذنب سے بر سبیل فرض گناہ مراد ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ ہیں بھی تو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے۔

علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں یہ ایک عزت افزائی کا کلمہ ہے، جیسے انگریزوں کے زمانہ میں کہا جاتا تھا فلاں شخص پر سات خون معاف ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ اس نے سات خون کر دیے ہیں جو معاف کیے گئے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل آپ کی عزت افزائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت ذنوب کا اعلان کیا۔

شیخ عز الدین ابن سلام لکھتے ہیں: تمام انبیاء علیہم السلام مغفور ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کا اعلان نہیں فرمایا اسی وجہ سے میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام ابتداءً لوگوں کی شفاعت کرنے سے گریز کریں گے اور نفسی نفسی کہہ کر اپنی تشویش کا اظہار فرمائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں آپ کی مغفرت کا اعلان نہ کرتا تو ممکن تھا کہ آپ کو بھی اپنی فکر اور تشویش ہوتی اور آپ بھی شفاعت کرنے میں جھجک اور ہچکچاہٹ محسوس کرتے اسلئے

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی آپ کی مغفرت کا اعلان کر کے آپ کو تسلی دیدی تاکہ محشر میں آپ تسلی، اطمینان اور شرح صدر سے سب کی شفاعت فرما سکیں۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مغفرت کے معنی ستر ہیں اور ہمارے حق میں مغفرت ذنوب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہماری ذوات اور ہمارے عذاب کے درمیان اپنی رحمت کو حائل کر دے اور انبیاء کے حق میں مغفرت ذنوب کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ذوات اور ان کے مفروضہ گناہوں کے درمیان اللہ اپنی عصمت اور حفاظت کو حائل کر دے اس اعتبار سے اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم اور محفوظ کر دیا۔

حضور عصمت کے باوصف امتثال امر اور تواضع کی وجہ سے بکثرت استغفار کیا کرتے تھے۔ حتی کہ ایک دن میں ستر سے زائد مرتبہ استغفار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اظہار قبولیت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

سیدی عبدالعزیز دباغ نے افادہ فرمایا کہ معصیت کا سبب اللہ تعالیٰ سے غفلت ہے۔ جب بندے اور خدا کے درمیان غلبۂ شہوت، غلبۂ غضب یا غلبۂ حرص کے حجابات حائل ہو جاتے ہیں، تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ کی جسمانی کثافت، بشری ہیولانیت اور ظلمات معصیت کے حجابات بھی اس کے اور خدا کے درمیان حائل رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مغفرت الٰہی سے بے بہرہ حضور و شہود سے غافل اور کسب معصیت میں اندھا ہو جاتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور اللہ عزوجل کی ذات کے درمیان یہ حجاب نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے وہ جمال ذات کے محرم، اسرار اور صفات سے واقف اور شہود و حضور میں مستغرق ہوتے ہیں پھر گناہ کیسا! نیز غوث عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں نجس اور متعفن کپڑے پر آ کر مکھیاں بیٹھتی ہیں اگر کپڑا نہ ہو تو مکھیاں بھی نہ ہونگی اور حجاب بمنزلہ کپڑے اور گناہ بمنزلہ مکھیاں ہوتے ہیں پس جب انبیاء اور خدا کے درمیان حجاب نہ رہا تو گناہ بھی نہ رہا اور رفع حجاب حسب مراتب ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں "عفو" کا معنی ہمارے حق میں ستر ذنوب اور انبیاء کے حق میں عدم ذنوب ہوتا ہے اس تمہید کے بعد آیت کا مطلب بیان فرماتے ہیں: انا فتحنا لك فتحا مبينا۔ "پیارے ہم نے اپنے اور تمہارے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں رکھا اور فتح مبین عطا کر دی ہے تاکہ تم ہمیشہ مشاہدۂ ذات اور مطالعۂ صفات میں مستغرق اور منہمک رہو اور تمہاری زندگی گذشتہ ہو یا آئندہ اس میں کسی قسم کی کوئی خطاء راہ نہ پا سکے نہ اجتہاداً نہ عمداً۔

گناہ کا ایک سبب نفس اور اس کے تقاضوں سے اندھا دھند محبت کرنا ہے جب انسان اور اس کے اعمال کے درمیان محبت نفس آتی ہے تو معصیت جنم لیتی ہے اور نیکی کا سبب اللہ اور اس کے احکام سے بے اندازہ محبت ہے جب انسان محبت الٰہی سے سرشار ہوتا ہے تو اسے ہر گناہ سے نفرت اور ہر نیکی سے الفت ہو جاتی ہے۔
پھر نفس کے تقاضوں کو پورا کرنا شاق اور شریعت کی دشوار گزار راہوں میں آبلہ پا چلنا آسان ہو جاتا ہے۔
جب دل اس کی یاد سے معمور اور آنکھیں جلووں سے مخمور ہوں تو انسان اس کی خاطر سر کٹا سکتا ہے لیکن خواہش کے آگے سر جھکا نہیں سکتا۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے آپ کیلئے اپنی محبت کی راہوں کو کشادہ کر دیا تاکہ آپ کی زندگی کے کسی حصہ میں کوئی ایسا عمل نہ آنے پائے جو محروم محبت کا ثمرہ ہو۔

بعض علماء نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے "اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی یا امت کے گناہوں کی مغفرت کر دی ہے۔"

بعض معاصرین نے بھی یہ لکھا ہے:

"اور آیت کریمہ میں امت کے گناہ مراد ہیں ....." [1]

ان حضرات نے جو یہ تفسیر بیان کی ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ کے گناہوں کی مغفرت کے اعلان سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ نے معاذ اللہ گناہ کیے ہوں اس پریشانی سے چھٹکارا پانے کے لیے انھوں نے یہ تفسیر کر دی کہ اس آیت میں آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے لیکن یہ تفسیر احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے، باقی رہی ان کی پریشانی تو اس سے نجات کے لیے اجلّہ علماء کے وہ جوابات کافی ہیں جن کو ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔

متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام نے اس آیت سے یہ مراد لیا کہ اس آیت میں آپ کی مغفرت کا اعلان ہے اور امت کی مغفرت مراد نہیں ہے اور صحابہ کرام نے آپ کے سامنے یہ مطلب بیان کیا اور آپ نے اس مطلب کی توثیق کر دی، اس لیے اس آیت سے امت کی مغفرت مراد لینا صحیح نہیں ہے۔ سر دست ہم یہاں چار حدیثیں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرھم من الاعمال ما تطیقون قالوا انا لسنا کھیئتک یا رسول اللہ ان اللہ قد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فیغضب حتی یعرف الغضب فی وجھہ ثم یقول ان اتقاکم و اعلمکم باللہ انا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تو ایسے عمل کا حکم دیتے جس کو وہ آسانی سے کر سکیں (یعنی مشکل اور دشوار عبادتوں کا حکم نہ دیتے) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے۔ (یعنی آپ کے لیے تو قلیل عبادات کافی ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا تم سب سے زیادہ متقی اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں۔ (لہٰذا مجھ سے زیادہ عبادت کی کوشش مت کرو۔)

(۲) عن عمر بن ابی سلمۃ انہ سأل رسول

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱ ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اوّل۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایقبل الصائم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سل ھذہ لام سلمۃ فاخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع ذلک فقال یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ انی لاتقاکم واخشاکم لہ۔ [1]

(۳)۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستفتیہ وھی تسمع من وراء الباب فقال یا رسول اللہ! تدرکنی الصلوٰۃ وانا جنب فاصوم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا تدرکنی الصلوٰۃ وانا جنب فاصوم فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی۔ [2]

کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ سے پوچھو، حضرت ام سلمہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس طرح کرتے ہیں! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ مسئلہ دریافت کیا اور اس وقت میں بھی دروازے کی اوٹ سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں اس وقت روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات) نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں! میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل کب ہیں! الا یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آخر الذکر دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ روزے میں بوسہ لینے اور حالت جنابت میں روزے کی نیت کو گناہ سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے کہا اگر آپ یہ کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے ہمیں ان کاموں سے بچنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ کام گناہ نہیں

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[2] " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴ " "

ہیں اگر گناہ ہوتے تو میں تم سب سے زیادہ گناہوں کا جاننے والا اور تم سب سے زیادہ ان سے بچنے والا ہوں۔ اور پہلی حدیث کا مطلب ہم نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ قوسین میں واضح کر دیا ہے۔ ان تینوں احادیث سے یہ بات صراحتہً ثابت ہے کہ حضور اور صحابہ کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا اسناد آپ کی طرف تھا امت کی طرف نہیں تھا اور اس سلسلے میں چوتھی حدیث یہ ہے۔

(۴): عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ لم تصنع ھذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورًا۔[1] لہ (متفق علیہ)

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اس قدر قیام کیا کہ پاؤں مبارک میں ورم آگیا۔ آپ سے کہا گیا آپ اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں!۔ (بخاری و مسلم)

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ زیر بحث آیت کریمہ میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کی طرف نہیں ہے نیز اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔

دنیا میں مغفرت کی بشارت کا حصول اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے جو تمام نبیوں اور رسولوں میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا، اور یہ آپ کی بہت بڑی خصوصیت ہے اور اس تقدیر پر یہ آپ کی فضیلت نہیں رہتی بلکہ آپ کے اگلوں پچھلوں یا امت کو یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا میں ان کی مغفرت کی نوید سنا دی گئی! جبکہ آپ کی مغفرت کا اعلان کسی اور آیت میں نہیں ہے، اگرچہ عصمت کی بناء پر آپ کی مغفرت دوسری آیات سے ثابت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اگلوں پچھلوں اور امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو کیا اگلوں پچھلوں اور امت سے ان کی بداعمالیوں کا محاسبہ اور مواخذہ اور ان میں سے بعض کو عتاب اور عذاب نہیں ہوگا؟ قرآن کی بہت سی آیات اور احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بعض گناہ گار مسلمانوں کو ان کی بداعمالیوں پر عذاب ہوگا اگرچہ بالآخر ان کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر یہ مطلب بیان کیا جائے کہ انجام کار ان کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ سزا بھگت کر جنت میں چلے جائیں گے تو یہ کوئی ایسی فضیلت کی بات نہیں جو آپ کی بدولت اور آپ کے سبب سے اگلوں، پچھلوں اور امت کو حاصل ہو کیونکہ جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کی بہرحال نجات ہو جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی بدولت اگر اگلوں، پچھلوں کی مغفرت سے مراد یہ ہے کہ ابتداءً ان کی مغفرت ہو جائیگی تو یہ ثابت نہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ بالآخر ان کی مغفرت ہو جائے گی تو اس میں کوئی خصوصیت اور فضیلت نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کی امت کے بعض گناہ گار افراد کی مغفرت آپ کی شفاعت کی بدولت ہوگی۔ تو یہ مطلب حق ہے لیکن اس صورت میں اس آیت میں تین مضافات کا محذوف ماننا لازم آئے گا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی: لیغفر لک اللہ

---

[1] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۱۰۹۔ ۱۰۸ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

لبعض عصاۃ امتک بشفاعتک اور یہ دور نماز کا تاویل ہے اور جبکہ آیت کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے تو اس پر از تکلف تاویل کی کیا ضرورت ہے! ——— اس مسئلہ کی مزید تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ صِحَّةِ صَوْمِ مَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ

حالت جنابت میں اگر فجر ہو جائے تو روزہ صحیح ہے

۲۴۸۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ مَنْ أَدْرَكَهُ الْفَجْرُ جُنُبًا فَلَا يَصُمْ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ لِأَبِيهِ فَأَنْكَرَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَأَلَهُمَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَكِلْتَاهُمَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى مَرْوَانَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَرْوَانُ عَزَمْتُ عَلَيْكَ إِلَّا مَا ذَهَبْتَ إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَرَدَدْتَ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ قَالَ فَجِئْنَا أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَأَبُو بَكْرٍ حَاضِرٌ ذٰلِكَ كُلَّهُ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ آهُمَا قَالَتَاهُ لَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ هُمَا أَعْلَمُ ثُمَّ رَدَّ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا كَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ إِلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ ذٰلِكَ مِنَ

ابوبکر کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایات میں بیان کرتے تھے کہ جو شخص جنبی حالت میں صبح اٹھے وہ روزہ نہ رکھے، میں نے اس کا اپنے والد عبدالرحمان بن حارث سے ذکر کیا۔ انھوں نے اس کا انکار کیا پھر میں اور عبدالرحمان، حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے پاس گئے۔ عبدالرحمان نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا، ان دونوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے، ابوبکر کہتے ہیں پھر ہم مروان کے پاس گئے اور اس سے اس بات کا ذکر کیا، مروان نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم ضرور حضرت ابوہریرہ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو، ہم ابوہریرہ کے پاس گئے اور اس موقع پر راوی ابوبکر بھی تھے، عبدالرحمن نے حضرت ابوہریرہ سے ماجرا بیان کیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا: کیا ان دونوں نے یہ کہا ہے؟ عبدالرحمان نے کہا ہاں! حضرت ابوہریرہ نے کہا وہ دونوں اس بات کو زیادہ جانتی ہیں، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے یہ قول فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ پھر حضرت ابوہریرہ نے اس قول سے رجوع کر لیا، ابن جریج کہتے ہیں میں نے عبدالملک سے پوچھا کیا ان دونوں نے رمضان کے روزے کے بارے میں یہ حدیث بیان کی تھی؟ انھوں نے کہا آپ بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اٹھتے اور روزہ کی نیت کر لیتے۔

الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَمْ أَسْمَعْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَمَّا كَانَ يَقُولُ فِي ذٰلِكَ الْحَدِيثِ قُلْتُ لِعَبْدِ الْمَلِكِ أَقَالَتَا فِي رَمَضَانَ قَالَ كَذٰلِكَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ ثُمَّ يَصُومُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں رمضان میں صبح کو اٹھتے پھر غسل کر کے روزے کی نیت کر لیتے۔

۲۴۸۶ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ.

ابوبکر کہتے ہیں کہ مروان نے انھیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا جو شخص حال جنابت میں صبح کو اٹھے، آیا وہ روزہ رکھ سکتا ہے؟ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اٹھتے درآں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے پھر آپ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہ (اس) روزے کی قضا کرتے تھے۔

۲۴۸۷ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ الْحُمَيْرِيِّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ حَدَّثَهُ أَنَّ مَرْوَانَ أَرْسَلَهُ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَسْأَلُ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ فَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ لَا مِنْ حُلُمٍ ثُمَّ لَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْضِي.

حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں صبح اٹھتے درآں حالیکہ آپ جماع سے جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے، اور آپ روزے کی نیت کر لیتے تھے۔

۲۴۸۸ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرَ احْتِلَامٍ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَصُومُ.

۲۴۸۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ ابْنُ مَعْبَدِ بْنِ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيهِ وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلٰوةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُوَ أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي.

۲۴۹۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنِ الرَّجُلِ يُصْبِحُ جُنُبًا أَيَصُومُ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آیا در آں حالیکہ وہ بھی دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں در آں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں کیا میں (اس وقت) روزہ رکھ سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی نماز کے وقت اٹھتا ہوں۔ در آں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں اور میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل کب ہیں! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا! بخدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا میں تم سب سے زیادہ عالم ہوں۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا وہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے جو حالت جنابت میں صبح اٹھے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احتلام کے حال جنابت میں صبح اُٹھتے اور پھر روزہ رکھ لیتے تھے۔

ترجمۃ الباب پر دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے حضرت فضل بن عباس سے سن کر یہ روایت کرتے تھے جو شخص حالت جنابت میں صبح اُٹھے وہ روزہ نہ رکھے لیکن جب انھوں نے حضرت عائشہ اور اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں صبح اٹھتے اور روزے کی نیت کر لیتے تھے تو انھوں نے حضرت فضل کی روایت سے رجوع کر لیا کیونکہ اس چیز کو ازواج مطہرات زیادہ جانتی تھیں، علاوہ ازیں حضرت عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی روایت قرآن مجید کے مطابق ہے، کیونکہ قرآن مجید میں طلوع فجر تک کھانے پینے اور عمل ازدواج کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فالآن باشروهن وابتغوا ما كتب الله — اب اپنی بیویوں سے عمل ازدواج کرو، اور اللہ تعالیٰ

لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر۔ (بقرہ: ۱۸۷)۔

نے تمہارے لیے جو اولاد مقدر کر دی ہے، اس کو تلاش کرو، اور کھاتے پیتے رہو، حتیٰ کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز ہو جائے یعنی فجر (ہو جائے)۔

اور جب طلوع فجر تک عمل ازدواج میں مشغول رہنا جائز ہوا تو حال جنابت میں روزے کی نیت کرنا بھی جائز ہو گیا۔

بَابُ ۳۲ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الْجِمَاعِ فِي نَهَارِ رَمَضَانَ عَلَى الصَّائِمِ وَوُجُوبِ الْكَفَّارَةِ الْكُبْرَى فِيهِ وَبَيَانِهَا وَأَنَّهَا تَجِبُ عَلَى الْمُوسِرِ وَالْمُعْسِرِ وَتَثْبُتُ فِي ذِمَّةِ الْمُعْسِرِ حَتَّى يَسْتَطِيعَ

روزے میں عمل ازدواج کی حرمت اور کفارے کا وجوب

۲۴۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلَكْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَمَا أَهْلَكَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ قَالَ هَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ مَا تُطْعِمُ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ ثُمَّ جَلَسَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا قَالَ أَفْقَرَ مِنَّا فَمَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَحْوَجُ إِلَيْهِ مِنَّا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَأَطْعِمْهُ أَهْلَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا! آپ نے فرمایا تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے ساتھ رمضان میں عمل ازدواج کر لیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تو ایک غلام آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو متواتر دو ماہ روزے رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں پھر وہ بیٹھ گیا۔ اسی اثناء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرہ آیا، آپ نے اس سے فرمایا اس کو صدقہ کر دو۔ اس نے کہا مجھ سے زیادہ کوئی ضرورت مند ہے؟ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی گھر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلکھلا کر ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے فرمایا: جاؤ جا کر اپنے گھر والوں کو کھلاؤ۔

۲۴۹۲- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ رِوَايَةِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ وَهُوَ الزَّنْبِيلُ وَلَمْ يَذْكُرْ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں کھجوروں کے ٹوکرے کا ذکر ہے اور یہ نہیں ہے کہ آپ کھلکھلا کر ہنسے اور آپ کی مبارک ڈاڑھیں دکھائی دینے لگیں۔

۲۴۹۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا وَقَعَ بِامْرَأَتِهِ فِي رَمَضَانَ فَاسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ صِيَامَ شَهْرَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں (دن کے وقت) اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیا تم غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔

۲۴۹۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُكَفِّرَ بِعِتْقِ رَقَبَةٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

ایک اور سند سے مروی ہے ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارے کا حکم دیا کہ ایک غلام آزاد کرے، باقی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۲۴۹۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ .

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

۲۴۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ احْتَرَقْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ قَالَ وَطِئْتُ امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ نَهَارًا قَالَ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ قَالَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَجَاءَهُ عَرَقَانِ فِيهِمَا طَعَامٌ فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِهِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں تو جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر؟ اس نے کہا میں نے رمضان میں دن کے وقت اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا، آپ نے فرمایا صدقہ کرو، صدقہ کرو۔ اس نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ بیٹھ جائے اسی اثناء میں آپ کے پاس کھانے کے دو ٹوکرے آئے، آپ نے اس کو حکم دیا کہ (ان کو) صدقہ کر دے۔

۲۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْقَاسِمِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ أَتَى رَجُلٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَلَيْسَ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ تَصَدَّقْ تَصَدَّقْ وَلَا قَوْلُهُ نَهَارًا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا پھر وہی حدیث ہے لیکن اس میں دن کے وقت کا اور صدقہ دینے کے حکم کا ذکر نہیں ہے۔

۲۴۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبَّادَ بْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں حاضر ہوا، اور آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں جل گیا! میں جل گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اَتٰى رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْتَرَقْتُ اِحْتَرَقْتُ فَسَاَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُهٗ فَقَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ قَالَ تَصَدَّقْ قَالَ وَاللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَالِيْ شَيْءٌ وَّمَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ قَالَ اجْلِسْ فَجَلَسَ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اُتِيَ رَجُلٌ يَسُوْقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ اٰنِفًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقْ بِهٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَغَيْرُنَا فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَجِيَاعٌ مَّا لَنَا شَيْءٌ قَالَ فَكُلُوْهُ۔

اس سے پوچھا! کیا ہوا؟ اس نے کہا میں نے اپنی بیوی سے عمل ازدواج کر لیا! آپ نے فرمایا صدقہ کرو اس نے کہا یا نبی اللہ! میرے پاس تو کچھ نہیں ہے اور نہ میں اس پر قادر ہوں! آپ نے فرمایا بیٹھ جا! وہ بیٹھ گیا، ابھی وہ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص دراز گوش ہانکتا ہوا لایا جس پر کھانا لدا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جلنے والا کہاں گیا؟ وہ شخص کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے علاوہ؟ بخدا ہم بھوکے ہیں، ہمارے پاس کچھ نہیں! آپ نے فرمایا تو تم ہی کھا لو!۔

روزے کے کفّارہ میں مذاہب:

رمضان کے روزے کو عمداً عمل ازدواج سے توڑنے پر کفارے کے لزوم میں مذاہب اربعہ متفق ہیں اور اگر نسیاناً عمل ازدواج کرے تو احناف اور شوافع کے نزدیک قضا اور کفارہ نہیں ہے، امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اور امام احمد کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ لازم آتا ہے [1]۔

شافعیہ کے نزدیک اگر عمداً کھانا کھا لیا یا پانی پی لیا تو قضا ہے اور کفارہ نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اس صورت میں بھی قضا اور کفارہ لازم ہیں۔

روزے میں انجکشن لگوانے کا حکم

ہمارے زمانہ میں عام علماء کا یہ نظریہ ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ رگ میں انجکشن لگوایا جائے یا مسئل میں، پہلے میرا بھی یہی نظریہ تھا، لیکن اس مسئلہ میں زیادہ غور وخوض کرنے اور علماء سے مذاکرات کے بعد میں نے اب اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا ہے، اور اب میری تحقیق یہ ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، خواہ وہ انجکشن گوشت میں لگوایا جائے یا رگ میں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا مدار دخول پر ہے خروج پر نہیں ہے اس کی پوری تحقیق ضمیمہ میں ص ۱۱۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

افلاس کی وجہ سے کفّارہ ساقط نہیں ہوتا۔

اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ توڑ لے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور بسبب افلاس اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔ حدیث شریف میں جس اعرابی کا ذکر ہے اس سے بھی کفارہ ساقط نہیں ہوا تھا چونکہ وہ شخص مضطر تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھجوریں کھانے کے لیے دے دیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تجھ سے کفارہ ساقط ہو گیا۔ اس کی فراغت اور وسعت تک کفارہ موقوف ہو گیا تھا۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

بَابُ ۳۲۱ جَوَازِ الصَّوْمِ وَالْفِطْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ لِلْمُسَافِرِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ إِذَا كَانَ سَفَرُهُ مَرْحَلَتَيْنِ فَأَكْثَرَ

سفر شرعی میں روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کی رخصت

۲۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيدَ ثُمَّ أَفْطَرَ قَالَ وَكَانَ صَحَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُونَ الْأَحْدَثَ فَالْأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں سفر پر گئے جب مقام کدید پر پہنچے تو آپ نے روزہ کھول لیا، اور صحابہ کرام آپ کے ہر نئے سے نئے حکم کی پیروی کرتے تھے۔

۲۵۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ قَالَ يَحْيَى قَالَ سُفْيَانُ لَا أَدْرِي مِنْ قَوْلِ مَنْ هُوَ يَعْنِي يُؤْخَذُ بِالْآخِرِ مِنْ قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے سفیان کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول کس کا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری قول پر عمل کیا جاتا تھا۔

۲۵۰۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ كَانَ الْفِطْرُ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ وَإِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْآخِرِ فَالْآخِرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَصَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ لِثَلَاثَ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ۔

زہری کہتے ہیں کہ روزہ کھول لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل پر ہی عمل کرنا چاہیے اور زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رمضان المبارک کی صبح کو مکہ پہنچے تھے۔

۲۵۰۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانُوا يَتَّبِعُونَ الْأَحْدَثَ فَالْأَحْدَثَ مِنْ أَمْرِهِ وَيَرَوْنَهُ النَّاسِخَ الْمُحْكَمَ.

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام آپ کے آخری عمل کی پیروی کرتے تھے اور آپ کے آخری عمل کو ناسخ قرار دیتے تھے۔

۲۵۰۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَافَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَشَرِبَهُ نَهَارًا لِيَرَاهُ النَّاسُ ثُمَّ أَفْطَرَ حَتّٰى دَخَلَ مَكَّةَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَصَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں سفر کیا اور روزہ رکھا، جب مقام عسفان پہنچے تو آپ نے ایک برتن منگایا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی اور اس مشروب کو دن میں پیا تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ پھر آپ نے روزے نہیں رکھے حتی کہ مکہ پہنچ گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر میں) روزے رکھے ہیں اور روزے چھوڑے بھی ہیں جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ چھوڑ دے۔

۲۵۰۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَا نَعِيبُ عَلٰى مَنْ صَامَ وَلَا عَلٰى مَنْ أَفْطَرَ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ وَأَفْطَرَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سفر میں روزہ رکھنے والے کو برا کہتے تھے نہ روزہ نہ رکھنے والے کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا اور نہیں بھی رکھا۔

۲۵۰۶- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلٰى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ كُرَاعَ الْغَمِيمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتّٰى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ إِنَّ بَعْضَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ روانہ ہوئے تو آپ نے روزہ رکھا لوگوں نے بھی روزہ رکھ لیا، جب آپ کراع الغمیم پہنچے تو آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگایا، پھر اس کو بلند کیا تاکہ لوگ دیکھ لیں، پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، بعد میں آپ کو بتایا گیا کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔

النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ أُولٰئِكَ الْعُصَاةُ۔

۲۵۰۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ شَقَّ عَلَيْهِمُ الصِّيَامُ وَإِنَّمَا يَنْظُرُونَ فِيمَا فَعَلْتَ فَدَعَا بِقَدَحٍ مِنْ مَاءٍ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے، اس میں یہ زیادتی ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ لوگوں پر روزہ دشوار ہو رہا ہے اور وہ آپ کے فعل کے منتظر ہیں، پھر آپ نے عصر کے بعد پانی کا ایک پیالہ منگایا۔

۲۵۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَقَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا لَهُ قَالُوا رَجُلٌ صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَصُومُوا فِي السَّفَرِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار سفر کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں اور اس پر سایہ کیا گیا ہے۔ آپ نے پوچھا اسے کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

۲۵۰۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت اسی طرح ہے جس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا ——— اسکے بعد حسب سابق ہے۔

۲۵۱۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ وَكَانَ يُبَلَّغُنِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّهُ كَانَ

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو رخصت دی ہے اس پر عمل کرنا تم کو لازم ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں

يَزِيْدُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّهٗ قَالَ عَلَيْكُمْ بِرُخْصَةِ اللّٰهِ الَّذِيْ رَخَّصَ لَكُمْ قَالَ فَلَمَّا سَاَلْتُهٗ لَمْ يَحْفَظْهُ ۔

نے ان سے دوبارہ پوچھا تو ان کو یہ جملہ یاد نہیں تھا۔

۲۵۱۱ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لِسِتَّ عَشْرَةَ مَضَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ اَفْطَرَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سولہ رمضان کو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں گئے۔ ہم میں سے کچھ لوگ روزے سے تھے اور کچھ کا روزہ نہیں تھا، روزہ دار نے روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کی نہ روزہ چھوڑنے والے نے روزہ دار کی۔

۲۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرِ نِ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَقَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ يَعْنِي ابْنَ عَامِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ نِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ هَمَّامٍ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ التَّيْمِيِّ وَعُمَرَ بْنِ عَامِرٍ وَّ هِشَامٍ لِثَمَانَ عَشْرَةَ خَلَتْ وَفِيْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ فِيْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَشُعْبَةَ لِسَبْعِ عَشْرَةَ اَوْ تِسْعَةَ عَشْرَةَ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور تاریخ میں راویوں کا اختلاف ہے تیمی عمر و بن عامر اور ہشام کی روایت میں اٹھارہ تاریخ ہے، سعید کی روایت میں بارہ تاریخ ہے اور شعبہ کی روایت میں سترہ یا انیس تاریخ مذکور ہے۔

ف: آپ مدینہ سے دس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ میں انیس تاریخ کو داخل ہوئے کسی نے درمیانی تاریخ ذکر کر دی اور کسی نے آخر کی۔

۲۵۱۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَمَا يُعَابُ عَلَى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں سفر کرتے تھے، روزہ دار کے روزہ پر کوئی تنقید کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والے کے افطار پر۔

الصَّآئِمِ صَوْمُهُ وَلَا عَلَى الْمُفْطِرِ إِفْطَارُهُ۔

۲۵۱۴ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَمِنَّا الصَّآئِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَلَا يَجِدُ الصَّآئِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّآئِمِ يَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ وَيَرَوْنَ أَنَّ مَنْ وَجَدَ ضُعْفًا فَأَفْطَرَ فَإِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان المبارک میں جہاد کرتے۔ ہم میں سے کسی کا روزہ ہوتا تھا اور کسی کا نہیں، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کو کچھ کہتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کو، ان کا یہ خیال تھا کہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہے اور روزہ رکھ لیتا ہے تو یہ بہتر ہے اور جو شخص ضعیف ہے وہ روزہ چھوڑ دیتا ہے تو یہ اچھا ہے۔

۲۵۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ قَالَ سَعِيدٌ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَصُومُ الصَّآئِمُ وَيُفْطِرُ الْمُفْطِرُ فَلَا يَعِيبُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا، پس روزہ دار روزہ رکھتا تھا اور روزہ چھوڑنے والا روزہ چھوڑ دیتا تھا اور کوئی کسی کو برا نہیں کہتا تھا۔

۲۵۱۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الصَّوْمِ فِي رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّآئِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّآئِمِ۔

حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا ہے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔

۲۵۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ خَرَجْتُ فَصُمْتُ فَقَالُوا إِلَيْكَ أَعِدْ فَقَالَ فَقُلْتُ إِنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَنِي أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا

حمید کہتے ہیں کہ میں سفر پر روانہ ہوا اور روزہ رکھ لیا تو لوگوں نے مجھ سے کہا تم دوبارہ روزہ رکھو، میں نے کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سفر کرتے تھے، روزہ دار روزہ چھوڑنے والے کی

يُسَافِرُونَ فَلَا يَعِيبُ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ فَلَقِيتُ ابْنَ أَبِي مُلَيْكَةَ فَأَخْبَرْتِنِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِمِثْلِهِ۔

مذمت کرتا تھا، نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار کی۔ پھر میں ابن ابی ملیکہ سے ملا تو انھوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت بیان کی۔

۲۵۱۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ أَكْثَرُنَا ظِلًّا صَاحِبُ الْكِسَاءِ فَمِنَّا مَنْ يَتَّقِي الشَّمْسَ بِيَدِهِ قَالَ فَسَقَطَ الصُّوَّامُ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَرَبُوا الْأَبْنِيَةَ وَسَقَوُا الرِّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض روزہ چھوڑنے والے، ہم ایک جگہ سخت گرمی میں پہنچے اور ہم میں سب سے زیادہ سایہ حاصل کرنے والا وہ شخص تھا جس کے پاس چادر تھی، ہم میں سے بعض اپنے ہاتھوں سے دھوپ سے بچ رہے تھے، پھر روزہ دار تو گر گئے اور روزہ چھوڑنے والے قائم رہے انھوں نے خیمے نصب کیے اور اونٹوں کو پانی پلایا تو آپ نے فرمایا آج روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

۲۵۱۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَصَامَ بَعْضٌ وَأَفْطَرَ بَعْضٌ فَتَحَرَّجَ الْمُفْطِرُونَ وَعَمِلُوا وَضَعُفَ الصُّوَّامُ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ فَقَالَ فِي ذَلِكَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ بِالْأَجْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا، روزہ چھوڑنے والے خدمت پر کمر بستہ ہو گئے اور روزہ دار کام نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا روزہ چھوڑنے والے اجر لے گئے۔

۲۵۲۰- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَزَعَةُ قَالَ أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ مَكْثُورٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَا أَسْأَلُكَ عَمَّا يَسْأَلُكَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَكَّةَ

قزعہ بیان کرتے ہیں میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا درآں حالیکہ ان کے پاس مجمع لگا ہوا تھا، جب ان کے پاس سے لوگ چھٹ گئے تو میں نے کہا میں آپ سے وہ نہیں پوچھوں گا جو یہ لوگ پوچھ رہے تھے۔ میں نے ان سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کا سفر کیا ہے درآں حالیکہ ہم روزہ دار تھے، جب ہم ایک

وَنَحْنُ صِيَامٌ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوٰى لَكُمْ فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَمِنَّا مَنْ أَفْطَرَ ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ فَقَالَ إِنَّكُمْ مُصَبِّحُوا عَدُوِّكُمْ وَالْفِطْرُ أَقْوٰى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا وَكَانَتْ عَزْمَةً فَأَفْطَرْنَا ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَصُومُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ۔

منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: اس وقت تم اپنے دشمن کے قریب آگئے ہو اور اب روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت بخش ہوگا اور ہم کو روزہ نہ رکھنے کی رخصت مل گئی پھر ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے روزہ نہیں رکھا۔ جب ہم دوسری منزل پر پہنچے تو آپ نے فرمایا تم صبح کو اپنے دشمن کے پاس ہوگے اور روزہ نہ رکھنے سے تمہاری قوت زیادہ ہوگی اس لیے روزہ نہ رکھو آپ کا یہ حکم لازمی تھا لہٰذا ہم نے روزہ نہیں رکھا، اس کے بعد ایک وقت آیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں روزے رکھتے تھے۔

۲۵۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلَ حَمْزَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اگر چاہو تو نہ رکھو

۲۵۲۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرٍو الْأَسْلَمِيَّ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ فَأَصُومُ فِي السَّفَرِ قَالَ صُمْ إِنْ شِئْتَ وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں آیا سفر میں بھی روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور چاہو تو نہ رکھو۔

۲۵۲۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے

وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ حَمْزَةَ قَالَ اِنِّيْ رَجُلٌ اَصُوْمُ اَفَاَصُوْمُ فِي السَّفَرِ

کہ میں ایک روزے دار شخص ہوں کیا میں سفر میں بھی روزے رکھوں؟

۲۵۲۵ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ هَارُوْنُ حَدَّثَنَا وَقَالَ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ مُرَاوِحٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَجِدُنِيْ قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَمَنْ اَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَصُوْمَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ قَالَ هَارُوْنُ فِيْ حَدِيْثِهٖ هِيَ رُخْصَةٌ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنَ اللّٰهِ.

حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! میں سفر میں روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوں اگر میں سفر میں روزہ رکھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو اللہ کی جانب سے رخصت ہے جس نے اس رخصت پر عمل کر لیا تو بہتر ہے اور جس نے روزہ رکھنا پسند کیا اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے ہارون کی روایت میں صرف رخصت کا لفظ ہے "اللہ کی جانب سے" یہ الفاظ نہیں ہیں۔

۲۵۲۶ - حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رَشِيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ حَتّٰى اِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِهٖ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فِيْنَا اَحَدٌ صَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے حتی کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے بعض لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

۲۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَيَّانَ الْمُرِّيِّ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ قَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ رَاَيْتُنَا مَعَ رَسُوْلِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بعض اوقات سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ دار دیکھا جب گرمی کی شدت سے لوگ اپنے سروں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے، اور سوا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فِیْ یَوْمٍ شَدِیْدِ الْحَرِّ اَنَّ الرَّجُلَ لَیَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِہٖ مِنْ شِدَّۃِ الْحَرِّ وَمَا فِیْنَا اَحَدٌ صَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ رَوَاحَۃَ۔

علیہ وسلم اور عبداللہ بن رواحہ کے ہم میں سے کوئی شخص بھی روزہ دار نہیں تھا۔

سفر میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں مذاہب

سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے اگر رکھ لیا تو مقبول نہیں ہوگا اور اس کی قضاء واجب ہوگی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں اور ایک موقع پر سفر میں روزہ رکھنے والوں سے فرمایا یہ نافرمان ہیں اور جمہور علماء اور ائمہ اہل فتویٰ نے کہا کہ سفر میں روزہ منعقد ہو جاتا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا روزہ نہ رکھنا؟ امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور اس کو روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف نہ ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ احادیث میں ہے سخت گرمی کے سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا، اور امام اوزاعی، اسحاق اور امام احمد نے کہا کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے، بعض شوافع کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ نہ رکھنے کو حسن اور بہتر قرار دیا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب روزہ رکھنے سے کوئی تکلیف ہو، بعض علماء کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں برابر ہیں بہرحال اکثر علماء کا نظریہ صحیح ہے۔

مسلسل نفلی روزوں کا حکم

حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں روزہ رکھنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دیدی۔ اس حدیث سے بعض علماء روزہ رکھنے کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ وہ سفر میں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ لہٰذا جن ایام میں روزہ رکھنا منع ہے ان کے علاوہ باقی ایام میں مسلسل روزے رکھنا جائز ہوا، اس پر یہ معارضہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حضور نے مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا تھا علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ مسلسل روزے رکھنے سے انہیں ضعف لاحق ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْفِطْرِ لِلْحَاجِّ بِعَرَفَاتٍ یَوْمَ عَرَفَۃَ

حاجی کے لیے عرفہ کے دن میدان عرفات میں روزہ نہ رکھنے کا استحباب

۲۵۲۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ عُمَیْرٍ مَوْلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس کچھ لوگوں نے بحث کی کہ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہے

الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ وَّهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ۔

۲۵۲۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي النَّضْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَّوْلَى اُمِّ الْفَضْلِ۔

۲۵۳۰۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ اَبِي النَّضْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَقَالَ عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى اُمِّ الْفَضْلِ۔

۲۵۳۱۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّ عُمَيْرًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ شَكَّ النَّاسُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صِيَامِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَنَحْنُ بِهَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِقَعْبٍ فِيْهِ لَبَنٌ وَّهُوَ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَهٗ۔

۲۵۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنَّ النَّاسَ شَكُّوْا فِيْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ مَيْمُوْنَةُ بِحِلَابٍ

یا نہیں؟ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا اس وقت آپ میدان عرفات میں اونٹ پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔ لیکن اس میں اونٹ پر کھڑے ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس بات پر شک کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کا روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ حضرت ام الفضل کہتی ہیں کہ ہم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ام الفضل کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ایک پیالہ بھیجا درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں کو عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق شک ہوا۔ حضرت میمونہ نے دودھ کا ایک لوٹا آپ کی خدمت میں بھیجا، درآں حالیکہ آپ میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے آپ نے اس میں سے دودھ پیا اور اس واقعہ کو سب لوگ دیکھ رہے تھے۔

اللَّبَنِ وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ ـ

یوم عرفہ کے روزے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک یوم عرفہ کو روزہ نہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقعہ پر یوم عرفہ کا روزہ نہیں رکھا۔ اور اس لیے بھی کہ روزہ رکھنے سے ضعف لاحق ہوگا جس کی وجہ سے ارکان حج کی ادائیگی میں فرق آئیگا۔ علامہ دشتانی لکھتے ہیں بعض روایات میں یوم عرفہ کے روزے کی جو فضیلت بتائی گئی ہے کہ عرفہ کے روزے سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ فضیلت غیر حاجیوں پر محمول ہے۔

علامہ نووی نے اس حدیث کے یہ فوائد ذکر کیے ہیں: • سواری کی حالت میں میدان عرفات میں وقوف۔ • کھڑے ہو کر اور سواری کی حالت میں مشروب پینے کا جواز • نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینے کا ثبوت۔ • دین دار زوجہ کے ہدیہ کو قبول کرنے کا ثبوت۔ • عورت کے اپنے مال میں تصرف کرنے کا جواز۔

بَاب ۳۲۳ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَاءَ

عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

۲۵۳۳ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا هَاجَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا فُرِضَ شَهْرُ رَمَضَانَ قَالَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ نے مدینہ منورہ ہجرت کی تو آپ نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھا اور (لوگوں کو بھی) روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور جب ماہِ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ وَقَالَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ وَتَرَكَ عَاشُورَاءَ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِوَايَةِ جَرِيرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ آپ عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور آخر میں یہ ہے کہ آپ نے عاشورہ کا روزہ چھوڑ دیا اور فرمایا جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۵۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا اب جبکہ اسلام آگیا تو جو چاہے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ کَانَ یُصَامُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَلَمَّا جَآءَ الْاِسْلَامُ مَنْ شَآءَ صَامَہٗ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَہٗ۔

عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۶۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَآئِشَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْمُرُ بِصِیَامِہٖ قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ کَانَ مَنْ شَآءَ صَامَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَمَنْ شَآءَ اَفْطَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رمضان کی فرضیت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے روزے کا حکم دیتے تھے اور جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا عاشورہ کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

۲۵۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَّمُحَمَّدُ ابْنُ رُمْحٍ جَمِیْعًا عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَنَّ عِرَاکًا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عُرْوَۃَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّ قُرَیْشًا کَانَتْ تَصُوْمُ عَاشُوْرَآءَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ ثُمَّ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصِیَامِہٖ حَتّٰی فُرِضَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ شَآءَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ شَآءَ فَلْیُفْطِرْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روزے کا حکم دیا حتیٰ کہ رمضان (کے روزے) فرض ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۲۵۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ نَّافِعٍ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ اَھْلَ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانُوْا یَصُوْمُوْنَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَامَہٗ وَالْمُسْلِمُوْنَ قَبْلَ اَنْ یُّفْتَرَضَ رَمَضَانُ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَاشُوْرَآءَ یَوْمٌ مِّنْ اَیَّامِ اللّٰہِ فَمَنْ شَآءَ صَامَہٗ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَہٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل جاہلیت عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور فرضیت رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھا پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاشورہ اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو چاہے اس کا روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔

۲۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَزُھَیْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَھُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اَبُوْ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

أُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۲۵۴۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَرِهَ فَلْيَدَعْهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاشورہ کا تذکرہ کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے، جس کو اس دن روزہ رکھنا پسند ہو وہ رکھے اور جس کو ناپسند ہو وہ نہ رکھے۔

۲۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنَّ هٰذَا يَوْمٌ كَانَ يَصُومُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُوَافِقَ صِيَامَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے بارے میں فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھا کرتے تھے جس شخص کو اس دن کا روزہ رکھنا پسند ہو وہ روزہ رکھے اور جس کو اس دن روزہ چھوڑنا ناپسند ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہفتہ کے جس دن کا روزہ رکھتے تھے اگر اس دن عاشورہ ہوتا تو اس دن کا روزہ رکھتے ورنہ نہ رکھتے۔

۲۵۴۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ الْأَخْنَسِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۲۵۴۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یوم عاشورہ

زَيْدٍ الْعَسْتَلَانِيُّ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ ذَاكَ يَوْمٌ كَانَ يَصُوْمُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ۔

کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس دن اہل جاہلیت روزہ رکھتے تھے، جو شخص اس دن روزہ رکھنا چاہتا ہے تو رکھے اور نہیں رکھنا چاہتا تو نہ رکھے۔

۲۵۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ وَهُوَ يَتَغَدّٰى فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ إِلَى الْغَدَاءِ فَقَالَ أَوَلَيْسَ الْيَوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ قَالَ وَهَلْ تَدْرِي مَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ إِنَّمَا هُوَ يَوْمٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَلَمَّا نَزَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ تَرَكَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ تَرَكَهُ۔

عبدالرحمان بن یزید بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت عبداللہ کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ صبح کا ناشتا کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا: اے ابو محمد! آؤ ناشتا کر لو۔ انھوں نے کہا کیا آج عاشورہ کا دن نہیں ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا کیا تم یوم عاشورہ کی حقیقت جانتے ہو؟ اشعث نے کہا وہ کیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا فرضیت ماہِ رمضان سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو آپ نے عاشورہ کا روزہ ترک کر دیا۔

۲۵۴۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تَرَكَهُ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۲۵۴۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَكَنٍ أَنَّ الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ دَخَلَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ ادْنُ فَكُلْ فَقَالَ إِنِّي صَائِمٌ قَالَ نَصُوْمُهُ ثُمَّ تُرِكَ

قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس عاشورہ کے دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے انھوں نے فرمایا اے ابو محمد! قریب آؤ اور کھانا کھاؤ، انھوں نے کہا میں روزے سے ہوں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا پہلے ہم اس دن روزہ رکھتے تھے پھر چھوڑ دیا گیا۔

۲۵۴۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُسْتَمِرُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيْلُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ دَخَلَ الْأَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ عَلَى ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ يَأْكُلُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ الْيَوْمَ عَاشُوْرَاءُ فَقَالَ قَدْ كَانَ يُصَامُ قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ تُرِكَ فَإِنْ كُنْتَ مُفْطِرًا فَأَطْعِمْ.

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس عاشورہ کے دن گئے۔ درآں حالیکہ وہ کھانا کھا رہے تھے۔ انھوں نے کہا اے ابو عبدالرحمان! آج تو عاشورہ کا دن ہے! حضرت ابن مسعود نے فرمایا فرضیت رمضان سے پہلے اس دن روزہ رکھا جاتا تھا اور جب رمضان فرض ہو گیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اگر تمہارا روزہ نہیں ہے تو کھاؤ۔

۲۵۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى أَخْبَرَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ ابْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِيْ ثَوْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ وَيَحُثُّنَا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدُنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں عاشورہ کے روزہ کا حکم دیتے تھے اور ہمیں اس پر برانگیختہ کرتے اور اس کا اہتمام کرتے تھے، پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے ہمیں اس کا حکم دیا نہ اس سے روکا نہ اس کا اہتمام کیا۔

۲۵۴۹ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِيْ سُفْيَانَ خَطِيْبًا بِالْمَدِيْنَةِ يَعْنِيْ فِيْ قَدْمَةٍ قَدِمَهَا خَطَبَهُمْ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِهٰذَا الْيَوْمِ هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَأَنَا صَائِمٌ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَصُوْمَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُفْطِرَ فَلْيُفْطِرْ.

حمید بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ آئے تو انھوں نے یوم عاشورہ کو خطبہ دیا اور فرمایا اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے متعلق فرمایا "یہ عاشورہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا اور میں روزے سے ہوں، تم میں سے جو شخص اس دن روزہ رکھنا پسند کرے وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا پسند کرے وہ نہ رکھے۔

۲۵۵۰ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

زہری نے اسی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کے بارے میں فرمایا: میں روزے سے ہوں، جو روزہ رکھنا چاہے وہ رکھے اور حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے۔

۲۵۵۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي مِثْلِ هٰذَا الْيَوْمِ إِنِّي صَائِمٌ فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ فَلْيَصُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ بَاقِيَ حَدِيثِ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ وَيُونُسَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا ـــــ کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور بنو اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا، اس لیے اس دن کی تعظیم کی وجہ سے ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت ہمارا موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق ہے، پھر آپ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا

۲۵۵۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ يَصُومُونَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَسُئِلُوا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِي أَظْهَرَ اللّٰهُ فِيهِ مُوسٰى وَبَنِي إِسْرَائِيلَ عَلٰى فِرْعَوْنَ فَنَحْنُ نَصُومُهُ تَعْظِيمًا لَهُ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ أَوْلٰى بِمُوسٰى مِنْكُمْ فَأَمَرَ بِصَوْمِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا ـــــ کہ یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، جب لوگوں نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (علیہ السلام) اور بنو اسرائیل کو فرعون پر غلبہ عطا فرمایا تھا، اس لیے اس دن کی تعظیم کی وجہ سے ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت ہمارا موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق ہے، پھر آپ نے اس دن کے روزے کا حکم دیا

۲۵۵۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَسَأَلَهُمْ عَنْ ذٰلِكَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۵۵۴۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے

قدم المدينة فوجد اليهود صياما يوم عاشوراء فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما هذا اليوم الذي تصومونه قالوا هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسى وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصومه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فنحن احق واولى بموسى منكم فصامه رسول الله صلى الله عليه وسلم وامر بصيامه۔

اس دن روزہ رکھنے کا کیا سبب ہے؟ انھوں نے کہا یہ ایک عظیم دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے شکر ادا کرنے کے لیے اس دن کا روزہ رکھا، اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا تم سے زیادہ ہمارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۲۵۵۵۔ وحدثنا اسحٰق بن ابراهيم حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن ايوب بهذا الاسناد الا انه قال عن ابن سعيد ابن جبير ثم يسمه۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۵۵۶۔ وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابن نمير قالا حدثنا ابو اسامة عن ابي عميس عن قيس بن مسلم عن طارق ابن شهاب عن ابي موسى قال كان يوم عاشوراء يوما تعظمه اليهود تتخذه عيدا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموه انتم۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہود عاشورہ کے دن کی تعظیم کرتے تھے اور اسے عید قرار دیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

۲۵۵۷۔ وحدثنا احمد بن المنذر حدثنا حماد بن اسامة حدثنا ابو العميس قال اخبرني قيس فذكر بهذا الاسناد مثله وزاد قال ابو اسامة وحدثني صدقة ابن ابي عمران عن قيس بن مسلم عن طارق ابن شهاب عن ابي موسى رضي الله تعالى عنه وقال كان اهل خيبر يصومون يوم عاشوراء يتخذونه عيدا ويلبسون

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہودی عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور اس دن کو عید قرار دیتے تھے، اپنی عورتوں کو زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگار کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی اس دن کا روزہ رکھو۔

نِسَآءَهُمْ حُلِيَّهُمْ وَشَارِفَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُوْمُوْا اَنْتُمْ۔

۲۵۵۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَزِيْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَسُئِلَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ مَا عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَامَ يَوْمًا يَطْلُبُ فَضْلَهُ عَلَى الْاَيَّامِ اِلَّا هٰذَا الْيَوْمَ وَلَا شَهْرًا اِلَّا هٰذَا الشَّهْرَ يَعْنِيْ رَمَضَانَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کے علاوہ کسی اور دن کی فضیلت کی بناء پر روزہ رکھا ہو۔ نہ آپ نے ماہِ رمضان کے سوا کسی اور (پورے) مہینے کے روزہ رکھے۔

۲۵۵۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ يَزِيْدَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۵۶۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْاَعْرَجِ قَالَ انْتَهَيْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَآءَهٗ فِيْ زَمْزَمَ فَقُلْتُ لَهٗ اَخْبِرْنِيْ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَآءَ فَقَالَ اِذَا رَاَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ فَاعْدُدْ وَاَصْبِحْ يَوْمَ التَّاسِعِ صَائِمًا قُلْتَ هٰكَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهٗ قَالَ نَعَمْ۔

حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا در آں حالیکہ وہ زمزم کے کنارے اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے عاشورہ کے روزے کے بارے میں بتلایئے۔ انھوں نے فرمایا محرم کا چاند دیکھنے کے بعد تم گنتے رہو اور نویں تاریخ کی صبح روزے کے ساتھ کرو۔ میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ رکھتے تھے، انھوں نے کہا: ہاں!

۲۵۶۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ عَمٍّ وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ الْاَعْرَجِ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَآءَهٗ عِنْدَ زَمْزَمَ عَنْ صَوْمِ عَاشُوْرَآءَ

ایک اور سند سے بھی مروی ہے کہ حضرت ابن عباس زمزم کے پاس اپنی چادر سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

بِمِثْلِ حَدِيثِ حَاجِبِ بْنِ عُمَرَ۔

۲۵۶۲۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ ابْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ يُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس روزے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا اس دن کی تو یہود اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اگلا سال آئے گا تو ہم انشاء اللہ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے، راوی کہتے ہیں کہ ابھی سال آنے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

۲۵۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ ابوبکر کی روایت میں ہے آپ نے عاشورہ کا روزہ فرمایا تھا۔

۲۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ مَنْ كَانَ لَمْ يَصُمْ فَلْيَصُمْ وَمَنْ كَانَ أَكَلَ فَلْيُتِمَّ صِيَامَهُ إِلَى اللَّيْلِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی کو عاشورہ کے دن بھیجا اور اسے حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کرے کہ جس نے روزہ نہ رکھا ہو وہ روزہ رکھ لے اور جو کھا چکا ہو وہ اپنے روزے کو رات تک پورا کرے۔

۲۵۶۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ بْنِ لَاحِقٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ الَّتِي حَوْلَ الْمَدِينَةِ مَنْ كَانَ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ وَمَنْ كَانَ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ فَكُنَّا بَعْدَ ذَلِكَ نَصُومُهُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا الصِّغَارَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ وَنَذْهَبُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى طَعَامٍ أَعْطَيْنَاهَا إِيَّاهُ عِنْدَ الْإِفْطَارِ۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کی صبح، انصار کے ان گاؤں میں جو مدینہ کے قرب وجوار میں تھے یہ کہلا بھیجا کہ جس نے روزہ رکھا ہو وہ اپنا روزہ پورا کرے اور جس نے صبح کچھ کھا، پی لیا ہو وہ بقیہ دن نہ کھائے، اس کے بعد ہم اس دن روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے۔ ہم مسجد چلے جاتے اور بچوں کے لیے روئی کی گڑیاں بناتے، جب ان میں سے کوئی کھانے کے لیے روتا تو اسے ہم افطار تک وہ گڑیاں دے دیتے۔

۲۵۶۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مَعْشَرٍ الْعَطَّارُ عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ سَأَلْتُ الرُّبَيِّعَ بِنْتَ مُعَوِّذٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنْ صَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالَتْ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُسُلَهُ فِي قُرَى الْأَنْصَارِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ بِشْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَنَصْنَعُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَنَذْهَبُ بِهِ مَعَنَا فَإِذَا سَأَلُونَا الطَّعَامَ أَعْطَيْنَاهُمُ اللُّعْبَةَ تُلْهِيهِمْ حَتَّى يُتِمُّوا صَوْمَهُمْ۔

خالد بن ذکوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عاشورہ کے روزے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدوں کو انصار کے دیہات میں بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اتنی زیادتی ہے کہ ہم ان بچوں کے کھیلنے کے لیے روئی کی گڑیاں بنا دیتے، پھر جب وہ ہم سے کھانا مانگتے تو ہم انھیں وہ گڑیاں دے دیتے جن کی وجہ سے وہ روزہ بھول جاتے حتی کہ ان کا روزہ پورا ہو جاتا۔

عاشورہ کے روزے کا حکم

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اب عاشورہ کا روزہ سنت ہے، اختلاف اس میں ہے کہ رمضان سے پہلے جب عاشورہ کا روزہ شروع ہوا اس وقت یہ واجب تھا یا مستحب، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس وقت یہ واجب تھا اور امام شافعی کے نزدیک اس وقت یہ مستحب تھا لیکن اس کا استحباب مؤکد تھا۔ بعد میں صرف مستحب رہ گیا۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے آپ نے روزے کا امر کیا اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز حدیث میں ہے جب ماہ رمضان فرض ہو گیا تو آپ نے فرمایا جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلے عاشورہ کے روزے کو ترک کرنے کا اختیار نہیں تھا اور یہ وجوب کی علامت ہے اور امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حدیث

ہیں ہے "اللہ تعالیٰ نے تم پر عاشورہ کا روزہ نہیں لکھا" لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرضیت کی نفی ہے وجوب کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے امام اعظم کا فرمانا ہی صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ عاشورہ کا روزہ نویں محرم کو ہے۔ لیکن جمہور نے اس کی موافقت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ عاشورہ ایک روز پہلے اور ایک روز بعد روزہ رکھنا چاہیے۔ تاکہ یہود کی مخالفت ہو۔ محیط میں ہے کہ تنہا عاشورہ کا روزہ رکھنا یہود کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ بدائع میں ہے کہ بعض فقہاء نے تنہا عاشورہ کا روزہ مکروہ قرار دیا ہے اور اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ دن فضیلت والے دنوں میں سے ہے [1]۔

یوم عاشورہ کی فضیلت

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس دن کو یوم عاشورہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء علیہم السلام کو کرامات سے نوازا۔ (۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس دن کامیاب کیا، ان کے لیے دریا چیرا، اور فرعون اور اس کے لشکر کو اس میں غرق کر دیا۔ (۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اس دن جودی پہاڑ پر ٹھہری۔ (۳) حضرت یونس علیہ السلام نے اس دن مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی (۴) حضرت آدم علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی (۵) حضرت یوسف علیہ السلام کو اس دن کنوئیں سے نکالا گیا۔ (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن ان کو آسمان پر اٹھایا گیا (۷) حضرت داؤد علیہ السلام کی اس دن توبہ قبول ہوئی۔ (۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے (۹) حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس دن بینائی لوٹ آئی۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا اعلان اس دن کیا گیا۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس دن حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا اور حضرت ایوب علیہ السلام نے اس دن بیماری سے شفاء پائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس دن ملک دیا گیا۔

باب ۳۲۴ تَحْرِيمِ صَوْمِ يَوْمَيِ الْعِيدَيْنِ

عید کے ایام میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۶۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَيْنِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِهِمَا يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْآخَرُ

ابو عبید مولیٰ ابن ازہر بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، آپ آئے، نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ان دو دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، ایک وہ دن جس میں تم روزوں کے بعد افطار کرتے ہو۔ ایک وہ دن جس میں تم اپنی قربانیوں کا گوشت

[1] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

يَوْمٌ تَيَا كُلُوْنَ فِيْهِ مِنْ نُسُكِكُمْ۔

کھاتے ہو۔

۲۵۶۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَ يَوْمِ الْفِطْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم اضحیٰ اور یوم فطر دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۶۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيْثًا فَأَعْجَبَنِيْ فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَقُوْلُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَا يَصْلُحُ الصِّيَامُ فِيْ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْأَضْحَى وَ يَوْمِ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کر سکتا ہوں جو آپ نے نہ فرمائی ہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: دو دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں یوم اضحیٰ میں اور رمضان کی عید الفطر میں۔

۲۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

۲۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنِّيْ نَذَرْتُ أَنْ أَصُوْمَ يَوْمًا فَوَافَقَ يَوْمَ أَضْحًى أَوْ فِطْرٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَمَرَ اللّٰهُ بِوَفَاءِ النَّذْرِ وَنَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ۔

حضرت زیاد بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اور کہا میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی اور وہ دن عید الاضحیٰ یا عید فطر کو پڑ رہا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۵۷۲- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمَيْنِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى.

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دن کے روزوں سے منع فرمایا ہے۔

عید کے دن روزہ رکھنے میں مذاہب اور مسائل

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ رکھنا حرام ہے، خواہ نفلی روزہ ہو، کفارہ کا ہو یا نذر کا۔ اگر کسی شخص نے بالخصوص عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روزے کی نیت کی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک نذر منعقد ہو جائے گی اور اس کی قضاء لازم ہوگی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک نذر ہی منعقد نہیں ہوگی۔ اگر کسی شخص نے پیر کے دن کے روزے کی نذر مانی اور اس دن عید ہو گئی تو اس دن روزہ رکھنا بالاجماع جائز نہیں۔ امام اعظم کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم ہے، امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔

باب ۳۲۵ تَحْرِيمِ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَبَيَانِ أَنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی حرمت

۲۵۷۳- وَحَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي مَلِيحٍ عَنْ نُبَيْشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ.

حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام تشریق کھانے، پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَبِي مَلِيحٍ عَنْ نُبَيْشَةَ قَالَ خَالِدٌ فَلَقِيتُ أَبَا مَلِيحٍ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَزَادَ وَذِكْرِ اللهِ تَعَالَى.

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے اور اس میں "ذکر اللہ" کے الفاظ زیادہ ہیں۔

۲۵۷۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت کعب بن مالک اپنے والد سے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيهِ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَاَوْسَ بْنَ الْحَدَثَانِ اَيَّامَ التَّشْرِيقِ فَنَادٰى اَنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَاَيَّامُ مِنًى اَيَّامُ اَكْلٍ وَشُرْبٍ۔

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک اور اوس بن حدثان کو ایام تشریق میں یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جنت میں صرف مؤمن داخل ہوگا اور ایام منیٰ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

۲۵۷۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ فَنَادَيَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: تم دونوں جاکر اعلان کرنا۔

ایام تشریق کے روزوں میں مذاہب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایام تشریق کے روزے مطلقاً جائز نہیں ہیں اور ائمہ ثلاثہ کا ایک قول یہ ہے کہ تمتع کرنے والے کو جب ہدی نہ ملے تو وہ ان ایام میں روزے رکھ سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال آثار سے ہے۔ مثلاً صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایام تشریق میں کسی کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوا اس تمتع کرنے والے کے جس کو ہدی نہیں مل سکی۔ امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالعموم صراحت کے ساتھ بغیر کسی استثناء کے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے لہٰذا یہ نہی مقدم ہے۔

باب ۳۲۶ کَرَاهَةِ اِفْرَادِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ لَا يُوَافِقُ عَادَتَهُ

بالخصوص جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی کراہت

۲۵۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ اَنَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ نَعَمْ وَرَبِّ هٰذَا الْبَيْتِ۔

محمد بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا درآں حالیکہ وہ طواف کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بالخصوص) جمعہ کے دن کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! قسم ہے اس گھر کے رب کی۔

۲۵۷۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی حضرت جابر سے ایسی

عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّهٗ سَاَلَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

روایت ہے۔

۲۵۷۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُمْ اَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ يَّصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ يَصُوْمَ بَعْدَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے سوا اس کے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن کا روزہ اس کے ساتھ رکھے۔

۲۵۸۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَخْتَصُّوْا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ اللَّيَالِيْ وَلَا تَخُصُّوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِّنْ بَيْنِ الْاَيَّامِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِيْ صَوْمٍ يَصُوْمُهٗ اَحَدُكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرو نہ اور دنوں میں سے صرف جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ مخصوص کرو سوا اس کے کہ کوئی شخص (کسی تاریخ کو) ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور (اس تاریخ میں) جمعہ کا دن آجائے۔

جمعہ کے روزے سے ممانعت کی حکمت

جمعہ کے دن روزہ سے منع کرنے کی متعدد وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جس طرح یہود نے ہفتہ کے دن کی ضرورت سے زیادہ تعظیم کی اور باقی اعمال سے غفلت برتی کہیں مسلمان بھی جمعہ کی تعظیم میں افراط اور غلو کر کے باقی اعمال سے غافل ہو جائیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لیے جو سعی کی جاتی ہے روزہ کی وجہ سے ان اعمال میں ضعف لاحق ہوگا اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ نے فرمایا جمعہ کا دن عید کا دن ہے تو تم اپنی عید کے دن روزہ نہ رکھو، الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھو (حاکم)۔

جمعہ کے روزے میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: بالخصوص جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے الا یہ کہ وہ شخص مہینہ کا پہلا، درمیانی اور آخری روزہ رکھا کرتا ہو

اور اتفاق سے وہ دن جمعہ کا ہو تو بلا کراہت روزہ رکھنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے[1]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک جمعہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ وہ شخص رکھ سکتا ہے جس کی عادت اس دن روزہ رکھنا ہو[2]۔ علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے مؤطا میں تصریح کی ہے کہ جمعہ کے دن کا روزہ بلا کراہت جائز ہے البتہ بعض مالکی علماء نے جمعہ کے دن کی تخصیص کو مکروہ قرار دیا ہے[3]۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مطلقاً جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن کی تخصیص مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے تین دن اور جمعہ کو روزہ رکھتے تھے اور بہت کم روزہ چھوڑتے تھے۔" علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حنفیہ کی دلیل ہے[4]۔

باب ۳۲۷ بیان نسخ قول اللہ تعالیٰ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ!

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ" کے منسوخ ہونے کا بیان

۲۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ كَانَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ حَتَّى نَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ)" جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں وہ ہر روزے کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں"، تو جو شخص چاہتا روزہ چھوڑ کر روزے کا فدیہ دے دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد ایک آیت نازل ہوئی جس نے اس آیت کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

۲۵۸۲ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ كُنَّا فِي رَمَضَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم میں سے جو شخص چاہتا رمضان کا روزہ رکھتا اور جو شخص چاہتا چھوڑ دیتا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترجمہ)" تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ ضرور روزہ رکھے"۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[3] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[4] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

فَاَفْتَدٰی بِطَعَامِ مِسْكِيْنٍ حَتّٰى اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ كَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

دائمی مرض اور سخت بڑھاپے کی بنا پر روزہ کا فدیہ

جمہور علماء کے نزدیک آیت مبارکہ الذین یطیقونہ میں ہمزہ سلب کا ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے وہ بطور فدیہ ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور یہ حکم باقی ہے لہٰذا بہت بوڑھے اور کمزور لوگ اور جن لوگوں کو دائمی بیماری ہو جیسے ذیابیطس کے مریض وہ روزے کا فدیہ دے دیں جو نصف صاع یعنی سوا دو سیر گندم کے برابر ہے جو لوگ کسی عارضی عذر کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکیں جیسے دردگردہ اور معدہ کا السر وغیرہ وہ مرض زائل ہونے کے بعد روزے کی قضا کر لیں۔

باب ۳۲۸ جَوَازِ تَاخِيْرِ قَضَآءِ رَمَضَانَ مَالَمْ يَجِئْ رَمَضَانُ اٰخَرُ لِمَنْ اَفْطَرَ بِعُذْرٍ كَمَرَضٍ وَّسَفَرٍ وَّحَيْضٍ وَّنَحْوِ ذٰلِكَ

سفر یا مرض وغیرہ کی بناء پر روزہ قضا کرنے کی تفصیل

۲۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَ يَكُوْنُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَّمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَقْضِيَهُ اِلَّا فِيْ شَعْبَانَ الشُّغْلُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرما رہی تھیں "رمضان المبارک کے روزے مجھ سے قضا ہو جاتے تھے، میں ان کو صرف شعبان میں قضا کرتی تھی کیونکہ میں تمام سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَذٰلِكَ لِمَكَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے مشغول رہتی تھی۔

۲۵۸۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِيْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں راوی کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عائشہ کی یہ تاخیر رسول اللہ صلی

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَظَنَنْتُ اَنَّ ذٰلِكَ لِمَكَانِهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيٰى يَقُوْلُهٗ.

اللہ علیہ وسلم کے پاس خاطر کی وجہ سے ہوتی تھی۔

۲۵۸۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ الشُّغْلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے، اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ کی وجہ سے قضا میں تاخیر ہوتی تھی۔

۲۵۸۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنْ كَانَتْ اِحْدٰنَا لَتُفْطِرُ فِيْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا تَقْدِرُ اَنْ تَقْضِيَهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَاْتِيَ شَعْبَانُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ چھوڑتی تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے شعبان آنے تک قضا نہیں کر سکتی تھی۔

قضا علی الفور واجب نہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قضا علی الفور واجب نہیں ہوتی تاہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تاخیر سے قضا کرنا ایک عذر پر مبنی تھا اور وہ یہ کہ کسی بھی وقت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہو سکتا تھا، شعبان میں چونکہ آپ بکثرت روزے رکھتے تھے اسلیے حضرت عائشہ بھی شعبان میں روزے قضا کرتی تھیں، علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب عورت کا شوہر موجود ہو تو وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔

باب ۳۲۹ قَضَاءِ الصَّوْمِ عَنِ الْمَيِّتِ

میت کی طرف سے روزے رکھنے کا حکم

۲۵۸۸- وَحَدَّثَنِي هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر کچھ روزے ہوں اور اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے یہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔"

۲۵۸۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ فَقَالَ أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِينَهُ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے، اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ماں کی طرف سے ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَقْضِيهِ عَنْهَا فَقَالَ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكَ دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ جَمِيعًا وَنَحْنُ جُلُوسٌ حِينَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے، اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں، کیا میں یہ روزے اس کی طرف سے ادا کر دوں؟ آپ نے فرمایا اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ماں کی طرف سے ادا کرتے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

۲۵۹۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَالْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٍ وَعَطَاءٍ عَنِ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث منقول ہے۔

ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ.

۲۵۹۲- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَابْنُ أَبِيْ خَلَفٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ زَكَرِيَّا ابْنِ عَدِيٍّ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِيْ أُنَيْسَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ نَذْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلٰى أُمِّكِ دَيْنٌ فَقَضَيْتِيْهِ أَكَانَ يُؤَدِّيْ ذٰلِكَ عَنْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَدَيْنُ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يُقْضٰى قَالَ فَصُوْمِيْ عَنْ أُمِّكِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر نذر کا روزہ تھا، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے قرض ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی ماں کی طرف سے روزہ رکھو۔

۲۵۹۳- وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَبُو الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنِّيْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّيْ بِجَارِيَةٍ وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ أَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ أَفَأَصُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِيْ عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّيْ عَنْهَا.

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی، آپ نے فرمایا تمہارا اجر ثابت ہو گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں واپس لوٹا دی۔ اس عورت نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا ہاں اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے کہا میری ماں نے حج نہیں کیا تھا، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔

۲۵۹۴- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے۔ لیکن اس میں دو ماہ کے روزے مذکور ہیں۔

۲۵۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن بریدہ کی اپنے والد سے حسب سابق روایت ہے اس میں ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس میں ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرَيْنِ۔

اسی سند سے سفیان کی روایت میں دو ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

۲۵۹۷۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ الْمَكِّيِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَ صَوْمُ شَهْرٍ۔

ایک اور سند سے سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے حسب سابق روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس کے بعد مثل سابق ہے اور ایک ماہ کے روزوں کا ذکر ہے۔

میت کی طرف سے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا مسلک یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص نے روزوں کی نذر مانی اور نذر پوری کیے بغیر فوت ہو گیا تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے رکھے، اور اگر کسی شخص پر رمضان کے روزے تھے اور وہ فوت ہو گیا تو ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے ان روزوں کا فدیہ دے [1]۔

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں خواہ وہ روزے نذر کے ہوں یا رمضان کے، ولی اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا۔ البتہ اگر اس نے اپنے مال سے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے ورنہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا مستحب [2] اور نفل ہے۔

امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر رمضان کے روزے ہوں تو اس کے ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک دن دو مد (۶۲۵ کلوگرام) طعام کھلا دیا جائے [3]، اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر روزوں یا نمازوں کی نذر ہو تو اس کی طرف سے روزے نہیں رکھے جائیں گے البتہ اس کے روزوں کا فدیہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " "

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

ادا کیا جائے گا اور جس پر نمازیں ہوں تو اس کی طرف سے نمازیں پڑھی جائیں گی نہ نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے گا [1]

امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک اگر کسی شخص پر روزے ہوں تو اس کا ولی (وارث) اس کی طرف سے روزے نہیں رکھ سکتا، البتہ اگر اس نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے اس کی وصیت پوری کرنا لازم ہے ورنہ مستحب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے [2] کہ: کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے، دوسری دلیل یہ ہے کہ زندگی میں عبادت کی ادائیگی میں کوئی شخص کسی کا نائب نہیں ہو سکتا لہٰذا موت کے بعد بھی نہیں ہو سکتا جس طرح کہ نماز میں سب کا اتفاق ہے، کیونکہ عبادت کا مکلف کرنے سے یہ مقصود ہے کہ مکلف کے بدن پر اس عبادت کی مشقت ہو اور نائب کے ادا کرنے سے مکلف کے بدن کو کوئی مشقت نہیں ہوتی، البتہ اس کی طرف سے ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائیگا کیونکہ اب اس مکلف کا خود روزہ رکھنا ممکن نہیں ہے تو فدیہ اس کا قائم مقام ہو جائیگا جیسا کہ شیخ فانی کے مسئلہ میں ہے اور جب اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے کھانا کھلانا لازم ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً کھانا کھلانا لازم ہے خواہ وصیت کرے یا نہیں، کھانے کے فدیہ کی مقدار ہمارے نزدیک ہر مسکین کے لیے نصف صاع (۱۲۵ء۲ کلوگرام) گندم ہے اور امام شافعی کے نزدیک، ایک مد (۶۲۱ کلوگرام) ہے۔

علامہ نووی کی بحث

علامہ نووی لکھتے ہیں: جمہور کا مسلک یہ ہے کہ میت کی طرف سے مطلقاً روزہ نہ رکھا جائے خواہ روزہ نذر کا ہو یا غیر نذر کا، علامہ ابن منذر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، حسن اور زہری سے بھی یہی روایت ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا ہے کہ جمہور کا یہی قول ہے اور اس باب کی حدیث کی وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ میت کی طرف سے ولی کھانا کھلائے اور یہ تاویل باطل ہے، کیونکہ جب اس حدیث کا کوئی معارض نہیں ہے تو پھر اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کرنے سے کون سا مانع ہے؟ ہمارے اصحاب (شافعیہ) نے کہا ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہ پڑھی جائے اور اس کی زندگی میں اس کی طرف سے روزے نہ رکھے جائیں اور اس کی موت کے بعد اس کی طرف سے روزے رکھنے میں اختلاف ہے [4]

علامہ نووی کی بحث کے جوابات

یہ صحیح ہے کہ اس باب کی احادیث میں میت کی طرف سے ولی کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۴۵، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ

[3] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۸۹، دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

کہ ان احادیث کے معارض احادیث نہیں ہیں، اس سلسلے میں احادیث صحیحہ بکثرت وارد ہیں جو ان احادیث کے معارض ہیں:

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر یقول لایصوم احد عن احد ولایصلی احد عن احد۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے روزہ نہ رکھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔

ابن الترکمانی لکھتے ہیں کہ امام نسائی نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ابن عباس قال لایصلی احد عن احد ولایصوم احد عن احد ولکن یطعم عنہ مکان کل یوم مد من حنطۃ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے لیکن اس کی طرف سے ہر روز ایک مد کھانا کھلایا جائے گا

اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے ابن الترکمانی لکھتے ہیں:

ھذا سند صحیح علی شرط الشیخین خلا ابن عبد الاعلی فانہ علی شرط مسلم۔[3]

یہ سند امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے سوا ابن عبد الاعلی کے کیونکہ وہ صرف امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح راوی ہیں۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال لا یصلین احد عن احد ولا یصومن احد عن احد ولکن ان کنت فاعلا تصدقت عنہ او اھدیت۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے نہ کوئی شخص کسی کیطرف سے روزہ رکھے اور اگر تم نے اس کا کفارہ ادا کرنا ہی ہے تو ان نمازوں یا روزوں کا فدیہ میت کے (ایصال ثواب کے) لیے صدقہ یا ہدیہ کر دو۔

ان احادیث صحیحہ میں میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے اور جن احادیث میں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ان احادیث سے منسوخ ہیں کیونکہ امام مالک نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا[5] دوسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی احادیث اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ احادیث تحریم

---

[1] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ

[2] ۔ امام عبدالرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] ۔ علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۴ ص ۲۵۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹، ص ۶۱۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

[5] ۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۶۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۵ھ

پڑا اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ باب مذکور کی بعض احادیث اسانید کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ امام مسلم نے حضرت عائشہ کی جو روایت ذکر کی ہے اس کی سند میں عبید اللہ بن ابی جعفر ہے۔ امام احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے[1] اور حضرت ابن عباس کی روایت کے ضعف کا بیان عنقریب کتاب الام کے حوالہ سے آئے گا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لیے قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ روزہ بھی نہ رکھا جائے کیونکہ دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے لہٰذا جو جواب نماز کی طرف سے دیا جائے گا۔ وہی روزہ کا بھی جواب ہوجائیگا۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ سنن نسائی اور جوہر نقی کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے منع کرتی تھیں[2] اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت اس راوی کے نزدیک منسوخ ہے یا پھر وہ روایت اس راوی سے ثابت نہیں چھٹی وجہ یہ ہے کہ ان روایات میں یہ تاویل ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ ان کا ولی ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات وعلیہ صیام شھر فلیطعم عنہ مکان کل یوم مسکین۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو گیا ہو اور اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں اس کے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

میت کی طرف سے قضاء نہ کرنے میں امام شافعی کی تحقیق

امام شافعی کا قول قدیم وہی ہے جس کو علامہ نووی نے نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے لیکن جدید قول میں امام شافعی نے اس سے رجوع کر لیا ہے اور عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

امام شافعی فرماتے ہیں: جس شخص نے نمازوں یا روزوں کی نذر مانی پھر فوت ہو گیا تو اس کی طرف سے روزوں کا کفارہ دیا جائے گا۔ اور روزے رکھے جائیں گے نہ نماز پڑھی جائے گی نہ نماز کا کفارہ ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حج، نماز اور روزے میں کیا فرق ہے؟ (کیونکہ میت کی طرف سے حج کیا جاتا ہے، روزے کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز کا کفارہ ہے نہ نماز میت کی طرف سے ادا کی جاتی ہے) تو میں جواب دوں گا

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۲۶ھ،
[2] ۔ حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱، ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[3] ۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام میں فرق کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی طرف سے حج بدل مشروع کیا اور حج کے سوا کسی اور عبادت کا بدل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع نہیں کیا۔ اور روزے کا فدیہ اور کفارہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (اور جو شخص روزے کی قضا کرنے سے پہلے فوت ہو گیا وہ اسی حکم میں داخل ہے) اور حائضہ عورت اپنے ایام میں نماز نہیں پڑھتی اور اس کی نماز کا اللہ اور اس کے رسول نے کوئی بدل مقرر نہیں کیا نہ کوئی کفارہ اور فدیہ مشروع کیا، نماز اور روزے کے بدل نہ ہونے اور حج کے بدل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حج میں مال خرچ ہوتا ہے اس لیے میت کے مال سے حج کیا جائے گا اور نماز اور روزہ محض عبادت بدنیہ ہیں اس لیے ان کا بدل نہیں مشروع کیا گیا اگر یہ کہا جائے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عباس سے حدیث مروی ہے تم اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت غیر محفوظ ہے[1]۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ہو اور بندوں کا بھی تو اللہ تعالیٰ کا قرض بندوں پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی طرف سے میت کا قرض ادا کر دے تو وہ قرض ادا ہو جائے گا اور ایسا کرنا مستحب ہے اور اگر میت وصیت کر جائے تو پھر اس کے تہائی مال سے کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔

بَابُ ۳۳ نَدْبِ لِلصَّائِمِ إِذَا دُعِيَ إِلَى طَعَامٍ وَلَمْ يُرِدِ الْإِفْطَارَ أَوْ شُوتِمَ أَوْ قُوتِلَ أَنْ يَقُولَ إِنِّي صَائِمٌ وَأَنَّهُ يُنَزِّهُ صَوْمَهُ عَنِ الرَّفَثِ وَالْجَهْلِ وَنَحْوِهِ

روزہ دار کو جب کھانے کیلئے بلایا جائے یا اُسے کوئی گالی دے تو اس کا "میں روزہ دار ہوں" کہنا مستحب ہے۔

۲۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رِوَايَةً وَقَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی روزہ دار کو کھانے کے لیے بلایا جائے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

۲۵۹۹ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِرِوَايَةٍ إِذَا أَصْبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَجْهَلْ فَإِنِ امْرُؤٌ شَاتَمَهُ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب تم میں سے کوئی شخص روزے کی حالت میں صبح کر اُٹھے تو وہ بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے باز رہے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا بیہودہ گوئی کرے تو وہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

ف: اگر نفلی روزہ ہو اور دعوت کرنے والے پر روزہ دار کا نہ کھانا دشوار اور شاق گزرے تو اس کے لیے روزہ کھول کر دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور اگر فرض یا واجب روزہ ہو تو روزہ کھولنا حرام ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت نفلی عبادات کا اظہار کرنا جائز ہے وگرنہ ان میں اخفاء مستحب ہے اور فرض عبادات کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ اس پر ترک فرائض کی تہمت نہ لگے۔ نیز بیہودہ گوئی اور جہالت کے کاموں سے بہر حال بچنا واجب ہے خواہ روزہ ہو یا نہ ہو لیکن روزے میں ان بُرے کاموں سے بچنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ روزہ رکھنے اور دن بھر بھوکا پیاسا رہنے سے یہی مقصد تھا کہ وہ بُرے کاموں سے بچ سکے ایک اور حدیث شریف میں ہے جس نے جھوٹ بولنا اور بُرے کام نہیں چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۵، مطبوعہ نور محمد کراچی) اس لیے روزے کی حالت میں بُرے کاموں سے بچنے کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

بَابُ ۳۳۱ فَضْلِ الصِّيَامِ

روزے کی فضیلت

۲۶۰۰ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ هُوَ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا اور اس کی خصوصی جزا میں دوں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

وَهُوَ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّيَامُ جُنَّةٌ

۲۶۰۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ إِنِّي صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهِ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ

۲۶۰۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِي لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم نے روزے کے سوا ہر عمل اپنے لیے کیا ہے اور روزہ بالخصوص میرے لیے رکھا ہے۔ اس کی جزا میں دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کسی شخص کا روزہ ہو تو وہ اس روز بیہودہ گوئی کرے نہ فحش گوئی کرے اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ کہدے میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں! اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہوگی۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی جن سے وہ خوش ہوگا، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو افطار سے خوش ہوتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو روزے سے خوش ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل میں روزے کے علاوہ نیکی کو دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لاریب روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں خود دوں گا، روزہ دار میری وجہ سے اپنے کھانے اور اپنی شہوت سے دست بردار ہوتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت اور ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور اس کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔

عِنْدَ فِطْرِهٖ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَآءِ رَبِّهٖ وَلَخُلُوْفُ فِيْهِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ۔

۲۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْ سِنَانٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّوْمَ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ اِنَّ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَيْنِ اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَرِحَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو خوش ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

۲۶۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحَاقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سُلَيْطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ وَهُوَ اَبُوْ سِنَانٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَقَالَ اِذَا لَقِيَ اللّٰهَ فَجَزَاهُ فَرِحَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ جب بندہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اُسے اجر دے گا تو وہ خوش ہوگا۔

۲۶۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْقَطْوَانِيُّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّآئِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مَعَهُمْ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّآئِمُوْنَ فَيَدْخُلُوْنَ مِنْهُ فَاِذَا دَخَلَ اٰخِرُهُمْ اُغْلِقَ فَلَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہونگے ان کے سوا اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار داخل ہوں گے اور جب آخری روزہ دار داخل ہو جائے گا تو پھر وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس دروازے سے کوئی شخص داخل نہیں ہوگا۔

فرمان باری "روزہ میرے لیے ہے" کی دس وجوہات

اللہ تعالیٰ نے روزے کی اضافت اپنی طرف کی ہے کہ "روزہ میرا ہے" یا "روزہ بالخصوص میرے لیے ہے" حالانکہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہوتی ہیں، اس خصوصیت کی علماء کرام نے متعدد وجوہات

بیان کی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ روزے میں ریاکاری نہیں ہو سکتی، اس لیے یہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، بخلاف باقی عبادات کے کیونکہ زکوٰۃ، نماز، یا افعال حج ادا کرتے ہوئے لوگ ان عبادات کو دیکھ لیتے ہیں اور روزے میں کوئی ایسا عمل نہیں جسے ادا کرتے ہوئے دیکھ کر لوگوں کو روزے کا علم ہو جائے سوا روزہ دار اور اس کے رب کے کسی کو اس کے روزے کا علم نہیں ہوتا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ باقی عبادات ظاہرہ کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور روزے کو نہیں لکھتے اس لیے روزہ میرے لیے ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بندہ کو دنیا میں کوئی ظاہری صلہ نہیں ملتا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ استغناء اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور روزہ میں جب بندۂ مومن دن کے کچھ حصہ میں اپنی طبعی ضروریات سے مستغنی رہتا ہے تو وہ ایک گونہ صفت خداوندی کا مظہر ہو جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ باطل خداؤں کی عبادت قیام، رکوع، سجود، طواف، نذر و نیاز اور ان کی خاطر لڑائیوں سے کی گئی لیکن کسی باطل خدا کے لیے کبھی روزہ نہیں رکھا گیا، اس لیے اسلام کی تمام عبادات میں فقط روزہ ایسی عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے رکھا جاتا ہے اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ چھٹی وجہ یہ ہے کہ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اس لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔ ساتویں وجہ یہ ہے کہ روزے کی جزا اللہ تعالیٰ خود ہوگا یعنی روزہ دار کو اپنا دیدار کرائے گا اس لیے فرمایا روزہ بالخصوص میرے لیے ہے۔ آٹھویں وجہ یہ ہے کہ روزہ باقی عبادات میں زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے: علیك بالصوم فانه لا مثل له ۔ روزہ کو لازم کر لو کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ روزہ سے انسان کی بہیمیت کمزور ہوتی ہے اور روحانیت قوی ہوتی ہے اسی وجہ سے روزہ دار کی روح عیتقل ہو جاتی ہے اس لیے فرمایا: الصوم لی روزہ میرا ہے۔ نویں وجہ یہ ہے کہ روزہ کا شرف اور اس کا مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے روزے کی اپنی طرف اضافت کر دی جیسے بیت اللہ اور ناقۃ اللہ میں شرف کی بناء پر اضافت ہے۔ دسویں وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن باقی عبادات لوگوں کے حقوق میں حقداروں کو دے دی جائیں گی لیکن روزہ کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندہ سے حساب لے گا اور اس پر جو لوگوں کے حقوق ہوں گے ان کے عوض حقداروں کو اس کی عبادات دے دی جائیں گی حتیٰ کہ اس کی عبادات میں صرف روزہ رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے لوگوں کے حقوق ادا کر دے گا اور روزے کے بدلہ میں اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا اور مسند احمد اور ابو داؤد طیالسی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "کل العمل کفارۃ الا الصوم الصوم لی وانا اجزی به" ایک اور سند کے ساتھ ہے کل ما یعمله ابن آدم کفارۃ له الا الصوم ۔ ۔ ۔ بنی آدم کا ہر عمل (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہو جاتا ہے ماسوا روزے کے کیونکہ روزہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا اسی لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بُو کے فضائل اور مسائل اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔

بعض علماء نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں جزا دے گا حتیٰ کہ اس کے منہ کی بو مشک سے زیادہ خوشبو دار ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زخمی ہونے والے کے لیے فرمایا: الریح ریح المسك۔ اس کی خوشبو مشک کی ہوگی' دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسانوں کے نزدیک مشک کی خوشبو پسندیدہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کے منہ کی بُو اسی طرح پسندیدہ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے عبادات کے مواقع پر مشک کی خوشبو استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ جسقدر خوش ہوتا ہے روزہ دار کے منہ کی بو سے اس کی بہ نسبت زیادہ خوش ہوگا۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتوں کو خوشبو سے راحت ملتی ہے لیکن ان کو مشک سے زیادہ راحت روزہ دار کے منہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ چونکہ روزہ دار کے منہ کی بُو سے اس قدر اجر و ثواب ہوتا ہے اور اس کی اتنی فضیلت ہے اس لیے روزہ دار کو مسواک کر کے اس بُو کو زائل نہیں کرنا چاہیے اور یہی شوافع کا مسلک ہے۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بارہا رمضان آیا اگر روزہ دار کی بُو کو باقی رکھنے کے لیے روزہ میں مسواک کو ترک کرنا افضل ہوتا تو آپ رمضان میں مسواک نہ کرتے یا صحابہ کرام نہ کرتے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ رمضان میں مسواک کو ترک فرما دیتے تھے، جبکہ احادیث سے بغیر کسی استثناء کے مسواک کرنے کی تاکید بکثرت منقول ہے اس لیے محض قیاس سے مسواک کی سنت کو ترک نہیں کیا جائے گا اور شہید کو غسل نہ دینے کے بارے میں احادیث موجود ہیں اس لیے علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے خون سمیت اٹھے گا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی اور جب اس کے خون کو خوشبو کی بناء پر باقی رکھنے کے لیے غسل نہیں دیا جاتا تو روزہ دار کے منہ کی بو کو زائل کرنے کے لیے مسواک نہیں کرنی چاہیے۔

فرمانِ رسالت "روزہ ڈھال ہے" کی تشریح

حدیث نمبر ۲۶۰۲ میں ہے "روزہ ڈھال ہے"۔ اسکی بھی متعدد تشریحات ہیں ایک یہ ہے کہ جب روزہ دار کو کوئی گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو وہ روزے کو ڈھال بنالے اور اس سے کہے میں روزہ دار ہوں۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب کسی گناہ کا محرک آتا ہے تو روزہ اس کے لیے ڈھال بن جاتا ہے اور وہ روزہ کے سبب اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ تیسری تشریح یہ ہے کہ جہنم کی آگ کے لیے روزہ ڈھال بن جاتا ہے اور روزہ، روزہ دار کی منفرت کرا دیتا ہے۔ چوتھی تشریح یہ ہے کہ روزہ کے سبب سے انسان اپنے نفس کے شر سے بچتا ہے اور اپنی زبان اور بدن کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے اس لیے فرمایا روزہ ڈھال ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصِّيَامِ فِي سَبِيلِ اللهِ لِمَنْ يُطِيقُهُ بِلَا ضَرَرٍ وَلَا تَفْوِيتٍ

جو شخص راہِ خدا میں بغیر کسی تکلیف کے روزہ رکھ سکتا ہو اس کے روزے کی فضیلت

۲۶۰۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ ابْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی

اَبِیْ صَالِحٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ اَبِیْ عَیَّاشٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَصُوْمُ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا بَاعَدَ اللّٰہُ بِذٰلِکَ الْیَوْمِ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دُور رکھے گا۔

۲۶۰۸- وَحَدَّثَنَاہُ قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ عَنْ سُھَیْلٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۶۰۹- وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ وَسُھَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ اَنَّھُمَا سَمِعَا النُّعْمَانَ بْنَ اَبِیْ عَیَّاشٍ الزُّرَقِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَامَ یَوْمًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بَاعَدَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ عَنِ النَّارِ سَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں روزہ رکھا، اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس کے چہرے سے ستر سال کی مسافت تک دور کر دے گا۔

ف: چہرے سے مراد ذات ہے، سنن نسائی میں عقبہ بن عامر سے طبرانی میں عمرو بن عنبسہ سے اور مسند ابو یعلی میں عمرو بن عنبسہ سے اتفاقاً روایت ہے کہ اس کے چہرے کو سو سال کی مسافت تک دور کر دیا جائے گا۔ جامع ترمذی میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک خندق پیدا کر دے گا جس کا فاصلہ زمین اور آسمان جتنا ہوگا اور صحیح روایت ستر سال کی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فاصلوں کے یہ مراتب روزہ داروں کے روزوں کے مراتب کے اعتبار سے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عدد کو صرف تکثیر ظاہر کرنے کے لیے ذکر کیا ہو۔

بَابُ ۳۳ جَوَازِ صَوْمِ النَّافِلَۃِ بِنِیَّۃٍ مِّنَ النَّھَارِ قَبْلَ الزَّوَالِ وَجَوَازِ فِطْرِ الصَّائِمِ نَفْلًا مِّنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَّالْاَوْلٰی اِتْمَامُہٗ

نوافل کا زوال سے قبل روزے کی صحت اور بلا عذر اس کے توڑ دینے کا جواز

۲۶۱۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ بِنْتُ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ يَا عَائِشَةُ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ قَالَتْ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ أَوْ جَاءَنَا زَوْرٌ وَقَدْ خَبَأْتُ لَكَ شَيْئًا قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ هَاتِيهِ فَجِئْتُ بِهِ فَأَكَلَ ثُمَّ قَالَ قَدْ كُنْتُ أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَ طَلْحَةُ فَحَدَّثْتُ مُجَاهِدًا بِهَذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ ذَاكَ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ يُخْرِجُ الصَّدَقَةَ مِنْ مَالِهِ فَإِنْ شَاءَ أَمْضَاهَا وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا.

روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے فرمایا: پھر میں روزے سے ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، پھر ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور کچھ مہمان بھی آ گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس کچھ ہدیہ آیا اور مہمان بھی آ گئے اور میں نے اس میں سے کچھ آپ کے لیے چھپا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ حیس ہے! آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ! میں اس کو لے کر آئی آپ نے اسے کھا لیا پھر آپ نے فرمایا میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی! طلحہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اسی سند کے ساتھ مجاہد سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے مال سے صدقہ نکالے اب اس کی مرضی ہے، دے یا رہنے دے۔!

۲۶۱۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرِينِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے! آپ نے پوچھا کیا تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں روزے سے ہوں، پھر آپ دوسرے دن تشریف لائے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے پاس حیس کا ہدیہ آیا ہے! آپ نے فرمایا مجھے دکھاؤ، میں نے صبح روزے کے ساتھ کی تھی، پھر آپ نے وہ کھا لیا۔

ف: کھجور، گھی اور ستو سے تیار کیے ہوئے کھانے کو حیس کہتے ہیں۔

نفلی روزے کی قضاء میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ زوال سے پہلے پہلے دن میں نفلی روزے کی نیت کر لی تو صحیح ہے۔ امام مالک نے

اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز ہے اور اس کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ نفل کے کرنے اور نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک نفلی روزے کو توڑنا جائز نہیں ہے اور اگر توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہے، امام شافعی اور امام احمد کی دلیل یہ حدیث ہے، تاہم ان کے نزدیک بھی قضا کرنا مستحب ہے [1]

امام ابوحنیفہ کے دلائل اور امام شافعی کے جوابات

امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ نفل کے شروع کرنے میں انسان کو اختیار ہے شروع کرے یا نہ کرے لیکن شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعمال باطل کرنے سے منع فرمایا ہے اور نفلی عبادات کی رعایت نہ کرنے کی مذمت کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تبطلوا اعمالکم۔ (محمد: ۳۳) — اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔

ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم الا ابتغاء رضوان الله فما رعوها حق رعايتها۔ (حدید: ۲۷) — انھوں نے رہبانیت کو از خود محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے شروع کیا، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی، پھر انھوں نے اس کی وہ رعایت نہ کی جو رعایت کرنے کا حق تھا۔

نفل شروع کرنے کے بعد اگر اس کی قضا نہیں کی تو وہ عمل باطل ہو جائے گا اور نوافل کی رعایت نہیں ہو گی۔ اس لیے نوافل کی قضا نہ کرنا حرام اور قضا کرنا فرض ہے۔

صحیح مسلم میں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روزے کی قضا نہیں کی تھی اور اگر بالفرض آپ نے قضا نہ کی ہوتی تو یہ آپ کی خصوصیت تھی اس لیے یہ حدیث شریف قرآن مجید کے خلاف نہیں ہے البتہ بعض اور احادیث سے نفلی روزہ کو توڑنے کے بعد قضا نہ کرنے اجازت ثابت ہے لیکن وہ تمام احادیث مضطرب اور سنداً ضعیف ہیں جبکہ اگر وہ احادیث صحیح بھی ہوتیں تو بھی قرآن مجید کا حکم مقدم تھا۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كنت انا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فبدرتني اليه حفصة وكانت ابنة ابيها فقالت يا رسول الله انا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه قال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (نفلی) روزے سے تھیں۔ ہمارے پاس ایک کھانا آیا جسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا، ہم نے اس سے کچھ کھا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، یہ واقعہ بیان کرنے میں حضرت حفصہ نے مجھ سے سبقت کی اور آخر وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں، کہنے لگیں یا رسول اللہ! ہم دونوں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقضیا یوما اٰخر مکانہ۔[1]

روزے سے تمھیں ہمارے پاس کھانا آیا اسے کھانے کے لیے ہمارا جی چاہا اور ہم نے اس میں سے کچھ کھا لیا۔! آپ نے فرمایا تم دونوں اس روزے کے بدلہ ایک روزہ رکھو۔!

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے[2]

بَابُ ۳۳۴ اَنَّ اَکْلَ النَّاسِیْ وَشُرْبَہٗ وَ جِمَاعَہٗ لَا یُفْطِرُ

بھول کر کھانے پینے اور جماع سے روزے کا نہ ٹوٹنا

۲۶۱۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ ھِشَامٍ الْفَرْدُوْسِیِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَّسِیَ وَھُوَ صَائِمٌ فَاَکَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْیُتِمَّ صَوْمَہٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ وَسَقَاہُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزے میں بھول سے کچھ کھا پی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے۔

روزے میں بھول کر کھانے، پینے والے کے بارے میں مذاہب

اس حدیث میں اکثرین کے مذہب پر دلیل ہے کہ جو شخص روزے میں بھول کر کھا، پی لے یا بھولے سے عمل زوجیت کر لے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے امام مالک کہتے ہیں کہ اس پر قضا ہے، کفارہ نہیں ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ کھانے، پینے میں کچھ نہیں اور عمل زوجیت میں کفارہ ہے۔ یہ حضرات اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس پر گناہ اور مواخذہ نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۵ صِیَامِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَیْرِ رَمَضَانَ وَاسْتِحْبَابِ اَنْ لَّا یُخَلِّیَ شَھْرًا مِّنْ صَوْمٍ

رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کا بیان اور استحباب

۲۶۱۳۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا مَعْلُوْمًا سِوٰى رَمَضَانَ قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنْ صَامَ شَهْرًا مَعْلُوْمًا سِوٰى رَمَضَانَ حَتّٰى مَضٰى لِوَجْهِهٖ وَلَا اَفْطَرَهٗ حَتّٰى يُصِيْبَ مِنْهُ۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں پورے روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ رمضان کے سوا کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے اور نہ کوئی ماہ ایسا گزرا جس میں آپ نے بالکل روزے نہ رکھے ہوں حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

۲۶۱۴- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ اَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرًا كُلَّهٗ قَالَتْ مَا عَلِمْتُهٗ صَامَ شَهْرًا كُلَّهٗ اِلَّا رَمَضَانَ وَلَا اَفْطَرَهٗ كُلَّهٗ حَتّٰى يَصُوْمَ مِنْهُ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے معلوم کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ماہ کے مکمل روزے رکھے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا میرے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے اور نہ کسی ماہ میں مکمل روزے چھوڑے۔ آپ ہر ماہ میں کچھ نہ کچھ روزے رکھتے رہے حتیٰ کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

۲۶۱۵- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ وَهِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ حَمَّادٌ وَاَظُنُّ اَيُّوْبَ قَدْ سَمِعَهٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ قَدْ اَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا رَاَيْتُهٗ صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَمَضَانَ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق دریافت کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا: آپ جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ آپ روزے ہی روزے رکھ رہے ہیں اور جب آپ روزے چھوڑتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے نہیں رکھ رہے۔ حضرت عائشہ نے مزید فرمایا: جب سے آپ مدینہ آئے ہیں میرے علم میں آپ نے رمضان کے سوا کسی ماہ کے مکمل روزے نہیں رکھے۔

۲۶۱۶- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْاِسْنَادِ هِشَامًا وَلَا مُحَمَّدًا۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۱۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی

عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِى النَّضْرِ مَوْلٰى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَ يُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَاَيْتُهُ فِىْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِىْ شَعْبَانَ.

ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھنا شروع کرتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ افطار نہیں کریں گے اور جب آپ افطار شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہِ رمضان کے سوا کسی ماہ مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور نہ کسی ماہ میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔

۲۶۱۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِىْ لَبِيْدٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنْ صِيَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ قَدْ اَفْطَرَ وَلَمْ اَرَهُ صَائِمًا مِنْ شَهْرٍ قَطُّ اَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهٖ مِنْ شَعْبَانَ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ كُلَّهٗ كَانَ يَصُوْمُ شَعْبَانَ اِلَّا قَلِيْلًا.

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم کہتے کہ آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو ہم کہتے کہ آپ افطار ہی کریں گے اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ نے شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھے ہوں۔ آپ چند روزوں کے سوا شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔

۲۶۱۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ شَهْرٍ مِّنَ السَّنَةِ اَكْثَرَ صِيَامًا مِّنْهُ فِىْ شَعْبَانَ وَكَانَ يَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَّمَلَّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ يَقُوْلُ اَحَبُّ الْعَمَلِ اِلَى اللّٰهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ وَاِنْ قَلَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سال کے کسی ماہ میں شعبان سے زیادہ روزے نہیں رکھتے تھے اور آپ فرماتے تھے اپنی طاقت کے مطابق عبادت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ (تمہیں اجر و ثواب عطا کرنے سے) اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم (عبادت کرنے سے) نہ اکتا جاؤ۔ اور آپ مزید فرماتے تھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر دوام کیا جائے خواہ وہ مقدار میں کم ہو۔

۲۶۲۰ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِىُّ حَدَّثَنَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَكَانَ يَصُومُ إِذَا صَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللهِ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللهِ لَا يَصُومُ.

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھے، اور جب آپ روزے رکھتے تو کوئی کہنے والا کہتا: بخدا! اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو کوئی کہنے والا کہتا بخدا اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

۲۶۲۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ شَهْرًا مُتَتَابِعًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ صَوْمِ رَجَبَ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ فِي رَجَبَ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ.

عثمان بن حکیم انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں پوچھا اور اس وقت رجب ہی کا مہینہ تھا انھوں نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تبلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور جب آپ روزے چھوڑتے تو یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔

۲۶۲۳ - وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۲۴ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى يُقَالَ قَدْ صَامَ قَدْ صَامَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے حتی کہ کہا جاتا کہ اب آپ روزے ہی رکھیں گے اور جب آپ افطار کرتے تو کہا جاتا کہ اب آپ افطار ہی کریں گے۔

وَيُفْطِرُ حَتّٰى يُقَالَ قَدْ اَفْطَرَ قَدْ اَفْطَرَ۔

ف: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر ماہ میں روزے رکھنے مستحب ہیں اور عیدین اور ایام تشریق کے سوا سال کے ہر دن میں روزے رکھنے جائز ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے رکھتے تو بکثرت روزے رکھتے اور جب روزے چھوڑتے تو بکثرت روزے چھوڑتے آپ کے اعمال مسلسل اور دائمی ہوتے تھے نوافل میں دوام کے مسئلہ پر ہم نے جلد ثانی میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور شاید قارئین کو اس موضوع پر اسقدر مواد کسی اور جگہ نہ مل سکے۔ شعبان میں آپ بکثرت روزے اس لیے رکھتے تھے کہ اس ماہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال پیش کیے جاتے ہیں، بعض روایات میں محرم میں نفلی روزوں کی زیادہ فضیلت آئی ہے اس کے باوجود آپ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے ممکن ہے یہ چیز کسی عذر یا کسی حکمت پر مبنی ہو۔

بَابُ ۲۳۶ النَّهْيِ عَنْ صَوْمِ الدَّهْرِ لِمَنْ تَضَرَّرَ بِهٖ اَوْ فَوَّتَ بِهٖ حَقًّا اَوْ لَمْ يُفْطِرِ الْعِيْدَيْنِ وَالتَّشْرِيْقَ وَبَيَانِ تَفْضِيْلِ صَوْمِ يَوْمٍ وَّاِفْطَارِ يَوْمٍ

صوم دہر کی ممانعت اور صوم داؤدی کی فضیلت

۲۶۲۵- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ لَاَقُوْمَنَّ اللَّيْلَ وَلَاَصُوْمَنَّ النَّهَارَ مَا عِشْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لَهٗ قَدْ قُلْتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّكَ لَا تَسْتَطِيْعُ ذٰلِكَ فَصُمْ وَاَفْطِرْ وَنَمْ وَقُمْ وَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی گئی کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں ساری رات نماز پڑھوں گا، اور تاحیات ہر روز، روزہ رکھوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا واقعی تم نے یہ باتیں کہی ہیں؟ میں نے عرض کیا ہاں! میں نے یہ کہا ہے یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ نہیں کر سکو گے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو، اور نیند بھی کرو اور رات کو نماز بھی پڑھو اور مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو کیونکہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور یہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں یا رسول اللہ!

اَمْثَالِهَا وَ ذٰلِكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ قَالَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَاَفْطِرْ يَوْمَيْنِ قَالَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ صُمْ يَوْمًا وَ اَفْطِرْ يَوْمًا وَ ذٰلِكَ صِيَامُ دَاوٗدَ وَهُوَ اَعْدَلُ الصِّيَامِ قَالَ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَاَنْ اَكُوْنَ قَبِلْتُ الثَّلَاثَةَ الْاَيَّامَ الَّتِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ وَمَالِيْ

آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ اور یہ صیام داؤد (علیہ السلام) ہیں۔ اور یہ بہترین روزے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے کہا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے افضل کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "کہ مہینہ میں تین روزے رکھو" قبول کر لیتا تو یہ چیز مجھے اپنے اہل و عیال اور مال سے بھی پیاری ہوتی۔

۲۶۲۶- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الرُّوْمِيِّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ انْطَلَقْتُ اَنَا وَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ يَزِيْدَ حَتّٰى نَاْتِيَ اَبَا سَلَمَةَ فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهِ رَسُوْلًا فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَاِذَا عِنْدَ بَابِ دَارِهٖ مَسْجِدٌ قَالَ فَكُنَّا فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى خَرَجَ اِلَيْنَا فَقَالَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا وَاِنْ شِئْتُمْ اَنْ تَقْعُدُوْا هٰهُنَا فَقُلْنَا لَا بَلْ نَقْعُدُ هٰهُنَا فَحَدِّثْنَا قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ اَصُوْمُ الدَّهْرَ وَاَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَالَ فَاِمَّا ذُكِرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِمَّا اَرْسَلَ اِلَيَّ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ لِيْ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُوْمُ الدَّهْرَ وَتَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فَقُلْتُ بَلٰى يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَلَمْ اُرِدْ بِذٰلِكَ اِلَّا الْخَيْرَ قَالَ فَاِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ

یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبداللہ بن یزید، حضرت ابوسلمہ کے پاس گئے اور ان کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا۔ ان کے دروازے کے پاس ایک مسجد تھی جب وہ باہر آئے تو ہم اس مسجد میں تھے انھوں نے کہا اگر چاہو تو گھر چلو اور اگر چاہو تو یہیں بیٹھے رہو، ہم نے کہا ہم یہیں بیٹھیں گے۔ آپ ہمیں حدیثیں بیان کیجئے۔ انھوں نے کہا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے مجھ سے بیان کیا، کہ میں ہمیشہ روزے رکھتا تھا، ہر رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرا ذکر کیا گیا تو آپ نے مجھے بلوایا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور ہر رات قرآن مجید پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! یا نبی اللہ! لیکن میں نے اس عبادت سے صرف خیر کا ارادہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تم مہینہ میں صرف تین روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں! آپ نے فرمایا تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے،

حَقًّا وَّلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهٗ كَانَ أَعْبَدَ النَّاسِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا صَوْمُ دَاوٗدَ قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَقَرِءِ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ كُلِّ عِشْرِيْنَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ عَشْرٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فَإِنِّيْ أُطِيْقُ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَاقْرَأْهُ فِيْ سَبْعٍ وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ فَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا قَالَ فَشَدَدْتُ فَشُدِّدَ عَلَيَّ قَالَ وَقَالَ لِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّكَ يَطُوْلُ بِكَ عُمُرٌ قَالَ فَصِرْتُ إِلَى الَّذِيْ قَالَ لِيْ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَبِرْتُ وَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ قَبِلْتُ رُخْصَةَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

تمہارے مہمان کا تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تم اللہ کے نبی حضرت داؤد صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گذار تھے۔ میں نے کہا اے اللہ کے نبی! حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور آپ نے فرمایا ہر ماہ میں ایک قرآن مجید ختم کیا کرو! میں نے کہا اے اللہ کے نبی! میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر بیس دن میں ایک قرآن مجید ختم کرو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر دس دن میں ایک قرآن مجید ختم کر لو! میں نے عرض کیا میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر سات دن میں قرآن مجید ختم کر لو! اور اس سے زیادہ اپنے آپ کو مشقت میں مت ڈالو کیونکہ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا میں نے اپنے اوپر سختی کی پھر مجھ پر سختی کی گئی۔ حضرت ابن عمرو نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نہیں جانتے شاید تمہاری عمر لمبی ہو۔ حضرت ابن عمرو نے کہا پھر میں اس عمر تک پہنچ گیا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نشاندہی کی تھی اور جب میں بوڑھا ہو گیا تو میں نے سوچا کہ کاش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت قبول کر لی ہوتی!

۲۶۲۷- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِيْهِ بَعْدَ قَوْلِهٖ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ بِكُلِّ حَسَنَةٍ عَشْرَ أَمْثَالِهَا فَذٰلِكَ الدَّهْرُ كُلُّهٗ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ قُلْتُ وَمَا صَوْمُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ وَلَمْ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس روایت میں ہر ماہ تین روزے کے بعد ہے، ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے اور اس طرح صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمرو نے کہا اللہ کے نبی حضرت داؤد کے روزے کیسے تھے آپ نے فرمایا نصف الدھر، اور اس حدیث میں قرآن مجید پڑھنے کے بارے میں کچھ نہیں ہے اور اس

يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ شَيْئًا وَلَمْ يَقُلْ وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلَكِنْ قَالَ لِوَلَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔

حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ تمہارے بیٹے کا بھی تم پر حق ہے

۲۶۲۸۔ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ وَأَحْسِبُنِي قَدْ سَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَإِ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي عِشْرِينَ لَيْلَةً قَالَ قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَاقْرَأْهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَى ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا قرآن مجید ایک ماہ میں ایک مرتبہ پڑھو۔ میں نے عرض کیا مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس کو بیس راتوں میں پڑھو۔ میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر سات روز میں پڑھو اور اس سے کم وقت میں مت پڑھو۔

۲۶۲۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قِرَاءَةً قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنِ ابْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللهِ لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو راتوں کو قیام کرتا تھا پھر اس نے راتوں کا قیام چھوڑ دیا۔

۲۶۳۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَزْعَمُ أَنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَصُومُ وَأُصَلِّي اللَّيْلَ فَإِمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَإِمَّا لَقِيتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَصُومُ وَلَا تُفْطِرُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ میں (نفلی) روزے (مسلسل) رکھتا ہوں اور ساری رات نماز پڑھتا ہوں۔ آپ نے کسی کو میرے پاس بھیجا یا میں نے خود آپ سے ملاقات کی تو آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم مسلسل (نفلی) روزے رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو تم ایسا نہ کیا کرو۔

وَتُصَلِّي اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنَّ لِعَيْنَيْكَ حَظًّا وَلِنَفْسِكَ حَظًّا وَإِنَّ لِأَهْلِكَ حَظًّا فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَصَلِّ وَنَمْ وَصُمْ مِنْ كُلِّ عَشَرَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا وَلَكَ أَجْرُ تِسْعَةٍ قَالَ إِنِّي أَجِدُنِي أَقْوَى مِنْ ذَلِكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ صُمْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ كَانَ دَاوُدُ يَصُومُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُّ إِذَا لَاقَى قَالَ مَنْ لِي بِهٰذِهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَطَاءٌ فَلَا أَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ۔

کیونکہ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو۔ نماز بھی پڑھو اور نیند بھی کرو، ہر دس دن کے بعد ایک روزہ رکھ لو اور اس سے تو روزوں کا اجر مل جائے گا، حضرت ابن عمرو نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، یا نبی اللہ! آپ نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! حضرت داؤد علیہ السلام کس طرح روزے رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ حضرت ابن عمرو نے کہا یا نبی اللہ! یہ میرے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟ راوی عطا کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ صیام دہر کا ذکر کیسے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے۔

۲۶۳۱- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ إِنَّ أَبَا الْعَبَّاسِ الشَّاعِرَ أَخْبَرَهُ قَالَ مُسْلِمٌ أَبُو الْعَبَّاسِ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثِقَةٌ عَدْلٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۶۳۲- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعَ أَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ وَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ لَهُ الْعَيْنُ وَنَهِكَتْ لَا صَامَ مَنْ صَامَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور (ہر) رات کو قیام کرتے ہو، اور جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور کمزور ہو جائیں گے اور جس شخص نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے (مقبول) روزے نہیں رکھے، ہر ماہ تین روزے رکھنا پورے ایک ماہ روزے رکھنے کے برابر ہے۔

الْاَبَدَ صَوْمُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِّنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الشَّهْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ فَاِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّلَا يَفِرُّ اِذَا لَاقٰى

میں نے عرض کیا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم حضرت داؤد کے روزے رکھو، وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور دشمن کے مقابلہ سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔

۲۶۳۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مُسْعَرٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ بْنُ اَبِيْ ثَابِتٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ نَفِهَتِ النَّفْسُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ وہ خود کمزور ہو جائیں گے۔

۲۶۳۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَقُوْمُ اللَّيْلَ وَتَصُوْمُ النَّهَارَ قَالَ اِنِّيْ اَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ فَاِنَّكَ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ هَجَمَتْ عَيْنَاكَ وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ لِعَيْنِكَ حَقٌّ وَّلِنَفْسِكَ حَقٌّ وَّلِاَهْلِكَ حَقٌّ قُمْ وَنَمْ وَصُمْ وَاَفْطِرْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم ساری رات قیام کرتے ہو اور دن میں (نفلی) روزے رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تم ایسا کرو گے تو تمہاری آنکھیں خراب ہو جائیں گی اور جسم کمزور ہو جائے گا۔ تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا تم پر حق ہے، تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، رات کو قیام کرو اور نیند کرو اور روزہ رکھو اور افطار کرو۔

۲۶۳۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ دِيْنَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الصِّيَامِ اِلَى اللّٰهِ صِيَامُ دَاوٗدَ وَاَحَبَّ الصَّلٰوةِ اِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُوْمُ ثُلُثَهٗ وَيَنَامُ سُدُسَهٗ وَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد کے روزے ہیں وہ نصف رات نیند کرتے تھے اور ایک تہائی رات قیام کرتے تھے اور رات کے چھٹے حصے میں پھر نیند کرتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے حضرت داؤد (علیہ السلام) کے روزے ہیں اور وہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ صِيَامُ دَاوُدَ وَكَانَ يَصُومُ نِصْفَ الدَّهْرِ وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ صَلَاةُ دَاوُدَ وَكَانَ يَرْقُدُ شَطْرَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ ثُمَّ يَرْقُدُ آخِرَهُ فَيَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ قُلْتُ لِعَمْرٍو ابْنِ دِينَارٍ أَعَمْرٌو ابْنُ أَوْسٍ كَانَ يَقُولُ يَقُومُ ثُلُثَ اللَّيْلِ بَعْدَ شَطْرِهِ قَالَ نَعَمْ.

نصف دہر روزے رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ آدھی رات سوتے تھے پھر قیام کرتے اس کے بعد سو جاتے پھر آدھی رات کے بعد تہائی رات قیام کرتے، ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار سے پوچھا کہ کیا حضرت عمرو بن اوس یہ بیان کرتے ہیں کہ پھر جاگتے تھے اور آدھی رات کے بعد تہائی رات تک نماز پڑھتے تھے، انھوں نے کہا ہاں!

۲۶۳۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرَ لَهُ صَوْمِي فَدَخَلَ عَلَيَّ فَأَلْقَيْتُ لَهُ وِسَادَةً مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ فَجَلَسَ عَلَى الْأَرْضِ فَصَارَتِ الْوِسَادَةُ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَقَالَ لِي أَمَا يَكْفِيكَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ تِسْعًا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ أَحَدَ عَشَرَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوُدَ شَطْرَ الدَّهْرِ صِيَامُ يَوْمٍ وَإِفْطَارُ يَوْمٍ.

ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو الملیح نے کہا میں تمہارے والد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے پاس گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے روزوں کا تذکرہ ہوا، آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ کے لیے چمڑے کا گدا بچھایا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ زمین پر بیٹھ گئے اور وہ گدا میرے اور آپ کے درمیان تھا، آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم ہر ماہ تین روزے رکھ لو؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پانچ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سات، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا نو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا گیارہ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کے روزوں سے بڑھ کر کسی کے روزے نہیں ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ فَيَّاضٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عِيَاضٍ عَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ایک دن روزہ رکھو تمہیں باقی ایام کا بھی اجر مل جائے گا، انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ نے

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ صُمْ يَوْمًا وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَرْبَعَةَ اَيَّامٍ وَلَكَ اَجْرُ مَا بَقِيَ قَالَ اِنِّيْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ صُمْ اَفْضَلَ الصِّيَامِ عِنْدَ اللّٰهِ صَوْمُ دَاوٗدَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا۔

فرمایا تم دو دن روزہ رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا، انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تین دن روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا چار دن کے روزے رکھو اور تمہیں باقی روزوں کا اجر مل جائے گا۔ انھوں نے کہا میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ روزے رکھو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ روزے ہیں۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں جو ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

۲۶۳۹- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَمْرٍو بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَصُوْمُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ فَلَا تَفْعَلْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَّلِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَظًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَظًّا صُمْ وَاَفْطِرْ صُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَذٰلِكَ صَوْمُ الدَّهْرِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صَوْمَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صُمْ يَوْمًا وَّاَفْطِرْ يَوْمًا فَكَانَ يَقُوْلُ يَلَيْتَنِيْ اَخَذْتُ بِالرُّخْصَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم دن میں روزہ رکھتے ہو اور ساری رات قیام کرتے ہو، تم ایسا نہ کیا کرو، کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے، اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو اور یہ صوم دہر ہو جائیں گے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے اس سے زیادہ کی قوت ہے آپ نے فرمایا پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے رکھو، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو، حضرت ابن عمرو کہتے تھے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لی ہوتی!۔

صوم دہر میں مذاہب اکثر علماء احناف نے صوم دہر کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے اور بعض احناف نے بلا کراہت جائز رکھا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک صوم دہر مکروہ تحریمی ہے اور شوافع کے نزدیک اگر اس سے روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو مستحب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک اگر صوم دہر سے کسی کا حق ضائع نہ ہو، کوئی عبادت فوت نہ ہو اور روزہ رکھنے والے کو ضرر نہ ہو تو بلا کراہت

جائز ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: لاصام من صام الابد "جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا"۔ صحیح مسلم میں ہے: "آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ جس شخص نے صوم دھر رکھا اس شخص کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: اس کا نہ روزہ ہے نہ افطار ہے"۔ ان دونوں حدیثوں کا معنیٰ یہ ہے کہ صوم دھر رکھنے والے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کی مخالفت کی جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی ہے اس لیے اس شخص کے روزے کا اجر نہیں ہے اور نہ ہی اس کا افطار نفع بخش ہے۔ اور جو تین شخص کثرت عبادت کی طلب میں آپ کے پاس آئے تھے جن میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا، آپ نے ان سے فرمایا "میں روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، رات کو نماز کے لیے قیام بھی کرتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں اور ازواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں اور جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے راستہ پر نہیں ہے"۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص صوم دھر رکھتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کرتا ہے اور وہ اس وعید کا مستحق ہے جو سنت سے اعراض کرنے والے کو دی گئی ہے۔ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دھر رکھنے والے ایک شخص سے فرمایا "تمہیں کس نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے آپ کو عذاب دو"۔ اور مسند احمد، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن بیہقی میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صوم دھر رکھا اس پر جہنم کو اس طرح تنگ کر دیا جائے گا یہ فرما کر آپ نے مٹھی بند کر لی اور نرورے کو عقد بنایا، یہ حدیث مسند بزار اور طبرانی میں بھی ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں فرمایا اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں اور اس حدیث کی جو تاویل کی گئی ہے وہ انتہائی رکیک ہے۔ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک صوم دھر مستحب ہیں ہاں اس بات پر سخت حیرت اور تعجب ہے کہ جو چیز اسوۂ رسول کے مخالف ہو وہ کیسے مستحب ہو سکتی ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل امر لیس علیہ امرنا فھو رد۔ "جو چیز ہمارے طریقہ کے مخالف ہو وہ مردود ہے" نیز صوم دھر رکھنے میں اپنے نفس کو اس شدید مشقت میں ڈالنا ہے جس کی اس شریعت مطہرہ نے مخالفت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یرید اللہ بکم الیسر و لا یرید بکم العسر۔ "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور مشکل کا ارادہ نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یسروا ولا تعسروا آسانی کرو اور مشکل اور دشواری نہ کرو"۔ نیز فرمایا تم سے جو شخص بھی دین پر غالب آنا چاہے دین اس پر غالب آجائے گا"۔ نیز فرمایا "مجھے ایسی شریعت کا حکم دیا گیا ہے جو آسان اور سہل ہے"۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر صوم دھر سے کوئی ضرر نہ ہو تو پھر بھی یہ طریقۂ نبوی کی مخالفت کی وجہ سے شدید مکروہ اور ممنوع ہے اور اگر اس سے کوئی ضرر ہو، کوئی عبادت قضا ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو یہ قطعاً مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں: عیدین اور ایام تشریق کو چھوڑ کر صوم دھر رکھنا مکروہ نہیں ہے بشرطیکہ کسی ضرر کا خوف نہ ہو کیونکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی باندی ام کلثوم روایت کرتی ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ صوم دہر رکھتی ہیں! حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم دہر سے منع کیا ہے! انھوں نے کہا ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صوم دہر سے منع فرماتے تھے لیکن جس شخص نے عید اضحیٰ اور عید فطر کو روزہ نہیں رکھا۔ اس نے صوم دہر نہیں رکھا (بیہقی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صوم دہر کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا جو لوگ صوم دہر رکھتے ہیں وہ سابقین میں سے ہیں۔ علامہ شیرازی فرماتے ہیں البتہ جب صوم دہر رکھنے سے ضرر کا خوف ہو یا کسی کا حق ضائع ہو تو صوم دہر رکھنا مکروہ ہے کیونکہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کو آپس میں بھائی بنا دیا، حضرت سلمان، ابو درداء سے ملاقات کے لیے آئے تو ام درداء کو ابتر حالت میں دیکھا۔ پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انھوں نے کہا تمہارے بھائی کو دنیا کی کسی چیز سے دل چسپی نہیں ہے۔ حضرت سلمان نے کہا اے ابو درداء تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری زوجہ کا بھی تم پر حق ہے، اور تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ اور رات کو قیام بھی کرو اور نیند بھی کرو اور اپنی بیوی کے پاس بھی جاؤ اور ہر حق دار کا حق ادا کرو، حضرت ابو درداء نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے بھی حضرت سلمان کی طرح فرمایا۔ [1]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کے نزدیک صوم دہر مکروہ نہیں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابو طلحہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے دیگر اصحاب صوم دہر کو مطلقاً مکروہ قرار دیتے ہیں، اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے: لا صام من صام الابد، لا صام من صام الابد۔ "جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے، جس نے ہمیشہ روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے"۔ (بخاری و مسلم) اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیف بمن یصوم الدھر کلہ قال لا صام ولا افطر۔ "یا رسول اللہ! جو شخص صوم دہر رکھے اس کا کیا حکم ہے فرمایا اس کا روزہ ہوا نہ افطار"۔ اور ہمارے اصحاب کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں کیا میں سفر میں بھی روزہ رکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو افطار کرو (مسلم) اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اگر صوم دہر رکھنا ممنوع ہوتا تو آپ اسے منع فرما دیتے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں صوم دہر سے منع کیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں جب کوئی شخص عیدین اور ایام تشریق کو بھی روزہ رکھے یا جن روزوں سے ضرر ہو یا کسی کا حق ضائع ہو یا کسی عبادت کے رہ جانے کا خوف ہو [2]۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صوم دہر شرائط مذکورہ کے ساتھ مستحب ہیں [3]

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع الشرح ج ۶ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۳۹۰-۳۸۹ " "

[3] " " شرح المسلم ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

قارئین کرام کو علم ہوگا کہ علامہ نووی نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ صوم دہر کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور اصحاب ابوحنیفہ کی پیش کردہ احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے نیز جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا شیدائی ہو اور مزاج رسالت پر نظر رکھتا ہو اور اصولِ شریعت کو پہچانتا ہو اس کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوگا کہ صوم دہر ایسی مشکل کٹھن اور دشوار عبادت اسلام میں پسندیدہ نہیں ہے اس لیے حق وہی ہے جس کو اصحاب ابوحنیفہ نے کہا ہے۔

بَابُ ۳۳ اِسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّصَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَعَاشُورَآءَ وَالْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

ہر مہینے میں تین روزے اور یوم عرفہ، عاشورہ، پیر اور جمعرات کے روزوں کا استحباب

۲۶۴۰۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ الْعَدَوِيَّةُ اَنَّهَا سَاَلَتْ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يُبَالِي مِنْ اَيِّ اَيَّامِ الشَّهْرِ يَصُومُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! (معاذہ کہتی ہیں) میں نے پوچھا کون سے دنوں میں؟ فرمایا دنوں کا اہتمام نہیں کرتے تھے! مہینہ کے جن دنوں میں چاہتے روزے رکھ لیتے۔

۲۶۴۱۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اَوْ قَالَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَسْمَعُ يَا فُلَانُ اَصُمْتَ مِنْ سُرَّةِ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ لَا قَالَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور شخص سے فرمایا: اور وہ کن سے تھے اے فلاں! کیا تم نے اس ماہ کے درمیان میں روزے رکھے ہیں؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: جب تم افطار کر چکو تو دو روزے اور رکھنا۔

۲۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ رَجُلٌ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُوْمُ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ غَضَبَهٗ قَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِ اللّٰهِ وَ غَضَبِ رَسُوْلِهٖ فَجَعَلَ عُمَرُ يُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ الدَّهْرَ كُلَّهٗ قَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْ قَالَ لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيْقُ ذٰلِكَ اَحَدٌ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذَاكَ صَوْمُ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَّصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّيْ طُوِّقْتُ ذَاكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّ رَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَصِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهٗ وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهٗ ۔

حاضر ہوا اور پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سے ناراض ہوئے۔ جب حضرت عمر نے آپکی ناراضگی کو دیکھا تو کہا ہم اللہ تعالیٰ کو رب ماننے سے راضی ہیں، اسلام کو دین ماننے سے راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے سے راضی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ حضرت عمر اس کلام کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، پھر حضرت عمر نے پوچھا: یا رسول اللہ! جو شخص پوری عمر روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا روزہ ہے نہ افطار۔ حضرت عمر نے پوچھا: جو شخص دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی کون طاقت رکھتا ہے؟ حضرت عمر نے پوچھا: جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں، حضرت عمر نے کہا جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن افطار کرے؟ آپ نے فرمایا میری خواہش ہے کہ مجھے اس کی قوت حاصل ہوتی! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا یہ تمام عمر (صوم دہر) کے روزے ہیں اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے گا اور مجھے امید ہے کہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف کر دے گا۔

۲۶۴۳ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيْرٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيَّ عَنْ

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے روزوں کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً

اَبِیْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِہٖ قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِبَیْعَتِنَا بَیْعَةً قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِیَامِ الدَّھْرِ فَقَالَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ اَوْمَا صَامَ وَمَا اَفْطَرَ قَالَ فَسُئِلَ عَنْ صِیَامِ یَوْمَیْنِ وَاِفْطَارِ یَوْمٍ قَالَ وَمَنْ یُّطِیْقُ ذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمٍ وَّاِفْطَارِ یَوْمَیْنِ قَالَ لَیْتَ اَنَّ اللّٰہَ قَوَّانَا لِذٰلِكَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمٍ وَاِفْطَارِ یَوْمٍ قَالَ ذَاكَ صَوْمُ اَخِیْ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ الْاِثْنَیْنِ قَالَ ذَاكَ یَوْمٌ وُلِدْتُّ فِیْہِ وَیَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہِ قَالَ فَقَالَ صَوْمُ ثَلٰثَةٍ مِّنْ كُلِّ شَھْرٍ وَّرَمَضَانَ اِلٰی رَمَضَانَ صَوْمُ الدَّھْرِ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَةَ قَالَ یُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ وَالْبَاقِیَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ یُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِیَةَ قَالَ مُسْلِمٌ وَفِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فِیْ رِوَایَةِ شُعْبَةَ قَالَ وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَسَكَتْنَا عَنْ ذِكْرِ الْخَمِیْسِ لِمَا نُرَاہُ وَھْمًا۔

کہا: ہم اللہ تعالیٰ کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر، اور اپنی بیعت پر (راضی ہیں) پھر آپ سے صیام دہر کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس شخص کا روزہ ہے نہ افطار، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے دو دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اس کی کس کو طاقت ہے؟، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور دو دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا یہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے پیر کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس دن پیدا ہوا، اس دن مجھے مبعوث کیا گیا، یا اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ہر ماہ کے تین روزے اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنے سے صوم دہر کا ثواب مل جاتا ہے حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ آپ سے یوم عرفہ کے روزے کا سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس روزے سے گذرے ہوئے سال اور آنے والے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر آپ سے یوم عاشورہ کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اس سے گذرے ہوئے سال کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ آپ سے پیر اور جمعرات کے روزے کا سوال کیا گیا.... ہم نے جمعرات کے ذکر کو چھوڑ دیا کیونکہ ہمارے خیال میں اس میں وہم ہے۔

۲۶۴۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۶۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ غَيْرَ أَنَّهُ ذَكَرَ فِيهِ الِاثْنَيْنِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْخَمِيسَ۔

ایک دیگر سند سے ایسی ہی روایت ہے۔ البتہ اس میں پیر کا ذکر کیا ہے جمعرات کا نہیں۔

۲۶۴۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ غَيْلَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الِاثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

ایام بیض حدیث نمبر ۲۶۴۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے اور دنوں کی تعیین کا اہتمام نہیں کرتے تھے، علماء کرام نے تعیین نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ امت کو سہولت رہے اور تعیین کو لازم نہ سمجھ لیا جائے۔ ایام بیض کے روزے چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ یا بارہ تیرہ اور چودہ تاریخوں میں رکھے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً مہینہ کے درمیان میں روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کا طریقہ حدیث نمبر ۲۶۴۲ میں ہے ایک سائل نے پوچھا آپ کیسے روزے رکھتے ہیں، یہ سن کر آپ ناراض ہو گئے۔ شارحین نے ناراضگی کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ کے اعمال بسا اوقات آپ کی خصوصیت بھی ہوتے ہیں، اسے یوں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کیسے روزے رکھوں؟ اسی حدیث میں ہے کہ جب آپ سے دو دن افطار اور ایک دن روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: کاش مجھے اس کی طاقت ہوتی! علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کاش میری امت کو طاقت ہوتی کیونکہ آپ کو تو اس سے بہت زیادہ کی طاقت تھی حتیٰ کہ آپ وصال کے روزے بھی رکھتے تھے اس کی تائید یہ ہے کہ حدیث نمبر ۲۶۴۳ میں آپ نے فرمایا کاش اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی طاقت دے، یا یہ مطلب ہے کہ میں امت کے معاملات، تبلیغی مہمات اور دیگر عوارض کی وجہ سے یہ روزے نہیں

رکھ سکتا اگرچہ فی نفسہ اس سے زیادہ روزوں کی بھی آپ میں طاقت تھی۔

پیر اور جمعرات کے روزے

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روزوں کے بارے میں متعدد احادیث صحیحہ وارد ہیں، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں ہے اور اس کو ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔ میں نے آپ سے ان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں، یہ حدیث نسائی اور ابوداؤد میں ہے اور اس کو ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے، [1]

یوم میلاد النبی کی خوشی

ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ پیر کے دن کا روزہ قصداً رکھتے تھے، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۶۴۳ میں ہے آپ نے پیر کے دن روزوں کا سبب یہ بیان کیا کہ ذاک یوم ولدت فیہ۔ اس دن میں پیدا ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم میلاد کی خوشی کی اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم میلاد کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر روزے سے بھی ادا ہوتا ہے اور صدقہ وخیرات سے بھی۔ اہل اسلام کا معمول ہے کہ وہ بارہ ربیع الاوّل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی مناتے ہیں اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں، عروہ کہتے ہیں کہ ابولہب کی ایک لونڈی تھی ثویبہ، جس کو اس نے آزاد کر دیا تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا، جب ابولہب مر گیا تو اس کو عذاب میں گرفتار دیکھا گیا اس سے کہا گیا تم نے مرنے کے بعد کیا دیکھا اس نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی سوا اس کے کہ مجھے اس (انگلی) سے پلایا جاتا ہے [2]، علامہ عسقلانی لکھتے ہیں اس کے عذاب کی تخفیف حضور کی وجہ سے ہوئی، علامہ ابن جذری لکھتے ہیں کہ کافر نے آپکی پیدائش کی خوشی میں صدقہ کیا تو اس کے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو مسلمان اس خوشی میں صدقات کرنے کی بناء پر زیادہ کرم کے امیدوار ہیں۔

محافل میلاد کی شرعی حیثیت

اہل سنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانا اور سال کے تمام ایام میں عموماً اور ماہ ربیع الاوّل میں خصوصاً آپکی ولادت کا ذکر کرنا، آپ کے فضائل ومناقب اور آپ کے شمائل وخصائل کو مجالس اور محافل میں بیان کرنا جائز اور مستحب ہے اور صدقات وخیرات کے ہدایا کا آپ کی جناب عالی میں ایصالِ ثواب کرنا اہلِ اسلام اور بزرگانِ دین کا معمول ہے۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ہر اچھے کام میں بعض دنیا دار برائی اور فسق و فجور کے پہلو نکال لیتے ہیں، مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ مسلمانوں کی اجتماعی عبادات اور خوشی کے ایام ہیں لیکن ان ایام کو میلہ کی شکل دے دی گئی ہے اور پارکوں اور تفریح گاہوں میں عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے۔ عورتیں سرخی، پاؤڈر اور دیگر کاسمٹکس کے لوازمات سے بن سنور کر، ساحلِ سمندر، پارکوں اور عام تفریح گاہوں میں گھومتی پھرتی ہیں اور اوباش لوگ فحش حرکات کرتے ہیں۔ ان تمام جگہوں پر بلند آواز سے لاؤڈ اسپیکر پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے جگہ جگہ میلہ لگتا ہے جس میں ناچ گانا اور تمام خرافات ہوتی ہیں۔ ان ناجائز امور اور غیر شرعی حرکات کی بناء پر کوئی مسلمان شخص یہ نہیں کہتا کہ چونکہ عیدین کے ایام میں یہ غیر شرعی امور ہوتے ہیں اس لیے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز بند کر دی جائے یا عید کے دن خوشی نہ منائی جائے، لوگ نہا دھو کر نئے کپڑے بدل کر عید گاہوں میں نہ جائیں کہ اس سے ان خرافات کا دروازہ کھلتا ہے۔ عید کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور اگر کسی سنت پر عمل کرنے سے بے شمار حرام کاموں کا دروازہ کھلتا ہو تو اس سنت کو ترک کر دینا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس ۱۴ اگست اور ۲۳ مارچ قومی تہوار ہیں لیکن ان تہواروں میں بھی یہی خرافات ہوتی ہیں لیکن ان خرافات کی بناء پر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان قومی تہواروں کو منانا بند کر دیا جائے۔ اسی طرح نکاح میں بالعموم گانے باجے، عورتوں اور مردوں کے مخلوط اجتماعات اور دیگر خرافات ہوتی ہیں لیکن اس کی بناء پر نکاح کو مذموم یا ممنوع نہیں کہا جاتا، اس لیے اگر بعض جگہ محافل میلاد میں کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس سے محفل میلاد کو بند نہیں کیا جائے گا۔

عید میلاد النبی کو منانے کی شرعی حیثیت وہی ہے جس کا ہم نے سطور بالا میں ذکر کیا ہے۔ پہلے مسلمان صرف محافل کا انعقاد اور صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے۔ بعد میں اہل محبت نے اس خوشی میں جلوس نکالنا شروع کیا جس میں نعت خوانی ہوتی تھی، قصیدہ بردہ پڑھا جاتا تھا اور علماء کرام تقریریں کرتے تھے اور نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھی جاتی تھی اور کوئی غیر شرعی حرکت نہیں ہوتی تھی، اس جلوس کو فرض، واجب اور سنت کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم اور آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے جلوس نکالا جاتا تھا کیونکہ آج کل کسی شخص کی عظمت و شوکت کے اظہار کا ایک ذریعہ جلوس بھی ہے، اس امر کے پیش نظر جلوس نکالنا بلاشبہ ایک امر مستحسن ہے لیکن جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ بعض غیر معتدل لوگ ہر نیک اور اچھے کام میں اپنی ہوا و ہوس کے تقاضے سے برائی کے راستے نکال لیتے ہیں اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کر دیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گذرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکنیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکاء جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں (شاید ایصال ثواب کی نیت سے۔ العیاذ باللہ!) اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں۔ جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے۔ مساجد کے آگے سے گذرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا، اس قسم کے جلوس، میلاد النبی کے تقدس پر بدنما داغ ہیں ان کی اگر اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوراً بند کر دینا چاہیے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، البتہ ان غیر شرعی جلوسوں کو دیکھ کر مطلقاً عید میلاد النبی کے جلوسوں کو حرام اور ناجائز کہنا صحیح نہیں

ہے اور جن شہروں اور جن جگہوں میں عید میلاد النبی کے جلوس اپنی شرعی حدود و قیود کے ساتھ نکلتے ہیں ان جلوسوں پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔

اسی طرح جن محافل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور نعت خوانی مزامیر کے ساتھ کی جاتی ہے وہ بھی ناجائز ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

واقبح منه النذر بقرأة المولد فی المنائر مع اشتمالہ علی الغنا واللعب وایھاب ثواب ذلك الی حضرة المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

اور سب سے قبیح چیز یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کو منادوں میں پڑھنے کی نذر مانی جائے اور اس میں گانا بجانا ہو اور اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچایا جائے۔

بعض اہل ہوا و مجالس میلاد میں آلات موسیقی سے جو شغل کرتے ہیں اس کی مذمت میں علامہ ابن الحاج نے مدخل میں بہت تفصیل سے لکھا ہے اور یہ کوئی اختلافی چیز نہیں ہے۔ ان تمام حضرات نے نیک نیتی سے ان خرافات کی مذمت کی ہے ورنہ شرعی طریقہ سے محافل میلاد کے انعقاد کو خود ان بزرگوں نے بیان کیا ہے جس کو ہم انشاء اللہ العزیز ابھی نقل کریں گے۔ علامہ ابن الحاج کا ذکر ہم نے خصوصیت سے اس لیے کیا ہے کہ بعض مانعین ان کے نام کو بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں، بہرحال ہم نے شروع میں عید میلاد النبی منانے سے متعلق اہلسنت کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے جواز اور استحسان میں اکابر اہل اسلام کی کبھی بھی دو رائیں نہیں رہیں، اور اگر کسی جگہ محافل میلاد میں کوئی غیر شرعی کام ہوتا ہے تو اس کی بناء پر میلاد کی تمام محافل کو بدعت سیئہ، ناجائز اور حرام قرار دینا اور مسلمانوں سے ان کو بند کرنے کی اپیلیں کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص، عید الفطر، عید الضحیٰ، چودہ اگست اور تیئس مارچ کے میلوں ٹھیلوں اور نکاح میں گانے بجانے کی خرافات کو دیکھ کر یہ کہے کہ عیدین کی نمازیں اور قومی تہوار یا نکاح کی تقریب ناجائز اور حرام ہیں، العیاذ باللہ۔

میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جواز اور استحسان پر دلائل

میلاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کا بیان ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کوئی انکار کر سکے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے فضائل اور خصائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے محامد و محاسن کا بھی بکثرت ذکر ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کی دولت عطا کی ہے اس سے یہ آیات مخفی نہیں ہوں گی۔ قرآن مجید میں یہ بھی ہے:

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلك فلیفرحوا (یونس: ۵۸) "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ" اور یہ بھی ہے: واما بنعمة ربك فحدث (ضحیٰ: ۱۱) "اپنے رب کی نعمت کا بیان کیجیے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نعمت بھی ہیں اور رحمت بھی، اسی طرح آپ کی ولادت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت ہے آپ کے

---

[1] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

خصائل اور محامد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمت ہیں اس لیے آپ کی ولادت اور آپ کے محامد و محاسن کا بیان کرنا اور ان پر خوشی منانا عین حکم قرآن کے مطابق ہے۔ اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ میلاد شریف ماہ ربیع الاوّل میں کیوں منایا جاتا ہے اور خصوصاً بارہ تاریخ کیوں معین ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایسی تعیین نہیں ہے، جیسے یکم شوال عید الفطر کے لیے اور نو ذی الحج حج کے لیے معین ہے، یا رمضان کا مہینہ روزوں کے لیے معین ہے۔ یا جیسے غروب آفتاب اور طلوع فجر مغرب اور فجر کی نمازوں کے لیے معین ہیں۔ میلاد شریف سال کے بارہ مہینوں میں کیا جا سکتا ہے اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے لیکن ربیع الاوّل کے مہینہ اور بارہ تاریخ کی اس لیے خصوصیت ہے کہ اس ماہ اور اس تاریخ میں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی ہے، اس کی شرعی نظیر یہ ہے کہ ابھی قریب ہی یہ روایت گذری ہے! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور شکر اس دن روزہ رکھا اسلیے ہم بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ کی نعمت پر شکر ادا کرنے کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ مستحق ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا خود بھی روزہ رکھا اور ہمیں بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا[1] یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے[2] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نعمت عطا کی ہو اس دن اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس نعمت کی تعظیم کیجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیر کے دن ولادت ہوئی، اس دن آپ پر قرآن نازل ہوا اور اسی دن آپ مبعوث ہوئے تو آپ اس دن کی تعظیم کے لیے روزہ رکھتے تھے جیسا کہ باب مذکور کی اس حدیث میں ذکر ہے بنا بریں چونکہ بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی ولادت ہوئی اس لیے مسلمان خصوصیت کے ساتھ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور اس دن انواع و اقسام کے صدقات و خیرات کرتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں یہ دونوں حدیثیں تاریخ اور دن کی خصوصیت پر عظیم اصل ہیں۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

قال القرطبی مع انضمام ان من شرعه تعظیم الایام التی اظهر الله سبحانه فیها الرسل فاستحسن فیها الصوم ر[3]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا جو روزہ رکھا اس میں حضرت موسیٰ کی موافقت کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ آپ کی شریعت میں ان ایام کی تعظیم ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی طبع اوّل ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۸ // // // ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۴۵ مطبوعہ مکتبہ "الحجاز" کراچی۔

رسولوں کو غلبہ عطا فرمایا اس وجہ سے آپ نے دس محرم کے روزے کو مستحسن قرار دیا۔

علامہ قرطبی نے جن ایام کی تنظیم کا ذکر فرمایا ہے ان میں مثلاً جمعہ کا دن ہے کیونکہ اس دن حضرت آدم پیدا ہوئے اور اسی دن آپ دنیا میں تشریف لائے، ایام تشریق کی عبادات حضرت ابراہیم کی یادگار ہیں۔ دس ذی الحج کا دن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی یادگار ہے اور ان تمام دنوں میں سب سے افضل وہ دن ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونق سرائے عالم ہوئے کہ تمام دنوں کی عظمتیں اس دن سے ہیں، اس لیے اس دن کی تنظیم کرنا، اس دن صدقہ وخیرات اور انواع واقسام کی نفلی عبادات کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، آپ کے فضائل وخصائل بیان کرنا، آپ کی جناب میں عبادات کے ہدایا کا ایصالِ ثواب کرنا اور اجتماعی طور پر خوشی منانا، ایمان کی علامات اور محبت رسول کے ثمرات ہیں اور اس ماہ اور اس دن کی عرفی تعیین حدیث عاشورہ کی روشنی میں جائز اور مستحسن ہے۔

رہا ان ایام میں خوشی منانا اور صدقہ وخیرات کرنا تو اس کی اصل صحیح بخاری کی وہ حدیث شریف ہے جس میں ابولہب کے ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ ہے، علامہ حسین بن محمد اس واقعہ کو سیرت کی متعدد کتب کے حوالوں سے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابونعیم کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ عروہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابولہب فوت ہو گیا تو اس کے ایک سال بعد اس کے بھائی عباس نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس سے کہا "اے ابولہب تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ اس نے کہا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی۔ ماسوا اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے مجھے اس چھنگلی سے پلایا جاتا ہے"[1]

علامہ سہیلی امام بخاری کے حوالہ سے عروہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ابولہب کے بھائی عباس نے ابولہب کے مرنے کے ایک سال بعد اس کو خواب میں بُرے حال میں دیکھا اور ابولہب نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی راحت نہیں دیکھی لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے تھے اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی اور کہا تھا "کیا تمہیں نہیں پتا کہ آمنہ کے ہاں تمہارے بھائی عبداللہ کا لڑکا پیدا ہوا ہے!" ابولہب نے اس سے کہا "جا تو آزاد ہے"! اس قول نے اس کو جہنم میں فائدہ پہنچایا۔ جیسا کہ اس کے بھائی ابوطالب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت نے فائدہ پہنچایا اور اس کو جہنم میں سب سے کم عذاب دیا جائے گا[2]۔

علامہ عینی نے سہیلی کے حوالہ سے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور طویل بحث کے بعد لکھا ہے کہ کفار

---

[1] علامہ حسین بن محمد دیار بکری۔ تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان، بیروت، ۱۲۸۳ھ۔

[2] علامہ ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی متوفی ۵۸۱ھ الروض الانف ج ۲ ص ۹، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن یہ ابولہب کی خصوصیت ہے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ یہ تخفیف ابولہب کے ساتھ اور جن کفار کے بارے میں نص وارد ہوئی خاص ہے [1]۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی سہیلی کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور علامہ قرطبی کا قول بھی ذکر کیا ہے اور ابن منیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ قاعدہ یہی ہے کہ کافر کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ مالک ہے جس کو چاہے اپنے فضل سے اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر کے اس کے عذاب سے تخفیف کر دے [2]۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں تخفیف کی نفی سے عذاب آخرت کی تخفیف میں نفی مراد ہو اور حدیث میں تخفیف کے ثبوت سے عذاب برزخ میں تخفیف

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

یہ روایت ہے کہ ابولہب کو اس کی موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کی رات میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور میں اپنی اس انگلی کو چوستا ہوں (چھنگلی کی طرف اشارہ کیا) اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی مجھے بشارت دی، اور اس نے آپ کو دودھ پلایا تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ علامہ ابن جذری کہتے ہیں کہ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب خوشی کی اور اسے اس کے صلہ میں جہنم میں جزا دی گئی تو وہ شخص جو مسلمان ہو، موحد ہو، اور آپ کا امتی ہو وہ اگر آپ کی ولادت کی خوشی منائے اور اپنی وسعت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں صدقہ و خیرات کرے تو اس کی جزا کا کیا عالم ہوگا! اللہ تعالیٰ سے توقع ہے کہ اس کی جزا یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمائے گا! [3]

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں:

وارضعته ثويبة عتيقة ابي لهب اعتقها حين بشرته بولادته صلى الله عليه وسلم وقد رؤى ابو لهب بعد موته في النوم فقيل له ما حالك؟ فقال في النار الا انه خفف عني كل اثنين، وامص من بين اصبعي هاتين ماء واشار براس اصبعه، وان ذلك باعتاق ثويبة عندما بشرتني بولادة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثویبہ نے دودھ پلایا، جو ابولہب کی آزاد کردہ تھی، ابولہب نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت دی تھی، موت کے بعد ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا جہنم میں ہوں، لیکن ہر پیر کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے اور اس نے اپنی انگلی کے سر کی طرف اشارہ کر کے کہا میں

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔
[3] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم و بارضاعها له . قال ابن الجوزی : فاذا کان هٰذا ابولهب الکافر الذی نزل القرآن بذمه جوزی بفرحه لیلة مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم به فما حال المسلم الموحد من امة یسر بمولده ؟ [1]

اس کو چوستا ہوں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ثویبہ کو اس وقت آزاد کیا تھا جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی بشارت دی تھی اور آپ کو دودھ پلایا تھا، ابن جوزی نے کہا ہے کہ وہ ابولہب کافر جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منانے پر جزا دی گئی تو آپ کی امت کے اس مسلمان اور موحد کا کیا صلہ ہو گا جو آپ کے میلاد کی خوشی مناتا ہے؟

اگر یہ شبہ ہو کہ ابولہب کے بھائی حضرت عباس جنہوں نے یہ خواب دیکھا وہ اسوقت کافر تھے اور ایک کافر کے خواب سے کوئی مسئلہ کیسے ثابت ہو گا اور شرعاً کیسے معتبر ہو گا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے قید خانے میں دو کافروں نے خواب بیان کیا اور آپ نے اس کا شرعاً اعتبار کیا، علاوہ ازیں امت مسلمہ کے اجلہ علماء کرام نے اس خواب کی روشنی میں مسئلہ میلاد بیان کیا ہے۔ شیخ انور شاہ کشمیری نے بھی اس خواب کو تسلیم کر کے اور اس کا شرعاً اعتبار کر کے لکھا ہے کہ:

فیه دلیل ان طاعات الکفار تنفع شیئا ولو لم تدرء العذاب . [2]

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کفار کی طاعت سے انھیں کچھ فائدہ پہنچتا ہے اگرچہ بالکلیہ عذاب نہیں اٹھتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ثویبہ کو آزاد کرنے اور ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب محفل میلاد منعقد کرنے والوں اور اس پر خوشی منانے والوں کے لیے دلیل ہے کہ وہ اس سلسلہ میں مال خرچ کریں کیونکہ ابولہب جو کافر تھا جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی کی اور اس کو اس کی جزا ملی تو جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور خوشی میں مال خرچ کریں گے ان کی جزا کا کیا عالم ہو گا! لیکن عوام نے اس موقع پر جو بدعات پیدا کر لی ہیں اور آلات محرمہ کے ساتھ گانا بجانا ہوتا ہے اس سے محفل خالی ہونی چاہیے تاکہ اسلام کی پیروی سے محرومی نہ ہو [3]

---

[1] ۔ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ، مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳ مطبوعہ المطبعۃ العربیہ لاہور طبع اول ۱۳۹۹ھ۔

[2] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۲۷۸، مطبوعہ، مطبع حجازی مصر، طبع اول ۱۳۵۷ھ۔

[3] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ۔

.....

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے علاوہ علامہ جلال الدین[1] سیوطی، علامہ حلبی[2]، علامہ حسین[3] بن محمد دیار بکری، علامہ زرقانی[4]، علامہ محمد بن یوسف شامی[5] اور علامہ ابن عابدین[6] شامی نے بھی اپنی اپنی تصانیف میں ابولہب کی تخفیف عذاب کی روایت سے ایام مولد میں خوشی منانے اور صدقہ وخیرات کرنے پر استدلال کیا ہے اور ابن جذری[7] کی مسطورہ عبارت کو نقل کیا ہے۔ یہاں تک ہم نے اختصار کے ساتھ میلاد شریف کے جواز اور استحسان پر دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم اس مسئلہ پر بعض علماء راسخین کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

علامہ سیوطی کے دلائل

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی سے میلاد شریف منانے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا: میلاد کا عمل اپنی اصل کے اعتبار سے بدعت ہے اور قرون ثلاثہ میں کسی سے یہ عمل منقول نہیں ہے لیکن اس کے باوجود یہ محاسن پر مشتمل ہے اور اس میں قبیح کام بھی کیے جاتے ہیں پس جس شخص نے اس کے محاسن کو اختیار کیا اور بُرے کاموں سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے۔ اور مجھ پر ایسی حجت ظاہر ہوئی جس سے اس کی اصل ثابت ہوتی ہے کیونکہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو یہود کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی تھی تو اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے روزہ رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس معین دن میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو یا کوئی بلا ٹالی ہو وہ خاص دن جب بھی آئے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے اور شکر متعدد عبادات مثلاً نماز، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن سے ادا ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور آپ کے ظہور سے بڑھ کر کونسی نعمت ہے اس لیے جب بھی آپ کی ولادت کا دن آئے تو اس میں انواع واقسام کی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ اس دن تلاوت قرآن، صدقہ وخیرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومکارم کا بیان کرنا چاہیے اور نعت خوانی اور سماع میں جو چیزیں مباح ہیں وہ اس خوشی کے دن کرنی چاہئیں تاکہ مسرت اور سرور ظاہر ہو اور جو چیزیں حرام، مکروہ یا خلاف اولیٰ ہیں ان سے باز رہنا چاہیے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایک اور دلیل ظاہر ہوئی وہ یہ ہے کہ سنن بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، حسن المقصد فی عمل المولد (الحاوی للفتاوی) ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر۔

[3] علامہ حسین بن محمد دیار بکری شافعی تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ،

[4] علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی، شرح المواہب اللدنیۃ ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ

[5] علامہ محمد بن یوسف شامی شافعی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۵۸ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ

[6] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر (جواہر البحار) ج ۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ۔

[7] ابن جذری مشہور قاری ہیں بعض علماء نے ابن جذری کی جگہ ابن جوزی لکھا ہے وہ غلط ہے۔

سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا حالانکہ احادیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا اور عقیقہ دہرایا نہیں جاتا۔ پس پتا چلا کہ آپ نے اپنی پیدائش، اپنی بعثت اور رحمت للعلمینی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے یہ فعل کیا تھا لہٰذا ہمارے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ ہم آپ کی ولادت کے ایام میں محافل منعقد کریں، کھانا کھلائیں، دیگر عبادات کریں اور خوشی و مسرت کا اظہار کریں [1]

علامہ ابن الحاج کے دلائل

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الصلاح نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ آلات موسیقی جب جمع ہوں تو حرام ہیں اور امام مالک نے فرمایا کہ بانسری اور مزامیر حرام ہیں اور نکاح میں دف بجانا جائز ہے ..... اور ان آلات موسیقی کی اس مبارک ماہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ جس مہینہ میں اللہ تعالیٰ نے سید الاوّلین والآخرین کی ولادت کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا اس ماہ میں تو یہ واجب تھا کہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ عبادات کی جاتیں امورِ خیر میں زیادتی کی جاتی اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر ادا کیا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں ہمیں ایک نعمت عظیمہ عطا کی ہے ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں باقی مہینوں کی بہ نسبت زیادہ عبادت نہیں کی لیکن اس کا سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر بہت زیادہ رحمت اور شفقت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اس خوف سے کسی عمل کو ترک فرما دیتے تھے کہ کہیں وہ امت پر فرض نہ ہو جائے جس طرح اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ آپ مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں۔ اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا، جب کسی شخص نے آپ سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس دن میں پیدا ہوا ہوں! اور اس دن کی تعظیم اس مہینہ کی تعظیم کو شامل ہے جس میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ ہم اس ماہ کا ایسا احترام کریں جو اس کے شایانِ شان ہے اور اس مہینہ کو اس طرح فضیلت دیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو باقی مہینوں پر فضیلت دی ہے اور اس فضیلت کے اظہار میں سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم اور ان کے ماسوا سب لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے تلے ہوں گے، اور یہ بات معلوم اور ثابت ہے کہ جس وقت اور جس جگہ میں فضیلت ہو اس میں عبادات کی جاتی ہیں کیونکہ کسی وقت اور جگہ کی بذاتہٖ فضیلت نہیں ہوتی بلکہ اس کی فضیلت کسی اور سبب سے ہوتی ہے۔ پس، غور کرنا چاہیے کہ اس مہینہ میں اور پیر کے دن میں کس وجہ سے فضیلت ہے؟ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پیر کے دن روزے کی اس وجہ سے فضیلت ہے کہ اس دن آپ پیدا ہوئے! اس سبب سے مناسب یہ ہے کہ جب یہ مہینہ شروع ہو تو اس کی نہایت تعظیم اور تکریم کی جائے اور اس کے شایانِ شان اس کا احترام کیا جائے کیونکہ

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ حسن المقصد (الحاوی للفتاویٰ) ج ۱ ص ۱۹۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی اسی میں ہے کہ فضیلت والے ایام میں نیکی کے افعال اور کارہائے خیر بکثرت کیے جائیں کیا تمہیں نہیں معلوم کہ امام بخاری نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت کارِ خیر کرتے تھے اور سب سے زیادہ کارِ خیر رمضان شریف میں کرتے تھے لہٰذا ہم آپ کی پیروی میں فضیلت والے دنوں کی تعظیم کرتے ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ایام فضیلت میں زیادہ عبادت اور زیادہ کارِ خیر کیے ہیں وہ معلوم اور معروف ہیں (جیسے رمضان شریف) اور اس مبارک مہینہ میں آپ کا خصوصیت کے ساتھ زیادہ عبادت اور کارہائے خیر کرنا ثابت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ اس ماہ میں زیادہ عبادت اس لیے نہیں کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ امت سے تخفیف کا ارادہ کرتے تھے اور اس پر رحمت اور شفقت کرتے تھے۔ بالخصوص ان امور میں جن کا تعلق آپ کے ساتھ تھا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا اور فرمایا اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے شکاری جانور کو قتل کرنے اور مدینہ کے درخت کو کاٹنے کی سزا نہیں مقرر فرمائی جیسا کہ مکہ میں ان چیزوں پر سزا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہو، آپ اس کے احکام میں امت پر شفقت کی خاطر تخفیف کر دیتے تھے [1]

علامہ ابن الحاج کے شبہات اور ان کے جوابات

علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ نے یہ جو کچھ لکھا تھا وہ حق اور صواب ہونے کے لحاظ سے شک اور شبہ سے بالاتر تھا۔ اس کے بعد انھوں نے محفلِ میلاد میں بعض لوگ جو خرابیاں کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے رد کیا ہے خصوصاً آلاتِ موسیقی کا رد کرتے کرتے وہ راہِ اعتدال سے ہٹ گئے، لکھتے ہیں:

اگر محفل میلاد سماع سے خالی ہو اور اس میں صرف کھانا کھلانے پر اقتصار کیا جائے اور صرف میلاد کی نیت ہو اور اس میں مسلمان بھائیوں کو بلایا جائے اور ان تمام مفاسد سے خالی ہو جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تب بھی یہ عمل نفسِ میلاد کی نیت سے بدعت ہے کیونکہ اس فعل میں دین پر زیادتی ہے اور سلف صالحین کا اس پر عمل نہیں رہا اور سلف کی اتباع صرف اولیٰ ہی نہیں واجب ہے، کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سب سے زیادہ اتباع اور تعظیم کرنے والے تھے اور ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے میلاد کیا ہو [2]

میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین میں کسی سے یہ بھی منقول نہیں ہے کہ انھوں نے ماہ ربیع الاوّل کی تنظیم کی ہو اور اس ماہ میں زیادہ عبادات اور کارہائے خیر کرنے کو واجب قرار دیا ہو اس لیے اس ماہ میں عبادات کی زیادتی اور کارہائے خیر کی کثرت بھی بدعت قرار پائی، حالانکہ علامہ ابن الحاج ص ۲۶۱ پر اس کو واجب قرار دے چکے ہیں اور

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ المدخل ج ۱ ص ۲۶۲۔ ۲۶۱، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[2] // // // المدخل ج ۱ ص ۲۶۸ //

ہم نے اس سے پہلے اس عبارت کا ترجمہ نقل کر دیا ہے، علامہ ابن الحاج کی یہ عبارت چونکہ اصول اسلام کے خلاف ہے اس لیے باطل اور مردود ہے اور صحیح بات وہ ہے جس کو انھوں نے اس بحث کے شروع میں ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ سلف صالحین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کی تعظیم کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے اس کے باوجود انھوں نے محافل میلاد منعقد نہیں کیں اور ہم ان کے تابع ہیں اس لیے ہم کو بھی انکی اتباع کرنی چاہیے بلکہ لکھتے ہیں کہ ان کی اتباع زیادہ واجب ہے؛ اس اصول پر کہا جا سکتا ہے کہ سلف صالحین میں تابعین سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کو جاننے والے تھے اس لیے جس کام کو صحابہ نے نہیں کیا وہ تابعین کو نہیں کرنا چاہیے تھا اور ان کا کیا ہوا وہ کام صرف اس وجہ سے ناجائز اور بدعت ہو جانا چاہیے کہ ان سے پہلے بزرگوں نے اس کام کو نہیں کیا، مثلاً مسجد میں محراب بنانے کی ابتداء حضرت عمر بن عبد العزیز نے کی اور قرآن مجید میں حجاج بن یوسف نے اعراب لگائے اس اصول سے یہ دونوں کام ناجائز اور بدعت ہوئے کیونکہ اگر یہ کام صحیح ہوتے تو ان سے زیادہ دین کا درک رکھنے والے صحابہ کرام اس کام کو کیوں ترک کرتے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی بہ نسبت دین اور شریعت کو جاننے والے خود جناب رسالت ہیں کہ آپ کا منصب اور مقام ہی دین اور شریعت کو وضع کرنا ہے اس لیے جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو وہ بدعت قرار پائے گا مثلاً حضرت عثمان نے جمعہ کے دن ایک اذان کا اضافہ کیا، حضرت عمر نے تراویح کی نماز شروع کرائی، اگر ان کاموں میں کوئی خیر ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کو کیوں ترک کرتے؟ علامہ ابن الحاج کے سامنے قرآن مجید کا جو نسخہ تھا اس میں سورتوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ یہ بہت بعد کے لوگوں نے رواج دیا تھا اور ان سے پہلے کے سلف صالحین نے قرآن مجید کے نسخوں میں سورتوں کے نام نہیں لکھے تھے اور تادم تحریر دنیائے اسلام میں قرآن مجید کے نسخے اسی طرح چھپ رہے ہیں، اگر اس کام میں خیر ہوتی تو اتباع تابعین، تابعین، اور صحابہ میں سے کوئی تو یہ کام کرتا پھر اس اصول پر قرآن مجید کے ان نسخوں کو کیا کہا جائے گا؟ ہم نے اختصار کی غرض سے صرف چند مثالیں پیش کی ہیں۔

ثانیاً گذارش یہ ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافل میلاد نہیں منعقد کیں، بجا ہے لیکن صحابہ اور تابعین نے اس فعل سے منع بھی تو نہیں کیا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع۔ "کسی کام کا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا نہ کرنا اس کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا، صنعت و حرفت اور طرق تبلیغ میں سے چند کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں اور سینکڑوں کام اور طرق تبلیغ میں مثلاً تصنیف و تالیف وغیرہ جناب رسالت، صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے نہیں کیے تو کیا یہ سب ناجائز ہیں؟

ثالثاً صحابہ اور تابعین کے محافل میلاد منعقد نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ دن رات دین کے زیادہ اہم کاموں میں مشغول رہتے تھے مثلاً اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا، کافروں کو مسلمان کرنا، مرتدوں اور دین کے باغیوں کو تہہ تیغ کرنا، حدودِ الٰہیہ کو قائم کرنا اور اسلام کا سورج جو کہیں غروب نہیں ہوتا تھا ان تمام شہروں میں نظم و نسق قائم کرنا۔

رابعاً ہر وہ کام جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے کیا جائے اور وہ کام آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتا ہو، اس کو کرنا جائز ہے بشرطیکہ شرک نہ ہو خواہ اس کام کی مثیل اور نظیر عہد صحابہ اور تابعین میں نہ ہو۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وھنا امران لا بد منھما احدھما وجوب تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رفع رتبتہ عن سائر الخلق والثانی افراد الربوبیۃ و اعتقاد ان الرب تبارك وتعالیٰ منفرد بذاتہ وصفاتہ وافعالہ عن جمیع خلقہ فمن اعتقد فی مخلوق مشارکۃ الباری سبحانہ وتعالیٰ فی شیٔ من ذٰلك فقد اشرك ومن قصر بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن شیٔ من مرتبتہ فقد عصی او کفر و من بالغ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ بہ ما یختص بالباری سبحانہ وتعالیٰ فقد اصاب الحق وحافظ علی جانب الربوبیۃ والرسالۃ جمیعًا وذٰلك ھو القول الذی لا افراط فیہ ولا تفریط۔[1]

یہاں دو باتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا واجب ہونا اور آپ کے مرتبہ کو تمام مخلوق سے بلند ماننا، دوسرا اللہ تعالیٰ کی انفرادیت اور اس بات کا اعتقاد کہ رب تبارک وتعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں تمام مخلوق سے منفرد ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی مخلوق کی شرکت کا اعتقاد رکھے وہ مشرک ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ میں کسی قسم کی کمی کرے وہ گناہ گار یا کافر ہے، اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں تمام اقسام تعظیم کے ساتھ مبالغہ کرے اور وہ چیز ان چیزوں کو شامل نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں تو اس کی یہ تعظیم حق و صواب ہے اور اس نے توحید و رسالت دونوں جانبوں کی رعایت کر لی اور یہی وہ قول ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

وما یفعلہ بعض الناس من النزول بالقرب من المدینۃ والمشی علی اقدامہ الی ان یدخلھا حسن وکل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا۔[2]

بعض لوگ مدینہ طیبہ آنے سے پہلے سواری سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چل کر مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں یہ فعل مستحسن ہے اور ہر وہ کام جو بارگاہِ رسالت میں زیادہ ادب اور تعظیم کا مظہر ہو وہ مستحسن ہے۔

یہ عبارت عالم گیری میں بھی ہے۔[3]

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ ہر وہ کام جو تعظیم رسول کا مظہر ہو اور منافی خصائص باری نہ ہو اس کا کرنا مستحسن ہے خواہ اس کی سلف صالحین میں کوئی نظیر نہ ہو، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر محفل میلاد کو منعقد کرنا اور کھڑے ہو کر ادب سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا بلاشبہ امر مستحسن ہے۔

---

[1] علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الجوہر المنظم، ص ۱۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی ہندیہ، ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

علامہ ابن الحاج نے بارگاہ رسالت کے آداب سے خود بھی ایمان افروز مثالیں ذکر کی ہیں جن پر سلف صالحین کا عمل نہیں رہا اس کے باوجود وہ افعال اہل ایمان کے دلوں کو روشن کرتے ہیں۔ علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ایک بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے گئے اور مدینہ طیبہ کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر شہر کے باہر سے زیارت کر لی، ان سے کہا گیا، آپ شہر میں نہیں جاتے؟ انھوں نے کیا مجھ ایسا شخص سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں داخل ہو سکتا ہے؟ اسی طرح خلیفہ کا قاصد، حضرت امام مالک کے پاس خچر لیکر آیا کہ اس پر سوار ہو کر خلیفہ سے ملنے جائیں تو انھوں نے خچر پر سوار ہونے سے معذرت کر لی، اور کہا جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدموں سے چلے ہوں وہاں میں سوار ہو کر چلوں یہ نہیں ہو سکتا! اھ۔

اہل محبت سے اس قسم کی بہت سی مثالیں یادگار ہیں بہر حال جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کے پیش نظر عید میلاد کی محافل قائم کرتے ہیں اور اس میں سلام اور قیام کرتے ہیں اور آپ کی جناب میں صدقہ وخیرات اور دیگر عبادات کے ہدایا کا ایصال ثواب کرتے ہیں ان کے یہ اعمال یقیناً مستحسن اور خیر و برکت کے موجب ہیں خواہ اس سے پہلے سلف صالحین میں ایسی مثالیں مروج نہ رہی ہوں۔

ماہ ربیع الاوّل اور پیر کے دن میں آپ کی ولادت کی وجہ

علامہ ابن الحاج نے ماہ ربیع الاوّل کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز نکتہ بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاوّل میں پیر کے دن ہوئی، ماہ رمضان میں نہیں ہوئی جس میں قرآن مجید نازل ہوا، نہ لیلۃ القدر میں ہوئی نہ حرمت والے مہینوں میں نہ شعبان کی پندرہویں شب میں نہ جمعہ کے دن نہ اس کی شب میں، ابن الحاج لکھتے ہیں اس کا جواب چار طریقوں سے ہے۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ درخت اور پھل وغیرہ پیر کے دن پیدا کیے گئے اور اس میں یہ تشبیہ ہے کہ انسان کی مادی حیات کے اسباب جس طرح پیر کے دن بنائے گئے اسی طرح اس کی روحانی حیات کا سبب کامل بھی پیر کے دن پیدا کیا گیا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ربیع کے معنی ہیں بہار اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ انسانیت کا گلشن صدیوں سے آباد تھا لیکن اس میں بہار اس وقت آئی جب آپ کی ولادت ہوئی، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فصل ربیع تمام فصول میں افضل ہوتی ہے اسی طرح آپ کی شریعت بھی تمام شریعتوں سے افضل ہے اور چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ رمضان، لیلۃ القدر، شعبان کی پندرہویں شب یا جمعہ کی شب کو پیدا ہوتے تو ان اوقات سے آپ کو فضیلت ملتی اور جب آپ ربیع الاوّل میں پیر کے دن پیدا ہوئے تو اس ماہ اس دن کو آپ کی وجہ سے فضیلت ملی اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کسی سے فضیلت نہیں پاتے بلکہ کائنات میں جو بھی فضیلت پاتا ہے وہ آپ سے فضیلت پاتا ہے[۲]

---

[۱] - علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[۲] - " " " المدخل ج ۱ ص ۲۹۸ - ۲۸۱ "

علامہ ابن الحاج کی عبارات پر علامہ یوسف صالحی کا تبصرہ

علامہ یوسف صالحی شامی، علامہ ابن الحاج کی دونوں عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ ابن الحاج نے نفس میلاد کی مذمت نہیں کی بلکہ بعض مجالس میلاد جن محرمات اور منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں ان کا رد کیا ہے کیونکہ ان کی ابتدائی عبارت میں تصریح ہے کہ اس ماہ مبارک میں خیرات، صدقات اور نیکی کے کاموں کو بکثرت کرنا چاہیے اور میلاد شریف سے اس کے سوا اور کیا مراد ہے؟ کیونکہ محافل میلاد میں قرآن مجید کی تلاوت اور کھانا کھلانے کے سوا اور کیا ہوتا ہے اور یہ خیر اور عبادت ہے اور اس عمل کو ہم مستحسن قرار دیتے ہیں، البتہ انھوں نے آخر میں جو میلاد شریف کو بدعت کہا ہے تو یہ ان کے پہلے کلام کے خلاف ہے یا تو اس کا محمل یہ ہے کہ بدعت سے ان کی مراد بدعت حسنہ ہے اور یا یہ مراد ہے کہ عمل مولد کی نیت بدعت ہے کیونکہ اسلاف میں سے کسی نے عمل مولد کی نیت نہیں کی، لیکن یہ بات ان کی پہلی عبارت کے ساتھ مطابق نہیں ہے کیونکہ پہلی عبارت میں انھوں نے اس ماہ میں نیکی کے کاموں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر برانگیختہ کیا ہے اور جو شخص عمل مولد کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مکارم کا بیان اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اپنے بھائیوں کو خوشی میں کھانا کھلاتا ہے اور یہ بلاشبہ وہ نیکی ہے جس کو کرنے کی انھوں نے شروع میں تلقین کی تھی تو اب اس نیکی کی مذمت کیوں کی جا رہی ہے؟

علامہ فاکہانی شافعی نے بھی میلاد شریف کا انکار کیا ہے اور اس کو بدعت قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المقصد میں اس رسالہ کا بتمامہ ذکر کر کے رد کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ بدعت سیئہ مذموم ہے یا بدعت مکروہہ اور یہ بدعت حسنہ ہے، علامہ یوسف صالحی شامی نے بھی علامہ سیوطی کے جوابات کو سبل الہدیٰ والرشاد میں نقل کیا ہے۔[1]

علامہ حلبی کے دلائل

علامہ حلبی لکھتے ہیں: مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سنتے ہیں تو آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر چند کہ یہ قیام بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے کیونکہ ہر بدعت مذموم نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت قائم کر کے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے اور علامہ عز الدین ابن عبد السلام نے فرمایا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (شرح صحیح مسلم ج ۲ میں اس کی تفصیل دیکھئے) اور بدعت کی یہ اقسام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے خلاف نہیں ہیں "نئے کاموں سے بچو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے" اور جس نے ہمارے اس امر (شریعت یا دین) میں ایسا کام ایجاد کیا جو اس (شریعت) سے نہ ہو وہ مردود ہے"۔ ان احادیث میں بدعت سے عام معنی نہیں بلکہ خاص معنی مراد ہے (یعنی بدعت سیئہ) کیونکہ ہمارے امام شافعی نے فرمایا جو چیز کتاب، سنت، اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالہ ہے اور جو نیک کام ایجاد کیا جائے اور وہ ان کے خلاف نہ ہو وہ بدعت محمودہ ہے۔ امام شافعی کے زمانہ کے تمام مشائخ نے اس مسئلہ میں ان کی پیروی کی اور

---

[1] ۔ علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۵۳ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ قاہرہ ۱۳۹۲ھ۔

حکایت ہے کہ امام سبکی کے پاس ان کے معاصر علماء کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ اس وقت ان میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں علامہ صرصری کے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) اگر بہت عمدہ کاتب چاندی کے کاغذ پر سونے کے پانی سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نعت لکھے اور اس نعت کو سن کر علماء صف بستہ یا گھٹنوں کے بل کھڑے ہو جائیں تو آپ کے مقام کے اعتبار سے یہ تعظیم بھی کم ہے یہ اشعار سنتے ہی علامہ سبکی اور تمام علماء کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں آپ کی محبت کا بہت زیادہ اثر ظاہر ہوا، علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی کا یہ عمل اقتداء کے لیے کافی ہے نیز علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ بدعت حسنہ کے استحباب پر امت کا اتفاق ہے اور میلاد شریف کا عمل اور اس میں لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ ہے اسی وجہ سے علامہ نووی کے استاذ شیخ ابو شامہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ہر سال ماہ ربیع الاوّل میں میلاد شریف ہوتا ہے جس میں خوشی اور زینت و سجاوٹ کا اظہار کیا جاتا ہے اور نیکی اور اچھائی کے کام کئے جاتے ہیں لوگ عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے یہ تمام کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالٰے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے مسلمانوں پر جو احسان فرمایا ہے اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے اس کے شکر پر دلالت کرتے ہیں، علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ قرونِ ثلاثہ میں اسلاف میں سے کسی نے میلاد شریف نہیں کیا یہ بعد میں شروع ہوا، پھر ہمیشہ سے اہل اسلام تمام ملکوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں اور اس ماہ کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر فضل عمیم ظاہر ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا جو لوگ میلاد شریف کرتے ہیں ان پر اس سال امان ہوتی ہے اور انہیں مطلوب حاصل ہونے کی جلد بشارت مل جاتی ہے۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی کا نظریہ

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کو سننے کے لیے جمع ہونا، اعظم عبادات سے ہے کیونکہ میلاد شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اور اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ذکر ہوتا ہے اور آپ کے ذکر سے محبت آپ کے قرب کا ذریعہ ہے اور جلیل القدر علماء نے تصریح کی ہے کہ جس سال میلاد شریف کیا جائے اس سال امان رہتی ہے اور مقصود میں کامیابی کی جلد بشارت ملتی ہے جیسا کہ ابن الجذری نے تصریح کی ہے اور اس کو علامہ حلبی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے اسی طرح علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے رسالہ مولد میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں ذکر کیا ہے، اور ہر وہ شخص جو آپ کی محبت میں صادق ہے اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ میلاد النبی کے مہینہ میں خوشی منائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے لیے محفل منعقد کرے جس میں احادیث صحیحہ سے آپ کے میلاد کے واقعات بیان کیے جائیں اور اللہ تعالٰی کے فضل سے امید ہے کہ ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے صالحین کے زمرہ میں داخل ہوگا اور جس شخص کے جسم میں آپ کی محبت سرایت کر جائے گی وہ بجسم انشاء اللہ بوسیدہ نہیں

---

[1] علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ مطبعۃ مصطفٰے البابی الحلبی مصر۔

ہو گا اور آپ کی شفاعت اسی شخص کو حاصل ہو گی جو آپ سے محبت رکھتا ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احب جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد مبارک کی راتوں کو عید بنا لیا اور ان راتوں میں اگر صرف آپ پر بکثرت صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے تو یہ بھی کافی ہے [1]

ملا علی قاری کا نظریہ

ملا علی قاری فرماتے ہیں: پہلی بات یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ میلاد النبی کی محفل کرنا جائز ہے، اور آپ کی سیرت اور آپ کی نعت سننے کے لیے اس محفل میں شریک ہونا جائز ہے اور لوگوں کی دعوت کرنا اور خوشی منانا جائز ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی خاص اور معین رات میں محفل میلاد منعقد کرنا سنت ہے، اور جو شخص کسی معین شب میں محفل میلاد کی سنیت کا معتقد ہو وہ بدعتی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ کے ساتھ تعلق ہر وقت مطلوب ہے، ہاں جس ماہ میں آپ کی ولادت ہوئی، اس مہینہ کی قوی ترجیح ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ محفل میلاد کا اجتماع تبلیغ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور علماء کو چاہیے کہ وہ ان محافل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، آداب، آپ کی سیرت آپ کے معاملات اور آپ کی عبادات کا بیان کریں اور لوگوں کو آپ کی سیرت پر عمل کرنے کی نصیحت کریں۔ اور جو لوگ ان اجتماعات سے تبلیغ دین کا فائدہ نہیں اٹھاتے وہ محفل میلاد کی خیرات اور برکات سے محروم ہیں [2]

محفل میلاد کے جواز اور استحباب پر ملا علی قاری کے دلائل

ملا علی قاری فرماتے ہیں: محفل میلاد کے جواز پر پہلی دلیل یہ ہے کہ ابولہب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کی اور ثویبہ کو آزاد کر دیا تو اس کی جزا میں ہر پیر کے دن اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یوم ولادت کی خود تعظیم فرماتے تھے اور اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس دن کی تعظیم کے لیے ہر پیر کا روزہ رکھتے تھے جیسا کہ مسلم نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انعقاد محفل نبوی میں اگرچہ تعظیم کی صورت مختلف ہے لیکن تعظیم کا معنی موجود ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی کرنا، قرآن مجید کا مطلوب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ "آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی مناؤ" اللہ تعالیٰ نے رحمت پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین "چوتھی دلیل یہ ہے کہ جس زمانہ میں کوئی عظیم دینی کام ہوا ہو جب وہ زمانہ لوٹ کر آئے تو اس کی تعظیم کرنی چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس قاعدہ کو مقرر فرمایا جب آپ نے یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا تو اس کا سبب معلوم کیا اور جب کہا گیا کہ یہ اس دن اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر بحوالہ جواہر البحار ج ۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر ۱۳۷۹ھ

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المولد الروی فی المولد النبوی ص ۸-۷۔ مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

روزہ رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دن ان کو قوم فرعون سے نجات دی تھی تو آپ نے فرمایا تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام پر نعمت کا شکر ادا کرنے کے ہم زیادہ حقدار ہیں۔" آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد کی ہیئت اجتماعیہ ہر چند کہ بدعت ہے لیکن اس کی اصل عہدِ رسالت میں موجود تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی ولادت کا بیان فرمایا: انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسیٰ انا ابن الذبیحین۔ "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں، میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں (ایک حضرت اسماعیل اور ایک آپ کے والد حضرت عبداللہ۔ سعیدی غفرلہٗ) چھٹی دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا محرک، باعث اور سبب ہے اور جو چیز مطلوب شرعی کا سبب ہو وہ بھی شرعاً مطلوب ہوتی ہے، ساتویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں آپ کے معجزات اور کمالات اور آپ کی سیرت کا بیان ہوتا ہے اور ہمیں آپ کی سیرت پر عمل کرنے کا حکم ہے، آٹھویں دلیل یہ ہے کہ جو شعراء صحابہ آپ کی مدح کرتے تھے اور نعتیہ اشعار پڑھتے تھے آپ ان سے خوش ہوتے اور ان کو انعامات سے نوازتے تو جب محفل میلاد میں آپ کے شمائل اور فضائل کا بیان ہوگا اور نعت خوانی ہوگی تو آپ اس سے خوش ہوں گے اور آپ کی خوشی شرعاً مطلوب ہے۔ نویں دلیل یہ ہے کہ آپ کے معجزات اور سیرت کا بیان آپ کے ساتھ ایمان کے کمال اور آپ کی محبت میں زیادتی کا موجب ہو وہ شرعاً مطلوب ہے۔ دسویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں اظہار سرور، مسلمانوں کو کھانا کھلانا اور آپ کی تعریف کرنا ہے یہ سب چیزیں آپ کی تعظیم کو ظاہر کرتی ہیں اور آپ کی تعظیم شرعاً مطلوب ہے۔ گیارہویں دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی دن کی فضیلت یہ بیان کی ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو جس دن آپ پیدا ہوئے اس کی فضیلت کا کیا عالم ہوگا! جس جگہ کوئی نبی پیدا ہوا اس جگہ کی بھی شرعاً تعظیم ہے کیوں کہ بیت لحم کے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا قم یا عیسیٰ نماز پڑھیں اور بتایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے۔ بارہویں دلیل یہ ہے کہ تمام علماء اور تمام شہروں کے مسلمانوں نے محفل میلاد کو مستحسن قرار دیا اور حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے جس کام کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جس کام کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا۔ تیرھویں دلیل یہ ہے کہ محفل میلاد میں ذکر کے لیے جمع ہونا، نعت خوانی، صدقہ وخیرات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور یہ تمام چیزیں سنت اور شرعاً مطلوب اور محمود ہیں۔ چودھویں دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

كلا نقص عليك من انباء الرسل ما نثبت به فؤادك ۔ "ہم تمام انبیاء کے واقعات آپ کو بیان کرتے ہیں جس سے ہم آپ کے دل کو استقامت پر رکھتے ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے واقعات سے ہم اپنے دل کی تسکین کے محتاج ہیں۔ پندرہویں دلیل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جو عہد رسالت میں نہ ہو مطلقاً مذموم اور حرام نہیں ہے بلکہ اس کو دلائل شرعیہ سے دیکھا جائے گا اگر اس میں کوئی مصلحت واجبہ ہوگی تو وہ واجب ہوگی۔ اسی طرح مستحب، مباح، مکروہ اور حرام یہ سب بدعت کی اقسام ہیں۔ سولہویں دلیل یہ ہے کہ جو چیز صدر اوّل میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ نہ ہو لیکن افراد کے ساتھ ہو تو وہ بھی مطلوب شرعی ہے کیونکہ جس کے افراد شرعاً مطلوب ہیں اس کی ہیئت اجتماعیہ بھی شرعاً مطلوب ہوگی۔ سترھویں دلیل یہ ہے کہ اگر ہر بدعت حرام ہو تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا قرآن جمع کرنا، حضرت عمر کا تراویح کی جماعت کا اہتمام کرنا اور تمام علوم نافعہ کی تصنیف حرام ہو جائے گی اور ہم پر واجب ہوگا کہ ہم تیر کمان کے ساتھ کفار سے جنگ کریں اور بندوقوں اور توپوں سے جنگ حرام ہو اور میناروں پر اذان دینا، سرائے اور مدارس بنانا، ہسپتال اور یتیم خانے بنانا سب حرام ہو جائیں اس وجہ سے وہ نیا کام حرام ہوگا جس میں برائی ہو کیونکہ ایسے بہت سے کام ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف میں سے کسی نے نہیں کیا مثلاً تراویح میں ختم قرآن ختم قرآن کی دعاء، ستائیسویں شب کو امام الحرمین کا خطبہ دینا وغیرہا۔ اٹھارہویں دلیل یہ ہے کہ امام شافعی نے فرمایا کہ جو چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اقوال صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ہے اور جو نیک کام ان کے مخالف نہ ہو وہ محمود ہے۔ انیسویں دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں اچھا کام ایجاد کیا اور بعد والوں نے اس پر عمل کیا تو اس کو ان کا اجر ملے گا اور ان کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔ بیسویں دلیل یہ ہے کہ جس طرح حج کے افعال صفا مروہ کی دوڑ، صالحین کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہیں۔ اسی طرح محفل میلاد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے لیے مشروع ہے [1]

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں [2]

حاجی صاحب مذکور نے لکھا ہے:

ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کیا جاوے۔ مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں [3]۔

حاجی صاحب ہی کا فرمان ہے:

---

[1] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المدر الروی فی المولد النبوی ملخصاً ص ۱۷-۹، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ۔

[2] ۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵، مطبوعہ مدنی کتب خانہ گنپت روڈ لاہور۔

[3] ۔ " " ، شمائم امدادیہ ص ۵۰، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ۔

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں، اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔[1]

حاجی صاحب کا یہ بہت ایمان افروز ارشاد ہے۔

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے، جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا[2]

شیخ تھانوی نے آخری جملہ اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا پر حاشیہ لکھا ہے۔

اقول: البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرنا زیادتی ہے[3]۔

اور میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی بڑی زیادتی یہ ہے کہ محفل میلاد کو بدعت سیئہ قرار دیا جائے اور میلاد شریف کرنے والوں سے نفرت کی جائے اور انہیں اہل بدعت کے نام سے پکارا جائے!

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا نظریہ

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے ہے حضور کی شب ولادت کی خوشی کرنا اور مولود شریف پڑھنا اور ذکر ولادت اقدس کے وقت کھڑے ہونا اور مجلس شریف میں حاضرین کو کھانا دینا اور ان کے سوا اور نیکی کی باتیں کہ مسلمانوں میں رائج ہیں کہ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں اور یہ مسئلہ مجلس میلاد اور اس کے متعلقات کا ایسا ہے جس میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں اور بکثرت علماء دین نے اس کا اہتمام فرمایا اور دلائل و براہین سے بھری ہوئی کتابیں اس میں تالیف ہوئیں تو ہمیں اس مسئلہ میں تطویل کلام کی حاجت نہیں[4]۔

نیز لکھتے ہیں:

یہ قیام مشہور اماموں میں برابر متوارث چلا آتا ہے اور اسے ائمہ و حکام نے برقرار رکھا۔ اور کسی نے رد و انکار نہیں کیا، لہٰذا مستحب ٹھہرا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اور کون مستحق تعظیم ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کافی ہے کہ جس چیز کو اہل اسلام نیک سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے[5]

---

[1] ۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ، شمائم امدادیہ ص ۴۰، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۴۰۵ھ

[2] ۔ " " شمائم امدادیہ ص ۶۸،

[3] ۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، امداد المشتاق ص ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

[4] ۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، افامۃ القیامۃ، ص ۱۸-۱۰، مطبوعہ نوری کتب خانہ ۱۳۹۵ھ۔

[5] ۔ " " افامۃ القیامۃ ص ۱۹ "

شیخ رشید احمد گنگوہی کا نظریہ

شیخ رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا گیا:
انعقاد مجلس بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں

شیخ نے جواب دیا:

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے تداعی امر مندوب کے واسطے (مستحسن کام کے لیے بلانا۔ سعیدی) منع ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اگر پڑھو گے حوالہ کتب معلوم ہو جائیں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [1]

شیخ گنگوہی کا جواب اور دلیل دونوں صحیح نہیں ہیں۔ جواب کی غلطی قارئین پر واضح ہو گئی ہو گی، دلیل اس لیے غلط ہے کہ امر مستحسن اور مستحب کے لیے عمل کی دعوت قرآن اور حدیث میں وافر تعداد میں موجود ہے۔ دیکھئے مساجد اور دینی مدارس کی تعمیر اور دینی جلسوں میں شرکت امر مستحب ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کام میں ہر فرقہ کے علما دبلا اختلاف دعوت دیتے ہیں اور اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

نواب بھوپالی کا نظریہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب صدیق حسن خان بھوپالی عاشورہ محرم کے روزے رکھنے والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:-

قلت وقد احتج بهذا الحديث قوم جاهلون على جواز الاحتفال بمولد النبي صلى الله عليه وسلم قياسا على يوم عاشوراء [2]

میں کہتا ہوں کہ جاہل لوگوں نے اس حدیث کے تحت عاشورہ کے روزے پر قیاس کر کے محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی، علامہ ابن عابدین شامی اور دیگر علماء اہل سنت نے اس حدیث سے محفل میلاد پر استدلال کیا ہے۔

محفل میلاد کی ابتداء

بعض علماء نے لکھا ہے کہ میلاد شریف کی محفل کی ایجاد ساتویں صدی ہجری میں اربل کے بادشاہ ابو سعید مظفر نے کی ہے اور اس بات کو حافظ ابن کثیر کے حوالے سے بیان کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں ابو سعید مظفر کا مکمل تذکرہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے محفل میلاد مناتے تھے یہ نہیں لکھا ہے کہ وہ محفل میلاد کے موجد تھے اور انھوں نے اس کی ابتداء کی ہے۔ ہم حافظ ابن کثیر کی مکمل عبارت پیش کر رہے ہیں۔

حافظ ابن کثیر ۶۳۰ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:

الملك المظفر ابو سعيد كوكبرى احد الاجواد والسادات الكبراء والملوك الامجاد له آثار حسنة ـــ وكان يعمل المولد الشريف

بزرگ اور نیک بادشاہوں اور عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابو سعید مظفر بادشاہ تھے، وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتے تھے۔ اور بہت عظیم محفل منعقد

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔
[2] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، المسک الخاج ج ۱ ص ۳۸۰-۳۷۹ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال الطبعۃ الاولی ۱۳۰۲ھ

فی ربیع الاول ویحتفل به احتفالا هائلا ، وکان مع ذلك شهما شجاعا فاتکا بطلا عاقلا عالما عادلا رحمه الله واکرم مثواه وقد صنف الشیخ ابو الخطاب ابن دحیة له مجلدا فی المولد النبوی سماه التنویر فی مولد البشیر النذیر فاجازه بالف دینار وقد طالت مدته فی الملك فی زمان الدولة الصلاحیة وقد کان محاصر عکا والی هذه السنة محمود السیرة والسریرة قال البسطی حکی بعض من حضر سماط المظفر فی بعض الموالد کان یمد فی ذلك السماط خمسة الاف راس مشوی وعشرة الاف دجاجة ومائة الف زبدیه وثلاثین الف صحن حلوی، قال وکان یحضر عنده فی المولد اعیان العلماء والصوفیة — وکانت له دار ضیافة للوافدین من ای جهة ومن ای صفة وکانت صدقاته فی جمیع القرب والطاعات علی الحرمین وغیرهما — وکان یصرف علی المولد فی کل سنة ثلاثمائة الف دینار وعلی دار الضیافة فی کل سنة مائة الف دینار وعلی الحرمین والمیاه بدرب الحجاز ثلاثین الف دینار سوی صدقات السر رحمه الله تعالی وکانت وفاته بقلعة اربل وصی ان یحمل الی مکة فلم یتفق فدفن بمشهد علی[1]

کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت زیرک، بہادر، مدبر، پرہیز گار، عادل اور عالم دین تھے۔ شیخ ابو الخطاب ابن دحیہ نے سیادت شریف کے موضوع پر التنویر فی مولد البشیر النذیر نامی ایک کتاب لکھی جس پر انھوں نے شیخ مذکور کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ان کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی۔ عکا کا محاصرہ کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے ان کی سیرت اور حکومت بہت عمدہ تھی جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتی تھیں۔ دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں، تیس ہزار مٹھائی کی ڈلیاں، اور ان کی محفل میلاد میں بہت بڑے بڑے علماء اور صوفیاء شریک ہوتے تھے۔ ہر علاقہ اور ہر قسم کے مہمانوں کے لیے بادشاہ مذکور کا دسترخوان کھلا رہتا تھا۔ وہ ہر قسم کی عبادات میں صدقہ اور خیرات کرتے تھے۔ حرمین شریفین کی عبادات پر بہت خرچ کرتے تھے۔ اور میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتے تھے حرمین شریفین اور حجاز مقدس میں پانی کے انتظام پر تیس ہزار دینار خرچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ بادشاہ مظفر پر رحمت کرے جو صدقات وہ خفیہ طور پر کرتے تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے (۶۳۰ھ میں) اربل کے قلعہ پر وہ فوت ہو گئے انھوں نے مکہ مکرمہ میں مدفون ہونے کی وصیت کی تھی لیکن پوری نہ ہو سکی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جوار میں انھیں دفن کر دیا گیا۔

صحیح یہ ہے کہ عالم اسلام میں ہمیشہ سے اہل اسلام ربیع الاوّل کی مبارک راتوں میں محافل میلاد منعقد کرتے رہے ہیں۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وما زال اهل الاسلام یحتفلون بشهر مولده علیه السلام ویعملون الولائم ویتصدقون

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے مہینہ میں اہل اسلام ہمیشہ محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔ دعوت کا اہتمام

[1] ابو الفداء حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۱۳، ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع اوّل ۱۹۶۶ء

فی لیالیہ بأنواع الصدقات ویظھرون السرور، ویزیدون فی المبرات ویعتنون بقراءۃ مولدہ الکریم ویظھر علیھم من برکاتہ کل فضل عمیم ومما جرب من خواصہ انہ امان فی ذٰلک العام وبشری عاجلۃ بنیل البغیۃ والمرام فرحم اللہ امرأ اتخذ لیالی شھر مولدہ المبارک اعیادًا لیکون اشد علۃ علی من فی قلبہ مرض و اعیاہ داء۔[1]

کرتے ہیں اور میلاد کی راتوں میں صدقہ اور خیرات کرتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں میں زیادتی کرتے ہیں، میلاد شریف پڑھتے ہیں اور میلاد شریف کی برکات سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوتا ہے اور محفل میلاد کے خواص میں سے یہ ہے کہ اس سال امان رہتی ہے اور مطلوب کی بشارت جلد مل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جائے۔

علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس عبارت کو علامہ حسین بن محمد دیار بکری[2]، علامہ ابن عابدین شامی[3]، شیخ عبدالحق محدث دہلوی[4] اور دیگر علماء و مشائخ نے اپنی اپنی تصانیف جلیلہ میں بیان کیا ہے۔

آخری گذارش ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ آسان عبارت میں اس مسئلہ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور محفل میلاد کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے، میلاد شریف کرنے والوں کے لیے یہ کلمات طمانیت کا موجب ہوں اور جو لوگ محفل میلاد میں بے اعتدالی کرتے ہیں اور اس کار خیر میں لہو و لعب کا آمیزہ ملاتے ہیں وہ لوگ جو سرے سے اس کار خیر کے انعقاد کی مخالفت کرتے ہیں ان دونوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور مصنف کے لیے توشہ آخرت اور اس کی نجات کا وسیلہ بنا دے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

بَابُ صَوْمِ شَهْرِ شَعْبَانَ[۳۳۸] شعبان کے روزوں کا بیان

۲۶۴۷- وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ وَلَمْ أَفْهَمْهُ مُطَرِّفًا عَنْ هَدَّابٍ عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا: تم نے شعبان کے وسط میں روزہ رکھا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید کے بعد تم دو

---

[1] ۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ علامہ حسین بن محمد دیار بکری، تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔

[3] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، شرح المولد لابن حجر (جواہر البحار) ج ۳ ص ۳۳۸ مطبوعہ مصطفیٰ البابی ۱۳۷۹ھ

[4] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲، ماثبت بالسنۃ ص ۲۰، مطبوعہ ادارہ تعلیمیہ رضویہ، لاہور۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ اَوْ لِاٰخَرَ اَصُمْتَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ اِذَا اَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ۔

روزے رکھنا۔!

۲۶۴۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ هَارُوْنَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ اَنَّ ابْنَ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هٰذَا الشَّهْرِ شَيْئًا فَقَالَ لَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ مَكَانَهُ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں روزے رکھے ہیں؟۔ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا عید الفطر کے بعد تم اس کی جگہ دو روزے رکھنا!

۲۶۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ ابْنِ اَخِيْ مُطَرِّفِ بْنِ الشِّخِّيْرِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ هَلْ صُمْتَ مِنْ سَرَرِ هٰذَا الشَّهْرِ يَعْنِيْ شَعْبَانَ شَيْئًا قَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَفْطَرْتَ مِنْ رَمَضَانَ فَصُمْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ شُعْبَةُ الَّذِيْ شَكَّ فِيْهِ قَالَ وَاَظُنُّهُ قَالَ يَوْمَيْنِ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: کیا تم نے اس ماہ کے وسط میں (یعنی شعبان میں) روزہ رکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عید الفطر کے بعد ایک یا دو روزے رکھنا! شعبہ جس کو اس روایت میں شک ہے وہ کہتے ہیں میرا گمان ہے راوی نے کہا دو دن۔

۲۶۵۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ وَيَحْيَى اللُّؤْلُؤِيُّ قَالَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَانِئٍ ابْنُ اَخِيْ مُطَرِّفٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: اس حدیث سے شعبان کے روزوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اس کے ایک روزہ کی جگہ عید کے بعد دو روزے رکھنے کا حکم دیا، سرر، سرہ کی جمع ہے جس کے معنی وسط ہیں۔ بعض شارحین نے اس کا معنی آخر بھی کیا ہے۔ اس پر سوال ہوگا کہ شعبان کے آخر میں روزے کی فضیلت کیسے ہوگی جبکہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے آپ نے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لیے ہے جس کی عادت ہر ماہ کے آخر میں روزہ رکھنا ہو کیونکہ اس کے لیے رمضان سے ایک یا دو روز پہلے روزہ رکھنا منع نہیں ہے۔

بَابُ ۳۳۹ فَضْلِ صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

محرم کے روزوں کی فضیلت

۲۶۵۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلٰوةُ اللَّيْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

۲۶۵۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرْفَعُهُ قَالَ سُئِلَ أَيُّ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ بَعْدَ الْمَكْتُوبَةِ وَأَيُّ الصِّيَامِ أَفْضَلُ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ قَالَ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوبَةِ الصَّلٰوةُ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا فرض نماز کے بعد کون سی نماز سب سے افضل ہے؟ اور ماہِ رمضان کے بعد کس ماہ کے روزے سب سے افضل ہیں؟ آپ نے فرمایا فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے اور ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں۔

۲۶۵۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فَذَكَرَ الصِّيَامَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

ف: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں حالانکہ اس سے پہلے ابواب میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے بعد سب سے زیادہ روزے شعبان میں رکھتے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کو محرم کی فضیلت کا علم آخر عمر میں ہوا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ علم کے باوجود آپ نے کسی عارضہ کی بنا پر محرم کی بجائے شعبان میں روزے رکھے ہوں!۔

باب ۳۴۰ اِسْتِحْبَابِ صَوْمِ سِتَّةِ اَيَّامٍ مِّنْ شَوَّالٍ اِتْبَاعًا لِّرَمَضَانَ

رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

۲۶۵۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتِ بْنِ الْحَارِثِ الْخَزْرَجِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ۔

رمضان شریف کے بعد شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے۔

۲۶۵۵- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيْدٍ اَخُوْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۲۶۵۶- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ ابْنَ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَيُّوْبَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں..... اس کے بعد مثل سابق ہے۔

شوال کے چھ روزوں میں مذاہبِ اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں ان احادیث میں امام شافعی، امام احمد اور داؤد وغیرہ کے مذہب پر صریح دلالت ہے، جو اس بات کے قائل ہیں کہ رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے مستحب ہیں، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں لکھا ہے کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور انھوں نے کہا ہے کہ یہ روزے رکھنا اس لیے مکروہ ہیں کہ کوئی شخص ان کے وجوب کا گمان نہ کرے۔

امام شافعی اور ان کے موافقین کی دلیل یہ احادیث صریحہ ہیں۔ اور جب ایک چیز سنت سے ثابت ہو جائے تو بعض، اکثر، یا تمام لوگوں کے قول کی بناء پر ترک نہیں کی جا سکتی، رہا ان کا یہ قول کہ شوال کے چھ روزے رکھنے سے

خطرہ ہے کہ ان کے وجوب کا گمان نہ کر لیا جائے تو یہ قول عرفہ اور عاشورہ کے روزے میں بھی جاری ہو سکتا ہے جب کہ وہ بالاتفاق مستحب ہیں۔ ہمارے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عید الفطر کے بعد یہ چھ روزے پے در پے اور متواتر رکھنے چاہئیں اور اگر یہ روزے متفرق کر کے رکھے یا شوال کے اواخر میں رکھے جائیں تب بھی متابعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی کیونکہ بہر حال یہ روزے شوال میں رکھے گئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ یہ چھ روزے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر اس لیے ہوں گے کہ ایک نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے۔ تیس روزے رمضان کے اور چھ یہ روزے مل کر چھتیس ۳۶ روزے ہوئے اور دس سے ضرب دینے کے بعد حاصل ضرب تین سو ساٹھ ہوا۔ اور چونکہ سال میں تقریباً تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں اس لیے جو شخص رمضان کے بعد شوال کے یہ چھ روزے بھی رکھتا ہے اس کو تین سو ساٹھ روزے رکھنے کا اجر مل جائے گا۔ [1]

احناف کے مذہب کی وضاحت

امام ابو حنیفہ نے عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنے کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے خواہ متصل رکھے جائیں یا متفرق، تاکہ فرض پر زیادتی کے ساتھ تشبیہ نہ ہو، اور امام ابو یوسف نے متصل طور پر شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے اور متفرق طور پر ان چھ روزوں کو مستحب اور مسنون قرار دیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فقہاء احناف اصالۃً حدیث کی پیروی کرتے ہیں اور اگر امام ابو حنیفہ کا کوئی قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو امام کے قول کی بجائے حدیث رسول کی پیروی کرتے ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ یہ حدیث ان تک نہیں پہنچ سکی یا یہ حدیث ان کے نزدیک شرائط قبول کی حامل نہیں تھی، امام مالک نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن مالکی علماء نے بھی امام مالک کے قول پر نہیں بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کیا ہے۔ قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: شوال کے چھ روزوں کے متعلق یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے لیکن امام مالک نے ان کو مکروہ فرمایا یا اس خدشہ کی بناء پر کہ لوگ غیر رمضان کو رمضان میں شامل نہ کر لیں یا ان تک یہ حدیث نہیں پہنچی اور یا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی اور زیادہ ظاہر یہی بات ہے۔ [2] امام اعظم کی طرف سے بھی یہی قول پیش کیا جا سکتا ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہیں خواہ متفرقاً رکھے جائیں یا متصلاً اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ اگر یہ روزے متصلاً رکھے جائیں تو مکروہ ہیں اور اگر متفرقاً رکھے جائیں تو مکروہ نہیں ہیں لیکن عام متاخرین کے نزدیک شوال کے چھ روزوں میں مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ زید الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے اس عبارت پر یہ حاشیہ لکھا ہے: علامہ قاسم نے اپنے فتاوی میں تمام متاخرین کی عبارات جمع کی ہیں اور ان لوگوں کے قول کا رد کیا ہے جنھوں نے کراہت کے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ روزے متصلاً رکھے جائیں اور ایک قول تفریق کا بھی ہے [۱]

عالم گیری میں البحر الرائق کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شوال کے چھ روزے متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے [۲]۔

علامہ طحطاوی نے تنویر اور حاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزوں کو متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور متصلاً رکھنا مکروہ نہیں ہے [۳]

علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ شوال کے چھ روزے رکھنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان کے روزے اور پھر اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ روزے رکھنے کی مثل ہے، پھر اس میں اختلاف ہے کہ مسلسل روزے رکھنا افضل ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: ثم اتبعہ "پھر عید کے بعد چھ روزے رکھے" یا متفرق طور پر روزے رکھنا افضل ہے تاکہ فرض پر زیادتی کرنے میں اہل کتاب کی مخالفت ہو [۴]

شوال کے چھ روزے متفرقاً رکھنا مستحب ہے اور اگر یہ روزے مسلسل رکھے جائیں پھر بھی مذہب مختار کے مطابق مکروہ نہیں ہے (حاوی) امام ابو یوسف نے مسلسل روزے رکھنے کو مکروہ فرمایا ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب عید کے دن کا روزہ رکھے اور اس کے بعد پے در پے پانچ روزے رکھے اور اگر عید کے دن افطار کیا اور پھر مسلسل چھ روزے رکھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور مسنون ہے۔ [۵]

عبارت کا آخری ٹکڑا علامہ کاسانی کا ہے ان کا پورا متن حسب ذیل ہے:

ملک العلماء علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ومنها اتباع رمضان بست من شوال كذا قال ابو يوسف كانوا يكرهون ان يتبعوا رمضان صوما خوف ان يلحق ذلك بالفريضة وكذا روى عن مالك انه قال اكره ان يتبع رمضان بست من شوال وما رايت احدا من اهل الفقه والعلم يصومها ولم

شوال کے چھ روزے بھی مکروہ روزوں کی قسم میں داخل ہیں۔ امام ابو یوسف کا یہی قول ہے کیوں کہ سلف رمضان کے بعد روزے رکھنے کو فرض میں اضافے کے اندیشے سے مکروہ سمجھتے تھے، امام مالک سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ انھوں نے کہا میں رمضان کے بعد چھ روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیتا ہوں اور میں نے

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[۲] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[۳] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸۷ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ

[۴] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۳۸۷ مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر، طبع اول ۱۳۵۶ھ

[۵] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

يبلغنا عن احد من السلف وان اهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق اهل الجفاء برمضان ما ليس منه والابتداء المكروه هو ان يصوم يوم الفطر ويصوم بعده خمسة ايام فاما اذا افطر يوم العيد فصام بعده ستة ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة[1]

کسی عالم اور فقیہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ سلف سے اس کے متعلق ہمیں کوئی روایت پہنچی ہے اور اہل علم ان روزوں کو مکروہ سمجھتے تھے اور بے دین لوگوں کی اس بدعت سے ڈرتے تھے کہ وہ کہیں فرض میں زیادتی نہ کر دیں اور غیر رمضان کو رمضان میں شامل کر دیں۔ رمضان کے بعد اس طرح چھ روزے رکھنا مکروہ ہے کہ عید الفطر کے دن ایک روزہ رکھے اور اس کے بعد پانچ روزے رکھے۔ لیکن اگر عید کے دن افطار کیا اور اس کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب اور سنت ہے۔

باب ۳۴۱ فَضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَبَيَانِ مَحَلِّهَا

شبِ قدر کی فضیلت اور اس کے وقوع کا بیان

۲۶۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَاكُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کو (رمضان کے) آخری ہفتہ میں لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری سات راتوں کے موافق ہے۔ پس جو شخص لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات راتوں میں تلاش کرے۔

۲۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کی آخری سات راتوں میں تلاش کرو۔

۲۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رمضان کی، ستائیسویں شب میں لیلۃ القدر کو

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاٰى رَجُلٌ اَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاطْلُبُوْهَا فِي الْوِتْرِ مِنْهَا۔

خواب میں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب آخری دس دنوں میں واقع ہوا ہے۔ پس لیلۃ القدر کو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۰- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِلَيْلَةِ الْقَدْرِ اِنَّ نَاسًا مِّنْكُمْ قَدْ اُرُوْا اَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَّلِ وَاُرِيَ نَاسٌ مِّنْكُمْ اَنَّهَا فِي السَّبْعِ الْغَوَابِرِ فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا: تم میں سے کچھ لوگوں نے شب قدر کو ابتدائی سات دنوں میں دیکھا اور کچھ لوگوں نے آخری سات دنوں میں دیکھا، تم اس کو (رمضان کے) آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ وَهُوَ ابْنُ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ يَعْنِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَاِنْ ضَعُفَ اَحَدُكُمْ اَوْ عَجَزَ فَلَا يُغْلَبَنَّ عَلَى السَّبْعِ الْبَوَاقِيْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب قدر کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو اگر تم میں سے کسی شخص کو ضعف یا عجز لاحق ہو تو وہ آخری سات دنوں کے اندر تلاش کرنے میں سستی نہ کرے۔

۲۶۶۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُلْتَمِسَهَا فَلْيَلْتَمِسْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شب قدر کو ڈھونڈنا چاہتا ہے وہ اس کو (رمضان کے) آخری عشرے میں تلاش کرے۔

۲۶۶۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ وَجَبَلَةَ وَمُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَيَّنُوْا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو (رمضان کے) آخری عشرے یا آخری ہفتے میں تلاش کرو۔

لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ أَوْ قَالَ فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ۔

۲۶۶۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أَيْقَظَنِي بَعْضُ أَهْلِي فَنُسِّيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْغَوَابِرِ وَقَالَ حَرْمَلَةُ فَنُسِّيتُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی، پھر مجھے گھر کے کسی فرد نے جگا دیا اور میں شب قدر کو بھول گیا۔ اب اس کو آخری دس دنوں میں تلاش کرو۔

۲۶۶۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ وَهُوَ ابْنُ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الَّتِي فِي وَسْطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ مِنْ حِينِ يَمْضِي عِشْرُونَ لَيْلَةً وَيَسْتَقْبِلُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ يَرْجِعُ إِلَى مَسْكَنِهِ وَرَجَعَ مَنْ كَانَ يُجَاوِرُ مَعَهُ ثُمَّ إِنَّهُ أَقَامَ فِي شَهْرٍ جَاوَرَ فِيهِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ الَّتِي كَانَ يَرْجِعُ فِيهَا فَخَطَبَ النَّاسَ فَأَمَرَهُمْ بِمَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي كُنْتُ أُجَاوِرُ هٰذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ بَدَا لِي أَنْ أُجَاوِرَ هٰذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ وَقَدْ رَأَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فَأُنْسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي كُلِّ وِتْرٍ وَقَدْ رَأَيْتُنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فِي مُصَلَّى

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، پھر جب بیس راتیں گزر جاتیں اور اکیسویں شب کی آمد ہوتی تو آپ گھر جاتے اور آپ کے ساتھ جو صحابہ معتکف ہوتے وہ بھی گھر جاتے، پھر ایک ماہ آپ نے اس شب میں اعتکاف کیا جس شب میں آپ پہلے گھر چلے جاتے تھے (یعنی اکیسویں شب میں اعتکاف کیا) آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ احکام آپ نے لوگوں کو بیان کیے پھر آپ نے فرمایا پہلے میں اس (درمیانی) عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر مجھ پر ظاہر ہوا کہ میں اس آخری عشرے میں اعتکاف کروں جو شخص میرے ساتھ اعتکاف بیٹھا ہے وہ اپنی جائے اعتکاف میں رات بسر کرے، مجھے شب قدر دکھائی گئی تھی، پھر بھلا دی گئی، تم اس کو (رمضان کے) آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری نے کہا اکیسویں شب میں بارش ہوئی اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ کی جگہ پانی ٹپکا، جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کی طرف

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَيْهِ وَقَدِ انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَوَجْهُهُ مُبْتَلٌّ طِينًا وَّمَاءً۔

دیکھا۔ ــــــ آپ کے چہرۂ مبارک پہ پانی اور مٹی لگی ہوئی تھی۔

۲۶۶۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ يَزِيدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِرُ فِي رَمَضَانَ الْعَشْرَ الَّتِي فِي وَسْطِ الشَّهْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكَفِهِ قَالَ وَجَبِينُهُ مُمْتَلِئًا طِينًا وَّمَاءً۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مبارک کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے اعتکاف کیا وہ اپنی جائے اعتکاف میں رہے راوی کہتے ہیں درآں حالیکہ آپ کی پیشانی مبارک پانی اور مٹی سے آلودہ تھی۔

۲۶۶۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ فِي قُبَّةٍ تُرْكِيَّةٍ عَلَى سُدَّتِهَا حَصِيرٌ قَالَ فَأَخَذَ الْحَصِيرَ بِيَدِهِ فَنَحَّاهَا فِي نَاحِيَةِ الْقُبَّةِ ثُمَّ أَطْلَعَ رَأْسَهُ فَكَلَّمَ النَّاسَ فَدَنَوْا مِنْهُ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ أَلْتَمِسُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اعْتَكَفْتُ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ ثُمَّ أُتِيتُ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَعْتَكِفَ فَلْيَعْتَكِفْ فَاعْتَكَفَ النَّاسُ مَعَهُ قَالَ وَإِنِّي أُرِيتُهَا لَيْلَةَ وِتْرٍ وَإِنِّي أَسْجُدُ صَبِيحَتَهَا فِي طِينٍ وَّمَاءٍ فَاصْبَحَ مِنْ لَيْلَةِ إِحْدٰى وَعِشْرِينَ وَقَدْ قَامَ إِلَى الصُّبْحِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا پھر ایک ترکی خیمہ میں رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ چٹائی ہٹالی اور خیمہ کے ایک کونے میں کردی، پھر خیمہ سے سر باہر نکالا، اور لوگوں سے مخاطب ہوئے، لوگ آپ کے قریب ہوگئے۔ آپ نے ان سے فرمایا: میں اس رات کی تلاش میں پہلے عشرے میں اعتکاف کرتا تھا پھر میں درمیانی عشرہ میں اعتکاف بیٹھا۔ پھر میرے پاس کوئی (فرشتہ) آیا میری طرف وحی کی گئی کہ یہ آخری عشرے میں ہے تم میں سے جس شخص کو پسند ہو وہ اعتکاف کرے، لوگوں نے آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، آپ نے فرمایا میں نے شب قدر کو طاق رات میں دیکھا اور میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا تھا۔ اکیسویں شب کو آپ نے رات بھر قیام کیا۔ صبح کے وقت بارش ہوئی اور مسجد سے پانی ٹپکا اور میں نے پانی اور مٹی دیکھی۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر نکلے تو آپ کی پیشانی اور ناک کی چوٹی کا کنارہ

فَمُطِرَتِ السَّمَآءُ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَأَبْصَرْتُ الطِّيْنَ وَالْمَآءَ فَخَرَجَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ وَجَبِيْنُهُ وَرَوْثَةُ أَنْفِهِ فِيْهِمَا الطِّيْنُ وَالْمَآءُ وَإِذَا هِيَ لَيْلَةُ إِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ۔

پانی اور مٹی سے آلودہ تھے اور یہ آخری عشرہ کی اکیسویں صبح تھی۔

۲۶۶۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا أَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَأَتَيْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ وَكَانَ لِيْ صَدِيْقًا فَقُلْتُ أَلَا تَخْرُجُ بِنَا إِلَى النَّخْلِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ خَمِيْصَةٌ فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ نَعَمْ اِعْتَكَفْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْوُسْطٰى مِنْ رَمَضَانَ فَخَرَجْنَا صَبِيْحَةَ عِشْرِيْنَ فَخَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّيْ أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّيْ نَسِيْتُهَا أَوْ نُسِّيْتُهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ كُلِّ وِتْرٍ وَإِنِّيْ رَأَيْتُ أَنِّيْ أَسْجُدُ فِيْ مَآءٍ وَطِيْنٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ قَالَ فَرَجَعْنَا وَمَا نَرٰى فِي السَّمَآءِ قَزَعَةً قَالَ وَجَآءَتْ سَحَابَةٌ فَمُطِرْنَا حَتّٰى سَالَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ مِنْ جَرِيْدِ النَّخْلِ فَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ قَالَ حَتّٰى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّيْنِ فِيْ جَبْهَتِهِ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپس میں شب قدر کا ذکر کیا، پھر میں اپنے دوست حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور ان سے کہا کیا آپ ہمارے ساتھ کھجوروں کے باغ تک نہیں چلتے؟ وہ میرے ساتھ گئے درآں حالیکہ انھوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کا ذکر سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ بیسویں صبح کو ہم اعتکاف سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی تھی اور میں اس کو بھول گیا یا مجھے بھلا دی گئی۔ تم اس کو آخری عشرے کی ہر طاق رات میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ لوٹ جائے۔ حضرت ابو سعید نے کہا ہم لوٹ گئے اس وقت ہم نے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابو سعید نے کہا، پھر بادل آئے اور ہم پر بارش ہوئی، مسجد کی چھت جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی اس سے پانی ٹپکنے لگا پھر نماز قائم کی گئی اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہے ہیں، حتیٰ کہ میں نے آپ کی مبارک پیشانی پر مٹی کے نشان دیکھے۔

۲۶۶۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ وَأَرْنَبَتِهِ أَثَرُ الطِّينِ.

۲۶۷۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ يَلْتَمِسُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ قَبْلَ أَنْ تَبَانَ لَهُ قَالَ فَلَمَّا انْقَضَيْنَ أَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَقُوِّضَ ثُمَّ أُبْنِيَتْ أَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فَأَمَرَ بِالْبِنَاءِ فَأُعِيدَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهَا كَانَتْ أُبِينَتْ لِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَإِنِّي خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بِهَا فَجَاءَ رَجُلَانِ يَحْتَقَّانِ مَعَهُمَا الشَّيْطَانُ فَنَسِيتُهَا فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ الْتَمِسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا سَعِيدٍ إِنَّكُمْ أَعْلَمُ بِالْعَدَدِ مِنَّا قَالَ أَجَلْ نَحْنُ أَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْكُمْ قَالَ قُلْتُ مَا التَّاسِعَةُ وَالسَّابِعَةُ وَالْخَامِسَةُ قَالَ إِذَا مَضَتْ وَاحِدَةٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا ثِنْتَيْنِ وَعِشْرِينَ وَهِيَ التَّاسِعَةُ فَإِذَا مَضَى ثَلَاثٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا السَّابِعَةُ فَإِذَا مَضَى خَمْسٌ وَعِشْرُونَ فَالَّتِي تَلِيهَا الْخَامِسَةُ وَقَالَ ابْنُ خَلَّادٍ فَكَانَ يَحْتَقَّانِ يَخْتَصِمَانِ۔

تو آپ کی پیشانی مبارک اور ناک کی نوک پر مٹی کے نشان تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، جس میں آپ لیلۃ القدر کا علم دیے جانے سے پہلے اس کو تلاش کرتے تھے، جب درمیانی عشرہ مکمل ہو گیا تو آپ نے خیمہ کو کھولنے کا حکم دیا۔ پھر آپ کو علم دیا گیا کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے، آپ نے خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ پھر آپ صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہیں لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا۔ پھر دو شخص لڑتے ہوئے آئے جن کے ساتھ شیطان تھا پھر میں اس کو بھول گیا اب یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی نویں ساتویں اور پانچویں رات میں ڈھونڈو۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا: اے ابو سعید! ہم لوگوں کی بہ نسبت اس گنتی کو تم زیادہ جانتے ہو۔ انھوں نے کہا ہاں اس گنتی کے تمہاری بہ نسبت ہم زیادہ حقدار ہیں، راوی کہتے ہیں میں نے کہا نویں ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا جب اکیسویں گذر جائے اور اس کے بعد بائیسویں آئے تو وہ نویں سے مراد ہے اور جب تیئسویں گذر جائے اس کے بعد جو شب آئے گی وہ ساتویں سے مراد ہے اور جب پچیسویں گذر جائے اور اس کے بعد جو رات ہو وہ پانچویں سے مراد ہے۔

۲۶۷۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُهَيْلِ بْنِ إِسْحٰقَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ الْكِنْدِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو ضَمْرَةَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أُنَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُنْسِيتُهَا وَأَرَانِي صَبِيحَتَهَا أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ قَالَ فَمُطِرْنَا لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ فَصَلّٰى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْصَرَفَ وَإِنَّ أَثَرَ الْمَاءِ وَالطِّينِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أُنَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے شب قدر دکھائی گئی، پھر بھلا دی گئی، پھر میں نے خواب دیکھا کہ میں شب قدر کی صبح کو پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ حضرت ابن انیس کہتے ہیں کہ تیئسویں شب بارش ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے نشان تھے۔ حضرت عبداللہ بن انیس تیئسویں شب کو شب قدر کہتے تھے۔

۲۶۷۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ الْتَمِسُوا وَقَالَ وَكِيعٌ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔

۲۶۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدَةَ وَعَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ سَمِعَا عَنْ زِرِّ ابْنِ حُبَيْشٍ يَقُولُ سَأَلْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ مَنْ يَقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَرَادَ أَنْ

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: تمہارے بھائی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص تمام سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر کو پائے گا! حضرت کعب نے کہا: اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کہیں لوگ ایک رات پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں ہے اور وہ رمضان کی ستائیسویں شب

لَا يَتَّكِلَ النَّاسُ أَمَّا إِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَأَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ بِأَيِّ شَيْءٍ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْآيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا۔

ہے۔ پھر انھوں نے بغیر انشاء اللہ کہے قسم کھا کر کہا کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب میں ہے۔ میں نے کہا اے ابو المنذر تم یہ بات اتنے یقین سے کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا اس دلیل یا اس نشانی کی بناء پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلائی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس رات کے بعد جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں۔

۲۶۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَةَ بْنَ أَبِي لُبَابَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ وَقَالَ أُبَيٌّ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَاللهِ إِنِّي لَأَعْلَمُهَا قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْبَرُ عِلْمِي هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِيَامِهَا هِيَ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ وَإِنَّمَا شَكَّ شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْحَرْفِ هِيَ اللَّيْلَةُ الَّتِي أَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَدَّثَنِي بِهَا صَاحِبٌ لِي عَنْهُ۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا! میں لیلۃ القدر کو جانتا ہوں! اور شعبہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ حضرت ابی نے فرمایا۔ مجھے زیادہ یقین اس بات پر ہے کہ یہ وہی رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا تھا اور یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، شعبہ کو حضرت ابی کے ان الفاظ میں شک ہے "یہ وہی رات ہے جس میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کا حکم دیا تھا"۔ اور کہا میرے ایک ساتھی نے شیخ سے یہ الفاظ اسی طرح نقل کیے ہیں۔

۲۶۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا مَرْوَانُ وَهُوَ الْفَزَارِيُّ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِينَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَهُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شب قدر کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کس کو یاد ہے؟ شب قدر اس شب میں ہے جس میں چاند طشت کے ایک ٹکڑے کی طرح طلوع ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر کا لغوی اور عرفی معنی

لیلۃ القدر میں لفظ قدر کے علامہ راغب اصفہانی نے متعدد معانی بیان کیے ہیں، قدر کا ایک معنی قدرت ہے۔ کسی فعل کے کرنے یا کسی کام سے اپنے آپ کو روکنے کی طاقت کو قدرت کہتے ہیں۔ جب قدرت اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس سے مراد خلق ہے اور

جب بندے کی صفت ہو تو اس سے مراد کسب ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ ایک رات کی عبادت کا ایک ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ اجر عطا فرماتا ہے۔ علامہ اصفہانی فرماتے ہیں کہ قدرت کا دوسرا معنی تقدیر ہے اور تقدیر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اپنی حکمت کے تقاضے سے مخصوص مقدار، مخصوص صفت اور مخصوص مدت کے لیے پیدا فرماتا ہے۔ اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک سال کے لیے بارش، رزق، جلانے اور مارنے کے احکام کا قلمدان اس رات میں فرشتوں کو سونپ دیتا ہے۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا تیسرا معنی قدر و منزلت بیان کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الانعام: ۹۱) "انھوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی، قدر نہیں کی"، اس اعتبار سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کرنے کی ابتداء فرمائی، لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف پورا قرآن مجید نازل فرمایا اور اس رات کی عبادت کا اجر ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کر دیا۔ اس رات کے عبادت گزاروں کی زیارت کے لیے حضرت جبریل سمیت لاتعداد فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور طلوع فجر تک فرشتے اس رات کے عابدوں کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ علامہ اصفہانی نے قدر کا ایک معنی تنگی بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ (طلاق: ۷) "اور جس پر رزق تنگ کیا گیا ہے"، اس لحاظ سے اس رات کو لیلۃ القدر اس لیے کہتے ہیں کہ اتنے زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ زمین ان سے تنگ ہو جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن منذر، ابن ابی حاتم، اور بیہقی نے اپنی سنن میں اپنی اسانید کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہا۔ صحابہ کو اس بات سے بہت تعجب ہوا اور انھوں نے اپنے اعمال کو بہت کم خیال کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسلی اور تسکین کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بھی ذکر کی ہے۔ علی بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار اشخاص کا ذکر فرمایا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی اسّی سال عبادت کی اور ان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہیں گذرا۔ آپ نے ان چار اشخاص میں حضرت ایوب، حضرت حزقیل، حضرت یوشع اور حضرت زکریا کا ذکر فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو یہ سن کر تعجب ہوا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ یا محمد! آپ کی امت کو ان لوگوں کی اسّی سال کی عبادت سے تعجب ہوا! اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس سے بہتر چیز نازل کر دی ہے اور سورۂ قدر پڑھی اور کہا یہ اس چیز سے افضل ہے جس پر آپ کو اور آپ کی امت کو تعجب ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خوش ہوئے۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ پہلے زمانے میں اس وقت تک کسی شخص کو عابد نہیں کہا جاتا تھا جب تک وہ ہزار ماہ عبادت نہ کرے اس لیے اس امت کو یہ رات دی گئی تاکہ اس ایک رات میں عبادت کر کے ان کا شمار عابدوں میں ہو جائے بلکہ پہلے زمانے سے بہتر عابدوں میں ہو جائے، ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بنو امیہ کی حکومت تراسی سال چار ماہ رہی ہے جو تقریباً ہزار کے برابر ہے، اور اس مدت میں اسلام کے لیے فتوحات اور تبلیغ دین کی اہم خدمات ہوئیں لیکن اس رات میں عبادت بنو امیہ کی ہزار ماہ کی عبادتوں سے

افضل ہے[1] واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ قرطبی کعب احبار کے حوالے سے لکھتے ہیں: بنی اسرائیل کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کی کہ اس بادشاہ سے کہیں کہ کوئی تمنا کرے اس نے یہ تمنا کی کہ میں اپنے مال، اولاد اور جان کے ساتھ جہاد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک ہزار لڑکے دیے۔ اس نے اپنے مال اور اولاد کے ساتھ ایک لشکر تیار کیا۔ وہ اپنے مال اور اولاد کو لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں چل پڑا، وہ ہر ماہ جہاد کرتا اور اس کا ایک لڑکا شہید ہو جاتا۔ جب ایک لڑکا شہید ہو جاتا تو وہ دوسرے لڑکے کو میدان میں لے آتا۔ اس طرح ہر ماہ اس کا ایک لڑکا شہید ہوتا رہا اور وہ اس کے باوجود دن بھر روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا۔ حتیٰ کہ ہزار ماہ میں اس کے ہزار لڑکے شہید ہو گئے پھر وہ خود آگے بڑھا اور کفار سے قتال کیا اور بالآخر شہید ہو گیا۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا اس شخص کی طرح تو کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ یعنی لیلۃ القدر کی عبادت اس بادشاہ جیسی ہزار ماہ کی صیام و قیام اور جہاد کی عبادتوں سے افضل ہے[2]

علامہ قرطبی مؤطا امام مالک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گذشتہ امتوں کی عمریں دکھائی گئیں۔ آپ نے دیکھا کہ اس کے مقابلے میں آپ کی امت کی عمریں کم ہیں۔ اس لیے آپ کی امت سابقہ امتوں کی طرح عبادت نہیں کر سکے گی۔ آپ کے اس قلق کو زائل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی اور اس ایک رات کی عبادت ہزار ماہ کی عبادتوں سے بہتر قرار دے دی[3]

علامہ قرطبی مجاہد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں زندگی، موت اور رزق وغیرہ کے احکام مدبّرات امور کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ چار فرشتے ہیں۔ اسرافیل، میکائیل، عزرائیل اور جبرائیل علیہم السلام، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سال جس قدر بارشیں ہونی ہیں جس قدر رزق ملنا ہے اور جن لوگوں نے جینا یا مرنا ہے اس کو لوح محفوظ سے نقل کر کے لکھ دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ لیلۃ القدر میں یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ کون کون شخص بیت اللہ کا حج کرے گا، ان کے نام اور ان کے آباء کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔ نہ ان میں کوئی کمی کی جاتی ہے نہ کوئی اضافہ[4]۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں بعض شوافع سے نقل کر کے لکھا ہے کہ تمام راتوں میں سب سے افضل رات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات ہے پھر لیلۃ القدر ہے پھر معراج کی رات ہے پھر یوم عرفہ کی رات ہے پھر جمعہ کی رات ہے پھر نصف شعبان کی رات ہے۔ پھر عید کی رات[5] ہے۔

علامہ آلوسی غنیۃ الطالبین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۹۳ - ۱۹۲، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ۔

[3] ۔ " " الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۳ - ۱۳۲،

[4] ۔ " " الجامع لاحکام القرآن جز ۲۰ ص ۱۳۰،

[5] ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

اس رات میں حضرت جبرائیل کو حکم دیتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جائیں ان کے ساتھ نور کے جھنڈے ہوتے ہیں، جب وہ زمین پر اترتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اور باقی فرشتے چار جگہوں پر اپنے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں، کعبہ پر، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر، بیت المقدس کی مسجد پر اور طورِ سیناء کی مسجد پر۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ زمین پر پھیل جاؤ، پھر فرشتے تمام زمین پر پھیل جاتے ہیں اور جس مکان یا خیمے یا پتھر پر یا کسی کشتی میں غرض جہاں بھی کوئی مسلمان مرد یا عورت ہو وہاں فرشتے پہنچ جاتے ہیں۔ ہاں جس گھر میں کتا یا خنزیر یا شراب ہو یا تصویریں کے مجسمے ہوں یا کوئی شخص زنا کاری سے جنبی ہو وہاں نہیں جاتے۔ وہاں پہنچ کر فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کلمہ پڑھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جب فجر ہوتی ہے تو آسمانوں پر چلے جاتے ہیں اور جب پہلے آسمان کے فرشتوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ پوچھتے ہیں تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تھے۔ کیونکہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی لیلۃ القدر تھی۔ آسمانِ دنیا کے فرشتے کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجات کے سلسلے میں کیا کیا؟ فرشتے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے نیک لوگوں کو بخش دیا اور بدکاروں کی شفاعت قبول کر لی، پھر آسمانِ دنیا کے فرشتے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو امت محمدیہ کی مغفرت فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ فرشتے دوسرے آسمان پر جاتے ہیں اور وہاں اسی طرح گفتگو ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ، جنت نعیم، جنت عدن، اور جنت الفردوس سے ہوتے ہوئے وہ فرشتے عرش الٰہی پر پہنچیں گے وہاں عرش الٰہی آپ کی امت کی مغفرت پر شکریہ ادا کرے گا اور کہے گا: اے اللہ! مجھے خبر پہنچی ہے کہ گذشتہ رات تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صالحین کو بخش دیا اور گنہگاروں کے حق میں نیکوکاروں کی شفاعت قبول کر لی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے عرش! تم نے سچ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے میرے پاس بڑی عزت اور کرامت ہے اور ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا کبھی خیال آیا۔[1]

فرشتوں کو زمین پر نازل کرنے کی حکمتیں

فرشتوں کے زمین پر نزول کے بارے میں مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ زمین پر انسانوں کی عبادات کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں فرماتا ہے: "تنزل الملئکۃ والروح فیھا باذن ربھم" فرشتے اور جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کی اجازت سے زمین پر نازل ہوتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ بشمول جبرائیل تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے زمین پر آنے کی پہلے اجازت طلب کرتے ہیں پھر اس کے بعد زمین پر اترتے ہیں اور یہ چیز انتہائی محبت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ پہلے وہ ہماری طرف راغب اور مائل تھے اور ہم سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے لیکن اجازت کے منتظر تھے اور جب اللہ تعالیٰ سے اجازت مل گئی تو قطار در قطار صف باندھے زمین پر اتر آئے۔[2]

اگر یہ کہا جائے کہ ہمارے اس قدر گناہوں کے باوجود فرشتے ہم سے ملاقات کی تمنا کیوں کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں کو ہمارے گناہوں کا پتا نہیں چلتا کیونکہ جب وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۱۹۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] ۔ علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔

ہیں تو مسلمانوں کی عبادات کو تفصیل کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جب گناہوں پر پہنچتے ہیں تو لوح محفوظ پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے اور اس وقت فرشتوں کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکلتے ہیں "سبحان ہے وہ ذات جس نے نیکیوں کو ظاہر کیا اور گناہوں کو چھپا لیا!"[1]

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتے خود عبادات سے مالا مال ہیں، تسبیح، تقدیس اور تہلیل کے تو نگر ہیں، قیام، رکوع اور سجود کون سی عبادت ہے جو ان کی جھولی میں نہیں ہے پھر انسانوں کی وہ کون سی عبادت ہے جسے دیکھنے کے شوق میں وہ انسانوں سے ملاقات کی تمنا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے زمین پر اترنے کی اجازت طلب کرتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی شخص خود بھوکا رہ کر اپنا کھانا کسی اور ضرورت مند کو کھلا دے یہ وہ نادر عبادت ہے جو فرشتوں میں نہیں ہوتی، گناہوں پر توبہ اور ندامت کے آنسو بہانا اور گڑگڑانا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا، اپنی طبعی نیند چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے رات کے پچھلے پہر اٹھنا اور خوفِ خدا سے ہچکیاں لے لیکر رونا یہ وہ عبادت ہے جس کا فرشتوں کے ہاں کوئی تصور نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے گناہ گاروں کی سسکیوں اور ہچکیوں کی آواز اللہ تعالیٰ کو تسبیح اور تہلیل کی آوازوں سے زیادہ پسند ہے۔ اس لیے فرشتے یادِ خدا میں آنسو بہانے والی آنکھوں کے دیکھنے اور خوف خدا سے نکلنے والی آہوں کے سننے کے لیے زمین پر اترتے ہیں!

امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ آخرت میں فرشتے مسلمانوں کی زیارت کریں گے اور آکر سلام عرض کریں گے: الملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم "فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور آکر سلام کریں گے" اور لیلۃ القدر میں یہ ظاہر فرمایا کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول ہو جاؤ تو آخرت تو الگ رہی دنیا میں بھی فرشتے تمہاری زیارت کو آئیں گے اور آکر دنیا میں بھی تم کو سلام کریں گے۔ امام رازی نے دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ انسان کی عادت ہے کہ وہ علماء اور صالحین کے سامنے زیادہ اچھی اور زیادہ خضوع و خشوع سے عبادت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس رات فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ اے انسانو! تم عبادت گذاروں کی مجلس میں زیادہ عبادت کرتے ہو آؤ اب ملائکہ کی مجلس میں عبادت خضوع اور خشوع سے عبادت کرو۔[2]

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انسان کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے اعتراض کی صورت میں کہا تھا کہ اُسے پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے جو زمین میں فسق و فجور اور خونریزی کرے گا، اس رات اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ان کی امیدوں سے بڑھ کر اجر و ثواب کا وعدہ کیا، اس رات کے عبادت گذاروں کو زبان رسالت سے مغفرت کی نوید سنائی، فرشتوں کی آمد اور ان کی زیارت اور سلام کرنے کی بشارت دی تاکہ اس کے بندے یہ رات جاگ کر گذاریں، تھکاوٹ اور نیند کے باوجود اپنے آپ کو بستروں اور آرام سے دور رکھیں تاکہ جب فرشتے آسمان سے اتریں تو ان سے کہا جا سکے یہی وہ ابن آدم ہے جس کی خونریزیوں کی تم نے خبر دی تھی یہی وہ شر رغا کی ہے جس کے فسق و فجور کا تم نے ذکر کیا تھا، اس کی طبیعت اور خلقت میں ہم نے رات کی نیند رکھی ہے لیکن یہ اپنے طبعی اور خلقی تقاضوں کو

---

[1] علامہ فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت طبع ثانی ۱۳۹۸ھ۔

[2] " " " تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۴۶، " " "

چھوڑ کر ہماری رضا جوئی کے لیے یہ رات سجدوں اور قیام میں گذار رہا ہے۔ تم نے فسق و فجور اور خونریزیاں دیکھی تھیں ہماری خاطر راتوں کو جاگ کر سجدہ کرنے والی جبینیں نہیں دیکھی تھیں، ہماری یاد کے سبب آنکھوں میں مچلنے والے آنسو نہیں دیکھے تھے!

دیکھو! اللہ تعالیٰ بڑے مان سے تمہاری عبادت دکھانے کے لیے آسمان سے فرشتے اُتارتا ہے کہیں تم یہ رات گناہوں میں گزار کر اس کا مان توڑ نہ دینا!!

کم عبادت پر زیادہ اجر کیوں ہے؟

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت میں زیادہ مشقت ہو اس میں زیادہ اجر ہوتا ہے اور ہزار ماہ کی راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے میں شب قدر کی بہ نسبت بہت زیادہ مشقت ہے پھر اس رات کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں، اگر کوئی شخص ایک نماز اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو دس گنا اجر ہے، جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے تو ستائیس گنا اجر ہے، جامع مسجد میں پانچ سو گنا، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار گنا اور کعبہ میں نماز کا اجر ایک لاکھ گنا ہے، اسی طرح جس شخص پر زنا کی حد لگ رہی ہو اور اسے کوئی کہدے کہ یہ زانی ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر کسی کافر کو بلا ثبوت زانی کہدیا تو تعزیر لگے گی اور کسی پاک دامن مسلمان کو زانی کہہ دیا تو حد قذف (اسی کوڑے) لگے گی، اور اگر یہی کلمہ العیاذ باللہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یا کسی نبی کو کہہ دیا تو یہ کلمہ کفر ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ نسبت بدلنے سے ثواب اور عذاب کے احکام بدل جاتے ہیں۔

ماہِ رمضان اور لیلۃ القدر

اللہ تعالیٰ نے ماہِ رمضان کی فضیلت یہ بیان کی ہے: شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (بقرہ، ۱۸۵) "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا" اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس ماہ میں مسلمان کھانے پینے اور عمل تزویج کے طبعی تقاضوں کے برخلاف بھوک و پیاس اور نفس کشی کو بقدر امکان برداشت کر کے اللہ تعالیٰ کی صفت تجرد اور تنزہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور چونکہ روزے رکھنے سے مادیت اور حیوانیت کم ہوتی ہے اور تجرد اور روحانیت بڑھتی ہے۔ کیونکہ ماہ صیام میں اللہ تعالیٰ کے روزہ دار بندے اپنی بشریت میں صفات الوہیت کے حامل ہوتے ہیں اس لیے مناسب تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت کلام کو سینہ بشریت پر اتارنے کی ابتداء کے لیے اس ماہ کا انتخاب کرتا، لہٰذا ماہ رمضان میں کلام الٰہی کو نازل کرنے کی ابتداء کی گئی اور ماہ رمضان کی تیس راتوں میں سے لیلۃ القدر کا انتخاب اس لیے کیا گیا کہ علم الٰہی میں یہ بات تھی کہ اس رات اللہ کے بندے اس کی رضا جوئی کے لیے رات بھر جاگ کر عبادت کریں گے اور جس طرح اپنے طبعی تقاضوں کے برخلاف انھوں نے کھانے پینے کو چھوڑ کر دن روزے سے گذارا تھا اسی طرح اپنے فطری تقاضوں کے برخلاف نیند اور آرام کو چھوڑ کر رات سجدے اور قیام میں گزاریں گے اور یوں یہ بندے کلیتہً اپنی ذات کے تقاضوں کو چھوڑ کر اپنے مولیٰ کے احکام کے تقاضوں کو پورا کریں گے اس لیے عین مناسب تھا کہ احکام الٰہی کے نازل کرنے کی ابتداء اس رات سے کی جاتی اسی لیے ارشاد ہوا: انا انزلناہ فی لیلۃ القدر "بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے"

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور الٓمٓ میں تین حرف ہیں اور اس سے تیس نیکیاں ملتی ہیں تو پورے قرآن مجید کی تلاوت کا کتنا اجر ہوگا! یہ تو پڑھنے کا حال ہے پھر قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے

کا کس قدر ثواب ہوگا! قرآن مجید کی تلاوت کا ایک اور صلہ یہ ہے کہ یہ قرآن مجید اپنے تلاوت کرنے والے کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں لے جائے گا، گویا قرآن مجید کی وجہ سے اجر بھی بہت ملتا ہے اور شفاعت بھی نصیب ہوتی ہے اسلیے بھی مناسب تھا کہ قرآن مجید اس رات میں نازل کیا جاتا جس رات میں عبادت کا اجر بھی بہت زیادہ ہو اور جو رات شفاعت کی بھی موجب ہو لیلۃ القدر میں عبادت کا اجر ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ ہے اور یہ اپنے ساتھ شفاعت کرنے والے لاتعداد فرشتے لے کر آتی ہے! اس لیے لیلۃ القدر قرآن مجید کے بھی مناسب ہے اور رمضان شریف کے بھی کیونکہ رمضان شریف میں بھی ستر درجہ اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔

لیلۃ القدر میں مذاہب

لیلۃ القدر کس رات میں واقع ہوتی ہے اس میں صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور علماء امت کا کافی اختلاف ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لیلۃ القدر کے متعلق چالیس سے زیادہ اقوال مع دلائل ذکر کیے ہیں۔

ہم یہاں پر دلائل کو حذف کر کے مختصراً علامہ عسقلانی کی عبارت پیش کر رہے ہیں:

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں کہ پہلا قول روافض اور شیعہ کا ہے کہ لیلۃ القدر مطلقاً اٹھا لی گئی ہے اور اب بالکل واقع نہیں ہوتی یہ قول بداہتہً باطل ہے دوسرا[۲] قول فاکہانی کا ہے کہ عہد رسالت میں صرف ایک سال لیلۃ القدر واقع ہوئی تیسرا[۳] قول بعض مالکیہ اور بعض شافعیہ کا ہے کہ لیلۃ القدر اس امت کے ساتھ خاص ہے اور پچھلی امتوں میں بالکل واقع نہیں ہوئی چوتھا[۴] قول احناف میں سے قاضی خاں اور ابو بکر رازی کا ہے کہ لیلۃ القدر پورے سال میں سے کسی ایک رات میں ہے، حضرت ابن مسعود، ابن عباس اور عکرمہ سے بھی یہی منقول ہے پانچواں[۵] قول حضرت ابن عمر کا ہے کہ یہ پورے رمضان کی کسی ایک رات میں ہو سکتی ہے، امام ابو حنیفہ، ابن منذر اور بعض شافعیہ سے بھی یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ یہ غیر معین رات ہے جو پورے رمضان میں منتقل ہوتی رہتی ہے چھٹا[۶] قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے یہ رمضان کی ایک معین رات ہے اور ہر بار اسی رات میں ہوتی ہے ساتواں[۷] قول حضرت عقیلی کا ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات ہے، آٹھواں[۸] قول سراج الدین ابن الملقن کا ہے کہ یہ نصف رمضان کی شب ہے نواں[۹] قول عکرمہ کا ہے کہ یہ نصف شعبان کی شب ہے دسواں[۱۰] قول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہے یہ رمضان کی سترھویں شب ہے گیارھواں[۱۱] قول عثمان بن ابی العاص اور حسن بصری کا ہے کہ یہ رمضان کے درمیانی عشرے کی غیر معین شب ہے۔ بارھواں[۱۲] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی اٹھارہویں شب ہے تیرھواں[۱۳] قول حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ہے کہ یہ رمضان کی انیسویں شب ہے۔ چودھواں[۱۴] قول امام شافعی کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی پہلی رات ہے، پندرھواں[۱۵] قول ابن جزم کا ہے کہ اگر تیس کا مہینہ ہو تو یہ بیسویں رات ہے اور تیس سے کم کا مہینہ ہو تو اکیسویں رات ہے سولھواں[۱۶] قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں رات ہے سترھواں[۱۷] قول یہ ہے کہ یہ تئیسویں رات ہے۔ یہ حضرت ابو ایوب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن جریج کا قول ہے اٹھارواں[۱۸] قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، شعبی، حسن اور قتادہ کا ہے کہ یہ چوبیسویں رات ہے۔ انیسواں[۱۹] قول ابو بکرہ کا ہے کہ یہ رمضان کی پچیسویں شب ہے، بیسواں[۲۰] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی چھبیسویں رات ہے۔ اکیسواں[۲۱] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ یہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی نظریہ

ہے۔ بائیسواں[۲۲] قول یہ ہے کہ یہ اٹھائیسویں شب ہے اور تیئیسواں[۲۳] قول ابن عربی کا ہے کہ یہ انتیسویں شب ہے، چوبیسواں[۲۴] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تیسویں شب ہے، پچیسواں[۲۵] قول ابو ثور، مزنی، ابن خزیمہ اور علماء کی ایک جماعت کا ہے کہ یہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق رات ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ سب سے راجح قول ہے۔ چھبیسواں[۲۶] قول بھی یہی ہے اور اس میں آخری شب کی زیادتی ہے۔ ستائیسواں[۲۷] قول امام مالک، امام احمد، امام ثوری اور ابو قلابہ کا ہے کہ یہ رات تمام آخری عشرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اٹھائیسواں[۲۸] قول امام شافعی کا ہے کہ اس عشرے کی اکیسویں شب کی زیادہ توقع ہے۔ انتیسواں[۲۹] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی تئیسویں شب زیادہ متوقع ہے، تیسواں[۳۰] قول یہ ہے کہ اس عشرے کی ستائیسویں شب زیادہ متوقع ہے۔ اکتیسواں[۳۱] قول یہ ہے کہ یہ آخری سات دنوں میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ بتیسواں[۳۲] اور تینتیسواں[۳۳] قول یہ ہے کہ یہ نصف اخیر میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ چونتیسواں[۳۴] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں یا سترھویں شب ہے۔ پینتیسواں[۳۵] قول یہ ہے کہ یہ سولھویں، انیسویں یا اکیسویں شب ہے، چھتیسواں[۳۶] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا آخری شب ہے۔ سینتیسواں[۳۷] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی یا نویں یا سترھویں یا اکیسویں یا آخری شب ہے۔ اڑتیسواں[۳۸] قول یہ ہے کہ یہ انیسویں یا گیارہویں یا تیرھویں شب ہے۔ انتالیسواں[۳۹] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی تئیسویں یا ستائیسویں شب ہے۔ چالیسواں[۴۰] قول یہ ہے کہ یہ اکیسویں یا تئیسویں شب ہے۔ اکتالیسواں[۴۱] قول یہ ہے کہ یہ رمضان کے آخری سات دنوں میں ہے۔ بیالیسواں[۴۲] قول یہ ہے کہ یہ بائیسویں یا تئیسویں شب ہے۔ تینتالیسواں[۴۳] قول یہ ہے کہ یہ درمیانی اور آخری عشرے کی جفت رات ہے۔ چوالیسواں[۴۴] قول یہ ہے کہ یہ آخری عشرے کی تیسری یا پانچویں رات ہے۔ پینتالیسواں[۴۵] قول یہ ہے کہ یہ پہلے نصف کی ساتویں یا آٹھویں شب ہے، چھیالیسواں[۴۶] قول یہ ہے کہ یہ پہلی آخری یا طاق رات ہے اور یہ آخری قول ہے[۱]

ستائیسویں شب پر قرائن

اس سے پہلے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور امام ابو حنیفہ اور بعض شافعیہ سے بھی یہی روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ انشاء اللہ کہے بغیر قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں اور سات آسمان بنائے، سات اعضاء پر سجدہ مشروع کیا، طواف کے سات پھیرے مقرر کیے اور ہفتے کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات ہونی چاہیے۔ حافظ ابن حجر اور امام رازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ استدلال بھی نقل کیا ہے کہ لیلۃ القدر کے حرف نو ہیں اور یہ لفظ قرآن مجید میں تین بار ذکر کیا گیا ہے جن کا حاصل ضرب ستائیس ہے اس لیے یہ رات ستائیسویں ہونی چاہیے۔ امام رازی نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی اس سورۃ مبارکہ میں ھی حتی مطلع الفجر میں ھی ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے اور یہ اس سورت کا ستائیسواں کلمہ ہے، اس اشارے سے بھی اس بات کی تائید ہوتی

---

[۱] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۶-۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

شبِ قدر کو مخفی رکھنے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو اپنی حکمتوں سے مخفی رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس عبادت سے راضی ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ تمام عبادات میں کوشش کرے، کس گناہ سے ناراض ہوتا ہے اس کو مخفی رکھا تاکہ بندہ ہر گناہ سے باز رہے۔ ولی کی کوئی علامت مقرر نہیں کی اور اسے لوگوں کے درمیان مخفی رکھا تاکہ لوگ ولی کے شائبہ میں ہر انسان کی تعظیم کریں۔ قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تاکہ بندے مسلسل توبہ کرتے رہیں۔ موت اور قیامت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ بندے ہر ساعت میں گناہوں سے باز رہیں اور نیکی کی جدوجہد میں مصروف رہیں۔ اسی طرح لیلۃ القدر کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر سمجھ کر اس کی تعظیم کریں اور اس کی ہر رات میں جاگ جاگ کر عبادت کریں۔

امام رازی تحریر فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اس رات کو معین کر کے بتا دیتا تو نیک لوگ تو اس رات میں جاگ کر عبادت کر کے ہزار ماہ کی عبادتوں کا اجر حاصل کر لیتے اور عادی گنہگار اگر شامت نفس اور اپنی عادت سے مجبور ہو کر اس رات بھی کوئی گناہ کر لیتا تو وہ ہزار ماہ کے گناہوں کی سزا کا مستحق ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو مخفی رکھا تاکہ اگر کوئی عادی گنہگار اس رات بھی کوئی گناہ کر بیٹھے تو لیلۃ القدر سے لاعلمی کی بناء پر اس کے ذمہ لیلۃ القدر کی احترام شکنی اور ہزار ماہ کے گناہ نہ لازم آئیں، کیونکہ علم کے باوجود گناہ کرنا لاعلمی سے گناہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے وہاں ایک شخص کو سوئے ہوئے دیکھا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے وضو کے لیے اٹھا دو انھوں نے اٹھا دیا۔ بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ تو نیکی کرنے میں خود پہل کرتے ہیں آپ نے اس کو خود کیوں نہیں جگا دیا؟ آپ نے فرمایا اگر میرے اٹھانے پر یہ انکار کر دیتا تو یہ کفر ہوتا اور تمہارے اٹھانے پر انکار کرنا کفر نہیں ہے تو میں نے تم کو اٹھانے کا اس لیے حکم دیا کہ اگر یہ انکار کر دے تو اس کا قصور کم ہو، غور کرو! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگاروں پر رحمت کا یہ حال ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کیا عالم ہوگا! اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ آسان ہے کہ نیکوکار لیلۃ القدر کی جستجو میں رمضان کی متعدد راتیں جاگ کر کھنگال ڈالیں یہ بھی گوارا ہے کہ اس تلاش میں ان سے لیلۃ القدر چوک جائے لیکن یہ گوارہ نہیں ہے کہ لیلۃ القدر بتلا دینے سے کوئی گنہگار بندہ اپنے گناہ کی ہزار گنا زیادہ سزا پائے، اللہ! اللہ! وہ اپنے بندوں کا کتنا خیال رکھتا ہے، پھر گنہگار بندوں کا!

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب لیلۃ القدر کا علم نہیں ہوگا اور بندے رمضان کی ہر رات کو لیلۃ القدر کے گمان میں جاگ کر گذاریں گے اور رمضان کی ہر رات میں عبادت کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اسی ابن آدم کے متعلق تم نے کہا تھا کہ یہ زمین کو خونریزی اور گناہوں سے بھر دے گا ابھی تو اس کو لیلۃ القدر کا قطعی علم نہیں ہے پھر بھی عبادت میں اس قدر کوشش کر رہا ہے اگر اسے لیلۃ القدر کا علم قطعی ہوتا کہ کون سی رات ہے پھر اس کی عبادتوں کا کیا عالم ہوتا!

علمِ رسالت اور شبِ قدر

حدیث نمبر ۲۶۶۴ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا، اور حدیث نمبر ۲۶۶۵ میں ہے مجھے شب قدر بھلا دی گئی اسی طرح حدیث نمبر ۲۶۷۰ میں ہے میں شب قدر کو بھول گیا اور حدیث نمبر ۲۶۷۱ میں ہے مجھے شب قدر دکھائی گئی پھر بھلا دی گئی۔ شیخ عثمانی آپ کے نسیان کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الحافظ ان النسیان جائز علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا نقص علیہ فی ذلک لاسیما فیما لم یؤذن لہ فی تبلیغہ وقد یکون فی ذلک مصلحۃ تتعلق بالتشریع کما فی السھو فی الصلوٰۃ او بالاجتھاد فی العبادۃ کما فی ھذہ القصۃ لان لیلۃ القدر لو عینت فی لیلۃ بعینھا حصل الاقتصار علیھا ففاتت العبادۃ فی غیرھا وکان ھذا ھو المراد بقولہ عسی ان یکون خیرًا لکم کما ورد فی حدیث عبادۃ عند البخاری۔ [1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان جائز ہے اور اس میں کوئی عیب نہیں ہے خصوصاً ان چیزوں میں جن کی تبلیغ کی آپ کو اجازت نہیں دی گئی اور کبھی اس نسیان میں مصلحت ہوتی ہے جس کا تعلق شرعی احکام کے ساتھ ہے مثلاً نماز میں سہو کا بیان یا عبادت میں کوشش اور جد وجہد جیسا کہ اس واقعہ میں ہے، کیونکہ اگر کسی خاص شب میں لیلۃ القدر کی تعیین بتلادی جاتی تو لوگ صرف اس رات میں عبادت کرتے، اور دوسری راتوں میں عبادت نہ کرتے، اور ہو سکتا ہے کہ جب عبادہ بن صامت کی جس روایت میں آپ نے فرمایا تھا کہ شاید یہ (شب قدر کی عدم تعیین) تمہارے لیے بہتر ہو، اس سے آپ کی یہی مراد ہو۔

امام بخاری نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیلۃ القدر بتلانے کے لیے تشریف لائے۔ ناگاہ دو مسلمان آپس میں لڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا میں تم کو لیلۃ القدر کی خبر دینے آیا تھا اور فلاں فلاں لڑ پڑے اور شب قدر (کی تعیین) کو اٹھا لیا گیا اور شاید کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہو لہٰذا اس رات کو انتیس، ستائیس اور پچیس تاریخ میں تلاش کرو۔ [2]

صحیح بخاری کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

قد اریت ھذہ اللیلۃ ثم انسیتھا۔ [3]

مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

والمراد انہ انسی علم تعیینھا فی تلک السنۃ وسبب النسیان فی ھذہ القصۃ حدیث عبادۃ بن الصامت۔ [4]

مراد یہ ہے کہ صرف اس سال شب قدر کی تعیین کا علم آپ سے بھلا دیا گیا تھا، اور نسیان کا سبب حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر کردہ واقعہ ہے۔

علامہ ابن حجر کی یہ عبارت علامہ عینی [5] نے بھی ذکر کی ہے اور شیخ انور شاہ [6] نے بھی ذکر کی ہے۔ البتہ شیخ عثمانی نے حافظ ابن

---

[1] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۸۹ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2] ۔ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اوّل ۱۳۷۱ھ۔

[3] ۔ " " صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۱، " " "

[4] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[5] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۱ھ،

[6] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔

حجر کی عبارت کا یہ ٹکڑا چھوڑ کر باقی وہ عبارت نقل کی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کر دیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تشریح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

واذا تقرر ان الذی ارتفع علم تعیینها تلك السنة فهل اعلم النبی صلی الله علیه و سلم بعد ذلك بتعیینها؟ فیه احتمال وقد تقدم قول ابن عیینة فی اول الکلام علی لیلة القدر انه اعلم۔ [1]

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ اس سال لیلۃ القدر کی تعیین کا علم لے لیا گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ کو اس کا علم دیا گیا تھا؟ اس میں احتمال ہے اور اس سے پہلے گذر چکا ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کو یہ علم پھر دے دیا گیا تھا۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لیلۃ القدر کے نہ بتلانے کی وجہ میں اور کرامت کو چھپانے کے سلسلے میں مفصل گفتگو کی ہے وہ ساری عبارت شیخ عثمانی نے نقل کی ہے لیکن عبارت کا مذکورہ بالا جملہ نقل نہیں کیا۔[2]

صحیح بخاری میں ہے:

قال ابن عیینة ما کان فی القرآن وما ادراك فقد اعلمه وما قال وما یدریك فانه لم یعلم۔[3]

ابن عیینہ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جس چیز کے بارے میں وما ادراک آیا ہے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل تھا اور جس چیز کے بارے میں وما یدریک آیا ہے اس کا آپ کو علم نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومقصود ابن عیینة انه صلی الله علیه وسلم کان یعرف تعیین لیلة القدر۔[4]

اور ابن عیینہ کا مقصود یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تعیین کا علم جانتے تھے۔

شیخ شوکانی نے بھی ابن عیینہ کے اس قول سے اتفاق کیا ہے۔[5]

اختلافِ مطالع اور شبِ قدر

طلوع اور غروب کے اوقات، علاقوں کے اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں ہمارے وقت کے لحاظ سے عرب ممالک میں دو سے لیکر چار گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے، برطانیہ میں یہاں سے چار اور کینیڈا میں نو گھنٹے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اور امریکہ میں یہ فرق بارہ گھنٹے کا ہو جاتا ہے، اس لیے تمام دنیا کے لیے ایک رات شب قدر نہیں ہو سکتی، کیونکہ جو رات کسی ایک

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۶۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۱۹۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[5] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۲، مطبوعہ مصر۔

علاقے کے لیے طاق ہے وہ دوسرے علاقے کے لیے جفت ہوگی، نیز قطب شمالی و قطب جنوبی میں شب قدر کا تعین کس طرح ہوگا۔

اس کی وضاحت میں ایک بات تو یہ کہی جا سکتی ہے کہ جس طرح نمازوں میں ہر ہر علاقہ کے اپنے اپنے مطلع کا اعتبار ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے علاقے کے حساب سے نماز پڑھتا ہے، اسی طرح شب قدر بھی ہر علاقے والے اپنے حساب سے تلاش کریں گے، اور ہر شخص اپنے مطلع کے حساب سے آخری عشرہ کی طاق رات کا تعین کرے گا اور جس طرح مسافت بعیدہ کی بناء پر دو دنوں میں عید ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر دو راتوں میں شب قدر بھی متحقق ہو جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شب قدر صرف ایک مخصوص رات میں ہو اور جن علاقوں میں اس وقت دن ہو، اللہ تعالیٰ اس سے متصل رات میں عبادت کرنے والوں کو حکمی طور پر یہ ثواب عطا فرما دے۔

قطبین میں روزے اور شب قدر

سید ابو الاعلیٰ مودودی قطبین میں روزے کے مسئلہ پر لکھتے ہیں:

"اسلام نے اپنی عبادات کے لیے اوقات کا وہ معیار مقرر کیا ہے جس سے دنیا میں ہر وقت ہر مرتبۂ تمدن کے لوگ ہر جگہ اوقات کی تعیین کر سکیں، وہ گھڑیوں کے لحاظ سے وقت مقرر کرنے کے بجائے ان آثار کے لحاظ سے وقت مقرر کرتا ہے جو آفاق میں نمایاں نظر آتے ہیں، مگر نادان لوگ اس طریق توقیت پر عموماً یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قطبین کے قریب، جہاں رات اور دن کئی کئی مہینوں کے ہوتے ہیں، اوقات کی یہ تعیین کیسے چل سکے گی، حالانکہ یہ اعتراض دراصل علم جغرافیہ کی سرسری واقفیت کا نتیجہ ہے، حقیقت میں نہ وہاں چھ مہینوں کی رات اس معنی میں ہوتی ہے اور نہ چھ مہینوں کا دن، جس معنی میں ہم خطِ استوا کے آس پاس رہنے والے لوگ دن اور رات کے لفظ بولتے ہیں، خواہ رات کا دور ہو یا دن کا، بہرحال صبح و شام کے آثار وہاں پوری باقاعدگی کے ساتھ افق پر نمایاں ہوتے ہیں اور انہی کے لحاظ سے وہاں کے لوگ ہماری طرح اپنے سونے جاگنے اور کام کرنے اور تفریح کرنے کے اوقات مقرر کرتے ہیں، جب گھڑیوں کا رواج عام نہ تھا تب بھی فن لینڈ، ناروے اور گرین لینڈ وغیرہ ملکوں کے لوگ اپنے اوقات معلوم کرتے ہی تھے اور اس کا ذریعہ یہی افق کے آثار تھے، لہٰذا جس طرح دوسرے تمام معاملات میں یہ آثار ان کے لیے تعیین اوقات کا کام دیتے ہیں، اسی طرح نماز اور سحر و افطار کے معاملے میں بھی دے سکتے ہیں۔"[1]

اگر فی الواقع قطبین کے افق پر چوبیس گھنٹے کے بعد سورج اور چاند کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اور وقت کی باقی علامات بھی افق پر ظاہر ہوتی ہیں جن سے ظہر اور عصر اور مغرب وغیرہا کا تعین کیا جا سکتا ہے تب تو وہاں چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں بھی فرض ہیں، رمضان کے روزے بھی فرض ہیں اور لیلۃ القدر بھی متحقق ہوگی اور اگر وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے اور سورج اور چاند کا طلوع اور غروب چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں پر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازیں فرض ہیں نہ رمضان کے روزے اور نہ وہاں شب قدر کا وجود ہوگا کیونکہ یہ تمام چیزیں چوبیس گھنٹہ کے بعد سورج کے طلوع اور غروب پر موقوف ہیں البتہ نماز اور روزے میں عبادت کی مشابہت اختیار کرنی چاہیے اور قطبین

---

[1] ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۴۶-۱۴۵، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، چودھواں ایڈیشن ۱۹۷۷ء

کے قریب جس ملک میں چوبیس گھنٹے کے بعد سورج کا طلوع اور غروب ہوتا ہے اس کے اوقات کے مطابق نماز کے اوقات مقرر کیے جائیں اور اسی ملک کے حساب سے روزے رکھے جائیں اور شب قدر کی جائے یعنی جب اس قریب کے ملک میں رمضان ہو اس وقت وہاں رمضان کا اعتبار کر لیا جائے اور اسی ملک کے اوقات کے لحاظ سے سحر و افطار کا تعین کیا جائے لیکن یہ تشبہ فی العبادت ہے اور عبودیت اور بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بعینہٖ نماز کے اوقات اور رمضان کا مہینہ نہیں پایا لیکن اس کے مشابہ اوقات میں ہم ان عبادات کو کر رہے ہیں، آخر وہاں دنیا کے دوسرے تمام کاموں کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، کاروبار، سیر و تفریح، کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات مقرر کیے جاتے ہیں، صبح سے لے کر شام تک کام کرنے والے لوگ وہاں چھ ماہ کے دن میں مسلسل کام کرتے ہیں نہ چھ ماہ سوتے ہیں۔ صبح کا ناشتا کرنے کے بعد دوپہر کا کھانا تین ماہ بعد یا شام کا کھانا چھ ماہ بعد تو نہیں کھاتے جس طرح زندگی کے باقی معمولات کو وہاں کے غیر معمولی حالات اور اوقات میں معین کیا جاتا ہے خواہ باقی دنیا کے اعتبار سے وہ غیر معمولی لگتا ہو کہ سورج نکلا ہوا ہے اور وہ شام کا کھانا کھا رہے ہیں، اسی طرح عبادات کے نظام کو بھی قریب ترین ملک کے اوقات کے لحاظ سے ترتیب دینا چاہیے۔ جہاں معمول کے مطابق طلوع اور غروب ہوتا ہو ہر چند کہ یہ معمول کے مطابق عبادات نہیں ہیں لیکن وہاں کے حالات کے اعتبار سے یہی ترتیب معمول ہو گی اس لیے وہاں پچیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں اور سال کے بعد روزے فرض عین تو نہیں لیکن فرض کے مشابہ ضرور ہیں اور وہاں کے رہنے والے مسلمانوں کو یہ عبادات کسی حال میں ترک نہیں کرنی چاہییں اور جب وہ اپنے قریب ترین ملک کے لحاظ سے شب قدر مقرر کر کے اس میں عبادت کریں گے تو انشاء اللہ اس کا ثواب بھی ضرور ملے گا۔

لیلۃ القدر میں عبادت کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قام لیلۃ القدر ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[1] "جس شخص نے شب قدر میں ایمان کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا جائے گا۔" اس حدیث کی روشنی میں لیلۃ القدر کی اصل عبادت قیام نماز ہے اس لیے اس رات زیادہ سے زیادہ نوافل پڑھنے اور توبہ و استغفار میں کوشش کرنی چاہیے بندہ خضوع و خشوع اور سوز و گداز سے نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مقابلے میں اپنی کوتاہیوں، تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے روئے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور بار بار استغفار کرے۔

بعض صالحین نے اس رات کی عبادت کے مخصوص طریقے بتائے ہیں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بعض صالحین لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر کے قیام کی نیت سے دس دوگانے پڑھتے تھے۔ بعض اکابر سے یہ بھی منقول ہے جس شخص نے ہر رات لیلۃ القدر کی نیت سے دس آیات تلاوت کیں وہ لیلۃ القدر کی برکات سے محروم نہیں ہو گا۔ امام ابو اللیث نے بیان کیا کہ لیلۃ القدر کی کم از کم نماز دو رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ ہزار رکعات ہیں اور متوسط سو رکعات ہیں، اور ہر رکعت میں متوسط قرأت یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد سو مرتبہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کی سورت پڑھے اس کے بعد تین بار قل ھو اللہ احد کی سورت پڑھے پھر دو رکعات کے بعد سلام پھیر دے

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع اول ۱۳۸۱ھ۔

اور درود شریف پڑھ کر دوسرے دوگانے کے لیے اُٹھے اس طرح جتنے نفل چاہے پڑھے، علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ نوافل کی جماعت بلا کراہیت جائز ہے۔ بشرطیکہ فرائض کی طرح اذان اور اقامت نہ کریں۔ شرح نقایہ وغیرہ میں محیط کے حوالے سے یہ عبارت ہے: لیلۃ القدر وصلوٰۃ الرغائب اور شعبان کی پندرھویں شب میں نوافل میں امام کی اقتداء کرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مومنوں کے نزدیک حسن ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے اس لیے اس پر اعتراض کرنے والے ان لوگوں کے قول کی طرف بالکل توجہ نہ کر جن کو عبادت کا ذوق ہے نہ دعاؤں کا شوق ہے [1]

میں نے شرح نقایہ کا مطالعہ کیا۔ علامہ اسماعیل حقی نے جو شرح نقایہ کے حوالے سے عبارت نقل کی ہے وہ اس میں نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف عام فقہ کی کتابوں کی طرح یہ لکھا ہے کہ اگر نفل کی جماعت میں چار آدمی شریک ہوں تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے اور چار آدمیوں کا شامل ہونا ازدحام کے قائم مقام ہے [2]۔ ہوسکتا ہے محیط میں ایسا ہی ہو تاہم تحریر محیط برہانی چھپی ہے نہ دستیاب ہے، اب سُنا ہے کہ بعض ادارے مخطوطات سے نقل کر کے اس کو شائع کر رہے ہیں۔

ثواب میں اضافہ

شب قدر میں عبادت کا ثواب ہزار ماہ کی عبادتوں سے زیادہ دیا جاتا ہے اس سلسلہ میں یہ سوال کیا جاتا ہے! کیا اس ایک رات میں عبادت کرنے کے بعد انسان ایک ہزار ماہ کی عبادتوں سے آزاد ہو جاتا ہے؟ اسی طرح ایک نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے اور کعبہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے تو کیا کعبہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک کم ایک لاکھ نمازیں انسان سے ساقط ہو جاتی ہیں؟ —— اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر کی عبادت نفلی ہے اور ہزار ماہ میں جو فرائض اور واجبات ہیں یہ نفلی عبادت ان کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، رہا یہ کہ ایک فرض کا ثواب اس فرض کی دس مثلوں کے برابر ہوتا ہے یا کعبہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے مساوی ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اس فرض کے ادا کرنے کا مکلف ہے جو دس مثلوں کے یا ایک لاکھ مثلوں کے مساوی ہے ان مثلوں میں سے کوئی ایک مثل اس فرض کے مساوی نہیں جو دس یا ایک لاکھ مثلوں کے برابر ہے۔ لہٰذا ان مثلوں سے فرض کی تکلیف ساقط نہیں ہو سکتی —— اس لیے ایک نماز پڑھ کر انسان دس نمازوں سے بری ہو سکتا ہے نہ شب قدر کی عبادت سے ہزار ماہ کی عبادتوں سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔

گناہ میں اضافہ

ایک بحث یہ بھی غور طلب ہے کہ جس طرح شب قدر میں عبادت کرنے سے ثواب بڑھ جاتا ہے کیا اس طرح شب قدر میں گناہ کرنے سے سزا بھی زیادہ ہوتی ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قطعی طور پر شب قدر کا علم ہو جائے اور پھر وہ اس رات میں قصداً گناہ کرے تو یقیناً اس کا یہ گناہ اور راتوں کے گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور وہ زیادہ سزا کا مستحق ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ: من جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا۔ (انعام: ۱۶۰) "جو شخص جتنی بُرائی کرے گا اسے اتنی برائی ہی کی سزا ملے گی"۔ پھر اس رات میں قصداً گناہ کرنے والا کیوں زیادہ سزا کا مستحق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شب قدر میں گناہ کرنے والے کی دو زیادتیاں

---

[1] ۔ شیخ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

ہیں ایک گناہ کی اور ایک شب قدر کے تقدس کو پامال کرنے کی جس طرح گھر میں گناہ کی بہ نسبت حرم کعبہ میں وہ گناہ کرنا زیادہ بڑا ہے اس لیے جو شخص شب قدر میں گناہ کرے گا اس کو اسی گناہ کی سزا ملے گی لیکن ظاہر ہے کہ اس رات کا جرم اور راتوں کے جرم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

فرشتوں کا سلام

مفسرین لکھتے ہیں کہ شب قدر میں عبادت کرنے والے انسان کو جس وقت روح الامین آکر سلام کرتا ہے اور اس سے مصافحہ کرتا ہے تو اس پر خوف خدا کی ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے، یادِ خدا سے آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور خشیتِ الٰہی سے بدن کا رونگٹا رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے، امام رازی فرماتے ہیں فرشتوں کا سلام کرنا سلامتی کا ضامن ہے۔ سات فرشتوں نے آکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا تو ان پر نمرود کی جلائی ہوئی آگ سلامتی کا باغ بن گئی تھی۔ شب قدر کے عابدوں پر جب اس رات لاتعداد فرشتے آکر سلام کرتے ہیں تو کیونکر نہ یہ امید کی جائے کہ جہنم کی آگ ان پر سلامتی کا باغ بن جائے گی۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

کتاب الاعتکاف

۲۶۷۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ قَالَ نَافِعٌ وَقَدْ أَرَانِي عَبْدُ اللهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے مسجد میں وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیا کرتے تھے۔

۲۶۷۸ - وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السُّكُونِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

۲۶۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ أَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے۔

وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج اعتکاف کرتی تھیں۔

۲۶۸۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ۔

۲۶۸۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهٗ وَاِنَّهٗ اَمَرَ بِخِبَائِهٖ فَضُرِبَ اَرَادَ الْاِعْتِكَافَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَاَمَرَتْ زَيْنَبُ بِخِبَائِهَا فَضُرِبَ وَاَمَرَ غَيْرُهَا مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِبَائِهٖ فَضُرِبَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ نَظَرَ فَاِذَا الْاَخْبِيَةُ فَقَالَ آلْبِرَّ يُرِدْنَ فَاَمَرَ بِخِبَائِهٖ فَقُوِّضَ وَتَرَكَ الْاِعْتِكَافَ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰى اعْتَكَفَ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ شَوَّالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے پھر جائے اعتکاف میں بیٹھتے، ایک مرتبہ آپ نے اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا۔ اور خیمہ لگا دیا گیا اور آپ نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا۔ پھر حضرت زینب نے حکم دیا تو ان کا خیمہ بھی دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی خیمے لگانے کا حکم دیا اور ان کے خیمے بھی لگا دیے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکے تو سب خیموں کو دیکھا اور فرمایا: کیا انھوں نے نیکی کا ارادہ کیا ہے؟ آپ نے اپنے خیمے کو کھولنے کا حکم دیا وہ کھول دیا گیا اور رمضان میں اعتکاف ترک کر دیا پھر شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

۲۶۸۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ ابْنُ

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت حسب سابق ہے اور ابن عیینہ، عمرو بن حارث اور ابن اسحاق کی روایت میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہن کا تذکرہ ہے کہ ان کے لیے خیمے لگائے گئے تاکہ وہ اعتکاف کریں۔

شَيْبِ حَدَّثَنَا اَبُوالْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَعَمْرٍو وَابْنِ الْحٰرِثِ وَابْنِ اِسْحَاقَ ذِكْرُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَزَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُنَّ اَنَّهُنَّ ضَرَبْنَ الْاَخْبِيَةَ لِلْاِعْتِكَافِ۔

اعتکاف کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کا لغوی معنی ہے تعظیم کی نیت سے کسی چیز کے پاس ٹھہرنا اور شریعت میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: سواء العاكف فيه والباد (حج: ۲۵) "برابر ہے اس میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا"۔ نیز فرمایا: فاتوا على قوم يعكفون على اصنام لهم (اعراف ۱۳۸) "بنی اسرائیل ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کے گرد تعظیم سے بیٹھے ہوئے تھے"۔ ان دونوں آیتوں میں اعتکاف لغوی معنی میں مستعمل ہے اور قرآن مجید میں ہے: ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد (بقرہ: ۱۸۷) "اور اپنی بیویوں کا جنسی تقرب اور تلذذ حاصل نہ کرو درآں حالیکہ تم اعتکاف میں ہو"۔ اس آیت میں اعتکاف شرعی معنی میں مستعمل ہے۔[1]

اعتکاف کی تعریف اور اقسام

اعتکاف میں بندہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا مجاور بن کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے، دنیا کی مصروفیات اور آسائشوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور دنیاوی لذتوں کو چھوڑ کر عبادت کی مشقتوں کو اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کو طلب کرنے کے لیے اس کے گھر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ عطا خراسانی کہتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جو کسی سخی داتا سے بھیک لینے کے لیے اس کے دروازے پر دھرنا دیکر بیٹھ جائے کہ جب تک مجھے داتا بھیک نہیں دے گا میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ اسی طرح جو شخص مسجد میں اعتکاف کرتا ہے گویا کہ وہ شخص اللہ کے گھر کی چوکھٹ تھام کر بیٹھ گیا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک تو مجھے بخش نہیں دے گا میں تیرے دروازے سے نہیں اٹھوں گا۔

جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے اعتکاف میں بندہ ان نسبتوں کی تعظیم کرتا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی تو نہ سہی، جن جگہوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے بندہ ان جگہوں پر آسن جما کر بیٹھ

---

[1] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۴۳ - ۳۴۲، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ، ۱۳۶۲ھ۔

جاتا ہے اور دن رات اس کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے، اعتکاف کے ذریعہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے محبت، ذوق و شوق اور اس کی عبادت کا اظہار ہوتا ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت مؤکدہ اور نفل۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں: اعتکاف کا وجوب نذر مطلق سے ہوتا ہے یا نذر مقید سے، نذر مطلق کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایک دن یا ایک ماہ اعتکاف کروں گا، اور نذر مقید کی مثال یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میرا فلاں کام ہو گیا یا فلاں بیمار ٹھیک ہو گیا تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ کفایہ ہے[1]۔ اعتکاف کی ان دونوں قسموں میں روزہ شرط ہے۔ اعتکاف نفل اگر ایک دن کا ہو تو اس میں بھی روزہ شرط ہے اور چند گھنٹوں یا چند منٹ کا اعتکاف ہو تو اس میں روزہ شرط نہیں ہے۔ حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے اعتکاف نفل کے لیے بھی روزے کی شرط نقل کی ہے۔ اس بنا پر اعتکاف نفل ایک دن سے کم نہیں ہوگا اور مبسوط میں امام محمد نے لکھا ہے کہ اعتکاف نفل ایک گھنٹہ کا بھی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے پھر روزہ شرط نہیں ہے[2]۔

اعتکاف میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فی نفسہٖ اعتکاف مستحب ہے اور رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور ان کے موافقین کا مذہب یہ ہے کہ روزہ اعتکاف کی شرط نہیں ہے، بلکہ غیر روزہ دار کا اعتکاف بھی صحیح ہے، اور ایک ساعت اور ایک لحظہ کا اعتکاف بھی صحیح ہے، اعتکاف میں کوئی مخصوص عبادت نہیں ہے اور عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کے سوا اعتکاف کا اور کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اگر اعتکاف کے دوران کوئی دنیاوی کلام یا کام کیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے اور غیر روزہ دار کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔ جمہور کی دلیل وہ احادیث ہیں جو اس باب میں ذکر کی گئی ہیں، امام شافعی کی ایک دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا۔ دوسری دلیل بھی بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی۔ آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو اور رات میں روزہ مشروع نہیں ہے۔ اس سے لازم آیا کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور احمد کا مسلک یہ ہے کہ مرد ہو یا عورت اعتکاف صرف مسجد میں مشروع ہے اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مرد صرف مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے اور عورت کے لیے اجازت ہے کہ گھر میں جس جگہ کو نماز کے لیے خاص کیا گیا ہو وہاں اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے، پھر جمہور کے نزدیک اعتکاف کے لیے مسجد عام شرط ہے اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ہر مسجد میں اعتکاف جائز ہے اور امام احمد کے نزدیک اعتکاف اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جس میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہو، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس مسجد میں اعتکاف کیا جائے گا جس میں تمام نمازیں پڑھی جاتی ہوں

---

[1] - علامہ علاؤالدین بن ابی بکر مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

[2] - علامہ ابوالحسن بن عبدالجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۰۸ - ۳۰۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی بار اول ۱۳۷۵ھ۔

اعتکاف میں احناف کا نظریہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اعتکاف میں روزہ شرط ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: لااعتکاف الا بصوم روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔ علامہ نووی نے صحیح بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔ اس حدیث میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ آپ نے پہلے عشرے میں روزے نہیں رکھے تھے، نہ شوال کے پہلے عشرے میں روزے رکھنا غیر مشروع ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم میں رات کے بجائے دن کا لفظ ہے اور نسائی میں دن یا رات کسی کا ذکر نہیں ہے۔ دراصل حضرت عمر نے دن اور رات دونوں کا ذکر کیا تھا کسی راوی نے دن کا ذکر کیا اور کسی نے رات کا۔ علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے [1]۔

اعتکافِ سنت کی شرائط

مذاہب اربعہ کے فقہا نے اعتکاف فرض اور اعتکاف نفل کی شرائط اور احکام بیان کیے ہیں اور رمضان کے عشرہ اخیرہ کا اعتکاف جو سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی شرائط اور احکام سے بحث نہیں کی۔ اس لیے یہ نکتہ غور طلب ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں اعتکافِ فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا یا اعتکافِ نفل کی۔ اس سلسلہ میں عام قاعدہ یہ ہے کہ سنن میں نوافل کی شرائط اور رعایات کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً نفل نماز میں جو شرائط اور رعایات ہیں وہ سب سنن میں معتبر ہیں مثلاً نفل نماز میں قیام فرض نہیں ہے اسی طرح سنن میں بھی قیام فرض نہیں ہے (صبح کی دو رکعت سنت اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ زیادہ تاکید کی بنا پر واجب کے قریب ہے اس کو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے) نوافل سواری پر پڑھ سکتے ہیں اور سواری کے وقت استقبالِ قبلہ شرط نہیں ہے۔ سنن مؤکدہ بھی اسی طرح سواری پر پڑھی جاسکتی ہیں اور استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ فرض نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت خلاف ترتیب مکروہ ہے جبکہ نفل نماز میں مکروہ نہیں ہے اور سنن بھی نوافل کی طرح ہیں اسی طرح ایک سورت کا تکرار فرض کی دو رکعات میں مکروہ تنزیہی ہے نوافل اور سنن میں مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔ لیکن اعتکاف کے باب میں اس طرح نہیں ہے۔ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہوگا اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہونگی مثلاً نفلی اعتکاف میں نماز جنازہ پڑھنے جاسکتے ہیں، مریض کی عیادت کرسکتے ہیں، بلاضرورت شرعی غسل کرسکتے ہیں اور فرض اعتکاف میں یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ اسی طرح اعتکاف سنت میں بھی یہ چیزیں جائز نہیں ہیں۔ یہاں اعتکاف سنت میں اعتکاف نفل کے احکام اس لیے جاری نہیں ہوں گے کہ یہ دونوں اعتکاف اپنی حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہیں، اعتکاف نفل ایک گھنٹہ اور ایک منٹ کا بھی ہوتا ہے، اور جب وہ مذکورہ نوعیت کے کسی کام کے سبب مسجد سے جائے گا اس کا اعتکاف پورا ہوجائے گا اس لیے اس میں یہ وسعت ہے کہ وہ نماز جنازہ کے لیے جاسکتا ہے، مریض کی عیادت

---

[1] علامہ بدرالدین متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۱۔ ۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۱ھ

کر سکتا ہے۔ بلاضرورت شرعیہ غسل کر سکتا ہے اس کے بعد اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب وہ دوبارہ آئے گا تو اس کا اعتکاف دوبارہ شروع ہو جائے گا اور پچھلا اعتکاف فاسد نہیں ہو گا برخلاف اعتکاف سنت کے یہ اعتکاف دس دنوں کا ہے اس میں تقطیع، تقسیم، اور تفریق نہیں ہے اور یہ ساعات اور لحظات پر منقسم نہیں ہے اس لیے اعتکاف سنت میں یہ اعتبار نہیں ہے، کہ اگر دوران اعتکاف مریض کی عیادت اور بلاضرورت شرعیہ غسل کے لیے چلا گیا تو جتنی دیر بیٹھا رہا تھا اتنی دیر کا اعتکاف ہو جائے گا اور جب واپس آئے گا تو دوبارہ پھر سے اعتکاف شروع ہو جائے گا اس لیے اعتکاف کے باب میں عام قاعدہ کے برخلاف اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار ہے اور اعتکاف نفل کی رعایات اس میں ملحوظ نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر کافی غور و فکر کیا اور مذاہب اربعہ کی امہات کتب کا مطالعہ کیا لیکن اس سلسلہ میں مجھے کوئی واضح تصریح نہیں مل سکی سوا اس کے کہ علامہ نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اعتکاف مستحب میں نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت کے بارے میں متعدد اقوال ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اعتکاف مستحب یہی رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف ہے اور اس میں نماز جنازہ کی اجازت نہ دینا اسی اصول پر مبنی ہے کہ اعتکاف سنت میں اعتکاف فرض کی شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے، علامہ نووی کی اصل عبارت حسب ذیل ہے:

قال الشافعی فی مختصر المزنی و لا یعود المعتکف المریض و لا یشهد الجنائز اذا کان اعتکافه واجبًا[1] قال اصحابنا ان کان الاعتکاف تطوعا و امکنه الصلوٰة علی الجنازة فی المسجد لم یخرج لانه مستغن عن الخروج و ان لم یمکنه خرج لما ذکره المصنف وهذا لاخلاف فیه و ان کان اعتکافًا مندوبا فوجهان الصحیح المشهور الذی نص علیه الشافعی و قطع به المصنف و الجمهور انه لا یجوز الخروج لصلاة الجنازة سواء تعینت علیه امر لا لانها ان لم تتعین علیه فغیره یقوم مقامه ولا یترک الاعتکاف المعین لغیر معین و ان تعینت علیه

مختصر المزنی میں لکھا ہے کہ امام شافعی نے فرمایا: معتکف مریض کی عیادت نہ کرے اور نہ جنازہ پڑھنے جائے، جب اس کا اعتکاف واجب ہو، ہمارے اصحاب نے کہا اگر اس کا اعتکاف نفل ہو اور اس کے لیے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ممکن ہو تو وہ مسجد سے نہ نکلے، کیونکہ وہ نکلنے سے مستغنی ہے اور اگر وہ مسجد میں جنازہ نہ پڑھ سکے تو مسجد سے چلا جائے، جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اعتکاف مستحب ہو تو اس میں دو قول ہیں، صحیح اور مشہور قول جس کی امام شافعی نے تصریح کی ہے اور مصنف اور جمہور نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے وہ یہ ہے کہ اعتکاف مستحب والے میں بھی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے خواہ نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو یا نہ ہو، کیونکہ اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین نہیں ہے تو

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، مختصر المزنی ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

امکن فعلها فی المسجد باحضار المیت فلا یجوز الخروج۔ [1]

اس کی جگہ اس کا غیر پڑھ سکتا ہے، لہٰذا وہ غیر معین چیز کے لیے معین اعتکاف کو ترک نہ کرے اور اگر نماز جنازہ پڑھنا اس پر متعین ہو تو بھی مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے ممکن ہے اس لیے مسجد سے نہ نکلے۔

فرض اعتکاف کے احکام

علامہ سرخسی حنفی اعتکاف کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: معتکف نماز جمعہ پڑھنے کے لیے یا بول و براز کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ بول و براز کے لیے مسجد سے نکلنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حاجت انسانی کو رفع کرنے کے لیے جامع اعتکاف سے باہر جاتے تھے اور اس لیے بھی کہ مدت اعتکاف میں اس حاجت کا پیش آنا معلوم الوقوع ہے۔ اور مسجد میں اس حاجت کو رفع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اس حاجت کو رفع کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا عادۃً مستثنیٰ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جمعہ پڑھنے کے لیے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ معتکف کے لیے ابتداءً یہ ممکن تھا کہ وہ جامع مسجد میں اعتکاف کرتا اور جمعہ کے لیے نکلنے کی ضرورت نہ پیش آتی اور غیر جامع مسجد میں اعتکاف کرنا اور پھر جمعہ کے لیے جامع مسجد جانا بلا ضرورت خروج ہے اس لیے اس سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدت اعتکاف میں جمعہ کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ ہے جیسا کہ قضائے حاجت کے لیے جانا معلوم الوقوع ہے البتہ عیادت مریض کے لیے جانا معلوم الوقوع نہیں ہے اور اس لیے بھی کہ اعتکاف کی نذر ماننے والا عبادت کی نذر مانتا ہے معصیت کی نذر نہیں مانتا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عبادت ہے اور جمعہ پڑھنے کے لیے نہ جانا معصیت ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا معتکف مریض کی عیادت کرے نہ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے جائے، البتہ حضرت حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی عیادت بھی کرتے تھے اور جنازہ کے لیے بھی جاتے۔ اس لیے معتکف عیادت کر سکتا ہے اور نماز جنازہ کے لیے جا سکتا ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں جب قضائے حاجت کے لیے جاتے اور مریض کے پاس سے گزرتے تو اس کا حال پوچھتے اور اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔ نیز ان چیزوں کا مدت اعتکاف میں واقع ہونا معلوم نہیں ہے اس لیے یہ عادۃً مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اسی طرح حجاج سے ملاقات کے لیے جانا یا انہیں الوداع کہنے کے لیے جانا بھی جائز نہیں ہے اور کھانے پینے کا عمل چونکہ مسجد کی جائے اعتکاف میں ہو سکتا ہے اس لیے کھانے پینے کے لیے بھی مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ علامہ حاکم شہید نے فرمایا: جب مسجد سے ایک دن یا نصف دن سے زیادہ کے لیے جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا کیونکہ اعتکاف کا رکن فوت ہو گیا اور اگر ایک گھنٹے کے لیے مسجد سے گیا تو امام ابوحنیفہ _____ کے قول پر اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر اس کا اعتکاف اس وقت تک فاسد نہیں ہو گا جب تک کہ نصف یوم سے زیادہ کے لیے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۶ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

مسجد سے نہ نکلے، علامہ سرخسی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا قول قیاس کے زیادہ قریب ہے اور صاحبین کا قول سہولت کے زیادہ قریب ہے۔ صاحبین نے فرمایا کہ قلیل مقدار ضرورت کی بناء پر معاف ہے کیونکہ جب انسان قضاءِ حاجت کے لیے جاتا ہے تو اس کو تیز چلنے کا حکم نہیں دیا جاتا بلکہ اس کے لیے آہستہ چلنا بھی جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قلیل مقدار میں مسجد سے نکلنا معاف ہے اور کثیر مقدار میں معاف نہیں ہے اور ہم نے قلیل اور کثیر میں حد فاصل نصف یوم کو قرار دیا ہے کیونکہ قلیل کثیر کے تابع ہوتا ہے اور جب معتکف نے دن کا اکثر حصہ مسجد میں گزارا ہے تو گویا وہ تمام دن مسجد میں رہا ہے جیسا کہ رمضان میں روزے کی نیت کا حکم ہے کیونکہ جب دن کے اکثر حصہ میں روزے کی نیت پائی جاتی ہے تو پورے دن میں نیت کا اعتبار کر لیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا رکن مسجد میں قیام ہے اور مسجد سے نکلنا قیام کی ضد ہے اور جو شخص مسجد سے نکلے گا وہ اعتکاف کا رکن باطل کر دے گا اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے یا جس طرح حدث (بے وضو ہونا) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔[1]

اعتکافِ نفل کے احکام

علامہ کاسانی نفلی اعتکاف کے احکام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بلا عذر شرعی مسجد سے مثلاً مریض کی عیادت کے لیے یا جنازے میں شریک ہونے کے لیے نکلے تو کیا اس کا اعتکاف نفل ٹوٹ جاتا ہے؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ اصل کی روایت یہ ہے کہ نہیں ٹوٹتا اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی دو تعریفیں ہیں۔ ایک تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل میں وقت کی تحدید اور تعیین نہیں ہے اور دوسری تعریف یہ ہے کہ اعتکاف نفل کی مقدار ایک دن ہے اسی وجہ سے وہ روزے کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ اصل کی روایت پہلی تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب اعتکاف نفل میں وقت کی کوئی مقدار اور حد نہیں ہے تو بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے یہ اعتکاف ٹوٹے گا نہیں بلکہ ختم ہو جائے گا اور حسن بن زیاد کی روایت دوسری تعریف پر مبنی ہے کیونکہ جب وہ ایک دن کے ساتھ مقید ہے تو دن پورا کیے بغیر بلا عذر شرعی نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔[2]

گرمی کی وجہ سے اعتکاف میں غسل کا حکم

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے اعتکافِ سنت کی شرط بھی معلوم ہو گئی کیونکہ اعتکاف نفل ایک دن کا ہو تو اس میں بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنا اس اعتکاف کے بطلان اور فساد کا موجب ہے اس لیے اعتکاف سنت میں بھی یہی قاعدہ جاری ہو گا کیونکہ وہ پورے دس دن کا اعتکاف ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی بلا عذر شرعی نکلنا اس کے ٹوٹنے کا سبب ہے۔

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ گرمیوں کے موسم میں دس دن بغیر غسل کے گذارنا سخت تنگی کا موجب ہے، بدن پسینہ سے شرابور ہو جاتا ہے اور گرمی اور بدبو سے سخت برا حال ہو جاتا ہے اس صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ بدن کو ٹھنڈک پہنچانے کے لیے غسل کر لیا جائے! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ کہے کہ

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳ ص ۱۱۹-۱۱۷ ملخصاً مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱۵ ملخصاً مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ۔

گرمیوں کے لمبے دنوں میں پیاس سے بُرا حال ہو جاتا ہے تو کیا تشنگی دُور کرنے کے لیے روزے میں پانی پینے کی اجازت ہے؟ جس طرح روزے کی حقیقت یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے رُکا جائے اسی طرح اعتکاف سنت کی حقیقت یہ ہے کہ دس دن تک مسجد میں قیام کیا جائے اور بغیر حاجت انسانی اور ضرورت شرعیہ کے مسجد سے نہ نکلے اور جس طرح روزے میں ایک گھونٹ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اعتکاف میں ایک بار بھی بغیر حاجت انسانی اور بغیر ضرورت شرعیہ (مثلاً جمعہ پڑھنا یا احتلام کے بعد غسل کرنا) کے نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جائے گا، نیز اعتکاف کو اس پر اللہ تعالیٰ نے تو فرض نہیں کیا یا تو انسان نذر مان کر اعتکاف کو خود فرض کر لیتا ہے یا اعتکاف سنت کرتا ہے یا ایک دن کا نفل اعتکاف کرتا ہے اور جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت مشکل اور دشوار عبادت ہے تو اس کو دس دن کی اس مشقت اٹھانے کے لیے کون مجبور کر رہا ہے؟ کسی مسنون عبادت کی شرعی حدود میں ترمیم کا مطالبہ کرنے سے کہیں بہتر یہ ہے کہ وہ اس عبادت کو اپنے ذمہ نہ ڈالے!

صحّتِ اعتکاف کی شرائط

شرائط اعتکاف کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے ہم اعتکاف کی ضروری شرائط کا بیان کر رہے ہیں، علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ اعتکاف کی درستگی کے لیے اسلام، عقل اور حیض، نفاس اور جنابت سے پاک ہونا ضروری ہے، اس میں بالغ ہونے کی یا مذکر یا مونث یا آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے، اعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے، اور عمل زوجیت اور بیوی کو چھونے اور بوسہ دینے سے رُکنا بھی شرط ہے، اعتکاف کی نیت اور ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں جماعت ہوتی ہو یہ بھی شرط ہے[1]۔ یہ شرائط عالم گیری[2] اور ہدایہ[3] میں بھی ہیں۔

اعتکاف کی ابتداء کا وقت

حدیث نمبر ۲۶۸۱ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد جائے اعتکاف میں جا بیٹھتے اس حدیث کی بناء پر امام اوزاعی، امام ثوری اور امام لیث نے یہ کہا کہ اعتکاف کے لیے صبح کی نماز کے بعد بیٹھنا چاہیے اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ جب دس دن کے لیے اعتکاف کرنا ہو تو غروب شمس سے پہلے بیٹھے، ائمہ اربعہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے بعد تخلیہ کے لیے جائے اعتکاف میں بیٹھ گئے تھے، اس وقت سے اعتکاف کی ابتداء نہیں کی تھی۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے جائے اعتکاف پر خیمہ لگوایا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لیے کسی جگہ کو مخصوص کرنا اور وہاں پردے ڈالنا جائز ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ کے خیمے کے ساتھ حضرت زینب نے خیمہ لگوایا پھر باقی ازواج نے بھی خیمے لگوائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عمل ناگوار ہوا اور آپ نے سب خیمے کھلوا دیے، آپ کی ناگواری کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے خیال میں ازواج نے ایک دوسری کی ضد میں خیمے لگوائے ہیں۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ مسجد میں عام مسلمان، دیہاتی اور منافقین سب قسم کے لوگ آتے تھے

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ۱۴۰۰ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

[3] علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۱۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور ازواج کو اپنی طبعی حاجات کی وجہ سے بار بار مسجد میں آنا جانا پڑتا اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے ازواج کا آنا جانا ہوتا اس لیے آپ نے ازواج مطہرات کا مسجد میں خیمے لگوانا پسند نہیں کیا۔

بَابُ ۳۴۲ الْاِجْتِهَادِ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں عبادت کی جد وجہد

۲۶۸۳- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ اَحْيَى اللَّيْلَ وَاَيْقَظَ اَهْلَهُ وَجَدَّ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ماہ رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شب بیدار رہتے تھے، اپنے اہل کو بھی بیدار کرتے تھے، عبادت کے لیے کمر ہمت کس لیتے تھے اور جنسی عمل سے دور رہتے تھے۔

۲۶۸۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْدَ يَقُوْلُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِيْ غَيْرِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں باقی دنوں کی بہ نسبت عبادت میں زیادہ جد وجہد کرتے تھے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت کے لیے تمام رات جاگنا بلا کراہت جائز ہے بلکہ آپ کی سنت ہے خصوصاً رمضان کے آخری عشرے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شوافع سے تمام رات جاگنے کی جو کراہت منقول ہے اس سے مراد اس پر دوام ہے یعنی اگر کوئی شخص دائماً ہر رات جاگ کر گذارتا ہے اور پوری رات عبادت کرتا ہے تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور احب الاعمال الی اللہ ادومہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر دوام کیا جائے" مراد وہ اعمال ہیں جن میں دوام مطلوب ہو جبکہ پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔

بَابُ صَوْمِ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ

عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کا حکم

۲۶۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو كُرَيْبٍ وَ إِسْحَاقُ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَ قَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

۲۶۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَصُمِ الْعَشْرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرہ (ذی الحجہ) کے روزے کبھی نہیں رکھے۔

عشرۂ ذی الحجہ کے روزوں کے حکم کی وضاحت

عشرہ ذی الحجہ سے مراد نو ذی الحج تک روزے ہیں کیونکہ دس ذی الحجہ کو عید ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ نو روزے مکروہ ہیں حالانکہ یہ نو روزے مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہیں خصوصاً نو ذی الحج یعنی یوم عرفہ کے روزہ کی بہت فضیلت ہے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ماہ تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان کے روزے تمام عمر روزے رکھنے کے برابر ہیں۔ اور یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دے گا اور عاشورہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹا دے گا۔[1] اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ یوم عرفہ کے روزے کی بہت فضیلت ہے، اس لیے اس باب کی حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عارضہ مثلاً سفر یا مرض کی بنا پر ان دنوں میں روزے نہیں رکھے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو ان دنوں میں روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان دنوں میں آپ نے فی نفسہٖ روزے نہیں رکھے اس کی تائید حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم تسع ذی الحجۃ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو ذی الحجۃ (یوم عرفہ) کا روزہ رکھتے تھے اور یوم عاشورہ کا اور ہر ماہ کے تین دنوں

---

[1] - امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

ویوم عاشوراء وثلاثة ایام من کل شهر اول اثنین من الشهر والخمیس [1]

کا اور ہر ماہ کے پہلے پیر اور جمعرات کا۔

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ الحج

حج کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: لغت میں حج کسی شئے کی طرف قصد کرنے کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں شرائط معلومہ کے ساتھ قصد معین کو حج کہتے ہیں[1] علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ لغت میں حج قصد اور زیارت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں عبادت کے لیے بیت اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حج کا مفہوم لغوی ہے کسی معظّم چیز کا قصد کرنا، اور فقہی تعریف ہے۔ ارکانِ دین میں سے کسی رکن کو ادا کرنے کے لیے بیت اللہ کا قصد کرنا، یا اس مقصد کے لیے بیت اللہ کی زیارت کا قصد کرنا، حج کا سبب بیت اللہ ہے۔ حج کے نفسِ وجوب کی شرائط میں اسلام، حریت، عقل، بلوغ اور حج کی استطاعت ہے، اور حج کے وجوبِ ادا کی شرائط میں احرام، مکان اور اوقاتِ مخصوصہ ہیں۔ حج کے ارکان ہیں وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت ہیں اور حج کے واجبات ہیں میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا، غروب آفتاب تک میدانِ عرفات میں رہنا، وقوفِ مزدلفہ، صفا، مروہ میں دوڑنا۔ شیطان کو منیٰ میں کنکریاں مارنا، سر منڈانا یا بال کٹانا اور غیر مکی کے لیے طواف صدر کرنا ہیں۔ حج کی سنن یہ ہیں: طواف قدوم اور اس میں رمل کرنا، یا طواف زیارت میں رمل کرنا۔ سبز نشانوں کے درمیان تیز دوڑنا، ایامِ منیٰ میں منیٰ میں رات گذارنا، طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف جانا، طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانا وغیرہا، حج میں جو کام منع ہیں وہ یہ ہیں: عمل زوجیت، بال کاٹنا، ناخن کاٹنا، خوشبو لگانا، سر اور چہرہ ڈھانپنا، سلا ہوا کپڑا پہننا، کسی دوسرے محرم کا سر مونڈنا، حل اور حرم میں شکار کے درپے ہونا[3]۔

کعبہ، پہلا عبادت کا گھر

کعبہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز ہے، اہل ایمان کے لیے دنیا میں کعبہ عرشِ الٰہی کا پرتو ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مصدر اور معدن ہے۔ ابتداءِ آفرینش عالم سے کعبہ اللہ تعالیٰ کا معبد اور خدا پرستی کا مرکز ہے، تمام نبیوں اور رسولوں نے کعبہ کی زیارت

---

[1] علامہ ابن اثیر محمد جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۴۰ مطبوعہ مؤسسہ اسماعیلیان قم ایران، طبع رابع ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ ابوالقاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ المفردات ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ طبع ثانی، ۱۳۶۲ھ۔

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۳۲۱، ۳۲۰۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کی اور بیت المقدس سے اپنی عبادتوں کی سمت کعبہ کو قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین (آل عمران: ۹۶) "بے شک لوگوں کے لیے سب سے پہلے (اللہ کی عبادت کا) گھر مکہ میں بنایا گیا جو تمام جہانوں کے لیے برکت اور ہدایت ہے۔" نیز فرمایا: واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا (بقرہ: ۱۲۵) "اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے مرجع اور امان بنا دیا۔"

حضرت ابراہیم سے پہلے دنیا نے اپنی گمراہیوں کی وجہ سے اس پہلے معبد الٰہی کو بھلا کر نسیاً منسیاً کر دیا تھا، حتیٰ کہ اس کے نشانات بھی مٹ چکے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بت پرستی کے اس ظلمت کدہ میں توحید کا چراغ از سرِ نو روشن کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس بیت عتیق میں ایک بار پھر توحید کا پتھر نصب کیا جائے۔ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے مل کر اس بیت عتیق کی پرانی بنیادوں کو ڈھونڈا۔ پھر نئے سرے سے اس کی چار دیواریں کھڑی کیں اور اس کی افتادہ بنیادوں کو از سرِ نو بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل (بقرہ: ۱۲۷) "اور جب حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے۔"

یادگار ابراہیم

حج کے تمام ارکان اور مناسک سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ کعبہ کی نشأۃ ثانیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پائی۔ کعبہ کے گرد طواف کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ندا کی اور آج تک وہی مسلمان حج کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں جن کی روحوں نے عالم ارواح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ندا پر لبیک کہا تھا، صفا مروہ میں دوڑنا حضرت ہاجرہ کے اضطرابی پھیروں کی یاد تازہ کرتا ہے جس پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی اس پتھر کو یہ شرف ملا کہ قیامت تک مسلمان اس پتھر پر نماز پڑھتے رہیں گے اور وہ تعمیرِ ابراہیم کی نشانی کے طور پر قیامت تک تمام مسلمانوں کی عقیدت کی کا مرکز رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر تسلیم و رضا کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس طرح چھری کے نیچے گردن رکھ دی تھی اس کی سنت قائم رکھنے کے لیے آج تک دس ذی الحجہ کو قربانیاں کی جاتی ہیں، شیطان کے بہکانے پر ناراض ہو کر حضرت ابراہیم نے اس کی طرف کنکریاں پھینکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت ابراہیم کی ادا اس قدر پسند آئی کہ ہر حاجی پر رمی جمرات کو واجب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایسی آیات نازل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مناسکِ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ وعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود (بقرہ: ۱۲۵)

اور یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کا مرجع اور جائے امن بنا دیا، اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ! اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل سے عہد لیا کہ "میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کر دو!"

واذ بوانا لابراهیم مکان البیت ان لا تشرك بی شیئا ط وطهر بیتی للطائفین والقائمین والرکع السجود ہ واذن فی الناس بالحج یاتوك رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق ہ

(حج : ۲۶-۲۷)

اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کے لیے اس بیت کو ٹھکانا بنایا کہ کسی کو میرا شریک نہ بنانا، اور میرے بیت کو طواف کرنے والوں کے لیے، قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک کرو، اور لوگوں میں حج کا اعلان کرو وہ تمہارے پاس پاپیادہ اور دُور دراز سے تھکی ماندی سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراهیم حنیفاً ط وما کان من المشرکین ہ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وهدی للعالمین ہ فیه ایات بینات مقام ابراهیم ومن دخله کان اٰمنا وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا ط ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔

آل عمران : ۹۷-۹۵)

آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا، تم سب ملتِ ابراہیم کی پیروی کرو جو صرف اللہ کے پیروکار تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے بیشک لوگوں کے لیے جو پہلا (خدا کا) گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے وہ بابرکت ہے اور تمام جہان والوں کے لیے ہدایت ہے، اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جو اس میں داخل ہو گا وہ امن پالے گا، اور لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ کے لیے اس گھر کا قصد کریں (حج کریں)۔ بشرطیکہ انھیں اس کی طاقت حاصل ہو اور جو استطاعت کے باوجود اس سے باز رہے تو اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔

حج کا فلسفہ

حج کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے مورد اور معدن کی زیارت کرنا، اللہ تعالیٰ کے گھر میں حاضر ہونا، حضرت ابراہیم کی مثل اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہنا اور اس بے مثال قربانی کی روح کو زندہ کرنا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے دو عظیم رسولوں نے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تسلیم و رضا فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے ساتھ گردن جھکا دی تھی۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام تمدن کے اس ابتدائی دور میں سادہ اور بن سلے کپڑے پہنتے تھے۔ اسی طرح مسلمان حج کے دوران بغیر سلے کپڑے پہنتے ہیں۔ حضرت اسماعیل کی طرح اپنے آپ کو خدا کی بارگاہ میں قربان کرنے جاتے ہیں، اتنے دنوں تک سر کے بال منڈواتے ہیں، نہ ترشواتے ہیں، دنیا کے عیش و عشرت اور پُر تکلف زندگی سے پرہیز کرتے ہیں، خوشبو لگاتے ہیں نہ رنگین کپڑے پہنتے ہیں نہ سر ڈھانپتے ہیں، جنسی تلذذ اور شکار سے دُور رہتے ہیں اور جس والہانہ انداز سے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام تین دن کے سفر سے تھکے ہارے گرد و غبار میں اٹے ہوئے خدا کی بارگاہ میں دوڑے ہوئے آئے تھے اور تقریباً چار ہزار برس پہلے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ پر لبیک کہا تھا اسی طرح اللھم لبیك، اللھم لبیك کا ترانہ الاپتے ہوئے دنیا کی مختلف اطراف سے سفر کر کے کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

روحانی لذتیں تمام دنیا کے مسلمان ان تمام مقامات اور حدود میں اللّٰھم لبیک کی صدا بلند کرتے پھرتے ہیں جہاں جہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے نقشِ قدم ثبت ہوئے تھے، صفا اور مروہ میں جہاں حضرت حاجرہ دوڑتی ہوئی گئی تھیں _____ وہاں دوڑ کر جاتے ہیں۔ عرفات کے سب سے بڑے میدان میں جمع ہو کر اپنی تمام پچھلی زندگی کی تقصیروں اور کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں، گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اور گریہ وزاری کر کے اپنے گناہوں پر اس قدر زیادہ بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں کہ شیطان مارے غم کے اپنے بالوں میں مٹی ڈال لیتا ہے۔ آئندہ زندگی کے لیے عبادت و اطاعت کا ازسرِ نو عہد و پیمان کرتے ہیں اور یہی حج کا حقیقی فلسفہ ہے، یہ تاریخی میدان اسی تاریخی عہد کی یادگار ہے جو ان بزرگ پیغمبروں سے اللہ تعالےٰ نے لیا تھا، دنیا کے بہت سے مسلمان ساری عمر حج کی آس پر جیتے رہتے ہیں اور آتہیں پاتے۔ کتنے پوری عمر میں صرف ایک بار آپاتے ہیں، لاکھوں بندگانِ خدا ایک ہی لباس، ایک ہی شکل و صورت، ایک ہی حالت اور ایک ہی جذبہ سے سرشار جھلستے ہوئے پہاڑوں کے دامن میں ایک بے آب و گیاہ اور خشک میدان میں اکٹھے ہو کر اپنی تقصیروں، کوتاہیوں، بدکاریوں اور بربادیوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، ہچکیوں اور جگر گداز چیخوں سے اپنے رب کو پکارتے ہیں اور عفو و مغفرت کو طلب کرتے ہیں، اور سب کے دلوں میں یہ احساس ہوتا ہے کہ یہی وہ تاریخی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اسی حالت اور اسی صورت میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے۔ یہ روحانی منظر ایسا اثر، ایسا کیف اور ایسا سوز و گداز پیدا کرتا ہے جس کی لذت ساری عمر یاد رہتی ہے مسلمان حضرت ابراہیم کی پیروی میں ایک جانور ذبح کر کے قربانی کرتے ہیں اور اس وقت اسی اطاعت اسی فدویت اسی سرفروشی اور اسی قربانی کا اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں جو کبھی منیٰ میں اسی موقع پر اور اسی حالت اور اسی شکل میں دنیا کے اس عظیم داعی توحید نے اپنی زبان اور عمل سے ظاہر کیا تھا، حج کرنے والے مسلمانوں کے دلوں میں اس وقت وہی جذبات موجزن ہوتے ہیں جو چار ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھے اور جو الفاظ انھوں نے کہے تھے وہی ان کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔:

انی وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔
(انعام : ۷۹)

ہر طرف سے منہ موڑ کر میں اس ذات کی طرف منہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین ۝ لا شریک لہ وبذٰلک امرت وانا اول المسلمین۔
(انعام : ۱۶۳-۱۶۲)

بے شک میری نماز اور میری قربانی، میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اسلام کا اقرار کرتا ہوں۔!

دیکھا جائے تو ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حج کا پورا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔

جغرافیائی اکائی کے بجائے اسلامی وحدت

آج ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان قومیت اور وطنیت کی تنگنائیوں سے نکل کر وحدت اسلامی میں داخل ہوں، ملت ابراہیمی کی ابتدائی دعوت اور ملت محمدی کے ابدی پیغام نے ہزاروں برس پہلے دنیا کے سامنے اسلامی وحدت کا یہ خاکہ رکھا کہ جہاں رنگ و نسل اور لسانی اور جغرافیائی سینکڑوں اختلافات کے باوجود دنیا کے کونے کونے سے چل کر تمام مسلمان ایک مرکز پر ایک حال اور ایک قال میں جمع ہوتے ہیں، بظاہر یہ بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام انسان ایک زبان بولیں مگر خانہ کعبہ کی مرکزیت نے آل ابراہیم کے لیے مدت دراز سے اس مسئلہ کو حل کر دیا ہے۔

اسلامی علوم وفنون کی نشر واشاعت

یہ اسی مرکزیت کا اثر ہے کہ بڑے بڑے صحابہ اور عالم دین، محدث، مفسر اور فقیہ جو اسلامی فتوحات اور نوآبادیوں کے نتیجہ میں تمام دنیا کے اندر پھیل گئے تھے وہ سال بسال پھر یہاں آکر سمٹ جاتے تھے اور دنیا کے تمام گوشوں سے علماء آکر حرم ابراہیم میں جمع ہو جاتے تھے اور وہ علمی اور فقہی نکات جو دنیا میں متفرق اور منتشر تھے، ان کو اس وقت کے علماء ابراہیمی درسگاہ کے صحن میں ایک دفتر میں جمع کر دیتے تھے۔ یہیں آکر بخارا کے باشندے، اسپین اور مراکش کے رہنے والوں سے، شامی، عراقی سے اور مصری حجازی سے، بصری کوفی سے اور نیشاپوری ہند اور سندھ کے رہنے والوں سے اپنی معلومات کا تبادلہ کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے سے فیض پاتے تھے اور اس طرح دم کے دم میں ہند اور سندھ کا علم اسپین میں اور اسپین کا فیض سندھ میں پہنچ جاتا تھا، مصر کی روایت و درایت ترکستان میں اور ترکستان کے علوم مصر پہنچ جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود کے شاگرد حضرت عائشہ اور ابن عمر کے شاگردوں سے فیض یاب ہوتے اور حضرت ابن عباس کے تلامذہ حضرت ابوہریرہ کے تلامذہ کی روایات کو حاصل کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی، مغازی، سیر، احکام اور وصایا کی تمام دنیا میں نشر واشاعت کا اصل ذریعہ یہی باہمی تعارف تھا، اور آج ہمارے پاس کتب احادیث اور تفاسیر اور کتب فقہیہ کا جو بہت بڑا ذخیرہ ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب حج کی مرکزیت اور اجتماعیت ہے۔

باہمی تعاون اور اتحاد کی روح

یہ حج ہی کی مرکزیت کا نتیجہ ہے کہ عام مسلمان جو اپنے اپنے مسائل میں الجھے ہوئے ہیں وہ دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی صعوبتوں کو برداشت کر کے، دریا، پہاڑ، جنگل، آبادی اور صحرا کو عبور کر کے یہاں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملتے ہیں، ایک دوسرے کے درد وغم سے واقف اور حالات سے آشنا ہوتے ہیں جن سے ان میں باہمی تعاون اور اتحاد کی روح پیدا ہوتی ہے۔ یہیں آکر چینی مراکشی سے، تونسی ہندی سے، تاتاری حبشی سے، عجمی عربی سے اور افغانی افریقی سے جا ملتا ہے اور سب مل کر باہم ایک قوم، ایک نسل اور ایک خاندان کے افراد نظر آتے ہیں۔

گناہوں سے برأت اور پاکیزگی

جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج اور عمرہ گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے۔ اور جو مؤمن حج کرتا ہے اور گناہ سے ملوث نہیں ہوتا

اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں[1]۔ یہ حدیث نسائی میں بھی ہے[2]۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن کے متعلق فرمایا اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: میرے بندے دور دراز سے گرد و غبار میں اٹے ہوئے جنت کی امید میں آئے ہیں، (اے میرے بندو!) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں، بارش کے قطروں اور سمندر کے جھاگ کے برابر بھی ہوئے پھر بھی میں بخش دوں گا[3]۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے بدر کے دن یہ بشارت دی کہ عرفہ کے دن کے علاوہ کسی اور دن شیطان اس قدر زیادہ ذلیل، رسوا اور غضب ناک نہیں ہوتا کیونکہ اس دن وہ دیکھتا ہے کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے اور گناہ معاف ہو رہے ہیں[4]۔

توبہ اور استغفار میں فریضۂ حج کی خصوصیات

ان تمام بشارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت حج توبہ اور انابت ہے، طواف اور سعی کے دوران، صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر، میدانِ عرفات میں مزدلفہ میں اور منیٰ میں ہر جگہ جو دعائیں کی جاتی ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ اور استغفار پر مشتمل ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[5] "جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مانند ہے جس نے گناہ نہیں کیا۔ آدمی جس جگہ اور جس وقت بھی توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن حج کے مشاعر مقامات اور ارکان اپنے گوناگوں تاثرات اور دوسرے فوائد و برکات کے لحاظ سے ساری دنیا کے مقامات اور اوقات سے ممتاز ہیں، توبہ کی طرف دل مائل ہونے اور گناہوں پر ندامت کے آنسو بہانے اور قبولیت کی توقعات جو یہاں ہیں وہ کہیں نہیں ہیں۔ وہ مقامات جہاں انبیاء علیہم السلام پر برکتوں کا نزول اور انوار الٰہیہ کی بارش ہوئی جس ماحول اور فضا میں تمام گنہگار ایک جگہ جمع ہو کر آہ و بکا اور فریاد و زاری کرتے ہیں، جہاں قدم قدم پر نبوی مناظر اور ربانی مشاہد ہیں جہاں اللہ اور اس کے حبیب کے درمیان ناز و نیاز کے بیسیوں معاملات گذر چکے ہیں جس جگہ حضرت آدم اور حضرت حوّا نے توبہ کی ہو، جہاں حضرت ابراہیم نے اپنے اہل و عیال اور سرکار رسالت مآب کی بعثت کی دعا مانگی ہو۔ جہاں حضرت ہود اور حضرت صالح نے اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد پناہ ڈھونڈی جہاں بے شمار نبیوں اور رسولوں نے دعائیں کیں جس سرزمین کے چپہ چپہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خطاؤں اور گناہوں کے لیے دعائیں کی ہیں۔ ان مقامات اور مشاہد سے بڑھ کر توبہ اور استغفار کے لیے اور کون سا مقام موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے؟ جن مشاہد اور آثار

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام عبدالرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۲ ص ۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۹-۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

[4] شیخ ولی الدین متوفی ۷۴۲، مشکوٰۃ ص ۲۲۹، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

میں پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے۔ رقت قلب اور گریہ وزاری کے لیے وہی جگہ مناسب ہے، جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر ابر کرم برستا رہتا ہے۔ وہاں دعائیں کرنے کا کچھ اور مقام ہے اور قبولیت کی بہت زیادہ امید ہے۔

اعمال کی نشأۃ ثانیہ

حج درحقیقت انسان کی گذشتہ اور آئندہ زندگی کے درمیان ایک حد فاصل کا کام دیتا ہے اور اصلاح اور تغیر کی جانب زندگی کا رخ پھیرنے کا موقع بہم پہنچاتا ہے۔ یہاں آکر انسان گناہوں سے آلودہ پچھلی زندگی کو ختم کر کے نیکی اور راست بازی کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے کا عہد کرتا ہے۔ ان بابرکات مقامات پر حاضر ہو کر اور خدا کے گھر میں اپنی سابقہ زندگی کی کوتاہیوں پر ندامت اور اپنے گناہوں کا اعتراف اور آئندہ اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ اور اقرار ایسا اثر پیدا کر دیتا ہے کہ شر سے خیر کی طرف اور خیر سے اور زیادہ خیر کی طرف انسان کی زندگی کا رخ بدل جاتا ہے اور گذشتہ زندگی کا باب بند ہو کر نئی زندگی کا دوسرا باب کھل جاتا ہے بلکہ وہ حج کرنے کے بعد اپنے نئے اعمال کے لیے از سر نو پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے حج کیا اور اس میں ہوس رانی نہیں کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ اس طرح لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔"[1]

ذمہ داریوں کا احساس

حج کرنے کی چاہ میں انسان اپنی تمام ذمہ داریوں کا احساس کرتا ہے کیونکہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب اہل وعیال کے خرچ سے اس قدر رقم بچ جائے جس سے حج کے مصارف پورے ہو سکیں، اس لیے انسان حج کے لیے اس وقت نکلتا ہے جب اپنے اہل و عیال کی ضروریات کا سامان مہیا کر لیتا ہے اس لیے اس کو اپنے اہل وعیال کی ذمہ داریاں خود بخود پوری کرنی پڑتی ہیں اور جس شخص کے سر پر قرض کا بوجھ ہو وہ اپنا قرض اتارنے کی فکر کرتا ہے کیونکہ حج وہی شخص کر سکتا ہے جو قرض سے سبکدوش ہو۔ اس طرح فریضۂ حج کی وجہ سے انسان کے دنیوی معاملات پر بہت گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

دشمنوں سے دوستی

عام طرز معاشرت اور دنیوی کاموں میں انسان اپنے سینکڑوں دشمن پیدا کر لیتا ہے لیکن جب انسان خدا کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سب سے بری الذمہ ہو کر حج کے لیے جانا چاہتا ہے، اس لیے رخصت کے وقت ہر قسم کے بغض وعناد سے اپنے دل کو صاف کر لیتا ہے لوگوں سے اپنے قصور معاف کراتا ہے، روٹھوں کو مناتا ہے، جن کے حقوق تلف کر چکا ہو یا جن کا حق مار رکھا ہو ان کے حقوق ادا کرتا ہے اس لحاظ سے فریضۂ حج معاشرتی، اخلاقی اور روحانی اصلاح کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

مساوات

اسلامی عبادات کے فوائد میں مساوات ایک اہم سنگ بنیاد ہے ہر چند کے نماز سے بھی مساوات حاصل ہوتی ہے لیکن پوری وسعت اور ہمہ گیری کے ساتھ مساوات کا اظہار صرف حج میں ہوتا ہے جب امیر اور غریب، عالم اور جاہل، حکام اور عوام، بادشاہ اور رعایا، ایک لباس، ایک صورت، ایک حالت اور

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک میدان میں کھلے آسمان کے نیچے رب ذوالجلال کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں کسی کے لیے کسی جگہ کی قید ہوتی ہے نہ سایہ کی رعایت ہوتی ہے نہ تقدم تاخر کی فضیلت ہوتی ہے۔

کسبِ حلال

کسب حلال بہت سی نیکیوں کا سرچشمہ ہے، چونکہ حج کے مصارف میں شرعاً صرف مال حلال صرف کیا جا سکتا ہے اور مال حرام خرچ کرنا اس میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے لامحالہ انسان کو حلال اور حرام کا فرق کرنا پڑتا ہے اور فریضۂ حج کے لیے مال حال کی تگ و دو کرنی پڑتی ہے جس سے انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سدھر جاتی ہے۔ الغرض فریضۂ حج انسان کی صرف اخروی سعادت اور بخشش اور مغفرت کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ وہ اس کی اخلاقی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، قومی اور ملّی زندگی کے ہر زاویہ اور ہر گوشہ پر حاوی ہے اور مسلمانوں کی عالمگیر بین الاقوامی حیثیت کا سب سے بلند منارہ ہے۔

بَابُ ۳۴ مَا يُبَاحُ لِلْمُحْرِمِ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ لُبْسُهُ وَمَا لَا يُبَاحُ!

محرم کے لباس کے احکام

۲۶۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبَسُوا الْقُمُصَ وَالْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ إِلَّا أَحَدٌ لَا يَجِدُ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ الزَّعْفَرَانُ وَلَا الْوَرْسُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قمیص نہ پہنو، پگڑیاں نہ باندھو شلواریں نہ پہنو، ٹوپیاں نہ اوڑھو اور نہ موزے پہنو الّا یہ کہ کسی شخص کو جوتی میسّر نہ ہو تو وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور ایسا لباس بالکل نہ پہنو جس میں ورس (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) یا زعفران کا رنگ یا خوشبو ہو۔!

۲۶۸۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ قَالَ لَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ الْقَمِيصَ وَلَا الْعِمَامَةَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا السَّرَاوِيلَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ وَرْسٌ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ محرم کس قسم کا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا محرم قمیص نہ پہنے، عمامہ نہ باندھے، نہ ٹوپی اوڑھے، نہ شلوار پہنے نہ ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ موزے پہنے الّا یہ کہ وہ جوتے نہ پائے تو موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے!۔

زَعْفَرَانٌ وَلَا الْخُفَّيْنِ إِلَّا أَنْ لَا يَجِدَ نَعْلَيْنِ فَلْيَقْطَعْهُمَا حَتَّى يَكُونَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کو زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے کو پہننے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا جس کے پاس جوتیاں نہ ہوں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے۔

۲۶۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا بِزَعْفَرَانٍ أَوْ وَرْسٍ وَقَالَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ.

۲۶۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ يَقُولُ السَّرَاوِيلُ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ الْإِزَارَ وَالْخِفَافُ لِمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ يَعْنِي الْمُحْرِمَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتیاں نہ ملیں وہ موزے پہن لے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں یعنی جو شخص محرم ہو۔

۲۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو ابْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ فَذَكَرَ هَذَا الْحَدِيثَ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں خطبہ دے رہے تھے۔

۲۶۹۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن شعبہ کے علاوہ اور کسی نے میدان عرفات میں خطبہ کا ذکر نہیں کیا۔

عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ اَيُّوبَ كُلُّهُمْ هٰؤُلَاءِ عَنْ عَمْرٍو وَابْنِ دِينَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَحَدٌ مِنْهُمْ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ غَيْرَ شُعْبَةَ وَحْدَهُ۔

۲۶۹۳- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَجِدْ نَعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسْ خُفَّيْنِ وَمَنْ لَمْ يَجِدْ اِزَارًا فَلْيَلْبَسْ سَرَاوِيلَ۔

۲۶۹۴- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ اَبِي رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَعَلَيْهَا خَلُوقٌ اَوْ قَالَ اَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ كَيْفَ تَاْمُرُنِي اَنْ اَصْنَعَ فِي عُمْرَتِي قَالَ وَاُنْزِلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَسُتِرَ بِثَوْبٍ وَكَانَ يَعْلَى يَقُولُ وَدِدْتُ اَنِّي اَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَقَالَ اَيَسُرُّكَ اَنْ تَنْظُرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ قَالَ فَرَفَعَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طَرَفَ الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ لَهُ غَطِيطٌ قَالَ وَاَحْسِبُهُ كَغَطِيطِ الْبَكْرِ قَالَ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ عَنِ الْعُمْرَةِ اِغْسِلْ عَنْكَ اَثَرَ الصُّفْرَةِ اَوْ قَالَ اَثَرَ الْخَلُوقِ وَاخْلَعْ عَنْكَ جُبَّتَكَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جوتے نہ پائے وہ موزے پہن لے اور جس شخص کو چادر نہ مل سکے وہ شلوار پہن لے۔

صفوان بن یعلیٰ بن منبہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص جعرانہ میں آیا اور آں حالیکہ وہ شخص ایک جُبّہ (لمبا کوٹ) پہنے ہوئے تھا، جس پر کچھ خوشبو لگی ہوئی تھی یا کچھ زردی کا اثر تھا اس نے پوچھا آپ مجھے بتائیے کہ میں عمرہ میں کیا کروں؟ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری یہ تمنا تھی کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھو؟ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کپڑے کا ایک کنارہ ہٹا دیا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا آپ خرّاٹے لے رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ آواز اونٹ کے خرّاٹوں کی طرح تھی۔ جب وہ کیفیت منقطع ہو گئی تو آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا اور فرمایا زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جُبّہ اتار دو، اور عمرہ میں اسی طرح

وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا أَنْتَ صَانِعٌ فِي حَجِّكَ

کرو جیسا کہ حج میں کرتے ہو۔

۲۶۹۵- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَأَنَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مُقَطَّعَاتٌ يَعْنِي جُبَّةً وَهُوَ مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ إِنِّي أَحْرَمْتُ بِالْعُمْرَةِ وَعَلَيَّ هٰذَا وَأَنَا مُتَضَمِّخٌ بِالْخَلُوقِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعْ مَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ قَالَ انْزِعْ عَنِّي هٰذِهِ الثِّيَابَ وَاغْسِلْ عَنِّي هٰذَا الْخَلُوقَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتَ صَانِعًا فِي حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِي عُمْرَتِكَ

صفوان بن یعلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعرانہ میں ایک شخص آیا اور میں بھی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، وہ شخص ایک جبہ پہنے ہوئے تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی۔ اس نے کہا میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور مجھ پر یہ جبہ ہے اور اس پر خوشبو لگی ہوئی ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ کرو، اس نے کہا میں یہ کپڑے اتار دوں اور یہ خوشبو دھو ڈالوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ اپنے حج میں کرتے ہو وہی اپنے عمرہ میں کرو۔

۲۶۹۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّ صَفْوَانَ بْنَ يَعْلَى ابْنِ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ يَعْلَى كَانَ يَقُولُ لِعُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْتَنِي أَرَى نَبِيَّ اللهِ حِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعِرَّانَةِ وَعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ أُظِلَّ بِهِ عَلَيْهِ مَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ يَا

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے کہ کاش میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت دیکھوں! پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک شخص آیا اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا جس پر خوشبو لگی ہوئی تھی، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ایک جبہ پہن لیا جس پر خوشبو لگائی ہوئی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساعت اس شخص کی طرف دیکھا، پھر آپ خاموش ہو گئے، پھر آپ پر وحی نازل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا آؤ، یعلیٰ آئے اور انھوں نے کپڑے میں گھس کر

رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِيْ جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيْبٍ فَنَظَرَ اِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَآءَهُ الْوَحْيُ فَاَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِيَدِهٖ اِلٰى يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ تَعَالَ فَجَآءَ يَعْلٰى فَاَدْخَلَ رَاْسَهٗ فَاِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ اَيْنَ الَّذِيْ سَاَلَنِيْ عَنِ الْعُمْرَةِ اٰنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيْءَ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا الطِّيْبُ الَّذِيْ بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ.

دیکھا، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ تھا کچھ دیر آپ خراٹے لیتے رہے۔ پھر آپ سے وہ کیفیت منقطع ہو گئی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا؟ اس شخص کو لایا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشبو کو تین مرتبہ دھو لو! اور جبہ کو اتار دو پھر اپنے عمرہ میں وہی کرو جو اپنے حج میں کرتے ہو۔

۲۶۹۷- وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرِ ابْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يُحَدِّثُ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى ابْنِ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ قَدْ اَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَهُوَ مُصَفِّرٌ لِحْيَتَهٗ وَرَاْسَهٗ وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَحْرَمْتُ بِعُمْرَةٍ وَاَنَا كَمَا تَرٰى فَقَالَ انْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاغْسِلْ عَنْكَ الصُّفْرَةَ وَمَا كُنْتَ صَانِعًا فِيْ حَجِّكَ فَاصْنَعْهُ فِيْ عُمْرَتِكَ.

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص جعرانہ میں آیا، اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا اور اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال زرد رنگ کے خضاب سے رنگے ہوئے تھے اور اس نے ایک جبہ پہنا ہوا تھا، وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور میں جس حالت میں ہوں اس کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبہ اتار دو اور یہ خضاب دھو ڈالو۔ اور جو کچھ حج میں کرتے ہو وہ سب عمرہ میں کرو۔

۲۶۹۸- وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا رَبَّاحُ بْنُ اَبِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَآءً

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! میں

قَالَ اَخْبَرَنِیْ صَفْوَانُ بْنُ یَعْلٰی عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ بِھَا اَثَرٌ مِّنْ خَلُوْقٍ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَحْرَمْتُ بِعُمْرَۃٍ فَکَیْفَ اَفْعَلُ فَسَکَتَ عَنْہُ فَلَمْ یَرْجِعْ اِلَیْہِ وَکَانَ عُمَرُ یَسْتُرُہٗ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ یُظِلُّہٗ فَقُلْتُ لِعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنِّیْ اُحِبُّ اِذَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اَنْ اَدْخُلَ رَاْسِیْ مَعَہٗ فِی الثَّوْبِ فَلَمَّا اُنْزِلَ عَلَیْہِ الْوَحْیُ خَمَّرَہٗ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بِالثَّوْبِ فَجِئْتُہٗ فَاَدْخَلْتُ رَاْسِیْ مَعَہٗ فِی الثَّوْبِ فَنَظَرْتُ اِلَیْہِ فَلَمَّا سُرِّیَ عَنْہُ قَالَ اَیْنَ السَّآئِلُ اٰنِفًا عَنِ الْعُمْرَۃِ فَقَامَ اِلَیْہِ الرَّجُلُ فَقَالَ انْزِعْ عَنْکَ جُبَّتَکَ وَاغْسِلْ اَثَرَ الْخَلُوْقِ الَّذِیْ بِکَ وَافْعَلْ فِیْ عُمْرَتِکَ مَا کُنْتَ فَاعِلًا فِیْ حَجِّکَ۔

نے عمرہ کا احرام باندھا ہے میں اس میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آپ نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو کپڑا اوڑھا دیتے تھے، میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا میری خواہش ہے کہ جب آپ پر وحی نازل ہو تو میں اپنا سر آپ کے ساتھ کپڑے میں کر لوں۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر کپڑے سے پردہ کر لیا میں نے بھی اپنا سر اس کپڑے میں داخل کر لیا، اور آپ کو دیکھا، جب آپ سے یہ کیفیت زائل ہو گئی تو آپ نے فرمایا، ابھی جو شخص عمرہ کے متعلق سوال کر رہا تھا وہ کہاں ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا اور آپ نے فرمایا: اس جبہ کو اتار دو اور جو خوشبو لگی ہوئی ہے اس کو دھو ڈالو اور عمرہ میں وہی افعال کرو جو تم حج میں کرتے ہو۔

عمرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی عمرہ کے حکم میں مذاہب ائمہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے[1]

امام شافعی فرماتے ہیں اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے: واتموا الحج والعمرۃ للہ "حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کی خاطر کے لیے پورا کرو" اور ظاہر قرآن کے مشابہ یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عمرہ حج کی مثل ہے[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے عمرہ کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، حضرت عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کا بھی یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، امام مالک

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰، ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ مختصر المزنی ص ۶۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ۔

اور احناف کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر تم عمرہ کرو تو یہ افضل ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور اس لیے بھی کہ یہ غیر مؤقت عبادت ہے[1]

امام شافعی نے جو اتموا الحج والعمرۃ للہ سے استدلال کیا ہے اس کا احناف یہ جواب دیتے ہیں کہ اتمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمرہ شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا لازم ہے اور اس کے احناف بھی قائل ہیں کیونکہ نفل کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا لازم ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو فرمایا ہے: ان العمرۃ لقرینۃ الحج فی کتاب اللہ تعالیٰ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں عمرہ کا ذکر حج کے ساتھ ہے۔ قرین کا مطلب ذکر میں قران ہے نہ کہ حکم میں قران ہے[2]

حج کے فوراً یا تاخیر سے وجوب میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں اس بات میں مجتہدین کا اختلاف ہے کہ استطاعت حاصل ہونے کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے یا تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو جس سے حج کے رہ جانے کا خدشہ ہو۔ اور امام ابو حنیفہ، امام مالک اور دوسرے ائمہ کہتے ہیں کہ استطاعت کے بعد حج فوراً واجب ہو جاتا ہے[3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جس شخص پر حج واجب ہو جائے اور اس کے لیے حج کرنا ممکن ہو تو اس پر فوراً حج کرنا واجب ہے"۔ امام ابو حنیفہ، امام مالک (اور امام احمد بن حنبل) کا یہی قول ہے، البتہ امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اس پر توسع کے ساتھ حج واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اور خود مدینہ میں رہے حالانکہ اس وقت آپ جہاد کر رہے تھے نہ کسی اور کام میں مشغول تھے اور بہت سے صحابہ بھی مدینہ میں رہے حالانکہ وہ حج پر قادر تھے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے دوسرے سال تاخیر سے حج کیا تو یہ قضا نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حج تاخیر سے واجب ہوتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۹۷) "جو لوگ حج بیت اللہ کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے حج کرنا واجب ہے"۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واتموا الحج والعمرۃ للہ بقرہ[196] حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے پورا کرو"۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اراد الحج فلیعجل۔ (مسند احمد، سنن ابوداؤد،

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۳، ص ۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۰، ص ۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے" اور ایک روایت میں ہے من اراد الحج فلیعجل فانہ قد یمرض المریض وتضل الضالۃ وتعرض الحاجۃ۔ (مسند احمد، سنن ابن ماجہ) "جو شخص حج کا ارادہ کرتا ہے وہ جلدی کرے، کیونکہ کبھی انسان بیمار پڑ جاتا ہے، کبھی سواری گم ہو جاتی ہے اور کبھی کوئی کام درپیش ہو جاتا ہے" اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا۔ (مسند احمد، ترمذی) "جو شخص سفر خرچ اور بیت اللہ تک پہنچانے والی سواری کی استطاعت رکھتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر"۔ اور حضرت عبدالرحمان بن سابط رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات ولم یحج حجۃ الاسلام لم یمنعہ عرض حابس او سلطان جائر او حاجۃ ظاھرۃ فلیمت علی ای حال شاء یھودیا او نصرانیا (سنن سعید بن منصور) "جو شخص حج کیے بغیر مر گیا حالانکہ اسے حج سے روکنے والی کوئی بیماری تھی نہ کوئی ظالم بادشاہ روکنے والا تھا نہ کوئی کام تھا تو وہ جس حال میں چاہے مرے خواہ یہودی ہو کر خواہ عیسائی ہو کر"۔ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ نیز اگر اس کا وجوب تاخیر سے اور علی التوسع ہو تو پھر یہ سرے سے واجب ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ تاخیر کی کوئی حد نہیں ہے اور اگر وہ حج کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ گنہگار بھی نہیں ہو گا کیونکہ اس نے کوئی ناجائز کام نہیں کیا کیونکہ مؤخر کرنا اس کے لیے جائز تھا۔ پھر موت کی کوئی علامت اور اس کا وقت مقرر نہیں ہے تاکہ یہ کہا جا سکے کہ فلاں وقت سے پہلے حج کرنا لازم ہو گا۔

امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری کو مکہ فتح کیا اور نو ہجری میں حج کو مؤخر کیا جس کی وجہ عدم استطاعت یا کوئی اور عذر تھا، یا آپ کو بیت اللہ کے گرد مشرکوں کو برہنہ دیکھنا ناپسند تھا اس لیے آپ نے ایک سال حج مؤخر کر دیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا نہ کوئی برہنہ طواف کرے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج مؤخر کر دیا ہو تاکہ اگلے سال آپ کا حج حجۃ الوداع ہو جائے اور یہ دن جمعہ کا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کر دے، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام مذاہب والوں کی عیدیں اس دن جمع ہو گئی تھیں اور اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا تھا نہ اس کے بعد ہوا۔ رہا یہ سوال کہ اگر حج فوراً واجب ہو تو تاخیر سے حج کرنے والے کا فعل قضا کہلانا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ کو تاخیر سے ادا کیا جائے تو وہ قضا نہیں کہلاتی [1]۔

مذاہبِ اربعہ میں احرام کی کیفیت

حدیث نمبر ۲۶۸۷ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ محرم کیا پہنے؟ آپ نے اس کے جواب میں یہ نہیں فرمایا کہ فلاں فلاں چیز پہنو، کیونکہ پہننے والے کپڑے تو لاتعداد ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ تم قمیص، عمامہ، شلوار، ٹوپی اور موزے نہ پہنو اور نہ وہ کپڑے پہنو جن کو زعفران یا ورس سے رنگا گیا ہو کیونکہ جو کپڑے ممنوع ہیں وہ محدود ہیں، اس لیے آپ

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳، ص ۱۰۱-۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نے محدود کپڑوں کا ذکر کر دیا، علماء نے آپ کے اس کلام کو بلاغت کی اعلیٰ قسم میں سے شمار کیا ہے۔ اس حدیث سے علماء نے یہ استنباط کیا ہے کہ محرم کے لیے سلے ہوئے کپڑوں کو پہننا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے کسی چیز سے سر ڈھانپنا بھی جائز نہیں ہے اگر محرم نے سر درد یا کسی اور بیماری کی وجہ سے سر پر پٹی باندھی تو اس کو فدیہ دینا ہوگا اور موزوں کی نفی سے یہ معلوم ہوا کہ ٹانگ کو چھپانے والی کوئی چیز بھی مثلاً جراب وغیرہ احرام میں جائز نہیں ہے۔ اسی طرح محرم کے لیے دستانے پہننا بھی جائز نہیں ہے۔ کپڑوں پر خوشبو لگانا بھی جائز نہیں ہے البتہ خوشبو والے پھل مثلاً سیب وغیرہ کھانا منع نہیں ہیں۔ سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت اور دو چادروں کے پہننے کا حکم یا تو تواضع کی وجہ سے ہے یا اس لیے کہ یہ لباس کفن کے مشابہ ہے۔

حضرت ابن عمر کی اس حدیث کے بعد حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں یہ ہے کہ جس شخص کو جوتے نہ ملیں وہ موزوں کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ کر پہن لے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ جس کو جوتے نہ ملیں وہ موزے پہن لے اور ٹخنوں کے نیچے سے کاٹنے کا ذکر نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عباس اور جابر کی روایت پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ موزوں کو کاٹنا واجب نہیں ہے اور جمہور نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر کی روایت حضرت ابن عمر کی روایت پر محمول ہے کیونکہ ان کی روایت مطلق ہے اور حضرت ابن عمر کی روایت مقید ہے اور مطلق، مقید پر محمول ہوتا ہے اور امام احمد کا یہ فرمانا کہ موزے کو کاٹنا مال کو ضائع کرنا ہے صحیح نہیں کیونکہ حکم شرعی پر عمل کرنے سے مال ضائع نہیں ہوتا جو شخص بغیر کاٹے موزے پہن لے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر فدیہ ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس پر فدیہ نہیں ہے۔

کپڑوں پر خوشبو لگانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ خوشبو اشتہا پیدا کرتی ہے اور زیب و زینت حج کی تواضع کے خلاف ہے کیونکہ حج کرنے والا گرد و غبار میں اٹا ہوا ہے، خوشبو لگانے کے علاوہ بالوں کو کاٹنا، ناخن کاٹنا سر اور داڑھی کے بالوں کو تیل لگانا، اور جنسی تلذذ حاصل کرنا احرام میں ممنوع ہے، جس شخص کو چادر نہ ملے وہ شلوار پہن سکتا ہے۔ لیکن امام مالک نے اس سے منع کیا ہے، جمہور کی دلیل حضرت ابن عباس کی حدیث ہے۔ عورت کے احرام میں یہی احکام ہیں ماسوا اس کے کہ وہ سلے ہوئے کپڑے بھی پہن سکتی ہے اور اپنے تمام بدن کو چھپا سکتی ہے البتہ چہرہ ڈھانپنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا کہ اگر محرم کے پاس جوتیاں نہ ہوں اور اگر وہ کسی عذر کی بناء پر موزوں کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ کر پہننا چاہے تو پہن سکتا ہے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا پہن سکتا ہے لیکن اس پر فدیہ لازم ہے کیونکہ اس کا موزے پہننا دوائی استعمال کرنے کے حکم میں ہے[1]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر محرم کو چادر نہ ملے تو شلوار پہن سکتا ہے لیکن جب چادر مل جائے تو شلوار کو اتارنا لازم ہے ورنہ فدیہ لازم ہوگا۔ نیز امام شافعی فرماتے ہیں کہ عورت خوشبو لگا کر کپڑے نہ پہنے، رنگدار کپڑے پہن سکتی ہے اور نقاب

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

کاٹے موزے پہن سکتی ہے، قمیص، شلوار، دوپٹہ وغیرہ پہن سکتی ہے البتہ چہرہ نہیں ڈھانپے گی[1] اگر محرم کو چادر نہیں ملی تو امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک شلوار کو پھاڑ کر چادر کی طرح کرنا لازم ہے ورنہ اس پر دم لازم آئے گا۔[2] امام محمد فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسفل کعبین کو کھلا رکھنے کا حکم ہے اس سے مراد وسط قدم کا مفصل ہے جہاں تسمہ باندھا جاتا ہے ٹخنے مراد نہیں ہیں لیکن حدیث میں کعبین کا لفظ ہے جو تثنیہ کا صیغہ ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ اس سے ٹخنے مراد ہیں وسط قدم کھلا نہ رہے تو کوئی حرج نہیں ٹخنے کھلے رہنے چاہئیں۔ جس طرح آیت وضو میں کعبین سے مراد ٹخنے ہیں وسط قدم نہیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھولے سے یا ناواقفیت کی بنا پر خوشبو لگا ہوا کپڑا پہن لیا امام شافعی اور داؤد ظاہری کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس پر فدیہ ہے[3] علامہ نووی نے امام احمد کا جو مسلک نقل کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے امام احمد کی اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ اس صورت میں کفارہ نہیں ہے[4]

حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سائل نے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا تو آپ خاموش رہے پھر آپ پر وحی نازل ہوئی، نزول وحی کے بعد آپ نے سائل کو مسئلہ بتایا کہ یہ جبہ اتار دو اور تمہارے جسم پر جو خوشبو کا اثر ہے، اس کو دھو ڈالو، آپ نے اس شخص پر کفارہ لازم نہیں کیا اگر کفارہ لازم ہوتا تو آپ بتا دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ کفارے کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جب آپ نے یہ مسئلہ بتا دیا اور پھر کسی نے اس کے خلاف کیا جبکہ آپ نے ابتداءً مسئلہ اس شخص کو بتایا ہے تو اس سے پہلے اس شخص کے کیے ہوئے عمل پر نسیان یا ناواقفیت کی بنا پر تقصیر کا اطلاق کیسے ہوگا حتیٰ کہ اس تقصیر پر کفارے کا سوال پیدا ہو!

وحی خفی یا وحی غیر متلو کی تحقیق (حجیّت حدیث)

حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے احرام کا مسئلہ پوچھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی نازل ہوئی آپ کو کپڑا اڑھا دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت یعلی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اگر تم نزول وحی کی کیفیت دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھ لو، حضرت یعلی رضی اللہ عنہ نے کپڑے میں اپنا سر داخل کیا اور نزول وحی کی کیفیت کا مشاہدہ کیا، اس کیفیت کے زائل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کو بلایا اور فرمایا "اپنے جسم سے زردی یا خوشبو کا اثر دھو ڈالو، جبہ اتار دو اور عمرہ میں وہی کام کرو جو حج میں کرتے ہو" (اغسل عنك اثر الصفرة او قال اثر الخلوق واخلع عنك جبتك واصنع فی عمرتك ما انت صانع فی حجك ") وحی کے ان الفاظ کی قرآن مجید میں تلاوت نہیں ہوتی اس لیے ان الفاظ کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ۔ کتاب الام ج ۲ ص ۱۴۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ۔
[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔
[4] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کے احکام سے متعلق یا کسی سوال کے جواب میں وحی نازل کی جائے اور اس وحی میں آپ پر صرف معانی اور مسائل کا نزول ہو اور آپ پر الفاظ نازل نہ کیے جائیں۔ اور آپ ان معانی اور مسائل کو الفاظ نبوت سے تعبیر فرمائیں اس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں اور اگر حضرت جبریل کے واسطے سے آپ پر الفاظ اور معانی دونوں کا نزول ہو تو اس کو وحی جلی یا وحی متلو کہتے ہیں وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن ہے۔

وحی خفی کی ضرورت

اسلام کے ہر رکن کے تفصیلی احکام قرآن مجید میں نازل نہیں کیے گئے حج ہی کو لے لیجئے قرآن مجید میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حج کے فرائض اور ارکان کیا ہیں، حج میں کتنے واجبات ہیں حج کس ماہ کی کس تاریخ کو ادا ہوگا۔ احرام کی کیا شرائط اور کیا موانع ہیں۔ میقات کی حدود کیا ہیں، حجازی اور غیر حجازی کے لیے احرام کے میقات ایک ہیں یا الگ الگ، جو شخص احادیث کو نہیں مانتا کیا وہ صرف قرآن پڑھ کر حج کر سکتا ہے؟ اور صدیوں سے جو لاکھوں انسان ہر سال احادیث رسول کی تعلیم کے مطابق حج کرتے چلے آئے ہیں کیا یہ سب غلط ہیں؟ ——— اسی طرح نماز کو لے لیجئے قرآن مجید میں واضح طور کہیں یہ بیان نہیں ہوا کہ دن اور رات میں کتنی نمازیں فرض ہیں، ان نمازوں کے اوقات کیا ہیں، نماز کے وقت کے لیے ندا اور اعلان کا ذکر ہے لیکن یہ ذکر نہیں ہے کہ اذان میں کیا کلمات کہنے چاہییں، اقامت کا ذکر نہیں ہے نمازوں کی رکعات کی تعیین اور تحدید نہیں ہے نماز کے شروع سے لے کر اس کے اختتام تک کیا پڑھا جائے اس کی کوئی تفصیل نہیں ہے اور احادیث کو چھوڑ کر محض قرآن مجید سے کوئی شخص کیسے نماز پڑھے گا؟ یہ دو مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں باقی عبادات کو ان پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں اسلام کے ارکان اور فرائض کا ذکر کر دیا گیا اور ان فرائض کی تفصیلات اور جزئیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی کے ذریعہ بتا دی گئیں جس کی مثال باب مذکور کی حدیث نمبر ۲۶۹۴ میں موجود ہے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ تمام عبادات وحی الٰہی کے مطابق ہیں یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ جو روایت قرآن مجید کے مخالف ہو وہ حدیث رسول ہے نہ قابل قبول ہے بلکہ اس کا مسترد کرنا واجب ہے لیکن جن احادیث میں قرآن مجید کے احکام کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور وہ تفاصیل قرآن مجید میں مذکور نہیں ہیں، بلکہ قرآن مجید کے علاوہ اور اس پر زائد ہیں ان کو ماننے سے اس لیے انکار کر دینا کہ چونکہ یہ تفصیل قرآن میں نہیں ہے اس لیے ناقابل تسلیم ہے، خواہ یہ قول رسول ہی ہو، یہ انداز فکر گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وحی خفی پر اعتراضات کے جوابات

منکرین حدیث نے وحی خفی کے انکار میں بہت زور لگایا ہے، ہم سطور ذیل میں ان کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کر رہے ہیں۔ برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ مذاکرہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

اللہ نے ہمیں ایک قوانین کی کتاب یعنی قرآن دیکر اپنے رسول کو ہمارا امیر اور اولی الامر بنا دیا۔ تاکہ وہ ان قوانین کو نافذ کر سکے، اور ہمیں حکم دے دیا کہ رسول کی اطاعت کرو رسول خدا جب تک بقید حیات رہے، صرف انہی قوانین کی تنفیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسول خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے۔ م (مولانا) آپ کا مطلب غالباً یہ ہے کہ اگر رسول قرآنی احکام کے علاوہ کسی اور بات کا حکم دے تو آپ اس کی تعمیل نہیں کریں گے۔ برق یہ آپ نے فرض ہی کیوں کر لیا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے علاوہ کسی اور چیز کا حکم دینے کی بھی جرأت کر سکتے

تھے، انھیں بار بار کہا جارہا تھا: بلغ ما انزل الیك ۔ "اے رسولؐ تم وہ احکام امت تک پہنچا دو جو ہم تمہیں دے رہے ہیں۔"
نوٹ: برق صاحب نے آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: "جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے۔"
کیا رسول اکرم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس صریح حکم سے سرتابی کی جرأت کر سکتے تھے؟ لفظ رسول کے معنی ہی قاصد، ایلچی اور چٹھی رساں ہیں تو ایک قاصد خود کیسے آقا بن سکتا ہے؟[1]

وحی خفی پر دلائل دیتے ہوئے ہم نے واضح کر دیا ہے کہ قرآن مجید نے جو احکام ہم پر فرض کیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات کے بغیر ان پر عمل نہیں ہو سکتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات اور آپ کے فرمودات پر عمل کرنا ضروری ہے ہر چند کہ برق صاحب نے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایلچی (العیاذ باللہ) قرار دیکر آپ کی اطاعت کی سرے سے نفی کر دی ہے لیکن اس غلط بات کی غلطی خود ان کو بھی محسوس ہو گئی، لکھتے ہیں:

اعتراض: ہمارے بعض بزرگ کہتے ہیں کہ احادیث کو چھوڑ دو گے، تو نماز پڑھنے کا طریقہ کہاں سے سیکھو گے؟
جواب: رسول کریم صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا، انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا، کیا ان ارب، کھرب انسانوں کی شہادت کافی نہیں؟ کیا دیہاتی مسلمان صحیح بخاری سے نماز کا طریقہ سیکھا کرتے ہیں؟ جس طریقے سے ہمارے آباؤ اجداد نماز ادا کرتے رہے۔ ہم نے وہ سلسلہ جاری رکھا، اور اب نئی نسل ہماری نقل اتار رہی ہے۔ یہاں صحیح بخاری کی ضرورت ہی کہاں پیش آئی ہے، کشمیر کی ساری وادی میں غالباً صحیح بخاری کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہوگا، لیکن وہ لوگ پھر بھی نہایت صحت سے نماز پڑھتے ہیں[2]

اس پیراگراف میں برق صاحب نے بعض حقائق تسلیم کر لیے ہیں، ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات، تعبیرات اور آپ کے احکام کے بغیر قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں ہو سکتا اور قرآن مجید پر عمل کرنے کے لیے آپکی اطاعت ضروری ہے کیونکہ اس سوال کے جواب میں کہ نماز پڑھنا کہاں سے سیکھو گے؟ ——— انھوں نے یہ نہیں لکھا کہ قرآن مجید کو کھول کر دیکھ لیں گے! بلکہ یہ لکھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا..." اور جس طرح آپ نے نماز پڑھی وہی نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہی بات حدیث شریف میں ہے: صلوا کما رایتمونی اصلی ۔ "جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو"
اور اس میں برق صاحب جیسے کٹر منکر حدیث نے بھی یہ مان لیا کہ اطاعت اور اتباع رسول کے بغیر قرآن مجید کے کسی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا! دوسری بات جو اس پیراگراف میں برق صاحب نے مان لی ہے وہ روایات اور احادیث کی حجیت ہے کیونکہ بعد کے لوگوں کے عمل کے لیے برق صاحب نے پہلے لوگوں کی روایت کو حجت مانا ہے کیونکہ انھوں نے لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاکھوں مسلمانوں نے نماز پڑھتے دیکھا انھیں کروڑوں نے اور یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا" ——— اور جن لاکھوں انسانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔ دو اسلام ص ۱۲۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لمیٹڈ، کراچی۔
[2] " " دو اسلام ص ۱۲۴ " " "

پڑھتے دیکھا یہ حضرات صحابہ کرام تھے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طریقہ سے نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نماز کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر لی تھی وہ تمام جزئیات اور تفصیلات انھوں نے کروڑوں تابعین تک پہنچا دیں اور ظاہر ہے کہ تابعین کو نماز کا طریقہ صحابہ کرام سے معلوم ہوا۔ انھیں نماز پڑھتے دیکھ کر بھی اور ان سے مسائل سیکھ کر بھی اور ان سے پوچھ کر بھی اور یہ تعلیم اسی وقت صحیح ہو گی جب تابعین کے نزدیک صحابہ کی روایات حجت ہوں پھر اس منطق کو کون مانے گا کہ اگر نماز کا طریقہ یونہی دیکھا دیکھی نقل اور روایات سے زبانی کلامی چلتا رہے تو درست ہے اور اگر صحابہ اپنی روایات کو لکھ لیں اور تابعین ان سے نقل کر لیں اور تبع تابعین، صحابہ کی ان روایات کو اسانید کے ساتھ مدون کر لیں اور کتابی شکل دے دیں تو یہ کتابیں بیک جنبشِ قلم غیر معتبر ہو جائیں؟ اور مسئلہ صرف ایک نماز کا تو نہیں ہے عبادات اور معاملات کی ایک وسیع فہرست ہے، جن کے شرائط، ارکان، واجبات آداب، مکروہات اور محرمات کے احکام کا ایک طویل سلسلہ ہے یہ تمام چیزیں صرف دیکھا دیکھی سے کیسے حاصل ہو سکتی ہیں؟ پھر اس سے بھی عجیب منطق یہ ہے کہ وادی کشمیر میں رہنے والے ان پڑھ دیہاتیوں کے عمل کو معتبر مانا جائے اور صحیح بخاری کو نامعتبر!

وحی خفی پر دلائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وحی نازل کرنے کی تین صورتیں بیان کی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست بغیر کسی فرشتہ کی وساطت سے وحی نازل فرمائے دوسری یہ کہ حجاب کی اوٹ سے براہِ راست ہمکلام ہو، تیسری یہ کہ رسول کی وساطت سے وحی نازل فرمائے۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ مایشاء۔
(الشوریٰ: ۵۱)

کسی بشر کے لیے بغیر وحی کے اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ممکن نہیں ہے یا حجاب کی اوٹ سے، یا اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ بھیجے اور وہ (فرشتہ) اللہ تعالیٰ کے اذن سے وحی کرے جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس آیت میں وحی کی جو پہلی قسم بیان کی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر اللہ تعالیٰ براہِ راست وحی نازل فرمائے اس وحی میں نہ فرشتے کا دخل ہے نہ الفاظ کا۔ اور یہ وہ وحی ہے جو قرآن مجید کے علاوہ ہے کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کے واسطے سے نازل کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ
(البقرہ: ۹۷)

جبریل نے اللہ تعالیٰ کے اذن سے قرآن مجید آپ کے قلب پر نازل کیا۔

وانہ لتنزیل رب العالمین ۰ نزل بہ الروح الامین ۰ علی قلبک لتکون من المنذرین ۰ بلسان عربی مبین ۰
(الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵)

بے شک یہ (قرآن مجید) رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ جبریل نے اس کو آپ کے قلب پر نازل کیا تاکہ آپ (عذاب خدا سے) ڈرانے والوں میں سے ہوں (اور یہ قرآن) صاف عربی زبان میں ہے۔

ان آیات سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن مجید وحی کی وہ قسم ہے جس کو حضرت جبریل نے الفاظ کے ساتھ آپ کے قلب پر نازل کیا ہے اور وحی کی پہلی دو قسمیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی وساطت کے بغیر نبی پر کلام کے ذریعہ وحی نازل

کرنے کا ذکر فرمایا ہے وہ وحی قرآن نہیں ہے، اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعض منکرین حدیث اس آیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت میں نبی پر وحی نازل کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ عام انسانوں سے اللہ تعالیٰ کے ہمکلام ہونے کے طریقوں کا بیان ہے۔ یہ جواب قطعاً باطل اور مردود ہے کیوں کہ اس سے متصل اگلی آیت سے واضح ہے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی صراط مستقیم۔

(الشوریٰ: ۵۲)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے احکام سے متعلق وحی نازل فرماتا ہے آپ محض اپنی عقل سے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور وحی کیا ہے لیکن ہم نے (اس وحی کو) نور بنا دیا، جس کے ذریعہ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور لاریب آپ صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کرنے کے جن طریقوں کا بیان کیا ہے ان کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور تیسرے طریقہ کی وحی قرآن مجید ہے پہلے جن دو طریقوں سے وحی کی جاتی ہے وہ غیر قرآن ہے اور انھی کو ہم وحی غیر متلو اور وحی خفی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتحرک بہ لسانک لتعجل بہ ۰ ان علینا جمعہ وقرانہ ۰ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ ۰ ثم ان علینا بیانہ۔

(قیامت، ۱۹-۱۶)

آپ قرآن مجید جلد یاد کرنے کیلئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، قرآن مجید کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور آپ کا قرآن مجید پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ ہمارے پڑھے ہوئے کی اتباع کریں پھر ہمارے ذمہ اس (معانی اور مسائل) کا بیان کرنا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا کہ قرآن مجید کے مسائل اور اس کے احکام کو وضاحت سے بیان کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا اس کے معانی کی تشریح اور تفسیر اور اس کے احکام کی وضاحت اللہ تعالیٰ مسلسل آپ سے بیان کرتا رہا اور یہی چیز وحی خفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی خفی سے قرآن مجید کی تعلیم دی: الرحمٰن ۰ علم القرآن (رحمٰن) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی سے حاصل کی ہوئی اس تعلیم کو امت تک پہنچا دیا: ویعلمھم الکتاب والحکمۃ (جمعہ: ۲)

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ۔

(نساء: ۱۰۵)

بے شک ہم نے حق کے ساتھ آپ پر کتاب نازل کی تاکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو بتلائے آپ اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: لتحکم بین الناس بما انزل علیک اللہ "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ پر جو قرآن نازل کرے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں" کیونکہ انزال کے لفظ سے قرآن مجید کا نازل کرنا متبادر ہوتا ہے۔

بلکہ بما اراک اللہ ۔ فرمایا یعنی جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ بتلائے آپ اس کے مطابق فیصلے کریں، معلوم ہوا کہ وحی قرآن کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرماتا ہے اور اس وحی کے مطابق آپ قرآن مجید کی تشریح اور قرآن مجید کے احکام کی تبیین اور تفصیل کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں ۔ اور یہی وحی خفی ہے۔

اس آیت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں :

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حاکم کے منصب پر فائز فرمایا ہے

۲۔ احکام قرآنیہ کی تفصیل اور عبادات کی تشریح میں جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آپ کی ذاتی رائے اور اجتہاد یا قیاس نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ارائت اور تعلیم ہے اور یہ ارائت اور تعلیم، الفاظ قرآن کے ماسوا ہے، جس کے مطابق فیصلہ کرنے اور حکم دینے کا منصب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے۔

۳۔ اس آیت سے الفاظ قرآن کے سوا ایک ایسی چیز کا وجود ثابت ہوا جو اللہ تعالیٰ کی ارائت اور تعلیم سے حاصل ہوتی ہے اسی کو ہم اصطلاحاً وحی خفی اور وحی غیر متلو یا حدیث اور سنت سے تعبیر کرتے ہیں۔

۴۔ اس آیت سے وحی خفی کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

وحی خفی کے ثبوت میں سورۂ بقرہ کی مذکور ذیل آیات انتہائی واضح اور صریح ہیں :

سیقول السفہاء من الناس ما ولّٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا۔ (بقرہ : ۱۴۲)

اب بے وقوف لوگ (منافقین اور مشرکین) کہیں گے کہ مسلمانوں کو ان کے اس قبلہ سے کس نے پھیر دیا جس پر وہ (پہلے) تھے۔

وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ۔ (بقرہ : ۱۴۳)

(اے رسول) اس سے پہلے آپ جس قبلہ پر تھے اسے ہم نے اسی لیے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں (لوگوں پر ظاہر کریں) کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

پہلی آیت میں صراحتہً مذکور ہے کہ مسلمانوں کا کوئی ایسا قبلہ تھا جس سے انھیں دوسرے قبلہ کی طرف پھیر دیا گیا اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتہً بیان کر دیا کہ وہ پہلا قبلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا مقرر کردہ تھا لیکن سارے قرآن مجید میں پہلے قبلہ (بیت المقدس) کو مقرر کرنے کا حکم کہیں بھی مذکور نہیں ہے نہ یہ مذکور ہے کہ اس قبلہ کا نام کیا ہے؟ حالانکہ تحویل قبلہ سے پہلے اس کا قبلہ ہونا اسلامی حکم تھا اور اس کے قبلہ اولیٰ ہونے کا اعتقاد قیامت تک اسلامی عقیدہ رہے گا جس کا ثبوت صرف سنت اور حدیث سے ملتا ہے اور قبلہ اولیٰ کی طرف منہ کرنے کا حکم، اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس کا ثبوت صرف وحی خفی سے ہے، قرآن مجید میں نہ قبلہ اولیٰ کے ثبوت کا ذکر ہے نہ اس کی طرف منہ کرنے کے حکم کا ذکر ہے۔

سورۂ تحریم کی حسب ذیل آیت بھی وحی خفی کے ثبوت میں انتہائی صریح اور واضح ہے۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً فلما نبات بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأھا بہ قالت من

اور جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بعض ازواج سے ایک راز کی بات کہی، اور جب اس زوجہ نے وہ راز (کسی کو) بتا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو افشائے راز

انبأك هٰذا قال نبأنی العلیم الخبیر۔

(تحریم: ۳)

کی خبر دی، نبی نے اس میں سے کچھ بات (اس زوجہ) کو بتلائی اور کچھ ٹال دی، اور جب نبی نے وہ بات بتلائی تو اس (زوجہ نے) کہا آپ کو اس بات کی کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا مجھے علیم و خبیر نے اس بات کی خبر دی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی زوجہ مطہرہ (حضرت حفصہ) سے ایک راز کی بات فرمائی، جس کو انھوں نے افشاء کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس افشاء راز کو آپ پر ظاہر کر دیا (اظہرہ اللہ علیہ) اللہ تعالیٰ کے اظہار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ مطہرہ سے فرمایا تم نے فلاں زوجہ (حضرت عائشہ) کو ہماری بات بتلا کر ہمارا راز کھول دیا حالانکہ تمہیں اس سے منع کیا تھا، وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں آپ کو کس نے خبر دی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبأنی العلیم الخبیر مجھے علیم و خبیر نے خبر دی ہے۔

اب آپ سارے قرآن کو پڑھ ڈالیے، پورے قرآن مجید میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا چیز ظاہر فرمائی تھی اور کس چیز کی خبر دی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی کی ہے۔ اور قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کو کچھ بتلایا ہے اور یہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔!

یہ ایک کھلی ہوئی اور واضح بات ہے کہ قرآن مجید جس ترتیب کے ساتھ اب موجود ہے، اس ترتیب سے نازل نہیں ہوا تھا۔ اس کے نزول کی ترتیب حالات ضروریات اور لوگوں کے سوالات کے اعتبار سے ہوتی تھی اور بیک وقت کئی کئی سورتوں کی آیات نازل ہوتی رہتی تھیں، اور جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو بتلا دیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں آیت کے بعد لکھی جائے گی اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین آپ اپنے اجتہاد سے نہیں کرتے تھے اور جس ترتیب سے قرآن مجید نازل ہوتا رہا اس ترتیب کو بدل کر کوئی اور ترتیب قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقرآن غیر هٰذا او بدله ؕ قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ۚ ان اتبع الا ما یوحی الی۔

(یونس: ۱۵)

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں ہے وہ کہتے ہیں اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس کو تبدیل کر دو، آپ کہیئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں از خود اس قرآن کو بدل دوں۔ میں اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہو گیا کہ آپ کو قرآن مجید میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کی ترتیب کو آپ نے اپنی رائے اور اجتہاد سے نہیں بدلا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی سے بدلا ہے اب سوال یہ ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اور تدوین کا حکم کہاں ہے؟ قرآن مجید میں تو یہ حکم اور وحی ہے نہیں! معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اسی وحی کو ہم وحی خفی اور وحی غیر متلو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما قطعتم من لينة او تركتموها قائمة على اصولها فباذن الله۔ (الحشر: ۵)

کھجوروں کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے اور جو درخت کھڑے رہنے دیے یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کی مسلسل بدعہدیوں سے تنگ آکر مدینہ سے متصل ان کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔ محاصرہ کے دوران اسلامی فوج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے گرد و پیش کے بہت سے درخت کاٹ ڈالے تاکہ حملہ کرنے کے لیے راستہ صاف ہو جائے اس پر مخالفین نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں نے ہرے بھرے پھلدار درختوں کو کاٹ کر زمین میں فساد کیا ہے۔ مخالفین کے اس اعتراض کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسلامی فوج کا درختوں کو کاٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی اجازت سے تھا۔

اب تبلائیے کہ قرآن مجید میں وہ آیت کہاں ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی بستیوں کے راستے کے درختوں کو کاٹ دینے کا حکم دیا تھا، اور جب پورے قرآن مجید میں یہ وحی نہیں ہے تو مان لیجئے کہ قرآن مجید کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ہے۔ اور وہی وحی خفی اور وحی غیر متلو ہے۔

اللہ تعالیٰ جنگ بدر کے سلسلہ میں فرماتا ہے:

واذ يعدكم الله احدى الطائفتين انها لكم وتودون ان غير ذات الشوكة تكون لكم ويريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين۔ (انفال: ۷)

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں (شام سے آنے والا کفار کا تجارتی قافلہ اور مدینہ پر حملہ آور ہونے والا کفار کا لشکر) میں سے ایک جماعت تمہارے ہاتھ آجائے گی، اور تم یہ چاہتے تھے کہ غیر مسلح جماعت (شام سے آنے والا قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ وہ کلمات حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو بتلا دیا تھا کہ قریش کے تجارتی قافلے اور مشرکین مکہ کے لشکر میں سے ایک جماعت مسلمانوں کے ہاتھ آجائے گی اور اسی وحی کی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے اور پورے قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کا ذکر ہو، معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی تھی اور یہی وحی غیر متلو اور وحی خفی ہے۔

الحمد للہ رب العلمین کہ ہم نے متعدد آیات سے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی کی ہے اور اسی کو وحی غیر متلو اور وحی خفی کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کا فرق

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ایک مولانا کے ساتھ مذاکرہ میں برق صاحب لکھتے ہیں:

م (مولانا) اطیعوا اللہ و الرسول (اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرو) اللہ نے قرآن دیا ہے اور رسول نے حدیث اس لیے دونوں پر ایمان لانا فرض ہے۔

ب (برق) آپ نے پوری آیت نہیں پڑھی اولی الامر منکم چھوڑ گئے ہیں۔ ساری آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہوا۔ اللہ رسول اور حاکم وقت (جو تم میں سے ہو) کو مانو" اگر رسول ﷺ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا یہی مطلب ہے کہ آپ کے تمام اقوال پر ایمان لاؤ۔ تو پھر حاکم وقت کے اقوال پر بھی ایمان لانا پڑے گا، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے اس کی اطاعت کا بھی ویسے ہی حکم دیا ہے۔ کئی بادشاہ مصنف بھی تھے، مثلاً بابر نے تزکِ بابری، لکھی جہانگیر نے تزکِ جہانگیری لکھی اورنگ زیب کی بھی ایک آدھ کتاب موجود ہے یہ اپنے زمانے میں اولی الامر تھے تو کیا ہم تزک بابری و جہانگیری پر بھی ایمان لاتے پھریں[1]؟۔

پہلے ہم اس نکتہ کو لیتے ہیں کہ اولی الامر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے یا ان پہ ایمان لانے کی حیثیت ایک ہے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو ماننے کی حیثیت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمائی ہے:

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔

(نساء : ٦٥)

آپ کے رب کی قسم! جب تک یہ لوگ اپنے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ بنا لیں! اور پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں تنگی نہ محسوس کریں اور اس کو اس طرح نہ تسلیم کر لیں جو تسلیم کرنے کا حق ہے، اس وقت تک یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے خلاف دل میں تنگی محسوس کرے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ کیا کسی اور حاکم یا اولی الامر کی بھی یہ حیثیت اور مقام ہے کہ کوئی شخص اس کا فیصلہ بے دلی سے مانے اور اس کے خلاف اس کے دل میں تنگی ہو تو وہ مسلمان نہ رہے؟۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا۔ (احزاب : ٣٦)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو کسی مسلمان مرد اور عورت کو ان کے حکم میں (ماننے یا نہ ماننے کا) اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور رسول کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اپنے حکم کے مساوی قرار دیا ہے اور بتلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی شخص کو ماننے یا نہ ماننے کا اختیار نہیں رہتا۔ اور جو آپ کا حکم نہ مانے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہے۔ کیا بابر اور جہانگیر کے احکام کی بھی یہی حیثیت تھی؟

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔ دو اسلام ص ۱۲۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ۔ (نساء : ۸۰)

جس شخص نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب مطلق قرار دیا ہے کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔ کیا اولی الامر، حکام اور بابر اور جہانگیر وغیرہ کو بھی نائب مطلق ہونے کا شرف اور مرتبہ حاصل ہے؟ ۔

اولی الامر کی اطاعت، اطاعتِ رسول کے تابع ہے

اس نکتہ کی وضاحت کرنے کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت ایک درجہ اور ایک حیثیت کی نہیں ہے اب ہم اصل سوال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ دراصل برقی صاحب نے قرآن مجید کی پوری آیت نہیں لکھی ورنہ کوئی اشکال ہوتا اور نہ کوئی الجھن ہوتی ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

یا یھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا ۔ (النساء : ۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں، اور اگر تمہارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تمہارا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اس کا انجام بہتر ہے ۔

اگر اطاعت امیر بھی مستقل ہوتی تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا " اگر تمہارا کسی معاملے میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ، رسول، اور اولی الامر کی طرف لوٹا دو "... لیکن یوں نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ " اگر تمہارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو " تو آیت کریمہ کے اس آخری ٹکڑے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں ہے ۔

یہاں استقلال کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہم پر براہِ راست واجب ہے جس طرح حکم خداوندی آنے کے بعد ہم پر اس کا بجا لانا واجب ہو جاتا ہے اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیں تو رسول اللہ سے اس حکم کی دلیل یا قرآن مجید سے اس کے ثبوت کا مطالبہ کیے بغیر اس حکم کی اطاعت ہم پر واجب ہو جاتی ہے اور اولی الامر کی یہ شان نہیں ہے کہ امیر جو حکم بھی دیدے وہ براہِ راست ہم پر واجب التعمیل ہو، بلکہ جب ہمیں امیر کوئی حکم دیگا تو ہم اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹائیں گے اور کتاب وسنت کے معیار پر اس حکم کو پرکھیں گے، اگر امیر کا حکم اس کسوٹی پر صحیح اترا تو اس کا ماننا ہم پر اس لیے واجب ہوگا اور وہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے اور اس موافقت کی وجہ سے اس کی اطاعت محض ظاہری اور صورۃً ہوگی اور درحقیقت یہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہوگی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے واولی الامر منکم کے بعد فرمادیا فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول ۔

اطاعت اولی الامر کے غیر مقصود ہونے کی دوسری دلیل

اس سے پہلے پیراگراف میں ہم قرآن مجید سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ اللہ اور رسول کی اطاعت مقصود اور مستقل ہے اور اولی الامر کی اطاعت غیر مقصود اور غیر مستقل اور اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع

ہے۔ اب ہم اسی بات کو عربی گرامر کے قاعدہ سے واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین اطاعتوں کو فرض فرمایا ہے۔ جن میں دو مستقل ہیں اور ایک غیر مستقل۔ اللہ اور رسول کی اطاعت تو مستقلاً فرض کی گئی ہے اور اولی الامر کی اطاعت ان دو اطاعتوں کے ماتحت درج کر دی گئی ہے۔ کیونکہ پہلی دو اطاعتوں کے لیے لفظ اطیعوا مستقل طور پر دوبار لایا گیا ہے اور تیسری اطاعت کے لیے جداگانہ امر کا صیغہ یعنی لفظ اطیعوا مستقل طور پر نہیں لایا گیا بلکہ عطف کے ساتھ بطریق متابعت اولی الامر کی اطاعت کو لازم کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کا جس اطاعت پر عطف ہے اولی الامر کی اطاعت اس اطاعت کے تابع ہو گی اس لیے کہ عربی زبان کے اسلوب اور قاعدے سے یہ ثابت ہو گیا کہ اولی الامر کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے تابع ہے۔

اولی الامر کی اطاعت کا دائرہ

سطور بالا سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر اولی الامر اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق حکم دیں تو ان کی اطاعت کی جائے گی۔ اور اگر ان کا حکم اللہ اور رسول کے احکام کے مطابق نہ ہو تو ان کی اطاعت فرض نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب ہو گی، مثلاً برقی صاحب کے ذکر کردہ اولی الامر میں سے جہانگیر کے دربار میں جہانگیر کی تعظیم کے لیے سجدہ تعظیم کا حکم تھا تو کیا اس حکم کی اطاعت واجب تھی؟ نہیں بلکہ اس کی مخالفت واجب تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے گوالیار کے جیل خانہ میں قید ہونا گوارا کر لیا لیکن جہانگیر کو سجدۂ تعظیمی کرنا گوارا نہیں کیا۔

بقولِ اقبال!

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
ہے جس کے نفسِ گرم سے گرمیٔ احرار

اولی الامر کا مصداق

اولی الامر سے مراد بابر، اکبر، اور جہانگیر ایسے بدعات کے شیدائی اور فاسق و فاجر بادشاہ نہیں ہیں نہ ان کی اطاعت واجب ہے بلکہ اولی الامر سے مراد ایسے حکام ہیں۔ جو احکام شرعیہ نافذ کرتے ہوں یا وہ علماء جو اہل فتویٰ ہوں جیسے خلفاء راشدین اور حضرت عمر بن عبدالعزیز یا ائمہ مجتہدین، اور ہر دور میں ایسے خدا ترس علماءِ دین ہوتے ہیں جو عوام کے پیش آمدہ مسائل میں کتاب و سنت کے مطابق حکم دیتے ہیں اور لوگ اپنے مسائل اور معاملات میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بے شک ان علماء کی اطاعت واجب ہے اور یہ اولی الامر کا مصداق ہیں۔ اس گئے گذرے دور میں بھی آئے دن ہمیں ایسے مسائل سے سابقہ پڑتا رہتا ہے کہ مثلاً عورت عدالت میں طلاق کا دعویٰ دائر کرتی ہے خاوند پیش نہیں ہوتا اور عدالت یکطرفہ ڈگری دیکر طلاق دے دیتی ہے اور عدالت سے طلاق حاصل کرنے کے بعد بھی وہ شادی نہیں کرتی بلکہ علماء سے پوچھتی ہے کہ شرعاً طلاق ہو گئی؟ آیا وہ دوسرا نکاح کرنے کی مجاز ہے اور اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے علماء اسے نکاح کی اجازت نہیں دیتے تو وہ ساری عمر بیٹھ کر گذار دیتی ہے اور نکاح نہیں کرتی۔ اس کی تفصیل کتاب الطلاق میں آ رہی ہے ——

——— اسی طرح ایک شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے۔ ملک کا مروجہ عائلی قانون اسے ایک طلاق قرار دے کر دوبارہ رجوع کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن وہ شخص علماء کے پاس جاتا ہے، علماء دین بتاتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور شرعاً اب اسے رجوع کی اجازت نہیں ہے اور

وہ شخص اپنی خواہش اور ضرورت کے باوجود اپنی بیوی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور یونین کونسل عائلی قوانین اور حکومت کی دی ہوئی رعایت اور ہدایت پر عمل نہیں کرتا۔ اب بتلائیے اولی الامر اور صاحبان امر حکام وقت ہیں یا علماء دین؟ لوگوں کے دلوں میں اب بھی خوف خدا جاگزین ہے اور بے راہ روی کے اس دور میں بھی لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ ان کے معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا حکم نافذ ہو سکتا ہے۔ دنیاوی عدالتوں اور ارباب اقتدار کا حکم خواہ ان کے حق میں جاتا ہو لیکن اگر وہ حکم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو تو مسلمان اپنا نقصان گوارہ کر لیتے ہیں لیکن اللہ اور رسول کی شریعت کے خلاف عمل کرنا گوارا نہیں کرتے اور یہ صرف آج کے مشاہدات اور واقعات نہیں ہیں مسلمانوں کی ہر دور میں یہی روایت رہی ہے اور یہی ان کی تاریخ کی لائق فخر وراثت ہے۔

اولی الامر سے اختلاف

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اولی الامر ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے جن کی ذوات قدسیہ تاریخ اسلام کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔ یہ دونوں حضرات تمتع یعنی ایام حج میں عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے ان کا تمتع سے منع کرنا نیک نیتی پر مبنی تھا اور یقیناً ان کے پیش نظر اس میں کوئی دینی مصلحت رہی ہو گی لیکن ان دونوں حضرات کے وسعت علم اور دینی خدمات کے احترام اور اعتراف کے باوجود اس دور سے لے کر آج تک کے مسلمانوں نے ان کے اس نظریہ کو قبول نہیں کیا اور ان کے منع کرنے کے باوجود لوگ حج میں تمتع کرتے رہے ہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ کے قول کو مسترد کر دیا اور اس مسئلہ میں ایسے ایمان افروز کلمات کہے جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے سرمایہ فخر اور ایمان کی جرأت اور حرارت کا شعار اور علامت ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے:

ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسئل عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان اباك نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابي نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابي يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [1]

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے سالم بیان کرتے ہیں کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے آ کر حضرت عبداللہ ابن عمر سے پوچھا آیا تمتع یعنی حج کے ساتھ عمرہ کرنا جائز ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا جائز ہے۔ اس شخص نے کہا تمہارا باپ تو اس سے منع کرتا تھا! حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا یہ بتاؤ کہ ایک کام سے میرے باپ نے منع کیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کام کو کیا ہو تو میرے باپ کا حکم مانا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانا

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایام حج میں عمرہ سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واشگاف الفاظ میں اس وقت کے اولی الامر حضرت عثمان کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے تھے۔ اور مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان وعليا وعثمان ينهى عن المتعة وان يجمع بينهما فلما راى على اهل بهما لبيك بعمرة وحجة قال ما كنت لادع سنة النبى لقول احد۔ [1]

مروان بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کو دیکھا ہے، حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے روکتے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ و حجۃ اور فرمایا کسی شخص کے قول کی بنا پر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔!

ان دو مثالوں سے واضح ہو گیا کہ کسی اولی الامر (حاکم یا عالم دین) کی یہ حیثیت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف اس کا حکم قابل قبول اور لائق اطاعت ہو۔ جب حضرت عمر اور حضرت عثمان کی یہ حیثیت نہیں ہے تو بعد کے آنے والے علماء، حکام یا بادشاہوں کی کیا وقعت ہے۔ ان مثالوں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام صرف زمانۂ رسالت میں نہیں ہر دور میں واجب العمل ہیں، اور اب یہ حقیقت ہر طرح سے بے غبار ہو کر صاف ہو گئی کہ قرآن مجید نے جو اولی الامر (صاحبان امر) کی اطاعت کو لازم کیا ہے وہ صرف ان معاملات میں ہے جہاں وہ اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق حکم دیں اور اگر کسی ایک معاملہ میں بھی ان کا حکم قرآن اور سنت کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت نہیں مخالفت واجب ہے۔!

قرآنی احکام کے علاوہ احکام دینیہ کا مصدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالص عبادات کی وہ تمام تفاصیل اور ان کے ادا کرنے کی تعداد، اوقات، انکے موانع اور ان کے وہ تمام احکام بیان فرمائے ہیں جن کا قرآن مجید میں ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، معاشی، عمرانی اور اقتصادی معاملات کے اصول اور فروع اور ان کے تمام قواعد اور جزئیات بیان فرمائی ہیں جن کی طرف قرآن مجید میں صرف چند اشارات ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، جہاد، اعتکاف، خرید و فروخت اور نکاح و طلاق کے معاملات ان میں سے کسی چیز کے مکمل ضابطے اور قاعدے کا قرآن مجید میں بیان نہیں ہے۔ ان کی تمام تفصیلات صرف زبان رسالت سے مستفاد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث کے بغیر صرف متن قرآن سے عبادات اور معاملات میں سے کسی چیز پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے برق صاحب کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

کہ رسولِ خدا جب تک بقیدِ حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے[1]۔

منصبِ رسالت

یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ قرآن مجید میں اذان اور اقامت کے کلمات کا ذکر ہے نہ یہ لکھا ہے کہ دن میں کتنی بار اذان اور اقامت کہی جائے۔ اذان اور اقامت کے لیے وضو شرط ہے یا نہیں؟ اذان کہنے اور سننے کے کیا آداب ہیں، اذان کے بعد کیا دعا مانگی جائے، قضا نمازوں کے لیے اذان کہی جائے یا نہیں۔ پانچ وقت کی اذانوں کے کلمات ایک ہیں یا الگ الگ۔ جو شخص اذان کہے وہی اقامت کہے گا یا کوئی اور شخص بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ اسلام کی باقی عبادات اور معاملات تو الگ رہے، برق صاحب یا ان کا ہم مشرب کوئی شخص صرف اذان کے احکام ہی صرف قرآن مجید سے بتلا دے! ورنہ اذان، نماز، روزہ اور حج وغیرہ تمام عبادات سے دستبردار ہو جائے کیونکہ صرف متن قرآن سے کوئی عبادت بھی انجام نہیں دی جا سکتی اور یا پھر یہ غلط بیانی کرنا چھوڑ دے کہ رسولِ خدا جب تک بقیدِ حیات رہے صرف الٰہی قوانین کی تعمیل کراتے تھے۔ جن کی تفصیل قرآن میں دی ہوئی تھی اور آج بھی ہم پر رسولِ خدا کی اطاعت قرآنی احکام کی حد تک فرض ہے[2]۔

جو شخص خفائق کو جھٹلانے کا عادی نہیں ہے وہ اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے کہ اسلام کی بیان کردہ تمام عبادات اور معاملات کے شرائط، ارکان، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات اور محرمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض آفرین زبان کے مرہونِ منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات اور معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال کی اطاعت اور اتباع لازم اور واجب قرار دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ (حشر: ۷)

رسول تمہیں جو کچھ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکیں اس سے رک جاؤ۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے اور صرف آیات قرآن کے پہنچانے کے پابند ہوتے اور قرآن مجید کے علاوہ احکام دینے کے مجاز نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ یہ آیت کبھی نازل نہ فرماتا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ کہیئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم کو محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور مغفرت کے حصول کو اتباع رسول پر موقوف کر دیا ہے، یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم میری محبت اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہو تو قرآن مجید کی پیروی کرو بلکہ یہ فرمایا ہے

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۳، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[2] " " " " " "

اگر تم مغفرت چاہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اطیعوا اللہ کے بعد اطیعوا الرسول فرما کر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الگ احکام بھی ہیں اور ان کی اطاعت بھی واجب ہے ورنہ صرف اطیعوا اللہ کا ذکر کافی تھا اور اطیعوا الرسول کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی، ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور قرآن مجید کے فرامین کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور فرامین بھی ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور ان کی اطاعت اور اتباع بھی واجب ہے اور اگر صرف قرآنی احکام کی اطاعت ہم پر لازم ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اتباع ہم پر لازم نہ ہوتی تو ان آیات کو نازل کرنے کا کوئی مقصد نہ تھا، یہ الگ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے احکام اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہوتے ہیں وہ مزاج شناسائے الوہیت ہیں اور اس کی مرضی کے بغیر کوئی بات نہیں فرماتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ایک الگ حقیقت ثابتہ ہیں اور آپ صرف قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کراتے تھے۔ بلکہ از خود بھی احکام جاری فرماتے تھے۔ اور ان کی اطاعت بھی مسلمانوں پر قرآن مجید کی طرح فرض ہے۔ اس کی وضاحت اس آیت سے بخوبی ہو رہی ہے:

فالذین اٰمنوا بہ و عزروہ و نصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ھم المفلحون۔ (اعراف، ۱۵۷)

جو لوگ ان پر ایمان لائے ان کی تنظیم اور نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم اور نصرت کو قرآن مجید کی اتباع پر مقدم رکھا ہے، عہد رسالت اور اس کے بعد میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے مقابلہ میں قرآن مجید کے عام حکم پر عمل نہیں کیا گیا اور اتباع رسول کو اتباع قرآن پر مقدم رکھا گیا۔ قرآن مجید نے نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں مقرر کیں:

واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتٰن ممن ترضون من الشھداء (بقرہ: ۲۸۲)

دو مرد گواہ بناؤ، اگر دو مرد نہ ہوں تو اپنے پسندیدہ گواہوں میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بناؤ۔

اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی تنہا گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دیا[1] اور اس چیز کو کسی صحابی نے خلاف قرآن سمجھا نہ آج تک امت کے کسی فرد نے، بلکہ تمام مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموم قرآن سے کسی فرد کو مستثنیٰ کر سکتے ہیں اور آپ کا یہ استثناء کرنا منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تخصیص کو عموم قرآن پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ان کانت واحدۃ فلھا النصف۔ (نساء : ۱۱)

اگر وارث ایک بیٹی ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔

یہ عام قانون ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ امت پر) صدقہ ہے[1]" اس وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو حضور کی میراث سے نصف حصہ نہیں دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو قرآن مجید کی اس آیت کے عموم پر مقدم رکھا اسی طرح قرآن مجید میں ہے :

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (نساء : ۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں پر اوقات معینہ میں فرض کی گئی ہے۔

اس کے باوجود آج تک تمام مسلمان حج کے موقع پر عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت پڑھتے ہیں جس سے ظاہر ہوا کہ عہد رسالت سے لیکر آج تک دنیا کے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرآن مجید کے عموم پر مقدم ہے، کیونکہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور نصرت، اتباع قرآن پر مقدم ہے، اور ان مثالوں سے یہ بات بصراحت واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے احکام قرآن مجید میں محدود نہیں ہیں بلکہ قرآن مجید کے علاوہ بھی آپ کے احکام ہیں۔ عبادات اور معاملات کے جو قواعد و ضوابط آپ نے بیان کیے ہیں وہ اس حقیقت پر سب سے قوی دلیل ہیں۔

بغیر الفاظ کے وحی کا ثبوت

برق صاحب لکھتے ہیں : وحی بلا الفاظ میری سمجھ سے بالاتر ہے، وحی کے معنی ہیں پیغام، اگر اللہ کوئی پیغام بھیجے اور الفاظ ساتھ نہ ہوں تو وہ سمجھ میں کیسے آئے گا؟[2]

برق صاحب کی اس الجھن کو دور کرنے کے لیے ہم لغت کی مستند اور مسلم کتابوں سے وحی کے معانی پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی پر لغت میں وحی کا اطلاق ہے یا نہیں!۔

علامہ ابن اثیر جزری وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

ویقع علی الکتابۃ والاشارۃ والرسالۃ والالھام والکلام الخفی۔[3]

وحی کا اطلاق کتابت پر، اشارے پر، پیغام بھیجنے پر، الہام (دل میں کوئی معنی ڈالنا) پر اور کلام خفی پر کیا جاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے بھی وحی کے یہی معانی بیان کیے ہیں[4]

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶-۹۹۵۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۶، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[3] علامہ ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۶۳، مطبوعہ مؤسسۃ، مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ،

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲، المفردات ص ۵۱۵، المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ

علامہ ابن منظور افریقی، وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الوحی: الاشارۃ والکتابۃ والرسالۃ والالہام والکلام الخفی وکل ما القیتہ الی غیرک [1]

وحی کے معانی حسب ذیل ہیں:
اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا، الہام کرنا، دل میں کوئی معنی ڈالنا) پوشیدہ کلام اور ہر وہ چیز (خواہ وہ لفظ ہو یا معنی) جس کو تو غیر کی طرف القاء کرے۔

وحی کے معنی بیان کرتے ہوئے علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

قال ابو اسحاق، واصل الوحی فی اللغۃ کلہا اعلام فی خفاء ولذلک صار الالہام یسمی وحیا، قال الازہری: وکذلک الاشارۃ والایماء یسمی وحیا والکتابۃ تسمی وحیا وقال اللہ عز وجل وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب معناہ الا ان یوحی الیہ وحیا فیعلمہ بما یعلم البشر انہ اعلمہ اما الہاما او رویا او اما ان ینزل علیہ کتابا کما انزل علی موسیٰ، او قرانا یتلی علیہ کما انزلہ علی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکل ہٰکذا اعلام وان اختلفت اسباب الاعلام فیہا۔ [2]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وحی کے تمام معانی لغویہ میں "مخفی طریقہ سے خبر دینا" اصل ہے، الہام کو بھی اسی وجہ سے وحی کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا کہ لکھنے اور اشارہ کرنے کو بھی اسی اعتبار سے وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ:) کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردے کی اوٹ سے، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر پر ایسے طریقہ سے وحی نازل کرے گا کہ جس طریقہ سے بشر اللہ تعالیٰ کی وحی کو جان لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں کوئی معنی ڈال دے گا یا اسے کوئی چیز خواب میں دکھائے گا۔ یا (فرشتہ بھیجنے کی صورت میں) اس پر کوئی کتاب نازل کرے گا جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا اس پر قرآن کی تلاوت کی جائے گی جیسا کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل کیا گیا اور ان سب صورتوں میں خبر پہنچائی گئی ہے اگرچہ خبر پہنچانے کے اسباب مختلف ہیں۔

ائمہ لغت نے یہاں وضاحت کے ساتھ تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ دل میں کوئی معنی ڈال دیا جائے یا کوئی چیز خواب میں دکھا دی جائے (اللہ تعالیٰ نبی کے دل پر الفاظ نازل نہیں کرتا۔)

لوئیس معلوف الیسوعی وحی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحی الی فلان، اشار الیہ، ارسل الیہ — فلاں کی طرف وحی کی یعنی اس کی طرف اشارہ کیا

---

[1] علامہ جلال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔
[2] " " لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۸۱ "

رسولا وحی الیہ کلا ما کلمہ سرّا ، وحی اللہ فی قلبہ کذا الھمہ ایاہ۔ [1]

اس کے پاس پیغام بر بھیجا، اس کی طرف کلام کی وحی کی یعنی اس سے پوشیدہ طریقہ سے گفتگو کی، اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں وحی کی یعنی اس کو الہام کیا، اس کے دل میں معنی ڈال دیا۔

عبدالحفیظ بلیاوی لکھتے ہیں:

وحی یحیی وحیا الی فلان : اشارہ کرنا، پیغام بھیجنا، چپکے سے گفتگو کرنا، یا دوسرول سے پوشیدہ بات کہنا، وحی لہ فی قلبہ کذا : دل میں ڈالنا۔ الوحی : لکھا ہوا، پیغام، ہر وہ چیز جو دوسرے کو معلوم ہونے کے لیے تم پیش کرو، پھر غالب طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو القاء ہوا اس پر استعمال ہونے لگا۔ [2]

لغت کی مستند کتابوں سے ہم نے جو حوالہ جات پیش کیے ہیں ان سے ظاہر ہو گیا کہ وحی کا ایک معنی الہام ہے، یعنی دل میں کسی معنی کا القاء کرنا اور ہمارا مطلوب بھی صرف اس قدر ثابت کرنا تھا کہ بغیر الفاظ کے مجرد معانی سے بھی وحی ہوتی ہے۔

وحی کے اگرچہ متعدد معانی ہیں لیکن ہم اختصار کے پیشِ نظر قرآن مجید سے صرف ان آیات کو پیش کر رہے ہیں جن میں وحی کا لفظ وحی خفی اور الہام یا القاء کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولاً۔ (الشوریٰ : ۵۱)

کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر وحی سے، یا حجاب کی اوٹ سے یا وہ کسی فرشتہ کو بھیجتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور الفاظ آواز کی ایک کیفیت کا نام ہیں اور یہ کیفیت حادث ہے اور الفاظ کی ترکیب مثلاً پہلے زید پھر عمرو کا لفظ بولنا، بھی حدوث کو مستلزم ہے اس لیے الفاظ اپنے حدوث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں بن سکتے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بغیر آواز اور الفاظ کے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو وحی فرمایا ہے اور یہ وحی بغیر الفاظ کے صرف معانی کا نام ہے۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ۔ (انفال : ۱۲)

اور جب آپ کا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رہا تھا۔

اس وحی کا بلا الفاظ ہونا بھی واضح ہے۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ۔ (قصص : ۷)

اور ہم نے حضرت موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

---

[1] لوئیس مالوف الیسوعی، المنجد ص ۸۹۱، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیۃ، بیروت، الطبعۃ التاسعۃ عشرۃ (انیسواں ایڈیشن)

[2] عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات ص ۹۳۵، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یہ وحی، الہام اور دل میں بات ڈال دینے کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ حضرت موسیٰ کو دودھ پلائیں، (وحی غیر متلو اور وحی خفی سے بھی یہی مراد ہوتا ہے)۔

واوحی ربك الی النحل ۔ (النحل : ۶۸) اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔

اس آیت میں وحی کا بلا الفاظ ہونا بالکل واضح ہے۔

وان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم۔ (انعام : ۱۲۱) اور بے شک شیاطین اپنے اولیاء کی طرف وحی کرتے ہیں (یعنی وسوسہ اندازی کرتے ہیں)۔

ان آیات کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ وحی صرف الفاظ کے ساتھ نہیں ہوتی، دل میں کسی معنی کا ڈال دینا بھی وحی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی یا وحی غیر متلو نازل ہوتی تھی اس میں بھی آپ کے قلب مبارک پر معانی القاء کیے جاتے تھے۔ جس کو عرف میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ کے دل میں کوئی بات ڈال دی جاتی تھی اس لیے برق صاحب یا ان کے ہمنواؤں کو سمجھ لینا چاہیے کہ بغیر الفاظ کے وحی کیسے ہوتی ہے؟

دو طریقوں (جلی اور خفی) سے وحی نازل کرنے کی وجہ

وحی خفی کے سلسلے میں بحث کرتے ہوئے برق صاحب ایک مولانا کے ساتھ اپنے مکالمے میں لکھتے ہیں:

م: (مولانا) قرآن کے مضامین اور الفاظ ہر دو الہامی تھے اور احادیث کے صرف معانی بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے اور الفاظ رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے تھے۔

ب: (برق) اللہ نے یہ دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا تھا، کیا اللہ کے خزانے میں الفاظ کی کمی ہو گئی تھی یا کوئی خاص مصلحت اس دو رنگی کی متقاضی تھی، اللہ تعالیٰ جب مضامین اتارنے کی تکلیف گوارا کر رہا تھا تو الفاظ بھی ساتھ ہی بھیج دیتا، مزید برآں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب قرآن و حدیث ہر دو وحی تھے، تو ایک کی حفاظت کیوں کی گئی اور دوسرے کو مٹانے کے وسائل کیوں اختیار کیے گئے، کیا حدیث کوئی گھٹیا قسم کی وحی تھی اگر الفاظ ساتھ نہیں تھے تو نہ سہی پیغام تو اللہ ہی کا تھا، پھر رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اپنے الفاظ کیا کم تھے، یہ آپ ہی کا قول تو ہے انا افصح العرب والعجم (میں عرب و عجم کا فصیح ترین انسان ہوں) پیغام اللہ کا، کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی؟[1]

اللہ اور رسول کی جناب میں برق صاحب کے انداز تخاطب سے صرف نظر کر کے ہم ان کی صرف ان تین الجھنوں کو دور کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی جلی اور وحی خفی دو قسم کے پیغامات کا سلسلہ کیوں شروع کیا اور وحی خفی کی وحی جلی کی طرح ضمانت کیوں نہیں دی؟ اور صحابہ کرام نے احادیث کی حفاظت کیوں نہیں کی؟

اس سلسلے میں پہلی گذارش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، نہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی

---

[1] ۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو اسلام ص ۱۲۶، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

فعل پر ہمارے سامنے جواب دہ ہے کہ اس نے فلاں فعل کیوں کیا اور فلاں فعل کیوں نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

لایسئل عما یفعل و هم یسئلون (انبیاء: ۲۲)

اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی فعل پر سوال نہیں کیا جائے گا اور بندوں سے سوال کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مالک مطلق ہے جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا، اور عقل انسانی میں یہ وسعت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کی تمام حکمتیں جان سکے۔ تاہم ہماری ناقص فہم میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں اصول اور کلیات اور فروع اور جزئیات۔ اصول اور کلیات کو اللہ تعالیٰ نے وحی جلی میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات کو وحی خفی میں نازل کیا اور اس فرق کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اصول اور کلیات، فروع اور جزئیات سے زیادہ اہم تھے اور ان میں امت کے اختلاف کی کوئی گنجائش نہ تھی اس لیے ان کو منضبط الفاظ میں نازل کیا اور فروع اور جزئیات میں تعبیر اور تشریح کے لحاظ سے اختلافات کی گنجائش تھی اس لیے ان کے صرف معانی نازل فرمائے اور ان کی تعبیرات اور تشریحات میں جو ائمہ اور مجتہدین کے اختلافات ہیں ان میں امت کے لیے وسعت عمل اور سہولت کی بہت بڑی گنجائش ہے جو فرمان رسالت کے مطابق عین رحمت ہے! ایک اور جواب یہ ہے کہ اگر وحی خفی میں اللہ تعالیٰ معانی کے ساتھ الفاظ بھی نازل فرماتا تو پھر یہ کلام رسول نہ ہوتا کلام اللہ ہو جاتا اور پھر اطاعت رسول کا کوئی تصور نہ ہوتا اور کلام الٰہی کا معجز ہونا قرآن مجید کی خصوصیت نہ رہتی کیونکہ یہ کلام بھی معجز ہوتا اور قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا چیلنج بے معنی ہو جاتا کیونکہ یہ کلام بھی ویسا ہی فصیح و بلیغ ہوتا!

وحی خفی کی حفاظت کی ضمانت نہ دینے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے احادیث یا وحی خفی کی قرآن مجید کی طرح حفاظت کی ضمانت کیوں نہیں دی؟

اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ برق صاحب یا کسی بھی عدالت میں جواب دہ نہیں ہے کہ اس نے فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہیں کیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہر شخص مانتا ہے کہ تورات، زبور اور انجیل اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہیں اور یہ سب آسمانی کتابیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی اور بالآخر ان تمام آسمانی کتابوں میں تحریف ہو گئی، اور قرآن مجید بھی اللہ کا کلام، اس کی وحی اور آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی ہے۔ اس مرحلہ پر برق صاحب کی طرح کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جبکہ قرآن اور تورات، زبور اور انجیل سب وحی الٰہی اور آسمانی کتابیں ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت دی اور باقی تین کتابوں میں تحریف کے وسائل پیدا کیے گئے کیا العیاذ باللہ باقی تین کتابیں کوئی گھٹیا قسم کی .... اور اگر تورات اور انجیل اور زبور میں حوادث روزگار اور خائن اور گمراہ کن لوگوں کی تحریف کے باوجود کلام اللہ اور کتاب اللہ ہونے کی حیثیت سے کوئی فرق واقع نہیں ہوا تو پھر بعض کتب حدیث (غیر صحاح ستہ) میں بعض زندیق اور بدعتی عناصر کے موضوع روایات کے شامل کر دینے سے احادیث صحیحہ کے مجموعہ کتب کی ثقاہت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے اور کیا اثر پڑے گا؟ جبکہ علم اسماء رجال اور روایات صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز کے اصولوں سے آج بھی ہر موضوع روایت کو غیر موضوع روایت سے اور ہر ضعیف اور مجروح روایت کو غیر ضعیف اور غیر مجروح روایت سے پرکھا جا سکتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا۔ ہارون رشید نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس زندیق نے کہا اے امیر المؤمنین مجھے تو تم قتل کر دو گے لیکن ان چار ہزار جھوٹی روایات کا کیا کرو گے۔ جن میں، میں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے! اور ان روایات کا ایک حرف بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا نہیں ہے۔ ہارون رشید نے کہا: اے زندیق تو عبداللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غواری کو نہیں جانتا وہ اصول روایت کی چھلنی سے تیری جھوٹی روایات کا ایک ایک حرف نکال کر پھینک دیں گے۔

ہر فرعون را موسیٰ کے مطابق جب کبھی کسی باطل نظریہ نے سر اٹھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل نظریہ کو مٹانے کے لیے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا۔ نمرود کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ یزید کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پیدا کیا، معتزلہ اور خوارج کے باطل نظریات کو مٹانے کے لیے ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی کو پیدا کیا، اکبر اور جہانگیر کے فتنہ دین الٰہی کو مٹانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کو پیدا فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس، جب بے دین اور زندیق لوگوں نے اپنی بدعات کو رواج دینے کے لیے حدیثوں کو گھڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے احادیث صحیحہ کو غیر صحیح احادیث سے ممتاز کرنے کے لیے ایسے علماء اور مجددین کو پیدا فرمایا جنھوں نے اصول روایت اور علم اسماء رجال کی بنیاد رکھی اور ایسے اصول مقرر فرمائے جن کی بدولت آپ آج ہر حدیث کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ ان علماء میں صحاح ستہ کے مصنفین کے علاوہ علامہ ذہبی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن حبان، خطیب بغدادی اور متاخرین میں سے علامہ ہیثمی اور علامہ عسقلانی کے نام قابل ذکر اور لائق فخر ہیں۔

حفاظت احادیث میں صحابہ کا اہتمام

برق صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کہ "پیغام اللہ کا کلام افصح العرب والعجم کا اور پھر صحابہ کرام اس کی حفاظت نہ کریں آخر بات کیا تھی"

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں ہی صحابہ کرام نے احادیث کو قلم بند کرنا شروع کر دیا تھا۔ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابو شاہ) نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اکتبو لابی فلان، ابو فلاں کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔[1] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے کی عام اجازت عطا کی تھی: وہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث لکھ لیا کرتا تھا، بعض صحابہ نے مجھے اس سے منع کیا اور کہا تم ہر حدیث سن کر لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، آپ کبھی خوشی سے بات کرتے ہیں کبھی ناراضگی سے، پھر میں لکھنے سے رک گیا۔ ایک دن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "لکھا کرو! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا"[2] ایک اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بیان فرماتے ہیں، میں صحابہ کرام کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر تھا۔ اور میں ان سب سے

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔
[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

عمر میں چھوٹا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کرتے ہو حالانکہ تم سن چکے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کے بارے میں کیا فرمایا ہے! یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے: اے بھتیجے! ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے۔[1]

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو لکھنے اور محفوظ کرنے کا کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور عام صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے احوال اور افعال لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ مسلم کی ایک روایت میں احادیث کو لکھنے کی ممانعت ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب لکھنے والے بہت کم تھے اور آپ کا منشاء یہ تھا کہ جو تھوڑے بہت لکھنے والے ہیں وہ قرآن مجید لکھا کریں، بعد میں جب فتوحات کی کثرت سے لکھنے والوں میں اضافہ ہو گیا تو آپ نے احادیث لکھنے کی عام اجازت دیدی جیسا کہ ان احادیث سے واضح ہو چکا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجاز آفریں تاثیر کی وجہ سے بہت قوی حافظہ کے مالک تھے۔ انھوں نے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث روایت کیں، مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک ہزار چھ سو ساٹھ (۱۶۶۰) روایات کو کریب نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت انس کی دو ہزار چھیاسی (۲۰۸۶) روایات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) روایات کو عروہ بن زبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) روایات کو قتادہ بن دعامہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ برق صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ صحابہ نے احادیث کی حفاظت نہیں کی۔ اور نہ منکرین حدیث کا یہ کہنا صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ڈھائی سو سال بعد کتب حدیث کی تدوین کی گئی۔ ہم نے اس موضوع پر تذکرۃ المحدثین کے مقدمہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے، اور احادیث کی تدوین اور حجیت کے بارے میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے اہل علم کے لیے یہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔

وحی خفی اور اجتہاد

قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ عبادات اور معاملات کے قواعد اور ماضی اور مستقبل میں ہونے والے واقعات اور جزئیات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کے علاوہ بھی وحی نازل ہوتی تھی اور اسی کو وحی خفی، وحی غیر متلو، حدیث اور سنت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔ جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل ہوتی تھی خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی آپ ان امور میں وحی کی اتباع کرتے تھے اور جن امور کے بارے میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ اجتہاد کرتے تھے اور اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے اور امت کے حق میں آپ کا اجتہاد بھی بمنزلہ وحی ہے۔ بعض اوقات آپ صحابہ کرام سے مشورہ کرتے تھے اور جن کا مشورہ آپ کے اجتہاد کے موافق ہوتا تھا آپ اس پر اپنے اجتہاد کے لحاظ سے عمل کرتے تھے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، ۱۴۰۵ھ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء مجتہدین کی آراء

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطلقاً اجتہاد نہیں کرتے تھے اور آپ کی زندگی کا ہر قول اور ہر عمل نزول وحی پر موقوف تھا اور جب تک کسی چیز کے بارے میں وحی نازل نہ ہوتی آپ وہ کام نہیں کرتے تھے۔ اور ہر معاملہ ہر جزئیہ اور ہر عمل میں نزولِ وحی کے پابند تھے۔ اور کبھی کسی مسئلہ میں آپ نے قیاس اور اجتہاد سے کام نہیں لیا، کبھی سوچ بچار کی نہ کسی سے مشورہ لیا نہ کسی کے مشورہ پر عمل کیا۔ اس کے برخلاف جمہور علماء اور فقہائے اسلام کی رائے یہ ہے کہ جن امور میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ خود اجتہاد کرتے تھے اور قیاس سے کام لیتے تھے۔ اکثر و بیش تر آپکا اجتہاد صحیح ہوتا تھا اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی بعض حکمتوں کی بنا پر آپ کے اجتہاد میں خطا واقع ہو جاتی تھی اور اس خطاء کی نوعیت یہ تھی کہ آپ افضل اور اولیٰ کام کو ترک کر دیتے، ہر چند وہ کام فی نفسہ مکروہ اور ناپسندیدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی بلند شان اور عظیم مرتبہ کے اعتبار سے خلاف افضل اور خلاف اولیٰ ہوتا تھا۔ اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ آپ کی رہنمائی کرتا اور آپ اس خلاف افضل اور خلاف اولیٰ کام کو ترک فرما دیتے۔

علامہ آمدی شافعی لکھتے ہیں کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے یا نہیں؟۔ امام احمد بن حنبل اور قاضی ابو یوسف اجتہاد کے قائل ہیں اور ابو علی جبائی (معتزلی) قائل نہیں ہیں۔ امام شافعی نے ایک رسالہ میں اس کو جائز قرار دیا ہے لیکن حتمی طور پر نہیں لکھا۔ بعض اصحاب شافعی اور قاضی عبد الجبار اور ابو الحسین بصری کا بھی یہی موقف ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ آپ احکام شرعیہ میں اجتہاد نہیں کرتے تھے صرف جنگی نوعیت کے معاملات میں اجتہاد کرتے تھے۔[1]

بحر العلوم حنفی لکھتے ہیں کہ اشاعرہ اور معتزلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے اور ان کے نزدیک آپ اجتہاد سے بھی عبادت کرتے تھے اور احناف یہ کہتے ہیں کہ آپ وحی کا انتظار کرنے کے بعد اجتہاد کرتے تھے اور جب آپ کے اجتہاد کو برقرار رکھا جاتا تو وہ نص کی طرح قطعی ہوتا تھا اور احناف کے نزدیک آپ کے اجتہاد میں خطاء کا وقوع جائز ہے لیکن آپ کو اس پر قائم نہیں رکھا جاتا تھا۔[2]

علامہ آمدی نے لکھا ہے کہ بعض اصحاب شافعیہ آپ کی اجتہادی خطاء کے قائل نہیں ہیں اور اکثر شافعی اور حنابلہ اور محدثین آپ کے اجتہاد میں خطاء کے وقوع کے قائل ہیں لیکن آپ خطاء پر قائم نہیں رہنے دیے جاتے تھے۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے بارے میں فقہاء اسلام کی آراء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ محققین علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد جائز اور واقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی مجتہدین پر یہ فضیلت

---

[1] علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ

[2] بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۶، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ۔

[3] علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۶۴، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ۔

حاصل تھی کہ آپ اجتہاد میں خطاء پر قائم نہیں رہتے تھے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور اس مسئلہ میں تفصیل مشہور ہے۔ بہر حال دنیاوی امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اور احکام دینیہ میں اکثر علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز کے قائل ہیں، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد جائز ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بطریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا۔ اور بعض علماء نے کہا چونکہ آپ یقین (وحی) کے حصول پر قادر تھے اس لیے آپ کے حق میں اجتہاد جائز نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جنگی نوعیت کے معاملات میں آپ کے لیے اجتہاد جائز تھا، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ جمہور علماء جن کے نزدیک اجتہاد جائز ہے ان میں پھر یہ اختلاف ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے یا نہیں؟ اکثر نے کہا ہے کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے، بعض نے کہا نہیں کیا اور بعض نے توقف کیا ہے، پھر جو علماء اجتہاد کے وقوع کے قائل ہیں ان میں پھر اختلاف ہے کہ آپ کے اجتہاد میں خطاء ہو سکتی تھی یا نہیں؟ محققین نے کہا کہ خطاء جائز نہیں اور اکثر نے کہا کہ خطاء جائز تھی لیکن آپ خطاء پر برقرار نہیں رہے[1]۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں جمہور امت کا نظریہ ہی صحیح ہے۔

علامہ قرطبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء علیہم السلام اس مسئلہ میں مساوی ہیں کہ انھیں اجتہاد میں خطاء لاحق ہوتی ہے۔ لیکن وہ اسی خطاء پر قائم نہیں رکھے جاتے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے عدت گزارنے کی جگہ کے بارے میں سوال کیا آپ نے فرمایا جہاں چاہو عدت گزارو۔ پھر فرمایا عدت پوری ہونے تک اپنے گھر میں ٹھیرو، ایک شخص نے سوال کیا اگر میں جہاد کی نیت سے شہید ہو جاؤں تو مجھے جنت میں جانے سے کوئی چیز روکے گی؟ فرمایا نہیں، پھر اس کو بلا کر فرمایا ماسوا قرض کے، یہ بات مجھے ابھی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائی ہے۔[2]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے وحی سے نص کا حصول ممکن ہوتا ہے اس کے باوجود ان کے لیے اجتہاد سے حکم کرنا جائز ہے تاکہ ان کو زیادہ اجر ملے اور انبیاء علیہم السلام اجتہادی خطاء پر قائم نہیں رہے۔[3]

علامہ بدرالدین عینی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن جوزی سے نقل کیا ہے: کہ انبیاء علیہم السلام دوسرے مجتہدین سے اس بات سے ممتاز ہوتے ہیں کہ ان سے جہاد میں تقصیر متصور ہے نہ خطاء پر قائم رہنا۔[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] حافظ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ (نساء: ۱۵۹)

آپ پیش آمدہ معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ کیجئے اور جب آپ (کسی بات کا) عزم کر لیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور جس معاملہ میں وحی نازل ہو چکی ہو اس میں تو مشورہ کا کوئی تصور نہیں ہے اور اگر مسلمانوں کا مشورہ لائق عمل نہ ہوتا تو بھی اس حکم دینے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ بھی فرمایا ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی جب آپ مشورے سے کوئی بات طے کر لیں اور اس کام کو کرنے کا عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کر کے اس کام کو کر ڈالیے! اس لیے اس آیت سے معلوم ہوا کہ جن معاملات میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ صحابہ سے مشورہ کر کے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے، اور یہ آیت آپ کے اجتہاد کے وقوع اور اس پر عمل کا واضح ثبوت ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واختلف فی مشاورتہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی امور الدین اذا لم یکن ھناک وحی فمن ابی الاجتہاد لہ صلی اللہ علیہ وسلم ذھب الی عدم جوازھا ومن لا یاباہ وھو الاصح ذھب الی جوازھا۔[1]

جب کسی دینی معاملہ میں وحی نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے جو علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے قائل نہیں وہ ناجائز کہتے ہیں اور جو آپ کے اجتہاد کو جائز کہتے ہیں وہ مشورہ کو بھی جائز کہتے ہیں اور یہی بات صحیح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انہ کان مامورا بالاجتہاد اذا لم ینزل علیہ الوحی والاجتہاد یتقوی بالمناظرۃ والمباحثۃ فلھذا کان مامورا بالمشاورۃ وقد شاورھم یوم بدر فی الاساری وکان من امور الدین۔[2]

جس معاملہ میں وحی نہ نازل ہو اس میں آپ کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا تھا اور اجتہاد بحث اور مشورہ سے قوی ہوتا ہے اس لیے آپ کو اجتہاد کا حکم دیا تھا، اور آپ نے اسیران بدر کے بارے میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا تھا اور یہ ایک دینی معاملہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (حشر: ۲)

اے عقل و بصیرت والو! قیاس کرو!

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ عقل و بصیرت کو اجتہاد کرنے کا حکم دیا ہے، اور سب سے زیادہ عقل اور بصیرت رکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لیے سب سے زیادہ اجتہاد کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اسی وجہ سے آپ کو مشورہ کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے: لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم (نساء: ۸۳) "مسئلہ کا حل تلاش کرنے والے اس کو جان لیتے ہیں" اور امت مسلمہ کے ہر حسن عمل کی اصل آپ کی ذات ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۲۱) "تمہارے (اعمال کے) لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے۔" اس اعتبار سے بھی آپ میں اجتہاد ہونا چاہیے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے منافقین کے اعذار کو قبول کر کے انھیں مدینہ میں رہنے اور جہاد میں ساتھ نہ جانے کی اجازت دی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

عفا اللہ عنک لم اذنت لہم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین۔ (توبہ: ۴۳)

اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے! آپ نے منافقین کو کیوں اجازت دی؟ حتیٰ کہ آپ پر سچے لوگ ظاہر ہو جاتے اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجازت دینے پر ملامت نہیں کی بلکہ اس طرف رہنمائی کی ہے کہ آپ مزید غور و فکر کرتے حتیٰ کہ آپ پر منافقین کا جھوٹ کھل جاتا اور سچ اور جھوٹ میں شائبہ نہ رہتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ وحی کا انتظار کر کے اجازت دیتے جس سے آپ کا اجتہاد کرنا مخدوش ہوتا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ مزید غور و فکر کرتے اور جب ان کا صدق واضح ہو جاتا تب ان کو اجازت دیتے اور یہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو اور مستحکم کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کو خوب غور و خوض کر کے اجتہاد کرنا چاہیے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بہا جمع علی انہ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجتہادا وانہ قد ینالہ منہ اجر واحد والوجہ فیہ ظاہر۔[1]

علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر استدلال کیا ہے اور یہ کہ کبھی (اجتہادی خطاء کی صورت میں) آپ کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا تھا اور اس استدلال کا بیان واضح ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذن فی تلک الواقعۃ بناء علی الاجتہاد وذلک یدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یحکم بمقتضی الاجتہاد۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ میں اجتہاد سے اجازت دی تھی، اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کے مطابق حکم دیتے تھے۔

قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اجتہادات کی طرف اشارہ ہے، اسیرانِ بدر سے آپ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰، ص ۱۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اجتہاد سے فدیہ لیا۔ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ آپ نے اجتہاد سے پڑھائی۔ بیر معونہ کے شہداء کے قاتلوں کے لیے آپ نے اجتہاد سے دعاء ضرر فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ نے لیس لك من الامر شیء فرما کر آپ کو روک دیا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم سے اعراض فرمانا بھی اجتہاد سے ہے جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے محبت سے التفات کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر احادیث سے دلائل

عن ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه و سلم اخبرتها عن رسول الله صلی الله علیه و سلم انه سمع خصومة ببا ب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر و انه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق واقضی له بذلك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذها او یترکها۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کے دروازہ پر لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی آپ باہر تشریف لے گئے اور فرمایا میں بشر ہی ہوں میرے پاس دو فریق آتے ہیں شاید تم میں سے کوئی شخص اپنے دعویٰ کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں! اور جس شخص کے لیے میں کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں وہ دراصل آگ کا ٹکڑا ہے وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه دلالة علی حکمه صلی الله علیه وسلم بالاجتهاد قال عیاض وهو قول المحققین قاله الخطابی۔ [2]

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ قاضی عیاض نے فرمایا یہ محققین کا قول ہے، قاضی عیاض کا قول علامہ خطابی نے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه انه صلی الله علیه وسلم کان یقضی بالاجتهاد فیما لم ینزل علیه فیه شئ فخالف فی ذلك قوم وهذا الحدیث من اصرح ما یحتج به علیهم، وفیه انه ربما اداه اجتهاده الی امر فیحکم

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن معاملات میں بالکل وحی نازل نہیں ہوتی تھی آپ ان میں اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف صریح ترین حجت ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ

---

[1] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۲، ج ۲ ص ۱۰۶۲، ج ۲ ص ۱۰۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

به ویکون فی الباطن بخلاف ذٰلك لكن مثل ذٰلك لو وقع لم یقر علیه صلی الله علیه وسلم لثبوت عصمته۔ [1]

بسا اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے ایک فیصلہ فرماتے اور واقع میں اس کے خلاف ہوتا، لیکن اگر ایسا ہوتا تو آپ اس پر برقرار نہیں رکھے جاتے تھے کیونکہ آپ کی عصمت ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر مزید دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر یہ حدیث بھی دلیل ہے: مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ... لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کلمہ کہہ لیں گے تو محمد سے اپنی جانوں کو محفوظ کر لیں گے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۸) اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی کلمہ پڑھ لیتا تھا آپ اس کو مسلمان قرار دیتے تھے، خواہ واقعہ اس کے خلاف ہو، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کے لیے اپنے ہر فیصلہ کے بارے میں وحی سے اطلاع ممکن تھی، اس نکتہ پر تنبیہ کرنے کے لیے امام بخاری نے اس حدیث کے بعد زمعہ کی لونڈی کے بیٹے کا قصہ روایت کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن زمعہ کو عبد بن زمعہ کا بیٹا قرار دیا اور اس کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا لیکن جب آپ نے اس میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تو ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کا احتیاطاً حکم دیا۔ امام بخاری نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ابن زمعہ کا زمعہ کے ساتھ الحاق ظاہراً تھا اور درحقیقت وہ زمعہ کا نہیں عتبہ کا بیٹا تھا لیکن اس قسم کے فیصلے اصطلاحاً اجتہادی خطاء نہیں قرار دیے جاتے [2]

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه دلیل علی جواز الخطاء فی الاحکام الجزئیة وان لم یجز فی القواعد الشرعیة الی قوله وقد اتفق الاصولیون علی انه صلی الله علیه وسلم لا یقر علی خطأ فی الاحکام۔ [3]

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آپ سے احکام جزئیہ میں خطاء کا واقع ہونا ممکن ہے اور قواعد شرعیہ میں خطاء ہونا ممکن نہیں ہے اور علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں خطاء پر برقرار نہیں رہتے تھے۔

اجتہادی خطاء منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اکثر و بیشتر آپ کا اجتہاد افضل اور اولیٰ کا ہی ہوتا تھا لیکن بعض اوقات تشریعی حکمتوں کے تقاضے سے آپ کا نظریہ ہر چند کہ فی نفسہ صحیح اور درست ہوتا تھا لیکن آپ کی عالی قدر جناب کے اعتبار سے وہ افضل اور اولیٰ نہیں ہوتا تھا اور آپ کی اجتہادی خطاء اس سے زائد نہیں ہوتی تھی اور آپ کے اجتہاد میں خطاء کا لاحق ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ بعض اوقات آپ کو نسیان لاحق ہوا، نماز میں سہو ہوا، آپ پر جادو کا اثر ہوا اور

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[2] " " فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۷۳-۱۷۲ " " "

[3] علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷ ص ۲۵۳-۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

مرض لاحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان عوارض بشریہ کو طاری کر کے یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ یہ عوارض نبوت کے منافی نہیں ہیں اور آپ اپنے تمام کمالات کے باوجود بہرحال اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خدا نہیں ہیں، جو خطا، سہو، نسیان اور امراض سے پاک اور منزہ ہے۔ تاکہ آپ کے کمالات نبوت کو دیکھ کر کوئی شخص آپ کے متعلق الوہیت کا اعتقاد نہ کر لے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں خدا ہونے کا اعتقاد کر لیا تھا، اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ کی صفت تنزیہ اور تقدیس میں کسی اعتبار سے کوئی شریک نہ ہو سکے۔!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد، اتباع وحی کے خلاف نہیں ہے

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"ان اتبع الا ما یوحی الی"، "آپ کہہ دیجئے کہ میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع احکام اور جمیع احوال میں نزول وحی کا انتظار کرتے تھے اور کوئی کام از خود نہیں کرتے تھے۔ آپ نے کبھی قیاس کیا ہے نہ اجتہاد۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ جو لوگ قیاس کے منکرین ہیں وہ اس آیت سے استدلال کر کے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور جب آپ نے قیاس نہیں کیا تو امت پر بھی قیاس نہ کرنا واجب ہے[1]

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے کو سیاق و سباق سے الگ کر کے پڑھا گیا ہے اس لیے یہ اشکال پیدا ہو گیا۔ آیت کا یہ جز قرآن مجید میں تین سورتوں میں ہے ہم وہ تینوں آیات پیش کر رہے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

واذا لم تاتهم بآية قالوا لولا اجتبيتها ط قل انما اتبع ما يوحى الى من ربي هذا بصائر من ربكم وهدى ورحمة لقوم يؤمنون۔

(اعراف: ۲۰۳)

اور جب آپ (ان کی مطلوبہ) نشانی (آیت یا معجزہ) نہیں لاتے، تو کہتے ہیں کہ آپ اپنی طرف سے چھانٹ کر آیت کیوں نہیں لاتے؟ آپ کہیے کہ میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی میرے رب کی طرف سے مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے، یہ تمہارے رب کا بصیرت افروز کلام ہے اور جو لوگ ایمان لانے والے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

مشرکین آپ سے ایسے فرمائشی معجزات کا مطالبہ کرتے جن کا دکھلانا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں نہ تھا یا کہتے کہ ایسی کتاب لے کر آؤ جو یکبارگی نازل ہو۔ اور جب آپ ان کے مطالبہ کو پورا نہ کرتے تو کہتے آپ خدا سے ہمارا منہ مانگا نشان کیوں نہیں لاتے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت میں نہیں ہے یا جس کے طلب کی اجازت نہیں۔ نبی کا منصب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو احکام بھیجے ان کی خود بھی پیروی کرے اور دوسروں سے بھی عمل کرائے اور اگر تم ہدایت قبول کرنے کے لیے نشانیاں مانگتے ہو تو

---

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔
ایضاً۔ " " تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۵۵، " "

اس قرآن مجید سے بڑھ کر بصیرت افروز نشانی کوئی نہیں ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔

اس آیت کے سیاق وسباق سے واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی مشرکین کے مطالبات کے مقابلہ میں ہے جس کو علم بلاغت کی اصطلاح میں قصر قلب کہتے ہیں یعنی میں تمہارے مطالبات کی نہیں اللہ کی وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ہر کام اور عمل میں نزول وحی کا انتظار کرتا ہوں اور وحی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا اور قیاس اور اجتہاد اور مسلمانوں کے مشورے سے کبھی کام نہیں لیتا لہٰذا یہ حصر اضافی ہے حقیقی نہیں ہے۔ سورۂ انعام میں اس طرح ذکر ہے:

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ج ان اتبع الا ما یوحیٰ الی قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر ، افلا تتفکرون ،

(انعام: ۵۰)

آپ کہیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب کو جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔ آپ کہیے کہ کیا اندھے اور دیکھنے والے برابر ہیں؟ تم کیوں غور وفکر نہیں کرتے!۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ اس کے پاس تمام مقدورات الٰہیہ کے خزانے ہیں یا وہ تمام معلومات الٰہیہ کو جانتا ہے کہ جب تم اس سے کسی کام کی فرمائش کرو وہ کر کے دکھا دے یا تمام معلومات غیبیہ پر تمہیں مطلع کر دے یا جس وقت جو سوال کرو اسی وقت اس کا جواب دیدے۔ نبی نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ فرشتہ ہے پھر یہ کیوں کہتے ہو کہ یہ کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں؟ وہ تمہارے فرمائشی معجزات لانے یا تمہاری مرضی کے مطابق چلنے پر مامور نہیں ہیں۔ نبی کی آنکھیں ان حقائق کو دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں جنھیں دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ہر وقت مرضیات الٰہی اور تجلیات ربانی کا مشاہدہ کرتا ہے اور صرف انھیں احکام کی پیروی کرتا ہے جن کی اس پر وحی کی جاتی ہے۔ تم اس حقیقت پر کیوں غور وفکر نہیں کرتے!

اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا حصر مشرکین کے مطالبوں کے مقابلہ میں ہے اور قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے، یعنی نبی مشرکین کے مطالبات کی نہیں صرف وحی کی پیروی کرتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نبی اپنے اجتہاد اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا۔

آیت کا یہ ٹکڑا سورۂ یونس میں بھی ہے:

واذا تتلی علیھم ایاتنا بینٰت قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھٰذا او بدلہ ط قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ج ان اتبع الا ما یوحی الی ج انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم ٥

اور جب ان لوگوں پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو جن لوگوں کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں ہے، وہ کہتے ہیں: اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ یا اسی قرآن کو تبدیل کر دو۔ آپ کہیے کہ اس قرآن کو از خود بدل دینا میرے اختیار میں نہیں ہے میں تو صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں جس کی مجھ پر وحی

کی جاتی ہے۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے یوم آخرت کے عذاب کا خوف ہے۔ (یونس : ۱۵)

اس آیت کے سیاق وسباق سے بھی واضح ہے کہ یہاں اتباع وحی کا ذکر مشرکین کے اس مطالبہ کے مقابلہ میں ہے کہ اس قرآن میں تبدیلی کر دیا اس قرآن کی بجائے کوئی اور قرآن لاؤ اور اجتہاد اور قیاس پر عمل کرنے کی اس آیت میں نفی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی قصر قلب اور حصر اضافی ہے حصر حقیقی نہیں ہے۔ علامہ آلوسیؒ[1] اور امام رازیؒ[2] کی عبارات سے یہی مستفاد ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن عبادات اور معاملات کے بارے میں وحی نازل ہو جاتی تھی آپ ان میں صرف وحی پر عمل کرتے تھے خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی اور جن امور میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں آپ قیاس اور اجتہاد سے بھی کام لیتے تھے اور صحابہ کرام سے مشورہ بھی کرتے تھے۔ آپ مزاج شناس الوہیت تھے اور رضائے الٰہی کے عارف تھے اس لیے آپ کا اجتہاد منشاء الٰہی کے مطابق ہوتا تھا اور چونکہ آپ کو اجتہاد اور مشاورت کا حکم دیا گیا تھا اس لیے آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر اعتراضات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی (النجم: ۳،۴) "رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتے، ان کا ہر کلام وحی سے ہوتا ہے"۔ اگر آپ اجتہاد کرتے تو آپ کا ہر کلام وحی سے نہیں ہوتا اور جو بات آپ اجتہاد سے فرماتے وہ آپ کی اپنی سوچ سے ہوتی وحی سے نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ "ھو" ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے یعنی قرآن کا نطق آپ صرف وحی سے کرتے ہیں۔ مفسرین کی غالب اکثریت کا یہی رجحان ہے اور اگر یہ ضمیر نطق کی طرف راجع ہو یعنی آپ جب بھی بولتے ہیں وحی سے بولتے ہیں تو یہ باوجود خلاف ظاہر ہونے کے ہمارے خلاف نہیں ہے کیوں کہ آپ کا اجتہاد بھی اتباع وحی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اجتہاد ظنی ہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یقینی حکم یعنی وحی کے حصول پر قادر ہیں تو آپ کے لیے ظنی حکم پر عمل کرنا یا کسی کو بتلانا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب کسی ضرورت کے موقع پر وحی نازل نہ ہو تو یقینی حکم کالعدم ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ آپ اجتہاد کریں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ اجتہادی حکم چونکہ ظنی ہوتا ہے اس لیے اس کی مخالفت جائز ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم عام مجتہدین کے اجتہاد کا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا حکم کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اجتہاد کو مقرر کر دیا تو وہ ظنی نہ رہا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اجتہاد جائز ہوتا تو آپ ظہار اور لعان کے مسئلہ میں بھی اجتہاد کر لیتے حالانکہ آپ نے اس میں توقف کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے آپ کو ان مسائل میں اجتہاد کی اجازت نہ ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اجتہاد کے باوجود آپ پر

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷، ص ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

اس کا حکم واضح نہ ہوا ہو۔ پانچواں سوال یہ ہے کہ اگر رسول کے لیے اجتہاد جائز ہو تو حضرت جبریل بھی رسول ہیں، ان کے لیے بھی اجتہاد جائز ہوگا پھر یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نصوص ہیں یا حضرت جبریل کا اجتہاد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام رازی نے اس پر تصریح کی ہے کہ اجماع ہے کہ اجتہاد کا حکم رسل بشر کے لیے ہے رسل ملائکہ کے لیے نہیں ہے [1]۔ اور حضرت جبریل چونکہ رسل ملائکہ سے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے نیز جن دلائل سے رسول کے لیے اجتہاد ثابت ہے وہاں رسول سے مراد رسول ملک نہیں رسول بشر ہے۔

احادیث میں اختلاف، وحی ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حدیث کے وحی خفی ہونے میں ایک یہ شبہ وارد کیا جاتا ہے کہ وحی میں اختلاف نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے: ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (نساء، ۸۲) "اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا" اور چونکہ احادیث میں بہت اختلاف ہے اس لیے یہ وحی نہیں ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف ہے تو تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید ان میں سے کوئی بھی وحی نہیں ہے، کیونکہ ان تمام کتابوں کے احکام باہم مختلف ہیں بلکہ قرآن مجید کے اپنے احکام میں بھی اختلاف ہے۔ مثلاً بعض آیات میں بیوہ کی عدت ایک سال بیان کی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج (بقرہ ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ ان کو نکالے بغیر ایک سال کا خرچ دیا جائے"۔ اس کے بعد میراث کی آیات سے وصیت بھی منسوخ ہو گئی اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی گئی: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا (بقرہ ۲۳۴) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن روک کر رکھیں"۔ ناسخ اور منسوخ کے اعتبار سے یہ احکام کا اختلاف جس طرح احادیث میں ہے قرآن مجید میں بھی ہے جیسا کہ اس ایک مثال سے واضح ہو گیا ہے، لیکن قرآن مجید میں چونکہ بالعموم اصول اور کلیات بیان کیے گئے ہیں اور فروع اور جزئیات کا بہت کم ذکر ہوا ہے اس لیے اس میں نسخ کے اعتبار سے احکام کا اختلاف بہت کم ہے اور احادیث میں چونکہ فروع اور جزئیات کا ذکر بہت زیادہ ہے اس لیے قرآن مجید کی بہ نسبت اس میں احکام کا اختلاف زیادہ ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد احکام کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس اختلاف سے مراد صدق اور کذب کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی دی ہوئی خبروں اور پیشین گوئیوں میں صدق اور کذب کا اختلاف ہوتا، کچھ خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہوتیں اور کچھ سچی نہ ہوتیں۔ اس اعتبار سے احادیث میں بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ احادیث کی بھی تمام خبریں اور پیشین گوئیاں سچی ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ زیر بحث آیت میں اختلاف سے مراد فصاحت اور بلاغت کا اختلاف ہے یعنی اگر یہ

---

[1] امام محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو اس کی بعض آیات کی فصاحت اور بلاغت اعجاز آفریں ہوتی اور لوگ ان آیات کی مثل کلام پیش نہ کر سکتے اور بعض آیات کی فصاحت و بلاغت ایسی نہ ہوتی اور لوگ آسانی سے ان آیات کی مثل کلام بنا کر پیش کر دیتے۔ اور کلام کے اعجاز کی یہ صفت صرف قرآن مجید کے الفاظ کی خصوصیت ہے، تورات، زبور اور انجیل بھی اللہ کا کلام ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کوئی شخص ان کی مثل کلام نہیں پیش کر سکتا۔ لہٰذا اگر ان کی بلاغت معجز نہ ہو تو اس سے تورات وغیرہ کے وحی ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح احادیث مبارکہ کی بلاغت بھی اگر معجز نہ ہو تو یہ وحی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ احادیث کے الفاظ چونکہ منزل من اللہ نہیں ہیں اس لیے ان کی بلاغت معجز نہیں ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ آیت مبارکہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" احادیث مبارکہ کے وحی خفی ہونے کے اس وقت معارض ہوتی جب احادیث کے الفاظ بھی منزل من اللہ ہوتے اور ان کی بلاغت کا چیلنج کیا جاتا اور واقع میں وہ الفاظ اس طرح بلیغ نہ ہوتے اور جبکہ احادیث میں صرف معانی نازل کیے گئے ہیں تو اس آیت سے احادیث کے وحی ہونے پر اعتراض کیسے صحیح ہو گا۔؟

برق صاحب کے رجوع کا اعتراف

اس بحث میں ہم نے برق صاحب کے جن اعتراضات کا جواب لکھا ہے وہ کوئی نئے اعتراضات نہیں ہیں۔ سر سید علی گڑھی، مولوی چراغ علی، اسلم جیراج پوری، عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز ان تمام منکرین حدیث کی فکر واحد ہے اور یہ تمام لوگ یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اس بحث میں برق صاحب کا نام میں نے صرف علامت کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس نام سے مراد تمام منکرین حدیث کا گروہ ہے۔

ہر چند کہ برق صاحب نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ "دو اسلام سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں منکر حدیث ہوں قطعاً نہیں ہوں"۔ (مرزا ایمان ص ۲۶۶، مطبوعہ لاہور) اور اپنی آخری کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے دو اسلام میں بعض مشتبہ احادیث پر تنقید کی ہے بعد میں جب مجھے معلوم ہوا کہ میرے اعتراضات غیر علمی ہیں تو میں نے اس کتاب کو اپنی فہرست "تصانیف" سے خارج کر دیا۔ (میری داستان حیات ص ۲۱۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء) لیکن چونکہ "دو اسلام" ان کی مطبوعہ فہرست میں شامل ہے اور مسلسل چھپ رہی ہے، اور جب تک "دو اسلام" نام کی کتاب چھپتی رہے گی مسلمانوں کے ذہن حدیث اور سنت کے خلاف شکوک و شبہات میں مبتلا ہوتے رہیں گے اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ دو اسلام میں کیے گئے قابل ذکر اعتراضات کے جوابات لکھوں۔ احادیث پر کیے گئے بعض اعتراضات کے جوابات میں نے جلد ثانی میں لکھے ہیں اور وحی خفی پر چونکہ انھوں نے زیادہ زور دیا ہے اس لیے اس کی مفصل بحث میں نے یہاں لکھ دی ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین حبیب الہ العلمین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والمجتہدین اجمعین۔

بَاب ۳۴۵ مَوَاقِيتِ الْحَجِّ

مواقیتِ حج

۲۶۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ

حَمَّادٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا حَمَّادُ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ وَقَّتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنًا وَّلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ قَالَ فَهُنَّ لَهُنَّ وَلِمَنْ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُوْنَهُنَّ فَمِنْ اَهْلِهِ وَكَذَا فَكَذٰلِكَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ يُهِلُّوْنَ مِنْهَا ۔

کو میقات مقرر کیا، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو فرمایا: یہ مواقیت ان علاقوں کے رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی جو دوسرے علاقوں سے ان مواقیت کی حدود میں آئیں خواہ ان کا ارادہ حج کا ہو یا عمرہ کا، اور جو لوگ ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھیں حتیٰ کہ اہل مکہ (مکرمہ) سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ وَلِاَهْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمَ وَقَالَ هُنَّ لَهُمْ وَلِكُلِّ اٰتٍ اَتٰى عَلَيْهِنَّ مِنْ غَيْرِهِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ اَنْشَاَ حَتّٰى اَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ اور فرمایا یہ میقات ان علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی ہیں اور ان لوگوں کے لیے بھی ہیں جو حج یا عمرہ کے ارادے سے دوسری جگہوں سے ان علاقوں میں آئیں اور جو ان مواقیت کے اندر ہوں وہ اسی جگہ سے احرام باندھ لیں حتیٰ کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھ لیں۔

۲۷۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَاَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَاَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَبَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اہل مدینہ، ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں، اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل یمن یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهِلُّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَيُهِلُّ أَهْلُ نَجْدٍ مِنْ قَرْنٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَذُكِرَ لِي وَلَمْ أَسْمَعْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيُهِلُّ أَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَلَمْلَمَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں۔ اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن المنازل سے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے خود تو نہیں سنا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

۲۷۰۳- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مُهَلُّ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ذُو الْحُلَيْفَةِ وَمُهَلُّ أَهْلِ الشَّامِ مَهْيَعَةُ وَهِيَ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ أَهْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ وَذَعَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ أَسْمَعْ ذٰلِكَ مِنْهُ قَالَ وَمُهَلُّ أَهْلِ الْيَمَنِ يَلَمْلَمُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور اہل شام کے لیے مہیعہ یعنی جحفہ ہے اور اہل نجد کے لیے قرن ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے تو نہیں سنا لیکن لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے لیے احرام باندھنے کی جگہ یلملم ہے۔

۲۷۰۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَنْ يُهِلُّوا مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَأَهْلَ الشَّامِ مِنَ الْجُحْفَةِ وَأَهْلَ نَجْدٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم دیا۔ اہل شام کو جحفہ سے اور اہل نجد کو قرن المنازل سے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اہل یمن، یلملم سے احرام باندھیں۔

مِّنْ قَرْنٍ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ قَالَ وَيُهِلُّ اَهْلُ الْيَمَنِ مِنْ يَّلَمْلَمَ۔

۲۷۰۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْاَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ ثُمَّ انْتَهٰى فَقَالَ اُرَاهُ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مواقیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا میں نے سنا ہے..... ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

۲۷۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْاَلُ عَنِ الْمُهَلِّ فَقَالَ سَمِعْتُ اَحْسِبُهٗ رَفَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُهَلُّ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالطَّرِيْقُ الْاٰخَرُ الْجُحْفَةُ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ ذَاتِ عِرْقٍ وَمُهَلُّ اَهْلِ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ وَمُهَلُّ اَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ يَّلَمْلَمَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں راوی کہتے ہیں کہ میرے گمان میں انھوں نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے اور دوسرا راستہ جحفہ ہے اور اہل عراق کے لیے احرام باندھنے کی جگہ ذات عرق ہے۔ اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے اور اہل یمن کے لیے یلملم ہے۔

میقات کا لغوی اور شرعی معنی

میقات کا لفظ وقت سے ماخوذ ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ توقیت اور تاقیت کا معنی ہے کسی چیز کے لیے وقت مخصوص مقرر کرنا، قرآن مجید میں ہے کتابا موقوتا یعنی مرقتا مقدرا۔ اور یہ لفظ تحدید کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: لم یقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی حد معین نہیں فرمائی" اور بعد میں اس لفظ میں وسعت دی گئی اور اس کو جگہ اور مقام کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگا۔[1] اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی یہ ہے: "حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے کے لیے احرام باندھنے کی آخری حد" یعنی جس جگہ سے وہ احرام کے بغیر نہیں گذر سکتا۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ جو وقت کسی کام یا کسی مقام کے لیے مقرر کیا گیا ہو اس کو

---

[1] ——— علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۵، ص ۲۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، الطبعۃ الرابعۃ ۱۳۶۴ھ

میقات کہتے ہیں، جیسے جس جگہ سے اہل شام احرام باندھتے ہوں تو کہا جاتا ہے یہ اہل شام کا میقات ہے[1] حج کا ایک میقات جگہ اور مقام کے اعتبار سے ہے، جس کی تفصیل اس باب کی احادیث میں آگئی ہے اور ایک میقات زمانہ کے اعتبار سے ہے۔ حج کا میقات زمانی، شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ایام ہیں۔ ان ایام کے علاوہ حج کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور عمرہ کے لیے سارے سال احرام باندھا جا سکتا ہے۔

میقات سے گزرنے کے حکم میں مذاہب اربعہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو، اہل شام کے لیے جحفہ کو، اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل کو میقات مقرر فرمایا۔ اس میں علما کا اختلاف ہے کہ اہل عراق کے لیے ذات عرق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمایا یا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر کیا گیا۔ اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۰۲ میں ہے "حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عراق کے لیے ذات عرق کو میقات مقرر کیا اور صحیح بخاری میں ہے کہ اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے میقات پر احرام باندھنا واجب ہے اگر حج یا عمرہ کرنے والا ان مواقیت سے بغیر احرام باندھے گذر گیا تو اس پر دم (ایک جانور ذبح کرنا) واجب ہوگا، وہ شخص گنہگار ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان مواقیت سے احرام کے بغیر مطلقاً نہیں گزر سکتا، خواہ حج یا عمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو[2]۔ امام شافعی کے نزدیک مواقیت سے گذرنے کے لیے صرف حج یا عمرہ میں احرام کی پابندی ہے اور جو شخص کسی ضرورت یا تجارت یا کسی سے ملاقات کے لیے مکہ جانا چاہتا ہو وہ ان مواقیت سے بغیر احرام کے بھی گذر سکتا ہے[3]۔ امام مالک کے نزدیک جس شخص کو مکہ میں داخل ہونے کی بار بار ضرورت پڑتی ہو جیسے شہر سے نکل کر کوئی لکڑیاں چننے جائے اور پھر داخل ہو تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے اور جس کو بار بار داخل ہونے کی ضرورت نہ ہو جیسے تاجر وغیرہ وہ احرام باندھے بغیر نہ گذرے اس کے لیے احرام واجب ہے یا مستحب ہے اس میں بھی امام مالک کے دو قول ہیں[4]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے ان مواقیت سے بغیر احرام کے گذرنا جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بسا اوقات بغیر احرام کے ذوالحلیفہ سے آگے چلے جاتے تھے، اور جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو اگر وہ کسی بار بار پیش آنے والی ضرورت کی بنا پر جائے تو اس کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ جیسے لکڑیاں اور گھاس وغیرہ اکٹھی کرنے کے لیے مکہ میں

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ۔ لسان العرب ج ۲ ص ۱۰۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۷-۱۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، الام ج ۲ ص ۱۴۲-۱۴۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

آتے جاتے رہتے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے۔ ترمذی میں ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے نیز جس شخص کو دن میں بار بار مکہ آنا جانا پڑتا ہو اگر اس پر احرام واجب کیا جائے تو یہ اس کے لیے حرج کا موجب ہوگا، اور جو شخص مکہ کے قصد سے میقات سے گزرے لیکن وہ شخص حج کا مکلف نہ ہو جیسے بچہ اور غلام اس پر بھی احرام باندھنا واجب نہیں ہے اور جو شخص حج کا مکلف ہو اور اس کو بار بار مکہ میں آنے جانے والی حاجت بھی لاحق نہ ہو اس کا میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز نہیں ہے[1]۔

احناف کا موقف علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ کو میقات مقرر فرمایا اور اہل شام کے لیے جحفہ کو اور اہل نجد کے لیے قرن کو اور اہل یمن کے لیے یلملم کو اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کو۔ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چار مواقیت کا ذکر کیا ہے اور اہل عراق کے لیے ذات عرق کا ذکر نہیں کیا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تین مواقیت کا ذکر کیا ہے اور ذات عرق اور یلملم کا ذکر نہیں کیا اور ان آثار میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو شخص مکہ جانے کے ارادے سے ان مواقیت تک پہنچے اس پر احرام باندھنا لازم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا میقات مقرر کرنا بغیر کسی فائدے کے نہیں ہے اور ان مواقیت پر پہنچنے کے بعد بغیر احرام باندھے گزرنا ممنوع ہے اور ان مواقیت سے پہلے احرام باندھنے میں وسعت اور گنجائش ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ احادیث کے ظاہری مفہوم کی بناء پر کہتے ہیں کہ میقات پر احرام باندھنا افضل ہے۔ اور ہمارے علماء رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ میقات پر پہنچنے کے بعد احرام باندھنے میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لیا جائے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد اقصیٰ سے لے کر مسجد حرام تک احرام باندھا اس کے سارے گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے واتموا الحج والعمرۃ کی تفسیر میں فرمایا: حج اور عمرہ کے اتمام میں سے یہ چیز بھی ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھا جائے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم نے جس کے لیے میقات مقرر کیا وہ اس کا میقات ہے اور اس کا میقات بھی ہے جو اس جگہ سے گزرے اور وہاں کا رہنے والا نہ ہو لیکن اس نے حج یا عمرہ کا ارادہ کیا ہو"۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو شخص بھی مکہ جانے کے قصد سے اس میقات سے گزرے اس پر احرام باندھنا لازم ہے خواہ وہ اس میقات کے اہل سے ہو یا نہ ہو، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جو آفاقی مکہ میں بغیر احرام کے رہ رہا ہو جب وہ حج کا ارادہ کرے تو اس کے احرام کے لیے اہل مکہ کا میقات ہے۔

امام شافعی نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق یہ کہا کہ جو شخص حج یا عمرہ کے قصد سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے وہ بغیر احرام کے میقات سے نہیں گزر سکتا اور جو شخص جنگ کے لیے

[1] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۳ ص ۱۱۷-۱۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

مکہ میں داخل ہونا چاہے اس پر احرام کی شرط نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہوئے تھے اور جو شخص تجارت یا اپنا قرض وصول کرنے کے لیے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس کے متعلق ان کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس پر احرام لازم نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احرام مقصود بالذات عبادت نہیں ہے بلکہ افعال حج ادا کرنے کے لیے احرام باندھا جاتا ہے اور جو شخص حج یا عمرہ کا ارادہ نہیں کرتا اس کے حق میں حرم کی سرزمین باقی مقامات کی طرح ہے لہٰذا اس پر احرام باندھنا لازم نہیں ہے۔

اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے اس کے لیے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کا قصد حج کرنا ہو، جنگ کرنا ہو یا تجارت کرنا ہو۔ کیونکہ ابن شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنے خطبہ میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب سے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اس وقت سے مکہ کو حرم بنایا ہے اور مجھ سے پہلے اور میرے بعد کسی کے لیے بھی مکہ میں قتال کرنا جائز نہیں ہے اور میرے لیے دن کی ایک ساعت میں مکہ میں قتال حلال ہوا تھا اس کے بعد قیامت تک کے لیے مکہ میں قتال حرام کر دیا گیا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قتال کی رخصت ملی تھی اور آپ نے خود فرمایا ہے کہ ایک ساعت کے لیے میرے واسطے مکہ میں قتال حلال ہوا تھا، اور اس کے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قتال کے لیے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور یہ خصوصیت اس وقت ظاہر ہوگی جب دوسرے شخص کے لیے بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں بغیر احرام کے میقات میں داخل ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا میقات کی طرف لوٹ جاؤ اور تلبیہ کہو ورنہ تمہارا حج صحیح نہیں ہوگا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے اور اس لیے کہ جو شخص حج یا عمرہ کے ارادے سے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس شخص پر اس زمین کی عزت اور شرف کے اظہار کے لیے احرام باندھنا واجب ہے۔ اور اس اعتبار سے افعال حج کرنا اور نہ کرنا برابر ہیں۔ پس جو شخص مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس پر واجب ہے کہ میقات سے احرام باندھے۔ ہاں جو شخص میقات کے اندر رہتا ہو۔ وہ اپنی ضرورت کی بنا پر بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہو سکتا ہے جبکہ امام شافعی کے ایک قول میں یہ ناجائز ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑیاں چننے والے کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ میقات سے باہر نہیں جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ سے مدینہ کے لیے نکلے جب مقام قدید پر پہنچے، تو آپ کو مدینہ میں جھگڑے کی خبر پہنچی تو آپ بغیر احرام باندھے واپس مکہ چلے گئے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جو شخص میقات کے اندر رہتا ہے وہ اہل مکہ کی طرح ہے کیونکہ اس کو مکہ آنے جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور اس لیے کہ ان کی ضروریات اہل مکہ سے متعلق ہوتی ہیں پس جس طرح اہل مکہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات کی بنا پر مکہ سے باہر جائیں اور بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوں اسی طرح اہل میقات کے لیے جائز ہے اور اس لیے بھی کہ اگر ہم یہ کہیں کہ ہر وقت ان پر احرام لازم ہے تو اس میں کھلا ہوا

ضرر ہے۔[1]

احرام کا فلسفہ ہر چند کہ تمام اعمال نیات پر مبنی ہوتے ہیں لیکن عمل کے بغیر نیت کا اظہار نہیں ہوتا، جس طرح نماز کی نیت کا اظہار تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے، اسی طرح احرام کے ذریعہ حج کی نیت کا اظہار ہوتا ہے جس طرح نماز کی تکبیر تحریمہ کے بعد انسان عام کیفیت سے نکل کر ایک خاص کیفیت کے ساتھ متصف ہوتا اور نماز کے افعال کے علاوہ باقی تمام افعال اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے اسی طرح احرام باندھنے کے بعد انسان اپنے روزمرہ کے معمولات سے نکل کر ایک خاص حالت اور کیفیت میں آجاتا ہے اور اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو دنیوی عیش ونشاط، زیب وزینت اور تفریح طبع کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ وہ شکار نہیں کر سکتا کہ محض کام و دہن کی لذت کے لیے کسی جاندار کی جان لینا عبادت کی اس خاص حالت کے مناسب نہیں۔ اپنی زوجہ سے جنسی تلذذ حاصل نہیں کر سکتا کہ یہ نفسانی اور شہوانی لذتوں سے اجتناب کا موقع ہے۔ سلے ہوئے کپڑے نہیں پہن سکتا کیونکہ سلے ہوئے کپڑوں سے زینت اور شوکت مترشح ہوتی ہے اور یہ عجز وانکسار کی جگہ ہے احرام کی نیت سے شاہ وگدا اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر انسان کے ابتدائی ادوار کا بے سلا کپڑا پہن لیتے ہیں یہ عہد ابراہیمی کے لباس کی تمثیل ہے جس کو اس وقت اس لیے پسند کیا گیا تاکہ اس عہد مبارک کی کیفیت ہماری ظاہری شکل وصورت سے بھی ظاہر ہو۔

بَابُ ۳۴۶ التَّلْبِيَةِ وَصِفَتِهَا وَوَقْتِهَا

تلبیہ کا طریقہ اور اس کا وقت

۲۷۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَقَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَزِيدُ فِيهَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح تلبیہ کہتے تھے (ترجمہ:) اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں! تیرا کوئی شریک نہیں ہے، میں حاضر ہوں بے شک تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہت تیری ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔" حضرت عبداللہ بن عمر ان کلمات میں یہ اضافہ کرتے تھے۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرے احکام کی اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے قبضہ میں ہیں، میں حاضر ہوں، رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ مُوسَى ابْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی اونٹنی پر سوار

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۶۸، ۱۶۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

عُقْبَةَ بْنِ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَنَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَحَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ اَهَلَّ فَقَالَ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ قَالُوْا وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ هٰذِهٖ تَلْبِيَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نَافِعٌ وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ يَزِيْدُ مَعَ هٰذَا لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ بِيَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَآءُ اِلَيْكَ وَالْعَمَلُ

ہوئے اور وہ آپ کرلے کر مسجد ذوالحلیفہ کے قریب سیدھی کھڑی ہوگئی۔ تب آپ نے احرام باندھا اور فرمایا: میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں ہے میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تلبیہ ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اس تلبیہ کے ساتھ ان کلمات کا اضافہ کرتے تھے: میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں، تمام بھلائیاں تیرے ہاتھ میں ہیں میں حاضر ہوں۔ اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۰۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ تَلَقَّفْتُ التَّلْبِيَةَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سیکھا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۷۱۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ فَاِنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَخْبَرَنِي عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ مُلَبِّدًا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَا يَزِيْدُ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ وَاَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلبیہ سنا ہے آپ اپنے بالوں کو (گوند یا مہندی سے) جمائے ہوئے تلبیہ کہہ رہے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں! میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، تمام تعریفیں، نعمتیں اور بادشاہی تیرے لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں، آپ ان کلمات پر اضافہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَعُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ إِذَا اسْتَوَتْ بِهِ النَّاقَةُ قَائِمَةً عِنْدَ مَسْجِدِ ذِي الْحُلَيْفَةِ أَهَلَّ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُولُ كَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ يُهِلُّ بِإِهْلَالِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ وَيَقُولُ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ۔

نماز پڑھی، پھر جب آپ کی اونٹنی مسجد ذوالحلیفہ کے قریب آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے ان کلمات کے ساتھ تلبیہ کہہ کر احرام باندھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات کے ساتھ تلبیہ پڑھتے تھے اور کہتے تھے: میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیری اطاعت کے لیے موجود ہوں اور ساری خیر تیرے قبضہ میں ہے، میں حاضر ہوں، اور رغبت اور عمل تیری طرف ہے۔

۲۷۱۱ - وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ يَعْنِي ابْنَ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو زُمَيْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَقُولُونَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ قَالَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكُمْ قَدْ قَدْ فَيَقُولُونَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ يَقُولُونَ هٰذَا وَهُمْ يَطُوفُونَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ لبیک لا شریک لک کہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تمہیں عذاب ہو، اس سے آگے نہ کہو لیکن مشرکین اس کے بعد کہتے مگر ایک شریک ہے، اے اللہ! تو اس کا مالک ہے اور اس کے مملوک کا مالک نہیں اور یونہی کہتے کہتے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

اہلال کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں کہ چاند دیکھ کر بلند آواز سے چلانے کو اہلال کہتے ہیں اس کے بعد یہ لفظ مطلقاً آواز کے لیے استعمال کیا گیا بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اھل بہ لغیر اللہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور سود جانور ہے جس کو بتوں کے لیے ذبح کیا جائے۔ اہلال بالحج بھی اسی لفظ سے ماخوذ ہے[1] علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں[2]۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ بارش کے پہلے قطرہ اور بچہ کی پہلی آواز کو استہلال کہتے ہیں، آواز بلند کرنے کو بھی اہلال کہتے ہیں۔ اھل بالحج کا معنی بلند آواز سے تلبیہ کہا، ما اھل لغیر اللہ کا معنی ہے ماذبح للالھۃ جو جانور بتوں کے لیے ذبح کیا گیا[3]

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۵۴۴، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، ایران، ۱۳۴۲ھ۔

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۰ ان سے طرح نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اصطلاح شرع میں احرام باندھتے وقت بلند آواز سے تلبیہ کہنے کو اہلال کہتے ہیں اور لغت میں آواز بلند کرنے کو اہلال کہتے ہیں نوزائیدہ بچہ کے رونے کو بھی اہلال کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وما اهل به لغير الله - یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر کسی جانور کو ذبح کرتے ہوئے آواز بلند کی جائے۔ چاند کو ہلال بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اسے دیکھ کر آواز بلند کی جاتی ہے [1]

تلبیہ کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تلبیہ مشروع ہے، البتہ اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی کہتے ہیں کہ تلبیہ سنت ہے، صحت حج کے لیے شرط ہے نہ واجب ہے اور اگر تلبیہ ترک کر دیا تو اس کا حج صحیح ہوگا اور اس پر دم نہیں ہے البتہ اس سے ایک فضیلت رہ جائے گی اور بعض اصحاب شافعیہ نے تلبیہ کو حج کی شرط قرار دیا ہے، لیکن صحیح امام شافعی کا قول ہے، امام مالک فرماتے ہیں کہ تلبیہ واجب نہیں ہے لیکن اس کے ترک کرنے سے دم لازم آئے گا اور حج صحیح ہوگا۔ نیز امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ حج دل کی نیت سے منعقد ہو جاتا ہے اور تلبیہ کے الفاظ کا کہنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ روزہ فقط نیت سے منعقد ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں بغیر تلبیہ کہے یا ہدی (قربانی کا جانور) بھیجے حج منعقد نہیں ہوتا۔ نیز امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ تلبیہ میں یہ الفاظ مخصوصہ کہنے شرط نہیں ہیں بلکہ تلبیہ کے معنی میں جو تسبیح اور تہلیل کے کلمات ہیں وہ بھی کہے جا سکتے ہیں جیسا کہ ان کے نزدیک نماز کی تکبیر تحریمہ میں اللہ اکبر کہنا شرط نہیں ہے بلکہ تسبیح اور دوسرے اذکار جو اللہ تعالیٰ کی کبریائی پر دلالت کریں وہ بھی اللہ اکبر کے قائم مقام ہیں [2]۔

تلبیہ کے اوقات اور احکام

تلبیہ کو باآواز بلند کہنا مستحب ہے لیکن عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے لوگوں کے فتنے میں مبتلا ہونے کا خوف ہے، جب محرم کا حال بدلے تو بکثرت تلبیہ کہنا مستحب ہے مثلاً جب صبح کی سفیدی نمودار ہو یا رات کی سیاہی چھا جائے یا کسی بلندی سے چڑھتے یا اترتے وقت یا جب ساتھیوں سے ملے یا علیحدہ ہو یا اٹھتے بیٹھتے وقت، سواری سے چڑھتے اور اترتے وقت، نمازوں کے بعد اور تمام مساجد میں طواف اور سعی کے وقت تلبیہ نہ کہے کیونکہ ان اوقات کے علیحدہ اذکار مقرر ہیں۔ تین بار یا اس سے زیادہ تلبیہ کا تکرار کرنا مستحب ہے۔ کسی کے سلام یا بات کا جواب دینے کے لیے تلبیہ نہ منقطع کرے، جو شخص تلبیہ پڑھ رہا ہو اس کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔ تلبیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے اور مسلمانوں کے لیے جو چاہے دعا مانگے اور افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی، جنت کے دخول اور دوزخ سے نجات کا سوال کرے۔ جب کوئی اچھی چیز دیکھے تو تلبیہ کرے۔ رمی جمرات اور طواف افاضہ اور حج کے تمام افعال میں تلبیہ مستحب ہے اور عمرہ کرنے والے کے لیے طواف سے پہلے تلبیہ مستحب ہے، مرد اور عورت کے لیے ہر حال

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ " " " شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ " " "

میں تلبیہ مستحب ہے خواہ وہ پاک ہوں یا ناپاک، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حیض کا سُن کر فرمایا تھا: "طواف کے علاوہ حج کے تمام افعال کرو"۔

بَابُ ۳۴۷ اَمْرِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ بِالْاِحْرَامِ مِنْ عِنْدِ مَسْجِدِ ذِى الْحُلَيْفَةِ

اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ سے احرام باندھنے کا حکم

۲۷۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُ يَقُوْلُ بَيْدَاؤُكُمْ هٰذَا الَّتِىْ تَكْذِبُوْنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِىْ ذَا الْحُلَيْفَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ یہ تمہارا بیداء ہے جس میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو۔ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے سوا اور کسی جگہ سے تلبیہ نہیں کہا۔

۲۷۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِى ابْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِذَا قِيْلَ لَهُ الْاِحْرَامُ مِنَ الْبَيْدَاءِ قَالَ الْبَيْدَاءُ الَّتِىْ تَكْذِبُوْنَ فِيْهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الشَّجَرَةِ حِيْنَ قَامَ بِهٖ بَعِيْرُهٗ۔

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کہا جاتا کہ احرام بیداء سے ہے تو فرماتے وہی بیداء جس کے متعلق تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ صرف اس درخت کے پاس سے کیا ہے جہاں آپ کا اونٹ آپ کو لے کر کھڑا ہو گیا۔

جھوٹ کی تعریف

علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ صدق یہ ہے کہ قائل کا قول اس کے اعتقاد اور واقع کے مطابق ہو اور جب ایسا نہیں ہوگا تو یہ صدق تام نہیں ہوگا یا تو یہ کلام صدق سے بالکل موصوف نہیں ہوگا اور یا ایک اعتبار سے صادق ہوگا اور دوسرے اعتبار سے کاذب ہوگا۔ مثلاً جب کافر اپنے عقیدے کے بغیر کہے: محمد رسول اللہ تو یہ کلام واقع کے اعتبار سے صادق ہے اور اس کے عقیدے کے اعتبار سے کاذب ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کفار کا قول نقل کیا ہے: "نشهد انك لرسول الله" اور اس کو اسی اعتبار سے کاذب قرار دیا ہے۔[1]

---

[1] - علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۷۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ۔

علامہ ابن اثیر نے زمخشری سے نقل کیا ہے کہ عرب کذب کا لفظ اس وقت بولتے تھے جب ان کے دل میں ایسی خواہشیں ہوتیں جو پوری نہ ہو سکتیں اور لکھا ہے کہ اصل میں کذب ابھارنے اور ترغیب دینے کو کہتے ہیں: کذباك یبعثك علی الفعل [1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے خواہ اس نے عمداً ایسا کیا ہو یا سہواً اور غلطی سے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً واقع کے خلاف خبر دینا کذب ہے اہل سنت کے نزدیک عمدیت کی شرط گناہ کا موجب ہے [2]۔

علامہ اصفہانی نے جو کذب کی تعریف بیان کی ہے علامہ تفتازانی نے اس تعریف کو جاحظ کی طرف منسوب کیا ہے [3]۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کو چاہیے کہ احرام باندھنے کو مقام بیداء تک موخر نہ کریں اور مسجد ذوالحلیفہ پر احرام باندھ لیا کریں۔

باب ۳۴۸ بیان ان الافضل ان یحرم حین تنبعث بہ راحلتہ متوجھا الی مکۃ لاعقب الرکعتین

جب سواری مکہ کی طرف کھڑی ہو اس وقت احرام باندھنے کی فضیلت

۲۷۱۴ - وحدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالك عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عبید بن جریج انہ قال لعبد اللہ بن عمر یا ابا عبد الرحمن رأیتك تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابك یصنعھا قال ما ھن یا ابن جریج قال رأیتك لا تمس من الارکان الا الیمانیین ورأیتك تلبس النعال السبتیۃ ورأیتك تصبغ بالصفرۃ ورأیتك اذا کنت بمکۃ اھل الناس اذا رأوا الھلال ولم تھل انت

عبید بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابو عبدالرحمٰن! میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا! حضرت ابن عمر نے پوچھا: اے ابن جریج وہ کیا چار کام ہیں؟ انھوں نے کہا: ایک کام یہ ہے کہ آپ کعبہ کے کونوں میں سے دو رکن یمانیوں کے اور کسی کونے کو مس نہیں کرتے، دوسرا یہ کہ آپ بغیر بالوں والے چمڑے کی جوتیاں پہنتے ہیں، تیسرا یہ کہ آپ زرد رنگ کے ساتھ رنگتے ہیں اور چوتھا کام یہ ہے کہ مکہ میں لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۱۵۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۰ھ۔ مختصر معانی ص ۳۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

حَتّٰى يَكُوْنَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَمَّا الْاَرْكَانُ فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمَسُّ اِلَّا الْيَمَانِيَّيْنِ وَاَمَّا النِّعَالُ السِّبْتِيَّةُ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِيْ لَيْسَ فِيْهَا شَعَرٌ وَّيَتَوَضَّاُ فِيْهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَلْبَسَهَا وَاَمَّا الصُّفْرَةُ فَاِنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْبُغُ بِهَا فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَصْبُغَ بِهَا وَاَمَّا الْاِهْلَالُ فَاِنِّيْ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ۔

اور آپ آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو رکن یمانیہ کو مس کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف رکن یمانی ہی کو مس کرتے دیکھا ہے اور بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اسی کے ساتھ وضو کرتے تھے۔ اور زرد رنگ کے خضاب کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اس لیے میں بھی زرد خضاب کو پسند کرتا ہوں رہا آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھنا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ احرام اس وقت باندھتے تھے جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تھی۔

۲۷۱۵۔ حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَجَجْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بَيْنَ حَجٍّ وَّعُمْرَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ مَرَّةً فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَقَدْ رَاَيْتُ مِنْكَ اَرْبَعَ خِصَالٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى اِلَّا فِيْ قِصَّةِ الْاِهْلَالِ فَاِنَّهٗ خَالَفَ رِوَايَةَ الْمُغِيْرِيِّ فَذَكَرَهٗ بِمَعْنٰى سِوٰى ذِكْرِهٖ اِيَّاهُ۔

عبید بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے ساتھ حج اور عمرہ کیا۔ میں نے کہا اے ابوعبدالرحمن میں نے آپ میں چار چیزیں دیکھی ہیں ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۱۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَضَعَ رِجْلَهٗ فِي الْغَرْزِ وَانْبَعَثَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ قَائِمَةً اَهَلَّ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاب میں پیر رکھا اور اونٹنی آپ کو لے کر مقام ذوالحلیفہ میں کھڑی ہو گئی تب آپ نے احرام باندھا۔

۲۷۱۷- وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ حِينَ اسْتَوَتْ بِهِ نَاقَتُهُ قَائِمَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۸- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ يُهِلُّ حِينَ تَسْتَوِي بِهِ قَائِمَةً

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مقام ذوالحلیفہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اونٹنی کھڑی ہو گئی تو آپ نے احرام باندھ لیا۔

۲۷۱۹- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ بَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ مَبْدَأَهُ وَصَلَّى فِي مَسْجِدِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ افعال حج کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ذوالحلیفہ میں رات گذاری اور پھر اس میں نماز پڑھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے کی جگہ میں اختلاف روایات

اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۱۴ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت احرام باندھتے تھے جب مسجد ذوالحلیفہ کے پاس اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اس روایت کا پورا متن یہ ہے:

خصیف بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ابوالعباس مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ احرام باندھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں اس مسئلہ کو تمام لوگوں میں سب

سے زیادہ جانتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے اور اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی مجلس میں آپ نے تلبیہ کہہ کر احرام باندھ لیا اور لوگوں نے تلبیہ سنا اور میں نے اس کو یاد رکھا پھر آپ اونٹنی پر سوار ہوئے تو آپ نے تلبیہ کہا اور جو لوگ اس وقت آئے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے اس وقت احرام کی نیت کی ہے کیونکہ لوگ گروہ در گروہ آرہے تھے، پھر جب شرف البیداء پر پہنچے تو آپ نے تلبیہ کیا اور لوگ جو اس وقت وہاں پہنچے تھے انھوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے شرف البیداء پر احرام کی نیت کی ہے اور قسم بخدا آپ نے احرام کی نیت اس جگہ کی تھی جہاں آپ نے (دو رکعت) نماز پڑھی تھی اور اونٹنی پر سوار ہو کر بھی تلبیہ کیا اور شرف البیداء پر بھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتا ہے وہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھتا ہے[1]

امام طحاوی ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے واضح کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرام کے اختلاف کی وجہ کیا تھی اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی ابتدا مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کی جگہ سے کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے[2]۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں نماز پڑھنے کے بعد جب اونٹنی پر سوار ہو اس وقت احرام باندھے اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اٹھنے اور اونٹنی پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھے اور یہ ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے لیکن وہ ضعیف روایت ہے[3]۔

حضرت ابن عباس کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو اس لیے کہ یہ روایت مفصل ہے اور اس میں ان لوگوں کے مغالطہ کی وجہ بیان کر دی گئی ہے جو اونٹنی پر بیٹھنے سے پہلے احرام کی روایت کرتے ہیں اس لیے یہ روایۃ راجح ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے خصیف کی روایت کو ابن اسحاق سے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے ابن حرب سے روایت کیا ہے اس لیے تعدد طرق سے اس روایت کو تقویت حاصل ہو گئی اور اگر ضعف تھا تو جاتا رہا نیز علامہ نووی نے ضعف کی وجہ بیان نہیں کی اس لیے یہ جرح مقبول نہیں ہے اور صحیح چیز وہی ہے جس کو امام طحاوی نے بیان کیا اور وہی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔

رکنِ یمانی کی تعظیم کی وجہ حدیث میں جن دو رکن یمانی کا ذکر ہے ان میں سے ایک رکن یمانی ہے اور دوسرا وہ رکن ہے جس میں حجرِ اسود رکھا ہوا ہے۔ اور ان دونوں کو رکن یمانی تغلیباً کہا جاتا ہے جیسا کہ چاند اور سورج کو قمرین، ماں اور باپ کو ابوین اور ابوبکر اور عمر کو عمرین کہا جاتا ہے، باقی دو رکن حطیم کے

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۶۲ مطبوعہ " " " ۱۴۰۴ھ۔

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، طبع ثانی ۱۳۷۵ھ۔

قریب ہیں اور ان کو شامیین کہا جاتا ہے۔ یمانیین حضرت ابراہیم کی قائم کردہ بنیادوں پر ہیں اس لیے ان کی تعظیم کی جاتی ہے۔ شامیین اس طرح نہیں ہیں، فقہاء امت نے کہا ہے کہ یہ اختلاف صحابہ اور تابعین میں تھا اب یہ اختلاف نہیں ہے۔

احرام کے لباس کو رنگنے کا جواز

عبید بن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زرد رنگ سے رنگنے کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے خضاب سے رنگتے دیکھا ہے۔" علامہ مازری نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بالوں کا رنگنا بھی ہو سکتا ہے اور کپڑوں کا رنگنا بھی۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ احادیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی میں زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور اس بات سے استدلال کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔ یہ حدیث ابو داؤد میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر اپنے احرام کو پیلے رنگ کے ساتھ رنگتے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگنے سے استدلال کرتے تھے۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو احرام میں پہننے سے منع فرمایا ہے البتہ اس کپڑے کو اگر دھو لیا جائے (جس سے اس کی خوشبو کا اثر زائل ہو جائے) تو پھر وہ جائز ہے (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۷۰ طبع مجتبائی) احناف کا

خضاب کا حکم

ڈاڑھی کو رنگنے کی بحث انشاء اللہ کتاب اللباس میں آئے گی۔ مختصر یہ ہے کہ سفید بالوں کو رنگنا سنت اور مستحب ہے اور سفید بالوں کو نہ رنگنا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے اور سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگنا مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے۔ اور ورس اور زعفران سے اپنی ڈاڑھی کو رنگتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو[2] یعنی بال رنگو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو مہندی سے رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ کتنا اچھا ہے۔ پھر ایک شخص گزرا جس نے عنابی (ڈارک براؤن) رنگ سے اپنے بالوں کو رنگا ہوا تھا آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے پھر ایک شخص گزرا جس نے اپنے بالوں کو پیلے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم سیاہ رنگ سے رنگے گی جیسے کبوتر کے پپوٹے ہوتے ہیں یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے[4]

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور طبع ثانی ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " " " "

[3] ۔ " " " " " " "

[4] ۔ " " " " " " "

یہ حدیث زجر و توبیخ پر محمول ہے یا یہ لوگ جنت میں جنت کی خوشبو نہ پائیں گے یا یہ مطلب ہے کہ میدان محشر میں جنت کی خوشگوار ہوا آئے گی جس سے میدان محشر کی کلفت دور ہو جائے گی اور سیاہ خضاب لگانے والے اسی خوشگوار ہوا سے محروم ہونگے۔ یہ تینوں توجیہات لمعات سے نقل کی گئی ہیں اور حدیث کی توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ سیاہ رنگ سے ڈاڑھی رنگنا العیاذ باللہ کفر تو نہیں ہے۔ اس لیے یہ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الطِّيبِ قُبَيْلَ الْاِحْرَامِ فِي الْبَدَنِ وَاِسْتِحْبَابِهِ فِي الْمِسْكِ وَاَنَّهُ لَا بَاْسَ بِبَقَاءِ وَبِيصِهِ ۳۴۹

احرام سے پہلے خوشبو لگانے کا استحباب

۲۷۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهِ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا تو میں نے آپ کو خوشبو لگائی اور بیت اللہ کے طواف سے قبل جب آپ نے احرام کھولا اس وقت بھی خوشبو لگائی۔

۲۷۲۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ لِحُرْمِهِ حِيْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهِ حِيْنَ حَلَّ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگائی جب آپ نے احرام باندھا اور جب آپ نے بیت اللہ کے طواف سے پہلے احرام کھولا۔

۲۷۲۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِهِ قَبْلَ اَنْ يُحْرِمَ وَلِحِلِّهِ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں احرام کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے خوشبو لگایا کرتی تھی اور جب آپ طواف بیت اللہ سے پہلے احرام کھولتے۔

۲۷۲۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کھولنے اور باندھنے کے وقت خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۲۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ وَالْقَاسِمَ يُخْبِرَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي بِذَرِيرَةٍ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْإِحْرَامِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کھولتے اور باندھتے وقت اپنے ہاتھوں سے ذریرہ (ایک قسم کی خوشبو) لگائی۔

۲۷۲۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ طَيَّبَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ حُرْمِهِ قَالَتْ بِأَطْيَبِ الطِّيبِ.

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے وقت کونسی خوشبو لگائی تھی؟ آپ نے فرمایا سب سے اچھی خوشبو!

۲۷۲۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَطْيَبِ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ ثُمَّ يُحْرِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام سے پہلے جو سب سے اچھی خوشبو لگا سکتی تھی وہ خوشبو لگاتی تھی۔ اس کے بعد آپ احرام باندھتے تھے۔

۲۷۲۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

ابْنُ اَبِیْ فُدَیْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ اَبِی الرِّجَالِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِحُرْمِهٖ حِیْنَ اَحْرَمَ وَلِحِلِّهٖ قَبْلَ اَنْ یُّفِیْضَ بِاَطْیَبِ مَا وَجَدْتُّ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھتے وقت اور طواف افاضہ سے پہلے جب آپ احرام کھولتے، مجھے جو سب سے اچھی خوشبو میسّر ہوتی وہ خوشبو لگاتی تھی۔

۲۷۲۸۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُو الرَّبِیْعِ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفْرِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلَمْ یَقُلْ خَلَفٌ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَلٰكِنَّهٗ قَالَ وَذَاكَ طِیْبُ اِحْرَامِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی تھی۔ اس وقت آپ محرم تھے، راوی خلف نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس وقت محرم تھے لیکن یہ کہا کہ وہ خوشبو احرام کی وجہ سے تھی۔

۲۷۲۹۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَكَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ یُهِلُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

۲۷۳۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اب بھی یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے اور آپ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُلَبِّیْ۔

۲۷۳۱- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُھَیْرٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ وَکِیْعٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں یہ منظر میرے سامنے ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۳۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ قَالَ سَمِعْتُ اِبْرَاھِیْمَ یُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھَا قَالَتْ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا مَالِکُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ اِنْ کُنْتُ لَاَنْظُرُ اِلٰی وَبِیْصِ الطِّیْبِ فِیْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۴- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَھُوَ السَّلُوْلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ یُوْسُفَ وَھُوَ ابْنُ اِسْحٰقَ بْنِ اَبِیْ اِسْحٰقَ السَّبِیْعِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ سَمِعَ ابْنَ الْاَسْوَدِ یَذْکُرُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّحْرِمَ یَتَطَیَّبُ بِاَطْیَبِ مَا اَجِدُ ثُمَّ اَرٰی وَبِیْصَ الدُّھْنِ فِیْ رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ بَعْدَ ذٰلِکَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تو سب سے اچھی خوشبو لگاتے پھر میں آپ کی ڈاڑھی اور سر میں تیل کی چمک دیکھتی۔

۲۷۳۵- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ منظر

عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى وَبِيصِ الْمِسْكِ فِي مَفْرِقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

اب بھی میرے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محرم ہیں اور آپ کی مانگ میں مشک کی خوشبو چمک رہی ہے۔

۲۷۳۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۳۷ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا نَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ بِطِيبٍ فِيهِ مِسْكٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور قربانی کے دن بیت اللہ کے طواف سے پہلے، میں آپ کو مشک آمیز خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۲۷۳۸ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو كَامِلٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ الرَّجُلِ يَتَطَيَّبُ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا لِأَنْ أُطْلَى بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ وَمَا أُحِبُّ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا لِأَنْ أُطْلَى بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَنَا طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو خوشبو لگائے اور پھر صبح احرام باندھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی ہو۔ اگر میں اپنے بدن پر اس کی بجائے تارکول مل لوں تو وہ زیادہ اچھا ہے۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انھیں بتایا کہ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں صبح احرام باندھوں اور میرے بدن سے خوشبو آرہی ہو اگر میں اپنے بدن پر تارکول مل لوں تو وہ میرے نزدیک اس خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام کے وقت خوشبو لگائی رات میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ إِحْرَامِهِ ثُمَّ طَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھا۔

۲۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أُطَيِّبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ ثُمَّ يُصْبِحُ مُحْرِمًا يَنْضَخُ طِيبًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی تھی پھر آپ ازواج کے پاس جاتے اور صبح احرام باندھتے درآں حالیکہ آپ کے بدن سے خوشبو آرہی ہوتی تھی۔

۲۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ لَأَنْ أُصْبِحَ مُطَيِّبًا بِقَطِرَانٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصْبِحَ مُحْرِمًا أَنْضَخُ طِيبًا قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِقَوْلِهِ فَقَالَتْ طَيَّبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ فِي نِسَائِهِ ثُمَّ أَصْبَحَ مُحْرِمًا۔

محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے تھے تارکول مل کر صبح کرنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں صبح اس حال میں احرام باندھوں کہ میرے بدن سے خوشبو آرہی ہو۔ محمد بن منتشر کہتے ہیں پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی خبر دی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپ ازواج کے پاس گئے اور پھر احرام باندھ لیا۔

احرام سے پہلے بدن پر خوشبو لگانے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۷۲۰ سے لیکر ۲۷۴۰ تک تمام احادیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے اور احرام کھولنے کے بعد آپ کو خوشبو لگایا کرتی تھیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ احرام کے ارادہ کے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے، اور اگر احرام باندھنے کے بعد بدن سے وہ خوشبو آتی رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا حرام ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت ام المؤمنین عائشہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کا یہی نظریہ ہے۔ تابعین کی اکثریت اور جمہور فقہاء اور محدثین اس کے قائل ہیں، ائمہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ابو یوسف،

امام احمد بن حنبل اور داؤد وغیرہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ اس کے برخلاف بعض صحابہ اور تابعین، امام مالک، زہری اور امام محمد بن حسن شیبانی کا نظریہ یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ یہ حضرات، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ خوشبو لگوانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کر لیتے تھے اور اس خوشبو کا اثر جاتا رہتا تھا اور اس کی تائید حدیث نمبر ۲۷۳۸، ۲۷۳۹ اور ۲۷۴۰ سے ہوتی ہے جس میں تصریح ہے کہ "حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگائی پھر آپ نے ازواج کو مشرف کیا اور صبح احرام باندھ کر کی" اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات سے عمل ازدواج کے لیے خوشبو لگائی تھی جو غسل کرنے کے بعد زائل ہو گئی خصوصاً اس لیے بھی کہ یہ منقول ہے کہ آپ ایک زوجہ کو مشرف کرنے کے بعد اور دوسری زوجہ کے پاس جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے اور اس کے بعد ظاہر ہے کہ خوشبو کا اثر باقی نہیں رہے گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ذریرہ خوشبو لگایا کرتے تھے اور وہ ایسی خوشبو ہے جو غسل سے زائل ہو جاتی ہے اور حدیث نمبر ۲۷۲۸ میں جو یہ ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی حالانکہ اس وقت آپ محرم تھے" اس سے یقینی طور پر یہ مراد ہے کہ آپ کی مانگ میں خوشبو کے آثار نظر آتے تھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی کی یہ تشریح صحیح نہیں ہے اور صحیح بات وہی ہے جو جمہور نے کہی ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا مستحب ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کے لیے خوشبو لگاتی تھی" جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوشبو احرام کے لیے تھی ازواج سے عمل ازدواج کے لیے نہ تھی اور اس کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ حالت احرام میں آپ کی مانگ میں خوشبو کی چمک نظر آتی تھی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو اس کی تاویل بیان کی ہے وہ چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مقبول ہے۔[1]

احناف کی مؤید احادیث

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید میں یہ حدیث ہے۔ "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم احرام باندھنے سے پہلے اپنے چہروں پر خوشبودار مشک کو ملتے تھے اس کے بعد احرام باندھتے تھے، پھر ہم کو پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا رہتا تھا حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ ہمیں منع نہیں کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاتے اور ہم (احرام باندھنے سے پہلے) اپنی پیشانیوں پر خوشبودار مشک لگاتے، جب ہمیں پسینہ آتا تو وہ ہمارے چہروں پر بہتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھتے اور منع نہیں کرتے تھے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد اور مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے اور اس حدیث میں اس بات پر صریح دلالت ہے کہ احرام کے بعد اگر خوشبو کے آثار باقی ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[2]

احناف اور جمہور کے نظریہ کی تائید علامہ الہیثمی کی ذکر کردہ حسب ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے:

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۸ ۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ ۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ ۔

عن عمر بن الخطاب انه وجد ريح طيب بذى الحليفة فقال ممن هذه الريح فقال معاوية منى يا امير المؤمنين فقال منك لعنرى قال طيبتنى ام حبيبة وزعمت انها طيبت رسول الله صلى الله عليه وسلم عند احرامه فقال اذهب فاغتسله الماغسلته فرجع اليها فغسلته رواه احمد والبزار وزاد بعد الامر بغسله فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الحاج اشعث التفل ورجال احمد رجال الصحيح الا ان سليمان بن يسار لم يسمع عن عمر واسناد البزار متصل الا ان فيه ابراهيم ابن يزيد الخوزى وهو متروك۔ [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ذوالحلیفہ میں خوشبو محسوس کی تو فرمایا: یہ خوشبو کس سے آرہی ہے؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ خوشبو مجھ سے آرہی ہے! حضرت عمر نے فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم، تم سے؟ حضرت معاویہ نے کہا مجھے ام حبیبہ نے خوشبو لگائی تھی اور انھوں نے کہا تھا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احرام باندھتے وقت خوشبو لگائی تھی، حضرت عمر نے کہا: جاؤ اور جا کر انھیں خوشبو دھونے کی قسم دو! حضرت معاویہ ام حبیبہ کی طرف گئے اور انھوں نے اس خوشبو کو دھو دیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور مسند بزار میں دھونے کے حکم کے بعد یہ اضافہ ہے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حاجی بکھرے ہوئے بالوں والا اور خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبودار ہوتا ہے۔ مسند احمد کی روایت کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں لیکن ان میں سے سلیمان بن یسار کا حضرت عمر سے سماع ثابت نہیں ہے اور مسند بزار کی حدیث متصل الاسناد ہے لیکن اس میں ابراہیم بن یزید خوزی نام کا راوی متروک الحدیث ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے، خواہ اس کی خوشبو احرام کے بعد بھی آتی رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ کو خوشبو دھونے کا حکم احتیاطاً اپنے اجتہاد سے دیا تھا کہ حاجی کی شان یہ ہے کہ خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے اس سے بُو آتی رہے، انھوں نے حضرت امیر معاویہ کی روایت کا انکار نہیں کیا تھا۔ علامہ الہیثمی نے اس حدیث کو ہر چند کہ ضعیف قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی دیگر صحیح روایات کے مطابق ہے اور ان سے مؤید ہے اس لیے اس کا ضعف مضر نہیں ہے۔

محرم کے پھول سونگھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ شرح المہذب میں ہے کہ محرم کے پھول سونگھنے کے بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ پھول سونگھنا جائز ہے کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: آیا محرم کا پھول سونگھنا

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۳ ص ۲۱۸ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ

جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں! وہ پھول سونگھ سکتا ہے! دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے پھول سونگھنا جائز نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ پھول سونگھنا حرام ہے اور اگر محرم پھول سونگھ لے تو اس پر فدیہ واجب ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی قول ہے الّا یہ کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ فدیہ واجب نہیں کرتے اور امام احمد پھول سونگھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔[1]

حسب ذیل آثار امام ابوحنیفہ کے مؤید ہیں:

عن ابن عمر کان یکرہ شم الریحان للمحرم[2]

حضرت ابن عمر محرم کے پھول سونگھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

عن ابی الزبیر قال سالت جابرا یشم المحرم الطیب؟ فقال: لا۔[3]

ابوالزبیر کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے سوال کیا کیا محرم خوشبو سونگھ سکتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کیا ازواج مطہرات میں دنوں کی مساوی تقسیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟

حدیث نمبر ۲۷۴۸ اور ۲۷۴۹ میں

ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس گئے اور صبح احرام باندھا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ ازواج میں سے ایک زوجہ کا کم از کم حصہ ایک رات ہے تو ایک رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج کے پاس کیسے تشریف لے گئے؟ اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے۔ کہ جس زوجہ کی باری تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زوجہ کی اجازت اور رضامندی سے باقی ازواج کے پاس تشریف لے گئے دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریاں واجب نہیں تھیں اور آپ ان میں مساوات سے تقسیم اور سفر کے لیے قرعہ اندازی تکرماً اور تبرعاً کرتے تھے۔ علامہ اصطخری شافعی اور بعض دیگر علماء کا یہی قول ہے۔[4]

جن ازواج سے نکاح اور رخصتی ہوئی ان کی تعداد

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ازواج کی تعداد اور ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔ سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے شادی کی، پھر حضرت سودہ[2] بنت زمعہ سے پھر حضرت عائشہ[3] بنت ابی بکر سے پھر حضرت حفصہ[4] بنت عمر بن الخطاب سے پھر حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ سے پھر حضرت جویریہ[6] بنت الحارث سے (یہ غزوہ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں) پھر حضرت زینب بنت جحش سے پھر حضرت زینب بنت خزیمہ سے پھر حضرت ریحانہ[9] بنت زید سے (یہ بنو قریظہ سے تھیں ایک قول یہ ہے کہ یہ بنو نضیر سے تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قید کیا پھر آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، چھ ہجری میں ان سے نکاح ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو ان کا انتقال ہو گیا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں) پھر حضرت ام حبیبہ[10] رملہ بنت ابی سفیان سے پھر حضرت

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۵۷-۱۵۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱/۴ ص ۳۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[3] " " " " " " " " " "

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

صفیہ بنت حیی بنت اخطب سے (یہ ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں سات ہجری میں غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا) پھر حضرت میمونہ[۱۲] بنت الحارث سے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں عمرۃ القضاء کے موقع پر ان سے شادی کی) ان کے علاوہ آپ نے حضرت فاطمہ[۱۳] بنت الضحاک اور حضرت اسماء[۱۴] بنت النعمان سے شادی کی، یہ چودہ ازواج ہیں۔ اور کل ازواج جن کے ساتھ صرف نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی یا جن کی رخصتی بھی ہوئی، بعض کو طلاق دیدی، بعض فوت ہوگئیں، بعض کو آپ نے پسند نہیں کیا۔ سب کی تعداد اٹھائیس ہے اور جن کو نکاح کا پیغام دیا لیکن ان کے ساتھ نکاح نہیں ہوا ان کی تعداد دس ہے، علامہ عینی نے ان سب کے نام اور ضروری کوائف بالتفصیل ذکر کیے ہیں[۱]

حضرت انس سے ایک روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت نو ازواج تھیں' اور حضرت انس سے دوسری روایت ہے کہ آپ کے عقد میں بیک وقت گیارہ ازواج تھیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۹، طبع کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعدد ازدواج پر اعتراض کے جوابات

بعض عیسائی اور سوشلسٹ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار شادیاں کرنے کا حکم دیا ہے اور خود آپ نے ایک وقت میں نو ازواج سے شادیاں کیں ہیں، کیا آپ میں اشتہا زیادہ تھی؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال تک زندگی تجرد میں گذاری۔ حالانکہ شباب کی امنگوں کا اصل زمانہ یہی ایام ہوتے ہیں۔ پھر اقرباء کے اصرار اور دوسری جانب سے درخواست پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا، جن کی عمر ڈھل چکی تھی اور دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں، تر پچپن سال کی عمر تک پورے سکون اور کامل اطمینان کے ساتھ اسی پاکباز رفیقہ حیات کے ساتھ زندگی بسر کی۔ یہ وہی زمانہ تھا۔ جب آپ دنیاوی مشاغل کو ترک کر کے غاروں اور پہاڑوں میں جا کر مسلسل کئی کئی دن تک خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔ اور اللہ کی یہ نیک بندی آپ کے لیے توشہ تیار کرتیں اور آپ کی عبادت میں امداد اور معاونت کرتی تھیں۔ زندگی کا یہ دور عموماً نفسانی خواہشوں اور شہوانی جذبات کی ہنگامہ خیزیوں کا زمانہ ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑا معاند اور کٹر سے کٹر مخالف اور متعصب بھی آپ کی زندگی کے اس حصہ میں آپ کی عفت اور پاکبازی کے خلاف ایک حرف بھی نقل نہیں کر سکتا، اور یہ ان کی سیرت کا ذکر ہے جن کی جسمانی قوت چالیس جنتی مردوں کے برابر ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ اصح المطابع) اور ایک جنتی مرد کی طاقت دنیا کے سو مردوں کی طاقت کے برابر ہے۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد) گویا آپ کی طاقت چار ہزار مردوں کے برابر تھی، اس حساب سے چاہیے تھا کہ چار ہزار بیویاں آپ کے نکاح میں ہوتیں! پھر آپ کی شدید ریاضت اور ضبط نفس کا کیا ٹھکانا ہے کہ تریپن سال کی عمر تک ایک بیوہ کے ساتھ شادی کر کے زندگی گزار دی۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد آپ نے حضرت عائشہ سے عقد کیا جو آپ کی ازواج میں تنہا کنواری خاتون تھیں، ان کے علاوہ جس قدر ازواج آپ کے نکاح میں آئیں وہ سب بیوہ تھیں، وصال کے وقت آپ کی نو ازواج تھیں، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ[۲]، حضرت سودہ[۳]، حضرت ام سلمہ[۴]، حضرت زینب[۵]، حضرت ام حبیبہ[۶]، حضرت جویریہ[۷]، حضرت صفیہ[۸] اور حضرت میمونہ[۹] رضی اللہ عنہن وارضاہن' دنیا کا سب سے بے مثال انسان جو چار ہزار ازواج کا مستحق ہو، اس کے

[۱] ۔۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

عقد میں صرف نو ازواج دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازواج کا الزام لگا سکتا ہے!۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریپن سال سے متجاوز ہو چکی ہے۔ عظیم الشان فتوحات کا تانتا بندھا ہوا ہے، اموالِ غنیمت کی ریل پیل ہے، اس کے باوجود آپ کسی ایک دن بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے، کبھی ایسے مسلسل دو دن نہیں آئے جب دونوں دن آپ کے گھر میں چولہا جلا ہو، جو کچھ آتا اللہ کے راستے میں دے دیتے۔ اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے، مہینوں ازواجِ مطہرات کے حجروں سے دھواں نہ اٹھتا صرف پانی اور کھجور پر گذارہ چلتا کبھی پے در پے روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے۔ رات بھر قیام کی وجہ سے پاؤں پر ورم آجاتا۔ عیش عشرت کا سامان تو کجا ازواج سے ساف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو وہ ہمارے ساتھ رہے اور جسے دنیا کا عیش عزیز ہو وہ چلی جائے، ان تمام حالات کے باوجود تمام ازواج کے حقوق ایسے احسن طریقے سے ادا کیے جن کا کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میدانِ جنگ میں جب کفار کے لشکر کے مقابلہ میں بڑے بڑے بہادر اور قوی جوان حوصلہ ہار جاتے تو آپ چٹان کی طرح ڈٹے رہتے، ازواج سے تعلق خاطر عبادت اور فرائض رسالت میں کبھی حائل نہیں ہوا یہی وجہ تھی کہ کفار اور مشرکین کو آپ کے دعوی نبوت سے اختلاف تھا وہ وحی الٰہی کا انکار کرتے تھے لیکن آپ کی عفت اور پاک سیرت کا وہ برملا اعتراف کرتے تھے، چاند کے شق ہونے اور ڈوبے ہوئے سورج کے لوٹ آنے سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ آپ نے خاک اڑانے اور گالیاں دینے والوں سے اچھا سلوک کیا، پتھروں سے گھائل کرنے والوں کو دعائیں دیں۔ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور فتح مکہ کے بعد غلبہ پاکر تمام دشمنوں کو معاف کر دیا۔ ایسی بے نظیر سیرت اور کردار کے مالک شخص کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ انھوں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے متعدد شادیاں کیں عدل و انصاف سے کس قدر بعید ہے۔!

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ متعدد شادیوں کی وجہ نفسانی خواہش نہیں تھی تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر اس کی حکمت کیا تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی اور خارجی زندگی میں مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ تھا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی اور عائلی زندگی میں بھی مسلمانوں کے عمل کے لیے اُسوہ اور نمونہ تھا، پھر جس طرح بیرونی زندگی کی حکایت اور روایت کے لیے بہت سے مرد تھے اسی طرح آپ کے گھر کی زندگی کے حالات اور کوائف کو بیان کرنے کے لیے بہت سی عورتیں ہونی چاہیے تھیں، اس لیے کثرت ازدواج کی ایک اہم اور بڑی مصلحت یہ تھی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے طریقہ اور سنت کی اشاعت کا ذریعہ مہیا ہو جائے۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ مختلف قبائل اور خاندانوں میں رشتہ مناکحت کی وجہ سے ان کے ساتھ میل جول اور ربط و ضبط بڑھا جس سے ان کی منافرت اور وحشت دور ہوئی اور آپ کے حسن معاملہ، پاکیزہ اخلاق اور بے لوث کردار کو دیکھ کر ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہوا اور تبلیغ اسلام کی راہ ہموار ہو گئی، اور اللہ کے عبادت گذاروں، دین اسلام کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی ایسی عظیم جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ نیک سیرت اور پرہیزگار لوگ باستثناء رسل آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائے گئے۔ کیا نفسانی خواہشات کا رسیا ایسی جماعت تیار کر سکتا ہے؟

تعدد ازدواج سے متعدد قبائل اور خاندانوں کو آپ کے ساتھ رشتہ داری کا شرف حاصل ہوا جو عورتیں آپ کے نکاح میں آئیں وہ ام المؤمنین بن گئیں۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جن کے ساتھ آپ کا سسرالی رشتہ ہو جائے وہ رشتہ ان کے دخول جنت کا سبب بن جائیگا، اور اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا تھا کہ تم چار بیویوں میں عدل نہیں کرتے اور ہمارا رسول بیک وقت

ازواج میں عدل و انصاف کر کے دکھاتا ہے اور یہ کہ نبی نے ہمیشہ تم سے جتنا عمل کے لیے کہا ہے خود اس سے زیادہ عمل کر کے دکھایا ہے۔ کیونکہ ہمارے نبی کا عمل قول سے ہمیشہ آگے رہتا ہے۔!

بَابُ ۳۵۰ تَحْرِيمِ الصَّيْدِ الْمَأْكُولِ الْبَرِيِّ عَلَى الْمُحْرِمِ بِحَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ أَوْ بِهِمَا۔

محرم کے لیے خشکی (جنگل) کے شکار کی ممانعت

۲۷۴۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَحْشِيًّا وَهُوَ بِالْأَبْوَاءِ أَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا أَنْ رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي وَجْهِي قَالَ إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَّا حُرُمٌ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام ابواء یا ودان میں ایک جنگلی گدھا پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا، تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَهْدَيْتُ لَهُ حِمَارَ وَحْشٍ كَمَا قَالَ مَالِكٌ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَصَالِحٍ أَنَّ الصَّعْبَ ابْنَ جَثَّامَةَ أَخْبَرَهُ۔

حضرت صعب بن جثامہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنگلی گدھا پیش کیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۴۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا۔

وَقَالَ اَهْدَيْتُ لَهٗ مِنْ لَحْمِ حِمَارٍ وَحْشٍ۔

۲۷۴۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَهْدَى الصَّعْبُ ابْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارَ وَحْشٍ وَّهُوَ مُحْرِمٌ فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ وَقَالَ لَوْلَا اَنَّا مُحْرِمُوْنَ لَقَبِلْنَاهُ مِنْكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھا ہدیہ کیا۔ آپ نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا اگر ہم محرم نہ ہوتے تو اس کو تم سے قبول کر لیتے۔

۲۷۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مَنْصُوْرًا يُحَدِّثُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ رِوَايَةِ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْحَكَمِ اَهْدَى الصَّعْبُ ابْنُ جَثَّامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِجْلَ حِمَارٍ وَّفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَجُزَ حِمَارٍ وَّحْشٍ يَقْطُرُ دَمًا وَّفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيْبٍ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِقُّ حِمَارٍ وَّحْشٍ فَرَدَّهٗ۔

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ ہدیہ کی اور ایک روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا پچھلا دھڑ بھیجا، جس سے خون ٹپک رہا تھا اور ایک اور روایت میں ہے کہ جنگلی گدھے کا ایک پہلو بھیجا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا۔

۲۷۴۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ زَيْدُ بْنُ اَرْقَمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا: آپ نے شکار کے اس گوشت کے بارے میں مجھ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَسْتَذْكِرُهُ كَيْفَ أَخْبَرْتَنِي عَنْ لَحْمِ صَيْدٍ أُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حَرَامٌ قَالَ أُهْدِيَ لَهُ عُضْوٌ مِنْ لَحْمِ صَيْدٍ فَرَدَّهُ فَقَالَ إِنَّا لَا نَأْكُلُهُ إِنَّا حُرُمٌ.

سے کیا کہا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت احرام میں ہدیۃً دیا گیا تھا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکار کے گوشت کا ایک عضو ہدیۃً دیا گیا تھا جس کو آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا ہم اس کو نہیں کھاتے کیونکہ ہم محرم ہیں۔

۲۷۴۷- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْقَاحَةِ فَمِنَّا الْمُحْرِمُ وَمِنَّا غَيْرُ الْمُحْرِمِ إِذْ بَصُرْتُ بِأَصْحَابِي يَتَرَاءُونَ شَيْئًا فَنَظَرْتُ فَإِذَا حِمَارُ وَحْشٍ فَأَسْرَجْتُ فَرَسِي وَأَخَذْتُ رُمْحِي ثُمَّ رَكِبْتُ فَسَقَطَ مِنِّي سَوْطِي فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي وَكَانُوا مُحْرِمِينَ نَاوِلُونِي السَّوْطَ فَقَالُوا وَاللهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ بِشَيْءٍ فَنَزَلْتُ فَتَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ رَكِبْتُ فَأَدْرَكْتُ الْحِمَارَ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ وَرَاءَ أَكَمَةٍ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي فَعَقَرْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَأْكُلُوهُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَامَنَا فَحَرَّكْتُ فَرَسِي فَأَدْرَكْتُهُ فَقَالَ هُوَ حَلَالٌ فَكُلُوهُ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے حتیٰ کہ ہم "قاحہ" میں پہنچے، ہم میں سے بعض محرم اور بعض غیر محرم تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، میں نے دیکھا کہ وہ ایک جنگلی گدھا تھا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی، اپنا نیزہ سنبھالا اور سوار ہو گیا اتفاقاً میرا چابک گر گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: مجھے چابک اٹھا دو، وہ ساتھی محرم تھے، انھوں نے کہا خدا کی قسم! ہم تمہاری اس معاملہ میں بالکل مدد نہیں کریں گے۔ میں نے اتر کر چابک اٹھایا اور سوار ہو گیا۔ میں نے اس جنگلی گدھے کو پیچھے سے جا کر پکڑ لیا، درآں حالیکہ وہ ٹیلے کے پیچھے تھا۔ میں نے نیزہ مار کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اس کو اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ بعض ساتھیوں نے کہا کھالو اور بعض نے کہا نہ کھاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے آگے تھے۔ میں گھوڑا بڑھا کر آپ تک پہنچا آپ نے فرمایا وہ حلال ہے اس کو کھالو۔

۲۷۴۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ نَافِعٍ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب مکہ کے کسی راستے پر پہنچے تو اپنے چند محرم ساتھیوں کے

مَوْلٰى اَبِىْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِبَعْضِ طَرِيْقِ مَكَّةَ تَخَلَّفَ مَعَ اَصْحَابٍ لَّهٗ مُحْرِمِيْنَ وَهُوَ غَيْرُ مُحْرِمٍ فَرَاٰى حِمَارًا وَّحْشِيًّا فَاسْتَوٰى عَلٰى فَرَسِهٖ فَسَاَلَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّنَاوِلُوْهُ سَوْطَهٗ فَاَبَوْا فَسَاَلَهُمْ رُمْحَهٗ فَاَبَوْا عَلَيْهِ فَاَخَذَهٗ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهٗ فَاَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبٰى بَعْضُهُمْ فَاَدْرَكُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلُوْهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا هِىَ طُعْمَةٌ اَطْعَمَكُمُوْهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ.

ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے۔ حضرت ابوقتادہ خود غیر محرم تھے، اچانک حضرت ابوقتادہ نے ایک جنگلی گدھا دیکھا وہ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ انھیں چابک اٹھا دیں، انھوں نے انکار کر دیا، پھر ساتھیوں سے کہا کہ نیزہ دے دیں، انھوں نے انکار کیا۔ انھوں نے خود نیزہ لے کر گھوڑا دوڑایا اور اس جنگلی گدھے کو مار لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے اس میں سے کھا لیا اور بعض نے انکار کر دیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا، یہ ایک کھانا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا ہے۔

۲۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ قَتَادَةَ فِىْ حِمَارِ الْوَحْشِ مِثْلَ حَدِيْثِ اَبِى النَّضْرِ غَيْرَ اَنَّ فِىْ حَدِيْثِ زَيْدِ ابْنِ اَسْلَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِّنْ لَحْمِهٖ شَىْءٌ.

زید بن اسلم کی روایت میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ گوشت ہے۔

۲۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ السُّلَمِىُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِىْ اَبِىْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اَبِىْ قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ اَبِىْ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَاَحْرَمَ اَصْحَابُهٗ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَدُوًّا بِغَيْقَةَ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا مَعَ اَصْحَابِهٖ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اِذْ نَظَرْتُ

عبداللہ بن ابی قتادہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال میرے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ آپ کے صحابہ نے احرام باندھا ہوا تھا، اور میرے والد نے احرام نہیں باندھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ دشمن غیقہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھا وہ میری طرف دیکھ کر ہنس رہے تھے، اچانک میں نے ایک جنگلی گدھے کو دیکھا میں نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اس کو روک لیا، پھر اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی، انھوں نے میری

فَإِذَا أَنَا بِحِمَارِ وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَأَثْبَتُّهُ فَاسْتَعَنْتُهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يُعِينُونِي فَأَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا أَنْ نُقْتَطَعَ فَانْطَلَقْتُ أَطْلُبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُدْرِكُ فَرَسِي شَأْوًا وَأُسَيِّرُ شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فَقُلْتُ أَيْنَ لَقِيتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنٍ وَهُوَ قَائِلٌ السُّقْيَا فَلَحِقْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَصْحَابَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ وَإِنَّهُمْ قَدْ خَشُوا أَنْ يُقْتَطَعُوا دُونَكَ انْتَظِرْهُمْ فَانْتَظَرَهُمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي اصْطَدْتُ وَمَعِي مِنْهُ فَاضِلَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَهُمْ مُحْرِمُونَ.

مدد کرنے سے انکار کر دیا، ہم نے اس کا گوشت کھایا اور ہمیں یہ خدشہ ہوا کہ کہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچھڑ نہ جائیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لیے نکلا، کبھی گھوڑے کو دوڑاتا، اور کبھی آہستہ چلاتا، راستہ میں آدھی رات کو میری بنو غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ملے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام تعہن میں چھوڑا ہے اور آپ مقام سقیا میں قیلولہ کریں گے۔ میں اس جگہ جا کر آپ سے ملا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے اصحاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور انھیں یہ خوف ہے کہ کہیں آپ سے بچھڑ نہ جائیں۔ آپ ان کا انتظار کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتظار کیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے شکار کیا ہے اور میرے پاس اس میں سے کچھ بچا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

۲۷۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجًّا وَخَرَجْنَا مَعَهُ قَالَ فَصَرَفَ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْقَوْنِي قَالَ فَأَخَذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا قِبَلَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْرَمُوا إِلَّا أَبَا قَتَادَةَ فَإِنَّهُ لَمْ يُحْرِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ يَسِيرُونَ إِذْ رَأَوْا حُمُرَ وَحْشٍ وَحَمَلَ عَلَيْهَا أَبُو قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا أَتَانًا فَنَزَلُوا فَأَكَلُوا مِنْ لَحْمِهَا قَالَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لیے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے بعض صحابہ کو ایک طرف موڑ دیا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلو، پھر مجھ سے آملنا پھر وہ سب سمندر کے کنارے کنارے چل پڑے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانے لگے تو ابو قتادہ کے سوا سب نے احرام باندھ لیا، انھوں نے احرام نہیں باندھا۔ چلتے چلتے انھوں نے جنگلی گدھے دیکھے۔ حضرت ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں پھر سب نے اتر کر اس کا گوشت کھایا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے سوچا کہ ہم نے (شکار کا) گوشت کھا لیا ہے حالانکہ ہم محرم ہیں۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اس جنگلی گدھی کا باقی ماندہ گوشت اپنے ساتھ رکھ لیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَقَالُوْا اَكَلْنَا لَحْمًا وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ قَالَ فَحَمَلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِ الْاَتَانِ فَلَمَّا اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا اَحْرَمْنَا وَكَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ لَمْ يُحْرِمْ فَرَاَيْنَا حُمُرَ وَحْشٍ فَحَمَلَ عَلَيْهَا اَبُوْ قَتَادَةَ فَعَقَرَ مِنْهَا اَتَانًا فَنَزَلْنَا وَاَكَلْنَا مِنْ لَّحْمِهَا فَقُلْنَا نَاْكُلُ لَحْمَ صَيْدٍ وَّنَحْنُ مُحْرِمُوْنَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا فَقَالَ هَلْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ بِشَيْءٍ قَالَ قَالُوْا لَا قَالَ فَكُلُوْا مَا بَقِيَ مِنْ لَّحْمِهَا۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے احرام باندھ لیا تھا اور ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ہم نے جنگلی گدھے دیکھے۔ ابو قتادہ نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک گدھی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر ہم نے اتر کر اس کا گوشت کھایا، پھر ہمیں خیال آیا کہ ہم محرم تھے اور ہم نے شکار کا گوشت کھا لیا۔ پھر ہم نے باقی گوشت رکھ لیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے شکار کا امر کیا تھا یا اس کی طرف کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو۔

۲۷۵۲- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَوْهَبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ رِوَايَةِ شَيْبَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمِنْكُمْ اَحَدٌ اَمَرَهٗ اَنْ يَّحْمِلَ عَلَيْهَا اَوْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ قَالَ اَشَرْتُمْ اَوْ اَعَنْتُمْ اَوْ اَصَدْتُمْ قَالَ شُعْبَةُ وَلَا اَدْرِيْ قَالَ اَعَنْتُمْ اَوْ اَصَدْتُمْ۔

شیبان کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص نے اس کو حملہ کرنے کا حکم دیا تھا، یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا؟ اور شعبہ کی روایت میں ہے کیا تم نے اشارہ کیا تھا یا امداد کی تھی یا شکار کیا تھا؟ شعبہ کہتے مجھے یاد نہیں کیا کہا تھا کیا تم نے امداد کی تھی یا تم نے اشارہ کیا تھا۔

۲۷۵۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ فَاَهَلُّوْا بِعُمْرَةٍ غَيْرِيْ

عبداللہ بن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ میں تھے، حضرت ابو قتادہ نے کہا میرے سوا سب نے عمرہ کا احرام باندھ لیا، میں نے ایک جنگلی گدھے کا شکار کیا اور اسے اپنے محرم ساتھیوں کو کھلایا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو خبر دی کہ ہمارے پاس اس کا بچا ہوا گوشت ہے آپ

قَالَ فَاصْطَدْتُّ حِمَارَ وَحْشٍ فَاَطْعَمْتُ اَصْحَابِیْ وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ ثُمَّ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَبَاْتُهُ اَنَّ عِنْدَنَا مِنْ لَّحْمِهٖ فَاضِلَةً فَقَالَ كُلُوْهُ وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ

نے فرمایا اس کو کھاؤ حالانکہ وہ سب محرم تھے۔

۲۷۵۴- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ حَدَّثَنَا فُضَیْلُ بْنُ سُلَیْمَانَ النُّمَیْرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهُمْ خَرَجُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ مُّحْرِمُوْنَ وَاَبُوْ قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ وَفِیْهِ فَقَالَ هَلْ مَعَكُمْ مِّنْهُ شَیْءٌ قَالُوْا مَعَنَا رِجْلُهٗ قَالَ فَاَخَذَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلَهَا

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے سب نے احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت ابو قتادہ نے احرام نہیں باندھا تھا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس میں سے کچھ چیز ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے پاس اس کی ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر تناول فرمائی۔

۲۷۵۵- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ وَاِسْحٰقُ عَنْ جَرِیْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ رُفَیْعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ اَبُوْ قَتَادَةَ فِیْ نَفَرٍ مُّحْرِمِیْنَ وَاَبُوْ قَتَادَةَ مُحِلٌّ وَّاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ وَفِیْهِ هَلْ اَشَارَ اِلَیْهِ اِنْسَانٌ مِّنْكُمْ اَوْ اَمَرَهٗ بِشَیْءٍ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَكُلُوْهُ۔

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا؛ باقی محرم تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے اس کی طرف کسی انسان نے اشارہ کیا تھا؟ یا کسی چیز کا حکم دیا تھا؟ صحابہ نے کہا نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر اس کو کھالو!

۲۷۵۶- وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَنْ مُّحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُثْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنَّا مَعَ طَلْحَةَ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَنَحْنُ حُرُمٌ فَاُهْدِیَ لَهٗ طَیْرٌ وَّطَلْحَةُ

عبدالرحمن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ درآں حالیکہ ہم محرم تھے۔ ان کے پاس ایک پرندہ ہدیۃً لایا گیا اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ ہم میں سے بعض نے کھا لیا، اور بعض نے پرہیز کیا۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے

رَاقِدٌ فَمِنَّا مَنْ اَكَلَ وَمِنَّا مَنْ تَوَرَّعَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ طَلْحَةُ وَفَّقَ مَنْ اَكَلَهُ وَقَالَ اَكَلْنَاهُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھایا ہے۔

خشکی کے شکار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما" (مائدہ: ۹۶) "خشکی (جنگل) کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالتِ احرام میں ہو۔"

خشکی کے جانور وہ ہیں جن کی پیدائش اور نشوونما خشکی میں ہوئی ہو اور شکار وہ جانور ہیں جو انسانوں سے وحشت کرتے ہوں، اور مانوس نہ ہوں، ہرن اور نیل گائے وغیرہ شکار ہیں اور اونٹ اور بکرے وغیرہ شکار نہیں ہیں۔

محرم کے لیے خشکی کے شکار کھانے میں مذاہبِ ائمہ

حدیث نمبر ۴۱، ۴۲ میں ہے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگلی گدھا پیش کیا، آپ نے اس کو واپس کر دیا پھر جب آپ نے میرے چہرے پر ملال کا اثر دیکھا تو فرمایا ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: محرم کے لیے جس جانور کا شکار کیا جائے اس کا کھانا حرام ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شکار تمہارے لیے حلال ہے جبکہ تم نے شکار کیا ہو نہ تمہارے لیے شکار کیا گیا ہو" (ابو داؤد) اور اگر محرم نے شکار کی طرف اشارہ کیا ہو یا اس میں مدد کی ہو یا اس کی رہنمائی کی ہو تو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی وجہ سے وہ بھی حرام ہے۔[1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی فرماتے ہیں بیع اور ہبہ کے ذریعے محرم کے لیے شکار کے جانور کا مالک ہونا حرام ہے اگر وہ خود شکار کرے یا اس کے لیے شکار کیا جائے خواہ اس کی اجازت سے ہو یا نہ ہو تو وہ شکار محرم پر حرام ہے اور اگر غیر محرم اپنے لیے جانور کو شکار کرے اور محرم کا قصد نہ کرے پھر اس کا گوشت محرم کو ہبہ کرے یا بیچ دے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام مالک، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ جب محرم کی اعانت نہ ہو تو پھر محرم پر شکار کا گوشت حرام نہیں ہے خواہ غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہو، اور ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ اس نے شکار کیا ہو یا اس کے غیر نے، اس کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ نظریہ حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے۔ ان کی ایک دلیل تو قرآن مجید کی یہ آیت ہے وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما (مائدہ: ۹۶) "خشکی کا شکار تم پر حرام کر دیا گیا ہے جب تک تم حالتِ احرام میں ہو"۔ اور دوسری دلیل باب کی حدیث مذکور ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کو جنگلی گدھا یہ فرما کر واپس کر دیا کہ ہم محرم ہیں" اور یہ نہیں فرمایا "کیونکہ تم نے ہمارے لیے شکار کیا ہے اس لیے ہم نہیں کھاتے"۔ امام شافعی اور ان کے موافقین کا استدلال حضرت ابو قتادہ کی روایت سے ہے جو صحیح مسلم میں اس

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۲ ص ۴۰۱، دار الفکر بیروت۔

حدیث کے بعد ہے (حدیث نمبر ۴۸-۲۷۴۷) کیونکہ جس جانور کا حضرت ابو قتادہ نے غیر محرم ہونے کی حالت میں شکار کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محرموں کے لیے حلال قرار دیا، اور فرمایا یہ حلال ہے اس کو کھاؤ اور ایک روایت میں ہے آپ نے پوچھا تمہارے پاس اس میں سے کچھ بچا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ایک ٹانگ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ لے کر کھالی، نیز سنن ابوداؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خشکی کا شکار تمہارے لیے جائز ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کردیا وہ تمہارے لیے شکار نہ کیا جائے"۔ حضرت صعب بن جثامہ اور حضرت ابو قتادہ کی احادیث میں بظاہر تعارض ہے کیونکہ حضرت صعب کی روایت میں شکار کا گوشت نہ کھانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ محرم تھے اور حضرت ابو قتادہ کی روایت میں محرم کے لیے شکار کے گوشت کو جائز قرار دے دیا ہے جبکہ اس نے شکار میں مدد نہ کی ہو۔ حالانکہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار میں بھی کسی نے مدد نہیں کی تھی اور ان میں تطبیق صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ کے شکار کا گوشت آپ نے صرف اس لیے نہیں کھایا کہ انھوں نے آپ کی خاطر شکار کیا تھا اور اس کی تصریح حضرت جابر کی روایت میں بھی ہے اور یہ بات امام ابوحنیفہ کے موقف کے خلاف ہے اور امام شافعی اور ان کے موافقین کے موافق ہے[1]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض متقدمین نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔ امام مالک کے قول میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں منع کیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر محرم کی خاطر غیر محرم شکار کرتا ہے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے[2]

احناف کا نظریہ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک جب محرم نے شکار پر دلالت کی ہو نہ معاونت کی ہو نہ اشارہ کیا ہو نہ امر کیا ہو تو غیر محرم کے شکار کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانا اس کے لیے جائز ہے، خواہ غیر محرم نے اپنے لیے شکار کیا ہو یا محرم کے لیے شکار کیا ہو[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: غیر محرم نے جانور شکار کر کے ذبح کیا ہو اور محرم نے اس پر دلالت کی ہو نہ اس کو شکار کرنے کا حکم کیا ہو تو محرم کے لیے اس کے گوشت کا کھانا جائز ہے، اس کے برخلاف امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر غیر محرم نے محرم کے لیے شکار کیا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے[4]

بعض حنفی المسلک معاصرین نے تسامحاً اس حدیث کی شرح میں شوافع کا نقطہ نظر بیان کر دیا ہے لکھتے ہیں: اب سوال ہوتا ہے کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کا گوشت آپ نے کیوں واپس کر دیا اور ابو قتادہ کا قبول فرما لیا اور

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۰۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[3] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۲۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کھایا اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شکار کیا تھا اس لیے آپ نے واپس کر دیا تھا اور ابو قتادہ نے آپ کے لیے شکار نہ کیا تھا اس لیے وہ کھا لیا تھا[1]

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایات کا جواب انشاء اللہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔

احناف کے دلائل

احناف کی سب سے قوی دلیل اس باب کی ۲۷۴ سے لے کر ۲۷۵ تک کی روایات ہیں ان تمام روایات میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے شکار کا ذکر ہے۔ حضرت ابو قتادہ غیر محرم تھے انھوں نے جنگلی گدھا شکار کیا، محرم ساتھیوں نے ان کے اصرار کے باوجود ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ شکار کا گوشت سب نے کھا لیا بعد میں تردد ہوا تو سرکار رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے محرم صحابہ سے فرمایا تم میں سے کسی نے اس کا حکم دیا تھا یا اس کی طرف اشارہ کیا تھا یا اس میں مدد کی تھی؟ سب نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اس کا باقی ماندہ گوشت بھی کھا لو اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ عرض کیا ایک ٹانگ باقی ہے۔ آپ نے وہ ٹانگ لے کر کھا لی یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے[2]

اس حدیث سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کو کھانے کی حرمت کی جتنی وجوہات ہو سکتی تھیں وہ آپ نے بیان کر دیں کہ کسی محرم نے شکار کا حکم تو نہیں دیا؟ اس کی طرف اشارہ تو نہیں کیا؟ شکار میں مدد تو نہیں کی؟ اگر محرم کی خاطر شکار کرنے کی وجہ سے بھی غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت کو بھی بیان فرما دیتے۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سوالات کیے ہیں جن کی وجہ سے غیر محرم کا شکار محرم پر حرام ہوتا ہے اور یہ حلال اور حرام میں امتیاز کرنے کا موقع تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام نے یہی مسئلہ دریافت کیا تھا کہ آیا غیر محرم کا شکار محرم کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ سوال نہیں کیا کہ آیا یہ شکار محرم کے لیے اور اس کی خاطر کیا گیا تھا؟ تو پتا چلا کہ اس کا حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جب محرم نے غیر محرم کو شکار کا حکم کیا ہو نہ اس شکار کی طرف اشارہ کیا ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو اس غیر محرم کے شکار کا گوشت محرم کے لیے کھانا جائز ہے خواہ غیر محرم نے وہ شکار اپنے لیے کیا ہو یا محرم کے لیے اور یہی احناف کرّم اللہ کا مسلک ہے۔

احناف کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

عن عبد الرحمٰن التیمی کنا مع طلحۃ ونحن حرم فاھدی لنا طیر و طلحۃ راقد فمنا من اکل و منھا من تورع فلما استیقظ طلحۃ وفق من اکل وقال اکلناہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[3]

عبد الرحمٰن تیمی بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم محرم تھے، ہمیں ایک پرندہ ہدیۃً دیا گیا، حضرت طلحہ اس وقت سو رہے تھے، ہم میں سے بعض نے کھایا اور بعض نے پرہیز کیا۔ جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انھوں نے کھانے والوں کی موافقت کی اور کہا کہ ہم

---

[1] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۳۲، مطبوعہ فیصل آباد۔

[2] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۶، ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

[3] ۔ امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری متوفی ۳۱۱ھ، صحیح ابن خزیمہ ج ۴ ص ۱۷۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۵ھ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو کھایا ہے۔

باب مذکور کے آخر میں بھی یہ حدیث ہے (نمبر ۲۷۵۶)

علامہ ابوالحسن مرغینانی اور علامہ سرخسی نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور استدلال کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں محرم کے لیے شکار کا گوشت مطلقاً حلال قرار دیا گیا ہے خواہ وہ محرم کے لیے شکار کیا گیا ہو یا نہیں، البتہ وہ قیود جو حضرت ابو قتادہ کی حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ بہر حال معتبر رہیں گی۔ اور حضرت جابر کی روایت کا احتمال اس میں اس لیے معتبر نہیں ہوگا کہ وہ حدیث ضعیف ہے اس لیے اس استدلال پر علامہ ابن ہمام کا یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ جب اس میں حضرت ابو قتادہ کی روایت کی قیود کا اعتبار ہے تو حضرت جابر کی روایت کی قید کا اعتبار کیوں نہیں ہے۔

شوافع اور دوسرے ائمہ کی دلیل

شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت ہے:

عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول صيد البر لكم حلال مالم تصيدوه او يصاد لكم۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (حالت احرام میں) خشکی کا شکار تمہارے لیے حلال ہے جب تک تم اس کا شکار نہ کرو یا تمہارے لیے اس کا شکار نہ کیا جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت، سنن ابوداؤد[1]، جامع ترمذی[2] اور سنن نسائی[3]، شرح السنۃ[4]، مجمع الزوائد[5] اور کنز العمال[6] میں ہے، ہم پہلے ان کتب کے حوالوں سے اس حدیث کی سند پر گفتگو کریں گے اور پھر قواعد عربیہ کے اعتبار سے اس کا جواب ذکر کریں گے۔ یہ حدیث چونکہ متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اس لیے حلت اور حرمت کا معیار نہیں بن سکتی۔

سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کو جس سند سے روایت کیا گیا ہے اس سند میں عمرو بن عمرو نام کا راوی ہے امام ابو عبدالرحمان نسائی کہتے ہیں کہ عمرو بن عمرو حدیث میں قوی نہیں ہے[7]، جامع ترمذی کی سند میں مطلب نام کا ایک

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام عبدالرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۷، ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴ مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت، ۱۴۰۶ھ۔

[6] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵، کنز العمال، ج ۵ ص ۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

[7] امام ابوعبدالرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

راوی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ مطلب کا جابر سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے[1]، شرح السنۃ کے حاشیہ میں شعیب الارناؤوط نے لکھا ہے کہ امام محمد (بخاری) کہتے ہیں کہ مطلب کا کسی صحابی سے سماع ہمارے علم میں نہیں ہے، اسی طرح عبداللہ بن عبدالرحمان نے کہا اس کا کسی صحابی سے سماع ہم نہیں جانتے[2]۔ حافظ نورالدین الہیثمی نے اس حدیث کو طبرانی فی الکبیر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند میں یوسف بن خالد سمتی نام کا راوی ہے اور وہ ضعیف ہے[3]۔

ضعف سے قطع نظر دوسرا جواب یہ ہے کہ اویصاد لکم میں لام تملیک کا ہے اگر جانور کو محرم کی ملکیت میں دینے کے لیے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے، یا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ جانور کو محرم کے امر اور اس کے حکم سے شکار کیا جائے تو محرم کے لیے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ پہلا جواب، علامہ شمس الدین سرخسی[4] نے دیا ہے اور دوسرا علامہ کاسانی[5] نے۔ بہرحال روایۃً یہ حدیث متعدد وجوہ سے ضعیف ہے اور درایۃً احناف کے لیے مضر نہیں ہے جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ کاسانی کے جوابات سے ظاہر ہے۔

حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا جواب

احناف کثرہم اللہ کے نظریہ کا استحکام واضح ہو جانے کے بعد اب صرف یہ سوال رہ جاتا ہے کہ صحیح بخاری[6] اور صحیح مسلم[7] میں حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واپس کر دیا اور فرمایا "ہم نے اس کو صرف اس وجہ سے واپس کیا ہے کہ ہم محرم ہیں۔" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی قید کے مطلقاً محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کے گوشت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض، صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۵۶ ہے جس میں حضرت طلحہ نے بغیر کسی قید کے مطلقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت احرام میں غیر محرم کے شکار کا گوشت کھانا روایت کیا ہے، اسی طرح بہزی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھے مکہ جا رہے تھے حتیٰ کہ جب مقام روحا پر پہنچے تو وہاں ایک زخمی جنگلی گدھا دیکھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا اس کو چھوڑو عنقریب اس کا مالک آجائے گا، پھر بہزی اس کے مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور اس نے آ

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام حسین بن محمد بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۷ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۰ھ۔
[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ المعارف، بیروت ۱۴۰۶ھ
[4] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۸۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔
[5] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ۔
[6] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،
[7] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۷۶ " " " ۱۳۷۵ھ

کر کہا یا رسول اللہ! اس جنگلی گدھے کا آپ جو چاہے کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ صحابہ میں اس کے گوشت کو تقسیم کر دیں [1]۔ اس حدیث میں بھی غیر محرم کے شکار کے گوشت کو محرم کے لیے بغیر کسی قید کے مطلقاً جائز قرار دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہ کو کھلایا گیا، اس لیے حضرت صعب بن جثامہ کی روایت حضرت طلحہ اور حضرت بحزی کی روایات کے معارض ہے جو مسلم اور نسائی میں مذکور ہیں۔ اس لیے حضرت ابو قتادہ کی روایت پر عمل کیا جائے گا جو تعارض سے محفوظ ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ اگر محرم نے شکار کا امر کیا ہو نہ اس میں مدد کی ہو تو غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کے لیے کھانا جائز ہے اور یہ روایت اس سے عام ہے کہ محرم کی خاطر شکار کیا گیا ہو یا نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۴۱ میں ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگلی گدھا پیش کیا اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۷۴۳ میں ہے کہ جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا اور حدیث نمبر ۲۷۴۵ میں ہے کہ جنگلی گدھے کی ایک ٹانگ پیش کی اور اسی میں ہے کہ اس کا پہلو پیش کیا اور اسی میں ہے کہ اس کا پچھلا دھڑ پیش کیا جس سے خون ٹپک رہا تھا اور حدیث مضطرب سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث مضطرب ہے اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اضطراب سے خالی ہے اس لیے حضرت ابو قتادہ کی روایت کو ترجیح ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے اور حضرت ابو قتادہ کی روایت صلح حدیبیہ کے موقع کی ہے اس لیے حضرت صعب کی روایت حضرت ابو قتادہ کی روایت کیلئے ناسخ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت کا حجۃ الوداع کے موقع کا ہونا ثابت نہیں ہے۔ اس کو صرف طبری نے ذکر کیا ہے اور اس کا کوئی ثبوت صحیح نہیں ہے اس کے برخلاف صحیح بخاری (ج ۱ ص ۲۴۶) اور صحیح مسلم کی حدیث (نمبر ۲۷۵۱) میں تصریح ہے کہ حضرت ابو قتادہ کی روایت حج کے موقع کی ہے اور ہجرت کے بعد جو آپ نے حج کیا ہے وہی حجۃ الوداع ہے۔ اس لیے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت آخری عمل ہے اور بر تقدیر ثبوت حضرت صعب کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ [2]

اجتہاد کی تحقیق

حدیث نمبر ۲۷۴۷ میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے جنگلی گدھے کا شکار کیا وہ غیر محرم تھے انھوں نے وہ گوشت اپنے محرم ساتھیوں پر پیش کیا۔ بعض نے اس کو کھا لیا اور بعض نے اس کو نہیں کھایا، اس حدیث میں اجتہاد کا ثبوت ہے۔ کیونکہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے غیر محرم کے شکار کو محرم کے لیے جائز قرار دیا اور بعض نے ناجائز قرار دیا۔

اجتہاد کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید شریف لکھتے ہیں کہ اجتہاد کا لغوی معنی کوشش کرنا ہے، اور اصطلاح میں حکم شرعی کا ظن حاصل کرنے کے لیے فقیہ کی کوشش کو اجتہاد کہتے ہیں۔ ایک اور تعریف یہ لکھی ہے: "کسی مسئلہ شرعیہ پر کتاب وسنت سے استدلال میں ذہنی وفکری

---

[1] ۔ امام ابو عبد الرحمٰن نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

قوت کو صرف کرنا[1]۔ علامہ اصفہانی نے لکھا ہے کہ طاقت خرچ کرنے اور مشقت برداشت کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[2]۔ یہ اجتہاد کا لغوی معنی ہے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا، اجتہاد ہے[3]۔ علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں کہ کتاب و سنت پر قیاس کر کے کسی حکم کے حصول میں پوری کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں[4]۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں کہ حاکم کا کسی قضیہ اور حکم کو قیاس سے کتاب اور سنت کی طرف لوٹانا اجتہاد ہے، کتاب اور سنت کی طرف مراجعت کے بغیر ذاتی رائے کو اجتہاد نہیں کہتے[5]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رازی نے کہا ہے کہ فقہاء کے نزدیک ان چیزوں میں نظر و فکر میں کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں۔ جن چیزوں میں غور و فکر پر ملامت نہیں ہوتی[6]۔ امام غزالی لکھتے ہیں کہ احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لیے مجتہد کے انتہائی کوشش صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور اجتہاد تام یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں اس قدر کوشش کرے کہ مزید تجسس کرنے سے اس کا نفس عاجز آجائے[7]۔ مولانا عبدالعلی نے علامہ محب اللہ بہاری کہ یہ تعریف مقرر رکھی ہے: کسی ظنی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی طاقت کو خرچ کرنا، اجتہاد ہے[8]۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ مجتہد وہ ہے جو کسی شرعی مسئلہ میں جد و جہد سے اپنی ذاتی رائے قائم کرے[9]۔

قرآن مجید میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شھدین ○ ففھمنھا سلیمان وکلاً اٰتینا حکما وعلما۔ (انبیاء: ۷۸-۷۹)	(حضرت) داؤد اور (حضرت) سلیمان (علیہما السلام) جب اس کھیت کا فیصلہ کرنے لگے جس کی فصل کو ایک قوم کی بکریوں نے رات میں روند ڈالا تھا، ان کا فیصلہ ہمارے سامنے تھا، ہم نے (حضرت) سلیمان کو اس فیصلہ کی فہم دے دی تھی۔ اور ہم نے دونوں کو حکومت دی تھی اور علم عطا فرمایا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں

---

[1] علامہ میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۰۱، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ،

[3] علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ،

[4] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ۔

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۱۳۵ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات ج ۳ ص ۵۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[7] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر ۱۲۹۴ھ۔

[8] بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین انصاری متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ مطبع کبریٰ بولاق مصر

[9] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الرسالہ، ص ۱۲۷، مطبوعہ مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ،

رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آگھسیں اور کھیت کا نقصان کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا یہ فیصلہ کیا بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ کھیت والا اپنے پاس بکریاں رکھے۔ اور ان سے فائدہ اٹھائے اور بکریوں والے کھیت کو دوبارہ اصل حالت پر لانے کے لیے کھیتی باڑی کریں اور جب کھیت پہلی حالت پر واپس آجائے تو بکریاں ان کے مالکوں کو لوٹا دیں اور کھیت والے اپنا کھیت لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے یہ فیصلہ سن کر حضرت سلیمان کی تحسین فرمائی اور اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ فقہی اصطلاح میں حضرت داؤد نے حضرت سلیمان کے استحسان کے مقابلہ میں اپنے قیاس سے رجوع فرما لیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اصول شرع کے مطابق اپنی رائے دینا اجتہاد ہے اور کبھی ایک مسئلہ میں اجتہاد سے دو حل معلوم ہوتے ہیں۔ ایک حل ظاہر اور دوسرا خفی ہوتا ہے۔ ظاہر کو قیاس اور خفی کو استحسان کہتے ہیں۔

حدیث شریف میں اجتہاد کی یہ مثال ہے:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: بینما امراتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احداهما فقالت هذه لصاحبتها انما ذهب بابنك انت وقالت الاخرٰی انما ذهب بابنك فتحاكمتا الی داؤد علیه الصلوٰة والسلام فقضی به للكبرٰی فخرجتا علی سلیمان بن داؤد علیهما الصلوٰة والسلام فاخبرتاه فقال ائتونی بالسكین اشقه بینكما فقالت الصغرٰی لا یرحمك الله هو ابنها فقضی به للصغرٰی۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو عورتیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ جا رہی تھیں ان میں سے ایک کے بچہ کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا۔ ایک نے اپنی ساتھی سے کہا تیرے بچے کو بھیڑیا لے گیا ہے۔ دوسری نے کہا نہیں! تیرے بچے کو لے گیا ہے۔ دونوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ حضرت داؤد نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا پھر وہ دونوں حضرت سلیمان کے پاس گئیں انھوں نے فرمایا چھری لاؤ میں اس کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دوں، چھوٹی نے کہا نہیں اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بیٹا ہے۔ پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

حضرت داؤد نے غالباً بچہ کی مشابہت بڑی عورت کے ساتھ دیکھی یا بچہ کو بڑی عورت کی گود میں دیکھا اور اس وجہ سے اجتہاد کر کے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا اس کے برخلاف حضرت سلیمان نے حیلہ سے کام لیا اور آزمائش کر کے امر باطنی کو معلوم کیا اور چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ بہر حال قرآن مجید اور حدیث صحیح کی ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ کسی پیش آمدہ مسئلہ میں قواعد شرعیہ کے مطابق غور و فکر کر کے کوئی حل بیان کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔

قرآن مجید سے اجتہاد پر دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبروا یا اولی الابصار (حشر: ۲) "اے صاحبان عقل!

قیاس کرو۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: اس آیت سے قیاس شرعی کی مشروعیت پر استدلال بہت مشہور ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے ایک چیز سے دوسری چیز کی طرف منتقل ہونا، اور یہ معنی قیاس میں بھی متحقق ہے کیونکہ قیاس میں اصل کے حکم کو فرع کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دانتوں کو انگلیوں پر قیاس کیا ہے یعنی چونکہ انگلیوں کی دیت مساوی ہے اس لیے انھوں نے دانتوں کی دیت بھی مساوی قرار دی ہے۔[۱]

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا ہے اور اعتبار کا معنی ہے کسی چیز کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا، بایں طور کہ اس شئ پر اس کی نظیر کا حکم عائد کیا جائے اور یہ اعتبار، نصیحت حاصل کرنے، قیاس شرعی اور قیاس لغوی کو شامل ہے اور یہ آیت نصیحت حاصل کرنے پر عبارۃً اور قیاس پر اشارۃً دلالت کرتی ہے۔[۲]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں ایک حال سے دوسرے حال کی طرف تجاوز کا حکم بیان کیا گیا ہے اور دو چیزوں میں جو مشارکت ہے اس کی وجہ سے ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اور یہی قیاس ہے۔[۳]

علامہ ابوسعود نے لکھا ہے کہ اس آیت سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔[۴]

احادیث سے اجتہاد پر دلائل

ان عمرو بن العاص اجنب فی لیلۃ باردۃ فتیمم وتلا ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف۔[۵]

ایک سرد رات میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جنبی ہو گئے انھوں نے تیمم کیا اور یہ آیت تلاوت کی، ترجمہ: (اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ملامت نہیں کی۔

تیمم کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا۔ (نساء: ۴۳) (مائدہ: ۶)

اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آیا ہو یا تم نے اپنی بیویوں سے عمل زوجیت کیا ہو، اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸، ص ۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

۲۔ علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۸ ص ۱۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۳۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی حاشیۃ الشہاب ج ۸ ص ۱۷۷-۱۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

۴۔ علامہ ابوسعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۸ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ۔

قرآن مجید نے سفر میں یا مرض کی حالت میں پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کی اجازت دی ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سفر میں تھے نہ بیمار تھے البتہ انھیں سردرات میں غسل کرنے سے بیماری کا ظن غالب تھا۔ اس آیت تیمم میں بیماری کے خدشہ کی بناء پر تیمم کی اجازت نہیں ہے لیکن انھوں نے قرآن مجید کی دوسری آیت: ولا تقتلوا انفسکم سے یہ استنباط اور اجتہاد کیا کہ سردرات میں غسل کرنے سے بیمار پڑ جانے کا خدشہ اور خطرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع کیا ہے کہ وہ خود کو ہلاک کریں۔ اس لیے انھوں نے غسل کی بجائے تیمم کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو مقرر اور ثابت رکھا اور انھیں ملامت نہیں کی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملامت نہ کرنے اور ان کے نماز نہ دہرانے سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے اور یہ قاعدہ کلیہ معلوم ہو گیا کہ جس شخص کو پانی استعمال کرنے سے ہلاکت (یا مرض) کا خطرہ ہو وہ تیمم کر سکتا ہے خواہ یہ خطرہ سردی کی وجہ سے ہو یا کوئی اور سبب ہو خواہ وہ سفر میں ہو یا مقیم ہو اور وہ شخص جنبی ہو یا بے وضو ہو، اور اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اجتہاد ہوتا تھا۔[1]

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر وقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدا منھم۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا۔ راستہ میں نماز کا وقت آگیا۔ بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض صحابہ نے کہا: نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی، ہم نماز پڑھیں گے۔ بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز پڑھنا" اس حدیث میں ہے صحابہ کے ایک گروہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا اور عصر کی نماز راستہ میں نہیں پڑھی، اور مؤخر کر کے بنو قریظہ میں پڑھی۔ اور دوسرے گروہ نے اجتہاد کیا اور کہا اس فرمان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء بنو قریظہ میں جلد پہنچنا تھا حتی کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی جائے۔ آپ کا منشاء یہ نہیں تھا کہ عصر کی نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے۔ اب اگر ہمیں دیر ہو گئی ہے اور بنو قریظہ کی بجائے راستہ میں عصر کا وقت آگیا ہے تو ہم عصر کی نماز کو مؤخر نہیں کریں گے بلکہ نماز پڑھ کر روانہ ہوں گے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو ملامت

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

نہیں کی اس میں یہ اشارہ ہے کہ جنھوں نے حدیث کے ظاہر مفہوم پر عمل کیا انھوں نے بھی درست کیا اور جنھوں نے اجتہاد کر کے منشاء رسالت پر عمل کیا انھوں نے بھی صحیح کیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس معاملہ میں صحابہ کے اختلاف کا سبب یہ تھا کہ ان کے نزدیک دلائل متعارض ہو گئے تھے کیونکہ آپ کا فرمان تھا "تم میں سے کوئی بنو قریظہ میں پہنچے بغیر نماز نہ پڑھے" دوسری طرف نماز کو اپنے وقت میں پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ بعض صحابہ نے اس حدیث کو جلد پہنچنے پر محمول کیا اور عصر کی نماز پڑھ لی اور بعض نے الفاظ کے ظاہری مفہوم پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہیں پڑھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں نے اجتہاد کیا تھا۔[1]

جب کتاب اور سنت میں کسی مسئلہ کی تصریح نہ ہو تو اس وقت اجتہاد کرنے کا حکم ہے اور حسب ذیل حدیث میں اس کی واضح دلیل ہے۔

عن معاذ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذًا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب اللہ قال فان لم یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ قال فان لم یکن فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتھد رائی قال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ۔[2]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ انھوں نے کہا میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے فیصلہ کرونگا۔ آپ نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انھوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ کو توفیق دی۔

جب مجتہد کسی پیش آمدہ مسئلہ میں اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کر کے کوئی حکم مستنبط کرتا ہے اور وہ حکم اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دو اجر عطا فرماتا ہے اور اگر وہ حکم عند اللہ غلط ہوتا ہے تو مجتہد کو اپنے اجتہاد پر پھر بھی اجر ملتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم فاخطأ فلہ اجر واحد۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطاء کرے تو اس کو ایک اجر

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶، ص ۲۶۵، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] ۔ " " جامع ترمذی ص ۲۱۰، " " "

ملتا ہے۔

شرائط اجتہاد

امام غزالی لکھتے ہیں کہ مجتہد کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اس کا علم تمام علوم شرعیہ کو محیط ہو اور وہ غور و فکر سے حکم شرعی معلوم کر سکتا ہو، اور یہ جانتا ہو کہ استنباط مسائل میں کون سے علوم مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں' دوسری شرط یہ ہے کہ وہ نیک اور پرہیز گار ہو اور وہ ان گناہوں سے مجتنب ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور اس کی پرہیز گاری کے خلاف ہوں ——— علوم شرعیہ میں کتاب، سنت، اجماع اور وہ علوم عقلیہ ہیں جن کی مدد سے استدلال کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم بالکتاب سے قرآن مجید کی تمام آیات کا علم مراد نہیں ہے بلکہ ان آیات کا علم ضروری ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور وہ پانچ سو آیات ہیں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ پانچ سو آیات حفظ ہوں بلکہ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ آیات قرآن مجید میں کہاں کہاں ہیں تاکہ ضرورت کے وقت ان آیات کو تلاش کر سکے۔ اسی طرح علم بالسنۃ سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ تمام احادیث مرویہ کا حافظ ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق احادیث کا اسے علم ہو مثلاً سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کن احکام سے متعلق احادیث ہیں اور مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ کس حکم سے متعلق حدیث سنن ابوداؤد یا سنن بیہقی میں کس جگہ مذکور ہے تاکہ ضرورت کے وقت وہ حدیث تلاش کر سکے۔ علم بالاجماع سے مراد یہ ہے کہ مجتہد کو اس کا علم ہو کہ اس سے پہلے کن کن مسائل پر اجماع ہو چکا ہے تاکہ اس کا حکم خلاف اجماع نہ ہو یا اس کو یہ علم ہو کہ یہ مسئلہ اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور اس سے پہلے اس مسئلہ پر اجماع نہیں تھا۔ علوم عقلیہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شکل اوّل کے نتیجہ دینے کی شرط ہے۔ اسی طرح باقی اشکال ثلاثہ کی بھی شرائط ہیں وہ ان شرائط کو جانتا ہو تاکہ مطلوب پر استدلال کرنے میں غلطی نہ کر سکے۔

کتاب اور سنت کے علم کے لیے کچھ علوم مشترک ہیں جن کا مجتہد کو جاننا ضروری ہے ان میں سے لغت، نحو صرف اور علم بلاغت ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد ان علوم میں زمخشری، اصمعی، خلیل اور سیبویہ کی مانند ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کو ان علوم میں اس قدر مہارت ہو کہ وہ قرآن اور حدیث کے معانی کو اسلوب عرب کے مطابق صحیح طور پر سمجھ سکے، مجتہد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عقائد کے دلائل سے واقف ہو حتیٰ کہ وہ عقلی دلائل سے عالم کا حادث اللہ تعالیٰ کا وجود، وجوب اور وحدانیت کو ثابت کر سکے اور ضرورت نبوت' قرآن مجید کی وجہ اعجاز اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور ختم نبوت کو دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کر سکے تاکہ مسائل کلامیہ میں اس کا علم مقلد سے ممتاز ہو۔ لغت، صرف و نحو، علم بلاغت اور علم کلام کے علاوہ مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ کلام صریح، کلام مجمل، حقیقت، مجاز، عام، خاص، محکم، متشابہ، مطلق، مقید وغیرہ کا علم بھی حاصل کرے ان علوم کے علاوہ مجتہد کے لیے کتاب و سنت کے ناسخ اور منسوخ کا علم بھی ضروری ہے اس لیے کہ وہ کہیں ایسا حکم نہ بیان کر دے جو قرآن یا حدیث میں منسوخ ہو چکا ہو۔

یہ ان علوم کا بیان تھا جو کتاب و سنت میں مشترک ہیں اور کچھ علوم وہ ہیں جو سنت کے ساتھ خاص ہیں' جن کی وجہ سے اس کو روایت صحیحہ اور فاسدہ اور حدیث مقبول اور مردود میں تمیز حاصل ہو سکے اسی طرح اس کے لیے حدیث کا علم درایت اور رجال حدیث کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے حدیث کے راویوں کی

معرفت اور ان کی عدالت کا علم ہو سکے۔ البتہ جو احادیث ان کتابوں میں ہیں جن کی صحت پر امت کا اجماع ہو چکا ہے جیسے صحیحین کی احادیث، ان میں اس کے لیے امام بخاری اور امام مسلم کی تقلید کافی ہے۔ اسی طرح رجال حدیث کی تضعیف اور تقویت میں بھی ائمہ جرح و تعدیل کی تقلید کافی ہے۔ جبکہ ان اماموں کی اس فن میں کافی شہرت ہو اور جمہور امت کو ان کی تحقیق پر اعتماد ہو ان علوم مذکورہ کو حاصل کرنا مجتہد کے لیے ضروری ہے البتہ علم کلام کی تفصیلات اور علم فقہ کی تفریعات کو جاننا اس کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ فقہ کی جزئیات اور تفریعات دوسرے مجتہدین کے اجتہاد کا ثمرہ ہیں اور ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں ہے[1]۔ علامہ آمدی[2]۔ علامہ شاطبی[3] اور علامہ بزدوی[4] نے بھی مجتہد کی یہی شرائط بیان کی ہیں۔

اجتہاد میں تجزّی اور تقسیم

امام غزالی لکھتے ہیں کہ ہم نے اجتہاد کی شرائط میں جو علم قرآن[1]، علم حدیث[2]، علم اصول قرآن، علم اصول حدیث[4]، علم رجال حدیث، علم اجماع[6]، علم استدلال[7]، علم لغت[8] و نحو، اور عقائد کے ضروری مسائل کے علم کا ذکر کیا ہے۔ یہ شرط مجتہد مطلق کے لیے ہے جو تمام احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے۔ (بلکہ اصول اجتہاد وضع کرتا ہے۔ سعیدی) اور میرے نزدیک اجتہاد ایسا منصب نہیں ہے جس میں تجزی اور تقسیم نہ ہو سکے کیونکہ جو عالم دین بعض احکام شرعیہ میں اجتہاد کرتا ہے اور فتاوی جاری کرتا ہے وہ بھی ایک قسم کا مجتہد ہے، اور اس کے لیے ان تمام علوم و فنون میں ماہر ہونا شرط نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص فقیہ النفس ہو اور فرائض (میراث) اور ان کے اصول کو جانتا ہو اگرچہ اس کو مسائل فقہیہ جزئیہ سے متعلق احادیث کا علم نہ ہو۔ مجتہد کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ ہر مسئلہ کا جواب دے سکے، کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ سے چالیس مسائل دریافت کیے گئے جن میں سے چھتیس کے متعلق انھوں نے کہا میں نہیں جانتا، امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی بہت سے مسائل میں توقف کیا، پس جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتوی دے اور جس کا علم نہ ہو اس میں توقف کرے، اور اسے یہ علم ہو کہ وہ کن مسائل کو جانتا ہے اور جس کا علم ہے اور جس کا علم نہیں ہے ان کے درمیان اس کو تمیز حاصل ہو، اس لیے جس چیز کا اسے علم ہو اس میں فتوی دے اور جس کا علم نہیں ہے اس میں توقف کرے[5]۔

بحر العلوم عبد العلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اجتہاد میں تجزی اور تقسیم جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں جو شخص تمام مسائل میں اجتہاد نہ کر سکتا ہو وہ صرف میراث کے مسائل میں فتوی دے اور اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وہ شخص اجتہاد کر سکتا ہے، حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی، شیخ ابن ہمام حنفی اور صاحب البدیع کی یہی رائے ہے اور یہی بات صحیح ہے۔ بعض علماء نے ایسے شخص کو اجتہاد سے منع کیا ہے اور شیخ ابن حاجب نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ جمہور کے موقف کی صحت پر یہ دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بہت سے ایسے

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴-۳۵۰ ملخصا مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۲۹۴ھ۔

[2] علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰-۱۳۹ مطبعۃ محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ۔

[3] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الموافقات ج ۴ ص ۶۷ محمد علی و اولادہ مصر۔

[4] فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ۔

مسائل میں اجتہاد کیا جن میں انھیں احادیث مستحضر نہیں تھیں اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انھوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا [1] علامہ آمدی کی بھی یہی رائے ہے کہ جو شخص صرف بعض مسائل میں اجتہاد کا اہل ہو وہ اجتہاد کر سکتا ہے [2] شرائط اجتہاد کی مزید وضاحت کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کتاب الاقضیۃ کا عنوان "اہلیت اجتہاد کی شرائط" کا مطالعہ کریں۔

دائرہ اجتہاد

قرآن مجید اور احادیث سے جو عقائد ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہوتا، مثلاً توحید، رسالت، ملائکہ، تقدیر، بعث بعد الموت اور جزا و سزا وغیرہ۔ اسی طرح جو امور احادیث متواترہ اور اجماع سے ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا۔ قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے جو احکام ثابت ہیں ان میں بھی اجتہاد نہیں ہوتا جیسے پانچ نمازیں، نمازوں کی رکعات، ایک ماہ کے روزے، زکوٰۃ اور سونے چاندی اور مویشیوں میں مقدار نصاب، حج اور عمرہ وغیرہ جو چیزیں قرآن مجید اور احادیث کی صریح عبارات سے ثابت ہیں ان میں اجتہاد نہیں ہے، نہ ان میں تقلید ہوتی ہے۔ اجتہاد کی ضرورت قرآن مجید اور احادیث میں کسی لفظ کے متعدد معانی میں سے ایک معنی کی تعیین کے لیے ہوتی ہے، یا قرآن مجید اور احادیث میں جو بظاہر متعارض آیات اور متعارض احادیث ہوتی ہیں ان میں کسی ایک آیت یا حدیث کو ترجیح دینے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے یا جن پیش آمدہ مسائل کا صریح اور صاف حکم قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں مذکور نہیں ہوتا اس کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں: اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز نہیں ہے نہ تمام نظریات حق ہیں صرف ایک نظریہ حق اور صحیح ہے اور باقی باطل اور غلط ہیں، اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکر صحیح کا حامل ہے اور باقی گنہگار ہیں، جیسے پانچ نمازوں اور زکوٰۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائد قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام امت کا اتفاق ہے، یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز میں اختلاف کرے گا وہ گنہگار ہوگا (بلکہ کافر ہوگا ـــــ سعیدی) اس لیے اجتہاد کے دائرہ میں مسائل فرعیہ عملیہ ہیں جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے۔ اگر اس کی فکر صحیح نتیجہ پر پہنچی تو اس کے لیے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے [3]

طبقات مجتہدین

مجتہدین کے چھ طبقات ہیں: مجتہد فی الشرع: یہ ائمہ مذاہب ہیں جو اصول اجتہاد وضع کرتے ہیں۔ مجتہد فی المذہب: یہ ائمہ کے تلامذہ ہیں جو اصول اجتہاد میں اپنے استاذ کی پیروی کرتے ہیں اور احکام فرعیہ میں اپنے استاذ سے دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں۔ مجتہد فی المسائل: یہ اصول اور فروع میں ائمہ مجتہدین کے پیروکار ہیں اور جن مسائل میں امام سے صریح روایت منقول نہ ہو ان میں اجتہاد کرتے ہیں۔ اصحاب تخریج: یہ قول مجمل کی تفصیل کرتے ہیں، اصحاب ترجیح: یہ فقہاء کے مختلف اقوال میں سے ایک

---

[1] بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۳۶۵-۳۶۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ۔

[2] علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع محمد علی واولادہ مصر ۱۳۴۷ھ۔

[3] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔

کو ترجیح دیتے ہیں۔ اصحابِ تمییز یہ لوگ فقہی روایات میں مفتیٰ بہ اور غیر مفتیٰ بہ قول اور قوی اور ضعیف کی تمیز رکھتے ہیں [1]

اصول اجتہاد کے واضع صرف ائمہ اربعہ ہیں

جن ائمہ نے اصول اجتہاد وضع کیے ہیں وہ چار ہیں: امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ اصول اجتہاد وضع کرنے اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرنے کے لیے جس ژرف نگاہی اور وسعت علم کی ضرورت ہوتی ہے وہ انھی حضرات ائمہ کا حصہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو ایسے مردان خدا پیدا کر دیتا ہے جو اس ضرورت کو پورا کر سکیں امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث مع اسانید اور راویوں کے احوال کے یاد تھیں وہ ہر حدیث کے راوی کی پوری سیرت اور تاریخ کو یاد رکھتے تھے۔ صحاح ستہ کے باقی مؤلفین میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ احادیث مع اسانید کے یاد تھیں آج کل ایسے حافظہ والے لوگ نہیں ہوتے کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی نہ فرعیات فقہیہ کی تدوین کی ضرورت ہے۔ اس لیے نہ اب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ایسے لوگ ہیں جو علوم شرعیہ میں ان جیسی مہارت اور باریک بینی رکھتے ہوں۔

ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہے

ائمہ اربعہ کے اختلاف کا ثمرہ امت کے لیے وسعت عمل کی گنجائش ہے جو حدیث نبوی کے مطابق امت کے حق میں عین رحمت ہے، مثلاً امام شافعی کے نزدیک تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا باقی دریائی جانوروں کا کھانا جائز نہیں ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ملائشیا اور انڈونیشیا کے جزائر کے رہنے والے بالعموم شافعی ہیں اور وہ امام شافعی کے اجتہاد سے فائدہ اٹھا کر سمندری جانوروں سے غذا حاصل کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس عورت کا خاوند گم ہو جائے وہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کے خاوند کے ہمعصر تمام لوگ فوت نہ ہو جائیں۔ یا کم از کم اس کی عمر کے ستر سال نہ گذر جائیں۔ اور امام مالک کے نزدیک چار سال بعد اس شخص کو مردہ تصور کر لیا جائے گا اور پھر عدت وفات گزار کر وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس عورت کے لیے عزت اور معاش کا مسئلہ ہو تو ایک سال کے انتظار کے بعد وہ عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اس قسم کی صورت جب پیش آتی ہے تو حنفی علماء بھی امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں کیونکہ ضرورت کی بنا پر ایک مفتی دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی کفالت نہ کر سکتا ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو اس صورت میں امام ابو حنیفہ ان کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں قاضی ان کے درمیان تفریق کر سکتا ہے اس طرح بہت سے مسائل ہیں جن میں ائمہ اربعہ کے اختلاف کی وجہ سے عمل کی بہت سی راہیں اور سہولت کے بہت سے پہلو سامنے آ گئے ہیں اور مسلمانوں کے عمل کے لیے بہت سہولت ہو گئی ہے کیونکہ ضرورت کی بنا پر ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے قول پر

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۷۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

عمل کرسکتا ہے، البتہ بلا ضرورت شرعی ایسا کرنا جائز نہیں ہے جس کو انشاء اللہ ہم تقلید کی بحث میں بیان کریں گے۔

ائمہ اربعہ کے اجتہادی اختلاف کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے تمام اعمال، مسلمانوں کے طریقہ ہائے عبادات میں قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طریقہ سے بھی کوئی عبادت کی وہ طریقہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن گیا اور مسلمانوں کے عمل میں باقی اور محفوظ ہو گیا۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر تحریمہ کے سوا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کیا بھی اور ترک بھی کیا، آمین آہستہ بھی کہی ہے اور بلند آواز سے بھی۔ کسی امام نے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے کو اختیار کیا اور کسی نے اس کے ترک کو اختیار کیا، کسی نے آمین بالسر کو اور کسی نے آمین بالجہر کو اختیار کیا اور یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل متروک نہیں ہوا بلکہ کسی نہ کسی امام کا مذہب بن کر قیامت تک مسلمانوں کے اعمال میں محفوظ ہو گیا۔

عصر حاضر میں اجتہاد

ہر چند کہ ائمہ اربعہ کے بعد اب کسی میں اصول اجتہاد وضع کرنے کی اہلیت ہے نہ اس کی ضرورت ہے۔ اس کے باوجود اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ اب کوئی شخص مجتہد مطلق نہیں ہو سکتا اور تمام مسائل شرعیہ میں اجتہاد اور اصول اجتہاد وضع کرنے کا دروازہ اب بند ہو گیا ہے اگر کوئی شخص ائمہ اربعہ کی طرح علوم شرعیہ میں گہرائی اور گیرائی پیدا کر لے تو اجتہاد فی الشرع کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ البتہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی طور پر اجتہاد ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور اس دور میں بھی علماء راسخین یہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی اور طیارے میں نماز، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا جواز اور عدم جواز، رویت ہلال کمیٹی کے اعلان پر روزہ اور عید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جواز شرعی یا عدم جواز، ایلوپیتھک کی خشک اور مائع دواؤں کا استعمال، اسپرٹ اور الکوحل سے مرکب اشیاء کے استعمال سے کپڑوں کی طہارت اور نجاست، بدن انسانی میں خون لگانے کا مسئلہ، انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور پوسٹ مارٹم وغیرہ یہ اور ان جیسے بہت سے مسائل عصر حاضر کی پیداوار ہیں اور جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور دوسرے علماء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اجتہاد کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجتہد تمام علوم شرعیہ میں ماہر ہو بلکہ جو شخص بعض مسائل میں اجتہاد کر سکتا ہے وہ بھی اجتہاد کا مجاز ہے، اور علامہ شامی کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن مسائل میں امام سے روایت نہ ہو ان مسائل میں اپنے امام کے اصول اور قواعد کی متابعت میں اجتہاد کیا جا سکتا ہے اور ایسے شخص کو اصطلاح میں مجتہد فی المسائل کہتے ہیں اور وہ علماء راسخین جو مسائل عصریہ میں اجتہاد کر رہے ہیں وہ بلا شبہ مجتہد فی المسائل ہیں۔ اجتہاد کے موضوع پر ہم نے اس سے پہلے مقالات سعیدی میں ایک مقالہ لکھا تھا۔ اجتہاد کے باقی مباحث کے لیے اس مقالہ کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ اہل علم کے لیے وہ خاص مطالعہ کی چیز ہے۔ اجتہاد پر اس قدر بحث کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کے اہم پہلوؤں کو بھی واضح کر دیا جائے آئندہ سطور میں ہم تقلید کی تحقیق کر رہے ہیں: فنقول باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

تقلید کا لغوی معنی

علامہ اصفہانی لکھتے ہیں: گردن میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ کسی شخص پر کسی منصب کی ذمہ داری ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، کسی چیز کے احاطہ کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: لہ مقالید السمٰوٰت و الارض "اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آسمان اور زمین کا احاطہ ہے"۔ [1] ـــــ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو) ـــــ

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ہدی کے گلے میں شعار (پرانا جوتا) ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے: ولا الهدی ولا القلائد ۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جس کو ذبح کرنے کے لیے حرم میں بھیجا جائے، تلوار لٹکانے کو بھی تقلید کہتے ہیں۔ حکام اور والیوں کے منصب سونپنے کو بھی تقلید کہتے ہیں، جو گھوڑا دوڑ میں اوّل آئے اس کے گلے میں جیت کی علامت کے طور پر کسی چیز کے ڈالنے کو بھی تقلید کہتے ہیں اور تقلید فی الدین بھی مستعمل ہے [1]

علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ گھوڑے کے گلے میں ہار ڈالنے کو تقلید کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: قلدوا الخیل ولا تقلدوها الاوتار، یعنی دین کے دشمنوں کو طلب کرنے کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار ڈالو اور زمانہ جاہلیت کے کاموں کے لیے گھوڑوں کے گلوں میں ہار مت ڈالو۔ تقلید کے معنی پانی پلانے کے بھی ہیں قلدت الزرع کہا جاتا ہے۔ میں نے کھیت میں پانی دیا۔ حدیث شریف میں ہے: فقلدتنا السماء قلدا آسمان سے ہم پر وقت مقرر میں بارش ہوئی، اقلید کے معنی چابی بھی ہیں حدیث شریف ہے: فقمت الی الاقالید فاخذتها۔ میں نے اٹھ کر چابیاں لے لیں۔ [2]

تقلید کا اصطلاحی معنی

علامہ نووی لکھتے ہیں: التقلید قبول قول المجتهد والعمل به "تقلید مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ قفال نے کہا کہ یہ جانے بغیر کہ قائل نے یہ بات کہاں سے کہی اس کے قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ شیخ ابو اسحاق نے کہا بلا دلیل قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ گویا کہ مقلد نے امام کے قول کا قلادہ اپنے گلے میں ڈال لیا [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: التقلید عبارة عن العمل بقول الغیر من غیر حجة ملزمة "عمل کو واجب کرنے والی دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے" جیسے عام آدمی کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے تو یہ تقلید ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کرنا یا مجتہدین کے اجماع کی طرف رجوع کرنا یا عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا یا قاضی کا گواہوں کے قول پر فیصلہ کرنا تقلید نہیں ہے، کیونکہ رسول کے قول کو معجزہ کی وجہ سے مانا جاتا ہے جو رسول کی تصدیق کو واجب کرتا ہے اور اجماع کی حجیت حدیث رسول کی وجہ سے ہے، اور مفتی اور گواہوں کی حجیت اجماع کی وجہ سے ہے اس کے باوجود اگر کوئی شخص ان چیزوں کو تقلید کہے تو خلاف اصطلاح ہے لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے [4] بحر العلوم نے بھی تقلید کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے [5]

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۱۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران۔

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۳۶۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۹۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ۔

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ تہذیب الاسماء واللغات ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] ۔ علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۱۳ھ، الاحکام فی اصول الاحکام ج ۳ ص ۱۶۷ - ۱۶۶ مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ

[5] ۔ بحر العلوم عبد العلی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔

امام غزالی نے لکھا ہے کہ التقلید ھو قبول قول بلا حجۃ "تقلید کسی قول کو بلا دلیل قبول کرنا ہے"[1]
شیخ شوکانی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں فرمایا جس شخص کا قول فی نفسہ دلیل نہ ہو اس کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا تقلید ہے اور شیخ ابو حامد اور استاذ ابو منصور نے کہا کسی قول کی دلیل جانے بغیر اس قول پر عمل کرنا تقلید ہے اور اولی یہ ہے کہ جس شخص کا قول دلیل نہ ہو اس کی رائے کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے[2]۔

تقلید کا سبب

تاریخی طور پر تقلید کا آغاز ٹھیک اس زمانہ میں ہوا جب مذاہب فقہ کی تدوین ہوئی۔ اور اس کا ظہور اکابر فقہاء کی اتباع سے ہوا کیونکہ ہر شخص اس کا اہل نہیں تھا کہ احکام شرعیہ کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکے۔ اس سبب سے عوام کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ اکابر فقہاء کے استنباط اور اجتہاد کی پیروی کریں، ابو سلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ اور ابن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ قیاس کے منکر ہیں اور ظاہر قرآن اور ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اسی لیے ان کو ظاہریہ کہا جاتا ہے، یہ لوگ تقلید کا بہت شدت سے انکار کرتے ہیں لیکن یہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ قرآن مجید میں جس لفظ کے دو معنی ہوں ان میں سے یہ کسی ایک معنی ہی کو اپنے دلائل سے متعین کریں گے مثلاً قرآن مجید میں ہے: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ "مطلقہ عورتیں تین قرء تک عدت گذاریں"۔ قرء کے دو معنی ہیں حیض اور طہر، اب ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے دلائل سے عدت یا تین حیض مقرر کریں گے یا تین طہر، اور ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلیل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے، اسی طرح جس مسئلہ میں مختلف احادیث وارد ہوں جیسے تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کا ترک یا عدم ترک، یا آمین بالجہر یا آمین بالسر وغیرہ۔ ان میں داؤد بن علی ظاہری نے جو بھی رائے قائم کی ہے ان کے ماننے والے آج تک دلائل جانے بغیر اسی کی پیروی کرتے ہیں اور یہی تقلید ہے، کیونکہ اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ فرقہ ظاہریہ کے تمام پیروکار جن میں ان پڑھ عوام اور دنیا دار لوگ شامل ہیں ہرگز اس کے اہل نہیں ہیں کہ عبادات اور معاملات کے تمام احکام کو ان کے اصل ماخذ سے بذات خود مستنبط کر سکیں، اور یہ لوگ یقیناً اپنی عبادات اور معاملات میں فرقہ ظاہریہ کے امام کے افکار اور آراء کی پیروی کرتے ہیں پھر ان کا اپنے آپ کو اصحاب حجت اور اصحاب دلیل اور اپنے مخالفین کو اصحاب تقلید کہنا عدل و انصاف سے بہت بعید ہے خصوصاً جبکہ مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے یہ تصریح کی ہے کہ فرقہ ظاہریہ کا امام ابو سلیمان داؤد بن علی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ ہے[3]۔

تقلید اور علماء راسخین کی موافقت

تقلید کی جس قدر تعریفات ذکر کی گئی ہیں ان سب میں یہ بات مشترک ہے کہ دلیل جانے بغیر کسی کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے اس

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۲۴ھ۔
[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۲۴۷، مطبوعہ مکتبہ الزبیدیہ سانگلہ ہل پاکستان
[3] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ پاکستان ۱۴۰۳ھ۔

تعریف کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ دلیل کا علم حاصل کرنا تقلید کے منافی ہے اور یہ کہ جو شخص جتنا دلیل سے ناواقف ہو گا اتنا پکا مقلد ہو گا۔ بلکہ اس تعریف کا منشاء یہ ہے کہ تقلید کے لیے دلائل کا علم ضروری نہیں ہے کیونکہ جو شخص دلائل کے حصول پہ قادر ہو گا وہ ویسے ہی تقلید سے مستغنی ہو گا، تقلید تو عام لوگوں کے لیے ہے جو اپنے معاش، کاروبار اور روزگار حیات کی دوسری مصروفیات کی وجہ سے اتنا وقت نہیں نکال سکتے کہ قرآن اور احادیث سے براہِ راست احکام حاصل کر سکیں۔ ائمہ اربعہ کے متبعین میں ہزاروں سے متجاوز علماء ایسے ہیں جو اپنے ائمہ کے اقوال کے اصل مآخذ پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ائمہ کے اقوال کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں بلکہ ان میں بہت سے ایسے علماء ہیں جو خود منصب اجتہاد کے اہل ہیں اور براہِ راست قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کر سکتے ہیں، اس لیے عام مقلدین ہیں اور ان علماء مجتہدین میں فرق کرنا ضروری ہے اور اگر یہ کہا جائے تو کچھ بعید نہ ہو گا کہ عام لوگ جنھیں احکام شرعیہ کے اصل مآخذ کا مطلقاً علم نہیں ہوتا وہ اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں اور علماء راسخین جو احکام شرعیہ کے اصل مآخذ پر نظر رکھتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے دلائل سے واقف ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ کس دلیل کی بناء پر ان کے امام کا قول باقی ائمہ کے اقوال پر راجح ہے وہ مقلد محض نہیں ہوتے بلکہ اپنے امام کی احکام شرعیہ میں موافقت کرتے ہیں اور یہ چیز اس امام کی اصابت رائے پر زیادہ روشن دلیل ہے کہ بڑے بڑے علماء راسخین ان کی رائے سے موافقت کرتے ہیں اور ان علماء کی بھی عظمت ہے کہ وہ بایں ہمہ اپنے آپ کو مقلد گردانتے ہیں۔

تقلید کی وسعت

تیسری صدی کے بعد یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ اب اصول اجتہاد وضع کرنے کی ضرورت نہیں رہی اور اجتہاد مطلق اب ختم ہو گیا اور اہل علم میں سے اب جو شخص بھی اجتہاد کرے گا وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے اصول اجتہاد کا تابع ہو کر اجتہاد کرے گا اور اس پر اجماع ہو گیا کہ عام آدمی کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ واقعات سے ثابت ہو گیا کہ قرون اولی کے فقہاء میں جو دقت نظر، باریک بینی، علم میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی پائی جاتی تھی وہ بعد کے فقہاء میں نہیں پائی گئی اور احکام شرعیہ کو اصل مآخذ سے آزادانہ بذات خود استنباط کرنے کا ملکہ اور مہارت اور ایسی فقہی بصیرت جس سے فقیہ استنباط اور اجتہاد کے اصول وضع کرتا ہے، متاخرین کے حصہ میں نہیں آئی تو اہل علم اس پر متفق ہو گئے کہ اب ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید کرنا ضروری ہے اور ہر چند کہ ظاہریہ (غیر مقلدین یا اہل حدیث) اپنے آپ کو تقلید سے آزاد اور اصحاب حجت کہتے ہیں لیکن نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے کہ داؤد بن علی ظاہری فرقہ ظاہریہ کا امام ہے[1] لہٰذا وہ بھی ان کی آراء کے مقلد ہیں۔ شیعہ حضرات بھی تقلید کے قائل ہیں لیکن وہ زندہ مجتہد کی تقلید کے قائل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیندار لوگوں میں سے کوئی طبقہ فکر بھی تقلید سے خالی نہیں ہے۔

تقلید واجب اور تقلید حرام

کسی بھی امام کی تقلید کرنے والے شخص کے پیش نظر یہ نکتہ رہنا ضروری ہے کہ ہم درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کر رہے ہیں اور امام کی تقلید صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ اس نے اللہ اور رسول کے احکام منقح اور منضود

---

[1] نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ پاکستان ۱۴۰۳ھ۔

طور پر مدون کر کے ہم کو دے دیے ہیں۔ اور امام دراصل صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے، حاکم اور شارع صرف اللہ اور اس کا رسول ہے اور اگر بالفرض (یہ فرض محال نہیں ہے) تقاضائے بشریت سے امام کا کوئی ایسا قول ہو جو قرآن اور حدیث کے خلاف ہو تو ہم امام کے قول کو چھوڑ کر قرآن اور حدیث پر عمل کریں گے۔ عام آدمی کے لیے اس مفہوم میں تقلید کرنا واجب ہے کیونکہ وہ احکام شرعیہ کو براہ راست اصل ماخذ سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر کوئی شخص اس نظریہ سے تقلید کرے کہ خواہ امام کا قول قرآن اور حدیث کے خلاف ہو وہ امام کے قول پر ہی عمل کرے گا تو یہ تقلید حرام ہے۔ قرآن مجید میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ (توبہ:۳۱) "یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں خدا بنا لیا ہے"۔ علامہ آلوسی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا اور کہا یا رسول اللہ! یہ لوگ تو اپنے علماء اور راہبوں کی پرستش نہیں کرتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ حلال قرار دے اور ان کے علماء اس کو حرام کہیں تو یہ لوگ اس کو حرام مانتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ حرام فرمائے اور ان کے علماء اس کو حلال کہیں یہ اس کو حلال مانتے ہیں؟ حضرت عدی بن حاتم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت ہے! علامہ آلوسی اس کے آخر میں لکھتے ہیں اس آیت سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو اپنے امام کی اتباع کی خاطر اللہ اور رسول کے صریح احکام کو چھوڑ دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر حق کی اتباع لازم ہے اور جب ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے امام کا نظریہ غلط یا اس کا اجتہادی خطأ لاحق ہوئی ہے تو اس کے قول کو چھوڑ کر حق کی پیروی کریں[1]

اگر امام کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اصل اطاعت اور اتباع اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور امام صرف مبلغ کی حیثیت رکھتا ہے تو اہل علم پر واجب ہے کہ جب انہیں سند صحیح سے کوئی حدیث مل جائے جو ان کے امام کے قول کے خلاف ہو تو وہ امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث رسول پر عمل کریں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ بیری نے شرح الاشباہ والنظائر میں ابن الشحنہ کی شرح ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی حدیث سند صحیح سے ثابت ہو اور وہ مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور اس وقت یہی امام کا مذہب ہو گا۔ اور وہ مقلد حدیث پر عمل کرنے کے سبب سے حنفیت سے خارج نہیں ہو گا کیونکہ یہ بات صحیح سند سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے بھی اس قول کو امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ سے روایت کیا ہے اور امام شعرانی نے بھی اس قول کو ائمہ اربعہ سے نقل کیا ہے اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امام کے مذہب کے خلاف حدیث پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو علماء راسخین میں سے ہو، قرآن اور حدیث کی عبارات میں محکم اور منسوخ کی معرفت رکھتا ہو، لہٰذا

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۰ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

صاحب مذہب جب دلیل میں غور و فکر کر کے اس دلیل کے تقاضے پر عمل کرے گا تو اس عمل کی نسبت مذہب کی طرف صحیح ہو گی کیونکہ یہ عمل بھی صاحب مذہب کی اجازت سے ہے[1]

علامہ شامی نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیح امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیح پر عمل کیا جائے گا۔ یہ صرف احتمال اور محض فرض نہیں ہے بلکہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور مستند کتب فقہ میں اس کی بہت سی نظائر ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں ہیں۔ قارئین کی ضیافت علمی کے لیے ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں: امام ابو حنیفہ نے شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن چونکہ صحیح حدیث سے شوال کے چھ روزوں کا رکھنا ثابت ہے۔ اس لیے فقہاء احناف نے شوال کے چھ روزوں کو سنت اور مستحب قرار دیا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے مزارعت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ لیکن چونکہ حدیث صحیح سے مزارعت ثابت ہے اس لیے صاحبین اور بعد کے فقہائے احناف نے مزارعت کو جائز قرار دیا ہے۔ اذان، امامت اور تعلیم قرآن کی اجرت کو امام اعظم، صاحبین اور متقدمین فقہاء نے ناجائز قرار دیا ہے لیکن متاخرین فقہاء نے جب یہ دیکھا کہ ممانعت کی روایات ضعیف ہیں اور احادیث صحیحہ سے اجرت کا جواز ثابت ہے تو انہوں نے احادیث صحیحہ پر عمل کرتے ہوئے تعلیم قرآن کی اجرت کو جائز قرار دیا۔ امام اعظم نے عقیقہ کو محض مباح لکھا اسی طرح قربانی کرنے والے کے لیے حج کے دس دنوں میں بال اور ناخن نہ کٹوانے کو بھی محض مباح کہا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں سنت سے ثابت ہیں اور فقہاء احناف نے اس معاملہ میں بھی احادیث کی پیروی کی ہے۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ ثلاثہ اپنے عظیم تفقہ اور جلالت علمی کے باوجود انسان اور بشر تھے اس لیے اگر کسی مسئلہ کا کوئی پہلو ان کی نظر سے اوجھل رہ گیا یا کسی حدیث پر ان کی نظر نہ ہو سکی یا انھیں کسی مسئلہ میں تقاضائے بشریت سے اجتہادی خطاء لاحق ہو گئی تو یہ چیز کسی طرح بھی ان کے عظیم فقہی مقام اور ان کی جلالت علمی کے خلاف نہیں ہے۔

قولِ امام کے خلاف حدیث پر عمل کرنے کی شرائط

اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرنے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جب مقلد کو کسی مسئلہ میں اپنے امام کے قول کے خلاف حدیث مل جائے تو اس حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ متبحر عالم ہو یعنی اس نے اسلامی علوم میں خوب چھان بین کی ہو، تفسیر، حدیث، اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ اور اصول فقہ کا ماہر ہو۔

(۲)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس حدیث کی بناء پر وہ اپنے امام کا قول چھوڑ رہا ہے اس کے متعلق اسے یقین ہو کہ وہ حدیث تمام ائمہ حدیث کے اصول کے مطابق صحیح ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حدیث اس کے امام کے اصول پر صحیح نہ ہو اور اسی بناء پر اس نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، اور ایسی صورت میں اس کا اس حدیث پر عمل کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اس کی صحت متفق علیہ نہیں ہے خصوصاً اس کے امام کے اصول پر۔

---

[1]۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

(۳)۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض قرآن مجید کی کوئی آیت یا حدیث صحیح نہ ہو اور اس کے خلاف صحابہ اور ائمہ اربعہ کا اجماع نہ ہو، کیونکہ یہ اجماع اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث متروک الظاہر ہے۔

(۴)۔ اس حدیث کا مفہوم واضح اور غیر مشتبہ ہو اور وہ متعدد معانی کی حامل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات مجتہد اپنی اجتہادی بصیرت سے حدیث کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو متعین کر دیتا ہے اور کسی ایک معنی کے اعتبار سے اس حدیث کو مجتہد کے قول کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

علامہ نووی اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) فرماتے ہیں کہ اگر کسی شافعی المسلک کو کوئی ایسی حدیث نظر آئے جو اس کے مذہب کے خلاف ہو تو اگر اس شخص میں اجتہاد مطلق کی شرائط پائی جاتی ہیں، یا خاص اس باب میں یا خاص اس مسئلہ میں اس کو اجتہاد کا ملکہ حاصل ہو گیا ہے تو وہ شخص اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے اور اگر اس میں شرائط اجتہاد پوری نہ ہوں، لیکن اس کو پوری جستجو کے بعد بھی حدیث کا کوئی شافی جواب نہ ملا ہو اور اس کو حدیث کی مخالفت گراں معلوم ہوتی ہو تو بھی وہ اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس حدیث پر امام شافعی کے علاوہ کسی امام مستقل نے عمل کیا ہو اور دوسرے مجتہد کا عمل کرنا اس کے لیے اس مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب کو ترک کرنے کا سبب بن جائے گا (علامہ نووی فرماتے ہیں کہ) شیخ ابو عمرو (ابن الصلاح) نے یہ بہت اچھی بات کہی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔[1]

لیکن راقم اثیم کی رائے یہ ہے کہ جب کسی حدیث صحیح کا علم یقینی حاصل ہو جائے تو سابقہ شرائط کے بعد ایک مسلمان عالم دین کا اس پر عمل کرنا ضروری ہے خواہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام نے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو، کیونکہ ہم پہلے محمدی ہیں اس کے بعد حنفی یا کسی اور امام کے مقلد ہیں اور جو شخص اس کے خلاف رائے رکھتا ہو اس کو متابعت رسول کی حلاوت حاصل نہیں ہے۔ اور ہمارے فقہاء احناف بحمد اللہ جمود کا شکار نہیں ہیں اور وہ ہر حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے امام کے قول پر مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ کسی امام کا مذہب ہو یا نہ ہو، اور ہم سابقہ سطور میں اس کی واضح نظائر بیان کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ۔ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر کسی چیز کو مقدم نہ کرو اور اللہ سے ڈرو"۔ جو غالی مقلد عالم حدیث صحیح غیر معارض کے علم یقینی حاصل ہونے کے بعد بھی حدیث رسول پر اپنے امام کے قول کو مقدم کرتے ہیں انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے۔

تقلید کی ضرورت

یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصولی طور پر تمام احکام بیان کر دیے ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ عادۃً ممکن نہیں ہے کہ وہ بذات خود تمام احکام شرعیہ قرآن مجید کی آیات سے مستنبط کر سکے، کیونکہ اول تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے لغت عربی، صرف و نحو اور علم بلاغت کو حاصل کرنا ایک طویل اور صبر آزما کام ہے پھر قرآن مجید میں بعض تو احکام صراحۃً امر اور نہی کے صیغہ سے بیان کیے گئے ہیں اور بعض جگہ امر اور نہی کا صیغہ نہیں استعمال کیا گیا بلکہ مختلف اسالیب سے کسی چیز کا وجوب یا تحریم سمجھ میں آتی ہے جس کو جاننے کے لیے بہت باریک بینی اور دقت نظری کی ضرورت ہے مثلاً

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قرآن مجید میں شراب اور جوئے کو صراحتہً حرام نہیں فرمایا بلکہ ایک خاص اسلوب سے فرمایا: یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ۰ (مائدۃ: ۹۱-۹۰) "اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھانا اور پانسے پھینکنا یہ سب محض ناپاک اور شیطانی کام ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کرے اور تم کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روکے، کیا اب تم باز آجاؤ گے؟" قرآن مجید بعض اوقات کسی مسئلہ کی لم اور علت بیان کر دیتا ہے اور اس کی شرائط اور موانع ذکر نہیں کرتا نہ اس کی تمام جزئیات بیان کرتا ہے مثلاً خمر (انگور کی شراب) کے بیان میں اس کے نشہ آور ہونے کا ذکر فرمایا ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے نہ یہ بیان فرمایا کہ نشہ آور چیز کو مقدار نشہ تک پینا حرام ہے یا اس کا مطلقاً پینا حرام ہے؟ نشہ آور چیز پر حد ہے یا نہیں؟ اگر حد ہے تو کتنی ہے؟ ان تمام جزئیات اور تفصیلات کو جاننا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن مجید میں کبھی کوئی حکم اجمالاً بیان کیا جاتا ہے جس کی تفصیل متعین کرنے کے لیے دلائل کی چھان بین کرنا عام آدمی کی استطاعت سے باہر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وامسحوا برءوسکم (مائدۃ: ۶) "اپنے سروں کا مسح کرو" اس آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے یا چوتھائی سر کا مسح فرض ہے یا ایک بال پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں کہیں ایک حکم کو مطلقاً بیان کیا جاتا ہے اور کہیں وہی حکم مقیداً ذکر ہوتا ہے، مثلاً قرآن مجید میں ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ (بقرہ: ۱۷۳) "تم پر صرف مُردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، حرام کیا گیا ہے" اس آیت میں مطلقاً خون کو حرام قرار دیا ہے، اور ایک جگہ یوں ہے: الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس (انعام: ۱۴۵) "مگر یہ کہ مُردار ہو یا بہنے والا خون ہو یا خنزیر کا گوشت کیونکہ یہ ناپاک ہیں" اس آیت میں مطلقاً خون نہیں بلکہ بہنے والا خون حرام فرمایا ہے۔ اسی طرح کفارۂ ظہار میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے مسلسل روزوں کے ساتھ قبل از مباشرت کی قید ہے اور کھانا کھلانے کے ساتھ یہ قید نہیں ہے۔ ان صورتوں میں کیا مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا یا نہیں، یہ ایک بہت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔

قرآن مجید کی بعض آیات کا حکم منسوخ ہو گیا مثلاً بیوہ عورت کی عدت اس آیت میں ایک سال بیان کی گئی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔ (بقرہ: ۲۴۰) "جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے لیے نکالے بغیر ایک سال کی وصیت کر جائیں" اور ایک اور آیت میں بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن بیان کی ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا" بقرہ: ۲۳۴) اب یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان میں کونسی آیت ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے یہ عام آدمی کے بس سے باہر ہے اس قسم کی علمی باریکیاں اور فقہی پیچیدگیاں بہت زیادہ ہیں۔ ان چند مثالوں سے باقی مشکلات کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور دشواری یہ ہے کہ احادیث مختلف اسانید سے مروی ہیں جن

میں سند متواتر سے لے کر سند غریب تک اور سند صحیح سے لے سند ضعیف تک احادیث ذخیرہ کتب میں موجود ہیں، بلکہ موضوع روایات بھی ہیں جس طرح ایک جیسی شیشیوں میں ایک جیسا سفید رنگ کا مائع مادہ ہو اور ہر مادہ کی تاثیر الگ الگ ہو۔ کوئی مادہ کسی مرض میں مفید ہو اور دوسرا مادہ اس میں مضر ہو تو ان مادوں اور دواؤں کو باہم متمیز کرنے کے لیے کیمسٹری کے کسی بہت بڑے ماہر کی ضرورت ہو گی، جو مختلف کیمیائی تجربات کے بعد یہ فیصلہ کرے گا کہ اور کون سی شیشی میں کون سی دوا ہے، اسی طرح جب کوئی شخص علم حدیث میں مہارت حاصل کیے بغیر احادیث پر عمل کرے گا تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ صحیح حدیث کے مقابلہ میں کسی ضعیف یا منسوخ روایت پر عمل کرے گا۔

احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں ایک اور ضرورت یہ ہے کہ احادیث سے احکام شرعیہ حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث پر اس کو عبور ہو کیونکہ جس حدیث پر وہ عمل کر رہا ہے ہو سکتا ہے دوسری جگہ اس کے خلاف حدیث ہو جس سے وہ حکم منسوخ ہو گیا ہو یا اس حدیث کے حکم کی کوئی تفصیل دوسری حدیث میں موجود ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی مسئلہ میں حدیث نہ ملنے کی بناء پر وہ قیاس کر رہا ہو حالانکہ اس مسئلہ میں حدیث موجود ہو، اس لیے احادیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ احکام سے متعلق تمام احادیث اس کی نظر میں ہوں اور یہی حال قرآن مجید سے احکام حاصل کرنے کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے کے لیے جس وسعت علم اور دقت نظری کی ضرورت ہے یہ عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور صرف ائمہ مجتہدین ہی اس پُرآشوب گھاٹی کے پار اتر سکتے ہیں۔ اس لیے عام آدمی کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔

تقلید پر دلائل

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ لیتفقہوا فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون (توبہ ۱۲۲) "ہر گروہ میں سے ایک جماعت علم دین حاصل کرنے کے لیے کیوں نہ نکلی تاکہ جب وہ واپس آئے تو اپنے گروہ کو احکام پہنچائے تاکہ وہ گناہوں سے بچیں" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بعض مسلمانوں پر یہ ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی پوری قوم کو احکام پہنچائیں یعنی صرف بعض مسلمان تفقہ حاصل کریں اور باقی تمام مسلمان ان کے اقوال پر عمل کریں۔ اس آیت میں فقہاء کے اقوال کو واجب العمل قرار دیا ہے کیونکہ اس پر گناہوں سے بچنا موقوف ہے اور یہی تقلید ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل ۴۳) "جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کا جاننے والوں سے سوال کرو۔" اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ عام آدمی جو احکام شرعیہ کو بذات خود حاصل نہیں کر سکتا اس پر لازم ہے کہ وہ عمل کے لیے اہل ذکر اور اہل علم یعنی ائمہ مجتہدین سے سوال کرے کیونکہ وہی براہ راست تمام احکام شرعیہ اصل ماخذ سے حاصل کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: علامہ سیوطی نے الاکلیل میں اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عام آدمی کے لیے مسائل فرعیہ میں مجتہد کی تقلید ضروری ہے[1]

امام غزالی نے عام آدمی کی تقلید پر دو دلیلیں قائم کی ہیں ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ وہ عام آدمی

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو مسائل بتلاتے تھے اور اس کو یہ نہیں کہتے تھے کہ وہ درجۂ اجتہاد کا علم حاصل کرے' اور دوسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت' صنعت وحرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا۔ اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہوگا اور یہ بداہتہً باطل ہے' اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔[1]

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ اور واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲، میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت پر لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں پر تفقہ فی الدین حاصل کرنا لازم نہیں کیا ورنہ وہی حرج لازم آتا جس کا امام غزالی نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ جماعت مجتہدین کی جماعت ہے۔ تفقہ فی الدین میں وسعت اور گہرائی اور گیرائی حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔

ایک مقلد کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید کا عدم جواز اور تقلید شخصی کا وجوب

ائمہ اربعہ میں سے ہر امام کے اصول اجتہاد الگ الگ اور باہم متضاد ہیں، انھوں نے نیک نیتی، اخلاص اور اپنے علم کے تقاضے سے کسی چیز کا صحیح حکم معلوم کرنے کے لیے وہ اصول وضع کیے، مثلاً جب مطلق اور مقید میں تعارض ہو تو امام شافعی مطلق کو مقید پر محمول کر دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ اس صورت میں ہر ایک کو اپنے محل پر رکھتے ہیں، امام شافعی قرآن کے عموم اور اطلاق کی خبر واحد سے تخصیص جائز قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک قران فی الذکر، قران فی الحکم کو مستلزم ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک قران فی الذکر، قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ امام شافعی کے نزدیک قرآن مجید، حدیث کا اور حدیث متواتر قرآن مجید کے لیے ناسخ نہیں ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرآن مجید حدیث کے لیے اور حدیث متواتر قرآن مجید کے حکم کے لیے ناسخ ہو سکتی ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے جبکہ امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو امام ابوحنیفہ آپ کے قول کو مقدم کرتے ہیں اور امام شافعی آپ کے فعل کو مقدم کرتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس۔ اس لیے جو شخص مختلف ائمہ کی تقلید کرے گا وہ اپنے دینی اعمال میں تضاد کا شکار ہوگا مثلاً کسی مسئلہ میں مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کسی مسئلہ میں نہیں کرے گا بلکہ ایک ہی مسئلہ میں کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا۔ کبھی آثار صحابہ کو احادیث پر مقدم کرے گا اور کبھی نہیں کرے گا' کبھی کہے گا کہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ گیا ہے اور کبھی کہے گا نہیں ٹوٹتا۔ اور بعض لوگ اپنی نفسانی خواہشات پر عمل کرنے کے لیے اقوال مجتہدین میں سہارا تلاش کریں گے مثلاً عورت کو ہاتھ لگانے سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور خون نکلنے سے امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ اب فرض کیجیے ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہاتھ کو چھوا بھی ہے اور اس کا خون بھی نکل آیا تو وہ تمام اماموں کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹ گیا لیکن وہ شخص وضو کی زحمت سے بچنے کے لیے کہتا ہے کہ کیونکہ احناف کے نزدیک عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو

---

[1] ۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفی ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مطبع بولاق مصر ۱۳۲۴ھ

نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے بیوی کو ہاتھ لگانے سے حنفی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹتا، اور چونکہ خون نکلنے سے شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے خون نکلنے سے شافعی مذہب کے مطابق میرا وضو نہیں ٹوٹتا، درحقیقت یہ شخص امام ابوحنیفہ کا مقلد ہے نہ امام شافعی کا بلکہ یہ اپنی ہوائے نفس کا مقلد ہے اور قانونی امور میں اور زیادہ مشکلات پیش آئیں گی۔ ایک حنفی شخص کوئی جرم کرنے کے بعد فقہ شافعی کے قانون سے اپنے آپ کو آزاد کرالے گا اور سزا سے بچ جائے گا اور شافعی شخص جرم کرکے فقہ حنفی کے قانون سے اپنے آپ کو بچالے گا، مثلاً ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یتیم کے مال پر زکوٰۃ ہے اور احناف کے نزدیک نہیں ہے اب کسی شافعی شخص نے یتیم کے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو وہ حنفی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا۔ اسی طرح چوری کے نصاب میں ائمہ کا اختلاف ہے اور ایک مسلک کا مقلد چوری کرکے دوسرے مسلک کی فقہ سے اپنے آپ کو بچالے گا۔ اس طرح شریعت اور قانون انسانی خواہشات کے تابع ہو جائیں گے بلکہ کوئی شخص کسی حکم کا مکلف نہیں رہے گا کیونکہ جب اس پر کوئی چیز واجب ہو گی تو وہ دوسری فقہ سے اس وجوب کو ساقط کر دے گا اور جب اس پر کوئی چیز حرام ہو گی تو وہ دوسرے مجتہد کے قول سے اس کو حلال کر لے گا اور انسان شریعت اور قانون دونوں سے آزاد ہو جائے گا اس لیے ضروری ہے کہ انسان ایک امام کی تقلید کرے اور ایک شخص کے لیے متعدد ائمہ کی تقلید ناجائز اور تقلید شخصی واجب ہے۔

تقلید شخصی پر شیخ ابن تیمیہ کی تصریحات

ہم یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید میں ناسخ اور منسوخ، احادیث متعارضہ میں وجہ ترجیح اور قرآن و حدیث میں ایک لفظ کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کی دلیل شرعی سے تعیین نہ کر سکتا ہو، اس کے لیے مجتہدین میں سے کسی ایک مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے اور کسی ایک امام کی تقلید کرنے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے کسی اور امام کی کسی مسئلہ میں تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کر لیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور مذہب کے عالم کے فتوی پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے، اور یہ چیز لائق مذمت ہے، شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز لکھتے ہیں:

امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے، مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے، (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے، یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے، یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے [1] (اور یہی تقلید شخصی ہے)۔

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۱-۲۲۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز سعودی عربیہ

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان نے بیان فرمایا ہے کہ جو کسی مذہب کا التزام کر لے وہ اگر بغیر دلیل، بغیر تقلید یا بغیر عذر شرعی کے اس مذہب کی مخالفت کرے تو اس پر انکار کیا جائے گا۔ (یعنی یہ امر ناجائز ہے اور یہ بعینہٖ تقلید شخصی ہے) شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حمدان کی اس عبارت میں اس پر دلیل ہے کہ کسی امام کے مقلد کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دلیل کی وجہ سے یا عذر شرعی، یا کسی اور امام کی تقلید کی وجہ سے اپنے امام کی مخالفت کرے اور یہ بات باعث مذمت نہیں ہے [1]

اسی بحث میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ کیا عام آدمی پر کسی مذہب معین کی تقلید واجب ہے بایں طور کہ وہ اس مذہب کے بیان کردہ تمام واجبات اور رخصتوں پر عمل کرے؟۔ امام احمد، امام شافعی اور جمہور کے اس میں دو قول ہیں، ایک فریق کہتا ہے کہ واجب ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ واجب نہیں ہے، اور جو عوام پر کسی مذہب معین کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب تک ایک شخص کسی مذہب معین کا مقلد ہے اس کے لیے اس کو چھوڑنا جائز نہیں ہے الّا یہ کہ اس پر ظاہر ہو جائے کہ دوسرا مذہب اس مذہب سے راجح ہے [2] (تقلید شخصی اس سے زائد نہیں ہے)۔ اسی سلسلے میں شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص پر دلائل سے یہ واضح ہو جائے کہ دوسرے امام کا مذہب راجح ہے تو اس مذہب کو اختیار کرنے میں اس کو ثواب ملے گا بلکہ جب اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل فلاں امام کے مذہب میں ہے تو اس امام کے مذہب کو قبول کرنا واجب ہے [3]

نیز شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا، اور اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جنّ و انس پر واجب ہے، اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے، ظاہر ہو یا باطن، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے، اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں، پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ، راستہ اور رہنما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے [4]

---

[1] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۱ مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز سعودی عربیہ

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۲ 〃 〃 〃

[3] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۳ 〃 〃 〃

[4] ۔ 〃 〃 〃 〃 مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۴-۲۲۳ 〃 〃 〃

اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی مثال بیان کی ہے کہ کس طرح ایک مسئلہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر کھل گیا تھا جب کہ حضرت داؤد پر وہ مسئلہ اس طرح نہیں منکشف ہوا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

جس شخص پر کسی مسئلہ میں حق واضح ہو جائے اس کے باوجود وہ اپنی عادت پر جما رہے تو یہ چیز باعث مذمت ہے اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے (براہ راست) احکام نہیں حاصل کر سکتے اور وہ ان مسائل میں ان ائمہ اور مجتہدین کی اتباع کرتے ہیں جن سے زیادہ کسی اور کے اقوال ان کے نزدیک راجح نہیں ہیں تو ان کا یہ فعل لائق ستائش اور موجب ثواب ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) اور جو لوگ قرآن اور حدیث سے احکام حاصل کرنے پر قادر ہیں۔ ان کے بارے میں اختلاف ہے، امام احمد، اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور امام محمد بن حسن نے لکھا ہے کہ اس کے لیے مطلقاً تقلید جائز ہے [1]۔

شیخ ابن تیمیہ کی ہم نے جس قدر عبارات پیش کی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ عام آدمی کے حق میں تقلید شخصی واجب ہے کیونکہ اگر وہ کسی ایک امام کی تقلید نہیں کرے گا تو ہوائے نفس کا شکار ہو جائے گا۔

تقلید کی بحث کے شروع میں شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ کسی خاص امام کی تقلید کرے ان کا یہ قول مطلقاً "تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی وہ یہ لکھتے ہیں کہ البتہ جو شخص کسی خاص امام کے بیان کردہ مسائل کے سوا احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو، اس کے لیے اس خاص مذہب کی اتباع جائز ہے [2]۔ اس لیے خلط مبحث سے احتراز کیا جائے۔

کن صورتوں میں مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے؟

علامہ سیوطی نے بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے: اختلاف امتی رحمۃ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے"۔ علامہ مناوی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ اصول اور عقائد میں اختلاف جائز نہیں ہے اور اعمال فرعیہ میں اختلاف رحمت ہے کیونکہ اس اختلاف کی بنا پر یہ ممکن ہے کہ ایک امام کا مقلد ضرورت کے وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرے، علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی متعدد صورتیں ہیں۔

ا۔ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مذہب کو راجح گمان کر کے اس امام کے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، (جیسے امام طحاوی شافعی مذہب کو چھوڑ کر حنفی ہو گئے) یہ صورت جائز ہے۔

ب۔ دوسرے امام کے کسی مسئلہ فرعیہ کو دلیل سے راجح خیال کر کے اس مسئلہ کو اختیار کر لیتا ہے، یہ بھی جائز ہے۔

ج۔ مقلد کو دوسرے کسی امام کے قول میں ایسی رخصت ملتی ہو جو اس کے امام کے یہاں نہیں ہے اور وہ کسی ضرورت کی وجہ سے اس امام کے قول پر عمل میں مجبور ہو، یہ بھی جائز ہے۔ (جیسے مفقود الخبر کے مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب پر عمل کرنا)۔

د۔ محض آسانی کی وجہ سے دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا چاہتا ہو، یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنی خواہش کا متبع ہے دین کا متبع

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی الحنبلی المتوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۲۵، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز سعودی عربیہ،

[2] " " " " " مجموع الفتاویٰ ج ۲۰ ص ۲۰۹ "

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الجامع الصغیر مع فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۱ھ۔

نہیں ہے (مثلاً حنفی کا وضو خون نکلنے سے ٹوٹ گیا ہو تو وہ وضو کی مشقت سے بچنے کے لیے شافعی مذہب پر وضو نہ کرے)۔

ہ۔ آسانی اور سہولت کی وجہ سے دوسرے ائمہ کے اقوال پر بکثرت عمل کرنا، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

و۔ دو اماموں کے قول سے ایسی حقیقت مرکب ہو جو بالاجماع ناجائز ہے۔ (مثلاً ایک شخص عورت کو ہاتھ لگائے اور اس کا خون نکل آئے لیکن وہ شافعی اور حنفی مذہب کو جمع کر کے وضو نہ کرے)۔

ز۔ ایک ہی مسئلہ میں کبھی ایک امام کے قول پر اور کبھی دوسرے کے قول پر عمل کرے مثلاً پڑوسی پر شفعہ کرنے کے لیے احناف کے قول پر عمل کرے اور جب اس پر پڑوسی کی بناء پر شفعہ ہو تو کہے میں شافعی ہوں۔[1]

علامہ علائی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی سے قرض لینا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اسی جنس کی اتنی ہی چیز لے لے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دوسری جنس سے بھی اتنی چیز لینا جائز ہے۔ مجتبیٰ میں ہے کہ اس میں زیادہ وسعت ہے اور ضرورت کے وقت اس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے۔[2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے دوسری (خلاف) جنس سے بھی لینا جائز ہے اور اس قول میں وسعت ہے پس اس پر عمل کرنا جائز ہے ہر چند کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان دوسرے مذہب کے قول پر عمل کرنے میں معذور ہے اسی طرح زاہدی میں ہے، علامہ شامی الجال الاشقر کی شرح قدوری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک آج کل اسی پر فتویٰ ہے کہ جب وہ دوسرے کے مال سے اپنا قرض لینے پر قادر ہو تو وہ لے سکتا ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو۔[3]

علامہ مناوی شافعی، علامہ سبکی شافعی، حافظ ابوعمر ابن صلاح شافعی، علامہ نووی شافعی (ان کے حوالے اس سے پہلے گذر رہے ہیں) علامہ علائی حنفی، صاحب المجتبیٰ حنفی، علامہ قہستانی حنفی، علامہ زاہدی حنفی اور علامہ شامی حنفی ان سب کے نزدیک ضرورت کی بناء پر ایک مقلد دوسرے امام کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیح

فقہ حنفی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس فقہ میں سب سے زیادہ احتیاط ہے اور یہ خدا خوفی کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ مثلاً امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ شیر خوار بچہ ایک قطرہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی جبکہ امام شافعی اور دیگر ائمہ پانچ قطرے پینے کے بعد رضاعت ثابت کرتے ہیں، اسی طرح امام شافعی چار دنوں تک قربانی کی اجازت دیتے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہ تین دن کے بعد قربانی کی اجازت نہیں دیتے اور اسی میں احتیاط ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں متعدد اور مختلف احادیث وارد ہوں تو باقی ائمہ کسی ایک حدیث پر عمل کر کے باقی احادیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ ان مختلف احادیث میں تطبیق دیکر سب حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، مثلاً بعض احادیث میں ہے کہ جس کو نماز کی رکعات میں تردد اور شک ہو وہ نماز دوبارہ پڑھے بعض میں ہے غور کرے اور جس طرف ظن غالب ہو اس پر عمل کرے اور بعض میں ہے کہ جب مثلاً دو اور تین

---

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۱ھ۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ ردالمحتار ج ۴ ص ۲۷۷، // //

رکعت میں شک ہو تو ان کو دو رکعت (یعنی کم از کم رکعات جو یقینی ہیں) قرار دے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں ایسا شخص ہمیشہ دوبارہ نماز پڑھے، ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ کم والی جانب کو اختیار کرے۔ کسی امام نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر اور کسی نے تیسری پر۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر پہلی بار شک واقع ہو تو دوبارہ نماز پڑھ لے اور اگر بار بار شک واقع ہوتا ہو تو غور کرے اگر غور کرنے سے کوئی جانب ترجیح پا جائے تو اس پر عمل کرے ورنہ جتنی رکعات کم از کم ہیں اتنی رکعات قرار دے، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ اقوال صحابہ کو اہمیت نہیں دیتے اور امام ابوحنیفہ مختلف احادیث میں اقوال صحابہ کو فیصل مان کر ان کو ترجیح دیتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ درجات اور مراتب کا اعتبار کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلہ میں احادیث کو مؤخر کر دیتے ہیں اور اگر تطبیق دیں تو قرآن مجید پر عمل کو فرض اور حدیث پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی نہی کو حرام اور حدیث کی نہی کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث کے مقابلہ میں اقوال صحابہ کو مؤخر کر دیتے ہیں۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے احکام میں بہت زیادہ باریک بینی، دقت نظری، درجہ بندی اور وسعت سے کام لیا ہے جو باقی ائمہ میں نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض اور واجب اور اسی طرح حرام اور مکروہ تحریمی الگ الگ حکم ہیں جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی میں دستوری اساس بننے کی صلاحیت باقی ائمہ کی فقہ سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی صدیوں تک اسلامی مملکتوں کا قانون اور دستور بنی رہی مثلاً سلطنت بنو عباس جو دنیا کے تین براعظموں افریقہ، یورپ اور ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی اس کا دستور اور قانون یہی فقہ حنفی تھی، اس کے بعد صدیوں تک سلطنت عثمانیہ کا دستور یہی فقہ رہی برصغیر میں افغانستان، ماوراء النہر اور ہندوستان میں مسلمانوں کی ریاستوں میں اسی فقہ کا قانون چلتا تھا، ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ فقہ حنفی کے پیروکار ہر عہد میں مسلمانوں کی دو تہائی سے زیادہ اور غالب اکثریت میں رہے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی باقی امتوں سے زیادہ ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مقلدین باقی ائمہ کے مقلدین سے زیادہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی ایک سو بیس صفوں میں سے اسی صفیں میری امت کی ہونگی اور ان اسی صفوں میں دو تہائی اکثریت انشاء اللہ احناف کی ہوگی۔ آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ احناف میں جس قدر اولیاء اللہ کا ظہور ہوا کسی اور امام کے مقلدین میں اتنے اولیاء اللہ نہیں ہوئے۔ حضرت ابراہیم بن ادہم، حضرت شقیق بلخی، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت معروف کرخی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت فضیل بن عیاض، حضرت داؤد طائی۔ حضرت ابو حامد لفاف، حضرت خلف بن ایوب، حضرت وکیع بن جراح، حضرت ابوبکر وراق، حضرت حاتم اصم، حضرت محمد شاذلی، حضرت علی ہجویری۔ حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت معین الدین اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، حضرت شاہ ابوالمعالی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ وقدس اسرارہم یہ سب حنفی تھے ان کے علاوہ اور بہت اولیاء اللہ ہیں جو حد و شمار سے باہر ہیں۔ نویں خصوصیت یہ ہے کہ تمام ائمہ اور مجتہدین امام ابوحنیفہ کے فیض یافتہ ہیں امام امام مالک نے فقہ کی تدوین میں امام ابوحنیفہ سے فیض حاصل کیا۔ امام شافعی، امام اعظم کے شاگرد امام محمد کے شاگرد تھے امام احمد بن حنبل نے بھی امام اعظم کے علوم سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لیے امام شافعی کہا کرتے تھے کہ: "الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ" (تمام فقہاء ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں)۔ دسویں خصوصیت یہ ہے کہ باقی ائمہ امام اعظم کے سامنے اپنے موقف کو ترک کر دیتے تھے۔

تھے چنانچہ جب امام شافعیؒ امام اعظم کے مزار پر جاتے تو قنوت نازلہ پڑھتے نہ رفع یدین کرتے۔

مذہب احناف کی ترجیح مخالفین کو بھی مسلم ہے: نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں: وہ مذاہب مشہورہ جن کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اور اہل اسلام کا ان کی صحت پر اتفاق ہے چار مذاہب ہیں جو چاروں اماموں کی طرف منسوب ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ اور ان مذاہب میں سب سے زیادہ حق اور صحیح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا مذہب باقی مذاہب میں کتاب وسنت کی کثرتِ معرفت، علم الاحکام میں رائے کی صحت، استنباط مسائل میں رائے کی قوت اور پختگی کے لحاظ سے سب میں قوی ہے، اور جو شخص کسی مذہب معین کی تقلید کرے اس پر لازم ہے کہ اس طرح گمان کرے کہ اس کا مذہب صحیح ہے لیکن خطأ کا احتمال رکھتا ہے اور مخالف کا مذہب غلط ہے اور صحت کا احتمال رکھتا ہے[1]۔

تقلید پر سوالات اور ان کے جوابات

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ سے علم وفضل میں صحابہ کرام بدرجہا افضل تھے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسے اصول وضع نہیں کیے جو تمام جزئیات اور حوادث کے لیے کافی ہوتے اور تمام مسائل فرعیہ کو محیط ہوتے اور تمام تفاصیل کو شامل ہوتے کیوں کہ انھوں نے قواعد کی اساس اور ان کے لیے اصول مہیا کیے اور تفریعات اور تفصیلات کے لیے انھیں موقع نہ مل سکا، یہی وجہ ہے کہ مسلمان بعض مسائل میں حضرت ابوبکر کی تقلید کرتے تھے اور بعض مسائل میں حضرت عمر کی کیونکہ حضرت ابوبکر کے اصول تمام جزئیات کے لیے کافی تھے نہ حضرت عمر کے اور اس زمانہ میں ائمہ اربعہ کے مذاہب تمام جزئیات اور حوادث اور تمام تفریعات اور تفصیلات کے لیے کافی اور وافی ہیں اور جب بھی کوئی حادثہ یا واقعہ ہوگا ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے مذہب میں اس کے لیے راہنما اصول موجود ہوں گے۔

دوسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسے جامع اصول اور قواعد کیوں نہیں وضع کیے اور تمام جزئیات اور تفریعات کے لیے احکام کیوں نہیں مدون کیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو صحابہ کرام زیادہ اہم کاموں میں مشغول تھے مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو انھیں ملک کے اندر اور باہر فتنوں کا سامنا تھا۔ حضرت عمر اسلامی فتوحات کو وسیع کرنے میں مصروف تھے۔ حضرت عثمان نے بھی فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھایا حضرت علی داخلی جنگوں میں مصروف رہے، ثانیاً صحابہ کرام کے دور میں اس قدر کثرت سے مسائل پیدا نہیں ہوتے تھے نہ نئی نئی جزئیات اور تفصیلات سامنے آتی تھیں اس وجہ سے ان کے دور میں شریعت کو مدون کرنے کا مسئلہ پیدا نہیں ہوا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے کہ انھوں نے تقلید سے منع کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے مطلقاً تقلید سے منع نہیں کیا ان کا تقلید سے منع کرنا حسب ذیل امور میں ہے۔

(۱)۔ ضروریات دینیہ یعنی دین کے بنیادی عقائد میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔

---

[1] ۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ابجد العلوم ج ۲ ص ۴۰۲، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ۔

(۲)۔ جو احکام شرعیہ تواتر اور بداہت سے ثابت ہوں ان میں کسی کی تقلید نہیں ہے۔
(۳)۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے وہ صریح احکام جو قطعی الدلالۃ ہیں (مثلاً صوم وصلوٰۃ کی فرضیت، پانچ نمازیں، ایک ماہ کے روزے، مقدار نصاب زکوٰۃ، عدد رکعات وغیرہ) جن کا کوئی معارض بھی نہیں ہے ان احکام میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ حقیقت ایک بار پھر پیش نظر رہنی چاہیے کہ تقلید صرف اس غرض سے کی جاتی ہے کہ قرآن اور حدیث میں اگر ایک لفظ کے متعدد معانی ہوں تو کسی ایک معنی کی تعیین کے لیے اپنے ذہن کی بجائے کسی مجتہد کے فہم پر اعتماد کیا جائے یا اگر قرآن مجید کی آیات میں یا احادیث میں تعارض ہو تو کسی ایک آیت یا حدیث کو عمل کے لیے متعین کرنے میں اپنی عقل کی بجائے مجتہد پر اعتماد کیا جائے اور یا جب کسی پیش آمدہ مسئلہ کا قرآن اور حدیث میں واضح حل نہ ہو تو قرآن اور حدیث سے خود اس کا حل تلاش کرنے کے بجائے مجتہد کے استنباط کردہ حل کو قبول کر لیا جائے۔
نیز یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ کسی کے نزدیک بھی مجتہد معصوم اور خطاؤں سے پاک نہیں ہے بلکہ اس کے ہر اجتہاد میں غلطی کا امکان موجود ہے، اور اگر ایک متبحر عالم کو اپنے امام کے کسی قول کے خلاف کوئی صحیح، صریح، اور غیر معارض حدیث علم یقینی کے ساتھ مل جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے۔

عام مسلمانوں کا بغیر تقلید کے گذارہ نہیں ہے!

جو حضرات تقلید کے مخالف ہیں عملاً وہ خود بھی تقلید کرتے ہیں، کیونکہ غیر مقلد حضرات کا ہر فرد عالم اور مجتہد نہیں ہوتا اور جو عالم ہیں وہ بھی ہر مسئلہ میں قرآن و حدیث کے پورے ذخیرے کی طرف رجوع نہیں کرتے، ان میں سے جو عالم نہیں ہیں وہ غیر مقلد علماء سے پوچھ کر ان کی تقلید کرتے ہیں، اسی سبب سے غیر مقلد علماء کے فتاوی چھپے ہوئے ہیں جن میں اوّل تو ہر مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی گئی، اور اگر ہو بھی تو عام آدمی اس کا کیسے فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان کی بیان کی ہوئی دلیل صحیح ہے یا غلط، وہ تو صرف اپنے علماء کے علم اور فہم پر اعتماد کر کے ان کے قول پر عمل کرتا ہے اور اسی کا نام تقلید ہے۔!

رہے غیر مقلد علماء تو وہ انصاف سے بتائیں کہ کیا وہ ہر پیش آمدہ مسئلہ میں قرآن و حدیث کے تمام ذخائر کو کھنگالتے ہیں یا اس کے بجائے وہ اپنے متقدمین علماء کی کتابوں کو دیکھتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ حنفی یا شافعی مسلک کی کتابوں کی بجائے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن حزم، شیخ ابن قیم اور قاضی شوکانی وغیرہ کی کتابوں کو دیکھتے ہیں اور یہ بھی گنے چنے علماء غیر مقلدین کا کام ہے ورنہ عام غیر مقلد علماء تو فتاوی نذیریہ اور فتاوی ثنائیہ سے ہی کام چلا لیتے ہیں۔

جو حضرات براہِ راست قرآن اور حدیث سے مسائل نکالنے پر زور دیتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کی اہمیت اور خصوصیت کا انکار کرتے ہیں بلکہ تقلید کو شرک کہتے ہیں انھیں شیخ ابن تیمیہ کی یہ عبارت بغور پڑھنی چاہیے:
"انسانوں اور جنات میں سے ہر ایک پر ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی اطاعت واجب ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال جانے اور حرام کردہ کو حرام جانے اور ان کے واجب کردہ کو واجب مانے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت

سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ اس لیے لوگ اس معاملے میں ایسے عالم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو انھیں اللہ اور رسول کے احکام بتا سکے اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آپ کی منشاء اور مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ لہٰذا مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین وسیلے اور رہ نما کی حیثیت رکھتے ہیں جو لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان کرتے ہیں اور بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی خاص عالم کو ایسے علم اور فہم سے نوازتا ہے جو دوسرے کے پاس نہیں ہوتا "[1]۔

اس عبارت کے بعد تقلید پر طعن یا اس کے انکار کی کیا گنجائش ہے۔؟

بَابُ[۳۵۱] مَا يَنْدُبُ لِلْمُحْرِمِ وَغَيْرِهِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَابِّ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ

محرم اور غیر محرم کے لیے حرم اور غیر حرم میں جن جانوروں کا مارنا جائز ہے

۲۷۵۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ مِقْسَمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرْبَعٌ كُلُّهُنَّ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ قَالَ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ أَفَرَأَيْتَ الْحَيَّةَ قَالَ تُقْتَلُ بِصُغْرِهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار جانور فاسق (موذی) ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ میں نے قاسم سے کہا اور سانپ کے متعلق بتلائیے۔ انھوں نے کہا اس کو اس کی ذلت کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔

۲۷۵۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، سانپ، سیاہ اور سفید رنگوں والا کتا، چوہا، کاٹنے والا کتا اور چیل۔

---

[1] شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۰ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ بامر الفہد بن عبد العزیز ملک السعودیہ۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ الْحَيَّةُ وَالْغُرَابُ الْأَبْقَعُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ وَالْحُدَيَّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق (موذی) ہیں جنھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے ، بچھو، چوہا، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَّهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ ابْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔

۲۷۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۲۷۶۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْفَأْرَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور فاسق ہیں جن کو حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے ، چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۲ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ أَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ خَمْسٍ فَوَاسِقَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ ابْنِ زُرَيْعٍ۔

اسی سند سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فاسق (موذی) جانوروں کو حرم میں اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۷۶۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں۔ انھیں حرم میں (بھی) قتل کر دیا جائے، کوا، چیل، کاٹنے والا کتا، بچھو اور چوہا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ يُقْتَلْنَ فِي الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ.

۲۷۶۴- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِي عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْاِحْرَامِ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ قَالَ ابْنُ اَبِي عُمَرَ فِيْ رِوَايَتِهِ فِي الْحُرُمِ وَالْاِحْرَامِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ چوہا، بچھو، کوا، چیل اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۵- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَتْ حَفْصَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ كُلُّهَا فَوَاسِقُ لَا حَرَجَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ الْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ وَالْحِدَاَةُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور کل کے کل فاسق ہیں جن کے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بچھو، کوا، چیل، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۶- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَآبِّ فَقَالَ اَخْبَرَتْنِي اِحْدٰى نِسْوَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ اَوْ اُمِرَ اَنْ يُّقْتَلَ الْفَارَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْحِدَاَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ.

زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں کو قتل کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے حکم دیا ہے کہ چوہے، بچھو، چیل، کاٹنے والے کتے اور کوے کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۷- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ

زید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ محرم کن جانوروں

ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا يَقْتُلُ الرَّجُلُ مِنَ الدَّوَآبِّ وَهُوَ مُحْرِمٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي إِحْدٰى نِسْوَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكَلْبِ الْعَقُوْرِ وَالْفَأْرَةِ وَالْعَقْرَبِ وَالْحُدَيَّا وَالْغُرَابِ وَالْحَيَّةِ قَالَ وَفِي الصَّلٰوةِ أَيْضًا.

کو قتل کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی ایک نے خبر دی ہے کہ آپ نے کاٹنے والے کتے، چوہے، بچھو، چیل، کوے اور سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میں بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔

۲۷۶۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ لَيْسَ عَلَى الْمُحْرِمِ فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے میں محرم کے لیے کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۶۹- وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَّاذَا سَمِعْتَ ابْنَ عُمَرَ يَحِلُّ لِلْحَرَامِ قَتْلُهُ مِنَ الدَّوَآبِّ فَقَالَ لِي نَافِعٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَآبِّ لَا جُنَاحَ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي قَتْلِهِنَّ الْغُرَابُ وَالْحِدَأَةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَأْرَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ.

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کیا تم نے حضرت ابن عمر سے ان جانوروں کے بارے میں کچھ سنا ہے جن کو محرم قتل کر سکتا ہے؟ نافع نے کہا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔

۲۷۷۰- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ ابْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ جَمِيْعًا عَنْ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ ابْنُ هَارُوْنَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ كُلُّ

امام مسلم نے متعدد اسانید بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ان اسانید سے بھی نافع نے حضرت ابن عمر سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَابْنِ جُرَيْجٍ وَلَمْ يَقُلْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا ابْنُ جُرَيْجٍ وَّحْدَهٗ وَقَدْ تَابَعَ ابْنَ جُرَيْجٍ عَلٰى ذٰلِكَ ابْنُ اِسْحَاقَ .

۲۷۷۱- وَحَدَّثَنِيْهِ فَضْلُ بْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ اِسْحَاقَ عَنْ نَّافِعٍ وَّعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَمْسٌ لَّاجُنَاحَ فِيْ قَتْلِ مَا قُتِلَ مِنْهُنَّ فِي الْحَرَمِ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حرم میں قتل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے

۲۷۷۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى ابْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مَّنْ قَتَلَهُنَّ وَهُوَ حَرَامٌ فَلَاجُنَاحَ عَلَيْهِ فِيْهِنَّ الْعَقْرَبُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْغُرَابُ وَالْحُدَيَّا وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى بْنِ يَحْيٰى .

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور ایسے ہیں جن کو حالت احرام میں قتل کرنا گناہ نہیں ہے۔ ان میں بچھو، چوہا، کاٹنے والا کتا، کوا اور چیل ہے۔

موذی جانوروں کی تعداد

حدیث نمبر ۲۷۵۷ میں چار موذی جانوروں کا ذکر ہے، چیل، کوا، چوہا اور کاٹنے والا کتا۔ اور حدیث نمبر ۲۷۵۸ میں پانچ جانوروں کا ذکر ہے جن میں ایک سانپ ہے اور حدیث نمبر ۲۷۵۹ میں بھی پانچ موذی جانوروں کا ذکر ہے جن میں سانپ کی جگہ بچھو کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ موذی جانور جن کو حرم یا غیر حرم میں قتل کیا جائے گا ان کی تعداد چھ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حافظ ابو عوانہ نے مستخرج میں ہشام کی سند سے چھ موذی جانوروں

کا ذکر کیا ہے اور اس میں سانپ سمیت چھ جانور ذکر کیے ہیں [1]

موذی جانوروں کو قتل کرنے میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ان چھ موذی جانوروں کو حرم، غیر حرم اور حالت احرام میں قتل کرنا جائز ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس جانور میں ان کی صفت ہو اس کو قتل کرنا بھی محرم کے لیے جائز ہے، پھر صفت کے تعین میں اختلاف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ صفت یہ ہے کہ اس جانور کا کھانا حلال نہ ہو۔ لہٰذا جس جانور کا کھانا حلال نہیں ہے اس کو محرم قتل کر سکتا ہے اور اس کا کوئی فدیہ نہیں ہے، اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ صفت ایذاء ہے لہٰذا محرم کے لیے ہر موذی جانور کو قتل کرنا جائز ہے اور کلب عقور (کاٹنے والا کتا) کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد عام اور معروف کتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پھاڑنے والا کتا ہے [2]۔

علامہ ابن قدامہ نے خرقی حنبلی سے نقل کیا ہے کہ محرم چیل، کوّے، چوہے، بچھو اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر سکتا ہے، اسی طرح ہر اس جانور کو قتل کر سکتا ہے جو اس پر حملہ آور ہو یا اس کو ایذاء دے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے صرف غراب ابقع (وہ کوا جس کی پیٹھ اور پیٹ سفید ہو) کو قتل کرنے کی اجازت دی ہے کیونکہ صحیح مسلم میں غراب ابقع کا ذکر ہے لیکن متعدد احادیث میں مطلقاً غراب (کوّے) کا ذکر آیا ہے اس لیے علامہ ابن قدامہ نے اس قید کو قید اتفاقی قرار دیا ہے [3]۔

موذی جانوروں کے قتل میں احناف کا مذہب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم پر درندہ حملہ کرے تو وہ اس کو قتل کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ موذی جانوروں کا استثناء کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا پانچ فاسق جانور ہیں جن کو حرم اور غیر حرم میں قتل کر دیا جائے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ محرم سانپ، بچھو، چوہے، چیل، کوّے اور کاٹنے والے کتے کو قتل کر دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے، اور اگر غیر محرم ان جانوروں کو حرم میں قتل کر دے تو اس پر بھی کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ ان جانوروں کا قتل مطلقاً مباح ہے۔ قرآن مجید میں جو اللہ تعالیٰ نے محرم کو شکار سے منع کیا ہے یہ حدیث اس کے ساتھ بمنزلہ ملحق اور بیان ہے، البتہ ان پانچ جانوروں کے سوا جو دوسرے درندے ہیں جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اگر محرم ان کو ابتداءً قتل کر دے تو ہمارے نزدیک اس پر فدیہ ہے، اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پانچ جانوروں کا اس لیے استثناء کیا ہے کہ ان کی طبیعت میں ایذاء ہے اور جس جانور کی طبیعت میں بھی ایذاء ہو وہ ان پانچ جانوروں کے حکم میں ہے اور قرآن مجید کی نص سے مستثنیٰ ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "موذی جانوروں کے سوا شکار نہ کرو" اور جب نص اس معنی میں ہو تو از روئے نص صرف ان جانوروں کا شکار ممنوع ہوگا جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور جو غیر موذی ہیں، ایک اور دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابی

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۳، ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

لہب کے لیے دعاء ضرر کی تو فرمایا اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کر دے تو اسے شیر نے پھاڑ کھایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کاٹنے والے کتے کا جو استثناء فرمایا ہے وہ شیر کو بھی شامل ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لاتقتلوا الصید وانتم حرم "حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو" اور شکار کا لفظ تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کی ہے کہ مستثنیٰ پانچ جانور ہیں اور یہ اس بات پر واضح دلیل ہے کہ پانچ کے علاوہ باقی جانوروں کو بدستور از روئے نص قرآن قتل کرنا حرام ہے اور اگر علت ایذاء کی بناء پر باقی جانوروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ کے عدد سے تخصیص کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، پھر ان پانچ کے علاوہ باقی جانوروں میں ایذاء کی صفت تسبتاً کم ہے۔ کیونکہ ان پانچ جانوروں کی طبیعت میں ایذاء کے ساتھ ابتدا کرنا داخل ہے اور باقی جانور اس وقت تک ایذاء میں پہل نہیں کرتے جب تک ان کو ایذاء نہ دی جائے[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک نے اس مسئلہ میں قیاس اور رائے سے کام لے کر تمام درندوں کے قتل کو جائز قرار دیا ہے اور امام احمد بن حنبل اور امام ابو حنیفہ نے عبارت حدیث کی صراحت کے مقابلہ میں قیاس اور رائے کو ترک کر دیا ہے اور جن پانچ جانوروں کے لیے حدیث میں قتل کی اجازت ہے اس اجازت کو انہیں پانچ جانوروں میں منحصر رکھا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نص کے مقابلہ میں کبھی قیاس اور رائے سے کام نہیں لیتے، حیرت ہے کہ اس کے باوجود مخالفین احناف کو اصحاب الرائے کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

کوّے اور کتے وغیرہ کو فاسق کہنے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان جانوروں کو فاسق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ کلام عرب میں فسق خروج کو کہتے ہیں اور گناہ گار کو فاسق اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت سے نکل جاتا ہے اور یہ جانور بھی ایذاء پہنچانے اور فساد پھیلانے کی وجہ سے عظیم چوپایوں سے نکل گئے اور ایک قول یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں جانوروں کے قتل کی حرمت کے حکم سے یہ جانور نکل گئے اس لیے ان کو فاسق کہتے ہیں[2]۔

علامہ کرمانی ان جانوروں کا فسق بیان کرتے ہوئے علامہ نووی کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ کوا اونٹ کی پشت اور آنکھوں میں ٹھونگیں مارتا ہے اور لوگوں کا کھانا اچک کر لے جاتا ہے۔ چیل گوشت اچک کر لے جاتی ہے، بچھو ڈنک مارتا ہے، چوہا کھانا چراتا ہے، اس کو خراب کرتا ہے اور کپڑے کاٹتا ہے۔ چراغ سے بتی نکال لیتا ہے جس سے پورا گھر جل جاتا ہے اور کاٹنے والا کتا لوگوں کو زخمی کرتا ہے[3]

عام کوّے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق

اس باب کی احادیث سے ظاہر ہو گیا کہ سیاہ رنگ کا یہ عام کوّا جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اس کا کھانا حرام ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۹۱۔ ۹۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، شرح البخاری للکرمانی ج ۹ ص ۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۱ھ

من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسقا واللہ ما ھو من الطیبات[1] "کوّے کو کون کھا سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فاسق فرمادیا ہے، بخدا! وہ حلال جانوروں میں سے نہیں ہے۔"

بعض علماء نے اس عام کوّے اور زاغ (غراب زرع) میں فرق نہیں کیا اور وہ زاغ کی علت سے اس عام کوّے کی علت پر استدلال کرتے ہیں اس لیے ہم اس فن کے مستند علماء کے حوالوں اور فقہاء اسلام کی عبارات سے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ زاغ اور چیز ہے اور یہ عام کوّا اور چیز ہے، اور زاغ کی علت سے عام کوّے کی علت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ دمیری زاغ کی تعریف میں لکھتے ہیں: زاغ کوّوں کی قسم میں سے ایک پرندہ ہے اور اس کو غراب زرع (کھیتوں کا کوّا) کہتے ہیں۔ یہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور عام کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے اور اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اس کو غراب زیتون بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ زیتون کو کھاتا ہے، اس کی شکل لطیف ہوتی ہے اور دیکھنے میں اچھا لگتا ہے[2]

عام کوّے کے بارے میں علامہ قزوینی لکھتے ہیں کہ یہ دور دراز کا طویل سفر کرنے والا پرندہ ہے، انتہائی شوق سے کھاتا ہے، گھوڑے، اونٹ اور آدمی کی آنکھ نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور روکنے اور مارنے سے رکتا نہیں ہے۔ کچھوے کی پشت پر ٹھونگیں مارتا ہے اور اونٹ کی پشت پر ٹھونگیں مار مار کر زخمی کر دیتا ہے (الی قولہ) کوّا جب بیمار ہو جاتا ہے تو انسان کے فضلات کھاتا ہے[3]

عام کوّے کے بارے میں علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ کوّا ایک ایسا جانور ہے جس کے افعال بھی خبیث ہیں اور ذائقہ بھی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم اور غیر حرم میں اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے[4] البتہ عام کوّے سے ایک چھوٹا جانور ہے۔ جو کھیتوں میں پایا جاتا ہے اور دانہ دنکا کھاتا ہے مردار اور گندگی نہیں کھاتا اس کو غراب الزرع (کھیتوں کا کوّا) اور زاغ کہتے ہیں اس کا حکم مستثنیٰ ہے اور فقہاء نے اس کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے، غراب الزرع یا زاغ عام کوّے سے تین صفات میں ممتاز ہوتا ہے۔ ایک صفت یہ ہے کہ یہ کوّا عام کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ دوسری صفت یہ ہے کہ یہ کوّا کبوتر کی طرح آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ اس کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں، لہٰذا فقہاء کا حلال کردہ کوّا وہ ہے جس میں یہ تین صفات پائی جائیں اور یہ عام سیاہ کوّا جو ان صفات کا حامل نہیں ہے اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب ہم غراب زرع یا زاغ کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں:۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:۔

---

[1] ۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] ۔ علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۲، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ
[3] ۔ علامہ ذکریا بن محمد بن محمود قزوینی، عجائب المخلوقات علی ہامش حیوٰۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۴۶-۱۴۵، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ
[4] ۔ علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ۔

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذى ياكل الحب من ذلك يقال له غراب الزرع ويقال له الزاغ وافتوا بجواز اكله فبقى ما عداه من الغربان ملتحقا بالابقع۔ [1]

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ چھوٹا کوّا جو دانہ کھاتا ہے۔ کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے خارج ہے، اس کوّے کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے، اور علماء نے اس کے کھانے کا فتویٰ دیا ہے۔ اس کے علاوہ کوّے کی جتنی اقسام ہیں وہ سب ابقع (وہ کوّا جس کا پیٹ اور پیٹھ سفید ہو) کے ساتھ لاحق ہیں، یعنی ان کا قتل کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اما الغراب الزرعى الذى يلتقط الحب فهو طيب مباح لانه غير مستخبث طبعا وقد يالف الادمى كالحمام۔

البتہ غراب زرع جو دانہ کھاتا ہے وہ حلال اور مباح ہے کیونکہ وہ طبعاً خبیث نہیں ہے اور کبوتر کی طرح آدمی سے مانوس ہوتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

خرج الزاغ وهو اسود محمر المنقار والرجلين ويسمى غراب الزرع۔ [3]

کوّوں کو قتل کرنے کے حکم سے زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا پرندہ ہے۔ اس کوّے کی چونچ اور پنجے سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب الزرع کہتے ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے بھی غراب زرع کی یہی علامت بیان کی ہے۔ [4]

غراب الزرع کی ایک قسم وہ ہے جو دانہ اور مردار دونوں کھاتا ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں یہ امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ [5] بہرحال یہ عام سیاہ رنگ کا موذی کوّا بہرحال حرام ہے، کیونکہ اس میں غراب الزرع کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔

کوّے کی اقسام اور عقعق کا حکم

شیخ عثمانی نے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کوّے کی پانچ قسمیں ہیں اور غراب زرع کے علاوہ باقی اقسام فاسق اور موذی ہیں انسان کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے اور یہ سیاہ رنگ کا عام کوّا ان باقی اقسام میں داخل ہے اس لیے فاسق

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۴ ص ۳۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵، ص ۳۸۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔

[4] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ۔ بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

[5] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

قرار پایا اور جس جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمادیا اس کے حرام ہونے میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں ہوسکتا۔ شیخ عثمانی کی مکمل عبارت ہم نقل کر رہے ہیں۔ شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء على اخراج الغراب الصغير الذى ياكل الحب من ذلك يقال له غراب الزرع ويقال له الزاغ وافتوا بجواز اكله فبقى ما عدا من الغربان ملتحقا بالابقع وانواع الغراب على ما فى فتح البارى خمسة العقعق قال فى القاموس هو طائر ابيض فيه سواد وبياض يشبه صوته العين والقاف و الابقع فى ظهره او بطنه بياض والغراف وهو المعروف عند اهل اللغة بالابقع ويقال له غراب البين لانه بان عن النوح عليه السلام واشتغل بجيفة حين ارسله ليأتى بخبر الارض والاعصم هو فى رجله او جناحه او بطنه بياض او حمرة والزاغ ويقال له غراب الزرع و هو الغراب الصغير الذى ياكل الحب[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کوّے کو قتل کرنے کے حکم سے وہ چھوٹا کوّا مستثنیٰ ہے جو دانہ کھاتا ہے اس کو غراب زرع اور زاغ کہا جاتا ہے' اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے، اس کے علاوہ کوّے کی جتنی قسمیں ہیں ان سب کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ فتح الباری کے مطابق کوّے کی پانچ قسمیں ہیں ایک عقعق ہے قاموس میں لکھا ہے کہ یہ سفید اور سیاہ رنگ کا پرندہ ہے اس کی آواز عین اور قاف کے مشابہ ہے اور دوسرا ابقع ہے جس کی پیٹھ اور پیٹ پر سفیدی ہے۔ تیسرا غداف ہے۔ اہل لغت اس کو ابقع کہتے ہیں اور اس کو غراب البین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ جب نوح علیہ السلام نے اس کو زمین کی خبر لانے کیلئے بھیجا تو یہ ان سے علیحدہ ہوکر مُردار کھانے میں مشغول ہوگیا۔ چوتھی قسم اعصم ہے یہ وہ ہے جس کی ٹانگ یا پیر یا پیٹ میں سفیدی یا سرخی ہو اور پانچویں قسم زاغ ہے اس کو غراب زرع بھی کہتے ہیں۔ یہ چھوٹا کوّا ہے جو دانہ کھاتا ہے۔

شیخ عثمانی کی اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے، نیز اس سے پہلے ہم علامہ عسقلانی، علامہ سرخسی، اور ملا علی قاری کی عبارات سے بھی واضح کر چکے ہیں کہ زاغ اور غراب زرع ایک ہی چیز ہے' فقہاء نے عقعق کو بھی زاغ کے حکم میں قرار دیا ہے۔ یہ بھی عام کوّے سے چھوٹا ہوتا ہے اور کائیں کائیں کی بجائے عقعق کہتا ہے۔ علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ عقعق کبوتر کے برابر ہوتا ہے اس کے پَر بڑے ہوتے ہیں اور شکل کوّے کی طرح ہوتی ہے۔ پَر کبوتر سے بڑے ہوتے ہیں، سفید اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے اور دم لمبی ہوتی ہے اور آواز عقعق ہوتی ہے اسی لیے اس کو عقعق کہتے ہیں۔[2] شیخ عثمانی نے عقعق کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی کا حاصل ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں کہ عقعق کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ دانہ اور گندگی ملا کر کھاتا ہے

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

[2] علامہ محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

ہے اس لیے مرغی کے مشابہ ہے اور امام ابو یوسف اس کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ یہ مردار کھاتا ہے [1]۔
شیخ عثمانی نے زاغ یا غراب زرع کے سوا کوّے کی باقی اقسام کو حرام قرار دیا ہے اور فقہاء کی عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوّے کی باقی اقسام حرام ہیں، یہ بات واضح رہے کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق دونوں اس عام کوّے سے چھوٹے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید سے عام کوّے کے حرام ہونے کا ثبوت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خبیث چیزوں کو حرام فرمایا ہے: ویحرم علیہم الخبائث۔ اعراف: ۱۵۷) "رسول ان پر خبیث چیزوں کو حرام فرماتے ہیں"۔ اور کوے کو خبیث ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ بابرتی [2] اور ملا علی قاری [3] نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوّے اور باقی چار جانوروں کو خبیث ہونے کی وجہ سے فاسق فرمایا۔ پس واضح ہو گیا کہ کوا خبیث جانور ہے۔ اور خبیث جانوروں کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہے لہٰذا کوا حرام ہے۔ دوسرا استدلال یہ ہے کہ کوّے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسق فرمایا ہے اور قرآن مجید نے فاسق جانوروں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس لیے کوّا ازروئے قرآن حرام ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق (انعام: ۱۲۱) "جن جانوروں پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہے ان کو مت کھاؤ، یہ فاسق جانور ہیں"۔ علامہ عسقلانی نے بھی کوّے کی حرمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے [4]

احادیث سے عام کوّے کے حرام ہونے کا ثبوت

کوّے کے حرام ہونے پر صحاح ستّہ کی دہ تمام احادیث دلیل ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کو فاسق فرمایا ہے، اور اس سے پہلے ہم سنن ابن ماجہ کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کر چکے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوے کو فاسق فرما دیا تو پھر اس کو کون کھا سکتا ہے۔ بخدا! یہ حلال چیزوں سے نہیں ہے۔

فقہاء اسلام کے حوالوں سے عام کوّے کے حرام ہونے کا ثبوت

علامہ سرخسی، علامہ عسقلانی، علامہ مرغینانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی کے حوالوں سے ہم بتلا چکے ہیں کہ زاغ (غراب زرع) اور عقعق کے سوا کوے کی تمام اقسام حرام ہیں۔ اس سلسلہ میں چند مزید حوالے پیش خدمت ہیں۔
شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] ۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[3] ۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۳۸۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ۔
[4] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ۔

وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال له غراب الزرع وافتوا بجواز اکله فبقی ما عداه من الغربان ملحقا بالابقع۔[1]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوؤں کو قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہے اس کو غراب زرع کہتے ہیں اور اس کے کھانے پر جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوؤں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

وقد اتفق العلماء علی اخراج الغراب الصغیر الذی یاکل الحب من ذلک ویقال له غراب الزرع ویقال له الزاغ وافتوا بجواز اکله فبقی ما عدا من الغربان ملتحقا بالابقع۔[2]

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ چھوٹا کوا جو دانہ کھاتا ہے کوؤں کو قتل کے حکم سے خارج ہے، اس کو غراب زرع اور زاغ کہتے ہیں اور اس کے کھانے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ پس کوؤں کی باقی اقسام قتل کرنے کے حکم میں باقی ہیں۔

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں

وخرج الزاغ وهو اسود محمر المنقار والرجلین ویسمی غراب الزرع۔[3]

کوؤں کو قتل کرنے کے حکم سے (صرف) زاغ مستثنیٰ ہے یہ سیاہ رنگ کا جانور ہے اس کی چونچ اور پیر سرخ ہوتے ہیں اور اس کو غراب زرع کہتے ہیں۔

شیخ شبیر احمد عثمانی، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، شیخ ظفر احمد عثمانی اور شیخ خلیل احمد انبیٹھوی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ زاغ (غراب زرع) کے علاوہ کوؤں کی تمام اقسام حرام ہیں اور یہ عام دیسی کوا جو کائیں کائیں کرتا پھرتا ہے۔ فاسق اور خبیث ہے اس کو حرم اور غیر حرم میں قتل کرنا جائز ہے۔ اور اس کا کھانا حرام ہے۔

بعض علماء کا کوّے کو حلال کہنے میں تفرد

عام سیاہ کوا جس کو زاغ معروف بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید، احادیث، فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حرام ہے لیکن شیخ رشید احمد گنگوہی نے اس کے کھانے کو ثواب قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

سوال:۔ جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا یا نہ ثواب ہوگا نہ عذاب۔

جواب:۔ ثواب ہوگا فقط۔[4]

---

[1] شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ۔ عون المعبود ج ۴ ص ۱۰۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۲ھ۔ اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔

[3] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

[4] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۹۲۔ مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی۔

شیخ گنگوہی کے متبعین اس عام کوے کی علت ثابت کرنے کے لیے کبھی اس کو عقعق قرار دیتے ہیں کبھی زاغ (غراب زرع) قرار دیتے ہیں حالانکہ قارئین پر واضح ہو چکا ہے کہ اس عام کوے اور عقعق یا غراب زرع میں بہت فرق ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ کوا تو مرغی کے مشابہ ہے مرغی دانہ بھی کھاتی ہے اور گندگی بھی کھا لیتی ہے اسی طرح کوا دانہ بھی کھاتا ہے اور گندگی بھی کھا لیتا ہے لیکن اس دلیل میں کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو کوئی شخص چیل اور کتے کو بھی حلال کہہ سکتا ہے کہ یہ جانور روٹی اور گوشت کے ٹکڑے بھی کھا لیتے ہیں اور مردار اور گندگی بھی!۔

حرم میں قصاص لینے میں مذاہب اور احناف کا موقف

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک حرم کعبہ میں اگر کوئی ایسا مجرم پناہ لے جس پر قصاص، رجم یا کوئی اور حد واجب ہو تو حرم میں ہی اس پر حد واجب کر دی جائے گی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرم کعبہ میں کسی کو سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن دخلہ کان امنا۔ (آل عمران: ۹۷) "جو شخص بھی کعبہ میں داخل ہو گیا وہ مامون ہو گیا"۔ علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک پر اس باب کی احادیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حرم میں کتے سانپ اور بچھو وغیرہ کو قتل کیا جا سکتا ہے تو کسی ایسے مسلمان کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے جس پر حد یا قصاص واجب ہو[1] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس چونکہ قرآن مجید کی صریح عبارت اور نص کے مقابلہ میں ہے اس لیے مردود ہے، باقی رہیں احادیث تو وہ چونکہ خلاف قیاس ہیں اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہیں گی اور ان پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابوحنیفہ قیاس ضرور کرتے ہیں لیکن قرآن مجید اور حدیث کی صریح عبارت کے مقابلہ میں قیاس نہیں کرتے۔ اس اختلاف سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو صاحب الرائے اور امام الرائے کہتے ہیں۔

بَابُ جَوَازِ حَلْقِ الرَّأْسِ لِلْمُحْرِمِ اِذَا كَانَ بِهٖ اَذًى وَّوُجُوْبِ الْفِدْيَةِ لِحَلْقِهٖ وَبَيَانِ قَدْرِهَا

تکلیف لاحق ہونے کی وجہ سے محرم کو سر منڈانے کی اجازت اور اس پر فدیہ کا بیان

۲۷۷۳ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں اس وقت پتیلی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں گر رہی تھیں آپ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ وَاَنَا اُوْقِدُ تَحْتَ قَالَ الْقَوَارِيْرِ لِيْ قِدْرٍ لِيْ وَقَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ بُرْمَةٍ لِيْ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ قَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ وَصُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ اَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً قَالَ اَيُّوْبُ فَلَا اَدْرِيْ بِاَيِّ ذٰلِكَ بَدَاَ۔

نے فرمایا کیا تم کو جوؤں نے بہت ستا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو سر منڈوا دو اور تین دن کے روزے رکھو! یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ یا ایک قربانی کرو۔ راوی ایوب کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ آپ نے پہلے کس چیز کا ذکر فرمایا تھا۔

۲۷۷۴۔ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۲۷۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ ابْنِ عُجْرَةَ قَالَ فِيَّ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ قَالَ فَاَتَيْتُهُ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ قَالَ ادْنُهْ فَدَنَوْتُ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَّاَظُنُّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَمَرَنِيْ بِفِدْيَةٍ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ مَّا تَيَسَّرَ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ (ترجمہ:) جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو وہ اس کے فدیے میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"۔ میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا: قریب ہو! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا: قریب آؤ! میں قریب ہوا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں جوئیں بہت تکلیف دیتی ہیں؟ میں نے کہا جی! پھر آپ نے فرمایا روزے، صدقہ یا قربانی میں سے جو آسان ہو کر لو!۔

۲۷۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ لَيْلٰى حَدَّثَنِيْ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھڑے ہوئے در آں حالیکہ میرے سر سے جوئیں جھڑ رہی

كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلَيْهِ وَرَاْسُهٗ تَتَهَافَتُ قَمْلًا فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَكَ قَالَ فَفِيَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اَوْ تَصَدَّقْ بِفَرَقٍ بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ اَوِ انْسُكْ مَا تَيَسَّرَ۔

تھیں، آپ نے فرمایا تمہاری جوئیں تمہیں تکلیف دیتی ہیں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم اپنا سر منڈوا دو! اور یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی، (ترجمہ:) تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (تو وہ منڈوا کر) اس کے فدیہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تین دن کے روزے رکھو یا ایک ٹوکرا چھ مسکینوں میں خیرات کر دو یا جو تمہیں میسر ہو اس کی قربانی کر دو۔

۲۷۷۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ وَّاَيُّوْبَ وَحُمَيْدٍ وَعَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ وَهُوَ بِالْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّهُوَ يُوْقِدُ تَحْتَ قِدْرٍ وَّالْقَمْلُ يَتَهَافَتُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَقَالَ اَيُؤْذِيْكَ هَوَامُّكَ هٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْلِقْ رَاْسَكَ وَاَطْعِمْ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةِ مَسَاكِيْنَ وَالْفَرَقُ ثَلٰثَةُ اٰصُعٍ اَوْ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اَوِ انْسُكْ نَسِيْكَةً قَالَ ابْنُ اَبِيْ نَجِيْحٍ اَوِ اذْبَحْ شَاةً۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں تھے اور اس وقت تک مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے اور میں حالت احرام میں بیٹھا دیگچی کے نیچے آگ جلا رہا تھا، اور میرے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور فرمایا کیا یہ جوئیں تم کو تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا سر منڈوا دو! اور چھ مسکینوں میں ایک فرق کھانا تقسیم کر دو (فرق تین صاع کا ہے اور ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہے) یا تین دن روزے رکھو یا قربانی کر دو! ایک روایت ہے یا ایک بکری ذبح کر دو!۔

۲۷۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِهٖ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَقَالَ اٰذَاكَ هَوَامُّ رَاْسِكَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے اور پوچھا کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ میں نے عرض کیا جی! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر منڈا دو پھر ایک بکری ذبح کر دو یا تین دن کے روزے رکھو یا تین صاع چھوہارے چھ

قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْلِقْ ثُمَّ اذْبَحْ شَاةً نُسُكًا أَوْ صُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ ثَلٰثَةَ آصُعٍ مِّنْ تَمْرٍ عَلٰى سِتَّةِ مَسٰكِيْنَ.

مسکینوں کو کھلا دو۔

۲۷۷۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ قَعَدْتُّ إِلٰى كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَقَالَ كَعْبٌ نَزَلَتْ فِيَّ كَانَ بِي أَذًى مِّنْ رَّأْسِي فَحُمِلْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُمَّلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِي فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى أَنَّ الْجَهْدَ بَلَغَ مِنْكَ مَا أَرٰى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ قَالَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ أَوْ إِطْعَامُ سِتَّةِ مَسٰكِيْنَ نِصْفُ صَاعٍ طَعَامًا لِّكُلِّ مِسْكِيْنٍ قَالَ فَنَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً وَّهِيَ لَكُمْ عَامَّةً.

عبداللہ بن معقل کہتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا اور ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا: ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ میرے سر میں تکلیف تھی اس لیے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا درآں حالیکہ جوئیں میرے چہرے پر جھڑ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں بہت تکلیف ہو رہی ہے، میرے خیال میں تمہیں بکری نہیں مل سکتی۔ میں نے کہا نہیں۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اس کا فدیہ روزے ہیں یا صدقہ ہے یا قربانی۔" آپ نے فرمایا تین دن کے روزے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہر مسکین کو نصف صاع کھلانا" حضرت کعب نے کہا کہ یہ آیت خاص میرے لیے نازل ہوئی تھیں لیکن اس کا حکم تمہارے لیے بھی عام ہے۔

۲۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَصْبَهَانِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعْقِلٍ حَدَّثَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ خَرَجَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَقُمِّلَ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَ رَأْسَهُ ثُمَّ قَالَ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا اور میرے سر اور داڑھی میں جوئیں پڑ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے مجھے بلا بھیجا اور ایک نائی کو بلایا جس نے میرا سر مونڈ دیا پھر فرمایا کیا تمہارے پاس قربانی کے لیے کوئی جانور ہے؟ میں نے کہا میں قربانی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا! پھر آپ نے مجھے حکم دیا کہ تین دن کے روزے رکھوں یا چھ مسکینوں

لَهٗ هَلْ عِنْدَكَ نُسُكٌ قَالَ مَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ أَنْ يَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ يُطْعِمَ سِتَّةَ مَسَاكِينَ لِكُلِّ مِسْكِينَيْنِ صَاعٌ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ خَاصَّةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهٖ أَذًى مِنْ رَأْسِهٖ ثُمَّ كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ عَامَّةً.

کو کھانا کھلاؤں ہر دو مسکینوں کو ایک صاع اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ" پھر اس آیت کا حکم تمام مسلمانوں کے لیے عام ہو گیا۔

احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۷۷۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو پتیلی کے نیچے آگ جلاتے دیکھا درآں حالیکہ ان کے چہرے پر جوئیں جھڑ رہی تھیں۔ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور نائی کو بلا کر ان کے بال منڈنے کا حکم دیا۔ ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ پہلے آپ نے گزرتے ہوئے اجمالی طور پر حضرت کعب بن عجرہ کی جوئیں دیکھیں اور انھیں شرعی مسئلہ بتلایا اور جب آپ کو تفصیلی طور پر ان کی زیادہ تکلیف کا علم ہوا تو نائی کو بلوا کر ان کے بال منڈوا دیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شارع ہونا اور آپ کا اجتہاد

حدیث نمبر ۲۷۷۹ اور حدیث نمبر ۲۷۸۰ میں ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو مسئلہ بتلایا کہ تم قربانی کرو یا روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ ہر مسکین کو نصف صاع دو، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ میں روزے رکھے، صدقہ دے یا قربانی کرے" اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ حکم اپنے اجتہاد سے دیا تھا اس کے بعد آپ کے اجتہاد کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی نیز قرآن مجید کی اس آیت میں روزوں کی تعداد کا ذکر نہیں کیا گیا نہ صدقہ کی مقدار بیان کی گئی ہے ان چیزوں کی تفصیل اور تشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی جو تعداد مقرر کی اور جتنا صدقہ مقرر کیا وہی شریعت بن گئی اس لیے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد اور آپ کے شارع ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

مسئلہ احصار میں موقف احناف کی تائید

احناف اور شوافع کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احصار (حج کی ادائیگی سے عاجز آجانا) صرف دشمن کے روکنے سے ثابت ہوتا ہے یا مرض سے بھی ثابت ہوتا ہے، شوافع یہ کہتے ہیں کہ آیت مبارکہ: فان احصرتم فما استیسر من الھدی۔ ۶ ہجری میں عمرہ حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جب کفار نے مسلمانوں کو عمرہ کے لیے مکہ میں نہیں جانے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب تم کو روک دیا جائے تو قربانی کر کے احرام کھول دو اس لیے احصار کا یہ مسئلہ صرف دشمن کے روکنے سے متعلق ہے اور احناف کا موقف یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ احصار عام ہے اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اس

آیت کا اگلا جز یہ ہے کہ فمن کان منکم مریضا او بہ اذی من راسہ الآیۃ ۔ اور یہ آیت بالاتفاق بیمار کے عجز سے متعلق ہے اور اگر آیت کا پہلا جز بیمار کے عجز کے حکم کی نفی کرے اور دوسرا جز بیمار کے عجز کے حکم کا اثبات کرے تو یہ آیت کریمہ بے ربط اور متناقض ہو جائے گی اور یہ اعجاز قرآن کے خلاف ہے اس لیے اس مسئلہ میں احناف کا بیان کردہ موقف ہی صحیح ہے۔

سر کے بالوں کے علاوہ باقی بالوں کے مونڈنے میں مذاہب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس آیت اور حضرت کعب بن عجرہ کی حدیث کے تحت اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی محرم کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے کر سر کے بال منڈا سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کی بناء پر بدن کے کسی اور حصہ کے بال مونڈنے پڑیں تو کیا وہ بھی اس حکم میں داخل ہے؟ ائمہ اربعہ کے نزدیک وہ شخص بھی فدیہ دے کر بدن کے باقی حصہ کے بال مونڈ سکتا ہے۔ البتہ ابوسلیمان داؤد بن علی اصفہانی ظاہری متوفی ۲۷۰ھ نے اس سے اختلاف کیا ہے[1]

محرم کے سر منڈانے سے متعلق مسائل

اگر محرم کسی غیر محرم کا سر مونڈ دے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ان میں سے کسی پر فدیہ نہیں ہے، امام ابوحنیفہ محرم کو اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن اگر محرم نے کسی غیر محرم کا سر مونڈ دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہوگا۔ اگر محرم نے بلا عذر عمداً سر مونڈ لیا یا خوشبو لگالی یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا تو امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک اس پر دم واجب ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک فدیہ میں اس کو اختیار ہے۔

ائمہ کا اس میں اتفاق ہے کہ قربانی، روزے اور صدقہ میں ترتیب ضروری نہیں ہے اور اس کو اختیار ہے ان میں سے جس چیز کا چاہے فدیہ دے دے۔[2]

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چھ مسکینوں میں تین صاع صدقہ کیا جائیگا ہر مسکین کو نصف صاع دیا جائے گا خواہ گندم ہو یا جو یا کھجوریں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے مراد گندم ہے یعنی گندم نصف صاع دی جائے گی اور اگر کھجور یا جو دیے گئے تو ایک مسکین کو ایک صاع دیا جائے گا۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ عرف اور عادت میں طعام سے مراد گندم ہوتا ہے[3]۔

فقہاء کا اس میں اتفاق ہے کہ روزے حرم اور غیر حرم میں سے کسی بھی جگہ رکھے جا سکتے ہیں۔ ائمہ احناف کہتے ہیں کہ قربانی حرم میں ادا کرنی چاہیے اور صدقہ اور روزوں میں اس کو اختیار ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قربانی، صدقہ اور روزے تینوں میں اس کو اختیار ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ صدقہ اور قربانی مکہ میں ادا کرے اور روزوں میں اس کو اختیار ہے[4]

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔
[2] " " " عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۵۲-۱۵۲، " " "
[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی متوفی ۳۷۰ھ احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ
[4] " " " احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۲ " "

بَاب ۳۵۳ جَوَازِ الْحِجَامَةِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کو پچھنے لگانے کا جواز

۲۷۸۱- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ وَّعَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

۲۷۸۲- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ اَبِيْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّسَطَ رَاْسِهٖ۔

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سر کے درمیانی حصہ میں پچھنے لگوائے درآں حالیکہ آپ محرم تھے۔

پچھنے لگوانے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ضرورت کی بنا پر محرم کے پچھنے لگوانے کے جواز میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اگر پچھنے لگوانے سے بال کٹ جائیں تو اس کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فمن کان منکم مریضًا او به اذی من راسه ففدیة من صیام او صدقة او نسك (بقرہ: ۱۹۶) "تم میں سے جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا صدقہ کرکے یا قربانی کرکے فدیہ دے" اور دوسری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت احرام میں پچھنے لگوانا ہے۔

اگر محرم بلاضرورت پچھنے لگوائے اور اس سے کوئی بال نہ کٹے تو یہ جائز ہے اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اور اگر بال کٹ جائیں تو یہ ناجائز ہے اور اس پر فدیہ ہے[1]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر پچھنے لگوانے کے لیے بال مونڈنے پڑیں تو اس پر دم (قربانی ہے) اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۴۸، مطبوعہ کراچی)

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَاب ۳۵۴ جَوَازِ مُدَاوَاةِ الْمُحْرِمِ عَيْنَيْهِ

محرم کے لیے آنکھوں کا علاج کرانا جائز ہے۔

۲۷۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ عَمْرُو النَّاقِدُ وَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ اَبَانَ ابْنِ عُثْمَانَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَلَلٍ اِشْتَكٰى عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَيْنَيْهِ فَلَمَّا كُنَّا بِالرَّوْحَاءِ اشْتَدَّ وَجَعُهٗ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ يَسْئَلُهٗ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ اَنْ اَضِمِدْهُمَا بِالصَّبِرِ فَاِنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ اِذَا اشْتَكٰى عَيْنَيْهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ضَمَّدَهَا بِالصَّبِرِ

نبیہ بن وہب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے جب مقام ملل پر پہنچے تو عمر بن عبید اللہ کی آنکھیں دکھنے لگیں اور جب مقام روحاء پر پہنچے تو ان میں شدید درد ہوا۔ انھوں نے ابان بن عثمان سے مسئلہ دریافت کرنے کے لیے ایک قاصد بھیجا، انھوں نے جواب بھیجا کہ ایلوے کا لیپ لگالو، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی آنکھیں دکھتی تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کرایا تھا۔ درآں حالیکہ وہ محرم تھا۔

۲۷۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنِيْ نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ رَمِدَتْ عَيْنَاهُ فَاَرَادَ اَنْ يَّكْحُلَهَا فَنَهَاهُ اَبَانُ ابْنُ عُثْمَانَ وَاَمَرَهٗ اَنْ يُّضَمِّدَهُمَا بِالصَّبِرِ وَحَدَّثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ فَعَلَ ذٰلِكَ.

نبیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی آنکھیں دکھنے لگیں وہ سرمہ لگانے لگے تو ابان بن عثمان نے انھیں منع کیا، اور کہا کہ ایلوے کا لیپ لگالو کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

محرم کے علاج میں مذاہب

ایلوا یا کوئی اور ایسی چیز جس میں خوشبو نہ ہو اس سے محرم کا لیپ لگوانا بالاتفاق جائز ہے اور اگر علاج میں کسی ایسی چیز کے لیپ لگوانے کی ضرورت ہو جس میں خوشبو ہو تو وہ بھی جائز ہے لیکن اس میں فدیہ لازم ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بوقت ضرورت

محرم کے لیے ایسا سُرمہ لگانے میں علماء کا اتفاق ہے جس میں خوشبو نہ ہو، البتہ زینت کے لیے سرمہ لگانا، امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے، امام احمد ناجائز قرار دیتے ہیں، اور امام مالک کے دو قول ہیں اور فدیہ واجب کرنے میں علماء کا اختلاف ہے[1]

محرم کے علاج میں احناف کا موقف

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محرم کے لیے ایسا سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے جس میں خوشبو نہ ہو اور اگر اس میں معمولی خوشبو ہو تو اس پر صدقہ لازم ہے اور اگر خوشبو زیادہ ہو تو اس پر دم (قربانی) واجب ہے، اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے خوشبودار سرمہ لگائے تو اس پر تین روزوں، صدقہ اور قربانی میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس چیز میں محرم پر دم واجب ہوتا ہے اگر اس میں وہ معذور ہے تو تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کر دے اور اگر معذور نہیں ہے تو اس پر دم واجب ہے، اسی طرح اگر محرم کوئی خوشبودار دوا لگاتا ہے جو اس کے زخم سے چمٹ جاتی ہے یا کوئی خوشبودار دوا پیتا ہے تو اس میں بھی تین کفاروں میں سے کسی ایک کو ادا کرے کیونکہ علاج ضرورت کی بناء پر کیا جاتا ہے۔

محرم اگر زخم کو چیرتا ہے یا ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ کر اس پر پٹی باندھتا ہے یا تکلیف کی بناء پر اپنی ڈاڑھ نکالتا ہے یا پچھنے لگواتا ہے اور غسل کرتا ہے اور حمام میں داخل ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ سب کام جائز ہیں کیونکہ یہ چیزیں علاج اور معالجہ کے باب سے ہیں اور ان میں محرم اور غیر محرم برابر ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے اور احرام کی حالت میں مقام قاحہ میں پچھنے لگوائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام جحفہ میں حمام میں داخل ہوئے درآں حالیکہ وہ محرم تھے۔[2]

بَابُ ۳۵۵ جَوَازِ غَسْلِ الْمُحْرِمِ رَأْسَهُ وَبَدَنَهُ

محرم کو غسل کی اجازت

۲۷۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهٰذَا حَدِيثُهُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ

عبداللہ بن حنین کہتے ہیں کہ حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے درمیان مقام ابواء میں اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسور کہتے تھے کہ محرم اپنا سر نہیں دھو سکتا۔ حضرت ابن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان سے یہ مسئلہ معلوم کروں، میں گیا تو دیکھا کہ حضرت ابوایوب دو لکڑیوں کے درمیان ایک کپڑے سے پردہ کیے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّهُمَا اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ فَاَرْسَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ اِلٰى اَبِي اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَسْئَلُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ وَهُوَ يَسْتَتِرُ بِثَوْبٍ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ حُنَيْنٍ اَرْسَلَنِي اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَسْاَلُكَ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاَطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ ثُمَّ قَالَ لِاِنْسَانٍ يَّصُبُّ صُبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ حَرَّكَ رَاْسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

ہوئے غسل کر رہے تھے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں عبداللہ بن حنین! حضرت ابن عباس نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ سے یہ پوچھوں کہ حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر کیسے دھوتے تھے!۔ حضرت ابو ایوب نے میرا سوال سن کر ہاتھ سے کپڑے کو نیچا کیا حتیٰ کہ ان کا سر دکھائی دینے لگا پھر انھوں نے پانی ڈالنے والے سے کہا پانی ڈالو، اس نے سر پر پانی ڈالا۔ حضرت ابو ایوب نے دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر سر ہلایا پھر ہاتھوں کو سر پر پھیرا آگے سے پیچھے لائے اور پیچھے سے آگے لائے پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔

۲۷۸۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عِيْسٰى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَاَمَرَّ اَبُوْ اَيُّوْبَ بِيَدَيْهِ عَلٰى رَاْسِهٖ جَمِيْعًا اَوْ عَلٰى جَمِيْعِ رَاْسِهٖ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ فَقَالَ الْمِسْوَرُ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَا اُمَارِيْكَ اَبَدًا۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر آگے اور پیچھے پھیرے اور حضرت مسور نے حضرت ابن عباس سے کہا آج کے بعد میں آپ سے کبھی بحث نہیں کروں گا۔

محرم کے غسل سے متعلق مسائل اور احکام

اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

* محرم کا غسل کرنا جائز ہے اور اس کا سر دھونا جائز ہے، سر پر ہاتھ پھیرنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے بال نہ ٹوٹیں۔
* خبر واحد کا قبول کرنا جائز ہے اور صحابہ کرام میں خبر واحد کا قبول کرنا مشہور تھا۔
* جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو نص کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور جب صریح نص مل جائے تو اجتہاد اور قیاس

کو ترک کر دینا چاہیے۔

* وضو اور غسل کے دوران سلام کرنا جائز ہے اور جو شخص قضائے حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا ناجائز ہے۔
* وضو اور غسل میں دوسرے شخص سے استعانت جائز ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ استعانت نہ لی جائے، اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہو اور دوسرا آدمی اس کے اعضاء وضو کو اپنے ہاتھوں سے مل کر دھوئے تو جائز ہے اور بلا عذر مکروہ ہے اور اگر استعانت میں صرف پانی ڈالنا یا پانی مہیا کرنا ہو تو یہ بلا عذر بھی جائز ہے لیکن اولیٰ اس کا ترک ہے۔
* علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر جنبی ہو تو اس کا غسل کرنا واجب ہے، اور اگر ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے تو یہ بھی باتفاق ائمہ بلا کراہت جائز ہے اور بیری کے پتوں، خطمی یا صابن سے سر دھونے میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے اور فدیہ کا موجب ہے۔ خوشبودار صابن اگر بلا عذر استعمال کیا جائے تو دم واجب ہے اور اگر عذر ہو تو تین کفاروں (تین روزے، چھ مسکینوں کا کھانا اور قربانی) میں سے کوئی ایک کفارہ واجب ہے۔

محرم کا خوشبودار صابن سے غسل اور شمپو سے سر دھونے کا حکم

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر محرم نے اپنے سر اور ڈاڑھی کو خطمی (خوشبودار جڑی بوٹی) سے دھویا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم واجب ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر صدقہ واجب ہے کیونکہ خطمی خوشبو نہیں بلکہ وہ اشنان (ایک جڑی بوٹی) کی طرح ہے جس سے غسل کیا جاتا ہے لیکن چونکہ اس بوٹی سے جوئیں مر جاتی ہیں اس لیے صدقہ لازم ہے، اور امام ابویوسف کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر کچھ لازم نہیں، اور اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ جب اس نے قربانی کے دن رمی کے بعد سر دھویا ہو، لیکن اگر اس سے پہلے دھویا ہو تو امام ابویوسف کے نزدیک صدقہ لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ خطمی خوشبودار چیزوں میں سے ہے کیونکہ اس کی بو ہوتی ہے ہر چند کہ اتنی اچھی نہیں ہوتی، اور یہ جوؤں کو بھی مارتی ہے اور ان دو وجہوں سے محرم کی جنایت کامل ہو گئی لہٰذا اس پر دم واجب ہوگا۔[1]

علامہ سرخسی نے خطمی کے استعمال سے دم کی جو وجہ بیان کی ہے وہ خوشبو ہے اس لیے خوشبودار صابن اور شمپو سے بلا عذر غسل کرنے پر دم لازم ہوگا اور اگر عذر ہو تو صدقہ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا تھا۔

باب ۲۵۶ مَا يُفْعَلُ بِالْمُحْرِمِ إِذَا مَاتَ

محرم کی موت کے بعد کے احکام

۲۷۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اونٹ سے گرا اور اس کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں اور

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَعِيْرِهٖ فَوَقَصَ فَمَاتَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّ سِدْرٍ وَّ كَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو اور اس کے سر کو نہ ڈھانپو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے تلبیہ پکارتے ہوئے اٹھائے گا۔

۲۷۸۸- وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَّ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ وَّاقِفٌ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ اِذْ وَقَعَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ قَالَ اَيُّوْبُ فَاَوْقَصَتْهُ اَوْ قَالَ اَقْصَعَتْهُ وَ قَالَ عَمْرٌو فَوَقَصَتْهُ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْنِ وَلَا تُحَنِّطُوْهُ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ قَالَ اَيُّوْبُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُلَبِّيًا وَّقَالَ عَمْرٌو فَاِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میدان عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اچانک وہ اپنی اونٹنی سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور دو کپڑوں میں کفن دو، خوشبو لگاؤ نہ سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں اٹھائے گا کہ یہ لبیک پکار رہا ہوگا۔

۲۷۸۹- وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ قَالَ نُبِّئْتُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا كَانَ وَاقِفًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ مَا ذَكَرَ حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۷۹۰- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص احرام باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آیا اور اپنے اونٹ سے گرا اس کی گردن کی ہڈی

جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَامًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ مِنْ بَعِيْرِهٖ فَوُقِصَ وَقْصًا فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّ اَلْبِسُوْهُ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُلَبِّيْ۔

ٹوٹ گئی اور وہ مر گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کو اسی کے دو کپڑوں میں کفن دو اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَرَامٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا وَّزَادَ لَمْ يُسَمِّ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ حَيْثُ خَرَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے آیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَوْقَصَتْهُ رَاحِلَتُهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوْا وَجْهَهٗ وَلَا رَاْسَهٗ فَاِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک محرم شخص کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ ڈالی اور وہ اسی وقت فوت ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اسی کے دونوں کپڑوں میں اسے کفن دو، اور اس کا چہرہ اور سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک کہتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ناگاہ اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور وہ فوت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا کَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُحْرِمًا فَوَقَصَتْہُ نَاقَتُہٗ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْہُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّکَفِّنُوْہُ فِیْ ثَوْبَیْہِ وَلَا تَمَسُّوْہُ بِطِیْبٍ وَّلَا تُخَمِّرُوْا رَاْسَہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّدًا۔

سنے فرمایا اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اسی کے دو کپڑوں میں اس کو کفن دو، اس کو خوشبو لگاؤ نہ اس کا سر ڈھکو، کیونکہ قیامت کے دن وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

۲۷۹۴- وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ ابْنُ حُسَیْنِ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا وَقَصَہٗ بَعِیْرُہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّغْسَلَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّلَا یُمَسَّ طِیْبًا وَّلَا یُخَمَّرَ رَاْسُہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مُلَبِّدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کی اس کے اونٹ نے گردن توڑ دی درآں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے خوشبو لگائی جائے نہ اس کا سر ڈھکا جائے کیونکہ یہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے بال جمے ہوئے ہوں گے۔

۲۷۹۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بِشْرٍ یُّحَدِّثُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ فَنَزَعَ مِنْ نَاقَتِہٖ فَاَقْعَصَتْہُ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّغْسَلَ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَّاَنْ یُّکَفَّنَ فِیْ ثَوْبَیْنِ وَلَا یُمَسَّ طِیْبًا خَارِجٌ رَّاْسُہٗ قَالَ شُعْبَۃُ ثُمَّ حَدَّثَنِیْ بِہٖ بَعْدَ ذٰلِکَ خَارِجٌ رَّاْسُہٗ وَوَجْھُہٗ فَاِنَّہٗ یُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اونٹنی سے گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا: اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیا جائے اور دو کپڑوں میں اس طرح کفن دیا جائے کہ اس کا سر اور چہرہ باہر رہے اسے خوشبو نہ لگائی جائے، کیونکہ یہ قیامت کے دن جمے ہوئے بالوں کے ساتھ اٹھے گا۔

مُلَبِّدًا۔

۲۷۹۶ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ ابْنَ جُبَيْرٍ يَقُوْلُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَصَتْ رَجُلًا رَاحِلَتُهُ وَهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّغْسِلُوْهُ بِمَآءٍ وَّسِدْرٍ وَاَنْ يُّكْشِفُوْا وَجْهَهُ حَسِبْتُهُ قَالَ وَرَاْسَهُ فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَهُوَ يُهِلُّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کو بیری کے پتوں اور پانی کے ساتھ غسل دو اور اس کا چہرہ اور سر کھلا رکھو کیونکہ یہ قیامت کے دن لبیک لبیک پکارتا ہوا اٹھے گا۔

۲۷۹۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى اَخْبَرَنَا اِسْرَآئِيْلُ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ فَمَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ وَلَا تُقَرِّبُوْهُ طِيْبًا وَّلَا تُغَطُّوْا وَجْهَهُ فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يُلَبِّيْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص تھا، اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی، وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو غسل دو، خوشبو نہ لگاؤ اور چہرہ نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔

محرم کی تکفین میں مذاہب اور موقف احناف کی وضاحت

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ایک شخص حالت احرام میں اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو انہی کپڑوں میں کفن دیا جائے اور اس کا سر اور چہرہ نہ ڈھانپا جائے اور اس کو غسل دینے میں خوشبو نہ استعمال کی جائے، اس حدیث کی بناء پر امام شافعی، امام احمد اور داؤد بن علی ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد بھی اس کا احرام قائم رہتا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح نہیں کی جاتی۔ اس کے برخلاف امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کی وفات کے بعد اس کا احرام قائم نہیں رہتا اور اس کی تجہیز و تکفین عام اموات کی طرح کی جائے گی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ان روایات میں امام شافعی، امام احمد اور ان کے موافقین کی تائید ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کو خوشبو لگانا، سلے ہوئے کپڑے پہنانا اور اس کا سر ڈھانپنا ناجائز ہے اور امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ زندہ لوگوں کا سا معاملہ نہیں کیا جائے گا، اس حدیث میں ان کے نظریہ کا رد ہے۔[1]

امام شافعی اور امام احمد کی پیش کردہ حدیث کا جواب

علامہ عینی امام ابو حنیفہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ نظریہ ہے کہ روزے اور نماز کی طرح احرام بھی ایسی عبادت ہے جو موت سے ختم ہو جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین کاموں کے سوا موت سے ابن آدم کا ہر عمل منقطع ہو جاتا ہے اور احرام بھی اس کے اعمال میں سے ایک عمل ہے اور اگر احرام باقی رہتا تو میت کی طرف سے طواف کیا جاتا اور اس کے باقی مناسک پورے کیے جاتے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام قاعدہ کے خلاف ہے اس لیے اپنے مورد میں منحصر رہے گی، یعنی یہ حکم اس شخص کی خصوصیت کی بنا پر تھا کیونکہ حدیث میں کوئی عموم کا لفظ نہیں ہے نہ آپ نے عام محرمین کی تجہیز و تکفین کا کوئی قاعدہ کلیہ بیان فرمایا یہ صرف ایک شخص معین کا واقعہ ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ شخص قیامت کے دن اس وجہ سے تلبیہ کہتا ہوا اٹھے گا کہ یہ محرم تھا۔ اس لیے دوسرے فوت ہونے والے محرمین پر اس کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

تکفین میں محرم کا سر ڈھانپنے کی بحث

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کو بیری کے پتوں سے غسل دو اور محرم کا بیری کے پتوں کے پانی سے غسل کرنا جائز نہیں ہے، امام طرطوشی نے کتاب الحج میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ محرم کا سر نہ ڈھانپو اور اس کا چہرہ ڈھانپ دو، اور مصنف عبدالرزاق میں عطاء سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے چہرے ڈھانپ دو اور ان کو یہود سے مشابہ مت کرو، اور دارقطنی میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کے چہروں کو ڈھانپ دو۔ ابن قطان نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ مؤطا میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت واقد حالت احرام میں فوت ہو گئے، تو انھوں نے اس کو کفن دیا اس کا چہرہ اور سر ڈھانپا اور کہا: اے واقد اگر ہم محرم نہ ہوتے تو تمہیں خوشبو بھی لگاتے۔ متعدد اسانید حسنہ سے روایت ہے کہ عطاء سے محرم کی موت کے بعد سر ڈھانپنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا حضرت ابن عمر نے اس کا سر ڈھانپا ہے اور دوسروں نے کھولا ہے، طاؤس نے کہا محرم کا سر ڈھانپا جائے۔ حسن بصری نے کہا جب محرم فوت ہو جائے تو وہ غیر محرم کی طرح ہے، عامر سے روایت ہے کہ جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جب محرم فوت ہو جائے تو اس کا احرام ختم ہو جاتا ہے۔ ابن حزم نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محرم کی موت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کے بعد اس کو حنوط اور خوشبو لگانے اور اس کے سر ڈھانپنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور حضرت جابر اور حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ محرم کا سر ڈھانپا جائے اور کھولا نہ جائے [1]

مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے میں امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ زندہ محرم کا سر ڈھانپنا بالاتفاق منع ہے امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زندہ محرم کا چہرہ ڈھانپنا بھی منع ہے۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ زندہ محرم اپنا چہرہ ڈھانپ سکتا ہے۔ البتہ عورت کے لیے احرام میں اپنے چہرہ کو کھولنا واجب ہے۔ امام شافعی اور ان کے موافقین کا نظریہ یہ ہے کہ موت کے بعد محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے، اور چہرہ ڈھانپنا حرام نہیں ہے بلکہ اس کا حکم وہی ہے جو حالت حیات میں تھا۔ اس حدیث میں مرنے کے بعد اس محرم کا چہرہ ڈھانپنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس لیے اس حدیث میں تاویل کی جائے گی اور وہ تاویل یہ ہے کہ محرم کا چہرہ ڈھانپنے کو آپ نے چہرے کی وجہ سے نہیں فرمایا بلکہ سر کو کھلا رکھنے کی وجہ سے چہرہ ڈھانپنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اگر چہرہ ڈھانپ دیں گے تو سر کے ڈھک جانے کا بھی خطرہ ہے، یہ تاویل اس لیے ضروری ہے کہ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین مُردہ محرم کا سر ڈھانپنے سے منع نہیں کرتے [2]

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مردہ محرم کا سر ڈھانپنا حرام ہے۔ علامہ نووی اس تحریم پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے اور اس حدیث سے ان کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اور عام محرمین کے لیے قاعدہ کلیہ نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ عینی کے حوالے سے بادلائل واضح کر چکے ہیں۔ علامہ نووی نے جو تاویل ذکر کی ہے وہ بھی بے جان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کا نظریہ متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور صحیح نظریہ امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا ہے جو متعدد احادیث اور آثار صحابہ کے موافق ہے جس کو ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔

علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ مُردہ محرم کو بیری کے پتوں سے غسل دینا جائز ہے اور اس مسئلہ میں محرم عام اموات کی طرح ہے، یہ امام شافعی کا مذہب ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور دوسرے ائمہ نے اس سے منع کیا ہے۔ [3]

علامہ عینی، اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ حدیث امام شافعی اور امام احمد کے اس اصول کے خلاف ہے کہ مردہ محرم پر زندہ محرم کے احکام جاری ہوتے ہیں کیونکہ زندہ محرم کو بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دینا جائز نہیں ہے اس لیے مُردہ محرم کو بھی بیری کے پتوں سے غسل نہیں دینا چاہیے اور احناف کے نزدیک چونکہ مُردہ محرم کا حکم عام مُردوں کی طرح ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مخالف نہیں ہے [4]

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[3] " " " شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴ " "

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

محرم کی وفات کے بعد بھی اجر کی توقع

اس حدیث میں یہ ہے کہ اس شخص کو اسی کے کپڑوں میں کفن دو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو اس کے مال سے کفن دینا چاہیے، اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ اگر احرام کے دوران محرم مر جائے تو دوسرا شخص اس کے مناسک کو پورا نہیں کرے گا اور یہ بھی ہے کہ جب کوئی شخص کسی عبادت کو شروع کرے اور اس کو مکمل کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ امید ہے کہ آخرت میں اس کا یہ عمل پورا پورا لکھ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ (نساء: ۱۰۰) "جو شخص اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہجرت کرتا ہوا نکلے اور پھر اس کو موت آ لے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت ہو گیا۔"

بَابُ ۳۵ جَوَازِ اشْتِرَاطِ الْمُحْرِمِ التَّحَلُّلَ بِعُذْرِ الْمَرَضِ وَنَحْوِهِ

محرم کا شرط لگانا کہ اگر میں بیمار ہوا تو احرام کھول دوں گا

۲۷۹۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ لَهَا أَرَدْتِ الْحَجَّ قَالَتْ وَاللهِ مَا أَجِدُنِي إِلَّا وَجِعَةً فَقَالَ لَهَا حُجِّي وَاشْتَرِطِي وَقُولِي اللَّهُمَّ مَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي وَكَانَتْ تَحْتَ الْمِقْدَادِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعہ بنت زبیر کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا کیا تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا خدا کی قسم! مجھے درد ہوتا ہے آپ نے فرمایا حج کر لو اور یہ شرط لگاؤ کہ "اے اللہ! میرا حج کھولنا اسی جگہ ہو گا جس جگہ تو مجھے روک لے گا۔" حضرت ضباعہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔

۲۷۹۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ضُبَاعَةَ بِنْتِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ الْحَجَّ وَأَنَا شَاكِيَةٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضباعہ بنت زبیر بن عبد المطلب کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا حج کا ارادہ ہے اور میں بیمار ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج کرو اور یہ شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔

وَسَلَّمَ حُجِّيْ وَاشْتَرِطِيْ اَنَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ حَبَسْتَنِيْ.

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۲۸۰۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا مِثْلَهٗ.

۲۸۰۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ وَاَبُوْ عَاصِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ طَاؤُسًا وَعِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ ضُبَاعَةَ بِنْتَ الزُّبَيْرِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ امْرَاَةٌ ثَقِيْلَةٌ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ الْحَجَّ فَمَا تَاْمُرُنِيْ قَالَ اَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَاشْتَرِطِيْ اَنَّ مَحِلِّيْ حَيْثُ تَحْبِسُنِيْ قَالَ فَاَدْرَكَتْ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ضباعۃ بنت الزبیر بن عبدالمطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں بیمار عورت ہوں اور میرا حج کا ارادہ ہے، آپ اس بارے میں مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا حج کا احرام باندھ لو اور یہ شرط لگا لو کہ میرے احرام کھولنے کا وہی مقام ہے جس مقام پر تو مجھے روک دے گا۔ حضرت ابن عباس نے کہا کہ انھوں نے وہ حج پا لیا تھا۔

۲۸۰۲۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا جَمِيْلُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَرَادَتِ الْحَجَّ فَاَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَشْتَرِطَ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ عَنْ اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج کرنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں شرط لگانے کا حکم فرمایا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایسا ہی کیا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۲۸۰۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَيُّوبُ الْغَيْلَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ وَّهُوَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا رِيَاحٌ وَهُوَ ابْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِضُبَاعَةَ حُجِّي وَاشْتَرِطِي أَنَّ مَحِلِّي حَيْثُ تَحْبِسُنِي وَفِي رِوَايَةِ إِسْحَاقَ أَمَرَ ضُبَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا حج کرو اور شرط لگالو کہ میرے احرام کھولنے کی وہی جگہ ہے جہاں تو مجھے روک دے گا۔ اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کو اس بات کا حکم دیا تھا۔

احرام کی نیت میں لحوق مرض کی بناء پر احرام کھولنے کی شرط میں مذاہب

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا احرام کی نیت میں یہ شرط لگا سکتا ہے کہ اگر وہ حج یا عمرہ کے لیے جاتے ہوئے راستہ میں بیمار پڑ گیا تو جہاں بیمار پڑا وہیں احرام کھول دے گا، اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ احرام کی نیت میں یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے۔

شوافع اور حنابلہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شوافع نے حضرت ضباعہ بنت زبیر کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ یہ روایت اس باب کی احادیث میں مذکور ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کا استدلال اس حدیث صحیح اور صریح سے ہے، احناف اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ اجازت صرف حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص تھی، عام مسلمانوں کے لیے آپ نے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بیان فرمایا نہ اس حدیث میں کوئی عموم کا صیغہ ہے، اور مالکیہ کی طرف سے قاضی عیاض نے جواب میں یہ کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس شرط کے بارے میں کوئی حدیث سند صحیح سے وارد نہیں ہے۔ امام نسائی نے فرمایا اس حدیث کو زہری سے معمر کے سوا اور کسی نے متصلاً روایت نہیں کیا۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور دوسری کتب معتبرہ میں موجود ہے اور اسانید کثیرہ سے مروی ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور امام نسائی نے جو معمر کے تفرد کا ذکر کیا ہے اس اعتراض کا بھی ان سے کوئی جواب نہیں بن سکا۔ کسی حدیث کا صرف

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کتب معتبرہ میں مذکور ہونا اس کی صحت کے لیے کافی نہیں ہے جب تک اس کی صحت میں طعن اور قدح پیدا کرنے والے اعتراضات کا جواب نہ دیا جائے۔

علامہ ابن قدامہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے اپنے احرام کی ابتداء میں یہ شرط لگالی کہ جس جگہ وہ بیمار ہوا یا جہاں اس کا خرچہ گم ہو گیا تو وہ احرام کھول دے گا یا یہ نیت کی کہ اگر اس کو کوئی رکاوٹ پیش آئی تو وہ احرام کھول دے گا، تو یہ شرط صحیح ہے اور جہاں کوئی ایسا عارض پیش آئے وہ احرام کھول سکتا ہے اور اس وجہ سے اس پر ہدی لازم ہوگی نہ قضاء۔ کیونکہ عبادات میں شرط کی تاثیر ہوتی ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اس قسم کی نذر مانے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مریض کو شفاء دی تو وہ ایک ماہ کے مسلسل یا متفرق روزے رکھے گا تو اس کی شرط صحیح ہے[1]

علامہ ابن قدامہ نے حج اور عمرہ کی فرض اور مسنون عبادات کو نذر پر قیاس کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔

بَابُ ۳۵۸ إِحْرَامِ النُّفَسَآءِ وَاسْتِحْبَابِ اغْتِسَالِهَا لِلْإِحْرَامِ وَكَذَا الْحَآئِضُ

حیض اور نفاس والی عورتوں کے احرام کا بیان

۲۸۰۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ نُفِسَتْ أَسْمَآءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ بِمُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ بِالشَّجَرَةِ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ تَغْتَسِلَ وَتُهِلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو مقام ذوالحلیفہ میں حضرت محمد بن ابی بکر کی ولادت سے نفاس شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان سے کہیں کہ یہ غسل کریں اور احرام باندھ لیں۔

۲۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي حَدِيثِ أَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ حِينَ نُفِسَتْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو سب مقام ذوالحلیفہ میں نفاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسماء سے کہو کہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳، ص ۱۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَمَرَ اَبَا بَكْرٍ فَاَمَرَهَا اَنْ تَغْتَسِلَ
وَتُهِلَّ۔

حیض والی عورت کے احرام میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ حیض اور نفاس والی عورتوں کا احرام باندھنا صحیح ہے اور ان کا احرام کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے۔ البتہ غیر مقلدین اس غسل کو واجب قرار دیتے ہیں۔ حیض یا نفاس والی عورت حج یا عمرہ کے تمام افعال کرے گی۔ البتہ طواف اور طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھ سکتی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اصنعی ما یصنع الحاج غیر ان لا تطوفی۔ "طواف کے سوا حج کے سارے افعال کرو۔"[1]

بَابُ ۳۵۹ بَيَانِ وُجُوْهِ الْاِحْرَامِ

احرام کی اقسام

۲۸۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَاَهْلَلْنَا بِعُمْرَةٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيُهِلَّ بِالْحَجِّ مَعَ الْعُمْرَةِ ثُمَّ لَا يَحِلُّ حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيْعًا قَالَتْ فَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَاَنَا حَائِضٌ لَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ وَدَعِي الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْنَا الْحَجَّ اَرْسَلَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ اِلَى التَّنْعِيْمِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے، پھر اس وقت تک احرام نہ کھولے جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہیں ہو جاتا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر میں مکہ میں آئی درآں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے سر کے بال کھول ڈالو، کنگھی کرو، حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم نے حج کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے ساتھ مقام تنعیم میں بھیجا، پھر میں نے عمرہ کیا، آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کا بدلہ ہے۔ جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

فَاعْتَمَرْتُ فَقَالَ هٰذِهٖ مَكَانُ عُمْرَتِكِ فَطَافَ الَّذِيْنَ اَهَلُّوْا بِالْعُمْرَةِ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ حَلُّوْا ثُمَّ طَافُوْا طَوَافًا اٰخَرَ بَعْدَ اَنْ رَجَعُوْا مِنْ مِنًى لِحَجِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَانُوْا جَمَعُوْا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَاِنَّمَا طَافُوْا طَوَافًا وَّاحِدًا

کیا، پھر وہ حلال ہو گئے۔ پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد انھوں نے اپنے حج کے لیے ایک اور طواف کیا اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ دونوں کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک قسم کا طواف کیا۔

۲۸۰۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَّمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَّلَمْ يُهْدِ فَلْيَحْلِلْ وَمَنْ اَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ وَّاَهْدٰى فَلَا يَحِلُّ حَتّٰى يَنْحَرَ هَدْيَهٗ وَمَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ فَلْيُتِمَّ حَجَّهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَزَلْ حَائِضًا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ اُهِلَّ اِلَّا بِعُمْرَةٍ فَاَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَنْقُضَ رَاْسِيْ وَاَمْتَشِطَ وَاُهِلَّ بِحَجٍّ وَاَتْرُكَ الْعُمْرَةَ قَالَتْ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى اِذَا قَضَيْتُ حَجِّيْ بَعَثَ مَعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِيْ الَّتِيْ اَدْرَكَتِ الْحَجُّ وَلَمْ اَحْلِلْ مِنْهَا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم میں سے کسی نے حج کا احرام باندھا اور کسی نے عمرہ کا، مکہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی نہیں لایا وہ احرام کھول دے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی بھی لایا ہے وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور عرفہ کے دن تک میں حائضہ رہی۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں چوٹی کھول دوں اور کنگھی کر لوں، اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرے کو چھوڑ دوں، میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں حج سے فارغ ہو گئی تو رسول اللہ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں تنعیم سے عمرہ کروں یہ اس عمرہ کے بدلے میں تھا جس کو میں نے (حیض کی وجہ سے) پورا نہیں کیا تھا اور اس کا احرام کھولنے سے پہلے میں نے حج کا احرام باندھ لیا تھا۔

۲۸۰۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَأَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ وَلَمْ أَكُنْ سُقْتُ الْهَدْيَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُهْلِلْ بِالْحَجِّ مَعَ عُمْرَتِهِ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا قَالَتْ فَحِضْتُ فَلَمَّا دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ أَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَكَيْفَ أَصْنَعُ بِحَجِّي فَقَالَ انْقُضِي رَأْسَكِ وَامْتَشِطِي وَأَمْسِكِي عَنِ الْعُمْرَةِ وَأَهِلِّي بِالْحَجِّ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَيْتُ حَجَّتِي أَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي فَأَعْمَرَنِي مِنَ التَّنْعِيمِ مَكَانَ عُمْرَتِي الَّتِي أَمْسَكْتُ عَنْهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ میں نے عمرہ کا احرام باندھا، میں ہدی نہیں لائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھے اور جب تک دونوں سے فارغ نہ ہو احرام نہ کھولے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ انھیں حیض آگیا تھا، پھر عرفہ کی شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اب میں حج کس طرح کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر (کے بال) کھول ڈالو، کنگھی کرو اور عمرہ کے افعال چھوڑ دو اور حج کا احرام باندھ لو۔ حضرت عائشہ نے کہا: جب میں نے حج کر لیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور مجھے تنعیم سے عمرہ کرایا، یہ اس عمرہ کی جگہ تھا جس کے افعال میں نے چھوڑ دیے تھے۔

۲۸۰۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ أَرَادَ مِنْكُمْ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِحَجٍّ فَلْيُهِلَّ وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَأَهَلَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ فَأَهَلَّ بِهِ نَاسٌ مَعَهُ وَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ وَأَهَلَّ نَاسٌ بِعُمْرَةٍ وَكُنْتُ فِيمَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے، وہ احرام باندھ لے اور جو حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ حج کا احرام باندھ لے اور جو عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ حج کا احرام باندھا، اور بعض صحابہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا، اور میں ان لوگوں میں تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔

۲۸۱۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ فَلَوْلَا اَنِّيْ اَهْدَيْتُ لَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ قَالَتْ فَكَانَ مِنَ الْقَوْمِ مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنْهُمْ مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ فَقَالَتْ فَكُنْتُ اَنَا مِمَّنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَخَرَجْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَ فَاَدْرَكَنِيْ يَوْمُ عَرَفَةَ وَاَنَا حَائِضٌ لَمْ اَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِيْ فَشَكَوْتُ ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعِيْ عُمْرَتَكِ وَانْقُضِيْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِيْ وَاَهِلِّيْ بِالْحَجِّ قَالَتْ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ وَقَدْ قَضَى اللّٰهُ حَجَّنَا اَرْسَلَ مَعِيَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ فَاَرْدَفَنِيْ وَخَرَجَ بِيْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَضَى اللّٰهُ حَجَّنَا وَعُمْرَتَنَا وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَّلَا صَدَقَةٌ وَّلَا صَوْمٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم ذوالحجہ کے چاند کے مطابق، حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھے اور اگر میں ہدی نہ لاتا تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔ پھر بعض صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا احرام باندھا، میں ان میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ ہم چل کر مکہ مکرمہ پہنچے، عرفہ کے دن بھی میں حائضہ تھی اس وقت تک میں عمرہ کے احرام سے حلال نہیں ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: عمرہ کو چھوڑ دو، بال کھول لو، کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو! حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، جب محصب کی رات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج کو پورا کر دیا۔ تو آپ نے میرے ساتھ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہا کو روانہ کیا وہ مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر مقام تنعیم سے گئے۔ پھر میں نے عمرہ کا احرام باندھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ اس میں کوئی ہدی تھی، صدقہ تھا نہ روزہ۔

۲۸۱۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُوَافِيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِلَالِ ذِي الْحِجَّةِ لَا نُرٰى اِلَّا الْحَجَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّهِلَّ بِعُمْرَةٍ فَلْيُهِلَّ بِعُمْرَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحج کے چاند کے مطابق، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عمرہ کا احرام باندھنا چاہے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدَةَ .

۲۸۱۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَافِيْنَ لِهِلَالِ ذِى الْحَجَّةِ مِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ فَكُنْتُ فِيْمَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمَا وَقَالَ فِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ اللّٰهَ قَضَى اللّٰهُ حَجَّهَا وَعُمْرَتَهَا قَالَ هِشَامٌ وَّلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ هَدْيٌ وَّلَا صِيَامٌ وَّلَا صَدَقَةٌ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالحجہ کے چاند کے مطابق ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے صرف حج کا۔ میں ان میں سے تھی جنھوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، عروہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کر دیا۔ ہشام کہتے ہیں کہ (حیض آنے کے باوجود) اس میں ہدی (قربانی) واجب ہوئی، نہ روزہ نہ صدقہ۔

۲۸۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الْاَسْوَدِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَمِنَّا مَنْ اَهَلَّ بِالْحَجِّ وَاَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِعُمْرَةٍ فَحَلَّ وَاَمَّا مَنْ اَهَلَّ بِحَجٍّ اَوْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَلَمْ يَحِلُّوْا حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا، بعض نے حج کا احرام باندھ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس لیے جن صحابہ نے عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا وہ تو حلال ہو گئے اور جنھوں نے صرف حج یا حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا ہوا تھا وہ یوم نحر (دس ذوالحجہ) سے پہلے حلال نہیں ہوئے۔

۲۸۱۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا صرف حج کا ارادہ تھا، حتیٰ کہ جب ہم مقام سرف یا اس کے قریب آئے تو میں حائضہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ

قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرَى إِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ أَوْ قَرِيبٍ مِنْهَا حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ أَنَفِسْتِ يَعْنِي الْحَيْضَةَ فَقَالَتْ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَغْتَسِلِي قَالَتْ وَضَحّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بِالْبَقَرِ.

میں رو رہی تھی، آپ نے پوچھا کیا تمہیں حیض (ماہواری کا خون) آگیا ہے؟ میں نے عرض کی جی! آپ نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے، لہٰذا حج کرنے والوں کے سارے کام کرو البتہ غسل (طہارت) کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۲۸۱۵- حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَذْكُرُ إِلَّا الْحَجَّ حَتّٰى جِئْنَا سَرِفَ فَطَمِثْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ خَرَجْتُ الْعَامَ قَالَ مَا لَكِ لَعَلَّكِ نُفِسْتِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَافْعَلِي مَا يَفْعَلُ الْحَاجُّ غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهُرِي قَالَتْ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ اجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَأَحَلَّ النَّاسُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم صرف حج کا ذکر کر رہے تھے، جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں رو رہی تھی۔ آپ نے استفسار فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا کاش! میں اس سال نہ آتی۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ لگتا ہے تمہیں حیض آگیا! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھ دیا ہے! حج کرنے والے جو افعال کرتے ہیں وہ سب کرو۔ البتہ پاکیزگی کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ جب میں مکہ میں آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا، اس احرام کو عمرہ کا احرام کر لو، پھر جن لوگوں کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب نے احرام کھول دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دوسرے مالدار لوگوں کے پاس ہدی تھی جب وہ روانہ ہوئے تو انھوں نے

إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ قَالَتْ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ طَهُرْتُ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَفَضْتُ قَالَتْ فَأُوتِينَا بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالُوا أَهْدَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ الْبَقَرَ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ وَأَرْجِعُ بِحَجَّةٍ قَالَتْ فَأَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ فَأَرْدَفَنِي عَلَى جَمَلِهِ قَالَتْ فَإِنِّي لَأَذْكُرُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعُسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ حَتَّى جِئْنَا إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهْلَلْتُ مِنْهَا بِعُمْرَةٍ جَزَاءً بِعُمْرَةِ النَّاسِ الَّتِي اعْتَمَرُوا۔

حج کا احرام باندھ لیا۔ یوم نحر (دس ذی الحجہ) کو میں پاک ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے میں نے طواف زیارت کیا۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ پھر ہمیں گھاٹے کا گوشت پیش کیا گیا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی طرف سے گائے کی قربانی کی ہے، جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کر کے واپس ہوں گی! حضرت عائشہ کہتی ہیں: آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا وہ مجھے اپنے اونٹ پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے یاد ہے، میں ان دنوں کم عمر لڑکی تھی، اور مجھے (سواری پر سفر کرتے ہوئے) اونگھ آ لیتی تھی اور پالان کی پچھلی لکڑی میرے چہرہ پر لگ جاتی تھی، حتیٰ کہ ہم تنعیم تک آئے، وہاں میں نے عمرہ کا احرام باندھا یہ اس عمرہ کے بدلہ میں تھا جو لوگوں نے ادا کیا تھا۔

۲۸۱۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِسَرِفَ حِضْتُ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْمَاجِشُونَ غَيْرَ أَنَّ حَمَّادًا لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ فَكَانَ الْهَدْيُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَذَوِي الْيَسَارَةِ ثُمَّ أَهَلُّوا حِينَ رَاحُوا وَلَا قَوْلُهَا وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ أَنْعُسُ فَيُصِيبُ وَجْهِي مُؤْخِرَةُ الرَّحْلِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے حج کا احرام باندھا، حتیٰ کہ جب ہم سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی ... اس کے بعد ماجشون کی روایت کے مطابق حدیث ہے، البتہ حماد کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق اور دوسرے مالدار صحابہ کے ساتھ ہدی تھی، اور نہ ہی حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ میں کم سن لڑکی تھی اور اونگھنے لگتی تھی جس کی وجہ سے میرے چہرے پر کجاوے کی پچھلی لکڑی لگ جاتی تھی۔

۲۸۱۷ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي خَالِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْرَدَ الْحَجَّ.

ایک اور سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج (افراد) کیا ہے۔

۲۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَفْلَحَ بْنِ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَفِي حُرُمِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ حَتّٰى نَزَلْنَا بِسَرِفَ فَخَرَجَ إِلٰى أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ مِنْكُمْ هَدْيٌ فَأَحَبَّ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَا فَمِنْهُمُ الْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ لَهَا مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَأَمَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ وَمَعَهُ رِجَالٌ مِمَّنْ أَصْحَابِهِ لَهُمْ قُوَّةٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَبْكِي قَالَ مَا يُبْكِيكِ قُلْتُ سَمِعْتُ كَلَامَكَ مَعَ أَصْحَابِكَ فَسَمِعْتُ بِالْعُمْرَةِ قَالَ وَمَالَكِ قُلْتُ لَا أُصَلِّي قَالَ فَلَا يَضُرُّكِ فَكُونِي فِي حَجِّكِ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَرْزُقَكِيهَا وَإِنَّمَا أَنْتِ مِنْ بَنَاتِ آدَمَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ قَالَتْ فَخَرَجْتُ فِي حَجَّتِي حَتّٰى نَزَلْنَا مِنًى فَتَطَهَّرْتُ ثُمَّ طُفْنَا بِالْبَيْتِ وَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَصَّبَ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں میں حج کے ایام میں حج کا احرام باندھے ہوئے نکلے جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پاس گئے اور فرمایا تم میں سے جس شخص کے پاس ہدی نہ ہو اور وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کرنا پسند کرے تو وہ ایسا کرلے، اور جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے، جس کے پاس ہدی نہیں تھی ان میں سے بعض نے اس پر عمل کیا اور بعض نے عمل نہیں کیا، بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ تھے جن کو ہدی کی طاقت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں رو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا تم کس وجہ سے رو رہی ہو؟ میں نے کہا آپ نے صحابہ سے جو فرمایا ہے وہ میں نے سن لیا ہے، میں نے عمرہ کے بارے میں بھی سنا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا سروکار ہے؟ میں نے کہا میں نماز نہیں پڑھ سکتی! آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ تم اپنے حج کے افعال میں مصروف رہو، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ تمہیں عمرہ بھی عطا کردے گا، بات یہ ہے کہ تم حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں میں سے ہو، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بھی وہی مقدر کیا جو حضرت آدم کی دوسری بیٹیوں کے لیے مقدر کیا ہے، حضرت عائشہ نے کہا میں اپنے حج کے افعال میں مشغول رہی حتیٰ کہ ہم

أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِأُخْتِكَ مِنَ الْحَرَمِ فَلْتُهِلَّ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ الْتَطِفْ بِالْبَيْتِ فَإِنِّي أَنْتَظِرُكُمَا هٰهُنَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فَأَهْلَلْتُ ثُمَّ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَجِئْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَنْزِلِهِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَ هَلْ فَرَغْتِ قُلْتُ نَعَمْ فَآذَنَ فِي أَصْحَابِهِ بِالرَّحِيلِ فَخَرَجَ فَمَرَّ بِالْبَيْتِ فَطَافَ بِهِ قَبْلَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَدِينَةِ.

منیٰ پہنچ گئے، وہاں میں پاک ہو گئی پھر ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں پہنچے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا کر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھ لیں۔ پھر بیت اللہ کا طواف کریں، اور میں تم دونوں کا یہاں انتظار کروں گا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم گئے، میں نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی، پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچ گئے درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کے وقت اسی مقام پر تھے۔ آپ نے فرمایا: کیا تم عمرہ سے فارغ ہو گئیں؟ میں نے عرض کیا جی! پھر آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ چلتے چلتے جب آپ بیت اللہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے صبح کی نماز سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا، پھر آپ مدینہ کی طرف گئے۔

۲۸۱۹ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مِنَّا مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرِدًا وَمِنَّا مَنْ قَرَنَ وَمِنَّا مَنْ تَمَتَّعَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم میں سے بعض نے صرف حج کا احرام باندھا (افراد) بعض نے قران کا احرام باندھا اور بعض نے تمتع کا۔

۲۸۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ جَاءَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا حَاجَّةً.

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کا احرام باندھ کر آئی تھیں۔

۲۸۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ذوالقعدہ گزرنے سے پانچ دن پہلے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہمارا حج کے سوا اور کوئی ارادہ نہیں تھا حتیٰ کہ جب ہم مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی

تَعَالٰی عَنْهَا تَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ لَا نَرٰی اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ حَتّٰی اِذَا دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْیٌ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَنْ يَحِلَّ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمُ النَّحْرِ بِلَحْمِ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا هٰذَا فَقِيْلَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَزْوَاجِهٖ قَالَ يَحْيٰی فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ لِلْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ فَقَالَ اَتَتْكَ وَاللّٰهِ بِالْحَدِيْثِ عَلٰی وَجْهِهٖ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی نہ ہو، وہ بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے بعد حلال ہو جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یوم نحر (دس ذوالحج) کو ہمارے پاس گائے کا گوشت آیا۔ میں نے پوچھا یہ کہاں سے آیا ہے؟ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی جانب سے قربانی کی ہے۔ یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت قاسم بن محمد کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا خدا کی قسم تم نے یہ حدیث بعینہٖ بیان کی ہے۔

۲۸۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَی بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِیْ عَمْرَةُ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَحْيَی بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے

۲۸۲۳ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ وَّاحِدٍ قَالَ اِنْتَظِرِیْ فَاِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِیْ اِلَی التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّیْ مِنْهُ ثُمَّ الْقَيْنَا عِنْدَ كَذَا وَكَذَا قَالَ اَظُنُّهٗ قَالَ غَدًا وَّلٰكِنَّهٗ عَلٰی قَدْرِ نَصَبِكِ اَوْ قَالَ نَفَقَتِكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اور میری ایک عبادت ہو گی؟ آپ نے فرمایا تم انتظار کرو جب تم پاک ہو جاؤ تو مقام تنعیم جانا اور وہاں سے احرام باندھنا اور ہم سے فلاں مقام پر آ کر ملنا (راوی کہتے ہیں) میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا کل، اور تمہارے اس عمرہ کا ثواب تمہاری تکلیف اور تمہارے خرچ کے مطابق ہے۔

۲۸۲۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ وَ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ لَا اَعْرِفُ حَدِيْثَ اَحَدِهِمَا مِنَ الْاٰخَرِ اَنَّ اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ.

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دوسرے لوگ دو عبادتیں کر کے لوٹیں گے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۲۵ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَّنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰى اِلَّا اَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ اَنْ يَّحِلَّ قَالَتْ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَآؤُهٗ لَمْ يَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَّحَجَّةٍ وَاَرْجِعُ اَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ اَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِيْ مَعَ اَخِيْكِ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّيْ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ مَكَانَ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَآ اَرَانِيْ اِلَّا حَابِسَتَكُمْ قَالَ اَقْرٰى حَلْقٰى اَوَمَا كُنْتِ طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ بَلٰى قَالَ لَا بَاْسَ انْفِرِيْ قَالَتْ عَآئِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَقِيَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّكَّةَ وَاَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا اَوْ اَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور ہمارا حج کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جب ہم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جو شخص ہدی ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر جو لوگ ہدی ساتھ نہیں لائے تھے انھوں نے احرام کھول ڈالا۔ آپ کی ازواج مطہرات بھی ہدی ساتھ نہیں لائی تھیں۔ انھوں نے بھی احرام کھول ڈالا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے حیض آگیا اور میں بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی۔ جب شب محصب ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہوں گے اور میں صرف حج کر کے لوٹوں گی! آپ نے فرمایا: کیا جن راتوں میں ہم مکہ آئے تھے تم نے طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں! آپ نے فرمایا تم اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم چلی جاؤ اور عمرہ کا احرام باندھو اور فلاں مقام پر آکر ہم سے مل جانا! حضرت صفیہ نے کہا میرا خیال ہے کہ میں تم لوگوں کو روکنے والی ہوں۔ آپ نے فرمایا زخمی! اور سر منڈی! (پیار کے کلمات ہیں) کیا تم نے یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے، روانہ ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ آپ مکہ سے (بلندی پر) چڑھ رہے تھے اور میں اتر رہی تھی۔ یا میں بلندی پر چڑھ رہی

مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا وَقَالَ إِسْحَاقُ مُتَهَبِّطَةٌ وَمُتَهَبِّطٌ۔

تھی اور آپ اُتر رہے تھے۔

۲۸۲۶ - وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُلَبِّي لَا نَذْكُرُ حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَنْصُورٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے گئے ہمارا ارادہ حج کا تھا نہ عمرہ کا۔ (یعنی خصوصیت سے)

۲۸۲۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ مَوْلَى عَائِشَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ أَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَدْخَلَهُ اللهُ النَّارَ قَالَ أَوَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ قَالَ الْحَكَمُ كَأَنَّهُمْ يَتَرَدَّدُونَ أَحْسِبُ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتَّى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا حَلُّوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چار یا پانچ ذوالحج کو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس نے ناراض کیا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں ڈال دے، آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ میں نے لوگوں کو ایک کام کا حکم دیا تھا اور وہ اس کے کرنے میں تردد کر رہے ہیں۔ راوی حکم کہتے ہیں میرا گمان ہے آپ نے فرمایا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر مجھے اس کا پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا۔ حتیٰ کہ میں ہدی کو خرید تا پھر اس طرح احرام کھولتا جس طرح انھوں نے احرام کھولا ہے۔

۲۸۲۸ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحج کی چار یا پانچ تاریخ کو تشریف لائے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعٍ أَوْ خَمْسٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّكَّ مِنَ الْحَكَمِ فِي قَوْلِهِ يَتَرَدَّدُونَ.

۲۸۲۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا أَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ فَقَدِمَتْ مَكَّةَ وَلَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَاضَتْ فَنَسَكَتِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا وَقَدْ أَهَلَّتْ بِالْحَجِّ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّفْرِ يَسَعُكِ طَوَافُكِ لِحَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ فَأَبَتْ فَبَعَثَ بِهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انھوں نے عمرہ کا احرام باندھ رکھا تھا وہ مکہ مکرمہ آئیں اور بیت اللہ کے طواف سے پہلے حائضہ ہو گئیں پھر انھوں نے احرام باندھ کر حج کی تمام عبادات ادا کیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوچ کے دن فرمایا، تمہارا طواف، حج اور عمرہ دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔ حضرت عائشہ اس پر راضی نہیں تھیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے ساتھ تنعیم بھیج دیا تاکہ وہ حج کے بعد عمرہ کر لیں۔

۲۸۳۰ - وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا حَاضَتْ بِسَرِفَ فَنَطَهَّرَتْ بِعَرَفَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْزِئُ عَنْكِ طَوَافُكِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مقام سرف میں انھیں حیض آ گیا اور وہ اس سے یوم عرفہ میں پاک ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: صفا اور مروہ میں طواف، تمہارے حج اور عمرہ کے طواف سے کفایت کرے گا۔

۲۸۳۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا لوگ دو اجر لے کر لوٹیں گے اور میں ایک اجر لیکر لوٹوں گی، پھر آپ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ حضرت عائشہ کو لے کر تنعیم جائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں وہ مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر بٹھا

اَيَرْجِعُ النَّاسُ بِاَجْرَيْنِ وَاَرْجِعُ بِاَجْرٍ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ اَنْ يَنْطَلِقَ بِهَا اِلَى التَّنْعِيْمِ قَالَتْ فَاَرَدْفَنِيْ خَلْفَهٗ عَلٰى جَمَلٍ لَهٗ قَالَتْ فَجَعَلْتُ اَرْفَعُ خِمَارِيْ اَحْسُرُهٗ عَنْ عُنُقِيْ فَيَضْرِبُ رِجْلِيْ بِعِلَّةِ الرَّاحِلَةِ قُلْتُ لَهٗ وَهَلْ تَرٰى مِنْ اَحَدٍ قَالَتْ فَاَهْلَلْتُ بِعُمْرَةٍ ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى انْتَهَيْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْحَصْبَةِ۔

کرے گئے۔ میں اپنے دوپٹہ کو اپنی گردن سے ہٹا دیتی تھی اور وہ سواری کے بہانے سے میرے پیر پر مارتے تھے۔ میں ان سے کہتی تھی: کیا یہاں تمہیں کوئی نظر آرہا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا میں نے احرام باندھا پھر ہم واپس لوٹے حتیٰ کہ وادی حصبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔

۲۸۳۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو اَخْبَرَهٗ عَمْرُو بْنُ اُوَيْسٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يُّرْدِفَ عَائِشَةَ فَيُعْمِرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے جائیں اور انھیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لائیں۔

۲۸۳۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيْعًا عَنِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْنَا مُهِلِّيْنَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَجٍّ مُفْرَدٍ وَاَقْبَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِعُمْرَةٍ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِسَرِفَ عَرَكَتْ عَائِشَةُ حَتّٰى اِذَا قَدِمْنَا طُفْنَا بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّحِلَّ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَكُنْ مَّعَهٗ هَدْيٌ قَالَ فَقُلْنَا حِلُّ مَاذَا قَالَ الْحِلُّ كُلُّهٗ فَوَاقَعْنَا النِّسَاءَ وَتَطَيَّبْنَا بِالطِّيْبِ وَلَبِسْنَا ثِيَابَنَا وَلَيْسَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ اِلَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج مفرد کا احرام باندھ کر گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف عمرہ کا احرام باندھ کر گئیں۔ جب ہم مقام سرف پہنچے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں، جب ہم (مکہ میں) آئے تو ہم نے کعبہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ احرام کھول دے ہم نے پوچھا: حلال ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا مکمل حلال ہو جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا، خوشبو لگائی اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے اس وقت یوم عرفہ میں چار دن باقی تھے پھر یوم ترویہ (۸ ذوالحج) کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو وہ رو رہی

أَرْبَعُ لَيَالٍ ثُمَّ أَهْلَلْنَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ فَوَجَدَهَا تَبْكِي فَقَالَ مَا شَأْنُكِ قَالَتْ شَأْنِي أَنِّي قَدْ حِضْتُ وَقَدْ حَلَّ النَّاسُ وَلَمْ أَحِلَّ وَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ وَالنَّاسُ يَذْهَبُونَ إِلَى الْحَجِّ الْآنَ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللهُ عَلَى بَنَاتِ آدَمَ فَاغْتَسِلِي ثُمَّ أَهِلِّي بِالْحَجِّ فَفَعَلَتْ وَوَقَفَتِ الْمَوَاقِفَ حَتَّى إِذَا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْكَعْبَةِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَالَ قَدْ حَلَلْتِ مِنْ حَجِّكِ وَعُمْرَتِكِ جَمِيعًا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَجِدُ فِي نَفْسِي أَنِّي لَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتَّى حَجَجْتُ قَالَ فَاذْهَبْ بِهَا يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَأَعْمِرْهَا مِنَ التَّنْعِيمِ وَذٰلِكَ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ۔

تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا بات یہ ہے کہ مجھے حیض آ گیا ہے لوگ (عمرہ کے احرام سے) حلال ہو چکے ہیں اور میں حلال نہیں ہو سکتی، نہ ہی میں نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے اور لوگ اب حج کے لیے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بیٹیوں کے لیے مقدر کر دیا ہے، تم غسل کرو اور حج کا احرام باندھ لو انھوں نے ایسا ہی کیا اور تمام مواقف پر ٹھہریں، جب وہ پاک ہو گئیں تو انھوں نے کعبہ اور صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے دل میں کھٹک محسوس کرتی ہوں کہ میں نے حج سے پہلے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، آپ نے فرمایا اے عبدالرحمٰن جاؤ اور ان کو تنعیم سے عمرہ کراؤ اور یہ واقعہ شب محصب کو پیش آیا۔

۲۸۳۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تَبْكِي فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى آخِرِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا قَبْلَ هٰذَا مِنْ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ رو رہی تھیں اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۳۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ اس کے بعد لیث کی روایت کی طرح ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل

اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فِیْ حَجَّةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اللَّیْثِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ قَالَ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا سَهْلًا اِذَا هَوِیَتِ الشَّیْءَ تَابَعَهَا عَلَیْهِ فَاَرْسَلَهَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَاَهَلَّتْ بِعُمْرَةٍ مِّنَ التَّنْعِیْمِ قَالَ مَطَرٌ قَالَ اَبُو الزُّبَیْرِ فَکَانَتْ عَائِشَةُ اِذَا حَجَّتْ صَنَعَتْ کَمَا صَنَعَتْ مَعَ نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

تھے۔ حضرت عائشہ جب بھی آپ سے کچھ فرمائش کرتیں تو آپ اس کو پورا کر دیتے۔ آپ نے انھیں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھیجا وہ انھیں تنعیم سے عمرہ کرا کر لے آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب حج کرتیں تو اس طرح کرتیں جس طرح انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا۔

۲۸۳۶۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّیْنَ بِالْحَجِّ مَعَنَا النِّسَاءُ وَالْوِلْدَانُ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَکَّةَ طُفْنَا بِالْبَیْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ مَّعَهٗ هَدْیٌ فَلْیَحْلِلْ قَالَ قُلْنَا اَیُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ کُلُّهٗ قَالَ فَاَتَیْنَا النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّیَابَ وَمَسِسْنَا الطِّیْبَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ وَکَفَانَا الطَّوَافُ الْاَوَّلُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّشْتَرِکَ فِی الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ کُلُّ سَبْعَةٍ مِّنَّا فِیْ بُدْنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم حج کا احرام باندھے ہوئے نکلے۔ ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے جب مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس ہدی نہ ہو وہ حلال ہو جائے، ہم نے پوچھا کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا مکمل طور پر حلال ہو جائے۔ ہم نے اپنی بیویوں سے مقاربت کی، سلے ہوئے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائی، یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ہم نے احرام باندھا اور صفا اور مروہ کا پہلا طواف ہی ہمیں کافی ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گایوں میں ہم میں سے سات آدمی شریک ہوں۔

۲۸۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حلال ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَبُوالزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَحْلَلْنَا اَنْ نُّحْرِمَ اِذَا تَوَجَّهْنَا اِلٰى مِنًى قَالَ فَاَهْلَلْنَا مِنَ الْاَبْطَحِ۔

نے ہمیں احرام باندھ کر منیٰ جانے کا حکم دیا لہٰذا مقام ابطح سے ہم نے احرام باندھا۔

۲۸۳۸ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوالزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا اَصْحَابُهٗ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اِلَّا طَوَافًا وَّاحِدًا زَادَ فِيْ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ ابْنِ بَكْرٍ طَوَافَهُ الْاَوَّلَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے صفا اور مروہ کے درمیان ایک (قسم کا) ہی طواف کیا۔

۲۸۳۹ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِيْ نَاسٍ مَّعِيَ قَالَ اَهْلَلْنَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ خَالِصًا وَّحْدَهٗ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُبْحَ رَابِعَةٍ مَضَتْ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَاَمَرَنَا اَنْ نَّحِلَّ قَالَ عَطَآءٌ قَالَ اَحِلُّوْا وَاَصِيْبُوا النِّسَآءَ قَالَ عَطَآءٌ وَلَمْ يَعْزِمْ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنْ اَحَلَّهُنَّ لَهُمْ فَقُلْنَا لَمَّا لَمْ يَكُنْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَرَفَةَ اِلَّا خَمْسٌ اَمَرَنَا اَنْ نُّفْضِيَ اِلٰى نِسَآئِنَا فَنَاْتِيَ عَرَفَةَ تَقْطُرُ مَذَاكِيْرُنَا الْمَنِيَّ قَالَ يَقُوْلُ جَابِرٌ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِهٖ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى قَوْلِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چار ذوالحج کی صبح کو آئے اور ہمیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ عطاء کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اپنے احرام کھول دو اور بیویوں کے پاس جاؤ۔ عطاء کہتے ہیں کہ یہ حکم ان پر واجب نہیں تھا، البتہ ان کی عورتوں کو ان پر حلال کر دیا تھا۔ حضرت جابر نے کہا اب عرفہ میں پانچ دن رہ گئے ہیں اور ہمیں بیویوں سے جنسی عمل کی اجازت دے دی ہے اور ہم اس حال میں عرفہ جائیں گے ہم سے جنسی عمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہوں گے۔ عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا اور اگر میں اس کی طرف پہلے توجہ کر لیتا جس کی طرف بعد میں توجہ

بِيَدِهٖ يُحَرِّكُهَا قَالَ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُمْ أَنِّي أَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَصْدَقُكُمْ وَأَبَرُّكُمْ وَلَوْلَا هَدْيِي لَحَلَلْتُ كَمَا تَحِلُّونَ وَلَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ فَحِلُّوا فَحَلَلْنَا وَسَمِعْنَا وَأَطَعْنَا قَالَ عَطَاءٌ قَالَ جَابِرٌ فَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنْ سِعَايَتِهِ فَقَالَ بِمَا أَهْلَلْتَ فَقَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا قَالَ وَأَهْدَى لَهُ عَلِيٌّ هَدْيًا فَقَالَ سُرَاقَةُ ابْنُ مَالِكِ ابْنِ جُعْشُمٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلِعَامِنَا هٰذَا أَمْ لِأَبَدٍ فَقَالَ لِأَبَدٍ۔

کی ہے تو میں ہدی ہی روانہ نہ کرتا، پس اب احرام کھول دو، ہم نے احرام کھول دیے اور ہم نے آپ کا فرمان سنا اور اس کی اطاعت کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی صدقات وصول کر کے آئے تو آپ نے پوچھا تم نے احرام میں کیا نیت کی تھی۔ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے وہی میری نیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ہدی روانہ کرو اور احرام باندھے رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی آپ کے لیے بھی ہدی لائے تھے حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم نے کھڑے ہو کر پوچھا: کہ یہ (قران اور تمتع) حکم صرف اس سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیشہ کے لیے ہے۔

۲۸۴۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نُحِلَّ وَنَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَكَبُرَ ذٰلِكَ عَلَيْنَا وَضَاقَتْ بِهِ صُدُورُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَى أَشَيْءٌ بَلَغَهُ مِنَ السَّمَاءِ أَمْ شَيْءٌ مِنْ قِبَلِ النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ أَحِلُّوا فَلَوْلَا الْهَدْيُ الَّذِي مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ قَالَ فَأَحْلَلْنَا حَتَّى وَطِئْنَا النِّسَاءَ وَفَعَلْنَا مَا يَفْعَلُ الْحَلَالُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے محرومی کی بنا پر) ہمیں یہ حکم دشوار معلوم ہوا اور ہمارے سینوں میں گھٹن پیدا ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچ گئی، خدا جانے آپ کو اس بات کا علم آسمانی وحی سے ہوا یا لوگوں میں سے کسی نے بتایا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! احرام کھول دو! اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی تمہاری طرح حلال ہو جاتا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے احرام کھول دیا اور اپنی بیویوں سے جنسی عمل کیا اور وہ سارے کام کیے جو حلال کرتے ہیں حتی کہ آٹھ تاریخ کو ہم نے مکہ سے بیٹھ پھیری اور حج کا تلبیہ کہا۔

۲۸۴۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو

موسیٰ بن نافع کہتے ہیں کہ میں عمرہ سے تمتع کر

نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ نَافِعٍ قَالَ قَدِمْتُ مَكَّةَ مُتَمَتِّعًا بِعُمْرَةٍ قَبْلَ التَّرْوِيَةِ بِأَرْبَعَةِ أَيَّامٍ فَقَالَ النَّاسُ تَصِيرُ حَجَّتُكَ الْآنَ مَكِّيَّةً فَدَخَلْتُ عَلَى عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ فَاسْتَفْتَيْتُهُ فَقَالَ عَطَاءٌ حَدَّثَنِي جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ حَجَّ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ سَاقَ الْهَدْيَ مَعَهُ وَقَدْ أَهَلُّوا بِالْحَجِّ مُفْرَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِلُّوا مِنْ إِحْرَامِكُمْ فَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَقَصِّرُوا وَأَقِيمُوا حَلَالًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ فَأَهِلُّوا بِالْحَجِّ وَاجْعَلُوا الَّتِي قَدِمْتُمْ بِهَا مُتْعَةً قَالُوا كَيْفَ نَجْعَلُهَا مُتْعَةً وَقَدْ سَمَّيْنَا الْحَجَّ قَالَ افْعَلُوا مَا آمُرُكُمْ بِهِ فَإِنِّي لَوْلَا أَنِّي سُقْتُ الْهَدْيَ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِي أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنِّي حَرَامٌ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَفَعَلُوا۔

کے یوم ترویہ سے چار روز پہلے مکہ آیا لوگوں نے کہا اب تمہارا حج اہل مکہ کی طرح کا ہوگیا ہے۔ میں نے جا کر عطاء بن ابی رباح سے پوچھا، عطاء نے کہا مجھے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدی لے کر آئے تھے انھوں نے اس سال حج کیا تھا اور (بعض) صحابہ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنا احرام کھول دو اور بیت اللہ کا طواف کرو اور صفا و مروہ کی سعی کرو اور بال کاٹ کے حلال ہو کر رہو اور یوم ترویہ کو حج کا احرام باندھ لینا۔ اور اپنے پہلے احرام کو تمتع کر دو، لوگوں نے کہا ہم اس کو تمتع کیسے کریں، حالانکہ ہم نے حج کی نیت کی تھی؟ آپ نے فرمایا: وہی کرو جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے! اور اگر میں نے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جس کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے، لیکن میں اس وقت تک احرام نہیں کھول سکتا جب تک ہدی اپنی جگہ پہنچ جائے، پھر صحابہ نے اسی طرح کیا۔

۲۸۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْنِ ابْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً وَنَحِلَّ قَالَ وَكَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس احرام کو عمرہ کر دیں، اور حلال ہو جائیں، راوی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چونکہ ہدی تھی اس لیے آپ اس کو عمرہ نہ کر سکے۔

۲۸۴۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَأْمُرُنَا بِالْمُتْعَةِ وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَنْهَى عَنْهَا قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِجَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ عَلَى يَدَيَّ دَارَ الْحَدِيثُ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ قَالَ إِنَّ اللهَ يُحِلُّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ بِمَا شَاءَ وَإِنَّ الْقُرْآنَ قَدْ نَزَلَ مَنَازِلَهُ فَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ وَأَبِتُّوا نِكَاحَ هٰذِهِ النِّسَاءِ فَلَنْ أُوتِيَ بِرَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً إِلَى أَجَلٍ إِلَّا رَجَمْتُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع کا حکم دیتے تھے اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہمیں حج تمتع سے روکتے تھے۔ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تو میرے ہی ہاتھوں سے لوگوں میں پھیلی ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہا کا دور خلافت آیا تو انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس چیز کو جیسے چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے اور قرآن مجید نے بھی ٹھیک ٹھیک احکام نازل کر دیے ہیں، لہٰذا تم حج اور عمرہ اس طرح پورا کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان عورتوں سے نکاح کرو۔ میرے پاس جو ایسا شخص لایا گیا جس نے متعہ (عارضی نکاح) کیا ہو تو میں اس کو پتھر مار مار کر رجم کروں گا۔

۲۸۴۴ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَافْصِلُوا حَجَّكُمْ مِنْ عُمَرَتِكُمْ فَإِنَّهُ أَتَمُّ لِحَجِّكُمْ وَأَتَمُّ لِعُمْرَتِكُمْ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ حج اور عمرہ کو الگ الگ کرو اس طرح حج بھی پورا ہوگا اور عمرہ بھی۔

۲۸۴۵ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقُولُ لَبَّيْكَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو تو ہم نے ایسا ہی کیا۔

افراد، تمتع اور قران کے معنی افراد کا معنی ہے صرف حج کرنا، تمتع کا معنی ہے عمرہ کرکے احرام کھول دینا اور عمرے کے بعد حج کا احرام باندھ لینا اور قران کا معنی ہے حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھنا اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد بدستور احرام پر قائم رہنا اور حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج میں ائمہ کا اختلاف، آیا آپ کا حج افراد تھا، تمتع تھا یا قران؟

اس میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا یا حج تمتع یا حج قران۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا، اور امام شافعی اور امام مالک کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا، اور بعض کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نے حج تمتع کیا تھا اس سلسلے میں مختلف روایات ہیں، بعض سے افراد کی تائید ہوتی ہے بعض سے تمتع کی اور بعض سے قران کی۔

آپ کے حج کے بارے میں روایات کے اختلاف کی توجیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد صرف ایک حج کیا ہے جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس ایک حج کی روایت میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اختلاف استدلال اور اجتہاد کے اختلاف سے واقع ہوا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور عمرہ اور حج دونوں کا ایک احرام باندھا تھا اور اس میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کی تھی اور تلبیہ کہتے ہوئے جب آپ نے لبیک بحجۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے صرف حج کا احرام باندھا ہے اس لیے انھوں نے حج افراد کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بعمرۃ فرمایا اور اس کے بعد حج کیا تو بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج تمتع کیا ہے اور جب آپ نے لبیک بحج وعمرۃ فرمایا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج قران کیا ہے۔ اس کے مزید جوابات آئندہ عنوان کے تحت شیخ ابن قیم کی عبارت میں اور افضلیت قران میں احناف کے دلائل میں علامہ سرخسی کی عبارات میں آرہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلائل اور افراد اور تمتع کی روایات کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا تھا وہ حج افراد یا تمتع نہیں تھا بلکہ حج قران تھا، احادیث صریحہ اور روایات صحیحہ سے یہی ثابت ہے۔ شیخ ابن قیم حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیس سے زیادہ صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا احرام باندھا تھا، وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

(۱) بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ ہدی لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔

(۲) بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، حضرت عبداللہ بن عمر کی مثل روایت ہے۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حج کا عمرہ کے ساتھ قران کیا

اور ان کے لیے ایک (نوع کا) طواف کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔

(۴) سنن ابوداؤد میں ہے مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے تھے؟ انھوں نے کہا دو، حضرت عائشہ نے فرمایا: حضرت ابن عمر اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے تھے ماسوا اس عمرہ کے جس کا حج کے ساتھ قران کیا تھا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا قول حضرت ابن عمر کے خلاف نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عمر نے جو کہا کہ آپ نے دو عمرے کیے تھے اس سے آپ کی مراد ایسے عمرے ہیں جو کامل اور مفرد ہوں۔ (ا) عمرۃ القضاء۔ (ب) عمرۃ الجعرانۃ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ چار عمرے ہیں۔ (ا) عمرۃ القضاء (ب) عمرۃ الجعرانۃ (ج) عمرۃ القران، (د) وہ عمرہ جس سے آپ روک دیے گئے۔

(۵) سفیان ثوری نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین حج کیے ہیں۔ دو حج ہجرت سے پہلے اور ایک حج ہجرت کے بعد اور اس کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا، اس حدیث کو امام ترمذی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

(۶) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ (ا) عمرۃ الحدیبیہ (ب) حدیبیہ کے اگلے سال اس عمرہ کی قضا (ج) عمرۃ الجعرانہ (د) وہ عمرہ جس کا حج کے ساتھ قران کیا۔

(۷) صحیح بخاری میں ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی عقیق میں فرمایا "آج رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔"

(۸) سنن ابوداؤد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ میں نے ان کے ساتھ کچھ چاندی حاصل کی، جب حضرت علی یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کہا میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رنگے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا، اور انھوں نے گھر میں خوشبو بھی لگائی ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا آپکو کیا ہوا ہے؟ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حلال ہونے کا حکم دیا اور وہ حلال ہو گئے (یعنی آپ حلال کیوں نہیں ہوئے) حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ سے کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی تھی۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے احرام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی نیت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ہدی روانہ کر دی ہے اور قران کا احرام باندھا ہے۔

(۹) سنن نسائی میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ انھوں نے سنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے: اللّٰھم لبیک وبحج وعمرۃ (یعنی قران) حضرت عثمان نے کہا آپ اس (قران) سے باز نہیں آتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور

عمرہ کے ساتھ تلبیہ کرتے ہوئے سُنا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو تمہارے کہنے کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتا۔

(۱۰) صحیح مسلم میں ہے مطرف کہتے ہیں کہ عمران بن حصین نے کہا: میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور وفات تک اس سے منع نہیں کیا۔

(۱۱) امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام سفیان بن عیینہ اپنی اپنی اسانید سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۲) امام احمد، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک عمرہ حج میں داخل ہے۔

(۱۳) امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۴) امام احمد نے حرماس بن زیاد باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع فرمایا ہے۔

(۱۵) امام بزار نے سند صحیح سے روایت کیا کہ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو اس لیے جمع کیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ آپ اس سال کے بعد حج نہیں کریں گے۔

(۱۶) امام احمد نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا قِران کیا اور ان کے لیے ایک (نوع کا) طواف کیا۔ یہ حدیث جامع ترمذی میں بھی ہے۔

(۱۷) امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آل محمد عمرہ کو حج میں داخل کر کے احرام باندھو۔

(۱۸) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرے سے حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے ہدی میں قلادہ ڈال دیا ہے اور سر کے بالوں کو چپکا لیا ہے میں اس وقت تک (عمرہ سے) حلال نہیں ہوں گا جب تک حج سے حلال نہ ہو جاؤں۔ شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک احرام سے عمرہ اور حج کیا تھا، کیونکہ آپ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ حج سے حلال نہیں ہوئے اور امام مالک اور امام شافعی کے قواعد کے اعتبار سے یہ حجت زیادہ لازم ہے کیونکہ جو شخص عمرہ مفرد کرے اس کے لیے ہدی حلال ہونے سے مانع نہیں ہے، ہدی حلال ہونے سے صرف عمرہ قِران میں مانع ہوتی ہے، لہٰذا ان قواعد کے اعتبار سے یہ حدیث حج قِران پر صحیح دلیل ہے۔

(۱۹) جامع ترمذی اور سنن نسائی میں ہے کہ جس سال حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حج کیا اس سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور ضحاک بن قیس عمرہ اور حج کے قِران پر گفتگو کر رہے تھے ضحاک

نے کہا قرآن وہی شخص کرے گا جو احکام الٰہیہ سے جاہل ہو، حضرت سعد نے فرمایا: اے بھتیجے تم نے اچھی بات نہیں کہی۔ ضحاک نے کہا حضرت عمر اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت سعد نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ قران کیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ حضرت سعد کی تمتع سے مراد تمتع کی ایک قسم تھی، یعنی تمتع القران اور یہی قرآن مجید اور صحابہ کرام کی لغت ہے جن کے سامنے قرآن مجید نازل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔ آپ نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ نے فرمایا اور امام احمد نے تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حج کیا وہ تمتع القران تھا اور اس پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا اور حضرت عمران بن حصین نے مطرف سے کہا میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا حتیٰ کہ آپ کی وفات ہو گئی۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے انھوں نے قران کو تمتع اور حج اور عمرہ کے جمع کرنے سے تعبیر کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب کی یہ روایت بھی اس پر دلیل ہے کہ حضرت علی اور عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تم اس سے کیوں منع کرتے ہو۔ حضرت عثمان نے کہا اس بات کو چھوڑ دو۔ حضرت علی نے فرمایا میں اس بات کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا۔ یہ الفاظ صحیح مسلم میں ہیں اور صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں: عسفان میں حضرت علی اور حضرت عثمان کے درمیان تمتع میں اختلاف ہوا، حضرت علی نے فرمایا تم اس کام سے کیوں منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا۔ اور امام بخاری نے اپنی سند سے بیان کیا کہ میں حضرت علی کے پاس حاضر تھا حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بحجۃ وعمرۃ اور فرمایا میں کسی شخص کے قول کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو نہیں چھوڑ سکتا۔ ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ صحابہ حج اور عمرہ کو جمع کرنے کو تمتع کہتے تھے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے اتفاق کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا کیونکہ جب ان سے کہا گیا کہ تم اس کام سے کیوں مخالفت کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہیں کیا، اگر وہ اس کی موافقت نہ کرتے تو اس کا رد کر دیتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت اور اقتداء کا قصد کیا اور یہ بیان کیا کہ یہ فعل منسوخ نہیں ہوا ہے اور حج اور عمرہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھا اور سنت پر عمل کا اظہار کیا جس سے حضرت عثمان کسی تاویل کی وجہ سے روکتے تھے اور یہ ایک مستقل دلیل ہے جس سے بیسویں دلیل قائم ہو گئی۔

(۲۱) امام مالک موطا میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور اپنے حکم کے مطابق (حج اور عمرہ کو ملانا) عمل کرنے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ اولیٰ تھے اور باقی تمام احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور آئندہ ذکر کریں گے اور قدماء اور متاخرین فقہاء میں سے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص ہدی کو روانہ کرے اس پر قران کرنا واجب ہے اور جو ہدی کو روانہ نہ کرے اس پر عمرہ مفردہ کے ساتھ تمتع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور ایک جماعت ہے ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور جس چیز کا آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اس سے اعراض یا تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے قران کیا اور ہدی کو روانہ کیا اور آپ نے حکم دیا کہ جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ قران کو فسخ کر کے عمرہ مفردہ کا احرام باندھ لے، پس واجب یہ ہے کہ اس طرح کیا جائے جس طرح آپ نے کیا ہے یا جس طرح آپ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۲۴) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مدینہ میں چار رکعات نماز ظہر پڑھائی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھائی، رات ذوالحلیفہ میں گزاری، صبح کو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور جب مقام بیداء میں وہ سواری سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کی اور پھر حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور لوگوں نے بھی حج اور عمرہ کا احرام باندھا، جب ہم آگے گئے تو آپ نے لوگوں کو حلال ہونے کا حکم دیا اور انھوں نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھا، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا تلبیہ کہتے ہوئے سنا، بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو یہ روایت سنائی، انھوں نے کہا آپ نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا تھا ان کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پھر ملاقات ہوئی تو انھوں نے حضرت انس کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا حضرت انس نے کہا ہم سے صرف بچے تجاوز کرتے ہیں میں نے خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لبیک عمرۃ وحجا حضرت انس اور حضرت ابن عمر کی عمروں میں ایک سال یا اس سے کچھ زیادہ کا فرق ہے۔ اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت انس کہتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہا۔ امام قاضی ابو یوسف نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا "لبیک حجا وعمرۃ" اور امام نسائی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کہتے تھے نیز امام نسائی نے حسن بصری سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز کے بعد حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ امام بزار نے حضرت عمر کے غلام سے روایت کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔

اس کے بعد شیخ ابن قیم نے متعدد اسانید سے ثابت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا۔ شیخ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ سولہ ثقہ راوی ہیں جو سب اس بات پر متفق ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھا اور وہ سولہ راوی یہ ہیں۔ حسن بصری، ابو قلابہ، حمید بن ہلال، حمید بن عبدالرحمن طویل۔ قتادہ۔ یحییٰ بن سعید انصاری۔ ثابت بنانی، بکر بن عبداللہ مزنی، عبدالعزیز بن صہیب، سلیمان تیمی، یحییٰ بن ابی اسحاق، زید بن اسلم، مصعب بن سلیم، ابو اسماء، ابو قدامہ عاصم

بن حسین، ابو قزعہ[16] سوید بن حجر باہلی۔ یہ وہ راوی ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا، اور حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب عزوجل نے قران کا حکم دیا اور حضرت علی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور ان حضرات نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آل کو اور جن لوگوں نے ہدی بھیجی تھی ان کو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنے کا حکم دیا۔ وہ صحابہ کرام جنھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا' یہ ہیں: حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ[2] بن عمر، حضرت جابر[3] بن عبداللہ۔ حضرت عبداللہ[4] بن عباس، حضرت عمر[5] بن الخطاب، حضرت علی[6] ابن ابی طالب، حضرت عثمان[7] بن عفان، حضرت عمران[8] بن حصین، حضرت براء[9] بن عازب، حضرت ام المؤمنین[10] حفصہ، حضرت ابو قتادہ[11]، حضرت ابن ابی اوفی[12]، حضرت ابو طلحہ[13]، حضرت ہرماس[14] بن زیاد، حضرت ام سلمہ[15]، حضرت انس[16] بن مالک، حضرت سعد[17] بن ابی وقاص، رضی اللہ عنہم۔ یہ سترہ صحابی ہیں جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج قران کو بیان کیا ہے۔ بعض صحابہ نے آپ کے فعل کا بیان اور بعض نے آپ کے حکم دینے کا بیان کیا۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس سے جس طرح قران کے بارے میں احادیث مروی ہیں اسی طرح ان سے افراد کے بارے میں بھی احادیث مروی ہیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ کہا۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ان صحابہ کی روایات متعارض ہیں اور اس وجہ سے وہ قران پر استدلال میں معتبر ہیں نہ افراد میں، تاہم دوسرے صحابہ کی وہ روایات جو صرف قران کے بارے میں وارد ہیں اور تعارض اور اضطراب سے خالی ہیں وہ بہر حال اس بات پر قوی دلیل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج حج قران تھا لہٰذا ان احادیث کو بلا تامل قبول کر لینا چاہیے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ دراصل ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، تعارض کا گمان صرف ان لوگوں نے کیا ہے جو صحابہ کرام کے الفاظ کی مراد سے ناواقف ہیں اور الفاظ صحابہ سے بعد کی بنی ہوئی اصطلاحات مراد لیتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ اس باب میں احادیث متفق ہیں اور ان میں کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے اگر کوئی اختلاف ہے تو وہ نہایت معمولی ہے جیسا کہ اور روایات میں بھی ہوتا ہے کیونکہ صحابہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور تمتع ان کے نزدیک قران کو بھی شامل ہے، اور جس صحابی سے یہ مروی ہے کہ آپ نے افراد کیا اسی سے تمتع کی بھی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعید بن مسیب سے روایت ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان، عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان تمتع یا عمرہ سے منع کرتے تھے۔ حضرت علی نے فرمایا تمہارا کیا ارادہ ہے؟ تم اس فعل سے منع کرتے ہو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ حضرت عثمان نے کہا ہمیں چھوڑ دو، حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور جب حضرت علی نے یہ

دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھ لیا، اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ حج اور عمرہ کے جمع کرنے والے کو وہ متمتع کہتے تھے اور یہی (جس فعل کو صحابہ تمتع کہتے تھے) وہ فعل ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور حضرت عثمان نے بھی حضرت علی کی اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل کیا تھا لیکن ان کا اختلاف اس بات میں تھا کہ آیا ہمارے حق میں یہ افضل ہے یا نہیں اور حج کو عمرہ سے فسخ کر دینا آیا ہمارے لیے مشروع ہے یا نہیں، جیسا کہ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے، حضرت علی اور حضرت عثمان کا اس پر اتفاق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا ہے اور تمتع سے مراد ان کی قران ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مطرف سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور آپ نے اس سے منع نہیں کیا حتی کہ آپ کی وفات ہو گئی اور نہ ہی اس کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت نازل ہوئی اور عمران بن حصین سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی تمتع کیا۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور وہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام قارن کو متمتع کہتے ہیں اور حضرت عمر سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کے پاس سے ایک آنے والا آیا، اس نے کہا اس وادی میں نماز پڑھیے اور کہیے عمرہ حج میں ہے۔ پس خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت عمران بن حصین اسانید صحیحہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حج کا قران کیا اور اس کو صحابہ تمتع کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کے ساتھ تلبیہ کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بکر بن عبداللہ مزنی نے حضرت ابن عمر سے بیان کی ہے اس کے برخلاف بکر سے زیادہ ثقہ راوی جو حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں وہ ان کے بیٹے حضرت سالم اور ان کے شاگرد حضرت نافع ہیں وہ حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔[1]

اسی طرح جن صحابہ سے افراد حج کی روایت ہے اس سے افراد یا حج مفرد کا فقہی یا اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے اعمال حج کو منفرداً ادا کیا یعنی حج اور عمرہ کے اعمال کو باہم متحد نہیں کیا۔

افراد، تمتع اور قران میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ افراد، تمتع اور قران جائز ہیں البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور داؤد بن علی اصفہانی (امام غیر مقلدین) کے نزدیک افراد افضل ہے۔ امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، مزنی، ابن منذر اور ابو اسحاق مروزی کے نزدیک قران افضل ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمتع افضل ہے اور قاضی ابو یوسف کے نزدیک تمتع اور قران دونوں افراد سے افضل ہیں۔[2]

---

[1] ۔ شیخ محمد بن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۸۲ - ۱۷۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان تینوں میں سے جس کا احرام بھی باندھ لیا جائے وہ جائز ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے امام (امام احمد بن حنبل) کا نظریہ یہ ہے کہ افضل تمتع ہے پھر افراد ہے، پھر قران ہے۔ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم نے بھی تمتع کو افضل قرار دیا ہے۔ مروزی نے امام احمد سے یہ روایت بیان کی ہے کہ اگر ہدی روانہ کر دی ہے تو قران افضل ہے ورنہ تمتع افضل ہے کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی روانہ کر دی تو قران کیا اور جو صحابہ ہدی روانہ کر چکے تھے انھیں اس وقت تک حلال ہونے سے روک دیا جب تک ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور ثوری اور اصحاب رائے کا نظریہ یہ ہے کہ قران افضل ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا لبیک عمرۃ وحجا لبیک عمرۃ وحجا[1] (بخاری و مسلم)

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یہ نہیں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا بلکہ امام احمد نے اس پر تصریح کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ انھوں نے کہا مجھے اس میں بالکل شک نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قارن تھے اور میرے نزدیک تمتع زیادہ افضل ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری امر ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا جس چیز کا مجھے بعد میں علم ہوا ہے اگر اس کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور عمرہ کا احرام باندھتا[2] (یعنی تمتع کرتا)۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا افراد افضل ہے یا قران افضل ہے یا تمتع؟ اور اس اختلاف کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی تفسیر میں اختلاف ہے، کیونکہ یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے تمتع کیا اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ قارن تھے، امام مالک نے افراد کو اختیار کیا، ان کا استدلال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت سے ہے "حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے (صرف) عمرہ کا احرام باندھا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث اسانید کثیرہ سے مروی ہے، ابو عمر بن عبد البر نے کہا متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے افراد مروی ہے، اور یہی حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا قول ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا اور قربانی کی اور آپ نے ذوالحلیفہ سے ہدی روانہ کی تھی۔ یہ حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کا مسلک ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تمتع اور افراد کی متعارض روایات ہیں۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جن علماء کی یہ تحقیق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا ان کے استدلال کے لیے بہت زیادہ احادیث ہیں ان میں سے صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں

---

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج ۲۶ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں وادی عقیق میں تھا کہ میرے پاس میرے رب کیطرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا اس مبارک وادی میں احرام باندھ لیجئے اور کہا گیا کہ عمرہ حج میں ہے، اور صحیح بخاری میں ہے مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا، حضرت عثمان تمتع اور حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے منع کر رہے تھے۔ حضرت علی نے جب یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور کہا لبیک بعمرۃ وحجۃ اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتا، نیز صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا لبیک بعمرۃ وحجۃ اور امام مالک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ "ہم حجۃ الوداع کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھے پھر جب تک دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو" اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی اور یہ بات بہت بعید ہے کہ جن صحابہ کے پاس ہدی ہو آپ ان کو قران کا حکم دیں اور آپ ہدی ساتھ ہونے کے باوجود قران نہ کریں اور امام مالک کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اپنی ہدی کو قلادہ ڈال دیا ہے اور بالوں کو چپکا لیا ہے اور میں اس وقت تک حلال نہیں ہونگا جب تک کہ اپنی ہدی کی قربانی نہ کر دوں۔" اور امام احمد کہتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قارن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لیکن میرے نزدیک تمتع زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے پہلے اس چیز کا علم ہو جاتا جس کا بعد میں علم ہوا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا اور اس احرام میں عمرہ کی نیت کر لیتا[1]۔

افضلیت قران پر احناف کے دلائل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ کا احرام ملا کر باندھا جائے بایں طور کہ دونوں کا اکٹھا احرام باندھے یا عمرہ کے احرام کے بعد اعمال کی ادائیگی سے پہلے حج کا احرام باندھے اور تمتع یہ ہے کہ ایک سفر میں اپنے گھر میں قیام کیے بغیر دو عبادتیں ادا کرے اور افراد یہ ہے کہ پہلے حج کرے پھر حج سے فارغ ہونے کے بعد عمرہ کرے یا ہر عبادت الگ الگ سفر میں ادا کرے یا عمرۂ حج کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ادا کرے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک قران افضل ہے اس کے بعد تمتع ہے اور ابن شجاع کی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ افراد تمتع سے افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک افراد، قران سے افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک تمتع قران سے افضل ہے۔ امام شافعی کا استدلال حضرت جابر کی روایت سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا جنھوں نے افراد کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ایک بار ادا کیا ہے اور آپ افضل چیز کو ترک نہیں کرتے تھے اور افراد اس لیے بھی افضل ہے کہ قران رخصت ہے اور افراد

---

[1] قاضی ابن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۴۶-۲۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

عزیمت ہے اور رخصت پر عمل کرنے کی بہ نسبت عزیمت پر عمل کرنا زیادہ افضل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم کو تمہاری مشقت کے اعتبار سے اجر ملے گا اور افراد میں زیادہ مشقت ہے کیونکہ افراد میں احرام، سعی اور حلق زیادہ ہیں کیونکہ قارن دو عبادتیں ایک سفر میں ادا کرتا ہے اور حج اور عمرہ کا ایک تلبیہ کہتا ہے اور اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے اس پر قران میں قربانی واجب ہوتی ہے اور مفرد ہر عبادت کو صفت کمال سے ادا کرتا ہے اور کسی عبادت کو بر طریقہ کمال ادا کرنا، کمی کرنے اور پھر اس کمی کو پورا کرنے سے افضل ہے امام مالک رحمہ اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا حج کے ساتھ تمتع کیا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی روایات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ میں قران کیا اور ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ درآں حالیکہ وہ اونٹنی جگالی اگل رہی تھی اور اس کا لعاب میرے کندھے پر بہہ رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "لبیک بحجۃ وعمرۃ معا"

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ محدثین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایات کو جمع کیا ہے، تیس صحابہ نے آپ کے حج کو بیان کیا ہے، دس صحابہ نے بیان کیا کہ آپ نے قران کیا، دس نے بیان کیا کہ آپ نے افراد کیا اور دس نے بیان کیا کہ آپ نے تمتع کیا، ہم ان روایات میں یہ تطبیق دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کے ساتھ تلبیہ کیا، جس کو بعض صحابہ نے سنا پھر بعد میں انھوں نے آپ کو حج کرتے ہوئے دیکھا پس انھوں نے یہ گمان کیا کہ آپ نے تمتع کیا تھا اور انھوں نے اپنے گمان کے مطابق آپ کے فعل کی روایت کی، بعد میں آپ نے حج کا تلبیہ کیا جس کو دوسرے صحابہ نے سنا اور انھوں نے گمان کیا کہ آپ حج مفرد کرنے والے ہیں، پھر آپ نے حج اور عمرہ کو ملا کر تلبیہ کہا جس کو ایک اور گروہ نے سنا اور انھوں نے یقین کر لیا کہ آپ قارن ہیں اور ہر ایک نے اس چیز کو نقل کیا جو اس کے گمان کے مطابق تھی اور یہ تطبیق ایسی ہی ہے جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کے بارے میں مختلف روایات میں تطبیق دی ہے۔ (یہ تطبیق ہم سنن ابو داؤد کے حوالہ سے احرام باندھنے کی بحث میں بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہ)

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں فعلی روایات میں تعارض واقع ہوا تو ہم نے آپ کے حج کے متعلق قولی روایت کو لیا اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا درآں حالیکہ میں وادی عقیق میں تھا، اس نے کہا اس مبارک وادی میں نماز پڑھیں اور حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھیں اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں دو عبادتیں جمع ہیں، اور الگ عبادات کرنے سے دو عبادتوں کو جمع کرنا افضل ہے، جس طرح روزے اور اعتکاف کو جمع کرنا افضل ہے اور جیسے سرحد کی حفاظت اور تہجد کی نماز کو جمع کرنا افضل ہے اور قران اس لیے بھی افضل ہے کہ قران میں ایک عبادت زیادہ ہے اور وہ قربانی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "افضل الحج الحج والثج" افضل

حج وہ ہے جس میں تلبیہ اور قربانی ہو" باقی امام مالک اور امام شافعی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ قربانی حج میں جبر نقصان (کمی کو پورا کرنے) کے لیے ہے کیونکہ جو قربانی کسی کمی کو پورا کرنے کے لیے کی جاتی ہے وہ کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی وجہ سے ہوتی ہے اور اس کا وقت معین نہیں ہوتا اور قران میں جو قربانی کی جاتی ہے اس کا وقت معین ہے وہ صرف قربانی کے ایام میں کی جا سکتی ہے اور وہ کسی ممنوع کام کی بناء پر نہیں ہے اور جب ثابت ہو گیا کہ قران میں جو ہدی کا خون بہایا جاتا ہے وہ قربانی اور عبادت ہے اور قران ایک زائد عبادت پر مشتمل ہے اس لیے قران افراد سے افضل قرار پایا۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عمرہ اور حج کو ملانے سے منع کرتے تھے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا بلکہ ان کو یہ ناپسند تھا کہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کو خالی چھوڑ دیا جائے اور لوگ بیت اللہ کی زیارت کے لیے سفر نہ کریں نہ یہ کہ ان کے نزدیک فی نفسہٖ قران یا تمتع مکروہ تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک عیسائی شخص تھا، میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں نے اپنے اوپر حج اور عمرہ کو واجب پایا میں نے حج اور عمرہ میں قران کیا، میری کچھ صحابہ سے ملاقات ہوئی ان میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ رضی اللہ عنہما بھی تھے ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے میرے متعلق کہا کہ یہ (قران کی وجہ سے) اپنے اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے پھر میری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر کے سامنے ان کا قول بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا انھوں نے غلط کہا ہے، تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قران کی افضلیت ذکر کرنے کے بعد ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص قران کرنے کا ارادہ کرے وہ مفرد کی طرح احرام کی تیاری کرے اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعا مانگے: "اللھم انی ارید العمرۃ والحج" اور تلبیہ میں کہے "لبیک بعمرۃ وحجۃ" عمرہ کا ذکر اس لیے مقدم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے قول میں عمرہ کو حج پر مقدم رکھا "فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج" اور اس لیے بھی کہ پہلے عمرہ کیا جاتا ہے اور پھر حج کیا جاتا ہے [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ افضلیت قران پر دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کو ملا کر احرام باندھے" اور یہ بعینہٖ قران ہے نیز فرمایا "پھر جب تک وہ ان دونوں سے حلال نہ ہو اس وقت تک حلال نہ ہو" اور یہی قران کا حکم ہے علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کا حکم دیا [2]۔

بعض شارحین کا حج کی متعارض روایات کی تطبیق میں تسامح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں افراد، تمتع اور قران کی جو مختلف روایات ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے بعض معاصرین لکھتے ہیں: اگر یہ کہا جائے کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷ - ۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ ھ۔

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے تمتع کیا ایک اور روایت کے مطابق آپ نے قران کیا تو اختلاف کے اندفاع کا کیا طریقہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور اس میں متمتع رہے پھر طواف سے پہلے حج کا علیحدہ احرام باندھا اور اس طرح آپ قارن ہو گئے [1]

بعض معاصرین کے اس جواب میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کس فعل کو افراد قرار دیا گیا؟ اور کس فعل کو تمتع قرار دیا گیا؟ کیونکہ پہلے عمرہ کا احرام باندھنا اور پھر اسی میں متمتع (فائدہ اٹھاتے ہوئے) رہنا حج افراد ہے نہ حج تمتع، اس لیے ان کی یہ عبارت اصل سوال کا جواب نہیں ہے، نیز کسی مستند روایت سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں دو الگ الگ احرام باندھے تھے اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو ہم نے علامہ سرخسی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں مختلف کلمات کہے جب آپ نے لبیک بحج کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے حج مفرد کیا ہے اور اسی طرح روایت کی جب آپ نے لبیک بعمرۃ کہا اور اس کے بعد حج کیا تو اس سے بعض صحابہ نے سمجھا کہ آپ نے تمتع کیا ہے اور تمتع کی روایت کی اور جب آپ نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا تو اس سے بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ آپ نے قران کیا ہے اور قران کی روایت کی اور یہی صحیح بات ہے، دوسرا جواب وہ ہے جس کو ہم نے بہت تفصیل سے شیخ ابن قیم کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمتع اور قران میں جو فقہ کی اصطلاح ہے صحابہ نے اس اعتبار سے تمتع اور قران کے الفاظ نہیں استعمال کیے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے اس لیے قران اور تمتع کی روایات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور حج مفرد والی حدیث دراصل بکر بن عبداللہ مزنی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے، اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن عمر کے صاحبزادے سالم اور ان کے خاص شاگرد نافع نے حضرت ابن عمر سے حج تمتع کی روایت کی ہے، اس لیے حج مفرد کی روایت شاذ اور غیر معتبر ہے۔ اس اعتبار سے ان روایات کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ علامہ نووی نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض نے افراد کیا۔ بعض نے تمتع اور بعض نے قران کیا اور ہر ایک کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور آپکی تعلیم سے تھا اس لیے انھوں نے ان افعال کی اضافت آپ کی طرف کر دی کہ آپ نے افراد کیا یا آپ نے تمتع کیا یا آپ نے قران کیا کیونکہ ان افعال کا حکم آپ نے دیا تھا جس طرح قرآن مجید میں ہے: یذبح ابناءھم فرعون بنو اسرائیل کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا حالانکہ فرعون نے صرف حکم دیا تھا اور ذبح قوم فرعون کرتی تھی لیکن چونکہ وہ حکم دینے والا تھا۔ اس لیے اس فعل کی اضافت فرعون کی طرف کر دی گئی۔ اسی اسلوب پر آپ کے حکم دینے کی وجہ سے صحابہ کرام نے افراد اور تمتع کی اضافت آپ کی طرف کر دی حالانکہ آپ نے افراد اور تمتع نہیں صرف قران کیا تھا بہرحال ان تین جوابات سے ان احادیث کا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ فاغتنم ھذا التحقیق۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہر چند کہ علامہ سرخسی کی عبارت میں شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب آگیا ہے، لیکن مزید وضاحت کے لیے ہم شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا ذکر کر کے

---

[1] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۵۹۲، ۵۹۳، مطبوعہ مطبع ریاض حسین المجد، پرنٹرز لاہور۔

ان کے جوابات پیش کر رہے ہیں۔ علامہ نووی نے ایک دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے حج افراد افضل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ نے جو افراد کی روایت نقل کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اللھم لبیک بحجہ سنا اور اللھم لبیک بحج وعمرۃ نہیں سنا۔ خود علامہ نووی، علامہ خطابی شافعی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویحتمل ان بعضھم سمعہ یقول لبیک بحجۃ فحکی عنہ انہ افرد ونفی علیہ قولہ وعمرۃ فلم یحک الا ما سمع وسمع انس وغیرہ الزیادۃ وھی لبیک بحجۃ وعمرۃ ولا ینکر قبول الزیادۃ وانما یحصل التناقض لو کان الزائد نافیا لقول صاحبہ فاما اذا کان مثبتا لہ وزائدا علیہ فلیس فیہ تناقض۔ [1]

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لبیک بحجۃ کہتے ہوئے سنا تو یہ حکایت کر دی کہ آپ نے افراد کیا ہے اور ان پر آپ کا قول "وعمرۃ" مخفی رہا۔ اس لیے انھوں نے جو سنا اس کی حکایت کی اور حضرت انس اور دوسرے صحابہ نے زیادہ الفاظ سنے انھوں نے "لبیک بحجۃ وعمرۃ" سنا۔ اور زیادتی کی نفی نہیں کی جاتی اور جب زیادتی کرنے والا اپنے صاحب کی نفی نہ کرے تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہوتا اور وہ زیادتی قبول کی جاتی ہے۔

علامہ نووی نے دوسری دلیل یہ دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے حج افراد کیا اور اس پر دوام کیا۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے ایسا ہی کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فعل میں اختلاف ہے۔ اگر خلفائے راشدین کو افراد کی افضلیت کا علم نہ ہوتا اور وہ یہ نہ جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد کیا ہے تو کبھی افراد پر دوام نہ کرتے حالانکہ وہ جلیل القدر ائمہ اور اسلام کے مقتدا ہیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے خلاف ان سے دوام کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟ اور حضرت علی نے افراد سے اختلاف بیان جواز کے لیے کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کا قران کی مخالفت کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ علامہ نووی کو اس سلسلہ میں تسامح ہوا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی دو قول نہیں ہیں ان کا صرف ایک قول ہے کہ وہ قران کو سنت اور بلا کراہت جائز قرار دیتے تھے۔ صحاح میں ایسی روایات بکثرت موجود ہیں اور ایسی کوئی حدیث نہیں ہے کہ حضرت علی نے قران کو خلاف سنت یا مکروہ کہا ہو حتیٰ کہ ان کا اختلاف ثابت ہو علامہ نووی کو اس سلسلہ میں بھی یقیناً تسامح ہوا ہے۔

سب سے پہلے حضرت عمر نے قران کو مکروہ جانا تھا اور اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے۔

ان سالم بن عبد اللہ حدثہ انہ سمع

سالم بن عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شامی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

رجلا من اهل الشام وهو يسال عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان ابالك قد نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابي نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابي يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل بل امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لقد صنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا حديث حسن صحيح۔ [1]

شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ تمتع کا کیا حکم ہے؟ (صحابہ قران کو تمتع کہتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ سعیدی) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جائز ہے! شامی نے کہا تمہارے والد تو اس سے منع کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ میرے والد ایک کام سے منع کرتے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام کیا ہو تو آیا میرے باپ کی پیروی کی جائیگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟۔ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے! ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا۔ اس بات کو حضرت عمر کے صاحبزادے بھی جانتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مقابلہ میں اپنے والد کے قول کو ترک کرنے کی تلقین کرتے تھے بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی قران کے سنت ہونے کو جانتے تھے!۔

عن ابي وائل قال قال الصبي بن معبد اهللت بهما معا فقال عمر هديت لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم۔ [2]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ صبی بن معبد نے کہا میں نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام ملا کر اکٹھا باندھا۔ حضرت عمر نے فرمایا تم نے اپنے نبی کی سنت کو پا لیا۔

اس حدیث کو امام نسائی[3]، امام ابن ماجہ[4]، امام ابن ابی شیبہ[5]، امام احمد اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ ذیلعی لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا ہے کہ صبی بن معبد کی یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحیح ترین سند عن ابی وائل عن الصبی عن عمر ہے[6]

حضرت عمر کی طرح حضرت عثمان بھی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت قران ہے اس کی وضاحت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] امام عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰-۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۱۳ " "

[5] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

[6] حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف ذیلعی متوفی ۷۶۲، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱۰-۱۰۹، مطبوعہ مجلس علمی سورت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن مروان بن الحکم قال شهدت عثمان وعلیاً وعثمان ینهی عن المتعة وان یجمع بینهما فلما رأی علی اهل بهما لبیک بعمرة وحجة قال ما کنت لادع سنة النبی صلی الله علیه وسلم لقول احدٍ۔[1]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے پاس تھا۔ حضرت عثمان تمتع یعنی حج اور عمرہ کو ایک احرام میں جمع کرنے سے منع کر رہے تھے جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ کا احرام باندھا اور کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کسی کے قول کی بناء پر نہیں چھوڑ سکتا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کے اس قول کا رد نہیں کیا کہ قران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمان بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ قران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما قران سے کیوں منع کرتے تھے۔ اس کا ایک جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے اور آئندہ ہم اس کی مزید تحقیق کریں گے بہرحال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خلفائے راشدین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت افراد تھی ورنہ وہ افراد نہ کرتے اور قران سے منع نہ کرتے کیونکہ ان کا قران سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی بناء پر تھا۔

علامہ نووی نے افراد کی افضلیت پر تیسری دلیل یہ قائم کی ہے کہ افراد میں دم (جانور کو ذبح کرنا) نہیں ہے جبکہ قران اور تمتع میں دم ہوتا ہے اور دم کسی کمی کو پورا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ افراد، تمتع اور قران سے افضل اور کامل ہے۔ اس کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے کہ قران اور اسی طرح تمتع میں قربانی ہے دم نہیں ہے کیونکہ قران میں قربانی کے معین دنوں میں ہدی کو ذبح کیا جاتا ہے جبکہ دم کو ذبح کرنے کے لیے دنوں کی کوئی قید نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دم کسی قصور کے تاوان میں ہوتا ہے اور تمتع اور قران کا احرام باندھنا کوئی قصور یا کمی نہیں ہے جس کے تاوان میں دم لازم آئے۔

قران میں طواف کے متعلق ائمہ کے مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۰۶ میں ہے کہ "جن صحابہ نے حج اور عمرہ کا ایک احرام باندھا تھا انھوں نے ایک طواف کیا"۔ اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ قران میں حج اور عمرہ دونوں کا ایک طواف ہوتا ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حج اور عمرہ الگ الگ عبادتیں ہیں اور دونوں میں الگ الگ طواف ہیں اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ "انھوں نے ایک قسم کا طواف کیا"۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ قران میں صرف ایک طواف رکن کافی ہوتا ہے اور یہ کہ قران میں صرف حج کے افعال پر اقتصار کیا جاتا ہے اور عمرہ کے تمام افعال حج میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور صحابہ میں سے حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور حضرت عائشہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ھ

یہ فرماتے ہیں کہ قران میں دو طواف (ایک حج کا اور ایک عمرہ کا) اور دو سعی لازم ہیں، صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا یہی مسلک ہے اور تابعین میں سے شعبی اور نخعی کا یہی نظریہ ہے[1]

قران میں دو طوافوں پر احناف کا احادیث سے استدلال

امام ابو حنیفہ کے نزدیک قران میں دو طواف ہیں یعنی حج اور عمرہ کے الگ الگ طواف ہیں

احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱- عن ابن عمر انه جمع بين حجته و عمرته محا وقال سبيلهما واحد قال فطاف لهما طوافين، وسعى لهما سعيين، و قال: هكذا رائت رسول الله صلى الله عليه وسلم صنع كما صنعت۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھا اور کہا ان کا ایک طریقہ ہے اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کیں اور کہا جس طرح میں نے کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

۲- عن عبد الله قال: طاف رسول الله صلى الله عليه وسلم طاف لعمرته وحجته طوافين وسعى سعيين وابو بكر وعمر وعلى وابن مسعود۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج کے لیے دو طواف کیے اور دو سعی کیں اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے بھی دو طواف اور دو سعی کیں۔

۳- عن عمران بن الحصين ان النبي صلى الله عليه وسلم طاف طوافين وسعى سعيين۔[4]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کیں۔

۴- عن ابي نصر قال: لقيت عليا وقد اهللت بالحج واهل هو بالحج والعمرة فقلت: هل استطيع ان افعل كما فعلت؟ قال: ذلك، لو كنت بدأت بالعمرة فقلت: كيف افعل اذا اردت ذلك؟ قال تاخذ اداوة من ماء فتفضيها عليك، ثم تهل بهما جميعا ثم تطوف لهما طوافين

ابو نصر کہتے ہیں کہ میری حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ میں نے حج کا احرام باندھا ہوا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا کیا میں بھی ایسا کر سکتا ہوں جیسا کہ آپ نے کیا ہے؟ حضرت علی نے فرمایا بشرطیکہ تم عمرہ سے ابتدا کرو۔ میں نے پوچھا اگر میں اس طرح کرنا چاہوں تو کیسے کروں؟ فرمایا تم لوٹے میں پانی لے کر

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] " " ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۴ " "

[4] " " ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۶۴ " "

وتسعی لهما سعیین ۔[1]

اپنے اوپر ڈالو پھر حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو پھر ان کے لیے دو طواف اور دو سعی کرو

۵ - عن ابی نصر السلمی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال : اذا اهللت بالحج و العمرة فطف لهما طوافین واسع لهما سعیین بالصفا و المروة قال منصور فلقیت مجاهدا وهو یفتی بطواف واحد لمن قرن فقال لو کنت سمعت لما فت الا بطوافین، واما بعد الیوم فلا افتی الا بهما. [2]

ابو نصر سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو ان کے لیے دو طواف کرو اور ان کے لیے صفا اور مروہ کی دو سعی کرو۔ منصور کہتے ہیں کہ میری مجاہد سے ملاقات ہوئی وہ قران والے کے لیے ایک طواف کا فتویٰ دیتے تھے انھوں نے کہا اگر میں نے پہلے یہ حدیث سنی ہوتی تو میں دو طواف ہی کا فتویٰ دیتا اور آج سے میں دو طواف کا ہی فتویٰ دوں گا۔

۶ - عن زیاد بن مالك ان علیا وابن مسعود قالا، فی القارن یطوف طوافین [3]

زیاد بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت علی اور ابن مسعود قران کرنے والے کے لیے دو طواف کا فتویٰ دیتے تھے۔

۷ - عن الحسن بن علی : اذا قرنت بین الحج والعمرة فطف طوافین و اسع سعیین [4]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب تم حج اور عمرہ میں قران کرو تو دو طواف اور دو سعی کرو۔

۸ - عن ابی جعفر قال: القارن یطوف طوافین و یسعی سعیین. [5]

ابو جعفر کہتے ہیں کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

ہدی روانہ کرنے والے متمتع کے حلال ہونے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۰۷ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

ہم حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور بعض نے حج کا، جب ہم مکہ میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی نہیں لایا وہ حلال ہو جائے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور وہ ہدی لایا ہے وہ اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک اپنی ہدی قربانی کے دن ذبح نہ کر دے۔ اور جس نے حج کا احرام باندھا ہے وہ اپنا حج پورا کرے۔"

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[2] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۶۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ۔
[3] ۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
[4] ۔ 〃 〃 المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵۔ 〃
[5] ۔ 〃 〃 المصنف ج ۴/۱ ص ۳۳۵، 〃

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: یہ حدیث امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور ان کے موافقین کے مسلک پر صراحۃً دلالت کرتی ہے کہ تمتع کرنے والے کے پاس جب ہدی ہو تو وہ عمرہ سے اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک قربانی کے دن اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے اور امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا مسلک یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب (عمرہ کے) طواف اور سعی سے فارغ ہو گیا اور اس نے سر منڈا لیا تو اس کے لیے ہر چیز حلال ہو گئی خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہیں۔[1]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع اس مسئلہ میں ہدی روانہ کرنے والے کو ہدی روانہ نہ کرنے والے پر قیاس کرتے ہیں۔ بایں طور کہ ہدی نہ بھیجنے والا متمتع جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر ہر چیز حلال ہو جاتی ہے جس طرح صرف حج کے احرام باندھنے والے (مفرد) پر حلال ہو جاتی ہے اور اس حدیث کا شوافع اور مالکیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے اور مفصل حدیث اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے ہم نے عمرہ کا احرام باندھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا ملا کر احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک دونوں (حج اور عمرہ) سے حلال نہ ہو جائے۔ اور پہلی حدیث کی یہ تاویل ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہے اور ہدی روانہ کی ہے وہ حج کا احرام باندھ لے اور اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک کہ اس کی ہدی کو ذبح نہ کر دیا جائے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ یہ ایک ہی قصہ ہے۔ راوی بھی ایک ہے اس لیے ان دونوں روایتوں کو جمع کرنا متعین ہو گیا۔[2]

شوافع اور مالکیہ کے دلائل کا جواب

علامہ نووی نے جو مفصل حدیث ذکر کی ہے وہ شافعیہ کے مسلک پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اختلاف اس میں ہے کہ جو شخص تمتع کرے اور ہدی بھی روانہ کرے آیا وہ ہدی کو ذبح کرنے سے پہلے حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ شوافع اور مالکیہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ذبح سے پہلے حلال ہو سکتا ہے اور اس چیز کا اس مفصل حدیث میں بالکل ذکر نہیں ہے کہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا اور ہدی بھی روانہ کی وہ ہدی کو ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ مطلقاً عمرہ کا ذکر نہیں ہے حتیٰ کہ علامہ نووی کا مدعا ثابت ہو بلکہ یہ اس عمرہ کا ذکر ہے جس کے بعد صحابہ نے حج کرنا تھا جیسا کہ اس حدیث میں ذکر ہے یہ حجۃ الوداع کا سال تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ حج کے لیے نکلے تھے اور جس عمرہ کے بعد حج کیا جائے وہ تمتع ہوتا ہے اس لیے دونوں حدیثوں سے ایک بات ثابت ہو رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمتع کرنے والا جب پہلے ہدی بھیج دے تو وہ اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہدی ذبح نہ کر دی جائے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حنابلہ کے دلائل علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر تمتع کرنے والے نے پہلے ہدی روانہ نہیں کی تو وہ طواف اور سعی کے بعد حلال ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں نے عمرہ کو حج کے ساتھ کر کے تمتع کیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ پہنچے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ کسی ایسی چیز سے حلال نہ ہو جو اس پر حرام ہو چکی ہے حتیٰ کہ اپنے حج کو پورا کر لے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہیں ہے وہ بیت اللہ اور صفا، مروہ میں طواف کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے۔" (بخاری و مسلم)۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے حلال ہونا جائز نہیں ہے۔ وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور عمرہ کے بعد حج کرے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔ امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔[1]

احناف کے دلائل امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی نہیں ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول کر حلال ہو جائے گا اور بعد میں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لے گا۔ اس میں امام شافعی اور امام مالک بھی ان کے ساتھ متفق ہیں اور اگر تمتع کا احرام باندھنے والے کے پاس ہدی ہے تو وہ عمرہ کرنے کے بعد حلال نہیں ہوگا اور بغیر حلال ہوئے حج کا احرام باندھے گا اور حج کی عبادات ادا کرے گا اور جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی تو اس کے بعد وہ حلال ہوگا۔ امام ابوحنیفہ کے مسلک پر صحاح ستہ وغیرہا میں بکثرت احادیث ہیں ہم یہاں پر صرف صحیح بخاری سے چند احادیث پیش کر رہے ہیں۔

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فاھللنا بعمرۃ ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان معہ ھدی فلیھل بالحج مع العمرۃ ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا فقدمت مکۃ وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروۃ فشکوت ذلک الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انقضی راسک وامتشطی واھلی بالحج ودعی العمرۃ ففعلت فلما قضینا الحج ارسلنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع عبدالرحمٰن بن ابی بکر الی التنعیم فقال ھذہ مکان عمرتک قالت فطاف الذین کانوا اھلوا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ ہم نے عمرہ کا احرام باندھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ لے پھر اس وقت تک حلال نہ ہو جب تک حج اور عمرہ دونوں سے حلال نہ ہو۔ میں مکہ میں آئی درآں حالیکہ میں حائضہ تھی۔ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا نہ صفا و مروہ میں سعی کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ کو چھوڑ دو، میں نے ایسا ہی کیا، جب ہم نے حج کر لیا تو آپ نے مجھے (حضرت) عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

بالعمرۃ بالبیت و بین الصفا و المروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا آخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا۔ [1]

عنہا کے ساتھ تنعیم بھیجا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے عمرہ کی جگہ ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا انھوں نے بیت اللہ اور صفا و مروہ میں سعی کی پھر حلال ہو گئے، پھر انھوں نے منیٰ سے لوٹنے کے بعد دوسرا طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تھا انھوں نے ایک (نوع کا) طواف کیا۔

اس حدیث میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خالی عمرہ کا حکم نہیں بیان کیا بلکہ اس عمرہ کا حکم بیان فرمایا ہے جس کے بعد لوگوں نے حج کرنا تھا اور یہی تمتع ہے اور آپ نے بتلادیا کہ جس تمتع میں تمتع کرنے والے کے پاس ہدی ہو وہ عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوگا بلکہ حج اور عمرہ کے بعد جب اس کی ہدی کی قربانی ہو جائے گی پھر حلال ہو سکے گا۔

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ ان المتمتع اذا فرغ من اعمال العمرۃ لم یحل حتی یحرم بالحج اذا کان معہ ھدی وھو مذھب اصحابنا عملا بقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لا یحل حتی یحل منھما جمیعا۔ [2]

اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ تمتع کرنے والا جب عمرہ کے اعمال سے فارغ ہو جائے تو حلال نہ ہو حتی کہ حج کا احرام باندھ لے جب اس کے ساتھ ہدی ہو اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل ہو پھر (تمتع کرنے والا عمرہ کے بعد) حلال نہ ہو جب تک کہ حج اور عمرہ سے حلال نہ ہو جائے۔

اس سلسلہ میں دوسری حدیث یہ ہے:

عن حفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا قالت یا رسول اللہ ما شان الناس حلوا بعمرۃ ولم تحلل انت من عمرتک قال انی لبدت راسی وقلدت ھدی فلا احل حتی انحر۔ [3]

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ لوگ عمرہ کے بعد حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ کے بعد حلال نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا تھا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا تھا میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک کہ قربانی نہ کر لوں۔

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

ایک اور حدیث یہ ہے:

عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال اهل المهاجرون و الانصار وازواج النبی صلی الله علیه وسلم فی حجة الوداع واهللنا فلما قدمنا مکة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اجعلوا اهلالکم بالحج عمرة الامن قلد الهدی. طفنا بالبیت وبین الصفا والمروة واتینا النساء ولبسنا الثیاب وقال من قلد الهدی فانه لایحل له حتی یبلغ الهدی محله. [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا، انھوں نے کہا کہ مہاجرین، انصار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حجۃ الوداع میں (تمتع کا) احرام باندھا جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو حج کا احرام باندھا ہے اس کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی روانہ کر دی ہے۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی اور اپنی ازواج کے پاس گئے اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہے وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی ہدی کی قربانی نہیں ہو جائے گی۔

یہ تمام احادیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں اور شوافع نے اس مسئلہ میں احادیث صریحہ کو چھوڑ کر رائے اور قیاس کے دامن میں پناہ لی ہے۔

علمِ رسالت پر اعتراض اور افضلیت تمتع پر امام احمد کی دلیل کا جواب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"تم میں سے جو شخص عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے وہ عمرہ کا احرام باندھ لے اور اگر میں نے پہلے ہدی روانہ نہ کی ہوتی تو میں بھی عمرہ کا احرام باندھتا۔" یعنی پہلے عمرہ کرتا اور عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھتا جس کو تمتع کہتے ہیں، اسی کے قریب امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا یہ جملہ روایت کیا ہے: لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اهدیت ولولا ان معی الهدی لاحللت [2] "اپنے جس معاملہ کی طرف میں نے بعد میں توجہ کی ہے اگر اس کی طرف میں پہلے توجہ کر لیتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں بھی حلال ہو جاتا۔"

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ہدی ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ ہدی روانہ کر کے قران کا احرام باندھ لے اور ہدی روانہ کرنے کے بعد وہ عمرہ کر کے اس وقت تک حلال نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہدی کی ایام نحر میں قربانی ادا نہ کر دی جائے اور جس شخص کے ساتھ ہدی نہ ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ تمتع کرے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۴-۲۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۴، " " " "

یعنی پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد حلال ہو جائے اور بعد میں یوم الترویہ (آٹھ ذوالحج) کو حج کا احرام باندھ لے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدی تھی آپ نے ہدی روانہ کر کے قران کا احرام باندھ لیا۔ اور صحابہ میں بعض کے ساتھ ہدی تھی اور بعض کے ساتھ ہدی نہیں تھی جن کے ساتھ ہدی تھی ان کو آپ نے قران کا حکم دیا اور جن کے ساتھ ہدی نہیں تھی ان کو آپ نے تمتع کا حکم دیا یعنی وہ عمرہ کا احرام باندھیں اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تھا تو وہ اس کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لے، جن لوگوں کے حال کے اعتبار سے جو عمل افضل تھا۔ آپ نے ان کو اسی چیز پر عمل کا حکم دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی متابعت اور سنت پر عمل کرنے کے بہت زیادہ دلدادہ تھے۔ جب انھیں اس کا علم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ سے فارغ ہو کر حج تک احرام پر قائم رہیں گے اور وہ عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دیں گے اور حلال ہو جائیں گے تو انھیں آپ کی متابعت سے محرومی پر بہت قلق اور رنج ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے رنج اور قلق پر متوجہ ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر میں تمہارے رنج و قلق پر پہلے متوجہ ہو جاتا تو میں ہدی کو روانہ نہ کرتا یعنی میں بھی تمہاری طرح تمتع کر لیتا اور تمہاری دلداری کی خاطر ایک افضل چیز کو ترک کر دیتا کیونکہ ہر چند کہ تمتع قران کے مقابلہ میں مفضول ہے لیکن وہ بھی جائز ہے۔ علامہ طبری، علامہ نووی اور علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں پہلے اس مسئلہ کو جان لیتا کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا جائز ہے تو میں اپنا احرام فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ لیتا اور تمتع کر لیتا۔ علامہ طبری اور عینی نے لکھا ہے کہ حج کا احرام فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے سال صحابہ کے لیے جائز کیا گیا تھا، اب جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف ہمارے ساتھ خاص تھا یا یہ حکم عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تمہارے ساتھ خاص ہے۔[1]

بعض علماء نے اس حدیث سے تین مسائل کا استنباط کیا ہے ایک یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہوتا تو آپ اس مسئلہ کو پہلے سے جان لیتے جس کو بعد میں جانا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چند کہ تمام مخلوق سے زیادہ علم دیا گیا ہے اس کے باوجود وہ ایسا علم نہیں ہے کہ ہر ہر جزی کا علم آپ کو ہر وقت حاصل ہو اس لیے اعلیٰ حضرت نے الدولۃ المکیۃ میں علم تدریجی کا قول کیا ہے[2]۔ ثانیاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت کسی مسئلہ کی طرف آپ کا ذہن متوجہ نہ ہو جس طرح شیخ خلیل احمد انبیٹھوی نے المہند میں لکھا ہے[3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث سے امام احمد بن حنبل نے تمتع کی افضلیت پر استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی تمنا کی تھی اور آپ اسی چیز کی تمنا کریں گے جو افضل ہو گی۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الدولۃ المکیۃ ص ۷۳، ۷۲، مطبوعہ لاہور۔

[3] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، المہند علی المفند ص ۲۵، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہارنپور۔

کو آپ نے بعد میں جانا۔ علامہ نووی اور علامہ عینی نے یہ جواب لکھا ہے[1] لیکن یہ جواب کمزور ہے کیونکہ آپ فسخ کا حکم پہلے ہی دے چکے تھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کی دلجوئی کے لیے یہ فرمایا تھا نہ اس لیے کہ تمتع قران سے افضل ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کرنے پر دلیل ہے کیونکہ اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہدی روانہ کی ہوتی تو یہ نہ فرماتے "اگر مجھے پہلے اس چیز کا پتا چل جاتا جس کا مجھے بعد میں پتا چلا ہے تو میں ہدی روانہ نہ کرتا۔" اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے ہدی روانہ کی تھی اور جن صحابہ کو ہدی روانہ کرنے کا حکم دیا تھا وہ بھی آپ کے اجتہاد سے تھا اور جن کو عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم دیا تھا وہ بھی اجتہاد سے تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنے حج تمتع میں ہدی کی نفی کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۲۸۱۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے حج اور عمرہ دونوں کو پورا کرا دیا، اس میں کوئی ہدی تھی، صدقہ تھا نہ روزہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج تمتع کیا تھا اور قران اور تمتع میں ہدی (قربانی) لازم ہوتی ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہدی کی نفی کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ انھوں نے حج میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی وجہ سے ہدی، صدقہ یا روزے لازم ہوں۔ جیسے کوئی عورت احرام میں چہرہ ڈھانپ لے، یا بال کاٹ لے یا ناخن تراش لے، یا خوشبو لگا لے وغیرہ وغیرہ۔

طواف کے لیے طہارت کی شرط میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۴ میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حائضہ ہونے کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا حج کے تمام افعال کرو، سوا اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔ البتہ اس کے سبب میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک طواف کے لیے طہارت شرط نہیں ہے اور حائضہ عورت کو طواف سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بغیر طہارت کے مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔[2]

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً طواف کا حکم دیا ہے اور اس میں طہارت کی قید نہیں لگائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولیطوفوا بالبیت العتیق (حج: ۲۹) اس آیت میں حج کرنے کا بغیر کسی شرط کے حکم دیا گیا ہے اور مطلق کو اس کے اطلاق پر رکھا جاتا ہے اور مسجد میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنابت سے پاک ہونے اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا (النساء: ۴۳) حالت جنابت میں مسجد کے قریب نہ جاؤ مگر یہ کہ تم مسافر ہو حتیٰ کہ غسل کر لو۔"

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا

حدیث نمبر ۲۸۱۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کا ثبوت ہے عورت کے لیے حج میں جانے کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور متقدمین علماء کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ عورت کے لیے حج کی استطاعت میں محرم کا ہونا شرط ہے یا نہیں، نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ خاوند عورت کو حج پر جانے سے روک سکتا ہے یا نہیں؟ علامہ نووی یہ لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ روک سکتا ہے کیونکہ خاوند کا حق علی الفور ہوتا ہے جبکہ حج کو مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ عورت کے حج کی استطاعت کے لیے محرم ہونا شرط ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ بغیر خاوند یا محرم کے عورت حج نہ کرے۔

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تحجن امرأۃ الا و معہا ذو محرم [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

حافظ ذہلی اور ابن ہمام نے اس حدیث کو مسند بزار کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔

عن ابی امامہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تسافر امرأۃ ثلاثۃ ایام الا و تحج الا و معہا ذوجہا [2]

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت خاوند کے بغیر تین دن کا سفر یا حج نہ کرے۔

حافظ ذہلی نے اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے تاہم علامہ ہیثمی نے ان دونوں حدیثوں کو مجمع الزوائد اور کشف الاستار میں ذکر نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ پر مکمل گفتگو انشاء اللہ ہم باب نمبر ۳۹۳ "عورت کے لیے حج اور دیگر سفروں میں محرم کی شرط" میں ذکر کریں گے۔

مکہ میں عمرہ کرنے والے کے میقات میں مذاہب

حدیث نمبر ۲۸۱۸ میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب پہنچے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا: اپنی بہن کو حرم سے لے کر جاؤ تاکہ وہ عمرہ کا احرام باندھیں.....

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علماء کہتے ہیں کہ جو شخص مکہ میں ہو اور عمرہ کا احرام باندھنا چاہے تو اس کا میقات خارج حرم کی قریب ترین جگہ ہے اور اس کے لیے حرم میں عمرہ کا احرام باندھنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے اس کے خلاف کیا اور حرم میں احرام باندھ کر طواف سے پہلے حرم سے باہر چلا گیا تو یہ اس کے لیے کافی ہوگا اور اس پر قربانی نہیں ہے اور اگر حرم سے باہر نہیں گیا اور طواف اور سعی کر لی اور سر مونڈ لیا تو اس مسئلہ میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ وہ حرم سے باہر جائے اور پھر طواف اور سعی کرے اور سر منڈائے اور دوسرا

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ۔ سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] " " سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۲۳، "

قول یہ ہے کہ اس کا عمرہ صحیح ہے لیکن میقات کو ترک کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہے۔ امام شافعی کا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ علماء کہتے ہیں، کہ اس پر حرم سے باہر جانا اس لیے واجب ہے کہ اس کی عبادت میں حل اور حرم جمع ہو جائیں جیسا کہ حج کرنے والے ان کو جمع کرتے ہیں کیونکہ وہ عرفات میں ٹھہرتے ہیں اور وہ خارج حل (خارج از حرم) میں ہے پھر طواف کے لیے مکہ میں داخل ہوتا ہے' یہ امام شافعی کے مذہب کی تفصیل ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے کہ عمرہ کرنے کے لیے خارج حرم کی قریبی جگہ میں جانا واجب ہے اور اگر اس نے حرم میں احرام باندھ لیا اور خارج حرم نہیں گیا تو اس پر قربانی لازم ہے۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اس کا عمرہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا جب تک کہ وہ خارج حرم نہ جائے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک اس پر بالخصوص تنعیم جا کر احرام باندھنا واجب ہے اور عمرہ کرنے کا وہی میقات ہے لیکن یہ قول شاذ ہے جمہور علماء کے نزدیک حل (خارج حرم) کی تمام جگہیں مساوی ہیں جس جگہ جا کر بھی احرام باندھ لے صحیح ہے۔[1]

حج کے احرام کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنے میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۲۸۴۰ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام قرار دے کر حلال ہو جائے۔

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ آیا کوئی شخص اب بھی حج کا احرام باندھ کر اسے فسخ کر کے عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں ؟۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک، یہ فسخ صرف عہد رسالت میں مخصوص تھا اور اب اس کی اجازت نہیں ہے جبکہ امام احمد بن حنبل اور داؤد بن علی ظاہری کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک اب بھی کوئی شخص حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھ سکتا ہے اور عمرہ کے احرام کو فسخ کر کے حج کا احرام باندھ سکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں، جب کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے اس کو عمرہ کے ساتھ تبدیل کر دے، خواہ اس کا کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ اس نے ہدی روانہ کی ہو یا نہ، جمہور ائمہ مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک) کا یہی مسلک ہے، البتہ امام احمد یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ہدی روانہ نہ کی ہو وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کر سکتا ہے۔ قاضی عیاض نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کرنا صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص تھا اور داؤد ظاہری کے بعض پیروکار (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ یہ اب بھی جائز ہے۔ امام احمد کا استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے ہے "ولیجعلها عمرة" "اس احرام کو عمرہ کر دیا جائے"۔ اور یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو بدترین گناہ قرار دیتے تھے اور محرم کو صفر قرار دیتے تھے اور کہتے تھے جب اونٹوں کی پشت ٹھیک ہو جائے اور راستہ سے حاجیوں کے نشان مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو جاتا ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کر دیں۔ صحابہ کو یہ بات بہت دشوار لگی انھوں نے پوچھا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۸۹ مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۵ھ

یارسول اللہ! کس طرح حلال ہوں؟ آپ نے فرمایا پورے پورے حلال ہو جاؤ! (بخاریؒ ومسلم) ایک روایت میں اس طرح ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار تاریخ کی صبح کو حج کا احرام باندھے ہوئے آئے آپ نے فرمایا: جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کر دے" (بخاریؒ ومسلم) ایک اور روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے حج کا احرام باندھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت طلحہ کے سوا کسی صحابی کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور حضرت علی یمن سے آئے تھے ان کے ساتھ بھی ہدی تھی۔ اور انھوں نے کہا تھا کہ میری احرام میں وہ نیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے کہا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں اور طواف کریں اور بال کاٹ کر حلال ہو جائیں ماسوا ان لوگوں کے جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے۔ صحابہ نے کہا کیا ہم جنسی عمل کے فوراً بعد منیٰ جائیں گے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا جس بات کو میں نے بعد میں جانا ہے اگر اس کو پہلے جان لیا ہوتا تو میں ہدی ساتھ نہیں رکھتا اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا اور حضرت سراقہ بن مالک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ میں ملے درآں حالیکہ آپ کنکریاں مار رہے تھے۔ انھوں نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے (بخاریؒ ومسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم صرف حج کا ذکر کرتے تھے، جب ہم سرف پر پہنچے تو مجھے حیض آگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے، جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دو پھر جن کے پاس ہدی تھی ان کے سوا سب لوگ حلال ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور بعض دیگر خوشحال صحابہ کے ساتھ ہدی تھی پھر جب یہ لوگ منیٰ روانہ ہوئے تو انھوں نے احرام باندھا۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم حج کا تلبیہ پڑھ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو ہمیں یہ حکم دیا گیا کہ جن لوگوں کے ساتھ ہدی ہے ان کے سوا باقی تمام لوگ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔ پھر یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو جب ہم منیٰ کی طرف گئے تو ہم نے حج کا احرام باندھا۔ (مسلم) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا مہاجرین، انصار اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے احرام باندھا اور ہم نے احرام باندھا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے حج کے احرام کو عمرہ کا احرام کر دو ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے ہدی میں قلادہ ڈالا ہوا ہے۔ (بخاریؒ) یہ وہ احادیث ہیں جن سے امام احمد نے اس پر استدلال کیا ہے کہ حج کے احرام کو اب بھی فسخ کر کے عمرہ کے ساتھ تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب شافعیہ اور ان کے موافقین (احناف اور مالکیہ) یہ کہتے ہیں کہ حج کے احرام کو فسخ کرنا صرف حجۃ الوداع میں صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حج کے ایام میں عمرہ کا احرام باندھنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مشرکین جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اس کو بدترین گناہ کہتے تھے تو آپ نے ان کا رد کرنے کے لیے ان کی مخالفت میں یہ حکم دیا تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ حارث بن بلال کہتے ہیں کہ حارث کے والد نے کہا یارسول اللہ! یہ بتلائیے کہ آیا حج کے احرام کو

فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے! اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ البتہ حارث بن بلال کے بارے میں میں نے کوئی جرح دیکھی ہے نہ تعدیل، امام ابوداؤد نے حارث بن بلال سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس کی تضعیف نہیں کی اور ہم کئی بار بیان کر چکے ہیں کہ امام ابوداؤد جس راوی کو ضعیف کہیں وہ ان کے نزدیک لائق استدلال ہوتا ہے الا یہ کہ اس میں کوئی ایسا وصف پایا جائے جو ضعف کا موجب ہو۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا یہ حدیث میرے نزدیک ثابت ہے نہ میں اس کا قول کرتا ہوں اور احرام فسخ کرنے کی حدیث گیارہ صحابہ سے مروی ہے اور ان کے مقابلہ میں حارث بن بلال کی کیا حیثیت ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ان گیارہ صحابہ اور حارث بن بلال میں کوئی تعارض نہیں ہے حتیٰ کہ حارث بن بلال کی روایت پر ان کو مقدم کیا جائے کیونکہ ان گیارہ صحابہ نے صحابہ کے لیے فسخ کو بیان کیا ہے اور بعد کے لوگوں کا حکم نہیں بیان کیا اور صحابہ کے لیے فسخ بیان کرنے میں حارث بن بلال نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ البتہ ان سے ایک زائد چیز بیان کی ہے جو ان کی روایت کے خلاف نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ فسخ کا حکم صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے: حج میں تمتع کرنا اصحاب محمد کے ساتھ خاص تھا (مسلم) امام بیہقی اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوذر کی تمتع سے مراد حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا ہے اور یہ اس مصلحت سے تھا کہ یہ بیان کیا جائے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا جائز ہے اور اب چونکہ یہ وجہ نہیں رہی اس لیے اب کسی کے لیے فسخ کرنا جائز نہیں ہے سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں محمد بن اسحاق کی سند سے یہ روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حج کے احرام کو عمرہ کے احرام سے فسخ کرنا صرف ان لوگوں کے ساتھ خاص تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے گئے تھے۔ لیکن اس حدیث سے استدلال زیادہ قوی نہیں ہے کیونکہ محمد بن اسحاق ایک لتس راوی ہے اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

امام احمد بن حنبل نے سراقہ بن مالک بن جعشم کی حدیث سے جو استدلال کیا ہے اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں کہ سراقہ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز ہمیشہ کے لیے ہے یا عمرہ اور حج کا ایک احرام باندھنا یعنی قران کرنا ہمیشہ کے لیے ہے نہ یہ کہ حج کو فسخ کرنے کا حکم ہمیشہ کے لیے ہے [1]

امام احمد کی موافقت میں شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک حج کو فسخ کر کے تمتع کرنا مستحب ہے اور چونکہ یہ فسخ احادیث سے ثابت ہے اس لیے احادیث کی اتباع اولیٰ ہے، جو لوگ فسخ یا تمتع سے منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ فسخ صحابہ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کو مکروہ قرار دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب اونٹوں کی پیٹھ ٹھیک ہو جائے اور راستے کے نشانات مٹ جائیں اور صفر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷، ص ۱۶۹-۱۶۷ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت

ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عمرہ کرنے کا حکم دیا تا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز ثابت ہو اور یہ قول امام احمد اور دوسروں کے نزدیک کئی وجہ سے غلط ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے تین عمرے کیے تھے اور یہ تینوں حج کے مہینوں میں کیے تھے۔ پہلا عمرہ حدیبیہ ذوالقعدہ میں کیا۔ دوسرا عمرہ، عمرۂ قضاء بھی ذوالقعدہ میں کیا اور تیسرا عمرہ جعرانہ بھی ذوالقعدہ میں کیا تھا اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بیان جواز کے لیے عمرہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر فرمایا: "جو چاہے عمرہ کا احرام باندھے اور جو چاہے حج کا احرام باندھے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات پر حج کے مہینوں میں عمرہ کا جواز بیان فرمایا اور عام مسلمان آپ کے ساتھ تھے پس یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ جب سراقہ بن مالک نے آپ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے فرمایا نہیں یہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا ہمیشہ کے لیے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام باندھنا بھی اس میں داخل ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے یہ چیز اوجھل رہی کہ ائمہ ثلاثہ کا بنیادی استدلال بلال بن حارث کی اس حدیث سے ہے کہ حارث کے والد نے کہا یا رسول اللہ! یہ تبلا ئیے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے یا یہ حکم تمام لوگوں کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ حکم تمہارے ساتھ خاص ہے"۔ یہ حدیث سنن ابو داؤد[2]، سنن نسائی[3] اور سنن ابن ماجہ[4] میں ہے۔ اور اس صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں شیخ ابن تیمیہ کے تمام قیاسات بے کار ہیں۔

حضرت عمر کے تمتع سے منع کرنے کی تاویلات اور توجیہات

حدیث نمبر ۲۸۴۳ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے،

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے آپ کے حکم سے تمتع کیا ہے تو حضرت عمر اور اسی طرح حضرت عثمان کا تمتع اور قران سے منع کرنا کس طرح صحیح ہو گا۔ اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس عمرہ سے منع کرتے تھے اس کی تفسیر میں اختلاف ہے آیا وہ حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع کرتے تھے (تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے) یا حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے سے منع

---

[1] ۔ شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶، ص ۵۷-۵۴۔ مطبوعہ بام الفہد بن عبدالعزیز آل سعود۔

[2] ۔ امام ابو داؤد بن سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ امام ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] ۔ امام ابو عبداللہ یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کرتے تھے؟ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگوں کو حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے قِران اور تمتع سے منع کرتے تھے، نہ اس وجہ سے کہ ان کے نزدیک تمتع یا قِران باطل تھا یا حرام تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت جابر، حضرت عمران اور حضرت ابوموسیٰ کی احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس تمتع میں اختلاف ہے یہ وہ ہے جس میں حج کو فسخ کر کے عمرہ کیا جائے اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اس پر مارتے تھے اور حج کے مہینوں میں صرف تمتع کرنے پر نہیں مارتے تھے۔ اور ان کا حج کے فسخ کرنے پر مارنا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عمر کے نزدیک حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھا۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی ۔ "جس نے حج کے ساتھ عمرہ کیا تو جو قربانی اس کو میسر ہو (وہ قربانی کرے)" اس آیت میں جس عمرہ کا ذکر ہے وہ بغیر کسی اختلاف کے وہ عمرہ ہے جو حج کے مہینوں میں کیا جاتا ہے [1]

علامہ باجی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر حج افراد پر برانگیختہ کرنے کے لیے تمتع سے منع کرتے تھے نہ اس طرح کہ تمتع کرنا حرام ہے، لیکن حضرت مقداد بن اسود نے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ سختی کے ساتھ تمتع سے روکتے تھے [2]

ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج افراد پر اس لیے برانگیختہ کرتے ہوں تاکہ ایک سفر میں حج کرنے والا صرف حج کرے اور عمرہ کے لیے دوبارہ سفر کرے اس طرح اس کو حج اور عمرہ کے لیے زیادہ مشقت کرنی پڑے گی اور ایک سفر میں حج اور عمرہ کرنے کی بہ نسبت اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہے۔

علامہ سرخسی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمتع سے اس لیے منع کرتے تھے کہ وہ حج کے مہینوں کے علاوہ بیت اللہ کے زائرین سے خالی ہونے کو مکروہ جانتے تھے اس لیے وہ کہتے تھے کہ لوگ عمرہ کے لیے حج کے مہینوں کے علاوہ بالقصد سفر کر کے آئیں تاکہ بیت اللہ زائرین سے کسی وقت خالی نہ ہو نہ یہ کہ ان کے نزدیک تمتع مکروہ تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صبی بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے حج اور عمرہ کو اپنے اوپر واجب پایا۔ میں نے قِران کا احرام باندھا پھر میری بعض صحابہ سے ملاقات ہوئی جن میں زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ بھی تھے ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا یہ شخص اونٹ سے زیادہ گمراہ ہے۔ پھر میری حضرت عمر بن الخطاب سے ملاقات ہوئی میں نے حضرت عمر سے یہ بیان کیا حضرت عمر نے فرمایا ان دونوں نے جو کہا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا ہے [3]

یہ حدیث اختصار کے ساتھ سنن ابوداؤد میں ہے [4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۳۱ھ

[3] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

بَابُ ۳۶ حَجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کا بیان

۲۸۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ حَاتِمٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْمَدَنِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلَ عَنِ الْقَوْمِ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَيَّ فَقُلْتُ اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَلِيِّ ابْنِ حُسَيْنٍ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ اِلٰى رَاْسِيْ فَنَزَعَ زِرِّيَ الْاَعْلٰى ثُمَّ نَزَعَ زِرِّيَ الْاَسْفَلَ ثُمَّ وَضَعَ كَفَّهٗ بَيْنَ ثَدْيَيَّ وَاَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ شَابٌّ فَقَالَ مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ اَخِيْ سَلْ عَمَّا شِئْتَ فَسَاَلْتُهٗ وَهُوَ اَعْمٰى وَحَضَرَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ فَقَامَ فِيْ نَسَاجَةٍ مُلْتَحِفًا بِهَا كُلَّمَا وَضَعَهَا عَلٰى مَنْكِبِهٖ رَجَعَ طَرَفَاهَا اِلَيْهِ مِنْ صِغَرِهَا وَرِدَآؤُهٗ اِلٰى جَنْبِهٖ عَلَى الْمِشْجَبِ فَصَلّٰى بِنَا فَقُلْتُ اَخْبِرْنِيْ عَنْ حَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِيَدِهٖ فَعَقَدَ تِسْعًا فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ تِسْعَ سِنِيْنَ لَمْ يَحُجَّ ثُمَّ اُذِّنَ فِي النَّاسِ فِي الْعَاشِرَةِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجٌّ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ بَشَرٌ كَثِيْرٌ كُلُّهُمْ يَلْتَمِسُ اَنْ يَّاْتَمَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلَ مِثْلَ عَمَلِهٖ فَخَرَجْنَا مَعَهٗ حَتّٰى اَتَيْنَا ذَا الْحُلَيْفَةِ فَوَلَدَتْ اَسْمَآءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ مُحَمَّدَ ابْنَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَرْسَلَتْ

جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت جابر نے سب لوگوں کا حال دریافت کیا جب میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) ہوں۔ حضرت جابر نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میرے سر پر ہاتھ رکھا اور پہلے میری قمیص کا اوپر کا بٹن کھولا اور پھر نیچے کا بٹن کھولا، پھر اپنی ہتھیلی میرے سینہ پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھی، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا، پھر فرمایا: اے بھتیجے مرحبا! جو چاہو دریافت کرو، میں نے حضرت جابر سے کچھ سوالات کیے، حضرت جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے، اتنے میں نماز کا وقت آگیا اور حضرت جابر ایک چادر اوڑھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت جابر جب بھی چادر کے دونوں پلوؤں کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو چادر کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ پلو نیچے گر جاتے اور ان کے بائیں جانب ایک چادر کھونٹی پر ٹنگی ہوئی تھی۔ حضرت جابر نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر میں نے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت جابر نے اپنے ہاتھ سے نو کا اشارہ کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نو سال تک مدینہ رہے اور حج نہیں کیا، پھر دسویں سال اعلان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کو جانے والے ہیں۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے اور وہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا چاہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر جانا چاہتے تھے تاکہ حج کے افعال میں آپ کی اقتداء کریں۔ ہم سب لوگ آپ کے ساتھ گئے جب ذوالحلیفہ پہنچے

إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَصْنَعُ قَالَ اغْتَسِلِيْ وَ اسْتَثْفِرِيْ بِثَوْبٍ وَّ أَحْرِمِيْ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَآءَ حَتّٰى إِذَا اسْتَوَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ عَلَى الْبَيْدَآءِ نَظَرْتُ إِلٰى مَدِّ بَصَرِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ رَّاكِبٍ وَّ مَاشٍ وَّ عَنْ يَمِيْنِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ وَعَنْ يَسَارِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ وَمِنْ خَلْفِهٖ مِثْلَ ذٰلِكَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا وَعَلَيْهِ يَنْزِلُ الْقُرْاٰنُ وَهُوَ يَعْرِفُ تَأْوِيْلَهٗ وَمَا عَمِلَ مِنْ شَيْءٍ عَمِلْنَا بِهٖ فَأَهَلَّ بِالتَّوْحِيْدِ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَأَهَلَّ النَّاسُ بِهٰذَا الَّذِيْ يُهِلُّوْنَ بِهٖ فَلَمْ يَرُدْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مِّنْهُ وَلَزِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلْبِيَتَهٗ قَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَسْنَا نَنْوِيْ إِلَّا الْحَجَّ لَسْنَا نَعْرِفُ الْعُمْرَةَ حَتّٰى إِذَا أَتَيْنَا الْبَيْتَ مَعَهٗ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَّ مَشٰى أَرْبَعًا ثُمَّ تَقَدَّمَ إِلٰى مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ فَقَرَأَ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى فَجَعَلَ الْمَقَامَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَكَانَ أَبِيْ يَقُوْلُ وَلَا أَعْلَمُهٗ ذَكَرَهٗ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ قُلْ هُوَ

تو اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا غسل کرو اور ایک کپڑے کا لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے یہاں تک کہ جب اونٹنی مقام بیداء میں سیدھی کھڑی ہوگئی تو میں نے منتہائے نظر تک اپنے آگے دیکھا تو مجھے سوار اور پیادے نظر آرہے تھے۔ اور دائیں اور بائیں جانب اور میرے پیچھے لوگوں کا ہجوم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تھے۔ آپ پر قرآن نازل ہوتا تھا اور اس کی مراد کو آپ ہی خوب جانتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو عمل کرتے تھے ہم بھی وہی عمل کرتے تھے، آپ نے توحید کے ساتھ تلبیہ پڑھا لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک۔ لوگوں نے بھی اسی طرح تلبیہ کے کلمات ادا کیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تلبیہ پر کچھ زیادتی نہیں کی اور یہی تلبیہ پڑھتے رہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صرف حج کی نیت کرتے تھے، ہم عمرہ کو نہیں جانتے تھے، جب ہم آپ کے ساتھ بیت اللہ پہنچے تو آپ نے رکن کی تعظیم کی پھر آپ نے طواف کے تین چکروں میں رمل کیا اور چار میں معمول کے مطابق طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر آئے اور یہ آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں قل ھو اللہ احد اور قل یا ایھا الکافرون کی قرأت کی۔ پھر آپ نے رکن کے پاس جا کر اس کی تعظیم کی، پھر صفا کے قریب جو (بیت اللہ کا) دروازہ ہے اس سے نکل کر

اللّٰهُ اَحَدٌ وَقُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الرُّكْنِ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْبَابِ اِلَى الصَّفَا فَلَمَّا دَنَا مِنَ الصَّفَا قَرَاَ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اَبْدَاُ بِمَا بَدَاَ اللّٰهُ بِهٖ فَبَدَاَ بِالصَّفَا فَرَقِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى رَاَى الْبَيْتَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَوَحَّدَ اللّٰهَ وَكَبَّرَهٗ وَقَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ ثُمَّ دَعَا بَيْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ مِثْلَ هٰذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَزَلَ اِلَى الْمَرْوَةِ حَتّٰى انْصَبَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ سَعٰى حَتّٰى اِذَا صَعِدَتَا مَشٰى حَتّٰى اَتَى الْمَرْوَةَ فَفَعَلَ عَلَى الْمَرْوَةِ كَمَا فَعَلَ عَلَى الصَّفَا حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ طَوَافِهٖ عَلَى الْمَرْوَةِ فَقَالَ لَوْ اَنِّيْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمْ اَسُقِ الْهَدْيَ وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ لَيْسَ مَعَهٗ هَدْيٌ فَلْيَحِلَّ وَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً فَقَامَ سُرَاقَةُ ابْنُ جُعْشُمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِعَامِنَا هٰذَا اَمْ لِاَبَدٍ فَشَبَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَابِعَهٗ وَاحِدَةً فِي الْاُخْرٰى وَقَالَ دَخَلَتِ الْعُمْرَةُ فِي الْحَجِّ مَرَّتَيْنِ لَا بَلْ لِاَبَدِ اَبَدٍ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ بِبُدْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ

کوہ صفا پر گئے جب صفا پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ پھر آپ نے فرمایا میں وہاں سے ابتداء کروں گا جہاں سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے، پھر آپ نے صفا سے ابتداء کی اور صفا پر چڑھے۔ آپ نے بیت اللہ کو دیکھا اور قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی بزرگی بیان کی، اور فرمایا: (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اسی کا ملک ہے اور اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں وہ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اس نے تنہا تمام لشکروں کو شکست دی، اس کے بعد آپ نے دعا کی اور یہ کلمات تین مرتبہ کہے۔ پھر آپ مروہ کی طرف اترے اور جب آپ کے قدم مبارک وادی میں پہنچ گئے تو پھر آپ نے سعی کی (یعنی دوڑے) حتیٰ کہ جب ہم چڑھ گئے تو پھر آپ آہستہ چلنے لگے۔ حتیٰ کہ مروہ پر پہنچے اور مروہ پر بھی وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا جب مروہ کا آخری چکر ہوا تو فرمایا جس چیز کی طرف میں بعد میں متوجہ ہوا اگر اس کی طرف پہلے متوجہ ہو جاتا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا اور اس احرام کو عمرہ کر دیتا، پس تم میں سے جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے اور اس کو عمرہ کا احرام کر دے، یہ سن کر حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ حکم اس سال کے لیے ہے یا یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دوبارہ فرمایا: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا حضرت علی یمن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے کر آئے اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ بھی ان لوگوں میں سے تھیں جو حلال ہو چکے تھے، انھوں نے رنگین کپڑے

فَاطِمَةَ مِمَّنْ حَلَّ وَلَبِسَتْ ثِيَابًا صَبِيغًا وَاكْتَحَلَتْ فَأَنْكَرَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ إِنَّ أَبِي أَمَرَنِي بِهٰذَا قَالَ فَكَانَ عَلِيٌّ يَقُولُ بِالْعِرَاقِ فَذَهَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَرِّشًا عَلَى فَاطِمَةَ لِلَّذِي صَنَعَتْ مُسْتَفْتِيًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا ذَكَرَتْ عَنْهُ فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي أَنْكَرْتُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا فَقَالَ صَدَقَتْ صَدَقَتْ مَاذَا قُلْتَ حِينَ فَرَضْتَ الْحَجَّ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُهِلُّ بِمَا أَهَلَّ بِهِ رَسُولُكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ فَلَا تَحِلَّ قَالَ فَكَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي قَدِمَ بِهِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً قَالَ فَحَلَّ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَقَصَّرُوا إِلَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ تَوَجَّهُوا إِلَى مِنًى فَأَهَلُّوا بِالْحَجِّ وَرَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ مَكَثَ قَلِيلًا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَمَرَ بِقُبَّةٍ مِنْ شَعْرٍ تُضْرَبُ لَهُ بِنَمِرَةَ فَسَارَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَشُكُّ قُرَيْشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تَصْنَعُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَجَازَ رَسُولُ اللّٰهِ

پہنے ہوئے تھے اور آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا تھا۔ حضرت علی نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت فاطمہ نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حکم دیا تھا، حضرت علی عراق میں یہ کہہ رہے تھے کہ میں حضرت فاطمہ کے احرام کھولنے کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور حضرت فاطمہ نے جو مجھے بتایا تھا اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اپنے اعتراض کا ذکر کیا اور آپ سے اس بارے میں مسئلہ پوچھا: آپ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے، سچ کہا ہے۔ جب تم نے حج کی نیت کی تھی تو کیا کہا تھا؟ حضرت علی نے کہا میں نے یہ نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس ہدی ہے تم حلال نہ ہونا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت علی جو یمن سے اونٹ لائے تھے اور جو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سب مل کر سو ہو گئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر سب لوگ حلال ہو گئے۔ اور انھوں نے بال کاٹ لیے، ماسوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کے جن کے پاس ہدی تھی جب آٹھ ذوالحج ہوئی تو ان لوگوں نے منیٰ جا کر احرام باندھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوار ہوئے اور منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں، پھر تھوڑی دیر ٹھہرے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے۔ قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر حرام میں ٹھہریں گے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذر کر عرفات میں پہنچے وہاں آپ نے مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا، پھر آپ نے اپنی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتٰى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهٗ بِنَمِرَةَ فَنَزَلَ بِهَا حَتّٰى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقَصْوَاءِ فَرُحِلَتْ لَهٗ فَأَتٰى بَطْنَ الْوَادِي فَخَطَبَ النَّاسَ وَقَالَ إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوعٌ وَدِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَإِنَّ أَوَّلَ دَمٍ أَضَعُ مِنْ دِمَائِنَا دَمُ ابْنِ رَبِيعَةَ ابْنِ الْحَارِثِ كَانَ مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهٗ هُذَيْلٌ وَرِبَا الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ وَأَوَّلُ رِبًا أَضَعُ رِبَانَا رِبَا عَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَإِنَّهٗ مَوْضُوعٌ كُلُّهٗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَإِنَّكُمْ أَخَذْتُمُوهُنَّ بِأَمَانِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ وَلَكُمْ عَلَيْهِنَّ أَنْ لَا يُوطِئْنَ فُرُشَكُمْ أَحَدًا تَكْرَهُونَهٗ فَإِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوهُنَّ ضَرْبًا غَيْرَ مُبَرِّحٍ وَلَهُنَّ عَلَيْكُمْ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَقَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهٗ إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تُسْأَلُونَ عَنِّي فَمَا أَنْتُمْ قَائِلُونَ قَالُوا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ

اونٹنی) قصواء کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے بطن وادی میں آکر لوگوں کو خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا تمہاری جانیں اور تمہارے مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جیسے اس شہر اور اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے۔ سنو! زمانہ جاہلیت کی ہر چیز میرے ان قدموں کے نیچے پامال ہے۔ زمانہ جاہلیت کے ایک دوسرے پر خون پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنا خون معاف کرتا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے وہ بنو سعد میں دودھ پیتا بچہ تھا جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے تمام سود پامال ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے سود کو چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں اور وہ حضرت ابن عباس بن عبد المطلب کا سود ہے ان کا تمام سود چھوڑ دیا گیا ہے، تم لوگ عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ تم لوگوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان میں لیا ہے تم نے اللہ تعالیٰ کے کلمہ (نکاح) سے ان کی شرمگاہوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جس کا آنا تمہیں ناگوار ہو، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان کو اس پر ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے! اور ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم اپنی حیثیت کے مطابق ان کو خوراک اور لباس فراہم کرو، میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ ہے، تم لوگوں سے قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے! سب نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور حق رسالت ادا کر دیا اور آپ نے امت کی خیر خواہی کی پھر آپ نے انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: اے اللہ گواہ ہو جا۔ پھر اذان اور اقامت

أَدَّيْتَ وَنَصَحْتَ فَقَالَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى السَّمَاءِ وَيَنْكُتُهَا إِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَى الْمَوْقِفَ فَجَعَلَ بَطْنَ نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ إِلَى الصَّخَرَاتِ وَجَعَلَ حَبْلَ الْمُشَاةِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَذَهَبَتِ الصُّفْرَةُ قَلِيلًا حَتّٰى غَابَتِ الْقُرْصُ وَأَرْدَفَ أُسَامَةَ خَلْفَهُ وَدَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَنَقَ لِلْقَصْوَاءِ الزِّمَامَ حَتّٰى إِنَّ رَأْسَهَا لَيُصِيبُ مَوْرِكَ رَحْلِهِ وَيَقُولُ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى أَيُّهَا النَّاسُ السَّكِينَةَ السَّكِينَةَ كُلَّمَا أَتٰى جَبَلًا مِنَ الْجِبَالِ أَرْخٰى لَهَا قَلِيلًا حَتّٰى تَصْعَدَ حَتّٰى أَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى بِهَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ بِأَذَانٍ وَاحِدٍ وَإِقَامَتَيْنِ وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا شَيْئًا ثُمَّ اضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى طَلَعَ الْفَجْرُ فَصَلَّى الْفَجْرَ حِينَ تَبَيَّنَ لَهُ الصُّبْحُ بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ ثُمَّ رَكِبَ الْقَصْوَاءَ حَتّٰى أَتَى الْمَشْعَرَ الْحَرَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَدَعَاهُ وَكَبَّرَهُ وَهَلَّلَهُ وَوَحَّدَهُ فَلَمْ يَزَلْ وَاقِفًا حَتّٰى أَسْفَرَ

ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہیں پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر موقف گئے اور آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کا پیٹ پتھروں کی جانب کر دیا اور ایک ڈنڈی کو اپنے سامنے کر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، تھوڑی تھوڑی زردی جاتی رہی اور سورج کی ٹکیا غائب ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھایا اور واپس لوٹے اور قصواء اونٹنی کی مہار اس قدر کھینچی ہوئی تھی کہ اس کا سر کجاوے کے اگلے حصہ سے لگ رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ کے اشارے سے لوگوں کو آہستہ چلنے کی تلقین کرتے، جب راستے میں کوئی پہاڑی آجاتی تو آپ اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دیتے تاکہ اونٹنی (آسانی سے) چڑھ سکے۔ حتیٰ کہ آپ مزدلفہ پہنچے وہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی اور ان دونوں فرضوں کے درمیان نفل بالکل نہیں پڑھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہو گئی، جب صبح کی روشنی پھیل گئی تو آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی پھر آپ قصواء اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر حرام پہنچے، قبلہ کی طرف منہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہا، اور روشنی اچھی طرح پھیلنے تک وہیں ٹھہرے رہے اور طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے لوٹ گئے حضرت فضل ابن عباس کو آپ نے اپنے پیچھے بٹھایا۔ حضرت فضل کے بال خوبصورت تھے، گورا رنگ تھا اور وہ ایک خوبصورت نوجوان تھے۔ جب آپ روانہ ہوئے تو عورتوں کی ایک جماعت بھی جا رہی تھی ایک ایک

جِدًّا فَدَفَعَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَاَرْدَفَ الْفَضْلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا وَكَانَ رَجُلًا حَسَنَ الشَّعْرِ اَبْيَضَ وَسِيمًا فَلَمَّا دَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ ظُعُنٌ يَجْرِينَ فَطَفِقَ الْفَضْلُ يَنْظُرُ اِلَيْهِنَّ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلٰى وَجْهِ الْفَضْلِ فَحَوَّلَ الْفَضْلُ وَجْهَهُ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ يَنْظُرُ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ عَلٰى وَجْهِ الْفَضْلِ فَصَرَفَ وَجْهَهُ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ يَنْظُرُ حَتّٰى اَتٰى بَطْنَ مُحَسِّرٍ فَحَرَّكَ قَلِيلًا ثُمَّ سَلَكَ الطَّرِيقَ الْوُسْطٰى الَّتِي تَخْرُجُ عَلَى الْجَمْرَةِ الْكُبْرٰى حَتّٰى اَتَى الْجَمْرَةَ الَّتِي عِنْدَ الشَّجَرَةِ فَرَمَاهَا بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ مِنْهَا مِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ رَمٰى مِنْ بَطْنِ الْوَادِي ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمَنْحَرِ فَنَحَرَ ثَلَاثًا وَسِتِّينَ بِيَدِهِ ثُمَّ اَعْطٰى عَلِيًّا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَاَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ ثُمَّ اَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبُضْعَةٍ فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ فَطُبِخَتْ فَاَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا وَشَرِبَا مِنْ مَرَقِهَا ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ اِلَى الْبَيْتِ فَصَلّٰى بِمَكَّةَ الظُّهْرَ فَاَتٰى بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَسْقُونَ عَلٰى زَمْزَمَ فَقَالَ انْزِعُوا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَوْلَا اَنْ يَغْلِبَكُمُ النَّاسُ عَلٰى سِقَايَتِكُمْ لَنَزَعْتُ مَعَكُمْ فَنَاوَلُوهُ دَلْوًا فَشَرِبَ مِنْهُ۔

اونٹ پر ایک ایک عورت سوار تھی۔ حضرت فضل ان کی جانب دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا، حضرت فضل اپنا منہ دوسری طرف کر کے دیکھنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ان کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا یہاں تک کہ بطن محسر میں پہنچ گئے، آپ نے اونٹنی کو ذرا تیز چلایا اور جمرہ کبریٰ جانے والی درمیانی راہ اختیار کی اور درخت کے قریب جو جمرہ ہے اس کے پاس پہنچے اور سات کنکریاں ماریں۔ ہر ایک کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، یہ وہ کنکریاں تھیں جن کو چٹکی سے پکڑ کر پھینکا جاتا ہے آپ نے وادی کے درمیان سے کنکریاں ماریں، پھر آپ منیٰ گئے اور وہاں تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نحر (قربان) کیا، پھر باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نحر کے لیے دیے، آپ نے حضرت علی کو اپنی ہدی میں شریک کر لیا تھا پھر آپ نے حکم دیا کہ ہر قربانی سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر ہانڈی میں ڈال کر پکایا جائے پھر آپ اور حضرت علی دونوں نے اس گوشت کو کھایا اور اس کا شوربہ پیا۔ اس کے بعد آپ سوار ہوئے اور طواف افاضہ فرمایا۔ آپ نے ظہر کی نماز مکہ مکرمہ میں پڑھی اور آپ بنو عبدالمطلب کے پاس گئے وہ لوگ زمزم پر پانی پلا رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے بنو عبدالمطلب! پانی بھرو! اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ لوگ تمہاری پانی کی خدمت پر غالب آجائیں گے (یعنی تم سے یہ منصب چھین لیں گے) تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی بھرتا، انھوں نے ایک ڈول آپ کو دیا اور آپ نے اس سے پانی پیا۔

۲۸۴۷ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا جَعْفَرُ ابْنُ

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے

مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ اَتَیْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ حَجَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ حَاتِمِ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ وَکَانَتِ الْعَرَبُ یَدْفَعُ بِهِمْ اَبُوْسَیَّارَةَ عَلٰی حِمَارٍ عُرْیٍ فَلَمَّا اَجَازَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ بِالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ لَمْ تَشُكَّ قُرَیْشٌ اَنَّهٗ سَیَقْتَصِرُ عَلَیْهِ وَیَكُوْنُ مَنْزِلَتُهٗ ثُمَّ فَاَجَازَ وَلَمْ یَعْرِضْ لَهٗ حَتّٰی اَتٰی عَرَفَاتٍ فَنَزَلَ۔

پاس گیا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے حاتم بن اسماعیل کی طرح مثل سابق حدیث بیان کی اس میں یہ مزید بیان کیا کہ عرب کا دستور تھا کہ ابوسیارہ نامی ایک آدمی گدھے کی ننگی پشت پر سوار ہو کر انھیں مزدلفہ سے واپس لاتا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ سے مشعر حرام کی طرف بڑھ گئے تو قریش کو یقین ہو گیا کہ آپ مشعر حرام میں قیام فرمائیں گے اور وہیں آپ کا پڑاؤ ہوگا، مگر آپ اس سے بھی آگے بڑھ گئے اور اس جگہ پر کوئی توجہ نہیں کی حتی کہ آپ میدان عرفات پہنچ کر اترے۔

۲۸۴۸۔ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ حَدِیْثِهٖ ذٰلِكَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحَرْتُ هٰهُنَا وَمِنًی كُلُّهَا مَنْحَرٌ فَانْحَرُوْا فِیْ رِحَالِكُمْ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَوَقَفْتُ هٰهُنَا وَجَمْعٌ كُلُّهَا مَوْقِفٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہاں نحر کیا ہے اور منیٰ ساری کی ساری نحر کی جگہ ہے لہٰذا جس جگہ اترو وہیں نحر کرو۔ میں نے یہاں قیام کیا ہے اور (میدان) عرفات سارا کا سارا قیام کی جگہ ہے اور مشعر حرام اور مزدلفہ سب قیام کے مقامات ہیں اور میں نے بھی یہیں قیام کیا ہے۔

۲۸۴۹۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ اَتَی الْحَجَرَ فَاسْتَلَمَهٗ ثُمَّ مَشٰی عَلٰی یَمِیْنِهٖ فَرَمَلَ ثَلَاثًا وَّمَشٰی اَرْبَعًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ آئے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر دائیں جانب گئے اور تین طوافوں میں رمل کیا اور چار میں حسب معمول چل کر طواف کیا۔

۲۸۵۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اور ان سے مناسبت رکھنے والے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے، اور خود کو حمس کہتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ قُرَيْشٌ وَّمَنْ دَانَ دِيْنَهَا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ وَكَانُوْا يُسَمُّوْنَ الْحُمْسَ وَكَانَ سَائِرُ الْعَرَبِ يَقِفُوْنَ بِعَرَفَةَ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ اَمَرَ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّاْتِيَ عَرَفَاتٍ فَيَقِفَ بِهَا ثُمَّ يُفِيْضَ مِنْهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ۔

اور باقی عرب عرفہ میں قیام کرتے تھے، جب دین اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عرفات میں آکر وقوف فرمائیں اور وہیں سے لوٹیں اللہ تعالیٰ کے فرمان ثم افیضوا من حیث افاض الناس. کا یہی مطلب ہے کہ جس جگہ سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔

۲۸۵۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَتِ الْعَرَبُ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ عُرَاةً اِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ كَانُوْا يَطُوْفُوْنَ عُرَاةً اِلَّا اَنْ تُعْطِيَهُمُ الْحُمْسُ ثِيَابًا فَيُعْطِي الرِّجَالُ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءُ النِّسَاءَ وَكَانَتِ الْحُمْسُ لَا يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ وَكَانَ كُلُّهُمْ يَبْلُغُوْنَ عَرَفَاتٍ قَالَ هِشَامٌ فَحَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ الْحُمْسُ هُمُ الَّذِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْهِمْ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُفِيْضُوْنَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَّكَانَ الْحُمْسُ يُفِيْضُوْنَ مِنَ الْمُزْدَلِفَةِ يَقُوْلُوْنَ لَا نُفِيْضُ اِلَّا مِنَ الْحَرَمِ فَلَمَّا نَزَلَتْ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ رَجَعُوْا اِلٰى عَرَفَاتٍ۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حمس (قریش) کے علاوہ باقی عرب بیت اللہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔ حمس قریش اور ان کی اولاد کو کہتے ہیں قریش جن کو کپڑے دیتے تھے ان کے سوا باقی سب برہنہ طواف کرتے تھے۔ مرد، مردوں کو کپڑے تقسیم کرتے تھے اور عورتیں، عورتوں کو کپڑے تقسیم کرتیں تھیں۔ اور حمس مزدلفہ سے آگے نہیں جاتے تھے۔ اور باقی لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حمس وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثم افیضوا من حیث افاض الناس "جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو"۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمس مزدلفہ سے لوٹتے تھے اور باقی عرب عرفات سے۔ حمس کہتے تھے کہ ہم حرم کے سوا اور کسی جگہ سے نہیں لوٹتے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: افیضوا من حیث افاض الناس۔ "جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں وہیں سے لوٹو"۔

۲۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرُ وِالنَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَسَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ جُبَيْرِ ابْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَضْلَلْتُ بَعِيْرًا لِّیْ فَذَهَبْتُ اَطْلُبُهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا مَّعَ النَّاسِ بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذَا لَمِنَ الْحُمْسِ فَمَا شَاْنُهٗ هٰهُنَا وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُحَدُّ مِنَ الْحُمْسِ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک اونٹ گم ہوگیا میں یوم عرفہ کو اس کی تلاش میں نکلا، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ میدانِ عرفات میں کھڑے ہیں، میں نے (دل میں) کہا خدا کی قسم یہ تو حمس (قریش) ہیں، کیا سبب ہے کہ یہ آج یہاں تک آگئے ہیں، قریش حمس میں شمار کیے جاتے تھے۔

ہر شخص سے حسب مرتبہ سلوک کرنا

حدیث نمبر ۲۸۴۶، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل روایت ہے جس میں تفصیل کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی کیفیت کا بیان کیا گیا ہے اس حدیث سے علماء کرام نے ڈیڑھ سو سے زائد فوائد اور مسائل شرعیہ مستنبط کیے ہیں۔ ان مسائل میں سے اکثر پر احادیث سابقہ کی تشریح میں گفتگو ہو چکی ہے اس لیے ہم تکرار سے احتراز کرتے ہوئے صرف بعض مسائل پر گفتگو کریں گے۔ اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انھوں نے ہمارا نام پوچھا اور ہمارے ساتھ شفقت کا سلوک کیا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس مہمان آئیں وہ ان کا حال دریافت کرے اور ان سے ان کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لوگوں سے ان کے مرتبہ کے مطابق پیش آؤ"

نابینا کی امامت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور انھوں نے نماز پڑھائی، اس لیے اس حدیث میں نابینا کے نماز پڑھانے کا بھی ثبوت ہے۔ نابینا کے نماز پڑھانے کے مسئلہ میں علامہ نووی لکھتے ہیں، ہمارے ہاں اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ نابینا کی امامت بینا سے افضل ہے کیونکہ لہو ولعب اور دوسری ناجائز چیزوں کو نہ دیکھنے کی وجہ سے اس کا خشوع زیادہ کامل ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نابینا سے بینا کی امامت افضل ہے کیونکہ بینا ہونے کے سبب وہ نجاستوں سے زیادہ احتراز کرتا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں مساوی ہیں اور یہ تیسرا قول ہمارے اصحاب (شافعیہ) کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ اور امام شافعی نے بھی یہی لکھا ہے[1]

علماء احناف کی اس مسئلہ میں حسب ذیل عبارات ہیں۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں کہ: نابینا کی امامت مکروہ تنزیہ یہی ہے[2]

---

[1] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۵۴۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں کہ: نابینا چونکہ قبلہ کی سمت نہیں متعین کر سکتا اور نہ اپنے کپڑوں کو نجاست سے بچا سکتا ہے اس لیے اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر اس سے افضل شخص نہ ملے تو پھر اس کی امامت میں کوئی کراہت نہیں ہے [1]

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک گئے تو آپ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہما کو امام بنایا تھا [2]

علامہ حلبی لکھتے ہیں: نابینا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست کو نہیں دیکھ سکتا تاکہ اس سے بچ سکے اور کبھی وہ قبلہ سے منحرف ہو جاتا ہے اور اس کو پتا نہیں چلتا۔ باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نابینا کی امامت مکروہ نہیں ہے۔ محیط میں ہے کہ نابینا کی امامت میں کوئی حرج نہیں ہے اور بینا کی امامت اولیٰ ہے۔ امام خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے کہ جب نابینا سے افضل شخص موجود ہو تب نابینا کی امامت مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو امام بنایا اور وہ نابینا تھے [3] (ابوداؤد)۔

رکعاتِ طواف میں شوافع کے اقوال

حدیث مذکور میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان کر لیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف کرنے والا جب طواف سے فارغ ہو تو مقام کے پیچھے طواف کی دو رکعات پڑھے، اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں یا سنت، ہمارے اس میں تین قول ہیں صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات سنت ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دو رکعات واجب ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر طواف واجب ہو تو یہ دو رکعات واجب ہیں اور اگر طواف سنت ہو تو یہ دو رکعات سنت ہیں، اور یہ دو رکعات خواہ سنت ہوں یا واجب ان کے نہ پڑھنے سے طواف باطل نہیں ہوتا، اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو مقام کے پیچھے پڑھے، اگر وہاں میسر نہ ہوں تو حطیم میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی میسر نہ ہوں تو مسجد میں پڑھ لے اور اگر وہاں بھی نہ پڑھ سکے تو مکہ اور تمام حرم میں پڑھ سکتا ہے اور اگر غیر حرم میں کسی جگہ یہ دو رکعات پڑھیں تب بھی جائز ہے لیکن فضیلت نہیں حاصل ہوگی۔ اور جب تک زندہ ہے یہ رکعات طواف پڑھ سکتا ہے، جب وہ کئی طواف کرنا چاہے تو ہر طواف کے بعد دو رکعات پڑھنا مستحب ہے اگر وہ چاہے کہ رکعات طواف پڑھے بغیر متعدد طواف کر لے اور اس کے بعد ہر طواف کی دو رکعات پڑھ لے تو ہمارے اصحاب نے کہا یہ بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور اس کو مکروہ نہیں کہا جائے گا [4]

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ مراقی الفلاح علی ہامش الطحطاوی ص ۱۸۰، مطبوعہ مصر، ۱۳۵۶ھ،
[2] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۰ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ۔
[3] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۷۷ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۰۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ۔
[4] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

رکعاتِ طواف میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: طواف کے بعد مقام ابراہیم پر آکر دو رکعات نماز پڑھو، یا مسجد میں جس جگہ بھی میسر ہو، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہوئے تو آپ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور دو رکعات نماز پڑھی اور روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش آپ مقام ابراہیم میں نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی: "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام کے پاس دو رکعات نماز پڑھی۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد ان دو رکعات کو پڑھنا واجب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولیصل الطائف لکل اسبوع رکعتین "طواف کرنے والا ہر سات پھیروں کے بعد دو رکعات نماز پڑھے"۔ یہ آپ کا امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے نیز اس لیے کہ ایک بار حضرت عمر مکہ سے نکلنے کے بعد طواف کی دو رکعات پڑھنا بھول گئے۔ جب وہ مقام ذی طوی پر پہنچے تو دو رکعات نماز پڑھی اور کہا یہ دو رکعات طواف کی دو رکعتوں کے بدلہ میں ہیں، امام محمد نے کہا ہے کہ یہ دو رکعات مسجد میں بھی پڑھ سکتا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ مقام کے پاس بھیڑ زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہاں رکعات طواف پڑھنے کے لیے مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور تمام مسجد نماز پڑھنے کی جگہ ہے، اس لیے جہاں آسانی ہو نماز پڑھ لے[1]

علامہ نووی شافعی اور علامہ سرخسی کی عبارات سے یہ واضح ہوا کہ شوافع کے نزدیک رکعاتِ طواف میں تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک رکعات طواف واجب ہیں اور اس میں اتفاق ہے کہ رکعاتِ طواف اگر مسجد میں نہ پڑھی جا سکیں تو خارج حرم بھی پڑھی جا سکتی ہیں اور یہ قضا نہیں ہوتیں۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب

حدیث مذکور میں ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر گئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ۔ "اور جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء کی ہے (یعنی صفا سے) آپ نے بھی اس سے ابتداء کی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ کی سعی میں صفا سے ابتداء کرنا چاہیے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور ائمہ کا یہی نظریہ ہے۔ سنن نسائی میں اسناد صحیح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ اللہ نے ابتداء کی ہے اس سے ابتداء کرو۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ صفا اور مروہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور دعا مانگے اور اس کا تین بار تکرار کرے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت سے ملنے کے لیے آنے کا حکم

اس حدیث میں یہ ہے کہ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی سزا دو جس سے چوٹ نہ لگے۔ علامہ مازری کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں مردوں سے خلوت میں نہ ملیں اس سے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

آپ کی مراد زنا نہیں ہے، کیونکہ زنا سے حد واجب ہوتی ہے، خواہ جس کے ساتھ یہ فعل ہو اس کو عورت کا شوہر پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ عورتوں کے ساتھ باتیں کرتے تھے اس کو وہ عیب سمجھتے تھے نہ اس پر برا مناتے تھے نہ کوئی شک وشبہ کرتے تھے اور جب پردے کے احکام نازل ہوئے تو ان کو پرائی عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے سے روک دیا گیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عورتیں ان لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت نہ دیں جن کے گھر میں آنے اور ان کے بیٹھنے کو تم ناپسند کرتے ہو، خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا عورت کے محارم میں سے ہو۔ فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے گھر آنے کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو عورت گھر میں نہ آنے دے خواہ مرد ہو یا عورت محرم ہو یا غیر محرم۔ [1]

البتہ خاوند کو چاہیے کہ وہ عورت کے محارم کو گھر آنے سے نہ روکے۔

حج میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ میں آئے اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھا، عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازوں کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازوں کے حج میں جمع کر کے پڑھنے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ حج کی خصوصیت ہے اور امام شافعی کے نزدیک اس کا سبب سفر شرعی ہے۔ امام ابوحنیفہ چونکہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی وجہ حج قرار دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے نزدیک مکہ کے رہنے والے بھی ان نمازوں کو جمع کر کے پڑھیں گے۔ اور امام شافعی چونکہ نمازوں کو جمع کرنے کا سبب سفر شرعی قرار دیتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک مکہ والے اور جن لوگوں نے مسافت قصر کو طے نہ کیا ہو وہ دو نمازوں کو جمع کر کے نہیں پڑھ سکتے۔ صحیح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کر کے پڑھنا حج کی وجہ سے ہے اور یہ امت کے متواتر عمل سے ثابت ہے۔ اور حج کے علاوہ کسی اور موقع یا کسی اور سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (نساء: ۱۰۳) "مسلمانوں پر ہر نماز اس کے وقت میں فرض کی گئی ہے۔" اور جن احادیث میں حج کے علاوہ کسی سفر میں ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔

امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ نمازوں کو جمع کیا جائے۔ امام طحاوی حنفی کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ دونوں نمازوں کے لیے الگ الگ اذان اور اقامت کی جائے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کہتے ہیں کہ ایک اذان اور ایک اقامت سے دو نمازوں کو جمع کیا جائے۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فرض نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے،

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو پے در پے پڑھنا نمازوں کو جمع کرنے کی شرط ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔

مزدلفہ میں رات گذارنے کا حکم

اس حدیث میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے حتیٰ کہ فجر طلوع ہوئی، پھر صبح کے روشن ہونے کے بعد آپ نے صبح کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرفات سے لوٹنے کے بعد قربانی کی رات مزدلفہ میں گذارنا افعال حج میں سے ہے، اور یہ امر اتفاقی ہے لیکن علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ واجب ہے، رکن ہے یا سنت ہے، امام شافعی کے دو قولوں میں سے صحیح یہ ہے کہ یہ سنت ہے اگر اس کو ترک کر دیا تو گنہ گار ہوگا، اس پر دم لازم ہوگا اور اس کا حج صحیح ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے اس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ ہے نہ اس پر دم واجب ہے، البتہ دم دینا (قربانی کرنا) مستحب ہے، اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ وقوف عرفات کی طرح حج کا رکن ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور سنت یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے تک مزدلفہ میں رہا جائے ماسوا کمزور لوگوں کے، ان کے لیے صبح کی نماز سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہو جانا سنت ہے [1]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ راستہ میں مغرب کی نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ مزدلفہ میں آئے اور جب مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں اترے وہاں امام مغرب اور عشاء کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے، اس کے بعد مزدلفہ میں رات گذارے اور جب فجر طلوع ہو تو منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ کے لیے کوئی چیز بچھائی گئی جس پر آپ نے رات گذاری اور جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت سے پہلے کوئی نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے فجر کی نماز کے جو آپ نے مزدلفہ کی صبح پڑھی کیونکہ آپ نے منہ اندھیرے یہ نماز پڑھی تھی، اور اس لیے بھی کہ ہر چند کہ صبح کی نماز کو تاخیر کے ساتھ پڑھنا ہر جگہ افضل ہے لیکن اس جگہ صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھنا افضل ہے کیونکہ اسفار (تاخیر) کی وجہ سے اس کے بعد والے وقوف میں تاخیر ہو جائے گی۔ اور جب بعد میں وقوف کی وجہ سے عرفات میں عصر کی نماز وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے تو وقوف کی وجہ سے اس کو اول وقت میں پڑھنا زیادہ اولیٰ ہے [2]

مزدلفہ میں رات گذارنے کے بارے میں شوافع کے تین قول ہیں اور احناف کے نزدیک مزدلفہ میں رات گذارنا سنت ہے۔ علامہ شرنبلالی نے اس کو حج کی سنتوں میں شمار کیا ہے [3]۔

بَابُ ۳۶۱ جَوَازِ تَعْلِيقِ الْإِحْرَامِ وَهُوَ أَنْ يُحْرِمَ بِإِحْرَامٍ كَإِحْرَامِ فُلَانٍ

احرام کو معلق کرنے کا بیان

۲۸۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۹۸، مطبوعہ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] - علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] - علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ بمراقی الفلاح ص ۴۴۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۵۶ھ۔

بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنِيْخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ لِيْ حَجَجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّيْكَ بِاِهْلَالٍ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ طُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَحِلَّ قَالَ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَبِالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ اِمْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ قَيْسٍ فَفَلَتْ رَاْسِيْ ثُمَّ اَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ قَالَ فَكُنْتُ اُفْتِيْ بِهِ النَّاسَ حَتّٰى كَانَ فِيْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ قَيْسٍ رُوَيْدَكَ بَعْضَ فُتْيَاكَ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي النُّسُكِ بَعْدَكَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا اَفْتَيْنَاهُ فَتْيَا فَلْيَتَّئِدْ فَاِنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فِيْهِ فَاْتَمُّوْا قَالَ فَقَدِمَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِنْ نَاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّ كِتَابَ اللّٰهِ يَاْمُرُ بِالتَّمَامِ وَاِنْ نَاْخُذْ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى بَلَغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ درآں حالیکہ آپ بطحائے مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے حج کی نیت کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا، جی! آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں نے نیت کی تھی میں اس چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا، اب بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کر کے حلال ہو جاؤ، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا، مروہ کی سعی کی۔ پھر میں بنو قیس کی ایک عورت کے پاس آیا جس نے میرے سر کی جوئیں دیکھیں، پھر میں نے حج کا احرام باندھا اور میں لوگوں کو یہی فتویٰ دیتا تھا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آگیا، مجھ سے ایک شخص نے کہا اے ابو موسیٰ یا اے عبد اللہ بن قیس! یہ فتویٰ دینا چھوڑ دو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد امیر المومنین نے حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر حضرت ابو موسیٰ نے جن لوگوں کو فتوے دیے تھے ان سے کہا ٹھہر جاؤ، امیر المومنین آنے والے ہیں، ان کی پیروی کرنا، راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر ہم کتاب اللہ کی پیروی کریں تو کتاب اللہ ہمیں حج اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیتی ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک ہدی اپنے محل میں نہیں پہنچ گئی۔

۲۸۵۴۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۲۸۵۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنِيْخٌ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَ اَهْلَلْتَ قَالَ قُلْتُ اَهْلَلْتُ بِاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سُقْتَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا قَالَ فَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَحِلَّ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَتَيْتُ امْرَاَةً مِّنْ قَوْمِيْ فَمَشَطَتْنِيْ وَغَسَلَتْ رَاْسِيْ فَكُنْتُ اُفْتِي النَّاسَ بِذٰلِكَ فِيْ اِمَارَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَاِمَارَةِ عُمَرَ فَاِنِّيْ لَقَائِمٌ بِالْمَوْسِمِ اِذْ جَآءَنِيْ رَجُلٌ فَقَالَ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ شَاْنِ النُّسُكِ فَقُلْتُ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كُنَّا اَفْتَيْنَاهُ بِشَيْءٍ فَلْيَتَئِدْ فَهٰذَا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قَادِمٌ عَلَيْكُمْ فِيْهِ فَاْتَمُّوْا فَلَمَّا قَدِمَ قُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَحْدَثْتَ فِيْ شَاْنِ النُّسُكِ قَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَالَ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ وَاِنْ نَاْخُذْ بِسُنَّةِ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى نَحَرَ الْهَدْيَ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ بطحاء مکہ میں اونٹ بٹھائے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا بیت اللہ کا طواف کرو، اور صفا و مروہ کی سعی کرو پھر حلال ہو جاؤ۔ پھر میں نے طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، پھر میں اپنی قوم کی ایک عورت کے پاس آیا اس نے میرے بالوں میں کنگھی کی اور میرا سر دھویا۔ میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے دورِ خلافت میں یہی فتویٰ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ حج کے ایام میں ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی اس نے کہا تمہیں نہیں معلوم کہ امیر المومنین نے حج کے بارے میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں! پھر میں نے اعلان کیا کہ جن لوگوں کو میں نے حج کے بارے میں فتویٰ دیا ہے وہ اس پر عمل نہ کریں کیونکہ امیر المومنین آنے والے ہیں اس معاملے میں تم ان کے احکام پر عمل کرنا، جب امیر المومنین تشریف لائے تو میں نے عرض کیا آپ نے حج کے متعلق کیا حکم نافذ کیا ہے؟ انھوں نے کہا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کریں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اتموا الحج والعمرۃ للہ" (حج اور عمرہ دونوں کو) اللہ کے لیے پورا کرو"۔ اور اگر ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کریں تو آپ اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک آپ نے ہدی کو ذبح نہیں کر دیا۔

۲۸۵۶ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقٍ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تھا اور میں اس سال واپس آیا جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج

ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِیْ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ فَوَافَقْتُہٗ فِی الْعَامِ الَّذِیْ حَجَّ فِیْہِ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا مُوْسٰی کَیْفَ قُلْتَ حِیْنَ اَحْرَمْتَ قَالَ قُلْتُ لَبَّیْکَ اِھْلَالًا کَاِھْلَالِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ھَلْ سُقْتَ ھَدْیًا فَقُلْتُ لَا قَالَ فَانْطَلِقْ فَطُفْ بِالْبَیْتِ وَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ ثُمَّ اَحِلَّ ثُمَّ سَاقَ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ شُعْبَۃَ وَسُفْیَانَ۔

کیا تھا، آپ نے پوچھا اے ابوموسیٰ! تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ میں نے عرض کیا میں نے نیت کی تھی کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احرام ہے وہی میرا احرام ہے آپ نے پوچھا کیا تم نے ہدی روانہ کی ہے؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا جاؤ! بیت اللہ کا طواف کرو، صفا اور مروہ کی سعی کرو، پھر حلال ہو جاؤ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۲۸۵۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یُفْتِیْ بِالْمُتْعَۃِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ رُوَیْدَکَ بِبَعْضِ فُتْیَاکَ فَاِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی النُّسُکِ بَعْدُ حَتّٰی لَقِیَہٗ بَعْدُ فَسَاَلَہٗ فَقَالَ عُمَرُ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَہٗ وَ اَصْحَابُہٗ وَلٰکِنْ کَرِھْتُ اَنْ یَظَلُّوْا مُعْرِسِیْنَ بِھِنَّ فِی الْاَرَاکِ ثُمَّ یَرُوْحُوْنَ فِی الْحَجِّ تَقْطُرُ رُءُوْسُھُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ تمتع کا فتویٰ دیتے تھے، ایک شخص نے ان سے کہا آپ اپنے فتووں کو روک دیں کیونکہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بعد حج میں کیا نئے احکام جاری کیے ہیں حضرت ابوموسیٰ اس کے بعد حضرت عمر سے ملے اور ان سے اس سلسلہ میں سوال کیا حضرت عمر نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ پیلو کے درختوں کے نیچے اپنی عورتوں سے عمل زوجیت کریں اور پھر اس حال میں حج کرنے کے لیے جائیں کہ ان کے سروں سے (غسل جنابت کے سبب) پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں۔!

احرام کو معلق کرنے کی وضاحت

اس باب کی احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام کو معلق کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ تعلیق سے کوئی مانع نہ ہو، بایں طور کہ ایک شخص یہ کہے کہ میں اپنے احرام کو زید کے احرام کی طرح باندھتا ہوں۔ اب اگر زید نے قران کا احرام باندھا ہے تو اس شخص کا احرام قران کا ہوگا اور اگر زید نے تمتع کا احرام باندھا ہے تو اس کا احرام تمتع کا ہوگا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنے اپنے احرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام کی مثل احرام باندھنے کی نیت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اس احرام پر قائم رہنے کا

حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو حکم دیا کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کر دیں۔ اس فرق کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کے ساتھ ہدی تھی اور حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ ہدی نہیں تھی اور قران میں افضل یہ ہے کہ قران کرنے والے نے ہدی روانہ کر دی ہو اور تمتع میں یہ حکم نہیں ہے اس لیے آپ نے حضرت علی کو قران کا حکم دیا اور حضرت ابوموسیٰ کو تمتع کا۔

اس باب کی بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ کے احرام کھولنے کے بعد ان کے قبیلہ کی ایک عورت نے ان کے بالوں میں کنگھی کی اور جوئیں دیکھیں، یہ عورت حضرت ابوموسیٰ کی محرم تھی۔

اس باب کی حدیث نمبر ۲۸۵۷ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور صحابہ نے حج تمتع اور بعض نے حج قران کیا ہے، اس کے باوجود حضرت عمر جو تمتع اور قران سے منع کرتے تھے وہ تحریماً منع نہیں کرتے تھے بلکہ اس کو بعض وجوہ سے خلاف اولیٰ قرار دیتے تھے یہ ان کی اجتہادی خطا تھی ورنہ اولیٰ وہی کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور صحابہ کرام کو جس پر عمل کرنے کا حکم دیا، اس کی مکمل وضاحت ہم سابقہ ابواب میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔

بَابُ ۳۶۲ جَوَازِ التَّمَتُّعِ

حج تمتع کا جواز

۲۸۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ شَقِيْقٍ كَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَأْمُرُ بِهَا فَقَالَ عُثْمَانُ لِعَلِيٍّ كَلِمَةً ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّا قَدْ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا كُنَّا خَآئِفِيْنَ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تمتع کا حکم دیتے تھے، حضرت عثمان نے اس سلسلے میں حضرت علی سے کچھ فرمایا، حضرت علی نے کہا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا ہے حضرت عثمان نے کہا ہاں! لیکن ہم اس وقت خوف زدہ تھے۔

۲۸۵۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۸۶۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ اجْتَمَعَ عَلِيٌّ وَّعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا بِعُسْفَانَ فَكَانَ عُثْمَانُ يَنْهٰى عَنِ

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عثمان دونوں مقام عسفان میں جمع ہوئے، حضرت عثمان (تمتع یا حج کے ایام میں) عمرہ سے منع کرتے تھے حضرت علی نے فرمایا کیا بات ہے آپ اس کام سے منع کر رہے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے؟

الْمُتْعَةِ اَوِ الْعُمْرَةِ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا تُرِيْدُ اِلٰى اَمْرٍ قَدْ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنْهٰى عَنْهُ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنَا مِنْكَ قَالَ اِنِّيْ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَدَعَكَ فَلَمَّا اَنْ رَاٰى عَلِيٌّ ذٰلِكَ اَهَلَّ بِهِمَا جَمِيْعًا۔

حضرت عثمان نے کہا ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو! حضرت علی نے فرمایا میں تم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر جب حضرت علی نے یہ دیکھا تو حج اور عمرہ دونوں کا احرام (ملا کر) باندھا۔

۲۸۶۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ لِاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔

۲۸۶۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَيَّاشٍ الْعَامِرِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لَنَا رُخْصَةٌ يَعْنِي الْمُتْعَةَ فِي الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج تمتع کی ہمارے لیے رخصت تھی۔

۲۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ فُضَيْلٍ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَا تَصْلُحُ الْمُتْعَتَانِ اِلَّا لَنَا خَاصَّةً يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ وَمُتْعَةَ الْحَجِّ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو تمتع، ہمارے ساتھ خاص تھے تمتع بالحج اور تمتع بالنساء۔ (تمتع بالحج کی بحث گذر چکی ہے اور تمتع بالنساء کی بحث انشاء اللہ کتاب النکاح میں آئے گی)۔

۲۸۶۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ قَالَ اَتَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيَّ وَاِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيَّ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَهُمُّ اَنْ اَجْمَعَ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ الْعَامَ فَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ لٰكِنْ اَبُوْكَ لَمْ يَكُنْ لِيَهُمَّ بِذٰلِكَ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا

عبدالرحمن بن ابی الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم نخعی اور ابراہیم تیمی کے پاس گیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اس سال حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کروں۔ ابراہیم نخعی نے کہا لیکن تمہارے والد تو حج اور عمرہ کو ملا کر نہیں کرتے تھے، نیز ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا زمانہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا، انھوں نے ان سے

جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ مَرَّ بِاَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِالرَّبَذَةِ فَذَكَرَ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّمَا كَانَتْ لَنَا خَاصَّةً دُوْنَكُمْ .

اس کا ذکر کیا حضرت ابو ذر نے کہا یہ (حج اور عمرہ کو ملا کر کرنا) ہمارے ساتھ خاص تھا یہ تمہارے لیے نہیں ہے۔

۲۸۶۵ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ الْفَزَارِيِّ قَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ غُنَيْمِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَاَلْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ فَعَلْنَاهَا وَهٰذَا يَوْمَئِذٍ كَافِرٌ بِالْعُرُشِ يَعْنِيْ بُيُوْتَ مَكَّةَ .

غُنَیم ابن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے تمتع کے بارے میں سوال کیا حضرت سعد نے کہا ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ (حضرت معاویہ) اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔

۲۸۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِيْ رِوَايَةٍ يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۲۸۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِهِمَا وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الْمُتْعَةُ فِي الْحَجِّ .

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں تمتع فی الحج کا ذکر ہے۔

۲۸۶۸ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ ابْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنِّيْ لَاُحَدِّثُكَ بِالْحَدِيْثِ الْيَوْمَ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْيَوْمِ وَاعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْمَرَ طَائِفَةً مِّنْ اَهْلِهٖ فِي الْعَشْرِ فَلَمْ تَنْزِلْ اٰيَةٌ تَنْسَخُ ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتّٰى

مطرف کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا آج میں تمہیں ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جس سے اللہ تعالیٰ تمہیں آج کے بعد نفع دیگا جان لو! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خانہ میں سے ایک جماعت کو عشرہ ذی الحج میں تمتع کرایا، پھر اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس نے اس حکم کو منسوخ کیا ہو، نہ (بعد میں) آپ نے ان ایام میں عمرہ کرنے سے منع فرمایا حتی کہ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے،

مَضٰى لِوَجْهِهٖ ارْتَاىٰ كُلُّ امْرِئٍ بَعْدُ مَا شَآءَ اَنْ يَّرْتَاىٰ ۔

اس کے بعد (اس مسئلہ میں) جس شخص نے بھی (اس کے خلاف) کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

(یہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو تعریض ہے)

۲۸۶۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ وَكِيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ ارْتَاىٰ رَجُلٌ بِرَآيِهٖ مَا شَآءَ يَعْنِيْ عُمَرَ ۔

ایک اور سند سے ہے ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا یعنی حضرت عمر نے۔

۲۸۷۰ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّنْفَعَكَ بِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ حَتّٰى مَاتَ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهٗ وَقَدْ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ حَتّٰى اكْتَوَيْتُ فَتَرَكْتُ ثُمَّ تَرَكْتُ الْكَيَّ فَعَادَ ۔

مطرف کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین نے مجھ سے فرمایا: میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے فائدہ پہنچائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اور پھر اس سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، نہ قرآن مجید میں اس کی تحریم کا کوئی حکم نازل ہوا، اور مجھ پر اس وقت تک (فرشتے) سلام کرتے تھے جب تک میں نے (علاج کے لیے) داغ نہیں لگوایا تھا اور جب میں نے (مرض کی شدت کی وجہ سے) داغ لگوا لیا تو یہ سلام موقوف ہو گیا اور جب داغ لگوانے کو چھوڑ دیا تو یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا (یعنی فرشتوں کی طرف سے سلام اس وقت پڑھا جاتا ہے جب مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں اس لیے تمتع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے منع نہیں کرنا چاہیے۔ یاد رہے کہ تمتع اور قران کا اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے، صحابہ ان میں فرق نہیں کرتے تھے)۔

۲۸۷۱ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا

ایک اور سند سے بھی حضرت عمران کی یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ قَالَ لِيْ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُعَاذٍ۔

مطرف کہتے ہیں کہ جب حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا وصال ہو گیا تو انھوں نے مجھے بلوایا اور فرمایا میں تمہیں چند احادیث بیان کروں گا شاید اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے میرے بعد فائدہ پہنچائے اگر میں زندہ رہ گیا تو ان کو تم مجھ سے روایت نہ کرنا اور اگر میں مر گیا تو اگر تم چاہو تو بیان کر دینا، مجھ پر (فرشتوں کا) سلام پڑھا گیا اور جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا، پھر اللہ کی کتاب میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس میں اس سے منع کیا ہو، اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا، اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ بَعَثَ إِلَيَّ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ إِنِّيْ كُنْتُ مُحَدِّثُكَ بِأَحَادِيْثَ لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَنْفَعَكَ بِهَا بَعْدِيْ فَإِنْ عِشْتُ فَاكْتُمْ عَنِّيْ وَإِنْ مِتُّ فَحَدِّثْ بِهَا إِنْ شِئْتَ أَنَّهُ قَدْ سُلِّمَ عَلَيَّ وَاعْلَمْ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيْهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ فِيْهَا بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا پھر کتاب اللہ میں ایسا کوئی حکم نازل نہیں ہوا جس میں اس سے روکا ہو۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ حَجٍّ وَعُمْرَةٍ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ فِيْهَا كِتَابٌ وَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيْهَا رَجُلٌ بِرَأْيِهِ مَا شَاءَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا اور اس کی ممانعت میں قرآن مجید میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

۲۸۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا اور اس کی ممانعت میں قرآن مجید میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ اور جس شخص نے (اس کے خلاف) جو کہا وہ محض اپنی رائے سے کہا۔

الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ فِيهَا بِرَأْيِهِ مَا شَآءَ۔

۲۸۷۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَاسِعٍ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ تَمَتَّعَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَتَّعْنَا مَعَهُ۔

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تمتع کیا۔

۲۸۷۶۔ وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ قَالَ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتْعَةِ فِي كِتَابِ اللهِ يَعْنِي مُتْعَةَ الْحَجِّ وَأَمَرَنَا بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَمْ تَنْزِلْ آيَةٌ تَنْسَخُ آيَةَ مُتْعَةِ الْحَجِّ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى مَاتَ قَالَ رَجُلٌ بِرَأْيِهِ بَعْدُ مَا شَآءَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تمتع کی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا، پھر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی۔ جس نے حج تمتع کو منسوخ کر دیا ہو، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، اس کے بعد ایک شخص نے جو چاہا اپنی رائے سے (اس کے خلاف) کہہ دیا۔

۲۸۷۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ الْقَصِيرِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَفَعَلْنَاهَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ وَأَمَرَنَا بِهَا۔

ایک اور سند سے یہ روایت معمولی تغیر کے ساتھ مروی ہے۔

تمتع کے بارے میں حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے مذاکرہ کی تفصیل

حدیث نمبر ۲۸۵۸ میں ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تمتع سے منع کرتے تھے، اس کی تشریح میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کا تمتع سے منع کرنا ان کے اجتہاد کی وجہ سے تھا اور وہ تنزیہاً منع کرتے تھے تحریماً منع نہیں کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک افراد، تمتع اور قران سے افضل تھا، حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے ان سے اس مسئلہ میں بحث کی اور فرمایا تم جانتے ہو کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع (قران) کیا ہے، حضرت عثمان نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم اس وقت خوف زدہ تھے، شاید حضرت عثمان کی مراد سات ہجری کا عمرۂ قضاء تھا کیونکہ مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا اس کے بعد کوئی تصور بھی نہیں تھا، دس ہجری میں حج تمتع ہوا ہے اور اس وقت مسلمانوں کے خوف زدہ ہونے کا کوئی تصور نہیں تھا چونکہ حضرت عثمان کے جواب سے حضرت علی کا سوال نہیں اٹھتا تھا اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے جواب کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا اور ان سے اس مسئلہ میں بحث کی حضرت عثمان نے کہا مجھے چھوڑ دو حضرت علی نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑ سکتا اور حضرت عثمان کے منع کرنے کے باوجود قران کا احرام باندھا اس سے معلوم ہوا کہ علمی مسائل میں مذاکرہ اور مناظرہ کرنا چاہیے۔ دینی مسائل میں تبلیغ کرنی چاہیے۔ حاکم وقت اگر اپنے اجتہاد سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کوئی حکم دے تو حاکم کے منصب کی پرواہ کیے بغیر تمام لوگوں کو سنت رسول پر عمل کی دعوت دینی چاہیے، ان احادیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ پیغام حق سنانے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور شیعہ حضرات کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف تقیہ کی نسبت کرنا بالکل باطل اور مردود ہے، اسی طرح یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی کے نزدیک قران افراد سے افضل تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا تھا اور حضرت عثمان کے نزدیک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج قران ہی تھا کیونکہ حضرت عثمان نے قران کی تاویل کی انکار نہیں کیا (یاد رہے کہ صحابہ کرام قران پر بھی تمتع کا اطلاق کرتے تھے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور یہ قران ہے، قران اور تمتع میں اصطلاحی فرق بعد کی اصطلاح ہے)

حج کے احرام کو فسخ کرنے کی صحابہ کے ساتھ خصوصیت

حدیث نمبر ۲۸۶۱ سے ۲۸۶۳ تک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ تمتع بالحج صحابہ کے ساتھ خاص تھا: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کرنا صحابہ کے ساتھ خاص تھا۔ ائمہ ثلاثہ کا یہی نظریہ ہے۔ امام احمد کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے چند صفحات پہلے ہم اس موضوع پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں۔ ان روایات میں تمتع بالنکاح کا بھی ذکر ہے۔ غزوہ خیبر سے پہلے متعہ مباح تھا غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام کر دیا۔ فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائمی طور پر متعہ کو حرام کر دیا۔ کتاب النکاح میں انشاء اللہ ہم اس مسئلہ پر مکمل بحث کریں گے۔

عمرے پر تمتع کا اطلاق

حدیث نمبر ۲۸۶۵ میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تمتع کیا ہے اور یہ یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ کے مکانوں میں حالت کفر میں تھے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں اس سے مراد عمرۃ القضاء ہے جو سات ہجری میں کیا گیا تھا اس وقت تک حضرت معاویہ اسلام نہیں لائے تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور اور ایک روایت یہ ہے کہ سات ہجری میں عمرۃ القضاء کے بعد اسلام لائے، عمرۃ القضاء کے

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس قدر عمرے کیے ہیں اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے جو کہا ہے کہ ہم نے تمتع کیا اور اس وقت یہ کافر تھے ان کی تمتع سے مراد عمرۃ القضاء ہے اسی طرح حضرت عثمان نے بھی عمرے پر تمتع کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے۔

بَابُ وُجُوبِ الدَّمِ عَلَى الْمُتَمَتِّعِ وَأَنَّهُ إِذَا عَدِمَهُ لَزِمَهُ صَوْمُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ

تمتع کرنے والے پر قربانی یا دس روزوں کے واجب ہونے کا بیان

۲۸۷۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدٰى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدٰى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدٰى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدٰى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ وَلْيُهْدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا، اور ہدی دی۔ آپ ہدی (قربانی کے جانور) کو ذوالحلیفہ سے اپنے ساتھ لے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے عمرہ کا تلبیہ کیا اور اس کے بعد حج کا تلبیہ پڑھا۔ لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج تمتع کیا بعض لوگوں کے پاس ہدی تھی اور انھوں نے ہدی روانہ کر دی تھی اور بعض لوگوں کے پاس ہدی نہیں تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں سے فرمایا: تم میں سے جو شخص ہدی روانہ کر چکا ہے وہ اس وقت تک ان چیزوں سے حلال نہ ہو جو اس پر حج میں حرام ہو چکی ہیں جب تک کہ اپنے حج سے فارغ نہ ہو جائے اور تم میں سے جس شخص نے ہدی روانہ نہیں کی ہے اسے چاہیے کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کی سعی کرے اور بال کاٹ کر حلال ہو جائے اور اس کے بعد حج کا احرام باندھ لے اور قربانی کرے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے، اور سات روزے گھر لوٹنے کے بعد رکھے، جب

ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَطَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَدِمَ مَكَّةَ فَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ اَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ وَمَشٰى اَرْبَعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ رَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهٗ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَاَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ اَطْوَافٍ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهٗ وَنَحَرَ هَدْيَهٗ يَوْمَ النَّحْرِ وَاَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَهْدٰى وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو آپ نے طواف کیا، آپ نے سب سے پہلے حجر اسود کو تنظیم دی پھر آپ نے طواف کے سات چکروں میں سے تین چکر دوڑ کر لگائے اور چار چکر معمول کے مطابق چل کر لگائے پھر جب آپ نے طواف کر لیا تو آپ نے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی پھر آپ سلام پھیر کر فارغ ہو گئے اس کے بعد آپ صفا پر آئے اور آپ نے صفا اور مروہ کے سات چکر لگائے اور حج میں جو چیزیں آپ پر حرام ہو گئی تھیں آپ ان میں سے کسی سے حلال نہیں ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اپنا حج پورا کیا اور قربانی کے دن اپنی ہدی کو ذبح کیا پھر آپ نے بیت اللہ کا طواف افاضہ کیا اور آپ ان تمام چیزوں کے لیے حلال ہو گئے جو حج میں آپ پر حرام تھیں، اور صحابہ میں سے جن لوگوں نے ہدی روانہ کی تھی انھوں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔

۲۸۷۹ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تَمَتُّعِهٖ بِالْحَجِّ اِلَى الْعُمْرَةِ وَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَهٗ بِمِثْلِ الَّذِيْ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا لوگوں نے بھی تمتع کیا اس کے بعد اسی طرح روایت ہے جیسے حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

قران اور تمتع کی روایات میں تطبیق

حدیث نمبر ۲۸۷۸ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ملا کر تمتع کیا، جبکہ اس سے پہلے بکثرت احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہاں تمتع سے مراد تمتع کا فقہی اور اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے بلکہ تمتع کا لغوی معنی مراد ہے اور وہ قران کے اصطلاحی معنی کے خلاف نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ تمتع اور قران کی فقہی اصطلاحات بعد میں وضع کی گئی ہیں صحابہ

تمتع اور قران کا ایک دوسرے پر اطلاق کر دیتے تھے۔

اس حدیث میں ہے بدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے دوران حج اور عمرہ کا تلبیہ پڑھا۔

تمتع کی ہدی کے لیے شرائط

تمتع کی ہدی پر بحث کرتے ہوئے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمتع کی ہدی کے لیے شوافع کے نزدیک چار شرائط ہیں جن میں سے تین اتفاقی ہیں، ایک شرط یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے دوسری شرط یہ ہے کہ اسی سال حج کرے تیسری شرط یہ ہے کہ تمتع کرنے والا مکہ کا رہنے والا نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شہر سے آیا ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے لیے وہ میقات پر نہ جائے۔

ہدی کی بجائے روزے رکھنے میں مذاہب ائمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو ہدی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور گھر لوٹنے کے بعد سات روزے رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان قرآن مجید کے موافق ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں یہ تین روزے یوم نحر (قربانی کے دن) سے پہلے رکھنے واجب ہیں۔ عرفہ کے دن کا روزہ بھی ان تین روزوں میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ یہ تین روزے عرفہ کے دن سے پہلے رکھے جائیں نیز افضل یہ ہے کہ عمرہ سے فارغ ہو کر اور حج کا احرام باندھ کر یہ روزے رکھے جائیں، اگر کسی شخص نے عمرہ سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھنے سے پہلے یہ تین روزے رکھے تو شوافع کے صحیح مذہب کے مطابق پھر بھی کافی ہے اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے افعال کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھ لیے تو صحیح مذہب کے مطابق یہ کافی نہیں ہوں گے اور اگر اس نے یوم نحر سے پہلے یہ روزے نہیں رکھے اور ایام تشریق میں ان روزوں کے رکھنے کا ارادہ کیا تو اس بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں مشہور یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ ہمارے مذہب کی تفصیل ہے اور مالکیہ نے بھی اس بات میں ہماری موافقت کی ہے کہ عمرہ کی فراغت سے پہلے یہ تین روزے رکھنے جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اگر اس نے یہ تین روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ عید بھی گذر گئی اور ایام تشریق بھی گذر گئے تو ہمارے نزدیک ان کی قضا لازم ہے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اب وہ روزے نہیں رکھ سکتا اور جب بھی اس کو استطاعت حاصل ہو اس پر ہدی لازم ہے۔

یہ گفتگو ایام حج میں تین روزوں کے بارے میں تھی اور سات روزے جو واپس جانے کے بعد واجب ہیں ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک واپسی سے مراد یہ ہے کہ جب حج کرنے والا اپنے گھر لوٹ آئے جیسا کہ اس صحیح اور صریح حدیث سے ثابت ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ سے مکہ لوٹ آئے، یہ دو قول امام شافعی اور امام مالک کے ہیں، امام ابو حنیفہ نے بھی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور اگر اس نے تین روزے رکھے نہ سات روزے رکھے تو گھر لوٹنے کے بعد اس پر دس روزے رکھنا لازم ہوں گے پھر ان دس روزوں میں تین اور سات کے فرق کرنے میں بھی اختلاف ہے بعض فقہاء نے کہا یہ تفریق کرنا واجب نہیں ہے اور... صحیح یہ ہے کہ ان میں چار روز کا وقفہ کرنا چاہیے [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

قران اور تمتع میں ہدی کی جگہ روزے رکھنے میں احناف کا موقف

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ (البقرہ: ۱۹۶)

"جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع کرے اس پر وہ قربانی لازم ہے جو وہ آسانی سے کر سکے اور جس شخص کو قربانی میسر نہ ہو وہ ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور حج سے لوٹنے کے بعد (افعال حج سے فراغت کے بعد) سات دن کے روزے رکھے یہ پورے دس روزے ہیں۔"

علماء احناف کے نزدیک جو شخص تمتع یا قران میں قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ پہلے تین روزے سات، آٹھ اور نو ذی الحج کی تاریخوں میں رکھے لیکن اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے قیام عرفہ اور وقوف مزدلفہ میں فرق واقع ہو تو ان ایام سے پہلے یہ روزے رکھنا مستحب ہے بلکہ یہ بھی ایک قول ہے کہ اگر ان دنوں میں روزے رکھنے سے افعال حج میں ضعف لاحق ہو تو ان دنوں میں روزے رکھنا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے اور حج کے افعال یعنی طواف زیارت، رمی جمار، ذبح اور حلق سے فارغ ہونے کے بعد روزے رکھے یعنی ایام تشریق گذرنے کے بعد یہ روزے رکھے خواہ کسی جگہ رکھے کیونکہ احناف کے نزدیک اذا رجعتم کا معنی ہے اذا فرغتم عن افعال الحج۔ "جب تم افعال حج سے فارغ ہو جاؤ" اور اگر حج کرنے والا یوم النحر یعنی دس ذوالحج سے پہلے یہ تین روزے نہیں رکھ سکا تو اب اس پر قربانی کرنا متعین ہو گیا کیونکہ یہ روزے اللہ تعالیٰ نے ایام حج میں مقرر فرمائے تھے۔[1]

علامہ ابوبکر جصاص نے ان تین روزوں کو سات، آٹھ اور نو تاریخوں تک مؤخر کرنے کے استحباب کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح جب کسی شخص کو پانی نہ ملے تو اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ وہ آخری وقت میں تیمم کرے اسی طرح جس شخص کو ہدی میسر نہیں ہے وہ حج کے آخری دن تک ان روزوں کو مؤخر کرے اس امید پر کہ شاید آخری وقت میں اس کو ہدی مل جائے۔[2]

باب ۳۶۴ بَيَانِ اَنَّ الْقَارِنَ لَا يَتَحَلَّلُ اِلَّا فِيْ وَقْتِ تَحَلُّلِ الْحَاجِّ الْمُفْرِدِ

قارن کے احرام کھولنے کا وقت

۲۸۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا شَاْنُ النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ تَحِلَّ اَنْتَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ لوگ حلال ہو گئے اور آپ اپنے عمرہ سے حلال نہیں ہوئے آپ نے فرمایا میں نے اپنے بالوں کو چپکا لیا اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے۔ اس لیے میں ہدی

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، محصلہ ردالمحتار ج ۲ ص ۲۶۵-۲۶۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

کو ذبح کرنے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

۲۸۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَالَكَ لَمْ تَحِلَّ بِنَحْوِهِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے احرام کیوں نہیں کھولا؟ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۲۸۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ النَّاسِ حَلُّوا وَلَمْ تَحِلَّ مِنْ عُمْرَتِكَ قَالَ إِنِّي قَلَّدْتُ هَدْيِي وَلَبَّدْتُ رَأْسِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَحِلَّ مِنَ الْحَجِّ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ تو اپنے عمرہ سے حلال ہو گئے ہیں اور آپ حلال نہیں ہوئے، آپ نے فرمایا میں نے اپنی ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہے اور اپنے سر کے بال چپکا لیے ہیں اس لیے میں حج سے فارغ ہونے سے پہلے حلال نہیں ہوں گا۔

۲۸۸۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت ہے۔

۲۸۸۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُومِيُّ وَعَبْدُ الْمَجِيدِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَزْوَاجَهُ أَنْ يَحْلِلْنَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ حَفْصَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَحِلَّ فَقَالَ إِنِّي لَبَّدْتُ رَأْسِي وَقَلَّدْتُ هَدْيِي فَلَا أَحِلُّ حَتَّى أَنْحَرَ هَدْيِي۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے سال اپنی ازواج مطہرات کو حکم دیا کہ وہ حلال ہو جائیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ حلال کیوں نہیں ہو رہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے بال چپکا لیے اور ہدی کے گلے میں قلادہ ڈال دیا ہے، میں اس وقت تک حلال نہیں ہوں گا جب تک میں اپنی ہدی کو ذبح نہ کر لوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قران ہونے پر دلیل

عمرہ کرنے کے بعد حرام نہ کھولنا بلکہ حج کے افعال اور ہدی سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھولنا حج قران میں ہوتا ہے اور ان احادیث میں اس بات کی صراحت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے بعد احرام نہیں کھولا اور ہدی ذبح کرنے کے بعد آپ نے احرام کھولا ہے، اس لیے ان احادیث میں آپ کے قران پر صاف، صریح اور روشن دلیل ہے۔ علامہ نووی نے بھی اس کا اقرار کیا ہے [1]۔

اور جب ثابت ہو گیا کہ آپ کا حج قران تھا تو حج میں یہی افضل ہے۔

بَابُ ۳۶۵ جَوَازِ التَّحَلُّلِ بِالْإِحْصَارِ وَجَوَازِ الْقِرَانِ وَ اقْتِصَارِ الْقَارِنِ عَلٰى طَوَافٍ وَّاحِدٍ وَّسَعْيٍ وَّاحِدٍ

احصار کے وقت احرام کھولنے کا جواز اور قران کا بیان

۲۸۸۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا خَرَجَ فِي الْفِتْنَةِ مُعْتَمِرًا وَقَالَ اِنْ صُدِدْتُّ عَنِ الْبَيْتِ صَنَعْنَا كَمَا صَنَعْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ فَاَهَلَّ بِعُمْرَةٍ وَسَارَ حَتّٰى اِذَا ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَآءِ الْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلَّا وَاحِدَةٌ اُشْهِدُكُمْ اِنِّيْ قَدْ اَوْجَبْتُ الْحَجَّ مَعَ الْعُمْرَةِ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا جَآءَ الْبَيْتَ طَافَ بِهٖ سَبْعًا وَّبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعًا لَمْ يَزِدْ عَلَيْهِ وَرَاٰى اَنَّهٗ مُجْزِئٌ عَنْهُ وَاَهْدٰى۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فتنہ کے زمانہ میں عمرہ کرنے کے لیے گئے اور فرمایا اگر مجھے بیت اللہ جانے سے روک دیا گیا تو ہم اس طرح کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا پھر حضرت ابن عمر عمرہ کا احرام باندھ کر گئے، جب مقام بیداء پر پہنچے تو انھوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا حج اور عمرہ دونوں کا حکم ایک جیسا ہے، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حج کے ساتھ عمرہ کی بھی نیت کر لی ہے، پھر بیت اللہ پہنچ کر انھوں نے سات چکر لگا کے طواف کیا، اور صفا و مروہ میں سات چکر لگائے اور ان پر زیادتی نہیں کی، ان کا خیال تھا کہ یہ چکر کافی ہیں، پھر انھوں نے ہدی کو ذبح کر دیا۔

۲۸۸۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَسَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَلَّمَا عَبْدَ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ لِقِتَالِ ابْنِ زُبَيْرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَا لَا يَضُرُّكَ اَنْ لَّا تَحُجَّ الْعَامَ فَاِنَّا نَخْشٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں حجاج، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے گیا ہوا تھا۔ عبد اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ (حضرت ابن عمر کے صاحبزادے) نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: اگر آپ اس سال حج نہ کریں تو آپ کو کوئی حرج نہیں ہوگا، ہمیں خدشہ ہے کہ مسلمانوں میں جنگ ہوگی جو آپ کے اور حج بیت اللہ کے درمیان رکاوٹ بن جائیگی

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

النَّاسِ قِتَالٌ يُحَالُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْبَيْتِ قَالَ اِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ حِيْنَ حَالَتْ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ عُمْرَةً فَانْطَلَقَ حَتّٰى اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ فَلَبّٰى بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ قَالَ اِنْ خُلِّيَ سَبِيلِي قَضَيْتُ عُمْرَتِي وَاِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهُ ثُمَّ تَلٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِظَهْرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا اَمْرُهُمَا اِلَّا وَاحِدٌ اِنْ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْعُمْرَةِ حِيلَ بَيْنِي وَبَيْنَ الْحَجِّ اُشْهِدُكُمْ اَنِّي قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي فَانْطَلَقَ حَتّٰى ابْتَاعَ بِقُدَيْدٍ هَدْيًا ثُمَّ طَافَ لَهُمَا طَوَافًا وَاحِدًا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يَحِلَّ مِنْهُمَا حَتّٰى اَحَلَّ مِنْهُمَا بِحَجَّةٍ يَوْمَ النَّحْرِ۔

حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر میرے اور حج کے درمیان جنگ حائل ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت اللہ کے درمیان کفار قریش حائل ہو گئے تھے اس وقت میں بھی آپ کے ساتھ تھا، میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کی ہے، حضرت ابن عمر چل دیئے حتی کہ جب مقام ذوالحلیفہ پر پہنچے تو عمرہ کا تلبیہ کیا پھر کہا اگر میرا راستہ صاف رہا تو میں عمرہ پورا کروں گا اور اگر میرے اور بیت اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی تو میں اس طرح کروں گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس وقت میں آپ کے ساتھ تھا، پھر یہ آیت تلاوت کی۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ "تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے"، پھر چلے گئے جب مقام ظہر البیداء میں پہنچے تو کہا حج اور عمرہ کا ایک حکم ہے، اگر میرے اور عمرہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہوئی تو میرے حج کے درمیان بھی رکاوٹ ہو گی میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی بھی نیت کر لی ہے پھر انھوں نے قدید جا کر ہدی خریدی پھر ان دونوں کے لیے بیت اللہ میں ایک طواف (قدوم) کیا، اور صفا و مروہ میں سعی کی پھر عمرہ سے اس وقت تک حلال نہیں ہوئے جب تک کہ یوم نحر (قربانی کے دن) کو حج سے حلال نہیں ہو گئے۔

۲۸۸۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ اَرَادَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْحَجَّ حِيْنَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَقَالَ فِي اٰخِرِ الْحَدِيثِ وَكَانَ يَقُولُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كَفَاهُ طَوَافٌ وَّاحِدٌ وَلَمْ يَحِلَّ

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حجاج نے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حج کا ارادہ کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس حدیث کے آخر میں ہے جس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا اسے ایک طواف (قدوم) کافی ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک حلال نہیں ہوتا جب تک کہ دونوں سے حلال نہ ہو جائے۔

حَتّٰى يَحِلَّ مِنْهُمَا جَمِيعًا۔

۲۸۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَرَادَ الْحَجَّ عَامَ نَزَلَ الْحَجَّاجُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقِيلَ لَهُ إِنَّ النَّاسَ كَائِنٌ بَيْنَهُمْ قِتَالٌ وَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَصُدُّوكَ فَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ أَصْنَعُ كَمَا صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰى إِذَا كَانَ بِظَاهِرِ الْبَيْدَاءِ قَالَ مَا شَأْنُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ إِلَّا وَاحِدٌ أُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجَبْتُ حَجَّةً مَعَ عُمْرَتِي وَأَهْدَى هَدْيًا اشْتَرَاهُ بِقُدَيْدٍ ثُمَّ انْطَلَقَ يُهِلُّ بِهِمَا جَمِيعًا حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَمْ يَنْحَرْ وَلَمْ يَحْلِقْ وَلَمْ يُقَصِّرْ وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأٰى أَنْ قَدْ قَضٰى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَذٰلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر حملہ کیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سال کے حج کا ارادہ کیا، حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگوں میں جنگ ہونے والی ہے اور ہمیں یہ خدشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو حج سے روک دیں گے، حضرت ابن عمر نے کہا، تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے میں ایسا کروں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کی نیت کر لی ہے، پھر حضرت ابن عمر چلے گئے حتی کہ جب مقام ظاہر البیداء پر پہنچے تو کہا حج اور عمرہ دونوں کا ایک حکم ہے ابن رمح کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے عمرہ کے ساتھ حج کی نیت کر لی ہے۔ حضرت ابن عمر نے مقام قدید میں ہدی خریدی پھر وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئے حتی کہ مکہ پہنچ گئے پھر انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کی سعی کی، انھوں نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی اور نہ قربانی کی، نہ سر منڈایا نہ بال کاٹے اور جو چیزیں ان پر (حج کے سبب) حرام ہوئی تھیں ان میں سے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئے حتی کہ قربانی کا دن آگیا، پھر انھوں نے قربانی کی اور سر منڈایا اور ان کا خیال تھا کہ ان کے پہلے طواف سے حج اور عمرہ کا طواف (قدوم) پورا ہو گیا ہے، حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا تھا۔

۲۸۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ حِينَ قِيلَ لَهُ يَصُدُّوكَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے یہ قصہ روایت کیا گیا ہے اس حدیث کے شروع میں ہے کہ جب حضرت ابن عمر سے کہا گیا کہ لوگ آپ کو روک دیں گے تو انھوں نے کہا میں اس وقت وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اس حدیث کے آخر میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا۔

عَنِ الْبَيْتِ قَالَ اِذَنْ اَفْعَلُ كَمَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا ذَكَرَهُ اللَّيْثُ۔

قیاس اور اجتہاد پر ایک دلیل اس باب کی احادیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کے لیے جانا تھا اور جب انھیں بتایا گیا کہ اس سال حجاج اور حضرت ابن زبیر کے درمیان جنگ ہونے والی ہے تو انھوں نے کہا کہ جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ سے روک دیا گیا تھا اگر مجھے حج سے روک دیا گیا تو میں وہی کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ سے روکے جانے پر کیا تھا کیونکہ حج اور عمرہ کا حکم ایک ہے، حضرت ابن عمر نے یہاں حج سے رکاوٹ کو عمرہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اجتہاد اور قیاس کرتے تھے۔

احصار (حج میں رکاوٹ) میں احناف کا موقف فقہاء اسلام نے مرض کے سبب سے رکاوٹ کو جنگ کی وجہ سے رکاوٹ پر قیاس کیا ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ جب محرم کو دشمن کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے رکاوٹ درپیش ہو تو اس کے لیے حلال ہونا جائز ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ "احصار (رکاوٹ) صرف دشمن کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے کیونکہ "ہدی" کے سبب سے حلال ہونا دشمن سے محصر کی نجات کے لیے مشروع کیا گیا ہے اور حلال ہونے سے دشمن سے تو نجات مل جاتی ہے، مرض سے نجات نہیں ملتی، ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اجماع ہے کہ احصار کی آیت، احصار بامرض کے بارے میں وارد ہے اور علماء لغت کہتے ہیں کہ احصار مرض اور دشمن دونوں کے سبب سے ہوتا ہے اور وقت سے پہلے حلال ہونا احرام کے طول اور اس کی پابندیوں کی بناء پر حرج کی وجہ سے ہے اور مرض میں احرام کی پابندی دشمن کے ساتھ احرام کی پابندی کے مقابلہ میں زیادہ دشوار ہے اور جب محصر کے لیے حلال ہونا جائز ہو گیا تو اس سے کہا جائیگا کہ حرم میں ذبح ہونے کے لیے ایک بکری بھیج دو اور جس شخص کے ہاتھ بکری بھیجو اس سے طے کر لو کہ فلاں دن حرم میں بکری ذبح کی جائے گی پھر وہ حلال ہو جائے۔[1]

قران میں دو طوافوں پر اعتراض کا جواب اس باب کی احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کے لیے ایک طواف کیا۔ ان احادیث سے علماء شافعیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ قران میں ایک طواف ہوتا ہے اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد حج میں طواف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عمرہ میں جو طواف قدوم کیا تھا اس کے بعد حج میں طواف قدوم نہیں کیا، یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ کے بعد حج میں کسی قسم کا کوئی طواف نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا طواف قدوم واحد تھا وگرنہ ظاہر حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایام حج میں عمرہ کے افعال کر لیے جائیں تو

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۵۳-۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

قران ہو جاتا ہے، کسی قسم کے طواف کی ضرورت ہے نہ صفا اور مروہ میں سعی کی، عمرہ کر کے احرام پر قائم رہے اور نو ذوالحج کو میدانِ عرفات میں وقوف کرے یوم النحر کو قربانی دے تو قران ہو جائے گا۔!

حضرت ابن عمر نے حج اور عمرہ کا ایک طواف کیا تھا وہ طواف قدوم تھا اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: امام طحاوی فرماتے ہیں: حضرت ابن عمر نے یوم النحر سے پہلے اپنے حج کے لیے طواف نہیں کیا تھا کیونکہ یوم نحر سے پہلے حج میں طواف قدوم کیا جاتا ہے جو حج کے اجزاء میں سے نہیں ہے، اس طواف کے لیے حضرت ابن عمر نے عمرہ کے طواف قدوم کو کافی قرار دیا اور حج میں اس کا اعادہ نہیں کیا، اس کی نظیر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں آتے تو بیت اللہ میں پہلے رمل کرتے اور پھر صفا اور مروہ میں سعی کرتے اور جب مکہ میں حج کا تلبیہ کہتے تو بیت اللہ میں رمل نہیں کرتے تھے، اور صفا اور مروہ میں سعی کو یوم النحر تک مؤخر کر دیتے اور یوم نحر کو رمل نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر جب مکہ میں حج کا احرام باندھتے تو یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کرتے تھے اسی طرح حضرت ابن عمر نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایت کی ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ نے یوم نحر تک حج کا طواف نہیں کیا تھا، اس لیے حضرت ابن عمر کے فعل یا ان کی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قران میں طواف واحد ہے۔

بَاب ۳۶۶ فِي الْإِفْرَادِ وَالْقِرَانِ

افراد اور قران

۲۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبَّادٌ ابْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي رِوَايَةِ يَحْيَى قَالَ أَهْلَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا وَّ فِي رِوَايَةِ ابْنِ عَوْنٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِالْحَجِّ مُفْرَدًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے حج افراد کا احرام باندھا اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کا احرام باندھا۔

۲۸۹۱ - وَحَدَّثَنَا شُرَيْحُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّي بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ جَمِيعًا قَالَ بَكْرٌ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ لَبَّى بِالْحَجِّ وَحْدَهُ فَلَقِيتُ أَنَسًا فَحَدَّثْتُهُ بِقَوْلِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ أَنَسٌ مَا تَعُدُّونَا إِلَّا صِبْيَانًا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَبَّيْكَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے سنا۔ بکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت بیان کی تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا تلبیہ پڑھا تھا، بکر کہتے ہیں کہ میری حضرت انس سے پھر ملاقات ہوئی میں نے ان کو حضرت ابن عمر کا قول سنایا۔ حضرت انس نے کہا کیا تم ہمیں بچہ سمجھتے ہو، میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

عُمْرَةً وَّحَجًّا۔

فرمایا: لبیک عمرۃ وحجا یعنی آپ نے حج اور عمرہ دونوں کے ساتھ تلبیہ کیا۔

۲۸۹۲ - وَحَدَّثَنِیْ اُمَیَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَیْشِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ یَعْنِی ابْنَ زُرَیْعٍ حَدَّثَنَا حَبِیْبُ بْنُ الشَّهِیْدِ عَنْ بَکْرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَنَسٌ اَنَّهٗ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَهُمَا بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ قَالَ فَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ اَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ فَرَجَعْتُ اِلٰی اَنَسٍ فَاَخْبَرْتُهٗ مَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَقَالَ کَاَنَّمَا کُنَّا صِبْیَانًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کیا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ہم نے حج کا احرام باندھا تھا، راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس کو بتایا کہ حضرت ابن عمر نے کیا کہا ہے حضرت انس نے فرمایا گویا اس وقت ہم بچے تھے۔

اِفراد اور قران کی متعارض روایات کے جوابات

بظاہر حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایات میں تعارض ہے اس کے تین جواب ہیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ میں مختلف کلمات کہے تھے اللّٰھم لبیک بحجۃ بھی فرمایا تھا اور اللّٰھم لبیک بحجۃ وعمرۃ بھی فرمایا تھا حضرت ابن عمر نے اللّٰھم لبیک بحجۃ سُنا تو اس کو روایت کیا اور حضرت انس نے اللّٰھم لبیک بحجۃ وعمرۃ سُنا تو اس کو روایت کر دیا اس جواب سے دونوں روایتوں میں تطبیق ہو گئی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت چونکہ اکثرین کے مطابق ہے اس لیے اس کو حضرت ابن عمر کی روایت پر ترجیح ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بکر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کیا ہے یعنی اِفراد اور حضرت ابن عمر کے صاحبزادے سالم بن عبداللہ بن عمر نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے اور ظاہر ہے کہ سالم کی روایت بکر کی روایت سے قوی ہے، سالم کی روایت یہ ہے:

عن ابن شهاب ان سالم بن عبد الله حدثه انه سمع رجلا من اهل الشام وهو يسال عبد الله بن عمر عن التمتع بالعمرة الى الحج فقال عبد الله بن عمر هي حلال فقال الشامي ان اباك قد نهى عنها فقال عبد الله بن عمر ارايت ان كان ابي نهى عنها وصنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم امر ابي يتبع ام امر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الرجل بل امر رسول الله صلى

سالم کہتے ہیں کہ شام کے ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا آیا عمرہ کو حج کے ساتھ ملانا جائز ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہاں جائز ہے! اس نے کہا آپ کے والد تو اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ ایک کام سے میرے والد نے منع کیا اور اس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو تو کیا میرے باپ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے گی حضرت

اللہ علیہ وسلم فقال لقد صنعها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا حدیث حسن صحیح [1]

ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کو جمع کیا ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابُ ۳۶۷ اِسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْقُدُوْمِ لِلْحَاجِّ وَالسَّعْيِ بَعْدَهٗ

طواف قدوم اور اس کے بعد سعی کا استحباب

۲۸۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ وَّبْرَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَجَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ اَيَصْلُحُ لِيْ اَنْ اَطُوْفَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ اٰتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَا تَطُفْ بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَدْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَ الْمَوْقِفَ فَبِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ تَاْخُذَ اَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔

وبرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کیا وقوف عرفات سے پہلے میرا طواف کرنا صحیح ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں! اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو کہتے ہیں کہ عرفات جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف مت کرو، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور عرفات جانے سے پہلے آپ نے طواف کیا، اب بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا صحیح ہے یا ابن عباس کے قول پر؟ بشرطیکہ تم اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہو!

۲۸۹۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ وَّبْرَةَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ اَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَقَدْ اَحْرَمْتُ بِالْحَجِّ فَقَالَ وَمَا يَمْنَعُكَ فَقَالَ اِنِّيْ رَاَيْتُ ابْنَ فُلَانٍ يَكْرَهُهٗ وَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيْنَا مِنْهُ رَاَيْنَاهُ قَدْ فَتَنَتْهُ الدُّنْيَا قَالَ فَاٰتِيْنَا اَوْ اٰتِيْكُمْ لَمْ تَفْتِنْهُ ثُمَّ قَالَ رَاَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْرَمَ بِالْحَجِّ وَطَافَ

وبرہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: میں نے حج کا احرام باندھا ہوا ہے کیا میں طواف کر سکتا ہوں؟ آپ نے کہا تمہیں اس میں کیا چیز مانع ہے اس نے کہا میں نے ابن فلاں کو دیکھا ہے وہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور آپ ہمیں ان سے زیادہ عزیز ہیں ہم نے دیکھا کہ دنیا کی محبت نے ان کو غافل کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم ہیں اور تم میں کون ایسا ہے جس کو دنیا نے غافل نہ کر دیا ہو! پھر فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَسُنَّةُ اللّٰهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهٖ اَحَقُّ اَنْ تُتَّبَعَ مِنْ سُنَّةِ فُلَانٍ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا۔

نے حج کا احرام باندھا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ میں سعی کی اور اللہ اور رسول کی سُنّت پیروی کرنے کرنے کے زیادہ لائق ہے بہ نسبت اس ابن فلاں کے جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ بشرطیکہ تم اپنے اسلام کے دعوی میں سچے ہو۔

طوافِ قدوم میں مذاہب تمام فقہاء اسلام کے نزدیک طواف قدوم سنت ہے البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا انکار کرتے ہیں، اور بعض شافعیہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، طواف قدوم کو طواف الورود بھی کہتے ہیں اسے طواف القادم اور طواف الوارد بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس پر بعض تابعین کے اعتراضات کی وجہ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کرکے وبرہ نے کہا کہ ان کو دنیا کی محبت نے غافل کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کی ولایت کو قبول کر لیا تھا اس کے برخلاف حضرت ابن عمر نے کسی منصب اور عہدہ کو قبول نہیں کیا تھا۔

بَابُ ۳۶۸ بَيَانِ اَنَّ الْمُحْرِمَ بِعُمْرَةٍ لَّا يَتَحَلَّلُ بِالطَّوَافِ قَبْلَ السَّعْيِ وَاَنَّ الْمُحْرِمَ بِحَجٍّ لَّا يَتَحَلَّلُ بِطَوَافِ الْقُدُوْمِ وَكَذٰلِكَ الْقَارِنُ

عمرہ کرنے والا سعی سے اور حج کرنے والا طواف قدوم سے پہلے احرام نہیں کھول سکتا

۲۸۹۵۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَاَلْنَا ابْنَ عُمَرَ عَنْ رَجُلٍ قَدِمَ بِعُمْرَةٍ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَلَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ اَيَاْتِي امْرَاَتَهٗ فَقَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَّ صَلّٰى خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ سَبْعًا وَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ میں سعی نہیں کی آیا وہ اپنی بیوی کے قریب جا سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا، مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعات نماز پڑھی اور صفا اور مروہ میں سات مرتبہ سعی کی اور تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۲۸۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

۲۸۹۷ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ لَهُ سَلْ لِي عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَجُلٍ يُهِلُّ بِالْحَجِّ فَإِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ أَيَحِلُّ أَمْ لَا فَإِنْ قَالَ لَكَ لَا يَحِلُّ فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ ذٰلِكَ قَالَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لَا يَحِلُّ مَنْ أَهَلَّ بِالْحَجِّ إِلَّا بِالْحَجِّ قُلْتُ فَإِنَّ رَجُلًا كَانَ يَقُولُ ذَاكَ قَالَ بِئْسَ مَا قَالَ فَتَصَدَّانِي الرَّجُلُ فَسَأَلَنِي فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ فَقُلْ لَهُ فَإِنَّ رَجُلًا كَانَ يُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَمَا شَأْنُ أَسْمَاءَ وَالزُّبَيْرِ فَعَلَا ذٰلِكَ قَالَ فَجِئْتُهُ فَذَكَرْتُ لَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَمَا بَالُهُ لَا يَأْتِينِي بِنَفْسِهِ يَسْأَلُنِي أَظُنُّهُ عِرَاقِيًّا قُلْتُ لَا أَدْرِي قَالَ فَإِنَّهُ قَدْ كَذَبَ قَدْ حَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهُ أَوَّلُ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِينَ قَدِمَ مَكَّةَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَجَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ عُمَرُ

محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ایک عراقی نے ان سے کہا کہ عروہ بن زبیر سے پوچھو جس شخص نے حج کا احرام باندھا آیا وہ بیت اللہ کے طواف کے بعد حلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہیں کہ وہ حلال نہیں ہو سکتا تو ان سے کہو کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں میں نے عروہ سے سوال کیا عروہ نے کہا جس شخص نے حج کا احرام باندھا ہے وہ حج پورا کیے بغیر حلال نہیں ہو سکتا، میں نے کہا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ حلال ہو سکتا ہے! عروہ نے کہا اس نے بری بات کہی، پھر وہ عراقی مجھ سے ملا اور مجھ سے پوچھا میں نے اس کو عروہ کا فتویٰ سنایا، اس نے کہا عروہ سے کہو ایک شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے اور حضرت اسماء اور زبیر نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں پھر عروہ کے پاس گیا اور ان سے یہ بیان کیا، انھوں نے پوچھا یہ شخص کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا! انھوں نے کہا کیا بات ہے، وہ خود میرے پاس آکر کیوں نہیں سوال کرتا؟ میرا خیال ہے وہ عراقی ہوگا! میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ عروہ نے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اور مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ مکہ پہنچ کر آپ نے سب سے پہلے وضو کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا پھر حج کے سوا کچھ نہیں کیا پھر حضرت عمر نے بھی اسی طرح کیا پھر حضرت عثمان نے حج کیا میں نے دیکھا کہ انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا پھر حضرت معاویہ اور حضرت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَجَّ عُثْمَانُ فَرَاَيْتُهُ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ مُعَاوِيَةُ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِي الزُّبَيْرِ ابْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ بَدَاَ بِهِ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ رَاَيْتُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ غَيْرُهُ ثُمَّ اٰخِرَ مَنْ رَاَيْتُ فَعَلَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ لَمْ يَنْقُضْهَا بِعُمْرَةٍ وَهٰذَا ابْنُ عُمَرَ عِنْدَهُمْ اَفَلَا يَسْئَلُوْنَهُ وَلَا اَحَدٌ مِّمَّنْ مَّضٰى مَا كَانُوْا يَبْدَءُوْنَ بِشَيْءٍ حِيْنَ يَضَعُوْنَ اَقْدَامَهُمْ اَوَّلَ مِنَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ لَا يُحِلُّوْنَ وَقَدْ رَاَيْتُ اُمِّيْ وَخَالَتِيْ حِيْنَ تَقْدَمَانِ لَا تَبْدَاَنِ لِشَيْءٍ اَوَّلَ مِنَ الْبَيْتِ تَطُوْفَانِ بِهٖ ثُمَّ لَا تَحِلَّانِ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِيْ اُمِّيْ اَنَّهَا اَقْبَلَتْ هِيَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ بِعُمْرَةٍ فَقَطْ فَلَمَّا مَسَحُوا الرُّكْنَ حَلُّوْا وَقَدْ كَذَبَ فِيْمَا ذُكِرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حج کیا پھر میں نے اپنے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا انھوں نے بھی سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف اور حج کے علاوہ کچھ نہیں کیا اور میں نے مہاجرین اور انصار کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا: وہ اس کے سوا کچھ نہیں کرتے تھے۔ اور سب سے آخر میں میں نے جس کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تھے انھوں نے بھی عمرہ کے بعد حج کے احرام کو نہیں کھولا، اور حضرت ابن عمر ان کے پاس موجود ہیں وہ ان سے سوال کیوں نہیں کرتے؟ اسی طرح جو صحابہ بھی گذر چکے ہیں جب وہ مکہ مکرمہ جاتے تھے تو سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر وہ حلال نہیں ہوتے تھے اور میں نے اپنی والدہ حضرت اسماء اور اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہے وہ مکہ جا کر سب سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرتیں اور حلال نہیں ہوتی تھیں۔ اور میری والدہ نے مجھے بتایا کہ وہ اور ان کی بہن اور حضرت زبیر اور فلاں فلاں شخص نے فقط عمرہ کیا جب انھوں نے حجر اسود کی تعظیم کر لی تو حلال ہو گئے اور عراقی نے اس مسئلہ میں جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔

۲۸۹۸۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّهٖ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ خَرَجْنَا مُحْرِمِيْنَ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ اپنے احرام پر قائم رہے اور جس شخص کے پاس ہدی نہیں ہے وہ حلال ہو جائے، میرے پاس ہدی نہیں تھی میں حلال ہو گئی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ہدی تھی وہ حلال نہیں ہوئے، حضرت اسماء کہتی ہیں

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيُقِمْ عَلٰى إِحْرَامِهِ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ هَدْيٌ فَلْيَحْلِلْ فَلَمْ يَكُنْ مَعِيَ هَدْيٌ فَحَلَلْتُ وَكَانَ مَعَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ هَدْيٌ فَلَمْ يَحِلَّ قَالَتْ فَلَبِسْتُ ثِيَابِيْ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَلَسْتُ إِلَى الزُّبَيْرِ فَقَالَ قُوْمِيْ عَنِّيْ فَقُلْتُ أَتَخْشٰى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ۔

میں اپنے کپڑے پہن کر گئی اور حضرت زبیر کے پاس جا بیٹھی، حضرت زبیر نے کہا میرے پاس سے اٹھو! میں نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔!

۲۸۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ هِشَامٍ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ قَدِمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ جُرَيْجٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ اسْتَرْخِيْ عَنِّيْ اسْتَرْخِيْ عَنِّيْ فَقُلْتُ أَتَخْشٰى أَنْ أَثِبَ عَلَيْكَ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں ہے کہ حضرت زبیر نے ان سے کہا مجھ سے دور رہو، مجھ سے دور رہو۔ حضرت اسماء نے کہا کیا تم کو یہ خدشہ ہے کہ میں تم پر جھپٹ پڑوں گی۔

۲۹۰۰۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو وَعَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَهُ أَنَّهُ كَانَ يَسْمَعُ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا كُلَّمَا مَرَّتْ بِالْحَجُوْنِ تَقُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهُ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافُ الْحَقَائِبِ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا قَلِيْلَةٌ أَدْوِادُنَا فَاعْتَمَرْتُ أَنَا وَأُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ وَفُلَانٌ وَفُلَانٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب بھی مقام حجون سے گذرتیں تو فرماتیں اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر صلوٰۃ نازل فرمائے، ہم آپ کے ساتھ یہاں ٹھہرے تھے ان دنوں ہمارے پاس سامان کم تھا اور سواریاں بھی کم تھیں، اور زادِ راہ بھی کم تھا۔ میں، میری بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور فلاں، فلاں شخص نے عمرہ کیا، ہم بیت اللہ کے طواف سے فارغ ہو کر حلال ہو گئے، پھر شام کو ہم نے حج کا احرام باندھا۔

عَنْهُمْ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا ثُمَّ اَهْلَلْنَا مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ قَالَ هَارُوْنُ فِيْ رِوَايَتِهٖ اِنَّ مَوْلًى اَسْمَاءَ وَلَمْ يُسَمِّ عَبْدَ اللّٰهِ۔

۲۹۰۱۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُسْلِمٍ الْقُرِّيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ فَرَخَّصَ فِيْهَا وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْهٰى عَنْهَا فَقَالَ هٰذِهٖ اُمُّ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِيْهَا فَادْخُلُوْا عَلَيْهَا فَاسْئَلُوْهَا قَالَ فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَاِذَا امْرَاَةٌ ضَخْمَةٌ عَمْيَاءُ فَقَالَتْ قَدْ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا۔

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا آیا حج میں تمتع کرنا جائز ہے انھوں نے اس کی اجازت دیدی، اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس نے کہا یہ حضرت ابن الزبیر کی والدہ ہیں جو یہ حدیث بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی، ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو، لوگوں نے جاکر حضرت ابن الزبیر کی والدہ سے یہ سوال کیا وہ ایک بھاری جسم کی نابینا عورت تھیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمتع کی اجازت دی ہے۔

۲۹۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فَاَمَّا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَفِيْ حَدِيْثِهِ الْمُتْعَةُ وَلَمْ يَقُلْ مُتْعَةَ الْحَجِّ وَاَمَّا ابْنُ جَعْفَرٍ فَقَالَ قَالَ شُعْبَةُ قَالَ مُسْلِمٌ لَا اَدْرِيْ مُتْعَةَ الْحَجِّ اَوْ مُتْعَةَ النِّسَاءِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے بعض راویوں نے متعہ کا لفظ استعمال کیا ہے، متعۃ الحج کا لفظ نہیں اور امام مسلم نے کہا پتہ نہیں اس سے متعۃ الحج مراد ہے یا متعۃ النساء۔

۲۹۰۳۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْقُرِّيُّ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعُمْرَةٍ وَاَهَلَّ اَصْحَابُهٗ بِحَجٍّ فَلَمْ يَحِلَّ

مسلم قری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا اور آپ کے اصحاب نے حج کا احرام باندھا، پھر (عمرہ کے بعد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہوئے نہ وہ صحابہ جو ہدی لائے تھے، اور باقی صحابہ حلال ہوگئے، اور طلحہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ مِنْ أَصْحَابِهِ وَحَلَّ بَقِيَّتُهُمْ فَكَانَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ مِمَّنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمْ يَحِلَّ.

بن عبید اللہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے ساتھ ہدی تھی اور وہ لال نہیں ہوئے۔

۲۹۰۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَانَ مِمَّنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ الْهَدْيُ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ وَرَجُلٌ آخَرُ فَأَحَلَّا.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ اور ایک اور شخص کے پاس ہدی نہیں تھی اور وہ دونوں حلال ہو گئے۔

بَابُ ۳۶۹ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ

حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کا جواز

۲۹۰۵- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ أَنَّ الْعُمْرَةَ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ مِنْ أَفْجَرِ الْفُجُورِ فِي الْأَرْضِ وَيَجْعَلُونَ الْمُحَرَّمَ صَفَرَ وَيَقُولُونَ إِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْأَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرُ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ صُبَيْحَةَ أَرْبَعَةٍ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً فَتَعَاظَمَ ذٰلِكَ عِنْدَهُمْ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْحِلِّ قَالَ الْحِلُّ كُلُّهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (زمانہ جاہلیت میں) لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا زمین پر سب سے بڑا گناہ ہے اور وہ محرم کے مہینہ کو صفر قرار دیتے تھے، وہ کہتے تھے کہ جب اونٹنیوں کی پیٹھیں اچھی ہو جائیں اور راستہ سے حاجیوں کے نشان قدم مٹ جائیں اور صفر کا مہینہ ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والوں کے لیے عمرہ حلال ہو جاتا ہے۔ جب ذوالحج کی چار تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے مکہ میں آئے تو آپ نے حکم دیا کہ اس احرام کو عمرے کا احرام کر ڈالو، صحابہ کرام پر یہ بات گراں گذری۔ انھوں نے پوچھا: یا رسول اللہ ہم کس طرح حلال ہوں فرمایا پورے حلال ہو جاؤ۔

۲۹۰۶- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ أَهَلَّ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چار ذوالحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کا احرام باندھے ہوئے آئے، آپ نے صبح کی نماز پڑھی، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص اس احرام کو عمرے کا احرام قرار دینا چاہے وہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ فَقَدِمَ لِاَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَقَالَ لَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَجْعَلْهَا عُمْرَةً۔

اس کو عمرے کا احرام قرار دے دے۔

۲۹۰۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُودَاوُدَ الْمُبَارَكِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوشِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا رَوْحٌ وَيَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ فَقَالَا كَمَا قَالَ نَصْرٌ اَهَلَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَجِّ وَاَمَّا اَبُوشِهَابٍ فَفِي رِوَايَةٍ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُهِلُّ بِالْحَجِّ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا فَصَلَّى الصُّبْحَ بِالْبَطْحَاءِ خَارِجَ الْجَحْفَةِ فَاِنَّهُ لَمْ يَقُلْهُ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث اختلاف الفاظ کے ساتھ مروی ہے، روح اور یحییٰ بن کثیر نے نصر کی طرح روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا احرام باندھا اور ابو شہاب کی روایت میں ہے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم سب حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور جحضمی کی روایت کے علاوہ باقی سب کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام بطحا میں صبح کی نماز پڑھی۔

۲۹۰۸۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ السَّدُوسِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ لِاَرْبَعٍ خَلَوْنَ مِنَ الْعَشْرِ وَهُمْ يُلَبُّونَ بِالْحَجِّ فَاَمَرَهُمْ اَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا تلبیہ پڑھتے ہوئے آئے، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اس احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

۲۹۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِذِي طُوًى وَقَدِمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز مقام ذوطوی میں پڑھی، اور چار ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے، اور صحابہ کو حکم دیا کہ جن کے پاس ہدی نہیں ہے وہ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں۔

لِاَرْبَعٍ مَضَيْنَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ وَاَمَرَ اَصْحَابَهٗ اَنْ يُّحَوِّلُوْا اِحْرَامَهُمْ بِعُمْرَةٍ اِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ۔

۲۹۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُّجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ عُمْرَةٌ اِسْتَمْتَعْنَا بِهَا فَمَنْ لَّمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ الْهَدْيُ فَلْيَحِلَّ الْحِلَّ كُلَّهٗ فَاِنَّ الْعُمْرَةَ قَدْ دَخَلَتْ فِي الْحَجِّ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرہ ہے جس سے ہم نے نفع حاصل کیا ہے، پس جس کے پاس ہدی نہیں ہے وہ پوری طرح حلال ہو جائے کیونکہ قیامت تک کے لیے عمرہ حج میں داخل ہو گیا ہے۔

۲۹۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَمْرَةَ الضُّبَعِيَّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِيْ نَاسٌ عَنْ ذٰلِكَ فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَمَرَنِيْ بِهَا قَالَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ اِلَى الْبَيْتِ فَنِمْتُ فَاَتَانِيْ اٰتٍ فِيْ مَنَامِيْ فَقَالَ عُمْرَةٌ مُّتَقَبَّلَةٌ وَّحَجٌّ مَبْرُوْرٌ قَالَ فَاَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ رَاَيْتُ فَقَالَ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُنَّةُ اَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابو جمرہ ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے تمتع کیا، لوگوں نے مجھ کو اس سے منع کیا۔ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر ان سے تمتع کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا۔ میں جا کر بیت اللہ میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کسی آنے والے نے میرے پاس آ کر کہا عمرہ قبول کیا گیا اور حج کو نیک قرار دیا گیا ہے۔ میں نے حضرت ابن عباس کے پاس آ کر انھیں اپنا خواب سنایا انھوں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

کفار کے مہینوں کو مؤخر کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۲۹۰۵ میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں مشرکین حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو زمین پر سب سے بڑا گناہ خیال کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بری رسم کو مٹایا اور حج کے مہینوں میں اپنے اصحاب سے عمرہ کرایا، مشرکین جاہلیت محرم کو صفر قرار دیتے تھے، اور محرم کو مؤخر کر دیتے تھے اور اس ماہ کو اپنے لیے حلال کر لیتے تھے، اور اس سے ان کی

غرض یہ تھی کہ مسلسل تین حرمت والے مہینوں کی وجہ سے ان کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے تسلسل میں فرق پڑتا تھا اس لیے وہ محرم کے مہینہ کو مؤخر کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو گمراہی قرار دیا اور فرمایا انما النسیٓء زیادۃ فی الکفر "مہینوں کو مؤخر کرنا کفر میں زیادتی ہے"۔

بَابُ ۳۷ اِشْعَارِ الْبُدْنِ وَ تَقْلِيدِهَا عِنْدَ الْاِحْرَامِ

احرام کے وقت قربانی میں اِشعار کرنا اور قلادہ ڈالنا

۲۹۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ثُمَّ دَعَا بِنَاقَتِهٖ فَاَشْعَرَهَا فِيْ صَفْحَةِ سَنَامِهَا الْاَيْمَنِ وَسَلَتَ الدَّمَ وَقَلَّدَهَا نَعْلَيْنِ ثُمَّ رَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهٖ عَلَى الْبَيْدَآءِ اَهَلَّ بِالْحَجِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ذوالحلیفہ میں ظہر کی نماز پڑھی پھر اپنی اونٹنی کو منگوایا اور اس کے کوہان کے اوپر داہنی طرف اِشعار کیا (چیر دیا۔ جس سے خون بہا، پھر اس کے گلے میں دو جوتیوں کا ہار ڈالا، پھر اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے، جب مقام بیداء پر اونٹنی آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہوئی تو آپ نے حج کا احرام باندھا۔

۲۹۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ شُعْبَةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتٰى ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَمْ يَقُلْ صَلّٰى بِهَا الظُّهْرَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذوالحلیفہ آئے اس میں ظہر کی نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

مسئلہ اشعار میں شوافع کا احناف پر اعتراض

اونٹ کے کوہان کی دائیں جانب کو چھری یا کسی اور دھار دار آلہ سے زخمی کرنا اور اس کا خون بہانا اشعار کہلاتا ہے،

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں اشعار کرنا مستحب ہے جمہور متقدمین اور متاخرین کا یہی مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار بدعت ہے کیونکہ یہ جانور کو مُثلہ کرنا ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ اشعار کے بارے میں احادیث صحیحہ مشہورہ کے خلاف ہے، اور یہ مُثلہ کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ فصد، ختان اور داغ لگانے کی مثل ہے [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

مسئلۂ اشعار میں احناف کا جواب

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشعار مکروہ ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مستحسن ہے اور اگر اشعار کو ترک کر دیا تو کوئی حرج نہیں ہے، اشعار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی نشتر یا دھار دار چیز سے اونٹ کے کوہان کی دو جانبوں میں سے کسی ایک جانب کی کھال کو کاٹا جائے حتیٰ کہ اس سے خون نکلے پھر اس خون میں اس کے کوہان کو لتھیڑا جائے اس عمل کو اشعار کہتے ہیں کیونکہ اس سے ہدی کی علامت قائم ہو جاتی ہے اور اشعار کا معنی اعلام ہے۔ ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ کوہان کی بائیں جانب اشعار کیا جاتا ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اونٹوں میں اشعار کیا اور صحابہ سے بھی اشعار مروی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ نہیں قرار دیا اور امام ابوحنیفہ اشعار کو کیسے مکروہ کہہ سکتے ہیں جبکہ بکثرت احادیث سے اشعار کا ثبوت ہے۔ امام ابوحنیفہ نے صرف اپنے زمانہ کے لوگوں کے اشعار کو مکروہ کہا ہے کیونکہ وہ بہت گہرائی میں نشتر کو گھونپ دیتے تھے جس کی وجہ سے اونٹ کی ہلاکت کا خدشہ ہوتا تھا۔ خاص طور پر حجاز کی گرمیوں میں، لہٰذا انھوں نے عام لوگوں کو اس سے روکنے کے لیے یہ کہا کہ اشعار مکروہ ہے کیونکہ وہ اشعار کو صحیح طریقہ سے نہیں کرتے تھے، لیکن جو لوگ اشعار کرنا جانتے ہوں بایں طور کہ اونٹ کی کھال کاٹیں اور اس کا گوشت نہ کاٹیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

بَابُ ۳۷۱ قَوْلِهٖ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَّا هٰذِهِ الْفُتْيَا الَّتِيْ قَدْ تَشَغَّفَتْ اَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ

حضرت ابن عباس سے لوگوں کا کہنا کہ آپ کے فتویٰ نے لوگوں کو پریشان کر دیا۔

۲۹۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَسَّانَ الْاَعْرَجَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي الْجُهَيْمِ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هٰذِهِ الْفُتْيَا الَّتِيْ قَدْ تَشَغَّفَتْ اَوْ تَشَغَّبَتْ بِالنَّاسِ اَنَّ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ رَغِمْتُمْ

اعرج کہتے ہیں کہ بنو جہیم کے ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اس فتویٰ سے لوگوں میں شور مچ گیا ہے کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کیا وہ حلال ہو گیا، حضرت ابن عباس نے کہا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۵ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ

ابو حسان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ لوگوں میں اس مسئلہ سے بہت شور مچ گیا ہے کہ جس

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ،

يَحْيٰى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِىْ حَسَّانَ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ قَدْ تَفَشَّغَ بِهِ النَّاسُ مَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ فَقَدْ حَلَّ الطَّوَافُ عُمْرَةً فَقَالَ سُنَّةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ رَغِمْتُمْ.

نے بیت اللہ کا طواف کر لیا وہ حلال ہو گیا اور وہ اس کو عمرہ کر لے، حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، خواہ تم کو ناگوار ہو۔

۲۹۱۶۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِىْ عَطَآءٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَا يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ حَاجٌّ وَلَا غَيْرُ حَاجٍّ اِلَّا حَلَّ قُلْتُ لِعَطَآءٍ مِّنْ اَيْنَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ قَالَ مِنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ مَحِلُّهَا اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ ذٰلِكَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ هُوَ بَعْدَ الْمُعَرَّفِ وَقَبْلَهُ كَانَ يَاْخُذُ ذٰلِكَ مِنْ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّحِلُّوْا فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ.

عطا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ بیت اللہ کا طواف کرنے سے حلال ہو جاتا ہے خواہ وہ شخص حج کرنے والا ہو یا عمرہ کرنے والا ہو۔ راوی نے عطا سے پوچھا کہ ابن عباس نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا، انھوں نے کہا قرآن مجید کی اس آیت سے ثم محلها الى البيت العتيق۔ "قربانی کے ذبح ہونے کی جگہ بیت اللہ ہے"۔ راوی نے کہا قربانی تو عرفات سے آنے کے بعد ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا حضرت ابن عباس یہی کہتے ہیں خواہ وہ عرفات سے پہلے ہو یا بعد، اور اس کا استنباط وہ اُس حدیث سے کرتے تھے جب حجۃ الوداع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت ابن عباس کی رائے کے تفرد کا بیان

اس باب کی احادیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس فتویٰ کا ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا طوافِ قدوم کے بعد حلال ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس اپنے اس فتویٰ میں منفرد تھے، جمہور صحابہ اور تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے کسی نے حضرت ابن عباس کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا، حضرت ابن عباس کے علاوہ باقی تمام فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ حج کرنے والا صرف طواف قدوم سے حلال نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حلال ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ عرفات میں قیام کرے، مزدلفہ میں رات گذارے، جمرہ عقبہ کی رمی کرے، سر منڈائے اور طواف زیارت کرے۔ حضرت ابن عباس نے قرآن مجید کی آیت ثم محلها الى البيت العتيق سے جو استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس آیت کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ طواف قدوم کے بعد حج کرنے والا حلال ہو جاتا ہے بلکہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہدی صرف حرم میں ذبح کی جاتی ہے اور اگر "محل" کا مطلب احرام سے حلال ہونا ہو تو محض ہدی کے حرم پہنچنے سے حلال ہو جانا چاہیے خواہ طواف قدوم بھی نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عباس کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جن صحابہ کے پاس

ہدی نہیں تھی انھیں حلال ہونے کا حکم دیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مطلوب اس حدیث سے بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حج کے احرام کو فسخ کر کے عمرہ کا احرام کر لیں اور یہ حکم صرف اس سال کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ ہم دلائل سے بیان کر چکے ہیں، اس لیے یہ حدیث اس چیز کی دلیل نہیں ہے کہ جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ صرف طواف قدوم کر کے حلال ہو سکتا ہے۔

بَابُ جَوَازِ تَقْصِيرِ الْمُعْتَمِرِ مِنْ شَعْرِهِ وَأَنَّهُ لَا يَجِبُ حَلْقُهُ وَأَنَّهُ يُسْتَحَبُّ كَوْنُ حَلْقِهِ أَوْ تَقْصِيرِهِ عِنْدَ الْمَرْوَةِ

عمرہ کرنے والے کے سر منڈانے اور بال کٹانے کا بیان

۲۹۱۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ لِي مُعَاوِيَةُ عَلِمْتَ أَنِّي قَدْ قَصَّرْتُ مِنْ رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ بِمِشْقَصٍ فَقُلْتُ لَهُ لَا أَعْلَمُ هَذِهِ إِلَّا حُجَّةً عَلَيْكَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم جانتے ہو کہ میں نے مروہ کے قریب تیر کے پیکان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال کاٹے تھے! میں نے ان سے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس کے آپ ذمہ دار ہیں۔

۲۹۱۸۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ مُعَاوِيَةَ ابْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِشْقَصٍ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ أَوْ رَأَيْتُهُ يُقَصِّرُ بِمِشْقَصٍ وَهُوَ عَلَى الْمَرْوَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے مروہ پر تیر کے پیکان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاٹے یا کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ مروہ پر تیر کے پیکان سے بال کٹوا رہے ہیں۔

حضرت معاویہ کے اسلام کی تاریخ کی تحقیق

حج اور عمرہ کرنے والا حرم میں جس جگہ بھی بال کٹائے یا سر منڈائے جائز ہے لیکن عمرہ کرنے والے کے لیے مروہ کے پاس اور حج کرنے والے کے لیے منیٰ میں بال کٹانا یا سر منڈانا افضل اور مستحب ہے، اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ عمرہ جعرانہ کا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں حلق کرایا تھا، اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے بال بطور تبرک تقسیم کیے تھے، اس لیے حضرت معاویہ کے بال کاٹنے کے واقعہ کو حجۃ الوداع پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ اس واقعہ کو سات ہجری کے عمرۃ القضاء پر محمول کرنا صحیح ہے کیونکہ حضرت معاویہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ حضرت معاویہ آٹھ ہجری فتح مکہ کے سال میں اسلام

لائے تھے اور آٹھ ہجری میں عمرۃ الجعرانہ واقع ہوا اس لیے یہ واقعہ بھی عمرۃ الجعرانہ کا ہے۔

بَابُ ۳۷۳ جَوَازِ التَّمَتُّعِ فِي الْحَجِّ وَالْقِرَانِ

تمتع اور قران کا جواز

۲۹۱۹۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ أَمَرَنَا أَنْ نَجْعَلَهَا عُمْرَةً إِلَّا مَنْ سَاقَ الْهَدْيَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ التَّرْوِيَةِ وَرُحْنَا إِلَى مِنًى أَهْلَلْنَا بِالْحَجِّ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم بلند آواز سے حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے، جب ہم مکہ پہنچے تو آپ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہدی روانہ کی ہے ان کے سوا باقی لوگ اپنے احرام کو عمرہ کا احرام کر دیں پھر جب ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ ہوئی تو ہم منیٰ گئے اور ہم نے حج کا احرام باندھا۔

۲۹۲۰۔ وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى ابْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَصْرُخُ بِالْحَجِّ صُرَاخًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے درآں حالیکہ ہم باآواز بلند حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے۔

۲۹۲۱۔ حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَأَتَاهُ آتٍ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اخْتَلَفَا فِي الْمُتْعَتَيْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاهُمَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَهَانَا عَنْهُمَا عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَلَمْ نَعُدْ لَهُمَا۔

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما متعوں میں اختلاف کر رہے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ دو متعہ کیے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم کو ان سے منع کر دیا، پھر ہم نے ان کو نہیں کیا۔

۲۹۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنِي سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مُرْوَانَ الْأَصْفَرِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَدِمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ أَهْلَلْتَ قَالَ أَهْلَلْتُ بِإِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَأَحْلَلْتُ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا ہے؟ حضرت علی نے کہا میں نے وہی نیت کی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت ہے، آپ نے فرمایا اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو میں حلال ہو جاتا۔

۲۹۲۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمُ ابْنُ حَيَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ بَهْزٍ لَحَلَلْتُ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی روایت ہے۔

۲۹۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ وَعَبْدِ الْعَزِيزِ ابْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ أَنَّهُمْ سَمِعُوا أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهَلَّ بِهِمَا جَمِيعًا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور فرمایا: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا، لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔

۲۹۲۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي إِسْحَاقَ وَحُمَيْدٍ الطَّوِيلِ قَالَ يَحْيَى سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا وَقَالَ حُمَيْدٌ قَالَ أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَبَّيْكَ عُمْرَةً وَحَجًّا۔ ایک اور روایت ہے حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ لَبَّيْكَ بِعُمْرَةٍ وَحَجٍّ۔ کہتے ہوئے سنا۔

۲۹۲۶۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَمْرٌو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَعِيدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَيُهِلَّنَّ ابْنُ مَرْيَمَ بِفَجِّ الرَّوْحَاءِ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا اَوْ لَيَثْنِيَنَّهُمَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے بلاشبہ حضرت ابن مریم فج الروحا میں حج یا عمرہ یا دونوں کا تلبیہ کہیں گے۔

۲۹۲۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، اس میں ہے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔

۲۹۲۸۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ الْاَسْلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

باآواز بلند تلبیہ کہنے کے احکام

حدیث نمبر ۲۹۱۹ میں بلند آواز سے تلبیہ کہنے کا ذکر ہے، اس میں سب کا اتفاق ہے بشرطیکہ اتنے زور سے آواز بلند نہ کرے جس سے اس کو تکلیف ہو، عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے بلکہ دل ہی دل میں تلبیہ کہے کیونکہ اس کی آواز سے فتنہ کا اندیشہ ہے اور مرد کے لیے آواز بلند کرنا تمام علماء کے نزدیک مستحب ہے، البتہ غیر مقلدین نے واجب کہا ہے۔ بیت اللہ، مسجد منیٰ اور مسجد عرفات کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ عام مساجد میں بھی بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے، جیسا کہ ان تین مساجد میں جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ باقی مساجد میں بلند آواز سے ذکر نہ کرے تاکہ لوگوں کی عبادت میں خلل نہ ہو، ان تین مساجد میں چونکہ حج کی عبادات انجام دی جاتی ہیں اس لیے ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ذکر بالجہر

خیال رہے کہ جب لوگوں کی عبادات میں خلل کا اندیشہ نہ ہو تو بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر متوسط جہر کیا جائے تو لوگوں کی عبادات میں خلل نہیں پڑتا۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرتے تھے [1] اور یہ اس کو

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی بلند آواز سے ذکر کیا جس کو حضرت ابن الزبیر نے سنا غالباً اسی وجہ سے شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت عبداللہ ابن الزبیر کی اس روایت کو اس طرح ذکر کیا ہے: وعن عبد الله بن الزبير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلوته يقول بصوته الا على لا اله الا الله - الحديث "حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد باآواز بلند فرماتے تھے: "لا الہ الا اللہ"

صاحبِ مشکوٰۃ کا مسلم کے حوالے سے بِصَوْتِہِ الْاَعْلٰی کے الفاظ نقل کرنے کا بیان۔

شیخ ولی الدین عراقی نے حضرت ابن الزبیر کی اس روایت کو مسلم کے حوالہ سے بیان کیا ہے اور صحیح مسلم میں "بصوته الاعلى" کے الفاظ نہیں ہیں لیکن حضرت ابن الزبیر کی روایت میں ان الفاظ کا معنی موجود ہے کیونکہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ" کا ذکر کرتے تھے اور حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا اس بات کو مستلزم ہے کہ حضرت ابن الزبیر اس ذکر کو سنتے تھے اور ذکر کو سننا اس بات کو مستلزم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ذکر بلند آواز سے کرتے تھے، شیخ ولی الدین عراقی نے اس معنی پر نظر کرتے ہوئے بصوته الاعلى کے الفاظ ذکر کر دیے جو اگرچہ صراحۃً تو ابن الزبیر نے نہیں کہے لیکن ان کی روایت میں یہ معنی موجود ہے اس لیے اس روایت پر نظر کرتے ہوئے انھوں نے ابن الزبیر سے اس طرح روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بلند آواز سے کہتے تھے "لا الہ الا اللہ"[1]

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

باب ۳۷۴ بَيَانِ عَدَدِ عُمَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَمَانِهِنَّ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد

۲۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ كُلُّهُنَّ فِي ذِي الْقَعْدَةِ إِلَّا الَّتِي مَعَ حَجَّتِهِ عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ أَوْ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمْرَةً مِنْ جِعِرَّانَةَ حَيْثُ قَسَمَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور یہ سب ذوالقعدہ میں کیے ہیں، سوا اس ایک عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا تھا، ایک عمرہ حدیبیہ تھا جو (صلح) حدیبیہ کے زمانہ میں ذوالقعدہ میں کیا، دوسرا اس کے بعد والے سال ذوالقعدہ میں کیا، تیسرا عمرہ جعرانہ جب آپ نے غزوہ حنین کا مال غنیمت تقسیم کیا، یہ بھی ذوالقعدہ میں کیا، اور چوتھا عمرہ آپ نے حج کے ساتھ کیا۔

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔

عَنَائِهِ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ وَ عُمْرَةً مِّنَ حَجَّتِهِ۔

قتادہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے۔ انھوں نے کہا کہ (فرضیت حج کے بعد) آپ نے ایک حج کیا ہے اور چار عمرے کیے ہیں۔

۲۹۳۰- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَمْ حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَجَّةً وَّاحِدَةً وَاعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هَدَّابٍ۔

۲۹۳۱- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ زَيْدَ ابْنَ أَرْقَمَ كَمْ غَزَوْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زَيْدُ ابْنُ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ وَأَنَّهُ حَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً وَّاحِدَةً حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَ أَبُوْ إِسْحٰقَ وَ بِمَكَّةَ أُخْرٰى۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے غزوات میں شرکت کی ہے؟ انھوں نے کہا سترہ میں۔ اور حضرت زید بن ارقم نے مجھے بتلایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس غزوات میں شرکت کی ہے۔ اور ہجرت کے بعد ایک حج کیا ہے جو حجۃ الوداع ہے۔ ابو اسحٰق نے کہا کہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ نے ایک اور حج بھی کیا۔

۲۹۳۲- وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يُخْبِرُ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ مُسْتَنِدَيْنِ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَإِنَّا لَنَسْمَعُ ضَرْبَهَا بِالسِّوَاكِ لَتَسْتَنُّ قَالَ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجَبٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَيْ أُمَّتَاهْ أَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ وَمَا يَقُوْلُ قُلْتُ يَقُوْلُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ

عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مسواک کر رہی تھیں اور ہم ان کی مسواک کرنے کی آواز سن رہے تھے، میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے میری ماں! کیا آپ نہیں سن رہیں جو ابو عبدالرحمٰن کہہ رہے ہیں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہے! حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَتْ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَعَمْرِيْ مَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ وَّمَا اعْتَمَرَ مِنْ عُمْرَةٍ إِلَّا وَاِنَّهٗ لَمَعَهٗ قَالَ وَابْنُ عُمَرَ يَسْمَعُ فَمَا قَالَ لَا وَلَا نَعَمْ سَكَتَ .

ابو عبدالرحمن کی مغفرت فرمائے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا، آپ نے رجب میں عمرہ نہیں کیا اور آپ نے جب بھی عمرہ کیا تو ابن عمر آپ کے ساتھ تھے، عروہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر یہ سب سن رہے تھے انھوں نے نہ کہا نہ ہاں کہا وہ خاموش رہے۔

۲۹۳۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلٰوتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ كَمِ اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَكَرِهْنَا أَنْ نُكَذِّبَهٗ وَنَرُدَّ عَلَيْهِ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ أَلَا تَسْمَعِيْنَ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى مَا يَقُوْلُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَتْ وَمَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ إِحْدٰهُنَّ فِيْ رَجَبٍ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَهُوَ مَعَهٗ وَمَا اعْتَمَرَ فِيْ رَجَبٍ قَطُّ .

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں اور عروہ مسجد نبوی میں گئے وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ہم نے حضرت ابن عمر سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عمر نے فرمایا بدعت ہے، پھر عروہ نے ان سے دریافت کیا اے ابو عبدالرحمن! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کیے ہیں؟ انھوں نے کہا چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے، ہم نے ان کی بات کا رد کرنا یا جھٹلانا ناپسند کیا، پھر ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسواک کرنے کی آواز سنی تو عروہ نے کہا اے ام المومنین! کیا آپ سن رہی ہیں ابو عبدالرحمن کیا کہہ رہے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ کیا کہتے ہیں؟ عروہ نے کہا وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمن پر رحم فرمائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا ابو عبدالرحمن ان کے ساتھ تھے اور آپ نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد کی تحقیق

حضرت انس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے چار عمرے کیے ہیں اور ان میں سے ایک عمرہ رجب میں کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رجب میں عمرے کا انکار کیا، پہلا عمرہ چھ ہجری میں حدیبیہ کے سال ذوالقعدہ میں کیا جس میں آپ کو اور صحابہ کو روک دیا گیا اور آپ اور صحابہ حلال ہو گئے اس کو بھی عمرہ شمار کیا گیا، دوسرا اگلے سال ذوالقعدہ میں عمرہ کیا اس کو عمرۃ القضاء کہتے ہیں، یہ سات ہجری میں کیا تھا، تیسرا عمرہ آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے سال کیا اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے سال کیا، اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اس کے افعال ذوالحج میں کیے، جب حضرت عائشہ نے حضرت ابن عمر کے قول کا انکار کیا تو حضرت ابن عمر خاموش رہے اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عمر کو یاد نہیں رہا تھا یا شبہ پڑ گیا تھا اسی وجہ سے انھوں نے حضرت عائشہ سے بحث کی نہ ان کی بات کا انکار کیا۔

قاضی عیاض نے یہاں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا اس لیے کل تین عمرے ہوئے علامہ نووی نے اس کا شدید رد کیا ہے اور کہا کہ روایات کثیرہ صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ آپ نے حج قران کیا تھا اور قاضی عیاض نے جو کچھ لکھا ہے وہ باطل ہے۔

نماز چاشت کے بدعت ہونے کی توضیح

حضرت ابن عمر نے اس حدیث میں چاشت کی نماز کو بدعت کہا ہے حالانکہ چاشت کی نماز سنت سے ثابت ہے، علامہ نووی نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا اور اس کا اظہار کرنا بدعت ہے اور اس کی اصل سنت ہے تاہم چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جمع ہونا حضرت ابن عمر کے نزدیک بدعت سیئہ نہیں تھی ورنہ لوگوں کو اس سے منع کرتے۔ [1]

جلد اول کتاب الصلوٰۃ میں ہم نے اس مسئلہ کی مکمل بحث لکھ دی ہے۔

باب ۳۷۵ فَضْلِ الْعُمْرَةِ فِي رَمَضَانَ

رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کی فضیلت

۲۹۳۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُنَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَنَسِيتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ أَنْ تَحُجِّي مَعَنَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَّا نَاضِحَانِ فَحَجَّ أَبُو وَلَدِهَا وَابْنُهَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت سے کہا (راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے اس عورت کا نام بھی لیا تھا لیکن میں بھول گیا) تم ہمارے ساتھ حج کرنے کیوں نہیں جاتیں، اس نے کہا ہمارے پانی لانے کے دو ہی اونٹ تھے ایک پر میرا شوہر اور بیٹا حج کرنے کے لیے گیا ہوا ہے اور دوسرا اونٹ ہمارا پانی لانے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

عَلٰى نَاضِحٍ وَّتَرَكَ لَنَا نَاضِحًا نَنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَآءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِيْ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ تَعْدِلُ حَجَّةً .

عمرہ کرنے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

۲۹۳۵- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيْبُ الْمُعَلِّمُ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاِمْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهَا اُمُّ سِنَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا مَنَعَكِ اَنْ تَكُوْنِيْ حَجَجْتِ مَعَنَا قَالَتْ نَاضِحَانِ كَانَا لِاَبِيْ فُلَانٍ زَوْجِهَا حَجَّ هُوَ وَابْنُهُ عَلٰى اِحْدٰهُمَا وَكَانَ الْاٰخَرُ يَسْقِيْ عَلَيْهِ غُلَامُنَا قَالَ فَعُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَقْضِيْ حَجَّةً اَوْ حَجَّةً مَّعِيْ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت جسے ام سنان کہا جاتا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس نے کہا میرے شوہر کے دو اونٹ تھے ایک پر وہ اور اس کا بیٹا حج کے لیے گیا ہے اور دوسرے پر ہمارا غلام پانی لاتا ہے۔ آپ نے فرمایا رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے یا فرمایا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

بَابُ ۳۷۶ اِسْتِحْبَابِ دُخُوْلِ مَكَّةَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَالْخُرُوْجِ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى

مکہ مکرمہ میں بالائی حصہ سے داخل ہونے اور نچلے حصہ سے نکلنے کا استحباب

۲۹۳۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ مِنْ طَرِيْقِ الشَّجَرَةِ وَيَدْخُلُ مِنْ طَرِيْقِ الْمُعَرَّسِ وَاِذَا دَخَلَ مَكَّةَ دَخَلَ مِنَ الثَّنِيَّةِ الْعُلْيَا وَيَخْرُجُ مِنَ الثَّنِيَّةِ السُّفْلٰى .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درخت والے راستہ سے نکلتے اور معرس کے راستہ سے واپس آتے اور جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے تو بالائی گھاٹی سے داخل ہوتے اور جب وہاں سے نکلتے تو نچلی گھاٹی سے نکلتے۔

۲۹۳۷- وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ زُهَيْرٌ الْعُلْيَا الَّتِي بِالْبَطْحَاءِ۔

۲۹۳۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ إِلَى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ أَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ أَسْفَلِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لاتے تو بالائی حصہ سے داخل ہوتے اور جب لوٹتے تو نیچے کی جانب سے لوٹتے۔

۲۹۳۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ مِنْ أَعْلَى مَكَّةَ قَالَ هِشَامٌ فَكَانَ أَبِي يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ أَبِي أَكْثَرَ مَا يَدْخُلُ مِنْ كَدَاءٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء کی جانب سے داخل ہوئے جو مکہ کا بالائی حصہ ہے، ہشام کہتے ہیں کہ میرے والد ان دونوں جانبوں سے داخل ہوتے رہتے اور اکثر کداء کی جانب سے داخل ہوتے تھے۔

مکہ میں آتے جاتے وقت راستہ تبدیل کرنے کی حکمت

مکہ میں آنے اور جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستوں کو تبدیل کرنا نیک شگون کے لیے تھا۔ تاکہ راستہ کا تغیر حالات کے خوشگوار تغیر پر دلالت کرے، اور تاکہ دونوں راستے عبادت کی گواہی دیں، اور دونوں طرف کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی برکات سے نوازیں جیسا کہ عید میں کیا جاتا تھا۔

۳۷ باب اِسْتِحْبَابِ الْمَبِيتِ بِذِي طُوًى عِنْدَ إِرَادَةِ دُخُولِ مَكَّةَ وَالِاغْتِسَالِ لِدُخُولِهَا وَدُخُولِهَا نَهَارًا

مکہ میں داخل ہوتے وقت ذی طویٰ میں رات گذارنے کا استحباب

۲۹۴۰- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے تک ذی طویٰ میں رات گذاری پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی طرح کیا کرتے تھے، ابن سعید کی روایت

وَسَلَّمَ بَاتَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ دَخَلَ مَکَّۃَ قَالَ وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ یَفْعَلُ ذٰلِکَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ سَعِیْدٍ حَتّٰی صَلَّی الصُّبْحَ قَالَ یَحْیٰی اَوْ قَالَ حَتّٰی اَصْبَحَ۔

میں ہے حتی کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ یا کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

۲۹۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَ لَا یَقْدُمُ مَکَّۃَ اِلَّا بَاتَ بِذِیْ طُوًی حَتّٰی یُصْبِحَ وَیَغْتَسِلَ ثُمَّ یَدْخُلُ مَکَّۃَ نَھَارًا وَّیَذْکُرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ فَعَلَہٗ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب بھی مکہ آتے تھے، ذی طوی میں رات گذارتے تھے حتی کہ صبح کرتے اور غسل کرتے پھر دن میں مکہ داخل ہوتے تھے، وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا

۲۹۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ السَّیْبِیُّ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ یَعْنِیْ ابْنَ عِیَاضٍ عَنْ مُّوْسَی ابْنِ عُقْبَۃَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْزِلُ بِذِیْ طُوًی وَّیَبِیْتُ بِہٖ حَتّٰی یُصَلِّیَ الصُّبْحَ حِیْنَ یَقْدُمُ مَکَّۃَ وَمُصَلّٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ عَلٰی اَکَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ لَیْسَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بُنِیَ ثَمَّ وَلٰکِنْ اَسْفَلَ مِنْ ذٰلِکَ عَلٰی اَکَمَۃٍ غَلِیْظَۃٍ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مکہ تشریف لاتے تو ذی طوی میں اترتے اور رات وہیں گذارتے حتی کہ صبح کی نماز پڑھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ ایک بڑے ٹیلے پر ہے اس مسجد میں نہیں ہے جو بعد میں بنائی گئی، لیکن اس کے نیچے ایک بڑے ٹیلے پر ہے۔

۲۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ السَّیْبِیُّ حَدَّثَنِیْ اَنَسٌ یَعْنِیْ ابْنَ عِیَاضٍ عَنْ مُّوْسَی ابْنِ عُقْبَۃَ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقْبَلَ فُرْضَتَیِ الْجَبَلِ الَّذِیْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ الْجَبَلِ الطَّوِیْلِ نَحْوَ الْکَعْبَۃِ یَجْعَلُ الْمَسْجِدَ الَّذِیْ بُنِیَ ثُمَّ یَسَارَ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِطَرَفِ الْاَکَمَۃِ وَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طویل پہاڑ کے دونوں چوٹیوں کے درمیان قبلہ کی طرف منہ کرتے اور جو مسجد وہاں بنی ہوئی ہے اس کو ٹیلے کے بائیں طرف کر دیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ اس کالے ٹیلے سے نیچے ہے۔ اس کالے ٹیلے سے دس ہاتھ چھوڑ کر یا کم و بیش، اور پھر اس لمبے پہاڑ کے دونوں ٹیلوں کی طرف منہ کر کے جو تمہارے اور

مُصَلَّى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْفَلَ مِنْهُ عَلَى الْاَكَمَةِ السَّوْدَآءِ يَدَعُ مِنَ الْاَكَمَةِ عَشْرَ اَذْرُعٍ اَوْ نَحْوَهَا ثُمَّ يُصَلِّيْ مُسْتَقْبِلَ الْقُرْضَتَيْنِ مِنَ الْجَبَلِ الطَّوِيْلِ الَّذِيْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الْكَعْبَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

بیت اللہ شریف کے درمیان ہے نماز ادا فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔

ف :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ جاتے وقت ذی طویٰ میں رات گذارنا چاہیے اور صبح تک وہیں رہے اور صبح کی نماز پڑھ کر، غسل کر کے مکہ میں دن کے وقت داخل ہو۔

بَابُ ۳۷۸ اِسْتِحْبَابِ الرَّمَلِ فِي الطَّوَافِ وَ الْعُمْرَةِ وَفِي الطَّوَافِ الْاَوَّلِ فِي الْحَجِّ

حج اور عمرے کے پہلے طواف میں رمل کا استحباب

۲۹۴۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ بِالْبَيْتِ الطَّوَافَ الْاَوَّلَ خَبَّ ثَلَاثًا وَّمَشٰى اَرْبَعًا وَكَانَ يَسْعٰى بِبَطْنِ الْمَسِيْلِ اِذَا طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ کا پہلا طواف کرتے تو پہلے تین چکروں میں تیز تیز دوڑ کر طواف کرتے اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلتے، اور جب صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے تو دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۲۹۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا طَافَ فِي الْحَجِّ وَ الْعُمْرَةِ اَوَّلَ مَا يَقْدَمُ فَاِنَّهُ يَسْعٰى ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ بِالْبَيْتِ ثُمَّ يَمْشِيْ اَرْبَعَةً ثُمَّ يُصَلِّيْ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَطُوْفُ بَيْنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ) آنے کے بعد جب حج یا عمرہ کا پہلا طواف کرتے تو تین مرتبہ دوڑ کر طواف کرتے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چل کر طواف کرتے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے (دوڑ لگاتے)

الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

۲۹۴۶- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى قَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَقْدَمُ مَكَّةَ إِذَا اسْتَلَمَ الرُّكْنَ الْأَسْوَدَ أَوَّلَ مَا يَطُوفُ حِينَ يَقْدَمُ يَخُبُّ ثَلَاثَةَ أَطْوَافٍ مِنَ السَّبْعِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لاتے تو حجر اسود کو بوسہ دیتے اور آنے کے بعد پہلے طواف کے سات میں سے تین چکروں میں دوڑتے۔

۲۹۴۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَمَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ ثَلَاثًا وَمَشَى أَرْبَعًا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا اور باقی چار چکروں میں معمول کے مطابق چلے۔

۲۹۴۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔

۲۹۴۹- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ حَتَّى انْتَهَى

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے حجر اسود سے حجر اسود تک رمل فرمایا یہاں تک کہ اس تک تین چکر پورے ہو گئے۔

اِلَيْهِ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ ۔

۲۹۵۰ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوالطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَالِكٌ وَّابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ الثَّلَاثَةَ اَطْوَافٍ مِّنَ الْحَجَرِ اِلَى الْحَجَرِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود سے حجر اسود تک تین چکروں میں رمل فرمایا۔

۲۹۵۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْكَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُالْوَاحِدِ ابْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَرَاَيْتَ هٰذَا الرَّمَلَ بِالْبَيْتِ ثَلَاثَةَ اَطْوَافٍ وَّمَشْيَ اَرْبَعَةِ اَطْوَافٍ اَسُنَّةٌ هُوَ فَاِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ سُنَّةٌ قَالَ فَقَالَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا قَالَ قُلْتُ مَا قَوْلُكَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ مُحَمَّدًا وَّاَصْحَابَهٗ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّطُوْفُوْا بِالْبَيْتِ مِنَ الْهَزْلِ قَالَ وَكَانُوْا يَحْسُدُوْنَهٗ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوْا ثَلَاثًا وَّيَمْشُوْا اَرْبَعًا قَالَ قُلْتُ لَهٗ اَخْبِرْنِيْ عَنِ الطَّوَافِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ رَاكِبًا اَسُنَّةٌ هُوَ فَاِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهٗ سُنَّةٌ قَالَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا قَالَ قُلْتُ وَمَا قَوْلُكَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثُرَ عَلَيْهِ النَّاسُ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مُحَمَّدٌ

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ مجھے بیت اللہ کے طواف اور اس میں تین مرتبہ رمل کرنے اور چار مرتبہ معمول کے مطابق چلنے کے بارے میں بتلاؤ، کیا یہ سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم اس کو سنت سمجھنے لگی ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو کفار مکہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دُبلے ہونے کی وجہ سے طواف نہیں کر سکتے، انھوں نے کہا کہ مشرکین آپ سے حسد کرتے تھے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین چکروں میں کندھے ہلا ہلا کر تیز تیز چلیں (دوڑیں) اور باقی تین چکروں میں معمول کے مطابق چلیں۔ ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا مجھے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کے بارے میں بھی بتلائیے۔ کیا سوار ہو کر طواف کرنا سنت ہے؟ کیونکہ آپ کی قوم سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتی ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، میں نے کہا آپ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، حضرت ابن عباس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

هٰذَا مُحَمَّدٌ حَتّٰى خَرَجَ الْعَوَاتِقُ مِنَ الْبُيُوْتِ قَالَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَضْرِبُ النَّاسَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا كَثُرَ عَلَيْهِ رَكِبَ وَالْمَشْيُ وَالسَّعْيُ اَفْضَلُ۔

علیہ وسلم کے پاس بہت ہجوم اکٹھا ہو گیا لوگ کہتے تھے کہ یہ محمد ہیں یہ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) حتیٰ کہ جوان عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سے لوگوں کو نہیں ہٹاتے تھے، غرضیکہ جب بھیڑ بہت زیادہ ہو گئی تو آپ سوار ہو گئے اور پیدل چلنا اور دوڑنا افضل ہے۔

۲۹۵۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ قَوْمَكَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمَلَ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَهِيَ سُنَّةٌ قَالَ صَدَقُوْا وَكَذَبُوْا۔

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ کی قوم کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں رمل کیا تھا، اور صفا اور مروہ میں سعی کی تھی اور یہ سنت ہے۔ حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی۔

۲۹۵۳ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبْجَرَ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَرَاَنِيْ قَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصِفْهُ لِيْ قَالَ قُلْتُ رَاَيْتُهُ عِنْدَ الْمَرْوَةِ عَلٰى نَاقَةٍ وَقَدْ كَثُرَ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ذَاكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَدَعُوْنَ عَنْهُ وَلَا يُكْهِرُوْنَهُ۔

ابو الطفیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا: میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا میں نے آپ کو مروہ کے پاس ایک اونٹنی پر دیکھا، آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا، راوی کہتے ہیں حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، کیونکہ صحابہ کی عادت تھی کہ وہ آپ کو چھوڑتے تھے نہ دور ہوتے تھے۔

۲۹۵۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ مَكَّةَ وَقَدْ وَهَنَتْهُمْ حُمّٰى يَثْرِبَ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ اِنَّهُ يَقْدَمُ عَلَيْكُمْ غَدًا قَوْمٌ قَدْ وَهَنَتْهُمُ الْحُمّٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مکہ تشریف لائے درآں حالیکہ انھیں مدینہ کے بخار نے کمزور کیا ہوا تھا، مشرکین نے کہا تھا کہ کل تمہارے پاس ایسے لوگ آئیں گے جنھیں بخار نے دبلا کر دیا ہے اور انھیں اس سے تکلیف پہنچی ہے، مشرکین حطیم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَلَقُوْا مِنْهَا شِدَّةً فَجَلَسُوْا مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ وَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّرْمُلُوا الثَّلَاثَةَ اَشْوَاطٍ وَّيَمْشُوْا مَا بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ جَلَدَهُمْ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّ الْحُمّٰى قَدْ وَهَنَتْهُمْ هٰؤُلَاءِ اَجْلَدُ مِنْ كَذَا وَكَذَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلَمْ يَمْنَعْهُ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ اَنْ يَّرْمُلُوا الْاَشْوَاطَ كُلَّهَا اِلَّا اِبْقَاءٌ عَلَيْهِمْ۔

اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ تین چکروں میں رمل کریں (کندھے ہلا کر دوڑیں) اور دو رکنوں کے درمیان معمول کیمطابق چلیں تاکہ آپ مشرکین کو صحابہ کی توانائی دکھائیں مشرکین نے دیکھ کر کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم کہتے تھے کہ ان کو بخار نے کمزور کر دیا ہے یہ تو فلاں فلاں سے بھی زیادہ طاقت ور ہیں، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے تمام چکروں میں رمل کرنے کا حکم ان کی تھکاوٹ کے خیال سے نہیں دیا تھا۔

۲۹۵۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا سَعٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَمَلَ بِالْبَيْتِ لِيُرِيَ الْمُشْرِكِيْنَ قُوَّتَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کے طواف میں اس لیے رمل کیا تھا کہ مشرکین کو اپنی قوت دکھائیں۔

۲۹۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَزِيْدُ اَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ اَهْلُ مَكَّةَ قَوْمٌ حَسَدٌ وَلَمْ يَقُلْ يَحْسُدُوْنَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے اہل مکہ حاسد تھے۔

رمل کی تعریف علامہ نووی رمل کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ رمل کا معنی ہے دوڑنا یعنی چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ تیز چلنا[1]، علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ کندھے ہلا ہلا کر اکڑ اکڑ کر چلنا جیسے وہ شخص چلتا ہے جس نے کسی کو للکارا ہو[2]، رمل صرف طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں سنت ہے، طواف زیارت اور طواف وداع میں رمل نہیں ہے، حضرت ابن عباس کے نزدیک رمل اب سنت نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضاء کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو مشرکین نے کہا کہ ان لوگوں کو یثرب کے بخار نے دبلا کر دیا ہے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار قوت کے لیے خود بھی رمل کیا اور صحابہ کو بھی رمل کا حکم دیا۔

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،
[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ دے دیا ہے اور اب مشرکین کو قوت دکھانے کا کوئی معنی نہیں ہے اس لیے اب رمل نہیں ہے، لیکن تمام علماء صحابہ اور تابعین نے حضرت ابن عباس سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو طواف قدوم کیا تھا اس میں بھی رمل کیا تھا حالانکہ فتح مکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کر دیا تھا، اس لیے تمام صحابہ، تابعین اور بعد کے فقہاء کے اتفاق سے طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل سنت ہے۔ [1]

رمل کے احکام علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رمل عورتوں کے لیے مشروع نہیں ہے، جیسے عورتوں کے لیے صفا اور مروہ میں دوڑنا مشروع نہیں ہے اور اگر مرد رمل شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دے تو وہ سنت کا تارک ہے اور اس پر کوئی تاوان نہیں ہے، اصحاب مالک کا اس میں اختلاف ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک اس پر دم ہے، اور بعض کے نزدیک اس پر دم نہیں ہے [2]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بغیر عذر کے رمل کو ترک کیا تو اس نے برا کام کیا اور اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، اسی طرح صفا اور مروہ میں سعی کے ترک سے کچھ واجب نہیں ہے اور طواف میں اس نے اگر حجر اسود کی تعظیم یا کسی اور ادب اور سنت کو ترک کر دیا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے۔ [3]

تعارض کا جواب حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے جب ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ رمل کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سنت سمجھنے میں سچے ہیں اور اس کو سنت مقصودہ سمجھنے میں جھوٹے ہیں، لیکن حضرت ابن عباس کی اس رائے سے فقہاء صحابہ اور تابعین نے اتفاق نہیں کیا جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس حدیث میں ہے کہ ابو الطفیل نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ لوگ صفا اور مروہ میں سوار ہو کر طواف کرنے کو سنت سمجھتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے کہا وہ سچے بھی ہیں اور جھوٹے بھی، سچے اس لیے ہیں کہ یہ عذر کی بناء پر سنت ہے اور جھوٹے اس لیے ہیں کہ یہ بالعموم سنت نہیں ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ اِسْتِلَامِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ فِي الطَّوَافِ

طواف میں یمانی رکنوں کی تعظیم کا استحباب

۲۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے صرف دو ارکان یمانیہ کی تعظیم کرتے تھے۔

---

[1] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۴۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

اَنَّهٗ قَالَ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ مِنَ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّيْنِ۔

۲۹۵۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ مِنْ اَرْكَانِ الْبَيْتِ اِلَّا الرُّكْنَ الْاَسْوَدَ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ مِنْ نَحْوِ دُوْرِ الْجُمَحِيِّيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ارکان میں سے صرف حجر اسود اور اس کے ساتھ والے کونے کی تعظیم کرتے تھے جو بنو جمح کے مکانوں کی سمت ہے۔

۲۹۵۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَسْتَلِمُ اِلَّا الْحَجَرَ وَالرُّكْنَ الْيَمَانِيَّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف حجر اسود اور رکن یمانی کی تعظیم کرتے تھے۔

۲۹۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَّ وَالْحَجَرَ مُنْذُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَاءٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رکن یمانی اور حجر اسود کی تعظیم کرتے دیکھا ہے تب سے میں نے ان دو رکنوں کی تعظیم کو کبھی نہیں چھوڑا، شدت میں نہ آسانی میں۔

۲۹۶۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ خَالِدٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حجر اسود کو ہاتھ لگایا پھر ہاتھ کو چوم لیا اور فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے

عَنْ نَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِسْتَلَمَ الْحَجَرَ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَبَّلَ يَدَهٗ وَ قَالَ مَا تَرَكْتُهٗ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ۔

ہوئے دیکھا ہے میں نے کبھی اس کو ترک نہیں کیا۔

۲۹۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ الْبَكْرِيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ لَمْ اَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو یمانی رکنوں کے علاوہ اور کسی رکن کی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ارکانِ بیت اللہ کی تفصیل

بیت اللہ کے چار ارکان ہیں، رکن اسود اور رکن یمانی ان دونوں کو یمانیان کہتے ہیں اور دوسرے دو رکنوں کو شامیان کہتے ہیں۔ رکن اسود میں دو فضیلتیں ہیں ایک تو یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کردہ بنیادوں پر ہے، دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس میں حجر اسود ہے اور دوسرے رکن میں صرف یہ فضیلت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر ہے، اور باقی دو رکنوں میں ان میں سے کوئی فضیلت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ حجر اسود کی تعظیم بھی کی جاتی ہے اور اس کو بوسہ بھی دیا جاتا ہے اور رکن یمانی کی صرف تعظیم کی جاتی ہے، اس کو بوسہ نہیں دیا جاتا، اور جو دوسرے رکن شامی ہیں ان کی تعظیم کی جاتی ہے نہ ان کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

حجر اسود کی تعظیم

حدیث نمبر ۲۹۶۱ میں ہے حضرت ابن عمر نے حجر اسود کو ہاتھ لگا کر اپنے ہاتھ کو چوم لیا، اس سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگا کر ہاتھ کو چوم لینا مستحب ہے، یہ اس وقت ہے جب بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کو چومنے سے عاجز ہو ورنہ جو حجر اسود کے چومنے پر قادر ہو وہ ہاتھ لگانے پر اقتصار نہ کرے۔

باب ۳۸۰ اِسْتِحْبَابِ تَقْبِيْلِ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ فِي الطَّوَافِ

طواف میں حجر اسود کو بوسہ دینے کا بیان

۲۹۶۳ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ وَعَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو وَعَنِ ابْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا بخدا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے

شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ اَنَّ اَبَاهُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَدَّثَهٗ قَالَ قَبَّلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ الْحَجَرَ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَّلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ زَادَ هَارُوْنُ فِیْ رِوَایَتِهٖ قَالَ عَمْرٌو وَّحَدَّثَنِیْ بِمِثْلِهَا زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ اَسْلَمَ۔

دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَقَالَ اِنِّیْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَّلٰكِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور فرمایا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں! حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

۲۹۶۵ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَّالْمُقَدَّمِیُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ خَلَفٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَاصِمِ نِ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسٍ قَالَ رَاَیْتُ الْاَصْلَعَ یَعْنِیْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَیَقُوْلُ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُقَبِّلُكَ وَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَّا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَكَ مَا قَبَّلْتُكَ وَفِیْ رِوَایَةِ الْمُقَدَّمِیِّ وَاَبِیْ كَامِلٍ رَاَیْتُ الْاَصْلَعَ۔

عبداللہ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے، اور کہہ رہے تھے بخدا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں حالانکہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۶ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں، حالانکہ

اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ لَاُقَبِّلُكَ وَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ وَلَوْلَا اَنِّيْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ لَمْ اُقَبِّلْكَ۔

میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

۲۹۶۷- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ وَكِيْعٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبَّلَ الْحَجَرَ وَالْتَزَمَهٗ وَقَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَ حَفِيًّا۔

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر فاروق نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اس سے چمٹ گئے اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے۔

۲۹۶۸- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ وَلٰكِنِّيْ رَاَيْتُ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَفِيًّا وَلَمْ يَقُلْ وَالْتَزَمَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بہت چاہتے تھے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر حجر اسود سے چمٹ گئے۔

حجر اسود کے فضائل

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں حجر اسود کعبہ کے اس رکن کو کہتے ہیں جو مشرقی دروازے کے قریب ہے اور اب وہ زمین سے دو ڈھائی ہاتھ کی بلندی پر ہے، حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اٹھائیس ہاتھ کا فاصلہ ہے جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب جنت سے حجر اسود کو اتارا گیا تو یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا لیکن بنو آدم کے گناہوں نے اس کو سیاہ کر دیا، اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح کہا ہے لیکن اس کی سند میں عطاء بن سائب ایک راوی ہے جس میں کچھ ضعف ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت ہے جس سے یہ قوی ہو جاتی ہے۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے گناہوں سے ڈرنا چاہیے کیونکہ جب گناہ پتھر میں اثر کر کے اس کو سیاہ کر دیتے ہیں تو گناہوں کے اثر سے دل کا کیا حال ہوتا ہوگا! اور اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اس پتھر کو انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے مبارک ہاتھ مس کرتے رہے پھر بھی اس کا رنگ سیاہ ہی رہا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں کے مس کرنے کا تقاضا یہ تھا کہ اس پتھر کی سیاہی دور ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبرت دلانے کے لیے اس کی سیاہی کو برقرار رکھا تاکہ ہم اس سے عبرت پکڑ کر نصیحت حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے گناہوں سے بچیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجر اسود اور مقام، جنت کے

یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو سلب کر لیا اور اگر سلب نہ کرتا تو ان کے نور سے مشرق اور مغرب روشن ہو جاتے، یہ حدیث مسند احمد، جامع ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ہے اور اس کی سند میں ابو یحییٰ نام کا ایک ضعیف راوی ہے لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہو گئی۔ علامہ قسطلانی نور سلب کرنے کی یہ حکمت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نور اس لیے سلب کر لیا تاکہ اس پر ایمان لانا ایمان بالغیب ہو جائے جو باعث اجر و ثواب ہے اور اگر اس کا نور سلب نہ فرماتا تو اس پر ایمان لانا ایمان بالمشاہدہ ہوتا، اور اجر و ثواب ایمان بالغیب میں ہے ایمان بالمشاہدہ میں نہیں ہے۔ [1]

آثارِ صالحین کو بوسہ دینے کے جواز میں فقہاء اسلام کی تصریحات

حجر اسود کو بوسہ دینے کی مشروعیت سے فقہاء اسلام نے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور صالحین کے آثار کو بوسہ دینے پر استدلال کیا ہے۔ علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ زین الدین فرماتے ہیں کہ مقامات شریفہ اور صالحین کے ہاتھوں اور پیروں کو برکت حاصل کرنے کی نیت سے بوسہ دینا مستحسن ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اپنے جسم میں وہ جگہ دکھائیں جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا تھا، اور وہ حضرت حسن کی ناف تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے آثار سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس جگہ کو بوسہ دیا۔ حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑتے تھے جب تک اس کو بوسہ نہ دے لیتے اور کہتے تھے کہ یہ وہ ہاتھ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو چھوا ہے ... اور شیخ زین الدین نے فرمایا کہ مجھ سے حافظ ابو سعید ابن علائی نے کہا کہ میں نے ایک پرانی کتاب میں ابن ناصر اور دیگر محدثین کے ہاتھوں سے لکھا ہوا دیکھا کہ امام احمد بن حنبل سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور آپ کے منبر کو چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام احمد نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن العلائی نے کہا کہ ہم نے شیخ تقی الدین بن تیمیہ کو یہ مقام دکھایا تو وہ بہت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ تعجب ہے امام احمد میرے نزدیک بہت بزرگ تھے اور ان کا یہ کلام ہے! ابن العلائی نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ ہم نے امام احمد سے روایت کیا ہے انھوں نے امام شافعی کی قمیص کو دھو کر اس کا خسالہ (دھوون) پیا اور جب وہ اہل علم کی اس قدر تعظیم کرتے تھے تو صحابہ کے تبرکات کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی تعظیم کے لیے امام احمد کی عقیدت کا کیا حال ہو گا!

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ محب طبری نے فرمایا حجر اسود اور دیگر ارکان کو بوسہ دینے سے ہر اس چیز کو بوسہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے جس کو بوسہ دینے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو، کیونکہ اس سلسلے میں اگر کسی حدیث میں تعظیم کا حکم نہیں آیا ہے تو کسی حدیث میں اس کی ممانعت یا کراہت بھی نہیں آئی ہے اور میرے جد محمد بن ابی بکر، محمد بن ابی صیف سے روایت کرتے ہیں کہ بعض حضرات جب مصاحف (قرآن مجید کے نسخے) کو دیکھتے تو ان کو بوسہ دیتے اور جب احادیث کے اوراق کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے

---

[1] علامہ احمد بن قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

تو انھیں بوسہ دیتے اور یہ بات بعید نہیں ہے [1]

دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی اصل

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ حجر اسود پر دونوں ہاتھ رکھنا مصافحہ کے قائم مقام ہے اس لیے یہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے لیے اصل ہے، نیز لکھتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا شرعاً ثابت ہے اس لیے یہ صالحین کے تبرکات کو بوسہ دینے کی اصل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصحف کو بوسہ دیا اور امام احمد بن حنبل نے روضہ مطہرہ کے بوسہ دینے کو جائز کہا۔ حافظ ابن تیمیہ اس سے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کے نزدیک جائز نہیں ہے [2]

صالحین اور بزرگوں کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے کے بارے میں احادیث۔

عن وازع بن عامر قال قدمنا . فقیل ذاك رسول الله (صلى الله عليه وسلم) فاخذنا بيديه ورجليه نقبلها . [3]

وازع بن عامر کہتے ہیں کہ ہم آئے اور کہا گیا کہ یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو ہم آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دینے لگے۔

عن صهيب قال رأيت عليا يقبل يد العباس ورجليه . [4]

صہیب کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو حضرت عباس کے ہاتھ اور پیر چومتے ہوئے دیکھا۔

عن ابن عمر انه قبل يد النبي صلى الله عليه وسلم . [5]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

عن يحيى بن الحارث الزماري قال لقيت واثلة بن الأسقع فقلت بايعت بيدك هذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نعم قلت اعطني يدك اقبلها فاعطانيها فقبلتها . [6]

یحییٰ بن حارث زماری کہتے ہیں کہ میری واثلہ بن الاسقع سے ملاقات ہوئی میں نے کہا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے، انھوں نے کہا ہاں میں نے کہا اپنا ہاتھ بڑھائیے میں اس کو بوسہ دوں گا انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور میں نے اس کو بوسہ دیا۔

عن صفوان بن عسال ان قوما من اليهود

صفوان بن عسال کہتے ہیں کہ یہود کی ایک قوم

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ۔
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۳، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان۔
[4] " " " الادب المفرد، ص ۲۵۴ " "
[5] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۴۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ۔
[6] " " مجمع الزوائد ج ۷، ص ۴۲، " " " "

قبلوا يدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و رجليه [1]

نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

علامہ علی متقی مصنف عبدالرزاق، بیہقی، اور ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

عن تميم بن سلمة قال قدم عمر الشام استقبله ابو عبيدة بن الجراح فصافحه و قبل يده ثم خلوا يبكيان فكان تميم يقول تقبيل اليد سنة [2]

تمیم بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر شام میں آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کر کے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر وہ دونوں خلوت میں رونے لگے۔ اور تمیم کہتے تھے کہ ہاتھ کو بوسہ دینا سنت ہے۔

حجر اسود کی تعظیم کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۶۳ میں ہے، حضرت عمر بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا، اس کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں حجر اسود کی تعظیم کے بعد اس کو بوسہ دینا مستحب ہے، اسی طرح حجر اسود پر سجدہ کرنا بھی مستحب ہے بایں طور کہ حجر اسود پر پیشانی رکھ دے، پس مستحب یہ ہے کہ پہلے حجر اسود کو تعظیم دے پھر اس کو بوسہ دے، پھر اس پر پیشانی رکھ دے، ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ ابن منذر نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابن عباس، طاؤس، امام شافعی اور امام احمد سے اس کو روایت کیا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے ہم نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حدیث روایت کی ہے۔ امام مالک اس مسئلہ میں علماء سے منفرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ حجر اسود پر سجدہ کرنا بدعت ہے اور قاضی عیاض مالکی نے اعتراف کیا ہے کہ اس مسئلہ میں امام مالک کی رائے شاذ اور منفرد ہے۔

رکن یمانی کی تعظیم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رکن یمانی کی تعظیم کرے اور اس کو بوسہ نہ دے، بلکہ اس کی تعظیم کرنے کے بعد ہاتھ کو چوم لے یہ ہمارا مذہب ہے، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم نہ کرے اور امام مالک اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعظیم کرے اور اس کے بعد ہاتھ نہ چومے اور امام مالک سے ایک روایت ہے کہ وہ اس کو بوسہ دیتے تھے امام احمد سے بھی ایک ایسی روایت ہے۔

حضرت عمر نے حجر اسود سے کہا "تو نفع دیتا ہے نہ نقصان" اس کی تشریح میں فقہاء اسلام کی عبارات

حدیث نمبر ۲۹۶۵ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد فرمایا: میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا

---

[1] ۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۵۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین علی المتقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۹ ص ۲۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس قول سے مراد یہ تھی کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء پر برانگیختہ کیا جائے کیونکہ حضرت عمر کے بوسہ دینے کی وجہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع تھی، حضرت عمر نے جو یہ کہا تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اس سے ان کی غرض نو مسلموں کو توحید پر مستقیم رکھنا تھی، کیونکہ یہ لوگ پتھروں سے محبت کرتے آئے تھے اور ان کی تعظیم کرتے رہے تھے۔ اور ان کی تعظیم سے نفع کی امید اور تعظیم میں کوتاہی سے ضرر کا خوف رکھتے تھے اور بت پرستی کا یہ زمانہ ابھی زیادہ نہیں گذرا تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ تھا کہ انھیں بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر کہیں کوئی شخص دھوکا کھا جائے اور اس پر حق اور باطل میں التباس اور اشتباہ ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ یہ کام تو ہم اسلام لانے سے پہلے بھی کرتے تھے، اسلام میں بھی یہی چیزیں ہیں، اس لیے انھوں نے ظاہر کیا کہ یہ پتھر بذاتہ نفع دیتا ہے نہ نقصان، ہر چند کہ حجر اسود میں شریعت کی اتباع کرنے سے اجر و ثواب کا نفع ہوگا۔ اس لیے ان کے اس کے قول کا معنی یہ ہے کہ اس پتھر کو نفع دینے یا ضرر پہنچانے پر قدرت نہیں ہے، اور یہ پتھر بھی ایک مخلوق ہے جیسی اور مخلوقات ہیں، حضرت عمر نے حج کے ایام میں یہ کلمات کہے تاکہ ہر جگہ کے لوگ یہ کلمات سن لیں اور تمام شہروں میں یہ بات پہنچ جائے [1]

علامہ باجی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت حجر اسود کی تعظیم اس طرح کرتے ہیں جس طرح زمانہ جاہلیت میں کفار بتوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور ان کو بالذات نفع پہنچانے والا اعتقاد کرتے تھے تو اس کے اعتقاد کی نفی کی جائے، اس لیے حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو یہ بتلائیں کہ ان کا حجر اسود کی تعظیم کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اور یہ تعظیم ایسی ہے جیسے بیت اللہ کی تعظیم کی جاتی ہے یا جیسے ملائکہ کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا نہ اس وجہ سے کہ حضرت آدم معبود تھے اور نفع اور ضرر کے مالک تھے، اس لیے انھوں نے کہا کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا یعنی تیری ذات میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے تجھے بوسہ دیا جائے تجھے صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے بوسہ دیا جاتا ہے [2]۔

علامہ زرقانی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حاکم نے ابو ہارون عبدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمر کے ساتھ حج کیا، جب حضرت عمر نے طواف کیا تو حجر اسود سے متوجہ ہو کر کہا میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا یہ کہہ کر حضرت عمر نے بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے! حضرت عمر نے پوچھا اس کا ثبوت کس سے ہے؟ حضرت علی نے کہا قرآن مجید سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذ اخذ ربك من بنی آدم ظهورهم ذريتهم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ (المنتقی شرح المؤطا) ج ۳ ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۳۳۲ھ

واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی - "اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں!" اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے اقرار کرایا اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں اور ان سے اس کا عہد و پیمان لیا اور اس کو ایک کاغذ میں لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور ایک زبان تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا منہ کھول، اس نے منہ کھولا، اللہ تعالیٰ نے وہ کاغذ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا جو تجھ سے وفا کرے قیامت کے دن اس کی گواہی دینا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور جو شخص اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، پس اے امیر المومنین یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے، حضرت عمر نے کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں جس میں اے ابو الحسن تم نہ ہو، حاکم نے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر نہیں ہے کیونکہ ان دونوں نے ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی کی احادیث روایت نہیں کیں، اور دوسرے محدثین نے کہا ہے کہ ابو ہارون کو تمام لوگوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور ائمہ کی ایک جماعت نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے، الغرض یہ حدیث ضعیف ہے، علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے حجر اسود کو بوسہ دینے کے جواز سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو بھی تعظیم کا مستحق ہو اس کو بوسہ دینا چاہیے خواہ آدمی ہو یا کوئی اور چیز، امام احمد سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اور آپ کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے، بعض حنبلیوں نے اس نقل کی صحت کو مستبعد قرار دیا ہے اور ابن ابی صیف یمانی شافعی سے منقول ہے کہ مصحف (قرآن مجید) اور صالحین کی قبر کو بوسہ دینا جائز ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں حاکم کی ذکر کردہ اس روایت کو ذکر کیا ہے اور ابو ہارون عمارۃ بن جوین کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ازرقی نے اس روایت کو تاریخ مکہ میں ذکر کیا ہے نیز لکھا ہے کہ حضرت علی سے مروی ہے کہ یہ جنت کے پتھروں میں سے ہے اس لیے اس کو بوسہ دینا جنت کے آثار کو دیکھ کر خوشی کا اظہار ہے، اور ابو عبید نے غریب الحدیث میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے، محب طبری نے بیان کیا ہے کہ حجر اسود کو اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ قرار دینے میں یہ حکمت ہے کہ جب کوئی شخص کسی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے تو اس کی دست بوسی کرتا ہے اور حج اور عمرہ کرنے والے جب بیت اللہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے لیے اس چیز کے بوسہ دینے کو مشروع کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے قائم مقام ہے۔

---

[1] علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع خیریہ مصر۔

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی (شرح المؤطا) ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۰، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

علامہ عسقلانی نے بھی اس حدیث کی تشریح میں حاکم کی اس روایت کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو ہارون عبدی بہت ضعیف راوی ہے اور محب طبری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے جو یہ فرمایا کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان یہ اس خدشہ سے فرمایا تھا کہ کہیں بعض جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اسلام میں بھی پتھروں کی اسی طرح تعظیم کی جاتی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں پتھروں اور بتوں کی تعظیم کی جاتی تھی اور مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے اس قول میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ اعضاء سے پاک ہے [1]۔ میری رائے یہ ہے کہ مہلب کا یہ رد صحیح نہیں ہے کیونکہ جن روایات میں حجر اسود کے لیے یمین (دایاں ہاتھ) کا لفظ آیا ہے ان میں یمین سے مراد حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ مثال اور کنایہ کے قبیل سے ہے۔

علامہ قسطلانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن جو چیز اس میں مشروع ہے اس پر عمل کرنے سے نفع اور ثواب ہوگا اس کے بعد علامہ قسطلانی نے حاکم سے ابو ہارون عبدی کی وہ روایت ذکر کی ہے جس میں حضرت علی کا یہ قول ہے کہ یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے پھر لکھا ہے کہ ہارون عبدی ضعیف راوی ہے نیز لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے مسند ابی بکر رضی اللہ عنہ کے آخر میں ایک روایت درج کی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے تھے میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان پھر آپ نے اس کو بوسہ دیا، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع دیتا ہے نہ نقصان اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا۔ علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ اس اسناد کی تحقیق کرنی چاہیے اگر اس حدیث کی سند صحیح ہے تو حاکم کی روایت قطعاً باطل قرار پائے گی۔ کیونکہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یہ نفع اور ضرر نہیں دیتا تو پھر یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے معارضہ کر کے کہیں کہ نہیں یہ نفع اور ضرر دیتا ہے اور عبدی کو علامہ ذہبی نے بھی ساقط قرار دیا ہے [2]

فقہاء اسلام اور علماء دیوبند کی عبارات کی روشنی میں ذاتی اور عطائی قدرت کی بحث۔

شیخ عثمانی نے بھی حضرت عمر کے اس قول کی تشریح میں لکھا ہے کہ حجر اسود بذاتہٖ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے بعد مختلف شارحین کے اقوال نقل کیے ہیں جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ تو عبادت کا اصلاً مستحق نہیں ہے جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ جو چیز نفع اور ضرر کی مالک نہ ہو وہ عبادت کے لائق نہیں ہے پس ہمارا حجر اسود کی تعظیم کرنا اور اس کو بوسہ دینا اس پتھر کی ہرگز عبادت نہیں ہے نہ یہ مشرکین کا طریقہ ہے بلکہ یہ محض شعائر اللہ کی تعظیم اور محبت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع اور آپ کے حکم کی تعمیل ہے [3]

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۴۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ،
[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ،
[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۳، ۳۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

شیخ انبیٹھوی نے بھی لا لان الحجر ینفع ویضر بذاتہ ۔ لکھ کر یہ واضح کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حجر اسود بذاتہ نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔[1]

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بغیر اذن الٰہی کے نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (عمدہ ج ۹ ص ۲۴۰)۔ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (منتقی ج ۲ ص ۲۸۷) علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا (ارشاد الساری ج ۳ ص ۱۵۶) ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مرقات ج ۵ ص ۳۲۵) اور علماء دیوبند میں سے شیخ عثمانی نے (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۲۲) اور شیخ انبیٹھوی نے (بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰) میں لکھا ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچاتا۔ حضرت عمر نے جو حجر اسود کو مخاطب کر کے فرمایا تھا تو ایک پتھر ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ تو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد بیان کرتے ہوئے متقدمین علماء اسلام اور خصوصاً علماء دیوبند سب ہی نے بالذات کی قید لگائی ہے کہ حجر اسود بالذات نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو نفع رکھا ہے کہ وہ مسلمانوں کے حق میں حج کی گواہی دے گا وہ یہ نفع ضرور پہنچائے گا۔ اسی اسلوب پر کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شآء اللہ (اعراف: ۱۸۸) "آپ کہیے کہ میں اپنے نفس کے لیے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے"۔ علماء اہل سنت یہاں بھی بالذات کی قید لگاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ نفع اور ضرر نہیں پہنچاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو آپ میں نفع رکھا ہے وہ نفع آپ پہنچاتے ہیں کہ آپ کا کلمہ پڑھنے، آپ کی تبلیغ اور آپ کی شفاعت سے اربہا انسانوں کو نفع پہنچے گا اور وہ سب آپ کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔ یہ کوئی کم نفع ہے؟ لیکن علماء نجد اور علماء دیوبند اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بالذات کی قید لگانا اور ذاتی اور عطائی اختیارات کی تقسیم خالص مشرکانہ عقیدہ ہے اور یہ قید خانہ زاد اور سینہ زاد ہے قرآن مجید نے آپ کی ذات سے مطلقاً نفع رسانی کی نفی کر دی ہے اور ذاتی اور عطائی کی تقسیم اہل بدعت کی ایجاد اور اختراع ہے وغیرہ وغیرہ، ہم کہتے ہیں کہ آپ ایک پتھر (حجر اسود) کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے حضرت عمر کے قول لا تنفع میں بالذات کی قید لگائیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی ثابت کرنے کے لیے لا املك لنفسی میں بالذات کی قید لگائیں تو مجرم قرار پائیں! یہ کہاں کا انصاف ہے؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نفع رسانی سے کون انکار کر سکتا ہے کہ انسان محمد رسول اللہ کہے تو جنت کا مستحق ہو جاتا ہے بلکہ اس وقت تک کوئی شخص جنت کا مستحق نہیں ہوگا جب تک وہ محمد رسول اللہ نہیں کہے گا اللہ اکبر! جن کے نام کی نفع رسانی کا یہ عالم ہے ان کی ذات کی نفع رسانی کا کیا عالم ہوگا! اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفع رسانی کا انکار کرتا ہے وہ آپ کا نام نہ لے اور ہمیں جنت میں جا کر دکھلا دے!۔

---

[1] ۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ، بذل المجہود ج ۳ ص ۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان۔

بَابُ ۳۸۱ جَوَازِ الطَّوَافِ عَلَى بَعِيرٍ وَّ غَيْرِهٖ وَاسْتِلَامِ الْحَجَرِ بِمِحْجَنٍ وَنَحْوِهٖ لِلرَّاكِبِ

اونٹ وغیرہ پر سوار ہو کر طواف کرنے کا جواز

۲۹۶۹- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى بَعِيْرٍ يَّسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر (سوار ہو کر) طواف کیا اور چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی۔

۲۹۷۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ طَافَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ بِمِحْجَنِهٖ لِاَنْ يَّرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْاَلُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر بیٹھ کر کیا، اور اپنی چھڑی سے حجر اسود کی تعظیم کی، تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔

۲۹۷۱- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِيَرَاهُ النَّاسُ وَلِيُشْرِفَ وَلِيَسْاَلُوْهُ فَاِنَّ النَّاسَ غَشُوْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی سواری پر بیت اللہ اور صفا و مروہ کا طواف کیا تاکہ بلند ہونے کی وجہ سے لوگ آپ کو دیکھ لیں اور آپ سے سوالات کر سکیں کیونکہ لوگوں نے آپ کو گھیر رکھا تھا۔

لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ خَشْرَمٍ وَّلِيَسَّالُوْهُ فَقَطْ۔

۲۹۷۲- وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوْسَى الْقَنْطَرِيُّ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حَوْلَ الْكَعْبَةِ عَلٰى بَعِيْرِهٖ يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُضْرَبَ عَنْهُ النَّاسُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں کعبہ کے گرد اپنے اونٹ پر طواف کیا، آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی، آپ نے لوگوں کے ہٹائے جانے کو ناپسند کرنے کے سبب سے سوار ہو کر طواف کیا تھا۔

۲۹۷۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ أَبُوْ دَاوٗدَ وَحَدَّثَنَا مَحْبُوْبُ ابْنُ خَوْبُوْذَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُوْلُ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ وَيَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ مَّعَهٗ وَيُقَبِّلُ الْمِحْجَنَ۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، آپ اپنی چھڑی سے حجر اسود کو چھو کر پھر اس چھڑی کو بوسہ دیتے تھے۔

۲۹۷۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّهَا قَالَتْ شَكَوْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّيْ أَشْتَكِيْ فَقَالَ طُوْفِيْ مِنْ وَّرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ قَالَتْ فَطُفْتُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَئِذٍ يُصَلِّيْ إِلٰى جَنْبِ الْبَيْتِ وَهُوَ يَقْرَأُ بِالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بیمار ہونے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا، سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے سے طواف کرو۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں جس وقت میں نے طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے جس میں آپ سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے۔

اونٹ پر طواف کرنے کی حکمت

حدیث نمبر ۲۹۶۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر بیت اللہ کا طواف کیا، اونٹ پر بیٹھنے کی وجہ یا تو یہ تھی کہ آپ بیمار تھے اور اس سے یہ مسئلہ واضح ہوا کہ عذر کی وجہ سے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا جا سکتا ہے جیسا کہ آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو سواری پر بیٹھ کر طواف کی اجازت دی کیونکہ ان کو مرض لاحق تھا، دوسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی آپ کے گرد بہت بھیڑ تھی جس کی وجہ سے آپ لوگوں میں چھپ گئے تھے اور دور کے لوگ آپ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اس وجہ سے آپ نے اونٹ پر بیٹھ کر طواف کیا تاکہ سب لوگ آپ کو دیکھ سکیں، اس باب کی احادیث میں یہی وجہ بیان کی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ عالم دین کا مسجد میں کسی بلند چیز مثلاً کرسی یا تخت پر بیٹھنا جائز ہے۔ امام مالک تخت پر بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے۔

حلال جانوروں کے بول و براز کی طہارت میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے امام مالک اور امام احمد کے اصحاب نے یہ استدلال کیا ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب اور گوبر پاک ہے کیونکہ اونٹ کو جب مسجد میں داخل کیا جائے گا تو اس کا پیشاب اور اسکی لید مسجد میں گرے گی اگر یہ چیزیں ناپاک ہوتیں تو اونٹ کو مسجد میں نہ داخل کیا جاتا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک پیشاب اور لید مطلقاً ناپاک ہے خواہ حلال جانوروں کا ہو یا حرام جانوروں کا اور ان کی طرف سے یہ کہا جائے گا کہ اونٹ کو مسجد میں داخل کرنے سے یہ کب لازم ہے کہ وہ مسجد میں پیشاب یا لید بھی کرے اور اگر وہ پیشاب یا لید بھی کرے تو یہ کب لازم ہے کہ اس کو دھویا نہ جائے حتیٰ کہ اس کے پیشاب اور لید کی طہارت ثابت ہو، آخر عہد رسالت میں چھوٹے بچوں کو بھی مسجد میں لایا جاتا تھا اور آپ نے ان کے لانے کو مقرر رکھا تھا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو گود میں لے کر نماز پڑھی تو کیا اس قسم کی احادیث کو دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ بچوں اور بچیوں کا پیشاب اور پاخانہ بھی پاک ہے، اور اگر بچوں کو مسجد میں محض لانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مسجد میں پیشاب وغیرہ کریں تاکہ ان کی طہارت کا مسئلہ اٹھے تو اونٹ کو مسجد میں محض لانے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس کا پیشاب اور لید پاک ہو۔

بَابُ ۳۸۲ بَيَانِ اَنَّ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ رُكْنٌ لَّا يَصِحُّ الْحَجُّ اِلَّا بِهٖ

صفا اور مروہ کی سعی حج کا رکن ہے

۲۹۷۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ قُلْتُ لَهَا اِنِّيْ لَاَظُنُّ رَجُلًا لَّوْ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مَا ضَرَّهٗ ذٰلِكَ قَالَتْ لِمَ قُلْتَ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَتْ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ امْرِئٍ وَلَا عُمْرَتَهٗ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ وَلَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَهَلْ تَدْرِيْ فِيْمَا كَانَ ذَاكَ اِنَّمَا كَانَ ذَاكَ اَنَّ الْاَنْصَارَ كَانُوْا يُهِلُّوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لِصَنَمَيْنِ عَلَى

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: یہ تم کس وجہ سے کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا قرآن مجید میں ہے (ترجمہ:) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے" (حرج کی نفی سے عروہ نے اباحت کا گمان کیا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کا حج یا عمرہ قبول نہیں کریگا جو صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کرے اور جس طرح تم نے سمجھا ہے اگر اس طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا جو صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

شَطِّ الْبَحْرِ يُقَالُ لَهُمَا اَسَافٌ وَّنَائِلَةُ ثُمَّ يَجِيئُوْنَ فَيَطُوْفُوْنَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحْلِقُوْنَ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ كَرِهُوْا اَنْ يَطُوْفُوْا بَيْنَهُمَا لِلَّذِيْ كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَتْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اِلٰى اٰخِرِهَا قَالَتْ فَطَافُوْا۔

اور تم جانتے ہو کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ اس کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ساحل سمندر پر دو بت رکھے ہوئے تھے اساف اور نائلہ اور انصار ان کے نام کا احرام باندھتے تھے پھر جا کر صفا اور مروہ میں سعی کرتے (دوڑتے) اور اس کے بعد سر منڈاتے، جب اسلام آیا تو انصار نے زمانہ جاہلیت میں اپنی سعی کے خیال سے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مکروہ جانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لہٰذا نفی حرج کا ذکر اباحت بتلانے کے لیے نہیں بلکہ انصار کے دل میں جو کراہت تھی اس کو دور کرنے کے لیے ہے۔)

۲۹۷۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا اَرٰى عَلَيَّ جُنَاحًا اَنْ لَّا اَتَطَوَّفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قَالَتْ لِمَ قُلْتَ ذٰلِكَ لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ الْاٰيَةَ فَقَالَتْ لَوْ كَانَ كَمَا تَقُوْلُ لَكَانَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا اِنَّمَا اُنْزِلَ هٰذَا فِيْ اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ كَانُوْا اِذَا اَهَلُّوْا اَهَلُّوْا لِمَنَاةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا يَحِلُّ لَهُمْ اَنْ يَّطَّوَّفُوْا بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ فَلَمَّا قَدِمُوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَجَّ ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَلَعَمْرِيْ مَا اَتَمَّ اللّٰهُ حَجَّ مَنْ لَّمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کروں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ:) "صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج اور عمرہ کرے اور ان کا طواف کرے تو کوئی حرج نہیں ہے"، حضرت عائشہ نے فرمایا جس طرح تم کہہ رہے ہو اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر وہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے! درحقیقت یہ آیت انصار کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو زمانہ جاہلیت میں مناۃ کا احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کو حلال نہیں سمجھتے تھے، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کر گئے تو انھوں نے آپ سے اس چیز کا ذکر کیا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پس مجھے اپنی جان کی قسم جو شخص صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہیں کرے گا اس کا حج اللہ پورا نہیں کرے گا۔

۲۹۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ

جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَى عَلَى أَحَدٍ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ شَيْئًا وَمَا أُبَالِي أَنْ لَا أَطُوفَ بَيْنَهُمَا قَالَتْ بِئْسَ مَا قُلْتَ يَا ابْنَ أُخْتِي طَافَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَافَ الْمُسْلِمُونَ فَكَانَتْ سُنَّةً وَإِنَّمَا كَانَ مَنْ أَهَلَّ لِمَنَاةَ الطَّاغِيَةِ الَّتِي بِالْمُشَلَّلِ لَا يَطُوفُونَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ سَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَلَوْ كَانَتْ كَمَا تَقُولُ لَكَانَتْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ فَأَعْجَبَهُ ذَلِكَ وَقَالَ إِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ وَلَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُولُونَ إِنَّمَا كَانَ مَنْ لَا يَطُوفُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ مِنَ الْعَرَبِ يَقُولُونَ إِنَّ طَوَافَنَا بَيْنَ هٰذَيْنِ الْحَجَرَيْنِ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَقَالَ آخَرُونَ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنَّمَا أُمِرْنَا بِالطَّوَافِ بِالْبَيْتِ وَلَمْ نُؤْمَرْ بِبَيْنِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ قَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَأُرَاهَا قَدْ نَزَلَتْ فِي هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ

تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میری رائے یہ ہے کہ جو شخص صفا اور مروہ میں طواف نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے اور میں اس میں طواف نہ کروں تو کوئی پروا نہیں کرتا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اے بھانجے تم نے یہ غلط کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے صفا اور مروہ میں سعی کی ہے تو یہ سنت ہے (سنت کا اطلاق واجب پر بھی ہوتا ہے)۔ بات یہ ہے کہ جو لوگ مُشلّل میں مناۃ کے لیے احرام باندھتے تھے وہ صفا اور مروہ میں سعی نہیں کرتے تھے، جب اسلام آیا تو ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ایسا ہوتا جیسا تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ ان کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زہری کہتے ہیں میں نے اس کا ابوبکر بن عبدالرحمٰن سے ذکر کیا تو وہ حضرت عائشہ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور کہا یہی تحقیق علم ہے اور میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ عرب صفا اور مروہ میں طواف نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان دو پتھروں میں ہمارا طواف کرنا افعال جاہلیت میں سے تھا، اور دوسرے انصار یہ کہتے تھے کہ ہمیں بیت اللہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے اور صفا اور مروہ میں طواف کا حکم نہیں دیا گیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ابوبکر بن عبدالرحمان نے کہا میرا خیال ہے کہ ان دونوں گروہوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

۲۹۷۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا نَتَحَرَّجُ أَنْ نَطُوفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَدْ سَنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِأَحَدٍ أَنْ يَتْرُكَ الطَّوَافَ بِهِمَا۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا.... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم صفا اور مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے اس پر صفا اور مروہ کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ کے درمیان طواف کو مسنون فرمایا ہے، اب کسی شخص کے لیے ان کے طواف کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

۲۹۷۹ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ الْأَنْصَارَ كَانُوا قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا هُمْ وَغَسَّانُ يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ فَتَحَرَّجُوا أَنْ يَطُوفُوا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَكَانَ ذَلِكَ سُنَّةً فِي آبَائِهِمْ مَنْ أَحْرَمَ لِمَنَاةَ لَمْ يَطُفْ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَإِنَّهُمْ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ حِينَ أَسْلَمُوا فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ انصار اور غسان اسلام قبول کرنے سے پہلے مناۃ کا احرام باندھتے تھے، اس لیے وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرنے میں حرج محسوس کرتے تھے اور یہ ان کا آبائی طریقہ تھا کہ جو شخص منات کا احرام باندھتا تھا وہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف نہیں کرتا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جو شخص زائد نیکی کرے گا تو اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا اور علم والا ہے۔

۲۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار صفا اور مروہ میں سعی کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے حتی کہ

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَتِ الْاَنْصَارُ یَکْرَھُوْنَ اَنْ یَّطُوْفُوْا بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ حَتّٰی نَزَلَتْ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِھِمَا۔

یہ آیت نازل ہوئی کہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر ان کا طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وسعت علمی

علماء کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم کی وسعت، عظیم ذکاوت، وسیع معرفت، ژرف نگاہی اور دقت نظری پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس آیت کریمہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ صفا اور مروہ میں طواف کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے گناہ ساقط کر دیا اور اس آیت میں صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب یا عدم وجوب پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس چیز کو بیان کیا اور اس کا شان نزول بیان کیا، اور یہ بتلایا کہ یہ آیت ان انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام لانے کے بعد صفا اور مروہ میں دوڑنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اگر یہ آیت اس سعی کی اباحت بیان کرنے کے لیے ہوتی جیسا کہ عروہ نے سمجھا تھا اور یہ آیت اس طرح ہوتی فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما "صفا اور مروہ کی سعی نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک فعل واجب ہوتا ہے لیکن انسان سمجھتا ہے کہ وہ ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص نے قضاء ظہر پڑھنی ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا ناجائز ہے یا فجر کی نماز کے بعد قضاء پڑھنا ناجائز ہے تو آپ اسے مسئلہ بتلائیں کہ فجر یا عصر کے بعد نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو آپ کا یہ کہنا قضا کے وجوب کے منافی نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ صفا اور مروہ کی دوڑ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صفا اور مروہ کی سعی کے وجوب کے خلاف نہیں ہے۔

صفا اور مروہ کی سعی میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے اکثر ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے ارکان میں سے ہے، جس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کے ترک کرنے سے جو حج میں کمی ہوتی ہے وہ دم (قربانی) سے پوری نہیں ہو سکتی، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے، بعض متقدمین نے اس کو نفل کہا ہے، اور امام ابوحنیفہ اس کو واجب قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک حج کرنے والا اس کے ترک سے گناہ گار ہوگا اور دم (قربانی) دینے سے اس کی کمی پوری ہو جائے گی اور اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں[1]

صفا اور مروہ کی سعی میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

احناف کے نزدیک صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنا) حج میں فرض اور رکن نہیں ہے، بلکہ واجب ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں، اگر کسی شخص نے حج یا عمرہ میں صفا اور مروہ میں سعی (دوڑنے) بالکل چھوڑ دیا تو ہمارے نزدیک اس پر دم واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک سعی واجب ہے، رکن نہیں ہے اس میں حج اور عمرہ برابر ہیں اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

واجب کا ترک کرنا دم کو واجب کرتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سعی رکن ہے اور کسی شخص کا حج یا عمرہ سعی کے بغیر پورا نہیں ہوتا، انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا اور مروہ میں سعی کی اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سعی کو لکھ دیا ہے پس سعی کیا کرو اور "لکھا ہوا" رکن ہوتا ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صفا اور مروہ میں سعی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کا حج اور عمرہ پورا نہیں کرتا، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے فمن حج البیت او اعتمر فلاجناح علیہ ان یطوف بھما "جس شخص نے بیت اللہ کا حج یا عمرہ کیا، اس کے لیے صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی حرج نہیں ہے، اس قسم کے الفاظ اباحت کے لیے آتے ہیں وجوب کے لیے نہیں آتے، پس اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ سعی واجب نہ ہو لیکن چونکہ اس پر اجماع ہے کہ سعی مباح نہیں ہے اس لیے ہم نے اس ظاہر کو ترک کر دیا اور قرآن مجید میں یہ لفظ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ اساف اور نائلہ (دو بتوں) کی وجہ سے صفا اور مروہ میں سعی سے احتراز کرتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی حج کے تابع ہے اور تابع کا حکم اصل سے کم ہوتا ہے اس لیے جب حج فرض ہے تو سعی واجب ہوگی اور جس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے، اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اگر بعینہٖ سعی (دوڑنا) مکتوب (لکھے ہوئے) ہونے کی وجہ سے فرض ہوتا تو صفا مروہ میں چل کر طواف کرنا جائز نہ ہوتا جبکہ حج اور عمرہ میں صفا اور مروہ میں چل کر طواف کرنا بھی جائز ہے، نیز ایک اور چیز ہے جو طواف کے وجوب پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے تمام کو سعی پر معلق کیا ہے اگر سعی رکن یا فرض ہوتی تو اس پر اصل ادا موقوف ہوتی، تمام ہونے کی صفت واجب سے حاصل ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ صفا اور مروہ میں سعی کرنا واجب ہے۔ [1]

باب ۳۸۳ بیان ان السعی لا یکرر

سعی کی تکرار نہیں ہوتی

۲۹۸۱۔ حدثنی محمد بن حاتم حدثنا یحیی بن سعید عن ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول لم یطف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا اصحابہ بین الصفا والمروۃ الا طوافا واحدا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے صفا اور مروہ کے درمیان صرف ایک مرتبہ سعی کی ہے

۲۹۸۲۔ وحدثنا عبد بن حمید اخبرنا محمد بن بکر اخبرنا ابن جریج بھذا الاسناد مثلہ وقال الا طوافا واحدا طوافہ الاول۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ لیکن اس میں یہ ہے کہ وہی پہلا طواف کیا تھا

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۵۱-۵۰، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

بَابُ ۳۸۴ اِسْتِحْبَابِ اِدَامَةِ الْحَاجِّ التَّلْبِيَةَ حَتّٰى يَشْرَعَ فِيْ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

یوم نحر میں جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہنا

۲۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ حَرْمَلَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ رَدِفْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشِّعْبَ الْاَيْسَرَ الَّذِيْ دُوْنَ الْمُزْدَلِفَةِ اَنَاخَ فَبَالَ ثُمَّ جَاءَ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ الْوَضُوْءَ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا ثُمَّ قُلْتُ الصَّلٰوةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَصَلّٰى ثُمَّ رَدِفَ الْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ جَمْعٍ فَقَالَ كُرَيْبٌ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى بَلَغَ الْجَمْرَةَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں عرفات سے سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کے بائیں جانب گھاٹی پر پہنچے تو آپ نے اپنا اونٹ بٹھا کر پیشاب کیا، پھر آپ تشریف لائے اور میں نے آپ کو وضو کرایا، آپ نے خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کا وقت آگیا ہے، آپ نے فرمایا نماز آگے ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر مزدلفہ تشریف لائے آپ نے وہاں نماز پڑھی اور مزدلفہ کی صبح کو پھر حضرت فضل کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا' حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۴ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيْسَى ابْنِ يُوْنُسَ قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَ الْفَضْلَ مِنْ جَمْعٍ قَالَ فَاَخْبَرَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما ہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

عَنْهُمَا اَنَّ الْفَضْلَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلْ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ـ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کی شام اور مزدلفہ کی صبح لوگوں سے کہتے تھے کہ آرام سے چلو، آپ اپنی اونٹنی کو روکتے ہوئے جاتے حتی کہ آپ وادی محسر میں داخل ہوئے۔ محسر منیٰ میں ہے، وہاں آپ نے فرمایا کہ کنکریاں مارنے کے لیے کنکریاں چن لو، حضرت فضل نے کہا کہ جمرہ کی رمی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ کہتے رہے۔

۲۹۸۵ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَكَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ عَشِيَّةِ عَرَفَةَ وَغَدَاةِ جَمْعٍ لِلنَّاسِ حِيْنَ دَفَعُوْا عَلَيْكُمْ بِالسَّكِيْنَةِ وَهُوَ كَافٌّ نَاقَتَهُ حَتّٰى دَخَلَ مُحَسِّرًا وَهُوَ مِنْ مِنًى قَالَ عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ الَّذِيْ تُرْمٰى بِهِ الْجَمْرَةُ وَقَالَ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ ـ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے، جیسے چٹکی سے پکڑ کر آدمی کنکری مارتا ہے۔

۲۹۸۶ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيْثِ لَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَبِّيْ حَتّٰى رَمَى الْجَمْرَةَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِهِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ بِيَدِهِ كَمَا يَخْذِفُ الْاِنْسَانُ ـ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مزدلفہ میں تھے جب میں نے اس ذات سے سنا جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے، وہ اس جگہ فرما رہے تھے: لبیک اللّٰھم لبیک۔

۲۹۸۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُدْرِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَنَحْنُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ يَقُوْلُ فِيْ

هٰذَا الْمَقَامِ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔

۲۹۸۸۔ وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ لَبَّى حِيْنَ اَفَاضَ مِنْ جَمْعٍ فَقِيْلَ اَعْرَابِيٌّ هٰذَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْسَى النَّاسُ اَمْ ضَلُّوْا سَمِعْتُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ يَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ سے لوٹے تو انھوں نے تلبیہ کہا، لوگوں نے سمجھا کہ شاید کوئی دیہاتی آدمی ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا لوگ بھول گئے ہیں یا گمراہ ہو چکے ہیں، میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کو نازل فرمایا ہے۔

۲۹۸۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۲۹۹۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادٌ يَعْنِي الْبَكَّائِيَّ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ كَثِيْرِ بْنِ مُدْرِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ وَالْاَسْوَدِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَا سَمِعْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ بِجَمْعٍ سَمِعْتُ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ هٰهُنَا يَقُوْلُ لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ثُمَّ لَبَّى وَلَبَّيْنَا مَعَهٗ۔

عبدالرحمٰن بن یزید اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں کہہ رہے تھے میں نے اس جگہ اس ذات کو لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے سنا ہے جس پر سورۂ بقرہ نازل کی گئی ہے پھر حضرت ابن مسعود نے تلبیہ کہا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ تلبیہ کہا۔

مزدلفہ میں نماز مغرب پڑھنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۲۹۸۳ میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کا وقت یاد دلایا، اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑوں کو عبادت یاد دلا سکتے ہیں اور بڑوں کو اس پر برا نہیں منانا چاہیے اور یہ چیز خلاف ادب نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز آگے ہے"، یعنی اس رات مغرب کی نماز کو مزدلفہ میں پڑھنا مشروع کیا گیا ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس رات مغرب کی نماز کو عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھنا سنت ہے، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور اگر کسی شخص نے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لی یا ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی پھر بھی جائز ہے، بعض مالکیہ سے یہ منقول ہے کہ اگر ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی تو اس کا اعادہ لازم ہے لیکن یہ قول شاذ ہے، اس کی تحقیق باب (۳۸۶) میں آئے گی۔

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کا طریقہ

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جب امام حج مزدلفہ میں پہنچے تو لوگوں کے ساتھ مزدلفہ میں

اترے، راستہ کے دائیں یا بائیں جانب اترے، بیچ راستہ میں نہ اترے تاکہ گزرنے والوں کو تنگی یا تکلیف نہ ہو اور امام لوگوں کو مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھائے۔ امام زفر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دو نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں ہیں۔ حضرت ابن عمر کی روایت میں بھی یہی مراد ہے لیکن انھوں نے اذان پر اقامت کا اطلاق کیا ہے اور اذان اور اقامت میں سے ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق آتا ہے[1]

تلبیہ کہنے کی مدت میں مذاہب ائمہ

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مزدلفہ سے روانہ ہوئے تو یوم نحر کی صبح کو جمرہ عقبہ میں کنکریاں مارنے تک تلبیہ کہتے رہے، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، فقہاء مدینہ اور امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کو زوال شمس تک تلبیہ کہے اور وقوف عرفہ شروع کرنے کے بعد تلبیہ کہنا مشروع نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل یہ کہتے ہیں کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہونے تک تلبیہ کہتا رہے[2]

بَابُ ۳۸۵ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ فِي الذَّهَابِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ عَرَفَةَ

یوم عرفہ کو منیٰ سے عرفات جاتے ہوئے تلبیہ کہنا

۲۹۹۱۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ غَدَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَاتٍ مِنَّا الْمُلَبِّي وَمِنَّا الْمُكَبِّرُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کے وقت منیٰ سے عرفات گئے ہم میں سے کوئی تلبیہ کہتا تھا اور کوئی تکبیر کہتا تھا۔

۲۹۹۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم عرفہ کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بعض تکبیر کہہ رہے تھے بعض لا الہ الا اللہ پڑھ رہے

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۹، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ،

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَدَاةِ عَرَفَةَ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ فَمَا نَحْنُ فَنُكَبِّرُ قَالَ قُلْتُ وَاللهِ لَعَجَبًا مِنْكُمْ كَيْفَ لَمْ تَقُولُوا لَهُ مَاذَا رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ۔

تھے، البتہ ہم اللہ اکبر کہہ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عبداللہ سے کہا بڑے تعجب کی بات ہے تم نے حضرت ابن عمر سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھ رہے تھے۔

۲۹۹۳- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ سَأَلَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُمَا غَادِيَانِ مِنْ مِنًى إِلَى عَرَفَةَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ فِي هٰذَا الْيَوْمِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يُهِلُّ الْمُهِلُّ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ الْمُكَبِّرُ مِنَّا فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ۔

محمد بن ابی بکر ثقفی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا درآں حالیکہ وہ دونوں منیٰ سے عرفات جا رہے تھے، تم آج کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا کیا کرتے تھے۔ حضرت انس نے کہا ہم میں سے کوئی لا الٰہ الا اللہ پڑھتا تھا اور اسے کوئی منع نہیں کرتا تھا اور کوئی اللہ اکبر کہتا تھا اسے بھی کوئی منع نہیں کرتا تھا۔

۲۹۹۴- وَحَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ غَدَاةَ عَرَفَةَ مَا تَقُولُ فِي التَّلْبِيَةِ هٰذَا الْيَوْمَ قَالَ سِرْتُ هٰذَا الْمَسِيرَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ فَمِنَّا الْمُكَبِّرُ وَمِنَّا الْمُهَلِّلُ وَلَا يَعِيبُ أَحَدُنَا عَلَى صَاحِبِهِ۔

محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ کی صبح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا آج کے تلبیہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا میں اور دوسرے صحابہ اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم میں سے بعض تکبیر کہہ رہے تھے، بعض لا الٰہ الا اللہ کہہ رہے تھے اور کوئی شخص دوسرے کو منع نہیں کر رہا تھا۔

بَابُ ۳۸۶ الْإِفَاضَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ إِلَى الْمُزْدَلِفَةِ وَاسْتِحْبَابِ صَلَوَاتَيِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ جَمْعًا بِالْمُزْدَلِفَةِ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنا

۲۹۹۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ دَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوْءَ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ فَرَكِبَ فَلَمَّا جَاءَ الْمُزْدَلِفَةَ نَزَلَ فَتَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ اَنَاخَ كُلُّ اِنْسَانٍ بَعِيْرَهٗ فِيْ مَنْزِلِهٖ ثُمَّ اُقِيْمَتِ الْعِشَآءُ فَصَلَّاهَا وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپس لوٹے، ایک گھاٹی میں اتر کر پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا "نماز"، آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے پھر سوار ہوئے، جب مزدلفہ میں آئے تو آپ اترے، آپ نے وضو کیا اور مکمل وضو کیا، پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، پھر عشاء کی اقامت کہی گئی، آپ نے نماز عشاء پڑھی اور آپ نے ان دونوں نمازوں کے درمیان نوافل نہیں پڑھے۔

۲۹۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَنْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الدَّفْعَةِ مِنْ عَرَفَاتٍ اِلٰى بَعْضِ تِلْكَ الشِّعَابِ لِحَاجَتِهٖ فَصَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْمَآءِ فَقُلْتُ اَتُصَلِّيْ قَالَ الْمُصَلّٰى اَمَامَكَ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے واپسی کے موقع پر قضاء حاجت کے لیے بعض گھاٹیوں میں گئے۔ میں نے آپ کو وضو کرایا، پھر عرض کیا، کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔

۲۹۹۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَّوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَفَاضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَاتٍ فَلَمَّا انْتَهٰى اِلَى الشِّعْبِ نَزَلَ فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات سے واپسی پر ایک گھاٹی میں پیشاب کیا (اس روایت میں حضرت اسامہ نے وضو کرانے کا ذکر نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگا کر خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نماز کا وقت ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے، پھر آپ گئے حتی کہ مزدلفہ پہنچے اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔

أُسَامَةُ أَدَاقَ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ الصَّلٰوةَ قَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى بَلَغَ جَمْعًا فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.

۲۹۹۸- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ أَبُو خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عُقْبَةَ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ أَنَّهُ سَأَلَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَيْفَ صَنَعْتُمْ حِينَ دَفَعْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ فَقَالَ جِئْنَا الشِّعْبَ الَّذِي يُنِيخُ النَّاسُ فِيهِ لِلْمَغْرِبِ فَأَنَاخَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَتَهُ وَبَالَ وَمَا قَالَ أَهْرَاقَ الْمَاءَ ثُمَّ دَعَا بِالْوَضُوءِ فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا لَيْسَ بِالْبَالِغِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ أَمَامَكَ فَرَكِبَ حَتّٰى جِئْنَا الْمُزْدَلِفَةَ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَنَاخَ النَّاسُ فِي مَنَازِلِهِمْ وَلَمْ يَحُلُّوا حَتّٰى أَقَامَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ فَصَلّٰى ثُمَّ حَلُّوا قُلْتُ كَيْفَ فَعَلْتُمْ حِينَ أَصْبَحْتُمْ قَالَ رَدِفَهُ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَانْطَلَقْتُ أَنَا فِي سُبَاقِ قُرَيْشٍ عَلٰى رِجْلَيَّ.

کریب نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ جب عرفہ کی شام کو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے تھے تو آپ نے کیا کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم اس گھاٹی تک آئے جہاں مغرب کی نماز کے لیے لوگ اپنے اونٹوں کو بٹھاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور پیشاب کیا (حضرت اسامہ نے اپنے وضو کرانے کا تذکرہ نہیں کیا) پھر آپ نے پانی منگوایا اور خفیف وضو کیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا ہے آپ نے فرمایا نماز (کی جگہ) آگے ہے۔ پھر ہم سوار ہوئے حتیٰ کہ مزدلفہ آئے، پھر مغرب کی اقامت ہوئی اور لوگوں نے اپنے ٹھکانوں پر اونٹ بٹھا دیئے اور انھیں کھولا نہیں، حتیٰ کہ عشاء کی اقامت ہوئی اور آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر لوگوں نے اونٹ کھول دیے، میں نے پوچھا تم نے صبح کے وقت کیا کیا تھا، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے فضل بن عباس کو بٹھایا اور میں قریش کے پہلے جانے والوں کے ساتھ پیدل تھا

۲۹۹۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَتَى الشِّعْبَ الَّذِي يَنْزِلُ الْأُمَرَاءُ نَزَلَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس گھاٹی پر آئے جہاں امراء اترتے ہیں تو آپ نے اتر کر پیشاب کیا (اس میں وضو کرانے کا ذکر نہیں ہے) پھر آپ نے وضو کے لیے پانی منگایا اور خفیف وضو کیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

فَبَالَ وَلَمْ يَقُلْ اَهْرَاقَ ثُمَّ دَعَا بِوَضُوْءٍ فَتَوَضَّاَ وُضُوْءًا خَفِيْفًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الصَّلٰوةَ فَقَالَ الصَّلٰوةُ اَمَامَكَ۔

"نماز" ؟ فرمایا نماز (کی جگہ) تمہارے آگے ہے۔

۳۰۰۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَآءٍ مَوْلٰى سَبَاعٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ فَلَمَّا جَآءَ الشِّعْبَ اَنَاخَ رَاحِلَتَهٗ ثُمَّ ذَهَبَ اِلَى الْغَآئِطِ فَلَمَّا رَجَعَ صَبَبْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِدَاوَةِ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَكِبَ ثُمَّ اَتَى الْمُزْدَلِفَةَ فَجَمَعَ بِهَا بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات سے واپس لوٹے تو میں سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا، جب آپ گھاٹی پر آئے تو آپ نے سواری بٹھائی اور قضاء حاجت کے لیے نیچے اتر گئے، جب آپ واپس لوٹے تو میں نے برتن سے پانی لیکر آپ کو وضو کرایا پھر آپ سوار ہو کر مزدلفہ آئے اور وہاں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا۔

۳۰۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ وَاُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رِدْفُهٗ قَالَ اُسَامَةُ فَمَا زَالَ يَسِيْرُ عَلٰى هَيْئَتِهٖ حَتّٰى اَتٰى جَمْعًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ سے لوٹے تو حضرت اسامہ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ حضرت اسامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچ گئے۔

۳۰۰۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سُئِلَ اُسَامَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَنَا شَاهِدٌ اَوْ قَالَ سَاَلْتُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْدَفَهٗ مِنْ عَرَفَاتٍ كَيْفَ كَانَ يَسِيْرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہشام کہتے ہیں کہ میرے سامنے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ جب عرفات سے واپسی پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے مزدلفہ کی طرف کیسے جا رہے تھے؟ حضرت اسامہ نے کہا آپ آہستہ آہستہ جا رہے تھے جب ذرا کشادگی ہوتی تو سواری کو تیز کرتے۔

حِيْنَ اَفَاضَ مِنْ عَرَفَةَ قَالَ كَانَ يَسِيْرُ الْعَنَقَ فَاِذَا وَجَدَ فَجْوَةً نَصَّ۔

۳۰۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُاللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حُمَيْدٍ قَالَ هِشَامٌ وَّالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ اَخْبَرَنِيْ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ الْخَطْمِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا اَيُّوْبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ملا کر پڑھی

۳۰۰۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ ابْنُ رُمْحٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ الْخَطْمِيِّ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْكُوْفَةِ عَلٰى عَهْدِ ابْنِ الزُّبَيْرِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔ ابن رمح نے عبداللہ بن یزید خطمی کی روایت میں یہ بیان کیا کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے دور میں کوفہ کے امیر تھے۔

۳۰۰۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِالْمُزْدَلِفَةِ جَمِيْعًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں ملا کر پڑھی۔

۳۰۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ لَيْسَ بَيْنَهُمَا سَجْدَةٌ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثَ رَكَعَاتٍ وَصَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ فَكَانَ عَبْدُ اللهِ يُصَلِّي بِجَمْعٍ كَذَلِكَ حَتَّى لَحِقَ اللهَ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر ایک ساتھ پڑھی اور ان کے ساتھ نوافل بالکل نہیں پڑھے، مغرب تین رکعات پڑھیں اور عشاء دو رکعت پڑھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی مزدلفہ میں ایسے ہی نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

۳۰۰۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ صَلَّى الْمَغْرِبَ بِجَمْعٍ وَالْعِشَاءَ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ حَدَّثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ صَلَّى مِثْلَ ذٰلِكَ وَحَدَّثَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اقامت کے ساتھ پڑھی، پھر انھوں نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔

۳۰۰۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ صَلَّاهُمَا بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۱۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ صَلَّى الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا وَالْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ بِإِقَامَةٍ وَاحِدَةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی۔ آپ نے مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعات ایک اقامت کے ساتھ پڑھیں۔

۳۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ أَفَضْنَا مَعَ ابْنِ عُمَرَ حَتَّى أَتَيْنَا

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر کے ساتھ گئے حتیٰ کہ مزدلفہ پہنچے وہاں انھوں نے ہمیں مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں پھر واپس لوٹے اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

جَمْعًا فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ بِاِقَامَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ هٰكَذَا صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَكَانِ.

جگر اسی طرح ہمیں نماز پڑھائی تھی۔

مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کے حکم میں مذاہب ائمہ

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مستحب ہے ان مذاہب کی تفصیل یہ ہے:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا مستحب ہے، اگر ان دونوں نمازوں کو مغرب کے وقت میں پڑھ لیا (؟ ——— عشاء کو مغرب کے وقت میں قبل از وقت بغیر کسی دلیل کے پڑھنا کیسے جائز ہوگا؟ ——— سعیدی) یا راستہ میں پڑھ لیا یا ہر نماز کو اپنے وقت میں پڑھا تو جائز ہے لیکن فضیلت نہیں ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے مزدلفہ پہنچنے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی تو اس نے سنت کی مخالفت کی لیکن اس کی نماز صحیح ہے۔ امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا پہلے نماز پڑھنا کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نمازوں کو جمع کیا اور یہ حج کا فعل ہو گیا، اور آپ نے فرمایا ہے مجھ سے حج کے افعال سیکھو۔[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں جس شخص نے یہ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھ لیں اس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کی نماز دہرائے یہ قول حضرت اسامہ کی روایت کی بنا پر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نہ دہرائے کیونکہ ان نمازوں کو جمع کرنا سنت ہے اور ترک سنت اعادہ کو واجب نہیں کرتا اور یہ اختلاف عرفات کی ظہر اور عصر کے جمع کرنے میں نہیں ہے کیونکہ مزدلفہ کی رات کو جب مغرب کی نماز شفق غائب ہونے سے پہلے پڑھی گئی تو وہ اپنے وقت سے پہلے پڑھی گئی اس لیے دہرائی جائے گی، اور یوم عرفہ کو جب عصر اپنے معروف وقت میں پڑھی گئی تو اس دن کے وقت سے مؤخر کر کے پڑھی گئی اس لیے قضاء ہو گئی اب اس کے دہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔[3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے مزدلفہ کے راستہ میں مغرب پڑھ لی تو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے اور طلوع فجر سے پہلے اس پر اعادہ لازم ہے۔ اور امام ابویوسف کہتے ہیں کہ یہ نماز اس کے لیے کافی ہے لیکن اس نے برا کیا۔ اور اگر اس نے مغرب کی نماز عرفات میں پڑھ لی پھر بھی یہی اختلاف ہے۔ امام ابویوسف

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

یہ کہتے ہیں کہ جب اس نے مغرب کی نماز اپنے معروف وقت میں پڑھ لی تو اس پر اعادہ نہیں ہونا چاہیے جیسا کہ طلوع فجر کے بعد اس پر اعادہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب مزدلفہ کے راستہ میں حضرت اسامہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز یاد دلائی تو آپ نے فرمایا الصلوٰۃ امامک یعنی نماز کا وقت آگے ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور یہ تاخیر اس لیے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جا سکے اس لیے جب طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ دونوں نمازیں جمع کی جا سکیں اور فجر کے طلوع ہونے کے بعد اب چونکہ جمع کرنا ممکن نہیں رہا اس لیے اس سے اعادہ ساقط ہو گیا [1]

مزدلفہ میں سنتیں پڑھنے میں مذاہب

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشاء کے درمیان مزدلفہ میں بالکل نوافل نہیں پڑھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ سنت مؤکدہ پڑھنا یہاں بھی مستحب ہے لیکن ان نمازوں کے درمیان نہ پڑھے بلکہ بعد میں پڑھ لے اور عرفات میں ظہر کی سنتیں ظہر کی نماز سے پہلے پڑھ لے۔ [2]

احناف کے نزدیک مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے جماعت کی شرط نہیں ہے اور ان دو نمازوں کے درمیان نوافل پڑھنا جائز نہیں ہے اگر کسی نے نفل پڑھ لیے تو وہ اقامت کو دہرائے گا۔ [3]

بَابُ اِسْتِحْبَابِ زِيَادَةِ التَّغْلِيسِ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمُزْدَلِفَةِ

یوم نحر کو مزدلفہ میں صبح کی نماز جلدی پڑھنا

۳۰۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً اِلَّا لِمِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلٰوتَيْنِ صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ بِجَمْعٍ وَّصَلّٰى الْفَجْرَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے دیکھا ہے، ماسوا مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کے، آپ نے ان دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا اور ماسوا مزدلفہ میں صبح کی نماز کے، آپ نے یہ نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے پڑھی۔

۳۰۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ نے صبح

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۷۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَ قَالَ قَبْلَ وَقْتِهَا بِغَلَسٍ ۔

کی نماز اس کے (معروف) وقت سے پہلے منہ اندھیرے پڑھی۔

مزدلفہ میں صبح کی نماز کے وقت کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ مزدلفہ میں مغرب کی نماز، عشاء کے وقت میں پڑھی، اور اس دن فجر کی نماز معروف وقت سے پہلے پڑھی، لیکن طلوع فجر کے تحقق کے بعد اور حضرت ابن مسعود کے قول "وقت سے پہلے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کے معروف وقت سے پہلے نہ کہ طلوع فجر سے پہلے، کیونکہ اس وقت نماز کے عدم جواز پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، اور صحیح بخاری میں اس طرح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے طلوع فجر کے وقت مزدلفہ میں صبح کی نماز پڑھی اور پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز اس وقت میں پڑھی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب فجر طلوع ہو گئی تو حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس دن، اس جگہ پر، اس ساعت میں، اس نماز کو پڑھتے تھے۔

احناف کی تائید

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تمام روایات سے امام ابوحنیفہ کی تائید ہوتی ہے کہ صبح کی نماز کو اس دن کے علاوہ مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح کی نماز کو اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے[1] ظاہر ہے کہ علامہ نووی کی تصریح کے مطابق ان حضرات کا نظریہ اس حدیث اور اسفار پر دلالت کرنے والی دوسری احادیث کے خلاف ہے، اور صرف احناف کا مذہب ہی احادیث کے مطابق ہے۔

دوسری چیز جو اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دو نمازوں کو حقیقۃً جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا سوائے مزدلفہ اور عرفات کے اور کہیں جائز نہیں ہے کیونکہ سنن نسائی میں ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پس اس حدیث کا منطوق صریح یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی کا تسامح

سخت حیرت ہے کہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے جو احناف کے ہاں معتبر نہیں اور ہر چند کہ مفہوم مخالف ہمارے ہاں معتبر ہوتا ہے لیکن اس کا اگر منطوق ظاہری سے تعارض آجائے تو پھر نہیں ہوتا اور چونکہ احادیث صحیحہ صریحہ کا منطوق صریح جمع بین الصلوتین ہے اس لیے یہ حدیث معتبر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے یہ بہت حیرت انگیز بات لکھی ہے عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ جمع بین الصلوتین کی نفی اس حدیث کا منطوق صریح ہے اور مفہوم مخالف نہیں جیسا کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے۔ اور جن احادیث سے علامہ نووی نے اس حدیث کا تعارض بیان کیا ہے ان میں جمع صوری کا ذکر ہے اس لیے یہاں تعارض ہے نہ دفع تعارض کی ضرورت ہے۔

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

بَابُ ۳۸۸ اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيمِ دَفْعِ الضَّعَفَةِ مِنَ النِّسَاءِ وَغَيْرِهِنَّ مِنْ مُزْدَلِفَةَ اِلٰى مِنًى فِيْ اَوَاخِرِ اللَّيْلِ قَبْلَ زَحْمَةِ النَّاسِ

ضعیفوں اور عورتوں کو رات کے آخری حصہ میں منیٰ روانہ کرنے کا استحباب

۳۰۱۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ يَعْنِي ابْنَ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتِ اسْتَاْذَنَتْ سَوْدَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمُزْدَلِفَةِ تَدْفَعُ قَبْلَهُ وَقَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَانَتِ امْرَاَةً ثَبِطَةً يَقُوْلُ الْقَاسِمُ وَالثَّبِطَةُ الثَّقِيْلَةُ قَالَ فَاَذِنَ لَهَا فَخَرَجَتْ قَبْلَ دَفْعِهِ وَ حُبِسْنَا حَتّٰى اَصْبَحْنَا فَدَفَعْنَا بِدَفْعِهِ وَ لِاَنْ اَكُوْنَ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَاَكُوْنُ اَدْفَعُ بِاِذْنِهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ مُقَرَّمٍ بِهٖ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مزدلفہ کی شب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ سے اجازت طلب کی کہ وہ آپ سے پہلے منیٰ چلی جائیں، تاکہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے نکل جائیں، وہ بھاری جسم کی عورت تھیں، آپ نے انھیں اجازت دیدی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرنے سے قبل روانہ ہوگئیں، ہم صبح تک رکے رہے اور آپ کے ساتھ ٹھہرے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اگر میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور آپ کی اجازت سے چلی جاتی تو یہ میرے لیے اس سے بہتر تھا جس سے میں خوش ہو رہی تھی۔

۳۰۱۵ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ سَوْدَةُ امْرَاَةً ضَخْمَةً ثَبِطَةً فَاسْتَاْذَنَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُفِيْضَ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ فَاَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَيْتَنِيْ كُنْتُ اسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَاْذَنَتْهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ بھاری بدن کی عورت تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات ہی کو مزدلفہ سے واپس چلے جانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دے دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کاش میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزدلفہ سے امام کے ساتھ ہی واپس جایا کرتی تھیں۔

سَوْدَةُ وَكَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَا تُفِيضُ إِلَّا مَعَ الْإِمَامِ.

۳۰۱۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ وَدِدْتُ إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اسْتَأْذَنَتْهُ سَوْدَةُ فَأُصَلِّيَ الصُّبْحَ بِمِنًى فَأَرْمِيَ الْجَمْرَةَ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَ النَّاسُ فَقِيلَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَكَانَتْ سَوْدَةُ اسْتَأْذَنَتْهُ قَالَتْ نَعَمْ إِنَّهَا كَانَتِ امْرَأَةً ثَقِيلَةً ثَبِطَةً فَاسْتَأْذَنَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ میں بھی حضرت سودہ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیتی اور صبح کی نماز منیٰ میں پڑھتی اور لوگوں کے آنے سے پہلے جمرہ میں کنکریاں مار لیتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا، کیا حضرت سودہ نے اجازت لے لی تھی، انھوں نے کہا ہاں وہ ایک بھاری بدن کی عورت تھیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اور آپ نے اجازت دے دی۔

۳۰۱۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۳۰۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ قَالَ قَالَتْ لِي أَسْمَاءُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَهِيَ عِنْدَ دَارِ الْمُزْدَلِفَةِ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بُنَيَّ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتِ ارْتَحِلُوا بِي فَارْتَحَلْنَا حَتّٰى رَمَتِ الْجَمْرَةَ ثُمَّ صَلَّتْ فِي مَنْزِلِهَا فَقُلْتُ لَهَا أَيْ هَنْتَاهْ لَقَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ كَلَّا أَيْ بُنَيَّ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِلظُّعُنِ.

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا درآں حالیکہ وہ دار مزدلفہ کے نزدیک تھیں، کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا نہیں! انھوں نے کچھ دیر نماز پڑھی پھر دریافت کیا بیٹے! کیا چاند غروب ہو گیا؟ میں نے کہا جی! انھوں نے کہا میرے ساتھ چلو! پھر ہم ان کے ساتھ گئے حتی کہ اسماء نے جمرہ کی رمی کی، پھر اپنی جائے قیام پر نماز پڑھی۔ میں نے کہا بیگم صاحبہ! ہم بہت جلد روانہ ہو گئے ہیں؛ انھوں نے کہا اے بیٹے کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جلد روانہ ہونے کی اجازت دی ہے۔

۳۰۱۹ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَتْ لَا أَرَى بُنَيَّةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِظُعُنِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت اسماء نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیوی کو سفر کی اجازت دی تھی۔

۳۰۲۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ ابْنَ شَوَّالٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِهَا مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

ابن شوال کہتے ہیں کہ وہ حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رات ہی کو مزدلفہ سے روانہ کر دیا تھا۔

۳۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ شَوَّالٍ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُغَلِّسُ مِنْ جَمْعٍ إِلَى مِنًى وَفِي رِوَايَةِ النَّاقِدِ نُغَلِّسُ مِنْ مُزْدَلِفَةَ۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم ہمیشہ منہ اندھیرے مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو جاتے تھے۔

۳۰۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُولُ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الثَّقَلِ أَوْ قَالَ فِي الضَّعَفَةِ مِنْ جَمْعٍ بِلَيْلٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ضعیف لوگوں کو رات میں مزدلفہ سے پہلے روانہ کر دیا تھا ان میں میں بھی تھا۔

۳۰۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا تھا میں بھی ان میں تھا۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے بھیجا تھا میں بھی ان میں تھا۔

۳۰۲۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرٌو عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ فِيْمَنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ضَعَفَةِ اَهْلِهٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو پہلے بھیجا تھا میں بھی ان میں تھا۔

۳۰۲۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِيْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَحَرٍ مِّنْ جَمْعٍ فِيْ ثَقَلِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اَبَلَغَكَ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِيْ بِلَيْلٍ طَوِيْلٍ قَالَ لَا اِلَّا كَذٰلِكَ بِسَحَرٍ قُلْتُ لَهٗ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا رَمَيْنَا الْجَمْرَةَ قَبْلَ الْفَجْرِ وَاَيْنَ صَلَّى الْفَجْرَ قَالَ لَا اِلَّا كَذٰلِكَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت مزدلفہ سے مجھے اپنے سامان کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ ابن جریج نے عطا سے کہا کیا حضرت ابن عباس نے یہ کہا تھا کہ مجھے رات کو بہت پہلے روانہ کر دیا تھا۔ عطا نے کہا نہیں بلکہ یہ کہا تھا کہ صبح کے وقت بھیج دیا۔ ابن جریج کہتے ہیں پھر میں نے کہا کہ کیا حضرت ابن عباس نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم نے فجر سے پہلے جمرہ کو کنکریاں ماریں تو فجر کی نماز کہاں پڑھی؟ انھوں نے کہا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا۔

۳۰۲۶ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ اَهْلِهٖ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَدْفَعُوْنَ قَبْلَ اَنْ يَّقِفَ الْاِمَامُ وَقَبْلَ اَنْ يَّدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے گھر کے ضعیف لوگوں کو پہلے روانہ کر دیا کرتے تھے اور وہ مزدلفہ میں رات ہی کو مشعر حرام پر وقوف کرتے تھے اور جتنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے، پھر امام کے وقوف اور اس کی روانگی سے پہلے روانہ ہو جاتے تھے، ان میں سے بعض لوگ صبح کی نماز کے وقت منیٰ پہنچتے اور بعض اس کے بعد، جب وہ پہنچ جاتے تو اس وقت جمرہ کو کنکریاں مارتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ ان ضعیفوں کو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقَدَّمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاِذَا قَدِمُوْا رَمُوا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اُرْخِصَ فِيْ اُولٰٓئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے۔

مزدلفہ کے قیام میں امام شافعی اور دوسرے فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں ائمہ کا حج کرنے والے کے لیے مزدلفہ میں یوم نحر کی صبح تک رات گذارنے کے حکم میں اختلاف ہے، امام شافعی کا مذہب صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کے ترک سے دم (قربانی) لازم ہے لیکن اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ فقہاء کوفہ اور محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے ترک کرنے سے فضیلت جاتی رہے گی لیکن اس کو گناہ ہوگا نہ اس پر دم لازم آئیگا، یہ بھی امام شافعی کا ایک قول ہے اور ایک جماعت کا نظریہ ہے، ابراہیم نخعی، ابو عبدالرحمٰن اور امام ابوبکر بن خزیمہ شافعی کے نزدیک یہ فرض ہے اس کے ترک سے حج نہیں ہوتا اور عطاء اور اوزاعی کا نظریہ یہ ہے کہ اس رات مزدلفہ میں ٹھہرنا، رکن ہے، نہ واجب، سنت ہے نہ فضیلت بلکہ وہ ایک ٹھہرنے کی جگہ اور قیام گاہ ہے اس میں چاہے ٹھہرے چاہے نہ ٹھہرے اور یہ قول بالکل باطل ہے۔

اس میں بھی ائمہ کا اختلاف ہے کہ مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا واجب ہے، امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ رات کے نصف اخیر حصہ میں ایک ساعت (ایک گھنٹہ) ٹھہرنا واجب ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے قریب ایک ساعت قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ مزدلفہ میں گذارنا واجب ہے، امام مالک سے اس میں تین روایات ہیں، ایک یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے دوسرا یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گذارنا واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے معمولی سا وقت گذارنا واجب ہے [1]

مزدلفہ کے قیام میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مزدلفہ میں رات گذارنا واجب ہے جس نے اس کو ترک کیا اس پر دم لازم آئے گا امام شافعی اور اصحاب الرائے کا بھی یہ نظریہ ہے اور علقمہ، نخعی اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ یہ قیام فرض ہے جس سے یہ رہ گیا اس کا حج فوت ہو گیا کیونکہ قرآن مجید میں ہے: فاذا افضتم من عرفٰت فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام۔ "جب تم عرفات سے روانہ ہو جاؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو" (مشعر حرام مزدلفہ میں ہے) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری اس نماز میں آیا اور ہمارے روانہ ہونے تک (مزدلفہ میں) ٹھہرا جبکہ وہ اس سے پہلے رات یا دن میں وقوف عرفہ کر چکا ہو تو اس کا حج مکمل ہو گیا اور اس کی مشقت تمام ہو گئی [2]

علامہ ابن قدامہ مزدلفہ میں رات گذارنے کے وجوب پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الحج عرفة فمن جاء قبل ليلة فقد تم حجه "حج عرفہ (کا قیام) ہے جو (میدان عرفات میں) رات سے پہلے آگیا اس کا حج پورا ہوگیا" علقمہ اور نخعی نے جو قرآن مجید کی آیت اور حدیث نبوی پیش کی ہے تو اس پر اجماع ہے کہ آیت اور حدیث میں جس کا ذکر ہے وہ فرض نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے مزدلفہ میں رات گذاری اور مشعر حرام کے پاس ذکر نہیں کیا اور (صبح کی) نماز میں حاضر نہیں ہوا اس کا حج بالاتفاق ہو جائے گا اور اس لیے بھی کہ رات گذارنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مشعر حرام کے پاس ذکر کرے اور صبح کی نماز میں حاضر ہو کیونکہ اگر وہ میدان عرفات سے اس رات کے آخر میں بھی مزدلفہ پہنچ جائے، تو اس کا حج ہو جائے گا اس لیے مشعر حرام پر ذکر کرنا اور صبح کی نماز میں حاضر ہونا حج کے ارکان اور فرائض میں سے نہیں ہیں، ان کو وجوب، استحباب یا محض فضیلت پر محمول کرنا چاہیے۔

قیام مزدلفہ کی مدت میں امام احمد بن حنبل کا نظریہ

مزدلفہ میں کتنی دیر ٹھہرنا چاہیے اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جو شخص مزدلفہ میں رات گذارے اس کے لیے آدھی رات سے پہلے روانہ ہونا جائز نہیں ہے اور اگر آدھی رات کے بعد گیا تو کوئی حرج نہیں، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مزدلفہ سے گزرا اور وہاں نہیں ٹھہرا تو اس پر دم (قربانی) ہے اور اگر ٹھہر گیا تو اس پر قربانی نہیں ہے خواہ جس وقت بھی روانہ ہو، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذوا عني مناسككم "مجھ سے افعال حج کو سیکھو" اور آدھی رات کے بعد روانگی ان لوگوں کے لیے جائز کی گئی تھی جن کے لیے رخصت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے جن ضعیف لوگوں کو روانہ کیا تھا میں ان میں تھا، پس جو شخص آدھی رات سے پہلے مزدلفہ سے گیا اور رات میں واپس نہیں لوٹا اس پر دم ہے اور لوٹ آیا تو اس پر دم نہیں ہے اور مستحب یہ ہے کہ مزدلفہ میں رات گذارنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جائے بایں طور کہ رات سے صبح تک ٹھہرے پھر سفیدی پھیلنے تک ہے، البتہ کمزور لوگوں اور عورتوں کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے[1]

قیام مزدلفہ میں امام مالک کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی نے افعال مزدلفہ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس میں اوزاعی، امام شافعی اور جمہور کا نظریہ ذکر کیا ہے بالخصوص امام مالک کا نظریہ بیان نہیں کیا، علامہ وشتانی مالکی نے قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے وہی نقل کیا ہے جس کو ہم پہلے علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں یعنی اس میں امام مالک کے تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ساری رات قیام واجب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک بڑے حصہ میں قیام واجب ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ رات کے ایک معمولی حصہ میں قیام واجب ہے[2]۔

قیام مزدلفہ میں احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے، فرض نہیں ہے، جبر اگر اس کو بغیر عذر کے ترک کر دیا تو اس پر دم لازم آئے گا، اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۴۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام "مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو" اور اس سے فرضیت ثابت ہوئی ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے ضعیف افراد کو رات میں روانہ کر دیا تھا اور اگر یہ رکن ہوتا تو آپ ایسا نہ کرتے اور اس آیت میں جن چیزوں کا ذکر ہے وہ بالاجماع فرض نہیں ہیں اور ہماری وجوب پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ہمارے ساتھ اس موقف میں ٹھہرا اور وہ اس سے پہلے عرفات میں قیام کر چکا ہو اس کا حج مکمل ہو گیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کی تکمیل کو مزدلفہ میں ٹھہرنے پر موقوف کیا ہے اور یہ وجوب کی علامت ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اس کو کسی عذر کی وجہ سے ترک کیا یا بایں طور کہ اس کو ضعف یا کوئی بیماری لاحق تھی یا اس کے ساتھ کوئی عورت تھی جو بھیڑ سے گھبراتی تھی تو اس کو پہلے بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے[1]

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں بعض مصنفین کا تسامح

علامہ ابوالحسن نے امام شافعی کی طرف منسوب کر کے یہ کہا ہے کہ ان کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا رکن (فرض) ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم نے علامہ نووی شافعی سے نقل کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔

فرضیت کا قول، علقمہ، نخعی اور شعبی نے کیا ہے جس کا علامہ ابن قدامہ نے تفصیل سے جواب لکھا ہے، نیز قاضی ابن رشد علامہ ابن قدامہ، علامہ نووی، قاضی عیاض، علامہ دشتانی جن لوگوں نے بھی مذاہب اربعہ کا ذکر کیا ہے، سب نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مزدلفہ کا وقوف واجب ہے رکن نہیں ہے اور کتب شافعیہ، مہذب، شرح المہذب، وجیز، فتح العزیز، اور مغنی المحتاج وغیرہ میں یہی لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک حج میں وقوف مزدلفہ واجب ہے رکن نہیں ہے۔

اور یہ امام شافعی کی اپنی تحریر ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا ان کے نزدیک فرض نہیں ہے واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے، لکھتے ہیں:

و ان ترك المزدلفة فلم ينزلها و لم يدخلها فيما بين نصف الليل الاول الى صلوٰة الصبح افتدى و ان دخلها فى ساعة من هذا الوقت فلا فدية عليه۔[2]

اگر اس نے مزدلفہ میں ٹھہرنے کو بالکل چھوڑ دیا اور رات کے نصف اوّل سے لے کر صبح کی نماز کے وقت تک اس میں بالکل داخل نہیں ہوا تو وہ فدیہ دے اور اگر اس وقت کی ایک ساعت میں بھی مزدلفہ میں داخل ہو گیا تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

علامہ محمود بابرتی نے بھی اس تسامح کی تصریح کی ہے، لکھتے ہیں:

قال فى النهاية و نسبة هذا القول اليه سهو وقع من الكاتب لما انه ذكر فى كتبهم ان الوقوف بالمزدلفة سنة۔[3]

صاحب نہایہ نے لکھا ہے کہ اس قول کی امام شافعی کی طرف نسبت سہو ہے جو کاتب کی غلطی ہے کیونکہ شوافع کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا سنت ہے۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ الام ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۳ھ،

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۳۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

میں کہتا ہوں کہ صاحب نہایہ کو بھی تسامح ہوا ہے کیونکہ کتب شافعیہ میں یہ نہیں لکھا کہ یہ سنت ہے بلکہ اس کو واجب لکھا ہے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

هذا سهو فان كتبهم ناطقة بانه سنة۔[1]

صاحب ہدایہ کا وقوف مزدلفہ کو رکن (فرض) لکھنا ان کا سہو ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں تصریح ہے کہ یہ سنت ہے۔

لگتا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے بھی شوافع کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی اور نہایہ میں یہ دیکھا کہ انھوں نے شوافع کے نزدیک وقوف مزدلفہ کو سنت لکھا ہے تو اسی لکھے ہوئے کو نقل کر دیا جب اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ سے امام شافعی کا مذہب نقل کرنے میں سہو ظاہر ہو گیا تھا کم از کم اس وقت انھیں شوافع کی اصل کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے تھا، علامہ ابن ہمام ایسی شخصیت سے اس قسم کا تساہل بہت بعید ہے۔ خیال رہے کہ قیام مزدلفہ کو سنت قرار دینا شوافع کا ایک قول ہے ان کا مذہب نہیں ہے اور امام شافعی سے یہی تصریح ہے کہ یہ واجب ہے۔

بَابُ رَمْيِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَتَكُونُ مَكَّةُ عَنْ يَسَارِهِ وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

۳۸۹ بطن وادی سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا

۳۰۲۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيدَ قَالَ رَمَى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أُنَاسًا يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ هٰذَا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بطن وادی سے سات بار جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں وہ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہتے تھے، ان سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں یہ اس کا مقام ہے جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

۳۰۲۸۔ وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج بن یوسف منبر پر خطبہ دیتے

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

أَخْبَرَنِي ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ ابْنَ يُوسُفَ يَقُولُ وَهُوَ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ اَلِّفُوا الْقُرْاٰنَ كَمَا اَلَّفَهُ جِبْرِيلُ السُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا النِّسَاءُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا اٰلُ عِمْرَانَ قَالَ فَلَقِيتُ اِبْرَاهِيمَ فَاَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِهِ فَسَبَّهُ وَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ اَنَّهُ كَانَ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَاَتَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيَ فَاسْتَعْرَضَهَا فَرَمَاهَا مِنْ بَطْنِ الْوَادِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَالَ فَقُلْتُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّ النَّاسَ يَرْمُونَهَا مِنْ فَوْقِهَا فَقَالَ هٰذَا وَالَّذِي لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ مَقَامُ الَّذِي اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

ہوئے کہہ رہا تھا، کہ قرآن کو اس طرح جمع کرو جس طرح جبرائیل نے جمع کیا ہے وہ سورۃ جس میں بقرہ کا ذکر ہے وہ سورت جس میں نساء کا ذکر ہے اور وہ سورت جس میں آل عمران کا ذکر ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات ابراہیم سے ہوئی، میں نے ان کو حجاج کے قول کی خبر دی، انھوں نے حجاج کو برا بھلا کہا اور کہا کہ مجھ سے عبدالرحمن بن یزید نے کہا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے وہ جمرہ عقبہ پر گئے اور جمرہ عقبہ کے سامنے جمرہ عقبہ پر بطن وادی سے سات کنکریاں ماریں، ہر کنکری پر اللہ اکبر پڑھتے تھے۔ عبدالرحمن کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوعبدالرحمن لوگ اس کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، یہی ان کے کنکریاں مارنے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

۳۰۲۹ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ اَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُولُ لَا تَقُولُوا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ۔

اعمش کہتے ہیں کہ حجاج نے کہا کہ سورہ بقرہ نہ کہو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۰۳۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ اَنَّهُ حَجَّ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ فَرَمَى الْجَمْرَةَ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِي

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، انھوں نے سات کنکریوں کے ساتھ جمرہ کی رمی کی، بیت اللہ کے دائیں جانب اور منیٰ کی بائیں جانب کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

۳۰۳۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَمَّا اَتٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے۔

۳۰۳۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُو الْمُحَيَّاةِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلٰى اَبُو الْمُحَيَّاةِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ قِيْلَ لِعَبْدِ اللّٰهِ اِنَّ نَاسًا يَرْمُوْنَ الْجَمْرَةَ مِنْ فَوْقِ الْعَقَبَةِ قَالَ فَرَمَاهَا عَبْدُ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَطْنِ الْوَادِیْ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ رَمَاهَا الَّذِیْ اُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ۔

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ تو جمرہ عقبہ کے اوپر سے کنکریاں مارتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے بطن وادی سے کنکریاں ماریں اور کہا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اس جگہ سے انھوں نے کنکریاں ماری ہیں جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

کنکریاں مارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ میں یوم نحر کو کنکریاں ماری جاتی ہیں اور یہ امر اتفاقی ہے اور یہ واجب ہے اگر کسی شخص نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں نہیں ماریں حتیٰ کہ ایام تشریق گزر گئے تو اس کا حج صحیح ہے اور اس پر دم لازم ہوگا، یہ امام شافعی اور جمہور کا قول ہے (امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے) بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ رمی رکن (فرض) ہے، اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سات کنکریاں مارنی چاہئیں اور یہ امر بھی اتفاقی ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وادی کے بطن (درمیان) سے کنکریاں مارنی چاہئیں۔ مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مارنے والا نیچے وادی کے درمیان کھڑا ہو در آں حالیکہ مکہ اس کی دائیں جانب ہو اور منیٰ بائیں جانب ہو، اور اس کا منہ عقبہ کی جانب ہو، پھر سات کنکریاں مارے، ہمارے مذہب میں یہی صحیح ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ وہ جس طرح بھی کنکریاں مار دے اس کا مارنا صحیح ہے خواہ جمرہ عقبہ کی طرف منہ ہو یا وہ اس کی دائیں جانب ہو یا بائیں جانب اور خواہ وادی کے اوپر سے کنکریاں مارے یا نیچے سے، جمرہ عقبہ کے علاوہ باقی کنکریوں کو اوپر سے مارنا مستحب ہے[1]

قرآن مجید میں سورتوں اور آیات کی ترتیب توقیفی ہے

حدیث نمبر ۳۰۲۸ میں ہے: حجاج بن یوسف نے کہا کہ قرآن مجید کی اس طرح تالیف کرو جس طرح

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

حضرت جبرائیل نے تالیف کی ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اگر حجاج نے اس سے آیات کی تالیف کا ارادہ کیا ہے تو مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیات کی وہی تالیف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اور ہر سورت میں اسی ترتیب کے ساتھ آیات جمع کی گئی ہیں اور اس وقت ہمارے ہاتھوں میں جو قرآن مجید کے نسخے ہیں ان میں اسی ترتیب پر تالیف ہے اور اگر حجاج کی مراد سورتوں کی تالیف ہے کہ فلاں سورت مقدم ہے اور فلاں مؤخر ہے تو یہ قراء اور فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے اور محققین نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا کہ یہ ترتیب امت کے اجتہاد سے ہے اس میں توقیف نہیں ہے[1]

اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جس طرح آیات کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کرنے سے ہے اور آپ کی ہدایات کے مطابق آیات کو مرتب اور جمع کیا گیا ہے، اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے ہے۔ اور دونوں کی ترتیب توقیفی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں، علامہ مکی وغیرہ نے کہا ہے کہ سورتوں میں آیات وغیرہ کی ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے، چونکہ آپ نے سورہ توبہ کے اوّل میں بسم اللہ کو لکھنے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے پہلے بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ قاضی ابوبکر نے انتصار میں کہا ہے کہ آیات کی ترتیب واجب اور لازم ہے۔ حضرت جبرائیل بتاتے تھے کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ رکھو، نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے برہان میں کہا ہے کہ سورتوں کی ترتیب اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب پر ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبرائیل کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے اور جس سال آپ کا وصال ہوا آپ نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ امام بیہقی نے مدخل میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی یہی ترتیب تھی سوائے سورہ انفال اور سورہ توبہ کے۔ اور علامہ ابن الحصار کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اور ان میں آیات کو رکھنا وحی سے تھا[2]

علامہ زرکشی کے نزدیک سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے۔[3]

بَابُ اِسْتِحْبَابِ رَمْیِ جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ یَوْمَ النَّحْرِ رَاکِبًا وَبَیَانِ قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِتَاْخُذُوْا عَنِّیْ مَنَاسِکَکُمْ

۳۹۰ یوم نحر کو سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرنا۔

۳۰۳۳۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِیْعًا عَنْ عِیْسَی بْنِ یُوْنُسَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سے جمرہ عقبہ کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان ج ۱ ص ۶۳-۶۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ۔

[3] علامہ بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۱ھ

قَالَ ابْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَرْمِيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَوْمَ النَّحْرِ وَيَقُوْلُ لِتَاْخُذُوْا مَنَاسِكَكُمْ فَاِنِّيْ لَا اَدْرِيْ لَعَلِّيْ لَا اَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِيْ هٰذِهٖ۔

کنکریاں پھینک رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ مجھ سے حج کے احکام سیکھ لو، کیونکہ میں از خود نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔

۳۰۳۴۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ جَدَّتِهٖ اُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ سَمِعْتُهَا تَقُوْلُ حَجَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَاَيْتُهٗ حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَانْصَرَفَ وَهُوَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَمَعَهٗ بِلَالٌ وَّاُسَامَةُ اَحَدُهُمَا يَقُوْدُ بِهٖ رَاحِلَتَهٗ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَهٗ عَلٰى رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الشَّمْسِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا كَثِيْرًا ثُمَّ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنْ اُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ حَسِبْتُهَا قَالَتْ اَسْوَدُ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا۔

حضرت ام الحصین رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھی میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں درآں حالیکہ آپ سواری پر سوار تھے، آپ کے ساتھ حضرت بلال اور حضرت اسامہ تھے، ان میں سے ایک سواری کی مہار پکڑ کر چل رہا تھا، اور دوسرے نے اپنے کپڑے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ دھوپ سے محفوظ رہیں، حضرت ام حصین کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی باتیں فرمائیں، پھر میں نے سنا آپ فرما رہے تھے اگر ایک نکٹا حبشی غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری راہنمائی کرے تو اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۳۰۳۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحِيْمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ اُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ اُمِّ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَجَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَرَاَيْتُ اُسَامَةَ وَبِلَالًا رَضِيَ

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع کیا، میں نے حضرت اسامہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو دیکھا، ان میں سے ایک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور دوسرا اپنے کپڑے کو اوپر اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے تھا، تاکہ آپ گرمی سے محفوظ رہیں حتیٰ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَاَحَدُ ھُمَا اٰخِذٌ بِخِطَامِ نَاقَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ رَافِعٌ ثَوْبَہٗ یَسْتُرُہٗ مِنَ الْحَرِّ حَتّٰی رَمٰی جَمْرَۃَ الْعَقَبَۃِ قَالَ مُسْلِمٌ وَاِسْمُ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحِیْمِ خَالِدُ بْنُ اَبِیْ یَزِیْدَ وَھُوَ خَالُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلْمَۃَ رَوٰی عَنْہُ وَکِیْعٌ وَالْحَجَّاجُ الْاَعْوَرُ۔

کہ آپ نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں ماریں۔

سوار ہو کر رمی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے موافقین کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جو شخص سوار ہو کر منیٰ پہنچے وہ جمرہ عقبہ پر سوار ہو کر کنکریاں مارے اور اگر اس نے پیادہ چل کر کنکریاں ماریں تو پھر بھی جائز ہے اور جو شخص یوم نحر کو پیدل چل کر منیٰ پہنچے وہ پیدل کنکریاں مارے، یہ حکم یوم نحر کا ہے۔ اور ایام تشریق کے پہلے دو دنوں کا حکم یہ ہے کہ تمام کنکریاں پیدل چل کر ماری جائیں، اور تیسرے دن سوار ہو کر کنکریاں مارے، اور اگر تمام کنکریاں پیدل چل کر ماریں پھر بھی جائز ہے، امام مالک اور امام شافعی وغیرہ کا یہی مسلک ہے امام احمد بن حنبل کا نظریہ یہ ہے کہ یوم نحر کو پیدل کنکریاں مارے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ جس حالت میں بھی کنکریاں مارے جائز ہے بشرطیکہ کنکریاں اپنی جگہ پر ماری ہوں۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی نے لکھا ہے کہ اگر حج کرنے والے نے رمی (کنکریاں پھینکنا) سوار ہو کر کی پھر بھی جائز ہے، اور ہر ایسی رمی جس کے بعد رمی ہو اس میں افضل یہ ہے کہ پیدل رمی کرے ورنہ سوار ہو کر رمی کرے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم ذاتی کی نفی کی وجہ

حدیث نمبر ۳۰۳۳ میں ہے کہ میں از خود نہیں جانتا، شاید اس حج کے بعد میرا حج نہیں ہوگا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث میں الوداع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، اور یہ خبر دی ہے کہ اب آپ کی وفات قریب آگئی ہے، اور اس میں صحابہ کرام کو احکام سیکھنے پر برانگیختہ کیا ہے تاکہ صحابہ آپ کی رفاقت اور مصاحبت سے جس قدر زیادہ فائدہ اٹھا سکتے ہوں اٹھالیں، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس بات سے مطلع کر دیا تھا کہ اس سال آپ کی وفات ہونے والی ہے اور "لا ادری" سے آپ نے یہی واضح کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ہے میرا ذاتی علم نہیں ہے یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کمال اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اور عطائی تھا اور آپ کا کوئی وصف ذاتی نہیں تھا اس کے باوجود آپ نے خصوصیت کے ساتھ علم کے بارے میں فرمایا لا ادری میں اپنے آپ یا از خود نہیں جانتا اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ علم اور قدرت دو ایسی صفتیں ہیں جن پر الوہیت کا مدار ہے تو آپ نے اپنی ذات سے علم کی اس لیے نفی کی، کہ کوئی شخص آپ کی وسعت علم کو دیکھ کر اس سے الوہیت کا دھوکا نہ کھائے۔ اس کی مکمل تفصیل اور بحث ہم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

[2] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر،

توضیح البیان میں لکھ دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اکثری حکم ہے

حدیث نمبر ۳۰۳۴ اور ۳۰۳۵ میں ہے کہ منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اسامہ یا حضرت بلال میں سے کسی نے ایک کپڑے سے سایہ کیا ہوا تھا تاکہ آپ کو دھوپ اور گرمی نہ لگے۔ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی ہے کہ ہجرت کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کے سر پر چادر تان کر دھوپ کی وجہ سے آپ پر سایہ کیا۔[1] ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کے خصائص وفضائل میں جو یہ مشہور ہے کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا یہ اکثری حکم ہے دائمی اور کلی حکم نہیں ہے۔

آپ کے اوپر کپڑے سے سایہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ محرم کے اوپر کپڑے وغیرہ سے سایہ کرنا جائز ہے خواہ وہ سوار ہو یا پیادہ، احناف اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگر کسی محرم نے اپنے سر پر دھوپ کی وجہ سے کپڑے سے سایہ کیا تو اس پر فدیہ لازم آئے گا، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ فدیہ نہیں ہے، نیز تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ چھت یا خیمہ کے سائے میں محرم کا بیٹھنا جائز ہے۔

سیاہ فام نکٹے غلام کی اطاعت کی بحث

حدیث نمبر ۳۰۳۴ میں ہے کہ اگر ناک کٹا سیاہ فام غلام بھی کتاب اللہ سے تمہاری رہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ناک کٹے اور سیاہ غلام کو ذکر کرنے سے اس کی خساست پر تنبیہ کرنا مقصود ہے، کیونکہ عرف میں غلام کو خسیس سمجھا جاتا ہے، اور سیاہی اور نکٹے ہونے کی وجہ سے اس کی خساست اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ خواہ اس کا سر انگور جتنا ہو اور یہ انتہائی خست ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ خواہ وہ کتنا ہی خسیس ہو جب تک وہ کتاب اللہ کے احکام کی دعوت دے اس کی اطاعت لازم ہے، اور جماعت سے خروج نہیں کرنا چاہیے البتہ اگر ان میں کوئی شرعی برائی پائی جائے تو اس کی اصلاح کے لیے نصیحت کرنی چاہیے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ خلیفہ کے لیے قرشی ہونے کی شرط ہے تو پھر غلام شخص کیسے خلیفہ ہو سکتا ہے، اس کے تین جواب ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد سلطان ہے خلیفہ نہیں ہے، خلیفہ اور سلطان میں فرق یہ ہے کہ خلیفہ تمام عالم اسلام کا حکمران ہوتا ہے اور سلطان کسی ایک ملک کا حکمران ہوتا ہے اور قرشی وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے سلطان کے لیے نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد خلیفہ نہیں ہے بلکہ خلیفہ یا سلطان کے مقرر کیے ہوئے حکام ہیں اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان غلبہ سے حکومت پر قبضہ کرے تو اس کے احکام نافذ ہو جائیں گے اور اس کی اطاعت واجب ہوگی اور مسلمانوں کی جماعت اور وحدت کو نہیں توڑا جائے گا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۵ مطبوعہ اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،

بَاب ۳۹۱ اِسْتِحْبَابِ كَوْنِ حَصَى الْجِمَارِ بِقَدْرِ حَصَى الْخَذْفِ

۳۰۳۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَمَى الْجَمْرَةَ بِمِثْلِ حَصَى الْخَذْفِ ۔

ٹھیکری کے برابر کنکریاں مارنے کا استحباب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھیکریوں کے برابر جمرہ پر کنکریاں ماریں۔

بَاب ۳۹۲ بَيَانِ وَقْتِ اِسْتِحْبَابِ الرَّمْيِ

۳۰۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَمَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَأَمَّا بَعْدُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ۔

کنکریاں مارنے کا مستحب وقت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کے وقت جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں اور بعد کے دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

۳۰۳۸ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح (رمی کرتے) تھے۔

ف: کنکریاں مارنے کے بارے میں جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ یوم النحر کو دن چڑھے کنکریاں ماری جائیں، ایام تشریق میں زوال کے بعد اور اگر تیسرے دن زوال سے پہلے کنکریاں ماریں تب بھی تمام ائمہ کے نزدیک درست ہے۔ اور اگر ایام تشریق گزر گئے اور غروب آفتاب تک کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے بعد کنکریاں نہیں مار سکتا اور اس کی تلافی دم (قربانی) کے ذریعہ کی جائے گی۔

بَاب ۳۹۳ بَيَانِ أَنَّ حَصَى الْجِمَارِ سَبْعٌ

سات کنکریاں مارنے کا بیان

۳۰۳۹ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ الْجَزَرِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الِاسْتِجْمَارُ تَوٌّ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَوٌّ وَالسَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ تَوٌّ وَالطَّوَافُ تَوٌّ وَإِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ بِتَوٍّ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈھیلے سے استنجا طاق مرتبہ کرنا چاہیے اور جمرات کی کنکریاں بھی طاق مرتبہ ہیں اور صفا اور مروہ میں سعی بھی طاق مرتبہ ہے اور طواف بھی طاق مرتبہ ہے اور جو شخص استنجا کرے تو وہ طاق مرتبہ کرے۔

باب ۳۹۴ تَفْضِيلِ الْحَلْقِ عَلَى التَّقْصِيرِ وَجَوَازِ التَّقْصِيرِ

سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے

۳۰۴۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ حَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَلَقَ طَائِفَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ وَقَصَّرَ بَعْضُهُمْ قَالَ عَبْدُ اللهِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللهُ الْمُحَلِّقِينَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈوایا اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت نے بھی سر منڈوایا اور آپ کے بعض اصحاب نے بال کٹوائے، حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو بار فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم فرمائے، پھر فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِينَ قَالُوا وَالْمُقَصِّرِينَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِينَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا: اے اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۲۔ أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ثَنَا عُبَيْدُ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ!

ابْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ ۔

اور بال کٹوانے والوں پر؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اور بال کٹوانے والوں پر آپ نے فرمایا: اے اللہ! سر منڈوانے والوں پر رحم فرما! صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور بال کٹوانے والوں پر، آپ نے فرمایا: اور بال کٹوانے والوں پر۔

۳۰۴۳ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ وَالْمُقَصِّرِيْنَ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں آپ نے چوتھی بار فرمایا اور بال کٹوانے والوں پر بھی۔

۳۰۴۴ ۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ فُضَيْلٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا، اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا، اے اللہ سر منڈانے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ اور بال کٹانے والوں کے لیے؟ آپ نے فرمایا اور بال کٹانے والوں کے لیے۔

۳۰۴۵ ۔ وَحَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۴۶ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ دَاوٗدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى ابْنِ الْحُصَيْنِ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّهَا سَمِعَتِ

یحییٰ بن حصین کی دادی بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تین بار سر منڈانے والوں کے لیے دعا کی، اور ایک بار بال کٹانے والوں کے لیے دعا کی۔

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ دَعَا لِلْمُحَلِّقِينَ ثَلَاثًا وَلِلْمُقَصِّرِينَ مَرَّةً وَاحِدَةً وَلَمْ يَقُلْ وَكِيعٌ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

۳۰۴۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمٰعِيلَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَقَ رَأْسَهُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنا سر مبارک منڈایا۔

حج میں سر منڈانے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حج میں سر منڈانا، بال کٹانے سے افضل ہے اور بال کٹانا بھی جائز ہے

امام شافعی کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج اور عمرہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس کے بغیر حج یا عمرہ ادا نہیں ہوتا، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ سر منڈانا، خوشبو اور لباس کی طرح حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ حج کی عبادات میں سے ایک عبادت ہے[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا سر منڈانا یا بال کٹوانا حج کی ایک ایسی عبادت ہے جو واجب ہے یا نہیں؟ امام مالک کہتے ہیں کہ سر منڈانا حج اور عمرہ کرنے والے کی عبادت ہے اور یہ بال کٹوانے سے افضل ہے، اور جس شخص سے حج فوت ہو جائے یا وہ دشمن، مرض یا کسی اور وجہ سے حج نہ کر سکے تو اس پر سر منڈانا واجب ہے۔ لیکن فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ مُحْصَرْ (جو کسی عذر لاحق ہونے کی وجہ سے حج نہ کر سکے) پر سر منڈانا واجب نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس پر نہ سر منڈانا واجب ہے نہ بال کٹانا، خلاصہ یہ ہے کہ جو سر منڈانے یا بال کٹانے کو واجب قرار دیتا ہے وہ اس کے ترک کی وجہ سے دم (قربانی) لازم کرتا ہے۔ اور جو اس کو حج میں واجب نہیں کہتا وہ دم بھی لازم نہیں کرتا[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ سر منڈانا اور بال کٹانا امام احمد بن حنبل کے نزدیک حج اور عمرہ کی ایک عبادت ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ حج کی عبادت نہیں ہے بلکہ یہ ان چیزوں سے حلال ہونے کا ایک طریقہ ہے جو احرام کی وجہ سے حرام ہو گئیں تھیں۔ پس یہ لباس اور خوشبو کی مانند ہے اور اس روایت کی بناء پر جو شخص سر منڈانے یا بال کٹانے کا تارک ہو اس پر کوئی فدیہ یا تاوان نہیں ہے اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

[2] قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

"حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم آؤ تو جس شخص نے بیت اللہ کا طواف کرلیا اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرلی وہ حلال ہوگیا ماسوا اس شخص کے جس کے پاس ہدی ہو" امام احمد بن حنبل کا پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے کا حکم دیا ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس ہدی ہو وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے، اور بال کٹائے اور حلال ہو جائے" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اپنے احرام کو بیت اللہ کے طواف سے حلال کرو اور بال کٹاؤ" ان حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بال کٹانے کا حکم دیا ہے اور حکم وجوب کا مقتضی ہے اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کے وصف میں سر منڈانا اور بال کٹوانا بیان کیا ہے۔ محلقین رءوسکم و مقصرین (الفتح: ۲۷) درآں حالیکہ وہ سر منڈانے والے ہیں اور بال کٹانے والے ہیں" اور اگر یہ حج کرنے والوں کا وصف نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ حج کرنے والوں کی یہ صفت بیان نہ کرتا۔ جیسے سلے ہوئے کپڑوں اور شکار کرنے کے ساتھ حج کرنے والوں کی صفت بیان نہیں کی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک بار رحمت کی دعا کی اور اگر یہ حج کی عبادات میں شامل نہ ہوتا تو دوسرے مباح کاموں (مثلاً سلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، شکار کرنا وغیرہ) کی طرح اس کی بھی کوئی فضیلت نہ ہوتی اور اس لیے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب نے اپنے تمام حج اور عمروں میں سر منڈایا یا بال کٹائے ہیں اور ان کا کوئی حج اور عمرہ اس سے خالی نہیں ہے اگر یہ حج کی عبادت نہ ہوتا تو وہ اس پر کبھی دوام نہ کرتے بلکہ کرتے ہی نہیں، کیونکہ یہ ان کی عادت اور معمول تھا نہ اس میں فی نفسہ کوئی فضیلت تھی کہ یہ کہا جاتا کہ یہ فعل انھوں نے اپنی عادت اور معمول کے مطابق کیا تھا یا کسی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے کیا تھا اور آپ نے حلال ہونے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اہل عرب میں مشہور تھا کہ سر منڈانے یا بال کٹانے سے حج کرنے والا حلال ہو جاتا ہے [1]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ حج میں سر منڈانا یا بال کٹانا ہمارے نزدیک واجب ہے جب اس کے سر پر بال ہوں تو وہ سر منڈائے یا بال کٹائے بغیر حلال نہیں ہو سکتا اور امام شافعی کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اور ان کے نزدیک حج کرنے والا کنکریاں مارنے سے اور عمرہ کرنے والا صفا اور مروہ کی سعی سے حلال ہو جاتا ہے، انھوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرفات میں خطبہ دیا اور افعال حج کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم منیٰ میں آؤ تو جس شخص نے جمرہ کی رمی کرلی تو عورتوں اور خوشبو کے سوا اس پر ہر وہ چیز حلال ہو گئی جو حج میں حرام ہوئی تھی اور بیت اللہ کے طواف (زیارت) کے بعد وہ بھی حلال ہو جائے گی، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے ثم لیقضوا تفثھم (حج: ۲۹) "پھر وہ اپنا میل کچیل دور کرلیں" اور حضرت ابن عمر اور اہل تاویل کا قول یہ ہے کہ سر منڈانا، ناخن کٹانا اور مونچھیں تراشنا، میل کو دور کرنا ہے، کیونکہ لغت میں تفث میل کو کہتے ہیں۔ میلی کچیلی عورت کو امرأۃ نفثۃ کہتے ہیں نیز قرآن مجید میں ہے لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رءوسکم و مقصرین۔ (فتح: ۲۷) "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دیا تم انشاء اللہ ضرور امن کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو گے درآں حالیکہ تم سر منڈانے والے ہو گے

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۲۴، ۲۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

یا بال کٹانے والے،، اس آیت میں لتدخلن ۔ صورۃً ۔ خبر کا صیغہ ہے اور امر کے معنی میں ہے یعنی مسجد حرام میں انشاء اللہ امن کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور بال کٹاتے ہوئے داخل ہو، پس اس آیت میں سر منڈانے یا بال کٹانے کی صفت کے ساتھ داخل ہونے کا حکم ہے اور مطلق امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے پس سر منڈانے یا بال کٹانے کی صفت واجب قرار پائی، ہر چند کہ یہ آیت خبر اور وعدہ الٰہی کی صورت میں نازل ہوئی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی خبر دی ہے اور جس کا وعدہ فرمایا ہے اس کا وقوع یقینی ہے اس لیے انشاء اللہ کا کلمہ بر سبیل تبرک ہے اور سر منڈانے اور بال کٹانے میں سے ایک چیز واجب ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ دونوں واجب نہیں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر منڈانے والوں کے لیے تین بار رحمت کی دعا کی ہے اس لیے سر منڈانا افضل ہے اور اس لیے بھی کہ آپ نے سر منڈایا ہے اور اس میں زیادہ تذلل ہے اور بال کاٹنے کا معنی مکمل طور پر سر منڈانے میں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جو قول شافعیہ نے نقل کیا ہے اس میں سر منڈانے یا بال کٹانے کا معنی تقدیر بہ امر ادہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے جمرہ میں کنکریاں ماریں اور سر منڈایا یا بال کٹائے تو وہ حلال ہو گیا حضرت عمر کے اس قول کی یہ تاویل اس لیے واجب ہے تاکہ وہ کتاب اللہ کے موافق ہو جائے۔

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جب اس کے سر پہ بال ہوں اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں تو اس کے سر پر استرا پھیر دیا جائے گا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص یوم نحر کو آئے اور اس کے سر پہ بال نہ ہوں تو اس کے سر پہ استرا پھیر دیا جائے گا اس کے ثبوت میں حدیث مرفوع (فرمان رسالت مآب) بھی ہے اور اس لیے بھی کہ اگرچہ وہ سر منڈانے سے عاجز ہے لیکن سر منڈانے والوں کے ساتھ تشبہ سے تو عاجز نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اس کا اسی قوم میں شمار ہوتا ہے اور جس شخص نے سر منڈانے یا بال کٹانے کو ترک کر دیا اس پر دم (قربانی) واجب ہوگا۔

عورتوں کے سر منڈانے کا حکم عورت کے لیے سر منڈانے کا حکم نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں پر حلق (سر منڈانا) نہیں ہے ان پر صرف تقصیر (بال کٹانا) ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر منڈانے سے منع فرمایا ہے اور اس لیے بھی کہ عورتوں کے حق میں سر منڈانا مثلہ ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی نے سر نہیں منڈایا، البتہ انھوں نے بال کٹوائے ہیں۔ عورتیں اپنے بالوں میں سے ایک پور کے برابر بال لے کر کاٹ دیں، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عورتیں کس قدر بال کٹوائیں؟ حضرت عمر نے پور کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، اس کے برابر۔[1]

علامہ کاسانی نے اس بحث میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ البتہ شوافع کا مذہب بیان کرنے میں علامہ کاسانی کو تسامح لاحق ہوا ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ سر منڈانا یا بال کٹانا حج کے ارکان میں سے ہے، اس کو احرام کی ممنوعہ چیزوں سے باہر ہونے کا ذریعہ اور مباح قرار دینا ان کا مذہب نہیں ہے بلکہ ان سے ایک شاذ روایت ہے۔

سر منڈانے کی مقدار میں مذاہب ائمہ سر منڈانے یا بال کٹانے کی کم سے کم مقدار امام شافعی کے نزدیک تین بال ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھائی سر ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک نصف سر ہے، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک سر کا اکثر حصہ ہے اور امام مالک سے ایک روایت پورے سر کی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ پورے

[1] ۔ علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۴۱-۱۴۰ مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ

سر کو منڈانا یا پورے سر کے بال کٹوانا افضل ہے نیز بال کٹوانے میں افضل یہ ہے کہ ایک پور کے برابر بال کٹوائے جائیں اگر اس سے بھی کم بال کٹوائے پھر بھی جائز ہے، نیز عورتوں کے حق میں بال کٹوانے کا حکم ہے ان کے حق میں سر کے بال منڈوانا مکروہ ہے اور کسی طریقہ سے بھی بالوں کو زائل کر دیا جائے تو وہ کٹوانے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔[1]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ تمام سر کے بالوں کو منڈوانا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے محلقین رؤسکم اور راس تمام سر کو کہتے ہیں، اسی طرح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے سر کو منڈوایا۔ کیونکہ روایت ہے کہ آپ نے کنکریاں ماریں، پھر ذبح کیا، پھر آپ نے حجام کو بلایا اور دائیں جانب اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، اور آپ نے ان بالوں کو لوگوں میں تقسیم کر دیا پھر آپ نے بائیں جانب اشارہ کیا اس نے بائیں جانب مونڈ دی۔ آپ نے وہ بال ام سلیم کو دے دیئے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اس دن ہمارا پہلا کام کنکریاں مارنا ہے پھر ذبح کرنا ہے اور پھر حلق (سر منڈانا) ہے اور مطلق حلق کا اطلاق تمام سر پر ہوگا اور اگر اس نے پورا سر نہیں منڈایا تو اگر چوتھائی سر سے کم منڈایا ہے تو جائز نہیں اور اگر چوتھائی سر منڈالیا ہے تو جائز ہوگا لیکن مکروہ ہے۔ جواز کی وجہ یہ ہے کہ سر سے متعلق عبادات میں چوتھائی سر پورے سر کے قائم مقام ہو جاتا ہے جیسے وضو میں سر کے مسح کا حکم ہے اور مکروہ اس لیے ہے کہ سنت یہ ہے کہ پورے سر کو مونڈا جائے اور سنت کا ترک کراہت ہے اور بال کٹوانے کی مقدار ایک پور ہے جیسا کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، لیکن ہمارے اصحاب (حنفیہ) یہ کہتے ہیں ایک پور سے زیادہ بال کٹوانے واجب ہیں، کیونکہ تمام بالوں سے ایک پور کاٹنا واجب ہے اور تمام بالوں کے سرے برابر نہیں ہیں اور جب بعض بال ایک پور کاٹے جائیں گے تو چھوٹے بال ایک پور سے کم کٹیں گے یا رہ جائیں گے اس لیے ایک پور سے زیادہ بال کاٹے جائیں تاکہ وہ یقینی طور واجب کے ذمہ سے عہدہ برآ ہو جائے۔[2]

بَابُ ۳۹۵ بَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ يَوْمَ النَّحْرِ اَنْ يَّرْمِيَ ثُمَّ يَنْحَرَ ثُمَّ يَحْلِقَ وَالْاِبْتِدَآءُ فِي الْحَلْقِ بِالْجَانِبِ الْاَيْمَنِ مِنْ رَّاْسِ الْمَحْلُوْقِ

دائیں طرف سے سر منڈانے کو شروع کرنے کا بیان

۳۰۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى اَخْبَرَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى مِنًى فَاَتَى الْجَمْرَةَ فَرَمَاهَا ثُمَّ اَتٰى مَنْزِلَهٗ بِمِنًى وَنَحَرَ ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَاَشَارَ اِلٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منیٰ آئے تو پہلے جمرۂ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں قربانی کی اور حجام سے سر مونڈنے کو کہا اور اس کو دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا، پھر بائیں جانب اشارہ کیا، پھر اپنے بال لوگوں کو عطا فرمائے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ

جَانِبِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَيْسَرِ ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ.

۳۰۴۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ لِلْحَلَّاقِ هَا وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى جَانِبِ الْاَيْمَنِ هٰكَذَا فَقَسَمَ شَعَرَهٗ بَيْنَ مَنْ يَلِيْهِ قَالَ ثُمَّ اَشَارَ اِلَى الْحَلَّاقِ اِلٰى جَانِبِ الْاَيْسَرِ فَحَلَقَهٗ فَاَعْطَاهُ اُمَّ سُلَيْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاَمَّا فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَ فَبَدَاَ بِالشِّقِّ الْاَيْمَنِ فَوَزَّعَهُ الشَّعْرَةَ وَالشَّعْرَتَيْنِ بَيْنَ النَّاسِ ثُمَّ قَالَ بِالْاَيْسَرِ فَصَنَعَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ هٰهُنَا اَبُوْ طَلْحَةَ فَدَفَعَهٗ اِلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے دائیں جانب اشارہ کر کے حجام سے کہا یہاں سے پھر جو لوگ آپ کے قریب تھے آپ نے ان میں بال مبارک تقسیم کر دیے؛ پھر آپ نے حجام کو بائیں جانب اشارہ کیا اس نے مونڈا اور وہ بال حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیے، ایک اور روایت میں یوں ہے کہ آپ نے دائیں جانب سے شروع کیا اور لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم کیے، پھر بائیں جانب اشارہ کیا اور اس طرف بھی ایسا کیا (یعنی سر منڈایا) پھر فرمایا یہاں ابو طلحہ ہیں؟ اور وہ بال ابو طلحہ کو دے دیے۔

۳۰۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْبُدْنِ فَنَحَرَهَا وَالْحَجَّامُ جَالِسٌ وَقَالَ بِيَدِهٖ عَنْ رَّاْسِهٖ فَحَلَقَ شِقَّهُ الْاَيْمَنَ فَقَسَمَهٗ فِيْمَنْ يَلِيْهِ ثُمَّ قَالَ احْلِقِ الشِّقَّ الْاٰخَرَ فَقَالَ اَيْنَ اَبُوْ طَلْحَةَ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماریں، پھر اونٹوں کی طرف گئے اور ان کو نحر کیا، حجام بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اس نے دائیں جانب مونڈ دی، جو لوگ قریب بیٹھے تھے آپ نے ان میں وہ بال تقسیم کر دیے، پھر آپ نے فرمایا "دوسری جانب مونڈ دو"، اور کہا ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ اور وہ بال ان کو دے دیے۔

۳۰۵۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَسَّانٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا رَمٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَمْرَةَ وَنَحَرَ نُسُكَهٗ وَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ کی کنکریاں ماریں اور اونٹوں کو نحر کیا پھر حجام کے سامنے دائیں جانب کی اور اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ بال دیے

حَلَقَ نَاوَلَ الْحَالِقَ شِقَّهُ الْاَیْمَنَ فَحَلَقَهٗ ثُمَّ دَعَا اَبَا طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیَّ فَاَعْطَاهُ اِیَّاهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الشِّقَّ الْاَیْسَرَ فَقَالَ احْلِقْ فَحَلَقَهٗ فَاَعْطَاهُ اَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ اقْسِمْهُ بَیْنَ النَّاسِ۔

پھر آپ نے (اس کے سامنے) بائیں جانب کی اور فرمایا مونڈ دو اس نے (وہ جانب) مونڈ دی، پھر آپ نے وہ بال حضرت ابو طلحہ کو دیے اور فرمایا ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔

یوم نحر کو افعالِ حج کی ترتیب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ایک یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی پر یوم نحر کو سنت یہ ہے کہ چار کام کیے جائیں پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں، پھر قربانی کو ذبح کیا جائے پھر سر منڈایا جائے یا بال کٹوائے جائیں، پھر مکہ جا کر طواف افاضہ کیا جائے اور اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی تھی تو پھر سعی کی جائے اور اگر پہلے سعی کر لی تھی تو دوبارہ سعی کرنا مکروہ ہے، ان چاروں کاموں کو ترتیب سے کرنا سنت ہے۔ اگر یہ کام ترتیب کے خلاف کر لیے تو متقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کر دینا بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے بعد احادیث میں آرہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افعل ولا حرج "کرو اور کوئی حرج نہیں ہے"۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ منیٰ آنے کے بعد جمرہ کی رمی کرنے سے پہلے کوئی کام نہ کرے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدی کو نحر کرنا مستحب ہے اور یہ نحر منیٰ میں ہونا چاہیے اگرچہ تمام ارض حرم میں ذبح کرنا جائز ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سر منڈانا عبادت ہے اور وہ بال کٹانے سے افضل ہے اور یہ کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے ابتداء کرنا افضل ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سر منڈانے والے کے سر کی بائیں جانب سے ابتداء کرنی چاہیے، اور یہ ثابت ہوا کہ آدمی کے سر کے بال پاک ہیں ہمارے مذہب میں یہی صحیح اور یہی جمہور علماء کا نظریہ ہے نیز یہ ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا اور بطور برکت انھیں حفاظت سے رکھنا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اور بزرگ شخص کو اپنے متبعین اور مریدین میں ہدایا اور تبرکات کو تقسیم کرنا چاہیے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک مونڈے تھے اس کے نام میں اختلاف ہے، مشہور یہ ہے کہ اس کا نام معمر بن عبد اللہ عدوی ہے اور صحیح بخاری میں ہے اس کا نام معمر بن عبد اللہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام خراش بن امیہ بن ربیعہ کلیبی ہے۔[1]

علماء احناف کی موافقتِ حدیث

علامہ نووی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کنکریاں مارنے، ذبح، سر منڈانے اور طواف افاضہ میں یہ ترتیب سنت ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ ترتیب واجب ہے اور اگر کسی شخص نے سہواً یا خطأً ترتیب بدل دی تو آخرت میں اسے عذاب نہیں ہوگا لیکن دنیا میں اس پر دم (قربانی) لازم ہے اور افعل ولا حرج کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، اس کی تفصیل اور تحقیق اس سے متعلق باب میں آئے گی۔

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر منڈانے والے کے سر کی دائیں جانب سے سر مونڈنے کی ابتداء

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

کی جائے اور امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ بائیں جانب سے ابتداء کی جائے، اس سلسلہ میں بھی صحیح بات یہ ہے کہ احناف کا نظریہ بھی حدیث کے مطابق ہے اور امام اعظم نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا ہے اس لیے علامہ نووی کا مرجوع عنہ قول کو امام اعظم کا مذہب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اس بحث میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ سر مونڈنے والے کی دائیں جانب کا لحاظ کیا جائے نہ کہ سر مونڈانے والے کی جانب کا، مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں اس کے برعکس ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہر مونڈنے والے سے دائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا "مونڈو" پھر بائیں جانب اشارہ کر کے فرمایا، پھر لوگوں کو بال تقسیم کیے، علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ صحیح بات یہی ہے اگرچہ احناف کا مذہب اس کے خلاف ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام کی موافقت میں ملتقط میں امام ابو حنیفہ سے یہ روایت ہے: میں نے سر منڈایا تو سر مونڈنے والے نے میری تین غلطیاں نکالیں، جب میں بیٹھا تو اس نے کہا قبلہ کی طرف منہ کرو۔ میں نے اس کی طرف بائیں جانب بڑھائی تو اس نے کہا دائیں جانب سے شروع کراؤ اور جب میں جانے لگا تو اس نے کہا اپنے بالوں کو دفن کر دو، پس میں نے لوٹ کر بال دفن کر دیے، اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم نے حجام کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا، (اور یہ امام اعظم کی انتہائی بے نفسی اور خدا خوفی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اس لیے صاحب لباب نے کہا ہے کہ یہی مختار ہے، شارح لباب نے کہا ہے کہ منسک ابن العجمی اور بحر میں بھی ایسا ہی ہے، اور صاحب نخبہ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے، اور اصحاب حنفیہ سے امام ابو حنیفہ کا رجوع منقول ہے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تعظیم اور تکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی تکریم کا اندازہ اس حدیث سے ہو سکتا ہے ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک بال ہے جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملا تھا، عبیدہ نے کہا اگر میرے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہوتا تو وہ مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[2] علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال رکھا ہوا تھا، وہ جب بھی کسی جنگ میں جاتے تو اس موئے مبارک کی برکت سے فتح اور نصرت حاصل کرتے۔ جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو وہ فوراً اس کی طرف جھپٹے، ان کے ساتھیوں نے تعجب کیا کہ ایک ٹوپی کے لیے اتنا خطرہ مول لیا، حضرت خالد نے کہا میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا لیکن مجھے یہ بات ناپسند تھی کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھ لگ جائے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ہو۔[3]

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۲۵۰۔ ۲۴۹، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ،

[2] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کے ثبوت میں فقہاء اسلام کی عبارات۔

باب مذکور کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کا ثبوت ہے [1]۔

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک بال اپنے اصحاب میں اس لیے تقسیم کیے تاکہ آپ کے بعد صحابہ میں آپ کی برکت باقی رہے اور انھیں آپ کی یاد آتی رہے اور اس سے آپ نے اپنی وفات کے قرب اور اپنی رفاقت کے زمانہ کے اختتام کی طرف اشارہ کیا اور ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری کو آپ نے اسی لیے بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی قبر مبارک انھوں نے ہی کھود کر لحد بنائی تھی [2]۔

شیخ عثمانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے اور حفاظت سے رکھنے کا ثبوت ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ اپنے اصحاب اور متعلقین کو ہدایا اور عطیات دے کر ان سے رابطہ اور حسن سلوک رکھنا چاہیے اور یہ کہ اس میں مساوات ضروری نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے کہا کہ آپ نے ان کو بال اس لیے تقسیم فرمائے تاکہ ان میں آپ کی برکت باقی رہے اور اس میں آپ کی وفات کے قرب کی طرف اشارہ ہے اور شاید اس لیے آپ نے حضرت ابوطلحہ کو بال تقسیم کرنے کے لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ کی لحد انھوں نے ہی تیار کی تھی [3]۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی اور شارح المنتقی کے حوالوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک سے برکت حاصل کرنے کے سلسلے میں یہی لکھا ہے [4]۔

موئے مبارک اور فضلات شریفہ کی طہارت اور بعض علماء کے تسامح اور علمی غلطیوں کا بیان۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ انسان کا بال جب اس کے جسم سے الگ ہو جائے تو وہ نجس ہے اور اگر وہ بال پانی میں گر جائے تو پانی بھی نجس ہو جاتا ہے اور علامہ مزنی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے انسان کے بال کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا ہے اور ربیع جیزی نے لکھا ہے کہ امام شافعی لکھتے ہیں کہ بال کھال کے تابع ہے اگر کھال پاک ہے تو بال پاک ہے اور اگر کھال ناپاک ہے تو بال ناپاک ہے، اور ماوردی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، عطار نے کہا ہے کہ انسان کے بال کی طہارت میں کلام ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مبارک مکرم اور معظم ہے اور اس بحث سے خارج ہے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ماوردی کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے بارے میں مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہے، اس طرف

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۳، 〃 〃 〃

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۴۰، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[4] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج، ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۲ھ

اشارہ کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں ان کا کوئی اور قول بھی ہے۔ ہم اس قول سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں اور بعض شافعی علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کی طہارت کے بارے میں دو صورتیں ہیں ان کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا خدشہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا رتبہ اس سے بہت بلند ہے اور آپ کے موئے اقدس کے بارے میں یہ بات کیسے کہی جاسکتی ہے جبکہ آپ کے فضلات کو بھی طاہر قرار دیا گیا ہے تو بالوں کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ ماوردی نے کہا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال تبرک کے لیے تقسیم کیے اور تبرک کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے" میں کہتا ہوں کہ یہ پہلے سے بھی بدتر بات ہے اور اکثر شافعیہ نے ایسا کہا ہے پھر انھوں نے کہا کہ جنھوں نے بال لیے وہ تھوڑی مقدار میں تھے اور تھوڑی مقدار معاف ہوتی ہے اور یہ سب سے بدترین بات ہے۔ ان لوگوں کی اس سے غرض یہ ہے کہ اپنے اس نظریہ کو تقویت پہنچائیں کہ بنو آدم کے بال جسم سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہو جاتے ہیں اور جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تقسیم کرنے سے معارضہ کیا گیا تو انھوں نے یہ فاسد تاویلات کیں، صحیح بخاری کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور خون میں دو صورتیں ہیں اور زیادہ لائق یہ ہے کہ وہ طاہر ہیں بعض علماء نے امام غزالی پر رد کیا ہے کیونکہ انھوں نے آپ کے فضلات کے نجس ہونے کا قول ذکر کیا ہے اور یہ غزالی کی بیہودہ گوئی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں بہت احادیث ہیں، صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابو طیبہ حجام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی، اور ابونعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، اور حاکم، دارقطنی، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا کہ حضرت ام ایمن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا، اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ ابورافع کی بیوی سلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے گرے ہوئے پانی کو پی لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے بدن کو آگ پر حرام کر دیا ہے، اور بعض علماء (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تمام مکلفین کی طرح ہے ماسوا ان چیزوں کے جن میں دلیل سے آپ کی خصوصیت ثابت ہے، میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی ہو جائیں اور یہ بات کوئی جاہل غبی ہی کہہ سکتا ہے کہاں آپ کا مرتبہ اور کہاں لوگوں کے مراتب، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ خصوصیت کی دلیل ہمیشہ نقل سے ثابت ہو کیونکہ اس قسم کی چیزوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے عقل کا بھی دخل ہے اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ لوگ اس کے سوا کوئی اور بات کہیں تو میرے کان اس سے بہرے ہیں [1]۔

غالباً علامہ عینی کا روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے بارے میں دو رائیں قائم کیں اور اسے عام لوگوں کے بالوں پر قیاس کر کے العیاذ باللہ نجس قرار دیا، یا ان لوگوں کی طرف ہے

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات (پیشاب، خون، منی وغیرہ) کو عام لوگوں کے فضلات پر قیاس کر کے نجس قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ احکام تکلیفیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جمیع مکلفین کی مثل ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت نقل سے ثابت ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور آپ کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت کو نقل سے ثابت مانتے ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مصنف (امام بخاری) نے بال کی طہارت پر اس حدیث مرفوع (صحابہ میں آپ کا بالوں کو تقسیم فرمانا) سے استدلال کیا ہے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بال مکرم ہے اس پر دوسرے بالوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ ابن منذر اور علامہ خطابی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے نہیں ثابت ہوتی اور اصل عدم خصوصیت ہے۔ فقہاء شافعیہ نے کہا کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منی کو کپڑے سے کھرچ دیتی تھیں اس سے منی کی طہارت پر استدلال نہ کیا جائے کیونکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی منی پاک ہے اور دوسروں کی منی کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور حق یہ ہے کہ احکام تکلیفیہ میں آپ کا حکم تمام مکلفین کی مانند ہے ماسوا ان امور کے جن کی خصوصیت دلیل سے ثابت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہت زیادہ دلائل موجود ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کے خصائص میں سے شمار کیا ہے، اس لیے اس چیز کی طرف التفات نہ کیا جائے جو بہت سے شافعی علماء کی کتابوں میں اس کے خلاف لکھی ہوئی ہے کیونکہ تمام ائمہ سے فضلات کی طہارت کا قول ثابت اور مقرر ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی کی ان عبارات پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یہ تبصرہ کیا ہے:

میری نظر میں امام ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری کی وقعت ابتداءً امام بدرالدین محمود عینی شارح صحیح بخاری سے زیادہ تھی۔ فضلات شریفہ کی طہارت کی بحث ان دونوں صاحبوں نے کی ہے۔ امام ابن حجر نے ابحاث محدثانہ لکھی ہیں کہ یوں کہا جاتا ہے اور اس پر یہ اعتراض ہے اخیر میں لکھا ہے کہ فضلات شریفہ کی طہارت ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ امام عینی نے بھی شرح بخاری میں اس بحث کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ابحاث ہیں جو شخص طہارت کا قائل ہو اس کو میں مانتا ہوں اور جو اس کے خلاف کہے اس کے لیے میرے کان بہرے ہیں میں سنتا نہیں یہ لفظ ان کی کمال محبت کو ثابت کرتا ہے اور میرے دل میں ایسا اثر کر گیا کہ ان کی وقعت بہت ہو گئی۔[2] (اعلیٰ حضرت کو اس تبصرے میں تسامح ہوا ہے یا اس تبصرے کو لکھنے میں ملفوظ کے مرتب سے سہو ہوا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

شیخ انور شاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے فضلات کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے لیکن میرے پاس ان کی اسمرے کوئی نقل نہیں ہے الا یہ کہ المواہب اللدنیہ میں عینی کے حوالہ سے یہ لکھا ہوا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۷۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۴ ص ۳۱، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ

کے فضلات طاہر ہیں لیکن مجھے یہ بات عینی میں نہیں ملی [1]

شیخ انور شاہ کشمیری اگر بغور عمدۃ القاری کا مطالعہ کرتے تو انھیں اس میں علامہ عینی کا یہ قول مل جاتا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک آپ کے فضلات طاہر ہیں، علامہ عینی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگ کر جو وضو کا پانی گرتا ہے اس کو امام ابوحنیفہ نجس نہیں کہتے وہ اس کو نجس کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر کہتے ہیں۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو طاہر قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے یہ المواہب اللدنیہ میں بھی عینی کے حوالہ سے ہے اور علامہ بیری نے بھی اس کی شرح اشباہ میں تصریح کی ہے [3] (غالباً شیخ کاشمیری نے المواہب کا حوالہ یہیں سے دیا ہے۔ سعیدی)۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں ہمارے بہت سارے اصحاب حنفیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات طاہر ہیں [4]

شیخ اشرف علی تھانوی نے پہلے نشر الطیب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت میں روایات ذکر کیں لیکن اپنی آخری تصنیف برادر نوادر میں آپ کے فضلات کی طہارت کا رد کر دیا، لکھتے ہیں:

شرح الشفاء ملا علی قاری میں یہ بحث نظر سے گذری انھوں نے فضل نظافت جسم نبوی میں اس پر بہت مبسوط لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بعض روایات کا تو ثبوت متدوح ہے اور بعض کی دلالت اور بعض روایات میں شارحین کا یہ قول مذکور ہے شربت دمہ فلا اعلم، لا اشعر اور ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ نہی فرمانا مذکور ہے اور وہ یہ ہے روی ابن البر ان سالم بن ابی الحجاب حجمہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم از دردای ابتلع فقال اما علمت ان الدم کلہ حرام و فی روایۃ لا تعد فان الدم کلہ حرام۔ پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا دعوی بلا دلیل ہے [5] ۸ ربیع ۱۳۵۰ھ

شیخ اشرف علی تھانوی کی دلیل کا حاصل یہ ہے کہ سالم بن ابی الحجاج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون نگل لیا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمام خون حرام ہیں اور ایک روایت میں ہے، دوبارہ نہ پینا کیونکہ تمام خون حرام ہیں پس ثابت ہو گیا کہ آپ کے فضلات کی طہارت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حرمت طہارت کے خلاف یا نجاست کو مستلزم نہیں ہے، دیکھئے انسان کو کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ انسان کی حرمت کرامت کی بنا پر ہے نجاست کی بنا پر

---

[1] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۵۷ھ،

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[4] ملا علی قاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، برادر نوادر ص ۴۲۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔

نہیں ہے اسی طرح بلا اجازت دوسرے کا مال کھانا حرام ہے نجس نہیں ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ آپ کا اپنے خون کو حرام کہنا کرامت کی بناء پر ہے نجاست کی بناء پر نہیں ہے۔

فضلات شریفہ کی طہارت پر دلائل

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ جب آپ قضاء حاجت کا ارادہ کرتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے فضلات نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، امام محمد بن سعد نے اس باب میں سند متصل کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں اور میں وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھتی۔ آپ نے فرمایا اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء (علیہم السلام) سے جو چیز نکلتی ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے اور اس کی کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی۔ یہ حدیث ہر چند کہ مشہور نہیں ہے لیکن اس حدیث کی بناء پر اہل علم نے آپ کے فضلات کی طہارت کا قول کیا ہے (علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے شہرت کی نفی کی ہے صحت کی نفی نہیں کی اور ابن دحیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند ثابت ہے اور یہ اس باب میں قوی حدیث ہے)۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ امام ابو نصر بن صباغ نے شامل میں کہا ہے کہ بعض علماء شافعیہ کا یہی قول ہے اور ابو بکر بن سابق مالکی نے کتاب البدیع میں اس مسئلہ میں علماء مالکیہ کے دو قول لکھے ہیں، اور اس کی تائید یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ناپسندیدہ چیز یا بغیر خوشبو کے کوئی چیز نہیں نکلتی تھی، اس کی تائید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم سے کیا چیز نکلتی ہے تو میں نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی، میں نے کہا کہ آپ کی زندگی اور موت پاکیزگی کے ساتھ ہے، اور آپ سے بہت اچھی خوشبو ظاہر ہوئی اس کی مثل ہم نے کبھی محسوس نہیں کی (ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث سنن ابن ماجہ اور مراسیل ابوداؤد میں ہے) اس کی مثل حضرت ابو بکر کا قول ہے جب انھوں نے وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ روایت مسند بزار میں ہے) اور اسی سلسلے میں جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان کا آپ کا خون چوسنا اور آپ کا انھیں منع نہ کرنا ہے اور آپ کا انھیں یہ فرمانا کہ تمہیں آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ (ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث بیہقی اور طبرانی نے روایت کی ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا۔ (اس میں حضرت ابن زبیر کی شہادت کے واقعات کی طرف اشارہ ہے) اور ان کے پینے پر انکار نہیں فرمایا، اسی طرح روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی بیماری نہیں ہوگی (یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور دار قطنی اور ذہبی نے اس کو ثابت مانا ہے) جن لوگوں نے خون یا پیشاب پیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو منہ دھونے کا حکم دیا نہ دوبارہ پینے سے منع کیا، (غالباً منع کرنے کی روایت قاضی عیاض کی نظر سے نہیں گذری یا ان کے نزدیک قوی نہیں ہے، سعیدی) اور یہ حدیث جس میں ایک عورت کے پیشاب پینے کا ذکر ہے، حدیث صحیح ہے اور امام دار قطنی نے کہا ہے کہ اس کے راوی بخاری اور مسلم کے راوی ہیں اور اس عورت کا نام برکہ ہے۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ام ایمن ہے، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کی چارپائی کے نیچے رکھا رہتا تھا، آپ رات کو اٹھ کر اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کیا پھر آپ نے دیکھا کہ وہ خالی تھا، آپ نے برکہ سے پوچھا، انھوں نے کہا میں

رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا اس حدیث کو ابن جریج، ابن حبان اور حاکم نے اُمیمہ سے روایت کیا ہے اور دار قطنی نے ام ایمن سے روایت کیا ہے۔ علی قاری[1]

بَابُ ۳۹۶ جَوَازِ تَقْدِيمِ الذَّبْحِ عَلَى الرَّمْيِ وَ الْحَلْقِ عَلَى الذَّبْحِ وَ عَلَى الرَّمْيِ وَ تَقْدِيمِ الطَّوَافِ عَلَيْهَا كُلِّهَا

کنکریاں مارنے، ذبح کرنے، سر منڈانے اور طواف کرنے کی ترتیب کا بیان

۳۰۵۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ وَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِمِنًى لِلنَّاسِ يَسْأَلُونَهُ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ أَشْعُرْ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ فَقَالَ اذْبَحْ وَلَا حَرَجَ ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَمْ أَشْعُرْ فَنَحَرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ فَقَالَ ارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قُدِّمَ وَلَا أُخِّرَ إِلَّا قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں وقوف کیا تاکہ لوگ آکر آپ سے مسائل دریافت کریں، ایک شخص نے آکر کہا: یارسول اللہ! میں نے لاعلمی میں ذبح کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا اب ذبح کر لو کوئی حرج نہیں ہے، پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ! میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی، آپ نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں ہے۔ غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کی بھی تقدیم یا تاخیر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کر لو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عِيسَى ابْنُ طَلْحَةَ التَّيْمِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ وَقَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ سے سوالات کرنے شروع کیے، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یارسول اللہ مجھے پتا نہ

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔
ایضاً۔ علامہ شہاب الدین خفاجی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت
ایضاً۔ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شفاء علی حاشیہ النسیم ج ۱ ص ۳۶۳-۳۵۳ " "

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فَطَفِقَ نَاسٌ يَّسْأَلُوْنَهٗ فَيَقُوْلُ الْقَائِلُ مِنْهُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَمْ أَكُنْ أَشْعُرُ أَنَّ الرَّمْيَ قَبْلَ النَّحْرِ فَنَحَرْتُ قَبْلَ الرَّمْيِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ وَطَفِقَ آخَرُ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَمْ أَشْعُرْ أَنَّ النَّحْرَ قَبْلَ الْحَلْقِ فَحَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ فَيَقُوْلُ انْحَرْ وَلَا حَرَجَ فَمَا سَمِعْتُهٗ سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ أَمْرٍ مِّمَّا يُنْسَى الْمَرْءُ وَيُجْهَلُ مِنْ تَقْدِيْمِ بَعْضِ الْأُمُوْرِ قَبْلَ بَعْضٍ وَأَشْبَاهِهَا إِلَّا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلُوْا ذٰلِكَ وَلَا حَرَجَ۔

تھا کہ کنکریاں قربانی سے پہلے ماری جاتی ہیں میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا ایک اور شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے پتا نہ تھا کہ قربانی سر منڈانے سے پہلے کی جاتی ہے میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے اب قربانی کر لو، لاعلمی یا نسیان کی بناء پر مقدم یا مؤخر کیے جانے والے جس کام کے بارے میں بھی آپ سے سوال کیا گیا ان سب کے بارے میں آپ نے یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو۔

۳۰۵۴۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِلٰى آخِرِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۵۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ شِهَابٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ عِيْسٰى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَحْسِبُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ كَذَا وَكَذَا قَبْلَ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنْتُ أَحْسِبُ أَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا لِهٰؤُلَاءِ الثَّلَاثِ قَالَ افْعَلْ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے معلوم نہیں تھا کہ فلاں فلاں چیز، فلاں فلاں کام سے پہلے ہے، ایک اور شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا خیال ہے کہ فلاں چیز فلاں چیز سے پہلے ہونی چاہیے آپ نے ان تینوں کے بارے میں فرمایا کر لو اور کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيٰى

ایک اور سند سے یہ روایت ہے مگر اس میں تین آدمیوں کا ذکر نہیں ہے یحییٰ اموی کی روایت میں یہ ہے

الْاُمَوِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا رِوَایَةُ اَبِیْ بَکْرٍ فَکَرِوَایَةِ عِیْسٰی اِلَّا قَوْلَهٗ لِهٰؤُلَآءِ الثَّلَاثِ فَاِنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ ذٰلِکَ وَاَمَّا یَحْیَی الْاُمَوِیُّ فَفِیْ رِوَایَتِهٖ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ وَاَشْبَاهُ ذٰلِکَ۔

کہ میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا یا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔

۳۰۵۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ فَاذْبَحْ وَلَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ذبح سے پہلے حلق کر لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے ذبح کر لیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔

۳۰۵۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی نَاقَةٍ بِمِنًی فَجَآءَهٗ رَجُلٌ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عُیَیْنَةَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اپنی اونٹنی پر سوار ہیں، آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۰۵۹۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَکِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَتَاهُ رَجُلٌ یَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ وَاقِفٌ عِنْدَ الْجَمْرَةِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ اِرْمِ وَلَا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم نحر کو جمرہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے۔ آپ نے فرمایا کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں، دوسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں کنکریاں مار لو، تیسرے شخص نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے طواف افاضہ کر لیا، آپ

حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّیْ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ وَاَتَاهُ اٰخَرُ فَقَالَ اِنِّیْ اَفَضْتُ اِلَی الْبَیْتِ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ قَالَ اِرْمِ وَلَا حَرَجَ قَالَ فَمَا رَاَیْتُهٗ سُئِلَ یَوْمَئِذٍ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا قَالَ افْعَلُوْا وَلَا حَرَجَ۔

نے فرمایا اب کنکریاں مار لو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا گیا آپ نے یہی فرمایا اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۰۶۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَیْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قِیْلَ لَهٗ فِی الذَّبْحِ وَالْحَلْقِ وَالرَّمْیِ وَالتَّقْدِیْمِ وَالتَّاْخِیْرِ فَقَالَ لَا حَرَجَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح، سر منڈانے اور کنکریاں مارنے کے بارے میں تقدیم و تاخیر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔

کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کی ترتیب کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی[1] اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یوم نحر کے افعال یعنی کنکریاں مارنے، قربانی کرنے، سر منڈانے اور طواف افاضہ کی ترتیب سنت ہے، اگر اس نے ترتیب کے خلاف کر کے بعض افعال کو بعض پر مقدم کر دیا تو اس باب کی احادیث کی بناء پر جائز ہے امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اگر سر منڈانے کو کنکریاں مارنے اور طواف پر مقدم کر دیا تو اس پر دم (قربانی) لازم آئے گا، امام ابوحنیفہ، امام مالک، سعید بن جبیر، حسن بصری، نخعی اور قتادہ کا بھی یہی نظریہ ہے اور حدیث شریف میں جو ہے افعل و لا حرج "اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں گناہ نہیں ہوگا۔ دنیا میں لزوم دم کی نفی نہیں ہے، ہم اس تاویل کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لا حرج کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ موخر کو مقدم یا بالعکس کر دینے میں مطلقاً کوئی حرج نہیں ہے[2]

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ قربانی کے دن سنت یہ ہے کہ پہلے جمرہ عقبہ میں کنکریاں ماری جائیں پھر قربانی کی جائے پھر سر منڈایا جائے پھر طواف افاضہ کیا جائے، اگر اس نے ان چاروں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم کر دیا تو پہلے تین کی تقدیم اور تاخیر میں امام مالک کے نزدیک کوئی فدیہ واجب نہیں ہے، البتہ اگر اس نے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے پر مقدم کر دیا تو اس پر فدیہ واجب ہے اور ابن ماجشون نے کہا ہے کہ اگر سر منڈانے کو قربانی پر مقدم کر دیا تب بھی فدیہ واجب ہے اور ہمارے نزدیک لا حرج کا معنی یہ ہے کہ تقدیم اور تاخیر میں گناہ نہیں ہے[3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے کہ جس شخص نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈالیا وہ فدیہ دے۔ علامہ باجی کہتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جس نے لاعلمی سے جمرہ کی کنکریاں مارنے سے پہلے سر منڈالیا تو اس پر فدیہ ہے، کیونکہ اس نے اپنے احرام سے حلال ہونے سے پہلے سر منڈالیا، اور حلال ہونے کے لیے سب سے پہلے جمرہ میں کنکریاں ماری جاتی ہیں اور جب اس نے کنکریاں نہیں ماریں تو اس کے لیے سر منڈانا جائز نہیں ہے[1]

احناف کا نظریہ اور ان کے دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ افعال حج کو ایک دوسرے پر مقدم کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، جیسے سر منڈانے کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا قربانی کو کنکریاں مارنے سے پہلے یا سر منڈانے کو قربانی سے پہلے کیا جائے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک، یہ جائز ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہو گئی ہے اس کی تلافی قضا سے ہو جاتی ہے اور قضا کے ساتھ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ کے نزدیک ترتیب کے خلاف کرنے سے دم لازم آتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا من قدم نسکا علی نسك فعلیه دم۔ جس شخص نے حج کے ایک فعل کو دوسرے پر مقدم کر دیا اس پر دم لازم ہے[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ میں نے لاعلمی میں قربانی سے پہلے سر منڈالیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، اب ذبح کر لو، ایک اور شخص نے کہا میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر دی، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب کنکریاں مار لو۔ اور اس دن جس چیز کے بھی مقدم یا مؤخر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حرج نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس سے گناہ نہیں ہوگا اور حج فاسد نہیں ہوگا، یہ معنی نہیں ہے کہ اس پر کوئی جزاء اور فدیہ نہیں ہے کیونکہ کہنے والے نے یہ کہا ہے کہ میں نے لاعلمی سے یہ کام کیا ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ کام کرنے کے بعد اس پر منکشف ہوا کہ یہ تقدیم یا تاخیر ممنوع تھی اسی وجہ سے اس نے سوال کرنے سے پہلے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے لاعلمی سے اس کو مقدم یا مؤخر کیا ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سائل نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ترتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب کے مخالف ہے اور اس نے یہ گمان کیا کہ یہ ترتیب معین ہے تو اس نے عذر پیش کر کے یہ سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں حرج کی نفی کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ ترتیب کرنا اس پر معین نہیں ہے بلکہ یہ ترتیب مسنون ہے نہ کہ واجب، حق یہ ہے کہ جس طرح یہ احتمال ہے اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ترتیب واجب ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا ہو۔ آپ نے صحابہ کو افعال حج سیکھنے کا حکم دیا اور جہل کی وجہ سے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ یہ فرضیت حج کا ابتدائی دور تھا، اور جب اس معاملے میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو

---

[1] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۳۳۲ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۶۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

احتیاطاً ترتیب کے وجوب کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور اس سے امام ابوحنیفہ کی دلیل مضبوط ہوتی ہے اور ان کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے: من قدم نسكا على نسك فعليه دم۔ "جس نے حج کی ایک عبادت کو دوسری عبادت پر مقدم کر دیا اس پر دم ہے"۔ بلکہ یہ ایک مستقل دلیل ہے، ہدایہ کے بعض نسخوں میں حضرت ابن مسعود کی جگہ حضرت ابن عباس کا ذکر ہے اور یہ زیادہ معروف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق دما۔ "جو شخص اپنے حج میں کسی عبادت کو مقدم یا مؤخر کر دے وہ ایک قربانی دے"۔ اس کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو ضعیف کہا گیا ہے۔ امام طحاوی نے یہ روایت ایک اور سند سے بیان کی ہے جس میں یہ ضعیف راوی نہیں ہے وہ سند یہ ہے: حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصيب حدثنا وهيب عن ايوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس مثله۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان راویوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے یہ روایت بیان کی ہے کہ "کوئی حرج نہیں ہے اب کر لو"۔ اور یہ حدیث ان کے نزدیک اجازت اور اباحت پر محمول نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک اس پر محمول ہے کہ انھوں نے جہل اور لاعلمی کی وجہ سے بعض عبادات کو مقدم یا مؤخر کر دیا تھا، آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور حج کی عبادات سیکھنے کا حکم دیا، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر اس آیت سے بھی استدلال ہے: فمن كان منكم مريضا او به اذى من راسه ففدية۔ "تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے"۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص بیماری کے عذر کی بناء پر اپنے وقت سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ دے تو جب باوجود عذر کے وقت سے پہلے سر منڈانے پر فدیہ لازم آتا ہے تو وقت سے پہلے بلا عذر سر منڈانے پر تو بطریق اولیٰ فدیہ لازم آئے گا۔[1]

بَابُ اسْتِحْبَابِ طَوَافِ الْإِفَاضَةِ يَوْمَ النَّحْرِ

قربانی کے دن طواف افاضہ کرنا

۳۰۶۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَاضَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَلَّى الظُّهْرَ بِمِنًى قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُفِيضُ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُصَلِّي الظُّهْرَ بِمِنًى وَيَذْكُرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کیا، پھر لوٹ کر منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی قربانی کے دن طواف افاضہ کرتے تھے اور پھر منیٰ میں جا کر ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا۔

---

[1] کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۴۰۰، ۴۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

طواف زیارت کے احکام علامہ نووی لکھتے ہیں کہ طواف افاضہ (طواف زیارت) حج کے فرائض میں سے ہے اور اس کے بغیر حج صحیح نہیں ہوتا، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قربانی کے دن کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر منڈانے کے بعد طواف زیارت کرنا مستحب ہے، اور اگر قربانی کے دن سے مؤخر کر کے اس کو ایام تشریق میں کیا جائے پھر بھی جائز ہے اور اس پر بالاجماع دم نہیں ہے، اور اگر ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کیا تو امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک زیادہ مؤخر کرنے سے دم لازم آتا ہے[1]

علامہ دشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ مدونہ میں ہے ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے[2] علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ ایام تشریق کے بعد طواف زیارت کرنے سے دم لازم آتا ہے[3]

بَابُ ۳۹۸ اِسْتِحْبَابِ نُزُوْلِ الْمُحَصَّبِ يَوْمَ النَّفْرِ

باب ۳۹۸ وادی محصّب میں اترنے کا استحباب

۳۰۶۲ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ الرُّفَيْعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ فَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ مَا يَفْعَلُ أُمَرَآؤُكَ -

عبدالعزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) کو ظہر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ اس سلسلے میں آپ کو جو احادیث یاد ہوں وہ سنائیے، حضرت انس نے کہا منیٰ میں، میں نے پوچھا آپ نے روانگی کے دن عصر کی نماز کہاں پڑھی تھی؟ حضرت انس نے کہا وادی ابطح میں، پھر کہا تم وہی کرو جو تمہارے امراء کرتے ہیں۔

۳۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ كَانُوْا يَنْزِلُوْنَ الْأَبْطَحَ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وادی ابطح میں اترا کرتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۴۰۶-۴۰۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
[3] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۰۶۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ ابْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَرَى التَّحْصِيبَ سُنَّةً وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْحَصْبَةِ قَالَ نَافِعٌ قَدْ حَصَّبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محصب میں جانے کو سنت خیال کرتے تھے، وہ قربانی کے دن ظہر کی نماز وادی محصب میں پڑھتے تھے، نافع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفاء وادی محصب میں جاتے تھے۔

۳۰۶۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ نُزُولُ الْأَبْطَحِ لَيْسَ بِسُنَّةٍ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ إِذَا خَرَجَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وادی محصب میں جانا سنت (مؤکدہ) نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے گئے تھے کہ مکہ جاتے وقت آپ کے لیے وہاں سے نکلنا آسان تھا۔

۳۰۶۶- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَبِيبٌ الْمُعَلِّمُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۳۰۶۷- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَابْنَ عُمَرَ كَانُوا يَنْزِلُونَ الْأَبْطَحَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُ ذَلِكَ وَقَالَتْ إِنَّمَا نَزَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ كَانَ مَنْزِلًا أَسْمَحَ لِخُرُوجِهِ۔

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم وادی محصب میں اترتے تھے۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ محصب میں نہیں جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں صرف اس لیے ٹھہرے تھے کہ یہ مقام آپ کی واپسی کے وقت روانہ ہونے کے لیے زیادہ مناسب تھا۔

۳۰۶۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وادی محصب میں جانا کوئی حج کی مقررہ عبادت نہیں ہے، یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَيْسَ التَّحْصِيْبُ بِشَيْءٍ إِنَّمَا هُوَ مَنْزِلٌ نَزَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ٹھہرے تھے۔

۳۰۶۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ أَبُوْ رَافِعٍ لَمْ يَأْمُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَنْزِلَ الْأَبْطَحَ حِيْنَ خَرَجَ مِنْ مِنًى وَلٰكِنِّيْ جِئْتُ فَضَرَبْتُ فِيْهِ قُبَّةً فَجَآءَ فَنَزَلَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَةِ صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ وَفِيْ رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ وَكَانَ عَلٰى ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی سے گئے تو آپ نے مجھے وادی محصب میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا، لیکن میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ لگا دیا، آپ وہاں آکر ٹھہر گئے، ایک روایت میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان پر مقرر تھے۔

۳۰۷۰ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ تَنْزِلُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ غَدًا بِخَيْفِ بَنِيْ كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَى الْكُفْرِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل انشاء اللہ ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے، جہاں کفار نے آپس میں کفر پر قسمیں کھائیں تھیں۔

ف: محصب، ابطح، بطحاء اور خیف بنی کنانہ سب ایک ہی جگہ کے نام ہیں۔

۳۰۷۱ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا درآں حالیکہ ہم منیٰ میں تھے کہ کل ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں کافروں نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں، قریش اور بنو کنانہ نے قسم کھائی کہ ہم بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے ساتھ

بِمِنًى نَحْنُ نَازِلُونَ غَدًا إِنْ خَيْفُ بَنِي كِنَانَةَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ وَذَلِكَ أَنَّ قُرَيْشًا وَبَنِي كِنَانَةَ حَالَفَتْ عَلَى بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ أَنْ لَا يُنَاكِحُوهُمْ وَلَا يُبَايِعُوهُمْ حَتَّى يُسْلِمُوا إِلَيْهِمْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي بِذَلِكَ الْمُحَصَّبَ.

اس وقت تک نکاح نہیں کریں گے، نہ خرید و فروخت کریں گے حتیٰ تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد نہ کر دیں، اس جگہ سے آپ کی مراد وادی محصب تھی۔

۳۰۷۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْزِلُنَا إِنْ شَاءَ اللهُ إِذَا فَتَحَ اللهُ الْخَيْفَ حَيْثُ تَقَاسَمُوا عَلَى الْكُفْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے فتح دی تو انشاء اللہ ہم خیف میں ٹھہریں گے جہاں کفار نے کفر پر قسمیں کھائی تھیں۔

بَابُ وُجُوبِ الْمَبِيتِ بِمِنًى لَيَالِيَ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَالتَّرْخِيصِ فِي تَرْكِهِ لِأَهْلِ السِّقَايَةِ

ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے کا حکم

۳۰۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اسْتَأْذَنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں آبِ زمزم پلانے کے لیے مکہ میں قیام کی اجازت طلب کی، تو آپ نے اجازت دے دی۔

۳۰۷۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِيهِ

ایک اور سند سے حضرت ابن عمر سے یہ روایت منقول ہے۔

مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ ایام تشریق کے دوران منیٰ میں رات گذارنے کا حکم ہے اور یہ چیز فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم واجب ہے یا سنت، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سنت ہے، حضرت ابن عباس، امام ابوحنیفہ اور حسن بصری کا بھی یہی نظریہ ہے جو فقہاء اس کو واجب قرار دیتے ہیں وہ اس کے ترک سے دم لازم کرتے ہیں اور جو فقہاء اس کو سنت کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کے ترک سے دم لازم نہیں ہے، البتہ منیٰ میں رات گذارنا مستحب ہے اور اگر یہ واجب ہو تو کتنی دیر قیام کرنا چاہیے؟ اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ رات کا بڑا حصہ گذارنا چاہیے دوسرا قول یہ ہے کہ ایک ساعت گذارنا بھی کافی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آب زمزم پلانے والوں کے لیے اجازت ہے کہ وہ رات منیٰ میں نہ رہیں اور مکہ چلے جائیں تاکہ رات میں لوگوں کو پانی پلائیں، امام شافعی کے نزدیک یہ اجازت آل عباس کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جن لوگوں کے پاس بھی آب زمزم پلانے کا منصب ہو اس کو یہ اجازت حاصل ہے[1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آب زمزم پلانا بنو عباس کا منصب ہے، ان کے پاس یہ منصب زمانہ جاہلیت سے تھا اور اسلام نے اس کو برقرار رکھا[2]

بَابُ فَضْلِ قِيَامِ بِالسِّقَايَةِ وَالثَّنَاءِ عَلَى أَهْلِهَا وَاسْتِحْبَابِ الشُّرْبِ مِنْهَا

موسم حج میں مشروب پلانے کا استحباب۔

۳۰۷۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْهَالِ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَأَتَاهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَالِي

عبداللہ مزنی بیان کرتے ہیں کہ میں خانہ کعبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک دیہاتی نے آکر حضرت ابن عباس سے پوچھا اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے چچازاد تو دودھ اور شہد پلاتے ہیں اور آپ نبیذ (کھجوروں کا پانی) پلاتے ہیں؟ اس کی وجہ غربت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،
[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اَرَاى بَنِي عَمِّكُمْ يَسْقُوْنَ الْعَسَلَ وَاللَّبَنَ وَاَنْتُمْ تَسْقُوْنَ النَّبِيْذَ أَمِنْ حَاجَةٍ بِكُمْ اَوْ مِنْ بُخْلٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا بِنَا حَاجَةٌ وَلَا بُخْلٌ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَخَلْفَهٗ اُسَامَةُ فَاسْتَسْقٰى فَاَتَيْنَاهُ بِاِنَاءٍ مِّنْ نَّبِيْذٍ فَشَرِبَ وَسَقٰى فَضْلَهٗ اُسَامَةَ وَقَالَ اَحْسَنْتُمْ وَاَجْمَلْتُمْ كَذَا فَاصْنَعُوْا فَلَا نُرِيْدُ نُغَيِّرُ مَا اَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ہے یا بخل؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا الحمد للہ ہم غریب ہیں نہ بخیل؟ اصل وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر آئے، درآں حالیکہ حضرت اسامہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مانگا تو ہم نے آپ کو ایک برتن میں نبیذ پیش کیا، آپ نے نبیذ پیا اور جو بچا وہ حضرت اسامہ کو دے دیا، حضرت اسامہ نے آپ کا تبرک پیا۔ آپ نے فرمایا تم نے بہت اچھا اور خوب کام کیا ہے، ایسا ہی کیا کرو، حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو حکم دیا تھا اس میں ہم کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتے۔

نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم کھجوروں یا منقی کو پانی میں ڈال کر پانی کو جوش دیا جائے جس سے پانی میں کھجوروں یا منقی کا ذائقہ پیدا ہو جائے اور مٹھاس آجائے تو اس کو نبیذ کہتے ہیں، اس کا پینا جائز ہے اور کھجوریں یا منقی چند دن پانی میں پڑی رہیں اور پانی میں جھاگ پیدا ہو جائے اور وہ پانی نشہ آور ہو جائے تو اس کا پینا حرام اور ناجائز ہے، اس کی پوری تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب کو انشاء اللہ کتاب الاشربہ میں ذکر کیا جائیگا

بَابُ الصَّدَقَةِ بِلُحُوْمِ الْهَدَايَا وَجُلُوْدِهَا وَجِلَالِهَا وَلَا يُعْطَى الْجَزَّارُ مِنْهَا شَيْئًا وَجَوَازِ الْاِسْتِنَابَةِ فِي الْقِيَامِ عَلَيْهَا

قربانی کے گوشت، کھال اور جھول کو صدقہ کرنے کا حکم

۳۰۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَاَنْ اَتَصَدَّقَ بِلُحُوْمِهَا وَجُلُوْدِهَا وَاَجِلَّتِهَا وَاَنْ لَّا اُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا قَالَ نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قربانی کے اونٹوں پر کھڑا رہوں اور ان کے گوشت اور کھالوں اور جھولوں کو صدقہ کر دوں اور قصاب کی اجرت اس میں سے نہ دوں۔ حضرت علی نے فرمایا قصاب کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیں گے۔

۳۰۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۳۰۷۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا أَجْرُ الْجَازِرِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے لیکن اس میں قصاب کی اجرت کا ذکر نہیں ہے۔

۳۰۷۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلٰى بُدْنِهِ وَأَمَرَهُ أَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا فِي الْمَسَاكِينِ وَلَا يُعْطِيَ فِي جَزَارَتِهَا مِنْهَا شَيْئًا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ قربانی کے اونٹوں پر کھڑے رہیں، اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنے اونٹوں کے گوشت، کھالوں اور جھولوں کو مساکین میں تقسیم کر دیں اور اس میں سے قسائی کی اجرت نہ دیں۔

۳۰۸۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ مَالِكٍ الْجَزَرِيُّ أَنَّ مُجَاهِدًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسا حکم دیا۔

قربانی کرنے کے بعد ہدی کی کھال اور جھول وغیرہ کے حکم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں ہدی اور قربانی کی کھال اور اس کی کسی چیز کو بیچنا جائز نہیں ہے، نہ اس سے گھر میں کوئی نفع حاصل کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ قربانی نفلی ہو یا واجب، البتہ اگر قربانی نفلی ہو تو اس کی کھال کو پہننے وغیرہ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور قصاب کو اس کی اجرت میں کھال دینا جائز نہیں ہے، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ہدی کی کھال کو بیچنا جائز ہے اور اس کی قیمت کو صدقہ کر دیا جائے گا۔[1]

احناف کا نظریہ

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ جس قربانی کا قربانی کرنے والے کے لیے کھانا جائز ہے اس کا ذبح کے بعد صدقہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایک تہائی کا صدقہ کر دے اور جس قربانی کا اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے اس پر اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

——— قربانی کرنے والے کے لیے نفلی قربانی، تمتع اور قران کی قربانی سے کچھ کھانا مستحب ہے اور وہ اس میں سے غنی کو بھی کھلا سکتا ہے، اور جو قربانی اس پر کفارے یا نذر کی وجہ سے واجب ہوتی ہے اس میں سے اس کے لیے کھانا جائز نہیں ہے ——— قربانی کی جھول اور رسی کو صدقہ کر دے اور اس میں سے قصائی کو اجرت نہ دے۔[2]

نیز فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس سے ڈول یا جراب بنا لے، قربانی کی کھال کے عوض ایسی چیز کے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو بنفسہٖ استعمال ہو سکے جیسے ڈول یا جراب وغیرہ اور اس سے کوئی ایسی چیز نہ خریدے جس سے بنفسہٖ نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ اسے ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہے، جیسے گوشت اور غلہ وغیرہ، اگر کھال کو دراہم کے عوض بیچا تاکہ ان دراہم کو اپنے اور اپنے عیال پر خرچ کرے تو یہ ناجائز ہے اور گوشت بھی کھال کے حکم میں ہے۔[3]

قربانی کی کھال یا گوشت کو بیچنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

بَابُ جَوَازِ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ — اونٹ اور گائے کی قربانی میں اشتراک کا جواز

۳۰۸۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ کو سات آدمیوں کی طرف سے نحر کیا، اور گائے کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے دی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ،

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۱۰ھ

[3] " " عالم گیری ج ۵، ص ۳۰۱ " " " "

عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا تلبیہ کہتے ہوئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔

۳۰۸۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّيْنَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ۔

۳۰۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَحَرْنَا الْبَعِيْرَ عَنْ سَبْعَةٍ وَّالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کو نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ہی گائے کی قربانی کی۔

۳۰۸۴۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اشْتَرَكْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ كُلُّ سَبْعَةٍ فِيْ بَدَنَةٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِجَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَيَشْتَرِكُ فِي الْبَدَنَةِ مَا يَشْتَرِكُ فِي الْجُزُوْرِ قَالَ مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ وَحَضَرَ جَابِرٌ الْحُدَيْبِيَةَ قَالَ نَحَرْنَا يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ بَدَنَةً اشْتَرَكْنَا كُلُّ سَبْعَةٍ فِيْ بَدَنَةٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم حج اور عمرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سات سات آدمی ایک قربانی میں شریک ہو گئے تھے ایک شخص نے حضرت جابر سے دریافت کیا کہ جس طرح قربانی کے اونٹ میں شریک ہو سکتے ہیں، کیا اسی طرح بدنہ کے خریدے ہوئے اونٹ میں بھی شرکت جائز ہے، انھوں نے کہا کہ پہلے سے اور بعد میں خریدے ہوئے دونوں اونٹوں کا حکم ایک ہے، حضرت جابر حدیبیہ میں موجود تھے۔ حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے ستر اونٹ ذبح کیے اور ہر اونٹ میں سات آدمی شریک تھے۔

۳۰۸۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں احرام کھولنے

اَبُوالزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنْ حِجَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَنَا اِذَا اَحْلَلْنَا اَنْ نُّهْدِيَ وَيَجْتَمِعَ النَّفَرُ مِنَّا فِي الْهَدْيَةِ وَذٰلِكَ حِيْنَ اَمَرَهُمْ اَنْ يَّحِلُّوْا مِنْ حَجِّهِمْ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

کے وقت قربانی کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا چند آدمیوں کی ایک جماعت ایک اونٹ یا ایک گائے میں شریک ہو جائے آپ نے یہ حکم اس وقت دیا تھا جب آپ نے انھیں حج کا احرام کھولنے کا حکم دیا تھا۔

۳۰۸۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا نَتَمَتَّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ فَنَذْبَحُ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ نَّشْتَرِكُ فِيْهَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمتع کیا کرتے تھے اور ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوتے تھے۔

۳۰۸۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا ابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ ذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَقَرَةً يَوْمَ النَّحْرِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

۳۰۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوالزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِّسَآئِهٖ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَآئِشَةَ بَقَرَةً فِيْ حَجَّتِهٖ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی جانب سے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کی طرف سے اپنے حج میں ایک گائے ذبح کی۔

قربانی کے جانوروں کے اشتراک میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ قربانی کے جانوروں کے اشتراک کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں میں اشتراک جائز ہے، خواہ قربانی نفلی ہو یا واجب، خواہ سب نے عبادت کی نیت کی ہو۔

یا بعض کی نیت عبادت ہو اور بعض کی نیت گوشت کھانا ہو، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اور داؤد بن علی ظاہری اور بعض مالکیہ کا یہ نظریہ ہے کہ نفلی قربانی میں اشتراک جائز ہے اور واجب میں اشتراک ناجائز ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ اشتراک مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر سب عبادت کی نیت کریں تو اشتراک جائز ہے ورنہ نہیں [1]۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جو قربانی کسی فدیہ کی وجہ سے واجب ہو یا عام قربانی ہو، امام مالک کے نزدیک اس میں اشتراک جائز نہیں ہے، اور نفلی قربانی کے بارے میں بھی امام مالک کا مشہور قول یہی ہے کہ جائز نہیں ہے، البتہ قاضی ابو الحسن سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ جائز ہے، امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک شخص کی ایک قربانی ہو وہ اس کو اپنی طرف سے ذبح کرے اور اپنے اہل و عیال کی طرف سے بھی ذبح کرے خواہ ان کی تعداد سات سے زیادہ ہو، لیکن ان کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ سات آدمی مل کر ایک قربانی خریدیں اور پھر اس کو ذبح کریں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک سات آدمی ہدی (جو قربانی فدیہ یا تمتع وغیرہ کی وجہ سے واجب ہو) یا قربانی کی قیمت میں شریک ہو سکتے ہیں، جبکہ ان میں سے ہر ایک کی نیت عبادت ہو، خواہ ان میں سے ہر ایک کی نیت مختلف ہو مثلاً ایک کی نیت کسی شکار کی جزا ہو، دوسرے کی نیت کسی مرض کی وجہ سے جنایت کا فدیہ ہو تیسرے کی نیت نفل ہو، اور اگر ان میں سے کسی ایک کی نیت عبادت نہ ہو صرف گوشت کھانا ہو تو پھر اشتراک جائز نہیں ہے، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ اس وقت تک اشتراک جائز نہیں ہے جب تک کہ جہت عبادت ایک نہ ہو، امام شافعی کہتے ہیں کہ ہر طرح اشتراک جائز ہے۔ اور اس پر ان سب کا اتفاق ہے کہ سات سے زیادہ میں اشتراک جائز نہیں ہے۔

اونٹ اور گائے میں سات آدمیوں کی شرکت کے عدم جواز پر مالکیہ کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ ہمارا ان ائمہ کے ساتھ دو چیزوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور میں سات آدمیوں کا اشتراک جائز ہے اور ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے دوسرے یہ کہ ان کے نزدیک ایک جانور سات آدمیوں سے زیادہ کی طرف سے نہیں ذبح کیا جا سکتا اور ہمارے نزدیک کیا جا سکتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة ۔ "جو جانور قتل کیا گیا اس کی مثل جزاء ہے دو متقی آدمی اس مثل کا فیصلہ کریں درآں حالیکہ وہ ہدی کعبہ میں پہنچنے والی ہو" اب اگر ہدی میں سات آدمی شریک ہوں تو اس ہدی کا ساتواں حصہ (بکری) اس جانور کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جس کو اس نے قتل کیا تھا جس کی جزاء میں یہ اس ہدی کی قربانی کر رہا ہے کیونکہ وہ ایک مکمل جانور تھا اور بکری جانور مکمل جانور کی مثل نہیں ہے اور قرآن مجید نے قتل ہونے والے جانور کی مثل کو واجب کیا ہے ساتویں حصہ کو واجب نہیں کیا [2]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثل سے مثل صوری مراد نہیں ہے بلکہ مثل معنوی مراد ہے اور اونٹ اور گائے کی قیمت کا ساتواں حصہ بکری کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت،

قیمت کے برابر ہے۔ اور بکری ایک مکمل جانور ہے۔ شریعت نے آسانی اور سہولت کے لیے مختلف نصاب مقرر کر دیے ایک بکری بھی ہدی ہو سکتی ہے اور اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ بھی، اور یہ چیز بکثرت احادیث صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے اور مالکیہ کا مسلک ان تمام احادیث کے خلاف ہے۔ اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن مجید میں مثل صوری مراد نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے گورخر (جنگلی گدھے) یا بارہ سنگھے کا شکار کیا تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کی جزاء میں وہ گورخر یا بارہ سنگھے کو ذبح نہیں کرے گا، بلکہ بکری گائے یا اونٹ ہی کو ذبح کریگا اور ان میں سے کسی ایک کی قربانی دے گا پس واضح ہو گیا کہ مثل صوری مراد نہیں ہے۔

بَابُ ۴۰۳ اِسْتِحْبَابِ نَحْرِ الْاِبِلِ قِيَامًا مَعْقُولَةً

اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کرنے کا ثبوت

۳۰۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ زِيَادِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ يَنْحَرُ بَدَنَتَهُ بَارِكَةً فَقَالَ ابْعَثْهَا قِيَامًا مُقَيَّدَةً سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

زیاد بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک شخص کے پاس آئے اور اسے دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کو بٹھا کر نحر کر رہا ہے، آپ نے فرمایا اس کو اٹھا کر کھڑا کر کے پیر باندھ کر نحر کرو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے۔

بَابُ ۴۰۴ اِسْتِحْبَابِ بَعْثِ الْهَدْيِ إِلَى الْحَرَمِ لِمَنْ لَّا يُرِيدُ الذِّهَابَ بِنَفْسِهِ وَاسْتِحْبَابِ تَقْلِيدِهِ وَفَتْلِ الْقَلَائِدِ وَأَنَّ بَاعِثَهُ لَا يَصِيرُ مُحْرِمًا وَلَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ شَيْءٌ بِسَبَبِ ذٰلِكَ

خود حرم میں نہ جانے والے کے لیے تقلید ہدی کا استحباب

۳۰۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهْدِي مِنَ الْمَدِينَةِ فَأَفْتِلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے قربانی کے جانور روانہ کر دیا کرتے تھے، اور میں ان جانوروں کے ہار خود بناتی تھی، (جانور بھیجنے کے بعد) آپ ان چیزوں سے نہیں پرہیز کرتے تھے جن سے محرم پرہیز کرتا ہے (یعنی اپنے آپ کو محرم نہیں قرار دیتے تھے۔)

قَلَائِدَ هَدْيِهٖ ثُمَّ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِّمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۰۹۱ - وَحَدَّثَنِيْهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بناتی تھی۔

۳۰۹۲ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنْظُرُ إِلٰى أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بناتی تھی پھر آپ کسی چیز سے پرہیز کرتے تھے نہ کسی چیز کو چھوڑتے تھے۔

۳۰۹۳ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ هَاتَيْنِ ثُمَّ لَا يَعْتَزِلُ شَيْئًا وَّلَا يَتْرُكُهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے اونٹوں کے ہار بنائے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیر کر اور گلے میں ہار ڈال کر ان کو بیت اللہ روانہ کر دیا اور خود مدینہ میں رہے اور آپ پر ان چیزوں میں سے کوئی چیز حرام نہیں ہوئی جو پہلے حلال تھی۔

۳۰۹۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ بُدْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ أَشْعَرَهَا وَقَلَّدَهَا ثُمَّ بَعَثَ بِهَا إِلَى الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْمَدِيْنَةِ فَمَا حُرِّمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهٗ حِلًّا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے اونٹ روانہ کر دیا کرتے

۳۰۹۵ - وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَيَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ ابْنُ

حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ وَأَبِي قِلَابَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ فَأَقْتِلُ قَلَائِدَهَا بِيَدَيَّ ثُمَّ لَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ لَا يُمْسِكُ عَنْهُ الْحَلَالُ۔

تھے اور میں ان کے ہار خود اپنے ہاتھوں سے بناتی تھی، پھر آپ کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو حلال نہیں چھوڑتا۔

۳۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَنَا فَتَلْتُ تِلْكَ الْقَلَائِدَ مِنْ عِهْنٍ كَانَ عِنْدَنَا فَأَصْبَحَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَالًا يَأْتِي مَا يَأْتِي الْحَلَالُ مِنْ أَهْلِهِ أَوْ يَأْتِي مَا يَأْتِي الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ۔

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے یہ ہار اس اون سے بنائے تھے، جو ہمارے پاس تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو حلال ہی تھے، جس طرح حلال شخص اپنی اہلیہ سے متمتع ہوتا ہے آپ بھی متمتع ہوتے تھے۔

۳۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَفْتِلُ الْقَلَائِدَ لِهَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَنَمِ فَيَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ فِينَا حَلَالًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے ہار بکری کی اون سے بٹتی تھی اور آپ انھیں روانہ کر دینے کے بعد بھی حلال ہی رہتے تھے۔

۳۰۹۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ رُبَّمَا فَتَلْتُ الْقَلَائِدَ بِيَدَيَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُقَلِّدُ هَدْيَهُ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهِ ثُمَّ يُقِيمُ لَا يَجْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا يَجْتَنِبُ الْمُحْرِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں کے جانوروں کے ہار اکثر میں بناتی تھی، پھر آپ انھیں اپنی قربانیوں کے گلے میں ڈال کر روانہ کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد آپ ٹھہرے رہتے اور ان چیزوں سے نہیں بچتے تھے جن سے محرم بچتا ہے۔

۳۰۹۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَهْدَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً إِلَى الْبَيْتِ غَنَمًا فَقَلَّدَهَا.

بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں قربانی کے لیے بکریاں بھیجیں اور آپ نے ان کی گردنوں میں ہار ڈال دیے تھے۔

۳۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُقَلِّدُ الشَّاةَ فَنُرْسِلُ بِهَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَالٌ لَمْ يَحْرُمْ عَنْهُ شَيْءٌ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم بکریوں کی گردنوں میں ہار ڈال کر ان کو (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہی رہتے تھے۔ اور کسی چیز کو اپنے اوپر حرام نہیں کرتے تھے

۳۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ ابْنَ زِيَادٍ كَتَبَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدَى هَدْيًا حُرِّمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُنْحَرَ الْهَدْيُ وَقَدْ بَعَثْتُ بِهَدْيِي فَاكْتُبِي إِلَيَّ بِأَمْرِكِ قَالَتْ عَمْرَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي فَلَمْ يَحْرُمْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللهُ لَهُ حَتَّى نُحِرَ الْهَدْيُ.

عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ ابن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قربانی کا جانور (مکہ مکرمہ) روانہ کر دیا تو جب تک قربانی ذبح نہ ہو جائے اس پر وہ تمام چیزیں حرام ہیں جو حاجیوں پر حالت احرام میں حرام ہوتی ہیں۔ میں نے بھی قربانی کا جانور بھیجا ہوا ہے، آپ اس مسئلہ میں مجھے اپنی رائے لکھ کر بھیجیں، عمرہ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا، ابن عباس کا قول صحیح نہیں ہے میں نے خود اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے تھے، اور آپ نے ان کو میرے والد کے ساتھ مکہ روانہ کر دیا تھا۔ اور جانور بھیجنے کے بعد قربانی کے وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر ان چیزوں میں سے کسی کو بھی حرام نہیں کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی تھیں۔

ف: اس حدیث کی سند میں ابن زیاد مذکور ہے اور صحیح زیاد بن ابی سفیان ہے، صحیح بخاری، موطا امام مالک اور

سنن ابوداؤد وغیرہ میں اسی طرح ہے، ابن زیاد نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا تھا۔

۳۱۰۲ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ تُصَفِّقُ وَتَقُولُ كُنْتُ أَفْتِلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَا وَمَا يُمْسِكُ عَنْ شَيْءٍ مِمَّا يُمْسِكُ عَنْهُ الْمُحْرِمُ حَتَّى يُنْحَرَ هَدْيُهُ۔

مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے خود سنا ہے وہ پردہ کی اوٹ سے دستک دیتے ہوئے فرمارہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے ہار میں خود اپنے ہاتھوں سے بنایا کرتی تھی اور پھر آپ انھیں روانہ کر دیا کرتے تھے اور قربانی کے ذبح ہونے تک کسی ایسے کام کو نہیں چھوڑتے تھے جس کو محرم چھوڑ دیتا ہے۔

۳۱۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا دَاوُدُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا كِلَاهُمَا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا بِمِثْلِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت ہے۔

مسئلہ اشعار میں مخالفین کے امام ابوحنیفہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

حدیث نمبر ۳۰۹۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے ہار بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کوہان کو چیرا اور ان کے گلے میں ہار ڈال کر انھیں بیت اللہ روانہ کر دیا، اس حدیث میں کوہان کو چیرنے کا ذکر ہے اس کو اشعار کہتے ہیں، مشہور غیر مقلد عالم شیخ ابن حزم اشعار پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اشعار میں لوگوں کا اختلاف ہے، ابوحنیفہ کہتے ہیں میں اشعار کو مکروہ قرار دیتا ہوں کیونکہ یہ مُثلہ ہے (اعضاء کو کاٹ کر ان کی ہیئت کو بگاڑ دینا ہے اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔ سعیدی) - ابن حزم کہتے ہیں کہ دنیا کی قیامتوں میں سے یہ سب سے بڑی قیامت ہے کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اس کو مثلہ کہا جائے، افسوس ہے ہر اس عقل پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا تعاقب کرتی ہے، اس سے لازم آئے گا کہ فصد لگوانا بھی مثلہ ہو اور قصاص میں ناک کاٹنا، دانت اکھاڑنا، اور کان کاٹنا بھی مثلہ ہو، چور اور ڈاکو کے ہاتھ کاٹنا مثلہ ہو، شادی شدہ زانی کو رجم کرنا مثلہ ہو، ڈاکو کو سُولی پر چڑھانا مثلہ ہو، آپ نے حجۃ الوداع میں اشعار کیا ہے اور اس سے کئی سال پہلے آپ نے مثلہ سے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا صحیح بات یہ ہے کہ یہ مثلہ نہیں ہے اور یہ ایک ایسا قول ہے کہ ابوحنیفہ سے پہلے سلف میں سے کسی نے نہیں کیا۔ اور نہ ان کے معاصرین فقہاء میں سے کسی نے یہ بات کہی سوا ان لوگوں کے

جن کو اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کی تقلید میں مبتلا کر دیا، ہم اس بلا سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور ابو یوسف، محمد بن حسن اور مالک نے کہا ہے کہ بائیں جانب سے اشعار کیا جائے۔[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی ابن حزم کے جواب میں لکھتے ہیں: ابن حزم کا یہ قول جہالت اور قلت حیاء کی بناء پر ہے کیونکہ امام طحاوی مذاہب فقہاء کو عموماً اور خصوصاً امام ابو حنیفہ کے مذہب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور انھوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اصل اشعار کو مکروہ نہیں کہتے اور نہ اس کے سنت ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ البتہ اگر اونٹ کے کوہان میں اس طرح چیرا (شگاف) لگایا جائے جس سے اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس فعل کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ اگر اناڑی لوگ کوہان کو نیزے سے چیریں تو اس کا زخم خراب ہو جائے گا اس لیے انھوں نے عام لوگوں کو روکنے کے لیے یہ کہا، البتہ جو لوگ شگاف ڈالنے کے طریقہ اور اس کی حد سے واقف ہوں اور صرف کھال کو کاٹتے ہوں تو ان کے اشعار کو امام ابو حنیفہ مکروہ نہیں کہتے اور کرمانی نے امام ابو حنیفہ سے اشعار کے مستحسن ہونے کی روایت کی ہے اور یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ باقی رہا ابن حزم کا یہ کہنا کہ ابو حنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اشعار کو مثلہ کہا اور مکروہ قرار دیا تو ان کا یہ قول بھی فاسد ہے کیونکہ علامہ ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی اشعار کو ناجائز کہتے تھے۔[2]

امام ترمذی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدی کے گلے میں دو جوتوں کا ہار ڈالا اور ذوالحلیفہ میں اس کی دائیں جانب اشعار کیا اور اس سے خون صاف کیا۔ امام ترمذی نے کہا میں نے یوسف بن عیسیٰ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ وکیع نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہا اس مسئلہ میں اہل رائے کا قول مت سنو کیونکہ اشعار سنت ہے اور ان کا قول بدعت ہے، امام ترمذی نے کہا ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ ہم وکیع کے پاس بیٹھے تھے انھوں نے ایک ایسے شخص سے جو مسائل میں رائے سے کام لیتا تھا یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا ہے اور ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے۔ اس شخص نے کہا وہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے اس پر وکیع بہت ناراض ہوئے اور کہا میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یہ کہا ہے، تم اس کے مستحق ہو کہ تم کو قید کر دیا جائے اور تم کو اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک کہ تم اپنے قول سے رجوع نہ کر لو۔[3]

علامہ بدر الدین عینی حنفی امام ترمذی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: خطابی نے یہ لکھا ہے کہ میں ابو حنیفہ کے سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتا جس نے اشعار کو مکروہ کہا ہو اور ان کے صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) نے ان کی مخالفت کی ہے اور عام اہل علم کی طرح اشعار کو سنت کہا ہے۔

---

[1] ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷، ص ۱۱۲-۱۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ،

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی نے جو روایت وکیع سے نقل کی ہے اور جو خطابی نے کہا ہے اور ہر وہ شخص جو اشعار کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ پر تعاقب کرتا ہے اس کے جواب کے لیے وہ بات کافی ہے جو امام طحاوی نے بیان کی ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بھی مسئلہ اشعار کا ذکر کیا ہے میں نے اس کی تحریر میں تعصب کی بُو دیکھی ہے اور ان معترضین نے اس شخص کا مرتبہ کم کرنے کی کوشش کی ہے جس کا مرتبہ کم کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اہل انصاف سے بہت بعید ہے کہ وہ ائمہ اجلہ کے بارے میں ایسی باتیں کریں جو ان کی شان کے لائق نہیں ہیں خصوصاً جبکہ امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ میں صرف اس وقت رائے اور قیاس سے کام لیتا ہوں جب مجھے کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں کوئی حکم نہیں ملتا، اور حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہدی والے کو اختیار دیتے ہیں کہ وہ اشعار کرے یا نہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کے نزدیک اشعار سنت ہے نہ مستحب[1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے جن روایات کا ذکر کیا وہ یہ ہیں:

عن الاسود عن عائشۃ انہا ارسل الیہا اتشعر یعنی البدنۃ فقالت: ان شئت انما تشعر لتعلم انہا بدنۃ۔[2]

اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ کیا اونٹ میں اشعار کیا جا سکتا ہے؟۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو! کیونکہ اشعار صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ یہ پتا چل جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔

عن عطاء عن ابن عباس قال ان شئت فاشعر الہدی و ان شئت فلا تشعر۔[3]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم چاہو تو اشعار کرو اور چاہو تو اشعار نہ کرو۔

عن عطاء و طاوس و مجاہد قالوا: اشعر الہدی ان شئت و ان شئت فلا تشعر۔[4]

عطاء، طاؤس اور مجاہد کہتے ہیں، اگر تم چاہو تو ہدی میں اشعار کرو اور اگر چاہو تو اشعار نہ کرو۔

جامع ترمذی اور مصنف ابن ابی شیبہ کے ان حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابراہیم نخعی، عطاء، طاؤس اور مجاہد ان سب کے نزدیک ہدی کے جانور میں اشعار کرنا مباح ہے، جی چاہے تو کریں اور جی چاہے تو نہ کریں، سنت یا مستحب نہیں ہے۔

غور کیجئے کہ جو چیز کبار صحابہ اور تابعین کے نزدیک سنت نہیں ہے، صرف مباح ہے اور امام ابو حنیفہ نے اس چیز

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،
[2] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ،
[3] " " ، المصنف ج ۴/۱ ص ۶۲ " " "
[4] " " ، المصنف ج ۴/۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

کے اصل میں سنت ہونے کا بھی انکار نہیں کیا بلکہ اناڑیوں کے اشعار کرنے کو مکروہ کہا ہے کہ مبادا، ان کے اشعار کرنے سے اونٹ ہلاک ہو جائے، اس وجہ سے حضرت امام ابو حنیفہ پر انکار سنت اور سنت کو مکروہ اور سنت اشعار کو مثلہ کہنے کے اتہامات اور بے بنیاد الزامات قائم کرنا، نہ صرف علم اور تحقیق سے دور ہے بلکہ متانت اور شرافت سے بھی بعید ہے، ہم نے اس مسئلہ پر (باب نمبر ۴۶) میں بھی گفتگو کی ہے۔

صرف ہدی روانہ کرنے والے پر احکام احرام میں مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ احرام باندھنے سے پہلے ہدی میں قلادہ (ہار) ڈالنا اور اس میں اشعار کرنا جائز ہے اور قلادہ ڈالنے اور اشعار کرنے کی مشروعیت پر یہ حدیث دلیل ہے، علامہ ابن بطال فرماتے ہیں جس شخص نے حج اور عمرہ کے احرام کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ ہدی لے گیا وہ صرف میقات سے اس کے گلے میں قلادہ ڈالے، اسی طرح اس کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ وہ میقات سے احرام باندھے، اس طرح جس شخص نے بیت اللہ میں ہدی بھیجنے کا ارادہ کیا اور حج اور عمرہ کا ارادہ نہیں کیا، اور وہ اپنے شہر میں ٹھہرا اس کے لیے جائز ہے کہ ہدی میں قلادہ ڈالے اور اپنے شہر میں اس میں اشعار کرے پھر اس کو روانہ کر دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو ہجری میں روانہ کیا تھا، اور اس کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر احرام کو واجب کیا نہ سلے ہوئے کپڑوں کے اتارنے کو، نہ کسی اور چیز کو، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دیگر ائمہ اہل فتویٰ کا یہی مسلک ہے اور ان سب نے حضرت ابن عباس کے اس قول کا رد کیا ہے کہ جو شخص بیت اللہ میں ہدی روانہ کرے تو جس وقت وہ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالے گا اسی وقت سے اس پر احرام لازم ہو جائیگا، اور جب تک بیت اللہ میں اس کی ہدی ذبح نہیں ہو جائے گی اس پر ان تمام چیزوں سے اجتناب لازم ہو جائے گا جس سے محرم مجتنب ہوتا ہے۔ تابعین میں شعبی، نخعی، ابو الشعثاء، مجاہد، حسن بن ابی الحسن اور ابن سیرین نے حضرت ابن عباس کی متابعت کی ہے۔[1]

بکری کے گلے میں ہار ڈالنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۱۰۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم بکریوں کے گلے میں قلادہ (ہار) ڈال کر ان کو روانہ کر دیا کرتے تھے، الحدیث۔ علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بکری کے گلے میں بھی قلادہ ڈالنا جائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے، اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا غیر مستحب ہے، ان کے نزدیک قلادہ ڈالنا اونٹ اور گائے کے ساتھ خاص ہے اور جمہور کے نظریہ پر یہ حدیث صریح دلیل ہے[2] اسی طرح حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ اصل میں بکری ہدی نہیں ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے[3]

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۵۴۷، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حنفیہ پر افتراء ہے، احناف نے کس جگہ یہ لکھا ہے؟ کہ بکری ہدی نہیں ہے جب کہ احناف کی کتابیں اس عبارت سے بھری پڑی ہیں کہ جس جانور کو برائے تقرّب حرم لے جایا جاتا ہے اس کو ہدی کہتے ہیں، اس میں ادنیٰ درجہ بکری ہے، نیز فقہاء حنفیہ نے کہا ہے کہ ہدی میں اونٹ، گائے اور بکری ہے خواہ مذکر ہو یا مؤنث، حتیٰ کہ فقہاء حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ چیز اجماعی ہے اور ان کا مذہب یہ ہے کہ قلادہ بدنہ (اونٹوں) میں ڈالا جاتا ہے اور بکری بدنہ میں سے نہیں ہے اس لیے اس کو قلادہ نہیں ڈالا جائے گا۔ نیز اگر بکری میں قلادہ ڈالنا سنت ہوتا تو لوگ اس کو ترک نہ کرتے، اور اس حدیث کے جواب میں احناف یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روایت میں اسود متفرد ہے اس کے علاوہ کسی نے بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنے کی روایت ذکر نہیں کی اور صاحب مبسوط نے کہا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عباس، حضرت ابوجعفر، عبداللہ بن عبیداللہ بن عمر کی روایات ہیں کہ بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالا جاتا تھا اور عطاء سے روایت ہے کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا ہے جو بکریوں کے گلے میں قلادہ ڈالتے تھے، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر یہ سنت ہوتا تو لوگ بکری کے گلے میں قلادہ ڈالنا ترک نہ کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات میں قلادہ ڈالنے کا ذکر ہے یہ ذکر نہیں ہے کہ ان بکریوں کو بیت اللہ روانہ کیا جاتا تھا اور کلام اس میں ہے ثانیاً احناف نے اس کے سنت ہونے کی نفی کی ہے جواز کی نفی نہیں کی [1]

بَابُ جَوَازِ رُكُوبِ الْبَدَنَةِ الْمُهْدَاةِ لِمَنِ احْتَاجَ إِلَيْهَا

مجبوری کے وقت قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کا جواز

۳۱۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص قربانی کے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جا رہا تھا، آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا: سوار ہو جاؤ اور دوسری یا تیسری بار فرمایا تمہیں خرابی ہو۔

۳۱۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس اونٹ کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۴۲ مطبوعہ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً۔

۳۱۰۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ بَيْنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَدَنَةً مُقَلَّدَةً قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا فَقَالَ بَدَنَةٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَيْلَكَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ ارْكَبْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایسے اونٹ کو ہنکاتا ہوا لے جا رہا تھا جس کی گردن میں قلادہ پڑا ہوا تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ! اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے فرمایا تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ، تمہیں خرابی ہو اس پر سوار ہو جاؤ۔

(تمہیں خرابی ہو یا تمہارا ستیاناس جائے، یہ پیار آمیز غصہ کے کلمات ہیں عرب ایسے موقع پر ویلك کہتے ہیں۔)

۳۱۰۷۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ وَأَظُنُّنِي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ قَالَ ارْكَبْهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جو اپنے اونٹ کو ہنکا رہا تھا آپ نے فرمایا سوار ہو جاؤ اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے پھر فرمایا سوار ہو جاؤ، اس نے پھر کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے دو یا تین بار فرمایا سوار ہو جاؤ۔

۳۱۰۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مُرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُدْنَةٍ أَوْ هَدِيَّةٍ فَقَالَ ارْكَبْهَا قَالَ إِنَّهَا بُدْنَةٌ أَوْ هَدِيَّةٌ فَقَالَ وَإِنْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص قربانی کا اونٹ لیے ہوئے گذرا، آپ نے اس سے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ۔ اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

۳۱۰۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِي بُكَيْرُ بْنُ الْأَخْنَسِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُدْنَةٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

۳۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سُئِلَ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ إِذَا أُلْجِئْتَ إِلَيْهَا حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شدید مجبوری ہو تو اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

۳۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رُكُوبِ الْهَدْيِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ارْكَبْهَا بِالْمَعْرُوفِ حَتَّى تَجِدَ ظَهْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوسری سواری نہ ملے اس پر بقدر ضرورت سواری کر سکتے ہو۔

قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونے میں حسب ذیل چھ مذاہب ہیں:

(۱)۔ امام احمد بن حنبل اور ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز ہے۔

(۲)۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا جائز نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل کا یہ بھی ایک قول ہے۔

(۳)۔ امام مالک اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر بغیر ضرورت کے سوار ہونا مکروہ ہے۔

(۴)۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ اونٹ پر بقدر ضرورت سوار ہو، جب ضرورت پوری ہو جائے تو اتر جائے۔

(۵)۔ ابن عربی نے کہا ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا مطلقاً جائز نہیں ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے صحیح وہی ہے جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے امام طحاوی اور صاحب ہدایہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

(۶)۔ بعض ظاہریہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ پر سوار ہونا واجب ہے۔ ان لوگوں نے حضرت انس کی روایت میں بظاہر ہر امر کو دیکھ کر یہ قول کیا ہے۔[1]

---

[1]۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

قربانی کی اونٹنی کا دودھ پینے میں مذاہب

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ استذکار میں ہے کہ قربانی کی اونٹنی کا بچہ سیر ہو جائے پھر بھی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کا دودھ پینا مکروہ ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر سواری سے یا دودھ پینے سے اونٹنی کی قیمت میں کمی ہو جائے تو قربانی کرنے والا اس کا ضامن ہوگا اور اگر ضرورت کی بناء پر سوار ہوا ہے تو پھر ضامن نہیں ہوگا۔

جو فقہاء اونٹ پر سواری کی اجازت دیتے ہیں، ان کا اونٹ پر سامان لادنے میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے منع کیا ہے اور جمہور ائمہ نے اجازت دی ہے، اونٹ پر دوسرے شخص کو سوار کرنے کے بارے میں بھی مذاہب کی یہی تفصیل ہے۔

قربانی کے لیے اونٹ اور اونٹنی دونوں جائز ہیں البتہ امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف اونٹنیاں ہی جائز ہیں۔[1]

بَابُ ۴۰۶ مَا يَفْعَلُ بِالْهَدْيِ إِذَا عَطِبَ فِي الطَّرِيقِ

راستہ میں تھک جانے والے جانور کا حکم

۳۱۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ سَلَمَةَ الْهُذَلِيُّ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَسِنَانُ ابْنُ سَلَمَةَ مُعْتَمِرَيْنِ قَالَ وَانْطَلَقَ سِنَانٌ مَعَهُ بِبَدَنَةٍ يَسُوقُهَا فَأَزْحَفَتْ عَلَيْهِ بِالطَّرِيقِ فَعَيِيَ بِشَأْنِهَا إِنْ هِيَ أُبْدِعَتْ كَيْفَ يَأْتِي بِهَا فَقَالَ لَئِنْ قَدِمْتُ الْبَلَدَ لَأَسْتَحْفِيَنَّ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ أَضْحَيْتُ فَلَمَّا نَزَلْتُ الْبَطْحَاءَ قَالَ انْطَلِقْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَتَحَدَّثُ إِلَيْهِ قَالَ فَذَكَرَ لَهُ شَأْنَ بَدَنَتِهِ فَقَالَ عَلَى الْخَبِيرِ سَقَطْتَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسِتَّةَ عَشَرَةَ بَدَنَةً مَعَ رَجُلٍ وَأَمَّرَهُ فِيهَا قَالَ مَضَى ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ أَصْنَعُ بِمَا أُبْدِعَ عَلَيَّ مِنْهَا قَالَ

ہذلی بیان کرتے ہیں کہ میں اور سنان بن سلمہ عمرہ کرنے گئے سنان اپنے ساتھ قربانی کا اونٹ بھی لے گئے تھے راستہ میں اونٹ تھک کر ٹھہر گیا۔ سنان پریشان ہو گئے کہ اگر یہ تھک کر چلنے سے رک گیا تو وہ کیا کریں گے انھوں نے سوچا کہ وہ شہر جا کر اس کے بارے میں مسئلہ معلوم کریں گے۔ دوپہر کو جب ہم بطحا میں پہنچے تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر صورت حال بیان کرتے ہیں، پھر ان کے پاس جا کر واقعہ بیان کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا تم نے ایک ایسے شخص سے سوال کیا ہے جو اس مسئلہ کو جاننے والا ہے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہمراہ قربانی کے سولہ اونٹ روانہ کیے تھے، وہ شخص گیا اور پھر لوٹ آیا، اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے تو میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس اونٹ کو ذبح کر دو اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی دو جوتیوں

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

انْحَرْهَا ثُمَّ اصْبَغْ نَعْلَيْهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اجْعَلْهُ عَلٰى صَفْحَتِهَا وَلَا تَاْكُلْ مِنْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ ۔

کو اس کے خون میں رنگ کر اس کے کوہان پر مار دو اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص بھی اس کا گوشت نہ کھائے ۔

۳۱۱۳ ۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ عَنْ مُوْسٰى بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بِثَمَانِ عَشْرَةَ بَدَنَةً مَّعَ رَجُلٍ ثُمَّ ذَكَرَهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ الْحَدِيْثِ ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت منقول ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ساتھ اٹھارہ اونٹوں کو روانہ فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے ۔

۳۱۱۴ ۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ ذُوَيْبًا اَبَا قَبِيْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْعَثُ مَعَهُ بِالْبُدْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنْ عَطِبَ مِنْهَا شَيْءٌ فَخَشِيْتَ عَلَيْهِ مَوْتًا فَانْحَرْهَا ثُمَّ اغْمِسْ نَعْلَهَا فِيْ دَمِهَا ثُمَّ اضْرِبْ بِهِ صَفْحَتَهَا وَلَا تَطْعَمْهَا اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ رُفْقَتِكَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ذویب ابو قبیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ قربانی کے اونٹ روانہ کرتے تھے اور آپ یہ حکم دیتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی اونٹ تھک جائے اور تمہیں اس کے مرنے کا اندیشہ ہو تو اس کو ذبح کر دینا اور اس کے گلے میں پڑی ہوئی جوتی کو اس کے خون میں ڈبو کر کوہان پر مارنا، اور تم اور تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی شخص اس کا گوشت نہ کھائے ۔

جو ہدی چلنے سے معذور ہو اس کے حکم میں مذاہب ائمہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب قربانی کا جانور چل نہ سکے تو اس کو ذبح کرنا اور مساکین کے لیے چھوڑنا واجب ہے، اور قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کے لیے اس میں سے کھانا حرام ہے ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور چلنے سے معذور ہو جائے تو اس کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر نفلی قربانی ہے تو اس جانور کے مالک کو اختیار ہے، چاہے اس کو بیچ دیں، یا ذبح کریں، خود کھائیں یا کسی کو کھلا دیں، اور اگر اس کو یونہی چھوڑ دیں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی ملک ہے اور اگر وہ قربانی نذر کی ہے تو جانور کے مالک پر اس کو ذبح کرنا لازم ہے، اور اگر اس نے جانور کو یونہی چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ

جانور مر گیا تو اس شخص پر اس جانور کی ضمانت لازم ہے، جیسے کوئی شخص امانت کی حفاظت میں کوتاہی کرے تو اس پر ضمان لازم آتی ہے۔ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے قلادہ والی جوتی کو خون میں رنگ کر اس کے کوہان کی ایک جانب مارے اور پھر اس کو اسی جگہ چھوڑ دے، تاکہ وہاں سے گذرنے والے جان لیں کہ یہ ہدی کا جانور ہے اور اس کو کھالیں، قربانی بھیجنے والے اور اس کو لے جانے والے کے لیے اس کو کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح اغنیاء کے لیے بھی اس کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہدی مساکین کے لیے ہوتی ہے اور غیر مساکین کے لیے اس کا کھانا مطلقاً جائز نہیں ہے، قربانی لے جانے والے کے ساتھیوں کے علاوہ جو فقراء ہوں وہ اس کو کھا سکتے ہیں۔ ساتھیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ سفر کے دوران کھانے پینے میں شریک رہتے ہوں اور یہی صحیح ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھیوں سے مراد قافلہ کے تمام شرکاء ہیں، اگر یہ شبہ ہو کہ اگر قربانی کرنے والا اور اس کے ساتھی نہ کھائیں اور چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر اس کو جنگلی جانور کھا جائیں گے، اور اس سے مال ضائع ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مال ضائع نہیں ہوگا کیونکہ عام طور پر جنگلوں میں رہنے والے خانہ بدوش اور دیہاتی لوگ منازل حج میں سفر کرتے رہتے ہیں اور اس قسم کی چیزیں کھا لیتے ہیں۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ جب قربانی کا جانور راستہ میں چلنے سے عاجز آجائے تو اگر وہ قربانی نفلی ہو تو اس کو ذبح کر دے اور اس کے ہار والے جوتے کو اس کے خون سے رنگ کر اس کے کوہان کے ایک پہلو پر مارے اور خود اس میں سے کھائے نہ اس کے علاوہ کوئی اور غنی، کیونکہ حضرت ناجیہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح حکم دیا تھا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسی علامت سے لوگوں کو پتا چل جائے گا کہ یہ ہدی ہے اور فقراء اس میں سے گوشت لے کر کھالیں گے اور اغنیاء نہ کھائیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو کھانے کی اجازت اس بات پر موقوف ہے کہ ہدی حرم میں پہنچ جائے اس لیے وہاں پہنچنے سے پہلے ہدی حلال نہیں ہوتی اور یہ کہ فقراء پر صدقہ کرنا اس کو جنگلی جانوروں کے لیے راستہ میں چھوڑ جانے سے افضل ہے جبکہ صدقہ کرنے میں عبادت کا پہلو بھی ہے، اور اگر قربانی واجب ہو تو دوسرے جانور کو اس کے بدلہ میں خریدے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے کیونکہ اب یہ اس کی باقی املاک کی طرح ایک ملکیت ہے۔[2]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرنے والے کو کھانے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ کہیں وہ کھانے کے شوق میں بلاعذر قربانی کے جانور کو ذبح نہ کر دے اس لیے آپ نے اس دروازے کو بند کرنے کے لیے قربانی کرنے والے اور اس کے ساتھیوں کو ذبح شدہ جانور کے کھانے سے مطلقاً منع فرما دیا۔

علامہ دشتانی قاضی عیاض کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر واجب ہدی قربانی سے پہلے چلنے سے معذور ہو جائے تو امام مالک اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کرنے والا اور اغنیاء اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ قربانی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کرنے والا اس کی جگہ دوسری قربانی کرے گا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ اس کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک منع کرتے ہیں اور جمہور اجازت دیتے ہیں [1]۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کا جو جانور راستہ میں تھک گیا ہے اگر واجب ہے تو اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے گا اور اگر وہ جانور اس کی ملکیت ہے تو جو چاہے کرے اور اگر نفل ہے تو اس کو ذبح کر دے اور وہ اور اغنیاء اس جانور کو نہیں کھا سکتے [2]

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس مسئلہ میں تینوں کا نظریہ ایک ہے البتہ امام شافعی کا نظریہ ان ائمہ کے برعکس ہے۔

بَابُ وُجُوبِ طَوَافِ الْوَدَاعِ وَسُقُوطِهِ عَنِ الْحَائِضِ

طواف وداع کا وجوب اور حائضہ عورت سے اس کی رخصت

۳۱۱۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَنْصَرِفُونَ فِي كُلِّ وَجْهٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْفِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِ بِالْبَيْتِ قَالَ زُهَيْرٌ يَنْصَرِفُونَ كُلَّ وَجْهٍ وَلَمْ يَقُلْ فِي۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حج کے بعد) لوگ بہر طور واپس چلے جاتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ لوٹے۔

۳۱۱۶ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْمَرْأَةِ الْحَائِضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں البتہ حائضہ عورت کو اس سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔

۳۱۱۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي

طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۰۶ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۸۵، ۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذْ قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تُفْتِي أَنْ تَصْدُرَ الْحَائِضُ قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهَا بِالْبَيْتِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِمَّا لَا فَسَلْ فُلَانَةَ الْأَنْصَارِيَّةَ هَلْ أَمَرَهَا بِذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَرَجَعَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَضْحَكُ وَهُوَ يَقُولُ مَا أُرَاكَ إِلَّا قَدْ صَدَقْتَ.

عنہ نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت طواف وداع سے پہلے مکہ سے جا سکتی ہیں؟ حضرت ابن عباس نے کہا اگر آپ کو میرے فتویٰ پر یقین نہیں ہے تو فلاں انصاری عورت سے پوچھ لیجئے کہ آیا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا یا نہیں؟ حضرت زید بن ثابت، حضرت ابن عباس کے پاس سے ہنستے ہوئے لوٹے اور فرمایا مجھے یقین ہے کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔

۳۱۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ حَاضَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَذَكَرْتُ حَيْضَتَهَا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَابِسَتُنَا هِيَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ أَفَاضَتْ وَطَافَتْ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَاضَتْ بَعْدَ الْإِفَاضَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَنْفِرْ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا (ام المومنین) کو طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے حیض آنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں، اس کے بعد حائضہ ہوئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو پھر چلیں۔

۳۱۱۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی کو حجۃ الوداع میں طواف افاضہ کے بعد حیض آگیا، اس کے بعد روایت حسب سابق ہے۔

طَمِثَتْ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ طَاهِرًا بِمِثْلِ حَدِيثِ الْبَيْتِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضرت صفیہ بنت حُیَیّ کو حیض آگیا ہے۔

۳۱۲۰ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ بِمَعْنٰى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں خدشہ تھا کہ حضرت صفیہ طواف سے پہلے حائضہ ہو جائیں گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا صفیہ ہم کو روک لیں گی؟ ہم نے عرض کیا کہ وہ طواف افاضہ کر چکی ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۱۲۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نَتَخَوَّفُ أَنْ تَحِيضَ صَفِيَّةُ قَبْلَ أَنْ تُفِيضَ قَالَتْ فَجَاءَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحَابِسَتُنَا صَفِيَّةُ قُلْنَا قَدْ أَفَاضَتْ قَالَ فَلَا إِذًا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! صفیہ حیض میں مبتلا ہو گئی ہیں، آپ نے فرمایا شاید وہ ہم کو روک لیں گی! کیا انھوں نے تمہارے ساتھ بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا؟ سب نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر چلو۔

۳۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ حَاضَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهَا تَحْبِسُنَا أَلَمْ تَكُنْ طَافَتْ مَعَكُنَّ بِالْبَيْتِ قَالُوا بَلٰى قَالَ فَاخْرُجْنَ.

۳۱۲۳ - وَحَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ لَعَلَّهُ قَالَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ مِنْ صَفِيَّةَ بَعْدَ مَا يُرِيدُ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالُوا إِنَّهَا حَائِضٌ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِنَّهَا لَحَابِسَتُنَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا قَدْ زَارَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَلْتَنْفِرْ مَعَكُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے وہ ارادہ کیا جو مرد اپنی زوجہ سے کرتا ہے، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ وہ حائضہ ہیں آپ نے فرمایا کیا وہ ہم کو روک لیں گی؟ گھر والوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انھوں نے قربانی کے دن طواف زیارت کر لیا تھا، آپ نے فرمایا: پھر وہ بھی تمہارے ساتھ چلیں گی۔

۳۱۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَنْفِرَ إِذَا صَفِيَّةُ عَلَى بَابِ خِبَائِهَا كَئِيبَةً حَزِينَةً فَقَالَ عَقْرَى حَلْقَى إِنَّكِ لَحَابِسَتُنَا ثُمَّ قَالَ لَهَا أَكُنْتِ أَفَضْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَانْفِرِي۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے روانہ ہونا چاہا تو حضرت صفیہ اپنے خیمے کے دروازے پر غمگین ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا زخمی سر منڈی! تم ہم کو روکنے والی ہو؟۔ پھر فرمایا کیا تم نے قربانی کے دن طواف افاضہ کر لیا تھا؟۔ انھوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا پھر چلو!۔

۳۱۲۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ الْحَكَمِ غَيْرَ أَنَّهُمَا لَا يَذْكُرَانِ كَئِيبَةً حَزِينَةً۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

طواف وداع کے حکم میں مذاہب ائمہ

حدیث نمبر ۳۱۱۵ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کیے بغیر نہ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف وداع واجب ہے اور اس کے ترک سے دم لازم آتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد کا یہی مسلک ہے اور امام مالک اور داؤد بن علی ظاہری یہ کہتے ہیں کہ طواف وداع سنت ہے، اس کے ترک پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۱۱۷ میں ہے کہ لوگوں کو آخر میں طواف وداع کا حکم دیا گیا ہے! البتہ حائضہ عورت کو طواف وداع کیے بغیر جانے کی رخصت دی گئی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حائضہ عورت سے طواف وداع کا وجوب ساقط ہے اور اگر وہ طواف وداع نہ کرے تو اس پر دم لازم نہیں آتا، امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، امام مالک متوفی ۱۷۹ھ، امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کا یہی مسلک ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ دُخُوْلِ الْكَعْبَةِ لِلْحَاجِّ وَغَيْرِهٖ وَالصَّلٰوةِ فِيْهَا

حجاج وغیرہم کے لیے کعبہ میں داخل ہونے اور اس میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۲۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ثُمَّ مَكَثَ فِيْهَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَسَاَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ مَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَعَلَ عَمُوْدَيْنِ عَنْ يَّسَارِهٖ وَعَمُوْدًا عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَّرَآءَهٗ وَكَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰى سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ثُمَّ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اور حضرت اسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہم بھی داخل ہوئے پھر آپ پر کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا پھر آپ اس میں ٹھہرے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ جب آپ باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلال سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر کیا کیا تھا؟ حضرت بلال نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ستونوں کو بائیں، ایک کو دائیں طرف اور تین ستونوں کو اپنے پیچھے کیا، پھر آپ نے نماز پڑھی، بیت اللہ کے اس وقت چھ ستون تھے۔

۳۱۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَنَزَلَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ وَاَرْسَلَ اِلٰى عُثْمَانَ ابْنِ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَ بِالْمِفْتَحِ وَفَتَحَ الْبَابَ ثُمَّ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَّاُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاُمِرَ بِالْبَابِ فَاُغْلِقَ فَلَبِثُوْا فِيْهِ مَلِيًّا ثُمَّ فَتَحَ الْبَابَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَبَادَرْتُ النَّاسَ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجًا وَّبِلَالٌ عَلٰى اَثَرِهٖ فَقُلْتُ لِبِلَالٍ هَلْ صَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَيْنَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ قَالَ وَنَسِيْتُ اَنْ اَسْاَلَهٗ كَمْ صَلّٰى۔

فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور صحن کعبہ میں اترے، آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھوں نے کنجی لاکر پیش کی اور دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت بلال، حضرت اُسامہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے۔ آپ کے حکم سے دروازہ بند کر دیا گیا، آپ اور یہ صحابہ اس میں کافی دیر ٹھہرے، اس کے بعد دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں جھپٹ کر سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہر ملا، حضرت بلال آپ کے پیچھے تھے۔ میں نے حضرت بلال سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے پوچھا کس جگہ؟ انھوں نے کہا: اپنے سامنے کے دو ستونوں کے درمیان۔ حضرت ابن عمر نے کہا میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی۔

۳۱۲۸۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ عَلٰى نَاقَةٍ لِاُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ حَتّٰى اَنَاخَ بِفِنَاءِ الْكَعْبَةِ ثُمَّ دَعَا عُثْمَانَ بْنَ طَلْحَةَ فَقَالَ ائْتِنِيْ بِالْمِفْتَاحِ فَذَهَبَ اِلٰى اُمِّهٖ فَاَبَتْ اَنْ تُعْطِيَهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنَّهٗ اَوْ لَيَخْرُجَنَّ هٰذَا السَّيْفُ مِنْ صُلْبِيْ قَالَ فَاَعْطَتْهُ اِيَّاهُ فَجَاءَ بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَفَعَهٗ اِلَيْهِ فَفَتَحَهُ الْبَابَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ بن زید کی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ آپ نے اونٹنی کو صحن کعبہ میں بٹھایا۔ پھر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا مجھے کنجی لا کر دو، انھوں نے جا کر اپنی ماں سے کنجی مانگی اس نے کنجی دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان نے کہا کنجی دے دو ورنہ میں اپنی تلوار میان سے نکال لوں گا، پھر ان کی ماں نے انھیں کنجی دی اور انھوں نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کنجی دی۔ آپ نے دروازہ کھولا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ.

۳۱۲۹- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ وَمَعَهُ أُسَامَةُ وَبِلَالٌ وَعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ فَأَجَافُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ طَوِيلًا ثُمَّ فَتَحَ فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ دَخَلَ فَلَقِيتُ بِلَالًا فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ الْعَمُودَيْنِ الْمُقَدَّمَيْنِ فَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُ كَمْ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ حضرت اُسامہ، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، پھر دروازہ بند کر دیا گیا اور کافی دیر کے بعد دروازہ کھلا، سب سے پہلے میں اندر داخل ہوا، میری بلال سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی تھی؟ حضرت بلال نے کہا دو پہلے ستونوں کے درمیان! اور میں بلال سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت نماز پڑھی تھی؟۔

۳۱۳۰- وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى الْكَعْبَةِ وَقَدْ دَخَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِلَالٌ وَأُسَامَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَجَافَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ الْبَابَ قَالَ فَمَكَثُوا فِيهِ مَلِيًّا ثُمَّ فُتِحَ الْبَابُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَقِيتُ الدَّرَجَةَ فَدَخَلْتُ الْبَيْتَ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰهُنَا قَالَ وَنَسِيتُ أَنْ أَسْأَلَهُمْ كَمْ صَلَّى.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کعبہ کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بلال اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما کعبہ میں داخل ہو چکے تھے اور حضرت عثمان بن طلحہ نے دروازہ بند کر دیا تھا، کافی دیر تک یہ حضرات اندر رہے پھر دروازہ کھولا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور میں سیڑھی سے اندر گیا۔ اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس جگہ نماز پڑھی ہے؟ کہا اس جگہ، اور میں ان سے یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۱- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ

سالم اپنے والد (حضرت ابن عمر) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَاَغْلَقُوْا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا فَتَحُوْا كُنْتُ فِيْ اَوَّلِ مَنْ وَّلَجَ فَلَقِيْتُ بِلَالًا فَسَاَلْتُهٗ هَلْ صَلّٰى فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ صَلّٰى بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی گئے، اور دروازہ بند کر دیا، جب انھوں نے دروازہ کھولا تو میں سب سے پہلے داخل ہوا، میری حضرت بلال سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے، انھوں نے کہا ہاں دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ هُوَ وَاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَّبِلَالٌ وَّعُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَلَمْ يَدْخُلْهَا مَعَهُمْ ثُمَّ اُغْلِقَتْ عَلَيْهِمْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَاَخْبَرَ فِيْ بِلَالٌ اَوْ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت بلال اور حضرت عثمان بن طلحہ بھی گئے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ وہ ساتھ نہیں جا سکے پھر دروازہ بند کر دیا گیا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت بلال یا حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر دو یمنی ستونوں کے درمیان نماز پڑھی ہے۔

۳۱۳۳۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ بَكْرٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَآءٍ اَسَمِعْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِنَّمَا اُمِرْتُمْ بِالطَّوَافِ وَلَمْ تُؤْمَرُوْا بِدُخُوْلِهٖ قَالَ لَمْ يَكُنْ يَنْهٰى عَنْ دُخُوْلِهٖ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ الْبَيْتَ دَعَا فِيْ

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کیا تم نے حضرت ابن عباس سے یہ سنا ہے کہ تمہیں کعبہ میں طواف کا حکم دیا گیا ہے، کعبہ میں داخل ہونے کا حکم نہیں دیا گیا۔ عطاء نے کہا حضرت ابن عباس کعبہ میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتے، البتہ وہ یہ کہتے ہیں، کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے اس کے تمام کونوں میں دعا مانگی اور نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آپ باہر تشریف لائے اور باہر آ کر بیت اللہ کے سامنے

نَوَاحِيهِ كُلِّهَا وَلَمْ يُصَلِّ فِيهِ حَتَّى خَرَجَ فَلَمَّا خَرَجَ رَكَعَ فِي قُبُلِ الْبَيْتِ رَكْعَتَيْنِ وَقَالَ هٰذِهِ الْقِبْلَةُ قُلْتُ لَهُ مَا نَوَاحِيهَا أَفِي زَوَايَاهَا قَالَ بَلْ فِي كُلِّ قِبْلَةٍ مِنَ الْبَيْتِ۔

دو رکعت نماز پڑھی، اور فرمایا یہ قبلہ ہے! میں نے پوچھا: بیت اللہ کے کناروں اور اس کے گوشوں کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا کہ بیت اللہ کی ہر جانب قبلہ ہے۔

۳۱۳۴- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فِيهَا سِتُّ سَوَارٍ فَقَامَ عِنْدَ كُلِّ سَارِيَةٍ فَدَعَا وَلَمْ يُصَلِّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے، اس میں چھ ستون تھے، آپ نے ہر ستون کے پاس کھڑے ہو کر دعا کی اور نماز نہیں پڑھی۔

۳۱۳۵- حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ صَاحِبِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فِي عُمْرَتِهِ قَالَ لَا۔

اسماعیل بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمرہ کے موقع پر بیت اللہ میں داخل ہوئے تھے؟ انھوں نے کہا نہیں!

کعبہ میں نماز پڑھنے کے متعلق حضرت اسامہ اور حضرت ابن عباس کی روایات میں تطبیق۔

اس باب میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات ہیں ان میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا یہ قول مذکور ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی ہے اور حضرت ابن عباس کی روایات میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا یہ قول مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی، اس مسئلہ میں تمام محدثین نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت کو اختیار کیا ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کی خبر کے متعلق ایک راوی کسی چیز کا اثبات کرے اور دوسرا نفی کرے تو اثبات کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ دونوں اپنے اپنے علم کے اعتبار سے بیان کر رہے ہیں اور یہ ہو سکتا ہے کہ ایک چیز ایک کے علم میں نہ آئی ہو اور دوسرے کے علم میں وہ چیز آگئی ہو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ حضرت اسامہ کے نفی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کعبہ میں داخل ہوئے تو دروازہ بند کر دیا اور سب دعا میں مشغول ہو گئے، حضرت اسامہ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعا کر رہے تھے پھر حضرت اسامہ بھی کسی کونے میں دعا کرنے لگے۔ حضرت اسامہ حضور سے دور تھے اور حضرت بلال آپ کے قریب تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی جس کو حضرت بلال نے قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ لیا اور حضرت اسامہ دوری کی وجہ سے نہ دیکھ سکے، علاوہ ازیں وہ دعا میں مشغول تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیف نماز پڑھی تھی، اس لیے حضرت اسامہ رضی

اللہ عنہ نے اپنے گمان کے اعتبار سے نفی کی اور حضرت بلال کے نزدیک چونکہ آپ کا کعبہ میں نماز پڑھنا محقق تھا کیوں کہ انھوں نے اس کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے انھوں نے اثبات کی روایت کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت اسامہ کعبہ میں لگائی ہوئی تصویروں کو مٹانے کے لیے پانی لا رہے تھے اس لیے ان کو پتا نہیں چلا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں۔

کعبہ میں نماز پڑھنے کے حکم میں مذاہب ائمہ

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جبکہ وہ کعبہ کی کسی دیوار کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں نماز پڑھنا صحیح ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ کعبہ میں نفل نماز صحیح ہے، فرض، واجب اور صبح کی دو رکعات سنت موکدہ صحیح نہیں ہیں، اور نہ طواف کی دو رکعات صحیح ہیں۔ بعض غیر مقلدین نے یہ کہا ہے کہ کعبہ میں کوئی نماز صحیح نہیں ہوتی نہ فرض اور نہ نفل، جمہور کی دلیل حضرت بلال کی روایت ہے اور جب نفل نماز صحیح ہے تو فرض بھی صحیح ہوگی، کیوں کہ سواری میں تو فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں فرق ہے لیکن زمین پر نماز پڑھنے میں فرض اور نفل کے جواز اور عدم جواز میں کوئی فرق نہیں ہے[1]

علامہ عینی نے بیہقی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کعبہ میں داخل ہوا وہ اپنے گناہوں سے بخشا ہوا نکلے گا[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نہیں داخل ہوئے، یہ سات ہجری عمرہ قضاء کا واقعہ ہے اس وقت کفر کا غلبہ تھا اور کعبہ کے اندر سے بت نہیں ہٹائے گئے تھے۔ فتح مکہ کے سال جب کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا تب آپ نے اندر جا کر نماز پڑھی، بعض علماء نے کہا ہے کہ حضرت اسامہ نے جو کہا ہے کہ آپ نے کعبہ میں نماز نہیں پڑھی اس سے مراد یہی موقع ہے۔

بَابُ نَقْضِ الْكَعْبَةِ وَبِنَآءِهَا

کعبہ کی عمارت توڑ کر از سر نو بنانا

۳۱۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ وَلَجَعَلْتُهَا عَلَى أَسَاسِ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے کفر کو نیا نیا نہ چھوڑا ہوتا تو میں بیت اللہ کی عمارت توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تو اس کو چھوٹا کر دیا اور میں اس کے پیچھے بھی دروازہ بناتا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قُرَيْشًا حِيْنَ بَنَتِ الْبَيْتَ اِسْتَقْصَرَتْ وَ لَجَعَلْتُ لَهَا خَلْفًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۱۳۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۱۳۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ اَخْبَرَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَمْ تَرٰى اَنَّ قَوْمَكِ حِيْنَ بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوْا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا تَرُدُّهَا عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَئِنْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعَتْ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ اِسْتِلَامَ الرُّكْنَيْنِ اللَّذَيْنِ يَلِيَانِ الْحِجْرَ اِلَّا اَنَّ الْبَيْتَ لَمْ يُتَمَّمْ عَلٰى قَوَاعِدِ اِبْرَاهِيْمَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری قوم نے بیت اللہ بناتے وقت اس کو قواعد ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹا بنا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کعبہ کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر کیوں نہیں لوٹا دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ضرور یہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی! کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جو دو کونے حجر سے متصل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کرنی ہی چھوڑ دی ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر پورا پورا بنا ہوا نہیں ہے۔

۳۱۳۹۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ يُحَدِّثُ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری قوم نے جاہلیت یا کفر کو نیا نیا چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کا خزانہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرتا اور میں اس کا دروازہ زمین کے ساتھ بناتا اور حطیم کو کعبہ سے ملا دیتا۔

بْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُوْا عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ اَوْ قَالَ بِكُفْرٍ لَاَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْاَرْضِ وَلَاَدْخَلْتُ فِيْهَا مِنَ الْحِجْرِ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا شرک نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازہ مشرقی جانب، اور دوسرا دروازہ مغربی جانب اور حطیم میں سے چھ ہاتھ کی جگہ کعبہ میں اور شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔

۳۱۴۰- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنِي ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ سَعِيْدٍ يَعْنِي ابْنَ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَدَّثَتْنِيْ خَالَتِيْ يَعْنِيْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَكِ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِشِرْكٍ لَهَدَمْتُ الْكَعْبَةَ فَاَلْزَقْتُهَا بِالْاَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهَا بَابَيْنِ بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا وَزِدْتُ فِيْهَا سِتَّةَ اَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ فَاِنَّ قُرَيْشًا اقْتَصَرَتْهَا حَيْثُ بَنَتِ الْكَعْبَةَ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا شرک نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو منہدم کر کے اسے زمین سے ملا دیتا اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازہ مشرقی جانب، اور دوسرا دروازہ مغربی جانب اور حطیم میں سے چھ ہاتھ کی جگہ کعبہ میں اور شامل کر دیتا کیونکہ قریش نے جب کعبہ کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔

۳۱۴۱- وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ اَخْبَرَنَا ابْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ لَمَّا احْتَرَقَ الْبَيْتُ زَمَنَ يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ حِيْنَ غَزَاهُ اَهْلُ الشَّامِ فَكَانَ مِنْ اَمْرِهٖ مَا كَانَ تَرَكَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَتّٰى قَدِمَ النَّاسُ الْمَوْسِمَ يُرِيْدُ اَنْ يُجَرِّئَهُمْ اَوْ يُجَرِّبَهُمْ عَلٰى اَهْلِ الشَّامِ وَكَمَا صَدَرَ النَّاسُ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِي الْكَعْبَةِ اَنْقُضُهَا ثُمَّ اَبْنِيْ بِنَاءَهَا اَوْ اُصْلِحُ مَا وَهَى مِنْهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّيْ قَدْ فَرِقَ لِيْ رَاْيٌ فِيْهَا اَرٰى اَنْ

عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے زمانہ میں جب اہل شام نے مکہ میں آکر جنگ کی اور بیت اللہ جل گیا اور اس کا جو حال ہونا تھا وہ ہو گیا تو حضرت ابن زبیر نے کعبہ کو اسی طرح رہنے دیا حتی کہ حج کے موسم میں تمام مسلمان جمع ہو گئے، حضرت ابن الزبیر کا ارادہ تھا کہ لوگوں کو اہل شام کے خلاف برانگیختہ کریں یا ان کے خلاف اشتعال دلائیں۔ جب لوگ لوٹنے لگے تو حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اے لوگو! مجھے کعبہ کے بارے میں مشورہ دو، میں کعبہ کو توڑ کر از سر نو بناؤں یا اس میں جو حصہ خراب ہو گیا ہے صرف اس کو درست کر دوں؟ حضرت ابن عباس نے کہا میری رائے یہ ہے کہ کعبہ کا جو حصہ خراب ہو گیا ہو

تُصْلِحَ مَا رَهِيَ مِنْهَا وَتَدَعَ بَيْتًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَأَحْجَارًا أَسْلَمَ النَّاسُ عَلَيْهَا وَبُعِثَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ لَوْ كَانَ أَحَدُكُمْ احْتَرَقَ بَيْتُهُ مَا رَضِيَ حَتَّى يُجَدِّدَهُ فَكَيْفَ بَيْتُ رَبِّكُمْ إِنِّي مُسْتَخِيرُ رَبِّي ثَلَاثًا ثُمَّ عَازِمٌ عَلَى أَمْرِي فَلَمَّا مَضَى الثَّلَاثُ أَجْمَعَ رَأْيَهُ عَلَى أَنْ يَنْقُضَهَا فَتَحَامَاهُ النَّاسُ أَنْ يَنْزِلَ بِأَوَّلِ النَّاسِ يَصْعَدُ فِيهِ أَمْرٌ مِنَ السَّمَاءِ حَتَّى صَعِدَهُ رَجُلٌ فَأَلْقَى مِنْهُ حِجَارَةً فَلَمَّا لَمْ يَرَهُ النَّاسُ أَصَابَهُ شَيْءٌ تَتَابَعُوا فَنَقَضُوهُ حَتَّى بَلَغُوا بِهِ الْأَرْضَ فَجَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَعْمِدَةً فَسَتَرَ عَلَيْهَا السُّتُورَ حَتَّى ارْتَفَعَ بِنَاؤُهُ وَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِنِّي سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا أَنَّ النَّاسَ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِكُفْرٍ وَلَيْسَ عِنْدِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يُقَوِّي عَلَى بِنَائِهِ لَكُنْتُ أَدْخَلْتُ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ خَمْسَ أَذْرُعٍ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابًا يَدْخُلُ النَّاسُ مِنْهُ وَبَابًا يَخْرُجُونَ مِنْهُ قَالَ فَأَنَا الْيَوْمَ أَجِدُ مَا أَنْفَقُ وَلَسْتُ أَخَافُ النَّاسَ قَالَ فَزَادَ فِيهِ خَمْسَ أَذْرُعٍ مِنَ الْحِجْرِ حَتَّى بَدَأَ أُسًّا نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ فَبَنَى عَلَيْهِ الْبِنَاءَ وَكَانَ طُولُ الْكَعْبَةِ ثَمَانِيَ عَشَرَ ذِرَاعًا فَلَمَّا زَادَ فِيهِ اسْتَقْصَرَهُ فَزَادَ فِي طُولِهِ عَشْرَ أَذْرُعٍ وَجَعَلَ لَهُ بَابَيْنِ أَحَدُهُمَا يُدْخَلُ مِنْهُ وَالْآخَرُ يُخْرَجُ مِنْهُ فَلَمَّا قُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَتَبَ الْحَجَّاجُ

اس کی مرمت کر دو اور اس کو اسی طرح رہنے دو جیسا کہ یہ ابتداءِ اسلام میں تھا اور انہی پتھروں کو رہنے دو جن پر لوگ مشرف باسلام ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، حضرت ابن الزبیر نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص کا گھر جل جائے تو وہ اس کو از سر نو بنائے بغیر چین سے نہیں بیٹھتا، تو اللہ تعالیٰ کے گھر کو دوبارہ کیوں نہیں بنایا جائے گا! اور میں تین بار استخارہ کرنے کے بعد اس کو دوبارہ بنانے کا عزم کروں گا جب حضرت ابن الزبیر نے تین بار استخارہ کر لیا تو انہوں نے اس کو توڑنے کا ارادہ کر لیا لوگوں کو ڈر لگا کہ جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ کو توڑنے کے لیے چڑھے گا کہیں اس پر کوئی آسمانی بلا نہ نازل ہو جائے حتیٰ کہ ایک شخص چڑھا اور اس نے اس میں سے ایک پتھر گرا دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس پر کوئی بلا نازل نہیں ہوئی تو سب نے مل کر اس کو توڑ ڈالا اور زمین کے برابر کر دیا۔ حضرت ابن الزبیر نے چند ستون کھڑے کر کے ان پر پردے ڈال دیے یہاں تک کہ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں۔ اور حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت سنی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ اگر لوگوں نے دیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوا ہوتا اور نہ ہی میرے پاس اتنا خرچ ہے کہ اس کو بنا سکوں تو میں حطیم میں سے پانچ ہاتھ کعبہ میں داخل کر دیتا، اور ایک دروازہ اس میں ایسا بنا دیتا جس سے لوگ اندر جائیں اور دوسرا دروازہ ایسا بنا دیتا جس سے لوگ باہر جائیں"۔ حضرت ابن الزبیر نے فرمایا آج ہمارے پاس خرچ بھی ہے اور ہمیں لوگوں کا خوف بھی نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر نے حطیم کی پانچ ہاتھ زمین کعبہ میں شامل کر دی حتیٰ کہ اس جگہ بنائے ابراہیمی کی بنیاد نکل آئی اور لوگوں نے اسے اچھی طرح دیکھ لیا،

اِلٰی عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُخْبِرُهُ بِذٰلِكَ وَيُخْبِرُهُ اَنَّ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ وَضَعَ الْبِنَآءَ عَلٰى اُسٍّ نَظَرَ اِلَيْهِ الْعُدُوْلُ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ اِنَّا لَسْنَا مِنْ تَلْطِيْخِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِيْ شَيْءٍ اَمَّا مَا زَادَ فِيْ طُوْلِهِ فَاَقِرَّهُ وَاَمَّا مَا زَادَ فِيْهِ مِنَ الْحِجْرِ فَرُدَّهُ اِلٰى بِنَآئِهِ وَسُدَّ الْبَابَ الَّذِيْ فَتَحَهُ فَنَقَضَهُ وَاَعَادَهُ اِلٰى بِنَآئِهِ۔

۳۱۴۲- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَالْوَلِيْدَ بْنَ عَطَآءٍ يُحَدِّثَانِ عَنِ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ رَبِيْعَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُبَيْدٍ وَفَدَ الْحَارِثُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ مَرْوَانَ فِيْ خِلَافَتِهِ فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ مَا اَظُنُّ اَبَا خُبَيْبٍ يَعْنِيْ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سَمِعَ مِنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا مَا كَانَ يَزْعُمُ اَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْهَا قَالَ الْحَارِثُ بَلٰى اَنَا سَمِعْتُهُ مِنْهَا قَالَ سَمِعْتَهَا تَقُوْلُ مَاذَا قَالَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَوْمَكِ اسْتَقْصَرُوْا مِنْ بُنْيَانِ الْبَيْتِ وَلَوْلَا حَدَاثَةُ عَهْدِهِمْ

حضرت ابن الزبیر نے اسی بنیاد پر دیوار اٹھانا شروع کر دی، اس طرح بیت اللہ کا طول اٹھارہ ہاتھ کا ہو گیا، جب اس میں زیادتی کی تو اس کا طول کم معلوم ہونے لگا پھر اس کے طول میں دس ہاتھ کی زیادتی کی، اور اس کے دو دروازے بنائے کہ ایک سے اندر جائیں اور دوسرے سے باہر جائیں، جب ابن الزبیر شہید کر دیے گئے تو حجاج نے عبدالملک بن مروان کو اس کی اطلاع دی اور لکھا کہ حضرت ابن الزبیر نے بیت اللہ کی جو تعمیر کی ہے وہ ان بنیادوں کے مطابق ہے جنھیں مکہ کے معتبر لوگوں نے دیکھا ہے، عبدالملک نے جواب میں حجاج کو یہ لکھا کہ حضرت ابن الزبیر کے تغیر و تبدل سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے انھوں نے طول میں جو زیادتی کی ہے اور حطیم کا جو حصہ انھوں نے کعبہ میں شامل کر دیا ہے اس کو نکال دو اور اس کو پہلی طرح بنا دو اور جو دروازہ انھوں نے کھولا ہے، اس کو بھی بند کر دو، تب حجاج نے کعبہ کو شہید کر کے پھر پہلی طرح بنا دیا۔

عبداللہ بن عبید بیان کرتے ہیں کہ حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ، عبدالملک بن مروان کے پاس اس کے زمانہ خلافت میں وفد لے کر گئے، عبدالملک نے اس سے کہا کہ ابوخبیب (یعنی حضرت ابن الزبیر) حضرت عائشہ سے بغیر سنے روایت کرتے ہیں۔ حارث نے کہا نہیں، میں نے خود حضرت عائشہ سے یہ حدیث سنی ہے عبدالملک نے کہا تم نے جو سنا ہے بیان کرو، حارث نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قوم نے کعبہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا، تو جتنا انھوں نے اس میں سے چھوڑ دیا ہے میں اس کو دوبارہ بنا دیتا، پس اگر میرے بعد تمہاری قوم اسے دوبارہ بنانے کا ارادہ کرے تو آؤ میں تمہیں

بِالشِّرْكِ اَعَدْتُّ مَا تَرَكُوْا مِنْهُ فَاِنْ بَدَأَ لِقَوْمِكِ مِنْ بَعْدِیْ اَنْ یَّبْنُوْهُ فَهَلُمِّیْ لِاُرِیَكِ مَا تَرَكُوْا مِنْهُ فَاَرَاهَا قَرِیْبًا مِّنْ سَبْعِ اَذْرُعٍ هٰذَا حَدِیْثُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَیْدٍ وَزَادَ عَلَیْهِ الْوَلِیْدُ بْنُ عَطَآءٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَجَعَلْتُ لَهَا بَابَیْنِ مَوْضُوْعَیْنِ فِی الْاَرْضِ شَرْقِیًّا وَّغَرْبِیًّا وَهَلْ تَدْرِیْنَ لِمَ كَانَ قَوْمُكِ رَفَعُوْا بَابَهَا قَالَتْ قُلْتُ لَا قَالَ تَعَزُّزًا اَنْ لَّا یَدْخُلَهَا اِلَّا مَنْ اَرَادُوْا فَكَانَ الرَّجُلُ اِذَا هُوَ اَرَادَ اَنْ یَّدْخُلَهَا یَدْعُوْنَهُ یَرْتَقِیْ حَتّٰی اِذَا كَانَ اَنْ یَّدْخُلَ دَفَعُوْهُ فَسَقَطَ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ لِلْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنْتَ سَمِعْتَهَا تَقُوْلُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَنَكَتَ سَاعَةً بِعَصَاهُ ثُمَّ قَالَ وَدِدْتُّ اَنِّیْ تَرَكْتُهُ وَتَحَمَّلَ۔

دکھاؤں کہ انھوں نے اس تعمیر میں سے کیا چھوڑ دیا ہے، پھر آپ نے حضرت عائشہ کو وہ جگہ دکھائی جو تقریباً سات ہاتھ تھی، یہ عبداللہ بن عبید کی روایت ہے اور ولید بن عطاء نے یہ زائد بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں دو دروازے زمین کے ساتھ بنا دیتا ایک مشرق کی جانب اور دوسرا مغرب کی، آپ نے فرمایا: کیا تمہیں پتا ہے کہ تمہاری قوم نے اس کا دروازہ کیوں اونچا کر دیا تھا؟ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا: چودھراہٹ کے لیے، تاکہ جن لوگوں کو چاہیں وہی کعبہ میں داخل ہو سکیں، جب کوئی شخص کعبہ میں داخل ہونا چاہتا تو وہ اسے بلاتے اور جب وہ داخل ہونے کے قریب پہنچتا تو اس کو دھکا دے دیتے جس سے وہ گر پڑتا، عبدالملک نے حارث سے کہا کیا تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، عبدالملک تھوڑی دیر اپنی لکڑی سے زمین کرید تا رہا اور بولا کاش میں نے اس تعمیر کو اسی حال پر چھوڑ دیا ہوتا۔

۳۱۴۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِیْثِ ابْنِ بَكْرٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت ہے۔

۳۱۴۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَكْرٍ السَّهْمِیُّ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اَبِیْ صَغِیْرَةَ عَنْ اَبِیْ قَزَعَةَ اَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَیْنَهُمَا هُوَ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ اِذَا قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ ابْنَ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ حَیْثُ یَكْذِبُ عَلٰی اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ یَقُوْلُ سَمِعْتُهَا تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ابوقزعہ بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہنے لگا اللہ تعالیٰ (حضرت) ابن الزبیر (رضی اللہ عنہما) کو ہلاک کرے وہ ام المؤمنین پر جھوٹ باندھتا تھا (العیاذ باللہ) اور کہتا تھا کہ میں نے ان سے سنا ہے وہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم نے نیا نیا کفر نہ چھوڑا ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس میں حطیم کو شامل کر دیتا، کیونکہ

يَا عَائِشَةُ لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَنَقَضْتُ الْبَيْتَ حَتَّى أَزِيدَ فِيهِ مِنَ الْحِجْرِ فَإِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرُوا فِي الْبِنَاءِ فَقَالَ الْحَارِثُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا تَقُلْ هٰذَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَأَنَا سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تُحَدِّثُ هٰذَا قَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُهُ قَبْلَ أَنْ تَهْدِمَهُ لَتَرَكْتُهُ عَلَى مَا بَنَى ابْنُ الزُّبَيْرِ۔

تمہاری قوم نے بیت اللہ کی تعمیر کو چھوٹا کر دیا ہے، حارث بن عبداللہ بن ربیعہ نے کہا اے امیر المومنین ایسا مت کہو کیونکہ میں نے ام المومنین رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث خود سنی ہے۔ عبدالملک نے کہا اگر یہ بات میں کعبہ کو شہید کرنے سے پہلے سن لیتا تو ابن الزبیر ہی کی تعمیر کو قائم رکھتا۔

۳۱۴۵۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَدْرِ أَمِنَ الْبَيْتِ هُوَ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَلِمَ لَمْ يُدْخِلُوهُ الْبَيْتَ قَالَ إِنَّ قَوْمَكِ قَصُرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ قُلْتُ فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا قَالَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَوْمُكِ لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ لَنَظَرْتُ أَنْ أُدْخِلَ الْجَدْرَ فِي الْبَيْتِ وَأَنْ أُلْزِقَ بَابَهُ بِالْأَرْضِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حطیم کی دیوار بیت اللہ میں شامل ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے دریافت کیا اس کو انھوں نے بیت اللہ میں کیوں نہیں داخل کیا؟۔ آپ نے فرمایا تمہاری قوم کے پاس خرچ کم ہو گیا تھا! میں نے پوچھا پھر اس کا دروازہ اونچا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا انھوں نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل کریں اور جس کو چاہیں (کعبہ میں) داخل ہونے سے روک دیں۔ اور اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر نہ چھوڑا ہوتا، اور مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کو یہ ناگوار لگے گا تو میں حطیم کی دیواروں کو کعبہ میں داخل کر دیتا اور اس کے دروازے کو زمین سے ملا دیتا۔

۳۱۴۶۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِجْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِيهِ مَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا لَا يُصْعَدُ إِلَيْهِ إِلَّا بِسُلَّمٍ وَقَالَ مَخَافَةَ أَنْ تَنْفِرَ قُلُوبُهُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے بارے میں دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، باقی اس میں یہ ہے کہ بیت اللہ کا دروازہ اس قدر اونچا کیوں ہے کہ اس پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھ سکتے اور حضرت عائشہ کے جواب میں ہے میں ان کے دلوں کے متنفر ہونے سے ڈرتا ہوں۔

فائدہ کے مقابلہ میں نقصان سے بچنا زیادہ اہم ہے

حدیث نمبر ۳۱۳۶ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری قوم نے تازہ تازہ کفر کو چھوڑا ہوا نہ ہوتا تو میں کعبہ کو توڑ کر اس کو قواعد ابراہیم پر تیار کرتا، کیونکہ قریش نے جب اس کو بنایا تھا تو اس کو چھوٹا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب فائدہ کے حصول اور نقصان سے بچنے میں تعارض ہو اور دونوں کو جمع کرنا مشکل ہو تو اہم چیز نقصان سے بچنا ہے اور اس کے مقابلہ میں متوقع فائدہ کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ کعبہ کے توڑنے میں اور اس کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانے میں فائدہ اور مصلحت ہے لیکن اس متوقع فائدہ کے مقابلہ میں نقصان اور خرابی کا خطرہ زیادہ تھا اور وہ یہ تھا کہ جو لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں وہ فتنہ میں مبتلاء ہو جائیں گے کیونکہ وہ لوگ کعبہ کی تعظیم کا اعتقاد رکھتے تھے اور اس میں تغیر و تبدل کرنا ان کے نزدیک بہت سنگین جرم تھا، اس لیے آپ نے ان کے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا پسند نہیں کیا اور بنائے ابراہیمی کے مطابق کعبہ تعمیر کرنے کے خیال کو ترک کر دیا نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کو عوام کے مصالح اور فوائد کا خیال کرنا چاہیے اور جس چیز سے ان کے دین اور دنیا میں ضرر کا خوف ہو اس کو ترک کر دینا چاہیے البتہ زکوٰۃ کے حصول، حدود جاری کرنے اور دیگر احکام شرعیہ نافذ کرنے میں کوئی رو رعایت نہیں کرنی چاہیے اور حکام کو کسی ایسے اقدام سے باز رہنا چاہیے جس سے عوام میں تنفر، توحش اور جذباتی اُبال پیدا ہو اور شعائر دینیہ کی تعظیم و تکریم کے منافی کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ نجدی حکام نے حرمین شریفین میں اہل بیت اور صحابہ کرام کے مآثر اور مقابر کی جس طرح بے حرمتی کی اور مزارگرائے اس کی وجہ سے آج تک امت مسلمہ نجدیوں پر ملامت کرتی ہے۔ ہم نے ان تمام مظالم کو تفصیل اور تحقیق کے ساتھ "تاریخ نجد و حجاز" میں بیان کیا ہے۔ پاکستان اور بھارت میں اس کتاب کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔

تعمیر کعبہ کی تفصیل وار تاریخ

علامہ قسطلانی کے حوالے سے شیخ سلیمان جمل لکھتے ہیں کعبہ کی دس بار تعمیر کی گئی ہے، پہلی بار کعبہ کو ملائکہ نے بنایا، روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان میں ایک بیت بنائیں اور ہر زمین میں ایک بیت بنائیں مجاہد نے کہا ہے کہ یہ چودہ بیت ہیں، اور یہ بھی روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کعبہ کی بنیاد رکھی تو زمین کو اس کی منتہاء تک پھاڑا اور اس کی بنیاد میں اونٹ جتنے بڑے بڑے پتھر ڈالے اور انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل نے بناء کی تھی۔ دوسری بار حضرت آدم نے کعبہ کی تعمیر کی۔ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ انسانوں کے لیے پہلا خدا کا گھر بنایا گیا ہے۔ تیسری بار حضرت آدم کے بیٹے شیث نے مٹی اور پتھروں سے کعبہ بنایا پھر حضرت نوح علیہ السلام تک یہ تعمیر قائم رہی اور پھر طوفان نوح میں یہ غرق ہو گیا۔ چوتھی بار اس کو حضرت ابراہیم نے بنایا جن کو حضرت جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعمیر کعبہ کا حکم پہنچایا تھا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اس سے افضل اور کوئی عمارت نہیں ہے کیونکہ بنانے کا حکم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے حکم لانے والے اور انجنیئر حضرت جبرائیل ہیں، تعمیر کرنے والے حضرت ابراہیم ہیں اور مددگار حضرت اسماعیل ہیں، پانچویں بار کعبہ کو عمالقہ نے بنایا، چھٹی بار جرہم نے اور ان میں سے بنانے والا حارث بن مضاض اصغر تھا۔ ساتویں بار اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے "جد" قصی نے بنایا، آٹھویں بار اس کو قریش نے بنایا۔ اس تعمیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، نویں بار اس کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چونسٹھ ہجری کے اوائل میں بنایا جب یزید بن معاویہ کی فوجوں نے حضرت ابن زبیر سے جنگ کے لیے مکہ پر حملہ کیا اور

منجنیق کے پتھر کعبہ پر لگے، حضرت ابن الزبیر نے استخارے اور صحابہ سے مشورے کے بعد کعبہ کو منہدم کر دیا اور از سر نو قواعد ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، قریش نے تعمیر کے وقت حطیم کا جو حصہ کعبہ سے خارج کر دیا تھا حضرت ابن الزبیر نے اس کو پھر داخل کر دیا، اس کے دو دروازے بنائے جو زمین سے ملے ہوئے تھے، حضرت ابن الزبیر نے نصف جمادی الاخری میں پہلی تعمیر کو منہدم کیا، اور رجب پینسٹھ ہجری میں اس کو دوبارہ تعمیر کیا تعمیر مکمل ہونے کے بعد ایک سو اونٹ ذبح کیے اور کعبہ پر غلاف چڑھائے، دسویں بار (عبدالملک بن مروان کے حکم سے) اس کو حجاج بن یوسف نے بنایا۔ حجاج نے حضرت ابن الزبیر کی بناء کو توڑ دیا اور دوبارہ قریش کی بناء پر تعمیر کی اور آج تک کعبہ اس بناء پر قائم ہے[1]۔ ۷۳ ہجری میں یہ تعمیر کی گئی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اب اس بناء کو متغیر نہیں کرنا چاہیے، ہارون رشید نے امام مالک بن انس سے پوچھا کہ اس بناء کو منہدم کر کے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی بناء پر بنا دیا جائے کیونکہ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ہیں، امام مالک نے فرمایا اے امیر المومنین میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ ایسا نہ کریں، پھر لوگ بیت اللہ کو کھلونا بنا لیں گے اور ہر شخص اس کو توڑ کر اپنی مرضی کی تعمیر کرے گا اور لوگوں کے دلوں سے بیت اللہ کی وقعت کم ہو جائے گی اور اس کی ہیبت نہیں رہے گی[2]۔

یزید کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کو جلانے کا پس منظر و پیش منظر

حدیث نمبر ۳۱۴۱ میں ہے عطاء کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں شامی فوجوں نے مکہ پر حملہ کیا جس سے بیت اللہ جل گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)، پھر حضرت ابن الزبیر نے اس کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کی تعمیر کی، علامہ دشتانی مالکی اس واقعہ کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بیاسی اور دیگر مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا، اور لوگوں سے اس کی بیعت لے لی تھی، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم نے اس وقت بیعت نہیں کی، حضرت معاویہ کی وفات کے بعد جب یزید کی بیعت لی گئی تو ان تینوں حضرات سے بیعت لینا بہت اہم تھا، یزید نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ حسین ابن عمر اور ابن الزبیر کو گرفتار کر لو اور ان سے فوراً بیعت لو اور اس حکم میں کوئی رخصت نہیں ہے۔ مدینہ کے حاکم نے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کو بلوایا، انھوں نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا، پھر حضرت ابن الزبیر اسی رات مکہ چلے گئے، گورنر نے ان کی تلاش کرائی لیکن ان کا پتا نہ چلا، کیونکہ حضرت ابن الزبیر نے سفر میں عام اور معروف راستہ نہیں اختیار کیا تھا اس نے حضرت حسین کو بلوایا لیکن حضرت حسین بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رات کو مکہ روانہ ہو گئے تھے حضرت حسین جب مکہ میں اطمینان سے رہنے لگے تو اہل کوفہ نے انھیں بیعت کے سلسلہ میں پیغامات بھجوانا شروع کر دیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر کوفہ کے لیے روانہ ہو گئے، ان لوگوں نے بے وفائی کی اور یزید کی طرف سے مقرر شدہ حاکم عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) عبیداللہ بن زیاد نے حضرت حسین کے سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کو

---

[1] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالہیہ ج ۱ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ المطبعۃ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

یزید کے پاس روانہ کر دیا، حضرت حسین کی شہادت کے بعد حضرت ابن الزبیر کے لیے حجاز خالی رہ گیا، انھوں نے مکہ میں قیام کیا اور اہل مکہ کو حضرت حسین کی شہادت کی سنگینی کا احساس دلایا اور اہل عراق کی مذمت کی اور کہا کہ یہ لوگ عہد شکن، بدکار اور شریر ہیں، اور ان سب سے برے اہل کوفہ ہیں، انھوں نے بیعت کے لیے حضرت حسین کو کوفہ بلایا اور ان سے عہد شکنی کی، پھر اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور مدینہ کے گورنر اور اس کے ساتھ جتنے بنو امیہ کے لوگ تھے ان سب کو مدینہ سے نکال دیا۔ بنو امیہ نے یزید کو اس معاملہ سے باخبر کیا، یزید نے عمرو بن سعید بن عاص کو بلا کر ان لوگوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اس نے معذرت کر لی اور کہا اے امیر المومنین میں نے آپ کے لیے شہر فتح کیے اور انتظامی معاملات درست کیے لیکن قریش کا خون بہانے سے مجھے معاف رکھیے، یزید نے پھر ضحاک بن قیس فہری کو بلایا اس نے پوچھا اے امیر المومنین کیا بات ہے؟ یزید نے اس کو واقعہ سے آگاہ کیا، وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور کہا اے امیر المومنین یہ لوگ (اہل مدینہ) آپ کی قوم اور آپ کے قبیلہ سے ہیں اور مدینہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر اور حضور کا حرم ہے، میرا خیال ہے کہ آپ انھیں معاف کر دیجیے۔ یزید نے کہا نکل جاؤ! پھر اس نے مسلم بن عقبہ مری کو بلوایا وہ بکھرے ہوئے بالوں والا کانا شخص تھا اور اس کے پیروں میں لنگڑاہٹ تھی اس نے آکر سلام کیا اور پوچھا: اے امیر المؤمنین! کس معاملہ میں مشورہ لینا ہے؟ یزید نے اس کو ماجرا بتایا اس نے کہا اس سے پہلے میں تمہیں اور تمہارے والد کو ان لوگوں کے بارے میں مشورے دیتا رہا اور تم نے میری بات نہیں مانی۔ یزید نے کہا اس وقت عتاب کو رہنے دو اور مشورہ پیش کرو! اس نے کہا ان لوگوں کی طرف ایک ایسا لشکر جرار روانہ کرو جس کی ان کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہ ہو، یزید نے کہا، اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہیں اس لشکر کا امیر بنایا جاتا۔ مسلم بن عقبہ مری نے کہا اگر آپ کشتی کرائیں تو میں ان سے کمزور ہوں اور اگر آپ رائے اور تدبیر کی بات کریں تو میں ان سے قوی ہوں۔ یزید نے کہا پھر چلنے کی تیاری کرو، پھر یزید نے ایک سو دینار اور اس کے علاوہ عطیات کے وعدوں پر بارہ ہزار نفوس کا لشکر تیار کیا جن میں کوئی شخص پچاس سال سے زیادہ عمر کا نہیں تھا مسلم بن عقبہ تیار ہو کر یزید سے ملنے آیا۔ یزید نے اس کو رخصت کیا اور کہا اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو، اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو حصین بن نمیر السکونی کو امیر بنا دینا، اور جب تم مدینہ پہنچو تو اہل مدینہ کو تین دن تک ڈراتا دھمکاتا اگر وہ اپنے موقف سے رجوع کر لیں تو پھر اس لشکر کو لے کر ابن الزبیر کی طرف روانہ ہونا اور اگر اہل مدینہ رجوع نہ کریں تو پھر ان سے جنگ کرنا اور جب تم ان پر فتح پا لو تو اہل مدینہ کا طعام، اسلحہ اور مال تین دن تک تم لوگوں پر مباح ہے (یعنی لوٹ مار کر سکتے ہو)۔ جب اہل شام کا یہ لشکر مدینہ پہنچا تو پہلے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کو یزید کی بیعت اور اسی کی اطاعت کی دعوت دی اور کہا اے اہل مدینہ میں تمہارے قتل کو اور تمہارے حرم کو پامال کرنا پسند نہیں کرتا، میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں اگر تم نے رجوع کر لیا تو میں قبول کر لوں گا اور اس ملحد (حضرت ابن الزبیر) کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤں گا اور اگر تم نے انکار کیا تو پھر ہم معذور ہیں۔ اہل مدینہ نے کہا اے اللہ کے دشمن! ہم کو تمہارے وعدوں پر اعتبار نہیں ہے اور اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے اور تم کو بیت اللہ کی حرمات پامال کرنے کا موقع نہیں دیں گے جب تین دن گزر گئے تو مسلم بن عقبہ نے پھر ندا کی اور کہا اب مدت گزر گئی ہے، اب تمہارا کیا ارادہ ہے، ہم سے جنگ کرو گے یا صلح کرو گے؟ اہل مدینہ نے کہا ہم جنگ کریں گے اس کے بعد حرّہ میں

جنگ برپا ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور یہی واقعہ حرّہ ہے جو بہت مشہور ہے، مسلم بن عقبہ نے اپنی فوجوں پر تین دن مدینہ کو مباح رکھا (لوٹ مار کی اجازت دی) پھر اس کے بعد اس نے اہل مدینہ سے یزید کی اس بات پر بیعت لی کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے ان کو بیچ دے، چاہے آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے، اہل مدینہ کی شکست کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ میں سے بنو حارثہ، مسلم بن عقبہ کے ساتھ مل گئے اور انھوں نے اپنی قوم کو اہل مدینہ کے خلاف جنگ میں جھونک دیا جس کے نتیجہ میں شکست ہو گئی، یزیدی فوجوں نے قریش اور انصار کے سات سو نفوس کو قتل کر دیا اور دس ہزار عورتوں، بچوں اور غلاموں کو لے گئے۔ مدینہ فتح کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف روانہ ہوا جب وہ قدید پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور یزید کی نصیحت کے مطابق پھر اہل شام کے لشکر کا امیر حصین بن نمیر السکونی کو مقرر کیا گیا، حصین نے مکہ پہنچ کر اہل مکہ کا محاصرہ کر لیا اور بیت اللہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور خانہ کعبہ کو جلا دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) محاصرہ کے چونسٹھ دن بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ یزید مر گیا، حصین اور شامی لشکر کو یزید کی موت کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ حضرت ابن الزبیر نے ان کے لشکر میں اعلان کرایا کہ تمہارا شیطان تو مر چکا ہے اب تم کس کے لیے جنگ کر رہے ہو؟ انھوں نے اس خبر کی تصدیق نہیں کی، پھر جب انھیں اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو وہ سب شام واپس چلے گئے، اور اہل شام نے یزید کے بعد اس کے بیٹے معاویہ بن یزید سے بیعت کر لی، یہ چونسٹھ ہجری کا واقعہ ہے، چالیس دن کے بعد معاویہ بن یزید فوت ہو گیا اور اس کے بعد اہل شام نے مروان بن الحکم کے ہاتھ پر بیعت کر لی، دس ماہ کی خلافت کے بعد مروان بھی فوت ہو گیا اور اس کے بیٹے عبدالملک بن مروان کی بیعت کر لی گئی، ادھر حجاز میں معاویہ بن یزید کی موت کے بعد حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی گئی تھی اور اردن کے سوا تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کو خلیفہ مان لیا تھا۔ حتی کہ حجاج نے مکہ کے طویل محاصرہ کے بعد حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) حافظ ابن عمرو نے لکھا ہے کہ حضرت ابن الزبیر مروان اور اس کے بیٹے عبدالملک کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے[1] حضرت ابن الزبیر سترہ جمادی الاولیٰ بہتر ہجری میں شہید کیے گئے۔ (البدایہ والنہایہ) آپ کی خلافت آٹھ سال رہی۔

بیعت یزید کے سلسلے میں حضرت حسین کا موقف

علامہ دشتانی کی بیان کردہ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام کی اکثریت نے یزید کی بیعت کر لی تھی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے بیعت نہیں کی تھی، یہ تمام حضرات نفوس قدسیہ تھے اور ان میں سے کسی فریق میں بھی ہوائے نفس کا شائبہ نہ تھا، دونوں فریقوں نے اس مسئلہ میں نیک نیتی سے اجتہاد کیا۔ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث تھیں۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استحمل رجلا من

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲۶ - ۴۲۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

عصابة وفی تلك العصابة من هو ارضی لله منه فقد خان الله ورسوله وجماعة المسلمین وقال هٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجا۔ [1]

کو کسی جماعت کا امیر بنایا حالانکہ اس جماعت میں اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بندہ تھا تو بنانے والے نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور جماعت مسلمین سے خیانت کی۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من استعمل عاملا من المسلمین وهو یعلم ان فیهم اولیٰ بذلك منه واعلم بکتاب الله وسنة نبیه فقد خان الله ورسوله وجمیع المسلمین۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی شخص کو مسلمانوں کا عامل بنایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس سے بہتر شخص موجود ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کا زیادہ جاننے والا ہے، اس بنانے والے نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور تمام مسلمانوں سے خیانت کی۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما اچھی طرح جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور قرآن مجید اور احادیث رسول کی تفصیلات اور احکام شرعیہ کی تشریحات سے نابلد ہے اور انہیں معلوم تھا کہ امت مسلمہ میں علم و عمل میں اس سے بدرجہا بہتر افراد موجود ہیں اس لیے وہ یزید کی بیعت کو ان احادیث کے بھی خلاف سمجھتے تھے اور قرآن مجید کی اس آیت کے بھی خلاف گردانتے تھے: ان الله یأمرکم ان تؤدوا الأمٰنٰت الیٰ اهلها [3] "اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے سپرد کرو جو ان امانتوں کا اہل ہو" اور ملک اور قوم کے معاملات اصحاب رائے کے پاس مسلمانوں کی امانت ہیں اور اگر اصحاب رائے کسی ایسے شخص کو مسلمانوں کا امیر مان لیں جو خوف خدا سے خالی ہو اور علم و عمل سے تہی دامن ہو تو دوسرے لفظوں میں انہوں نے ملک و قوم کی امانت ایک نااہل شخص کے سپرد کر دی، اور یہی وہ خیانت ہے جس کے ڈر سے حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت نہیں کی اور بعد میں جب یزید نے قاتلین مسرکہ کربلا کو کوئی سزا نہیں دی، مدینہ منورہ میں تین دن تک قتل و غارت گری کرنے کا حکم دیا، مکہ مکرمہ پر حملہ کرایا اور خانہ کعبہ کو جلوایا تو ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کی امارت کے لیے یزید واقعی نااہل تھا، اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی فکر صائب نے اس کی بیعت نہ کرنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ صحیح فیصلہ تھا۔

یزید کے فسق و فجور، اس کی جہالت اور بداعمالیوں کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کی اطاعت نہیں کی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس موقف پر ہم کچھ اور احادیث پیش کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کی اطاعت نہ کرنا ان احادیث کی بناء پر تھا معاذ اللہ کسی ہوائے نفسانی کی وجہ سے نہیں تھا:

عن انس بن مالك ان معاذ بن جبل قال — حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک ج ۴ ص ۹۲-۹۳، دار الباز للنشر والتوزیع مکہ المکرمہ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

یارسول اللہ ارایت ان کان علینا اُمراء لا یستنون بسنتک ولا یأخذون یامرک فیما تامرنا فی امرھم فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ

رواہ احمد وابو یعلی وفیہ عمرو بن زینب ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ [1]

کہ حضرت معاذ بن جبل نے کہا یارسول اللہ! اگر ہم پر ایسے امیر مسلط ہوں جو آپ کی سنت پر عمل نہ کریں اور آپ کے احکام پر نہ چلیں تو آپ ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں! حافظ الہیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن زینب ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مسند احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے [2]

عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء من بعدی یامرونکم بما تعرفون ویعملون ما تنکرون فلیس اولئک بائمۃ رواہ الطبرانی وفیہ الاعشی بن عبد الرحمان ولم اعرفہ، وبقیۃ رجالہ ثقات۔ [3]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عنقریب ایسے امراء ہونگے جو تم کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور خود برے کام کریں گے وہ لوگ تمہارے امام نہیں ہیں۔ حافظ الہیثمی کہتے ہیں اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اعشی بن عبد الرحمان ہے جس کو میں نہیں جانتا اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [4]

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون امراء بعدی یعرفون وینکرون فمن نابذھم نجا ومن اعتزلھم سلم ومن خالطھم ھلک رواہ الطبرانی وفیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہونگے جو نیک کام بھی کریں گے اور برے بھی جو ان سے علیحدہ رہے گا وہ نجات پائے گا جو ان سے میل جول رکھے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ۔

[2] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۰۲ھ

[4] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی المتوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

هیاج بن بسطام وهو ضعیف۔ [1]

گا وہ ہلاک ہو جائے گا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ھیاج بن بسطام ایک ضعیف راوی ہے۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے [2]

عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الا ان الكتاب والسلطان سيفترقان فلا تفارقوا الكتاب، الا انه سيكون عليكم امراء يقضون لانفسهم مالا يقضون لكم فاذا عصيتموهم قتلوكم وَ ان اطعتموهم اضلوكم قالوا يا رسول الله كيف نصنع قال كما صنع اصحاب عيسى بن مريم نشروا بالمناشير و حملوا على الخشب موت فى طاعة الله خير من حياة فى معصية الله رواه الطبرانى وبزيد بن مرثد لم يسمع من معاذ والوضين بن عطاء وثقه ابن حبان وغيره، وبقية رجاله ثقات۔ [3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! عنقریب حاکم اور کتاب اللہ الگ الگ ہو جائیں گے، تم کتاب اللہ سے علیحدہ نہ ہونا، سنو! عنقریب تم پر ایسے حاکم مسلط ہوں گے کہ وہ اپنے لیے جو فیصلے کریں گے وہ تمہارے لیے نہیں کریں گے، تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو وہ تم کو گمراہ کر دیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس وقت کیا کریں؟ فرمایا تم وہ کرنا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے صحابہ نے کیا تھا۔ انھیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی پر چڑھا دیا گیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مر جانا، اللہ تعالیٰ کی معصیت میں زندگی بسر کرنے سے بہتر ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، یزید بن مرثد کا معاذ سے سماع ثابت نہیں ہے اور وضین بن عطاء کی امام ابن حبان وغیرہ نے توثیق کی ہے اور اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کے پیش نظر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اہل کوفہ نے جب آپ کو بیعت کے لیے دعوت دی، اور آپ نے مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا اور ان کی یقین دہانی کے بعد آپ نے اہل کوفہ کی دعوت قبول کر لی اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے نزدیک یزید کی حکومت صحیح نہیں تھی اور جب آپ کو خلافت علی منہاج النبوۃ قائم کرنے کا ایک موقع ملا تو آپ کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ آپ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور جو لوگ آپ سے ایک صالح حکومت قائم کرنے کی درخواست کر رہے تھے ان کی اس درخواست کو منظور فرماتے، اس وجہ سے آپ کوفہ روانہ ہو گئے۔

عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں ابن زیاد سے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

[2] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین الہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ،

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۸-۲۲۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

تاکہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں، یا مجھے واپس جانے دو، یا مجھے سرحد اسلام پر جہاد کرنے دو۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ عقبہ بن سمعان نے کہا کہ مکہ سے لے کر شہادت تک میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا ہوں، قسم بخدا حضرت حسین نے اس عرصہ میں جو کچھ بھی کہا وہ میں نے سنا ہے، انھوں نے یہ بالکل نہیں کہا کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ تاکہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں اور نہ یہ کہا ہے کہ مجھے اسلام کی کسی سرحد پر جانے دو۔ البتہ انھوں نے یزیدی لشکر سے دو مطالبے کیے تھے ایک یہ کہ انھیں واپس جانے دیں اور دوسرا یہ کہ انھیں زمین میں پھر کر دیکھنے دیں کہ لوگوں کا معاملہ (حکومت) کس طرف لوٹتا ہے۔

علامہ ابن اثیر جذری نے بھی عقبہ بن سمعان کی یہ روایت بیان کی ہے۔[۲]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا یزید کی بیعت نہ کرنا اور اہل کوفہ کی دعوت پر بیعت لینے کے لیے جانا، کسی نفسانیت یا طلب اقتدار کی خاطر نہیں تھا بلکہ محض اس وجہ سے تھا کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھتے تھے کہ یزید کی بیعت کرنا درحقیقت اس کے غیر شرعی کاموں کی تائید اور اس کی معاونت کرنا ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی خطبہ نقل کیا ہے جو انھوں نے حُر بن یزید تمیمی اور اس کے لشکر کے سامنے دیا تھا۔ اس خطبہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے وہ حقائق بیان کیے ہیں جن کی بنا پر آپ نے یہ قدم اٹھایا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حمد اور صلوٰۃ کے بعد فرمایا:

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: جس شخص نے دیکھا کہ ظالم حکمران، اللہ کے حرام کو حلال کر رہا ہے، اور اللہ کے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کر رہا ہے اور اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم اور زیادتی کر رہا ہے، پھر وہ شخص اپنے قول اور فعل سے اس حکمران کو بدلنے کی کوشش نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس شخص کو اس کے ٹھکانے میں داخل کر دے۔ سنو! ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کا التزام کر لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ان لوگوں نے فساد برپا کیا ہے اور حدود کو معطل کر دیا ہے اور محاصل (مفے) کو اپنی ملکیت بنا لیا ہے اور اللہ کے حلال کو حرام اور اللہ کے حرام کو حلال کر لیا ہے اور میں دوسروں کی بہ نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کا زیادہ مستحق ہوں۔ جبکہ میرے پاس بیعت کے لیے تمہارے بکثرت خطوط اور نمائندے آچکے ہیں کہ تم مجھے تکلیف دو گے نہ شرمندہ ہونے دو گے اگر تم اپنے اس اقرار اور بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے، میں حسین بن علی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے اہل تمہارے اہل کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لیے میری ذات میں نمونہ ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اپنے اقرار سے پھر گئے اور میری بیعت کو توڑ دیا تو یہ تمہاری کوئی نئی بے وفائی نہیں ہے، ایسی بے وفائی تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو، تمہارا حصہ اور نصیب خطاء ہے اور جو شخص عہد شکنی کرتا ہے، وہ دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مجھے تم سے بے پرواہ کر دے گا، ــــ والسلام![۳]

---

[۱] ۔ حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۴ھ،

[۲] ۔ علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۴ - ۲۸۳، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[۳] ۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۶ ص ۲۲۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

علامہ ابن اثیر نے بھی اس خطبہ کا تفصیلاً ذکر کیا ہے [1]۔

بیعت یزید کے سلسلہ میں جمہور صحابہ کا موقف

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے علاوہ باقی تمام صحابہ نے یزید کی بیعت کر لی تھی، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں یزید کی بیعت لے لی تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور گذشتہ جنگوں اور خون خرابے سے اچھی طرح یہ جان چکے تھے کہ اگر خلافت اور امارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا انتخاب خلیفہ کے لیے کوئی مجلس شوریٰ مقرر کر دی تو یہ لوگ کبھی بھی ایک شخص پر متفق نہیں ہوں گے، بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے اختلاف اور خونریزی ہو گی، اور اگر خلافت بنو ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو بنو امیہ جو اس وقت بہت بڑی طاقت بن چکے ہیں، اس کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے، ان حالات کی بناء پر انھوں نے یزید کو جانشینی کے لیے منتخب کر لیا۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس وقت یزید میں صرف گانا سننے کا عیب تھا، اور گانا سننے میں صحابہ کا بھی اختلاف تھا اور حضرت معاویہ ایسے عظیم الشان صحابی اس سے بری ہیں کہ وہ یزید کی بدعنوانیوں کو دیکھتے ہوئے اس کو ولی عہد مقرر کر دیتے۔ [2]

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام کی اس کے بارے میں مختلف آراء ہو گئیں، بعض نے اس سے بیعت توڑ کر جنگ کا ارادہ کیا، جیسا کہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم اور ان کے متبعین کی رائے تھی، اور بعض یہ سوچ کر جنگ کے ارادے سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ اور فساد ہو گا۔ اور بکثرت خونریزی ہو گی۔ علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ آسان بھی نہ تھا کیونکہ اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمایت میں بنو امیہ ننگی تلواریں لیے کھڑے تھے۔ علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل و عقد بھی اس کی حمایت پر تیار تھے، مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقتور تھا یزید کے ساتھ تھا۔ اس لیے یہ لوگ بیعت توڑنے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے رکے رہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی ہدایت کی یا پھر اس سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے۔ مسلمانوں کی اکثریت کی یہی رائے تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں۔ دونوں میں سے کسی کی رائے کو برا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لیے کوشاں تھے اور ان مقاصد کے لیے ان کی مساعی لوگوں میں مشہور اور معروف تھیں [3]۔

نیز علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں تھے اور جو صحابہ شام اور عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے تمام متبعین سب اس بات پر متفق تھے کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جنگ سے فتنہ اور خون ریزی ہو گی، انھوں نے اس مسئلہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی موافقت کی نہ ان کی رائے کی مذمت کی کیونکہ حضرت حسین نہ صرف یہ کہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدین کے امام اور نمونہ تھے، اور یہ خیال کر کے کہیں گمراہ نہ

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ علامہ عبد الرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔

[3] ۔ " " " ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲،

ہو جانا کہ چونکہ صحابہ نے حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا اس لیے وہ بھی گنہگار ہیں کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انھیں صحابہ کو بطور شہادت پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری فضیلت اور استحقاق خلافت کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم وغیرہ سے پوچھو اور آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے ان حضرات پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی، نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ان کا اجتہاد انھیں میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کر رہا تھا، جیسے حنفی مذہب میں نبیذ پینا جائز ہے اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اب اگر کوئی حنفی شخص نبیذ پی لے تو اس پر کوئی شافعی یا مالکی قاضی حد نہیں جاری کر سکتا۔[1]

یزید ہر چند کہ خلافت کا اہل نہ تھا، فاسق و فاجر اور معصیت پر دلیر تھا، تاہم اس سے کوئی کفر سرزد نہیں ہوا تھا جس کی بناء پر اس کی بیعت کو توڑنا واجب ہوتا اور اس سے جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر لازم ہوتا۔ یاد رہے جن علماء نے یزید کی تکفیر کی ہے وہ واقعہ حرّہ کی بناء پر کی ہے جو ۶۳ھ ہجری میں ہوا جس میں بیشتر صحابہ قتل کر دیے گئے اور جو باقی بچے وہ خوف سے روپوش ہو گئے اور اس کے ڈھائی ماہ بعد یزید مر گیا (اور بعض نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی بنا پر تکفیر کی ہے) اس لیے جمہور صحابہ یزید کی بیعت پر قائم رہے اور انھوں نے یزید کے خلاف خروج میں عملی حصہ نہیں لیا۔ اب ہم قارئین کے سامنے وہ احادیث پیش کر رہے ہیں جو جمہور صحابہ کرام کے پیش نظر تھیں۔

عن عبادة بن الصامت قال دعانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعنا فكان فيما اخذ علينا ان بايعنا على السمع والطاعة في منشطنا ومكرهنا وعسرنا ويسرنا واثرة علينا وان لا ننازع الامر اهله قال الا ان تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم سے بیعت لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے جو عہد لیے ان میں سے یہ بھی تھا کہ ہم احکام سنیں اور اطاعت کریں، خواہ خوشی ہو یا ناخوشی، سختی ہو یا آسانی اور خواہ ہماری حق تلفی ہو۔ ہم بیعت پر قائم رہیں اور حاکم وقت کے خلاف خروج نہ کریں فرمایا الا یہ کہ تم حاکم میں کھلم کھلا کفر دیکھو، جس کفر پر تمہارے نزدیک خدا کی طرف سے کوئی قوی دلیل ہو۔

عن ام سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ستكون امراء فتعرفون وتنكرون فمن عرف برئ ومن انكر سلم ولكن

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسے امراء ہونگے جن سے تم اچھے کام بھی دیکھو گے اور بُرے بھی۔ جس نے برائی کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا اور جس نے

---

[1] ۔ علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۲، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت۔
[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

من رضی و تابع قالوا افلا نقاتلهم قال لا ما صلوا۔ [1]

برُے کاموں کو بُرا جانا وہ بھی بری ہو گیا البتہ اس سے مواخذہ ہو گا جس نے برائی کا ساتھ دیا اور اس سے خوش ہوا، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم ان کے ساتھ جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔!

عن عرفجة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انه ستكون هنات وهنات فمن اراد ان يفرق امر هذه الامة وهي جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان۔ [2]

حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنہ اور فساد ہو گا پس جو شخص اس امت میں تفرقہ ڈالے دراں حالیکہ وہ متحد ہو اس کو تلوار سے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيمة لا حجة له ومن مات ليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیعت توڑی وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہو گی، اور جو شخص بغیر بیعت کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مذکور الصدر احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک سلطان یا حاکم سے العیاذ باللہ کھلم کھلا کفر صادر ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتا رہے یا نظام صلوٰۃ پر قائم رہے اس وقت تک اس کے خلاف جنگ جائز نہیں ہے، اور یزید ہر چند کہ فاسق و فاجر تھا اور دینی اور ملی خدمات سے تہی دامن تھا نہ ملک اور قوم کے لیے اس کی کوئی علمی اور عملی خدمات تھیں، غرضیکہ اس منصب کے لیے وہ ہر اعتبار سے نااہل اور ناموزوں تھا لیکن اس وقت تک اس کا کوئی ایسا فعل سامنے نہیں آیا تھا جس کی وجہ سے اس کی تکفیر کی جاتی، تریسٹھ ہجری میں جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی تھی تو بیعت توڑنے والوں نے جو وجوہات بیان کی تھیں وہ یہ تھیں کہ وہ نمازوں کا تارک ہے اور شراب پیتا ہے جس کا ذکر نہایت تفصیل سے علامہ ابن اثیر جذری نے کامل فی التاریخ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کیا ہے، غرضیکہ واقعہ حرہ سے پہلے تاریخ میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر تو ہے لیکن یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ کسی صحابی یا اہل علم تابعی نے اس کو کافر قرار دیا ہو، اور واقعہ حرہ کے ڈھائی ماہ بعد وہ خبیث مر گیا تھا اور کبار صحابہ اور اہل علم تابعین میں سے اکثر واقعہ حرہ میں شہید کر دیے گئے تھے اور بعض غاروں میں روپوش ہو گئے تھے۔

بہر حال ان احادیث اور ان تاریخی حقائق کے پیش نظر صحابہ کرام نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

صحابہ کرام کا یہ نظریہ ایک ملی مسئلہ میں غور و فکر، اجتہاد اور حسن نیت کی بناء پر تھا، العیاذ باللہ کسی جاہ طلبی، دنیاوی

---

[1] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸ " "

[3] ۔ " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸ " "

منفعت یا عارضی سہولت کے حصول کی بناء پر نہیں تھا۔ اسی طرح حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر نے جو یزید کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا وہ بھی کسی نفسانیت پر مبنی نہیں تھا نہ حصول اقتدار کی خواہش پر مبنی تھا اور جس بے سروسامانی کی حالت میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کوفہ روانہ ہوئے تھے اسے دیکھ کر کوئی ذی عقل شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اقتدار پر قابض ہونے کے لیے جا رہے تھے نہیں بلکہ وہ صرف ایک حجت شرعی کو پورا کرنے جا رہے تھے، یہ دونوں فریق مخلص اور بے لوث تھے، دونوں کے پیش نظر للّٰہیت، خدا خوفی اور امت کا وسیع مفاد تھا۔ دونوں کے سامنے احادیث تھیں اور ان میں سے ہر فریق اپنے اجتہاد کے مطابق دین کا منشاء پورا کر رہا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کا عمل رخصت پر مبنی تھا اور دوسرے کا عزیمت پر، ورنہ اخلاص، نیک نیتی اور موقف کی سچائی کے لحاظ سے دونوں فریقوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

واقعہ حرّہ کی تفصیلات حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ترسٹھ ہجری میں حرہ کی جنگ کا واقعہ ہوا اور اس کا سبب یہ تھا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی تھی اور قریش پر عبداللہ بن مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ بن عامر کو امیر مقرر کر دیا تھا۔ سال کے شروع میں یہ لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے، اور ان لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دی کوئی شخص کہتا کہ جس طرح میں اپنی پگڑی اتار رہا ہوں، اس طرح میں یزید کی بیعت اتار رہا ہوں اور یہ کہہ کر اپنی پگڑی پھینک دیتا اور کوئی کہتا کہ جس طرح میں اپنی جوتی اتار رہا ہوں اس طرح یزید کی بیعت اتار رہا ہوں، حتیٰ کہ وہاں پر پگڑیوں اور جوتیوں کا ڈھیر جمع ہو گیا، پھر انھوں نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو نکالنے پر اتفاق کیا جو یزید کا عم زاد اور مدینہ کا گورنر تھا اسی طرح باقی بنو امیہ کو بھی مدینہ سے نکالنے پر یہ لوگ متفق ہو گئے۔ بنو امیہ مروان بن الحکم کے گھر جمع ہو گئے اور اہل مدینہ نے ان کا محاصرہ کر لیا اس معاملہ میں علی بن الحسین (زین العابدین) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے علیحدہ رہے، ان لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی نہ حضرت ابن عمر کے گھر میں سے کسی شخص نے بیعت توڑی، حضرت ابن عمر نے اپنے گھر والوں سے فرمایا تھا تم میں سے کوئی شخص یزید کی بیعت نہ توڑے جس شخص نے بھی یزید کی بیعت توڑی میرا اس سے تعلق منقطع ہو جائے گا، اور انھوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ لوگوں نے ابن مطیع اور ابن حنظلہ سے تادم مرگ بیعت کی ہے اور کہا ہم یہ بیعت صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے۔ اسی طرح بنو عبدالمطلب میں سے کسی شخص نے یزید کی بیعت نہیں توڑی، محمد بن حنفیہ سے اس سلسلہ میں کہا گیا تو انھوں نے بیعت توڑنے سے شدید انکار کیا، بیعت توڑنے والوں نے یزید پر شراب نوشی اور نماز نہ پڑھنے کی جو تہمت لگائی تھی انھوں نے اس سے یزید کی برأت بیان کی اور بہت بحث کی، بنو امیہ نے اپنے محاصرہ، توہین اور بھوک اور پیاس کا حال یزید کو لکھ کر بھیجا، یزید کو نقرس کی بیماری تھی جس وقت یہ خط پہنچا وہ اسی وقت تخت پر بیٹھا اپنے پیر دھلوا رہا تھا۔ یہ خط پڑھ کر وہ سخت طیش میں آیا اس نے عمرو بن سعید بن عاص سے مشورہ کیا اور ان سے کہا کہ ایک لشکر لے کر جائیں اور اہل مدینہ پر حملہ کریں۔ لیکن انھوں نے انکار کیا اور کہا آپ کی حکومت مضبوط ہے اور خواہ مخواہ قریش کا خون بہانے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ میں یہ کام نہیں کر سکتا، یزید نے پھر قاصد کو بھیج کر مسلم بن عقبہ کو بلوایا وہ بوڑھا اور کمزور شخص تھا لیکن اس نے اس کام کی حامی بھر لی، یزید نے اس کو دس ہزار سواروں اور پندرہ ہزار پیادہ سپاہیوں کا امیر بنایا، اور ہر سپاہی کو سو دینار دیئے نعمان بن بشیر نے اہل مدینہ کی سفارش کی لیکن یزید نے کہا میں ان سے بار بار درگذر کر چکا ہوں اور اب میں ان سے ضرور

جنگ کروں گا۔ نعمان نے کہا میں تمہیں تمہاری قوم (قریش) اور انصار رسول اللہ کی امان کے لیے اللہ کی قسم دیتا ہوں، عبداللہ بن جعفر نے یزید سے کہا یہ تبلائیے اگر وہ آپ کی اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو آپ قبول کر لیں گے؟ یزید نے کہا اگر وہ ایسا کر لیں تو پھر ان سے کوئی جنگ نہیں ہے، پھر یزید نے مسلم بن عقبہ سے کہا تین دن تک ان کو مہلت دینا اگر وہ اطاعت کی طرف رجوع کر لیں تو قبول کر لینا، اور اگر وہ اطاعت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ان پر حملہ کرنا اور جب ان پر غالب آجاؤ تو تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دینا (یعنی لوٹ مار کی اجازت دینا) اس کے بعد لوگوں پر ظلم نہ کرنا۔ اور علی بن حسین (زین العابدین) کا خیال رکھنا اس کے ساتھ خیر خواہی کرنا، ان کو مجلس میں اپنے ساتھ بٹھانا کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں تھے اور یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ مدینہ سے فارغ ہو کر (حضرت) ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کے لیے مکہ روانہ ہو جانا۔[1]

اہل مدینہ پر غالب آنے کے بعد مسلم بن عقبہ (متقدمین اس کو مسرف بن عقبہ کہتے تھے) نے یزید کے حکم کے مطابق تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر شہر کو مباح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس جاہل بوڑھے کو خراب کرے اور اس کو جزاء خیر نہ دے اس نے مدینہ کے اشراف اور قرّاء کو قتل کر دیا اور بے شمار اموال لوٹ لیا۔ بہت سے مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس وقت بہت زیادہ شر اور فساد برپا ہوا۔

مدائنی نے کہا کہ مسلم بن عقبہ نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ کو مباح کر دیا انھیں جو شخص بھی ملتا اس کو قتل کر دیتے اور اس کا مال لوٹ لیتے، سعدی بنت عوف مریہ نے مسلم بن عقبہ سے کہا میں تمہاری چچا زاد ہوں اپنی فوجوں سے کہو کہ میرے اونٹوں کو نہ لوٹیں۔ مسلم بن عقبہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سب سے پہلے اس کے اونٹوں کو لوٹو۔ ایک عورت نے کہا میں تمہاری باندی ہوں اور میرا بیٹا تمہارا قیدی ہے، مسلم بن عقبہ نے فوراً اس کی گردن اڑا دی۔ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کی عورتوں کی عصمت دری کی، حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ ان دنوں میں ایک ہزار عورتیں بغیر زوج کے حاملہ ہو گئیں، ہشام بن حسان نے کہا ہے کہ واقعہ حرہ کے بعد مدینہ کی ایک ہزار عورتوں کے ہاں بغیر خاوند کے بچے پیدا ہوئے، اکابر صحابہ میں سے ایک جماعت اس وقت روپوش ہو گئی تھی، ان میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ حضرت ابو سعید خدری ایک غار میں تھے، ایک شامی سپاہی ان سے ملا اور انھیں قتل کرنے کے لیے تلوار نکالی انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: انی ارید ان تبوء باثمی و اثمك فتكون من اصحب النار و ذلك جزاء الظالمين۔ "میرا ارادہ ہے کہ تو میرے اور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائے اور جہنمی ہو جائے اور ظالموں کی یہی سزا ہے"۔ اس نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ابو سعید خدری! کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی؟ کہا ہاں، پھر اس نے ان کو چھوڑ دیا۔[2]

مدائنی نے کہا مسلم بن عقبہ کے پاس سعید بن مسیب کو لایا گیا، مسلم نے ان سے کہا کہ بیعت کرو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم بن عقبہ نے ان کی گردن مارنے کا حکم دیا کسی نے

---

[1] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹-۲۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،

[2] ۔ 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱-۲۲۰ 〃

کہا کہ یہ مجنون (دیوانے) ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ مدائنی کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ یوم حرہ میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کہا مہاجرین اور انصار میں سے سات سو ایسے نفوس شہید ہو گئے، جنھیں میں جانتا تھا اور دس ہزار ایسے نفوس شہید ہو گئے جنھیں میں نہیں جانتا تھا۔ مدائنی نے کہا کہ واقعہ حرہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقع ہوا اور تین دن تک یہ لوگ مدینہ میں لوٹ مار کرتے رہے۔[1]

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ آخر مسلم بن عقبہ مدینہ میں داخل ہوا، اور لوگوں سے کہا کہ اس بات پر بیعت کرو کہ تم سب یزید کے غلام ہو وہ تمہاری جان و مال اور اہل و عیال کا مالک ہے جس طرح چاہے ان سے پیش آئے۔[2]

علامہ یافعی لکھتے ہیں کہ ۲۷ ذی الحجہ ۶۳ ہجری میں واقعہ حرہ ہوا جس میں مہاجرین اور انصار کی اولاد میں سے تین سو سے زیادہ نفوس شہید کر دیے گئے اور صحابہ میں سے حضرت معقل بن سنان، حضرت عبداللہ بن حنظلہ اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم شہید کر دیے گئے۔[3]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا کہ مدینہ کے قتل عام میں ایک ہزار سات سو مہاجرین اور انصار صحابہ اور خیار تابعین شہید کیے گئے اور عام لوگوں میں سے بچوں اور عورتوں کے سوا دس ہزار مسلمان شہید کیے گئے، سات سو قرآن مجید کے قاری شہید کیے گئے اور ستانوے قریش شہید کر دیے گئے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ ابن حزم نے بیان کیا ہے کہ ان دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے جو قبر انور اور منبر شریف کے درمیان پیشاب اور لید کرتے رہے۔ مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اس پر بیعت کریں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ چاہے تو ان کو بیچے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے۔ یزید بن عبداللہ بن زمعہ نے کہا کہ میں قرآن اور سنت کے حکم پر بیعت کرتا ہوں تو اس نے ان کو بندھوا کر ان کی گردن مار دی۔[4]

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ ابن جوزی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں جب بھی نماز کا وقت آتا تھا قبر انور سے اذان کی آواز آتی تھی اور پھر اقامت کی جاتی میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا اور میرے سوا اس وقت مسجد نبوی میں اور کوئی نہیں تھا۔[5]

یہ واقعہ علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حرہ کی راتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں میرے سوا اور کوئی نہیں تھا اور جب بھی نماز کا وقت آتا میں قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا۔[6]

نیز سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ایام حرہ میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان نہیں دی گئی،

---

[1] ۔ حافظ ابوالفداء ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،
[2] ۔ علامہ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷، ص ۱۳، مطبوعہ دار القلم بیروت۔
[3] ۔ علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۰ھ
[4] ۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۱ھ
[5] ۔ 〃 〃 〃 ج ۱ ص ۱۲۴ 〃 〃
[6] ۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

نہ جماعت ہوئی، سعید بن مسیب جب بھی مسجد نبوی میں جاتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سنتے جس سے انھیں نماز کا وقت معلوم ہوتا۔

یہ حدیث مشکوٰۃ میں بھی ہے [1]

مسلم بن عقبہ صحابی نہیں تھا۔

محمود احمد عباسی نے لکھا ہے کہ مسلم بن عقبہ ایک معمر صحابی تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، حافظ ابن حجر نے مسلم بن عقبہ کا ذکر اصابہ کی قسم ثالث میں کیا ہے اور قسم ثالث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھے، ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ممکن تھا لیکن ان کا سماع ثابت نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ ابن اثیر جذری وغیرہ نے مسلم بن عقبہ کا ذکر صحابہ کی فہرس میں نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ بن رباح بن اسعد مری، یزید بن معاویہ کی طرف سے اس کے لشکر کا امیر تھا جس نے مدینہ پر ایام حرہ میں حملہ کیا، ابن عساکر نے ذکر کیا ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا اور یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ تھا، محمد بن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ذکر کیا ہے کہ جب یزید بن معاویہ کو یہ خبر پہنچی کہ اہل مدینہ نے مدینہ کے گورنر کو نکال دیا ہے اور یزید کی بیعت توڑ دی ہے تو اس نے اہل مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر مسلم بن عقبہ کو بنایا جس کی عمر اس وقت نوّے سال سے زیادہ تھی اس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عہد نبوی میں ادھیڑ عمر کا ہوگا، مسلم نے اہل مدینہ کے ساتھ بہت بدتمیزی کے ساتھ بات کی اور تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر مدینہ مباح کیا اور بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا، اس وجہ سے اس کا نام مسرف رکھا گیا۔ [2]

مسلم بن عقبہ کی عبرت ناک موت

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ میں ایک شخص سے کہا کہ اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ کی اطاعت اور معصیت میں یزید کے غلام ہو، اس نے انکار کیا اور کہا میں صرف اللہ کی اطاعت پر بیعت کرتا ہوں، مسلم بن عقبہ نے اس کو قتل کرا دیا اس کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے اسے قدرت دی تو وہ مسلم بن عقبہ کو جلا دے گی خواہ زندہ ہو یا مُردہ۔ مدینہ سے واپس ہونے کے بعد مسلم کی بیماری بڑھ گئی اور وہ مر گیا، اس قرشی نوجوان کی ماں مسلم کی قبر پر گئی اس کی قبر کھدوائی اور کہا سر کی جانب سے اس کی لاش نکالو، سر کی جانب سے لوگوں نے دیکھا کہ ایک اژدھا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کی ہڈی کو چوس رہا ہے لوگ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے، اور کہا اے مالکہ اس کو چھوڑ دیں اس نے اپنی برائی کا مزہ چکھ لیا، اس عورت نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے اپنا وعدہ ضرور پورا کروں گی، پھر کہا پیروں کی جانب سے اس کی لاش نکالو، انھوں نے پیروں کی جانب سے قبر کھودی تو دیکھا کہ اس اژدھے کی دم نے اس کے پیروں کو جکڑا ہوا ہے، وہ عورت ایک طرف ہٹی اور اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے میں آج تک مسلم بن عقبہ پر غضب ناک ہوں مجھے اس پر قدرت دے! پھر اس نے اژدھے کی دم پر لکڑی ماری، اژدھا ہٹ گیا اس کو قبر سے نکالا گیا اور جلا دیا گیا [3]

---

[1] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۴۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۹۵-۴۹۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ،

[3] علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۱ھ۔

واقعہ حرہ کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

واقعہ حرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:
یزید نے مسلم بن عقبہ کے لیے جو تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا جب اس کے نتیجہ میں بہت سے صحابہ اور ان کی اولاد شہید کی گئی تو یہ گناہ اور بھی بڑھ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرا چکا تھا۔ اور ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں جو عظیم فساد ہوا اس کی حد اور حساب سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا اس نے مسلم بن عقبہ کی کمان میں لشکر بھیج کر اپنی مملکت کے دوام اور استحکام کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا الٹ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء اس کی خواہش کے درمیان واقع ہوئی اور جابروں کے جبر اور متکبرین کے تکبر توڑنے والے عزیز، مقتدر نے اس کو اپنی گرفت میں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کی گرفت ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اچانک اپنی گرفت میں لے لیتا ہے [1]

احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر سخت عذاب کی وعید سنائی ہے اور ایذاء پہنچانے والے پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کی ہے۔

عن سعد قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء۔ [2]

حضرت سعد کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح گھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء۔ [3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ ان امیرا من امراء الفتنۃ قدم المدینۃ وکان قد ذھب بصر جابر فقیل لجابر لو تنحیت عنہ فخرج یمشی بین ابنیہ فنکب فقال تعس من اخاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انباہ او احدھما یا ابت وکیف اخاف رسول

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ فتنہ کے امراء میں سے ایک امیر مدینہ آیا، اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی جا چکی تھی، حضرت جابر سے کہا گیا آپ اس سے ایک طرف ہو جائیں حضرت جابر اپنے دو بیٹوں کے درمیان جا رہے تھے راستہ میں ان کو ٹھوکر لگی تو کہنے لگے اس شخص کے لیے بربادی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈراتا ہے

---

[1] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،
[2] ۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ،
[3] ۔ امام ابو الحسین قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۵ " " " ۱۳۷۵ھ،

الله صلی الله علیه وسلم و قد مات قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من اخاف اهل المدینة فقد اخاف ما بین جنبی[1] رواه احمد و رجاله رجال الصحیح

ان کے بیٹوں نے یا کسی ایک بیٹے نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص کیسے خوفزدہ کر سکتا ہے؟ حالانکہ آپ فوت ہو چکے ہیں! حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے اہل مدینہ کو دھمکایا اس نے اس چیز کو خوف زدہ کیا جو میرے پہلو کے درمیان ہے، اس کو امام احمد نے روایت کیا اور اس حدیث کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبادة بن الصامت عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال اللهم من ظلم اهل المدینة و اخافهم فاخفه و علیه لعنة الله و الملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف و لا عدل رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجاله رجال الصحیح۔[2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو خوفزدہ کرے تو اس کو خوفزدہ کر، اور اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند میں حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث کو نسائی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، اسی طرح شیخ مزی نے اس کو اطراف میں ذکر کیا ہے لیکن یہ نسائی میں نہیں ہے علامہ ہیثمی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کبیر میں ہو۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من اذی اهل المدینة اذاه الله و علیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل منه صرف ولا عدل رواه الطبرانی فی الکبیر و فیه العباس بن الفضل الانصاری وهو ضعیف۔[3]

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اہل مدینہ کو ایذا دی، اس کو اللہ تعالیٰ ایذا دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں عباس بن فضل انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن سعد قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اکف من همهم

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ جو اہل مدینہ پر

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۶ " " "

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۳ ص ۳۰۷ " " "

بباس یعنی اهل المدینۃ ولا یرید هاا حد بسوء الا اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء [1]

اچانک کوئی بلا لائے، اس سے بدلہ لے اور فرمایا جو شخص بھی اہل مدینہ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا قصد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے بعض علماء نے یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے کا استدلال کیا ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی یزید پر لعنت کی روایت ہے، خلال، ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلی اور قاضی ابوالحسین کا یہی نظریہ ہے، علامہ ابوالفرج ابن الجوزی نے یزید پر لعنت کے جواز میں ایک رسالہ لکھا ہے اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے اور اس سلسلہ میں بھی تصانیف ہیں، مبادا یہ لعنت، یزید کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی پر لعنت کا ذریعہ ہو جائے، انھوں نے کہا کہ یزید سے جس قدر برے کام صادر ہوئے اس میں اس نے تاویل کی اور خطاء کی، انھوں نے کہا اس سب کے باوجود وہ امام فاسق تھا، اور علماء کا صحیح قول یہ ہے کہ فسق سے امام معزول نہیں ہوتا، بلکہ اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس خروج کی وجہ سے مسلمانوں کا قتل، لوٹ مار اور عورتوں کی عصمت دری ایسے مفاسد واقع ہوتے ہیں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ جب یزید کے پاس واقعہ حرہ کی خبر پہنچی اور اسے مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کی فتح کا علم ہوا تو وہ اس پر بہت خوش ہوا، کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ وہ امام ہے اور اہل مدینہ نے اس کی اطاعت سے خروج (بغاوت) کیا ہے۔ اور اس کے غیر کو اپنا امیر بنا لیا ہے، اس لیے ان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز ہے جب تک کہ وہ رجوع نہ کر لیں اور جماعت کے ساتھ نہ ہو جائیں جیسا کہ اس نے نعمان بن بشیر اور مسلم بن عقبہ کے ذریعہ پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور حدیث صحیح میں ہے: من جاء کم وامرکم جمیع یرید ان یفرق بینکم فاقتلوہ کائنا من کان جب تم ایک جماعت ہو اور کوئی شخص آکر تم میں تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو، خواہ وہ کوئی شخص ہو [2]

مصنف کا موقف میں (غلام رسول سعیدی غفرلہٗ) یہ کہتا ہوں کہ یہ حدیث برحق ہے اور اہل مدینہ میں سے جن لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے بیعت کو توڑا، اس کا غدر ہونا بھی تسلیم ہے اور تنبیہ کے باوجود جن لوگوں نے اطاعت کو نہیں مانا ان سے جنگ کا بھی ایک محل ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اہل مدینہ پر فتح پانے کے بعد یزید نے جو اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا تھا اور تین دن تک اہل مدینہ کو قتل کرنے، ان کا مال لوٹنے اور ان کی عورتوں کی عصمت دری کی عام اجازت دے دی تھی اس کا کیا جواز ہے؟ یہ ایسا سلوک ہے جو کسی کافر ملک کے کافروں سے بھی روا رکھنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے جس کی اجازت یزید نے اپنی فوجوں کو حرم رسول کے لیے دیدی تھی۔ یزید نے تین دن کے لیے اپنی فوجوں پر جو مدینہ کو مباح کیا تھا اگر

---

[1] حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

اس اباحت سے مراد اباحت شرعیہ ہے تو یزید کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر یہ غیر شرعی اباحت ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ یہ اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے انھیں ڈرانے اور دھمکانے اور اہل مدینہ کے جان و مال اور عزت و آبرو کو برباد کرنے کی اجازت ہے اور بکثرت صحیح اور صریح احادیث کے مطابق ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے تاہم اس کا یہ فعل کفر نہیں ہے اور اس پر شخصی لعن جائز نہیں ہے البتہ صفات کے اعتبار سے لعنت جائز ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو دھمکایا اور ان کو ایذاء دی اس پر لعنت ہو۔

یزیدی فوجوں کا کعبہ کو جلانا حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ محرم چونسٹھ ہجری کے اوائل میں مسلم بن عقبہ، حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے مکہ روانہ ہوا، اور اس نے روح بن زنباع کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ جب یہ شنیہ حرشا میں پہنچا تو اس نے لشکر کے سواروں کو جمع کیا اور کہا امیر المومنین نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ مجھے موت آئے تو میں حصین بن نمیر السکونی کو امیر مقرر کر دوں اور قسم خدا کی اگر یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں ایسا کبھی نہ کرتا، پھر اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر کہا: اے پالان کے بیٹے، گدھے میری نصیحت کو غور سے سنو! جب تم مکہ پہنچ جاؤ تو ابن الزبیر سے لڑنے میں تین دن سے زیادہ توقف نہ کرنا، پھر کہا: اے اللہ! میں نے کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد اہل مدینہ کو قتل کرنے سے زیادہ کوئی نیک کام نہیں کیا اور میرے نزدیک اس کی آخرت میں زیادہ جزاء ملے گی، اور اگر میں پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا تو میں بڑا بدنصیب ہوں! پھر وہ مر گیا اور مشلل میں دفن کیا گیا اللہ تعالیٰ اس کو برباد کرے۔[1]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ کے بعد اسی سال چودہ ربیع الاول کو یزید فوت ہو گیا اور دونوں نے اپنی فتح سے جو امیدیں قائم کی تھیں ان میں ناکام اور رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ملک چھین لیا۔

۱۶ محرم ۶۴ ہجری کو حصین بن نمیر اپنے لشکر کو لے کر مکہ روانہ ہوا، حصین بن نمیر مکہ کے باہر ٹھہر گیا اور حضرت ابن الزبیر اہل مکہ کے ساتھ جنگ کے لیے آئے اور بہت سخت جنگ ہوئی، اہل شام نے اہل مکہ پر بہت سخت حملہ کیا جس سے اہل مکہ گھبرا گئے اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کا خچر لڑکھڑا گیا پھر حضرت مسور بن مخرمہ اور مصعب بن عبدالرحمن بن عوف اور ایک جماعت نے پینترا بدل کر جنگ کی اور وہ سب شہید ہو گئے، حضرت ابن الزبیر رات بھر بہادری سے لڑتے رہے پھر محرم اور صفر میں مکمل لڑائی ہوتی رہی اور تین ربیع الاول چونسٹھ ہجری کو یزیدی لشکر نے ہفتہ کے دن کعبہ کو نشانہ بنانے کے لیے منجنیق کو نصب کر دیا حتی کہ انھوں نے کعبہ پر آگ پھینکی جس سے ہفتہ کے دن بیت اللہ کی دیوار جل گئی۔[2] انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ اہل شام بقیہ ماہ محرم اور کل ماہ صفر تک حضرت ابن زبیر سے جنگ کرتے رہے۔ ۳ ربیع الاول ۶۴ ھ کو بروز شنبہ اہل شام نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور آگ لگا دی اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔ "منجنیق ایک مست اونٹ ہے جس سے ہم کعبہ پر نشانہ لگا رہے ہیں" عمرو بن حوط

---

[1] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

[2] ۔ 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۵ 〃 〃

سفر دی یہ شعر پڑھتا تھا "ام فروہ کا کارنامہ دیکھو، وہ صفا اور مروہ کے درمیان لوگوں کو نشانہ بنا رہی ہے۔" ام فروہ اس نے منجنیق کا نام رکھا تھا، مشکل ہیں مسلم کے دفن ہونے کے بعد ابن نمیر تیئسویں محرم کو مکہ روانہ ہوا تھا اور چھبیس محرم کو مکہ پہنچا، چونسٹھ دن تک حضرت ابن الزبیر کا محاصرہ کیا اور ۱۴ ربیع الاوّل کو یزید کے مرنے کی خبر سن کر محاصرہ اٹھا لیا[1]۔

یزیدی فوجوں کے خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یزید کی تکفیر

یزیدی فوجوں کا خانہ کعبہ پر پتھر برسانا اور خانہ کعبہ میں آگ لگانا ایک سنگین جرم ہے، اگر خانہ کعبہ کی توہین کے ارادہ سے یا خانہ کعبہ کو حقیر اور معمولی سمجھ کر ایسا کیا گیا تو یہ سب کافر ہو گئے، اور اس کا حکم دینے والا اور اس پر راضی ہونے والے اور اس کام کے مرتکب بلاشبہ کافر ہیں اور اگر ان کا مقصد خانہ کعبہ پر پتھر برسانا نہیں تھا، مقصد حضرت ابن الزبیر کو قتل کرنا تھا اور نشانہ انھیں بنایا تھا لیکن پتھر خانہ کعبہ کو لگ گئے تو یہ فعل ہر چند کہ کفر نہیں تاہم ایک سنگین جرم ہے، خانہ کعبہ عظیم ترین شعار اسلام ہے، جس کی عزت اور حرمت کے لیے لاکھوں مسلمان گردن کٹانے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔ یزیدی فوجوں نے جس طرح بے خوفی اور بے دردی سے کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری کی ہے وہ کسی طور مسلمانوں کا کام نہیں لگتا اور اگر یزید نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر حضرت ابن الزبیر کعبہ میں پناہ لیں تو کعبہ کو بھی سنگسار کر دینا یا جلا دینا تو ہمیں یزید کے کفر کے بارے میں کوئی تردد نہیں ہے!

حضرت حسین کو شہید کرنے کی وجہ سے یزید پر لعنت کی بحث

یزید کے جرائم میں سے ایک اور سنگین جرم حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین سے قصاص نہ لینا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں روایات متضاد اور متعارض ہیں کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل کا حکم دیا تھا یا نہیں؟ اور ان کے قتل کی خبر سن کر وہ خوش ہوا یا نہیں لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کسی قسم کی کوئی سزا نہیں دی اور اس وقت ایسے حالات نہیں تھے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حالات درپیش تھے جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لے سکتے تھے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتل مخفی اور مشتبہ تھے کسی نے قتل عثمان کا اقرار کیا تھا نہ اس پر گواہ قائم ہوئے تھے نہ کسی خاص شخص کے خلاف کسی کا دعویٰ تھا اس کے برعکس حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین ڈھکے چھپے نہ تھے وہ بر سر عام حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے کا اعلان کرتے تھے اس کے باوجود یزید نے انہیں کوئی سزا نہیں دی اور یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے، ہم اس سلسلے میں پہلے اختصار کے ساتھ تاریخی روایات پیش کریں گے اور پھر اس مسئلہ میں فقہاء اسلام کی آراء کا ذکر کریں گے۔

شہادتِ حسین پر حافظ ابن کثیر کا تبصرہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں ابن زیاد کے حکم سے جماعت کھڑی ہوئی اس نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور اللہ کا شکر ادا کیا جس نے فتح عطا فرمائی اور جس حسین نے ان سے ملک چھیننا چاہا تھا اور مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہا تھا اس کو قتل کر دیا، عبداللہ

---

[1] ۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۷، ص ۱۵-۱۴، مطبوعہ دار القلم بیروت۔

بن عفیف ازدی نے کھڑے ہو کر کہا افسوس اے ابن زیاد! تم انبیاء کی اولاد کو قتل کرتے ہو اور صدیقین کی طرح گفتگو کرتے ہو' ابن زیاد نے انھیں قتل کرنے اور سولی پر چڑھانے کا حکم دیا، پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو کوفہ کی گلیوں میں پھرایا جائے پھر اس کے بعد اس نے آپ کے سر کو یزید بن معاویہ کے پاس کوفہ بھیج دیا۔

حمید بیان کرتے ہیں کہ بخدا میں اس وقت دمشق میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا جب زحر بن قیس نے یزید سے آکر کہا اے امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے حسین بن علی بن ابی طالب اور ان کے اہل بیت میں سے اٹھارہ آدمی ہمارے پاس بھیج دیے ہیں اور ساٹھ آدمی ان کی جماعت کے ہیں ہم نے ان کے سامنے عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت یا قتال دو چیزیں رکھی تھیں انھوں نے اطاعت کے مقابلہ میں قتال کو اختیار کیا اور ایک شدید جنگ کے بعد ہم نے ان کے سر اتار لیے اور آپ کے سامنے ان کی لاشیں حاضر ہیں! یہ سن کر یزید کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور اس نے کہا میں حسین کے قتل کے بغیر بھی تم سے راضی تھا، اللہ تعالیٰ ابن سمیہ (عبیداللہ بن زیاد) پر لعنت کرے، بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو حسین کو معاف کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت فرمائے اور جو شخص حضرت حسین کا سر لے کر آیا تھا اس کو یزید نے کچھ نہیں دیا اور جب یزید کے سامنے حضرت حسین کا سر رکھا گیا تو اس نے کہا بخدا اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا تو تم کو کبھی قتل نہ کرتا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ جعفر سے روایت کیا ہے، جب یزید کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو وہ ان کے سر پر چھڑی لگا رہا تھا، ابو برزہ نے کہا اپنی چھڑی ہٹاؤ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سر کو چومتے تھے۔ [۲]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب یزید نے علی بن الحسین (زین العابدین) کو رخصت کیا تو کہا اللہ تعالیٰ ابن سمیہ کو برباد کرے! اگر میں تمہارے باپ کے مقابلہ میں ہوتا تو وہ مجھ سے جو چیز بھی مانگتے میں انھیں دے دیتا اور اپنی پوری طاقت سے انھیں بچانے کی کوشش کرتا خواہ مجھے اپنے بچوں کی قربانی دینی پڑتی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو چاہا وہ مقدر کر دیا، پھر علی بن حسین (زین العابدین) کو مال کثیر دے کر رخصت کیا اور لے جانے والے کو ان کے ساتھ خیر خواہی کی وصیت کی، اور کہا جب کبھی آپ کو کوئی کام ہو تو مجھے لکھیں [۳]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ شیعہ اور رافضہ نے مقتل حسین کے بارے میں بہت زیادہ روایات گھڑ لی ہیں۔ ہم نے جو روایات ذکر کی ہیں وہ کافی ہیں اور بعض کمزور روایات بھی ہم نے ذکر کر دی ہیں، اور اگر ابن جریر اور دیگر حفاظ نے وہ روایات نہ ذکر کی ہوتیں تو ہم بھی نہ ذکر کرتے، اس سلسلہ میں اکثر روایات ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور وہ شیعی تھا اور وہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن وہ تاریخ گو اور حافظ ہے اور جو روایات اس کے پاس ہیں وہ دوسروں کے پاس نہیں ہیں اس وجہ سے اکثر مصنفین اس کی طرف لپکتے ہیں۔

---

[۱] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۹۴ھ،

[۲] " " " البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۲ " " "

[۳] " " " البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۵ " " "

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین نے یہ تاویل کی تھی کہ حضرت حسین مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے اور جو لوگ بیعت کر چکے تھے ان کی بیعت کو توڑوانے کے لیے آئے تھے اور احادیث میں اس کو بہت سختی سے منع کیا ہے اور اس پر سخت وعید بیان کی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں وہ احادیث مذکور ہیں، تاہم جن لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا انھیں ان کو قتل کرنا نہیں چاہیے تھا بلکہ ان پر واجب تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو باتیں پیش کی تھیں ان میں سے کسی ایک بات کو مان لیتے (مجھے واپس جانے دو، یزید کے پاس لے چلو۔ یا سرحد اسلام پر جہاد کے لیے جانے دو،) لیکن ان لوگوں کی رائے صحیح نہیں ہے، اور سلفاً خلفاً تمام علماء نے قتل حسین کو ظلم قرار دیا ہے ماسوا کوفہ کی ایک قلیل جماعت کے، اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت حسین اور ان کے رفقاء کے قتل سے یزید خوش ہوا نہ ناخوش ہوا، اور ظن غالب یہ ہے کہ اگر حضرت حسین کے قتل سے پہلے اسے اختیار ہوتا تو ان کو معاف کر دیتا جس طرح اس کے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی اور جیسا کہ خود اس نے بھی تصریح کی ہے اور اس نے ابن زیاد کے فعل پر لعنت کی اور اس کو برا بھلا کہا لیکن اس نے ابن زیاد کو معزول کیا نہ کوئی سزا دی نہ کسی کو بھیج کر اس کی مذمت کی [1]

یزید پر لعنت کے سلسلے میں امام غزالی کی رائے:

امام غزالی لکھتے ہیں: کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ کیونکہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے یا قتل کا حکم دیا ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ثابت نہیں ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا چہ جائیکہ اس پر لعنت کی جائے، کیونکہ بغیر تحقیق کے مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا بھی صحیح نہیں ہے ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو قتل کیا اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا کیونکہ یہ تواتر سے ثابت ہے، پس کسی مسلمان پر بغیر تحقیق کے فسق یا کفر کی تہمت لگانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی شخص پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے اور وہ شخص ایسا نہ ہو، تو یہ تہمت لگانے والے پر لوٹ جائے گی۔ [2]

علامہ زبیدی کی رائے

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی کا بھی یہی فتویٰ ہے اور یہی چیز قواعد مذہب کے مطابق ہے اس لیے یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ خبیث فاسق تھا، ابن صلاح کے کلام سے بھی یہی چیز ثابت ہوتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ میں سے تھا اور کافر نہیں تھا، کیونکہ جو اسباب کفر کے موجب ہوتے ہیں وہ اس سے ثابت نہیں ہوئے اور اصل اسلام ہے حتیٰ کہ کسی یقینی دلیل سے اس کا اسلام سے خروج ثابت ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبلہ کو لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور گناہوں اور بدکاریوں سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یزید کا ذکر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ یزید اس کا اہل نہیں تھا کہ اس سے روایت کی جائے اور نہ اس کی کوئی معتمد روایت ہے اور میں نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے کہ اس میں اور یزید بن معاویہ نخعی کوفی عابد میں تمیز ہو جائے، اور بعض علماء نے اس کے

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۳ - ۲۰۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۴ھ،

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش الزبیدی ج ۷، ص ۴۹۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

فسق کے علاوہ اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت کو بہت ایذا پہنچائی، اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو مباح کر دیا، اور یہ بھی حکایت ہے کہ جب اس نے حضرت حسین سے بیعت طلب کی اور انھوں نے انکار کر دیا تو اس نے ان کے قتل کا حکم جاری کرنے کا ارادہ کیا اور قرآن شریف سے فال نکالی تو پہلی سطر میں یہ نکلا: و خاب من کل جبار عنید "اور ہر عناد رکھنے والا متکبر ناکام ہو گیا"، تو اس نے قرآن مجید پھاڑ دیا اور یہ بھی روایت ہے کہ جب عبید اللہ نے اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھیجا اور ساتھ ہی علی بن حسین اور ان کی دو بہنیں سکینہ اور فاطمہ بھی تھیں تو اس نے ان کو قید میں ڈالنے کا حکم دیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی لگائی اور یہ شعر پڑھا:

نفلق ھاما من رجال اعزۃ علینا وکانوا اھم الحق واظلما

ہم ان لوگوں کی کھوپڑیاں توڑ رہے ہیں جو (کبھی) ہم پر غالب تھے۔ دراصل یہی لوگ قاتل اور ظالم ہیں۔

اور یزید سے یہ شعر بھی منقول ہے:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش بدر میں مرنے والے میرے باپ دادا نیزوں سے حملہ کی وجہ سے خزرج کی چیخ و پکار کا منظر دیکھتے۔

اس شعر میں اس نے یہ تمنا کی ہے کہ وہ کفار قریش جو بدر میں قتل ہو گئے تھے وہ اہل مدینہ کی اہانت اور ان کے قتل عام کو دیکھتے، یہ کفر کی مدد ہے اور کفر کی مدد بجائے خود کفر ہے، اس قسم کی بہت سی رسوا کن چیزیں یزید کی طرف منسوب ہیں۔ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں اس قسم کی خبریں بہت زیادہ ہیں، بعض عراقیین نے اس قسم کی روایات کی بناء پر یزید کی تکفیر کی ہے، علامہ سعد الدین تفتازانی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ انھوں نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ البتہ ہم یزید کے بارے میں کوئی توقف نہیں کرتے۔ یزید پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، علامہ تفتازانی، ائمہ شافعیہ میں سے ایک بڑے امام ہیں اور ان کے مذہب کا تقاضا لعنت نہ کرنا ہے، لیکن انھوں نے عجمی شہروں میں پرورش پائی تھی اور ان کے کانوں میں وہ روایات اور حکایات بھری ہوئی تھیں جو جھوٹ سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے صاحب بد المعالی نے کہا ہے۔

ولم یلعن یزید بعد موت سوی المکثار فی الاعداء غالی

یزید کی موت کے بعد اس پر صرف ان لوگوں نے لعنت کی ہے جو نفرت و عداوت کو بہت زیادہ ابھارنے والے انتہا پسند تھے۔ یزید کے بارے میں ایک وہ لوگ ہیں جو اس کو مومن قرار دیتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کو کافر قرار دیتے ہیں اور یہاں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ ہے توقف۔ یعنی یزید کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلوں کے حال اور پوشیدہ باتوں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، پس اس کی تکفیر اور لعنت کی بحث میں بالکل نہیں پڑنا چاہیے اور اسی طریقہ میں زیادہ سلامتی ہے۔

یزید کے اسلام پر یقین کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یقینی ہے کہ وہ فاسق، شریر اور ظالم تھا، اس مسئلہ میں توقف، علماء عاملین کی ایک جماعت کا قول ہے، انھوں نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا اس پر لعنت کرنے سے بہتر ہے اور یہ لایعنی چیز کے ساتھ اشتغال ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من حسن اسلام

امرء ترك مالا يعنيه - "کسی شخص کے حسن اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے"۔ اور حافظ شرف الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے بدء الامالی کی شرح میں ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اہل بیت رسول کے دشمنوں سے بری ہیں اور جو کسی مسلمان سے اس کے اسلام کی وجہ سے عداوت رکھتے ہوں ان سے بری ہیں کیونکہ اس کی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت ہے خواہ ادنی نسبت ہو اور اس کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم ہے اور جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتا ہے خواہ وہ کسی نسبت سے ایذاء پہنچاتا ہو ہم سب اس سے بری ہیں۔[1]

علامہ حلبی کی رائے اور مصنّف کا موقف

علامہ حلبی لکھتے ہیں: فقیہ کھیراسی۔ ائمہ شافعیہ کے اکابرین میں سے ہیں اور امام الحرمین کے شاگرد ہیں اور علم و فضل میں امام غزالی کے ہم پلّہ ہیں ان سے پوچھا گیا کہ یزید صحابہ میں سے تھا، کیا اس پر لعنت جائز ہے۔ انھوں نے جواب دیا وہ صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں پیدا ہوا، امام احمد کے اس کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں اس پر صراحۃً لعنت کی ہے اور دوسرے میں اشارۃً لعنت کی ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے بھی اس کے بارے میں ایسے ہی دو قول ہیں۔

علامہ حلبی کہتے ہیں کہ ہمارا اس کے بارے میں قول واحد ہے ہم یزید پر اشارۃً نہیں صراحۃً لعنت کرتے ہیں، اس پر لعنت کیوں نہ کی جائے وہ شطرنج کھیلتا تھا، چیتوں کا شکار کرتا تھا، دائمی شرابی تھا اور شراب کے بارے میں اس کے اشعار مشہور ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ امام غزالی سے پوچھا گیا جو شخص صراحۃً یزید پر لعنت کرے کیا وہ فاسق ہے؟ اور کیا یزید کے لیے دعاء رحمت صحیح ہے؟ امام غزالی نے جواب دیا جو شخص اس پر لعنت کرے گا وہ فاسق اور گنہگار ہوگا۔ کیونکہ مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور ہمیں جانوروں پر بھی لعنت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حدیث شریف کے بموجب مسلمان کی عزت کعبہ سے زیادہ ہے، یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرانے کا امر کیا یا ان کے قتل پر راضی ہوا اور جو چیز صحیح نہیں ہے اس کا گمان کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ مسلمان کے ساتھ بدگمانی جائز نہیں ہے اور جب حقیقت حال معلوم نہیں تو یزید کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب ہے، علاوہ ازیں قتل کرنا کفر نہیں ہے، معصیت ہے اور اس کے لیے رحمت کی دعا کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے کیونکہ جب ہم نماز میں تمام مسلمانوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ یہ امام غزالی کا فتویٰ ہے، البتہ ہمارے استاذ اعظم شیخ محمد بکری نے فقیہ کھیراسی کی موافقت میں یزید پر صراحت سے لعنت کی ہے اور اس کے استاذ شیخ ابو الحسن نے بھی لعنت کی ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ خدا سے ڈرنے والے علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور انھوں نے اس

---

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۴۸۹-۴۸۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور علامہ سعد الدین تفتازانی نے کہا ہے کہ مجھے اس کے اسلام میں شک ہے نہ ایمان میں اس پر اس کے دوستوں اور مددگاروں پر اللہ کی لعنت ہو، اسی بناء پر یزید کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا جائے گا کہ معین کافر پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے [1]۔

میں (غلام رسول سعیدی غفرلہ) یہ کہتا ہوں کہ علامہ حلبی نے جو فقیہ کفیراسی سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں دو قول ہیں ایک میں صراحۃً لعنت کی ہے اور ایک میں اشارۃً۔ اگر یہ نقل صحیح ہے تو یزید پر لعنت کرنے کا نظریہ صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے علامہ دمیری نے بھی یہ نقل کیا کہ فقیہ کفیراسی نے لکھا ہے کہ امام احمد، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے یزید پر لعنت کرنے میں دو قول ہیں صراحۃً اور کنایۃً [2]

یزید کے کفریہ اشعار کی تحقیق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے اس موقع پر ابن الزبعری کے ان اشعار سے استشہاد کیا جو اس نے جنگِ احد میں کہے تھے۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے اور وہ نیزوں کے لگنے سے خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

حین حلت بفنائهم بركها واستحر القتل فی عبد الاشهل

جب سواری ان کے صحن میں پہنچی تو انھوں نے اس کو بٹھالیا اور عبدالاشہل میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔

قد قتلنا الضعف من اشیافهم وعدلنا میل بدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو دوگنا چوگنا دیا ہے اور بدر میں ہونے والے ظلم کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

بعض رافضیوں نے ان میں یہ شعر بھی ملا دیا۔

لعبت هاشم بالملك فلا ملك جاء ولا وحی نزل

بنو ہاشم نے حکومت سے چھیڑ خوانی کی تو نہ اس کی مدد کے لیے کوئی فرشتہ آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اگر واقعی یزید نے ان اشعار سے استشہاد کیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو، اور اگر اس نے یہ شعر نہیں پڑھے تو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے یہ شعر گھڑ لیے تاکہ یزید کی مذمت کی جائے [3]

---

[1] ۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۲۶۷-۲۶۶، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸۴ھ

[2] ۔ شیخ کمال الدین دمیری متوفی ۸۰۸ھ حیوٰۃ الحیوان ج ۲ ص ۱۹۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[3] ۔ حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۸ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ تاریخ ابن الوردی اور کتاب الوافی بالوفیات میں یہ ہے کہ جب عراق سے یزید کے پاس قیدی آئے تو اس نے حضرت علی اور حضرت حسین کی اولاد میں سے بچوں اور عورتوں سے ملاقات کی درآں حالیکہ نیزوں پر شہداء کے سر نصب تھے اور وہ اس وقت جیرون کی وادی سے آرہے تھے، جب اس نے انھیں دیکھا تو کوّا کائیں کائیں کرنے لگا۔ اس موقع پر اس نے یہ اشعار کہے:

نعا بدت تلك الحمول واشر فت تلك الرؤس على شفا جيرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

تعب الغراب فقلت قل او لم تقل قد اقتضيت من الرسول ديونى

کوّے نے (نحوست کی علامت کے طور پر) کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول (اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا) میں نے (معاذ اللہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا (پرانا) قرض چکا لیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس کی مراد یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اس کے نانا عتبہ اور اس کے ماموں عتبہ کے بیٹے اور اس کے دوسرے کافر رشتہ داروں کو جو قتل کیا تھا اس کے بدلہ میں اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کو قتل کر دیا اور یہ کفر صریح ہے اگر واقعی اس نے یہ شعر کہے تھے تو وہ کافر ہو گیا[1]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لعن یزید کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے جامع ترمذی میں ہے: لا يكون المؤمن لعانا "مومن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں" سنن ابوداؤد میں ہے: لا تلعنوا بلعنة الله۔ "اللہ کی لعنت نہ دو" اور جامع ترمذی میں ہے: من لعن شيئا ليس له باهل رجعت لعانا "جو شخص کسی پر لعنت کرے اور وہ لعنت کا اہل نہ ہو تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آتی ہے" ہاں وصف عام کے ساتھ لعنت جائز ہے (جیسے لعنۃ اللہ علی الکاذبین) اور جو کفر پر مرا ہو اس پر بھی لعنت جائز ہے۔ (جیسے ابوجہل پر لعنت ہو) ان دونوں قسموں میں لعنت کو منحصر کرنا واجب ہے اور لعنت کی تیسری قسم ممنوع ہے، خصوصاً جب کہ کوئی شخص بظاہر مومن ہو کیونکہ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: سباب المسلم فسوق "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" اور صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: لعن المومن كقتله "مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے" اس سے معلوم ہوا کہ عام نصوص اور عبارات کی بنا پر یزید پر لعنت کرنا صحیح نہیں ہے اور ان عام نصوص اور عبارات میں لعنت کا معنی فعل کی مذمت ہے نہ کہ اس شخص پر جو ان افعال کا مرتکب ہو لعنت کو جائز قرار دینا ہے اس تحقیق کو یاد رکھو اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو قواعد شرع کی رعایت نہیں کرتے اور جو شخص لعن یزید سے منع کرے اس کو خارجی قرار دیتے ہیں، ہاں! اس کے افعال کا قبیح مشہور ہے اور اہل بیت کی محبت واجب ہے لیکن اس پر لعنت سے منع کرنا، اہل بیت کی محبت میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ قواعد شرع کی رعایت کی وجہ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳۔ ۷۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

سے ہے [1]۔

جہاد مدینۂ قیصر کی بشارت میں یزید کے دخول کی تحقیق

یزید کے متعلق دو انتہائی نظریات ہیں ایک نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر ہوگیا اور اس پر لعنت جائز ہے۔ اس کا کفر امام حسین اور ان کے رفقاء کو قتل کرنے اور اہل بیت رسول کی اہانت کی وجہ سے ہے یا واقعہ حرّہ کی بنا پر یا خانہ کعبہ کو جلانے کی وجہ سے یا بعض ان اشعار کی بناء پر جن میں کفریہ مضمون ہے، ہم نے یہ تمام امور اور ان کے بارے میں مسلّم اور مستند فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر دی ہیں۔ دوسرا انتہائی نظریہ محمود احمد عباسی اور ان کے متبعین کا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کو غلط اور یزید کو برحق امام مانتے ہیں اور اس کا ذکر امیر المومنین اور سلام اللہ علیہ کے القاب کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کو بشارت رسول کا مصداق اور جنتی قرار دیتے ہیں، العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہمارا حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے محبت کرنے والوں اور ان کے غلاموں میں کرے (آمین) اب ہم یزید کے حامیوں کے دلائل ذکر کر کے ان کے بارے میں فقہاء اسلام کی توضیحات کا ذکر کریں گے۔

عن ام حرام انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا قالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیهم قال انت فیهم قالت ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللہ قال لا [2]

حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر (براستہ) سمندر جہاد کرے گا اس نے جنت کو واجب کر لیا۔ حضرت ام حرام نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں گی؟ فرمایا تم ان میں ہو۔ حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میری امت کا جو پہلا لشکر مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) کا جہاد کرے گا وہ بخشا جائے گا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا نہیں۔

یزید کے حامی کہتے ہیں کہ جس لشکر نے سب سے پہلے قسطنطنیہ میں جہاد کیا اس لشکر کا امیر یزید تھا اس لیے مغفرت کی اس بشارت میں یزید بھی شامل ہے اور اس لشکر میں یزید کے امیر ہونے پر ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

قال محمود بن الربیع فحدثتها قوما فیهم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی غزوته التی توفی فیها ویزید بن معاویة علیهم بارض الروم۔ [3]

محمود بن الربیع کہتے ہیں میں نے ایک قوم کو یہ حدیث بیان کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے جو ارضِ روم کے غزوات میں فوت ہوگئے تھے اور یزید بن معاویہ اس غزوہ میں امیر تھا۔

---

[1] علامہ عبدالعزیز پرہاروی نبراس ص ۵۵۵، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۱ھ

[3] " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۸ " " "

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن سعد وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو ایوب کی وصیت کے مطابق انھیں قسطنطنیہ کی دیوار کی جانب دفن کیا گیا۔ نیز لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں یزید بن معاویہ بن ابی سفیان امیر تھا اور یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں واقع ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ غزوہ اس کے بعد واقع ہوا، اس غزوہ میں انھوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ غزوہ ۵۰ (پچاس) ہجری میں ہوا، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے بعد واقع ہوا، یہ لوگ اس غزوہ میں قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے اور اس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ درآں حالیکہ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ان کا امیر تھا۔ ارض روم سے مراد سمندر کے پار وہ جگہ ہے جہاں شہر قسطنطنیہ ہے[2]۔ یزید کے حامی کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کی اس حدیث اور علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کی اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں یزید امیر تھا اور اس میں جہاد کرنے والوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے۔ لہٰذا یزید کے لیے مغفرت کی بشارت ثابت ہے۔

حدیث مدینہ قیصر کی تحقیق

جن مسلمانوں کی نظر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی مظلومانہ شہادت ہے اور یزید کا ان کے قاتلوں سے کوئی تعرض نہ کرنا ہے جن کے علم میں حرمین طیبین کی یزیدی فوجوں کے ہاتھوں یزید کے حکم سے بے حرمتی ہے وہ کیسے مان لیں کہ حدیث رسول میں ایسے شخص کے لیے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے!

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند اس طرح ہے:

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی ثنا یحیی بن حمزۃ ثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان۔[3]

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس سند کے تمام راوی حمص اور دمشق کے ہیں اور اس علاقہ میں ایسے لوگ تھے جو خاندان بنو امیہ کے چاہنے والے اور حضرت علی کے مخالف تھے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض راوی قدری یعنی منکر تقدیر تھے اور بعض راوی ناصبی یعنی اہل بیت کے مخالف تھے اور حدیث صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا بدعقیدہ اور بدعتی نہ ہو اور جب اس حدیث کے راویوں میں بدعقیدہ اور بدعتی ہیں تو یہ روایت اصول درایت پر صحیح نہیں ہے۔

اس حدیث کا دوسرا راوی یحییٰ بن حمزہ واقدی دمشقی ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا کہ یہ قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے کہا کہ یہ قدری ہے؟ کہا ہاں![4] اس حدیث

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

کا تیسرا راوی نور بن یزید کلاعی حمصی ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن سعد نے کہا ہے کہ یہ قدری ہے اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ کی طرف سے لڑتا ہوا مارا گیا، ثور جب بھی حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا میں اس شخص کو پسند نہیں کرتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا تھا۔ عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کو اس کے قدری ہونے میں کوئی شبہ ہو، احمد بن صالح نے شام کے راویوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ثور بن یزید ثقہ ہے لیکن قدریہ کے عقائد رکھتا ہے۔ ابو مسہر وغیرہ نے کہا کہ امام اوزاعی اس کی مذمت کرتے تھے۔ امام احمد نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے، ابن معین نے کہا کہ مکحول قدری تھا مگر اس نے رجوع کر لیا۔ اور ثور بن یزید قدری ہے، آجری کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے کہا کہ یہ قدری ہے اس کو حمص سے نکال دیا گیا تھا۔ عجلی شامی نے کہا یہ ثقہ ہے اور قدریوں کے عقائد رکھتا ہے۔[1]

حافظ عبدالرحمان بن ابی حاتم رازی، ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں: کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے کہا کہ میرے والد (امام احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ ثور بن یزید قدری ہے۔[2]

حافظ ذہبی ثور بن یزید کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل نے کہا کہ ثور بن یزید قدری ہے اور اس کو اہل حمص نے نکال دیا تھا۔ عبداللہ بن سالم کہتے ہیں کہ اہل حمص نے ثور کو حمص سے نکال دیا تھا اور اس کے گھر میں آگ لگا دی تھی، کیونکہ یہ مسئلہ تقدیر میں کلام کرتا تھا۔[3]

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث کی سند میں چونکہ بعض راوی قدری اور ناصبی ایسے بدعتی اور بدعقیدہ ہیں، اس لیے یہ حدیث غیر صحیح ہے لہٰذا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ بیالیس ہجری میں مسلمانوں نے بلاد روم پر حملہ کیا اور روم کے امراء اور بطارقہ میں سے خلق کثیر کو قتل کیا اور بکثرت مال غنیمت لوٹا، اور سلامتی کے ساتھ لوٹ آئے[4] اور اس غزوہ میں یزید بن معاویہ نہیں تھا اور ہو سکتا ہے کہ بشارت نبوی کا مصداق یہی غزوہ ہو لہٰذا یزید کا مغفور ہونا ثابت نہ ہوا۔

یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والوں کے لیے ہے مطلقاً بلاد روم پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں یہ بشارت نہیں ہے۔

ایک جواب یہ ہے کہ یہ بشارت اسی غزوہ کے لیے ہے جو بادن ہجری میں کیا گیا اور یزید اس مغفرت کے عموم میں شامل تھا لیکن اس غزوہ کے بعد جو اس سے کفریہ افعال صادر ہوئے (مثلاً مدینہ کو تین دن کے لیے اپنی فوجوں

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵، ۳۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ

[2] ۔ حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ، کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۴۶۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ

[3] ۔ حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ۔

[4] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

پر مباح کرنا) ان افعال کی وجہ سے وہ اس بشارت کے عموم سے خارج ہو گیا کیونکہ یہ بشارت ان کے لیے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

جس شخص نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا وہ یزید بن معاویہ تھا، اور اس کے ساتھ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر تھے، حضرت ابو ایوب انصاری بھی اس غزوہ میں تھے جو یا دن ہجری میں فوت ہو گئے، مہلب نے اس حدیث سے یزید کی خلافت پر استدلال کیا ہے، اور اس بات پر کہ وہ اہل جنت میں سے ہے کیونکہ وہ مغفور لھم کے عموم (یعنی جو لشکر سب سے پہلے مدینہ قیصر میں جہاد کرے گا بخشا جائے گا) میں داخل ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول بنو امیہ کی حمایت پر مبنی ہے اور یزید اس حدیث کے بموجب ہر چند کہ مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ یہ عموم اہلیت مغفرت کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ العیاذ باللہ ان مجاہدین میں سے کوئی بالفرض مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس عموم میں داخل نہیں ہو گا یہ ابن منیر کا جواب ہے[1]

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

مدینہ قیصر سے آپ کی مراد قسطنطنیہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور مذکور ہے کہ یزید بن معاویہ نے روم کے شہروں پر لشکر کشی کی حتی کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ تھے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابو ایوب انصاری شامل تھے، حضرت ابو ایوب انصاری کی وہیں وفات ہوئی اور قسطنطنیہ کی سرحد پر ان کی قبر ہے، قحط میں اہل روم اس قبر پر بارش کے لیے دعا کرتے ہیں۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ صاحب المرآۃ نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یزید بن معاویہ نے ۵۲ (باون) ہجری میں قسطنطنیہ کا جہاد کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے سفیان بن عوف کے ساتھ ایک عظیم لشکر بھیجا اور وہ لوگ روم کے شہروں میں داخل ہو گئے اس لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن الزبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اور حضرت ابو ایوب انصاری اس مدت میں فوت ہو گئے، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کبار صحابہ اس سفیان کی قیادت میں گئے تھے اور یزید بن معاویہ کے ساتھ نہیں گئے کیونکہ وہ اس بات کا اہل نہیں تھا کہ یہ کبار صحابہ اس کے ماتحت لڑتے اور مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ کی فضیلت ہے کیونکہ انھوں نے سب سے پہلے براستہ سمندر جہاد کیا، اور ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے مدینہ قیصر پر حملہ کیا، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ یزید کی اس میں کیا فضیلت ہے، حالانکہ اس کا حال مشہور ہے اگر تم یہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے لیے یہ فرمایا ہے کہ وہ بخشا ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ ہر چند کہ یزید اس مغفرت کے عموم میں داخل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کے سبب اس عموم سے خارج نہ ہو، کیونکہ اہل علم کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مغفور لھم (بخشے ہوئے ہیں) ان میں اہلیت کی شرط کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مدینہ قیصر کے غزوہ کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہوتا تو مغفرت کے اس عموم میں نہ داخل ہوتا، پس معلوم ہوا کہ اس

---

[1] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۰۱ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

شخص کی مغفرت ہوگی جس کے لیے مغفرت کی شرط پائی جائے [1]

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ۵۲ھ ہجری میں مسلمانوں نے بلادِ روم پر حملہ کیا اور اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف ازدی تھے، وہ اس جگہ فوت ہو گئے اور ان کے بعد عبداللہ بن مسعدہ فزاری لشکر کے امیر مقرر کیے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر بسر بن ابی ارطاۃ تھے اور ان کے ساتھ سفیان بن عوف تھے اور اسی سال بلادِ روم میں قسطنطنیہ کی سرحد کے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کی وفات ہوئی، حضرت ابو ایوب یزید بن معاویہ کے دستہ میں تھے۔ [2]

یزید بن معاویہ کی امارت کے ذکر سے علامہ عینی نے یہ سمجھ لیا کہ وہ پورے لشکر کا امیر تھا اور انھوں نے اس کو مستبعد سمجھا کہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن الزبیر ایسے کبار صحابہ اس کی زیر قیادت جہاد کریں اس لیے انھوں نے کہا کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس لشکر کے امیر سفیان بن عوف تھے، یزید نہیں تھا، لیکن واقعہ میں لشکر کے امیر سفیان بن عوف ہی تھے یزید صرف اس دستے کا امیر تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاری تھے۔ اس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے اور البدایہ والنہایہ میں بھی ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں۔

ہر چند کہ علامہ عینی نے اس لشکر میں یزید کی امارت سے اختلاف کیا ہے لیکن لشکر میں اس کے شمول سے اختلاف نہیں کیا اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ مغفرت کے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص کی بنا پر اس سے خارج نہ ہو، خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ بعد میں اس سے کفریہ افعال صادر ہوئے اس لیے وہ بشارت مغفرت کے عموم سے نکل گیا۔ یہ جواب علامہ ابن منیر اور علامہ ابن التین کا ہے اس سے پہلے ہم اس جواب کو علامہ قسطلانی کے حوالے سے بھی نقل کر چکے ہیں لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر اس بشارت کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی کیونکہ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ "جس نے کلمہ پڑھا وہ جنت میں داخل ہو گیا" کا بھی یہی مفہوم ہے کیونکہ اس کی بھی یہی شرط ہے کہ کلمہ کے بعد کوئی کفریہ کام نہ کیا ہو، پھر اس خاص بشارت کی کیا ضرورت تھی؟ اس کی خصوصیت کا یہ تقاضا ہے کہ اس لشکر کے شرکاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان پر خاتمہ اور مغفرت کی بشارت دی ہے اس لیے یہ جواب صحیح نہیں ہے۔

علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث میں جس مدینہ قیصر کے لیے بشارت ہے اس سے مراد وہ شہر ہے جو شہر اس وقت تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اور وہ شہر حمص ہے جو اس وقت روم کا دار الخلافہ تھا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ بشارت اس غزوہ کے لیے ہے جو ام حرام والے غزوہ کے بعد ہونا تھا اور حمص ام حرام والے غزوہ سے پہلے فتح ہو چکا تھا۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے براستہ سمندر جہاد کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی اور فرمایا کہ ان میں ام حرام بھی ہیں اور پھر دوبارہ مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والوں کو مغفرت کی بشارت

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴، ص ۱۹۹، ۱۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ

[3] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

دی اور فرمایا اس میں ام حرام نہیں ہوں گی، لیکن آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ پہلے ام حرام والا غزوہ ہوگا اور اس کے بعد مدینہ قیصر والا غزوہ ہوگا اور ترتیب میں ذکر، واقع میں ترتیب کو مستلزم نہیں ہے اس لیے یہ ہوسکتا ہے کہ مدینہ قیصر والا غزوہ پہلے واقع ہوا ہو اور ام حرام والا غزوہ بعد میں واقع ہوا ہو اور جبکہ واقعۃً حمص پہلے فتح ہوا ہے اور جب آپ نے یہ بشارت دی ہے اس وقت مدینہ قیصر (روم کا دار الخلافہ) حمص ہی تھا نہ کہ قسطنطنیہ، اس لیے اس بشارت کا پہلا مصداق اس وقت متحقق ہوا جب حمص فتح ہوا اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے ان اول جیش یغزون مدینۃ قیصر ۔ کا مصداق نہیں ہیں لہٰذا عموم مغفرت کی اس بشارت میں یزید داخل نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے، سخت سردیوں کے زمانہ میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کر لیا۔ سردیوں کے اختتام تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ بالآخر حضرت ابو عبیدہ نے حمص فتح کر لیا اور حضرت بلال اور حضرت مقداد اور دیگر امراء کے ذریعہ حضرت عمر کے پاس فتح کی بشارت اور خمس روانہ کیا اور حضرت خالد بن ولید کو قنسرین روانہ کر دیا۔ [1]

علامہ ابن اثیر نے بھی ۱۵ ہجری میں حمص کی فتح کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ [2]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ حامیان یزید کا اس حدیث سے یزید کی مغفرت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس حدیث کی سند میں یحییٰ بن حمزہ دمشقی اور ثور بن یزید حمصی قدری اور ناصبی راوی ہیں اس لیے یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے ثانیاً بہ تقدیر تسلیم اس حدیث کی بشارت کے مصداق ۱۵ ہجری کے مجاہدین ہیں، یعنی حضرت ابو عبیدہ خالد بن ولید، اور ان کے رفقاء جنھوں نے پہلی بار مدینہ قیصر یعنی حمص پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا اور سن باون میں جنھوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا وہ پہلی بار مدینہ قیصر پر حملہ کرنے والے نہیں تھے نہ اس بشارت کا مصداق تھے لیکن اس جواب میں یہ سقم ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حرام سے دوسرا خواب بیان کیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انت من الاولین یعنی تم پہلی لشکر والی ہو اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان کے دور خلافت میں بائیس ہجری میں حضرت امیر معاویہ کے لشکر میں قبرص میں فوت ہوئیں اور اس کے بعد مدینہ قیصر پر باون ہجری میں حملہ کیا گیا اور یہ وہی لشکر ہے جس میں یزید تھا (البدایہ ج ۸، ص ۲۲۹ اور علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خلفائے اربعہ کے بعد فاسق امراء کے ساتھ جہاد کرتے رہے ہیں، اور حضرت ابو ایوب انصاری نے یزید لعین کے ساتھ جہاد کیا ہے۔

دراصل یہ اشکال ان علماء پر ہے جو یزید کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے لیے اس اشکال سے چھٹکارے کا اور کوئی صحیح حل نہیں ہے کہ وہ اس حدیث کی صحت کو بعض راویوں کے ضعف کی وجہ سے نہ مانیں اور جمہور علماء جو یزید کو انتہائی ظالم اور فاسق ماننے کے باوجود مومن قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اس حدیث میں کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ مغفرت کفر کے

---

[1] ۔ حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ،

[2] ۔ علامہ محمد ابن محمد ابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۴۲-۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۰ھ

منافی ہے ظلم اور فسق کے منافی نہیں ہے تاہم یہ حدیث یزید کی مغفرت کے بارے میں قطعی الدلالۃ نہیں ہے کیونکہ مدینہ قیصر کی تعیین آپ نے نہیں کی اول جیش کا یہ تقاضا ہے کہ اس سے مراد حمص ہو جو پندرہ ہجری میں فتح ہوا اور انت من الاولین ۔ کا تقاضا یہ ہے کہ یہ قبرص کی فتح کے بعد والا قیصر کا دار الخلافہ ہو اور وہ قسطنطنیہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالۃ۔

حضرت حسین اور یزید کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے نظریات

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: یزید کے بارے میں دو انتہائی نظریے ہیں اور ایک متوسط نظریہ ہے، ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ یزید خلیفہ راشد اور ہدایت یافتہ تھا اور صحابہ یا انبیاء میں سے تھا، یہ تمام باتیں باطل ہیں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ وہ کافر اور چھپا ہوا منافق تھا اور وہ اہل مدینہ اور بنو ہاشم سے اپنے کافر شتہ داروں کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس نے یہ شعر پڑھے:

لما بدت تلك الحمول و اشرفت تلك الرؤس على ربى جيرون

جب ان قیدیوں اور شہداء کے سروں کو اٹھائے ہوئے (لشکر یزید کے) گھوڑے جیرون (پہاڑ) کی چوٹی سے نمودار ہوئے۔

نعق الغراب فقلت نح او لا تنح فلقد قضيت من النبى ديونى

کوے نے کائیں کائیں کی تو میں نے کہا تو بول یا نہ بول۔ میں نے نبی سے اپنے پرانے قرضے چکا لیے۔

اور اس نے ابن الزبعری کے یہ اشعار پڑھے:

ليت اشياخى ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش آج میرے وہ باپ دادا زندہ ہوتے جو بدر میں مر گئے تھے، اور نیزوں کے لگنے سے وہ خزرج کی چیخ و پکار دیکھتے۔

قد قتلنا القرن من ساداتهم وعدلناه ببدر فاعتدل

ہم نے ان کے سرداروں کو قتل کر دیا ہے، اور معرکہ بدر کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے۔

اور یہ دونوں قول بالکل باطل ہیں، ہر عقلمند ان کے بطلان کو سمجھتا ہے کیونکہ یزید مسلمان بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا نہ خلیفہ راشد تھا نہ کافر تھا، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ ہے کہ انھیں ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے جیسا کہ ان کے دیگر رفقاء ظلماً قتل کیے گئے اور وہ شہید تھے، اور جس شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس میں معاونت کی یا اس پر راضی ہوا، اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت (نافرمانی) کی۔[1]

نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: حضرت حسین کی شہادت کی وجہ سے بھی تین نظریات ہو گئے۔ ایک انتہائی نظریہ یہ ہے کہ ان کو قتل کرنا حق تھا کیونکہ انھوں نے مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کیا تھا اور صحیح حدیث میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کسی ایک شخص کی بیعت پر

---

[1] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۰، ۲۴۶ مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۲۱ھ

متفق ہو اور کوئی شخص تمہارے درمیان تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو"۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام لوگ یزید کی بیعت پر متفق تھے اور حسین نے آکر ان کے درمیان تفرقہ ڈالا، اور ان میں سے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حسین وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حکام اسلام کے خلاف بغاوت کی، اور دوسرا انتہائی نظریہ یہ ہے، کہ حضرت حسین امام تھے، ان کی اطاعت واجب تھی ان کے یا ان کے مقرر کیے ہوئے اشخاص کے سوا کسی کا جمعہ پڑھانا جائز تھا نہ ان کی اجازت اور حکم کے بغیر جہاد جائز تھا اور متوسط نظریہ اہل سنت کا ہے جو حضرت حسین کو باغی کہتے ہیں نہ امام اور نہ خلیفہ، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسین کو ظلماً قتل کیا گیا اور وہ شہید تھے وہ مسلمانوں کے امیر نہ تھے، اور مخالفین نے جو حدیث پیش کی ہے وہ ان پر چسپاں نہیں ہوتی کیونکہ جب حضرت حسین کو معلوم ہو گیا کہ اہل کوفہ نے مسلم بن عقیل کے ساتھ دغا کی ہے تو انھوں نے بیعت لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور انھوں نے یزید کے پاس جانے، کسی اسلامی سرحد پر جانے یا اپنے شہر واپس جانے کا ارادہ کیا لیکن فوج نے ایسا نہیں کرنے دیا اور ان سے قید ہونے کا مطالبہ کیا اور یہ ان پر واجب نہ تھا۔[1]

لعن یزید کے بارے میں ابن جوزی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے الشرف المنصون میں لکھا ہے کہ بعض نام نہاد اہلسنت یہ کہتے ہیں کہ یزید برحق تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف خروج کرنے میں خطا کی، اگر یہ لوگ کتابوں کا مطالعہ کرتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ یزید کی بیعت کس طرح ہوئی اور کس طرح لوگوں پر جبر کیا گیا اور اس کام کے لیے اس نے ہر برائی کو اختیار کیا۔ اگر ہم اس کی بیعت کو بالفرض صحیح مان لیں تب بھی اس سے ایسے امور ظاہر ہوئے جو فسخ بیعت کو واجب کرتے ہیں اور یزید کی طرف کوئی جاہل غبی ہی مائل ہو سکتا ہے۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کے بارے میں مختلف آراء ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان اور گنہگار رہے، اہل بیت کے ساتھ اس نے ناجائز سلوک کیا، لیکن اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ مسلمان گنہگار ہے اور بالکراہت یا بلا کراہت اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ کافر ملعون ہے، اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے کوئی معصیت نہیں کی اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور اس نظریہ کے قائلین کو اگر سلسلہ انصار یزید میں منسلک کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ وہ خبیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا مصدق نہیں تھا، اور اس نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور اہل بیت کے ساتھ ان کی زندگی میں اور ان کی لاشوں کے ساتھ جو سلوک کیا اسے دیکھ کر اس کی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اتنی تصدیق بھی ظاہر نہیں ہوتی جتنی اس شخص کی تصدیق ظاہر ہوتی ہے جو ایمان کے دعویٰ کے باوجود قرآن مجید کو گندگی میں پھینک دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور میرا یہ گمان نہیں ہے کہ اکابر مسلمین سے اس کا حال پوشیدہ تھا لیکن وہ مغلوب اور مقہور تھے اور سوائے صبر کے ان کے لیے کوئی اور چارۂ کار نہیں تھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اس قدر کبیرہ گناہ کیے جن کو نطق انسانی حیطہ بیان میں نہیں لا سکتا اور میں ایسے شخص پر علی التعیین لعنت کو جائز قرار دیتا ہوں اگرچہ ایسے فاسق کی کوئی اور مثال نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی، اور توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ ضعیف ہے، اور اسی کے ساتھ ابن زیاد، ابن سعد، اور ان کی جماعت

---

[1] شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی دمشقی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۴۸-۲۴۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

لائق ہے۔ اللہ عزوجل کی لعنت ہو ان پر اور ان کے یاروں پر اور مددگاروں پر، ان کے گروہوں پر اور ان کی طرف میلان رکھنے والوں پر، یہ لعنت قیامت تک ہوتی رہے جب تک حضرت حسین پر آنکھیں روتی رہیں گی، یزید پر لعنت ہوتی رہے گی۔[1]

لعن یزید کے بارے میں محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ بعض علماء یزید پلید پر لعنت کرنے کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور بعض اس کے متعلق غلو اور افراط کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب وہ مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہو گیا تو امام حسین پر اس کی اطاعت واجب ہو گئی، نعوذ باللہ من هذا القول و من هذا الاعتقاد، وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کب امام ہوا اور کب اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہوا؟ وہ صحابہ جو اس کے زمانہ میں تھے اور ان صحابہ کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج ہو گئے تھے۔ ہاں صحابہ کی ایک جماعت کربلا اور جبراً اس کے پاس گئی اس نے اس کے سامنے انعامات رکھے انھوں نے جب اس کی برائیوں کو دیکھا تو مدینہ واپس آ گئے اور کہا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ شراب پیتا ہے، نمازوں کا تارک ہے، زانی، فاسق اور محارم کو حرام کرنے والا ہے اور بعض دیگر علماء یہ کہتے ہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور ان کے اور ان کے اہل بیت کے قتل کے بعد خوش نہیں ہوا تھا اور یہ قول مردود اور باطل ہے کیونکہ اس بدبخت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ عداوت اور ان کے قتل پر خوشی اور ان کی اہانت تواتر معنوی سے ثابت ہے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ ہے۔ کیونکہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ لوگ ان احادیث نبویہ کا کیا جواب دیں گے کہ حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینا کفر ہے اور دائمی عذاب کا موجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے ذلت والا عذاب تیار کیا ہے۔" اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس کا انجام ہمیں معلوم نہیں شاید کہ اخیر وقت میں اس نے کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو۔ امام غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض متقدمین علماء مثلاً احمد بن حنبل اور علامہ ابن جوزی وغیرہ نے اس پر لعنت کی ہے اور بعض علماء نے لعنت سے منع کیا ہے اور بعض نے توقف کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ملعون تھا جو کام اس بدبخت نے کیے وہ کسی اور نے نہیں کیے۔ اس نے امام حسین کو قتل کیا، اہل بیت کی اہانت کی، مدینہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن الزبیر کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اسی دوران دنیا سے جہنم چلا گیا اس کی توبہ اور رجوع کا حال خدا جانتا ہے۔[2]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۷۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، تکمیل الایمان ص ۷۱۔ ۷، مطبوعہ مطبع فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۲ء

یزید کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: یزید بن معاویہ پر شراب پینے کی وجہ سے اور بعض فواحش کے ارتکاب کی وجہ سے زیادہ عیب لگایا گیا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں اس کی وہی رائے تھی جو اس کے دادا حضرت ابوسفیان کی حالت کفر میں جنگ احد کے بارے میں تھی کہ نہ اس نے اس جنگ کا حکم دیا تھا اور نہ اسے مسلمانوں کی ہزیمت سے کوئی رنج ہوا۔ اور ہم پہلے باحوالہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں حسین کے ساتھ وہ نہ کرتا جو ابن مرجانہ (عبیداللہ بن زیاد) نے کیا اور جو لوگ اس کے پاس حضرت حسین کا سر لے کر آئے ان سے اس نے کہا اس کے بغیر بھی تمہارے لیے اطاعت کافی تھی اور ان لوگوں کو یزید نے کوئی انعام نہیں دیا اور حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کی اس نے بہت تعظیم و تکریم کی اور اس معرکہ میں ان کی جو چیزیں گم ہو گئی تھیں وہ سب دوگنی چوگنی کر کے اس نے واپس کر دیں۔ اور انھیں تعظیم و تکریم کے ساتھ روانہ کر کے مدینہ پہنچا دیا۔ جن دنوں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اہل یزید کے گھر رہے تین دن تک یزید کے گھر والے حضرت حسین پر نوحہ کرتے رہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یزید کے پاس جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے تو پہلے وہ خوش ہوا اور پھر بعد میں اس پر نادم ہوا۔ ابو عبیدہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو قتل کر دیا تو ان حضرات کے سروں کو یزید کے پاس بھیجا اولاً تو یزید اس قتل سے خوش ہوا اور اس کے نزدیک ابن مرجانہ کا مرتبہ بڑھ گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد وہ نادم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے کیا فرق پڑتا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ کی قرابت کی رعایت کر کے خود تکلیف اٹھاتا اور حسین کو اپنے گھر ٹھہراتا اور جس جگہ کا وہ ارادہ کرتے انھیں وہاں کا حاکم بنا دیتا خواہ اس سے مجھے نقصان ہوتا اور میری سلطنت میں کمی ہوتی، پھر کہا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ پر لعنت کرے اس نے حسین کو تنگی میں ڈالا اور مجبور کر دیا حالانکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ انھیں واپس جانے دیں یا میرے پاس آنے دیں یا اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جانے دیں حتیٰ کہ وہ خدا سے جا ملیں، لیکن ابن مرجانہ نے ان کی بات نہیں مانی اور انھیں قتل کر دیا اور انھیں قتل کر کے قیامت تک مسلمانوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض بنا دیا اور مسلمانوں کے دلوں میں میری عداوت کا بیج ڈال دیا اور ہر شخص خواہ نیک ہو یا بد مجھ سے نفرت کرے گا کیونکہ لوگوں کے نزدیک میرا حسین کو قتل کرنا بہت سنگین جرم ہے۔ میرا ابن مرجانہ سے کیا واسطہ ہے۔ اللہ اس کو برباد کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

نیز لکھتے ہیں: جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور ابن مطیع اور ابن حنظلہ کو والی بنا دیا اور یہ لوگ یزید سے بہت عداوت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے یزید کی مذمت میں صرف اس کا شراب پینا اور بعض بدکاریاں بیان کیں اور اس پر زندقہ (کفر اور ارتداد) کی تہمت نہیں لگائی جیسا کہ رافضی اس پر یہ تہمت لگاتے ہیں، بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا جائز نہیں ہے تاکہ اس سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو اور قتل عام نہ ہو، جیسا کہ واقعہ حرہ میں ہوا، اور اہل حرہ سے اس کا صرف جنگ کرنا کافی تھا لیکن اس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنی فوجوں پر تین دن کے لیے مدینہ مباح کر دیا جس کی وجہ سے بہت بڑا فساد ہوا [1]

---

[1] حافظ ابوالفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۴ھ۔

لعن یزید کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی کی رائے

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید اصل میں مسلمان ہے اور ہم اسی اصل کا قول کرتے ہیں جب تک کہ کسی دلیل قطعی سے اس کا اس اصل سے اخراج ثابت نہ ہو۔ اسی وجہ سے محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یزید کے معاملہ میں صحیح بات یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ چیزوں اور دلوں کے بھید کو جاننے والا ہے اس لیے ہم اس کی تکفیر کے قطعاً درپے نہیں ہیں اور اسی قول میں سلامتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان تھا لیکن فاسق شریر اور ظالم تھا۔[1]

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ یزید کے فسق پر اتفاق کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ ابن جوزی نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور اس کو امام احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اپنی کتاب الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے سوال کیا کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے کہا نیک اور متقی علماء نے یزید پر لعنت کی ہے اور ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں۔ انھوں نے یزید کے بارے میں لکھا ہے اس پر لعنت ہو، پھر علامہ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو یعلی الفراء نے اپنی کتاب المعتمد فی الاصول میں اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ صالح بن احمد بن حنبل نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد امام احمد سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کی محبت کا طعنہ دیتے ہیں تو میرے والد (امام احمد) نے فرمایا: اے بیٹے کیا جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟ اور اس پر کیوں نہ لعنت کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو انھوں نے کہا اس آیت میں: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم ۝ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم (محمد، ۲۲:۲۳)

"پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو (اقتدار کے نشہ میں) تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو منقطع کرو گے، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا" اور قتل اور خونریزی سے بڑھ کر کون سا فساد ہوگا؟ قاضی ابو یعلی نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو لعنت کے مستحق ہیں، اور ان میں یزید کا ذکر کیا ہے پھر یہ حدیث ذکر کی ہے جس نے ظلماً اہل مدینہ کو دھمکایا (ڈرایا) اس کو اللہ تعالیٰ دھمکائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے لشکر بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا۔ قاضی ابو یعلی نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ صحیح مسلم میں ہے اس لشکر نے بہت قتل اور خون ریزی کی اور بہت بڑا فساد کیا، لوگوں کو قید کیا اور مدینہ کو مباح کیا یہ سب چیزیں مشہور ہیں حتیٰ کہ تین سو کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی، تقریباً تین سو صحابہ قتل کیے گئے اور سات سو قرآن مجید کے قاری قتل کیے گئے، کئی دن تک مدینہ مباح رہا، مسجد نبوی میں کئی دن تک جماعت معطل رہی۔ کسی شخص کے لیے مسجد نبوی میں جانا ممکن نہیں تھا حتیٰ کہ مسجد نبوی میں گوبر اور جانور داخل ہوتے رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پیشاب کرتے رہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور اس لشکر کا امیر اس وقت تک راضی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ لوگ اس پر بیعت نہ کر لیں کہ وہ یزید کے غلام ہیں وہ

---

[1] ۔ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقۃ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۵ھ

چاہے تو ان کو بیچ دے اور چاہے تو ان کو آزاد کر دے، اور جن مسلمانوں نے یہ کہا کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول پر بیعت کرتے ہیں تو اس نے ان کی گردن اڑا دی، یہ واقعہ حرہ تھا، پھر یہ لشکر حضرت ابن الزبیر سے جنگ کے لیے گیا اور انھوں نے کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے اور اس میں آگ لگا دی، ان برائیوں سے بڑھ کر کون سی برائی ہو گی۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ علماء کا دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ یزید پر لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک وہ چیز ثابت نہیں ہوئی جو لعنت کا تقاضا کرتی ہے، امام غزالی کا اسی پر فتویٰ ہے، اور یہی چیز ہمارے ائمہ کے بیان کردہ قواعد کے لائق ہے۔ کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی شخص معین پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو جائے کیونکہ لعنت کا مطلب ہے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بالکل دور کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو جائے، اور یہ چیز اسی کے لیے جائز ہے جس کی کفر پر موت کا یقین ہو، اور جس کی کفر پر موت کا یقین نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ کافر پر اس کی زندگی میں لعنت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ مرنے سے پہلے مسلمان ہو جائے، نیز انھوں نے تصریح کی ہے کہ کسی معین مسلمان فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور جب تم نے ان کی یہ تصریحات جان لیں تو یہ بھی جان لو کہ ان کے نزدیک یزید پر لعنت جائز نہیں ہے اگرچہ وہ فاسق خبیث تھا اور اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر خوش ہوا تھا پھر بھی وہ کافر نہیں ہے کیونکہ اس نے قتل کو جائز اور حلال نہیں سمجھا تھا اور اگر جائز سمجھا تھا تو تاویل سے سمجھا تھا خواہ وہ تاویل باطل تھی اور یہ کفر نہیں ہے، علاوہ ازیں اس کا حضرت حسین کو قتل کرنے کا حکم دینا اور اس پر خوش ہونا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ روایت صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہے اور امام احمد نے قرآن مجید کی جس آیت سے یزید پر لعنت کا استدلال کیا ہے اور حدیث مسلم وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین سے جس نے یزید پر لعنت کا استدلال کیا تو ان دونوں سے یزید پر اس کا نام لے کر بخصوصہ لعنت کرنا ثابت نہیں ہوتا۔ اور گفتگو اسی میں ہے۔ البتہ ان دلائل سے ان صفات پر لعنت کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بلا شبہ جائز ہے، اور اس پر اتفاق ہے کہ یزید کا نام لیے بغیر یہ کہنا جائز ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا قتل کو جائز قرار دیا یا اس پر راضی ہوا اس پر لعنت ہو جس طرح بغیر تعیین کے یہ کہنا جائز ہے کہ مثلاً شراب پینے والے پر لعنت ہو، اور یہی چیز آیت اور حدیث میں ہے کیونکہ آیت میں کسی کا نام لیے بغیر یہ ہے کہ جو قرابت کو منقطع کرے اور زمین میں فساد کرے اسی پر لعنت ہو، اسی طرح حدیث میں نام لیے بغیر ہے جو اہل مدینہ کو ڈرائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، لہٰذا امام احمد وغیرہ کا اس آیت سے شخص معین پر بخصوصہ لعنت کا استدلال کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یزید پر بخصوصہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے[1]

لعن یزید کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی رائے

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً بجماعۃ اہل سنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا۔ اسی قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا: امام احمد حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر لعنت کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر

[1] ۔ علامہ احمد ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقۃ: ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۸۵ھ

شد لاتے ہیں فھل عسیتم ان تو لیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔" شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین و خود کعبہ معظمہ و روضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کیے کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر میں حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود کے پالے ہوئے تین نماز میں پر بعد شہادت گھوڑے سے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور چور ہو گئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات مشکوے رسالت قید کیے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا! ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے، قرآن مجید میں صراحۃً اس پر لعنہم اللہ فرمایا لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں، اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت کہ اس سے فسق و فجور متواتر ہیں، کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال، نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں۔ لقولہ تعالیٰ فسوف یلقون غیا الا من تاب اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے مگر اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت و بدمذہبی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمہ ہو و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔[1]

یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کے سلسلہ میں مصنف کا موقف

یزید کے تین جرم متواتر ہیں؛ اس نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے جبری بیعت لینے کے لیے عبید اللہ بن زیاد کو روانہ کیا اور اس کو حضرت حسین کے مرتبہ اور مقام کی رعایت کرنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یا نہیں اور قتل کی خبر سن کر خوش ہوا تھا یا نہیں، اس میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس نے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی جبکہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر تھا اور اس میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ قتل اس کے ایما سے ہوا اور وہ اس قتل سے راضی تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء پر کربلا میں جو ظلم و ستم ڈھایا گیا اور پھر ظالموں سے یزید نے بحیثیت حاکم کوئی باز پرس نہیں کی، انھیں مظالم کی وجہ سے بعض علماء (امام احمد، علامہ ابن جوزی اور علامہ تفتازانی وغیرہ) نے یزید پر لعنت کی ہے ہر چند کہ محققین اور محتاط علماء نے یزید پر شخصی لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور اسی میں سلامتی

---

[1] اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، ۱۴۰۵ھ،

سمجھی ہے کہ یزید کے معاملے کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

یزید کا دوسرا جرم مدینہ منورہ پر حملہ کا حکم دینا اور تین دن کے لیے مدینہ میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور عصمت دری کی عام اجازت دینا ہے، اس وجہ سے بھی بعض علماء نے یزید پر شخصی لعنت کی ہے، اور تیسرا جرم مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دینا اور کعبہ کو جلانا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے العواصم من القواصم میں لکھا ہے کہ امام احمد نے کتاب الزہد میں یزید کا ذکر اخیار تابعین میں کیا ہے۔ میں نے کتاب الزہد پوری پڑھی اس میں یزید کا ذکر نہیں ہے۔ اس معاملہ میں یقیناً ابن عربی کو وہم ہوا ہے، علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابن العربی کا یزید کو برحق اور حضرت حسین کو خاطی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ ہم اس نظریہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ جس شخص نے آل رسول پر ظلم کیے، حرم مدینہ کی بے حرمتی کی، خانہ کعبہ کو جلایا، ہمارے دل میں اس کے بارے میں نرمی کا کوئی شمہ نہیں ہے، یہ شخص بہت بڑا ظالم اور فاسق و فاجر تھا اگر ہمیں شرعی حدود و قیود اور قواعد شرعیہ کا پاس نہ ہوتا تو ہم یزید پر کفر کا حکم لگا دیتے اور اس پر شخصی لعنت کرنے میں ہمیں کوئی تامل نہ ہوتا۔

بَابُ الْحَجِّ عَنِ الْعَاجِزِ لِزَمَانَةٍ وَّ هَرَمٍ وَّنَحْوِهِمَا اَوْ لِلْمَوْتِ

عاجز، بوڑھے اور میت کی جانب سے حج کرنا

۳۱۴۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ الْفَضْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَدِيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَآءَتْهُ امْرَاَةٌ مِّنْ خَثْعَمٍ تَسْتَفْتِيْهِ فَجَعَلَ الْفَضْلُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَنْظُرُ اِلَيْهَا وَتَنْظُرُ اِلَيْهِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْرِفُ وَجْهَ الْفَضْلِ اِلَى الشِّقِّ الْاٰخَرِ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ فِي الْحَجِّ اَدْرَكَتْ اَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا لَّا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يَّثْبُتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِكَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سواری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آکر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھنے لگی۔ حضرت فضل اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کو دیکھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے اور میرا باپ بہت بوڑھا شخص ہے سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

۳۱۴۸- وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ خَثْعَمٍ

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، ان پر اللہ تعالیٰ کا فریضہ حج واجب ہو چکا ہے اور وہ اپنے اونٹ کی پشت پر بیٹھ نہیں

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِیْ شَیْخٌ کَبِیْرٌ عَلَیْهِ فَرِیْضَةُ اللّٰهِ فِی الْحَجِّ وَ هُوَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّسْتَوِیَ عَلٰی ظَهْرِ بَعِیْرِهٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحُجِّیْ عَنْهُ۔

سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف سے حج کر لو۔!

حج بدل میں شوافع کا نظریہ اور تشریح حدیث

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

(ا) جب سواری متحمل ہو تو ایک سواری پر دو آدمیوں کا بیٹھنا جائز ہے۔

(ب) دینی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے یا کسی اور دنیاوی معاملہ میں ضرورت کے وقت اجنبی عورت کی آواز سننا جائز ہے۔

(ج) اجنبی عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے، اسی طرح اجنبی عورت کا مردوں کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ ابن ام مکتوم آ گئے اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پردے میں چلی جاؤ۔ ہم نے عرض کیا وہ تو نابینا ہے اور ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں۔ (ترمذی ص ۳۹۵)

(د) برے کام کو اپنے ہاتھ سے ٹھیک کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ اپنے ہاتھ سے پھیر دیا۔

(ہ) جو شخص بڑھاپے، لنگڑے پن یا موت کی وجہ سے عاجز ہو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہے۔

(و) عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔

(ز) ماں باپ کی طرف سے حج کرنا، ان کو خرچ دینا، ان کی خدمت کرنا اور ہر طرح سے ان کے ساتھ نیکی کرنا چاہیے۔

(ح) جو شخص خود حج کرنے سے عاجز ہو اور کسی غیر کی طرف سے حج کر سکتا ہو اس پر بھی حج واجب ہے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ (یعنی شوافع کا)۔ کیونکہ اس عورت نے کہا میرے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے حالانکہ وہ بوڑھا شخص ہے۔ اور سواری پر خود نہیں بیٹھ سکتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد نہیں فرمایا۔

(ط) عورت کا بغیر محرم کے حج کے لیے جانے کا جواز، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا اور محرم کو ساتھ لے جانے کا حکم نہیں دیا، یہ اس وقت ہے جب عورت کو کسی قسم کا خطرہ نہ ہو۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے، اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص موت، لنگڑاہٹ یا بڑھاپے کی وجہ سے خود حج کرنے سے عاجز ہو۔ اس کی طرف سے دوسرا شخص حج کر سکتا ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ صرف اسی میت کی طرف سے حج کیا جا سکتا ہے جس نے حج اسلام نہ کیا ہو، بعض متقدمین کا یہ مسلک ہے کہ میت ہو یا کوئی اور، کسی شخص کی طرف سے کوئی حج نہیں کر سکتا۔ خواہ میت نے وصیت کی ہو، امام مالک کی یہ بھی ایک روایت ہے اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ میت کی طرف سے حج ہو سکتا ہے خواہ فرض ہو یا نفل، اس نے وصیت کی ہو یا نہ، امام شافعی اور بعض فقہاء کا نظریہ یہ ہے کہ میت کے ترکہ سے حج کرنا واجب ہے اور ہمارے (یعنی شافعیہ کے)

نزدیک عاجز کی طرف سے نفلی حج بھی کیا جا سکتا ہے۔[1]

حج بدل میں احناف کا نظریہ

علامہ عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاجز کی طرف سے نیابت جائز ہے۔ ہمارے اصحاب (احناف) نے کہا ہے کہ جو شخص اونٹ پر سوار ہو کر حج کر سکتا ہے، اس کی طرف سے دوسرا شخص حج نہیں کر سکتا۔ اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل نہ ہو سکے جیسے لنگڑا پن یا نابینائی تو پھر دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہے اور اگر اس کو ایسا عجز لاحق ہو جو زائل ہو سکے لیکن ہو دائمی تو اس کی طرف سے نیابت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔[2]

حج بدل کے عدم وجوب میں مالکیہ کے دلائل

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی فرماتے ہیں کہ مخالفین کہتے ہیں کہ جو شخص حج سے عاجز ہو اس پر نائب کو طلب کرنا واجب ہے جو اس کی طرف سے حج کر سکے اور ہمارے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو" اور بظاہر استطاعت سے مراد بدنی استطاعت ہے کیونکہ اگر مالی استطاعت مراد ہوتی تو اللہ تعالیٰ فرماتا: احجاج البیت "بیت اللہ کا حج کرانا" اور حج مال اور بدن دونوں کی فرع ہے۔ جن فقہاء نے حج میں مالی عبادت کو ترجیح دی انھوں نے صدقات کی طرح حج میں نیابت جائز قرار دی اور جن فقہاء نے حج میں بدنی عبادت کو ترجیح دی انھوں نے نماز اور روزے کی طرح اس میں نیابت کو ناجائز قرار دیا اور قاضی عیاض نے حافظ ابو عمر ابن عبدالبر مالکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حدیث میں جو اس عورت کو اس کے باپ کی طرف سے حج کرنے کا حکم دیا ہے یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ سالم مولی ابو حذیفہ کے ساتھ بڑی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت کا حکم خاص تھا اور دوسرے علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے اور اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ بعض روایات میں ہے کہ میرے باپ نے اللہ تعالیٰ کے فریضہ کو پا لیا، جیسا کہ اس باب کی روایات میں ہے بعض روایات میں ہے کہ ایک عورت فوت ہو گئی اور اس نے حج کی نذر مانی ہوئی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ سے سوال کرنے والا ایک مرد تھا۔[3]

دلائل مالکیہ کے جوابات

اس حدیث کے جواب میں امام مالک کی طرف سے جو دو دلیلیں پیش کی گئی ہیں دونوں مخدوش ہیں، خصوصیت کا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس کی ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ (پھر جمع کے صیغے سے فرمایا) اللہ کا حق ادا کرو، اللہ تعالیٰ حق پورا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمع کے صیغے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کا عمومی حکم دیا ہے یہ اس بات کی واضح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۴۳۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

دلیل ہے کہ یہ حکم اس عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

دوسرا جواب جس میں اس حدیث کو مضطرب کہا گیا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں ہے، متعدد واقعات ہیں۔

حنابلہ کا نظریہ علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس شخص میں وجوب حج کی شرائط پائی جائیں اور وہ کسی ایسے مانع کی وجہ سے حج کرنے سے عاجز ہو جس کے زائل ہونے سے وہ مایوس ہو جیسے لنگڑاہٹ یا کوئی دائمی مرض یا اس میں کوئی ایسا پیدائشی نقص ہو جس کی بناء پر وہ سواری پر نہ بیٹھ سکے یا وہ بہت بوڑھا ہو تو جب اس کو ایسا شخص مل جائے جو اس کی طرف سے حج کر سکے تو اس پر حج کرانا لازم ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ جب تک وہ بذاتِ خود حج کرنے کا اہل نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہے یعنی اس پر حج کرانا لازم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: من استطاع الیہ سبیلا (آل عمران: ۵۰) "جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو" اور یہ شخص حج کی طاقت نہیں رکھتا، اور یہ وہ عبادت ہے جس میں نماز اور روزے کی طرح نیابت کا دخل نہیں ہے[1]

جمہور کے نزدیک چونکہ حج میں مالی عبادات کا بھی دخل ہے اس لیے جس شخص کے پاس مال ہو اور دوسرا شخص اس کی طرف سے حج کر سکتا ہو تو عجز کی وجہ سے اس سے فرضیت ساقط نہیں ہو گی، اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس شخص سے حج بدل کرائے اور اس کی تائید ان احادیث سے ہے۔

نظریہ احناف پر دلائل علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی اس مسئلہ میں احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس باب میں اصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا دے، خواہ وہ عمل نماز ہو، روزہ ہو صدقہ ہو یا کوئی اور عبادت ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے دو سرمئی مینڈھے ذبح کیے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو وحدانیت کے قائل ہوں۔ اور عبادات کی کئی قسمیں ہیں بعض مالیہ محضہ ہیں جیسے زکوٰۃ اور بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز اور بعض مال اور بدن کا مجموعہ ہیں جیسے حج اور پہلی قسم (مالی عبادت) میں اختیار اور اضطرار کی دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہو جاتی ہے کیونکہ نائب کے فعل سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور دوسری قسم (بدنی عبادت) میں کسی حالت میں بھی نیابت جاری نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان سے مقصود بدن کو مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس لیے وہ مکلف کے اپنے فعل کے بغیر ادا نہیں ہو گی۔ اور تیسری قسم (بدنی اور مالی عبادت کا مجموعہ جیسے حج) میں عجز کے وقت نیابت جاری ہو جائے گی، کیونکہ مال کے کم ہونے سے مشقت کا مفہوم حاصل ہو جاتا ہے اور جب قدرت ہو تو نیابت جاری نہیں ہو گی کیونکہ نفس کو مشقت میں ڈالنا متحقق نہیں ہوا اور عجز میں شرط یہ ہے کہ وہ موت تک دائمی ہو کیونکہ حج کی فرضیت پوری زندگی میں ہے، اور حج نفل میں قدرت کے باوجود بھی نیابت جائز ہے، کیونکہ نوافل میں زیادہ وسعت ہے[2]

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن عبدالجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳، ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اموات کے لیے ایصالِ ثواب

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احناف کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر حج اسلام فرض ہو تو اس کے وارثوں پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے، خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ، البتہ اگر اس نے مطلقاً وصیت کی ہو تو اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے[1]

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے جس طرح اس کی طرف سے حج اور صدقہ کرنا جائز ہے[2]

بَابُ صِحَّةِ حَجِّ الصَّبِيِّ

نابالغ کے حج کا حکم

۳۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ رَكْبًا بِالرَّوْحَاءِ فَقَالَ مَنِ الْقَوْمُ قَالُوا الْمُسْلِمُونَ فَقَالُوا مَنْ أَنْتَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَتْ إِلَيْهِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام روحاء میں کچھ سواروں نے ملاقات کی، آپ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟۔ انھوں نے کہا مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں سے ایک عورت نے بچے کو اُوپر اٹھا کر پوچھا: کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تم کو بھی اس کا اجر ملے گا۔

۳۱۵۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَلِهَذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ أَجْرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے بچے کو اُٹھا کر پوچھا: یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔

۳۱۵۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ

کریب کہتے ہیں کہ ایک عورت نے بچہ اُوپر اٹھا کر کہا: یا رسول اللہ! کیا اس کا بھی حج ہو جائے گا؟

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۶ ص ۳۰۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

بْنُ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ اَنَّ امْرَاَةً مَاتَ فَحَجَّتْ صَبِيًّا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا اَجْرٌ قَالَ نَعَمْ وَلَكِ اَجْرٌ۔

آپ نے فرمایا: ہاں اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے گا۔

۳۱۵۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

نابالغ کے حج کے حکم میں مذاہب اربعہ

قاضی عیاض کہتے ہیں ان مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہیں پہچانا کہ وہ رات کا وقت تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دن کا وقت ہو لیکن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے نہ پہچانا ہو کیونکہ انھوں نے اس وقت تک اپنے علاقوں سے ہجرت نہیں کی تھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء کی دلیل ہے کہ بچے کا حج صحیح ہے اور منعقد ہو جاتا ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اگرچہ اس پر جو حج اسلام فرض ہے یہ حج اس سے کفایت نہیں کرتا بلکہ یہ حج نفلی ہوتا ہے، یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے موقف پر صریح دلیل ہے، البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس کا حج صحیح نہیں ہے۔ علماء احناف یہ کہتے ہیں کہ بچے سے اس لیے حج کرایا جاتا ہے کہ بچے کو حج کرنے کی مشق ہو اور بالغ ہونے کے بعد وہ صحیح طریقہ سے حج کر سکے، اس حدیث میں احناف کے نظریہ کی تردید ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ بچوں کے حج کرنے کے جواز میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے، ہر چند کہ بعض اہل بدعت نے بچوں کو حج کرنے سے منع کیا ہے لیکن ان کا قول لائق التفات نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور اجماع امت سے ان کا یہ قول مردود ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس بچے کو حج کرنے والا کہا جائے گا اور اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے؟ اور اس میں فدیہ واجب ہوگا اور اس میں کسی کوتاہی اور قصور سے دم لازم آئے گا اور بالغین کے تمام احکام جاری ہونگے یا نہیں؟۔ امام ابوحنیفہ ان تمام چیزوں کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کو تمام ممنوعات سے مشق اور تعلیم کے لیے مجتنب رکھا جائے گا، اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ اس پر حج کے احکام جاری ہوں گے اور اس کا حج منعقد ہوگا اور اس کی طرف سے نفل ہو جائے گا کیونکہ اس حدیث کے بموجب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے افعال کو حج قرار دیا ہے[1]

نابالغ احکام کا مکلف نہیں ہے

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے، سونے والے سے حتی کہ وہ بیدار ہو جائے، بچے سے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

وعن المجنون حتی یعقل۔ [1] حتی کہ وہ بالغ ہوجائے اور مجنون سے حتی کہ اس کی عقل ٹھیک ہوجائے۔

امام ابوداؤد کے علاوہ یہ حدیث امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کی ہے اس حدیث میں صاف بیان کردیا گیا ہے کہ بچہ پر احکام تکلیفیہ اس وقت تک لاگو نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے اس لیے اگر حج میں اس سے کوئی جنایت ہوگئی تو اس کے مال سے دم (قربانی) دینا لازم نہیں آئے گا، البتہ اس کو عادی بنانے کے لیے اور اس سے مشق کرانے کے لیے اس سے کہا جائے گا کہ وہ ان چیزوں سے بچے اور ہر چند کہ یہ حج اسلام نہیں ہے اور اس حج سے اس کا فرض حج ساقط نہیں ہوگا تاہم یہ نفلی حج ہے اور یہی اس حدیث کا محمل ہے۔

احناف کے نزدیک نابالغ کا حج نفل نہیں ہے

علامہ نووی نے مذاہب فقہاء کا بیان کرتے ہوئے جو یہ لکھا ہے کہ باقی ائمہ اور جمہور کے نزدیک بچے کا حج نفل ہوجاتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک بچے کا حج صحیح نہیں ہے، یہ انھوں نے صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بچے کا حج صحیح اور نفل ہے البتہ اس نے جو بچپن میں حج کیا ہے اس سے فرض حج ساقط نہیں ہوگا، اور اس کو بالغ ہونے کے بعد بشرط استطاعت دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں۔

"وما فعله الصبی قبل البلوغ یکون تطوعا۔" [2] بچہ نے بلوغ سے پہلے جو حج کیا ہے وہ نفل ہوگا۔

امام ابوحنیفہ کے نظریہ کی ابن حزم سے تائید

شیخ ابن حزم اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بچہ خواہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا ہم اس کے حج کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ اور بچہ کا یہ حج نفل ہوگا، اور جو اس کو حج کرائے گا اس کو اجر ملے گا اور بچہ ان تمام چیزوں سے بچے گا جن سے محرم بچتا ہے۔ اور اگر اس نے کوئی ناجائز کام کرلیا تو اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے، بچہ کو اگر طاقت نہ ہو تو اس کی طرف سے طواف کیا جائے گا اور کنکریاں ماری جائیں گی، نماز روزے اور باقی احکام شرعیہ کی بھی انھیں یونہی تعلیم دینی چاہیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچے کو لے کر آئی اور پوچھا کیا اس کے لیے حج ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تمہیں بھی اجر ملے گا۔ شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ حج ایک اچھا کام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انا لا نضیع اجر من احسن عملا "ہم جو شخص اچھے کام کرے ہم اس کا اجر ضائع نہیں کرتے" اگر یہ کہا جائے کہ بچہ نیت کرنے کا اہل نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نیت صرف مکلف پر لازم ہے اور بچہ مکلف ہے نہ مخاطب اور نہ مامور، اللہ تعالیٰ اس کو محض اپنے فضل سے اجر عطا فرماتا ہے جس طرح میت کی نیت ہوتی ہے نہ کوئی عمل اور اس کے متعلقین کی دعا سے اور ان کے حج، روزے اور دیگر عبادات کے ایصال ثواب سے اللہ تعالیٰ میت کو محض اپنے فضل کی بناء پر اجر پہنچاتا ہے اور جب بچہ سے تکلیف ساقط ہے تو وہ حرم یا حالت احرام میں شکار کرے تو اس پر کوئی جزاء نہیں ہے، یا اگر کسی تکلیف کی بناء پر وہ سر منڈالے تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] ۔ علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۲۰ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اور نہ اس کے کسی عمل سے اس کا حج فاسد ہوگا، اس کے اعمال پر اجر ہے اور کسی عمل پر گناہ نہیں ہے۔ بکثرت احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور نے امامہ بنت ابی العاص کو گود میں لے کر خود نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عباس بلوغ سے پہلے نماز میں حاضر ہوتے تھے۔ اور احادیث میں ہے کہ آپ بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز میں تخفیف کر دیتے تھے وغیرہا [1]

شیخ ابن حزم نے یہ جو کچھ لکھا ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی بعینہٖ یہی نظریہ ہے۔

امام ابوحنیفہ کے مذہب کو بیان کرنے میں متعدد فقہاء کا تسامح

شیخ مبارک پوری فتح الباری کے حوالے سے لکھتے ہیں: علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ فتوی اس بات پر متفق ہیں کہ بلوغ تک بچے سے فرضیت حج ساقط ہے اور اس نے بچپن میں جو حج کیا ہے وہ نفل ہے۔ یہ جمہور کا نظریہ ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اس کا احرام صحیح نہیں ہے اور احرام کے منافی کام کرنے سے اس پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں ہوگا، اس سے صرف مشق کے لیے حج کرایا جاتا ہے۔ مبارک پوری لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کی یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے خلاف حجت ہے [2]

علامہ نووی، حافظ ابن حجر، ملا ابن بطال، شوکانی اور مبارک پوری نے مذہب احناف کی تحقیق نہیں کی اور خود بخود یہ سمجھ لیا کہ جب امام ابوحنیفہ بچہ پر جنایت میں فدیہ لازم نہیں کرتے تو ان کے نزدیک اس کا احرام صحیح ہے نہ نفلی حج ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک بچہ کا حج نفلی ہوتا ہے، اور ان لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض امام ابوحنیفہ کے خلاف تعصب اور عناد کا نتیجہ ہے۔

شیخ داؤد ظاہری کے نظریہ کا ابطال اور احناف کے دلائل

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے شیخ داؤد بن علی ظاہری اور ان کے بعض اتباع (غیر مقلدین) نے یہ استدلال کیا ہے کہ بچہ اگر بچپن میں حج کرلے تو یہ اس کے لیے کافی ہے اور بالغ ہونے کے بعد اسے دوبارہ حج اسلام کرنے کی ضرورت نہیں ہے [3]

داؤد ظاہری کا یہ نظریہ حسب ذیل صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حج الصبى فهى له حجة حتى يعقل واذا عقل فعليه حجة اخرى واذا حج الاعرابى فهى له حجة فاذا هاجر فعليه حجة اخرى هذا حديث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتی کہ اسے سمجھ آجائے اور جب اس کو سمجھ آجائے تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے۔ اور جس اعرابی نے حج کیا تو یہ اس کا حج ہے حتی کہ وہ ہجرت کرے اور

---

[1] شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷ ص ۲۶۷-۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

[2] شیخ عبدالرحمان مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاہ۔ [1]

جب اس نے ہجرت کرلی تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور انھوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما صبی حج ثم بلغ الحنث علیہ حجۃ اخری وایما اعرابی حج ثم ھاجر فعلیہ ان یحج حجۃ اخری وایما عبد حج ثم عتق فعلیہ حجۃ اخری رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بچہ نے حج کیا پھر اس نے بلوغت کی عمر کو پالیا، اس پر دوسرا حج کرنا لازم ہے، اور جس اعرابی نے حج کیا پھر ہجرت کی اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے اور جس غلام نے حج کیا اور پھر وہ آزاد کر دیا گیا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے۔ حافظ الہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے [3]

عن یونس بن عبید صاحب الحلی قال سالت ابن عباس عن المملوک اذا حج ثم عتق بعد ذلک قال علیہ الحج ایضاً وعن الصبی یحتلم قال یحج ایضاً۔ [4]

یونس بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ غلام اگر حج کرنے کے بعد آزاد کر دیا جائے تو؟ فرمایا اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہے، پھر پوچھا کہ اگر بچہ حج کرنے کے بعد بالغ ہو جائے فرمایا وہ بھی حج کرے گا۔

دلائل احناف کی وضاحت ان احادیث سے داؤد بن علی ظاہری کا رد واضح ہے اور حقیقت میں ان صحیح اور صریح احادیث سے ائمہ ثلاثہ کا بھی رد ہو جاتا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اگر بچہ سے حج فاسد ہو جائے تو اس پر اس کی قضاء لازم ہے اور اگر کوئی جنایت ہو تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ بچہ نے بلوغت سے پہلے جو حج کیا ہے وہ اس کے حج اسلام سے اس لیے کافی نہیں ہوتا کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور جب اس پر حج کرنا فرض نہیں ہے تو حج کے ارکان بھی فرض نہیں ہیں اس لیے کسی رکن کے ترک کرنے یا اس کو فاسد کرنے سے اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوگا اور کسی رکن میں کمی کی وجہ سے اس پر دم لازم نہیں ہوگا اور حج میں اس کے افعال تربیت اور مشق کے لیے ہوں گے اور یہ اس کی نفلی عبادت ہوگی، یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا نظریہ ہے اور احادیث اور نظر صحیح سے اسی

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمہ

[2] ۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، ج ۳ ص ۲۰۶، ۲۰۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] ۔ امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبری ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] ۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

نظریہ کی تائید ہوتی ہے۔

بَاب ۴۱۲ فَرْضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ

زندگی میں حج کی فرضیت ایک بار ہے۔

۳۱۵۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ فَسَكَتَ حَتَّى قَالَهَا ثَلَاثًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ ثُمَّ قَالَ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض ہو گیا۔ پس حج کیا کرو! ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ خاموش رہے حتی کہ اس نے تین بار یہی عرض کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے۔ جن چیزوں کا بیان میں چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرتے تھے، لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کیا کرو اور جب میں کسی چیز سے روک دوں تو اس کو چھوڑ دیا کرو۔

امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا

بعض علماء نے کہا ہے کہ حج ہجرت کے پانچویں سال فرض ہوا اور بعض نے کہا کہ نویں سال فرض ہوا ہے اس وجہ سے اس حدیث میں جس واقعہ کا بیان ہوا ہے، یہ حجۃ الوداع سے پہلے کا ہے۔

بعض دوسری روایات میں صراحت کے ساتھ بیان ہے کہ یہ سائل اقرع بن حابس تھے، اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اور تیسرا قول اس میں توقف کا ہے۔ ملا جیون حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امر کا صیغہ باعتبار وجوب کے تکرار کا تقاضا نہیں کرتا جیسا کہ ایک قوم کا نظریہ ہے نہ تکرار کا احتمال رکھتا ہے جیسا کہ امام شافعی کا نظریہ ہے، یعنی جب مثلاً صلوا کہا گیا تو اس کا معنی ہے ایک بار نماز پڑھو اور ہمارے نزدیک یہ تکرار کا بالکل تقاضا نہیں کرتا اور اس حدیث کے پیش نظر ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے ورنہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ آپ سے یہ نہ پوچھتے کہ یارسول اللہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟[1]

---

[1] ۔ علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۲۸، ۲۹، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد پر دلیل

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ہاں کہتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے اور آپ کے احکام جاری کرنے کے لیے وحی کی شرط نہیں ہے، اور یہی مذہب ہے۔ باب نمبر ۳۴۵ "محرم کے لباس کی بحث میں ہم اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں۔

اباحت اصلیہ کی تحقیق

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذروني ما تركتكم "جس چیز کا حکم میں نے نہیں بیان کیا اس کے بارے میں سوال مت کرو" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ احکام میں اصل عدم الوجوب ہے اور شریعت کے وارد ہونے سے پہلے کوئی حکم نہیں ہے، محققین کے نزدیک یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا۔ "ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں"[1]

علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے[2]

علامہ شامی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ علامہ قاسم نے بھی یہی لکھا ہے، ہدایہ کی فصل حداد اور فتاویٰ قاضی خاں کی حظر اور اباحت کی بحث میں یہی لکھا ہے اور شرح التحریر میں ہے کہ بصرہ کے معتزلہ، شوافع اور احناف خصوصاً عراقیین کا یہی نظریہ ہے۔ امام محمد نے جو مسائل بیان کیے ہیں ان سے بھی یہی پتا چلتا ہے[3]

اباحت اصلیہ سے مراد یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جن چیزوں کا حکم دیا وہ فرض یا واجب یا مستحب ہو گئیں اور جن چیزوں سے منع کر دیا وہ حرام یا مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی ہو گئیں، لیکن جن چیزوں سے شارع نے روکا نہ ان کا حکم دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہیں اور ان کے کرنے یا نہ کرنے میں بندے کو اختیار ہے مثلاً دن اور رات کے بعض اوقات میں شارع نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور بعض اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا ہے اس کے علاوہ جو اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنے کا حکم ہے نہ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے ان میں بندے کو اختیار ہے ان اوقات میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد بعض مسلمان کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا حکم ہے نہ ممانعت اس لیے یہ بھی اصالۃً مباح ہے، البتہ اس پر فرض ایسا دوام نہ کریں اور نہ پڑھنے والوں کو ملامت نہ کریں، کیونکہ مستحب کام کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی اور اس وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنا تو مباح ہے اور پڑھنے والوں پر ملامت کرنا حضور کے ادب اور محبت سے بعید ہے۔

دین میں آسانی ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر بقدر استطاعت عمل کرو" یہ حدیث جوامع الکلم سے ہے اور اس سے اسلام کا اہم قاعدہ معلوم ہوتا ہے مثلاً جب طاقت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو، ورنہ بیٹھ کر نماز پڑھ لو۔ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹ کر اشاروں سے پڑھ لو، اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین یا طیارہ بغیر وقفہ کے سفر کرتا رہتا ہے تو چلتی ہوئی ٹرین اور اڑتے ہوئے طیارہ پر جس طرح ہو سکے نماز پڑھ لو، وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کر لو، کسی عضو کو دھونے میں تکلیف ہوتی ہے تو مسح کر لو اور وہ بھی نہیں کر سکتے تو چھوڑ دو۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم "اللہ تعالیٰ سے اپنی استطاعت کے مطابق ڈرو" رہا یہ کہ دوسری آیت میں ہے: اتقوا اللہ حق تقاتہ "اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے" اس کے دو جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ آیت فاتقوا اللہ ما استطعتم سے منسوخ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ کا بیان فاتقوا اللہ ما استطعتم ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کیا جائے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو کیا جائے اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچا جائے اس سے زیادہ انسان استطاعت نہیں رکھتا اور اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا نیز فرمایا وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے دین میں تنگی نہیں رکھی۔

باب ۴۱۳ سَفَرِ الْمَرْاَۃِ مَعَ مَحْرَمٍ اِلٰی حَجٍّ وَّغَیْرِہٖ

عورت کو محرم کے ساتھ حج کرنے کا حکم

۳۱۵۴۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی وَھُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَۃُ ثَلَاثًا اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۳۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ جَمِیْعًا عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَّقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنْ اَبِیْہِ ثَلَاثَۃً اِلَّا وَمَعَھَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔

ابن نمیر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے اس میں بھی محرم کے ساتھ تین دن کے سفر کا ذکر ہے۔

۳۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ اَخْبَرَ الضَّحَّاکُ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے وہ بغیر محرم کے تین راتوں کی مسافت

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ ثَلٰثَ لَيَالٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ.

کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے۔

۳۱۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهُوَ ابْنُ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْهُ حَدِيثًا فَأَعْجَبَنِي فَقُلْتُ لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقُولُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَمْ أَسْمَعْ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ مِنْهَا أَوْ زَوْجُهَا.

قزعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سنی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے؟ انھوں نے فرمایا: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی بات کو منسوب کر سکتا ہوں جو میں نے آپ سے نہ سنی ہو! انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا ہے آپ نے فرمایا کوئی عورت دو دن کا سفر بغیر خاوند یا محرم کے نہ کرے۔

۳۱۵۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ قَزَعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعًا فَأَعْجَبْنَنِي وَآنَقْنَنِي نَهٰى أَنْ تُسَافِرَ الْمَرْأَةُ مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو مَحْرَمٍ وَاقْتَصَّ بَاقِيَ الْحَدِيثِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار باتیں سُنی ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ آپ نے عورت کو تنہا دو دن کا سفر کرنے سے منع کیا ہے الّا یہ کہ اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو۔

۳۱۵۹ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر محرم کے عورت کو تین دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین راتوں سے زیادہ سفر نہ کرے۔

۳۱۶۰ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرُ امْرَاَةٌ فَوْقَ ثَلَاثٍ لَيَالٍ اِلَّا وَمَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ.

قتادہ کی روایت میں ہے کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے۔

۳۱۶۱ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَكْثَرُ مِنْ ثَلَاثٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ.

۳۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ لَيْلَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا رَجُلٌ ذُوْ حُرْمَةٍ مِنْهَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کے لیے محرم کے بغیر ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۳ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ذِئْبٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت کا بھی سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کا ایک دن اور رات کا سفر بغیر محرم کے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ عَلَيْهَا۔

کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُسَافِرُ ثَلَاثًا اِلَّا مَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عورت کے لیے بغیر محرم کے تین دن کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۱۶۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ اَيَّكُوْنُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اِلَّا وَمَعَهَا اَبُوْهَا اَوِ ابْنُهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوْ اَخُوْهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہو، اس کے لیے اس کے باپ بیٹے، بھائی، خاوند یا کسی اور محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں ہے

۳۱۶۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۶۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيٰنُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے ہوئے فرما رہے تھے کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے الّا یہ کہ اس کا محرم ساتھ ہو، اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؛

يَقُوْلُ لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ اِلَّا مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ امْرَاَتِيْ خَرَجَتْ حَاجَّةً وَاِنِّيْ اكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ انْطَلِقْ فَحُجَّ مَعَ امْرَاَتِكَ۔

آپ نے فرمایا: جاؤ تم بھی اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

۳۱۶۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرٍو بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۱۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْمَخْزُوْمِيَّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ اِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ بغیر محرم کے تنہائی میں نہ رہے۔

بغیر زوج یا محرم کے عورت پر حج کی فرضیت میں شوافع کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ جب تک عورت اپنی عزت کے بارے میں مطمئن اور بے خوف نہ ہو اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہے اور یہ اطمینان خواہ خاوند سے حاصل ہو خواہ نسبی محرم سے خواہ سسرالی محرم سے خواہ چند مستند عورتوں سے، ان تین (زوج، محرم، یا چند مستند عورتوں کی رفاقت) میں سے جس کی رفاقت بھی میسر آگئی عورت پر بالاتفاق حج لازم آجائے گا اور اگر تینوں میں سے کوئی بھی میسر نہ ہو تو صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت پر حج لازم نہیں ہوگا، خواہ صرف ایک عورت کی رفاقت میسر ہو یا نہ ہو۔[1]

علامہ رافعی شافعی لکھتے ہیں کہ جب تک عورت کو اپنے محفوظ ہونے کے بارے میں اطمینان نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا اگر اس کے ساتھ اس کا خاوند یا نسبی یا سسرالی محرم جارہا ہے تو فبہا ورنہ ہم دیکھیں گے اگر اس کے ساتھ جانے کے لیے چند معتمد عورتیں مل گئیں تو اس پر حج فرض ہے اور اگر چند معتمد عورتیں نہ ملیں تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہے اور اس کے علاوہ دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ ایک عورت کے ساتھ بھی اس پر حج فرض ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنہا عورت پر بھی حج فرض ہے، یہ کرابیسی کا قول ہے انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اے عدی اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو کہ ایک عورت حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا، نیز جو عورت دار الکفر میں مسلمان ہو تو اس پر

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷، ص ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا واجب ہے خواہ وہ تنہا ہو، اس قول کی پہلی دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عدی بن حاتم کی حدیث وجوب کا تقاضا نہیں کرتی اور دوسری دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ جو عورت دارالکفر میں مسلمان ہوئی ہو اس کی جان اور عزت کو راستہ کی بہ نسبت دارالکفر میں زیادہ خطرہ درپیش ہے[1] (خیال رہے کہ دارالکفر سے ہجرت کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہاں اسلامی احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو اور اس کو اپنے دین اور اپنی جان کا خطرہ ہو، نووی علی المسلم ج ۱ ص ۴۳۳)۔

حضرت عدی بن حاتم کی مذکور الصدر روایت کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح بخاری، مسند احمد، مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کے سفر کے لیے محرم ہونا شرط نہیں ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر محض اس کے جواز پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کے باوجود حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی شخص کی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا، اور اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے[2]۔

زوج یا محرم کے بغیر عورت کے سفر میں شوافع کا مذہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نفلی حج، زیارت، تجارت یا کسی اور مقصد کے لیے آیا عورت کسی ایک مستند اور معتمد عورت یا مستند و معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں جن کو شیخ ابوحامد، علامہ ماوردی، علامہ محاملی اور دوسرے فقہاء نے باب الاحصار میں بیان کیا ہے اور قاضی حسین، علامہ بغوی اور علامہ رافعی وغیرہم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ سفر بھی حج کی طرح جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سفر جائز نہیں ہے اور تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہی حکم صحیح ہے۔ کتاب الام میں بھی یہی مذکور ہے، اس سفر کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے نہ کرے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں فلاں فلاں لشکر کے ساتھ جہاد میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کے لیے جانے کا ارادہ رکھتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ حج کے لیے جاؤ۔ اور حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت زوج یا محرم کے بغیر دو دن کا سفر نہ کرے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت بھی اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن یا ایک رات کا تنہا سفر جائز نہیں ہے، یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ایک

---

[1] ۔ علامہ ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلخیص الحبیر مع شرح المہذب ج ۷، ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

دن کے اور ایک روایت میں ایک رات کے بغیر محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے [۱]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں مالکیہ کا نظریہ

امام مالک فرماتے ہیں کہ جس عورت نے حج نہ کیا ہو اور اس کا کوئی محرم نہ ہو یا محرم تو ہو لیکن وہ اس کے ساتھ کسی وجہ سے حج پر نہ جا سکتا ہو تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے فریضہ حج کو ترک نہ کرے اور عورتوں کی جماعت کے ساتھ چلی جائے [۲]

علامہ ابوالولید باجی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا﴾ "جن لوگوں کو استطاعت ہے ان پر اللہ تعالیٰ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا لازم ہے"۔ اور یہ آیت اس سے عام ہے کہ محرم ہو یا نہ ہو، اس لیے اس کو عموم پر محمول کیا جائے گا، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب اس عورت اور مکہ کے درمیان دو راتوں کی مسافت کا فاصلہ ہو تو اس کے لیے محرم شرط نہیں ہے۔ فلہٰذا تین راتوں کی مسافت کے لیے بھی محرم شرط نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں مسافت ہیں۔

علامہ ابوالولید لکھتے ہیں کہ یہ حکم حج فرض کا ہے اور نفلی حج میں عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، اور باقی سفروں کا بھی یہی حکم ہے [۳]

زوج اور محرم کے بغیر عورت کے سفر میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس عورت کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج واجب نہیں ہے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ ابوداؤد کہتے ہیں میں نے امام احمد سے کہا ایک عورت امیر ہے اور اس کا کوئی محرم نہیں ہے اس پر حج فرض ہے؟ کہا: نہیں، نیز امام احمد نے تصریح کی ہے کہ محرم سہیل اور استطاعت میں داخل ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وجوب حج کے لیے محرم شرط نہیں ہے، لیکن حنابلہ کا مذہب پہلا قول ہے اور اسی پر ان کا عمل ہے [۴]

عورت کے سفر حج میں احناف کا نظریہ

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بغیر زوج یا محرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب عورت کے ساتھ معتمد عورتیں ہوں تو وہ حج پر جا سکتی ہے خواہ اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استطاعت کی تفسیر میں سفر خرچ اور سواری کو بیان کیا ہے اس لیے عورت کے واسطے محرم کی شرط لگانا قرآن مجید پر زیادتی ہے، جس کو تم فسخ سے تعبیر کرتے ہو، نیز یہ سفر فرض کو ادا کرنے کے لیے ہے اس لیے اس میں محرم

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۸ - ۸۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۲] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۴۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ،
[۳] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۸۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
[۴] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

کی شرط نہیں ہوگی جیسا کہ سفر ہجرت میں محرم کی شرط نہیں ہے کیونکہ جو عورت دارالحرب میں مسلمان ہو جائے وہ بغیر محرم کے دارالاسلام کی طرف ہجرت کر سکتی ہے، نیز فرض کو ادا کرنے کی ایسی شرائط ہوتی ہیں جو مکلف کے اختیار میں ہوں، اور محرم کو جانے پر مجبور کرنا عورت کے اختیار میں نہیں ہے، نہ عورت کے لیے سفر حج کی خاطر نکاح کرنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے احرام کے لیے محرم شرط نہیں ہے۔ لیکن عورت پر فتنہ سے بچنا واجب ہے، اور مردوں کے ساتھ مل جل کر جانے میں فتنہ ہے اور اکیلے جانے سے عورت گھبراتی ہے اس لیے وہ معتمد عورتوں کے ساتھ چلی جائے جن کے ساتھ وہ مانوس رہ سکے اور میل جول میں مردوں کی محتاج نہ ہو۔

علامہ سرخسی مزید لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے خاوند یا محرم کے بغیر تین دن اور تین راتوں کی مسافت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک شخص نے کہا میرا ارادہ فلاں غزوہ میں جانے کا ہے اور میری عورت کا حج کا ارادہ ہے اب میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورت سے علیحدہ مت ہو۔" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سفر کا ذکر فرمایا، اس سے صحابہ نے سفر حج سمجھا تھا۔ اس وجہ سے سائل نے یہ سوال کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ وہ جہاد چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ جائے اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت بغیر محرم یا خاوند کے سفر حج پر نہیں جا سکتی، کیونکہ عورت اپنے اختیار سے ایک سفر پر جا سکتی ہے اس لیے وہ باقی سفروں کی طرح زوج یا محرم کے بغیر نہیں جا سکتی اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ جدا ہے کیونکہ وہ اختیاراً نہیں بلکہ اضطراراً نجات حاصل کرنے کے لیے جا رہی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لیے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لیے اس کا جانا اضطراراً تھا نیز عورت فتنہ کا محل ہے اور جب زیادہ عورتیں مل کر جائیں گی تو فتنہ کا زیادہ محل ہو گا اور یہ فتنہ کسی محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو عورت کی حفاظت کرے اور خود اس کی خواہش نہ کرے، اور ایسا شخص محرم ہی ہو سکتا ہے اور محرم کی تفسیر یہ ہے جس کے ساتھ عورت کا نکاح دائماً جائز نہ ہو خواہ اس کا سبب نسبی قرابت ہو، دودھ کا رشتہ ہو یا سسرالی رشتہ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ محرم کا عورت کے ساتھ تنہائی میں رہنا جائز ہے کیونکہ اس میں اس کی کوئی طمع نہیں ہوتی کیونکہ وہ عورت اس پر دائماً حرام ہے بنابریں عورت اس کے ساتھ سفر پر بھی جا سکتی ہے۔[1]

عورت کے سفر کے بارے میں متعارض روایات کے جوابات

علامہ نووی اور علامہ ابن حجر عسقلانی وغیرہما نے احناف پر اعتراض کیا ہے کہ احناف نے محرم یا زوج کی شرط اس حدیث کی بنا پر مقرر کی ہے کہ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن سفر کرنے سے منع فرمایا ہے حالانکہ جس طرح تین دن سے ممانعت کی روایت ہے اسی طرح دو دن سے، ایک دن سے اور ایک برید (بارہ میل) سے سفر کی بھی ممانعت ہے اس لیے یہ حدیث ان کے مدعا پر

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۴ھ؛

دلیل نہیں ہو سکتی، اس اعتراض کے متعدد جواب ہیں۔

امام ابو جعفر طحاوی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ معلوم نہ ہو جس کی وجہ سے ان میں مقدم، مؤخر اور منسوخ اور ناسخ کو متعین کیا جا سکے تو ان میں جو حدیث عام ہو اس کو دوسری حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے اور تین دن کے سفر سے ممانعت والی حدیث تین دن سے کم سفر سے ممانعت والی حدیث سے عام ہے کیونکہ جب تین دن سے کم ممانعت ثابت ہوگی تو تین دن کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی لیکن جب تین دن کی ممانعت ثابت ہو تو تین دن سے کم کی ممانعت کا ثابت ہونا ضروری نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ تین دن کی ممانعت لازم ہے خواہ تین دن کی ممانعت ثابت ہو یا تین دن سے کم کی ممانعت ثابت ہو اس لیے اس حدیث کو ترجیح ہے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ تین دن سے ممانعت کی روایت حکماً متواتر ہے اور تین دن سے کم ممانعت والی احادیث کی بہ نسبت یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور یہ تمام روایات متفق ہیں کیونکہ حضرت ابن عمر سے تین دن سے کم کی ممانعت کی روایت نہیں ہے اس کے برخلاف جن صحابہ سے تین دن سے کم کی روایت ہے ان کی روایت میں تعارض ہے، کیونکہ جس طرح ان سے تین دن سے کم کی روایت ہے اسی طرح ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ان سے تین دن کی ممانعت کی روایت ہے اور امام طحاوی نے متعدد اسانید سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے دو دن کی ممانعت کی روایت ہے اور صحیح مسلم اور طحاوی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔ حضرت ابو سعید کی تین دن کی ممانعت کی روایت سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے۔ اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے بھی دو دن کی ممانعت کی روایت ہے۔ اور مسند احمد کے حوالے سے مجمع الزوائد میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے اور حافظ الہیثمی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بریدہ کی ممانعت کی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی صحیح مسلم میں تین دن کی ممانعت کی بھی روایت ہے۔

الغرض۔ جن صحابہ سے ایک دن یا دو دن یا بریدہ کی ممانعت کی احادیث مروی ہیں ان کی یہ روایات متعارض ہیں کیونکہ انھی صحابہ سے تین دن کی ممانعت کی احادیث بھی مروی ہیں جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کر دیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تین دن کی ممانعت کی حدیث تعارض سے سالم ہے، کیونکہ ان سے اور کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ہے، حضرت ابن عمر کے علاوہ تین دن کے سفر سے ممانعت کی روایت، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے جس کو حافظ الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند کی توثیق کی ہے اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی تین دن کی ممانعت کی روایت ہے جس کو امام دار قطنی نے اپنی سنن

میں بیان کیا ہے۔

مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ تین دن سے ممانعت کی روایت کو دو وجہ سے ترجیح ہے ایک تو یہ روایت حضرت ابن عمر، حضرت عدی بن حاتم، حضرت عکرمہ اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بلا تعارض مروی ہے اور دوسری ترجیح یہ ہے کہ یہ روایت زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہے کیونکہ حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے باوجود تین دن سے کم ممانعت کی روایات کے تین دن کی ممانعت کی روایت بھی ہے اس وجہ سے اس روایت کے طرق اور اسانید زیادہ ہو گئے اور یہ واضح ترجیح ہے، مثلاً حضرت ابو ہریرہ سے ایک دن کی ممانعت مروی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں بشمول حضرت ابو ہریرہ سات صحابہ سے تین دن کی ممانعت مروی ہے اور ایک کے مقابلہ میں سات کی روایت واضح ترجیح ہے۔

اس اشکال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حافظ ذیلعی نے لکھا کہ علامہ منذری نے کہا ہے کہ ان احادیث میں اس لیے تعارض نہیں ہے کیونکہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام بیان کیے گئے ہیں جو آپ نے متعدد مواقع پر بیان فرمائے[1] اس جواب کو علامہ عینی نے بھی علامہ منذری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں جب مسلمان بہت کم تھے اور کفار بہت زیادہ تھے جس وجہ سے اہل اسلام کمزور تھے اور کفار اور مشرکین کا خوف غالب تھا۔ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر ایک برید (بارہ میل) کی مسافت کے سفر سے بھی منع کر دیا۔ پھر جب مسلمانوں کو قدرے قوت حاصل ہوئی تو عورت کو بغیر زوج اور محرم کے ایک دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا، پھر جب زیادہ قوت حاصل ہوئی تو دو دن کی مسافت کے سفر سے منع کر دیا اور جب مسلمانوں کو مکمل جمعیت اور قوت حاصل ہو گئی تو آپ نے عورت کو زوج اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کر دیا۔ ان مختلف احادیث میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ تین دن کی ممانعت آخری حدیث ہے اور احکام شرعیہ کا مدار اسی حدیث پر ہو گا۔

اس اشکال کا چوتھا جواب یہ ہے کہ چونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ سفر کے احکام شرعیہ تین دن پر مرتب ہوتے ہیں جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں بیان ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور مسافر کے لیے تین دن ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح قرینہ اور دلیل ہے کہ سفر کے احکام تین دن پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے اس روایت کو ترجیح دی جائے گی جس میں عورت کو تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے۔

اس اشکال کا پانچواں جواب یہ ہے کہ احناف کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ عام حالات میں عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر تین دن کے سفر سے منع کیا جائیگا۔ اور جب حالات خراب ہوں اور فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو تو عورت کو خاوند اور محرم کے بغیر ایک دن کے سفر سے بھی منع کیا جائے گا، اس طرح احناف کا عمل دونوں حدیثوں پر ہے یعنی تین دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی اور ایک دن کی ممانعت والی حدیث پر بھی۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے بغیر زوج اور محرم کے عورت کے سفر کی ایک دن کی مسافت کی کراہت بھی مروی ہے۔ شرح اللباب میں ہے کہ زمانہ کے فتنہ اور فساد کی وجہ سے اسی قول پر

---

[1] ۔ حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف ذیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۱ مطبوعہ مجلس علمی دابھیل، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

فتوی دینا چاہیے اور اس کی تائید صحیحین کی اس حدیث سے ہے جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہو وہ بغیر محرم کے ایک دن اور رات کی مسافت کا سفر نہ کرے، لیکن فتح القدیر میں یہ ہے کہ چونکہ ظاہر مذہب تین دن کی ممانعت ہے اس لیے اگر عورت اور مکہ کے درمیان تین دن سے کم کی مسافت ہے تو اس کا خاوند اس کو حج سے منع نہ کرے[1]

اگر یہ کہا جائے کہ عام حالات میں تو تین دن کی ممانعت پر عمل کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ حالات خراب ہو جائیں اور فتنہ اور فساد کا زیادہ اندیشہ ہو تو حالات کے اعتبار سے دو دن سے لے کر ایک برید تک کے سفر سے ممانعت پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ قول احادیث کے مطابق ہے اور اس میں فقہ حنفی کی بھی رعایت ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایخلون رجل لامرأۃ الا ومعھا ذو محرم ولا تسافر المرأۃ الا مع ذی محرم[2]

علامہ نووی نے اس روایت پر اعتماد کر کے یہ کہا ہے کہ شافعیہ کے نزدیک بغیر محرم کے عورت کا سفر کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور شیخ ابن حزم نے بھی اسی روایت پر بنا کی ہے اور جن ائمہ نے تین دن سے کم مسافت کے سفر کی اجازت دی ہے ان پر ابن حزم نے حسب عادت غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے[3] حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ احناف مطلق کو مقید پر محمول نہیں کرتے لیکن یہاں انھوں نے مطلق کو مقید پر محمول کر دیا ہے۔

ان تمام اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بکثرت روایات میں تین دن کی مسافت سے سفر کی ممانعت آئی ہے اس لیے یہ روایت ابتداء اسلام پر محمول ہے جب کفر کا غلبہ تھا اور مسلمان کمزور تھے اس وقت بغیر زوج یا محرم کے عورت کو مطلق سفر کی اجازت نہ تھی اور جیسے جیسے مسلمان غالب آتے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے میں وسعت کو اختیار فرمایا تا آنکہ تین دن کی ممانعت کا امر مقرر ہو گیا اور شیخ ابن حزم نے اس کے معارضہ میں تین دن سے زیادہ سفر کی ممانعت کی احادیث جو ذکر کی ہیں وہ سب سند اً مرجوح ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ تین دن سے سفر کی ممانعت بہت مشہور تھی اس لیے آپ نے اس کا ذکر نہ کیا ہو یا بعد کے کسی راوی نے ذکر نہ کیا ہو، اور اس حدیث کو ان میں سے کسی نہ کسی ایک احتمال پر محمول کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ اس کا دوسری بکثرت صحیح روایات سے تعارض لازم نہ آئے، علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت اس لیے مرجوح ہے کہ اس میں زیادتی کا ذکر نہیں ہے جو دوسری روایات میں ہے۔

زمانہ امن میں عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحقیق

شیخ انور شاہ کشمیری نے اس بحث میں لکھا ہے کہ اگر امن کا زمانہ ہو اور عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا بھی سفر پر جا سکتی ہے انھوں نے کہا کہ یہ چیز احادیث سے ثابت ہے اور فقہ حنفی میں جو عورت کو بغیر محرم کے سفر سے منع کیا گیا ہے وہ فتنہ اور فساد

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۷، ص ۵۰-۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۹ھ

کے زمانے کے ساتھ مخصوص ہے، شیخ انور شاہ کشمیری کی عبارت کا متن حسب ذیل ہے :-

فی کتب الحنفیۃ عامۃ عدم جواز السفر الامع محرم قلت ویجوز عندی مع غیر محرم ایضا بشرط الاعتماد والامن عن الفتنۃ وقد وجدت لہ مادۃ کثیرۃ فی الاحادیث اما فی الفقہ فھو مسائل الفتن۔ [1]

کتب حنفیہ میں بالعموم (بلکہ سب کتابوں میں سعیدی) یہ تصریح ہے کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اعتماد ہو اور فتنہ نہ ہو تو عورت کا بغیر محرم کے سفر بھی جائز ہے اور احادیث میں ایسے واقعات بکثرت ہیں اور فقہ میں جو ممانعت کی گئی ہے وہ فتنہ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں ان واقعات کی نشاندہی کی ہے، لکھتے ہیں :

یقول العبد الضعیف منھا امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا العاص ان یرسل زینب رضی اللہ عنھا مع رجل لم یکن نھا محرما۔ ومجی عائشۃ رضی اللہ عنھا فی قصۃ الافک۔ [2]

بندہ ضعیف یہ کہتا ہے کہ ان واقعات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو العاص کو یہ حکم دینا ہے کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیجے جو ان کا محرم نہ تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تہمت والے واقعہ میں آنا ہے۔

شیخ کشمیری نے جو لکھا ہے کہ امن کے زمانہ میں جب عورت کو اعتماد ہو تو وہ تنہا سفر کر سکتی ہے یہ ان کی مستفر دانہ رائے ہے، کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام شافعی [3] اور امام مالک [4] کے نزدیک ایک عورت کا تنہا سفر پر جانا جائز نہیں ہے البتہ متعدد ثقہ عورتوں کے ساتھ ایک عورت فرض حج کے لیے جا سکتی ہے اور فرض حج کے علاوہ اور کسی سفر کے لیے وہ بغیر محرم کے سفر کی مطلق اجازت نہیں دیتے۔ امام احمد کے نزدیک بغیر زوج کے عورت مطلقاً سفر نہیں کر سکتی [5] اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین دن کی مسافت (۹۸۰،۷۳ کلومیٹر) کا سفر عورت بغیر محرم کے نہیں کر سکتی [6] اور غیر مقلدین کے نزدیک بھی عورت بغیر محرم کے مطلقاً سفر نہیں کر سکتی۔ شیخ ابن حزم کا حوالہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں : قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر المرأۃ الا مع محرم عام فی کل سفر حدیث رسول — "عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے" ہر سفر کو شامل ہے [7]، اس لیے شیخ کشمیری کا یہ شذوذ اور تفرد مذاہب اربعہ کے علاوہ غیر مقلدین کے نظریہ کے بھی خلاف ہے۔

---

[1] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۷، مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

[2] شیخ بدر عالم میرٹھی ۱۳۸۵ھ، حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۳۹۷، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۷ ص ۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

[6] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۴ھ،

[7] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۱، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۳۹۸ھ

شیخ بدر عالم میرٹھی نے اس سلسلہ میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو العاص کو حکم دیا تھا کہ وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کے ساتھ بھیج دے جو ان کا محرم نہیں تھا، پہلے ہم اس واقعہ کو مکمل تحقیق کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر جواب عرض کریں گے۔

علامہ عبد الرحمٰن سہیلی اسیران بدر کو فدیہ کے عوض آزاد کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے شوہر ابو العاص (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) کو اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے (کیونکہ ان کے کفر کی وجہ سے اب ان کا حضرت زینب سے فراق واجب ہو گیا تھا بعد میں جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے حضرت زینب کو نکاح سابق یا عقد جدید کے بعد لوٹا دیا) جب ابو العاص چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا تم بطن یاجج میں ٹھہرنا اور جب (حضرت) زینب (رضی اللہ عنہا) تمہارے پاس سے گذریں تو ان کو ساتھ لے کر یہاں آنا، وہ دونوں اسی جگہ گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ ابو العاص جب مکہ پہنچے تو انھوں نے حضرت زینب سے کہا کہ وہ اپنے والد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس چلی جائیں اور حضرت زینب روانہ ہو گئیں، کفار کو جب پتا چلا کہ وہ مکہ سے نکل گئی ہیں تو انھوں نے ان کی طلب میں لوگوں کو روانہ کیا۔ مقام ذی طوی میں ہبار بن اسود بن مطلب فہری نے ان کو جا لیا اس نے آپ کے ہودج پر نیزہ مارا جس سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا آپ گر گئیں اور خون جاری ہو گیا اس وقت آپ کے دیور کنانہ نے آپ کا دفاع کیا حضرت زید اور انصاری صحابی کے ساتھ آپ مدینہ پہنچیں اور بالآخر آپ اپنے شوہر کے اسلام کے بعد مدینہ میں اسی تکلیف میں مبتلا رہ کر فوت ہو گئیں[1] انا للہ وانا الیہ راجعون،!

حافظ ابن کثیر ۲ ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک انگوٹھی دے کر بھیجا تاکہ حضرت زینب کو لے کر آئیں۔ حضرت زید بن حارثہ نے جبلہ سے ایک چرواہے کو مکہ بھیجا اور اس کو وہ انگوٹھی دی، حضرت زینب نے وہ انگوٹھی پہچان لی اور پوچھا کس نے دی ہے کہا مکہ کے باہر ایک شخص ہے۔ حضرت زینب رات کو مکہ سے چلی گئیں اور حضرت زید کے ساتھ مدینہ آ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو دیکھ کر فرمایا: افضل بناتی اصیب فی "یہ میری بیٹیوں میں سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہوئی" ——— حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ اسی طرح لکھا ہے جیسا کہ ہم پہلے علامہ سہیلی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔[2]

اس واقعہ کی تفصیل جاننے کے بعد اس کے متعدد جوابات ظاہر ہو گئے۔ پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو جو بغیر زوج یا محرم کے سفر سے منع فرمایا ہے یہ حالت اختیار میں ہے، اور حضرت زینب

---

[1] علامہ عبد الرحمان بن عبد اللہ خثعمی السہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۸۲-۸۱، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۳، ص ۳۳۱، ۳۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ

کا واقعہ جیسا کہ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے، ایک اضطراری معاملہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے جو آپ کی خصوصیت بھی ہوتا ہے اور منع کرنا آپ کا قول ہے اور اصول فقہ میں مقرر ہے کہ جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کی ہوتی ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ ۲ر ہجری کا ہے اور اس وقت مکہ کے ساتھ حالت جنگ قائم تھی یعنی وہ عملاً دار الحرب تھا اور وہاں سے ہجرت کرنا فرض تھا اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ دار الحرب سے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی آسکتی ہے اور جب مکہ کے مسلمانوں پر ہجرت فرض ہو چکی تھی تو ان کا آنا فرض تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بغیر زوج یا محرم کے ممانعت بعد میں کی ہو اور یہ پہلے کا واقعہ ہو۔

شیخ بدر عالم میرٹھی نے شیخ انور شاہ کی طرف سے دوسری حدیث حضرت عائشہ کی پیش کی ہے، اس میں صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث کی طرف اشارہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آرہی تھیں وہ اپنا ہار ڈھونڈنے جنگل میں گئیں اور قافلہ والوں نے اس خیال سے کہ آپ ہودج میں ہیں ہودج کو اونٹنی پر رکھ دیا، جب آپ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا آپ اسی جگہ بیٹھ گئیں۔ ایک منزل پیچھے حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ آرہے تھے، انھوں نے آپ کو اونٹنی پر سوار کرایا اور آپ ان کے ساتھ مدینہ آگئیں، الحدیث [1]

اس واقعہ سے بھی استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بھی حالت اضطرار تھی اس وقت اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ علاوہ ازیں علامہ عینی نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ تمام امتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے محرم ہیں [2] کیونکہ قرآن مجید نے ازواج کو امہات قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا نکاح ازواج مطہرات سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ سوال سرے سے ساقط ہے کیونکہ اس اعتبار سے حضرت صفوان حضرت عائشہ کے محرم تھے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کی طرف سے تیسری یہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے جو جامع ترمذی [3] اور مسند احمد [4] اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی! اگر تمہاری عمر طویل ہوئی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک عورت حیرہ (نجف) سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔

کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کی بشارت دیتے ہیں جو اچھی ہو پس معلوم ہوا کہ عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا بھی اچھی بات ہے لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کا منشاء قوت اسلام اور امن اور عافیت کے زمانہ کی تحسین ہے۔ عورت کے تنہا سفر کرنے کی تحسین نہیں ہے خصوصاً جبکہ دوسری متعدد صحیح اور صریح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے عورت کو بلا محرم سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی خبر اس کے جواز پر دلالت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۵، ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نہیں کرتی کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ کسی قبر کے پاس سے گذرنے والا شخص یہ تمنا نہیں کرے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا" اس حدیث میں تمنا کے جواز کی نہیں بلکہ اس کے وقوع کی دلیل ہے۔

شیخ کشمیری نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف نے جو عورت کو تنہا سفر کرنے سے منع کیا ہے وہ اس زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے جب امن نہ ہو اور فتنہ اور فساد عام ہو، شیخ کشمیری کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم اس سے پہلے فتح القدیر اور شامی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک عام حالات میں عورت تین دن کی مسافت (۹۰-۹۲ کلومیٹر) کا سفر بغیر زوج یا محرم کے نہیں کر سکتی اور فتنہ کے زمانہ میں ایک دن کا سفر بھی بغیر زوج کے نہیں کر سکتی۔

بہر حال شیخ کشمیری نے جو یہ لکھا ہے کہ عورت کو اگر اعتماد ہو تو امن کے زمانہ میں اس کا تنہا سفر کرنا جائز ہے ان کا یہ قول تمام صحیح اور صریح احادیث کے خلاف ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی نے جو گنجائش نکالی تھی ہم نے بہ دلائل واضح کر دیا ہے کہ ان واقعات میں تنہا عورت کے سفر کی اجازت نہیں ہے اور شیخ کاشمیری کا یہ قول احادیث صحیحہ کے علاوہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے بھی خلاف ہے حتی کہ غیر مقلدین کے ہاں بھی اس شذوذ اور تفرد کی تائید نہیں ہے۔ شیخ عثمانی نے بھی فتح الملہم میں یہ بحث کی ہے[1] لیکن انھوں نے جمہور احناف کا موقف بیان کیا ہے اور حالات امن میں بغیر زوج یا محرم کے تین دن کی مسافت کے سفر کو ناجائز قرار دیا ہے اور اپنے استاذ شیخ کاشمیری کا نظریہ بیان نہیں کیا۔ خیال رہے کہ تین دن سے کم مسافت کے سفر میں عورت کو بغیر محرم کے سفر کی اجازت دینے کی وسعت صرف مذہب احناف میں ہے باقی فقہاء حج کے علاوہ تنہا عورت کو مطلقاً سفر سے منع کرتے ہیں اور شیخ کشمیری نے مطلقاً سفر کی اجازت دی ہے۔

بعض معاصرین نے مدت سفر کے بیان میں لکھا ہے:

جب عورت کے لیے محرم کے بغیر دو دن کا سفر جائز نہیں تو اس سے زیادہ مدت سفر بطریق اولی جائز نہیں[2]۔

اس عبارت میں کئی غلطیاں ہیں اول یہ ہے کہ احادیث میں دو دن یا تین دن کی مسافت کا ذکر ہے اور تمام فقہاء نے اس اعتبار سے بحث کی ہے کہ آیا مدت سفر تین دن کی پیدل مسافت کا سفر ہے یا نہیں؟ آج کے اس تیز رفتار دور میں تو دو دن سے کم میں ساری دنیا کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ دو دن سے کم بغیر محرم کے عورت کے لیے سفر کا جواز جیسا کہ اس عبارت کا مقتضیٰ ہے، فقہاء اسلام میں سے کسی کا مذہب نہیں ہے تیسری غلطی یہ ہے کہ یہ صاحب حنفی ہیں اور حنفی مسلک کی نمائندگی کے مدعی ہیں اور حنفی مسلک وہ نہیں ہے جو انھوں نے بیان کیا ہے بلکہ حنفی مذہب یہ ہے کہ عورت زوج یا محرم کے بغیر تین دن کی پیدل (یا اونٹ کی رفتار سے) مسافت کا سفر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم نے متعدد بار بوضاحت بیان کیا ہے۔ البتہ علامہ رضوی نے اس بحث میں صحیح لکھا ہے کہ: عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کے لیے نہیں جا سکتی خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور مکہ تک جانے میں تین دن سے کم کی راہ ہو تو بغیر شوہر اور محرم کے بھی حج کو جا سکتی ہے[3]۔

---

[1] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

[2] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲ ص ۱۶۰، مطبوعہ فیصل آباد

[3] علامہ سید محمود احمد رضوی، فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری ج ۱، ص ۹۰، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء

بذریعہ ہوائی جہاز عورت کے بغیر محرم حج پر جانے کی تحقیق

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعہ چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوتی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ نماز پوری پڑھے گا بناء بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہو تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعہ یہ سفر چند گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے، اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے، اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیہ (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کرے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا، کیونکہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار یا پاپیادہ تین دن چلنا" یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت کو ایک منٹ میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن پیدل مسافت کی علت مشقت ہے۔[1]

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ۲-۳ گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو شرعاً مسافر نہیں ہوگا اور اس پر قصر لازم نہیں ہوگی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوئی نہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی آرام دہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور بارہ چودہ گھنٹہ میں ہوائی جہاز کے ذریعہ لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے، الغرض ہوائی جہاز کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعہ شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ مشقت پر، بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲، ص ۵، ۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھانے پینے، عبادات اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت کو تین دن تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر، سفر شرعی ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسير الابل ومشى الاقدام لانه الوسط لان ابطأ السير سير العجلة والاسرع سير الفرس والبريد فكان اوسط انواع السير سير الابل ومشى الاقدام وقد قال النبى صلى الله عليه وسلم خير الامور اوساطها ولان الاقل والاكثر يتجاذبان فيقتصر الامر على الوسط وعلى هذا يخرج ماروى عن ابى حنيفة فيمن سار فى الماء يوما وذلك فى البر ثلاثة ايام انه يقصر الصلوٰة لانه لا عبرة للاسراع وكن الوسار فى البر الى موضع فى يوم او يومين وانه بسير الابل والمشى المعتاد ثلاثة ايام يقصر اعتبارا للسير المعتاد وعلى هذا اذا سافر فى الجبال والعقبات انه يعتبر مسيرة ثلاثة ايام فيها لا فى السهل فالحاصل ان التقدير بمسيرة ثلاثة ايام او بالمراحل فى السهل والجبل والبر والبحر۔ [1]

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پا پیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے، کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے، نیز کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار سے یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن چلنے کا اعتبار ہوگا، خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس مسافت کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں۔ المنجد) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت

---

[1] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اس مسافت کا اعتبار ہوگا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی "مفتی بہ ہے" جو کہ چونتیس میل شرعی کے برابر ہے اور چونتیس میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہیں۔ اور مفتی بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت کو ڈاکیہ تیز رفتاری سے ایک دن میں طے کرے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرے تو اس پر بھی قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے، تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے، ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جائے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کرے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافة تتغير فيها الاحكام مسيرة ثلثة ايام بسير متوسط وهو سير الابل و مشى الاقدام فى اقصر ايام السنة الى قوله و ذكر فى العيون عن ابى حنيفة انه يعتبر مسيرة ثلاثة ايام فى البر و ان اسرع فى السير وسار فى يومين او اقل [1]

ہمارے فقہاء احناف یہ کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر احکام سفر مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے کرے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفى السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلاثة ايام بالسير المعتاد فسار اليها على البريد سيرا مسرعا او على الفرس جريا حثيثا فوصل فى يومين قصر [2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن ہے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے سفر کرے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتى لو اسرع فوصل فى يومين

حتی کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ

---

[1] ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۱۰-۲۰۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[2] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ قاہرہ مصر، ۱۳۱۱ھ

قصر۔[1]

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ کذلک لو وصل الیہ فی زمن یسیر بکرامۃ لکن استبعدہ فی الفتح بانتفاء مظنۃ المشقۃ وھی العلۃ فی القصر۔[2]

جائے تو قصر کرے۔

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعہ بہت کم وقت میں طے کرے تب بھی قصر کرے گا اور بظاہر ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بریدۃ فقطع ما یقطع بالسیر الوسط فی ثلاثۃ ایام فی اقل منھا قصر وکما اذا سار فیھا سیرا خارقا للعادۃ صرح فی التبیین انہ یکفی فی تقدیر المسافۃ بالمدۃ المذکورۃ بغلبۃ الظن ولا یشترط الیقین۔[3]

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کرے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کرے گا اور تبیین الحقائق میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ علی بن حداد یمنی فرماتے ہیں:

ولو کانت المسافۃ ثلثا بالسیر المعتاد فسار الیھا علی الفرس او البرید جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر۔[4]

اگر معروف رفتار کے ساتھ مسافت تین دن ہو اور وہ تیز رفتار گھوڑے یا ڈاکیہ کے ساتھ دو دن یا کم میں پہنچ جائے پھر بھی قصر کرے گا۔

علامہ داؤد بن یوسف الخطیب لکھتے ہیں:

فی الفتاوی بعض مشائخنا اختاروا التقدیر بمسیرۃ ثلاثۃ ایام ولیالیھا بسیر الابل ومشی الاقدام اوسط قالوا ھو الصحیح

کتب فتاوی میں لکھا ہوا ہے کہ بعض مشائخ نے پیدل یا اونٹ کی رفتار سے تین دن کی مسافت کو معیار قرار دیا ہے کیونکہ یہ متوسط ہے اور یہی صحیح ہے،

---

[1] علامہ محمد علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۷۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ،

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۷۳۵۔ " " "

[3] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۵۳، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ،

[4] علامہ ابوبکر بن علی بن محمد الحداد یمنی المتوفی ۸۰۰ھ، الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۴۰۱ھ،

وعامتهم قدروا بالفراسخ واختاروا بثمانية عشر فرسخا في التقدير لا خمسة عشر وعليه الفتوى لانه اضبط و احوط۔[1]

اور مشائخ نے اس کا اندازہ فراسخ سے کیا ہے اور اٹھارہ فرسخ کو معیار قرار دیا ہے، نہ کہ پندرہ کو اور فتوی اٹھارہ پر ہے کیونکہ یہ منضبط بھی ہے اور اس میں زیادہ احتیاط بھی ہے (یعنی مسافت کا فراسخ سے اندازہ کرنا منضبط ہے)

ہدایہ، فتح القدیر، البحر الرائق اور رد المحتار وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اصل معیار تین دن کی مسافت ہے یعنی تین دن میں جتنا سفر بھی طے کیا جا سکے اس سفر کا اعتبار ہے اور اس سفر کی فراسخ کے ساتھ تعیین اور تحدید نہیں ہے لیکن عام مشائخ نے جب یہ دیکھا کہ اگر مسافت کو مبہم رکھا جائے تو احکام شرعیہ منضبط اور واضح نہیں ہوں گے اس لیے انھوں نے اس مسافت کا اندازہ فراسخ میں کیا، بعض نے اکیس فرسخ مقرر کیے اکثر نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ کا اعتبار کیا اور تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے، صرف ائمہ خوارزم نے پندرہ فرسخ پر فتوی دیا ہے۔ اٹھارہ فرسخ کے چون میل شرعی ہوتے ہیں جو اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ مسافت اٹھانوے اعشاریہ سات تین کلومیٹر کے برابر ہے، اس کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب صلاۃ المسافرین میں بیان کر دی ہے۔

علامہ داماد آفندی فرماتے ہیں:

من جاوز بيوت مصره من جانب خروجه مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام اى مسيرة ثلاثة ايام وليا ليها قصر الرباعى۔[2]

جو شخص سفر کے قصد سے اپنے شہر کے گھروں سے نکلا اور اس کا ارادہ تین دن کی مسافت کا سفر تھا تو وہ چار رکعت والی نماز کو قصر کر کے پڑھے گا۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

من جاوز بيوت مقامه قاصدا قطع مسافة تقطع بسير وسط فى ثلاثة ايام مع الاستراحات يرخص له ولو كان عاصيا فيه قصر الفرض الرباعى۔[3]

جو شخص اپنے وطن کے مکانوں سے نکلا درآں حالیکہ اس کا ارادہ اس مسافت کو طے کرنے کا تھا جو متوسط رفتار سے تین دن میں بشمول آرام وغیرہ کے طے کی جاتی ہے تو اس کو چار رکعت والی نماز کو قصر کرنے کی رخصت دی جائے گی خواہ وہ مسافر گنہ گار ہو۔

علامہ شرنبلالی حاشیہ درر غرر میں لکھتے ہیں:

اكثر المشائخ قدروا اقل مدة السفر بالاميال الى قوله و فى البحر عن النهاية ان الفتوى على اعتبار ثمانية

اکثر مشائخ نے کم از کم مسافت سفر کا میلوں میں اندازہ کیا ہے۔ البحر الرائق میں نہایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فتوی اٹھارہ فرسخ پر ہے (یعنی اکسٹھ انگریزی میل اور

---

[1] ۔ علامہ داؤد بن یوسف الخطیب فتاوی غیاثیہ ص ۳۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ

[2] ۔ علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی المتوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۶۱-۱۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱۹ھ

[3] ۔ ملا خسرو حنفی المتوفی ۸۸۵ھ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

عشر فرسخاً۔[1] (اور چھ سو چالیس گز)

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

فلو سار مسافر فی السھل تلک المسافۃ فی یوم یرخص۔[2]

اگر کوئی مسافر اس مسافت کو آسانی سے ایک دن میں طے کر لے تو اس کو قصر کی رخصت دی جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ولو کانت المسافۃ ثلاثاً بالسیر المعتاد فسار الیھا علی الفرس جریاً حثیثاً فوصل فی یومین او اقل قصر۔[3]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن کی ہو، اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔

مذکور الصدر حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ، علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، علامہ الحداد متوفی ۸۰۰ھ، علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، علامہ قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ، علامہ احمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، علامہ داؤد بن یوسف صاحب غیاثیہ، علامہ محمد بن سلیمان المتوفی ۱۰۷۸ھ، اور ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کر لے تو وہ قصر کرے گا۔ علی ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس کو مسافت کو ایک منٹ میں طے کر لے تو وہ بھی قصر کرے گا۔ اس مسئلہ میں صرف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے، اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلہ میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ہم نے یہ بکثرت حوالے اس لیے نقل کیے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ تمام فقہاء احناف کے نزدیک سفر شرعی کا معیار تین دن کی مسافت ہے، متقدمین نے اس مسافت کو معین نہیں کیا اور متاخرین نے اس کو فراسخ میں معین کر لیا ہے تاکہ قصر کے احکام آسان اور منضبط ہوں اور مفتی بہ قول ۱۸ فرسخ ہے۔ جو اکسٹھ میل ۶۴۰ گز اور ۹۸.۷۳ کلومیٹر ہے، اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام کی منفرد رائے ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تین دن کی مسافت کو اگر کوئی شخص ایک دن یا ایک گھنٹہ میں طے کر لے تو بوجہ مشقت نہ ہونے کے وہ قصر نہیں کرے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کر لے تو اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی اس لیے اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے، لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: "یمسح المقیم کمال یوم ولیلۃ والمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھا"،[4] اس حدیث میں تین

---

[1] ۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۳۲ مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[2] ۔ علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ منشی نول کشور لکھنو ۱۲۹۱ھ

[3] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا مأخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا مأخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

ان قوله المسافر يقتضي ان السفر هو العلة للقصر فكلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثة ايام ولياليهن لقوله تعالى الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة۔[1]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہوگا تین دن کے مسح کی رخصت متحقق ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی الخ میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ چونکہ صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوئی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا۔ مثلاً خمر (انگوروں کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی امر ہے اور یہ بھی اتفاقی چیز ہے کہ حرمت خمر کی علت اسکار (نشہ آور ہونا) ہے اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگا دی جائے گی بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کر لی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی بعض اوقات سبب کو مسبّب کے قائم مقام تصور کر لیا جاتا ہے خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول مؤثر رہے گا کہ سفر مشقت کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ شرعی قواعد کا کلی ہونا اکثری کو بھی شامل ہے۔ مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضو کے چار فرض ہیں، لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہوں اس کے حق میں وضو کے تین فرض ہیں مثلاً قاعدہ ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے چار نمازیں فرض ہیں، اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب لوگ مالدار ہو جائیں گے اور کوئی شخص زکوٰۃ کا لینے والا کوئی نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے اسی طرح بعض احکام کی علتیں بھی اکثری ہوتی ہیں لیکن عرفاً ان کو کلی قرار دیا جاتا ہے۔ بنا بریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے پھر بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو۔ بہرحال علامہ ابن ہمام کا اول تو قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۲ ص ۹۵۷، مطبوعہ مطبعہ عالی لکھنؤ منشی نولکشور۔

کیونکہ قصر کی علت سفر ہے اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کر لیں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر زوج یا محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلہ کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے بھی حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دار قطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ حافظ ذہبی نے اس حدیث کو مسند بزار اور معجم طبرانی کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے

اس تمام تر مفصل شرعی اور عقلی استدلال کے بعد میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حدیث دل کے طور پر ایک گذارش اپنے تمام اہل علم اور دین کا ذوق اور درد رکھنے والے قارئین کی نذر کر دوں، وہ یہ ہے کہ شریعت کے اصولی اور اساسی احکام دائمی ہیں، غیر متبدل ہیں اور ہر دور میں بدلتے ہوئے احوال سے ان کی ماہیت اور نوعیت میں تبدیلی نہیں آ سکتی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سفر کے وسائل اور ذرائع اور آسائشوں میں ہر دور میں بہتری ہوتی چلی آئی ہے، عین ممکن ہے کہ آج ہوائی جہاز سے جو مسافت ہم ۱۰ گھنٹے میں طے کر پاتے ہیں آئندہ ۵۰ سال کے بعد سائنسی تحقیقات و ایجادات کے نتیجے میں وہی مسافت ہم ایک یا دو گھنٹوں میں طے کر لیں۔ لیکن یہ بھی انسانی فطرت ہے کہ آسائشوں کی فراوانی کے ساتھ انسان کی تن آسانی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا راحت و مشقت اضافی امور ہیں، ہو سکتا ہے آج جو چیز آسائش معلوم ہو کل کے انسان کو مشقت معلوم ہو، لہٰذا کیوں نہ شارع کی تعلیم اور شریعت کے اصول کو ہر دور میں حرف آخر قرار دیا جائے وہ یہ ہے کہ فی نفسہ سفر ہی مشقت کے قائم مقام ہے۔ ورنہ تجدد پسند حضرات شریعت کی ہر بات کو یا ریچۂ اطفال بنا کر چھوڑیں گے، ایسا ہی ذہن ہے جو ہر سال رمضان اور عید کے مواقع پر رویت ہلال کے مسئلہ شرعی کو اپنے تمسخر و استہزاء کا نشانہ بناتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کیوں نہ "صوموا لرویتہ وافطروا لرؤیتہ" کے صریح فرمان رسول کو نظر انداز کر کے ایک سائنسی کیلنڈر پر رمضان و عیدین کی بنا کر دیں کیونکہ ایسے حضرات رمضان و عیدین کو عبادات سے بڑھ کر تہوار کی حیثیت دیتے ہیں اور ان کے ذوق پر یہ ناگوار گزرتا ہے کہ ان کا تہوار یہود و نصاریٰ کے تہوار کی طرح شمسی کیلنڈر کے مطابق قطعی پر متعین و متحقق نہ ہو۔

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

تین مسجدوں کے علاوہ رخت سفر باندھنا

حدیث نمبر ۳۱۵ میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کے لیے رخت سفر نہ باندھا جائے، میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کی فضیلتوں کا بیان ہے، اور یہ خصوصیت اس لیے ہے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیم کی مساجد ہیں اور ان میں نماز پڑھنے کا زیادہ اجر و ثواب ہے، اور اگر کسی نے مسجد حرام کی زیارت کی نذر مان لی تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہو جائے گا، اور اگر مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ کی نذر مان لی جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ باقی مساجد کی نذر واجب ہوتی ہے نہ منعقد ہوتی ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے البتہ محمد بن مسلمہ مالکی یہ کہتے ہیں مسجد قبا کی نذر بھی واجب ہو جاتی ہے اور اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل یا سوار ہو کر مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے، اور جمہور کے نزدیک ان تین مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی نذر ماننے سے نذر منعقد نہیں ہوتی، اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور امام احمد کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی جگہ کے سفر کے قصد سے شد رحال کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، مثلاً کوئی شخص صالحین کے مزارات یا بابرکت مقامات پر جانے کے لیے سامانِ سفر باندھے۔ شوافع میں شیخ محمد جوینی نے اس سفر کو حرام کہا ہے اور قاضی عیاض مالکی کا بھی یہی مختار ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ، امام الحرمین اور محققین کے نزدیک یہ حرام ہے نہ مکروہ، البتہ فضیلت کا طرف ان تین مسجدوں کی طرف سامان سفر باندھنے میں ہے[1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ شد رحال (رخت سفر باندھنا) سفر بعید سے کنایہ ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ کسی عبادت کو بطور نذر یا بطور نفل کرنے کے لیے ان تین مساجد کے سوا سفر بعید کرنا جائز نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ممانعت بطور نذر کے ہے اگر کوئی شخص نذر نہ مانے تو وہ صالحین کے مزارات کے لیے مسافت بعیدہ پر بھی جا سکتا ہے، علامہ دشتانی کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر کسی شخص نے کسی دور کی مسجد میں نماز پڑھنے یا اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تو وہ نذر منعقد نہیں ہوگی۔ نیز اس ممانعت کے عموم سے طلب علم اور دیگر عبادات کو مستثنیٰ رکھا جائے گا، نیز علامہ دشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ صالحین کے مزارات اور دیگر بابرکت مقامات کی زیارت کے لیے سفر جائز ہے[2] اس موضوع پر مفصل گفتگو اور شیخ ابن تیمیہ کے دلائل اور ان کے جوابات انشاء اللہ ہم کتاب الحج کے آخر میں "تین مسجدوں کی فضیلت" کے باب میں ذکر کریں گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۳۸-۴۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ اِذَا رَكِبَ دَآبَّتَهُ مُتَوَجِّهًا لِسَفَرِ حَجٍّ اَوْ غَيْرِهٖ وَبَيَانِ الْاَفْضَلِ مِنْ ذٰلِكَ

سفر حج کے وقت ذکرِ الٰہی کا استحباب

۳۱۷۱ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّ عَلِيًّا الْاَزْدِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اسْتَوٰى عَلٰى بَعِيْرِهٖ خَارِجًا اِلٰى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اَللّٰهُمَّ نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ وَاِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيْهِنَّ اٰيِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ.

علی ازدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر پر جانے کے لیے اونٹ پر سوار ہو جاتے تو تین بار اللہ اکبر فرماتے اور پھر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ:) پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دیا، ہم اس کو مسخر کرنے والے نہ تھے، اور ہم اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! ہم تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا سوال کرتے ہیں اور ان کاموں کا سوال کرتے ہیں جن سے تو راضی ہو۔ اے اللہ! ہمارے لیے اس سفر کو آسان کر دے اور اس کی مسافت تہ کر دے، اے اللہ! اس سفر میں تو ہی ہمارا رفیق ہے اور ہمارے گھر میں نگہبان ہے۔ اے اللہ! میں سفر کی تکلیفوں سے، رنج و غم سے اور اپنے اہل اور مال سے برے انجام سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور جب آپ سفر سے لوٹ کر آتے تب بھی یہ دعا پڑھتے اور ان میں ان کلمات کا اضافہ کرتے، ہم واپس آنے والے ہیں، اللہ سے توبہ کرنے والے ہیں، اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔

۳۱۷۲ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَافَرَ يَتَعَوَّذُ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَالْحَوْرِ بَعْدَ الْكَوْرِ وَدَعْوَةِ الْمَظْلُوْمِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِي الْاَهْلِ وَالْمَالِ.

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر پر جاتے تو سفر کی تکلیفوں سے، بری چیزوں کے دیکھنے سے، برے انجام سے، راحت کے بعد تکلیف سے، مظلوم کی بددعا سے اور اہل اور مال میں برے انجام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے۔

۳۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَاحِدِ فِي الْمَالِ وَالْأَهْلِ وَفِي رِوَايَةِ مُحَمَّدِ بْنِ حَازِمٍ وَقَالَ يَبْدَأُ بِالْأَهْلِ إِذَا رَجَعَ وَفِي رِوَايَتِهِمَا جَمِيعًا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے جس میں کچھ الفاظ کا تغیر اور تبدل ہے۔

بَاب ۴۱۵ مَا يُقَالُ إِذَا رَجَعَ مِنْ سَفَرِ الْحَجِّ وَغَيْرِهِ

حج اور دیگر اسفار سے واپسی پر دعاؤں کا بیان

۳۱۷۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَفَلَ مِنَ الْجُيُوشِ أَوِ السَّرَايَا أَوِ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ إِذَا أَوْفَى عَلَى ثَنِيَّةٍ أَوْ فَدْفَدٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ آئِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر جہاد، حج یا عمرہ سے واپس آتے اور کسی ٹیلے یا ہموار میدان پر پہنچتے تو تین بار اللہ اکبر کہنے کے بعد فرماتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی حکومت ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور تنہا تمام لشکروں کو شکست دی۔

۳۱۷۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ

ایک اور سند سے بھی حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ كُلُّهُمْ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ الْاَحَادِيْثِ اَيُّوْبَ فَاِنَّ فِيْهِ التَّكْبِيْرَ مَرَّتَيْنِ۔

۳۱۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ يَّحْيٰى بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَبُوْ طَلْحَةَ وَصَفِيَّةُ رَدِيْفَتُهُ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِظَهْرِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ فَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ رہے تھے اور حضرت صفیہ آپ کے پیچھے اونٹنی پر سوار تھیں جب ہم ظہر المدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا: ہم لوٹ کر آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، اور اپنے رب کی عبادت کرنے والے ہیں اور اس کی حمد کرنے والے ہیں۔ آپ انھی الفاظ کو دہراتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو گئے۔

۳۱۷۷۔ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ النُّزُوْلِ بِبَطْحَاءِ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَالصَّلٰوةِ بِهَا اِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَغَيْرِهِمَا فَمَرَّ بِهَا

حج یا عمرہ کے سلسلے میں گذرنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ کی زمین میں نماز پڑھنے کا استحباب

۳۱۷۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِيْ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَصَلّٰى بِهَا قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کی کنکریلی (بجریلی) زمین میں اپنا اونٹ بٹھایا اور وہاں نماز پڑھی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۳۱۷۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ذوالحلیفہ

مُهَاجِرِ الْمِصْرِيِّ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُنِيخُ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنِيخُ بِهَا وَيُصَلِّي بِهَا.

کی اس کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے، اور وہاں نماز پڑھتے تھے۔

۳۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي اَنَسٌ يَعْنِي اَبَا ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى ابْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ كَانَ اِذَا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِي بِذِي الْحُلَيْفَةِ الَّتِي كَانَ يُنِيخُ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج یا عمرہ سے واپسی پر ذوالحلیفہ کی کنکریلی زمین میں اپنا اونٹ بٹھاتے تھے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اونٹ بٹھاتے تھے۔

۳۱۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمٰعِيلَ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ فِي مُعَرَّسِهِ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقِيلَ لَهُ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ذوالحلیفہ پہنچے آپ سے کہا گیا کہ یہ بطحاء مبارکہ ہے۔

۳۱۸۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسِهِ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي فَقِيلَ اِنَّكَ بِبَطْحَاءَ مُبَارَكَةٍ قَالَ مُوسَى وَقَدْ اَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ بِالْمُنَاخِ مِنَ الْمَسْجِدِ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيخُ بِهِ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَسْفَلُ مِنَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک فرشتہ آیا در آں حالیکہ آپ آخر شب میں ذوالحلیفہ کی وادی میں اترے ہوئے تھے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ بطحا مبارکہ (برکت والی جگہ) میں ہیں۔ راوی موسیٰ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ سالم نے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں حضرت ابن عمر اونٹ کو بٹھاتے تھے۔ اور اس جگہ کو تلاش کرتے تھے جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں اترتے تھے، اور وہ جگہ اس مسجد سے نیچی ہے جو بطن وادی میں بنی ہوئی ہے وہ جگہ مسجد اور قبلہ کے درمیان ہے۔

الْمَسْجِدِ الَّذِیْ بِبَطْنِ الْوَادِیْ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ وَسَطًا مِّنْ ذٰلِكَ۔

بَابٌ ۴۱ لَا یَحُجُّ الْبَیْتَ مُشْرِكٌ وَّلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ وَّبَیَانِ یَوْمِ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ

مشرک کے حج اور طواف کی ممانعت اور حج اکبر کا بیان

۳۱۸۳۔ وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدِ الْاَیْلِیُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ح وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی التُّجِیْبِیُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِی الْحَجَّةِ الَّتِیْ اَمَّرَهٗ عَلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فِیْ رَهْطٍ یُّؤَذِّنُوْنَ فِی النَّاسِ یَوْمَ النَّحْرِ لَا یَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَّلَا یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ یَقُوْلُ یَوْمُ النَّحْرِ یَوْمُ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ مِنْ اَجْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حج کا امیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا تھا اس حج کے موقع پر حضرت ابوبکر نے مجھے قربانی کے دن ایک جماعت کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی شخص برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف نہ کرے، حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے۔

معاہدہ حدیبیہ کو توڑنے کا سبب

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث صحیحہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال کفار قریش سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے، خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے اور بنو بکر قریش کے ساتھ رہے، بعد میں بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بنو بکر کی مدد کر کے خزاعہ کے ہاں لوٹ مار کی، جب قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو عمرو خزاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قریش کی عہد شکنی کو بیان کیا اور کہا کہ قریش نے معاہدہ کے خلاف ہم پر حطیم میں شب خون مارا ہے اور رکوع اور سجدے کی حالت میں ہم کو قتل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمہاری مدد نہ کروں تو میری کبھی مدد نہ کی جائے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے مکہ روانہ ہونے کی تیاری کی اور آٹھ ہجری میں مکہ فتح کر لیا۔[1]

نو ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے التواء کا سبب

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب نواں سال (ہجری) شروع ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا، پھر فرمایا کہ ابھی کعبہ میں مشرکین بھی جاتے ہیں اور وہاں جاکر برہنہ طواف کرتے ہیں، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں اور انھیں حج کے احکام لکھ کر دیے، پھر ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورہ براءۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ جب حضرت علی حضرت ابوبکر کے قریب پہنچے اور انھوں نے ان کی آہٹ سن لی تو پوچھا تم امیر ہو یا مامور ہو؟ حضرت علی نے کہا مامور ہوں۔ جب یوم ترویہ (آٹھ ذوالحج) آیا تو حضرت ابوبکر نے خطبہ دیا اور مسلمانوں کو حج کے احکام کی تعلیم دی۔ یوم نحر (دس ذوالحجہ) کو حضرت علی جمرہ عقبہ پر کھڑے ہوئے اور کہا اے لوگو! میں تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آیا ہوں، لوگوں نے پوچھا آپ کیا پیغام لائے ہیں؟ آپ نے سورۂ توبہ کی تیس یا چالیس آیات تلاوت کیں، پھر فرمایا مجھے چار احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے: (۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے قریب نہیں آئے گا (۲) کوئی شخص بیت اللہ کا برہنہ طواف نہیں کرے گا۔ (۳) جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں جائے گا۔ (۴) جس سے جو معاہدہ کیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے۔[2]

حضرت ابوبکر کی امارت کے باوجود حضرت علی سے اعلان براءت کرانے کا سبب

شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ ان احادیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امیر بنایا بعد میں ان کی امارت منسوخ کر دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر بنا کر بھیجا۔ علامہ آلوسی اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سنن ابن حبان اور سنن ابن مردویہ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی کو اعلان کرانے کے لیے بھیجا تو حضرت ابوبکر کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں قرآن مجید میں ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے، انھوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، یا رسول اللہ! میری کیا حیثیت ہے؟ آپ نے فرمایا خیر ہے! تم میرے (دینی) بھائی ہو اور غار کے ساتھی ہو، اور حوض پر بھی تم میرے ساتھ ہو، البتہ (یہ) احکام صرف میں پہنچا سکتا تھا یا میرا کوئی رشتہ دار! اور امام ترمذی، امام بیہقی اور ابن ابی حاتم اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو بھیجا اور انھیں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، بعد میں حضرت علی کو بھیجا اور انھیں بھی یہ اعلان کرنے کا حکم دیا، پس دونوں نے حج کیا، اور حضرت علی نے ایام تشریق میں یہ اعلان کیا کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔ چار ماہ (شوال، ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم) میں تم جہاں چاہو چلے جاؤ، اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ میں برہنہ طواف کرے اور مسلمان کے سوا کوئی شخص جنت میں نہیں جائے گا، حضرت علی

---

[1] علامہ ابوالفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

[2] " " روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۴، " "

رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے اور جب حضرت علی تھک جاتے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ اعلان کرتے تھے۔" بہر حال ان روایات میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر کی بجائے حضرت علی خلیفہ ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا "میرے یا میرے رشتہ دار کے سوا کوئی شخص یہ احکام نہیں پہنچا سکتا" اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ معروف تھا کہ معاہدہ منعقد کرنے یا اس کو توڑنے کا کام اس شخص سے لیا جاتا تھا جو خود صاحب معاملہ ہو یا اس کا قریبی رشتہ دار ہو تاکہ کوئی شک وشبہ نہ رہے آپ کے اس فرمان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم بھی حضرت ابو بکر نہیں پہنچا سکتے اور تمام احکام آپ کے قریبی رشتہ دار ہی پہنچا سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں اور آپ کے وصال کے بعد بہت سارے احکام ایسے بنائے گئے جو آپ کے قریبی رشتہ دار نہیں تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نویں سال مسلمانوں کو حج کے احکام تعلیم دیے اور حج اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو حج کا امیر مقرر کیا اور نمازوں میں ان کو امام مقرر کیا تھا اس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی واضح دلیل ہے[1]

علامہ آلوسی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ توڑنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب معاملہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور مؤثر ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابو بکر امیر تھے اور حضرت علی نے بھی حضرت ابو بکر کی امارت اور ان کی منابعت میں فریضہ حج انجام دیا تھا اس لیے شیعہ حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کہ حضور نے حضرت علی کو بھیج کر حضرت ابو بکر کی خلافت کو منسوخ کر دیا تھا۔

حضرت ابو بکر کو احکام حج کا امیر بنانے اور حضرت علی سے اعلان برأت کرانے میں حکمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے مجموعی احکام کا امیر حضرت ابو بکر کو بنایا اور مشرکین سے برأت اور بیزاری کے اعلان کا امیر حضرت علی کو بنایا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ بعض اہل سنت علماء نے اس سلسلہ میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اور جمال کے مظہر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ارحم امتی بامتی ابوبکر "میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابو بکر ہیں"۔ اس لیے آپ نے حضرت ابو بکر کو اس چیز کا امیر بنایا جو عین رحمت ہے اور مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کے عفو و کرم کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چونکہ اسد اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جلال کے مظہر تھے اس لیے عہد شکنی کا اعلان ان کے ذمہ کیا جو اللہ تعالیٰ کے آثار جلال اور صفات قہر کی علامت ہے[2]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کو شامل ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز

---

[1] ۔ علامہ ابو الفضل السید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱ ص ۴۵، ۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] ۔ " " " " روح المعانی ج ۱۰ ص ۴۵۔ "

نے اپنے تمام حکام کی طرف یہ حکم لکھ کر بھیجا تھا، اور صحیح مسلم میں ہے کہ ان مساجد میں پیشاب اور نجاست جائز نہیں ہے اور کافر اس نجاست سے خالی نہیں ہے، (کیونکہ وہ استنجا نہیں کرتا) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی اور حائض کے لیے مسجد میں آنے کو حلال نہیں کرتا، اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے: انما المشرکون نجس "اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو نجس قرار دیا ہے اور مشرکین یا حقیقتہً نجس ہیں یا حکماً نجس ہیں، وہ جس اعتبار سے بھی نجس ہوں ان کو مسجد سے روکنا واجب ہے کیونکہ ان میں نجاست کی علت موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک مشرک ہو یا اہل کتاب، حربی ہو یا ذمی اس کو کسی مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی خواہ وہ مسجد حرم کی ہو یا غیر حرم کی۔

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مطلقاً حرم (مکہ مکرمہ) میں مشرکین کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اس میں مسجد حرام کی تخصیص نہیں ہے اور غیر حرم کی مساجد میں ان کے دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مشرکین کو حرم میں داخل ہونے کی کسی حال میں اجازت نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مشرکین حجاز کی طرح حرم میں بھی داخل ہو سکتے ہیں البتہ رہ نہیں سکتے اور ان کے لیے کعبہ میں داخل ہونا بھی جائز ہے البتہ رہنے کی اجازت نہیں ہے، انھیں حرم میں داخل ہونے اور تصرف کرنے سے نہیں روکا جائے گا (یہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کا مکمل اور صحیح بیان نہیں ہے۔ سعیدی)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا (توبہ: ۲۸) "مشرکین نجس ہیں اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں"، اور اس آیت میں مسجد سے مراد پورا حرم ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے موقع پر ام ہانی کے گھر سے بیت المقدس گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (اسراء: ۱) وہ منزہ ہے ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کا سفر کرایا"، اس آیت سے معلوم ہوا کہ پورے حرم پر بھی مسجد کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے مسجد حرام سمیت تمام حرم میں مشرکین کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے البتہ باقی حجاز میں جا سکتے ہیں۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: غیر حرم کی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ایک مجوسی کو مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو آپ نے منبر سے اتر کر اس کو پیٹا اور اس کو مسجد سے نکال دیا اور اگر مسلمان اس کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں تو صحیح ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل طائف کا ایک وفد آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا حالانکہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابوسفیان اسلام لانے سے پہلے مدینہ کی مسجد میں آئے تھے اور عمیر بن وہب مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں آپ کو قتل کرنے کے لیے داخل ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ھ،

میں تشریف فرما تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے عمیر کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ امام احمد کا مذہب صحیح یہی ہے لیکن ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مشرکین کا مسجد میں کسی حال میں داخل ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ نے ایک کتابی کو مسجد میں بلانے کے لیے حضرت عمر سے اجازت مانگی تو حضرت عمر نے منع کر دیا، پوچھا کیوں؟ فرمایا وہ نصرانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ میں یہ امر معروف اور مقرر تھا کہ مشرکین کا مسجد میں آنا کسی طور پر جائز نہیں ہے اور اس لیے کہ جب حیض اور جنابت کے حدث سے مسجد میں دخول کی ممانعت ہے تو شرک کے حدث سے بطریق اولیٰ ممانعت ہونی چاہیے۔[1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں شوافع کا نظریہ

امام شافعی کے نزدیک حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے اور مشرکین کو حرم میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا البتہ باقی مساجد میں مسلمانوں کی اجازت سے مشرکین کو مساجد میں آنے دیا جائیگا۔

شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

کسی مشرک کو حرم میں داخل ہونے نہ دیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ "مشرکین نجس ہیں اور اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ آئیں"۔ اور مسجد حرام حرم کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ "مقدس ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے ایک لمحہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی" حالانکہ یہ سیر مکہ مکرمہ سے کرائی گئی تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مسجد حرام کا اطلاق مکہ مکرمہ پر کیا گیا ہے۔[2]

پھر فقہاء شافعیہ نے اس پر بحث کی ہے کہ مشرکین سے مراد بت پرست ہیں یا تمام اقسام کے کافر مراد ہیں۔ حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ بھی مشرکین میں شامل ہیں۔ علامہ سبکی لکھتے ہیں۔

حرم میں تو مطلق کافر کو داخل ہونے سے روکا جائے گا خواہ وہ ذمی ہو (مسلمانوں کے ملک میں معاہدہ امن سے رہنے والے کافر بھی ذمیوں کے حکم میں ہیں) یا مستامن ہو (عارضی طور پر پاسپورٹ یا ویزے سے مسلمانوں کے ملک میں آنے والا کافر) امام شافعی، امام احمد اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہ اور اہل کوفہ نے کافر ذمی کے حرم میں داخل ہونے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ: حرم کے علاوہ باقی مساجد میں مسلمان کی اجازت سے کافر کا داخل ہونا جائز ہے (خواہ ذمی ہو یا مستامن، بت پرست ہو یا اہل کتاب سعیدی) کیونکہ عطیہ بن شبان کہتے ہیں کہ ثقیف کا ایک وفد رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کیا، جب وہ مسلمان ہو گئے تو انھوں نے روزے رکھے، اس حدیث کو طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ کی وہ روایت جس میں ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے مسجد کے ستون سے باندھنے کا ذکر ہے۔ اس وجہ سے امام شافعی نے کہا

---

[1] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۷-۲۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۰ ص ۴۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہے کہ مسلمان کی اجازت سے کافر کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے خواہ وہ غیر اہل کتاب ہو البتہ مکہ کی مساجد اور حرم میں کسی کافر کا داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ علامہ نووی نے مجموع میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کافر کو حرم مکہ میں داخل ہونے نہ دیا جائے، اور غیر حرم کی ہر مسجد میں کافر کا داخل ہونا جائز ہے اور مسلمانوں کی اجازت سے وہ مسجد میں رات کو رہ سکتا ہے، اور مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس کو منع کیا جائے گا، اور اگر کافر جنبی ہو تو پھر اس کے مسجد میں رہنے کے بارے میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کو رہنے دیا جائے۔[1]

کافر کے مسجد میں داخل ہونے کے بارے میں احناف کا نظریہ

احناف کے نزدیک غیر معاہد (غیر ذمی، جن کافروں سے مسلمانوں کا معاہدہ نہ ہو) مشرکین کو حرم میں اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا اور اہل ذمہ کو حرم اور اسی طرح باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا۔

امام محمد سیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

وذکر عن الزهری ان ابا سفیان بن حرب کان یدخل المسجد فی الهدنة وهو کافر غیر ان ذلك لا یحل فی المسجد الحرام قال الله تعالیٰ: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام۔[2]

زہری سے روایت ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے ایام میں ابوسفیان مسجد میں آتے تھے حالانکہ اس وقت وہ کافر تھے البتہ یہ مسجد حرام میں جائز نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مشرکین نجس ہیں وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

امام محمد کی اس تحریر سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا خواہ وہ معاہد ہوں لیکن جامع صغیر میں امام محمد نے تصریح کر دی ہے کہ اہل ذمہ کے حرم میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے امام محمد لکھتے ہیں:

ولا باس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام۔[3]

اہل ذمہ کے مسجد حرام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام محمد کی اس تصریح کے پیش نظر فقہاء احناف کا نظریہ یہ ہے کہ اہل ذمہ کو مسجد حرام (کعبہ) اور باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور یہ ممانعت صرف مشرکین غیر معاہد کے لیے ہے۔ ہدایہ فتح القدیر، البحر الرائق، درمختار رد المحتار اور تمام کتب احناف میں یہی مذکور ہے، عالم گیری میں ہے:

لا باس بدخول اهل الذمة المسجد الحرام و سائر المساجد وهو الصحیح کذا فی المحیط

مسجد حرام اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی بات صحیح ہے اسی طرح محیط

---

[1] ۔ علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ، تکملہ شرح المہذب ج ۱۹ ص ۴۳۷-۴۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، سیر کبیر مع شرحہ ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبہ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، جامع صغیر ص ۱۵۳، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۲۹۱ھ۔

السرخسی [1]

سرخسی میں ہے۔

علامہ سرخسی نے محیط میں جو لکھا ہے "یہی صحیح ہے" اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ علامہ سرخسی نے شرح سیر کبیر میں جو یہ لکھا ہے کہ مسجد حرام اور باقی مساجد میں حربی اور ذمی دونوں کے داخل ہونے کی ممانعت نہیں ہے ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ثم اخذ الشافعی رضی اللہ عنہ بحدیث الزھری فقال یمنعون من دخول المسجد الحرام خاصۃ للایۃ فاما عندنا فلا یمنعون عن ذلک کما لا یمنعون من دخول سائر المساجد ویستوی فی ذلک الحربی والذمی۔ [2]

امام شافعی نے حدیث زہری پر عمل کیا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کو بالخصوص مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا۔ قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے (انما المشرکون نجس فلا یقربوا الخ) ہمارے نزدیک مشرکوں کو مسجد حرام اور دیگر مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا جائے گا اور اس معاملہ میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہیں۔

موقف احناف پر احادیث سے دلائل

حرم اور باقی مساجد میں اہل ذمہ کے داخل ہونے کی اجازت دینے پر احناف کی دلیل حسب ذیل احادیث ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزلھم المسجد لیکون ارق لقلوبھم فاشترطوا علیہ ان لا یحشروا ولا یعشروا ولا یجبوا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکم ان لا تحشروا ولا تعشروا ولا خیر فی دین لیس فیہ رکوع۔ [3]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا تاکہ ان کے دل نرم ہوں، انھوں نے یہ شرط رکھی کہ وہ جہاد میں شریک نہیں ہوں گے، زکوٰۃ نہیں دیں گے اور نماز نہیں پڑھیں گے، آپ نے فرمایا جہاد میں نہ شریک ہونے اور زکوٰۃ نہ دینے کی تمہیں رخصت ہے لیکن اس دین میں کوئی خیر نہیں ہے جس میں نماز نہ ہو۔

عن الحسن ان وفد ثقیف اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضربت لھم قبۃ فی مؤخر المسجد لینظروا الی صلوٰۃ

حسن بصری سے روایت ہے کہ ثقیف کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے پچھلے حصہ میں ان کے لیے خیمہ لگوا دیا تاکہ

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالم گیری ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ المکتبۃ للشورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۷۲، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

المسلمین الی رکوعهم و سجودهم فقیل یارسول الله ائتنزلهم فی المسجد وهم مشرکون فقال ان الارض لا تنجس انما ینجس بنو ادم [1]

وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کے رکوع اور سجود کا ملاحظہ کریں، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ انہیں مسجد میں ٹھہرا رہے ہیں، حالانکہ یہ مشرکین ہیں! آپ نے فرمایا بنو آدم نجس ہوتے ہیں زمین نجس نہیں ہوتی۔

عن الحسن ان وفد ثقیف لما قدموا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم ضرب لهم قبة فی المسجد فقالوا یارسول الله قوم انجاس فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه لیس علی الارض من انجاس الناس شیء انما انجاس الناس علی انفسهم۔ [2]

حسن بصری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثقیف کا وفد آیا آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہوتی ہے، زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں لگتی۔

ان تینوں احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ طائف کے جن مشرکوں سے معاہدہ ہوا تھا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ٹھہرایا۔

اخبرنا ابوالزبیر انه سمع جابر بن عبدالله یقول فی هذه الآیة انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام الا ان یکون عبدا او احدا من اهل الجزیة۔ [3]

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جا سکتا ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یدخل مسجدنا هذا بعد عامنا هذا مشرک الا اهل العهد و خدمهم۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا ان کے خدام، وہ داخل ہو سکتے ہیں۔

مصنف عبدالرزاق اور مسند احمد کی یہ دونوں احادیث امام اعظم کے موقف پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جوابات

امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد جو حرم کعبہ میں مطلق مشرکین کے دخول کے قائل نہیں ہیں وہ احناف کے خلاف یہ آیت پیش کرتے ہیں: انما المشرکون

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ
[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ
[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۳ ص ۳۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

نجس فلا یقربوا المسجد الحرام "مشرکین نجس ہیں مسجد حرام کے قریب نہ جائیں"۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس آیت کا یہ محمل ہے کہ مشرکین باعتبار غلبہ کے حرم کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے' یا مطلب یہ ہے اب وہ پہلے کی طرح ننگے طواف نہیں کر سکتے[1] علامہ علائی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ نہی تکلیفی نہیں ہے تکوینی ہے' علامہ شامی نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکین میں مسجد حرام کا قرب پیدا نہیں کرے گا، یہ خبر منفی ہے جو صورت نہی میں ذکر کی گئی ہے[2] علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے جواب میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ مکمل متن حسب ذیل ہے۔:

اس آیت کی تفسیر میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں نہیں داخل ہو سکتا۔ امام مالک یہ بھی کہتے ہیں کہ ضرورت کے علاوہ باقی مساجد میں بھی مشرک داخل نہیں ہو سکتا، ضرورت کی مثال یہ ہے کہ کسی مقدمہ میں حاکم ذمی کو طلب کرے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرکین تمام مساجد میں داخل ہو سکتے ہیں البتہ مسجد حرام میں داخل نہیں ہو سکتے، اور ہمارے اصحاب (احناف) یہ کہتے ہیں کہ ذمی کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور یہ آیت مشرکین عرب کے ساتھ خاص ہے کیونکہ ان کے حق میں ذمی ہونے کا تصور نہیں ہے، ان سے یا اسلام قبول کیا جائے گا اور یا تلوار سے ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔ اس لیے ان کو مکہ مکرمہ اور ان تمام مساجد میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا تھا۔ اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کر دیا ہے کیونکہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کے لیے بھیجا اس سال آپ نے یہ اعلان کرا دیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ چنانچہ اس سال کے بعد اگلے سال جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا تھا اور جس سال حضرت ابوبکر نے یہ اعلان کیا اسی سال یہ آیت نازل ہوئی تھی: (یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس) اور حضرت علی کی حدیث میں یہ ہے کہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ حضور کی طرف سے اعلان برات کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور اس میں اس پر دلیل ہے کہ اس آیت (انما المشرکون نجس) سے یہی مراد ہے کہ مشرکین حج کے قصد سے مکہ میں داخل نہ ہوں۔ اور اس پر یہ دلیل ہے کہ اس آیت کے سیاق میں یہ ہے: ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ "اگر (مشرکین کے حرم میں نہ آنے سے) تمہیں تنگی رزق اور فقر کا خوف ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو اس سے مستغنی کر دے گا"۔ کیونکہ حج کے ایام میں لوگوں کے آنے سے تجارت ہوتی تھی اور اہل حرم حج کرنے والوں کے ہاتھ اپنی اشیاء فروخت کر کے فائدہ اٹھاتے تھے، مشرکین پر پابندی لگانے سے اہل حرم کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان کی تجارت اس سے متاثر نہ ہو۔ یہ سیاق اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کے دخول پر مطلق پابندی نہیں ہے بلکہ انھیں حج کرنے سے روکا گیا ہے۔ اور اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مشرکین کو دیگر افعال حج سے بھی منع کیا جاتا ہے مثلاً عرفات

---

[1] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۹-۴۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۴۱ - ۳۴۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ۔

ہیں وقوف اور مزدلفہ میں قیام ہر چند کہ ان افعال میں مسجد کا دخل نہیں ہے اور اہل ذمہ کو ان افعال سے نہیں روکا جاتا، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو صرف حج سے منع کیا گیا ہے اور حج کے علاوہ مسجد کے قریب جانے سے نہیں روکا گیا، عثمان بن ابی العاص بیان کرتے ہیں کہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو ان کے لیے مسجد ہی میں ایک خیمہ لگایا گیا، لوگوں نے کہا، یارسول اللہ! یہ نجس لوگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین پر لوگوں کی نجاست نہیں ہے لوگوں کی نجاست ان کے دلوں میں ہے اور سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ابوسفیان کفر کی حالت میں داخل ہوتے تھے۔ البتہ مشرکین کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فلا یقربوا المسجد الحرام۔ علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ثقیف کا وفد فتح مکہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آیت اس سال نازل ہوئی ہے جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تھا اور یہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ فرمایا کہ ان کا نجس ہونا مسجد میں داخل ہونے سے مانع نہیں ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفر کی نجاست کافر کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکتی۔ رہے ابوسفیان تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صلح کی تجدید کرنے کے لیے آئے تھے، اس وقت ابوسفیان مشرک تھے اور یہ فتح مکہ سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہر چند کہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے تاہم اس کا تقاضا مسجد حرام کے قریب جانے سے مشرکین کو روکنا ہے نہ کہ کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے روکنا ہے۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ مشرک حرم میں داخل نہ ہو، اگر یہ روایت ثابت ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ حج کے لیے مشرکین حرم میں نہ آئیں اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس سال کے بعد مشرکین حرم میں نہ داخل ہوں البتہ غلام یا لونڈی کسی کام کے لیے آسکتے ہیں"۔ آپ نے کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا لونڈی کا مسجد میں آنا مباح قرار دیا ہے جبکہ وہ حج کے لیے نہ آئیں اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آزاد ذمی بھی کسی کام کی وجہ سے حرم میں آسکتا ہے۔ کیونکہ آزاد اور غلام میں کسی نے فرق نہیں کیا۔ اور ابوالزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ البتہ غلام یا ذمی مسجد حرام میں جاسکتا ہے، ابوالزبیر نے اس کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے[1] اور یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر سے یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہو اور مرفوعاً بھی۔

بعض معاصرین نے اس بحث میں لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کتابی کے سوا دوسرا کوئی کافر مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا[2]۔ بعض معاصرین نے علامہ عینی کی عبارت کا ٹکڑا بلا تحقیق اور بغیر حوالے کے ذکر کیا ہے۔

---

[1] حضرت جابر کی یہ روایت ہم نے مسند احمد بن حنبل (ج ۳ ص ۳۹۲) سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ علاء ابوبکر جصاص کی سند میں یہ عن ابی الزبیر عن جابر ہے اور امام احمد کی سند میں عن الحسن عن جابر ہے، اس لیے ہوسکتا ہے کہ ابوالزبیر نے یہ حضرت جابر سے موقوفاً سنی ہو اور حسن نے مرفوعاً سنی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ۔

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص حنفی رازی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] مولانا غلام رسول رضوی۔ تفہیم البخاری ج ۱ ص ۴۹۴، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد۔

اور عربی میں جو کتابی کا لفظ تھا اس کا اسی طرح ذکر کر دیا ہے۔ علامہ عینی کی اس عبارت میں کتابی سے مراد اہل الذمہ یا معاہد ہیں کیونکہ انھوں نے اس کے بعد مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجد نا بعد عامنا ھذا مشرک الا اھل العھد وخدمھم[1] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ جن مشرکوں سے معاہدہ ہے یا جو ان کے خادم ہیں وہ داخل ہو سکتے ہیں"۔ ہم نے یہ وضاحت اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو کتابی کے لفظ سے اہل کتاب کا مغالطہ نہ ہو اور امام اعظم اور فقہاء احناف کا مسلک غلط نہ سمجھ لیا جائے۔

یوم حج اکبر کی تعیین میں مختلف اقوال

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حمید بن عبدالرحمان، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے پیش نظر یہ کہتے تھے کہ یوم نحر ہی یوم حج اکبر ہے، اس لیے ہم یوم حج اکبر کی تحقیق بیان کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"حج اکبر یوم نحر (دس ذوالحج) ہے اور حج اصغر میں اختلاف ہے، جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عمرہ حج اصغر ہے، اور مجاہد سے روایت ہے کہ حج اکبر قران ہے اور حج اصغر افراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ حج اصغر یوم عرفہ ہے اور حج اکبر یوم نحر ہے کیونکہ بائی مناسک یوم نحر میں پورے ہوتے ہیں، ثوری سے منقول ہے کہ ایام حج کو یوم الحج الاکبر کہا جاتا ہے جیسا کہ ایام فتح مکہ کو یوم الفتح کہا جاتا ہے اور سہیلی نے اس کی تائید میں یہ کہا ہے کہ حضرت علی نے ان تمام ایام میں یہ اعلان کیا تھا۔ طبری نے ابوجحیفہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ حج اکبر یوم نحر ہے"[2]

یوم حج اکبر کے متعلق احادیث

عن علی قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن یوم الحج الاکبر فقال یوم النحر۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوم حج اکبر کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یوم نحر ہے۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقف یوم النحر بین الجمرات فی الحجۃ التی حج فقال ای یوم ھذا قالوا یوم النحر قال ھذا یوم الحج الاکبر۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا آپ جمرات کے درمیان یوم نحر کو کھڑے ہوئے اور فرمایا آج کونسا دن ہے؟ صحابہ نے کہا: یوم نحر ہے فرمایا یہ حج اکبر

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۲۱۴، مطبوعہ دارنشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن الشیبانی قال: سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی وسعید بن جبیر یقولان: الحج الاکبر یوم النحر۔ [1]

کا دن ہے۔

شیبانی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی اور سعید بن جبیر یہ کہتے تھے کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن عیاض بن شہاب العصری عن ابیہ قال: قال عمر: الحج الاکبر یوم عرفۃ، فذکرتہ لسعید بن المسیب فقال اخبرک عن ابن عمر ان عمر قال: سالت محمداً عن یوم الحج الاکبر فقال: کان یوم وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحج اھل الملل۔ [2]

شہاب عصری بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے۔ میں نے اس بات کا سعید بن مسیب سے ذکر کیا، انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عمر بیان کرتے تھے کہ حضرت عمر نے یہی کہا (راوی کہتے ہیں) میں نے محمد (ابن سیرین) سے حج اکبر کے بارے میں سوال کیا انھوں نے کہا کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ملل نے حج کیا ہے۔

عن ابی اسحاق قال سالت عبد اللہ بن شداد عن الحج الاکبر فقال الحج الاکبر یوم النحر۔ [3]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن شداد سے سوال کیا کہ حج اکبر کون سا دن ہے؟ انھوں نے کہا کہ حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن الحارث عن علی قال: یوم الحج الاکبر یوم النحر۔ [4]

حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال الحج الاکبر یوم النحر۔ [5]

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

عن ابی اسحاق عن ابی جحیفۃ قال الحج الاکبر یوم النحر۔ [6]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو جحیفہ نے فرمایا حج اکبر یوم نحر ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کی تحقیق

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو حج اکبر فرمایا ہے سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال آپ نے یوم نحر کو فرمایا یہ

---

[1] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[2] " " المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۲، " "

[3] " " المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۲، " "

[4] " " المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۲، " "

[5] " " المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۳ " "

[6] " " المصنف ج ۴/۱ ص ۴۶۳ " "

حج اکبر کا دن ہے۔ اس سے مراد یوم عرفہ ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور وہی حج اکبر تھا۔ اور اس کی تائید مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ حج اکبر وہ دن ہے جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگوں کی زبانوں پر ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور لوگوں کی زبانیں اللہ کا قلم ہیں اور یہ اصطلاح عرفی ہے اور جس چیز کو مسلمان حسن قرار دیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے[1]

حج اکبر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

حج اکبر کے سلسلے میں جو فقہاء اسلام کے مختلف اقوال ہیں ان میں تطبیق دیتے ہوئے ملا علی قاری رحمہ الباری تحریر فرماتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ یوم حج اکبر کے متعلق چار قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ حج اکبر یوم عرفہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ یوم نحر ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ حج اکبر طواف زیارت کا دن ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حج کے تمام ایام یوم حج اکبر ہیں اور درحقیقت ان اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ اکبر اور اصغر امر اضافی ہیں، لہٰذا جمعہ کے دن کا حج دوسرے ایام کی بہ نسبت اکبر ہے، اور حج قران حج افراد سے اکبر ہے اور مطلقاً حج، عمرے سے اکبر ہے اور جمیع ایام حج بھی اکبر ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے تورانی مقام کے اعتبار سے مختلف ہے، اسی طرح ایام میں یوم عرفہ، حج اکبر کی تحصیل کا دن ہے جو مطلقاً حج ہے، اور یوم نحر حج اکبر کے افعال کے مکمل ہونے اور ان سے حلال ہونے کا دن ہے[2]

احادیث اور آثار صحابہ میں مختلف ایام پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے اور کسی دن کے حج اکبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اس کے ثبوت میں ہر چند کہ کوئی صریح حدیث نہیں ہے تاہم بکثرت دلائل شرعیہ سے اس دن کا حج اکبر ہونا ثابت ہے، اس لیے اس کو حج اکبر کہنا صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جس سال جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو اس سال کے حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کے ثبوت میں روایات

جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو اس کے حج اکبر ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس دن کے لیے آپ نے فرمایا کہ یہ یوم حج اکبر ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ حج اکبر ہے جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا وہ جمعہ کا دن تھا اس پر دلیل یہ ہے:

علامہ عازن الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نزلت هذه الآية في يوم الجمعة بعد العصر في يوم عرفة والنبي صلى الله عليه وسلم واقف بعرفات على ناقته العضباء فكادت

یہ آیت عصر کے بعد جمعہ کے دن عرفہ کے روز نازل ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے تھے، جس کا کان کٹا ہوا تھا، اور وحی کے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] " " المسلک المتقسط ص ۳۱۸، "

عضد الناقة تندق وبرکه لثقل الوحی و ذٰلك فی حجة الوداع سنة عشر من الهجرة۔ [1]

بوجھ سے اونٹنی کا بازو ٹوٹنے کے قریب تھا اور وہ بیٹھ گئی یہ دس ہجری حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بھی بخاری اور مسلم کے حوالے سے یہ تصریح کی ہے کہ حجۃ الوداع میں یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔ [2]

قال عمر قد عرفنا ذٰلك الیوم الذی و المکان الذی نزلت فیه علی النبی صلی الله علیه وسلم وهو قائم بعرفة یوم جمعة۔ [3]

حضرت عمر نے فرمایا میں اس دن اور اس جگہ کو جانتا ہوں جب یہ آیت (الیوم اکملت لکم دینکم) نازل ہوئی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے اور یہ جمعہ کا دن تھا۔

فقال ابن عباس انها نزلت فی یومین فی یوم الجمعة یوم عرفة۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے وہ یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان نزولها کان بعرفة و کان ذٰلك فی حجة الوداع۔ [5]

اس آیت کا نزول یوم عرفہ میں ہوا اور یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور اس حج کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ حج اکبر ہے۔

علامہ عینی امام ابن جریج کی سند سے بیان کرتے ہیں:

عن قیس بن مخرمة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطب یوم عرفة فقال هٰذا یوم الحج الاکبر۔ [6]

قیس بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عرفہ کو خطبہ دیا اور فرمایا یہ یوم حج اکبر ہے۔

اور علامہ عینی امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور امام ابن مردویہ کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں۔

عن ابن عمر قال وقف رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم النحر عند الجمرات فی حجة الوداع و قال هٰذا یوم حج الاکبر۔ [7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرات کے پاس ٹھہرے اور فرمایا یہ حج اکبر کا دن ہے۔

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱، ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[6] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[7] 〃 〃 〃 عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، 〃 〃

یہ حدیث ہم اس سے پہلے سنن ابو داؤد کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا اس سال حج اکبر تھا اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اس سے واضح ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج حج اکبر ہوتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو یہ شبہ ہو کہ یہ صرف حجۃ الوداع کے سال کی خصوصیت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سال بھی یوم عرفہ جمعہ کو ہو اس سال حج اکبر ہو گا۔

علامہ عینی امام ابن جریر کی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عوف سالت محمدا یعنی ابن سیرین عن الحج الاکبر قال کان یوما وافق فیہ حج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

ابن عوف کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن سیرین سے حج اکبر کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا جو دن اس کے موافق ہو وہ دن حج اکبر ہے۔

اس سے پہلے ہم یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بھی بیان کر چکے ہیں۔

علامہ سیوطی نے بھی یہ حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔[2]

نواب صدیق حسن خاں نے بھی یہ حدیث امام ابن سیرین کے حوالے سے ذکر کی ہے[3]

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حجۃ الوداع کیا تھا اس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن تھا اور آپ نے اس کو حج اکبر فرمایا اور امام ابن جریر اور امام ابن ابی شیبہ کی روایات سے بھی یہی ثابت ہے کہ اس دن حج اکبر ہوتا ہے، ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

لانہ وافق یوم عرفۃ یوم الجمعۃ وھو المشتھر بالحج الاکبر الذی ورد فی حقہ ان حجہ کسبعین حجۃ۔[4]

جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس دن کے متعلق شہرت ہے کہ وہ حج اکبر ہے جس کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ اس دن حج کرنا ستر حج کے برابر ہے۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وورد لان العرفۃ یوم الجمعۃ تعدل سبعین حجۃ) وھو الحج الاکبر۔[5]

حدیث شریف میں ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو اس کا اجر ستر حج کے برابر ہے اور یہی حج اکبر ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الدر المنثور ج ۳ ص ۲۱۱ " " " "

[3] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۴ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ

[4] علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۵ ص ۳۷۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۳ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

ان حوالوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے اور اس کے خلاف کوئی حدیث نہیں ہے اور جن احادیث میں ایام حج یا یوم نحر یا نفس حج پر حج اکبر کا اطلاق آیا ہے وہ سب اضافی اطلاقات ہیں یعنی ان روایات میں عمرہ کے مقابلہ میں حج پر، حج اکبر کا اطلاق کیا گیا ہے اور جمعہ کے دن جب حج ہو تو احادیث معتبرہ سے یہ ثابت ہے کہ اس سال حج کا اجر ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے روایۃً اور درایۃً یہ ثابت ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہوتا ہے۔

جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال حج اکبر ہونے کا ثبوت از روئے درایت

اس سے پہلے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو، اسی پر از روئے روایت حج اکبر کا اطلاق درست ہے کیونکہ احادیث میں دوسرے حجوں کی بہ نسبت اس کے زیادہ اجر و ثواب ہونے کا بیان ہے۔ علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

عن طلحة بن عبيد الله انه عليه الصلوٰة و السلام قال افضل الايام يوم عرفة اذا وافق يوم جمعة وهو افضل من سبعين حجة فى غير جمعة رواه رزين بن معاوية فى تجريد الصحاح وذكر النووى فى مناسكه۔[1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں میں سب سے زیادہ افضل یوم عرفہ ہے اور جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو وہ غیر جمعہ کے ستر حجوں سے افضل ہے، اس حدیث کا ذکر رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں کیا ہے۔

محدث رزین کے حوالے سے اس حدیث کو علامہ زبیدی[2]، علامہ شبلی[3] اور ملا علی قاری[4] نے بھی بیان کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کو سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما ما ذكره رزين فى جامعه مرفوعا خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم الجمعة وهو افضل من سبعين حجة فى غيرها فهو حديث لا اعرف حاله لانه لم يذكر صحابيه ولا من اخرجه بل ادرجه فى حديث المؤطا الذى ذكره مرسلا عن طلحة بن عبيد الله بن كريز وليست الزيادة

محدث رزین نے اپنی جامع میں یہ حدیث ذکر کی ہے "سب سے افضل دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے یوم عرفہ ہے جو جمعہ کے دن ہو، اس دن کا حج دوسرے حجوں سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے" اس حدیث کا حال مجھے معلوم نہیں کیونکہ رزین نے صحابی کا ذکر کیا نہ اس کا ذکر جس نے اس حدیث کو سند کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ اس کو مؤطا میں طلحہ بن

---

[1] ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[2] ۔ علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر
[3] ۔ ــــــــ علامہ شبلی حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔
[4] ۔ ملا علی بن سلطان القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

المذکورۃ فی شیٔ من المؤطات فان کان لہ اصل احتمل ان یراد بالسبعین التحدید او المبالغۃ وعلی کل منھا فتثبت المزیۃ بذلک واللہ اعلم [1]

عبید اللہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور مؤطات میں یہ زیادتی نہیں ہے اگر اس حدیث کی کوئی اصل ہے تو ہو سکتا ہے ستر سے مراد ستر درجے ہوں یا مبالغہ مراد ہے اور ہر تقدیر پر اس حدیث سے اس دن کے حج کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے کہ بعض محدثین نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگر بالفرض یہ واقع میں ضعیف ہو بھی تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی معتبر ہوتی ہے اور بعض جاہلوں کا یہ کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے، باطل اور مردود ہے، کیونکہ رزین بن معاویہ عبدری کبار محدثین اور عظماء مخرجین میں سے ہیں اور محققین کے نزدیک ان کا کسی حدیث کو نقل کر دینا معتمد سند ہے، جب کہ انھوں نے اس کو صحاح ستہ کی تجرید میں بیان کیا ہے، اس لیے یہ سند اگر صحیح نہیں ہے تو ضعیف سے کسی حال میں کم نہیں ہے اور اس حدیث کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن عبادات کا ثواب ستر یا سو گنا بڑھ جاتا ہے اور علامہ نووی نے اپنے مناسک میں بیان کیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کے دن ہو تو تمام اہل موقف کی مغفرت کر دی جاتی ہے، علامہ ابو طالب مکی نے اس حدیث کو قوت القلوب میں بیان کیا ہے۔ ابن جماعہ نے اسی حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند کر کے بیان کیا ہے اور علامہ سیوطی نے اس کو ابن جماعہ سے نقل کر کے مقرر رکھا ہے اور یہ چیز قواعد میں سے ہے کہ جب کسی حدیث کے متعدد طرق ہوں تو وہ قوی ہو جاتی ہے [2]

اس حدیث کی تائید امام غزالی کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

وقال بعض السلف اذا وافق یوم عرفۃ یوم جمعۃ غفر لکل اھل عرفۃ وھو افضل یوم فی الدنیا، وفیہ حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع [3]

بعض اسلاف نے یہ کہا ہے کہ جب جمعہ کے دن یوم عرفہ ہو تو تمام میدان عرفات والوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور یہ دنیا کے تمام دنوں سے افضل ہے اور اسی دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تھا۔

ملا علی قاری رحمہ الباری اس حدیث کی تائید میں لکھتے ہیں کہ جمعہ اور عرفہ کا اجتماع زیادہ رحمت اور مغفرت کا موجب ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ منقول اور معقول سے جاہل ہے، اور امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن نیکیاں دوچند کر دی جاتی ہیں، ملا علی قاری کہتے ہیں کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن نیکیوں کو ستر درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور یہ اس حدیث کے مطابق ہے کہ جب یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو تو حج کا ثواب ستر حج سے زیادہ ہوتا ہے [4]

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۱ ص ۲۴۱ - ۲۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

یہاں تک ہم نے روایت اور درایت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ جس سال یوم عرفہ جمعہ کے دن ہو اس سال کا حج، حج اکبر ہوتا ہے اور اس پر حج اکبر کا اطلاق روایتہً اور درایتہً درست ہے۔

بعض معاصرین اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حج اکبر کے بارے میں اقوال ذکر کر کے لکھتے ہیں: شیخ نور الحق صاحب تیسیر القاری نے کہا ہم نے یہ اقوال اس لیے ذکر کیے ہیں کہ عوام کی زبان پر یہ مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج اکبر ہوتا ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔[1]

ظاہر ہے کہ صرف تیسیر القاری کی بنیاد پر اس عظیم الشان مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی!

بَابُ فَضْلِ يَوْمِ عَرَفَةَ — یوم عرفہ کی فضیلت

۳۱۸۴۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ بْنَ يُوسُفَ يَقُولُ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَإِنَّهُ لَيَدْنُو ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ مَا أَرَادَ هَؤُلَاءِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ کسی دن بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ (اپنے بندوں سے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے: یہ بندے کس ارادے سے آئے ہیں؟

اللہ کے نزول اور قریب ہونے کا مطلب

اللہ کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رحمت قریب ہوتی ہے یا وہ اپنی رحمت کے خاص فرشتوں کو اپنے بندوں کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کا بھی یہ مطلب ہے کہ وہ اس آسمان پر اپنی رحمت کو متوجہ کرتا ہے شیخ ابن تیمیہ نے اپنے منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح نازل ہوتا ہے۔ (الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴) العیاذ باللہ!

علم غیب

یوم عرفہ کی فضیلت سے متعلق یہ حدیث زیادہ مفصل ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص آئے ایک قبیلہ انصار کا تھا اور دوسرا ثقیف کا، انصاری نے سبقت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقفی سے فرمایا: اے ثقفی! انصاری نے تم پر سبقت کر لی ہے، انصاری نے کہا: یا رسول اللہ میں خود اس کو مقدم کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۲، ص ۱۵، مطبوعہ الجد، پرنٹرز لاہور۔

وسلم نے فرمایا: اے ثقفی اپنی حاجت بیان کرو اور اگر تم چاہو تو میں خود بیان کر دوں کہ تمہارا کیا سوال ہے! ثقفی نے کہا اگر آپ ایسا کریں تو زیادہ اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نماز، رکوع اور سجود اور روزوں کے متعلق سوال کرنا چاہتے ہو اور یہ کہ تمہارے لیے ان میں کیا اجر ہے؟ ثقفی نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، آپ نے فرمایا تم رات کے اوّل حصّہ میں، اور اس کے آخر میں نماز پڑھو اور درمیانی حصہ میں نیند کرو، اور اگر تم رات کے درمیانی حصہ میں نماز پڑھو تو یہ بھی کافی ہے، اور جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھو اور انگلیوں کے درمیانی کشادگی رکھو، پھر اپنا سر اٹھاؤ حتّٰی کہ ہر جوڑ اپنی جگہ پر آجائے۔ اور جب تم سجدہ کرو تو اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکاؤ۔ آپ نے فرمایا سفید راتوں یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کی راتوں میں روزہ رکھو۔ پھر آپ انصاری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی حاجت بیان کرو اور اگر چاہو تو تمہارا سوال میں بیان کر دوں، انصاری نے کہا اگر آپ خود بیان فرمائیں تو زیادہ اچھا ہے! آپ نے فرمایا تم مجھ سے یہ سوال کرنے آئے تھے کہ وقوف عرفہ کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ اور کنکریاں مارنے کا کیا طریقہ ہے اور اس میں تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ انصاری نے کہا ہاں خدا کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! آپ نے فرمایا جب تم اپنے گھر سے بیت الحرام کے قصد سے نکلتے ہو تو تمہاری سواری کے ہر قدم کے عوض تم کو ایک نیکی ملتی ہے اور تمہارا ایک گناہ مٹ جاتا ہے اور جب تم عرفات میں ٹھہرتے ہو تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر آتا ہے (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے یہ میرے بندے ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں یہ دُور دراز سے آئے ہیں، یہ میری رحمت کے امیدوار ہیں اور میرے عذاب سے ڈرتے ہیں، حالانکہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا اور اگر یہ مجھے دیکھ لیتے تو پھر کیا حال ہوتا! پس اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں یا ایام دنیا یا بارش کے قطروں جتنے بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ وہ سب گناہ دھو ڈالے گا، اور تم جب کنکریاں مارتے تو وہ تمہارے لیے جمع ہو جاتی ہیں، تمہارے ہر بال کے گرنے سے تمہیں ایک نیکی مل جاتی ہے اور جب تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو تو گناہوں سے اس طرح صاف اور پاک ہو جاتے ہو جیسے تم اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوئے ہو![1]

یوم عرفہ کی فضیلت کے علاوہ اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی صفت عطا کی تھی جس سے آپ پر اُمور غیبیہ منکشف ہو جاتے تھے، آپ دِلوں کا حال جان لیتے تھے اور یہی علم غیب ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انصاری اور ثقفی صحابہ کے نزدیک یہ بات معروف اور صحیح تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جان لیتے ہیں ورنہ اعتراض کرتے کہ آپ غیب کو کیا جانیں یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا خاصّہ ہے اور یہ آیات پڑھتے: عندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ھو (انعام: ۵۹) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب (انعام: ۵۰) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔ (اعراف: ۱۸۸) لیکن انھوں نے یہ اعتراض نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان صحابہ کے نزدیک ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علم

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۶-۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

غیب کی نفی ذاتی استقلالی اور بے تعلیم الٰہی پر محمول ہے اور جو علم غیب آپ کو حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عطا سے ہے یا جس چیز کی نفی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ ہیں اور وہی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہیں اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ متناہی اور بعض ہے، ہمارے اعتبار سے یہ علم ایسا ہے جیسے قطرے کے سامنے سمندر ہو اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اس کی وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے مقابلے میں قطرہ کی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں، امام عبدالرزاق اس حدیث کے جامع ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ تمام اسلاف کا یہی عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء الٰہی سے علم غیب حاصل ہے۔

بَاب ۴۱۹ فَضْلِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

حج اور عمرہ کی فضیلت

۳۱۸۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ، ان کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

۳۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ سُهَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح روایت ہے۔

۳۱۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ نَا هُشَيْمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیت اللہ

جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰى هٰذَا الْبَيْتَ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهُ۔

آئے اور بیہودہ باتیں کرے نہ گناہ کرے تو وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے وہ اپنی ماں سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

۳۱۸۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ وَاَبِي الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ وَسُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمْ جَمِيْعًا مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں ہے جس نے حج کیا، نہ بیہودہ باتیں کیں اور نہ کوئی گناہ کیا۔

۳۱۸۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے۔

سال میں متعدد بار عمرہ کرنے میں مذاہب

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ سال میں ایک سے زیادہ مرتبہ عمرہ کیا جا سکتا ہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اکثر اصحاب مالک اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ ایک سال میں کئی بار عمرہ کیا جا سکتا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ عمرے کیے اور ہر سال میں ایک عمرہ کیا، حالانکہ آپ ایک سال میں کئی بار عمرہ بھی کر سکتے تھے اور بعض علماء مالکیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک ماہ میں ایک بار عمرہ کیا جائے، علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک" اس کا تقاضا عمرہ کا تکرار اور اس کی کثرت ہے۔[1]

ایام تشریق میں عمرہ کی کراہت میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام سال عمرہ کا وقت ہے اور یہ تمام سال میں کیا جا سکتا ہے البتہ جو شخص حج کر رہا ہو اس کے لیے حج کے دوران عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جو شخص حج نہ کر رہا ہو اس کا یوم عرفہ، یوم اضحیٰ اور تمام ایام تشریق میں عمرہ کرنا بلا کراہت جائز ہے، امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور جمہور علماء اسلام کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

سال کے پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے یوم عرفہ، یوم اضحیٰ اور ایام تشریق اور امام ابو یوسف نے چار دن مکروہ قرار دیے ہیں یوم عرفہ اور ایام تشریق [1]

عمرہ کے حکم میں مذاہب عمرہ کے حکم میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ واجب ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے [2]

امام شافعی اور امام احمد کی طرف سے عمرہ کے وجوب پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے: واتموا الحج والعمرۃ للہ (بقرہ، ۱۹۶) "حج اور عمرہ کو اللہ کے لیے پورا کرو" وجہ استدلال یہ ہے کہ حج کرنا واجب ہے اور عمرہ کا حج پر عطف ہے لہٰذا یہ بھی واجب ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ قران فی النص کو قران فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ شروع کرنے سے عمرہ لازم ہو جاتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ تمام نوافل میں مشترک ہے۔

کیا حج مبرور سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں؟ حج مبرور کا معنی ہے وہ حج جس میں کوئی گناہ نہ کیا ہو، یا وہ حج جو دکھلاوے کے لیے نہ ہو محض اخلاص سے ہو، یا وہ حج جس کے بعد کوئی گناہ نہ ہو، یا حج مقبول لیکن یہ ایک امر باطن ہے اور تیسرا معنی بھی اس لفظ کے مفہوم پر زائد ہے اس سے پہلے دو معنی معتبر ہیں، حاکم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مبرور کی تفسیر کھانا کھلانے اور اچھی باتوں سے کی ہے۔ [3]

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ جس حج میں گناہ اور بیہودہ باتیں نہ کی ہوں تو اس کے بعد وہ اس حال میں لوٹے گا جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ صغائر اور کبائر دونوں سے پاک ہو جاتا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی ابن عربی مالکی نے کہا ہے کہ یہ عبادت کبائر کو نہیں مٹاتی، کبائر صرف تلافی اور توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور جب نماز سے کبائر معاف نہیں ہوتے تو عمرہ اور حج سے کیسے معاف ہو سکتے ہیں، البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عبادت سے دل میں ایسی تاثیر پیدا ہوتی ہے جو انسان کو توبہ پر مائل کرتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بمقدار گناہ مواخذہ کے بعد انسان جنت میں چلا جائے، علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ قاضی ابن عربی کا یہ کہنا کہ انسان گناہوں سے مواخذہ کے بعد جنت میں جائے گا — یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح اس خاص عبادت یعنی حج کی کوئی تخصیص نہیں رہے گی کیونکہ بمقدار گناہ مؤاخذہ ہر گناہ کار کے لیے ثابت ہے اور ابن بزیزہ کا نظریہ ہے کہ حج سے کبائر معاف ہو جاتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے حاجیوں پر فخر کرتا ہے اور ملائکہ

---

[1] — علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] — " " ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۶، " "

[3] — امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۹۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

گناہوں سے پاک ہیں اور ان کے سامنے الٰہی پر فخر کیا جا سکتا ہے جو گناہوں سے پاک ہوں، اس لیے اگر قاتل حج کرے تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا اور جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کو اس کی مظلومیت پر کوئی اور جزا عطا فرمائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کی پابندی نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی حکم دینے والا نہیں ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن دخلہ کان اٰمنا (آل عمران : ۹۷) "جو شخص کعبہ میں داخل ہو گیا وہ بے خوف ہو گیا" اور اس لفظ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے عذاب سے مامون اور محفوظ ہو جائے۔ ابن مبارک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا آپ نے فرمایا اے بلال لوگوں کو خاموش کرو! حضرت بلال نے کہا لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاموش ہو جاؤ! آپ نے فرمایا اے لوگو! ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے انھوں نے مجھ پر میرے رب کا سلام پڑھا، اور کہا اللہ تعالیٰ نے اہل عرفات کو بخش دیا اور ان کے بعد کے کاموں کا ضامن ہو گیا۔ حضرت عمر نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ ہمارے لیے خاص ہے؟ فرمایا تمہارے لیے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کے لیے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ کی خیر کثیر ہے اور بہت اچھی ہے، اگر کوئی شخص کہے کہ جہاد سے قرض کے سوا ہر چیز معاف ہو جاتی ہے پس کیا وجہ ہے کہ حج سے ہر چیز معاف ہو جاتی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کو ہم نہیں جان سکتے، ہم نے جو جان لیا ہم اس پر توقف کرتے ہیں اور اس سے باہر نہیں جاتے[1]

حدیث میں ہے کہ کبائر کے سوا باقی گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں اور قرض کے سوا باقی گناہ جہاد سے معاف ہو جاتے ہیں اور حج مبرور کے بعد انسان نومولود بچہ کی طرح گھر لوٹتا ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی بشارتوں پر ایمان لاتے اور اپنی عقل سے ان احادیث میں قیود لگا کر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دائرہ تنگ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہوں کو توبہ سے بھی معاف کرتا ہے اور اپنے فضل محض سے بھی معاف کرتا ہے۔ اے اللہ! مصنف کے تمام گناہوں کو اور ان سطور کے پڑھنے والوں کے گناہوں کو اور سب مسلمانوں کے گناہوں کو معاف فرما اور ہمیں جنت الفردوس عطا فرما! آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ نُزُولِ الْحُجَّاجِ بِمَكَّةَ وَتَوْرِيثِ دُورِهَا

حجاج کا مکہ میں اترنا اور مکہ کے گھروں کی وراثت کا بیان

۳۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ حُسَيْنٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ مکہ میں اپنے مکان پر اتریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے مکہ میں ہمارا کوئی مکان یا زمین چھوڑی ہے عقیل اور طالب،

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴، ص ۴۴۶ - ۴۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت۔

أَخْبَرَهُ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنْزِلُ فِي دَارِكَ بِمَكَّةَ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عُقَيْلٌ مِنْ رَبَاعٍ أَوْ دُورٍ وَكَانَ عُقَيْلٌ وَرِثَ أَبَا طَالِبٍ هُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ يَرِثْهُ جَعْفَرٌ وَلَا عَلِيٌّ لِأَنَّهُمَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ وَكَانَ عُقَيْلٌ وَطَالِبٌ كَافِرَيْنِ.

ابو طالب کے وارث ہوئے تھے، اور حضرت جعفر اور حضرت علی کو ان کے ترکہ سے کچھ نہیں ملا تھا کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔

۳۱۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا وَذَلِكَ فِي حَجَّتِهِ حِينَ دَنَوْنَا مِنْ مَكَّةَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عُقَيْلٌ مَنْزِلًا.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب ہم مکہ کے قریب پہنچے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کل کہاں قیام فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

۳۱۹۲ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَالَا نَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيْنَ تَنْزِلُ غَدًا إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى وَذَلِكَ زَمَنَ الْفَتْحِ قَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عُقَيْلٌ مِنْ مَنْزِلٍ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول! انشاء اللہ کل آپ کہاں ٹھہریں گے؟ یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا۔ آپ نے فرمایا کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے؟

مکہ میں مہاجروں کے چھوڑے ہوئے مکانوں کا حکم

علامہ عینی تحریر فرماتے ہیں جس وقت ابو طالب کی وفات ہوئی اس وقت اس کے دو بیٹے طالب، اور عقیل دونوں کافر تھے، عقیل نے اس کے بعد حدیبیہ کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ابو طالب، عبد المطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور زمانہ جاہلیت میں بڑا بیٹا تمام جائیداد کا مالک ہوتا تھا اس لیے ابو طالب نے تمام مکانوں اور زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل ان تمام مکانوں پر قابض

ہوگئے، داؤدی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بنو عبد المطلب سے جن لوگوں نے ہجرت کی تھی ان سب کے مکانوں کو عقیل نے فروخت کر دیا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیل کے ان تصرفات کو یا از روئے جود و کرم برقرار رکھا، یا عقیل کی تالیف قلبی کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ زمانہ جاہلیت کے تصرفات صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ کفار کے کیے ہوئے نکاح صحیح ہوتے ہیں [1]

مکہ صلح سے فتح ہوا یا جنگ سے؟ علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث میں امام شافعی کے مذہب پر دلیل ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور اس کے مکانات مکہ والوں کی ملک ہیں اور اس مسئلہ میں اس کا حکم باقی شہروں کی طرح ہے اس میں ان کی وراثت جاری ہوگی اور ان کے لیے اس کو بیچنا، رہن رکھنا، کرایہ پر دینا، ہبہ کرنا، ان کی وصیت کرنا اور باقی تمام تصرفات صحیح ہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام اوزاعی اور دوسرے فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور اس میں یہ تمام تصرفات صحیح نہیں ہیں [2]

جن مکانوں پر مسلمانوں کی ہجرت کے بعد کفار نے قبضہ کر لیا ان کی ملکیت کے حکم میں اختلاف مذاہب

یہاں دو مسئلے قابلِ ذکر ہیں ایک یہ کہ احناف کے نزدیک مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور شوافع کے نزدیک صلح سے، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کی املاک پر کفار دار الحرب میں غلبہ سے قبضہ کر لیں تو ان کا قبضہ درست ہے اور مسلمان ان میں تصرف نہیں کر سکتے اور امام شافعی کے نزدیک یہ قبضہ درست نہیں اور مسلمان ان املاک میں تصرف کر سکتے ہیں۔ پہلے مسئلہ پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن ابی شریح انه قال لعمرو بن سعید وهو یبعث البعوث الی مکة ایذن لی ایها الامیر احدثك قولا قام به رسول الله صلی الله علیه وسلم الغد من یوم الفتح سمعته اذناى ووعاه قلبی وابصرته عیناى حین تکلم به حمد الله واثنی علیه ثم قال ان مکة حرمها الله ولم یحرمها الناس فلا یحل لامرئ یؤمن بالله والیوم الآخر ان یسفك بها دما ولا یعضد

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ میں فوج بھیج رہا تھا: اے امیر مجھے اجازت دیں میں آپ کو ایک حدیث سناؤں، جس کو کل میرے سامنے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کانوں نے اس کو سنا، دل نے محفوظ رکھا اور میری آنکھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے اور لوگوں نے حرم نہیں بنایا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷، ۴۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

بمامشجرة فان احد ترخص لقتال رسول الله فيها فقولوا ان الله قد اذن لرسوله ولم يأذن لكم وانما اذن لي فيها ساعة من نهار، ثم عادت حرمتها اليوم كحرمتها بالامس وليبلغ الشاهد الغائب۔[1]

مکہ میں خون بہانا اور اس کے درختوں کو کاٹنا جائز نہیں ہے اگر کوئی شخص مکہ میں رسول اللہ کی جنگ کی وجہ سے رخصت طلب کرے تو اس سے کہو کہ اللہ نے اپنے رسول کو جنگ کی اجازت دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے دن میں ایک ساعت کے لیے جنگ کی اجازت ملی تھی اور آج اس کی حرمت کل کی طرح پھر لوٹ آئی ہے، شاہد غائب کو یہ حدیث پہنچا دے۔

اور دوسرے مسئلہ پر استدلال کرتے ہوئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم الآية "ان فقراء مہاجرین کے لیے جو اپنے گھروں سے نکال دیے گئے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو فقراء فرمایا ہے اور فقیر حقیقۃً وہ ہوتا ہے جس کی کوئی ملک نہ ہو اور اگر مہاجرین کے اموال پر مشرکین کے غلبہ نے ملکیت صحیح نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو فقراء نہ فرماتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب حضرت اسامہ نے کہا تھا کہ کیا آپ اپنے گھر نہیں جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ عقیل نے ہمارے لیے گھر کب چھوڑا ہے! حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں گھر تھا جو آپ کو حضرت خدیجہ سے وراثت میں ملا تھا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استیلاء (غلبہ) ایک ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے مسلمان کافر کے مال کا مالک ہو جاتا ہے، اسی طرح کافر بھی مسلمان کے مال کا مالک ہو جائے گا۔[2]

مکہ کے مکانوں کی خرید و فروخت اور انھیں کرایہ پر دینے کا جواز

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی مکان چھوڑا ہے!" اس میں اس بات پر ظاہر دلیل ہے کہ عقیل نے ان مکانوں پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی ملک ثابت ہو گئی اور اس کا ان مکانوں کو بیچنا صحیح تھا، اگر یہ سوال ہو کہ امام طحاوی اور امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا يحل بيع بيوت مكة ولا اجارتها" "مکہ کے مکانات کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح نہیں ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ معارضہ میں دو حدیثوں کو قوت سند کے لحاظ سے مساوی ہونا ضروری ہے اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی حدیث باب مذکور کی حضرت اسامہ کی حدیث کے مساوی نہیں ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابراہیم بن مہاجر ہے جس کو یحییٰ اور نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الی قولہ) علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فهو آمن۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۵۲، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا وہ مامون ہے۔" آپ نے گھر کی اضافت ابوسفیان کی طرف کی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مکہ میں مکانات تھے۔ حضرت ابوبکر کا گھر تھا، حضرت زبیر کا گھر تھا، حضرت حکیم بن حزام کا گھر تھا اور کثیر تعداد میں صحابہ کے مکہ میں گھر تھے، بعض گھر بیچ دیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے چار ہزار درہم میں گھر خریدا، حضرت معاویہ نے حضرت حکیم بن حزام سے مکہ میں دو گھر خریدے، ایک ساٹھ ہزار درہم میں اور دوسرا چالیس ہزار درہم میں اور یہ مشہور واقعات ہیں جن کا انکار نہیں کیا گیا، پس ان پر اجماع ہو گیا، لہٰذا باقی زمینوں کی طرح مکہ کی زمینوں کا بھی بیچنا جائز ہے (الی قولہ) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں ہے: سواء ن العاکف فیہ والباد۔ "حرم میں رہنے والا اور باہر سے آنے والا برابر ہے" اس آیت کی بناء پر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مکہ کی زمین سب کے لیے ہے اور اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیت اللہ یا مسجد حرام مراد ہے اور تمام مکہ کی زمین مراد نہیں ہے، لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے[1]

علامہ عینی نے مکہ کے مکانوں کو کرایہ پر دینے کی حرمت میں جو اثر بیان کیا ہے یہ حضرت اسامہ کی اس صحیح روایت کے مزاحم نہیں ہو سکتا اس لیے مکہ کے مکانوں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا صحیح ہے، علامہ ابن قدامہ کے قول کے مطابق اس پر اجماع ہے اور اجماع ایک قوی دلیل ہے۔

بَابُ ۴۲۱ إِقَامَةِ الْمُهَاجِرِ بِمَكَّةَ

مہاجر کا مکہ میں قیام کرنا

۳۱۹۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ وَأَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ هَلْ سَمِعْتَ فِي الْإِقَامَةِ بِمَكَّةَ شَيْئًا فَقَالَ السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِلْمُهَاجِرِ إِقَامَةُ ثَلَاثٍ بَعْدَ الصَّدَرِ بِمَكَّةَ كَأَنَّهُ يَقُولُ لَا يَزِيدُ عَلَيْهَا۔

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سائب بن یزید سے پوچھا: کیا تم نے مکہ میں اقامت کرنے کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ حضرت سائب نے کہا میں نے علاء بن حضرمی سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر (منیٰ سے) لوٹنے کے بعد تین دن تک مکہ میں رہ سکتا ہے، آپ کی مراد یہ تھی کہ تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کرے۔

۳۱۹۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ حُمَيْدٍ

عبدالرحمان بن حمید کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اصحاب سے پوچھا: کیا مکہ میں اقامت کے

---

[1] - علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸ - ۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ لِجُلَسَائِهِ مَا سَمِعْتُمْ فِي سُكْنَى مَكَّةَ فَقَالَ السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ أَوْ قَالَ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيمُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا.

بارے میں تم نے کوئی حدیث سنی ہے؟ حضرت سائب بن یزید نے کہا کہ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہاجر مناسک حج ادا کرنے کے بعد تین دن تک مکہ میں قیام کر سکتا ہے۔

۳۱۹۵- وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ فَقَالَ السَّائِبُ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَمْكُثُهُنَّ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ الصَّدَرِ.

حضرت علاء بن حضرمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (منیٰ سے) لوٹنے کے بعد مہاجر تین رات تک مکہ میں رہ سکتا ہے۔

۳۱۹۶- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَمْلَاهُ عَلَيْنَا إِمْلَاءً قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ الْعَلَاءَ بْنَ الْحَضْرَمِيِّ أَخْبَرَهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَكَثَ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا.

حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حج سے فارغ ہونے کے بعد مہاجر مکہ میں تین دن تک قیام کر سکتا ہے۔

۳۱۹۷- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

ف: جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، ان پر مکہ میں اقامت کرنا اور مکہ کو

وطن بنانا حرام ہو گیا تھا، البتہ حج اور عمرہ سے فراغت کے بعد تین دن تک مکہ میں رہنے کی انھیں اجازت دی گئی تھی۔

بَابُ ۴۲۲ تَحْرِيمِ صَيْدِ مَكَّةَ وَغَيْرِهِ

مکہ مکرمہ میں شکار وغیرہ کی حرمت کا بیان

۳۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا وَقَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيهِ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَمْ يَحِلَّ لِي إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخَرَ فَإِنَّهُ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوتِهِمْ فَقَالَ إِلَّا الْإِذْخَرَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب (مکہ سے) ہجرت نہیں ہے، البتہ جہاد اور نیت باقی ہے جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو جاؤ! فتح مکہ کے دن آپ نے یہ بھی فرمایا: آسمان اور زمین کی پیدائش کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرم بنا دیا تھا، اور یہ اس خداداد حرمت کی وجہ سے قیامت تک حرم رہے گا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا، اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی۔ اور اب اس خداداد حرمت کی بنا پر یہ شہر قیامت تک کے لیے حرم ہے، اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے، اور کوئی شخص مکہ میں گری پڑی چیز کو نہیں اٹھا سکتا، ماسوا اس شخص کے جو اس چیز کا اعلان کر کے اس کو مالک تک پہنچا دے، اور یہاں کی گھاس بھی نہیں کاٹی جائے گی۔ یہ سن کر حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ یہ لوہاروں اور سناروں کے کام آتی ہے اور اس سے گھر بنائے جاتے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا اذخر مستثنیٰ ہے۔

۳۱۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُورٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَقَالَ بَدَلَ الْقِتَالِ الْقَتْلَ وَقَالَ يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا

ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے لیکن اس میں آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے کا ذکر نہیں ہے اور قتال (جنگ) کی جگہ قتل کا لفظ ہے اور "یلتقط لقطتہ الا من عرفہا" مذکور ہے۔

۳۲۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي

سعید بن ابی سعید کہتے ہیں کہ جس وقت عمرو بن سعید (مدینہ منورہ کا اموی حاکم) مکہ مکرمہ میں فوج روانہ

شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو ابْنِ سَعِيْدٍ وَّهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوْثَ اِلٰى مَكَّةَ ائْذَنْ لِّيْ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اُحَدِّثْكَ قَوْلًا قَامَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ سَمِعَتْهُ اُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ وَاَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ اَنَّهٗ حَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يَّسْفِكَ بِهَا دَمًا وَّلَا يَعْضِدَ بِهَا شَجَرَةً فَاِنْ اَحَدٌ تَرَخَّصَ بِقِتَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَاْذَنْ لَكُمْ وَاِنَّمَا اَذِنَ لِيْ فِيْهَا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِيْ شُرَيْحٍ مَّا قَالَ لَكَ عَمْرٌو قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخَرْبَةٍ۔

کر رہا تھا (حضرت ابن الزبیر پر حملہ کے لیے) تو اس وقت حضرت ابوشریح عدوی رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے سامنے وہ حدیث بیان کر دوں جو فتح مکہ کے دن صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جس کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ رکھا ہے اور وہ منظر بھی میرے سامنے ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث بیان فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مکہ میں خون بہائے یا یہاں کا درخت کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ کی بناء پر یہاں قتال جائز سمجھتا ہو تو اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دی تھی اور تم کو اجازت نہیں دی، اور مجھے بھی صرف دن کی ایک ساعت کے لیے اجازت دی تھی۔ اور آج پھر مکہ کی حرمت پہلے کی طرح لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی، جو اس وقت حاضر ہے وہ غائب کو یہ حدیث پہنچا دے حضرت ابوشریح سے پوچھا گیا کہ پھر عمرو بن سعید نے آپ کو کیا جواب دیا تھا؟ انھوں نے فرمایا اس نے کہا اے ابوشریح میں اس مسئلہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں! حرم کسی معصیت کرنے والے کو پناہ نہیں دیتا نہ قتل یا چوری کر کے بھاگنے والے کو۔

۳۲۰۱۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنِ الْوَلِيْدِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مَكَّةَ قَامَ فِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ عطا فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے اصحاب فیل کو روک دیا تھا، مگر اپنے رسول اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا کر دیا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ مکرمہ حلال نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف ایک

النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِيْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَا شَوْكُهَا وَلَا يَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا اَنْ يُّقْتَلَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخَرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ فِيْ قُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخَرَ فَقَامَ اَبُوْ شَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَا قَوْلُهٗ اكْتُبُوْا لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ساعت کے لیے مکہ حلال ہوا ہے، اور اب میرے بعد کسی کے لیے حلال نہیں ہے، لہٰذا یہاں کے شکار کو بھگایا جائے نہ یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں، نہ یہاں کی گری پڑی چیز کسی کے لیے حلال ہے البتہ اعلان کرنے والا کوئی چیز اٹھا کر مالک کو دے سکتا ہے اور جس شخص کا کوئی آدمی قتل کیا جائے اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا اس کی دیت (خون بہا) لے لے یا اس کو قصاص میں قتل کر دے، حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اذخر (گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ ہم اس کو اپنی قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔ تب یمن کے ایک شخص ابوشاہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے یہ خطبہ لکھوا دیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوشاہ کو لکھ دو! ولید بیان کرتے ہیں میں نے اوزاعی سے دریافت کیا کہ ابوشاہ کے اس قول کا کیا مطلب ہے یا رسول اللہ! میرے لیے یہ لکھوا دیجئے! انھوں نے کہا وہ خطبہ جو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

۳۲۰۲ - حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خُزَاعَةَ قَتَلُوْا رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ لَيْثٍ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ بِقَتِيْلٍ مِّنْهُمْ قَتَلُوْهُ فَاُخْبِرَ بِذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَكِبَ رَاحِلَتَهٗ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَبَسَ عَنْ مَّكَّةَ الْفِيْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَلَا وَاِنَّهَا لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ لَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ بَعْدِيْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ اَلَا وَاِنَّهَا سَاعَتِيْ هٰذِهٖ حَرَامٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنولیث نے بنوخزاعہ کا ایک شخص قتل کیا ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن اس مقتول کے بدلہ بنوخزاعہ نے بنولیث کا ایک آدمی قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ آپ نے اونٹنی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو مکہ سے روک دیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ پر غلبہ عطا فرما دیا، مکہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہے اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں حلال ہوا تھا، اور اب مکہ حرم ہے یہاں کے کانٹے کاٹے جائیں گے نہ یہاں کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے گی، ہاں اعلان کرنے والا اٹھا سکتا ہے اور

لَا يُخْبَطُ شَوْكُهَا وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا وَلَا يَلْتَقِطُ سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِمَّا أَنْ يُعْطَى يَعْنِي الدِّيَةَ وَإِمَّا أَنْ يُقَادَ أَهْلُ الْقَتِيلِ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ فَقَالَ اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا الْإِذْخَرَ فَإِنَّا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخَرَ۔

جس کا کوئی آدمی قتل کیا جائے، اسے دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے یا تو اس کو دیت دی جائے گی یا وہ قاتل سے قصاص لے گا، پھر یمن کا ایک شخص آیا جس کو ابو شاہ کہتے تھے اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے یہ لکھ دیجئے، آپ نے فرمایا ابو شاہ کو لکھ دو پھر قریش کے ایک شخص نے کہا اذخر (ایک قسم کی گھاس) کو مستثنیٰ کر دیجئے کیونکہ اس کو ہم اپنے گھروں اور قبروں میں استعمال کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذخر مستثنیٰ ہے۔

فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی یا قیامت تک باقی ہے؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا "اب ہجرت نہیں ہے"۔ اور ابو سعید خدری اور رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے، حالانکہ سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة ولا تنقطع التوبة حتى تطلع الشمس من مغربها۔ "جب تک توبہ منقطع نہ ہو اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہو گی اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہو گی"۔ اس وجہ سے ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ علامہ عینی نے اس اشکال کے جواب میں لکھا کہ علامہ خطابی اس اشکال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں ہجرت فرض تھی اور فتح مکہ کے بعد ہجرت فرض نہیں رہی مستحب ہو گئی، پس جو ہجرت منقطع ہو گئی وہ فرض ہے اور جو ہجرت باقی ہے وہ مستحب ہے۔ علاوہ ازیں حضرت معاویہ کی حدیث کی سند میں کچھ ضعف بھی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے فرمایا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی ہے ایک شخص اپنے اہل اور مال کو چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جاتا اور اسے اپنے مال میں سے کچھ واپس نہیں ملتا تھا مکہ فتح ہونے کے بعد یہ ہجرت منقطع ہو گئی۔ دوسری ہجرت وہ ہے جو اعرابی کرتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور ان صحابہ کی طرح ہجرت نہیں کرتے تھے جنہوں نے اپنا مال اور اہل و عیال کو چھوڑ کر ہجرت کی تھی اور یہی وہ ہجرت ہے جو توبہ منقطع ہونے تک منقطع نہیں ہو گی۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ہجرت انقطاع توبہ تک باقی رہے گی۔ یہ ہجرت برے اعمال کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے، کیونکہ حضرت معاویہ حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مسند احمد میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک ہجرت برائیوں کو چھوڑنا اور ان سے ہجرت ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی جائے اور ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہو گی جب تک توبہ منقطع نہ ہو اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہو گا تو جس شخص کے دل میں جو کچھ ہو گا اللہ تعالیٰ

اسی پر مہر لگا دے گا اور لوگوں کا عمل کافی ہو گا" نیز حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مسند احمد میں روایت ہے "ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ! آپ کی طرف ہجرت کس جگہ کرنی ہے؟ آیا کسی معروف اور معین جگہ ہجرت ہے یا جس جگہ بھی آپ ہوں وہاں ہجرت کرنی ہے؟ کیا کسی خاص قوم کے لیے ہجرت ہے یا جب آپ کا وصال ہو جائے گا تو ہجرت نہیں رہے گی؟ حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ نے فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو ہجرت کے بارے میں سوال کر رہا تھا؟ اس نے کہا میں یہاں ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تک تم نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو، اور حضرت ابن عمرو سے ایک روایت میں ہے تم ظاہری اور باطنی برائیوں سے ہجرت کرو (چھوڑو) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارض یمامہ میں فوت ہو جاؤ۔[1]

علامہ عینی کے اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو ہجرت منقطع ہو گئی یہ وہ ہجرت ہے جس پر جنت کی بشارت ہے جو صحابہ نے رسول اللہ کے لیے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر کی اور جو ہجرت منقطع نہیں ہو گی یہ برائیوں سے نیکیوں کی طرف ہجرت ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت قیامت تک باقی ہے اور اس حدیث کی تاویل میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فتح کے بعد اب مکہ سے آنا، ہجرت نہیں رہا کیونکہ اب مکہ دارالاسلام ہو گیا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کی وہ فضیلت نہیں رہی جو فتح مکہ سے پہلے تھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لایستوی منکم من انفق قبل الفتح و قتل "جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا تم میں سے کوئی شخص ان کے برابر نہیں ہو سکتا۔[2]

ہجرت کی اقسام ہجرت کی تین اقسام ہیں (ا) دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت یہ فرض ہے جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت (ب) دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت، جیسے فتح مکہ سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت یا اب بھارت سے انگلینڈ یا امریکہ کی طرف ہجرت (ج) دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت جیسے انگلینڈ سے پاکستان کی طرف ہجرت۔ اہل طریقت کہتے ہیں کہ معصیت کو ترک کر کے اطاعت کی طرف آنا ہجرت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المهاجر من هجر ما نهى الله عنه[3] "مہاجر وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں سے ہجرت کی" اور صوفیاء کرام کہتے ہیں کہ ماسوا اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف آنا حقیقت میں ہجرت ہے۔ ہجرت کی پہلی تین اقسام شریعت کے اعتبار سے ہیں اور بعد کی دو اقسام طریقت اور حقیقت کے اعتبار سے ہیں۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ " " ۱۳۸۱ھ

انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ دار الکفر ہیں یا دار الحرب؟

ہم نے ذکر کیا ہے کہ دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنا فرض ہے اس لیے دار الحرب کی تعریف سمجھنا ضروری ہے۔

علامہ سرخسی نے دار الحرب کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔

والحاصل ان عند ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالی انما تصیر دارهم دار الحرب بثلاث شرائط احدها ان تکون متاخمة ارض الترك ليس بينها وبين ارض الحرب دار للمسلمين والثانی ان لا يبقى فيها مسلم امن بامانه ولا ذمی بامانه والثالث ان يظهر احكام الشرك فيها۔[1]

حاصل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک کافروں کا ملک تین شرطوں سے دار الحرب ہوتا ہے ایک یہ کہ وہ ملک، کفار کی سرزمین سے متصل ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان اپنے ایمان کی وجہ سے محفوظ نہ ہو اور نہ ہی کسی ذمی کو امان ہو اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہاں احکام شرک کا غلبہ ہو۔

دار الحرب میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمان کو اس کے اسلام اور ایمان کی وجہ سے اپنی جان، مال اور عزت اور آبرو کا خطرہ ہو اور اس ملک میں وہ بحیثیت مسلمان کے نہ رہ سکتا ہو اور مسلمان کے ساتھ وہاں عملاً جنگ اور حرب کی کیفیت ہو جیسے کسی زمانہ میں اسپین تھا ایسے ملک سے اس پر ہجرت کرنا فرض ہے اور انگلینڈ اور امریکہ اور جرمنی وغیرہ دار الکفر ہیں دار الحرب نہیں ہیں، ان ممالک سے ہجرت کرنا فرض نہیں ہے اور چونکہ ان ممالک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی ہے اس لیے ان ممالک میں جمعہ اور عیدین وغیرہ جائز ہیں اور کفار سے سود لینا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، اس مسئلہ پر مکمل بحث، انشاء اللہ ہم کتاب الربوٰ میں بیان کریں گے۔

مکہ ابتداء آفرینش سے حرم ہے یا بعثت ابراہیم کے بعد؟

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "مکہ کو اللہ نے حرم بنایا ہے انسانوں نے حرم نہیں بنایا" اور اس کے چند ابواب کے بعد حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان ابراهيم عليه الصلوٰة والسلام حرم مكة[2] "حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا ہے"، اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حرم بنانے کا اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف حقیقی ہے اور حضرت ابراہیم کی طرف اسناد مجازی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے کہ آسمان اور زمین کے بنانے کے دن ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرم بنایا تھا، اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں مکہ کو حرم بنایا گیا، علامہ نووی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ابتداء آفرینش سے مکہ کو حرم بنایا گیا تھا جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے لیکن لوگوں پر اس کی تحریم مخفی رکھی گئی اور لوگ اس کے ساتھ حلال کا معاملہ کرتے رہے تا آنکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت کے بعد اس کی تحریم ظاہر کی گئی اور بعض علماء نے اس باب کی حدیث میں تاویل کی ہے اور کہا ہے،

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

کہ اس کا معنی یہ ہے کہ لوح محفوظ میں مکہ کی تحریم ابتداء آفرینش سے تھی لیکن تحریم کا حکم حضرت ابراہیم کی بعثت کے بعد جاری کیا گیا۔[1]

حرم میں حدود جاری کرنے میں مذاہب

اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۰۰ میں ہے "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہو اس کے لیے مکہ میں خون بہانا جائز نہیں ہے" علامہ عینی فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جو شخص حرم میں پناہ حاصل کرے اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ جس شخص نے قتل، زنا اور چوری میں سے کوئی ایسا کام کیا، جس پر حد واجب ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء اور شعبی یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نے حرم (مکہ) میں یہ جرم کیے ہیں تو اس پر حد لگائی جائے گی اور اگر غیر حرم میں یہ جرم کیے تھے اور پھر حرم میں پناہ لے لی تو جب تک وہ حرم سے باہر نہیں آئے گا اس پر حد نہیں لگائی جائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن دخلہ کان اٰمنا۔ "جو حرم میں داخل ہو وہ مامون ہو گیا" اور حضرت ابن الزبیر، حسن اور مجاہد کا نظریہ یہ ہے کہ جس شخص نے جرم کر کے حرم میں پناہ لے لی اس کو حرم سے باہر نکال کر حد لگائی جائے گی۔ اور عمرو بن سعد کا نظریہ یہ ہے کہ جو شخص جرم کر کے حرم میں پناہ حاصل کرے اس پر بھی حد لگا دی جائے گی اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جو شخص حرم میں قتل کرے اس سے قصاص لیا جائے گا اور جو شخص خارج از حرم قتل کرے پھر حرم میں پناہ حاصل کرے اس کے متعلق امام ابوحنیفہ اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا نہ حد لگائی جائے گی اور امام شافعی اور امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس پر حد لگائی جائے گی۔ شیخ ابن حزم نے صحابہ اور تابعین سے یہ نقل کیا ہے کہ جو خارج از حرم جرم کر کے حرم کی پناہ میں آجائے اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ پھر ابن حزم نے امام مالک اور امام شافعی کی سخت مذمت کی ہے کہ انھوں نے صحابہ کے موقف کی مخالفت کی ہے۔ بعض علماء نے امام مالک اور امام شافعی کے نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا خواہ وہ خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہو، اس کے متعدد جوابات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔ اس نے مسلمان کو قتل کیا تھا اور وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو کرتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ امان میں داخل نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا استثناء کیا تھا اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، خواہ وہ کعبہ کے پردوں میں معلق ہو۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو قتال کر رہے تھے، اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اسے اسی ساعت میں قتل کیا گیا تھا جس ساعت میں آپ کے لیے حرم میں قتال کرنا مباح کر دیا گیا تھا۔[2]

مکہ بذریعہ جنگ فتح ہونے پر دلائل

اس باب کی حدیث نمبر ۳۱۹۸ میں ہے "مجھ سے پہلے کسی کے لیے مکہ میں جنگ کرنا جائز نہیں تھا اور میرے لیے بھی صرف دن کی ایک ساعت میں جنگ جائز ہوئی تھی"۔ اس حدیث میں احناف کی دلیل ہے جن کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۲-۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

ہے اس کے برخلاف شوافع کا یہ نظریہ ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، یہ حدیث شوافع پر حجت ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور جمہور اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے اور اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتال کی ضرورت پیش آتی تو آپ کے لیے قتال جائز تھا لیکن آپ کو جنگ اور قتال کی ضرورت پیش نہیں آئی [1]

علامہ عینی، علامہ نووی کی اس تاویل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ہے: فان احد ترخص لقتال رسول الله صلى الله عليه وسلم "اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگ کرنے سے استدلال کرے" یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من دخل دار ابی سفیان فهو امن "جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو اس کو امان ہے" اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ صرف جنگ کا جواز نہیں مکہ میں بالفعل جنگ ہوئی تھی [2]

احادیث لکھنے پر دلیل

حدیث نمبر ۳۲۰۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ احکام ابوشاہ کو لکھ دو! علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں قرآن مجید کے علاوہ علمی امور کو لکھنے کی دلیل ہے اور یہ جمہور علماء اور فقہاء اسلام کے نزدیک جائز ہے۔ بعض احادیث میں غیر قرآن کو لکھنے سے ممانعت آئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی منسوخ ہے۔ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا جب قرآن مجید مشہور نہیں ہوا تھا اور یہ خدشہ تھا کہ قرآن مجید غیر قرآن سے مختلط نہ ہو جائے اور جب قرآن مجید مشہور اور معروف ہو گیا تو یہ خدشہ نہیں رہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے جو شخص احادیث کو یاد کر سکتا ہے وہ یاد کرے اور نہ لکھے اور جو یاد نہیں کر سکتا وہ لکھ لے [3]

اس حدیث کے بقیہ فوائد اور احکام میں سے یہ ہے کہ عالم پر فرض ہے کہ جب لوگ غلط کام کر رہے ہوں تو ان کو ٹوکے اور ان کو اسلام کا صحیح حکم بتائے جیسا حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ نے کیا اور یہ کہ مکہ کے درختوں کا کاٹنا جائز نہیں نہ مکہ کے جانوروں کو شکار کرنا جائز ہے البتہ چیل، چوہا، کوا، سانپ، بچھو اور کاٹنے والے کتے کا حدیث میں استثناء کیا گیا ہے۔ ان کو حرم اور غیر حرم میں مارنا جائز ہے، نیز اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ احکام شرعیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اشیاء کے حرام اور حلال کرنے کا اختیار اور اجازت دی ہے کیونکہ آپ نے حضرت عباس کے کہنے سے اذخر گھاس کو مستثنیٰ کر دیا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ حَمْلِ السِّلَاحِ بِمَكَّةَ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ

مکہ مکرمہ میں بغیر حاجت کے ہتھیار اٹھانے کی ممانعت

۳۲۰۳ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔
[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔
[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

قَالَ نَا ابْنُ اَعْيُنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يَّحْمِلَ بِمَكَّةَ السِّلَاحَ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے لیے مکہ مکرمہ میں ہتھیار اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ف: جمہور فقہاء اسلام کا عمل اس حدیث کے مطابق ہے:

بَاب ۴۲۴ جَوَازِ دُخُوْلِ مَكَّةَ بِغَيْرِ الْاِحْرَامِ

بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا

۳۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَنَا الْقَعْنَبِيُّ فَقَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَاَنَا قُتَيْبَةُ فَقَالَ نَا مَالِكٌ وَقَالَ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ مِغْفَرٌ فَلَمَّا نَزَعَهٗ جَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِاَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اُقْتُلُوْهُ فَقَالَ مَالِكٌ نَعَمْ۔

یحیی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پڑھا کیا آپ کو ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر خود تھا۔ جب آپ نے خود اتارا تو ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے ہے آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو! امام مالک نے کہا ہاں!

۳۲۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمَّارٍ الدُّهْنِيُّ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَآءُ بِغَيْرِ اِحْرَامٍ وَفِيْ رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے (قتیبہ کی روایت میں ہے) آپ فتح مکہ کے دن بغیر احرام باندھے داخل ہوئے درآں حالیکہ آپ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔

۳۲۰۶ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ أَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن سیاہ عمامہ باندھے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے۔

۳۲۰۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا۔

۳۲۰۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مِسْعَرٍ الْوَرَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِي وَفِي حَدِيثِ الْحُلْوَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قَدْ أَرْخَى طَرَفَيْهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَلَمْ يَقُلْ أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْمِنْبَرِ

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہیں اور عمامہ کے دونوں کنارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان لٹک رہے ہیں۔

مکہ میں داخل ہوتے وقت آپ کے سر پر خود تھا یا سیاہ عمامہ؟ بعض روایات میں ہے کہ آپ کے سر پر خود تھا اور بعض میں ہے سیاہ عمامہ تھا، قاضی عیاض نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پہلے آپ کے سر پر خود تھا پھر آپ نے سیاہ عمامہ باندھ لیا تھا۔

مکہ میں بغیر احرام کے دخول میں مذاہب حدیث نمبر ۳۲۰۵ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر احرام باندھے مکہ میں داخل ہوئے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی نیت حج یا عمرے کی نہ ہو وہ مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے خواہ تجارت کے لیے جائے یا زیارت کے لیے اور احناف کے نزدیک جو شخص حدود حرم سے باہر رہتا ہو وہ بغیر احرام باندھے مکہ میں نہیں داخل ہو سکتا خواہ تجارت اور زیارت کے لیے جائے یا حج اور عمرہ کے لیے اس پر مفصل بحث احرام کے باب میں گذر چکی

ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر احرام کے جانا آپ کی خصوصیت تھا جس کا آپ نے خود اظہار فرمایا ہے۔

ابن خطل کو قتل کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۰۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اسلام سے مرتد ہو چکا تھا اور اس نے اپنے مسلمان خادم کو قتل کر دیا تھا۔ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کو گالیاں دیتا تھا اور اس کی دو لونڈیاں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو گالیاں دیتی تھیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں امام مالک اور امام شافعی کی دلیل ہے کہ حرم میں اقامت حدود جائز[1] ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اولاً تو وہ مرتد تھا ثانیاً اس کو اس ساعت میں قتل کیا گیا ہے جس میں آپ کے لیے مکہ میں قتال جائز تھا۔

بَابُ ۴۲۵ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَدُعَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهَا بِالْبَرَكَةِ وَبَيَانِ تَحْرِيْمِهَا وَتَحْرِيْمِ صَيْدِهَا وَبَيَانِ حُدُوْدِ حَرَمِهَا

مدینہ منورہ کی فضیلت اور حرم مدینہ کی حدود کا بیان

۳۲۰۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِاَهْلِهَا وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَرَّمَ اِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ وَاِنِّيْ دَعَوْتُ فِيْ صَاعِهَا وَمُدِّهَا بِمِثْلِ مَا دَعَا بِهِ اِبْرَاهِيْمُ لِاَهْلِ مَكَّةَ.

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور مکہ والوں کے لیے دعا کی تھی، اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا تھا اور میں مدینہ کے صاع اور مد میں (برکت کے لیے) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دو چند دعا کرتا ہوں۔

۳۲۱۰ - حَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا

وہیب کی روایت میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جتنی دعائیں کی تھیں میں اس کی دو چند دعائیں کرتا ہوں اور عبدالعزیز بن مختار کی روایت میں ہے جتنی دعائیں حضرت ابراہیم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَدِيثُ وُهَيْبٍ فَكَرِوَايَةِ الدَّرَاوَرْدِيِّ مِثْلَ مَا دَعَا بِهِ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَأَمَّا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ فَفِي رِوَايَتِهِمَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

نے کی تھی اتنی دعائیں کرتا ہوں۔

۳۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْمَدِينَةَ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں اس کے دونوں پتھریلے کناروں یعنی مدینہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔

۳۲۱۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ خَطَبَ النَّاسَ فَذَكَرَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا فَنَادَاهُ رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَالِي أَسْمَعُكَ ذَكَرْتَ مَكَّةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا وَلَمْ تَذْكُرِ الْمَدِينَةَ وَأَهْلَهَا وَحُرْمَتَهَا قَدْ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا وَذٰلِكَ عِنْدَنَا فِي أَدِيمٍ خَوْلَانِيٍّ إِنْ شِئْتَ أَقْرَأْتُكَهُ قَالَ فَسَكَتَ مَرْوَانُ ثُمَّ قَالَ قَدْ سَمِعْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ۔

نافع بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ مروان بن حکم نے خطبہ پڑھتے ہوئے مکہ مکرمہ کا مکہ کے رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا ذکر کیا، حضرت رافع بن خدیج نے اس کو پکار کر کہا، کیا سبب ہے کہ میں یہ سن رہا ہوں کہ تم مکہ مکرمہ کا، مکہ میں رہنے والوں کا اور مکہ کی حرمت کا تذکرہ کر رہے ہو اور تم مدینہ منورہ کا، مدینہ میں رہنے والوں کا اور مدینہ کی حرمت کا تذکرہ نہیں کر رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھریلی زمین کی دونوں جانبوں کے درمیان کو حرم قرار دیا ہے۔ اور ہمارے پاس یہ حکم خولانی چمڑے پر لکھا ہوا موجود ہے، اگر تم چاہو تو پڑھ کر سنا دوں۔ مروان خاموش ہو گیا، اور کہنے لگا میں نے بھی اس میں سے کچھ سنا ہے۔

۳۲۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ اَحْمَدَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَسَدِيُّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَاِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا۔

۳۲۱۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ اَنْ يُقْطَعَ عِضَاهُهَا اَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا وَقَالَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ لَا يَدَعُهَا اَحَدٌ رَغْبَةً عَنْهَا اِلَّا اَبْدَلَ اللّٰهُ فِيْهَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ وَلَا يَثْبُتُ اَحَدٌ عَلٰى لَاْوَائِهَا وَجَهْدِهَا اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

عامر بن سعد اپنے والد یعنی سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں یہاں کے خاردار درختوں کو کاٹا جائے گا نہ شکار کو قتل کیا جائے گا اور فرمایا کاش اہل مدینہ اس بات کو جان لیں کہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے مدینہ کی سکونت کو ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض ایسے شخص کو مدینہ کا ساکن کر دے گا جو اس سے بہتر ہوگا، اور جو شخص بھی مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۱۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ وَلَا يُرِيْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْٓءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ اَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَآءِ۔

ایک اور سند سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں اتنی زیادتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

۳۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنِ الْعَقَدِيِّ قَالَ عَبْدٌ أَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ سَعْدًا رَكِبَ إِلَى قَصْرِهِ بِالْعَقِيقِ فَوَجَدَ عَبْدًا يَقْطَعُ شَجَرًا أَوْ يَخْبِطُهُ فَسَلَبَهُ فَلَمَّا رَجَعَ سَعْدٌ جَاءَهُ أَهْلُ الْعَبْدِ فَكَلَّمُوهُ أَنْ يَرُدَّ عَلَى غُلَامِهِمْ أَوْ عَلَيْهِمْ مَا أَخَذَ مِنْ غُلَامِهِمْ فَقَالَ مَعَاذَ اللهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا نَفَّلَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِمْ.

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عقیق میں اپنے مکان پر گئے وہاں دیکھا کہ ایک غلام درخت کاٹ رہا تھا یا اس کے کانٹے توڑ رہا تھا، حضرت سعد نے اس کا سامان چھین لیا جب حضرت سعد واپس آئے تو اس کے مالکوں نے اس کے بارے میں گفتگو کی، تاکہ آپ نے اس غلام سے جو سامان لیا ہے وہ انھیں یا اس غلام کو واپس کر دیں، حضرت سعد نے فرمایا معاذ اللہ میں وہ چیزیں واپس کر دوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں، اور ان کو سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

۳۲۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَ قُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو وَ مَوْلَى الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيٍّ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ الْتَمِسْ لِي غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي فَخَرَجَ بِي أَبُو طَلْحَةَ يُرْدِفُنِي وَرَاءَهُ فَكُنْتُ أَخْدِمُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَزَلَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ اللّٰهُمَّ أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا مِثْلَ مَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَكَّةَ اللّٰهُمَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اپنے لڑکوں میں سے میرے لیے کوئی لڑکا لاؤ جو میری خدمت کرے۔ حضرت ابو طلحہ مجھے اپنی سواری پر اپنے ساتھ بٹھا کر لے گئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی اترتے تھے میں آپ کی خدمت کرتا تھا، اسی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرہے تھے حتیٰ کہ جب اُحد پہاڑ آپ پر ظاہر ہوا تو آپ نے فرمایا یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ! میں ان دونوں پہاڑوں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، اے اللہ! اہل مدینہ کے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔

بَارِكْ لَهُمْ مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ۔

۳۲۱۸ - وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ عَمِّهِ وَبْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِنِّي أُحَرِّمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۲۱۹ - وَحَدَّثَنَاهُ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ مَا بَيْنَ كَذَا إِلَى كَذَا فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي هٰذِهِ شَدِيدَةٌ مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا قَالَ ابْنُ أَنَسٍ أَوْ آوَى مُحْدِثًا

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک، پس جس شخص نے مدینہ میں کوئی جرم کیا پھر مجھ سے کہا یہ بہت سخت گناہ ہے۔ پھر فرمایا جو شخص اس میں جرم کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل ابن انس نے کہا یا کسی مجرم کو پناہ دی۔

۳۲۲۰ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَحَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ هِيَ حَرَامٌ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

عاصم احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں۔ یہاں کی گھاس تک نہیں کاٹی جائے گی اور جس شخص نے ایسا کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

۳۲۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے صاع میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

فِي مُدِّنَا لِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي مُدِّيِّهِمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ جتنی برکتیں مکہ میں نازل کی ہیں اس کی دوگنی برکتیں مدینہ میں نازل فرما۔

۳۲۲۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الشَّافِعِيُّ قَالَا نَا وُهَيْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يُونُسَ يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضِعْفَيْ مَا بَرَكَةٍ مِنَ الْبَرَكَةِ۔

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا درآں حالیکہ ان کی نیام کے ساتھ ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا۔ حضرت علی نے اس صحیفہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور صحیفہ کے علاوہ کوئی اور چیز ہے تو وہ شخص جھوٹا ہے۔ اس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا بیان ہے اور کچھ زخموں کی دیت کا ذکر ہے اور اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہاڑ) عیر سے لے کر (پہاڑ) ثور تک مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص مدینہ میں کوئی جرم کرے گا یا کسی مجرم کو پناہ دے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل، تمام مسلمانوں کا ایک ذمہ ہے اور ایک (عام) مسلمان بھی کسی شخص کو پناہ دے سکتا ہے اور جس شخص نے اپنے آپ کو اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا یا جس غلام نے اپنے آپ کو اپنے مالک کے غیر کی طرف منسوب کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل، ابوبکر کی روایت اس جگہ ختم ہو گئی اور زہیر کی روایت وہاں ختم ہے جہاں عام مسلمان کے پناہ دینے کا ذکر ہے

۳۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ أَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَنْ زَعَمَ أَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَأُهُ إِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ وَهٰذِهِ صَحِيفَةً مُعَلَّقَةً فِي قِرَابِ سَيْفِهِ فَقَدْ كَذَبَ فِيهَا أَسْنَانُ الْإِبِلِ وَأَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيهَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَيْرٍ إِلَى ثَوْرٍ فَمَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا أَدْنَاهُمْ وَمَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ أَوِ انْتَمٰى إِلٰى غَيْرِ مَوَالِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا وَّ انْتَهٰى حَدِيثُ أَبِي بَكْرٍ وَّ زُهَيْرٍ

عِنْدَ قَوْلِهِ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا مُعَلَّقَةٌ فِيْ قِرَابِ سَيْفِهٖ۔

اور اس کے بعد کا اس میں ذکر نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں میں صحیفہ کے نیام میں لٹکنے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ قَالَ اَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا مَنِ ادَّعٰى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَلَيْسَ فِيْ رِوَايَةِ وَكِيْعٍ ذِكْرُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ابوکریب کی روایت حسب سابق منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پناہ توڑے اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل، ان دونوں روایتوں میں اپنے باپ کے غیر کی طرف منسوب ہونے کا ذکر نہیں ہے، اور وکیع کی روایت میں قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَّوَكِيْعٍ اِلَّا قَوْلَهٗ مَنْ تَوَلّٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ وَذِكْرَ اللَّعْنَةِ لَهٗ۔

ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت منقول ہے لیکن اس میں اپنے مالک کے علاوہ کسی کو مالک بنانے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۲۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ حرم ہے لہٰذا جو شخص اس میں کوئی مجرم کرے گا یا کسی جرم کرنے والے کو پناہ دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۳۲۲۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ اَبُو النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّضْرِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِيُّ

ایک اور سند کے ساتھ اعمش سے یہ روایت منقول ہے اس میں قیامت کا ذکر نہیں ہے اور اس میں

عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزَادَ وَذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ۔

یہ اضافہ ہے کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے، اور ایک عام مسلمان کے پناہ دینے کا بھی اعتبار کیا جا سکتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پناہ کو توڑے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل،

۳۲۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَوْ رَاَيْتُ الظِّبَآءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِيْنَةِ مَا ذَعَرْتُهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اگر میں مدینہ منورہ میں ہرنیاں چرتے دیکھوں تو انھیں ہراساں نہیں کروں کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، دو پتھریلی زمینوں کی درمیانی جگہ حرام ہے۔

۳۲۲۹۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَلَوْ وَجَدْتُ الظِّبَآءَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا مَا ذَعَرْتُهَا وَجَعَلَ اثْنَيْ عَشَرَ مِيْلًا حَوْلَ الْمَدِيْنَةِ حِمًى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، اگر میں ان پتھریلے کناروں کے درمیان ہرنیاں دیکھوں تو انھیں ہراساں نہیں کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے اردگرد بارہ میل تک حدود حرم مقرر فرمادی تھی۔

۳۲۳۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ النَّاسُ اِذَا رَاَوْا اَوَّلَ الثَّمَرِ جَآءُوْا بِهٖ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ پہلا پھل دیکھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو قبول کرنے کے بعد فرماتے، اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے مدینہ میں برکت عطا فرما۔ ہمارے صاع میں اور ہمارے مُد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام

فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مُدِّنَا اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنِّيْ عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَاِنَّهٗ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَاِنِّيْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهٖ مَعَهٗ قَالَ ثُمَّ يَدْعُوْ اَصْغَرَ وَلِيْدٍ لَّهٗ فَيُعْطِيْهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ

تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے، اور میں تیرا بندہ، اور تیرا نبی ہوں، انھوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی تھی میں ان کی دعاؤں کے برابر اور اس سے ایک مثل زائد مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں (یعنی مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکتیں نازل فرما) پھر آپ کسی چھوٹے بچے کو بلا کر اس کو وہ پھل دے دیتے۔

۳۲۳۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِاَوَّلِ الثَّمَرِ فَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَدِيْنَتِنَا وَفِيْ ثِمَارِنَا وَفِيْ مُدِّنَا وَفِيْ صَاعِنَا بَرَكَةً مَّعَ بَرَكَةٍ ثُمَّ يُعْطِيْهِ اَصْغَرَ مَنْ يَّحْضُرُهٗ مِنَ الْوِلْدَانِ

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہلا پھل پیش کیا جاتا تو آپ فرماتے: الٰہی ہمارے مدینہ، ہمارے پھلوں اور ہمارے مُدّ اور صاع میں برکت در برکت فرما پھر وہ پھل موجود بچوں میں سے چھوٹے بچے کو دے دیتے۔

۳۲۳۲ - وَحَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عُلَيَّةَ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ وُهَيْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ اِسْحَاقَ اَنَّهٗ حَدَّثَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ اَنَّهُمْ اَصَابَهُمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَهْدٌ وَّشِدَّةٌ وَاِنَّهٗ اَتٰى اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَهٗ اِنِّيْ كَثِيْرُ الْعِيَالِ وَقَدْ اَصَابَتْنَا شِدَّةٌ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَنْقُلَ عِيَالِيْ اِلٰى بَعْضِ الرِّيْفِ فَقَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ لَا تَفْعَلْ اَلْزِمِ الْمَدِيْنَةَ فَاِنَّا خَرَجْنَا مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَظُنُّ اَنَّهٗ قَالَ حَتّٰى قَدِمْنَا عُسْفَانَ فَاَقَامَ بِهَا لَيَالِيَ فَقَالَ النَّاسُ وَاللّٰهِ مَا نَحْنُ هٰهُنَا فِيْ شَيْءٍ وَاِنَّ عِيَالَنَا لَخُلُوْفٌ مَا نَاْمَنُ عَلَيْهِمْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا الَّذِيْ يُبْلِغُنِيْ مِنْ

مہری کے غلام ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ قحط اور تنگی میں مبتلا ہوئے تو مہری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ میرے بال بچے بہت ہیں اور ہمیں تنگی کا سامنا ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کسی سرسبز اور شاداب جگہ پر لے جاؤں حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا: ایسا مت کرو اور مدینہ کو مت چھوڑو! کیونکہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر پر گئے۔ جب مقام عسفان میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند رات قیام فرمایا، لوگ کہنے لگے یہاں تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور پیچھے ہمارے بچوں کی نگہداشت کے لیے کوئی نہیں ہے ہمیں ان کی طرف سے اطمینان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کی اطلاع ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میں کس قسم کی باتیں سن رہا ہوں؟ راوی

حَدِيثِكُمْ مَا أَدْرِي كَيْفَ قَالَ وَالَّذِي أَحْلِفُ بِهِ أَوْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ إِنْ شِئْتُمْ لَا أَدْرِي أَيَّتُهُمَا قَالَ لَا مُرَنَّ بِنَاقَتِي تُرْحَلُ ثُمَّ لَا أَحُلُّ لَهَا عُقْدَةً حَتَّى أَقْدَمَ الْمَدِينَةَ وَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَوٰةُ وَالسَّلَامُ حَرَّمَ مَكَّةَ فَجَعَلَهَا حَرَمًا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ مَأْزِمَيْهَا أَنْ لَا يُهْرَاقَ فِيهَا دَمٌ وَلَا يُحْمَلَ فِيهَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا يُخْبَطَ فِيهَا شَجَرَةٌ إِلَّا لِعَلَفٍ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا اللَّهُمَّ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنَ الْمَدِينَةِ شِعْبٌ وَلَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا حَتَّى تَقْدَمُوا إِلَيْهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ ارْتَحِلُوا فَارْتَحَلْنَا فَأَقْبَلْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَالَّذِي نَحْلِفُ بِهِ أَوْ يُحْلَفُ بِهِ شَكٌّ مِنْ حَمَّادٍ مَا وَضَعْنَا رِحَالَنَا حِينَ دَخَلْنَا الْمَدِينَةَ حَتَّى أَغَارَ عَلَيْنَا بَنُو عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ غَطَفَانَ وَمَا يُهَيِّجُهُمْ قَبْلَ ذَلِكَ شَيْءٌ

کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ آپ نے کیا الفاظ فرمائے تھے آپ نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر تم چاہو تو میں اونٹنی پر پالان کسنے کا حکم دوں اور جب تک مدینہ نہ پہنچوں اس کی گرہ نہ کھولوں پھر فرمایا: اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا تھا، اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان حرم ہے، یہاں خونریزی کی جائے نہ لڑنے کے لیے ہتھیار اٹھائے جائیں، چارہ کے علاوہ یہاں کے درختوں سے کسی اور غرض کے لیے پتے نہ توڑے جائیں۔ اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ ہمارے صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے مُد میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے مدینہ میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت نازل فرما، اے اللہ! ہمارے مُد میں برکت نازل فرما۔ اے اللہ! اس میں (مکہ سے) دوگنی برکت کر دے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مدینہ کی ہر گھاٹی اور ہر درہ پر دو فرشتے رہتے ہیں اور تمہاری واپسی تک اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا، کوچ کرو، پھر ہم روانہ ہوئے اور مدینہ کی طرف چل پڑے، پس قسم اس ذات کی جس کی ہم قسم کھاتے ہیں ابھی ہم نے مدینہ منورہ پہنچ کر سامانِ سفر نہیں اتارا تھا کہ غطفانیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ان میں کسی قسم کی بے چینی نہیں پائی جاتی تھی۔

۳۲۳۳۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے مد اور صاع میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! ہمیں (مکہ کی) ایک برکت کے مقابلہ میں دو برکتیں عطا فرما۔

قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا وَصَاعِنَا وَ اجْعَلْ مَعَ الْبَرَكَةِ بَرَكَتَيْنِ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۲۳۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى قَالَ أَنَا شَيْبَانُ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ابو سعید مولیٰ مہری بیان کرتے ہیں کہ جنگ حرّہ کے زمانے میں وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور مدینہ سے چلے جانے کے بارے میں مشورہ کیا اور مدینہ کی مہنگائی اور اپنے بال بچوں کی کثرت کی شکایت کی اور کہا کہ اب میں مدینہ منورہ کی مشکلات کو برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مدینہ کی تکلیفوں پر صبر کر کے مرے گا میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا گواہ ہوں گا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۳۲۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى الْمَهْرِيِّ أَنَّهُ جَاءَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ لَيَالِيَ الْحَرَّةِ فَاسْتَشَارَهُ فِي الْجَلَاءِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَشَكَى إِلَيْهِ أَشْعَارَهَا وَكَثْرَةَ عِيَالِهِ وَأَخْبَرَهُ أَنْ لَا صَبْرَ لَهُ عَلَى جَهْدِ الْمَدِينَةِ وَلَا وَائِهَا فَقَالَ لَهُ وَيْحَكَ لَا آمُرُكَ بِذٰلِكَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ أَحَدٌ عَلَى لَأْوَائِهَا فَيَمُوتُ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مدینہ کے دونوں پتھریلے کناروں کی درمیانی جگہ کو حرم قرار دیا ہے، جس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کو حرم قرار دیا تھا، چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں اگر کسی آدمی کے ہاتھ میں پرندہ دیکھ لیتے تو اس کے ہاتھ سے چھڑا کر اسے آزاد کر دیتے۔

۳۲۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنِّي حَرَّمْتُ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِينَةِ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ كَانَ أَبُو سَعِيدٍ يَأْخُذُ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَجِدُ أَحَدُنَا فِي يَدِهِ الطَّيْرَ فَيَفُكُّهُ مِنْ يَدِهِ ثُمَّ يُرْسِلُهُ۔

۳۲۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ أَهْوَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ إِنَّهَا حَرَمٌ آمِنٌ۔

سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا یہ حرم ہے اور امن کی جگہ ہے۔

۳۲۳۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهِيَ وَبِيئَةٌ فَاشْتَكَى أَبُو بَكْرٍ وَاشْتَكَى بِلَالٌ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكْوَى أَصْحَابِهِ قَالَ اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَمَا حَبَّبْتَ مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَصَحِّحْهَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدِّهَا وَحَوِّلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو وہاں وبائی بخار آیا ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت بلال بیمار ہو گئے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی بیماری دیکھی تو آپ نے دعا کی: اے اللہ جس طرح تو نے ہمارے نزدیک مکہ محبوب کیا ہے مدینہ کو بھی اسی طرح محبوب کر دے یا اس سے بھی زیادہ محبوب کر دے، اور مدینہ کو صحت کی جگہ بنا دے اور ہمارے صاع اور مد میں برکت کر دے اور اس کے بخار کو مقام جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔

۳۲۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔

مدینہ منورہ کے حرم ہونے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۲۱۳ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم قرار دیا، اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں، مدینہ کی دونوں پتھریلی جانبوں کے درمیان نہ کسی درخت کو کاٹا جائے گا نہ کسی جانور کا شکار کیا جائے گا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام شافعی مدینہ کے درختوں کے کاٹنے کو اور مدینہ کے جانوروں کے شکار کو حرام قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ نے اس کو مباح قرار دیا ہے، اور اس حدیث میں امام شافعی، امام مالک اور ان کے موافقین کے قول پر دلیل ہے[1] ——— (حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ کریں)۔

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک مدینہ حرم ہے اس کے درختوں کو کاٹنا اور اس کے جانوروں کو شکار کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ مدینہ مکہ کی طرح حرم نہیں ہے پس مدینہ کے جانوروں کا شکار کرنے سے اور مدینہ کے درختوں کو کاٹنے سے منع نہیں کیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے جانوروں کے شکار سے منع کیا ہے اور درختوں کو کاٹنے سے منع فرمایا ہے وہ بطور تحریم کے نہیں فرمایا، بلکہ اس لیے منع فرمایا ہے تاکہ مدینہ کی زینت باقی رہے، کیونکہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کی عمارات کو نہ گراؤ کیونکہ یہ مدینہ کی زینت ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کے ام سلیم سے ایک بیٹے تھے۔ ابوعمیر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو اس سے مزاح فرماتے تھے، ان کے پاس ایک پرندہ تھا، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابوعمیر کو غمگین دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ ابوعمیر کیوں اداس ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ان کا پرندہ مرگیا آپ نے فرمایا: یا اباعمیر ما فعل النغیر، یہ حدیث صحیح مسلم جامع ترمذی سنن نسائی اور دوسری کتب صحاح میں ہے۔ شوافع نے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ پرندہ حل یعنی مدینہ کے باہر سے لایا گیا تھا، لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حل سے اگر کوئی جانور حرم میں لایا جائے تو اس کا حکم بھی حرم کے جانور کا ہے اور اس کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک وحشی جانور تھا جو گھر میں کھیلتا تھا اور بھاگتا پھرتا تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ٹھہر جاتا اور چھلانگیں نہیں لگاتا تھا، اور امام طحاوی نے تین سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شکار کرتے تھے اور شکار کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے تھے، ایک دن انہیں دیر ہوگئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کا سبب پوچھا انہوں نے کہا یا رسول اللہ، شکار ہم سے بھاگ گیا اور ہم تیت سے لے کر قناۃ تک شکار کا پیچھا کرتے رہے آپ نے فرمایا اگر تم عقیق میں شکار کرتے تو میں بھی تمہارے ساتھ جاتا، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مدینہ میں شکار کرنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ میں شکار کرنے کی جگہ حضرت سلمہ کو بتائی ہے۔[1]

احناف کہتے ہیں کہ اصل میں درختوں کا کاٹنا اور شکار کرنا حلال ہے مکہ مکرمہ میں دلائل قطعیہ سے ان کو حرام کر دیا گیا۔ اور مدینہ میں شکار اور درختوں کو کاٹنے کی حرمت پر دلیل قطعی نہیں پائی گئی اور جن احادیث میں درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے سے منع کیا ہے وہ تحریم کی بناء پر نہیں بلکہ مدینہ کی زینت کو باقی رکھنے کے لیے ہے کیونکہ درختوں کو کاٹنے اور شکار کرنے کا ثبوت دوسری صحیح احادیث میں ہے، اس لیے مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ کی طرح حرم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مدینہ میں داخل ہونے کے لیے احرام نہیں باندھا جاتا۔

---

[1] ۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۰ - ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

اہل مدینہ کی شفاعت

حدیث نمبر ۳۲۱۴ میں ہے کہ جو شخص مدینہ کی بھوک پیاس اور محنت و مشقت کو برداشت کرے گا میں اس کے حق میں گواہی دوں گا یا اس کی شفاعت کروں گا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہاں "یا" شک کے لیے نہیں تنویع کے لیے ہے یعنی بعض اہل مدینہ کے حق میں آپ گواہی دیں گے اور بعض کی شفاعت کریں گے۔ یعنی نیکو کاروں کی نیکیوں پر گواہی دیں گے اور گنہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کی خصوصی شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے درجات زیادہ بلند ہوں گے یا ان پر حساب آسان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کو عرش کے سایہ میں رکھ کر ان کی عزت افزائی کرے گا، یا وہ نورانی منبروں پر ہوں گے یا وہ جنت میں جلد جائیں گے۔

احد پہاڑ کی محبت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۲۱۷ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے بارے میں فرمایا: یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں: علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ میں ایسا علم اور ادراک پیدا کر دیا جس سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے اور آپ سے محبت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وان منها لما یهبط من خشیة الله "بعض پتھر اللہ تعالیٰ کے خوف سے گر جاتے ہیں، اور جیسا کہ سوکھا ہوا تنا آپ کے فراق میں رویا، اور جیسے کنکریوں نے تسبیح کی اور جیسے پتھر موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے بھاگا۔ اور جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مکہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ پر سلام کرتا تھا اور جیسے آپ نے درختوں کو بلایا اور وہ آپ کے بلانے پر آئے اور آپ نے حرا سے فرمایا اے حرا ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور گوشت کے زہر آلود ٹکڑے نے آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: وان من شی الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے"۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اہل اُحد ہم سے محبت کرتے ہیں۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ پتھر بھی حضور سے محبت کرتے ہیں جو انسان آپ سے محبت نہ کرے وہ پتھر سے بھی گیا گزرا ہے، پتھر کی حقیقت میں محبت نہیں ہوتی حتی کہ جس کو کسی سے محبت نہ ہو اس کو سنگدل کہتے ہیں حضور کا کمال اعجاز یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت میں محبت نہیں ہے آپ نے اس میں بھی اپنی محبت جاری کر دی، پھر اگر پتھر آپ سے محبت کرے تو آپ اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے ہیں تو مسلمان اگر آپ سے محبت کرے تو آپ کب اسے اپنی محبت سے محروم کریں گے اور جو پتھر کے دل میں چھپی ہوئی محبت کو جان لیتے ہیں ان سے کائنات کی کون سی چیز مخفی ہو گی۔!

اہل مدینہ کو ایذاء دینے والوں پر لعنت

حدیث نمبر ۳۲۱۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلائے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے، قاضی عیاض نے فرمایا اس مضمون کی تمام احادیث میں یہی مراد ہے کہ جن لوگوں نے اہل مدینہ کو ایذاء پہنچائی اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں آگ میں پگھلائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو لوگ اہل مدینہ کو ایذاء دیں اللہ تعالیٰ انھیں دنیا میں مہلت نہ دے اور انھیں طاقت اور اقتدار نہ دے، بلکہ عنقریب ان پر موت طاری کر دے جیسا کہ بنو امیہ کی حکومت کے دور میں واقعہ حرّہ کے فوراً بعد مسلم بن عقبہ ہلاک ہو گیا اور اس کے

چند ماہ بعد مسلم بن عقبہ کو بھیجنے والا یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا، باب نمبر ۴۰۹ میں ہم نے واقعہ حرہ اور یزید بن معاویہ اور مسلم بن عقبہ کے بارے میں تفصیلاً لکھ دیا ہے اور یزید بن معاویہ اور اس پر لعنت کرنے کے سلسلہ میں ہم نے فقہاء اسلام کی آراء بیان کر دی ہیں۔

امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت

حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو وہاں پر وبائی بخار آیا ہوا تھا اس پر یہ سوال ہے کہ حدیث صحیح میں وبا والی جگہ پر جانے سے منع فرمایا ہے۔ قاضی عیاض نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ پہلے کا واقعہ ہے اور وبا والے علاقے میں جانے سے آپ نے بعد میں منع فرمایا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ممانعت اس وقت ہوتی ہے جب وہ وبا تیزی سے پھیل رہی ہو جیسے طاعون وغیرہ اور یہ بخار اس طرح نہیں تھا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امراض متعدی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بیماری کے جو اسباب پیدا فرمائے ہیں ان میں سے ایک سبب امراض متعدیہ ہیں، اور جن احادیث میں تعدی کی نفی ہے جیسے من اجرب البعیر الاول "پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی" اس سے مراد یہ ہے کہ تعدی امراض بنفسہ نہیں ہوتی۔ اور یہ سبب حقیقی نہیں ہے۔

کفار کے لیے دعاءِ ضرر

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ! مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار کے لیے مرض اور ہلاکت کی دعا کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کے لیے صحت اور سلامتی کی دعا کرنا مستحب ہے۔ بعض جاہل صوفیاء کہتے ہیں کہ دعا کرنا توکل کے خلاف ہے اور بعض معتزلہ کہتے ہیں کہ جب پہلے تقدیر میں سب کچھ لکھا ہوا ہے پھر دعا بے فائدہ ہے یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دعا کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں اور صراط مستقیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور قرآن مجید پر عمل کرنا ہے۔

مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۲۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! تو نے جتنی برکتیں مکہ میں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما"۔ اور حدیث نمبر ۳۲۳۸ میں آپ کی یہ دعا ہے: "اے اللہ! مدینہ کو ہمارے نزدیک مکہ سے زیادہ محبوب کر دے"۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تاہم مکہ کی یہ افضلیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے ماسوا میں ہے، اور ان احادیث کے پیش نظر حق یہ ہے کہ خواہ مکہ افضل ہو لیکن اجر و ثواب اور خیر و برکات مدینہ میں مکہ سے دو چند ہیں، اور مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب ہے نیز فتح مکہ کے بعد بھی حضور پر مدینہ میں رہنا فرض تھا اگر مکہ افضل ہوتا تو حضور کو مکہ میں رہنے کا حکم دیا جاتا۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے ایک بار فرمایا جب میں پہلی بار حج کے لیے گیا تو مجھ سے حضرت شاہ جمالی رحمۃ اللہ علیہ ملنے کے لیے آئے اور کہا میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، فقہاء کہتے ہیں کہ جب حج کے لیے جائے تو پہلے مکہ جا کر حج کرے اور پھر مدینہ منورہ میں آپ کے روضہ پر حاضر ہو اور علامہ سمہودی نے یہ لکھا ہے کہ پہلے آپ کے روضہ پر جائے پھر جا کر حج کرے ان میں سے کس کی بات صحیح ہے

آپ نے فرمایا دونوں صحیح کہتے ہیں فقہاء نے ہم ایسے گنہ گاروں کے لیے لکھا ہے کہ پہلے حج کر کے پاک ہو لیں پھر روضہ منورہ کی حاضری کے لیے مدینہ جائیں اور علامہ سمہودی نے آپ ایسے نیک لوگوں کے لیے لکھا ہے جو پہلے ہی پاک ہوتے ہیں وہ پہلے مدینہ منورہ جا کر آپ کے دربار پر حاضری دیں اور پھر حج کریں، علامہ اقبال کہتے ہیں:

؎ تو فرمودی رہِ بطحا گفتیم — دگر نہ جز تو مارا منزلے نیست

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

؎ ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیے — اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

اس پر تفصیلی گفتگو "مکہ افضل ہے یا مدینہ" کے تحت عنقریب آ رہی ہے۔

بَابُ التَّرْغِيبِ فِي سُكْنَى الْمَدِينَةِ وَفَضْلِ الصَّبْرِ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا

باب ۴۲۶ مدینہ منورہ کی تکالیف پر صبر کا بیان

۳۲۴۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ نَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ قَطَنِ بْنِ وَهْبِ بْنِ عُوَيْمِرِ بْنِ الْأَجْدَعِ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي الْفِتْنَةِ فَأَتَتْهُ مَوْلَاةٌ لَهُ تُسَلِّمُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ إِنِّي أَرَدْتُ الْخُرُوجَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ اشْتَدَّ عَلَيْنَا الزَّمَانُ فَقَالَ لَهَا عَبْدُ اللهِ اقْعُدِي لِكَاعِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَائِهَا وَشِدَّتِهَا إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

یُحَنَّس مولی زبیر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں فتنہ کے زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں آپ کی آزاد کردہ باندی حاضر ہوئی آ کر سلام کیا اور کہا اے ابو عبدالرحمان میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں، کیونکہ اس وقت حالات بہت خراب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے وقوف عورت یہیں رہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ

قَطَنٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ يُحَنَّسَ مَوْلَى مُصْعَبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَبَرَ عَلٰى لَاوَائِهَا وَشِدَّتِهَا كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا اَوْ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ۔

کی سختیوں اور مصیبتوں پر صبر کرے گا قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۳۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلٰى لَاوَاءِ الْمَدِيْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِيْ اِلَّا كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَوْ شَهِيْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو شخص بھی مدینہ کی تنگی اور سختی پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

۳۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيٰنُ عَنْ اَبِيْ هَارُوْنَ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ عِيْسٰى سَمِعَ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ الْقَرَّاظَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۴۵۔ وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصْبِرُ اَحَدٌ عَلٰى لَاوَاءِ الْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حرمین طیبین میں اقامت گزیں ہونے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء اسلام نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں مدینہ کے مصائب پر صبر کے اجر اور مدینہ منورہ کی فضیلت کا بیان ہے اور مدینہ منورہ کی یہ فضیلت قیامت تک باقی ہے، مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام احمد بن حنبل کا قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مستقل

رہائش اختیار کرنا مکروہ ہے اور وجہ کراہت یہ ہے کہ پھر دل میں مکہ کا وقار اور احترام کم ہو جائے گا اور وہاں گناہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں گناہ کرنا باقی جگہوں کی بہ نسبت زیادہ قبیح ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نیکی کا زیادہ ثواب ہے، اور جو مستحب قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہاں کی نمازوں کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور دیگر عبادات کا بھی بہت اجر ہے اور اقرب الی الصواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں میں رہائش اختیار کرنا افضل اور مستحب ہے البتہ جس شخص کو برائیوں اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اس کے حق میں مکروہ ہے سلف صالحین میں سے بہت سے لوگوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کی اور جو شخص وہاں رہنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ برائیوں اور ان کے اسباب سے دست کش ہو جائے۔

بَابُ ۴۲۷ صِيَانَةِ الْمَدِينَةِ مِنْ دُخُولِ الطَّاعُونِ وَالدَّجَّالِ إِلَيْهَا

طاعون اور دجال سے مدینہ منورہ کے محفوظ رہنے کا بیان

۳۲۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَنْقَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُونُ وَلَا الدَّجَّالُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتا۔

۳۲۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي الْمَسِيحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِينَةُ حَتَّى يَنْزِلَ دُبُرَ أُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِكَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ يَهْلِكُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا وہ مدینہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے گا حتیٰ کہ احد پہاڑ کے پیچھے اترے گا اور فرشتے وہیں سے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہیں (شام میں) ہلاک ہو جائے گا۔

بَابُ ۴۲۸ الْمَدِينَةِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَتُسَمَّى طَابَةً وَطَيْبَةً

خبیث چیزوں کو مدینہ کا نکال دینا اور مدینہ کا طیبہ ہونا

۳۲۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا

عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ یَدْعُو الرَّجُلُ ابْنَ عَمِّہٖ وَقَرِیْبَہٗ ھَلُمَّ اِلَی الرَّخَاءِ ھَلُمَّ اِلَی الرَّخَاءِ وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَخْرُجُ مِنْھُمْ اَحَدٌ رَغْبَۃً عَنْھَا اِلَّا اَخْلَفَ اللّٰہُ فِیْھَا خَیْرًا مِّنْہُ اَلَا اِنَّ الْمَدِیْنَۃَ کَالْکِیْرِ تُخْرِجُ الْخَبِیْثَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَنْفِیَ الْمَدِیْنَۃُ شِرَارَھَا کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

آئے گا کہ لوگ اپنے عم زاد بھائیوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہیں گے کہ جہاں آسانی اور سہولت ہو اس جگہ چلو! عیش و عشرت کی طرف چلو! کاش کہ وہ اس بات کو جان لیتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا، سنو! مدینہ ایک بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک مدینہ خبیث لوگوں کو نکال کر باہر نہیں کر دے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال پھینکتی ہے۔

۳۲۴۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ فِیْمَا قُرِئَ عَلَیْہِ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعِیْدَ بْنَ یَسَارٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِقَرْیَۃٍ تَاْکُلُ الْقُرٰی یَقُوْلُوْنَ یَثْرِبُ وَھِیَ الْمَدِیْنَۃُ تَنْفِی النَّاسَ کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے اور وہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

۳۲۵۰۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا نَا سُفْیَانُ ح وَحَدَّثَنِیْ ابْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَھَّابِ جَمِیْعًا عَنْ یَحْیَی ابْنِ سَعِیْدٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا کَمَا یَنْفِی الْکِیْرُ الْخَبَثَ وَلَمْ یَذْکُرِ الْحَدِیْدَ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے جیسے بھٹی میل کو دور کرتی ہے اور اس میں لوہے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۲۵۱۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِیَّ وَعْکٌ بِالْمَدِیْنَۃِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس اعرابی کو مدینہ میں شدت سے بخار آنے لگا، وہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا "میری بیعت واپس کر دو" رسول اللہ صلی

فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَآءَهٗ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى ثُمَّ جَآءَهٗ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ فَاَبٰى فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَ تَنْصَعُ طِيْبَهَا۔

اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا، وہ پھر آیا اور کہنے لگا میری بیعت واپس کر دو۔" آپ نے پھر انکار کیا وہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! میری بیعت واپس کر دو، آپ نے پھر انکار فرما دیا، وہ اعرابی چلا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ بھٹی کی طرح ہے، مدینہ میں آ کے میل کو دور کرتا ہے اور پاک چیز کو خالص اور صاف کرتا ہے۔

۳۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَّ هُوَ ابْنُ ثَابِتٍ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيْدَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهَا طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ وَاِنَّهَا تَنْفِي الْخَبَثَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْفِضَّةِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ طیبہ ہے اور میل کچیل کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح چاندی کے میل کو آگ دور کرتی ہے۔

۳۲۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالُوْا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

کیا مدینہ میں بدعقیدہ لوگوں کا رہنا اس کے بھٹی ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۳۲۴۸ میں ہے کہ مدینہ میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے، قاضی عیاض، علامہ نووی، علامہ عینی اور دیگر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یعنی آپ کے عہد میں مدینہ منورہ میں جو منافقین تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا، اور آپ کے عہد کے بعد مدینہ منورہ کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ آپ کے وصال کے بعد بہت سارے اخیار مدینہ منورہ سے چلے گئے، پہلے حضرت معاذ، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابن مسعود اور سعد بن عمارہ گئے اور ان کے بعد حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عمار اور دوسرے صحابہ اور اخیار تابعین مدینہ سے چلے گئے، لیکن اس جواب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ قیامت اس وقت

تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ اپنے میل کو باہر نہیں نکال دے گا، اس کے جواب میں علامہ نووی، علامہ عینی اور علامہ وشتانی مالکی نے یہ لکھا ہے کہ قرب قیامت میں دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا یہ وصف پھر ظاہر ہوگا۔ ایک سوال یہ ہے کہ روافض اور دوسرے بے دین لوگ بھی مدینہ میں رہتے ہیں، علامہ وشتانی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اگر یہ وصف عہد رسالت کے ساتھ خاص ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے اگر یہ وصف عام ہو تو اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کی بدعقیدگیوں کو مدینہ میں فروغ نہیں ہوگا[1] بعض علماء متاخرین نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بدعقیدہ لوگوں کو قبروں سے نکال کر دوسرے علاقہ میں ڈلوا دیا جائے گا اور نیک لوگوں کو مدینہ منورہ منتقل کر دیا جائے گا۔ لیکن اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ کفار منافقین اور بدعقیدہ لوگوں کا اخراج صرف عہد رسالت اور قرب قیامت کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثم توجف المدینۃ باھلھا ثلث رجفات یخرج اللہ کل کافر ومنافق[2]۔ (دجال کے زمانہ میں) "پھر مدینہ اپنے رہنے والوں کو تین جھٹکے دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال کر باہر کر دے گا۔" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال کے خروج سے پہلے مدینہ میں کفار اور منافقین رہ رہے ہوں گے اور خروج دجال کے بعد تین زلزلوں سے ان کا اخراج کیا جائے گا اور اس سے واضح ہو گیا کہ بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ منورہ سے اخراج یا زمانہ رسالت میں تھا اور یا قرب قیامت میں ہوگا اور اگر اب بدعقیدہ لوگ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی رائے ہے[3]

مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے کہ مدینہ ایسی بستی ہے جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے، علامہ نووی نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ منورہ اسلام کے لشکروں کا مرکز ہے اور تمام ممالک سے اموال غنیمت مدینہ منورہ میں لائے جاتے ہیں، امام مالک نے فرمایا مدینہ منورہ تمام شہروں کے فضائل کا جامع ہے اور اس کی فضیلت تمام شہروں سے زیادہ ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مکہ مکرمہ مدینہ طیبہ سے افضل ہے[4]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں مسند ابویعلیٰ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نبی پر اس جگہ موت طاری کی جاتی ہے جو جگہ نبی کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے" اور جو

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴، ص ۸۸، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۳۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور جو جگہ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ محبوب ہوگی وہی جگہ سب سے زیادہ افضل ہوگی، اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ بشمول مکہ تمام شہروں سے افضل ہے اور مدینہ منورہ کیوں نہ افضل ہو جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی ہے: "اے اللہ! ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں، جن چیزوں کے لیے ابراہیم نے دعا کی تھی، ان کی، اور اتنی ہی اور دعا کرتا ہوں" اور اس میں کیا شک ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت ابراہیم کی دعا سے افضل ہے کیونکہ دعا کا مرتبہ دعا کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ جتنا محبوب بنا دے بلکہ اس سے زیادہ محبوب بنا دے" اور آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کیونکہ حاکم کی روایت ہے کہ جب آپ مدینہ کو دیکھتے تو مدینہ کی محبت سے سواری کو تیز کر دیتے، نیز حاکم کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اب مجھے اس شہر میں بسانا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مدینہ محبوب ہے۔ اس استدلال پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے: ان مکۃ خیر بلاد اللہ "تمام شہروں سے بہتر مکہ ہے" اور ایک روایت میں ہے: ان مکۃ احب ارض اللہ الی اللہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے"۔ علامہ سمہودی نے ان احادیث کے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ احادیث ہجرت سے پہلے کے زمانہ پر محمول ہیں کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہوگیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ میں اقامت فرض کی اور آپ نے اپنی امت کو مدینہ میں رہنے اور وہیں مرنے پر ابھارا، پس مدینہ کیونکر نہ افضل ہوگا۔

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "مسجد نبوی میں نماز کا اجر پچاس ہزار گنا ہوتا ہے اور کعبہ میں ایک لاکھ گنا ہوتا ہے" غرض مکہ میں عبادات کا مدینہ سے دوگنا اجر ہوتا ہے لہٰذا مکہ، مدینہ سے افضل ہوا اس کا ایک جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسجد نبوی میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے اور مسجد حرام میں دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ گنا اجر ہے۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۶، لہٰذا دونوں کا اجر مساوی ہے۔ سیدی غفرلہٗ اس کا دوسرا جواب وہ ہے جو علامہ قسطلانی نے علامہ سمہودی سے نقل کیا ہے کہ اجر میں زیادتی مفضولیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ جو شخص میدان عرفات جا رہا ہے اس کے لیے منیٰ میں پانچ نمازیں پڑھنا مسجد حرام میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اگرچہ اجر مسجد حرام میں زیادہ ہے۔ حضرت عمر مسجد حرام میں اجر کی زیادتی کے قائل تھے اس کے باوجود وہ مدینہ کو افضل قرار دیتے تھے، اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ میں اس سے دگنی برکتیں نازل فرما" اور آپ کی یہ دعا دنیاوی اور دینی امور دونوں کو شامل ہے۔ اس دعا کا تقاضہ

یہ ہے کہ اگر مکہ میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے تو مدینہ میں دو لاکھ نمازوں کا اجر ملے گا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ مان لیجئے کہ مکہ میں ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے اور مدینہ میں پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے لیکن مدینہ میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر بلحاظ عدد کم ہے لیکن قدر و قیمت کے اعتبار سے یہ پچاس ہزار نمازیں مکہ کی ایک لاکھ نمازوں سے بہت زیادہ ہیں جیسے سو روپے کا ایک نوٹ ایک ایک کے دس نوٹوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ مسجد حرام میں نمازوں کے اجر کی زیادتی افضلیت مدینہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مدینہ مسجد حرام کے علاوہ باقی مکہ پر افضل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عیاش مخزومی سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے؟ عبداللہ نے کہا یہ اللہ کا حرم اور امن کی جگہ ہے اور اس میں بیت اللہ ہے، حضرت عمر نے فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا۔ حضرت عمر نے پھر اپنی بات دہرائی عبداللہ نے پھر وہی جواب دیا۔ حضرت عمر نے پھر فرمایا میں اللہ کے حرم اور اس کے بیت کے بارے میں نہیں کہہ رہا، پھر عبداللہ کو اشارہ کیا گیا اور وہ چلے گئے۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ مکہ میں حج کی فضیلت ہے تو اس کے مقابلہ میں مدینہ میں زیارت نبوی کی فضیلت ہے، مکہ میں مسجد حرام کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد نبوی کی فضیلت ہے، مکہ میں عمرہ کی فضیلت ہے تو مدینہ میں مسجد قبا کی فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند کہ مدینہ میں مکہ سے کم عرصہ اقامت کی ہے۔ لیکن دین اسلام کے اظہار اور اعزاز کا سبب مدینہ ہے، اکثر فرائض اور ارکان اسلام کا نزول مدینہ میں ہوا۔ حضرت جبرائیل کا زیادہ نزول بھی مدینہ میں ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے مدینہ کو اپنا مستقر بنا لیا۔ حضرت امام مالک سے پوچھا گیا آپ مکہ میں رہنا پسند کریں گے یا مدینہ میں، حضرت امام مالک نے فرمایا میں مدینہ کو کیوں نہ ترجیح دوں کہ اس کے ہر راستہ پر حضور چلے ہیں اور جبرائیل نازل ہوئے ہیں، طبرانی میں ہے: المدینۃ خیر من مکۃ "مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔" جندی کی روایت ہے: المدینۃ افضل من مکۃ "مدینہ مکہ سے افضل ہے۔" بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی تم اس کو یثرب کہتے ہو اور وہ مدینہ ہے وہ لوگوں کا میل کچیل اس طرح دور کرتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے، قاضی عبدالوہاب نے کہا اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کے فضائل کو جامع ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ مدینہ کے فضائل تمام بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں، یہاں تک علامہ سمہودی کا کلام ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دینے میں طویل بحث کی ہے، حالانکہ ہمارے امام، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ، مدینہ سے افضل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہر شخص ایسی جگہ کو افضل کہتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔ (مصنف کا بھی یہی نظریہ ہے)

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، کہ امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی تم میں سے موت تک مدینہ میں رہ سکتا ہو وہ موت تک مدینہ میں رہے کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔ مدینہ کے خواص میں سے یہ ہے کہ مدینہ کا غبار، برص اور جذام بلکہ ہر بیماری کے لیے شفاء ہے اور امام رزین عبدری نے اپنی جامع میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ مدینہ کی کھجور زہر کا علاج ہے، ابن النجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلیقاً روایت کیا ہے

کہ ہر شہر تلوار سے فتح ہوا اور مدینہ قرآن سے فتح ہوا ہے' اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مدینہ اسلام کا گنبد اور ایمان کا گھر ہے، ہجرت کی سرزمین اور حلال اور حرام کا مرکز ہے، مدینہ کے گرد و غبار، مدینہ کی گلیاں اور راستے' مدینہ کے مکان اور ماحول سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت شامل ہے۔[1]

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت

حدیث نمبر ۳۲۴۹ میں ہے لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور یہ مدینہ ہے' مسند احمد میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "جو شخص مدینہ کو یثرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے"، مدینہ کو یثرب کہنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ تثریب کے معنی ہیں ملامت کرنا، میرے شیخ علامہ سید سعید احمد کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا مدینہ کو یثرب اس وجہ سے کہتے تھے کہ جو شخص مدینہ جاتا بیمار ہو جاتا اور لوگ اس کو ملامت کرتے تو وہاں گیوں گیا جو بیمار ہو گیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد جو جگہ دار الوبار تھی وہ دار الشفاء بن گئی پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے اب بیمار جاتے ہیں تو صحت مند ہو جاتے ہیں پہلے لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے اور اب اگر کوئی حج کے لیے جائے اور مدینہ جائے بغیر لوٹ آئے تو لوگ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں!

مدینہ کا لفظ یا تو دین سے ماخوذ ہے جس کے معانی اطاعت ہیں اس کو مدینہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ اطاعت الٰہی کا سب سے پہلا مرکز ہے یا یہ لفظ مدن سے ماخوذ ہے اور مدن کے معنی اجتماعیت کے ہیں اور مدینہ مسلمانوں کی اجتماعیت کا سب سے پہلا مرکز ہے، قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ہے: ومن اهل المدينة (توبہ: ۱۰۱) مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طیبہ اور طابہ فرمایا اس کے معنی خوشبو، پاکیزگی اور راحت کے ساتھ رہنے کے ہیں۔

باب ۴۲۹ تَحْرِيمِ إِرَادَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ وَأَنَّ مَنْ أَرَادَهُمْ بِهِ أَذَابَهُ اللَّهُ

اہل مدینہ کو ایذاء پہنچانے پر وعید

۳۲۵۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَحْنَسَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ هَذِهِ الْبَلْدَةِ بِسُوءٍ يَعْنِي الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس شہر والوں یعنی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح پگھلا دے گا جیسا کہ نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ احمد بن محمد ابوبکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۴۰۱-۳۹۶، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

۳۲۵۵ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَّ إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا حَجَّاجٌ ح وَ حَدَّثَنِيهِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَحْيَى بْنِ عُمَارَةَ أَنَّهُ سَمِعَ الْقَرَّاظَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ يَزْعَمُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ يُرِيدُ الْمَدِينَةَ أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِي حَدِيثِ ابْنِ يَحْنَسَ بَدَلَ قَوْلِهِ بِسُوءٍ شَرًّا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

۳۲۵۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي هَارُونَ مُوسَى ابْنِ أَبِي عِيسَى ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو جَمِيعًا سَمِعَا أَبَا عَبْدِ اللهِ الْقَرَّاظَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ أَخْبَرَنِي دِينَارٌ الْقَرَّاظُ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔

۳۲۵۸ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُنَبِّهٍ الْكَعْبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْقَرَّاظِ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِدَمٍ أَوْ بِسُوءٍ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۵۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى قَالَ نَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْقَرَّاظِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَسَعْدًا يَقُولَانِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ فِي مُدِّهِمْ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ مَنْ أَرَادَ أَهْلَهَا بِسُوءٍ أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! اہل مدینہ کے مُدّ میں برکت نازل فرما! اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح گھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

ف: ان احادیث کی تشریح کے لیے حدیث نمبر ۳۲۱۵ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

بَابُ ۴۳ تَرْغِيبِ النَّاسِ فِي سُكْنَى الْمَدِينَةِ عِنْدَ فَتْحِ الْأَمْصَارِ

فتوحات کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رہنے کی ترغیب

۳۲۶۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ الشَّامُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَخْرُجُ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ قَوْمٌ بِأَهْلِيهِمْ يَبُسُّونَ وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔

سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ملک شام فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے، پھر یمن فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی، حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے، کاش وہ جانتے۔ پھر عراق فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال کو لے کر اونٹ ہنکاتے ہوئے مدینہ سے چلی جائے گی اور کاش وہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

۳۲۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُفْتَحُ الْيَمَنُ فَيَأْتِي قَوْمٌ يَبُسُّونَ

حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یمن فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی۔ اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے، پھر شام فتح ہو گا تو ایک قوم اپنے اہل وعیال اور خدام کو لے کر شام چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان

فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَ الْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ثُمَّ يُفْتَحُ الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يَّبُسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

کے لیے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح ہوگا تو ایک قوم اپنے اہل و عیال اور خدام کو لے کر چلی جائے گی اور کاش وہ یہ جانتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔

بَاب ۴۳۱ اِخْبَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَرْكِ النَّاسِ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ

باب ۴۳۱: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خبر دینا کہ لوگ مدینہ کو خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے۔

۳۲۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ صَفْوَانَ يَعْنِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الْمَلِكِ الْاُمَوِيَّ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمَدِيْنَةِ لَيَتْرُكَنَّهَا اَهْلُهَا عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ مُدَّةً لِلْعَوَافِيْ يَعْنِي السِّبَاعَ وَالطَّيْرَ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُوْ صَفْوَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ يَتِيْمُ ابْنِ جُرَيْجٍ عَشْرَ سِنِيْنَ كَانَ فِيْ حَجْرِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے خیر اور بہتر ہونے کے باوجود لوگ مدینہ کو درندوں اور پرندوں کے لیے چھوڑ دیں گے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ابو صفوان عبداللہ بن عبدالملک یتیم تھے اور انھوں نے ابن جریج کی گود میں دس سال پرورش پائی ہے۔

۳۲۶۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ ابْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ مدینہ منورہ کو اس کے خیر ہونے کے باوجود چھوڑ دیں گے اور درندے اور پرندے اس میں رہیں گے، کچھ عرصہ کے بعد قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ پہنچنے کے ارادے سے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَتْرُكُوْنَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى خَيْرِ مَا كَانَتْ لَا يَغْشَاهَا اِلَّا الْعَوَافِيْ يُرِيْدُ عَوَافِيَ السِّبَاعِ وَالطَّيْرِ ثُمَّ يَخْرُجُ رَاعِيَانِ مِنْ مُزَيْنَةَ يُرِيْدَانِ الْمَدِيْنَةَ يَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَيَجِدَانِهَا وُحُشًا حَتّٰى اِذَا بَلَغَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰى وُجُوْهِهِمَا۔

اپنی بکریوں کو ہانکتے ہوئے آئیں گے اور مدینہ میں وحشی جانور دیکھیں گے، جب ثنیۃ الوداع کے پاس پہنچیں گے تو منہ کے بل گر پڑیں گے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ مدینہ منورہ چھوڑنے کا یہ واقعہ قرب قیامت میں ہوگا اور اس کی وضاحت مزینہ کے ان دو چرواہوں سے ہوتی ہے جو قیامت آنے پر منہ کے بل گر پڑیں گے، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ عصر اول میں گزر چکا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے کہ جب مسلمان دین اور دنیا کے لحاظ سے بہت بہتر تھے، ان میں علماء، صلحاء اور زہاد موجود تھے اور فتوحات کی کثرت تھی اور مال و دولت کی فراوانی تھی اس وقت انہوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ اور دمشق کو دار الخلافت بنا لیا۔

بَابُ ۴۳۲ فَضْلِ مَا بَيْنَ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْبَرِهٖ وَفَضْلِ مَوْضِعِ مِنْبَرِهٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اور منبر کی فضیلت

۳۳۶۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۳۶۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ مِنْبَرِيْ وَبَيْتِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۳۲۶۶- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلَى حَوْضِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بیت (گھر) اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

قبر انور کی فضیلت کے متعلق روایات

حدیث نمبر ۳۲۶۴ میں ہے: ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ فقط ابن عساکر کی روایات میں یہ حدیث ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ کے الفاظ سے ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ بیت کی جگہ قبر کا لفظ خطاء ہے، تاہم حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام بزار نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔ اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔[1] ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر کی مراد یہ ہو کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں بیت کی جگہ قبر کا ذکر کرنا خطاء ہے۔ بہرحال علامہ عینی نے حافظ ابن حجر کا رد کیا ہے اور لکھا ہے کہ قبر کے لفظ کو خطاء قرار دینا خود خطاء ہے کیونکہ امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ قبر کا لفظ روایت کیا ہے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں رجال ثقات کے ساتھ اس لفظ کو روایت کیا ہے اور بیت اور قبر کے لفظ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بیت سے مراد بیت عائشہ ہے اور اسی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہے۔[2]

ہر چند کہ بیت اور قبر کے لفظوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، تاہم قبر کے لفظ کے ساتھ اس روایت کو ہم بالحال پیش کر رہے ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت سعد عن ابیہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ما بین بیتی و منبری او قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ۔[3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بیت اور منبر کے درمیان، یا میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ

علامہ علی متقی ہندی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور خطیب اور امام ابن عساکر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ [1]

میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

نیز علامہ علی متقی ہندی لکھتے ہیں امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ [2]

میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔

امام بیہقی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین قبری و منبری و فی روایۃ ابن عبید قال ما بین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ اور ابن عبید کی روایت میں ہے میرے منبر اور بیت کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

کیا قبر انور حقیقۃً جنت کا باغ ہے؟

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بیت (یا میری قبر) اور منبر کے درمیانی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، چونکہ اس جگہ کو جنت پر محمول کرنا خلاف ظاہر تھا اس لیے فقہاء اسلام نے اس حدیث کی متعدد تاویلات کی ہیں: علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ جگہ نزول رحمت، اور حصول سعادات میں جنت کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ عبادت کرنا دخول جنت کا سبب ہے یا یہ جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی [4]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی نے ان تمام تاویلات کا رد کیا ہے اور اس حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے، علامہ وشتانی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی امتناع یا استبعاد نہیں ہے کہ یہ جگہ بنفسہ جنت کا ایک ٹکڑا ہو، یہ امر ممکن ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے (اس لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے) شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ اس جگہ کے جنت ہونے سے مانع یہ چیز ہے کہ حدیث میں جنت کی جو صفات ذکر کی گئی ہیں وہ اس جگہ نہیں پائی جاتیں۔ شیخ نے فرمایا یہ ہو سکتا ہے کہ یہاں پر وہ صفات ہوں اور ہمیں نظر نہ آتی ہوں، شیخ پر اعتراض کیا گیا کہ حکماء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے دریا اور پہاڑ ہیں جو ہمیں نظر نہیں آرہے تو اس کا یہ قول فاسد ہے۔ شیخ نے فرمایا اگر نبی علیہ السلام یہ فرمائیں کہ ہمارے سامنے بڑے بڑے پہاڑ اور دریا ہیں جو ہمیں نظر نہیں آرہے تو ہمیں اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۰، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۶۱ " "

[3] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبری ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

مجھے اس دیوار کے عرض میں جنت اور دوزخ دکھائی گئی اور آپ کا یہ فرمانا حقیقت پر محمول ہے [1]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کی جو یہ تقریر نقل کی ہے یہی حق اور صواب ہے۔

قبر انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے

اس مقام پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی افضلیت کا مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔

قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں:

ولا خلاف ان موضع قبرہ افضل بقاع الارض۔ [2]

اس بات میں علماء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔

تمام علماء تسلسل اور تواتر کے ساتھ قبر انور کی تمام روئے زمین پر فضیلت کا اظہار کرتے رہے تا آنکہ آٹھویں صدی میں شیخ ابن تیمیہ حنبلی نے اس کا سب سے پہلے انکار کیا، شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

جس مٹی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اس کے بارے میں مجھے یہ علم نہیں کہ کسی نے اس کو مسجد حرام (کعبہ) مسجد نبوی یا مسجد اقصیٰ سے افضل کہا ہو، البتہ قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے اور ہماری معلومات کے مطابق ان سے پہلے یہ کسی نے نہیں کہا۔ [3] اور اس اجماع پر کوئی دلیل نہیں ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن تمام مساجد سے افضل ہے۔ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے یا جس جگہ مدفون ہوئے اس کا افضل ہونا لازم نہیں ہے، نہ اس کا افضل ہونا لازم ہے جس سے آپ پیدا ہوئے، کیونکہ کوئی شخص بھی اس کا قائل نہیں ہے کہ (حضرت) عبداللہ کا بدن انبیاء (علیہم السلام) کے ابدان سے افضل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ، نوح نبی کریم ہیں اور ان کا بیٹا کافر تھا جو غرق کیا گیا اور ابراہیم خلیل الرحمن ہیں اور ان کا باپ آزر کافر تھا (حضرت ابراہیم کے باپ تارخ تھے) اور جن عبارات کی ان تین مسجدوں پر دلالت ہے وہ مطلق ہیں اور ان میں کوئی استثنیٰ نہیں ہے، نہ انبیاء کی قبروں کا استثناء ہے نہ صالحین کی قبروں کا اور اگر قاضی عیاض کی بات حق ہو تو ہر نبی بلکہ ہر نیک آدمی کا مدفن ان مساجد سے افضل ہو، جو اللہ کے گھر ہیں اور اس طرح مخلوقین کے گھر خالق کے ان گھروں سے افضل قرار پائیں گے جنھیں بلند کرنے اور ان میں اللہ کا نام لینے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ قول دین میں بدعت ہے اور اصول اسلام کے خلاف ہے۔ [4]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۷۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

[3] ۔ قاضی عیاض سے پہلے علامہ ابن عقیل حنبلی اور علامہ ابوالولید باجی مالکی نے بھی اس اجماع کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔

[4] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی المتوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۷، ص ۳۸۔۳۷ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

شیخ ابن تیمیہ نے اپنے اس نظریہ پر جو دلائل قائم کیے ہیں یہ ان کی اس مشہور بدعت پر مبنی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کے قائل ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے اللہ تعالیٰ کے (آسمان سے) نازل ہونے کی حدیث بیان کی پھر منبر کی دو سیڑھیوں سے اتر کر بیان کیا کہ میرے اس اترنے کی طرح (اللہ تعالیٰ اترتا ہے) اس وجہ سے یہ کہا گیا کہ ابن تیمیہ اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا قائل ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا رد کرتے ہوئے جس طرح انبیاء علیہم السلام کی قبروں اور مساجد میں تقابل بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ انبیاء کی قبریں افضل ہوں اور اللہ کے گھر مفضول ہوں اس سے اسی عقیدۂ تجسیم کی بدبو آتی ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے فاسد عقائد

شیخ ابن تیمیہ کو جن بدعات اور بدعقیدگیوں کی وجہ سے بار بار قید خانہ میں ڈالا گیا اور تادم مرگ وہ قید خانہ میں ہی رہے ان بدعات اور بدعقیدگیوں کا ذکر کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں شیخ ابن تیمیہ نے عقیدہ حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ، پیر، چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش پر بذاتہٖ مستوی ہے، اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا میں یہ نہیں مانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہے اس وجہ سے ابن تیمیہ کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے تحیز اور انقسام کا قائل ہے۔ بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی اور گمراہی) کی طرف منسوب کیا کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد نہیں مانگنی چاہیے۔ اس قول میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ابن تیمیہ منافق ہے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات پر خطاء کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انھوں نے شکست کھائی، انھوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے، اور ان کی جنگ حکومت کے لیے تھی دین کے لیے نہیں تھی اور ابن تیمیہ نے کہا کہ عثمان مال سے محبت کرتے تھے، حضرت ابوبکر کے بارے میں کہا وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کیا رہے ہیں۔ حضرت علی کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا۔[2] اور حضرت علی سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

ہم نے شیخ ابن تیمیہ کی ان بدعات اور فاسد عقائد کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی تعظیم میں قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جس اجماعی عقیدہ کا ذکر کیا ہے اس کو بدعت اور خلاف اسلام کہنے والے شخص کی اپنی شرعی حیثیت کا تعین کیا جا سکے اور اس پر غور کیا جا سکے کہ آیا شیخ ابن تیمیہ کو اسلام کی نمائندگی کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس درمیانی بحث کے بعد ہم پھر اصل مبحث کی طرف لوٹتے ہیں۔

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الجیل بیروت

[2] ۔ 〃 〃 الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۵، 〃 〃

کعبہ اور عرش پر قبر انور کی فضیلت کے بارے میں فقہاء اسلام کی تصریحات

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام روئے زمین سے افضل ہے اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور صرف تمام روئے زمین سے ہی افضل نہیں، بلکہ تمام آسمانوں سے، عرش سے اور کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ علامہ سبکی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف اور آپ کی عالی قدر ہے۔ علامہ قرافی نے قواعد میں لکھا ہے کہ فضیلت کے کئی اسباب ہوتے ہیں، کبھی کسی چیز کی ذات میں فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ علم میں ہے کبھی کثرت عبادت کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ کبھی ظرف کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے کبھی مجاورت (قرب اور اتصال) کی وجہ سے فضیلت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی جلد کی قرآن مجید کی وجہ سے فضیلت ہے اور کبھی کسی جگہ مقام کرنے کی وجہ سے اس مقام کی فضیلت ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت تمام روئے زمین پر ہے لہٰذا شفاء میں جو لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سب سے افضل ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ افضلیت کا مدار اعمال ہیں اور قبر پر کوئی عمل نہیں ہے، اس سے تو یہ لازم آئے گا کہ صرف قرآن مجید افضل ہو اور اس کی جلد افضل نہ ہو اور اس بات کا باطل ہونا بالکل بدیہی ہے۔ علامہ سبکی نے اس کی موافقت میں فرمایا اس پر اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر روئے زمین میں سب سے افضل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے تو اس سے قبر انور مستثنیٰ ہے۔ جیسا کہ یہ اشعار ہیں:

جزم الجمیع بان خیر الارض ما ـــــــــ قد احاط ذات المصطفی وحواھا

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ روئے زمین میں سب سے افضل جگہ وہ ہے جہاں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہوں

ونعم لقد صدقوا بما کنھا علت ـــــــــ کالنفس حین زکت زکی ماواھا

اور انھوں نے کیا ہی سچی بات کہی ہے کیونکہ جب کوئی شخص عظیم ہو تو اس کے رہنے کی جگہ بھی عظیم ہوتی ہے۔

اور علامہ ابن عبدالسلام نے فرمایا کہ عمل کے علاوہ اور وجوہات سے بھی فضیلت ہوتی ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر تمام جگہوں سے افضل ہے کیونکہ آپ کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے اس لیے یہ دلیل دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ وہاں اعمال کر رہے ہیں اور آپ کے اعمال کا بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے ہر چند کہ یہ بات صحیح ہے، اور اگر ہم یہ مان لیں کہ قبر میں فی نفسہ کوئی فضیلت نہیں ہے تب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں رہنے کی وجہ سے اس کی فضیلت ہے اور احناف میں سے علامہ سروجی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی فضیلت کے لیے یہ کافی ہے کہ ہر شخص اس جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں کی مٹی سے اس کی پیدائش ہوتی ہے (علامہ خفاجی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے جن کی قبریں آپ کی قبر کے ساتھ ہیں، عوارف المعارف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجزاء بدنی زمین کی ناف سے لیے گئے ہیں جو کعبہ کی جگہ ہے اور وہی جگہ تکوین کی اصل

ہے اور تمام کائنات اس کے تابع ہے اور جب طوفان نوح آیا تو وہ مٹی بہہ کر مدینہ میں اس جگہ آ گئی جہاں آپ کی قبر ہے، لیکن یہ بات تعجب خیز ہے اور بغیر نقل کے ثابت نہیں ہو گی، اور اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ کی زیارت کی اور یہ خبر دی کہ عنقریب آپ کو اس جگہ دفن کیا جائے گا پھر بنی اسرائیل کے چار سو خبر دینے والے آپ کی بعثت کا انتظار کرتے رہے اور جب آپ مبعوث ہو گئے تو انھوں نے نہیں پہچانا فلعنۃ اللہ علی الکافرین ، اور اس مقام پر یہ بحث کی جاتی ہے کہ قبر کی جو جگہ آپ کے جسد اطہر سے متصل ہے جب وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ بغیر کسی اختلاف کے مدینہ، مکہ سے افضل ہو کیونکہ اسی زمین کے ٹکڑے کا کچھ زیادتی کے ساتھ نام مدینہ ہے اور خیر کی زیادتی بھی خیر ہوتی ہے۔ پھر فقہاء اسلام نے مدینہ کی افضلیت میں کیوں اختلاف کیا؟، علاوہ ازیں ہم یہ کہیں گے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی اور وہاں رہائش اختیار کی تو مدینہ مکہ سے افضل ہو گیا کیونکہ مکان کا شرف مکین سے ہوتا ہے اور ہمارے شیخ علامہ قاسم کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے اس جگہ کی فضیلت آپ کے دفن بلکہ آپ کے وصال بلکہ آپ کی ہجرت سے بھی پہلے ثابت ہے، ہاں اس جگہ کی کعبہ، عرش، اور کرسی پر فضیلت آپ کے دفن کے بعد ہوئی ہے، پھر ایک بحث یہ ہے کہ جنت میں جو آپ کا مقام ہو گا کیا یہ جگہ اس سے بھی افضل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک آپ اس جگہ پر ہیں یہ جگہ افضل ہے اور جب آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے تو جنت افضل ہو گی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جگہ جنت سے نقل کی گئی ہے یا جنت اس جگہ منتقل کر دی جائے گی [1]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے وہ تمام روئے زمین حتی کہ کعبہ سے بھی افضل ہے جیسا کہ امام ابن عساکر، علامہ باجی اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے (یاد رہے کہ قاضی عیاض کی وفات ۵۴۴ھ میں ہے، امام ابن عساکر کی وفات ۵۷۱ھ میں ہے اور علامہ ابو الولید باجی کی وفات ۴۹۴ھ میں ہے، اس لیے شیخ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قاضی عیاض سے پہلے یہ اجماع کسی نے ذکر نہیں کیا، لگتا ہے کہ امام ابن عساکر اور علامہ ابو الولید باجی کی تصریحات شیخ ابن تیمیہ کی نظر سے نہیں گذریں، سعیدی) بلکہ تاج الدین سبکی نے بھی یہ اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ سید سمہودی نے فضائل مدینہ میں ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور علامہ فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ "یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے اور ان کی عبارت یہ ہے کہ ہر چند کہ کسی نے اس کا صراحت سے ذکر نہیں کیا تاہم علماء امت پر یہ بات پیش کی جاتی تو ان کا اس میں اختلاف نہ ہوتا کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے جبکہ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے ساتھ مشرف کیا گیا بلکہ اگر یہ بھی کہا جائے کہ تمام زمین کے حصے تمام آسمانوں سے افضل ہیں، تو مستبعد نہیں ہے کیونکہ زمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں آپ فروکش ہیں بلکہ میرے نزدیک یہی متعین ہے"۔ اور بعض علماء نے یہ حکایت کی ہے کہ زمین کی مٹی سے انبیاء علیہم السلام پیدا کیے گئے اور اسی میں دفن ہوئے اس

---

[1] ۔ علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۳۲-۵۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لیے زمین آسمانوں سے افضل ہے، لیکن علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ آسمان زمین سے افضل ہیں یعنی زمین کے ان حصوں کے ماسوا سے جن میں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں۔ ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن متصل ہے وہ تمام روئے زمین سے افضل ہے، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ زمان و مکان کے تمام حصص اور افراد فی ذاتہ متساوی ہیں اور ان کی فضیلت ان میں کیے جانے والے اعمال سے ہوتی ہے۔ علامہ تقی الدین سبکی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اعمال کے علاوہ بھی زمان اور مکان کو فضیلت حاصل ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، رضوان اور فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اس جگہ اور اس میں رہنے والے کو جو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہے اس کا ادراک کرنے سے عقول عاجز ہیں، علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور وہاں آپ کے اعمال دوگنے چوگنے ہو رہے ہیں اور قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ جس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فروکش ہیں اس کی فضیلت دو اعتبار سے ہے ایک اس لحاظ سے کہ آپ اس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور دوسرے اس لحاظ سے کہ اس جگہ فرشتوں کا اور اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اور ہم یہ نہیں مانتے کہ اس جگہ کی فی نفسہ کوئی فضیلت ہے، بلکہ اس جگہ کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ آپ اس جگہ آرام فرما ہیں۔[1]

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں: قاضی عیاض اور دوسرے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس جگہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک متصل ہے وہ کعبہ سے بھی افضل ہے، اور اختلاف قبر مبارک کے ماسوا میں ہے، اور ابن عقیل حنبلی نے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے اور فاکہانی نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ آسمانوں سے افضل ہے، اور کہا ہے کہ ظاہر اور متعین یہ ہے کہ تمام روئے زمین تمام آسمانوں سے افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر آرام فرما ہیں اور اس لیے بھی کہ انبیاء علیہم السلام زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں دفن ہوئے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ جمہور کا موقف یہ ہے آسمان زمین سے افضل ہے یعنی اس جگہ کے ماسوا جس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم متصل ہے۔[2]

علامہ علائی لکھتے ہیں کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے ساتھ متصل ہے وہ مطلقاً افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔[3]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ صاحب لباب نے کہا ہے کہ جو جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے متصل ہے وہ جگہ تمام روئے زمین سے افضل ہے۔[4]

علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں: علامہ ابو الولید باجی اور قاضی عیاض وغیرہ نے لکھا ہے کہ جو جگہ نبی صلی

---

[1] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقات ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۰ھ
[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ
[4] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ۔

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متصل ہے وہ کعبہ سے افضل ہے، اسی طرح علامہ ابوالیمن بن عساکر نے تحفہ میں لکھا ہے اور ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر بسکری نے بھی اس پر یقین کیا ہے بلکہ قاضی تاج الدین سبکی نے ابن عقیل حنبلی سے نقل کیا ہے کہ یہ جگہ عرش سے بھی افضل ہے [1]

نوٹ: یاد رہے کہ علامہ ابوالولید باجی کا سن وفات ۴۹۴ھ ہے اور ابن عقیل حنبلی کا سن وفات ۵۱۳ھ ہے ان دونوں نے تصریح کی ہے کہ یہ جگہ کعبہ اور عرش سے افضل ہے اور یہ دونوں قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ سے مقدم ہیں، اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ لکھنا کہ قاضی عیاض سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا، خلاف واقع، کذب اور غلط بیانی ہے۔

نیز علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی فضیلت کا باعث ہیں، یہ امت خیر امت آپ ہی کی وجہ سے ہے تو پھر آپ کی قبر انور تمام روئے زمین سے افضل کیوں نہیں ہوگی جبکہ آپ منبع فیض و خیرات ہیں اور آپ کی قبر شریف پر آنا اور آپ کی زیارت کرنا، آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلہ کا سوال کرنا تمام عبادات سے افضل ہے اور آپ کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں پھر آپ کی قبر افضل کیوں نہ ہوگی جبکہ وہ ان خیرات کا سبب ہے اور وہ روضۃ من ریاض الجنۃ ہے بلکہ افضل ریاض الجنۃ ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جنت میں ایک کمان جتنی جگہ بھی مل جائے تو دنیا و مافیہا سے افضل ہے [2]

قبر انور کے افضل از عرش ہونے پر دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی افضلیت پر میرے شیخ علامہ سید سید احمد کاظمی قدس سرہ نے یہ دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں، اور وہ اللہ کے شکر گذار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:: لئن شکرتم لازیدنکم (ابراھیم: ۷) "اگر تم شکر کرو تو میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا" اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو زمین سے چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو زمین پر لاکر قرب قیامت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کرائے گا، معلوم ہوا کہ عظمت اور بلندی عرش پر نہیں آپ کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر انور عرش معلیٰ سے افضل ہے۔

میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی مدظلہ نے فرمایا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا اقسم بھذا البلد ۝ وانت حل بھذا البلد (بلد: ۲-۱) "میں اس شہر کی قسم صرف اس وجہ سے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں:: مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی وجہ قسم بننے کی عزت اور کرامت صرف اس وجہ سے ملی ہے کہ آپ اس شہر میں ہیں، اور جب آپ مدینہ منورہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہوئی، جب آسمانوں پر گئے، تو آسمانوں کو عزت ملی، عرش پر پہنچے تو عرش کو کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ سب سے افضل ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی متوفی ۹۴۲ھ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳، ص ۴۵۱ مطبوعہ المجلس الاعلیٰ للشیون الاسلامیہ قاہرہ، ۱۳۹۵ھ

[2] " " ، سبل الہدیٰ والرشاد ج ۳، ص ۴۵۵-۴۵۴ " "

مجھے یہ وجہ سمجھ آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ مدفون ہیں (خواہ اس کو بیت قرار دیں یا قبر) اس کے متعلق آپ نے فرمایا یہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے (اس حدیث کے حوالے اس باب کی شرح میں آ چکے ہیں) اور جنت کے بارے میں حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا ۔ [1] "ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے" اس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے پس کعبہ، بیت المقدس، وغیرہ ہر جگہ ـــــ سے افضل وہ جگہ ہے جہاں آپ آرام فرما ہیں۔

مواجہہ اقدس میں سلام کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب زائر منہ کرے یا پیٹھ؟

جس وقت زائرین سلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو اگر آپ کی طرف زائرین منہ کریں تو قبلہ کی جانب پیٹھ ہوتی ہے۔ اہل اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ زائر کا منہ آپ کی جانب ہونا چاہیے، خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو کیونکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ایسا مسئلہ ہوتا تو آپ ہی کی طرف منہ کیا جاتا خواہ قبلہ کو پیٹھ ہوتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب بھی قبر انور میں زندہ ہیں، اس لیے اب بھی آپ ہی کی طرف منہ کرنا چاہیے اور جب مسجد میں علماء کرام خطبہ دیتے ہیں یا تقریر کرتے ہیں یا دعا کرتے ہیں تو ان کا منہ لوگوں کی جانب ہوتا ہے اور قبلہ کی طرف پیٹھ ہوتی ہے تو جب عام لوگوں کی رعایت سے ان کی طرف منہ کیا جاتا ہے خواہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت اور آپ کے ادب کے پیش نظر آپ کی طرف منہ کیوں نہیں کیا جائیگا اور آپ کی طرف پیٹھ کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے سوا تمام اہل اسلام کا یہی نظریہ ہے، شیخ ابن تیمیہ یہ کہتے ہیں کہ زائر آپ کی طرف پیٹھ کر کے آپ کو سلام کرے اور منہ کعبہ کی طرف کرے، لکھتے ہیں:

وتنازعوا فی السلام علیہ فقال الاکثرون کمالك واحمد وغیرھما: یسلم علیہ مستقبل القبر وھو الذی ذکرہ اصحاب الشافعی انہ منقولاً عنہ وقال ابو حنیفۃ واصحابہ بل یسلم علیہ مستقبل القبلۃ بل نص ائمۃ السلف علی انہ لا یوقف عندہ للدعاء مطلقاً۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، امام مالک، امام احمد اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ آپ کی قبر کی طرف منہ کرے، امام شافعی اور ان کے اصحاب سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے بلکہ ائمہ متقدمین نے اس کی تصریح کی ہے کہ دعاء کے لیے قبر پر مطلقاً نہ ٹھہرے۔

شیخ ابن تیمیہ نے امام ابو حنیفہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قبر کو پیٹھ اور قبلہ کی طرف منہ کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ کذب اور خلاف واقع ہے، امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں قبر انور کی طرف منہ کرنے کی روایت بیان کی ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص ۱۱۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود سعودی عربیہ

تمام احناف کا یہی مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں:

عن نافع عن ابن عمر قال من السنة (ای بسنة الصحابة ومن تبعهم من الامة۔ علی قاری) ان تاتی قبر النبی صلی الله علیه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك هذا ثم تقول السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ صحابہ اور تابعین کا طریقہ یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر آؤ تو اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور منہ قبر انور کی طرف کرو پھر کہو السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته۔

"پھر قبر شریف پر آئے اور اس کی دیواروں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کے سر کی جانب سے آئے، چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو" اور ابو اللیث سے جو یہ منقول ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے یہ اس لیے مردود ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ تو قبر کی طرف منہ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرو پھر کہو السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته۔[1]

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

پھر ہاتھ باندھ کر ادب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو اور آپ کے چہرہ اقدس کی طرف منہ کرے خواہ اس سے قبلہ کی طرف پیٹھ ہو۔[2]

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے آپ کی قبر کی طرف منہ کرے۔[4]

علامہ ابن الحاج مالکی لکھتے ہیں کہ ابن وہب کی روایت ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جب زائر آپ کو سلام کرے اور دعا مانگے تو قبلہ کی بجائے قبر کی طرف منہ کرے۔[5]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

پھر قبر پر آؤ اور کعبہ کی طرف پیٹھ پھیر لو اور قبر کے وسط کی طرف منہ کر کے کہو السلام علیك ایها النبی و رحمة الله وبرکاته۔[6]

علامہ نووی لکھتے ہیں: پھر قبر کریم پر آئے اور قبلہ کو پیٹھ کرے اور قبر کی دیوار کی طرف منہ کرے۔[7]

---

[1] امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم مع شرحہ للقاری ص ۱۰۳، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المسلک المتقسط ص ۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[4] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفا ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

[5] علامہ محمد بن محمد ابن الحاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ قاہرہ مصر۔

[6] علامہ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[7] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

علامہ قسطلانی آداب زیارت کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
"زائر کو چاہیے کہ دعا اور عاجزی اور استغاثت اور تشفع اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے میں کثرت کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شفاعت طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے حق میں شفیع بنا دیتا ہے"[1]

بَابُ ۴۳۳ فَضْلِ أُحُدٍ

اُحد پہاڑ کی فضیلت

۳۲۶۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَفِيهِ ثُمَّ أَقْبَلْنَا حَتَّى قَدِمْنَا وَادِيَ الْقُرَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي مُسْرِعٌ فَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيُسْرِعْ مَعِيَ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَمْكُثْ فَخَرَجْنَا حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ وَهَذَا أُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔

حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے جب ہم واپس آئے اور وادی قُریٰ میں پہنچے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جلدی ہے تم میں سے جو شخص چاہے وہ میرے ساتھ جلد چلے اور جو ٹھہرنا چاہے وہ ٹھہر جائے، ہم آپ کے ساتھ چل دیے، جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ طابہ ہے اور یہ احد ہے، یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۳۲۶۹ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ فَقَالَ إِنَّ أُحُدًا جَبَلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کی طرف دیکھ کر فرمایا: احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

---

[1] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار المکتبۃ العلمیہ بیروت۔

يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ۔

باب: ۴۲۵، حدیث نمبر ۳۲۱، کی تشریح میں ان احادیث کی تشریح آچکی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

بَابُ ۴۳۴ فَضْلِ الصَّلٰوةِ بِمَسْجِدَیْ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی فضیلت

۳۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَبْلُغُ بِهٖ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۱۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْ غَيْرِهٖ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے ماسوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔

۳۲۷۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِمْصِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَيْدِیُّ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَغَرِّ مَوْلَى الْجُهَنِيِّيْنَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُمَا سَمِعَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ يَقُوْلُ صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ

ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور ابوعبداللہ اغر کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد میں نماز سے ایک ہزار گنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء اور آپ کی مسجد آخر المساجد ہے۔ ابوسلمہ اور ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی حیثیت

صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدَهٗ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لَمْ نَشُكَّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ يَقُوْلُ عَنْ حَدِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنَعَنَا ذٰلِكَ اَنْ نَسْتَثْبِتَ اَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حَتّٰى اِذَا تُوُفِّيَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ تَذَاكَرْنَا ذٰلِكَ وَتَلَا وَمِنَّا اَنْ لَا نَكُوْنَ كَلَّمْنَا اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ ذٰلِكَ حَتّٰى يُسْنِدَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ سَمِعَهٗ مِنْهُ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ جَالَسْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ الْحَدِيْثَ وَالَّذِيْ فَرَّطَنَا فِيْهِ مِنْ نَصِّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ لَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ اَشْهَدُ اَنِّيْ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنِّيْ اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاِنَّ مَسْجِدِيْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔

سے بیان کیا تھا۔ ہم اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ کی سند کے ساتھ یقینی طور پر نہیں معلوم کر سکے، حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، بعد میں ہم کو یہ حدیث یاد آئی پھر ہم کو افسوس ہوا کہ ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی تحقیق کیوں نہ کر لی تاکہ وہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کر کے سنا دیتے، ہم اسی مسئلہ میں بات کر رہے تھے کہ ہمارے پاس عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ آ کر بیٹھ گئے۔ ہم نے اس حدیث کی سند کے بارے میں ان سے وہ سوال کیا جو ہمیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھنا تھا۔ عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

۳۲۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اَبَا صَالِحٍ هَلْ سَمِعْتَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَذْكُرُ فَضْلَ الصَّلٰوةِ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ قَارِظٍ

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوصالح سے دریافت کیا: کیا تم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کرتے تھے، انھوں نے کہا نہیں، لیکن میں نے عبداللہ بن ابراہیم بن قارظ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا

اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ اَوْ كَاَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ۔

مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۲۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالُوْا نَا يَحْيَى الْقَطَّانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۲۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِيْمَا سِوَاهُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ دوسری مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

۳۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

حضرت عبید اللہ سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۲۷۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ مُوْسَى الْجُهَنِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔

۳۲۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت بیان کی گئی ہے۔

۳۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ امْرَأَةً اشْتَكَتْ شَكْوَى فَقَالَتْ إِنْ شَفَانِيَ اللهُ لَأَخْرُجَنَّ فَلَأُصَلِّيَنَّ فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَبَرَأَتْ ثُمَّ تَجَهَّزَتْ تُرِيدُ الْخُرُوجَ فَجَاءَتْ مَيْمُونَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَأَخْبَرَتْهَا ذٰلِكَ فَقَالَتْ اجْلِسِي فَكُلِي مَا صَنَعْتِ وَصَلِّي فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلٰوةٌ فِيهِ أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلٰوةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا مَسْجِدَ الْكَعْبَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کچھ بیمار ہو گئی وہ کہنے لگی اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت دی تو میں بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی، کچھ دنوں کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی اور اس نے وہاں جانے کی تیاری شروع کر دی اور زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کرنے کے بعد اپنا حال بیان کیا، انھوں نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور تو نے جو کھانا پکایا ہے اس کو کھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھ لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد کعبہ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔

مسجد نبوی میں نمازوں کا اجر زیادہ ہے یا مسجد حرام میں؟

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت مسجد نبوی میں نماز پڑھنا لاکھوں نمازوں سے افضل ہے، اس باب کی حدیث نمبر ۳۲۷۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میری اس مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے سوا باقی مساجد کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے"۔ اس حدیث میں مسجد حرام کے استثناء کا بیان کرتے ہوئے علامہ سمہودی فرماتے ہیں: اشہب کی روایت کے مطابق امام مالک نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ باقی مساجد سے مسجد نبوی کی ایک نماز ہزار درجہ افضل ہے اور مسجد حرام سے بھی افضل ہے لیکن ایک ہزار درجہ افضل نہیں ہے۔ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مسجد حرام کی نماز باقی مساجد سے سو گنا افضل ہے لہٰذا مسجد نبوی کی نماز باقی مساجد سے ایک ہزار درجہ افضل ہوئی اور مسجد حرام سے نو سو درجہ زیادہ ہوئی۔[1]

اسی بحث میں علامہ سمہودی نے مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں نماز پڑھنا، مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد

[1] ۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفا ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

کی بہ نسبت ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا اس سے یعنی مسجد مدینہ سے (بروایت ابن خزیمہ) ایک سو نمازوں سے افضل ہے، اور ابن حزم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ زیادہ افضل ہے"۔ اور شیخ ابن حزم ظاہری اور علامہ ابن عبداللہ مالکی کا یہی رجحان ہے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا، مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے سو درجہ افضل ہے اور باقی مساجد سے ایک لاکھ گنا افضل ہے[1]

علامہ سمہودی نے مسجد حرام اور مسجد نبوی دونوں کی ایک دوسرے پر فضیلت کے بارے میں احادیث نقل کر دی ہیں اور یہ دونوں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں اور کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا مشکل ہے اس سلسلہ میں آسان بات یہ ہے کہ علامہ عینی نے ابن ماجہ کے حوالے سے سند جید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلوٰۃ فی مسجدی افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام وصلوٰۃ فی المسجد الحرام افضل من مأۃ الف صلوٰۃ فیما سواہ۔

"میری مسجد میں نماز پڑھنا مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا باقی مسجدوں کی بہ نسبت ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے"[2]۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا: اللّٰھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ماجعلت بمکۃ من البرکۃ[3] "اے اللہ! تو نے مکہ میں جتنی برکتیں رکھی ہیں مدینہ میں اس کی چوگنی برکتیں نازل فرما"۔ اور یہ دعا دین اور دنیا کی تمام برکتوں کو شامل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کے لفظ کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں عموم اور شمول ہی مناسب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینہ کے لیے مکہ سے زیادہ محبوب ہونے کی دعا فرمائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے، علامہ سمہودی، علامہ قسطلانی، علامہ زرقانی[4] اور دیگر اہل محبت کا یہی نظریہ ہے اس کے برخلاف بعض معاصرین نے لکھا ہے:

"اگر یہ سوال ہو تو اس دعا کا مقتضی یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں نماز کا ثواب بھی مکہ مکرمہ میں نماز کے ثواب سے دوگنا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ برکت کا لفظ دین اور دنیا کی برکت میں مجمل ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت دے"۔ نے اس کو دنیا کی برکت سے خاص کر دیا، یا دنیاوی برکت مراد ہے، یا خارجی دلیل سے نماز خاص کر لی گئی ہے[5]۔

بعض معاصرین کا یہ کلام متعدد وجوہ سے باطل ہے اول اس وجہ سے کہ ضعفین، ضعف کا تثنیہ ہے اور ضعف کا

---

[1] ۔ علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۱۹-۴۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۶، مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ

[5] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۳ ص ۱۷۸، الجدہ پرنٹرز فیصل آباد

معنی دوگنا ہے، علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں ضعف الشیٔ مثلاہ [1] کسی شیٔ کا ضعف اس کی دو مثلیں ہوتی ہیں اور ضعفین کا معنی ہے دو ضعف اس لیے لغت اور قواعد عرب سے ضعفین کا معنی چار گنا ہوا، اس لیے ان کا اس کے ترجمہ میں دوگنا لکھنا غلط ہے۔

دوسری غلطی یہ ہے کہ انھوں نے برکت کے لفظ کو مجمل قرار دیا ہے حالانکہ مجمل اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے متعدد معانی ہوں جو ایک دوسرے سے متعارض ہوں جن کی وجہ سے ایسا اشتباہ پیدا ہو جائے جو مخاطب سے تفسیر معلوم کیے بغیر نفس عبارت سے دور نہ ہو [2] اور یہاں پر برکت کے متعدد معانی نہیں ہیں بلکہ متعدد افراد ہیں دنیاوی برکت اور دینی برکت، اور جس لفظ کے متعدد افراد ہوں وہ مجمل نہیں عام ہوتا ہے، علامہ جیون لکھتے ہیں: والعام فما یتناول افرادا متفقۃ الحد ودعلی سبیل الشمول [3] لفظ عام ایسے افراد کو اجتماعی طور پر شامل ہوتا ہے جن کی تعریف ایک ہو، اسی لیے برکت کے لفظ کو عام کے بجائے مجمل قرار دینا غلط ہے اور عدم تدبر کا نتیجہ ہے، دراصل ابتداءً شیخ ابن حزم ظاہری نے اس حدیث میں برکت کے لفظ کے عموم کا انکار کیا جس کو علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی اور علامہ عینی وغیرہم نے نقل کیا اور یہ صاحب بالعموم علامہ عینی ہی کی عبارت سے استفادہ کرتے ہیں اور اُن کی شرح کے بعض حصوں کا لفظی ترجمہ پیش کر دیتے ہیں لیکن غالباً ان سے یہاں چوک ہو گئی، انھوں نے یہ نہیں دیکھا کہ علامہ عینی نے آگے چل کر ابن حزم کا رد بھی نقل کیا ہے، لکھتے ہیں:

و قال ابن حزم لا حجۃ فی حدیث الباب لھم لان تکثیر البرکۃ بھا لا یستلزم الفضل فی امور الاٰخرۃ و ردہ القاضی عیاض بان البرکۃ اعم من ان تکون فی امر الدین او الدنیا لانھا بمعنی النماء والزیادۃ فاما فی الامور الدینیۃ فلما یتعلق بھا من حق اللہ من الزکوٰت والکفارات ولا سیما فی وقوع البرکۃ فی الصاع والمد۔ [4]

اس باب کی حدیث میں افضلیت مدینہ کے قائلین کی دلیل نہیں ہے کیونکہ برکت میں کثرت سے یہ لازم نہیں ہے کہ اُخروی اُمور میں بھی اجر حاصل ہو، قاضی عیاض نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا کہ یہاں برکت عام ہے خواہ دین میں ہو یا دنیا میں ہو، کیونکہ برکت کے معنی بڑھنا اور زیادتی ہے، اور مدینہ کی دینی برکت یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور دنیاوی برکت یہ ہے کہ صاع اور مُد کی پیداوار والی چیزوں میں زیادتی ہوتی ہے۔

باقی رہا ان کا یہ کہنا کہ دوسرے قرائن سے یہاں برکت کو خاص کر لیا جائے گا اور برکت سے مراد دنیاوی برکت ہوگی سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ مکہ میں جو برکتیں ہیں ان کو مدینے میں چوگنا کر دے اور مکہ میں دنیاوی برکت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دینی برکت پر دلیل ہے کیونکہ مکہ کے صاع اور مُد میں برکت اور زیادتی کا ثبوت

---

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۲۰۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ،
[2] ۔ علامہ احمد جیون متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۱، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی۔
[3] ۔ " " ، نور الانوار ص ۶۷ " " "
[4] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۴۸-۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

نہیں ہے بلکہ نمازوں کے اجر میں زیادتی کا ثبوت ہے اس لیے اس دعا کا ثمرہ یہی ہے کہ مکہ میں نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مدینہ میں اس کا چار گنا زیادہ ہو جائے۔ اے اللہ اس کتاب کے مصنف اور اس کے قارئین کو مسجد نبوی اور مسجد حرام کی نمازوں کی لذت اور برکت عطا فرما! (آمین)

مدینہ منورہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو دعائیں منقول ہیں ایک دعا میں صاع اور مُد کے الفاظ ہیں اے اللہ اہل مدینہ کے صاع اور مد میں برکت دے (صاع اور مُد، ناپنے کے پیمانے ہیں) اور دوسری دعا میں برکت کا لفظ عام ہے۔ علامہ باجی نے ان دونوں دعاؤں کی تشریح عمومی برکت کے ساتھ کی ہے جس کو قارئین کی علمی ضیافت کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

علامہ باجی صاع اور مد میں برکت والی حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برکت سے دنیا اور آخرت کی برکت مراد ہو۔ دنیاوی برکت یہ ہے کہ جس طعام کی ان پیمانوں سے پیمائش کی جائے، اس میں برکت ہو کہ وہ طعام اتنے لوگوں کو کافی ہو جائے جتنے لوگوں کو دوسرے پیمانوں سے حاصل شدہ طعام کافی نہیں ہوتا، یا ان پیمانوں سے تجارت میں برکت اور غیر معمولی نفع حاصل ہو یا ان پیمانوں کا مظروف مراد ہے یعنی ان کے پھلوں اور غلوں کی پیداوار میں برکت ہو اور دینی برکت اس عشر اور زکوٰۃ میں ہے جو ان پھلوں سے ادا کی جائے گی اور ان کی وجہ سے جو مالی عبادات اور کفارات ادا کیے جائیں گے، ان میں برکت مراد ہے اور یہ دینی برکت ہے۔[1]

قاضی ابوالولید باجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی ادعوك للمدينة بمثل ما دعاك به لمكة ومثله معه۔ "اے اللہ! میں تجھ سے مدینہ کے لیے ان چیزوں کی دعا کرتا ہوں جن چیزوں کی حضرت ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا کی تھی اور اس جیسی ایک اور مثل کی دعا کرتا ہوں۔" علامہ باجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ مدینہ کے لیے آپ نے دگنی دعائیں اسی لیے فرمائی ہیں کہ اس کو وہ فضیلت حاصل ہو جس سے مکہ قاصر ہے، علامہ باجی فرماتے ہیں کہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بالخصوص اہل مکہ کی دنیا کے لیے دعا مانگی اور کہا وارزق اهله من الثمرات "اہل مکہ کو پھل عطا فرما" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے اس کی دعا کی ہے اور اس کے ساتھ ایک اور مثل بھی مانگی ہے اور اس دوسری مثل سے ہو سکتا ہے اہل مدینہ کی آخرت کے لیے دعا ہو اور مدینہ میں بھی نیکیاں اسی طرح دگنی ہو جائیں جس طرح مکہ میں ہوتی ہیں۔[2]

قاضی ابوالولید باجی کے اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے لیے جو برکت کی دعا کی ہے اس سے مراد عام ہے دینی برکت ہو یا دنیاوی برکت، اور صحیح بخاری میں چونکہ یہ الفاظ ہیں اللهم اجعل بالمدينة ضعفي ما جعلت بمكة من البركة[3] "اے اللہ! مکہ میں جتنی برکتیں نازل فرمائی ہیں مدینہ

---

[1] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۷، ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر العربی۔

[2] " " " " ، المنتقی ج ۷، ص ۱۸۸ " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

میں اس سے چار گنی برکتیں نازل فرما۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد حرام میں پڑھی ہوئی نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مسجد نبوی میں پڑھی ہوئی نمازوں کا اجر اس سے چار گنا زیادہ ہوگا۔ اہل محبت کا یہی مختار ہے۔

کیا مسجد نبوی کے توسیع شدہ حصہ میں بھی ثواب زیادہ ہوتا ہے؟

مسجد نبوی میں جو نمازوں کا اجر و ثواب بڑھا دیا جاتا ہے آیا یہ اضافہ صرف اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں مسجد تھی یا اس توسیع کو بھی شامل ہے جو بعد میں کی گئی ہے علامہ نووی فرماتے ہیں یہ اس جگہ کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد تھی اور نمازیوں کو اسی جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے[1] اور علامہ عینی کا رجحان یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جو بعد میں توسیع کی گئی ہے اس میں نماز پڑھنے سے بھی وہی اضافہ ہوگا، اس اختلاف کی وجہ اس اصول میں اختلاف ہے کہ جب کسی چیز کا نام لیا جائے اور اس کی طرف اشارہ بھی کیا جائے تو اعتبار نام کا ہوتا ہے یا اشارے کا، احناف کے نزدیک نام کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے جس جگہ کا نام مسجد نبوی ہے اس میں نماز پڑھنے سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوگا، اور شوافع کے نزدیک اشارے کا اعتبار ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میری اس مسجد میں ..... اس لیے اس وقت جو جگہ مسجد نبوی تھی اس میں اجر و ثواب کے اضافہ کا اعتبار ہے اور مسجد حرام میں آپ نے اشارہ کا ذکر نہیں کیا صرف نام لیا ہے اس لیے مسجد حرام میں جتنی توسیع کی گئی ہے اس سب کو یہ بشارت شامل ہے۔

کیا مسجد نبوی میں ثواب کے اضافہ سے قضا نمازوں کی تلافی ہو جاتی ہے؟

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس نماز کے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اس سے فرض نماز مراد ہے جیسا کہ امام طحاوی کا نظریہ ہے یا عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل، مطرف مالکی کا یہی نظریہ ہے۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عام نمازیں مراد ہیں خواہ فرض ہوں یا نفل، نیز ان مساجد کی فضیلت سے نماز کے صرف اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے، اجر و ثواب کا یہ اضافہ فوت شدہ اور قضاء نمازوں کا بدل نہیں ہے حتی کہ اگر کسی شخص پر دو نمازیں ہوں، اور وہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھ لے تو وہ ایک نماز ان دو نمازوں سے کافی نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

ایک دفعہ ایک عالم نے میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ سے یہ سوال کیا کہ جب اللہ تعالیٰ ایک نیکی کی دس گنا جزا دیتا ہے تو کیا ایک نماز دس نمازوں سے کفایت کر جائے گی؟ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس نماز کا مکلف کیا ہے وہ ایسی نماز ہے جس کا اجر دس گنا یا دس مثلوں کے برابر ہے اور ان دس مثلوں میں سے کوئی مثل دس مثلوں کے برابر نہیں ہے۔ لہٰذا ایک نماز کی ادائیگی سے دس نمازیں ساقط نہیں ہوں گی فجزاہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

آخر المساجد پر قادیانیوں کے ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۱۷، ۳۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے، مرزائی حضرات اس حدیث سے اجراء نبوت پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مسجد نبوی کے بعد اور مساجد کا بننا مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے کے خلاف نہیں ہے تو آپ کے بعد دیگر انبیاء کی بعثت آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے منافی نہیں ہونی چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب ہے: د مسجدی آخر مساجد الانبیاء میری مسجد نبیوں کی آخری مسجد ہے، اس جواب کی تائید میں مسند بزار کی یہ حدیث ہے: "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء" میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے"۔ (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ)

حدیث نمبر ۳۲۷۹ کی سند پر محدثین نے بحث کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس سے نہیں بلکہ معبد عن ابن عباس سے مروی ہے، اگر کوئی شخص مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی نذر مان لے تو وہیں نماز پڑھنا ضروری ہے، البتہ اگر مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے تو مسجد نبوی میں نماز پڑھنے سے بھی نذر پوری ہو جائیگی[1]

بَابُ فَضْلِ الْمَسَاجِدِ الثَّلَاثَةِ — تین مسجدوں کی فضیلت

۳۲۸۰ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِي هَذَا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف کجاوے نہ کسے جائیں، میری یہ مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔

۳۲۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَتُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ ان تین مساجد کے لیے کجاوے کسے جائیں۔ (سامان سفر باندھا جائے)۔

۳۲۸۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف ان تین مسجدوں کے لیے سفر کیا جائے۔ مسجد الکعبہ، میری

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

اَنَسٍ حَدَّثَہٗ اَنَّ سُلَیْمَانَ الْاَغَرَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یُخْبِرُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یُسَافَرُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْکَعْبَۃِ وَ مَسْجِدِیْ وَ مَسْجِدِ اِیْلِیَا۔

مسجد اور مسجد ایلیاء (یعنی بیت المقدس)۔

گنبد خضراء کی زیارت کے لیے سفر کا حکم

اس باب کی احادیث میں ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے، شیخ ابن تیمیہ نے ان احادیث کے پیشِ نظر یہ لکھا ہے کہ قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرنا ناجائز ہے۔ میری نظر سے شیخ ابن تیمیہ کے بعض رسائل گذرے ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے لیے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر معصیت اور حرام ہے اور اس سفر میں نمازوں کی قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: جب کسی شخص کا سفر کرنے سے یہ ارادہ ہو کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کرے گا اور اس سفر میں آپ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت نہ کی ہو تو یہ اکثر ائمہ اور علماء کے نزدیک ناجائز ہے اور نہ اس کا حکم کیا گیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صرف تین مسجدوں کے لیے سامانِ سفر باندھا جائے مسجد حرام، میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ان تین مساجد کے علاوہ سفر کرنے میں اختلاف ہے، جیسے زندہ اور فوت شدہ صالحین کی زیارت کے لیے سفر کرنا، یا متبرک مقامات سے برکت حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا اور وہاں نماز پڑھنے کے ارادے سے سفر کرنا۔ شیخ ابو محمد جوینی نے اس حدیث کے پیشِ نظر کہا کہ ان مساجد کے علاوہ شدِ رحال (سفر) کرنا حرام ہے، قاضی حسین، قاضی عیاض اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بصرہ غفاری نے حضرت ابوہریرہ کے کوہ طور پر جانے کو برا جانا اور کہا اگر جانے سے پہلے آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کو نہ جانے دیتا، امام الحرمین اور دیگر ائمہ شافعیہ کے نزدیک یہ سفر حرام نہیں ہے اور انھوں نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں اوّل یہ کہ: مکمل فضیلت ان مساجد کے لیے شدِ رحال میں ہے اور ان مساجد کے غیر کے لیے شدِ رحال ہر چند کہ جائز ہے لیکن اس میں کامل فضیلت نہیں ہے اور اس کی تائید مسند احمد کی اس روایت سے ہوتی ہے "ان مساجد کے علاوہ سواری نہیں لے جانی چاہیے"۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی مسجد کی زیارت کے لیے نذر نہ مانے اگر اس نے نذر مان لی تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دوسری مساجد کے لیے شدِ رحال (سفر) سے منع کیا ہے مطلقاً سفر سے منع نہیں کیا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہے جس کو امام احمد نے شہر بن حوشب کی سند سے روایت کیا

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۷۔ ص ۲۷-۲۶، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد تبتغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز پڑھنے کے ارادے سے نمازی کو مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے علاوہ کسی مسجد کے لیے شد رحال نہیں کرنا چاہیے" اور شہر بن حوشب میں اگرچہ کچھ ضعف بھی ہے لیکن ان کی یہ حدیث حسن ہے، چوتھا جواب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ اور کسی مسجد میں اعتکاف کے لیے شد رحال نہ کرے، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور بویطی یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان تین مساجد میں سے کسی مسجد میں جانے کی نذر مان لے تو اس کو پورا کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مطلق واجب نہیں ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے میں شام کے شہروں میں اس مسئلہ میں بہت مناظرے ہوئے ہیں اور جانبین سے رسالے لکھے گئے ہیں (حافظ ابن حجر فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ علامہ کرمانی کا اشارہ ان کتابوں کی طرف ہے جو شیخ تقی الدین سبکی وغیرہ نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے رد میں لکھی ہیں اور ابن تیمیہ کی موافقت میں شمس الدین بن عبدالہادی نے لکھی ہیں، ہمارے شہروں میں یہ کتابیں مشہور ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان علماء نے ابن تیمیہ پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ حدیث شد رحال کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے دونوں جانب سے اس کے دلائل کے ذکر کرنے میں طوالت ہے اور ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں لیکن عقل اور نقل کے مطابق یہی جواب ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ مطلقاً سفر سے نہیں منع کیا گیا ورنہ طلب علم، ماں باپ اور رشتہ داروں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے لیے تمام سفر ممنوع ہوں گے اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث میں ان تین مساجد کے علاوہ دیگر مساجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر کی نہیں ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے جو شہر بن حوشب سے روایت بیان کی ہے اس میں بھی اسی کی تائید ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شیخ ابن تیمیہ کے اس نظریہ کو (من ابشع المسائل) انتہائی مکروہ قرار دیا ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس بناء پر شیخ ابن تیمیہ کی تکفیر کو صحیح قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد فرط ابن تیمیۃ من الحنابلۃ حیث حرم السفر لزیارۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما افرط غیرہ حیث قال کون الزیارۃ قربۃ معلومۃ بالضرورۃ وجاحدہ محکوم علیہ بالکفر ولعل الثانی اقرب الی الصواب لان

ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انھوں نے کہا کہ زیارت کا عبادت ہونا ضروریات دینیہ سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳، ص ۶۶-۶۵، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

تحریم ما اجمع العلماء فیہ بالاستحباب یکون کفرا لانہ فوق تحریم المباح المتفق علیہ فی ھذا الباب ۔[1]

ہے اور دوسرا قول (یعنی ابن تیمیہ کی تکفیر کا) صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولیٰ کفر ہوگا۔

یاد رہے کہ ملا علی قاری رحمہ الباری کی کتاب مرقاۃ شرح المشکوٰۃ، شرح الشفاء سے پہلے لکھی گئی ہے کیونکہ شرح الشفاء میں وہ مرقاۃ کے حوالے دیتے ہیں اس لیے مرقاۃ میں جو انھوں نے ابن تیمیہ کو اس امت کے اولیاء سے لکھا ہے وہ ان کی پہلی رائے تھی۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو نامراد کیا، اس کو گمراہ کیا، اس کو اندھا اور بہرا کیا اور ذلیل و رسوا کیا، اس کی تصریح ان ائمہ نے کی ہے جنھوں نے ابن تیمیہ کے احوال کا فساد لکھا اور اس کے اقوال کا کذب بیان کیا، اور جو شخص یہ جاننا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ شیخ ابوالحسن سبکی کی ان کتابوں کا مطالعہ کرے جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں ان کی جلالت علمی پر سب کا اتفاق ہے اور وہ مرتبہ اجتہاد کے بزرگ ہیں اسی طرح ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی، امام عز بن جماعۃ اور دیگر شافعی مالکی، اور حنفی علماء جو ان کے معاصر تھے ان سب نے ابن تیمیہ کی خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیہ پر اعتراضات کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراضات کیے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا کلام بے وزن ہے اور پھینک دینے جانے کے لائق ہے اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل اور دین میں غلو کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ عدل کرے اور ہمیں اس کے عقیدہ، طریقہ اور فعل سے محفوظ رکھے۔[2] (آمین)

نیز علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم اور ان جیسے لوگوں کی کتابوں سے اپنے آپ کو بچانا، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا، اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو باوجود اس کے علم کے گمراہ کر دیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیے، اور اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا تھا۔ ان بے دینوں نے کس طرح حدود کو پھلانگا، شریعت سے تجاوز کیا اور طریقت اور حقیقت کے لباس کو تار تار کر دیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں، نہیں! بلکہ وہ انتہائی گمراہی پر ہیں اور غضب الٰہی اور آخرت کی رسوائی ان کا انجام ہے۔[3]

قبر انور کی زیارت کے ثبوت میں روایات

حدیث شد رحال کے ضمن میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۵۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ شہاب الدین ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۹۹، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۵۶ھ،

[3] " " ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۷۳، " " "

کی قبر مبارک کی زیارت کی بحث آگئی ہے اس سے اور ملا علی قاری کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زیارت قبر نبوی کے لیے سفر جائز ہے اس سے ہم وہ احادیث بیان کر رہے ہیں جن میں قبر انور کی زیارت کے استحباب کا بیان ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من حج فزار قبری بعد وفاتی کانما زارنی فی حیاتی۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے[2] حافظ الہیثمی نے اسے معجم اوسط اور معجم صغیر کے حوالے سے بیان کیا ہے[3] اور علامہ علی متقی ہندی نے بھی طبرانی اور دار قطنی کے حوالے سے بیان کیا ہے[4]۔ حافظ دیلمی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے[5]

عن حاطب قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زارنی بعد موتی، فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامة۔ [6]

حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا کہ میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو شخص حرمین میں سے کسی ایک جگہ فوت ہوا، وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔

اس حدیث کو علامہ علی متقی ہندی نے بھی ذکر کیا ہے[7]

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ [8]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۷۸، مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبری ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵، ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[5] حافظ شیرویہ بن شہر دار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

[6] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۷۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵، ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

[8] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۳۷۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حافظ الہیثمی نے اس کو امام بزار کے حوالہ سے ذکر کیا ہے[1] حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ بن ابراہیم غفاری ضعیف راوی ہے[2]

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت کے لیے نہیں آیا اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کا بیان کیا ہے[4]

بَابُ بَيَانِ الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

اس مسجد کا بیان جس کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ہے

۳۲۸۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْخَرَّاطِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ مَرَّ بِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ كَيْفَ سَمِعْتَ أَبَاكَ يَذْكُرُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى قَالَ قَالَ لِي أَبِي رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ بَعْضِ نِسَائِهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْمَسْجِدَيْنِ الَّذِي أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى قَالَ فَأَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصْبَاءَ فَضَرَبَ بِهِ الْأَرْضَ ثُمَّ قَالَ هُوَ مَسْجِدُكُمْ هٰذَا مَسْجِدُ الْمَدِينَةِ قَالَ فَقُلْتُ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ أَبَاكَ

ابوسلمہ بن عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ عبدالرحمان بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گذرے تو میں نے ان سے پوچھا جس مسجد کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی آپ نے اس کے متعلق اپنے والد سے کیا سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے والد نے فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کسی کے گھر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! ان دو میں سے وہ کونسی مسجد ہے جس کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی ہے؟ آپ نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر زمین پر ماری اور فرمایا: وہ تمہاری یہی مسجد ہے، مدینہ منورہ کی مسجد! میں نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے اسی طرح سنا ہے۔

---

[1] حافظ نورالدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۴ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] حافظ شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۴ ص ۱۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

[4] علامہ علی متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۱۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

هٰكَذَا يَذْكُرُهُ۔

۳۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ قَالَ سَعِيْدٌ اَنَا وَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ فِي الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

اسّس علی التقوی کا مصداق مسجد نبوی ہے یا مسجد قبا؟

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ قرآن مجید میں جس مسجد کے بارے میں اسّس علی التقوی وارد ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے۔ حضرت ابن عباس اور ضحاک سے روایت ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس وجہ سے بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت مسجد قبا کے بارے میں ہے، لیکن صحیح مسلم، جامع ترمذی، اور سنن نسائی وغیرہ میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسجد مدینہ ہے۔ علامہ سمہودی نے ان کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں مسجدوں کی تاسیس تقویٰ پر ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے فرمایا: لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ ۔ (توبہ: ۱۰۸) "جس مسجد کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں قیام کریں"۔ اور اس سے پہلے مسجد ضرار کے بارے میں فرمایا ہے: لاتقم فیہ ابدا ۔ (توبہ: ۱۰۷) "اس میں کبھی نہ قیام کریں"۔ اور یہ تاکید اس بات کو مستلزم ہے کہ جس مسجد کی تاسیس تقویٰ پر ہے اس میں ہمیشہ قیام کریں اور آپ کا دائمی قیام مسجد نبوی میں رہا ہے نہ کہ مسجد قبا میں اس سے پتہ چلا کہ یہ آیت مسجد نبوی کے بارے میں نازل ہوئی ہے [1]

بَابُ ۴۳۷: فَضْلِ مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَفَضْلِ الصَّلٰوةِ فِيْهِ وَزِيَارَتِهٖ

مسجد قبا کی فضیلت اور اس کی زیارت کا بیان

۳۲۸۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُوْرُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زیارت کے لیے کبھی پیدل جاتے اور کبھی سواری پر۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۲۰-۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

قُبَآءً رَاكِبًا وَّمَاشِيًا۔

۳۲۸۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَّاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِيْ مَسْجِدَ قُبَآءٍ رَاكِبًا وَّمَاشِيًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیدل مسجد قباء جاتے تھے، کبھی سواری پر اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۳۲۸۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِيْ قُبَآءً رَّاكِبًا وَّمَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل اور سواری پر مسجد قبا جاتے تھے

۳۲۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ زَيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الثَّقَفِيُّ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِيْ ابْنَ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى الْقَطَّانِ۔

ایک اور حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مثل سابق مروی ہے۔

۳۲۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْتِيْ قُبَآءً رَّاكِبًا وَّمَاشِيًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

۳۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل اور سوار ہو کر جاتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي قُبَاءً رَاكِبًا وَّمَاشِيًا۔

۳۲۹۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، اَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ وَّ كَانَ يَقُوْلُ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْهِ كُلَّ سَبْتٍ۔

۳۲۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبَاءً كُلَّ سَبْتٍ كَانَ يَأْتِيْهِ رَاكِبًا وَّ مَاشِيًا قَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ وَّ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ۔

۳۲۹۳ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ كُلَّ سَبْتٍ۔

عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہفتہ کے دن قباء جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء تشریف لے جاتے تھے، آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے اور سواری پر بھی، ابن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی عبداللہ بن دینار سے ایسی ہی روایت ہے۔ لیکن اس میں ہفتہ کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

مسجد قبا اور اس کے فضائل

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مطالع میں ہے کہ قباء مدینہ سے تین میل ہے، یاقوت نے کہا کہ مدینہ سے بائیں جانب مکہ جاتے ہوئے قباء دو میل پر واقع ہے یہ مدینہ کا بالائی علاقہ ہے، یہاں قباء نام کا ایک کنواں ہے اسی وجہ سے اس مسجد کو مسجد قباء کہتے ہیں، جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بنایا تھا وہ یہی مسجد ہے اور اول مسجد اسس علی التقوٰی کا مصداق یہ مسجد ہے یا مسجد نبوی؟ اس میں اختلاف ہے۔ عمر بن شیبہ نے اسناد صحیح کے ساتھ اخبار مدینہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ مجھے مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیت المقدس میں دو بار جاکر نماز پڑھوں، اور اگر یہ لوگ جان لیں کہ قباء میں نماز پڑھنے کا کتنا اجر ہوتا ہے، تو وہ اونٹوں کا جگر پگھلاتے ہوئے سفر کرکے قباء آئیں [1]

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت اُسید بن ظہیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنے سے عمرہ کے برابر اجر ہوتا ہے، اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عنیف رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مسجد قبا جاکر نماز پڑھی اس کو عمرہ کے برابر اجر ہوگا اور امام طبرانی نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اچھی

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

طرح وضو کیا، پھر صرف مسجد قبا میں نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد قبا گیا اور وہاں چار رکعات نماز پڑھی جس کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھی تو اس کو بیت اللہ میں عمرے کا اجر ملے گا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مسجدوں کے علاوہ شد رحال سے منع فرمایا ہے حالانکہ آپ ہر ہفتے کے دن قبا جاتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی مسجد کی نذر نہ مانی جائے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانے کی ممانعت ہے مطلقاً سفر یا آنے جانے کی ممانعت نہیں ہے۔

ہفتہ کے دن مسجد قبا جانے کی خصوصیت

حدیث نمبر ۳۲۹۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے۔ ہفتہ کے دن کی خصوصیت اور حکمت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں: ابتداء ہجرت میں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا بنائی، پھر اس کے بعد مسجد مدینہ بنائی اور اسی میں آپ جمعہ پڑھاتے تھے اور اہل قباء اور مدینہ کے بالائی علاقہ کے تمام لوگ، مدینہ آ کر جمعہ کی نماز پڑھتے تھے اور مسجد قباء میں جمعہ کے وقت نماز نہیں ہوتی تھی اور وہ بالکل معطل ہو جاتی تھی۔ اس کی تلافی اور تدارک کے لیے آپ ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ہفتہ کے دن آپ فارغ ہوتے تھے اس لیے اپنے احباب سے ملاقات کے لیے قبا تشریف لے جاتے تھے، تیسری وجہ یہ ہے کہ اکثر اہل قباء جمعہ کے دن مدینہ چلے جاتے اور آپ کی زیارت سے شاد کام ہوتے اور بعض لوگ کسی عذر کی بنا پر مدینہ نہیں جا سکے تھے وہ آپ کی زیارت سے محروم رہتے تھے اس لیے آپ کرم فرما کر خود قبا تشریف لے جاتے تاکہ جو لوگ نہیں جا سکے تھے وہ بھی آپ کی زیارت سے شاد کام ہوں۔

اعمال صالحہ کی بعض ایام میں تخصیص

علامہ عینی فرماتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ نفلی عبادات کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔ البتہ جن ایام میں آپ نے کسی عبادت سے منع کر دیا ہے وہ اس عموم سے مستثنیٰ ہیں جیسے آپ نے جمعہ کی شب کو عبادت کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا ہے، یا خصوصیت کے ساتھ جمعہ کا روزہ رکھنے سے آپ نے منع فرمایا ہے، اور عمرو بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں حضرت جابر کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیس رمضان کی صبح کو مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے، اور دراوردی نے شریک بن عبداللہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن قبا تشریف لے جاتے تھے، صاحب المفہم نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ کسی عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا مکروہ ہے الا یہ کہ شریعت میں اس خصوصیت کا ثبوت ہو،[2] یعنی باقی ائمہ کے نزدیک اس میں کراہت نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض اعمال کو بعض ایام کے ساتھ خاص کر

---

[1] ۔ حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹-۲۵۸: مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ " " ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۵۹ ، " " "

لینا جائز ہے اور ان اعمال پر مداومت اور ہمیشگی کرنا بھی جائز ہے۔[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض ایام کو زیارت کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔[2]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عبادت کے ساتھ کسی دن کو خاص کر لینا جائز ہے، البتہ ابن مسلمہ نے اس کو اس خیال سے مکروہ قرار دیا ہے کہ کہیں لوگ اس کو سنت سمجھ لیں، شاید ان تک یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی اور ائمہ اور صالحین جو اپنے بھائیوں کی زیارت کے لیے ایک دن خاص کر لیتے ہیں اس کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔[3]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے، جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے متعین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے فائدہ پہنچانا ہے بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہد ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں ہے اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے۔ البتہ جزم جائز نہیں بہرحال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین ہو تو فی نفسہ جائز ہے۔[4]

شیخ تھانوی، اپنے شیخ حاجی امداد اللہ کا ملفوظ بیان کر کے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ فرماتے ہیں:

جب منکر نکیر آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں "نم کنومۃ العروس" عرس کہ رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے، اگر کوئی اس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔

تھانوی صاحب کا حاشیہ: تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلو ہے۔[5]

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۴۸۳-۴۸۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[4] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، بوادر نوادر ص ۴۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء،

[5] " " " ، امداد المشتاق، ص ۸۹، ۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

الحمد للہ کتاب الحج کا ترجمہ اور شرح مکمل ہوئی۔ الٰہ العلمین مصنف اور قارئین کو حج اور عمرہ کی سعادت عطا فرمائے اور بیت اللہ، مسجد نبوی، اور گنبد خضراء کے انوار، تجلیات سے بہرہ مند فرما، ایمان پر خاتمہ فرما، تمام گناہوں کو معاف فرما، سکرات موت کو آسان کر دے، ہر قسم کے عذاب اور بالخصوص عذاب نار سے بچا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شفاعت سے سرفراز فرما۔ آمین یارب العلمین بحرمة حبیبك سید المرسلین خاتم النبیین سید الاولین والآخرین وبوسیلة آله واصحابه وازواجه واولیاء امته وعلماء ملته اجمعین۔

۱۹ر جمادی الثانیہ، ۱۴۰۸ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب النکاح

نکاح کا معنی علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا معنی عمل ازدواج ہے اور تزویج (شادی) کو بھی نکاح اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عمل ازدواج کا سبب ہے، جوہری نے کہا ہے کہ نکاح کا اطلاق عمل ازدواج پر ہوتا ہے اور کبھی عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔[1]

نکاح کے حکم میں مذاہب فقہاء امام غزالی فرماتے ہیں کہ نکاح کی فضیلت میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے نکاح کی فضیلت میں مبالغہ کیا اور کہا تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے نکاح افضل ہے، اور بعض دوسرے علماء نے کہا کہ نکاح میں فضیلت ہے لیکن عبادت الٰہی سے افضل نہیں ہے، اور نفلی عبادات نکاح سے افضل ہیں تاوقتیکہ خواہشات نفسانیہ اتنی بڑھ جائیں جس سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔[2]

قرآن مجید کی روشنی میں نکاح کی فضیلت امام غزالی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانکحوا الایامی منکم۔ "اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرو" یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے نیز فرمایا: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "(مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح سے روکنے کی ممانعت فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی مدح میں فرمایا: ولقد ارسلنا رسلا من قبلک وجعلنا لھم ازواجا و ذریۃ ۔۔۔۔۔۔ "ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے ازواج اور اولاد کے رشتے قائم کیے" اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان کے طور پر ذکر فرمایا، نیز فرمایا: والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین۔ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ایسی بیویاں اور اولاد عطا فرما جو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی یہ دعا بطور تحسین کے ذکر کی ہے۔

احادیث اور آثار کی روشنی میں نکاح کی فضیلت احادیث میں بھی نکاح کی ترغیب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۴۲۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

فقد رغب عنی ۔ (ابن عساکر) "نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس نے مجھ سے اعراض کیا" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: النکاح سنتی فمن احب فطرتی فیستن بسنتی (مسند ابو یعلی) "نکاح میری سنت ہے جو میرے طریقے سے محبت رکھے وہ میری سنت پر عمل کرے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تناکحوا تکثروا فانی اباھی بکم الامم یوم القیامۃ حتی بالسقط۔ (المعرفۃ للبیہقی وتفسیر ابن مردویہ) "نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے حاصل ہو" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من رغب عن سنتی فلیس منی و ان من سنتی النکاح فمن احبنی فلیستن بسنتی۔ (بیہقی وابن عساکر) "جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، نکاح کرنا میری سنت ہے جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری سنت پر عمل کرے" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ترک التزویج مخافۃ العیلۃ فلیس منا (مسند الفردوس للدیلمی بسند ضعیف، مسند دارمی والمعجم للبغوی) "جس شخص نے فقر کے خدشہ سے شادی نہیں کی وہ ہم میں سے نہیں ہے" امام غزالی فرماتے ہیں رسول اللہ نے خدشۂ فقر کی بنا پر شادی نہ کرنے کی مذمت کی ہے مطلقاً شادی نہ کرنے کی مذمت نہیں فرمائی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کان ذا طول فلیتزوج ۔ (سنن ابن ماجہ ومسند احمد) "جو شخص استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج و من لا فلیصم فان الصوم لہ وجاء ۔۔۔۔۔۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) "تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیونکہ نکاح سے نظر نہیں بہکتی اور شرمگاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیونکہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح کی ترغیب کا سبب آنکھ اور شرمگاہ میں گناہ واقع ہونے کا خوف ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا اتاکم من ترضون دینہ وامانتہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (بیہقی) "جب تمہارے پاس ایسے شخص کا رشتہ آئے جس کی دینداری اور امانتداری پسندیدہ ہو تو اس کے ساتھ شادی کر دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بڑا فساد واقع ہوگا" نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ ۔ (الادب المفرد للبخاری) "جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، البتہ تین اعمال منقطع نہیں ہوتے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ حاصل کیا جائے، تیسرا نیک اولاد کی دعا"

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں آثار بھی بکثرت ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، نکاح نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں عجز یا گناہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب تک انسان شادی نہ کرے اس کی عبادت مکمل نہیں ہوتی، حضرت ابن عباس کا ارادہ یہ تھا کہ انسان شادی کے بغیر وساوس شہوانیہ سے محفوظ نہیں رہتا اور جب تک وساوس شہوانی سے دل محفوظ نہیں ہوگا خضوع وخشوع سے عبادت نہیں کر سکے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر میری عمر میں دس روز بھی باقی ہوں گے تو میں نکاح کرنا پسند کروں گا۔ کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کروں کہ میں غیر شادی شدہ ہوں [1]

نکاح کے فوائد نکاح کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ اولاد کا حصول ہے، اسی مقصد کے لیے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے، اس سے مطلوب نسل انسانی کی بقا اور اس کا فروغ ہے، انسان میں شہوت اس لیے رکھی گئی ہے کہ مذکر بیج کا اخراج کرے اور مؤنث کی کھیتی میں اس کی کاشت کرے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس کے بغیر بھی نسل انسانی کی افزائش کو عمل میں لا سکتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ اسباب کا مسببات پر ترتب ہو، انسان حصول اولاد کے لیے جو کوشش کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت کا دخل ہے کیونکہ وہ اس کے حکم کی اطاعت میں طلب اولاد کی کوشش کرتا ہے، دوسرے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی محبت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت میں تکثیر کے لیے جد و جہد کرتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ نیک اولاد کی دعا سے برکت حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے، چوتھے یہ کہ وہ اولاد کی عمدہ تربیت کر کے ملک و ملت کی تعمیر اور اس کے استحکام کے لیے افراد مہیا کرتا ہے، پانچویں یہ کہ اولاد کی وجہ سے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اس حصہ پر عمل کا موقع ملتا ہے جس کا تعلق اولاد سے ہے، چھٹے یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے جن احکام کا تعلق اولاد سے ہے اولاد کی وجہ سے ان احکام پر عمل کا موقع ملتا ہے، ساتویں یہ کہ اولاد کی تربیت اور پرورش کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہو جاتا ہے، آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان بوڑھا ہو جاتا ہے تو اولاد اس کی دست و بازو بن جاتی ہے، نواں فائدہ یہ ہے کہ جب بچے چھوٹے ہوتے ہیں تو ان کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل بہلتا ہے بیمار ہو جائے تو بچے اس کی تیمار داری کرتے ہیں، بچوں کی کفالت کی وجہ سے انسان کے دل میں زیادہ سے زیادہ کمانے اور محنت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس سے ملک و ملت کی تعمیر اور ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔ بچوں کی وجہ سے انسان کے دل میں رحم اور ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ معاشرہ میں وہ الگ تھلگ نہیں رہتا اور اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نیز اولاد کی وجہ سے انسان کی تمدنی زندگی میں اضافہ ہوتا ہے، اولاد کی شادی، بیاہ کے معاملات کی وجہ سے نئے نئے لوگوں سے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور دسواں فائدہ یہ ہے کہ اولاد اگر بچپن میں فوت ہو جائے تو ماں باپ کی شفاعت کرتی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ہے: عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط الذی اغضب ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسرورہ حتی یدخلھما الجنۃ۔ [2] حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک ناتمام (کچے) بچے کے ماں باپ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا پھر کہا جائے گا اے جھگڑالو ناتمام بچے اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے! پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعہ اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا، گیارہواں فائدہ یہ ہے کہ ماں باپ کی تعلیم سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے ان کا اجر ماں باپ کو ملتا رہتا ہے، بارہواں فائدہ یہ ہے کہ بسا اوقات اولاد کی نیکیوں سے

---

[1] ۔ امام محمد بن غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۲۴-۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[2] ۔ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ماں باپ کی مغفرت ہو جاتی ہے، امام رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ایک قبر سے گذر ہوا تو دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں، جب دوبارہ اس قبر سے گذرے تو دیکھا کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس نور کے طباق لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ یہ دیکھ کر حیران ہوئے انھوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی، اے عیسیٰ! یہ شخص گناہ گار تھا اور جب سے مرا ہے عذاب میں گرفتار تھا۔ جب یہ مرا تھا تو اس کی بیوی امید سے تھی اس کا بچہ پیدا ہوا اور جب بڑا ہوا تو اس کی ماں نے اس کو مدرسہ میں داخل کر دیا اور عالم نے اسے بسم اللہ الرحمن الرحیم (اس سے مراد یہ الفاظ نہیں اس کا معنی مراد ہے خواہ کسی الفاظ میں ہو) پڑھائی، پھر مجھے اس بات سے حیاء آئی کہ میں اس شخص کو زمین کے نیچے عذاب دوں جس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے[1]!

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور شہوانی خرابیوں کا سد باب ہو جاتا ہے، اس کی نظر پاکیزہ ہوتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے بچی رہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نکاح کر لیتا ہے وہ اپنے نصف دین کو محفوظ کر لیتا ہے پس باقی نصف دین کو محفوظ کرنے کے لیے خدا سے ڈرنا چاہیے۔ (طبرانی) جو شخص بغیر نکاح کے مجرد زندگی گزارتا ہے اس کو معاشرے میں زیادہ عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ایسے شخص کو بسا اوقات کسی مہذب سوسائٹی میں رہنے کے لیے مکان کے حصول میں بھی بڑی دشواری ہوتی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے لیے حضرت حواء کو زوج بنانے کی حکمت بیان فرمائی لیسکن الیھا (اعراف: ۱۸۹) تاکہ حضرت آدم کو حواء سے سکون حاصل ہو اور جب انسان بیوی کے ساتھ بات چیت اور ملاعبت میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو راحت ملتی ہے اور اس کے بعد وہ عبادات کو یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ بیوی اس کی زندگی کے تمام معاملات میں رفیق ہوتی ہے، محرم راز ہوتی ہے، مونس اور غمگسار ہوتی ہے، ذہنی اور جسمانی قرب جس قدر انسان کو اپنی بیوی سے ہوتا ہے کسی اور سے نہیں ہوتا۔ سنن نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں پسند ہیں خوشبو اور عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایمان باللہ کے بعد انسان پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح کی وجہ سے انسان کی قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے اس پر بیوی اور بچوں کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کے حقوق اور فرائض اس کے ساتھ متعلق ہو جاتے ہیں، وہ ان کی بہتری کے لیے کوشش کرتا ہے ان کو برے اور ناجائز کاموں سے دور رکھتا ہے اور ان کے لیے نیکی اور اچھائی کے حصول کی کوشش کرتا ہے، بسا اوقات ان کی ناگوار اور ناپسندیدہ باتوں پر صبر کرتا ہے اور صبر کا اجر لامحدود ہے: انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب (زمر: ۱۰) "صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا"۔ وہ اپنے اہل اور اولاد کا والی، راعی اور حاکم ہوتا ہے، اور ولایت اور حکومت کا اجر بہت زیادہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] ۔ امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ۔

وسلم نے فرمایا: عادل والی (حاکم) کا ایک دن ستر سال کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔ (طبرانی) نیز آپ نے فرمایا تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور ہر شخص اپنی رعیت کی طرف سے جواب دہ ہوگا (بخاری و مسلم) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا قوا انفسکم و اھلیکم نارًا۔ (تحریم: ۶) "اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کے عذاب سے بچاؤ"۔ اور جو شخص اپنی اور اپنے اہل و عیال کی اصلاح میں مصروف ہو اس کا مرتبہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو صرف اپنی اصلاح میں مشغول ہو، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اچھی طرح نماز پڑھتا ہو، اس کے بچے زیادہ ہوں اور مال کم ہو اور وہ شخص مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو، میں اور وہ جنت میں ایک ساتھ ہوں گے (مسند ابویعلی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو بال بچوں کے غم میں مبتلا کر دیتا ہے (مسند احمد) حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ صرف روزی کی طلب سے ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کی وجہ سے زوجہ کا انس اور اس کی رفاقت حاصل ہوتی ہے اور انسان کو معاشرہ میں ایک باعزت مقام ملتا ہے اور نکاح کی وجہ سے اس کو اولاد کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور اولاد کی تربیت سے انسان کو دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور نکاح ہی کی وجہ سے انسان اپنے بال بچوں کی ذمہ داریاں سنبھالتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صرف اپنے لیے جینا اور کسب کمال کرنا اتنی اہم چیز نہیں ہے جتنا اوروں کے لیے جینا اور انھیں باکمال بنانا ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ النِّكَاحِ لِمَنِ اسْتَطَاعَ

صاحب استطاعت کے لیے نکاح کرنے کا استحباب

۳۲۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بِمِنًى فَلَقِيَهُ عُثْمَانُ فَقَامَ مَعَهُ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ يَا اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَلَا نُزَوِّجُكَ جَارِيَةً شَابَّةً لَعَلَّهَا تُذَكِّرُكَ بَعْضَ مَا مَضٰى مِنْ زَمَانِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ لَقَدْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں جا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبداللہ، حضرت عثمان سے کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے، حضرت عثمان نے حضرت عبداللہ سے کہا اے ابوعبدالرحمن کیا ہم تمہاری شادی ایک ایسی نوجوان لڑکی سے نہ کر دیں جو تمہیں گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلا دے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیا آتی ہے اور شرمگاہ گناہ سے

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے، کیونکہ روزے شہوت کو توڑ دیتے ہیں۔

۳۲۹۵- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ إِنِّي لَأَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِمِنًى إِذْ لَقِيَهُ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ فَقَالَ هَلُمَّ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَاسْتَخْلَاهُ فَلَمَّا رَأَى عَبْدُ اللهِ أَنْ لَيْسَتْ لَهُ حَاجَةٌ قَالَ قَالَ لِي تَعَالَ يَا عَلْقَمَةُ قَالَ فَجِئْتُ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ أَلَا نُزَوِّجُكَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ جَارِيَةً بِكْرًا لَعَلَّهُ يَرْجِعُ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ مَا كُنْتَ تَعْهَدُ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَئِنْ قُلْتَ ذَاكَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میں منیٰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، اس وقت ان کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عثمان نے کہا اے ابو عبدالرحمان! ادھر آؤ! اور ان کو خلوت میں لے گئے جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ دیکھا کہ انھیں کوئی خاص کام نہیں ہے تو انھوں نے مجھ سے کہا: اے علقمہ تم بھی آجاؤ! حضرت عثمان نے ان سے کہا: اے ابو عبدالرحمن ہم تمہارا نکاح ایک کنواری لڑکی سے نہ کر دیں، تاکہ تمہارے گذرے ہوئے دنوں کی یاد پھر تازہ ہو جائے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۲۹۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: اے جوانو! تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح سے آنکھوں میں حیا آتی ہے اور شرمگاہ گناہوں سے محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیونکہ روزوں سے شہوت ٹوٹتی ہے۔

۳۲۹۷- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ

عبدالرحمن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے چچا علقمہ اور اسود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس

عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعَمِّيْ عَلْقَمَةُ وَالْاَسْوَدُ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَاَنَا شَابٌّ يَوْمَئِذٍ فَذَكَرَ حَدِيْثًا رَاَيْتُ اَنَّهٗ حَدَّثَ بِهٖ مِنْ اَجْلِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَزَادَ وَلَمْ اَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ .

گئے میں ان دنوں میں نوجوان تھا، حضرت ابن مسعود نے ایک حدیث بیان کی اور میرا خیال ہے کہ وہ حدیث میری وجہ سے بیان کی تھی، اور وہ حدیث مثلِ سابق ہے، اس کے بعد میں نے نکاح کرنے میں تاخیر نہیں کی۔

۳۲۹۸ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ وَاَنَا اَحْدَثُ الْقَوْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَمْ اَلْبَثْ حَتّٰى تَزَوَّجْتُ .

ایک اور سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ کے پاس گیا اور میں سب سے کم سن تھا۔

۳۲۹۹ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلُوْا اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَمَلِهٖ فِي السِّرِّ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا اَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا اٰكُلُ اللَّحْمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا اَنَامُ عَلٰى فِرَاشٍ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا لٰكِنِّيْ اُصَلِّيْ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاَتَزَوَّجُ النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت کے اعمال معلوم کیے، پھر ایک نے کہا میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا۔ اور ایک نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور ایک نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ (یہ سن کر) آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا، ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اس اس طرح کہتے ہیں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور نیند بھی کرتا ہوں، روزہ بھی رکھتا ہوں اور (دن میں) افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جو شخص میری سنت سے اعراض کریگا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے۔

۳۳۰۰ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُبَارَكٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون نے جب عورتوں سے علیحدہ رہنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو رد کر دیا، اور اگر آپ ان کو اس کی

سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا۔

اجازت دے دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْعِمْرَانَ اَنَا بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ اِبْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ رَدَّ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ التَّبَتُّلَ وَلَوْ اَذِنَ لَهٗ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کے عورتوں سے علیحدگی کے ارادے کو رد کر دیا اور اگر آپ اسے اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

۳۳۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حَجِيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَرَادَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَتَبَتَّلُ فَنَهَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اَجَازَ لَهٗ ذٰلِكَ لَاخْتَصَيْنَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے علیحدگی کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اگر آپ ان کو اس کی اجازت دیتے تو ہم سب خصی ہو جاتے۔

نکاح کی اقسام میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۲۹۴ میں ہے "تم میں سے جو گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے"۔ جمہور علماء کا یہ نظریہ ہے کہ جو شخص گھر بسانے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے نکاح کرنا مستحب ہے، علامہ نووی کہتے ہیں کہ جس شخص کو زنا کا خطرہ ہو اور نکاح کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کے لیے بھی نکاح کرنا مستحب ہے، شوافع کا یہی مذہب ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ داؤد ظاہری کے نزدیک ایسے شخص پر نکاح کرنا واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ نکاح کرے یا لونڈی رکھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈی رکھنے میں اختیار دیا ہے کیونکہ ارشاد ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔ (نساء: ۳) "جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک عورت سے شادی کرو یا لونڈیوں سے (حظ نفس حاصل کرو) اس کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں: لوگوں کے اعتبار سے نکاح کی چار قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت بھی ہو اور نکاح کرنے کی طاقت بھی ہو، اس شخص کے لیے نکاح کرنا

مستحب ہے۔ دوسری قسم ہے غلبہ شہوت ہو نہ نکاح کی طاقت ہو، اس کے حق میں نکاح مکروہ ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت ہو اور نکاح کی طاقت نہ ہو اس کے حق میں بھی نکاح مکروہ ہے۔ اور اس شخص کو اپنی شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے چاہئیں اور چوتھی قسم یہ ہے کہ غلبہ شہوت نہ ہو اور نکاح کی طاقت ہو۔ جمہور شافعیہ کے نزدیک اس کے حق میں نکاح مکروہ تو نہیں ہے لیکن اس کے لیے افضل یہ ہے کہ نکاح نہ کرے اور عبادت کے لیے خلوت اختیار کرے، اور امام ابوحنیفہ، بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کے لیے نکاح کرنا افضل ہے۔[1]

علامہ نووی نے امام ابوحنیفہ کا جو مذہب بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جس شخص پر شہوت کا غلبہ ہو اس کے لیے نکاح کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب نہیں واجب ہے، اور جس شخص کو یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا اس پر نکاح کرنا فرض ہے۔ علامہ آلوسی، علامہ نووی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آپ کو معلوم ہوگا کہ احناف کی کتابوں میں امام اعظم کا جو مذہب بیان کیا گیا ہے وہ علامہ نووی کے ذکر کردہ بیان کے خلاف ہے، تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے کہ غلبہ شہوت کے وقت نکاح واجب ہوتا ہے اور اگر اس کو یقین ہو کہ اگر اس نے نکاح نہیں کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو اس پر نکاح کرنا فرض ہے، اسی طرح نہایہ میں لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ جب وہ مہر ادا کرنے اور بیوی کا خرچ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہو ورنہ نکاح نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح بدائع میں ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ نکاح سنت مؤکدہ ہے اور اس کے ترک سے انسان گنہ گار ہوگا اور جب اسے مہر، بیوی کے خرچ اور عمل ازدواج پر قدرت ہو اور وہ پاکیزگی اور اولاد کے حصول کے لیے نکاح کرے تو اس کو ثواب ملے گا۔[2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ابن فرس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو نکاح کو بعینہٖ واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے اور لونڈیاں رکھنے کے درمیان اختیار دیا ہے، اور لونڈیاں رکھنا بالاتفاق واجب نہیں ہے، پس اگر نکاح واجب ہوتا تو نکاح اور لونڈیوں کے درمیان اختیار نہ دیا جاتا کیونکہ واجب اور غیر واجب کے درمیان اختیار صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس سے واجب، واجب نہیں رہتا اور اس کا تارک گنہ گار نہیں ہوتا، البتہ اگر کوئی شخص لونڈیاں رکھنے کو بھی واجب مانے اور دو چیزوں میں سے کسی ایک کو واجب قرار دے تو اس پر یہ دلیل جاری نہیں ہوگی، بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ عورتوں کے ذکر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنیات سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب کسی چیز کا ذکر کسی نکتہ اور فائدہ پر مبنی ہو تو جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ علامہ سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ نکاح کے قصد سے عورت کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اپنی پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو اور بغیر دیکھے عورت پسند نہیں کی جا سکتی۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۹۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[3] ۔ " " " روح المعانی ج ۴، ص ۱۹۶، " "

نکاح کرنا افضل ہے یا نفلی عبادت

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنا نکاح کرنے سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح میں فرمایا وسیدا وحصورا "وہ سردار ہیں اور عورتوں سے بچنے والے" یعنی وہ قدرت کے باوجود عورتوں کے قریب نہیں جاتے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی ہے، اور اگر نکاح کرنا افضل ہوتا تو اللہ ان کی مدح نہ فرماتا، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بھی انبیاء سابقین کی شریعت مطلقاً حجت نہیں ہے پس اس چیز سے ان کا استدلال کس طرح صحیح ہوگا جو ان کے نزدیک بھی حجت نہیں ہے۔ البتہ انبیاء سابقین کی شریعت اس وقت حجت ہوتی ہے جب ہماری شریعت میں اس کے خلاف دلیل نہ ہو، امام شافعی کی دوسری دلیل یہ ہے کہ نکاح معاملات میں سے ایک معاملہ ہے اس لیے یہ (نفلی) عبادات سے افضل نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح اپنی معنویت کے اعتبار سے نفلی عبادات سے افضل ہے کیونکہ نکاح کی وجہ سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور نکاح کے سبب سے انسان نیک اولاد کے حصول کی کوشش کرتا ہے اور بیوی اور بچوں کے لیے کسب کرتا ہے اور ان کا پیٹ پالتا ہے، اسی اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے، اس نکتہ پر صرف امام ابوحنیفہ متنبہ ہوئے اور وہ علماء جو امام ابوحنیفہ کے متبع ہیں [1]۔

ترک سنت کے دو محمل

حدیث نمبر ۳۲۹۹ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا ذکر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے من ترک سنتی فلیس منی۔ اس حدیث کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جس شخص نے سستی، غفلت یا کوتاہی کی بناء پر میری سنت کو ترک کیا وہ میرے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے میری سنت کو حقیر اور برا جان کر ترک کیا وہ میرے طریقہ یعنی دین اسلام پر نہیں ہے۔

تبتل کا معنی

حدیث نمبر ۳۳۰۰ میں ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبتل کی اجازت چاہی لیکن آپ نے اس کو مسترد کر دیا۔ تبتل کا لغوی معنی ہے انقطاع، امام طبری نے کہا کہ دنیا کی لذات اور شہوات کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فارغ ہونا تبتل ہے۔ عیسائیت میں یہ امر جائز تھا اسلام نے اس سے منع کر دیا۔ صحابہ کا خیال یہ تھا کہ اگر حضرت عثمان بن مظعون کو تبتل کی اجازت مل جاتی تو وہ خصی ہو جاتے کیونکہ تبتل میں کمال خصی ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔

بَابُ ۴۳۹ نَدْبِ مَنْ رَأَى امْرَأَةً فَوَقَعَتْ فِي نَفْسِهِ إِلَى أَنْ يَأْتِيَ امْرَأَتَهُ أَوْ جَارِيَتَهُ فَيُوَاقِعُهَا

اگر کسی عورت کو دیکھ کر نفس مائل ہو تو اپنی اہلیہ سے خواہش پوری کر لے!

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

۳۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً لَهَا فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ فَإِذَا أَبْصَرَ أَحَدُكُمُ امْرَأَةً فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عورت پر نظر پڑ گئی تو آپ فوراً اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ اس وقت ایک کھال کو رنگ رہی تھیں آپ نے ان سے اپنی خواہش پوری کی، پھر آپ اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے تو اپنی اہلیہ کے پاس جائے یہ عمل اس کے خیالات کو دور کر دے گا۔

۳۳۰۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَرْبُ بْنُ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى امْرَأَةً فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَأَتَى امْرَأَتَهُ زَيْنَبَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَهِيَ تَمْعَسُ مَنِيئَةً وَلَمْ يَذْكُرْ تُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو دیکھا اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں ہے کہ آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ کھال کو رنگ رہی تھیں، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے فرمایا عورت شیطان کی شکل میں جاتی ہے۔

۳۳۰۵ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَ جَابِرٌ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَحَدُكُمْ أَعْجَبَتْهُ الْمَرْأَةُ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْمِدْ إِلَى امْرَأَتِهِ فَلْيُوَاقِعْهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَرُدُّ مَا فِي نَفْسِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو کوئی عورت اچھی لگے اور دل میں اس کا خیال آئے تو اسے چاہیے کہ اپنی اہلیہ کے پاس جائے اور اس سے اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل سے وہ خیال جاتا رہیگا۔

عورت کو دیکھ کر شیطانی وسوسہ سے بچنے کا طریقہ

حدیث نمبر ۳۳۰۳ میں ہے "آپ نے فرمایا کہ عورت شیطان کی شکل میں آتی جاتی ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کو آتے جاتے دیکھ کر شیطانی خیالات پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ مرد کی فطرت میں عورت کی طرف میلان ہے اور عورتوں کو دیکھ کر لذت محسوس ہوتی ہے اور شیطانی وسوسے پیدا ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا

حل یہ تبلایا ہے کہ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت کو دیکھ کر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو وہ اپنی اہلیہ کے پاس جاکر اپنی خواہش پوری کرے اس طرح اس کے دل میں جو شیطانی وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ دور ہو جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانی یہ ہدایت دی اور اس پر عمل بھی کیا تاکہ مسلمانوں کو اس عمل میں بھی آپ کی اقتداء اور سنت کا ثواب مل جائے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ دن میں بھی عمل ازدواج کرنا جائز ہے۔

بَابُ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ وَبَيَانِ اَنَّهٗ اُبِيْحَ ثُمَّ نُسِخَ ثُمَّ اُبِيْحَ ثُمَّ نُسِخَ وَاسْتَقَرَّ تَحْرِيْمُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حرمت متعہ کا بیان

۳۳۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ وَوَكِيْعٌ وَابْنُ بِشْرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَغْزُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا نِسَآءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاتے تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں ہوتی تھیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ آپ نے ہم کو اس سے منع فرمایا پھر آپ نے ہم کو اس کی اجازت دی کہ ہم کسی عورت سے ایک کپڑے کے عوض ایک مدت معین کے لیے نکاح (یعنی متعہ) کر لیں۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:

(ترجمہ:) اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے جو چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۳۳۰۷ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيْنَا هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَلَمْ يَقُلْ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس آیت پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۳۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ كُنَّا وَنَحْنُ شَبَابٌ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَسْتَخْصِيْ وَلَمْ يَقُلْ نَغْزُوْ۔

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ ہم جوان تھے اور ہم نے کہا یا رسول! ہم خصی نہ ہو جائیں؟ اور یہ نہیں کہا کہ ہم جہاد کے لیے جاتے تھے۔

۳۳۰۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُحَمَّدٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ہمارے سامنے آکر اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

يُحَدِّثُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ وَسَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ قَالَا خَرَجَ عَلَيْنَا مُنَادِي رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَذِنَ لَكُمْ اَنْ تَسْتَمْتِعُوْا يَعْنِي مُتْعَةَ النِّسَاءِ۔

تم کو عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

۳۳۱۰۔ وَحَدَّثَنِي اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانَا فَاَذِنَ لَنَا فِي الْمُتْعَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں متعہ کی اجازت دی۔

۳۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ عَطَاءٌ قَدِمَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مُعْتَمِرًا فَجِئْنَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَسَاَلَهُ الْقَوْمُ عَنْ اَشْيَاءَ ثُمَّ ذَكَرُوا الْمُتْعَةَ فَقَالَ نَعَمْ اِسْتَمْتَعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما عمرہ کرنے آئے تو ہم ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے لوگوں نے آپ سے کچھ چیزوں کے بارے میں پوچھا، پھر لوگوں نے متعہ کا مسئلہ چھیڑا، حضرت جابر نے کہا ہاں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا

۳۳۱۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ كُنَّا نَسْتَمْتِعُ بِالْقُبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيْقِ اَيَّامَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِي بَكْرٍ حَتّٰى نَهٰى عَنْهُ عُمَرُ فِي شَاْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کے عہد میں ایک مٹھی چھوہاروں یا ایک مٹھی آٹے کے عوض متعہ کر لیا کرتے تھے حتی کہ حضرت عمر نے عمرو بن حریث کے واقعہ سے اس کی ممانعت کا اعلان کر دیا۔

۳۳۱۳۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ

ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک آنے والا

عَاصِمٍ عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ فَاَتَاہُ اٰتٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ الزُّبَیْرِ اِخْتَلَفَا فِی الْمُتْعَتَیْنِ فَقَالَ جَابِرٌ فَعَلْنَاھُمَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَھَانَا عَنْھُمَا عُمَرُ فَلَمْ نَعُدْ لَھُمَا۔

آیا اور اس نے کہا کہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر کے درمیان عورتوں سے متعہ اور حج تمتع کے بارے میں اختلاف ہوگیا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ بھی کیا ہے اور حج تمتع بھی کیا ہے، پھر حضرت عمر نے ہمیں ان دونوں سے منع کر دیا اس کے بعد ہم نے ان دونوں کاموں کو نہیں کیا۔

۳۳۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا یُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ قَالَ نَا اَبُوْ عُمَیْسٍ عَنْ اِیَاسِ بْنِ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ اَوْطَاسٍ فِی الْمُتْعَۃِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَھٰی۔

ایاس بن سلمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوطاس (فتح مکہ) کے سال ہمیں تین دن متعہ کرنے کی اجازت دی پھر آپ نے اس سے منع کر دیا۔

۳۳۱۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنِ الرَّبِیْعِ بْنِ سَبْرَۃَ الْجُھَنِیِّ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ قَالَ اَذِنَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَۃِ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ اِلٰی امْرَاَۃٍ مِّنْ بَنِیْ عَامِرٍ کَاَنَّھَا بَکْرَۃٌ عَیْطَاءُ فَعَرَضْنَا عَلَیْھَا اَنْفُسَنَا فَقَالَتْ مَا تُعْطِیْنِیْ فَقُلْتُ رِدَائِیْ وَقَالَ صَاحِبِیْ رِدَائِیْ وَکَانَ رِدَاءُ صَاحِبِیْ اَجْوَدَ مِنْ رِدَائِیْ وَکُنْتُ اَشَبَّ مِنْہُ فَاِذَا نَظَرَتْ اِلٰی رِدَاءِ صَاحِبِیْ اَعْجَبَھَا وَاِذَا نَظَرَتْ اِلَیَّ اَعْجَبْتُھَا ثُمَّ قَالَتْ اَنْتَ وَرِدَاءُکَ یَکْفِیْنِیْ فَمَکَثْتُ مَعَھَا ثَلَاثًا ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ شَیْءٌ مِّنْ ھٰذِہِ النِّسَاءِ الَّتِیْ یَتَمَتَّعُ فَلْیُخَلِّ سَبِیْلَھَا۔

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کرنے کی اجازت دی تو میں اور ایک شخص بنو عامر کی ایک عورت کے پاس گئے وہ عورت نوجوان اور دراز گردن تھی۔ ہم نے اس پر اپنے آپ کو پیش کیا وہ کہنے لگی کیا دو گے؟ میں نے کہا میری چادر حاضر ہے، میرا ساتھی بولا میری بھی چادر حاضر ہے اصل میں میرے ساتھی کی چادر میری چادر سے اچھی تھی مگر میں اپنے ساتھی سے زیادہ جوان تھا وہ عورت جب میرے ساتھی کی چادر دیکھتی تو اس کو پسند کرتی اور جب میری طرف دیکھتی تو میں اسے اچھا لگتا، پھر مجھ سے کہنے لگی تو اور تیری چادر مجھے کافی ہے! پھر میں اس کے پاس تین دن رہا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرما دیا جس کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ ان کو چھوڑ دے۔

۳۳۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ کَامِلٍ فُضَیْلُ ابْنُ

ربیع بن سبرہ کہتے ہیں کہ ان کے والد نے فتح مکہ

حُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ اَنَّ اَبَاهُ غَزَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتْحَ مَكَّةَ قَالَ فَاَقَمْنَا بِهَا خَمْسَ عَشْرَةَ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ فَاَذِنَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَخَرَجْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِّنْ قَوْمِيْ وَلِيْ عَلَيْهِ فَضْلٌ فِي الْجَمَالِ وَهُوَ قَرِيْبٌ مِّنَ الدَّمَامَةِ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنَّا بُرْدٌ فَبُرْدِيْ خَلِقٌ وَاَمَّا بُرْدُ ابْنِ عَمِّيْ فَبُرْدٌ جَدِيْدٌ غَضٌّ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِاَسْفَلِ مَكَّةَ اَوْ بِاَعْلَاهَا فَتَلَقَّتْنَا فَتَاةٌ مِّثْلُ الْبَكْرَةِ الْعَنْطَنَطَةِ فَقُلْنَا هَلْ لَكِ اَنْ يَّسْتَمْتِعَ مِنْكِ اَحَدُنَا قَالَتْ وَمَا ذَا تَبْذِلَانِ فَنَشَرَ كُلُّ وَاحِدٍ بُرْدَهُ فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ اِلَى الرَّجُلَيْنِ وَيَرَاهَا صَاحِبِيْ يَنْظُرُ اِلٰى عِطْفِهَا فَقَالَ اِنَّ بُرْدَ هٰذَا خَلِقٌ وَبُرْدِيْ جَدِيْدٌ غَضٌّ فَتَقُوْلُ بُرْدُ هٰذَا لَا بَاْسَ بِهٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ اسْتَمْتَعْتُ مِنْهَا فَلَمْ اَخْرُجْ حَتّٰى حَرَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ان کے والد نے کہا کہ ہم مکہ میں پندرہ دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عورتوں سے متعہ کرنے کی اجازت دے دی، میں اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ گیا مجھے اپنے ساتھی پر خوبصورتی کی فضیلت حاصل تھی اور میرا ساتھی بدصورتی کے قریب تھا، ہم دونوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک چادر تھی مگر میری چادر پرانی تھی اور اس کی چادر نئی اور اچھی تھی، جب ہم مکہ کی ایک جانب پہنچے تو ایک عورت سے ملاقات ہوئی وہ عورت جوان نئی درست اور دراز گردن تھی ہم نے اس سے کہا تم ہم میں سے ایک کے ساتھ متعہ کر سکتی ہو؟ اس عورت نے کہا تم کیا خرچ کرو گے؟ ہم میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی چادر دکھا دی، وہ عورت ہم دونوں کو بغور دیکھنے لگی۔ میرا ساتھی اس کی توجہ کا منتظر تھا، کہنے لگا اس کی چادر پرانی ہے اور میری چادر نئی اور عمدہ ہے، اس عورت نے دو یا تین بار کہا اس کی چادر میں کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے اس عورت سے متعہ کیا، پھر میں اس عورت کے پاس سے اس وقت تک نہیں گیا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام نہیں کر دیا۔

۳۳۱۷۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ اِلٰى مَكَّةَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ بِشْرٍ وَّزَادَ قَالَتْ وَهَلْ يَصْلُحُ ذَاكَ وَفِيْهِ

ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ گئے اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس عورت نے کہا کیا یہ ٹھیک ہے؟ اور اس کے ساتھی نے کہا اس کی چادر پرانی اور بے کار ہے۔

قَالَ اِنَّ بُرْدَ هٰذَا خَلَقٌ مَحَّةٌ۔

۳۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِی الرَّبِيْعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِیُّ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِی الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَیْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيْلَهَا وَلَا تَاْخُذُوْا مِمَّا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا۔

ربیع بن سبرہ جہنی کہتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی اجازت دی تھی، اللہ تعالیٰ نے قیامت تک متعہ کو حرام کر دیا ہے پس جس شخص کے پاس متعہ والی عورت ہو وہ اس کو چھوڑ دے اور جو کچھ اس عورت کو دے چکے ہو وہ اس سے واپس نہ لو۔

۳۳۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَآئِمًا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ وَهُوَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

اسی سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کعبہ کے رکن اور دروازے کے درمیان کھڑے ہوئے فرما رہے تھے.... حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۲۰۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيْعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُتْعَةِ عَامَ الْفَتْحِ حِيْنَ دَخَلْنَا مَكَّةَ ثُمَّ لَمْ نَخْرُجْ حَتّٰی نَهَانَا عَنْهَا۔

عبدالملک بن ربیع بن سبرہ جہنی اپنے والد سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کا حکم دیا پھر مکہ سے واپس ہونے سے پہلے آپ نے ہمیں متعہ سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ الرَّبِيْعِ ابْنِ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ رَبِيْعَ بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ سَبْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال اپنے اصحاب کو عورتوں سے متعہ کرنے کا حکم دیا، میں اور بنو سلیم سے میرا ایک ساتھی گئے، حتیٰ کہ ہمیں بنو عامر کی ایک لڑکی ملی،

نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ بِالتَّمَتُّعِ مِنَ النِّسَاءِ قَالَ فَخَرَجْتُ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ حَتّٰى وَجَدْنَا جَارِيَةً مِنْ بَنِي عَامِرٍ كَأَنَّهَا بَكْرَةٌ عَيْطَاءُ فَخَطَبْنَاهَا إِلٰى نَفْسِهَا وَعَرَضْنَا عَلَيْهَا بُرْدَيْنَا فَجَعَلَتْ تَنْظُرُ فَتَرَانِي أَجْمَلَ مِنْ صَاحِبِي وَتَرٰى بُرْدَ صَاحِبِي أَحْسَنَ مِنْ بُرْدِي فَأَمَرَتْ نَفْسَهَا سَاعَةً ثُمَّ اخْتَارَتْنِي عَلٰى صَاحِبِي فَكُنَّ مَعَنَا ثَلَاثًا ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفِرَاقِهِنَّ۔

وہ نوجوان اور کنواری لگتی تھی، ہم نے اس سے متعہ کی درخواست کی اور اس پر اپنی اپنی چادریں پیش کیں، کبھی وہ لڑکی مجھے غور سے دیکھتی کیونکہ میں اپنے ساتھی سے زیادہ خوبصورت تھا، اور کبھی میرے ساتھی کی چادر کو دیکھتی کیونکہ اس کی چادر میری چادر سے زیادہ اچھی تھی۔ اس نے کچھ سوچ کر میرے ساتھی کے مقابلہ میں مجھے پسند کر لیا، وہ لڑکی میرے ساتھ تین دن رہی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ والی عورتوں سے علیحدہ ہونے کا حکم دے دیا۔

۳۳۲۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نِكَاحِ الْمُتْعَةِ۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى يَوْمَ الْفَتْحِ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ۔

حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۳۳۲۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ زَمَانَ الْفَتْحِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَأَنَّ أَبَاهُ كَانَ تَمَتَّعَ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ۔

ربیع بن سبرہ جہنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے زمانہ میں عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرما دیا تھا اور ان کے والد نے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا۔

۳۳۲۵ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَامَ بِمَكَّةَ فَقَالَ إِنَّ نَاسًا أَعْمَى اللهُ قُلُوبَهُمْ كَمَا أَعْمَى أَبْصَارَهُمْ يُفْتُونَ بِالْمُتْعَةِ يُعَرِّضُ بِرَجُلٍ فَنَادَاهُ فَقَالَ إِنَّكَ لَجِلْفٌ جَافٍ فَلَعَمْرِي لَقَدْ كَانَتِ الْمُتْعَةُ تُفْعَلُ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ يُرِيدُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ الزُّبَيْرِ فَجَرِّبْ بِنَفْسِكَ فَوَاللهِ لَئِنْ فَعَلْتَهَا لَأَرْجُمَنَّكَ بِأَحْجَارِكَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ بْنِ سَيْفِ اللهِ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ رَجُلٍ جَاءَهُ رَجُلٌ فَاسْتَفْتَاهُ فِي الْمُتْعَةِ فَأَمَرَ بِهَا فَقَالَ لَهُ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مَهْلًا قَالَ مَا هِيَ وَاللهِ لَقَدْ فُعِلَتْ فِي عَهْدِ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ قَالَ ابْنُ أَبِي عَمْرَةَ إِنَّهَا كَانَتْ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِمَنِ اضْطُرَّ إِلَيْهَا كَالْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ ثُمَّ أَحْكَمَ اللهُ الدِّينَ وَنَهَى عَنْهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي رَبِيعُ ابْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ أَنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدْ كُنْتُ اسْتَمْتَعْتُ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ بِبُرْدَيْنِ أَحْمَرَيْنِ ثُمَّ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُتْعَةِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَسَمِعْتُ رَبِيعَ

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ میں کھڑے ہوتے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے دلوں کو اس طرح اندھا کر دیا ہے جس طرح ان کی آنکھیں اندھی ہیں، یہ لوگ متعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، حضرت ابن الزبیر ایک شخص پر طنز کر رہے تھے اس شخص نے حضرت ابن الزبیر سے باآواز بلند کہا تم بے وقوف اور کم علم ہو، مجھے اپنی زندگی کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں متعہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابن الزبیر نے کہا تم متعہ کر کے دیکھو میں تم کو سنگسار کرا دوں گا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ نے مجھے خبر دی کہ میں ایک شخص کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں ایک آدمی آیا اور اس نے اس شخص سے متعہ کا حکم دریافت کیا، اس شخص نے اس کو متعہ کی اجازت دے دی۔ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ٹھہرو! اس شخص نے کہا کیا بات ہے؟ قسم بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں متعہ کیا ہے! حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا ابتداء اسلام میں ضرورت کی وجہ سے متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے مطابق مردار، خون اور خنزیر کی اجازت ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو محکم کر دیا اور متعہ سے منع فرما دیا۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ربیع بن سبرہ جہنی نے بتایا کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنو عامر کی ایک عورت سے دو سرخ چادروں کے عوض متعہ کیا تھا، پھر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے روک دیا، ابن شہاب کہتے ہیں کہ میرے ساتھی ربیع بن سبرہ نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز کو سنائی۔

بْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ذٰلِكَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَنَا جَالِسٌ۔

ربیع بن سبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی ممانعت کر دی اور فرمایا سنو! آج سے قیامت تک کے لیے متعہ حرام ہے اور جس شخص نے متعہ کے عوض کچھ دیا ہے وہ اس میں سے واپس نہ لے

۳۳۲۶- وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنِ ابْنِ أَبِي عَبْلَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ حَدَّثَنِي الرَّبِيعُ بْنُ سَبْرَةَ الْجُهَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ وَقَالَ أَلَا إِنَّهَا حَرَامٌ مِنْ يَوْمِكُمْ هٰذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ كَانَ أَعْطَى شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ۔

۳۳۲۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا۔

۳۳۲۸- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضَّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ سَمِعَ عَلِيًّا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ لِعَبْدِ اللهِ إِنَّكَ رَجُلٌ تَائِهٌ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا تو ایک ایسا شخص ہے جو راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (متعہ سے) منع فرمایا ہے۔

۳۳۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَسَنٍ وَّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے ہمیں منع فرما دیا تھا۔

عَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ نِکَاحِ الْمُتْعَةِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے سنا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عورتوں سے متعہ کے مسئلہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: اے ابن عباس ٹھہرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کو کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

۳۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ اَبَوْ مُحَمَّدٍ بْنَیْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْهِمَا عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُلَیِّنُ فِیْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ مَهْلًا یَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهَا یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت ابن عباس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

۳۳۳۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ وَعَبْدِ اللّٰهِ ابْنَیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَنْ اَبِیْهِمَا اَنَّهٗ سَمِعَ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ یَوْمَ خَیْبَرَ وَعَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ۔

محمد بن علی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت ابن عباس سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ پر استدلال

فقہ جعفری میں متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور متعہ کرنے والے کے لیے مغفرت اور اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ شیخ کلینی متعہ پر استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

عن ابی بصیر قال: سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المتعة فقال نزلت فی القرآن فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ متعہ کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا ہے (ان سے جسمانی لذت حاصل

من بعد الفریضۃ۔

(نساء : ۲۴)

کی ہے) تو ان کو اس کا معاوضہ ادا کرو اور اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار کی ادائیگی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی بیوی سے عمل ازدواج کا فائدہ حاصل کر لو خواہ ایک بار ہی ہو تو تم پر اس کا پورا مہر ادا کرنا لازم ہے اور مہر مقرر ہونے کے بعد اگر تم باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار کم یا زیادہ کر دو یا مہر کو بالکل ساقط کر دو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت کے سیاق و سباق میں ازواج کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔
(سعیدی غفرلہٗ)

عن عبد اللہ بن سلیمان قال: سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول کان علی علیہ السلام یقول لولا ما سبقنی بہ ابن الخطاب ما زنی الا شقی۔ [1]

عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ علی علیہ السلام فرماتے تھے اگر ابن الخطاب مجھ پر سبقت حاصل نہ کرتے تو کوئی بدبخت ہی زنا کرتا۔

(یعنی اگر حضرت عمر متعہ کے منسوخ ہونے کو قرآن اور حدیث سے واضح نہ کرتے اور متعہ کی ممانعت پر سختی سے عمل نہ کراتے تو زنا بالکل ختم ہو جاتا اور سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی زنا نہ کرتا کیونکہ جو شخص بھی باہمی رضامندی سے زنا کرنا چاہتا وہ بجائے زنا کے متعہ کر لیتا کیونکہ اجرت اور وقت کے تعین کے بعد زنا اور متعہ میں سوائے نام کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کی فضیلت

فقہ جعفری سے دلائل نقل کرنے کے بعد اب ہم بیان کر رہے ہیں کہ فقہ جعفری میں متعہ پر کتنا اجر و ثواب ملتا ہے، شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

روی صالح بن عقبۃ عن ابیہ عن ابی جعفر علیہ السلام قال قلت لہ للمتمتع ثواب؟ قال: ان کان یرید بذلک وجہ اللہ تعالیٰ وخلافا علی من انکرھا لم یکلمھا کلمۃ الا کتب اللہ لہ بھا حسنۃ ولم یمد یدہ الیھا الا کتب اللہ لہ حسنۃ، فاذا دنی منھا غفر اللہ تعالیٰ لہ بذلک ذنبا فاذا اغتسل غفر اللہ لہ بقدر ما مر من الماء علی شعرہ قلت بعدد الشعر قال نعم بعدد الشعر۔ [2]

عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا آیا متعہ کرنے والے کو اجر ملتا ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور منکرین کی مخالفت کے لیے متعہ کرے تو اجر ملے گا جب وہ عورت سے بات کرے گا تو ایک نیکی ملے گی، اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو دوسری نیکی ملے گی اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ بخش دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے جسم کے بالوں کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۹ ھ، الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۲ھ

[2] " " " الفروع من الکافی، ج ۵ ص ۴۴۸، " "

[3] شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ ھ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۱ھ

فقہ جعفریہ کی روشنی میں متعہ کے احکام

فقہ جعفریہ کی روشنی میں جس عورت سے نفسانی خواہش پوری کرنی مقصود ہو اس سے متعہ کر لیا جائے اور متعہ کا رکن یہ ہے کہ عورت سے وقت اور مدت کا تعین کیا جائے کہ کتنے پیسوں کے عوض وہ عورت کتنے وقت کے لیے اپنا جسم حوالے کرے گی، وقت پورا ہو جانے کے بعد متعہ از خود ختم ہو جاتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ متوعہ عورت کے لیے مسلمان یا اہل کتاب ہونا ضروری نہیں ہے مجوسی عورت سے بھی متعہ ہو سکتا ہے، عقد متعہ کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ممتوعہ عورتوں میں تعداد کی کوئی حد ہے حتی کہ بیک وقت ستر عورتوں سے بھی متعہ کیا جا سکتا ہے، ممتوعہ عورت وراثت کی حقدار نہیں ہوتی نہ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے، ان احکام کے ثبوت میں ائمہ جعفریہ کی حسب ذیل روایات ہیں:

شیخ ابو جعفر طوسی بیان کرتے ہیں:

عن زرارة عن ابی عبد الله علیه السلام قال: لا تکون متعة الا بامرین باجل مسمی و باجر مسمی۔[1]

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا متعہ مرفلو دو چیزوں سے منعقد ہوتا ہے، مدت کا تعین ہو اور اجرت کا تعین ہو۔

شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن اسماعیل عن ابی الحسن الرضا علیه السلام قال: قلت له الرجل یتزوج متعة سنة و اقل و اکثر قال: اذا کان بشیء معلوم الی اجل معلوم قال: قلت و تبین بغیر طلاق قال: نعم۔[2]

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابو الحسن رضا علیہ السلام سے پوچھا ایک شخص ایک سال یا اس سے کم یا زیادہ کے لیے متعہ کر سکتا ہے؟ کہا جب مدت اور اجرت معلوم ہو تو کر سکتا ہے، میں نے پوچھا کیا وہ اس سے بغیر طلاق کے علیحدہ ہو جاتی ہے؟ کہا ہاں!

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمیر عن هشام بن سالم قال: قلت کیف یتزوج المتعة؟ قال تقول یا امة الله اتزوجک کذا و کذا یوما بکذا و کذا درهما فاذا مضت تلک الایام کان طلاقها فی شرطها ولا عدة لها علیک۔[3]

ابو عمیر کہتے ہیں میں نے ہشام بن سالم سے متعہ کا طریقہ پوچھا انھوں نے کہا تم یوں کہو اے اللہ کی بندی میں اتنے پیسوں کے عوض اتنے دنوں کے لیے تم سے متعہ کرتا ہوں، جب وہ ایام گذر جائیں گے تو اس کو طلاق ہو جائے گی اور اس کی کوئی عدت نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسی روایت کرتے ہیں:

---

[1] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] " " " ، استبصار ج ۳ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۴۵۶، ۴۵۵ مطبوعہ " " ، ۱۳۶۲ھ

عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لا باس بالرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ ۔[1]

منصور صیقل بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مجوسی (آتش پرست) عورت سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

شیخ الطائفہ روایت کرتے ہیں:

عن عبید بن زرارۃ عن ابیہ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال، ذکرلہ المتعۃ اھی من الاربع قال: تزوج منھن الفا فانھن مستاجرات ۔[2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا متعہ صرف چار عورتوں سے کیا جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا متعہ اجرت کے عوض ہوتا ہے خواہ ہزار عورتوں سے کر لو۔

شیخ قمی روایت کرتے ہیں:

وسألہ محمد بن النعمان الاحول فقال: ادنی ما یتزوج بہ الرجل متعۃ ؟ قال کفین من بر یقول لھا تزوجنی نفسک متعۃ علی کتاب اللہ وسنۃ نبیہ نکاحا غیر سفاح علی ان لا ارثک ولا ترثنی ولا اطلب ولدک الی اجل مسمی فان بدالی زدتک وزدتنی ۔[3]

محمد بن نعمان نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا: کم از کم کتنی چیز کے عوض متعہ ہو سکتا ہے؟ انھوں نے کہا دو مٹھی گندم سے، تم اس سے کہو کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق متعہ کرتا ہوں جو نکاح ہے زنا نہیں ہے اس شرط پر کہ نہ میں تمہارا وارث ہوں اور نہ تم میری وارث ہو نہ میں تم سے اولاد کا مطالبہ کروں گا، یہ نکاح ایک معین مدت تک ہے پھر اگر میں نے چاہا تو میں اس مدت میں اضافہ کر دوں گا اور تم بھی اضافہ کر دینا۔

اور شیخ الطائفہ نے عمر بن حنظلہ کی روایت میں لکھا ہے:

ولیس بینھما میراث ۔[4]

متعہ میں فریقین کے درمیان میراث نہیں ہوتی۔

شیخ روح اللہ خمینی متعہ کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۲۴۲۱) متعہ والی عورت اگرچہ حاملہ ہو جائے خرچ کا حق نہیں رکھتی۔

(۲۴۲۲) متعہ والی عورت (چار راتوں میں سے ایک رات) ایک بستر پر سونے اور شوہر سے ارث پانے اور شوہر بھی اس کا وارث بننے کا حق نہیں رکھتا۔

(۲۴۲۳) متعہ والی عورت کو اگرچہ علم نہ ہو کہ وہ اخراجات اور اکٹھا سونے کا حق نہیں رکھتی تب بھی اس کا عقد صحیح ہے اور

---

[1] شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ۔
[2] " " " ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۷، " "
[3] شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین قمی متوفی ۳۸۱ھ، من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۴، " " ۱۳۶۱ھ،
[4] شیخ الطائفہ علامہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۵۳، " " ۱۳۶۵ھ،

نہ جاننے کی وجہ سے بھی شوہر پر کوئی حق نہیں رکھتی۔[1]

علامہ نووی شافعی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں متعہ کے متعلق صحیح مسلم میں مختلف روایات ہیں، اس میں ایک روایت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو متعہ کی ممانعت کر دی، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن متعہ کی ممانعت کی، قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ سے اباحت متعہ کے متعلق احادیث مروی ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہم سے اباحت متعہ کے بارے میں احادیث مروی ہیں لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وطن میں متعہ کی اجازت دی گئی ہو۔ ان تمام احادیث میں یہ ہے کہ متعہ کی اجازت سفر میں دی گئی تھی جہاں ان صحابہ کی عورتیں نہیں تھیں جبکہ وہ گرم علاقے تھے اور عورتوں کے بغیر ان کا رہنا مشکل تھا۔ اس سبب سے جہاد کے مواقع پر بربناء ضرورت متعہ کی اجازت دی گئی، اور حضرت ابن ابی عمر کی روایت میں یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں ضرورت کی بناء پر متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے ضرورت کے وقت مردار کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، سلمہ بن اکوع نے فتح مکہ کے موقع پر متعہ کی اباحت روایت کی ہے اسی طرح حضرت سبرہ بن معبد نے روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ تصریح کی ہے کہ اسی دن سے متعہ حرام کر دیا گیا، حضرت علی کی روایت میں فتح مکہ سے پہلے جنگ خیبر کے دن حرمت متعہ کی روایت بیان کی گئی ہے۔ اسحاق بن راشد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر متعہ کو حرام کیا گیا، مؤطا امام مالک میں یوم خیبر کے وقت حرمت کی روایت ہے اور سنن ابوداؤد میں حجۃ الوداع کے وقت ممانعت کی روایت ہے، تاہم صحیح یہ ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر متعہ کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اس کی حرمت کو تاکیداً دہرایا ہے۔

صحیح اور صواب یہ ہے کہ متعہ کی تحریم اور اباحت دو بار واقع ہوئی، خیبر سے پہلے مباح تھا پھر خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا، پھر فتح مکہ کے دن مباح کیا گیا اور یہی یوم اوطاس ہے پھر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا اور اس کی حرمت قائم رہی، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ میں ایک مدت کے لیے عقد ہوتا ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی اور بغیر طلاق کے اس میں انقطاع ہو جاتا ہے اور سوائے شیعہ کے تمام علماء اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے، حضرت ابن عباس سے متعہ کی اباحت منقول ہے لیکن ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے اس فتوی سے رجوع کر لیا۔[2]

صحیح مسلم میں حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد اسانید کے ساتھ یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے عہد میں متعہ کیا ہے یہ اس پر محمول ہے کہ ان تک حرمت متعہ کے احکام نہیں پہنچے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی اچھی طرح تبلیغ کرنے کے بعد متعہ کی حرمت اور ممانعت پر سختی سے عمل کرایا اور بدکاری کے ارتکاب کے لیے اس چور دروازے کو ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی، توضیح المسائل اردو، ۳۶۹، ۳۶۸، مطبوعہ سازمان تبلیغات

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

علامہ وشتانی مالکی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ ابن عربی کہتے ہیں کہ متعہ اولاً مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا۔ پھر مباح کیا گیا پھر حرام کیا گیا اباحت اولی یہ ہے کہ شروع اسلام میں لوگ اپنی عادت کے مطابق متعہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے سکوت فرمایا پھر خیبر کے موقع پر متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ احادیث میں ہے پھر حضرت جابر کی روایت کے مطابق فتح مکہ کے دن متعہ پھر مباح کیا گیا پھر چند دن بعد قیامت تک کے لیے متعہ حرام کر دیا گیا جیسا کہ حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اصحاب مالک کے درمیان اس چیز میں اختلاف ہے کہ متعہ کرنے والے پر آیا وہ حد لگائی جائے گی جو کنوارے زانی پر لگائی جاتی ہے یا وہ حد لگائی جائے گی جو شادی شدہ زانی پر لگائی جاتی ہے یا عقد میں شبہ کا فائدہ دیتے ہوئے اس سے حد ساقط کر دی جائے گی البتہ اس کو سخت سزا دی جائے گی، امام مالک سے یہی مروی ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس عقد میں مدت اور معاوضہ کا تعین ہو اس کو متعہ کہتے ہیں خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول (جیسے فصل کی کٹائی تک عقد کیا جائے) امام احمد نے تصریح کی ہے کہ متعہ حرام ہے۔ علامہ ابو بکر نے کہا ہے کہ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ متعہ مکروہ ہے کیونکہ ابن منصور کے جواب میں امام احمد نے فرمایا میرے نزدیک متعہ سے اجتناب کرنا اولی ہے علامہ ابو بکر کے علاوہ باقی اصحاب نے امام احمد سے ممانعت اور تحریم کی روایت کی ہے، اور کہا ہے کہ اس مسئلہ میں امام احمد سے صرف ایک روایت ہے اور وہ تحریم کی ہے، جمہور صحابہ اور تابعین کا یہی قول ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے تحریم متعہ کی احادیث مروی ہیں، علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا اہل مدینہ میں سے امام مالک، اہل کوفہ میں سے امام ابو حنیفہ، اہل شام میں سے امام اوزاعی اور اہل مصر میں سے امام شافعی اور امام لیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متعہ حرام ہے، البتہ امام زفر نے یہ کہا ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور تعیین مدت کی شرط باطل ہے۔

حضرت ابن عباس کا نظریہ یہ تھا کہ متعہ جائز ہے اور ان کے تلامذہ میں سے عطاء، طاؤس، ابن جریج کا بھی یہی خیال ہے، حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری سے بھی جواز کی روایت ہے، شیعہ کا بھی یہی مذہب ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو متعہ جائز تھے عورتوں سے متع اور حج کا متعہ (تمتع) کیا میں ان سے منع کر دوں گا اور ان پر سزا دوں گا؟ اور عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ کرائے کی طرح ایک عقد منفعت ہے۔

تحریم متعہ پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ربیع بن سبرہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں اس پر گواہی دیتا ہوں کہ میرے باپ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں متعہ سے منع فرما دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، (سنن ابو داؤد) اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں نے تم کو متعہ کی اجازت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے لیے متعہ کو حرام کر دیا ہے اور مؤطا امام مالک اور سنن نسائی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت اور عورتوں سے متعہ کی ممانعت کر دی، بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن منع کیا، اور عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا؛ اور اس کا وقت نہیں بیان کیا اور ربیع بن سبرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر منع فرمایا بلکہ فتح مکہ کے موقع پر ابدی ممانعت فرمائی اور حجۃ الوداع کے موقع پر اس ممانعت کو تاکیداً دہرایا جیسے قتل وغیرہ اور دیگر کاموں کی حرمت کو آپ نے اس موقعہ پر دہرایا۔ سعیدی) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے موقعہ پر متعہ کو حرام کیا اور فتح مکہ کے موقع پر تین دن کے لیے متعہ کو مباح کیا اور پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا، متعہ کی حرمت اس وجہ سے بھی ہے کہ طلاق، ظہار، لعان اور وراثت وغیرہ نکاح کے احکام میں سے متعہ میں کوئی حکم نہیں ہے اس لیے باقی باطل نکاحوں کی طرح یہ بھی باطل نکاح ہے۔ اور حضرت ابن عباس نے متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کر لیا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا خون مردار اور خنزیر کے گوشت کی طرح متعہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دی اور پھر اس کو منسوخ کر دیا۔ [1]

علامہ سرخسی حنفی کا متعہ پر تبصرہ

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک غزوہ میں جب صحابہ پر ازواج سے علیحدگی بہت شاق ہو گئی تو آپ نے تین دن کے لیے متعہ کو مباح کر دیا پھر آپ نے متعہ سے ممانعت کر دی، متعہ کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے اتنے پیسوں کے عوض اتنی مدت کے لیے فائدہ حاصل کروں گا اور یہ ہمارے نزدیک باطل ہے اور امام مالک بن انس کے نزدیک جائز ہے (امام مالک کے نزدیک متعہ جائز نہیں ہے جیسا کہ ہم علامہ دشتانی مالکی سے نقل کر چکے ہیں اور عنقریب مدونہ سے امام مالک کی تصریح پیش کریں گے، علامہ شمس الدین سرخسی کو اس معاملہ میں تسامح ہوا ہے۔ سعیدی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے اور ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن "تم نے اپنی بیویوں سے جو فائدہ اٹھایا ہے تو ان کو اس کی اجرت (مہر) ادا کر دو" اور اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا اور جو حکم ثابت ہو جب تک اس کا نسخ ظاہر نہ ہو وہ ثابت ہی رہتا ہے، لیکن احادیث مشہورہ سے اس کا منسوخ ہونا ظاہر ہو چکا ہے، محمد بن حنفیہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی، سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں اور حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے لیے متعہ مباح کر دیا اس کے بعد حضرت سبرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے متعہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا جب میں نے صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کی "سنو! اللہ اور اس کا رسول تم کو متعہ سے منع کرتے ہیں" اس کے بعد لوگ اس سے رک گئے پھر متعہ میں مطلقاً اباحت ثابت نہیں ہوئی تھی

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بلکہ متعہ میں تین دن کی مقید اباحت ثابت ہوئی تھی اور تین دن پورے ہونے کے بعد متعہ کی اباحت باقی نہیں رہی کہ اس کے لیے ناسخ کی ضرورت ہو، اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ متعہ کو طلاق، عدت اور میراث کی آیات نے منسوخ کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اگر تم نے متعہ کیا تو میں تم کو رجم کر دوں گا، اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے متعہ اور صرف سے رجوع کر لیا تھا، پس اجماع صحابہ سے متعہ کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی، والذین ھم لفروجھم حافظون الایۃ "وہ لوگ جو ازواج اور اپنی باندیوں کے سوا اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں" اور جس عورت سے متعہ کیا جائے وہ زوجہ نہیں ہے اور نہ ہی باندی ہے، زوجہ نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ وارث ہوتی ہے نہ اس پر طلاق ہوتی ہے اور نہ اس کے ساتھ ایلاء ہوتا ہے اور زوجہ کے ساتھ یہ تمام معاملات ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں جو ہے فما استمتعتم بہ منھن الایۃ اس سے مراد ازواج ہیں جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔[1]

متعہ کے عدم جواز اور بطلان پر امام مالک کی تصریح

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک متعہ جائز ہے اور غالباً انھیں کو دیکھ کر علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے بھی یہی لکھا ہے:

وقال مالک رحمہ اللہ ھو جائز۔[2] امام مالک نے کہا ہے کہ متعہ جائز ہے۔

غالباً اس تسامح کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں نے مالکیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی بیان مذاہب میں صاحب ہدایہ کا تسامح ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں اب ہم مدونہ سے امام مالک کا قول پیش کر رہے ہیں۔

علامہ ابن سحنون تنوخی، امام ابن قاسم سے روایت کرتے ہیں:

(قلت) ارءیت اذا تزوج امراۃ باذن ولی بصداق قد سماہ تزوجھا الی شھر او سنۃ او سنتین ایصلح ھذا النکاح (قال) قال مالک ھذا النکاح باطل اذا تزوجھا الی اجل من الاجال فھذا النکاح باطل (الی قولہ) قلت ارایت ان قال اتزوجک شھرا یبطل النکاح ام یجعل النکاح صحیحا ویبطل الشرط (قال) قال مالک النکاح باطل یفسخ وھذہ المتعۃ

امام ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے پوچھا یہ بتلائیے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے اس کے ولی کی اجازت سے مہر مقرر کر کے ایک ماہ، ایک سال یا دو سال کی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا یہ جائز ہے؟ امام مالک نے فرمایا یہ نکاح باطل ہے، جب کوئی شخص کسی مدت معین کے لیے نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہے۔ امام ابن قاسم کہتے ہیں میں نے کہا یہ بتلائیے کہ جب کوئی شخص کسی مدت کے لیے نکاح کرے تو آیا

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۵۲ - ۱۵۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

و قد ثبت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحریمہا۔ [1]

سرے سے نکاح باطل ہے یا نکاح ہو جائے گا اور مدت کی شرط باطل ہے، امام مالک نے فرمایا نکاح ہی باطل ہے اور وہ فسخ ہو جائے گا کیونکہ یہ متعہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعہ کی تحریم ثابت ہے۔

علامہ ابن ہمام نے بھی صاحب ہدایہ کے اس تسامح کا بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

نسبتہ الی مالک غلط۔ [2]

امام مالک کی طرف جواز متعہ کی نسبت کرنا غلط ہے

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن متعۃ النسآء و اکل لحوم الحمر الانسیۃ۔ [3]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

علامہ ابوالولید باجی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ابتداء اسلام میں متعہ مباح تھا حضرت ابن عباس کو اباحت کا علم تھا اور تحریم کا علم نہیں تھا، حضرت علی نے ان کے سامنے اباحت کا انکار کیا اور انھیں تحریم کی خبر دی۔ [4]

حرمت متعہ پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النسآء مثنی وثلاث و ربٰع فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم۔

(النساء: ۳)

جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے، اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک نکاح کرو یا اپنی کنیزوں پر اکتفاء کرو۔

یہ آیت سورۂ نساء سے لی گئی ہے جو مدنی سورت ہے، اور ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قضاء شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان فرمائی ہیں، کہ وہ ایک سے چار تک نکاح کر سکتے ہیں، اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکیں تو پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتے ہیں اور بس! اگر متعہ بھی قضاء شہوت کی جائز شکل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرمادیتا اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی اس آیت کے ذریعہ

---

[1] علامہ سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۱۲۰-۱۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۳۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[4] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۳۴۲، دار الفکر العربی، بیروت۔

اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

شیعہ حضرات کو اگر شبہ ہو کہ اس آیت میں لفظ نکاح متعہ کو بھی شامل ہے لہٰذا نکاح کے ساتھ متعہ کا جواز بھی ثابت ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کی حد صرف چار عورتوں تک ہے اور متعہ میں عورتوں کی تعداد کے لیے کوئی قید نہیں ہے، اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ نکاح اور متعہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں نکاح میں عقد دائمی ہوتا ہے اور متعہ میں عقد عارضی ہوتا ہے، نکاح میں منکوحات کی تعداد محدود ہے اور متعہ میں متوعات کی کوئی حد نہیں، نکاح میں نفقہ، سکنیٰ، نسب اور میراث لازم ہوتے ہیں اور ایلاء، ظہار، لعان اور طلاق عارض ہوتے ہیں، اور متعہ میں ان میں سے کوئی امر لازم ہے نہ عارض، لہٰذا نکاح اور متعہ دو متضاد حقیقتیں ہیں اور نکاح سے متعہ کا ارادہ غیر معقول ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات (الی قولہ) ذلک لمن خشی العنت منکم وان تصبروا خیر لکم۔ (نساء: ۲۵)

اور جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے اور یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو، اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے، دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے، اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں اس کو متعہ کی ہدایت دی جاتی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا خواہ باندیوں سے کرے اور اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا۔ متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ۔ (نور: ۳۳)

اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرما دیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو، اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی، جب کہ متعہ کی اجازت کی بجائے ضبط نفس کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں ہے۔

احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

اس سے پہلے باب کے شروع میں اور اس کی تشریح میں متعہ کے منسوخ ہونے اور اس کی تحریم کے سلسلے میں احادیث کا بیان گذر چکا ہے تاہم چند مزید احادیث بیان کی جاتی ہیں:

عن سبرۃ الجھنی قال خرجنا مع رسول

حضرت سبرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

الله صلی الله علیه وسلم عام الفتح (الی قوله) قال فاستمتع منها فلم نخرج من مكة حتى حرمها رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه احمد و رجاله رجال الصحيح۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم فتح مکہ کے دن گئے وہاں حضرت سبرہ نے ایک عورت سے متعہ کیا پھر مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام کر دیا، اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں

عن جابر بن عبد الله الانصاری قال خرجنا ومعنا النساء اللاتی استمتعنا بهن حتى أتينا ثنية الركاب فقدنا يا رسول الله هؤلاء النسوة اللاتی استمتعنا بهن فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هن حرام الى يوم القيامة فودعنا عند ذلك فسميت عند ذلك ثنية الوداع وما كانت قبل ذلك الا ثنية الركاب رواه الطبرانی فی الاوسط۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم گئے اور ہمارے ساتھ وہ عورتیں تھیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا حتی کہ ہم ثنیۃ الرکاب پر پہنچے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ ہم نے متعہ کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورتیں قیامت تک کے لیے حرام ہیں اس جگہ ان عورتوں کو ہم نے الوداع کہا اس وجہ سے اس جگہ کا نام ثنیۃ الوداع پڑ گیا اور اس سے پہلے اس کا نام ثنیۃ الرکاب تھا (طبرانی فی الاوسط)

عن سالم بن عبد الله قال اتى عبد الله بن عمر فقيل له ان ابن عباس يامر بنكاح المتعة فقال ابن عمر سبحان الله ما اظن ابن عباس يفعل هذا قالوا بلى انه يامر به قال وهل كان ابن عباس الا غلاما صغيرا اذ كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال ابن عمر نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما كنا مسافحين۔

رواه الطبرانی فی الاوسط و رجاله رجال الصحيح غلا المعافی بن سليمان وهو ثقة۔ [3]

سالم بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا کہ حضرت ابن عباس متعہ کا فتویٰ دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت ابن عباس ایسا نہیں کرتے ہوں گے، لوگوں نے کہا نہیں! وہ ایسا ہی کرتے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حضرت ابن عباس بہت چھوٹے تھے، پھر حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کر دیا ہے اور ہم زنا کرنے والے نہیں ہیں، اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں معافی بن سلیمان ہر چند کہ غیر صحاح کا راوی ہے لیکن ثقہ ہے اور باقی کتب صحاح کے راوی ہیں۔

عن سعيد بن جبير قال قلت لابن

سعید بن جبیر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۴ " " "

[3] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵ " " "

عباس اتدری ما صنعت وبما افیت سارت بفتیاك الرکبان (الی قوله) فقال انا لله وانا الیه راجعون ولا ما بهذا افتیت ولا هذا اردت ولا احللت منها الا ما احل الله من المیتة والدم ولحم الخنزیر وفیه الحجاج بن ارطاة وهو ثقة ولکنه مدلس وبقیة رجاله رجال الصحیح۔[1]

کہا کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے فتوی نے کیا گل کھلایا ہے نوجوان آپ کے فتوی کی وجہ سے شہوت کے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، نہ میں نے یہ فتوی دیا، نہ میرا یہ ارادہ تھا۔ میں نے تو متعہ کو حالتِ اضطرار میں اس طرح مباح کیا تھا جس طرح حالت اضطرار میں مردار خون اور خنزیر کا گوشت مباح ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے لیکن ثقہ راوی ہے باقی راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

عن الحارث بن غزیه قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یوم فتح مکة یقول متعة النساء حرام ثلاث مرات رواه الطبرانی وفیه اسحاق بن عبد الله بن ابی فروة وهو ضعیف۔[2]

حارث بن غزیہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا عورتوں سے متعہ حرام ہے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں اسحاق بن عبد اللہ ایک ضعیف راوی ہے۔

ہر چند کہ اس آخری حدیث میں ایک ضعیف راوی ہے لیکن چونکہ اس کی موید صحیح الاسانید بہت ساری روایات ہیں اس لیے اس کی تقویت ہو گئی اور اس کا ضعف جاتا رہا اور اسی سبب کے پیش نظر ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

شیعہ حضرات کی احادیث سے حرمت متعہ پر استدلال

عن زید بن علی عن ابائه عن علی علیهم السلام قال: حرم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاهلیة ونکاح المتعة۔[3]

زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات یہ کہیں کہ اگر خیبر کے دن متعہ حرام کر دیا گیا تھا تو پھر فتح مکہ کے موقعہ پر متعہ کیوں ہوا، اس کا ایک جواب علامہ ابن قدامہ کے حوالے سے گذر چکا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ متعہ خیبر کے موقع پر ہی حرام کر دیا گیا تھا، فتح مکہ کے موقع پر ضرورت کی وجہ سے تین دن کے لیے عارضی رخصت دی گئی اور پھر حرمت مؤبدہ کر دی گئی،

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ،

[2] " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۶ " " "

[3] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تہذیب الاحکام ج ۷، ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ

عن زید بن علی عن ابائہ عن علی علیہم السلام قال حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ۔ [1]

زید بن علی اپنے اباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

اس روایت میں یوم خیبر کی قید نہیں ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متعہ کے لیے جو پہلے رخصت دی گئی تھی وہ اس روایت کے بعد منسوخ کر دی گئی، شیخ ابو جعفر طوسی نے اس حدیث سے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ حدیث شیعہ حضرات کے اجماعی مؤقف کے خلاف ہے اس لیے اس روایت کا محمل یہ ہے کہ یہ تقیۃً بیان کی گئی ہے، شیعہ حضرات کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے کہ ان کی کتابوں میں جو چیز ان کے موقف کے خلاف ہو اس کو تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ روایت بیان کرنے میں تقیہ کا کیا دخل ہے؟ اگر جان بچانے کے لیے حق کو چھپانا ہی ہے تو آپ خاموش رہیئے اور اپنے مخالفین کے خلاف کوئی بات مت کہیئے اس بات پر کونسی یقینی اور قطعی شہادت ہے کہ زید بن علی نے جان بچانے کے لیے یہ روایت تقیۃً بیان کی تھی اور اگر یہ روایت بیان نہ کرتے تو ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا! اس بے بنیاد مفروضہ کی وجہ سے اس حدیث کو کیوں ترک کیا جائے، جو قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق ہے، اصول کافی میں ہے، من لا تقیۃ لہ لا دین لہ [2] "جو آدمی تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے"۔ اگر ایسا ہی ہے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر کے کیوں جان نہیں بچائی؟ حضرت مسلم بن عقیل نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر کے اور تقیۃً حضرت حسین کو برا بھلا کہہ کر اپنی جان کیوں نہیں بچائی؟ اور حضرت حسین اور ان کے رفقاء نے جو تقیہ کو ترک کیا تو انھیں کیا کہا جائے گا؟ تقیہ کا اصول تو شہادت حسین کی تمام تر عظمت کو ختم کر کے اس کو بے دینی سے بدل دیتا ہے، العیاذ باللہ!

اس موضوع پر مقالات سعیدی میں بھی ایک مبسوط مقالہ ہے۔ جس میں اس پہلو سے بحث کی گئی ہے کہ بعض قراآت میں 'الی اجل مسمی' کے الفاظ ہیں اور اس سے متعہ ثابت ہوتا ہے، ہم نے یہاں اس بحث کو اس لیے نہیں چھیڑا کہ مقالات سعیدی میں ہم اس بحث کو مکمل بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَخَالَتِهَا فِي النِّكَاحِ

پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت

۳۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ نہ جمع کیا جائے۔

---

[1] شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، الاستبصار ج ۳ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷۔ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۲ھ۔

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

۳۳۳۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ أَرْبَعٍ نِسْوَةٍ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَهُنَّ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَالْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بھتیجی اور اس کی پھوپھی اور بھانجی اور اس کی خالہ۔

۳۳۳۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ ابْنُ مَسْلَمَةَ مَدَنِيٌّ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ وُلْدِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تُنْكَحُ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ الْأَخِ وَلَا ابْنَةُ الْأُخْتِ عَلَى الْخَالَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے پھوپھی سے نکاح نہ کیا جائے اور خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي قَبِيصَةُ بْنُ ذُؤَيْبٍ الْكَعْبِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْمَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَنُرَى خَالَةَ أَبِيهَا وَعَمَّةَ أَبِيهَا بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص بھتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی سے یا بھانجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کرے، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ بیوی کے باپ کی پھوپھی اور بیوی کے باپ کی خالہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۳۳۳۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى اَنَّهٗ كَتَبَ اِلَيْهِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی اور اس کی خالہ سے نکاح نہ کیا جائے۔

۳۳۳۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.. اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۳۳۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا يَسُوْمُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَلَا تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا وَلَا عَلٰى خَالَتِهَا وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ فَاِنَّمَا لَهَا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ دے، اور اپنے بھائی کی لگائی ہوئی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور کسی عورت سے نکاح کر کے اس کی پھوپھی اور خالہ سے نکاح نہ کیا جائے اور کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کرلے، وہ (بغیر شرط کے) نکاح کرلے جو اس کی تقدیر میں ہے اسے مل جائیگا۔

۳۳۳۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحْرِزُ بْنُ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ عَوْنٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْاَةُ عَلٰى عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا اَوْ تَسْئَلَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِيْ صَحْفَتِهَا فَاِنَّ اللّٰهَ رَازِقُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے یا کوئی عورت اپنی سوکن کی طلاق کا سوال کرے تاکہ اس کے برتن کو اپنے لیے خاص کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ رزق دینے والا ہے۔

۳۳۴۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَّاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى وَابْنِ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے کہ کسی عورت سے اس کی پھوپھی یا خالہ کے

عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ سَلْمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجْمَعَ بَيْنَ الْمَرْاَةِ وَعَمَّتِهَا وَبَيْنَ الْمَرْاَةِ وَخَالَتِهَا .

نکاح میں ہوتے ہوئے نکاح کیا جائے۔

۳۳۴۱- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَرْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ .

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے ان میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۳۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر ہے۔

بھتیجی اور پھوپھی کو اور بھانجی اور خالہ کو نکاح میں ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی حقیقی ہوں یا مجازی ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا ممنوع ہے، مجازی پھوپھی کی مثال ہے دادا یا پردادا کی بہن اور مجازی خالہ کی مثال ہے نانی کی بہن، ان کی حرمت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ بعض شیعہ اور خوارج نے ان کے نکاح میں جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: واحل لکم ما وراء ذلکم (النساء ۲۴) "مذکورہ محرمات کے ماسوا تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں" اور مذکورہ محرمات میں پھوپھی، بھتیجی اور خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت کا ذکر نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ خبر واحد سے قرآن مجید کے عموم کو منسوخ کرنا جائز ہے۔ اس لیے اس آیت کا عموم اس حدیث سے منسوخ ہو گیا۔[1]

قرآن مجید کے عموم کی خبر واحد سے منسوخ ہونے کی بحث

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں ہے اور عصر اول میں یہ حدیث صحابہ اور تابعین میں مقبول رہی ہے، اور صحابہ کے ایک جم غفیر مثلاً حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور اس آیت کا عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ محرمات مذکورہ میں مشرکات اور مجوسیات کا ذکر نہیں ہے اس لیے اس آیت کے عموم کے اعتبار سے وہ بھی حلال ہو گئیں اور لاتنکحوا المشرکات (بقرۃ: ۲۲۱) "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو" نے ان سے نکاح کو ناجائز قرار دیا اور اس آیت کا عموم منسوخ ہو گیا اس لیے اس آیت کے عموم کی تخصیص ہر چند کہ خبر واحد سے ہے لیکن یہ عموم قطعی نہیں ہے ظنی ہے کیونکہ لاتنکحوا المشرکات سے اس کا عموم پہلے ہی منسوخ ہو چکا ہے اس لیے یہ نسخ اصول احناف کے خلاف نہیں ہے۔[2]

اس کی پوری بحث مباحث کفو کے ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جن رشتوں میں دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے ان کی تفصیل اور احکام

عالمگیری میں ہے کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح جو دو باندیاں آپس میں بہنیں ہوں ان دونوں کے ساتھ وطی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، ۴۵۲۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

دونوں نسباً بہنیں ہوں یا دودھ کے رشتہ سے بہنیں ہوں ۔ (سراج وہاج) اور قاعدہ یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے اور ان کے درمیان جانبین سے نکاح حرام ہو، خواہ یہ حرمت دودھ کے رشتہ سے ہو یا نسبی رشتہ سے ۔ ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے (محیط) اس لیے بھانجی اور خالہ اور بھتیجی اور پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ رشتہ نسب سے ہو یا دودھ سے البتہ کسی عورت اور اس کے سابقہ خاوند کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اگر عورت کو مرد فرض کر لیا جائے تو اس لڑکی سے اس کا نکاح جائز ہے ۔ البتہ اس کے برعکس جائز نہیں ہے ۔

اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کر لیا تو دونوں سے اس کی تفریق کر دی جائے گی ۔ اگر عمل ازدواج سے پہلے تفریق ہو گئی تو ان کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو ان دونوں کو مہر مثل ملے گا اور اگر الگ الگ عقد کے ساتھ ان سے نکاح کیا ہے تو بعد والا نکاح فاسد ہو گا اور اس پر دوسری بہن سے علیحدہ ہونا واجب ہے اور اگر قاضی کو علم ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان میں تفریق کر دے ۔ اگر عمل ازدواج سے پہلے ان میں تفریق ہو گئی تو عورت کے لیے کچھ واجب نہیں اور اگر عمل ازدواج کے بعد تفریق ہوئی ہے تو مہر مثلی اور مقرر شدہ مہر میں سے جو کم ہو گا اس کا ادا کرنا واجب ہو گا اور اس عورت پر عدت لازم ہو گی اور نسب ثابت ہو گا اور جب تک بیوی کی بہن کی عدت نہیں پوری ہو گی اس وقت تک وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمل ازدواج سے احتراز کرے گا ۔[1]

بَابُ تَحْرِيمِ نِكَاحِ الْمُحْرِمِ وَكَرَاهَةِ خِطْبَتِهِ

حالت احرام میں نکاح اور پیغام نکاح کا بیان

۳۳۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ نُبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ أَرَادَ أَنْ يُزَوِّجَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ بِنْتَ شَيْبَةَ ابْنِ جُبَيْرٍ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ فَحَضَرَ ذَلِكَ وَهُوَ أَمِيرُ الْحَجِّ فَقَالَ أَبَانٌ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .

نُبَیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ نے طلحہ بن عمر کا بنت شیبہ بن جبیر سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ابان بن عثمان کے پاس ایک قاصد بھیجا جو اس وقت امیر حج تھے وہ آئے اور انھوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: محرم اپنا نکاح کرے نہ کسی دوسرے کا نہ نکاح کا پیغام دے ۔

۳۳۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنِي نُبَيْهُ بْنُ وَهْبٍ قَالَ

نُبَیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر اپنے لڑکے کی منگنی شیبہ بن عثمان کی بیٹی سے کرنا چاہتے تھے ۔ چنانچہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے انھوں نے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۷۸، ۲۷۷، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ ۔

بَعَثَنِي عُمَرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَعْمَرٍ وَّكَانَ يَخْطُبُ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ عُثْمَانَ عَلَى ابْنِهٖ فَاَرْسَلَنِي اِلٰى اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَالَ اَلَا اُرَاهُ اَعْرَابِيًّا اِنَّ الْمُحْرِمَ لَا يُنْكِحُ وَلَا يُنْكِحُ اَنَا بِذٰلِكَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

مجھے ابان بن عثمان کے پاس بھیجا جو حج کے امیر تھے۔ انھوں نے (سوال سن کر کہا) میرا گمان ہے کہ وہ اعرابی ہیں، کیونکہ محرم خود اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ دوسرے کا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۳۳۴۴ - وَحَدَّثَنِي اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى ح قَالَ وَحَدَّثَنِي اَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ سَوَّآءٍ قَالَا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ مَّطَرٍ وَّيَعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ نُّبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ وَلَا يُنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم اپنا نکاح کر سکتا ہے نہ کسی اور کا۔ نہ نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔

۳۳۴۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ نُّبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ اَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُحْرِمُ لَا يَنْكِحُ وَلَا يَخْطُبُ .

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے۔

۳۳۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ عَنْ نُّبَيْهِ بْنِ وَهْبٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْمَرٍ اَرَادَ اَنْ يُّنْكِحَ ابْنَهٗ طَلْحَةَ بِنْتَ شَيْبَةَ بْنِ جُبَيْرٍ فِي الْحَجِّ

نُبَیہ بن وہب بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبید اللہ بن معمر کی خواہش تھی کہ حج کے دوران اپنے بیٹے طلحہ کا نکاح شیبہ بن جبیر کی بیٹی سے کر دیں۔ اس زمانہ میں ابان بن عثمان امیر حج تھے، ابان نے مجھے ان کے پاس یہ پیغام دینے کے لیے بھیجا کہ میں طلحہ کا نکاح کرنا چاہتا ہوں، اور میری خواہش ہے کہ آپ بھی اس میں شرکت کریں،

وَاَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْحُجَّاجِ فَاَرْسَلَ اِلٰى اَبَانٍ اِنِّيْ قَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْكِحَ طَلْحَةَ بْنَ عُمَرَ فَاُحِبُّ اَنْ تَحْضُرَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ اَبَانٌ اَلَا اُرَاكَ عِرَاقِيًّا جَافِيًا اِنِّيْ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْكِحُ الْمُحْرِمُ

حضرت ابان نے فرمایا میں تو تجھ کو بے وقوف عراقی سمجھتا ہوں کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نکاح نہ کرے۔

۳۳۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِي الشَّعْثَاءِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ وَهُوَ مُحْرِمٌ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الزُّهْرِيَّ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ نَكَحَهَا وَهُوَ حَلَالٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ زہری نے کہا مجھے یزید بن اصم نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا تھا۔

۳۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَيْمُوْنَةَ وَهُوَ مُحْرِمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔

۳۳۴۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا جَرِيْرٌ ابْنُ حَازِمٍ قَالَ نَا اَبُوْ فَزَارَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مَيْمُوْنَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهُوَ حَلَالٌ قَالَ وَكَانَتْ خَالَتِيْ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حلال ہونے کی حالت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

تعالیٰ عنہما۔

محرم کے نکاح کرنے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ نظریہ ہے کہ محرم کا حالت احرام میں عقد نکاح کرنا شرعاً جائز ہے البتہ حالت احرام میں عمل ازدواج کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو حلال کیا ہے اور کسی وقت میں نکاح سے ممانعت نہیں کی اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور عمل ازدواج اس لیے ناجائز ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں اس کی ممانعت ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالت احرام میں محرم کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: محرم کے نکاح میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، ان کا استدلال صحیح مسلم کے اس باب کی احادیث سے ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ محرم کا حالت احرام میں نکاح کرنا جائز ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ نووی کے اعتراضات

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے واقعہ سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث کے متعدد جوابات ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے اس وقت نکاح کیا تھا جب آپ حلال تھے، اکثر صحابہ نے اسی طرح روایت کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تاویل ہے اور بحالت احرام نکاح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے حرم میں نکاح کیا تھا اور جو شخص حرم میں ہو اس پر بھی محرم کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ وہ حلال ہو چنانچہ یہ شعر مشہور ہے ؎

قتلوا ابن عفان الخلیفۃ محرما ای فی حرم المدینۃ " ابن عفان خلیفہ مسلمین کو قتل کر دیا در آں حالیکہ وہ محرم تھے یعنی حرم مدینہ میں تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے: "محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے (مسلم)" اور آپ کا فعل یہ ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور اصولیین کا قاعدہ یہ ہے کہ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے اور چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔[2]

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی علامہ نووی کے پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں اکثر صحابہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید اور موافقت میں روایات ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت معاذ اور حضرت ابوعبداللہ بن مسعود سے اسی طرح روایت ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے تھے محرم کے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے اور امام طحاوی نے روایت کیا ہے کہ محمد بن

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،
[2] ۔ " " ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳ ، " " " "

ابی بکر نے حضرت انس بن مالک سے محرم کے نکاح کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں، عقد نکاح بیع کی طرح ایک عقد ہے، اور امام طحاوی نے روایت کیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا درآں حالیکہ آپ محرم تھے، اسی طرح امام طحاوی نے روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعض ازواج سے حالتِ احرام میں نکاح کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے نیز اس روایت کو امام ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اور حضرت معاذ کی روایت کو ابن حزم نے روایت کیا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جنھوں نے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے حالتِ احرام میں نکاح کیا ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اہل علم اصحاب ہیں۔ سعید بن جبیر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عکرمہ اور جابر بن زید یہ سب حضرات فقہاء ہیں ان کی آراء اور روایات سے استدلال کیا جاتا ہے، اور جن راویوں نے ان سے اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ بھی اہل علم اور ثقہ حضرات ہیں، مثلاً عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، عبداللہ بن ابی نجیح وغیرہ یہ وہ ائمہ ہیں جن کی روایات کی اقتداء کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس کی حدیث کے معارضہ میں امام مسلم نے جو یزید بن اصم کی روایت ذکر کی ہے (دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۳، ایضاً حدیث نمبر ۳۳۴۹، ۳۳۴۷، سعیدی غفرلہٗ) اس کو عمرو بن دینار نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ ایک اعرابی تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرتا تھا، ہر چند کہ زہری نے اس کی روایت سے استدلال کیا ہے لیکن اس استدلال کی وجہ سے عمرو بن دینار کی جرح اس سے ساقط نہیں ہوتی اور امام ترمذی نے جو اس کے معارض حدیث ذکر کی ہے اس میں مطر وراق نام کا راوی ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مطر وراق، مخالفین کے نزدیک بھی لائق استدلال نہیں ہے۔ امام نسائی نے کہا کہ مطر بن طہمان وراق قوی نہیں ہے، امام احمد نے کہا اس کا حافظہ خراب تھا، اور یہ حدیث کسی حیثیت سے بھی ایسی نہیں ہے جو حضرت ابن عباس کی روایت کے مزاحم ہو سکے، علامہ عینی، علامہ نووی کے دوسرے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ محرم کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص حرم میں ہو خواہ وہ حلال ہو، اس لیے صحیح نہیں ہے کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ انہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھو محرم وبنی بھا وھو حلال "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ سے نکاح کیا درآں حالیکہ آپ محرم تھے اور ان کو اپنے گھر میں لائے درآں حالیکہ آپ حلال تھے"۔ اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ علامہ نووی کی تفسیر درست نہیں اور محرم سے مراد ساکن حرم نہیں بلکہ صاحب احرام ہے، اور علامہ نووی کا تیسرا اعتراض کہ نبیہ بن وہب کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے المحرم لا ینکح ولا ینکح ولا یخطب "محرم خود نکاح کرے نہ کسی کا نکاح کرے نہ نکاح کا پیغام دے"۔ اور عمرو بن دینار کی روایت جس میں حضرت ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ آپ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ سے نکاح کیا آپ کا فعل ہے، اور قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کو ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تعارض اس وقت ہوگا جب دونوں حدیثیں سند کے اعتبار سے مساوی ہوں اور عمرو بن دینار کی روایت نبیہ بن وہب سے قوی ہے وہ امام بخاری کے رجال سے ہیں اور نبیہ بن وہب رجال مسلم میں سے ہیں اور بخاری کی روایت کو مسلم کی روایت پر ترجیح ہے، اور اگر بالفرض دونوں روایات مساوی ہوں تو مسلم کی حدیث میں تاویل ہے اور نکاح کا حقیقی معنی وطی مراد ہے یعنی محرم

نہ وطی کرے نہ کسی کو وطی کرنے دے یا یہ نہی کراہت تنزیہی کے لیے ہے اور صحیح بخاری میں جو حضرت ابن عباس کی روایت ہے وہ بیان جواز کے لیے ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عقد نکاح مباشرت کا سبب ہے اس لیے حالت احرام میں اس سے منع کیا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ منگنی (پیغام نکاح) کی بھی ممانعت کر دی۔ حالانکہ منگنی کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے خواہ باکراہت ہو لہٰذا اپنا نکاح یا دوسرے کا نکاح کرنا مع الکراہت جائز ہوگا، اور چوتھے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت میمونہ سے نکاح کرنے کو آپ کی خصوصیت پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔[1]

بَابُ ۴۳ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ

بلا اجازت کسی کی منگنی پر منگنی کرنے کی ممانعت

۳۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا يَخْطُبُ بَعْضُكُمْ عَلَى خِطْبَةِ بَعْضٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع کرے نہ دوسرے کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۵۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا

ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۱۱-۱۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الْإِسْنَادِ۔

۳۳۵۴۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ أَوْ يَتَنَاجَشُوا أَوْ يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ أَوْ يَبِيعَ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا تَسْئَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا أَوْ مَا فِي صَحْفَتِهَا زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ وَلَا يَسُومُ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ شہر والا گاؤں والے کا مال (اس کو شہر کا نرخ بتائے بغیر) خرید دے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی قیمت بڑھائے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے یا اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے اور اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی عورت اپنی بہن (سوکن) کو طلاق دینے کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے، اور عمرو کی روایت میں یہ زیادہ ہے کہ نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ کرے۔

۳۳۵۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَاجَشُوا وَلَا يَبِيعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا يَخْطُبُ الْمَرْءُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا تَسْئَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ الْأُخْرَى لِتَكْتَفِئَ مَا فِي إِنَائِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محض دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے قیمت نہ بڑھاؤ (جبکہ خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو) اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرے اور شہری (بھاؤ بتائے بغیر) دیہاتی کا مال نہ بیچے اور نہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے اور نہ کوئی عورت اس لیے اپنی بہن (سوکن) کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے اپنے لیے انڈیل لے۔

۳۳۵۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَلَا يَزِيدُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے اس میں ہے کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر قیمت نہ بڑھائے۔

۳۳۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلٰى سَوْمِ الْمُسْلِمِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى خِطْبَتِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی قیمت پر قیمت نہ لگائے نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۵۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ وَسُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

۳۳۵۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَنَّهُمْ قَالُوْا عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ وَخِطْبَةِ اَخِيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور نہ اس کی منگنی پر منگنی کرے۔

۳۳۶۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ وَغَيْرِهٖ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُمَاسَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ فَلَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَبْتَاعَ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبَ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَذَرَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن، مومن کا بھائی ہے اور کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے یا اس کی منگنی پر منگنی کرے حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔

منگنی پر منگنی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب منگنی کرنے والے کا پیغام صراحۃً منظور کر لیا جائے اور وہ اس رشتہ کو ترک نہ کرے تو اب کسی اور شخص کے لیے پیغام دینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص نے اس صورت میں پیغام دیا اور نکاح کر لیا تو گنہ گار ہوگا، لیکن

نکاح صحیح ہے اور فسخ نہیں ہوگا، اور داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ نکاح فسخ ہو جائے گا امام مالک سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں ، بعض اصحاب مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہو جائے گا اور دخول کے بعد نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ منگنی پر منگنی کی تحریم اس صورت میں ہے جب رشتہ منظور کر لیا گیا ہو اور اگر رشتہ یا پیغام منظور نہ کیا ہو تو منگنی پر منگنی جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ انہیں ابو جہم اور معاویہ دونوں نے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ آپ نے انھیں حضرت اسامہ کے لیے ایک تیسرا پیغام دیا۔ ابن قاسم مالکی نے کہا کہ فاسق کی منگنی اگر منظور بھی کر لی گئی ہو پھر بھی نکاح کا پیغام دینا جائز ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے[1]

اس باب کی احادیث میں بیوع کے جو احکام آگئے ہیں ان کو تفصیل سے انشاء اللہ ہم کتاب البیوع میں بیان کریں گے۔

بَابُ تَحْرِيمِ نِكَاحِ الشِّغَارِ وَبُطْلَانِهِ

باب ۴۳ نکاح شغار کی حرمت کا بیان

۳۳۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوِّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوِّجَهُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا ہے شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح دوسرے شخص سے اس کی بیٹی کے عوض کر دے (یعنی وہ بھی اپنی بیٹی کا نکاح پہلے شخص سے کر دے) اور ان کے درمیان مہر نہ ہو۔

۳۳۶۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا الشِّغَارُ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے

۳۳۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّرَّاجِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

۳۳۶۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام میں شغار نہیں ہے۔

۳۳۶۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ وَزَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَالشِّغَارُ اَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ زَوِّجْنِيْ اِبْنَتَكَ وَاُزَوِّجُكَ اِبْنَتِيْ اَوْ زَوِّجْنِيْ اُخْتَكَ وَاُزَوِّجُكَ اُخْتِيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا، ابن نمیر کی روایت میں ہے شغار یہ ہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بیٹی کا نکاح تم سے کر دونگا یا کہے تم اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دو اور میں اپنی بہن کا نکاح تم سے کر دوں گا۔

۳۳۶۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ زِيَادَةَ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۳۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشِّغَارِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔

شغار میں مذاہب علامہ نووی لکھتے ہیں کہ لغت میں شغار کا معنی ہے اٹھانا، جب کتا پیشاب کے لیے ٹانگ اٹھائے تو کہتے ہیں شغر الکلب (اس صورت میں اس کی نکاح شغار کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ اس عقد میں دونوں نکاح کرنے والے ایک دوسرے سے تقاضائے مہر اٹھا لیتے ہیں، سعیدی) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے خالی ہونا، جب شہر خالی ہو جائے تو کہتے ہیں شغر البلد، اس صورت میں مناسبت یہ ہے کہ یہ

نکاح مہر سے خالی ہوتا ہے، شغار جاہلیت کا نکاح ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح منہی عنہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس نہی سے نکاح باطل ہوتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہوگا اور دخول کے بعد فسخ نہیں ہوگا اور ایک روایت یہ ہے کہ ہر صورت میں نکاح فسخ ہو جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگا اور مہر مثل لازم ہوگا امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا کسی شخص سے اس کی بیٹی یا بہن کے ساتھ اپنے نکاح کے عوض میں نکاح کرے اور ہر ایک کا عقد دوسرے عقد کے عوض میں ہو، یہ نکاح صحیح ہے اور اس میں مہر مثل واجب ہے۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے بلا مہر نکاح کرنے اور فرج کو مہر قرار دینے سے منع فرمایا ہے اور ہم بھی اس کو باطل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز شرعاً مہر نہیں ہے پس یہ ایسا نکاح ہو گیا جس میں ایسی چیز کو مہر بنایا گیا جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی جیسے کوئی شخص خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کر کے نکاح کرے تو ایسی صورت میں بالاتفاق نکاح ہو جائے گا اور خمر یا خنزیر کی جگہ مہر مثل دینا واجب ہوگا، نکاح شغار بھی اسی طرح ہے۔[3]

بَابُ الْوَفَاءِ بِالشَّرْطِ فِي النِّكَاحِ

شرائط نکاح کو پورا کرنے کا بیان

۳۳۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُرْثِدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَقَّ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرائط میں سے جو شرط سب سے زیادہ پوری کی جانے کی مستحق ہے یہ وہ ہے جس کی وجہ سے تم عورتوں کو اپنے لیے حلال کرتے ہو۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵-۴۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

الشَّرْطِ اَنْ تُوْفِیَ بِہٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِہِ الْفُرُوْجَ ھٰذَا لَفْظُ حَدِیْثِ اَبِیْ بَکْرٍ وَابْنُ مُثَنّٰی غَیْرَ اَنَّ ابْنَ مُثَنّٰی قَالَ الشُّرُوْطَ۔

حقوق زوجین علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء اور فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح کے مقتضیٰ کے خلاف نہیں ہیں یعنی ایسی شرائط مراد ہیں جو نکاح کے تقاضوں اور اس کے مقاصد کے مطابق ہیں جیسے اچھائی کے ساتھ زندگی گزارنا، اور بیوی کو کھانے کپڑے اور رہائش کا خرچ دستور کے مطابق ادا کرنا، شوہر بیوی کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی نہ کرے اگر دو بیویاں ہوں تو دونوں کے پاس باری باری رہے، اور عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے، اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس سے پوچھے بغیر گھر میں کسی کو آنے نہ دے اور اس کے مال میں اس کی مرضی کے بغیر تصرف نہ کرے اور جو شرائط تقاضائے نکاح کے خلاف ہیں وہ یہ ہیں مثلاً بیوی کو خرچ نہ دے، اس کی باری میں اس کے پاس نہ رہے اس کو اپنے ساتھ سفر میں نہ لے جائے۔[1]

بَابُ اِسْتِیْذَانِ الثَّیِّبِ فِی النِّکَاحِ بِالنُّطْقِ وَالْبِکْرِ بِالسُّکُوْتِ

نکاح میں بیوہ کی زبان سے اجازت اور کنواری کے سکوت کا کافی ہونا

۳۳۶۹ - حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَیْسَرَۃَ الْقَوَارِیْرِیُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا ھِشَامٌ عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُھَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی سے مشورہ لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے اور کنواری کی اجازت لیے بغیر اس کا نکاح نہ کیا جائے، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کنواری کی اجازت کس طرح ہے؟ فرمایا اس کی خاموشی!۔

۳۳۷۰ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِیْ عُثْمَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

مُوسٰى قَالَ اَنَا عِيْسٰى يَعْنِى ابْنَ يُوْنُسَ عَنِ
الْاَوْزَاعِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِى زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ
قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ ح
قَالَ وَحَدَّثَنِى عَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ
رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ ح قَالَ
وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ
قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ
كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِى كَثِيْرٍ بِمِثْلِ مَعْنٰى
حَدِيْثِ هِشَامٍ وَّشَيْبَانَ وَمُعَاوِيَةَ بْنِ
سَلَّامٍ فِى هٰذَا الْحَدِيْثِ ـ

۳۳۷۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِى شَيْبَةَ
قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح
قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ
رَافِعٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ
رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِى مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ قَالَ
ذَكْوَانُ مَوْلٰى عَائِشَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِىَ
اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَارِيَةِ يُنْكِحُهَا
اَهْلُهَا اَتُسْتَاْمَرُ اَمْ لَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ تُسْتَاْمَرُ
فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لَهُ فَاِنَّهَا تَسْتَحْيِى
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَذٰلِكَ اِذْنُهَا اِذَا هِىَ سَكَتَتْ ـ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب گھر والے لڑکی کا نکاح کریں تو اس سے اجازت لینی چاہیے یا نہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اجازت لینی چاہیے، حضرت عائشہ نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو شرم آئے گی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خاموش ہو جانا ہی اس کی اجازت ہے۔

۳۳۷۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّ
قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا
يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔

حَدَّثَكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ نَّافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَيِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْذَنُ فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا۔

اور باکرہ سے بھی اس کے بارے میں اجازت لینی چاہیے اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔

۳۳۷۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ سَمِعَ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَاْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیوہ اپنے ولی کی بہ نسبت اپنی زیادہ حقدار ہے، اور کنواری لڑکی سے بھی اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔

۳۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ الثَّيِّبُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَّلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يَسْتَاْذِنُهَا اَبُوْهَا فِيْ نَفْسِهَا وَاِذْنُهَا صُمَاتُهَا وَرُبَّمَا قَالَ وَصَمْتُهَا اِقْرَارُهَا۔

اسی سند سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ولی کی بہ نسبت بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔ کنواری سے بھی اس کا باپ اجازت لے۔ اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے اور ایک روایت میں ہے اس کی خاموشی اس کا اقرار ہے۔

ولی کے بغیر عورت کے عقد نکاح کے بارے میں شوافع کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۳۷۲ میں ہے "ولی کی بہ نسبت غیر شادی شدہ لڑکی اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے"۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا نکاح کی صحت کے لیے ولی شرط ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے کہ ولی شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بیوہ یا مطلقہ اور بالغہ کنواری کے نکاح کی صحت کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں ہے اور وہ ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کر سکتی ہیں، داؤد ظاہری نے کہا ہے کہ کنواری کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بیوہ یا مطلقہ کے لیے شرط نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: لا نکاح الا بولی۔ "ولی (کی اجازت) کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"۔ اور اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو، داؤد ظاہری کا استدلال اس حدیث سے ہے جو اس باب میں مذکور ہے کہ ثیب (بیوہ) اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور باکرہ (کنواری) سے اجازت لی جائے گی" اور ہمارے اصحاب نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ بھی حق میں ولی کے ساتھ شریک ہے یعنی اس پر جبر نہیں کیا جائے گا اور شوہر کے انتخاب میں اس کا زیادہ حق ہے، اور امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کو بیع وغیرہ پر قیاس کیا ہے یعنی جب عورت ولی کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کر سکتی ہے تو ولی کی اجازت

کے بغیر اپنا عقد بھی کر سکتی ہے اور جس حدیث میں ہے: "ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا" اس کو امام ابوحنیفہ صغیرہ (نابالغہ) پر محمول کرتے ہیں اور اس حدیث کے عموم کو قیاس سے خاص کرتے ہیں اور عموم کو قیاس سے خاص کرنا اکثر اصولیین کے نزدیک جائز ہے۔ شیخ داؤد ظاہری نے اس مختلف فیہ مسئلہ میں ایک نئے قول کو اختیار کیا ہے اور یہ خود ان کے اپنے مذہب کے خلاف ہے۔[1]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں مالکیہ کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اشہب کی روایت یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی اجازت شرط ہے اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہے، اور ابن القاسم کی روایت یہ ہے کہ ولی کی شرط سنت ہے فرض نہیں ہے کیونکہ امام مالک سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے زوجین میں وراثت ہو جاتی ہے اور غیر شریفہ (غیر سیدہ) عورت اپنے نکاح کے لیے کسی بھی شخص کو ولی بنا سکتی ہے اور ثیبہ کے عقد کے لیے ولی کو امام مالک مستحب قرار دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک ولی کی شرط صحت نکاح کے لیے نہیں کامل نکاح کے لیے ہے، البتہ بغداد کے مالکی علماء نے اس کو نکاح کی صحت کی شرط قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شرط کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی صریح آیت ہے نہ سنت مشہورہ ہے اور اس سلسلے میں طرفین سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ قطعی الدلالۃ نہیں ہیں۔[2]

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں حنابلہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہوتا، اور عورت اپنا یا کسی اور کا نکاح کرنے کی مالک نہیں ہے، نہ اپنے نکاح کے لیے غیر ولی کو ولی بنا سکتی ہے اور اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا نکاح صحیح نہیں ہوگا، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی نظریہ ہے، اور سعید بن مسیب، حسن، عمر بن عبدالعزیز، جابر بن زید ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، ابن المبارک، عبداللہ العنبری، شافعی، اسحاق اور ابوعبید کا یہی نظریہ ہے، اور ابن سیرین، قاسم بن محمد، حسن بن صالح، ابوصالح اور ابویوسف سے روایت ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس نے نکاح کر لیا تو یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لیے اپنا نکاح خود کرنا جائز ہے اور کسی کو نکاح میں وکیل بنانا بھی جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (البقرہ ۲۳۲)" (مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں سے (دوبارہ) نکاح کرنے سے نہ روکو۔ اس آیت میں نکاح کرنے کا اسناد عورتوں کی طرف کیا ہے اور ان کو روکنے سے منع کیا ہے اور اس لیے بھی کہ یہ خاص ان کا حق ہے کیونکہ وہی اہل مباشرت ہیں اس لیے ان کا یہ تصرف صحیح ہے جس طرح عورت کا اپنی باندی کو بیچنا صحیح ہے اور اس لیے کہ جب وہ اپنی باندی کی بیع کی مالک ہے اور یہ اس کے سارے جسم کے منافع پر تصرف ہے تو اپنے ایک عضو کے تصرف پر وہ بطریق اولیٰ مالک ہوگی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نکاح الا بولی "ولی کی اجازت) کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا، امام احمد اور یحییٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ،

[2] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۷-۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[3] ۔ علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۶-۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ،

ولی کے بغیر عقد نکاح کے بارے میں احناف کا نظریہ علامہ سرخسی لکھتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کا نکاح اس کی رضامندی سے کر دیا، اس کے اولیاء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پیش کر دیا انھوں نے اس نکاح کو جائز قرار دیا، اس میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت اپنا نکاح خود کرے، یا غیر ولی سے اپنا نکاح کرنے کے لیے کہے تو اس کا نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا اسی روایت پر عمل ہے خواہ وہ عورت کنواری ہو یا بیوہ اور جب اس نے اپنا نکاح کر لیا تو اس کا نکاح جائز ہے خواہ خاوند اس کا کفو (ذات اور برادری کا شخص) ہو یا نہ ہو، نکاح صحیح ہے، البتہ اگر خاوند اس کا کفو نہیں ہے تو اس کے اولیاء (باپ، دادا، بھائی، چچا وغیرہ) کو اس نکاح پر اعتراض کا حق ہے، اور حسن رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے اگر خاوند اس کا کفو ہے تو نکاح جائز ہے اور اگر کفو نہیں ہے تو نکاح ناجائز ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا پہلے قول یہ تھا کہ جب عورت کا ولی ہو تو وہ از خود اپنا نکاح کفو میں کرے یا غیر کفو میں جائز نہیں ہے، پھر انھوں نے اس قول سے رجوع کر لیا اور کہا اگر وہ کفو میں نکاح کرے تو جائز ہے ورنہ نہیں، اس کے بعد اس قول سے پھر رجوع کیا اور کہا عورت کا از خود نکاح کرنا صحیح ہے خواہ کفو میں نکاح کرے یا غیر کفو میں، اور امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا قول اس طرح ذکر کیا ہے اگر زوج کفو ہو تو قاضی ولی کو حکم دے کہ وہ عقد کی اجازت دیدے اگر ولی نے اجازت دیدی تو عقد جائز ہے اور اگر ولی نے اجازت نہیں دی تو عقد فسخ نہیں ہوگا اور قاضی کی اجازت سے جائز ہو جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر عورت نے از خود نکاح کیا تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور اگر اس نے اجازت دی تو جائز ہے ورنہ نہیں خواہ یہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں، البتہ اگر کفو میں نکاح کیا ہو اور ولی اجازت نہ دے تو قاضی دوبارہ عقد کر سکتا ہے اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ عورت کا از خود نکاح کرنا ہر حال میں باطل ہے (ہم قاضی ابن رشد مالکی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام مالک کے دو قول ہیں۔ امام مالک کا مسلک نقل کرنے میں علامہ سرخسی اور علامہ نووی دونوں کو تسامح ہوا ہے۔ سیدی) اور عورت کا کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا خواہ اپنا نکاح کرے، اپنی بیٹی کا نکاح یا اپنی باندی کا نکاح کرے یا کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کرے، اور بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جب عورت مالدار اور سیدہ (آل رسول) ہو تو اس کا نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں ہے اور اگر نادار کم حیثیت یا کم ذات کی ہو تو ولی کی رضامندی کے بغیر اپنا نکاح کر سکتی ہے، اور بعض فقہاء نے کنواری اور ثیبہ کا فرق کیا ہے یہ لوگ غیر مقلدین ہیں، جن فقہاء نے صحت نکاح کے لیے ولی کی شرط عائد کی ہے انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن "اور (مطلقہ) عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع نہ کرو" امام شافعی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع کرنے سے منع فرمایا اور ولی کو نکاح سے منع کرنا اس وقت متحقق ہوگا جب نکاح کا معاملہ ولی کے اختیار میں ہو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل "جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔ تو اس کو مہر (مثل) دینا ہوگا نہ کم نہ زیادہ اور یہ اس کے جسم کو بطور حلال استعمال کرنے کا معاوضہ ہے اور اگر وہ جھگڑا کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا سلطان ولی ہے اور حدیث مشہور میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا نکاح الا بولی "بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا" حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نکاح میں (یہ) چار نہ ہوں وہ زنا ہے، نکاح کا پیغام دینے والا، ولی اور دو گواہ۔ اور حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کسی اور عورت کا نکاح کرے نہ اپنا، صرف زنا کرنے والی عورت ہی اپنا عقد خود کرتی ہے (یعنی اجرت طے کرتی ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کی تقریب میں شریک ہوتیں اور نکاح کا پیغام دیتیں فرماتیں عقد کرو کیونکہ عورتیں عقد نہیں کرتیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنے قصور فہمی کی بناء پر عقد نکاح نہیں کر سکتیں جس طرح صغیرہ اور مجنونہ اپنا نکاح نہیں کر سکتیں، کیونکہ نکاح ایک عقد عظیم ہے اس کے مقاصد بہت بلند ہیں اور اس کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ عقود کے برخلاف شریعت نے نکاح میں دو گواہوں کی شرط عائد کی اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے نکاح کے معاملے کا اختیار مردوں کو دیا جن کی عقل اور رائے عورتوں کی بہ نسبت کامل اور پختہ ہوتی ہے کیونکہ از روئے حدیث عورتوں کا دین اور ان کی عقل ناقص ہے اور عورتیں اپنی عقل میں کمی کی وجہ سے صغیرہ (نابالغہ) کے قائم مقام ہیں اسی لیے امام محمد نے فرمایا عورت کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہے جس طرح صغیرہ (نابالغہ) کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے، اور امام شافعی کے مذہب میں عورت کا کیا ہوا نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا جس طرح ان کے نزدیک نابالغہ کا تصرف اصلاً معتبر نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس پر عورت کے اولیاء (باپ دادا وغیرہ) کو اعتراض کا حق ہے اگر عورت اس عقد کے تصرف میں خود مختار ہوتی تو اس کے عقد پر اعتراض کا حق نہ ہوتا جس طرح مرد کے کیے ہوئے عقد پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہوتا، نیز عورت کو حق ہے کہ وہ ولی سے اپنے نکاح کا مطالبہ کرے اگر وہ خود مختار ہوتی تو ایسا نہ ہوتا، اور عورت کے ناقص العقل ہونے کی بناء پر عقد نکاح کے ارتفاع یعنی طلاق کا اختیار عورت کو نہیں دیا گیا بلکہ یہ معاملہ کلیتہً مرد کے اختیار میں ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جو فقہاء بغیر ولی کے عورت کے کیے ہوئے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال اس آیت سے ہے: فلا جناح علیھن فیما فعلن فی انفسھن "عورتوں نے اپنے بارے میں جو تصرف کیا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور آیت کے اس ٹکڑے سے بھی استدلال کیا ہے حتی تنکح زوجا غیرہ "حتی کہ عورت کسی اور خاوند سے نکاح کرے" ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورتوں کی طرف کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کو نکاح کرنے کا اختیار ہے اور ولا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن کا جواب یہ ہے کہ ان کو حسی طور پر منع نہ کرو یا یں طور کہ ان کو گھروں میں بند کر دیا جائے اور نکاح سے روکا جائے اور اس آیت میں ان کے سابق شوہروں سے خطاب ہے، کیونکہ آیت کے شروع میں ہے واذا طلقتم النساء "جب تم عورتوں کو طلاق دے دو" اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی تو اب اس کے سابق شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو دوسرے شوہر کے ساتھ شادی کرنے سے منع کرے، اور احادیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الایم احق بنفسھا من ولیھا "ایم اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے" اور ایم اس عورت کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو خواہ کنواری ہو یا بیوہ، اہل لغت کے نزدیک یہی معنی صحیح ہے اور کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی نظریہ ہے انھوں نے کہا کہ ایم عورتوں میں ایسی ہے جیسے مردوں میں اعزب ہے، البتہ امام محمد نے کہا کہ ایم بیوہ کو کہتے ہیں اور ہم نے شرح الجامع میں اس کا بیان کر دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس للولی

معرالثیب امر۔ "(نکاح کے مقابلے میں) بیوہ پر ولی کا حکم لاگو نہیں ہوگا، اور خنساء نے عورتوں کو بتلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا لیس الی الاباء من امور بناتھم شیء "بیٹیوں کے معاملات میں ان کے آباء کو اختیار نہیں ہے، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے یہ عذر پیش کیا کہ اس وقت ان کے اولیاء موجود نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اولیاء میں سے ایسا کوئی نہیں ہے جو میرے ساتھ نکاح پر ناخوش ہو، اے عمر! کھڑے ہو اور اپنی ماں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح کرو۔ آپ نے یہ حکم عمر بن ابی سلمہ کو دیا تھا اور ان کی عمر اس وقت سات سال کی تھی اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا منذر بن زبیر سے نکاح کیا، حالانکہ اس وقت عبدالرحمان موجود نہیں تھے جب وہ لوٹے تو انھوں نے شکایۃً کہا کیا مجھ جیسے شخص کی غیر موجودگی میں اور اس سے پوچھے بغیر اس کی بیٹی کا نکاح کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو قسم بخدا تم خود بھی اس کے ساتھ اپنی بیٹی کا معاملہ کر دیتے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سے اس کے برخلاف جو احادیث مروی ہیں وہ غیر صحیح ہیں، کیونکہ جب کسی راوی کا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے اور مخالفین کی حدیثوں کا مدار زہری پر ہے اور زہری ولی کی شرط کا انکار کرتے ہیں اور ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور بالفرض اگر یہ روایت (لا نکاح الا بولی، ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں) صحیح ہو تو یہ باندی پر محمول ہے کیونکہ باندی کا اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا صحیح نہیں ہے، یا صغیرہ اور مجنونہ پر محمول ہے کیونکہ ولی کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح صحیح نہیں ہے) اس سلسلہ میں جس قدر احادیث بیان کی گئی ہیں ان سب کا یہی محمل ہے اور یا یہ احادیث استحباب پر محمول ہیں یعنی مستحب یہ ہے کہ عورت بغیر ولی کے از خود نکاح نہ کرے، کیونکہ یہ خالص عورت کا حق ہے اور عورت کے سوا کسی اور کو اس کا ضرر لاحق نہیں ہوتا اس لیے اس عقد میں اس کا تصرف اسی طرح نافذ ہوگا جیسے مال میں اس کا تصرف نافذ ہوتا ہے اور اگر عورت کے ناقص العقل ہونے کا اس کے عقد میں دخل ہوتا اور اس وجہ سے اس کا کیا ہوا نکاح صحیح نہ ہوتا تو اس کا خاوند کو اختیار کرنا اور نکاح کا اقرار بھی صحیح نہیں ہوتا اور اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کا اقرار نکاح صحیح نہ ہوتا، اور ولی کے تصرف میں عورت کی رضامندی شرعاً معتبر ہوتی ہے، اگر عورت بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو اس کی رضامندی کا اعتبار نہ ہوتا، اگر عورت اپنے ولی سے نکاح کا مطالبہ کرے تو ولی پر اس کا نکاح کرنا واجب ہے اور اگر وہ بمنزلہ صغیرہ ہوتی تو یہ مطالبہ پورا کرنا واجب نہ ہوتا، ولی سے نکاح کا مطالبہ کرنا بھی اسی لیے ہے کہ اگر عورت بغیر ولی کے خود اپنا نکاح کرے تو یہ اس کی روایتی شرم و حیا اور تہذیب کے خلاف ہے اور اس کو معاشرے میں معیوب سمجھا جاتا ہے تاہم اگر وہ از خود اپنا عقد کرلے تو یہ شرعاً درست اور نافذ العمل ہوگا، البتہ اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس سے اس کے اولیاء کو ضرر اور عار لاحق ہوگا چنانچہ دفع ضرر کے لیے ان کو اس عقد پر اعتراض کا حق دیا گیا ہے، جیسا کہ شفیع کو دفع ضرر کی وجہ سے شفعہ کا حق دیا جاتا ہے[1]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۲، ۱۰ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۸ھ

عورت کے از خود نکاح کرنے کے ثبوت میں احادیث

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایم احق بنفسھا من ولیھا۔ [1]

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنھا قال ان تسکت۔ [2]

عن خنساء بنت حزام الانصاریۃ ان اباھا زوجھا وھی ثیب فکرھت ذلک فاتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد نکاحھا۔ [3]

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن قال: جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت، یا رسول اللہ! ان عم ولدی خطبنی فردہ ابی وزوجنی وانا کارھۃ قال، فدعا اباھا، فسالہ عن ذلک فقال، انی انکحتھا ولھا مال ما خیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نکاح اذھبی فانکحی من شئت۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نکاح کی زیادہ حقدار ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیر شادی شدہ لڑکی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے اور کنواری کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ فرمایا اس کی خاموشی۔

حضرت خنساء بنت حزام انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا درآں حالیکہ وہ بیوہ تھیں اور ان کو یہ نکاح ناپسند تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ نے اس نکاح کو رد کر دیا۔

حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے کے چچا (دیور) نے مجھے نکاح کا پیغام دیا اور میرے باپ نے اس کو مسترد کر دیا اور میرا نکاح وہاں کر دیا جہاں مجھے پسند نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد کو بلایا اور اس سے یہ معاملہ دریافت فرمایا، اس کے باپ نے کہا میں نے اس کے نکاح میں کسی بہتری کو ترک نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نکاح نہیں ہوا، اور (عورت سے فرمایا) جاؤ جس سے چاہو نکاح کر لو!

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۷۴، " " ۱۳۸۱ھ

[3] " " " صحیح البخاری ج ۱ ص ۷۷۸-۷۷۴ " "

[4] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۳۲-۱۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عن القاسم بن محمد ان عائشة انکحت حفصة ابنة عبد الرحمٰن بن ابی بکر المنذر بن الزبیر وعبد الرحمٰن غائب فلما قدم عبد الرحمٰن غضب وقال ،ای عباد الله ! امثلی یفتات علیه فی بناته فغضبت عائشة وقالت اترغب عن المنذر ؟ [1]

قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کی بیٹی حفصہ کا نکاح منذر بن الزبیر سے کر دیا اس وقت عبدالرحمان موجود نہیں تھے، جب وہ آئے تو انھوں نے ناراض ہو کر کہا اے خدا کے بندو! کیا مجھ ایسے شخص کی بیٹی کا نکاح اس کے مشورے کے بغیر کیا جا سکتا ہے؟ حضرت عائشہ نے ناراض ہو کر فرمایا: کیا تم منذر کو ناپسند کرتے ہو؟

عن علی انه اجاز نکاح امرأة بغیر ولی انکحتها امها برضاها۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک ایسی عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا جس کا نکاح بغیر ولی کے اس کی ماں نے اس کی مرضی سے کیا تھا۔

عن معمر قال سالت الزهری عن الرجل یتزوج بغیر ولی قال : ان کان کفوا لم یفرق بینهما۔ [3]

معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ کوئی شخص بغیر ولی کے نکاح کرے (تو آیا یہ صحیح ہے)؟ انھوں نے کہا اگر کفو میں نکاح کیا جائے تو ان کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی۔

نکاح کی گواہی میں مذاہب

نکاح کے منعقد اور صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک کے نزدیک گواہوں کے بجائے اعلان شرط ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال البغایا اللاتی ینکحن انفسهن بغیر بینة۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدکار عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرتی ہیں۔

حافظ ذہلی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال علیه السلام لا نکاح الا بشهود۔ [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر گواہوں کے نکاح نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲، ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " ، المصنف ج ۴/۲ ص ۱۳۳ " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] حافظ جمال الدین محمد عبداللہ ذہلی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ مجلس علمی ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

دو مسلمانوں کی گواہی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، خواہ نکاح کرنے والے عورت اور مرد دونوں مسلمان ہوں، یا صرف مرد مسلمان ہو، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت ذمیہ ہو تو دو ذمیوں کی گواہی سے بھی نکاح ہو جائے گا۔[1]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ لا نکاح الا بشھود۔ "گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علماء (حنفیہ) اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، اور عثمان بتی رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ شرط نہیں ہیں بلکہ اعلان شرط ہے حتیٰ کہ بچوں اور مجنونوں کے سامنے بھی نکاح کا اعلان کر دیا تو نکاح درست ہو گا اور اگر گواہوں کو یہ حکم دیا کہ وہ گواہی ظاہر نہ کریں تو نکاح درست نہیں ہو گا۔[2]

ٹیلیفون پر نکاح کا حکم بعض اوقات لڑکا ایک ملک میں اور لڑکی دوسرے ملک میں ہوتی ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کا نکاح کر کے اس کو لڑکے کے پاس بھیج دیں مثلاً لڑکی پاکستان میں اور لڑکا انگلینڈ میں ہے ایسے مواقع پر لوگ پوچھتے ہیں کہ آیا ٹیلیفون پر نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بتا چکے ہیں کہ نکاح میں یہ ضروری ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ایجاب و قبول کیا جائے، اور جب لڑکا انگلینڈ میں ٹیلیفون پر قبول کر رہا ہے، تو اس کا یہ قبول کرنا، مجلس میں موجود دو گواہوں کے سامنے نہیں ہے اور وہ شرعاً اور قانوناً لڑکے کے قبول کرنے کی گواہی نہیں دے سکتے، اس لیے ٹیلیفون پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

لڑکی ایک ملک میں اور لڑکا دوسرے ملک میں ہو تو نکاح کیسے ہو گا؟ سطور بالا میں یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ جب لڑکا مثلاً انگلینڈ میں ہو اور لڑکی پاکستان میں ہو اور ٹیلیفون کے ذریعہ ان کا نکاح نہیں ہو سکتا، نکاح کی صورت یہ ہے کہ لڑکا خط یا ٹیلیفون کے ذریعہ کسی شخص کو اپنا وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکے کی طرف سے پاکستان میں ایجاب و قبول کر لے اور یہ ایجاب و قبول حسب دستور دو گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں ہو، اس طرح نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کو لڑکے کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: اگر غائب کسی حاضر شخص کو وکیل بنا دے اور وہ وکیل لڑکی کا نکاح اس غائب شخص سے کر دے تو نکاح صحیح ہے۔ (الی قولہ) اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی طرف خط لکھا اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا اور نجاشی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام حبیبہ کا نکاح کر دیا، کیونکہ وہ سلطان ہونے کے اعتبار سے حضرت ام حبیبہ کا ولی تھا۔[3]

بَابُ ۴۴ جَوَازِ تَزْوِيجِ الْأَبِ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ — باپ کے لیے نابالغہ لڑکی کے نکاح کرنے کا جواز

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۳۱، دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] " " " " ج ۵ ص ۱۶ - ۱۵ " " " "

۳۳۷۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ وَجَدْتُّ فِيْ كِتَابِيْ عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اِبْنَةُ سِتِّ سِنِيْنَ وَبَنٰى بِيْ وَاَنَا اِبْنَةُ تِسْعِ سِنِيْنَ قَالَتْ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَوُعِكْتُ شَهْرًا فَوَفٰى شَعْرِيْ جُمَيْمَةً فَاَتَتْنِيْ اُمُّ رُوْمَانَ وَاَنَا عَلٰى اُرْجُوْحَةٍ وَمَعِيْ صَوَاحِبِيْ فَصَرَخَتْ بِيْ فَاَتَيْتُهَا وَمَا اَدْرِيْ مَا تُرِيْدُ بِيْ فَاَخَذَتْ بِيَدِيْ فَاَوْقَفَتْنِيْ عَلَى الْبَابِ فَقُلْتُ هَهْ هَهْ حَتّٰى ذَهَبَ نَفَسِيْ فَاَدْخَلَتْنِيْ بَيْتًا فَاِذَا نِسْوَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْنَ عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِنَّ فَغَسَلْنَ رَاْسِيْ وَاَصْلَحْنَنِيْ فَلَمْ يُرُعْنِيْ اِلَّا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضُحًى فَاَسْلَمَتْنِيْ اِلَيْهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی جب ہم مدینہ منورہ آئے تو ایک ماہ تک مجھے بخار آتا رہا، اور کانوں تک میرے بال رہ گئے، میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولے پر تھی کہ حضرت ام رومان نے مجھے پکارا، میں ان کے پاس گئی درآں حالیکہ مجھے کچھ خبر نہ تھی، انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دروازے پر لے جا کر کھڑا کر دیا میں ہاہ ہاہ کہتی رہی حتی کہ میرا سانس رک گیا، انھوں نے مجھے ایک کمرے میں داخل کر دیا جس میں انصار کی کچھ عورتیں بیٹھی تھیں، انھوں نے خیر اور برکت کی دعا دی، حضرت ام رومان (حضرت عائشہ کی والدہ) نے مجھے ان کے سپرد کر دیا، انھوں نے میرا سر دھو کر میرا بناؤ سنگھار کیا میں اس وقت ڈر گئی جب چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ان عورتوں نے مجھے آپ کے سپرد کر دیا۔

۳۳۷۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَبَنٰى بِيْ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر چھ سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی

۳۳۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَزُفَّتْ اِلَيْهِ وَهِيَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس وقت نکاح کیا جب میری عمر سات سال تھی اور میری رخصتی اس وقت ہوئی جب میری عمر نو سال تھی۔ درآں حالیکہ میری گڑیاں بھی میرے ساتھ تھیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

بِنْتُ تِسْعِ سِنِيْنَ وَلُعَبُهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

ہوا اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی

۳۳۷۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى وَإِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ بِنْتُ سِتٍّ وَبَنَى بِهَا وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانَ عَشْرَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا اس وقت میری عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی اور جب آپکا وصال ہوا تو میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ کی عمر کا بیان

حدیث نمبر ۳۳۷۵، ۳۳۷۶ اور ۳۳۷۸ میں ہے جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی، صحیح بخاری[1] میں بھی اسی طرح روایت ہے البتہ صحیح مسلم کی روایت نمبر ۳۳۷۰ میں ہے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سات سال تھی، علامہ بدرالدین عینی حنفی ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقد ہوا اس وقت ان کی عمر چھ سال اور کچھ ماہ تھی۔ ایک روایت میں ان مہینوں کو ساقط کر کے چھ سال فرمایا اور دوسری روایت میں ان مہینوں کو تغلیباً ایک سال قرار دے کر سات سال فرمایا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے چھ اور سات کے دو قول اندازے سے بتلائے ہیں تحقیقاً نہیں بتلائے[2]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صاحب اکمال فی اسماء الرجال کی تصریح کے مطابق آپ کی بہن اسماء رضی اللہ عنہا آپ سے دس سال بڑی تھیں اور اصابہ اور اسد الغابہ میں تصریح ہے کہ ہجرت کے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر ستائیس سال تھی اس حساب سے ہجرت کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر سترہ سال قرار پائی ہے اور نکاح کے وقت چودہ سال! لیکن یہ تاریخی روایات ہیں جن کی سند میں جانچ پڑتال کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا، جس قدر احادیث کی سند میں راویوں کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور جب صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ سال تھی تو اس کے خلاف جو تاریخی روایات ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نابالغہ لڑکی کے نکاح کا اختیار

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ باپ اور دادا نابالغہ لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں اور بالغہ ہونے کے بعد اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ امام مالک، امام شافعی اور تمام فقہاء حجاز کا یہی مسلک ہے اور اہل عراق کے نزدیک اس کو خیار بلوغ ہوتا ہے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ کسی اور ولی کے لیے نابالغہ کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے فقہاء کے نزدیک باپ اور دادا کے علاوہ نابالغہ لڑکی کے دوسرے ولی بھی اس کا نکاح کر سکتے ہیں لیکن لڑکی کے لیے خیار بلوغ ہوتا ہے البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس کے لیے خیار بلوغ نہیں ہے۔[1]

گڑیوں سے کھیلنے کا حکم اس حدیث میں لڑکیوں کے گڑیوں سے کھیلنے کا بھی جواز ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت عائشہ کے ساتھ خاص ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تصویر بنانے کی ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ التَّزَوُّجِ فِيْ شَوَّالٍ وَالدُّخُوْلِ فِيْهِ

شوال میں نکاح کرنے کا استحباب

۳۳۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ نَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَوَّالٍ وَّبَنٰى بِيْ فِيْ شَوَّالٍ فَاَيُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ اَحْظٰى عِنْدَهٗ مِنِّيْ قَالَ وَ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَسْتَحِبُّ اَنْ تُدْخِلَ نِسَاءَهَا فِيْ شَوَّالٍ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال کے مہینہ ہی میں میری رخصتی ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں مجھ سے زیادہ خوش نصیب اور آپ کی نگاہ میں پسندیدہ اور کون تھا! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ پسند تھا کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں کی جائے۔

۳۳۸۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِعْلَ عَائِشَةَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

ف: زمانہ جاہلیت میں شوال کے مہینہ میں نکاح اور رخصتی کو برا سمجھا جاتا تھا، چنانچہ دور جاہلیت کے کام کی تردید کے لیے شوال میں نکاح اور رخصتی کرنا، پسندیدہ امر ہے۔

بَابُ نَدْبِ مَنْ اَرَادَ نِكَاحَ امْرَاَةٍ اِلٰى اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى وَجْهِهَا وَكَفَّيْهَا قَبْلَ خِطْبَتِهَا

جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کا چہرہ دیکھنے کا جواز

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۳۸۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ تَزَوَّجَ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَظَرْتَ اِلَیْهَا قَالَ لَا قَالَ فَاذْهَبْ فَانْظُرْ فَاِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ اس نے ایک انصاری عورت سے نکاح کر لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا جاؤ جا کر دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔

۳۳۸۲۔ وَحَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ مُعِیْنٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ الْفَزَارِیُّ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ اِلَیْهَا فَاِنَّ فِیْ عُیُوْنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا قَالَ قَدْ نَظَرْتُ اِلَیْهَا قَالَ عَلٰی کَمْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ عَلٰی اَرْبَعِ اَوَاقٍ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَرْبَعِ اَوَاقٍ کَاَنَّمَا تَنْحِتُوْنَ الْفِضَّةَ مِنْ عُرْضِ هٰذَا الْجَبَلِ مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِیْکَ وَلٰکِنْ عَسٰی اَنْ نَّبْعَثَکَ فِیْ بَعْثٍ تُصِیْبُ مِنْهُ قَالَ فَبَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ عَبْسٍ فَبَعَثَ ذَاکَ الرَّجُلَ فِیْهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ایک شخص نے عرض کیا: میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کر لی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تم نے اس کو دیکھ لیا تھا؟ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔ اس نے عرض کیا جی! میں نے اس کو دیکھ لیا تھا، آپ نے فرمایا تم نے اس سے کتنے مہر کے عوض نکاح کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ چار اوقیہ چاندی پر! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار اوقیہ چاندی پر؟ کیا تم اس پہاڑ کی پہنائی سے چاندی کھود لیتے ہو؟ ہمارے پاس تو نہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ ہم تمہیں اپنے آدمیوں کے ساتھ بھیجتے ہیں تاکہ تمہیں کچھ مل جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبس کی طرف ایک لشکر روانہ کیا جس میں اس شخص کو بھی بھیجا تھا۔

نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہو وہ نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھ لے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ ہے، لیکن یہ قول خطاء پر مبنی ہے اور اس باب کی احادیث کے خلاف ہے نیز امت کا اس پر اجماع ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کا چہرہ دیکھنا جائز ہے، مثلاً خرید و فروخت یا شہادت کے وقت۔ نکاح کے

لیے صرف عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ ان اعضاء کا چھپانا ضروری نہیں ہے نیز چہرے سے عورت کے حسین ہونے یا نہ ہونے کا اندازہ لگایا جاتا ہے اور ہاتھوں سے بدن کی خصوصیات کا اندازہ لگایا جاتا ہے، ہمارا اور جمہور کا یہی نظریہ ہے اور شیخ داؤد ظاہری (غیر مقلدین کے امام) نے یہ کہا ہے کہ عورت کے تمام بدن کو دیکھنا جائز ہے یہ قول غلط اور فاحش ہے اور اصول سنت اور اجماع کے خلاف ہے، پھر ہمارا اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کو دیکھنے کے لیے اس کی رضامندی ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کو اطلاع دیے بغیر اس کی لاعلمی میں اس کو دیکھ لینا چاہیے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کی لاعلمی میں دیکھنا مکروہ ہے، مبادا اس کی شرمگاہ پر نظر پڑ جائے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اسے دیکھنا جائز نہیں ہے، لیکن یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے کی مطلقاً اجازت دی ہے اور اجازت طلب کرنے کی شرط نہیں لگائی، اور اس لیے بھی کہ اجازت لینے سے عورت کو شرم آئے گی اور ہو سکتا ہے کہ عورت اسے پسند نہ آئے اور وہ اس سے نکاح کا ارادہ ترک کر دے اور اگر عورت سے اجازت لینے کے بعد اس کو دیکھ کر مسترد کیا جائے تو یہ اس عورت کی دل شکنی کا موجب ہوگا اور اگر اس کی لاعلمی میں اسے دیکھا اور ناپسند کیا تو اس سے اس عورت کو پتہ چلے گا تو رنج ہوگا، اسی وجہ سے ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ منگنی کرنے سے پہلے عورت کو دیکھ لینا چاہیے، تاکہ منگنی کے بعد اس کو مسترد کرنا لازم نہ آئے جس سے عورت کی دل آزاری ہو۔[1]

بَابُ الصَّدَاقِ وَجَوَازِ كَوْنِهِ تَعْلِيمَ قُرْآنٍ وَّخَاتَمَ حَدِيدٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ

کیا تعلیم قرآن اور لوہے کی انگوٹھی کو بھی مہر قرار دیا جا سکتا ہے؟

۳۳۸۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْتُ أَهَبُ لَكَ نَفْسِي فَنَظَرَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ النَّظَرَ فِيهَا وَصَوَّبَهُ ثُمَّ طَأْطَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فَلَمَّا رَأَتِ الْمَرْأَةُ أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ فِيهَا شَيْئًا

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ میں آپ کے پاس حاضر ہوئی ہوں اور میں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھا کر اسے نیچے سے اوپر تک دیکھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا، جب اس عورت نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔ پھر آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہے تو آپ اس سے میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جَلَسَتْ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ لَّمْ تَكُنْ لَّكَ بِهَا حَاجَةٌ فَزَوِّجْنِيْهَا فَقَالَ فَهَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اذْهَبْ اِلٰى اَهْلِكَ فَانْظُرْ هَلْ تَجِدُ شَيْئًا فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ شَيْئًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْظُرْ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِيْدٍ فَذَهَبَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لَا وَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا خَاتَمٌ مِّنْ حَدِيْدٍ وَّلٰكِنْ هٰذَا اِزَارِيْ قَالَ سَهْلٌ مَالَهٗ رِدَآءٌ فَلَهَا نِصْفُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَصْنَعُ بِاِزَارِكَ اِنْ لَّبِسْتَهٗ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهَا مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنْ لَّبِسَتْهُ لَمْ يَكُنْ عَلَيْكَ مِنْهُ شَيْءٌ فَجَلَسَ الرَّجُلُ حَتّٰى اِذَا طَالَ مَجْلِسُهٗ قَامَ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُوَلِّيًا فَاَمَرَ بِهٖ فَدُعِيَ فَلَمَّا جَآءَ قَالَ مَاذَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ قَالَ مَعِيْ سُوْرَةُ كَذَا وَسُوْرَةُ كَذَا عَدَّدَهَا فَقَالَ تَقْرَؤُهُنَّ عَنْ ظَهْرِ قَلْبِكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ هٰذَا حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ وَّحَدِيْثُ يَعْقُوْبَ مُقَارِبٌ فِي اللَّفْظِ

انھوں نے کہا یارسول اللہ! بخدا! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے! آپ نے فرمایا: جاؤ گھر جاؤ! شاید تمہیں کوئی چیز مل جائے، وہ گھر گئے اور لوٹ آئے اور آکر کہا: خدا کی قسم! مجھے کوئی چیز نہیں ملی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ ڈھونڈو، خواہ لوہے کی انگوٹھی ہی ہو، وہ گئے اور لوٹ آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! خدا کی قسم مجھے لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، میرے پاس صرف یہ میری چادر ہے! آدھی چادر میں اس (عورت) کو دے دوں گا۔ راوی سہل کہتے ہیں کہ اس کے پاس اوپر والی چادر نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ چادر کیا کرے گی، اگر تم نے اس کو پہن لیا تو اس کے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ اور اگر یہ پہن لے گی تو تمہارے پاس کچھ نہیں رہے گا۔ وہ مجبوراً بیٹھ گئے اور جب کافی دیر گذر گئی تو کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انھیں جاتے ہوئے دیکھا تو انھیں بلانے کا حکم دیا، جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انھوں نے کہا مجھے فلاں، فلاں سورتیں یاد ہیں اور وہ سورتیں گن کر بتلائیں۔ آپ نے پوچھا: تم یہ سورتیں زبانی پڑھ سکتے ہو؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ تم کو جو قرآن مجید یاد ہے اس کے سبب میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا۔

۳۳۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَ حَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الدَّرَاوَرْدِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کچھ کمی اور بیشی کے ساتھ ایسی ہی روایت ہے اور اس میں یہ ہے کہ میں نے تمہارا نکاح اس سے کر دیا، اب اس کو قرآن مجید کی تعلیم دو۔

زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ یَزِیْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ زَائِدَةَ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُکَهَا فَعَلِّمْهَا مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

۳۳۸۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَکِّیُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ عَنْ یَزِیْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَمْ کَانَ صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ صَدَاقُهٗ لِاَزْوَاجِهٖ ثِنْتَیْ عَشْرَةَ اُوْقِیَّةً وَنَشٌّ قَالَتْ اَتَدْرِیْ مَا النَّشُّ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَتْ نِصْفُ اُوْقِیَّةٍ فَتِلْکَ خَمْسُ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَهٰذَا صَدَاقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَزْوَاجِهٖ۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی ازواج کا) مہر کتنا رکھتے تھے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش رکھتے تھے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ نش کی کتنی مقدار ہے؟ میں نے کہا نہیں! فرمایا نصف اوقیہ اور یہ (کل مقدار) پانچ سو درہم ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ہے۔

۳۳۸۶۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ وَاَبُو الرَّبِیْعِ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ الْعَتَکِیُّ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عَلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَثَرَ صُفْرَةٍ قَالَ مَا هٰذَا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰی وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ قَالَ فَبَارَکَ اللّٰهُ لَکَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بدن پہ زرد رنگ کی خوشبو کے آثار دیکھے تو فرمایا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک عورت سے کھجور کی گٹھلی کے ہم وزن سونے کے عوض نکاح کر لیا ہے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے، اب ولیمہ کرو، خواہ ایک بکری سے۔

۳۳۸۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا، آپ نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری سے۔

۳۳۸۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کسی عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کا ہو۔

۳۳۸۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُمَيْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ہے۔

۳۳۹۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَا أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَآنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيَّ بَشَاشَةُ الْعُرْسِ فَقُلْتُ تَزَوَّجْتُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بدن پہ شادی کے آثار دیکھے میں نے عرض کیا کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے، آپ نے پوچھا تم نے اس کا کتنا مہر مقرر کیا ہے؟ میں نے کہا ایک گٹھلی کے برابر سونا۔

امْرَاَةٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ كَمْ اَصْدَقْتَهَا فَقُلْتُ نَوَاةً فِيْ حَدِيْثِ اِسْحٰقَ مِنْ ذَهَبٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک عورت سے کھجور کی ایک گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا۔

۳۳۹۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ حَمْزَةَ قَالَ شُعْبَةُ وَاِسْمُهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ تَزَوَّجَ امْرَاَةً عَلٰى وَزْنِ نَوَاةٍ مِّنْ ذَهَبٍ۔

۳۳۹۲۔ وَحَدَّثَنِيْهِ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا وَهْبٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ وُّلْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ مِّنْ ذَهَبٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، حضرت عبدالرحمن کے لڑکوں میں سے کسی ایک نے سونے (کی گٹھلی) کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کرنے والی عورت کی تعیین

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو بلا مہر بھی اپنے نکاح میں لا سکتے ہیں، اور یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے: وامرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها خالصة لك من دون المؤمنين (احزاب: ۵۰) "اگر کوئی مسلمان عورت اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے اور نبی اس کو اپنے نکاح میں لانا چاہیں (تو یہ جائز ہے) یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں ہے" اس اجازت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال ۷ھ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد کر لیا تھا لیکن آپ نے یہ پسند نہیں کیا کہ مہر کے بغیر ان سے فائدہ اٹھائیں، اس لیے آپ نے ان کی کسی خواہش اور مطالبہ کے بغیر ان کو مہر عطا فرمایا، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں کوئی موہوبہ بیوی نہ تھی مگر اس کا مطلب دراصل یہ ہے کہ آپ نے ہبہ کرنے والی بیوی کو بھی مہر دیے بغیر نہیں رکھا تھا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کرنے والی عورت کو اپنے نکاح میں لیا ہے البتہ ہبہ کرنے والی کی تعیین میں اختلاف ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ حضرت میمونہ بنت الحارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا ہیں، مواہب میں ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا تو وہ ایک اونٹ پر سوار تھیں، انھوں نے پیغام سن کر کہا "اس اونٹ پر جو کچھ ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے" یہ غزوہ خیبر کے بعد سات ہجری کا واقعہ ہے، مکہ سے دس میل پر مقام سرف میں ان کی رخصتی عمل میں آئی، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما، ضحاک اور مقاتل سے روایت ہے کہ غزیہ بنت جابر بن حکیم الدوسیہ نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا، صاحب صفوہ نے لکھا ہے کہ اکثر

علماء کا اس پر اتفاق ہے جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا وہ یہی عورت ہے آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ اس کی وفات ہو گئی، در منثور میں منیر بن عبداللہ الدوسی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا، عروہ اور شعبی سے روایت ہے کہ یہ زینب بنت خزیمہ انصاریہ تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا کیونکہ یہ لوگوں کو کھانا کھلاتی تھیں، یہ تین ہجری کا واقعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں تھوڑا عرصہ رہیں پھر اُن کا وصال ہو گیا، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ جس عورت نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا وہ خولہ بنت حکیم تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبول نہیں کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت عثمان بن مظعون نے ان سے عقد کر لیا، بعض علماء نے کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں کیونکہ بخاری اور مسلم میں عروہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا اس عورت کو حیا نہیں آتی جو اپنا نفس مرد کو ہبہ کرتی ہے؟ اور جب یہ آیت نازل ہوئی ترجی من تشاء منھن ... الخ، تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے الگ رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس رکھو؟ تو حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش پوری کرنے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ ہبہ کرنے والی عورتیں متعدد تھیں کیونکہ اس میں ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے تھیں جنھوں نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کیا تھا[1]

تعلیم قرآن کے مہر ہونے کا حکم

حدیث نمبر ۳۳۸۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تم کو جو قرآن مجید یاد ہو اس کے سبب میں نے تمہارا اس سے نکاح کر دیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر بنانا درست ہے اور قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا صحیح ہے، یہ دونوں امور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک جائز ہیں۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا امام ابوحنیفہ کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک صحیح ہے[2]

امام طحاوی نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا بلکہ اس سبب سے اس کا نکاح اس عورت سے کیا کہ اس کو قرآن مجید یاد تھا اور یہ اسلام کی علامت ہے یعنی یہاں باء عوض کی نہیں بلکہ سببیت کی ہے، اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اگر باء عوض کی ہو پھر بھی احناف کو مضر نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تعلیم قرآن کو مہر قرار دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہو گا۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا حکم

تعلیم قرآن پر اجرت لینا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، اسی وجہ سے متاخرین احناف نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور متقدمین احناف نے جو اس کو ناجائز لکھا ہے اس سلسلہ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے پیش نظر یہ احادیث نہیں تھیں مثلاً صحیح بخاری میں ہے:

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲، ۶۰، ۵۹، مطبوعہ، دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ [1] "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں کتاب اللہ پر اجرت لینے کا سب سے زیادہ حق ہے۔"

حدیث نمبر ۳۳۸۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا، اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا اس کا جواب علامہ نووی نے یہ دیا ہے کہ یہ زائد مقدار نجاشی نے اپنی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام کے پیش نظر دی تھی۔

بَابُ فَضِيلَةِ إِعْتَاقِهِ أَمَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا

اپنی باندی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی فضیلت

۳۳۹۳- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَأَرَى بَيَاضَ فَخِذِ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ قَالَ وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَهُ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ أَعْطِنِي جَارِيَةً رضی اللہ تعالیٰ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں جہاد کے لیے گئے حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے وہاں منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطلحہ (اپنی اپنی سواریوں پر) سوار ہوئے۔ میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سواری پر بیٹھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو خیبر کی گلیوں میں دوڑایا۔ اس وقت میرا گھٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی تھی اور میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی پر پڑ گئی، جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جنہیں وعید سنائی گئی ہے ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے حضرت انس نے کہا لوگ اس وقت اپنے کام کاج کے لیے جا رہے تھے، انھوں نے کہا محمد اور ان کا لشکر آچکا ہے۔ ہم نے جنگ سے خیبر کو فتح کر لیا اور قیدیوں کو جمع کر لیا گیا۔ دحیہ کلبی حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ان قیدیوں میں سے مجھے بھی ایک باندی عنایت کیجیے،

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عَنْهُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَاَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا قَالَ فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِّنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ وَاَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهٗ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهٗ اُمُّ سُلَيْمٍ فَاَهْدَتْهَا لَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَاَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهٖ وَبَسَطَ نِطَعًا قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالْاَقِطِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ فَحَاسُوْا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيْمَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ نے فرمایا: اچھا ایک باندی لے لو! انھوں نے صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا اے نبی اللہ! آپ نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی دحیہ کو دے دی۔ وہ آپ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں ہے، آپ نے فرمایا دحیہ اور اس باندی کو بلاؤ، دحیہ ان کو لے کر آئے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا، تو آپ نے فرمایا، ان کے علاوہ اور کوئی باندی لے لو، اور آپ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کے ساتھ شادی کر لی، حضرت انس سے ثابت نے پوچھا: اے ابو حمزہ! حضرت صفیہ کا مہر کتنا تھا؟ حضرت انس نے کہا ان کو آزاد کرنا ہی ان کا مہر قرار پایا تھا، آپ نے راستہ میں ان سے نکاح کیا، راستہ ہی میں رات کو حضرت ام سلیم نے ان کو تیار کر کے آپ کے پاس بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت عروسی صبح کی اور آپ نے فرمایا جس شخص کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔ اور چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا، کوئی شخص پنیر لے کر آیا اور کوئی کھجوریں اور کوئی گھی لے کر آیا، ان سب چیزوں کو ملایا گیا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

۳۳۹۴ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ وَّعَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ وَّشُعَيْبِ بْنِ حَبْحَابٍ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ وَ

چھ مختلف سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا اور ان کے آزاد کرنے ہی کو ان کا مہر قرار دیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کیا اور ان کو آزاد کرنا ہی ان مہر قرار پایا۔

حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَعَمْرُو بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ كُلُّهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَعْتَقَ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَجَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ تَزَوَّجَ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا وَأَصْدَقَهَا عِتْقَهَا۔

۳۳۹۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يُعْتِقُ جَارِيَتَهُ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا لَهُ أَجْرَانِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی باندی کو آزاد کرکے اس سے شادی کرے اس کے لیے دوگنا اجر ہے۔

۳۳۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ أَبِي طَلْحَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدَمِي تَمَسُّ قَدَمَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَيْنَاهُمْ حِينَ بَزَغَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ أَخْرَجُوا مَوَاشِيَهُمْ وَخَرَجُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ وَمُرُورِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَ وَهَزَمَهُمُ اللهُ وَوَقَعَتْ فِي سَهْمِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میں حضرت ابو طلحہ کی سواری کے پیچھے بیٹھا تھا اور میرا قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے مس کر رہا تھا۔ ہم جس وقت خیبر پہنچے تو سورج چمک رہا تھا، اس وقت لوگ اپنے مویشی اور کدالیں ٹوکریاں اور بیلچے لے کر جا رہے تھے انہوں نے کہا محمد، لشکر کے ساتھ آئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیبر برباد ہو گیا، ہم جس قوم کے صحن اترتے ہیں تو جنہیں وعید سنائی گئی ہے، ان کی صبح خراب ہو جاتی ہے، حضرت انس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی، حضرت دحیہ کے حصہ میں ایک خوبصورت باندی آئی، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں

دِحْيَةَ جَارِيَةً جَمِيلَةً فَاشْتَرَاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعَةِ أَرْءُسٍ ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَصْنَعُهَا وَتُهَيِّئُهَا قَالَ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَتَعْتَدُّ فِي بَيْتِهَا وَهِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَ وَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيمَتَهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ فَحِيسَتِ الْأَرْضُ أَفَاحِيصَ وَجِيءَ بِالْأَنْطَاعِ فَوُضِعَتْ فِيهَا وَجِيءَ بِالْأَقِطِ وَالسَّمْنِ فَشَبِعَ النَّاسُ قَالَ وَقَالَ النَّاسُ لَا نَدْرِي أَتَزَوَّجَهَا أَمِ اتَّخَذَهَا أُمَّ وَلَدٍ قَالُوا إِنْ حَجَبَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ لَمْ يَحْجُبْهَا فَهِيَ أُمُّ وَلَدٍ فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَ حَجَبَهَا فَقَعَدَتْ عَلَى عَجُزِ الْبَعِيرِ فَعَرَفُوا أَنَّهُ قَدْ تَزَوَّجَهَا فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ رَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَفَعْنَا قَالَ فَعَثَرَتِ النَّاقَةُ الْعَضْبَاءُ وَنَدَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَدَرْتُ فَقَامَ فَسَتَرَهَا وَقَدْ أَشْرَفَتِ النِّسَاءُ يَقُلْنَ أَبْعَدَ اللهُ الْيَهُودِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا حَمْزَةَ أَوَقَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَاللهِ لَقَدْ وَقَعَ قَالَ أَنَسٌ وَشَهِدْتُ وَلِيمَةَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا وَكَانَ يَبْعَثُنِي فَأَدْعُو النَّاسَ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ وَتَبِعْتُهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلَانِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ لَمْ يَخْرُجَا فَجَعَلَ يَمُرُّ عَلَى نِسَائِهِ فَيُسَلِّمُ عَلَى كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَيْفَ أَنْتُمْ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ بِخَيْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ

کے عوض خرید لیا۔ اور انھیں حضرت ام سلیم کے سپرد کر دیا، تاکہ وہ انھیں بنا سنوار کر تیار کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے ان کے سپرد اس لیے کیا تھا تاکہ وہ ان کے گھر میں عدت پوری کریں۔ اور وہ باندی حضرت صفیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ولیمہ میں چھوارے، پنیر اور گھی کا کھانا تیار کیا، زمین کو کھود کر اس میں چمڑے کا دسترخوان بچھایا گیا، اس میں پنیر اور گھی رکھا گیا، لوگوں سیر ہو کر کھایا، لوگ کہنے لگے ہمیں پتا نہیں آپ نے ان سے شادی کی ہے یا ان کو ام ولد بنایا ہے، لوگوں نے کہا اگر آپ ان کا پردہ کرائیں تو وہ آپ کی بیوی ہیں اور اگر پردہ نہ کرائیں تو ام ولد ہیں۔ جب آپ نے سوار ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان کے لیے پردہ لگوا دیا، اور وہ اونٹ کے پچھلے حصہ پر بیٹھ گئیں، اس لیے لوگوں نے جان لیا کہ آپ نے ان سے شادی کر لی ہے، جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حضور نے اونٹنی دوڑائی، ہم نے بھی اپنی سواریاں دوڑائیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء نے ٹھوکر کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، آپ نے کھڑے ہو کر ان کا پردہ کیا، عورتیں دیکھ کر کہنے لگیں "اللہ تعالیٰ یہودیہ کو دور کرے" راوی نے حضرت انس سے پوچھا اے ابو حمزہ! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گر پڑے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم آپ گر پڑے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کے موقع پر حاضر تھا آپ نے لوگوں کو روٹی اور گوشت سے سیر کر دیا تھا، لوگوں کو بلانے کے لیے آپ مجھے بھیجتے تھے جب آپ فارغ ہو گئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے گیا۔ کھانے کے بعد دو آدمی نہیں گئے تھے، اور گفتگو سے باتیں کر رہے تھے، آپ اپنی ازواج

كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ فَيَقُولُ بِخَيْرٍ فَلَمَّا فَرَغَ رَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا بَدَا لَهُ الْبَابَ إِذَا هُوَ بِالرَّجُلَيْنِ قَدِ اسْتَأْنَسَ بِهِمَا الْحَدِيثُ فَلَمَّا رَآيَاهُ قَدْ رَجَعَ قَامَا فَخَرَجَا فَوَاللهِ مَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَمْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بِأَنَّهُمَا قَدْ خَرَجَا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهُ فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي أُسْكُفَّةِ الْبَابِ أَرْخَى الْحِجَابَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَأَنْزَلَ اللهُ هٰذِهِ الْآيَةَ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ۔

(مطہرات) کے پاس گئے۔ ان میں سے ہر ایک سے فرماتے السلام علیکم، اے اہل بیت! تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہتیں یارسول اللہ! خیریت ہے! آپ نے اپنی زوجہ کو کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا اچھی ہیں۔ جب آپ فارغ ہو کر لوٹے تو میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب دروازے پر پہنچے تو دیکھا وہ دونوں شخص ہنوز باتوں میں مصروف ہیں، جب انھوں نے دیکھا کہ آپ لوٹ آتے ہیں تو وہ نکلنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے ان کے جانے کی خبر دی تھی یا آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ جا چکے ہیں، آپ لوٹ آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا جب آپ نے دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا تو میرے اور اپنے درمیان پردہ چھوڑ دیا اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم۔ "نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو"۔

۳۳۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ نَا أَنَسٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ صَارَتْ صَفِيَّةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا لِدِحْيَةَ فِي مَقْسَمِهِ وَجَعَلُوا يَمْدَحُونَهَا عِنْدَهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَقُولُونَ مَا رَأَيْنَا فِي السَّبْيِ مِثْلَهَا قَالَ فَبَعَثَ إِلَى دِحْيَةَ فَأَعْطَاهُ بِهَا مَا أَرَادَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کے حصہ میں آئی تھیں لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی تعریف کی، حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہم نے باندیوں میں ایسی عورت نہیں دیکھی۔ حضور نے حضرت دحیہ کو بلوایا، اور حضرت صفیہ کے عوض جو کچھ انھوں نے مانگا انھیں دے دیا، پھر حضرت صفیہ کو میری والدہ کے سپرد کر کے فرمایا ان کا بناؤ سنگھار کرو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے روانہ ہوئے، حتیٰ کہ خیبر آپ کے پیچھے رہ گیا آپ اترے پھر آپ نے حضرت صفیہ کے لیے خیمہ لگوایا، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس کھانا

ثُمَّ دَفَعَهَا إِلَى أُمِّي فَقَالَ أَصْلِحِيهَا قَالَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ حَتَّى إِذَا جَعَلَهَا فِي ظَهْرِهِ نَزَلَ ثُمَّ ضَرَبَ عَلَيْهَا الْقُبَّةَ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ فَضْلُ زَادٍ فَلْيَأْتِنَا بِهِ قَالَ فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ بِفَضْلِ التَّمْرِ وَفَضْلِ السَّوِيقِ حَتَّى جَعَلُوا مِنْ ذَلِكَ سَوَادًا حَيْسًا فَجَعَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ ذَلِكَ الْحَيْسِ وَيَشْرَبُونَ مِنْ حِيَاضٍ إِلَى جَنْبِهِمْ مِنْ مَاءِ السَّمَاءِ قَالَ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا قَالَ فَانْطَلَقْنَا حَتَّى إِذَا أَشْرَفْنَا جُدُرَ الْمَدِينَةِ هَشَشْنَا إِلَيْهَا فَرَفَعْنَا مَطِيَّنَا وَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطِيَّتَهُ قَالَ وَصَفِيَّةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا خَلْفَهُ قَدْ أَرْدَفَهَا قَالَ فَعَثَرَتْ مَطِيَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصُرِعَ وَصُرِعَتْ قَالَ فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يَنْظُرُ إِلَيْهِ وَلَا إِلَيْهَا حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَتَرَهَا قَالَ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ لَمْ نُضَرَّ قَالَ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ فَخَرَجَ جَوَارِي نِسَائِهِ يَتَرَاءَيْنَ وَيَشْمَتْنَ بِصَرْعَتِهَا۔

بچا ہوا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے، حضرت انس کہتے ہیں کہ لوگ اپنی بچی کھجوریں اور بچے ہوئے ستو لیکر آئے حتیٰ کہ اس سے کھانے کا ایک ڈھیر لگ گیا۔ لوگوں نے اس طعام سے کھایا اور ان کے پہلو میں ایک حوض تھا جس میں بارش کا پانی جمع تھا، اس سے پانی پیا، حضرت انس نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ جب ہم نے مدینہ کی دیواریں دیکھیں تو ہمیں مدینہ پہنچنے کا اشتیاق دامن گیر ہوا، ہم نے اپنی سواریاں دوڑائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی سواری دوڑائی، در آں حالیکہ آپ کے پیچھے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری لڑکھڑائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صفیہ گر پڑے، لوگوں میں سے کسی شخص نے حضور کی طرف دیکھا نہ حضرت صفیہ کی طرف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا۔ ہم آپ کے پاس آئے آپ نے فرمایا ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر ہم مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ کی ازواج مطہرات کی کنیزیں آکر حضرت صفیہ کو دیکھنے لگیں اور ان کے گرنے پر افسوس کرنے لگیں۔

ران کے ستر مگاہ ہونے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۳۹۳ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر آپ کی ران سے سرک گئی، حضرت انس کہتے ہیں میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ران پر پڑی، صحیح البخاری میں محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفخذ عورۃ[1] "ران ستر مگاہ ہے" علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے اصحاب مالک وغیرہ نے یہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔

استدلال کیا ہے کہ ران شرمگاہ نہیں ہے اور ہمارا مسلک یہ ہے کہ ران شرمگاہ ہے اور اس حدیث کا انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد اور اختیار کے بغیر چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑ گئی تھی اسی طرح بھیڑ کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا گھٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے لگ گیا تھا[1] احناف کے نزدیک بھی ران شرمگاہ ہے اس لیے علامہ عینی حنفی نے اس حدیث کی یہ توجیہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری کو تیز دوڑا رہے تھے، اس تیزی کی وجہ سے یا بھیڑ کی وجہ سے آپ کی ران سے چادر سرک گئی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اتفاقاً پڑی تھی[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دِحیہ کو باندی ہبہ کر کے کیوں واپس لی تھی؟

حدیث نمبر ۳۳۹۴ میں ہے حضرت دِحیہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باندی لینے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: ایک باندی لے لو، انھوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا، بعد میں جب دوسرے صحابہ کو اعتراض ہوا کہ انھوں نے سب سے اچھے حسب و نسب کی لونڈی کو لے لیا ہے تو آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، اور فرمایا ان کے بدلہ میں اور لونڈی لے لو، حدیث کے اس ٹکڑے پر یہ سوال ہوتا ہے کہ کسی چیز کو ہبہ کر کے واپس لینا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اس سوال کے متعدد جوابات ہیں اوّل یہ کہ صحیح مسلم کی بعض روایات میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باندیوں کے عوض حضرت صفیہ کو ان سے خرید لیا تھا، ثانی یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کوئی باندی لے لو اس کا مطلب یہ تھا کہ باندیوں میں سے کوئی باندی لے لو نہ یہ کہ سب سے افضل باندی کو لو چونکہ انھوں نے آپ کی اجازت کے تقاضے پر عمل نہیں کیا تھا اس لیے آپ نے ان سے حضرت صفیہ کو واپس لے لیا، ثالث یہ کہ ہر چند کہ ہبہ واپس لینا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن ہبہ واپس نہ لینے کی صورت میں اس سے بڑی خرابی متوقع تھی اور وہ تھی فتنہ اور فساد، کیونکہ حضرت صفیہ بنت حُیی بہت حسین و جمیل خاتون تھیں اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں اگر یہ حضرت دِحیہ کو دی جاتیں تو دوسرے صحابہ کو یہ برا لگتا اور یہ خطرہ تھا کہ اس وجہ سے کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا، لہٰذا آپ نے اس فتنہ کے سدباب کے لیے یہ ہبہ واپس لے لیا اور یہ تعلیم دی کہ فتنہ اور فساد کے خطرہ کی بناء پر ہبہ واپس لیا جا سکتا ہے، رابع یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے ہبہ واپس کر لیا، خامس یہ کہ والد کا اولاد سے ہبہ واپس لینا بلا کراہت جائز ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ والد ہیں اس لیے آپ کے ہبہ واپس لینے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے، سادس یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کی جانوں اور ان کے اموال کے مالک ہیں، بلکہ مسلمانوں کو ان کی اپنی جانوں اور اموال پر اتنا تصرف اور اختیار نہیں ہے جتنا تصرف اور اختیار آپ کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (احزاب ۶) "نبی مسلمانوں کی جانوں کے ان سے زیادہ مالک ہیں"

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

لونڈی کے آزاد کرنے کو مہر قرار دینے میں مذاہب

جس شخص نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر آزاد کیا کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس کے آزاد کرنے کو اس کا مہر قرار دے گا، جمہور کا قول یہ ہے کہ اس لونڈی پر اس شخص سے شادی کرنا لازم نہیں ہے اور نہ یہ شرط صحیح ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، محمد بن الحسن شیبانی اور امام زفر کا یہی قول ہے، امام شافعی کہتے ہیں: اگر اس لونڈی نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہ آزاد کر دی گئی پھر بھی اس لونڈی کو اس شخص کے ساتھ شادی کرنا لازم نہیں ہے، البتہ اس پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو ادا کرے، کیونکہ مالک اس کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرنے پر راضی نہیں تھا۔ اور امام احمد اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنی باندی کو اس شرط پر آزاد کرے کہ وہ اس سے نکاح کرے گا اور اس لونڈی پر لازم ہے کہ وہ اس سے نکاح کرے اور اس کے آزاد کرنے کو اپنا مہر مان لے جیسا کہ بظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جمہور کے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو بغیر کسی عوض اور بغیر کسی شرط کے تبرعاً آزاد کر دیا تھا، پھر آپ نے حضرت صفیہ کی مرضی سے بغیر مہر کے ان سے نکاح کر لیا اور یہ آپ کی خصوصیت ہے کہ آپ بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں [1] علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بغیر مہر کے شادی کر سکتے ہیں تو آپ کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ آپ آزاد کرنے کو مہر قرار دے دیں البتہ کسی اور کے لیے یہ جائز نہیں اگر وہ ایسا کرے گا تو آزاد کرنا مہر نہیں ہوگا بلکہ اس کو مہر مثل ادا کرنا لازم ہوگا۔ [2]

بَابُ ۴۵۲ زَوَاجِ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَنُزُوْلِ الْحِجَابِ وَإِثْبَاتِ الْوَلِيْمَةِ

حضرت زینب کے نکاح، نزول حجاب اور ولیمہ کا بیان

۳۳۹۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا بَهْزٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَا جَمِيْعًا نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهٰذَا حَدِيْثُ بَهْزٍ قَالَ لَمَّا انْقَضَتْ عِدَّةُ زَيْنَبَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ فَاذْكُرْهَا عَلَيَّ قَالَ فَانْطَلَقَ زَيْدٌ حَتّٰى أَتَاهَا وَهِيَ تَخْمِرُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا: حضرت زینب سے میرا ذکر کرو، جس وقت حضرت زید حضرت زینب کے پاس گئے تو وہ اپنے آٹے کا خمیر کر رہی تھیں۔ زید کہتے ہیں کہ جب میں نے انھیں دیکھا تو میرے دل میں ان کی اس قدر عظمت پیدا ہوئی کہ میں ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ذکر کیا تھا، میں ایڑیوں کے بل

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۸۸-۸۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

عَجِيْنَهَا قَالَ فَلَمَّا رَأَيْتُهَا عَظُمَتْ فِي صَدْرِي حَتَّى مَا اسْتَطِيْعُ أَنْ أَنْظُرَ إِلَيْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ فَوَلَّيْتُهَا ظَهْرِي وَنَكَصْتُ عَلَى عَقِبِي فَقُلْتُ يَا زَيْنَبُ أَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُكِ قَالَتْ مَا أَنَا بِصَانِعَةٍ شَيْئًا حَتَّى أُوَامِرَ رَبِّي فَقَامَتْ إِلَى مَسْجِدِهَا وَنَزَلَ الْقُرْآنُ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ قَالَ فَقَالَ وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمَنَا الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ حِيْنَ امْتَدَّ النَّهَارُ فَخَرَجَ النَّاسُ وَبَقِيَ رِجَالٌ يَتَحَدَّثُوْنَ فِي الْبَيْتِ بَعْدَ الطَّعَامِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعْتُهُ فَجَعَلَ يَتَتَبَّعُ حُجَرَ نِسَائِهِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِنَّ وَيَقُلْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ وَجَدْتَ أَهْلَكَ قَالَ فَمَا أَدْرِي أَنَا أَخْبَرْتُهُ أَنَّ الْقَوْمَ قَدْ خَرَجُوْا أَوْ أَخْبَرَنِي قَالَ فَانْطَلَقَ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ فَذَهَبْتُ أَدْخُلُ مَعَهُ فَأَلْقَى السِّتْرَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَنَزَلَ الْحِجَابُ قَالَ وَوُعِظَ الْقَوْمُ بِمَا وُعِظُوْا بِهِ زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي حَدِيْثِهِ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِيْنَ إِنَاهُ إِلَى قَوْلِهِ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ۔

گھوما اور پشت پھیر کر کہا: اے زینب! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پیغام بھیجا ہے، حضرت زینب نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کرتی، وہ اپنے مصلے پر کھڑی ہو گئیں، قرآن مجید نازل ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت ان کے گھر آئے، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روٹیاں اور گوشت خوب کھلایا سب لوگ چلے گئے اور چند آدمی کھانے کے بعد بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے اور میں بھی آپ کے ساتھ نکلا، آپ ازواج مطہرات کے حجرات میں گئے، انھیں سلام کیا، ازواج نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے اپنے اہل کو کیسا پایا، راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کو خبر دی تھی یا آپ نے بتایا تھا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر آپ گھر تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور حجاب کے احکام نازل ہو گئے اور لوگوں کو جو نصیحت کی جانی تھی وہ کی گئی۔ ابن رافع نے اپنی روایت میں اس آیت کا ذکر کیا ہے، (ترجمہ:) نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو ... اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے میں حیاء نہیں فرماتا۔

۳۲۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَقُتَيْبَةُ قَالُوْا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حضرت زینب کے نکاح پر ولیمہ کیا تھا کسی اور زوجہ کے نکاح پر ایسا ولیمہ نہیں کیا آپ

عَنْ اَنَسٍ وَّفِیْ رِوَایَۃِ اَبِیْ کَامِلٍ سَمِعْتُ اَنَسًا رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلَمَ عَلٰی اِمْرَاَۃٍ وَّقَالَ اَبُوْ کَامِلٍ عَلٰی شَیْءٍ مِّنْ نِّسَائِہٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ فَاِنَّہٗ ذَبَحَ شَاۃً۔

نے حضرت زینب کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ سے بڑھ کر اور عمدہ ولیمہ کسی اور زوجہ سے نکاح کے موقع پر نہیں کیا، راوی نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمہ میں کیا کھلایا تھا انھوں نے کہا لوگوں کو اس قدر روٹیاں اور گوشت کھلایا کہ لوگوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

۳۴۰۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَۃَ بْنِ اَبِیْ رَوَّادٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَّھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ صُھَیْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ ابْنَ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ مَا اَوْلَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی امْرَاَۃٍ مِّنْ نِّسَائِہٖ اَکْثَرَ اَوْ اَفْضَلَ مِمَّا اَوْلَمَ عَلٰی زَیْنَبَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِیُّ بِمَا اَوْلَمَ قَالَ اَطْعَمَھُمْ خُبْزًا وَّلَحْمًا حَتّٰی تَرَکُوْہُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو لوگوں کو بلا کر کھانا کھلایا، لوگ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھنے کے لیے تیار ہوئے مگر پھر بھی وہ لوگ نہیں اُٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے جب آپ کھڑے ہو گئے تو لوگوں میں سے جنھوں نے اٹھنا تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین آدمی بیٹھے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر جانے کے لیے تشریف لائے لیکن وہ لوگ ہنوز بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، اور میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور میں بھی داخل ہونے لگا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان

۳۴۰۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ الْحَارِثِیُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّیْمِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی کُلُّھُمْ عَنْ مُّعْتَمِرٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ حَبِیْبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ نَا اَبُوْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَیْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا دَعَا الْقَوْمَ فَطَعِمُوْا ثُمَّ جَلَسُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ قَالَ فَاَخَذَ کَاَنَّہٗ یَتَھَیَّاُ لِلْقِیَامِ فَلَمْ یَقُوْمُوْا فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ قَامَ فَلَمَّا قَامَ قَامَ مَنْ قَامَ مِنَ الْقَوْمِ وَقَعَدَ ثَلٰثَۃٌ وَّاَنَّ النَّبِیَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو لوگوں کو بلا کر کھانا کھلایا، لوگ کھانا کھانے کے بعد بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھنے کے لیے تیار ہوئے مگر پھر بھی وہ لوگ نہیں اُٹھے، جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے جب آپ کھڑے ہو گئے تو لوگوں میں سے جنھوں نے اٹھنا تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ تین آدمی بیٹھے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر جانے کے لیے تشریف لائے لیکن وہ لوگ ہنوز بیٹھے ہوئے تھے، پھر وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے، اور میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور میں بھی داخل ہونے لگا کہ آپ نے اپنے اور میرے درمیان

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ لِيَدْخُلَ فَاِذَا الْقَوْمُ جُلُوْسٌ ثُمَّ اِنَّهُمْ قَامُوْا فَانْطَلَقُوْا قَالَ فَجِئْتُ فَاَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَدِ انْطَلَقُوْا قَالَ فَجَآءَ حَتّٰى دَخَلَ فَذَهَبْتُ اَدْخُلُ فَاَلْقَى الْحِجَابَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ قَالَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا۔

حجاب ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت داخل ہو نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ ان ذلکم کان عند اللہ عظیما تک

۳۴۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَنَّ اَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ قَالَ اَنَا اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْحِجَابِ لَقَدْ كَانَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَسْاَلُنِيْ عَنْهَا قَالَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرُوْسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِيْنَةِ فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَلَسَ مَعَهٗ رِجَالٌ بَعْدَ مَا قَامَ الْقَوْمُ حَتّٰى قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَشٰى فَمَشَيْتُ مَعَهٗ حَتّٰى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ثُمَّ ظَنَّ اَنَّهُمْ قَدْ خَرَجُوْا فَرَجَعَ وَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ جُلُوْسٌ مَكَانَهُمْ فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ الثَّانِيَةَ حَتّٰى بَلَغَ حُجْرَةَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَرَجَعَ فَرَجَعْتُ مَعَهٗ فَاِذَا هُمْ قَدْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں احکام حجاب کے بارے میں باقی لوگوں سے زیادہ واقف ہوں، حضرت ابی بن کعب بھی احکام حجاب کے بارے میں مجھ سے سوال کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس حال میں کی کہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہوئی تھی آپ نے ان سے مدینہ میں نکاح کیا تھا اور دن چڑھنے کے بعد آپ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور سب لوگوں کے جانے کے بعد آپ کے ساتھ کچھ آدمی بھی بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے پھر خیال فرمایا کہ شاید لوگ چلے گئے ہوں گے۔ آپ لوٹ پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، وہ لوگ اس وقت بھی اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے، آپ پھر واپس چل پڑے، میں بھی واپس ہوا، آپ دوبارہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے تک گئے، اس کے بعد پھر آپ واپس (گھر) گئے، میں بھی آپ کے ساتھ لوٹا، اس بار وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، پھر آپ نے میرے اور اپنے درمیان حجاب

قَامُوْا فَضَرَبَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ السِّتْرَ وَ اُنْزِلَ اٰيَةُ الْحِجَابِ۔

ڈال دیا اور آیت حجاب نازل ہوگئی۔

۳۴۰۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَعْفَرٌ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ بِاَهْلِهٖ قَالَ فَصَنَعَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فَجَعَلَتْهُ فِيْ تَوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَنَسُ اذْهَبْ بِهٰذَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْ بَعَثَتْ بِهٰذَا اِلَيْكَ اُمِّيْ وَهِيَ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ اُمِّيْ تُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَتَقُوْلُ اِنَّ هٰذَا لَكَ مِنَّا قَلِيْلٌ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ فَادْعُ لِيْ فُلَانًا وَّفُلَانًا وَّمَنْ لَقِيْتَ وَسَمّٰى رِجَالًا قَالَ فَدَعَوْتُ مَنْ سَمّٰى وَمَنْ لَقِيْتُ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ عَدَدُكُمْ كَانُوْا قَالَ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَّقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَنَسُ هَاتِ التَّوْرَ قَالَ فَدَخَلُوْا حَتّٰى امْتَلَأَتِ الصُّفَّةُ وَالْحُجْرَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَحَلَّقْ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ وَلْيَاْكُلْ كُلُّ اِنْسَانٍ مِمَّا يَلِيْهِ قَالَ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا قَالَ فَخَرَجَتْ طَائِفَةٌ وَّدَخَلَتْ طَائِفَةٌ حَتّٰى اَكَلُوْا كُلُّهُمْ فَقَالَ لِيْ يَا اَنَسُ ارْفَعْ قَالَ فَرَفَعْتُ فَمَا اَدْرِيْ حِيْنَ وَضَعْتُ كَانَ اَكْثَرُ اَمْ حِيْنَ رَفَعْتُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، اور اپنی زوجہ مطہرہ کے پاس گئے، میری والدہ ام سلیم نے حیس (کھجور، ستو اور گھی سے بنایا ہوا کھانا) پکایا، اسے ایک طباق میں رکھ کر کہا "اے انس اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور جا کر عرض کرو" اس کو میری ماں نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور سلام عرض کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے آپ کی خدمت میں ایک تھوڑا سا نذرانہ ہے۔" حضرت انس کہتے ہیں کہ میں وہ کھانا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور کہا "میری ماں آپ کو سلام کہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ آپ کے لیے تھوڑا سا نذرانہ ہے، آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو، پھر آپ نے فرمایا جاؤ فلاں فلاں کو بلا لاؤ، اور جو تم کو ملیں ان کو اور چند لوگوں کا نام لیا، جن لوگوں کا آپ نے نام لیا تھا میں انھیں بلا لایا اور جو لوگ مجھے ملے انھیں بھی بلا لایا، (راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت انس سے پوچھا ان لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ انھوں نے کہا اندازاً تین سو آدمی تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے انس وہ طباق لے آؤ، پھر وہ لوگ اندر آئے حتیٰ کہ چبوترہ اور کمرہ بھر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس، دس آدمی ایک حلقہ بنالیں اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے حضرت انس کہتے ہیں ان لوگوں نے اس قدر کھایا کہ وہ سیر ہو گئے ایک گروہ کھا کر جاتا پھر دوسرا آجاتا، جب سب لوگ کھا چکے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے انس! اس برتن کو اٹھاؤ، حضرت انس کہتے ہیں میں نہیں فیصلہ کر سکا کہ جس وقت میں نے برتن رکھا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا یا جب میں نے وہ برتن اٹھایا اس وقت اس میں کھانا زیادہ تھا۔" بعض لوگوں نے (کھانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ وَجَلَسَ طَوَائِفُ مِنْهُمْ يَتَحَدَّثُونَ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَزَوْجَتُهُ مُوَلِّيَةٌ وَجْهَهَا إِلَى الْحَائِطِ فَثَقُلُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَى نِسَائِهِ، ثُمَّ رَجَعَ فَلَمَّا رَأَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَجَعَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ ثَقُلُوا عَلَيْهِ قَالَ فَابْتَدَرُوا الْبَابَ فَخَرَجُوا كُلُّهُمْ وَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَرْخَى السِّتْرَ وَ دَخَلَ وَأَنَا جَالِسٌ فِي الْحُجْرَةِ فَلَمْ يَلْبَثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى خَرَجَ عَلَيَّ وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ قَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا وَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ الْجَعْدُ قَالَ أَنَسٌ أَنَا أَحْدَثُ النَّاسِ عَهْدًا بِهٰذِهِ الْآيَاتِ وَحُجِبْنَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے گھر میں بیٹھ کر باتیں شروع کر دیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے درمیان تشریف فرما تھے اور آپ کی زوجہ مطہرہ دیوار کی طرف چہرہ کیے ہوئے بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں کا بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اپنی ازواج مطہرات کو سلام کیا اور واپس آئے، جب ان لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹ آئے ہیں تب انہوں نے سمجھا کہ ان کا یہاں بیٹھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار گزر رہا ہے، وہ سب جلدی سے دروازے کی طرف بڑھے اور چلے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے پردہ گرا دیا۔ آپ حجرہ میں تشریف لائے وہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ تھوڑی دیر ٹھہرے پھر میرے پاس آئے در آں حالیکہ آپ کے اوپر یہ آیت نازل ہوئی تھی پھر آپ نے باہر آ کے لوگوں پر وہ آیات پڑھیں: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو نہ کھانے کا وقت دیکھتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، تمہاری ان حرکتوں سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ جعدی کہتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا کہ ان آیات کے نازل ہونے کا واقعہ مجھے سب سے زیادہ یاد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کیلئے پردے کے احکام نازل ہوئے۔

۳۴۰۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَهْدَتْ لَهُ أُمُّ سُلَيْمٍ حَيْسًا فِي تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَقَالَ أَنَسٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو (میری والدہ) حضرت ام سلیم نے آپ کے لیے ایک طباق میں حیس (ستو، گھی، اور کھجور سے بنایا ہوا کھانا) بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور مسلمانوں میں سے تمہیں جو ملے اس کو بلا لاؤ، لہٰذا مجھے جو ملا اس کو میں بلا لایا، وہ لوگ گھر میں داخل ہوتے، کھانا کھاتے اور

فَادْعُ لِيْ مَنْ لَقِيْتُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَدَعَوْتُ لَهٗ مَنْ لَقِيْتُ فَجَعَلُوْا يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِ فَيَأْكُلُوْنَ وَيَخْرُجُوْنَ وَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ عَلَى الطَّعَامِ فَدَعَا فِيْهِ وَقَالَ فِيْهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَلَمْ اَدْعُ اَحَدًا لَقِيْتُهٗ اِلَّا دَعَوْتُهٗ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا وَخَرَجُوْا وَبَقِيَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ فَاَطَالُوْا عَلَيْهِ الْحَدِيْثَ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحْيِيْ مِنْهُمْ اَنْ يَّقُوْلَ لَهُمْ شَيْئًا فَخَرَجَ وَتَرَكَهُمْ فِي الْبَيْتِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ قَالَ قَتَادَةُ غَيْرَ مُتَحَيِّنِيْنَ طَعَامًا وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا حَتّٰى بَلَغَ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ بِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ

نکل جاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ کھانے پر رکھا اور دعا فرمائی اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ کلمات آپ نے دعا میں کہے، مجھے جو شخص بھی ملا تھا میں اس کو لے آیا تھا ان سب نے سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے، کچھ لوگ بیٹھے رہے، انھوں نے لمبی باتیں شروع کر دیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں کچھ کہنے سے حیا کرتے تھے، آپ گھر سے باہر آ گئے وہ وہیں بیٹھے رہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت مت، داخل ہو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہا کرو، ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، لیکن کھانا کھانے کے بعد اٹھ کھڑے ہوا کرو، باتیں کرنے میں نہ لگے رہو، تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں مگر وہ شرم کی وجہ سے تمہیں کچھ نہیں کہتے، اور اللہ تعالیٰ حق بات کہنے میں شرم نہیں کرتا۔ آخر آیت تک۔

حضرت زینب سے نکاح کی تفصیل

حدیث نمبر ۳۳۶۸ میں ہے جب حضرت زید نے حضرت زینب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا پیغام دیا تو انھوں نے کہا میں اپنے رب سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہیں کروں گی اور مصلے کی طرف بڑھ گئیں، ان کا مقصد یہ تھا کہ میں استخارہ کروں گی، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سب کاموں کے لیے استخارہ کی تعلیم دیتے تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ اس لیے کیا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی میں ان سے تقصیر نہ ہو جائے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت لیے ان کے پاس چلے گئے، یعنی جب یہ آیت نازل ہو گئی: فلما قضى زيد منها وطرا وجنكها (احزاب: ۳۷) "جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے ان سے آپ کا نکاح کر دیا" اس آیت کے نازل ہوتے ہی حضرت زینب آپ کے عقد میں آ گئیں، اس نکاح میں ایجاب و قبول کا عقد تھا، نہ گواہ تھے نہ کوئی ولی تھا۔ غالباً اس عظیم نعمت پر شکر ادا کرنے کے لیے ہی آپ نے حضرت زینب سے نکاح کا ولیمہ بہت اہتمام سے کیا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بھی ذکر ہے کہ آپ کا ہاتھ لگانے سے اور آپ کی دعا کی برکت سے تھوڑا سا کھانا، تین سو کے قریب آدمیوں کے لیے کافی ہو گیا اور ان کے سیر ہونے کے باوجود کھانا اتنا ہی باقی تھا حضرت انس فرماتے ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ کھانا اب زیادہ ہے یا پہلے زیادہ تھا۔

مساوات سے بے پردگی پر استدلال

پردہ سے متعلق قرآن مجید میں جو احکام دیے گئے ہیں اور احادیث میں جن کی وضاحت کی گئی ہے ان کے مطابق عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا، ان سے بات چیت کرنا اور میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں، اسی طرح مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا ان سے بات کرنا اور ان سے میل جول رکھنا سب ناجائز ہیں۔ عورتوں کا پردہ کے بغیر گھر سے نکلنا ناجائز ہے، بازاروں میں شاپنگ کرنا اور سیر و تفریح کے لیے گھومنا جائز نہیں ہے۔ عورت اصل میں چراغ خانہ ہے، شمع محفل نہیں ہے۔ اس کے برعکس آج کے معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں برقع اور کسی بھی قسم کے پردہ سے آزاد تنگ چست، نیم عریاں اور شوخ و شنگ لباس پہنے سڑکوں اور بازاروں میں دعوت نظارہ دیتی پھرتی ہیں، دوپٹہ سے سر اور سینے کو نہیں ڈھانپا جاتا بلکہ مفلر کی طرح گلے میں ڈالا جاتا ہے، کوئی دن جاتا ہے کہ برقع کی طرح دوپٹہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ مخلوط تعلیم عام ہے اور لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ اسکولوں میں پڑھتے ہیں، اسکولوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھانے والے بھی مخلوط ہیں مرد اور عورتیں دونوں پڑھاتے ہیں۔ بینکوں، پی آئی اے اور دوسرے محکموں اور دفاتر میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی نظر آتی ہیں، اور پولیس اور فوج میں بھی عورتیں کام کر رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرد اور عورت ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں دونوں کو مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے اس لیے معیشت کا بوجھ اٹھانے کے لیے دونوں کو مساوی جدوجہد کرنی چاہیے۔ وہ دن گئے جب عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید رکھا جاتا تھا۔ اب آزادیٔ نسواں کا دور ہے عورت کو گھر میں غلام بنا کے رکھنا روح مساوات کے خلاف ہے۔

مرد اور عورت میں مساوات کا دائرہ

یہ صحیح ہے کہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں۔ تہذیب و تمدن کی تعمیر و تشکیل اور انسانیت کی خدمت میں دونوں برابر ہیں۔ دل، دماغ، عقل، جذبات، خواہشات اور بشری تقاضے دونوں رکھتے ہیں، سوسائٹی اور معاشرہ کی فلاح و بہبود دونوں کی فکری اور نظری صلاحیتوں پر موقوف ہے۔ اس اعتبار سے مساوات کا دعویٰ بالکل صحیح ہے اور ہر صالح معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی فطری استعداد اور صلاحیت کے مطابق اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کا موقع دے۔ لیکن مساوات کا جو پہلو آج زیر بحث ہے کہ مرد اور عورت دونوں کا ایک حلقۂ عمل ہو، دونوں ایک نوعیت کے کام کریں۔ دونوں معیشت کے تمام شعبوں کی ذمہ داریوں کو یکساں قبول کریں، یہ رائے اس وقت تک صحیح ثابت نہیں ہوگی جب تک یہ ثابت نہ کر دیا جائے کہ دونوں کے نظام جسمانی بھی ایک جیسے ہیں۔ دونوں پر فطرت نے ایک جیسی خدمات کا بار ڈالا ہے اور دونوں کی نفسی کیفیات بھی ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔

عورت کو معاش اور تہذیب کی سرگرمیوں میں شریک رکھنا مساوات کے خلاف ہے

علم الحیات کی رو سے ثابت ہو چکا ہے کہ عورت اپنی شکل و صورت اور ظاہری اعضاء سے لے کر اپنے جسم کی ساخت کے ہر ہر مرحلہ میں مرد سے مختلف ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ فطرت نے مرد اور عورت دونوں پر یکساں بار نہیں ڈالا۔ بقائے نوع کی خدمت میں مرد کے ذمہ تخم ریزی کے سوا اور کوئی کام نہیں ہے اس کے بعد وہ زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کے لیے آزاد ہے، اس کے برخلاف فطرت نے عورت پر اس خدمت کی مکمل ذمہ داری ڈال دی ہے، اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے عورت

کر اس وقت سے تیار کیا گیا ہے جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں محض گوشت کا ایک لوتھڑا تھی، اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے اس کے جسم کی ساری مشین موزوں کی گئی، اسی لیے اس پر جوانی کے زمانہ میں ایام حیض کے دور آتے ہیں جو ہر مہینہ میں تین سے لے کر سات دن یا دس دن تک اس کو کسی بڑی ذمہ داری کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں رکھتے۔ جن کی وجہ سے وہ اس دوران کوئی قابل ذکر جسمانی یا دماغی محنت نہیں کر پاتی، حمل اور اس کے بعد پورا ایک سال اسے سختیاں جھیلتے گذرتا ہے جس میں درحقیقت وہ نیم جاں ہوتی ہے، اس کے بعد وہ رضاعت کے پورے دو سال اس طرح گزرتے ہیں کہ وہ اپنے خون سے کشتِ انسانیت کو سیراب کرتی ہے۔ بچے کی ابتدائی پرورش کے کئی سال اس طرح محنت اور مشقت میں گذرتے ہیں کہ اس پر رات کی نیند اور دن کا آرام حرام ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی راحت، اپنے آرام و آسائش اپنی ہر خوشی اور ہر خواہش کو آنے والی نسل پر قربان کر دیتی ہے۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر غور کیجیے کہ عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ان فطری ذمہ داریوں کی بجا آوری کے باوجود عورت سے معاش اور تہذیب و ثقافت کی ان ذمہ داریوں کا مطالبہ بھی کیا جائے جن کو پورا کرنے کے لیے مرد فطرت کی تمام تر ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے۔ عورت سے یہ کہا جائے کہ تو ولادت سے متعلق ساری فطری ذمہ داریاں بھی برداشت کر اور ہمارے شانہ بشانہ روزی کمانے کی مشقت بھی اٹھا، سیاست اور عدالت، صنعت و حرفت، زراعت و تجارت، قیام امن اور مدافعت وطن کی خدمات میں بھی برابر کا حصہ لے۔ ریڈیو، ٹی وی، فلم آرٹ گیلری اور ثقافتی شو کے ذریعہ ہمارے لیے تفریح کا سامان بھی مہیا کر۔ ہوٹلوں، کلبوں اور سوسائٹی کی محافل میں آکر ہمارا دل بھی بہلا اور ہمارے لیے عیش و مسرت اور لطف و لذت کے سامان بھی فراہم کر، یہ عدل نہیں ظلم ہے!! مساوات نہیں صریح نامساوات ہے، عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس پر فطرت نے کوئی بار نہیں ڈالا اس پر تمدن کی اہم اور زیادہ محنت طلب ذمہ داریوں کا بوجھ ڈالا جائے اور اسی کے سپرد یہ خدمت ہو کہ وہ خاندان کی پرورش اور حفاظت کرے اور جس پر فطرت نے بہت زیادہ بوجھ رکھا ہے اس کو تمدن کے ہلکے اور سبک کام سپرد کیے جائیں، اور مساوات کا یہ تقاضا اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب عورت پردے میں رہے اور اسلامی احکام کے مطابق چادر اور چار دیواری میں زندگی گذارے۔ مساوات سے قطع نظر بے پردگی کے نتیجہ میں عورت ہوا و ہوس کا نشانہ بنتی ہے جس سے بے حیائی اور فحاشی کے لاتعداد پہلو نکلتے ہیں جس کی وجہ سے اسقاطِ حمل، ناجائز اولاد اور گھناؤنی بیماریاں وجود میں آتی ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ ۴۵۳ الْأَمْرِ بِالْإِجَابَةِ الدَّاعِي إِلَى دَعْوَةٍ

دعوت قبول کرنے کا حکم

۳۴۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کسی شخص کو ولیمے میں بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيُجِبْ قَالَ خَالِدٌ فَإِذَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يُنْزِلُهُ عَلَى الْعُرْسِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى وَلِيمَةِ عُرْسٍ فَلْيَجِبْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو جب شادی کی دعوت پر بلایا جائے تو وہ ضرور جائے۔

۳۴۰۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَأْتِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت میں مدعو کیا جائے تو جایا کرو۔

۳۴۰۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرنی چاہیے خواہ وہ شادی کی دعوت ہو یا اس جیسی کسی اور تقریب کی۔

۳۴۱۰ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ نَا بَقِيَّةُ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ إِلَى عُرْسٍ أَوْ نَحْوِهِ فَلْيُجِبْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو شادی یا اس جیسی کسی تقریب کی دعوت دی جائے تو وہ اس کو قبول کرے۔

۳۴۱۱ - حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

الْبَاهِلِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِئْتُوا الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں دعوت دی جائے تو اس میں جاؤ۔

۳۴۱۲ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجِيبُوا هٰذِهِ الدَّعْوَةَ إِذَا دُعِيتُمْ لَهَا قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْتِي الدَّعْوَةَ فِي الْعُرْسِ وَغَيْرِ الْعُرْسِ وَيَأْتِيهَا وَهُوَ صَائِمٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں مدعو کیا جائے تو دعوت کو قبول کرو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شادی وغیرہ کی دعوت میں روزہ دار ہونے کے باوجود چلے جاتے تھے۔

۳۴۱۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ دُعِيتُمْ إِلَى كُرَاعٍ فَأَجِيبُوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم بکری کے پائے کی بھی دعوت دی جائے تو اس کو ضرور قبول کرو۔

۳۴۱۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ مُثَنًّى إِلَى طَعَامٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے وہ اس کو ضرور قبول کرے، خواہ کھائے یا نہ کھائے۔

۳۴۱۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۱۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی دعوت کی جائے تو وہ ضرور قبول کرے اگر روزہ دار ہو تو دعا کرے اگر روزہ نہ ہو تو کھالے۔

۳۴۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ بِئْسَ الطَّعَامُ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى إِلَيْهِ الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْمَسَاكِينُ فَمَنْ لَمْ يَأْتِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

۳۴۱۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ هٰذَا الْحَدِيثُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْأَغْنِيَاءِ فَضَحِكَ فَقَالَ لَيْسَ هُوَ شَرَّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْأَغْنِيَاءِ قَالَ سُفْيَانُ وَكَانَ أَبِي غَنِيًّا فَأَفْزَعَنِي هٰذَا الْحَدِيثُ حِينَ سَمِعْتُ بِهِ فَسَأَلْتُ عَنْهُ الزُّهْرِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا یہ حدیث کس طرح ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے؟ انھوں نے ہنس کر کہا اس طرح حدیث نہیں ہے کہ بدترین کھانا امیروں کا کھانا ہے، سفیان کہتے ہیں کہ میرے والد امیر تھے اس لیے مجھے اس حدیث سے بہت پریشانی رہتی تھی، جب میں نے زہری سے پوچھا تو انھوں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے .... اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۳۴۱۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اس دعوت ولیمہ کا کھانا بہت برا ہے اس کے بعد حسب سابق ہے۔

قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی روایت ہے۔

۳۴۲۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نَحْوَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین کھانا اس دعوت ولیمہ کا کھانا ہے کہ جو اس میں آنا چاہتا ہے اسے روک دیا جاتا ہے اور جو نہیں آنا چاہتا اسے بلایا جاتا ہے اور جو دعوت میں نہیں گیا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

۳۴۲۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ زِيَادَ بْنَ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتًا الْأَعْرَجَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُمْنَعُهَا مَنْ يَأْتِيهَا وَيُدْعَى إِلَيْهَا مَنْ يَأْبَاهَا وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولَهُ۔

ولیمہ کے حکم میں مذاہب

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ظاہریہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ولیمہ کرنا فرض عین ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب مشہور ہے، امام احمد کے نزدیک ولیمہ مستحب ہے، بعض شافعیہ کے نزدیک ولیمہ واجب ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک ولیمہ کرنا مستحب ہے۔[1] احناف میں سے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ولیمہ کرنا سنت ہے۔[2]

عام دعوت اور ولیمہ قبول کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا فرض عین ہے البتہ کسی عذر کی بناء پر فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مستحب ہے۔ یہ قول خاص شادی کی دعوت کے بارے میں ہیں، بقیہ دعوتوں میں امام مالک اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب نہیں ہے، ظاہریہ کہتے ہیں کہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور ہر دعوت کو قبول کرنا واجب ہے جن عذروں کی وجہ سے دعوت قبول کرنے کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں طعام مشتبہ ہونا، دعوت کا امیروں کے ساتھ مخصوص ہونا، اس جگہ کوئی ایسا شخص ہو جس کی وجہ سے جانے والے کو تکلیف پہنچے، یا مدعو کو کسی خوف یا لالچ کی بناء پر بلایا گیا ہو، یا مدعو کو کسی حرام

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۴۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۰۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کام پر مدد کے لیے بلایا گیا ہو یا اس دعوت میں شراب، گانا بجانا، ریشم کا فرش، جاندار کی تصاویر، سونے، چاندی کے برتن یا کوئی اور شرعی خرابی ہو، ان اعذار میں سے کوئی ایک بھی ہو تو دعوت قبول کرنے کا وجوب یا استحباب ساقط ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی دعوت کو قبول کرنا مکروہ ہے۔[1]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں، ہندیہ میں تمرتاشی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ دعوت قبول کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں ہے اور عام فقہاء نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ شادی کی دعوت ہو تو قبول کرے ورنہ اسے اختیار ہے اور قبول کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ اس سے مسلمان کا دل خوش ہوتا ہے، جب دعوت میں چلا گیا تو حکم پر عمل ہو گیا خواہ کھانا کھائے یا نہ کھائے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے اور ہدایہ میں یہ ہے کہ دعوت کو قبول کرنا سنت ہے، خواہ شادی کی دعوت ہو یا کوئی اور تقریب ہو، البتہ جس دعوت میں دکھاوا، نام آوری اور خود ستائی مقصود ہو، اس میں نہیں جانا چاہیے۔ خصاف علماء کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، اور "اختیار" میں ہے کہ شادی کی دعوت (ولیمہ) سنت قدیمہ ہے اگر اس کو قبول نہیں کرے گا تو گنہگار ہو گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے دعوت نہیں قبول کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی" اگر روزہ دار ہو تو دعوت میں جائے اور دعا کرے اور اگر روزہ دار نہیں ہے تو کھائے اور دعا کرے اور اگر اس نے نہ کھایا اور نہ دعا کی تو وہ گنہگار ہو گا کیونکہ اس نے میزبان کی توہین کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر مجھے بکری کے کھر کی بھی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کروں گا، اس عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ ولیمہ کو قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے اور شارحین ہدایہ نے تصریح کی کہ ولیمہ کو قبول کرنا واجب کے قریب ہے، تتارخانیہ میں ینابیع سے نقل ہے کہ اگر دعوت میں معصیت اور بدعت نہ ہو تو دعوت کو قبول کرنا واجب ہے اور ہمارے زمانہ میں کسی دعوت کا معصیت اور بدعت سے محفوظ ہونا مشکل ہے۔[2]

بَابُ لَا تَحِلُّ الْمُطَلَّقَةُ ثَلَاثًا لِمُطَلِّقِهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ وَيَطَأَهَا ثُمَّ يُفَارِقُهَا وَتَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا

باب ۲۵۲ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بغیر تحلیل شرعی کے حلال نہیں ہے

۳۴۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَةُ رِفَاعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ

۳۴۲۲ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں رفاعہ کے نکاح میں تھی، انھوں نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی، میں نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، اور ان

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَبَتَّ طَلَاقِيْ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ ابْنَ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّمَا مَعَهُ مِثْلَ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَتُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ قَالَتْ وَأَبُوْ بَكْرٍ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدٍ بِالْبَابِ يَنْتَظِرُ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَنَادٰى يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَا تَسْمَعُ هٰذِهِ مَا تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے پاس تو صرف کپڑے کے پلّو کی طرح تھا (یعنی وہ نامرد تھے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کیا تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تم ان کی مٹھاس نہ چکھ لو اور وہ تمہاری مٹھاس نہ چکھ لیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر حضور کے پاس تھے اور حضرت خالد بن سعید دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، حضرت خالد نے پکار کر کہا اے ابوبکر کیا آپ نہیں سن رہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیسی باتیں کر رہی ہے!

۳۴۲۳۔ حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ نَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فَبَتَّ طَلَاقَهَا فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ رِفَاعَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَطَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ فَتَزَوَّجَتْ بَعْدَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَإِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ هُدْبَةٍ فَأَخَذَتْ بِهُدْبَةٍ مِنْ جِلْبَابِهَا قَالَ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَاحِكًا فَقَالَ لَعَلَّكِ تُرِيْدِيْنَ أَنْ تَرْجِعِيْ إِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَأَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَالِسٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دی اس کے بعد انھوں نے حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھی انھوں نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں، میں نے اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا اور وہ خدا کی قسم! انھوں نے اپنی چادر کا پلو پکڑ کر کہا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کے پلو کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے پھر فرمایا: شاید تم دوبارہ رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو، نہیں! جب تک کہ وہ تمہاری لذت نہ چکھ لے اور تم اس کی لذت نہ چکھ لو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ دروازے پر اجازت کے منتظر تھے، پھر حضرت خالد نے حضرت ابوبکر سے باآواز بلند کہا: اے ابوبکر تم اس عورت کو ڈانٹتے کیوں نہیں! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا کہہ رہی ہے۔!

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَالِسٌ بِبَابِ الْحُجْرَةِ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ قَالَ فَطَفِقَ خَالِدٌ يُنَادِي اَبَا بَكْرٍ اَلَا تَزْجُرُ هٰذِهِ عَمَّا تَجْهَرُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۳۴۲۴- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزَّبِيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَهَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيْقَاتٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر لیا، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یارسول اللہ حضرت رفاعہ نے مجھے آخری تین طلاقیں دے دیں ..... اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَرْاَةِ يَتَزَوَّجُهَا الرَّجُلُ فَيُطَلِّقُهَا فَتَزَوَّجَ رَجُلًا اٰخَرَ فَيُطَلِّقُهَا قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا اَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک عورت نے ایک شخص سے شادی کی، اس شخص نے اس کو طلاق (مغلظہ) دے دی، پھر اس نے دوسرے شخص سے شادی کر لی اور اس نے اس کو قبل از دواج سے پہلے طلاق دے دی، کیا اب وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ اس کی لذت نہ چکھ لے۔

۳۴۲۶- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۳۴۲۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَ رَجُلٌ اِمْرَاَتَهٗ ثَلٰثًا فَتَزَوَّجَهَا رَجُلٌ ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ بِهَا فَاَرَادَ زَوْجُهَا الْاَوَّلُ اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا فَسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَذُوْقَ الْاٰخَرُ مِنْ عُسَيْلَتِهَا مَا ذَاقَ الْاَوَّلُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس نے عمل ازدواج سے پہلے اسے طلاق دے دی، اور اس کا پہلا شوہر پھر اس سے نکاح کرانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک کہ دوسرا شوہر اس لذت کو نہ چکھ لے جو پہلے شوہر نے چکھی تھی۔

۳۴۲۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا يَحْيٰی يَعْنِی ابْنَ سَعِيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِیْ حَدِيْثِ يَحْيٰی عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَتْنَا الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عائشہ سے ایسی روایت منقول ہے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ اَنْ يَّقُوْلَهٗ عِنْدَ الْجِمَاعِ

جماع کے وقت کی دعا

۳۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰی قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّاْتِیَ اَهْلَهٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّهٗ اِنْ يُّقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِیْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطَانٌ اَبَدًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی سے جماع کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) اللہ کے نام سے "اے اللہ ہمیں شیطان سے محفوظ رکھ اور جو (اولاد) ہمیں دے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ" پس اگر ان کے لیے کوئی بچہ مقدر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ شیطان کے ضرر سے محفوظ رکھے گا۔

۳۴۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيْعًا عَنِ الثَّوْرِیِّ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ غَيْرَ اَنَّ شُعْبَةَ لَيْسَ فِیْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ بِسْمِ اللّٰهِ وَ فِیْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ الثَّوْرِیِّ بِسْمِ اللّٰهِ وَ فِیْ رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ مَنْصُوْرٌ اُرَاهُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

ف: علامہ نووی فرماتے ہیں اس کی برکت سے بچہ شیطان کے ٹھونگ مارنے سے محفوظ رہے گا کیونکہ ہر وہ پیدا ہونے والے بچے کے ٹھونگ مارتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شیطانی وساوس سے محفوظ رہے گا۔

بَابُ جَوَازِ جِمَاعَةِ امْرَاَتِهٖ فِیْ قُبُلِهَا مِنْ قُدَّامِهَا وَ مِنْ وَرَآئِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلدُّبُرِ

بیوی کے اندام نہانی میں ہر طرف سے جماع کی اجازت

۳۴۳۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ جَابِرًا رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَتِ الْيَهُوْدُ تَقُوْلُ اِذَا اَتَى الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ مِنْ دُبُرِهَا فِیْ قُبُلِهَا كَانَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ فَنَزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیہ کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی عورت کے اندام نہانی میں پیچھے سے جماع کرے گا تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس طرف سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیہ کہتے تھے کہ جب عورت کے اندام نہانی میں پشت کی جانب سے جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ يَهُودَ كَانَتْ تَقُولُ إِذَا أُتِيَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ دُبُرِهَا فِي قُبُلِهَا ثُمَّ حَمَلَتْ كَانَ وَلَدُهَا أَحْوَلَ قَالَ فَأَنْزَلَتْ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ۔

ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل کی گئی (ترجمہ:) ——— تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تم اپنی کھیتیوں میں جس جانب سے چاہو تخم ریزی کرو۔

۳۴۳۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَّهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ رَاشِدٍ يُّحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ النُّعْمَانِ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِنْ شَاءَ مُجَبِّيَةً وَإِنْ شَاءَ غَيْرَ مُجَبِّيَةٍ غَيْرَ أَنَّ ذٰلِكَ فِي صِمَامٍ وَّاحِدٍ۔

چھ اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے اس میں زہری نے یہ اضافہ کیا ہے شوہر عورت کو الٹا لٹائے یا سیدھا مجامعت اندام نہانی میں ہی ہونی چاہیے۔

بَابُ تَحْرِيمِ امْتِنَاعِهَا مِنْ فِرَاشِ زَوْجِهَا

عورت کو اپنے شوہر کا بستر چھوڑنے کی ممانعت

۳۴۳۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنًّى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی عورت

جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا بَاتَتِ الْمَرْاَةُ هَاجِرَةً فِرَاشَ زَوْجِهَا لَعَنَتْهُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

اپنے شوہر سے علیحدہ بستر پر رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

۳۴۳۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ حَتّٰى تَرْجِعَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب تک وہ شوہر کے بستر پر واپس نہ جائے (فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں)۔

۳۴۳۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهَا فَتَاْبٰى عَلَيْهِ اِلَّا كَانَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، جس شخص کی بیوی اپنے شوہر کے بلانے پر انکار کر دیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض رہتا ہے جب تک اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

۳۴۳۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا جَرِيْرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ اِلٰى فِرَاشِهٖ فَلَمْ تَاْتِهٖ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلٰٓئِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور مرد بیوی سے ناراض ہو تو صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

زوجین کے حقوق و فرائض بیوی پر فرض ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے اور خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے مال و دولت اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نیک بیویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ۔ (نساء: ۳۴)

نیک عورتیں (خاوند کی) فرمانبرداری کرتی ہیں اور خاوند کی غیر موجودگی میں (اس کے مال اور عزت کی) حفاظت کرتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کی عزت یعنی اپنی پاکدامنی کی حفاظت کرنا اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنا عورت پر فرض ہے اور یہ عورت پر شوہر کا حق ہے، شوہر کے حقوق کی مزید تفصیل درج ذیل احادیث میں ہے:

عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اریت النار فاذا اکثر اھلھا النساء یکفرن قیل ایکفرن باللہ قال یکفرن العشیر و یکفرن الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رایت منک خیرا قط۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جہنم کی آگ دکھائی گئی، جہنم میں ان عورتوں کی تعداد زیادہ تھی جو ناشکری کرتی ہیں پوچھا گیا کیا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا خاوند کی نافرمانی کرتی ہیں اور اس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کرتیں، اگر تم ساری عمر ان کے ساتھ احسان کرتے رہو اور صرف ایک دن وہ تم سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھیں تو کہتی ہیں کہ مجھے تم سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری کرنا اور اس کے احسانات پر اس کا شکر ادا کرنا عورت پر واجب ہے۔

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو امرت احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأۃ ان تسجد لزوجھا من عظم حقہ ولا تجد امرأۃ حلاوۃ الایمان حتی تودی حق زوجھا و لو سالھا نفسھا وھی علی ظھر قتب رواہ البزار و احمد و رجالہ رجال الصحیح۔[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی شخص کو سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا بہت عظیم حق ہے اور کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی چاشنی نہیں پا سکتی جب تک وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرے اگر وہ سفر کے لیے جا رہی ہو اور اس کا خاوند اسے مقاربت کے لیے بلائے تو سفر چھوڑ کر چلی آئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی تعظیم و توقیر کرنا واجب ہے اور اگر شوہر اس کو کوئی ایسا حکم دے جس کی تعمیل

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس کے منصوبہ اور پروگرام کے خلاف ہو تو اپنے پروگرام کو چھوڑ کر شوہر کی اطاعت کرے۔

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلت المرأۃ خمسہا وصامت شہرہا وحفظت فرجہا واطاعت زوجہا قیل لہا ادخلی من ای ابواب الجنۃ شئت رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط وفیہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن، وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔[1]

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی فرج (عصمت) کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا، یہ حدیث مسند احمد اور معجم طبرانی میں ہے اور اس کے راوی حسن اور صحیح ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی پاکدامنی کی حفاظت اور شوہر کی اطاعت بیوی پر فرض ہے۔

عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حق الزوج علی زوجتہ ان سألہا نفسہا وہی علی ظہر بعیر ان لا تمنعہ نفسہا ومن حق الزوج علی الزوجۃ ان لا تصوم تطوعا الا باذنہ فان فعلت جاعت وعطشت ولا یقبل منہا ولا تخرج من بیتہا الا باذنہ فان فعلت لعنتہا ملائکۃ السماء وملائکۃ الرحمۃ وملائکۃ العذاب حتی ترجع الحدیث رواہ البزار فیہ حسین بن قیس وہو ضعیف وقد وثقہ حصین بن نمیر وبقیۃ رجالہ ثقات۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ جب خاوند اسے (مقاربت کے لیے) بلائے تو وہ فوراً آجائے خواہ اس وقت وہ سفر کے لیے اونٹ کی پشت پر ہو، اور بیوی پر خاوند کا حق یہ ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اور اگر رکھے تو وہ قبول نہیں ہوں گے وہ صرف بھوک اور پیاس ہے، اور گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر گئی تو آسمان کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے جب تک کہ وہ لوٹ کر نہیں آتی۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس حدیث کی سند میں حسین بن قیس کی ثقاہت میں اختلاف ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند کی اجازت کے بغیر عورت کا نفلی روزے رکھنا اور گھر سے باہر نکلنا ممنوع ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق الزوج

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا حق بیوی پر

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷ " " " "

على زوجته لوكانت به قرحة فلستها او انتشى منخراه صديدا او دما ثم ابتلعته ما ادت حقه رواه البزار ورجاله رجال الصحيح۔ [1]

یہ ہے کہ اگر خاوند کو چھالا ہو اور بیوی اس کو چاٹ لے یا اس کے نتھنوں سے خون یا پیپ بہ رہا ہو اور وہ اس کو نگل لے پھر بھی خاوند کا حق ادا نہیں ہوا۔ (بزار)

خون اور پیپ شرعاً نجس اور حرام ہیں اور ان کا پینا ناجائز ہے اس حدیث میں یہ ارشاد بطور مبالغہ ہے یعنی اگر عورت بالفرض خاوند کے زخموں کا خون اور پیپ بھی پی لے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ خاوند اگر بیمار ہو تو بیوی پر اس کی تیمارداری فرض ہے۔

عن تميم الداري عن النبي صلى الله عليه وسلم قال حق الزوج على الزوجة ان لا تهجر فراشه وان تبر قسمه وان تطيع امره وان لا تخرج الا باذنه وان لا تدخل عليه من يكره رواه الطبراني۔ [2]

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ بیوی خاوند کے بستر کو نہ چھوڑے، خاوند کی قسم پوری کرے، اس کا حکم مانے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور جس کو خاوند ناپسند کرتا ہو اس کو گھر میں نہ آنے دے۔ (طبرانی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی خاوند کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے خلاصہ یہ ہے کہ بیوی پر فرض ہے کہ وہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، اس کا شکر ادا کرے، اس کی تعظیم و توقیر کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے، شوہر اگر بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کرے، اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، اس کی اجازت کے بغیر نہ گھر سے جائے نہ گھر میں کسی کو بلائے اور شوہر کو ناراض نہ کرے کیونکہ جو عورت شوہر کو ناراض رکھتی ہے اس کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (طبرانی)

مردوں کے عورتوں پر حقوق بیان کرنے کے بعد اب ہم عورتوں کے مردوں پر حقوق بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا۔ (نساء: ۱۹)

اپنی بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی گزارو، ہو سکتا ہے تم ان کی کسی بات کو ناپسند کرو، اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو!

ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة۔ (بقرہ: ۲۲۸)

اور عورتوں کے مردوں پر وہی حقوق ہیں جو دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن

اور جس کا بچہ ہے اس پر حسب دستور عورتوں کو

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۱۴، " " " " "

بالمعروف لاتکلف نفس الا وسعہا۔
(بقرہ : ۲۳۳)

کھانا اور کپڑا دینا لازم ہے، کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا۔

عن عائشۃ قالت جاءت ھند بنت عتبۃ فقالت یا رسول اللہ ان ابا سفیان رجل مسیک فھل علی حرج ان اطعم من الذی لہ عیالنا قال لا الا بالمعروف۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی) ہندہ آئیں اور کہنے لگیں ابوسفیان کنجوس آدمی ہیں اگر میں ان کے مال میں سے کچھ رقم لے کر (انھیں بتائے بغیر) بچوں پر خرچ کروں تو کوئی حرج ہے؟ آپ نے فرمایا اگر دستور کے مطابق مال لے کر خرچ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

سورہ بقرہ کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ عورت کے کھانے، کپڑے اور رہائش کا خرچ اٹھانا مرد پر فرض ہے، نیز بچوں کا خرچ اٹھانا بھی مرد پر فرض ہے، اور صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد پورا خرچ نہ دے تو عورت کو یہ حق ہے کہ مرد کے مال سے از خود بقدر ضرورت لے کر خرچ کر سکتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا انفقت المرأۃ من کسب زوجھا عن غیر امرہ فلھا نصف اجرہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت مرد کی کمائی سے اس کے کہے بغیر خرچ کرے تو آدھا اجر عورت کو ملتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرد سے پوچھے بغیر بھی عورت اس کی کمائی سے نیکی اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کر سکتی ہے البتہ یہ اس وقت ہے کہ جب عورت کو یہ علم ہو کہ مرد عورت کے اس تصرف پر ناراض نہیں ہوگا۔

عن حکیم بن معاویۃ عن ابیہ ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما حق المرأۃ علی الزوج قال ان یطعمھا اذا طعم وان یکسوھا اذا اکتسی ولا یضرب الوجہ ولا یقبح ولا یھجر الا فی البیت۔ [3]

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا عورت کا خاوند پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا جب مرد خود کھائے تو اپنی بیوی کو کھلائے جب خود پہنے تو عورت کو پہنائے۔ اس کے چہرے پر مارے نہ اس کی برائی بیان کرے اور (اگر سزا دینی ہو تو) صرف گھر میں اس سے علیحدگی کرے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] " " صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۷ " " "
[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۰ عن سلیمان بن عمرو بن الاحوص حدثنی ابی انه شهد حجة الوداع مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فحمد الله واثنی علیه وذکر ووعظ ثم قال استوصوا بالنساء خیرا فانهن عندکم عوان لیس تملکون منهن شیئا غیر ذلك الا ان یاتین بفاحشة مبینة فان فعلن فاهجروهن فی المضاجع واضربوهن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا ان لکم من نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرهون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرهون الا وحقهن علیکم ان تحسنوا الیهن فی کسوتهن وطعامهن [1]

سلیمان بن عمرو بن احوص کہتے ہیں مجھے میرے والد نے حدیث بیان کی کہ وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور وعظ و نصیحت کی پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو، وہ تمہارے ہاتھوں میں مقید ہیں، تم سوا اس کے اور کسی بات کا حق نہیں رکھتے، البتہ اگر وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں تو انھیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ کر دو، اور ان کو معمولی طور پر مار بھی سکتے ہو پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر الزام تراشی مت کرو، عورتوں کا تم پر اور تمہارا عورتوں پر حق ہے، عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جنھیں تم ناپسند کرتے ہیں اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور سنو تمہاری بیویوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم انھیں اچھا کھانا اور اچھے کپڑے مہیا کرو۔

ان احادیث میں یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کی بہتری اور فلاح و بہبود کی کوشش کرے اس کو اچھا کھانا اور اچھے کپڑے پہنائے اگر کسی بات پر سرزنش کرنی ہو تو خوابگاہ میں علیحدہ کر دے اور حتی الامکان مار پیٹ سے گریز کرے، اور ناگزیر حالات میں معمولی طور پر مارنے کی اجازت ہے۔ آپ نے عورت پر تہمت لگانے اور الزام تراشی سے بھی منع فرمایا ہے۔

عن عائشة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المرأة کالضلع ان اقمتها کسرتها وهی یستمتع بها علی عوج رواه احمد والطبرانی۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی مانند ہے اگر تم اس کو سیدھا کرو گے تو اس کو توڑ دو گے اس سے اس کی کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ (احمد، طبرانی)

عن الزبیر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا عسی احدکم ان یضرب امرأته ضرب الامة الا خیرکم خیرکم لاهله رواه البزار۔ [3]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو لونڈی کی طرح مارے گا، سنو تم میں اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہو۔ (بزار)۔

---

[1] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۳، " "

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا وخیارهم لنسائهم رواه احمد۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومنوں میں ان لوگوں کا ایمان کامل ہوگا جن کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنی بیویوں سے اچھا سلوک کرتے ہوں۔

ان آیات اور احادیث میں جو شوہر کے فرائض اور بیوی کے حقوق بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بیوی کے شوہر پر اتنے ہی حقوق ہیں جتنے شوہر کے بیوی پر ہیں لیکن شوہر کو بیوی پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے اور شوہر پر یہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ نیکی اور اچھائی کے ساتھ رہے اور شوہر پر بیوی اور بچوں کے کھانے، کپڑے اور رہائش کی ذمہ داری ہے۔ بیوی کو یہ بھی حق دیا ہے کہ وہ شوہر سے پوچھے بغیر اس کی آمدنی کو نیکی کے کاموں میں صرف کر سکتی ہے بشرطیکہ اس پر خاوند کی رضامندی کا اسے علم ہو، اگر خاوند اپنے اہل وعیال پر دستور کے مطابق خرچ نہ کرتا ہو تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ از خود بقدر ضرورت شوہر کے مال سے لے کر خرچ کر سکتی ہے، بیوی کو مارنے پیٹنے سے اسلام میں منع کیا ہے، البتہ تادیب کے لیے انھیں ان کی خواب گاہوں میں علیحدہ چھوڑا جا سکتا ہے اور معمولی سی مار کے ساتھ تادیب بھی جائز ہے لیکن چہرہ پر مارنے سے گریز کیا جائے یہ اجازت صرف ناگزیر حالات میں ہے۔ آپ نے بیوی کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنے کو کمال ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

باب ۴۵۸ تحریم افشاء سر المرأة

عورت کا راز ظاہر کرنے کی ممانعت

۳۴۳۸۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة قال نا مروان بن معاویة عن عمر بن حمزة العمری قال نا عبد الرحمن بن سعد قال سمعت ابا سعید الخدری رضی الله تعالی عنه یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان من اشر الناس عند الله منزلة یوم القیامة الرجل یفضی الی امراته وتفضی الیه ثم ینشر سرها۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین شخص وہ ہوگا جو اپنی عورت کے قریب جائے، عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے پھر وہ اس کا راز افشاء کر دے۔

۳۴۳۹۔ حدثنا محمد بن عبد الله بن نمیر و ابوکریب قالا نا ابو اسامة عن عمر بن حمزة عن عبد الرحمن بن سعد

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی امانت یہ ہے

---

[1] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْاَمَانَةِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الرَّجُلُ يُفْضِيْ اِلٰى امْرَاَتِهٖ وَتُفْضِيْ اِلَيْهِ ثُمَّ يَنْشُرُ سِرَّهَا وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ اِنَّ اَعْظَمَ۔

کہ مرد اپنی عورت کے قریب جائے عورت اپنا جسم اس کے حوالے کر دے اور پھر مرد اس بھید کو ظاہر کر دے۔

ف: یعنی عورت کے مخصوص اعضاء اور ان کی ساخت کے بارے میں کسی کو بتائے یا جماع کے وقت جو بات چیت ہوتی ہے یا جس قسم کے افعال ہوتے ہیں ان کا کسی سے ذکر کرے۔

بَابُ ۴۵۹ حُكْمِ الْعَزْلِ

عزل کا حکم

۳۴۴۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَبِيْعَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيْزٍ اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُو الصِّرْمَةِ عَلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلَهٗ اَبُو الصِّرْمَةِ فَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْدٍ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْعَزْلَ فَقَالَ نَعَمْ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً بِالْمُصْطَلِقِ فَسَبَيْنَا كَرَآئِمَ الْعَرَبِ فَطَالَتْ عَلَيْنَا الْعُزْبَةُ وَرَغِبْنَا فِي الْفِدَآءِ فَاَرَدْنَا اَنْ نَسْتَمْتِعَ وَنَعْزِلَ فَقُلْنَا نَفْعَلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا لَا نَسْئَلُهٗ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ خَلْقَ نَسَمَةٍ هِيَ كَآئِنَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

ابن محیریز بیان کرتے ہیں اور ابو صرمہ دونوں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ابو صرمہ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو سعید خدری! کیا آپ نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سنا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے۔ اور ہم نے عرب کی معزز عورتوں کو قید کر لیا، ہمیں عورتوں سے الگ ہوئے کافی دن گذر چکے تھے، ہم نے چاہا کہ مشرکین سے فدیہ لے کر ان عورتوں کو چھوڑ دیں اور ہم نے یہ بھی چاہا کہ ان عورتوں سے (جسمانی) فائدہ بھی حاصل کریں اور عزل کر لیں (یعنی انزال کے وقت عضو تناسل باہر نکال لیں تاکہ حمل قائم نہ ہو) پھر ہم نے سوچا کہ ہم عزل کر رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں تو کیوں نہ آپ سے اس کا حکم معلوم کریں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ قیامت تک اللہ تعالیٰ نے جس روح کے پیدا ہونے کے بارے میں لکھ دیا ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

إِلَّا سَتَكُونُ ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قیامت تک پیدا کرنے والا ہے اس کو اس نے لکھ دیا ہے۔

۳۴۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الزُّبَرْقَانِ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَى حَدِيثِ رَبِيعَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَإِنَّ اللهَ كَتَبَ مَنْ هُوَ خَالِقٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ایک جنگ میں کچھ عورتیں قید کر لیں ہم ان سے عزل کرتے تھے، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! تم ضرور ایسا کرو گے! قیامت تک جو روح پیدا ہونے والی ہے وہ بہر حال پیدا ہو کر رہے گی۔

۳۴۴۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضَّبَعِيُّ قَالَ نَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ فَقَالَ أَصَبْنَا سَبَايَا فَكُنَّا نَعْزِلُ ثُمَّ سَأَلْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَنَا وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ وَإِنَّكُمْ لَتَفْعَلُونَ مَا مِنْ نَسَمَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا هِيَ كَائِنَةٌ ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم عزل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیز مقدر ہو چکی ہے۔

۳۴۴۳۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ لَهُ سَمِعْتَهُ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَعَمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَلَيْكُمْ أَلَّا تَفْعَلُوا فَإِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ ۔

حضرت انس بن سیرین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کے بارے میں فرمایا: اگر تم یہ نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ چیز مقدر ہو چکی ہے۔

۳۴۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ

قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَبَهْزٌ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْعَزْلِ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا لِمَكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ وَفِيْ رِوَايَةِ بَهْزٍ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لَهٗ سَمِعْتَهٗ مِنِ ابْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر نہ کرو تو کیا حرج ہے! یہ تو تقدیر کی بات ہے۔

۳۴۴۵۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَدَّهٗ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ لَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا اِذَاكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَقَوْلُهٗ لَا عَلَيْكُمْ اَقْرَبُ اِلَى النَّهْيِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم عزل کیوں کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کسی وقت آدمی کے پاس ایک عورت ہوتی ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی شخص کے پاس ایک باندی ہوتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کا حاملہ ہونا ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو کیا حرج ہے! کیونکہ یہ (حمل ہونا) تو تقدیر کی بات ہے، حسن نے یہ حدیث سن کر کہا بخدا اس میں عزل پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۳۴۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ فَرَدَّ الْحَدِيْثَ حَتّٰى رَدَّهٗ اِلٰى اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذُكِرَ الْعَزْلُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمَا ذَاكُمْ قَالُوا الرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهٗ اَلْمَرْاَةُ تُرْضِعُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ وَالرَّجُلُ تَكُوْنُ لَهُ الْاَمَةُ فَيُصِيْبُ مِنْهَا وَيَكْرَهُ اَنْ تَحْمِلَ مِنْهُ قَالَ فَلَا عَلَيْكُمْ اَلَّا تَفْعَلُوْا اِذَاكُمْ فَاِنَّمَا هُوَ الْقَدَرُ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ الْحَسَنَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ هٰذَا زَجْرٌ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا تم عزل کیوں کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کسی وقت آدمی کے پاس ایک عورت ہوتی ہے جو بچہ کو دودھ پلاتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہے۔ کسی شخص کے پاس ایک باندی ہوتی ہے وہ اس سے مقاربت کرتا ہے اور اس کا حاملہ ہونا ناپسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو کیا حرج ہے! کیونکہ یہ (حمل ہونا) تو تقدیر کی بات ہے، حسن نے یہ حدیث سن کر کہا بخدا اس میں عزل پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

۳۴۴۷۔ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا سُلَیْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثْتُ مُحَمَّدًا عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بِحَدِیْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بِشْرٍ یَعْنِیْ حَدِیْثَ الْعَزْلِ فَقَالَ اِیَّایَ حَدَّثَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۳۴۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ سِیْرِیْنَ قَالَ قُلْنَا لِاَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هَلْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ فِی الْعَزْلِ شَیْئًا قَالَ نَعَمْ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عَوْنٍ اِلٰی قَوْلِهِ الْقَدَرُ۔

معبد بن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں کچھ سنا ہے، انھوں نے کہا ہاں! اور بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

۳۴۴۹۔ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ اَنَا سُفْیَانُ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰهِ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ ابْنِ نَجِیْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ ذُکِرَ الْعَزْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَلِمَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ اَحَدُکُمْ وَلَمْ یَقُلْ فَلَا یَفْعَلْ ذٰلِکَ اَحَدُکُمْ فَاِنَّهٗ لَیْسَتْ نَفْسٌ مَخْلُوْقَةً اِلَّا اللّٰهُ خَالِقُهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا تذکرہ کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو، اور یہ نہیں فرمایا کہ یہ نہ کرو، کیونکہ جو نفس بھی پیدا ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پیدا کر کے رہے گا۔

۳۴۵۰۔ حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَةُ یَعْنِی ابْنَ صَالِحٍ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الْوَدَّاکِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ سَمِعَهٗ یَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ہر پانی (منی) سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

كُلِّ الْمَاءِ يَكُونُ الْوَلَدُ وَإِذَا أَرَادَ اللهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۵۱ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْبَصْرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْهَاشِمِيُّ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری ایک باندی ہے جو ہمارے گھر کا کام کاج کرتی ہے اور پانی لاتی ہے اور میں اس سے مقاربت کرتا ہوں اور اس کے حاملہ ہونے کو ناپسند کرتا ہوں آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس سے عزل کر لو، لیکن جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ باندی حاملہ ہو گئی ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے تم سے کہا تھا کہ جو تقدیر میں ہونے والا ہے وہ ہو جائے گا۔

۳۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي جَارِيَةً هِيَ خَادِمُنَا وَسَانِيَتُنَا وَأَنَا أَطُوفُ عَلَيْهَا وَأَنَا أَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبِلَتْ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میری ایک باندی ہے کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے عزل اس کو روک نہیں سکتا، کچھ دنوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس باندی کا ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔

۳۴۵۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ سُئِلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي جَارِيَةً لِي وَأَنَا أَعْزِلُ عَنْهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمْ يَمْنَعْ شَيْئًا أَرَادَهُ اللهُ تَعَالَى قَالَ فَجَاءَ الرَّجُلُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْجَارِيَةَ الَّتِي كُنْتُ ذَكَرْتُهَا لَكَ حَمَلَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میری ایک باندی ہے کیا میں اس سے عزل کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمائے عزل اس کو روک نہیں سکتا، کچھ دنوں بعد وہ شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس باندی کا ذکر کیا تھا وہ حاملہ ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔

۳۴۵۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ حَسَّانَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اس کے بعد حسب سابق

قَاضِ اَهْلِ مَكَّةَ قَالَ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ عِيَاضِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ النَّوْفَلِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

حدیث ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن مجید نازل ہوتا رہتا تھا۔ سفیان نے کہا اگر عزل بُرا کام اور ممنوع ہوتا تو قرآن ہم کو اس سے روک دیتا۔

۳۴۵۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ زَادَ اِسْحَاقُ قَالَ سُفْيَانُ لَوْ كَانَ شَيْئًا يَنْهٰى عَنْهُ لَنَهَانَا عَنْهُ الْقُرْاٰنُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔

۳۴۵۶۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُوْلُ لَقَدْ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔

۳۴۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا عَنْهُ۔

عزل کا معنی علامہ ابن اثیر عزل کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "مرد اپنے پانی کو عورت کی فرج میں داخل ہونے سے علیحدہ کرے"[1] علامہ عینی نے لکھا ہے حمل سے بچنے کے لیے انزال کے وقت مرد کا اپنے آلہ کو فرج سے باہر نکال لینا عزل ہے[2]

تنگی رزق کی بناء پر عزل یا ضبط تولید ناجائز ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔۔۔ لا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق ط نحن نرزقھم وایاکم

---

[1] ۔ علامہ مجد الدین محمد جذری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۳ ص ۲۳۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ،

[2] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۹۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

ان قتلھم کان خطأً کبیراً (اسراء : ۳۱) "تنگی رزق کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل مت کرو، ان کو اور تم کو ہم رزق دیتے ہیں، بے شک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

موجودہ دور میں ضبط تولید اور خاندانی منصوبہ بندی کے جو طریقے رائج ہیں ان میں سے کوئی طریقہ بھی قتل ولد کی تعریف میں نہیں آتا کیونکہ ولد تو نطفہ کے استقرار کے نو ماہ بعد وجود میں آتا ہے اور ضبط تولید کا عمل استقرار نطفہ کے وقت کیا جاتا ہے جب ولد کا کسی قسم کا وجود نہیں ہوتا پس جب ولد ہی نہیں ہے تو قتل ولد کا کیسے تحقق ہوگا! لیکن اللہ تعالیٰ نے قتل ولد کی حرمت کی جو علت بیان کی ہے وہ تنگی رزق کا ڈر ہے پس جو شخص ضبط تولید کا عمل تنگی رزق کی بناء پر کرتا ہے اس کا یہ فعل بلاشبہ حرام ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قتل اولاد کو حرام کرنے کی یہی علت بیان فرمائی ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی کو کم کرنے کے لیے تنگی رزق سے ڈرا کر ضبط تولید کی ترویج کرتے ہیں اور ان کے تمام تر اشتہارات اور ترغیبات کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ بچے کم ہوں گے تو خوشحال گھرانہ ہوگا اور یہ فکر قرآن مجید کے بیان کردہ حکم کے یکسر خلاف ہے۔

عزل یا ضبط تولید کی جائز وجوہات

عزل کی ایک وجہ تو یہی ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا گیا اور یہ از روئے قرآن مجید حرام ہے، دوسری وجہ ہے عورت کی بیماری کیونکہ بعض صورتوں میں عورت کو ایام حمل میں اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ وہ ہلاکت کے قریب پہنچ جاتی ہے، تیسری وجہ ہے بچے کا پیٹ میں آڑا ہونا یا ہڈی کا تنگ ہونا جس کی وجہ سے آپریشن کے ذریعہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور دو یا تین بار کے بعد مزید آپریشن کی گنجائش نہیں رہتی، اس کے بعد عورت کے بیضہ والی نس کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اور یہ بھی ضبط تولید کا ایک طریقہ ہے، اور چوتھی وجہ ہے دودھ پینے والے بچے کی تربیت اور نگہداشت میں خلل کیونکہ اگر گھر میں صرف ایک عورت ہے جو بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اور نو، دس ماہ کے بعد اس کے ہاں ایک اور بچہ ہو جائے تو وہ دونوں بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش صحیح نہیں کر سکتی اس لیے ان کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے یہ چاروں وجہیں جائز ہیں۔ اور ان صورتوں میں عزل بھی کیا جا سکتا ہے اور ضبط تولید کے کسی طریقہ پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ہم اس بحث کے آخر میں بیان کریں گے۔ عزل کے بارے میں بالعموم فقہاء کے دو قول ہیں جواز اور کراہت اور کراہت کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اگر آلہ کو باہر نکال کر انزال کیا جائے تو اس سے عورت کے لطف اور لذت میں کمی آتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل بظاہر تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اور اکثر احادیث سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، اب ہم اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء پیش کر رہے ہیں

عزل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عزل کا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا تم لوگ عزل کیوں کرتے ہو؟ یہ نہیں فرمایا عزل نہ کیا کرو"۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ آپ نے عزل کو صراحت سے منع نہیں فرمایا، صرف یہ اشارہ فرمایا ہے کہ عزل کو ترک کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ پیدائش کے خدشہ سے عزل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے پیدائش مقدر کر دی ہے تو وہ عزل سے نہیں رک سکتی، کیونکہ عزل کرنے والے کی لاشعوری میں پانی کے کچھ قطرے رحم میں چلے جائیں گے جس سے نطفہ ٹھہر جائے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قضاء کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ بچہ کی پیدائش سے احتراز کئی اسباب کی بناء پر ہوتا ہے ایک وجہ یہ کہ بیوی لونڈی ہوتی ہے اور شوہر یہ نہیں

چاہتا کہ اولاد غلام بنے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت بچہ کو جس زمانے میں دودھ پلاتی ہے۔ اس زمانہ میں استقرار حمل سے اس بچہ کو ضرر ہوتا ہے، تیسری وجہ یہ ہے کہ جب آمدنی کے ذرائع کم ہوں اور مرد تنگ دست ہو تو کثرت اولاد سے گھبراتا ہے، اور یہ تمام وجوہ مدعا پورا کرنے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ مسند احمد، مسند بزار اور صحیح ابن خزیمہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے عزل کے بارے میں سوال کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پانی سے بچہ نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا، معجم کبیر اور معجم اوسط میں اس حدیث کی تائید میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔

عزل کی جو وجوہات ذکر کی گئی ہیں ان میں راجح وجہ یہ ہے کہ حمل کی وجہ سے دودھ پینے والے بچہ کو ضرر ہوتا ہے، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ ایسی صورت میں بچہ کو ضرر ہوتا ہے، لیکن مسلم کی ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں عزل مفید نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ غیر اختیاری طور پر حمل ہو جائے، اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا میں اپنے بچہ پر شفقت کی وجہ سے اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو کوئی حرج نہیں، اہل فارس اور اہل روم کو اس (عزل نہ کرنے) سے ضرر نہیں پہنچا"، نیز عزل کرنے سے عورت کو ضرر پہنچتا ہے کیونکہ اس سے اس کی لذت میں کمی آتی ہے۔

متقدمین فقہاء کا عزل میں اختلاف رہا ہے، حافظ ابن عبد البر مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، کیونکہ جماع کرنا بیوی کے حقوق میں سے ہے وہ جماع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور جماع میں معروف یہی ہے کہ اس میں عزل نہ ہو۔ علامہ ابن ہبیرہ نے بھی اس اجماع کو نقل کیا ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک معروف یہ ہے کہ عورت کا جماع میں کوئی حق نہیں ہے۔ نیز اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا اختلاف مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ آزاد عورت (بیوی) کی اجازت کے بغیر عزل جائز ہے۔ امام غزالی وغیرہ نے اس جواز کی تصریح کی ہے اور متاخرین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهى عن العزل عن الحرة الا باذنها "آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل سے منع کیا گیا ہے"۔ فقہاء شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ جب عورت منع کرے تو عزل کرنا جائز نہیں اور جب راضی ہو تو دو قول ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور یہ تمام احکام آزاد عورت کے بارے میں ہیں، رہی باندی تو اگر وہ بیوی ہے تو اس کا حکم آزاد عورت پر مرتب ہے، اگر آزاد عورت سے عزل جائز ہے تو باندی سے بطریق اولی جائز ہے اور اگر آزاد عورت سے عزل ناجائز ہے تو باندی (جو بیوی ہو) میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ آدمی یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی اولاد غلام بنے، اور اگر وہ باندی بیوی نہیں ہے یعنی محض لونڈی ہے تو اس سے عزل کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ رویانی، عزل کو مطلقاً ممنوع کہتے ہیں اور یہ "ابن حزم کا مذہب ہے اور اگر اس کی باندی ام ولد ہو تو راجح قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا حکم شادی شدہ باندی کا ہے۔

مذاہب ثلاثہ (حنفی، مالکی اور حنبلی) اس پر متفق ہیں کہ آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے، اور باندی سے بلا اجازت عزل کیا جا سکتا ہے اور جو باندی کسی کی بیوی ہو امام مالک کے نزدیک اس کے مالک کی

اجازت سے عزل جائز ہے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے امام ابو یوسف اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اس باندی سے اجازت لی جائے گی۔ امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مطلقاً عزل جائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے عزل مطلقاً منع ہے جن فقہاء نے آزاد عورت اور باندی سے عزل کے احکام میں فرق کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: تستامر الحرۃ فی العزل ولا تستامر الامۃ السریۃ فان کانت تحت حر فعلیہ ان یستامرھا "آزاد عورت سے عزل میں اجازت لی جائے گی اور محض باندی سے اجازت نہیں طلب کی جائے گی اور اگر باندی آزاد مرد کے نکاح میں ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے عزل کی اجازت لے"۔ یہ حدیث مسئلہ عزل میں بالکل واضح اور صریح ہے اور اگر یہ حدیث مرفوع ہے تو اس کے خلاف عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن عربی مالکی نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ جب مرد عورت کو ضرر پہنچانے کے قصد سے عزل کو ترک کرے تو عورت عزل کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ عورت کو صرف ایک بار وطی کا حق ہے تاکہ اس کا مہر پختہ ہو جائے اور جب ایک بار سے زیادہ اس کے لیے وطی کا حق نہیں ہے تو عزل کا حق کیسے ہوگا! علامہ ابن عربی نے جو امام شافعی کا قول نقل کیا ہے وہ غیر معروف ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کے ہاں معروف یہ ہے کہ عورت کا اصلاً کوئی حق نہیں ہے۔ ہاں ابن حزم نے یہ بات دلائل سے کہی ہے کہ عورت سے وطی (مقاربت کرنا) واجب ہے اور عزل حرام ہے اور ان کا استدلال صحیح مسلم کی اس روایت سے ہے جس کو جذامہ بنت وہب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ذلک الوأد الخفی "یہ حکماً بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے"۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح حدیثوں کے معارض ہے، ایک وہ ہے جس کو جامع ترمذی اور سنن نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: کانت لنا جواری وکنا نعزل فقالت الیھود ان تلک الموؤدۃ الصغری فسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: کذبت الیھود لو اراد اللہ خلقہ لم تستطع صرفہ "ہمارے پاس لونڈیاں تھیں ہم ان سے عزل کرتے تھے۔ یہود نے کہا یہ حکماً بچہ کو زندہ درگور کرنا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود جھوٹ بولتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ بچہ پیدا کرنا چاہے تو تم اس کو باز نہیں رکھ سکتے"۔ سنن نسائی میں ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جذامہ بنت وہب کی روایت کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور حضرت جابر اور ابوہریرہ کی روایت بیان جواز پر محمول ہے یہ امام بیہقی کا جواب ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جذامہ ضعیف ہے کیونکہ وہ ان احادیث کے معارض ہے جو زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہیں۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث حضرت جابر کی روایت سے منسوخ ہے، یہ جواب امام طحاوی کا ہے، پانچواں جواب یہ ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث کی سند مضطرب ہے اس لیے اس کے مقابلہ میں حضرت جابر کی روایت کو ترجیح ہے۔ ابن حزم نے حضرت جذامہ کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے کہا کہ اس کے مخالف احادیث اباحت اصلیہ کے موافق ہیں اور حضرت جذامہ کی حدیث عزل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اور جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس ممانعت کے بعد عزل کو مباح کیا گیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس اباحت پر دلیل پیش کرے۔ ابن حزم کی دلیل کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ حضرت جذامہ کی حدیث

ممانعت پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ زندہ درگور کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عزل حرام ہو، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حاملہ عورت سے عزل کرنا حکماً زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ حاملہ عورت سے جب وطی کی جاتی ہے تو منی سے پیٹ کے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور جب حاملہ عورت سے عزل کیا جائے گا تو بچہ کمزور ہو کر مر جائے گا اور یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں ایک سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عزل زندہ درگور کرنا نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا منی نطفہ بنتی ہے پھر جما ہوا خون بنتی ہے پھر ہڈی بنتی ہے پھر اس پر گوشت چڑھایا جاتا ہے اور عزل ان تمام مراحل سے پہلے ہے۔ امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے[1]

عزل کے بارے میں فقہاء حنابلہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عزل مکروہ ہے اس کی کراہت حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، کیونکہ اس میں نسل کو کم کرنا ہے اور عورت کی لذت کو منقطع کرنا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت اولاد پر برانگیختہ کیا ہے، آپ نے فرمایا: تناکحوا تناسلوا تکثروا "نکاح کرو نسل بڑھاؤ اور تعداد بڑھاؤ" اور آپ نے فرمایا: سوداء ولود خیر من حسناء عقیم "بچہ پیدا کرنے والی کالی عورت، حسین بانجھ عورت سے بہتر ہے"۔ البتہ ضرورت کے وقت جائز ہے۔ مثلاً دار الحرب میں اس کو وطی کی ضرورت پیش آئے تو وہ وطی کرے اور عزل کرے۔ خرقی نے اس صورت کا ذکر کیا ہے یا اس کی بیوی لونڈی ہو اور وہ اپنی اولاد کا غلام ہونا ناپسند کرتا ہو، یا اس کی لونڈی ہو جس کو بیچنا چاہتا ہو۔ روایت ہے کہ حضرت علی اپنی لونڈیوں سے عزل کرتے تھے۔ اگر بغیر ضرورت کے عزل کرے گا تو مکروہ ہے لیکن حرام نہیں ہے۔ صحابہ میں حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ایوب، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابن عباس، حضرت حسن بن علی اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم سے عزل کی اجازت منقول ہے، تابعین میں سعید بن المسیب، طاؤس، عطاء اور نخعی سے اس کی رخصت مروی ہے، ائمہ مجتہدین میں سے امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رای (احناف رحمہم اللہ) نے عزل کی اجازت دی ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اپنی باندی سے اس کی اجازت لیے بغیر عزل کرنا جائز ہے، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ لونڈی نہ وطی کا حق رکھتی ہے نہ اولاد کا، اور اپنی آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بیوی سے اجازت لینے میں امام احمد کے قول کی دو تفسیریں ہیں وجوب اور استحباب، استحباب کی وجہ یہ ہے کہ بیوی کا حق وطی ہے نہ کہ انزال، اجازت لینے کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کرنے سے منع فرمایا ہے[2]

علامہ علی بن سلیمان مراد حنبلی لکھتے ہیں کہ جمہور حنابلہ کا منصوص علیہ مذہب یہ ہے کہ آزاد بیوی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور لونڈی سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے، بلغہ، وجیز، منور، منتخب الازجی

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰-۳۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع اور مغنی میں اس کو وثوق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً ناجائز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ عزل مطلقاً مباح ہے۔[1]

عزل کے بارے میں مالکیہ کی رائے

امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آزاد عورت سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے اور اپنی باندی سے بغیر اجازت کے عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس شخص کے نکاح میں کسی قوم کی لونڈی ہو وہ ان کی اجازت کے بغیر عزل نہ کرے۔[2]

علامہ باجی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک نے جو کچھ کہا ہے فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہی ہے کیونکہ عورت کو لذت اندوزی اور طلب نسل دونوں کا حق ہے اور جب مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ عورت سے وطی سے اجتناب کرے تو وطی کی تکمیل سے اجتناب کرنا بھی جائز نہیں ہے (اس لیے آزاد بیوی سے عزل کی اجازت ضروری ہے) اور مالک اپنی لونڈی سے سرے سے وطی نہ کرے تو یہ جائز ہے اس لیے اس سے عزل کرنا بھی جائز ہے اور جو کسی شخص کی لونڈی ہو اس کے مالکوں کا حق اس لونڈی کی اولاد سے متعلق ہوتا ہے اس لیے وہ ان کی اجازت کے بغیر اس سے عزل نہیں کر سکتا۔[3]

علامہ زرقانی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا قول بھی امام مالک کے موافق ہے اور امام شافعی نے عزل کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔[4]

عزل کے بارے میں احناف کی رائے

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی فرماتے ہیں: اپنی لونڈی سے اس کی اجازت کے بغیر عزل کر سکتا ہے اور بیوی سے اجازت لیے بغیر عزل نہ کرے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی سے بلا اجازت عزل کرنے سے منع فرمایا ہے اور لونڈی کے مالک سے فرمایا اگر چاہو تو عزل کرو، اور اس لیے کہ وطی آزاد بیوی کا حق ہے تاکہ اس کی شہوت پوری ہو اور اولاد کا حصول ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر عاجز ہو تو وہ نکاح فسخ کرا سکتی ہے (اس لیے عورت کی اجازت ضروری ہے) اور لونڈی کا وطی میں کوئی حق نہیں ہے اس لیے اس سے بلا اجازت وطی کر سکتا ہے۔[5]

محمد بن حسین طوری نے بھی اسی طرح احناف کا مذہب نقل کیا ہے۔[6]

ضبط تولید کے بارے میں مصری علماء کی تحقیق

دار الافتاء المصریہ کے علماء نے اس سلسلے میں پانچ نکات پر بحث کی ہے جو حسب ذیل ہیں:

---

[1] ۔ علامہ علاؤ الدین ابی الحسن علی بن سلیمان مرادی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۸ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۷ھ

[2] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، الموطأ ص ۵۲۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[3] ۔ علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت۔

[4] ۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۳ ص ۷۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر

[5] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن عبد الجلیل مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۸ ص ۴۷۳-۴۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[6] ۔ علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی تکملہ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

(ا) ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ قرآن اور حدیث کے خلاف نہیں ہے۔
(ب) منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے۔
(ج) ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔
(د) ضبط تولید کی دعوت اور ترغیبات، اللہ تعالیٰ پر توکل کے خلاف نہیں ہے۔
(ہ) محض ضبط تولید کے لیے عورت اور مرد یا ان میں سے کسی ایک کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے۔

ضبط تولید کی شرعی بنیاد عزل ہے

متعدی علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل یا نسل کم کرنے کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی تصریح نہیں ہے، البتہ احادیث سے بظاہر اس کی ممانعت معلوم ہوتی ہے۔ امام غزالی شافعی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عزل کی اباحت یا کراہت کے بارے میں چار مذہب ہیں۔ بعض علماء نے عزل کو مطلقاً مباح قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت اجازت دے تو جائز ہے ورنہ نہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لونڈیوں سے عزل جائز ہے اور آزاد عورتوں سے جائز نہیں ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں ہمارے نزدیک عزل مباح ہے۔ عزل کے پانچ اسباب ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: (ا) عورت کے حسن و جمال اور اس کی زندگی کو قائم رکھنا تاکہ زچگی (DELIVERY) میں جو خطرہ ہے اس سے عورت محفوظ رہے۔ ! (ب) کثرت اولاد کی وجہ سے زیادہ حرج نہ ہو اور محنت اور مشقت کا بار کم ہو، اور یہ امور شریعت میں جائز ہیں۔ امام غزالی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ بار معیشت میں زیادتی کے خوف سے اس بات کو جائز قرار دیتے ہیں کہ عورت کی کشت میں تخم ریزی نہ کی جائے تاکہ حمل نہ ہو بلکہ وہ تو عورت کے حسن و جمال کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے بھی اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ حنفی اور مالکی علماء نے بھی حمل سے بچنے کے لیے عزل کو جائز کہا ہے۔ فقہ جعفریہ میں بھی اباحت ہے، اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ عہد رسالت میں صحابہ کرام عزل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ بنا بریں خاندانی منصوبہ بندی کی شرعی بنیاد عزل ہے اور یہ کتاب و سنت کی صراحت کے خلاف نہیں ہے۔

منع حمل کے لیے جدید آلات اور دوائیوں کا استعمال جائز ہے

قدیم فقہاء نے صرف عزل کا ذکر کیا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں صرف یہی طریقہ تھا اور اب چونکہ آسان اور نسبتاً زیادہ محفوظ وسیلے ایجاد ہو چکے ہیں اس لیے ان کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ مرد یا عورت میں سے کوئی کلیتہً بانجھ نہ ہو جائے اس لیے عورت کے رحم میں کوئی ایسا حائل رکھنا جائز ہے (مثلاً IUCD) جس سے مرد کا پانی عورت کے رحم میں نہ داخل ہو سکے خواہ اس کو مرد رکھے یا عورت، اسی طرح مانع حمل دوائیں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ منع حمل کی غرض سے عورت کے لیے رحم کا منہ بند کرنا جائز ہے تاکہ مرد کا پانی اس میں نہ داخل ہو سکے[1] اسی بنا پر جدید طریقوں سے حمل روکنا جائز ہے۔

---

[1] علامہ شامی لکھتے ہیں: فی النہر ان لہا سدہ ثم رخمہا کما تفعلہ النساء مخالفنا لما بحثہ فی البحر من انہ یحرم بغیر اذن الزوج لکن یخالف ما فی الکبریٰ الا ان یحمل علی عدم خوف النساء تامل ۱۲ سعیدی (رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۹ مطبوعہ استنبول)

ضبط تولید کو از روئے قانون جبراً لاگو کرنا جائز نہیں ہے

فقہاء نے عزل کو فریقین کی رضامندی کی شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، ان میں سے صرف ایک فریق عزل کرنے میں خود مختار نہیں ہے اور جو چیز کسی کے ارادہ پر موقوف ہو وہ سرکاری قانون بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

ضبط تولید کی دعوت اللہ تعالیٰ پر توکل کے منافی نہیں ہے

عزل یا دیگر جدید آلات کی وجہ سے حمل کو روکنا اسباب کے ساتھ توکل کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب کے حصول کے بعد توکل فرمایا ہے۔ امام غزالی توکل کے بہت بڑے داعی ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے احیاء العلوم میں فرمایا ہے۔ کثرت اولاد کے سبب سے زیادتی مشقت کی بناء پر عزل کرنا ممنوع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا "جو جاندار بھی روئے زمین پر ہے اس کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پر ہے"۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان حصولِ رزق کے لیے تگ و دو نہ کرے۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ پر توکل کرنے والا وہ ہے جو بیج بو کر اللہ پر توکل کرتا ہے، اور جس طرح حصول رزق کی کوشش توکل کے خلاف نہیں ہے اسی طرح ضبط تولید کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے (البتہ یہ ضروری ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی والے تنگیٔ رزق کا خوف نہ دلائیں کیونکہ اس کا (خشیۃ املاق کا) حرمت کی علت ہونا منصوص ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

ضبط تولید کے لیے عورت یا مرد کو بانجھ کرنا جائز نہیں ہے

عورت یا مرد کو کسی دوائی یا آپریشن کے ذریعہ بانجھ کر دینا جائز نہیں ہے، البتہ جب میاں بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک کسی ایسے موروثی مرض میں مبتلا ہو جو خطرناک اور متعدی ہو اور وہ ایسا مرض ہو جس میں مبتلا شخص معاشرے پر بوجھ اور حرج کا موجب ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ امراض وراثت میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس لیے جب ایسا موروثی مرض کسی میں ثابت ہو جائے تو اس کو بانجھ کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مفاد عامہ کی خاطر واجب ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ میں مفاسد کو زائل کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے[1]۔ (جس عورت کا بچہ آپریشن کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے جب اس کے پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو اس کو آپریشن سے بانجھ کر دینا بھی جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ سعیدی)

ضبط تولید کے بارے میں پاکستان کے علماء کی آراء

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں قرآن کریم نے نسل کشی کو خطاء کبیر بہت بڑی غلطی کہا ہے، اگر اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو فرانس وغیرہ ممالک پر نظر ڈالیے جنھوں نے مصنوعی ذرائع سے ضبط تولید کر کے اپنی تعداد کو گھٹایا۔ اور جب جرمن فوجیں ان پر حملہ آور ہوئیں تو ان کے پاس ایسے جوانوں کی شدید قلت تھی جو مادر وطن کی حفاظت کے لیے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو سکیں، ایسا اقدام جس سے قوم اور وطن کی آزادی خطرہ میں پڑ جائے اس کو اگر بڑی غلطی نہ کہا جائے تو کیا اسے دانش مندی کہا جائے[2]۔

---

[1] المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۱-۳۰۸۷، ملخصاً مطبوعہ القاہرہ: ۱۴۰۳ھ

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۵۶ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: قرآن کریم کے اس ارشاد سے اس معاملہ پر بھی روشنی پڑتی ہے جس میں آج کی دنیا گرفتار ہے۔ کثرت آبادی کے خوف سے ضبط تولید اور منصوبہ بندی کو رواج دے رہی ہے، اس کی بنیاد بھی اسی جاہلانہ فلسفہ پر ہے کہ رزق کا ذمہ دار اپنے آپ کو سمجھ لیا گیا ہے، یہ معاملہ قتل اولاد کی برابر گناہ نہ سہی مگر اس کے مذموم ہونے میں کوئی شبہ نہیں [1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: عزل کے متعلق جو کچھ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اور اس کے جواب میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اس کا تعلق صرف انفرادی ضروریات اور استثنائی حالات سے تھا، ضبط ولادت کی کوئی عام دعوت و تحریک ہرگز پیش نظر نہ تھی نہ ایسی کسی تحریک کا مخصوص فلسفہ تھا جو عوام میں پھیلایا جا رہا ہو نہ ایسی تدابیر و وسیع پیمانے سے ہر مرد و عورت کو بتائی جا رہی تھیں کہ وہ باہم مباشرت کرنے کے باوجود استقرار حمل کو روک سکیں اور نہ حمل کو روکنے والی دوائیں اور آلات ہر کس و ناکس کی دست رس تک پہنچائے جا رہے تھے، عزل کی اجازت میں جو چند روایات مروی ہیں ان کی حقیقت بس یہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے نے اپنے ذاتی حالات اور مجبوریاں بیان کیں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سامنے رکھ کر کوئی مناسب جواب دے دیا۔ اس طرح کے جو جوابات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث میں منقول ہیں ان سے اگر عزل کا جواز نکلتا بھی ہے، تو وہ ہرگز ضبط ولادت کی اس عام تحریک کے حق میں استعمال نہیں کیا جا سکتا جس کی پشت پر ایک باقاعدہ خالص مادہ پرستانہ اور اباحیت پسندانہ فلسفہ کارفرما ہے، ایسی کوئی تحریک اگر آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اٹھتی تو مجھ یقین ہے کہ آپ اس پر لعنت بھیجتے اور اس کے خلاف ویسا ہی جہاد کرتے جیسا شرک و بت پرستی کے خلاف آپ نے کیا [2]

تفہیم القرآن میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

یہ آیت ان معاشی بنیادوں کو قطعی منہدم کر دیتی ہے جن پر قدیم زمانہ سے آج تک مختلف ادوار میں ضبط ولادت کی تحریک اٹھتی رہی ہے۔ افلاس کا خوف قدیم زمانہ میں قتل اطفال اور اسقاط حمل کا محرک ہوا کرتا تھا اور آج وہ ایک تیسری تدبیر یعنی منع حمل کی طرف دنیا کو دھکیل رہا ہے۔ لیکن منشور اسلامی کی یہ دفعہ انسان کو ہدایت کرتی ہے کہ وہ کھانے والوں کو گھٹانے کی تخریبی کوشش چھوڑ کر ان تعمیری مساعی میں اپنی قوتیں اور قابلیتیں صرف کرے جن سے اللہ کے بنائے ہوئے قانون فطرت کے مطابق رزق میں افزائش ہوا کرتی ہے، اس دفعہ کی رو سے یہ بات انسان کی بڑی غلطیوں میں سے ایک ہے کہ وہ بار بار معاشی ذرائع کی تنگی کے اندیشے سے افزائش نسل کا سلسلہ روک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت انسان کو متنبہ کرتی ہے کہ رزق رسانی کا انتظام تیرے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس خدا کے ہاتھ میں ہے جس نے تجھے زمین میں بسایا ہے جس طرح وہ پہلے آنے والوں کو روزی دیتا رہا ہے بعد میں آنے والوں کو بھی دے گا۔ تاریخ کا تجربہ بھی یہی بتاتا ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں کھانے والوں کی آبادی جتنی بڑھتی گئی ہے اتنے ہی بلکہ بارہا اس سے بہت زیادہ معاشی ذرائع وسیع ہوتے چلے گئے ہیں۔ لہٰذا خدا کے تخلیقی انتظامات میں انسان کی بے جا

---

[1] مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۸۶ھ، معارف القرآن ج ۵ ص ۴۶۳، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۳ ص ۳۹۰، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور بار پنجم ۱۹۷۵ء

دخل اندازیاں حماقت کے سوا کچھ نہیں [1]

ضبط تولید کے بارے میں مصنف کی تحقیق

خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ جبراً تمام مسلمانوں پر لاگو کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اول تو اس کی اباحت تمام مکاتب فقہ کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے۔ شیخ ابن حزم اور علامہ رویانی عزل کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور بعض فقہاء کراہت کے ساتھ اس کی اجازت دیتے ہیں اور جو فقہاء اس کی بلا کراہت اجازت دیتے ہیں وہ اس کو بیوی کو اجازت کے ساتھ مشروط کرتے ہیں، اس لیے خاندانی منصوبہ بندی کو کسی عام قانون کے ذریعہ ہر شخص پر لازم کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے اور انفرادی طور پر بھی دو صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی اصلاً جائز نہیں ہے۔

(ا) کوئی شخص تنگی رزق (خشیۃ املاق) کے خوف کی وجہ سے ضبط تولید کرے، یہ اس لیے ناجائز ہے کہ اس کا حرمت کی علت ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔ (لاتقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (اسراء: ۳۱))

(ب) کوئی شخص لڑکیوں کی پیدائش سے احتراز کے لیے ضبط تولید کرے کیونکہ ان کی تزویج میں مشقت اور عار کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ نیت زمانہ جاہلیت کے مشرکین عرب کی ہے، قرآن اور حدیث میں اس کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

جن صورتوں میں مخصوص حالات کے تحت انفرادی طور پر ضبط تولید جائز ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(ا) لونڈیوں سے ضبط تولید کرنا تاکہ اولاد مزید لونڈی اور غلام بننے سے محفوظ رہے، ہر چند کہ اب لونڈی غلاموں کا رواج نہیں ہے لیکن اسلام کے احکام دائمی اور کلی ہیں اگر کسی زمانہ میں یہ رواج ہو جائے تو لونڈیوں کے ساتھ ضبط تولید کا عمل جائز ہوگا۔

(ب) اگر سلسلہ تولید کو قائم رکھنے سے عورت کے شدید بیمار ہونے کا خدشہ ہو تو ضبط تولید جائز ہے۔

(ج) اگر مسلسل پیدائش سے بچوں کی تربیت اور نگہداشت میں حرج کا خدشہ ہو تو وقفے سے پیدائش کے لیے ضبط تولید جائز ہے، کیونکہ جب گھر میں صرف ایک عورت ہو اور نو دس ماہ بعد دوسرا بچہ آجائے تو اس کے لیے دونوں بچوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ہے۔

(د) حمل اور وضع حمل کے وقفوں کے دوران بعض صورتوں میں انسان اپنی خواہش پوری نہیں کر سکتا، اس لیے زیادہ عرصہ تک بیوی سے جنسی خواہش پوری کرنے کی نیت سے ضبط تولید کرنا جائز ہے۔

(ہ) اگر کوئی شخص عورت سے محبت کی وجہ سے اس کو ایام حمل، دردزہ اور زچگی کی تکالیف سے بچانا چاہتا ہو تو یہ جائز ہے۔

(و) عام طور پر بچوں کی پیدائش سے عورت کا حسن و جمال کم یا ختم ہو جاتا ہے اس لیے اگر وہ عورت کے حسن و جمال کو قائم رکھنے کے لیے یہ عمل کرے تو صحیح ہے، جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا ہے [2]

---

[1] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۲ ص ۶۱۳، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بار شانزدہم ۱۹۸۲ء

[2] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

(ز) زیادہ بچوں کی پرورش اور تعلیم وتربیت کی خاطر انسان کو آمدنی کے لیے زیادہ محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے، انسان دوہری تہری نوکریاں اور اوور ٹائم (OVER TIME) کرتا ہے اور بسا اوقات ناجائز وسیلوں کو بھی اختیار کرتا ہے۔ اپنے آپ کو اس محنت ومشقت سے بچانے اور بار معیشت کو کم کرنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔ کیونکہ جس قدر آمدنی کے لیے مشقت کم ہوگی وہ اتنا ہی عبادت کے لیے فارغ ہوگا۔ امام غزالی نے بھی یہ وجہ اختیار کی ہے[1]

(ح) بعض عورتوں کو آپریشن سے بچہ ہوتا ہے۔ بیوی کو آپریشن کی تکلیف اور جان کے خطرہ سے بچنے کے لیے یہ عمل جائز ہے۔

(ط) جب پیٹ میں مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے تو ایسا طریقہ اختیار کرنا واجب ہے جس سے سلسلہ تولید بالکلیہ بند ہو جائے۔

(ی) اگر ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ مزید بچہ پیدا ہونے سے عورت کی جان خطرہ میں پڑ جائے گی تب بھی سلسلہ تولید کو بند کرنا واجب ہے۔

عزل کے علاوہ ضبط تولید کے حسب ذیل مروج طریقے بھی شرعاً جائز ہیں۔

(ا) کھانے والی گولیاں اور انجکشن (ب) کیمیاوی اشیاء (CHEMICAL METHODS) مثلاً فوم جیلی اور کریم وغیرہ کا بیرونی استعمال (ج) ساختی (Condom.) (د) ڈایافرام (ہ) چھلہ (Loop) (و) نل بندی (Tubal Ligation)

آخر الذکر عمل یعنی نل بندی میں عورت کے بیضہ دان کی نالی کو (Fallopian Tube) کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، اس عمل کے بعد عورت کبھی بھی بچہ پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ یہ عمل صرف دو صورتوں میں جائز ہے ایک اس صورت میں جب عورت کو آپریشن سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور مزید آپریشن کی گنجائش نہ رہے اور دوسری اس صورت میں جب کوئی ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ بچہ پیدا ہونے سے یا مزید بچے پیدا ہونے سے عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہے۔ ان صورتوں میں نل بندی صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

ضبط تولید کا ایک طریقہ شرعاً ممنوع ہے اور وہ ہے نس بندی (VASECTOMY) اس عمل میں مرد کی جن نالیوں سے تولیدی جرثومے (Sperm) گزرتے ہیں ان نالیوں کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے اس عمل کے بعد مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔

نس بندی سے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے مرد بانجھ ہو جاتا ہے اور مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرا لینا جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا خود مالک نہیں ہے، انسان خود کو بیچ سکتا ہے نہ خودکشی کر کے خود کو ختم کر سکتا ہے نہ اپنا کوئی عضو کاٹ کر کسی کو دے سکتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں اعضاء کی پیوند کاری بھی جائز نہیں ہے، بنابریں نس بندی بھی جائز نہیں ہے۔ صحیح مسلم کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ بعض صحابہ نے عسرت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

علیہ وسلم سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ان کو اجازت نہیں دی اور شہوت کم کرنے کے لیے روزے رکھنے کا حکم دیا۔[1]

استقرار حمل کو روکنے کے لیے گولیاں کھائی جائیں، کیمیائی اشیاء لگائی جائیں یا خارجی حائل (ساتھی اور چھلہ وغیرہ) کا استعمال کیا جائے، ان میں سے کوئی چیز بھی حمل سے رکاوٹ کا یقینی سبب نہیں ہے، بسا اوقات دوائیں اور کیمیاوی اشیاء اثر نہیں کرتی، بعض مرتبہ ڈایافرام کے استعمال کے باوجود قطرات رحم میں چلے جاتے ہیں اور حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات چھلہ کے استعمال کے باوجود حمل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات کنڈوم (ساتھی) پھٹ جاتا ہے اور قطرے رحم میں چلے جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے "جس پانی سے بچے نے پیدا ہونا ہے اگر تم اس کو پتھر پر بھی ڈال دو تو اللہ تعالیٰ اس سے بچہ پیدا کر دے گا، اور یہ بارہا مشاہدہ ہوا کہ ضبط تولید کے تمام ذرائع استعمال کرنے کے باوجود بچے پیدا ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات جڑواں بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں.

علاوہ ازیں ان تمام چیزوں کے مضر اثرات بہت زیادہ ہیں، چھلہ اور ڈایافرام کے استعمال سے الرجی اور انفیکشن کی شکایات عام ہیں اور کھانے والی دواؤں سے سنا گیا ہے کہ چھاتی کا کینسر ہو جاتا ہے، انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فطری اور طبعی نظام سے ہٹ کر کوئی کام کرے گا مشکلات میں گرفتار ہوگا، اس لیے ناگزیر حالات کے علاوہ ضبط تولید سے احتراز کرنا چاہیے۔

امام غزالی نے اپنے زمانے، حالات، ضروریات اور وسائل کے اعتبار سے عزل کی پانچ صورتیں بیان کی ہیں، ایک صورت حرام، ایک بدعت اور تین صورتیں جائز قرار دی ہیں[2] اب چونکہ ترقی یافتہ دور ہے، بہت سے نئے اسباب اور وسائل وجود میں آچکے ہیں اور ضروریات اور تقاضے بھی بڑھ گئے ہیں اور مسائل بھی زیادہ ہیں، اس اعتبار سے ہم نے ضبط تولید کی بارہ صورتیں بیان کی ہیں جن میں آٹھ مباح (جائز) ہیں، دو ناجائز ہیں اور دو صورتوں میں سلسلہ تولید ختم کرنا واجب ہے۔ ان میں عورت کی فیلوپین ٹیوبوں والی نس (Fallo Pain Tube) کو کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ یہ نسوانی انڈے رحم میں نہ داخل ہو سکیں اس عمل کو نس بندی (Tubal Ligation) کہتے ہیں۔

بعض لوگوں کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا. (ھود: ۶) "زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔" اس لیے خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف ہے، ایسے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے تو وہ حصولِ رزق کے لیے نوکریاں اور کاروبار کیوں کرتے ہیں؟ مستقبل کے لیے رقم پس انداز کیوں کرتے ہیں؟ کیا ان کے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہیں؟ پس جس طرح حصول رزق

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] امام غزالی نے کہا ہے کہ لڑکیوں کی پیدائش کو عار اور ناپسند سمجھنے کی وجہ سے عزل حرام ہے۔ نفاس کی آلودگیوں اور درد سے بچانے کی مشقت سے بچنے کے لیے عورتوں کا عزل کرانا بدعت ہے۔ عورتوں کے حسن کو قائم رکھنے کے لیے بار معیشت کو کم کرنے کیلئے اور اولاد کے لونڈی غلام ہونے کو ناپسند کرنے کی وجہ سے عزل جائز ہے (احیاء العلوم ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ بیروت) سعیدی غفرلہ

کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر توکل کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح بار معیشت کو کم کرنے کے لیے ضبط تولید کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی رزاقیت پر ایمان اور توکل کے خلاف نہیں ہے اور بعض لوگوں کو یہ الجھن ہوتی ہے کہ ضبط تولید کرنا تقدیر پر ایمان کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر آپ مصائب اور پریشانیوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں کرتے ہیں، جب تقدیر کا ہونا اٹل ہے اور تقدیر بدل نہیں سکتی تو آپ دعا کریں یا نہ کریں جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، اسی طرح آپ بیمار پڑ جانے پر علاج کیوں کرتے ہیں؟ اگر تقدیر میں بیمار رہنا ہے تو آپ لاکھ علاج کریں، صحت مند نہیں ہو سکتے! لیکن اس موقع پر آپ یہی کہتے ہیں کہ اسباب کو اختیار کرنا بھی تقدیر ہے۔ اسباب کو اگر اس نیت سے اختیار کیا جائے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر مبرم کو بدل دیں گے تو یہ یقیناً ناجائز اور کھلا ہوا کفر ہے، لیکن اگر اسباب کو اس نیت سے بروئے کار لایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نتائج کے حصول کے لیے اسباب کو پیدا کیا ہے اور اسباب کے حصول کے بعد جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہی دراصل تقدیر ہوتی ہے۔ ہم دعا اور علاج تقدیر بدلنے اور نظام قدرت میں مداخلت کے لیے نہیں کرتے بلکہ اس لیے دعا اور علاج کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو راحت اور شفاء ہمارے لیے مقدر کی ہے اس کو وجود میں لا سکیں، اسی طرح ضبط تولید کا عمل تقدیر کو بدلنے یا اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے نہیں ہے (اور اگر کوئی اس نیت سے کرے تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں) بلکہ ضبط تولید کا یہ عمل اس رکاوٹ اور پیدائش میں اس وقفہ کو وجود میں لانے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر کیا ہے۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے اور بچہ کی پیدائش سے احتراز ہی کے لیے کرتے تھے۔ کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ کی رازقیت پر توکل نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے! یا صحابہ کرام کا تقدیر پر ایمان نہیں تھا اس لیے عزل کرتے تھے! یا صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نظام خلق میں مداخلت کے لیے عزل کرتے تھے! پس جان لیجئے کہ جس طرح صحابہ کرام کا عزل کرنا ان خرابیوں کی نیت سے نہیں تھا بلکہ نیت صحیحہ کی بناء پر تھا اسی طرح دوسرے مسلمانوں کے عمل کو بھی نیت صحیحہ پر محمول کرنا چاہیے۔

یاد رکھیے اسباب وعلل کو اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کی سیرت ہے۔ آپ کئی کئی دنوں کے لیے کھانا لے کر غار حرا میں جاتے تھے۔ ازواج کو ایک سال کے لیے خرچ دیتے تھے، زرہ میں ملبوس ہو کر میدان جنگ میں جاتے رہے ہیں۔ بیماری میں مختلف انواع سے آپ نے علاج کیا ہے اور صحابہ کرام اور عام مسلمانوں کو علاج کرانے کی ہدایت دی ہے۔ اس لیے کسی ضرورت کے وقت ضبط تولید کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابق ہے۔

ہم نے ضبط تولید کے مسئلہ پر جو بحث کی ہے اور اس کی اباحت کی جو صورتیں بیان کی ہیں یہ خالص علمی اور فقہی نوعیت کی بحث ہے اور اس کو اسی تناظر میں پڑھنا اور سمجھنا چاہیے اور یہ بحث اسلام کے اس عمومی فلسفے پر مبنی ہے کہ اسلام دین یسر ہے اور اس کے مبادیات اور اصولوں میں اتنی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جو ہر دور کے پیش آمدہ مسائل اور پیچیدگیوں کا مثبت حل پیش کر سکتے ہیں، اس سے خالص مادہ پرستانہ اور سیکولر فلسفے پر مبنی خاندانی منصوبہ بندی کی اس بین الاقوامی تحریک کی تائید وحمایت یا حوصلہ افزائی ہرگز مقصود نہیں ہے جو موجودہ دور میں پراپیگنڈے کے سحر اور ترغیب وتحریص کے مختلف طریقوں کو بروئے کار لا کر چلائی جا رہی ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ کسی اضطراری صورت حال، کسی فرد کی ایسی خالص شخصی وجوہ جو معقولیت پر مبنی ہوں

یا واقعی ضرورت کے پیش نظر اسلام کی دی ہوئی رخصتوں کو بیان کر دیا جائے۔

جہاں تک دور جدید کے مادہ پرستانہ نظریہ خاندانی منصوبہ بندی کا تعلق ہے تو یہ خالص الحاد پر مبنی ہے اور اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظریہ کا مرکزی نقطہ اور محور یہ ہے کہ انسانی آبادی کے پھیلاؤ کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت محدود کر دیا جائے تاکہ وسائل معاش اور اسباب معیشت کی تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ خالص خود غرضی پر مبنی فلسفہ ہے۔ جس کی اساس یہ ہے کہ ہم اپنی آسائش کے لیے دوسرے انسانوں کا وجود برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، تاریخ انسانیت کا مطالعہ اور دور حاضر کے انسانوں کا مشاہدہ اور تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہر نئے دور میں نسل انسانی کی افزائش کے باوجود بحیثیت مجموعی انسان نے اپنے گزشتہ ادوار کے مقابلہ میں زیادہ سہل اور پُر آسائش زندگی بسر کی ہے اور وہ وسائل رزق کے اعتبار سے بھی مرفہ الحال رہا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قانون قدرت ہے اور وسائل و اسباب سے برتر اور بالاتر رزق مخلوق کی حقیقی منصوبہ بندی قادر مطلق نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ جب اور جہاں ظاہری طور پر جغرافیائی، موسمی یا سائنسی اور علمی و فنی وجوہ کی بنا پر وسائل رزق انسانوں کے کسی گروہ یا کسی ملک یا قوم کے پاس ان کی ضرورت سے زیادہ مجتمع ہوئے تو بعض اوقات یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ انھوں نے اس سے مخلوق خدا کو فیضیاب کرنے کی بجائے لاکھوں ٹن غلہ سمندر میں بہا دیا یا اسے ضائع کر دیا (Dumping) زیادہ مناسب سمجھا اور درحقیقت یہی وہ اقوام ہیں جو فلاح انسان اور انسان دوستی کے پرکشش نام پر زر کثیر صرف کر کے خاندانی منصوبہ بندی کی مہم کو پس ماندہ اقوام اور تیسری دنیا کے ممالک میں پھیلا رہی ہیں حالانکہ آج بھی ایک سادہ لوح دیہاتی سے پوچھا جائے تو وہ یہی کہتا ہے کہ انسان کھانے کے لیے ایک منہ اور کمانے کے لیے دو ہاتھ لے کر پیدا ہوا ہے گویا قدرت الٰہی اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر تم محنت اور مشقت کرو گے تو روزی کے دروازے کبھی تم پر تنگ نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ (طلاق: ۲) "جس شخص کے دل میں خوف خدا ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے (عالم غیب سے) راہیں کھول دے گا اور وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

اسقاطِ حمل کی تحقیق

استقرار حمل کے چار ماہ بعد پیٹ کے بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور وہ حکماً ایک جاندار بچہ ہے اور اس وقت حمل ضائع کرنا پیٹ کے بچہ کو قتل کرنا ہے اور یہ قتل انسان کے حکم میں ہے اور گناہ کبیرہ ہے، استقرار حمل کے چار ماہ بعد بچہ میں روح پھونک دی جاتی اس پر دلیل یہ حدیث ہے:

قال عبد اللہ حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو الصادق المصدوق قال ان احدکم یجمع خلقہ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذلک ثم یکون مضغۃ مثل ذلک ثم یبعث اللہ ملکا ویومر باربع کلمات ویقال لہ اکتب عملہ ورزقہ واجلہ وشقی او سعید

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ بہت سچے ہیں تمہارا نطفہ اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو جما ہوا خون بنا دیتا ہے پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ اس کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیتا ہے، پھر چالیس دن بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی

ثم ینفخ فیہ الروح۔[1]

موت اور اس کا بُرا یا نیک ہونا لکھ دو پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ استقرار حمل کے چار ماہ بعد حمل ساقط کرنا، ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اور چار ماہ سے پہلے ساقط کرنے کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی عادی بدکار عورت ہے جو حمل کو اپنے جرم کے راستے میں رکاوٹ سمجھتی ہے اور اپنی بدکاریوں کو جاری رکھنے کے لیے اسقاط کراتی ہے تو یہ ناجائز اور گناہ ہے اور اگر ڈاکٹر کو اس کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کا حمل ساقط کرے تو وہ بھی گنہ گار ہوگا، قرآن مجید میں ہے: لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (مائدہ: ۲) "گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد مت کرو"۔ اور اگر کسی عورت سے کوئی گناہ ہو گیا اور اب وہ اپنی غلطی پر نادم اور تائب ہو ایسی عورت کا اسقاط حمل کرانا جائز ہے (بشرطیکہ استقرار حمل کے بعد چار ماہ نہ گزرے ہوں) اور ڈاکٹر کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ ایسی عورت کا حمل ساقط کر دے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن ستر مسلما سترہ اللہ یوم القیامۃ متفق علیہ۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو وقت پر بے یار و مددگار چھوڑے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی دنیاوی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی پریشانی دور کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔

اگر حمل کے چار ماہ گذر گئے ہوں لیکن حمل برقرار رہنے کی وجہ سے عورت کی ہلاکت یقینی ہو، جس کی ماہر ڈاکٹروں نے تصدیق کر دی ہو، تو چار ماہ کے بعد بھی اسقاط حمل جائز ہے بلکہ عورت کی جان بچانے کے لیے ضروری ہے کیونکہ اسقاط نہ کرانے کی صورت میں بچہ اور ماں دونوں کی ہلاکت کا خطرہ ہے، اور پیٹ کا بچہ جس کا جاندار اور زندہ ہونا ظنی ہے اس کی بہ نسبت ماں کی جان جو یقینی اور مشاہد ہے، زیادہ اہم ہے، اس لیے اس صورت میں اسقاط کرانا واجب ہے علماء مصر کی بھی یہی تحقیق ہے جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ ذکر کریں گے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

قاضی خاں حنفی لکھتے ہیں:

واذا اسقط الولد بالعلاج قالوا ان لم

جب عورت علاج کے ذریعہ پیٹ کے بچہ کو

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ،

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۲، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

یستبین شیٔ من خلقہ لا تأثم قال رضی اللہ عنہ و لا اقول بہ فان المحرم اذا کسر بیض الصید یکون ضامنا لانہ اصل الصید فلما کان مواخذا بالجزاء ثمہ فلا اقل من ان یلحقہا اثم ھھنا اذا اسقطت بغیر عذر الا انہا لا تأثم اثم القتل وان اسقطت بعد ما استبان خلقہ وجبت الغرۃ۔ المرضعۃ اذا ظھر بھا الحبل وانقطع لبنھا ولیس لابی الصغیر ما یستأجر بہ الظئر ویخاف ھلاک الولد قالوا یباح لھا ان تعالج فی استنزال الدم ما دام الحمل نطفۃ او علقۃ او مضغۃ لم یخلق لہ عضو وقدروا تلک المدۃ بمأۃ و عشرین یوما انما اباحوا لھا افساد الحمل باستنزال الدم لانہ لیس بادمی۔ لہ

سا قط کرائے تو اس مسئلہ میں فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر بچہ کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوئی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے، مصنف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس کا قائل نہیں ہوں کیونکہ محرم جب شکار کا انڈا توڑ ڈالے تو اس کا ضامن ہوتا ہے کیونکہ انڈا جانور کی اصل ہے۔ پس جب جانور کے انڈے کو ضائع کرنے سے مواخذہ ہوتا ہے تو یہاں حمل کو ضائع کرانے سے کم از کم گناہ تو ہوگا، یہ حکم اس وقت ہے جب وہ بلا عذر حمل ساقط کرائے البتہ اس کو قتل کا گناہ نہیں ہوگا اور اگر وہ بچہ کی خلقت ظاہر ہونے کے بعد اس کو ساقط کراتی ہے تو اس کو پانچ سو درہم کا تاوان ادا کرنا ہوگا، دودھ پلانے والی عورت جب حاملہ ہو اور اس کا دودھ اترنا بند ہو جائے اور بچہ کا باپ اجرت پر دودھ پلانے کی وسعت نہ رکھتا ہو اور بچہ کی ہلاکت کا خطرہ ہو تو فقہاء نے عورت کو استبراء رحم کی اجازت دی ہے جب تک کہ حمل نطفہ ہو یا جما ہوا خون ہو یا گوشت کا لوتھڑا ہو اور اس کا کوئی عضو نہ بنا ہو اور انھوں نے چار ماہ تک اس مدت کا اندازہ کیا ہے، فقہاء نے عورت کو اس مدت میں اسقاط حمل کی استبراء رحم کے ساتھ اجازت اس وجہ سے دی ہے کہ اس مدت میں حمل آدمی نہیں ہوتا۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

وفی الذخیرۃ لو ارادت القاء الماء بعد وصولہ الی الرحم قالوا ان مضت مدۃ ینفخ فیہ الروح لا یباح لھا وقبلہ اختلف المشائخ فیہ والنفخ مقدر بمأۃ و عشرین یوما بالحدیث۔ ۲

ذخیرہ میں ہے اگر عورت رحم میں نطفہ پہنچنے کے بعد اس کے اخراج کا ارادہ کرے تو فقہاء نے کہا ہے کہ اگر اتنی مدت گذر گئی ہے جس میں روح پھونک دی جاتی ہے تو جائز نہیں اور اس مدت سے پہلے اخراج کرانے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور حدیث کے مطابق یہ مدت چار ماہ ہے۔

۱۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی حاشیۃ الہندیہ ج ۳ ص ۴۱۰ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ علامہ ابن عابدین محمد امین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۲۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان تسعی لاسقاط حملہا و جاز لعذر حیث لا یتصور وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ من عاقلۃ الام تحضر۔[1]

عورت کے لیے حمل ساقط کرانے کی کوشش کرنا مکروہ ہے اور عذر کی وجہ سے جائز ہے بشرطیکہ بچہ کی صورت نہ بنی ہو، اور اگر اس نے کسی دوا کے ذریعہ سے ناتمام (کچے) بچے کا اسقاط کرایا تو ماں کے عاقلہ (دو ھیال) کی طرف سے بچہ کے وارثوں کو (ایک سال میں) پانچ سو درہم ادا کیے جائیں گے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

اما اذا القتہ حیا ثم مات فعلی عاقلتہا الدیۃ فی ثلاث سنین ان کانت لہا عاقلۃ والا ففی مالہا و علیہا الکفارۃ ولا ترث منہ شیئا۔[2]

اور اگر اسقاط کے نتیجہ میں زندہ بچہ نکلا اور پھر مر گیا تو عورت کے عاقلہ پر اس بچہ کی دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر عورت کے عاقلہ نہ ہوں تو عورت کے مال سے ادا کی جائے گی اور عورت پر (دو ماہ کے مسلسل) روزے فرض ہیں اور عورت اس بچہ کی وارث نہیں ہو گی۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وھل یباح الاسقاط بعد الحبل؟ یباح مالم یتخلق شیء منہ ثم فی غیر موضع قالوا ولا یکون ذلک الا بعد مأۃ وعشرین یوما وھذا یقتضی انہما اذا دوا بالتخلیق نفخ الروح والا فھو غلط لان التخلیق یتحقق بالمشاھدۃ قبل ھذہ المدۃ۔[3]

کیا حمل کے بعد اسقاط کرانا جائز ہے؟ جب تک تخلیقی عمل (نطفہ میں اعضاء کی ساخت کا عمل) شروع نہ ہو جائز ہے پھر فقہاء نے بیان کیا کہ یہ مدت چار ماہ ہے، اس تصریح کا یہ تقاضا ہے کہ تخلیقی عمل سے مراد روح کا پھونکا جانا ہو، ورنہ یہ غلط ہے، کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ تخلیقی عمل چار ماہ سے پہلے شروع ہو جاتا ہے۔

اسقاط حمل کے بارے میں فقہاء شافعیہ کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وینزع من حکم العزل حکم معالجۃ المرأۃ اسقاط النطفۃ قبل نفخ الروح فمن قال

روح پھونکے جانے سے پہلے عورت نطفہ کے اخراج کے لیے جو علاج کرائی۔ ہے ان کے حکم کو عزل پر

---

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی الرد ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابن عابدین سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۷۹، " " "

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بالمنع هناك ففي هذا اولى ، و من قال بالجواز يمكن ان يلتحق به هذا ، و يمكن ان يفرق بانه اشد لان العزل لم يقع فيه تعاطي السبب و معالجة السقط تقع بعد تعاطي السبب ويلتحق بهذه المسئلة تعاطي المرأة ما يقطع الحبل من اصله و قد افتى بعض متاخري الشافعية بالمنع و هو مشكل على قولهم باباحة العزل مطلقا۔ [1]

قیاس کیا جا سکتا ہے جو فقہاء عزل کو منع کرتے ہیں وہ اس کو بطریق اولی منع کریں گے اور جو فقہاء عزل کو جائز کہتے ہیں ان کے نزدیک اسقاط حمل بھی جائز قرار پائے گا، اور یہ فرق بھی کیا جا سکتا ہے کہ عزل میں کسی خارجی سبب کا دخل نہیں ہے اور اسقاط کرانے میں خارجی اسباب (دوا وغیرہ) کا دخل ہے، اور جو عورتیں سرے سے حمل ساقط کرا دیتی ہیں اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے، بعض متاخرین شافعی علماء نے اسقاط کو ناجائز کہا ہے، لیکن جب وہ عزل کو مطلقاً جائز کہتے ہیں تو اسقاط کو ناجائز قرار دینا مشکل ہے۔

استقاط حمل کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کی آراء

یباح للمرأة القاء النطفة قبل اربعين يوما بدواء مباح ويؤخذ من هذا الاجهاض بشرب الدواء المباح في هذه الفطرة حكمه الاباحة [2]

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

چالیس دن سے پہلے کسی جائز دوائی سے نطفہ کو گرا دینا جائز ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں کسی جائز دوائی سے اسقاط کرانا بھی جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے خرقی کا قول ذکر کیا ہے:

واذا شربت الحامل دواء فالقت به جنينها فعليها غرة لا ترث منها شيئا وتعتق رقبة [3]

جب حاملہ عورت کوئی دوائی کھا کر پیٹ کے بچہ کو گرا دے تو وہ ایک لونڈی یا غلام بطور جرمانہ دے گی، جس میں وہ اس بچے کی وارث نہیں ہوگی اور ایک غلام آزاد کرے گی۔

استقاط حمل کے بارے میں فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

لا يجوز اخراج المني المتكون في الرحم ولو قبل الاربعين يوما واذا نفخ فيه الروح حرم اجماعا وقيل يكره اخراجه قبل الاربعين [4]

رحم میں منی کے استقرار کے بعد اس کو نکالنا جائز نہیں ہے، خواہ چالیس دن سے پہلے نکالا جائے، اور جب اس میں روح پھونک دی جائے تو اجماعاً حرام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چالیس دن سے پہلے نکالنا مکروہ ہے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ منصور بن یونس بھوتی حنبلی متوفی ۱۰۵۱ھ، الروض المربع باب العدد ص ۴۴۷ بحوالہ فتاوی اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۶، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

[3] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۴۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ محمد بن احمد بن عرفہ الدسوقی متوفی ۱۲۳۰ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر ج ۲ ص ۲۶۶ بحوالہ فتاوی اسلامیہ ج ۹ ص ۳۰۹۵، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

استقاط حمل کے بارے میں غیر مقلدین کی آراء

عن ابراهيم النخعي انه قال في امرأة شربت دواء فاسقطت قال: تعتق رقبة وتعطي اباه غرة قال ابو محمد: هذا اثر في غاية الصحة قال علي: ان كان لم ينفخ فيه الروح والغرة عليها وان كان قد نفخ فيه الروح فان كانت لم تعمد قتله فالغرة ايضا على عاقلتها والكفارة عليها وان كانت عمدت قتله فالقود عليها او المعاداة في مالها[1]

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

جس عورت نے کوئی دوا کھا کر حمل ساقط کر دیا اس کے بارے میں ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ وہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کے باپ کو ایک لونڈی یا غلام دے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ قول بہت صحیح ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر نطفہ میں روح نہیں پھونکی گئی تھی تو اس پر ایک لونڈی یا غلام ہے اور اگر اس میں روح پھونک دی گئی تھی اور اس نے بچہ کو مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو عورت کے عاقلہ، لونڈی یا غلام دیں گے اور عورت پر کفارہ ہے (دو ماہ کے مسلسل روزے) اور اگر اس نے بچہ کو قتل کرنے کے ارادے سے استقاط کیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا یا اس کے مال سے تاوان لیا جائے گا۔

استقاط حمل کے بارے میں مصری علماء کا نظریہ

تدل اقوال فقهاء المذاهب جميعا على ان اسقاط الجنين دون عذر بعد نفخ الروح اي بعد الشهر الرابع الرحمي محظور وقد نصوا على انه تجب فيه عقوبة جنائية فاذا اسقطت المرأة جنينها وخرج منها ميتا بعد ان كان الروح قد سرت فيه، وجب عليها ما اطلق عليها الفقهاء اصطلاحا الغرة وكذلك الحكم اذا اسقطه غيرها والفصل عنها ميت. لو كان ابوه هو الذي اسقطه وجبت عليه الغرة ايضا وبعض الفقهاء اوجب مع ذلك كفارة ومنتهى هذا ان هناك اثما وجريمة في اسقاط الجنين بعد

مصری علماء کے مرتب کردہ فتاوی میں ہے:

تمام فقہاء مذاہب کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے پیٹ کے بچہ کو روح پھونکے جانے کے بعد یعنی استقرار حمل کے چار ماہ بعد ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور انھوں نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس پر جرمانہ ہے، جب کوئی عورت اپنے پیٹ کے بچے کو ساقط کر دے اور روح آنے کے بعد بچہ مردہ نکلے تو اس عورت پر غرۃ (جرمانہ) دینا واجب ہے اور اگر کوئی اور شخص اس بچہ کو ساقط کرے پھر بھی یہی حکم ہے جبکہ بچہ مردہ نکلے اور اگر بچہ کے باپ نے استقاط کیا ہو تو اس پر بھی جرمانہ واجب ہے اور بعض فقہاء نے اس کے ساتھ کفارے (دو ماہ کے روزوں) کو بھی واجب کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے

---

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

نفخ الروح فیہ، وھذا حق لانہ قتل انسان وجدت فیہ الروح الانسانیۃ فکان ھذا الجزاء الدینی بالاثم و فیہ الکفارۃ والجزاء الجنائی بالتغریم وھو الغرۃ اما اذا قامت ضرورۃ تحتم الاجھاض کما اذا کانت المرأۃ عسرۃ الولادۃ وراى الاطباء المختصون ان بقاء الحمل فی بطنھا ضار بھا فعندئذ یجوز الاجھاض بل یجب اذا کان یتوقف علیہ حیاۃ الام عملا بقاعدۃ ارتکاب اخف الضررین واھون الشرّین ولامراء فی انہ اذا دار الامر بین موت الجنین وموت امہ کان بقاؤھا اولی لانھا اصلہ وقد استقرت حیاتھا ولھا حظ مستقل فی الحیوۃ کما ان لھا وعلیھا حقوقا فلا یضحی بالام فی سبیل جنین لم تستقل حیاتہ ولم تتاکد۔[1]

کہ رُوح پھونکے جانے کے بعد پیٹ کے بچہ کو ساقط کرنا جُرم ہے اور گناہ بھی، اور یہ صحیح ہے کیونکہ اس نے ایک ایسے انسان کو قتل کیا ہے جس میں انسانی روح آ چکی تھی، جس کی دینی سزا گناہ اور کفارہ ہے اور دنیاوی سزا جرمانہ ہے (اس کو فقہاء غرۃ سے تعبیر کرتے ہیں یہ دیت کا بیسواں حصہ ۵٪ ہے یعنی پانچ سو درہم) لیکن جب اسقاط کی شدید ضرورت ہو مثلاً عورت کے بہت مشکل سے بچہ پیدا ہوتا ہو اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس وقت حمل کا باقی رہنا عورت کی زندگی کے لیے خطرہ ہے اس وقت اسقاط حمل جائز ہے بلکہ اگر اسقاط پر عورت کی جان کا بچنا موقوف ہو تو اسقاط حمل واجب ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جن دو چیزوں میں سے ایک میں کم ضرر ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیٹ کے بچہ کی موت اور ماں کی موت کے درمیان امر دائر ہو تو ماں کو بچانا زیادہ اہم ہے، کیونکہ ماں بچہ کی اصل ہے اور اس کی حیات ثابت اور مستقل ہے اس لیے جس بچہ کی حیات غیر مستقل اور غیر ثابت ہے اس کی وجہ سے ماں کی قربانی نہ دی جائے۔

کیا میڈیکل ٹیسٹ (Medical tests) سے بچہ کا نقص معلوم ہونے کی بناء پر اسقاط جائز ہے؟

آج کل سائنسی آلات کے ذریعہ پیٹ میں موجود بچہ کے بارے میں تمام معلومات حاصل ہو جاتی ہیں پس اگر ٹیسٹ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے کہ بچہ میں کوئی خلقی عیب ہے یا کوئی موروثی مرض ہے تو اس صورت میں کیا عورت کے لیے حمل کو ساقط کرانا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں مصری علماء نے اپنے مرتب کردہ فتاوی میں لکھا ہے کہ: قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق بچہ میں روح پھونکے جانے کے بعد اس کے کسی خلقی یا موروثی عیب کی وجہ سے حمل کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نفخ روح کے بعد وہ انسان ہو گیا اور شرعاً قتل سے محفوظ ہو گیا اور جس طرح زمین پر چلنے والے انسان میں اگر کوئی خلقی عیب یا مرض ہو تو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح پیٹ کے اس بچہ کو بھی قتل کرنا جائز نہیں ہے[2] البتہ اگر استقرار حمل کے بعد چار ماہ گزرنے سے پہلے میڈیکل ٹیسٹ سے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بچہ

[1] المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۹۹، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ،

[2] " " " ج ۹ ص ۳۱۰۸، " " "

پیدا ہوا تو اس میں کوئی غیر معمولی خلقی عیب یا مرض ہوگا، مثلاً ہیموفیلیا (Hemophelou) کی بیماری ہو جس میں جسم سے خون نکلنے کے بعد جمتا نہیں ہے یا مونسٹر (Monstor) ہو جس میں کھوپڑی میں پورا یا اصلاً دماغ نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں اسقاط کر دینا چاہیے۔

ضبط تولید اور اسقاط حمل کے بارے میں ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کی آراء اور قواعد فقہ کی روشنی میں انتہائی غور و فکر کر کے یہ احکام بیان کیے ہیں اور موجودہ دور میں انسانوں کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کا اسلامی قواعد کے مطابق حل بیان کیا ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام کے احکام ناقابل عمل یا دور بھیر ہیں یا عصری تقاضوں کا ساتھ نہیں دیتے، اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ ہماری نیت کو جانتا ہے، الٰہ العلمین اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مشکور فرما، اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق عطا کر، اس کو قبول عام سے نواز اور اس کے مصنف اور اس کے پڑھنے والوں کی مغفرت فرما اور انھیں اپنی رحمتوں اور برکتوں سے محروم نہ کر، ! امین یارب العلمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

باب ۴۶ تحریم وطء الحامل المسبیۃ

حاملہ قیدی عورتوں سے جماع کرنے کی ممانعت

۳۴۵۸ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خُمَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَیْرٍ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ اُتِیَ بِامْرَاَۃٍ مُجِحٍّ عَلٰی بَابِ فُسْطَاطٍ فَقَالَ لَعَلَّہٗ یُرِیْدُ اَنْ یُّلِمَّ بِھَا فَقَالُوْا نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اَلْعَنَہٗ لَعْنًا یَدْخُلُ مَعَہٗ قَبْرَہٗ کَیْفَ یُوَرِّثُہٗ وَھُوَ لَا یَحِلُّ لَہٗ کَیْفَ یَسْتَخْدِمُہٗ وَھُوَ لَا یَحِلُّ لَہٗ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسی عورت (باندی) پیش کی گئی جس کا زمانہ ولادت بالکل قریب تھا، آپ نے فرمایا شاید وہ شخص اس سے مجامعت کرنا چاہتا ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ اس پر ایسی لعنت کروں جو قبر میں بھی اس کے ساتھ جائے، وہ اس بچہ کا کیسے وارث ہو گا جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں! اور وہ بچہ کو کیسے غلام بنائے گا حالانکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں!

۳۴۵۹ - وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ ح وَقَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا اَبُوْ دَاؤُدَ جَمِیْعًا عَنْ شُعْبَةَ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

کشت غیر میں تخم ریزی سے ممانعت کی حکمت

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ولادت چھ ماہ مؤخر ہو جائے اور اس وقت یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بچہ اس شخص کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے نطفہ سے یہ بچہ ہو اگر یہ پہلے نطفہ کا بچہ ہے تو وہ اس کو وارث نہیں بنا سکتا اور اگر اس کا بچہ ہے تو اس کو غلام نہیں بنا سکتا، خلاصہ یہ ہے

کہ اگر وہ حاملہ باندی سے جماع کرتا رہا تو یہ واضح نہیں ہو سکے گا کہ یہ اس کا بچہ ہے یا کسی اور کا بچہ ہے' اس لیے حاملہ باندی سے جماع کرنا جائز نہیں ہے، اس کی نظیر یہ حدیث ہے۔ من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یسق ماءہ ولد غیرہ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ پرائے کھیت میں پانی نہ ڈالے"[1]

اگر کسی شخص کی ملک میں باندی آجائے تو وہ ایک ماہواری گزرنے تک اس سے جماع کرنے سے احتراز کرے گا حتیٰ کہ استبراء رحم ہو جائے اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس سے جماع نہیں کرے گا حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے، لونڈیوں اور غلاموں کے مسئلہ پر بحث انشاء اللہ جلد رابع کتاب العتق میں آئے گی)۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی زانیہ عورت سے نکاح کرے جس نے کسی اور شخص سے زنا کرایا تھا تو وہ ایک حیض گزرنے سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا اور اگر وہ عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس سے جماع نہیں کرے گا تاکہ کشت غیر میں تخم ریزی لازم نہ آئے جس کے نتیجہ میں یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔

بَابُ جَوَازِ الْغِيلَةِ وَهِيَ وَطْءُ الْمُرْضِعِ وَكَرَاهَةِ الْعَزْلِ

دودھ پلانے والی کے ساتھ جماع کا جواز اور عزل کی کراہت

۳۴۶۰۔ وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُذَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَنْهَى عَنِ الْغِيلَةِ حَتّٰى ذَكَرْتُ أَنَّ الرُّومَ وَفَارِسَ يَصْنَعُونَ ذٰلِكَ فَلَا يَضُرُّ أَوْلَادَهُمْ وَأَمَّا خَلَفٌ فَقَالَ عَنْ جُذَامَةَ الْأَسَدِيَّةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَ مُسْلِمٌ وَالصَّحِيحُ مَا قَالَهُ يَحْيَى بِالذَّالِ غَيْرَ مَنْقُوطَةٍ۔

۳۴۶۰۔ حضرت جذامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے چاہا کہ دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع سے منع کر دوں، پھر مجھے خیال آیا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔ امام مسلم نے کہا کہ خلف کی روایت میں یہ لفظ جذامہ (ذال کے ساتھ) ہے اور صحیح جدامہ (دال کے ساتھ) ہے۔

۳۴۶۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ

حضرت جدامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا نَا الْمُقْرِئُ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَسْوَدِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ اُخْتِ عُكَّاشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ اُنَاسٍ وَّهُوَ یَقُوْلُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَنْهٰی عَنِ الْغِیْلَةِ فَنَظَرْتُ فِی الرُّوْمِ وَفَارِسَ فَاِذَا هُمْ یَغِیْلُوْنَ اَوْلَادَهُمْ فَلَا یَضُرُّ اَوْلَادَهُمْ ذٰلِكَ شَیْئًا ثُمَّ سَاَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَاْدُ الْخَفِیُّ زَادَ عُبَیْدُ اللّٰهِ فِیْ حَدِیْثِهٖ عَنِ الْمُقْرِئِ وَهِیَ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ .

ہیں کہ میں کچھ آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت آپ فرما رہے تھے کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع سے منع کروں پھر میں نے دیکھا کہ روم اور فارس دودھ پلانے والی عورتوں کے ساتھ جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا یہ حکماً زندہ درگور کرنا ہے۔

۳۴۶۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ نَوْفَلٍ الْقُرَشِیِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ جُدَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ الْاَسَدِیَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ اَیُّوْبَ فِی الْعَزْلِ وَالْغِیْلَةِ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ الْغِیَالُ .

حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۴۶۳ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَیْرٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ قَالَ نَا حَیْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَیَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهٗ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ اُسَامَةَ بْنَ زَیْدٍ اَخْبَرَ وَالِدَهٗ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اپنی بیوی سے عزل کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ اس شخص نے کہا کہ گود کے بچے کے ضرر سے ایسا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر یہ فعل مضر ہوتا تو اس سے روم اور فارس والوں کو ضرر ہوتا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَعْزِلُ عَنِ امْرَاَتِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُشْفِقُ عَلٰى وَلَدِهَا اَوْ عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذٰلِكَ ضَارًّا ضَرَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ وَقَالَ زُهَيْرٌ فِيْ رِوَايَتِهٖ اِنْ كَانَ لِذٰلِكَ فَلَا مَاضَارَّ ذٰلِكَ فَارِسَ وَلَا الرُّوْمَ۔

ف: باب ۴۵۹ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے اس باب کی احادیث پر مکمل بحث گزر چکی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب الرّضاع

دودھ کے رشتوں کے احکام

۳۴۶۴۔ حَدَّثَنِیْ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَاْذِنُ فِیْ بَيْتِ حَفْصَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاْذِنُ فِیْ بَيْتِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ كَانَ فُلَانٌ حَيًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَیَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا تُحَرِّمُ الْوِلَادَةُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے میں نے ایک آواز سنی کوئی شخص حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آنا چاہتا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کے حجرے میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی (دودھ شریک) چچا ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو کیا وہ بھی میرے پاس آ سکتا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْهُذَلِیُّ قَالَ نَا عَلِیُّ بْنُ هَاشِمٍ الْبَرِيْدُ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے۔

۳۴۶۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابوالقعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، اور یہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے، میں نے انھیں اندر آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی آپ نے فرمایا انھیں آنے کی اجازت دے دینا۔

۳۴۶۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا وَهُوَ عَمُّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ بَعْدَ أَنْ أُنْزِلَ الْحِجَابُ قَالَتْ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ فَلَمَّا جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي صَنَعْتُ فَأَمَرَنِي أَنْ آذَنَ لَهُ عَلَيَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا افلح بن ابی قعیس مجھ سے ملنے آئے باقی حسب سابق ہے، اس روایت میں اتنی زیادتی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا، آپ نے فرمایا تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں!

۳۴۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ أَتَانِي عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَفْلَحُ ابْنُ أَبِي قُعَيْسٍ فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ قُلْتُ إِنَّمَا أَرْضَعَتْنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ تَرِبَتْ يَدَاكِ أَوْ يَمِينُكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد ابوقعیس کے بھائی افلح آئے اور مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کی، ابوقعیس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک افلح

۳۴۶۹۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهُ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى

عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بَعْدَ مَا نَزَلَ الْحِجَابُ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ أَبَا عَائِشَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَا أَذَنُ لِأَفْلَحَ حَتَّى أَسْتَأْذِنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ أَبَا الْقُعَيْسِ لَيْسَ هُوَ أَرْضَعَنِي وَلَكِنْ أَرْضَعَتْنِي امْرَأَتُهُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا فَلَمَّا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَفْلَحَ أَخَا أَبِي الْقُعَيْسِ جَاءَ فِي يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَكَرِهْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْذِنَكَ قَالَ فَقَالَتْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْذَنِي لَهُ فَإِنَّهُ عَمُّكِ قَالَ عُرْوَةُ فَبِذَلِكَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُولُ حَرِّمُوا مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا تُحَرِّمُونَ مِنَ النَّسَبِ۔

کو اجازت نہیں دوں گی جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہ لوں، کیونکہ مجھے ابو القعیس نے نہیں اس کی بیوی نے دودھ پلایا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو القعیس کے بھائی افلح مجھ سے ملنے آئے تھے، میں نے انھیں اجازت دینے کو ناپسند کیا تاوقتیکہ آپ سے پوچھ نہ لوں، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، عروہ کہتے ہیں حضرت عائشہ اسی بناء پر فرماتی تھیں جن رشتوں سے نسب کو حرام قرار دیتے ہو ان رشتوں کو رضاعت سے بھی حرام قرار دو۔

۳۴۷۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ جَاءَ أَفْلَحُ أَخُو أَبِي الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْهَا بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَفِيهِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ تَرِبَتْ يَمِينُكِ وَكَانَ أَبُو الْقُعَيْسِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ زَوْجَ الْمَرْأَةِ الَّتِي أَرْضَعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا۔

اسی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ابو قعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی افلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے آئے اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ (آپ نے فرمایا) تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں وہ تمہارے چچا ہیں اور ابو القعیس رضی اللہ عنہ اس عورت کے خاوند تھے جس نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا۔

۳۴۷۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا أَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرَّضَاعَةِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ آذَنَ لَهُ حَتَّى أَسْتَأْمِرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا آئے وہ مجھ سے ملنے کی اجازت طلب کر رہے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر انھیں اجازت دینے سے انکار کر دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے کہا میرے رضاعی چچا نے مجھ سے ملنے کی اجازت مانگی اور میں نے

جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ إِنَّ عَمِّيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اسْتَاْذَنَ عَلَيَّ فَاَبَيْتُ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ عَمُّكِ قُلْتُ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِي الْمَرْاَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ قَالَ اِنَّهٗ عَمُّكِ فَلْيَلِجْ عَلَيْكِ۔

انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا چچا تمہارے پاس آسکتا ہے، میں نے کہا مجھے عورت نے دودھ پلایا تھا مرد نے دودھ نہیں پلایا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارا چچا ہے اور تمہارے پاس آسکتا ہے۔

عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَنَّ اَخَا اَبِي قُعَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ کے بھائی اجازت طلب کرتے تھے۔

۳۴۷۲ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا اَبُو الْقُعَيْسِ۔

اسی سند سے روایت ہے کہ حضرت ابو قعیس رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ سے ملنے کی اجازت طلب کرتے تھے۔

۳۴۷۳ - وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ عَلَيَّ عَبْدُ الْجَعْدِ فَرَدَدْتُهٗ قَالَ لِي هِشَامٌ اِنَّمَا هُوَ اَبُو الْقُعَيْسِ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرْتُهٗ ذٰلِكَ قَالَ فَهَلَّا اَذِنْتِ لَهٗ تَرِبَتْ يَمِيْنُكِ اَوْ يَدُكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے رضاعی چچا ابو الجعد نے مجھ سے آنے کی اجازت طلب کی، میں نے ان کو واپس کر دیا، ہشام نے کہا کہ یہ ابو القعیس تھے (حضرت عائشہ کہتی ہیں) جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں! تم نے ان کو کیوں نہیں آنے دیا!

۳۴۷۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِي حَبِيْبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ عَمَّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ يُسَمّٰى اَفْلَحَ اسْتَاْذَنَ عَلَيْهَا فَحَجَبَتْهُ فَاَخْبَرَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا لَا تَحْجُبِي مِنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ افلح نامی ان کے رضاعی چچا نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی، میں نے ان سے پردہ کر لیا، (پھر) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: ان سے پردہ مت کرو کیونکہ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔

مِنَ النَّسَبِ

۳۴۷۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتِ اسْتَأْذَنَ عَلَيَّ أَفْلَحُ بْنُ قُعَيْسٍ فَأَبَيْتُ أَنْ أَذَنَ لَهُ فَأَرْسَلَ إِنِّي عَمُّكِ أَرْضَعَتْكِ امْرَأَةُ أَخِي فَأَبَيْتُ أَنْ أَذَنَ لَهُ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لِيَدْخُلْ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ عَمُّكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت افلح بن قعیس نے مجھ سے (گھر) آنے کی اجازت طلب کی، میں نے انھیں آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے پیغام بھیجا میں تمہارا رضاعی چچا ہوں میرے بھائی کی بیوی نے تمہیں دودھ پلایا ہے، میں نے پھر بھی انھیں آنے کی اجازت نہیں دی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا آپ نے فرمایا وہ تمہارے پاس آسکتا ہے کیونکہ وہ تمہارا چچا ہے۔

۳۴۷۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالَكَ تَتُوقُ فِي قُرَيْشٍ وَتَدَعُنَا فَقَالَ وَعِنْدَكُمْ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ بِنْتُ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا سبب ہے کہ آپ قریش کی طرف مائل ہیں اور ہمیں چھوڑ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی رشتہ ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے کیونکہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

۳۴۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۴۷۸ - وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرِيْدَ عَلٰى اِبْنَةِ حَمْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِيْ اِنَّهَا اِبْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الرَّحِمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کر لیجئے! فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے وہ میرے رضاعی بھائی کی لڑکی ہے اور رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ مِهْرَانَ الْقَطَعِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ كِلَيْهِمَا عَنْ قَتَادَةَ بِاِسْنَادِ هَمَّامٍ سَوَآءً غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ شُعْبَةَ اِنْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهٖ اِبْنَةُ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَفِيْ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ وَاِنَّهٗ يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ وَفِيْ رِوَايَةِ بِشْرِ بْنِ عُمَرَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ۔

ایک اور سند سے یہ روایت اس طرح ہے: آپ نے فرمایا وہ میری بھتیجی ہے اور جو رشتے رضاعت سے حرام ہوتے ہیں وہ نسب سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

۳۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَا نَا اِبْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ مُسْلِمٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے عقد کرنے کا خیال نہیں ہے یا یہ عرض کیا گیا کہ آپ حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی صاحبزادی کو نکاح کا پیغام کیوں نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا حمزہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔

ابْنَةِ حَمْزَةَ أَوْ قِيلَ أَلَا تَخْطُبُ بِنْتَ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ إِنَّ حَمْزَةَ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ۔

۳۴۸۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ أَنَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ سُفْيَانَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ هَلْ لَكَ فِي أُخْتِي بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ أَفْعَلُ مَاذَا قُلْتُ تَنْكِحُهَا قَالَ أَوَ تُحِبِّينَ ذٰلِكِ قُلْتُ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيَةٍ وَأَحَبُّ مَنْ شَرَكَنِي فِي الْخَيْرِ أُخْتِي قَالَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِي قُلْتُ فَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّكَ تَخْطُبُ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ أَبِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَوْ أَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِيبَتِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ أَرْضَعَتْنِي وَأَبَاهَا ثُوَيْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَيَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا أَخَوَاتِكُنَّ۔

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بہن بنت ابی سفیان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا میں کیا کروں؟ میں نے عرض کیا آپ ان سے نکاح کر لیں! آپ کو نے فرمایا کیا تم اس کو پسند کرتی ہو؟ میں نے کہا میں آپ چھوڑنا نہیں چاہتی لیکن میں چاہتی ہوں کہ اس خیر میں میری بہن بھی شریک ہو جائے، آپ نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے درہ بنت ام سلمہ کو نکاح کا پیغام دیا ہے آپ نے فرمایا ام سلمہ کی بیٹی؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اگر وہ میری گود پالی نہ ہوتی تب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میری بھتیجی ہے، مجھے اور اس کے باپ کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ تم لوگ مجھے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا پیغام نہ دیا کرو۔

۳۴۸۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح قَالَ وَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ أَنَا زُهَيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۴۸۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ شِهَابٍ كَتَبَ يَذْكُرُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ زَيْنَبَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ میری بہن عزہ سے شادی کر لیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم

بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ حَبِیْبَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهَا اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ انْكِحْ اُخْتِیْ عَزَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبِّیْنَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِیَةٍ وَاَحَبُّ مَنْ شَرَكَنِیْ فِیْ خَیْرٍ اُخْتِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا یَحِلُّ لِیْ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّكَ تُرِیْدُ اَنْ تَنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَ اَبِنْتَ اَبِیْ سَلَمَةَ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّهَا لَمْ تَكُنْ رَبِیْبَتِیْ فِیْ حَجْرِیْ مَا حَلَّتْ لِیْ اِنَّهَا لَابْنَةُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ اَرْضَعَتْنِیْ وَاَبَاهَا اَبَا سَلَمَةَ ثُوَیْبَةُ فَلَا تَعْرِضْنَ عَلَیَّ بَنَاتِكُنَّ وَلَا اَخَوَاتِكُنَّ

اس کو پسند کرتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! لیکن میں آپ کو نہیں چھوڑوں گی البتہ میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ اس خیر میں شریک ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہے۔ حضرت ام حبیبہ کہتی ہیں میں نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ آپ درہ بنت ابی سلمہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ابو سلمہ کی بیٹی سے؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا وہ اگر میری گود پالی نہ ہوتی پھر بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی، وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اس کے باپ ابو سلمہ کو اور مجھے ثویبہ نے دودھ پلایا ہے۔ مجھ پر اپنی بہنیں اور بیٹیاں نہ پیش کیا کرو۔

۳۴۸۴۔ وَحَدَّثَنِیْهِ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الزُّهْرِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُسْلِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِیِّ بِاِسْنَادِ ابْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْهُ نَحْوَ حَدِیْثِهٖ وَلَمْ یُسَمِّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ فِیْ حَدِیْثِهٖ عَزَّةَ غَیْرُ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ

اور اسانید سے بھی یہ روایت ہے اور یزید بن ابی حبیب کی سند کے علاوہ اور کسی روایت میں عزہ کا نام نہیں ہے۔

۳۴۸۵ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ ح قَالَ وَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِیْلُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِیْ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ كِلَاهُمَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ سُوَیْدٌ وَزُهَیْرٌ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَ الْمَصَّتَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۶- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی قَالَ اَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ اَیُّوْبَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ دَخَلَ اَعْرَابِیٌّ عَلٰی نَبِیِّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِیْ بَیْتِیْ فَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ كَانَتْ لِیْ اِمْرَاَةٌ فَتَزَوَّجْتُ عَلَیْهَا اُخْرٰی فَزَعَمَتْ اِمْرَاَتِی الْاُوْلٰی اَنَّهَا اَرْضَعَتْ اِمْرَاَتِیَ الْحُدْثٰی رَضْعَةً اَوْ رَضْعَتَیْنِ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَةُ وَالْاِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا اس وقت آپ میرے حجرے میں تھے، اس نے کہا یا نبی اللہ! میرے نکاح میں ایک عورت تھی میں نے اس کے اوپر دوسری عورت سے نکاح کر لیا۔ میری پہلی بیوی یہ کہتی ہے کہ اس نے اس دوسری بیوی کو ایک چسکی یا دو چسکیاں دودھ پلایا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۷- حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو عامر بن صعصعہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا ایک چسکی سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ صَالِحِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِیْ عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ھَلْ تُحَرِّمُ الرَّضْعَۃُ الْوَاحِدَۃُ قَالَ لَا۔

نہیں!۔

۳۴۸۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا حَدَّثَتْ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرَّضْعَۃُ اَوِ الرَّضْعَتَانِ اَوِ النَّصَّۃُ اَوِ الْمَصَّتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۸۹۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدَۃَ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ عَرُوْبَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا اِسْحَاقُ فَقَالَ کَرِوَایَۃِ ابْنِ بِشْرٍ اَوِ الرَّضْعَتَانِ اَوِ الْمَصَّتَانِ وَاَمَّا ابْنُ شَیْبَۃَ قَالَ وَالرَّضْعَتَانِ وَالْمَصَّتَانِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۰۔ وَحَدَّثَنَاہُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِیِّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِی الْخَلِیْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْاِمْلَاجَۃُ وَالْاِمْلَاجَتَانِ۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چسکی یا دو چسکیوں سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

۳۴۹۱۔ حَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِیْدٍ

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا حَبَّانُ قَالَ نَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اُمِّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَاَلَ رَجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحَرِّمُ الْمَصَّةُ فَقَالَ لَا۔

شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں!

۳۴۹۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا اُنْزِلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ فِيمَا يُقْرَاُ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم آتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا۔ پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا۔

۳۴۹۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ وَهِيَ تَذْكُرُ الَّذِي يُحَرِّمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا نَزَلَ فِي الْقُرْاٰنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ ثُمَّ نَزَلَ اَيْضًا خَمْسٌ مَعْلُومَاتٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے قرآن مجید میں دس چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا۔

۳۴۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَتْنِي عَمْرَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۴۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ

أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرَى فِي وَجْهِ أَبِي حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُولِ سَالِمٍ وَهُوَ حَلِيفُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيهِ فَقَالَتْ وَكَيْفَ أُرْضِعُهُ، وَهُوَ رَجُلٌ كَبِيرٌ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ رَجُلٌ كَبِيرٌ زَادَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ وَكَانَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَّفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! سالم کے (گھر میں) آنے سے میں ابوحذیفہ کے چہرہ پر ناگواری کے اثرات محسوس کرتی ہوں حالانکہ وہ ان کا حلیف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو، انھوں نے عرض کیا میں اس کو کیسے دودھ پلاؤں وہ جوان مرد ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ جوان مرد ہے، عمرو کی روایت میں ہے کہ سالم بدری صحابی تھے اور ابن ابی عمر کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

۳۴۹۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ سَالِمًا مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ مَعَ أَبِي حُذَيْفَةَ وَأَهْلِهِ فِي بَيْتِهِمْ فَأَتَتْ يَعْنِي بِنْتَ سُهَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَقَلَ مَا عَقَلُوا وَإِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْنَا وَإِنِّي أَظُنُّ أَنَّ فِي نَفْسِ أَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام سالم، حضرت ابوحذیفہ کے مکان میں ان کے ساتھ رہتا تھا، حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کہا سالم دوسرے مردوں کی طرح جوان ہو گیا ہے اور ان باتوں کو سمجھنے لگا ہے جن کو مرد سمجھتے ہیں، وہ ہمارے گھر آتا جاتا ہے اور میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ حضرت ابوحذیفہ کو یہ ناگوار لگتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو دودھ پلا دو تاکہ تم اس پر حرام ہو جاؤ، پھر ابوحذیفہ کے دل میں جو اس سے ناگواری آتی ہے وہ جاتی رہے گی۔ وہ دوبارہ آئیں اور کہا میں نے اس کو دودھ پلا دیا اور ابوحذیفہ کے دل میں جو ناگواری تھی وہ جاتی رہی،

اَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ وَيَذْهَبِ الَّذِي فِي نَفْسِ اَبِي حُذَيْفَةَ فَرَجَعَتْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ اِنِّي قَدْ اَرْضَعْتُهُ فَذَهَبَ الَّذِي فِي نَفْسِ اَبِي حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ـ

۳۴۹۷- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِي مُلَيْكَةَ اَنَّ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا جَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّ سَالِمًا مَوْلَى اَبِي حُذَيْفَةَ مَعَنَا فِي بَيْتِنَا وَقَدْ بَلَغَ مَا يَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَلِمَ مَا يَعْلَمُ الرِّجَالُ قَالَ اَرْضِعِيهِ تَحْرُمِي عَلَيْهِ قَالَ فَمَكَثْتُ سَنَةً اَوْ قَرِيبًا مِّنْهَا لَا اُحَدِّثُ بِهِ رَهِبْتُهُ ثُمَّ لَقِيتُ الْقَاسِمَ فَقُلْتُ لَهُ لَقَدْ حَدَّثَنِي حَدِيثًا مَّا حَدَّثْتُهُ بَعْدُ قَالَ مَا هُوَ فَاَخْبَرْتُهُ قَالَ فَحَدِّثْهُ عَنِّي اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْنِيهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سالم ہمارے ساتھ ہمارے مکان میں رہتے ہیں وہ دوسرے مردوں کی طرح بالغ ہو گئے اور مردوں کی باتوں کو سمجھنے لگے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، تم اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ حدیث کے راوی ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے ڈر کے مارے ایک سال تک کسی سے یہ روایت بیان نہیں کی، پھر میری قاسم سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا تم نے مجھے ایک حدیث بیان کی تھی وہ مارے خوف کے میں نے آج تک کسی سے بیان نہیں کی میں نے انہیں وہ حدیث سنائی انہوں نے کہا اس حدیث کو بے خوف ہو کر مجھ سے روایت کرو۔

۳۴۹۸- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّهُ يَدْخُلُ عَلَيْكِ الْغُلَامُ الْاَيْفَعُ الَّذِي مَا اُحِبُّ اَنْ يَّدْخُلَ عَلَيَّ قَالَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

زینب بنت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تمہارے پاس ایک نوجوان لڑکا آتا ہے، میں یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ میرے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں اسوہ حسنہ نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہا کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

اَمَالَكِ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ قَالَتْ اِنَّ امْرَاَةَ اَبِيْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ سَالِمًا يَّدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَّفِيْ نَفْسِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْءٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضِعِيْهِ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيْكِ.

کہا یا رسول اللہ! سالم میرے پاس آتا ہے اور وہ مرد ہو چکا ہے۔ اور میں حضرت ابو حذیفہ کے دل میں اس سے ناگواری محسوس کرتی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو دودھ پلا دو تا کہ وہ تمہارے پاس آسکے۔

۳۴۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لِهَارُوْنَ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ نَافِعٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ لِعَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا تَطِيْبُ نَفْسِيْ اَنْ يَّرَانِيَ الْغُلَامُ قَدِ اسْتَغْنٰى عَنِ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ لِمَ قَدْ جَاءَتْ سَهْلَةُ بِنْتُ سُهَيْلٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرٰى فِيْ وَجْهِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ مِنْ دُخُوْلِ سَالِمٍ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضِعِيْهِ فَقَالَتْ اِنَّهُ ذُوْ لِحْيَةٍ فَقَالَ اَرْضِعِيْهِ يَذْهَبْ مَا فِيْ وَجْهِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَرَفْتُهُ فِيْ وَجْهِ اَبِيْ حُذَيْفَةَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا خدا کی قسم میں اس کو پسند نہیں کرتی کہ مجھے کوئی ایسا لڑکا دیکھے جو دودھ پینے سے مستغنی ہو چکا ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا کیوں؟ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا تھا کہ: یا رسول اللہ! سالم کے آنے کی وجہ سے میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر ناگواری محسوس کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، سہلہ نے عرض کیا وہ تو ڈاڑھی والا ہے! آپ نے فرمایا تم اس کو دودھ پلا دو، ابو حذیفہ کے چہرے پر جو ناگواری ہے وہ جاتی رہے گی حضرت سہلہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں نے حضرت ابو حذیفہ کے چہرے پر ناگواری محسوس نہیں کی۔

۳۵۰۰۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج نے اس قسم کی رضاعت کے ساتھ کسی کے گھر آنے سے انکار کیا اور سب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ اَنَّ اُمَّهٗ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ تَقُوْلُ اَبٰى سَائِرُ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْخُلْنَ عَلَيْهِنَّ اَحَدًا بِتِلْكَ الرَّضَاعَةِ وَقُلْنَ لِعَائِشَةَ وَاللّٰهِ مَا نَرٰى هٰذَا اِلَّا رُخْصَةً اَرْخَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ خَاصَّةً فَمَا هُوَ بِيَدْخُلُ عَلَيْنَا اَحَدٌ بِهٰذِهِ الرَّضَاعَةِ وَلَا رَاٰيْنَا۔

کی قسم یہ ایک خاص رخصت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالم کو عطا فرمائی تھی اور یہ صرف سالم کی خصوصیت تھی۔ اس رضاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ہمارے سامنے نہیں لائے نہ ہم اس کو جائز خیال کرتے ہیں۔

۳۵۰۱۔ وَحَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ رَجُلٌ قَاعِدٌ فَاشْتَدَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَتْ فَقَالَ اُنْظُرْنَ اِخْوَتَكُنَّ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ عَنِ الْمَجَاعَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا، آپ کو یہ ناگوار گذرا اور میں نے آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار دیکھے حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا رضاعی بھائی ہے! آپ نے فرمایا اپنے رضاعی بھائیوں کو دیکھ لیا کرو کیونکہ رضاعت وہی معتبر ہے جو بھوک کے ایام (یعنی ایام رضاعت) میں ہو۔

۳۵۰۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَشْعَثَ

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

بْنِ اَبِی الشَّعْثَاءِ بِاِسْنَادِ اَبِی الْاَحْوَصِ کَمَعْنٰی حَدِیْثِہٖ
غَیْرَ اَنَّھُمْ قَالُوْا مِنَ الْمَجَاعَۃِ۔

رضاعت کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ لغت میں رِضاع اور رَضاع دونوں طرح ہے اور اس کا معنی ہے "عورت کا پستان چوسنا" اور اصطلاح فقہ میں اس کا معنی ہے: "عورت کے پستان سے مدت رضاعت میں بچہ کے پیٹ میں دودھ پہنچنا خواہ بچہ منہ کے ذریعہ دودھ چوسے یا بچہ کی ناک کے ذریعہ دودھ پہنچایا جائے۔" لہٰذا مدت رضاعت میں بچہ خود دودھ چوسے یا اس کے حلق میں دودھ ٹپکایا جائے یا ناک کے راستہ اس کے پیٹ میں دودھ پہنچایا جائے ان سب طریقوں سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اس کے علاوہ کسی اور سوراخ سے دودھ ڈالا گیا تو رضاعت ثابت نہیں ہو گی [1]

مدت رضاعت میں مذاہب

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: مدت رضاعت دو سال ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کا یہی نظریہ ہے، اور مجتہدین میں سے امام شعبی، امام ابن شبرمہ، امام اوزاعی، امام شافعی، امام اسحاق، امام ابو یوسف، امام محمد، امام ابو ثور کا یہی نظریہ ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے دو سال کے اوپر ایک یا دو ماہ کا اضافہ ہو جائے، پھر بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں، کہ مدت رضاعت تیس ماہ یعنی ڈھائی سال ہے [2]

مدت رضاعت میں نظریہ احناف کی وضاحت

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ مدت رضاعت میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ مدت تیس ماہ ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک دو سال ہے اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ (بقرہ: ۲۳۳) "مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت مکمل کرنا چاہے" اور تکمیل کے بعد اضافہ نہیں ہوتا، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وفصالہ فی عامین (لقمٰن: ۱۴) "اور اس کا دودھ چھوٹنا دو سال میں ہے" اور دودھ چھوٹنے کے بعد دودھ نہیں پلایا جاتا، اور ظاہر یہ ہے کہ دو سال کے اندر بچے کو دودھ کفایت کرتا ہے اور دو سال کے بعد اس کو دودھ کفایت نہیں کرتا اور دو سال کے بعد بچہ رضاعت کے حق میں بڑوں کی مثل ہو جاتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا (احقاف: ۱۵) "اس کو پیٹ میں رکھنے اور دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ ہے" اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے دونوں میں سے ہر ایک مدت تیس ماہ ہے لیکن چونکہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حمل کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہوتی اس لیے دودھ چھڑانے کی مدت تیس ماہ پر ہی محمول کرنی چاہیے،

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔
[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

نیز اللہ تعالیٰ نے (حولین کاملین کے بعد) فرمایا وان ارادا فصالا عن تراض منھما وتشاور (البقرہ:۲۳۳) پھر اگر (میاں بیوی) دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہے" اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو سال کے بعد باہمی مشورہ سے دودھ چھڑایا جاتا ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ دو سال کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم (البقرہ:۲۳۳) "اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو کسی اور آنا کا دودھ پلوانا چاہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے" اس آیت کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد دو سال کے بعد دودھ پلوانا ہے، اور اس لیے بھی کہ دودھ جس طرح دو سال سے پہلے غذا بنتا ہے دو سال کے بعد بھی بنتا ہے اور دودھ دو سال کے بعد فوراً ہی نہیں چھڑایا جا سکتا بلکہ تدریجاً چھڑایا جاتا ہے، حتیٰ کہ بچہ دودھ بھول جائے اور کھانا کھانے پر آمادہ ہو جائے۔ اس لیے دو سال پر کچھ مدت کا اضافہ کرنا ضروری ہے اور جب اضافہ کرنا ضروری ہوا تو ہم نے ادنیٰ مدت حمل کا اضافہ کیا جو چھ ماہ ہے اور دودھ پلانے کی انتہا کو حمل کی ابتدا پر قیاس کیا، امام زفر یہ کہتے ہیں کہ جب اضافہ کرنا ہی ہے تو پورے سال کا اضافہ کیا جائے اس لیے وہ مدت رضاعت تین سال قرار دیتے ہیں[1]

رضاعت کے احکام فتاویٰ عالمگیری میں ہے: دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں، خواہ وہ نسباً اصول و فروع ہوں یا رضاعاً حتیٰ کہ اگر دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے یا کسی اور شوہر سے اولاد ہو خواہ دودھ پلانے سے پہلے ہو یا دودھ پلانے کے بعد ہو یا وہ کسی اور بچہ کو دودھ پلائے یا دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی سے اولاد ہو خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے ہو یا بعد تو یہ سب دودھ پینے والے کے بھائی اور بہن ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں، دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے، اسی طرح دادا اور دادی اور نانا اور نانی کے رشتے ہیں۔ رضاعت کی وجہ سے سسرالی رشتوں کی حرمت بھی ہوتی ہے حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہے اور دودھ پینے والے کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہے باقی سسرالی رشتوں کی تفصیل بھی اسی قیاس پر ہے، ماسوا دو مسئلوں کے جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ دودھ پینے والا، دودھ پلانے والی کا محرم ہے اس کے ساتھ اس کا نکاح دائمی طور پر حرام ہے، اس کو دیکھنا اس کے لیے حلال ہے اور اس کے ساتھ خلوت جائز ہے، اس کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے، لیکن نسب کے تمام احکام رضاعت میں جاری نہیں ہوتے، ان کے درمیان وراثت جاری نہیں ہوتی اور نہ ان میں سے کسی کا دوسرے پر نفقہ واجب ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی کی اولاد بھی ایک دوسرے پر حرام ہے[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ،
[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رضاعت کے حقوق دودھ پلانے والی عورت اپنے دودھ سے بچہ کے جسم کی کشت کو سیراب کرتی ہے اس کے جسم کی تعمیر اور تشکیل میں اس کے دودھ کا بڑا دخل ہے اس لیے اسلام نے دودھ پلانے والی عورت کو حقیقی اور نسبی ماں کا درجہ دیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حلیمہ بنت عبداللہ یوم حنین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے کھڑے ہو گئے اور چادر بچھائی جس پر حضرت حلیمہ بیٹھ گئیں[1] اور حافظ عبدالرزاق نے یہ روایت ذکر کی ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن (شیما) سعدیہ آپ سے ملنے آئی آپ نے ان کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ان کے لیے چادر بچھائی تاکہ وہ اس پر بیٹھ جائیں۔ انھوں نے ادباً اس سے احتراز کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار پر وہ بیٹھ گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حتیٰ کہ آنسوؤں سے آپ کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس کے حالات دیکھ کر اس پر رحمت کی وجہ سے، اگر تم میں سے کسی شخص کے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور وہ رضاعت کا حق ادا کرنے کے لیے وہ سونا دیدے تو رضاعت کا حق ادا نہیں کر سکتا، پھر فرمایا (اس مال غنیمت میں سے) جو میرا حصہ ہے وہ تمہیں پیش کرتا ہوں اور مسلمانوں کا مال میں نہیں لوں گا اِلّا یہ کہ وہ خوشی سے دیدیں، پھر مسلمانوں میں سے ہر شخص نے خوشی سے اپنا حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیا[2]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رضاعی بہن کا نام شیما تھا اور اپنی ماں حلیمہ سعدیہ کے ساتھ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں شیماء کا تذکرہ اور چادر بچھانے کا واقعہ لکھا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے ابولہب کی باندی ثُوَیبہ نے دودھ پلایا تھا۔ ابن مندہ نے شیما کا صحابیات میں تذکرہ کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم انکی تعظیم و تکریم کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے عقد کے بعد وہ آپ کے پاس آتی تھیں اور مدینہ بھی آتی رہیں آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت خدیجہ بھی ان کی تکریم کرتی تھیں[3]۔

رضاعی رشتوں میں احتیاط حدیث نمبر ۳۴۶۷ میں ہے کہ حضرت عائشہ سے ان کے رضاعی چچا حضرت افلح ملنے کے لیے آئے تو حضرت عائشہ نے ملنے کی اجازت نہیں دی تاوقتیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ نہیں لیا، اس پر یہ سوال ہے کہ جب حضرت حفصہ کے رضاعی چچا کے واقعہ سے حضرت عائشہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رضاعی چچا محرم ہے اور وہ آسکتا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۴۶۲ میں مذکور ہے تو پھر حضرت عائشہ نے حضرت افلح کو آنے کی اجازت کیوں نہیں دی اس کا جواب یہ ہے ان دونوں کے چچا ہونے کی حیثیت مختلف تھی۔ حضرت حفصہ کے واقعہ میں وہ چچا حضرت عمر کے رضاعی بھائی تھے اور حضرت عائشہ کے واقعہ میں افلح حضرت عائشہ کے والد کے حقیقی بھائی تھے کیونکہ حضرت ابوالقعیس کی بیوی نے حضرت عائشہ کو دودھ پلایا تھا۔ حضرت عائشہ نے اس کو اس لیے قیاس نہیں کیا کہ

---

[1] ۔ حافظ ابو عمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[2] ۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[3] ۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ،

براہِ راست نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جا سکتا ہے اور اس لیے بھی کہ مسئلہ حجاب میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

رضاعت میں مرد کی تاثیر کے بارے میں حضرت عائشہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۴۶۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت حفصہ کے رضاعی چچا ان سے ملنے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا اور حدیث نمبر ۳۴۶۷ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا کو ان سے ملنے کی اجازت دی اسی بناء پر جمہور صحابہ اور تابعین کا موقف یہ ہے کہ رضاعت کے حکم میں مرد کی بھی تاثیر ہے اور دودھ پلانے والی کا شوہر اور اس کا باپ اور بھائی بھی دودھ پینے والے کے محرم ہیں، لیکن اس مقام پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مؤطا امام مالک میں قاسم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ کی بہنوں نے اور بھتیجیوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ تو حضرت عائشہ کے پاس آتے تھے اور ان کے بھائیوں کی بیویوں نے جن کو دودھ پلایا تھا وہ حضرت عائشہ کے پاس نہیں آتے تھے[1]۔ اس بناء پر یہ خیال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ مسئلہ رضاعت میں مرد کی تاثیر کی قائل نہیں تھیں لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ مؤطا امام مالک میں ہے: قالت عائشۃ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ۔[2] "حضرت عائشہ نے فرمایا جو رشتے ولادت سے حرام ہوتے ہیں وہ تمام رشتے رضاعت سے بھی حرام ہوتے ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کا وہی نظریہ ہے جو اس مسئلہ میں جمہور کا نظریہ ہے اور بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے نسباً محرم ہیں اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصریح کے مطابق رضاعاً بھی محرم ہوں گے، اور مؤطا امام مالک کی جس روایت کی وجہ سے اشکال پیدا ہوا ہے اس کا بہترین جواب حافظ ابن عبدالبر مالکی نے دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حضرت عائشہ کو اختیار تھا کہ وہ اپنے محارم میں سے جس کو چاہتیں ملنے کی اجازت دیتیں اور جس کو چاہتیں اجازت نہ دیتیں اور علامہ باجی نے لکھا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس روایت میں راوی کو وہم ہوا ہے[3]۔ نیز مؤطا کی یہ روایت حضرت عائشہ کی اپنی تصریح کے خلاف ہے جس کو ہم نے مؤطا ہی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور یہ روایت بخاری میں بھی ہے اس لیے حضرت عائشہ کے نظریہ کو سمجھنے کے لیے ان کی اپنی تصریح پر اعتماد کرنا چاہیے جو زیادہ مستند کتابوں میں ہے۔

ثبوت رضاعت کے لیے چسکیوں کی مقدار میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۴۸۵ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور حدیث نمبر ۳۴۸۶ سے لے کر ۳۴۹۱ تک یہی روایت حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا سے ہے، اس لیے اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۵۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] " " المؤطا ص ۵۳۵ " "

[3] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں کتنی چسکیوں سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، حضرت عائشہ اور امام شافعی کا نظریہ یہ ہے کہ پانچ چسکیوں سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ ایک قطرہ چوسنے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ داؤد ظاہری کا یہ نظریہ ہے کہ تین قطروں سے کم میں رضاعت نہیں ہے۔ امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ (حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں) "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ پہلے قرآن مجید میں یہ نازل ہوا تھا کہ دس چسکیوں سے حرمت لازم ہوتی ہے پھر وہ منسوخ ہو گیا، پھر پانچ چسکیوں سے حرمت کا حکم ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک قرآن مجید میں اسی طرح پڑھا جاتا تھا" امام مالک (اور اسی طرح امام ابوحنیفہ کا) استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: وامھٰتکم اللاتی ارضعنکم (تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے) اور اس میں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مطلقاً دودھ پلانے سے عورت رضاعی ماں بن جاتی ہے۔ جمہور کا استدلال قرآن مجید کے اطلاق اور عموم سے ہے۔ عورت خواہ ایک چسکی پلائے یا زیادہ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ سعیدی غفرلہٗ) اصحاب شافعی نے مالکیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت اگر اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم امھاتکم۔ "جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں" تب تمہاری دلیل ہوتی (یہ اعتراض کچھ وقعت نہیں رکھتا کیونکہ جمہور کا استدلال ارضعنکم کے عموم اور اطلاق سے ہے سعیدی غفرلہٗ) اصحاب مالک نے شافعیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ محققین اصولیین بلکہ خود تمہارے اصول کے مطابق بھی حضرت عائشہ کی اس روایت سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن مجید خبر واحد سے نہیں ثابت ہوتا اور جب اس کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوا تو خبر واحد ہونا بھی ثابت نہیں ہوا کیونکہ جب خبر واحد میں کوئی طعن ہو تو وہ موجب للعمل نہیں رہتی۔ شافعیہ نے مالکیہ پر ان احادیث سے اعتراض کیا ہے جن میں ایک چسکی اور دو چسکیوں سے حرمت نہ ہونے کا ذکر ہے، مالکیہ نے ان احادیث کے متعدد جوابات دیے ہیں جو سب باطل ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ یہ بلا دلیل دعوی ہے۔ (نہیں بلکہ اس دعوی کی دلیل مصنف عبدالرزاق کی احادیث ہیں جن کا ذکر آرہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ پر موقوف ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ احادیث حضرت ام الفضل سے بھی مروی ہیں (مالکیہ نے غالباً صرف پانچ چسکیوں والی حدیث کو حضرت عائشہ پر موقوف قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب ہیں اور یہ بداہتہً غلط ہے۔ کیونکہ عدد کی شرط میں احادیث بہت کثرت سے مشہور ہیں[1] (جن لوگوں نے ان احادیث کو مضطرب کہا ہے انھوں نے پانچ چسکیوں، سات چسکیوں والی احادیث کے پیش نظر کہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام شافعی کا مذہب وضاحت کے ساتھ علامہ نووی نے بیان کر دیا ہے، امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے بیان کیا ہے اور علامہ وشتانی مالکی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری مالکی کہتے ہیں کہ مذہب یہ ہے کہ ایک چسکی سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[1]۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ رضاعت پانچ چسکیوں سے ثابت ہوتی ہے اور ایک روایت ہے کہ قلیل یا کثیر مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[2] اور احناف کا یہ نظریہ ہے کہ ایک چسکی دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے[3]، علامہ نووی کی عبارت کے درمیان قوسین میں ہم نے امام شافعی کے دلائل کے جوابات ذکر کر دیے ہیں، اب ہم امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر دلائل پیش کر رہے ہیں۔

مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت کے ثبوت پر فقہاء احناف کے دلائل

احناف کے نزدیک مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ ایک چسکی پی جائے اور اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

وامہاتکم اللاتی ارضعنکم۔ (النساء: ۲۳)

اور تمہاری مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے

اس آیت میں بغیر کسی مقدار کی قید کے دودھ پلانے والی عورتوں کو مائیں فرمایا ہے۔ علامہ نووی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ استدلال اس وقت ہوتا جب یہ آیت اس طرح ہوتی: اللاتی ارضعنکم امہاتکم۔ "جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے وہ تمہاری مائیں ہیں"۔ اولاً یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ احناف کا استدلال آیت کے عموم اور اطلاق سے ہے۔ ثانیاً اس آیت کی تاویل یہ ہے: اللاتی ارضعنکم محرمات لاجل انھن ارضعنکم۔ "تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے محرم ہیں کیونکہ انھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے"۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

واخواتکم من الرضاعۃ۔ (النساء: ۲۳)

اور تمہاری رضاعی بہنیں (محرم) ہیں۔

آیت کے اس جز میں بھی رضاعت کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے اور مطلقاً ایک عورت کا دودھ پینے والیوں کو رضاعی بہنیں فرمایا ہے خواہ ایک قطرہ دودھ پیا ہو اور جن اخبار آحاد میں یہ ہے کہ چسکی سے حرمت رضاعت نہیں ہوتی وہ قرآن مجید کی ان آیات کے مزاحم اور معارض نہیں ہو سکتیں، ان کے بارے میں یہی کہا جائے گا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان احادیث کا حکم منسوخ ہو گیا ورنہ قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مقابلہ میں ان احادیث پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کے علاوہ حسب ذیل احادیث اور آثار سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

عن عقبة بن الحارث قال: تزوجت امرأة، فجاءتنا امراة سوداء فقالت قد ارضعتكما فاتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت تزوجت فلانة بنت فلان فجاءتنا امرأة سوداء فقالت لي اني قد ارضعتكما وهي كاذبة فاعرض عنه فاتيته من قبل وجهه قلت انها كاذبة قال كيف بها وقد زعمت انها قد ارضعتكما دعها عنك [1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور کہنے لگی میں نے تم کو دودھ پلایا ہے، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہا میں نے فلاں عورت سے شادی کی، پھر ہمارے پاس ایک حبشی عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، میں نے پھر آپ کے سامنے آکر کہا حضور وہ جھوٹی ہے، آپ نے فرمایا تم اس کو جھوٹا کیسے کہتے ہو حالانکہ وہ عورت یہ کہتی ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ اس عورت کو چھوڑ دو۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر پانچ چسکیوں کی قید ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے کہ اس عورت سے معلوم کرو کہ اس نے کتنی چسکیاں پلائی ہیں؟ اگر پانچ چسکیوں سے کم پلائی ہیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ مطلقاً رضاعت کا سن کر فرمایا "اس عورت کو چھوڑ دو" اس سے ثابت ہوا کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے پانچ چسکیوں کی قید نہیں ہے، بلکہ مطلقاً دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

امام نسائی نے روایت کیا ہے:

عن قتادة قال: كتبنا الى ابراهيم النخعي نسأله عن الرضاع فكتب ان شريحا حدثنا ان عليا و ابن مسعود كانا يقولان: يحرم من الرضاع قليله و كثيره [2]

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابراہیم نخعی سے لکھ کر دریافت کیا کہ کس قدر دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ انھوں نے لکھا کہ شریح نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ قلیل اور کثیر دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے [3]

امام محمد روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مالك اخبرنا ابراهيم بن عقبة انه سال سعيد بن المسيب عن الرضاعة فقال ما كان في الحولين وان كانت مصة واحدة فهي تحرم

ابراہیم بن عقبہ کہتے ہیں کہ انھوں نے سعید بن مسیب سے رضاعت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا: دو سال کے اندر بچہ خواہ ایک چسکی بھی پیئے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲/۴ ص ۲۸۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

وما کان بعد الحولین فانما هو طعام یا کله [1]

جائے گی اور دو سال کے بعد طعام ہے۔

عن النخعی ان علیا و ابن مسعود قالا یحرم من الرضاع قلیله و کثیره رواه الطبرانی واسناده منقطع۔ [2]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے تھے: رضاعت خواہ قلیل ہو یا کثیر اس سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار قال جاء رجل الی ابن عمر فقال ان ابن الزبیر یزعم انه لا یحرم من الرضاعة المصة و المصتان فقال ابن عمر قضاء الله و رسوله خیر من قضاء ابن الزبیر قلیل الرضاع و کثیره سواء رواه الطبرانی و فیه ابراهیم بن یزید الخوزی وهو متروک۔ [3]

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آکر ایک شخص نے کہا کہ حضرت ابن الزبیر یہ کہتے ہیں کہ ایک چسکی یا دو چسکیوں سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ابن الزبیر کے فیصلہ سے بہتر ہے۔ حرمت رضاعت میں قلیل اور کثیر برابر ہے۔

اس حدیث کو حافظ عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عطاء قال: قال ابن عمر لما بلغه عن ابن الزبیر انه یاثر عن عائشة فی الرضاع انها قالت لا یحرم منها دون سبع رضعات قال الله خیر من عائشة قال الله تعالی و اخواتکم من الرضاعة و لم یقل: رضعة ولا رضعتین۔ [5]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو جب یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابن زبیر مسئلہ رضاعت میں حضرت عائشہ کی پیروی کرتے ہیں اور وہ یہ کہتی ہیں کہ سات چسکیوں سے کم میں رضاعت نہیں ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عائشہ سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک چسکی یا دو چسکیوں کی قید نہیں لگائی بلکہ مطلق فرمایا: واخواتکم من الرضاعة۔

حافظ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن شعبة قال: الحکم و حماد قالا: المصة تحرم۔ [6]

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ حکم اور حماد کہتے تھے کہ ایک چسکی سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المؤطا ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۶۱ " " " "

[4] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ھ

[5] " " ، المصنف ج ۷ ص ۴۶۸ - ۴۶۷، " " " " "

[6] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ

عن طاؤس قال سئلت ابن عباس فقال المرۃ الواحدۃ تحرم۔[1]

یہ حدیث امام عبدالرزاق نے بھی روایت کی ہے[2]

طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے سوال کیا تو انھوں نے فرمایا ایک مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

اخبرنی طاؤس عن ابیہ قال کان لازواج النبی صلی اللہ علیہ و سلم رضعات معلومات قال: ثم ترک ذلک بعد فکان قلیلہ وکثیرہ یحرم۔[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج چند چسکیوں کی بناء پر حرمت رضاعت کی قائل تھیں، پھر اس پر عمل کو چھوڑ دیا گیا اور قلیل اور کثیر چسکیوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

عن طاؤس قال: قلت انہم یزعمون انہ لایحرم من الرضاع دون سبع رضعات ثم صار ذلک الی خمس، فقال طاؤس قد کان ذلک، فحدث بعد ذلک امر، جاء التحریم المرۃ الواحدۃ تحرم۔[4]

طاؤس کہتے ہیں میں نے کہا لوگ پہلے کہتے تھے کہ سات چسکیوں سے حرمت ہوتی ہے پھر پانچ چسکیوں سے کہنے لگے پھر نیا حکم نازل ہوا، اب ایک چسکی پینے سے بھی حرمت رضاعت ہو جاتی ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ پانچ چسکیوں کی قید ابتداء میں تھی اور بعد میں منسوخ ہو گئی۔ علامہ نووی کے پیش نظر مصنف عبدالرزاق نہیں تھی ورنہ وہ نسخ کا رد نہ کرتے کیونکہ پہلے مصنف کے چند قلمی نسخے تھے، اب الحمد للہ مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ دونوں طبع ہو چکی ہیں اور مسائل کی تحقیق آسان ہو گئی ہے، اس وقت الحمد للہ راقم الحروف کو بکثرت ایسی کتب حدیث دستیاب ہیں جن کا اب سے دس بیس سال پہلے تصور بھی نہیں تھا۔

قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی تصریحات اور تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ حرمت رضاعت میں پانچ چسکیوں کی قید معتبر نہیں ہے اور مطلقاً دودھ پینے سے خواہ وہ ایک چسکی ہو حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور اس سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فکر کی گہرائی اور گیرائی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے حرمت رضاعت میں اس چیز کو معیار بنایا ہے جو قرآن اور حدیث کے عموم اور اطلاق اور صحابہ اور تابعین کے ارشادات کا عین اتباع ہے۔

آیت رضاع سے قرآن مجید پر اعتراض کا جواب

حدیث نمبر ۳۴۹۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک خمس معلومات "پانچ چسکیوں" سے حرمت کا حکم قرآن مجید میں پڑھا جاتا رہا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب یہ الفاظ قرآن کریم میں شامل تھے تو کیسے نکال دیے گئے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید کا جز نہیں ہیں، ان کو قرآن مجید میں لکھا گیا نہ ان کی تلاوت کی گئی، اس پر تمام امت

---

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۴/۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ " " ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، " "

[4] ۔ " " ، المصنف ج ۷، ص ۴۶۷، " "

کا اجماع ہے کہ یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں اور یہ حدیث خبر واحد ہے اور قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ جن لوگوں تک خمس معلومات کے منسوخ ہونے کا حکم نہیں پہنچا تھا وہ اس کی تلاوت کرتے رہے اور جب اس کا منسوخ ہونا مشہور و معروف ہو گیا تو اس کی تلاوت ترک کر دی گئی۔

بالغ کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۴۹۵ میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت ہے کہ حضرت سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ حضرت سالم کو دودھ پلا دیں تاکہ وہ ان کا رضاعی بیٹا ہو جائے حالانکہ سالم اس وقت جوان ہو چکے تھے اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک اجنبی مرد کے لیے کیسے جائز ہو گا کہ وہ ایک اجنبی عورت کے پستان سے اپنا منہ لگائے، علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ شاید حضرت سہلہ نے کسی برتن میں دودھ ڈال کر دیا ہو اور سالم نے اس برتن سے وہ دودھ پیا ہو، علامہ ابن ہمام کے جواب کی تائید حسب ذیل روایات سے ہوتی ہے۔ امام ابن سعد بیان کرتے ہیں: کہ عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ کسی ڈرا پر قسم کی ڈبیہ یا برتن میں دودھ کی ایک چسکی ڈالی جاتی اور پانچ دن تک روزانہ اس میں سے حضرت سالم کو ایک قطرہ پلایا جاتا[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی امام واقدی کے حوالہ سے اس روایت کو بیان کیا ہے[2]

جمہور صحابہ، تابعین اور مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث سے حکم عام مستنبط نہیں کیا جا سکتا کہ ہر بالغ مرد کو عورت اپنا دودھ پلا کر بیٹا بنا لے یہ صرف حضرت سہلہ بنت سہیل کے لیے رخصت تھی اور حضرت سالم کی خصوصیت تھی، البتہ حضرت عائشہ نے اپنے اجتہاد سے اس کو حکم عام سمجھا اور باقی ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کی موافقت نہیں کی کیونکہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما الرضاعة من المجاعة[3] "رضاعت بھوک سے ہوتی ہے" یعنی جب دودھ پینے سے بھوک مٹ سکے اور یہ دو یا ڈھائی سال کی عمر تک ہوتا ہے اس کے بعد بھوک کھانے سے مٹتی ہے۔ نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحرم من الرضاعة الا ما فتق الامعاء فی الثدی وکان قبل الفطام۔[4] "رضاعت سے حرمت اس وقت تک ثابت ہوتی ہے جب پستان کا دودھ بچہ کی انتڑیوں میں سختی سے پہنچے (یعنی اس کی غذا بنے) اور یہ اس کے کھانا کھانے کی عمر سے پہلے ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے سنن ابوداؤد، مسند ابوداؤد طیالسی اور سنن دارقطنی میں اسی مضمون کی روایات ہیں اور تمام فقہا کا اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کو اگر کوئی عورت دودھ پلا دے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہو گی، البتہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم، ابن حزم اور ابن تیمیہ نے اجماع کی مخالفت کی ہے۔

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبری ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۴ ص ۳۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

ورضاع الکبیر محرم، ولوانه شیخ کما یحرم رضاع الصغیر و لا فرق۔ [1]

بالغ کو دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے خواہ وہ بوڑھا ہو جیسا کہ بچہ کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ سہلہ بنت سہیل کے دودھ پلانے کا واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں:

مع ان عائشة روت عنه قال الرضاعة من المجاعة لکنها رات الفرق بین ان یقصد رضاعة او تغذیة فمتی کان المقصود الثانی لم یحرم الا ما کان قبل الفطام وهذا هو ارضاع عامة الناس واما الاول فیجوز ان احتیج الی جعله ذا محرم و قد یجوز للحاجة ما لا یجوز لغیرها و هذا قول متوجه۔ [2]

حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ رضاعت اس وقت معتبر ہو گی جب بھوک مٹا سکے لیکن حضرت عائشہ کی رائے یہ تھی کہ جب دودھ پلانے سے مقصود غذا ہو اور دو سال کے اندر دودھ پلایا جائے تو حرمت رضاعت ہو گی اور اگر دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے تو حرمت رضاعت نہیں ہو گی اور اگر دودھ پلانے سے مقصود غذا نہ ہو بلکہ کسی ضرورت کی وجہ سے رشتہ رضاعت ثابت کرنا ہو تو دو سال کے بعد بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی کیونکہ ضرورت کی وجہ سے کئی ایسی چیزیں جائز ہو جاتی ہیں جو بلا ضرورت جائز نہیں ہوتیں۔ اور یہ قول لائق توجہ ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ داؤد ظاہری کا بھی یہی موقف ہے کہ بالغ دودھ پینے سے محرم ہو جاتا ہے [3] قاضی شوکانی نے اس مسئلہ پر بحث کر کے اسی کو ترجیح دی ہے [4]

خلاصہ یہ ہے کہ غیر مقلدین کے اکابر علماء کا یہی نظریہ ہے کہ دودھ پینے سے بالغ کی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا نظریہ اس کے برخلاف ہے۔

بَابُ جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِيَّةِ بَعْدَ الْاِسْتِبْرَاءِ وَاِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ اِنْفَسَخَ نِكَاحُهُ بِالسَّبْيِ

استبراء کے بعد باندی سے مجامعت کا جواز

---

[1] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۰۵ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

[2] شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴ ص ۶۰ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر، ۱۳۹۸ھ

۳۵۰۳ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَالِحٍ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ وَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ فَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غَشَيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذٰلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ أَيْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن ایک فوج اوطاس روانہ کی، ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا انھوں نے اس سے جنگ کی اور اس پر غالب آئے اور ان کی کچھ عورتیں قید کر کے لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے ان کے ساتھ مجامعت سے اس لیے احتراز کیا کہ وہ شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر مشرک تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں، ماسوا باندیوں کے" یعنی عدت پوری ہونے کے بعد وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔

ف: مکہ سے تین میل دور ایک وادی کا نام اوطاس ہے۔

ف: باندیوں کی عدت ایک حیض (ماہواری) کا گذرنا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اس کو استبراء کہتے ہیں۔

۳۵۰۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ أَنَّ أَبَا عَلْقَمَةَ الْهَاشِمِيَّ حَدَّثَ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ يَوْمَ حُنَيْنٍ سَرِيَّةً بِمَعْنَى حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْهُنَّ فَحَلَالٌ لَكُمْ وَلَمْ يَذْكُرْ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے دن ایک لشکر بھیجا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں عدت پوری ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۳۵۰۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۰۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَصَابُوا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسَ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ فَتَحَوَّجُوا فَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ اوطاس میں مسلمانوں نے کچھ عورتوں کو گرفتار کر لیا، وہ شادی شدہ تھیں، صحابہ کرام ان کے ساتھ مجامعت کرنے سے ڈرے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، (ترجمہ:) شادی شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں ماسوا باندیوں کے۔

۳۵۰۷۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

شادی شدہ باندیوں کے فسخ نکاح کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

امت کا اس پر اجماع ہے کہ حربی عورت کو جب تنہا قید کر لیا جائے تو اس کا اپنے شوہر سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے (بشرطیکہ اس کے ساتھ اس کا خاوند نہ ہو) اور بطور مال غنیمت کے جس شخص کے حصہ میں وہ لونڈی آئی ہو وہ استبراء کے بعد اس سے مجامعت کر سکتا ہے تاہم جمہور کے نزدیک وطی کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ باندی اہل کتاب سے ہو یا گرفتار ہونے کے بعد مسلمان ہو گئی ہو اور اگر وہ لونڈی بت پرست یا مجوسیہ ہو تو ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس سے مباشرت جائز نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ فسخ نکاح کے سبب میں اختلاف ہے امام شافعی کے نزدیک صرف گرفتار ہونا نکاح کے فسخ کا سبب ہے خواہ تنہا گرفتار ہوئی ہو یا اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہو، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف تنہا گرفتار ہونا فسخ کا موجب ہے اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ گرفتار ہوئی ہے تو اس کا نکاح فسخ نہیں ہوا، امام ابو حنیفہ کی دلیل حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے، جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے[1] یعنی باب مذکور کی پہلی حدیث (حدیث ۳۵۰۳)۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ایک شبہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت الا ما ملکت ایمانکم (نساء : ۲۴) میں عموم ہے جو امام شافعی کے نظریہ کے موافق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت میں عموم مراد ہو تو لازم آئے گا کہ اگر شادی شدہ لونڈی کو کوئی شخص خرید لے یا اس کو ہبہ کر دی جائے تو اس کا نکاح بھی فسخ ہو جائے کیونکہ اب وہ اس لونڈی کا مالک ہو گیا ہے، حالانکہ اس صورت میں امام شافعی بھی فسخ نکاح کے قائل نہیں ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ اس آیت میں عموم مراد نہیں ہے کہ جس شادی شدہ لونڈی کا کوئی شخص مالک ہو جائے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے بلکہ وہ خاص صورت مراد ہے جس کا اس باب کی حدیث میں ذکر ہے۔ یعنی کوئی تنہا حربی عورت جہاد میں گرفتار کر لی جائے تو اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے اس جواب پر یہ اعتراض ہو گا کہ احناف کے نزدیک قرآن مجید کے الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا، نیز احناف کے نزدیک قرآن مجید کے عموم کو خبر واحد کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہاں اس آیت میں الا ما ملکت ایمانکم کے عموم کو احناف نے صحیح مسلم کی اس خبر واحد کے ساتھ خاص کر لیا ہے اور یہ خصوصیت مورد کا اعتبار کرنا ہے نہ کہ عموم الفاظ کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا عموم لا تنکحوا المشرکات ("مشرک عورتوں سے وطی نہ کرو") سے پہلے ہی خاص ہو چکا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ بت پرست اور مجوسی شادی شدہ عورتیں گرفتار ہوں تو ان سے وطی جائز نہیں تا وقتیکہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں صرف اہل کتاب باندیوں سے وطی جائز ہے یا بت پرست بعد میں مسلمان ہو جائیں تب ان سے وطی جائز ہو گی اور اس باب کی احادیث بھی اس صورت پر محمول ہیں کہ وہ عورتیں مسلمان ہو گئی تھیں اس کے بعد صحابہ نے ان سے جماع کیا، خلاصہ یہ ہے کہ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور ایسے عام کی خبر واحد سے تخصیص جائز ہے اور اس میں خصوصیت مورد کا اعتبار بھی جائز ہے۔

ایک بحث یہ ہے کہ دار الاسلام میں جب کوئی شخص کسی لونڈی کو خرید لے تو کیا خریدنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا؟ اور خریدار اس باندی سے وطی کر سکتا ہے؟ ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک دار الاسلام میں شادی شدہ باندی کو خریدنے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جمہور کا استدلال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ان کے خریدنے سے حضرت بریرہ کا حضرت مغیث سے نکاح سابق فسخ نہیں ہوا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو مغیث کے نکاح میں رہیں اور چاہیں تو اس نکاح کو فسخ کر دیں۔ حضرت بریرہ نے فسخ کو اختیار کیا تھا، اگر لونڈی کو بیچنے سے اس کا نکاح فسخ ہو جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ کو فسخ کا اختیار نہ دیتے[1]

لونڈیوں سے وطی کے جواز کے مسئلہ میں عام طور پر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اسلام نے بغیر نکاح کے لونڈیوں سے وطی کی اجازت کیسے دی؟ اس کی مفصل بحث انشاء اللہ ہم کتاب العتق میں بیان کریں گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر علی ہامش فتح البیان ج ۲ ص ۴۹، مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ

بَابُ الْوَلَدِ لِلْفِرَاشِ وَتَوَقِّي الشُّبُهَاتِ (۴۶۳)

بچہ صاحب فراش کا ہے اور شبہات سے بچنا چاہیئے

۳۵۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتِ اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هٰذَا يَا رَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ أُنْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ هٰذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللهِ وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ فَقَالَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ قَالَتْ فَلَمْ يَرَ سَوْدَةَ قَطُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَوْلَهُ يَا عَبْدُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما کا ایک بچہ میں جھگڑا ہوا۔ حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ! یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا لڑکا ہے، میرے بھائی نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ یہ میرا لڑکا ہے، آپ اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت ملاحظہ فرمالیں، اور حضرت عبد بن زمعہ نے کہا یارسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے میرے والد کے بستر پر ان کی باندی سے پیدا ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ عتبہ بن ابی وقاص سے بہت زیادہ مشابہ تھا، آپ نے فرمایا اے عبد! یہ لڑکا تمہارا (بھائی) ہے، بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں، اور اے سودہ بنت زمعہ! تم اس لڑکے سے پردہ کیا کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضرت سودہ کو اس لڑکے نے پھر کبھی نہیں دیکھا۔

۳۵۰۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّ مَعْمَرًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِمَا الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلَمْ يَذْكُرْ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو اور یہ جملہ نہیں ہے کہ زانی کے لیے پتھر ہیں۔

۳۵۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بچہ

بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

۳۵۱۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ اَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَا ابْنُ مَنْصُوْرٍ فَقَالَ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى فَقَالَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَوْ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنْ سَعِيْدٍ اَوْ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ كِلَاهُمَا اَوْ اَحَدُهُمَا عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَقَالَ عَمْرٌو وَنَا سُفْيَانُ مَرَّةً عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيْدٍ اَوْ اَبِيْ سَلَمَةَ وَمَرَّةً عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت ہے۔

زمانہ جاہلیت میں باندیوں کی اولاد کے نسب کے ثبوت کا طریقہ

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی لونڈیاں زنا کراتی تھیں۔ اس دوران ان کے مالک بھی ان سے وطی کرتے تھے۔ جب لونڈیوں کے پاس بچہ ہوتا تو کبھی مالک اس بچہ کا دعویٰ کرتا اور کبھی زانی اس بچہ کا دعویٰ کرتا، اگر مالک اس حال میں مرجاتا کہ اس نے بچہ کا دعویٰ کیا تھا نہ اس کے نسب کا انکار کیا تھا، لیکن اس کے ورثاء اس بچے کا دعویٰ کرتے تو اس بچے کو مالک کے نسب سے لاحق کر دیا جاتا مگر اس کو وارث نہیں قرار دیتے تھے الّا یہ کہ وراثت کی تقسیم سے پہلے اس کو نسب کے ساتھ لاحق کر دیا جائے اور اگر مالک مرنے سے پہلے اس کا انکار کر دیتا تو بچے کو اس کے نسب کے ساتھ لاحق نہیں کیا جاتا تھا۔

اسلام میں ثبوت نسب کا طریقہ

زمعہ بن قیس، ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد تھے ان کی لونڈی زمانہ جاہلیت کی لونڈیوں کی طرح تھی، زمعہ بھی اس سے وطی کرتے تھے، وہ حاملہ ہو گئی جس کے بارے میں یہ گمان کیا گیا کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا حمل ہے، عتبہ حالت کفر میں مر گیا تھا، اس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی حضرت سعد سے وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی سے جو بچہ پیدا ہو

"اس کو میرے نسب کے ساتھ لاحق کر دینا۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت سعد نے اس بچہ کو اپنے بھائی کے نسب کے ساتھ لاحق کرنا چاہا تو زمعہ کے بیٹے عبد بن زمعہ نے اختلاف کیا، حضرت سعد زمانہ جاہلیت کی رسم کے مطابق کہتے تھے کہ یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مرنے سے پہلے اس کی وصیت کی ہے، اور عبد بن زمعہ کہتے تھے کہ وہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور ان کا استدلال اسلام کے اس اصول پر مبنی تھا کہ "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہو"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اصول کے مطابق عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور رسم جاہلیت کو مٹا دیا۔[1]

عبد بن زمعہ کے بھائی کے نسب کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور اس لڑکے کو عبد بن زمعہ کے پاس رہنے دیا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو، لیکن کیا آپ نے حقیقۃً اس کو زمعہ کا بیٹا قرار دیا تھا؟ اس میں تحقیق یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا نسب حقیقۃً عتبہ سے لاحق تھا، اسی وجہ سے آپ نے حضرت سودہ کو حکم دیا کہ اس سے پردہ کرنا، ورنہ اگر آپ اس کو حقیقۃً زمعہ کا بیٹا قرار دیتے تو وہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حقیقی بھائی ہوتا، ہر چند کہ امام بخاری نے مغازی میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں: هو لك هو اخوك يا عبد بن زمعة[2] "اے عبد بن زمعہ! یہ تمہارا ہے، تمہارا بھائی ہے" لیکن اس کے برخلاف سند صحیح کے ساتھ مسند احمد[3] اور سنن نسائی[4] میں یہ الفاظ ہیں: ليس لك باخ۔ "آپ نے حضرت سودہ سے فرمایا" یہ تمہارا بھائی نہیں ہے"۔ درحقیقت وہ لڑکا عتبہ بن ابی وقاص کے نطفہ زنا سے پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ زمعہ بن قیس کے بستر پر پیدا ہوا تھا اس لیے اصول اسلام کے مطابق اس کو عبد بن زمعہ کے حوالے کر دیا لیکن وہ حقیقۃً زمعہ کا بیٹا نہیں تھا اور اس کا حکماً بیٹا تھا اسی وجہ سے بخاری کی روایت میں اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی قرار دیا اور نسائی اور احمد کی روایت میں حضرت سودہ کے بھائی ہونے کی نفی کی اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کو عبد بن زمعہ کا بھائی بھی قرار دیا اور حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو تفسیر المشبہات میں ذکر کیا ہے بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ چونکہ اس لڑکے کا معاملہ حضرت سودہ کے محرم ہونے یا نہ ہونے کے درمیان متردد تھا اس لیے آپ نے سد ذرائع کی خاطر حضرت سودہ کو اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ حضرت سودہ کے لیے نامحرم کو دیکھنے کی سبیل نہ نکل سکے لیکن یہ وجہ صحیح نہیں ہے آپ کو قطعاً علم تھا کہ وہ حضرت سودہ کا بھائی نہیں ہے اور نطفہ زنا سے پیدا ہوا ہے علامہ ابن حجر نے بھی سد ذرائع کی توجیہ کو مستبعد قرار دیا ہے[5]

زنا سے حرمت مصاہرت کے ثبوت پر دلیل

امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک نطفہ زنا سے بھی مصاہرت کے احکام ثابت ہوتے ہیں، علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۴ ص ۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۹۳ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اس حدیث سے جمہور کے قول پر استدلال ہو سکتا ہے کیونکہ اگر نطفہ زنا کا اعتبار نہ ہوتا تو آپ حضرت سودہ کو اس لڑکے سے پردہ کرنے کا حکم نہ دیتے۔ علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب وہ نطفہ زنا سے پیدا ہوا تو وہ حضرت سودہ کے حق میں اجنبی قرار پایا۔ اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ زنا سے پیدا ہونے والی لڑکی کی ماں زانی پر حرام ہو جاتی ہے لیکن علامہ نووی نے یہ خیال نہیں کیا کہ اس استدلال کا نقطہ یہ ہے کہ اس حدیث میں نطفہ زنا کا احکام شرعیہ میں اعتبار کیا گیا ہے۔

علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ زنا سے جو لڑکی پیدا ہوئی امام شافعی کے نزدیک زانی اپنی اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے[1]۔ العیاذ باللہ! پھر انسانوں اور جانوروں میں کیا فرق رہے گا۔!

ثبوت نسب میں امکان وطی کی شرط میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ آزاد عورت عقد نکاح سے فراش (بستر) بن جاتی ہے بشرطیکہ وطی اور حمل کا امکان ہو، پس جب عقد نکاح ہو جائے اور وطی اور حمل ممکن ہو تو بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور غیر کے دعوی سے اس کے نسب کی نفی نہیں ہو سکتی الا یہ کہ ان میں لعان ہو جائے۔ اور اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ عقد کے فوراً بعد شوہر بیوی کو حاکم اور گواہوں کے سامنے طلاق دے، اور اس کے چھ ماہ بعد اس کے ہاں بچہ ہو جائے امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ عورت اس شخص کا فراش نہیں ہے کیونکہ یہاں وطی کا امکان نہیں تھا کیونکہ وطی سے پہلے طلاق ہو گئی تھی، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ عورت اس شخص کا فراش ہے اور اس بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہوگا[2]

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ثبوت نسب اور عورت کے فراش ہونے کے لیے امکان وطی کی شرط ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف امکان حمل کی شرط ہے امکان وطی کی شرط نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الولد للفراش کے بعد فرمایا للعاهر الحجر "بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر ہو اور زانی کے لیے پتھر ہیں"! اس سے واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ بچہ زنا سے پیدا ہوا ہے زمعہ کے پانی سے پیدا نہیں ہوا اس کے باوجود آپ نے اس بچے کو زمعہ کے ساتھ لاحق کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ ثبوت نسب صاحب نسب کے پانی اور اسکی وطی پر موقوف نہیں ہے بلکہ فراش پر موقوف ہے، جس کا فرش ہوگا اس کا نسب ہوگا خواہ اس نے وطی کی ہو یا نہ کی ہو، یہی وجہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ نے فراش کے لیے امکان وطی کی شرط نہیں رکھی، علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اس بات کو ثابت کرنا کہ فلاں شخص فلاں کے پانی سے پیدا ہوا ہے مشکل اور مخفی چیز ہے اسی طرح وطی بھی مخفی چیز ہے لیکن شرعاً قدرت کو وطی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ وطی کا سبب ظاہر ہے[3]

ثبوت نسب کی اس بحث میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test tube Baby) کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱۷ ص ۱۵۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

شرعی احکام بیان کریں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی تحقیق

عورت کے بیضہ دان سے جو نالی رحم (Uterus) کی طرف جارہی ہے... (Fallopian tube) ماہواری کے چودہویں دن اس میں سے انڈا نکلتا ہے، اس وقت عمل تزویج کرنے سے مرد کا تولیدی جرثومہ (Spermes) بیضہ دان کی اس نالی میں پہنچ کر نسوانی انڈے (Ovum) میں داخل ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس انڈے میں خلیے (Cells) بننے کا عمل شروع ہوتا ہے اور وہ کاشت شدہ انڈا (Fertilized Egg) اس نالی سے رحم کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے نو دن کے بعد اس انڈے میں سولہ خلیے بن جاتے ہیں اور خلیات کا وہ مجموعہ رحم میں پہنچ جاتا ہے اور اس کے بعد بچہ بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اگر کسی خرابی کی وجہ سے یہ کاشت شدہ انڈا خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ آسکے تو اس مرحلہ کے حصول کے لیے ٹیسٹ ٹیوب (Test Tube) کی ضرورت پیش آتی ہے، یہ خرابی مرد کی بھی ہو سکتی ہے اور عورت کی بھی۔ مرد کے جرثومہ اور نسوانی انڈے کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس ٹیسٹ ٹیوب میں جدید میڈیکل سائنس نے ایسی صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ اس ٹیوب میں نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) کی طرح عمل ہوتا ہے مرد کا جرثومہ نسوانی انڈے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس میں خلیات بننے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے اور اگر عورت کے رحم میں کوئی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو تو کسی اور عورت کے رحم میں (جو اس کی پیش کش کرے) اس انڈے کو رکھ دیا جاتا ہے۔ اب ہم مرد اور عورت کی الگ الگ خرابیاں بیان کریں گے جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی (TEST TUBE BABY) کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

مرد کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکے حسب ذیل ہیں:

(ا) مرد میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی خرابی کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو، اس صورت میں مرد کے تولیدی جرثومے اور عورت کے انڈے حاصل کر کے ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں مطلوبہ خلیات بن جاتے ہیں تو ان کو رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ب) مرد عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو، یا سرے سے جرثومے نہ ہوں، اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈے لے کر ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے بعد رحم میں منتقل کر دیتے ہیں۔

(ج) مرد میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر قادر بھی ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ جرثومے نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE.) تک نہ پہنچ سکتے ہوں اس صورت میں مرد کے جرثومے اور عورت کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

عورت کی وہ خرابیاں جن کی وجہ سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے

عورت کی جن خرابیوں کی بناء پر حصول ولادت کے لیے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی ضرورت پڑتی ہے حسب ذیل ہیں:

(ا) عورت میں سرے سے وہ عضو (OVORY) نہ ہو جس سے انڈے خارج ہوتے ہیں، اس صورت میں تولید کے لیے کسی اور عورت کی ضرورت ہوگی اور مرد کے جرثومے اور دوسری عورت کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرا کر اس مادے کو عورت کے رحم میں رکھ دیا جائے گا۔

(ب) اس عضو (OVORY) میں کوئی پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں۔

(ج) اس عضو (OVORY) میں رسولی ہو۔

(د) فسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) سکڑ جائے جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں، تو پھر مرد کے جرثوموں اور عورت کے انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(ہ) اس نالی میں انفیکشن (Infection) یا کوئی اور خرابی ہو تب بھی عورت کے انڈوں اور مرد کے جرثوموں کو ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں۔

(و) رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کا جرثومہ فسوانی نالی میں نہ پہنچ سکے، ایسی صورت میں بھی ٹیوب کی ضرورت پیش آتی ہے۔

(ز) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو ایسی صورت میں خلیات میں متشکل انڈوں کو ٹیسٹ ٹیوب سے نکال کر کسی اور عورت کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ اس عورت نے اس مقصد کے لیے پیش کش کر دی ہو۔

قارئین کی معلومات کے لیے ہم یہ خبر نقل کر رہے ہیں۔

جوہنسبرگ (اے ایف پی) دنیا کی پہلی نانی نے یہاں ایک ہسپتال میں متبادل ماں کی حیثیت سے دو صحت مند نواسوں اور ایک نواسی کو جنم دیا ہے، ولادت آپریشن کے ذریعہ ہوئی۔ اپنے نواسوں اور نواسی کی ولادت کے لیے ۴۸ سالہ خاتون پیٹ انتھونی کو ان کے دوستوں کے بقول ۳۸ ہفتے کے دوران نہایت مشکلات سے گذرنا پڑا، خاص طور پر آخری مہینوں میں انھیں بے حد تکلیف کا سامنا رہا۔ انھیں اپنے نواسوں اور نواسی کی سنسنی خیز ولادت کے لیے تین ہفتے تک یہاں ایک نجی کلینک میں رہنا پڑا۔ مسز انتھونی کی بیٹی بانجھ ہو چکی تھی اسے بچے کی خواہش تھی۔ اس کا یہ حل نکالا گیا کہ بیٹی اور داماد کے ملاپ سے ایک ٹیوب میں لوتھڑا تیار کیا گیا جسے بعد ازاں مسز انتھونی کے جسم میں رکھ دیا گیا، مقررہ مدت کے بعد تین جڑواں بچے پیدا ہوئے۔[1]

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولید کا شرعی حکم

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل تولید شرعاً جائز ہے۔

---

[1] روزنامہ جنگ کراچی، ہفتہ ۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء

(و) شوہر میں تولیدی جرثومے ہوں لیکن وہ کسی بیماری کی وجہ سے عمل تزویج پر قادر نہ ہو ایسی صورت میں شوہر کے تولیدی جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کے ٹیوب میں ملاپ کے بعد ولادت کے لیے اس کی بیوی کے رحم میں ان انڈوں کو رکھنا جائز ہے۔

(ب) شوہر میں تولیدی جرثومے بھی ہوں اور وہ عمل تزویج پر بھی قادر ہو لیکن کسی خرابی کے باعث وہ تولیدی جرثومے نسوانی نالی (FALLOPIAN TUBE) تک نہ پہنچ سکیں اس صورت میں بھی شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کو لے کر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل کرنا اور بعد ازاں بیوی کے رحم میں منتقل کرنا جائز ہے۔

(ج) نسوانی نالی سکڑ جائے یا اس میں انفیکشن ہو یا کوئی اور خرابی ہو جس کی وجہ سے کاشت شدہ انڈے رحم کی طرف سفر نہ کر سکیں ایسی صورت میں مرد کے جرثوں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیسٹ ٹیوب میں ملاپ کرانا اور خلیات میں تشکل کرانے کے بعد بیوی کے رحم میں رکھنا جائز ہے۔

(د) بیوی کے رحم کی ساخت میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے مرد کے جرثومے نسوانی نالی میں نہ پہنچ سکیں پھر بھی دونوں کے مادوں کا ٹیوب میں ملاپ کرانا جائز ہے۔

فقہاء اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ بغیر مجامعت کے مرد کے پانی کو عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا جائے، جس سے عورت حاملہ ہو جائے، یہ عمل اگرچہ نادر ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بعینہٖ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا جزئیہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے اب سے کئی سو برس پہلے ایسے اصول اور قواعد بیان کر دیے جس سے کئی سو برس بعد پیش آنے والے مسائل حل ہو گئے۔ فجزاهم الله تعالیٰ عنا احسن الجزاء۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

و ما قيل لا يلزم من ثبوت النسب منه وطؤه لان الحبل قد يكون بادخال الماء الفرج دون جماع فنادر[1]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ کسی شخص سے ثبوت نسب سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جماع بھی کیا ہو، کیونکہ بغیر جماع کے بھی عورت کی اندام نہانی میں نطفہ پہنچانے سے عورت حاملہ ہو جاتی ہے، تو یہ نادر الوقوع ہے،

علامہ زین الدین ابن نجیم[2] اور علامہ شبلی[3] نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔

عالم گیری میں ہے:

وان كان الزوج مجبوبا ولم تعلم بحاله فجاءت بولد فادعاه واثبت القاضي نسبه ثم علمت بحاله وطلبت

اگر شوہر کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو اور عورت کو اس کا پتا نہ ہو اور اس کو بچہ ہو جائے اور خاوند اس بچے کا دعویٰ کرے اور قاضی اس سے نسب ثابت کر دے پھر عورت

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۷۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۱۶۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] ۔ علامہ شبلی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

الفرقۃ فلما ذٰلك لان الولد لزمه بغیر جماع کذا فی المحیط ۔[1]

کو اس کے حال کا علم ہو اور وہ علیحدگی طلب کرے تو اس کے لیے جائز ہے، کیونکہ بچہ اس سے بغیر جماع کے پیدا ہو گیا۔

جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو وہ جماع نہیں کر سکتا ایسے شوہر کا نطفہ بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے عورت کی اندام نہانی میں پہنچے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا اور اس کا نسب عورت کے شوہر سے ثابت ہو گا اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہاء نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دے دی۔

بہر حال محیط اور عالم گیری کی عبارت سے بھی یہ واضح ہو گیا کہ اگر شوہر نے بغیر جماع کے اپنا نطفہ عورت کی اندام نہانی میں پہنچا دیا اور بچہ ہو گیا تو اس کا شوہر سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ علامہ شمس الدین سرخسی[2]، علامہ حصکفی[3] اور علامہ ابن عابدین شامی[4] نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقہاء اسلام کی یہ عبارات مذکور الصدر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے جواز کی واضح دلیل ہیں۔

حسب ذیل صورتوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ولادت شرعاً جائز نہیں ہے۔

(ا) شوہر عمل تزویج پر قادر ہو لیکن اس کے جرثوموں میں تولیدی صلاحیت نہ ہو یا سرے سے جرثومے نہ ہوں اس صورت میں کسی اور مرد کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ٹیوب میں ملاپ کرایا جائے اور بعد ازاں ان کو بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے۔

(ب) عورت کے رحم میں ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس میں بچہ بننے کا عمل نہ ہوتا ہو، ایسی صورت میں شوہر کے جرثوموں اور بیوی کے انڈوں کا ملاپ ٹیوب میں کرایا جائے اور بعد ازاں کسی اور عورت کے رحم میں اس مادے کو منتقل کر دیا جائے جو اس بچہ کو جنم دے۔

(ج) عورت کا وہ عضو (OVORY) نہ ہو، (د) عضو (OVORY) میں پیدائشی خرابی ہو جس کی وجہ سے انڈے خارج نہ ہوں، (ہ) اس عضو (OVORY) میں رسولی ہو۔

موخر الذکر تینوں صورتوں میں کسی دوسری عورت کے انڈے حاصل کر کے ان کا مرد کے جرثوموں کے ساتھ ٹیوب میں ملاپ کرایا جاتا ہے۔

یہ تینوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے جرثوموں کا اس عورت کے انڈوں سے ملاپ کرا رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس کو ایک اجنبی عورت کے انڈوں میں تصرف کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، نہ وہ عورت اس بات کی مالک ہے کہ اپنے انڈے ایک اجنبی مرد کو پیش کر دے۔

اور پہلی دونوں صورتیں اس لیے ناجائز ہیں کہ مرد اپنے نطفہ کی کاشت کے لیے اس عورت کے رحم کو استعمال کر رہا ہے جو اس کی منکوحہ نہیں ہے اور اس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۵۲۵، مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۵، ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعہ الثالثہ، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی الرد ج ۲ ص ۸۱۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المختار ج ۲ ص ۸۱۷ " " " "

عن رویفع بن ثابت الانصاری قال قام فینا اما انی لا اقول لکم الا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یوم حنین قال لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان یسقی ماءہ زرع غیرہ[1]

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تمہیں وہ حدیث بیان کر رہا ہوں جو میں نے یوم حنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی آپ نے فرمایا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا پانی غیر کی کھیتی میں ڈالے۔

اس حدیث کے مطابق غیر کی کھیتی میں پانی ڈالنا حرام ہے، لہٰذا جب بیوی کے رحم میں شوہر کے علاوہ کسی اور شخص کے جرثومے رکھے جائیں گے تو وہ ازروئے حدیث حرام ہو گا، اور جب بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں شوہر اور بیوی کا مادہ رکھا جائے گا تب بھی وہ عورت غیر کی کھیتی ہے اس لیے اس کے رحم میں شوہر کا مادہ رکھنا ناجائز ہو گا، مغربی ممالک میں جہاں ان دو طریقوں سے بچے پیدا کیے جاتے ہیں وہ بھی اس بچہ کو ناجائز بچہ کہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ ولادت کی چار صورتیں جائز ہیں جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے اور دو صورتیں ناجائز ہیں جن میں شوہر اور بیوی کے علاوہ غیر کے نطفہ یا رحم کا دخل ہے۔

مصنوعی عمل تولید کا شرعی حکم

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے تجربات ابھی یورپ، امریکہ، افریقہ اور بعید ایشیائی ممالک وغیرہ میں ہو رہے ہیں، ۶ جولائی ۱۹۸۹ء کو پاکستان میں بھی اس کا پہلا کامیاب تجربہ ہو گیا[2]۔ نیز یہاں یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ انجکشن کے ذریعہ مرد کے جرثومے عورت کے رحم میں پہنچا دیے جاتے ہیں، اگر شوہر کا نطفہ بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو یہ شرعاً جائز ہے۔ جیسا کہ ہم فتح القدیر، البحر الرائق اور حاشیۃ الشلبی کے حوالوں سے ذکر کر چکے ہیں اور اگر کسی اجنبی مرد کا جرثومہ بیوی کے رحم میں داخل کیا جائے تو وہ سنن ابو داؤد کی مذکور الصدر حدیث کی رو سے ناجائز ہے یورپ میں بھی ایسے بچے کو ناجائز کہا جاتا ہے۔

کسی شخص کی بیوی کے رحم میں کسی اجنبی مرد کا نطفہ پہنچایا جائے خواہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے گذارنے کے بعد یا براہ راست انجکشن کے ذریعہ ایسا کیا جائے، اس صورت میں جو بچہ پیدا ہو گا وہ ناجائز ہو گا اس کا نسب اس عورت کے شوہر سے ثابت ہو گا نہ نطفہ فراہم کرنے والے مرد سے ثابت ہو گا، بچہ ان میں سے کسی کا وارث نہیں ہو گا نہ اس کا ان میں سے کوئی وارث ہو گا، نہ عورت نہ اس کا شوہر اور نہ نطفہ فراہم کرنے والا۔

فتاویٰ اسلامیہ مصریہ اور پاکستان کے مشہور اور معروف، قدیم و جدید فتاویٰ میں سے کسی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی۔ ۱۹۸۷ء کے اخیر میں اسلامی نظریاتی کونسل کے علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی تھی، اس کونسل کے ایک رکن میرے پاس مشورے کے لیے آئے تھے، میں نے انہیں البحر الرائق سے یہ حوالہ بھی نکال کر دیا کہ خارجی ذریعہ سے شوہر کا پانی اس کی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے تو ہر چند کہ یہ طریقہ نادر الوقوع ہے لیکن اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

---

[2] ۲۱ جولائی ۱۹۷۸ء کو دنیا میں پہلی بار ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام لوئی براؤن رکھا گیا۔ دنیا میں اب تک پانچ ہزار سے زیادہ بچے ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ پیدا ہو چکے ہیں۔

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مکتبہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کیا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل فطرت اللہ اور خلق اللہ کے خلاف ہے؟

بعض علماء ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ بچہ کی پیدائش کا اللہ تعالیٰ نے جو فطری طریقہ پیدا کیا ہے جس میں مرد اور عورت کے اختلاط کے بعد نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے اور پہلے علقہ بنتا ہے اور پھر مضغہ بنتا ہے اور پھر اس میں جان ڈال دی جاتی ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل اس فطری طریقہ کے خلاف ہے اور اس سے فطرت اللہ اور خلق اللہ اور سنت اللہ کی تبدیلی لازم آتی ہے۔ اس لیے "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا یہ عمل مطلقاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس عمل سے قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کی مخالفت لازم آتی ہے۔

(۱) فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا ط لا تبدیل لخلق اللہ۔

(روم: ۳۰)

(اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت) کو لازم کر لو، جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

(۲) ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(احزاب: ۶۲)

اور آپ اللہ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

(۳) ولاضلنّھم ولاُمنّینّھم ولاٰمرنّھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولاٰمرنّھم فلیغیرن خلق اللہ ومن یتخذ الشیطان ولیاً من دون اللہ فقد خسر خسرانا مبینا۔

(نساء: ۱۱۹)

(شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا) اور مجھے قسم ہے میں انہیں ضرور گمراہ کروں گا۔ اور ضرور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزوئیں پیدا کروں گا اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ یقیناً مویشیوں کے کان چیر دیں گے، اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا کہ تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کریں گے اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو اس نے کھلا ہوا نقصان اٹھایا۔

اس تیسری آیت میں جانوروں کے کان کاٹنے کو بھی خلق اللہ میں تغییر قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل اور اخروی نقصان کا موجب قرار دیا ہے۔ پس نطفہ کا استقرار اور اس کی پرورش کا رحم میں ہونا تو سنت اللہ اور فطرت اللہ اور خلق اللہ کے مطابق ہے اور رحم کے بجائے ٹیوب میں اس کا استقرار اور پرورش، سنت اللہ، فطرت اللہ اور خلق اللہ کو تبدیل کرنا ہے اور قرآن مجید کے مطابق یہ شیطان کے حکم پر عمل کرنا اور اللہ کو چھوڑنا ہے لہٰذا اس کے ناجائز ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے!

الجواب: پہلی آیت میں فطرت اللہ سے مراد انسانی پیدائش کا عادی اور فطری عمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد دین اسلام ہے یہ پوری آیت اس طرح ہے۔

فاقم وجھک للدین حنیفا ط فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا ط لا تبدیل لخلق اللہ ط ذٰلک الدین القیّم۔

(روم: ۳۰)

تو آپ سب سے الگ اور صرف اسی کے ہو کر اپنے آپ کو اللہ کے دین کے لیے قائم رکھیں۔ (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی فطرت (سرشت، یعنی دین اسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کچھ ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

اس پوری آیت کو پڑھنے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے۔ علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ کثیر علما نے فطرت کی تفسیر میں لکھا ہے اس سے مراد حق کو قبول کرنے کی صلاحیت اور استعداد ہے۔ ابن مردویہ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حماد بن سفار کہتے ہیں میں نے قتادہ سے پوچھا "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" کی کیا تفسیر ہے انہوں نے کہا مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا" اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت تھی بایں طور کہ اگر وہ صحیح طرح غور و فکر کریں گے تو دین اسلام کو قبول کر لیں گے۔ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ الحدیث [1]

پوری آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوگیا کہ اس آیت میں فطرت اللہ سے مراد دین اسلام ہے اور اس کا تعلق انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل سے نہیں ہے لہٰذا اس آیت سے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ عمل توالد کے بطلان پر استدلال ساقط ہوگیا۔

دوسری آیت میں "سنت اللہ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ کسی قوم کی طرف نبی کو بھیجنے اور اس پر حجت تمام کرنے کے بعد بھی اگر وہ قوم اللہ پر ایمان نہ لائے اور زمین پر فساد کرے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں ان فسادیوں کو قتل کرا دیتا ہے اور جلاوطن کرا دیتا ہے۔ چنانچہ پوری آیت اس طرح ہے:

والذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا ۝ ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ۝ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ۚ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ۔

(احزاب: ۶۲ - ۶۰)

(اے نبی!) ہم آپ کو ضرور ان لوگوں پر مسلط کریں گے جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں پھر اس کے بعد (ان میں سے) بہت کم آپ کے پاس ٹھہر سکیں گے، وہ جہاں کہیں بھی جائیں گے ان پر لعنت کی جائے گی ان کو پکڑ لیا جائے گا اور ان کو چن چن کر قتل کیا جائے گا یہ پچھلی امتوں میں (بھی) اللہ کا دستور تھا، اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کے لیے ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اس پوری آیت کو اس کے سیاق کے ساتھ پڑھنے سے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اس آیت کا انسان کی پیدائش کے فطری اور عادی عمل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ علامہ سید محمود آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں میں یہ دستور بنا دیا تھا کہ جو لوگ زمین میں فساد پھیلائیں ان سے جنگ کی جائے اور ان کو جلاوطن کیا جائے۔ اور وہ جہاں بھی جائیں ان کو مغلوب کیا جائے [2]

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جلد ۲۱ ص ۴۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] " " " " " " روح المعانی جلد ۲۲ صفحہ نمبر ۹۱
مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

اس تفسیر سے واضح ہوگیا کہ سنت اللہ کا مطلب بالعموم امور عادیہ نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دستور ہے جو پچھلی امتوں کے فسادیوں کو قتل کرتے اور جلاوطن کرنے سے متعلق ہے۔

تیسری آیت جس میں مویشیوں کے کان چیرنے اور اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کے تبدیل کرنے کو شیطان کی اتباع قرار دیا ہے اس سے بھی مطلق اللہ کی بنائی ہوئی صورت میں تبدیلی کی ممانعت مراد نہیں ہے۔ اس کی وضاحت حسب ذیل تفسیر سے ہوتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :۔

اس آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے اور پانچواں بچہ مذکر ہوتا تو وہ اس اونٹنی پر سوار ہونے کو اس پر بوجھ لادنے اور اس سے دیگر اقسام کے نفع اٹھانے کو حرام قرار دیتے ہیں اور بطور علامت اس اونٹنی کا کان چیر دیتے تھے [۱]

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں۔ اونٹنی جب پانچ مرتبہ بیاہ لیتی تو وہ اس کو چھوڑ دیتے اور اس سے نفع اٹھانا اپنے اوپر حرام کر لیتے اور اس کا دودھ بتوں کے لیے کر لیتے اور اس کو بحیرہ کہتے تھے، شیطان نے ان کے دل میں یہ ڈال دیا تھا کہ ایسا کرنا عبادت ہے۔ نیز صدر الافاضل لکھتے ہیں مردوں کا عورتوں کی شکل میں زنانہ لباس پہننا عورتوں کی طرح بات چیت اور حرکات کرنا، جسم کو گود کر سرمہ یا سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش و نگار بنانا یا بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے۔ (خزائن العرفان ص ۱۵۶)

دراصل کافروں کا یہ دستور تھا کہ گائے۔ بکری یا اونٹ کا بچہ بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے، اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے تھے۔ اور صورت بدلنے سے مراد یہ ہے کہ جس تبدیلی سے شریعت میں ممانعت ہے وہ تبدیلی نہ کی جائے یا جس تبدیلی سے کفار کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ وہ تبدیلی نہ کی جائے۔ مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا یا عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔ جسم گودوانا، بالوں میں بال جڑوانا۔ سر پر کسی کے نام کی چوٹی رکھنا اور ڈاڑھی منڈوانا اس ممانعت میں داخل ہے اور صورت کی ایسی تبدیلی جس میں کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ ہو یا کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو وہ تبدیلی جائز ہے۔ مثلاً مردوں کا سر کے بال کٹوانا یا منڈوانا، مونچھیں کم کرانا۔ ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا زیر ناف اور بغل کے بالوں کو منڈوانا۔ سفید بالوں پر مہندی لگانا۔ ناخن ترشوانا، جانوروں کے بال منڈوانا۔ کھانے کے لیے جانوروں کو خصی کرنا ان تمام امور میں اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو تبدیل کرنا ہے اور یہ تمام امور بالاجماع جائز ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی کہتے ہیں :۔

علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس جانور کو کھایا نہ جاتا ہو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے، خواہ وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا، اور جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہو اس کو کم عمری میں خصی کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے ایک غرض ہے۔ اور وہ اس کے گوشت کا ذائقہ دار ہونا ہے اور جب جانور بڑا ہو جائے تو اس کو خصی کرنا جائز نہیں ہے اور انسانوں کو خصی کرنا جائز نہیں ہے۔ تغییر خلق اللہ کی ممانعت سے ختنہ کرنا ضرورت کے لیے گودوانا۔ ڈاڑھی کو رنگنا اور سنت سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنا مستثنیٰ ہے [۲]

---

[۱] علامہ شہاب الدین ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی جلد ۵ ص ۱۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] " " " " " " روح المعانی جلد ۵ ص ۱۵۰ " " " " "

امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں:

(ا) خلق اللہ کی تغییر سے مراد اللہ کے دین کی تغییر ہے۔ یہ سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، حسن ضحاک، مجاہد، سری، نخعی اور قتادہ کا قول ہے اور اس قول کی وضاحت دو طرح ہو سکتی ہے۔ اول اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے تمام انسانوں کی ارواح کو نکال کر ان کو اس پر گواہ کیا کہ وہ ان کا رب ہے۔ پھر انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ پس اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول کرنا اس فطرت کو تبدیل کرنا ہے جس پر اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور اس کی دوسری وضاحت اس طرح ہے کہ حلال کو حرام کرنا اور حرام کو حلال کرنا تغییر خلق اللہ ہے۔

(ب) تغییر خلق اللہ سے ظاہری صورت میں تبدیلی کرنا مراد ہے۔ حسن بصری نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ بالوں میں بال جڑوائے جائیں یا جسم کو گودوایا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال پر لعنت کی ہے اور حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابو صالح سے روایت ہے کہ تغییر خلق اللہ سے خصی کرنا، کان کاٹنا اور آنکھ پھوڑنا مراد ہے۔ اسی وجہ سے حضرت انس بکروں کے خصی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے اور عربوں کی عادت تھی کہ جب ان کے اونٹ ایک ہزار ہو جاتے تو نر کی آنکھ پھوڑ دیتے تھے اور اس کو کانا کر دیتے تھے۔

(ج) ابن زید نے کہا اس سے تخنث مراد ہے یعنی مرد عورت کی مشابہت کرے اور عورت مرد کی مشابہت کرے۔

(د) زجاج نے علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو پیدا کیا تاکہ ان پر سواری کی جائے اور ان کو کھایا جائے،،، مشرکین نے اس کو بدل کر بحائر، سوائب اور وصائل کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور ستاروں کو اس لیے پیدا کیا کہ لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں اور انسانوں کے لیے ان کو مسخر کیا اور مشرکین نے ان کی عبادت کرنی شروع کر دی یہ تغییر خلق اللہ ہے [1]

امام رازی نے جو یہ چار تفسیریں ذکر کی ہیں ان چاروں کا حاصل یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کرنے میں کفر یا کسی حرام یا مکروہ تحریمی کام کا ارتکاب ہو تو وہ ممنوع ہے ورنہ نہیں ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں:

المعنی انہ إذا فعل ما امرہ الشیطان بہ وترک ما امرہ الرحمان بہ صار کانہ اتخذ الشیطان ولیا لنفسہ وترک ولایۃ اللہ تعالیٰ [2]

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب انسان شیطان کے حکم پر عمل کرے اور رحمان کے حکم کو چھوڑ دے تو گویا اس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کی ولایت کو چھوڑ دیا

اب یہ دیکھیے کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں اللہ اور رسول کے کسی حکم کی مخالفت ہے؟ یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ اس عمل سے کسی صورت کی تبدیلی لازم نہیں آتی جیسے کہ کان چیرنے یا کاٹنے، یا جانوروں کو خصی کرنے یا جسم کو گودوانے یا بالوں میں دوسرے بال ملا کر جڑوانے سے اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اب اگر اس عمل کو تغییر خلق اللہ قرار دیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اور شیطان کے حکم کے موافق ہے یعنی اس میں کسی قسم کا کفر، کفار کی بدعقیدگی یا کوئی معصیت داخل ہے۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۳۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] " " "

اس لیے یہ تغییر خلق اللہ ہے اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل میں ہوتا یہ ہے کہ اگر عورت یا مرد کی کسی خرابی کی وجہ سے کاشت شدہ انڈا خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ آ سکے تو مرد کے مادہ تولید اور عورت کے نسوانی انڈوں کو ایک ٹیوب میں رکھ دیتے ہیں اور جب اس میں سولہ خلیات بن جاتے ہیں تو اس مادے کو پھر عورت کے رحم میں رکھ دیتے ہیں اور پھر عورت کے رحم میں ہی بچہ بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اب اس میں کون سی چیز خلاف شریعت ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ ——— مرد کے مادہ تولید کو حاصل کرنے کا طریقہ یعنی استمناء بالید غیر شرعی طریقہ ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ مرد کا بیوی یا باندی کے ہاتھ سے مادہ تولید نکلوانا جائز ہے[1] نیز مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور کنڈوم (ساتھی یا فرینچ لیدر) چڑھا لے اور اس کے ذریعے مادہ تولید حاصل کر لے اس میں کوئی شرعی خرابی نہیں ہے۔ اسی طرح مرد بیوی کے ساتھ مجامعت کرے اور کسی چیز میں عورت کے انڈے حاصل کر لے تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں ہے۔ رہا چند دنوں کے لیے اس مادہ کو ٹیوب میں رکھنا تو یہ بھی شرعاً جائز ہے کیونکہ یہ علاج کی ایک صورت ہے حضرات بن شریک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تداووا فان اللہ تعالیٰ لم یضع داء الا وضع لہ دواء غیر داء واحد الھرم۔[2]

علاج کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں بنائی مگر اس کے لیے دوا بنائی ہے سوا ایک بیماری کے اور وہ بڑھاپا ہے۔"

نیز احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاج کے لیے جسم سے خون نکلوایا چنانچہ فصد کرانا یعنی جسم سے خون نکلوانا جائز ہے اور جب خون نکلوانا جائز ہے تو علاج کے لیے مادہ منویہ نکلوانا بھی جائز ہوگا۔ علاج کی خاطر انسان کا اپنے منہ سے دانت نکلوانا جائز ہے جو کہ حقیقۃً اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی ہے تو عورت یا مرد کے کسی جسمانی نقص یا مرض کی وجہ سے مادہ تولید یا نسوانی انڈے خلیات میں متشکل ہو کر رحم میں نہ پہنچ سکیں تو اس کے علاج کے لیے اس مادہ کو جسم سے نکال کر چند دنوں کے لیے ٹیوب میں رکھنا اور پھر رحم میں رکھ دینا کس طرح تغییر خلق اللہ یا ناجائز ہوگا جب کہ علاج کے لیے مثلاً سر سے دانت نکلوانا جائز ہے اور بغیر کسی عذر کے سر کے بال کٹوا دینا جائز ہے، بھیڑوں کے بال مونڈ دینا جائز ہے جس میں حقیقتاً اور صورۃً اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت بدل جاتی ہے نیز جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ خون نکلوا دینا بھی جائز ہے اور جب یہ تمام امور جائز ہیں اور تغییر خلق اللہ کا مصداق نہیں ہیں تو علاج کی ضرورت کی بناء پر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل بھی کسی طرح ناجائز نہیں ہے اور نہ ہی اللہ کی بنائی ہوئی صورت کے بدلنے کا مصداق ہے۔

جمہور فقہاء اسلام کے قواعد کی روشنی میں بھی ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا یہ عمل جائز ہے کیونکہ اس عمل میں تو مرد اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کرتا ہے اور مباشرت کے بعد حاصل ہونے والے اجزاء کو کچھ عرصہ ٹیوب میں رکھنے کے بعد رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جبکہ جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق بغیر وطی اور مباشرت کے بھی اگر مرد کے اجزاء منویہ کو بیوی کے رحم میں رکھ دیا جائے تو یہ عمل جائز ہے اور اس سے نسب ثابت ہو جاتا ہے تو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور اس سے نسب کا ثبوت بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ علامہ ابن ہمام حنفی، علامہ زین الدین حنفی، علامہ شہاب الدین احمد شلبی حنفی اور فتاویٰ عالم گیری کی تصریحات ہم اس سے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار جلد ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور - ۱۴۰۶ھ

پہلے پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم فقہاء احناف کے مزید حوالوں کے علاوہ دیگر فقہاء اسلام کی تصریحات پیش کر رہے ہیں ان تصریحات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ مادہ تولید کو رحم میں پہنچانا بھی جائز ہے۔

فقہاء اہلسنت کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وقد قیل ان المراۃ تحمل من غیر وطاء، بان یدخل ماء الرجل فی فرجھا، اما بفعلھا او فعل غیرھا۔ [1]

ایک قول ہے کہ عورت بغیر وطی اور جماع کے بھی حاملہ ہو جاتی ہے بایں طور کہ مرد کا پانی عورت کی اندام نہانی میں داخل کیا جائے خواہ عورت خود داخل کرے یا کوئی اور۔

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:۔

و ذکر القاضی ان ظاھر کلام احمد ان الولد یلحق بہ لانہ قد یتصور منہ الانزال بان یحک موضع ذکرہ بفرجھا فینزل، فعلی ھذا القول یلحق بہ الولد وتنقضی بہ العدۃ۔ [2]

قاضی حنبلی نے کہا ہے کہ امام احمد کے کلام سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجبوب الذکر (جس شخص کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا، کیونکہ اس کا انزال بھی ہو سکتا ہے بایں طور کے وہ اپنے آلہ کو عورت کی اندام نہانی کے ساتھ رگڑے اور اس سے انزال ہو جائے اس قول پر بچہ اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور بچہ ہونے سے عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

ہر چند کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس جزئیہ سے اختلاف کیا ہے لیکن امام احمد کا ظاہر قول یہی ہے، قاضی اور جمہور فقہا حنبلیہ کا بھی یہی موقف ہے علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:۔

و المسئلۃ الثانیۃ ان یکون مجبوبا، بان یقطع ذکرہ و تبقی انثییاہ۔ فقال جماھیر الاصحاب یلحقہ نسبہ وھو المذھب وھو ظاھر کلامہ فی الوجیز وقدمہ فی الفروع الی قولہ ولو کان عنینا لم یلحقہ نسبہ، والصحیح من المذھب انہ یلحقہ وھو ظاھر کلام اکثر الاصحاب۔ [3]

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مجبوب الذکر ہو بایں طور کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہو اور اس کے خصیتیں باقی ہوں تو جمہور اصحاب کا قول یہ ہے کہ اس کا نسب ثابت ہو جائے گا وجیز میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور فروع میں اسی کو مقدم کیا ہے اور اگر کوئی شخص نامرد ہے تو اس کا نسب ثابت نہیں ہو گا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا بچہ بھی اس کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور یہی جمہور اصحاب کا موقف ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح الکبیر جلد ۱ ص ۱۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] " " " " " " " " " " المغنی جلد ۸ ص ۱۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ الانصاف جلد ۹ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۶ھ

ان حوالہ جات سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بغیر جماع اور دخول کے بھی شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچ جانے سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے بطریق اولی نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ اس کے عمل کے جواز کی واضح دلیل ہے۔ اس طرح انجیکشن کے ذریعہ رحم میں مادہ تولید پہنچانا بھی جائز ہوگا۔ اور فقہاء احناف میں سے بہت بڑے فقیہہ علامہ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

وحیث قال تجب العدۃ اراد فی مجبوب لہ ماء یسحق فینزل فتجب العدۃ احتیاطاً وان لم یکن دخل بھا اذا جاءت بولد الی سنتین ثبت النسب منہ لان ثبوت النسب باعتبار الانزال بالسحق۔ [1]

اگر قاضی نے مجبوب الذکر اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی تو اس کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اور یہ اس وقت ہے جب آلہ کو رگڑنے سے اس کو انزال ہوتا ہو تو خواہ جماع اور دخول نہ ہو پھر بھی احتیاطاً عدت واجب ہوگی اور اگر تفریق کے بعد دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوگا تو اس کا نسب مجبوب الذکر سے ثابت ہو جائے گا کیونکہ نسب کا ثبوت اس وجہ سے ہے کہ آلہ کو (بیوی کی فرج پر) رگڑنے سے شوہر کا پانی نکل آیا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:۔

لان المجبوب ینزل بالسحق ویثبت نسب ولدہ علی ما ھو المختار [2]

رگڑنے سے مجبوب الذکر کو انزال ہو جاتا ہے اور مختار مذہب پر اس کے بچہ کا اسی سے نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

اور محرر مذہب شافعی علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی لکھتے ہیں:

واما مجبوب الذکر باقی الانثیین فیلحقہ الولد فتعتد امراتہ عن الوفاۃ بوضع الحمل، ولا یلزمھا عدۃ الطلاق لعدم الدخول۔ [3]

جس شخص کا آلہ کٹا ہوا ہو اور خصیتین سلامت ہوں، اس کے بچہ کو اس کے ساتھ لاحق کیا جائے گا اور وضع حمل کے بعد اس کی بیوی عدت وفات گزارے گی اور (طلاق کی تقدیر پر) اس کی بیوی کو عدت طلاق لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ دخول اور جماع نہیں ہوا۔

اس عبارت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بغیر دخول اور جماع کے شوہر کا پانی بیوی کے رحم میں پہنچا دیا جائے اور بچہ ہو جائے تو بچہ کا اس شخص سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

فقہاء مالکیہ میں سے علامہ دسوقی مالکی علامہ قرافی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

ان انزل الخصی او المجبوب اعتدت زوجتھما بسبب خلوتھما کما انھما

اگر خصی یا مجبوب الذکر کو انزال ہوتا ہو تو ان کی بیویاں عدت وفات گزاریں گی اور اگر ان کی بیویوں کو حمل ہو جائے اور ان کے شوہر

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط جلد ۵ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۰۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین جلد ۸ ص ۳۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

یلاعنان لنفی الحمل وان لم یتولا فلا لعان علیهما ولا عدة علی زوجتهما۔ [1]

اس حمل کی نفی کریں تو ان میں لعان بھی ہوگا، اور اگر ان کو انزال نہ ہوتا ہو تو پھر لعان نہیں ہوگا۔ (کیونکہ اب حمل متصور ہی نہیں ہے اور عورت کو رجم کر دیا جائے گا کیونکہ اس کا زنا متعین ہو گیا۔) اور ان کی بیویوں پر عدت وفات بھی نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی بغیر دخول اور جماع کے محبوب الذکر کی بیوی انزال کی وجہ سے حاملہ ہو سکتی ہے اور اس پر شرعی احکام مرتب ہوں گے۔"

یہاں تک کہ ہم نے فقہاء اہلسنت کے حوالوں سے یہ واضح کیا ہے کہ حمل کے جواز اور بچہ کے نسب کے ثبوت کے لیے وطی اور جماع ضروری نہیں ہے لہذا ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا عمل ہو یا انجیکشن کے ذریعہ مرد کا مادہ تولید عورت کے رحم میں پہنچا دیا جائے دونوں طریقے جائز اور مشروع ہیں۔ اب ہم اس سلسلہ میں اہل تشیع کے موجودہ امام شیخ خمینی کی رائے پیش کر رہے ہیں۔

اہل تشیع کی تصریحات کی روشنی میں مصنوعی طریقہ تولید کا جواز:

شیخ خمینی لکھتے ہیں:

(۲۸۷۰) مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں آلات کے ذریعہ پہنچانا مثلاً پچکاری اشکال نہیں رکھتا، البتہ حرام سے اجتناب کرے پس اگر مرد، عورت کی اجازت سے یہ عمل خود انجام دے اور اپنی منی حلال طریقہ سے حاصل کرے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲۸۷۱) اگر مرد کی منی اس کی بیوی کے رحم میں داخل کریں چاہے حلال طریقہ سے ہو یا حرام سے اور اس سے بچہ پیدا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ بچہ اسی مرد اور عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

(۲۸۷۲) اجنبی مرد کی منی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کرنا جائز نہیں۔ چاہے عورت کی اجازت سے ایسا ہو یا بغیر اجازت کے، چاہے وہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر، چاہے اس کے شوہر کی اجازت ہو یا نہیں۔

(۲۸۷۳) اگر ایک مرد کی منی کسی اجنبی عورت کے رحم میں داخل کریں اور یہ معلوم ہو کہ بچہ اسی منی سے پیدا ہوا ہے تو اگر یہ عمل بطور شبہ ہو مثلاً مرد کا گمان تھا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت بھی گمان رکھتی ہے کہ یہ میرے شوہر کی منی ہے اور عمل کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے شوہر کی نہیں تو کوئی اشکال نہیں کہ یہ بچہ اسی مرد و عورت کا ہے اور تمام بیٹے والے احکام اس پر جاری ہوں گے البتہ اگر جان بوجھ کر ایسا کیا جائے تو محل اشکال ہے اور تمام مسائل میں احتیاط سے کام لیا جائے لیکن اس میں کوئی اشکال نہیں کہ اگر یہ بچہ لڑکی ہو تو وہ شخص اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور اگر لڑکا ہو تو وہ عورت اس سے شادی نہیں کر سکتی [2]

فقہاء اسلام کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور انجیکشن کے ذریعے طریقہ تولید کا عمل مطلقاً ناجائز نہیں ہے۔ عورت یا مرد کی کسی بیماری یا کمزوری یا نقص کی وجہ سے اگر عام معروف طریقہ سے تولید نہ ہو سکے تو یہ طریقے جائز ہیں بشرطیکہ بیوی کے رحم میں اس کے شوہر کا مادہ منویہ پہنچایا جائے خواہ براہ راست یہ مادہ تولید رحم میں داخل کیا جائے یا ٹیسٹ ٹیوب میں۔

---

[1] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ، حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر جلد ۲ ص ۴۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] شیخ روح اللہ خمینی۔ توضیح المسائل ص ۴۵۳، ۴۵۲ مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ

رکھنے کے بعد اور اس میں یہ شرط بھی ملحوظ ہے کہ اس میں کسی حرام قطعی فعل کے ارتکاب کا دخل نہ ہو۔ اس موضوع پر میں نے جو کچھ لکھا ہے چونکہ یہ ابتداءً اور ارتجالاً لکھا ہے اور میرے سامنے اس موضوع پر کوئی اور تحقیق نہیں ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس میں کوئی نقص یا خطا کا پہلو ہے۔ بہر حال میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ حق اور صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اگر اس میں کوئی سقم اور خطاء ہے تو اس کا سبب میرا ناقص مطالعہ اور کم فہمی ہے۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین اللّٰھم اغفر لمصنفہ وقارئہ آمین۔ ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ بمطابق ۲۶ مارچ ۱۹۸۸ء

بَابُ الْعَمَلِ بِإِلْحَاقِ الْقَائِفِ الْوَلَدَ

بچہ کے نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی کا اعتبار

۳۵۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا نَظَرَ آنِفًا إِلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ إِنَّ بَعْضَ هٰذِهِ الْأَقْدَامِ لَمِنْ بَعْضٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ درآں حالیکہ خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم! کہ ایک قیافہ شناس نے ابھی ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قدموں کو دیکھ کر بتلایا ہے کہ ان میں سے ایک قدم دوسرے قدم کا جز ہے۔

۳۵۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی خوشی میرے پاس

يَعْمُرٍ وَ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مَسْرُوْرًا فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ اَلَمْ تَرَيْ اَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ دَخَلَ عَلَيَّ فَرَاٰى اُسَامَةَ وَ زَيْدًا وَّ عَلَيْهِمَا قَطِيْفَةٌ قَدْ غَطَّيَا رُءُوْسَهُمَا وَ بَدَتْ اَقْدَامُهُمَا فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ

تشریف لائے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم نہیں! کہ ایک قیافہ شناس مدلجی میرے پاس آیا تھا۔ اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا درآں حالیکہ ان کے سروں پر ایک چادر تھی اور ان کے پیر کھلے ہوئے تھے۔ اس نے انہیں دیکھ کر کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں۔

۲۵۱۴- وَحَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ قَآئِفٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ وَّاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مُضْطَجِعَانِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ فَسُرَّ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْجَبَهٗ فَاَخْبَرَ بِهٖ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک قیافہ شناس آیا۔ درآں حالیکہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت زید بن حارثہ لیٹے ہوئے تھے۔ اس نے کہا ان میں سے بعض قدم بعض کا جز ہیں، اس بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت خوشی ہوئی اور آپ نے پھر اس کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی دی۔

۲۵۱۵- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَكَانَ مُجَزِّزٌ قَآئِفًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

حضرت اسامہ بن زید کے نسب پر طعن کی وجہ

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری فرماتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کا سخت کالا رنگ تھا اور ان کے والد کا رنگ دھنکی ہوئی روئی سے زیادہ سفید تھا۔ اس وجہ سے مشرکین عرب ان کے نسب پر طعن کرتے تھے اور نسب کی شناخت کے معاملہ میں زمانہ جاہلیت کے عرب قیافہ شناس کے قول کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ اس وجہ سے جب مجزز مدلجی (قیافہ شناس) نے حضرت اسامہ اور حضرت زید کے قدموں کو دیکھ کر ان کے نسب کی تصدیق کر دی کہ حضرت اسامہ، زید ہی کے بیٹے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے خوشی ہوئی کہ اہل عرب کے اپنے معیار کے اعتبار سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت ہو گیا اور اب کسی عرب کے لیے حضرت اسامہ کے نسب میں طعن کرنے کی گنجائش نہیں رہی [1]

قیافہ شناسی کے اعتبار میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: قیافہ شناس کے قول کو قبول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب قیافہ شناس کے قول کا اعتبار نہیں کرتے، امام شافعی اور جمہور علماء قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں، امام مالک لونڈیوں کے حق میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں اور آزاد کے حق میں نہیں کرتے اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ آزاد اور غلام دونوں میں قیافہ شناس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں۔ امام شافعی کی دلیل مجزز کی حدیث ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے کہ امت میں ایسے لوگ ہیں جو اشتباہ نسب کے وقت نسب کو متمیز کر دیتے ہیں اور اگر قیافہ شناسی باطل ہوتی تو آپ کو اس کے حصول پر خوشی نہ ہوتی [2]

قیافہ شناسی، فال نکالنے اور نجومیوں کے کاروبار میں فقہاء احناف کا موقف اور ان کے دلائل

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قیافہ شناسی کا بالکل اعتبار نہیں کرتے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تقف ما ليس لك به علم (اسراء: ۳۶) "اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں ہے" اور اس حدیث میں قیافہ کے اعتبار کرنے کا شرعی حکم نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا حضرت زید بن حارثہ سے نسب بغیر کسی تردد کے ثابت تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نسب کے ثبوت کے سلسلے میں کسی کے قول کے محتاج نہیں تھے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مجزز کی اصابت رائے سے تعجب اور خوشی ہوئی جیسے کسی شخص کو اس بات پر تعجب ہو کہ کوئی شخص محض اپنے گمان سے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جائے اور اس کا رد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے نہیں کیا کہ صرف اس کے کہنے کی وجہ سے حضرت اسامہ کا نسب ثابت نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے ہی سے ثابت تھا [3]

راقم الحروف کا یہ نظریہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا محض اس وجہ سے تھا کہ کفار پر حجت قائم ہو جائے، کیونکہ قیافہ شناسی سے نسب کا متمیز ہونا کفار کے قواعد میں سے تھا، یہ اسلام کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اس کی مثال

---

[1] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۱۱۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

یہ ہے کہ اسلام میں چاند کا حکم رویت ہلال یا شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ علم فلکیات کے قواعد سے ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر رویت ہلال کمیٹی کا چیئرمین کسی دن رویت ہلال کا اعلان کرے اور علم فلکیات کے حساب سے بھی وہی پہلی تاریخ ہو تو اس سے مسلمان خوش ہوں گے لیکن اس خوشی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علم فلکیات کے حساب کو علماء نے حجت شرعی مان لیا ہے، اور قیافہ شناسی کے عدم جواز کے لیے قرآن مجید کی یہ آیت کافی ہے: ولا تقف ما لیس لك به علم (اسراء: ۳۶) "جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو" اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ فال نکالنے والوں اور نجومیوں کا کاروبار حرام ہے اور ان سے مستقبل کا حال دریافت کر کے اجرت دینا بھی حرام ہے۔

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ قیافہ شناس کے قول کے بطلان پر ہماری دلیل یہ ہے کہ جب خاوند اور بیوی میں بچے کے نسب کا جھگڑا ہو، بیوی یہ کہے کہ میں نے کوئی بدکاری نہیں کی یہ تمہارا بیٹا ہے اور خاوند اس نسب کا انکار کرے اور اس پر بدکاری کی تہمت لگائے ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان لعان کو مشروع کیا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ قیافہ شناس کے پاس جا کر پوچھو وہ باپ اور متنازعہ بیٹے کو دیکھ کر بتا دے گا کہ یہ لڑکا شوہر کا بیٹا ہے یا نہیں، اگر قیافہ شناس کا قول شرعاً حجت اور معتبر ہوتا تو لعان کرنے کی بجائے قیافہ شناس کے پاس جانے کا حکم دیا جاتا۔

قیافہ شناس کا قول اس لیے بھی باطل ہے کہ وہ غیب کی بات کو اپنے قیافہ یا اٹکل پچو سے بیان کرتا ہے اور اس علم کو جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ویعلم ما فی الارحام۔ اور قیافہ شناس مافی الارحام کے علم کا دعویٰ بغیر کسی برہان اور دلیل کے کر رہا ہے اور محض اٹکل پچو سے یا تو وہ نسب کی نفی کر کے پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے گا اور یا اولاد کی نسبت غیر آباء کی طرف کرے گا اور محض چہروں کا ایک دوسرے سے مشابہ ہونا قیافہ شناسی کے لیے کافی نہیں ہے۔ کبھی بچہ کی مشابہت باپ کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی دادا پردادا بلکہ اس سے بھی دور کے رشتہ دار سے ہوتی ہے[1]

اس لیے اللہ عزوجل کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ کون کس کا بیٹا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کے علم میں سے کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ سے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے پوچھا: من ابی یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ابوك حذافة "تمہارا باپ حذافہ ہی ہے" (لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ، میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: ابوك سالم مولی شیبة تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے[2]

ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا کچھ علم عطا فرمایا ہے۔ آپ کا یہ علم اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کے سامنے ایسا بھی نہیں ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو اور تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ ہو۔

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۷ ص ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۰-۱۹۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۸ھ

بَابُ قَدْرِ مَا تَسْتَحِقُّهُ الْبِكْرُ وَالثَّيِّبُ مِنْ إِقَامَةِ الزَّوْجِ عِنْدَهَا عَقِبَ الزِّفَافِ

شب زفاف کے بعد کنواری اور بیوہ دلہنوں کے پاس شوہر کے ٹھہرنے کا نصاب

۳۵۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا وَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ لَكِ وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرنے کے بعد ان کے پاس تین دن رہے پھر فرمایا تم اپنے شوہر کی نظروں سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کر لوں اور اگر میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہا تو میں اپنی تمام ازواج کے پاس ایک ایک ہفتہ رہوں گا۔

۳۵۱۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهَا لَيْسَ بِكِ عَلَى أَهْلِكِ هَوَانٌ إِنْ شِئْتِ سَبَّعْتُ عِنْدَكِ وَإِنْ شِئْتِ ثَلَّثْتُ ثُمَّ دُرْتُ قَالَتْ ثَلِّثْ۔

ابو بکر بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا اور صبح کے وقت ان سے فرمایا تم اپنے شوہر کی نظر سے اتری نہیں ہو، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات روز رہوں اور اگر تم چاہو تو تین روز رہوں اور پھر میں دور کرتا رہوں (یعنی باری باری سب ازواج کے پاس جاؤں) حضرت ام سلمہ نے فرمایا: آپ تین روز رہیے۔

۳۵۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابو بکر بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ رضی

بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَأَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ أَخَذَتْ بِثَوْبِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتِ زِدْتُكِ وَحَاسَبْتُكِ بِهِ لِلْبِكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيِّبِ ثَلَاثٌ.

اللہ عنہا سے نکاح کیا اور کچھ وقت رہنے کے بعد ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو انھوں نے آپ کا کپڑا پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس اس سے زیادہ قیام کروں اور مدت کا حساب رکھوں۔ کنواری کے پاس (ابتداءً) سات راتیں اور بیوہ کے پاس تین راتیں گزارنا چاہئیں۔

۳۵۱۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۲۰ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ بْنِ أَيْمَنَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا ذَكَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَذَكَرَ أَشْيَاءَ هٰذَا فِيهِ قَالَ إِنْ شِئْتِ أَنْ أُسَبِّعَ لَكِ وَأُسَبِّعَ لِنِسَائِي وَإِنْ سَبَّعْتُ لَكِ سَبَّعْتُ لِنِسَائِي.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت کی کئی چیزیں بیان کیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، ان میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں تمہارے پاس ایک ہفتہ رہوں تو دوسری ازواج کے پاس بھی ایک ایک ہفتہ رہوں گا کیونکہ اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں گا تو سات سات دن دوسری ازواج کے پاس بھی رہوں گا۔

۳۵۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ عَلَى الثَّيِّبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ عَلَى الْبِكْرِ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا قَالَ خَالِدٌ وَلَوْ قُلْتُ إِنَّ ذٰلِكَ رَفَعَهُ لَصَدَقْتُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ السُّنَّةُ كَذٰلِكَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی بیوہ کے اوپر کنواری کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن رہے اور جب کنواری کے اوپر بیوہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن رہے۔ خالد (راوی) نے کہا کہ اگر میں کہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے، تو کہہ سکتا ہوں، لیکن انھوں نے کہا کہ سنت اسی طرح ہے۔

۳۵۲۲۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ وَخَالِدِ الْحَذَّآءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تُقِیْمَ عِنْدَ الْبِکْرِ سَبْعًا قَالَ خَالِدٌ وَّلَوْ شِئْتُ قُلْتُ رَفَعَهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ کنواری کے پاس (ابتداءً) سات راتیں قیام کرنا چاہیے خالد راوی نے کہا اگر میں چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔

نئی دلہن اور پرانی بیویوں میں باریوں کی تقسیم میں مذاہب

جمہور علماء امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک نئی بیوی کا پرانی بیوی سے شب زفاف کے بعد زیادہ حصہ ہے اگر نئی بیوی کنواری ہے تو شوہر اس کے ساتھ سات دن رہے گا اور اس کے بعد شوہر باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا اور اگر نئی بیوی بیوہ ہے تو اس کے ساتھ پہلے تین دن رہے گا اس کے بعد باری باری ہر بیوی کے ساتھ رہے گا۔ امام ابوحنیفہ بیویوں کے دنوں کی تقسیم کے معاملے میں نئی اور پرانی کا فرق نہیں کرتے وہ فرماتے ہیں بیویوں میں تقسیم واجب ہے اگر نئی بیوی کے ساتھ تین دن رہے گا تو باقی بیویوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تین تین دن رہے گا۔

باریوں کی تقسیم میں امام اعظم کے موقف پر دلائل

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بیویوں کے درمیان نئی اور پرانی بیوی کا فرق کیے بغیر عدل کرنے کا حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وان خفتم الا تعدلوا فواحدة۔
(نساء: ۳)

اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی سے نکاح کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة۔
(نساء: ۱۲۹)

اور تم عورتوں کے درمیان (محبت میں) ہرگز عدل نہ کر سکو گے خواہ تمہیں اس کی کتنی حرص ہو پھر ایسا تو نہ کرو کہ ایک کی طرف بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو بیچ میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے درمیان نئی اور پرانی عورتوں کا فرق کیے بغیر عدل کو واجب کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کے معاملہ میں اپنی ازواج میں عدل فرماتے تھے:

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائه فیعدل ویقول اللّٰهم هٰذه قسمتی فیما املك فلا تلمنی فیما

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عدل کے ساتھ اپنی ازواج میں باریوں کی تقسیم کرتے تھے اور فرماتے: اے اللہ! جن چیزوں کا میں مالک ہوں (یعنی معاملات، باریوں کی تقسیم وغیرہ) ان میں میری یہ عدل کے ساتھ

تملك ولا املك ۔ [1]

تقسیم ہے اور جن چیزوں کا میں مالک نہیں ہوں (یعنی محبت میں کمی بیشی) اور تو مالک ہے ان میں تو مجھ پر ملامت نہ فرمانا۔

اور جن احادیث میں کنواری کے لیے سات دن اور ثیبہ (بیوہ) کے لیے تین دن کا ذکر ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ باری باری سب ازواج کے ہاں سات دن یا تین دن گزارے جائیں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا اگر میں نے تمہارے پاس سات دن گزارے تو باقی ازواج کے پاس بھی سات سات دن گزاروں گا اور یہ جو حدیث نمبر ۳۵۱۷ میں ہے: وان شئت ثلثت ثم درت ۔ "اگر تم یہ چاہو تو پہلے تمہارے پاس تین دن رہوں اس کے بعد باریاں شروع کروں"۔ یہ زیادتی تمام روایات میں نہیں ہے اس لیے مدرج ہے یعنی راوی کا قول ہے۔ اس زیادتی کا ذکر سنن دار قطنی میں بھی ہے لیکن اس کی سند کا مدار بھی واقدی پر ہے اس لیے ضعف ہے اور قرآن مجید سے جب کوئی صریح حکم ثابت ہو جائے تو ضعیف روایات کو لے کر قرآن مجید کے حکم صریح کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ [۴۶۶] الْقَسْمِ بَيْنَ الزَّوْجَاتِ وَبَيَانِ اَنَّ السُّنَّةَ اَنْ تَكُوْنَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ لَيْلَةٌ مَعَ يَوْمِهَا

سنت کے مطابق بیویوں میں ایام کی تقسیم

۳۵۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعُ نِسْوَةٍ فَكَانَ اِذَا قَسَمَ بَيْنَهُنَّ لَا يَنْتَهِيْ اِلَى الْمَرْاَةِ الْاُوْلٰى اِلَّا فِيْ تِسْعٍ فَكُنَّ يَجْتَمِعْنَ كُلَّ لَيْلَةٍ فِيْ بَيْتِ الَّتِيْ يَاْتِيْهَا فَكَانَ فِيْ بَيْتِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَجَاءَتْ زَيْنَبُ فَمَدَّ يَدَهٗ اِلَيْهَا فَقَالَتْ هٰذِهٖ زَيْنَبُ فَكَفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَتَقَاوَلَتَا حَتَّى اسْتَخَيْنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو ازواج مطہرات تھیں آپ جب ان میں ایام کی تقسیم فرماتے تو پہلی بیوی کے پاس نو دن کے بعد پہنچتے تھے، اس لیے ہر رات تمام ازواج مطہرات اس زوجہ کے ہاں اکٹھی ہو جاتی تھیں جہاں آپ قیام فرما ہوتے تھے، ایک دن آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، آپ نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ حضرت عائشہ نے کہا یہ زینب ہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، دونوں ازواج میں بحث چھڑ گئی اور آواز بلند ہونے لگی، اسی اثناء میں نماز کی اقامت ہو گئی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ادھر سے گذرے، انھوں نے ان دونوں

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۱۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

وَاُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَمَرَّ اَبُوْ بَكْرٍ عَلٰى ذٰلِكَ فَسَمِعَ اَصْوَاتَهُمَا فَقَالَ اخْرُجْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاحْثُ فِيْ اَفْوَاهِهِنَّ التُّرَابَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ الْاٰنَ يَقْضِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهُ فَيَجِيْئُ اَبُوْ بَكْرٍ فَيَفْعَلُ بِيْ وَيَفْعَلُ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهُ اَتَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا قَوْلًا شَدِيْدًا وَّقَالَ اَتَصْنَعِيْنَ

کی آوازیں سنیں۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ نماز کے لیے تشریف لائیے اور ان کے منہ میں مٹی ڈال دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لے گئے، حضرت عائشہ کہنے لگیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر آئیں گے اور حضرت ابوبکر بھی آئیں گے اور وہ مجھ ہی کو برا بھلا کہیں گے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر حضرت عائشہ کے پاس آئے اور انھیں بہت سخت سست کہا اور کہا تم ایسا کرتی ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد اور ان سے عقد کی تفصیلات، تعدد ازدواج کی حکمتیں اور اس پر اعتراضات کے جوابات ان سب کے باحوالہ بیان سے ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اس بحث کو شرح صحیح مسلم جلد ثالث ص ۳۰۶ - ۳۰۳، میں ملاحظہ کریں۔

کاشانۂ رسالت کا ایک دلچسپ گھریلو واقعہ

حدیث نمبر ۳۵۲۳ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے مشورہ میں ہاتھ حضرت زینب کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت عائشہ نے جتلایا کہ یہ حضرت زینب ہیں تو آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ حضرت عائشہ ہی کی طرف بڑھایا تھا جب حضرت زینب آئیں تو حضرت عائشہ نے ان کے آنے پر متنبہ کیا اور آپ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

حضرت عائشہ اور حضرت زینب میں جو بحث اور تکرار ہوئی یہ بظاہر مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت تھا، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نرمی اور حسن خلق کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اپنی اولاد پر شفقت کا بیان ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عظمت کا ثبوت ہے کہ وہ اسلام کے رشتہ سے حضرت ابوبکر کی ماں تھیں اور ان پر حضرت عائشہ کی تکریم و تعظیم لازم تھی لیکن انھوں نے جسمانی رشتہ کا لحاظ کر کے حضرت عائشہ کو ڈانٹا، حضرت عائشہ نے ایک باادب بیٹی کی حیثیت سے سب کچھ سن لیا اور اپنی اسلامی اہمیت کا تذکرہ نہیں کیا۔

تعدد ازدواج پر مخالفین اسلام کے اعتراض کے جوابات

جو شخص چار تک ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی جسمانی اور مالی اہلیت رکھتا ہو اس کو اسلام نے بشرط عدل و انصاف چار تک ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسلام کے اس مسئلہ پر ایک طرف تو غیر مسلم مستشرقین اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عورتوں کے ساتھ ناروا زیادتی ہے دوسری طرف مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو اللہ اور رسول سے زیادہ حقوق انسانیت کا محافظ سمجھتے ہیں اور کچھ آزاد خیال عورتیں ہیں جو آئے دن تعدد ازدواج کے مسئلہ کو ہدف طعن بناتی رہتی ہیں، انھی بیگمات کے زور کی وجہ سے پاکستان میں عائلی قانون بنائے گئے اور بیوی کی اجازت کے بغیر مرد کے لیے دوسری شادی کو از روئے قانون ممنوع قرار دے دیا گیا، سہالہا سال سے تادم تحریر یہ قانون اس ملک میں نافذ ہے اور ملک کے تمام اہل فتویٰ علماء اس قانون کو رد کر چکے ہیں، حد یہ ہے کہ سابق صدر ایوب کے دور حکومت میں زنا بالرضا جرم

نہیں تھا اور بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنا قابل دست اندازی پولیس جرم تھا۔

سید قطب شہید نے تعدد ازدواج کے مسئلہ کو عقلی اعتبار سے واضح کیا ہے ہم تلخیص کے ساتھ سید قطب شہید کے دلائل پیش کر رہے ہیں: سید قطب شہید لکھتے ہیں کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورتوں کی اوسط پیدائش مردوں کی اوسط پیدائش سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے تاہم مجموعی طور سے یہ فرق کبھی ایک اور چار کی نسبت سے متجاوز نہیں ہوا، اب اگر ہر مرد ایک عورت سے شادی کرے تو سوال یہ ہے کہ جو عورتیں بچ جائیں گی ان کے لیے کیا طریقہ تجویز کیا جائے گا۔ اس مسئلہ کے حل کی صرف تین صورتیں ہیں:

(ا) باقی عورتیں تمام عمر بغیر شادی کے گذار دیں اور اپنی جنسی خواہش کو کبھی کسی مرد سے پورا نہ کریں۔

(ب) باقی عورتیں بغیر شادی کے ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں۔

(ج) باقی عورتوں سے وہ مرد دوسری شادی کرلیں جو مالی اور جسمانی اعتبار سے اس کے اہل ہوں۔

پہلی صورت فطرت کے خلاف ہے اور عام بشری طاقت سے باہر ہے، دوسری صورت دین اور قانون دونوں اعتبار سے ناجائز اور گناہ ہے اس لیے قابل عمل، معروف، فطری اور پسندیدہ صورت صرف تیسری صورت ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ بالعموم مرد ساٹھ سال کی عمر تک جنسی عمل کا اہل اور تر و تازہ رہتا ہے جبکہ عورت بالعموم دس بارہ بچے جن کر چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد جنسی عمل کی اہل نہیں رہتی۔ اب اگر صرف ایک بیوی کی اجازت ہو تو مرد اپنی زندگی کے بیس سال عورت کے بغیر گذارے گا اس مسئلہ کے حل کی بھی تین صورتیں ہیں۔

(ا) بیس سال تک مرد اپنی جنسی خواہش کو پورا نہ کرے۔

(ب) اس عرصہ میں مرد ناجائز طریقے سے اپنی خواہش پوری کرے۔

(ج) اس عرصہ کے لیے یا اس سے کچھ پہلے مرد دوسری شادی کرلے۔

پہلی صورت غیر فطری ہے۔ دوسری دین اور قانون کے اعتبار سے ناجائز ہے اس لیے قابل عمل صرف تیسری صورت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ عورت اور مرد کی اہلیتوں میں بیس سال کی کمی اور بیشی بالعموم ہوتی ہے تب بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض اوقات یہ مشکل بہرحال پیش آتی ہے اور تعدد ازدواج کے جواز کے سوا اس کا اور کوئی قابل قبول حل نہیں ہے۔

سید قطب شہید نے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ بعض اوقات کسی شخص کی بیوی بانجھ ہوتی ہے اور اس کے جسمانی نقص کی وجہ سے اولاد نہیں ہو سکتی اور انسان اپنی نسل بڑھانے اور اپنا سلسلہ نسب آگے منتقل کرنے کے لیے طبعی طور پر اولاد کا خواہش مند ہوتا ہے، اس مشکل کے حل کی بھی صرف دو صورتیں ہیں۔

(ا) پہلی بیوی کو طلاق دے کر دوسری عورت سے شادی کرلے۔

(ب) پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورت سے شادی کرلے۔

اور عدل و انصاف کے مطابق اور انسانی ہمدردی کے قریب تر صرف دوسری صورت ہے جو اسلام کے تعدد ازدواج کے فلسفہ پر مبنی ہے کیونکہ جو عورت بانجھ ہو اس کو خود بھی اولاد کی پیاس ہوتی ہے اور شوہر کی اولاد سے

بھی اس ایک گونہ تسکین ہو جاتی ہے[1]

تعدد ازدواج پر ایک عیسائی مستشرق اور ایک مسلم سکالر کا مباحثہ

شام کے ایک محقق علامہ مصطفیٰ سباعی نے "المرأۃ بین الفقہ والقانون" میں تعدد ازدواج کے موضوع پر اپنا ایک مباحثہ ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں: ۱۹۵۶ء میں جب وہ دمشق یونیورسٹی کے ایک وفد کے ساتھ ایک تعلیمی و تحقیقی سفر کے تحت لندن گئے تو وہاں ان کی ملاقات پروفیسر انڈرسن سے ہوئی جو لندن یونیورسٹی کے شعبہ مشرقی میں عائلی قوانین کے صدر تھے اور ان دونوں کے درمیان تعدد ازدواج کے موضوع پر جو گفتگو ہوئی وہ کچھ وضاحت کے ساتھ درج ذیل ہے:۔

انڈرسن: تعدد ازدواج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مصطفیٰ سباعی: یہ ایک صالح نظام ہے جو معاشرہ کی اکثر و بیشتر صورتوں میں مفید ہے بشرطیکہ شوہر دوسری بیوی کے نفقہ کی استطاعت رکھتا ہو اور دونوں بیویوں کے درمیان اسلامی ہدایات کے مطابق عدل و انصاف قائم رکھ سکے۔

انڈرسن: کیا آپ جیسا آدمی بھی موجودہ دور میں تعدد ازدواج کا حامی ہو سکتا ہے؟

مصطفیٰ سباعی: آپ یہ بتلائیے کہ اگر کسی شخص کی بیوی ایک متعدی مرض یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس کی شفایابی کی کوئی امید ہی نہ رہ گئی ہو اور وہ شخص نوجوان بھی ہو تو وہ کیا کرے؟۔ اس کے سامنے صرف تین راستے ہیں: (ا) اس کو طلاق دے دے (ب) ناجائز طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرے۔ (ج) دوسری شادی کر لے۔ اور عدل و انصاف اور انسانیت کے ناطے سے اس مشکل کا حل تعدد ازدواج سے ہی نکل سکتا ہے۔

انڈرسن: اس صورت میں ایک چوتھا راستہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور اپنے نفس کو حرام سے بچائے!

مصطفیٰ سباعی: کیا ہر شخص اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے؟

انڈرسن: ہم مسیحی اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کیونکہ ہمارے نفوس میں ایمان کی تاثیر موجود ہے!

مصطفیٰ سباعی: حیرت ہے کہ آپ ایک مغربی ملک کے باشندے ہوتے ہوئے بھی یہ بات کہہ رہے ہیں! اگر یہ بات کوئی مسلمان یا مشرقی عیسائی کہتا تو باور کیا جا سکتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو حرام سے بچانے کی طاقت رکھتا ہے کیونکہ ان کے معاشرے اور ماحول میں ہر وقت اور ہر جگہ عورت اور مرد کا عام آزادانہ میل جول اور اختلاط نہیں ہے، جبکہ دوسری طرف تم مغربیوں کا حال یہ ہے کہ تم نے عورت کی معیت میں رہنے اور اس سے اختلاط کا کوئی طریقہ بھی نہیں چھوڑا اور عورت کے بغیر تم ایک لمحہ بھی نہیں گذار سکتے۔ تمہارے ہوٹلوں، کلبوں، تفریح گاہوں، شراب خانوں اور رقص گاہوں میں مرد نامحرم عورتوں کے ساتھ آزادانہ گھومتے ہیں، شراب پیتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور داد عیش دیتے پھرتے ہیں۔ شاہراہوں پر نوجوان جوڑے برسر عام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں، ساحل سمندر پر، پارکوں اور دیگر تفریح گاہوں میں عریاں جوڑے کھلے عام ایک دوسرے سے ہم آغوش پڑے ہوتے ہیں اور تمہاری سڑکیں حرامی بچوں سے بھری ہوئی ہیں!

---

[1] ۔ علامہ سید قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۲۴۵-۲۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۳۸۷ھ

ان حالات میں تم کس طرح یہ دعوی کر سکتے ہو کہ تمہارا دین تمہیں ناجائز جنسی عمل سے روکتا ہے! بیمار بیویوں کی بات تو ایک طرف رہی، تندرست، نوجوان اور خوبصورت بیویوں کے ہوتے ہوئے بدکاریوں کی خبروں سے تمہارے اخبارات اور رسائل کے کالم سیاہ رہتے ہیں اور اس قسم کے واقعات کے خلاف دعاوی سے تمہاری عدالتیں بھری رہتی ہیں!

انڈرسن: ۔ میں صرف اپنی بات کر رہا تھا کہ میں اپنے نفس کو حرام سے روکنے پر قادر ہوں۔!

مصطفےٰ سباعی: ۔ یہ بتلائیے کہ آپ ایسے لوگ جو نفس پر قابو رکھ سکتے ہیں اور جو لوگ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکتے ان کے درمیان کیا اوسط اور کیا تناسب ہے؟

انڈرسن: ۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

مصطفےٰ سباعی: ۔ یہ بتلائیے کہ قانون ان لوگوں کے اعتبار سے بنانا چاہیے جن کی تعداد بہت کم ہو یا ان کے اعتبار سے جن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور اس قانون کا کیا فائدہ جس کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہو سکے جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکے!

اس پر انڈرسن خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دے سکا۔

بَابُ جَوَازِ هِبَتِهَا نَوْبَتَهَا لِضَرَّتِهَا

اپنی باری سوکن کو ہبہ کرنے کا جواز

۳۵۲۴ ۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَاَيْتُ امْرَاَةً اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ مِسْلَاخِهَا مِنْ سَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ مِنِ امْرَاَةٍ فِيْهَا حِدَّةٌ قَالَتْ فَلَمَّا كَبِرَتْ جَعَلَتْ يَوْمَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِيْ مِنْكَ لِعَائِشَةَ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَ يَوْمَ سَوْدَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا عزیز تھیں، میری یہ تمنا تھی کہ کاش ان کے جسم میں میں ہوتی، حضرت سودہ بنت زمعہ کے مزاج میں تیزی تھی، جب وہ بوڑھی ہو گئیں تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی باری عائشہ کو دے دی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو دن رہتے تھے، ایک دن حضرت عائشہ کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کی باری کا۔

۳۵۲۵ ۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا حَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے البتہ اس میں یہ زیادتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ نَا زُهَيْرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَرِيكٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ اَنَّ سَوْدَةَ لَمَّا كَبِرَتْ بِمَعْنٰى حَدِيثِ جَرِيرٍ وَّزَادَ فِي حَدِيثِ شَرِيكٍ قَالَتْ وَ كَانَتْ اَوَّلَ امْرَاَةٍ تَزَوَّجَهَا بَعْدِي۔

جس عورت سے سب سے پہلے نکاح کیا وہ حضرت سودہ تھیں۔

۳۵۲۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَغَارُ عَلَى اللَّاتِي وَهَبْنَ اَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَقُولُ اَوَتَهَبُ الْمَرْاَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ قَالَتْ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ لَكَ فِي هَوَاكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھے ان عورتوں پر غصہ آتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو ہبہ کر دیتی تھیں، میں کہتی تھی کیا عورت بھی اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے! لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) اے نبی! آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں پیچھے ہٹائیں (الگ کر دیں) اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے کہا بخدا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

۳۵۲۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ اَمَا تَسْتَحْيِي اِمْرَاَةٌ تَهَبُ نَفْسَهَا لِرَجُلٍ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ فَقُلْتُ اِنَّ رَبَّكَ لَيُسَارِعُ لَكَ فِي هَوَاكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کیا عورت کو اس بات سے حیا نہیں آتی کہ وہ اپنا نفس کسی مرد کو ہبہ کرتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) اے نبی! آپ اپنی ازواج میں سے جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں (الگ نہ کریں) اور جسے آپ نے علیحدہ کر دیا تھا اس کو اگر آپ بلانا چاہیں تو آپ پر کوئی حرج نہیں ہے، میں نے کہا آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔

۳۵۲۸۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَطَاءٌ قَالَ حَضَرْنَا مَعَ ابْنِ

عطاء کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس کی معیت میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ کے جنازے میں مقام سرف میں حاضر ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں جب تم ان کی نعش

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَنَازَةَ مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَرِفَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هٰذِهٖ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْتُمْ نَعْشَهَا فَلَا تُزَعْزِعُوْا وَلَا تُزَلْزِلُوْا وَارْفُقُوْا فَإِنَّهٗ كَانَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعٌ فَكَانَ يَقْسِمُ لِثَمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءٌ أَنَّهٗ لَا يَقْسِمُ لَهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ۔

اٹھاؤ تو اس کو زیادہ حرکت اور جھٹکے مت دینا، اور انتہائی سکون اور آرام کے ساتھ جنازہ لے کر چلنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں، جن میں سے آٹھ کی باری مقرر تھی اور ایک کی باری مقرر نہیں تھی، عطاء کہتے ہیں کہ جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ صفیہ بنت حُیَیّ بنت اخطب تھیں۔

۳۵۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ عَطَاءٌ وَكَانَتْ أَخِرُهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِيْنَةِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں عطاء کا یہ قول زائد ہے کہ حضرت میمونہ نے تمام امہات المؤمنین کے بعد مدینہ میں وفات پائی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی طلاق کے سلسلے میں متعارض روایات میں تطبیق

علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ قاسم بن ابی بزہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق بھیجی، جب حضرت سودہ کو طلاق مل گئی تو وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کو جانے والے راستہ میں بیٹھ گئیں، جب انھوں نے حضور کو دیکھا تو کہا میں آپ کو اس ذات کی قسم دیتی ہوں جس نے آپ پر اپنی کتاب نازل کی اور آپ کو رسولوں میں سے افضل رسول بنایا۔ آپ نے مجھے طلاق کیوں دی ہے؟ کیا آپ کو مجھ پر کوئی رنج اور غصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت سودہ نے کہا میں آپ کو اسی طرح قسم دے کر کہتی ہوں کہ آپ مجھ سے رجوع کر لیں، میں اب بوڑھی ہو چکی ہوں اور اب مجھے مردوں کی خواہش نہیں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ میرا حشر قیامت کے دن آپ کی ازواج میں ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرمالیا۔ حضرت سودہ نے کہا میں اپنی باری کا دن اور رات حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں جو آپ کو بہت پیاری ہیں[1] سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق دی نہیں تھی، انھیں طلاق کا خوف تھا اس لیے انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی تھی[2]۔

---

[1] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طبقات ابن سعد میں اور اسی طرح مصنف عبدالرزاق[1] میں طلاق دینے اور پھر حضرت سودہ کی درخواست پر طلاق واپس لینے کا ذکر ہے اور سنن ابوداؤد میں ہے آپ نے طلاق نہیں دی تھی لیکن حضرت سودہ کو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے طلاق کا حد شہ تھا، اس وجہ سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ ان روایات میں تعارض ہے، ملا علی قاری نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو طلاق رجعی دے دی تھی جیسا کہ طبقات ابن سعد اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت پوری ہو جائے اور آپ رجوع نہ کریں تو پھر حضرت سودہ نے رجوع کی درخواست کی اور اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی۔ حضور نے ان کی درخواست کو قبول کر کے رجوع فرمالیا، سنن ابوداؤد میں مذکور روایت سے یہی مراد ہے[2]

حضرت سودہ کو طلاق دینے کی حکمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دی تھی اس سے آپ کی مراد یہ نہیں تھی کہ آپ ان کو بالکل علیحدہ کر دیں لیکن آپ چونکہ کتاب الٰہی کے شارح تھے اور احکام الٰہیہ پر عمل کا نمونہ آپ کے اسوۂ حسنہ سے وابستہ تھا، اس لیے آپ کا حضرت سودہ کو طلاق دینا اور اس سے رجوع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمانوں کے عمل کے لیے نمونہ ہو اور طلاق اور رجوع کے باب میں بھی مسلمانوں کو آپ کی اقتداء کا شرف اور آپ کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔

فقہاء احناف کا عمل بالحدیث کو ترجیح دینا

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیوی اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کر سکتی ہے کیونکہ یہ اس کا حق ہے[3]، فقہاء احناف میں سے علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ ہبہ کرنے والی نے اپنا حق ساقط کر دیا اب خاوند کی مرضی ہے کہ وہ اس باری کو جس پر چاہے صرف کرے[4]۔

علامہ شامی نے مشائخ حنفیہ کے موقف کو رد کر کے فقہاء شافعیہ کے موقف کی تائید کی ہے لکھتے ہیں: صاحب نہر نے یہ کہا ہے کہ ہبہ کرنے والی کی باری میں تصرف کا حق شوہر کو دینا کہ وہ جس پر چاہے اس باری کو صرف کرے، یہ صحیح نہیں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے کہ جس سوکن کو باری دے دی گئی ہے یہ اس کا حق ہے خواہ وہ اس باری کو لے لے یا ترک کر دے (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ محقق ابن ہمام نے شافعیہ کا موقف ذکر کر کے اس کو برقرار رکھا ہے، البتہ یہ کہا کہ اگر ہبہ کرنے والی کی رات، اس سوکن کی رات سے متصل ہے تو خاوند اس کے پاس دو راتیں رہے اور اگر یہ رات اس کے ساتھ متصل نہیں ہے تو درمیان میں جس عورت کی باری ہے اس سے منتقل کرے اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے بھی اس مسئلہ میں دو قول ہیں، علامہ شامی کہتے ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ جس بیوی کی باری درمیان میں آ رہی ہے اس سے اجازت لیے بغیر نقل نہ کرے[5]

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۶ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[4] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۲۰، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[5] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۵۲ - ۴۵۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ علامہ شامی، علامہ ابن ہمام اور صاحب نہر وغیرہ نے اس مسئلہ میں مشائخ حنفیہ کا قول چھوڑ کر فقہاء شافعیہ کا قول اس لیے اختیار کیا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء شافعیہ کا قول حدیث کے زیادہ قریب ہے اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ فقہاء احناف تقلید میں جامد اور متعصب نہیں ہیں اور وہ درحقیقت قرآن اور حدیث کی اتباع کرتے ہیں جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق ہوں تو قرآن اور حدیث کی اتباع میں ان اقوال پر عمل کرتے ہیں اور جہاں مشائخ حنفیہ کے اقوال قرآن اور حدیث کے مطابق نہ ہوں تو وہ قرآن اور حدیث پر عمل کرتے ہیں اور ان اقوال کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳۵۲۶ میں ان عورتوں کا ذکر ہے جو اپنا نفس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں، ان عورتوں کی تفصیل ہم اس سے پہلے کتاب النکاح میں بیان کر چکے ہیں،

ازواج میں باریوں کی تقسیم حضور پر واجب تھی یا نہیں؟

حدیث نمبر ۳۵۲۶ میں سورہ احزاب کی جس آیت کا ذکر ہے علامہ ابن حجر نے اس کی تفسیر میں تین قول بیان فرمائے ہیں:

(ا)۔ جمہور کا قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج میں ایام کی تقسیم واجب نہیں تھی آپ کو اختیار تھا کہ جس زوجہ کے پاس جتنے دن چاہیں رہیں۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، مجاہد، حسن، قتادہ اور ابو رزین سے یہ تفسیر روایت کی ہے۔

(ب)۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا ہے جس کو چاہیں طلاق دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں۔

(ج)۔ یہ آیت ان عورتوں کے بارے میں ہے جو اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں قبول کر لیں اور جس کو چاہیں رد کر دیں [1]

تمام اہل سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تقسیم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر عمل نہیں کیا، اور تمام ازواج کے ہاں باری باری جاتے تھے۔

حضرت صفیہ کی باری مقرر نہ کرنے کے سلسلے میں عطا اور ابن جریج کا مغالطہ

حدیث نمبر ۳۵۲۸ میں ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت صفیہ بنت حیی تھیں۔ یہ ابن جریج کا قول ہے۔ قاضی عیاض نے بھی اس کو مقرر رکھا ہے۔ ملا علی قاری نے ابن جریج کے اس قول کو رد کر دیا ہے۔ اور لکھا ہے:

علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ وہم ہے جن کی باری مقرر نہیں تھی وہ حضرت سودہ تھیں اور اس مسئلہ میں حدیث کے راوی ابن جریج نے مغالطہ کھایا ہے۔ [2]

علامہ ابن سعد نے بھی عطا کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ بنت حیی کی باری مقرر نہیں کی تھی پھر انھوں نے اس کے رد میں زہری کی سند سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت صفیہ آپ کی ازواج میں سے تھیں اور آپ دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کرتے تھے پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پردہ ڈالا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۵۲۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۶ ص ۲۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو حجاب میں لیا اور دیگر ازواج کی طرح ان کی باریاں مقرر کیں [1]۔

حضرت میمونہ حضرت میمونہ بنت الحارث، ام المؤمنین ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے ابو رہم بن عبد العزیٰ کے عقد میں تھیں۔ علامہ محمد بن سعد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں عمرہ قضاء کے موقع پر مکہ سے دس میل دور مقام سرف میں حضرت میمونہ سے عقد کیا، حضرت میمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ تھیں ان کے بعد آپ نے کسی زوجہ سے عقد نہیں کیا۔

حضرت میمونہ کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس نے پڑھائی۔ یزید بن معاویہ کی خلافت کے اخیر ۶۱ھ میں حضرت میمونہ کا انتقال ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں آپ کا انتقال سب سے آخر میں ہوا۔ جس وقت آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۸۰ یا ۸۱ سال تھی [2]۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ ذَاتِ الدِّيْنِ

دیندار عورت سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَعُبَيْدُاللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار وجوہ کی بناء پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو۔

کفوٗ کا لغوی معنی علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: کفیٔ کا معنی ہے "نظیر"، کفاء، کفوٗ اور کفاءت کا بھی یہی معنی ہے، لا کفاء لہٗ کا معنی ہے لا نظیر لہٗ، کفاء کا معنی ہے نظیر اور مساوی، کفاءۃ فی النکاح کا معنی ہے زوج کا عورت کے دین، نسب اور بیت وغیرہ میں مساوی ہونا [3]۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کفوٗہ کا معنی ہے مثلہ۔ ہر چیز کی مثال کو کفوٗ کہتے ہیں [4]۔

کفوٗ کا اصطلاحی معنی کفوٗ کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو

---

[1] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] علامہ محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۴۰-۱۳۲، ملخصاً، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] السید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی جو اس سے صفات میں ادنی ہو اور لڑکی کے وارث اور والی بھی اس بات کو اپنے لیے موجب عار سمجھتے ہیں کہ ان کی لڑکی ایسے گھرانے میں بیاہی جائے جن کا گھرانا حسب و نسب، مال و دولت، دینداری، اور صنعت و حرفت کے اعتبار سے ان کے ہم پلہ ہو یا ان سے بہت کم ہو۔ کفو میں چھ چیزوں کا لحاظ کیا جاتا ہے (۱) اسلام (۲) نسب یعنی کسی شخص کے جد اعلی کا سید، شیخ، مرزا یا مغل ہونا یا جیسے کوئی حضرت ابوبکر کی اولاد ہے، کوئی حضرت عمر کی، کوئی حضرت عثمان کی اور کوئی حضرت علی کی۔ (۳) تقوی اور دینداری۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو (۵) مال و دولت (۶) صنعت و حرفت یعنی پیشہ۔[1]

کفو کی تحقیق علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کفو میں نسب کا اعتبار کرتے ہیں، اور سفیان ثوری کفو میں نسب کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے، سفیان ثوری کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت صرف تقوی سے حاصل ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ ابوطیبہ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے اس کو یہ رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ اور فساد ہو گا، انھوں نے کہا ہاں ہم بہ خوشی کریں گے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرب کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا انھوں نے یہ پیغام منظور کر لیا تھا، بعد میں کسی اور وجہ سے یہ نکاح نہیں ہوا۔

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد سفیان ثوری کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وتاویل الحدیث الاخر الندب الی التواضع وترک طلب الکفاءۃ لا الالزام وبہ نقول ان عند الرضا یجوز العقد۔(۲)

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ وللہ الحمد۔

علامہ سرخسی نے جو کچھ بیان کیا ہے یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔ اصل چیز اسلام اور اعمال صالحہ ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ علم اور تقوی کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی نسبی فضیلت ذاتی ہے، عارضی فضیلت زائل ہو سکتی ہے اور ذاتی فضیلت کا زوال نہیں ہو سکتا، لیکن ان بزرگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمال صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے العیاذ باللہ اگر کوئی سید مرتد ہو جائے تو کیا اس کی نسبی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی! حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہیں لایا تو کیا اسے [illegible] فرمایا گیا: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (ہود: ۴۶) "یہ تمہارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں"۔

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فاموں کو اپنے برابر کے حقوق دینے پر تیار نہیں ہیں، بھارت میں برہمن اونچی ذات کا سپوت ہے اور شودر نیچ ذات

---

[1] ۔ السید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳، (ملخصا) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

کا سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ایک زمانہ میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہے نہ ہوں تو ہم سر عام برہنہ نظر آئیں موچی نہ ہوں تو ہم اپنے پیروں کو گندگی اور گرمی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہوں تو ہم اپنے بالوں کی درستگی نہ کرا سکیں۔ سلام ہو اس نبی اُمّی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کر لی کہ کہیں تم جوتی گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لینا جس نے عرب کے معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کرا کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی، اموی نوجوان کے نکاح میں دیں اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کر کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتہ کے معاملہ میں نسب کے مقابلہ میں اسلام اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کی بجائے اسلام اور تقویٰ کو ترجیح دینا اور نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کی بناء پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

افضل اور انسب تو یہی ہے کہ رنگ و نسل اور صنعت و حرفت کے امتیازات سے بالا ہو کر صرف اسلام اور تقویٰ کی بنیاد پر رشتے کیے جائیں لیکن اسلام دین فطرت ہے، اور اسلام نے لوگوں کے مزاج، ان کے ماحول اور ان کی نفسیات کو بھی پیش نظر رکھا، چونکہ خاوند اور بیوی نے ساری زندگی ایک ساتھ گذارنی ہوتی ہے اس لیے ان کے ماحول اور مزاج میں مکمل یگانگت ہونی چاہیے، اگر ان کے درمیان کسی وجہ سے منافرت آجائے تو اس دائمی رشتہ میں ناخوشگواریوں کے آنے کا خدشہ ہے اور جس گھرانے اور خاندان کی لڑکی کو عرف اور معاشرہ میں اعلیٰ درجہ کا قرار دیا جاتا ہو اس کی شادی اگر ایسے لڑکے سے کر دی جائے جس کو عرف اور معاشرہ میں گھٹیا سمجھا جاتا ہو تو یہ لڑکی اور اس کے سرپرستوں کے لیے باعث ننگ و عار ہوگا اور ایسے گھر میں اس لڑکی کا زندگی گزارنا اجیرن اور دشوار ہو جائے گا۔ اس لیے جمہور فقہاء نے اپنے اجتہاد سے ایک متوسط قول کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت ترجیح تو تقویٰ اور پرہیزگاری کو دو لیکن اس کے ساتھ ساتھ حسب و نسب اور صنعت و حرفت کی خصوصیات کو بھی پیش نظر رکھو۔ لیکن اگر لڑکی کے اولیاء اور ورثاء لڑکی کی مرضی سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیں تو وہ صحیح اور جائز ہے یا لڑکی اپنی مرضی سے از خود غیر کفو میں نکاح کرے اور اطلاع ملنے پر لڑکی کے اولیاء اس نکاح کی اجازت دے دیں پھر بھی نکاح جائز اور صحیح ہے اور اگر لڑکی کے اولیاء اس کی اجازت نہ دیں تو وہ اس نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتے ہیں۔ تاہم امام مالک اور محققین فقہاء احناف کے نزدیک نکاح میں صرف دینداری میں کفاءت شرط ہے اور کسی قسم کی کفاءت نکاح میں شرط نہیں ہے قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے اقوال سے یہی ثابت ہے اور یہی ہمارا مختار ہے، ہم پہلے اس کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات اور احادیث بیان کریں گے پھر مذاہب ائمہ بیان کریں گے اور آخر میں مخالفین کے دلائل پر تبصرہ کریں گے اور اس پر تفصیلی گفتگو اس کتاب کے ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

بعض متاخرین بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر غیر کفو میں نکاح خواہ لڑکی اور اس کے اولیاء اور ورثاء کے اجازت سے ہو پھر بھی حرام ہے اور یہ نکاح زنا کے مترادف ہے لیکن ان بزرگوں نے اس پر غور نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام عورتوں کا ذکر فرما دیا جو نسب، رضاعت، صہر، جمع فی النکاح اور منکوحہ غیر ہونے کے اعتبار سے حرام ہیں اس کے بعد فرمایا واحل لکم ماوراء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین (نساء: ۲۴) "اور ان محرمات (مذکورہ) کے ماسوا سب عورتیں تمہارے

لیے حلال ہیں، بشرطیکہ تم مال (مہر) کے معاوضہ میں اپنی پاکبازی کے تحفظ کی خاطر ان سے عقد کرو در آں حالیکہ تم زنا کرنے والے نہ ہو۔" اس آیت میں لفظ ما استعمال کیا ہے اور "ما" کا استغراق اور عموم قطعی ہے جس کی حدیث صحیح سے بھی تخصیص نہیں ہو سکتی۔ پھر ماد شما کے خیال میں اتنی طاقت کب ہے کہ اس عموم کی تخصیص کر کے یہ کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بیان فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ تمام عورتوں کو مسلمانوں پر حلال کر دیا ہے۔ اس میں مزید تخصیص ہے، محرمات مذکورہ کے ماسوا تمام عورتیں حلال نہیں ہیں، بلکہ ایک عورت مزید حرام ہے اور یہ وہ ہے جس کا کفو مرد کے کفو سے اعلیٰ ہو۔

اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہے: فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع (النساء: ۳) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو۔ دو، دو سے، تین، تین سے اور چار چار سے۔ اس آیت میں بھی لفظ ما ہے جو عموم کے لیے ہے (یعنی محرمات مذکورہ کے ماسوا) جو عورتیں تمہیں پسند آئیں خواہ غیر کفو سے ہوں باہمی رضامندی کے ساتھ ان سے نکاح کر لو۔

قرآن مجید میں ہے: یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳) "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہاری شناخت کے لیے الگ الگ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔"

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام ابو داؤد نے مراسیل میں ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ابی ہند کے بارے میں نازل ہوئی، امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی ایک عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: نزوج بناتنا موالینا؟ "ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنا کم شعوبا الآیۃ۔ زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت بالخصوص ابو الہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1]

علامہ آلوسی نے مراسیل ابو داؤد، ابن مردویہ اور سنن بیہقی[2] کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ ابو الہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کی شادی کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے غلاموں سے کر دیں؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا یھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی۔ الآیۃ۔ زہری نے کہا کہ یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فصد لگانے والا غلام تھا۔

غور فرمائیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عورت سے ایک فصد لگانے والے غلام کا نکاح کرا کے صنعت و حرفت اور حسب و نسب

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[2] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد، ص ۱۲، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی۔

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸، سنن کبری ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کی بڑائی کے سارے بت زمین بوس ڈالے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے دیں تو کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اس حکم پر عمل نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا پڑے گا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ اور حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی عبداللہ (بن جحش) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت زینب حضور کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے نکاح کا پیغام دیا، حضرت سیدہ زینب نے یہ پیغام سن کر کہا یا رسول اللہ! میں اپنی قوم میں معزز ہوں، آپ کی پھوپھی کی بیٹی ہوں میں اس غلام سے نکاح نہیں کر سکتی! اور ایک روایت میں ہے حضرت سیدہ زینب نے فرمایا میں حسب اور نسب کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں ان کے بھائی عبداللہ بن جحش نے بھی یہی کہا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا الایۃ۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دونوں بھائی بہن کے سر تسلیم خم ہو گئے وہ اس نکاح پر راضی ہو گئے۔ رضی اللہ عنہما[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معزز آزاد عرب لڑکی کا نکاح ایک غلام سے کر دیا اور یوں کفو کی بڑائی کے بتوں کے توڑنے کی ابتداء آپ نے اپنے خاندان سے کی، سلام ہو اس نبی پر جس نے اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح ایک غلام سے کر کے انسانیت کا پرچم بلند کیا صرف زبان سے نہیں کہتے تھے "اے لوگو سنو! تمہارا رب واحد ہے، تمہارا باپ واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے"! آپ نے لوگوں کو انسانی مساوات کی جو تعلیم دی تھی اس پر عمل کر کے دکھایا اور عمل کی ابتداء اپنے گھرانے سے کی تھی!، امام رازی نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے[2] امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے[3]

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید کی اس آیت میں سب سے زیادہ صراحت ہے!

لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا ط ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو اعجبکم۔ (بقرہ: ۲۲۱)

اور (مسلمان عورتوں کو) مشرک کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لائیں خواہ وہ مشرک تمہیں (حسب و نسب اور مال و دولت کے لحاظ سے) اچھے کیوں نہ معلوم ہوں، اور بے شک غلام مسلمان آزاد مشرک سے بہتر ہے۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲، ص ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

[2] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷، ص ۱۲۷-۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ مسلمان آزاد لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے کرنا جائز ہے حالانکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آزاد مسلمان لڑکیوں کا نکاح غلام مسلمانوں سے جائز قرار دیا ہے۔

یہاں تک ہم نے قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں غیر کفو میں نکاح کا جواز بیان کیا ہے اس کے بعد اب ہم احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حکم بیان کریں گے۔

احادیث سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا جاءکم من ترضون امانتہ وخلقہ فانکحوہ کائنا من کان، فان لا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر او قال: عریض۔[1]

یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت زیادہ فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

یہ حدیث جامع ترمذی میں امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو حاتم سے روایت کی ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے[2]، امام حاکم نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے: ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ[3] "بخاری اور مسلم میں یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے"۔ امام ابن ماجہ نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے[4]۔ علامہ علی متقی ہندی نے اس حدیث کو امام نسائی، امام بیہقی، امام ابن عدی اور امام ابن ابی حاتم مزنی کے حوالوں سے روایت کیا ہے[5]، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے[6]۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکحت المقداد وزید الیکون اشرفکم عند اللہ احسنکم اسلاما۔ انکح المقداد

شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مقداد اور زید کا نکاح کیا تاکہ جو اللہ کے نزدیک مرتبہ والے ہیں وہ تمہارے نزدیک بہتر ہیں مسلمان ہوں،

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] حافظ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

[4] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ السادسۃ ۱۴۰۵ھ

[6] امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۱ مطبوعہ دلی محمد اینڈ سنز کراچی۔

ضباعة ابنة الزبير بن عبد المطلب وانكح زيد بن حارثة زينب بنت جحش وكان المقداد قد اصابه سباء [1]

حضرت مقداد کا نکاح حضرت زبیر بن عبد المطلب کی لڑکی ضباعہ سے کیا، اور زید بن حارثہ کا نکاح زینب بنت جحش سے کیا، مقداد دشمنوں کی قید میں رہ چکے تھے۔

حضرت مقداد بن عمر حضر موت کے رہنے والے تھے بچپن ہی میں مختلف ہاتھوں میں پرورش پائی، نوجوانی میں اسود بن عبد یغوث نے بیٹا بنا لیا اسی وجہ سے مقداد بن اسود کہلائے[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچازاد بہن ہاشمی خاتون کا نکاح ایک غیر قرشی، غریب الدیار نوجوان سے حسب ونسب اور کفو کا خیال کیے بغیر کر دیا، کیونکہ آپ کے نزدیک وہ اچھا مسلمان تھا اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا، اور اپنی سگی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش کا نکاح یمن سے لائے ہوئے ایک غلام کے ساتھ کر دیا اور حسب ونسب کی عظمت کے سارے اصول اور پیمانے بدل ڈالے!

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا،[3] اور امام بخاری نے بھی اس حدیث کو صحیح بخاری (ج ۲ ص ۷۶۲) میں بیان کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال يا بنی بياضه انكحوا ابا هند وانكحوا اليه قال وكان حجاما هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنو بیاضہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دو، ابو ہند، بنو بیاضہ کا فصد لگانے والا غلام تھا۔ امام حاکم کہتے ہیں کہ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

بنو بیاضہ معزز لوگ تھے ابو ہند ان کے غلام تھے اور فصد لگاتے تھے، انھوں نے اس رشتہ کو ناپسند کیا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی یا یھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی الایۃ پھر وہ لوگ راضی ہو گئے۔ — اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کی عورت سے ابو ہند کا نکاح کر دیا اور حسب ونسب پر تفاخر کے سارے جام وسبو توڑ ڈالے۔!

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے مراسیل[5] میں اور امام بیہقی نے سنن کبریٰ[6] میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے نیز علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[7]۔

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۱۲، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ ایران، الطبعۃ الخامسۃ، ۱۴۰۵ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الحكم بن عيينة ان النبى صلى الله عليه وسلم ارسل بلالا الى اهل بيت من الانصار يخطب اليهم فقالوا عبد حبشي قال بلال لولا ان النبى صلى الله عليه وسلم امرنى ان آتيكم لما اتيتكم فقالوا النبى صلى الله عليه وسلم امرك قال نعم قالوا قد ملكت فجاء النبى صلى الله عليه وسلم فاخبره فادخلت على النبى صلى الله عليه وسلم قطعة من ذهب فاعطاه اياها فقال سق هذا الى امرأتك وقال لاصحابه اجمعوا الى اخيكم فى وليمته۔ [1]

حکم بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تاکہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں، ان انصاری کے گھر والوں نے کہا یہ تو حبشی غلام ہے! حضرت بلال نے کہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لیے نہ کہا ہوتا تو میں کبھی نہ آتا، انھوں نے کہا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے؟ حضرت بلال نے کہا ہاں انھوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو! حضرت بلال نے جاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ٹکڑا آیا۔ آپ نے وہ حضرت بلال کو عطا فرمایا کہ یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال کے دوستوں سے فرمایا تم اپنے بھائی کے ولیمہ کی تیاری کرو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد عربی عورت کا ایک حبشی غلام کے ساتھ نکاح کرکے یہ تعلیم دی ہے کہ حریت، حسب ونسب اور صنعت وحرفت اصل چیز نہیں ہیں، اصل چیز کسی شخص کا اچھا مسلمان ہونا ہے کوئی شخص حسب ونسب اور صنعت وحرفت میں کفو نہ ہو لیکن وہ اچھا مسلمان ہو تو اس کو رشتہ دے دینا چاہیے۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمة بنت قيس ان ابا عمرو بن حفص طلقها البتة وهو غائب فارسل اليها وكيله بشعير فسخطته فقال والله مالك علينا من شىء فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال ليس لك عليه نفقة

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے مجھے طلاق بائن دے دی، درآں حالیکہ وہ غائب تھا، اس کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے، وہ ناراض ہوگئیں، وکیل نے کہا قسم بخدا تمہارا ہم پر اور کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے پھر آپ نے

---

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲-۱۱، مطبوعہ ولی محمد اینڈ سنز کراچی۔

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷، ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

فامرها ان تعتد فی بیت ام شریك ثم قال تلك امرأة یغشاها اصحابی اعتدی عند ابن ام مکتوم فانه رجل اعمی تضعین ثیابك فاذا حللت فاذنینی قالت فلما حللت ذکرت له ان معاویة بن ابی سفیان و ابا جهم خطبانی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اما ابو جهم فلا یضع عصاه عن عاتقه و اما معاویة فصعلوك لا مال له انکحی اسامة بن زید فکرهته ثم قال انکحی اسامة فنکحته فجعل الله فیه خیرا واغتبطت۔[1]

انھیں حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر میں عدت گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے صحابہ آتے رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، کیونکہ وہ ایک نابینا شخص ہے تم آرام سے اپنے کپڑے رکھ سکو گی، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ وہ کہتی ہیں جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں ہے، اور رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو! میں نے ان کو ناپسند کیا (شاید ان کے کالے رنگ اور غلام زادہ ہونے اور عدم کفو کی وجہ سے) آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت خیر کی عورتیں مجھ پر رشک کرتی تھیں

حضرت فاطمہ بنت قیس قریش کے ایک معزز گھرانے کی خاتون تھیں۔ حضرت اسامہ بن زید ان کے کفو نہ تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکاح کر کے یہ واضح کیا کہ غیر کفو میں بھی نکاح جائز ہے اور بسا اوقات غیر کفو کے نکاح میں بڑی خیر ہوتی ہے۔

یہ حدیث امام ابو داؤد نے بھی روایت کی ہے[2]۔ امام نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے[3]۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے فرمایا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے[4]۔ امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[5]۔ امام مالک نے بھی اس کو روایت کیا ہے[6]۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے[7]۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۱۲-۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ،

[3] امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۳-۱۸۲، مطبوعہ " " "

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۳۴، " " " "

[6] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، المؤطا ص ۵۲۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[7] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان زوج بريرة كان عبدا يقال له مغيث كاني انظر اليه يطوف خلفها يبكي و دموعه تسيل على لحيته فقال النبي صلى الله عليه وسلم لعباس يا عباس الا تعجب من حب مغيث بريرة و من بغض بريرة مغيثا فقال النبي صلى الله عليه وسلم لو راجعتيه قالت يا رسول الله تامرني قال انما اشفع قالت فلا حاجة لي فيه۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کے خاوند ایک غلام تھے جن کا نام مغیث تھا۔ میں ان کی طرف دیکھتا تھا وہ حضرت بریرہ کے پیچھے روتے ہوئے پھرتے تھے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے کہا کیا تمہیں اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی محبت ہے اور بریرہ کو مغیث سے کتنی نفرت ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا کاش کہ تم مغیث سے نکاح کر لو! حضرت بریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں صرف سفارش کر رہا ہوں! حضرت بریرہ نے کہا پھر مجھے مغیث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے حضرت بریرہ یہودیوں کی لونڈی تھیں اور ان کا نکاح حضرت مغیث سے ہو چکا تھا حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو یہودیوں سے خرید کر آزاد کر دیا اور حضرت مغیث حسب سابق غلام رہے اور یہ اسلام کا قاعدہ ہے کہ جب شادی شدہ لونڈی آزاد کر دی جائے اور اس کا خاوند غلام ہو تو اس آزاد شدہ لونڈی کو خیار عتق دیا جاتا ہے، آیا وہ اس غلام کے نکاح میں رہنا چاہتی ہے یا نہیں۔ حضرت بریرہ کو جب یہ اختیار دیا گیا تو انھوں نے حضرت مغیث کو مسترد کر دیا، حضرت مغیث کی حضرت بریرہ سے فراق میں جو حالت زار ہوئی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آیا اور آپ نے انھیں حضرت مغیث سے نکاح کا مشورہ دیا۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت بریرہ آزاد تھیں اور مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ کا کفو نہ تھے اگر غیر کفو میں نکاح ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نکاح کا مشورہ کیوں دیتے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بریرہ کو حضرت مغیث کے ساتھ نکاح کا مشورہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز اور مشروع ہے البتہ چونکہ یہ حضور کا صرف مشورہ تھا جس کی حیثیت سفارش کی تھی کوئی تشریعی امر نہیں تھا اس لیے حضرت بریرہ نے اپنے حق خیار کو استعمال کیا، اور یہ شرعاً قابل مواخذہ نہیں ہے تاہم خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

آثار صحابہ و تابعین سے غیر کفو میں نکاح کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان ابا حذيفة بن عتبة بن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عتبہ بن

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

ربیعة بن عبد شمس وکان ممن شهد بدرا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبنی سالما فانکحہ بنت اخیہ ھند بنت الولید بن عتبة بن ربیعة وھو مولی لامراۃ من الانصار۔[1]

ربیعہ بن عبد الشمس کے بیٹے ابو حذیفہ جنگ بدر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، سالم ایک انصاری عورت کے غلام تھے۔ حضرت ابو حذیفہ نے سالم کے ساتھ اپنی سگی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کا نکاح کر دیا۔

یہ نکاح بھی غیر کفو میں کیا گیا کیونکہ آزاد قرشی خاتون کا نکاح ایک غلام سے کیا گیا۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی ہے[2] اور یہ حدیث سنن بیہقی میں بھی ہے[3] امام عبد الرزاق نے بھی اس کو روایت کیا ہے[4]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن سیرین قال: قال عمر بن الخطاب ما فی شیء من امر الجاھلیة غیر شئین: غیر انی لست ابالی ای المسلمین انکحت وبایھن انکحت۔[5]

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ زمانۂ جاہلیت کی صرف دو چیزیں میں نے باقی رکھی ہیں، ایک یہ کہ میں کسی مسلمان کے ساتھ بھی رشتہ کروں مجھے اس میں عار نہیں۔ دوسری یہ کہ میں کسی مسلمان عورت سے نکاح کر لوں مجھے اس میں عار نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی سادات اور اشراف کے ساتھ خصوصیت کی تحقیق

حضرت علامہ ابن حجر مکی سے یہ سوال کیا گیا کہ حضرت زینب بنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد بکثرت موجود ہے کیا ان کی اولاد کا بھی وہی حکم ہوگا جو ان کے بھائیوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد کا ہے اور جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے تو آپ کی نواسیوں کی اولاد آپ کی طرف کیوں منسوب نہیں ہوتی؟۔

علامہ ابن حجر مکی نے اس سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت زینب کی اولاد کے لیے یہ حکم تو ثابت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، آپ کی اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں لیکن اس کے باوجود ان کا نسب آپ سے ثابت نہیں ہے کیونکہ فقہاء کہتے ہیں کہ کسی شخص کی اولاد میں اس کی بیٹی کی اولاد بھی شامل ہوتی ہے لیکن اس کی نسل اور نسب میں صرف بیٹے اور پوتے شامل ہوتے ہیں، اور علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے یعنی ان سے آپ کا نسب ثابت ہے اور نواسیوں کی اولاد کا آپ سے نسب ثابت نہیں ہے یعنی حضرت ام کلثوم زوجہ عمر جن

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۷۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷ ص ۱۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] ۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[5] ۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ھ

سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے، اور حضرت زینب اور حضرت حسن اور حضرت حسین ان چاروں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب ثابت ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد کا نسب اولاً حضرت حسن اور حضرت حسین سے ثابت ہے اور ان کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نسب ثابت ہے برخلاف حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم کی اولاد کے کیونکہ ان کا نسب ان کے والدوں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ سے ثابت ہے ان کا نسب نہ ان کی ماں حضرت فاطمہ سے ثابت ہے نہ ان کے نانا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ اولاد نسب میں اپنے باپ کے تابع ہوتی ہے نہ کہ ماں کے، فقط حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے اور یہ ان کی خصوصیت ہے اور یہ حکم حضرت حسن اور حضرت حسین کی اولاد میں منحصر ہے کیونکہ حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے "لکل بنی ام عصبۃ الا ابنتی فاطمہ فانا ولیھا وعصبتھا" ہر ماں کے بیٹوں کا ایک عصبہ ہوتا ہے سوائے فاطمہ کے بیٹوں کے ان کا ولی اور عصبہ میں ہوں"۔ پس آپ کا نسب اور عصبیت دونوں حضرت حسنین کے ساتھ خاص ہیں اور ان کی بہنوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ اس لیے تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ شریفہ (سیدہ) کا جو بیٹا غیر شریف (غیر سید) سے ہوگا وہ غیر شریف (غیر سید) ہوگا (الی قولہ) اوائل میں شریف کا اطلاق عام تھا اور تمام اہل بیت کو شریف کہتے تھے خواہ وہ عباسی ہو یا عقیلی بعد میں جب فاطمیین مصر کے حاکم ہو گئے تو شریف کا لفظ صرف حضرت حسن اور حضرت حسین کی ذریت میں منحصر ہو گیا[1] (برصغیر میں شریف کو سید کہتے ہیں، سعیدی)

نیز علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جو شرف حضرت فاطمہ زہراء کی اولاد کو حاصل ہوا ہے (یعنی ان کا حضور سے نسب ثابت ہے اور ان پر زکوٰۃ حرام ہے اور ان سے محبت اور تکریم ایمان کی علامت ہے) یہ صرف حضرت فاطمہ کی اولاد کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوالعاص سے نسل زندہ رہتی اور حضرت رقیہ اور ام کلثوم کی حضرت عثمان سے نسل زندہ رہتی تو ان کو بھی وہی شرف اور سیادت حاصل ہوتی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل کے لیے ثابت ہے لیکن قضاءً باقی صاحبزادیوں کی نسل کا سلسلہ نہیں چل سکا[2]

سادات لڑکیوں کا غیر سادات سے نکاح کا جواز از روئے احادیث و آثار

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عزوجل اوحی الی ان ازوج کریمتی من عثمان۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی تھی کہ میں اپنی دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان سے کر دوں۔

احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفو ہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک ہاشمی اور مطلبی کا کفو کوئی دوسرا قبیلہ نہیں ہے اور حضرت عثمان اموی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا کفو نہیں تھے اس کے باوجود آپ نے اپنی

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۴-۱۴۳، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] " " الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۴۲ " " " " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

صاحبزادیوں کا یکے بعد دیگرے ایک اموی نوجوان سے عقد کیا، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اذ قد یقول یجوز کونہ لاسقاط حقہ فی الکفاءۃ نظر الی مصلحۃ اخری۔ [1] امام شافعی فرماتے ہیں اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے جبکہ وہاں کوئی اور مصلحت ہو، یہ صحیح ہے کہ احناف کے نزدیک قریش کے تمام قبائل ایک دوسرے کا کفو ہیں لیکن اہل ذوق اور اہل فہم پر مخفی نہیں کہ کفو کے معنی ہیں نسب میں مساوات اور شرف میں ایک دوسرے کا نظیر ہونا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے تمام تر فضائل کے باوجود شرف نسب میں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کے ہرگز کفو نہیں تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کا پرچم بلند کرنے کے لیے اور امت کے لیے اسوہ قائم کرنے کی خاطر حضرت رقیہ اور ام کلثوم کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کر دیا۔ فصلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ صلوۃ دائما ابدا۔

علامہ ہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن اسلم مولیٰ عمر قال دعا عمر بن الخطاب علی بن ابی طالب فساره ثم قام علی فجاء الصفۃ فوجد العباس و عقیلا و الحسین فشاورهم فی تزویج عمر ام کلثوم فغضب عقیل وقال یا علی ما تزید لك الایام والشهور والسنوان الا العمیٰ فی امرك و الله لئن فعلت لیکونن ولیکونن لاشیئا عددها و مضی یجر ثوبه فقال علی للعباس و الله ما ذالك منه نصیحۃ ولکن درۃ عمر احرجته الی ما تریٰ اما و الله ما ذالك رغبۃ فیك یا عقیل ولکن اخبرنی عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کل سبب و نسب منقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی فضحك عمر فقال ویح عقیل سفیه احمق رواه الطبرانی و رجاله رجال الصحیح۔ [2]

حضرت عمر کے غلام اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علی بن ابی طالب سے چپکے سے کوئی بات کی، پھر حضرت علی چوپال پر آئے اور وہاں حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے حضرت ام کلثوم (بنت علی من فاطمہ) کا حضرت عمر کے ساتھ نکاح کے بارے میں مشورہ کیا، یہ سن کر عقیل غضبناک ہو گئے اور کہا اے علی جوں جوں دن گذرتے جاتے ہیں۔ تمہاری اپنے معاملات میں بے وقوفی بڑھتی جاتی ہے، اگر تم نے یہ نکاح کر دیا تو ایسا ہوگا، ایسا ہوگا، یہ کہہ کر عقیل اپنا کپڑا گھسیٹتے چلے گئے۔ حضرت علی نے حضرت عباس سے کہا عقیل نے خیر خواہی کی بات نہیں کی، یہ صرف عمر کے درّہ سے خوف زدہ ہے، اے عقیل بخدا عمر یہ رشتہ کسی رغبت کی وجہ سے نہیں مانگ رہے، مجھے عمر نے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر رشتہ ازدواج اور ہر نسب منقطع ہو جائے گا سوا اس رشتہ کے جو مجھ سے قائم ہو اور سوا اس نسب کے جو مجھ سے قائم ہو، (یعنی حضرت عمر نے اس بشارت کے حصول کے لیے یہ رشتہ طلب کیا تھا نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں) پھر حضرت عمر ہنسے اور فرمایا افسوس عقیل احمق اور جاہل ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۷۲۔ ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر کفو میں رشتہ کرنے کے لیے لڑکی کے عام اولیا اور ورثاء کا راضی ہونا ضروری نہیں ہے۔ صرف ولی اقرب کی رضامندی ضروری ہے اور یہ کہ لڑکی اور اس کا ولی اقرب راضی ہو تو سید زادی کا نکاح غیر کفو میں ہو سکتا ہے۔ حضرت ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ثعلبة بن ابی مالك ان عمر بن الخطاب قسم مروطا بين نساء من نساء المدينة فبقي مِرط جيد فقال له بعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم التي عندك يريدون ام كلثوم بنت علی فقال عمر ام سليط احق وام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد [1]

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ کی مستورات میں چادریں تقسیم کیں، ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ بعض اہل مجلس نے کہا! اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو دے دیجیے جو آپ کے نکاح میں ہیں ان کی مراد ام کلثوم بنت علی تھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا حضرت ام سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں حضرت ام سلیط ایک انصاری خاتون تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، حضرت عمر نے کہا جنگ احد میں وہ ہمارے لیے اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد کر لاتی تھیں۔

حضرت ام کلثوم کے ساتھ حضرت عمر کے نکاح کو شیعہ محدث بن نے بھی بیان کیا ہے۔ شیخ کلینی رازی روایت کرتے ہیں:

عن زرارة عن ابی عبد الله عليه السلام فی تزويج ام كلثوم فقال: ان ذلك فرج غصبناه۔ [2]

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے حضرت ام کلثوم کے نکاح کے بارے میں کہا: ہم سے اس فرج کو چھین لیا گیا!

اس کے بعد دوسری روایت ہے:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد الله عليه السلام قال، لما خطب اليه قال له امير المؤمنين: انها صبية قال: فلقي العباس فقال له مالی ابی باس؟ قال: وما ذاك قال خطبت الى ابن اخيك فردني اما والله لاعورن زمزم ولا ادع

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا جب حضرت عمر نے حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی نے فرمایا وہ (ام کلثوم) ابھی کم سن ہے، حضرت عمر، حضرت عباس سے ملے اور کہا کیا سبب ہے کیا مجھ میں کوئی عیب ہے؟ حضرت عباس نے پوچھا آپ ایسا کیوں کہتے ہیں، حضرت عمر نے کہا میں نے تمہارے بھتیجے کو نکاح کا پیغام دیا تھا انھوں نے اس کو مسترد کر دیا، سنو! بخدا! میں زمزم کو بند کرا دوں گا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۳۸۱ھ

[2] ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب اسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۲ھ

لکم مکرمۃ الا ھدمتھا ولا قیمن علیہ شاھدین بانہ سرق ولا قطعن یمینہ فاتاہ العباس وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ۔[1]

تمہارے مکانات گرواؤں گا، میں دو گواہ قائم کروں گا، کہ علی نے چوری کی اور اس کا دایاں ہاتھ کٹوا دوں گا حضرت عباس، حضرت علی کے پاس گئے اور ان کو سمجھایا کہ یہ رشتہ منظور کر لیں، پھر حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کر دیا۔[2]

بعض بزرگ جو غیر کفو میں سیدزادیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں اور اس نکاح کو زنا سے تعبیر کرتے ہیں (العیاذ باللہ) ان پر جب حضرت ام کلثوم کے نکاح سے معارضہ کیا جاتا ہے تو وہ اس واقعہ کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ من گھڑت بات اور بے اصل روایت ہے، حالانکہ یہ واقعہ تواتر سے ثابت ہے۔ احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، تاریخ طبری، تاریخ ابن خلدون، تاریخ کامل، اصابہ، اسد الغابہ، استیعاب اور سینکڑوں تصانیف میں اس کا ذکر ہے حتیٰ کہ شیعہ محدثین اور مورخین نے بھی اس نکاح کو تسلیم کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم نے زیادہ حوالہ جات پیش نہیں کیے۔

فاطمہ بنت حسین کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی حسن بن حسن سے ہوا ان کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے ان کے حکم سے ان کا نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور یہ غیر سید سے سیدہ کے نکاح کی دوسری واضح مثال ہے، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

فاطمۃ بنت حسین بن علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی وامھا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم، تزوجھا ابن عمھا حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب فولدت لہ عبداللہ وابراھیم وحسن وزینب، ثم مات عنھا فخلف علیھا عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان زوجھا ایاہ ابنھا عبداللہ بن حسن بامرھا فولدت لہ القاسم ومحمدا۔[3]

فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور ان کی والدہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہیں حضرت فاطمہ بنت حسین نے اپنے چچازاد بھائی حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے شادی کی اور ان سے چار بچے پیدا ہوئے عبداللہ، ابراہیم، حسن، زینب پھر ان کے خاوند حسن بن حسن فوت ہو گئے اور ان کے بعد حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے ان کے بیٹے عبداللہ بن حسن نے ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے کر دیا جن سے ان کے دو بچے ہوئے، قاسم اور محمد۔

---

[1] ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی، متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۶۲ھ،

[2] شیعہ محدثین نے حضرت عمر سے ام کلثوم کے نکاح کو جو رنگ دے کر بیان کیا ہے اس سے حضرت علی کے وقار میں کسی طرح اضافہ نہیں ہوا، پہلی روایت سے یہ لازم آیا کہ حضرت علی اس قدر کمزور تھے کہ ان سے حضرت عمر ان کی بیٹی چھین کر لے گئے۔ دوسری روایت سے یہ لازم آیا کہ ہاتھ کٹنے کے ڈر سے بیٹی کا رشتہ دے دیا اور کسی غیرت مند آدمی سے یہ باتیں متصور نہیں ہیں۔ حضرت علی کا مقام ان باتوں سے بہت بلند ہے۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۳ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

سیدہ فاطمہ بنت حسین کا جو نکاح حضرت عثمان کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا ہے اس کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانی[1] اور شیخ ولی الدین عراقی نے بھی کیا ہے۔[2]

حضرت حسین کی دوسری صاحبزادی سیدہ سکینہ کے یکے بعد دیگرے چار نکاح ہوئے اور چاروں غیر سادات سے ہوئے پہلا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، ان کی شہادت کے بعد دوسرا نکاح عبداللہ بن عثمان سے ہوا ان کے انتقال کے بعد تیسرا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، ان کی وفات کے بعد چوتھا نکاح ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے ہوا، امام ابن سعد لکھتے ہیں:

سکینۃ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب وامها الرباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب الی قوله تزوجها مصعب بن الزبیر بن العوام ابتکرها فولدت له فاطمة ثم قتل عنها فتحلف علیها عبد الله بن عثمان بن عبد الله بن حکیم بن حزام بن خویلف بن اسد بن عبد العزی بن قصی فولدت له عثمان الذی یقال له قرین وحکیما وربیحة فهلك عنها فتحلف علیها زید بن عمرو بن عثمان بن عفان فهلك عنها. فتحلف علیها ابراهیم بن عبد الرحمن بن عوف الزهری کانت ولته نفسها فتزوجها۔[3]

سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب، ان کی والدہ رباب بنت امرئ القیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب تھیں، سیدہ سکینہ سے مصعب بن الزبیر بن العوام نے شادی کی در آں حالیکہ آپ باکرہ تھیں، آپ سے فاطمہ نام کی لڑکی پیدا ہوئیں، مصعب کی شہادت کے بعد آپ سے عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام نے شادی کی ان سے دو لڑکے عثمان (جس کو قرین کہتے تھے) اور حکیم اور ایک لڑکی ربیحہ پیدا ہوئی ان کی وفات کے بعد زید بن عمرو بن عثمان بن عفان نے شادی کی اور ان کی وفات کے بعد آپ نے از خود ابراہیم بن عبدالرحمان بن عوف زہری سے شادی کی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی چھ پوتیوں کا نکاح غیر سادات سے ہوا جس کی تفصیل یہ ہے!

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وهؤلاء ولد الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب (الی قوله) وکان للحسن بن الحسن من البنات زینب شقیقة عبد الله وابراهیم والحسن تزوجها الولید بن عبد الملك بن مروان وام کلثوم شقیقتهم ایضا تزوجها ابن عمها محمد بن علی بن الحسین، فاطمة بنت الحسن بن الحسن تزوجها معاویة بن عبد الله بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف

یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد ہے، حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ ایک زینب تھیں جو عبداللہ، ابراہیم اور حسن کی بہن تھیں ان کا نکاح ولید بن عبدالملک بن مروان سے ہوا، دوسری ام کلثوم تھیں۔ ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی محمد بن علی بن حسین سے ہوا، تیسری فاطمہ تھیں ان کا نکاح معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا۔ بعد میں اس فاطمہ کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبداللہ بن الولید بن الولید بن مغیرہ سے ہوا، چوتھی بیٹی بلیکہ

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳ - ۴۴۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۲ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، الکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۳، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۴۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

علی فاطمۃ ھذہ ایوب بن مسلمۃ بن عبد اللہ بن الولید بن الولید بن مغیرۃ، ملیکۃ بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ جعفر و داؤد تزوجھا جعفر بن المصعب بن الزبیر و ام القاسم بنت الحسن بن الحسن شقیقۃ ملیکۃ تزوجھا مروان بن ابان بن عثمان بن عفان الخ[1]

تھیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن تھیں ان کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا، پانچویں ام قاسم تھیں یہ ملیکہ کی بہن تھیں، ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن بن حسن کی متعدد بیٹیاں تھیں جن میں سے چار کا نکاح غیر سادات سے ہوا، سیدہ زینب کا ولید بن عبد الملک سے، سیدہ فاطمہ کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ سے، سیدہ ملیکہ کا نکاح جعفر بن مصعب بن زبیر سے ہوا اور سیدہ ام قاسم کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وولد اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم المذکور محمد اکبر الحسین اسحاق مسلمۃ امھم خدیجۃ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب ومحمد الاصغر والولید، ویزید، امھم حمادۃ بنت الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب خلف علیھا بعد بنت عمھا المذکورۃ۔[2]

اسماعیل بن عبد الملک بن الحارث بن الحکم کی اولاد یہ ہیں محمد اکبر، حسین، اسحاق، مسلمہ ان کی والدہ خدیجہ بنت الحسین بن الحسن بن علی بن ابی طالب تھیں، اور ان کی اولاد میں محمد اصغر، ولید اور یزید ہیں، ان کی والدہ حمادہ بنت الحسن بن الحسن بن ابی طالب تھیں جن سے اسماعیل بن عبد الملک نے ان کی چچازاد بہن کی وفات کے بعد شادی کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسین بن حسن اور حسن بن حسن کی دو صاحبزادیوں خدیجہ بنت الحسین بن الحسن اور حمادہ بنت الحسن بن الحسن سے اسماعیل بن عبد الملک بن حارث بن الحکم نے یکے بعد دیگرے نکاح کیا۔ اور یہ شخص غیر سادات سے تھا۔

اعتبار کفو میں احادیث و آثار

جمہور فقہاء نے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا ہے اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ تاہم انسب اور اولیٰ یہی ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار کیا جائے تاکہ خاندان کے اتحاد اور مخصوص عادات، ماحول اور مزاج کی یکسانیت کی وجہ سے زوجین میں رفاقت رہے اور وہ خوشگوار زندگی گذار سکیں۔ حسب ذیل احادیث اور آثار میں کفو کا اعتبار کرنے کے دلائل ہیں۔

علامہ ہیثمی لکھتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنکح النساء الا من الاکفاء

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا نکاح صرف ان کے کفو

---

[1] ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

[2] " " " جمہرۃ انساب العرب ص ۴۲، " " " "

ولا یزوجھن الا الاولیاء ولا مھر دون عشرۃ دراھم رواہ ابو یعلی وفیہ مبشر بن عتیک وھو متروک [1]

میں کیا جائے اور ان کا نکاح صرف ان کے اولیاء کریں اور ان کا مہر دس درہم سے کم نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مبشر بن عتیک ہے اور وہ متروک ہے یعنی ضعیف۔

صاحب ہدایہ اور دیگر فقہا نے اعتبار کفو کے سلسلے میں اسی حدیث کو ذکر کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے، حافظ زیلعی نے بھی اس کے ضعف کی صراحت کی ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن الحارث بن عمران الجعفری عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال تخیروا لنطفکم فانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم تابعہ عکرمۃ ابن ابراھیم [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، عکرمہ بن ابراہیم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

ہر چند کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے [3]۔

یہ وہ ضعیف الاسناد احادیث مرفوعہ ہیں جن پر کفو کے اس عظیم الشان مسئلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اعتبار کفو میں حضرت عمر کا ایک ضعیف اثر بھی پیش کیا جاتا ہے جس پر سیر حاصل بحث ہم نے اس کتاب کے ضمیمہ میں کر دی ہے۔

احادیث کفو کی فنی حیثیت

صاحب ہدایہ نے اعتبار کفو کے لیے جو حدیث پیش کی ہے: لاتنکحوا النساء الا الاکفاء الحدیث "صرف کفو میں نکاح کرو"۔ حافظ زیلعی اس کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مبشر بن عبید ہے، دارقطنی نے کہا مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے، اس کی حدیث کا کوئی متابع نہیں ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ مبشر بن عبید کی روایات جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں، ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ سوائے اظہار تعجب کے اس کی احادیث کو کتاب میں لکھنا جائز نہیں ہے، عقیلی نے بھی امام احمد سے نقل کیا کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔ بیہقی نے کہا کفو کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں ان روایات میں سے حضرت علی کی یہ روایت ہے۔ ثلاثۃ لاتؤخرھا وفیہ والایم اذا وجدت کفوا۔ "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا اور اس میں یہ بھی ہے کہ غیر شادی شدہ عورت کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو"۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے کہا: وما اراہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، دار النشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

اسنادہ متصلا "میرے خیال میں یہ حدیث منقطع ہے" حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث صحیح ہے۔ صاحب ہدایہ نے بھی اس حدیث سے کفو کے اعتبار پر استدلال کیا ہے، ابن جوزی نے کفاءۃ کے اعتبار پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے: تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء۔ "اپنی اولاد کے لیے رشتوں کو پسند کرو اور کفو میں ان کا نکاح کرو" یہ حدیث جتنی اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں [1]

حافظ زیلعی کی اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اعتبار کفو کے سلسلہ میں صرف حضرت علی کا یہ اثر سند صحیح سے مروی ہے: تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔۔۔ جب غیر شادی شدہ لڑکی کا کفو مل جائے تو اس کے نکاح میں تاخیر مت کرو۔

کفو میں فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ کفو صحت نکاح کے لیے شرط ہے، اگر کوئی غلام، عرب عورت سے نکاح کرے تو یہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا، یہ سفیان کا قول ہے، امام احمد نے کہا جو شخص شرابی ہو وہ عورت کا کفو نہیں ہے اور ان کے درمیان تفریق کر دی جائیگی اسی طرح اگر جلاہا نکاح کرے تو اس کی بھی تفریق کر دی جائے گی، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، صاحب شرف عورتوں کا نکاح غیر کفو میں کرنے سے میں منع کروں گا۔" [2]

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، عبیدبن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب الرائے (امام ابوحنیفہ) کا یہی نظریہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات: ۱۳) "تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ وہ معزز ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے" اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان سے اپنی بھتیجی ہند بنت الولید کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے غلام تھے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیس کا نکاح اسامہ سے کر دیا حالانکہ فاطمہ قرشیہ تھیں اور اسامہ غلام زادے تھے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کے باپ زیدبن حارثہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن زینب بنت جحش سے کر دیا حالانکہ زیدبن حارثہ غلام تھے اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے شادی کرنا خواہ وہ گورے رنگ کا رومی ہو یا کالے رنگ کا حبشی اور اس لیے کہ کفو سے عورت اور اس کے اولیاء کا حق ختم نہیں ہوتا اس لیے نکاح میں کفو کی شرط نہیں ہے جیسا کہ نکاح میں عیب سے سلامتی کی شرط نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہو جائیں تو نکاح صحیح ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو کیا نکاح باطل ہو جائے گا یا نکاح صحیح رہے گا؟

---

[1] حافظ ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷-۱۹۶ ملخصا، مطبوعہ مجلس علمی سورت، ۱۳۵۷ھ

[2] یہ اثر مصنف عبدالرزاق ج ۶ ص ۱۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴/۲ ص ۴۱۸ اور سنن کبری ج ۷، ص ۱۳۳ میں ہے، لیکن چونکہ یہ اثر حضرت عمر کے مسلک اور ان سے مروی دوسرے آثار کے خلاف ہے اس لیے ہم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ سعیدی غفرلہٗ

اس مسئلہ میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔

امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ یہ نکاح باطل ہے کیونکہ کفاءۃ تمام اولیاء کا حق ہے اور عقد کرنے والا ان کی رضاء کے بغیر تصرف کر رہا ہے اس لیے صحیح نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے کیونکہ جب ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مرافعہ کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا اور نکاح کو باطل نہیں کیا۔ اس روایت کی بناء پر جو راضی ہو وہ فسخ کر سکتا ہے، امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے (علامہ ابن قدامہ کا یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالخصوص لڑکی کو اختیار دیا ہے اور لڑکی اولیاء کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی مرضی کے بغیر اگر کفو میں بھی نکاح کر دیا جائے تو اس کو فسخ کا اختیار ہے اس لیے اس حدیث کا علامہ ابن قدامہ کے نظریہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام شافعی اور امام مالک کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عورت اور اس کے بعض اولیاء راضی ہو جائیں تو باقی اولیاء کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اولیاء میں سے ہر ایک کی رضامندی ضروری ہے، اگر ولی اقرب مثلاً باپ نے غیر کفو میں نکاح کر دیا اور بھائی اس پر راضی نہیں ہیں تو وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں اور امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب ولی اقرب نے نکاح کر دیا تو دوسرے اولیاء کے لیے فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ اقرب کی موجودگی میں ابعد کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اسی لیے اسکی مرضی غیر معتبر ہے[1]

خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کا مفتی بہ قول یہ ہے کہ عورت اور اس کے تمام اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح اور ناقابل فسخ ہے اور اگر بعض اولیاء راضی نہ ہوں تو عقد صحیح ہے لیکن وہ نکاح فسخ کرا سکتے ہیں نیز علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ جن اولیاء کا اختلاف ہو وہ بوقت عقد اختلاف کا اظہار کر دیں اگر بعد میں اختلاف کا اظہار کیا تو نکاح باطل نہیں ہوگا۔

کفو میں مالکیہ کی رائے

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حضرت اسامہ سے نکاح کی تشریح میں علامہ زرقانی مالکی، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام تھے[2]

قاضی ابوالولید باجی مالکی نے بھی اس حدیث کے تحت یہی تقریر کی ہے۔[3]

علامہ وشتانی مالکی نے مسئلہ کفاءۃ پر طویل بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں: کفاءۃ صفات معتبرہ میں تقارب کو کہتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ کفاءۃ کا کس چیز میں اعتبار ہوتا ہے تو امام مالک نے فرمایا کفاءۃ کا اعتبار دین میں ہوتا ہے اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں، حتیٰ کہ غلام قرشیہ کا کفو ہے حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے اس طرح مروی ہے[4]

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۷-۲۶، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۳ ص ۶۵ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر

[3] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ

[4] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی، امام عبدالرحمٰن بن قاسم مالکی سے دریافت کرتے ہیں!

(قلت) ارایت ان کانت ثیبا فخطب الخاطب الیها نفسها فابی والدها او ولیها ان یزوجها فرفعت ذلك الی السلطان وهو دونها فی الحسب والشرف الا انه کفؤ فی الدین فرضیت به وابی الولی (قال) یزوجها السلطان ولا ینتظر الی قول الاب والولی اذا رضیت به وکان کفوا فی دینه قال وهذا قول مالك (قلت) ارایت ان کان کفوا فی الدین ولم یکن کفوا فی المال فرضیت به وابی الولی ان یرضی ایزوجها منه السلطان امر لا (قال) لم اسمع منه فی ذلك شیئا الا انی سألت مالکا عن نکاح الموالی فی العرب فقال لا بأس بذلك الا ترى الی ما فی کتاب الله تبارك وتعالی یا یها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقاکم (قلت) ارأیت ان رضیت بعبد وهی امرأة من العرب وأبی الاب أو الولی ان یزوجها وهی ثیب ایزوجها منه السلطان امر لا (قال) لم اسمع من ذلك فیه الا ما اخبرتك قال ولقد قیل لمالك ان بعض هؤلاء القوم فرقوا بین عربیة ومولی فاعظم ذلك اعظاما شدیدا وقال اهل الاسلام کلهم بعضهم لبعض اکفاء لقول الله فی التنزیل یا یها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی و

میں نے کہا یہ بتلائیے کہ اگر بیوہ عورت کو کوئی شخص نکاح کا پیغام دے، اور اس کا والد یا ولی اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کرے، اور وہ یہ مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے اور پیغام دینے والا حسب اور شرف میں ہر چند کہ لڑکی سے کم ہو لیکن دین میں اس کا کفؤ ہو اور لڑکی اس سے نکاح پر راضی ہو اور ولی راضی نہ ہو؟ امام ابن قاسم نے جواب دیا کہ قاضی اس شخص سے نکاح کر دے اور لڑکی کی رضامندی کے بعد باپ اور ولی کے قول کی طرف نہ دیکھے، وہ دین میں اس کا کفؤ ہے، امام ابن قاسم نے کہا، امام مالک کا یہی قول ہے۔ میں نے کہا یہ بتلائیے کہ اگر وہ دین میں اس کا کفؤ ہو اور مال میں اس کا کفؤ نہ ہو، لڑکی اس کے ساتھ نکاح پر راضی ہو اور اس کا ولی راضی نہ ہو ایسی صورت میں قاضی اس عورت کا اس شخص سے نکاح کرے یا نہیں؟ امام ابن قاسم نے کہا میں نے امام مالک سے یہ مسئلہ نہیں سنا لیکن ان سے یہ سنا ہے کہ غلاموں کا عرب خواتین سے نکاح جائز ہے، امام مالک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لیے تمہیں گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، میں نے کہا یہ بتلائیے کہ اگر ایک عرب عورت کسی غلام سے نکاح پر راضی ہو اور اس کا باپ یا ولی راضی نہ ہو درآں حالیکہ وہ عورت بیوہ ہو کیا قاضی اس کا نکاح کر سکتا ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اس کا بھی وہی جواب ہے یعنی کر سکتا ہے۔ امام مالک سے کہا گیا بعض لوگ غلاموں اور عربوں میں فرق کرتے ہیں تو امام مالک نے اسے بہت بعادی سمجھا اور فرمایا تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت

جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔[1]

سے پیدا کیا ہے اور شناخت کے لیے قبائل اور گروہوں میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے، دراصل امام مالک مسلمانوں کے درمیان کفو کے لحاظ سے تفریق کے قائل ہی نہیں ہیں ولنعم ما قال!

کفو میں فقہاء شافعیہ کی رائے

امام شافعی مسئلہ کفو پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان کان الولی اقرب ممن دونہ فزوج غیر کفاء باذنھا فلیس لمن بقی من الاولیاء الذی ھو اولی منھم ردہ لانہ لاولایۃ لھم معہ قال ولیس نکاح غیر الکفاء محرما فاردہ بکل حال انما ھو نقص علی المزوجۃ والولاۃ فاذا رضیت المزوجۃ ومن لہ الامر معا بالنقص لم اردہ۔[2]

جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دے تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے، جن کی بہ نسبت یہ ولی اقرب ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ان کی ولایت نہیں ہے، امام شافعی نے کہا کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا، جو مطلقاً رد کر دیا جائے، غیر کفو کی وجہ سے لڑکی اور اس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں:

ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ انہ اذا اتفق الاولیاء والمرأۃ علی نکاح غیر کفاء صح مع قول احمد انہ لا یصح۔[3]

ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے اور امام احمد کے قول میں صحیح نہیں ہے۔

امام شعرانی نے امام احمد کا مذہب پورا نقل نہیں کیا، امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے تمام اولیاء غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

کفو میں فقہاء حنفیہ کی رائے

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

(قال) واذا تزوجت المرأۃ غیر کفاء

امام محمد فرماتے ہیں کہ جب عورت غیر کفو میں شادی

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۱۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبری ج ۲ ص ۱۱۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی، مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۹ھ

فرضی به احد الاولیاء جاز ذلك ولایکون لمن هو مثله فی الولایة او ابعد منه ان ینقضه الا ان یکون اقرب منه فحینئذ له المطالبة بالتفریق۔[1]

کرے اور اس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اس جیسا یا اس سے دور کا ولی اس نکاح کو مسترد کرانے کا مجاز نہیں ہے، البتہ اگر اس سے زیادہ قریب ولی اختلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قاضی خاں میں بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے[2]، ہدایہ[3]، فتح القدیر[4] اور کفایہ[5] میں بھی اسی کی تائید ہے۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عالم، عربی، قرشی اور علوی کا کفو ہے[6] اسی طرح خلاصۃ الفتاوی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے[7]

علامہ داؤد آفندی حنفی لکھتے ہیں:

ولو تزوجت المراۃ غیر کفو فللولی ان یفرق (الی قولہ) وان رضی احد الاولیاء فلیس لغیرہ الاعتراض۔[8]

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے ولی کو تفریق کرانے کا حق ہے اور اگر اولیاء میں سے ایک بھی راضی ہو جائے تو دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے

اس کی شرح درر المنتقی میں بھی اسی طرح لکھا ہے:[9]

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

من نکحت غیر کفؤ فرق الولی لما ذکرنا والنکاح ینعقد صحیحا فی ظاہر الروایۃ (الی قولہ) ورضاء بعض الاولیاء کرضاء کلھم حتی لا یتعرض احد منھم بعد ذلك الا اذا کان اقرب منہ۔[10]

جو عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی اس کی تفریق کرا سکتا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق نکاح صحیح ہے اور اگر بعض ولی راضی ہو جائیں تو یہ کل کی رضا کے برابر ہے الّا یہ کہ ولی اقرب راضی نہ ہو۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ لڑکی اور اولیاء کی مرضی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ،

[2] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی حاشیۃ الہندیہ، ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی حاشیۃ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی حاشیۃ فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶ مطبوعہ " " "

[6] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ الہندیہ ج ۴ ص ۱۱۶ مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[7] شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ

[8] علامہ داؤد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[9] شرح درر المنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[10] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اور اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو ان کو فسخ کا اختیار ہے[1]۔ ملا مسکین نے بھی اسی طرح لکھا ہے[2]

عالم گیری میں ہے

ثم المراۃ اذا زوجت من غیر کفاء صح النکاح فی ظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا وقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا ایضا (الی قولہ) ولکن للاولیاء حق الاعتراض[3]

جب عورت از خود غیر کفو میں نکاح کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح صحیح ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا آخری قول یہی ہے البتہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

نوادر کی روایت سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق

بعض متاخرین بزرگوں نے نوادر کی ایک روایت کی بنا پر سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس پر عرب و عجم کا اتفاق بتلایا ہے۔ وہ روایت یہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ثم فی ظاھر الروایۃ لافرق بین الکفاء وغیر الکفاء ولکن للولی الاعتراض فی غیر الکفاء وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ انہ لایجوز فی غیر الکفاء[4]

پھر ظاہر روایہ میں یہ ہے کہ کفو اور غیر کفو میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ولی کو نکاح غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے لکھا ہے:

وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح ای علی ظاھر الروایۃ ولصحتہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی۔[5]

ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح کے لزوم میں کفاءت معتبر ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ کفاءت نکاح کی صحت کی شرط ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے۔

ہر چند کہ ظاہر الروایۃ میں صحت نکاح کے لیے کفو کا اعتبار نہیں ہے، لیکن نوادر کی روایت جو حسن بن زیاد سے مروی ہے اس میں صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط ہے۔ علامہ شامی نے اسی روایت کو فتویٰ کے لیے اختیار کیا ہے۔

علامہ شامی اور بعض دوسرے مشائخ کا ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کی روایت پر فتویٰ دینا اصول کے خلاف ہے۔ اور صحیح نہیں ہے۔

خود علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ

[2] علامہ معین الدین الھروی المعروف محمد ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۸، مطبوعہ مطبعۃ جمعیۃ المعارف مصر ۱۲۸۷ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۰ - ۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[5] سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲، ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاهر الروایة۔[1]

البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں تصریح ہے کہ جب کسی فتویٰ کا ظاہر الروایۃ سے تعارض ہو تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے۔

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ وہ کتابیں جن کے بارے میں یہ صحت سے ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ امام محمد کی تصانیف ہیں یا وہ امام محمد کی تصانیف نہیں ہیں؟ بلکہ حسن بن زیاد وغیرہ کی تصانیف ہیں[2]۔ دوسری بات یہ ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ یا نوادر کی روایت پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے ورنہ اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ ہی پر فتویٰ دیا ہے۔

ملا مسکین اس بحث میں لکھتے ہیں:

وکثیر من مشائخنا افتوا بظاهر الروایة۔

ہمارے اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور نوادر کے اختلاف سے ان بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ یہ بزرگ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر کفو میں سادات لڑکیوں کا نکاح ناجائز ہے خواہ لڑکی اور ولی راضی ہوں اور یہ بات نوادر سے ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ظاہر الروایۃ کا مفاد یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہے ولی چاہے تو فسخ کرا سکتا ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اور قاضی کے پاس فسخ کرانے کی ضرورت نہیں نکاح از خود باطل ہو جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی راضی ہو تو یہ نکاح صحیح ہے۔ ہدایہ میں حسن بن زیاد کی روایت مجملاً مذکور ہے۔ البحر الرائق میں اس کی تفصیل ہے جس سے کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔

علامہ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں:

وان المفتی به روایة الحسن عن الامام من عدم الانعقاد اصلا اذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضاء بعده۔[3]

حسن بن زیاد نے جو امام ابوحنیفہ سے روایت بیان کی اس پر فتویٰ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا ولی ہو اور وہ عقد سے پہلے غیر کفو میں راضی نہ ہو تو اصلاً نکاح نہیں ہوگا کیونکہ بعد کی رضا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حسن بن زیاد کی روایت ذکر کرنے کے بعد قاضی خان نے اخیر میں امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ غیر کفو میں نکاح ہونے یا نہ ہونے میں ولی کی رضا شرط ہے۔

قاضی خان لکھتے ہیں:

---

[1] سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " رد المحتار ج ۱ ص ۶۴، " "

[3] علامہ معین الدین الهروی المعروف بملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ مطبعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق، ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الاحوط ان یجعل العقد موقوفا علی اجازۃ الولی الا ان الزوج اذا لم یکن کفاء یصح فسخ الولی وان کان کفأ لا یصح فسخہ۔[1]

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف رکھا جائے البتہ اگر زوج کفو نہیں ہے تو ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے اور اگر کفو ہے تو اس کا فسخ کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ علائی حصکفی لکھتے ہیں:

(و یفتی) فی غیر الکفاء (بعدم جوازہ اصلاً) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔[2]

غیر کفو میں نکاح پر مطلقاً عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور زمانہ کے خراب حالات کی وجہ سے یہی قول فتویٰ میں مختار ہے۔

بعض بزرگ در مختار کی اس عبارت کو پیش کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ غیر کفاء میں نکاح مطلقاً باطل ہے خواہ ولی راضی ہو یا ناراض، لیکن اس قول کی تشریح میں جو علامہ شامی نے لکھا اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ھٰذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھٰذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر، واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجہ عدم الصحۃ علی ھٰذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء اما ھی فقد رضیت باسقاط حقھا فصح۔[3]

یہ قول حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور یہ اس صورت پر محمول ہے، جب اس عورت کا ولی ہو اور وہ اس نکاح پر عقد سے پہلے راضی نہ ہو تو بعد میں اس کی رضا غیر معتبر ہوگی، (بحر) لیکن جب عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح اور نافذ العمل ہے۔ کیونکہ اس روایت کی بناء پر نکاح کے صحیح نہ ہونے کی وجہ اس کے ولی سے ضرر کو رفع کرنا ہے، لیکن جب وہ عورت خود اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنے پر راضی ہے تو نکاح صحیح ہوگا (فتح القدیر)۔

صاحب البحر اور علامہ شامی کی وضاحت سے یہ واضح ہو گیا کہ ظاہر الروایۃ ہو یا حسن بن زیاد کی مفتیٰ بہ روایت دونوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو تو وہ نکاح صحیح ہے، اور یہی قرین قیاس ہے ظاہر الروایۃ اور حسن بن زیاد کی روایت سے قطع نظر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محققین احناف نے کفو کو تسلیم نہیں کیا وہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفو ہے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے شادی کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خاں علی حاشیۃ الہندیہ ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی حاشیۃ الدر المختار ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وفی حاشیۃ الدر للعلامۃ نوح ان الامام ابا الحسن الکرخی والامام ابا بکر جصاص وھما من کبار علماء العراق ومن تبعھما من مشائخ العراق لم یعتبروا الکفاءۃ ولو لم تثبت عندھم ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃ لما اختاروھا۔[1]

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔

خیال رہے کہ امام ابوالحسن الکرخی مجتہد فی المسائل ہیں اور فقہاء کے تیسرے طبقہ سے ہیں اور ابوبکر جصاص رازی اصحاب تخریج اور فقہاء کے چوتھے طبقہ سے ہیں[2]

امام شامی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے غیر معتبر ہونے میں امام ابوحنیفہ کا بھی قول موجود ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی حلت اور حرمت کا مدار کفو پر نہیں رکھا۔ علامہ شامی نے امام کرخی اور امام جصاص کے جس قول کا ذکر کیا ہے کہ نکاح میں کفو معتبر نہیں ہے۔ اس کو علامہ طحطاوی[3]، ملا مسکین[4] اور علامہ خوارزمی[5] نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ کاسانی کا بھی جمہور فقہاء حنفیہ کی طرح یہی مسلک ہے کہ غیر کفو میں لزوم نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اس کے باوجود انھوں نے امام ابوالحسن کرخی کا نظریہ بہت فراخ دلی سے بیان کیا ہے لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے کفو کو نکاح کے لزوم کے لیے شرط قرار دیا ہے اور امام کرخی حنفی نے کہا ہے کہ کفو نکاح کے لیے اصلاً شرط نہیں ہے، امام مالک، سفیان ثوری اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوطیبہ نے بنی بیاضہ کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے نکاح سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کراؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اور روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے حضرت بلال کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرو، حالانکہ حضرت بلال غیر کفو تھے، اگر نکاح میں کفو شرط ہوتا تو آپ حضرت بلال کو غیر کفو میں نکاح کا حکم نہ دیتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے پرہیز گاری کے، اور یہ اس پر نص صریح ہے کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے۔ اور اگر کفاءت شرط ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ اعتبار قصاص میں کیا جاتا کیونکہ جتنی احتیاط قصاص کے باب میں ہوتی ہے اور

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " ، ردالمحتار ج ۱ ص ۷۲ - ۷۱ " " "

[3] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۸، دارالمعرفت بیروت، ۱۳۹۵ھ

[4] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کسی باب میں نہیں ہوتی اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ شخص کو ادنیٰ شخص کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا ہے[1] (دراصل اسلام میں مسلمانوں کے درمیان ادنیٰ اور اعلیٰ کا کوئی تصور نہیں ہے آپ نے فرمایا سب مسلمان برابر ہیں۔ سعیدی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی مسئلہ کفاءت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، مہلب نے کہا کہ کفاءت دین میں اتفاق کو کہتے ہیں خواہ نسب میں اختلاف اور باہم تفاضل ہو، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنے آباء کے نسب پر جو فخر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا ہے اور شرف دین کو معیار بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" اور ابن بطال نے فرمایا: علماء کا کفاءت میں اختلاف ہے، امام مالک نے صرف دین میں کفاءت کا اعتبار کیا ہے، اور کہا ہے کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کے کفو ہیں اس لیے ایک غلام کا قریشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین کا بھی یہی نظریہ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، اور حضرت سالم کی حدیث سے استدلال کیا ہے (سالم آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ابوحذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید سے ان کا نکاح کر دیا جو قرشی تھیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اور آپ نے فرمایا: علیک بذات الدین "نکاح میں دیندار سے رشتہ کرو"۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی کو رشتہ دینے کا عزم کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بنو بیاضہ ابوہند سے نکاح کرو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا غلاموں سے نکاح کر دیں! اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے"۔ یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تمہیں پسند ہو تو ان کے ساتھ نکاح کر دو" اس کے بعد علامہ عینی نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جو کفو کی شرط میں پیش کی جاتی ہیں اور ان کی سند پر بحث کی ہے بعض کو منقطع، بعض کو منکر اور بعض کو موضوع قرار دیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ کفاءت کے اعتبار میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں سے اکثر حجت نہیں ہیں۔[2]

مسئلہ کفاءت میں مصنف کا موقف

کفاءت کے سلسلہ میں ہم نے بہت طویل بحث کی ہے اور قرآن مجید، احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے فقہاء کے اقوال کو تفصیلاً بیان کیا ہے، قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نکاح میں کفو کا اصلاً اعتبار نہیں ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، ابن سیرین، امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابوالحسن کرخی، امام ابوبکر جصاص اور مشائخ عراق کا یہی مسلک ہے اور یہی حق اور صواب ہے، امام شافعی، جمہور فقہاء احناف اور امام احمد کا مختار قول یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے لزوم کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اور بعض ضعیف الاسناد احادیث اور آثار سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لڑکی اور ولی کی رضا کے باوجود سادات کا نکاح غیر سادات سے حرام

---

[1] علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۷-۸۶ (ملخصاً) مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے یہ محض بے سند قول ہے اور اللہ اور رسول کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنے کے مترادف ہے ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں اس مسئلہ میں بہت غلو کیا جارہا ہے اور اگر سادات میں سے کوئی شخص غیر کفو میں رشتہ کردے تو اس کو حرام، زنا اور نجانے کیا کچھ کہا جاتا رہا ہے اور اب تک کسی شخص نے اس مسئلہ پر تحقیق اور تفصیل سے قلم نہیں اٹھایا تھا تو میں نے توفیق الٰہی سے احکام شریعت کے احیاء کی خاطر اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو دلائل سے واضح کیا، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو میرے لیے توشہ آخرت کردے۔ اس مسئلہ کی تحقیق میں ان صفحات پر جو سیاہی خرچ ہوئی ہے وہ یقیناً میری گناہوں کی سیاہی سے بہت کم ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو وکرم کا یہی اسلوب اور طریقہ ہے کہ وہ نیکی کے ایک قطرہ سے گناہوں کی اتنی سیاہی دھوڈالتا ہے جس کو دھونے کے لیے سمندروں کا تمام پانی بھی ناکافی ہوتا ہے۔ اللھم اغفر للمصنف والمعاون له والقاری والعامل به آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین سید الشافعین وعلی آله واصحابه واولیاء امته وعلماء ملته من المفسرین والفقهاء والمحدثین اجمعین۔

مسئلہ کفو کی مزید بحث دیکھنے کے لیے ص ۱۱۵۹ پر ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ ۳۶۹ اِسْتِحْبَابِ نِكَاحِ الْبِكْرِ

کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا استحباب

۳۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِیْ سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَآءٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قُلْتُ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِیْ اَخَوَاتٍ فَخَشِيْتُ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَاكَ اِذَا اِنَّ الْمَرْاَةَ تُنْكَحُ عَلٰی دِيْنِهَا وَمَالِهَا وَفَعَلَيْكَ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت سے نکاح کیا، جب میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے پوچھا: کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے! آپ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ شادی کی، وہ تم سے کھیلتی، تم اس سے کھیلتے! میں نے کہا یارسول اللہ! میری کچھ بہنیں ہیں مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں وہ میری بہنوں کی پرورش اور میرے درمیان حائل نہ ہوجائے! آپ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے، عورت سے اس کی دینداری اس کے مال اور جمال کی بناء پر نکاح کیا جاتا ہے، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دینداری کو مقدم رکھا کرو۔

۳۵۳۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں نے ایک عورت سے شادی کی، مجھ سے رسول اللہ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ ثَيِّبًا قَالَ فَاَيْنَ اَنْتَ مِنَ الْعَذَارٰى وَلِعَابِهَا قَالَ شُعْبَةُ فَذَكَرْتُهُ لِعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ فَقَالَ قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاِنَّمَا قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے! آپ نے فرمایا تم کنواری لڑکیوں اور ان کی دل ربائیوں سے کیونکر غافل رہے؟ (راوی) شعبہ کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عمرو بن دینار کے سامنے بیان کی تو انھوں نے کہا میں نے بھی حضرت جابر سے یہ روایت سنی ہے، آپ نے فرمایا تھا تم نے کسی ایسی لڑکی سے شادی کیوں نہ کی جو تم سے کھیلتی اور تم اس سے کھیلتے۔

۳۵۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ قَالَ سَبْعَ فَتَزَوَّجْتُ امْرَاَةً ثَيِّبًا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ تَزَوَّجْتَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَبِكْرٌ اَمْ ثَيِّبٌ قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ اَوْ قَالَ تُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ قَالَ قُلْتُ لَهُ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ هَلَكَ وَتَرَكَ تِسْعَ بَنَاتٍ اَوْ سَبْعَ وَاِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اٰتِيَهُنَّ اَوْ اٰجِيْئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَجِيْئَ بِامْرَاَةٍ تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ وَتُصْلِحُهُنَّ قَالَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْ قَالَ لِيْ خَيْرًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِي الرَّبِيْعِ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ (حضرت جابر کے والد) فوت ہو گئے اور نو یا سات بیٹیاں چھوڑ گئے (راوی کو شک ہے) میں نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جابر! کیا تم نے نکاح کر لیا ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بلکہ بیوہ سے نکاح کیا ہے، آپ نے فرمایا تم نے کسی کنواری لڑکی سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی یا تم اس سے خوش طبعی کرتے وہ تم سے خوش طبعی کرتی میں نے آپ سے عرض کیا: حضرت عبداللہ شہید ہو گئے تھے اور انھوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی تھیں اور میں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ میں ان لڑکیوں کے سامنے ان کی ہم عمر لڑکی کو بیاہ کر لے آؤں! بلکہ میں نے یہ چاہا کہ میں نکاح کر کے ایسی عورت لاؤں جو ان کی نگہداشت اور خبر گیری کرے! آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے یا میرے لیے کوئی اور کلمہ خیر فرمایا۔

۳۵۳۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَكَحْتَ يَا جَابِرُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ امْرَاَةٍ تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ قَالَ اَصَبْتَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے جابر! کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس کے آخر میں ہے میں نے ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو میری بہنوں کی کنگھی چوٹی اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اچھا کیا۔

۳۵۳۵- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَلَمَّا اَقْبَلْنَا تَعَجَّلْتُ عَلٰى بَعِيْرٍ لِيْ قَطُوْفٍ فَلَحِقَنِيْ رَاكِبٌ خَلْفِيْ فَنَخَسَ بَعِيْرِيْ بِعَنَزَةٍ كَانَتْ مَعَهٗ فَانْطَلَقَ بَعِيْرِيْ كَاَجْوَدِ مَا اَنْتَ رَاءٍ مِنَ الْاِبِلِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا يُعْجِلُكَ يَا جَابِرُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ فَقَالَ اَبِكْرًا تَزَوَّجْتَهَا اَمْ ثَيِّبًا قَالَ قُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ هَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا اَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ قَالَ وَقَالَ اِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد سے واپس آ رہے تھے، میرا اونٹ سست تھا، میں اس کو تیز چلانا چاہ رہا تھا۔ ناگاہ ایک سوار نے پیچھے سے میرے اونٹ کو ایک چھڑی ماری، پھر وہ اونٹ اس قدر تیز چلنے لگا کہ تو نے کبھی ـــــ اتنا تیز اونٹ چلتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا! میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ (چھڑی مارنے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، آپ نے فرمایا اے جابر! انہیں کیوں جلدی ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے، آپ نے فرمایا: کسی کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے اور گھر میں داخل ہونے لگے تو آپ نے فرمایا ٹھہرو رات آ لینے دو، تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہوں وہ کنگھی کر لے اور جس عورت کا شوہر باہر گیا ہوا ہو وہ اپنی شرمگاہ کے بال صاف کر لے، آپ نے فرمایا پھر جب تم جاؤ گے تو سمجھ داری سے کام لینا۔

۳۵۳۶- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْمَجِيْدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد

الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَبْطَأَ بِيْ جَمَلِيْ فَاَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيْ يَا جَابِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَاْنُكَ قُلْتُ اَبْطَأَ بِيْ عَلَيَّ جَمَلِيْ وَاَعْيٰى فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ فَحَجَنَهٗ بِمِحْجَنِهٖ ثُمَّ قَالَ ارْكَبْ فَرَكِبْتُ فَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَكُفُّهٗ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَزَوَّجْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اَبِكْرًا اَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ بَلْ ثَيِّبٌ قَالَ فَهَلَّا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ اِنَّ لِيْ اَخَوَاتٍ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَزَوَّجَ امْرَاَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ قَالَ اَمَا اِنَّكَ قَادِمٌ فَاِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ اَتَبِيْعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِاُوْقِيَةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْاٰنَ حِيْنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَاَمَرَ بِلَالًا اَنْ يَّزِنَ لِيْ اُوْقِيَةً فَوَزَنَ لِيْ بِلَالٌ فَاَرْجَحَ فِي الْمِيْزَانِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فَلَمَّا وَلَّيْتُ قَالَ ادْعُ لِيْ جَابِرًا فَدُعِيْتُ

میں گیا، میرا اونٹ سست چل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا جی! فرمایا: کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ سست چل رہا ہے اور اس نے مجھے تھکا دیا ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہوں! آپ نے سواری سے اتر کر اپنی ڈھال سے اسے چھڑی کی طرح مارا پھر فرمایا: اب سوار ہو، بخدا میں نے دیکھا کہ اب میں اس اونٹ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ سے آگے بڑھنے سے روکتا تھا! آپ نے فرمایا کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا نہیں! بلکہ بیوہ سے، آپ نے فرمایا کسی کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہ کی؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے یہ چاہا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو ان کی خبر گیری کرے اور ان کی کنگھی وغیرہ کرے اور ان کی خدمت کرے، آپ نے فرمایا اب تم گھر جا رہے ہو جب تم گھر پہنچو تو سمجھداری سے کام لینا، پھر فرمایا: کیا تم اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے کہا جی! آپ نے مجھ سے وہ اونٹ ایک اوقیہ چاندی کے عوض خرید لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گئے اور میں بھی صبح پہنچ گیا، میں مسجد میں آیا تو آپ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا تم اب آئے ہو!، میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے اونٹ کو چھوڑ دو اور مسجد میں آکر دو رکعات نماز پڑھو، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے مسجد میں جا کر دو رکعات نماز پڑھی، جب میں واپس آیا تو آپ نے بلال سے کہا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ چاندی وزن کر کے دے! مجھے بلال نے وزن کر کے چاندی دی اور تول میں جھکتی ہوئی دی حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں چاندی لے کر چلا، ابھی میں نے پیٹھ پھیری ہی تھی کہ آپ نے فرمایا: "جابر کو بلاؤ" میں

فَقُلْتُ الْاٰنَ یَرُدُّ عَلَیَّ الْجَمَلَ وَلَمْ یَکُنْ شَیْءٌ اَبْغَضَ اِلَیَّ مِنْهُ فَقَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَ لَكَ ثَمَنُهٗ۔

نے دل میں سوچا اب آپ اونٹ مجھ کو واپس کر دیں گے اور مجھے اس اونٹ کا واپس کیا جانا سخت ناپسند تھا۔ میں اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ آپ نے فرمایا: اپنا اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی رکھو!۔

۳۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ قَالَ نَا اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا فِیْ مَسِیْرٍ مَّعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا عَلٰی نَاضِحٍ لِّیْ اِنَّمَا هُوَ فِیْ اُخْرَیَاتِ النَّاسِ قَالَ فَضَرَبَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَالَ تَخَسَّهٗ اُرَاهُ قَالَ بِشَیْءٍ كَانَ مَعَهٗ قَالَ فَجَعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ یَتَقَدَّمُ النَّاسَ یُنَازِعُنِیْ حَتّٰی اَنِّیْ لَاَكُفُّهٗ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَبِیْعُنِیْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَ اللّٰهُ یَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ فَقَالَ اَتَبِیْعُنِیْهِ بِكَذَا وَكَذَا وَ اللّٰهُ یَغْفِرُ لَكَ قَالَ قُلْتُ هُوَ لَكَ قَالَ وَ قَالَ لِیْ اَتَزَوَّجْتَ بَعْدَ اَبِیْكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ثَیِّبًا اَمْ بِكْرًا قَالَ قُلْتُ ثَیِّبًا قَالَ فَهَلَّا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُضَاحِكُكَ وَ تُضَاحِكُهَا وَتُلَاعِبُكَ وَتُلَاعِبُهَا قَالَ اَبُوْ نَضْرَةَ وَ كَانَتْ كَلِمَةً یَقُوْلُهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِفْعَلْ كَذَا وَ كَذَا وَ اللّٰهُ یَغْفِرُ لَكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر سے آ رہے تھے، اور میں ایک پانی پلانے والے اونٹ پر سوار تھا، جو سب لوگوں سے پیچھے تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کسی چیز سے مارا جو آپ کے پاس تھی (مارنے کی دیر تھی) وہ اونٹ سب سواریوں سے آگے نکل گیا، میں اسے روکنے کی کوشش کرتا تھا لیکن وہ میرے قابو میں نہیں آتا تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ مجھ سے فرمایا: کیا تم مجھے یہ اونٹ اتنی اتنی قیمت پر فروخت کرو گے؟۔ (اللہ تمہاری مغفرت فرمائے) میں نے دونوں مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ آپ ہی کا اونٹ ہے! پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے والد کی وفات کے بعد شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے، آپ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا تم اس کے ساتھ دل لگی کرتے وہ تمہارے ساتھ دل لگی کرتی! ابو نضرہ راوی کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کا تکیہ کلام ہے وہ کہتے ہیں کہ تم ایسا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔!

حدیث جابر کے فوائد (۱) کنواری لڑکی سے شادی کرنا افضل ہے۔
(۲) استاذ اور شیخ کو چاہیے کہ اپنے تلامذہ کے احوال دریافت کریں اور ان کے فائدے

اور مصلحت کی طرف راہنمائی کریں۔

(۳) بہنوں کی تربیت کے لیے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کرنا افضل ہے۔

(۴) جو شخص کوئی نیک کام یا عبادت کرے اسے دُعا دینی چاہیے۔

(۵) شوہر اور اس کے بھائی بہنوں کی خدمت کرنا جائز ہے اور عورت کی مرضی سے اس سے یہ خدمت لینی چاہیے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر نہیں۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کا معجزہ! کہ سب سے سست رفتار اونٹ آپ کے ہاتھ سے چھڑی لگتے ہی سب سے تیز رفتار اونٹ ہو گیا۔

(۷) عورت کو اپنے خاص بال صاف کرنے چاہئیں خواہ کسی طریقے سے صاف کرے۔

(۸) شوہر اگر سفر پر گیا ہو تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے بیوی کو اتنا موقع دے کہ وہ بن سنور کر اس کا استقبال کر سکے۔

(۹) بعض احادیث میں اچانک رات کو گھر میں آنے سے منع کیا ہے، یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہے کیونکہ شکر کی واپسی کی شہرت ہو چکی تھی۔

(۱۰) سفر سے واپس آنے والے کو چاہیے کہ گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۱۱) وزن کرتے وقت پلڑا جھکتے ہوئے وزن کرنا مستحب ہے، اسی طرح قرض میں بھی از خود زیادہ دینا مستحب ہے

(۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خریدنا ایسا کریمانہ فعل ہے کہ جابر کو اونٹ کی قیمت بھی دی اور ساتھ ہی اونٹ بھی دے دیا۔

(۱۳) استاذ یا شیخ جب شاگرد سے کسی چیز کو خریدیں تو شاگرد کا حق ہے کہ وہ ان کو وہ چیز نذر کر دے۔

(۱۴) بعض روایات میں نو بہنوں کا ذکر ہے، بعض میں سات کا، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ دو شادی شدہ تھیں اور سات کنواری اور کل نو تھیں، (حافظ عسقلانی)

(۱۵) صحیح بخاری اور مسند احمد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر حبس غزوہ سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یہ غزوہ تبوک تھا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع تھا۔

(۱۶) حضور نے جابر کو گھر جاتے وقت الکیس الکیس فرمایا تھا، کیس کے معنی جماع، اولاد کو طلب کرنا، احتیاط اور عقل ہیں اور یہ چاروں معنی یہاں مناسب ہیں۔

(۱۷) اوقیہ کے معنی چالیس درہم ہیں جو دس تولہ چاندی سے کچھ زیادہ ہے۔

(۱۸) راستہ میں صرف اونٹ کے خریدنے کی بات ہوئی تھی بیع اس وقت ہوئی جب حضرت جابر نے اونٹ حوالے کر کے رقم لی، اس لیے اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ بیع کے بعد بھی بائع مبیع سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا ایسی کوئی شرط لگا سکتا ہے۔

کیا عہد رسالت کی سادگی کی وجہ سے اس ترقی یافتہ دَور کا رنگ و نور ناجائز ہے ؟۔

جسٹس محمد تقی عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے اور اس میں احباب، اکابر اور مشائخ کو دعوت دینے کا رواج نہ تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت جابر نے اپنے نکاح میں حضور کو دعوت نہیں دی کیونکہ آپ

نے پوچھا کیا تم نے شادی کرلی ہے؟ حالانکہ حضرت جابر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت قوی رابطہ تھا اور آپ نے شادی کی خبر سن کر دعائے خیر کی اور یہ نہیں فرمایا کہ تم نے عقد نکاح میں مجھے کیوں نہیں بلایا، اگر مجلس نکاح کو قائم کرنا اور اس میں متعلقین کو دعوت دینا دین میں مطلوب ہوتا تو حضرت جابر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دینا نہ بھولتے، اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اپنے نکاح کی مجلس منعقد کی نہ آپ کو بلایا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر رنگ کے آثار دیکھ کر خود ان کی شادی کے بارے میں پوچھا، اس سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں مجلس نکاح قائم کرنے کا رواج نہ تھا بلکہ عہد صحابہ میں بھی ایسا رواج نہ تھا۔[1]

شیخ محمد تقی عثمانی نے یہ جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح ہے، نکاح کرنا سنت ہے لیکن اس سنت کے لیے مجلس اور محفل کو منعقد کرنے کا رواج خیر القرون میں نہ تھا، لیکن اب برس ہا برس سے مسلمانوں میں یہ معمول ہے کہ سنت نکاح کو منعقد کرنے کے لیے محفل کا انعقاد کیا جاتا ہے، رشتہ داروں، احباب، مشائخ و اکابر اور تمام متعلقین کو اس میں دعوت دی جاتی ہے اور تمام بلاد اسلامیہ میں یہ عمل جاری و ساری ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل بدعت سیئہ نہیں ہے اور تمام دنیا کے مسلمان گمراہی پر مجتمع نہیں ہوئے اور محفل منعقد کرنے والوں میں سے کوئی بھی اس کو فرض یا واجب اور مطلوب فی الدین سمجھ کر نہیں کرتا، بلکہ سب کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ عقد نکاح ایک خوشی کا موقع ہے اور اپنی خوشی میں اپنے احباب کو شریک کرنا اور اس بہانہ ان سے ملاقات کرنا اور احباب اور اکابر کی ضیافت کرنا ایک مستحسن کام ہے فقہی اصطلاح میں اس کو مستحب بھی کہا جاسکتا ہے، عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اس کا رواج اس لیے نہیں تھا کہ وہ بالکل سادہ لوگ تھے اور تہذیب و تمدن کے یہ تقاضے ان کے ہاں متعارف نہیں تھے، زمانہ جس طرح آگے بڑھتا رہا تہذیب و ثقافت کی نئی اقدار سامنے آتی رہی ہیں ان اقدار میں سے جو چیزیں کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہیں اور جن چیزوں سے شریعت نے منع نہیں کیا ان کو اپنا لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے جو چیزیں شریعت کے کسی عام اصول کے تحت ہوں تو وہ یقیناً مستحب ہوں گی اور جن چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع، محفلوں میں عورتوں کا بے پردہ عریاں لباس پہن کر تیز قسم کی خوشبوؤں کو لگا کر جانا، شادی کی محفل میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، بارات میں مزامیر اور باجوں کا اہتمام سے انتظام، ان چیزوں سے شریعت نے منع کیا ہے اور ان کو حرام قرار دیا ہے اور یہ چیزیں ہر حال میں حرام رہیں گی، مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا لازم ہے۔

اسی اصول پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وعظ کی محفلوں کا جس طرح اہتمام ہوتا ہے، سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کیا ہے اور محافل ہائے میلاد کا انتظام اور اہتمام کیا جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی پر دینی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔ چاند دیکھنے کے لیے رویت ہلال کمیٹی کا انتظام ہے۔ خیر القرون میں یہ چیزیں نہ تھیں کیونکہ وہ سادگی کا دور تھا وہ لوگ نہ گھڑیوں کے معین اوقات سے نماز پڑھتے تھے نہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھاتے تھے نہ مسجد میں مینار اور محراب بناتے تھے نہ مسجد کی صفوں میں قالین بچھاتے تھے نہ مقدس راتوں اور قومی ایام میں شہر کی عمارتوں اور مسجدوں میں چراغاں کرتے تھے نہ خوشی کے موقع پر جلوس نکالتے تھے۔ یہ سب چیزیں بعد میں تہذیب و تمدن کے تقاضوں کے لیے رائج ہوگئیں ہیں اور شریعت میں ان سے منع بھی نہیں

---

[1] ۔ شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی، ۱۴۰۷ھ۔

کیا گیا لیکن چونکہ کرنے والوں کی نیت صحیح اور مقصد صالح ہوتا ہے اس لیے یہ سب امور مستحسن اور مستحب ہیں البتہ جس جگہ کوئی ناجائز چیز در آئے گی وہ ہر حال میں ناجائز رہے گی۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالنِّسَآءِ

عورتوں کی خیر خواہی کا بیان

۳۵۳۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَّنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ وَّاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت "پسلی" سے پیدا کی گئی ہے، وہ سیدھا کرنے سے سیدھی نہیں ہو گی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگے تو اس کو توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

۳۵۳۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَآئِدَةَ عَنْ مَيْسَرَةَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَاِذَا شَهِدَ اَمْرًا فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ اَوْ لِيَسْكُتْ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ اَعْلَاهُ اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ وَاِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان ہے وہ جب کسی چیز کو دیکھے تو یا تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے۔ اور اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی عورتوں سے خیر خواہی کرو۔

۳۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ عَمِّهِ اَنَّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان مرد، کسی مسلمان عورت کو دشمن نہ رکھے اگر کسی کی کسی ایک عادت سے وہ ناخوش

بْنِ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ اَوْ قَالَ غَیْرَهٗ۔

ہے تو اس کی دوسری خصلت سے خوش ہو جائے۔

۳۵۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۴۲ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا یُوْنُسَ مَوْلٰی اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حوا (خیانت) نہ کرتیں تو کوئی عورت کسی مرد سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِیْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ لَمْ یُخْبُثِ الطَّعَامُ وَلَمْ یُخْتَزِ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ اُنْثٰی زَوْجَهَا الدَّهْرَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا، اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کبھی کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی۔

۳۵۴۴۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرِ الْهَمْدَانِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یَزِیْدَ قَالَ نَا حَیْوَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ شُرَحْبِیْلُ بْنُ شَرِیْكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔

۳۵۴۵۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِی ابْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَرْاَةَ كَالضِّلَعِ اِذَا ذَهَبْتَ تُقِیْمُهَا كَسَرْتَهَا وَاِنْ تَرَكْتَهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِیْهَا عِوَجٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت پسلی کی طرح ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو توڑ دو گے، اور اگر تم اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس کی کجی کے باوجود اس سے فائدہ اٹھاتے رہو گے۔

۳۵۴۶۔ وَحَدَّثَنِیْهِ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ اَخِی الزُّهْرِیِّ عَنْ عَمِّهٖ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ سَوَاءً۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کے تقاضے

حدیث نمبر ۳۵۳۸ میں مذکور ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئی تھیں۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ حوا حضرت آدم کی بائیں چھوٹی پسلی سے پیدا کی گئیں جس وقت حضرت آدم سوئے ہوئے تھے۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ عورت مکمل درست ہو جائے گی اور جو شخص اس کے تمام اخلاق سدھارنے کی کوشش کرے گا وہ اس کو کھو دے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ عورت کے اخلاق میں اگر کچھ کجی ہے تو وہ اس کا عیب نہیں ہے جیسا کہ پسلی میں کجی عیب نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۳۵۳۹ میں ہے عورتوں سے خیر خواہی کرو، اس میں یہ اشارہ ہے کہ عورت کو پسلی سے تشبیہ دینے کا یہ مقصد

نہیں ہے کہ اس کی اصلاح کی کوشش نہ کی جائے البتہ پیار محبت اور ملائمت سے اس کی اصلاح کرنی چاہیے اگر اس سے کبھی درشتی یا بد اخلاقی صادر ہو تو اس کی طبعی کجی پر محمول کر دیا جائے لیکن اگر وہ کوئی خلاف شرع کام کرے مثلاً نماز نہ پڑھے روزے نہ رکھے یا بے پردہ بازار جائے تو پہلے اس کو ملائمت سے سمجھائے نہ مانے تو پھر سختی کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قوا انفسکم و اھلیکم نارا (تحریم:۶) "اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ" تاہم طلاق دینے سے گریز کرے، طلاق دینا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناپسندہ فعل ہے، بعض لوگ وقتی طور پر مغلوب الغضب ہو کر تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں بعد میں دونوں فریق پشیمان ہوتے ہیں اور بچوں کی تربیت اور پرورش کا معاملہ ابتری کا شکار ہو جاتا ہے۔

حضرت حوا کی خیانت کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۵۴۲ میں ہے اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند سے خیانت نہ کرتی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو ممنوعہ درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی۔ اور خیانت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حوا نے شیطان کے وسوسہ کو قبول کر لیا تھا اور اس کے بہکانے میں آگئی تھیں، اور اپنے خیال میں حضرت آدم کی بہتری کے لیے انہیں اس درخت سے کھانے کی ترغیب دی تھی، یہ ان کی غلطی تھی، دانستہ غلط کاری نہیں تھی اس پر خیانت کا اطلاق صورۃً اور مجازاً ہے، جیسے حضرت آدم کی بھول پر صورۃً اور مجازاً عصیان کا اطلاق آیا ہے (فعصی ادم ربہ فغوی (طہ ، ۱۲۱) اور چونکہ اولاد میں ماں باپ کا اثر ہوتا ہے اس لیے حوا کی بیٹیوں میں حسب استعداد اس خیانت کا اثر آگیا۔

کھانا خراب ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۳۵۴۳ میں ہے اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو کبھی کوئی کھانا اور گوشت خراب نہ ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو اسرائیل نے سب سے پہلے کھانے کا ذخیرہ کرنا شروع کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے کھانے پینے کی چیزوں کو لوگ رکھتے تھے لیکن وہ خراب نہیں ہوتی تھیں بنو اسرائیل نے من وسلویٰ کو بچا کر رکھنا شروع کیا تو بطور عذاب ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو بدبودار اور خراب کر دیا گیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق

طلاق کا لغوی معنی امام اللغت سید زبیدی طلاق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عباب میں ہے کہ عورت کی طلاق کے دو معنی ہیں (ا) نکاح کی گرہ کو کھول دینا (ب) ترک کر دینا، چھوڑ دینا، لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے۔ طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔[1]

طلاق کا اصطلاحی معنی علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے قاضی کی تفریق بھی شامل ہے، طلاق بائنہ کی وجہ سے نکاح کی قید فی الفور اٹھ جاتی ہے اور طلاق رجعی کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے[2]

طلاق کی اقسام طلاق کی تین قسمیں ہیں، احسن، حسن اور بدعی۔

طلاق احسن:۔ جن ایام میں عورت ماہواری سے پاک ہو اور ان ایام میں بیوی سے مقاربت بھی نہ کی ہو، ان ایام میں صرف ایک طلاق دی جائے، اس میں دوران عدت مرد کو رجوع کا حق رہتا ہے اور عدت گزرنے کے بعد عورت بائنہ ہو جاتی ہے، اور فریقین کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق حسن:۔ جن ایام میں عورت پاک ہو اور مقاربت بھی نہ کی ہو ان ایام میں ایک طلاق دی جائے اور جب ایک ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کے دوسری طلاق دی جائے اور جب دوسری ماہواری گزر جائے تو بغیر مقاربت کیے تیسری طلاق دی جائے اس کے بعد جب تیسری ماہواری گزر جائے گی تو عورت مغلظہ ہو جائے گی اور اب شرعی حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ عقد نہیں ہو سکتا۔

طلاق بدعی:۔ اس کی تین صورتیں ہیں: (ا) ایک مجلس میں تین طلاقیں دفعۃً دی جائیں خواہ ایک کلمہ سے مثلاً تم کو تین طلاق دیں یا کلمات متعددہ سے مثلاً کہے تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی، تم کو طلاق دی۔ (ب) عورت کی ماہواری کے ایام میں اس کو ایک طلاق دی جائے، اس طلاق سے رجوع کرنا واجب ہے اور یہ طلاق شمار کی جاتی ہے۔ (ج) جن ایام میں عورت سے مقاربت کی ہو، ان ایام میں عورت کو ایک طلاق دی جائے، طلاق بدعی کسی صورت میں ہو اس کا دینے والا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی نزیل مصر، تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ،

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

گنہگار ہوتا ہے۔[1]

صریح لفظ طلاق کے ساتھ ایک یا دو طلاقیں دی جائیں تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر صریح لفظ طلاق نہ ہو کنایہ سے طلاق دی جائے تو یہ طلاق بائن ہے، مثلاً طلاق کی نیت سے بیوی کو ماں بہن کہہ دے، طلاق رجعی میں دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے، لیکن پچھلی طلاقیں شمار ہوں گی، اگر پہلے دو طلاقیں دی تھیں تو رجوع کے بعد صرف ایک کا مالک رہ جائے گا، طلاق بائن سے فی الفور نکاح منقطع ہو جاتا ہے، لیکن اگر تین سے کم طلاقیں بائن ہوں تو باہمی رضامندی سے دوبارہ عقد ہو سکتا ہے۔ لیکن پچھلی طلاق کا شمار ہو گا۔

طلاق کیوں مشروع کی گئی؟

اسلام کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ رشتہ نکاح میں منسلک ہو جائیں ان کے نکاح کو قائم اور برقرار رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے اور اگر کبھی ان کے درمیان اختلاف یا نزاع پیدا ہو تو رشتہ دار اور مسلم سوسائٹی کے ارباب حل وعقد اس اختلاف کو دور کر کے ان میں صلح کرائیں اور اگر ان کی پوری کوشش کے باوجود زوجین میں صلح نہ ہو سکے اور یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ بدستور رشتہ نکاح میں بندھے رہے تو یہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور نکاح کے مقاصد فوت ہو جائیں گے تو ان کی عدم موافقت اور باہمی نفرت کے باوجود ان کو نکاح میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے، اس صورت میں ان کی، ان کے رشتہ داروں اور معاشرہ کے دیگر افراد کی بہتری اور مصلحت اسی میں ہے کہ عقد نکاح کو توڑنے کے لیے شوہر کو طلاق دینے سے نہ روکا جائے۔ طلاق کے علاوہ عقد نکاح کو فسخ کرنے کے لیے دوسری صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کو کچھ دے دلا کر خلع کرا لے اور تیسری صورت قاضی کی تفریق ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ جن دو مسلمان حکموں کو نزاعی حالت میں یہ معاملہ سپرد کیا گیا ہو وہ نکاح کو فسخ کرنے کا فیصلہ کر دیں۔

صرف ناگزیر حالت میں طلاق دی جائے

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر شوہر کو بیوی ناپسند ہو پھر بھی وہ اس سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً۔

(النساء: ۱۹)

اور اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کے ساتھ رہو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کر دے۔!

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن محارب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احل اللہ شیئاً ابغض الیہ من الطلاق۔[2]

حضرت محارب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی حاشیہ رد المحتار ج ۲ ص ۵۷۸-۵۷۳، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم ابغض الحلال الی اللہ عزو جل الطلاق۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ طلاق ہے۔

قرآن اور سنت کی ان ہدایات کی روشنی میں شوہر پر یہ لازم ہے کہ اختلاف اور نزاع کی صورت میں حتی الامکان طلاق سے گریز کرے اور اگر طلاق دینا ناگزیر ہو تو صرف ایک طلاق رجعی دے کیونکہ اس کے بعد عدت کے تین ماہ تک اس معاملہ پر نظر ثانی کا موقع رہے گا ورنہ عدت کے بعد عورت علیحدہ ہو جائے گی، آج کل لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ تین بار کہے بغیر طلاق نہیں ہوتی، اس لیے یا تو وہ خود تین طلاقیں دیتے ہیں یا وکیل اور وثیقہ نویس ان کو تین طلاقیں لکھ دیتے ہیں اور جب طلاق نافذ ہو جاتی ہے تو یہ لوگ پشیمان ہوتے ہیں اور مفتیوں کے پاس جاتے ہیں کہ دوبارہ نکاح یا رجوع کا کوئی حیلہ تبلائیں حتیٰ کہ یہ لوگ حلالہ کی ناگوار صورت کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں حالانکہ اس قسم کے حلالہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے، لیکن بعد میں بچوں کی دربدری اور دوسرے برے نتائج سے بچنے کے لیے اس وقت فریقین ہر قیمت پر صلح کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ میری بائیس سالہ افتاء کی زندگی کا تجربہ ہے۔

صرف مرد کو طلاق کا اختیار کیوں دیا گیا؟

طلاق دینے کا حق صرف مرد کو تفویض کیا گیا ہے حالانکہ عقد نکاح عورت اور مرد دونوں کی باہمی رضامندی سے وجود میں آتا ہے تو پھر عورت کو یہ اختیار کیوں نہیں ہے کہ وہ بھی جب چاہے اس عقد کو ختم کر دے؟

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ عورت مغلوب الغضب ہوتی ہے اور اس کو جلد غصہ آتا ہے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے اختیار میں ہوتا تو وقوع طلاق کی شرح دو چند سے بھی زیادہ بڑھ جاتی، عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ شوہر عورت کے مطالبہ اور اس کی ضد پر طلاق دیتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کی قوت فیصلہ کمزور ہوتی ہے۔ خصوصاً حیض کے ایام میں عورت ذہنی اضطراب میں مبتلا ہوتی ہے اور ان ایام میں اس کا ذہن منتشر اور مزاج چڑچڑا ہو جاتا ہے اس لیے اگر طلاق دینے کا معاملہ عورت کے سپرد کیا جاتا تو شرح طلاق زیادہ ہو جاتی اور اکثر ہنستے بستے گھر ویران ہو جاتے، تیسری وجہ یہ ہے کہ عورتیں ناقصات عقل ہوتی ہیں جیسا صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد، مسند احمد بن حنبل اور مستدرک [2] میں اس کی تصریح ہے اور فسخ نکاح کا معاملہ ناقص العقل کے سپرد کرنے کے لائق نہیں ہے۔

طلاق کا معاملہ مرد کو مفوض کرنے کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے اس لیے ان حقوق سے دست کش ہونے کا اختیار بھی اسی کو دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنا روپیہ خرچ کر کے کوئی چیز حاصل کرتا ہے وہ اس چیز کو آخری حد تک رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور صرف اس وقت اس چیز کو چھوڑتا ہے جب اس کو چھوڑنے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے۔ اس کے برخلاف حقوق زوجیت کو قائم کرنے میں عورت کو کوئی محنت کرنی پڑتی

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۹۶، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] بخاری ج ۱ ص ۴۴، ج ۱ ص ۹۷، ج ۱ ص ۱۳۱، ج ۱ ص ۲۶۱، ج ۱ ص ۲۶۳۔ مسلم ج ۱ ص ۶۰ ابو داؤد ج ۱ ص ۲۸۷۔ ترمذی ص ۳۷۵۔ ابن ماجہ ص ۲۸۹ - ۲۸۸، مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۶۷، مستدرک ج ۲ ص ۱۹۰۔

ہے نہ پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے اس لیے اگر طلاق کی باگ ڈور عورت کے ہاتھ میں دے دی جاتی تو عورت کو طلاق واقع کرنے میں اس قدر سوچ و بچار اور تامل کی ضرورت نہ ہوتی۔ علاوہ ازیں یہ اقدام عدل و انصاف کے بھی خلاف ہوتا۔

طلاق میں عورت کی رضامندی کا اعتبار کیوں نہیں ہے؟ یہ ٹھیک ہے کہ بعض اوقات عورت طلاق لینا نہیں چاہتی اور اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر وہ اپنے شوہر کے نکاح میں رہنا ہی چاہتی ہے لیکن مرد بدمزاج اور ظالم ہوتا ہے اور عورت کی مرضی کے خلاف وہ اس کو طلاق دے دیتا ہے، ایسی صورت میں بعض عورتیں یہ کہتی ہیں کہ جب نکاح کے عقد میں اس کی مرضی کا دخل ہے تو طلاق میں اس کی رضامندی کا دخل کیوں نہیں ہے؟ اور اس کی مرضی کے بغیر طلاق کیوں مؤثر قرار دی جاتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عقد کو بھی قائم کرنے کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری ہے (مثلاً وکالت، اجارت، مضاربت وغیرہ) لیکن عقد کو فسخ کرنے کے لیے دونوں فریقوں کی رضامندی ضروری نہیں ہوتی، کوئی ایک فریق بھی دوسرے کی مرضی کے خلاف عقد توڑ سکتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص کسی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ عمل زوجیت پر تیار نہ ہو تو اس سے بزور یہ عمل نہیں کرایا جا سکتا نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ تم خواہی نخواہی اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھو اور اس کو خرچ دیتے رہو اور چونکہ ازدواجی زندگی کی گاڑی میں اہم رول مرد ادا کرتا ہے کیونکہ عمل زوجیت اور نفقہ کی ادائیگی میں مرد فاعل ہوتا ہے اور عورت اس کے فعل کی محل یا مستفعل ہوتی ہے اس لیے عقد نکاح کو قائم رکھنے یا اس کو فسخ کرنے کا اختیار بھی صرف مرد کو دیا گیا ہے۔

خلع طلاق کو مرد کے اختیار میں دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقوع طلاق میں عورت کا بالکل دخل نہیں ہے عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے اگر عورت کو مرد کی شکل و صورت پسند نہ ہو یا کسی اور طبعی نامناسبت کی وجہ سے وہ مرد کو ناپسند کرتی ہو تو وہ اپنا مہر چھوڑ کر یا کچھ اور دے دلا کر شوہر سے طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

قاضی اور حکمین کی تفریق سید محمد قطب شہید لکھتے ہیں: امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس ابن شماس کی بیوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ثابت کے خلق اور اس کے دین کے بارے میں کوئی حرف گیری نہیں کرتی، لیکن میں اسلام کے بعد کفر (ناشکری یا شوہر کے حقوق کو ادا نہ کرنا) کو ناپسند کرتی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کا باغ واپس کر دو گی (ثابت نے ان کو مہر میں باغ دیا تھا) انھوں نے کہا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت سے فرمایا "باغ لے لو اور اس کو طلاق دے دو"[1]

اس حدیث کی روشنی میں یہ ہونا چاہیے کہ جب کسی عورت کو کسی طبعی ناہمواری کی وجہ سے شوہر ناپسند ہو اور یہ نفرت اس قدر بڑھ جائے کہ وہ اس نفرت کی وجہ سے شوہر کے حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر وہ قاضی اسلام سے رجوع کرے اور قاضی مہر واپس کر کے شوہر سے طلاق دلا دے، یاد رہے کہ یہاں قاضی شوہر سے طلاق دلوائے گا از خود نکاح فسخ نہیں کریگا۔

قاضی اور حکمین کی تفریق طلاق دینا مرد کے اختیار میں ہے، لیکن اگر مرد عورت پر تعدی اور ظلم کرتا ہے اور اس کو طلاق نہیں دیتا تو عورت کو حق ہے کہ وہ عدالت سے نکاح فسخ کرا لے اور مذہب مالکیہ

---

[1] سید محمد قطب شہید، فی ظلال القرآن ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ

کے مطابق یہ تفریق نافذ ہو جائے گی، اسی طرح اگر خاوند تنگ کرنے کے لیے عورت کو نفقہ دے نہ طلاق دے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند پاگل ہو جائے اور ٹھیک نہ ہو سکے یا کسی اور ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہو جائے اور حقوق زوجیت ادا نہ کر سکے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند کسی جرم کی وجہ سے لمبی مدت کے لیے سزایاب ہو یا اس کو عمر قید ہو جائے تب بھی عورت عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے، اگر کسی نوجوان عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے اور عورت کے گذر بسر کا ذریعہ نہ ہو تو عدالت تحقیق کے بعد فی الفور تفریق کر دے گی۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو اور وہ حکمین کو مقرر کریں اور حکمین تفریق کا فیصلہ کر دیں تو تفریق ہو جائے گی یہ تمام صورتیں امام مالک کے نزدیک جائز ہیں اور فقہاء احناف نے تصریح کی ہے کہ ضرورت کے وقت امام مالک کے مذہب پر عمل درست ہے اور یہ بھی تصریح ہے کہ قاضی اپنے اجتہاد سے مذہب غیر کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس پر عمل صحیح ہے ان تمام امور کی باحوالہ، مکمل مفصل اور مدلل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث باب: ۴۷۴ (ص ۱۱۲۱-۱۰۹۲) میں بیان کر دی ہیں۔

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتیں

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے، پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے، اب اگر وہ مرد اور عورت پھر ملنا چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گذار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جا سکتی ہے ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پشیمانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور رودھو کر مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں بائیس سالہ ازدواجی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آ رہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے" جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے، حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے) اگر بیوی کے مطالبہ یا اس کے غلط طرز عمل کی وجہ سے یہ اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرز عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ

طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہیگا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گذر گئی اور عورت بائنہ ہو گی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانہ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے "الطلاق مرتان" کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسریح باحسان۔ (البقرۃ : ۲۲۹) "طلاق (رجعی) دو بار ہے پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک لینا ہے یا (عدت پوری کرنے کے لیے) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے"[1]۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ؕ فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله ؕ تلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون (البقرہ، ۲۳۰) پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ (عورت) اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ (عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (عدت کے بعد نکاح کر کے) آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنھیں وہ علم والوں کے لیے بیان فرماتا ہے۔"

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ وبچار اور غور وخوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے، لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدیں تو اس کو اب صبر و استقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتوی پر عمل کرنے کے لیے در بدر مارا مارا پھرے، کیونکہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عددی

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں خصت ہوجاتی ہے۔ آئندہ مباحث میں ہم انشاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے اس کے بعد قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہرحال نافذ ہو جائیں گی۔

۳۵۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدُ وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے متعلق دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے، پھر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے حتیٰ کہ حیض (ماہواری) گذر جائے۔ اس کے بعد ایک اور حیض گذر جانے دے پھر چاہے تو اس کو رکھے اور چاہے تو طلاق دے بشرطیکہ اس طہر میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو اور طلاق دینے کا یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق کا حکم دیا ہے۔

۳۵۴۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ قُتَيْبَةُ نَا لَيْثٌ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْسِكَهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ عِنْدَهُ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں ایک طلاق دے دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اس طلاق سے رجوع کریں پھر حیض ختم ہونے تک بیوی کو رکھیں پھر جب وہ حیض سے پاک ہوجائے تو ایک اور حیض گذرنے تک انھیں مہلت دیں اور جب وہ اس دوسرے حیض سے پاک ہوجائے اور وہ اس کو طلاق دینا چاہیں تو حیض سے پاکیزگی کے اس دور میں انھیں طلاق دیں۔ بشرطیکہ اس مدت میں بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں

يُمْهِلَهَا حَتَّى تَطْهُرَ حَيْضَتَهَا فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا حِينَ تَطْهُرُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُجَامِعَهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ وَزَادَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَتِهِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ إِذَا سُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ لِأَحَدِهِمْ أَمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَنِي بِهٰذَا وَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ وَعَصَيْتَ اللهَ فِيمَا أَمَرَكَ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ قَالَ مُسْلِمٌ جَوَّدَ اللَّيْثُ فِي قَوْلِهِ تَطْلِيقَةً وَاحِدَةً.

کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ ابن رمح نے اپنی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے جب سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے جب تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں (تو تم رجوع کر سکتے ہو) کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو بیوی تم پر حرام ہو گئی حتیٰ کہ وہ تمہارے علاوہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، اور تم نے (اس طرح اکٹھی تین طلاقیں دے کر) اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو طلاق دینے کا طریقہ بتایا تھا، اس کی نافرمانی کی ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں کہ لیث نے اپنی روایت میں ایک طلاق کا لفظ عمدگی سے ذکر کیا ہے۔

۳۵۴۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يُمْسِكْهَا فَإِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ قُلْتُ لِنَافِعٍ مَا صُنِعَتِ التَّطْلِيقَةُ قَالَ وَاحِدَةٌ أُعْتُدَّ بِهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا ابن عمر سے کہو کہ اس طلاق کو واپس لے لے پھر اپنی بیوی کو رہنے دے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گذر جائے اور جب وہ اس حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے سکتا ہے، بشرطیکہ اس پاکیزگی کی مدت میں اس سے مقاربت نہ کی ہو، یا چاہے تو اس کو اپنے پاس رہنے دے، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ عبیداللہ کہتے ہیں میں نے نافع سے پوچھا جو طلاق دی گئی تھی اس کا کیا ہوا، انھوں نے کہا اس طلاق کو شمار کیا گیا۔

۳۵۵۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن

شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ عُبَيْدِ اللّٰهِ لِنَافِعٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى فِيْ رِوَايَتِهٖ فَلْيُرَاجِعْهَا وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ فَلْيُرَاجِعْهَا۔

اس میں عبید اللہ کا سوال اور نافع کا جواب مذکور نہیں ہے۔

۳۵۵۱۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهٗ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ يَقُوْلُ إِمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا وَاحِدَةً أَوِ اثْنَتَيْنِ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهٗ أَنْ يُرَاجِعَهَا ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً أُخْرٰى ثُمَّ يُمْهِلَهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقَهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ وَإِمَّا أَنْتَ طَلَّقْتَهَا ثَلَاثًا فَقَدْ عَصَيْتَ رَبَّكَ فِيْمَا أَمَرَكَ بِهٖ مِنْ طَلَاقِ امْرَأَتِكَ وَبَانَتْ مِنْكَ۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے حضرت ابن عمر کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا، اور یہ کہ وہ اس کو ایک اور حیض گذرنے کی مہلت دیں پھر اس دوسرے حیض سے پاک ہونے کی مہلت دیں، پھر مقاربت سے پہلے اس کو طلاق دیں، اور یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے، پھر جب حضرت ابن عمر سے یہ سوال کیا جاتا کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی ہے، تو وہ فرماتے اگر تو نے ایک طلاق دی ہے یا دو طلاقیں دی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے، پھر اس کو مہلت دو حتی کہ اس کا ایک اور حیض گذر جائے اور وہ اس حیض سے پاک ہو جائے، پھر اس کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، اور اگر تم نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا جس طریقہ سے حکم دیا ہے تو نے اس کی نافرمانی کی ہے، اور بیوی تجھ سے بائنہ ہو گئی۔

۳۵۵۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ

مُحَمَّدٌ وَّهُوَ ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ اَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَاَتِيْ وَهِيَ حَآئِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَيَّظَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتّٰى تَحِيْضَ حَيْضَةً مُّسْتَقْبِلَةً سِوٰى حَيْضَتِهَا الَّتِيْ طَلَّقَهَا فِيْهَا فَاِنْ بَدَا لَهٗ اَنْ يُّطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا مِّنْ حَيْضَتِهَا قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّهَا قَالَ فَتِلْكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا اَمَرَ اللّٰهُ وَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ طَلَّقَهَا تَطْلِيْقَةً فَحُسِبَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَرَاجَعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ كَمَا اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے آپ نے فرمایا ابن عمر کو حکم دو کہ وہ اپنی بیوی سے رجوع کرے حتیٰ کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے، اس کے سوا ایک اور حیض گذر جائے، پھر اس کے بعد اگر وہ چاہے تو اس کو طلاق دے دے، بشرطیکہ وہ اس حیض سے پاک ہو چکی ہو اور اس نے اس سے مقاربت نہ کی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق طلاق دینے کا وقت ہے، (حضرت) عبداللہ بن عمر نے ایک طلاق دی تھی جو کہ شمار کر لی گئی تھی، اور (حضرت) عبداللہ بن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا۔

۳۵۵۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهٖ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَرَاجَعْتُهَا وَحُسِبَتْ لَهَا التَّطْلِيْقَةُ الَّتِيْ طَلَّقْتُهَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول موجود ہے کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا تھا اور میں نے جو طلاق دی تھی اس کو شمار کر لیا گیا تھا۔

۳۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالُوْا نَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَآئِضٌ فَذَكَرَ ذٰلِكَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اسے رجوع کرنے کا حکم دو، پھر وہ اس کو حیض سے پاکیزگی یا حالت حمل میں طلاق دے۔

وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا أَوْ حَامِلًا۔

۳۵۵۵ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ فَسَأَلَ عُمَرُ عَنْ ذٰلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا حَتَّى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ حَيْضَةً أُخْرَى ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ يُطَلِّقُ بَعْدُ أَوْ يُمْسِكُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا اسے اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دو، حتیٰ کہ وہ پاک ہو جائے، پھر ایک اور حیض گذر جائے، پھر پاک ہو جائے، اس کے بعد طلاق دے یا رکھے۔

۳۵۵۶ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ مَكَثْتُ عِشْرِينَ سَنَةً يُحَدِّثُنِي مَنْ لَا أَتَّهِمُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَجَعَلْتُ لَا أَتَّهِمُ وَلَا أَعْرِفُ الْحَدِيثَ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا غُلَّابٍ يُونُسَ بْنَ جُبَيْرٍ الْبَاهِلِيَّ وَكَانَ ذَا ثَبْتٍ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَحَدَّثَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ تَطْلِيقَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأُمِرَ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ قُلْتُ أَفَحُسِبَتْ عَلَيْهِ قَالَ فَمَهْ أَوْ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ بیس سال تک ایک ثقہ آدمی مجھ سے یہ حدیث بیان کرتا رہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں تین طلاقیں دے دیں اور آپ کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، میں اس راوی پر بدگمانی تو نہیں کرتا تھا لیکن مجھے اس حدیث میں اشکال تھا حتیٰ کہ میری ملاقات ابو غلاب یونس بن جبیر باہلی سے ہوئی جو بہت مستند شخص تھے انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو حضرت ابن عمر نے بتلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں ایک طلاق دی تھی۔ آپ کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا گیا، راوی نے پوچھا کہ وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ کہا کیوں نہیں! کیا وہ ناسمجھ تھے۔

۳۵۵۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَسَأَلَ عُمَرُ

ایک اور سند سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں (رجوع کرنے کا) حکم دیا۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَہٗ

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر نے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کو حیض سے پاکیزگی کے ان ایام میں طلاق دیں جن میں انھوں نے جماع نہ کیا ہو، اور فرمایا اس مدت کے شروع میں طلاق دے دیں۔

۳۵۵۸ - وَحَدَّثَنَاہُ عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ عَنْ اَیُّوْبَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ فَسَاَلَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا حَتّٰی یُطَلِّقَھَا طَاھِرًا مِّنْ غَیْرِ جِمَاعٍ وَقَالَ یُطَلِّقُھَا فِیْ قُبُلِ عِدَّتِھَا۔

یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے۔ انھوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمر کو نہیں پہچانتے! انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ دوبارہ عدت شروع کرے (راوی کہتے ہیں) پھر میں نے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق شمار کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا وہ عاجز اور بے وقوف ہے جو اس طلاق کو شمار نہیں کرے گا۔

۳۵۵۹ - وَحَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الدَّوْرَقِیُّ عَنِ ابْنِ عُلَیَّۃَ عَنْ یُوْنُسَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَقَالَ اَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَاِنَّہٗ طَلَّقَ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ فَاَتٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ فَاَمَرَہٗ اَنْ یُّرَاجِعَھَا ثُمَّ تَسْتَقْبِلَ عِدَّتَھَا قَالَ فَقُلْتُ لَہٗ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ وَھِیَ حَائِضٌ اَیُعْتَدُّ بِتِلْکَ التَّطْلِیْقَۃِ قَالَ فَمَہْ اَوَ اِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ۔

یونس بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے میں نے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی ہے۔ انھوں نے کہا کیا تم عبداللہ بن عمر کو نہیں پہچانتے! انھوں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا، اور فرمایا کہ دوبارہ عدت شروع کرے (راوی کہتے ہیں) پھر میں نے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دے تو کیا وہ طلاق شمار کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! کیا وہ عاجز اور بے وقوف ہے جو اس طلاق کو شمار نہیں کرے گا۔

۳۵۶۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰی نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ نَا سَمِعْتُ یُوْنُسَ بْنَ جُبَیْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ طَلَّقْتُ امْرَاَتِیْ وَھِیَ حَائِضٌ فَاَتٰی

یونس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس بات کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کر لیں جب

عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَإِنْ شَاءَ فَلْيُطَلِّقْهَا قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَتَحْتَسِبُ بِهَا فَقَالَ مَا يَمْنَعُهُ أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ.

وہ (حیض سے) پاک ہو جائیں تو پھر چاہیں تو ان کو طلاق دے دیں، یونس کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کیا وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر کو اس طلاق کو شمار کرنے سے کیا چیز مانع تھی؟ کیا تمہارے خیال میں وہ عاجز اور احمق تھے!

۳۵۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَتِهِ الَّتِي طَلَّقَ قَالَ طَلَّقْتُهَا وَهِيَ حَائِضٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا فَإِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا لِطُهْرِهَا قَالَ فَرَاجَعْتُهَا ثُمَّ طَلَّقْتُهَا لِطُهْرِهَا قُلْتُ فَاعْتَدَدْتَ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ الَّتِي طَلَّقْتَ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ مَالِي لَا أَعْتَدُّ بِهَا وَإِنْ كُنْتُ عَجَزْتُ وَاسْتَحْمَقْتُ.

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی بیوی کی طلاق کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے اس کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، پھر میں نے اس واقعہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا، انھوں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس سے کہو کہ اس طلاق سے رجوع کر لے اور جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو ایام طہر میں طلاق دے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا، پھر اس کو طہر میں طلاق دے دی، میں نے پوچھا آپ نے اس کو حالت حیض میں جو طلاق دی تھی کیا اس کو شمار کر لیا تھا، انھوں نے کہا میں اس طلاق کو کیوں نہ شمار کرتا؟ کیا میں عاجز اور احمق تھا!

۳۵۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنًّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ طَلَّقْتُ امْرَأَتِي وَهِيَ حَائِضٌ فَأَتَى عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْهَا قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ أَفَحُسِبَتْ بِتِلْكَ التَّطْلِيقَةِ قَالَ فَمَهْ.

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا انھیں رجوع کرنے کا حکم دو، پھر جب وہ (حیض سے) پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دیں، میں نے پوچھا کیا آپ نے اس طلاق کا شمار کر لیا تھا؟ فرمایا: کیوں نہیں؟!

۳۵۶۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا لِيُرَاجِعْهَا وَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ قُلْتُ لَهُ أَتَحْتَسِبُ بِهَا قَالَ فَمَهْ۔

ایام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے البتہ پہلی سند کے ساتھ روایت میں ہے اس کو اس طلاق سے رجوع کرنا چاہیے اور دوسری سند میں ہے میں نے کہا کیا طلاق شمار ہو گی تو انھوں نے کہا ہشت!۔

۳۵۶۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُسْأَلُ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَذَهَبَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ الْخَبَرَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا قَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ يُرِيدُ عَلٰى ذٰلِكَ لِأَبِيهِ

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس شخص کا حکم دریافت کیا گیا جس نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، آپ نے فرمایا کیا تم عبداللہ بن عمر کو پہچانتے ہو؟ طاؤس نے کہا: ہاں! حضرت ابن عمر نے کہا انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی، حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے اسے رجوع کرنے کا حکم دیا: ابن طاؤس نے کہا: اس نے اپنے والد سے یہ حدیث نہیں سنی تھی۔

۳۵۶۵۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَيْمَنَ مَوْلٰى عَزَّةَ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَأَبُو الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْمَعُ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا فَقَالَ طَلَّقَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ

عبدالرحمٰن بن ایمن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کر رہے تھے درآں حالیکہ حضرت ابوالزبیر رضی اللہ عنہ بھی سن رہے تھے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا: ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا حکم دریافت کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس طلاق سے رجوع کرے، اور فرمایا جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو طلاق دے دے یا اس کو رکھ لے، حضرت ابن عمر رضی

عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُرَاجِعْهَا فَرَدَّهَا وَقَالَ اِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ اَوْ لِيُمْسِكْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَقَرَاَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ فِيْ قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ۔

اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: (اے نبی) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو۔

۳۵۶۶۔ حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَيْمَنَ مَوْلٰى عُرْوَةَ يَسْاَلُ ابْنَ عُمَرَ وَاَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ حَجَّاجٍ وَفِيْهِ بَعْضُ الزِّيَادَةِ قَالَ مُسْلِمٌ اَخْطَاَ حَيْثُ قَالَ مَوْلٰى عُرْوَةَ اِنَّمَا هُوَ مَوْلٰى عَزَّةَ۔

عبدالرحمٰن بن ایمن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا درآں حالیکہ حضرت ابوالزبیر بھی سن رہے تھے اس حدیث میں کچھ اضافہ ہے اور عبدالرحمٰن بن ایمن عروہ کے نہیں عزہ کے غلام تھے۔

حالت حیض میں طلاق دینے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: امت کا اس پر اجماع ہے کہ حائضہ کو طلاق دینا حرام ہے، اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دی تو طلاق دینے والا گنہگار ہوگا، لیکن اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس شخص کو طلاق سے رجوع کا حکم دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ثابت ہے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

حیض سے متصل طہر کے بعد ایک مزید طہر گذروانے کی حکمت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ہے جس حیض میں طلاق دی ہے اس کے بعد جو طہر گذرے گا پھر حیض گذرے گا اس کے بعد ایک اور طہر گذر جائے تب وہ ایسے طہر میں طلاق دے سکتا ہے جس میں اس نے بیوی سے مقاربت نہ کی ہو، یہاں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور طہر تک طلاق دینے کے امر کو مؤخر کیوں فرمایا؟ علامہ نووی نے اس کے چار جواب دیے ہیں: (ا) تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اس شخص نے طلاق دینے کی غرض سے رجوع کیا ہے، اس لیے طلاق کے متصل طہر کے بعد ایک اور طہر گذر جائے (ب) ایک مزید طہر کا گذارنا طلاق دینے والے شخص کے لیے بمنزلہ سزا ہے (ج) جو طہر حیض سے متصل ہے وہ بھی بمنزلہ حیض ہے اس لیے اس میں طلاق دینے کی اجازت نہیں دی۔ (د) طلاق سے متصل طہر میں اس کو طلاق دینے کی اجازت نہیں دی، تاکہ کچھ مزید وقت گذر جائے اور اس کے دل سے طلاق دینے کا خیال نکل جائے۔

عدت کو حیض قرار دینے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک عورتوں کی عدت طلاق طہر ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک یہ عدت حیض ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء (بقرہ: ۲۲۸) "مطلقہ عورتیں تین قروء تک ٹھہریں"، اگر قروء سے مراد طہر ہے تو پورے تین قروء نہیں گذریں گے ڈھائی یا ساڑھے تین ہوں گے، اس لیے اس سے مراد حیض ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ عورت ڈھائی طہر عدت گذارے گی اور قرآن مجید میں اس پر تغلیباً تین کا اطلاق ہے، یہ جواب اس لیے درست نہیں ہے کہ جب حقیقت پر عمل ہو سکتا ہے اور قروء کو حیض پر محمول کرنے کی صورت میں پورے تین قروء عدت ہو سکتی ہے تو قرآن مجید کی آیت کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شوافع کی دلیل یہ ہے کہ ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طہر میں طلاق دینے کا حکم دیا ہے جس میں مقاربت نہ کی ہو اور فرمایا یہی وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فطلقوھن لعدتھن (طلاق: ۶۵) "عورتوں کو ان کی عدت میں طلاق دو" اس سے معلوم ہوا کہ عدت حیض نہیں طہر ہے[1]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق دینے کی عدت کا ایک معنی (وقت یا زمانہ) ہے جس کا تعلق مردوں سے ہے اور دوسرا معنی طلاق کے بعد ٹھہرنے کی عدت ہے جس کا تعلق عورتوں سے ہے، اس آیت میں مردوں کے طلاق دینے کی عدت کا بیان ہے اور یہ طہر ہے اور والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء میں جس عدت کو بیان کیا ہے وہ عورتوں کی عدت ہے جس سے مراد حیض ہے۔

بَابُ طَلَاقِ الثَّلَاثِ

تین طلاقوں کا بیان

۳۵۶۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِنَّ النَّاسَ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ

اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں، جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا اس کو ایک طلاق شمار کیا جاتا تھا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کر دی ہے جس میں ان کے لیے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیں، تو بہتر ہو گا پھر انھوں نے تین طلاقوں کے نافذ کرنے کا حکم دیا۔

۳۵۶۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَتَعْلَمُ اَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَثَلَاثًا مِّنْ اِمَارَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا نَعَمْ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابوصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں!

۳۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ طَاوُسٍ اَنَّ اَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ هَاتِ مِنْ

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ابوالصہباء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا، آپ کو اس بارے میں کیا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں، بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس

هَنَاتِكَ أَلَمْ يَكُنِ الطَّلَاقُ الثَّلَاثُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَاحِدَةً فَقَالَ قَدْ كَانَ ذٰلِكَ فَلَمَّا كَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ تَتَابَعَ النَّاسُ فِي الطَّلَاقِ فَأَجَازَهُ عَلَيْهِمْ۔

نے فرمایا ایسا تھا، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے متواتر طلاقیں دینا شروع کر دیں تو انھوں نے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

بیک وقت تین طلاقوں کے بدعی ہونے میں مذاہب

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، امام شافعی کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا ہر چند کہ مستحب کے خلاف ہے تاہم گناہ نہیں ہے اور امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول میں امام شافعی کے موافق ہیں اور دوسرے قول میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہیں، علامہ ابن قدامہ حنبلی، امام احمد کے دونوں قولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقوں کے دینے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، حضرت حسن بن علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور شعبی کا بھی یہی نظریہ ہے کیونکہ حضرت عویمر عجلانی نے جب اپنی بیوی سے لعان کیا تو کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میرا اسے تہمت لگانا جھوٹ ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس کو تین طلاقیں دے دیں۔ (بخاری و مسلم) اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار منقول نہیں ہے، نیز بخاری اور مسلم میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رفاعہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق البتہ (منقطع) دے دی۔ اور حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے خاوند نے پیغام کے ذریعہ ان کو تین طلاقیں بھیجیں، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ جب طلاق متفرق طور پر دینا جائز ہے تو ایک ساتھ تین طلاقیں دینا بھی جائز ہے، امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور حرام ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، اور حضرت ابن عمر کا یہی نظریہ ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت علی نے فرمایا جو شخص سنت کے مطابق طلاق دے گا وہ نادم نہیں ہوگا اور ایک روایت میں فرمایا: عورت کو ایک طلاق دے کر تین حیض تک چھوڑے رکھو، اس مدت میں جب چاہو، رجوع کر سکتے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں تو وہ اس کو خوب پیٹتے تھے۔ مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا "میرے چچا نے اپنی بیوی کو (بیک وقت) تین طلاقیں دے دی ہیں"۔ آپ نے فرمایا تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور شیطان کی اطاعت کی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا (یعنی اب وہ رجوع نہیں کر سکتا)۔ [1]

---

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۸۱ - ۲۸۰، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

بیک وقت تین طلاقیں دے کر عورت کو بدرکر دینا نصوص صریحہ کی بناء پر معصیت ہے۔ علماء امت کے درمیان اس مسئلہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ صرف اس امر میں ہے کہ ایسی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کے حکم میں ہیں یا تین طلاق مغلظہ کے حکم میں۔ لیکن اس کے بدعت اور معصیت ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

حالانکہ امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ نہیں[1] مباح کہتے ہیں اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے۔ سید ابوالاعلیٰ نے مذاہب فقہاء کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں جمہور کا موقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں، امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس کا یہی نظریہ ہے، رضی اللہ عنہم، اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے[3] قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں[4]

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانتہً اعتبار ہوگا[5] (یعنی قضاءً اعتبار نہیں ہوگا)۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کا موقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں، مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں، یا کہا کہ تم کو طلاق ہے تم کو طلاق ہے، تم کو طلاق ہے، یا کہا تم کو تین طلاقیں، یا دس طلاقیں، یا سو طلاقیں، یا ہزار طلاقیں، اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں اور ایک چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے، پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے، یہ امام شافعی کا قول ہے، امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام اور لازم ہے، یہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے یہ قول صحابہ میں سے حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے منقول ہے، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس کے دو قول ہیں،—

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، حقوق الزوجین ص ۱۵۰، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، بائیسویں بار ۱۹۸۶ء

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۸۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[5] علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۲ ص ۶۳۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس، خلاس بن عمرو، محمد بن اسحاق سے منقول ہے، داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے، ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے، اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے، چوتھا قول بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا ہے وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی، سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب و سنت سے دلائل موجود ہیں[1]۔

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں، پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، یہ قول ائمہ اربعہ، جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم)۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے"! اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے، یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، جیسا کہ امام ابو داؤد نے ذکر کیا ہے، امام احمد نے کہا یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے، چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے، مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے، یہ قول حضرت ابن عباس کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک[2] ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی (شرائع الاسلام ج ۲ ص ۵۰)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن زرارة، عن احدهما عليهما السلام قال: سألته عن رجل طلق امرأته ثلاثا في مجلس واحد (او اكثر) وهي طاهر قال: هي واحدة۔[3]

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا یہ ایک طلاق ہوگی۔

عن عمرو بن البراء قال: قلت لابي عبدالله

عمرو بن براد کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳، ص ۷۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

[2] شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ

[3] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱۔ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۲ھ

علیہ السلام ان اصحابنا یقولون : ان الرجل اذا طلق امرأۃ مرۃ او مائۃ مرۃ فانما ھی واحدۃ وقد کان یبلغنا عنك وعن ابائك علیھم السلام انھم کانوا یقولون اذا طلق مرۃ او مائۃ مرۃ فانما ھی واحدۃ فقال ھو کما بلغکم[1]

سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو وہ صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الطلاق مرتان" "اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے، جیسے کسی شخص نے کہا جاؤ! دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو، اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے، مثلاً کہے سبحان اللہ، سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا "دو بار سبحان اللہ!" (سبحان اللہ مرتان) یا سو بار سبحان اللہ" (سبحان اللہ مائۃ مرۃ) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک یہ مثال دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے، اب اگر کوئی شخص کہے سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں، اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا احسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے، اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں، بلکہ موضوع ہیں، بلکہ صحیح مسلم اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے اور حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا تھا، حضرت عمر نے فرمایا لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انھیں مہلت دی گئی تھی، اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا، پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں۔ اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے "حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر سخت غمگین ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی متوفی ۳۲۸ھ، الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۶۲ھ

تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انھوں نے کہا میں نے اسے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا ایک مجلس میں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا یہ ایک طلاق ہوئی ہے اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو! حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا۔" شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ استفسار فرمایا ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جاتیں، اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں گی تو وہ ایک قرار دی جائے گی، حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کے حوالے سے بیان کی ہے۔[1]

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے "الطلاق مرتان" سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا "تم کو تین طلاقیں" تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہو گی، شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انھیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار کہا، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہییں کیونکہ یہ تین طلاقیں تین بار دی گئی ہیں، حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گذر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے، تو اس کی یہ گواہی مردود ہو گی جب تک کہ چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں، اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں نے قتل کیا ہے نہ قاتل کو دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں، اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے۔[2]

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہییں، حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے برخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔ علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳، ص ۱۴-۱۱ مطبوعہ بام فہد بن عبدالعزیز۔

[2] شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۴ ص ۵۵، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ

مع الفارق ہے۔ دونوں کے احکام الگ الگ ہیں، اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں وہ واقع مان لی جائیں[1] اور یہ مسلّم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق قرار دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری[2] لکھتے ہیں: حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو، یہ لونڈیوں سے بہتر ہے اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہو گا؟[3] (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے سے تین طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)۔

یہ دلیل سب سے پہلے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں۔

ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اگر ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں، دوسرا یہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے، تیسرا جواب ہم نے علامہ آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہو گا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہو گی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہو گا اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور دھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر پر عہد رسالت کے معمول بدلنے کے الزام کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہو گا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔ جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[3] حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری محقق سنی حنفی عالم ہیں اس مسئلہ میں ان کی رائے ائمہ اربعہ کے متفق علیہ موقف سے مختلف ہے تاہم ہماری معلومات کے مطابق انہوں نے اس رائے پر فتویٰ نہیں دیا، لیکن چونکہ غیر مقلد حضرات ان کا رسالہ مسلسل چھاپ رہے ہیں اس لیے ہم نے ان کے دلائل کا جواب ضروری سمجھا تاکہ عوام اہل سنت ان کے حوالے سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔ (غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو قبول کر لیا اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابو بکر اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے۔

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے) اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلّل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ، معلّل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس کی طرف اس روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

صحیح مسلم کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے، امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس کی باقی روایات کے مخالف ہے، پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا حضرت ابن عباس نے فرمایا پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا، 'اطلاق مرتان' نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہو گئی، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا تم تین طلاقیں دے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو، مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں، حضرت

ے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کے دس سے زائد جواب دیے ہیں، ہم بغرض اختصار صرف دو جواب پیش کر رہے ہیں سیدی غفرلہ۔

ابن عباس نے فرمایا تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی، تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی، تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا، ان کے علاوہ عطاء، عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں، اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔[1]

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے خصوصاً حضرت ابن عباس راوی حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے الی قولہ اس کے متعلق مختصر یہ گذارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں، نیز حضرت ابن عباس سے بھی دو روایتیں آئی ہیں ایک وہ جو اوپر گذری دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: فکان ابن عباس یری انما الطلاق عند کل طهر حدیث[2] دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گذر چکا ہے نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ان الاعتبار لروایۃ الراوی لا برایہ۔ "اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا"[2]

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اول تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے، مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ:

قال احمد بن حنبل کل اصحاب ابن عباس رووا عنه خلاف ما قال طاؤس، سعید بن جبیر و مجاهد و نافع عن ابن عباس بخلافه۔[3]

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ سعید بن جبیر، مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔

اور چونکہ صحیح مسلم کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے!

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۷، ص ۳۳۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۸ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

پیر کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا۔ اس کے بارے میں گذارش ہے کہ عام راویوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتوی اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث بیان کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔ کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر کے پیچھے نماز پڑھی، انھوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو[1] نیز حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے، امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کر نا ترک کر دیں گے۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے[2]

جب صحابی رسول کا عمل یا فتوی اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔ علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ان راویہ اذا عمل بخلافہ کان ذلک طعنا فی صحتہ او دلیلا علی انہ منسوخ او مصروف عن الظاھر[3]

راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس کی یہ حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے، ایسی ہی ہے، قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے اور اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے، عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔

پیر کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[2] 〃 〃 〃، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳، 〃 〃 〃 〃 〃

[3] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، النبراس ص ۲۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ،

ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے' اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر کرم شاہ صاحب نے فتح الباری کے حوالے سے بیان کیا ہے اور نیل الاوطار میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے[1] اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے جس کو ہم نے امام طحاوی اور علامہ پرہاروی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا، طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن لیث عن طاؤس وعطاء انهما قالا: اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا قبل ان یدخل بها فهی واحدة[2]

لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی، طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذکر صاحب الاستذکار ان هذه الروایة وهم وغلط لم یعرج علیها احد من العلماء الی قوله ولا یصح ذلك عن ابن عباس لروایة الثقات عنه خلافه[3]

علامہ ابن عبدالبر (صاحب استذکار) نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

نیز علامہ ابو جعفر بن نحاس کتاب الناسخ والمنسوخ میں لکھتے ہیں کہ "طاؤس ہر چند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس سے بہت سی روایات میں متفرد ہیں، اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے، ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے — جس میں انھوں نے حضرت ابن عباس سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے، لیکن

---

[1] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، قاہرہ، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ

[3] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۸۴۵ھ، الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۷، ص ۳۳۸-۳۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

حضرت ابن عباس اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں، تین ہی ہوتی ہیں!

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اولاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا ثانیاً بر سبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاقیں دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی آپ نے فرمایا تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا ایک طلاق! آپ نے فرمایا قسم بخدا؟ میں نے کہا قسم بخدا! آپ نے فرمایا پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے، یعنی ایک[1] اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے[2] امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[3] اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رکانہ سے یہ استفسار نہ کرتے کہ تم نے اس لفظ سے کیا مراد لیا ہے اور ان کی مراد پر قسم طلب نہ فرماتے بلکہ صاف فرما دیتے کہ ایک مجلس میں ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں، اور حضرت عمر نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت مسند احمد کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایک طلاق قرار دیا اور انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے مسند احمد کی اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن ابو داؤد کی مذکور الصدر روایت پر ترجیح دی ہے لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل و انصاف سے سخت بعید ہے، کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ مسند احمد میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا، اس میں ضعیف، حسن، صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں۔ برخلاف جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے لیکن انھوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی: هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امرأته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به[1] یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔" امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے اس کے برخلاف امام احمد نے مسند احمد میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو ان کے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابو عبید اور ابو محمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں، ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے[2]

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا، شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے سنن ابوداؤد کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر باحوالہ آگے آرہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے مسند احمد والی روایت کو مضطرب اور معلّل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے[3] اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو تمہید میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی مسند احمد والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور مسند احمد والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے[4]

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے مسند احمد کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے[5]

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۳ ص ۱۵ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلخیص الحبیر، ج ۳ ص ۲۱۳، مطبوعہ مصر،

[4] علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد

[5] علامہ ابوبکر بن احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی [1]

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔" شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل وانصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے۔ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے، اور امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں:۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا تم ھناد کو لازم رکھو، ابوحاتم نے کہا وہ بہت سچے ہیں قتیبہ نے کہا میں نے دیکھا کہ وکیع ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے، امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں، امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [2]

اس سند کے دوسرے راوی قبیصہ ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا وہ بہت سچے ہیں۔ اسحٰق بن سیار نے کہا میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا، امام نسائی نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [3]

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں جریر بن حازم، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے، عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں۔ دوری کہتے ہیں میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے انھوں نے کہا جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ بہت سچے اور نیک ہیں [4]

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں، دارقطنی نے کہا یہ معتبر ہیں، اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے [5]

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ: یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں۔ امام

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ

[3] " " ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹۔ ۳۴۸ " " " "

[4] " ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۰ " " " "

[5] " " ، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ " " " "

ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے[1] اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے[2]

حضرت رکانہ سے متعلق سنن ابوداؤد کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر کرم شاہ صاحب نے سنن ابوداؤد کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے جس میں ہے حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو۔ انھوں نے کہا: یارسول اللہ میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم اس سے رجوع کر لو![3]

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں، جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (شیخ ابن تیمیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا وہ اصل میں یہ حدیث ہے)

قال ابو محمد: ما نعلم لهم شيئا احتجوا به غير هذا و هذا لا يصح لانه عن غير مسمى من بني ابي رافع ولا حجة في مجهول.[4]

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے، اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابو رافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام نہیں لیا گیا، اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مستدرک کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا یہ لیس بشئ ہے، ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث، منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا یہ کوفہ کے شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے، ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے[5] یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے، جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے، خصوصاً جب کہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور

---

[1] حافظ محمد بن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ کتاب الثقات ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۳۲۵، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ۔

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

[4] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۵۲ھ۔

[5] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲۱، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۶ھ

جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے، دوسری مسند احمد کی روایت جو مضطرب، منکر، معلّل اور ضعیف روایت ہے، تیسری سنن ابوداؤد کی یہ روایت جو مجہول، منکر اور متروک کی روایت ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے تین ہونے پر جمہور کے قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد بھی خاوند کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ چاہے تو ان طلاقوں سے رجوع کرلے اور چاہے تو رجوع نہ کرے لیکن:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِن بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ۔

(بقرہ ۲: ۲۳۰)

پس اگر اس نے اس کو ایک اور طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح کرے۔

اس آیت سے پہلے الطلاق مرتان کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جاسکتی ہے، اس کے بعد فان طلقھا الایۃ فرمایا، اس کے شروع میں حرف فا ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے اور اب قواعد عربیہ کے اعتبار سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے، اس آیت میں اگر حرف ثم یا اس قسم کا کوئی اور حرف ہوتا جو مہلت اور تاخیر پر دلالت کرتا تو علی التعیین یہ کہا جاسکتا تھا کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے گی لیکن قرآن مجید میں ثم کی بجائے فا کا ذکر کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خاوند نے دو طلاقیں دینے کے بعد فوراً تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس کے لیے حلال نہیں رہے گی۔

قرآن مجید نے الطلاق مرتان فرمایا ہے یعنی دو مرتبہ طلاق دی جائے اور دو مرتبہ طلاق دینا اس سے عام ہے کہ ایک مجلس میں دو مرتبہ طلاق دی جائے یا دو طہروں میں دو مرتبہ طلاق دی جائے اور اس کے بعد فوراً اگر تیسری طلاق دے دی تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، اس سے واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی، میں نے تم کو طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔ غیر مقلدوں کے مشہور، مستند اور ان کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فھذا یقع علی الثلاث مجموعۃ ومفرقۃ ولا یجوز ان یخص بھذہ الآیۃ بعض ذلک دون بعض بغیر نص۔[1]

یہ آیت بیک وقت دی گئی تین طلاقوں اور الگ الگ دی گئی طلاقوں دونوں پر صادق آتی ہے اور اس آیت کو بغیر کسی نص کے طلاق کی بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۵۲ھ

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی جمہور فقہاء اسلام کا استدلال ہے۔

اذا نکحتم المؤمنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا۔ (احزاب: ۴۹)

جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر ان کو مقاربت سے پہلے طلاق دے دو، تو ان پر تمہارے لیے کوئی عدت نہیں جس کو تم گنو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مدخولہ کو طلاق دینے کا ذکر فرمایا ہے اور طلاق دینے کو اس سے عام رکھا ہے کہ بیک وقت اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں یا الگ الگ طلاقیں دی جائیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مطلق اور عام رکھا ہو اس کو اخبار آحاد اور احادیث صحیحہ سے بھی مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ مادر شما کی غیر معصوم آراء اور غیر مستند اقوال سے اس کو مقید کیا جا سکے۔

قرآن مجید سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے:

دوسری آیات اور سنت نبوی نے ان کے اطلاق کو مقید کر دیا ہے، اور ان کے احکام اور شرائط کو بیان کر دیا ہے نیز ان آیات میں ایک ساتھ طلاق دینے کی بھی تو کہیں تصریح نہیں۔[1]

قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ بیک وقت اجتماعی طور پر دی گئی تین طلاقیں ایک ہوں گی جس کو اس آیت کے عموم کی تخصیص پر قرینہ بنایا جا سکے، نہ کسی حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے، ہاں! یہ ضروری ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب ہے اور بدعت اور گناہ ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے اور سنت طریقہ الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دینا ہے لیکن اس میں گفتگو نہیں ہے گفتگو اس میں ہے کہ اگر کسی شخص نے خلاف سنت طریقہ سے بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو آیا وہ نافذ ہوں گی یا نہیں! البتہ بکثرت احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جائیں گی جیسا کہ عنقریب واضح ہو گا۔ غیر مقلدوں کے امام ثانی ابن حزم اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثم طلقتموھن الآیۃ عموم لاباحۃ الثلاث والاثنین والواحدۃ۔[2]

اس آیت میں عموم ہے اور تین، دو اور ایک طلاق دینے کی اباحت ثابت ہوتی ہے۔

جمہور فقہاء اسلام نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:

وللمطلقات متاع بالمعروف۔ (بقرہ ۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو رواج کے مطابق متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینا چاہیے۔

شیخ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فلم یخص تعالیٰ مطلقۃ واحدۃ من

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو عام رکھا ہے

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں، ص ۲۲۴، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

[2] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۲ھ

مطلقة اثنين ومن مطلقة ثلاثا [1]

ہے خواہ وہ ایک طلاق سے مطلقہ ہو یا دو سے یا تین سے اور ان میں سے کسی کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا۔

اس آیت میں مطلقہ عورتوں کو متعہ (کپڑوں کا جوڑا) دینے کی ہدایت کی ہے خواہ وہ عورتیں تین طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا دو طلاقوں سے مطلقہ ہوں یا ایک سے اور کسی ایک طلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی تخصیص نہیں فرمائی، یہی چیز شیخ ابن حزم نے بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے عموم اور اطلاق کی اور بھی آیات ہیں لیکن ہم بغرض اختصار انہی آیات پر اکتفا کرتے ہیں۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں پر جمہور فقہاء اسلام کے احادیث سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدث سهل بن سعد اخي بني ساعدة ان رجلا من الانصار جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ارايت رجلا وجد مع امراته رجلا ايقتله اوكيف يفعل فانزل الله في شانه ما ذكر في القران من امر الملاعنة فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد قضى الله فيك وفي امراتك قال فتلاعنا في المسجد وانا شاهد فلما فرغا قال كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم حين فرغا من التلاعن فطارقها عند النبي صلى الله عليه وسلم فقال ذاك تفريق بين كل متلاعنين قال ابن شهاب فكانت السنة بعدهما ان يفرق بين كل المتلاعنين [2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انصار میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا، حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی، آپ نے فرمایا سب لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں اس کے بعد یہ طریقہ مقرر ہو گیا کہ سب لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی جائے

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی کی شرح مسلم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وذلك لانه ظن ان اللعان لا يحرمها عليه

اس نے اس لیے تین طلاقیں دی تھیں کہ اس کا

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۰ ص ۱۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۲ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

فاراد تحریمها بالطلاق فقال هی طالق ثلثا۔[1]

گمان یہ تھا کہ لعان سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی تو اس نے کہا "اس کو تین طلاقیں ہیں"۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اس شخص نے اپنی بیوی سے تفریق اور تحریم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کو تین طلاقیں دیں اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک طلاق رجعی واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فرماتے بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہو گی۔

اس سلسلے میں امام بخاری نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے:

قال سهل فتلاعنا وانا مع الناس عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما فرغا من تلاعنهما قال عويمر كذبت عليها يا رسول الله ان امسكتها فطلقها ثلثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[2]

حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کیا در آں حالیکہ میں بھی لوگوں کے ساتھ تھا۔ حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اب اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھا تو میں جھوٹا ہوں پھر حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[3] امام نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[4] اور ابو داؤد میں بھی ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محمد بن ابی صفرہ مالکی نے کہا ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی، ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر نفس لعان سے تفریق ہوتی تو حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے، اور شوافع نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا مباح ہے[5]

بخاری اور مسلم کی اس حدیث سے یہ بات بہر حال واضح ہو گئی کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور متفق علیہ تھی کہ تین طلاقوں سے تفریق اور تحریم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد رجوع جائز نہیں ہے ورنہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تفریق کے قصد سے اپنی بیوی کو لفظ واحد سے تین طلاقیں نہ دیتے۔

اس واقعہ میں سنن ابو داؤد کی درج ذیل حدیث نے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے:

عن سهل بن سعد فی هذا الخبر قال فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اس واقعہ میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ،

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، " " " ۱۳۷۵ھ

[4] امام عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، " " " " " "

اللہ علیہ وسلم فانفذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

اس حدیث میں اس بات کی صاف تصریح ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند شخص کے لیے اس مسئلہ میں تردد کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حضرت عویمر کی حدیث سے استدلال پر اعتراض کے جوابات

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور فقہاء اسلام کے استدلال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جہاں تک اس حدیث کی سند کا تعلق ہے اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہے لیکن کیا اس حدیث سے استدلال درست ہے، تو یہ ذرا تفصیل طلب ہے خود ابوبکر الجصاص اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں[2]۔

پیر کرم شاہ صاحب کا یہ استدلال سخت حیرت کا باعث ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ تین طلاقیں اگر بیک وقت دی جائیں تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں، علامہ ابوبکر جصاص اور علامہ سرخسی نے اس استدلال کا رد نہیں کیا۔ بلکہ یہ کہا ہے کہ احناف کے نزدیک بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے تین طلاقیں دینے پر انکار فرماتے اور آپ کا انکار نہ فرمانا بیک وقت تین طلاقوں کے مباح ہونے کی دلیل ہے۔ علامہ ابوبکر الجصاص اور علامہ سرخسی نے ان کے اس استدلال کا رد فرمایا ہے۔ اب ہم پہلے علامہ ابوبکر الجصاص کی اصل عبارت ذکر کرتے ہیں:

علامہ ابوبکر الجصاص الرازی فرماتے ہیں:

قال فلما لم ينكر الشارع صلى الله عليه وسلم ايقاء الثلاث معاً دل على اباحته وهذا الخبر لا يصح للشافعي الاحتجاج به لان من مذهبه ان الفرقة قد كانت وقعت بلعان الزوج قبل لعان المرأة فبانت منه ولم يلحقها طلاق فكيف كان ينكر عليها طلاقاً لم يقع ولم يثبت حكمه فان قيل فما وجهه على مذهبك

امام شافعی نے فرمایا کہ جب شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاقیں بیک وقت دینے سے منع نہیں فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا مباح ہے، (علامہ جصاص فرماتے ہیں) اس حدیث سے امام شافعی کا استدلال کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت کے لعان سے پہلے خاوند کے لعان کرنے سے تفریق ہو جاتی ہے اور عورت اس سے علیحدہ ہو جاتی ہے اور اس کے بعد طلاق لاحق نہیں ہوتی، اور جب طلاق واقع ہوئی نہ اس کا حکم ثابت ہوا تو

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۵، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

قيل له جائز ان يكون ذٰلك قبل ان يسن الطلاق للعدة ومنع الجمع بين التطليقات فى طهر واحد فلذٰلك لم ينكر عليه الشارع صلى الله عليه وسلم۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کیسے انکار فرماتے! اگر یہ سوال کیا جائے کہ تمہارے یعنی احناف کے مذہب پر اس حدیث کی کیا توجیہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ طلاق دینے کا طریقہ اور وقت مقرر کرنے سے پہلے کا واقعہ ہو اور ایک طہر میں تین طلاقوں کو جمع کرنے کی ممانعت سے پہلے انہوں نے تین طلاقیں دی ہوں۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ جصاص کی بحث اس بات میں ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ممنوع ہے یا مباح ہے اس میں بحث نہیں ہے کہ تین طلاقیں دینے کے بعد ایک طلاق واقع ہوتی ہے یا تین!

اب ہم آپ کے سامنے علامہ سرخسی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں، علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وقال الشافعى رحمه الله تعالىٰ لا اعرف فى الجمع بدعة ولا فى التفريق سنة بل الكل مباح وربما يقول ايقاع الثلاث جملة سنة حتى اذا قال لامرأته انت طالق ثلاثا للسنة وقع الكل فى الحال عنده قال بالاتفاق لو نوى وقوع الثلاث جملة يقع جملة ولو لم يكن سنة لما عملت نيته لان النية بخلاف الملفوظ باطل واستدل فى ذٰلك بحديث العجلانى فانه لما لاعن امراته قال كذبت عليها يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان امسكتها فهى طالق ثلاثا۔[2]

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین طلاقوں کے جمع کا بدعت ہونا اور ان کو الگ الگ دینے کا سنت ہونا، میں نہیں جانتا بلکہ سب طرح طلاق دینا مباح ہے، اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ تین طلاقوں کو جمع کر کے دینا سنت ہے حتیٰ کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تم کو سنت کے مطابق تین طلاقیں ہیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اگر وہ اکٹھی تین طلاقوں کی نیت کرے تو تینوں اکٹھی واقع ہو جاتی ہیں کیونکہ الفاظ کے برخلاف نیت کرنا باطل ہے۔ امام شافعی نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جب حضرت عویمر نے اپنی بیوی سے لعان کر لیا تو کہا: یا رسول اللہ! میں نے اگر اب اس عورت کو رکھ لیا تو میں جھوٹا قرار پاؤں گا اس کو تین طلاقیں:

اس کے بعد علامہ سرخسی نے امام شافعی کے اور بھی دلائل ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے اور احناف کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنه لما طلق امرأته فى حالة الحيض امره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يراجعها فقال ارايت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کرنے کا حکم دیا انہوں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ اگر

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

لو طلقتها ثلاثا اکانت تحل لی فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا بانت منك وھی معصیۃ وبھذہ الاثار تبین انہ انما ترك الانکار علی العجلانی فی ذلك الوقت شفقۃ علیہ لعلمہ انہ لشدۃ الغضب ربما لا یقبل قولہ فیکفر فاخر الانکار الی وقت اٰخر وانکر علیہ فی قولہ اذھب فلا سبیل لك علیھا او کراھۃ ایقاع الثلاث لما فیہ من سد باب التلافی من غیر حاجۃ وذلك غیر موجود فی حق العجلانی لان باب التلافی بین المتلاعنین متسدادا ما مصرین علی اللعان والعجلانی کان مصرا علی اللعان۔[1]

میں اس کو تین طلاقیں دے دوں تو کیا پھر بھی رجوع کر سکتا ہوں؟۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تین طلاق دینا گناہ ہے (یہی احناف کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ نے حضرت عویمر عجلانی کو تین طلاقیں دینے سے اس وجہ سے نہیں روکا تھا کہ وہ اس وقت سخت غصہ میں تھے اور آپ کو علم تھا کہ اس وقت وہ آپ کی بات نہیں مانیں گے اور اس وجہ سے کافر ہو جائیں گے اس وجہ سے آپ نے از روئے شفقت انکار کو کسی اور وقت کے لیے مؤخر کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جاؤ تمہارا اس پر کوئی حق نہیں ہے تو یہی آپ کا انکار تھا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ تین طلاقوں کو بیک وقت دینا اس وقت مکروہ ہے جب وہ بلا ضرورت ہوں اور ان کی تلافی اور تدارک ممکن ہو اور حضرت عویمر عجلانی کے حق میں یہ وجہ متحقق نہیں تھی کیونکہ جو میاں بیوی آپس میں لعان کرنے پر مصر ہوں ان کی طلاق کا تدارک نہیں ہو سکتا اور حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ لعان کرنے پر مصر تھے۔

دیکھئے شمس الائمہ سرخسی کیا فرما رہے ہیں! اور پیر کرم شاہ صاحب الازہری ان کے حوالے سے کیا سمجھا رہے ہیں؟ فیا للاسف!

صحیحین کی ایک اور حدیث سے استدلال پر اعتراض کا جواب

امام بخاریؒ "باب من اجاز الطلاق الثلاث" جس نے بیک وقت تین طلاقوں کو جائز قرار دیا کے باب" میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان رجلا طلق امرأتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، اس عورت نے کہیں اور شادی کر لی، اس نے بھی طلاق دے دی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیا یہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند پہلے خاوند کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۶-۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۳، مطبوعہ " " " ۱۳۷۵ھ

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس شخص نے اس کو تین طلاقیں مجموعی طور پر (ایک مجلس میں) دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا ہے۔[1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی حدیث کی باب سے مطابقت بیان کرتے ہوئے یہی لکھا ہے۔[2]

صحیح بخاری و مسلم کی اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد تحریم ہو جاتی ہے اور رجوع جائز نہیں رہتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیک وقت تین طلاقیں دی جانے کے بعد فرمایا کہ یہ اس شوہر پر حلال نہیں ہے، اور یہ استدلال بالکل واضح ہے کیونکہ بیک وقت تین طلاقوں کے بعد رجوع کا ناجائز ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہے۔

بیک وقت تین طلاقوں کی تحریم میں یہ حدیث بھی بالکل واضح ہے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث سے جمہور کے استدلال کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ تین طلاقیں ایک ساتھ دی گئیں تھیں، بلکہ طلق ثلاثا کا مطلب تو یہ ہے کہ اس نے تین بار طلاقیں دیں، اس لیے اس حدیث سے بھی استدلال درست نہ ہوا۔[3]

جمہور فقہاء اسلام کا اس حدیث سے استدلال بالکل درست ہے اور طلق ثلاثا کا یہی معنی ہے کہ اس نے بیک وقت تین طلاقیں دیں۔ پیر صاحب جو کہہ رہے ہیں کہ اس کا مطلب ہے اس نے تین بار طلاقیں دیں اس کے لیے طلق ثلاثا کی جگہ طلق ثلث مرات کا لفظ ہونا چاہیے تھا اور اس سے بھی پیر صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین بار طلاق دی جائے تو وہ بھی ان کے نزدیک ایک طلاق ہوتی ہے۔ پیر صاحب کا مدعا تب ثابت ہوتا جب حدیث کے الفاظ یوں ہوتے: طلق ثلاث تطليقات فی ثلاثة اطهار "تین طہروں میں تین طلاقیں دیں" لیکن بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے طلق ثلاثا یعنی انھوں نے بیک وقت تین طلاقیں دیں اور اس سے جمہور فقہاء اسلام ہی کا مدعا ثابت ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث سے جمہور کا استدلال بالکل درست ہے۔

سوید بن غفلہ کی روایت کی تحقیق

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سوید بن غفلة قال كانت عائشة الخثعمية عند الحسن بن علی رضی اللہ عنہ فلما قتل علی رضی اللہ عنہ قالت لتهنئك الخلافة قال بقتل علی تظهر الشماتة اذهبی فانت طالق یعنی ثلاثا فتلفعت

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو، حضرت حسن نے کہا: تم حضرت علی کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو، جاؤ! تم کو تین طلاقیں دیں! اس نے

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۷، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۴۶، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء۔

بثیابها وقعدت حتی قضت عدتها فبعث الیها بیقیة بقیت لها من صداقها وعشرة آلاف صدقة فلما جاءها الرسول قالت امتاع قلیل من حبیب مفارق فلما بلغه قولها بکی ثم قال لولا انی سمعت جدی او حدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امراته ثلاثا عند الاقراء او ثلاثا مبهمة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره راجعتها۔ [1]

اپنے کپڑے لیے اور بیٹھ گئی، حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، حضرت حسن نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا، جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے۔ جب حضرت حسن تک یہ بات پہنچی تو انھوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انھوں نے میرے نانا سے سُنا ہے جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا بیک وقت تو وہ عورت اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے، تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

امام دار قطنی نے بھی اس حدیث کو سوید بن غفلہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے [2]

امام الہیثمی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کے حوالے سے سوید بن غفلہ اور ابو اسحاق سے روایت کیا ہے [3]

غیر مقلدوں کے عالم شیخ شمس الحق عظیم آبادی امام دار قطنی کی بیان کردہ اس حدیث کی پہلی سند پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں عمرو بن قیس رازی ازرق ہے، یہ راوی بہت سچا ہے لیکن اس کے اوہام ہیں، امام ابو داؤد نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کی حدیث میں خطا ہے اور اس کی سند میں سلمہ بن فضل قاضی رے ہے۔ ابن راہویہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے کہا اس کی احادیث میں منکر روایات بھی ہیں، ابن معین نے کہا یہ تشیع کرتا تھا میں نے اس کی احادیث لکھی ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث سے استدلال نہیں ہوتا۔ ابو زرعہ نے کہا کہ رے کے لوگ اس کی غلط رائے اور ظلم کی وجہ سے اس کو پسند نہیں کرتے تھے [4]

شیخ عظیم آبادی نے اس حدیث کے دو راویوں کے بارے میں صرف جرح کے اقوال نقل کر دیے ہیں، حالانکہ ان دونوں کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: عمرو بن قیس رازی ازرق سے، امام بخاری نے تعالیق میں روایت

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۷، ص ۳۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ،

[4] شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۴ ص ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

کی ہے، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ان سے استدلال کیا ہے رے کے لوگ امام سفیان ثوری کے پاس گئے اور ان سے احادیث سننے کی درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا کیا تمہارے پاس عمرو بن ابی قیس نہیں ہیں؟ امام ابو داؤد نے ایک جگہ کہا کہ ان کی حدیث میں خطاء ہوتی ہے اور دوسری جگہ فرمایا ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابن حبان اور ابن شاہین نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے کہا ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ان سے حدیث میں کچھ وہم بھی ہے۔ امام بزار نے فرمایا: یہ مستقیم الحدیث ہیں، یعنی ان کی روایت صحیح ہوتی ہے[1]

اس حدیث کی سند کے جس دوسرے راوی پر شیخ عظیم آبادی نے جرح کی ہے وہ، ہیں سلمہ بن فضل قاضی رے، حافظ ابن حجر عسقلانی کے بارے میں لکھتے ہیں: امام ابن معین ان کو ایک روایت میں ثقہ اور ایک میں لیس بہ بأس کہتے ہیں ابن سعد ان کو ثقہ اور صدوق کہتے ہیں، محدث ابن عدی فرماتے ہیں ان کی حدیث میں غرائب و افراد تو ہیں، لیکن میں نے ان کی کوئی ایسی حدیث نہیں دیکھی جو حد انکار تک پہنچتی ہو، ان کی احادیث متقارب اور قابلِ برداشت ہیں۔ امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں "یخطی ویخالف"۔ امام ابو داؤد ان کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں میں ان کے بارے میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں جانتا۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کی سند کے دو راویوں عمرو بن ابی قیس رازی اور سلمہ بن فضل قاضی رے (طہران) کے بارے میں جو ائمہ حدیث کی آراء پیش کی ہیں ان میں ان کی زیادہ تر تعدیل کی گئی ہے اور ان کے حفظ اور اتقان کی توثیق اور

حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے راویوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی و فی رجالہ ضعف وقد وثقوا۔[3]

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے راویوں میں کچھ ضعف ہے لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے

پھر اس حدیث کو طبرانی کی دوسری سند سے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی ورجال الاول رجال الصحیح۔[4]

ان دونوں کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور پہلی حدیث کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی کا علم رجال میں بہت اونچا مقام ہے، اور جب انھوں نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو ایک انصاف پسند شخص کو اس کی سند میں تردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، دو سندوں سے امام دار قطنی نے روایت کیا ہے، دو سندوں سے امام طبرانی نے روایت کیا ہے امام بیہقی نے لکھا ہے کہ سوید بن غفلہ سے اس کو عمرو بن شمر اور ابراہیم بن عبد الاعلی نے بھی روایت کیا ہے، اس طرح

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ

[2] " " ، تہذیب التہذیب ج ۴، ص ۱۵۴-۱۵۳ " " " " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۴۰-۳۳۹، " " " " " "

اس حدیث کی سات اسانید کا بیان آگیا ہے جس سے اس حدیث کو مزید تقویت پہنچتی ہے۔ ۵

سنن نسائی کی روایت سے استدلال پر اعتراض کا جواب

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں یہ حدیث بھی بہت واضح اور صریح ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن مخرمۃ عن ابیہ قال سمعت محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل طلق امرأتہ ثلاث تطلیقات جمیعا فقام غضبانا ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانا بین اظھرکم حتی قام رجل وقال یا رسول اللہ الا اقتلہ [1]

محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں۔ آپ غصہ سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے؟ حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میں اس کو قتل نہ کر دوں!

اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ——— اس قدر ناراض کیوں ہوئے تھے؟ ظاہر ہے کہ ایک طلاق تو سنت ہے اور اگر بیک وقت دی گئی تین طلاقیں بھی ایک طلاق کے مترادف ہیں تو وہ بھی حکماً سنت قرار پائیں گی اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب اور ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں ہے اس حدیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور گناہ ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض نہ ہوتے۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضور کا ایسے شخص پر ناراض ہونا جس نے تینوں طلاقیں ایک بار دی تھیں اس امر پر صراحۃً دلالت کرتا ہے کہ ایسا کرنا حکم الٰہی کے سراسر خلاف ہے۔ [2]

یقیناً خلاف ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے اسی لیے وہ بیک وقت تین طلاقوں کو بدعت اور گناہ کہتے ہیں لیکن پیر صاحب کا مدعا یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقوں سے ایک طلاق ہوتی ہے اور وہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے برخلاف جمہور فقہاء اسلام کا موقف ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں ثابت ہو جاتی ہیں۔

---

۵ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس حدیث کو بیہقی کی ایک سند کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس سند پر جرح کی ہے۔ جب کہ ہم نے سنن دار قطنی کی ایک روایت کی سند کی صحت کو ثابت کیا ہے اور اس کی سند کی جرح کا جواب دیا ہے اور مجمع الزوائد سے اس کی توثیق کی ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

[1] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۲۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] پیر محمد کرم شاہ الازہری، دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۳۱، مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۱۹۷۹ء

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر انه طلق امرأته تطليقة وهي حائض الى قوله فقلت يا رسول الله! لو طلقتها ثلاثا كان لي ان اراجعها قال اذا بانت منك وكانت معصية، رواه الطبراني وفيه علي بن سعيد الرازي قال الدارقطني ليس بذلك وعظمه غيره وبقية رجاله ثقات [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینے کے بعد رجوع کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقیں دینے کے بعد تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو جائے گی اور تمہارا بیوی کو تین طلاقیں دینا گناہ ہے اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں علی بن سعید ایک راوی ہے دارقطنی نے کہا وہ قوی نہیں ہے اور دوسروں نے اس کو عظیم قرار دیا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کی فنی حیثیت بھی متعین کر دی ہے کہ امام دارقطنی نے اس کے ایک راوی علی بن سعید رازی کی ثقاہت سے اختلاف کیا ہے اور اس حدیث کے باقی تمام راویوں کی ثقاہت پر اتفاق ہے اور صرف امام دارقطنی کے اختلاف سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ فعل گناہ ہے۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے واقع ہونے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن ابن عمر قال: من طلق امرأته ثلثا طلقت وعصى ربه [2]

سالم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی ہے [3]

قال مجاهد عن ابن عباس قال: قال له رجل: يا ابا عباس! طلقت امرأتي ثلاثا، فقال ابن عباس: يا ابا عباس! يطلق احدكم فيستحمق، ثم يقول، يا ابا عباس!

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ان سے ایک شخص نے کہا: اے ابو عباس! میں نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے (طنزاً) فرمایا: یا ابا عباس! پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عصیت ربك و فارقت امرأتك ۔[1]

حماقت سے طلاق دیتا ہے پھر کہتا ہے اے ابو عباس! تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن واقع بن سحبان قال: سئل عمران بن حصین عن رجل طلق امرأته ثلاثا فی مجلس، قال: اثم بربه وحرمت علیه امرأته ۔[2]

واقع بن سحبان بیان کرتے ہیں کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں؟ حضرت عمران بن حصین نے کہا: اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہو گئی۔

عن انس قال: کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امراته ثلاثا فی مجلس اوجعه ضربا وفرق بینهما ۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ اس کو مارتے تھے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

عن الزهری فی رجل طلق امرأته ثلاثا جمیعا قال: ان من فعل فقد عصی ربه و بانت منه امراته ۔[4]

زہری کہتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو ایک وقت تین طلاقیں دے دیں اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس سے علیحدہ ہو گئی۔

عن الشعبی فی رجل اراد ان یبین منه امرأته قال: یطلقها ثلاثا ۔[5]

شعبی سے پوچھا گیا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا چاہے؟ انھوں نے کہا اس کو تین طلاقیں دے دے۔

عن علقمة عن عبد الله انه سئل عن رجل طلق امراته مائة تطلیقة قال: حرمها ثلاث وسبعة وتسعون

علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں؟ آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ،
[2] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ،
[3] " " المصنف ج ۵ ص ۱۱، " " " " "
[4] " " المصنف ج ۵ ص ۱۱، " " " " "
[5] " " المصنف ج ۵ ص ۱۲، " " " " "

عدوان ۔[1]

عن حبیب قال: جاء رجل الی علی فقال: انی طلقت امراتی الفا قال: بانت منك بثلاث واقسم سائرها بین نسائك ۔[2]

عن معاویۃ بن ابی یحیی قال جاء رجل الی عثمان فقال: انی طلقت امراتی مائۃ فقال ثلاث تحرمها علیك و سبعۃ وتسعون عدوان ۔[3]

عن المغیرۃ بن شعبۃ انہ سئل عن رجل طلق امرأتہ مائۃ فقال ثلاث تحرمنها علیہ و سبعۃ وتسعون فضل ۔[4]

عن الشعبی عن شریح قال رجل: انی طلقتها مائۃ قال: بانت منك بثلاث وسائرهن اسراف ومعصیۃ ۔[5]

جاء رجل الی الحسن فقال انی طلقت امرأتی الفا قال، بانت منك العجوز ۔[6]

عن جابر قال: سمعت ام سلمۃ سئلت

اس کی بیوی حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

حبیب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آکر ایک شخص کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تین طلاقوں سے علیحدہ ہو گئی، باقی طلاقیں اپنی بیویوں میں تقسیم کر دو۔

معاویہ بن ابی یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں، آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی اور باقی ستانوے طلاقیں، حد سے تجاوز ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں آپ نے فرمایا تین طلاقوں نے اس پر اس کی بیوی کو حرام کر دیا اور ستانوے طلاقیں زائد ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ شریح سے کسی نے پوچھا میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ انھوں نے کہا تمہاری بیوی تین طلاق سے علیحدہ ہو گئی اور باقی طلاقیں اسراف اور معصیت ہیں۔

حسن بصری سے ایک شخص نے کہا میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے دی ہیں، آپ نے فرمایا تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہو گئی۔

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۵ ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

[2] " " المصنف ج ۵ ص ۱۳، " " " "

[3] " " المصنف ج ۵ ص ۱۳، " " " "

[4] " " المصنف ج ۵ ص ۱۳-۱۴، " " " "

[5] " " المصنف ج ۵ ص ۱۴، " " " "

[6] " " المصنف ج ۵ ص ۱۴، " " " "

عن رجل طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فقالت لا تحل له حتى يطأ زوجها [1]

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، آپ نے فرمایا اس کی بیوی اس کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک دوسرا شوہر اس سے مقاربت نہ کرلے۔

عن ابی هريرة وابن عباس وعائشة فی الرجل يطلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها: قالوا: لا تحل له حتى تنكح زوجا غيره [2]

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ تینوں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

عن ابراهيم قال، اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره۔ [3]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔

مذکور الصدر تینوں روایات میں غیر مدخولہ پر جن تین طلاقوں کے واقع کرنے کا حکم کیا گیا ہے اس سے مراد بیک وقت دی گئی لفظ واحد سے تین طلاقیں ہیں کیونکہ اگر الفاظ متعددہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو پہلی طلاق سے غیر مدخولہ عورت بائنہ ہو جاتی ہے اور بقیہ طلاقوں کا محل نہیں رہتی اور وہ طلاقیں لغو ہو جاتی ہیں۔ حسب ذیل حدیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے:

عن ابن عباس: اذا طلقها ثلاثا قبل ان يدخل بها لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره ولو قالها تترى بانت بالاولى [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کوئی شخص دخول سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ عورت اس پر اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک کہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور اگر اس نے متفرق الفاظ سے یہ طلاقیں دیں تو عورت پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] " " المصنف ج ۵ ص ۲۳، " " " "

[3] " " المصنف ج ۵ ص ۲۳، " " " "

[4] المصنف ج ۵ ص ۲۵،

ہم نے مذکور المصدر روایات میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم ایسے جلیل القدر فقہاء اور امہات المؤمنین کے فتاوی اور تصریحات پیش کی ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں اور فقہاء تابعین میں سے، ابن شہاب زہری، شعبی، شریح، حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے فتاوی پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد جمہور فقہاء اسلام کا موقف انھی نفوس قدسیہ کی اتباع پر مبنی ہے۔

حرف آخر تین طلاقوں کے مسئلہ میں میں نے اس قدر تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ آج کل غیر مقلدین کی عام روش یہ ہے کہ جس شخص نے بھی اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ اس کو ایک طلاق قرار دیکر ثبوت میں طاؤس کی روایت لکھ کر دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے عام مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلاء ہوتے ہیں جب میں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے اس کو بکثرت حلال کیا جارہا ہے حتی کہ ملک کے عائلی قانون میں بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دے دیا گیا ہے تو میں نے اللہ اور اس کے رسول کی قائم کردہ حدود کے علمی تحفظ اور دفاع کے لیے یہ صفحات لکھ دیے!

اے اللہ! اس تحریر کو نفع آور بنا، منکرین کے لیے اس کو ذریعہ ہدایت اور ماننے والوں کے لیے سبب استقامت کر دے، اس کے مصنف، معاون اور پڑھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرما اور ان کے لیے دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو مقدر کر دے، والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ امہات المؤمنین اجمعین۔

بَابُ وُجُوبِ الْكَفَّارَةِ عَلَى مَنْ حَرَّمَ امْرَأَتَهُ وَلَمْ يَنْوِ الطَّلَاقَ

عورت کو اپنے اوپر حرام کرنے والے پر کفارے کا وجوب

۳۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي الدَّسْتَوَائِيَّ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ يُحَدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ كَانَ يَقُولُ فِي الْحَرَامِ يَمِينٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (اپنی بیوی کو) حرام کہنا قسم ہے جس کا کفارہ لازم ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْجَرِيرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے اوپر اپنی بیوی کو حرام کرے

عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ اَنَّ يَعْلَى ابْنَ حَكِيْمٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اِذَا حَرَّمَ الرَّجُلُ عَلَيْهِ امْرَاَتَهٗ فَهِيَ يَمِيْنٌ يُكَفِّرُهَا وَقَالَ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تو یہ قسم ہے وہ اس کا کفارہ دے، اور فرمایا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۳۵۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَآءٌ اَنَّهٗ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يُخْبِرُ اَنَّهٗ سَمِعَ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تُخْبِرُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَيَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا قَالَتْ فَتَوَاطَيْتُ اَنَا وَحَفْصَةُ اَنَّ اَيَّتَنَا مَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْتَقُلْ اِنِّيْ اَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ اَكَلْتَ مَغَافِيْرَ فَدَخَلَ عَلٰى اِحْدٰىهُمَا فَقَالَتْ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ فَنَزَلَ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اِلٰى قَوْلِهٖ اِنْ تَتُوْبَا لِعَآئِشَةَ وَحَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا لِقَوْلِهٖ بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہر کر شہد پیتے تھے، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اور حضرت حفصہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں، وہ یہ کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر (ایک قسم کا گوند جس کی بو آپ کو ناپسند تھی) کی بو آ رہی ہے کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ہم میں سے کسی ایک کے پاس آئے، اور اس نے آپ سے ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا ہے اور میں دوبارہ اس کو نہیں پیوں گا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی: لم تحرم ما احل اللہ لک (الی قولہ تعالیٰ) ان تتوبا، یہ آیت حضرت عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا اس سے مقصود آپ کا یہ فرمانا ہے، نہیں! میں نے شہد پیا تھا۔

۳۵۷۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مٹھاس اور شہد کو پسند فرماتے تھے

أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَ الْعَسَلَ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْعَصْرَ دَارَ عَلَى نِسَائِهِ فَيَدْنُو مِنْهُنَّ وَ دَخَلَ عَلَى حَفْصَةَ فَاحْتَبَسَ عِنْدَهَا أَكْثَرَ مِمَّا كَانَ يَحْتَبِسُ فَسَأَلْتُ عَنْ ذٰلِكَ فَقِيلَ لِي أَهْدَتْ لَهَا امْرَأَةٌ مِنْ قَوْمِهَا عُكَّةً مِنْ عَسَلٍ فَسَقَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَرْبَةً فَقُلْتُ أَمَا وَ اللهِ لَنَحْتَالَنَّ لَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِسَوْدَةَ وَ قُلْتُ إِذَا دَخَلَ عَلَيْكِ فَإِنَّهُ سَيَدْنُو مِنْكِ فَقُولِي لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِرَ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ لَا فَقُولِي لَهُ مَا هٰذِهِ الرِّيحُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ أَنْ تُوجَدَ مِنْهُ الرِّيحُ فَإِنَّهُ سَيَقُولُ لَكِ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ فَقُولِي لَهُ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ وَسَأَقُولُ ذٰلِكَ لَهُ وَقُولِيهِ أَنْتِ يَا صَفِيَّةُ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَى سَوْدَةَ قَالَتْ تَقُولُ سَوْدَةُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَقَدْ كِدْتُ أَنْ أُنَادِيَهُ بِالَّذِي قُلْتِ لِي وَإِنَّهُ لَعَلَى الْبَابِ فَرَقًا مِنْكِ فَلَمَّا دَنَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَكَلْتَ مَغَافِرَ قَالَ لَا قَالَتْ فَمَا هٰذِهِ الرِّيحُ قَالَ سَقَتْنِي حَفْصَةُ شَرْبَةَ عَسَلٍ قَالَتْ جَرَسَتْ نَحْلُهُ الْعُرْفُطَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيَّ قُلْتُ لَهُ

عصر کی نماز کے بعد آپ اپنی ازواج (مطہرات) کے پاس جاتے تھے، ایک دن آپ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے، میں نے اس کی وجہ پوچھی، مجھے یہ بتلایا گیا کہ حفصہ کی قوم کی ایک عورت نے انھیں شہد بھیجا اور حفصہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تھا، میں نے سوچا خدا کی قسم ہم اب کوئی تدبیر کریں گے، میں نے اس بات کا حضرت سودہ سے ذکر کیا اور کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور تمہارے قریب ہوں تو تم کہنا یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ فرمائیں گے: نہیں؛ پھر تم کہنا یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ آپ سے بو آئے، آپ یہی کہیں گے کہ مجھے حضرت حفصہ نے شہد کا شربت پلایا تھا، تم کہنا کہ شاید ان شہد کی مکھیوں نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا! میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا، جب آپ حضرت سودہ کے پاس آئے تو حضرت سودہ کہتی ہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے (تمہارے ڈر سے) میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں وہی بات کہوں جو تم نے مجھے بتائی تھی، ابھی آپ دروازے پر تھے کہ حضرت سودہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت سودہ نے کہا پھر یہ بو کیسی آ رہی ہے؟ آپ نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا تھا! حضرت سودہ نے کہا شاید اس شہد کی مکھیوں نے عرفط کے درخت کو چوسا ہوگا، پھر جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت صفیہ کے پاس گئے تو انھوں نے بھی یہی کہا، پھر جب آپ حضرت حفصہ کے پاس گئے تو انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے

مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ دَخَلَ عَلٰى صَفِيَّةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ فَلَمَّا دَخَلَ عَلٰى حَفْصَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَسْقِيْكَ مِنْهُ قَالَ لَا حَاجَةَ لِيْ بِهٖ قَالَتْ تَقُوْلُ سَوْدَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَرَمْنَاهُ قَالَتْ قُلْتُ لَهَا اسْكُتِيْ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ بِهٰذَا سَوَآءً۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ نے کہا بخدا ہم نے آپ پر شہد حرام کر دیا (یعنی اس کے استعمال سے روک دیا) میں نے ان سے کہا چپکی رہو!۔

۳۵۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

بیوی کو حرام کہنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۷۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنی بیوی کو حرام کہنا قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اس مسئلہ میں فقہاء کے مسالک حسب ذیل ہیں:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ "تو مجھ پر حرام ہے"۔ اس کے بارے میں امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہے تو طلاق ہو گی اور اگر اس نے بغیر طلاق اور ظہار کی نیت کے بعینہٖ اس عورت کی تحریم کی نیت کی ہے تو ان الفاظ کی وجہ سے اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا لیکن یہ قسم نہیں ہے اور اگر اس نے بغیر کسی نیت کے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا یہ قول لغو ہے اور اس پر کوئی شرعی حکم مرتب نہیں ہو گا۔[1]

علامہ نووی شافعی نے لکھا کہ امام مالک کا مذہب مشہور یہ ہے کہ ان کلمات سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، خواہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، لیکن اگر اس نے تین سے کم کی نیت کی ہے تو غیر مدخولہ میں اس کی نیت قبول کر لی جائے گی۔ علامہ وشتانی مالکی کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[2]

علامہ علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا تو مجھ پر حرام ہے اس کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کے تین قول ہیں: (ا) یہ ظہار ہے اور یہی فی الجملہ مذہب ہے، مستوعب، خلاصہ، محرر، رعایتین، حاوی صغیر اور فروع میں اس کو مقدم کیا گیا ہے (ب) یہ کنایہ ظاہرہ ہے اور اس سے تین طلاقیں پڑ جاتی ہیں، حنبل اور اثرم سے روایت ہے حرام تین طلاقیں ہیں (ج) یہ قسم ہے، علامہ زرکشی نے کہا ہے کہ یہ لفظ قسم میں ظاہر ہے، اگر اس نے یہ لفظ بغیر کسی نیت کے کہا ہے تو یہ قسم ہے اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اور مستوعب وغیرہ میں لکھا ہے کہ مشہور فی المذہب یہی قول ہے۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے" اس کی نیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر اس نے کہا میں نے جھوٹ کا ارادہ کیا تھا تو اسی پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ یہ اس کے کلام کی حقیقت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ قضاءً تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ قول بظاہر قسم ہے، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے طلاق کا ارادہ کیا ہے تو ان کلمات سے طلاق بائنہ ہوگی الا یہ کہ اس نے تین طلاقوں کا ارادہ کیا ہو، اور اگر اس نے کہا میں نے ظہار کا ارادہ کیا ہے تو یہ ظہار ہے یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا نظریہ ہے۔ امام محمد یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے ظہار نہیں ہو سکتا کیونکہ ان میں تشبیہ نہیں ہے، اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حرمت کا اطلاق کیا ہے اور ظہار میں بھی حرمت ہوتی ہے، اور اگر وہ کہے کہ میں نے تحریم کا ارادہ کیا ہے یا بلا ارادہ یہ الفاظ کہے ہیں تو یہ ایلاء ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک حلال کو حرام کرنا قسم ہے، اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے بلا نیت یہ الفاظ کہے تو عرف کی بناء پر اس کو طلاق (بائنہ) پر محمول کیا جائے گا۔[2]

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے: ابوبکر اسعاف، ابوجعفر ہندوانی اور ابوبکر سعید نے لکھا ہے کہ فقیہ ابواللیث نے کہا ہے ہم اسی قول پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں لوگوں کی یہ عام عادت ہے کہ وہ ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ کرتے ہیں۔[3]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: یہ مشائخ متاخرین کا اپنے زمانے کے عرف کی بناء پر فتویٰ ہے، یہی وجہ ہے کہ مرد یہ الفاظ کہتے ہیں اور اگر عورت خاوند سے کہے "تم پر حرام ہوں" تو یہ قسم ہے اور اس کے بعد اس نے خاوند کو مقاربت کا موقع دیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر کفارہ لازم ہوگا، یہ کلمہ ایسے ہے جیسے مرد نے بغیر نیت کے طلاق کے الفاظ کہے تو صریح الفاظ کی وجہ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور یہاں پر صراحت کا موجب عرف ہے، اس بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ کسی شخص نے یہ کلمات کہے اور کہا میری نیت طلاق کی نہیں تھی تو قضاءً اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔[4]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا "تو مجھ پر حرام ہے"، فقہاء متاخرین کہتے ہیں ان الفاظ سے بغیر نیت کے طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے۔[5]

بعض معاصرین نے اس مسئلہ میں متقدمین کا قول نقل کر دیا ہے[6] اور اس پر غور نہیں کیا کہ اس مسئلہ میں متاخرین کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ اور ردالمحتار کے حوالوں سے واضح کر دیا ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، انصاف ج ۸ ص ۴۸۷-۴۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶-۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی حاشیہ فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ " " " "

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۵۶ " " " "

[5] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۶۶۱-۶۶۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[6] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۵، مطبوعہ المجدد پرنٹرز لاہور۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے حیلہ کی توجیہ حدیث نمبر ۳۵۷۳ میں ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینب بنت جحش کے ہاں سے روکنے کے لیے یہ طے کیا کہ آپ سے کہیں گی کہ "آپ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے"۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: علامہ کرمانی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے لیے یہ حیلہ کس طرح جائز تھا؟ اور اس کا جواب دیا کہ یہ عورتوں کی غیرت طبعی کی تقاضا تھا اور یہ گناہ صغیرہ ہے جس کا عبادات سے کفارہ ہو جاتا ہے[1] یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر ڈوب گئی تھیں کہ اس حیلہ کے عدم جواز کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد سے امتناع کو حرام سے تعبیر کرنے کی تحقیق حدیث نمبر ۳۵۷۳ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شہد نہیں پیوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر یوں کیا "آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے"۔ لم تحرم ما احل اللہ لک " (تحریم: ۱)

امام رازی فرماتے ہیں جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو اس کو حلال کرنا غیر ممکن ہے، کیونکہ حلال کرنے میں حلت کو ترجیح ہے اور حرام کرنے میں حرمت کو ترجیح ہے اور دونوں ترجیحیں جمع نہیں ہو سکتیں، پس قرآن مجید میں لم تحرم ما احل اللہ لک۔ آپ اس چیز کو کیوں حرام کر رہے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے" کا کیا محمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں حلال چیز کے نفع سے اپنے آپ کو روکنا مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو شرعاً حرام کرنا مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام قرار دینا یا اس کے حرام ہونے کا اعتقاد کرنا کفر ہے، لہٰذا اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیسے جائز ہو سکتی ہے۔[2]

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کیوں کرتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے، یہ قول باطل ہے، آپ نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام نہیں کیا جیسا کہ امام رازی کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے اور آپ کا کسی چیز کو حلال کرنا یا حرام کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: و یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث (اعراف: ۱۵۷) (وہ نبی) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں"۔ البتہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی جلی یا وحی خفی کے کسی اشارہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو جان کر کسی چیز کو حلال یا حرام کرتے ہیں۔

بعض معاصرین لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا منشاء معلوم تھا کہ مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا زینب کے ہاں شہد میں نے پیا ہے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ "میں شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں" صحیح بخاری میں آپ کے یہ الفاظ روایت کیے گئے ہیں ولن اعود لہ جس کا ترجمہ ان صاحب نے بھی یہ کیا ہے آئندہ نہیں پیونگا، صحیح مسلم میں بھی یہی الفاظ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے کیونکہ آپ کی طرف خلاف واقع نسبت کرنے پر جہنم میں گھر بنانے کی وعید ہے اور جیسا کہ امام رازی نے لکھا ہے کہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا کفر ہے اس لیے یہ لکھنا کہ "میں شہد کو حرام کرتا ہوں"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت بڑی جسارت ہے اور مسلمانوں کی دل شکنی کا موجب، اللہ تعالیٰ ہدایت کی توفیق دے۔!

سید ابو الاعلیٰ مودودی لم تحرم ما احل اللہ لک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ دراصل استفہام نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے یعنی مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے (الی قولہ) اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔[2]

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے جس طرح بار بار حلال کو حرام کرنے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور آپ کے اس فعل کی جس طرح تصویر کھینچی ہے وہ اہل ایمان کے لیے یقیناً دل آزار ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام نہیں کیا تھا بلکہ اپنے آپ کو اس کے استعمال سے روک لیا تھا جیسا کہ امام رازی کی تحقیق سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: لن اعود لہ "میں دوبارہ ہرگز شہد نہیں پیوں گا"۔ اور جن چیزوں کا کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے مباح کر دیا ہے ان میں مباح کرنے کے معنی ہی یہ ہیں کہ ان کو کھانا اور نہ کھانا دونوں جائز ہیں، آپ کے لیے جس طرح شہد کو پینا جائز تھا اسی طرح اس کو نہ پینا بھی جائز تھا پھر ایک مباح کام کا کرنا کس طرح ناپسندیدہ ہو سکتا ہے! دراصل اس آیت میں نہ آپ کے کسی فعل کے ناپسندیدہ ہونے پر تنبیہ کرنا مقصود ہے نہ آپ کے کسی فعل پر گرفت کی گئی ہے بلکہ آپ کی تعظیم و تکریم اور مقام نبوت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ آپ ازواج کو راضی کرنے کے لیے شہد کو کیوں ترک کر رہے ہیں! آپ کا یہ مقام نہیں کہ آپ ازواج کو راضی کریں، آپ کا مقام یہ ہے کہ ازواج آپ کو راضی کریں! جن کی رضا خود خالق کائنات کو مطلوب ہے انھیں مخلوق میں سے کسی کو راضی کرنے کی کیا ضرورت ہے! اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تظھرا علیہ فان اللہ ھو مولہ وجبریل وصالح المؤمنین والملئکۃ بعد ذلک ظھیر (تحریم: ۴)

"اگر تم دونوں کی اسی طرح روش رہی (تو جان لو) اللہ نبی کا مولیٰ ہے اور جبرائیل آپ کا مولیٰ ہے اور نیک مسلمان اور فرشتے آپ کے مددگار ہیں"، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ پر واضح کیا کہ اگر تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۸ ص ۲۹۸، مطبوعہ الجدہ پبلشرز لاہور

[2] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۶ ص ۱۵، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، طبع ششم، ۱۹۷۷ء

پر نہیں چلیں تو انھیں کیا کمی ہوگی، جن کا اللہ محب ہے، جبرائیل ان کا موافق ہے۔ نیک مسلمان اور سارے فرشتے ان کے مددگار ہیں! اگر ان آیات میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ناپسندیدہ قرار دے کر اس کی گرفت فرما رہا ہوتا تو کیا اس کا یہی انداز ہوتا۔!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا مالک اور مولیٰ ہے اور جس کی گرفت کرنا چاہے اس پر قادر ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور سلطنت سے محمد (بے حد تعریف کیے ہوئے) مصطفیٰ اور مجتبیٰ (پسندیدہ اور برگزیدہ) بنایا ہے، آپ کو علی الاطلاق ہدایت کا منبع بنایا ہے، بغیر کسی استثناء کے آپ کے تمام افعال کو مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، ہر مسلمان کی اخروی فوز و فلاح کے لیے آپ کی اتباع کو مطلقاً لازم کیا ہے، ہر مسلمان پر آپ کی اطاعت مطلقاً فرض کر دی ہے۔ آپ کا کوئی فعل ناپسندیدہ اور گرفت کا موجب نہیں ہے یقیناً سید مودودی کی یہ تفسیر ہی ناپسندیدہ اور گرفت کی موجب ہے۔

صحیحین کی دو روایتوں کے تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۳، ۳۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں، یہ حدیث عبید بن عمیر کی روایت ہے اور صحیح بخاری میں بھی ہے، اس کے برخلاف حدیث نمبر ۴، ۳۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کے پاس شہد پیا تھا اور ان کے خلاف حیلہ کرنے والی حضرت عائشہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ تھیں، یہ ہشام بن عروہ کی روایت ہے اور بخاری میں بھی ہے۔ عبید بن عمیر اور ہشام بن عروہ کی روایات باہم متعارض ہیں، علامہ بدرالدین عینی، علامہ ابن حجر اور علامہ کرمانی نے کہا ہے یہ دو الگ الگ واقعات ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے[1] اور قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور علامہ نووی کی تحقیق یہ ہے کہ عبید بن عمیر کی روایت راجح ہے اور ہشام بن عروہ کی روایت مرجوح ہے[2]، ہماری رائے میں یہی صحیح ہے اور اس پر حسب ذیل قرائن ہیں:

(ا) عبید بن عمیر کی سند زیادہ قوی ہے اس سند کو امام نسائی، اصیلی، علامہ نووی اور حافظ ابن حجر نے ترجیح دی ہے۔

(ب) عبید کی روایت قرآن مجید کے موافق ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ان تتظاھرا علیہ یعنی دو ازواج نے یہ کارروائی کی تھی اور دو کا ذکر عبید کی روایت میں ہے، ہشام نے تین کا ذکر کیا ہے۔

(ج) امام بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے، حضرت عائشہ، حضرت سودہ، حضرت حفصہ اور حضرت صفیہ ایک گروہ میں تھیں اور حضرت زینب بنت جحش اور حضرت ام سلمہ دوسرے گروہ میں تھیں[3] اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ جن کے پاس شہد پینے کے لیے ٹھہرتے تھے وہ حضرت زینب بنت جحش تھیں، اس لیے حضرت عائشہ کو یہ ناگوار ہوا اور ان کو طبعی غیرت لاحق ہوئی، کیونکہ ان کا تعلق حضرت عائشہ کے مقابل گروہ سے تھا۔

(د) عبید بن عمیر کی روایت کی تائید حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ تصریح ہے کہ یہ کارروائی کرنے والی حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ تھیں۔

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۱، // // ۱۳۸۱ھ

بَابُ بَيَانِ تَخْيِيرِ لِامْرَاتِهِ لَايَكُونُ طَلَاقًا اِلَّا بِالنِّيَّةِ!

بغیر نیت کے صرف تخییر سے طلاق نہ ہونے کا بیان

۳۵۷۶- وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَقَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا اُمِرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَخْيِيرِ اَزْوَاجِهِ بَدَاَ بِي فَقَالَ اِنِّي ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَا تَعْجَلِي حَتّٰى تَسْتَاْمِرِي اَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُونَا يَاْمُرَانِّي بِفِرَاقِهِ قَالَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيمًا قَالَتْ قُلْتُ فِي اَيِّ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّي اُرِيدُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَالَتْ ثُمَّ فَعَلَ اَزْوَاجُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ مَا فَعَلْتُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنی بیویوں کو (دنیا یا آخرت کے لینے میں) اختیار دے دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ابتدا کی اور فرمایا میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے لگا ہوں اگر تم اس کا فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کرو اور والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی علم تھا کہ میرے والدین آپ سے علیحدگی کا مشورہ نہیں دیں گے، حضرت عائشہ نے کہا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (ترجمہ:) اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دو اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ کرتی ہو تو آؤ میں تمہیں دنیوی سامان دے کر عمدگی سے رخصت کر دوں! اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کا ارادہ کرتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکوکاروں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اس میں والدین سے مشورہ کی کیا بات ہے، میں اللہ، اس کے رسول اور دار آخرت کا ارادہ کرتی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج نے بھی میری طرح فیصلہ کیا۔

۳۵۷۷- حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُعَاذَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی زوجہ کی باری ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْعَدَوِيَّةِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْذِنُنَا إِذَا كَانَ فِي يَوْمِ الْمَرْأَةِ مِنَّا بَعْدَ مَا نَزَلَتْ تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ فَقَالَتْ لَهَا مُعَاذَةُ فَمَا كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنَكِ قَالَتْ كُنْتُ أَقُوْلُ إِنْ كَانَ ذٰلِكَ إِلَيَّ لَمْ أُوثِرْ أَحَدًا عَلٰى نَفْسِي۔

اس سے اجازت طلب کرتے تھے، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) آپ ان میں سے جسے چاہیں الگ رکھیں، اور جسے چاہیں اپنے پاس رکھیں، تو معاذہ نے حضرت عائشہ سے دریافت کیا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اجازت طلب کرتے تو آپ کیا کہتی تھیں؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا میں یہ کہتی تھی کہ اگر یہ معاملہ میری طرف مفوض ہوتا تو میں اپنی ذات پر کسی کو ترجیح نہ دیتی!۔

۳۵۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ أَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ أَنَا عَاصِمٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۵۷۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ نَا عَبْثَرٌ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَعُدَّهُ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا تھا، ہم اس اختیار کو طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔

۳۵۸۰۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ مَا أُبَالِي خَيَّرْتُ امْرَأَتِي وَاحِدَةً أَوْ مِائَةً أَوْ أَلْفًا بَعْدَ أَنْ تَخْتَارَنِي وَلَقَدْ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقَالَتْ قَدْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَكَانَ طَلَاقًا۔

مسروق کہتے ہیں جب میری بیوی مجھے اختیار کر چکی ہے تو پھر مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں اپنی بیوی کو ایک بار، سو بار یا ہزار بار اختیار دوں اور میں یہ مسئلہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ چکا ہوں، حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟

۳۵۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا تھا لیکن یہ طلاق نہیں تھی۔

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ نِسَآءَهٗ فَلَمْ يَكُنْ طَلَاقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا، ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، ہم اس کو طلاق میں شمار نہیں کرتے تھے۔

۳۵۸۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ نَعُدَّهٗ طَلَاقًا۔

۳۵۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَيَّرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّهَا عَلَيْنَا شَيْئًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا ہم نے آپ کو اختیار کر لیا، آپ نے اس کو ہمارے حق میں کچھ شمار نہیں کیا۔

۳۵۸۴۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ الزُّهْرَانِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهٖ

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۵۸۵۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ اِسْحَاقَ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِهٖ لَمْ يُؤْذَنْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی، انھوں نے دیکھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر جمع ہیں اور کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی گئی، حضرت جابر نے کہا حضرت ابوبکر کو اجازت دے دی گئی اور وہ اندر چلے گئے، پھر حضرت عمر آئے اور انھوں نے اجازت

لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ فَاُذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَآءُهٗ وَاجِمًا سَاکِتًا قَالَ فَقَالَ لَاَقُوْلَنَّ شَیْئًا اُضْحِكُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَیْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِی النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَیْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِیْ كَمَا تَرٰی یَسْاَلْنَنِی النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اِلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا یَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰی حَفْصَةَ یَجَاُ عُنُقَهَا كِلَاهُمَا یَقُوْلُ تَسْاَلْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَیْسَ عِنْدَهٗ قُلْنَ وَاللّٰهِ لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اَبَدًا لَّیْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْ تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ عَلَیْهِ هٰذِهِ الْاٰیَةُ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰی بَلَغَ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَقَالَ یَا عَآئِشَةُ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَیْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ لَّا تَعْجَلِیْ فِیْهِ حَتّٰی تَسْتَشِیْرِیْۤ اَبَوَیْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَتَلٰی عَلَیْهَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ قَالَتْ اَفِیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْتَشِیْرُ اَبَوَیَّ بَلْ اَخْتَارُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَاَسْاَلُكَ اَنْ

طلب کی، انھیں بھی اجازت مل گئی، حضرت عمر نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش اور غمگین بیٹھے ہیں اور آپ کے گرد ازواج بیٹھی ہوئی ہیں، حضرت عمر کہتے ہیں میں نے سوچا کہ میں ضرور ایسی بات کہوں گا جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئے گی، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! کاش آپ بنت خارجہ (حضرت عمر کی بیوی کو) دیکھتے اس نے مجھ سے نفقہ کا سوال کیا میں نے کھڑے ہو کر اس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی، اور آپ نے فرمایا یہ جو میرے گرد بیٹھی ہیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، یہ بھی نفقہ کا سوال کر رہی ہیں، حضرت ابوبکر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، حضرت عمر، حضرت حفصہ کے پاس کھڑے ہو کر ان کا گلا دبانے لگے، اور وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کا سوال کر رہی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں ہے، انھوں نے کہا بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اب کبھی کچھ نہیں مانگیں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ایک ماہ یا انتیس دن الگ رہے، پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی "اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دیجئے..... آپ نے حضرت عائشہ سے ابتدا کی اور فرمایا اے عائشہ میں تم پر ایک چیز پیش کر رہا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں عجلت نہ کرو حتیٰ کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! وہ کیا بات ہے؟ آپ نے حضرت عائشہ پر اس آیت کی تلاوت کی حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں گی؟ نہیں! میں اللہ اور رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں، اور میں آپ سے یہ سوال کرتی ہوں کہ آپ اپنی ازواج کو میرے جواب کی خبر نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے جس زوجہ نے بھی تمہارے جواب کے

لَا تُخْبِرَ امْرَاَةٌ مِّنْ نِّسَآئِكَ بِالَّذِیْ قُلْتُ قَالَ لَا تَسَالُنِیْ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اِلَّا اَخْبَرْتُهَا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یَبْعَثْنِیْ مُعَنِّتًا وَّلَا مُتَعَنِّتًا وَلٰكِنْ بَعَثَنِیْ مُعَلِّمًا مُّیَسِّرًا۔

بارے میں پوچھیں اس کو بتا دوں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دشواری اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کے ساتھ تعلیم دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۳۵۸۶۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ الْحَنَفِیُّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ سِمَاكٍ اَبِیْ زُمَیْلٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ لَمَّا اعْتَزَلَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا النَّاسُ یَنْكُتُوْنَ بِالْحَصٰی یَقُوْلُوْنَ طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ یُّؤْمَرْنَ بِالْحِجَابِ قَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ لَاَعْلَمَنَّ ذٰلِكَ الْیَوْمَ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰی عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَقُلْتُ یَا اِبْنَةَ اَبِیْ بَكْرٍ اَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَاْنِكِ اَنْ تُؤْذِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَالِیْ وَمَا لَكَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ عَلَیْكَ بِعَیْبَتِكَ قَالَ فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ فَقُلْتُ لَهَا یَا حَفْصَةُ اَقَدْ بَلَغَ مِنْ شَاْنِكِ اَنْ تُؤْذِیَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُحِبُّكِ وَلَوْلَا اَنَا لَطَلَّقَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتْ اَشَدَّ الْبُكَآءِ فَقُلْتُ لَهَا اَیْنَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار کی، میں مسجد میں گیا، میں نے دیکھا کہ لوگ کنکریوں کو الٹ پلٹ کر رہے ہیں، اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا میں آج اس کی تحقیق کروں گا پہلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا اے ابوبکر کی بیٹی! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ حضرت عائشہ نے کہا: اے ابن خطاب! مجھے تم سے اور تم کو مجھ سے کیا واسطہ؟ تم اپنی گھڑی یعنی حضرت حفصہ کی خبر لو، پھر میں حفصہ بنت عمر کے پاس گیا اور کہا: اے حفصہ! کیا اب تمہارا یہ حال ہو گیا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذاء دیتی ہو؟ بخدا تم خوب جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تم سے محبت نہیں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دے چکے ہوتے، حضرت حفصہ (یہ سن کر) زیادہ زور شور سے رونے لگیں، میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انھوں نے کہا وہ بالاخانے کے گودام میں ہیں، جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت رباح، بالاخانے کی چوکھٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انھوں نے سیڑھی کے ڈنڈے پر اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی سے چڑھتے اور اترتے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ هُوَ فِيْ خِزَانَتِهِ فِي الْمَشْرُبَةِ فَدَخَلْتُ فَإِذَا أَنَا بِرَبَاحٍ غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدًا عَلٰى أُسْكُفَّةِ الْمَشْرُبَةِ مُدْلٍ رِجْلَيْهِ عَلٰى نَقِيْرٍ مِنْ خَشَبٍ وَهُوَ جِذْعٌ يَرْقٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَنْحَدِرُ فَنَادَيْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ رَبَاحٌ إِلَى الْغُرْفَةِ ثُمَّ نَظَرَ إِلَيَّ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ رَفَعْتُ صَوْتِيْ فَقُلْتُ يَا رَبَاحُ اسْتَأْذِنْ لِيْ عِنْدَكَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّيْ أَظُنُّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَنَّ أَنِّيْ جِئْتُ مِنْ أَجْلِ حَفْصَةَ وَاللّٰهِ لَئِنْ أَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَرْبِ عُنُقِهَا لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهَا وَرَفَعْتُ صَوْتِيْ فَأَوْمٰى إِلَيَّ أَنِ ارْقَهْ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى حَصِيْرٍ فَجَلَسْتُ فَأَدْنٰى عَلَيْهِ إِزَارَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ وَإِذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ فَنَظَرْتُ بِبَصَرِيْ فِيْ خِزَانَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَنَا بِقُبْضَةٍ

تھے، میں نے بلند آواز سے کہا: اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے حاضر ہونے کی اجازت حاصل کرو، حضرت رباح نے بالاخانے کی طرف دیکھا پھر مجھے دیکھا اور چپ رہے، میں نے پھر کہا اے رباح! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو۔ رباح نے پھر بالاخانے کی جانب دیکھا پھر میری جانب دیکھا اور کوئی جواب نہیں دیا، میں نے پھر بلند آواز سے کہا اے رباح! میرے لیے حاضر ہونے کی اجازت طلب کرو تاکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں، شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال فرمایا ہے کہ میں حفصہ کی وجہ سے آیا ہوں، بخدا! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ کی گردن مارنے کا حکم دیں تو میں اس کی گردن مار دوں گا، یہ بات میں نے بلند آواز سے کہی، اس نے مجھے اشارہ کیا کہ سیڑھی سے چڑھ کر چلا جاؤں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، میں بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اپنے اوپر کر لی، اس چادر کے علاوہ آپ کے پاس اور کوئی چادر نہیں تھی، آپ کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گودام پر نظر ڈالی اس میں ایک صاع کے لگ بھگ چند مٹھی جَو تھے، ایک کونے میں درخت سلم کے اتنے ہی پتے پڑے ہوئے تھے اور ایک کچا چمڑا لٹکا ہوا تھا جو اچھی طرح رنگا ہوا نہیں تھا، یہ منظر دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں اور آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا: ابن خطاب تمہیں کس چیز نے رُلایا ہے؟ میں نے کہا یا نبی اللہ! میں کیوں نہ روؤں، آپ کے پہلو میں چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں اور یہ آپ کا گودام ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ میں دیکھ رہا ہوں! اور ادھر قیصر و کسریٰ پھلوں اور نہروں سے مالا مال ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور آپ کا یہ گودام ہے! آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تم

مِنْ شَعِيْرٍ نَحْوَ الصَّاعِ وَمِثْلَهَا قَرَظًا فِيْ نَاحِيَةِ الْغُرْفَةِ فَإِذَا أَفِيْقٌ مُعَلَّقٌ قَالَ فَابْتَدَرَتْ عَيْنَايَ قَالَ مَا يُبْكِيْكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَمَا لِيْ لَا أَبْكِيْ وَهٰذَا الْحَصِيْرُ قَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِكَ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ لَا أَرٰى فِيْهَا إِلَّا مَا أَرٰى وَذَاكَ قَيْصَرُ وَكِسْرٰى فِي الثِّمَارِ وَالْأَنْهَارِ وَأَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَفْوَتُهٗ وَهٰذِهٖ خِزَانَتُكَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَلَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَنَا الْآخِرَةُ وَلَهُمُ الدُّنْيَا قُلْتُ بَلٰى قَالَ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ حِيْنَ دَخَلْتُ وَأَنَا أَرٰى فِيْ وَجْهِهِ الْغَضَبَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَشُقُّ عَلَيْكَ مِنْ شَأْنِ النِّسَاءِ فَإِنْ كُنْتَ طَلَّقْتَهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتُهٗ وَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَأَنَا وَأَبُوْ بَكْرٍ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مَعَكَ وَقَلَّ مَا تَكَلَّمْتُ وَأَحْمَدُ اللّٰهَ بِكَلَامٍ إِلَّا رَجَوْتُ أَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ يُصَدِّقُ قَوْلِيَ الَّذِيْ أَقُوْلُ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ آيَةُ التَّخْيِيْرِ عَسٰى رَبُّهٗ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهٗ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ وَكَانَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَحَفْصَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَظَاهَرَانِ عَلٰى سَائِرِ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس بات سے خوش نہیں ہو کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! جب میں داخل ہوا تھا تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو اپنی ازواج کے بارے میں کیوں پریشانی ہے؟ اگر آپ نے انھیں طلاق دے دی تو اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اس کے فرشتے اور جبرائیل اور میکائیل آپ کے ساتھ ہیں، میں اور ابوبکر اور تمام مسلمان آپ کے ساتھ ہیں، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب بھی میں کوئی بات کرتا یا اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا تو اللہ تعالیٰ میرے کلام کی تصدیق میں قرآن مجید کی آیت نازل کر دیتا، پھر یہ آیت تخییر نازل ہو گئی (ترجمہ) اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دیں تو ان کا رب تمہارے بدلہ میں ان کے لیے تم سے بہتر ازواج لے آئے گا اور اگر تم دونوں نے نبی کے ساتھ موافقت نہ کی تو اللہ آپ کا مولی ہے اور جبرائیل اور ان کے بعد سارے فرشتے اور نیک مسلمان ان کے مددگار ہیں، اور حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت حفصہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج پر زور ڈالا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ نے ان کو طلاق دے دی ہے، آپ نے فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب میں مسجد میں داخل ہوا تھا تو مسلمان کنکریاں الٹ پلٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے کیا میں نیچے اتر کر ان کو یہ خبر سنا دوں کہ آپ نے ان کو طلاق نہیں دی ہے آپ نے فرمایا: ہاں اگر تم چاہو تو! پھر میں آپ سے مسلسل باتیں کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کے چہرہ مبارک سے غصہ زائل ہو گیا حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور آپ ہنسے، اور ہنستے وقت آپ کے دندان مبارک سب سے خوبصورت معلوم ہوتے تھے، پھر میں کھجور کے تنے کو پکڑے ہوئے اترا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس طرح اترے گویا کہ آپ

اَطَلَّقْتَهُنَّ قَالَ لَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يَكْتُبُوْنَ بِالْحَصٰى يَقُوْلُوْنَ طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهُ أَفَأَنْزِلُ فَأُخْبِرُهُمْ أَنَّكَ لَمْ تُطَلِّقْهُنَّ قَالَ نَعَمْ إِنْ شِئْتَ فَلَمْ أَزَلْ أُحَدِّثُهُ حَتّٰى تَحَسَّرَ الْغَضَبُ عَنْ وَجْهِهِ وَحَتّٰى كَشَرَ فَضَحِكَ وَكَانَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ ثَغْرًا ثُمَّ نَزَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْتُ أَتَشَبَّثُ بِالْجِذْعِ وَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا يَمْشِيْ عَلَى الْأَرْضِ مَا يَمَسُّهُ بِيَدِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا كُنْتَ فِي الْغُرْفَةِ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ فَقُمْتُ قَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُوْنُ تِسْعًا وَعِشْرِيْنَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ فَنَادَيْتُ بِأَعْلٰى صَوْتِيْ لَمْ تُطَلِّقْ نِسَآءَهُ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ فَكُنْتُ أَنَا اسْتَنْبَطْتُ ذٰلِكَ الْأَمْرَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ التَّخْيِيْرِ.

زمین پر چل رہے ہوں (یعنی لکڑی کا سہارا لیے بغیر اترے) آپ نے اس لکڑی کو بالکل نہیں چھوا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ بالاخانے میں انتیس دن رہے ہیں آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا: آپ نے ازواج کو طلاق نہیں دی ہے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو وہ اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اس خبر کو رسول یا صاحبان امر کے پاس لے جاتے تو اس (کی حقیقت) کو وہ لوگ جان لیتے جو خبر سے (حقیقت کا) استنباط کرتے ہیں اور اس (طلاق کی) خبر سے حقیقت کا کھوج میں نے نکالا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر کو نازل کر دیا۔

۳۵۸۷ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ بْنُ حُنَيْنٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ قَالَ مَكَثْتُ سَنَةً وَأَنَا أُرِيْدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک یہ ارادہ کرتا رہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں سوال کروں لیکن ان کے رعب کی وجہ سے سوال نہ کر سکا، ایک مرتبہ حضرت عمر حج کے لیے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا، واپسی میں حضرت عمر اپنی کسی حاجت کے لیے پیلو کے درخت کے پاس گئے، میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ اٰيَةٍ فَمَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَسْئَلَهٗ هَيْبَةً لَّهٗ حَتّٰى خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجْتُ مَعَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ فَكُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيْقِ عَدَلَ اِلَى الْاَرَاكِ لِحَاجَةٍ لَّهٗ فَوَقَفْتُ لَهٗ حَتّٰى فَرَغَ ثُمَّ سِرْتُ مَعَهٗ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ اللَّتَانِ تَظَاهَرَتَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَزْوَاجِهٖ فَقَالَ تِلْكَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاُرِيْدُ اَنْ اَسْئَلَكَ عَنْ هٰذَا مُنْذُ سَنَةٍ فَمَا اَسْتَطِيْعُ هَيْبَةً لَّكَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ مَا ظَنَنْتَ اَنَّ عِنْدِيْ مِنْ عِلْمٍ فَسَلْنِيْ عَنْهُ فَاِنْ كُنْتُ اَعْلَمُهٗ اَخْبَرْتُكَ قَالَ وَقَالَ عُمَرُ وَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَا نَعُدُّ لِلنِّسَآءِ اَمْرًا حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِنَّ مَا اَنْزَلَ وَقَسَمَ لَهُنَّ مَا قَسَمَ قَالَ فَبَيْنَمَا اَنَا فِيْ اَمْرٍ اَئْتَمِرُهٗ اِذْ قَالَتْ لِيْ اِمْرَاَتِيْ لَوْ صَنَعْتَ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ لَهَا وَمَا لَكِ اَنْتِ وَلِمَا هٰهُنَا وَمَا تَكَلُّفُكِ فِيْ اَمْرٍ اُرِيْدُهٗ فَقَالَتْ لِيْ عَجَبًا لَّكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ مَا تُرِيْدُ اَنْ تُرَاجِعَ اَنْتَ وَاِنَّ ابْنَتَكَ لَتُرَاجِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانَ قَالَ عُمَرُ فَاٰخُذُ رِدَآئِيْ ثُمَّ اَخْرُجُ مَكَانِيْ حَتّٰى اَدْخُلَ عَلٰى حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا يَا بُنَيَّةُ اِنَّكِ لَتُرَاجِعِيْنَ

ہو کر آئے تو میں ان کے ساتھ چل پڑا، اور کہا: یا امیر المؤمنین ازواج مطہرات میں وہ کون سی دو عورتیں ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مرافقت نہیں کی تھی؟ انھوں نے کہا وہ حضرت حفصہ اور عائشہ تھیں، میں نے کہا بخدا! میں ایک سال سے ان کے بارے میں آپ سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے رعب کی وجہ سے ہمت نہ کر سکا، انھوں نے کہا ایسا نہ کرو، جس چیز کا تمہارے خیال میں مجھے علم ہو وہ مجھ سے پوچھ لیا کرو، اگر مجھے اس چیز کا علم ہوگا تو تمہیں بتاؤں گا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا بخدا ہم زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو کچھ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے احکام نازل کیے اور ان کے حقوق اور حصے مقرر کیے۔ ایک دن میں اپنے کسی کام کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا، میری بیوی نے کہا تم اس، اس طرح یہ کام کرو، میں نے کہا تمہیں میرے کاموں میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا اے ابن الخطاب تمہارا کیا خیال ہے میں تمہیں کوئی جواب نہ دوں! حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہے یہاں تک کہ آپ سارا دن اس سے ناراض رہتے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا یہ سن کر میں نے چادر سنبھالی اور گھر سے نکلا اور سیدھا (حضرت) حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اور کہا بیٹی! کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جواب دیتی ہو جس سے آپ سارا دن ناراض رہتے ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا: بخدا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا جواب دیتی ہوں، میں نے کہا میں تمہیں اللہ کے عذاب اور اس کے رسول کی ناراضگی سے ڈرا رہا ہوں، اے بیٹی! تم ان سے دھوکہ نہ کھانا جو اپنے حسن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر ناز کرتی ہیں، پھر وہاں سے چل کر میں قرابت کے تقاضے سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو بھی سمجھایا، حضرت

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَظَلَّ يَوْمَهٗ غَضْبَانًا فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَاللّٰهِ إِنَّا لَنُرَاجِعُهٗ فَقُلْتُ تَعْلَمِيْنَ أَنِّيْ أُحَذِّرُكِ عُقُوْبَةَ اللّٰهِ وَغَضَبَ رَسُوْلِهٖ يَا بُنَيَّةُ لَا تَغُرَّنَّكِ هٰذِهِ الَّتِيْ قَدْ أَعْجَبَهَا حُسْنُهَا وَحُبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهَا ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ لِقَرَابَتِيْ مِنْهَا فَكَلَّمْتُهَا فَقَالَتْ لِيْ أُمُّ سَلَمَةَ عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قَدْ دَخَلْتَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْتَغِيَ أَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَزْوَاجِهٖ فَانْكَفَفْتُ فَأَخَذَتْنِيْ أَخْذًا كَسَرَتْنِيْ عَنْ بَعْضِ مَا كُنْتُ أَجِدُ فَخَرَجْتُ مِنْ عِنْدِهَا وَكَانَ لِيْ صَاحِبٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ إِذَا غِبْتُ أَتَانِيْ بِالْخَبَرِ وَإِذَا غَابَ كُنْتُ أَنَا أَتِيْهِ بِالْخَبَرِ وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ نَتَخَوَّفُ مَلِكًا مِّنْ مُّلُوْكِ غَسَّانَ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهٗ يُرِيْدُ أَنْ يَّسِيْرَ إِلَيْنَا فَقَدِ امْتَلَأَتْ صُدُوْرُنَا مِنْهُ فَأَتٰى صَاحِبِي الْأَنْصَارِيُّ يَدُقُّ الْبَابَ وَقَالَ افْتَحْ افْتَحْ فَقُلْتُ جَاءَ الْغَسَّانِيُّ فَقَالَ أَشَدُّ مِنْ ذٰلِكَ اعْتَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْوَاجَهٗ قَالَ فَقُلْتُ رَغِمَ أَنْفُ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ ثُمَّ أَخُذُ ثَوْبِيْ فَأَخْرُجُ حَتّٰى جِئْتُ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَشْرُبَةٍ لَّهٗ يَرْتَقِيْ إِلَيْهَا بِعَجَلِهَا وَغُلَامٌ لِّرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

ام سلمہ نے مجھ سے کہا اے ابن الخطاب! تعجب ہے کہ تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملہ میں بھی دخل دینا چاہتے ہو، حضرت عمر نے کہا ان کی اس بات سے مجھے اسقدر افسوس ہوا کہ میں جو کہنا چاہتا تھا وہ بھی نہ کہہ سکا، میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ ایک انصاری میرا دوست تھا، جب میں حضور کی مجلس سے غائب ہوتا تو وہ مجھے آکر آپ کی مجلس کی خبریں سناتا تھا اور جب وہ غائب ہوتا تھا تو میں اس کو احوال سناتا تھا۔ ان دنوں ہم کو غسان کے ایک بادشاہ کے حملہ کرنے کا خطرہ تھا جس کے بارے میں یہ بتایا گیا تھا کہ وہ ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جس سے ہمارے دل خوفزدہ تھے، ایک دن میرا انصاری دوست آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا اور کہنے لگا کھولو! کھولو! میں نے پوچھا: کیا غسانی نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بھی اہم خبر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج سے علیحدہ ہو گئے، میں نے کہا عائشہ اور حفصہ ناک خاک آلودہ ہو، پھر میں نے اپنے کپڑے سنبھالے اور چل پڑا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بالاخانے پر بیٹھے تھے جس پر ایک سیڑھی رکھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حبشی غلام سیڑھی کے ایک ڈنڈے پر بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا یہ عمر ہے میرے لیے اجازت طلب کرو، حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا۔ جب میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا جواب سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے جس کے اوپر اور کوئی چیز نہیں تھی۔ آپ کے سر کے نیچے ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ کے پیروں کی جانب درخت سلم کے پتے پڑے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے، میں رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَدُ عَلٰى رَأْسِ الدَّرَجَةِ فَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ فَاَذِنَ لِيْ قَالَ عُمَرُ فَقَصَصْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَلَمَّا بَلَغْتُ حَدِيْثَ اُمِّ سَلَمَةَ تَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّهٗ لَعَلٰى حَصِيْرٍ مَّا بَيْنَهٗ شَيْءٌ وَّتَحْتَ رَأْسِهٖ وِسَادَةٌ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ وَّاِنَّ عِنْدَ رِجْلَيْهِ قَرَظًا مَّصْبُوْرًا وَّعِنْدَ رَأْسِهٖ اُهُبًا مُّعَلَّقَةً فَرَاَيْتُ اَثَرَ الْحَصِيْرِ فِيْ جَنْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ فِيْمَا هُمَا فِيْهِ وَاَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَكَ الْاٰخِرَةُ۔

رورہے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! قیصر وکسریٰ کتنی آسائش اور شان وشوکت سے رہتے ہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ ان کے لیے دنیا ہو اور تمہارے لیے آخرت!

۳۵۸۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَقْبَلْتُ مَعَ عُمَرَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ كَنَحْوِ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ قُلْتُ شَأْنَ الْمَرْاَتَيْنِ قَالَ حَفْصَةُ وَاُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَزَادَ فِيْهِ فَاَتَيْتُ الْحُجُرَ فَاِذَا فِيْ كُلِّ بَيْتٍ بُكَاءٌ وَّزَادَ اَيْضًا وَّكَانَ اٰلٰى مِنْهُنَّ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ نَزَلَ اِلَيْهِنَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا اور جب مرالظہران پر پہنچا، باقی حدیث حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے کہا میں نے پوچھا وہ دو عورتیں کون ہیں تو حضرت عمر نے کہا حفصہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما، اور یہ بھی زائد ہے کہ جب میں (ازواج مطہرات کے) حجروں کی طرف گیا تو ہر حجرے سے رونے کی آواز آرہی تھی اور یہ بھی زائد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ان سے نہ ملنے کی قسم کھائی تھی، جب انتیس دن پورے ہو گئے تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔

۳۵۸۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَ عُبَيْدَ بْنَ حُنَيْنٍ وَهُوَ مَوْلَى الْعَبَّاسِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تَظَاهَرَتَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَبِثْتُ سَنَةً مَا أَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا حَتَّى صَحِبْتُهُ إِلَى مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَقَالَ ادْرِكْنِي بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ وَرَجَعَ ذَهَبْتُ أَصُبُّ عَلَيْهِ وَذَكَرْتُ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ فَمَا قَضَيْتُ كَلَامِي حَتَّى قَالَ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ میں حضرت عمر سے ان دو عورتوں کے بارے میں سوال کروں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نہیں کی تھی، میں ایک سال تک انتظار کرتا رہا اور مجھے ان سے سوال کا موقع نہ مل سکا، حتیٰ کہ میں حضرت عمر کے ساتھ مکہ روانہ ہوا، جب ہم مرّ الظہران پر پہنچے تو حضرت عمر قضاء حاجت کے لیے گئے اور مجھ سے کہا تم پانی کا لوٹا لے کر آؤ! میں پانی لے کر آیا، جب وہ حاجت سے فارغ ہو گئے اور واپس لوٹے تو میں ان پر پانی ڈالنے لگا، میں نے کہا: اے امیر المؤمنین وہ کون دو عورتیں ہیں؟ ابھی میں سوال مکمل نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمر نے کہا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔

۳۵۹۰ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ لَمْ أَزَلْ حَرِيصًا أَنْ أَسْأَلَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ الْمَرْأَتَيْنِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللهُ تَعَالَى إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا حَتَّى حَجَّ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں مجھے کافی عرصہ سے یہ بے چینی تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کروں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے کون تھیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: تم دونوں اللہ سے توبہ کرو کیونکہ تمہارے دلوں میں کچھ جھکاؤ آگیا ہے، حتیٰ کہ حضرت عمر نے حج کیا اور میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا، ہم ایک راستہ پر جا رہے تھے کہ حضرت عمر راستہ سے ہٹ کر ایک طرف گئے، میں بھی پانی کا لوٹا لے کر ان کے پاس گیا۔ قضاء حاجت کے بعد وہ میرے پاس آئے اور میں نے پانی ڈال کر ان کو وضو کرایا، میں نے کہا اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے وہ کونسی دو عورتیں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

حَجَجْتُ مَعَهُ فَلَمَّا كُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِيقِ عَدَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ أَتَانِي فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ كَرِهَ وَاللهِ مَا سَأَلَهُ عَنْهُ وَلَمْ يَكْتُمْهُ قَالَ هِيَ حَفْصَةُ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ثُمَّ أَخَذَ يَسُوقُ الْحَدِيثَ قَالَ كُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْمًا نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ قَالَ وَكَانَ مَنْزِلِي فِي بَنِي أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ بِالْعَوَالِي فَتَغَضَّبْتُ يَوْمًا عَلَى امْرَأَتِي فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَانْطَلَقْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقُلْتُ أَتُرَاجِعِينَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ أَتَهْجُرُهُ إِحْدَاكُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ

فرمایا ہے تم دونوں اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ تمہارے دلوں میں جھکاؤ آگیا ہے! حضرت عمر نے کہا اے ابن عباس تم پر تعجب ہے! زہری نے کہا حضرت عمر کو ان کا اتنے عرصہ تک سوال نہ کرنا پسند نہیں آیا حالانکہ حضرت عمر ان سے نہ چھپاتے، پھر فرمایا وہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں، پھر واقعہ سنانے لگے کہ ہم قریش کے لوگ ایک ایسی قوم تھے، جو عورتوں پر حاوی رہتے تھے، لیکن جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ ان لوگوں پر ان کی عورتیں حاوی ہیں اور ہماری عورتوں نے بھی دیکھا دیکھی میں مدینہ کی خواتین کی ریس کرنا شروع کر دی، میرا گھر مدینہ کے بالائی علاقہ میں بنو امیہ بن زید میں تھا، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا، مجھے اس کے جواب دینے پر حیرت ہوئی، اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر تعجب کیوں ہوتا ہے! بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو جواب دیتی ہیں! اور ان میں سے کوئی ایک صبح سے رات تک آپ کو چھوڑے رکھتی ہے۔ میں اٹھ کر سیدھا (حضرت) حفصہ کے پاس گیا اور پوچھا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟ انھوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا اور تم میں سے کوئی ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے؟۔ انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا تم میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ نامراد ہو گئی اور اس کو خسارہ ہوا، کیا تم میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے غضب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا ڈر نہیں ہے، کہیں وہ ناگہانی ہلاک نہ ہو جائے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا تم جواب مت دیا کرو، اور نہ آپ سے کسی چیز کا سوال کیا کرو، تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو اس کا مجھ سے سوال کر لو، تم اپنی اس سوکن کے حال سے دھوکا نہ کھانا جو تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، حضرت عمر کی مراد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں

إِلَى اللَّيْلِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ

فَعَلَ ذٰلِكَ مِنْكُنَّ وَ خَسِرَ اَفْتَامَنْ اِحْدٰلكُنَّ اَنْ يَّغْضَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ لَا تُرَاجِعِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْئَلِيْهِ شَيْئًا وَّ سَلِيْنِيْ مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْسَمَ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ يُرِيْدُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَ وَكَانَ لِيْ جَارٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَّاَنْزِلُ يَوْمًا فَيَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْوَحْيِ وَغَيْرِهٖ وَاٰتِيْهِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ فَكُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ الْخَيْلَ لِتَغْزُوَنَا فَنَزَلَ صَاحِبِيْ ثُمَّ اَتَانِيْ عِشَآءً فَضَرَبَ بَابِيْ ثُمَّ نَادَانِيْ فَخَرَجْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ حَدَثَ اَمْرٌ عَظِيْمٌ قُلْتُ مَاذَا اَجَآءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَاَطْوَلُ طَلَّقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَآءَهٗ فَقُلْتُ قَدْ خَابَتْ حَفْصَةُ وَخَسِرَتْ وَقَدْ كُنْتُ اَظُنُّ هٰذَا كَآئِنًا حَتّٰى اِذَا صَلَّيْتُ الصُّبْحَ شَدَدْتُ عَلَيَّ ثِيَابِيْ ثُمَّ نَزَلْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ وَهِيَ تَبْكِيْ فَقُلْتُ اَطَلَّقَكُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا اَدْرِيْ هَا هُوَ ذَا مُعْتَزِلٌ فِيْ هٰذِهِ الْمَشْرُبَةِ فَاَتَيْتُ غُلَامًا لَّهٗ اَسْوَدَ فَقُلْتُ اسْتَاْذِنْ

حضرت عمر نے کہا ایک انصاری میرا پڑوسی تھا، ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ایک دن وہ جاتا تھا اور ایک دن میں جاتا تھا۔ ہم آپس میں یہ باتیں کرتے تھے کہ غسان کا بادشاہ ہم پر حملہ کرنے کے لیے اپنے گھوڑوں کے نعل لگوا رہا ہے۔ ایک رات کو میرا دوست آیا اور دروازے پر دستک دی، پھر مجھے آواز دی، میں باہر آیا تو اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ ہو گیا! میں نے پوچھا کیا ہوا ہے؟ کیا غسان نے حملہ کر دیا؟ اس نے کہا اس سے بہت بڑا اور لمبا حادثہ ہو گیا ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے، میں نے کہا حفصہ ناکام و نامراد ہو گئی! اور مجھے اس حادثہ کا پہلے ہی گمان تھا، صبح کی نماز پڑھنے کے بعد میں اپنے کپڑے لے کر روانہ ہوا، اور حفصہ کے پاس پہنچا در آں حالیکہ وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟ انھوں نے کہا پتہ نہیں! آپ علیحدہ ہو کر اس بالاخانے میں بیٹھے ہیں، میں آپ کے حبشی غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ عمر کے حاضر ہونے کی اجازت لے کر آؤ، وہ اندر گیا اور پھر واپس آ کر کہا میں نے تمہارا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے، میں چل پڑا اور منبر تک پہنچا اور وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ رو رہے تھے، میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا رہا، پھر مجھ سے نہیں رہا گیا، اور میں اس غلام کے پاس گیا، اور کہا جاؤ عمر کے لیے اجازت لے کر آؤ، وہ اندر جا کر واپس آ گیا اور کہا میں نے تمہارا ذکر کیا تھا، حضور سن کر خاموش رہے، میں واپس جانے لگا، ناگاہ غلام نے مجھے آواز دی اور کہا اندر جاؤ تمہارے لیے اجازت مل گئی ہے، میں اندر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا، آپ ایک چٹائی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے جس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ گئے تھے، میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے؟ آپ نے سر اٹھا کر

لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى انْتَهَيْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ فَجَلَسْتُ فَإِذَا عِنْدَهُ رَهْطٌ جُلُوسٌ يَبْكِي بَعْضُهُمْ فَجَلَسْتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَجِدُ ثُمَّ أَتَيْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اسْتَأْذِنْ لِعُمَرَ فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَيَّ فَقَالَ قَدْ ذَكَرْتُكَ لَهُ فَصَمَتَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَإِذَا الْغُلَامُ يَدْعُونِي فَقَالَ ادْخُلْ فَقَدْ أُذِنَ لَكَ فَدَخَلْتُ فَسَلَّمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلِ حَصِيرٍ قَدْ أَثَّرَ فِي جَنْبِهِ فَقُلْتُ أَطَلَّقْتَ يَا رَسُولَ اللهِ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيَّ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اللهُ أَكْبَرُ لَوْ رَأَيْتَنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ قَوْمًا نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَجَدْنَا قَوْمًا تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ فَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَتَعَلَّمْنَ مِنْ نِسَاءِهِمْ فَتَغَضَّبْتُ عَلَى امْرَأَتِي يَوْمًا فَإِذَا هِيَ تُرَاجِعُنِي فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِي فَقَالَتْ مَا تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَتَهْجُرُهُ إِحْدَاهُنَّ الْيَوْمَ إِلَى اللَّيْلِ فَقُلْتُ قَدْ خَابَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ مِنْهُنَّ وَخَسِرَ أَفَتَأْمَنُ إِحْدَاهُنَّ أَنْ يَغْضَبَ اللهُ عَلَيْهَا لِغَضَبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ قَدْ هَلَكَتْ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

میری طرف دیکھا اور فرمایا نہیں! میں نے کہا اللہ اکبر! یارسول اللہ! دیکھئے ہم قریش لوگ عورتوں پر حاوی رہتے تھے، جب ہم مدینہ میں آئے تو دیکھا یہاں عورتیں مردوں پر حاوی رہتی ہیں، ہماری عورتوں نے بھی ان عورتوں کی ریس کرنا شروع کر دی، ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو اس نے بھی پلٹ کر جواب دیا۔ مجھے اس کے جواب دینے پر تعجب ہوا، اس نے کہا تمہیں میرے جواب دینے پر تعجب کیوں ہو رہا ہے؟ بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی آپ کو جواب دیتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک آپ کو صبح سے رات تک چھوڑے رکھتی ہے، میں نے کہا ان میں سے جس نے بھی یہ کیا وہ ناکام اور نامراد ہو گئی، کیا ان میں سے کسی کو اپنے اوپر اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کا خوف نہیں ہے کہ وہ اسی وقت ہلاک ہو جائے، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں حفصہ کے پاس گیا اور اس سے کہا تم اپنی سوکن کے حال سے دھوکا نہ کھانا، وہ تم سے زیادہ حسین ہے اور تم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز ہے، آپ پھر مسکرائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کا دل بہلانے کی کچھ باتیں کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں! میں بیٹھ گیا اور میں نے سر اٹھا کر گھر کا جائزہ لینا شروع کیا، بخدا میں نے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس کو دیکھ کر میری نظر ٹھہرتی سوائے تین بغیر رنگی ہوئی کھالوں کے، میں نے کہا یارسول اللہ! آپ دعا کیجئے کہ آپ کی امت پر وسعت کی جائے، کیونکہ فارس اور روم بہت خوش حال ہیں حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے، آپ یہ سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تمہیں کوئی شک ہے؟ یہ وہ اقوام ہیں جن کی اچھی چیزیں انہیں دنیا میں ہی دے دی گئیں، میں نے کہا، یارسول اللہ! میرے لیے استغفار کیجئے، آپ نے ازواج مطہرات

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ دَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ اَوْسَمَ مِنْكِ وَاَحَبَّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰى فَقُلْتُ اَسْتَاْنِسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ نَعَمْ فَجَلَسْتُ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فِي الْبَيْتِ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا يَرُدُّ الْبَصَرَ اِلَّا اُهُبًا ثَلَاثَةً فَقُلْتُ اُدْعُ اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْ يُّوَسِّعَ عَلٰى اُمَّتِكَ فَقَدْ وُسِّعَ عَلٰى فَارِسَ وَالرُّوْمِ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْتَوٰى جَالِسًا ثُمَّ قَالَ اَفِيْ شَكٍّ اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَانَ اَقْسَمَ اَنْ لَّا يَدْخُلَ عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِّنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهٖ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى عَاتَبَهُ اللّٰهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَاَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا مَضٰى تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ لَيْلَةً دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدَاَ لِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ اَقْسَمْتَ اَنْ لَّا تَدْخُلَ عَلَيْنَا شَهْرًا وَّاِنَّكَ دَخَلْتَ مِنْ تِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ اَعُدُّهُنَّ فَقَالَ اِنَّ الشَّهْرَ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ اِنِّيْ ذَاكِرٌ لَكِ اَمْرًا فَلَا عَلَيْكِ اَنْ لَّا تَعْجَلِيْ فِيْهِ حَتّٰى تَسْتَاْمِرِيْ اَبَوَيْكِ ثُمَّ قَرَاَ عَلَيَّ

پر شدت رنج کی وجہ سے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہیں جائیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی طرف متوجہ کر دیا، زہری کہتے ہیں مجھے عروہ نے خبر دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب انتیس راتیں گذر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے مجھ سے ابتدا کی، میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک ہمارے پاس تشریف نہیں لائیں گے اور آپ انتیس روز بعد آ گئے، میں ایک ایک دن گن رہی تھی، آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرنے لگا ہوں اگر تم اس میں عجلت نہ کرو تاوقتیکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) اے نبی! اپنی ازواج سے کہہ دیجئے..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا بخدا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ میرے ماں باپ مجھے آپ سے جدا ہونے کا مشورہ نہیں دیں گے، میں نے کہا: کیا اس میں، میں اپنے ماں باپ سے مشورہ کروں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول اور آخرت کا ارادہ کرتی ہوں، معمر کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے خبر دی کہ حضرت عائشہ نے کہا آپ (دوسری) ازواج کو یہ نہ بتائیں کہ میں نے آپ کو اختیار کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے، مشقت میں ڈالنے والا نہیں بنایا۔ قتادہ نے کہا صغت قلوبکما کے معنی ہیں تم دونوں کے دل جھک گئے۔

الْاٰيَةَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ حَتّٰى بَلَغَ اَجْرًا عَظِيْمًا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَدْ عَلِمَ وَاللّٰهِ اَنَّ اَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا لِيَاْمُرَانِيْ بِفِرَاقِيْ قَالَتْ فَقُلْتُ اَوَفِيْ هٰذَا اَسْتَاْمِرُ اَبَوَيَّ فَاِنِّيْ اُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ قَالَ مَعْمَرٌ فَاَخْبَرَنِيْ اَيُّوْبُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَا تُخْبِرْ نِسَاءَكَ اَنِّيْ اَخْتَرْتُكَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِيْ مُبَلِّغًا وَّلَمْ يُرْسِلْنِيْ مُتَعَنِّتًا قَالَ قَتَادَةُ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا قَالَ مَالَتْ قُلُوْبُكُمَا۔

نفسِ تخییر کے طلاق نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۵۸۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تھا تو کیا یہ طلاق تھی؟ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کے نظریہ پر دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو اختیار دیا تو یہ طلاق نہیں ہے اور اس سے تفریق نہیں ہوگی، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حسن اور لیث بن سعد سے مروی ہے کہ نفس تخییر سے طلاق بائنہ ہو جاتی ہے، خواہ وہ زوج کو اختیار کرے یا نہ کرے، خطابی اور نقاش نے اس قول کو امام مالک سے نقل کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، یہ مذہب ان احادیث سے مردود ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں ان تک یہ احادیث نہیں پہنچیں۔[1]

مرد اگر عورت کو نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار دے اور وہ نکاح میں نہ رہنے کو اختیار کرے تو بالاتفاق بائن ہو جائے گی۔

ایلاء کے حکم میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ چار ماہ تک اپنی بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا اگر اس نے چار ماہ تک مقاربت نہ کی اور اپنی قسم پوری کر دی تو مدت پوری ہونے کے بعد اس کی عورت پر طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اگر اس مدت کے دوران اس نے مقاربت کر لی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور اس پر صرف قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور بیوی پر طلاق نہیں ہوگی، اگر اس نے چار ماہ سے کم مثلاً تین ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تھی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے اگر قسم توڑ دی تو کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم پوری کی تو کچھ نہیں ہوگا، نہ کفارہ لازم ہوگا نہ بیوی پر طلاق پڑے گی، اور اگر چار ماہ سے زائد مثلاً پانچ ماہ مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائی تو یہ پھر بھی ایلاء ہے[2] امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے اگر چار ماہ کی قسم کھائی تو یہ صرف قسم ہے ایلاء نہیں ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۶ھ

[2] علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، محصلہ در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۷۵۱ - ۷۴۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ایلاء میں یہ شرط ہے کہ چار ماہ سے زیادہ مدت تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے، حضرت ابن عباس، طاؤس، سعید بن جبیر، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، ابوثور اور ابو عبید کا بھی یہی قول ہے، عطاء ثوری اور اصحاب رائے (احناف کثرھم اللہ) کا قول یہ ہے کہ جب چار ماہ یا اس سے زائد کی قسم کھائی تو یہ ایلاء ہے، قاضی ابوالحسین نے کہا ہے کہ امام احمد کا بھی یہ ایک قول ہے[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی تھی اس لیے یہ ایلاء نہیں تھا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ایلاء سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایلاء سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے[2]

بَابُ الْمُطَلَّقَةِ الْبَائِنِ لَا نَفَقَةَ لَهَا

مطلقہ بائنہ کے لیے نفقہ نہ ہونے کا بیان

۳۵۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ فَجَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي اعْتَدِّي عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوعمرو بن حفص نے انھیں طلاق البتہ دے دی، درآں حالیکہ وہ ان کے پاس موجود نہیں تھے، انھوں نے اپنی طرف سے ایک وکیل کے ہاتھ مجھے کچھ جَو روانہ کیے حضرت فاطمہ اس پر ناراض ہوئیں تو ان کے وکیل نے کہا بخدا، ہم پر تمہارا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں، اور اس بات کا ذکر کیا آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ (کھانے اور رہائش کا خرچ) واجب نہیں ہے، اور آپ نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت گذاریں، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں تو میرے اصحاب بکثرت جمع ہوتے ہیں، اس لیے تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، وہ نابینا شخص ہیں، ان کے ہاں تم کپڑے اتار سکتی رہو، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم دونوں نے نکاح کا پیغام دیا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷، ص ۴۱۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

اَبُو الْجَهْمِ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَاَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ اَنْكِحِي اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ اُنْكِحِي اُسَامَةَ فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے ان کو ناپسند کیا، آپ نے پھر فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو، میں نے ان سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی میں خیر رکھ دی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

۳۵۹۲ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ اَبِي حَازِمٍ وَقَالَ قُتَيْبَةُ اَيْضًا نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ كِلَيْهِمَا عَنْ اَبِي حَازِمٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّهُ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ اَنْفَقَ عَلَيْهَا نَفَقَةً دُونٍ فَلَمَّا رَاَتْ ذٰلِكَ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَاُعْلِمَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ كَانَتْ لِي نَفَقَةً اَخَذْتُ الَّذِي يُصْلِحُنِي وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لِي نَفَقَةٌ لَمْ اٰخُذْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَتْ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ وَلَا سُكْنٰى.

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور معمولی سا نفقہ دیا، جب انھوں نے وہ نفقہ دیکھا تو کہا بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گی، پھر اگر میں نفقہ کی مستحق ہوئی تو اپنی ضروریات کے مطابق نفقہ لوں گی، اور اگر میں نفقہ کی مستحق نہیں ہوئی تو بالکل نہیں لوں گی، انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے کھانے کا خرچ اس کے ذمہ ہے نہ رہائش۔

۳۵۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِي اَنَسٍ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ اَنَّهُ قَالَ سَئَلْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ فَاَخْبَرَتْنِي اَنَّ زَوْجَهَا الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا فَاَبٰى اَنْ يُنْفِقَ عَلَيْهَا فَجَاءَتْ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَانْتَقِلِي فَاذْهَبِي اِلٰى ابْنِ اُمِّ مَكْتُومٍ فَكُونِي عِنْدَهُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر مخزومی نے ان کو طلاق دے دی، اور ان کو نفقہ دینے سے انکار کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے نفقہ نہیں ہے، تم ابن ام مکتوم کے گھر چلی جاؤ، وہ نابینا ہیں، وہاں تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔

فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ عِنْدَهُ۔

۳۵۹۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهَا أَهْلُهُ لَيْسَ لَكِ عَلَيْنَا نَفَقَةٌ فَانْطَلَقَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فِي نَفَرٍ فَأَتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ فَقَالُوا إِنَّ أَبَا حَفْصٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَهَلْ لَهَا مِنْ نَفَقَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ وَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهَا إِنَّ أُمَّ شَرِيكٍ يَأْتِيهَا الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ فَانْطَلِقِي إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى فَإِنَّكِ إِذَا وَضَعْتِ خِمَارَكِ لَمْ يَرَكِ فَانْطَلَقَتْ إِلَيْهِ فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوحفص بن مغیرہ مخزومی نے انھیں تین طلاقیں دے دیں اور پھر یمن چلے گئے، ان کے گھر والوں نے حضرت فاطمہ سے کہا تمہارا نفقہ ہم پر واجب نہیں ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت میمونہ کے گھر آئے اور عرض کیا کہ ابوحفص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو کیا اس عورت کا نفقہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کا نفقہ نہیں ہے، اس پر عدت ہے، اور اس عورت کو پیغام بھیجا کہ تم مجھ سے مشورہ لیے بغیر نکاح نہ کرنا اور یہ حکم دیا کہ ام شریک کے گھر عدت گزاریں پھر پیغام بھیجا کہ ام شریک کے گھر تو قدیم مہاجرین آتے رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں عدت گزارنا، کیونکہ جب تم اپنا دوپٹہ اتار رکھو گی تو وہ تم کو نہیں دیکھیں گے، وہ ابن ام مکتوم کے پاس چلی گئیں، جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید سے ان کا نکاح کر دیا۔

۳۵۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں بنو مخزوم کے ایک شخص کے نکاح میں تھی، اس نے مجھے طلاق البتہ دے دی، میں نے اس کے گھر والوں کے پاس آدمی بھیج کر نفقہ کا مطالبہ کیا۔ باقی روایت یحییٰ بن ابی کثیر کی طرح ہے۔

اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَۃَ عَنْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ قَالَ کَتَبْتُ ذٰلِکَ مِنْ فِیْھَا کِتَابًا قَالَتْ کُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ فَطَلَّقَنِیْ اَلْبَتَّۃَ فَاَرْسَلْتُ اِلٰی اَھْلِہٖ اَبْتَغِی النَّفَقَۃَ وَاقْتَصُّوا الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَلَا تَفُوْتِیْنَا بِنَفْسِکِ۔

۳۵۹۶۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِیِّ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَۃَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَہٗ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا کَانَتْ تَحْتَ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِیْرَۃِ فَطَلَّقَھَا اٰخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِیْقَاتٍ فَزَعَمَتْ اَنَّھَا جَآءَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْتَفْتِیْہِ فِیْ خُرُوْجِھَا مِنْ بَیْتِھَا فَاَمَرَھَا اَنْ تَنْتَقِلَ اِلٰی ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ الْاَعْمٰی فَاَبٰی مَرْوَانُ اَنْ یُّصَدِّقَہٗ فِیْ خُرُوْجِ الْمُطَلَّقَۃِ مِنْ بَیْتِھَا وَقَالَ عُرْوَۃُ اِنَّ عَآئِشَۃَ اَنْکَرَتْ ذٰلِکَ عَلٰی فَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا۔

۳۵۹۷۔ وَحَدَّثَنِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَیْنٌ قَالَ نَا اللَّیْثُ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ مَعَ قَوْلِ عُرْوَۃَ اَنَّ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنْکَرَتْ ذٰلِکَ عَلٰی فَاطِمَۃَ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو کے نکاح میں تھیں اس نے انھیں تین طلاقیں دے دیں، حضرت فاطمہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے گھر سے نکلنے کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم نابینا کے گھر چلی جاؤ، مروان نے مطلقہ کے گھر سے نکلنے میں اس روایت کی تصدیق نہیں کی، عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس روایت کا انکار کیا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں عروہ کا یہ قول بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت فاطمہ کی اس روایت کا انکار کیا تھا۔

۳۵۹۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ خَرَجَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِلَى الْيَمَنِ فَأَرْسَلَ إِلَى امْرَأَتِهِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِتَطْلِيقَةٍ كَانَتْ بَقِيَتْ مِنْ طَلَاقِهَا وَأَمَرَ لَهَا الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ بِنَفَقَةٍ فَقَالَا لَهَا وَاللّٰهِ مَا لَكِ نَفَقَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ لَهُ قَوْلَهُمَا فَقَالَ لَا نَفَقَةَ لَكِ فَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الِانْتِقَالِ فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ أَيْنَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَكَانَ أَعْمٰى تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ وَلَا يَرَاهَا فَلَمَّا مَضَتْ عِدَّتُهَا أَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا مَرْوَانُ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ يَسْأَلُهَا عَنِ الْحَدِيثِ فَحَدَّثَتْهُ بِهِ فَقَالَ مَرْوَانُ لَمْ نَسْمَعْ هٰذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنِ امْرَأَةٍ سَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ حِينَ بَلَغَهَا قَوْلُ مَرْوَانَ فَبَيْنِي وَبَيْنَكُمُ الْقُرْآنُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الْآيَةَ قَالَتْ هٰذَا لِمَنْ كَانَتْ لَهُ مُرَاجَعَةٌ فَأَيُّ أَمْرٍ يَحْدُثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ فَكَيْفَ تَقُولُونَ لَا نَفَقَةَ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عمرو بن حفص بن مغیرہ، حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ یمن گئے اور انھوں نے ایک قاصد کے ہاتھ اپنی بیوی حضرت فاطمہ بنت قیس کو تیسری طلاق بھیج دی جو دو طلاقیں دینے کے بعد بچی ہوئی تھی اور حارث بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو پیغام بھیجا کہ اس کو نفقہ دے دینا، ان دونوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس سے کہا بخدا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے الّا یہ کہ تم حاملہ ہو تیں، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے ان کے قول کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، پھر انھوں نے اس گھر سے منتقل ہونے کے بارے میں پوچھا، تو انھیں اجازت مل گئی۔ انھوں نے پوچھا: یارسول اللہ! اب میں کہاں رہوں؟ آپ نے فرمایا ابن ام مکتوم کے ہاں وہ نابینا ہے، تم وہاں اپنے کپڑے اتار سکو گی اور وہ تم کو نہیں دیکھے گا۔ جب ان کی عدت پوری ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حضرت اُسامہ بن زید سے نکاح کر دیا، مروان (حاکم مدینہ) نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے پاس قبیصہ بن ذویب کو بھیجا جس نے اس سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انھوں نے یہ حدیث بیان کی، مروان نے کہا ہم نے یہ حدیث ایک عورت کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنی، ہم اس قوی دلیل کو اختیار کریں گے جس پر سب لوگوں کا عمل ہے، جب حضرت فاطمہ کو مروان کی یہ بات پہنچی کہ میرے اور تمہارے درمیان قرآن مجید فیصلہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لاتخرجوھن من بیوتھن الخ "مطلقہ عورتوں کو گھروں سے نہ نکالو" تو حضرت فاطمہ نے کہا یہ آیت ان مطلقہ عورتوں کے بارے میں ہے جن کو طلاق رجعی دی گئی ہو اور تین طلاقوں کے بعد کون سا رجوع ہو گا؟ پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کہ نفقہ کا نہ ہونا اس صورت پر محمول ہے جب وہ حاملہ نہ ہو اور تم اس کو کس دلیل سے رد کرو گے؟۔

لَهَا إِذَا لَمْ تَكُنْ حَامِلًا فَعَلَامَ تَحْبِسُونَهَا۔

۳۵۹۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا سَيَّارٌ وَّحُصَيْنٌ وَّمُغِيرَةُ وَأَشْعَثُ وَمُجَالِدٌ وَّإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ وَدَاوُدُ قَالَ دَاوُدُ نَا كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَسَأَلْتُهَا عَنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهَا فَقَالَتْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّةَ قَالَتْ فَخَاصَمْتُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّكْنَى وَالنَّفَقَةِ قَالَتْ فَلَمْ يَجْعَلْ لِي سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً وَّأَمَرَنِي أَنْ أَعْتَدَّ فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقدمہ میں کیا فیصلہ کیا تھا، انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکان اور نفقہ کے بارے میں اپنا مقدمہ لے کر گئی، آپ نے مجھے مکان اور نفقہ نہیں دلوایا، اور مجھے یہ حکم دیا کہ میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گذاروں۔

۳۶۰۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ وَّدَاوُدَ وَمُغِيرَةَ وَإِسْمَاعِيلَ وَأَشْعَثَ عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے حسب سابق روایت ہے۔

۳۶۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ قَالَ نَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَتَحَفَّتْنَا بِرُطَبٍ ابْنِ طَابٍ وَّسَقَتْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي۔

شعبی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہمیں تازہ کھجوریں کھلائیں میں نے ان سے سوال کیا کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ کہاں عدت گذارے۔ انھوں نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دی تھیں، مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دی تھی کہ میں اپنے گھر والوں میں جا کر عدت گزاروں۔

۳۶۰۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا قَالَ لَيْسَ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةٌ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے نفقہ ہے نہ مکان،

۳۶۰۳- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ وَيْلَكَ تُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا قَالَ عُمَرُ لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں، میں نے وہاں سے منتقل ہونے کا ارادہ کیا، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپ نے فرمایا اپنے عم زاد عمرو بن ام مکتوم کے ہاں جاؤ اور وہاں عدت گزارو۔

۳۶۰۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ قَالَ أَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ وَيْلَكَ تُحَدِّثُ مِثْلَ هٰذَا قَالَ عُمَرُ لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد اعظم میں اسود بن یزید کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ شعبی بھی تھے، شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مکان اور خرچ معین نہیں کیا۔ اسود نے مٹھی میں کنکریاں بھر کر شعبی کی طرف پھینکیں اور کہا: افسوس ہے کہ تم جیسا آدمی ایسی حدیث بیان کرتا ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے یاد رکھا یا بھول گئی، مطلقہ کے لیے رہائش اور نفقہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان کو اپنے گھروں سے مت نکالو تاوقتیکہ وہ کھلی بے حیائی کریں۔

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ
اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔

۳۶۰۵ - وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ بِقِصَّتِهٖ ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے

۳۶۰۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِي الْجَهْمِ بْنِ صُخَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ اِنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلٰثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَلْتِ فَاٰذِنِيْنِيْ فَاٰذَنْتُهٗ فَخَطَبَهَا مُعَاوِيَةُ وَاَبُوْ جَهْمٍ وَّاُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَرَجُلٌ تَرِبٌ لَّا مَالَ لَهٗ وَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے شوہر نے انھیں تین طلاقیں دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رہائش و نفقہ نہ دلوائی۔ حضرت فاطمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا، انھوں نے آپ کو اطلاع دی کہ انھیں حضرت معاویہ، حضرت ابوجہم اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم نے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاویہ تو غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے، رہے ابوجہم تو وہ عورتوں کو بہت مارتے ہیں۔ تم اسامہ سے نکاح کر لو! حضرت فاطمہ نے اپنے ہاتھ سے (بطور انکار) اشارہ کرتے ہوئے کہا اسامہ، اسامہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی اطاعت اور اس کے

اَمَّا اَبُوْجَهْمٍ فَرَجُلٌ ضَرَّابٌ لِّلنِّسَآءِ وَلٰكِنْ اُسَامَةُ فَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا اُسَامَةُ اُسَامَةُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاعَةُ اللّٰهِ وَ طَاعَةُ رَسُوْلِهٖ خَيْرٌ لَّكِ قَالَتْ فَتَزَوَّجْتُهٗ فَاغْتُبِطْتُ.

رسول کی اطاعت تمہارے لیے بہتر ہے! حضرت فاطمہ نے کہا میں نے حضرت اُسامہ سے نکاح کر لیا اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

۳۶۰۷- وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِي الْجَهْمِ قَالَ سَمِعْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ اَرْسَلَ اِلَيَّ زَوْجِيْ اَبُوْ عَمْرِو بْنُ حَفْصِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ بِطَلَاقِيْ وَاَرْسَلَ مَعَهٗ بِخَمْسَةِ اَصْعُعٍ تَمْرٍ وَّخَمْسَةِ اَصْعُعِ شَعِيْرٍ فَقُلْتُ اَمَالِيْ نَفَقَةٌ اِلَّا هٰذَا وَلَا اَعْتَدُّ فِيْ مَنْزِلِكُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَشَدَدْتُّ عَلٰى ثِيَابِيْ وَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَمْ طَلَّقَكِ قُلْتُ ثَلَاثًا قَالَ صَدَقَ لَيْسَ لَكِ نَفَقَةٌ اِعْتَدِّيْ فِيْ بَيْتِ ابْنِ عَمِّكِ ابْنِ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَاِنَّهٗ ضَرِيْرُ الْبَصَرِ تُلْقِيْ ثَوْبَكِ عِنْدَهٗ فَاِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُكِ فَاٰذِنِيْنِيْ قَالَتْ فَخَطَبَنِيْ خُطَّابٌ مِّنْهُمْ مُعَاوِيَةُ وَاَبُو الْجَهْمِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُعَاوِيَةَ تَرِبٌ خَفِيْفُ الْحَالِ وَاَبُوْ جَهْمٍ مِنْهُ شِدَّةٌ عَلَى النِّسَآءِ اَوْ يَضْرِبُ النِّسَآءَ اَوْ نَحْوَ هٰذَا وَلٰكِنْ عَلَيْكِ بِاُسَامَةَ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر حضرت ابوعمرو بن حفص نے عیاش بن ربیعہ کے ہاتھ مجھے طلاق بھجوائی اور ان کے ہاتھ پانچ صاع کھجوریں اور پانچ صاع جَو بھی بھجوائے، میں نے کہا میرے لیے صرف یہی نفقہ ہے؟ اور کیا میں تمہارے گھر میں عدت نہیں گزاروں گی؟ انھوں نے کہا نہیں! وہ کہتی ہیں میں نے اپنے کپڑے سمیٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے پوچھا اس نے تمہیں کتنی طلاقیں دی ہیں؟ میں نے کہا تین، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، تمہارا نفقہ کا حق نہیں ہے، تم اپنے عم زاد ابن ام مکتوم کے گھر عدت گزارو، وہ نابینا ہیں، تم اپنے کپڑے اتار کر رکھ سکو گی۔ جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے خبر دینا۔ فاطمہ نے کہا مجھے کئی لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا، ان میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوجہم بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! معاویہ غریب آدمی ہیں، ان کے پاس مال نہیں ہے اور ابوجہم عورتوں پر بہت سخت ہیں یا فرمایا عورتوں کو مارتے ہیں یا اس کی مثل کوئی لفظ فرمایا لیکن تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو۔

بن زید۔

۳۶۰۸۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِی الْجَهْمِ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا فَسَاَلْنَاهَا فَقَالَتْ کُنْتُ عِنْدَ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ حَفْصِ بْنِ الْمُغِیْرَةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَخَرَجَ فِیْ غَزْوَةِ نَجْرَانَ وَ سَاقَ الْحَدِیْثَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ ابْنِ مَهْدِیٍّ وَزَادَ قَالَتْ فَتَزَوَّجَتْهُ فَنَشَرَ فَنِیَ اللّٰهُ بِاَبِیْ زَیْدٍ وَّکَرَّمَنِیَ اللّٰهُ بِاَبِیْ زَیْدٍ۔

ابوبکر بن ابی جہم بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابوسلمہ بن عبدالرحمان دونوں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے طلاق کا واقعہ پوچھا انھوں نے کہا میں حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، وہ غزوہ نجران میں گئے اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے: میں نے ابوزید سے شادی کرلی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ شادی کی وجہ سے مجھے شرافت اور بزرگی عطا فرمائی۔

۳۶۰۹۔ وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَ اَبُوْ سَلَمَةَ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا زَمَنَ ابْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَحَدَّثَتْنَا اَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا طَلَاقًا بَاتًّا بِنَحْوِ حَدِیْثِ سُفْیَانَ۔

ابوبکر کہتے ہیں کہ میں اور ابوسلمہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہم سے بیان کیا کہ ان کے خاوند نے انھیں تین طلاقیں دی تھیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

۳۶۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنِ السُّدِّیِّ عَنِ الْبَهِیِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَیْسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثًا فَلَمْ یَجْعَلْ لِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُکْنٰی وَلَا نَفَقَةً۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے رہائش اور خرچ نہیں مقرر کیا تھا۔

۳۶۱۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ تَزَوَّجَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَكَمِ فَطَلَّقَهَا فَاَخْرَجَهَا مِنْ عِنْدِهٖ فَعَابَ ذٰلِكَ عَلَيْهِمْ عُرْوَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالُوْا اِنَّ فَاطِمَةَ قَدْ خَرَجَتْ قَالَ عُرْوَةُ فَاَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَاَخْبَرْتُهَا بِذٰلِكَ فَقَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا خَيْرٌ اَنْ تَذْكُرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ۔

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید بن عاص نے عبدالرحمان بن الحکم کی بیٹی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے کر اپنے گھر سے نکال دیا، اس بات پر عروہ نے ان کی مذمت کی، انھوں نے کہا فاطمہ بھی تو گھر چھوڑ کر چلی گئی تھیں، عروہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان کو یہ واقعہ سنایا، حضرت عائشہ نے فرمایا: فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنا اچھا نہیں ہے۔

۳۶۱۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَوْجِيْ طَلَّقَنِيْ ثَلَاثًا وَّاَخَافُ اَنْ يَّقْتَحِمَ عَلَيَّ قَالَ فَاَمَرَهَا فَتَحَوَّلَتْ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے خاوند نے مجھ کو تین طلاقیں دے دیں اور مجھے خوف ہے کہ وہ میرے ساتھ سختی کریں گے آپ نے حکم دیا کہ وہ دوسری جگہ چلی جائیں

۳۶۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَا لِفَاطِمَةَ خَيْرٌ اَنْ تَذْكُرَ هٰذَا تَعْنِيْ قَوْلَهَا لَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کے لیے اس حدیث کو بیان کرنے میں کوئی اچھائی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث سے مراد تھی کہ "مطلقہ کے لیے نہ نفقہ ہے نہ سکنیٰ"

۳۶۱۴۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

عُرْوَہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ سے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ فلانہ بنت الحکم کو اس کے خاوند نے طلاق البتہ دی اور وہ گھر سے چلی گئیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اس نے برا کیا، عروہ نے کہا کیا آپ نے حضرت فاطمہ کا قول نہیں سنا، حضرت عائشہ نے فرمایا اس کے لیے

عَنْهَا اَلَمْ تَرَیْ اِلٰی فُلَانَۃِ بِنْتِ الْحَکَمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا الْبَتَّۃَ فَخَرَجَتْ فَقَالَتْ بِئْسَ مَا صَنَعَتْ فَقَالَ اَلَمْ تَسْمَعِیْ اِلٰی قَوْلِ فَاطِمَۃَ فَقَالَتْ اَمَا اِنَّهٗ لَا خَیْرَ تَهَا فِیْ ذِکْرِ ذَاکَ۔

اس ذکر میں کوئی خیر نہیں ہے۔

مختلف روایات میں تطبیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے ابوعمرو بن حفص نے تین طلاقیں دیں، ایک روایت میں ہے اس نے طلاق البتہ دی، ایک روایت میں ہے اس نے آخری بار تیسری طلاق دی اور ایک روایت میں ہے اس نے بقیہ طلاقوں میں سے ایک طلاق دی، اور ایک روایت میں ہے اس نے طلاق دی اور کسی عدد کا ذکر نہیں کیا۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ اس نے پہلے دو طلاقیں دی تھیں، پھر تیسری بار تیسری طلاق دی، پس جس روایت میں بغیر عدد کے طلاق کا ذکر ہے یا جس میں ہے تیسری بار آخری طلاق دی ان کی تطبیق تو بالکل ظاہر ہے، اور جس راوی نے طلاق البتہ کا ذکر کیا ہے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ طلاق جس کے بعد نکاح قائم نہیں رہتا اور جس نے تین طلاقوں کی روایت ذکر کی ہے اس کی مراد تین طلاقوں کا تتمہ ہے۔[1]

طلاق ثلاثہ کے بعد نفقہ اور سکنی کے استحقاق میں مذاہب

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر پر ہر حال میں نفقہ اور سکنی (کھانے اور رہائش کا خرچ) لازم ہے، خواہ مطلقہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ اگر حاملہ ہو تو اس کے لیے نفقہ اور سکنی لازم ہے ورنہ کچھ لازم نہیں، امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ صرف اس صورت میں لازم ہے جب وہ حاملہ ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عمر بن دینار، طاؤس، عطا بن ابی رباح، عکرمہ، شعبی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، اور غیر مقلدین کے نزدیک، جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں اگر وہ حاملہ ہے تو اس کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے ورنہ اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنی۔ اور حماد، شریح، نخعی، ثوری، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، حسن بن صالح، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی مسلک ہے اور عبدالرحمن بن مہدی ابوعبیدہ۔ امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی تو ہر حال میں لازم ہے اور نفقہ اس وقت لازم ہوگا جب وہ حاملہ ہوگی۔[2]

مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جنہوں نے مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی دونوں کو واجب کیا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۸، ۳۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم۔ (مطلقہ عورتوں) کو اپنے مقدور کے موافق وہیں رکھو جہاں تم خود رہتے ہو" اس آیت میں سکنیٰ کا امر ہے اور نفقہ اس لیے واجب ہے کہ وہ اس کے پاس مقید ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے، پتا نہیں وہ مسئلہ سے ناواقف ہے یا بھول گئی۔ (مالکی اور شافعی) علماء نے کہا کہ کتاب اللہ میں فقط سکنیٰ کا ذکر ہے۔ امام دار قطنی نے کہا کہ حضرت عمر کے قول میں "ہمارے نبی کی سنت" کے الفاظ ایسی زیادتی ہے جو غیر محفوظ ہے۔ ثقہ راویوں نے اس کا ذکر نہیں کیا اور فقہاء حنبلیہ کا استدلال حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کا استدلال قرآن مجید کی آیت سے ہے: اسکنوھن من حیث سکنتم۔ اس آیت میں صرف سکنیٰ کو واجب کیا ہے نفقہ کو واجب نہیں کیا اور حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے بھی نفقہ کا عدم وجوب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن "اگر مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو ان کو نفقہ دو تاوقتیکہ حمل وضع ہو جائے" اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو مطلقہ غیر حاملہ ہو اس کا نفقہ واجب نہیں ہے۔[1]

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کے وجوب پر فقہاء احناف کے قرآن مجید سے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے

کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مطلقہ ثلاثہ حاملہ کے لیے بھی نفقہ اور سکنیٰ واجب ہے، اختلاف اس مطلقہ ثلاثہ میں ہے جو غیر حاملہ ہو، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے سکنیٰ واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے، امام احمد بن حنبل اور غیر مقلدین کے نزدیک اس کے لیے نفقہ واجب ہے نہ سکنیٰ اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کے لیے نفقہ اور سکنیٰ دونوں واجب ہیں۔ فقہاء احناف قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

(۱) وللمطلقات متاع بالمعروف حقا علی المتقین۔ (بقرہ: ۲۴۱)

اور مطلقہ عورتوں کے لیے (اختتام عدت تک) دستور کے مطابق نان نفقہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(والقول الثانی) ان المراد بھذہ المتعۃ النفقۃ، والنفقۃ قد تسمی متاعا واذا حملنا ھذا المتاع علی النفقۃ اندفع التکرار۔[2]

دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں متعہ سے مراد نفقہ ہے اور نفقہ کو متاع بھی کہا جاتا ہے اور جب ہم متاع کو نفقہ پر محمول کریں گے تو تکرار نہیں رہے گا۔

ایک آیت میں ہے:

ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر

اور مطلقہ عورتوں کو کچھ برتنے کے لیے دو (یعنی

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین۔
(بقرہ : ۲۳۶)

کم از کم کپڑوں کا ایک جوڑا) خوشحال اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ یہ نیکی کرنے والوں پر واجب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کے لیے اپنی حیثیت کے مطابق متاع دینے کو اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور یہاں متاع سے مراد بالاتفاق ایسی چیز ہے جس سے وقتی طور پر نفع اٹھایا جا سکے جیسے کپڑوں کا جوڑا، خادم یا کچھ نقد رقم وغیرہ[1]، پس اگر بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۱ میں بھی متاع سے مراد یہی ہو (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ نے سمجھا ہے) تو تکرار لازم آئے گا، اس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسری آیت میں متاع کو نفقہ پر محمول کیا جائے جبکہ از روئے لغت متاع کا اطلاق نفقہ پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی متاع کا اطلاق نفقہ پر کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج۔
(بقرہ : ۲۴۰)

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں، وہ اپنی بیویوں کو ایک سال تک نان اور نفقہ ادا کرنے کی وصیت کریں اور اس مدت میں ان عورتوں کو گھر سے نہ نکالا جائے۔

اس آیت میں متاع سے بالاتفاق اور بالاجماع نفقہ مراد ہے، خلاصہ یہ ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے آیت نمبر ۲۳۶ میں متاع دینے کا حکم کیا ہے اور اس سے بالاتفاق وقتی نفع کی چیز مثلاً جوڑا وغیرہ مراد ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۲۴۱ میں پھر مطلقہ عورتوں کے لیے متاع دینے کا حکم کیا گیا ہے اب اگر اس سے پھر وہی وقتی نفع کی چیز مراد لی جائے تو تکرار ہوگا اس لیے امام رازی فرماتے ہیں کہ تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے اس میں متاع سے مراد نفقہ لیا جائے جبکہ لغت اور قرآن مجید سے متاع پر نفقہ کا اطلاق ثابت ہے۔ امام رازی کی تفسیر کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ان دونوں آیتوں میں متاع کا لفظ نکرہ ہے اور اصول عرب یہ ہے نکرہ جب مکرر ہو تو ثانی پہلے کا غیر ہوتا ہے اور جب پہلے متاع سے مراد وقتی نفع کی چیز ہے تو ضروری ہوا کہ دوسرے متاع سے مراد نان و نفقہ ہو اور اس آیت میں مطلقات کا لفظ عام ہے اور تمام مطلقات کو شامل ہے وہ حاملہ ہوں یا غیر حاملہ اور امام رازی کی تفسیر اور اس اصول عرب سے ثابت ہوا کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے دوران عدت نفقہ واجب ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اور یہی احناف کا موقف ہے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ (الطلاق : ۶)

ان مطلقہ عورتوں کو اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں تم رہتے ہو، اور ان پر تنگی کرنے کے لیے ان کو ضرر نہ پہنچاؤ۔ اور اگر یہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل ہونے تک ان پر خرچ کرو۔

علامہ ابوبکر الجصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ کے وجوب پر اس آیت میں تین دلیلیں

---

[1] امام محمد بن عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں (۱) سکنی مالیات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مطلقہ کے لیے مال میں حق واجب کیا ہے خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ ہو اور سکنی بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے (۲) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کو ضرر پہنچانے سے منع کیا (ولا تضاروھن) اور مطلقہ عورت کو نان و نفقہ نہ دینا بھی ضرر ہے (۳) اللہ تعالیٰ نے مطلقہ عورت پر تنگی کرنے سے منع کیا ہے۔ (لتضیقوا علیھن) یعنی نہ سکنی میں تنگی کرو نہ نان و نفقہ میں تنگی کرو۔ یہ نہی دونوں کو شامل ہے۔ اس کے بعد علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن "اگر وہ مطلقہ عورتیں حاملہ ہیں تو ان پر خرچ کرو" اس میں مطلقہ سے مراد ہے عام خواہ مطلقہ رجعیہ ہو یا مطلقہ ثلاثہ کیوں کہ اس پر اتفاق ہے کہ اگر مطلقہ ثلاثہ حاملہ ہو تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ نفقہ کا وجوب حاملہ ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے ہے کہ وہ دورانِ عدت اس کے گھر رہے گی اور جب کہ اس پر اتفاق ہے کہ رجعیہ کا نفقہ بھی اس آیت سے ثابت ہے اور وہ حمل کی وجہ سے نہیں بلکہ دورانِ عدت اس کے گھر رہنے کی وجہ سے ہے کیونکہ رجعیہ اگر غیر حاملہ ہو پھر بھی اس کا نفقہ واجب ہے تو پھر مطلقہ ثلاثہ کا نفقہ بھی اس وجہ سے واجب ہوگا کہ وہ دوران عدت خاوند کے گھر رہے گی [1]

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب مطلقہ ثلاثہ کے لیے امام شافعی اور امام مالک اس آیت سے سکنی کا وجوب مانتے ہیں تو نفقہ کا وجوب بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ نان و نفقہ سکنی سے زیادہ اہم ہے۔

مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنی کے وجوب پر احادیث سے دلائل

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن حرب بن ابی العالیۃ عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المطلقۃ ثلاثا لھا السکنی والنفقۃ۔ [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی!

علامہ زیلعی لکھتے ہیں عبدالحق نے احکام میں لکھا ہے کہ ابوالزبیر عن جابر کی روایت اس وقت صحیح ہوتی ہے جب اس میں سماع کی تصریح ہو یا عن اللیث عن ابی الزبیر ہو (یعنی لیث کے علاوہ کوئی اور راوی عن ابی الزبیر عن جابر روایت کرے تو صحیح نہیں ہے) اور حرب بن ابی العالیہ سے بھی استدلال نہیں ہوتا کیونکہ یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے اقرب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر پر موقوف ہے۔ [3]

عبدالحق کے پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں متعدد احادیث عن ابی الزبیر عن جابر کی سند سے بیان کی ہیں اور اس سند میں لیث نہیں ہے مثلاً کتاب الحج کے "باب جواز دخول مکہ بغیر احرام" میں ہے نا معاویہ بن عمار الدھنی عن ابی الزبیر عن جابر، نیز اسی باب میں ہے فی روایۃ قتیبۃ قال نا ابوالزبیر عن جابر [4] اور سند میں نہ لیث ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی الجصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۶۰، ۴۵۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] علامہ ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۷۴، مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہ حضرت جابر سے ابوالزبیر کے سماع کی تصریح ہے، پس واضح ہو گیا کہ عبدالحق کا بیان کردہ قاعدہ امام مسلم کے نزدیک مسلّم نہیں ہے ورنہ امام مسلم ان اسانید کے ساتھ روایات کو اپنی صحیح میں درج نہ کرتے۔ اور حبّ بہ سند حدیث کی صحت کے منافی نہیں تو دارقطنی کی مذکور روایت کی صحت کے لیے بھی موجب طعن نہیں ہے۔

اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حرب بن ابی العالیہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تاہم ان کی ثقاہت کی بھی تصریح ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حرب بن ابی العالیہ کا امام حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم اور امام نسائی ان کی روایات سے استدلال کرتے ہیں[1] ــــــ پس ثابت ہو گیا کہ حرب بن ابی العالیہ رجال صحیح میں سے ہیں۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت ہے:

قال عمر لا نترك كتاب الله وسنة رسوله لقول امراة لا ندري لعلها حفظت او نسيت لها السكنى و النفقة قال الله عز وجل لا تخرجوهن من بيوتهن الا ان يأتين بفاحشة مبينة۔ [2]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سن کر حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں اس نے حدیث کو یاد رکھا یا بھول گئی۔ مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو الّا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ تھی کہ مطلقہ ثلاثہ کا سکنی اور نفقہ واجب ہے، باقی اس پر علامہ نووی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ دارقطنی کے نزدیک "نہ سنت رسول کو ترک کریں گے" یہ زیادتی غیر محفوظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی امام مسلم کے نزدیک ثابت ہے اور امام مسلم کی تصحیح اور ان کی روایت دارقطنی کی جرح سے زیادہ قوی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس زیادتی کے متعدد متابع ہیں، نیز امام مسلم نے متعدد اسانید سے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت پر حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار بھی روایت کیا ہے ان کے شوہر حضرت اسامہ بھی اس روایت کا انکار کرتے تھے۔

بعض شارحین کا تسامح شیخ محمد تقی عثمانی نے فقہاء احناف کے موقف پر اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن۔ (بقرہ: ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس پر ان مطلقہ عورتوں کا کھانا اور کپڑا واجب ہے۔

شیخ تقی عثمانی اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ، دائرۃ المعارف ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۵ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

والسیاق المطلقات ولا فرق بین المبتوتۃ والرجعیۃ۔ [1]

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں ہے اور مطلقہ ثلاثہ اور مطلقہ رجعیہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

یہ آیت مطلقات کے سیاق میں نہیں بلکہ مرضعات (دودھ پلانے والیوں) کے سیاق میں ہے اور یہاں مطلقہ عورت پر بھی نفقہ اور کسوۃ (کپڑے) کا وجوب دودھ پلانے کی جہت سے ہے مطلقہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، جو شخص بھی اس آیت کا سیاق وسباق سے مطالعہ کرے گا اس پر یہ مفہوم واضح ہو جائے گا۔

نفقہ کے عدم وجوب پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

امام احمد بن حنبل نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ اور سکنی کے وجوب کی نفی پر حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت سے استدلال کیا ہے اور امام مالک اور امام شافعی نے مطلقہ ثلاثہ سے نفقہ کے وجوب کی نفی پر اسی روایت سے استدلال کیا ہے جیسا کہ ہم علامہ نووی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ علامہ سرخسی حنفی اس استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب بھی حضرت فاطمہ سے اس روایت کو سنتے تو پوری قوت سے اس روایت کا رد کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں یہ عورت اس روایت سے دنیا میں ایک فتنہ پیدا کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے پتا نہیں وہ سچی ہے یا جھوٹی، اس کو مسئلہ یاد ہے یا بھول گئی، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے مطلقہ ثلاثہ کے لیے دورانِ عدت نفقہ اور سکنی ہے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں اگر بالفرض یہ حدیث ثابت ہو تو اس کی دو تاویلیں ہیں: پہلی تاویل یہ ہے کہ: حضرت فاطمہ بنت قیس کے شوہر غائب تھے مدینہ سے یمن کی طرف گئے ہوئے تھے انھوں نے اپنے بھائی کو جَو کا آٹا بطور نفقہ دینے کا وکیل بنایا انھوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور ان کا خاوند وہاں موجود نہیں تھا جو اس کے بدلہ میں کوئی اور چیز ادا کرتا۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ روایات کے مطابق حضرت فاطمہ بنت قیس بہت زبان دراز تھیں اور اپنے دیوروں (خاوند کے بھائیوں) کو بہت تنگ کرتی تھیں اس وجہ سے ان لوگوں نے ان کو گھر سے نکال دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا جس وجہ سے انھوں نے یہ گمان کیا کہ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفقہ اور سکنی مقرر نہیں فرمایا۔ [2]

غیبت کرنے کی مباح صورتیں

حدیث نمبر ۳۵۹۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ مفلس آدمی ہے۔ اور حضرت ابو جہیم کے بارے میں فرمایا وہ اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا اور بیویوں کو بہت مارتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشورہ دینے یا خیر خواہی کے لیے کسی کا پس پشت عیب بیان کیا جائے تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں جس غرض صحیح اور غرض شرعی کو بغیر غیبت کے پورا نہ کیا جا سکے اس غرض کو پورا کرنے کے

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ۔

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۰۲-۲۰۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۸ھ

لیے غیبت کرنا مباح ہے اور اس کے چھ اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ ہے کہ مظلوم اپنی دادرسی کے لیے سلطان، قاضی یا اس کے قائم مقام شخص کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کسی برائی کو ختم کرنے اور بدکار کو نیکی کی طرف راجع کرنے کے لیے کسی صاحب اقتدار کے سامنے اس کی غیبت کی جائے کہ فلاں شخص یہ برا کام کرتا ہے اس کو اس برائی سے روکو! اور اس سے مقصود صرف برائی کا ازالہ ہو اگر یہ مقصد نہ ہو تو غیبت حرام ہے۔ تیسرا سبب ہے استفسار۔ کوئی شخص مفتی سے پوچھے فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ ظلم یا یہ برائی کی ہے کیا یہ جائز ہے؟ میں اس ظلم سے کیسے نجات پاؤں؟ یا اپنا حق کس طرح حاصل کروں، اس میں بھی افضل یہ ہے کہ اس شخص کی تعیین کیے بغیر سوال کرے کہ ایسے شخص کا کیا شرعی حکم ہے؟ تاہم تعیین بھی جائز ہے۔ چوتھا سبب یہ ہے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا اور ان کو کسی شخص کے ضرر سے بچانا اور اس کی متعدد صورتیں ہیں (ا) مجروح راویوں پر جرح کرنا اور فاسق گواہوں کے عیوب نکالنا یہ اجماع مسلمین سے جائز ہے بلکہ ضرورت کی وجہ سے واجب ہے، (ب) کوئی شخص کسی جگہ شادی کرنے کے لیے مشورہ کرے، یا کسی شخص سے شراکت کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پاس امانت رکھنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص کے پڑوس میں رہنے کے لیے مشورہ کرے یا کسی شخص سے کسی بھی قسم کا معاملہ کرنے کے لیے مشورہ کرے اور اس شخص میں کوئی عیب ہو تو مشورہ دینے والے پر واجب ہے کہ وہ اس عیب کو ظاہر کر دے (ج) جب انسان یہ دیکھے کہ ایک طالب علم کسی بدعتی یا فاسق سے علم حاصل کر رہا ہے اور اس سے علم حاصل کرنے میں اس کے ضرر کا اندیشہ ہے تو وہ اس کی خیر خواہی کے لیے اس بدعتی یا فاسق کی بدعت اور فسق پر اسے متنبہ کرے۔ (د) کسی ایسے شخص کو علاقہ کا حاکم بنایا ہوا ہو جو اس منصب کا اہل نہ ہو، اس کو صحیح طریقہ پر انجام نہ دے سکتا ہو یا غافل ہو یا اور کوئی عیب ہو تو ضروری ہے کہ حاکم اعلیٰ کے سامنے اس کے عیوب بیان کیے جائیں۔ تاکہ اہل اور کارآمد شخص کو حاکم بنایا جا سکے۔ پانچواں سبب یہ ہے کہ کوئی شخص علی الاعلان فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً شراب نوشی، جوا کھیلنا، لوگوں کے اموال لوٹنا وغیرہ تو ایسے شخص کے ان عیوب کو پس پشت بیان کرنا جائز ہے جن کو وہ علی الاعلان کرتا ہو، ان کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اور چھٹا سبب یہ ہے تعریف اور تعیین مثلاً کوئی شخص اعرج (لنگڑے) اصم (بہرے) اعمی (اندھے)، احول (بھینگے) کے لقب سے مشہور ہو تو اس کی تعریف اور تعیین کے لیے اس کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ کرنا جائز ہے اور اس کی تنقیص کے ارادے سے ان اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر جائز نہیں ہے اور اگر اس کی تعریف اور تعیین کسی اور طریقہ سے ہو سکے تو وہ بہتر ہے[1]

حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس باب میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث متعدد اسانید کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اس حدیث سے جو اہم مسائل مستنبط ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) غائب شخص کا طلاق دینا (۲) طلاق اور نفقہ میں کسی کو وکیل بنانا۔ (۳) فتویٰ طلب کرنے کے لیے اجنبی مرد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، ریاض الصالحین ص ۵۸۱ - ۵۷۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

یا اجنبی عورت کا کلام سننا (۴) ضرورت کی بناء پر عدت کی جگہ سے دوسری جگہ جانا (۵) نیک عورتوں کی زیارت کے لیے مردوں کا جانا بشرطیکہ خلوت محرمہ نہ ہو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام شریک کا گھر تو میرے صحابہ سے بھرا رہتا ہے۔ (۶) مطلقہ عورت کو نکاح کا پیغام دینا۔ (۷) ایک پیغام پر دوسرے کا پیغام دینا جبکہ پہلے پیغام کو قبول نہ کیا ہو (۸) حضرت معاویہ کی فضیلت اور ان کے ایمان اور اسلام کا بارگاہ رسالت میں مقبول ہونا، کیونکہ آپ نے حضرت معاویہ کا پیغام صرف اس لیے مسترد کیا کہ وہ غریب ہیں اگر ان میں کوئی شرعی عیب ہوتا تو اس کا ذکر فرماتے۔ (۹) خیر خواہی اور مشورہ کے وقت کسی کا عیب بیان کرنا اور یہ غیبت محرمہ نہیں ہے۔ (۱۰) مجاز اور کنایہ کا استعمال کرنا کیونکہ آپ نے فرمایا ابوجہم اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا۔ (۱۱) کسی انسان کی خیر خواہی کے لیے اس سے باصرار کسی چیز کو کہنا جیسے حضور نے باصرار اسامہ کا رشتہ حضرت فاطمہ پر پیش کیا (۱۲) بزرگوں کی کہی ہوئی بات اگرچہ وقتی طور پر ناپسند ہو لیکن اس کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ بنت قیس نے انجام کار حضرت اسامہ کے رشتہ کو اچھا جانا۔ (۱۳) جب عورت اور اس کا ولی راضی ہو تو غیر کفو میں نکاح کا جواز کیونکہ حضرت فاطمہ قرشیہ تھیں اور حضرت اسامہ غلام زادے تھے، (۱۴) اہل تقویٰ کا نسب اگرچہ کم درجہ کا ہو پھر بھی ان کی مصاحبت پر حرص کرنا (۱۵) کسی راوی کی روایت اگر اصول اسلام اور کتاب وسنت کے خلاف ہو تو مسترد کر دی جائے گی جیسے حضرت عمر نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کو کتاب وسنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا (۱۶) دلیل کی بناء پر ایک مفتی کا دوسرے مفتی کے قول کو رد کر دینا جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے قول کو رد کر دیا۔ (۱۷) مطلقہ ثلاثہ کے لیے نفقہ اور سکنیٰ کا ثابت ہونا جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے (۱۸) مہمانوں کی کھانے پینے سے خاطر تواضع کرنا جیسا کہ حضرت فاطمہ نے شعبی اور ان کے ساتھیوں کی تازہ کھجوروں سے خاطر کی۔ (۱۹) برقت ضرورت عورت کا مردوں کو دیکھنے کا جواز جیسا کہ حضرت فاطمہ بنت قیس کو نابینا کے گھر عدت گذارنے کے ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے (۲۰) ضرورت کی وجہ سے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور گھر میں عدت گزارنا۔

چونکہ اس باب کی احادیث میں بیوی کے نان ونفقہ کی بحث کی گئی ہے، اس لیے ہم ایک ایسا مسئلہ اٹھا رہے ہیں جو اس زمانے میں بکثرت پیش آتا ہے۔ بعض اوقات شوہر بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھانے سے لاچار اور عاجز ہوتا ہے، اور بیوی کو طلاق بھی نہیں دیتا۔ بعض مرتبہ شوہر بیوی کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور اس کا مال نہیں ہوتا جس سے بیوی روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ اٹھا سکے۔ بعض دفعہ شوہر مال دار ہوتا ہے اور موجود بھی ہوتا ہے لیکن تنگ کرنے کے لیے بیوی کو روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہیں دیتا نہ اس کو طلاق دے کر آزاد کرتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟ امام ابوحنیفہ ان تینوں صورتوں میں شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق کی اجازت نہیں دیتے البتہ باقی ائمہ کے ہاں بعض صورتوں میں بالاتفاق اور بعض صورتوں میں اختلاف کے ساتھ اس مسئلہ کا حل ہے ہم اس مسئلہ اور اس کے حل کو ترتیب وار پیش کر رہے ہیں۔

نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں مذاہب ائمہ مجتہدین

اگر شوہر مفلس ہو اور اپنے افلاس کی وجہ سے بیوی کے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ اٹھا سکے اور اس کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاکم ان میں تفریق کر سکتا ہے۔ قاضی ابن رشد

مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص بیوی کا نفقہ ادا کرنے سے عاجز ہو، اس کے بارے میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور، ابو عبید اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ اور سعید بن مسیب کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور ثوری یہ کہتے ہیں کہ ان میں تفریق نہیں کی جائے گی۔ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا بھی یہی مسلک ہے، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ نفقہ سے عاجز ہونا آیا عنین (نامرد) کے ضرر کے مشابہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ جمہور کے نزدیک شوہر کے عنین ہونے کی وجہ سے طلاق واقع کر دی جاتی ہے حتیٰ کہ ابن منذر نے کہا ہے اس پر اجماع ہے۔[1]

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں: جب افلاس کے سبب سے خاوند اپنی عورت کا خرچ اٹھانے سے عاجز ہو تو اس عورت کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی عورت کا خرچ نہ اٹھا سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور اس پر یہ دلیل بھی ہے کہ جب مباشرت پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کر دی جاتی ہے حالانکہ اس کا ضرر کم ہے تو نفقہ پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے بطریق اولی تفریق کرنی چاہیے کیونکہ اس کا ضرر زیادہ ہے۔[2]

نفقہ سے عجز کی وجہ سے زوجین کی تفریق پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فامساك بمعروف او تسريح باحسان (بقرہ: ۲۲۹)

یا تو معروف اور مروج طریقے سے بیوی کو اپنے پاس رکھو ورنہ شائستگی سے علیحدہ کر دو۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولاتمسكوهن ضرارًا لتعتدوا۔ (بقرہ: ۲۳۱)

اپنی بیویوں کو حسن سلوک کے ساتھ رکھو ورنہ ان کو شائستگی سے علیحدہ کر دو اور ان پر زیادتی کرنے اور ضرر پہنچانے کی نیت سے اپنے پاس نہ رکھو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کے لیے صرف دو صورتیں رکھی ہیں یا تو معروف طریقہ سے نان اور نفقہ دے کر بیوی کو اپنے ساتھ رکھے ورنہ شائستگی سے طلاق دے دے۔ اس لیے جو شخص بیوی کا نفقہ دینے سے عزبت کی وجہ سے عاجز ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور اگر وہ طلاق نہیں دیتا تو حکام پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ (کذا فی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی)۔

نفقہ سے عجز کی بنا پر زوجین کی تفریق میں احادیث اور آثار

حسب ذیل احادیث اور آثار میں جمہور کے موقف پر دلیل ہے۔

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] ۔ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ——— ج ۱۸ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

قال: خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى واليد العليا خير من اليد السفلى وابدأ بمن تعول قال ومن اعول يا رسول الله؟ قال امرأتك تقول اطعمنى والا فارقنى الحديث۔[1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین صدقہ تونگری میں دینا ہے اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے عیال سے ابتداء کرو۔ حضرت ابوہریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے عیال کون ہیں؟ فرمایا تمہاری بیوی جو کہتی ہے مجھ کو کھلاؤ یا علیحدہ کر دو!

شیخ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کو امام دار قطنی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح امام احمد نے بھی اس کو سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے[2] نیز امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابى هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: المرأة تقول لزوجها اطعمنى او طلقنى الحديث۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت اپنے خاوند سے کہتی ہے کہ مجھے طعام دو یا مجھے طلاق دو۔

امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب فى الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته قال يفرق بينهما۔[4]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنی بیوی کا خرچ نہ اٹھا سکے، ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

نیز امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم بمثله۔[5]

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو (یعنی نفقہ سے عاجز کی تفریق کو) روایت کیا ہے۔

ان تمام احادیث اور آثار کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[6]

نفقہ سے عجز کی بنا پر تفریق میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے کہ حنفی قاضی ایک ایسے قاضی کو اپنا نائب رکھے جس کے مذہب میں اس خاوند کی بیوی سے تفریق جائز ہو جو نفقہ سے عاجز ہو اور موجود بھی ہو اور طلاق

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷ - ۲۹۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] شیخ شمس الحق عظیم آبادی، التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۶، " " " "

[3] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[4] " " سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[5] " " سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۷، " " " "

[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷، ص ۴۷۱ - ۴۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

نہ دیتا ہو کیونکہ عورت دائمی طور پر اپنی ضروریات کو قرض لے کر پورا نہیں کر سکتی اور نہ کوئی اسے دائمی طور پر قرض دینے والا مل سکتا ہے اور مستقبل میں خاوند کا خوشحال ہونا ایک امر موہوم ہے اس لیے جب عورت تفریق کا مطالبہ کرے تو تفریق ضروری ہے اور اگر خاوند غائب ہو تو ان میں تفریق نہیں کی جائے گی کیونکہ اس وقت اس کے نفقہ سے عاجز ہونے کا حال معلوم نہیں اور اگر قاضی نے تفریق کر دی تو وہ نافذ نہیں ہوگی کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے کیونکہ اس کا نفقہ سے عجز ثابت نہیں ہے[1]

علامہ شامی کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک اگر خاوند امیر ہو اور خرچ نہ دے تو ان کے نزدیک تفریق نہیں کی جائے گی اور اگر وہ غائب ہو اور اس کی خبر منقطع ہو پھر بھی امام شافعی کے نزدیک ان میں تفریق نہیں کی جائے گی[2]

علامہ شامی یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ مؤخر الذکر دونوں صورتوں میں کسی مجتہد کا قول نہیں ہے اس لیے یہ مسئلہ مجتہد فیہ نہیں ہے اور کوئی شخص اس بنا پر تفریق کرے گا تو صحیح نہیں ہے لیکن علامہ شامی کا یہ فرمانا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ان دونوں صورتوں میں تفریق جائز ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا اس لیے اگر خاوند نفقہ سے عاجز ہو اور کسی شافعی عالم کو حکم بنا کر اس سے تفریق کرا لی جائے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی شافعی عالم موجود نہ ہو تو اس صورت میں حنفی عالم بھی امام شافعی کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور اس کی تفریق نافذ ہو جائے گی۔ علامہ شامی ایک اور مسئلہ میں لکھتے ہیں:

وھذا اوسع فیجوز الاخذ بہ وان لم یکن مذھبنا فان الانسان یعذر فی العمل بہ عند الضرورۃ کما فی الزاھدی۔[3]

اس میں زیادہ وسعت ہے اس لیے اس پر عمل کرنا جائز ہے اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے کیونکہ ضرورت کے وقت انسان اس پر عمل کرنے میں معذور ہے۔ اسی طرح فقیہ زاہدی نے بھی بیان کیا ہے۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جس مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو اس میں حنفی مفتی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دے سکتا ہے اور حنفی قاضی ضرورت اور مصلحت کی بنا پر اجتہادی مسئلہ میں دوسرے امام کے قول کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ البتہ مستحسن یہی ہے کہ دوسرے مذہب کے قاضی کو نائب رکھ لیا جائے اور اس سے فیصلہ کرایا جائے لیکن اگر حنفی قاضی خود بھی فیصلہ کر دے تو یہ اس زمانہ میں بھی جائز ہے۔

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ حسن کی روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب مفقود (لاپتا) کی زندگی کے ایک سو بیس سال پورے ہو جائیں گے تو اس کو مُردہ قرار دیا جائے گا اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ جب اس کے تمام معاصرین فوت ہو جائیں گے تو اس کو مُردہ قرار دیا جائے گا۔ امام

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۲ ص ۹۰۳، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " ، ردالمحتار ج ۲ ص ۹۰۳، " " " "

[3] " " ، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۷۷، " " " "

ابو یوسف سے نوّے سال کی روایت ہے۔ بعض مشائخ حنفیہ نے بھی نوّے سال مقرر کیے ہیں۔ زیادہ قیاس یہ ہے کہ وقت مقرر نہ کیا جائے اور زیادہ مناسب یہ ہے کہ نوّے سال مدت مقرر کی جائے اور جب اس کو مردہ قرار دے دیا جائے گا تو اس کی بیوی عدت وفات گذارے گی اور اس کا ترکہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[1]

امام ابوالحسن لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لاپتا شخص کا نکاح یقین سے ثابت اور معروف ہے، اور غائب ہو جانا تفریق کو واجب نہیں کرتا اور اس کی موت مشکوک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اسلیئے جب تک اتنی مدت نہ گذر جائے جس میں اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ اس وقت تک اس کو مردہ قرار نہیں دیا جائیگا۔ اور عرف اور عادت میں ایک آدمی ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں رہتا یا اپنے تمام معاصرین کی موت کے بعد زندہ نہیں رہتا اس لیے اسی مدت کے گذرنے کے بعد اس کو مردہ فرض کر لیا جائے گا۔[2]

علامہ ابن ہمام نے تخفیف کر کے اس مدت کو ستّر سال قرار دیا ہے۔[3]

امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کی عبارات کا بنور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس لاپتا شخص کی بیوی کو اس کی عمر کے ایک سو بیس سال یا تمام معاصرین کی موت تک یا ستّر یا نوّے سال تک انتظار کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس کا اتنا مال اور ترکہ موجود ہو جس کو اس کی بیوی ستّر یا نوّے سال تک بیٹھ کر کھا سکے۔

سنن دار قطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یاتیھا البیان "لاپتا شخص کی بیوی اس کی بیوی قرار پائے گی جب تک کہ کوئی وضاحت نہ آجائے یا کوئی خبر نہ آجائے"۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں محمد بن شرحبیل ایک ضعیف راوی ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف منکر اور باطل روایات منسوب کرتا ہے۔ ابن قطان نے کہا اس کا ایک راوی سوار بن مصعب متروکین میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار اور اقاویل متعارض ہیں۔[4]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام مالک کا موقف

علامہ ابن سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن قاسم مالکی نے امام مالک سے پوچھا آیا مفقود کی بیوی امام مالک کے قول کے مطابق حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال عدت گذار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا نہیں! امام مالک نے فرمایا، اگر مفقود کی بیوی بیس سال بھی انتظار کرتی رہے، اس کے بعد حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے تو حاکم اس میں غور و فکر کرے اور جس جگہ وہ شخص گیا تھا وہاں اس کی تفتیش کرے اور جب اس کا پتا نہ چل سکے اور وہ مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ چار سال ٹھہرنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارنے کے لیے بھی حاکم کی اجازت ضروری ہے یا وہ یہ مدت از خود بھی گذار سکتی ہے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۳، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[2] " " ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲ ، " "
[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۴، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر۔
[4] " " ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۲، " "

امام مالک نے فرمایا: ہاں! اس کی عدت وفات کے ساتھ حاکم کا کیا تعلق ہے؟، سحنون از ابن القاسم از امام مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا شوہر لاپتا ہو جائے وہ چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔[1]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جو شخص ارض اسلام میں لاپتا ہو گیا ہو اور اس کی موت اور حیات کا پتا نہ چل سکا ہو اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرمایا جب مفقود کی بیوی حاکم کے سامنے مقدمہ پیش کرے اس دن سے حاکم اس کو چار سال مدت گذارنے کا حکم دے، جب یہ مدت گذر جائے تو وہ عورت چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی، البتہ اس کا مال وارثوں میں اس وقت تقسیم کیا جائے گا جب اتنی مدت گذر جائے جس مدت میں اس کے مر جانے کا غالب گمان ہو، اس میں ستر، اسی، نوے اور سو سال کے چار قول ہیں، یہ قول حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مروی ہیں۔ لیث کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ثوری نے کہا ہے کہ جب تک مفقود کی موت کا یقین نہ ہو اس وقت تک اس کی بیوی کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور یہ قول حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ اس اختلاف کا سبب استصحاب حال کا قیاس سے معارضہ ہے کیونکہ استصحاب حال کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے وہ شخص زندہ تھا تو جب تک اس کی موت پر کوئی دلیل نہ پائی جائے اس شخص کو زندہ ہی تصور کیا جائے گا اور جب تک وہ زندہ ہے اور اس کی طلاق یا موت ثابت نہیں ہے اس کی بیوی دوسرا نکاح نہیں کر سکتی، اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایلاء میں تفریق کر دی جاتی ہے یعنی اگر خاوند قسم کھا لے کہ چار ماہ تک بیوی سے مقاربت نہیں کرے گا اور چار ماہ تک بیوی کے قریب نہ جائے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس میں عدم قرب کا ضرر ایلاء سے زیادہ ہے اس لیے اس میں بطریق اولیٰ تفریق کرنی چاہیے، اس طرح اگر خاوند عنین (نامرد) ہو اور ایک سال تک علاج سے ٹھیک نہ ہو سکے تو زوجین میں تفریق کر دی جاتی ہے اور جب خاوند لاپتا ہو تو اس کا ضرر عنین سے زیادہ ہے۔[2]

امام مالک کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجھا فلم یدر این ھو فانھا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشھر و عشرا ثم تحل۔[3]

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا جس عورت کا خاوند مفقود الخبر ہو جائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے تو وہ عورت چار سال انتظار کرے، اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت گذارے پھر وہ نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۰-۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

امام مالک اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب اس عورت نے عدت وفات گذرنے کے بعد نکاح کر لیا اور اس کا سابق خاوند آگیا تو اب اس کا حق نہیں ہے خواہ دوسرے شوہر نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو، ہمارے نزدیک یہی مقرر ہے اور اگر نکاح سے پہلے خاوند آگیا تو وہ اس عورت کا (بغیر عقد جدید کے) حقدار ہے[1]

علامہ ابوالولید باجی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں مفقود الخبر کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کے بارے میں کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کہاں گیا ہے حاکم کے فیصلہ کے بعد اگر چار سال گذار لیے جائیں تو اس کو مردہ تصور کیا جائے گا۔، دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے مقابلہ میں جنگ کرتا ہوا ایک شخص مسلمانوں کی صفوں سے لاپتا ہو جائے اس کی بیوی کو کبھی بھی نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، تیسری قسم یہ ہے ایک شخص مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں مصروف ہو اور لاپتا ہو جائے اس کے لیے کوئی عدت مقرر نہیں ہے اور یہ اجتہاد پر موقوف ہے، علامہ ابن حبیب نے اس کے لیے ایک سال کی مدت اور عدت وفات مقرر کی ہے اس کے بعد نکاح کر سکتی ہے، علامہ اصبغ نے کہا کہ اگر وہ اپنے شہر میں لڑائی کے دوران لاپتا ہوا ہے تو صرف عدت وفات ہے اور علامہ اشہب نے امام مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ اگر وہ لڑائی کے دوران صفوں سے گم ہوا ہے تو ایک سال مدت ہے اور عدت وفات بھی اسی میں شامل ہے[2]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام شافعی کا موقف

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں جب کسی عورت کا خاوند لاپتا ہو جائے تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں، قول قدیم یہ ہے کہ وہ نکاح فسخ کرا کر دوبارہ نکاح کر سکتی ہے کیونکہ عمرو بن دینار نے یحییٰ بن جعدہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص پر جنات عاشق ہو گئے اور وہ اپنی عورت سے غائب ہو گیا وہ عورت حضرت عمر بن الخطاب کے پاس آئی انھوں نے اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دیا پھر اس کو عدت وفات گذارنے کا حکم دیا اور اس کے بعد نکاح کرنے کی اجازت دی، اور اس لیے بھی کہ جب طلاق کے متعذر ہونے کی وجہ سے مسئلہ عنین میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے اور نفقہ کے تعذر کی وجہ سے اعسار میں نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے تو یہاں بطریق اولیٰ نکاح فسخ کر دینا چاہیے۔

علامہ شیرازی فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ اس عورت کے لیے نکاح فسخ کرانا جائز نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ جب مفقود کا نکاح کہ تقسیم نہیں کیا جاتا تو اس کی بیوی کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض حضرت علی کا قول ہے کہ "عورت اس وقت تک صبر کرے جب تک کہ مفقود کی موت کا یقین ہو جائے"۔ اور مسئلہ عنین کا جواب یہ ہے کہ وہاں سبب فرقت یعنی عنین کا تحقق ہے اور یہاں سبب فرقت یعنی موت کا تحقق نہیں ہے۔

(امام شافعی نے کتاب الام میں دلائل کے ساتھ قول جدید ہی کا ذکر کیا ہے[3])

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۴ ص ۹۲ - ۹۱، مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ

[3] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۲۳۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۳ھ

علامہ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں کہ اگر ہم امام شافعی کے قول قدیم پر عمل کریں تو چار سال کی ابتداء حاکم کے حکم بعد سے مانی جائے گی اور بعض فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ جب سے اس کا خاوند گم ہوا ہے تب سے چار سال کی ابتداء فرض کی جائے گی۔ اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ یہ مدت حاکم کے اجتہاد سے مقرر ہوئی ہے اس لیے اس کے اعتبار کے لیے اس کا حکم ضروری ہے اور اس کے بعد عدت گذارنے کے لیے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں [1]

اگر مفقود کی بیوی کو نفقہ میسّر نہ ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک علی الفور تفریق ہو سکتی ہے

مفقود کی بیوی کے بارے میں جو امام شافعی کے

کے دو قول گذرے ہیں کہ وہ موت کا یقین حاصل کیے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ یا چار سال کے فیصلہ کے بعد چار سال اور عدت وفات گذارنے کے بعد نکاح کر سکتی ہے، یہ اس صورت میں ہیں جب مفقود کا مال اتنا ہو جس سے وہ اپنا خرچ اٹھا سکتی ہو اور جب اس کے پاس یہ مال نہ ہو تو وہ علی الفور تفریق کرا سکتی ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

وان غاب عنها الزوج وانقطع خبره ولا مال له ينفق عليها منه فهل يثبت لها الفسخ؟ فيه وجهان (احدهما) يثبت كتعذرها بالاعسار والثاني وهو قول الشيخ ابي حامد انه لا يثبت بالاعسار بالنفقة ولم يثبت اعساره [2]

اگر کسی عورت کا خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو جائے اور شوہر کا مال نہ ہو جس سے اس عورت پر خرچ کیا جا سکے تو کیا اس کے لیے فسخ ثابت ہے؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس کے لیے فسخ ہے جیسا کہ اعسار (افلاس) کی وجہ سے نفقہ کے تعذر میں ہے اور دوسرا قول شیخ ابو حامد کا ہے کہ اس کے لیے فسخ نہیں ہے کیونکہ اعسار ثابت نہیں ہوا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ ابو حامد کے قول کی غلطی ظاہر ہے کیونکہ اصل علت اعسار نہیں بلکہ تعذر نفقہ ہے اور وہ اس صورت میں بھی موجود ہے۔

شرح المہذب کے تکملہ ثانیہ میں ہے:

جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس سے چلا جائے اور اس کی غیبت غیر منقطعہ ہو، اس کی جگہ اور خبر معروف ہو اور اس کے خط آتے ہوں تو تمام اہل علم کے نزدیک اس کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر خاوند کے مال سے اس کی بیوی پر خرچ کرنا مشکل ہو تو وہ نکاح کے فسخ ہونے کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ [3]

خاوند کے لاپتا (مفقود الخبر) ہونے کی صورت میں امام احمد بن حنبل کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی

---

[1] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۱۸ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] تکملہ ثانیہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۱۵۸، " " "

سے غائب ہو جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ایک حال یہ ہے کہ اس کی غیبت غیر منقطع ہو، اس کی خبر معلوم ہو اور اس کے خط آتے ہوں۔ تمام اہل علم کے نزدیک اس عورت کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے الّا یہ کہ خاوند کے مال سے اس پر خرچ کرنا متعذر ہو، ایسی صورت میں وہ فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا اور اس پر اتفاق ہے کہ قیدی کی بیوی اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کی وفات کا یقین نہ ہو جائے۔ نخعی، زہری، یحییٰ انصاری، مکحول، شافعی، ابو عبید، ابو ثور، اسحاق اور اصحاب رائے کا یہی قول ہے۔ (امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ دوسرا حال یہ ہے کہ خاوند غائب ہو جائے اور اس کی خبر منقطع ہو اور وہ کہاں ہے؟ اس کا علم نہ ہو، اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ وہ جس جگہ گیا ہے وہاں سلامتی کا گمان ہو، مثلاً تجارت کا سفر، طلب علم کا سفر، یا سیاحت کا سفر جس میں ہلاکت کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس میں بھی اس کی زوجہ نکاح نہیں کر سکتی تاوقتیکہ اس کی موت کا یقین نہ ہو۔ یہ حضرت علی سے روایت ہے، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، ثوری اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام شافعی کا جدید قول ہے۔ امام احمد سے منقول ہے کہ جب اس شخص کے غائب ہونے کے بعد نوے سال گذر جائیں تو اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اس عرصہ کے بعد عدت وفات گذارے گی پھر شادی کرے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر خاوند کے غائب ہونے سے ہلاکت کا اندیشہ ہو مثلاً وہ اپنے گھر والوں سے رات یا دن کو اچانک غائب ہو گیا، یا نماز پڑھنے گیا اور واپس نہیں آیا یا کسی قریب جگہ کسی کام سے گیا اور واپس نہیں آیا یا لشکر کی صفوں میں سے غائب ہوا، یا وہ جس بحری جہاز میں سوار تھا اس کو حادثہ پیش آگیا اور اس کے بعض ساتھی ڈوب گئے ایسے تمام واقعات میں امام احمد بن حنبل کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس کی بیوی چار سال (اکثر مدت حمل) ٹھہرے گی اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے گی اس کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ چار سال کی مدت کی ابتداء کا اعتبار غائب ہونے کی ابتداء سے کیا جائے گا یا حاکم کے فیصلہ کے بعد سے کیا جائے گا اس میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی روایت حاکم کے حکم کے بعد مدت کے اعتبار کی ہے اور دوسری غائب ہونے کی ابتداء سے ہے، امام شافعی کے بھی دو قول ہیں۔[2]

(امام مالک کا اس مسئلہ میں صرف ایک قول ہے اور وہ یہ ہے کہ اعتبار حاکم کے فیصلہ کے بعد کا ہے از مصنف)

امام احمد بن حنبل نے مفقود کی عدت کو چار سال یا دوسری صورت میں اس کی موت کے یقین تک ٹھہرنے کا جو حکم دیا ہے وہ اس وقت ہے جب مفقود کی عورت، مفقود کے مال سے خرچ اٹھا سکتی ہو، لیکن جب مفقود کی عورت مفقود کے مال سے خرچ نہ اٹھا سکے تو وہ فسخ کا مطالبہ کر سکتی ہے اور ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸، ص ۱۰۶، ۱۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] " " " " " " ، المغنی ج ۸ ص ۱۰۶، " "

اگر مفقود کی بیوی کو خاوند کے مال سے نفقہ میسر نہ ہو تو امام احمد کے نزدیک فی الفور تفریق ہو سکتی ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں اگر خاوند کا مال غائب ہو اور وہ اس کو صبر کے ساتھ رکنے کے لیے کہے اور حاکم اس پر قادر نہ ہو کہ خاوند سے مال لے کر عورت کو دے سکے یا حاکم غائب کے مال سے عورت کو خرچ دینے پر قادر نہ ہو (اس جگہ ہم اسی صورت سے استدلال کر رہے ہیں۔ از مصنف) ان صورتوں میں علامہ خرقی (متنی ابن قدامہ کے صاحب متن) اور علامہ ابو طالب صاحب اختیار کے قول کے مطابق عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور قاضی کا مختار یہ ہے کہ عورت فسخ کی مالک نہیں ہے، اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے۔ (امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے اور فقہاء شافعیہ نے اس کو اختیار کیا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ وضاحت از مصنف) کیونکہ مفلس میں نکاح کے فسخ کا اختیار افلاس کے عیب کی وجہ سے ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی اور جو شخص امیر ہو اس سے بہر حال مال کے حصول کا امکان رہتا ہے اگر آج مال نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ کل مال حاصل ہو جائے! لیکن سوال یہ ہے کہ وہ آج کہاں سے کھائے گی؟ جبکہ صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ حاکم بھی خاوند کے مال سے عورت کو خرچ دلانے پر قادر نہیں ہے۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں سے غائب تھے ان کو خط لکھ کر حضرت عمر نے حکم دیا کہ یا تو اپنی بیویوں کو نفقہ دیں یا طلاق دیں اور یہ حکم دراصل نفقہ نہ دینے کی صورت میں ان کو طلاق پر مجبور کرنا ہے۔ اور اس لیے کہ جب خاوند کے مال سے اس پر خرچ متعذر ہے تو اس کو اسی طرح فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا جیسے اعسار (افلاس) میں ہوتا ہے بلکہ یہ نکاح فسخ کے زیادہ لائق ہے، کیونکہ جب معذور کے لیے فسخ ہے تو غیر معذور کے لیے بطریق اولیٰ فسخ ہوگا اور اس لیے کہ صبر کرنے میں عورت کے لیے ضرر ہے جس کا ازالہ فسخ نکاح سے ممکن ہے لہٰذا اس ضرر کا ازالہ فسخ نکاح سے واجب ہے اور اس لیے بھی کہ اس صورت میں اس قسم کا تعذر ہے جس کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز ہوتا ہے لہٰذا امیر اور غریب کے فرق سے مسئلہ کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہوگا[1] (یعنی عورت کو اس صورت میں فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوگا۔ از مصنف)

علامہ ابن قدامہ کی یہ ساری بحث اس صورت میں ہے جب خاوند مال دار ہو اور غائب ہو چکا ہو اور اس کے مال سے عورت کے لیے نفقہ حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو، لیکن اگر خاوند کا مال ہو ہی نہیں اور وہ لاپتا ہو چکا ہو تو اس صورت میں فقہاء حنابلہ کے درمیان اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس صورت میں عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا۔ علامہ ابو الحسن علی بن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

(وان غاب ولم یترك لها نفقة ولم تقدر له على مال ولا استدانة عليه فلها الفسخ) هذا المذهب جزم في الوجيز والنظم

اگر شوہر غائب ہو اور اس نے بیوی کے لیے ترکہ نہ چھوڑا ہو اور عورت شوہر کا مال حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ شوہر کے نام پر قرض کے حصول پر قادر ہو تو عورت

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

و منتخب الآدمی و تذکرۃ ابن عبدوس وغیرھم وقدمہ فی المغنی والشرح والفروع وغیرھم۔[1]

کے لیے نکاح کو فسخ کرانا جائز ہے۔ یہی مذہب ہے وجیز منظم، منتخب الآدمی اور تذکرہ ابن عبدوس وغیرہ میں اسی پر جزم ہے۔ مغنی میں اسی کو مقدم کیا ہے اسی طرح شرح اور فروع وغیرہ میں مذکور ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ اگر مالدار شخص لاپتا ہوا ہے اور اس کی ہلاکت کا خدشہ نہیں ہے مثلاً تجارت کے سفر پر گیا تھا اور واپس نہیں آیا تو امام احمد کے نزدیک اس کی بیوی نو سال تک اس کا انتظار کرے گی اور اگر ایک مالدار شخص اچانک لاپتا ہو گیا مثلاً شہر میں کسی معمولی کام سے گیا تھا اور واپس نہیں آیا جس میں اس کی موت کا خدشہ ہو تو اس کی بیوی چار سال ٹھہرے گی اس کے بعد اس کے خاوند کو مُردہ قرار دیا جائے گا اور عدت وفات گذار کر اس کی بیوی نکاح کر سکتی ہے اور اگر مالدار شخص غائب ہوا ہو خواہ اس کی غیبت منقطعہ ہو یعنی اس کا کوئی پتا نشان معلوم نہ ہو یا غیر منقطعہ ہو یعنی اس کی جائے قیام معلوم ہو لیکن اس کی بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی حاکم اس کو خاوند کے مال سے خرچ دلانے پر قادر ہو تو اس میں امام احمد کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ قرض لے کر کام چلا لے۔ قاضی وغیرہ کا یہی مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔ علامہ خرقی، علامہ ابوطالب اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اگر ایسا شخص غائب ہوا ہے جس کا کوئی مال نہیں ہے نہ عورت اس کے نام پر قرض لے سکتی ہے تو اس میں بلا اختلاف قول واحد ہے کہ اس کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے! اللہ تعالیٰ امام احمد بن حنبل اور فقہاء حنابلہ پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے لاپتا ہونے والے خاوند کے بارے میں کسی صورت کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ ہر صورت کا حکم بیان کیا اور ہر مشکل کا حل پیش کیا الدین یسر (دین آسان ہے) کو واضح کیا اور کسی شخص کے لیے یہ گنجائش نہیں چھوڑی کہ وہ یہ کہہ سکے کہ اسلام میں اس مشکل یا اس الجھن کا کوئی حل نہیں ہے۔

فجزاھم اللہ عنا و عن سائر المسلمین خیر الجزاء۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام شافعی کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور موجود بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑے اور مکان کا خرچ نہ دے تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ ظاہر قول یہ ہے کہ اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے کیونکہ وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اس کو فسخ کا اختیار ہے لیکن یہ قول مختار نہیں ہے۔

لکھتے ہیں: جب خاوند مالدار ہو اور حاضر ہو اور عورت اس سے نفقہ کا مطالبہ کرے اور خاوند اس کو نفقہ نہ دے تو اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ وہ حاکم کے ذریعہ اپنا حق حاصل کر سکتی ہے۔ مسعودی نے یہ کہا ہے کہ وہ اس صورت میں بھی نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔ کیونکہ نفقہ نہ دینے کی صورت میں عورت کو بہر حال ضرر لاحق ہوگا اس لیے اس کا خاوند حکماً معسر (نفقہ سے عاجز) ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ عسرت عیب ہے۔[2]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] تکملہ شرح المہذب ج ۱۸ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام مالک کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور اپنی بیوی کو روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق بھی نہ دے (ایسے شخص کو متاخرین فقہاء کی اصطلاح میں متعنت کہتے ہیں) ایسے شخص کے متعلق فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ حاکم اس کو طلاق دینے کے لیے کہے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو پھر حاکم اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے گا۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واذا ارادت الفسخ ورفعت للحاکم (فیامرہ الحاکم ان لم یثبت عسرہ) بالنفقۃ والکسوۃ ان شکت عدمھا (او الطلاق) ای یلزمہ احد الامرین بان یقول لہ اما ان تنفق علیھا او تطلقھا (او الا تلوم ربالاجتھاد) بما یراہ الحاکم من غیر تحدید بیوم او اکثر (ثم) بعد التلوم طلق علیہ۔[1]

جب عورت فسخ نکاح کا ارادہ کرے اور حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے تو اگر خاوند کا افلاس ثابت نہ ہو تو حاکم خاوند کو کھانے کا خرچ اور کپڑے دینے کا حکم دے جبکہ عورت نے نفقہ نہ دینے کی شکایت کی ہو، یا اس کو طلاق دینے کا حکم دے یعنی حاکم پر لازم ہے کہ وہ خاوند سے کہے یا تو تم بیوی کو خرچ دو یا اس کو طلاق دو ورنہ حاکم اپنے اجتہاد سے ایک یا دو دن انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی پر طلاق واقع کر دے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

ان الزوج اذا امتنع من النفقۃ و طولب بھا فاما ان یدعی الملاء ویمتنع من الانفاق، واما ان یجیب بشیء، واما ان یدعی العجز فان لم یجب بشیء طلق علیہ حالا وان قال: انا موسر ولکن لا انفق فقیل یعجل علیہ الطلاق وقیل یحبس واذا حبس ولم ینفق طلق علیہ، وھذا کلہ اذا لم یکن لہ مال ظاھر والا اخذ منہ وان ادعی العجز فاما ان یثبت اولا فان لم یثبت العجز قیل لہ طلق او انفق فان امتنع من الطلاق والانفاق

خاوند سے جب بیوی کے خرچ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اس کا خرچ نہ دے تو یا تو وہ مالدار ہونے کا مدعی ہوگا اور خرچ دینے سے انکار کرے گا اور یا کوئی جواب نہیں دے گا، اور یا عجز کا دعویٰ کرے گا، اگر وہ خرچ کے دعویٰ کا کوئی جواب نہ دے تو قاضی اس کی بیوی پر فوراً طلاق واقع کر دے، اور اگر وہ کہے کہ میں مالدار ہوں اور خرچ نہیں دیتا تو ایک قول یہ ہے کہ قاضی اس کی بیوی کو جلد طلاق دے دے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو قید کر لیا جائے اور اگر وہ قید کے باوجود خرچ نہ دے تو قاضی اس کی بیوی کو طلاق دے دے، اور یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب خاوند کا مال ظاہر نہ ہو ورنہ قاضی اس کے مال سے خرچ وصول کر لے۔ اگر خاوند خرچ دینے سے عاجز ہونے کا مدعی ہو تو یا تو وہ عجز کو

[1] علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۵۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

تلوم له ثم طلق عليه ، و قيل يطلق عليه حالا من غير تلوم وهو المعتمد او ان ثبت عسره تلوم له على المعتمد ثم طلق عليه ، [1]

ثابت کرے گا یا نہیں، اگر وہ عجز ثابت نہ کر سکے تو اس سے کہا جائے گا کہ طلاق دو یا خرچ دو اگر وہ نہ طلاق دے نہ خرچ دے تو قاضی (کچھ دن) انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے اور یہی معتمد قول ہے اور اگر اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو معتمد قول یہ ہے کہ کچھ انتظار کے بعد اس کی بیوی کو طلاق دے دے۔

علامہ صاوی مالکی نے بھی بعینہٖ یہی تقریر کی ہے [2]

اگر کسی جگہ قاضی میسر نہ ہو تو فقہاء مالکیہ کے نزدیک ایسی صورت میں جماعت مسلمین بھی طلاق واقع کر سکتی ہے۔

علامہ صاوی لکھتے ہیں:

فان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم العدل والواحد منهم كاف وتقدم ذلك عن المؤلف في اول باب المفقود [3]

اگر حاکم نہ ہو تو نیک مسلمانوں کی جماعت حاکم کی قائم مقام ہو گی اور جس معاملہ میں حاکم تک پہنچنا مشکل ہو (نیک مسلمان حاکم کے قائم مقام ہیں) اور ان میں سے ایک مسلمان بھی کافی ہے، مصنف نے باب مفقود کے شروع میں اس کو بیان کر دیا ہے۔

علامہ دسوقی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے [4]

علامہ صاوی نے مصنف کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:

(ان رفعت امرها للحاكم) ان كان ثم حاكم شرعي (او لجماعة المسلمين عند عدمه) ولو حكما كما في زماننا بمصر اذ لا حاكم فيها شرعي ويكفي الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه في مهمات الامور بين الناس لا مطلقا واحدا وهو محمل كلام العلامة الاجهوري وهو ظاهر لا خفاء به [5]

اگر عورت حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرے بشرطیکہ وہاں حاکم شرعی ہو اور اگر حاکم شرعی نہ ہو تو جماعت مسلمین کے پاس مقدمہ پیش کرے خواہ حاکم شرعی کا نہ ہونا حکماً ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مصر میں حاکم شرعی نہیں ہے اور مسلمانوں میں سے ایک نیک شخص بھی کافی ہے جو احکام شرعیہ کو جاننے والا ہو اور لوگ اپنے معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں مطلقاً ایک مسلمان شخص مراد نہیں ہے اور علامہ اجہوری کے کلام کا بھی یہی محمل ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ ۱۲۲۳ھ، بلغۃ السالک لاقرب المسالک ج ۲ ص ۴۵۷، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۷۸ء

[3] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ ۱۲۲۳ھ، بلغۃ السالک الی اقرب مسالک الی مذہب الامام مالک ج ۲ ص ۳۲۴-۳۲۵، مطبوعہ دار الاحیاء الکتب العربیہ ۱۹۷۸ء

[4] علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۴۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

مالدار خاوند کے نفقہ نہ دینے کی تقدیر پر تفریق میں امام احمد بن حنبل کا موقف

اگر خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو لیکن بیوی کو تنگ کرنے کے لیے روٹی، کپڑا اور مکان کا خرچ نہ دے اور اس کو طلاق دے کر آزاد بھی نہ کرے تو اس صورت میں امام احمد کے دو قول ہیں صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی لکھتے ہیں۔

(وان منع النفقة او بعضها معا ايسار وقدرت له على مال: اخذت منه ما يكفيها ويكفي ولدها بالمعروف بغير اذنه فان غيبه وصبر على الحبس فلها الفسخ) هذا المذهب جزم به الخرقي والوجيز وتذكرة ابن عبدوس ومنتخب الأدمي وغيرهم قال في الرعايتين: لها الفسخ في اصح الوجهين، قال في تجريد العناية: فان اصر فارقته عند الاكثر وقدمه في المستوعب والمحرر والشرح والفروع وغيرهم واختاره ابو الخطاب والمصنف والشارح۔ [1]

اگر خاوند دولت مند ہونے کے باوجود بیوی کو پورا نفقہ یا بعض نفقہ نہ دے اور بیوی کسی طریقہ سے مال کے حصول پر قادر ہو تو وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے بقدر کفایت بلا اجازت اس کا مال لے لے اور اگر خاوند مال کو غائب کر دے اور بیوی کو ٹھہرنے پر مجبور کرے (یعنی طلاق نہ دے) تو بیوی کو نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔ اس مذہب پر علامہ خرقی، صاحب وجیز، صاحب تذکرہ، ابن عبدوس اور صاحب منتخب الادمی کا جزم ہے۔ رعایتین میں ہے کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے تجرید عنایہ میں ہے کہ اگر خاوند نفقہ نہ دینے پر اصرار کرے تو اکثر فقہاء حنابلہ کے نزدیک عورت خاوند سے علیحدہ ہو جائے۔ مستوعب، محرر، شرح اور فروع وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ ابوالخطاب، مصنف اور شارح کا بھی یہی مختار ہے۔

تنقیح خلاصہ یہ ہے کہ جب خاوند مالدار ہو اور حاضر بھی ہو اور محض تنگ کرنے کے لیے عورت کو اس کا خرچ نہ دے اس صورت میں امام شافعی کا راجح قول یہ ہے کہ وہ عورت عدالت سے اپنا حق حاصل کرے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں قاضی طلاق واقع کر دے گا، اور امام احمد بن کا اس سلسلے میں راجح قول یہی ہے کہ اس کو فسخ کا حق حاصل ہے اور فقہاء حنبلیہ کی غالب اکثریت کا یہی مختار ہے۔

آج کل اس مسئلہ میں امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا ہی قرین قیاس ہے کیونکہ آج کل عدالت سے انصاف حاصل کرنے میں جس قدر پیچیدگیاں اور دشواریاں ہیں اور پیسے اور وقت کا جس قدر خرچ ہوتا ہے وہ اہل فہم سے مخفی نہیں ہے، پھر جب خاوند نے مال غائب کر دیا تو اول تو وہ عدالت میں پیش نہیں ہوگا ثانیاً اگر پیش ہو گیا تو کہہ دے گا میرے پاس خرچ دینے کے لیے پیسے نہیں ہیں اور اس کا نتیجہ بھی فسخ نکاح ہے، پھر جو شخص پاکستان کی عدالتوں

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۹ ص ۳۹۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے طریق کار پر نظر رکھتا ہے اس سے یہ مخفی نہیں کہ ایک مقدمہ کے فیصلہ کے لیے عدالت کی لاتعداد تاریخوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور برسہا برس گذرنے کے بعد کسی مقدمہ کا بمشکل فیصلہ ہو پاتا ہے، سوال یہ ہے کہ جو عورت خاوند کے نان و نفقہ سے محرومی کی بنا پر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے وہ اتنے عرصہ تک کہاں سے کھائے گی؟ اس لیے عورت کو مزید ضرر سے بچانے کی خاطر عورت کو براہ راست فسخ نکاح کے مطالبہ کی اجازت ہے اور تحقیق احوال کے بعد اس صورت میں حاکم پر واجب ہے کہ وہ امام مالک یا امام احمد کے قول پر عمل کرتے ہوئے زوجین کے درمیان تفریق کردے

معاشرتی بدعنوانیوں کی گیارہ صورتوں میں امام مالک کے مذہب کے مطابق عائلی احکام

۶ ربیع الآخر ۱۳۸۱ھ کو

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے گیارہ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی نصوص پر مشتمل ایک فتویٰ جاری کیا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں۔ اس فتویٰ کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاوی اسلامیہ میں شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ سے پہلے علماء ازہر نے فقہ حنفی سے اس پر تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہم اس فتویٰ کی عربی عبارت کا مکمل ترجمہ پیش کر رہے ہیں

(۱) خاوند کے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

جب خاوند اپنی زوجہ کا نفقہ نہ دے تو اگر اس کا مال ظاہر ہو تو اس سے خرچ دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس کا مال ظاہر نہ ہو اور وہ یہ نہ بتائے کہ وہ امیر ہے یا غریب ہے لیکن خرچ نہ دینے پر اصرار کرے تو قاضی اس کو فی الحال طلاق دے دے، اگر وہ عجز کا دعویٰ کرے اور عجز کو ثابت نہ کر سکے تب بھی فوراً طلاق دے دے اور اگر خاوند اپنے عجز عن النفقہ کو ثابت کر دے تو اسے مہلت دے جو ایک ماہ سے زائد نہ ہو اگر وہ ایک ماہ تک نفقہ نہ دے تو اس کے بعد اس کو طلاق دیدے۔

(۲) مرض یا قید کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند مریض ہو یا قید ہو اور بیوی کو نفقہ نہ دے سکے تو قاضی اس کو اتنی مہلت دے جس میں اس کے شفایاب ہونے یا قید سے چھوٹنے کی توقع ہو اگر مرض کی مدت اتنی بڑھ جائے یا قید کی مدت اتنی زیادہ ہو جس سے عورت کو ضرر پہنچے یا اس کو فتنہ لاحق ہونے کا خدشہ ہو تو قاضی اس پر طلاق واقع کر دے۔ (فرض کیجئے ایک نوجوان عورت کے خاوند کو کسی جرم میں عمر قید یا بیس سال کی سزا ہو جاتی ہے یا وہ لاعلاج بیماری مثلاً خطرناک پاگل پن میں مبتلا ہو جاتا ہے اور خاوند کا کوئی مال نہیں ہے جس سے بیوی خرچ اٹھا سکے اور وہ آبرومندی سے کسب معاش پر بھی قادر نہیں ہے اس صورت میں مالکی مذہب کے اس فتویٰ پر عمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ وضاحت از مصنف)

(۳) کسی قریبی جگہ جانے کی وجہ سے نفقہ نہ دینے کی صورت میں فسخ نکاح

اگر خاوند کسی قریبی جگہ چلا جائے اور اپنی بیوی کے لیے نفقہ نہ چھوڑے تو قاضی معروف طریقوں سے اس کو اطلاع دے اور نفقہ بھیجنے کے لیے ایک معین مدت تک مہلت دے۔ اگر خاوند مدت مقررہ تک نہ آئے یا نفقہ نہ بھیجے تو قاضی طلاق دے دے۔ اگر خاوند کی جگہ گھوڑے

کی رفتار سے دس دن کی مسافت یا اس سے زیادہ ہو یا وہ جگہ نامعلوم ہو اور یہ ثابت ہو جائے کہ عورت کے لیے مال نہیں ہے تو قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے۔

(۴) لاپتا خاوند کے مال سے زوجہ کے نفقہ لینے کا حق

جب لاپتا خاوند کا مال ہو یا کسی پر اس کا قرض ہو یا کسی کے پاس اس کی امانت ہو تو زوجہ کا حق ہے کہ وہ اس مال یا اس امانت اور قرض سے اپنا نفقہ (بمقدار فرض) طلب کرے، لیکن عورت کو اس پر گواہ پیش کرنے ہونگے کہ وہ نفقہ کی مستحق ہے اور خاوند نے اس کے نفقہ کے لیے مال چھوڑا ہے نہ کوئی وکیل۔

(۵) قاضی کی نافذ کردہ طلاق رجعی ہوگی

خاوند کے نفقہ نہ دینے کی بنا پر قاضی جو طلاق نافذ کرے گا وہ رجعی ہوگی اور خاوند کے لیے جائز ہے کہ وہ دوران عدت نفقہ دے کر رجوع کرے، اگر اس نے نفقہ نہیں دیا تو رجوع صحیح نہیں ہوگا۔

(۶) خاوند کے لاپتا (مفقود) ہونے کی صورت میں فسخ نکاح

جو شخص مسلمانوں کے شہروں میں گم ہو جائے اور اس کی بیوی کو اس کی کوئی خبر نہ ملے تو

تو اس کی بیوی کو حق ہے کہ وہ حاکم کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور جہاں جہاں اس کا خاوند اس کے گمان میں جا سکتا تھا اس سے مطلع کرے اور حکام اور پولیس اس کی تفتیش کریں اور جب اس کو تلاش کرنے سے سب عاجز آجائیں تو پھر حاکم اس کے لیے چار سال کی مدت مقرر کرے جب وہ مدت ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ چار ماہ دس دن تک عدت وفات گذارے اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے۔

(۷) عورت کے نکاح کرنے کے بعد اگر لاپتا شخص لوٹ آئے تو وہ عورت کس کے نکاح میں رہے گی؟

جب مفقود لوٹ آئے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ زندہ ہے اور ابھی دوسرے شخص نے اس سے مقاربت نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کو مفقود کے زندہ ہونے کا پہلے علم تھا تو اب یہ مفقود کی زوجہ ہے، خواہ عقد نکاح ہو چکا ہو، اور اگر دوسرے شوہر کو مفقود کی حیات کا علم تھا تو اس نے مقاربت کی ہو یا نہ کی ہو مفقود کے لوٹ آنے کے بعد وہ مفقود کی بیوی ہوگی، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مفقود دوران عدت فوت ہوا ہے یا عدت کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے فوت ہوا ہے یا عقد کے بعد مقاربت سے پہلے فوت ہوا ہے تو وہ عورت مفقود کی وارث ہو سکتی ہے اور اگر مقاربت کے بعد فوت ہوا ہے درآں حالیکہ دوسرے شوہر کو اس کی حیات کا علم نہیں تھا تو اب یہ وارث نہیں ہوگی۔

(۸) جو شخص آپس کی جنگ میں لاپتا ہوا اس کی بیوی چار سال کی مدت گذارے بغیر نکاح کر سکتی ہے!

جو شخص مسلمانوں کی آپس کی جنگ کے دوران گم ہوا اور یہ ثابت ہوا کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا اس کی بیوی کو یہ حق ہے کہ وہ حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے اور جب حاکم کو تفتیش کے بعد اس کا پتا نہ چلے تو وہ بغیر کسی مدت کے عدت وفات گذارنے کا حکم دے اور عدت وفات کے بعد وہ دوسری شادی کر سکتی ہے اور صرف پتا نہ چلنے کی وجہ سے وہ اس کی وارث ہو جائے گی لیکن اگر یہ ثابت نہ ہو کہ وہ لڑائی کے وقت موجود تھا بلکہ صرف یہ پتا چلے

کہ وہ لشکر کے ساتھ گیا تھا تو اس کا وہی سابق حکم ہے۔

(۹) اگر میدان جہاد میں خاوند گم ہو جائے تو اس کی بیوی ایک سال مدت گزارے گی | اگر کوئی شخص میدان جہاد میں گم ہو جائے تو اس کی بیوی حاکم

کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے اور حاکم تفتیش کے بعد اس کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ ایک سال کے بعد وہ عدت وفات گذارے اور اس کے بعد وہ دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور ایک سال کے بعد وہ اس کے مال کی وارث ہو جائیگی

(۹۔ الف) اگر مفقود کی بیوی کے پاس خرچ نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو تو قاضی فوراً طلاق نافذ کر دے | مفقود کی جن

صورتوں میں مدت گذارنے کا بیان ہے ان صورتوں میں اس وقت مدت گذارنے کا حکم دیا جائے گا جب عورت کے پاس مفقود کا اس قدر مال موجود ہو جس کو وہ دوران عدت خرچ کر سکے یا اس عورت کو اس مدت کے دوران کسی فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ ہو اور اگر اس کے پاس مفقود کا اتنا مال نہ ہو یا فتنہ کا خدشہ ہو (مثلاً نوجوان عورت گھر میں اکیلی ہو اور اس کی حفاظت کے لیے کوئی محرم دستیاب نہ ہو اور اس پر آشوب دور میں ایسی عورت کی عصمت اور عفت کو شدید خطرہ ہے۔ از مصنف) تو وہ قاضی کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے اور جب قاضی کے نزدیک اس کے دعویٰ کی صحت ثابت ہو جائے تو وہ فوراً اس پر طلاق نافذ کر دے۔

مفتی مالکیہ شیخ الجامع الازہر نے جو یہ فتویٰ دیا ہے یہی قرین قیاس ہے۔ شیخ اشرف علی تھانوی نے اس صورت میں کسی مالکی عالم کا فتویٰ نقل کیا ہے کہ اس صورت میں حاکم عورت کو ایک سال ٹھہرنے کا حکم دے دے (الحیلۃ الناجزہ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۸۷ء) یہ قرین قیاس نہیں ہے نہ اس کی کتب مالکیہ میں تائید ہے کیونکہ جس کے پاس خرچ نہیں ہے وہ ایک سال کیسے گزارے گی اور جس کی عصمت کو خطرہ لاحق ہے اس کو ایک سال تک اس خطرے میں مبتلا رہنے کا حکم کیونکر دیا جائے گا؟ نیز مالکی، شافعی اور حنبلی مذہب میں اعسار کی بناء پر علی الفور تفریق کر دی جاتی ہے۔

(۱۰) ناچاقی کی صورت میں جب کسی طرح صلح نہ ہو تو قاضی طلاق نافذ کر سکتا ہے | جب زوجین میں شدید نزاع ہو اور قرآن مجید میں بتائے

طریقہ کے مطابق ان میں صلح ممکن نہ ہو تو یہ معاملہ قاضی کے پاس لے جایا جائے پھر وہ دو منصف مقرر کرے ایک زوج کی جانب سے اور دوسرا زوجہ کی جانب سے اور افضل یہ ہے کہ وہ دونوں پڑوسی ہوں اگر رشتہ دار نہ مل سکیں تو اجنبی مقرر کر دیے جائیں اور ان منصف نمائندوں کو زوجین کے پاس بھیجا جائے اگر وہ ان میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو فبہا ورنہ وہ طلاق کا فیصلہ کریں اور اس وقت قاضی پر لازم ہے کہ وہ حکمین کے فیصلہ کے مطابق طلاق نافذ کر دے یہ طلاق بائنہ ہو گی۔

(۱۱) خاوند کے مظالم کی بناء پر عورت قاضی سے طلاق حاصل کر سکتی ہے | اگر زوجہ کو خاوند سے ضرر لاحق ہو تو وہ قاضی سے طلاق حاصل

کر سکتی ہے، ضرر سے مراد وہ امور ہیں جو شرعاً جائز نہیں ہیں مثلاً بغیر سبب شرعی کے خاوند عورت سے علیحدہ رہے یا بغیر سبب شرعی کے مار پیٹ اور گالم گلوچ کرے عورت ان چیزوں کو قاضی کے سامنے ثابت کر کے طلاق حاصل کر سکتی

ہے۔[1]

عدم نفقہ اور ضرر کی بناء پر طلاق میں قرآن اور حدیث سے دلائل

مفتی مالکیہ اور شیخ الجامع الازہر نے جن گیارہ صورتوں میں عورت کو خاوند سے طلاق حاصل کرنے کا حق مالکی مذہب کے مطابق بیان کیا ہے ان میں سے پہلی نو صورتیں وہ ہیں جن میں خاوند کے نفقہ نہ دینے یا نفقہ پر عدم قدرت کی وجہ سے قاضی کو طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے اور گیارہویں صورت وہ ہے جس میں خاوند کے ظلم اور ضرر کی بناء پر قاضی کو طلاق دینے یا نکاح فسخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان دس صورتوں کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے

فامسکوھن بمعروف او سرحوھن بمعروف ولا تمسکوھن ضرارًا لتعتدوا ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ (بقرہ: ۲۳۱) "اپنی عورتوں کو حسن سلوک سے اپنے نکاح میں رہنے دو ورنہ ان کو شائستگی سے رخصت کر دو اور ان کو ضرر پہنچانے کے قصد سے نکاح میں نہ رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنی ہی جان پر ظلم کرے گا" اور عورت کو نفقہ نہ دینا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اس پر ظلم کرنا بھی ضرر اور زیادتی ہے اور اگر خاوند اس ضرر اور زیادتی سے باز نہ آئے تو حکام پر واجب ہے کہ ان کے درمیان تفریق کر دیں۔ اس سلسلے میں علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت کی جو تشریح اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے اس کے مطالعہ سے مسئلہ کی مزید وضاحت ہو گی نیز سنن بیہقی اور سنن دار قطنی سے ہم اس بحث کے شروع میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی کو نفقہ نہ دے سکے ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔

عدم نفقہ کی بناء پر تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: کتب عمر الی امراء الاجناد: ان ادع فلانا وفلانا، فاساقد انقطعوا من المدینۃ وخلوا امتھا فاما ان یرجعوا الی نسائھم، واما ان یبعثوا الیھن بنفقۃ، واما ان یطلقوا ویبعثوا بنفقۃ ما مضی۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لشکر کے امراء کی طرف لکھا کہ فلاں فلاں شخص مدینہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور اپنی بیویوں سے غائب ہیں، ان سے کہو کہ یا تو اپنی بیویوں کے پاس لوٹیں یا ان کا خرچ بھیجیں ورنہ ان کا پچھلا خرچ بھیج کر انہیں طلاق دے دیں۔

عن ابن المسیب قال: اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأتہ جبر علی ان یفارقھا۔[3]
عن ابی الزناد عن ابن المسیب قال

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا خرچ نہیں ہو تو اس کو طلاق پر مجبور کیا جائیگا۔
ابو الزناد کہتے ہیں میں نے ابن مسیب سے پوچھا

---

[1] ۔ المجلس الاعلی للشؤن الاسلامیہ مصر، الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱ ص ۲۸۱ - ۲۷۸، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۰ھ۔
[2] ۔ حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷ ص ۹۴ - ۹۳، مطبوعہ المکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔
[3] ۔ " " " المصنف ج ۷ ص ۹۶، " " "

سألت عن الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته قال: یفرق بینهما، قال: سنة؟ قال: نعم سنة۔[1]

جس شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ ابن مسیب نے کہا: ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ میں نے پوچھا: کیا یہ سنت ہے؟ کہا: ہاں سنت ہے۔

عن حماد قال اذا لم یجد ما ینفق الرجل علی امرأته یفرق بینهما۔[2]

حماد کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی بیوی کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

عن قتادة اذا لم یجد الرجل ما ینفق علی امرأته فرق بینهما۔[3]

قتادہ کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کے پاس اس کی عورت کا نفقہ نہ ہو تو ان میں تفریق کر دی جائے گی۔

چار سال یا ایک سال بعد مفقود کو مُردہ قرار دینے کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان قالا فی امرأة المفقود تربص اربع سنین وتعتد اربعة اشهر وعشرا۔[4]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان نے فرمایا مفقود کی عورت چار سال ٹھہرے اور اس کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گذارے۔

عن سعید بن المسیب فی الفقید بین الصفین تربص امرأته سنة۔[5]

جو شخص صفوں کے درمیان سے گم ہو جائے اس کی بیوی کو سعید بن مسیب ایک سال ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے۔

حَکَمَین کی تفریق کے ثبوت میں آثار صحابہ و تابعین

امام عبد الرزاق بن ہمام روایت کرتے ہیں:

عن عبیدة السلمانی شهدت علی بن ابی طالب وجاءته امرأة وزوجها، معه کل واحد منهما فئام من الناس۔ فامر ج

عبیدہ سلمانی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا کہ ایک عورت اور اس کا خاوند آیا اور ہر ایک کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت

---

[1] حافظ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔
[2] " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[3] " " المصنف ج ۷، ص ۹۶، " " "
[4] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ۲/۴ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[5] " " المصنف ۲/۴ ص ۲۳۸، " " "

هؤلاء حكما من الناس وهؤلاء حكما فقال علی للحكمين: اتدريان ماعليكما؛ ان رأيتما ان تفرقا فرقتما وان رايتما ان تجمعا جمعتما، فقال الزوج: اما الفرقة فلا فقال علی كذبت، والله لا تبرح حتى ترضى بكتاب الله لكَ وعليكَ فقالت المرأة رضيت بكتاب الله لی وعلی۔ [1]

تھی، ایک فریق نے اپنا حکم (منصف) مقرر کیا اور دوسرے فریق نے بھی اپنا حکم مقرر کیا حضرت علی نے دونوں حکموں سے کہا اگر تمہاری رائے میں ان کی علیحدگی درست ہو تو ان کو علیحدہ کر دینا اور اگر تمہاری رائے میں ان کا ساتھ رہنا درست ہو تو ان کو ساتھ رہنے کا حکم دینا، خاوند نے کہا علیحدگی کا فیصلہ مت کرنا! حضرت علی نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو بخدا تم اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک کہ کتاب اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو جاؤ خواہ وہ تمہارے حق میں ہو یا خلاف! عورت نے کہا میں کتاب اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں خواہ میرے حق میں ہو یا خلاف!۔

عن ابن عباس قال: بعثت انا ومعاوية حكمين فقيل لنا: ان رايتما ان تجمعا جمعتما وان رايتما ان تفرقا فرقتما. قال معمر وبلغنی ان الذی بعثهما عثمان [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور معاویہ کو حکم بنا کر بھیجا گیا اور ہمیں یہ ہدایت دی گئی کہ اگر تمہاری رائے میں ان کا اجتماع درست ہو تو ان کو مجتمع کر دو اور اگر تمہاری رائے میں ان کی تفریق درست ہو تو ان میں تفریق کر دو، معمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ ان کو بھیجنے والے حضرت عثمان تھے۔

عن الشعبی قال: ان شاء الحكمان فرقا وان شاء اجمعا۔ [3]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ دونوں حکم اگر چاہیں تو جمع کریں اور اگر چاہیں تو تفریق کر دیں۔

عن ابی سلمة ان شاء الحكمان ان يفرقا فرقا وان شاء ان يجمع جمعا۔ [4]

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ اگر دونوں حکم تفریق کرنا چاہیں تو تفریق کر دیں اور اگر جمع کرنا چاہیں تو جمع کر دیں۔

مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے عدم نفقہ، مفقود، ظلم وضرر کی دس صورتوں میں مذہب مالکیہ کے مطابق قاضی کے طلاق نافذ کرنے اور حکمین کی تفریق کا جو جواز بیان کیا تھا ہم نے اس کے ثبوت میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے متعدد حوالے بیان کر دیے ہیں تاکہ کسی شخص کو یہ خیال نہ ہو کہ ان صورتوں میں صرف امام مالک کے اقوال

---

[1] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، " " "

[3] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۲، " " "

[4] " " " المصنف ج ۶ ص ۵۱۳، ۵۱۲ " " "

پر فسخ نکاح ہے۔

علاوہ ازیں ائمہ احناف نے ضرورت کے مواقع پر دوسرے ائمہ کے اقوال اور خصوصاً امام مالک کے قول پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مذہب غیر پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں ہم یہاں فقہاء احناف کی آراء نقل کر دیں۔

مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کے بارے میں فقہاء احناف کی آراء

مذہب غیر پر فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الحکم ثلاثۃ انواع منہ ما لا یصح اصلا و ان نفذہ الف قاض وھو ما خالف کتابا او سنۃ مشھورۃ او اجماعا ومنہ ما ثبت فیہ الخلاف قبل الحکم ویرتفع بالحکم حتی لو رفع الی قاض اخر لا یراہ امضاہ ومنہ ما ثبت الخلاف بعد الحکم ای وقع الخلاف فی صحۃ الحکم بہ فھذا ان رفع الی قاض اخر فان کان لا یراہ ابطلہ و ان کان یراہ امضاہ۔ [1]

قاضی کے حکم کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے جس میں اس کا حکم بالکل صحیح نہیں ہے خواہ ہزار قاضی اس حکم کی توثیق کر دیں یہ وہ حکم ہے جو کتاب اللہ، سنت مشہورہ یا اجماع کے خلاف ہو۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم سے پہلے مجتہدین کا اختلاف ہو۔ ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو وہ اس کو نافذ کر دے خواہ اس دوسرے قاضی کے نزدیک (یعنی اس کے مذہب میں) وہ حکم صحیح نہ ہو، تیسری قسم وہ ہے جس میں قاضی کے حکم کے بعد اختلاف پیدا ہوا ہو ایسا حکم جب دوسرے قاضی کے پاس جائے تو اگر وہ اس کو جائز سمجھتا ہو تو نافذ کر دے اور اگر ناجائز سمجھتا ہو تو اس حکم کو باطل کر دے۔

علامہ شامی نے دوسری قسم کی ایک اور جگہ اسی بحث میں یہ مثال دی ہے کہ ایک شافعی قاضی توبہ کے بعد محدود دین کی شہادت پر فیصلہ کر دے اور یہ فیصلہ حنفی قاضی کے پاس آئے تو وہ اس کو نافذ کر دے ہر چند کہ یہ فیصلہ حنفی قاضی کے مذہب کے خلاف ہے [2]

مذہب غیر پر قضاء کی دوسری شکل یہ ہے کہ قاضی مجتہد ہو اور دوسرے امام اور مجتہد کی رائے اس کے اجتہاد کے موافق ہو اور اس کا اجتہاد اپنے مذہب کے خلاف ہو اس صورت میں اگر وہ دوسرے امام کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر دے تو اس کا فیصلہ صحیح ہے اور نافذ ہو جائے گا یہ اس سے عام ہے کہ اس مسئلہ میں ضرورت ہو یا نہ ہو۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

یشترط لصحۃ القضاء ان یکون قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " " ، رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۵، " " "

موافقا لرایہ ای لمذھبہ مجتھدا کان او مقلدا فلو قضی بخلافہ لا ینفذ لکن فی البدائع انہ اذا کان مجتھدا ینبغی ان یصح و یحمل علی انہ اجتھد فاداہ اجتھادہ الی مذھب الغیر ویؤیدہ ماقدمناہ رسالۃ العلامۃ قاسم مستدلا بما فی السیر الکبیر [1]

وہ فیصلہ اس کے مذہب کے موافق ہو، اگر وہ فیصلہ اس کے مذہب کے خلاف ہے تو نافذ نہیں ہوگا، خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد، لیکن بدائع الصنائع میں یہ ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو اس کا یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور اس پر محمول ہوگا کہ اس کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہوا ہے، اس کی تائید علامہ قاسم کے اس رسالہ سے بھی ہوتی ہے جس میں انھوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

مذہب غیر پر قضاء اور افتاء کی تیسری صورت یہ ہے کہ قاضی اور مفتی کے نزدیک پیش آمدہ مسئلہ میں ہر چند کہ صحیح مذہب وہی ہو جو اس کے امام کا ہے لیکن اس کے امام کے قول پر مسئلہ حل نہیں ہوتا اس وجہ سے بربناء مصلحت و ضرورت وہ دوسرے امام کے قول پر فتوی دیتا ہے یا قضاء کرتا ہے تو اس ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے اس کی قضاء اور فتوی صحیح ہے۔

ائمہ احناف کے نزدیک جو شخص غائب ہو اس کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور امام شافعی اور دوسرے ائمہ کے نزدیک غائب کے بارے میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔

علامہ شامی اس بحث میں لکھتے ہیں:

لو برھن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی انہ حق لا تزویر ولا حیلۃ فیہ فینبغی ان یحکم علیہ ولہ وکذا للمفتی ان یفتی بجوازہ دفعا للحرج و الضرورات وصیانۃ للحقوق عن الضیاع مع انہ مجتھد فیہ ذھب الیہ الائمۃ الثلاثۃ وفیہ روایتان عن اصحابنا وینبغی ان ینصب عن الغائب وکیل یعرف انہ یراعی جانب الغائب ولا یفرط فی حقاہ واقرہ فی نور العین قلت یؤیدہ ما یاتی قریبا فی المسخر وکذا ما فی الفتح من باب

اگر غائب کے خلاف دلیل قائم کر دی گئی اور قاضی کا گمان غالب یہ ہے کہ حق ہے، جھوٹ نہیں ہے اور نہ اس میں کوئی حیلہ ہے تو غائب کے خلاف یا اس کے حق میں فیصلہ کر دینا چاہیے اسی طرح مفتی بھی یہ فتوی دے سکتا ہے تاکہ حرج نہ ہو اور لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں اور اس میں ضرورت ہے، علاوہ اس کے یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب کے بھی اس میں دو قول ہیں، اور مناسب یہ ہے کہ غائب کی طرف سے ایک وکیل کر لیا جائے جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ غائب کی رعایت کرے گا اور اس کے حق میں کمی نہیں کرے گا، نور العین میں اس کو برقرار رکھا ہے اور عنقریب مسخر میں اس کا ذکر ہوگا اس طرح فتح القدیر میں

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

المفقود لایجوز القضاء علی الغائب الا اذا رای القاضی مصلحۃ فی الحکم لہ وعلیہ فانہ ینفذ لانہ مجتہد فیہ اھ قلت وظاہرہ ولو کان القاضی حنفیا ولو فی زماننا ولاینافی ماصرلان تجویز ھذا للمصلحۃ والضرورۃ۔[1]

مفقود کی بحث میں ہے، جب قاضی، غائب کے خلاف یا اس کے حق میں کوئی مصلحت دیکھے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دے اور اس کا حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ وہ مجتہد فیہ ہے۔ (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ خواہ قاضی حنفی ہو اور خواہ ہمارے زمانہ میں ہو اور یہ قاعدہ پہلے قاعدہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس قاعدہ کو ضرورت اور مصلحت کی بناء پر جائز قرار دیا گیا ہے۔

بلاضرورت مذہب غیر پر قضاء صحیح نہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی بدائع الصنائع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ اگر قاضی کا اجتہاد مذہب غیر کے موافق ہو تو مذہب غیر کے مطابق اس کا فیصلہ صحیح ہے پھر اس کا کیا سبب ہے کہ وہ جگہ جگہ یہ قید لگاتے ہیں کہ ضرورت اور مصلحت کے وقت مذہب غیر پر قاضی کا فیصلہ صحیح ہے ورنہ نہیں، اس کی وجہ علامہ شامی نے یہ بیان کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں سلطان اس شرط پر کسی شخص کو قاضی مقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب صحیح کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

بخلاف الحنفی فانہ وان صح حکمہ بغیر مذھبہ علی احد القولین لکنہ فی زماننا لایصح اتفاقا لتقیید السلطان قضاتہ بالحکم بالصحیح من مذھبنا فلا ینفذ حکمہ بالضعیف فضلا عن مذھب الغیر فافھم۔

(ردالمحتار ج ۴ ص ۴۷۱، مطبوعہ استنبول۔)

ہر چند کہ ایک قول کے مطابق حنفی قاضی کا مذہب غیر پر فیصلہ کرنا صحیح ہے لیکن ہمارے زمانہ میں یہ بالاتفاق صحیح نہیں ہے کیونکہ اب سلطان اس شرط پر قاضی کا تقرر کرتا ہے کہ وہ ہمارے مذہب کے صحیح قول کے مطابق فیصلہ کرے گا اس لیے اگر اس نے قول ضعیف پر بھی فیصلہ کیا تو وہ بالاتفاق نافذ نہیں ہوگا چہ جائیکہ اس کا فیصلہ مذہب غیر پر ہو، فافہم۔

یہ علامہ شامی اپنے زمانہ کے عرف کی بات کر رہے ہیں اور ہمارے زمانہ کا عرف یہ ہے کہ قاضی کے تقرر کے وقت یہ شرط نہیں لگائی جاتی اس لیے اب حنفی قاضی کا فیصلہ مذہب غیر پر مطلقاً صحیح ہوگا۔ اور ضرورت اور مصلحت کے وقت بطریق اولیٰ صحیح ہوگا۔

بالخصوص امام مالک کے اقوال پر افتاء اور قضاء کے بارے میں تصریحات

ضرورت اور مصلحت کی بنا پر مذہب غیر پر افتاء اور قضاء کی بحث میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

لقول القھستانی لو افتی بہ فی موضع

علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اگر ضرورت کی بناء پر

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۴ ص ۴۷۱ - ۴۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

الضرورة لا بأس به على ما اظن اھ قلت و نظیر ھذہ المسئلة عدة ممتدة الطھر التی بلغت بروية الدم ثلثة ايام ثم امتد طھرھا فانھا تبقی فی العدة الی ان تحیض ثلاث حیض و عند مالك تنقضی عدتھا بتسعة اشھر و قد قال فی البزازیه الفتوی فی زماننا علی قول مالك و قال الزاھدی کان اصحابنا یفتون به للضرورة و اعترضه فی النھر بانه لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذھبه و علی ذلك ذھب ابن وھبان فی منظومته ھناك لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به۔ [1]

امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا تو جائز ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ جو عورت تین دن کے حیض سے بالغ ہوئی ہو اور پھر اس کا طہر ہمیشہ جاری رہے تو احناف کے نزدیک اس کی عدت تین حیض ہی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی عدت نو ماہ ہے اور فتاوی بزازیہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فتوی امام مالک کے قول پر ہے، اور فقیہ زاہدی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب ضرورت کی بناء پر امام مالک کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں، اس پر نہر میں یہ اعتراض ہے کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے، کسی مالکی عالم سے فتویٰ لیا جائے جو اپنے مذہب کے مطابق فتویٰ دے۔ ابن وہبان نے بھی اسی کے موافق کہا ہے (علامہ شامی کہتے ہیں) لیکن ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذہب غیر پر فتویٰ دینے کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اور ضرورت اس جگہ ہو گی جہاں مالکی عالم موجود نہ ہو۔

علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

قال مالك و الاوزاعی الی اربع سنین فینکح عرسه بعدھا کما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان لا باس به علی ما ظن۔ [2]

امام مالک اور اوزاعی نے کہا کہ مفقود کی عورت چار سال تک ٹھہرے اس کے بعد اس کا نکاح کر دیا جائے، جیسا کہ نظم میں ہے پس اگر ضرورت کی وجہ سے اس قول پر فتویٰ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ محمد علاؤ الدین لکھتے ہیں:

نعم مذھب مالك و القدیم من مذھب الشافعی تقدیره باربع سنین لکن فی حق عرسه لا غیر فتنکح بعدھا کما فی النظم فلو افتی به فی موضع الضرورة ینبغی ان

ہاں امام مالک کا مذہب اور امام شافعی کا قدیم مذہب یہ ہے کہ مفقود کو چار سال بعد مردہ قرار دیا جائے گا لیکن یہ صرف اس کی بیوی کے معاملہ میں ہے، پس چار سال بعد اس کا نکاح کیا جا سکتا ہے اور اگر ضرورت کے مواقع

---

[1] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۴۵۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ محمد قہستانی حنفی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۴۶۹، مطبوعہ مطبع منشی نو لکشور ۱۲۹۱ھ۔

لا باس به کذا فی القهستانی ۔[1]

پر اس قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ضرورت کی وجہ سے امام مالک کے قول پر فتویٰ کو جائز قرار دیا ہے[2]

علامہ قہستانی فرماتے ہیں:

لانه کالتلمیذ لابی حنیفة ولذا مال اصحابنا الی بعض اقواله ضرورة کما فی دیباجة المصفی ۔[3]

امام مالک، امام ابوحنیفہ کے بمنزلہ شاگرد ہیں، مصنف کے دیباچہ میں لکھا ہے اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے ضرورت کے وقت امام مالک کے اقوال کی طرف میلان کیا ہے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کے حوالے سے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفی حاشیة الفتال وذکر الفقیه ابواللیث فی تاسیس النظائر انه اذا لم یوجد فی مذهب الامام قول فی مسئلة یرجع الی مذهب مالك لانه اقرب المذاهب الیه اھ[4]

حاشیۃ الفتال میں لکھا ہے کہ فقیہ ابواللیث سمرقندی نے تاسیس النظائر میں کہا ہے کہ جب کسی مسئلہ میں امام اعظم کا قول نہ ملے تو امام مالک کے مذہب کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ وہ باقی مذاہب کی بہ نسبت امام اعظم کے زیادہ قریب ہیں۔

ضرورت کی وجہ سے مذہب غیر کے مطابق فتویٰ دینے یا قضاء پر بحث ونظر

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت دینا صرف امام مالک کا مذہب ہے اور جمہور ائمہ اس کے مخالف ہیں، نیز قرآن مجید نے منکوحہ غیر کو صاف حرام کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والمحصنٰت من النساء ۔ "منکوحہ غیر تم پر حرام ہے" اور منکوحہ غیر کا مفقود کے نکاح میں ہونا یقیناً معلوم ہے اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک بلکہ موہوم ہے اور تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور چار برس کی مہلت صرف حضرت عمر کی تقلید ہے اس پر کوئی فقہی دلیل نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چار برس کی مہلت کے بعد نکاح کی اجازت دینا جمہور کا مسلک ہے، صرف امام اعظم ابوحنیفہ کا اس میں اختلاف ہے، امام مالک کے علاوہ امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اور فقہاء شافعیہ اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، امام احمد کا موقف بھی یہی ہے اور اس پر فتویٰ ہے، اور والمحصنٰت من النساء آیت کریمہ اس پر محمول ہے کہ جب منکوحہ غیر کا کسی شرعی دلیل سے نکاح فسخ نہ کر دیا گیا ہو تو وہ غیر پر حرام ہے ورنہ عینین کی صورت میں جب ایک

---

[1] علامہ محمد علاؤالدین حنفی من علماء قرن حادی العشر، الدر المنتقی علی ملتقی الابحر ج ۱ ص ۷۱۴-۷۱۳، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔

[3] علامہ محمد قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز (شرح وقایۃ الروایۃ) ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ مطبع منشی نو لکشور لکھنؤ ۱۲۹۱ھ۔

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

سال کی مہلت کے بعد قاضی منکوحہ غیر کا نکاح فسخ کر دیتا ہے تو اس کا غیر سے نکاح کس طرح جائز ہوتا ہے؟ حالانکہ وہ بھی منکوحہ غیر ہے، جس طرح یہاں قاضی کی تفریق "والمحصنات من النساء" کے معارض نہیں ہے اسی طرح مسئلہ مفقود میں بھی قاضی کا فیصلہ "والمحصنات من النساء" کے معارض نہیں ہے[1]۔ اسی طرح لعان میں بھی احناف کے نزدیک قاضی کی تفریق کے بعد عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور جمہور کے نزدیک نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور ان دونوں صورتوں میں بغیر شوہر کی طلاق کے عورت غیر سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ "والمحصنات من النساء" کے خلاف ہے، باقی رہا یہ کہنا کہ نکاح یقینی تھا اور موت کا شک ہے اور شک یقین سے زائل نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مفقود کی بیوی کو نکاح کی اجازت موت کے شک کی بناء پر نہیں دی گئی قاضی کے فیصلہ کی بناء پر دی گئی ہے، جیسا کہ لعان، ایلاء اور عنین کے مسائل میں ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں صرف حضرت عمر کی تقلید کی گئی ہے۔ حضرت عمر[2] اور حضرت عثمان نے تمام صحابہ کے سامنے یہ فیصلہ کیا تھا اور کسی صحابی نے ان سے اختلاف نہیں کیا اس لیے یہ مسئلہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور اس کے خلاف جو دار قطنی کی روایت پیش کی جاتی ہے اس کی سند ضعیف ہے جس کو ہم اس سے پہلے علامہ ابن ہمام کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

نان نفقہ، کپڑے اور رہائش وغیرہ میسر نہ ہونے کی صورت میں ہم نے جو ضرورت کی بناء پر امام مالک یا دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دینے کا ذکر کیا ہے اس میں وجہ ضرورت پر گفتگو کرتے ہوئے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ: رہا دعویٰ ضرورت اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہو جاتی ہیں باآنکہ انھیں شرعاً نکاح ثانیہ کی اجازت ہے۔ اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی سے عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انھیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے ملے گا مگر خاوند مفقود ہو تو یہ سب دعویٰ ہجوم کرتے ہیں اگر ضرورت کا دعویٰ سچا ہے تو وہاں کیونکر صبر ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام بیوہ عورتوں کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا صحیح نہیں ہے کہ وہ جھوٹی رسم کی خاطر عمر بھر نکاح نہیں کرتیں۔ ہو سکتا ہے کہ جن بعض عورتوں نے نکاح نہ کیا ہو ان کے لیے نان ونفقہ کے دوسرے ذرائع موجود ہوں یا وہ عمر رسیدہ خواتین ہوں اور ان کو اپنی عزت اور عصمت پر کسی اسیر پنجہ ہوس کے حملہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر مفقود کی ایک نوجوان عورت کے پاس نان ونفقہ کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور وہ اس پر فتن دور میں اپنی عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے کسب معاش نہیں کر سکتی اور وہ آپ سے پوچھتی ہے کہ اسلام میں اس کے اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ تو کیا آپ اس کو یہ بتلائیں گے کہ نوے سال تک تم بے سایہ دیوار بھوکی پیاسی بیٹھی رہو اور نوے سال گذرنے کے بعد جب تم بوڑھی فرتوت ہو جاؤ تو کسی مرد سے شادی کر لینا!

قرآن مجید کے مطالعہ سے اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کا نظریہ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے

---

[1] بعض فقہاء نے عنین اور مفقود میں یہ فرق کیا ہے کہ مفقود میں خاوند کے مل جانے کی امید ہے اور عنین میں اس کے ٹھیک ہونے کی امید نہیں ہے لیکن یہ فرق باطل ہے کیونکہ ایک سال علاج کی مہلت کے بعد اگر عنین ٹھیک نہ ہو تو قاضی تفریق کر دیتا ہے حالانکہ ایک سال کے بعد اسکے ٹھیک نہ ہونے کی کوئی وحی نہیں اتری بلکہ اس کے بعد بھی اس کے ٹھیک ہونے کی امید ہے۔

[2] حضرت عمر کے رجوع کی حکایت صحیح نہیں ہے منہ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار بیویوں کی اجازت دینے کے ساتھ ہی یہ حکم دیا ہے: فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ (نساء: ۱۲۹) "ایک بیوی کی طرف بالکل اس طرح نہ جھک جاؤ کہ دوسری بیوی کو معلق چھوڑ دو" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی بیوی کو معلق چھوڑ دینا از روئے قرآن ممنوع ہے، اور جب شوہر کی موجودگی میں عورت کو معلق چھوڑ دینے سے اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے تو شوہر کے مفقود ہونے کی صورت میں عورت کو معلق چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب پسندیدہ ہو سکتا ہے! نیز اللہ تعالیٰ نے ایلاء میں زیادہ سے زیادہ چار ماہ مدت مقرر کی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر (البقرہ: ۲۲۶) "جو لوگ اپنی عورتوں سے دور رہنے کی قسم کھالیں وہ چار ماہ تک ٹھہر سکتے ہیں" چنانچہ فقہاء احناف اس آیت کی روشنی میں کہتے ہیں کہ اگر ایلاء کرنے والے نے چار ماہ کے اندر رجوع نہیں کیا تو چار ماہ پورے ہونے کے بعد عورت پر از خود طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی غور کیجیے خاوند موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو چار ماہ سے زیادہ بیوی سے دور رہنے کے التزام کی اجازت نہیں دیتا کہ اتنے عرصہ عورت اپنے شوہر کی مقاربت سے محروم رہنے کی وجہ سے ضرر میں مبتلا ہو جائے یا کہیں وہ عورت حدود اللہ سے تجاوز کے خطرہ میں نہ پڑ جائے تو خاوند کے مفقود ہونے کی شکل میں اسے نوے سال یا مدت العمر تک بغیر خاوند کے رکھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کب جائز ہو گا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ولا تمسکوھن ضرارا (بقرہ: ۲۳۱) "جس کا منشاء صاف طور پہ یہ ہے کہ رشتہ ازدواج میں ضرار نہیں ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا مدت العمر تک انتظار کا حکم دینے میں انتہا درجہ کا ضرار ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ (بقرہ: ۲۲۹) "اگر بیوی اور شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے پس اگر عورت خلع کر کے علیحدہ ہو جائے تو دونوں پر کچھ حرج نہیں" اس آیت میں حدود اللہ کی حفاظت کو رشتہ ازدواج کے قیام پر مقدم رکھا گیا ہے اور اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس عورت کا شوہر برسوں سے مفقود ہو اس کے لیے حدود اللہ پر قائم رہنا نہایت دشوار ہے، ان تمام آیات میں بطور اصول بیان کیے گئے ہیں ان کے مقاصد پر غور کرنے سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی کو نوے سال یا ایک غیر معلوم مدت تک انتظار کرنے کا حکم دینا ایک ناعاقبت اندیشانہ اقدام ہے اور یہ حکم قرآن کی رُو سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور اس مسئلہ میں صحیح حکم وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد کا مسلک ہے۔ اور یہی حضرت امام شافعی کا قول قدیم ہے اور اکثر فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنفیہ کا بھی مختار ہے۔

ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے مذہب پر فسخ نکاح کی صورتوں کا خلاصہ

ضرورت کی بناء پر ہم نے خاوند اور بیوی کے درمیان تفریق کی صورتیں بیان کی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(۱)۔ اگر کوئی شخص افلاس کی بنا پر بیوی کو نفقہ نہیں دے رہا اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا تو امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے اور قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۲)۔ اگر کسی عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا تو وہ قاضی کے ہاں مقدمہ کرے اور قاضی اس کے مفقود الخبر ہونے کا اطمینان کرنے کے بعد اسے چار سال انتظار کرنے کا حکم دے پھر عدت وفات کے بعد وہ نکاح کر سکتی ہے، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہی ہے اسی پر فقہائے شافعیہ کا فتویٰ ہے۔

(۳)۔ اگر شوہر مفقود الخبر ہو اور عورت کے گذارے کے لیے بالکل خرچ نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے نزدیک

قاضی فی الفور تفریق کر دے گا، امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۴)۔ اگر شادی کے بعد خاوند کسی طویل المیعاد بیماری میں مبتلا ہو گیا اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں تو عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور تفریق کر دے گا۔ یہ بھی امام مالک کا مذہب ہے۔

(۵)۔ اگر خاوند کو لمبی مدت کے لیے سزا ہو گئی اور عورت کے لیے خرچ کی کوئی سبیل نہیں ہے تب بھی امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی فی الفور طلاق نافذ کر دے گا۔

(۶)۔ خاوند غائب ہو، اس کا پتا معلوم ہو اور اس سے ڈاک کا رابطہ بھی ہو اور وہ خوشحال بھی ہو لیکن تنگ کرنے کے لیے عورت کا خرچ نہ دے اور نہ اس کو طلاق دے، تو امام مالک اور امام احمد کے نزدیک قاضی اس کو طلاق دے سکتا ہے، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

(۷)۔ خاوند حاضر اور موجود ہو اور وہ مالدار بھی ہو لیکن عورت کو نفقہ دیتا ہو نہ طلاق دیتا ہو تو امام مالک کے نزدیک عورت کے مطالبہ پر قاضی طلاق نافذ کر دے گا۔

(۸)۔ عورت یہ ثابت کر دے کہ خاوند اس پر ظلم کرتا ہے مثلاً بلا وجہ مار پیٹ یا گالم گلوچ کرتا ہے تو عورت کے مطالبہ پر امام مالک کے مذہب میں قاضی تفریق کر سکتا ہے۔

(۹)۔ ناچاقی کی صورت میں جب صلح کا امکان نہ رہے تو امام مالک کے نزدیک دو حکم مقرر کیے جائیں اور وہ اپنی صواب دید سے زوجین میں تفریق کر سکتے ہیں۔

(۱۰) مفقود الخبر اگر جنگی صفوں کے درمیان سے غائب ہوا ہے تو امام مالک کے نزدیک حاکم اس کو ایک سال بعد نکاح کی اجازت دے دے گا اس میں عدت وفات نہیں ہے۔

ان تمام صورتوں کا ہم نے ائمہ مذاہب کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے اس پر دلائل قائم کر دیے ہیں۔

مذہب غیر پر عدالت کی طلاق کا حکم

امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذاہب پر ہم نے جن دس صورتوں میں عورت کے مطالبہ پر قاضی کے طلاق دینے اور نکاح فسخ کرنے کا حق بیان کیا ہے ان صورتوں میں اگر پاکستان یا کسی اور اسلامی ملک کی عدالتوں میں سے کسی عدالت نے طلاق نافذ کر دی یا نکاح فسخ کر دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے، ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

فاما اذا کان من اھل الاجتھاد ینبغی ان یصح قضاءہ فی الحکم بالاجماع ولایکون لقاض اٰخر ان یبطلہ لانہ لا یصدق علی النسیان بل یحمل علی انہ اجتھد فادی اجتھادہ الی مذھب خصمہ فقضی بہ فیکون قضاءہ باجتھادہ فیصح فی حادثۃ وھی محل

جب قاضی مجتہد ہو اور وہ اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے مذہب کے مطابق کسی مقدمہ میں فیصلہ کر دے تو اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہے اور دوسرے قاضی کو اس فیصلہ کے مسترد کرنے کا حق نہیں ہے کیونکہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے بھول کر یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ قاضی نے اس مسئلہ میں اجتہاد (غور و فکر) کیا اور اس کا

الاجتهاد برایہ (الی قولہ) لاتفاق اھل الاجتہاد علی ان للقاضی ان یقضی فی محل الاجتہاد بما یؤدی الیہ اجتہادہ فکان ھذا متفقا علی صحتہ۔ [1]

اجتہاد، دوسرے امام کے مذہب کے مطابق ہو گیا اور اس اس نے اپنے اجتہاد سے یہ فیصلہ کیا لہٰذا جو مسائل محل اجتہاد ہیں ان میں اس کا یہ فیصلہ صحیح ہے، کیونکہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی محل اجتہاد میں اپنے اجتہاد کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے، لہٰذا اس فیصلہ کی صحت پر اتفاق ہے۔

خاوند کے پیش نہ ہونے پر عدالت کی طلاق کا حکم

اگر ان دس صورتوں میں سے کسی صورت میں عورت قاضی کے ہاں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے اور خاوند عدالت میں پیش نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ خاوند کی طرف سے وکیل کر لیا جائے اور اگر وکیل نہیں کیا گیا اور عدالت نے عورت کے حق میں فیصلہ کر کے طلاق نافذ کر دی یا طلاق دے دی تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ قضاء للغائب صحیح ہے اس لیے نکاح فسخ ہو جائے گا اور چونکہ فقہاء احناف کے نزدیک ضرورت کی بنا پر مذہب غیر پر عمل جائز ہے اور ان دس صورتوں کا تعلق ضرورت سے ہی ہے اس لیے احناف کے نزدیک بھی یہ طلاق واقع ہو جائے گی اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اذا رای القاضی المصلحۃ فی الحکم للغائب وعلیہ فحکمہ ینفذ لانہ مجتہد فیہ۔ [2]

جب قاضی غائب کے حق میں یا غائب کے خلاف فیصلہ کرنے میں مصلحت دیکھے اور اس کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا، کیونکہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ان مسائل میں عورتیں اور ان کے متعلقین پریشان پھرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ بتلائیے جب خاوند عورت کو نہ آباد کرے نہ طلاق دے تو وہ کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے۔ یا ایک جوان عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو گیا یا پاگل ہو گیا یا کسی اور لاعلاج مرض میں مبتلا ہو گیا یا کسی جرم کی وجہ سے اس کو عمر قید کی سزا ہو گئی اور اس کی بیوی کے خرچ کی کوئی سبیل نہیں، شوہر طلاق دینے کا اہل نہیں یا دیتا نہیں اور اس پرفتن دور میں وہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ کسب معاش نہیں کر سکتی، تبلائیے وہ عورت کیا کرے؟ اسلام میں اس کا کیا حل ہے؟ تو ہمارے زمانے کے مفتی یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اسی شوہر کے نکاح میں بیٹھی رہے جب تک وہ طلاق نہیں دیتا وہ دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی فقہ حنفی کا یہی حکم ہے۔ اور اگر وہ عورت عدالت میں چلی جائے اور شوہر پیش نہ ہو اور عدالت طلاق دیدے تو ہمارے زمانے کے مفتی اس کو تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی طلاق ہے۔ اس وجہ سے میرے دل میں مدت سے یہ تڑپ تھی کہ میں اس مسئلہ کا حل پیش کر دوں۔ صحیح مسلم میں

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۵، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۶۹-۳۶۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

نان و نفقہ سے متعلق حدیث کے تحت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اپنے اقوال میں بے شک اس مسئلہ کا حل نہیں ہے لیکن امام اعظم کے اقوال سے ہی فقہاء حنفیہ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا، قضاء کرنا اور عمل کرنا جائز ہے، سو اس قاعدہ کی روشنی میں میں نے ائمہ ثلاثہ خصوصاً امام مالک اور امام احمد کے اقوال کے مطابق ان مسائل کا حل بیان کیا ہے اور میں نے صرف ان اقوال پر اکتفاء نہیں کی بلکہ قرآن مجید، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ، اور اقوال تابعین سے ان مسائل کو ثابت کیا ہے۔ میری یہ کاوش صرف اس لیے ہے کہ کوئی شخص اسلام کو ناقابل عمل دین نہ سمجھے بلکہ یہ یقین رکھے کہ اسلام میں ہر پیش آمدہ مشکل کا حل موجود ہے اگر ہم اس حل کو تلاش نہیں کر سکے تو یہ ہماری فہم اور مطالعہ کی کمی ہے۔ اسلام میں کوئی کمی نہیں ہے، اے اللہ! اس مقالہ کو نافع بنا، اسے قبول عام عطا فرما، اس کے مصنف، قاری اور معاون کی خطاؤں سے درگذر کر اور ان کے لیے دارین کی خیر اور سعادت کو مقدر کر دے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ جَوَازِ خُرُوجِ الْمُعْتَدَّةِ الْبَائِنِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فِي النَّهَارِ لِحَاجَتِهَا

معتدہ کے لیے بوقت ضرورت دن میں گھر سے نکلنے کا بیان

۲۶۱۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ طُلِّقَتْ خَالَتِي فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی انھوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انھیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لو، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔

دوران عدت دن میں معتدہ کے گھر سے نکلنے میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور دوسرے فقہا کا یہ نظریہ ہے کہ معتدہ بوقت ضرورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، عدت وفات میں امام ابوحنیفہ بھی جمہور کے موافق ہیں اور جو عورت عدت طلاق ثلاثہ گزار رہی ہو اس کے بارے میں فرماتے ہیں وہ دن اور رات کے کسی وقت میں گھر سے باہر نہ نکلے[1]

دوران عدت گھر سے باہر نکلنے کے عدم جواز پر امام ابوحنیفہ کی دلیل

امام ابوحنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ولا یخرجن (طلاق ۶۵) "اور مطلقہ عورتیں خود بھی گھر سے نہ نکلیں" یہ آیت مطلقہ عورتوں کے گھر سے نہ نکلنے کے بارے میں صریح نص قطعی ہے۔ اور بیوہ عورت کے بارے میں ایسی نص نہیں ہے، نیز بیوہ عورت کا نفقہ شوہر کے وارثوں کے ذمہ فرض نہیں ہے اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نفقہ کی جدوجہد میں دن کے وقت گھر سے باہر جا سکتی ہے، اس کے برخلاف مطلقہ عورت کا نفقہ چونکہ شوہر کے ذمہ فرض ہے اس لیے اس کو گھر سے نکلنے کی کوئی شرعی حاجت نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

حضرت جابر کی روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت جابر کی خالہ نے اپنے شوہر سے خلع کیا ہو اور خلع میں عدت کا نفقہ معاف کر دیا ہو اس وجہ سے وہ تلاش معاش میں باہر گئی ہوں اور اس قسم کے مسائل میں احناف کے نزدیک بھی رخصت ہے۔ ہدایہ اور فتح القدیر میں اس کی تصریح ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہو اور اب منسوخ ہو چکا ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر جو اس حدیث کے راوی ہیں خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ مطلقہ کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ابوالزبیر نے حضرت جابر سے پوچھا کیا مطلقہ اور بیوہ اپنے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں حضرت جابر نے کہا نہیں! الحدیث، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت جابر اپنی خالہ کے دورانِ عدت گھر سے باہر نکلنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور خود اس کے خلاف فتویٰ دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے[2]۔ نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک شخص نے سوال کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور وہ گھر سے جانا چاہتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو روکو! اس نے کہا میں نہیں روک سکتا، فرمایا اس کو قید کر لو، کہا اس کے بھائی بہت طاقتور ہیں، فرمایا امیر سے مدد طلب کرو[3] اور امام ابن ابی شیبہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور عثمان حج اور عمرہ سے عورتوں کو روکتے تھے تاوقتیکہ وہ عدت پوری کر لیں[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۷، ص ۴۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۱۸۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

بَابُ انْقِضَاءِ عِدَّةِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا وَغَيْرِهَا بِوَضْعِ الْحَمْلِ

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے

۳۶۱۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ حَرْمَلَةُ نَا وَقَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَاهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَيَسْأَلَهَا عَنْ حَدِيثِهَا وَعَمَّا قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ فَكَتَبَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ وَهُوَ فِي بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهِيَ حَامِلٌ فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ ابْنِ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ فَقَالَ لَهَا مَالِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرَجِّينَ النِّكَاحَ إِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا قَالَتْ سُبَيْعَةُ فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے عمر بن عبد اللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ حضرت سبیعہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیں اور ان سے پوچھیں کہ جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ طلب کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیا ارشاد فرمایا تھا، عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ بن عتبہ کو لکھا کہ میں نے حضرت سبیعہ سے جاکر دریافت کیا تھا، انھوں نے فرمایا کہ ان کا نکاح حضرت سعد بن خولہ عامری سے ہوا تھا، جو بنو عامر بن لوی سے تھے۔ حضرت سعد جنگ بدر میں حاضر ہوئے تھے اور حجۃ الوداع میں ان کا انتقال ہو گیا اس وقت وہ حاملہ تھیں اور ان کی وفات کے چند دنوں بعد وضع حمل ہو گیا، نفاس سے پاک ہونے کے بعد انھوں نے منگنی کرنے والوں کے لیے بناؤ سنگار کیا، اسی اثنا میں ان کے پاس بنو عبد الدار کے قبیلہ سے ابو السنابل بن بعکک نام کے ایک شخص آئے اور کہنے لگے: تم نے بناؤ سنگار کیوں کیا ہے؟ شاید تم نکاح کرنے کا ارادہ کر رہی ہو! قسم بخدا! تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ تمہارے چار ماہ اور دس دن پورے نہ ہو جائیں۔ سبیعہ کہتی ہیں جب حضرت ابو السنابل نے یہ کہا تو میں اپنے کپڑے سنبھال کر شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے میں نے یہ مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا جیسے ہی میرا حمل وضع ہوا میری عدت پوری ہو گئی اور فرمایا اگر میں چاہوں تو دوسرا نکاح کر سکتی ہوں، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر کوئی عورت وضع حمل ہوتے ہی دوسرا نکاح کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، خواہ اس وقت اس کا خون جاری ہو البتہ اس کا شوہر پاک ہونے سے

جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِيْنَ أَمْسَيْتُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِيْنَ وَضَعْتُ حَمْلِي وَأَمَرَنِي بِالتَّزَوُّجِ إِنْ بَدَا لِي قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَلَا أَرٰى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِيْنَ وَضَعَتْ وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ۔

پہلے اس سے مقاربت نہیں کر سکتا۔

۳۶۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اجْتَمَعَا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُمَا يَذْكُرَانِ الْمَرْأَةَ تُنْفَسُ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عِدَّتُهَا آخِرُ الْأَجَلَيْنِ وَقَالَ أَبُوْ سَلَمَةَ قَدْ حَلَّتْ فَجَعَلَا يَتَنَازَعَانِ ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَا مَعَ ابْنِ أَخِي يَعْنِي أَبَا سَلَمَةَ فَبَعَثُوْا كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ إِلٰى أُمِّ سَلَمَةَ يَسْأَلُهَا عَنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمْ فَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ سُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةَ نَفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوْجِهَا بِلَيَالٍ وَإِنَّهَا ذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَتَزَوَّجَ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ ابو سلمہ بن عبدالرحمان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے اس مسئلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ اگر کسی عورت کے شوہر کی وفات کے چند روز بعد اس کا حمل وضع ہو جائے تو آیا اس کی عدت پوری ہو گی یا نہیں؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا اس کی عدت وہ مدت ہے جو دو مدتوں (عدت وفات اور وضع حمل کا زمانہ) میں نسبتاً زیادہ ہو اور ابو سلمہ کہہ رہے تھے کہ وضع حمل کے بعد اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے بھتیجے یعنی ابو سلمہ کے ساتھ ہوں پھر انھوں نے حضرت ابن عباس کے غلام کریب کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا کریب نے آکر یہ بتلایا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیہ کو اپنے شوہر کی وفات کے چند روز بعد نفاس آ گیا (یعنی بچہ پیدا ہو گیا) انھوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے انھیں نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔

۳۶۱۸- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ اللَّيْثَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ فَأَرْسَلُوا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَلَمْ يُسَمِّ كُرَيْبًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں لیث کی روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں کسی کو روانہ کیا اور کریب کا ذکر نہیں ہے۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، امام شافعی اور تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جیسے ہی حاملہ عورت کا وضع حمل ہوا اسی وقت اس کی عدت ختم ہو جاتی ہے، خواہ وضع حمل سے ایک لحظہ پہلے اس کے خاوند کا انتقال ہوا ہو، اور خواہ بچہ کامل پیدا ہو یا ناتمام۔ البتہ حضرت علی، حضرت ابن عباس اور سحنون مالکی یہ کہتے ہیں کہ اس کی عدت دو عدتوں (عدت وفات اور عدت حمل) میں سے لمبی عدت ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر و عشرا۔ "تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان کی بیویاں چار ماہ دس دن تک عدت گذاریں"۔ یہ آیت عام ہے کہ بیوی حاملہ ہو یا غیر حاملہ جب خاوند فوت ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور قرآن مجید کی دوسری آیت ہے: واولات الاحمال اجلھن یضعن حملھن۔ "حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے"۔ یہ آیت بھی عام ہے کہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو عورت بیوہ بھی ہو اور حاملہ بھی اس کی عدت کیا ہوگی؟۔ وضع حمل ہوگی یا چار ماہ دس دن، یہ دونوں آیتیں اس میں متعارض ہیں اس لیے یہاں سنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور سنت یہ ہے کہ حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہا جو بیوہ بھی تھیں اور حاملہ بھی اور خاوند کی وفات کے چند روز بعد ان کے ہاں بچہ ہو گیا تھا آپ نے وضع حمل کے بعد ان کو نکاح کی اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ چار ماہ دس دن والی آیت غیر حاملہ کے ساتھ خاص ہے اور جس آیت میں حاملہ کی عدت کو وضع حمل تک بتایا ہے وہ اپنے عموم پر ہے خواہ وہ حاملہ عورت بیوہ ہو یا مطلقہ اس کی عدت وضع حمل ہے[1]۔ ظاہر ہے کہ دونوں آیتیں تعارض کی وجہ سے عموم پر نہیں رہ سکتی تھیں اب کس آیت میں تخصیص کی جائے گی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیان کر سکتے ہیں، کیونکہ وہی شناسائے رمز الوہیت ہیں یہ مسئلہ حجیت حدیث پر بھی ایک واضح دلیل ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بَابُ وُجُوْبِ الْاِحْدَادِ فِيْ عِدَّةِ الْوَفَاةِ وَتَحْرِيْمِهٖ فِيْ غَيْرِ ذٰلِكَ اِلَّا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ

بیوہ عورت کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کی حرمت

۲۶۱۹- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثَ الثَّلَاثَةَ قَالَ قَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ اَبُوْهَا اَبُوْ سُفْيَانَ فَدَعَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِطِيْبٍ فِيْهِ صُفْرَةٌ خَلُوْقٌ اَوْ غَيْرُهٗ فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا قَالَتْ زَيْنَبُ ثُمَّ دَخَلْتُ عَلٰى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا حِيْنَ تُوُفِّيَ اَخُوْهَا فَدَعَتْ بِطِيْبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ مَا لِيْ بِالطِّيْبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى

حمید بن نافع کہتے ہیں کہ زینب بنت ابی سلمہ نے انھیں یہ تین احادیث بیان کی ہیں، حضرت زینب کہتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو حضرت ام حبیبہ نے پیلے رنگ کی ایک خوشبو منگائی اور ایک باندی نے وہ خوشبو ان کے رخساروں پر لگائی (وہ پیلے رنگ کی جسم سے چپکنے والی خوشبو دار کوئی چیز تھی) پھر انھوں نے کہا قسم بخدا! مجھے اس خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں تھی، لیکن میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ خاوند کی موت پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔ حضرت زینب کہتی ہیں کہ پھر میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، جب ان کے بھائی فوت ہوئے تو انھوں نے خوشبو منگا کر لگائی۔ پھر انھوں نے کہا قسم بخدا! مجھے خوشبو کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا جو عورت اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائی ہو، اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی ماں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے، وہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی

الْمِنْبَرِ لَا تَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ تُحِدُّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَقَالَتْ زَيْنَبُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا سَمِعْتُ اُمِّيْ اُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِيْ تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنُهَا اَفَنَكْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَقَدْ كَانَتْ اِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَاْسِ الْحَوْلِ قَالَ حُمَيْدٌ فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ وَمَا تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَاْسِ الْحَوْلِ فَقَالَتْ زَيْنَبُ كَانَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا وَّلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا وَلَمْ تَمَسَّ طِيْبًا وَّلَا شَيْئًا حَتّٰى يَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ ثُمَّ تُؤْتٰى بِدَآبَّةٍ حِمَارٍ اَوْ شَاةٍ اَوْ طَيْرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ فَقَلَّ مَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ اِلَّا مَاتَ ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعْرَةً فَتَرْمِيْ بِهَا ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَآءَتْ مِنْ طِيْبٍ اَوْ غَيْرِهٖ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا: یا رسول اللہ! میری بیٹی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ ڈال سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا، نہیں! پھر فرمایا یہ سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، زمانہ جاہلیت میں تو تم سال پورا ہونے کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں۔ حمید نے حضرت زینب سے پوچھا مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت زینب نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو وہ ایک تنگ مکان میں چلی جاتی تھی، خراب کپڑے پہنتی اور خوشبو وغیرہ نہ لگاتی تھی۔ جب اس طرح ایک سال گذر جاتا تو اس کے پاس ایک گدھا، بکری یا کوئی اور جانور یا پرندہ لایا جاتا تو وہ اس پر ہاتھ پھیرتی، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس پر وہ ہاتھ پھیرتی تھی وہ مر جاتا تھا پھر وہ اس مکان سے باہر آتی اس کو مینگنی دی جاتی جس کو پھینک دیتی، پھر اس کے بعد وہ خوشبو یا کسی اور چیز کا استعمال کرتی۔

۳۶۲۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے پیلے رنگ کی خوشبو منگا کر اپنی کلائیوں پر لگائی، اور انھوں نے کہا میں یہ اس لیے کر رہی

قَالَتْ تُوُفِّيَ حَمِيمٌ لِّأُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَدَعَتْ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْهُ بِذِرَاعَيْهَا وَقَالَتْ إِنَّمَا أَصْنَعُ هٰذَا لِأَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ إِلَّا عَلٰى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا

حضرت زینب بنت ام سلمہ، اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں انھوں نے کہا کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی اور لوگوں کو اس کی آنکھوں میں (شدت مرض) کا خدشہ ہوا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) تم بدترین کوٹھڑی میں چلی جاتی تھیں اور ایک برس تک بدترین چادر پہنے رہتی تھیں اور ایک سال کے بعد جب کوئی کتا گزرتا تو اس پر مینگنی مار کر باہر آتی تھیں، اب تم سے چار ماہ دس دن بھی نہیں ٹھہرا جاتا۔

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا زَيْنَبُ بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ امْرَأَةً تُوُفِّيَ زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنُوْهُ فِي الْكُحْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَكُوْنُ فِيْ شَرِّ بَيْتِهَا فِيْ أَحْلَاسِهَا أَوْ فِيْ شَرِّ أَحْلَاسِهَا فِيْ بَيْتِهَا حَوْلًا فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بِبَعْرَةٍ فَخَرَجَتْ أَفَلَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت زینب بنت ام سلمہ، اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں انھوں نے کہا کہ ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی اور لوگوں کو اس کی آنکھوں میں (شدت مرض) کا خدشہ ہوا۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سرمہ لگانے کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) تم بدترین کوٹھڑی میں چلی جاتی تھیں اور ایک برس تک بدترین چادر پہنے رہتی تھیں اور ایک سال کے بعد جب کوئی کتا گزرتا تو اس پر مینگنی مار کر باہر آتی تھیں، اب تم سے چار ماہ دس دن بھی نہیں ٹھہرا جاتا۔

۳۶۲۲۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ بِالْحَدِيْثَيْنِ جَمِيْعًا حَدِيْثِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي الْكُحْلِ وَحَدِيْثِ أُمِّ سَلَمَةَ وَالْأُخْرٰى مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يُسَمِّهَا زَيْنَبَ نَحْوَ حَدِيْثِ مُحَمَّدٍ

ایک اور سند سے حمید بن نافع حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ سے دونوں حدیثیں حسب سابق بیان کرتے ہیں لیکن اس میں محمد بن جعفر کی روایت کی طرح حضرت زینب کا ذکر نہیں ہے۔

بْنِ جَعْفَرٍ۔

۳۶۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدِ ابْنِ نَافِعٍ اَنَّهٗ سَمِعَ زَيْنَبَ بِنْتَ اَبِيْ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ وَاُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا تَذْكُرَانِ اَنَّ امْرَاَةً اَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ اَنَّ ابْنَةً لَهَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا فَاشْتَكَتْ عَيْنُهَا فَهِيَ تُرِيْدُ اَنْ تَكْحُلَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَتْ اِحْدٰىكُنَّ تَرْمِيْ بِالْبَعْرَةِ عِنْدَ رَاْسِ الْحَوْلِ وَاِنَّمَا هِيَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو عرض کیا: یارسول اللہ! میری لڑکی کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے وہ اس میں سرمہ ڈالنا چاہتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے تم سال بھر کے بعد مینگنی پھینکا کرتی تھیں یہ تو صرف چار مہینے اور دس دن ہیں۔

۳۶۲۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا اَتٰى اُمَّ حَبِيْبَةَ نَعْيُ اَبِيْ سُفْيَانَ دَعَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ مِنْ هٰذَا غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت زینب بنت ابی سلمہ بیان کرتی ہیں کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر آئی تو آپ نے تیسرے دن خوشبو منگا کر اپنے ہاتھوں اور رخساروں پر لگالی۔ اور فرمایا مجھے اس کی حاجت نہیں تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے خاوند (کی موت) پر چار ماہ دس دن سوگ کرے۔

۳۶۲۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ

نافع کہتے ہیں کہ صفیہ بنت ابی عبید نے حضرت حفصہ یا حضرت عائشہ یا ان دونوں سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سَعْدٍ عَنْ نَّافِعٍ اَنَّ صَفِيَّةَ بِنْتَ اَبِيْ عُبَيْدٍ حَدَّثَتْهُ عَنْ حَفْصَةَ اَوْ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَوْ عَنْ كِلْتَيْهِمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَوْ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا۔

وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائی ہو اس کے لیے کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس کے خاوند کے۔

۳۶۲۶- وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ نَّافِعٍ بِاِسْنَادِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ مِثْلَ رِوَايَتِهٖ

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت منقول ہے۔

۳۶۲۷- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ نَافِعًا يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ اَنَّهَا سَمِعَتْ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَابْنِ دِيْنَارٍ وَزَادَ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا۔

حضرت حفصہ بنت عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے۔

۳۶۲۸- وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ جَمِيْعًا عَنْ نَّافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ بَعْضِ اَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے صفیہ بنت ابی عبید نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے حسب سابق روایت کی ہے۔

بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ۔

۳۶۲۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجِهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے علاوہ کسی اور میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔

۳۶۳۰۔ وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحِدُّ امْرَاَةٌ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوْغًا اِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَّلَا تَكْتَحِلُ وَلَا تَمَسُّ طِيْبًا اِلَّا اِذَا طَهُرَتْ نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن سے زیادہ میت پر سوگ نہ کرے البتہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، رنگ کے کپڑے نہ پہنے۔ رنگین بُنے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہے، سرمہ لگائے نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا عِنْدَ اَدْنٰى طُهْرِهَا نُبْذَةً مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ حیض سے طہارت کے وقت کچھ خوشبو لگا سکتی ہے

۳۶۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَيُّوْبُ

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع

عَنْ حَفْصَةَ عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كُنَّا نُنْهٰى اَنْ نُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّلَا نَكْتَحِلُ وَلَا نَتَطَيَّبُ وَلَا نَلْبَسُ ثَوْبًا مَّصْبُوغًا وَّقَدْ رُخِّصَ لِلْمَرْاَةِ فِيْ طُهْرِهَا اِذَا اغْتَسَلَتْ اِحْدَانَا مِنْ مَّحِيْضِهَا فِيْ نُبْذَةٍ مِّنْ قُسْطٍ اَوْ اَظْفَارٍ۔

کیا گیا ہے، البتہ شوہر پر چار ماہ دس دن سوگ کا حکم ہے۔ سرمہ لگائیں نہ خوشبو لگائیں، نہ رنگا ہوا کپڑا پہنیں۔ البتہ عورت جب حیض سے غسل کرے تو خوشبو دار چیز سے غسل کرنے کی اجازت ہے۔

بیوہ عورت کے سوگ میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ہر بیوہ عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یا غیر مدخول بہا۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ، کنواری ہو یا ثیبہ، آزاد ہو یا باندی، مسلمہ ہو یا کافرہ۔ اور امام ابوحنیفہ اور بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ سوگ مسلمان عورت کے ساتھ خاص ہے کتابیہ پر واجب نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو وہ خاوند پر چار ماہ دس دن سوگ کرے، اس حدیث میں آپ نے سوگ کو اہل ایمان کے ساتھ خاص کر لیا ہے نیز امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ باندی بیوی اور صغیرہ پر بھی سوگ نہیں ہے، نیز اس پر اجماع ہے کہ ام ولد یا لونڈی کا شوہر جب فوت ہو جائے تو اس پر سوگ نہیں ہے۔ اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں اس میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ہے اس پر سوگ نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے اس پر سوگ ہے۔[1]

علامہ نووی نے بعض صورتوں میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ صحیح نہیں بیان کیا۔ مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک باندی بیوی پر بھی سوگ ہے۔ علامہ نووی نے اس کے برعکس بیان کیا ہے۔

بیوہ اور مطلقہ کے سوگ میں فقہاء احناف کا مسلک

علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی بیان کرتے ہیں کہ مکلفہ، مسلمہ خواہ منکوحہ باندی ہو، خاوند کے فوت ہونے پر یا نکاح کے منقطع ہونے پر سوگ کرے گی، ہر چند کہ سوگ کا حکم خاوند کے فوت ہونے پر ہے لیکن مطلقہ یا بائنہ بھی بناؤ سنگار سے پرہیز کرے گی کیونکہ بناؤ سنگار نکاح کی رغبت دلاتا ہے اور عدت کے دوران اس کو نکاح کے لیے پیش ہونے سے روکا گیا ہے۔ سوگ میں وہ زیورات، ریشمی کپڑے، خوشبو، تیل اور کنگھی بیٹی سے پرہیز کرے گی سرمہ اور مہندی بھی نہیں لگائے گی۔ مجنونہ پر سوگ نہیں ہے، مالک کے فوت ہونے کے بعد ام ولد پر بھی سوگ نہیں ہے، جو عورت عدت گذار رہی ہو اس کو صراحۃً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے اور جو عورت طلاق کی عدت گذار رہی ہو اس کو گھر سے نکلنے کی مطلق اجازت نہیں، دن میں نہ رات میں۔ اور جو عورت عدت وفات گذار رہی ہو وہ بوقت ضرورت دن یا رات میں نکل سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گھر میں گزارے، اس کو اجازت ــــ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۷ - ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اس لیے دی ہے کہ وہ اپنے اخراجات کی خود ذمہ دار ہے اس کے برخلاف مطلقہ کے اخراجات کا کفیل اس کا خاوند ہوتا ہے اس لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی مطلقاً اجازت نہیں ہے جب مطلقہ عدت گذارے تو اس کے اور خاوند کے درمیان حجاب ضروری ہے کیونکہ طلاق بائن یا مغلظہ کے بعد وہ اجنبی عورت کی طرح ہے [1]

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، محصلہ درمختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۸۵۵-۸۴۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب اللعان

۳۶۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُوَيْمِرًا الْعِجْلَانِيَّ جَاءَ إِلَى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيِّ فَقَالَ لَهُ أَرَأَيْتَ يَا عَاصِمُ لَوْ أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلًا أَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُونَهُ أَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَسَلْ لِي يَا عَاصِمُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَاصِمٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا حَتَّى كَبُرَ عَلَى عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ إِلَى أَهْلِهِ جَاءَهُ عُوَيْمِرٌ فَقَالَ يَا عَاصِمُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَاصِمٌ لِعُوَيْمِرٍ لَمْ تَأْتِنِي بِخَيْرٍ قَدْ كَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْأَلَةَ الَّتِي سَأَلْتُهُ عَنْهَا قَالَ عُوَيْمِرٌ وَاللهِ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أَسْأَلَهُ عَنْهَا فَأَقْبَلَ عُوَيْمِرٌ حَتَّى أَتَى رَسُولَ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر عجلانی حضرت عاصم بن عدی انصاری کے پاس آئے اور کہا اے عاصم یہ بتاؤ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا وہ اس مرد کو قتل کر دے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو تم اس شخص کو قتل کر دو گے! پھر وہ کیا کرے؟ اے عاصم تم میری خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کرو۔ حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسائل کا دریافت کرنا برا سمجھا اور ان کی مذمت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب حضرت عاصم پر شاق گذرا، جب حضرت عاصم اپنے گھر پہنچے تو ان کے پاس حضرت عویمر آئے اور پوچھا اے عاصم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ حضرت عاصم نے حضرت عویمر سے کہا میں تمہارے پاس کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سوال کیا تھا، آپ نے اس کو ناگوار سمجھا، حضرت عویمر نے کہا، بخدا میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہ پوچھ لوں! پھر حضرت عویمر لوگوں کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو کیا اس کو قتل کر دے (اگر وہ ایسا کرے) تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَطَ النَّاسِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَيَقْتُلُهٗ فَتَقْتُلُوْنَهٗ اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَزَلَ فِيْكَ وَفِيْ صَاحِبَتِكَ فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا قَالَ سَهْلٌ فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ عُوَيْمِرٌ كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَكَانَتْ سُنَّةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ۔

آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے؟ پھر وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں حکم نازل ہو گیا ہے، جاؤ اپنی بیوی کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل کہتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا، میں بھی اس وقت لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ جب وہ دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو حضرت عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اب اگر اس عورت کو اپنے پاس رکھا تو پھر میں جھوٹا ہوں گا۔ پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ رائج ہو گیا۔

۳۶۳۴۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ اَنَّ عُوَيْمِرًا الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مِنْ بَنِيْ عَجْلَانَ اَتٰى عَاصِمَ بْنَ عَدِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَّاَدْرَجَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَكَانَ فِرَاقُهٗ اِيَّاهَا بَعْدُ سُنَّةً فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ سَهْلٌ وَّكَانَتْ حَامِلًا وَّكَانَ ابْنُهَا يُدْعٰى اِلٰى اُمِّهٖ ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ اَنَّهٗ يَرِثُهَا وَتَرِثُ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو عجلان سے تھے وہ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عویمر کا اپنی بیوی سے علیحدہ ہونا بعد میں لعان کرنے والوں میں رائج اور معمول بن گیا اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی حاملہ تھی اور اس بچہ کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا تھا، پھر یہ طریقہ ہو گیا کہ ایسا بچہ ماں کا وارث ہوتا تھا اور ماں اس کی وارث ہوتی تھی۔

۳۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ وَعَنِ السُّنَّةِ فِيهِمَا عَنْ حَدِيثِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَخِي بَنِي سَاعِدَةَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا وَ ذَكَرَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَزَادَ فِيهِ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ يَاْمُرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكُمُ التَّفْرِيقُ بَيْنَ كُلِّ مُتَلَاعِنَيْنِ.

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا: یارسول اللہ! اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے تو وہ کیا کرے اس کے بعد وہی قصہ مروی ہے اور اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ دونوں نے مسجد میں لعان کیا اور میں بھی اس موقع پر موجود تھا اور اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشاد کرنے سے پہلے اس نے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعان کرنے والوں کے درمیان اس طرح علیحدگی ہوگی۔

۳۶۳۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ فِي امْرَاَةِ مُصْعَبٍ اَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ فَمَا دَرَيْتُ مَا اَقُولُ فَمَضَيْتُ اِلَى مَنْزِلِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ اسْتَاْذِنْ لِي قَالَ اِنَّهُ قَائِلٌ فَسَمِعَ صَوْتِي قَالَ ابْنُ جُبَيْرٍ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ادْخُلْ فَوَاللّٰهِ مَا جَاءَ بِكَ هٰذِهِ السَّاعَةَ اِلَّا حَاجَةٌ فَدَخَلْتُ فَاِذَا هُوَ مُفْتَرِشٌ بَرْذَعَةً مُتَوَسِّدًا اِقِسَادَةً

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے مصعب بن زبیر کے زمانہ خلافت میں لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا ان میں تفریق کر دی جائے گی؟ سعید کہتے ہیں مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا۔ میں مکہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر گیا، میں نے لڑکے سے کہا میرے لیے اجازت طلب کرو! اس نے کہا وہ اس وقت سو رہے ہیں، حضرت ابن عمر نے میری آواز سن لی اور پوچھا کیا ابن جبیر ہیں؟ میں نے کہا جی! انھوں نے فرمایا اندر آ جاؤ، بخدا تم بغیر کسی ضروری کام کے اس وقت نہیں آئے ہوگے! میں اندر گیا تو دیکھا انھوں نے ایک کمبل بچھایا ہوا تھا اور تکیہ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا اے ابوعبدالرحمان! کیا لعان کرنے والوں میں تفریق کر دی جاتی ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا سبحان اللہ! ہاں! سب سے پہلے جس

حَشُوهَا لِيفٌ قُلْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُتَلَاعِنَانِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا قَالَ سُبْحَانَ اللهِ نَعَمْ إِنَّ أَوَّلَ مَنْ سَئَلَ عَنْ ذٰلِكَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ أَنْ لَوْ وَجَدَ أَحَدُنَا امْرَأَتَهُ عَلَى فَاحِشَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ إِنْ تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَإِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَنْ مِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُجِبْهُ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَتَاهُ فَقَالَ إِنَّ الَّذِي سَأَلْتُكَ عَنْهُ قَدِ ابْتُلِيتُ بِهِ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي سُورَةِ النُّورِ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ فَتَلَاهُنَّ عَلَيْهِ وَوَعَظَهُ وَذَكَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ قَالَ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعَظَهَا وَذَكَّرَهَا وَأَخْبَرَهَا أَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ قَالَتْ لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنَّهُ لَكَاذِبٌ فَبَدَأَ بِالرَّجُلِ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ثُمَّ ثَنَّى بِالْمَرْأَةِ فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ثُمَّ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

۳۶۳۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ

نے اس کا سوال کیا وہ فلاں بن فلاں تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ تبلائیے کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو بے حیائی کا کام کرتے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر کسی سے کہے تو ایک بہت بڑی بات کہے گا اگر چپ رہے تو اتنی بڑی بات پر کیسے چپ رہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا، بعد میں وہ شخص پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ سے جس چیز کا سوال کیا تھا وہ صورت حال اب مجھے خود پیش آ گئی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یہ آیت نازل فرمائی والذین یرمون ازواجھم الآیۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اس پر تلاوت فرمائی اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور اس کو سمجھایا کہ دنیا کی سزا (حد قذف) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس شخص نے کہا قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے میں نے اس پر جھوٹ نہیں باندھا۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلایا اور اس کو وعظ و نصیحت کی اور فرمایا دنیا کی سزا (حد زنا) آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے۔ اس نے کہا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے یہ مجھ پر جھوٹی تہمت لگا رہا ہے۔ پھر آپ نے مرد سے ابتداء کی اور اس نے چار مرتبہ گواہی دی کہ بیشک وہ سچا ہے اور پانچویں بار کہا اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے، اس نے چار بار یہ گواہی دی کہ یہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہا کہ اگر یہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب نازل ہو، پھر آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کر دی۔

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر

قَالَ نَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سُئِلْتُ عَنِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ زَمَنَ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَلَمْ أَدْرِ مَا أَقُولُ فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

کے زمانہ خلافت میں مجھ سے لعان کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا مجھے اس کا جواب معلوم نہیں تھا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا میں نے کہا مجھے یہ تبلائیے کہ لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کی جائے گی؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۶۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لِي قَالَ لَا مَالَ لَكَ إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَاكَ أَبْعَدُ لَكَ مِنْهَا قَالَ زُهَيْرٌ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ سَعِيدَ ابْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تمہارا حساب اللہ پر ہے تم میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تمہارا اس عورت پر اب کوئی حق نہیں ہے، اس نے عرض کیا یارسول اللہ! اور میرا مال؟ آپ نے فرمایا اب مال میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے اگر تم سچے ہو تو وہ مال اس کی فرج کے عوض میں ہے اور اگر تم جھوٹے ہو تو مال کا مطالبہ بہت بعید ہے! زہیر کی سند میں کچھ تغیر و تبدل ہے۔

۳۶۳۹ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے آدمی اور اس کی بیوی میں تفریق کر دی، اور فرمایا اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں

قَالَ فَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعِجْلَانِ قَالَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ۔

سے ایک کاذب ہے، پس کیا تم میں سے کوئی توبہ کرنے والا ہے؟

۳۶۴۰۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ اللِّعَانِ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے لعان کے بارے میں سوال کیا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کی

۳۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِلْمِسْمَعِيِّ وَابْنِ مُثَنّٰى قَالُوْا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ لَمْ يُفَرِّقْ مُصْعَبٌ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ سَعِيْدٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ فَرَّقَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعِجْلَانِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت مصعب بن زبیر نے لعان کرنے والوں میں تفریق نہیں کی۔ سعید کہتے ہیں میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کا ذکر کیا انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عجلان کے فریقوں میں تفریق کر دی تھی۔

۳۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَّقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهٗ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِاُمِّهٖ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے لعان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچے کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

۳۶۴۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَاعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَ امْرَاَتِهٖ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری اور اس کی عورت کے درمیان لعان کرایا اور ان کے درمیان تفریق کر دی۔

۳۶۴۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۶۴۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَتَانَا لَيْلَةَ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوْهُ اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوْهُ وَاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ وَاللّٰهِ لَاَسْئَلَنَّ عَنْهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ جَلَدْتُمُوْهُ اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلٰى غَيْظٍ قَالَ اللّٰهُمَّ افْتَحْ وَجَعَلَ يَدْعُوْ فَنَزَلَتْ اٰيَةُ اللِّعَانِ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فَابْتُلِيَ بِهٖ ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں جمعہ کی شب مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری نے آکر کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے تو وہ کیا کرے؟ اگر وہ یہ بات کہے تو تم اس کو (حد قذف میں) کوڑے لگاؤ گے اور اگر اس کو قتل کرے تو تم اس کو (قصاص میں) قتل کر دو گے، اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، بخدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کا حل پوچھوں گا، دوسرے دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا اور کہا اگر کوئی شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو پائے اور یہ واقعہ ذکر کرے تو آپ لوگ اس کو کوڑے لگائیں گے اور اگر قتل کر دے تو آپ لوگ اس کو قتل کر دیں گے اور اگر وہ خاموش رہے تو سخت غیظ و غضب میں خاموش رہے گا، آپ نے فرمایا: اے اللہ اس مسئلہ کو کھول دے اور آپ دعا کرتے رہے حتیٰ کہ لعان کی آیت نازل ہو گئی، (ترجمہ:) "وہ لوگ جو اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس بجز ان کے اور کوئی گواہ نہیں ہے"۔ پھر وہ شخص اس مسئلہ سے دوچار ہو گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بیوی کو لے کر آیا اور ان دونوں

الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ فَجَآءَ هُوَ وَامْرَاَتُهٗ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا فَشَهِدَ الرَّجُلُ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ اَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ فَنَا هَبَتْ لِتَعْلَنَ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ فَاَبَتْ فَلَعَنَتْ فَلَمَّا اَدْبَرَا قَالَ لَعَلَّهَا اَنْ تَجِيْئَ بِهٖ اَسْوَدَ جَعْدًا فَجَآءَتْ بِهٖ اَسْوَدَ جَعْدًا۔

نے لعان کیا۔ مرد نے چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ بخدا وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ لعنت کرتے ہوئے کہا اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو، پھر عورت نے لعان کرنا شروع کیا اور کہا کہ یہ جھوٹوں میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رک جا! (ذرا سوچ کر لعان کر) وہ عورت نہیں مانی اور اس نے لعان کیا جب وہ دونوں چلے گئے تو آپ نے فرمایا اس کے ہاں سیاہ فام اور گھنگر یالے بالوں والا بچہ پیدا ہوگا اور اس کے ہاں سیاہ فام گھنگر یالے بالوں والا ہی بچہ پیدا ہوا۔

ف: اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی سے مطلع فرمایا تھا کہ اس کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوگا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی قوت کشفیہ دی تھی جس سے آپ مستقبل میں ہونے والے واقعات کو جان لیتے تھے۔ علماء اہل سنت جو آپ کے بارے میں علم غیب کے قائل ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔

۳۶۴۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۳۶۴۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ سَئَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَنَا اُرٰى اَنَّ عِنْدَهٗ مِنْهُ عِلْمًا فَقَالَ اِنَّ هِلَالَ بْنَ اُمَيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَذَفَ امْرَاَتَهٗ بِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَآءَ وَكَانَ اَخَا الْبَرَآءِ ابْنِ مَالِكٍ لِاُمِّهٖ فَكَانَ اَوَّلَ رَجُلٍ لَاعَنَ فِي الْاِسْلَامِ وَقَالَ فَلَاعَنَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے اس خیال سے پوچھا کہ انھیں معلوم ہوگا انھوں نے کہا کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو شریک بن سحماء کے ساتھ تہمت لگائی جو حضرت براء بن مالک کے اخیافی بھائی تھے۔ اور یہ پہلے شخص تھے جنھوں نے اسلام میں لعان کیا، انھوں نے اس عورت سے لعان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کو دیکھتے رہنا اگر اس کے ہاں سفید رنگ کا سیدھے بالوں اور سرخ آنکھوں والا بچہ پیدا ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر سرگیں آنکھوں اور گھنگر یالے بال پتلی پنڈلیوں والا بچہ

اَبْصِرُوْهَا فَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اَبْيَضَ سَبْطًا وَحْيَ الْعَيْنَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالِ بْنِ اُمَيَّةَ وَاِنْ جَآءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ جَعْدًا حُمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِشَرِيْكِ بْنِ سَحْمَآءَ قَالَ فَاُنْبِئْتُ اَنَّهَا جَآءَتْ بِهٖ اَكْحَلَ جَعْدًا حُمْشَ السَّاقَيْنِ۔

ہو تو وہ شریک بن سحماء کا ہے، حضرت انس کہتے ہیں اس کے ہاں سرمگیں آنکھوں، گھنگریالے بال اور پتلی پنڈلیوں والا بچہ پیدا ہوا۔

۳۶۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ ابْنِ الْمُهَاجِرِ وَعِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيَّانِ وَاللَّفْظُ لِاِبْنِ رُمْحٍ قَالَا اَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ ذُكِرَ التَّلَاعُنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَاصِمُ بْنُ عَدِيٍّ فِيْ ذٰلِكَ قَوْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ يَشْكُوْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ وَجَدَ مَعَ اَهْلِهٖ رَجُلًا فَقَالَ عَاصِمٌ مَا ابْتُلِيْتُ بِهٰذَا اِلَّا لِقَوْلِيْ فَذَهَبَ بِهٖ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِالَّذِيْ وَجَدَ عَلَيْهِ امْرَاَتَهٗ وَكَانَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مُصْفَرًّا قَلِيْلَ اللَّحْمِ سَبْطَ الشَّعْرِ وَكَانَ الَّذِيْ ادَّعٰى عَلَيْهِ اَنَّهٗ وَجَدَ عِنْدَ اَهْلِهٖ خَدْلًا اٰدَمَ كَثِيْرَ اللَّحْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ فَوَضَعَتْ شَبِيْهًا بِالرَّجُلِ الَّذِيْ ذَكَرَ زَوْجُهَا اَنَّهٗ وَجَدَهٗ عِنْدَهَا فَلَاعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لعان کا تذکرہ کیا گیا۔ حضرت عاصم بن عدی نے اس سلسلہ میں کچھ کہا پھر چلے گئے پھر ان کے پاس ان کے قبیلہ کا ایک آدمی آیا اور اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کے پاس ایک اجنبی مرد کو پایا ہے، حضرت عاصم کہنے لگے میں اپنی بات کی وجہ سے اس معاملہ میں پڑا، وہ اس شخص کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلایا کہ اس شخص نے اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو دیکھا ہے، یہ شخص زرد رو، دبلا پتلا اور سیدھے بالوں والا تھا اور جس شخص کے ساتھ اس نے اپنی بیوی کو متہم کیا تھا، بھری بھری پنڈلیوں والا، گندمی رنگت والا اور قریب بدن تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! تو اس مسئلہ کا حل بیان فرما! پھر اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ اس شخص کے مشابہ تھا جس پر اس شخص نے تہمت لگائی تھی، پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپس میں لعان کیا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا یہ وہی عورت تھی جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں بغیر گواہوں کے کسی عورت کو سنگسار کرتا تو اس عورت کو کرتا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت تو وہ تھی جو اسلام لانے کے بعد علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

فَقَالَ رَجُلٌ لِّابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فِي الْمَجْلِسِ اَهِيَ الَّتِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَجَمْتُ اَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَّرَجَمْتُ هٰذِهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَاَةٌ كَانَتْ تُظْهِرُ فِي الْاِسْلَامِ السُّوْءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لعان کرنے والوں کا تذکرہ کیا گیا، باقی روایت حسب سابق ہے صرف اتنا اضافہ ہے کہ جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی وہ فربہ جسم اور سخت گھنگریالے بالوں والا تھا۔

۳۶۴۹- وَحَدَّثَنِيْهِ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اَبِيْ اُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ ذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ كَثِيْرًا اللَّحْمِ قَالَ جَعْدًا قَطَطًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو ابن شداد نے کہا: کیا یہ وہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا! حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

۳۶۵۰- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَا نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ وَذُكِرَ الْمُتَلَاعِنَانِ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ ابْنُ شَدَّادٍ اَهُمَا الَّذَانِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ رَاجِمًا اَحَدًا بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ لَّرَجَمْتُهَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا تِلْكَ امْرَاَةٌ اَعْلَنَتْ قَالَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے لعان کرنے والوں کا ذکر کیا گیا تو ابن شداد نے کہا: کیا یہ وہی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں کسی شخص کو بغیر گواہوں کے رجم کرتا تو اس عورت کو رجم کرتا! حضرت ابن عباس نے فرمایا نہیں! وہ عورت علی الاعلان بدکاری کرتی تھی۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔

۳۶۵۱ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ عَنْ سُہَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ الْاَنْصَارِیَّ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَجِدُ مَعَ امْرَاَتِہٖ رَجُلًا یَقْتُلُہٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا قَالَ سَعْدٌ بَلٰی وَالَّذِیْ اَکْرَمَکَ بِالْحَقِّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا اِلٰی مَا یَقُوْلُ سَیِّدُکُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تبلائیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی مرد کو پائے تو کیا اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! حضرت سعد نے کہا کیوں نہیں! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے (اس کو قتل کر دینا چاہیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟

۳۶۵۲ - وَحَدَّثَنِیْ زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْحَاقُ بْنُ عِیْسٰی قَالَ نَا مَالِکٌ عَنْ سُہَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنْ وَّجَدْتُ مَعَ امْرَاَتِیْ رَجُلًا اُمْہِلُہٗ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرْبَعَۃِ شُہَدَآءَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پاؤں تو کیا میں اس کو اتنی مہلت دوں گا کہ چار گواہ لے کر آؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۳۶۵۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سُہَیْلٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ وَجَدْتُ مَعَ اَہْلِیْ رَجُلًا لَمْ اَمَسَّہٗ حَتّٰی اٰتِیَ بِاَرْبَعَۃِ شُہَدَآءَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ قَالَ کَلَّا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ اِنْ کُنْتُ لَاُعَاجِلُہٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھوں تو کیا میں اسے اس وقت تک ہاتھ نہ لگاؤں جب تک کہ چار گواہ نہ لے آؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! انھوں نے کہا ہرگز نہیں! قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں تو اس سے پہلے اس کو تلوار سے قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں یہ غیرت دار ہے، میں اس سے زیادہ غیرت دار

بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَعُوْا اِلٰى مَا يَقُوْلُ سَيِّدُكُمْ اِنَّهٗ لَغَيُوْرٌ وَّاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ ۔

ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے۔

۳۶۵۴ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ وَّرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَوْ رَاَيْتُ رَجُلًا مَّعَ امْرَاَتِيْ لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ عَنْهُ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ فَوَاللّٰهِ لَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا شَخْصَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ اللّٰهُ الْمُرْسَلِيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَلَا شَخْصَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھا تو میں بغیر کسی چشم پوشی کے تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا کیا تم سعد کی غیرت سے تعجب کرتے ہو، قسم بخدا! میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی غیرت کے سبب سے بے حیائی کے تمام ظاہری اور باطنی کاموں کو حرام کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر کو قبول کرنے والا نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا ہے جو بشارت دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

۳۶۵۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ غَيْرَ مُصْفِحٍ وَّلَمْ يَقُلْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں "غیر مصفح" اور "عنہ" نہیں ہے۔

عَنْهُ۔

۳۶۵۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ إِنَّ فِيهَا أَوْرَقَا قَالَ فَأَنَّى أَتَاهَا ذَاكَ قَالَ عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ قَالَ وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو فزارہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے ہاں ایک سیاہ فام لڑکا پیدا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ کہا ہاں! فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں! آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا ان میں خاکی رنگ کا بھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا شاید (اس اونٹ کے آباؤ اجداد) کی کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا! آپ نے فرمایا ہو سکتا ہے تیرے بچے میں بھی کسی رگ نے یہ رنگ گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلَدَتِ امْرَأَتِي غُلَامًا أَسْوَدَ وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ وَزَادَ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ قَالَ لَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر معمر کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے در پردہ اپنے نسب کی نفی کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک سیاہ فام لڑکا جنا ہے اور اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نسب منتفی کرنے کی اجازت نہیں دی۔

۳۶۵۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنَّى هُوَ قَالَ لَعَلَّهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ يَكُونُ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میری بیوی نے ایک کالے رنگ کے لڑکے کو جنا ہے میں اس کو اپنا لڑکا نہیں مانتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تیرے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا ان کا کیا رنگ ہے؟ اس نے کہا سرخ رنگ کے ہیں آپ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ اس نے کہا: ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! شاید کسی رگ نے اس کو گھسیٹ لیا ہوگا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید اس کو بھی کسی رگ نے گھسیٹ لیا ہو!

۳۶۵۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ بَلَغَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی ہے۔

لعان کا لغوی اور اصطلاحی معنی

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بد دعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتدا کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھالے تو پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ زنا کی اس تہمت لگانے میں جھوٹا ہو، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر عورت کو کھڑا کیا جائے اور وہ چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس پر گواہ بناتی ہوں کہ اس

شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لیے حلال نہیں ہو گی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔[1]

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کا شرعی معنی ہے ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ وہ قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لیے مسلمان اور اس کی کافر بیوی اور کافر اور کافرہ اور غلام اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لیے لعان ایسے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔[2]

لعان کی وجہ تسمیہ

مرد لعنت کا لفظ کہتا ہے اور عورت غضب کا لفظ کہتی ہے اور اس مسئلہ کا عنوان لعان بنایا گیا ہے جبکہ آیت میں لعنت اور غضب دونوں الفاظ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء مرد سے ہوتی ہے اور وہ لعنت کا لفظ کہتا ہے اور مرد کی جانب قوی ہے نیز لعان کرنے نہ کرنے کا مدار مرد ہی پر ہوتا ہے اور عورت کو غضب کے لفظ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے کیونکہ مرد کی نسبت عورت کا جرم بڑا ہے مرد اگر جھوٹا ہو تو وہ حد قذف کا مستحق ہے اور اگر عورت جھوٹی ہو تو وہ سنگسار کی جانے کی مستحق ہے۔[3]

بلاضرورت سوالات کو ناپسند کرنا

حدیث نمبر ۳۶۲۳ میں ہے حضرت عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو دیکھے تو کیا کرے آیا اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس سوال کو ناپسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عاصم کو اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا اور وہ یہ سوال بلاضرورت کر رہے تھے اور اس کے جواب میں کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کی پردہ دری ہے یا کسی بے حیائی کے کام کی اشاعت ہے اور کسی مسلمان مرد یا عورت کی برائی کا ذکر ہے، البتہ جن مسائل میں مسلمان مبتلا ہوں اور وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے سوال کریں تو اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا کراہت جواب دیتے تھے۔

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہو جائے کہ اس نے زنا کیا ہے اور وہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کر دے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا الا یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کر دے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کر لیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو، یہ دنیاوی ضابطہ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۳۳۵-۳۳۴، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] " " ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۰، " " "

ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔[1]

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔[2]

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشہ اور غیرت میں آکر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔[3] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لیے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مؤاخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جاتی ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔[4]

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبلی لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا یہی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابوالخطاب اور ابن البناء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔[5]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۴۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] علامہ علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، انصاف ج ۹ ص ۲۵۲-۲۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۷ھ

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کارروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا ثم فرق بینھما۔ "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی"۔[1] امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کو سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے[2] اور نافع سے بھی[3]۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

عن نافع ان ابن عمر اخبرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق بین رجل و امراتہ قذفھا و احلفھا۔[4]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کذبت علیھا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[5] "یا رسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی"۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[6]۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہو گئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیھا "جاؤ اب اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لیے طلاق واقع نہیں ہو گی۔[7]

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، " " "

[4] " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱، " " "

[5] " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۰، " " "

[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[7] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا "لاسبیل لك علیها" اور یہ کہ یہ جملہ حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ہے۔

اللہ یعلم ان احدکما کاذب۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "فلا سبیل لك علیها" کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نے ایک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "لا سبیل لك علیها" جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

عن سعید بن جبیر قال سالت ابن عمر عن المتلاعنین فقال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم للمتلاعنین حسابکما علی اللہ احدکما کاذب، لا سبیل لك علیها الحدیث۔ [2]

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں سے فرمایا "تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا سبیل لك علیها" کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سهل بن سعد فی هذا الخبر فطلقها ثلث تطلیقات عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانفذه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

---

[1] ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲-۴۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۱ - ۸۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقھا "حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے"، لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے[1] اس لیے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لیے مفید نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں (حدیث نمبر ۳۶۳۹ تا ۳۶۴۴) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفریق کی، اور یہ موقف احناف کی دافع دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۳۶۴۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائیگا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر ہو اس لیے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا، لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسب اس وقت منتفی ہو گا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گذرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے، امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں سات دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہی فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں[2]

حدیث نمبر ۳۶۵۶ میں ہے کہ بنو فزارہ کے ایک شخص کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا اس نے اس رنگ کی وجہ سے بچہ کے نسب پر شبہ کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کے اونٹوں کا رنگ کیسا ہے اس نے کہا سرخ۔ آپ نے پوچھا کیا اس میں کوئی خاکی اونٹ بھی ہے اس نے کہا ہے! آپ نے فرمایا وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی۔ آپ نے فرمایا تمہارے بچے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہوگی۔!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(ا)۔ محض کسی بدگمانی کی بناء پر شوہر کو بچہ کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

(ب) مشابہت حجت شرعیہ نہیں ہے اور اس کا ثبوت نسب میں اعتبار نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

(ج) یہ حدیث صحت قیاس کی دلیل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگ کے مقابلہ میں انسان کے بچوں کو اونٹ کے بچوں پر قیاس کیا ہے۔

(د) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اپنے خانگی معاملات میں اپنے استاذ یا شیخ سے مشورہ کرنا چاہیے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو بغیر کسی قیاس کے بتا دیتے کہ یہ اس اعرابی کا بچہ ہے یا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیاس اس لیے فرمایا کہ مذکورہ بالا مسائل ثابت ہو جائیں اور جس وجہ سے اعرابی کو شبہ ہو رہا تھا اس کا اسی کے جواب سے ازالہ ہو جائے۔ اور اپنے علم کو ظاہر کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی سے فرمایا تھا کہ تمہارا باپ حذافہ ہی ہے۔ ایک اور شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا مولی سالم ہے۔ [1]

الحمد للہ علی احسانہ آج مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ بمطابق ۵ مئی سنہ ۱۹۸۸ء، شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث کی تصنیف مکمل ہو گئی۔ الہ العالمین شرح صحیح مسلم کی باقی جلدوں کی تصنیف کی بھی توفیق ارزانی فرما اور اس شرح کو اپنی اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول فرما اور رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کے لیے اس کی افادیت اور اس سے استفادہ کو عام کر دے۔ اے بارِ الہ! مصنف کی اس سعی کو خاص اپنی رضا کے لیے رکھ، اے اللہ! مصنف کی مغفرت فرما، جن لوگوں نے اس کارِ خیر میں مصنف کا تعاون کیا ان کی مغفرت فرما۔ اس کتاب کے قارئین اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کی مغفرت فرما۔ مصنف کے والدین، اساتذہ، کتب حدیث و تفسیر کے تمام مصنفین کی مغفرت فرما۔ تمام فقہاء، مجتہدین اور شارحین کتب حدیث کی مغفرت فرما۔ الہ العالمین دنیا و آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے۔! آمین یارب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الشافعین والمشفعین وعلی الہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰-۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزے میں انجکشن لگوانے کے حکم کے متعلق ضمیمہ

معدہ کے عمل اور انجکشن میں تقابل اور تجزیہ

اگر ڈرپ کے ذریعہ گلوکوز کا انجکشن لگوایا جائے تو انسان کے جسم میں غذا پہنچ جاتی ہے، اور اگر کیلشیم، فولاد، بی کمپلکس، یا دیگر حیاتین کے انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں وہ طاقت اور توانائی پہنچ جاتی ہے جو غذا سے مقصود ہوتی ہے، اور اگر ادویات پر مشتمل انجکشن لگوائے جائیں تو جسم میں دوا پہنچ جاتی ہے، جس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

جب ہم منہ کے ذریعہ غذا کھاتے ہیں تو وہ غذا معدہ میں پہنچ جاتی ہے اور ہضم کے مراحل طے ہونے کے بعد اس غذا سے گلوکوز بن جاتا ہے اور قدرتی نظام کے تحت وہ گلوکوز ہمارے خون میں شامل ہوجاتا ہے جس سے ہم کو طاقت اور توانائی حاصل ہوتی ہے، اور منہ کے ذریعہ ہم جو دوا کھاتے ہیں انہضام کے بعد وہ دوا بھی ہمارے خون میں شامل ہوجاتی ہے اور یہ خون سر سے پیر تک قدرتی نظام کے تحت ہمارے پورے جسم میں گردش کرتا ہے جس کی وجہ سے ہم میں حرکت اور عمل کی قوت برقرار رہتی ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ غذا کی افادیت اس پر موقوف ہے کہ وہ ہضم کے بعد گلوکوز کی شکل میں ہمارے جسم میں پہنچ جائے، ہماری غذا میں معدنیات مثلاً کیلشیم، فاسفورس، فولاد اور دیگر معدنیات ہوتے ہیں اور حیاتین بھی ہوتے ہیں انھی پر طاقت اور توانائی کا حصول موقوف ہوتا ہے، ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت یہ تمام معدنیات اور حیاتین ہمارے خون میں شامل ہوجاتے ہیں اگر ان معدنیات اور حیاتین کی مقدار خون میں کم ہوجائے تو ہم جسمانی کمزوری اور مختلف بیماریوں کا شکار ہوجاتے ہیں، پہلے ان معدنیات اور حیاتین کے حصول کا ذریعہ صرف غذا تھی اور معدہ کے عمل ہضم کے ذریعہ ان معدنیات اور حیاتین کا قدرتی نظام سے خون تک پہنچنا تھا، اسی طرح غذا سے گلوکوز کا حصول بھی معدہ کے عمل پر موقوف تھا، لیکن فرض کیجئے اگر کسی کا معدہ صحیح کام نہ کرے یا بالکل معطل ہوجائے یا اس کے منہ یا ناک یا حلق میں السر یا ناسور ہو جس کی وجہ سے غذا کو معدہ تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو پہلے اس مشکل کا کوئی حل نہ تھا لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ ان تمام مشکلات کا حل مہیا ہو گیا، اب کیمیاوی طریقوں سے گلوکوز، معدنیات اور تمام اقسام کے حیاتین بنا لیے گئے ہیں اور عمل معدہ کی وساطت کے بغیر ان کو براہ راست انجکشن کے ذریعہ خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت کر لیا گیا ہے، اس لیے اب اگر کسی شخص کا معدہ فیل ہوجائے یا کسی بیماری کی وجہ سے معدہ تک غذا نہ پہنچائی جا سکے تو انجکشن کے ذریعہ اس کو گلوکوز کی ڈرپ لگا دی جاتی ہے اور اس شخص کے جسم کو برابر غذا ملتی رہتی ہے بلکہ زیادہ سرعت اور سہولت کے ساتھ اس کے خون میں براہ راست گلوکوز شامل ہوجاتا ہے۔ یہی حال حیاتین اور معدنیات کا ہے اگر معدہ صحیح کام نہ کرتا ہو اور وہ غذا میں موجود حیاتین اور معدنیات کو حاصل نہ کر سکے اور وہ فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہوجائیں اور انسان ان کی کمی کی وجہ سے

کمزوری اور بیماری کا شکار رہو جائے تو اس کا داء مدل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ اُن مطلوبہ حیاتین اور معدنیات کو اس کے خون میں شامل کر دیا جائے۔

دَوا کے جو انجکشن دیے جاتے ہیں ان میں بھی یہی صورت حال کار فرما ہے بعض اوقات جلدی اور فوری اثر مطلوب ہوتا ہے اور منہ کے ذریعہ دَوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گذرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف موثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے اور بعض اوقات معدہ کی سستی یا ناقص کارکردگی کے باعث یہ توقع نہیں ہوتی کہ معدہ کے عمل ہضم کے بعد قدرتی نظام کے تحت وہ دَوا خون میں شامل ہو جائے گی اسی لیے ان تمام مراحل کو ترک کر کے انجکشن کے ذریعہ براہِ راست وہ دَوا خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر فقہاء کے اصول سے استدلال

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ دَوا، گلوکوز یا طاقت اور توانائی کے جو انجکشن لگائے جاتے ہیں ان انجکشنوں سے وہی مقصود حاصل ہوتا ہے جو منہ کے ذریعے دوا یا غذا کے معدہ تک پہنچنے سے حاصل ہوتا ہے بلکہ انجکشن کے ذریعہ یہ مقصد معدہ کی بہ نسبت بہت جلد اور بہ احسن وجوہ پورا ہوتا ہے، ہمارے قدیم فقہاء اور ائمہ مجتہدین نے اگر انجکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذور تھے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجکشن ایجاد نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا، پینا صورۃً ہو یا معنیً اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجکشن کے ذریعہ معنیً دوا یا غذا حاصل ہوتی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتقاض الشیء عند فوات رکنہ امر ضروری وذلک بالاکل والشرب والجماع سواء کان صورۃً ومعنیً او صورۃً لا معنیً او معنیً لا صورۃً الخ[1]

کسی چیز کے رکن کے فوت ہو جانے سے اس چیز کا ٹوٹ جانا بدیہی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا) کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ صورۃً اور معنیً ہو یا صرف صورۃً ہو معنیً نہ ہو یا صرف معنیً ہو صورۃً نہ ہو۔

نیز ہمارے فقہاء نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر یا تناسل رگڑے اور اس کو انزال ہو جائے یا اس کو بوسہ دے یا اس کو آغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے کیونکہ اس کا یہ فعل معنیً جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے قضاء شہوت ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورۃً جماع نہیں ہے اسی لیے اس پر کفارہ نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ معدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دَوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پورا ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف معنیً مفطر ہے صورۃً مفطر نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، ہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ

ولو جامع امرأته فيما دون الفرج فانزل او باشرها او قبلها او لمسها بشهوة فانزل يفسد صومه وعليه القضاء ولا كفارة عليه وكذا اذا فعل ذالك فانزلت المرأة لوجود الجماع من حيث المعنى وهو قضاء الشهوة بفعله وهو المس۔ [1]

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے فرج کے ماسوا میں جماع کیا اور اس کو انزال ہو گیا، یا اس کو لپٹایا یا اس کو بوسہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوا اور اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح اس صورت میں اگر عورت کو انزال ہو گیا (تو اس پر بھی قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے) کیونکہ یہ من حیث المعنی جماع ہے کیونکہ اس کے چھونے سے اس کی شہوت پوری ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

منافذ اصلیہ کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنیً کھانا پینا اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کے جسم کے منافذ اصلیہ (مثلاً منہ، ناک، کان اور دبر) سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جائے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معنیً کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔ [2]

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں انجکشن کی موجودہ ترقی یافتہ شکل نہیں تھی اسی لیے وہ اس حکم لگانے میں معذور تھے، ان کے زمانہ میں معدہ تک غذا پہنچنے کا معروف ذریعہ یہی منافذ اصلیہ تھے، اور کسی مصنوعی سوراخ سے خون میں دوا یا غذا پہنچانے کا ان کے زمانہ میں کوئی تصور نہ تھا، اب یہی دیکھئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک معدہ سے مثانہ میں پیشاب کا پسینہ کی طرح ترشح ہوتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک معدہ سے مثانہ کی طرف منفذ ہے [3] ظاہر ہے کہ پیٹ سے مثانہ کی طرف پیشاب آنے کا جو بھی طریقہ ہے وہ نفس الامری اور واقعی ہے اور ایک معین طریقہ ہے، وہ کسی کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے، اسی طرح علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ جوف دماغ میں دوا یا غذا پہنچنے سے روزہ اس لیے ٹوٹتا ہے کہ دماغ سے پیٹ تک ایک منفذ ہے اس لیے دماغ پیٹ کے زوایا میں سے ایک زاویہ ہے [4] حالانکہ اب تو جسم کے ایک ایک رگ و ریشہ کا مشاہدہ ہو چکا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ دماغ اور پیٹ میں کوئی منفذ نہیں ہے جس سے دماغ میں آئی ہوئی کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے یہ سب قدیم فقہاء کا ظن اور قیاس تھا، لیکن اب جبکہ جدید سائنسی طبی تحقیقات کی بنیاد پر ہر چیز کے متعلق مشاہدات پر مبنی تازہ ترین معلومات مہیا ہو گئی ہیں تو اب بھی اسی پرانی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے، ہمارے قدیم فقہاء تو روزہ کے معاملہ میں اتنے حساس اور محتاط تھے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر استنجاء کرتے وقت کسی کی انگلی تر ہوتی اور وہ زیادہ

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] اگر جوف دماغ یا جوف معدہ میں خشک دوا پہنچے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جوف معدہ یا جوف دماغ میں دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا، (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳) اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر جسم میں کسی اور جگہ تر دوا پہنچے تو اس سے کسی کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اسی پر انجکشن کو قیاس کیا جاتا ہے۔

[3] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید۔اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] " " " " ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، " " " " " "

اندر چلی گئی تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا[1] تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ گلوکوز کی ڈرپ لگوانے پر روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ نہ دیتے!

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال

یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں بغیر کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" عام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شارع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے (آنکھ میں دوا ڈالنے کو بھی اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔) یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچائی گئی تو ان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فاتيته بقرص فوضعه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذلك قبلة الصائم انما الافطار مما دخل وليس مما خرج رواه ابو يعلى۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کی ایک ٹکیا لے کر آئی، آپ نے اسے کو منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

وقال ابن عباس وعكرمة الفطر مما دخل وليس مما خرج۔[3]

حضرت ابن عباس اور عکرمہ بیان کرتے ہیں روزہ کسی چیز کے داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے خارج ہونے سے نہیں ٹوٹتا۔

حضرت ابن عباس کے اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ[4] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے[5]

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود قال: انما الوضوء مما خرج والصوم مما دخل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وضو (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو خارج ہوں اور روزہ (ٹوٹنے) کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو داخل ہوں ان سے تعلق

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۳ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ولیس مما خرج۔ [1] نہیں ہے جو خارج ہوں۔

روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

الفتاویٰ الاسلامیہ (ج ۱ ص ۸۹، ج ۵ ص ۱۷۵، مطبوعہ مصر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ۔ (ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸، مطبوعہ بیروت) اور فتاوی نوریہ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۰۷، مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اصلیہ کے علاوہ کسی اور سوراخ سے معدہ اور دماغ کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور معدنیات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ صرف معدہ کا عمل ہضم تھا اس لیے انھوں نے غذا یا دوا کے لیے معدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیمیاوی طریقوں سے معدہ کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا معروف اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بہ طریق اولیٰ لگاتے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ پہلے صرف ہوا کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچنے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دور تک آواز پہنچانے کا ذریعہ دریافت ہو گیا، اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے لیکن متاخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا دوربین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جانے لگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اب ریل اور ہوائی جہاز سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواریوں میں مشترک ہے اسی طرح معدہ میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجکشن کے ذریعہ بدرجہ اتم پورا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مباحث کفو کے متعلق ضمیمہ

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے متعلق میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ایک طویل بحث لکھی تھی، سو سے اتفاق سے اس میں مجھ سے کچھ تسامح ہو گئے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے غلطی سے ہاشمی لکھ دیا تھا، اسی طرح مبسوط کے ایک حوالے میں بھی تسامح ہو گیا تھا اور دو جگہ عبارات مضطرب اور متعارض تھیں، بہر حال خطاء اور نسیان سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبرأ اور منزہ ہے اور یا پھر انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ معصوم ہیں، الحمد للہ غلطی سے رجوع کرنے میں میرا نفس کبھی حجاب نہیں بنا، اس بحث میں کتابت کی بعض اغلاط بھی رہ گئی تھیں، ان تمام چیزوں کی اس ایڈیشن میں اصلاح کر دی گئی ہے، اور میں ان احباب اور دوستوں کا ممنون ہوں جنھوں نے مجھے ان مسامحات کی طرف متوجہ کیا، اور صاحبانِ علم سے التماس ہے کہ اگر انھیں کوئی اور غلط بات نظر آئے تو مجھے اس غلطی سے مطلع کریں، میں جس مسئلہ میں بھی کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو اس کی بنیاد قرآن مجید اور احادیث رسول ہیں اور اجماع اور قیاس سے بھی استدلال کرتا ہوں، تاہم بالفرض اگر کسی مسئلہ میں میری رائے قرآن، حدیث یا اجماع مجتہدین کے خلاف ہو تو میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع مجتہدین ہے۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر میں نے جن وجوہ سے استدلال کیا تھا، بعض اہل علم نے ان وجوہ پر کچھ مناقشات وارد کیے ہیں میں اس ضمیمہ میں ان مناقشات کے جوابات لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مجھے حق اور صواب لکھنے کی توفیق دے، اور پڑھنے والوں کو حق اور صداقت کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

واحل لکم ما وراء ذالکم۔ (نسا ۲۴)

اور ان (محرمات) کے علاوہ سب عورتیں تم پر حلال کی گئیں۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ ما کا وضع عموم کے لیے ہے، اس لیے اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لڑکی غیر کفو میں ہو اس سے نکاح کرنا بھی حلال ہے کیونکہ وہ ان محرمات کے علاوہ ہے، اس استدلال پر یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ اس آیت میں

سہ۔ ان مسائل سے مراد عصری مسائل ہیں، امام ابوحنیفہ جن مسائل کا استنباط کر چکے ہیں وہ مفروغ عنہا ہیں، البتہ امام ابوحنیفہ سے جن مسائل میں دیگر اکابر احناف نے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے ان کا معاملہ الگ ہے، یا جن مسائل میں ضرورت کی بنا پر دوسرے ائمہ کے اقوال پر فتویٰ دیا گیا ہے ان کا معاملہ بھی جدا ہے۔

صرف دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع نہیں فرمایا لہٰذا اس استدلال کی رُو سے ان کو نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہونا چاہیے، حالانکہ احادیث میں ان کو نکاح میں جمع کرنے کی بھی ممانعت ہے، اسی طرح اس آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کو حرام فرمایا ہے، حالانکہ رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی رضاعی پھوپھی اور رضاعی بھانجی سے بھی احادیث میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے اور جب اس عام سے اتنی چیزوں کی تخصیص کر لی گئی تو پھر یہ عام نہ رہا اور اس سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال صحیح نہ ہوا۔

امام رازی نے اس اشکال کے دو جواب دیے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کی حرمت دائمی اور ابدی ہے اور جن عورتوں کی حرمت کسی امر عارض کی وجہ سے لاحق ہوئی ان کو بیان نہیں کیا، مثلاً کسی لڑکی اور اس کی خالہ سے الگ الگ نکاح کرنا جائز تھا، حرمت اس اجتماع کی وجہ سے عارض ہوئی، اسی طرح جو عورت عدت میں ہے یا جو مطلقہ ثلاثہ ہے یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا یا آزاد عورت کے اوپر لونڈی سے نکاح کرنا، ان سب سے ایک امر عارض کی بنا پر نکاح حرام ہوا فی نفسہ ان سب سے نکاح جائز تھا، اور ان سب کی حرمت کی وجوہ قرآن اور سنت میں بیان کر دی گئی ہیں، اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے دائماً نکاح حرام ہے اس لیے اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ خالہ اور بھانجی وغیرہ کو جمع کرنے کی ممانعت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں داخل ہے کیونکہ جمع کرنے کی ممانعت کی علت دونوں میں مشترک ہے کیونکہ بہنوں میں فطرۃً قرابت اور محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی سوکن ہونا اس قرابت کے منافی ہے، اسی طرح خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کی قرابت بھی سوکنا پے کے منافی ہے۔ [1]

امام رازی نے رضاعت کا اشکال نہیں وارد کیا کیونکہ اس کے بھی یہی دو جواب ہیں رضاعت کے رشتوں میں دائمی اور ابدی حرمت نہیں ہوتی بلکہ رضاعت عارض ہونے کی وجہ سے حرمت لاحق ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اگر کسی عورت کا دودھ نہ پیتا تو فی نفسہ وہ عورت اس پر حرام نہیں تھی، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کی حرمت بیان کی ہے، اور باقی رضاعی محرمات بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ حرمت کی علت یعنی رضاعت ان سب میں مشترک ہے لہٰذا اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہ رہا۔

امام رازی نے پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے، اس جواب میں یہ خامی ہے کہ اس آیت میں رضاعی رشتہ دار عورتوں اور دو بہنوں کے اجتماع کی حرمت کو بھی بیان کیا ہے جن میں رضاعت اور اجتماع کی وجہ سے حرمت عارض ہوتی ہے، اس وجہ سے دوسرے مفسرین نے صرف دوسرے جواب کو اختیار کیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں

ماوراء ذالکم میں اسم اشارہ کو اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ وہ حرمت کے حکم کی علت کے اشتراک پر دلالت کرے،

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲ ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اسی طرح ہر ان دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو، جیسا کہ کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے (حرمت کی علت دو قرابت داروں کا اجتماع ہے، اور وہ جمع بین الاختین سے مستفاد ہے اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی وغیرہ کا اعتراض بھی نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حرمت کی علت رضاعت ہے اور وہ رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت سے مستفاد ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) کیونکہ ان کی تحریم اس آیت میں بہ طریق دلالت داخل ہے جیسا کہ بعض محققین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس عام کی کتاب اور سنت سے تخصیص مشہور ہے۔ [1]

علامہ نیشاپوری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، عام ازیں کہ ان مذکورہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت قول صریح کے ساتھ مذکور ہو، یا ظاہر دلالت کے ساتھ یا خفی دلالت کے ساتھ، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے ساتھ، جیسا کہ ہم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں کہا ہے کہ: (پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا منع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن میں قرابت یا رضاعت ہو ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کر لیا جائے اور ان میں نکاح حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔)

اس قاعدہ سے اس آیت میں حسب ذیل تخصیصات داخل ہیں:

(۱)۔ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔

(۲)۔ حربیہ اور مرتدہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن الآیۃ۔

(۳)۔ معتدہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والمطلقات یتربصن الآیۃ۔

(۴)۔ جس شخص کے نکاح میں آزاد عورت ہو وہ اس کے اوپر باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یہ بالاتفاق ہے۔

(۵)۔ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو وہ باندی سے نکاح نہیں کر سکتا، یہ امام شافعی کے نزدیک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن لم یستطع منکم طولا الآیۃ۔

(۶)۔ چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مثنی وثلاث وربع الآیۃ۔

(۷) جس عورت سے لعان کیا ہو، اس سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المتلاعنان لا یجتمعان ابدا۔ آپس میں لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ [2]

احادیث میں جن رضاعی رشتوں کی تحریم بیان کی گئی ہے اور جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کی تحریم بھی ان ممنوعہ عورتوں میں داخل ہے۔

---

[1]: علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2]: علامہ نظام الدین الحسن بن محمد الحسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، غرائب القرآن ج ۵ ص ۱۴، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا

اب یہ بات بحث طلب ہے کہ جب اس عام سے ان معلوم، محدود اور متعین افراد کی تخصیص کر لی گئی تو اب یہ آیت عام کے باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہے یا نہیں؟ اور اب اس آیت کے عموم سے استدلال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ سو ہر چند کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک جس عام سے معلوم اور متعین افراد خاص کیے گئے ہوں وہ اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے، اور بعض فقہاء احناف کے نزدیک یہ حجت قطعی ہے اور اس کے عموم سے استدلال کرنا قطعاً جائز اور احناف کے ہاں معمول بہ ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

والصحیح عندی ان المذهب عند علمائنا رحمهم الله فی العام اذا لحقه خصوص یبقی حجة فیما وراء المخصوص سواء کان المخصوص مجهولا او معلوما الا ان فیه شبهة حتی لا یکون موجبا قطعا و یقینا۔ [1]

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عام کو خصوص لاحق ہو جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے خواہ وہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول، البتہ اس استدلال میں (یہ) شبہ ہے (کہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی اور بھی خاص کیا گیا ہو) اس لیے اس سے ثابت ہونے والا حکم قطعی اور یقینی نہیں ہوگا (کہ اس کا انکار کفر ہو، بلکہ ظنی حکم ہوگا)

اس کے بعد علامہ سرخسی نے اس قسم کے عموم کی متعدد مثالیں دی ہیں جن میں امام ابوحنیفہ نے تخصیص کے بعد عموم سے استدلال کیا ہے، یہ خیال رہے کہ جس عموم میں ہماری بحث ہے اس میں مخصوص مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم اور متعین ہے کیونکہ ان محرمات کا قرآن اور سنت میں بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

جن عورتوں کا سورۂ نساء کی اس آیت میں صراحۃً ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ قرآن اور سنت میں جن کی تحریم آئی ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں: وہ رضاعی رشتہ دار عورتیں جن سے نسباً نکاح حرام ہے، خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کا اجتماع، مطلقہ ثلاثہ، معتدہ، چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی، آزاد منکوحہ کے اوپر باندی سے نکاح کرنا اور جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، مشرکہ اور مرتدہ قرآن اور سنت میں ان معلوم اور متعین عورتوں سے نکاح کو حرام کیا گیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اور جب عام کے عموم سے معلوم اور متعین افراد کا استثناء کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کے عموم سے استدلال کرنا حجت قطعی ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وان خص منه شیء معلوم فانه یبقی موجبا للحکم فیما وراء المخصوص قطعا۔ [2]

اگر عام سے معلوم افراد کو خاص کیا جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں حکم قطعی کا موجب ہوتا ہے۔

علامہ فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۹۰ھ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] ۔ " " " " ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، " " " "

وقال بعضہم ان کان المخصوص معلوماً بقی العام فیما وراءہ علی ما کان (الی قولہ) والصحیح من مذھبہ ان العام یبقی حجۃ بعد الخصوص معلوما کان المخصوص او مجھولا الا ان فیہ ضرب شبھۃ۔ [1]

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر مخصوص معلوم ہو تو عام باقی افراد میں حسب سابق حجت ہوتا ہے۔ اور صحیح مذہب یہ ہے کہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول عام باقی افراد میں حجت ہوتا ہے لیکن یہ حجت ظنی ہوتی ہے۔

صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

وھوای العام حجۃ بلا شبھۃ فیہ ای فی الباقی وھٰذا اذا کان الاستثناء معلوما اما اذا کان مجھولاً فلا۔ [2]

عام باقی افراد میں حجت قطعی ہوتا ہے، یہ اس وقت ہے جب کہ مستثنیٰ معلوم ہو اور اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو پھر حجت قطعی نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

جب عام سے متعین افراد کو خاص کیا جائے تو اس کے باقی افراد متعین ہو جاتے ہیں اس کی نظیر یہ ہے کہ جب سو سے دس نکالے گئے تو نوے متعین ہو گئے اور جب سو سے بیس نکالے گئے تو اسی متعین ہو گئے اسی طرح جب مشرکین سے اہل ذمہ نکالے گئے تو ان کے غیر متعین ہو گئے۔ [3]

بحر العلوم مولانا عبد العلی مسلم الثبوت کی شرح میں مزج کر کے لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ وہ عام جو کسی مبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو حجۃ ظنیہ ہوتا ہے، البتہ اکثر احناف کے نزدیک اگر وہ عام غیر مستقل مبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو تو پھر وہ حجۃ قطعیہ ہوتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس عام سے استدلال کیا ہے جس کی مبین کے ساتھ تخصیص کی گئی تھی۔ جیسا کہ صحابہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (نساء: ۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (حصوں کے) متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے دو حصوں کے برابر ہے"

اس آیت کا عموم حجت قطعیہ ہے حالانکہ یہ عموم قاتل، غلام اور کافر سے مخصوص ہے اور اگر مورث کافر ہو تو مسلمان سے مخصوص ہے، اسی طرح او ما ملکت ایمانھم (مومنون: ۶) اس آیت میں ہر باندی سے وطی کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ باندی اس کی رضاعی بہن ہو تو پھر اجازت نہیں، نیز وقاتلوا المشرکین کافۃ (توبہ: ۳۶) "اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو" یہ آیت بھی اپنے عموم کے اعتبار سے حجت قطعیہ ہے، حالانکہ یہ آیت بھی متامن اور اہل ذمہ وغیرہ سے مخصوص ہے، ان آیات کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے حالانکہ ان آیات میں بھی تخصیص کی گئی ہے۔ [4]

ہم نے اصولیین کی تصریحات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ تخصیص کے بعد بھی عام حجت ہوتا ہے اور جب اس عام کا مخصص

---

[1] علامہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ، توضیح علی ہامش التلویح ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ الکبری مصر

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، تلویح ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ الکبری مصر

[4] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ فواتح الرحموت ج ۱ ص ۳۰۸، مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۲۹۴ھ

معلوم ہو تو محققین کے نزدیک وہ حجت قطعی ہے اور جمہور کے نزدیک حجت ظنی ہے، اب ہم پہلے اس پر تصریح پیش کریں گے کہ یہ آیت عام ہے اور پھر اس آیت کے عموم سے استدلال کی مثال پیش کریں گے۔

احل لکم ماوراء ذالکم میں ما کا عموم

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی احل لکم ماوراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابوبکر ھو عام فیما عدا المحرمات فی الآیۃ وفی سنۃ النبی۔ [1]

ابوبکر رازی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور سنت میں مذکور محرمات کے ماسوا میں یہ آیت عام ہے۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

واحل لکم ماوراء ذالکم ورد بلفظ العموم لکن العموم دخلہ التخصیص۔ [2]

"احل لکم ماوراء ذالکم" میں لفظ عموم ہے لیکن اس عموم میں (قرآن اور سنت سے) تخصیص داخل ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی احل لکم ماوراء ذالکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھذا عموم متفق علیہ۔ [3]

یہ عموم سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

احل لکم ماوراء ذالکم کے عموم سے فقہاء کا استدلال

ہمارے فقہاء نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح جائز ہے، کیونکہ محرمات مذکورہ کے ماسوا عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے اور زنا سے حاملہ عورت بھی محرمات مذکورہ کے ماسوا ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنا حلال ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

فان تزوج حبلی من زنا جاز النکاح ولا یطئوھا حتی تضع حملھا وھذا عند ابی حنیفۃ و محمد وقال ابو یوسف رحمہ اللہ النکاح فاسد (الی قولہ) ولھما انھا من المحللات بالنص۔ [4]

اگر کسی شخص نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے مگر اس سے وضع حمل تک مباشرت نہ کرے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ عورت نص قرآن سے حلال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے اس کی شرح میں اس نص قرآن کو بیان فرمایا ہے:

واستدل المصنف بعموم واحل لکم ماوراء ذالکم۔ [5]

مصنف (علامہ المرغینانی) نے واحل لکم ماوراء ذالکم سے استدلال کیا ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۸۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[5] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اسی طرح علامہ بدر الدین عینی محللات بالنص کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھو قولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم وکل من کانت کذالک جائز نکاحھا۔ [1]

اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔ اور جو عورت بھی ان محرمات کے ماسوا ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے۔

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی نے بھی اس آیت سے زانیہ حاملہ اور وطی شدہ باندی کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

ولھما انھما من المحللات بالنص۔ [2]

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ زنا سے حاملہ اور وطی شدہ باندی نص قرآن سے حلال ہیں اور وہ نص ہے: احل لکم ما وراء ذالکم۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کے عموم سے حاملہ زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

فاما تحریمھا علی الاطلاق فلا یصح لقول اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم۔ [3]

زانیہ حاملہ کا علی الاطلاق حرام ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واحل لکم ما وراء ذالکم

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی نے بھی اس آیت کے عموم سے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

وان زنی بامرأۃ لم یحرم علیہ نکاحھا لقولہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذالکم۔ [4]

اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس عورت کے ساتھ اس کا نکاح حرام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔

فقہاء احناف میں سے علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) علامہ ابن ہمام، علامہ عینی اور علامہ ابن نجیم ان سب نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی اور فقہاء شافعیہ میں سے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم۔ کے عموم سے استدلال کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہایت قوی استدلال ہے جس سے حنفی، شافعی اور حنبلی سب ہی فقہاء استدلال کرتے ہیں، لہٰذا ہمارا استدلال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ قرآن اور سنت میں جن محرمات کا بیان کیا گیا ہے غیر کفو ان کے ماسوا ہے اور ان محرمات کے ماسوا سے نکاح حلال ہے لہٰذا غیر کفو سے بھی نکاح حلال ہے، فتفکر و تشکر۔

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۱۶ ص ۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال

قرآن کریم کی دوسری جس آیت سے ہم نے غیر کفو

میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و رباع۔ (نساء:۳)

جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو، دو، دو سے، تین، تین سے اور چار، چار سے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن عائشۃ والحسن وابی مالک ما احل لکم[1]

حضرت عائشہ، حسن بصری اور ابو مالک سے مروی ہے کہ جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان سے نکاح کرو۔

ہمارے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ یہاں بھی ما عموم کے لیے ہے یعنی قرآن اور سنت میں جن محرمات کو بیان کیا گیا ہے ان کے ماسوا ہر پسندیدہ عورت کیساتھ نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، اور غیر کفو بھی قرآن اور سنت کے محرمات کے ماسوا میں ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، ہمارے فقہاء نے اس آیت میں بھی لفظ ما کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

واما قولہ تعالیٰ والزانیۃ لا ینکحھا الا زان فمنسوخ بایۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔[2]

اللہ تعالیٰ کا قول والزانیۃ لا ینکحھا الا زان قرآن مجید کی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے منسوخ ہے۔

اور یہ آیت اسی وقت منسوخ قرار پائے گی جب ما طاب لکم میں ما عموم کے لیے ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

ہم نے قرآن مجید کی اس آیت سے

بھی استدلال کیا ہے:

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات:۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقعے پر یہ آیت نازل ہوئی، اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، الآیۃ

زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الی قولہ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

امام ابن مردویہ، امام بیہقی نے شعب الایمان امام عبد بن حمید، امام ترمذی اور دیگر محدثین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور اپنی ڈھال سے ارکان (رکن یمانی اور حجر اسود) کو تعظیم دے رہے تھے جب آپ نکلے تو آپ کو اونٹنی بٹھانے کی جگہ نہیں ملی، آپ لوگوں کے ہاتھوں پر اترے، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے تم سے جاہلیت کا حصہ اور تکبر دور کر دیا۔ اے لوگو! لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک اور پرہیزگار یہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہیں، بدکار اور شقی یہ اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا، (اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا الآیۃ) میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں اور اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں (جامع ترمذی ص ۵۵۸، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶ طبع بیروت)

امام بیہقی اور امام ابن مردویہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں ہمیں الوداعی خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! سنو تمہارا رب واحد ہے، کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر، فضیلت صرف تقویٰ سے ہے (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم)۔ سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا سو حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۱ طبع بیروت شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹ طبع بیروت، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴ طبع بیروت، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام بیہقی نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے، تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو جس طرح دو صاع برابر برابر ہوتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو پس تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکیوں کا) نکاح کر دو، اس حدیث کو امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے لیکن امام احمد کی روایت میں "تمہارے پاس جو بھی آئے" یہ الفاظ نہیں ہیں، (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹-۲۸۸، طبع بیروت)۔

ے۔ حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام بزار نے اس حدیث کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)

امام بزار نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا، جو قوم اپنے باپ دادا پر فخر کرتی ہے وہ اس سے باز آجائے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریوں مکوڑوں سے زیادہ ذلیل ہو گی (جامع ترمذی ص ۵۵۸، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۷، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵)

امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے لوگو! ایک نسب میں نے بنایا ہے اور ایک نسب تم نے بنایا ہے، میں نے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا اس کو کیا جو سب سے زیادہ متقی ہو، تم نے اس کا انکار کیا اور تم نے صرف یہ کہا کہ فلاں بن فلاں اور فلاں، فلاں سے زیادہ عزت والا ہے! اور آج کے دن میں (اپنے بنائے ہوئے) نسب کو بلند کروں گا اور تمہارے نسب کو پست کر دوں گا، سنو میرے دوست وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے اور پرہیزگار ہیں، اس حدیث کی مثل کو خطیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ [1] (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴)۔

یہ تمام احادیث علامہ آلوسی نے روح المعانی میں بیان کی ہیں اور ہم نے اہل علم کی ضیافت کے لیے اصل کتب حدیث سے ان کے حوالہ جات بیان کر دیے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ سیوطی نے بھی ان تمام احادیث کو بیان کیا ہے جن کا علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے۔ [2]

سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۴ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

میں یہ کہتا ہوں کہ صحیح یہ ہے کہ عزت اور شرف عمل کرنے والوں کے لیے ہے خواہ وہ قریش سے ہوں یا غیر قریش سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی جہاد سے واپس آئے تو آپ نے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور فرمایا: اے فاطمہ! اپنے نفس کو اللہ سے خرید لو، کیونکہ میں (بغیر اذن الٰہی کے) تم کو اللہ کی طرف سے کسی چیز سے مستغنی نہیں کر سکتا، اور اسی قسم کے کلمات آپ نے اپنی ازواج مطہرات اور (دیگر) ذریت سے بھی کہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے لوگوں سے بنو ہاشم افضل نہیں ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے قریش افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ میری امت کے لوگوں سے انصار افضل ہیں، میری امت کے لوگوں سے پرہیزگار افضل ہیں، اور نہ موالی میری امت کے لوگوں سے افضل ہیں، میری امت کے لوگوں میں سے پرہیزگار افضل ہیں، تم صرف ایک مرد اور ایک عورت سے ہو، تم سب صاع کے پیمانے کی طرح برابر سرابر ہو، اور کسی شخص کو کسی دوسرے شخص پر تقویٰ کے علاوہ اور کسی چیز سے فضیلت نہیں ہے۔ [3]

علامہ قرطبی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۲-۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۹۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

کے دن میرے اولیاء پرہیزگار لوگ ہوں گے" الحدیث، اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے باپ کی آل میرے اولیاء نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور نیک مسلمان ہیں۔ [1]

علامہ قرطبی نکاح میں کفاءۃ کے شرط نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت الزبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ (یہ غیر قرشی تھے)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف (قرشی) کی بہن حضرت بلال کے عقد میں تھیں؛ اور حضرت زینب بنت جحش حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آزاد شدہ غلاموں سے عرب عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اور کفاءۃ کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (الی قولہ) حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو انھوں نے منظور کر لیا، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو ان پر یہ امر دشوار ہوا، پھر حضرت عمر نے خود حضرت سلمان سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت سلمان نے نکاح نہیں کیا، حضرت بلال نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ مانگا، اس کے بھائیوں نے انکار کیا، حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بنو بکیر سے کیا سانحہ پیش آیا! میں نے ان کی بہن کا رشتہ مانگا انھوں نے مجھے انکار کر دیا اور مجھ کو اذیت دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی وجہ سے غضب ناک ہوتے، یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی تو وہ ان کی بہن کے پاس گئے اور کہا تمہاری وجہ سے ہمیں کیسی پریشانی ہوئی ہے، ان کی بہن نے کہا میرا معاملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے، پھر انھوں نے اس کا نکاح کر دیا، اور جب ابو ہند نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "ابو ہند سے نکاح کرو اور اس کی طرف رشتہ کرو" حالانکہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا، اور امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا جو فصد لگاتا تھا، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنے سے خوش ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تصویر بنائی ہو وہ ابو ہند کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بنو بیاضہ سے) فرمایا اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ [2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے بھی اس آیت سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے جس کو ہم ان شاء اللہ عنقریب مستقل عنوان کے تحت پیش کریں گے۔

غیر کفو سے لڑکیوں کو رشتہ میں لینا اور لڑکیاں دینے سے انکار کرنا مسلمانوں کو اہل کتاب کے حکم میں کرنا ہے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷، " "

بعض سادات کرام یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً حرام ہے، میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ آپ عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا تو جائز سمجھتے ہیں، اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح ناجائز کہتے ہیں، اس طرح آپ نے عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر دیا ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن یہود و نصاریٰ سے مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے سو اسی طرح آپ بھی عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کو جائز اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں۔ اس طرح آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی عظیم اکثریت اور تمام غیر سادات مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر ڈالا! خدارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین کے مساوی نہ کیجئے، اپنے نیازمندوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کیجئے! افنجعل المسلمین کالمجرمین ○ مالکم کیف تحکمون (قلم: ۳۶-۳۵)

چند ضعیف روایات سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال اور ان کے جوابات!

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن ابراهیم بن محمد بن طلحة قال: قال عمر بن الخطاب لامنعن فروج ذوات الاحساب الامن الاکفاء[1]

عبدالرزاق، ثوری، حبیب بن ابی ثابت، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اس لیے اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا حضرت عمر سے سماع نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

روی عن عمر بن الخطاب ولم یدرکہ۔[2]

اس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی اور ان کو نہیں پایا۔

اس روایت کی یہ سند بھی ہے:

عبد الرزاق عن ابن جریج قال: وزعم ابن شهاب ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر: والذی نفس عمر بیدہ لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من ذوی الاحساب فان الاعراب اذا کان الجدب فلا نکاح

عبدالرزاق، ابن جریج، ابن شہاب کا زعم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر فرمایا: جس ذات کے قبضہ و قدرت میں عمر کی جان ہے، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو معزز خاندان کے سوا نکاح کرنے سے ضرور منع کروں گا۔ کیونکہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو دیہاتی لوگ نکاح نہیں کرتے اور حضرت عمر

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ ۱۳۴۶ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،

[3] ۔ خون کے رشتہ سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو نسبی فضیلت کہتے ہیں اور کسب کمال سے جو فضیلت حاصل ہو اس کو حسب کہتے ہیں مثلاً سید ہونا نسب ہے اور عالم ہونا حسب ہے۔

لهم وذكر لهم شيئا۔ [1]

نے ان کے کچھ واقعات بیان کیے۔

اس روایت کی بناء پر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کے قائل نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، ابن شہاب زہری نے حضرت عمر تو کجا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا نہ ان سے سماع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وعن احمد قال لم يسمع الزهري من عبد الله بن عمر وقال ابو حاتم لا يصح سماعه من ابن عمر ولا راٰه۔ [2]

امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سماع نہیں کیا، اور ابو حاتم نے کہا ان کا حضرت ابن عمر سے سماع نہیں ہے اور نہ انھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

اسی حدیث کی یہ سند بھی پیش کی جاتی ہے:

محمد قال: اخبرنا ابو حنيفة عن رجل عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انه قال لامنعن فروج ذوات الاحساب الامن الاكفاء۔ [3]

محمد، ابوحنیفہ، ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انہوں نے کہا میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

باوجود اس کے کہ اس روایت کی سند منقطع اور مجہول ہے یہ اس لیے شاذ اور غیر معتبر ہے کہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاشمی خاتون حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عقد کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں [4] اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ (مبسوط ج ۵ ص ۲۳، شرح المہذب ج ۱۶ ص ۱۸۶، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷)

نیز علامہ بدرالدین عینی حنفی، علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابی مالکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں کفاءۃ کی شرط کے قائل نہیں تھے، اب ہم ان علماء کی مفصل عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے اس مسئلہ کے دوسرے پہلوؤں پر بھی وافر روشنی پڑے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ ..... دین میں کفو یہ ہے کہ سب مساوی ہوں اگرچہ لوگوں کے درمیان نسب میں تفاضل ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ جو شرف نسب پر فخر کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی صلاح سے منسوخ کر دیا اور فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"۔ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کفاءۃ کا کس چیز میں اعتبار ہے، امام مالک

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے کہا ہے کہ کفاءۃ کا صرف دین میں اعتبار ہے اور کسی چیز میں کفاءۃ کا اعتبار نہیں ہے اور بعض مسلمان بعض کے کفو ہیں، اس لیے عربی اور مولیٰ کا قرشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز اور ابن سیرین سے یہی مروی ہے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" سے استدلال کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ "دیندار کو لازماً اختیار کرو" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا تھا کہ اپنی صاحبزادی کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کر دو، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے" اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو" امام ابو حنیفہ نے کہا کہ بعض قریش بعض کے کفو ہیں، اور کوئی عرب قرشی کا کفو نہیں ہے اور نہ کوئی آزاد شدہ غلام عرب کا کفو ہے، اور نہ اس کا کفو ہے جس کے پاس مہر اور نفقہ ہو، تلویح میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لیے نافع کی اس مرفوع روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ "بعض قریش بعض کے کفو ہیں ماسوا حجلاً ہے اور فصد لگانے والے کے" ابو حاتم کے بیٹے نے اس حدیث کے متعلق ابو حاتم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث منکر ہے، ہشام رازی نے اس حدیث کو روایت کیا اور زنگریز کے لفظ کا اضافہ کر دیا، حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ حدیث روایت کی "بعض عرب بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا، مرد، مرد کا، آزاد شدہ غلام بعض، بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا اور مرد، مرد کا ماسوا حجلاہ اور فصد لگانے والے کے، صاحب تنقیح نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، بیہقی اور ابو یعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث منکر موضوع ہے، ابن جریج نے ابن طیلکہ کی سند سے اس کی مثل کو روایت کیا، وہ ابن جریج سے صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے اس کو کتاب الضعفاء میں روایت کیا اور اس کو ابن ابی الفضل کی وجہ سے معلل قرار دیا اور کہا کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا ہے اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، محدثین نے کہا کہ کفاءۃ کے متعلق اکثر ایسی احادیث ہیں جو حجت نہیں ہیں، ان میں قدرے بہتر سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے، اور جب بے نکاح عورت کا کفو مل جائے، امام ترمذی نے کہا یہ غریب ہے اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے، اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا[1] (میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کے مقابلہ میں حاکم کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد (کی دوسری روایت) اور اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ شرط نہیں ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی مسلک ہے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۱۸۷، ۱۸۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو" اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کا نکاح سالم سے کر دیا اور وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، نیز امام بخاری نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ سے نکاح کر لیں، اور انھوں نے آپ کے حکم سے وہ نکاح کر لیا۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے، اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ سرخ رنگ کا رومی ہو یا سیاہ رنگ کا حبشی۔[1]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ کفاءۃ صرف دین میں ہے، اور بعض مسلمان بعض مسلمانوں کے کفو ہیں حتیٰ کہ آزاد شدہ غلام قرشیہ کا کفو ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے اس کی مثل مروی ہے۔[2]

بعض اہل علم نے یہ شبہ وارد کیا ہے کہ علامہ ابن قدامہ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

ابو اسحاق ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان (فارسی) اور حضرت جریر ایک سفر میں تھے، نماز کی اقامت کی گئی، حضرت جریر نے سلمان سے کہا آپ آگے بڑھیے، حضرت سلمان (فارسی) نے کہا بلکہ آپ آگے بڑھیے، آپ گروہ عرب ہیں، آپ کی نماز میں کوئی آپ کا امام ہو، نہ آپ کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ کو آپ لوگوں یعنی عربوں میں رکھا ہے۔[3]

علامہ ابن قدامہ نے اس اثر کا حوالہ نہیں دیا، ابو اسحاق ہمدانی کا تذکرہ ہمیں اسماء رجال کی معروف کتابوں (مثلاً تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، خلاصۃ تذہیب الکمال، کتاب الجرح والتعدیل وغیرہ) میں نہیں ملا، اس کے علاوہ یہ اثر آثار صحیحہ کے معارض ہے، کیونکہ مبسوط، عمدۃ القاری اور شرح المہذب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت ابوبکر سے رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور امام احمد کا صحیح قول یہی ہے کہ کفو میں نسب شرط نہیں ہے اور امامت میں کفو کی شرط کا کوئی قائل نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے یہ کلام تواضعاً کہا اور یا یہ اولویت پر محمول ہے۔

حاکم نیشاپوری کا تساہل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو، خود بھی کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو"

ہم نے اس حدیث کے بارے میں لکھا تھا کہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حارث سے مروی ہے اور وہ متہم ہے اور عکرمہ نے اس کی متابعت

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کی ہے اور اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [1]

بعض اہل علم نے ہماری اس عبارت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب حاکم متساہل ہیں تو پھر کسی جگہ بھی حاکم کی روایات سے استدلال نہ کریں، حالانکہ آپ نے اپنی کتاب میں بہت جگہ حاکم کی روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کو دوسرے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہو وہاں حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے نہ یہ کہ حاکم مطلقاً ساقط الاعتبار ہیں: دیکھئے حافظ زیلعی لکھتے ہیں:

واستدل ابن الجوزی فی التحقیق علی اشتراطها لحدیث عائشة انه علیه السلام قال تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وهذا روی من حدیث عائشة، ومن حدیث انس ومن حدیث عمر بن الخطاب کلها ضعیفة۔ [2]

ابن الجوزی نے تحقیق میں کفو کی شرط پر حدیث عائشہ سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی اولاد کے لیے رشتہ پسند کرو اور ان کا کفو میں نکاح کرو" یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت عمر بن الخطاب سے بھی مروی ہے اور اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔

اب ہم اہل علم کی ضیافت کے لیے اس پر چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں کہ حاکم میشا پوری تصحیح حدیث میں متساہل ہیں:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

واعتنی الحاکم بضبط الزائد علیهما وهو متساهل فما صححه ولم نجد فیه لغیره من المعتمدین تصحیحًا ولا تضعیفا حکمنا بانه حسن الا ان یظهر فیه علة توجب ضعفه۔ [3]

حاکم نے صحیحین پر احادیث زائد کرنے کا اہتمام کیا، لیکن وہ متساہل ہیں، جس حدیث کو انھوں نے صحیح قرار دیا اور ہم کو اس حدیث کے متعلق دوسرے معتمد محدثین کی تصحیح یا تضعیف نہیں ملی تو ہم اس حدیث کو حسن قرار دیں گے، ہاں اگر اس حدیث میں کوئی ایسی علت ہو جو اس کے ضعف کی موجب ہو تو پھر اس کو ضعیف قرار دیا جائے گا۔

علامہ سیوطی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ذہبی نے حاکم کی مستدرک کی تلخیص کی ہے اور اس میں مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو منکر اور ضعیف قرار دیا ہے، نیز انھوں نے ایک رسالہ میں مستدرک کی سو ایسی احادیث کو جمع کیا ہے جو موضوع ہیں۔ ابو سعید العلائی نے کہا ہے میں نے حاکم کی مستدرک کا اول سے لے کر آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا یہ علائی کا غلو اور مبالغہ ہے ورنہ اس میں صحیحین کی شرط پر بہت سی احادیث ہیں، اور بعض احادیث امام بخاری اور امام مسلم میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور ان کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہوگا، اور چوتھائی کتاب میں صحیح احادیث ہیں، اور ان میں کچھ خلل بھی ہے، یا کوئی علت ہے، اور باقی ایک چوتھائی میں منکر، ضعیف اور غیر صحیح احادیث ہیں اور ان میں کچھ

---

[1] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] ۔ علامہ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۷۔۱۰۵، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ، ۱۳۹۲ھ

موضوع بھی ہیں۔

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا: حاکم سے تساہل اس لیے واقع ہوا کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا پھر اس پر نظر ثانی کرنا چاہی مگر موت نے ان کو مہلت نہ دی۔ [1]

امام ذہبی لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستدرک میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحت کی شرط پر نہیں ہیں بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں، جن کو مستدرک سے نکالنا چاہیے تھا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نقل کرتے ہیں:

تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تمہیں علم ہے کہ ائمہ حدیث کے نزدیک حاکم کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا جاتا۔ [4]

ضعیف احادیث سے استدلال کر کے کسی حلال کو حرام کرنا بالاتفاق جائز نہیں

نکاح میں کفو کا اعتبار کرنے کے سلسلہ میں دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں ایک حضرت جابر سے مروی ہے کہ نکاح صرف کفو میں کیا جائے، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے اور محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے، دوسری حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ کفو میں نکاح کرو اور کفو میں رشتہ دو، یہ حدیث کئی اسانید سے مروی ہے اور اس کی ہر سند ضعیف ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک قول منسوب ہے کہ میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا، اس اثر کی بھی کئی اسانید ہیں اور ہر سند ضعیف ہے، ان کے ضعف پر ہم مفصل بحث کر چکے ہیں۔

جو بزرگ سیدہ کا نکاح غیر سید سے حرام قرار دیتے ہیں وہ انہی ضعیف احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اب بحث طلب امر یہ ہے کہ کیا ضعیف احادیث کی بنا پر کسی حلال کو حرام قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں، ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ، ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابو عبداللہ شمس الدین محمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابوذکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے؟ سعیدی غفرلہٗ) [1]

امام ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیت سے متعلق نہ ہوں، مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمان بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے بہ شرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ [3]

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔ [4]

ڈاکٹر محمد ظحان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ [5]

---

[1] حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۳۲-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[2] امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۹۲، ۹۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[5] ڈاکٹر محمد ظحان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

(فتح المغیث ج ۱ ص ۲۶۸، میں بھی ان شرائط کا بیان ہے۔)

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، خطیب بغدادی، حافظ ابوعمر ابن الصلاح، علامہ نووی اور علامہ سیوطی کی ان واضح تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کے حرام ہونے پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ چیز محدثین اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس لیے وہ تین ضعیف الاسناد حدیثیں جن کو بعض بزرگ علماء غیر کفو میں نکاح کی حرمت کے لیے پیش کرتے ہیں اس مقصد میں کلیتہً ناتمام اور نامراد ہیں، کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہے، جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔

تحریم ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل کی ضرورت ہے

کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل کی ضرورت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

ان الادلة السمعية اربعة الاول قطعي الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة او المحكمة والسنة المتواترة التي مفهومها قطعي الثاني قطعي الثبوت ظني الدلالة كالآيات المؤولة الثالث عكسه كاخبار الآحاد التي مفهومها قطعي، الرابع ظنيهما كاخبار الآحاد التي مفهومها ظني فبالاول يثبت الفرض والحرام وبالثاني والثالث الواجب و

سمعی دلائل چار ہیں، اوّل: قطعی الثبوت و قطعی الدلالہ جیسے قرآن مجید کی نصوص مفسرہ و محکمہ، اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔ ثانی: قطعی الثبوت ظنی الدلالہ، جیسے آیات مؤولہ۔ ثالث: ظنی الثبوت قطعی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو، رابع: ظنی الثبوت ظنی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو، پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں اور دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کراھۃ التحریم وبالرابع السنۃ والمستحب۔[1] اور چوتھی قسم سے سنت اور مستحب۔

علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ اصول اور قاعدہ معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کی تحریم ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو، یعنی وہ قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا حدیث متواتر ہو، اور اس آیت یا حدیث متواتر کی حرمت پر دلالت بھی قطعی ہو، سو جو بزرگ اور اصحاب علم و فضل غیر سید سے سیدہ کا نکاح حرام کہتے ہیں ان سے ہم بہ صد ادب و نیاز عرض کرتے ہیں کہ وہ اس نکاح کی تحریم پر قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی نص صریح پیش کریں جو تحریم پر قطعی الدلالۃ ہو، چشم ما روشن دل ما شاد، باقی رہیں یہ ضعیف الاسناد احادیث تو محدثین کی تصریح کے مطابق ان سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، ان کو صرف وعظ اور قصوں میں پیش کیا جا سکتا ہے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

غیر کفو میں نکاح کے جواز کے سلسلے میں امام ابوبکر جصاص کے موقف کی وضاحت

ہم نے علامہ شامی، علامہ طحطاوی، ملا مسکین اور علامہ خوارزمی کے حوالوں سے لکھا تھا کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ اصلاً شرط نہیں ہے، بعض اہل علم کو اس سلسلہ میں امام ابوبکر جصاص کی ایک عبارت سے غلط فہمی ہوئی ہے، وہ عبارت یہ ہے:

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ ان زوجت نفسھا غیر کفو فالنکاح جائز ایضاً وللاولیاء ان یفرقوا بینھما۔[2]

امام ابوحنیفہ نے کہا کہ اگر عورت خود غیر کفو میں نکاح کر لے تب بھی نکاح جائز ہے اور اس کے ولی کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہے۔

اس عبارت سے بعض اہل علم کو یہ وہم ہوا ہے کہ امام ابوبکر جصاص کے نزدیک اگر غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو اولیاء کو فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے، حالانکہ امام ابوبکر جصاص یہاں پر امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کر رہے ہیں، اپنا نظریہ انھوں نے اس بحث کے اخیر میں بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقولہ عز وجل ذٰلکم ازکی لکم واطھر ایعنی اذا لم تعضلوھن لان الفصل ربما ادی الی ارتکاب المحظور منھما علی غیر وجہ العقد وھو معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر (الی قولہ) عن عبداللہ بن ھرمز قال قال رسول اللہ صلی اللہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "یہ حکم تمہارے لیے بہت زیادہ پاک اور معاف کرنے والا ہے"، یعنی جب تم عورتوں کو نکاح کرنے سے منع نہیں کرو گے، کیونکہ اگر (مطلقہ) عورتوں کو ان کے پہلے خاوندوں سے نکاح کرنے سے روکا تو بعض اوقات یہ اقدام کسی ممنوع کام یعنی شادی کے بغیر خواہش پوری کرنے پر منتج ہوگا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے جب تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کا دین اور اخلاق پسندیدہ ہو تو اس سے شادی کر دو، ورنہ زمین

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مطبعہ ثانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

علیہ وسلم اذا جاءکم من ترضون دینہ و خلقہ فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض و فساد عریض۔[1]

میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، حضرت عبداللہ بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس ایسا شخص آئے جس کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کی تصدیق ہو چکی ہے، اور غیر کفو میں رشتہ نہ کرنے کی وجہ سے آئے دن فتنہ اور فساد ہوتا رہتا ہے اور اخبارات میں اس قسم کی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں نے غیر کفو میں رشتہ سے انکار کیا اور اس کی لڑکی نے از خود غیر کفو میں نکاح کر لیا اور پھر قتل و غارت اور فتنہ و فساد تک نوبت پہنچتی ہے جس کے نتیجہ میں کئی خاندان تباہ ہو جاتے ہیں

؎ تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے — حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اور ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کی تفسیر میں امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی ابتداء اس سے کی کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور وہ حضرت آدم اور حضرت حوا ہیں، پھر ان کو مختلف انساب اور مختلف گروہوں میں متفرق کر دیا، جیسے عربی، فارسی، رومی، ہندی وغیرہ، پھر ان کو قبائل میں منقسم کر دیا جو گروہوں سے خاص ہیں جیسے عرب اور عجم کے قبائل، تاکہ شکل و صورت کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، اور نسب کے اعتبار سے کسی کی کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کیونکہ سب ایک ماں اور ایک باپ سے پیدا ہوئے ہیں، اس لیے کہ فضیلت عمل کے سوا اور کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے اس آیت کو بیان فرمایا تاکہ ہم میں سے بعض لوگ دوسروں پر نسب کے لحاظ سے فخر نہ کریں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ "تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے" سے اس کی تاکید فرمائی، اور یہ ظاہر فرمایا کہ فضیلت اور بلندی صرف اللہ تعالیٰ کے ڈر اور اس کی اطاعت سے حاصل ہوتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے باپ دادا کے فخر اور نخوت کو دور کر دیا ہے، تمام لوگ آدم سے پیدا ہوئے ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو، کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔[2]

امام ابوبکر جصاص نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور یہی اسلام کی تعلیم ہے، یہی اللہ اور اس کے رسول کا پیغام ہے کاش یہ عبارت ان لوگوں کے دلوں میں اتر جائے جو اپنے آپ کو عام مسلمانوں سے نسبی لحاظ سے بلند اور بالاتر سمجھتے ہیں اور ان کے ساتھ اپنی لڑکیوں کا رشتہ کرنے کو حرام قرار دے کر عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں رکھتے ہیں فالی اللہ المشتکیٰ۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] " " " " ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۰۹، " " " " " "

حضرت زینب بنت جحش کے نسب کی تحقیق

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے: سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[1] عدنان سے حضرت اسماعیل تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب متصل ہے اور آپ کا تمام سلسلہ نسب عدنان کی وساطت سے حضرت اسماعیل سے ثابت ہے اور یہ سب اولاد اسماعیل ہیں، آپ کے آباء میں سے نضر بن کنانہ کا لقب قریش پڑا اور اس کی اولاد قریش کے نام سے مشہور ہو گئی، حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ کا نسب امام ابن سعد نے اس طرح بیان کیا ہے:

زینب بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرّہ بن کثیر (بعض مؤرخین نے کبیر لکھا ہے) بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ[2]

حافظ ابن عبد البر[3] اور حافظ ابن حجر عسقلانی[4] نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

خزیمہ میں حضرت زینب، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ سے مل جاتی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں کنانہ کے باپ خزیمہ ہیں اور حضرت زینب کے سلسلہ نسب میں اسد کے باپ خزیمہ ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب لقب قریش کے حامل اوّل نضر بن کنانہ کے بجائے اس کے باپ خزیمہ سے ملتا ہے اس کے باوجود حضرت زینب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے آپ کو قرشی کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا اور بعض مستند علماء نے بھی حضرت زینب کو قرشی ہی لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم احادیث کو بیان کریں گے اور اس کے بعد ہم مستند علماء کی صریح عبارات پیش کریں گے فنقول وباللہ التوفیق

امام ابن سعد اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ، وکانت امراۃ جمیلۃ فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت یارسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، اور حضرت زینب بنت جحش ان لوگوں میں سے تھیں، جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی، وہ خوب صورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے کہا یارسول اللہ! میں اپنے لیے اس کو پسند نہیں کرتی، میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں، آپ نے فرمایا میں نے

---

[1] ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۰ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۶ھ

ایم قریش، قال: فانی قد رضیتہ لک فتزوجھا زید بن حارثہ۔ [1]

اس کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے پھر زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکانت امرأۃ جمیلۃ فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت لا ارضاہ وکانت ایم قریش الحدیث۔ [2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ان لوگوں میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ وہ ایک خوبصورت عورت تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کا پیغام دیا حضرت زینب نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتی وہ قریش کی بے نکاح عورت تھیں۔

علامہ قرطبی مالکی سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فی روایۃ فامتنعت وامتنع اخوھا عبد اللہ لنسبھا من قریش۔ [3]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت زینب اور ان کے بھائی دونوں نے زید بن حارثہ کے رشتہ سے انکار کیا کیونکہ حضرت زینب بنت جحش کا نسب قریش سے تھا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ کفو کا صرف دین میں اعتبار ہے، حسب میں اعتبار نہیں ہے، کیونکہ کئی آزاد شدہ غلاموں کی قریش میں شادی ہوئی ہے، حضرت زید نے حضرت زینب بنت جحش سے شادی کی، حضرت مقداد بن اسود نے حضرت ضباعہ بنت زبیر (ہاشمیہ) سے شادی کی، حضرت سالم نے حضرت فاطمہ بنت الولید بن عتبہ سے شادی کی، اور حضرت بلال نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی بہن سے شادی کی۔ [4]

علامہ اسماعیل حقی حنفی اس آیت کے تحت مذکورہ روایت میں نقل کرتے ہیں:

وقالت انا بنت عمتک یا رسول اللہ! وارفع قریش۔ [5]

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں اور قریش میں بلند مرتبے کی ہوں۔

امام ابن جریر طبری اس آیت کے تحت روایت مذکورہ میں حضرت زینب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

انا ایم قریش۔

میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں۔

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۲۲، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] " " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۷، " " " "

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷، ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[6] علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۱ ص ۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۷۳ھ

علامہ خازن شافعی حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں:

وکانت بیضاء جمیلۃ ذات خلق من اتم نساء قریش۔[1]

حضرت زینب بنت جحش بہت حسین و جمیل، خوش اخلاق قریش کی ایک کامل ترین خاتون تھیں۔

قاضی مظہر اللہ حنفی، حضرت زینب بنت جحش کے متعلق لکھتے ہیں:

وکانت (الی قولہ) من اتم نساء قریش۔[2]

حضرت زینب بنت جحش قریش کی کامل ترین خاتون تھیں۔

حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش نے اگرچہ خود کو قرشی کہا ہے اور بعض مستند علماء نے بھی آپ کو قرشی ہی لکھا ہے، لیکن اس مسئلہ میں ہماری رائے یہی ہے کہ آپ نسباً قرشی نہیں ہیں، کیونکہ آپ نضر کی اولاد سے نہیں ہیں بلکہ اس کے دادا خزیمہ کی اولاد سے ہیں اور قرشیت کا لقب نضر بن کنانہ سے شروع ہوا ہے، رہا آپ کا خود کو قرشی فرمانا تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس وجہ سے ہو کہ آپ کی نشوونما اور آپ کا رہن سہن قریش میں تھا اس وجہ سے آپ نے خود کو قرشی فرمایا۔ باقی علامہ طبری، علامہ قرطبی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن اور قاضی ثناء اللہ کا اسی روایت کو نقل کرنا اور اس پر اعتماد کر کے آپ کو قرشی لکھنا سو وہ ان مفسرین کرام کے تسامح پر محمول ہے۔

تاہم حضرت زینب بنت جحش عرب کے ایک معزز خاندان کی لڑکی اور حُرّی الاصل تھیں، اور حضرت زید بن حارثہ ایک آزاد شدہ غلام تھے اور اس وجہ سے حضرت زینب کے کفو نہ تھے اسی وجہ سے انھوں نے اس پر اعتراض کیا تھا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد اور عرب عورت کا نکاح، ایک آزاد شدہ غلام سے کر کے نسبی بڑائی اور نسلی تفاخر کے تمام بت توڑ ڈالے!

نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر

ہم غیر کفو میں نکاح کے متعلق ائمہ اربعہ کے مذاہب بیان کر چکے ہیں، کسی امام کے نزدیک بھی غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہے، البتہ امام شافعی، امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے نزدیک غیر کفو میں کیے ہوئے نکاح میں ولی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے، جب کہ امام مالک اور فقہاء احناف میں سے امام ابوبکر جصاص اور امام کرخی کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ فی الدین کے سوا اور کوئی شرط نہیں ہے، اور کتاب و سنت کے مطابق یہی نظریہ صحیح ہے اور اصول احناف کے بھی مطابق ہے، کیونکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ایسی کسی شرط کا ذکر نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سے غیر کفو میں نکاح کرنا ثابت ہے، فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین اور سفیان ثوری کا یہی مسلک ہے، اس لیے ہم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی عالم دین ان تمام دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی جمہور فقہاء کی رائے کو درست قرار دے کر ایسی صورت میں ولی کو فسخ نکاح کا اختیار دیتا ہے تو وہ معذور ہے اور اس کی بھی ایک وجہ ہے لیکن اس نکاح کو حرام کہنے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے یہ محض اللہ کے حلال کیے ہوئے کو حرام کرنا ہے اور

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[2] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۷، ص ۳۴۶، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو تبدیل کرنا ہے، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، اس بحث میں ہم تک جس قدر شبہات پہنچے تھے ان کا جواب ہم نے اس ضمیمہ میں لکھ دیا ہے، اگر کوئی نیا شبہ معلوم ہوا تو اس کا جواب بھی انشاء اللہ کسی موقع پر لکھ دیا جائے گا، باقی لکھنے میں اگر کوئی لفظی غلطی ہو گئی ہو، یا کوئی سہو اور تسامح ہو گیا ہو یا کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو انسان اور بشر ہونے کے ناطے ہم معذور ہیں، اس قسم کی اغلاط اور مسامحات کا اصل مبحث سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ کوئی شریف اور منصف مزاج شخص اس قسم کے امور کے ساتھ اصل مبحث میں معارضہ کرتا ہے۔ آخیر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس تحریر کو نفع آور بنائے، جو لوگ کسی واقعی الجھن اور شک و شبہ کا شکار ہوں اور ان کی وہ الجھن اس تحریر سے دور ہو جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری یہ تحریر ٹھکانے لگی، اور ان سے دعا کی درخواست کروں گا، الٰہ العٰلمین اپنی رحمت کے ٹھنڈے پانی سے میرے صغیرہ اور کبیرہ گناہ دھو ڈال، دنیا اور آخرت کی ہر بلاء اور عذاب کو مجھ سے دور کر دے اور دارین کی عزتوں، سعادتوں اور کامرانیوں کو میرا مقدر کر دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ کی، اس کتاب کے معاونین، قارئین، اس کے کاتب، مصحح اور ناشر کی مغفرت فرما، اس کتاب کے فیوض کو تا قیام قیامت جاری و ساری رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، الٰہ العالمین مجھے، میرے قارئین کو اور تمام مسلمانوں کو جنت الفردوس عطا فرما، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین حبیب رب العالمین قائد المرسلین اکرم الاولین والآخرین شفیعنا یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ے مسئلہ کفو کی مکمل تفصیل اور تحقیق ہم نے جلد سادس میں بیان کی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماخذ و مراجع

۱۔ قرآن مجید

احادیث

۲۔ صحیح بخاری مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۳۔ صحیح مسلم " ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۴۔ جامع ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔

۵۔ سنن ابوداؤد، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔

۶۔ سنن نسائی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

۷۔ سنن ابن ماجہ، " " " امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔

۸۔ صحیح ابن خزیمہ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۵ھ۔ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ۔

۹۔ مؤطا امام مالک، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ

۱۰۔ مسند امام اعظم، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ۔

۱۱۔ مؤطا امام محمد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔

۱۲۔ کتاب الآثار، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، " " "

۱۳۔ کتاب الآثار، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ۔

۱۴۔ مسند دارمی، مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ۔

۱۵۔ مسند احمد بن حنبل، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔

۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ سنن دار قطنی، نشر السنۃ ملتان، امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ

۱۹۔ سنن کبریٰ، نشر السنۃ ملتان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔

۲۰۔ شمائل ترمذی، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ۔

۲۱۔ شرح معانی الآثار، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔
۲۲۔ کشف الاستار عن زوائد البزار مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۳۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دارالکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ، " " "
۲۴۔ شرح السنۃ، مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ
۲۵۔ الادب المفرد، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔
۲۶۔ المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
۲۷۔ جامع الصغیر، دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۲۸۔ مراسیل ابوداؤد، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۲۹۔ فردوس الاخبار، دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہر دار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ
۳۰۔ تلخیص المستدرک، دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ
۳۱۔ خصائص کبریٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔
۳۲۔ الجوہر النقی، نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ
۳۳۔ نصب الرایہ، مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۳۴۔ مشکوٰۃ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۳۵۔ اعلاء السنن، ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۴ھ

تفاسیر

۳۶۔ احکام القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۳۷۔ تفسیر کبیر، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ
۳۸۔ الجامع لاحکام القرآن، انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۳۹۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ۔
۴۰۔ عنایت القاضی، دار صادر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۴۱۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوسعود حنفی متوفی ۹۸۲ھ
۴۲۔ تفسیر روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ
۴۳۔ تفسیر مظہری، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۴۴۔ تفسیر عزیزی، مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ
۴۵۔ تفسیر روح المعانی، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۴۶۔ تفسیر فتح القدیر، دار المعرفۃ بیروت۔ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۴۷۔ انوار التنزیل، دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ

۴۸۔ الفتوحات الالہیہ، المطبعہ البہیہ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ
۴۹۔ الدر المنثور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۵۰۔ تفسیر ابن کثیر مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۰۱ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ۔
۵۱۔ مدارک التنزیل مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ
۵۲۔ البحر المحیط، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ
۵۳۔ فی ظلال القرآن، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری۔
۵۴۔ احکام القرآن، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ
۵۵۔ تفسیر فتح البیان، مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ۔
۵۶۔ خزائن العرفان، تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ
۵۷۔ حاشیۃ القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۵۸۔ بیان القرآن، تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ،
۵۹۔ معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ

علومِ قرآن

۶۰ البرہان فی علوم القرآن، دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ
۶۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شروح الحدیث

۶۲۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۶۳۔ عمدۃ القاری، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ
۶۴۔ فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۶۵۔ ارشاد الساری، مطبع میمنہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۶۶۔ فیوض الباری، مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۲ء، علامہ محمود احمد رضوی لاہور
۶۷۔ تفہیم البخاری، مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد۔
۶۸۔ فیض الباری، مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ۔
۶۹۔ شرح مسلم، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ
۷۰۔ اکمال اکمال المعلم، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ
۷۱۔ مکمل اکمال المعلم ،، ،، ،، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ
۷۲۔ السراج الوہاج، مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ۔

۷۳۔ فتح الملہم، مکتبہ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۷۴۔ تکملہ فتح الملہم، مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی

۷۵۔ تحفۃ الاحوذی، نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمان مبارک پوری، ۱۳۲۵ھ

۷۶۔ بذل المجہود، مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ

۷۷۔ عون المعبود، نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۷۸ تمہید (شرح المؤطا) مکتبہ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمر ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ

۷۹ مرقات، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۸۰۔ اشعۃ اللمعات، مطبع نیج کمار لکھنو، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۸۱۔ منتقی مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۱ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف مالکی باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ

۸۲۔ شرح المؤطا، المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی ۱۱۲۲ھ

۸۳۔ فیض القدیر، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی۔

۸۴۔ شرح مسند امام اعظم، مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۸۵۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

اسماء رجال

۸۶۔ تاریخ بغداد، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ

۸۷۔ تہذیب التہذیب، دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن، ۱۳۲۷ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۸۸۔ لسان المیزان، دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۳۰ھ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۸۹۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مکتبہ اثریہ سانگلا ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی۔

۹۰۔ الاکمال فی اسماء الرجال، اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۹۱۔ کتاب الثقات، دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ

۹۲۔ کتاب الجرح والتعدیل، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ، حافظ عبد الرحمان بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ

۹۳۔ میزان الاعتدال، مطبع محمدی لکھنو، حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ

۹۴۔ المقاصد الحسنۃ، مکتبہ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابو الخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ

۹۵۔ موضوعات کبیر، مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۹۶۔ العلل المتناہیہ، مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی ابن الجوزی تمیمی متوفی ۵۹۷ھ

لغت

۹۷۔ المفردات، المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

۹۸۔ نہایہ، مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ
۹۹۔ تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۰۰۔ قاموس، مطبع نول کشور لکھنو، علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔
۱۰۱۔ لسان العرب، نشر ادب الحوذۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
۱۰۲۔ تاج العروس شرح القاموس، المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۰۳۔ المنجد، دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی۔
۱۰۴۔ مجمع بحار الانوار، نولکشور، لکھنو، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ۔
۱۰۵۔ لمعات الحدیث، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ

فضائل وسیرت

۱۰۶۔ شفاء، عبد التواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ھ۔
۱۰۷۔ نسیم الریاض، دار الفکر بیروت، علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۰۸۔ شرح الشفاء، دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۰۹۔ سعادت الدارین، مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۱۰۔ مدارج النبوت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔
۱۱۱۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبد الرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۶ھ
۱۱۲۔ زاد المعاد، مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۱۱۳۔ المواہب اللدنیہ، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۱۱۴۔ شرح المواہب اللدنیہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۱۵۔ البدایہ والنہایہ، دار الفکر بیروت، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۱۱۶۔ انسان العیون، مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ، علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۱۷۔ الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۱۸۔ استیعاب، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ
۱۱۹۔ اصابہ، دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۲۰۔ اسد الغابہ، دار الفکر بیروت، علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ
۱۲۱۔ تاریخ یعقوبی، مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۷ھ
۱۲۲۔ التاریخ الخمیس، مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ۔ علامہ حسین محمد دیار بکری
۱۲۳۔ الروض الانف، مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
۱۲۴۔ مختصر سیرت الرسول، المطبعۃ العربیہ ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۱۴۲ھ

۱۲۵۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد۔ مجلس اعلیٰ قاہرہ ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ
۱۲۶۔ المدخل قاہرہ مصر، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۰ھ
۱۲۷۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ، علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ
۱۲۸۔ تاریخ الامم والملوک، دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۸۰۸ھ
۱۲۹۔ تاریخ ابن خلدون، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ
۱۳۰۔ مرآۃ الجنان، موسسۃ الاعلمی بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی متوفی ۷۶۸ھ
۱۳۱۔ وفاء الوفاء، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
۱۳۲۔ الجوہر المنظم، مکتبہ قادریہ لاہور ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ
۱۳۳۔ جواہر البحار، مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۷۹ھ علامہ یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۳۴۔ کتاب الاذکار، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ
۱۳۵۔ الصارم المسلول، نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۱۳۶۔ لواقع الانوار القدسیہ، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۱۳۷۔ الصواعق المحرقۃ، مکتبہ القاہرہ ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ

فقہ حنفی

۱۳۸۔ مبسوط (کتاب الاصل) ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۳۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الثوریہ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی ۴۸۳ھ
۱۴۰۔ مبسوط، (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۱۴۱۔ فتاویٰ قاضی خاں، مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ھ
۱۴۲۔ فتاوی النوازل، بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابو اللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ
۱۴۳۔ بدائع الصنائع، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ
۱۴۴۔ ہدایہ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ
۱۴۵۔ عنایہ، " " علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ،
۱۴۶۔ بنایہ، مطبع منشی نولکشور لکھنو، علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۱۴۷۔ کفایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ جلال الدین خوارزمی۔
۱۴۸۔ فتح القدیر، " " علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۱۴۹۔ البحر الرائق، مکتبہ واجدیہ کوئٹہ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۱۵۰۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مکتبہ واجدیہ کوئٹہ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۵۱۔ تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ

۱۵۲۔ درمختار، مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ

۱۵۳۔ ردالمحتار، مطبعہ " " " ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۵۴۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار، دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۵۵۔ مراقی الفلاح، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۵۶۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۵۷۔ غنیۃ المستملی، مطبع مجتبائی دہلی۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ

۱۵۸۔ صغیری، " " " " "

۱۵۹۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، ملاخسرو متوفی ۸۸۵ھ، مطبوعہ مطبع عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۱۶۰۔ حاشیۃ الدرر عزمی، مولانا عبدالحلیم۔

۱۶۱۔ جامع الرموز، مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ۔

۱۶۲۔ الجوہرۃ النیرۃ، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ

۱۶۳۔ عالمگیری، مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ، ملانظام الدین متوفی ۱۱۵ھ

۱۶۴۔ بزازیہ، مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ

۱۶۵۔ رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۶۶۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۶۷۔ تقریرات رافعی، مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ، شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ۔

۱۶۸۔ شرح النقایہ، ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ۔

۱۶۹۔ فتاوی غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب۔

۱۷۰۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبع عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۷۱۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت۔ علامہ محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ۔

۱۷۲۔ المسلک المتقسط، دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۷۳۔ حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق، مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شلبی

۱۷۴۔ تکملہ البحر الرائق مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی۔

۱۷۵۔ خلاصۃ الفتاوی، امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی

۱۷۶۔ درر المنتقی علی ملتقی الابحر، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤالدین متوفی ۱۰۸۸ھ

۱۷۷۔ شرح الکنز، حمیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ معین الدین الہروی المعروف بہ محمد ملا مسکین

۱۷۸۔ فتاوی عبدالحیؒ، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، مولانا عبدالحیؒ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۷۹۔ فتاوی رضویہ، سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ، اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۸۰۔ الزبدۃ الزکیۃ، محبوب المطابع دہلی، اعلیٰ حضرت احمد رضا، فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ

۱۸۱۔ بہار شریعت، شیخ غلام اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ

۱۸۲۔ فتاوی رشیدیہ، محمد سعید اینڈ کمپنی، شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ

۱۸۳۔ فتاوی دار العلوم دیوبند، دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان ومفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ

۱۸۴۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ

۱۸۵۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوۃ کا مسئلہ، دار الاشاعت کراچی، " " "

۱۸۶۔ اوزان شرعیہ، ادارۃ المعارف کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ

۱۸۷۔ رسائل ومسائل، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

۱۸۸۔ ۵-اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

۱۸۹۔ حقوق الزوجین، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۶ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۱۹۰۔ کتاب الام، دار المعرفت بیروت ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

۱۹۱۔ المہذب، دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ

۱۹۲۔ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ

۱۹۳۔ تکملہ شرح المہذب، دار الفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ

۱۹۴۔ فتح العزیز شرح الوجیز، دار الفکر بیروت۔ علامہ ابو القاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ

۱۹۵۔ مغنی المحتاج، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد قزوینی الخطیب من قرن العاشر

۱۹۶۔ احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۹۷۔ اتحاف السادۃ المتقین، مطبع میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔

۱۹۸۔ الحاوی للفتاوی، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۱۹۹۔ مختصر المزنی دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

فقہ مالکی

۲۰۰۔ المدونۃ الکبری، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ

۲۰۱۔ بدایۃ المجتہد، دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید ابن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ

۲۰۲۔ الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ

۲۰۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ

۲۰۴۔ بلغۃ السالک لاقرب المسالک الی مذہب امام مالک، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ، ۱۹۷۸ء، علامہ احمد بن محمد صالح مالکی۔ ۱۲۲۳ھ۔

فقہ حنبلی

۲۰۵۔ المغنی، دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ
۲۰۶۔ انصاف، دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ
۲۰۷۔ مجموع الفتاوی، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود، شیخ ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ

کتب شیعہ (حدیث و فقہ)

۲۰۸۔ الفروع من الکافی، دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ
۲۰۹۔ من لا یحضرہ الفقیہ، دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۳۸۱ھ،
۲۱۰۔ تہذیب الاحکام، " " " شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ۔
۲۱۱۔ الاستبصار، " " " " "
۲۱۲۔ توضیح المسائل، سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی۔

فقہ ظاہری (غیر مقلدین)

۲۱۳۔ المحلی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۱۴۔ نیل الاوطار، مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۲۱۵۔ مسک الختام، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۲۱۶۔ دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں، نعمانی کتب خانہ لاہور

مذاہب اربعہ

۲۱۷۔ میزان الشریعۃ الکبری، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۱۸۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دار الفکر بیروت، علامہ عبد الرحمان الجزیری۔
۲۱۹۔ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، القاہرہ ۱۴۰۰ھ، المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ۔

عقائد و کلام

۲۲۰۔ شرح عقائد نسفی، نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ
۲۲۱۔ شرح مواقف، مطبع منشی نول کشور لکھنؤ، میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ
۲۲۲۔ شرح فقہ اکبر، مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۲۳۔ حاشیۃ الخیالی، حاجی عبد الحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین خیالی۔

۲۲۴۔ المنقذ من الضلال ، ہیئۃ الاوقاف لاہور ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۲۵۔ الیواقیت والجواہر ، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۲۶۔ ہدیۃ المہدی ، میور پریس دہلی ، ۱۳۳۵ھ ، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۴۸ھ
۲۲۷۔ نبراس ، مکتبہ قادریہ لاہور ، ۱۳۹۷ھ ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی ۔

اصول فقہ

۲۲۸۔ مستصفیٰ مطبوعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ، ۱۲۹۴ھ ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۲۲۹۔ فواتح الرحموت ، 〃 〃 〃 ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۰۔ الرسالۃ ، مطبع بولاق قاہرہ ، ۱۳۱۲ھ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ ،
۲۳۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام ، مطبع محمد علی واولادہ مصر ، ۱۳۴۷ھ ، علامہ سیف الدین علی بن ابی علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۲۳۲۔ اصول بزدوی ، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۲۳۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ، شیخ محمد علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

۲۳۴۔ کتاب التعریفات ، انتشارات ناصر خسرو ایران ، میر سید شریف علی محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۲۳۵۔ الجامع اللطیف ، محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ ،
۲۳۶۔ فتاوی حدیثیہ ، مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ، ۱۳۵۶ھ ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۴۷ھ
۲۳۷۔ سباحۃ الفکر ، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ ،
۲۳۸۔ الکبریت الاحمر ، مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ، ۱۳۷۸ھ ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ ۔
۲۳۹۔ الاعتصام ، دار المعرفۃ بیروت ، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ
۲۴۰۔ نوادر ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ، ۱۹۶۲ء ، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ
۲۴۱۔ براہین قاطعہ ، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھونڈ ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۴۲۔ اسلام اور موسیقی ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ، ۱۹۶۸ء ، شاہ محمد جعفر پھلواروی
۲۴۳۔ المہند علی المفند ، کتب خانہ دیوبند ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۴۴۔ دو اسلام ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲۴۵۔ مکتوب امام ربانی ، مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی ، ۱۹۷۰ء حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ
۲۴۶۔ حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ، مطبعہ میمنہ مصر ، ۱۳۰۵ھ ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ
۲۴۷۔ عجائب المخلوقات ، 〃 〃 〃 ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود

۲۴۸۔ الملفوظ، نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۷۷ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۴۹۔ تکمیل الایمان، فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۵۰۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ امیریہ کبری بولاق مصر، شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۲۵۱۔ تقویۃ الایمان مطبوعہ علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ
۲۵۲۔ تحقیق الفتوی، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ھ
۲۵۳۔ اقامۃ القیامہ نوری کتب خانہ، ۱۳۹۹ھ، امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۵۴۔ ماثبت بالسنۃ، ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۵۵۔ شمائم امدادیہ، مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۲۵۶۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۵۷۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۲۵۸۔ المورد الروی فی المولد النبوی، المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۹۔ ابجد العلوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۲۶۰۔ الدرر الکامنہ، دار الجلیل بیروت، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۲۶۱۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمان (مدیر اعلی)
۲۶۲۔ جمہرۃ انساب العرب، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو حزم علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۶۳۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۲۶۴۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، پیر محمد کرم شاہ الازہری
۲۶۵۔ الحیلۃ الناجزہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی فروری ۱۹۸۷ء شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۶۶۔ احسن الفتاوی، ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد کراچی
۲۶۷۔ الابریز من کلام سیدی عبدالعزیز دباغ، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبدالمبارک

WWW.NAFSEISLAM.COM

شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

[illegible]

تحقیق

[illegible]

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تم کو جو احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد رابع

عتاق، بیوع، مساقات، مزارعت، وصیت، نذر، ایمان

قسامت، قصاص، دیات، حدود

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ، کراچی ۳۸

ناشر:

فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

WWW.NAFSEISLAM.COM

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (الجزء الرابع)

تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ

کتابت : دارالکتابت حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : -/295 روپے

الطبع الثامن : صفر ۱۴۲۱ھ / مئی ۲۰۰۰ء

الطبع العاشر : جمادی الاول ۱۴۲۳ھ / جولائی ۲۰۰۲ء

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد رابع

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	ابتدائیہ۔	۲۷
	تعارف۔	۳۳
	نظر سے خوش گزرے۔	۳۵
	آراء و تاثرات۔	۴۱
	کتاب العتق	۴۷
۱	عتق کا لغوی معنی۔	۴۷
۲	عتق کا اصطلاحی معنی۔	۴۷
۳	غلام کی تعریف۔	۴۷
۴	غلامی کے اسباب۔	۴۷
۵	اسلام نے سب سے پہلے غلاموں کے خاتمے کے لیے قانون بنائے۔	۴۷
۶	اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے ترغیبات	
۷	مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں۔	۴۹
۸	اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات۔	۵۰
۹	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب	۵۱
۱۰	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات۔	۵۱
۱۱	کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابلِ اعتراض ہے؟	۵۳
۱۲	مشترک غلام کے ایک حصہ کو آزاد کرنے کے بعد بقیہ حصے میں مذاہب فقہاء۔	۵۶
۱۳	امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۵۶
۱۴	امام ابو یوسف اور امام محمد کا نظریہ۔	۵۶
۱۵	ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۵۷
۱۶	اختلاف فقہاء کا خلاصہ	۵۷
۱۷	امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل۔	۵۷
	باب: ۴۷۸	۵۸
۱۸	غلام صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔	۵۸
۱۹	قصہ بریرہ میں شرط فاسد کے ساتھ بیع پر اعتراض کے جوابات۔	۶۴
۲۰	مکاتب کی بیع کے حکم میں مذاہب فقہاء	۶۵
۲۱	خیارِ عتق میں شوہر کے غلام ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۶۶
۲۲	حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۶۷
۲۳	حضرت بریرہ کے شوہر کی آزاد ہونے والی روایت کی از روئے درایت ترجیح۔	۶۹
۲۴	حضرت بریرہ کے شوہر کے آزاد ہونے کے ثبوت میں مزید روایات۔	۶۹
۲۵	شوہر کے آزاد ہونے کے باوجود خیارِ عتق پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۷۱
۲۶	ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب	۷۲
۲۷	حدیث بریرہ سے ایک سو ساٹھ مسائل کا استنباط۔	۷۲
	باب: ۴۷۹	۸۱
۲۸	غلام بیچنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت۔	۸۱

نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۹	ولاء کی بیع میں مذاہب فقہاء۔	۸۲
	باب: ۴۸۰	۸۲
۳۰	آزاد شدہ کو اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرنے کی ممانعت۔	۸۲
۳۱	مفہوم مخالف کی وجہ سے ایک اشکال کا جواب۔	۸۴
۳۲	مفہوم مخالف کی تعریف۔	۸۴
۳۳	مفہوم مخالف کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۸۴
۳۴	مفہوم مخالف کے اعتبار کی شرائط۔	۸۵
۳۵	مفہوم مخالف کی اقسام۔	۸۶
	باب: ۴۸۱	۸۷
۳۶	غلام آزاد کرنے کی فضیلت۔	۸۷
۳۷	بغیر توبہ کے محض عبادات سے مغفرت کی بحث۔	۸۹
	باب: ۴۸۲	۸۹
۳۸	اپنے والد کو آزاد کرنے کی فضیلت۔	۸۹
۳۹	محارم کا مالک ہونے کے بعد ان کے آزاد ہونے میں مذاہب۔	۹۰
	کتاب البیوع	۹۲
۴۰	بیع کا لغوی معنی۔	۹۲
۴۱	بیع کا شرعی معنی۔	۹۲
۴۲	بیع اور شراء کے حوالے سے نظام سرمایہ داری اور نظام اشتراکیت کا تعارف۔	۹۲
۴۳	نظام سرمایہ داری میں ذاتی نفع کی حیثیت۔	۹۳
۴۴	نظام سرمایہ داری میں طلب اور رسد کی حیثیت۔	۹۳
۴۵	نظام سرمایہ داری کو پروان چڑھانے میں سود کا کردار۔	۹۴
۴۶	سود کے استحصالی نظام کو ختم کرنے میں اسلام کی ہدایات۔	۹۴
۴۷	نظام سرمایہ داری کو پھیلانے میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا حصہ۔	۹۵
۴۸	احتکار کے استحصال کو ختم کرنے کے لیے اسلام کی ہدایات۔	۹۶
۴۹	سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا دخل۔	۹۶
۵۰	سٹے کو روکنے کے لیے اسلام کی تعلیمات۔	۹۶
۵۱	سرمایہ داری بڑھانے میں جعلی اشیاء بنانے اور ملاوٹ وغیرہ کا رول۔	۹۷
۵۲	ملاوٹ اور جعلی اشیاء کی روک تھام کے لیے اسلام کے احکام۔	۹۷
۵۳	تنگ دستوں اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کے لیے اسلام کے احکام۔	۹۷
۵۴	سوشلزم اور کمیونزم کا نقطۂ اتحاد۔	۹۹
۵۵	سوشلزم اور کمیونزم میں فرق۔	۱۰۰
۵۶	سوشلزم میں مالکوں سے ان کی املاک چھیننے کی بنیاد نادہندگی ہے۔	۱۰۰
۵۷	اسلام میں کسی کی جائز شخصی ملکیت کو بزور چھین لینا جائز نہیں ہے۔	۱۰۱
۵۸	سوشلزم کی طبقاتی مساوات۔	۱۰۱
۵۹	اسلام کی اصولی مساوات۔	۱۰۲
۶۰	سوشلسٹ نظام کی ڈکٹیٹرشپ۔	۱۰۳
۶۱	اسلام میں اظہار آزادی رائے کا حق۔	۱۰۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۴۸۳	۱۰۵
۶۲	بیع ملامسہ اور منابذہ کا ابطال۔	۱۰۵
۶۳	ملامسہ اور منابذہ کی تعریفات۔	۱۰۷
۶۴	فقہاء احناف کے نزدیک ملامسہ اور منابذہ کی تعریفات	۱۰۸
۶۵	ملامسہ اور منابذہ کے بطلان کی وجہ۔	۱۰۸
۶۶	غائب چیز کی بیع میں مذاہب۔	۱۰۸
	باب: ۴۸۴	۱۰۸
۶۷	کنکری پھینکنے اور دھوکے کی بیع کے باطل ہونے کا بیان۔	۱۰۸
۶۸	کنکری پھینکنے والی بیع	۱۰۹
۶۹	دھوکے کی بیع	۱۰۹
۷۰	بیع تعاطی کی تعریف	۱۰۹
۷۱	بیع تعاطی میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۱۰۹
۷۲	بیع تعاطی میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۱۰
۷۳	بیع تعاطی میں فقہاء حنفیہ کا موقف۔	۱۱۱
۷۴	بیع تعاطی میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۱۱
۷۵	انعامی بانڈز کا شرعی حکم	۱۱۱
۷۶	انعامی بانڈز میں سید مودودی کا موقف۔	۱۱۲
۷۷	انعامی بانڈز میں علماء دیوبند کا موقف	۱۱۳
۷۸	انعامی بانڈز میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر۔	۱۱۴
۷۹	کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربوا الفضل ہے؟	۱۱۴
۸۰	کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربوا النسیئۃ ہے؟	۱۱۵
۸۱	کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟	۱۱۷
۸۲	انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید و فروخت؟	۱۱۸
۸۳	کیا بانڈز پر انعامات، سودی رقم سے دیے جاتے ہیں؟۔	۱۱۸
۸۴	کیا بانڈز کے انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے؟	۱۲۰
۸۵	کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟	۱۲۰
۸۶	قمار کی تحقیق	۱۲۰
۸۷	کیا بانڈز کے انعامات میں قمار کی روح ہے؟	۱۲۴
	باب: ۴۸۵	۱۲۶
۸۸	حمل کی بیع کی ممانعت۔	۱۲۶
۸۹	لفظ حبل کی تحقیق۔	۱۲۶
۹۰	حبل الحبلہ کی تفسیر میں فقہاء کے اقوال۔	۱۲۸
۹۱	بیع غرر کے احکام کی تفصیل۔	۱۲۸
	باب: ۴۸۶	۱۲۹
۹۲	کسی کی بیع اور نرخ پر بیع اور نرخ نہ کرنے اور تھنوں میں دودھ روکنے کی حرمت۔	۱۲۹
۹۳	بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ کی صورتیں	۱۳۱
۹۴	بیع پر بیع کی ممانعت میں مذاہب اور مصنف کا تجزیہ۔	۱۳۲
۹۵	نجش کے حکم میں مذاہب اربعہ۔	۱۳۳
۹۶	نیلام کی بیع میں مذاہب۔	۱۳۵
	باب: ۴۸۷	۱۳۷
۹۷	تلقی جلب کی ممانعت۔	۱۳۷
۹۸	تلقی جلب کا معنی۔	۱۳۸
۹۹	تلقی جلب کی ممانعت کی حکمت	۱۳۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۰	تلقی جلب میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۳۸
۱۰۱	تلقی جلب میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۱۳۹
۱۰۲	تلقی جلب میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۳۹
۱۰۳	تلقی جلب میں غیر مقلدین کا موقف۔	۱۴۰
۱۰۴	تلقی جلب میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۴۰
۱۰۵	تلقی جلب میں خیار کی نفی کی وجہ سے فقہاء احناف پر مخالفت حدیث کا اعتراض اور اس کے جوابات	۱۴۱
	باب: ۴۸۸	۱۴۳
۱۰۶	شہری کو دیہاتی کا مال فروخت کرنے کی ممانعت۔	۱۴۳
۱۰۷	شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۱۴۵
۱۰۸	شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۴۵
۱۰۹	شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۴۶
۱۱۰	شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء احناف کا موقف	۱۴۶
	باب: ۴۸۹	۱۴۷
۱۱۱	بیع مصراۃ کا حکم۔	۱۴۷
۱۱۲	مصراۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۱۴۸
۱۱۳	مصراۃ کی بیع میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۱۴۹
۱۱۴	بیع مصراۃ میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۴۹
۱۱۵	بیع مصراۃ میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۵۰
۱۱۶	بیع مصراۃ میں فقہاء احناف کا موقف	۱۵۰
۱۱۷	فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۵۰
۱۱۸	حدیث مصراۃ مضطرب ہے۔	۱۵۰
۱۱۹	حدیث مصراۃ قرآن مجید کے خلاف ہے۔	۱۵۱
۱۲۰	حدیث مصراۃ سنت کے خلاف ہے۔	۱۵۲
۱۲۱	حدیث مصراۃ اجماع امت کے خلاف ہے۔	۱۵۳
۱۲۲	حدیث مصراۃ قیاس کے خلاف ہے۔	۱۵۳
۱۲۳	جو خبر واحد قرآن مجید، سنت معروفہ، اجماع اور قیاس صحیح کے خلاف ہو وہ غیر مقبول ہے۔	۱۵۴
۱۲۴	حدیث مصراۃ منسوخ ہے۔	۱۵۵
۱۲۵	حدیث مصراۃ کا صحیح محمل۔	۱۵۵
	باب: ۴۹۰	۱۵۶
۱۲۶	قبضہ سے پہلے کسی چیز کو بیچنا باطل ہے۔	۱۵۶
۱۲۷	بیع قبل القبض کی ممانعت کی حکمتیں۔	۱۶۰
۱۲۸	سونے کا عدم جواز۔	۱۶۰
۱۲۹	بیع قبل القبض میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۱۶۱
۱۳۰	بیع قبل القبض میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۶۱
۱۳۱	بیع قبل القبض میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۶۱
۱۳۲	بیع قبل القبض میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۶۱
۱۳۳	امام شافعی، امام احمد اور امام محمد کی دلیل۔	۱۶۲
۱۳۴	فقہاء احناف کی دلیل۔	۱۶۲
۱۳۵	امام اعظم کے موقف پر ایک خدشہ۔	۱۶۲
۱۳۶	ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۱۶۳
۱۳۷	ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء مالکیہ کا موقف	۱۶۳
۱۳۸	ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء حنبلیہ کا موقف	۱۶۳
۱۳۹	ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۶۴
۱۴۰	دستاویز کی بیع۔	۱۶۴
۱۴۱	دستاویز کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۶۵
۱۴۲	ہنڈی کی بیع کا شرعی حکم۔	۱۶۵
۱۴۳	ہنڈی بھنانے کی جائز صورت۔	۱۶۶
۱۴۴	حقوق کی بیع کا حکم۔	۱۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۴۵	ٹکٹوں کی بیع کا حکم	۱۶۷
۱۴۶	امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ کی بیع کا حکم	۱۶۷
۱۴۷	امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ سے استفادہ کی جائز صورت۔	۱۶۷
۱۴۸	کتابوں پر رائلٹی کا حکم۔	۱۶۷
۱۴۹	کیا حقوق اشاعت کو اپنے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے۔	۱۶۸
۱۵۰	پگڑی کی بیع کا حکم۔	۱۶۸
	باب: ۴۹۱	۱۶۹
۱۵۱	کھجوروں کے جس ڈھیر کی مقدار مجہول ہو اس کی دوسری کھجوروں سے بیع ممنوع ہے۔	۱۶۹
	باب: ۴۹۲	۱۶۹
۱۵۲	بیع سے پہلے عاقدین کے لیے خیار مجلس۔	۱۶۹
۱۵۳	خیار مجلس میں فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۱۷۲
۱۵۴	خیار مجلس میں فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کے موقف پر دلائل۔	۱۷۳
۱۵۵	خیار مجلس میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۱۷۳
۱۵۶	خیار مجلس میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۷۴
۱۵۷	خیار مجلس میں فقہاء احناف کے موقف پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۷۵
۱۵۸	خیار مجلس میں فقہاء احناف کے موقف پر احادیث سے استدلال۔	۱۷۵
۱۵۹	فقہاء شافعیہ وحنابلہ کے جوابات۔	۱۷۷
۱۶۰	الا بیع الخیار کی تشریح۔	۱۷۷
۱۶۱	خیار شرط میں مذاہب فقہاء	۱۷۸
	باب: ۴۹۳	۱۷۸
۱۶۲	جو شخص بیع میں دھوکا کھا جائے۔	۱۷۸
۱۶۳	لاخلابہ کہنے کی وجہ۔	۱۷۹
۱۶۴	تاجر بہ کار کو زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۱۷۹
۱۶۵	غبن فاحش کی وجہ سے خیار کے حکم میں متاخرین احناف کا موقف۔	۱۷۹
	باب: ۴۹۴	۱۸۰
۱۶۶	ظہور صلاحیت سے پہلے درختوں پر پھلوں کی بیع کا عدم جواز۔	۱۸۰
۱۶۷	ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء۔	۱۸۳
۱۶۸	ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء۔	۱۸۴
۱۶۹	ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۸۴
۱۷۰	ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۸۵
۱۷۱	پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب۔	۱۸۶
۱۷۲	باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم۔	۱۸۷
۱۷۳	پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل۔	۱۸۷
۱۷۴	باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل۔	۱۹۰

	باب ۴۹۵	۱۹۱		
۱۷۵	کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کی ممانعت اور عرایا کا جواز۔	۱۹۱		
۱۷۶	عرایا کا لغوی معنی	۱۹۸		
۱۷۷	عرایا کی تفسیر میں فقہاء کا اختلاف۔	۱۹۹		
۱۷۸	احناف کی بیان کردہ عرایا کی تفسیر پر فقہاء شافعیہ کے اعتراض کے جوابات۔	۲۰۰		
۱۷۹	تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع میں مذاہب فقہاء۔	۲۰۰		
۱۸۰	تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کے سلسلے میں امام ابو حنیفہ کا مناظرہ۔	۲۰۰		
۱۸۱	زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے پر اعتراضات	۲۰۱		
۱۸۲	زید بن عیاش کے معروف ہونے کے جوابات۔	۲۰۲		
۱۸۳	زید بن عیاش کی روایت کی توجیہ۔	۲۰۲		
۱۸۴	یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت پر امام بیہقی کا اعتراض۔	۲۰۲		
۱۸۵	امام بیہقی کے اعتراض کا جواب۔	۲۰۳		
۱۸۶	یحییٰ بن ابی کثیر کی مزید تائید۔	۲۰۳		
۱۸۷	مدار حرمت نسیئہ کو قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب۔	۲۰۴		
۱۸۸	حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔	۲۰۴		
	باب: ۴۹۶	۲۰۵		
۱۸۹	درخت کی بیع میں اس کے پھلوں کا حکم۔	۲۰۵		
۱۹۰	تابیر کا لغوی معنی۔	۲۰۶		
۱۹۱	کھجور کے درخت کی بیع کے بعد اس کا پھل بائع کا ہے یا خریدار کا؟	۲۰۷		
			۱۹۲	غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء شافعیہ اور دیگر فقہاء کا موقف۔
			۱۹۳	غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء احناف کا موقف۔
			۱۹۴	غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔
			۱۹۵	امام محمد کا فقہاء مالکیہ پر تناقض۔
			۱۹۶	فقہاء مالکیہ کا جواب اور جواب الجواب۔
				باب: ۴۹۷
			۱۹۷	محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور ظہور صلاحیت سے پہلے بیع کی حرمت اور چند سالوں کی بیع کی ممانعت
			۱۹۸	مزابنہ، محاقلہ، مخابرہ اور معاومہ کی تعریفات اور احکام۔
			۱۹۹	صرف درہم اور دینار کے عوض پھلوں کی بیع کی وضاحت۔
			۲۰۰	بیع میں استثناء کی ممانعت کی وضاحت اور بیان مذاہب۔
				باب: ۴۹۸
			۲۰۱	زمین کو کرائے پر دینا۔
			۲۰۲	زمین پر کاشت کاری کی صورتیں۔
			۲۰۳	زمین کو کرائے پر دینے میں مذاہب فقہاء
			۲۰۴	زمین کو کرائے پر دینے کے عدم جواز میں ابن عمر کے دلائل۔
			۲۰۵	زمین کو کرائے پر دینے کے ثبوت میں احادیث

		۲۱۲
		۲۱۲
		۲۱۲
		۲۱۳
		۲۱۳
		۲۲۸
		۲۲۸
		۲۲۹
		۲۲۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	آثار اور اقوال تابعین۔	۲۲۹
۲۰۶	زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایات کے جوابات۔	۲۳۵
۲۰۷	مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینے) میں مذاہب فقہاء	۲۳۸
۲۰۸	زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۲۳۹
۲۰۹	مزارعت پر اعتراضات کے جوابات۔	۲۴۰
۲۱۰	مزارعت پر جواز کے دلائل	۲۴۱
۲۱۱	احادیث مخابرہ پر فقہاء احناف کے اعتراضات	۲۴۲
۲۱۲	احادیث مخابرہ پر اعتراضات کے جوابات	۲۴۲
۲۱۳	احادیث مخابرہ پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات۔	۲۴۴
۲۱۴	جواز مزارعت کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوال تابعین۔	۲۴۴
۲۱۵	زمین کو بٹائی پر دینے میں فقہاء احناف کا موقف	۲۴۷
۲۱۶	قرآن مجید کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر۔	۲۴۷
۲۱۷	احادیث کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر۔	۲۴۹
۲۱۸	کیا مکانوں کو کرایہ پر دینا شرعاً حرام اور سود ہے؟	۲۵۰
۲۱۹	مکانوں کے کرائے کو سود قرار دینے پر ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب۔	۲۵۱
۲۲۰	مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایات پر بحث ونظر۔	۲۵۲
۲۲۱	مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے میں مذاہب ائمہ	۲۵۴
۲۲۲	مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایت سے علی العموم کرائے کے جواز پر استدلال۔	۲۵۴
۲۲۳	مکانوں کے کرائے کے جواز کے ثبوت میں روایات۔	۲۵۵
۲۲۴	مکانوں کے کرائے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۲۵۸
۲۲۵	مکانوں کے کرائے میں فقہاء شافعیہ کا موقف	۲۵۹
۲۲۶	مکانوں کے کرائے میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۲۵۹
۲۲۷	مکانوں کے کرائے میں فقہاء احناف کا موقف	۲۵۹
	کتاب المساقاۃ والمزارعۃ	۲۶۰
	باب: ۴۹۹	۲۶۰
۲۲۸	مزارعت اور مساقاۃ میں مذاہب فقہاء۔	۲۶۳
۲۲۹	مساقاۃ اور مزارعت کے جواز پر دلائل۔	۲۶۳
۲۳۰	کیا تعیین مدت کے بغیر عقد مساقات صحیح ہے۔	۲۶۴
۲۳۱	مال جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔	۲۶۴
	باب: ۵۰۰	۲۶۵
۲۳۲	کاشتکاری اور درخت لگانے کی فضیلت۔	۲۶۵
۲۳۳	کیا بغیر نیت کے بھی نیک کاموں پر ثواب ہو سکتا ہے؟	۲۶۷
۲۳۴	کاشتکاری اور دیگر دنیاوی امور کی فضیلت اور مذمت کے جدا جدا محمل۔	۲۶۸
۲۳۵	کون سا کسب سب سے افضل ہے۔	۲۶۸
۲۳۶	کیا کافر کو بھی نیک کاموں پر اجر ملتا ہے؟	۲۶۸
	باب: ۵۰۱	۲۶۹
۲۳۷	قدرتی آفات سے پھلوں کے نقصان کو وضع کرنا، فروخت شدہ پھلوں کو نقصان لاحق ہونے پر اس کے تاوان کے وقت میں مذاہب فقہاء	۲۶۹
		۲۷۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۵۰۲	۲۷۲
۲۳۸	قرض سے کچھ معاف کر دینے کا استحباب۔	۲۷۲
۲۳۹	حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل۔	۲۷۵
	باب: ۵۰۳	۲۷۶
۲۴۰	اگر خریدار دیوالیہ ہو جائے اور اس کے پاس خریدی ہوئی چیز ہو تو بائع اس سے لے سکتا ہے۔	۲۷۶
۲۴۱	مفلس (دیوالیہ) کا لغوی اور شرعی معنی۔	۲۷۸
۲۴۲	مفلس (دیوالیہ) کے شرعی احکام۔	۲۷۸
۲۴۳	مفلس کے پاس بائع کی چیز بعینہٖ ملنے کی صورت میں مذاہب ائمہ۔	۲۷۹
۲۴۴	مفلس کے پاس بائع کی چیز ملنے کی صورت میں ائمہ احناف کا موقف۔	۲۸۱
۲۴۵	ائمہ احناف کے دلائل۔	۲۸۱
۲۴۶	ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات۔	۲۸۰
۲۴۷	علامہ نووی، علامہ قرطبی اور علامہ ابن بطال کے اعتراضات کے جوابات۔	۲۸۳
۲۴۸	مفلس کے پاس بائع کی چیز بعینہٖ ملنے کی صورت میں اس کے حق استرداد کے ثبوت میں صحیح اور صریح احادیث۔	۲۸۴
	باب: ۵۰۴	۲۸۵
۲۴۹	مقروض کو مہلت دینے اور تقاضے میں درگذر کی فضیلت۔	۲۸۵
۲۵۰	قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل۔	۲۸۸
	باب: ۵۰۵	۲۸۹
۲۵۱	قرض ادا کرنے میں مالدار کی تاخیر کا حرام ہونا اور حوالہ کا جائز ہونا۔	۲۸۹
۲۵۲	قرض وصول کرنے کے احکام۔	۲۸۹
۲۵۳	حوالہ کی تعریف اور احکام	۲۹۰
	باب: ۵۰۶	۲۹۱
۲۵۴	جنگلات کے فاضل پانی کو بیچنے اور جفتی کرانے کی اجرت کی ممانعت۔	۲۹۱
۲۵۵	فالتو پانی کی بیع میں مذاہب۔	۲۹۲
۲۵۶	نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۲۹۳
۲۵۷	نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۲۹۳
۲۵۸	نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۲۹۴
۲۵۹	نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۲۹۴
۲۶۰	انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم۔	۲۹۵
	باب: ۵۰۷	۲۹۶
۲۶۱	کتوں کی قیمت، فاحشہ اور نجومی کی اجرت اور بلی کی بیع کا حرام ہونا۔	۲۹۶
۲۶۲	کتے کی قیمت اور اس کی بیع میں مذاہب فقہاء۔	۲۹۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۶۳	جن کتوں کا رکھنا جائز ہے ان کی بیع کے جواز میں احادیث۔	۲۹۸
۲۶۴	کاہن کی تعریف اور اس کا حکم۔	۳۰۰
۲۶۵	پچھنے لگانے کی اجرت کا حکم۔	۳۰۱
۲۶۶	بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا حکم۔	۳۰۱
	باب: ۵۰۸	۳۰۲
۲۶۷	کتوں کے قتل کا حکم اور پھر اس کے منسوخ ہونے کا بیان، اور شکار، کھیت اور جانوروں کی حفاظت کے لیے کتے پالنے کا جواز۔	۳۰۲
۲۶۸	کتوں کو قتل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۳۰۸
۲۶۹	کھیت کے کتے کے مستثنیٰ ہونے کی روایت	۳۰۹
۲۷۰	ایک قیراط اور دو قیراط کی دو حدیثوں میں تطبیق۔	۳۰۹
۲۷۱	کتوں کو رکھنے کی وجہ سے ایک قیراط اجر میں کمی کی وجہ۔	۳۱۰
۲۷۲	قیراط کے وزن اور مصداق کی تحقیق۔	۳۱۰
۲۷۳	گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۳۱۰
۲۷۴	گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۳۱۱
۲۷۵	گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۳۱۱
۲۷۶	گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۳۱۲
	باب: ۵۰۹	۳۱۲
۲۷۷	فصد لگانے کی اجرت کا حلال ہونا۔	۳۱۲
۲۷۸	فصد لگانے کی اجرت کے حکم میں مذاہب۔	۳۱۴
۲۷۹	فصد کا طبی حکم۔	۳۱۴
	باب: ۵۱۰	۳۱۵
۲۸۰	شراب کی بیع کا حرام ہونا۔	۳۱۵
۲۸۱	اصل اشیاء میں اباحت ہے۔	۳۱۷
۲۸۲	قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان۔	۳۱۸
۲۸۳	احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم۔	۳۱۹
۲۸۴	امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب۔	۳۲۰
۲۸۵	الکوحل کا شرعی حکم۔	۳۲۲
۲۸۶	الکوحل آمیز دواؤں، پرفیوم اور الکوحل اور اسپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم مذاہب اربعہ کی روشنی میں۔	۳۲۲
۲۸۷	خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب۔	۳۲۴
	باب: ۵۱۱	۳۲۴
۲۸۸	شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کا حرام ہونا۔	۳۲۴
۲۸۹	اللہ اور رسول کی طرف ضمیر واحد لوٹانے کی توجیہ	۳۲۶
۲۹۰	کیا مردار کا صرف گوشت حرام ہے یا اس کے تمام اجزاء۔	۳۲۶
۲۹۱	کیا مردہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟۔	۳۲۷
۲۹۲	حیلہ کی تحقیق۔	۳۲۷

نمبر		صفحہ
۲۹۳	قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت۔	۳۲۸
۲۹۴	حدیث سے حیلہ کا ثبوت۔	۳۲۸
	باب: ۵۱۲	۳۲۹
۲۹۵	سود کا بیان۔	۳۲۹
۲۹۶	ربوٰ کا لغوی معنی۔	۳۴۶
۲۹۷	ربوٰ کا اصطلاحی معنی۔	۳۴۶
۲۹۸	بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل۔	۳۴۷
۲۹۹	مجوزین سود کے دلائل کے جوابات۔	۳۴۸
۳۰۰	افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا ایک حل۔	۳۴۹
۳۰۱	بینک نوٹ کی تحقیق۔	۳۵۰
۳۰۲	نوٹ میں مذاہب اربعہ۔	۳۵۰
۳۰۳	نوٹ میں علماء مصر کا نظریہ۔	۳۵۱
۳۰۴	نوٹ کا لغوی اور عرفی معنی۔	۳۵۱
۳۰۵	نوٹوں کی فقہی حیثیت۔	۳۵۲
۳۰۶	دنیا کے کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں۔	۳۵۳
۳۰۷	نوٹ کے متعلق مصنف کا موقف۔	۳۶۰
۳۰۸	کرنسی نوٹ اور زکوٰۃ۔	۳۶۲
۳۰۹	نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ۔	۳۶۳
۳۱۰	ملکی کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ۔	۳۶۳
۳۱۱	نوٹ کی نوٹ کے بدلہ میں کمی اور زیادتی کے ساتھ بیع۔	۳۶۵
۳۱۲	مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ	۳۶۷
۳۱۳	بغیر قبضہ کے کرنسی کا تبادلہ۔	۳۶۹
۳۱۴	نوٹ کی نوٹ کے عوض کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کے اہم دلائل کا جائزہ۔	۳۷۱

نمبر		صفحہ
۳۱۵	بیع عینہ کے جزیرہ سے سود کو جائز کرنے کا ایک حیلہ۔	۳۷۲
۳۱۶	بیع عینہ کی تحقیق۔	۳۷۳
۳۱۷	عینہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۳۷۳
۳۱۸	بیع عینہ کی حرمت میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین۔	۳۷۴
۳۱۹	بیع عینہ میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۳۷۶
۳۲۰	بیع عینہ میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۳۷۸
۳۲۱	بیع عینہ میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۳۷۹
۳۲۲	بیع عینہ میں فقہاء احناف کا موقف۔	۳۸۰
۳۲۳	دارالحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ۔	۳۸۳
۳۲۴	دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۳۸۴
۳۲۵	دارالحرب میں جواز ربوٰ والی حدیث کی فنی حیثیت	۳۸۴
۳۲۶	دارالحرب میں ربوٰ کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔	۳۸۵
۳۲۷	مکحول کی روایت کا محمل۔	۳۸۵
۳۲۸	دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت۔	۳۸۶
۳۲۹	کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟	۳۸۸
۳۳۰	حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت۔	۳۹۰
۳۳۱	دارالحرب، دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات۔	۳۹۱
۳۳۳	ربوٰ الفضل کی علت حرمت میں مذاہب ائمہ۔	۳۹۴
۳۳۳	ربوٰ الفضل میں ائمہ اربعہ کی بیان کردہ حرمت کی علت کا ایک جائزہ اور مصنف کا موقف۔	۳۹۵
۳۳۴	ربوٰ الفضل کی حرمت کا سبب۔	۳۹۷
۳۳۵	نفع اور سود میں فرق۔	۳۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۳۶	سونے اور چاندی کی بیع میں عقد کے وقت قبضہ کرنے میں مذاہب۔	۳۹۸
۳۳۷	کرنسی نوٹوں کی نوٹوں سے بیع میں ادھار کا حکم۔	۳۹۹
۳۳۸	سونے اور چاندی کی مصنوعات کی بیع میں ادھار کا حکم۔	۴۰۰
۳۳۹	بالخصوص سونے اور چاندی کی بیع میں مجلس کے اندر قبضہ کی شرط کیوں ہے؟	۴۰۱
۳۴۰	بیع صرف میں حضرت امیر معاویہ کا نظریہ۔	۴۰۲
۳۴۱	سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب۔	۴۰۲
۳۴۲	سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۴۰۳
۳۴۳	فقہاء احناف کے دلائل۔	۴۰۴
۳۴۴	سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو زیادہ سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین	۴۰۴
۳۴۵	حضرت ابن عباس کا ربوا الفضل کے بیان سے رجوع	۴۰۷
۳۴۶	حضرت اسامہ کی روایت "سود صرف ادھار میں ہے" کی وضاحت۔	۴۰۸
۳۴۷	اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے۔	۴۰۹
	باب: ۵۱۳	۴۰۹
۳۴۸	حلال لینا اور مشتبہ چیزوں کو ترک کر دینا۔	۴۰۹
۳۴۹	باب مذکور کی حدیث کی اہمیت۔	۴۱۱
۳۵۰	امور مشتبہ کی تشریح میں علماء کے اقوال۔	۴۱۱
۳۵۱	عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟	۴۱۳
۳۵۲	دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل۔	۴۱۳
۳۵۳	قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ۔	۴۱۴
۳۵۴	عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال۔	۴۱۵
۳۵۵	محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال	۴۱۵
	باب: ۵۱۴	۴۱۷
۳۵۶	اونٹ کو فروخت کرنا اور سواری کا استثناء کر لینا	۴۱۷
۳۵۷	حضرت جابر کے اونٹ کی قیمت کی روایت میں اضطراب کے جوابات۔	۴۲۲
۳۵۸	بیع میں شرط لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۲۲
۳۵۹	بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۴۲۳
۳۶۰	بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۴۲۳
۳۶۱	بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۴۲۴
۳۶۲	فقہاء حنبلیہ کی دلیل۔	۴۲۴
۳۶۳	امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی دلیل۔	۴۲۴
۳۶۴	حضرت جابر کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۴۲۴
	باب: ۵۱۵	۴۲۵
۳۶۵	جانوروں کے قرض لینے کا جواز اور بدلے میں بہتر جانور دینے کا استحباب۔	۴۲۵
۳۶۶	حیوان کو بطور قرض دینے میں مذاہب فقہاء	۴۲۷
۳۶۷	حیوان کو بطور قرض لینے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۴۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۶۸	حیوان کے قرض میں جمہور کی روایت کے جوابات	۴۲۸
۳۶۹	حیوان کو بطور قرض دینے کی منسوخیت پر احادیث اور آثار۔	۴۲۸
۳۷۰	حسن تقاضا کا ثبوت۔	۴۲۹
	باب: ۵۱۶	۴۳۰
۳۷۱	حیوان کو حیوان کے عوض کمی و بیشی کے ساتھ بیچنے کا جواز	۴۳۰
۳۷۲	حیوان کی حیوان کے عوض بیع میں جمہور فقہاء کا نظریہ۔	۴۳۰
۳۷۳	حیوان کی حیوان کے عوض بیع میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۴۳۰
۳۷۴	علم رسالت۔	۴۳۱
	باب: ۵۱۷	۴۳۱
۳۷۵	سفر اور حضر میں گروی رکھنے کا جواز۔	۴۳۱
۳۷۶	کافروں سے کاروباری معاملہ کرنے کا جواز۔	۴۳۲
	باب: ۵۱۸	۴۳۳
۳۷۷	بیع سلم کا جواز۔	۴۳۴
۳۷۸	بیع سلم کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۴۳۴
۳۷۹	مزروعات اور عددیات میں بیع سلم کا جواز۔	۴۳۴
۳۸۰	حاضر چیز میں بیع سلم کے متعلق مذاہب فقہاء	۴۳۵
۳۸۱	بیع سلم کی مزید شرائط۔	۴۳۶
	باب: ۵۱۹	۴۳۶
۳۸۲	کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کی مذمت۔	۴۳۶
۳۸۳	احتکار کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۴۳۷
۳۸۴	احتکار میں مذاہب فقہاء۔	۴۳۸
۳۸۵	احتکار کی شرائط۔	۴۳۸
	باب: ۵۲۰	۴۳۸
۳۸۶	بیع میں قسم کھانے کی ممانعت۔	۴۳۸
	باب: ۵۲۱	۴۳۹
۳۸۷	شفعہ کا بیان۔	۴۳۹
۳۸۸	شفعہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۴۴۰
۳۸۹	شفعہ میں مذاہب فقہاء۔	۴۴۱
۳۹۰	فقہاء احناف کا موقف۔	۴۴۱
۳۹۱	پڑوسی کے شفعہ میں احادیث اور آثار۔	۴۴۲
	باب: ۵۲۲	۴۴۴
۳۹۲	پڑوسی کی دیوار میں لکڑی گاڑنا۔	۴۴۴
۳۹۳	پڑوسی کے شہتیر رکھنے میں مذاہب فقہاء۔	۴۴۵
	باب: ۵۲۳	۴۴۵
۳۹۴	ظلم اور زمین وغیرہ غصب کرنے کی حرمت۔	۴۴۵
۳۹۵	گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی وضاحت۔	۴۴۸
۳۹۶	سات زمینوں کا ثبوت۔	۴۴۹
۳۹۷	زمین کو غصب کرنے میں فقہاء احناف کے قول کی وضاحت۔	۴۴۹
۳۹۸	مالک زمین کا زمین کے اوپر اور نیچے تصرف	۴۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کا حکم	۴۵۰
۳۹۹	زمین کے تیل یا گیس کا حکم۔	۴۵۰
۴۰۰	سات زمینوں کے بارے میں اثر ابن عباس۔	۴۵۰
۴۰۱	اثر ابن عباس پر اشکال۔	۴۵۱
۴۰۲	اثر مذکور کا جواب مولانا قصوری سے۔	۴۵۱
۴۰۳	اشکال مذکور کا جواب شیخ نانوتوی سے	۴۵۱
	باب: ۵۲۴	۴۵۲
۴۰۴	اختلاف کی صورت میں راستے کی مقدار۔	۴۵۲
	کتاب الفرائض	۴۵۴
	باب: ۵۲۵	۴۵۴
۴۰۵	فرائض کا لغوی معنی۔	۴۶۲
۴۰۶	مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب۔	۴۶۲
۴۰۷	آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا۔	۴۶۳
۴۰۸	کلالہ کی تعریف۔	۴۶۳
	کتاب الہبات	۴۶۴
	باب: ۵۲۶	۴۶۴
۴۰۹	صدقہ کی ہوئی چیز کو خرید نے کی کراہت	۴۶۴
	باب: ۵۲۷	۴۶۶
۴۱۰	صدقہ میں رجوع کی حرمت۔	۴۶۶
۴۱۱	ہبہ کی تعریف اور اس کے احکام۔	۴۶۸
۴۱۲	ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء کے نظریات۔	۴۶۹
۴۱۳	ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۴۶۹
۴۱۴	ہبہ میں رجوع کرنے کے جواز پر احادیث۔	۴۶۹
۴۱۵	جمہور کی دلیل کا جواب۔	۴۷۱
	باب: ۵۲۸	۴۷۲
۴۱۶	بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دینے کی کراہت	۴۷۲
۴۱۷	حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق۔	۴۷۷
۴۱۸	اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ۔	۴۷۷
۴۱۹	اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذہب احناف۔	۴۷۸
۴۲۰	اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق۔	۴۷۹
	باب: ۵۲۹	۴۸۰
۴۲۱	عمریٰ (تاحیات ہبہ) کا بیان۔	۴۸۰
۴۲۲	عمریٰ کا لغوی معنی۔	۴۸۵
۴۲۳	عمریٰ کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۴۸۶
۴۲۴	عمریٰ کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا موقف۔	۴۸۶
۴۲۵	عمریٰ کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۴۸۷
۴۲۶	عمریٰ کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف۔	۴۸۷
۴۲۷	رقبیٰ کا حکم۔	۴۸۸
	کتاب الوصیۃ	۴۸۹
	باب: ۵۳۰	۴۸۹
۴۲۸	وصیت کا لغوی اور شرعی معنی۔	۴۹۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۲۹	وصیت کے اقسام۔	۴۹۶
۴۳۰	کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟	۴۹۶
۴۳۱	ثلث مال تک وصیت کی تحقیق۔	۴۹۸
۴۳۲	امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق۔	۴۹۸
۴۳۳	لمبی عمر کی فضیلت۔	۴۹۸
۴۳۴	اہل مکہ کی ہجرت کا حکم۔	۴۹۹
	باب: ۵۳۱	۴۹۹
۴۳۵	میت کو صدقات کا ایصال ثواب۔	۴۹۹
۴۳۶	قرآن مجید سے ایصال ثواب کا ثبوت۔	۵۰۰
۴۳۷	احادیث اور آثار سے ایصال ثواب کا ثبوت۔	۵۰۰
۴۳۸	ایصال ثواب کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۵۰۴
۴۳۹	ایصال ثواب کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۵۰۵
۴۴۰	ایصال ثواب کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۵۰۵
۴۴۱	ایصال ثواب کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۵۰۶
۴۴۲	ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین کا نظریہ	۵۰۷
۴۴۳	ایصال ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ۔	۵۰۸
۴۴۴	ایصال ثواب کے متعلق امام احمد رضا کا نظریہ	۵۰۸
۴۴۵	قرآن خوانی کی اجرت لینے کی توجیہات۔	۵۱۰
	باب: ۵۳۲	۵۱۱
۴۴۶	موت کے بعد انسان کو لاحق ہونے والا ثواب	۵۱۱
۴۴۷	صدقات جاریہ کی وضاحت۔	۵۱۱
۴۴۸	ایصال ثواب کی وضاحت۔	۵۱۲
	باب: ۵۳۳	۵۱۲
۴۴۹	وقف کا بیان	۵۱۲
۴۵۰	وقف کا لغوی معنی۔	۵۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵۱	وقف کی فقہی تعریف۔	۵۲۳
۴۵۲	وقف کا حکم۔	۵۱۴
۴۵۳	وقف کی شرائط۔	۵۱۴
۴۵۴	وقف کے مسائل۔	۵۱۵
	باب: ۵۳۴	۵۱۵
۴۵۵	جس کے پاس وصیت کے لیے کوئی چیز نہ ہو اس کا وصیت کو ترک کرنا۔	۵۱۵
۴۵۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات۔	۵۱۹
۴۵۷	احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی۔	۵۱۹
۴۵۸	احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی۔	۵۲۰
۴۵۹	اُھجُر کی تحقیق۔	۵۲۱
۴۶۰	حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات۔	۵۲۱
۴۶۱	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے؟	۵۲۴
	کتاب النذر	۵۲۷
۴۶۲	نذر کا لغوی معنی۔ **باب: ۵۳۵**	۵۲۷
۴۶۳	نذر کا شرعی معنی۔	۵۳۴
۴۶۴	نذر کا حکم۔	۵۳۴
۴۶۵	نذر کی شرائط۔	۵۳۵
۴۶۶	نذر کی اقسام۔	۵۳۵
۴۶۷	میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۵۳۵
۴۶۸	میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۵۳۷
۴۶۹	میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۵۳۷
۴۷۰	میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۵۳۸
۴۷۱	میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ۔	۵۳۹
۴۷۲	اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں۔	۵۳۹
۴۷۳	اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ۔	۵۴۰
۴۷۴	اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق مولانا ریاست علی خاں کا نظریہ۔	۵۴۰
۴۷۵	اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ۔	۵۴۱
۴۷۶	کیا میت کے لیے نفلی نذر ماننا جائز ہے؟	۵۴۱
۴۷۷	نفلی قسم اور نفلی نذر کی تحقیق۔	۵۴۲
۴۷۸	مصیبت کے وقت کٹر مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا۔	۵۴۳
۴۷۹	انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہ اعتدال اپنائیے۔	۵۴۴
۴۸۰	نذر سے ممانعت کی وجوہات۔	۵۴۶
۴۸۱	اظہار اسلام کے بعد قیدی کو کفار کے حوالہ کرنے کے جوابات۔	۵۴۵
۴۸۲	نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۵۴۵
۴۸۳	نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۵۴۷
۴۸۴	نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۵۴۷
۴۸۵	نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ۔	۵۴۷
۴۸۶	مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش۔	۵۴۸
۴۸۷	شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب۔	۵۵۰
۴۸۸	نذر معصیت پر کفارہ لازم ہونے پر علامہ باردینی حنفی کے دلائل۔	۵۵۰
۴۸۹	بیٹے کو قربان کرنے کی نذر میں آیا ایک بکری کا کفارہ ہے یا سو اونٹوں کا؟	۵۵۲
۴۹۰	کیا کافر مسلمانوں کا مال لوٹ کر اس کے مالک ہو جاتے ہیں۔؟	۵۵۳
	کتاب الایمان	۵۵۵
	باب: ۵۳۶	۵۵۵
۴۹۱	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت۔	۵۵۵
۴۹۲	یمین کا لغوی معنی۔	۵۵۸
۴۹۳	یمین کا اصطلاحی معنی۔	۵۵۸
۴۹۴	یمین کی اقسام۔	۵۵۹
۴۹۵	کفارہ قسم کا بیان۔	۵۵۹
۴۹۶	غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کا سبب۔	۵۶۰
۴۹۷	غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حنبلیہ کی رائے۔	۵۶۱
۴۹۸	غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کی رائے۔	۵۶۲
۴۹۹	غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے۔	۵۶۲
۵۰۰	غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء حنفیہ کی رائے۔	۵۶۲
۵۰۱	اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟	۵۶۳
۵۰۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟	۵۶۴
۵۰۳	قسم پورا کرنے اور توڑنے کی اقسام۔	۵۶۵
۵۰۴	بکثرت قسم کھانا غیر پسندیدہ ہے۔	۵۶۶
۵۰۵	لاۃ کی اصل اور تاریخ۔	۵۶۷
۵۰۶	عزیٰ کی اصل اور تاریخ۔	۵۶۷
۵۰۷	کفریہ کلمات سے قسم کھانے کا حکم۔	۵۶۸
۵۰۸	آیا کفریہ کلمات سے ائمہ مذاہب کے نزدیک شرعی قسم منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟	۵۶۹
۵۰۹	امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش۔	۵۶۹
۵۱۰	قمار کی دعوت دینے کا حکم۔	۵۷۰
	باب: ۵۳۷	۵۷۰
۵۱۱	قسم کا خلاف بہتر ہونے کی صورت میں قسم کا خلاف کرنے کا استحباب۔	۵۷۰
۵۱۲	خود سواریاں دے کر اللہ کی طرف نسبت کرنے کی توجیہات۔	۵۷۹
۵۱۳	قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۵۷۹
۵۱۴	قسم توڑنے سے پہلے کفارے کے جواز پر	۵۷۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	جمہور کے دلائل۔	۵۸۰
۵۱۵	قسم توڑنے سے پہلے کفارے کے عدم جواز پر فقہاء احناف کے دلائل اور جمہور کے دلائل کے جوابات۔	۵۸۰
۵۱۶	ترجم کی نسبت پر ایک اشکال کا جواب۔	۵۸۲
۵۱۷	سوال کرنے سے ابن حاتم کی ناراضگی کی توجیہ۔	۵۸۲
۵۱۸	منصب کا سوال۔	۵۸۳
	باب: ۵۳۸	۵۸۳
۵۱۹	قسم میں، قسم کھلانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔	۵۸۳
۵۲۰	فقہاء شافعیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم۔	۵۸۳
۵۲۱	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم۔	۵۸۴
۵۲۲	فقہاء مالکیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم۔	۵۸۶
۵۲۳	فقہاء حنفیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم۔	۵۸۷
	باب: ۵۳۹	۵۸۷
۵۲۴	قسم میں انشاء اللہ کہنا۔	۵۸۷
۵۲۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق۔	۵۹۰
۵۲۶	حضرت سلیمان سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات۔	۵۹۰
۵۲۷	قسم کے بعد استثناء کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۵۹۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۸	بعض دیگر مسائل۔	۵۹۳
	باب: ۵۴۰	۵۹۳
۵۲۹	اگر قسم سے نقصان ہو تو قسم پورا کرنے کی ممانعت۔	۵۹۳
۵۳۰	قسم توڑنے کے وجوب کا بیان۔	۵۹۴
۵۳۱	ایک اشکال کا جواب۔	۵۹۴
	باب: ۵۴۱	۵۹۴
۵۳۲	کافر مشرف باسلام ہونے کے بعد آیا اپنی نذر کو پورا کرے گا یا نہیں؟	۵۹۴
۵۳۳	زمانہ کفر میں مانی ہوئی نذر کے حکم کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۵۹۷
۵۳۴	جاہلیت کی نذر کو پورا کرنے کے حکم کی ترجیحات	۵۹۷
۵۳۵	اعتکاف میں روزے کی شرط کے متعلق مذاہب	۵۹۸
۵۳۶	اعتکاف میں روزے کی شرط پر اعتراض کے جوابات۔	۵۹۹
	باب: ۵۴۲	۵۹۹
۵۳۷	غلاموں کے ساتھ برتاؤ۔	۵۹۹
۵۳۸	غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کی بناء پر انہیں آزاد کرنے کا حکم۔	۶۱۳
۵۳۹	غلاموں کو دگنا اجر ملنے کی تحقیق۔	۶۱۳
۵۴۰	غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔	۶۱۴
۵۴۱	قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۶۱۴
۵۴۲	قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل۔	۶۱۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۴۳	قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں حدیث صحیح کے جوابات۔	۶۱۵
۵۴۴	قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں مصنف کا موقف۔	۶۱۶
	باب: ۵۴۳	۶۱۷
۵۴۵	مدبر غلام کی بیع کا جواز۔	۶۱۷
۵۴۶	مدبر کی بیع میں مذاہب فقہاء۔	۶۱۸
۵۴۷	مدبر کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف۔	۶۱۹
۵۴۸	مدبر مطلق کی بیع کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل۔	۶۱۹
۵۴۹	بیع مدبر کے جواز کی روایت کے جوابات۔	۶۲۰
"	**کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات**	۶۲۱
	باب: ۵۴۴	۶۲۱
۵۵۰	قسامت کا بیان۔	۶۲۱
۵۵۱	قسامت کا لغوی معنی۔	۶۲۶
۵۵۲	قسامت کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ۔	۶۲۷
۵۵۳	قسامت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا خلاصہ۔	۶۲۸
۵۵۴	قسامت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل	۶۳۰
۵۵۵	قسامت میں صرف مدعی علیہ پر قسم پیش کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فتاوی تابعین	۶۳۱
۵۵۶	مدعی پر قسم لازم کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۶۳۴
۵۵۷	حدیث قسامت کے دیگر مسائل۔	۶۳۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۸	قسامت کی شرعی حیثیت۔	۶۳۵
	باب: ۵۴۵	۶۳۶
۵۵۹	ڈاکوؤں اور مرتدوں کے احکام۔	۶۳۶
۵۶۰	واقعہ عرینہ کی تاریخ۔	۶۴۰
۵۶۱	حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان۔	۶۴۱
۵۶۲	عرینیین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات۔	۶۴۳
۵۶۳	کیا عرینیین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی؟۔	۶۴۴
۵۶۴	کیا عرینیین کو سزا دینا حضور کی رحمت کے منافی تھا؟۔	۶۴۴
۵۶۵	آیات محاربہ کا شانِ نزول۔	۶۴۴
۵۶۶	حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی	۶۴۵
۵۶۷	ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف۔	۶۴۵
۵۶۸	ڈاکہ کا رکن۔	۶۴۵
۵۶۹	ڈاکہ کی شرائط۔	۶۴۶
۵۷۰	شہر میں لوٹ مار کے ڈاکہ ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء۔	۶۴۷
۵۷۱	ڈاکہ کے جرم کی تفصیل۔	۶۴۸
۵۷۲	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا۔	۶۴۹
۵۷۳	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا۔	۶۵۲
۵۷۴	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف قتل کرنے کی سزا۔	۶۵۳
۵۷۵	مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا۔	۶۵۴
۵۷۶	مرتد کا لغوی معنی۔	۶۵۵
۵۷۷	مرتد کا اصطلاحی معنی۔	۶۵۵
۵۷۸	مرتد۔	۶۵۶
۵۷۹	زندیق۔	۶۵۶
۵۸۰	منافق۔	۶۵۶
۵۸۱	ساحر۔	۶۵۶
۵۸۲	کاہن۔	۶۵۶
۵۸۳	گستاخ۔	۶۵۶
۵۸۴	ارتداد کی شرائط	۶۵۷
۵۸۵	مرتد کے حکم میں فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۶۵۷
۵۸۶	مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۶۵۹
۵۸۷	مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۶۶۰
۵۸۸	مرتدہ کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث اور آثار	۶۶۱
۵۸۹	قتل مرتد کا قرآن مجید سے ثبوت۔	۶۶۲
۵۹۰	قتل مرتد کے ثبوت میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین۔	۶۶۳
۵۹۱	کیا مرتد کو قتل کرنا آزادیٔ فکر کے خلاف ہے؟	۶۶۵
	باب: ۵۴۶	۶۶۶
۵۹۲	پتھر اور دوسری دھار والی چیزوں سے قصاص کا اور عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنے کا ثبوت۔	۶۶۶
۵۹۳	حدیث الباب میں قتل کے ثبوت کا تعین۔	۶۶۸
۵۹۴	قتل کے ثبوت میں امام مالک کے قول کی وضاحت	۶۶۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۹۵	آلۂ قصاص میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۶۶۸
۵۹۶	آلۂ قصاص کے عموم میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۶۶۹
۵۹۷	اشارہ سے حکم کے ثبوت میں مذاہب۔	۶۶۹
۵۹۸	بھاری اور ثقیل چیز سے قصاص کے لزوم میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب۔	۶۷۰
۵۹۹	قصاص کے وجوب میں تلوار یا دھار والے آلہ سے قتل کے بارے میں احادیث، آثار اور فتاوی تابعین۔	۶۷۰
۶۰۰	فقہاء احناف کے نزدیک قتل کی اقسام۔	۶۷۳
۶۰۱	قتل شبہ عمد۔	۶۷۴
۶۰۲	قتل خطاء۔	۶۷۶
۶۰۳	قتل قائم مقام خطاء۔	۶۷۶
۶۰۴	قتل بالسبب۔	۶۷۶
۶۰۵	پستول اور بندوق کے ساتھ قتل کرنے سے آیا قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟	۶۷۷
۶۰۶	مسئلہ قصاص میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۶۸۲
۶۰۷	قصاص لینے کے طریقہ میں فقہاء احناف کا موقف۔	۶۸۱
۶۰۸	حدیث لا قود الا بالسیف کی فنی حیثیت۔	۶۸۳
۶۰۹	فقہاء احناف کے نزدیک قصاص لینے میں بالخصوص تلوار مراد نہیں ہے۔	۶۸۳
۶۱۰	مقصلہ اور برقی کرسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق۔	۶۸۴
۶۱۱	پھانسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق۔	۶۸۴
۶۱۲	آلات قصاص میں مصنف کی تحقیق۔	۶۸۵
۶۱۳	کیا اس زمانہ میں قصاص لینے کا عمل حکومت کے سپرد کیا جاسکتا ہے؟	۶۸۶
	باب: ۵۴۷	۶۸۷
۶۱۴	جب کوئی شخص حملہ آور کی مدافعت کرتے ہوئے اس کی جان یا اس کے کسی عضو کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے۔	۶۸۷
۶۱۵	اس واقعہ کی تحقیق کہ ہاتھ حضرت یعلیٰ کا کاٹا گیا یا ان کے نوکر کا؟۔	۶۸۹
۶۱۶	کاٹنے والے کے منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو فقہاء احناف اور شوافع کے نزدیک تاوان نہیں ہے۔	۶۹۰
۶۱۷	منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو امام مالک کے نزدیک تاوان ہے۔	۶۹۱
۶۱۸	امام مالک کی طرف سے توجیہات۔	۶۹۱
۶۱۹	فقہاء حنبلیہ کا مسلک۔	۶۹۲
۶۲۰	قرآن اور سنت کی روشنی میں مسلمانوں کی جان اور مال پر حملہ کرنے والے کا حکم۔	۶۹۲
۶۲۱	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مسلمان پر حملہ کرنے والے کا حکم۔	۶۹۳
۶۲۲	فقہاء احناف کے نزدیک مسلمان کی جان اور اس کے مال پر حملہ کرنے والے کا حکم۔	۶۹۳
	باب: ۵۴۸	۶۹۴
۶۲۳	دانت وغیرہ میں قصاص کا حکم۔	۶۹۴
۶۲۴	حکم رسالت مآب کے بعد حضرت رُبیّع کی ماں	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کے اختلاف کرنے کی توجیہات۔	۶۹۵
۶۲۵	کرامات اولیاء اور دیگر مسائل۔	۶۹۵
۶۲۶	صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں تعارض کے جوابات۔	۶۹۶
۶۲۷	دانت اور دیگر ہڈیوں کے قصاص میں مذاہب فقہاء۔	۶۹۶
	باب: ۵۴۹	۶۹۷
۶۲۸	مسلمان کے خون کی اباحت کے اسباب۔	۶۹۷
۶۲۹	مسلمانوں کے خون کی اباحت کے تین اسباب کی تشریح۔	۶۹۸
۶۳۰	کیا مسلمانوں کو قتل کرنے کے اسباب تین سے زیادہ ہیں؟۔	۶۹۹
	باب: ۵۵۰	۷۰۰
۶۳۱	قتل کی بنیاد رکھنے والے کا گناہ۔	۷۰۰
۶۳۲	قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تاریخ اور تفصیل۔	۷۰۰
	باب: ۵۵۱	۷۰۲
۶۳۳	آخرت میں قتل کی سزا اور سب سے پہلے قتل کا حساب کیا جانا۔	۷۰۲
۶۳۴	قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا یا نماز کا؟	۷۰۳
	باب: ۵۵۲	۷۰۳
۶۳۵	خون، مال اور عزت کی حرمت کا بیان۔	۷۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۳۶	اشہر حرم میں رد و بدل کی تفصیل اور تحقیق۔	۷۰۶
۶۳۷	آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہو چکا ہے یا نہیں؟۔	۷۰۷
۶۳۸	حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل۔	۷۰۸
	باب: ۵۵۳	۷۰۹
۶۳۹	قتل کے اقرار کا صحیح ہونا، ولی مقتول کو قصاص کا حق حاصل ہونا، اور اس سے معافی طلب کرنے کا مستحق ہونا۔	۷۰۹
۶۴۰	روایات باب کی تفصیل۔	۷۱۱
۶۴۱	قتل عمد کے احکام اور مسائل۔	۷۱۱
۶۴۲	کیا ولی قصاص کا قصاص لینا قتل کے مترادف ہے	۷۱۱
۶۴۳	قاتل پر مقتول اور اس کے ولی دونوں کے گناہوں کا بوجھ ہے۔	۷۱۳
	باب: ۵۵۴	۷۱۳
۶۴۴	پیٹ کے بچے اور قتل خطاء اور قتل شبہ عمد میں دیت کا وجوب۔	۷۱۳
۶۴۵	لڑائی کرنے والی دو عورتوں کے اسماء۔	۷۱۶
۶۴۶	غرہ کی تحقیق۔	۷۱۷
۶۴۷	دیت کی مقدار۔	۷۱۸
۶۴۸	عورت کی نصف دیت کی تحقیق۔	۷۱۸
۶۴۹	عورت کی دیت میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۷۱۹
۶۵۰	عورت کی دیت میں غیر مقلدین کا موقف اور بحث و نظر۔	۷۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۵۱	کیا ابن علیہ اور الاصم کا اختلاف اجماع کے منافی ہے۔	۷۲۱
۶۵۲	"عاقلہ" کون ہیں؟۔	۷۲۳
۶۵۳	ہر فرد پر کتنی دیت ہے؟	۷۲۳
	کتاب الحدود	۷۲۴
۶۵۴	حد اور تعزیر کا فرق۔	۷۲۴
۶۵۵	اسلامی حدود پر مستشرقین کے اعتراض کا جواب۔	۷۲۴
۶۵۶	حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر ایک اعتراض کا جواب۔	۷۲۵
۶۵۷	حدود میں عورتوں کی گواہی کی تحقیق۔	۷۲۶
۶۵۸	حدود میں عورتوں کی شہادت کا اعتبار کرنے پر متجددین کا ایک استدلال۔	۷۲۸
۶۵۹	استدلال مذکور کے جوابات۔	۷۲۹
۶۶۰	کیا عورت کا مرد کو تہمت لگانا جائز ہے۔	۷۳۲
۶۶۱	کیا حدود جاری کرنا پردہ پوشی اور ستر عیوب کے خلاف ہے۔	۷۳۶
۶۶۲	کیا اسلامی حدود وحشیانہ اور غیر انسانی سزائیں ہیں؟	۷۳۶
	باب: ۵۵۵	۷۳۸
۶۶۳	چوری کی حد اور اس کا نصاب۔	۷۳۸
۶۶۴	حد سرقہ کی حکمت۔	۷۴۲
۶۶۵	سرقہ کا لغوی معنی	۷۴۲
۶۶۶	سرقہ کا اصطلاحی معنی۔	۷۴۳
۶۶۷	کن صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔	۷۴۳
۶۶۸	نصاب سرقہ میں مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل	۷۴۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۶۹	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۷۴۶
۶۷۰	فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں احادیث۔	۷۴۷
۶۷۱	فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فتاوی تابعین۔	۷۴۸
۶۷۲	حرز کی تعریف۔	۷۵۰
۶۷۳	متعدد چوریوں میں چور کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کی تفصیل اور مذاہب فقہاء۔	۷۵۰
۶۷۴	چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے جانے والی روایتوں کی فنی حیثیت۔	۷۵۳
۶۷۵	کیا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد چور اس ہاتھ کا پیوند کرا کے دوبارہ لگوا سکتا ہے؟	۷۵۵
۶۷۶	کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۷۵۵
۶۷۷	کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۷۵۶
۶۷۸	کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۷۵۷
۶۷۹	کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۷۵۷
۶۸۰	چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ جوڑنے کا حکم۔	۷۵۸
	باب: ۵۵۶	۷۶۰
۶۸۱	معزز ہو یا غیر معزز چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اور حدود میں سفارش کی ممانعت۔	۷۶۰
۶۸۲	چوری کرنے والی خاتون کی تحقیق۔	۷۶۲
۶۸۳	چرائی جانے والی چیز کی تحقیق۔	۷۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۸۴	عاریۃً چیز لے کر انکار کرنے پر حد لگانے کی تحقیق۔	۷۶۴
۶۸۵	عاریت کے انکار پر حد میں مذاہب فقہاء۔	۷۶۴
۶۸۶	حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہونے سے پہلے حد کو معاف کیا جا سکتا ہے اس کے بعد نہیں۔	۷۶۵
	باب: ۵۵۷	۷۶۶
۶۸۷	زنا کی حد کا بیان۔	۷۶۶
۶۸۸	قرآن اور سنت سے زنا کی حرمت کا بیان۔	۷۸۴
۶۸۹	زنا کا لغوی معنی۔	۷۸۵
۶۹۰	فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف۔	۷۸۵
۶۹۱	فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف۔	۷۸۵
۶۹۲	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف۔	۷۸۶
۶۹۳	فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف۔	۷۸۷
۶۹۴	حد زنا کی شرائط۔	۷۸۹
۶۹۵	احصان کی تحقیق۔	۷۹۰
۶۹۶	زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۷۹۲
۶۹۷	زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل۔	۷۹۲
۶۹۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل۔	۷۹۳
۶۹۹	غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث۔	۷۹۴
۷۰۰	غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں آثار صحابہ و فتاوی تابعین۔	۷۹۵
۷۰۱	غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کرنے اور نہ کرنے کی متعارض روایات میں تطبیق۔	۷۹۶
۷۰۲	شہر بدر کرنے کے حد نہ ہونے کی دلیل۔	۷۹۶
۷۰۳	رجم کی تحقیق۔	۷۹۷
۷۰۴	قرآن مجید سے رجم کا ثبوت۔	۷۹۷
۷۰۵	رجم کی منسوخ التلاوت آیت۔	۷۹۹
۷۰۶	آیت رجم کی بحث۔	۸۰۲
۷۰۷	رجم کی احادیث متواترہ۔	۸۰۳
۷۰۸	حضرات صحابہ کی روایت کردہ احادیث رجم۔	۸۰۴
۷۰۹	رجم کے متعلق حضرات تابعین کی روایت کردہ احادیث مرسلہ۔	۸۱۲
۷۱۰	رجم کے متعلق آثار صحابہ۔	۸۱۴
۷۱۱	رجم کے متعلق فتاوی تابعین۔	۸۱۵
۷۱۲	رجم کے واقعات آیا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں یا بعد کے؟۔	۸۱۶
۷۱۳	سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیے جانے پر دلائل۔	۸۱۷
۷۱۴	باندیوں کی نصف سزا سے رجم کی نفی پر استدلال کا جواب۔	۸۱۹
۷۱۵	ازواج مطہرات کو بر تقدیر فاحشہ ضعف عذاب کی وجہ سے نفی رجم پر استدلال کا جواب۔	۸۲۳
۷۱۶	رجم کے خلاف قرآن نہ ہونے پر دلائل۔	۸۲۴
۷۱۷	مرجوم کو گولی سے ہلاک کر دینے کی تحقیق۔	۸۲۵
۷۱۸	مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے میں مذاہب فقہاء۔	۸۲۷
۷۱۹	سنت تطبیق حکماً کتاب اللہ کے مساوی ہے۔	۸۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۲۰	حد زنا کے ثبوت کے طریقے۔	۸۲۸
۷۲۱	زنا کے گواہوں کی شرائط۔	۸۲۹
۷۲۲	نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کی تعذیر پر گواہوں کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۰
۷۲۳	اقرار سے حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۳
۷۲۴	حمل کی بنا پر حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء	۸۳۴
۷۲۵	کیا مادہ منویہ کے اتحاد کی بنا پر حد لگائی جا سکتی ہے؟	۸۳۴
۷۲۶	لواطت (اغلام) کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۵
۷۲۷	جانور سے بدکاری کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۶
۷۲۸	مردہ عورت سے وطی کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۷
۷۲۹	عورت کا عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا حکم	۸۳۷
۷۳۰	استمناء کا حکم۔	۸۳۸
۷۳۱	کیا خلیفہ حدود سے مستثنیٰ ہے؟	۸۳۹
	باب: ۵۵۸	۸۴۰
۷۳۲	شراب کی حد کا بیان۔	۸۴۰
۷۳۳	عزت خمر میں مذاہب۔	۸۴۲
۷۳۴	شراب کی حد میں مذاہب فقہاء۔	۸۴۳
۷۳۵	شراب کی حد میں فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں احادیث۔	۸۴۳
۷۳۶	چالیس کوڑوں اور اسی کوڑوں کی روایات میں تطبیق۔	۸۴۵
۷۳۷	شراب نوشی کی اس مقدار کا بیان جس پر حد واجب ہوتی ہے۔	۸۴۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۳۸	کیا امام ابوحنیفہ کے قول پر مروجہ شرابیں حلال ہیں؟	۸۴۸
۷۳۹	خمر اور باقی شرابوں میں فرق۔	۸۵۲
۷۴۰	چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کی تحقیق۔	۸۵۲
	باب: ۵۵۹	۸۵۴
۷۴۱	تعزیر کے کوڑوں کی مقدار۔	۸۵۴
۷۴۲	تعزیر کی مقدار میں فقہاء شافعیہ کا موقف۔	۸۵۵
۷۴۳	تعزیر کی مقدار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف۔	۸۵۵
۷۴۴	تعزیر کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا موقف اور حد اور تعزیر کے فرق کی تفصیل۔	۸۵۶
۷۴۵	تعزیر کی مقدار میں فقہاء احناف کا موقف۔	۸۵۸
۷۴۶	بوسہ و کنار، نصاب سے کم چوری اور غنڈہ گردی وغیرہ پر تعزیر کی تفصیل۔	۸۵۹
۷۴۷	بلا عذر روزہ نہ رکھنے اور دیگر کبائر کی تعزیر کا بیان۔	۸۵۹
۷۴۸	مدافعت میں قتال کا جواز۔	۸۶۰
۷۴۹	مرد اور عورت کے اختلاط پر تعزیر۔	۸۶۰
۷۵۰	تعزیر میں قتل کرنے کی تحقیق۔	۸۶۱
۷۵۱	احادیث سے تعزیر میں قتل کرنے کا ثبوت۔	۸۶۱
۷۵۲	تعزیر میں قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء اسلام کے اقوال۔	۸۶۲
	باب	۸۶۵
۷۵۳	حدود گناہوں کا کفارہ ہیں۔	۸۶۵
۷۵۴	اسلام میں بیعت کا تصور۔	۸۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۵۵	شیخ طریقت کی شرائط۔	۸۶۸
۷۵۶	بیعت برکت۔	۸۶۹
۷۵۷	بیعت ارادت۔	۸۷۰
۷۵۸	تبدیلی بیعت اور تجدید بیعت کا حکم۔	۸۷۱
۷۵۹	کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے۔	۸۷۲
۷۶۰	قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات۔	۸۷۳
۷۶۱	ثواب اور عذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات۔	۸۷۳
۷۶۲	حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۸۷۴
۷۶۳	حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق۔	۸۷۴
۷۶۴	قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان۔	۸۷۵
۷۶۵	حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات۔	۸۷۶
۷۶۶	حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات۔	۸۷۸
۷۶۷	مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح۔	۸۷۸
	باب: ۵۶۱	۸۸۰
۷۶۸	جانور یا کان اور کنویں کی وجہ سے زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے۔	۸۸۰
۷۶۹	جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۸۸۱
۷۷۰	جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ	

۷۷۰	کا نظریہ۔	۸۸۲
۷۷۱	جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۸۲
۷۷۲	جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۸۳
۷۷۳	کنویں اور کان میں گرنے کا حکم۔	۸۸۳
۷۷۴	"رکاز" سے دفینہ مراد ہے یا معدن؟	۸۸۴
۷۷۵	معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام۔	۸۸۷
۷۷۶	معدنیات میں نصاب اور سال گذرنے کی شرط کی تحقیق۔	۸۸۷
۷۷۷	جس جگہ معدنیات پائے گئے اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام۔	۸۸۸
۷۷۸	معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام۔	۸۸۸
۷۷۹	معدنیات کا مصرف، اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم۔	۸۸۹
۷۸۰	اگر آجکل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟	۸۸۹
۷۸۱	**حد قذف**	۸۹۰
۷۸۲	قذف کا لغوی معنی۔	۸۹۰
۷۸۳	قذف کا شرعی معنی۔	۸۹۰
۷۸۴	قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم۔	۸۹۱
۷۸۵	احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم۔	۸۹۱
۷۸۶	احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء۔	۸۹۳
۷۸۷	احصان کی شرائط میں مذہب احناف۔	۸۹۴
۷۸۸	کوڑے مارنے کے احکام۔	۸۹۴
۷۸۹	اختتامیہ۔	۸۹۵
۷۹۰	ماخذ و مراجع۔	۸۹۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان اور بے انتہا کرم ہے کہ شرح صحیح مسلم کی چار جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ گئیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس شرح کو عوام وخواص میں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی، بہت سے احباب نے مجھے یہ بتایا کہ وہ ایک بار پڑھنے کے بعد اس شرح کو دوسری بار پڑھ رہے ہیں، کسی مصنف کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش قسمتی ہوگی کہ اس کی تصانیف اس کی زندگی میں چھپیں، پڑھی جائیں اور قبولیت پائیں! وللہ الحمد علی ذلک۔

شرح صحیح مسلم جلد رابع میں جن موضوعات پر تفصیلی بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی تحقیق، مفہوم مخالف کی تحقیق، اسلام، اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ اقتصادی نظاموں کا تقابلی مطالعہ، اور باہمی موازنہ اور اسلام کے اقتصادی نظام کی حقانیت اور بالادستی، سوشلزم اور اسلامی مساوات کا موازنہ اور اسلامی مساوات کی ترجیح اور برتری، انعامی بانڈز کی تحقیق، دستاویز اور ہنڈی کی بیع کا حکم، حقوق کی بیع کا حکم، امپورٹ لائسنس، روٹ پرمٹ اور پگڑی وغیرہ کی بیع پر بحث، باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم، کیا زمین کو کرائے پر دینا سود ہے؟ زمین کو ثمانی پر دینے کی بحث، زمین کی شخصی ملکیت پر بحث۔ انجکشن کے ذریعہ زر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم، امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کے اعتراض کا جواب، الکوحل اور اسپرٹ کے مرکبات کا حکم، بینک کے سود کی تحقیق، افراط زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا حل، کرنسی نوٹ کی تحقیق، بیع عینہ کی تحقیق، دارالحرب کے سود کا حکم، حلال کا حل دل ہے یا دماغ؟ زمین کے تیل یا گیس کا حکم، سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس کی تحقیق، ایصال ثواب کی تحقیق، اولیاء اللہ کی مروجہ نذر پر بحث، قتل مرتد کی بحث، آلہ قصاص کیا صرف تلوار کے ساتھ خاص ہے؟ عورت کی نصف دیت کی تحقیق، حدود میں عورتوں کی گواہی پر بحث، اسلامی حدود پر اعتراضات کے جوابات، چور کا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد کیا اس کو پیوند کرا کر دوبارہ لگوایا جاسکتا ہے؟ رجم کی تحقیق، اسلام میں بیت کا تصور اور معدنیات کے احکام وغیرہا۔

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں جن مسائل پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: قضاء اور اجتہاد کے مباحث، عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق، رشوت کی تفصیل اور تحقیق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق، نبی کی خصوصیات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کی بحث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی بحث، سرکاری خزانے سے اپنا حق وصول کرنے کی تحقیق، لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنے کی بحث، گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث، شہادت کی بحث، عورت کی شہادت کی تحقیق آیا عورت کی شہادت نصف ہے یا کامل؟ مسائل جہاد، ہجرت کی تحقیق، دارالکفر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم، حدیث روشس کی تحقیق، جنگی قیدیوں کے تبادلہ یا ان کو بلا عوض احساناً چھوڑنے کی تحقیق، فدک کی تحقیق اور علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات، مسئلہ خلافت، حضرت ابوبکر کی خلافت پر اعتراضات کے جوابات، غزوۂ بدر میں مشرکوں کے قتال کی بحث، قیام تعظیمی کی بحث، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہونے کا معنی اور آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی مفصل بحث، سجدہ شکر اور عورت کے ستر اور حجاب کی تحقیق، خلافتِ اسلامیہ اور موجودہ دور کی اسلامی حکومتوں پر بحث اور دیگر بہت سے مباحث۔

عصری اور مجتہد فیہ مسائل کو درست نظر سے دیکھنا چاہیے، جب کوئی شخص صدہا فقہی مسائل پر غور و فکر کر کے لکھتا ہے تو بعض مسائل میں دیگر علماء سے اختلاف ناگزیر ہے، یہ بہت مشکل ہے کہ فروعی مسائل میں تمام علماء سو فیصد اتفاق ہو جائے، کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی سے فکر و نظر کا اختلاف ضرور ہوگا۔ سو ایسے مسائل میں علمی اور فروعی اختلاف کو درست ظرف سے لینا چاہیے۔

موجودہ دور کے علماء اہل سنت میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی شخصیت غیر نزاعی اور اتفاقی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے بعض مسائل میں نہ صرف یہ کہ اپنے زمانہ کے معاصرین علماء سے اختلاف کیا ہے، بلکہ انھوں نے متقدمین علماء سے بھی اختلاف کیا ہے اور ان کے نظریات کو دلائل سے رَدّ کیا ہے۔ امام ابو جعفر طحاوی مجتہد فی المذہب ہیں اور فقہاء احناف میں ان کا بہت بلند مقام ہے لیکن ایک مسئلہ میں جہاں اعلیٰ حضرت کا ان سے اختلاف ہوا اعلیٰ حضرت نے ان کا بھی رَدّ کیا ہے، اور ان کے ساتھ ساتھ علامہ بدر الدین عینی کا بھی رد کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اقول وھذہ الاحادیث تؤید ما اخترنا وتوذن ان تاویل ابی جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ لیس فی محلہ فیما فی عامۃ الکتب نأخذ لاعتضادھا بنصوص الاحادیث ولانہ علیہ الاکثر وقد نصوا ان العمل بما علیہ الاکثر وانہ لایعدل عن روایۃ ما وافقتھا درایۃ فکیف اذا کان ھو الاشھر الاظھر الاکثر الاذھر وبھذا یضعف ما زعم العلامۃ البدر فی العمدۃ فتبصر۔

(اہلاک الوہابین ص ۲۲ مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

میں کہتا ہوں کہ یہ احادیث ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں اور یہ اعلان کرتی ہیں کہ امام ابو جعفر رحمہ اللہ کی تاویل عام کتابوں کے موافق نہیں ہے۔ ہمارا موقف احادیث کی تصریحات سے مؤید ہے اور علماء نے تصریح کی ہے کہ اسی پر اکثر کا عمل ہے اور جب تک احادیث درایت کے موافق رہیں ان کے ظاہری مفہوم سے عدول نہیں کیا جاتا یہی قاعدہ مشہور اور ظاہر ہے۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں جو امام طحاوی کی موافقت کی ہے اس بیان سے اس کا ضعف ظاہر ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام کا بھی بہت اونچا مقام ہے اور وہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچتے ہیں، اس کے باوجود اعلیٰ حضرت کا جہاں ان سے اختلاف ہوا اعلیٰ حضرت نے ان کا بھی رد کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

مگر محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اپنی بحث سے وضو کے لیے بسم اللہ و ذکر الٰہی سے ابتداء کرنا برخلاف مذہب واجب ٹھہرایا اور مسئلہ متفق علیہا کے جواب میں فرمایا۔

ما قیل انہ مدخل للوجوب فی الوضوء لانہ شرط تابع فلو قلنا بالوجوب فیہ لساوی التبع الاصل غیر لائم اذا شترکھما بثبوت الواجب فیھا لاتقتضیہ للثبوت عدم المساوات بوجہ اخر نحو انہ لایلزم بالنذر بخلاف الصلوۃ مع انہ لامانع من الحکم بان واجبہ احط رتبۃ من واجب الصلوۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضھا اھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو وضو میں واجب قرار دینے پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وضو تو نماز کے تابع ہے اگر بسم اللہ کو واجب کہیں تو تابع اصل کے برابر ہو جائے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس جہت سے وضو نماز کے مساوی ہوگا لیکن ایک اور جہت سے ان میں مساوات نہیں ہے۔ کیونکہ نذر سے وضو لازم نہیں ہوتا لیکن نذر سے نماز لازم ہو جاتی ہے اور وضو کا واجب نماز کے واجب سے کم ہے جیسے وضو کا فرض

کلامہ الشریف۔

اقول لم یات المستدل الشیء حتی سمع ما سمع واذا لم یمنع تبعیۃ الوضوء ثبوت الفرائض فیہ فلم یمنع ثبوت الواجبات والرواتب توابع للفرائض انما شرعت مکملات لاخطلات لھا فلیست فی مرتبۃ الوضوء ایضا ثم لم یقعدھا ذلک عن یکون لھا کل من الفروض والواجبات والسنن والمستحبات کما للاصول ولم تعن ان الوضوء لایستاھل فی نفسہ ان یکون لہ واجب حتی نحتاج الی ما ذکر المستدل وانما عینینا ان لیس فی مذھبنا واجب فی الوضوء لایجوز ترکہ ویصح بدونہ وھذا ظاھر لایفتاق الی اظھار وثابت لایصلح للانکار۔

نماز کے فرض سے کم ہے۔ یہ امام ابن ہمام کا کلام تھا۔
اعلیٰ حضرت اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں معترض نے کوئی ایسا اعتراض نہیں کیا جو لائق التفات ہو، کیونکہ جب وضو میں فرائض کا ہونا اس کے تابع ہونے کے منافی نہیں ہے تو وضو میں واجب ہونا کیسے اس کے تابع ہونے کے منافی ہوگا۔ اور نوافل فرائض کے تابع اور ان کو مکمل کرنے والے ہوتے ہیں نہ کہ ان کو ساقط کرنے والے اور ان کا مرتبہ وضو سے بھی کم ہے، اس کے باوجود ان میں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات ہیں، اور یہ بات نہیں ہے کہ وضو فی نفسہ اس کا اہل نہیں ہے کہ اس میں کوئی واجب نہ ہو، حتی کہ اس کے جواب کی ضرورت ہو، ہماری مراد تو صرف یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں وضو میں کوئی واجب نہیں ہے جس کا ترک کرنا ناجائز ہو، اور یہ بالکل ظاہر ہے اور اس پہ دلیل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱ ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ سنی دارالاشاعت لاہور)

شرح عقائد کے محشی علامہ شمس الدین خیالی نے متکلمین پر یہ اعتراض کیا ہے کہ برہان تطبیق جس سے متکلمین حدوث عالم ثابت کرتے ہیں یہ برہان اللہ تعالیٰ کے علوم میں بھی جاری ہو جائے گی جس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا متناہی ہونا لازم آئے گا۔ علامہ عبدالحکیم نے اس کے حاشیہ میں لکھا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا جہل لازم نہیں آتا کیونکہ امور غیر متناہیہ بالفعل کے ساتھ علم کا تعلق ممکن نہیں ہے اور جہل اس وقت ہوتا جب کسی چیز کے ساتھ علم کا تعلق ممکن ہوتا اور پھر اس کا علم نہ ہونا پس جیسا کہ قدرت کا محال کے ساتھ متعلق ہونا عجز کو مستلزم نہیں ہے، اسی طرح امور غیر متناہیہ بالفعل کے ساتھ علم کا متعلق ہونا جہل کا مستلزم نہیں ہے۔ اس کے بعد علامہ سیالکوٹی نے تامل کہا ہے اور ہمارا خیال ہے تامل میں اس کے رد کی طرف اشارہ ہے، بہرحال اعلیٰ حضرت نے علامہ سیالکوٹی اور علامہ خیالی دونوں کا رد کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کی سنیے، منہیہ خیالی سے منقول ہوا کہ اس میں باری عزوجل کے علم کا امور غیر متناہیہ سے تفصیلاً متعلق ہونا ممنوع کہہ دیا، ملا نے خیالی کا خیال خیالی نقل کر کے اس پر رجسٹری کر دی۔

حیث قال قولہ فتامل نقل عنہ وجہ التامل ان علمہ تعالی الشامل انما یشتمل مالا یمتنع العلم بہ کما ان قدرتہ الشاملۃ انما تشتمل مالا یمتنع وجودہ وامکان تعلق العلم بالمراتب الغیر

علامہ خیالی سے وجہ تامل یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم صرف امور متناہیہ کو شامل ہے، جیسا کہ اس کی قدرت صرف ان امور کو شامل ہے جو امور غیر ممتنعہ ہوں، اور یہ کہنا کہ امور غیر متناہیہ بالفعل کے ساتھ علم ممکن ہے ممنوع ہے، اگر یہ کہا جائے کہ

المتناهية مفصلة ممنوع انتهى فان قيل فيلزم الجهل على الله تعالى قلت الجهل عدم العلم بما يصح تعلق العلم به كما ان العجز عدم تعلق القدرة بما يصح ان تتعلق به فتامل۔ اھ

اس سے اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تو میں کہوں گا کہ جہل اس وقت ہوتا جب کسی چیز کے ساتھ علم کا تعلق ممکن ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہ ہوتا۔ تامل (اس میں غور کرو۔)

ممنوع کہتے تو کہہ گئے، لیکن اگر نظر کرتے کہ یہ وسوسۂ باطلہ جو عدو مبین اعاذنا اللہ تعالیٰ من شر المبین نے القا کیا اس کی تہہ میں کیا کیا آفات قاہرہ ہیں تو ہرگز خامہ و نامہ کو اس سے آلودہ کرنا روا نہ رکھتے۔ ناقول اولاً دونوں ملا صاحب فرمائیں تو کہ سلسلۂ اعداد سے کس قدر پر مولیٰ عزوجل کا علم جا کر رک گیا کہ اس سے آگے کا عدد خدا کو معلوم نہیں۔ سلسلۂ ایام آخرت سے کتنے دن خدا کو معلوم ہیں آگے نعیم جنان و عذاب نیران سے کتنی مقدار علم الٰہی میں ہے، زیادہ کی اُسے خبر نہیں، کیا کوئی عاقل مسلم سوچ سمجھ کر ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔

(سبحان السبوح ص ۱۵۶، مطبوعہ دار الاشاعت جامع گنج بخش لاہور)

اسی طرح اعلیٰ حضرت نے علامہ نووی سے اس مسئلہ میں اختلاف کیا کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے متعلق کہے لیس لہ نیۃ (اللہ کی نیت نہیں ہے) علامہ نووی نے اس کلمہ کی تاویل کی ہے اور اعلیٰ حضرت نے اس کو الفاظ کفر سے قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۳، مطبوعہ کراچی)

اسی طرح اعلیٰ حضرت نے علامہ فضل حق خیر آبادی سے ایک مسئلہ میں اختلاف کیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ اسماعیل دہلوی نے اللہ تعالیٰ کے کذب کو ممکن قرار دیا، اسی طرح مسئلہ شفاعت کا انکار کیا، اس پر علامہ فضل حق خیر آبادی نے شیخ اسماعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کر دی اور فرمایا یہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے گو اس کا کفر کم ہے اور اعلیٰ حضرت نے شیخ اسماعیل دہلوی کی تکفیر نہیں کی ہر چند کہ یہ کہا کہ اس کے اقوال پر بوجوہ کثیر کفر لازم ہے لیکن کہا ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی، شیخ اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔ جو شخص اس کے کفر میں شک لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نامسلمان و لعین ہے مگر کفر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے۔

(تحقیق الفتویٰ ص ۲۴۷، مطبوعہ بندیال)

اور اعلیٰ حضرت شیخ اسماعیل دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

ان کے امام اسماعیل دہلوی کا یہ قول (اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے) صریح ضلالت و گمراہی و بد دینی ہے جس میں بلا مبالغہ ہزارہا وجہ سے کفر لزومی ہے، جمہور فقہاء کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگرچہ ہم باتباع جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال مضل بد دین کہنے پر قناعت کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۷۵، مطبوعہ کراچی)

نیز اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔

(الکوکبۃ الشہابیہ ص ۵۴، مطبوعہ بریلی۔)

اور اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے۔

عرض: اسماعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے۔؟

ارشاد: میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے اگر کوئی کافر کہے ہم منع نہیں کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔
(الملفوظ ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

بہرحال ان تمام حوالوں کے بیان کرنے سے ہمارا صرف اتنا مقصد ہے کہ متقدمین علماء یا معاصرین سے علمی اختلاف کرنا علماء کا حق ہے اور یہ اعلیٰ حضرت کے طریقہ اور اسلوب کے عین مطابق ہے، اس لیے جس عالم یا فقیہ سے اختلاف کیا جائے اس کو صرف علمی اختلاف کے تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ اس سے خدانخواستہ کسی عالم یا فقیہ کی توہین اور تخفیف مقصود نہیں ہوتی، اعلیٰ حضرت اور ہمارے دوسرے فقہاء نے بعض مسائل میں امام ابوحنیفہ اور بعض صحابہ سے بھی اختلاف کیا ہے[1] اور جب امام ابوحنیفہ اور بعض صحابہ کرام سے بھی اختلاف کرنا جائز ہے تو اعلیٰ حضرت یا متقدمین فقہاء اور ائمہ میں سے کسی کی رائے یا فقہی نظریے سے علمی اختلاف کرنا کیونکر ناجائز ہوگا؟ کیونکہ اعلیٰ حضرت اور متقدمین فقہاء اپنے تمام امتیازات و اکرامات کے باوجود صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین سے کسی طرح بھی برتر اور بالاتر نہیں ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے کہ ان کے کسی قول سے اختلاف کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ کفر ہے اور پھر اجماع قطعی کا یہ مرتبہ ہے کہ اس سے اختلاف جائز نہیں ہے اور اس کے بعد ادب کے دائرہ میں رہ کر دلائل کے ساتھ ہر شخص کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ متقدمین فقہاء سے علمی اختلاف کرنا اعلیٰ حضرت کا طریقہ ہے اور ان کے اسلوب کے عین مطابق ہے۔ اس لیے اگر میں نے شرح صحیح مسلم میں کسی مقام پر بعض علماء سے علمی اختلاف کیا ہے تو اس سے کسی تشویش میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کو اعلیٰ حضرت کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے اور اس علمی اختلاف کو وسعت نظر سے دیکھنا چاہیے۔

ہم مخالفین سے یہ کہتے ہیں کہ تم اکابر پرستی کا شکار ہو اور اگر تمہارے اکابر کی کوئی تحریر غلط ہو تو تم اس کو غلط نہیں مانتے، سو ہم کو بھی فرط عقیدت اور جذبات سے مغلوب ہو کر ایسا طریقہ نہیں اختیار کرنا چاہیے اور جو چیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ یا دیگر قوی دلائل سے ثابت ہو، اور حق واضح ہو جائے تو کسی تامل اور ہچکچاہٹ کے بغیر اس کو شرح صدر کے ساتھ قبول کر لینا چاہیے، ہم اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله (توبہ: ۳۱) کا مصداق قرار پائیں۔

میں اس کتاب کو گوناگوں بیماریوں اور جسمانی اور ذہنی تکالیف اور بعض لوگوں کی دل آزار باتوں کے باوجود محض اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے لکھ رہا ہوں۔ اور صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے کے بعد اس کتاب کے ذریعہ میرے نامہ اعمال میں حسنات لکھے جانے کا سلسلہ جاری رہے، اسی خواہش کے پیش نظر میں پہلے مسجد بنانا چاہتا تھا لیکن میں اثاثہ کی بنیاد پر مسجد بنانے کا منصوبہ بنایا تھا وہ سب لاہور میں بیماری کے دوران ختم ہو گیا، اس لیے میں نے اب صدقہ جاریہ کے لیے یہ راستہ منتخب کر لیا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری نیت کے خلوص کی وجہ سے اس کتاب کو ان شاء اللہ باقی رکھے گا۔

میں جن مسائل پر لکھتا ہوں بہت غور و خوض کے بعد حق اور صواب کو تلاش کر کے لکھتا ہوں، اول قرآن مجید، پھر احادیث اس کے بعد آثار صحابہ اور پھر بعد کے فقہاء اور ائمہ مجتہدین اس ترتیب کو میں ہر جگہ پیش نظر رکھتا ہوں۔ اگر کسی شخص کو مجھ سے کسی مسئلہ میں

---

[1]: اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بیع عینہ ناجائز اور حرام ہے اور اعلیٰ حضرت نے کفل الفقیہ میں بیع عینہ کو جائز لکھا ہے۔ اس کی باحوالہ بحث اس جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔ منہ۔

علمی اختلاف ہو تو وہ علمی دائرہ میں قرآن وحدیث، آثار صحابہ اور ائمہ مجتہدین کی ترتیب سے اپنی رائے بیان کرے۔ وہ انشاء اللہ حق اور صواب کو قبول کرنے میں مجھے کبھی پس وپیش کرتا ہوا نہیں پائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی رائے کو مستحکم پاکر رجوع کر لیا۔ بعض معاملات میں حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کی رائے کی طرف رجوع کیا۔ حضرت ابن عباس نے متعہ اور ربا الفضل کے جواز کے قول سے اخیر عمر میں رجوع کر لیا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بہت سے مسائل میں رجوع کر لیا۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل نے تقریباً ہر مسئلہ میں اپنے قول سابق سے رجوع کیا ہے۔ حق بات کی طرف رجوع کرنا للّٰہیت کی علامت ہے اور دلائل واضح ہونے کے بعد عناد اور انانیت سے اپنے قول پر ڈٹے رہنا نفسانیت اور ابلیس لعین کا طریقہ ہے۔ العیاذ باللہ۔ الحمد للہ میں حق واضح ہونے کے بعد حق کو قبول کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتا۔ ہر چند کہ میں بے حد غور وفکر اور اہل علم سے بحث وتمحیص کے بعد کوئی موقف قائم کرتا ہوں۔ اس کے باوجود مجھے اپنی علمی بے بضاعتی اور فہم نارسا کا اعتراف ہے، مجھ سے سہو اور ذہول بھی ہو سکتا ہے اور غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں، سو صاحبان علم سے بصد ادب واحترام التماس ہے کہ وہ مجھے دلائل کی اس ترتیب سے میری غلطی پر متنبہ کریں وہ انشاء اللہ مجھے ہمیشہ ممنون اور حق کی اتباع کرنے والا پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ مجھے حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری زید حبہ ولطفہ اور پروفیسر مولانا منیب الرحمان زید حبہ کی رفاقت میسر ہے، میں نظری مسائل میں اکثر وبیشتر ان حضرات سے تبادلہ خیال کرتا ہوں اور ان کے مشوروں سے مستفید ہوتا ہوں ان کے علاوہ ملک کے دیگر اہل علم حضرات کی آراء سے بھی استفادہ کرتا ہوں۔

مجھے پہلے ذیابیطس کی تکلیف تھی اب دماغی کام کی زیادتی کی وجہ سے ہائی بلڈ پریشر بھی ہو گیا ہے، میں اپنے عزیز مولانا عبدالجبار نیازی صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے مجھے ہائی بلڈ پریشر سے متعلق لٹریچر فراہم کیا جس کی وجہ سے میں احتیاطی تدابیر پر عمل کرتا ہوں۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت اور توانائی عطا فرمائے تاکہ میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم کے توسل سے اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس کے مصنف ناشر، کاتب، مصحح معاونین اور قارئین کی مغفرت فرمائے اور دارین کی خیر اور برکات سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین خاتم النبیین وعلیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الف الف تحیات وصلوٰت۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ

بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل "بی" ایریا، کراچی نمبر ۳۸

۱۵-۱-۹۰

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

از

حضرت علامہ مفتی اہلِ سنّت ڈاکٹر سید شجاعت علی قادری (کراچی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ذوالمجد والکرم، حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی زیدت مکارمہم، جلیل القدر محدث، فقیہہ، مدرس، خطیب اور صاحب طرز مصنف ومحقق ہیں، آپ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، آپ کے فاضل تلامذہ جو پاکستان اور بیرون پاکستان اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں، اور آپ کی گرانقدر تصانیف جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل چکی ہیں، آپ کا بہترین تعارف ہیں۔

اور بلاشبہ "دارالعلوم نعیمیہ دستگیر کالونی کراچی" کی یہ خوش قسمتی ہے کہ علامہ موصوف ایک عرصہ سے اس دارالعلوم میں حدیث وتفسیر اور فقہ اسلامی کی تعلیم دے رہے ہیں، اور ساتھ ہی "صحیح مسلم" کا اردو ترجمہ اور اس کی شرح کے کام میں مصروف ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ علامہ کی شبانہ روز کوشش سے "صحیح مسلم" کی اس طرح کی اول، دوم اور سوم جلدیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آچکی ہیں اور اہل علم سے دادِ تحقیق پاچکی ہیں، جلد چہارم زیرِ طبع اور جلد پنجم مرحلہ تصنیف میں ہے۔

فقیر نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس شرح کو مکمل نہیں پڑھا ہے، مگر بقدرِ ضرورت اس کے اہم مقامات سے استفادہ کا شرف ضرور حاصل کیا ہے۔ دورانِ مطالعہ جو خوبیاں اس کی ابھر کر سامنے آئی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ احادیث کا بامحاورہ اردو ترجمہ۔

۲۔ ہر باب میں آنے والی احادیث کی مختصر تشریح، تاکہ پڑھنے والے کے ذہن میں متعلقہ باب کی احادیث کے بارے میں ایک اجمالی نقشہ آجائے اور مبحث یا موضوعِ بحث کی تعیین ہوجائے۔

۳۔ اصول حدیث سے متعلق نکات کی نشاندہی۔

۴۔ فقہ حنفی پر احادیث سے استدلال اور اس کی ترجیح کے دلائل۔

۵۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب کا بیان، اور ان مذاہب کے دلائل پر گفتگو۔

۶۔ اختلافی مسائل میں علمی اندازِ نگارش۔

۷۔ جدید مسائل کی تحقیق اور ان پر بھرپور علمی تبصرے۔

۸۔ پوری کتاب پیچیدہ خالص علمی اور تحقیقی مواد پر مشتمل ہونے کے باوجود سلاست بیان اور ادیبانہ طرزِ تحریر کے باعث انتہائی دل چسپ و دل آویز ہے۔

۴۔ ایک بالغ نظر محقق اپنے معاصرین کی تحریروں سے بے خبر نہیں رہ سکتا ہے، علامہ نے معاصرین کی متعلقہ تحریروں کا عمیق مطالعہ کیا ہے اور اُن پر بصیرت افروز تبصرے کیے ہیں، جس حدیث پر کلام کیا ہے سیر حاصل کیا ہے، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ دورانِ تصنیف میں علامہ سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتا ہوں اور بعض موضوعات پر مفید علمی تبادلۂ خیال رہا ہے، جو مسائل عصری اور اجتہادی ہیں ان میں کوئی رائے آخری اور حتمی نہیں کہلائی جاسکتی ہے اور نہ اُس سے ہر شخص کا اتفاق کرنا ضروری ہے، میری اور علامہ کی رائے اکثر عصری مسائل میں متفق ہوتی ہے، تاہم یہ لازمی نہیں اختلاف بھی ہوتا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ وہ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل علامہ کو صحت و عافیت سے نوازے اور اُن کی تدریس و تصنیف میں برکت ڈالے، اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے اس کو قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام فرمائے اور مزید کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ناچیز

سیّد شجاعت علی قادری

خادم الحدیث و مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی

۲۶ - ۱۱ - ۱۹۸۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر علامہ منیب الرحمن
صدر شعبہ معارف اسلامیہ
علامہ اقبال گورنمنٹ کالج، کراچی
جنرل سکریٹری دارالعلوم نعیمیہ ٹرسٹ، کراچی۔

نظرے خوش گزرے

ہم جس علمی دور میں اپنی حیات مستعار کے دن پورے کر رہے ہیں وہ من حیث المجموع دینی علوم، دینی مزاج، اسلامی فکر اور اخلاقی اقدار کے اعتبار سے ارتقاء کا نہیں بلکہ تنزل کا دور ہے۔ بادی النظر میں یہ وہ دور ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب علم اٹھا لیا جائے گا، وہ اس طرح کہ علماء ربانیین واصل بحق ہوتے چلے جائیں گے اور ان کی وراثت علمی کا کوئی جانشین پیدا نہیں ہوگا۔ گزشتہ ربع صدی کا آپ جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ وراثت علم نبوت کے کتنے جلیل القدر آفتاب و ماہتاب یکے بعد دیگرے ہمیں داغ مفارقت دیتے چلے گئے، لیکن ہمیں دور دور تک ان کا نعم البدل تو کجا! بدل محض بھی نظر نہیں آتا۔ کچھ یہی صورت حال طریقت و سلوک اور دعوت و ارشاد کے سلاسل کی ہے۔ جبہ و دستار، مسند و خانقاہ اور درگاہ کے وارثان تو بے شمار ہیں بلکہ ان وراثتوں پر باقاعدہ متعدات ہو رہے ہیں لیکن زہد و قناعت، مجاہدہ و ریاضت، فقر و استغناء، صبر و توکل، تزکیۂ نفس، تواضع و انکسار، پابندی شریعت اور اطاعت رسالت کا وارث کوئی بھی نہیں۔ ائمہ و مشائخ طریقت کے قلب و نظر میں جو انوار نبوت کی شمع روشن تھی اور عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو متاع گراں مایہ سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی، آج ایسا کوئی سینہ دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی ہیں جو ان انمول خزینوں کا سفینہ ہوتا۔

اس علمی، فکری، عملی اور اخلاقی استدبار و زوال کے اسباب و وجوہ متعدد ہیں۔ معاشرہ من حیث المجموع بھی اس کا ذمہ دار ہے، جس معاشرے میں تمام تر داعی و محرکات اور تحریصات و ترغیبات نفس امارہ کی تسکین اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے موجود ہوں وہاں علمی و روحانی ارتقاء اور زہد و اتقا کے خال خال مناظر و مظاہر کا نظر آنا بھی خرق عادت میں شمار ہونا چاہیے۔

اس مجموعی ابتری میں سونے پر سہاگہ یہ کہ ہماری معاشرتی زندگی کے بعض شعبے ایسے ہیں جن کے بارے میں تقریباً تواتر کی حد تک یہ یقین کر لیا گیا ہے کہ لوگ اس جانب اپنے اختیار تمیزی، ترجیحات، خواہش نفس اور جذبہ باطن کے تحت مائل نہیں ہوتے، بلکہ اضطرار، حالات کے جبر اور ناگزیر مجبوریوں کے پیش نظر انہیں ایسے شعبوں کی طرف آنا پڑتا ہے۔ ان شعبوں میں شعبۂ تدریس بالعموم اور تعلیم و تعلم علوم دینیہ بالخصوص سرفہرست ہیں۔ جب تک کوئی مشغلۂ زندگی صرف ذریعہ معاش بنا رہے مشن نہ بن سکے، اور

عقیدت وعبادت کا مقام دل میں نہ پا سکے تو اس کے نزدیک نہ کرامات کا ظہور ہوتا ہے نہ شاہکار تخلیق ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کی علمی درس گاہوں اور جامعات کے بانجھ پن اور علمی دیوالیہ پن کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ کسی معاشرے میں کوئی شعبہ زندگی اتنا ہی پرکشش و اغریب اور مرکز توجہ قرار پاتا ہے جتنی قدر و منزلت اور رفعت و توقیر وہ معاشرہ اسے عطا کرتا ہے۔ اگر دولت کی جھنکار معیار توقیر قرار پائے گی تو معاشرے میں رشوت، اسمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، چوری، ڈاکہ زنی، جوا و سٹہ اور ہر نوع استحصال فروغ پائے گا اور اگر انوار علم کی تنظیم و توقیر ہوگی تو "اہل صفہ" ایسی مجالس درس و تدریس سجیں گی، علم اور انسانی اقدار کا فروغ ہوگا۔

یہ سیاق و سباق میں نے اس لیے بیان کیا ہے تاکہ ہمیں اندازہ ہو سکے اور ہمارے اندر یہ جرأت اعتراف پیدا ہو کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ ایسے ماحول میں علامہ غلام رسول سعیدی کی شخصیت اس اعتبار سے منفرد و ممتاز ہے کہ انھوں نے حصول علم دین کا سفر کسی اضطرار یا حالات کی مجبوری کے تحت اختیار نہیں کیا بلکہ عین عالم شباب میں جب کسب معاش کے لیے اپنی راہ متعین کر چکے تھے تو ہاتف غیب کے "سازالست" نے ان کی "مضراب روح" کو چھیڑا، عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رو "تار روح" میں اچانک رواں ہو گئی اور اس نے ان کے خوابیدہ بخت کو جگا دیا، کسی مرد خدا مست کی مجلس وعظ میں شرکت کی اور ان کی تقریر سنتے ہی دل کی دنیا میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ روشنیوں، رنگینیوں اور رعنائیوں کے شہر کراچی کو خیرباد کہا اور سفر علمی کی منزلیں طے کرتے کرتے ضلع سرگودھا کے دور افتادہ قصبے بندیال تک جا پہنچے۔ بقول کسے ؎

چھیڑ کے ساز لاالہ تڑپا گیا کوئی
عالم تھا سارا محو خواب جگا گیا کوئی

علامہ اقبال نے شاید اسی موقع کے لیے کہا تھا ؎

محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے — دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل — اس شہر کے خوگر کو پھر وسعت صحرا دے

چونکہ جذبۂ دروں، طلب صادق اور عشق حقیقی کی تڑپ انھیں اس وادیٔ خارزار میں لے آئی تھی، اس لیے انھوں نے اس راہ کے تمام کانٹوں کو پھول سمجھا اور ہر کلفت کو راحت کا پیش خیمہ جانا۔ مبداء فیاض نے بھی اپنا باب رحمت وا کر دیا اور اسی کا ثمرہ ہے کہ آج وہ علم کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی بلاشبہ ہمارے عہد کے عظیم مفسر، محدث، فقیہہ اور محقق ہیں اور شرح صحیح مسلم ان کی علمی رفعت و ارتقاء کا ایک بلند ترین روشن مینار ہے۔ اس عظیم علمی تحقیق کے حوالے سے ان شاء اللہ ان کا نام تا ابد زندہ و تابندہ رہے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

یلوح الخط فی القرطاس دھرا
وکاتبہ رمیم فی التراب

انسان کے بنائے ہوئے قوانین اس کے محدود علم، فکر نارسا اور محدود وسعین ذاتی، گروہی، وقتی اور طبقاتی مفادات کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ کبھی بھی دائمی، دیرپا، انسانیت کے لیے بلاتفریق مذہب و رنگ و نسل منفعت بخش، نقائص سے مبرا اور غیر متبدل قرار نہیں پا سکتے۔ چنانچہ موجودہ مہذب دنیا کا کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے جس کے مرتبہ و مروجہ قوانین و آئین میں آئے دن ترمیم و تنسیخ نہ ہوتی رہتی ہو۔ اس کے برعکس اسلام کے اساسی عقائد، عبادات، احکام

اور اصول غیر متبدل اور ناقابل تنسیخ ہیں۔ انسانی ذہن کی تخلیق اور خالق کائنات کی وحی و تنزیل میں یہی بنیادی فرق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک ناقابل تردید اور مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی تمدن ہر دم ارتقاء پذیر اور روبہ تغیر ہے، انسان کے احوال و کوائف آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ بقول شاعر ؎

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں
سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں

جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے تغیر و ارتقاء کی اس رفتار کو تیز سے تیز تر کر دیا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل ہم جن باتوں کا تصور تک نہیں کر سکتے تھے، آج وہ حقیقت ثابتہ کے طور پر ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس لیے اسلام کو ہر دور میں ایسے مایۂ ناز، نابغہ روزگار اور عبقری وقت فقہاء و مجتہدین کی ضرورت رہی ہے جو دین کے غیر متبدل اصول کو اپنی اصل شکل میں قائم بھی رکھیں اور ان کی روشنی میں نت نئے مسائل کا حل بھی تجویز فرمائیں کیونکہ جمود و تجمد پر مبنی فقہی علم اور مذہبی ذہن علمی و عملی زندگی پر دین کی گرفت کو کمزور کرنے کا باعث بن جاتا ہے اور اسلام کو ایک ایسے دین کے روپ میں متعارف کراتا ہے جو جدید سائنسی حقائق کا سامنا کرنے کی اہلیت سے محروم ہے۔

ایسی فضا میں جب دینی اصولوں کا اطلاق صحیح طور پر نہ کیا جا رہا ہو، ایسا ذہنی و فکری بعد پیدا ہو جاتا ہے جسے ..... (Generation Gap) یعنی قدیم و جدید نسل کے درمیان ایک ذہنی قلیج اور فکری خلاء سے تعبیر کیا جاتا ہے اس خلاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ نام نہاد مجتہد دین سامنے آتے ہیں جو اپنے آپ کو نجات دہندہ کے روپ میں پیش کر کے نئی نسل کی ہمدردیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت فکری طور پر ملحد و لادین ہوتے ہیں لیکن ظاہراً دین کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں اور دین کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔

مصنف نے اجتہادی بصیرت سے کام لیا ہے، جدید مسائل کا انھیں صحیح ادراک ہے۔ جدید نسل کے ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات اور ابھرنے والے پیچیدہ سوالات تک پہنچنے کا انھیں ملکہ حاصل ہے اور مسکت، عام فہم اور عام انسانی ذہن (Common Sense) کو قائل کرنے والے (Appealing) جوابات دینے پر اللہ تعالیٰ نے انھیں عبور عطا کیا ہے گویا ایک ماہر طبیب کی طرح مرض کی صحیح تشخیص بھی کرتے ہیں، اس کا شافی علاج بھی تجویز کرتے ہیں۔ اور ان مسائل کا خالص دینی اور فقہی حل بھی پیش کرتے ہیں۔ میری رائے میں کسی بھی تفسیر و حدیث اور فقہی کاوش کو اسی میزان پر پرکھ کر اس کا مقام متعین کرنا چاہیے کہ آیا اس میں سابق ائمہ و مجتہدین کی تحقیقات اور اجتہادی کاوشوں پر کیا اضافہ کیا گیا ہے؟ کون کون سے نئے مسائل کو مسلمہ اصولوں پر منطبق کر کے اجتہادی بصیرت سے کام لیا گیا ہے، دراصل ایسے علمی کام کو ہی تخلیقی کاوش قرار دیا جا سکتا ہے۔ علامہ سیدی کی شرح صحیح مسلم کی ہر جلد میں اور ہر اہم مقام پر آپ کو ان کی محققانہ اور مجتہدانہ شان اپنے مرتبۂ کمال پر نظر آئے گی۔

اس دوران اہل علم کے لیے ایک نیا تجربہ سامنے آیا۔ وفاقی شرعی عدالت پاکستان کی تشکیل ہوئی اور اس کو یہ اختیار دیا گیا کہ بعض مستثنیات کے علاوہ مروجہ قوانین کی اسلامی حیثیت کو اس میں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔ اس تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان بھر کے تمام فکری ملحدین اور متجددین کمربستہ ہوئے اور "نیا جال لائے پرانے شکاری" کے مصداق وفاقی شرعی عدالت کی "شریعت پٹیشن" میں اسلامی فقہی احکام کردہ ملاحیاں سنائیں اور دل کی بھڑاس نکال کر شاید کسی اور فورم پر وہ ایسا کرنے کی جسارت نہ کر سکتے۔ تاہم اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کرشمہ کہیے کہ ہمارے ادارے کے سربراہ ڈاکٹر المفتی سید شجاعت علی قادری

متعلق اس دور میں بحیثیت جج وفاقی شرعی عدالت سے منسلک تھے اور راقم کے علاوہ بعض دیگر احباب بھی بحیثیت "فقہی مشیر" وفاقی شرعی عدالت کی خواہش پر بعض مسائل میں اپنی فقہی رائے دینے کے لیے پیش ہوتے رہے۔ لہٰذا اس میں خیر کا ایک پہلو یہ نکل آیا کہ ہمارے ملک کے فکری ملحدین اور متجددین کو اسلامی احکام وقوانین پر جو اعتراضات ہیں وہ منظر عام پر آ گئے اور اہل علم کے علاوہ عامۃ المسلمین کو بھی یہ معلوم ہو گیا ان سیکولر عناصر کو اسلام سے کیا کیا پرخاش ہے۔ چنانچہ احباب کے توسط سے یہ تمام اعتراضات علامہ سعیدی صاحب کے علم میں آتے رہے اور علامہ صاحب نے شرح وبسط کے ساتھ اپنی شرح میں متعلقہ مقامات پر ان کے مسکت جوابات تحریر فرما دیئے ہیں۔

جیسا کہ ذکر کر چکا ہوں، علامہ سعیدی صاحب مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں اور فکری جمود کا شکار نہیں ہیں اور ایسے ہی اہل علم نے تفقہ اور تحقیق کی روش کے تسلسل کو نہ صرف یہ کہ ہر دور میں برقرار رکھا بلکہ اس کو آگے بڑھاتے رہے۔ لیکن اس شان حزم واحتیاط کے ساتھ کہ شریعت کے جادہ مستقیم سے ذرہ بھر بھی نہیں ڈگمگائے اور افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوئے۔ اسی طرح مصنف نے بھی کتاب وسنت، اجماع امت، آثار صحابہ، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے استمساک کو نہایت ضبط واحتیاط کے ساتھ قائم رکھا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی تحریر میں کمال توازن ہے۔ شریعت اسلامی کا اپنا ایک مزاج ہے، اس میں اگر صاحبان عزم واستقلال کے لیے رفعت وکمال کی اعلیٰ سے اعلیٰ منازل ہیں تو عزم وہمت کی دولت سے عاری حرمان نصیبوں کے لیے بھی اس کے دامان رحمت میں عافیت وامان کا وافر اہتمام موجود ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیمات میں عزیمت کی کٹھن منازل بھی ہیں اور رخصت کی شاہراہیں بھی ہیں۔ کہیں اس میں رخصت کی گنجائش ہے لیکن عزیمت کو اولیٰ قرار دیا گیا ہے جیسے حالت اکراہ میں کلمہ کفر کہنے کا مسئلہ اور کہیں رخصت کو عزیمت پر ترجیح دی گئی ہے جیسے حالت اضطرار میں حرام سے "قوت لایموت" کی حد تک غذا حاصل کرنے کا مسئلہ۔

زیر مطالعہ شرح صحیح مسلم میں بھی آپ اپنے مقام پر ملاحظہ فرمائیں گے کہ "رویت ہلال"، "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" اور "ضبط تولید" ایسے مسائل ہیں کہ شارح نے توازن کو پوری شان کے ساتھ قائم رکھا ہے اور جہاں تک شریعت میں رخصت کی گنجائش ہے، مصنف نے اس کا اطلاق کیا ہے، جواز واباحت کی تمام ممکنہ صورتوں کا احاطہ کر لیا ہے لیکن اسی رخصت شرعی کو ——— "حدود اللہ" کو توڑنے اور حدود شرع سے تجاوز کرنے کا ——— حیلہ بنانے کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں۔ اسی طرح موسیقی اور ویڈیو وغیرہ سے متعلق مسائل پر تحقیق کرتے وقت مصنف نے کمال احتیاط سے کام لیا ہے کیونکہ یہ فواحش ومنکرات کا مدخل (Gate way) ہیں۔ ان کا جہاں تک ممکن ہو سد باب کرنا ہی اولیٰ اور منشاء شریعت ہے۔ کیونکہ یہ وہ امور ہیں جن پر قرآن مجید کا یہ ارشاد بطریق کمال صادق آتا ہے کہ "اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" یعنی ان کا شر ان کے خیر پر غالب ہے۔

"رجم" کے "حد شرعی" ہونے کو ملک کے فکری ملحدین گزشتہ چند برسوں سے ایک متنازعہ اور مختلف فیہ مسئلہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور انھوں نے اس پر اپنے تمام علمی، فکری اور پروپیگنڈے کے وسائل صرف کیے ہیں۔ علامہ سعیدی صاحب نے اپنی شرح میں اس موضوع پر معرکۃ الآراء تحقیق سپرد قلم فرمائی ہے، جس میں مخالفین ومنکرین کے تمام ادلہ کے مسکت جوابات تحریر فرما دیے ہیں۔ اس عنوان پر اتنا مدلل وجامع مواد آپ کو انشاء اللہ پہلی مرتبہ مرتب ومنقح شکل میں ملے گا۔ اسی طرح "عورت کی شہادت" اور "حدود میں عورت کی گواہی" کے مسئلہ پر بھی ان تمام اعتراضات کا جامع اور تشفی بخش جواب قرآن وسنت کی روشنی میں علامہ صاحب نے رقم فرما دیا ہے۔ اب ان مسائل پر ہم بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ الحمد للہ "اتمام حجت شرعیہ" کو اس طور سے واضح کر دیا گیا ہے کہ جدید ذہن کے تمام شبہات رفع ہو جاتے ہیں اور اگر کسی کی ضد، ہٹ اور انا بر

حق میں مانع نہ ہو تو سرِ تسلیم خم کیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ گویا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا حق علامہ صاحب نے ادا کر دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن کا یہ ارشاد حدِ فاصل اور معیارِ تمیزِ حق و باطل ہے،

لیهلك من هلك عن بینة ویحیی من حی عن بینة۔

یعنی جسے ہلاک ہونا ہے تو واضح دلائل آنے کے بعد ہلاک ہو اور جسے زندہ رہنا ہے تو دلائل حقہ واضح ہونے کے بعد زندہ رہے۔

اہل سُنّت کے تعلیمی اداروں اور نظامِ تعلیم میں ایک خامی جو مجھے نظر آرہی ہے اور جس کا اعتراف اور ازالہ از حد ضروری ہے، وہ یہ کہ "تقابلِ مذاہب" اور "تقابلِ ادیان" کا کوئی معیاری مطالعہ نہیں کرایا جاتا اور نہ ہی اس پر ہمارے طلبہ اور فارغ التحصیل علماء کو گہرا عبور حاصل ہوتا ہے، جو اس دور کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عنوان پر کافی و وافی کتب بھی دستیاب نہیں ہیں اسی بناء پر ہمارے طلبہ کو "اہلِ تشیع" کے معتقدات، ان کے اعتقادی و فقہی مراجع و مآخذ پر عبور حاصل نہیں ہوتا۔ علامہ سعیدی صاحب "مذکر" کے مختلف فیہ مسئلے پر تحقیق کے ضمن میں کافی دور تک اور بہت گہرائی میں گئے ہیں۔ کراچی کی تمام علمی لائبریریاں چھان ماری ہیں اور اہلسنت کے جدید علمی سرمائے میں پہلی مرتبہ ایک وقیع اور جامع اضافہ سامنے آیا ہے۔ یہ ایک بہت بڑا علمی سرمایہ (contribution) ہے۔ اس میں گہرائی و گیرائی بھی ہے اور استدلال کی قوت بھی ہے۔ اور اس مسئلے کے ضمن میں ایسے بہت سے دوسرے مسائل کا بھی احاطہ کر لیا گیا ہے جو اہلسنت و اہل تشیع کے مابین "مختلف فیہ" ہیں۔

آپ جلد ثانی و ثالث کی فہرست پر ایک نظر ڈالیے، آپ کو بہت سے ایسے جدید مسائل ملیں گے جنہیں اس سے پہلے شروحِ حدیث میں یا تو چھیڑا ہی نہیں گیا یا ایسی جامع و مانع اور سیر حاصل بحث نہیں کی گئی کہ عام پڑھے لکھے قارئین کا ذہن مطمئن ہو جائے، اس کی کامل تشفی ہو جائے اور ماہرانِ علم کے لیے تحقیق کی نئی راہیں کھل جائیں مثلاً اعضاء کی پیوند کاری اور پوسٹ مارٹم وغیرہ۔

ایک مجلس میں تین طلاق کے انشاء اور نفاذ کا مسئلہ اہلسنت کے ائمہ اربعہ کے نزدیک اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے، لیکن اس کے باوجود عالیجناب جسٹس پیر کرم شاہ الازہری مدظلہ ایسے ثقہ عالمِ دین بھی اس مسئلہ میں متذبذب اور دعوتِ فکر دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، حالانکہ ہماری معلومات کی حد تک انھوں نے خود اپنی اس رائے یا تحقیق کے مطابق باقاعدہ فتویٰ جاری نہیں فرمایا ہے۔ ان کی "دعوتِ فکر" اہلسنت کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکی، لیکن چونکہ علماءِ اہلسنت نے اسے نظر انداز کیا اور دلائل حقہ سے اس کا جواب دینے کی زحمت گوارا نہ فرمائی یا انھوں نے اپنے حلقۂ اثر کو مطمئن پا کر اس کی ضرورت محسوس نہ کی، لہٰذا غیر مقلد حضرات نے اس "دعوتِ فکر" کو اپنے حق میں مالِ غنیمت جانا اور نہایت شان و اہتمام کے ساتھ اسے شائع کیا اور خراجِ تحسین بھی پیش کیا۔ علامہ سعیدی صاحب نے پہلی بار پیر صاحب مدظلہ کے تمام امتیاز و اکرام کو قائم رکھتے ہوئے، اس کا مدلل علمی جواب اس شرح میں سپردِ قلم کیا ہے جس میں اس مسئلہ میں ان کے اشکالات کا ازالہ کر دیا ہے اور ان کے علاوہ غیر مقلدین کے دیگر تمام ادلہ کا بھی تار و پود بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

اسی طرح "عدالتی طلاق" اور "زوجِ متعنت" (یعنی ایسا ظالم شوہر جو نہ اپنی بیوی کو طلاق دے اور نہ ہی اسے پاسداریٔ حقوق کے ساتھ اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو۔) کے بارے میں ہمارا جدید فقہی سرمایہ کچھ زیادہ قابلِ رشک نہیں ہے۔ علامہ صاحب نے پہلی مرتبہ اس مسئلے پر جامع اور سیر حاصل بحث کی ہے اور اسے ایک خالص انسانی مسئلہ سمجھتے ہوئے اس کا حل تجویز کیا ہے۔ یہ مسئلہ عرصے سے اہلِ علم اور ارباب فتویٰ کے لیے "فکریہ" تھا۔ علامہ صاحب نے پہل کی ہے اور ایک شمع روشن کی ہے اب یہ ارباب فتویٰ کا کام ہے کہ اس کی تائید کریں یا اگر دلائل کی بناء پر انھیں اس سے اختلاف ہے تو اپنا حق ضرور استعمال کریں لیکن

ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ اس انسانی مسئلے کا دینی اور فقہی حل کیا ہے؟۔

تمام جدید مسائل جو اس شرح میں زیر بحث آئے ہیں، اجتہادی مسائل ہیں اور علامہ صاحب کی تحریر ایک محدث، فقیہہ اور مجتہد عصر کی رائے ہے ضروری نہیں کہ سب اہل علم اس سے اتفاق کریں مگر یہ تو تسلیم کریں کہ یہ صحرا و دریاباں میں ایک اذان حق ہے۔ نہایت وسعت ظرف کے ساتھ، دلائل حقہ کی بنیاد پر اس سے اتفاق کریں تاکہ امت کے سامنے کم از کم اجماع فقہاء کی صورت آجائے یا اگر اختلاف ہے تو علامہ صاحب کے پیش کردہ دلائل کا جواب دیں اور گریز کی بجائے اس مسئلے کا حل تجویز فرمائیں۔

بعض مسائل میں علامہ صاحب سے ہمارے بعض مقتدر اہل علم کے اختلاف رائے کا خاطر خواہ ذکر تو شرح میں آیا ہے لیکن افسوس ہے کہ کوئی علمی، فقہی اور تحقیقی تردید یا رائے سامنے نہیں آئی، یہ بات اس رائے کو تقویت پہنچاتی ہے کہ اختلاف کی بنیاد دلائل و استدلال پر مبنی نہیں ہے بلکہ ذہنی جمود اور غیر مجتہدانہ فکر اس کا باعث ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ عرصے سے مختلف تکلیف دہ امراض کا شکار ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس دقیع علمی کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور اگر صحت اور زندگی نے وفا کی تو شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد اور بھی کئی علمی منصوبے ان کے ذہن میں ہیں۔ میں اس کتاب کے قارئین، اس کتاب سے استفادہ کرنے والے اہل علم اور عامۃ المسلمین سے التجا کرتا ہوں کہ وہ علامہ صاحب کی صحت اور درازی عمر کے لیے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں خلوص و محبت سے دعا فرماتے رہیں تاکہ نہ صرف یہ کہ یہ عظیم شرح صحیح مسلم پایۂ تکمیل تک پہنچے بلکہ ان کے قلم سے اور بھی کئی معرکۃ الآراء کتب منصۂ شہود پر آسکیں۔

اس کتاب کے پبلیشر سید اعجاز احمد صاحب (مکتبہ فرید بک اسٹال) بھی لائق تحسین ہیں کہ وہ کتاب کی کتابت، طباعت و اشاعت کے تمام مراحل کو سرعت و رفتار سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ بھی بڑے جان جوکھوں اور دل گردے کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی مزید صحت اور عزم کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

دارالعلوم نعیمیہ بھی لائق تحسین و آفرین ہے کہ اس ادارے سے علامہ صاحب کی وابستگی کے دور میں یہ دقیع، علمی اور تحقیقی کام تسلسل کے ساتھ جاری ہے اور الحمد للہ منظر عام پر بھی آرہا ہے۔ ادارے کو بجا طور پر اس پر فخر ہے اور قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنی دعاؤں اور نوافل کے سحر گاہی میں اس ادارے، اس کے اراکین، معاونین، اساتذہ اور طلبہ کو بھی یاد رکھیں تاکہ اس علمی سرچشمے کا فیض جاری رہے، یہ ترقی کی منازل طے کرتا رہے اور اس کی مساعی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مشکور ہوں۔

مخلص

منیب الرحمٰن

۵/ فروری ۱۹۹۰ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

آراء وتاثرات

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری زید شرفہ

(شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاضل جلیل، علامۃ العصر مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ اس دور کے نامور محقق اور متبحر عالم ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں فکر کی بلندی، نظر کی وقت، مطالعہ کی وسعت اور اظہار مافی الضمیر کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے، توضیح البیان، ذکر بالجہر اور مقام ولایت ونبوت کے بعد مسلم شریف کی شرح میں ان کے قلم کی جولانیوں کا نیا انداز اور نیا عالم ہے۔

راقم نے شرح صحیح مسلم کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا مثلاً "بے بی ٹیسٹ ٹیوب"، "محفل میلاد"، "کوے کی حرمت" وغیرہ، اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت علامہ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے مذاہب اربعہ کے علاوہ شیعہ کتب پر بھی ان کی نظر ہے۔ قدیم مباحث کو انھوں نے بڑی عمدگی سے نکھار کر پیش کیا ہے اور جدید مسائل پر گہرائی میں اتر کر گفتگو کی ہے، البتہ بعض تحقیقات محل نظر ہیں مثلاً داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جائز یا ناجائز ہونے کی بحث[1]، ظاہر ہے کہ بے شمار مباحث پر تحقیق کرتے ہوئے کہیں نہ کہیں تسامح ہو ہی جاتا ہے، امید ہے کہ حضرت علامہ ایسے مقامات پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ مجموعی طور پر ان کی کوشش اور محنت لائق صد تبریک ہے مولائے کریم جل مجدہ ان کے عمل، علم اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور جلد اس شرح کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ امید کی جانی چاہیے کہ وہ شرح صحیح مسلم مکمل کرنے کے بعد قرآن پاک کی تفسیر کی طرف بھی توجہ فرمائیں گے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری
۸۹-۱۱-۳۰

---

[1] مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں لکھا ہے کہ داڑھی منڈانا فسق ظنی ہے اور جس شخص کا فسق ظنی ہو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھ لینا حسب تصریحات فقہاء مکروہ تنزیہی ہے مصنف کے نزدیک مطلقاً داڑھی رکھنا واجب ہے اور داڑھی منڈانا مکروہ تحریمی ہے اور ایک مشت داڑھی رکھنا واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے کیونکہ ایک مشت کے وجوب یا سنت مؤکدہ کے ثبوت کے لیے یہ ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت داڑھی رکھنے کا امر فرمایا ہو اور یہ ثابت نہیں ہے یا آپ نے ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے پر کوئی وعید فرمائی ہو اور یہ بھی ثابت نہیں ہے۔ جن احادیث میں داڑھی بڑھانے کا حکم ہے ان میں ایک مشت کی قید نہیں ہے اور مطلقاً داڑھی بڑھانا واجب نہیں ہے، کیونکہ آپ سے کاٹنا بھی ثابت ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ کتاب اللباس میں آئے گی۔ ۱۲ منہ

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری زید مجدہ

(شیخ الحدیث دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور)

فرد الفرید والکرم حضرت علامہ سعیدی صاحب دامت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔ ـــــــ مکتوب گرامی باعزہ نواز ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ۔ کچھ عرصہ قبل "شرح صحیح مسلم" جلد ثانی میری نظر سے گزری تراث استدلال، کثرت دلائل، انداز تفہیم، عصری مسائل پر سیر حاصل ابحاث، معاصرین کے تعاقب، سلاست و روانی، دقت نظر اور ندرت فکر کے اعتبار سے ممتاز و منفرد پایا ـــــــ نیز اکثر تحقیقات کو حضرت فقیہ اعظم (قدس سرہ العزیز) کی تحقیقات (مطبوعہ و غیر مطبوعہ) کے قریب تر پایا۔ یوں اس کتاب کی وقعت میری نظر میں اور بڑھ گئی۔ اب تیسری جلد دیکھنے کا اشتیاق ہوا۔ اتفاقاً لاہور جانا ہوا وہاں سے جلد ثالث حاصل کی، فہرست مسائل میں "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کا مسئلہ سامنے آیا۔ چونکہ ان دنوں پاکستان میں تازہ تازہ یہ تجربہ کامیاب ہو چکا تھا لہٰذا خواص و عوام میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا سوچا کہ یہ دقیع تحقیق "نور الحبیب" میں چھاپ دی جائے۔ کاپیاں پریس جا رہی تھیں فوراً یہ مضمون فوٹو کرا کے شامل کر دیا گیا اور عجلت کی بناء پر وضاحتی نوٹ اور شرح صحیح مسلم کا حوالہ رہ گیا۔ جس پر بے حد معذرت خواہ ہوں۔ اگرچہ آپ سے مشافہۃ ملاقات نہیں ہوئی تاہم ایک قلبی رابطہ ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں۔ کم و بیش دس پندرہ برس سے آپ کے گرانمایہ مضامین دار العلوم حنفیہ فریدیہ کے تبلیغی رسائل کی زینت بن رہے ہیں۔

عصری مسائل پر آپ کی جرأت مندانہ تحقیقات انشاء اللہ تعالیٰ راہ نوردان تحقیق اور تشنگان علم و فکر کے لیے خضر راہ ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر سے نوازے۔

کاش ہمارے علماء کرام اجتہاد و استنباط کی اہمیت کو سمجھیں اور لکیر کا فقیر بن کر جمود و تعطل کا شکار نہ رہیں۔

والسلام

محمد محب اللہ نوری

۲۵-۸-۸۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ خالد محمود زید مجدہ

(شیخ الحدیث قمر الاسلام۔ کراچی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "اے لوگو! آگاہ رہو یہ حقیقت شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ مجھے صلاح و فلاح انسانیت کی غرض سے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کتاب مقدس جیسی تعلیمات الگ سے عطا کی گئی ہیں۔" اس سے اگلی روایت میں یہی بات مزید وضاحت کے ساتھ یوں ہے: "خبردار! میں نے کئی چیزوں کا حکم دیا، کئی کے بارے میں رغبت دلائی، کئی سے منع فرمایا ہے تو وہ (تم پر) لازم اور واجب الاتباع ہونے کے لحاظ سے بھی قرآن ہی کی مثل بلکہ اس سے زائد ہیں۔"

انھی پاکیزہ تعلیمات اور اوامر و نواہی کو حدیث نبوی کہا جاتا ہے۔ حدیث شریف کی اس وقعت و اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے شروع سے لے کر آج تک بڑی جگر کاویوں، نہایت جانفشانیوں کے ساتھ اس کی خدمت اور حفاظت کی ہے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک رہے گا۔ حدیث شریف کے حصول و جمع، تدوین و ترتیب، تحقیق و تدقیق اور تفحص و تجرید میں ہمارے اسلاف علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جس ذوق و شوق، عقیدت و محبت اور والہانہ لگن سے کام لیا ہے، اس کی نظیر و مثیل باقی دنیائے علم کی تاریخ میں نظر نہیں آتی، نہ آسکتی تھی اور نہ آسکے گی۔ رشد و ہدایت اور دینی و دنیوی فوز و فلاح کے اس بحر ذخار میں حضرات محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اپنے دور میں بھرپور غواصی کی اور انسانی زندگی کے تمام شعبہ جات کی راہنمائی کے لیے بے مثل گہر ہائے آبدار مہیا فرمائے۔ اسی سلسلہ زرنگار کی ایک کڑی علم حدیث کی انتہائی بلند پایہ کتاب "صحیح مسلم" کی وہ اردو شرح ہے جو فی الواقع ممتاز سکالر علامہ غلام رسول سعیدی کی تصنیف ہے۔

فرماتے ہیں "اس کتاب میں اسلام کی حقانیت اور اہل سنت و جماعت کے اعتقادی نظریات پر ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں۔ فقہاء اربعہ کے مسالک کو ان کی اصل کتابوں کے حوالے سے لکھا ہے اور فقہ حنفی جو فی الواقع وحی الٰہی اور مزاج رسالت سے قریب تر اور سب سے زیادہ خوف خدا، دقت نظری اور احتیاط کی حامل ہے۔ اس کی ان خصوصیات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ جو مسائل حامزہ اس کتاب کے ابواب کے مناسب تھے ان کو شرح و بسط سے ذکر کیا ہے۔ کسی موضوع پر بھی لکھتے وقت میں نے مگی بندھی فکر کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ کتاب و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے وہ معروضی انداز میں لکھا ہے کسی شخص یا کسی مکتب فکر کے خلاف غیر سنجیدہ یا غیر شائستہ زبان استعمال نہیں کی اور کسی موقع پر بھی احترام انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔"

حضرت مصنف نے عہد حاضر کے جن جدید مسائل پر سیر حاصل تحقیقی گفتگو کی ہے، ان میں چند ایک یہ ہیں، ریل گاڑی، ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ۔ ہاؤس بلڈنگ کارپوریشن کے قرضہ جات اور ایسے دیگر میعادی قرضوں کے وجوب زکوٰۃ پر اثرات، عطیہ و انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، پوسٹ مارٹم، وی۔ سی۔ آر وغیرہ۔

شرح کو دقیع بنانے کے لیے انھوں نے جو عرق ریزی کی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انھوں نے متعلقہ تمام کتب کا موضوعی مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ معاصر علماء کرام سے علمی مذاکرات کر کے حقیقت کے رُخِ زیبا کی نقاب کشائی کی ہے اسی طرح انھوں نے جدید مسائل میں متعلقہ محکمہ جات کے ماہرین اور ارباب بست وکشاد سے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو محیط معلومات حاصل کر کے قلم اٹھایا ہے۔

کتاب اگرچہ انتہائی علمی مباحث پر مشتمل ہے تاہم حضرت مصنف نے سلاست و فصاحت کے ساتھ ساتھ زبان کو انتہائی سادہ اور آسان رکھا ہے چنانچہ یہ تصنیف لطیف جتنی مفکرین و محققین، اساتذہ و سکالرز کے مفید بلکہ ضروری ہے منتہی طلبہ اور اُردو دانوں کے لیے بھی اتنی ہی نافع ہے۔

خالد محمود
۱۵-۴-۸۹

مولانا محمد عالم مختار حق زید حبہ (لاہور)

مکرمی و معظمی جناب سعیدی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج شریف!

سب سے پہلے میں آپ کی خدمت میں وجہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے صحیح مسلم کی شرح کر کے ایک بہت بڑے علمی خلاء کو پورا کیا ہے۔ جزاک اللہ تعالیٰ، اس شرح کی ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے اس شرح میں ان مسائل کا حل پیش کیا ہے جن کا جواب عام فقہی کتابوں میں نہیں ملتا، یا علماء کرام تقلید جامد کے پیش نظر ان مسائل پر قلم اُٹھاتے ہوئے گھبراتے ہیں یا اپنے آپ میں ایسے مسائل کو حل کرنے کا ملکہ نہیں پاتے، اس سلسلہ میں آپ نے ہمت مردانہ سے کام لے کر اپنی خداداد قابلیت سے ان مسائل کے حل میں اپنی ژرف نگاہی سے کام لیا یہ آپ ہی کا حق تھا ورنہ علماء کرام تو اس کو شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں، میں نے جلد دوم کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اور میں علی وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ اردو زبان میں اس قسم کی مثال اس سے پہلے موجود نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

محمد عالم مختار حق
۷-۴-۸۹

حضرت علامہ قاری ظہور احمد فیضی زید حشمہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم

حقیقت یہ ہے کہ شرح صحیح مسلم کی مکمل خوبیوں کا احاطہ اس کا مطالعہ کئے بغیر نہیں کیا جا سکتا تاہم ہماری دانست میں اس کتاب کی جو سب سے اہم خوبی ہے وہ یہ ہے کہ یہ کتاب اپنے قاری کو مرعوبیت سے نکالتی ہے اور جرأت و عزیمت بخشتی ہے اس کو پڑھنے سے اقوال فاسدہ اور شخصیت پرستی سے نجات ملتی ہے اور قرآن و سنت کی اطاعت اور سلفِ صالحین کے اقوالِ صحیحہ کی اہمیت پیدا ہوتی ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہم اہلسنت کے دلوں میں بفضلہ تعالیٰ ادب و تعظیم کی سعادت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور ہمارے ہاں ادب و تعظیم کی تلقین بھی زیادہ کی جاتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کیونکہ ادب و تعظیم کے بغیر کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ لیکن بدقسمتی سے بعض نادان لوگ بزعم خویش اتنے باادب بننے لگے اور ادب و تعظیم میں ان سے اس قدر مبالغہ ہوا کہ وہ شخصیت پرستی میں مبتلا ہو گئے، حتیٰ کہ بعض اکابرین کے بارے میں انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ ان سے (تحریری یا تقریری) کسی قسم کی غلطی نہ ہوئی نہ ہوتی ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بغیر ہر بشر سے کوئی نہ کوئی غلط لفظ، فکر و سوچ کی غلطی اور خطا واقع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں، اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ غلط یا بیجا صادر ہونا کچھ کالعدم نہیں، پھر سلف صالحین دائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر ایک کا قول لیا بھی جاتا ہے اور مردود بھی قرار دیا جاتا ہے سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۲۸۳) میزان الاعتدال میں علامہ ذہبی نے بھی اسی طرح فرمایا ہے (ج ۱، ص ۸۷) علامہ سعیدی زادہ فیوضہ کو اللہ تعالیٰ دارین کی خیر عطا فرمائے انہوں نے شرح صحیح مسلم میں فکر اعلیٰ حضرت کی اتباع کرتے ہوئے بڑے مہذب و شائستہ انداز سے ایسے بے ڈھنگے ادب کی بیخ کنی فرمائی اور اہلسنت کو پھر سے شخصیت پرستی سے نجات دلائی۔ اور انہیں یہ باور کرا دیا کہ کسی بھی بڑی شخصیت سے علمی اختلاف کرنا اور دلائل قویہ کے ساتھ اس کے ضعیف، مرجوح یا باطل و مردود قول کو ترک کر دینا اس بزرگ کی بے ادبی نہیں بلکہ شخصی قول کے مقابلہ میں قرآن و سنت اور اجماع امت کی حاکمیت کا برقرار رکھنا ہے اس میں کسی بڑی شخصیت کی بے ادبی سمجھنا قرآن و سنت کی حاکمیت کا انکار ہے۔

ترمذی شریف "باب ماجاء فی التمتع" میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک نے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا جائز ہے۔ اس نے کہا آپ کے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اس سے منع فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ میرے باپ نے اس سے روکا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا۔ بتلائیے! میں باپ کے حکم کی اتباع کروں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی، اس شخص نے کیا بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم

کی. فرمایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اسے یقیناً کیا ہے. (ترمذی ج ۲ ص ۲۲۴) سبحان اللہ! اسے دین پرستی کہتے ہیں. شرح مسلم میں جہاں بھی کہیں کسی بڑی شخصیت سے اختلاف کیا گیا یا ان کے قول کو باطل قرار دیا گیا تو اسی پاکیزہ جذبہ کے تحت اگر اس دینی جذبہ کو شخصیت پرستی پر قربان کر دیا جاتا تو آج دینِ اسلام اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے قطعاً موجود نہ ہوتا. اگر اقوالِ باطلہ کا رد کرنا بے ادبی قرار دیا جائے تو اقوالِ صحیحہ پر عمل ہو ہی نہیں سکتا. مثلاً بہار شریعت حصہ ۱۶ ص ۱۲۲ میں لکھا ہے کہ جو بدھ کے دن ناخن تو شوائے وسواس و خوف نکلے گا اور امن و شفا آئے گی. اور فتاوٰی رضویہ ج ۱۰ ص ۳۷، میں ہے کہ بدھ کے دن ناخن تراشنے سے برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے. اسی طرح بہار شریعت حصہ ۴ ص ۲۸ میں ہے خوش خواں (خوش آواز) کو امام بنانا نہ چاہیئے بلکہ درست خواں کو امام بنائیں جبکہ فتاوٰی رضویہ میں خوش آوازی کو مرجحاتِ امامت سے شمار کیا گیا ہے. (فتاوٰی رضویہ ج ۳ ص ۱۸۱) اسی طرح مفتی مظہر اللہ دہلوی نے فتاوٰی مظہریہ ص ۸۹. ۲۸۸ میں انگریزی دواؤں کا استعمال جائز لکھا ہے اور فتاوٰی رضویہ ج ۱۱ ص ۸۵ میں انگریزی دواؤں کو ناجائز لکھا ہے بتلایئے کس قول پر عمل کیا جائے ؟ شرح صحیح مسلم کے مطالعہ سے قبل جب ہم لیکر کے فقیر تھے تو ایسے متضاد اقوال کو پڑھ کر پریشان ہو جاتے تھے کہ کس ہستی کے قول کو حق مانا جائے. اور کس کو ناحق. شرح صحیح مسلم کے پڑھنے سے حق تعالٰے نے ایسی روشنی عطا فرما دی کہ اب یہ تمیز حاصل ہو گئی کہ ایسے تمام متضاد اقوال میں راجح اور مرجوح اور حق و باطل کا فرق سمجھ آجاتا ہے. ورنہ اس سے قبل ہمارے ذہنوں پر مرعوبیت و شخصیت پرستی کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے اللہ تعالٰے کا احسان ہے کہ اس نے شرح صحیح مسلم کی صورت میں ہمیں عظیم نعمت عطا فرمائی.

آج کل فریدالعصر و وحیدالدھر عمدۃ المفسرین رئیس المحدثین نابغہ روزگار حضرت علامہ سعیدی دام فیوضہ تفسیر قرآن لکھنے میں مصروف ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالٰے انہیں کامل صحت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ یہ تفسیر پوری کر سکیں اور اہلسنت کے لئے اس قسم کی دیگر وقیع تصانیف تحریر کر سکیں. آمین.

والحمد للہ اولاً و آخراً والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ دائماً ابداً

از قلم، ظہور احمد فیضی

خطیب جامع مسجد الف، کھارادر کراچی

۵ صفر، ۱۴۱۷ھ / ۲۲ جون ۱۹۹۶ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العتق

عتق کا لغوی معنی امام لغت سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں عتق کے متعدد معانی ہیں، کرم، جمال، شرف و نجابت اور حریت کہا جاتا ہے "عتق العبد فلان" فلاں شخص نے غلام آزاد کر دیا۔ [1]

عتق کا اصطلاحی معنی کسی شخص میں ایسی قوت حکمیہ نافذ کرنا جس کی وجہ سے وہ اپنی اور کسی اور کی مالکیت کا اہل ہو اور اپنے نفس کا اور غیر کا ولی ہو سکے، شہادت دے سکے، دوسری چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو اور اپنے نفس سے غیر کے تصرف کو دور کر سکے۔ [2]

غلام کی تعریف غلام وہ شخص ہوتا ہے جو غیر کا مملوک ہو، اس میں مالکیت اور ولایت کی اہلیت ہوتی ہے نہ شہادت کی اور وہ از خود کسی چیز میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا، نہ اپنے نفس میں نہ غیر میں۔

غلامی کے اسباب غلامی کا ایک سبب ہے کسی شخص کا نسلاً غلام ہونا۔ دوسرا سبب ہے میدان جہاد میں جو کافر قید کیے گئے ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو باندیاں بنانا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور غلامی سے باغی اور منحرف تھے اس لیے بطور سزا کے انھیں اللہ کے بندوں کا غلام بنا دیا گیا، پھر جب امیر لشکر انھیں مجاہدین میں تقسیم کرے گا تو یہ جن مجاہدین کے حصہ میں آئیں گے ان کے شخصی غلام قرار پائیں گے، اسی طرح میدان جنگ میں پکڑی جانے والی عورتیں جن کے حصہ میں آئیں گی ان کی باندیاں ہوں گی یا مال غنیمت کا جو پانچواں حصہ بیت المال روانہ کیا جائے گا اس حصہ میں سے سلطان جس شخص کو جو قیدی تقسیم کرے گا وہ اس کے غلام اور باندیاں ہوں گے، اگر تقسیم سے پہلے کسی شخص نے کسی قیدی مرد یا عورت کو پکڑ لیا تو وہ اس کے غلام اور باندی نہیں ہوں گے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ کسی شخص سے غلام یا باندی کو خرید لیا جائے، چوتھا سبب ہے ان کا ہبہ اور پانچواں سبب ہے ان کی وراثت۔

اسلام نے سب سے پہلے غلامی کے خاتمہ کے لیے قانون بنائے اسلام کے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اسلام نے انسانوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز قرار دیا ہے، حالانکہ یہ فعل اخلاق اور انسانیت دونوں کے خلاف ہے۔ یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ اسلام

---

[1] امام لغت سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس شرح القاموس ج ۷، ص ۳ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ۔

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۲ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ۔

سے پہلے دنیا میں یہ عام چلن تھا کہ آزاد انسان کو کوئی شخص پکڑ کر کہیں بیچ ڈالتا تھا اور خریدنے والا اس کو غلام بنالیتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اس کی واضح مثال ہے۔ اسی طرح جنگ میں گرفتار ہونے والے قیدیوں کو غلام اور باندیاں بنانے کے سوا اور کوئی صورت نہیں تھی۔ انسانیت پر اس ظلم کے خلاف سب سے پہلے اسلام نے قانون بنایا اور آزاد انسان کی بیع کو حرام کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قیامت کے دن میں تین شخصوں سے جھگڑا کروں گا ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے عہد کر کے عہد شکنی کی، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی مزدور سے مزدوری کرانے کے بعد اس کو اجرت نہیں دی[1] اسی طرح جنگی قیدیوں کو پہلے صرف غلام بنایا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کے علاوہ تین اور صورتیں بیان کیں (ا) جنگی قیدیوں سے جزیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے۔ (ب) مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں ان کو رہا کر دیا جائے۔ (ج) ان پر احسان کر کے بلا معاوضہ چھوڑ دیا جائے۔

قرآن مجید نے غلام اور باندیوں کے لیے "ما ملکت ایمانکم" کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی جن کو تم نے اپنے زور بازو سے اپنا مملوک بنایا ہے اور محض زور بازو سے قبضہ کی جائز صورت صرف جہاد ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا النبی انا احللنا لک ازواجک اللتی اٰتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک (احزاب: ۵۰)

"اے نبی ہم نے آپ پر آپ کی بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا آپ مہر ادا کر چکے ہیں اور آپ کی باندیوں کو آپ پر حلال کر دیا ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کے ذریعہ عطا کی ہیں" اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کافر جہاد میں قید ہو کر مال غنیمت سے تقسیم کیے جائیں صرف انھیں کو لونڈی یا غلام بنایا جاتا ہے اور یہ بھی اس صورت میں مباح کیا گیا ہے جب فریقین میں جنگی قیدیوں کے تبادلہ کا رواج نہ ہو، اس کی تفصیل آرہی ہے۔

اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے قوانین اور ترغیبات

جس وقت مذہب اسلام کا ظہور ہوا دنیا میں غلامی کا رواج بہت زیادہ تھا، اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کے لیے مختلف طریقے مشروع کیے اور غلام کے آزاد کرنے کو متعدد غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ قرار دیا مثلاً اگر کوئی شخص قسم کھا کر توڑ دے تو اس کے کفارے کی ایک صورت غلام کو آزاد کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم اوکسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذٰلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم (مائدہ: ۸۹)

"اللہ تعالیٰ تمہاری پختہ قسموں (کی خلاف ورزی) پر مواخذہ کرے گا۔ اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جس کو میسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا کر انھیں توڑ دو"

اسی طرح ظہار کے کفارے میں بھی ایک صورت غلام کو آزاد کرنا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے: والذین یظاھرون من نسائھم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا۔ (مجادلہ: ۳)

"اور جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماؤں سے تشبیہ دے بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مباشرت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے پہلے ایک غلام آزاد کریں .... اور جس کو غلام میسر نہ ہو وہ مباشرت سے پہلے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔"
اسی طرح احادیث صحیحہ میں روزے کا کفارہ ایک غلام کا آزاد کرنا یا دو ماہ کے مسلسل روزے بیان کیا گیا ہے[1] اگر کوئی شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دے (مثلاً ٹریفک کے حادثہ میں ڈرائیور کی غلطی سے کوئی راہ گیر مارا جائے) تو اس کا کفارہ بھی غلام کو آزاد کرنا ہے قرآن مجید میں ہے: ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة الى اهله (نساء: ۹۲) "جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے اور اس کے وارثوں کو دیت بھی ادا کرنا ہے۔" اور اگر مسلمان نے کسی غیر معاہد کافر ملک میں رہنے والے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے، قرآن مجید میں ہے: فان كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة (نساء: ۹۲) "اور اگر مقتول تمہارے دشمن ملک کا رہنے والا ہے اور وہ مقتول خود مومن ہے تو اس کا کفارہ صرف ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے۔" اور اگر کسی کافر معاہد ملک کے رہنے والے شخص کو کسی مسلمان نے غلطی سے قتل کر دیا تو اس کا کفارہ بھی ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا ہے، قرآن مجید میں ہے: وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين (نساء: ۹۲) "اور اگر مقتول اس ملک کا رہنے والا ہو جس کے ساتھ تمہارا صلح کا معاہدہ ہے تو مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنا لازم ہے اور ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا لازم ہے اور جس کو غلام نہ مل سکے وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔"
اسی طرح قرآن اور سنت میں غلام کو آزاد کرنے کی ترغیبات بھی دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما ادراك ما العقبة ٥ فك رقبة ٥ او اطعام فى يوم ذى مسغبة ٥ يتيما ذا مقربة ٥ او مسكينا ذا متربة ٥ (بلد: ۱۱-۱۶) "تمہیں کیا پتا کہ دین کی دشوار گذار راہوں پر چلنے کا کیا طریقہ ہے؟ (وہ طریقہ:) غلام کو آزاد کرنا ہے، قحط کے ایام میں بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے، یا کسی رشتہ دار یتیم کو کھلانا ہے یا کسی خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔"
امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة قال قال النبى صلى الله عليه وسلم ايما رجل اعتق امرأ مسلما استنقذ الله بكل عضو منه عضوا منه من النار۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آگ سے آزاد کر دے گا۔

مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں

مسلمانوں نے بکثرت غلام آزاد کیے ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے نجم وہاج سے نقل کر کے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ۔
[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۴۲ " " " "

علیہ وسلم نے تریسٹھ[۶۳] غلام آزاد کیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنہتر[۶۹] غلام آزاد کیے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بکثرت غلام آزاد کیے، حضرت عباس نے ستر[۷۰] غلام آزاد کیے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف دورانِ محاصرہ بیس غلام آزاد کیے۔ حضرت حکیم بن حزام نے ایک سو[۱۰۰] غلام آزاد کیے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار[۱۰۰۰] غلام آزاد کیے، ذوالکلاع حمیری نے ایک دن میں آٹھ ہزار[۸۰۰۰] غلام آزاد کیے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار[۳۰۰۰۰] غلام آزاد کیے[۱]

اسی طرح دیگر صحابہ و تابعین اور بعد کے مسلمان نجات اور اُخروی ثواب کے شوق میں مسلسل غلام آزاد کرتے رہے تاآنکہ غلامی کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

اسیرانِ جنگ کے بارے میں اسلام کی ہدایات

ہر چند کہ اسیرانِ جنگ کو غلام بنانا جائز ہے لیکن اسلام میں جنگی قیدیوں کے بارے میں دو صورتیں اور بھی ہیں، قرآن مجید میں ہے: فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا (محمد ۴) "جب تم کافروں سے نبرد آزما ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو (جو زندہ گرفتار ہوں ان کو) مضبوطی سے قید کر لو، پھر یا تو ان پر محض احسان رکھ کر ان کو چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دو"

ائمہ ثلاثہ، امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس آیت کے مطابق قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور مال کے بدلہ میں یا جنگی قیدیوں سے تبادلہ میں ہر طرح چھوڑ دینا جائز ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ آیت: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (توبہ: ۵) "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" سے منسوخ ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی جنگی قیدیوں کو قیدیوں سے تبادلہ میں یا بلا معاوضہ چھوڑ دینا جائز ہے، اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس طرح یہ مسئلہ اتفاقی ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں، اگر جنگی قیدی اسلام قبول نہ کریں تو امیر چاہے تو ان کو قتل کر دے، یا ان کو غلام بنا لے یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دے، یہ حکم مشرکین عرب اور مرتدین کے ماسوا میں ہے اور قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا حرام ہے، امام شافعی نے اس کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاما منا بعد واما فداء۔ "ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم" سے منسوخ ہے (شرح مجمع) اسی طرح جنگ کے ختم ہونے کے بعد ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑنا بھی حرام ہے، البتہ جنگ کے اختتام سے پہلے مال کے بدلہ میں چھوڑنا جائز ہے لیکن مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے (درر و صدر الشریعۃ) امام محمد اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ سے بھی یہی روایت زیادہ ظاہر ہے (شمنی)۔[۲]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: علامہ زیلعی نے ذکر کیا ہے کہ سیر کبیر میں لکھا ہے کہ ظاہر روایت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جنگی قیدیوں کو فدیہ کے بدلے میں چھوڑ دینا جائز ہے اور ان سے منقول دو روایتوں میں یہی زیادہ ظاہر

---

[۱] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح العلام شرح بلوغ المرام ج ۲ ص ۳۳۲۔

[۲] علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۷۔ ۳۱۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

روایت ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ امام محمد اور امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی ثابت ہے کہ آپ نے دو مسلمانوں کے بدلہ میں ایک مشرک کو چھوڑ دیا اور مکہ میں قید کیے جانے مسلمانوں کے بدلہ میں ایک عورت کو چھوڑ دیا، (علامہ شامی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ فقہ حنفی کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ فدیہ لے کر قیدی چھوڑنا حرام ہے اس سے مراد مالی فدیہ ہے جبکہ مال کی ضرورت نہ ہو اور ضرورت کے وقت مالی فدیہ کے عوض بھی جنگی قیدی چھوڑنا جائز ہے، اور مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں چھوڑنا بھی جائز ہے۔[1]

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ " فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم " کا حکم جنگی قیدیوں سے متعلق نہیں ہے کیونکہ ان کو غلام بنانا بالاجماع جائز ہے، اس سے ثابت ہوا کہ یہ آیت " فاما منا بعد واما فداء " کے لیے ناسخ نہیں ہے[2] لہٰذا جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور قیدیوں سے تبادلہ میں رہا کرنا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب

غلاموں کے بارے میں اسلام نے جو احکام دیے ہیں ان کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص پر یہ واضح ہو گا کہ اسلام کی نظر میں انسان کو انسان کا غلام بنانا ایک ناپسندیدہ فعل ہے، چونکہ بعثت سے پہلے جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا ایک عام دستور تھا اور قیدیوں کے تبادلہ میں یا انھیں احساناً رہا کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے اسلام نے قیدیوں کے غلام بنانے کو اباحت کے درجہ میں جائز رکھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ دو اور صورتیں بھی بیان کر دیں کہ مال کے بدلہ میں یا مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں جنگی قیدی آزاد کر دیے جائیں یا بطور احسان بلا معاوضہ جنگی قیدی چھوڑ دیے جائیں۔ اس سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر کسی کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام بنایا ہو تو مسلمانوں کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ کافر ملک کے جنگی قیدیوں کو غلام بنالیں کیونکہ " جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا (شوریٰ، ۴۰) " اور برائی کا بدلہ تو اسی کی مثل برائی ہے" اور اگر کافر ملک نے مسلمان قیدیوں کو غلام نہ بنایا ہو بلکہ انھوں نے مسلمانوں کو قید کر رکھا ہو اور ان کی رہائی کے عوض وہ اپنے جنگی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کریں تو تبادلہ میں جنگی قیدی چھوڑ دینے چاہئیں، اور اگر کافروں نے ہمارے قیدیوں کو تبرعاً بلا معاوضہ چھوڑ دیا ہو تو ان کی بہ نسبت مکارم اخلاق سے متصف ہونے کے ہم زیادہ لائق ہیں۔ اس لیے ایسے موقع پر ہمیں بھی ان کے قیدیوں کو احساناً اور تبرعاً بلا معاوضہ چھوڑ دینا چاہیے، اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ اسلام میں جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی عام اجازت نہیں ہے بلکہ اس کو ایک خاص ضرورت کی بنا پر مجبوری جائز کیا گیا ہے۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق کتاب الجہاد (جلد خامس) میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے فوائد اور ثمرات

پہلی چیز تو یہ ہے کہ جب کوئی جنگی قیدی غلام بن کر کسی مسلمان کے پاس رہے گا تو اس کو مسلمانوں کے مکارم اخلاق کو دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ یہ محسوس کرے گا کہ قید خانہ کی ہولناک اذیتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا غلام بن کر رہنا کہیں بہتر ہے، کیونکہ اسلام نے غلاموں کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں ان پر عمل کرنے کے

---

[1] ۔ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۳۱۷ - ۳۱۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بعد غلامی کا صرف نام رہ جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء ۱ ۳۶)۔ ماں باپ، قرابت داروں، مسکینوں، رشتہ دار ہمسایوں، اجنبی ہمسایوں، رفقاء مجلس، مسافروں اور غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو وہ اس کو وہ چیز کھلائے جس کو وہ خود کھائے اور وہ کپڑے پہنائے جن کو وہ خود پہنے اور ان کو ان کی قوت برداشت سے زیادہ مکلف نہ کرے[۱] نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے غلاموں کی اپنی اولاد کی طرح عزت اور توقیر کرو اور ان کو وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو، وہ پہناؤ جو خود پہنتے ہو، ان کی قوت برداشت سے زیادہ ان کو مکلف نہ کرو اگر ان کو کوئی مشکل کام سونپو تو اس میں ان کی مدد کرو[۲] نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے یا پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے[۳] اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے جاتے وقت نماز کے بعد اگر کسی کی فکر تھی تو وہ لونڈیوں اور غلاموں کی تھی، رفیق اعلیٰ سے وصال کے وقت جو آخری کلمہ آپ کی زبان پر تھا وہ یہی تھا "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم[۴]" نماز اور لونڈی غلام! کسی مسلم معاشرہ میں جب کوئی کافر غلام مسلمانوں کو ان احکام پر عمل کرتے ہوئے دیکھے گا تو وہ یقیناً اسلام سے متاثر ہوگا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ لوگوں کا اسلام سے دور رہنا اور اسلام کو قبول نہ کرنا زیادہ تر اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی تعلیمات اور اسلام کے احکام سے ناواقف ہوتے ہیں اور جب کسی کافر شخص کو غلام ہونے کی وجہ سے اسلام کی تعلیمات کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا اور وہ مسلمانوں کے مثالی معاشرہ کا مطالعہ کرے گا اور اسلام کی حقانیت کے دلائل سے آگاہ ہوگا تو وہ اپنے کفر پر قائم نہ رہ سکے گا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بکثرت کافر غلام مسلمان ہو گئے، اور یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور ترغیبات کی وجہ سے کوئی مسلمان کسی شخص کو ہمیشہ اپنی غلامی میں نہیں رکھتا اور جلد یا بدیر اس کو بالآخر آزاد کر دیتا ہے۔

اس بحث کے تمام عنوانات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اسلام نے لونڈیوں اور غلاموں کو فروغ نہیں دیا، بلکہ اسلام نے ایسی ہدایات دی ہیں جن پر عمل کرنے سے تدریج غلامی ختم ہو جاتی ہے اور فی الواقع دنیا میں اسی طرح ہوا، رہا جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کے جواز کا معاملہ تو وہ اس زمانہ کے حالات کی وجہ سے تھا، جنگی قیدیوں کو غلام بنانا لازم اور واجب نہیں ہے بلکہ چار مباح صورتوں (جزیہ لے کر آزاد کرنا، بلا معاوضہ رہا کرنا، معاوضہ لے کر رہا کرنا اور غلام بنانا) میں سے ایک صورت ہے اور اب چونکہ تمام دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور اسلام باقی مذاہب کی بہ نسبت مکارم اخلاق اور حقوق انسانیت کا زیادہ محافظ ہے اس لیے اب اسلام میں اس کے جواز کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ جن حالات میں اسلام نے غلام بنانے کی اجازت دی تھی اب مہذب دنیا میں وہ حالات نہیں رہے۔

---

[۱] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[۲] امام ابو عبداللہ یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۶۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۴۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۴۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کیا بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا قابل اعتراض ہے؟

عام طور سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ بغیر نکاح کے لونڈیوں سے مباشرت کرنا ایک غیر اخلاقی فعل ہے حالانکہ اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح کے بعد بیویوں سے مباشرت کرنا اور ان کے جسم پر خواہی نخواہی مالکانہ تصرف کرنا کیونکر اخلاقی فعل ہو گیا؟ نکاح کی حقیقت صرف یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے ایک عورت خود یا اس کا وکیل کہے کہ میں اس شخص کے ساتھ اتنے مہر کے عوض خود کو یا اپنی موکلہ کو نکاح میں دیتا ہوں اور مرد کہے میں نے قبول کیا، اور امام مالک کے نزدیک گواہوں کا ہونا بھی شرط نہیں ہے کسی مجمع عام میں ایجاب و قبول کر لیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے، آخر ایجاب و قبول کے ان کلمات میں کیا تاثیر ہے کہ ایک عورت بالکلیہ مرد پر حلال ہو جاتی ہے؟

اصل واقعہ یہ ہے کہ محض ایجاب و قبول سے عورت مرد پر حلال نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے حلال ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نکاح کی اس خاص صورت میں عورتوں کو مردوں پر حلال کر دیا ہے ورنہ تنہائی میں اگر عورت اور مرد ایجاب و قبول کے یہی کلمات کہہ لیں تو وہ ایک دوسرے پر حلال نہیں ہیں بلکہ نکاح کے بعد بھی بیوی کے ساتھ مباشرت کرنا مطلقاً حلال نہیں ہے۔ حیض اور نفاس کے ایام میں اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی سے مباشرت کی اجازت نہیں دی ہے اس لیے ان ایام میں بیوی سے مباشرت کرنا مرد کے لیے جائز نہیں ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ عورت کے مرد پر حلال ہونے کا سبب نکاح نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی اجازت ہے، اگر اللہ تعالیٰ نکاح کی صورت میں اجازت دے تو بیویاں شوہروں پر حلال ہو جاتی ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ ملکت یمین کی صورت میں اجازت دے تو باندیاں مالکوں پر حلال ہو جاتی ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد وہ قابل اعتراض نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد یہ بھی قابل اعتراض نہیں ہے۔

اب ہم آپ کے سامنے وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے باندیوں کو مالکوں پر حلال کر دیا ہے، بشرطیکہ اس کا شرعاً باندی ہونا صحیح ہو جسے ہم نے "غلامی کے اسباب" کے تحت بیان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم۔ (نساء: ۳)

اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم ایک سے زیادہ بیویوں میں عدل نہیں کر سکو گے تو ایک بیوی پر قناعت کرو یا اپنی باندیوں پر اکتفاء کرو۔

والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمانكم۔ (نساء: ۲۴)

دوسروں کی بیویاں تم پر حرام ہیں البتہ تمہاری باندیاں تم پر حرام نہیں ہیں۔

والذين هم لفروجهم حافظون ۝ الا على ازواجهم او ما ملكت ايمانهم فانهم غير ملومين ۝ (مؤمنون ۵-۶)، (معارج ۳۰)

اور جو لوگ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، البتہ اپنی بیویوں اور باندیوں سے مباشرت کرنے میں ان پر ملامت نہیں ہے۔

يا ايها النبي انا احللنا لك ازواجك التي اتيت اجورهن وما ملكت يمينك مما افاء الله عليك۔

اے نبی! ہم نے آپ پر آپ کی بیویوں کو حلال کر دیا ہے جن کا آپ مہر ادا کر چکے ہیں، اور آپ کی باندیوں کو آپ پر حلال کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال غنیمت کے ذریعہ

(احزاب، ۵۰)

لا یحل لك النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولو اعجبك حسنھن الا ما ملكت یمینك۔

(احزاب: ۵۲)

عطا کی ہیں۔

ان (ازواج مطہرات) کے بعد اور عورتوں سے نکاح کرنا آپ کے لیے حلال نہیں، نہ ان بیویوں کو چھوڑ کر دوسری عورتوں سے نکاح آپ کے لیے جائز ہے خواہ ان کا حسن آپ کو پسند ہو، البتہ جو باندیاں آپ کی ملک میں آئیں وہ آپ پر حلال ہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد منکوحہ بیوی مرد پر حلال ہو جاتی ہے اور اس سے مباشرت کرنا قابل اعتراض نہیں ہوتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد مملوکہ باندی بھی مرد پر حلال ہو جاتی ہے اور اس سے مباشرت کرنا بھی کسی طور سے لائق اعتراض نہیں ہے۔

اسلام میں غلاموں اور باندیوں کی جو حیثیت رکھی گئی ہے ایک طبقہ کی طرف سے اس پر مسلسل اعتراض کیے جاتے رہے ہیں اور کہا جاتا رہا ہے کہ انسانوں کو غلام بنانے کی اسلام نے حوصلہ افزائی کی ہے اور بغیر نکاح کے باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے اور ان چیزوں کا مذموم ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس اعتراض کا جواب میں ہمیشہ درس حدیث میں دیتا رہا اور اب اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے میں نے ان جوابات کو شرح صحیح مسلم میں منضبط کر دیا ہے، ہر چند کہ ان جوابات میں کوئی نئی بات نہیں ہے اور ہمیشہ سے فقہاء اسلام، اسلام کی مدافعت میں اس قسم کے جوابات دیتے چلے آئے ہیں لیکن بقول غالب:

ہوئے کہ تو دنیا میں یوں سخن ور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین افضل المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ القائدین الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

۳۶۶۰۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِیْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مَالٌ یَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَیْهِ قِیْمَةَ الْعَدْلِ فَاُعْطِیَ شُرَكَاءَهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَیْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مشترک غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے درآں حالیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو غلام کی قیمت کو پہنچتا ہو تو کسی عادل سے غلام کی متوسط قیمت لگوا کر دوسرے شریکوں کو ان کے حصہ کی قیمت ادا کی جائے گی اور اس کی طرف سے غلام آزاد کر دیا جائے گا، اور اگر اس شخص کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو تو جس قدر غلام اس نے آزاد کیا تھا اتنا ہی آزاد ہوگا۔

۳۶۶۱- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ ح قَالَ وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ ح قَالَ وَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ.

امام مسلم نے آٹھ سندوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق حدیث روایت کی۔

۳۶۶۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا قَالَ يَضْمَنُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی حصہ دار اس غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دے جس میں ایک اور شخص بھی شریک ہے تو وہ دوسرے کے حصہ کا ضامن ہوگا۔

۳۶۶۳- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقْصًا لَهُ فِي عَبْدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا کسی غلام میں حصہ ہو اور وہ اپنا حصہ آزاد کر دے تو اگر آزاد کرنے والے کا مال ہے تو غلام کا بقیہ حصہ اس کے مال سے آزاد کر دیا جائے گا، اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو (اس بقیہ حصہ کے بدلے میں) غلام سے محنت مزدوری کرائی جائے گی اور اس پر

فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

مشقت نہیں ڈالی جائے گی۔

۳۶۶۴- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ

ایک اور سند سے یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اگر آزاد کرنے والے کے پاس مال نہیں ہوگا تو غلام کی منصفانہ قیمت لگوا کر غلام سے آسانی کے ساتھ محنت مزدوری کرا کر اس شخص کا حصہ ادا کیا جائے گا جس نے اپنا حصہ آزاد نہیں کیا تھا۔

۳۶۶۵- حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيمَةَ عَدْلٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس حدیث میں بھی یہ ہے کہ اس کی منصفانہ قیمت لگوائی جائے گی۔

مشترک غلام کے ایک حصہ کو آزاد کرنے کے بعد بقیہ حصے میں مذاہب فقہاء

دو شخصوں کا ایک مشترک غلام ہو اور ان میں سے ایک شخص اپنے حصہ کا غلام آزاد کر دے اور دوسرے نے اپنا حصہ آزاد نہ کیا ہو تو اس میں فقہاء کے متعدد مذاہب ہیں۔ جن کو علامہ نووی اور علامہ عینی نے بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چونکہ آج کل لونڈی اور غلام کے مسائل درپیش نہیں ہیں اس لیے یہاں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اختلاف فقہاء کا خلاصہ بیان کر رہے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کا نظریہ

امام ابوحنیفہ کا یہ نظریہ ہے کہ اگر مشترک غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کرنے والا شخص مال دار ہے تو اس کا حصہ تو آزاد کر دیا جائے گا۔ اور اس کے شریک کو اختیار ہے، اگر وہ چاہے تو اپنے حصہ کو بھی آزاد کر دے اور اگر چاہے تو کسی عادل شخص کی لگائی ہوئی قیمت کے مطابق آزاد کرنے والے شخص کو ضامن بنا دے اور اگر چاہے تو اپنے حصہ کے مطابق غلام سے کمائی کرا لے اور غلام مکاتب کی طرح ہو جائے گا، پس اگر غلام آزاد کر دیا گیا یا اس سے کمائی کرائی گئی تو ولاء دونوں میں مشترک ہوگی اور اگر آزاد کرنے والے کو بقیہ حصہ کی قیمت کا ضامن بنا دیا گیا یعنی دوسرا شریک آزاد کرنے والے سے اپنے حصہ کی رقم لے گا اور وہ غلام سے رجوع کرے گا اور غلام اس کو کما کر رقم ادا کرے گا، تو ولاء صرف آزاد کرنے والے کے لیے ہوگی۔ اور اگر آزاد کرنے والا غریب ہو تو اس کو ضامن بنانے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اب دوسرا فریق یا تو اپنا حصہ آزاد کر دے اور یا اس کے بدلے میں غلام سے کمائی کرائے۔[1]

امام ابویوسف اور امام محمد کا نظریہ

امام ابویوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر مالدار شخص نے کسی مشترک غلام میں سے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا اور دوسرے فریق

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

کے لیے جائز ہے کہ وہ آزاد کرنے والے کو کسی عادل شخص کی لگائی ہوئی قیمت کا ضامن کر دے اور آزاد کرنے والا اس قیمت کو غلام سے وصول نہیں کرے گا، اور اگر آزاد کرنے والا شخص غریب ہو تو وہ صرف غلام سے کمائی کرا سکتا ہے، اور ان دونوں صورتوں میں غلام صرف آزاد کرنے والے شخص کے لیے ہوگی[1]

ائمہ ثلاثہ کا نظریہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مال دار شخص کے آزاد کرنے میں وہی نظریہ ہے جو امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے، اور غریب آدمی کے آزاد کرنے میں ان کا یہ نظریہ ہے کہ صرف اسی کا حصہ آزاد ہوگا، اور دوسرے فریق کی ملکیت غلام پر قائم رہے گی اور وہ اس کی کمائی میں سے اپنا حصہ لے گا یا ایک دن اس سے خدمت لے گا اور ایک دن اس کو آزاد رکھے گا اور اس سے کمائی نہیں کرائے گا، غریب آدمی کے آزاد کرنے میں امام مالک کا بھی یہی نظریہ ہے، البتہ امیر آدمی کے آزاد کرنے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ بغیر قیمت کی ادائیگی کے امیر آدمی کا حصہ آزاد نہیں ہوگا[2]

اختلافِ فقہاء کا خلاصہ اصل میں فقہاء کا اختلاف صرف دو چیزوں میں ہے، پہلا اختلاف اس میں ہے کہ آیا اعتاق متجزی ہوتا ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عتق مطلقاً متجزی ہوتا ہے اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک عتق مطلقاً متجزی نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک آزاد کرنے والا اگر مالدار ہو تو عتق متجزی ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے کہ عتق کی تجزی میں اختلاف ہے لیکن ہدایہ اور اس کی شروحات میں لکھا ہے کہ اصل میں اعتاق کی تجزی میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعتاق میں تجزی ہوتی ہے اس لئے اسی قدر غلام آزاد کیا جائیگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

دوسرا اختلاف اس میں ہے کہ آیا آزاد کرنے والے کا شریک کسی صورت میں اپنے حصے کے بدلے میں کمائی کرا سکتا ہے یا نہیں؟ امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد کرنے والے کا شریک اپنے حصے کے بدلے میں کمائی کرا سکتا ہے خواہ آزاد کرنے والا مالدار ہو یا غریب، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں وہ غلام سے کمائی نہیں کرا سکتا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک غریب آدمی کمائی کرا سکتا ہے اور امیر آدمی نہیں کرا سکتا۔

امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلیل عتق کی تجزی کے ثبوت میں امام ابو حنیفہ کی دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۳۶۶۰ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "اور اگر آزاد کرنے والے کے پاس اتنا پیسہ نہ ہو تو اس نے جس قدر غلام آزاد کیا تھا اتنا ہی آزاد ہوگا۔" اور اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ دار قطنی میں روایت ہے: "والا عتق منه ما عتق ورق منه ما بقي" ورنہ جتنا اس نے آزاد کیا ہے اتنا آزاد ہو جائے گا اور جو باقی رہ گیا ہے وہ بدستور غلام رہے گا[3]

امام ابو حنیفہ جو یہ فرماتے ہیں کہ آزاد کرنے والا کا شریک غلام سے کمائی کرائے گا خواہ آزاد کرنے والا امیر ہو

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۲۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

یا غریب اس پر دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۳۶۶۳ ہے: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا کسی غلام میں حصہ ہو اور وہ اپنا حصہ آزاد کر دے تو اگر آزاد کرنے والے کا مال ہے تو غلام کا بقیہ حصہ اس مال سے آزاد کر دیا جائے گا اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو غلام سے کمائی کرائی جائے گی اور اس پر دشواری نہیں ڈالی جائے گی۔" آزاد کرنے والے کے غریب ہونے کی صورت میں یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلیل ہے اور اگر وہ امیر ہو تو اس صورت میں غلام سے کمائی کرانے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے لیکن کسی حدیث میں اس کی ممانعت بھی نہیں ہے، تاہم اس صورت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر یہ خدشہ ہے کہ اس صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو آزاد کرنے کا حکم بیان کیا ہے اور یہ بعینہٖ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ الْوَلَآءَ لِمَنْ اَعْتَقَ

ولاء صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

۳۶۶۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَقَالَ اَهْلُهَا نَبِيعُكِهَا عَلٰى اَنَّ وَلَآءَ هَالَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارادہ کیا کہ ایک باندی کو خرید کر آزاد کر دیں، باندی کے مالکوں نے کہا ہم باندی کو اس شرط پر فروخت کریں گے کہ اس کی ولاء ہمارے لیے ہوگی۔ (حضرت عائشہ فرماتی ہیں) میں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم اس کو خریدنے سے مت روکو، ولاء صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

۳۶۶۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ بَرِيْرَةَ جَآءَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَسْتَعِيْنُهَا فِيْ كِتَابَتِهَا وَلَمْ تَكُنْ قَضَتْ مِنْ كِتَابَتِهَا شَيْئًا فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِرْجِعِيْ اِلٰى اَهْلِكِ فَاِنْ اَحَبُّوْا اَنْ اَقْضِيَ عَنْكِ كِتَابَتَكِ وَيَكُوْنَ وَلَاؤُكِ لِيْ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ بَرِيْرَةُ لِاَهْلِهَا فَاَبَوْا وَقَالُوْا اِنْ شَآءَتْ اَنْ تَحْتَسِبَ عَلَيْكِ فَلْتَفْعَلْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اپنی مکاتبت میں مدد طلب کرنے کے لیے آئیں اس وقت تک انھوں نے اپنی مکاتبت میں سے کچھ ادا نہیں کیا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا اپنے مالکوں کے پاس جاؤ اگر انھوں نے پسند کیا تو میں تمہاری مکاتبت کی ساری رقم ادا کر دوں گی، بشرطیکہ تمہاری ولاء پر میرا حق ہو، حضرت بریرہ نے اس کا اپنے مالکوں سے ذکر کیا، انھوں نے ولاء پر حضرت عائشہ کا حق ماننے سے انکار کیا اور انھوں نے کہا اگر حضرت عائشہ چاہیں تو ثواب کی نیت سے تم کو خرید کر آزاد کر دیں اور تمہاری ولاء پر ہمارا حق ہوگا حضرت عائشہ نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا رسول اللہ

وَيَكُوْنُ لَنَا وَلَآءُكِ فَذَكَرْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا ابْتَاعِيْ فَاَعْتِقِيْ فَاِنَّمَا الْوَلَآءُ لِمَنْ اَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَيْسَ لَهٗ وَاِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَاَوْثَقُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تم اس کو خرید کر آزاد کر دو، [illegible] کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، اور جو شخص ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہو اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے ایسی سو شرطیں کیوں نہ لگائی ہوں، اللہ تعالیٰ کی عائد کی ہوئی شرط ہی پوری کی جانے کی حقدار ہے اور وہی مضبوط شرط ہے۔

ف: اگر غلام یا لونڈی آزاد ہونے کے بعد کچھ ترکہ چھوڑ کر فوت ہو جائے اور پھر اس کے ذوی الفروض اور عصبات نسبیہ وارث نہ ہوں تو اس کا ترکہ آزاد کرنے والے کو دے دیا جاتا ہے اس کو ولاء کہتے ہیں اور آزاد کرنے والے کو عصبہ سببی کہا جاتا ہے۔ مکاتب سے یہ مراد ہے کہ مالک غلام سے یہ کہے کہ مجھے اتنی رقم لا کر دو تو میں تم کو آزاد کر دوں گا، حضرت بریرہ مکاتبت کی اس رقم میں مدد طلب کرنے کے لیے حضرت عائشہ کے پاس گئی تھیں۔

۳۶۶۸۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ جَآءَتْ بَرِيْرَةُ اِلَيَّ فَقَالَتْ يَا عَآئِشَةُ اِنِّيْ كَاتَبْتُ اَهْلِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِيْ كُلِّ عَامٍ اُوْقِيَّةٌ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَزَادَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ مِنْهَا ابْتَاعِيْ وَاَعْتِقِيْ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس بریرہ آئیں اور کہنے لگیں کہ اے عائشہ میرے مالکوں نے مجھے اس شرط پر مکاتب کیا ہے کہ میں نو سال تک ہر سال ایک اوقیہ (چالیس درہم) ادا کروں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے البتہ اتنا اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا ان کے کہنے کی وجہ سے تم اپنے ارادے کو مت چھوڑو تم اس کو خرید کر آزاد کر دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا اما بعد.....

۳۶۶۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بریرہ نے مجھ سے آ کر کہا کہ میرے مالکوں نے مجھے نو اوقیہ پر

WWW.NAFSEISLAM.COM

هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ بَرِيْرَةُ فَقَالَتْ اِنَّ اَهْلِيْ كَاتَبُوْنِيْ عَلٰى تِسْعِ اَوَاقٍ فِيْ تِسْعِ سِنِيْنَ كُلَّ سَنَةٍ وُقِيَّةٌ فَاَعِيْنِيْنِيْ فَقُلْتُ لَهَا اِنْ شَاءَ اَهْلُكِ اَنْ اَعُدَّهَا لَهُمْ عَدَّةً وَاحِدَةً وَاُعْتِقَكِ وَيَكُوْنُ الْوَلَاءُ لِيْ فَعَلْتُ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِاَهْلِهَا فَاَبَوْا اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَاَتَتْنِيْ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ قَالَتْ فَانْتَهَرْتُهَا فَقَالَتْ لَاهَا اللّٰهِ اِذًا قَالَتْ فَسَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ اشْتَرِيْهَا وَاَعْتِقِيْهَا وَاشْتَرِطِيْ لَهُمُ الْوَلَاءَ فَاِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ اَعْتَقَ فَفَعَلْتُ قَالَتْ ثُمَّ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشِيَّةً فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ اُنَاسٍ يَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ كِتَابُ اللّٰهِ اَحَقُّ وَشَرْطُ اللّٰهِ اَوْثَقُ مَا بَالُ رِجَالٍ مِنْكُمْ يَقُوْلُ اَحَدُهُمْ اَعْتِقْ فُلَانًا وَالْوَلَاءُ لِيْ اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ

مکاتب کیا ہے بایں طور کہ ہر سال ایک اوقیہ ادا کیا جائے آپ اس میں میری مدد کریں، حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تمہارے مالک پسند کریں تو میں یک مشت یہ رقم ادا کر کے تم کو آزاد کر دوں، لیکن ولاء پر میرا حق ہوگا، بریرہ نے اس بات کو اپنے مالکوں سے ذکر کیا، انھوں نے انکار کیا اور کہا ولاء ہماری ہوگی، بریرہ نے آکر مجھے یہ بتایا، میں نے اس کو جھڑکا اور کہا بخدا ایسا نہیں ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر مجھ سے ماجرا پوچھا، میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا، آپ نے فرمایا اس کو خرید کر آزاد کر دو اور ولاء کو ان کے حق میں مشروط کر دو، ولاء اس کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کر دے، میں نے ایسا کیا، پھر شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق حمد و ثناء کی پھر حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ ایسی شرطیں عائد کر رہے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے! اور جو شرط کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے خواہ ایسی سو شرطیں ہوں، اللہ کی کتاب زیادہ حقدار ہے اور اللہ تعالیٰ کی شرط زیادہ مضبوط ہے، تم میں سے بعض لوگوں کا کیا حال ہے، جو کہتے ہیں فلاں شخص کو آزاد کر دو اور ولاء ہماری ہوگی! ولاء کا مستحق صرف آزاد کرنے والا ہے۔

۳۶۷۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ نَا وَكِيْعٌ ح قَالَ وَ

یہ حدیث کچھ اور اسانید سے بھی مروی ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو

حَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّ إِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِيْ أُسَامَةَ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمْ أَمَّا بَعْدُ.

اختیار دیا کہ وہ اس کے نکاح میں رہیں یا نہ رہیں) حضرت بریرہ نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا، اور اگر ان کے شوہر آزاد ہوتے تو ان کو اختیار نہ دیتے۔ اس حدیث میں امابعد کا لفظ نہیں ہے۔

۳۶۷۱- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ فِيْ بَرِيْرَةَ ثَلَاثُ قَضِيَّاتٍ أَرَادَ أَهْلُهَا أَنْ يَّبِيْعُوْهَا وَيَشْتَرِطُوْا وَلَاءَهَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْتَرِيْهَا وَأَعْتِقِيْهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ وَعُتِقَتْ فَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا قَالَتْ وَكَانَ النَّاسُ يَتَصَدَّقُوْنَ عَلَيْهَا وَتُهْدِيْ لَنَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ لَكُمْ هَدِيَّةٌ فَكُلُوْهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضرت بریرہ کے واقعہ سے تین مسائل معلوم ہوئے، ان کے مالکوں نے ان کو بیچنے کا ارادہ کیا اور ولاء کو اپنے حق میں رکھنے کی شرط عائد کی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کو خرید کر آزاد کر دو، کیونکہ ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے اور وہ آزاد کر دی گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا تو انھوں نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا اور لوگ بریرہ کو صدقہ دیتے تھے اور بریرہ وہ چیزیں ہمیں ہدیۃً دے دیتی تھیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ چیزیں ان پر صدقہ ہیں اور تمہارے لیے ہدیہ ہیں سو ان کو کھا لیا کرو۔

۳۶۷۲- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے انصار کے کچھ لوگوں سے بریرہ کو خرید لیا انھوں نے ولاء کی شرط عائد کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولاء اس کا حق ہے جو ولی نعمت ہو، اور رسول اللہ صلی

اَنَّهَا اشْتَرَتْ بَرِيْرَةَ مِنْ اُنَاسٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ [illegible] وَخَيَّرَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا وَّاَهْدَتْ لِعَآئِشَةَ لَحْمًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ صَنَعْتُمْ لَنَا مِنْ هٰذَا اللَّحْمِ قَالَتْ عَآئِشَةُ تُصُدِّقَ بِهٖ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّلَنَا هَدِيَّةٌ۔

اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا، کیونکہ بریرہ کے خاوند [illegible] اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اس گوشت سے ہمارے لیے بھی پکاتیں تو بہتر ہوتا، حضرت عائشہ نے کہا یہ بریرہ پر صدقہ کیا گیا ہے، آپ نے فرمایا اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔!

۳۶۷۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا اَرَادَتْ اَنْ تَشْتَرِيَ بَرِيْرَةَ لِلْعِتْقِ فَاشْتَرَطُوْا وَلَاءَهَا فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اشْتَرِيْهَا فَاَعْتِقِيْهَا فَاِنَّ الْوَلَآءَ لِمَنْ اَعْتَقَ وَاُهْدِيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمٌ فَقَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا تُصُدِّقَ عَلٰى بَرِيْرَةَ فَقَالَ هُوَ لَهَا صَدَقَةٌ وَّهُوَ لَنَا هَدِيَّةٌ وَّخُيِّرَتْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَكَانَ زَوْجُهَا حُرًّا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ سَاَلْتُهٗ عَنْ زَوْجِهَا فَقَالَ لَا اَدْرِيْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے آزاد کرنے کے لیے بریرہ کو خریدنا چاہا مگر ان کے مالکوں نے کہا کہ ان کی ولاء ہمارے لیے ہوگی، حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو خرید کر آزاد کر دو۔ ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت ہدیۃً دیا گیا، لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ اس کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے، اور بریرہ کو اختیار دیا گیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا اس کا خاوند آزاد تھا، شعبہ کہتے ہیں میں نے عبدالرحمان سے اس کے خاوند کے بارے میں پھر پوچھا تو انھوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔

۳۶۷۴- وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ دَاوٗدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۶۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ اَبِي هِشَامٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا وَهْبٌ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بریرہ کا شوہر غلام تھا۔

۳۶۷۶۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنٍ خُيِّرَتْ عَلٰى زَوْجِهَا حِينَ عُتِقَتْ وَاُهْدِيَ لَهَا لَحْمٌ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ فَدَعَا بِطَعَامٍ فَاُتِيَ بِخُبْزٍ وَاُدُمٍ مِنْ اُدُمِ الْبَيْتِ فَقَالَ اَلَمْ اَرَ بُرْمَةً عَلَى النَّارِ فِيهَا لَحْمٌ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذٰلِكَ لَحْمٌ تُصُدِّقَ بِهِ عَلٰى بَرِيرَةَ فَكَرِهْنَا اَنْ نُطْعِمَكَ مِنْهُ فَقَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَهُوَ مِنْهَا لَنَا هَدِيَّةٌ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا اِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بریرہ سے تین مسائل معلوم ہوئے، بریرہ جب آزاد کی گئیں تو انھیں ان کے خاوند کے بارے میں اختیار دیا گیا، اور بریرہ کو گوشت ہدیۃً دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے در آں حالیکہ دیگچی آگ پر رکھی ہوئی تھی، آپ نے کھانا منگایا، آپ کو روٹی اور گھر کا سالن پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا: کیا میں آگ پر چڑھی ہوئی دیگچی میں گوشت نہیں دیکھ رہا؟ حاضرین نے کہا: یارسول اللہ! یہ گوشت بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا! اور ہم نے آپ کو صدقہ میں سے کھلانا پسند نہیں کیا، آپ نے فرمایا یہ اس کے حق میں صدقہ ہے اور ہمارے حق میں اس کی طرف سے ہدیہ ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کے واقعہ ہی میں فرمایا تھا ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

۳۶۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ حَدَّثَنِي سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَرَادَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک باندی خرید کر آزاد کرنا چاہی مگر ان کے مالکوں نے حق ولاء کے بغیر بیچنے سے انکار کر دیا۔ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا ارادہ مت

تَشْتَرِي جَارِيَةً تُعْتِقُهَا فَأَبَى أَهْلُهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْوَلَاءُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَمْنَعُكِ ذَلِكِ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ۔

چھوڑ دو کیونکہ ولاء پر صرف آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

قصۂ بریرہ میں شرط فاسد کے ساتھ بیع پر اعتراض کے جوابات

اس باب کی اکثر احادیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "ان کے ولاء کی شرط لگانے سے تم خریدنے کا ارادہ مت ترک کرو اور حدیث نمبر ۳۶۶۹ میں ہے کہ ولاء کو ان کے حق میں مشروط کر کے خرید لو"۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی متعدد طرق سے وارد ہے، اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ عقد بیع میں خریدار کا ایسی شرط لگانا جس کو خریدار پورا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو، بائع کو دھوکا دینا ہے اور یہ شرط فاسد ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو یہ شرط لگانے کی اجازت کیسے دی؟۔

علامہ عینی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: "یہاں پر لام علی کے معنی میں ہے جیسے قرآن مجید میں ہے: ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اسأتم فلها ای علیها۔ "اگر تم اچھا کرتے ہو تو اپنے نفسوں کے لیے اچھا کرتے ہو اور اگر برائی کرتے ہو تو اپنے نفسوں کے لیے، یعنی اس کا ضرر بھی تمہارے نفسوں پر ہے"۔ اسی طرح حدیث شریف "واشترطی لهم الولاء" بمعنی "واشترطی علیهم الولاء" ہے یعنی ان کے خلاف ولاء کی شرط عائد کرو، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں حذف مضاف ہے اور اشتراط بمعنی اظہار ہے یعنی "اظهری لهم حکم الولاء" "ولاء کا حکم ان پر ظاہر کر دو، تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں زجر و توبیخ مراد ہے یعنی جب متعدد مرتبہ ان پر واضح کر دیا کہ ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے تو آپ نے بطور خفگی فرمایا تم ان کی شرط کی پرواہ مت کرو اور خرید لو، چوتھا جواب یہ ہے کہ شرط فاسد کا لگانا ممنوع ہے اور اس حدیث میں جو شرط فاسد لگانے کی اجازت دی گئی ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے[1]۔ علامہ ابن حجر نے اس جواب پر علامہ ابن دقیق العید کا یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ بالعموم شرط فاسد لگانے کی ممانعت پہلے سے بیان کر دی گئی تھی لہٰذا اس حدیث میں اس کے وقوع کا ذکر ہی خصوصیت پر دلیل ہے۔

شیخ عثمانی نے اس اشکال کے جواب میں کہا ہے کہ شرط فاسد وہ شرط ہوتی ہے جو ربوا کا سبب ہو یا بائع اور مشتری کے درمیان منازعت کا سبب ہو، اور جس شرط کا پورا کرنا شرعاً یا عقلاً متعذر ہو وہ شرط فاسد نہیں بلکہ شرط لغو ہوتی ہے اور ایسی شرط کا لگانا انعقاد بیع میں مضر نہیں ہے[2]۔ علامہ فیضانی لکھتے ہیں کہ ہر وہ شرط جس کا عقد متقاضی نہ ہو اور اس میں بائع یا مشتری میں سے کسی ایک کو فائدہ ہو یا مبیع کو فائدہ ہو ایسی شرط فاسد ہے کیونکہ اس میں ایسی زیادتی ہے

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۲۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۲۸۲-۲۸۱، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی، ۱۴۰۰ھ۔

جو معاوضہ سے خالی ہے اس لیے کہ یہ سود کا سبب ہے یا یہ منازعت کا سبب ہے، اور اگر ایسی شرط ہو جس کا عقد تقاضا کرتا ہو نہ اس میں کسی کی منفعت ہو تو یہ شرط فاسد نہیں ہے جیسے بائع یہ شرط لگائے کہ مشتری اس سواری کو فروخت نہیں کرے گا، اور اگر بائع کے لیے دلاد کی شرط لگائی جائے تو یہ شرط غلط ہے اس لیے لغو ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس شرط میں بائع کی منفعت بالکل ظاہر ہے، اس لیے اس شرط کے شرط فاسد ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے نیز اس شرط کی وجہ سے تو عقد سے پہلے ہی نزاع ہو رہا ہے اور عقد کے بعد اس کا باعث نزاع ہونا اور بھی واضح ہے، اس لیے یہ شرط بہر حال شرط فاسد ہے۔

اس سوال کے جواب میں علامہ خطابی نے یحییٰ بن اکثم سے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ یعنی درایۃً مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ غیر متصور ہے کہ وہ کسی شخص کو دھوکا دینے کا حکم دیں، ہر چند کہ اصول روایت سے یہ حدیث ثابت ہے لیکن درایۃً یہ حدیث مردود ہے۔

مکاتب کی بیع کے حکم میں مذاہب فقہاء

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ان کے مالکوں نے مکاتب کر دیا اور حضرت عائشہ نے ان کو ان کے مالکوں سے خرید لیا درآں حالیکہ وہ مکاتبہ تھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کو مقرر رکھا، اس لیے یہاں یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ آیا مکاتب کی بیع جائز ہے یا نہیں؟

بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ مکاتب جب مال کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو اور اپنی بیع سے راضی ہو اس کی بیع جائز ہے۔ امام احمد، اوزاعی، امام مالک اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رضی اللہ عنہم نے اسی کو پسند کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور صحیح تر قول کے مطابق امام شافعی اور بعض مالکی یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع جائز نہیں ہے[۱] بعض معاصرین نے احناف کے مسلک کی تحقیق کیے بغیر یہ لکھ دیا کہ "اگر مکاتب اپنی بیع پر راضی ہو تو یہ بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے"[۲] درحقیقت اس بیع میں امام اعظم سے دو روایتیں ہیں اور زیادہ ظاہر روایت یہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے۔ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ولو رضی المکاتب بالبیع ففیہ روایتان والاظہر الجواز۔[۳]

اگر مکاتب اپنی بیع پر راضی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے۔

علامہ بابرتی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

لان عدمہ کان لحقہ فلما اسقط حقہ برضاہ انفسخت الکتابۃ وجاز البیع وہو فی النوادر انہ لا

کیونکہ اس بیع کا عدم جواز مکاتب کے حق کی وجہ سے تھا اور جب اس نے خود اپنی مرضی سے اپنا حق ساقط کر دیا تو اس کی مکاتبت فسخ ہو گئی اور بیع جائز ہو

---

[۱] ۔ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۷۹ - ۷۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[۲] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ فیصل آباد۔

[۳] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۷۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یجوز۔ [1] گئی اور نوادر کی روایت میں ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے

علامہ بابرتی کی اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ مکاتب کی مرضی سے اس کی بیع کا جواز ظاہر الروایۃ ہے اور عدم جواز نوادر کی روایت ہے، اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وتنفسخ الکتابۃ فی ضمنہ لان اللزوم کان لحقہ وقد رضی باسقاطہ۔ [2]

بیع کے جواز سے مکاتبت فسخ ہو جائے گی، کیونکہ مکاتبت کا لازم ہونا اس کے حق کی بناء پر تھا اور وہ اپنے حق کو ساقط کرنے پر راضی ہو گیا۔

اور علامہ بدر الدین عینی اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

لان عدمہ کان لحقہ فلما اسقط حقہ برضاء انفسخت الکتابۃ وجاز البیع وروی فی النوادر انہ لا یجوز وللشافعی فی بیع المکاتب قولان اصحہما انہ لا یجوز وبہ قال مالک واحمد وقال فی القدیم یجوز۔ [3]

کیونکہ بیع کا عدم جواز مکاتب کے حق کی بناء پر تھا اور جب وہ اپنے حق کو ساقط کرنے پر راضی ہو گیا تو مکاتبت فسخ ہو گئی، اور نوادر میں ہے کہ یہ بیع جائز نہیں، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام مالک کے نزدیک مکاتب کی بیع جائز ہے، امام شافعی کے دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بیع ناجائز ہے، بعض مالکیہ کے نزدیک بھی ناجائز ہے [4]

بہر حال امام ابوحنیفہ سے ظاہر روایت یہ ہے کہ جب مکاتب بیع پر راضی ہو تو اس کی بیع جائز ہے۔

خیارِ عتق میں شوہر کے غلام ہونے کی شرط پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل

حدیث نمبر ۳۶۷۰ میں ہے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو (ان کے نکاح میں رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیا تھا۔

امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر لونڈی کو آزاد کیا جائے اور اس وقت اس کا شوہر غلام ہو تو لونڈی کو اختیار ہے کہ اس کے نکاح میں رہے یا اس نکاح کو فسخ کر دے، اور اگر اس وقت اس کا شوہر آزاد

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، نہایہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۸۲ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

تھا تو پھر اس کو اختیار نہیں ہے، کیونکہ غلام کے نکاح میں آزاد کا رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنے میں کوئی عار نہیں ہے، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ جب لونڈی کو آزاد کیا جائے تو اس کو ہر حال میں اختیار ملے گا خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کیونکہ لونڈی پر شوہر کی ملکیت کم ہوتی ہے اور وہ صرف دو طلاقوں سے منقطع ہو کر شوہر کے نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے اور آزاد پر شوہر کی ملکیت زیادہ ہوتی ہے وہ تین طلاقوں سے منقطع ہوتی ہے اس لیے جب وہ آزاد ہوئی تو اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اس زائد ملکیت کو قبول کرتی ہے یا نہیں۔

جمہور فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں حضرت بریرہ کے شوہر کو غلام بتایا گیا ہے اور خاص طور پر صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۶۷۰ میں حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ اگر بریرہ کا شوہر آزاد ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اختیار نہ دیتے، جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ یہ بات محض اپنے قیاس سے نہیں کہہ سکتیں کیونکہ یہ ایک تشریعی معاملہ ہے، علاوہ ازیں اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ جب حضرت بریرہ کو اختیار دیا گیا تو ان کے شوہر غلام تھے۔

حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر کے آزاد ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

جس وقت لونڈی کو آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا شوہر غلام ہو تو تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا، امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اگر اس کا خاوند اس وقت آزاد ہو پھر بھی اس کو اختیار دیا جائے گا، اس اختلاف کا سبب دراصل اس بات میں ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا اس وقت ان کے شوہر مغیث غلام تھے یا آزاد، ائمہ ثلاثہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت غلام تھے اور امام ابوحنیفہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ اس وقت آزاد تھے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الاسود عن عائشة قالت اشتريت بريرة فاشترط اهلها ولاءها فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم قال اعتقيها فانما الولاء لمن اعطى الورق فاعتقتها فدعاها رسول الله صلى الله عليه وسلم فخيرها من زوجها قالت لو اعطاني كذا وكذا ما اقمت عنده فاختارت نفسها وكان زوجها حرا۔ [1]

اسود کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے بریرہ کو خریدا، اس کے مالکوں نے اس کی وَلاء کی شرط لگائی، میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو وَلاء اس کا حق ہے جو پیسے ادا کرے، میں نے اس کو آزاد کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر اس کے شوہر میں اس کو اختیار دیا، بریرہ نے کہا اگر وہ مجھے اتنے اتنے پیسے دے پھر بھی میں اس کے پاس نہیں رہوں گی، اس نے (شوہر کے مقابلہ میں) خود کو اختیار کر لیا اور اس کا شوہر آزاد تھا۔

---

[1] امام عبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ جس وقت حضرت بریرہ کو آزاد کرکے اختیار دیا گیا تھا تو ان کا شوہر اس وقت آزاد تھا، اس حدیث کو امام نسائی نے ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[۱]۔ امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے[۲]۔ امام احمد بن حنبل نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[۳]۔ امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے[۴]۔ امام ابن سعد نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے[۵]۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال الحکم وکان زوجها حرا قال ابوعبداللہ وقول الحکم مرسل۔[۶]

حکم کہتے ہیں کہ بریرہ کا خاوند آزاد شخص تھا، امام بخاری نے کہا یہ حدیث مرسل ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن الاسود عن عائشة فی قصة بریرة قال الاسود وکان زوجها حرا۔[۷]

اسود نے حضرت عائشہ سے بریرہ کا جو قصہ روایت کیا ہے اس میں اسود نے بیان کیا ہے کہ ان کا خاوند آزاد شخص تھا۔

حضرت عائشہ کی جس روایت میں بریرہ کے شوہر کا آزاد ہونا بیان کیا ہے وہ دوسری روایت پر راجح ہے

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی وہ روایت راجح ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت ان کے شوہر آزاد تھے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے اس حدیث کو تین راویوں نے روایت کیا ہے اسود، عروہ اور قاسم، اور اسود کی تمام روایات اس میں متفق ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا وہ آزاد تھے اور عروہ سے دو صحیح روایتیں منقول ہیں ایک میں ہے کہ وہ آزاد تھے اور دوسری میں ہے وہ غلام تھے، اور قاسم سے بھی دو صحیح روایتیں منقول ہیں ایک میں ہے وہ آزاد تھے اور دوسری میں ہے وہ غلام تھے (بخاری ج ۱ ص ۳۵۰، مسلم ج ۱ ص ۴۹۴ - از سعیدی) عروہ اور قاسم کی روایات میں اس طرح تطبیق دی جائے گی کہ جن روایات میں ذکر ہے وہ غلام تھے اس میں ان کے ماضی کے

---

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۲۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان، ۱۴۰۵ھ۔

[۲] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۳] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۶ ص ۱۷۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۴] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۵] امام ابن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۶۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[۶] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ

[۷] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

حال کی خبر دی ہے اور جن روایات میں ہے کہ وہ آزاد تھے ان میں اس وقت کے حال کا بیان کیا گیا ہے جب حضرت بریرہ کو آزاد کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں جو ان کے غلام ہونے کا ذکر ہے وہ بھی ماضی کے حال کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ وہ ماضی میں غلام رہے تھے اس لیے ان پر غلام کا اطلاق کر دیا، اور یہ اطلاق عرف اور محاورے میں بکثرت ہوتا ہے [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مغیث کے غلام ہونے کی روایات قوت سند کے اعتبار سے راجح ہیں۔ تطبیق کی ضرورت اس وقت ہوتی جب یہ ایک درجہ کی حدیثیں ہوتیں لیکن علامہ ابن حجر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ دو صحیح اور متعارض حدیثوں میں پہلے تطبیق دی جاتی ہے اور اگر ان میں تطبیق نہ دی جا سکے تو پھر سند کے اعتبار سے ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت بریرہ کے شوہر کی آزاد ہونے والی روایت کی از روئے درایت ترجیح

علامہ ابن ہمام نے پہلے تو ان دو حدیثوں میں تطبیق دی پھر فرمایا کہ ان دو روایتوں میں مغیث کے آزاد ہونے والی روایت درایتہً راجح ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیثیں متعارض ہوں اور ایک حدیث میں کسی وصف زائد کی نفی ہو اور دوسرے میں وصف زائد کا اثبات ہو تو اس حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے کہ جس میں کسی وصف زائد کا اثبات ہو کیونکہ جس میں نفی ہے اس میں حالت اصلیہ کے اعتبار سے روایت کی گئی ہے اور جس میں اثبات ہے اس میں راوی اپنے علم کی بنا پر کسی دلیل سے وصف زائد کی حکایت کر رہا ہے، اور چونکہ تمام صحابہ روایت میں عادل ہیں اس لیے اثبات والی روایت کا اعتبار کیا جائے گا، پس حضرت ابن عباس نے جو مغیث کے غلام ہونے کی روایت کی ہے وہ ان کی حالت اصلیہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ وہ اصل میں غلام تھے اور حضرت عائشہ نے جو ان کے آزاد ہونے کی روایت کی ہے وہ اس پر محمول ہے کہ انھیں علم تھا کہ حضرت بریرہ کو جب آزاد کیا گیا تھا اس وقت حضرت مغیث بھی آزاد ہو چکے تھے، اس لیے حضرت ابن عباس کی روایت پر حضرت عائشہ کی روایت کو ترجیح ہے جس میں حضرت بریرہ کی آزادی کے وقت حضرت مغیث کو آزاد بتایا گیا ہے کیونکہ اس میں ایک وصف زائد کا اثبات ہے [2]

حضرت بریرہ کے شوہر کے آزاد ہونے کے ثبوت میں مزید روایات

امام عبدالرزاق نے حضرت بریرہ کے شوہر کے آزاد ہونے کو مزید اسانید سے ثابت کیا ہے۔

عن سعید بن المسیب قال: ان زوج بریرۃ کان حرا۔ [3]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کے خاوند آزاد شخص تھے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۵ - ۲۷۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ۔

عن ابراهيم عن عائشة ان زوج بريرة كان حرا۔ [1]

ابراہیم حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ کے شوہر آزاد تھے۔

اور امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

عن نافع قال: اخبرتني صفية بنت ابي عبيد ان زوج بويرة كان حرا۔ [2]

نافع کہتے ہیں کہ مجھے حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے خبر دی کہ حضرت بریرہ کے خاوند آزاد تھے۔

امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

عن عامر الشعبي ان نبي الله صلى الله عليه وسلم قال لبريرة لما اعتقت قد اعتق بضعك معك فاختاري۔ [3]

عامر شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت بریرہ جب آزاد کی گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد کر دی گئی ہے اب جس کو چاہو اختیار کر لو۔

فرج کا آزاد کیا جانا اس بات سے کنایہ ہے کہ اب تم نکاح کے معاملہ میں آزاد ہو خواہ نکاح سابق کو برقرار رکھو یا اس نکاح کو فسخ کر دو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اختیار کو شوہر کے غلام ہونے یا آزاد ہونے کے ساتھ مقید نہیں کیا، بلکہ عام رکھا ہے، اس عموم سے معلوم ہوا کہ جب باندی کو آزاد کیا جائے تو اس کو مطلقاً خیار عتق ملتا ہے۔ خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام۔ اس حدیث کی تائید اور تقویت امام دار قطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے!

عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لبريرة، اذهبي فقد عتق معك بضعك [4]

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: جاؤ! تمہارے ساتھ تمہاری فرج بھی آزاد کر دی گئی۔

اور امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الزهري ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لامة عتقت ولها زوج: اني ذاكر لك امرا فلا عليك ان لا تفعليه ولكني اتحرج ان اكتمكيه ان لك الخيار على

زہری بیان کرتے ہیں کہ جب ایک شادی شدہ لونڈی آزاد کی گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں تم سے ایک مسئلہ ذکر کرتا ہوں اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن میں اس مسئلہ کو چھپانا

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

[3] امام ابن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

زوجك ۔[1] پسند نہیں کرتا، تمہیں تمہارے خاوند کے بارے میں اختیار ہے۔

یہاں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی کے اختیار کو مطلق رکھا ہے خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام۔

شوہر کے آزاد ہونے کے باوجود خیارِ عتق پر فقہاء احناف کے دلائل

اگر آزاد شدہ باندی کا شوہر غلام ہو تو اس کا اختیار اتفاقی امر ہے اور آزاد ہونے کی صورت میں اس کے اختیار پر حسب ذیل اقوال تابعین دلیل ہیں۔ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال: اذا اعتقت عند حر فلها الخیار۔[2]

شعبی کہتے ہیں کہ جب آزاد شخص کی بیوی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہے۔

عن الشعبی قال: تخیر عند حر کانت او عبد۔[3]

شعبی کہتے ہیں کہ باندی کو اختیار دیا جائے گا خواہ وہ آزاد کے نکاح میں ہو یا غلام کے۔

عن ابن سیرین قال: اذا اعتقت عند حر فلها الخیار۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ جب کسی آزاد شخص کی بیوی کو آزاد کر دیا جائے تو اس کو اختیار ہے۔

عن ابن طاؤس عن ابیه قال: اذا اعتقت عند حر فلها الخیار ان شاءت جلست عنده و ان شاءت فارقته۔[4]

طاؤس کہتے ہیں کہ جب کسی آزاد شخص کی بیوی کو آزاد کیا جائے تو اس کو اختیار ہے، اس کے نکاح میں رہے یا علیحدہ ہو جائے۔ ابن جریج نے کہا حسن بن مسلم بھی یہی کہتے تھے۔

قال ابن جریج: و قال حسن بن مسلم نحوه[5]

عن ابن طاؤس عن ابیه قال: اذا اعتقت عند حر فلها الخیار۔[6]

طاؤس کہتے ہیں کہ جب آزاد شخص کی بیوی آزاد کر دی جائے تو اس کو اختیار ہے۔

ہم نے طاؤس شواہد اور بکثرت احادیث، آثار اور اقوال تابعین سے ثابت کر دیا ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے مقابلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہی صحیح روایات اور قوی دلائل سے ثابت ہے لیکن حیرت ہے کہ بعض معاصرین لکھتے ہیں: صحیح تر روایت ہے کہ اس (بریرہ) کا شوہر غلام تھا لیکن احناف کے مذہب

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ

[2] " " " " ج ۷، ص ۲۵۴ " " "

[3] " " " " ج ۷، ص ۲۵۴ " " "

[4] " " " " ج ۷، ص ۲۵۴ " " "

[5] " " " " ج ۷، ص ۲۵۴ " " "

[6] " " " " ج ۷، ص ۲۵۵ " " "

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے مطابق اگر لونڈی کا شوہر آزاد شخص ہو اور لونڈی آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے[1]

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

خیار عتق میں غلام کی قید لگانے پر ائمہ ثلاثہ نے یہ دلیل قائم کی تھی کہ آزاد عورت کے لیے غلام کے نکاح میں رہنا باعث عار ہے اور آزاد کے نکاح میں رہنا کوئی عار نہیں ہے اس لیے باندی کو جب آزاد کیا جائے اس وقت اگر اس کا خاوند غلام ہو تو اس کا خیار عتق ملے گا ورنہ نہیں۔ علامہ بابرتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں عدم کفاءت کی وجہ سے نکاح کے ہونے یا نہ ہونے کا اعتبار ابتداء عقد میں ہوتا ہے ابقاء عقد میں نہیں ہوتا کیونکہ امارت اور غربت بھی کفو میں معتبر ہیں اگر کوئی شخص امیری میں کسی امیر لڑکی سے نکاح کرے اور بعد میں غریب ہو جائے تو بعد میں کفو نہ رہنے کی بنا پر کسی امام کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے کہ عورت کو فسخ نکاح کا اختیار دیا جائے[2]

حدیث بریرہ سے ایک سو باسٹھ مسائل کا استنباط

حدیث بریرہ سے فقہاء اسلام نے حسب ذیل فوائد مستنبط کیے ہیں:

۱۔ باندی کو بھی غلام کی طرح مکاتب کرنا جائز ہے۔
۲۔ شادی شدہ باندی کو اس کے خاوند کی اجازت کے بغیر بھی مکاتب کرنا جائز ہے۔
۳۔ خاوند کو مکاتبت سے منع کرنے کا حق نہیں ہے خواہ یہ مکاتبت ان کے باہمی فراق کا سبب بنے۔
۴۔ جب مکاتبہ کو مال کتابت کی جدوجہد میں مصروف کر دیا تو اب اس پر مالک کی خدمت واجب نہیں رہی۔
۵۔ مکاتبہ کے لیے جائز ہے کہ وہ مال کتابت کے حصول میں لوگوں سے سوال کرے۔
۶۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مقروض بھی قرض سے خلاصی کے لیے لوگوں سے سوال کر سکتا ہے۔
۷۔ مال کتابت کو وقت مقررہ سے پہلے ادا کرنا جائز ہے۔
۸۔ خریدار کا خریدتے وقت بھاؤ طے کرنے یا قیمت کم کرانے میں سختی کرنا جائز ہے، چونکہ حضرت عائشہ نے طلب ولاء میں سختی کی۔
۹۔ صالح اور سمجھ دار عورت خود بھی خریداری کر سکتی ہے (جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو خریدا)
۱۰۔ جو شخص خود تصرف نہ کر سکے وہ کسی غیر کو اپنا قائم مقام کر سکتا ہے۔
۱۱۔ جو شخص کسی غلام کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کو بیچنے والے پر ظاہر کر سکتا ہے تاکہ وہ آسانی سے فروخت کر دیں اور یہ ریا نہیں ہے۔
۱۲۔ اگر کوئی غیر شرعی شرط لگائے تو اس کا رد کرنا چاہیے۔
۱۳۔ مقروض کی رضامندی سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔
۱۴۔ کسی چیز کو ادھار خریدنا جائز ہے۔

---

[1] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۴ ص ۴۳، مطبوعہ مطبع ریاض حسین
[2] ۔ علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۵۔ اگر مکاتب وقت سے پہلے مکمل مال کتابت ادا کر دے تو مالک اس کو مسترد نہ کرے۔
۱۶۔ قرض کو قسط وار وصول کرنا جائز ہے۔
۱۷۔ شرط عتق سے بیع کرنا جائز ہے۔
۱۸۔ مکاتب کی رضامندی سے اس کو بیچنا جائز ہے۔
۱۹۔ مکاتب کے عجز کے بغیر بھی اس کو بیچنا جائز ہے۔
۲۰۔ عورت اپنے شوہر کے علاوہ بھی کسی سے خفیہ بات چیت کر سکتی ہے، بشرطیکہ وہ مومن ہو۔
۲۱۔ حاکم اپنی زوجہ کے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے۔
۲۲۔ باندی کی خبر کو بھی قبول کرنا جائز ہے۔
۲۳۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلام کی خبر کو بھی قبول کرنا جائز ہے۔
۲۴۔ شادی شدہ لونڈی کی بیع طلاق کے مترادف نہیں ہے۔
۲۵۔ خطبہ سے پہلے حمد و ثنا کرنا سنت ہے۔
۲۶۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا اور خطبہ کے بعد اما بعد کہنا بھی سنت ہے۔
۲۷۔ اگر بلا تکلف مسجع (موزون) کلام کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
۲۸۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہم معاملات کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان کرتے تھے۔
۲۹۔ نصیحت کے مواقع پر کسی غلط کار کی نشان دہی اور تعیین نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ عموم کے صیغے استعمال کرنے چاہئیں جیسا کہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے! یہ نہیں فرمایا بریرہ کے مالکوں کا کیا حال ہے۔
۳۰۔ مکاتب کا کسب اس کے اپنے لیے ہوتا ہے، اس کے مالک کے لیے نہیں ہوتا۔
۳۱۔ سمجھ دار عورت مالک کی اجازت کے بغیر بھی اپنے مال میں تصرف کر سکتی ہے اور بیچنے والوں سے پیغام رسانی کر سکتی ہے۔
۳۲۔ جس شخص نے مال کتابت کی بعض یا اکثر اقساط ادا کر دی ہوں وہ اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ کل اقساط ادا نہ کر دے۔
۳۳۔ اگر اقساط مقرر کردہ قیمت کے برابر ہو جائیں تو مکاتب آزاد ہو جائے گا۔
۳۴۔ شادی شدہ باندی کی بیع کے بعد خریدار کے لیے اس سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بیع سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔
۳۵۔ حال اضطرار کے بغیر بھی سوال کا جواز، کیونکہ حضرت بریرہ نے مضطر ہوتے بغیر حضرت عائشہ سے سوال کیا۔
۳۶۔ شادی شدہ عورت سے مال مکاتبت میں استعانت کے سوال کا جواز۔
۳۷۔ طالب اجر کے لیے کسی چیز کو معروف قیمت سے زیادہ میں خریدنا۔
۳۸۔ طے شدہ اقساط کی بجائے یک مشت ادائیگی کا جواز کیونکہ حضرت عائشہ نے نو سال میں قسط وار ادا کی جانے والی رقم کو یک مشت نقد ادا کر دیا کیونکہ بیچنے والے کی رغبت ادھار کے مقابلہ میں نقد میں زیادہ ہوتی ہے۔
۳۹۔ حضرت بریرہ کے عدم اضطرار کے باوجود سوال پر رد نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ بغیر احتیاج کے سوال کرنے

پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذمت فرمانا خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے ہے۔

۴۰۔ غلام کا آزادی کے لیے جدوجہد کرنے کا جواز ہر چند کہ اس کا فعل مالک کے لیے مضر ہے کیونکہ اسلام کا منشاء غلامی کا خاتمہ ہے۔

۴۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے"۔ اس میں کتاب اللہ سے مراد عام ہے خواہ صراحۃً کتاب اللہ میں ہو یا اس کا منشاء کتاب اللہ میں ہو، لہٰذا وہ شرائط جو احادیث، اجماع اور قیاس سے ثابت ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شرط بیان فرمائی کہ "ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے"۔ اس کا ذکر صراحۃً قرآن مجید میں نہیں ہے۔

۴۲۔ جو شرائط غیر مشروعہ ہوں وہ مفسد عقد نہیں ہیں

۴۳۔ جو شخص شرط فاسد لگائے وہ اس وقت سزا کا مستحق ہوگا جب اس کی تحریم کو جان کر اس پر اصرار کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کے مالکوں کو کوئی سزا دی نہ کوئی وعید سنائی۔

۴۴۔ مکاتب کا مالک، مکاتب کے آزاد ہونے کی جدوجہد میں حارج نہ ہو۔

۴۵۔ مکاتب جب اپنی کچھ اقساط کو وقت سے پہلے ادا کر دے تو مالک ان کو قبول کرنے سے انکار نہ کرے۔

۴۶۔ کوئی شخص تبرعاً مکاتب کو آزاد کر دے تو جائز ہے۔

۴۷۔ مکاتب اور اس کے مالک کی رضامندی سے عقد کتابت کو فسخ کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت عائشہ کی جدوجہد کے بعد پچھلا عقد فسخ ہو گیا۔

۴۸۔ ولاء پر آزاد کرنے والے کا حق ہے۔

۴۹۔ غیر شرعی امر کا رد کرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شرعی شرط کا رد فرمایا۔

۵۰۔ کسی اہم کام کو بیان کرنے سے پہلے خطبہ پڑھنا چاہیے۔

۵۱۔ بغیر مطالبہ کے بھی قسم کھانا جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے قسم کھائی تھی کہ وہ شرط نہیں لگائیں گی۔

۵۲۔ فقہاء شافعیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ یمین لغو پر کفارہ نہیں ہوتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا شرط لگاؤ (کہ ولاء تمہارے لیے ہوگی) اور ان پر کفارہ لازم نہیں کیا، فقہاء احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں کفارہ ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں کفارہ نہ دیا ہو۔

۵۳۔ ایک شخص کا دوسرے سے تیسرے کی موجودگی میں سرگوشی سے بات کرنا جب کہ اس کو تیسرے سے حیاء دامن گیر ہو۔ بشرطیکہ اس کو علم ہو کہ دوسرا، اس تیسرے کو بتا دے گا۔ اس سلسلے میں جو ممانعت ہے یہ صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

۵۴۔ تیسرے شخص کا دوسرے سے سوال کرنا کہ اس نے کیا سرگوشی کی ہے؟ جبکہ اس کو علم ہو کہ اس کا بھی اس معاملہ میں دخل ہے، ایسی صورت میں راز افشاء کرنے کا جواز منصوص ہے جبکہ اس میں سرگوشی کرنے والے کی خیر خواہی ہو۔

۵۵۔ غلام کا، مالک کی اجازت کے بغیر اپنے معاملہ میں کسی کو وکیل بنانا۔

۵۶۔ آزاد کرنے والی عورت کے لیے وَلاء کا ثبوت ہر چند کہ وَلاء وراثت میں عورت کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔
۵۷۔ آزاد کردہ غلام کی وَلاء کا کافر بھی حقدار ہو سکتا ہے کیونکہ آپ نے بصیغہ عموم فرمایا وَلاء کا حقدار آزاد کرنے والا ہے۔
۵۸۔ وَلاء کی بیع اور ہبہ کا عدم جواز۔
۵۹۔ آپ نے فرمایا وَلاء اس کی ہے جو پیسے دے اس سے معلوم ہوا کہ مالک کے لیے وَلاء ہوگی ہر چند کہ وکیل نے پیسے دیے ہوں۔
۶۰۔ جو باندی آزاد کی جائے اس کو نکاح سابق میں رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ملتا ہے خواہ اس کا خاوند اس وقت آزاد ہو یا غلام۔ اس پر تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔
۶۱۔ آزاد ہونے کے فوراً بعد اس کو اختیار مل جاتا ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے وہ آزاد کی گئیں آپ نے ان کو بلا کر اختیار دیا اور انھوں نے اپنے شوہر کے مقابلہ میں خود کو اختیار کر لیا۔
۶۲۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ یہ اختیار تین دن تک ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اختیار ہمیشہ رہتا ہے، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ حاکم کی مجلس یا جس مجلس میں آزاد کی گئی ہے اس مجلس سے اٹھنے کے بعد یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔
۶۳۔ اگر خیار عتق کے بعد آزاد کردہ باندی اپنے شوہر کو مجامعت کا موقع دے تو یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ حدیث بریرہ کی بعض روایات سے یہ ثابت ہے اور امام مالک نے سند صحیح کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت حفصہ کا بھی یہی فتویٰ تھا، حضرت ابن عمر کی بھی یہی رائے تھی اور علامہ ابو عمر و ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف نہیں ہے۔
۶۴۔ اگر عورت اپنے اختیار سے لاعلمی میں خاوند کو مباشرت کا موقع دے تو آیا پھر اختیار ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک نہیں ہے، امام ابو حنیفہ کے قواعد کا بھی یہی تقاضا ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ جہل کی وجہ سے معذور ہے۔
۶۵۔ دار قطنی کی روایت میں ہے "ان وطئك فلا خيار لك" اگر تمہارے خاوند نے تمہارے ساتھ مباشرت کر لی تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب عورت کو اپنے شوہر کے کسی عیب (مثلاً غربت، دیوانگی وغیرہ) کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ اس کو دطی کا موقع دے تو اس کا اختیار باطل ہو جاتا ہے۔
۶۶۔ خیار سے فسخ نکاح کے بعد خاوند رجوع نہیں کر سکتا، کیونکہ حضرت مغیث حضرت بریرہ کے فراق میں سخت آزردہ ہونے کے باوجود رجوع نہیں کر سکے۔
۶۷۔ محبت میں محبوب کے پیچھے دربدر پھرنا جیسا کہ بروایت بخاری حضرت مغیث حضرت بریرہ کی محبت میں گلی کوچوں میں حضرت بریرہ کے پیچھے بریرہ، بریرہ پکارتے پھرتے تھے اور ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے بھیگتی رہتی تھی۔
۶۸۔ سفارش کا جواز، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیث کے لیے حضرت بریرہ سے نکاح کی سفارش کی

۶۹۔ اگر سفارش قبول نہ کی جائے تو سفارش کرنے والے کو غم نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حضرت بریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول نہیں کی تھی، اور آپ نے اس پر کسی قسم کے غم وغصہ کا اظہار نہیں کیا۔

۷۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس حکم کے بارے میں تصریح فرمادیں کہ یہ واجب نہیں ہے اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ملامت نہیں ہوتی۔

۷۱۔ امر علی الاطلاق وجوب پر محمول ہوتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے مغیث سے نکاح کے لیے فرمایا تو حضرت بریرہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ آپ کا امر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میری سفارش ہے کہا پھر نکاح نہیں کروں گی۔

۷۲۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کسی سے دیوانہ وار محبت کرے تو اس کو بھی اس سے انس ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت بریرہ اور حضرت مغیث کے معاملے میں ایسا نہیں ہوا اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے محبت ہے اور بریرہ مغیث سے نفرت کرتی ہے۔

۷۳۔ جب کسی شخص کو دو چیزوں میں سے ایک پر عمل کے لیے کہا جائے اور وہ ایسی صورت کو اختیار کرے جو کسی کو ناگوار ہو تو اس پر ملامت نہیں ہے جیسا کہ حضرت بریرہ کو حضرت مغیث کے ساتھ نکاح نہ کرنے پر ملامت نہیں کی گئی۔

۷۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی عظمت کہ ایک باندی نے آپ کی سفارش قبول نہیں کی اور آپ نے کسی ملال کا اظہار نہیں کیا۔

۷۵۔ اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ آزاد ہونے کے بعد شوہر کو مسترد کر سکتی ہے۔

۷۶۔ امام شافعی نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا حریت کا کفاءت میں اعتبار ہوتا ہے اور غلام آزاد کا کفو نہیں ہے۔

۷۷۔ جس عورت کا ولی نہ ہو وہ چاہے تو اپنی مرضی سے غیر کفو میں نکاح کر سکتی ہے کیونکہ حضرت بریرہ چاہتیں تو حضرت مغیث کے نکاح میں رہتیں۔ (یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے احناف کے نزدیک حضرت مغیث آزاد تھے)

۷۸۔ جب باندی آزاد کر دی جائے تو اب اس کا خاوند دو کی بجائے تین طلاقوں کا مالک ہو جاتا ہے، چونکہ عورت پر اس کی ملکیت اب بڑھ جاتی ہے اس لیے اس کو اختیار دیا جاتا ہے۔

۷۹۔ جب عورت کو اختیار دیا جائے اور وہ کہہ دے کہ "مجھے اس کی حاجت نہیں" تو تفریق کر دی جائے گی کیونکہ حضرت بریرہ نے یہی کلمات کہے تھے۔

۸۰۔ اجنبی عورتوں کے گھر میں آنے کا جواز، خواہ مرد گھر پر ہو یا نہ ہو۔

۸۱۔ مکاتبہ کے آزاد ہونے کے بعد نہ اس کے ساتھ شوہر لاحق ہوتا ہے نہ بچے۔

۸۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ مطلقاً حرام ہے۔

۸۳۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہیں جیسے آپ کی ازواج اور موالی ان پر نفلی صدقہ جائز ہے۔

۸۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر صدقہ واجبہ جائز نہیں ہے اور آپ کے موالی (آزاد کردہ غلام اور باندیوں) پر جائز ہے کیونکہ بریرہ پر صدقہ کیا گیا تھا۔

۸۵۔ جب فقیر پر کیے گئے صدقہ کو غنی پر ہبہ کر دیا جائے تو اس کا کھانا جائز ہے اور اگر بیچ دیا جائے تو بطریق اولیٰ جائز ہے

۸۶۔ ملک بدلنے سے چیز کا حکم بدل جاتا ہے، وہی گوشت پہلے صدقہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں آگیا تو ہدیہ ہو گیا۔

۸۷۔ صدقہ اور ہدیہ کا حکم الگ الگ ہے۔

۸۸۔ گوشت کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت، کیونکہ آپ نے فرمایا کیا میں آگ پر رکھی ہوئی پتیلی میں گوشت نہیں دیکھ رہا؟۔

۸۹۔ اہل خانہ کی صاحب خانہ کی خیر خواہی کرنا، کیونکہ گھر والوں نے اس لیے آپ کو گوشت نہیں دیا تھا کہ یہ صدقہ کا ہے۔

۹۰۔ جب باندی آزاد کر دی جائے تو وہ معاملات میں تصرف کر سکتی ہے، جیسا کہ حضرت بریرہ نے گوشت لیا اور ازواج کو پیش کیا۔

۹۱۔ آزاد شدہ باندی اپنی کمائی میں خاوند کی اجازت کے بغیر بھی تصرف کر سکتی ہے۔

۹۲۔ جو شخص کسی کے زیر کفالت ہو اس پر صدقہ کرنا، کیونکہ حضرت بریرہ، حضرت عائشہ کی زیر کفالت تھیں اور ان پر صدقہ کیا جاتا تھا حضرت عائشہ اس کو قبول فرماتیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار نہیں فرماتے تھے۔

۹۳۔ جس شخص کے اہل پر صدقہ کیا جائے وہ اس میں شریک ہو سکتا ہے۔

۹۴۔ عورت خاوند کے علم کے بغیر اس کے گھر میں ایسی چیز لا سکتی ہے جس کا خاوند مالک نہیں ہوتا۔

۹۵۔ ہر چند کہ عورت کا کھانا خاوند کے ذمہ ہے پھر بھی بیویوں کا اپنے شوہروں کے لیے کھانا پکانا جیسا کہ ام المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پکاتی تھیں۔

۹۶۔ مرد کو اپنے گھر میں جو مل جائے اس کا کھانا جائز ہے جبکہ یہ غلبہ ظن ہو کہ وہاں حلال چیزیں ہوتی ہیں اور اس کو اس چیز کے بارے میں بتانا چاہیے جس کے بارے میں یہ خدشہ ہو کہ وہ اس سے بچتا ہے۔

۹۷۔ جس چیز سے کسی علم یا کسی چیز کا حکم معلوم ہو سکتا ہو اس کا سوال کرنا مستحب ہے اور بسا اوقات واجب ہے۔

۹۸۔ اگر گھر میں کوئی نئی یا غیر معروف یا غیر مانوس چیز نظر آئے تو گھر والے کو اس کی تفتیش کرنی چاہیے۔

۹۹۔ ہدیہ کے جواب میں ہدیہ دینا لازم اور ضروری نہیں ہے۔

۱۰۰۔ ہدیہ کا گھر میں صرف پہنچا دینا ہی کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ اس کو قبول کرایا جائے۔

۱۰۱۔ جس پر کوئی چیز صدقہ کی گئی ہے وہ اس میں اپنی مرضی سے تصرف کر سکتا ہے۔ اس سے صدقہ کرنے والے کے اجر میں کمی نہیں ہو گی۔

۱۰۲۔ جب کسی چیز میں بظاہر کوئی شبہ نہ ہو تو اس کی اصل کی تفتیش نہیں کرنی چاہیے۔

۱۰۳۔ اسی طرح جو جانور مسلمانوں میں ذبح ہوا ہو اس کے بارے میں تفتیش نہیں کرنی چاہیے کہ حلال ہے یا حرام ہے۔

۱۰۴۔ اگر کسی کو کم مقدار میں یا معمولی مقدار میں چیز صدقہ دی جائے تو اس کو ناراض نہیں ہونا چاہیے۔

۱۰۵۔ عورت کو اپنے تصرفات میں خاوند سے مشورہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کے آزاد کرنے کے معاملے میں حضور سے مشورہ کیا۔

۱۰۶۔ امور دینیہ میں عالم (مفتی) سے سوال کرنا چاہیے۔

۱۰۷۔ اگر کوئی شخص سوال نہ کرے تب بھی عالم کو اصلاح کے لیے مسئلہ بتانا چاہیے۔

۱۰۸۔ جب کسی عورت کو نکاح کا اختیار ملے تو اس کو مشورہ دینا چاہیے اور مشورہ میں اس کی خیر خواہی ہو۔

۱۰۹۔ مشورہ پر عمل کرنا واجب نہیں ہے۔

۱۱۰۔ حاکم بھی کسی کی سفارش کر سکتا ہے جب اس میں کسی کا ضرر نہ ہو اور کسی پر حکم لازم نہ کیا جائے۔

۱۱۱۔ کسی کی درخواست کے بغیر بھی اس کے حق میں سفارش کی جا سکتی ہے کیونکہ حضرت مغیث نے حضور سے شفاعت کے لیے درخواست نہیں کی تھی۔

۱۱۲۔ مسلمان کی دل جوئی اور اس کا غم دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۱۱۳۔ شفاعت کرنے والے کو اجر ملتا ہے خواہ اس کی شفاعت قبول نہ ہو۔

۱۱۴۔ جس کے پاس شفاعت کرنی ہے اگر اس کا مرتبہ شفاعت کرنے والے سے کم ہو تو اس وجہ سے شفاعت کرنے میں عار یا اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باندی سے حضرت مغیث کے لیے شفاعت کی۔

۱۱۵۔ اپنے تلامذہ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر متنبہ کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس سے کہتے تھے کیا تم مغیث کی محبت اور بریرہ کی نفرت پر تعجب نہیں کرتے۔

۱۱۶۔ حضرت بریرہ کا حسن ادب کیونکہ انھوں نے صراحۃً آپ کی شفاعت کو رد نہیں کیا بلکہ کہا مجھے مغیث کی حاجت نہیں ہے۔

۱۱۷۔ جب غلبہ محبت ہو تو حیاء چلی جاتی ہے کیونکہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی محبت کو چھپا نہ سکے۔

۱۱۸۔ جب کوئی شخص کسی کی محبت سے مغلوب ہو کر مارا مارا پھرے اور محبوب کی یاد میں روتا رہے اور اس کا نام لے کر پکارتا پھرے تو اس کو ملامت نہیں کرنی چاہیے اور اس کو معذور سمجھنا چاہیے جبکہ وہ اس میں مضطر ہو۔

۱۱۹۔ محبت ایک غیر اختیاری جذبہ ہے۔

۱۲۰۔ جو لوگ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی محبت میں مغلوب ہو کر دورانِ سماع وجد میں آکر رقص کرتے ہیں اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہیں اور لوٹ لگاتے ہیں ان پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے یہ لوگ اس حال میں مرفوع القلم ہوتے ہیں (ہماری مراد اس سے وہ سماع ہے جو مزامیر سے خالی ہو کیونکہ اہل محبت اس چیز کو کبھی نہیں سنتے جس کے سننے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعید سنائی ہو اور آپ نے اس کو ناپسند کیا ہو۔) ہاں مجذوبوں کا معاملہ الگ ہے اور سچے مجذوب کی یہ علامت ہے کہ وہ کبھی شریعت کا انکار نہیں کرتا۔

۱۲۱۔ جو مسلمان ایک دوسرے سے متنفر ہوں ان میں ملاپ کی کوشش کرنا خواہ زوجین ہوں یا نہیں، بشرطیکہ کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے۔

۱۲۲۔ شادی شدہ عورت کو ولی نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔
۱۲۳۔ بڑے آدمی کا اپنے سے کمتر کے لیے نکاح کا پیغام دینا۔
۱۲۴۔ سفارش میں حسن ادب کو ملحوظ رکھنا خواہ بڑا چھوٹے سے سفارش کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے فرمایا: کاش تم مغیث کے پاس دوبارہ چلی جاؤ!۔
۱۲۵۔ غلام اپنی مطلقہ کو مالک سے اجازت لیے بغیر بھی نکاح کا پیغام دے سکتا ہے۔
۱۲۶۔ زوجین میں باہم محبت ہو یا نفرت ہو اس پر ملامت نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ ایک غیر اختیاری امر ہے۔
۱۲۷۔ کسی شخص سے اس کی محبوب چیز چھن جائے یا چلی جائے تو اس کے فراق میں رونے پر ملامت نہیں کرنی چاہیے۔
۱۲۸۔ دنیا کی پیاری چیزوں کے فراق میں انسان روتا ہے تو آخرت کی پیاری چیزوں اور عبادات کے فراق پر بطریق اولیٰ رونا چاہیے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب حج کے دوران حیض آگیا تو وہ بے اختیار رو پڑیں کہ حیض کی وجہ سے کچھ عبادات رہ جائیں گی۔
۱۲۹۔ بیوی سے محبت کے اظہار میں کوئی حرج نہیں ہے۔
۱۳۰۔ جب عورت کسی شخص کو ناپسند کرتی ہو تو ولی اس کو اس سے نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔
۱۳۱۔ جب عورت کو خاوند سے نفرت ہو تو ولی اس کے ساتھ رہنے پر جبر نہیں کر سکتا اور اگر اس سے محبت ہو تو اس سے علیحدگی پر مجبور نہیں کر سکتا۔
۱۳۲۔ کسی شخص کا کسی عورت کی طرف نکاح بار جوع میں میلان کرنا جائز ہے۔
۱۳۳۔ کسی شخص کا اپنی مطلقہ سے راستہ میں بات کرنا، اس کی محبت کو طلب کرنا جہاں جائے اس کے پیچھے جانا جائز ہے اور یہ جواز اس وقت ہے جب فتنہ سے مامون ہو۔
۱۳۴۔ جس سے حاجت روائی کی درخواست کی جائے وہ حاجت روائی میں اپنے نفع کے پہلو کا اعتبار کر سکتا ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت بریرہ کو خرید کر آزاد کرنے میں یہ شرط لگائی کہ ولاء ان کی ہوگی۔
۱۳۵۔ اگر مقروض کا قرض کوئی ادا کر دے تو جائز ہے اور ادا ہو جاتا ہے۔
۱۳۶۔ شوہر کا اپنی بیوی کے معاملہ میں فتویٰ دینا۔
۱۳۷۔ حاکم کا اپنی بیوی کے حق میں فیصلہ کرنا۔
۱۳۸۔ غلام خریدنے والے کا بائع سے یہ کہنا کہ میں آزاد کرنے کے لیے خرید رہا ہوں تاکہ وہ بیع میں نرمی کرے اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد یا مدرسہ کے لیے کوئی چیز کسی سے خریدے تو وہ بھی اس کو بتا دے کہ وہ مسجد یا مدرسہ کے لیے کوئی چیز خرید رہا ہے تاکہ وہ رعایتی قیمت لگائے اور آسان شرطوں پر فروخت کرے۔
۱۳۹۔ اللہ کا حق بندوں کے حقوق پر مقدم ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شرط اللہ أحق و أوثق" "اللہ کی شرط پوری کی جانے کی زیادہ حقدار ہے"، اسی طرح دوسری حدیث میں ہے اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔
۱۴۰۔ جس شخص کا کسی چیز پر ظاہراً قبضہ ہو وہ اس کا مالک قرار دیا جاتا ہے اسی بناء پر بریرہ کا مالک ان لوگوں کو تصور

کیا گیا۔

۱۴۱۔ جب کوئی شخص کسی چیز کو خریدے اور اس میں بظاہر کوئی شک نہ ہو تو خریدار اس کی اصل کی تفتیش میں نہ پڑے۔

۱۴۲۔ حاکم کا حکم، احکام شرعیہ میں تبدیلی نہیں کر سکتا، نہ حرام کو حلال کر سکتا ہے۔

۱۴۳۔ کسی چیز کو عملاً بیان کرنا اس کے زبانی بیان کرنے سے اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا تم بریرہ کو خرید لو، ولاء تمہاری ہوگی اور حضرت عائشہ کے خریدنے کے بعد فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ ایسی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، الحدیث۔

۱۴۴۔ وقت حاجت تک بیان کو مؤخر کیا جا سکتا ہے اور جب ضرورت متحقق ہو جائے تو بیان کر دینا چاہیے۔

۱۴۵۔ جو حکم عام ہو اس کا اعلان کرنا واجب ہے یا تقاضائے حال کے اعتبار سے مستحب ہے۔

۱۴۶۔ حدیث کی روایت بالمعنی اور اس کا اختصار کرنا جائز ہے کیونکہ حدیث بریرہ ان دونوں طریقوں سے مروی ہے۔ اور ضرورت کے اعتبار سے حدیث کے بعض جملوں کے بیان پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

۱۴۷۔ عدت کا اعتبار عورتوں پر ہے۔ (یعنی باندی ہے تو دو حیض ورنہ تین حیض) کیونکہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے اس کو آزاد عورتوں کی عدت گذارنے کا حکم دیا گیا۔

۱۴۸۔ اس میں تصریح ہے کہ آزاد کردہ باندی کی عدت تین حیض ہے اور عدت میں حیض کا اعتبار کرنے سے احناف کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

۱۴۹۔ بعض روایات میں "تعتد بحیضہ" کے الفاظ ہیں اس سے مراد جنس حیض ہے یعنی حیض سے عدت کا شمار ہوگا ایک حیض مراد نہیں ہے۔

۱۵۰۔ پہلے احکام کو سنن سے تعبیر کیا جاتا تھا، واجب سے کم پر سنت کا اطلاق کرنا، اصطلاح حادث ہے۔

۱۵۱۔ باندی کا نکاح اس کا مالک جبراً ایسے شخص سے کر سکتا ہے جس کو وہ بدصورتی یا بدخلقی کی بنا پر ناپسند کرتی ہو کیونکہ حضرت بریرہ خوبصورت تھیں اور حضرت مغیث سیاہ فام تھے ان کا نکاح جبراً کیا گیا تھا۔ حضرت بریرہ نے اختیار ملتے ہی یہ نکاح فسخ کر دیا۔

۱۵۲۔ اگر کسی شخص کو اپنے حق کا پتا نہ ہو تو اس کو متنبہ کرنا چاہیے کہ یہ تمہارا حق ہے۔

۱۵۳۔ مغیث (فریاد رسی کرنے والا) نام رکھنا جائز ہے ہر چند کہ حقیقی مغیث اللہ تعالیٰ ہے۔

۱۵۴۔ مال کتابت کی کوئی حد نہیں ہے۔

۱۵۵۔ غلام کو آزاد کرنے والا اپنے غلام سے ہدیہ قبول کر سکتا ہے اس سے اجر میں کمی نہیں ہوتی۔

۱۵۶۔ کسی شخص سے اجازت لیے بغیر اس کے گھر والوں کو ہدیہ دینا۔

۱۵۷۔ جب کوئی شبہ نہ ہو تو عورت ہدیہ قبول کر سکتی ہے۔

۱۵۸۔ انسان کا اپنے گھر کے احوال کے بارے میں سوال کرنا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ آگ پر رکھی ہوئی پتیلی میں کیا ہے؟

۱۵۹۔ جس چیز میں شبہ نہ ہو اس کی اصلیت کے بارے میں تفتیش نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ بریرہ

پر کس نے صدقہ کیا، اس کا مال کیسا تھا؟ آیا حلال تھا یا حرام؟۔

۱۶۰۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت بریرہ کو اسلام میں سب سے پہلے مکاتب کیا گیا، حضرت سلمان مردوں میں پہلے مکاتب تھے اور حضرت بریرہ عورتوں میں پہلی مکاتبہ تھیں۔

۱۶۱۔ مکاتبت کی اقساط سے میعادی بیع اور قرض پر استدلال کیا گیا ہے۔

۱۶۲۔ خاوند اور بیوی دونوں غلام ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو مکاتب کرنے کا جواز۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو میں سے کسی ایک کی بیع بھی جائز ہے، جس کو کوئی فن نہ آتا ہو اس کو مکاتب کرنا بھی جائز ہے۔

اس حدیث سے فقہاء اسلام نے اس سے بھی زیادہ مسائل مستنبط کیے ہیں، علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے اس سے چار سو مسائل مستنبط کیے ہیں۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ابن خزیمہ اور امام ابن جریر نے اس حدیث کے مسائل پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، ہمیں چونکہ اس کتاب میں اختصار مطلوب تھا اس لیے ہم نے صرف ایک سو باسٹھ مسائل کا ذکر کیا ہے، ان میں سے اکثر مسائل ہم نے فتح الباری کی مختلف ابحاث سے چنے ہیں، اور بعض مسائل ہماری ذہنی کاوش اور جودت طبع کا نتیجہ ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ

ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے کی ممانعت

۳۶۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ الْحَجَّاجِ يَقُولُ النَّاسُ كُلُّهُمْ عِيَالٌ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کو بیچنے اور ہبہ کرنے سے منع کر دیا، ابراہیم کہتے ہیں کہ مسلم بن حجاج نے کہا اس حدیث میں تمام لوگ عبداللہ بن دینار کے شاگرد ہیں۔

۳۶۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا

امام مسلم نے پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور الصدر ارشاد روایت کیا، البتہ عبید اللہ کی سند میں صرف بیع کا ذکر ہے ہبہ کا ذکر نہیں ہے۔

سُفْيَانُ بْنُ سَعِيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّ الثَّقَفِيَّ لَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اِلَّا الْبَيْعَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْهِبَةَ۔

وَلاء کی بیع میں مذاہب فقہاء متقدمین اور متاخرین میں سے جمہور فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ وَلاء کی بیع اور اس کو منتقل کرنا حرام ہے، البتہ بعض متقدمین وَلاء کی بیع کے جواز کے قائل تھے، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ شاید انھیں یہ حدیث نہیں پہنچی [1]

بَابُ تَحْرِيْمِ تَوَلِّي الْعَتِيْقِ غَيْرَ مَوَالِيْهِ

آزاد شدہ کو اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب کرنے کی ممانعت

۳۶۸۰ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ بَطْنٍ عُقُوْلَهٗ ثُمَّ كَتَبَ اَنَّهٗ لَا يَحِلُّ اَنْ يَتَوَلّٰى مَوْلٰى رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ ثُمَّ اُخْبِرْتُ اَنَّهٗ لَعَنَ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ ہر قبیلہ پر اس کی دیت واجب ہے پھر فرمایا کسی مسلمان کے آزاد شدہ غلام کے لیے آزاد کرنے والے کی اجازت کے بغیر دوسرے کا مولیٰ بننا جائز نہیں ہے۔ پھر مجھے بتایا گیا کہ آپ نے ایسا کرنے والے پر اپنی کتاب میں لعنت لکھی ہے۔

۳۶۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۴۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آزاد کرنے والوں کی اجازت کے بغیر اپنے آپ کو کسی قوم کی طرف منسوب کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی لعنت ہے، اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۳۶۸۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَدْلٌ وَّلَا صَرْفٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آزاد کرنے والوں کی اجازت کے بغیر اپنے آپ کو کسی قوم کی طرف منسوب کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی لعنت ہے، قیامت کے دن اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۳۶۸۳۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَمَنْ وَّالٰى غَيْرَ مَوَالِيْهِ بِغَيْرِ اِذْنِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق روایت ہے البتہ من تولی کی جگہ من والی کے الفاظ ہیں۔

۳۶۸۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ خَطَبَنَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ مَنْ زَعَمَ اَنَّ عِنْدَنَا شَيْئًا نَقْرَءُهُ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةَ قَالَ وَصَحِيْفَةٌ مُّعَلَّقَةٌ فِيْ قِرَابِ سَيْفِهٖ فَقَدْ كَذَبَ فِيْهَا اَسْنَانُ الْاِبِلِ وَاَشْيَاءُ مِنَ الْجِرَاحَاتِ وَفِيْهَا

ابراہیم تیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہم کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے سوا کوئی اور کتاب پڑھتے ہیں تو وہ جھوٹ بولتا ہے وہ صحیفہ حضرت علی کی تلوار کی میان سے لٹکا ہوا تھا، آپ نے فرمایا اس صحیفہ میں تو اونٹوں کی عمروں کا ذکر ہے اور زخموں کی دیت کا بیان ہے، اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ مدینہ عیر سے لے کر ثور تک حرم ہے جو شخص مدینہ میں عبادت کا کوئی نیا طریقہ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَّا بَيْنَ عَيْرٍ إِلٰى ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ذِمَّةُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ يَسْعٰى بِهَا اَدْنَاهُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔

وضع کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے، اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل اور تمام مسلمانوں کا ذمہ واحد ہے، ایک ادنیٰ مسلمان بھی ذمہ لے سکتا ہے، اور جو شخص اپنی نسبت اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف کرے یا اپنے موالی کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی تمام انسانوں اور فرشتوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

مفہوم مخالف کی وجہ سے ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۳۶۸۱ میں ہے "جو شخص اپنے آقا دکرنے والوں کی اجازت کے بغیر خود کو کسی قوم کی طرف منسوب کرے۔ اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو"۔ اس حدیث کے مفہوم مخالف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر آقا دکرنے والے اس کو اجازت دے دیں تو پھر وہ اپنے آپ کو کسی اور قوم کی طرف منسوب کر سکتا ہے، حالانکہ اس صورت میں بھی اپنے آپ کو کسی اور قوم کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ فقہاء احناف کو تو اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک قرآن اور حدیث کے احکام میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ البتہ فقہاء شافعیہ مفہوم مخالف کے قائل ہیں اس لیے ان کے قواعد پر یہ اشکال لاحق ہوگا!

علامہ نووی شافعی اس اشکال کے جواب میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں تقیید اکثر اور غالب پر محمول ہے، کیونکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ موالی اس کی اجازت نہیں دیتے، اس لیے یہاں مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوگا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم" جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی پچھلی لڑکیاں جو تمہارے زیر پرورش ہیں (وہ بھی تم پر حرام ہیں)" اسی طرح قرآن مجید میں ہے: "ولا تقتلوا اولادکم من املاق۔ (انعام ۱۵۱)" "اپنی اولاد کو تنگی رزق کے ڈر سے قتل مت کرو"۔ ان آیات میں بھی اکثر اور غالب مواقع کے اعتبار سے کلام کیا گیا ہے اور مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے اسی طرح اس حدیث میں بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔

مفہوم مخالف کی تعریف

مفہوم مخالف یہ ہے کہ مسکوت عنہ کا حکم نفی اور اثبات میں منطوق (مذکور) کے خلاف ہو، پس مسکوت عنہ کے لیے منطوق کے خلاف حکم ثابت ہوگا، اس کو دلیل خطاب کہتے ہیں۔

مفہوم مخالف کے حکم میں مذاہب فقہاء

مفہوم اللقب کے علاوہ مفہوم مخالف کی تمام اقسام جمہور فقہاء کے نزدیک معتبر ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مفہوم مخالف

کی کوئی قسم معتبر نہیں ہے، شیخ ابو اسحاق شیرازی نے شرح اللمع میں علامہ قفال شاشی اور علامہ ابو حامد مروزی سے اسی طرح نقل کیا ہے، امام اشعری بھی مفہوم مخالف کے قائل ہیں۔[1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی نے کتاب السیر میں لکھا ہے کہ خطابات شرع (قرآن اور حدیث) میں مفہوم مخالف حجت نہیں ہے اور لوگوں کے عرف اور ان کی اصطلاحات میں مفہوم مخالف حجت ہے، اور بعض متاخرین شافعی علماء نے اس کے برعکس کہا ہے کہ مفہوم مخالف اللہ اور اس کے رسول کے کلام میں حجت ہے اور عبارات علماء میں حجت نہیں ہے، علامہ زرکشی نے اسی طرح بیان کیا ہے۔

مفہوم مخالف کے اعتبار کی شرائط

مفہوم مخالف حسب ذیل شرائط کے بعد حجت ہوتا ہے۔

(۱) مفہوم مخالف اس وقت حجت ہوگا جب اس کے معارض اس سے قوی منطوق یا مفہوم موافق نہ ہو، شیخ ابو اسحاق شیرازی نے کہا ہے کہ اگر مفہوم مخالف کے قیاس جلی معارض ہو تو قیاس کو مقدم کیا جائے گا اور قیاس خفی میں دو قول ہیں اور اگر اس کے معارض کوئی حکم عام ہو تو حکم عام پر عمل کیا جائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ منطوق سے امتنان اور احسان کا اظہار مقصود نہ ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "لتاکلوا منہ لحما طریا (نحل: ۱۴)" وہ ذات جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ، اس آیت میں گوشت کو تازہ کے ساتھ مقید کیا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات کا ذکر فرماتے ہوئے اس صفت (تازہ) کا ذکر کیا ہے اس لیے یہاں اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے یہ معنی نہیں ہوگا کہ باسی گوشت کھانے کی ممانعت ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ منطوق کسی حکم خاص یا حادثہ خاصہ سے متعلق سوال کا جواب نہ ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفۃ (آل عمران: ۱۳۰) "اے ایمان والو دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ" اس آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار کر کے یہ معنی نہیں ہوگا کہ "سود مفرد کھا لیا کرو" کیونکہ یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔ کچھ لوگ مدت پوری ہونے کے بعد مقروض سے کہتے تھے یا تو سود ادا کرو ورنہ اس سود پر اور سود لگ جائے گا۔

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ منطوق میں کسی صفت سے تعظیم کا قصد نہ کیا گیا ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو عورت اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہو وہ خاوند کے سوا کسی اور پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے" اس حدیث میں اللہ اور آخرت پر ایمان کی قید محض اس حکم کی تفخیم اور تعظیم کے لیے ہے، اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ منطوق میں صفت کا ذکر استقلالاً ہو اگر اس کا تبعاً ذکر ہو تو مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد" (بقرہ: ۱۸۷) "اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو درآں حالیکہ تم مساجد میں معتکف ہو" اس آیت میں مساجد کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کیونکہ اعتکاف میں مباشرت مطلقاً ممنوع ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۸۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

(۶)۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ سیاق کلام سے عموم کا قصد ظاہر نہ ہو، اگر سیاق کلام سے یہ ظاہر ہو کہ یہاں عموم مراد ہے تو پھر مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " واللہ علی کل شیٔ قدیر " (حشر: ۶) " اللہ تعالیٰ ہر موجود پر قادر ہے " اس کا یہ مفہوم معتبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ معدوم پر قادر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ معدوم اور ممکن پر بھی قادر ہے۔

(۷)۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ مفہوم مخالف مراد لینے سے اس کی اصل یعنی منطوق باطل نہ ہو جائے۔

(۸)۔ آٹھویں شرط یہ ہے کہ منطوق میں جو قید لگائی گئی ہے وہ باعتبار اکثر اور اغلب کے نہ ہو، اگر منطوق کی قید باعتبار اغلب کے ہو تو مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے وربائبکم التی فی حجورکم۔ (نساء: ۲۳) " جن عورتوں سے تم مباشرت کر چکے ہو ان کی پچھلک لڑکیاں جو تمہارے زیر پرورش ہیں " (وہ بھی تم پر حرام ہیں) اس کا یہ مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے کہ تمہاری بیویوں کی جو پچھلک لڑکیاں تمہارے زیر پرورش نہیں ہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

جمہور کے نزدیک اس باب کی احادیث میں مفہوم مخالف کے اعتبار نہ کرنے کی وجہ اسی شرط کا نہ پایا جانا ہے۔

مفہوم مخالف کی اقسام

جن مفاہیم مخالفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے ان کی اقسام حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلی قسم ہے مفہوم الصفۃ، یعنی ذات کی کسی ایک صفت پر حکم معلق کیا جائے، جیسے " فی سائمۃ الغنم زکوٰۃ " خود رو گھاس چرنے والی بکریوں میں زکوٰۃ ہے " اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جن بکریوں کو کاشت کر کے یا خرید کر چارہ کھلایا جاتا ہے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۲)۔ دوسری قسم ہے مفہوم العلۃ، یعنی کسی چیز کی علت پر حکم معلق ہو جیسے " حرمت الخمر لاسکارھا " " یعنی شراب نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ہے " اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ شراب اپنے کسی اور وصف مثلاً مخصوص رنگ اور ذائقہ کی وجہ سے حرام نہیں ہے (پہلی قسم میں وصف عام ہے علت ہو یا نہ ہو اور یہاں وصف خاص ہے)۔

(۳)۔ تیسری قسم ہے مفہوم شرط، شرط سے مراد شرط شرعی ہے جس پر مشروط کا وجود موقوف ہو اور وہ مشروط میں داخل اور اس میں مؤثر نہ ہو جیسے استقبال قبلہ نماز کے لیے شرط ہے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کسی اور جانب منہ کرنا نماز میں شرط نہیں ہے۔ شرط سے شرط لغوی مراد نہیں ہے جیسے " ان اکرمتنی اکرمتک " " اگر تم میری عزت کرو گے تو میں بھی تمہاری عزت کروں گا " متی جئتنی اعطیتک " جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم کو عطا کروں گا۔

(۴)۔ چوتھی قسم ہے مفہوم العدد یعنی کسی عدد پر حکم معلق کیا جائے اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اس سے کم یا زیادہ پر حکم معلق نہیں ہوگا جیسے قرآن مجید میں ہے: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء " (بقرہ: ۲۲۸) " مطلقہ عورتیں تین حیض گذاریں " اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت دو حیض ہے نہ چار حیض۔ مفہوم مخالف کی اس قسم کا فقہاء احناف نے بھی اعتبار کیا ہے۔

(۵)۔ پانچویں قسم ہے مفہوم الغایت، یعنی کسی چیز کی انتہا پر حکم معلق کیا جائے اس کا مفہوم مخالفہ یہ ہے کہ اس بیان کردہ انتہاء کے ماوراء یہ حکم نہیں ہے جیسے قرآن مجید میں وضوء کے حکم میں ہے " فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق (مائدہ: ۶) " اپنے چہروں کو دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ " اس

کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کہنیوں کے بعد مثلاً بغلوں تک ہاتھوں کو دھونا وضو میں فرض نہیں ہے۔
جمہور فقہاء احناف نے بھی مفہوم مخالف کی اس قسم کو معتبر مانا ہے۔

(۶) چھٹی قسم ہے مفہوم اللقب۔ یعنی علم شخصی یا علم نوعی پر حکم معلق کیا جائے جیسے "زید قام" "زید کھڑا ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اور کوئی شخص نہیں کھڑا ہوا" فی الغنم زکوٰۃ "بکریوں میں زکوٰۃ ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بکریوں کے علاوہ اور کسی جانور میں زکوٰۃ نہیں ہے۔
جو فقہا مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان میں سے قاضی ابوبکر الدقاق کے سوا کسی نے بھی اس قسم کا اعتبار نہیں کیا لہٰذا یہ قسم محل نزاع سے خارج ہے۔

(۷) ساتویں قسم ہے مفہوم الحصر جیسے "ما قام الا زید" "زید کے علاوہ کوئی اور شخص کھڑا نہیں ہوا" فقہاء احناف بھی مفہوم حصر کو مانتے ہیں لیکن وہ اس کو کلام کا مفہوم مخالف نہیں کہتے، وہ کہتے ہیں کہ حصر اس کلام کا منطوق صریح ہے۔ (وھو الاشبہ بالحق - از سعیدی)۔

(۸) مفہوم الزمان، جیسے الحج اشھر معلومات (البقرہ) حج معروف مہینوں میں ہے" اس کا مفہوم مخالف یہ کہ ان مہینوں کے علاوہ میں حج نہیں ہے۔ لیکن یہ قسم مفہوم صفت میں داخل ہے۔

(۹) دسویں قسم ہے مفہوم المکان جیسے "جلست امام زید" "میں زید کے آگے بیٹھا" یعنی پیچھے نہیں بیٹھا، یہ قسم امام شافعی کے نزدیک حجت ہے۔
یہ ساری بحث قاضی شوکانی نے بیان کی ہے[1] جس کا خلاصہ ہم نے کچھ ضروری وضاحتوں کے ساتھ پیش کیا ہے۔

باب ۴۸۱ فَضْلِ الْعِتْقِ

غلام آزاد کرنے کی فضیلت

۳۶۸۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدٍ وَهُوَ ابْنُ هِنْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً أَعْتَقَ اللهُ بِكُلِّ إِرْبٍ مِنْهَا إِرْبًا مِنْهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا، اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس شخص کے ہر عضو کو جہنم سے آزاد کر دے گا۔

۳۶۸۶- حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

[1] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۵ھ، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول ص ۱۷۰-۱۷۵ مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۷ھ

قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ اَبِيْ غَسَّانَ الْمَدَنِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهَا عُضْوًا مِّنْ اَعْضَآئِهٖ مِنَ النَّارِ حَتّٰى فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلے میں اس کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے گا، حتیٰ کہ غلام کی فرج کے بدلہ میں اس کی فرج کو آزاد کر دے گا۔

۳۶۸۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَرْجَانَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُّؤْمِنَةً اَعْتَقَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنَ النَّارِ حَتّٰى يُعْتِقَ فَرْجَهٗ بِفَرْجِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں اس کے ہر عضو کو آزاد کر دے گا حتیٰ کہ غلام کی شرمگاہ کے بدلہ میں اس کی شرمگاہ کو آزاد کر دے گا۔

۳۶۸۸۔ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عَاصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْعُمَرِيُّ قَالَ نَا وَاقِدٌ يَعْنِيْ اَخَاهُ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا امْرِءٍ مُّسْلِمٍ اَعْتَقَ امْرَأً مُّسْلِمًا اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان مرد کسی مسلمان مرد کو آزاد کر دے گا، اللہ تعالیٰ غلام کے ہر عضو کے بدلہ میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے نجات دے گا۔ سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تو میں نے جا کر اس کا ذکر علی بن حسین (امام زین العابدین) سے کیا تو انھوں نے اپنے ایک غلام کو آزاد کر دیا جس کی قیمت ابن جعفر ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم دے رہے تھے۔

حِيْنَ سَمِعْتُ الْحَدِيْثَ مِنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَذَكَرْتُهُ لِعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ۔

بغیر توبہ کے محض عبادات سے مغفرت کی بحث

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
بعض علماء نے یہ بحث کی ہے کہ غلام آزاد کرنے سے کیا مرتکب کبیرہ کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے؟ جبکہ اس پر اتفاق ہے کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ قاضی ابن العربی نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد صغائر (مثلاً رانوں سے استلذاذ) کی مغفرت ہے یا جس شخص نے غلام آزاد کیا ہوگا اس کی نیکیاں میزان میں زیادہ ہوں گی کیونکہ غلام کی نیکیوں کا بھی اس کے نامۂ اعمال میں وزن کیا جائے گا۔[1]

تاہم یہ بعید نہیں ہے کہ یوں کہا جائے کہ عام قاعدہ یہی ہے کہ گناہ کبیرہ کی مغفرت توبہ سے ہوتی ہے، لیکن جن عبادات پر احادیث میں بشارت مغفرت کی تصریح ہے وہ اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں جیسے حج کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت ہے، شہید کے لیے جنت کی بشارت ہے اسی طرح غلام آزاد کرنے والے کے لیے بھی جنت کی بشارت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کو توبہ سے بھی معاف فرماتا ہے اور بلا توبہ اپنے فضل محض سے بھی گناہوں کو معاف کرتا ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء (نساء: ۴۸)
"اللہ تعالیٰ شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا اور اس کے سوا تمام گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا"۔

حدیث نمبر ۳۶۸۸ میں مسلمان مرد کو آزاد کرنے کا ذکر ہے اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان مرد کو آزاد کرنا مسلمان عورت کو آزاد کرنے سے افضل ہے، نیز ان احادیث میں مسلمان کو آزاد کرنے کا ذکر ہے اور مسلمان غلام کو آزاد کرنا کافر غلام سے یقیناً افضل ہے لیکن کافر غلام کو آزاد کرنا بھی فضیلت سے خالی نہیں ہے۔

بَابُ ۴۸۲ فَضْلِ عِتْقِ الْوَالِدِ — اپنے والد کو آزاد کرنے کی فضیلت

۳۶۸۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْزِيْ وَلَدٌ وَالِدًا اِلَّا اَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوْكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَلَدٌ وَالِدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بیٹا باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام دیکھے اور پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

---

[1] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ۔

۳۶۹۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح قَالَ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالُوا وَلَدٌ وَالِدَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے، اس میں بھی یہ ہے کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

محارم کا مالک ہونے کے بعد ان کے آزاد ہونے میں مذاہب

ائمہ اربعہ کے نزدیک باپ کا آزاد ہونا محض خریدنے پر مترتب ہو جاتا ہے

البتہ غیر مقلدین کے نزدیک صرف خریدنے سے کوئی شخص آزاد نہیں ہوتا جب تک کہ خریدنے کے بعد وہ اس کو از خود آزاد نہ کر دے، غیر مقلدین کی دلیل اس باب کی حدیث ہے "کوئی شخص باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا الا یہ کہ وہ اپنے باپ کو کسی کا غلام دیکھے اور پھر خرید کر اس کو آزاد کر دے۔

ائمہ اربعہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ آزادی کا سبب خریدنا ہے اس لیے اس حدیث میں خریدنے کے ساتھ آزاد کرنے کا ذکر کر دیا ہے، ورنہ جیسے ہی کوئی شخص اپنے باپ کو خریدے گا وہ آزاد کرے یا نہ کرے اس کا باپ خود بخود آزاد ہو جائے گا، ائمہ اربعہ کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو گیا وہ آزاد ہے[1] یہ حدیث امام ابوداؤد کے علاوہ امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں کہ حدیث "من ملك ذا رحم محرم فهو حر"۔ نسائی کے علاوہ باقی پانچ کتابوں میں ہے (نواب صاحب کو مغالطہ ہوا ہے یہ حدیث صحیحین کے علاوہ صحاح کی باقی چار کتابوں میں ہے۔ از سعیدی) ـــــ اور مسلم کی حدیث جو اس باب میں ہے اس کو بخاری کے علاوہ صحاح ستہ کے تمام مصنفین نے روایت کیا ہے۔ اکثر اہل علم کا مسلک حضرت سمرہ کی حدیث کے موافق ہے، صحابہ اور تابعین کی اکثریت کے علاوہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے[2]

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ اصول اور فروع کے آزاد کیے جانے میں تو امام شافعی ہمارے ساتھ متفق ہیں باقی محارم کے آزاد کیے جانے میں ان کا اختلاف ہے، کیونکہ مالک کی رضامندی کے بغیر آزاد قرار دینا خلاف قیاس ہے اور بھائی اور دوسرے محرم رشتہ داروں کی قرابت ولادت کی قرابت سے کم درجہ کی ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی العموم فرمایا جو شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو گیا وہ آزاد ہے[3]

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۱ ص ۵۸۷ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۲۴۱-۲۴۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک ولادت (اصول و فروع) اور بھائیوں اور بہنوں میں آزادی جاری ہوگی باقی محارم میں نہیں، [1]۔

امام مالک پر بھی یہ حدیث حجت ہے، اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے علاوہ باقی فقہاء امام شافعی اور امام مالک قیاس پر عمل کرتے ہیں اور حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں، اس مسئلہ سے امام ابوحنیفہ کا عمل بالحدیث اور حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کرنا واضح ہوتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۲۴۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

بیع کا لغوی معنی علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ قیمت والی چیز کو دے کر قیمت کو لے لینا بیع ہے اور خریدنے اور بیچنے دونوں پر بیع کا اطلاق ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا یبیعن احدکم علی بیع اخیہ "کوئی شخص دوسرے بھائی کی بیع کو نہ خریدے" یہاں خریدنے پر بیع کا اطلاق کیا گیا ہے[1]

علامہ ابن نجیم مصباح کے حوالے سے بیع کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ایک چیز کے بدلہ میں دوسری چیز دینا عام ازیں کہ وہ مال ہو یا نہ ہو قرآن مجید میں ہے "وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ" (یوسف: ۲۰) انھوں نے اس کو معدودے چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا؛ حالانکہ حضرت یوسف آزاد شخص تھے "مال" نہ تھے۔ ہر چند کہ لغت میں بیع کا اطلاق خریدنے اور بیچنے دونوں پر ہوتا ہے لیکن بائع کا مقابد معنی بیچنے والا ہے[2]

بیع کا شرعی معنی علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ نسفی (صاحب کنز) نے لکھا ہے کہ البیع مبادلۃ المال بالمال بالتراضی "باہمی رضامندی سے مال کے بدلے میں مال دینے کو بیع کہتے ہیں" اور الکشف الکبیر میں لکھا ہے کہ جس چیز کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کو بوقت ضرورت ذخیرہ کیا جا سکے اس کو مال کہتے ہیں، کسی چیز کا مال ہونا تب ثابت ہوتا ہے جب عرف میں اس کی کوئی قیمت ہو اور جس چیز سے بغیر قیمت کے نفع حاصل کرنا مباح ہو (جیسے گندم کا ایک دانہ) وہ مال نہیں ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے کسی مرغوب چیز کا دوسری مرغوب چیز سے تبادلہ اگر قولاً ہو تو یہ ایجاب و قبول (متعارف بیع) ہے اور اگر فعلاً ہو تو یہ بیع تعاطی ہے[3] (بیع تعاطی کی تفصیل باب ۴۷ میں آرہی ہے۔

بیع اور شراء کے حوالے سے نظام سرمایہ داری اور نظام اشتراکیت کا تعارف بیع اور شراء یعنی تجارت مالیاتی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ مادہ پرست لوگ جن کا مطمح نظر زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرنا ہے وہ بیع اور شراء میں

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات: ص ۶۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] " " " ، البحر الرائق ج ۵ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

کسی قید و بند کے قائل نہیں۔ وہ ہر ایسے طریقہ کو جائز خیال کرتے ہیں جس کے سبب زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کیا جا سکے، اس کے برخلاف اسلام کا مطمح نظر اخروی فوز و فلاح ہے، ہر چند کہ انسان کی بقاء اور خوشحالی کے لیے اسلام نے طلب تجارت کو فضل اللہ اور مال کو خیر کہا ہے لیکن جنب حیثیت میں انسان کو آزاد اور بے لگام نہیں چھوڑا اور تجارت شرکت مضاربت، صنعت و حرفت اور اجارات کے قواعد و ضوابط بیان کیے ہیں، آجر اور اجیر کے حقوق و فرائض متعین کیے ہیں، زکوٰۃ و صدقات کا نظام قائم کیا ہے، نہ نظام سرمایہ داری کا جبر و استبداد ہے، جس میں صرف مالداروں کی رعایت ہوتی ہے اور غریبوں اور مزدوروں کے حقوق اور ان کی ضروریات کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی، نہ اشتراکیت کا ظلم اور جور ہے جس میں افراد کی ملکیت کو بزور چھین کر پارٹی کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے۔

چونکہ کتاب البیوع سے اسلام کے معاشی اور اقتصادی نظام کے بیان کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے، اس لیے ہم جدید نظام ہائے معاش سے سرمایہ داری نظام اور اشتراکی نظام کا اسلام کے اقتصادی نظام سے موازنہ پیش کر رہے ہیں جس سے واضح ہو جائے گا کہ انسانیت کی فوز و فلاح صرف اسلام کے دامن سے وابستہ ہے۔

نظام سرمایہ داری میں ذاتی نفع کی حیثیت

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد افراد کے ذاتی نفع پر ہے اس کے برعکس اشتراکی نظام کی بنیاد پارٹی کے نفع پر ہے۔ پہلے ہم نظام سرمایہ داری کے اہم اصول بیان کر رہے ہیں۔

نظام سرمایہ داری میں اشیاء ضرورت کی پیداوار اور ترقی کے لیے فائدہ کی طمع اور نفع کی امید پر انحصار کیا جاتا ہے، کیونکہ نفع کے امکانات جس قدر کم ہوں گے انسان کی جد و جہد اور محنت اس قدر کم ہو گی اور نفع کا امکان جس قدر روشن ہو گا انسان اس قدر زیادہ محنت اور جد و جہد کرے گا اس طرح پیداوار خود بخود بڑھے گی اس کا معیار بہتر ہوتا جائے گا، اسی طرح ذرائع اور وسائل کے استعمال سے صنعت و حرفت اور اشیاء صرف کا پھیلاؤ دن بدن بڑھتا جائے گا اور یہ کام ذاتی نفع کے لالچ کی بناء پر ہی ہو سکتا ہے، اگر کسی کارخانے یا تجارتی ادارے کو قومی ملکیت میں لے کر چلایا جائے تو اس سے یہ فوائد حاصل نہیں ہو سکتے، ہمارے ملک میں ریلوے کا مسلسل خسارے میں جانا اور بہت سی قومیائی ہوئی صنعتوں کا ڈوب جانا اور حکومت کا انھیں واپس سابقہ مالکوں کی تحویل میں دے دینا اس کا واضح ثبوت ہے۔

نظام سرمایہ داری میں طلب اور رسد کی حیثیت

ذاتی نفع کے زیادہ سے زیادہ حصول کے لیے نظام سرمایہ داری میں "رسد" اور "طلب" پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ رسد سے مراد یہ ہے کہ تاجر اپنے مال تجارت کو یا صنعتکار اپنی مصنوعات کو بازار میں فروخت کے لیے لائے اور طلب سے مراد یہ ہے کہ خریداروں میں ضرورت پیدا کر کے انھیں خریداری کے لیے بازاروں میں لایا جائے اور اقتصادیات کا یہ اصول ہے کہ رسد جب طلب سے زیادہ ہو گی تو قیمتیں گر جائیں گی اور جب طلب رسد سے بڑھ جائے گی تو قیمتیں چڑھ جائیں گی، اس کے لیے تاجر اور صنعتکار مختلف ذرائع اور وسائل سے طلب میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، اور مصنوعی طریقوں سے رسد میں کمی کرتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں اجناس کی قیمتوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو قیمت ایک دفعہ چڑھ جاتی ہے وہ کبھی نیچے نہیں اترتی بلکہ اس میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

نظام سرمایہ داری کو پروان چڑھانے میں سود کا کردار

آج کل تمام دنیا میں جو نظام سرمایہ داری رائج ہے اس کی پرورش کا سب سے بڑا عنصر سود ہے، تاجر اور صنعتکار اپنی کاروباری ساکھ کی بنیاد پر بینکوں سے سود پر بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتے ہیں۔ ان رقموں سے بھاری صنعتیں قائم کرتے ہیں اور اعلیٰ پیمانے پر تجارت کرتے ہیں، بینکوں کا یہ سرمایہ دراصل عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے پہلے بینک عوام کو سال کے بعد چھ فی صد سود دیتا تھا اب چھ سے آٹھ فی صد تک اسی سود کو بینک منافع کے نام سے دیتا ہے، تاجروں اور صنعتکاروں کو بینک جو رقم قرض دیتا ہے پہلے ان سے چودہ فی صد سود وصول کرتا تھا اب چونکہ ملک میں بلاسود بینکاری کا نظام رائج ہے، اس لیے بینک تاجروں اور صنعت کاروں سے کہتا ہے یا تو حق مضاربت دو ورنہ تمہارے قرض پر چودہ فی صد مارک اپ (Mark up) کر دیا جائے گا، چنانچہ بینک ان کے قرض میں چودہ فی صد اضافہ کر دیتا ہے اور یوں بلاسود بینکاری کے نام سے بینک عوام کے روپیہ پر چودہ فی صد وصول کرتا ہے اور چھ تا آٹھ فیصد عوام کو دے دیتا ہے۔

تاجروں اور صنعت کاروں کو یہ سود اپنی جیب سے نہیں دینا پڑتا وہ مصنوعات اور اموال تجارت میں اس رقم کو شامل کر کے قیمت وصول کرتے ہیں الغرض چودہ فی صد سود ادا کر کے بھی کوئی گھاٹا نہیں ہوتا اور عوام اپنے ہی پیسوں سے تیار کردہ اشیاء کو مہنگے داموں میں خریدتے ہیں اور یوں سود کی بدولت امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جاتا ہے۔

سودی نظام کی وجہ سے آڑھتی حضرات اپنی تجارتی ساکھ کی بنیاد پر بینک سے قرض حاصل کر کے سینکڑوں ٹن غلہ اور کپاس خرید کر بینک کے گوداموں میں رکھوا دیتے ہیں اور جب بازار میں اجناس اور مصنوعات کی قلت ہوتی ہے تو صنعت کار اور آڑھتی حضرات گوداموں سے مال نکال کر کھلے بازار میں لاتے ہیں اور اس عرصہ میں جو ان پر گوداموں کا کرایہ، انشورنس کا خرچ اور دیگر اخراجات لاحق ہوتے ہیں ان اخراجات کو یہ لوگ منافع سمیت اس جنس کی قیمت پر ڈال دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ پندرہ روپے کی لاگت کی چیز سو روپیہ میں بھی بمشکل دستیاب ہوتی ہے اور اس زیادتی کا بار بینک پر پڑتا ہے نہ آڑھتی یا صنعت کار پر، اس تمام زائد خرچ کا بار عوام اور صارفین پر پڑتا ہے، سرمایہ دار بینک کے قرض کے سہارے ایک کارخانہ سے دوسرا کارخانہ لگاتا ہے اور بینک اس قرض کا سود در سود وصول کر کے چند سال میں اپنی رقم کو دگنا کر لیتا ہے اور ملک کی تمام دولت سمٹ کر چند بڑے بڑے صنعت کاروں اور بینکوں کے پاس اکٹھی ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پچھلے تیئیس ۲۳ برسوں میں صنعت کار اور تاجر پہلے سے زیادہ امیر اور مزدور اور ہاری پہلے سے زیادہ غریب ہوتے جا رہے ہیں اور یہ صرف سود کی لعنت ہے جو عوام کے جسم سے خون نچوڑ کر سرمایہ داری کو پروان چڑھا رہی ہے۔

سود کے استحصالی نظام کو ختم کرنے میں اسلام کی ہدایات

اب بتلایئے کہ تمام دنیا کے مذاہب میں وہ کون سا مذہب ہے جس نے سودی کاروبار کی ممانعت کی ہے اسلام کے سوا دنیا کا کوئی اور مذہب نہیں ہے جس نے سودی کاروبار سے روکا ہو، اللہ تعالیٰ نے جس قدر شدت کے ساتھ سود لینے پر وعید سنائی ہے وہ کسی اور گناہ پر نہیں سنائی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مؤمنین ۝ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ - (بقرہ: ۲۷۸، ۲۷۹)

اے ایمان والو! اگر تم سچے مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کر لو۔

احل اللہ البیع وحرم الربٰو فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف و امرہ الی اللہ ومن عاد فاولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔
(بقرہ ۲۷۵)

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پس جس کے پاس اس کے رب کی نصیحت پہنچ گئی اور وہ سودی کاروبار سے رک گیا تو اس سے پہلے جو ہو چکا ہے وہ اس کا مال ہے اور (قیامت میں) اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جس نے دوبارہ سودی کاروبار کیا وہ ان جہنمیوں میں سے ہے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

سود کی حرمت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ذیل ارشادات ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء۔ [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی اور سود کھلانے والے پر اور سودی معاملہ کو لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر، اور فرمایا: یہ تمام لوگ گناہ میں برابر ہیں۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الربٰو سبعون جزءًا ایسرھا ان ینکح الرجل امہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود کی برائی کے ستر درجے ہیں اور سب سے کم درجہ کی برائی ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرے۔ (العیاذ باللہ)

نظام سرمایہ داری کو پھیلانے میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کا حصہ

نظام سرمایہ داری کی نشوونما میں دوسرا بڑا عنصر احتکار (ذخیرہ اندوزی)

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ہے، سرمایہ دار کاروبار کے فطری اور معقول طریقوں کو چھوڑ کر اپنے ذاتی مفاد کے لیے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں جن سے مصنوعی طریقوں سے قیمتیں چڑھتی ہیں، وہ اپنے سرمائے کے بل بوتے پر زیادہ سے زیادہ اشیاء صرف کو خرید کر اپنے گودام بھر لیتے ہیں یہاں تک کہ بازار میں ان کی رسد کم اور طلب بڑھ جاتی ہے اور سرمایہ دار مصنوعی گرانی پیدا کر کے دونوں ہاتھوں سے عوام کو لوٹ کر اپنے سرمایہ میں اضافہ کرتے ہیں۔!

احتکار کے استحصال کو ختم کرنے کے لیے اسلام کی ہدایات

اسلام ہی صرف واحد مذہب ہے جس نے سرمایہ داروں کو احتکار سے روکا ہے، حسب ذیل احادیث میں احتکار کی حرمت کا بیان ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحتکر الا خاطئ[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احتکار کرنے والا گنہگار ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المحتکر ملعون۔[2]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احتکار کرنے والا لعنتی ہے۔

سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا دخل

نظام سرمایہ داری کے فروغ میں سٹے کا بہت بڑا حصہ ہے فریقین صرف کاغذ پر خرید و فروخت کرتے ہیں مال کسی کے پاس نہیں ہوتا۔ سینکڑوں آدمی محض اپنے بینک بیلنس اور ٹیلی فون کے ذریعہ مال بیچتے اور خریدتے ہیں، جبکہ اس مال کو پیدا کرنے، لانے یا اس کو کار آمد بنانے کے لیے انھوں نے کوئی کام نہیں کیا ہوتا جس کی وجہ سے وہ اس مال کے جائز حقدار ہوں۔

سٹے کو روکنے کے لیے اسلام کی تعلیمات

اسلام کے سوا کسی مذہب نے سٹے کے کاروبار سے ممانعت نہیں کی، حسب ذیل احادیث سے سٹے کی ممانعت ثابت ہے۔ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن حکیم بن حزام قال نهانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابیع مالیس عندی۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس چیز کے بیچنے سے منع کیا ہے جو میرے پاس نہ ہو۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " سنن ابن ماجہ ص ۱۵۸، " "

نیز امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بیع ما لیس عندك [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس نہ ہو اس کا بیچنا تمہارے لیے حلال نہیں ہے۔

سرمایہ داری بڑھانے میں ملاوٹ اور جعلی اشیاء وغیرہ کا دخل

سرمایہ دار اپنے سرمایہ کو بڑھانے کے لیے تمام جائز اور ناجائز طریقوں کو بروئے کار لاتے ہیں، اس سلسلہ میں ملاوٹ کرنا اور جعلی اشیاء بنانا بھی ان کا ایک عام وطیرہ ہے، ملاوٹ اور نقلی دواؤں کے نتیجہ میں کتنے لوگوں کی صحت تباہ ہو جاتی ہے اور کتنے لوگ مر جاتے ہیں، ان کو اس سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی، ان کی دل چسپی صرف اپنے بینک بیلنس میں اضافہ سے ہوتی ہے۔

اسی طرح اسمگلنگ بھی سرمایہ داری کے فروغ کا ایک اہم جزء ہے۔ یہ لوگ کسٹم ڈیوٹی ادا کیے بغیر غیر قانونی راستوں سے اشیاء ملک میں لے آتے ہیں، اسمگلر اس سلسلے میں رشوت سے کام لیتے ہیں اور اگر رشوت سے کام نہ چل سکے تو ریڈ کاؤٹ بننے والے قومی محافظوں کو شوٹ کر دیتے ہیں، نیز زیادہ تر اسمگلنگ ان اشیاء کی کی جاتی ہے جن کی کھلے عام خرید و فروخت قانوناً ممنوع ہوتی ہے۔

ملاوٹ اور جعلی اشیاء وغیرہ کی روک تھام کے لیے اسلام کے احکام

ملاوٹ کرنے، جعلی اشیاء بنانے، اسمگلنگ کرنے اور تمام ناجائز طریقوں سے کاروبار کرنے اور ناجائز کاموں کے حصول کے لیے رشوت کے لین دین سے اسلام نے ممانعت کر دی ہے اور اقتصادی نظام سے ان خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اسلام نے جو ہدایات دی ہیں یہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف مذہب اسلام کی خصوصیت ہے۔ ہر قسم کے ناجائز طریقے سے مال حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرما دی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما ۔ ومن یفعل ذٰلك عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارًا۔

(النساء: ۲۹، ۳۰)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طریقوں سے نہ کھایا کرو، البتہ تم آپس میں باہمی رضامندی سے تجارت کر سکتے ہو، اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے، جو شخص اپنی حد سے تجاوز کرے گا اور ظلماً ایسا کرے گا ہم اس کو جہنم میں جھونک دیں گے۔

تنگ دستوں اور ضرورت مندوں پر مال خرچ کرنے کے لیے اسلام کے احکام

سرمایہ دار صرف مال کو جمع کرتے ہیں اور اس کو ضرورت مندوں اور غریبوں پر خرچ نہیں کرتے جبکہ اسلام کی

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ہدایت یہ ہے کہ مال صرف چند لوگوں کی تجوریوں میں بند نہ رہے بلکہ ضرورت مندوں اور تنگ دستوں پر مال خرچ کیا جاتا رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذى القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل كى لا يكون دولة بين الاغنياء منكم۔ (حشر: ۷)

اللہ تعالیٰ نے جو مال اپنے رسول کو بستیوں والوں سے بطور فئ کے عطا فرمایا ہے وہ مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور رسول کے قرابت داروں کے لیے اور یتیموں اور ضرورت مندوں اور مسافروں کے لیے ہے (یہ حکم اس لیے ہے کہ) جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں یہ مال انھی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔

جو لوگ مال میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتے ان کو وعید سناتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا يحسبن الذين يبخلون بما اتاهم الله من فضله هو خيرا لهم بل هو شر لهم۔ (آل عمران: ۱۸۰)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے فضل (مال) میں بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها فى سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم ۝ يوم يحمى عليها فى نار جهنم فتكوى بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما كنزتم لانفسكم فذوقوا ما كنتم تكنزون۔ (توبہ: ۳۴-۳۵)

جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو آپ دردناک عذاب کی بشارت دے دیں! جس دن جہنم کی آگ میں ان کی پیشانیوں کو، ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائیگا یہ تمہارا وہ مال ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ اب چکھو (اس مال کو) جس کو تم جمع کیا کرتے تھے۔

یہ حکم سرمایہ داری پر کاری ضرب ہے، کیونکہ بچت کو جمع کرنا اور جمع شدہ سرمایہ کو مزید سرمایہ کے حصول کے لیے سود میں لگانا یہی درحقیقت سرمایہ داری کی بنیاد ہے لیکن اسلام اس کی سرے سے اجازت نہیں دیتا کہ غریبوں اور ناداروں کا حق ادا کیے بغیر کوئی شخص دولت کو جمع کرتا رہے۔

اسلام مال جمع کرنے کی بجائے مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے، خرچ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان فضول اور ناجائز کاموں میں پیسہ خرچ کرے یا بے جا نام ونمود میں مال خرچ کرے یا لہو ولعب اور فسق و فجور میں روپے اڑائے۔ بلکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں پیسہ خرچ کیا جائے، اپنی اور اپنے اہل وعیال کی بنیادی ضروریات یعنی خوراک، لباس، رہائش وغیرہ پر خرچ کیا جائے۔ علاج معالجہ، ناگہانی آفات، مستقبل کے ضروری تحفظ اور اپنی عبادات (حج، زکوٰۃ اور عشر وغیرہ) پر خرچ کے بعد جو رقم بچے اس کو رشتہ داروں، ہمسایوں، ناداروں کی مدد پر خرچ کرے اور ملک وملت کے عام رفاہی اور فلاحی کاموں میں خرچ

کرے۔ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ کھانے پینے، سر چھپانے، تن ڈھانپنے اور دیگر ضروریات پر خرچ کرنے کے بعد تمہارے پاس جو مال بچ جاتا ہے، اس میں دوسرے ضرورت مندوں کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وفی اموالهم حق للسائل والمحروم (الذاریات: ۱۹)

اور ان کے مالوں میں سائلوں اور ناداروں کا حق ہے۔

ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو (بقرہ: ۲۱۹)

اور یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیے کہ جو تمہاری ضروریات کے بعد بچ رہے اس کو خرچ کردو۔

وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتامی والمساکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (النساء: ۳۶)

والدین، رشتہ داروں، قرابت دار پڑوسیوں، اجنبی، ہمسایوں، دوستوں، مسافروں اور غلاموں (نوکروں) کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون۔ (بقرہ: ۲۶۷)

جو تم نے کمایا ہے اور جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے اس میں سے پاکیزہ مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کیلئے ناپاک اور گھٹیا چیز کا قصد نہ کرو۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمؤلفة قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل۔ (توبہ: ۶۰)

صدقات دراصل فقراء اور مساکین کے لیے ہیں، اور ان کارکنوں کے لیے ہیں جو صدقات کے حصول کے لیے مقرر ہیں اور ان لوگوں کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو اور لوگوں کی گردنیں اسیری سے چھڑانے کے لیے، اور مقروضوں کے لیے اور راہ خدا میں مسافروں کے لیے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا (الدہر: ۸-۹)

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تم کو کھلاتے ہیں، ہم نہ تم سے کوئی صلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

وما تنفقوا من خیر یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔ (بقرہ: ۲۷۲)

اور نیک کاموں میں تم جو کچھ کروگے (اس کا اجر) تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر بالکل ظلم نہیں ہوگا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سرمایہ داروں کو غریبوں پر خرچ کرنے کا جو حکم دیا ہے یہ اسلام کے اقتصادی نظام کی وہ خصوصیات ہیں جو دنیا کے اور کسی اقتصادی نظام میں نہیں ہیں۔

سوشلزم اور کمیونزم کا نقطۂ اتحاد

سوشلزم اور کمیونزم میں یہ بات مشترک ہے کہ ان کے نزدیک صنعتی اور تجارتی پیداوار کے تمام ذخائر ایک فرد کی ملکیت میں جائز نہیں ہیں اور تمام پیداواری ذخائر کو قومی ملکیت میں لینا ضروری ہے ایک شخص مشین کے ذریعہ کپڑے سی کر کمائی کر سکتا ہے لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ چند درزیوں کو نوکر رکھ کر کپڑے سینے کا کارخانہ شروع کر دے اور ان درزیوں کی محنت سے فائدہ اٹھائے، اس چیز کو

وہ ناجائز استحصال کا نام دیتے ہیں، تاہم ان کے نزدیک ریاست ایک کارخانہ قائم کر کے محنت کشوں کی محنت سے حاصل ہونے والی آمدنی کو وصول کر سکتی ہے اور اس استحصال کو وہ جائز قرار دیتے ہیں۔

سوشلزم اور کمیونزم میں فرق

سوشلسٹ اور کمیونسٹ حضرات میں اس نظام کے برپا کرنے کے نظریہ میں اختلاف ہے، سوشلسٹوں کا نظریہ یہ ہے کہ اس نظام کو جاری کرنے کے لیے جمہوری طریقے اختیار کیے جائیں، رائے عامہ کو ہموار کر کے سیاسی اقتدار پر قبضہ کیا جائے اور اسمبلی کی منظوری سے زرعی، صنعتی اور تجارتی اداروں کو بتدریج ان کے مالکوں سے چھین کر معاوضہ دے کر یا بلا معاوضہ ان اداروں کو ان کے نجی مالکوں سے چھین کر قومیا (Nationalize) لیا جائے، اس نظریہ کو بالعموم سوشلزم کہا جاتا ہے، اور کمیونسٹ حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ اس نظام کو جاری کرنے کے لیے انقلاب لانا ضروری ہے، نادار اور محنت کش عوام کو منظم کر کے صنعتی، زرعی اور تجارتی اداروں کے مالکوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیے اور مالکان زمین سے ان کی زمینیں، صنعت کاروں سے ان کے مل اور کارخانے اور تاجروں سے ان کی تجارتیں زبردستی چھین لی جائیں، اور جو شخص اس کام میں مزاحم ہو اس کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے اور تمام نجی اور شخصی ادارے ختم کر کے ان تمام اداروں کو ایک قومی ادارہ بنا دیا جائے اور قانون کے ذریعہ کسی شخص یا اشخاص سے اجرت پر کام لینا ممنوع قرار دیا جائے اس نظریہ کو کمیونزم کہتے ہیں۔

سوشلزم میں مالکوں سے ان کی املاک کو چھیننے کی بنیاد لادینی ہے

سوشلزم اور کمیونزم میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو لوگ تمام دنیا کے مسلّم مذہبی، اخلاقی اصولوں اور قانون کے مطابق اپنی املاک کے جائز مالک ہوں جب ان کو ان کی جائز املاک سے جبراً بے دخل کیا جائے گا تو لامحالہ ان تمام مذہبی اور اخلاقی اصولوں کا انکار کرنا پڑے گا جن کی رُو سے وہ لوگ اپنی املاک کے جائز مالک قرار پائے تھے، یہی وجہ ہے کہ سوشلسٹ اور کمیونسٹ حضرات نے مذہب کو مطلقاً خیرباد کہہ دیا، ان کے نزدیک خدا، رسول، آسمانی کتاب، فرشتے، آخرت، حیات بعد الموت، جزا و سزا، اور جنت و دوزخ سب مہمل الفاظ اور بے کار نظریات ہیں جن کو مذہبی طبقہ نے سادہ لوح عوام کو اپنی گرفت میں رکھنے کے لیے گھڑ لیا ہے اور یہ مذہبی طبقہ دراصل سرمایہ داروں کا ایجنٹ ہے۔

سوشلزم کو برپا کرنے کے لیے ہر قسم کے جھوٹ، مکر و فریب ظلم، بے دردی اور شقاوت سے کام لیا جاتا ہے، سوشلسٹ سب سے زیادہ دیندار طبقہ کے دشمن ہیں کیونکہ ان کے ظلم اور ناجائز اقدامات کے خلاف اگر کوئی آواز اٹھا سکتا ہے تو صرف یہی طبقہ اٹھا سکتا ہے جو خوف خدا رکھتا ہے اور جو دین اور آخرت کے نام پر ظلم اور تشدد کے ہر وار کو آسانی سے جھیل جاتا ہے، اسی وجہ سے اشتراکی ممالک میں دینی اداروں کو بری طرح سبوتاژ کیا گیا ہے اور اب وہاں صرف دکھانے کے لیے برائے نام چند دینی ادارے رہ گئے ہیں۔

انسانوں اور حیوانوں میں جو اخلاقی اقدار کا فرق ہے وہ صرف دین اور مذہب کے اثرات سے ہے اور جب انسانوں پر دین اور مذہب کی گرفت نہیں رہے گی تو وہ اپنی خواہشات کو پوری کرنے میں کلیتہً آزاد ہوں گے، ان کے لیے حلال، حرام جائز، ناجائز سب بے معنی الفاظ ہوں گے پھر شوہر اور بیوی کا کوئی تصور نہیں ہوگا اور انسانی معاشرے

اور حیوانوں کے ٹولہ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

اسلام میں کسی کی جائز شخصی ملکیت کو بزور چھین لینا جائز نہیں ہے۔

سوشلسٹ معیشت میں پیداواری ذرائع اور وسائل پر مشتمل تمام املاک کو بزور چھین لیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز تہذیب اور اخلاق دونوں کے خلاف ہے اسلام نے جبری چھیننے اور ظلم کو شدت سے منع کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما ومن یفعل ذلک عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارا۔ (النساء: ۲۹-۳۰)

اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، البتہ تم آپس میں باہمی رضامندی سے تجارت کر سکتے ہو اور اپنے آپ کو قتل مت کرو، اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے، اور جو شخص حد سے بڑھے گا اور ظلم کرے گا ہم اس کو جہنم میں جھونک دیں گے۔

اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی حسب ذیل ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ من الارض شیئا طوقہ من سبع ارضین [1]

حضرت سعید بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے معمولی زمین بھی ظلماً لی اس کے گلے میں (قیامت کے دن) سات زمینوں کا طوق ڈال دیا جائے گا۔

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اخذ من الارض شیئا بغیر حقہ خسف بہ یوم القیامۃ الی سبع ارضین [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے معمولی زمین بھی ظلماً لی اس کو قیامت کے دن زمین کے ساتویں طبقہ تک دھنسایا جائے گا۔

سوشلزم کی مزعوم طبقاتی مساوات

سوشلزم کے پروپیگنڈے کی وجہ سے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جب سوشلسٹ معیشت کا رواج ہوگا تو تمام کارکنوں کی تنخواہیں مساوی ہوں گی، طبقاتی مساوات کا دور دورہ ہوگا، کار اور سائیکل اور بنگلوں اور جھونپڑیوں کا فرق نہیں رہے گا۔ ریل میں مختلف درجات کے ڈبے نہیں ہوں گے، سب لوگ ایک ہی درجہ کے ڈبوں میں سفر کریں گے، اور ع نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز کا منظر ہوگا، لیکن یہ صرف پروپیگنڈا اور خیال ہے، حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے تمام سوشلسٹ ملکوں میں حکومت کے تمام شعبوں اور معاشی کاروبار کے تمام اداروں میں ادنیٰ ملازمین اور اعلیٰ عہدہ داروں

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔
[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۲ " " " "

کے درمیان تنخواہوں اور مراعات میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کسی غیر سوشلسٹ ملک میں ہوتا ہے۔ وہاں عام کارکنوں کی تنخواہیں اور ان کا معیار زندگی امریکہ اور انگلینڈ کے مزدوروں اور کسانوں کی بہ نسبت بہت کم ہے، البتہ کوریا اور بنگلہ دیش ایسے غریب ممالک سے کچھ بہتر ہے اور اس کے مقابلہ میں پارٹی اور حکومت کے عہدہ داروں، فوجی افسروں، ڈائرکٹروں اور منیجروں کی تنخواہیں اور مراعات ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے ہمارے ملک میں اس طبقے کی ہوتی ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ وہاں مختلف چھوٹے بڑے تاجر، صنعت کار اور زمیندار نہیں رہے اور تمام صنعتیں، تجارتیں اور زمینیں صرف پارٹی اور حکومت کی تحویل میں ہیں، لیکن مزدوروں اور کسانوں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا وہ جس طرح پہلے غربت اور افلاس کے سائے میں زندگی گذارتے تھے، اب بھی اسی طرح زندگی گذارتے ہیں اور زمینداروں، صنعت کاروں اور تاجروں کی جگہ پارٹی کے عہدہ داروں اور حکومت کے افسروں نے لے لی ہے اور ان کے درمیان اونچے نیچے طبقے اسی طرح قائم ہیں اور تجارت، صنعت اور زراعت کے منافع کی تقسیم اسی غیر مساوی طریقے سے ہو رہی ہے، فرق صرف یہ ہو گیا ہے کہ مزدور اور کسان پہلے آزاد تھے اور اب غلام ہیں، پہلے وہ کسی ظلم اور بے انصافی کے خلاف آواز اٹھاتے تھے، جلسے کرتے تھے، جلوس نکالتے تھے، ہڑتال اور تالہ بندی کرتے تھے، اب وہ کچھ نہیں کر سکتے، پارٹی کے عہدہ دار یا حکومت کے کسی افسر کے خلاف ذرا آواز نکالی اور سنسناتی ہوئی ایک گولی نے اس کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا! دور کیوں جاتے ہیں پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں جو عارضی طور پر سوشلسٹ نظام جاری کیا گیا تھا، کیا اس میں تھانیدار اور ایک سپاہی کی، منیجر اور چپڑاسی کی، وزیر اعلیٰ اور عام کارکن کی تنخواہ مساوی کر دی گئی تھی؟ سو جان لیجیے کہ سوشلزم میں جو طبقاتی مساوات کا نعرہ لگایا جاتا ہے وہ محض جھوٹ اور فریب ہے، سوشلسٹ معیشت میں بھی اسی طرح طبقاتی فرق قائم رہتا ہے، کسی شخص کو بغیر محنت اور مزدوری کے روٹی نہیں ملتی، البتہ انسان کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے، اس سے احتجاج کا حق چھین لیا جاتا ہے اور وہاں ایک انسان، جانوروں اور غلاموں کی طرح زندگی گذارتا ہے، اور جو شخص اس نظام کے خلاف آواز اٹھاتا ہے اس کو موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے۔[1]

اسلام کی اصولی مساوات

اسلام اصولی مساوات کا داعی ہے، یعنی اصول اور قانون کی نظر میں سب مساوی ہیں اور یہ مساوات صرف اسلام میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت کی چوری کی وجہ سے قریش بہت پریشان ہوئے اور انھوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں حضرت اُسامہ بن زید کے سوا اور کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش نہیں کر سکتا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت عزیز ہیں، حضرت اُسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کی، آپ نے فرمایا: تم اللہ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو! پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے، اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے، بخدا! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا![2]

---

[1] ۳۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو سوویت ٹوٹ گئی اور تقریباً تمام دنیا میں کمیونزم ختم ہو گیا۔

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

اسلام نے جو اصول اور قانون کی مساوات قائم کی ہے اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ جنگ بدر میں جو کفار قید ہوئے تھے ان کو چار، چار درہم فدیہ کے عوض آزاد کیا جا رہا تھا، ان جنگی قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے۔ اس قرابت کے پیش نظر انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا فدیہ معاف کر دینے کی درخواست کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو منظور نہیں فرمایا، اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جواب دیا اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

عن انس بن مالك ان رجالا من الانصار استاذنوا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا ائذن لنا فلنترك لابن اختنا عباس فداءه قال لا والله لا تذرون منه درهما۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! آپ اجازت دیں تو ہم حضرت عباس کا فدیہ چھوڑ دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! بخدا عباس کے فدیہ سے ایک درہم بھی کم نہ کرو۔

اصول کے معاملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، آپ نے پانی مانگا، ہم نے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں اپنے کنویں کا پانی ملا کر آپ کو پیش کیا، (اس مجلس میں) حضرت ابوبکر آپ کے بائیں جانب تھے، حضرت عمر آپ کے سامنے تھے اور ایک اعرابی آپ کے دائیں جانب تھا، جب آپ پی چکے تو حضرت عمر نے کہا: یہ ابوبکر ہیں! (تاکہ آپ بچا ہوا مشروب حضرت ابوبکر کو دیں اور دائیں جانب کی رعایت سے اعرابی کو نہ دیں) آپ نے بچا ہوا مشروب اس اعرابی کو دے دیا اور فرمایا دائیں جانب والے مقدم ہوتے ہیں، سنو! دائیں جانب سے ابتدا کیا کرو، یہی سنت ہے! یہی سنت ہے، یہی سنت ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصول قائم کیا تھا کہ دائیں جانب سے ابتدا کی جائے اور اگر کسی وقت حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں ایک عام دیہاتی آپ کے دائیں جانب ہوا تو آپ نے اصول نہیں توڑا، اور حضرت ابوبکر کی تمام اسلامی خدمات اور شرف اور مرتبہ کے باوجود ان کی رعایت نہیں کی اور اصول کی بناء پر ان کے مقابلہ میں ایک بدو کو مشروب عطا فرمایا۔

غزوہ بدر میں سواریوں کا انتظام بہت کم تھا، تین، تین آدمیوں کے لیے ایک اونٹ تھا، لوگ باری باری چڑھتے اور اترتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ایک اونٹ میں دو اور آدمیوں کے ساتھ شریک تھے، ہمراہی جانثارانہ اپنی باری پر آپ کو سوار ہونے کی پیش کش کرتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ! آپ سوار رہیں آپ کے بدلہ ہم پیدل چلیں گے، فرمایا: نہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چل سکتے ہو نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔ [2]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۲؛ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

سوشلسٹ نظام کی ڈکٹیٹرشپ

سوشلسٹ نظام میں پارٹی کی ڈکٹیٹرشپ ہوتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ملک کے تمام زمیندار ختم کر دیے جاتے ہیں لیکن ان کے خاتمہ کے بعد ایک واحد لا شریک زمیندار وجود میں آتا ہے اسی طرح تمام صنعتکار اور تاجر ختم کر دیے جاتے ہیں لیکن ان کی جگہ ایک بہت بڑا صنعت کار اور تاجر وجود میں آتا ہے جو تمام پیداواری ذخائر پر قابض ہو جاتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ پارٹی کا لیڈر انتخاب سے وجود میں آتا ہے لیکن فی الواقع وہاں جمہوریت نہیں ہوتی کیونکہ کسی شخص کو یہ مجال نہیں ہوتی کہ وہ پارٹی کے منشور سے اختلاف کر سکے۔ پارٹی کے امیدوار کے مقابلہ میں ووٹ مانگ سکے اور اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو اوّل تو وہ دوسری سانس لینے تک زندہ نہیں رہتا اور ثانیاً ذرائع ابلاغ کے کسی ذریعہ سے وہ اپنی آواز دوسروں تک پہنچا سکتا ہے نہ اپنی بات سنانے کے لیے وہ کسی دوسرے ملک کا سفر کر سکتا ہے۔

پارٹی اپنے نظام کا مسلسل جائزہ لیتی رہتی ہے اور جس شخص میں بغاوت کے ذرا سے بھی جراثیم دکھائی دیں یا ناگواری کی ذرا سی بھی بو آئے انھیں دوسرے جہان کا سفر کرانے میں پارٹی ذرا تاخیر نہیں کرتی۔ حکومت نے جاسوسی کا ایسا وسیع اور ہمہ گیر نظام قائم کیا ہوا ہوتا ہے کہ حکومت کے لاتعداد کارکن ہر گھر اور ہر ادارہ میں باغیوں کی تلاش میں رہتے ہیں، سوشلسٹ ممالک کی حکومت کا یہ نظریہ ہے کہ اگر غلطی سے چند ہزار بے گناہ افراد مار ڈالے جائیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ چند مجرم یا باغی چھوٹ جائیں۔

سوشلسٹ نظام کے خلاف بغاوت کے خطرے سے یہ لوگ ہر کارخانے اور ہر ادارے میں دیکھتے رہتے ہیں کہ کون سا مزدور یا کارکن اپنے کارخانے یا ادارے کے انتظام کے خلاف ناگواری کا اظہار کرتا ہے اور جس کے بارے میں یہ شبہ ہو جائے کہ وہ کارخانے یا ادارے کے انتظام سے مطمئن نہیں ہے وہ اچانک گرفتار کر لیا جاتا ہے پھر کسی دن اس کی بیوی کو پتہ چل جاتا ہے کہ اب اس کا شوہر اس دنیا میں نہیں رہا اور اگر وہ عورت بھی اس انجام سے دوچار ہونا نہیں چاہتی تو اسے خوشی کے ساتھ یہ فیصلہ قبول کرنا پڑتا ہے ورنہ اس کا انجام بھی اپنے شوہر سے مختلف نہیں ہوتا۔

اسلام میں اظہار آزادی رائے کا حق

اسلام میں صرف اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق حاکمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کو بندوں کا مطلق العنان حاکم بننے کی اجازت نہیں دی، اسلام کے پہلے خلیفہ نے بار خلافت سنبھالنے کے بعد جو سب سے پہلا خطبہ دیا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کا امیر ان کا آقا اور مطلق العنان حاکم نہیں ہوتا، وہ ان کے مسائل کا ذمہ دار اور خادم ہوتا ہے اور ہر بات کا جواب دِہ ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ابن سعد واقدی نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

"مجھے خلافت کی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے حالانکہ میں اس کو ناپسند کرتا تھا، بخدا میں یہ پسند کرتا تھا کہ میرے علاوہ کسی اور شخص کو خلیفہ منتخب کر لیا جاتا۔ سنو! تم نے مجھ پر یہ بھاری ذمہ داری ڈال دی ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں بالکل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل کار حکومت انجام دوں گا تو یہ نہیں ہو سکے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی تھے اور آپ پر وحی آتی تھی اور آپ وحی کی رہنمائی میں کام کرتے تھے، سنو! میں ایک بشر ہوں اور تم میں سے کسی شخص سے بہتر نہیں ہوں، جب تم مجھے صحیح کام کرتے دیکھو تو میری پیروی کرنا، اور جب تم دیکھو کہ میں راہ استقامت

سے ہٹ گیا ہوں تو میری اصلاح کرنا، یاد رکھو! مجھ پر بھی شیطان حملہ آور ہوتا ہے، جب تم یہ دیکھو کہ میں غضب میں ہوں تو مجھ سے دور رہنا، میں تم میں سے کسی شخص پر اپنے آپ کو ترجیح نہیں دیتا۔" [1]

علامہ سیوطی نے ابن سعد اور خطیب کے حوالے سے حضرت ابوبکر کے خطبہ کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: اے لوگو! میں تم پر حاکم بنا دیا گیا ہوں، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں تھا، لیکن قرآن مجید نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے عمل کے لیے راستہ متعین کیا جس کو ہم نے جانا اور اس پر عمل کیا، لوگو! سب سے زیادہ عقل مند شخص وہ ہے جو اللہ سے ڈرے اور سب سے بے وقوف اور برا آدمی وہ ہے جو گناہوں کے راستے پر چل پڑے، جو شخص تم میں سے قوی ہوگا وہ میرے نزدیک کمزور ہے حتیٰ کہ میں اس سے حق وصول کروں اور جو شخص تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے حتیٰ کہ میں اس کو حق دلوا دوں۔ اے لوگو! میں سنت کی پیروی کرنے والا ہوں، دین میں نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں، جب میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں راہ حق سے ہٹنے لگوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ بس میرا یہی پیغام تھا، اللہ تعالیٰ تمہاری اور میری مغفرت فرمائے۔ [2]

حضرت ابوبکر کے اس خطبہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں حکمران، سوشلزم کے ڈکٹیٹر کی طرح بندوں پر خدائی کرنے کے لیے نہیں ہوتا، اگر وہ اللہ اور رسول کی ہدایات کے مطابق احکام جاری کرے تو اس کی اطاعت مسلمانوں پر لازم ہے اور اگر وہ قرآن اور سنت کے خلاف احکام جاری کرے تو مسلمانوں میں سے ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ اس کو سیدھی راہ پر لگا دے۔

نظام سرمایہ داری اور نظام اشتراکیت کی اہم خرابیوں اور اس کے مقابلہ میں اسلام کی خوبیوں کو ہم نے اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اشتراکیت کے پروپیگنڈے سے جو نوجوان نسل متاثر ہو رہی ہے اس کا تدارک کیا جا سکے۔ ہم نے صرف اسلام کی حقانیت کے اظہار کے لیے یہ بحث سپرد قلم کی ہے، اللہ تعالیٰ اس مقالے سے بھٹکے ہوئے ذہنوں کو ہدایت دے اور مسلمانوں کے لیے اس کو موجب طمانیت بنائے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وعلیٰ اصحابہ الکاملین وعلیٰ ازواجہ امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔ اللھم اغفر للمصنف والمعاون لہ والقاری والعامل بہ والکاتب امین۔

بَابُ إِبْطَالِ بَيْعِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ

بیع ملامسہ اور منابذہ کا ابطال

۳۷۹۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تاریخ الخلفاء ص ۷۱، مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ۔ " " " " تاریخ الخلفاء ص ۷۲۔۷۱ " " "

بن حجاج عن الاعرج عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن بیع الملامسة والمنابذة۔

بیع منابذہ سے منع فرما دیا۔

۳۶۹۲۔ وحدثنا ابو کریب وابن ابی عمر قالا نا وکیع عن سفیان عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم مثله۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔

۳۶۹۳۔ وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة قال نا ابن نمیر وابو اسامة ح قال وحدثنا محمد بن عبد الله بن نمیر قال نا ابی ح قال وحدثنا محمد بن مثنی قال نا عبد الوهاب کلهم عن عبید الله بن عمر عن حبیب بن عبد الرحمن عن حفص بن عاصم عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نے مثل سابق بیان کیا ہے۔

۳۶۹۴۔ وحدثنا قتیبة بن سعید قال نا یعقوب یعنی ابن عبد الرحمن عن سهیل بن ابی صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نے مثل سابق حدیث بیان کی ہے۔

۳۶۹۵۔ وحدثنی محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال انا ابن جریج قال اخبرنی عمرو بن دینار عن عطاء بن میناء انه سمعه یحدث عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه انه قال نهی عن بیعتین الملامسة والمنابذة

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں دو قسم کی بیع سے منع کیا گیا ہے، ایک ملامسہ دوسری منابذہ، ملامسہ کی تعریف یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے کپڑے کو غور کیے بغیر ہاتھ لگا دے (اور اس سے بیع لازم ہو جائے) اور بیع منابذہ یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف اپنا

اَمَّا الْمُلَامَسَةُ فَاَنْ يَّلْمِسَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ثَوْبَ صَاحِبِهٖ بِغَيْرِ تَاَمُّلٍ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ يُّنْبِذَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا ثَوْبَهٗ اِلٰى ثَوْبِ صَاحِبِهٖ۔

کپڑا پھینک دے اور فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے (اور بیع لازم ہو جائے)۔

۳۶۹۶ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَامِرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَلِبْسَتَيْنِ نَهٰى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ فِي الْبَيْعِ وَالْمُلَامَسَةُ لَمْسُ الرَّجُلِ ثَوْبَ الْاٰخَرِ بِيَدِهٖ بِاللَّيْلِ اَوْ بِالنَّهَارِ وَلَا يُقَلِّبُهٗ اِلَّا بِذٰلِكَ وَالْمُنَابَذَةُ اَنْ يَّنْبِذَ الرَّجُلُ اِلَى الرَّجُلِ بِثَوْبِهٖ وَيَنْبِذَ الْاٰخَرُ اِلَيْهِ ثَوْبَهٗ وَيَكُوْنُ ذٰلِكَ بَيْعُهُمَا عَنْ غَيْرِ نَظَرٍ وَّلَا تَرَاضٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع کرنے اور دو نوع کے لباس پہننے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے، بیع ملامسہ کی تعریف یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک دن یا رات کے وقت میں دوسرے کے کپڑے کو مس کرے اور اس کپڑے کو صرف بیع کے قصد سے پلٹ دے اور بیع منابذہ کی تعریف یہ ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینک دے اور محض اس کپڑے کو پھینک دینے سے ہی دونوں کی بیع ہو جائے گی نہ کوئی دوسرے کا کپڑا دیکھے اور نہ رضامندی کا اظہار کرے۔

۳۶۹۷ - وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی حسب سابق حدیث مروی ہے۔

ملامسہ اور منابذہ کی تعریفات

علامہ نووی ملامسہ کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ کوئی شخص اندھیرے میں کپڑا لائے یا لپٹا ہوا کپڑا لائے اور خریدار سے کہے میں تم کو یہ کپڑا اس شرط پر بیچتا ہوں کہ جب تم اس کو ہاتھ لگا دو گے تو تمہارا اس کو چھونا اس کو دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور بعد میں تمہیں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، یہ تعریف امام شافعی سے منقول ہے، دوسری تعریف یہ ہے کہ صرف چھونے سے بیع لازم ہو جائے، بیچنے والا خریدار سے کہے جب تم نے اس کو چھو لیا تو بیع واجب ہو جائے گی، تیسری تعریف یہ ہے کہ بیچنے والا کہے جب تم نے اس کو چھو لیا تو تمہارا اختیار باطل ہو جائے گا۔ ان تمام تعریفات کے ساتھ بیع ملامسہ

باطل ہے، اور بیع منابذہ کی بھی تین تعریفیں ہیں ایک یہ ہے کہ کسی چیز کو پھینک دینے سے بیع لازم ہو جائے، دوسری تعریف یہ ہے کہ میں یہ چیز پھینکتا ہوں جب میں پھینک دوں گا تو تمہارا اختیار باطل ہو جائے گا، تیسری تعریف یہ ہے کہ پھینکنے سے کنکری پھینکنا مراد ہو، اس کی وضاحت انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔[1]

فقہاء احناف کے نزدیک ملامسہ اور منابذہ کی تعریف

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع ملامسہ کی تعریف یہ ہے کہ بیچنے والا کہے میں تم کو یہ چیز اتنے پیسوں کے عوض بیچتا ہوں جب تم اس چیز کو چھو لو گے تو بیع واجب ہو جائے گی یا خریدار اسی طرح کہے۔[2]

علامہ بابرتی حنفی نے بیع منابذہ کی یہی تعریف کی ہے کہ بائع اور مشتری کسی چیز کی قیمت پر راضی ہو جائیں اور بائع یہ کہے کہ جب میں یہ چیز تمہارے پاس پھینک دوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی اور تمہیں اس کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔[3]

ملامسہ اور منابذہ کے بطلان کی وجہ

بیع ملامسہ اور بیع منابذہ اس لیے باطل ہیں کہ جب خریدار سودے کو نہیں دیکھے گا تو اس بیع میں دھوکا ہوگا اور یہ قمار (جوئے) کے مترادف ہے۔

غائب چیز کی بیع میں مذاہب

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کو بیچے جو اس وقت غائب ہو اس میں امام احمد کا نظریہ یہ ہے کہ وہ چیز بیان کردہ صفت کے مطابق ہو تو بیع لازم ہو جائے گی اور اگر اس صفت کے مطابق نہ ہو تو خریدار کو اختیار ہے۔

امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ غائب چیز کی بیع جائز ہے اور اس میں خریدار کو دیکھنے کے بعد مسترد کرنے کا اختیار ہے خواہ وہ بیان کردہ صفت کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ سنن دارقطنی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اشتری شیئا لم یرہ فھو بالخیار اذا رآہ[4] "جس شخص نے دیکھے بغیر کوئی چیز خریدی اس کو دیکھنے کے بعد اختیار ہوگا"

بَابُ بُطْلَانِ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَالْبَيْعِ الَّذِي فِيهِ غَرَرٌ

کنکری پھینکنے اور دھوکے کی بیع کے باطل ہونے کا بیان

۳۶۹۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ أَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْحَصَاةِ وَعَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکری پھینکنے کی بیع اور دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

کنکری پھینکنے والی بیع زمانہ جاہلیت میں بیع کا ایک یہ طریقہ تھا کہ بائع کے پاس مثلاً کپڑوں کا ایک ڈھیر ہو اور بائع اور مشتری جب قیمت پر متفق ہو جائیں تو مشتری جس کپڑے پر بھی کنکری رکھ دے تو اس کپڑے کو دیکھنے اور جانچنے کے بغیر بیع واجب ہو جاتی تھی اور پھر فریقین میں سے کسی کو اس کے رد کرنے کا اختیار نہیں ہوتا تھا[1]

دھوکہ کی بیع اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرے جال میں جتنی مچھلیاں آئیں گی وہ اتنے کی ہوں گی تو یہ دھوکے کی بیع ہے کیونکہ کوئی پتا نہیں کہ اس کے جال میں مچھلیاں آتی بھی ہیں یا نہیں؟ یا کتنی آتی ہیں، یا اسی طرح کہے کہ اس بکری کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ اتنے کا ہے یا کہے کہ اس گائے کے تھنوں میں جو دودھ ہے وہ اتنے کا ہے تو یہ دھوکے کی بیع ہے کیونکہ اس کی مقدار مجہول ہے اس لیے کنکری پھینکنے والی بیع اور ہر وہ بیع جس میں دھوکہ ہو وہ باطل ہے۔

بیع تعاطی کی تعریف بیع کی ایک قسم وہ ہے جو ایجاب وقبول سے منعقد ہوتی ہے مثلاً بایع کہے میں نے یہ چیز بیچ دی اور مشتری کہے کہ میں نے یہ چیز خرید لی، اور دوسری قسم یہ ہے کہ خریدار بیچنے والے کو کسی چیز کی قیمت ادا کرے اور بیچنے والا خریدار کو وہ چیز دے دے بغیر اس کے کہ وہ ایجاب وقبول (میں نے فروخت کی اور میں نے خریدی کہیں) کریں۔ اس بیع کو بیع تعاطی کہتے ہیں (محصلہ ہدایہ وفتح القدیر)

بیع تعاطی میں فقہاء شافعیہ کا موقف امام شافعی کے نزدیک بیع تعاطی ناجائز ہے؛ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

مذہب یہ ہے کہ تعاطی بیع نہیں ہے، اس کے برخلاف ابن سریج نے یہ تخریج کی ہے کہ حقیر چیزوں میں بیع تعاطی جائز ہے۔ علامہ رویانی وغیرہ کا اسی پر فتویٰ ہے، حقیر چیزیں جیسے سبزی اور روٹی وغیرہ جن کی لین دین سے بیع ہو جاتی ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو چیز نصاب سرقہ سے کم ہو وہ حقیر ہے۔ جس چیز کو بیع تعاطی کے طریقہ سے لیا جائے

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۵۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اس میں دو قول ہیں، قاضی ابو الطیب کا قول یہ ہے کہ وہ مباح ہے اور دوسرے فقہاء کے نزدیک وہ عقد فاسد ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس چیز کو لوگ عرف میں بیع کہتے ہوں وہ بیع منعقد ہو جاتی ہے، علامہ ابن صباغ نے اس قول کو مستحسن قرار دیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ دلیل کے لحاظ سے علامہ ابن صباغ کا قول راجح ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ شرع میں کسی لفظ کی شرط نہیں ہے اس لیے باقی الفاظ کی طرح اس میں بھی عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ علامہ متولی اور بغوی وغیرہ کا بھی یہی مختار ہے [1]

بیع تعاطی میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: بیع تعاطی یہ ہے کہ ایک شخص کہے مجھے اس دینار کی روٹی دے دو اور بائع اس کو اپنی مرضی سے روٹی دے دے، یا بائع کہے اس چیز کو ایک درہم میں لے لو اور خریدار لے لے۔ قاضی نے کہا ہے کہ یہ بیع صرف تھوڑی چیزوں میں جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اس چیز کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام مالک کا بھی ایسا ہی قول ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو چیز لوگوں کے عرف میں بیع ہو اس سے بیع ہو جاتی ہے، بعض فقہاء احناف نے کہا ہے کہ حقیر اور معمولی چیزوں میں یہ بیع صحیح ہے (جمہور فقہاء احناف کے نزدیک بیع تعاطی مطلقاً جائز ہے۔ سعیدی) اور یہی قاضی کا قول ہے کیونکہ عرف میں معمولی چیزوں کے اندر یہ بیع ہوتی ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بیع صرف ایجاب اور قبول کے ساتھ صحیح ہوتی ہے اور ہمارے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور اس کی کیفیت کو بیان نہیں کیا، پس اس میں عرف کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور مسلمان بازاروں میں اسی طرح بیع کرتے ہیں، نیز عہد رسالت میں اسی طرح بیع ہوتی تھی، اور شارع نے اس طریقے کو باقی رکھا ہے اس لیے محض رائے سے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ میں بکثرت بیع اور شراء ہونے کے باوجود یہ منقول نہیں ہے کہ وہ بیع میں ایجاب و قبول کے کلمات استعمال کرتے تھے، اور اگر وہ یہ کلمات استعمال کرتے تو یہ بہت کثرت اور شہرت سے منقول ہوتا، اور اگر بیع میں ایجاب و قبول کی شرط ہوتی تو اس کا منقول ہونا واجب تھا اور صحابہ سے یہ متصور نہیں ہے کہ انھوں نے اس کو نقل کرنے میں غفلت برتی ہو۔ نیز بیع ان معاملات میں سے ہے جو انسان کو بکثرت پیش آتے ہیں پس اگر بیع میں ایجاب و قبول کی شرط ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو علی العموم بیان فرماتے اور اس کا حکم مخفی نہ رہتا کیونکہ شرط ہونے کے باوجود بیان نہ کرنے کے نتیجے میں اکثر عقد فاسد ہوتے اور لوگ مال باطل کھاتے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی صحابی سے بیع میں ایجاب و قبول کی شرط منقول نہیں ہے اور ہر زمانے میں لوگ بیع تعاطی کرتے رہے ہیں اور اس کی مخالفت سے پہلے اس پر انکار منقول نہیں ہے لہٰذا بیع تعاطی کے جواز پر اجماع ہو گیا، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ ایجاب و قبول کا اعتبار اس لیے ہے کہ وہ بائع اور مشتری کی رضا پر دلالت کرتے ہیں اور جب قیمت طے کرنے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۳ ص ۳۳۷-۳۳۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

بیع کے دے دینے کی بھی رضا پر دلالت ہے تو یہ ایجاب وقبول کے قائم مقام ہو گئے اور چونکہ ایجاب وقبول امر تعبدی نہیں ہے اس لیے قیاس کے تقاضے پر عمل جائز ہوگا [1]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی کے بعینہٖ یہی دلائل ہیں جن کو علامہ شمس الدین ابن قدامہ نے نقل کیا ہے [2]

بیع تعاطی میں فقہاءِ حنفیہ کا موقف

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

چونکہ بیع کا مدار تراضی پر ہے اس لیے بیع تعاطی نفیس اور خسیس دونوں میں جائز ہے اور یہی صحیح ہے [3]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ علامہ ابو الحسن نے صحیح کہہ کر علامہ کرخی کے قول سے احتراز کیا ہے کیونکہ علامہ کرخی یہ کہتے ہیں کہ بیع تعاطی صرف خسیس اور معمولی اشیاء میں جائز ہے اور خسیس سے ان کی مراد سبزی، روٹی، انڈے اور اخروٹ وغیرہ ہیں۔ اس بیع کا جواز استحسان کی بنا پر ہے اور جمہور کا قول اس لیے صحیح ہے کہ بیع تعاطی اس وجہ سے جائز ہے کہ اس میں بائع اور مشتری عقد پر رضامند ہیں اور رضا نفیس اور خسیس دونوں میں پائی جاتی ہے [4]

بیع تعاطی میں فقہاءِ مالکیہ کا موقف

امام مالک کے نزدیک بھی بیع میں ایجاب اور قبول کے کلمات کہنا شرط نہیں ہے، علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

لو قال خذها بعشرة او اعطيتكها او دونكها او بورك لك فيها بعشرة او سلمتها إليك وهما يريدان البيع فذالك كله بيع لازم [5]

اگر کسی شخص نے کہا اس چیز کو دس روپے میں لے لو، یا کہا میں نے یہ تم کو دی یا اس کو لے لو، یا دس روپے میں یہ چیز تم کو مبارک ہو، یا میں نے یہ چیز تم کو سونپ دی اور دونوں کا ارادہ بیع کا تھا تو یہ بیع لازم ہو جائے گی۔

اس میں ایک فریق (بائع) کی جانب سے بیچنے کے کلمات کا ذکر ہے اور خریدار کی طرف سے خریدنے کے کلمات کا ذکر نہیں ہے اور اس کو فقہاء مالکیہ نے جائز قرار دیا ہے، بیع تعاطی میں بھی عقد کا یک طرفہ ذکر ہوتا ہے مثلاً خریدار کہے کہ مجھے دو روپے کی روٹیاں دے دو اور بیچنے والا دے دے یا بیچنے والا کہے یہ جس چیز دس روپیہ کی لے لو اور خریدار لے لے۔

انعامی بانڈز کا شرعی حکم

پاکستان میں انعامی بانڈز کی خرید و فروخت کا سلسلہ عام ہے، حکومت پچاس سو، پانچ سو اور ہزار روپیہ کی قیمت کے بانڈز جاری کرتی ہے اور سو روپیہ کے بانڈز

---

[1] علامہ شمس الدین عبد الرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲-۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی (مع الشرح) ج ۴ ص ۲-۵ " " " "

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[5] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۵۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

کی ہر دوسرے ماہ اور باقی سیریز کی باری باری ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعہ حکومت پچاس ہزار سے لے کر پانچ لاکھ تک کے انعامات خریداروں میں تقسیم کرتی ہے۔ خریدنے کے بعد خریدار کی اصل رقم محفوظ رہتی ہے اور خریدار بانڈز کی رقم کو پاکستان کے کسی بھی بینک کے ذریعہ جب چاہے کیش (Encash) کرا سکتا ہے اور جتنی رقم کے بانڈز ہوں خریدار کو اتنی رقم پوری مل جاتی ہے البتہ گیارہ روپے والے بانڈز جس میں ایک لاکھ روپیہ انعام رکھا گیا ہے، ان کو حکومت گیارہ روپے میں فروخت کرتی ہے اور جب خریدار اس کو فروخت کرے تو حکومت دس روپے میں واپس لیتی ہے۔

گیارہ روپے والا بانڈ جس میں دس روپے واپس ملتے ہیں (یہ اسکیم اب ختم کر دی گئی ہے) بالاتفاق ناجائز ہے، تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس کو قمار (جوا) قرار دے کر ناجائز کہا ہے، اس کے علاوہ باقی بانڈز جن میں خریدنے والے کو اصل رقم پوری کی پوری بغیر کسی کمی بیشی کے جب چاہے مل جاتی ہے، لیکن اس میں خریدنے والوں کو ترغیب دینے کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعہ جو انعام دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اہل علم کے اندر اس کے شرعی حکم میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض علماء اس کو قمار یا ربوٰ (سود) قرار دے کر ناجائز کہتے ہیں، ہم اس سلسلہ میں پہلے دوسرے علماء کی آراء پیش کریں گے۔ اس کے بعد اپنا موقف بیان کریں گے۔

انعامی بانڈز میں سید مودودی کا موقف

انعامی بانڈز کے معاملہ میں صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ بانڈز بھی اسی نوعیت کے قرضے ہیں جو حکومت اپنے مختلف کاموں میں لگانے کے لیے لوگوں سے لیتی ہے اور ان پر سود ادا کرتی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ہر وثیقہ دار کو اس کی دی ہوئی رقم پر فرداً فرداً سود دیا جاتا تھا مگر اب جملہ رقم کا سود جمع کر کے اسے چند وثیقہ داروں کو بڑے بڑے "انعامات" کی شکل میں دیا جاتا ہے اور اس امر کا فیصلہ کہ یہ "انعامات" کن کو دیے جائیں، قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے، پہلے ہر وثیقہ دار کو سود کا لالچ دے کر اس سے قرض لیا جاتا تھا، اب اس کے بجائے ہر ایک کو یہ لالچ دیا جاتا ہے کہ شاید ہزاروں روپے کا "انعام" تیرے ہی نام نکل آئے، اس لیے قسمت آزمائی کرے۔

یہ صورت واقعہ صاف بتاتی ہے کہ اس میں سود بھی ہے اور روح قمار بھی، جو شخص یہ وثائق خریدتا ہے وہ اولاً اپنا روپیہ جان بوجھ کر ایسے کام میں قرضے کے طور پر دیتا ہے جس میں سود لگایا جاتا ہے۔ ثانیاً جس کے نام پر "انعام" نکلتا ہے اسے دراصل وہ سود اکٹھا ہو کر ملتا ہے جو عام سودی معاملات میں فرداً فرداً ایک ایک وثیقہ دار کو دیا جاتا تھا۔ ثالثاً جو شخص بھی یہ وثیقے خریدتا ہے وہ مجرد قرض نہیں دیتا بلکہ اس لالچ میں قرض دیتا ہے کہ اسے اصل سے زائد "انعام" ملے گا اور یہی لالچ دے کر قرض لینے والا اس کو قرض دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لیے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے۔ رابعاً جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت "انعام" دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے، جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام "انعامات" نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام

مسـ۔ جس وقت مصنف نے یہ سطور لکھی ہیں اس وقت یہی طریقہ رائج تھا لیکن طریق کار میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور یہ طریقہ بعد میں بدل سکتا ہے۔ سعیدی غفرلہ ۱۶ ذوالقعدہ ۱۴۰۸ھ۔ یکم جولائی ۱۹۸۸ء۔

پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے، لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب دلچسپی داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود، جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن (قرض دار) کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے، انھیں نہیں ملتا بلکہ قرعہ کے ذریعہ سے ہم نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس بنا پر یہ بعینہٖ قمار تو نہیں ہے مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے۔[1]

(ترجمان القرآن جنوری ۱۹۶۳ء)

انعامی بانڈز میں علماء دیوبند کا موقف

دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ تمام علماء انعامی بانڈز کی خرید و فروخت کو ناجائز کہتے ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں دیوبندی مکتب فکر کے نمائندہ دار الافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے ایک مفصل دستی فتویٰ منگوایا ہے ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ کو شیخ مزمل حسین نے شیخ عبدالسلام کی تصدیق سے دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی مہر کے ساتھ جاری کیا ہے۔ اصل فتویٰ کا متن حسب ذیل ہے:

انعامی بانڈز کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے حقیقۃً یہ سود کی ایک شکل ہے، انعامی بانڈز کے انعام میں ملنے والی رقم حرام ہے، اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، اس کی حرمت کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

بینک جب انعامی بانڈز کی کوئی سیریز نکالتا ہے اور اس سیریز کے ذریعہ سے جو رقم وہ پبلک سے کھینچتا ہے اس رقم کو بینک کسی شخص یا ادارے کو سودی قرض پر دے دیتا ہے، اس سود سے جو رقم موصول ہوتی ہے، بینک اس میں سے کچھ رقم اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے جنھوں نے انعامی بانڈز لیے تھے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کے بعد جو رقم انعام کے نام سے ملتی ہے، وہ حقیقۃً سود ہی کی رقم ہے، اگرچہ بینک اس کو ہزار مرتبہ انعام کہے، یہ سودی رقم اس حدیث کے زمرے میں آتی ہے "کل قرض جر نفعا فھو حرام" ہر وہ قرض جس کے ذریعہ نفع کمایا جائے وہ حرام ہے، چنانچہ اس میں بھی انعامی بانڈز خریدنے والوں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سود کی شکل میں نفع دیا جاتا ہے جو کہ حرام ہے، اگر اس سلسلے میں یہ سوال اٹھایا جائے جیسے کہ بعض جواز کے قائل اٹھاتے ہیں، انعامی بانڈز میں بانڈز لینے والوں کی طرف سے اس نفع کی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ بینک والے اسے بطور انعام کے دیتے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر مقروض بطور انعام کے قرض خواہ کو اصل قرض پر کچھ اضافہ کر کے دے تو جائز ہے" لیکن یہ ایک سطحی اور بچکانہ اشکال ہے اس لیے کہ فقہ کا ایک مشہور اصول ہے "المعروف کالمشروط" کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے یعنی جو چیز لوگوں میں عام رائج ہو اور پہلے سے ذہنوں میں طے شدہ ہو وہ ایسی ہے جیسے کہ زبانی شرط لگانا چنانچہ اس صورت میں اگرچہ انعامی بانڈز لینے والے اس پر سود لینے کی شرط نہیں لگاتے لیکن ہر انعامی بانڈز لینے والے کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے مجھے اپنی اصل رقم سے زائد رقم مل جائے گی بصورت دیگر کوئی شخص بھی انعامی بانڈز نہ خریدے۔

---

[1] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۳ ص ۳۳۶ - ۳۳۵، مطبوعہ دین اسلامک پبلیشرز لاہور بار پنجم ۱۹۷۵ء

ان دلائل کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بینک انعامی بانڈز لینے والوں کی رقم کو سودی قرضہ پر نہیں دیتا بلکہ اس کو کسی کاروبار میں لگاتا ہے اور اس کاروبار سے جو نفع ہوتا ہے وہ نفع قرعہ اندازی کے ذریعہ بانڈز لینے والوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو پھر بھی انعامی بانڈز پر ملنے والا انعام جائز نہیں ہے اس لیے کہ مشارکت (PARTNER SHIP) میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہاں بینک کی طرف سے نقصان کا کوئی ذکر ہی نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ تجارتی اور شرعی اصول کے مطابق مشارکت کی تجارت میں جب نفع ہوتا ہے تو اس میں نفع سے ہر شریک کو اتنے فی صد ہی حصہ ملتا ہے جتنے فی صد اس نے روپیہ لگایا ہے، نفع کی تقسیم قرعہ اندازی (لاٹری) کے ذریعہ کرنا اس میں بہتوں کے ساتھ ناانصافی ہونا یقینی بات ہے، لہٰذا انعامی بانڈز کا انعام ہر اعتبار سے ناجائز اور حرام ہے اگرچہ بینک اسے انعام ہی کہتا رہے، زہر کو اگر تریاق کہا جائے تو وہ تریاق نہیں بنتا بلکہ زہر اپنی جگہ زہر ہی رہتا ہے۔

اگر کسی کے پاس انعامی بانڈز آجاتے ہیں یا اس نے کسی ضرورت کی بناء پر خرید لیے ہیں اب اگر وہ ان کو قیمت خرید پر ہی فروخت کر دیتا ہے اور اس پر کوئی انعام یا نفع وغیرہ نہیں لیتا تو یہ جائز ہے۔[1]

انعامی بانڈز میں مصنّف کا موقف اور بحث ونظر

ہمارے نزدیک انعامی بانڈز کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے لیے جو انعام جاری کیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربوٰ یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی سید مودودی اور شیخ مزمل نے اس پر موضوعی انداز فکر سے گفتگو کی ہے، انھوں نے پہلے اس کو ناجائز فرض کر لیا پھر زبردستی اس کو قمار یا ربوٰ کے معنی پہنا کر ناجائز قرار دے دیا، ہم پہلے اس کے جواز کے دلائل ذکر کریں گے اور پھر سید مودودی اور شیخ مزمل کے پیش کردہ دلائل پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

کیا انعامی بانڈز کالین دین ربوٰ الفضل ہے؟

یہ دیکھنے کے لیے کہ انعامی بانڈز کا انعام ربوٰ ہے یا نہیں یہ جاننا چاہیے کہ ربوٰ کی دو قسمیں ہیں ربوٰ النسیئۃ اور ربوٰ الفضل، یہ انعام ربوٰ الفضل اس لیے نہیں ہو سکتا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربوٰ الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف (کیل یا وزن) میں زیادتی ہے۔ اور یہاں جنس ایک نہیں ہے کیونکہ انعامی بانڈز کی بیع کرنسی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے انعامی بانڈز کے عوض نہیں ہوتی۔ اور ان کی جنس الگ الگ ہے (واضح رہے کہ جنس سے مراد یہاں منطقی جنس نہیں ہے) امام شافعی کے نزدیک ربوٰ الفضل میں حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے ان کے نزدیک ربوٰ الفضل سونے چاندی یا کھانے پینے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے، اور ظاہر ہے انعامی بانڈز اس قبیل سے نہیں ہیں، امام مالک کے نزدیک ربوٰ الفضل ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن میں غذائیت ہو یا وہ چیزیں قابل ذخیرہ ہوں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کی علت ناپ اور تول ہے اور ربوٰ الفضل صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جن کی بیع ناپ اور تول سے کی جاتی ہو اور ظاہر ہے کہ بانڈز اس جنس سے نہیں ہیں، یہ مذاہب ہم نے امام رازی[2]، علامہ ابن رشد[3] اور علامہ الجزیری[4] کی کتابوں سے بیان کیے ہیں۔

---

[1] شیخ مزمل حسین، دستی بہر شدہ فتوی از دار الافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، ۱۴۰۶ھ۔

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ عبد الرحمن الجزیری کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

نیز یہ ملحوظ رہے کہ ربوٰ الفضل اس وقت ہوگا جب بانڈز کی بانڈز کے عوض زیادتی کے ساتھ ہو اور فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربوٰ النسیئۃ ہے؟

مذکور الصدر تفصیل سے واضح ہوگیا کہ انعامی بانڈز پر جو انعام دیا جاتا ہے وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں بھی ربوٰ الفضل نہیں ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ انعام ربوٰ النسیئۃ کا مصداق ہے یا نہیں، ہم ائمہ اربعہ کے مذاہب کے مطابق ربوٰ النسیئۃ (ادھار والا سود) کی تعریفات ذکر کر رہے ہیں۔ دراصل ربوٰ النسیئہ میں ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربوٰ النسیئۃ ہے، قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں سود کی اسی قسم کا رواج تھا۔ قرآن مجید نے اسی کو حرام قرار دیا ہے اور سود کی یہ قسم حرام قطعی ہے۔ امام رازی شافعی ربا النسیئۃ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

اما ربا النسیئۃ فھو الامر الذی کان مشھورًا متعارفا فی الجاھلیۃ وذلک انھم کانوا یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شھر قدرا معینًا ویکون راس المال باقیا ثم اذا حل الدین طالبوا المدیون براس المال فان تعذر علیہ الاداء زادوا فی الحق والاجل فھذا ھو الربا الذی کانوا فی الجاھلیۃ یتعاملون بہ۔ [1]

ربا النسیئۃ زمانۂ جاہلیت میں مشہور اور متعارف تھا کیونکہ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ اس کے عوض ہر ماہ ایک قدر معین لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی پھر جب مدت پوری ہو جاتی تو قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اگر اس پر ادا کرنا دشوار ہوتا تو قرض خواہ مدت بڑھا دیتا اور سود بھی زیادہ کر دیتا یہ وہ ربا ہے جس پر زمانۂ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا۔

علامہ ابو الولید باجی ربوٰ النسیئۃ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ان ربا الجاھلیۃ کان ان یقول الذی لہ الدین عند اجلہ للذی علیہ الدین اتقضی ام تربی یرید یزید فی الدین فان اختارہ ان یزیدہ فی الدین لیزیدہ فی الاجل فعل وھذا مما لا اختلاف بین المسلمین فی تحریمہ۔ [2]

ربا جاہلیت یہ ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے کہے کہ تم قرض ادا کر رہے ہو یا میں سود کے عوض مدت میں اضافہ کر دوں؟ اگر مقروض سود کو مان لیتا تو قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا، اس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وکل قرض شرط فیہ ان یزیدہ فھو حرام بغیر خلاف قال ابن المنذر اجمعوا علی ان المسلف اذا شرط علی المستلف زیادۃ او ھدیۃ فاسلف علی ذلک ان اخذ الزیادۃ

جس قرض میں اصل رقم سے زیادہ لینے کی شرط لگائی جائے وہ بالاتفاق حرام ہے۔ ابن المنذر نے کہا کہ قرض خواہ جب مقروض سے اصل سے زیادہ یا ہدیہ لینے کی شرط لگائے، تو اس پر اجماع ہے کہ اس زیادتی کا لینا

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۵ ص ۶۵، مطبوعہ دار الفکر العربی بیروت ۱۳۳۲ھ

علی ذلک ربا۔ [1]

سود ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ولا خلاف انہ لو کان علیہ الف درھم حالۃ فقال لہ اجلنی وازیدک فیھا مائۃ درھم لا یجوز لان المائۃ عوض من الاجل (الی قولہ) اذ جعلہ عوضا من الاجل وھذا ھو الاصل فی امتناع جواز اخذ الابدال عن الاجال۔ [2]

کسی شخص نے علی الفور ایک ہزار درہم دینے ہوں اور وہ یہ کہے مجھے مہلت دو تو میں ایک سو درہم زیادہ دوں گا تو اس کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ سو درہم مہلت کے عوض ہیں، کیونکہ اس نے یہ سو درہم مدت کے عوض میں مقرر کیے ہیں اور مدت کے بدلہ میں معاوضہ لینے کے عدم جواز کی یہی اصل ہے۔

نیز علامہ ابوبکر جصاص ربوٰ الجاہلیۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ربا الجاھلیۃ وھو القرض المشروط فیہ الاجل وزیادۃ مال علی المستقرض۔ [3]

ربا جاہلیت اس قرض کو کہتے ہیں جس میں مقروض پر مدت کی وجہ سے اصل مال پر زیادتی کی شرط لگائی گئی ہو۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی ربوٰ الجاہلیت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

کانوا فی الجاھلیۃ اذا حل اجل الدین اما ان یقضی واما ان یربی فان قضاہ والا زاد فی المدۃ وزادہ الاخر فی القدر وھکذا فی کل عام فربما یضاعف القلیل حتی یصیر کثیرا مضاعفا۔ [4]

زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو یا تو قرض ادا کر دیا جاتا اور یا اس پر سود لگا یا جاتا، قرض خواہ مدت میں اضافہ کرتا تو مقروض اصل رقم پر اضافہ کرتا، ہر سال اسی طرح ہوتا حتیٰ کہ قلیل رقم دوگنی چوگنی ہو کر کثیر ہو جاتی۔

مذاہب اربعہ کے فقہاء کی مذکور الصدر تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس قرض میں مدت معین کے بدلہ میں ایک شخص معین پر دوسرا شخص معین، رقم معین کے اضافہ کی شرط لگائے وہ ربوٰ النسیئۃ ہے۔ اور انعامی بانڈز میں چونکہ مدت کے عوض اضافہ کی شرط نہیں ہوتی اس لیے اس پر ربوٰ النسیئۃ کی تعریف صادق نہیں آتی اور بغیر شرط لگائے اگر مقروض قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد دے تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ بعیرا فقال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے اونٹ

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۶۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] " " " احکام القرآن ج ۱ ص ۴۶۹ " " "

[4] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[5] یہ لفظ تین طرح لکھا جاتا ہے ربوٰ، ربا اور ربی، مرقات و شرح مسلم للنووی۔ سعیدی۔

علیہ وسلم اعطوہ فقالوا ما نجد الا سنا افضل من سنہ قال الرجل اوفیتنی اوفاک اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطوہ فان من خیارکم احسنکم قضاءً۔ [1]

کا تقاضا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دے دو اصحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے، اس شخص نے کہا آپ مجھے پورا پورا دیں، اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا دے، آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح قرض ادا کریں۔

عن جابر بن عبداللہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد قال مسعر اراہ قال ضحی فقال صل رکعتین وکان لی علیہ دین فقضانی وزادنی۔ [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا در آں حالیکہ آپ مسجد میں تھے، مسعر کہتے ہیں کہ اس وقت چاشت کا وقت تھا، آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو، پھر آپ نے قرض ادا کیا اور اصل رقم سے مجھ کو زیادہ دیا۔

صحیح بخاری کی ان احادیث سے واضح ہوا کہ اگر مقروض از خود قرض کی ادائیگی کے بعد قرض سے زائد کچھ رقم دے تو یہ جائز ہے اس لیے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حکومت انعامی بانڈز کے ذریعہ لوگوں سے کچھ رقم قرض لیتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بعد از خود بعض افراد کو اصل رقم سے کچھ زیادہ دیتی ہے تو وہ زیادتی ان احادیث کے پیش نظر جائز ہو گی اور سود نہیں ہو گی۔

کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟

بعض علماء نے لکھا ہے جیسا کہ شیخ مزمل نے بھی نقل کیا ہے کہ یہ چیز معروف ہے کہ حکومت بانڈز خریدنے والوں کو انعام دیتی ہے اور ہر خریدنے والے کے ذہن میں انعامی بانڈز خریدتے وقت انعام ہی کا تصور ہوتا ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے "المعروف کالمشروط" جو چیز معروف ہو وہ مشروط کے قائم مقام ہے، اس لیے اگرچہ بانڈز خریدنے والا بالفعل اصل سے زائد رقم لینے کی شرط نہیں لگاتا لیکن عرف اس کا قائم مقام ہے کہ وہ شرط لگا رہا ہے اس لیے بطور انعام اس کو جو رقم ملے گی وہ سود ہی ہے۔

یہ دلیل انتہائی سطحی ہے حکومت کسی خاص خریدار یا تمام خریداروں سے سودی معاہدہ نہیں کرتی اگر حکومت کا طریق کار یہ ہوتا کہ وہ تمام خریداروں کو اصل رقم سے کچھ زائد ادا کرتی تو پھر بانڈز خریدتے وقت خریدار شرط لگاتا یا نہ لگاتا عرف کی وجہ سے اس کی شرط تسلیم کی جاتی اور زیادتی سود ہوتی اس کی مثال یہ ہے کہ سیونگ سرٹیفکٹ اور ڈیفنس سرٹیفکٹ کی رقم پانچ یا سات سال میں دگنی کر دی جاتی ہے اور یہ چیز معروف ہے اس لیے جو شخص بھی سیونگ یا ڈیفنس سرٹیفکٹ خریدتا ہے وہ اس عرف کی وجہ سے پانچ یا سات سال میں رقم دگنی لینے کی شرط کے ساتھ خریدتا ہے اور

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۲، " " " "

وہ اصل رقم سے جس قدر زائد لے گا وہ سود ہو گی۔ اس کے برخلاف انعامی بانڈز میں ایسا نہیں ہے کہ ہر خریدنے والا حکماً اس شرط کے ساتھ بانڈز خرید رہا ہے کہ اس کو لازماً انعام ملے گا کیونکہ حکومت ہر خریدار کو انعام نہیں دیتی نہ اس کا رواج ہے اور نہ یہ عرف ہے اور جو چیز عرف نہیں ہے وہ حکماً شرط بھی نہیں بن سکتی، البتہ عرف یہ ہے کہ لاکھوں خریداروں میں سے چند خریداروں کو انعام ملتا ہے اور ہر خریدار انعام کی امید میں بانڈز خریدتا ہے اور ظاہر ہے کہ انعام کی امید انعام کی شرط کے مترادف اور قائم مقام نہیں ہے، اور جس خریدار کے نام انعام کا قرعہ فال نکلتا ہے انعام کی امید رکھنے کے باوجود اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اس کو انعام مل جائے گا پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس نے بانڈز خریدتے وقت حکماً اس زائد رقم کو لینے کی شرط لگائی تھی اس لیے یہ زائد رقم سود ہے۔

اس سے مستزاد یہ ہے کہ انعام کی رقم صرف ایک نہیں ہے پانچ سو سے لے کر پانچ لاکھ تک چھوٹی بڑی انعام کی متعدد رقمیں ہیں اور کوئی پتا نہیں کس کو کیا انعام ملتا ہے، خریدار کو اول تو یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس کو انعام ملے گا (صرف انعام کی امید اور خواہش ہوتی ہے) پھر انعام ملنے کی تقدیر پر یہ پتا نہیں کہ اس کو ان متعدد انعامات میں سے کون سا انعام ملنے والا ہے۔ فرض کیجئے اس کو پانچ سو روپیہ کا انعام مل گیا تو کیا یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اس نے یہ انعامی بانڈز اس شرط پر خریدے تھے کہ حکومت اس کو پانچ سو روپیہ زائد ادا کرے گی؟ اور "المعروف کالمشروط" والا قاعدہ اس وقت جاری ہوتا جب یہ رواج ہوتا کہ حکومت ہر خریدار کو پانچ سو روپیہ زائد ادا کرتی (یا کم از کم یہ کہ ہر خریدار کو کسی خاص تناسب سے زائد رقم دیتی) پھر اگر خریدار بالفعل شرط نہ بھی لگاتا تب بھی اس عرف کی وجہ سے اس کو شرط کہا جاتا، لیکن جب ہر خریدار کو انعام نہیں ملتا اور لاکھوں خریداروں میں سے جن چند افراد کو ملتا ہے ان کو بھی انعام کا پتا ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ کتنا انعام ملے گا پھر یہاں عرف کا کیا سوال ہے؟ اہل علم سے اس قسم کی مغالطہ آفرینی بہت بعید ہے!

انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید و فروخت؟

سید مودودی نے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دیا ہے یعنی حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور اس کا سود جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہے، یہ بات سرے سے غلط ہے قرض میں ضروری ہے کہ ایک مدت معین کے لیے رقم لی جائے اور اگر اس پر سود دینا ہے تو اس مدت کے بعد سود دیا جائے۔ انعامی بانڈز کا اول تو عنوان ہی خرید و فروخت ہے قرض نہیں ہے، دوم اس کے لین دین میں مدت کا تعین نہیں ہوتا کہ انعامی بانڈز کے بھنانے کے لیے اتنی مدت تک بانڈز رکھنا ضروری ہے، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اس لیے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دینا صحیح نہیں ہے، آدمی بغیر تعین مدت کے بانڈز خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو بانڈز واپس کر کے اپنے پیسے لے لیتا ہے، یہ قرض کہاں سے ہو گیا؟

کیا بانڈز پر انعامات سودی رقم سے دیے جاتے ہیں؟

انعامی بانڈز کے انعام کو ناجائز قرار دینے کے سلسلہ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ بانڈز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوتی ہے حکومت اس روپیہ کو سود پر قرض دیتی ہے اور اس سود میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے یا حکومت مختلف کمپنیوں کے کاروبار میں یہ رقم لگاتی ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے لیکن چونکہ کاروبار میں نفع اور نقصان کی شراکت نہیں ہوتی اس لیے یہ نفع ناجائز ہے اور اس

نفع سے جو انعامات تقسیم کیے جائیں گے وہ بھی ناجائز ہوں گے۔

یہ اعتراض انعامی بانڈز کے طریق کار کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے پر مبنی ہے، انعامی بانڈز کو فروخت کرنے والی حکومت بے بینک نہیں ہے، بینک لوگوں سے جو سرمایہ لے کر جمع کرتا ہے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور حکومت لوگوں سے انعامی بانڈز یا دوسرے ذرائع سے جو روپیہ حاصل کرتی ہے اس کو وہ اپنے منصوبہ جات اور اخراجات پر خرچ کرتی ہے، حکومت اپنی مختلف اسکیموں کی تکمیل کے لیے جس طرح بیرون ملک سے قرضہ جات لیتی ہے اسی طرح اندرون ملک عوام سے بھی اپنی اسکیموں کے لیے قرضہ جات لیتی ہے اور انعامی بانڈز کی فروخت سے رقم فراہم کرتی ہے، حکومت کا معاملہ بینک سے بالکل الگ ہے، حکومت انعامی بانڈز کو بینک کے ذریعہ فروخت کرتی ہے اس بنا پر ان لوگوں نے سادہ لوحی سے یہ سمجھ لیا کہ انعامی بانڈز کی بیع و شراء میں بینک فریق ہے جبکہ بینک صرف واسطہ ہے اور فریق حکومت ہے، اور اگر بالفرض حکومت اس رقم کو کسی کاروبار میں بھی لگاتی ہے اور تجارت کرتی ہے تو یہ کیسے اور کیونکر فرض کر لیا گیا کہ حکومت اس روپیہ کو کسی جائز کاروبار میں نہیں لگاتی؟ اور اس کا کیسے یقین ہو گیا کہ حکومت کو اس روپیہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بہرحال سود ہی ہوتی ہے؟ یہ روپیہ ڈیم بنانے یا کسی اور نفع آور اسکیم پر خرچ کیا جا سکتا ہے، اس روپیہ سے حصص کی خرید داری بھی ہو سکتی ہے، کوئی مل یا کارخانہ بنایا جا سکتا ہے اور تجارت بھی کی جا سکتی ہے، یہ کہنا کہ بینک اس روپیہ کو سودی کاروبار میں لگاتا ہے، انعامی بانڈز کے فریق اور اس کی فروخت سے حاصل شدہ رقم کے مصرف کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے غلط اور ساقط ہے۔

یاد رکھیے احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے باطنی امور کے جانچنے اور کھنگالنے کا ہمیں مکلف کیا گیا ہے نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے، بلکہ ہمیں امور ظاہریہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اندرون خانہ کی تفصیلات میں جانے سے ہمیں روک دیا گیا ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وسلم اخبرتها عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق و اقضی له بذلك فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذها او یترکها۔ [1]

زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا میں ایک بشر ہوں میرے پاس لوگ مقدمہ لے کر آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی فریق اپنے موقف کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس اگر میں نے کسی شخص کو (حجت ظاہری کی بنا پر) دوسرے مسلمان کا حق دے دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے۔

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

اس حدیث سے بہ صراحت معلوم ہو گیا کہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے اگر کسی شخص کا ظاہر درست ہو اور باطن درست ہو تو ہم اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کے ساتھ معاملہ کریں گے اس کے باطن کو نہیں کھنگالیں گے اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اس لیے جب حکومت نے اعلان کر دیا کہ انعامی بانڈز کا لین دین خرید و فروخت ہے اور اس پر انعام دیا جاتا ہے تو اگر حکومت کا طریقہ کار بالفرض اس کے خلاف ہوتا اور واقع میں یہ صورت حال نہ ہوتی پھر بھی ہم ظاہر کے پابند تھے اور باطن میں تجسس کر کے صحیح صورت حال کو کھنگال کر لانے کے مکلف نہ تھے۔

کیا بانڈز پر انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے؟

حکومت کی طرف سے جو عطیات ملتے ہیں اور تعلیمی اداروں کو گرانٹ دی جاتی ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبروں کو وظائف، وزیروں اور گورنروں کو مشاہرے اور سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں اور انعامی بانڈز پر انعامات دیے جاتے ہیں یہ سب سرکاری خزانہ (اسٹیٹ بینک) سے دیے جاتے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ اسٹیٹ بینک میں روپوں کی الگ الگ تشخیص ہو اور سرکاری نوازشات اور دینی اداروں کو دی جانی والی گرانٹ کے روپے الگ ہوں اور انعامی بانڈز پر انعامات دیے جانے والے روپے نشان زد کر کے الگ رکھے ہوں، حکومت کی تمام آمدنی خواہ بانڈز سے حاصل شدہ رقم کی تجارت کے ذریعہ ہو یا ٹیکسوں کے ذریعہ ہو، اندرون ملک یا بیرون ملک تجارت کی آمدنی ہو یا غیر ملکی امداد ہو یہ تمام رقوم اسٹیٹ بینک میں جمع کر دی جاتی ہیں، اور عطیات، تنخواہیں اور انعامات اور سرکاری نوازشات اسی مجموعی آمدنی سے کی جاتی ہیں، پھر انعامی بانڈز سے انعامات کو اس لیے ناجائز کہنا کہ یہ اس آمدنی سے دیے جاتے ہیں جس میں سود کی آمیزش ہے یا اس کی تجارت میں نقصان کی شرکت نہیں ہے اور سرکاری نوازشات، عطیات اور تنخواہوں کو ناجائز نہ کہنا ناقابل فہم ہے جب کہ حکومت اپنے تمام اخراجات انعامی بانڈز کی آمدنی یا اس جیسی آمدنی سے ہی کرتی ہے۔

کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟

سید مودودی نے لکھا ہے کہ "جو شخص انعامی بانڈز خریدتا ہے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے"؛ جبکہ حکومت یہ انعام سود کے عنوان سے نہیں دیتی نہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے پھر تمام مسلمانوں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سود ایسی حرام چیز کے لین دین کی نیت کرتے ہیں، مسلمانوں کے بارے میں سوءِ ظن کے سوا اور کچھ نہیں ہے، نیت ایک مخفی چیز اور غیب ہے۔ سید مودودی کا تعلق اس مکتب فکر سے ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی غیب کا علم تسلیم نہیں کرتا پھر ان تمام مسلمانوں کی نیت کے بارے میں ایسا حکم لگانا جس کا تعلق علم غیب سے ہو، نہایت حیرت انگیز ہے!

قمار کی تحقیق

سید مودودی لکھتے ہیں کہ بانڈز کے انعامات کی تقسیم لاٹری کے طرز پر ہوتی ہے یہ بعینہٖ قمار تو نہیں ہے لیکن اس میں روح قمار ضرور موجود ہے، آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ قمار (جوا) کیا چیز ہے پھر اس کا فیصلہ ہوگا کہ اس میں قمار کی روح ہے یا قمار کا جسم؟۔

نوٹیس معلوف قمار کا معنی لکھتے ہیں:

القمار: کل لعب یشترط فیه ان یاخذ الغالب من المغلوب شیئا سواء

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غالب مغلوب سے کوئی چیز لے گا خواہ وہ چاندی ہو یا

کان بالورق او غیرہ [1]

کوئی اور چیز۔

میر سید شریف لکھتے ہیں:

القمار: کل لعب یشرط فیہ غالبًا من المتغالبین شئ من المغلوب۔ [2]

ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی قمار ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ان القمار من القمر الذی یزداد تارۃ و ینتقص اخری وسمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذھب مالہ الی صاحبہ و یجوز ان یستفید مال صاحبہ وھو حرام بالنص ولا کذلک اذا شرط من جانب واحد۔ (ذیلعی) [3]

قمار، قمر سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو دو شرط کے ساتھ جائز سمجھتا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔
(اس کی تفصیل علامہ ذیلعی کی عبارت میں آرہی ہے)۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ولا خلاف بین اھل العلم فی تحریم القمار وان المخاطرۃ من القمار قال ابن عباس ان المخاطرۃ قمار وان اھل الجاھلیۃ کانوا یخاطرون علی المال والزوجۃ وقد کان ذلک مباحا الی ان ورد تحریمہ وقد خاطر ابوبکر الصدیق المشرکین حین نزلت الم غلبت الروم وقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم زدہ فی الخطر وابعد فی الاجل ثم حظر ذلک ونسخ بتحریم القمار ولا خلاف فی حظرہ الا ما رخص فیہ من الرھان فی السبق الدواب والابل والنصال اذا کان الذی یستحق واحدا ولا یستحق الاخران

اہل علم کا قمار کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آپس میں شرط لگانا قمار ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے، پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم نازل ہوگئی، جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو، پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا اور قمار کی حرمت نازل ہوگئی، اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ شتر سواری، گھوڑ سواری اور نیزہ بازی میں سابقیت کی شرط لگانے کی رخصت ہے جبکہ سب سے آگے نکلنے والے کو انعام دیا جائے

[1] لویس معلوف الیسوعی، المنجد ص ۶۵۳ مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت، الطبعۃ التاسعۃ عشرۃ ۱۹۲۷ء
[2] میر سید شریف متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۷۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ
[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

سبق وان شرط ان من سبق اخذ ومن سبق اعطی فھذا باطل فان ادخلا بینھما رجلا ان سبق استحق وان سبق لم یعط فھذا جائز وھذا الدخیل سماہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم محللا [1]

اور پیچھے رہنے والے کو نہ دیا جائے، اور اگر یہ شرط لگائی جائے کہ دونوں میں سے جو آگے نکل جائے گا وہ لے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ ناجائز ہے اور اگر وہ کسی تیسرے شخص کو داخل کر دیں کہ اگر وہ آگے نکل گیا تو لے گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو کچھ نہیں دے گا تو یہ جائز ہے اس دخیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل فرمایا ہے۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

وعن ابن سیرین ومجاھد وعطاء کل شئ فیہ خطر فھو من المیسر (الی قولہ) وقال الشافعی رضی اللہ تعالی عنہ اذا خلا الشطرنج عن الرھان واللسان عن الطغیان والصلوٰۃ عن النسیان لم یکن حراما وخارجا عن المیسر لان المیسر یوجب دفع المال او اخذ مال فلا یکون قمارا ولا میسرا۔ [2]

ابن سیرین، مجاہد اور عطا سے روایت ہے جس چیز میں بھی شرط لگائی جائے وہ میسر (جوا) ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شطرنج شرط، یاوہ گوئی اور نماز کی غفلت سے خالی ہو تو حرام نہیں ہے اور میسر سے خارج ہے کیونکہ میسر مال کے دینے یا لینے کو واجب کرتا ہے پس وہ نہ قمار ہے نہ میسر ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

قال ابن عباس کان الرجل فی الجاھلیۃ یخاطر الرجل علی اھلہ ومالہ فایھما قمر صاحبہ ذھب بمالہ واھلہ فنزلت الآیۃ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک آدمی اپنی بیوی اور مال کی شرط لگاتا تھا اور جو شخص بھی اپنے ساتھی پر غالب ہوتا (شرط جیت لیتا) وہ اپنے ساتھی کے مال اور اہل کو لے لیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر (بقرہ ۲:۲۱۹)

نیز علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

قال مالک المیسر میسران میسر اللھو، میسر القمار فمن میسر اللھو النرد والشطرنج والملاھی کلھا، ومیسر القمار ما یتخاطر الناس علیہ [4]

امام مالک نے فرمایا میسر کی دو قسمیں ہیں، میسر اللھو اور میسر القمار، میسر اللھو میں نرد، شطرنج اور تمام ملاہی ہیں اور میسر القمار ہر وہ عقد ہے جس میں لوگ شرط لگائیں۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] " " " الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۵۴، " " " "

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

کل لعب فیہ قمار فھو حرام ای لعب کان، وھو من المیسر الذی امر اللہ تعالیٰ باجتنابہ ومن تکرر منہ ذلک ردت شھادتہ، وما خلا من القمار وھو اللعب الذی لا عوض فیہ من الجانبین ولا من احدھما فمنہ ما ھو محرم ومنہ ما ھو مباح فاما المحرم فاللعب بالنرد وھذا قول ابی حنیفۃ واکثر اصحاب الشافعی وقال بعضھم ھو مکروہ غیر محرم [1]

ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے خواہ کسی قسم کا کھیل ہو اور یہ اس میسر میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اجتناب کا حکم دیا ہے اور جو شخص بار بار جوا کھیلے اس کی شہادت مردود ہوگی اور جو کھیل قمار سے خالی ہوں اور یہ وہ ہیں جن میں جانبین یا کسی ایک جانب سے عوض نہ ہو ان کھیلوں میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں، امام ابوحنیفہ اور اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک نرد حرام ہے اور بعض نے کہا مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

فاما الشطرنج فھو النرد فی التحریم الی قولہ وسائر اللعب اذا لم یتضمن ضررا ولا شغلا عن فرض فالاصل اباحتہ [2]

شطرنج کی تحریم میں نرد کی طرح اقوال ہیں اور باقی کھیل جب ضرر اور فرائض میں غفلت سے خالی ہوں تو اپنی اصل پر مباح ہیں۔

علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں:

والمسابقۃ بالفرس والابل والرجل والرمی جائزۃ وحرم شرط الجعل من الجانبین لا من احد الجانبین۔ [3]

گھوڑ دوڑ، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی میں مقابلہ کرنا جائز ہے اور جانبین سے شرط رکھنا حرام ہے اور ایک جانب سے شرط رکھنا حرام نہیں ہے۔

علامہ زیلعی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومعنی شرط الجعل من الجانبین ان یقول ان سبق فرسک فلک علی کذا وان سبق فرسی فلی علیک کذا وھو قمار فلا یحل (الی قولہ) ولا کذلک اذا شرط من جانب واحد بان یقول ان سبقتنی فلک علی کذا وان سبقتک فلا شیء

جانبین سے شرط رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ اگر تمہارا گھوڑا نکل گیا تو میں تم کو اتنے پیسے دوں گا اور اگر میرا گھوڑا آگے نکل گیا تو تم کو اتنے پیسے دینے ہوں گے، اور یہ قمار ہے اس لیے جائز نہیں ہے، اور جب شرط ایک جانب سے ہو بایں طور کہ ایک شخص یہ کہے اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو مجھ پر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۱ " " "

[3] علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ، کنز الدقائق ص ۴۳۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

لی علیك لان النقصان والزیادة یمکن الزیادة وفی الآخر النقصان فقط فلا یکون مقامرة لان المقامرة مفاعلة منه فتقتضی ان تکون من الجانبین واذا لم یکن فی معناه جاز استحسانا لما روینا والقیاس ان لا یجوز لما فیه من تعلیق التملیك علی الخطر ولهذا لا یجوز فیما عدا الاربعة المذکورة فی الکتاب کالبغل وان کان الجعل مشروطا من احد الجانبین۔ [1]

اتنے سے لازم ہو، اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم کچھ میں ممکن نہیں ہے کیونکہ صرف ایک فریق کو نقصان اور دوسرے کو فائدہ لازم آرہا ہے اس لیے یہ مقامرہ نہیں ہے اور مقامرہ چونکہ باب مفاعلہ سے ہے اس لیے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جانبین سے ہو (یعنی ہر فریق کو نقصان یا فائدہ لازم ہو) اور جب ایک جانب سے شرط رکھنا مقامرہ نہیں ہے تو یہ اس حدیث کے اعتبار سے استحساناً جائز ہے جس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (علامہ زیلعی نے حضرت ابن عمر کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑ دوڑ میں مقابلہ کرایا اور شرط رکھی اور ج ۶ ص ۳۲ پر مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹوں کی دوڑ، نیزے بازی اور گھوڑ دوڑ کے سوا شرط رکھنا جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور قیاساً یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اس میں ملکیت کو شرط پر معلق کرنا ہے اس لیے ان چار چیزوں (اونٹ، گھوڑے، پیدل اور تیر اندازی) کے سوا مثلاً خچر دوڑانے وغیرہ میں ایک جانب سے بھی شرط لگانا جائز نہیں ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مذاہب اربعہ میں قمار حرام ہے اور اس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت ہے، علماء احناف کے نزدیک قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس میں جانبین سے شرط ہو یعنی جس عقد یا کھیل میں ہر فریق کو فائدہ یا نقصان لازم ہو وہ قمار ہے نیز فقہاء احناف نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ گھوڑ دوڑ، شتر سواری پیدل چلنے اور تیر اندازی میں ایک جانب سے نفع یا نقصان کی شرط جائز ہے اس کے علاوہ کسی عقد یا کھیل میں نفع یا نقصان کی شرط ایک جانب سے بھی جائز نہیں ہے اور یہ بھی حکماً قمار ہے اور ناجائز ہے۔

کیا بانڈز کے انعامات میں قمار کی روح ہے؟

قمار کی تعریف معلوم ہونے کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ انعامی بانڈز کے انعامات میں قمار بالکل نہیں ہے کیونکہ اس میں شرط بالکل نہیں ہے دونوں جانبوں سے نہ ایک جانب سے، بانڈز کی خریداری کے لیے کوئی شرط ہے نہ فروخت کے لیے، خریدنے اور بیچنے والے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک کو بھی نفع یا نقصان

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۲۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

لازم نہیں ہے۔ خریدار جتنے روپوں کا بانڈ خریدتا ہے جب چاہے اتنے روپوں میں اس کو فروخت کر دیتا ہے، اور حکومت جو بانڈز پر انعام دیتی ہے وہ محض تبرع ہیں جو محض بانڈز خریدنے کی ترغیب کے لیے جاری کیے جاتے ہیں جیسے بعض کمپنیاں شربت کی بوتل کے ساتھ گلاس مفت دے دیتی ہیں یا بعض ٹوتھ پیسٹ کمپنیاں دو ٹوتھ پیسٹ خریدنے پر تیسری ٹوتھ پیسٹ مفت دے دیتی ہیں، بعض کمپنیاں خریداری پر ڈائری اور کیلنڈر دیتی ہیں، یہ تمام چیزیں لازم یا کسی استحقاق کا نتیجہ نہیں ہیں اسی طرح حکومت خریداری کا شوق بڑھانے یا ترغیب دلانے کے لیے انعامات جاری کرتی ہے، اس میں کوئی شرط ہے نہ خریدنے والے کا کوئی استحقاق ہے کیونکہ یہ صرف بیع ہے، نہ قرض ہے نہ شراکت! اس لیے اس میں سود کا شائبہ ہے نہ قمار کا۔

سید مودودی لکھتے ہیں: جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت "انعام" دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام "انعامات" نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے، انھیں نہیں ملتا، بلکہ قرعہ کے ذریعہ سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے اس بنا پر یہ بعینہٖ قمار تو نہیں ہے مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے[1]

کیا سید مودودی کے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ سب کے حصوں کا سود چند آدمیوں کی بجائے اگر سب آدمیوں کو مل جائے تو پھر اس عقد سے روح قمار نکل جائے گی؟ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ یہ صرف عقد بیع ہے یہاں کسی سود یا قمار کا کوئی شائبہ نہیں ہے البتہ اگر کسی کو یہ خدشہ ہو کہ بانڈز کی خریداری سے جو حکومت کو پیسہ حاصل ہوتا ہے وہ تمام خریداروں کا روپیہ ہوتا ہے۔ اب اگر اس روپیہ سے حکومت کو تجارت کے ذریعہ نفع ہوتا ہے تو اس نفع کو تمام خریداروں میں تقسیم کرنا چاہیے۔ صرف چند خریداروں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ انعامات تقسیم کرنا انصاف کے خلاف ہے لیکن یہ خدشہ اس لیے ساقط ہے کہ خریداروں نے حکومت کے ساتھ کوئی عقد شراکت نہیں کیا انھوں نے صرف بانڈز کا عقد بیع کیا ہے۔ بانڈز کی رقم سے اوّل تو کوئی آمدنی نہیں ہوتی کیونکہ یہ رقم مختلف منصوبوں پر خرچ کی جاتی ہے ثانیاً اگر بانڈز کے پیسوں کے ذریعہ حکومت کو آمدنی ہوتی ہے تو اس میں کسی خریدار کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔ اور حکومت ترغیب اور تشویق کی خاطر محض تبرعاً انعامات کی تقسیم کرتی ہے۔

اس تمام بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ انعامی بانڈز کی خریداری، حکومت کا ان پر انعام دینا اور لوگوں کا انعام وصول کرنا جائز ہے۔ مجھ سے تین سال پہلے بعض دوستوں نے فرمائش کی تھی کہ میں انعامی بانڈز کے سلسلہ میں اپنا موقف

---

[1] میکلفس ٹوتھ پیسٹ کی قیمت تین سال پہلے دس روپیہ تھی لیکن اگر دو ٹوتھ پیسٹ لو تو تین روپوں میں تین ٹوتھ پیسٹ مل جاتی تھیں۔ ـــــ ۲۵ جولائی ۱۹۸۸ء۔ سعیدی غفرلہٗ۔

[2] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۳ ص ۳۳۶، مطبوعہ یین اسلامک پبلیکیشنز، لاہور بار پنجم ۱۹۷۵ء

دلائل کے ساتھ پیش کروں بہر حال اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی کہ بیع الحصاۃ اور بیع غرر کی شرح میں، میں نے بیع قاطی اور انعامی بانڈز کی بیع پر مفصل بحث کی۔ میری یہ کوشش صرف حلال اور حرام کا فرق واضح کرنے کے لیے ہے تاکہ بعض علماء کے فتاویٰ سے جو عام مسلمان اس بیع کے اندر خلجان میں مبتلا رہتے ہیں ان پر حق واضح ہو جائے اور جواز اور عدم جواز کے دلائل پر غور کر کے وہ خود نتیجہ اخذ کر سکیں، الٰہ العلمین میری اس کوشش کو قبول فرما، مجھے صحیح مسلم کی شرح مکمل کرنے اور اس کے بعد قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کی توفیق دے۔ میری لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرما، مجھے علوم نافعہ اور اعمال صالحہ سے نواز، میرا ایمان پر خاتمہ فرما اور دارین کی خیر کو میرے لیے مقدر کر دے۔ آمین یارب العالمین و الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الشافعین والمشفعین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین۔

باب ۴۸۵ تحریم بیع حبل الحبلۃ

حمل کی بیع کی ممانعت

۳۶۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ (جانور) کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

۳۷۰۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْتَاعُونَ لَحْمَ الْجَزُورِ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ وَحَبَلُ الْحَبَلَةِ أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ ثُمَّ تَحْمِلُ الَّتِي نُتِجَتْ فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اونٹ کا گوشت حاملہ کے حمل تک فروخت کرتے تھے اور حاملہ کے حمل سے مراد یہ ہے کہ اونٹنی سے ایک اونٹنی پیدا ہو پھر بڑی ہو کر یہ اونٹنی حاملہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا ہے۔

لفظ حبل کی تحقیق اس باب کی احادیث میں حاملہ جانور کے لیے حبلہ کا لفظ استعمال ہوا ہے، علامہ نووی اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل اللغت نے کہا ہے کہ حبلۃ حابل کی جمع ہے جیسے ظالم کی جمع ظلمۃ، فاجر کی جمع فجرۃ اور کاتب کی جمع کتبۃ ہے، اخفش نے کہا جب عورت حاملہ ہو تو حابل کہتے ہیں اور

اس کی جمع حبلۃ ہے۔ ابن انباری نے کہا کہ حبلۃ میں تا مبالغہ کے لیے ہے، اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ حبل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اور آدمیوں کے علاوہ حمل کا لفظ استعمال ہوتا ہے، عورت کے لیے حاملہ اور حابلہ دونوں لفظ مستعمل ہیں اور جانوروں کے لیے صرف حاملہ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے مثلاً بکری یا اونٹنی کو حاملہ کہتے ہیں، حیوانات کے لیے حابلہ کا لفظ صرف اس حدیث میں استعمال ہوا ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ابن دریر نے کہا ہے کہ ہر مونث کے لیے حابلہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے خواہ وہ انسان ہو یا غیر انسان، ہروی اور اخفش نے بھی اپنے نوادر میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور جامع میں ہے "امرأۃ حبلی (حاملہ عورت)" اور "سنور حبلی" (حاملہ بلی) اور ان اشعار سے استشہاد کیا ہے:

ان فی دارنا ثلاث حبالی — فوددنا قد وضعنا جمیعا

(ہمارے گھر میں تین حاملہ ہیں — ہماری خواہش ہے کہ ان سب کا حمل وضع ہو)

جارتی ثم ھرتی ثم شاتی — فاذا ما وضعن کن ربیعا

میری پڑوسن، میری بلی اور میری بکری — جب ان کے بچے ہو جائیں گے تو بہار آجائے گی۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ان اشعار سے واضح ہو گیا کہ حدیث میں حبل کا استعمال اپنے محل پر ہے اور علامہ نووی کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔ [2]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں حَبَل کا معنی پیٹ میں اٹھایا ہوا بچہ یا حمل ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حَبَل الحَبَلۃ" سے منع فرمایا ہے پہلے حبل سے اونٹنیوں کے پیٹ کا حمل مراد ہے اور دوسرے لفظ سے اونٹنیوں کے پیٹ کا بچہ مراد ہے۔ [3]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ حابلۃ ہر مونث کی صفت ہو سکتی ہے یا خاص مونث کی صفت ہوتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ حیوانات میں اس کا اطلاق صرف اس حدیث میں ہے، ابو عبیدہ نے کہا اونٹنی کے پیٹ کے بچے کو حبل الحبلہ کہتے ہیں، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ ابن منظور نے متعدد اقوال نقل کر کے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ لفظ عام ہے اخیر میں لکھا ہے "سنورۃ حبلی وشاۃ حبلی" [4]

علامہ زبیدی نے بھی اس لفظ پر بحث کی ہے اور علامہ سہیلی سے نقل کیا ہے کہ "حبلۃ" کی تا سے لوگوں کو اشتباہ پڑ گیا اور انھوں نے بے سروپا باتیں کیں اور ابن الانباری سے نقل کیا ہے کہ "حبل الحبلہ" پیٹ کے بچے کو کہتے ہیں۔ [5]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[3] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۳۴ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[4] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۴۰ - ۱۳۹ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[5] السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

حبل الحبلۃ کی تفسیر میں فقہاء کے اقوال

اس باب کی حدیث نمبر ۳۶۹۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبل الحبلۃ (حاملہ اونٹنی کے حمل) کی بیع سے منع فرمایا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے حبل الحبلۃ کی چار تفسیریں ذکر کی ہیں:

(الاول): کسی چیز کو خریدا جائے اور کہا جائے کہ اس کی قیمت اس وقت دی جائے گی جب اس حاملہ اونٹنی کے بچی ہو پھر وہ بڑی ہو کر بچہ دے، یہ تفسیر حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔

(الثانی): کسی چیز کی میعادی قیمت پر بیع کی جائے اور کہا جائے کہ قیمت اس وقت دی جائے گی جب یہ حاملہ اونٹنی اپنا حمل وضع کر لے گی، یہ تفسیر ابن مسیب سے منقول ہے، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(الثالث): کسی چیز کی میعادی قیمت پر بیع ہو اور قیمت اس وقت دی جائے جب اونٹنی کی بچی پیدا ہونے کے بعد حاملہ ہو جائے اور اس کے وضع حمل کی شرط نہ ہو، یہ تفسیر حضرت ابن عمر سے منقول ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۷۰۰ سے ظاہر ہے۔ ان تینوں صورتوں میں بیع اس لیے ممنوع ہے کہ قیمت کی ادائیگی کی مدت مجہول ہے۔

(الرابع): حاملہ اونٹنی کے پیٹ کے بچے یا پیٹ کے بچے کے بچے کی بیع کی جائے، امام ترمذی نے اس تفسیر پر اعتماد کیا ہے، امام احمد، ابو عبیدہ اور اسحاق نے اس تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ اس صورت میں بیع کے ممنوع ہونے کی وجہ غرر اور مبیع کی جہالت ہے، کیونکہ پیٹ کے بچہ کا خود پیدا ہونا یقینی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کے بچہ کا پیدا ہونا یقینی ہو۔[1]

بیع غرر کے احکام کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بیع غرر (وہ بیع جس میں دھوکا ہو) سے ممانعت بیع کا ایک اہم اصول ہے، اور اس کے تحت بہت سے مسائل داخل ہیں مثلاً معدوم چیز کی بیع (جیسے ہمارے ملک میں رواج ہے کہ باغ کے پھلوں کی بیع اس وقت کی جاتی ہے جب اس میں پھلوں کا بور بھی نہیں لگا ہوتا) مجہول چیز کی بیع، جس چیز کے دینے پر بائع قادر نہ ہو، جس چیز پر بائع کی ملکیت نہ ہو، دریا یا سمندر میں مچھلیوں کی بیع، جانوروں کے تھنوں میں دودھ کی بیع، جانور کے پیٹ میں حمل کی بیع، غلہ کے ڈھیر کی بیع جس کی مقدار مجہول ہو، کسی غیر معین کپڑے یا غیر معین جانور کی بیع، ان چیزوں اور ان کی مثل دوسری چیزوں کی بیع باطل ہے کیونکہ اس میں غرر ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ غرر کی بعض صورتیں ضرورت کی بنا پر مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی حاملہ جانور کو فروخت کیا جائے یا کسی دودھ دینے والے جانور کو فروخت کیا جائے تو چونکہ پیٹ کے حمل اور تھنوں میں دودھ کی مقدار کا جاننا عادتاً اور عام ذرائع سے ممکن نہیں ہے اس لیے اس قدر جہالت اور غرر کے ساتھ بیع صحیح ہے، اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ غرر حقیر کے ساتھ بیع جائز ہے، مثلاً لحاف کی بیع جائز ہے حالانکہ اس میں روئی کی مقدار مجہول ہے یا جس کوٹ یا چمڑے میں کچھ بھرائی ہو اور بھرائی کی مقدار مجہول ہو، اسی طرح ایک ماہ کے لیے مکان یا کسی چیز کو کرائے پر دینا جائز ہے حالانکہ مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے اور کبھی تیس کا ہوتا ہے۔ نیز اس پر اجماع ہے کہ اجرت دے کر حمام میں غسل کرنا جائز ہے، حالانکہ پانی استعمال کرنے میں لوگوں کی عادات مختلف ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ جانوروں کے پیٹ کے بچوں کی اور ہوا میں پرندوں کی

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بیع ناجائز ہے اور اس کا عدم جواز غرر کی وجہ سے ہے، البتہ اگر غرر ناگزیر ہو اور بغیر مشقت شدیدہ کے اس سے احتراز ممکن نہ ہو تو بیع اور اجارہ میں غرر حقیر جائز ہے جیسا کہ ہماری دی ہوئی مثالوں سے ظاہر ہو گیا۔[1]

بَابُ ۴۸۶ تَحْرِيمِ بَيْعِ الرَّجُلِ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَسَوْمِهِ وَتَحْرِيمِ النَّجْشِ وَتَحْرِيمِ التَّصْرِيَةِ

کسی کی بیع اور نرخ پر بیع اور نرخ کرنے اور تھنوں میں دودھ روکنے کی حرمت

۳۷۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۳۷۰۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، نہ کوئی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی کرے سوا اس کے کہ وہ اجازت دے دے۔

۳۷۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسُمِ الْمُسْلِمُ عَلَى سَوْمِ الْمُسْلِمِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے نرخ کرتے وقت نرخ نہ کرے۔

۳۷۰۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

الدَّوْرَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْعَلَاءِ وَسُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَسْتَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ وَفِي رِوَايَةِ الدَّوْرَقِيِّ عَلَى سِيمَةِ أَخِيهِ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ کرنے سے منع فرمایا۔

۳۷۰۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَلَقَّى الرُّكْبَانُ لِبَيْعٍ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوا الْإِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تجارتی) قافلہ (کے شہر پہنچنے سے پہلے) اس سے بیع کے لیے ملاقات نہ کرو، اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور نجش (اس لفظ کی وضاحت شرح میں آئے گی) نہ کرو اور شہری دیہاتی کے مال کو فروخت نہ کرے اور اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو اور اگر کوئی شخص ایسے جانور کو خریدے تو اس کا دودھ دوہنے کے بعد اس کو دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار ہے، اگر وہ جانور اس کو پسند ہے تو اسی قیمت پر رکھ لے اور اگر اس کو پسند نہیں ہے تو جانور واپس کر دے اور (دودھ کے عوض) ایک صاع (چار کلوگرام اور ڈھائی سو گرام) کھجوریں واپس کرے۔

۳۷۰۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے اور یہ کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا سوال نہ کرے اور نجش نہ کرے اور تھنوں میں دودھ روکنے سے اور ایسے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ التَّلَقِّيْ وَاَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّ اَنْ تَسْاَلَ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا وَعَنِ التَّجْشِ وَالتَّصْرِيَةِ وَاَنْ يَّسْتَامَ الرَّجُلُ عَلٰى سَوْمِ اَخِيْهِ۔

بھائی کے نرخ پر نرخ کرنے سے منع فرمایا۔

۳۷۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا غُنْدَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ نَا اَبِيْ قَالُوْا جَمِيْعًا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ وَّوَهْبٍ نَهٰى وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدِ الصَّمَدِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے غندر اور وہب کی روایت میں ہے "منع فرمایا" اور عبدالصمد کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

۳۷۰۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّجْشِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا۔

بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ کی صورتیں

حدیث نمبر ۳۷۰۱ میں بیع پر بیع کرنے کی ممانعت ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے مدت خیار میں کوئی چیز خریدی اس سے کوئی شخص یہ کہے کہ اس بیع کو فسخ کر دو، میں تم کو یہ چیز اس سے کم قیمت پر فروخت کر دوں گا، یہ حرام ہے یا خریدار کہے تم اس بیع کو فسخ کر دو میں تم کو اس چیز کی اس سے زیادہ قیمت دوں گا، یہ بھی حرام ہے۔

حدیث نمبر ۳۷۰۳ میں نرخ پر نرخ کرنے کی ممانعت ہے کہ خریدار اور بائع دونوں کسی چیز کی بیع پر راغب اور راضی ہوں لیکن ابھی عقد بیع نہ ہوا ہو کہ ایک اور شخص بائع سے کہے میں زیادہ قیمت دوں گا قیمت طے ہو جانے کے بعد یہ بھی حرام ہے، البتہ نیلام میں زیادہ بولی دینا جائز ہے، اس کی تفصیلی بحث عنقریب آرہی ہے، رہا کسی عورت کا اپنی بہن کی طلاق کا سوال کرنا اور منگنی پر منگنی کرنا اس پر تفصیلی گفتگو شرح صحیح مسلم جلد ثالث کی کتاب النکاح میں گزر چکی ہے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم، ج ۲ ص ۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

بیع پر بیع کی ممانعت میں مذاہب اور مصنف کا تجزیہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ ممنوع ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اس حکم کا خلاف کر کے بیع پر بیع کر لی تو وہ گنہگار ہوگا اور بیع منعقد ہو جائے گی، داؤد ظاہری نے کہا کہ بیع منعقد نہیں ہوگی، امام مالک سے اس سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔[1]

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: نرخ پر نرخ کرنا حرام ہے جبکہ فریقین کی رضامندی صراحۃً ہو، ایک قول یہ ہے کہ ظاہراً ہو، ایک قول یہ ہے کہ جب دونوں امر مساوی ہوں، ایک قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ جب بائع اور مشتری عقد کر چکے ہوں تو مدت خیار میں اس پر بیع کرنا صحیح نہیں ہے۔[2]

علامہ مرداوی حنبلی اس عبارت کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیع پر بیع کی ممانعت کا حکم خیار مجلس یا خیار شرط کے زمانے کے ساتھ خاص ہے اور اس کے بعد ممانعت نہیں ہے۔ محرر رعایتین، حاوین میں بھی اسی پر جزم ہے۔ امام احمد کے کلام سے بھی بظاہر اسی طرح معلوم ہوتا ہے (علامہ مرداوی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ابن رجب نے شرح النوویہ میں لکھا ہے کہ امام احمد کا اس قول کی طرف میلان ہے کہ یہ ممانعت دونوں زمانوں میں عام ہے یعنی مدت خیار اور عقد لازم ہونے کے بعد ہر صورت میں بیع پر بیع ممنوع ہے۔ فقہاء حنابلہ کی ایک جماعت کا اسی طرف میلان ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔[3]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے"۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قیمت پر قیمت نہ لگائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب بائع قیمت لگانے والے کی طرف راغب ہو چکا ہو اور بیع منعقد ہونے میں معمولی سا مسئلہ رہتا ہو، مثلاً بائع دینار میں قیمت لینا چاہتا ہو اور خریدار درہم میں قیمت دینا چاہتا ہو، یا خریدار عیب کی شرط لگانا چاہتا ہو اور بائع عیب سے برأت کی شرط لگا رہا ہو، امام ابوحنیفہ نے بھی اس حدیث کی تشریح، امام مالک کی طرح کی ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: کہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع مکروہ ہے لیکن اگر کسی نے کر لی تو بیع نافذ ہو جائے گی کیونکہ یہ اس بیع پر قیمت لگائی گئی ہے جو ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ داؤد ظاہری اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بیع ہو جائے تو فسخ کر دی جائے گی خواہ کسی حالت میں ہو (یعنی بیع تام ہونے سے پہلے یا بعد) انھوں نے عموم سے استدلال کیا ہے امام مالک اور ان کے بعض اصحاب سے یہ بھی روایت ہے کہ جب تک مبیع فوت نہ ہو بیع کو فسخ کر دیا جائے گا۔

نیز قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: آیا اس ممانعت میں ذمی کی بیع بھی داخل ہے یا نہیں؟ جمہور یہ کہتے ہیں کہ ذمی اور غیر ذمی میں کوئی فرق نہیں ہے، امام اوزاعی یہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے اور ذمی ہمارا بھائی نہیں ہے۔[4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ شمس الدین مقدسی ابوعبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع ج ۴ ص ۴۵ مطبوعہ عالم الکتب بیروت، طبعۃ الثالثہ ۱۳۸۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، تصحیح الفروع ج ۴ ص ۴۶،

[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

فقہاء احناف نے بالعموم بیع پر بیع کی ممانعت کو نرخ پر نرخ کی ممانعت پر محمول کیا ہے علامہ ابن نجیم نے اسی طرح لکھا ہے[1] اور علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: یہ ممانعت دوسرے شخص کے نقصان کی وجہ سے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب فریقین قیمت پر راضی ہو جائیں[2] علامہ حصکفی نے بھی درمختار میں اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے اس ممانعت کو دونوں صورتوں میں عام رکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ نرخ پر نرخ لگانے کی صورت یہ ہے کہ فریقین ایک قیمت پر راضی ہو جائیں اور عقد پر ان کا میلان ہو پھر ایک اور شخص آکر زیادہ قیمت کی پیش کش کرے یا اسی قیمت کی پیش کش کرے لیکن وہ شخص بائع کے نزدیک صاحب وجاہت ہو اس وجہ سے وہ اس کے ہاتھ مبیع کو فروخت کر دے، اور بیع پر بیع کرنے کی صورت یہ ہے کہ بائع اور مشتری ایک چیز کی ایک قیمت پر راضی ہو جائیں پھر ایک شخص آکر کہے میں تم کو یہ چیز اس سے کم قیمت پر دوں گا اس سے فروخت کرنے والے کو ضرر ہوگا، پس ظاہر ہو گیا کہ بیع پر بیع اور نرخ پر نرخ کی الگ الگ صورتیں ہیں اور دونوں کے سلسلہ میں حدیثیں ہیں اس وجہ سے اس حدیث میں بیع کو مجازاً نرخ پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کی گنجائش اس وقت ہوتی جب نرخ پر نرخ کی ممانعت کی حدیث نہ ہوتی اور جب یہ حدیث موجود ہے تو بیع کو نرخ پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟[3]

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ بیع پر بیع کی صحیح اور مفصل صورت علامہ نووی شافعی نے بیان کی ہے اور علامہ نووی سے زیادہ تفصیل علامہ مرداوی حنبلی نے بیان کی ہے، ان دونوں کی عبارات ہم بیان کر چکے ہیں۔

فقہاء مذاہب اربعہ کی عبارات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ نے نرخ پر نرخ لگانے اور بیع پر بیع کرنے دونوں کو ناجائز قرار دیا ہے، فقہاء مالکیہ نے بیع پر بیع کرنے کو نرخ پر نرخ لگانے پر محمول کیا ہے، فقہاء احناف میں سے اکثر کے اقوال مالکیہ کی طرح ہیں، علامہ ابن ہمام نے ہر چند کہ باقی فقہاء سے اختلاف کر کے دونوں صورتوں کو الگ الگ قرار دیا ہے لیکن انھوں نے جو دو صورتیں بیان کی ہیں وہ دونوں درحقیقت نرخ پر نرخ لگانے کی صورتیں ہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں بیع منعقد ہونے سے پہلے کی ہیں۔

علامہ شامی نے بھی حدیث شریف کے مطابق نرخ اور بیع دونوں کی ممانعت بیان کی ہے، البتہ بیع پر بیع کی صورت فتح القدیر کے حوالے سے انھوں نے وہی بیان کی ہے جو نرخ پر نرخ لگانے کی صورت ہے، اس مسئلہ پر انھوں نے خود غور نہیں کیا، ایک چیز زائد انھوں نے علامہ خیر الدین رملی کے حوالے سے یہ بیان کی ہے کہ اجارہ پر اجارہ بھی ممنوع ہے[4]

نجش کے حکم میں مذاہب اربعہ حدیث نمبر ۳۷۰۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا ہے۔ نجش کا لغوی معنی جوش دلانا ہے، ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی دھوکا دینا ہے، ہروی نے کہا اس کا معنی تعریف میں مبالغہ کرنا ہے۔ علامہ نووی نجش کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ نجش یہ ہے کہ

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۹۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۰۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۱۸۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

ایک آدمی مبیع کی قیمت زیادہ لگائے اور اس سے اس کا مقصد مبیع میں رغبت اور اس کو خریدنا نہ ہو بلکہ اس کا مقصد دوسرے شخص کو دھوکے سے پھنسانا ہو وہ اس کو قیمت بڑھانے اور خریدنے پر برانگیختہ کرتا ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے، اور اگر اس دوسرے شخص نے اس مبیع کو خرید لیا تو بیع صحیح ہے اور اس کا گناہ نجش کرنے والے پر ہے اور اگر اس کی اور بائع دونوں کی ملی بھگت ہو تو دونوں پر گناہ ہے۔ امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے کیونکہ حدیث میں ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے [۱]

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: جب کسی چیز کی اصل قیمت لگا دی جائے اس کے بعد کوئی شخص اس کی قیمت بڑھائے حالانکہ وہ خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو بلکہ دوسرے شخص کو ترغیب دینا چاہتا ہو تو یہ نجش ہے اور ممنوع ہے کیونکہ یہ مسلمان کو دھوکا دینا ہے اور اس پر ظلم ہے، ہاں اگر کسی چیز کی قیمت نہ لگائی گئی ہو اور وہ خریدنے کا ارادہ کیے بغیر اصل قیمت لگوانے کے لیے بڑھائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں کسی کو ضرر پہنچائے بغیر مسلمان کو نفع پہنچانا ہے، یہ اس وقت ہے جب دوسرا شخص اس چیز کو کم قیمت سے خریدنا چاہتا ہو [۲]

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: نجش کے ممنوع ہونے پر علماء کا اتفاق ہے، البتہ جب نجش کے ساتھ بیع ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا قول ہے کہ یہ بیع فاسد ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ یہ عیب کی طرح ہے اور خریدار کو اس میں اختیار ہے، اگر وہ اس بیع کو رد کرے گا تو بیع رد کر دی جائے گی۔ اور اگر وہ مبیع کو اپنے پاس رکھنا چاہے تو رکھ سکتا ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ نجش کرنے والا گنہگار ہوگا لیکن بیع ہو جائے گی۔ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا نہی منہی عنہ کے فساد کو متضمن ہوتی ہے؟ ہر چند کہ ممانعت نفس شی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ خارج کی وجہ سے ہو، جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ نہی منہی عنہ کے فساد کو متضمن ہوتی ہے۔ وہ بیع کو جائز نہیں کہتے اور جو کہتے ہیں کہ نہی منہی عنہ کے فساد کو متضمن نہیں ہوتی وہ بیع کو جائز کہتے ہیں۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ نہی جب منہی عنہ کی ذات میں کسی وصف کی وجہ سے وارد ہوئی ہو تو فساد کو متضمن ہوتی ہے جیسے ربوٰ اور غرر سے نہی ہے۔ اور جب نہی کسی خارجی سبب سے آئی ہو تو فساد کو متضمن نہیں ہوتی۔ [۳]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ سودے کی قیمت میں اضافہ کرے تاکہ خریدار دھوکے میں آکر قیمت بڑھائے تو یہ نجش ہے اور حرام ہے ——— اگر کوئی شخص نجش کے ساتھ کسی چیز کو خرید لے تو اکثر اہل علم کے نزدیک اس کا خریدنا صحیح ہے، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی موقف ہے، امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے۔ فقیہ ابوبکر کا یہی مختار ہے اور یہی امام مالک کا قول ہے کیونکہ نہی فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نہی ناجش کی طرف راجع ہے۔ عاقد کی طرف راجع نہیں ہے اس لیے بیع میں مؤثر نہیں ہے۔ اور اس لیے بھی کہ یہ نہی آدمی کے حق کی وجہ سے ہے، پس بیع فاسد نہیں ہوگی، جیسے

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۲۶ - ۱۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت

عیب کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی، برخلاف اس کے جب اللہ تعالیٰ کے حق کی وجہ سے ممانعت ہو، کیونکہ جو ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہو اس کی تلافی خیار فسخ سے ہو سکتی ہے۔ اگر نجش کے ساتھ بیع میں اتنا غبن کیا گیا ہو جتنا عادۃً نہیں ہوتا تو [illegible]

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک نجش حرام اور ناجائز ہے لیکن اگر نجش کے ساتھ بیع ہو جائے تو امام ابو حنیفہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بیع صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک بیع باطل ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن یہ جمہور فقہاء حنبلیہ کا مختار نہیں ہے۔ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی نے اس مسئلہ کی بہت عمدہ تقریر کی ہے۔

نیلام کی بیع میں مذاہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے منع فرمایا ہے، اس وجہ سے بعض فقہاء نے نیلام کی بیع کو بھی مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ نیلام میں بھی لوگ خریدار کی بولی پر بڑھ چڑھ کر بولی لگاتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی کے نزدیک نیلام کی بیع مکروہ ہے، امام اوزاعی اور امام اسحاق کے نزدیک یہ بیع صرف غنائم اور مواریث میں جائز ہے اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز ہے۔ (فتح الباری ج ۴ ص ۳۵۴)۔ جو فقہاء اس بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے: امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن سفیان بن وھب قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن المزایدۃ

حضرت سفیان بن وہب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیع میں بڑھ چڑھ کر قیمت لگانے سے منع فرماتے تھے۔

حافظ نور الدین الہیثمی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند حسن ہے[۳]

جمہور فقہاء اس حدیث کو نجش پر محمول کرتے ہیں۔

جو فقہاء اس بیع کو صرف غنائم اور مواریث کے ساتھ خاص کرتے ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن زید بن اسلم قال سمعت رجلا یسئل ابن عمر عن بیع المزایدۃ فقال ابن عمر نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یبیع احد کم علی بیع اخیہ الا الغنائم والمواریث۔[۴]

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے نیلام کی بیع کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنائم اور مواریث کے سوا بھائی کی بیع پر بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کا جواب حافظ الہیثمی کی حسب ذیل عبارت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

---

[۱] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی (مع الشرح) ج ۴ ص ۳۰۱ - ۳۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ۔

[۲] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[۳] " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[۴] " " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۴ " "

قلت هو فی الصحیح خلا قوله الا الغنائم والمواریث رواه احمد والطبرانی فی الاوسط ۔ لہ

میں کہتا ہوں کہ غنائم اور مواریث کے سوا الفاظ حدیث صحیح میں ہیں، اس کو احمد اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

اور جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم باع حلسا و قدحا وقال من یشتری هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذتهما بدرهم فقال النبی صلی الله علیه و سلم من یزید علی درهم من یزید علی درهم فاعطاه رجل درهمین فباعهما منه هذا حدیث حسن ۔ ۲ھ

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اور ایک پیالہ بیچا اور فرمایا اس چادر اور پیالے کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا میں ان کو ایک درہم میں لوں گا، آپ نے فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک شخص نے دو درہم دیے۔ آپ نے وہ پیالہ اور چادر اس شخص کو دے دیئے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے کتاب الزکوٰۃ میں بہت تفصیل سے روایت کیا ہے ۳ھ امام نسائی نے اس کو کتاب البیوع میں نہایت اختصار سے روایت کیا ہے ۴ھ امام ابن ماجہ نے اس کو ابواب التجارات میں تفصیل سے روایت کیا ہے ۵ھ اور حافظ نور الدین الہیثمی نے اس کو مسند احمد کے حوالے سے تفصیلاً ذکر کیا ہے ۶ھ

نیلام کی بیع کے جواز پر نجش کی ممانعت سے بھی استدلال ہو سکتا ہے کیونکہ آپ نے زیادہ قیمت لگانے سے اس وقت منع کیا ہے جب کہ قیمت لگانے والے کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو اس سے بطور مفہوم مخالف کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب خریدنے کے ارادہ سے قیمت زیادہ لگائی جائے تو جائز ہے۔ ہر چند کے فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال درست نہیں ہے لیکن باقی ائمہ کے نزدیک یہ استدلال صحیح ہے اور نیلام کی بیع کا جواز ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہے۔

اس باب کی احادیث میں تلقی الجلب اور مصراۃ کا بھی ذکر ہے لیکن چونکہ صحیح مسلم میں ان کا ذکر مستقل ابواب کے تحت ہے، اس لیے انشاء اللہ ہم ان پر وہیں بحث کریں گے۔

۱ھ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ۔

۲ھ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۳ھ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ،

۴ھ۔ امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۵ھ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵۹ - ۱۵۸ " " "

۶ھ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

بَابُ ۴۸ تَحْرِيمِ تَلَقِّي الْجَلَبِ

تلقی جلب کی ممانعت

۳۷۰۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَ ثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَلَقَّى السِّلَعُ حَتَّى تُبْلَغَ الْأَسْوَاقَ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ نُمَيْرٍ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ التَّلَقِّي.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودا بیچنے والوں کی ملاقات سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ خود بازار نہ پہنچ جائیں۔ یہ الفاظ ابن نمیر کی روایت میں ہیں، اور دوسرے راویوں نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ملنے سے منع فرمایا۔

۳۷۱۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کرتے ہیں۔

۳۷۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے جاکر) سوداگروں کے ملنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۷۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُتَلَقَّى الْجَلَبُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آگے جاکر) سوداگروں کے ملنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۷۱۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي هِشَامُ الْقُرَدُوسِيُّ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّى فَاشْتَرَى مِنْهُ فَإِذَا أَتَى سَيِّدُهُ السُّوقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا بیچنے والوں سے (آگے جاکر) نہ ملو، جس نے پہلے آگے جاکر سودا خرید لیا پھر سودے کا مالک بازار گیا (اور اس کو بازار کا بھاؤ معلوم ہو گیا) تو اس کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہے۔

تلقی جلب کا معنی تلقی کا معنی ہے ملنا، ملاقات کرنا اور جلب کا معنی ہے کسی چیز کو ہانک کر لانا۔ جَلَب جالب کی جمع ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو دیہاتوں سے سودا لے کر شہر میں بیچنے کے لیے آتے ہیں۔

تلقی جلب سے ممانعت کی حکمت تلقی جلب کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر ان تاجروں کا استقبال کرے جو شہر میں فروخت کرنے کے لیے غلہ اور دیگر اجناس لا رہے ہیں، اور وہ شخص ان تاجروں کے شہر میں داخل ہونے اور شہر کا نرخ معلوم ہونے سے پہلے ان سے ان کا مال خرید لے۔ اس ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ تاجروں کو ضرر سے بچایا جائے کیونکہ جب وہ شہر کا بھاؤ معلوم ہونے سے پہلے اپنا مال فروخت کر دیں گے تو بسا اوقات ان سے ملاقات کرنے والا شہر کے نرخ سے کم قیمت پر ان سے مال خرید لے گا اس طرح وہ تاجر نفع سے محروم رہیں گے۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس ممانعت سے مقصود شہر والوں کو ضرر سے بچانا ہے کیونکہ اگر تاجر خود شہر آکر سستے داموں سے اپنا مال فروخت کرتے تو تمام شہر والے کم قیمت سے مال خرید کر فائدہ اٹھاتے اب صرف اس ایک شخص نے فائدہ اٹھایا اور باقی شہر والوں کو فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی جلب سے منع فرما دیا۔

تلقی جلب میں فقہاء حنبلیہ کا موقف علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی نے تلقی جلب کر کے تاجروں سے کوئی چیز خرید لی اور بازار میں جاکر تاجروں کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ غبن کیا گیا ہے تو اگر وہ بیع فسخ کرنا چاہیں تو بیع فسخ کر سکتے ہیں" اہل علم میں سے عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، لیث، اوزاعی، امام شافعی اور اسحاق نے اس بیع کو مکروہ قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے (یہاں ابن قدامہ کو تسامح ہوا ہے امام اعظم کے نزدیک ضرر کی صورت میں یہ بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو پھر اس بیع میں کوئی حرج نہیں ہے اور باقی ائمہ کے اقوال کا بھی یہی مآل ہے۔ علامہ ابن قدامہ کا شکوہ بے جا ہے ـــــ سیدی غفرلہٗ) علامہ عبدالبر نے کہا کہ اگر کسی شخص نے اس حکم کی مخالفت کی اور تلقی جلب کر کے تاجروں سے کوئی چیز خرید لی تو تمام فقہاء کے نزدیک بیع صحیح ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ بیع فاسد ہے اور پہلا قول صحیح ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلقی جلب نہ کرو پس جس شخص نے تلقی جلب کر کے تاجر سے کوئی چیز خرید لی اور پھر تاجر بازار گیا تو اس

کو اختیار ہے (صحیح مسلم) اور اختیار صرف عقد صحیح میں ہوتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فی ذاتہ بیع کے ممنوع ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ تاجروں کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے جس کی تلافی بائع کو خیار فسخ دے کر ہو سکتی ہے۔ پس یہ بیع مقراۃ کے مشابہ ہے (امام ابوحنیفہ کے بھی یہی دلائل ہیں جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ سعیدی غفرلہٗ) برخلاف شہری کی دیہاتی سے بیع کے، کیونکہ اس میں تاجر کو نہیں بلکہ عام مسلمانوں کو ضرر ہے اور جب یہ مقرر ہو گیا تو بائع کو غبن کا علم ہونے کے بعد بیع رد کرنے کا اختیار ہے۔ اور اصحاب رائے نے یہ کہا ہے کہ اس کو اختیار نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ ہے کہ بائع کو اختیار ہے اور آپ کے قول کے مقابلہ میں کسی کے قول کا اعتبار نہیں ہے۔ (دبہ اقول، سعیدی) اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ بائع کو صرف غبن کی صورت میں اختیار ہے کیونکہ یہ اختیار ضرر کی وجہ سے ہے اور عدم غبن کی شکل میں کوئی ضرر نہیں ہے۔ امام شافعی کا ظاہر مذہب بھی یہی ہے [1]

تلقی جلب میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: تلقی رکبان (تلقی جلب) حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک جماعت طعام لے کر شہر آئے اور کوئی شخص ان کے شہر پہنچنے اور نرخ پر آگاہ ہونے سے پہلے ان سے مال خرید لے۔ اس کے حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ ممانعت کا علم ہونے کے باوجود قصداً تلقی کرے۔ اور اگر کسی شخص نے اس حکم کی مخالفت کر کے تلقی کر لی اور مال خرید لیا تو وہ گنہگار ہوگا اور بیع صحیح ہے، اور جب تک تاجر شہر میں آ کر نرخ معلوم نہ کر لیں ان کو بیع رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس کے بعد ان کے لیے اختیار ثابت ہوگا بشرطیکہ ان سے شہر کی قیمت سے کم پر مال خریدا گیا ہو، خواہ خریدار نے ان کو سچ خبر دی ہو یا جھوٹ، اور اگر ان سے شہر کی قیمت کے برابر یا زیادہ قیمت سے خریدا گیا ہو تو پھر دو قول ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں ان کو اختیار نہیں ہے، اور اگر تاجروں نے ملاقات کرنے والے سے خود خریدنے کی درخواست کی خواہ انھیں شہر کی قیمت کا علم تھا یا نہیں تو اس میں دو قول ہیں۔ اور اگر کسی شخص نے قصداً تلقی نہیں کی مثلاً وہ شکار یا کسی اور غرض سے شہر سے باہر نکلا اور تاجروں کو دیکھ کر ان سے کوئی چیز خرید لی تو اس میں بھی دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ اس نے قصداً تلقی نہیں کی، اور جمہور شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ گنہگار ہوگا کیونکہ ممانعت اس صورت کو بھی شامل ہے۔ پہلے قول کی تقدیر پر ان کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے اور دوسرے قول پر ان کو رد کرنے کا اختیار ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: جن صورتوں میں اختیار ہے ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ اختیار علی الفور ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اختیار تین دن تک رہے گا [2]

تلقی جلب میں فقہاء مالکیہ کا موقف

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: امام مالک نے فرمایا تلقی جلب کی ممانعت سے بازاروں کو ضرر سے بچانا مقصود ہے کیونکہ جب ایک

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴، ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۳ ص ۴۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

شخص شہر سے آگے جاکر تاجروں سے اشیاء خرید لے گا تو باقی بازار والے اس فائدے سے محروم رہیں گے، وہ فرماتے ہیں کہ جب تک تاجر شہر کے بازاروں میں نہ پہنچ جائیں کسی شخص کے لیے ان سے سودا خریدنا جائز نہیں ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب شہر کے قریب تاجروں سے مال خرید لیا جائے اور اگر دور جاکر خریدیں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ اور مذہب یہ ہے کہ قرب کی مقدار تین میل ہے نیز امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر یہ بیع ہو گئی تو جائز ہے لیکن خریدار بازار والوں کو بھی اس سودے میں شریک کرے۔[1]

تلقی جلب میں غیر مقلدین کا موقف

شیخ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں: کسی شخص کے لیے بھی تلقی جلب جائز نہیں ہے خواہ وہ اس کے لیے قصداً شہر سے نکلے یا تاجروں کے راستے پر کھڑا ہو، خواہ ملاقات کی جگہ شہر سے قریب ہو یا دور، خواہ وہ شہر سے ایک گز کے فاصلہ پر کھڑا یا اس سے کم، قربانی کے لیے خریدنا چاہتا ہو یا کھانے پینے کے لیے، خواہ تلقی سے ضرر ہو یا نہ ہو، جس شخص نے تلقی جلب سے کوئی چیز خریدی خواہ وہ کوئی چیز ہو تو تاجروں کو بازار میں جانے کے بعد بیع رد کرنے کا اختیار ہے خواہ وہ کئی سالوں کے بعد بازار جائیں اور ان کی رضامندی کا اس وقت اعتبار ہوگا جب وہ اپنی رضامندی کی تصریح کریں ان کا خاموش ہونا رضامندی نہیں ہے خواہ انھیں علم ہو یا نہ ہو، اگر خریدار مر جائے پھر بھی تاجروں کا خیار باقی رہے گا اور اگر تاجر مر جائے تو بیع مکمل ہو جائے گی، شیخ ابن حزم نے اپنے موقف پر متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن میں سے اکثر صحیح مسلم کے اس باب میں مذکور ہیں الاول جملہ یہ حدیث ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سودا بیچنے والوں سے (آگے جاکر) نہ ملو، جس نے پہلے جاکر سودا خرید لیا پھر وہ بازار گیا (اور اس کو بازار کا بھاؤ معلوم ہو گیا) تو اس کو (فسخ بیع کا) اختیار ہے۔[2]

تلقی جلب میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی فرماتے ہیں: اگر تلقی جلب سے شہر والوں کو حرج ہو (مثلاً اس چیز کا قحط ہو) تو یہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ کوئی حرج نہیں ہے، الا یہ کہ تلقی کرنے والا تاجروں پر قیمت ملتبس اور مشتبہ کر دے اس وقت ضرر اور ضرر کی وجہ سے یہ بیع مکروہ تحریمی ہے۔[3]

فقہاء احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع عن عبداللہ قال کنا نتلقی الرکبان فنشتری منھم الطعام فنھانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان نبیعہ حتی نبلغ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم تاجروں سے ملاقات کر کے ان سے طعام خریدتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طعام کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا جب تک کہ ہم

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۴۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۰ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایۃ اخیرین ص ۶، مطبوعہ مکتبہ شرکیہ ملتان، ۱۳۹۶ھ

به سوق الطعام۔ [1] اس طعام کو طعام کے بازار میں نہ لے جائیں۔

اس حدیث میں تلقی جلب کو مباح رکھا گیا ہے (اور قبضہ سے پہلے بیع کو منع کیا گیا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث میں ممانعت ہے وہ کسی علت پر مبنی ہیں اور وہ علت ضرر ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا تلقوا الجلب فمن تلقی فاشتری منه فاذا اتی سیدة السوق فهو بالخیار۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلقی جلب نہ کرو، جس شخص نے تلقی کی اور تاجروں سے خرید لیا تو جب وہ تاجر بازار جائے گا تو اس کو بیع رد کرنے کا) اختیار ہوگا۔

اگر تلقی جلب مطلقاً حرام اور ممنوع ہوتی جیسا کہ شیخ ابن حزم نے اسی حدیث سے سمجھا ہے تو یہ بیع مطلقاً باطل ہوتی اور بائع اور مشتری دونوں کو اس بیع کے فسخ کرنے پر مجبور کیا جاتا اور بازار جانے کی تقدیر پر بائع کو خیار فسخ نہ دیا جاتا۔ بائع کو خیار فسخ دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بیع کا انعقاد صحیح ہے البتہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بائع کو اس بیع میں دھوکا دیا گیا تھا تو غرر اور ضرر کی وجہ سے اس کو خیار فسخ ہوگا۔ اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ بیع کی کراہت کی علت غرر اور ضرر ہے اور یہ وجہ نہ پائی جائے تو بیع صحیح ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

شیخ ابن حزم نے اپنی شیریں گفتاری کی وجہ سے احناف کے استدلال کو عادات خبیثہ سے تعبیر کیا ہے! [3]

تلقی جلب میں خیار کی نفی کی وجہ سے فقہاء احناف پر مخالفت حدیث کا اعتراض اور اس کے جوابات

اس باب کی حدیث نمبر ۲۷۱۳ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص تلقی جلب کر کے تاجروں سے کوئی چیز خرید لے تو شہر میں آنے کے بعد تاجروں کو اس بیع کے رد کرنے کا اختیار ہے۔ چنانچہ ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین اس بیع میں تاجروں کے حق استرداد کے قائل ہیں البتہ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ تاجروں کو بیع رد کرنے کا اختیار نہیں ہے، چونکہ ان کا یہ قول بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے اس وجہ سے فقہائے احناف نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں:

امام طحاوی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم تلقی کیے جانے والے بائع کے لیے اختیار نہیں مانتے حالانکہ حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے،

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۸۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[3] شیخ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۴۵۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۰ھ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البیعان بالخیار مالم یتفرقا "جب تک بائع اور مشتری الگ الگ نہ ہوں ان کو بیع رد کرنے کا اختیار ہے۔" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب وہ الگ الگ ہو جائیں تو پھر ان کا اختیار نہیں رہتا۔ رہا خیار رویت تو چونکہ وہ تواتر کے ساتھ آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لیے وہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ احناف نے حدیث مذکور (البیعان بالخیار مالم یتفرقا) کے قاعدہ سے تلقی کیے جانے والے بائع کے اختیار کی نفی کی ہے، اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جو اس کے لیے اختیار ثابت ہے وہ دیانت پر محمول ہے یعنی اس حدیث کے مطابق بائع کے لیے اختیار دیانۃً ہے قضاءً نہیں ہے جیسا کہ "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" کا مقتضیٰ ہے۔ ہم نے "البیعان بالخیار" کو اصل اور قضاء پر اور حضرت ابوہریرہ کی روایت کو دیانت پر اس لیے محمول کیا ہے کہ پہلی بخاری اور مسلم کی متفق علیہ روایت ہے اور دوسری روایت میں امام مسلم منفرد ہیں۔

علامہ ابن الملک حنفی نے کہا ہے کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے کیونکہ تلقی کرنے والا اگر بائع سے شہر کی قیمت پر مال خریدے یا اس سے زیادہ قیمت پر مال خریدے تو پھر بالاتفاق بائع کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے یہی امام شافعی کا صحیح قول ہے (جیسا کہ روضۃ الطالبین کے حوالے سے گذر چکا ہے)۔

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ بغیر شرط کے اختیار ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے۔ شمس الائمہ سرخسی نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جب تم بیع کرو تو تین دن تک اختیار کی شرط لگا لیا کرو"[2] اس لیے بغیر شرط کے اختیار ثابت نہیں ہوگا، ہر چند کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے لیکن مخالفین پر حجت ہے۔ الغرض حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت چونکہ "البیعان بالخیار" اور حبان بن منقذ کی روایات اور اس کا عموم درایت کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ ابن الملک کی تقریر سے ظاہر ہو گیا اس لیے یہ حدیث متروک الظاہر ہے اور اس کی یہی توجیہ ہے کہ یہ دیانت پر محمول ہے۔

فقہاء احناف میں سے علامہ ابن ہمام نے ایک الگ موقف اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں امام اعظم کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہے اس لیے حدیث پر عمل کیا جائے اور امام اعظم کے قول کو چھوڑ دیا جائے لکھتے ہیں:

وکذا البیع من القادمین مع حاجۃ المقیمین فانہ لم یرض بالثمن المذکور الا علی تقدیر کونہ سعر البلد فیجب ان یکون غیر منعقد لعدم الرضاء بہ

جب شہر والوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو اس وقت اگر کوئی شخص باہر سے آنے والے تاجروں سے بیع کرے تو اس کا عقد منعقد ہونا واجب ہے۔ کیونکہ شہر کے بھاؤ پر فروخت کیے بغیر تاجر راضی نہیں ہوں گے۔ اس لیے عدم رضاء

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی مصری الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۱۔ ۲۰۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، ۱۴۰۴ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۳ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

كقول مالك او يثبت له خيار الفسخ كقول الشافعي وكون الوصف مجاوزا اولازما لا ينتفي ماذكرنا اذ الاصطلاحات لا تنفي المعاني الحقيقية المقتضية البطلان او الفساد على ان معنى الفساد ليس الا كون العقد مطلوب التفاسخ للمعصية بمباشرة المنهي عنه[1]

کی بناء پر امام مالک کے قول کے مطابق اس بیع کا غیر منعقد ہونا واجب ہے یا امام شافعی کے قول کے مطابق اس میں بائع کے لیے خیار فسخ واجب ہے۔ جس وصف کی وجہ سے اس بیع کی ممانعت کی گئی ہے (ضرر یا غرر) ہر چند کہ وہ وصف بیع کو عارض یا لازم ہے اور بیع میں داخل نہیں ہے لیکن اس سے ہماری بات کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہ اصطلاحات ان اسباب حقیقیہ کی نفی نہیں کرتیں جو بیع کے فساد یا بطلان کا تقاضا کرتی ہیں، کیونکہ فساد صرف اس وجہ سے ہے کہ چونکہ اس عقد کی وجہ سے ممنوع کام کا ارتکاب ہوتا ہے اس لیے یہ عقد فسخ کا تقاضا کرتا ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس علمی اور دقیق گفتگو سے یہ معلوم ہو گیا کہ انھوں نے خیار فسخ کو واجب قرار دیا ہے اور اس کی بناء حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ صحیح حدیث ہے، اور جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے سامنے کسی کے قول کا اعتبار نہیں ہے اس لیے واجب الاعتبار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اور جس طرح خیار رویت کو "البیعان بالخیار" سے خارج اور مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اسی طرح تلقی جلب میں بائع کے خیار کو بھی مستثنیٰ کرنا چاہیے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو متروک قرار دینے کے بجائے امام اعظم کے قول کو ترک کر دینا چاہیے، هذا مذهبي وللناس فيما يعشقون مذاهب.

نوٹ: علامہ ابن ہمام سے یہاں امام مالک کا مذہب بیان کرنے میں تسامح ہوا ہے۔ امام مالک کا صحیح مذہب وہ ہے جس کو ہم نے بدایۃ المجتہد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ بیع صحیح ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْحَاضِرِ لِلْبَادِي

باب ۴۸۸ شہری کو دیہاتی کا مال فروخت کرنے کی ممانعت

۳۷۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَقَالَ زُهَيْرٌ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے، زہیر کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَاضِرٍ لِبَادٍ۔

۳۷۱۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُتَلَقَّى الرُّكْبَانُ وَاَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کو ملنے سے منع فرمایا اور شہری کو دیہاتی کے ساتھ بیع کرنے سے منع فرمایا۔ طاؤس کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا شہری کو دیہاتی کی بیع سے ممانعت کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا اس کا دلال نہ بنے۔

۳۷۱۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ دَعُوا النَّاسَ يَرْزُقُ اللهُ بَعْضَهُمْ مِنْ بَعْضٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہری دیہاتی سے بیع نہ کرے، لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے رزق دیتا ہے۔

۳۷۱۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۳۷۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نُهِيْنَا اَنْ يَبِيْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ اَوْ اَبَاهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں اس چیز سے منع کیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی سے بیع کرے خواہ وہ اس کا باپ ہو یا بھائی ہو۔

۳۷۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُعَاذٌ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نُهِیْنَا اَنْ یَّبِیْعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

ہمیں اس چیز سے روک دیا گیا ہے کہ شہری دیہاتی سے بیع کرے۔

شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: شہری کی دیہاتی سے بیع حرام ہے اور وہ یہ ہے کہ دیہاتی اس وقت کے نرخ پر سودا فروخت کرنے کیلئے شہر میں لائے اور اس کے پاس شہری آکر کہے کہ اپنا سامان میرے پاس رکھو تاکہ میں تمہارے سامان کو موجودہ نرخ سے زیادہ پر تدریجاً بیچ دوں۔ اس بیع کی تحریم کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(ا) بیع کرنے والے کو علم ہو کہ یہ بیع منع ہے اور یہ شرط تمام ممنوعات کو شامل ہے۔

(ب) جس سودے کو بیچنے کے لیے لایا گیا ہو اس کی لوگوں کو عام حاجت ہو جیسے کھانے پینے کی چیزیں۔ اور جن چیزوں کی عام ضرورت نہیں ہوتی وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں۔

(ج) اس چیز کی بیع سے شہر میں دقت ہو اگر شہر کے بڑے ہونے یا اس چیز کے کم ہونے یا اس چیز کے عام ہونے اور نرخ کے کم ہونے کی وجہ سے یہ دقت نہ ہو تو پھر دو قول ہیں اور حدیث کے موافق یہ ہے کہ پھر بھی حرام ہے۔

(د) شہری، دیہاتی پر بیع پیش کرے اور اس کو بیع کی دعوت دے۔ لیکن اگر دیہاتی نے خود شہری سے بیع کی درخواست کی ہے یا اس چیز کو بیچنے کے لیے شہری کے پاس ٹھہرنے کا قصد کیا ہے اور شہری نے کہا یہ معاملہ میرے سپرد کر دو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں لوگوں کو ضرر نہیں ہے۔

اگر ان چاروں شرطوں کے باوجود شہری دیہاتی سے سودا خرید لے تو اس کا یہ فعل حرام ہے، وہ گنہگار ہوگا اور بیع صحیح ہے اور خریدنے والے کے لیے خیار شرط نہیں ہوگا[1]

شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کہ اگر شہری دیہاتی سے بیع کرے تو یہ بیع باطل ہے (الی قولہ) امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ بیع مکروہ ہے، اور ابو اسحٰق بن شاقلا نے نقل کیا ہے کہ حسن بن علی مصری نے امام احمد سے پوچھا کہ شہری کا دیہاتی سے خریدنا جائز ہے؟ امام احمد نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے! حسن بن علی مصری نے کہا جس حدیث میں اس کی ممانعت ہے اس کا کیا جواب ہوگا؟ امام احمد نے فرمایا یہ ابتداء اسلام پر محمول ہے جب مسلمان تنگ حال تھے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیع صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے (امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بیع علی الاطلاق صحیح نہیں ہے بلکہ خاص صورت میں صحیح ہے علامہ ابن قدامہ نے امام

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۳ ص ۴۱۲، مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

ابوحنیفہ کا مذہب صحیح نقل نہیں کیا ـــــ سیدی) علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ مختار پہلا قول ہے کیونکہ حدیث میں نہی عام ہے۔ خرقی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس بیع کے حرام ہونے کی تین شرطیں ہیں:

(ا) شہری دیہاتی سے بیع کرنے کا قصد کرے۔

(ب) دیہاتی کو شہر کا نرخ معلوم نہ ہو۔

(ج) دیہاتی شہر میں سودا فروخت کی غرض سے لایا ہو۔

قاضی نے دو شرطیں مزید عائد کی ہیں:۔

(د) دیہاتی اس دن کے بھاؤ پر بیچنے کے لیے مال لایا ہو۔

(ہ) شہر والوں کو اس مال کی ضرورت ہو اور بیع میں تاخیر سے ان پر تنگی ہو۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جب یہ شرائط پائی جائیں تو بیع حرام ہے۔ علامہ خرقی اور امام احمد نے اس بیع کے بطلان کی تصریح کی ہے اگرچہ امام احمد سے ایک قول اس بیع کے جواز کا بھی منقول ہے۔[1]

شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء مالکیہ کا موقف

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے کہا ہے کہ شہری دیہاتیوں سے بالکل بیع نہ کرے۔ اور ابن حبیب سے یہ روایت ہے کہ شہریوں کا خانہ بدوشوں سے بیع کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک نے اس بیع کو بالخصوص خانہ بدوشوں پر محمول کیا ہے جو شہر کے نرخ سے ناواقف ہوتے ہیں اور شہریوں کی خانہ بدوشوں سے بیع کو ناجائز قرار دیا ہے۔[3]

شہری کی دیہاتی سے بیع میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: شہری کی دیہاتی سے بیع اس وقت منع ہے جب شہر میں قحط ہو یا اس چیز کی ضرورت ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شہری دیہاتی سے مہنگے داموں بیچنے کی طمع میں کوئی چیز خریدے کیونکہ اس میں اہل شہر کو ضرر ہے۔ ہاں اگر ان کو ضرر نہ ہو تو پھر جائز ہے۔[4]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: اس کی صورت یہ ہے کہ شہری دلال دیہاتی کو بیع سے روک دے، اور اس سے کہے تم خود نہ بیچو۔ میں اس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور شہری اس سے خرید کر مہنگے داموں بیچ دے اور اگر وہ اس کو چھوڑ دیتا اور دیہاتی خود بیچتا تو شہر والے اس چیز کو سستے داموں سے خریدتے۔[5]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۵۱ ـ ۱۵۰ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی قرطبی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۸۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخیرین ص ۶۰ مطبوعہ مطبع مکتبہ شرکیہ ملتان ۱۳۹۶ھ

[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۰۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بَابُ ۴۸۹ حُكْمِ بَيْعِ الْمُصَرَّاةِ

بیع مصراۃ کا حکم

۳۷۲۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَلْيَنْقَلِبْ بِهَا فَلْيَحْلُبْهَا فَاِنْ رَضِيَ حِلَابَهَا اَمْسَكَهَا وَاِلَّا رَدَّهَا وَمَعَهَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مصراۃ (وہ دودھ دینے والی بکری یا گائے جس کے تھن باندھ کر دودھ روک دیا گیا ہو) خریدے پھر لے جا کر اس کا دودھ نکالے پھر اگر اس کو دودھ (کی مقدار) پسند آجائے تو اس کو رکھ لے ورنہ اس کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔ (ایک صاع ۲۰۴۵ کلوگرام کے برابر ہے)۔

۳۷۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ فِيْهَا بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا وَاِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مصراۃ بکری خریدی اُس کو تین دن تک اِس کا اختیار ہے کہ چاہے تو اس بکری کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس بکری کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں بھی دے۔

۳۷۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ قَالَ نَا قُرَّةُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ رَدَّهَا رَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ لَا سَمْرَاءَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مصراۃ بکری خریدی اس کو تین دن تک اختیار ہے اگر وہ اس کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام بھی دے گندم ضروری نہیں ہے۔

۳۷۲۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مصراۃ بکری

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَهَا وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ لَا سَمْرَاءَ.

خریدے اس کو دو باتوں کا اختیار ہے۔ اگر چاہے تو اس بکری کو رکھ لے اور اگر چاہے تو اس بکری کو واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے، گندم دینا ضروری نہیں ہے۔

۳۷۲۴- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى مِنَ الْغَنَمِ فَهُوَ بِالْخِيَارِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں بکری کے لیے شاۃ کی بجائے غنم کا لفظ ہے۔

۳۷۲۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَا أَحَدُكُمُ اشْتَرٰى لِقْحَةً مُصَرَّاةً أَوْ شَاةً مُصَرَّاةً فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْلُبَهَا إِمَّا هِيَ وَإِلَّا فَلْيَرُدَّهَا وَصَاعًا مِّنْ تَمْرٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مصراۃ اونٹنی یا مصراۃ بکری خریدے تو دودھ دوہنے کے بعد اس کو دو چیزوں کا اختیار ہے یا تو اس کو رکھ لے یا واپس کر دے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی واپس دے۔

مصراۃ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

مصراۃ کا مصدر تصریہ ہے اور مادہ صری ہے اس کا معنی ہے جمع کرنا، عرب کہتے ہیں "صریت الماء فی الحوض" "میں نے حوض میں پانی جمع کر لیا" صری الماء فی ظهره "اس کی پشت میں پانی جما ہے"، یعنی اس نے شادی نہیں کی۔ ابو عبید نے کہا اس کا معنی روکنا ہے "التصریة حبس الماء" "تصریہ کا معنی پانی روکنا ہے"، امام شافعی نے کہا تصریہ، یہ ہے کہ اونٹنی یا بکری کے تھنوں کو باندھ دیا جائے اور دو تین دن ان کا دودھ نہ دوہا جائے حتیٰ کہ ان کا دودھ جمع ہو جائے اور اس وجہ سے خریدار یہ گمان کرے کہ یہ عادتاً اتنا دودھ دیتی ہے اور اس کی قیمت زیادہ لگائے۔

تصریہ خواہ بکری کا ہو یا اونٹنی کا یا کسی اور دودھ دینے والے جانور کا، یہ حرام ہے کیونکہ اس میں خریدار کو دھوکا دیا جاتا ہے اور بیع صحیح ہے اس میں حسب ذیل مذاہب ہیں:

مصراۃ کی بیع میں فقہاءِ شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ تصریہ حرام ہے اور بیع صحیح ہے، اور جب خریدنے والے کو تصریہ کا علم ہو جائے تو وہ اس مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ دھوکے سے بیع کی گئی ہے۔ اس امر میں ہمارے اصحاب شافعیہ کا اختلاف ہے کہ علم کے باوجود آیا یہ اختیار اسی وقت ہوتا ہے یا تین دن تک رہتا ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ اختیار اسی وقت ہوتا ہے البتہ اگر اس کو فوراً پتا نہ چلے تو تین دن تک یہ اختیار رہتا ہے کیونکہ عموماً تین دن سے پہلے اس کا پتا نہیں چلتا کیونکہ جب دوسرے دن پہلے دن سے کم دودھ نکلے تو یہ احتمال بھی ہے کہ اس نے اس دن کم کھایا ہو یا اور کوئی وجہ ہو لیکن جب لگاتار تین دن تک وہ کم دودھ دے تو اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ وہ مصراۃ ہے۔ پھر جب دودھ دوہنے کے بعد وہ مصراۃ کو واپس کرنے کا فیصلہ کرے تو اس کو ایک صاع کھجور بھی دینا ہو گی، خواہ دودھ کم دوہا ہو یا زیادہ اور خواہ مصراۃ بکری ہو، اونٹنی ہو یا گائے۔ یہ ہمارا مذہب ہے۔ امام مالک، لیث ابن ابی لیلیٰ، ابو یوسف، ابو ثور اور دیگر فقہاء اور محدثین کا بھی یہی موقف ہے اور یہی نظریہ سنت کے موافق ہے اور ہمارے بعض اصحاب شافعیہ کا قول یہ ہے کہ شہر کے عام طعام میں سے ایک صاع دے یہ کھجور کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (ایک صاع چار کلوگرام اور ڈھائی سو گرام کے برابر ہے)۔ امام ابو حنیفہ، بعض مالکیہ اور عراق کے بعض علماء اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ ایک صاع کھجور نہیں دی جائے گی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی کوئی چیز تلف کر دے تو اگر وہ مثلی ہو تو اس کی مثل دی جاتی ہے، ورنہ اس کی قیمت اور اس کے بدلہ میں کسی اور جنس کی کوئی چیز دینا خلاف قاعدہ ہے، اور جمہور نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب کسی چیز کا سنت میں حکم آ جائے تو اس پر عقل سے اعتراض نہیں کیا جاتا۔

حدیث میں جو ایک صاع کھجور واپس کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی عام خوراک کھجوریں تھیں، اس لیے شریعت کا حکم اسی پر باقی اور مستمر رہا۔ اور دودھ کی مثل یا اس کی قیمت کو نہیں واجب کیا بلکہ دودھ قلیل ہو یا کثیر ہر حال میں ایک صاع کھجوروں کو واجب کیا ہے تاکہ ایک شرعی ضابطہ مقرر ہو جائے اور اختلاف کی صورت میں اس ضابطہ کی طرف رجوع کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف اور نزاع دور کرنے پر بہت حریص تھے، نیز بیع مصراۃ اکثر دیہاتوں میں ہوتی ہے جہاں اکثر دودھ تلف ہو جاتا ہے اور اس کی قلت اور کثرت میں اختلاف ہوتا ہے، اس لیے شریعت نے ان کے لیے ایک ضابطہ مقرر کر دیا جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو سکے اور وہ ایک صاع کھجوریں ہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ پیٹ کے بچہ کو اگر کوئی شخص ضائع کر دے تو اس کی جنایت ایک غرہ (غلام یا لونڈی) ہے خواہ پیٹ کا بچہ مذکر ہو یا مؤنث، اس کی خلقت پوری ہو یا ناقص، حسین ہو یا قبیح [1]

بیع مصراۃ میں فقہاءِ حنبلیہ کا موقف

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تدلیس سے قیمت زیادہ کرے مثلاً تھنوں میں دودھ روک لے تو خریدار اس جانور کو واپس کر سکتا ہے اور مصراۃ کے ساتھ دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا۔ علامہ مرداوی لکھتے ہیں کہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ایک صاع کھجوروں کا واپس کرنا شرط ہے خواہ ان کی قیمت دودھ سے زیادہ ہو یا کم اکثر اصحاب حنبلیہ کا یہی موقف ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۴ ص ۳۹۹، ۳۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۶ھ

بیع مصرّاۃ میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کا مشہور قول حدیث کے مطابق ہے یعنی خریدار چاہے تو مصرّاۃ کو واپس کر سکتا ہے اور اس کو ایک صاع کھجوریں دینی ہوں گی [1]

علامہ بدر الدین عینی نے امام مالک کا جو مذہب نقل کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ شہر میں جو خوراک عام طور پر کھائی جاتی ہے اس میں سے ایک صاع دینا ہوگا۔ علامہ اشبیلی مالکی نے شرح موطا امام مالک میں اسی طرح لکھا ہے۔ لیث، اسحاق، ابو ثور، ابو عبید، ابو سلیمان، ابن ابی لیلیٰ اور احناف میں سے ابو یوسف اور امام زفر کا نظریہ وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ [2]

بیع مصرّاۃ میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا موقف یہ ہے کہ خریدار مصرّاۃ کو واپس نہیں کر سکتا، کیونکہ تصریہ (تھنوں میں دودھ روکنا) عیب نہیں ہے، البتہ بائع نے جو اس سے تلبیس کی ہے اور اس وجہ سے خریدار کو معروف قیمت سے زیادہ قیمت لگانے کا جو نقصان ہوا ہے اس لیے خریدار بائع سے اتنے پیسے واپس لے سکتا ہے۔ [3]

فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل نہیں کیا کیونکہ اولاً تو یہ حدیث مضطرب ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے، ثانیاً یہ حدیث قرآن مجید، سنت، اجماع اور قیاس کے مخالف ہے ثالثاً یہ حدیث منسوخ ہے۔ ان دلائل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حدیث مصرّاۃ مضطرب ہے

حدیث مصرّاۃ کی بعض روایات میں ایک صاع کھجور دینا لازم ہے، بعض روایات میں ہے ایک صاع طعام دیا جائے گا جو گندم نہ ہو، بعض روایات میں ہے ایک صاع گندم ہو، بعض روایات میں ہے دودھ کی مقدار یا دوگنا گندم دیا جائے گا۔ ان کے حوالوں کی تفصیل یہ ہے:

امام مسلم، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

وإلا ردها ومعها صاع من تمر [4]

ورنہ مصرّاۃ کو واپس کرے اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجوریں دے۔

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں:

فان ردها، رد معها صاعا من طعام لا سمراء [5]

اگر مصرّاۃ واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع طعام واپس کرے جو گندم نہ ہو۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷۰، " " "

[4] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[5] " " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴ " " "

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

رواہ البزار من طریق اشعث بن عبد الملک عن ابن سیرین بلفظ ان ردھا ردھا ومعھا صاع من بر سمراء۔ [1]

امام بزار نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے: اگر مصراۃ کو واپس کرے تو اس کے ساتھ ایک صاع گندم بھی واپس کرے جو سمراء (گندم کی ایک قسم ہے) نہ ہو۔

امام ابو داؤد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

فان ردھا رد معھا مثل او مثل لبنھا قمحا۔ [2]

اگر مصراۃ کو واپس کرے تو اس کے ساتھ دودھ کی مقدار یا اس کے مثل گندم دے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی جنس اور اس کی مقدار دونوں میں اضطراب ہے۔

حدیث مصراۃ قرآن مجید کے خلاف ہے

حدیث مصراۃ کا یہ تقاضا ہے کہ خریدار نے جو دودھ استعمال کیا ہے اس کے عوض میں ایک صاع کھجور یا کوئی اور طعام دے اور ایک صاع کھجور یا طعام کی مالیت اس استعمال شدہ دودھ سے کم بھی ہو سکتی ہے اور زیادہ بھی جبکہ قرآن مجید میں تصریح ہے کہ بدلے اور عوض میں مساوات ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ (بقرہ: ۱۹۴)

جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اس کے بدلے میں اتنی ہی زیادتی کرو۔

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ (شوریٰ، ۴۰)

برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ۔ (نحل، ۱۲۶)

اگر تم کو تکلیف پہنچائی جائے تو تم بھی اتنی ہی سزا دو جتنی تکلیف تم کو پہنچائی گئی ہے۔

حدیث مصراۃ ان آیات کے خلاف ہے اور جو حدیث صریح قرآن کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہے اور اس کا خلاف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قول رسول نہیں ہے۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: انہا تکون بعدی رواۃ یروون عنی الحدیث فاعرضوا حدیثھم

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کچھ لوگ مجھ سے احادیث روایت کریں گے، ان

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع الثانی، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

علی القرآن، فما وافق القرآن فخذوا به، وما لم یوافق القرآن فلا تاخذوا به۔[1]

احادیث کو قرآن پر پیش کرو، جو حدیث قرآن کے موافق ہو اس پر عمل کرو اور جو قرآن مجید کے موافق نہ ہو اس پر عمل نہ کرو۔

حدیث مصراۃ سنت کے خلاف ہے

حدیث مصراۃ میں ہے کہ بیع کے بعد خریدار مبیع کو واپس کر سکتا ہے اور یہ حکم اس حدیث کے خلاف ہے:

عن حکیم بن حزام عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البیعان بالخیار مالم یتفرقا۔[2]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خریدار اور بائع کو اس وقت تک اختیار ہوتا ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہو جائیں۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ تفریق کے بعد بائع یا خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں ہے ہر چند کہ یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے لیکن ائمہ ثلاثہ چونکہ مفہوم مخالف کے قائل ہیں اس لیے یہ حدیث ان پر حجت ہے۔

حدیث مصراۃ میں مصراۃ کے دودھ کے بدلے میں ایک صاع کھجور یا طعام لازم کیا گیا ہے، حالانکہ جو چیز کسی کی ضمان میں ہو (یعنی اس چیز کے تلف ہونے کی صورت میں اس کا تاوان کسی اور پر نہ ہو بلکہ خود اسی کا نقصان ہو) اس کی آمدنی بھی اسی کی ہوتی ہے، اور ائمہ ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شخص نے بکری خریدی اور اس کا دودھ استعمال کرتا رہا بعد میں وہ اس بکری کے کسی قدیم عیب پر مطلع ہوا جو عیب بائع کے ہاں سے آیا ہے تو وہ بکری واپس کر سکتا ہے اور دودھ کا تاوان اس پر نہیں ہوگا، کیونکہ بکری اس کی ضمان میں تھی اگر مر جاتی تو اس کا نقصان ہوتا بائع پر اس کا تاوان نہ ہوتا لہٰذا اس بکری کی آمدنی بھی اسی کی ہوگی اور یہ حکم اس حدیث سے ثابت ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخراج بالضمان۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی چیز کا نفع (یا آمدنی) اس کے ضمانت کے سبب سے ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۰۶ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰۹، ۲۰۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[7] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۶ ص ۴۹، ص ۲۰۸، ص ۲۲۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام ترمذی "الخراج بالضمان" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: خراج بالضمان کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اور اس سے فائدہ اٹھایا پھر اس میں عیب نظر آیا تو وہ بائع کو وہ غلام واپس کر دے گا اور اس کا حاصل شدہ فائدہ خریدار کا ہوگا کیونکہ اگر غلام ہلاک ہو جاتا تو خریدار کا مال ضائع ہوتا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الخراج بالضمان کا جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے اعتبار سے مصراۃ کا دودھ خریدار کا ہے اور اس کے عوض میں ایک صاع طعام یا کوئی اور چیز بائع کو دینا لازم نہیں ہے اور حدیث مصراۃ اس کے خلاف ہے نیز واضح ہوا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ سنت "البیعان بالخیار مالم یتفرقا" جب تک بائع اور مشتری متفرق نہ ہوں ان کو اختیار ہے، کے بھی خلاف ہے اور آپ کی ایک اور قائم کردہ سنت "الخراج بالضمان" کے بھی خلاف ہے اور پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: سیاتیکم عنی احادیث مختلفة، فما جاءکم موافقا لکتاب الله و سنتی فهو منی و ما جاءکم مخالفا لکتاب الله وسنتی فلیس منی۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس مختلف احادیث پہنچیں گی۔ پس اگر تمہارے پاس ایسی حدیث آئے جو کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق ہو وہ میری حدیث ہے اور اگر تمہارے پاس ایسی حدیث آئے جو کتاب اللہ اور میری سنت کے مخالف ہو وہ میری حدیث نہیں ہے

بیع مصراۃ قرآن اور سنت کے خلاف ہے اور جو روایت قرآن اور سنت کے خلاف ہو وہ حدیث رسول نہیں ہے لہٰذا اس روایت سے ائمہ ثلاثہ کا استدلال باطل قرار پایا۔

حدیث مصراۃ اجماع امت کے خلاف ہے

اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ضمان کی دو قسمیں ہیں مثلی اور معنوی اور ایک صاع کھجوریں کسی قسم میں داخل نہیں ہیں دودھ کی مثل نہ ہونا تو ظاہر ہے اور ایک صاع کھجوریں استعمال شدہ دودھ کی قیمت نہیں ہیں یہ بھی ظاہر ہے کیونکہ دودھ کم ہو یا زیادہ ہر صورت میں اس کا بدل ایک صاع کھجوریں ہی ہیں۔

حدیث مصراۃ قیاس کے خلاف ہے

مصراۃ کے دودھ کے بدلے میں ایک صاع کھجوریں دینا قیاس کے بھی خلاف ہے، کیونکہ خریدار نے جس دودھ کو دوہا ہے اس میں وہ دودھ بھی شامل ہے جو بیع کے وقت مصراۃ میں تھا اور وہ دودھ بھی ہے جو بعد کو مصراۃ میں پیدا ہوا، اگر یہ کہا جائے کہ اس

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۰۶ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

تمام دودھ کی قیمت واپس کرنا خریدار پر لازم ہے تو اس میں خریدار کا نقصان ہے کیونکہ جو دودھ اس کی ملک میں پیدا ہوا اس کا واپس کرنا اس پر لازم نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ کسی دودھ کی قیمت واپس کرنا اس پر لازم نہیں ہے تو اس میں بائع کا نقصان ہے کیونکہ عقد بیع کے وقت مصراۃ میں جو دودھ تھا وہ بائع کی ملکیت تھا، اور اگر یہ کہا جائے کہ جو دودھ بیع کے وقت تھا اس کی قیمت واپس کی جائے تو اس دودھ کی مقدار مجہول ہے اس لیے اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت قیاس صحیح کے خلاف ہو اس پر عمل نہیں ہوتا مثلاً جب حضرت ابوہریرہ نے یہ روایت بیان کی جو شخص جنازہ اٹھائے اس پر وضو لازم ہے تو حضرت ابن عباس نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا: کیا جو شخص خشک لکڑیاں اٹھائے اس پر وضو لازم ہے؟ اسی طرح حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے جس چیز کو آگ نے چھوا ہو اس سے وضو لازم ہے[1]

جو خبر واحد، قرآن مجید، سنت معروفہ، اجماع یا عقل کے خلاف ہو وہ غیر مقبول ہے

حدیث مصراۃ پر ہم نے مفصل گفتگو کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ یہ حدیث نص قرآن، سنت ثابتہ، اجماع امت اور قیاس صحیح کے مخالف ہے اور جو خبر واحد ان اصول میں سے کسی ایک کے بھی مخالف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

ولا یقبل خبر الواحد فی منافاۃ حکم العقل وحکم القرآن الثابت المحکم والسنۃ المعلومۃ والفعل الجاری مجری السنۃ وکل دلیل مقطوع بہ وانما یقبل بہ فیما لا یقطع بہ مما یجوز ورود التعبد بہ۔[2]

جو خبر واحد عقل، قرآن محکم، سنت معروفہ اور دلیل قطعی کے حکم کے مخالف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی، خبر واحد امور ظنیہ غیر قطعیہ میں مقبول ہوتی ہے جن امور کے ساتھ عبادت کرنا جائز ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ومنہا ما یؤخذ من حال المروی کان یکون منافیا لنص القرآن او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی او صریح العقل حیث لا یقبل شیء من ذلک التاویل[3]

خبر موضوع کے قرائن میں سے یہ ہے کہ وہ نص قرآن، سنت متواترہ، اجماع قطعی یا عقل صریح کے مخالف ہو اور اس کی کوئی (صحیح) تاویل نہ ہو سکے۔

عبداللہ بن حسین خاطر السیمین[4]، ملا علی قاری[5] اور قاضی محمد اکرم[6] سندھی نے شرح نخبۃ الفکر کی شروح میں اس قاعدہ کو برقرار رکھا ہے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۳ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۴۳۲، مطبوعہ، مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر

[4] علامہ عبداللہ بن حسین خاطر السیمین، لقط الدرر ص ۸۳ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ مصطفی البابی حلبی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[5] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۶ - ۱۲۵ مطبوعہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[6] قاضی محمد اکرم سندھی، امعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۱۲۳ مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ حیدر آباد سندھ

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ان من جملة دلائل الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل، ویلتحق به ما یدفعه الحس والمشاهدة او یکون منافیاً لدلالة الکتاب القطعیة او السنة المتواترة او الاجماع القطعی۔[1]

حدیث کے موضوع ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے مخالف ہو اور کسی تاویل کو قبول نہ کرے اور اسی کے ساتھ یہ بھی لاحق ہے کہ حس اور مشاہدہ اس کو رد کرے یا وہ کسی آیت کی دلالت قطعیہ، سنت متواترہ یا اجماع قطعی کے منافی ہو۔

ہمارا مقصد اس حدیث کو موضوع قرار دینا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث قرآن مجید کی قطعی الدلالۃ آیات، سنت معروفہ، اجماع امت اور قیاس صحیح کے خلاف ہے اس لیے یہ حدیث مقبول نہیں ہے اور اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، جیسا کہ خطیب بغدادی نے صراحۃً لکھا ہے اور باقی عبارات ہم نے اس کی تائید میں پیش کی ہیں۔ علامہ محب اللہ بہاری حدیث مصراۃ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حق یہ ہے کہ اس حدیث سے امام شافعی کے استدلال کو رد کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جزاء سیئة سیئة مثلها" اور "فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم" نیز اس پر اجماع ہو چکا ہے، اور یہ سنت مشہورہ "الخراج بالضمان" کے بھی خلاف ہے۔[2]

حدیث مصراۃ منسوخ ہے

حدیث مصراۃ کی اگر کوئی توجیہ کی جا سکتی ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ حدیث مصراۃ میں چونکہ علی الاطلاق دودھ کے بدلے میں ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم ہے اور ایک صاع کھجوریں دودھ سے زیادہ بھی ہو سکتی ہیں اس لیے اس کا جواز اس وقت تک تھا جب تک سود کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی اور سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد اس پر عمل منسوخ ہو گیا۔ یہ جواب علامہ عینی نے عیسیٰ بن ابان سے نقل کیا ہے۔[3]

حدیث مصراۃ کا محمل

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب کوئی شخص مصراۃ خریدے تو اپنے لیے خیار شرط رکھ لے، یہی وجہ ہے کہ اس کو واپس کرنے کے لیے حدیث میں تین دن کی شرط لگائی گئی ہے ورنہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے کی کوئی حد نہیں ہے اور حدیث میں تصریہ کا ذکر اس لیے ہے تاکہ شرط خیار لگانے کا سبب بیان ہو جائے اور اگر شرط خیار نہیں لگائی تو واپس نہیں کر سکتا۔[4] بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ مصراۃ کو... واپس کرنے کا یہ حکم دیانۃً ہے قضاءً نہیں ہے۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۲ھ۔

[2] علامہ محب اللہ بہاری، مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت ج ۲ ص ۱۴۶ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۲۹۴ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۳ ص ۳۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

بَابُ ۴۹ بُطْلَانِ بَيْعِ الْمَبِيعِ قَبْلَ الْقَبْضِ

قبضہ سے پہلے کسی چیز کو بیچنا باطل ہے

۳۷۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ قَالَا نَا حَمَّادٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ مِثْلَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اناج (غلہ) خریدے وہ اس اناج کو وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں ہر چیز کو اناج پر قیاس کرتا ہوں۔

۳۷۲۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَا نَا سُفْيَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ وَهُوَ الثَّوْرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۷۲۸ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَأَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ بِمَنْزِلَةِ الطَّعَامِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں ہر چیز کا حکم اناج کی طرح ہے۔

۳۷۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُوكُرَيْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لِمَ فَقَالَ اَلَا تَرَاهُمْ يَبْتَاعُونَ بِالذَّهَبِ وَالطَّعَامُ مُرْجًا وَلَمْ يَقُلْ اَبُوكُرَيْبٍ مُرْجًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو ناپنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ سونے اور اناج کے ساتھ میعادی بیع کرتے ہیں۔ ابوکریب کی روایت میں میعاد کا ذکر نہیں ہے۔

۳۷۳۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اناج خریدے وہ اس کو وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔

۳۷۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَاعُ الطَّعَامَ فَيَبْعَثُ عَلَيْنَا مَنْ يَاْمُرُنَا بِانْتِقَالِهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي ابْتَعْنَاهُ فِيهِ اِلٰى مَكَانٍ سِوَاهُ قَبْلَ اَنْ نَبِيعَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اناج خریدتے تھے پھر آپ ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجتے جو ہمیں بیچنے سے پہلے اناج کو خریدی ہوئی جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتا تھا۔

۳۷۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ قبضہ سے پہلے اس کو فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن

نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قَالَ وَكُنَّا نَشْتَرِي الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ جُزَافًا فَنَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى نَنْقُلَهُ مِنْ مَكَانِهِ.

عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم سواروں سے بغیر ناپ تول کے اندازاً اناج خرید تے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس اناج کو وزن کرنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کر دیا۔

۳۷۳۳- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرَى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ وَيَقْبِضَهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو وزن کرنے اور قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے

۳۷۳۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ وَقَالَ عَلِيٌّ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو قبضہ سے پہلے فروخت نہ کرے۔

۳۷۳۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمْ كَانُوا يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَرَوْا طَعَامًا جُزَافًا أَنْ يَبِيعُوهُ فِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگوں کو اس پر مارا جاتا تھا کہ وہ اندازاً اناج خریدتے اور اس کو منتقل کرنے سے پہلے فروخت کر دیتے تھے۔

مَكَانِهِ حَتّٰى يُحَوِّلُوهُ ۔

۳۷۲۶ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدْ رَاَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ابْتَاعُوا طَعَامًا جُزَافًا يُضْرَبُونَ اَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ ذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْوُوهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ كَانَ يَشْتَرِي الطَّعَامَ جُزَافًا فَيَحْمِلُهُ اِلٰى اَهْلِهِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کو اس پر مار پڑتی تھی کہ لوگ اندازاً (ڈھیر کے ڈھیر) اناج خریدتے اور اس کو اپنے گھر منتقل کرنے سے پہلے فروخت کر دیتے تھے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ ان کے والد اناج کا ایک ڈھیر خریدتے تھے اور اس اناج کو اپنے گھر لے آتے تھے۔

۳۷۲۷ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَشَجِّ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتّٰى يَكْتَالَهُ وَفِي رِوَايَةِ اَبِي بَكْرٍ مِنِ ابْتَاعَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اناج خریدے وہ اس کو ناپنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔ ابو بکر کی روایت میں (اشتری کی بجائے) "ابتاع" کا لفظ ہے۔

۳۷۲۸ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ لِمَرْوَانَ اَحْلَلْتَ بَيْعَ الرِّبَا فَقَالَ مَرْوَانُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَحْلَلْتَ بَيْعَ

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مروان سے کہا: کیا تم نے سود کی بیع کو حلال کر دیا ہے؟ مروان نے کہا: میں نے کیا کیا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ نے کہا تم نے ہنڈی (Bill of Exchange) کی بیع کو جائز کر دیا ہے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبضہ سے پہلے اناج کی بیع کو منع فرمایا ہے۔ پھر مروان نے لوگوں کو خطبہ دیا اور لوگوں کو ہنڈی کی بیع سے منع کر دیا ــــ سلیمان کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ سپاہی لوگوں

الْعِسْكَاكِ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتّٰى يُسْتَوْفٰى فَخَطَبَ مَرْوَانُ النَّاسَ فَنَهٰى عَنْ بَيْعِهَا قَالَ سُلَيْمَانُ فَنَظَرْتُ إِلٰى حَرَسٍ يَأْخُذُوْنَهَا مِنْ أَيْدِي النَّاسِ.

کے ہاتھوں سے ہنڈیاں چھین رہے تھے۔

نوٹ: ہنڈی کی وضاحت شرح میں آئے گی۔

۳۷۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا رَوْحٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا ابْتَعْتَ طَعَامًا فَلَا تَبِعْهُ حَتّٰى تَسْتَوْفِيَهُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اناج خریدو تو اس کا وزن کرنے سے پہلے فروخت نہ کرو۔

بیع قبل القبض کی ممانعت کی حکمتیں

بیع قبل القبض سے ممانعت کی ایک واضح حکمت یہ ہے کہ جب خریدار مبیع پر قبضہ کرے گا تو اس میں بائع کے تصرف کرنے کا امکان ختم ہو جائے گا ورنہ ہو سکتا ہے کہ بیچنے کے بعد بائع کو زیادہ منافع والا کوئی اور گاہک مل جائے تو وہ خریدار کو مبیع پر قبضہ نہ دے اور بیع فسخ کر دے۔

ہمارے زمانے میں اس حکم کی ایک حکمت یہ ظاہر ہوئی ہے کہ بیع قبل القبض کی وجہ سے سٹے کو فروغ ہوتا ہے اور اجناس کی قیمت دس بیس گنا زیادہ ہو جاتی ہے جس سے صارفین کا استحصال ہوتا ہے مثلاً جاپان سے ایک شخص بحری جہاز کے ذریعہ مصنوعات منگاتا ہے اور جہاز کے لنگر انداز ہونے سے پہلے وہ سامان کچھ منافع پر دوسرے شخص کو بیچ دیتا ہے یہ دوسرا شخص کچھ اور منافع لے کر یہ سامان تیسرے شخص کو بیچ دیتا ہے اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے حتیٰ کہ بندرگاہ پر جہاز کے پہنچنے تک ایک ہی چیز نفع در نفع سے دس بار بک چکی ہوتی ہے، اور جو چیز جاپان سے دس روپیہ میں چلی تھی منافع خوروں کے غیر شرعی کاروبار کی وجہ سے وہ پاکستان میں دو سو روپیہ سے زائد کی پڑتی ہے۔

اگر بیع قبل القبض کا رواج ہو اور ایک شخص کسی سے دس روپیہ میں کوئی چیز خریدے اور اس چیز پر قبضہ کیے بغیر وہی چیز پندرہ روپوں میں کسی اور کو بیچ دے جبکہ وہ چیز ابھی بائع کے پاس ہے تو اس نے دس روپے کو پندرہ روپوں میں بیچ دیا اور یہ حکماً سود ہے۔ (حقیقۃً سود اس لیے نہیں ہے کہ اس میں عقد الگ الگ ہیں)۔

سٹے کا عدم جواز

ہمارے ملک میں روزانہ لاکھوں روپے کا سٹے کا کاروبار ہوتا ہے اور چونکہ سٹے میں صرف کاروباری ساکھ کی بنیاد پر صرف کاغذات اور ٹیلی فون پر سونے اور روئی وغیرہ کی بیع ہوتی ہے

اور عملی طور پر خرید و فروخت نہیں ہوتی نہ مبیع پر قبضہ کیا جاتا ہے اس لیے اس حدیث کے تحت سٹے کا کاروبار ناجائز ہے۔

بیع قبل القبض میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں، ہمارا مذہب یہ ہے کہ مبیع پر قبضہ سے پہلے اس کی بیع جائز نہیں ہے خواہ مبیع منقول چیز ہو (جیسے سامان) یا غیر منقول چیز ہو (جیسے زمین) یہ بیع بائع کی اجازت سے جائز ہے نہ اس کی اجازت کے بغیر، قیمت ادا کرنے سے پہلے جائز ہے نہ قیمت ادا کرنے کے بعد۔ [1]

بیع قبل القبض میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک بیع قبل القبض بالخصوص طعام میں ممنوع ہے خواہ طعام (اناج) کی بیع ناپ سے ہو یا تول سے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ یہ بیع ہر اس چیز میں ناجائز ہے جس کی بیع ناپ، تول یا عدد سے ہوتی ہو، سحنون اور ابن حبیب نے کہا مشہور یہ ہے کہ یہ ممانعت طعام میں منحصر ہے اور یہ بھی مشہور ہے کہ یہ ممانعت ربوی اور غیر ربوی میں عام ہے اور ابن وہب کا قول یہ ہے کہ یہ ربوی میں منحصر ہے۔ [2]

بیع قبل القبض میں حنابلہ کا موقف

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: جب تک مبیع پر قبضہ نہ کرے اس کی بیع جائز نہیں ہے۔ یہ مذہب مطلقاً ہے۔ فقہاء حنبلیہ کا یہی موقف ہے، امام احمد سے ایک روایت ہے کہ بائع کے لیے یہ بیع جائز ہے، شیخ تقی الدین نے اسی کو اختیار کیا ہے، لیکن مذہب اس کے خلاف ہے [3]

بیع قبل القبض میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن فرغانی لکھتے ہیں: جس شخص نے کسی منقول چیز کو خریدا اس چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو بیچنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع قبل القبض سے منع فرمایا ہے اور اس لیے کہ اس بیع میں غرر (دھوکا) ہے کیونکہ ہو سکتا ہے مبیع، بائع کے پاس ہلاک ہو جائے، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک زمین کی بیع قبل القبض جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں مطلقاً بیع قبل القبض سے منع فرمایا گیا ہے، نیز وہ غیر منقول کو منقول پر قیاس کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ اس بیع میں تمام ارکان اور شرائط پائے گئے ہیں اور اس میں غرر نہیں ہے، کیونکہ زمین کا ہلاک ہونا شاذ و نادر ہوتا ہے۔ برخلاف منقولات کے، اور حدیث میں ممانعت کی علت غرر ہے کیونکہ دوسرے دلائل سے اس بیع کا جواز ثابت ہے، لہٰذا یہ بیع جائز ہے [4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۲۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۴ ص ۲۶۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخرین ص ۷۵۔۷۴، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

امام شافعی، امام احمد اور امام محمد کی دلیل امام محمد، امام شافعی اور امام احمد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: امام نسائی اور امام احمد نے اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت حکیم بن حزام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان بیوع (چیزوں) کو خریدتا ہوں اور بیچتا ہوں، میرے لیے ان بیوع میں سے کون سی حلال ہیں اور کون سی حرام ہیں؟ آپ نے فرمایا کسی چیز کو قبضہ سے پہلے فروخت مت کرو[1]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً بیع قبل القبض سے منع فرمایا ہے خواہ وہ زمین کی بیع ہو یا منقول کی، امام شافعی، امام احمد اور امام محمد کا استدلال اس حدیث کے عموم اور اطلاق سے ہے۔

فقہاء احناف کی دلیل علامہ ابن ہمام نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے: اس پر اجماع ہے کہ عورت، اپنے مہر پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع کر سکتی ہے، اسی طرح اس پر اجماع ہے کہ شوہر بدل خلع پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کر سکتا ہے، اسی طرح صلح عن دم العمد اور میراث کی بیع قبضہ سے پہلے جائز ہے، اور جب حدیث کے عموم میں اجماع سے ان چیزوں کی تخصیص کر دی گئی ہے تو غرر نہ ہونے کی وجہ سے زمین کی بھی تخصیص کی جا سکتی ہے[2]

امام اعظم کے موقف پر ایک خدشہ بیع قبل القبض کی ممانعت میں امام شافعی، امام احمد اور امام محمد بن حسن شیبانی کا موقف اس حدیث صحیح اور صریح کے عموم کے مطابق ہے جس کو ہم نسائی، بیہقی اور مسند احمد کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں، امام مالک صرف طعام میں بیع قبل القبض کی ممانعت کے قائل ہیں۔ ان کا نظریہ بھی اس حدیث کے عموم کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ نے زمین میں بیع قبل القبض جائز قرار دی ہے۔ یہ بھی اس حدیث کے عموم کے خلاف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لاتبیعن شیئا حتی تقبضہ" "قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت مت کرو"۔ صاحب ہدایہ نے زمین کو خاص کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس میں غرر نہیں ہے لیکن یہ نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینا ہے، علامہ ابن ہمام نے چند اجماعی مسائل کی تخصیص کی بناء پر زمین کی تخصیص کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن حق ہے کہ ان سب چیزوں پر حدیث رسول مقدم ہے اور صحیح اور صریح حدیث کے مقابلہ میں بعض فقہاء کے اقوال کو ترجیح دینا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں امام محمد بن حسن شیبانی کے قول پر ہی فتویٰ دینا چاہیے۔ اور صحیح اور صریح حدیث کے عموم کو ترک کرنے کے بجائے امام اعظم اور امام ابو یوسف کی تخصیص کو ترک کر دینا چاہیے۔ علامہ سرخسی حنفی نے بھی مبسوط ج ۱۳ ص ۸ سے ص ۱۳ تک اس مسئلہ پر بحث کی ہے جس کا خلاصہ وہی ہے جو ہم فتح القدیر

---

[1] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
(ایضاً) امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
(ایضاً) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۵ ص ۳۱۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۳۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

امام محمد فرماتے ہیں: طعام ہو یا غیر طعام کسی چیز کی بھی قبضہ سے پہلے بیع جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے مگر وہ غیر منقول چیزوں مثلاً گھروں اور زمینوں میں قبضہ سے پہلے بیع کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن ہم قبضہ سے پہلے کسی چیز کی بیع کی اجازت نہیں دیتے [1]

ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام شافعی اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ گندم اور کھجور وغیرہ کے ڈھیر کی بیع، ناپ تول کے بغیر جائز ہے، حرام نہیں ہے، آیا وہ مکروہ بھی ہے یا نہیں؟ اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے [2]

ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: جو چیزیں ناپ اور تول سے فروخت ہوتی ہیں ان کی بغیر ناپ اور تول کے بیع جائز ہے کیونکہ غور اور فکر سے ان کی مقدار کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ہر وقت ناپ اور تول کے آلات میسر نہیں ہوتے (الی قولہ) جو چیزیں ناپ اور تول سے فروخت نہیں ہوتیں جیسے کپڑے، بڑی مچھلیاں اور شہتیر وغیرہ ان کی بیع اندازے سے جائز نہیں ہے [3]

ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: غیر ربوی اور غیر متماثل چیزوں میں جزافاً (بغیر ناپ اور تول کے) بیع جائز ہے اور ناپ اور تول کے ساتھ بھی بیع جائز ہے۔ خرقی اور اکثر علماء کا یہی قول ہے۔ علامہ ابن منذر نے کہا کہ ایک قسم کی چیز کے دو ڈھیر ہوں اور ہمیں ان میں سے کسی کی مقدار کا علم نہ ہو، ناپ سے نہ تول سے تو ان کی ایک دوسرے کے بدلے میں بیع جائز نہیں ہے اور جب دو ڈھیر الگ الگ قسم کی چیزوں کے ہوں تو ان کی بیع جائز ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "فاذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف شئتم" جب دو مختلف اجناس ہوں تو ان کی جس طرح چاہو بیع کرو۔ ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو چیز ناپی جاتی ہے اس کی ناپی جانے والی چیزوں کے ساتھ، اور جو چیز وزن کی جاتی ہے اس کی وزن کی جانے والی چیزوں کے ساتھ جزافاً بیع کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مختلف الاجناس ہوں یا نہ ہوں۔ ان ناپی جانے والی چیزوں کی وزن کی جانے والی چیزوں کے ساتھ جزافاً بیع کرنا جائز ہے۔ یہ قاضی اور شریف ابوجعفر حنبلی کا قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طعام کی طعام کے ساتھ مجازفۃً (بغیر ناپ اور تول کے) بیع سے منع فرمایا ہے۔ نیز انھوں نے متفق الجنس

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کو مختلف الجنس پر قیاس کیا ہے۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری (جمہور فقہاء حنبلیہ) کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب دو جنسیں مختلف ہوں تو ان کی جس طرح چاہو بیع کرو" نیز جب جنسیں مختلف ہوں تو ان کی زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے تو جزافاً بھی جائز ہوگی جیسا کہ ناپ والی کی وزن کی جانے والی کے ساتھ مجازفۃً بیع جائز ہے۔ اور جب حقیقی زیادتی اس بیع میں ممنوع نہیں ہے تو بیع مجازفۃً جس میں زیادتی کا احتمال ہے، کس طرح ممنوع ہوگی، اور انھوں نے جو حدیث پیش کی ہے وہ ایک نوع کے طعام پر محمول ہے کیونکہ بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: آپ نے کھجور کے ایک ڈھیر کی بیع کو جس کی مقدار معلوم نہ ہو دوسرے کھجور کے ڈھیر کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ اور ان حضرات نے مختلف الجنس کو متفق الجنس پر جو قیاس کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب دو چیزوں کی جنس ایک ہو تو ان کی مقداروں میں تماثل واجب ہے اس لیے ان کی مجازفۃً بیع سے منع کیا گیا ہے کیونکہ مجازفۃً بیع سے تماثل نہیں رہے گا اور جب دو مختلف جنسیں ہوں تو ان میں حقیقۃً زیادتی کے ساتھ بیع منع نہیں ہے تو زیادتی کے احتمال (جزاف کی صورت میں) کے ساتھ تو بیع بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ ——[1]

ناپ اور تول کے بغیر بیع میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ایک جنس کی چیزوں کی بیع مجازفۃً جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ربوٰ کا احتمال ہے۔ البتہ مختلف الاجناس چیزوں کی بیع مجازفۃً جائز ہے[2]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: ایک جنس کی چیزوں میں مجازفۃً بیع کا عدم جواز اس صورت کے ساتھ مقید ہے جب وہ جنس اموال ربویہ میں سے ہو (یعنی جن چیزوں کی بیع ناپ اور وزن کے ساتھ ہوتی ہو) پس اموال ربویہ میں سے ایک جنس کی چیزوں کی مجازفۃً بیع احتمال ربوٰ کی وجہ سے حقیقۃً ربوٰ کی طرح ناجائز ہے، اور یہ عدم جواز بھی اس مقدار کے ساتھ مقید ہے جو معیاری ناپ اور تول میں داخل ہو ورنہ ایک مٹھی گندم کی بیع دو مٹھی گندم کے ساتھ جائز ہے[3]

دستاویز کی بیع

حضرت ابوہریرہ نے جس دستاویز کی بیع سے منع کیا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ زید، عمرو سے کچھ مال خریدے اور قیمت کے بجائے اسے ایک دستاویز فراہم کرے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم کو اتنی رقم ادا کرنی ہے، عمرو اس رقم پر قبضہ کرنے سے پہلے وہ دستاویز مثلاً بکر کو فروخت کر دے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس کے جواز اور عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، فقہاء شافعیہ اور دوسرے فقہاء کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے، جو ناجائز کہتے ہیں وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ظاہر قول پر عمل کرتے ہیں اور جو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح وارث مال وراثت پر قبضہ کرنے

---

[1] علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۴۸-۱۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخیرین ص ۲۱ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۷۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

سے پہلے اس کی بیع کرسکتا ہے اسی طرح دستاویز کی رقم پر قبضہ سے پہلے اس کی بیع ہوسکتی ہے کیونکہ یہ حقیقۃً بیع قبل القبض نہیں ہے۔ [1]

دستاویز کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف امام محمد فرماتے ہیں: جس شخص نے کسی سے قرض وصول کرنا ہو وہ قرض کی رقم پر قبضہ سے پہلے اس کو فروخت نہیں کرسکتا کیونکہ وہ (قرض کی دستاویز) غرر ہے معلوم نہیں وصول ہو یا نہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے [2]

ہنڈی کی بیع کا شرعی حکم ہنڈی (Bill of Exchange) بھنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً زید نے عمرو سے مال خریدا اور تین ماہ بعد رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا، اس کے لیے زید نے عمرو کو ایک دستاویز (ہنڈی) فراہم کی جس میں اس نے لکھ دیا کہ وہ تین ماہ بعد عمرو کو مثلاً ایک ہزار روپیہ ادا کرنے کا پابند ہے، بائع عمرو یہ ہنڈی لے کر بینک الف کے پاس گیا اور پانچ فیصد کمیشن پر نوے پچاس (۹۵۰) روپے میں یہ ہنڈی بینک الف کو فروخت کردی، پھر بینک مقررہ تاریخ پر عمرو سے ایک ہزار روپے وصول کرتا ہے، بینک کو اس کارروائی کے عوض پچاس روپے مل جاتے ہیں اور بائع (عمرو) کو اپنی رقم جلد مل جاتی ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پہلا بینک وہ ہنڈی (دوسرے بینک کو فروخت کر دیتا ہے ادائیگی رقم کی میعاد جتنی زیادہ ہوتی ہے کمیشن زیادہ ہوتا ہے اور میعاد جس قدر کم ہوتی ہے کمیشن بھی کم ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کفل الفقیہ میں نوٹ کی بیع کو کمی اور زیادتی کے ساتھ جائز قرار دیا ہے اور اس کی دلیل یہ پیش کی ہے کہ نوٹ ایک کاغذ ہے اور مال متقوم ہے جس کو بائع باہمی رضامندی سے جس قیمت پر چاہے بیچ سکتا ہے اور فتح القدیر سے یہ جزئیہ پیش کیا ہے کہ ایک کاغذ ایک ہزار میں فروخت کرنا جائز ہے اور مکروہ نہیں ہے [3] بنابریں دس روپے کا نوٹ آٹھ روپے میں بھی بیچا جاسکتا ہے اور پندرہ روپے میں بھی۔ [4]

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اس اصول پر ہنڈی کا کاروبار جائز قرار پاتا ہے کیونکہ ہنڈی بھی بہر حال ایک کاغذ ہے جس کو کمی اور زیادتی کے ساتھ بیچا جاسکتا ہے!

لیکن نظر عمیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہنڈی ایک عام کاغذ نہیں ہے، نہ اس کی بیع محض کاغذ ہونے کی وجہ سے ہورہی ہے یہ بیع دراصل ادائیگی رقم کی دستاویز کی وجہ سے ہورہی ہے، اس بیع میں کاغذ کی خصوصیت کا دخل نہیں ہے بلکہ کاغذ پر جو خریدار کا اقرار لکھا ہوا ہے اس لکھائی کی خصوصیت کا دخل ہے اور درحقیقت یہ قرض کی بیع ہے اور بائع اپنا قرض اس شخص (بینک) پر بیچ رہا ہے جس پر اس کا قرض واجب نہیں ہے اور یہ ناجائز ہے۔

دراصل اس بیع کے عدم جواز کی قوی وجہ یہ ہے کہ اس بیع میں غرر ہے کیونکہ قرض لینے والے (زید جو مقروض ہے) دیوالیہ ہوجائے تو بینک کی رقم ڈوب جائے گی یا بالفرض مشتری میعاد مقرر سے پہلے اپنی تمام املاک بیچ کر ملک سے باہر چلا جائے یا ڈاکو اس کا مال لوٹ کر لے جائیں یا کوئی حادثہ ہوجائے تو اس دستاویز کی حیثیت ایک ردی کاغذ کی ہوگی، اور بینک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۳۲۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، کفل الفقیہ الفاہم ص ۵۹ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ۱۳۲۹ھ

نے اس دستاویز کے عوض جو رقم بائع (عمرو) کو فراہم کی تھی وہ ضائع جائے گی اور اس کو اس کے عوض کچھ نہیں ملے گا، اس لیے غرر کی بنا پر یہ بیع ناجائز ہے۔

شیخ تقی عثمانی نے اس بیع کے عدم جواز میں یہ لکھا ہے کہ یہ تاخیر اور زیادتی کے ساتھ نقود کا نقود سے تبادلہ ہے اور اس کی حرمت ربوٰ الفضل میں منصوص ہے[1] لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ایک ہزار روپے کی ہنڈی کو نو سو پچاس روپے میں بیچنا اور چیز ہے اور ایک ہزار روپوں کو نو سو پچاس روپوں میں بیچنا اور چیز ہے، مؤخر الذکر صورت صراحۃً ربوٰا ہے (اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے برخلاف[2]) اور پہلی صورت ربوٰ نہیں ہے کیونکہ ایک ہزار کی دستاویز "ایک ہزار روپے ہیں" اور نہ ہی اس کے حکم میں ہے کیونکہ بالفرض اگر مشتری دیوالیہ ہو گیا تو اس دستاویز کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

ہنڈی بھنانے کی جائز صورت ہنڈی کے کاروبار میں اگر کچھ تغیر کیا جائے تو پھر اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں رہے گی، اور وہ یہ ہے کہ بائع اس دستاویز کی رقم خریدار سے وصول کرنے کے لیے بینک کو وکیل بنائے اور اس بینک کو اس کی اجرت ادا کرے، یہ ہو سکتا ہے کہ وہ بینک کو ہنڈی کی رقم کا مثلاً پانچ فیصد بطور اجرت ادا کرے، پھر ہنڈی کی ساکھ پر بینک سے قرض حاصل کرے مثلاً اگر ایک ہزار روپے کی ہنڈی ہے تو اس کی ضمانت پر بینک سے نو سو یا نو سو پچاس روپے قرض حاصل کرے، اب یہ دو الگ الگ معاملے ہیں ایک معاملہ اجرت پر بینک کو وکیل بنانا ہے اور دوسرا معاملہ ہنڈی کی ساکھ پر بینک سے قرض لینا ہے اور یہ دونوں شرعاً جائز ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک معاملہ دوسرے معاملہ کے لیے شرط نہ بنایا جائے مثلاً بائع کہے میں بینک کو وکیل تب بناؤں گا جب وہ مجھے اتنی رقم قرض دے گا یا بینک کہے کہ میں قرض تب دوں گا جب مجھے اتنی اجرت پر وکیل بناؤ کیونکہ یہ بیع در بیع اور قرض میں منفعت کی شرط کی وجہ سے باطل ہے۔

حقوق کی بیع کا حکم کسی شخص کے لیے کوئی حق شرعاً یا قانوناً ثابت ہو تو آیا اس حق کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو سامان فروخت کیا اور اس کے لیے شرعاً قیمت وصول کرنے کا حق ثابت ہو گیا یا اس نے کسی شخص کو کچھ رقم ایک ماہ کے لیے قرض دی تو ایک ماہ بعد اس کے لیے قرض وصول کرنے کا حق ثابت ہو گیا یا حکومت نے اس کے لیے کسی عطیہ کا اعلان کیا تو اس کے لیے قانوناً اس عطیہ یا گرانٹ کو وصول کرنے کا حق ثابت ہو گیا، اب اس شخص کو میعاد مقررہ سے پہلے پیسوں کی ضرورت ہے تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا حق فروخت کر دے۔ اور کہے کہ فلاں تاریخ کو تم فلاں سے قیمت یا قرض وصول کر لینا یا حکومت سے گرانٹ لے لینا اور اس کے عوض مجھ کو اب اتنی رقم دے دو تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس چیز کی بیع کر رہا ہے جو اس کے پاس موجود نہیں ہے اور معدوم کی بیع شرعاً جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اس کو مت فروخت کرو۔

---

[1] ۔ شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیق اس اصول پر مبنی ہے کہ احناف کے نزدیک عددی چیزوں میں ربوٰ نہیں ہے اس پر مفصل بحث باب الربوٰ میں آئے گی۔ ——— سیدی غفرلہٗ

ٹکٹوں کی بیع کا حکم جو ٹکٹ کسی معین شخص کے نام ہوتے ہیں جیسے ہوائی جہاز کے ٹکٹ، یا ریل میں ریزرویشن کے ٹکٹ ان کو خریدنے کے بعد کسی اور شخص کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے اوّل تو اس لیے کہ ان ٹکٹوں کے ذریعہ عقد اجارہ ایک شخص کے ساتھ منعقد ہوا ہے اور متعلقہ ادارے (مجیر) کی اجازت کے بغیر یہ ٹکٹ دوسرے شخص کو منتقل کرنا جائز نہیں ہے ثانیاً اس لیے کہ یہ فریب اور دھوکا دہی ہے اور ثالثاً اس لیے کہ چیکنگ کے وقت وہ شخص جھوٹ بول کر اپنے نام کی بجائے ٹکٹ والے کا نام بتائے گا۔ اسی طرح ایک شخص نے ریل یا بس کا پاس بنوایا ہو تو دوسرا شخص اس کو شرعاً استعمال نہیں کر سکتا۔ البتہ جو ٹکٹ کسی معین شخص کے نام نہیں ہوتے جیسے عام ریل کے ٹکٹ، یا ڈاک کے ٹکٹ ان کو خریدنے کے بعد استعمال سے پہلے دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ استعمال شدہ ٹکٹوں کو فروخت کرنا یا دوبارہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ کی بیع کا حکم حکومت سیاسی نوازشات کے طور پر بعض لوگوں کو امپورٹ لائسنس جاری کرتی ہے جو پیشہ ور تاجر نہیں ہوتے اس لیے وہ اس لائسنس کو پیشہ ور تاجروں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اسی طرح روٹ پرمٹ بھی بعض ایسے لوگوں کو دیئے جاتے ہیں۔ جو اس پیشے سے منسلک نہیں ہوتے اس لیے وہ اس کو پیشہ ور لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں آیا یہ بیع شرعاً جائز ہے یا نہیں؟۔

اگر امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ کسی خاص شخص کے نام ہوتے ہیں تو انہیں دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بیع جھوٹ اور دھوکا دہی کو مستلزم ہے اور اگر یہ کسی خاص شخص کے نام نہ ہو بلکہ ان کی حیثیت ایک ایسی دستاویز کی ہو کہ جو شخص بھی اس دستاویز کا حامل ہو وہ اس کے ذریعہ بیرون ملک سے مال منگوا سکتا ہے یا اس دستاویز کے ذریعہ اندرونِ شہر یا بیرونِ شہر بسیں چلا سکتا ہے تو پھر ان کی بیع جائز ہے۔ کیونکہ اس وقت ان کی حیثیت ڈاک کے ٹکٹوں کی طرح ہوگی۔

امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ سے استفادہ کی جائز صورت ہمارے ملک میں امپورٹ لائسنس اور روٹ پرمٹ عام اجازت نامہ نہیں ہوتے بلکہ یہ کسی خاص شخص یا خاص ادارے کے لیے تجارت یا بس چلانے کی اجازت ہوتی ہے اور اس کی دوسرے شخص کو بیع جائز نہیں ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانے کی جائز صورت یہ ہے کہ جس شخص کے نام تجارتی لائسنس ہے وہ کسی تاجر کو اپنا وکیل بنا دے اور وکیل اصل شخص کے نام پر مال منگوائے اور اس کو فروخت کرے اور جو نفع حاصل ہو وہ اصل حامل لائسنس کو دے اور اصل شخص وکیل کو حق خدمت ادا کرے جو پہلے طے کر لیا جائے یہ حق خدمت لمپسم بھی دیا جا سکتا ہے اور نفع کے تناسب سے بھی دیا جا سکتا ہے۔ روٹ پرمٹ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا جائے۔

کتابوں پر رائلٹی کا حکم مصنف کا اپنے مسودے کو بیچنا شرعاً جائز ہے خواہ اس مسودے کی یک مشت قیمت لے یا منٹاً یہ مقرر کرے کہ جب تک کتاب چھپتی رہے گی وہ اس کی لکھی ہوئی قیمت کا چھٹا فی صد وصول کرتا رہے گا۔ ہمارے ہاں عام قانون یہی ہے۔ شیخ تقی عثمانی لکھتے ہیں: یہ شرعاً جائز نہیں ہے کہ ناشر حقوق طباعت کو اپنے ساتھ خاص کرے نہ حق اشاعت کو مصنف فروخت کر سکتا ہے کیونکہ حقوق کی بیع جائز نہیں ہے، اس کی اصل وہ

حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع سے منع فرمایا ہے[1] نیز بیع مال کی ہوتی ہے جواز قبیل اعیان ہے، اور حق اشاعت مال اور عین نہیں ہے۔

کیا حقوق اشاعت کو اپنے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے؟

ایک فکر یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک کتاب خرید لیتا ہے تو وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے وہ اس کو دوبارہ نقل بھی کر سکتا ہے اور چھاپ بھی سکتا ہے اس پر یہ پابندی لگانا کہ وہ اس کتاب کو چھاپ نہیں سکتا شرعاً ناجائز ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آئے گا کہ اصل چھاپنے والے کے نفع میں کمی واقع ہو اور نفع میں کمی ہونا شرعاً قباحت نہیں ہے، نیز کسی کتاب کی اشاعت کو اپنے ساتھ خاص کر لینا اور دوسرے لوگوں کو اجازت نہ دینا ایک طرح کا احتکار ہے کیونکہ اس طرح ناشر اس کتاب کی من مانی قیمت مقرر کر کے مہنگے داموں بیچتا رہے گا جس سے لوگوں کو ضرر ہوگا، اور جب اس کتاب کو متعدد ناشرین چھاپیں گے تو مقابلہ میں اس کی قیمت ارزاں ہوگی جس سے لوگوں کو فائدہ ہوگا۔[2]

یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناشر مصنف کو رائلٹی دیتا ہے، کتاب کی کتابت کرانے کے کاتب کو اجرت دیتا ہے، تصحیح کراتا ہے، جس پر اچھی خاصی رقم اور محنت خرچ ہوتی ہے اور وقت صرف ہوتا ہے اور جب کتاب چل پڑتی ہے اور نفع حاصل کرنے کا وقت آتا ہے تو چور بازار سے ایک ناشر اس کتاب کا فوٹو لے کر چھاپ دیتا ہے اور بغیر کسی محنت کے رقم اور پیسہ خرچ کیے بغیر وہ نفع میں اصلی ناشر کا شریک ہو جاتا ہے، نیز فوٹو لینے کی وجہ سے اس دوسرے ناشر کا کتاب پر زیادہ خرچ نہیں ہوتا اس لیے وہ سستے داموں پر کتاب مارکیٹ میں لے آتا ہے جس سے اصل ناشر کو نقصان پہنچتا ہے اس لیے اصل ناشر کو ضرر سے بچانے کے لیے کتاب کی اشاعت پر پابندی لگانا جائز ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ کسی شخص کا کسی کتاب کو چوری چھپے اصل ادارے کے نام سے چھاپنا جھوٹ اور دھوکا دہی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

پگڑی کی بیع کا حکم

ہمارے ہاں یہ بھی رواج ہے کہ کرائے کے مکان اور دکانیں پگڑی پر اٹھائے جاتے ہیں ایک کرایہ دار جب مکان یا دکان دوسرے کرایہ دار کو منتقل کرتا ہے تو مکان یا دکان پر قبضہ دینے کے عوض پگڑی طلب کرتا ہے اور پگڑی کی رقم موقع اور محل کی اہمیت کے اعتبار سے ایک ہزار سے کئی لاکھ روپیہ تک لی اور دی جاتی ہے، اور قبضہ دینا کوئی حسی اور عینی چیز یا مال نہیں ہے اس لیے یہ بیع باطل ہے۔

بعض حیلہ جو فقہاء نے پگڑی کو جائز کرنے کا یہ حیلہ نکالا ہے کہ خالی مکان یا دکان میں کچھ ساز و سامان مثلاً پنکھا، الماری، میز، کرسی وغیرہ رکھ دی جائیں اور ان کی قیمت حسب منشاء لگائی جائے یعنی جس قدر پگڑی لینی ہو اتنی ہی قیمت کسی پنکھے یا الماری کی لگا کر وہ قیمت وصول کر لی جائے اس طرح فقہی طور پر تو یہ عقد جائز ہو جائے گا، اور ظاہر شرع کے لحاظ سے اس پر کوئی دار و گیر نہیں ہوگی، لیکن یہ معاملہ تو اس کے ہاں پیش ہونا ہے جس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور وہ دلوں کے حال اور نیات کو خوب جانتا ہے، اس لیے حیلوں اور بہانوں سے حرام کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع فرمادیا۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۹۵۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ)

[2] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الثانی، ۱۴۰۷ھ

بَابُ ۴۹۱ تَحْرِيمِ بَيْعِ صُبْرَةِ التَّمْرِ الْمَجْهُولَةِ الْقَدْرِ بِتَمْرٍ!

کھجور کے جس ڈھیر کی مقدار مجہول ہو اس کی دوسری کھجوروں سے بیع ممنوع ہے

۳۷۴۰ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الصُّبْرَةِ مِنَ التَّمْرِ لَا يُعْلَمُ مَكِيلُهَا بِالْكَيْلِ الْمُسَمَّى مِنَ التَّمْرِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کھجوروں کے جس ڈھیر کی بیع پیمائش کے معروف طریقے سے معلوم نہ ہو اس کو معین کھجوروں کے عوض بیچنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

۳۷۴۱ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا رَوْحٌ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ مِنَ التَّمْرِ فِي آخِرِ الْحَدِيثِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا (حسب سابق) البتہ اس حدیث کے آخر میں کھجوروں کا ذکر نہیں ہے۔

(ف) اس باب کی حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ جب تک کسی چیز کی مقدار معلوم نہ ہو اس کی بیع ناجائز ہے، کیونکہ ایک جنس کی چیزوں میں جب تک مساوات کا علم نہ ہو یہ خطرہ رہتا ہے کہ کسی ایک جانب زیادتی ہوگی اور یہ ربوٰ کو مستلزم ہے اور جس طرح حقیقۃً ربوٰ کے ساتھ بیع ممنوع ہے احتمال ربوٰ کے ساتھ بھی بیع ممنوع ہے۔

بَابُ ۴۹۲ ثُبُوتِ خِيَارِ الْمَجْلِسِ لِلْمُتَبَايِعَيْنِ

بیع سے پہلے عاقدین کے لیے خیارِ مجلس

۳۷۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بائع اور مشتری جب تک الگ الگ ہوں اس وقت تک ہر ایک کو دوسرے کے عقد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے ماسوا بیع اختیار کے (وہ بیع جس میں اختیار کی شرط لگائی

كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ۔

گئی ہو)

۳۷۴۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ۔

امام مسلم نے پانچ مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت ذکر کی ہے۔

۳۷۴۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعًا أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَإِنْ خَيَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فَتَبَايَعَا عَلَى ذَلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو شخص بیع کریں تو ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ ہونے سے پہلے (بیع فسخ کرنے کا) اختیار ہے، جب تک وہ ایک ساتھ رہیں یا ان میں سے ایک فریق دوسرے کو اختیار دیدے، جب ایک فریق نے دوسرے کو اختیار دے دیا اور انھوں نے اس پر بیع کر لی تو بیع واجب ہو گئی، اور اگر بیع کے بعد وہ دونوں متفرق ہو گئے اور ان میں سے کسی فریق نے بیع کو فسخ نہیں کیا تو بیع واجب ہو گئی۔

فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ تَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ۔

۳۷۴۵- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَمْلَى عَلَيَّ نَافِعٌ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبَايَعَ الْمُتَبَايِعَانِ بِالْبَيْعِ فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مِنْ بَيْعِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَكُونُ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَإِذَا كَانَ بَيْعُهُمَا عَنْ خِيَارٍ فَقَدْ وَجَبَ زَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ نَافِعٌ فَكَانَ إِذَا بَايَعَ رَجُلًا فَأَرَادَ أَنْ لَا يُقِيمَهُ قَامَ فَمَشَى هُنَيْهَةً ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو شخص بیع کریں تو جب تک وہ متفرق نہ ہوں ان میں سے ہر ایک اختیار ہے، الّا یہ کہ ان کی بیع شرط خیار سے ہو اور جب وہ اپنے اختیار سے بیع کر لیں تو بیع واجب ہو جائے گی۔
نافع کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر کسی شخص سے بیع کرتے اور ان کی خواہش ہوتی کہ یہ بیع فسخ نہ ہو تو (مجلس سے) کھڑے ہو جاتے اور کچھ دور چل کر واپس آجاتے۔

۳۷۴۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیع کرنے والے ہر دو فریقوں کی اس وقت تک بیع (لازم) نہیں ہو گی جب تک کہ وہ متفرق نہ ہو جائیں ماسوا بیع خیار کے۔

۳۷۴۷- حَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ ح قَالَ وَثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید اور فروخت کرنے والے فریقین جب تک الگ الگ نہ ہوں ان کو اختیار ہے، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور (عیوب کو) بیان

شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا فَاِنْ صَدَقَا وَ بَيَّنَا بُوْرِكَ لَهُمَا فِيْ بَيْعِهِمَا وَ اِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.

کردیں تو ان دونوں کی بیع میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور (عیوب کو) چھپائیں تو ان کی بیع کی برکت مٹادی جائے گی۔

۳۷۴۸- وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا هَمَّامٌ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ وُلِدَ حَكِيْمُ بْنُ حِزَامٍ فِيْ جَوْفِ الْكَعْبَةِ وَعَاشَ مِائَةً وَّعِشْرِيْنَ سَنَةً.

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی ہے، امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت حکیم بن حزام کعبہ میں پیدا ہوئے اور ایک سو بیس سال تک زندہ رہے۔

خیار مجلس میں فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہما اور تابعین میں سے طاؤس، سعید بن مسیب، عطاء، شریح قاضی، حسن بصری، شعبی، زہری اور فقہاء مجتہدین میں سے امام اوزاعی، امام سفیان بن عیینہ، امام عبداللہ بن مبارک، امام علی بن مدینی، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ نظریہ ہے کہ بائع اور مشتری جب تک مجلس سے اٹھ نہ جائیں انہیں بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اور جب فریقین میں سے کوئی ایک مجلس سے اٹھ جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ ان فقہاء نے اس باب کی ظاہر احادیث سے استدلال کیا ہے اور حدیث میں جو تفرق کا لفظ ہے اس سے مراد تفرق بالابدان لیا ہے، اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور امام مالک اس حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالاقوال لیتے ہیں اور ایجاب وقبول کے بعد بیع لازم ہو جاتی ہے اور کسی فریق کو بھی بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا ماسوا خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی صورتوں کے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ احادیث صحیحہ، فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کے خلاف ہیں اور ان کے پاس ان احادیث کا کوئی صحیح جواب نہیں ہے [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

خیار مجلس میں فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کے موقف پر دلائل

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ بائع اور مشتری جب تک دونوں جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں اور ایک مجلس میں جمع ہوں ان میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے اور جب ان میں سے کوئی ایک مجلس سے چلا جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اپنے موقف کے ثبوت میں احادیث پیش کیں (یہ احادیث اس باب میں مذکور ہیں) اور لکھا ہے کہ فقہاء احناف ان احادیث میں تفرق سے مراد تفرق بالاقوال لیتے ہیں یعنی مشتری کے "میں نے خریدا" کے بعد بائع میں نے بیچا کہہ دے تو تفرق بالاقوال ہو گیا اور بیع لازم ہو گئی۔ علامہ ابن قدامہ اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدیث میں ہے: اذا تبایع الرجلان فکل واحد منھما بالخیار "جب دو آدمیوں نے بیع کر لی تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار ہے" اس حدیث میں بیع کے بعد اختیار کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ بیع ایجاب و قبول کے مکمل ہونے یعنی تفرق بالاقوال سے ہوتی ہے اور حدیث سے معلوم ہوا کہ تفرق بالاقوال یعنی بیع کے بعد اختیار باقی رہتا ہے اور تفرق بالاقوال سے ختم نہیں ہوتا، نیز حدیث میں ہے: وان تفرقا بعد ان تبایعا ولم یترک احدھما البیع فقد وجب البیع "جب بائع اور مشتری بیع کے بعد متفرق ہو جائیں اور کوئی فریق بیع کو فسخ نہ کرے تو بیع لازم ہو جاتی ہے" اس حدیث سے بھی ظاہر ہو گیا کہ بیع (یعنی تفرق بالاقوال) کے بعد اختیار باقی رہتا ہے حتیٰ کہ بائع اور مشتری متفرق ہو جائیں اور بیع کے بعد جس تفرق کا ذکر ہے اس سے مراد تفرق بالاقوال نہیں ہو سکتا اس لیے اس سے لامحالہ تفرق بالابدان مراد ہو گا، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس حدیث کی تفسیر کی ہے اس سے مراد تفرق بالابدان ہے کیونکہ جب وہ کسی شخص سے بیع کرتے تو مجلس سے اٹھ کر چند قدم چل لیتے تاکہ بیع لازم ہو جائے اور حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ دونوں اس حدیث کے راوی ہیں اور اس حدیث کا معنی زیادہ بہتر جانتے ہیں، حضرت عمر نے پہلے اس کے خلاف کہا تھا بعد میں اپنے قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف رجوع کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے سامنے کسی کا قول معتبر نہیں ہے[1]

خیار مجلس میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابو الولید باجی مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے "بائع اور مشتری جب تک دونوں متفرق نہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو دوسرے پر اختیار ہے" اس حدیث کی تاویل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث میں متبایعان سے مراد متساومان ہے (یعنی قیمت لگانے والے دو فریق) کیونکہ بیع کرتے وقت متبایعان درحقیقت قیمت لگانے کے وصف سے متصف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: لا یبیع بعضکم علی بیع بعض۔ "یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کی قیمت پر قیمت نہ لگائے" اس اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہو گا کہ دو قیمت لگانے والے جب ایجاب و

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۶، ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

قبول کو مکمل کر لیں تو پھر ان کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہے گا اور تفرق سے تفرق بالقول مراد ہوگا کیونکہ تفرق کا اطلاق معنوی افتراق پر بھی ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے: وما تفرق الذین اوتوا الکتاب الا من بعد ما جاءتھم البینۃ۔ "اہل کتاب نے کتاب آنے کے بعد ہی افتراق کیا" اس افتراق سے مجلس کا افتراق مراد نہیں ہے بلکہ دین میں اختلاف اور افتراق مراد ہے اس لحاظ سے زیر بحث حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ دو قیمت لگانے والوں (بائع اور مشتری) کو اس وقت تک بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے جب تک وہ (ایجاب وقبول سے) بیع کو مکمل نہیں کر لیتے، امام ابوحنیفہ نخعی اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ اس حدیث میں تفرق سے تفرق عن المجلس مراد ہے یعنی بیع کے وقت بائع اور مشتری کو اس وقت تک اختیار رہے گا جب تک کہ وہ شخصی طور پر ایک دوسرے سے الگ الگ نہیں ہوتے [1]

خیار مجلس میں فقہاء احناف کا موقف

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے فرمایا جب دو شخص بیع کریں اور اس میں اختیار کا ذکر نہ کریں تو جس وقت وہ عقد کریں بیع واجب ہو جاتی ہے اگرچہ وہ الگ الگ نہ ہوں، اور اہل مدینہ نے کہا کہ ان کو اس وقت تک اختیار رہتا ہے، جب تک وہ اپنے مقام سے یا مجلس سے الگ الگ نہ ہو جائیں اور ان کی یہ بیع بالخیار ہوتی ہے، امام محمد فرماتے ہیں تم نے یہ کیسے کہہ دیا کہ جب وہ اختیار کی شرط نہ لگائیں تو الگ الگ ہونے سے پہلے ان کو اختیار ہوتا ہے؟ انھوں نے جواب میں کہا نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر متفرق ہونے سے پہلے اختیار ہوتا ہے۔ ماسوا بیع الخیار کے ہم نے کہا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو دوسرے پر مجلس یا مقام سے متفرق ہونے سے پہلے اختیار رہتا ہے؟ انھوں نے کہا ہر چند کہ مجلس یا جگہ کے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں لیکن حدیث کا معنی یہی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں ان سے یہ کہا گیا کہ تم سے اس حدیث کا معنی بیان کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اختیار رہتا ہے جب تک کہ وہ بیع کے اقوال سے متفرق نہ ہو جائیں، جب بائع نے کہا "میں نے یہ چیز فروخت کی" تو اب مشتری کو اختیار ہے وہ اس قول کو قبول کرے یا نہ کرے (اور قبول کرنے کے بعد بیع لازم ہے اور اختیار نہیں ہے) حدیث کی تفسیر اس طریقہ سے ہے، امام محمد نے فرمایا ابراہیم نخعی نے بھی اس حدیث کی تفسیر اسی طریقہ سے کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ کیونکہ جب انھوں نے رکاب میں پیر رکھا تو فرمایا: لوگ کل کہیں گے کہ عمر نے کیا کہا ہے؟ "سنو بیع صفقہ (سودا طے ہونے) سے ہوتی ہے یا خیار سے" (امام محمد فرماتے ہیں) تو کیا سودا طے ہونے کے بعد اختیار ہو سکتا ہے؟ [2] نیز ہمیں شریک سے یہ روایت پہنچی ہے کہ "جب دو شخص بیع کر لیں تو بیع واجب ہو جاتی ہے اور ان میں سے کسی ایک کے لیے بھی اختیار نہیں ہوتا" نیز امام محمد نے اہل مدینہ پر معارضہ

---

[1] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۵ ص ۵۵ مطبوعہ دارالفکر العربی بیروت

[2] اس کی مزید وضاحت علامہ سرخسی کی عبارت میں آرہی ہے۔

کرتے ہوئے فرمایا: اگر تفرق عن المجلس سے پہلے دونوں کو اختیار رہتا ہے تو بتاؤ کہ جب تفرق سے پہلے ایک شخص اختیار کی شرط لگائے اور دوسرا شرط نہ لگائے تو جس شخص نے اختیار کی شرط نہیں لگائی اس کے لیے اختیار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کے شرط نہ لگانے کے خلاف ہے اور اگر اختیار نہیں ہے تو تمہارے قول کے خلاف ہے۔ [1]

خیار مجلس میں فقہاء احناف کے موقف پر قرآن مجید سے استدلال

ایجاب وقبول کے بعد عقد لازم ہو جاتا ہے

اور پھر فریقین میں سے کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، فقہاء احناف نے یہ نظریہ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے قائم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) یاایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود۔ (مائدہ: ۱)

اے ایمان والو! عقد کو پورا کرو۔

عقد ایجاب وقبول کو کہتے ہیں، اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بائع اور مشتری کو عقد پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور خیار مجلس ایفاء عقد کے منافی ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (نساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں ناحق مال مت کھاؤ، البتہ تم باہمی رضامندی سے تجارت کر سکتے ہو۔

تراضی کے ساتھ تجارت ایجاب وقبول کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے، اس لیے اب کسی فریق کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ مجلس میں دوسرے کی مرضی کے بغیر بیع فسخ کر دے۔

واشھدوا اذا تبایعتم۔ (بقرۃ: ۲۸۲)

جب تم بیع کرو (تو اس بیع پر) گواہ کر لو۔

بیع ایجاب وقبول کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس پر گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، اگر بیع ایجاب وقبول سے مکمل نہ ہوتی تو اس پر گواہ بنانے کا کوئی مقصد نہ تھا۔

خیار مجلس میں احناف کے موقف پر احادیث سے استدلال

خیار مجلس میں احناف کا نظریہ حسب ذیل احادیث پر قائم ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابتعت طعاما فلا تبعہ حتی تستوفیہ۔ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اناج خرید لو تو اس پر پورا قبضہ کرنے سے پہلے اس کو مت فروخت کرو۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۶۹۲ - ۶۸۰ مجلدا، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

[2] امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

امام طحاوی فرماتے ہیں یہ حدیث خیار مجلس کی نفی پر دلیل ہے کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اناج پر قبضہ کے بعد اس کی بیع جائز ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خریدار مجلس سے اٹھنے سے پہلے اناج پر قابض ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تفرق عن البدن سے پہلے فریقین کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا تو تفرق عن البدن سے پہلے خریدار کا مبیع کو بیچنا جائز نہ ہوتا، حالانکہ مبیع پر قبضہ کے بعد تفرق سے پہلے یہ بیع جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ تفرق عن البدن تک خیار نہیں رہتا اور باب مذکور کی احادیث میں تفرق سے تفرق عن القول مراد ہے تفرق عن البدن مراد نہیں ہے۔[1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فکنت علی بکر صعب لعمر فکان یغلبنی فیتقدم امام القوم فیزجرہ عمر و یردہ ثم یتقدم فیزجرہ عمر و یردہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعمر بعنیہ فقال ھو لک یا رسول اللہ، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعنیہ فباعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو لک یا عبد اللہ بن عمر تصنع بہ ما شئت[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، میں حضرت عمر کے ایک اکھڑ اونٹ پر سوار تھا، جو میرے قابو میں نہیں آتا تھا اور قوم سے آگے نکل جاتا تھا، حضرت عمر اس کو جھڑک کر لوٹاتے وہ پھر آگے نکل جاتا۔ حضرت عمر پھر اس کو جھڑک کر لوٹاتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: یہ اونٹ مجھے بیچ دو، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کی ملکیت ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو، پھر حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اونٹ فروخت کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے تم اس سے جو چاہو کرو۔!

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدتے ہی تفرق عن المجلس سے پہلے وہ اونٹ حضرت عبداللہ بن عمر کو ہبہ کر دیا اگر اس وقت یہ بیع لازم نہ ہوئی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خریدتے ہی وہ اونٹ ہبہ نہ کرتے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن رجل من کنانۃ قال، قال عمر حین وضع رجلہ فی الغرز وھم بمنی: اسمعوا ما اقول لکم ولا تقولوا، قال عمر، قال عمر!

کنانہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ منیٰ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رکاب میں پیر رکھتے ہوئے فرمایا سنو میں کیا کہہ رہا ہوں اور یہ نہ کہنا کہ یہ عمر کا قول ہے، یہ عمر کا

---

[1] امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

البیع عن صفقۃ او خیار ولکل مسلم شرطہ۔[1]

قول ہے، بیع یا سودے سے ہوتی ہے یا خیار سے اور ہر مسلمان کو شرط لگانے کا حق ہے۔

امام عبدالرزاق نے یہ حدیث حجاج سے بھی روایت کی ہے[2]

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں صفقہ (سودا طے ہوجانا) اس بیع کو کہتے ہیں جو نافذ اور لازم ہو اس سے معلوم ہوا کہ بیع کی دو قسمیں ہیں ایک بیع لازم جس میں اختیار نہ ہو اور دوسری بیع لازم جس میں اختیار ہو، اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہر بیع میں اختیار ہوتا ہے وہ اس حدیث کی مخالفت کرتے ہیں[3]

اس حدیث کی سند پر شیخ ابن حزم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ پہلی روایت مجہول سے ہے اور دوسری حجاج بن ارطاۃ سے ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن چونکہ یہ حدیث طرق متعددہ سے مروی ہے اس لیے استدلال کے لائق ہے، خصوصاً اس لیے کہ امام مجتہد امام محمد بن حسن شیبانی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال اس کی تقویت کا موجب ہے۔

فقہاء شافعیہ وحنابلہ کے جوابات

فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے دلائل کے جوابات علامہ ابوالولید باجی مالکی اور امام محمد بن حسن شیبانی کی عبارات میں آچکے ہیں وہاں ملاحظہ کرلیے جائیں۔

الا بیع الخیار کی تشریح

حدیث نمبر ۴۲، ۳۰ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بائع اور مشتری جب تک الگ الگ نہ ہوں اس وقت ہر ایک کو فسخ عقد کا اختیار ہے الا سودا بیع الخیار کے۔

اس حدیث میں اس استثناء کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے، فقہاء احناف نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ تفرق بالقول (یعنی ایجاب وقبول کے بعد) بیع لازم ہو جاتی ہے البتہ فریقین میں سے کوئی ایک خیار شرط لگائے پھر بیع لازم نہیں ہوگی اور تفرق بالقول کے بعد بھی بیع بالخیار رہے گی، اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک معنی یہ ہے کہ بیع کے بعد تفرق بالبدن تک اختیار رہے گا اور اس کے بعد بیع لازم ہو جائے گی الا یہ کہ فریقین میں سے کوئی ایک خیار شرط لگائے پھر تفرق عن المجلس کے بعد بھی بیع لازم نہیں ہوگی۔

علامہ نووی شافعی نے اس استثناء کے تین محل بیان کیے ہیں (ا) زیادہ صحیح یہ ہے کہ فریقین کو عقد کے بعد مجلس سے اٹھنے تک فسخ کا اختیار رہتا ہے الا یہ کہ دونوں مجلس میں بیع کو اختیار کرلیں پھر تفرق عن المجلس تک فسخ کا اختیار نہیں رہے گا اور بیع لازم ہو جائے گی (ب) فریقین کو تفرق عن المجلس تک اختیار رہے گا اور اس کے بعد بیع لازم ہو جائے گی الا یہ کہ کوئی فریق خیار شرط لگالے پھر تفرق عن المجلس کے بعد بھی بیع لازم نہیں ہوگی اور شرط لگانے والے کو اختیار رہے گا۔ (ج) فریقین کو تفرق عن المجلس تک اختیار رہتا ہے سوا اس بیع کے جس میں نفی اختیار کی شرط لگائی جائے پھر نفس بیع سے

---

[1] امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۵۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۵۲ " "

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۳ ص ۵۶ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

خیار شرط میں مذاہب فقہاء اگر بیع کے وقت فریقین میں سے کوئی بعد میں بیع فسخ کرنے کی شرط لگائے تو اس کو خیار شرط کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک خیار شرط کی انتہائی مدت تین دن ہے، امام احمد بن حنبل، داؤد ظاہری اور ہمارے علماء میں سے امام ابو یوسف اور امام شافعی کے نزدیک اس کے لیے کوئی قید نہیں ہے جس مدت پر بھی فریقین کا اتفاق ہو جائے جائز ہے، اور امام مالک کے نزدیک خیار کی مدت مبیع کے اعتبار سے ہے زمین کے لیے ایک ماہ، کپڑے اور دیگر تجارتی اشیاء میں دو دن اور حیوانات میں پانچ دن ہے۔[2]

باب ۴۹۳ مَنْ يُخْدَعُ فِي الْبَيْعِ — جو شخص بیع میں دھوکا کھا جائے

۳۷۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَ قُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَ قَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ ذَكَرَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ فَكَانَ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ لَا خِيَابَةَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ذکر کیا کہ اس کو بیوع میں دھوکا دیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس شخص سے بیع کرو اس سے کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہیں ہوگا، وہ شخص جب بیع کرتا تو کہہ دیا کرتا کہ دھوکا نہیں ہوگا۔

۳۷۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح قَالَ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا فَكَانَ إِذَا بَايَعَ يَقُولُ لَا خِيَابَةَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ جب وہ بیع کرتا تو کہتا دھوکا نہیں ہوگا۔ (وہ شخص لا خلابۃ کی جگہ لا خیابۃ کہتا تھا، اس کی زبان سے لام نہیں نکلتا تھا۔ کیونکہ ایک جنگ میں اس کے سر پر پتھر لگنے کی وجہ سے اس کی عقل اور زبان میں کچھ نقص واقع ہو گیا تھا)۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالولید محمد بن احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

لاخلابۃ کہنے کی وجہ

یہ شخص (حبان بن منقذ) صاحب بصیرت نہیں تھا اور عدم بصیرت کی وجہ سے اس کو بیع اور شراء میں نقصان ہو جاتا تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ کلمات تلقین کیے تاکہ لوگ اس سے بیع کا معاملہ کرتے وقت اس کی اس کمزوری سے مطلع رہیں اور بیع میں ازراہ ہمدردی اس کا خیال کریں کہ کہیں اس کو نقصان نہ ہو جائے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ایک جنگ میں اسکے سر پر پتھر لگنے کی وجہ سے اسکی زبان اور عقل میں کچھ نقص آگیا تھا۔[1]

ناتجربہ کار کو زیادہ مہنگے داموں پر فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

حضرت حبان بن منقذ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لاخلابۃ کہنے کا حکم دیا تھا اس بناء پر فقہاء کا اس امر میں اختلاف ہوا کہ مسترسل (جس شخص کو سودے کی قیمت کا پتا نہ ہو اور نہ ہی اس کو خرید و فروخت کا تجربہ ہو) اگر کوئی چیز خریدے اور بائع اس کے ساتھ غبن کرے (یعنی اس کی ناتجربہ کاری کی بناء پر زیادہ مہنگے داموں میں فروخت کرے) تو آیا اس کو خیار فسخ ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ مسترسل کے ساتھ جب غیر معمولی غبن کیا جانے تو اس کو سودا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، امام مالک کا بھی یہی موقف ہے اور امام ابوحنیفہ، اور امام شافعی فرماتے ہیں اس کو سودا فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ جب چیز صحیح ہو اور اس کو کم قیمت پر فروخت کر دیا جائے تو اس سے بیع کے لزوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ غیر مسترسل پر کسی چیز کو فروخت کر دے یا جیسا کہ معمولی غبن میں خیار نہیں ہوتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے غبن کی تفسیر میں کئی قول لکھے ہیں ایک یہ ہے کہ کسی چیز کی قیمت ایک تہائی سے زیادہ لگائی جائے یعنی دس روپیہ کی چیز پندرہ میں فروخت کر دی جائے امام مالک نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تہائی کثیر ہے، بعض فقہاء نے کہا چھٹا حصہ قیمت زیادہ ہو تو غبن ہے اور بعض فقہاء نے کہا جو قیمت تاجروں کے عام معمول سے زیادہ لگائی جائے وہ غبن ہے اور بعض فقہاء نے کہا یہ عرف پر موقوف ہے۔[2]

فقہاء مالکیہ اور حنابلہ نے مسترسل کے لیے خیار فسخ ثابت کرنے میں حضرت حبان بن منقذ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور فقہاء احناف اور شوافع کہتے ہیں کہ یہ ان کی خصوصیت تھی۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس حدیث میں اختلاف ہے بعض فقہاء نے اس کے حکم کو حضرت حبان کے ساتھ خاص رکھا ہے، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی نظریہ ہے اور امام مالک سے بھی یہی صحیح روایت ہے اور بغداد کے مالکی علماء اس حدیث کی بناء پر مسترسل (ناتجربہ کار) کے لیے خیار فسخ کے قائل ہیں۔[3]

غبن فاحش کی وجہ سے خیار کے حکم میں متاخرین فقہاء احناف کا موقف

متاخرین فقہاء احناف نے غبن فاحش کی صورت میں بیع فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۸، ۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

متاخرین نے غبن فاحش میں بیع کو رد کرنے کا اختیار دیا ہے یا مطلقاً، یا دھوکے کی صورت میں خریدار پر رحم کرتے ہوئے یہ حکم اس قاعدہ کے تحت بیان کیا ہے کہ مشقت، آسانی کا باعث ہوتی ہے۔[1]

علامہ حموی لکھتے ہیں: تنویر میں ہے ظاہر الروایۃ کے مطابق غبن فاحش کی وجہ سے رد نہیں ہو سکتا اور فتویٰ یہ ہے کہ اگر خریدار کو دھوکا دیا جائے تو وہ بیع رد کر سکتا ہے، علامہ زیلعی نے فرمایا بائع نے مشتری سے کہا اس چیز کی (بازار میں) اتنی قیمت ہے اور اس نے وہ چیز خرید لی بعد میں معلوم ہوا اس کی قیمت کم ہے تو وہ بیع رد کر سکتا ہے کیونکہ اس کو دھوکا دیا گیا تھا۔ اور اگر اس نے اس طرح نہیں کہا تھا تو پھر رد کرنا جائز نہیں ہے (مثلاً یوں کہا ہو کہ میں اتنے کی دوں گا) صدر الشہید نے بھی اسی قول کے مطابق فتویٰ دیا ہے ـــــ دھوکے کی وجہ سے غبن فاحش کی بناء پر رد کرنے کا خیار بائع اور مشتری دونوں کو حاصل ہے اور کثیر فقہاء کے نزدیک یہی معتمد ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ خیار وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے یا نہیں؟ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ اختیار وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا ـــــ غبن فاحش کا معیار یہ ہے کہ جو قیمت عام قیمت سے زیادہ ہو اور اتنی قیمت پر کوئی شخص اس چیز کو فروخت نہ کرتا ہو وہ غبن فاحش ہے۔[2]

بَابُ ۴۹۴ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ بُدُوِّ صَلَاحِهَا بِغَيْرِ شَرْطِ الْقَطْعِ

ظہور صلاحیت سے پہلے درختوں پر پھلوں کی بیع کا عدم جواز

۳۷۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا۔ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو منع فرمایا۔

۳۷۵۲- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۳۷۵۳- حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] علامہ زین العابدین ابراہیم الشہیر بابن نجیم مصری ۹۷۰ھ، کتاب الاشباہ والنظائر ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] سید احمد بن محمد حنفی حموی، غمز عیون البصائر ج ۱ ص ۲۵۸-۲۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتَّى تَبْيَضَّ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةَ وَنَهَى الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِيَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ سرخ یا زرد نہ ہو جائیں اور سفید ہونے سے پہلے بالیوں کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ آفات سے محفوظ نہ ہو جائیں، بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

۳۷۵۴- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَيَذْهَبَ عَنْهُ الْآفَةُ قَالَ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا حُمْرَتُهَا وَصُفْرَتُهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک پھلوں کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے اور وہ (قدرتی) آفات سے محفوظ نہ ہو جائیں ان کو مت فروخت کرو۔ آپ نے ظہور صلاحیت کا معیار یہ بیان فرمایا کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائیں۔

۳۷۵۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ لَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں صرف پھلوں کی ظہور صلاحیت کا ذکر ہے اور بعد کی علامتوں کا ذکر نہیں ہے

۳۷۵۶- حَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الْوَهَّابِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل بیان کی۔

۳۷۵۷- حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی۔

مَالِكٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ۔

۳۷۵۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيْعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو۔

۳۷۵۹۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا صَلَاحُهٗ قَالَ تَذْهَبُ عَاهَتُهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ پھلوں کی ظہور صلاحیت کا کیا معیار ہے؟ انھوں نے فرمایا وہ (قدرتی) آفات سے محفوظ ہو جائیں۔

۳۷۶۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ نَهٰى اَوْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَطِيْبَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

۳۷۶۱۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَاصِمٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ.

ابو البختری کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کھجوروں کی بیع کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وہ کھائی جانے یا کھلائی جانے کے قابل اور وزن کے لائق ہو جائیں، میں نے پوچھا وزن کے لائق ہونے کا کیا مطلب ہے تو ان کے پاس (بیٹھا ہوا) ایک شخص بولا ہاں تاکید وہ کاٹ کر محفوظ رکھنے کے لائق ہو جائیں۔

۳۷۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يَاْكُلَ مِنْهُ اَوْ يُوْكَلَ مِنْهُ وَحَتّٰى يُوْزَنَ قَالَ فَقُلْتُ مَا يُوْزَنُ فَقَالَ رَجُلٌ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرَزَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو۔

۳۷۶۳۔ وَحَدَّثَنِي اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اَبِي نُعَيْمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْتَاعُوا الثِّمَارَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا.

ظہور صلاحیت کی تفسیر میں اختلاف فقہاء

فقہاء احناف کے نزدیک ظہور صلاحیت کا معنی یہ ہے کہ پھل اتنی مقدار کے ہو جائیں کہ وہ قدرتی آفات سے محفوظ ہو جائیں اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کا معنی پھلوں کا پک جانا اور اس میں مٹھاس کا آجانا ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۴۸۹ مطبوعہ سکھر) ایضاً (مبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۶) ایضاً (بنایہ ج ۳ ص ۳۰) ایضاً (رد المحتار ج ۴ ص ۵۲ مطبوعہ استنبول) بعض معاصرین نے جو مذہب حنفیت رہیں ظہور صلاحیت کا معنی بیان کرتے ہوئے شافعیوں کی تفسیر لکھ دی ہے لکھتے ہیں: بدو الصلاح کا معنی یہ ہے کہ پھل کی ترشی اور سختی جاتی رہے اور اس میں مٹھاس اور نرمی آجائے۔ [1]

---

[1] ۔ مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری، ج ۳ ص ۴۳۵ مطبوعہ فیصل آباد

ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع کی تین صورتیں ہیں:!

(۱)۔ کوئی شخص درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کرے اور درختوں پر پھلوں کے لگے رہنے کی شرط لگائے یہ بیع بالاجماع باطل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا ہے (بخاری و مسلم) اور نہی، منہی عنہ کے فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

(۲)۔ کوئی شخص پھلوں کی بیع اس شرط کے ساتھ کرے کہ ان پھلوں کو فوراً توڑ لیا جائے گا، یہ بیع بالاجماع صحیح ہے کیونکہ بیع سے ممانعت اس وجہ سے تھی کہ اگر پھل درخت پر لگے رہے تو ان کے تلف ہونے یا قدرتی آفات کی وجہ سے ضائع ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اور جب ان کو فوراً توڑ لیا گیا تو یہ خطرہ نہیں رہا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع کیا اور فرمایا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے پھلوں کو روک لیا تو تم اپنے بھائی کا مال کس وجہ سے حلال کرو گے (بخاری) اور پھل توڑ لیے جانے کی وجہ سے چونکہ پھل اس آفت سے محفوظ ہو گئے اس لیے یہ بیع جائز ہے۔

(۳)۔ خریدار پھلوں کی مطلقاً بیع کرے، پھلوں کو توڑنے کی شرط لگائے نہ درخت پر باقی رکھنے کی، امام احمد بن حنبل، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور امام ابوحنیفہ نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ عقد کو مطلق رکھنے کا یہ تقاضا ہے کہ پھلوں کو توڑ لیا جائے اور جس طرح پھلوں کو توڑنے کی شرط سے بیع جائز ہے اسی طرح یہ مطلق عقد بھی جائز ہے، علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے بیع سے مطلقاً منع فرمایا ہے اور ممانعت کی صورت محل نزاع کو بھی شامل ہے[1]

ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ان کی بیع کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد ان کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے اگر یہ شرط لگائی جائے کہ پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا جائے گا اور توڑا نہیں جائیگا تب بھی اس بیع کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے ان کو توڑ لینے کی شرط کے ساتھ ان کی بیع جائز ہے، اسی طرح اس میں بھی اتفاق ہے کہ صلاحیت ظاہر ہونے کے بعد پھلوں کی بیع جائز ہے لیکن ظہور صلاحیت کا معنی ہمارے نزدیک یہ ہے کہ پھل قدرتی آفات اور فساد سے محفوظ ہو جائیں (مثلاً بور بننے کا مرحلہ گذر جائے اور پھل اپنی ہیئت اختیار کر لیں) اور امام شافعی کے نزدیک ظہور صلاحیت کا معنی یہ ہے کہ پھل پک جائیں اور ان میں مٹھاس آجائے اور ظہور صلاحیت سے پہلے بیع کے جواز میں اختلاف، ظہور صلاحیت کے معنی میں اختلاف پر مبنی ہے، یعنی ظہور صلاحیت سے پہلے ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) کے نزدیک

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰، المغنی ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

پھلوں کی بیع مطلقاً (بغیر توڑنے کی شرط کے) کرنا جائز نہیں ہے اور ہمارے نزدیک جائز ہے، البتہ اگر اس حال میں ہوں کہ ان سے کھائے میں بالکل فائدہ نہ اٹھایا جاسکے نہ ہی اس کو جانور کھا سکیں تو اس میں ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے، قاضی خاں نے لکھا ہے کہ ہمارے عام مشائخ اس کو ناجائز کہتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ ایسا مال ہے جس سے مستقبل میں فائدہ ہو سکتا ہے اگرچہ فی الحال اس سے فائدہ حاصل نہیں ہے ایسی صورت میں یعنی جب پھلوں کی صلاحیت ظاہر نہ ہو توڑنے کی شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اور مطلقاً بھی بیع جائز ہے اور خریدار پر واجب ہے کہ فوراً پھلوں کو درختوں سے کاٹ لے اور اگر اس نے اس شرط کے ساتھ بیع کی ہے کہ پھلوں کو درخت پر چھوڑا جائے گا تو اگر پھل اپنی انتہائی مقدار تک نہیں پہنچے (یعنی پکے نہیں) تو سب کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے اور اگر پھل اپنی انتہائی مقدار تک پہنچ چکے ہیں تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک پھر بھی یہ بیع ناجائز ہے اور یہی قیاس ہے البتہ امام محمد اس بیع کو استحساناً جائز کہتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کا بھی یہی قول ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی قول کو عموم بلوی کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ امام ابو یوسف نے ان دونوں صورتوں میں عدم جواز کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور وہ غیر کی ملکیت میں تصرف ہے اور اگر اس کی اجرت دی جائے تو یہ بیع در بیع ہے [1]

ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نزدیک ظہور صلاحیت سے پہلے درخت پر پھلوں کی مطلقاً (یعنی کاٹ لینے کی شرط کے بغیر) بیع کرنا جائز ہے۔ فقہاء احناف نے اپنے موقف پر حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من باع نخلا قد ابرت فثمرها للبائع الا ان یشترط المبتاع۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے پیوند لگے ہوئے کھجور کے درخت کو بیچا اس کے پھل بائع کے ہیں الا یہ کہ خریدار ان کی شرط لگالے۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ پیوند کاری ظہور صلاحیت سے پہلے کی جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیوند کاری کے متصل بعد بیع کی اجازت دی ہے اس صورت میں بیع کی یہ اجازت ظہور صلاحیت سے پہلے ہوگی، اگر یہ شبہ ہو کہ یہ بیع تو درخت کے تابع ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ جو پھل درخت کے تابع ہوں ان کی بیع ظہور صلاحیت سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اس سے علیحدہ پھلوں کی بیع کا جواز لازم نہیں آتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فقہ میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جس متصل چیز کی بیع شرط کے ساتھ ہو اس کی بیع علیحدہ بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے بکری کا بچہ بکری کی بیع میں بغیر شرط

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۵ ص ۴۸۹ - ۴۸۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کے داخل نہیں ہوتا اور بکری کے بچے کی علیحدہ بیع بھی ہو سکتی ہے

فقہاء احناف کی دوسری دلیل امام مالک کی حسب ذیل روایت ہے:

عن عمرة بنت عبد الرحمن تقول ابتاع رجل ثمر حائط فی زمان رسول الله صلی الله علیه وسلم فعالجه وقام فیه حتی تبین له النقصان فسأل رب الحائط ان یضع له او ان یقیله فحلف ان لا یفعل فذهبت ام المشتری الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکرت ذلك له فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم تالا الا یفعل خیرا فسمع بذلك رب الحائط فاتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله هو له [1]

عمرہ بنت عبدالرحمان بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص نے ایک باغ کے پھل خریدے، پھر اس نے ان پھلوں پر کام کیا اور ان کے تیار ہونے تک ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اسے پتہ چلا کہ اسے اس سودے میں نقصان ہوا ہے پھر اس نے باغ کے مالک سے کہا یا تو قیمت میں کمی کر دے یا اپنے پھل واپس لے لے۔ باغ کے مالک نے قسم کھائی کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ خریدار کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے خیر نہ کرنے کی قسم کھائی ہے؟ باغ کے مالک نے یہ سن لیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر کہا: یا رسول اللہ یہ (قیمت میں کمی یا سودے کی واپسی) اس کے لیے ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ یہ پھل تیار ہونے سے پہلے فروخت کیے گئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع کو مقرر رکھا، اگر یہ بیع ناجائز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باغ کو اقالہ یا صلح پر نہ برانگیختہ کرتے، بلکہ قضاءً اس بیع کو فسخ فرما دیتے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے بھی اس حدیث کو کتاب الصلح میں ذکر کیا ہے۔ یہ دونوں دلیلیں علامہ ابن ہمام نے فقہاء احناف کے موقف پر قائم کی ہیں [2]

ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کی حدیث کا جواب۔

ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے بیع سے منع فرمایا ہے۔ فقہاء احناف کہتے ہیں کہ یہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب خریدار پھلوں کو درخت پر برقرار رکھنے کی شرط لگائے اور ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن ہمام کی بیان کردہ صورت ثانیہ سے ظاہر ہے، رہا یہ سوال کہ حدیث میں تو عموم ہے خواہ خریدار درخت پر برقرار رکھنے کی شرط لگائے یا نہ لگائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عموم پر ائمہ ثلاثہ بھی

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۷۵-۵۷۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

عمل نہیں کرتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب خریدار کاٹنے کی شرط لگائے تو ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع جائز ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ کی بیان کردہ دوسری اور علامہ ابن ہمام کی بیان کردہ تیسری صورت سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جب خریدار کاٹنے کی شرط نہ لگائے اور فقہاء احناف نے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے جب خریدار کاٹنے کی شرط لگائے گویا اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے۔

باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع کا شرعی حکم

ہمارے زمانے کے اکثر اسلامی شہروں میں باغات کے پھلوں کی بیع کا طریقہ یہ ہے کہ درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کی بیع کی جاتی ہے اور پھلوں کو درختوں سے توڑ کر بیع نہیں کرتے، اور کبھی ان پھلوں کی صلاحیت کے ظہور (پکنے کے آثار) سے پہلے بیع ہوتی ہے اور زیادہ تر بیع اس وقت ہوتی ہے جب پھلوں کا ظہور بھی نہیں ہوتا اور صرف ان کا بور ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اس کے بھی ظہور سے پہلے بیع ہو جاتی ہے، پھلوں کی بیع کی یہ تمام مروجہ صورتیں باطل ہیں کیونکہ حدیث میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الثمر حتی یبدو صلاحھا، نھی البائع والمبتاع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا ہے، آپ نے خریدار اور بائع دونوں کو منع فرمایا ہے نیز پھلوں کے ظہور سے پہلے ان کی بیع کے عدم جواز پر تمام فقہاء کا اجماع ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے پہلی صورت میں ذکر کیا ہے اور حدیث میں بھی معدوم کی بیع کی ممانعت ہے۔

باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع کے بطلان کی ایک وجہ پھلوں کے ظہور سے پہلے ان کی بیع ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ خریدار ان پھلوں کو ایک معینہ عرصہ تک درختوں پر برقرار رکھتا ہے اور اگر خریدار پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کی شرط سے بیع کرے تو یہ بیع بھی بالاجماع باطل ہے جیسا کہ علامہ ابن قدامہ اور علامہ ابن ہمام کے حوالوں سے گذر چکا ہے۔ لیکن آج کل تقریباً تمام دنیا میں پھلوں کی بیع کا یہی طریقہ ہے اور اسلامی احکام سے جہالت کے غلبہ کی وجہ سے لوگ زمانہ دراز سے اس معمول کے عادی ہو گئے ہیں اور اگر عدم جواز کے اس حکم کو اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو آج دنیا میں کسی جگہ کوئی پھل کھانا جائز نہیں ہوگا الا یہ کہ کوئی شخص اپنے باغ سے خود پھل توڑ کر کھائے۔ اس مشکل سے نجات کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمام دنیا کے مسلمان تاجروں کو اسلامی طریقہ سے باغات کے پھلوں کی بیع پر مجبور کیا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ بہت مشکل ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع میں جواز کا پہلو تلاش کیا جائے۔ الحمد للہ ہمارے فقہاء نے غور و فکر کر کے ایسی فقہی صورتیں بیان کر دی ہیں جن کی رو سے پھلوں کی مروجہ بیع جائز ہو جاتی ہے۔ پہلے ہم پھلوں کے ظہور سے پہلے ان کی بیع کے جواز کا حل ذکر کریں گے اور اس کے بعد ایک معین عرصہ تک پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل بیان کریں گے، وباللہ التوفیق:

پھلوں کے ظہور سے پہلے بیع کا حل

باغ کے پھلوں کے ظہور سے پہلے ان کی بیع کے جواز کے حل کی متعدد صورتیں عبارات فقہاء سے واضح ہوتی ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ وہ ظہور سے پہلے پھلوں کو خرید لے اور ایک مدت معینہ تک کے لیے باغ کی زمین کو کرایہ پر لے لے پھر پھلوں کے اتارنے تک جو زمین سے اخراجات اور روئیدگی ہوگی وہ کرایہ کا عوض اور اس کا جائز حق ہوگا۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

ان هنالك لو استاجر الارض مدة معلومة يجوز۔ [1]

اس صورت میں اگر وہ مدت معلوم کے لیے زمین کو کرایہ پر لے تو جائز ہے۔

ہر چند کہ یہ حل بالکل صاف اور بے غبار ہے اور اس پر آسانی سے عمل ہو سکتا ہے لیکن تمام دنیا کے تاجروں کو یک لخت اس حل کی طرف لوٹا دینا عملاً مشکل ہے۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اگر بعض پھلوں کے جو کا ظہور ہو گیا ہو اور بعض یا اکثر کا ظہور نہ ہوا ہو تو جن کا ظہور ہو گیا ہے ان کو اصل قرار دیا جائے اور جن کا ظہور نہیں ہوا ان کو تابع قرار دیا جائے۔ یہ امام مالک، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حلوانی اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک جائز ہے اگرچہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

اذا صار بعض الثمار منتفعا به ولم يخرج البعض بعد او لم يصر منتفعا به ولم يخرج البعض او لم يصر منتفعا به كالتين ونحوه فاشترى الكل فظاهر المذهب ان هذا العقد لا يجوز عندنا خلافا لمالك (الى قوله) قال رضي الله عنه وكان شيخنا الامام شمس الائمة يفتي بجواز هذا البيع في الثمار والباذنجان والبطيخ وغير ذلك وهكذا حكي عن الشيخ الامام ابي بكر محمد بن الفضل قال اجعل الموجود اصلا في العقد وما يحدث بعد ذلك تبعا قال استحسن فيه لتعامل الناس فانهم تعاملوا بيع ثمار الكرم بهذه الصفة ولهم في ذلك عادة ظاهرة وفي نزع الناس عن عادتهم حرج بين قال وقد رأيت رواية في هذا عن محمد وهو في بيع الورد على الاشجار فان الورد يتلاحق ثم جوز البيع في الكل مطلقا بهذا الطريق۔ [2]

جب بعض پھل لائق نفع ہوں اور بعض ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں یا بعض لائق نفع نہ ہوں اور بعض ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں یا قابل نفع نہ ہوں مثلاً تنکوں کی طرح ہوں (یا بور کی حالت میں ہوں) اور خریدار سب کو خرید لے تو ظاہر مذہب میں یہ عقد باطل ہے، البتہ امام مالک کے نزدیک جائز ہے، امام سرخسی فرماتے ہیں ہمارے استاذ شمس الائمہ (حلوانی) پھلوں، بیگن اور خربوزوں وغیرہ میں اس بیع کے جواز کا فتوی دیتے تھے، امام محمد بن فضل سے بھی یہ فتوی منقول ہے۔ انھوں نے کہا میں اس عقد میں موجود کو اصل اور جو بعد میں پیدا ہوں ان کو تابع قرار دیتا ہوں، انھوں نے کہا میرے نزدیک یہ بیع مستحسن ہے کیونکہ اس پر لوگوں کا تعامل ہے کیونکہ وہ انگوروں کو اسی طرح فروخت کرتے ہیں اور ان کی اس بیع میں عادت معروف ہے اور لوگوں سے ان کی عادات چھڑانے میں بہت حرج ہے۔ امام محمد بن فضل نے کہا میں نے اس مسئلہ میں امام محمد کی ایک روایت بھی دیکھی اور درختوں پر گلاب کے پھولوں کی بیع ہے کیونکہ پھول بعد میں بھی آتے ہیں، انھوں نے تمام چیزوں میں اس طریقہ سے مطلقاً بیع کو جائز قرار دیا۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] " " " المبسوط ج ۱۳ ص ۱۹۷، " " "

علامہ سرخسی نے متند و مستند فقہاء کے حوالوں سے پھلوں کی بیع کی جو یہ صورت ذکر کی ہے یہ باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع پر مکمل صادق آتی ہے اور بیع کی اس صورت کے جواز سے مسلمانوں سے حرج عظیم دور ہو جاتا ہے ورنہ کسی مسلمان کے لیے بازار سے پھل خرید کر کھانا جائز نہیں ہوگا۔ علامہ سرخسی کی اس عبارت کو تلخیص کے ساتھ علامہ ابن ہمام[1]، علامہ ابن نجیم[2] اور علامہ حصکفی[3] نے بھی نقل کر کے بطور حل کے پیش کیا ہے۔

تیسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر جس قدر بھی بور یا پھل ہوں ان کو خریدار خریدے اور اس کے بعد فصل تک جس قدر بھی پھل آئیں ان سب کو باغ کا مالک خریدار پر حلال کر دے۔ اور فی الواقع باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع اسی طرح ہوتی ہے خریدار موجود پھل (خواہ وہ جس حال میں بھی ہوں) خرید لیتا ہے اور باغ کا مالک فصل تک پیدا ہونے والے پھل اس کے لیے حلال کر دیتا ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

او یشتری الموجود بجمیع الثمن ویحل له البائع ان ینتفع بما یحدث فیحصل مقصودهما بهذا الطریق۔[4]

یا خریدار موجود پھلوں کو پوری قیمت سے خریدے اور بائع اس کے لیے بعد میں پیدا ہونے والے پھلوں کا لینا حلال کر دے۔ اس طریقے سے دونوں کا مقصود حل ہو جائے گا۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

فی ثمار الاشجار یشتری الموجود ویحل له البائع ما یوجد۔[5]

درختوں کے پھلوں میں جو موجود ہوں ان کو خرید لے اور (فصل تک) بعد میں پیدا ہونے والے پھلوں کو بائع مشتری کے لیے حلال کر دے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی نے بھی اس حل کا ذکر کیا ہے۔[6]

یہ تین حل اس صورت میں ہیں جب باغ کے درختوں میں سے کسی ایک پر بھی کم از کم بور لگ گیا ہو لیکن ہمارے اہل علم نے اس وقت باغ کے پھلوں کی بیع ہوتی ہے جب باغ کے کسی ایک درخت پر بھی بور تک نہیں ہوتا یا چند درختوں پر بور آیا ہوا ہوتا ہے اس صورت میں صرف یہ حل ہے کہ اس بیع کو حکماً بیع سلم قرار دیا جائے اس لحاظ سے یہ بیع جائز ہو جائے گی اور پھلوں کا کھانا جائز ہو جائے گا۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قلت لکن لا یخفی تحقق الضرورة فی

میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانے میں ضرورت کا

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۵۳-۵۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۱۹۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰۱ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

زماننا ولا سیما فی مثل دمشق الشام کثیرة الاشجار والثمار فانه لغلبة الجهل علی الناس لا یمکن الزامهم بالتخلص باحد الطرق المذکورة وان امکن ذلك بالنسبة الی بعض افراد الناس لا یمکن بالنسبة الی عامتهم وفی نزعهم عن عادتهم حرج کما علمت ویلزم تحریم اکل الثمار فی هذه البلدان اذ لا تباع الا کذلك و النبی صلی الله علیه وسلم انما رخص فی السلم للضرورة مع انه بیع المعدوم فحیث تحققت الضرورة هنا ایضا امکن الحاقه بالسلم بطریق الدلالة فلم یکن مصادما للنص فلذا جعلوه من الاستحسان لان القیاس عدم الجواز۔ [1]

متحقق ہونا مخفی نہیں ہے۔ خاص طور پر دمشق میں جہاں پھلوں کے درخت اور پھل بہت زیادہ ہیں اور چونکہ لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہے اس لیے شرعی حل پر ان سے عمل کرانا (شلاً زمین کرایہ پر لینا) ناممکن ہے ہر چند کہ انفرادی طور پر بعض لوگوں سے اس پر عمل کرانا ممکن ہے لیکن دنیا کے تمام لوگوں سے اس پر عمل کرانا، ناممکن ہے، اور لوگوں سے ان کی عادات چھڑانے میں بہت حرج ہے۔ اور اس صورت میں جن شہروں میں صرف اس طرح پھلوں کی بیع ہوتی ہے یہ لازم آئے گا کہ پھلوں کا کھانا حرام ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سلم کی رخصت ضرورت کی بناء پر دی ہے۔ حالانکہ وہ بیع المعدوم ہے پس چونکہ یہاں بھی ضرورت متحقق ہے اس لیے اس بیع کا بیع سلم کے ساتھ دلالت کے طریقہ سے لاحق کرنا ممکن ہے پس یہ بیع حدیث (لا یبیع احد ما لیس عنده "کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے) کے مخالف نہ رہی اس لیے اس بیع کو استحساناً جائز کیا ہے کیونکہ قیاس ظاہر کا تقاضا عدم جواز ہے۔

باغ کے پھلوں کی مروجہ بیع میں پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھنے کا حل

تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ پھل خریدنے کے بعد ان کا درخت سے اُتارنا واجب ہے اور اگر خریدار یہ شرط لگائے کہ وہ پکنے تک پھلوں کو درختوں پر برقرار رکھے گا تو اس کی یہ شرط باطل ہے کیونکہ یہ سودا در سودا ہے جس کی حدیث میں ممانعت ہے یا اس وجہ سے ممنوع ہے کہ بیع میں ایسی شرط لگائی گئی ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع کیا ہے۔ (طبرانی) باغ کے پھلوں کی بیع میں ایک خاص وقت تک پھل درخت پر رہنے دیے جاتے ہیں لہٰذا اس وجہ سے بھی اس بیع میں اشکال پیدا ہو گیا۔

اس اشکال کا ایک حل یہ ہے کہ بیع بغیر شرط ترک کے کی جائے اور پھر اگر بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دینے کی اجازت دے دے تو جائز ہے اور چونکہ عرف یہ ہے کہ بیع میں یہ شرط نہیں لگائی جاتی اور ایک مدت معینہ تک پھلوں کے درختوں پر برقرار رہنے پر بائع کو اعتراض نہیں ہوتا اس لیے یہاں حکماً بائع کی اجازت حاصل ہے۔

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۵۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ ابوالحسن مرغینانی فرماتے ہیں:

و لو اشتراها مطلقا و تركها باذن البائع طاب له الفضل۔[1]

اگر خریدار نے پھلوں کی مطلقاً بیع کی اور بائع کی اجازت سے ان کو درختوں پر چھوڑ دیا تو اس سے جو زائد پھلوں کی پیداوار ہوگی وہ خریدار کے لیے حلال و طیب ہے۔

اس اشکال کا دوسرا حل یہ ہے کہ درختوں پر پھلوں کے باقی رکھنے کے عدم جواز کا سوال اس وقت پیدا ہوگا جب بیع کے وقت درختوں پر پھل یا پھلوں کا بور موجود ہو اور ان کی بیع پہلے مذکور دو طریقوں سے کی جائے لیکن اگر بیع کے وقت بور یا کوئی چیز موجود نہ ہو اور مروجہ بیع ایسے ہی ہوتی ہے تو یہ علامہ شامی کے بیان کردہ طریقہ کے مطابق بیع سلم ہے جو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ جب مروجہ طریقہ کے مطابق بیع جائز قرار پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: "ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت فروخت کرو" کا کیا محل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا اطلاق مواضع ضرورت کے ماسوا مواقع پر ہوگا اور مواضع ضرورت، ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں دوسری حدیث سے تعارض ہے اور وہ ہے "لا يبيع احد ما ليس عنده" کوئی شخص وہ چیز فروخت نہ کرے جو اس کے پاس نہیں ہے"[2] اور معدوم کی بیع مواضع ضرورت کے ماسوا میں ناجائز ہے اور جس طرح بیع سلم ضرورت کی بنا پر جائز ہے، اسی طرح پھلوں کی مروجہ بیع بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے فقہاء پر رحمتیں نازل فرمائے انھوں نے ایسی جزئیات بیان کر دی ہیں جس سے مروجہ بیع جائز ہوگئی اور بازار میں بکنے والے پھلوں کا کھانا جائز ہو گیا ورنہ کسی شخص کے لیے بازار سے پھل خرید کر کھانا جائز نہ ہوتا۔ واللہ الحمد۔

باب ۴۹۵ تحريم بيع الرطب بالتمر إلا في العرايا

کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کی ممانعت اور عرایا کا جواز

۳۷۶۴۔ حدثنا يحيى بن يحيى قال انا سفيان بن عيينة عن الزهري ح قال وحدثنا ابن نمير و زهير بن حرب واللفظ لهما قالا نا سفيان قال نا الزهري عن سالم عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا اور تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں (چھواروں) کے عوض بیع سے منع فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی بیع کی

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخیرین ص ۲۷، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

[2] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالثَّمَرِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِيْ بَيْعِ الْعَرَايَا زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ اَنْ تُبَاعَ۔

اجازت دی اور ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عرایا کو بیچنے کی اجازت دی۔

۳۷۶۵- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ وَ اللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ وَ لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَحَدَّثَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ سَوَآءً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کو مت بیچو اور تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض مت فروخت کرو۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے سالم بن عبداللہ بن عمر نے اپنے والد سے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۳۷۶۶- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا حُجَيْنٌ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ يُّبَاعَ ثَمَرُ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ وَالْمُحَاقَلَةُ اَنْ تُبَاعَ الزُّرُوْعُ بِالْقَمْحِ وَاسْتِكْرَآءُ الْاَرْضِ بِالْقَمْحِ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَرَ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهٗ

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا، مزابنہ یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے اور محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کی کھڑی فصل کو اناج کے بدلہ میں فروخت کیا جائے (یعنی گندم کے خوشوں کو گندم کے عوض) اور گندم کے بدلے میں زمین کرائے پر لینے سے آپ نے منع فرمایا ہے اور سالم بن عبداللہ بن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع مت کرو اور تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض مت فروخت کرو اور سالم نے کہا مجھ سے حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے

وَلَا تَبْتَاعُوا التَّمْرَ بِالتَّمْرِ وَقَالَ سَالِمٌ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ أَوْ بِالتَّمْرِ وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِ ذَلِكَ۔

یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں تازہ کھجوروں کی خشک کھجوروں کے ساتھ بیع کی اجازت دی اور عرایا کے علاوہ اور کسی صورت میں اجازت نہیں دی۔

۳۷۶۷۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا مِنَ التَّمْرِ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب عرایا کو اندازے سے خشک کھجوروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع کی اجازت دی ہے۔

۳۷۶۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں یہ اجازت دی ہے کہ گھر والے اندازے کے ساتھ خشک کھجوریں دیں اور تازہ کھجوریں کھائیں۔

۳۷۶۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

۳۷۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَالْعَرِيَّةُ النَّخْلَةُ تُجْعَلُ لِلْقَوْمِ فَيَبِيعُونَهَا بِخَرْصِهَا تَمْرًا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اس طرح ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ عریہ کھجور کا وہ درخت ہے جو (باغ دار) لوگوں کو دیا جائے پھر اندازے سے اس کے پھلوں کو خشک کھجوروں کے بدلے میں خرید لیا جائے

۳۷۷۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا قَالَ يَحْيَى الْعَرِيَّةُ أَنْ يَشْتَرِيَ الرَّجُلُ ثَمَرَ النَّخَلَاتِ لِطَعَامِ أَهْلِهِ رُطَبًا بِخَرْصِهَا تَمْرًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عریہ میں اندازے سے چھواروں کی بیع کی اجازت دی، یحییٰ نے کہا عریہ کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے کھانے کے لیے اندازے سے تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلہ میں خریدے۔

۳۷۷۲- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ قَالَ حَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں ناپ کے اندازے سے بیع کی اجازت دی ہے۔

۳۷۷۳- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَنْ تُؤْخَذَ بِخَرْصِهَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے۔

۳۷۷۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا۔

ایک اور سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں اندازے سے بیع کی اجازت دی ہے۔

۳۷۷۵- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ دَارِهِمْ مِنْهُمْ

بشیر بن یسار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بعض صحابہ سے روایت کرتے ہیں جو ان کے گھر میں رہتے تھے، ان میں سے حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ ہیں جو یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے

سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَقَالَ ذٰلِكَ الرِّبَا تِلْكَ الْمُزَابَنَةُ إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ النَّخْلَةِ وَالنَّخْلَتَيْنِ يَأْخُذُهَا أَهْلُ الْبَيْتِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا۔

منع کیا ہے اور فرمایا کہ یہی سود ہے اور یہی مزابنہ ہے البتہ آپ نے بیع عریہ میں اجازت دی ہے کہ ایک کھجور کے درخت یا دو درختوں (کی کھجوروں) کو گھر والے چھوارے دے کر خرید لیں۔

۳۷۷۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَالُوا رَخَّصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِخَرْصِهَا تَمْرًا۔

سعید بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ میں اندازے سے چھواروں کی بیع کی اجازت دی ہے

۳۷۷۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ دَارِهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى غَيْرَ أَنَّ إِسْحَاقَ وَابْنَ مُثَنًّى جَعَلَا مَكَانَ الرِّبَا الزَّبْنَ وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الرِّبَا۔

سعید بن بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ان اصحاب سے روایت کرتے ہیں جو ان کے گھر میں رہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے پھر حسب سابق حدیث ذکر کی البتہ اسحاق اور ابن مثنیٰ کی روایت میں ربوٰ کی جگہ مزابنہ کا ذکر ہے اور ابن ابی عمر کی روایت میں ربوٰ کا ذکر ہے۔

۳۷۷۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

ایک اور سند سے امام مسلم نے حضرت سہل بن ابی حثمہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت ذکر کی ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

۳۷۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ مَوْلَى بَنِي حَارِثَةَ أَنَّ رَافِعَ ابْنَ خَدِيجٍ وَسَهْلَ ابْنَ أَبِي حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا حَدَّثَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ إِلَّا أَصْحَابَ الْعَرَايَا فَإِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَهُمْ۔

سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ یعنی کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے منع فرمایا، البتہ اصحاب عرایا کو اس بیع کی اجازت دی۔

۳۷۸۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا مَالِكٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ دَاوُدُ بْنُ الْحُصَيْنِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ يَشُكُّ دَاوُدُ قَالَ خَمْسَةً أَوْ دُونَ خَمْسَةٍ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں اندازے کے ساتھ بیع کی اجازت دی ہے جبکہ یہ بیع پانچ وسق سے کم یا پانچ وسق ہو، راوی کو شک ہے۔

۳۷۸۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو ناپ کے ساتھ خشک کھجوروں کے بدلہ میں فروخت کرنا یا انگور کو ناپ کے ساتھ کشمش کے بدلہ میں فروخت کرنا۔

۳۷۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا نَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع

مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ ثَمَرِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْعِنَبِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّرْعِ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا۔

فرمایا ہے۔ بیع مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض ناپ سے بیچنا، اسی طرح انگوروں کو کشمش کے ساتھ ناپ سے بیچنا اور ایسے ہی اندازے سے گندم کے کھیت کو گندم کے بدلہ میں فروخت کرنا۔

۳۷۸۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

۳۷۸۴۔ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحُسَيْنُ بْنُ عِيسٰى قَالُوا نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ ثَمَرِ النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْعِنَبِ كَيْلًا وَعَنْ كُلِّ ثَمَرٍ بِخَرْصِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔ مزابنہ یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض ناپ سے بیچا جائے اور انگور کو ناپ کے کشمش کے عوض، اور ہر پھل کو اندازے سے بیچا جائے۔

۳۷۸۵۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُزَابَنَةُ أَنْ يُبَاعَ مَا فِي رُءُوسِ النَّخْلِ بِتَمْرٍ كَيْلٍ مُسَمًّى إِنْ زَادَ فَلِي وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ یہ ہے کہ درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں کو معروف ناپ سے چھواروں کے عوض فروخت کیا جائے بایں طور کہ اگر زیادہ ہوں تو اس کا نفع میرا ہے اور اگر کم ہوں تو اس کا نقصان بھی مجھے ہے۔

۳۷۸۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۳۷۸۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَتْ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ نَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ وَفِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ أَوْ كَانَ زَرْعًا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور مزابنہ کی تعریف یہ ہے کہ اگر اس کے باغ کے پھل کھجور ہوں تو ان کو چھواروں کے عوض ناپ کر اور اگر انگور ہوں تو ان کو کشمش کے عوض ناپ کر اور اگر اس کا کھیت ہو تو اس کو اناج کے عوض ناپ کر فروخت کیا جائے، آپ نے ان تمام بیوع سے منع فرمایا۔ قتیبہ کی روایت میں او کان زرعا کے الفاظ ہیں۔

۳۷۸۸ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الضَّحَّاكُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

نافع نے اسی سند کے ساتھ ایسی ہی روایت بیان کی ہے۔

عرایا کا لغوی معنی علامہ نووی لکھتے ہیں: عَرَايَا، عَرِيَّة کی جمع ہے جیسے مَطَايَا، مَطِيَّة کی جمع ہے اور ضَحَايَا ضَحِيَّة کی جمع ہے، عَرِيَّة، تعرّی سے ماخوذ ہے جس کا معنی تجرد اور خالی ہونا ہے، کیونکہ عَرِيَّة کا حکم باغ کے باقی احکام سے مجرد اور خالی ہوتا ہے اس لیے اس کو عَرِيَّة کہتے ہیں۔ جمہور کا مختار یہ ہے کہ یہ فَعِيلَة کے وزن اور فَاعِلَة کے معنی میں ہے، اور ہروی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ فَعِيلَة کے وزن اور مفعولة کے معنی میں ہے اور یہ عراہ یعروہ سے ماخوذ ہے اور یہ آنے جانے والے شخص کے لیے کہا جاتا ہے کیونکہ عَرِيَّة والا باغ والے کے پاس بار بار آتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس کا حکم باغ کے باقی احکام سے الگ کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اس کو عَرِيَّة کہتے ہیں۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عرایا کی تفسیر میں فقہاء کا اختلاف

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کی خشک پھلوں کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے لیکن عرایا کی اجازت دی ہے، اس لیے عرایا کو سمجھنا ضروری ہے، عرایا کی تفسیر میں ائمہ مجتہدین کے حسب ذیل اقوال ہیں:

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: عرایا یہ ہے کہ باغ والا کھجور کے درخت پر پھلوں کا اندازہ لگائے اور یہ کہے کہ یہ کھجوریں خشک ہو کر مثلاً تین وسق ہوں گی اور پھر ان کھجوروں کو تین وسق چھواروں کے عوض فروخت کر دے اور اسی مجلس میں فریقین قبضہ کر لیں، خریدار چھوارے دے دے اور بائع تازہ کھجوریں اتارنے دے۔ یہ بیع پانچ وسق سے کم میں جائز ہے اور پانچ وسق سے زیادہ میں ناجائز ہے اور پانچ وسق میں امام شافعی کے دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے[1]

علامہ خرقی حنبلی لکھتے ہیں: جن عرایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کو کھجور کے اتنے درخت ہبہ کیے جائیں جس میں پانچ وسق سے کم کھجوریں ہوں پھر ان کھجوروں کو چھواروں کے عوض فروخت کر دیا جائے تاکہ تازہ کھجوریں کھائی جا سکیں[2]

قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: اس کی اصل یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باغ سے کسی کو کھجوریں ہبہ کرتا ہے پھر ہبہ کیے جانے والے شخص کا باغ میں بار بار آنا اس پر گراں گذرتا ہے تو اس کے لیے یہ مباح کیا گیا ہے کہ وہ درخت کی کھجوروں کا اندازہ کر کے اس سے چھواروں کے بدلے میں وہ کھجوریں کٹائی کے وقت خرید لے[3]

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ نے بیع عریہ میں فرمایا اگر صاحب عریہ کا کسی شخص کے باغ میں کھجور کا درخت ہو اور وہ پھل دے اور درخت کا مالک اس کے پھل کو کھجوروں کے عوض، میعاد مقرر پر یا فی الحال یا کٹائی تک باغ والے کے ہاتھ فروخت کر دے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ ہاں اگر درخت کے مالک نے اس درخت کی کھجوریں کسی شخص کو بطور صلہ دی ہوں پھر ان کھجوروں کے بدلے میں اندازے سے کٹائی کے وقت یا میعاد مقرر پر چھوارے لے لے تو مناسب ہے۔[4]

خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک بیع عرایا ہدیہ اور ہبہ کی قسم ہے اور اس پر بیع کا اطلاق محض صورۃً ہے اور یہ صرف پانچ وسق سے کم میں ہو سکتی ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ حقیقۃً بیع ہے اور بیع مزابنہ ہے اور صرف پانچ وسق یا اس سے کم میں جائز ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کی بیع جائز نہیں ہے اور یہ ہبہ کی شکل میں جائز ہے اور اس پر بیع کا اطلاق محض صورۃً ہے۔ جیسا کہ امام احمد اور امام مالک کا نظریہ ہے، امام ابوحنیفہ کی تفسیر امام شافعی کے مقابلہ میں اس لیے راجح ہے کہ لغت میں بھی عریہ کا معنی ہبہ ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی حنبلی متوفی ۳۳۴ھ مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۵۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۳ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۶۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۵۴۹ - ۵۴۷، مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ لاہور

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: واعراہ النخلة : وهب له ثمرة عامها "کھجور کا درخت عریۃً دیا یعنی اس سال کے پھل اس کو ہبہ کر دیے۔ [1]

نوٹ : ایک وسق ۲۵۵ کلوگرام کے برابر ہے۔

احناف کی بیان کردہ عرایا کی تفسیر پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات کے جوابات

امام ابوحنیفہ نے عرایا کی جو تفسیر کی ہے اس پر فقہاء شافعیہ نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اگر عرایا ہبہ کی تبدیلی کا نام ہے تو یہ تو ہر وقت جائز ہے پھر عرایا میں رخصت کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ رخصت کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ معاملہ عرایا کے ماسوا میں جائز نہیں ہے اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے رخصت دی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہبہ کو تبدیل کرنا وعدہ خلافی کو مستلزم ہے اور یہ مکروہ ہے اور عرایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کی وجہ سے کراہت اٹھ گئی۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عرایا کا بیع مزابنہ سے استثناء کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عرایا درحقیقت مزابنہ میں داخل ہے اور فقہاء احناف نے عرایا کی جو تفسیر کی ہے اس کے اعتبار سے یہ مزابنہ میں داخل نہیں ہے، پھر استثناء کس طرح صحیح ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ عرایا پر بیع کا اطلاق کیا گیا ہے اور احناف کی تفسیر کے مطابق یہ بیع نہیں ہبہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس پر بیع کا اطلاق صورۃً ہے۔

تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع میں مذاہب فقہاء

اس باب کی حدیث نمبر ۳۷۶۴ اور ۳۷۶۵ میں ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عرایا کے سوا تازہ کھجوروں کی چھواروں کے بدلہ میں بیع کرنا ناجائز ہے نیز اس پر بھی اجماع ہے کہ انگوروں کی کشمش کے بدلہ میں اور خوشوں میں گندم کی صاف گندم کے بدلہ میں بیع ناجائز ہے خواہ انگور اور تازہ کھجوریں درخت پر ہوں یا درخت سے کاٹی ہوئی ہوں، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تازہ کھجوریں درخت سے اتاری ہوئی ہوں تو ان کی چھواروں کے بدلہ میں بیع جائز ہے۔ [2]

تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض بیع کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ کا مناظرہ

امام ابوحنیفہ تازہ کھجوروں کی چھواروں

کے بدلہ میں بیع کو جائز قرار دیتے تھے جبکہ یہ بیع برابر برابر اور نقد ہو کیونکہ تازہ کھجور بھی چھوارا ہے اور چھوارے کی چھوارے کے بدلہ میں بیع جائز ہے جبکہ برابر برابر ہو اور عمدہ اور ردی کا فرق نہیں ہے۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اہل بغداد، امام ابوحنیفہ کے شدید مخالف تھے، جب آپ بغداد گئے تو انہوں نے آپ سے اس مسئلہ میں گفتگو کی آپ نے فرمایا کہ تازہ کھجوریں یا تو چھوارے ہیں یا نہیں اگر چھوارے ہیں تو ان کی نقد بیع برابر برابر از روئے حدیث (التمر بالتمر مثلاً بمثل) جائز ہے، اور اگر تازہ

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور زبیدی مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۴۹ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کھجوریں چھواروں کی جنس سے نہیں ہیں تب بھی ان کی ایک دوسرے کے بدلہ میں بیع جائز ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے "اذا اختلف الشیء ان فبیعوا کیف شئتم" جب دو مختلف قسمیں ہوں تو ان کو جس طرح چاہو فروخت کرو" پھر اہل بغداد نے یہ حدیث پیش کی: عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ زید ابو عیاش نے کہا کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے سوال کیا آیا بیضاء (جو کی ایک قسم) کی سلت (جو کی ایک قسم) کے بدلہ میں بیع جائز ہے؟ حضرت سعد نے پوچھا ان میں کون سا جو افضل ہے انھوں نے کہا بیضاء، ابو عیاش نے کہا حضرت سعد نے مجھے اس بیع سے منع کیا اور کہا میں نے خود سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا: کیا چھواروں کی تازہ کھجوروں کے بدلہ میں بیع جائز ہے؟ آپ نے پوچھا کیا تازہ کھجوریں خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہیں، صحابہ نے کہا جی! پھر آپ نے اس بیع سے منع فرمادیا۔ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کے جواب میں فرمایا: اس حدیث کا مدار ابو عیاش پر ہے اور وہ ان راویوں میں سے ہے جس کی روایت مقبول نہیں ہوتی[1] صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ زید بن عیاش ناقلین کے نزدیک مجہول ہے۔[2]

زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے پر اعتراضات

مولانا عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور زید مجہول نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ زید کی کنیت ابو عیاش ہے اور اس کے باپ کا نام عیاش ہے یہ مدنی تابعی ہے اور سچا ہے، امام مالک سے منقول ہے کہ یہ حضرت سعد بن ابی وقاص کا آزاد کردہ غلام تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جز مخزوم کا آزاد کردہ غلام تھا، علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے زید بن عیاش ابو عیاش زرقی اور ایک قول میں مخزومی، حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتا ہے اور اس سے عبداللہ بن یزید اور عمران بن ابی انس روایت کرتے ہیں، امام ابن حبان نے اس کا ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، امام دار قطنی نے کہا یہ ثقہ راوی ہے۔ امام احمد نے مستدرک میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اہل نقل کا اس پر اجماع ہے کہ امام مالک کی تمام روایات صحیح ہیں خاص طور پر ان کی جو روایات اہل مدینہ سے ہیں اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو اس لیے روایت نہیں کیا کیونکہ ان کو زید کے مجہول ہونے کا احتمال تھا اور علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ زید بن عیاش، ابو عیاش زرقی مدنی کی روایت میں کوئی حرج نہیں، اور ہمارے مشائخ نے امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ زید مجہول ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے زید پر طعن کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ زید ثقہ ہے، امام مالک نے اس سے مؤطا میں روایت کی ہے اور وہ مجہول سے روایت نہیں کرتے۔ منذری نے کہا کہ زید کیسے مجہول ہو سکتا ہے جبکہ اس سے عبداللہ بن یزید اور عمران بن ابی انس ایسے ثقہ راوی روایت کرتے ہیں اور ان دونوں سے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور اس فن کے ائمہ نے اس کی تعریف کی ہے اور امام مالک نے اس کی روایت قبول کی ہے حالانکہ وہ راویوں میں بہت غور و فکر کرتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے "تحقیق" میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے زید کو مجہول کہا ہے، ہو سکتا ہے امام ابو حنیفہ اس کو نہ جانتے ہوں لیکن ائمہ نقل اس کو جانتے ہیں، غایۃ البیان شرح ہدایہ میں بھی اس کو ثقہ لکھا ہے علامہ عینی نے بنایہ شرح

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخیرین ص ۸۴ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

ہدایہ میں لکھا ہے اس کو مجہول کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اہل نقل کے نزدیک ثقہ ہے، تلخیص الحبیر میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے زید کی جہالت کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے، ان میں امام طحاوی، امام طبری، شیخ ابن حزم، عبدالحق وغیرہ ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ دارقطنی نے کہا کہ یہ ثقہ ہے اور منذری نے کہا اس سے دو ثقہ راوی روایت کرتے ہیں امام مالک نے اس پر اعتماد کیا اور امام ترمذی اور امام حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا اور کہا ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے اس پر طعن کیا ہو۔ یہ اقوال ذکر کرنے کے بعد مولانا عبدالحیٔ لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ زید بن عیاش شخصاً مجہول ہے نہ وصفاً [1]

زید بن عیاش کے معروف ہونے کے جوابات

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کی عبارت سے یہ ظاہر ہو گیا کہ زید بن عیاش کو مجہول قرار دینے میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ بقول حاکم امام بخاری اور امام مسلم نے بھی زید بن عیاش کے مجہول ہونے کے خدشہ سے اس سے روایت نہیں کی، نیز علامہ عسقلانی نے تلخیص میں صراحت کی ہے کہ امام طحاوی، امام طبری، شیخ ابن حزم اور عبدالحق نے بھی اس کو مجہول قرار دیا ہے اور مولانا عبدالحیٔ نے التعلیق الممجد کے ص ۳۳۱ پر لکھا ہے امام عبداللہ بن مبارک نے بھی اس کو مجہول قرار دیا ہے اسی طرح مبسوط میں بھی ہے جن لوگوں نے زید بن عیاش سے جہالت دور کی ہے ان کا زیادہ زور اس بات پر ہے کہ اگر یہ مجہول ہوتا تو امام مالک اس سے روایت نہ کرتے، سب سے پہلے امام مالک نے اس کا اعتبار کیا اور بعد کے لوگوں نے امام مالک کی تقلید میں اس کی توثیق کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک میں اصولی اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ زید بن عیاش پر جرح کرتے ہیں اور امام مالک اس کی توثیق کرتے ہیں اور حق یہ ہے کہ امام مالک کی تعدیل امام ابوحنیفہ کی جرح کے پائے کی نہیں ہے۔

زید بن عیاش کی روایت کی توجیہ

مولانا امام مالک کی اس روایت کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو پھر اس روایت کا جواب یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کی چھواروں سے بیع کی ممانعت ادھار کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ سنن بیہقی اور سنن ابوداؤد میں جو زید بن عیاش کی روایت ہے اس میں اس ممانعت کو ادھار کے ساتھ مقید کیا گیا ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر انا عبداللہ ان اباعیاش اخبرہ انہ سمع سعد بن ابی وقاص یقول نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ [2]

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں انھیں عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ ابوعیاش نے خبر دی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کو چھواروں کے عوض ادھار بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت پر امام بیہقی کا اعتراض

امام بیہقی نے یحییٰ بن ابی کثیر کی اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یحییٰ بن ابی کثیر نے

---

[1] مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، التعلیق الممجد ص ۳۳۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۹۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

امام مالک، اسماعیل بن امیہ، ضحاک بن عثمان، اور اسامہ بن زید کی مخالفت کی ہے جنھوں نے عبداللہ بن یزید سے یہ روایت کی ہے اور اس میں نسیئۃً (ادھار) کا لفظ نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث معلول ہے۔

امام بیہقی کے اعتراض کا جواب

امام بیہقی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے بھی ابوعیاش کی اس روایت کو نسیئۃً کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے:

اخبرنا عبد الله ان ابا عياش اخبره انه سمع سعد بن ابی وقاص يقول نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الرطب بالتمر نسيئة قال ابو داؤد رواه عمران بن ابی انس عن مولى لبنی مخزوم عن سعد نحوه۔[1]

عبداللہ کہتے ہیں کہ ابوعیاش نے خبر دی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو عمران بن ابی انس نے بنو مخزوم کے مولی (ابوعیاش) سے اور انھوں نے حضرت سعد سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر کی مزید تائید

علامہ ماردینی، امام بیہقی کے اس اعتراض پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ عمران بن انس روایت کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کے مولی (ابوعیاش) نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت سعد سے پوچھا کیا کوئی شخص تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض ادھار بیع کر سکتا ہے؟ حضرت سعد نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا ہے۔ اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ عمران نے بھی یحییٰ کی موافقت میں نسیئۃ کی زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس روایت کی سند (ثنا یونس ثنا ابن وهب اخبرنی عمرو بن الحارث ان بكير بن عبد الله بن الاشج حدثه عن عمران بن ابی انس) بیہقی کی سند سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔ کیوں کہ یونس (ابن عبد الاعلیٰ) سے امام مسلم روایت کرتے ہیں اسی طرح عمرو بن حارث مصری بھی حافظ جلیل ہیں پھر امام طحاوی نے امام بیہقی کے ذکر کردہ چاروں راویوں پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان چاروں کی بہ نسبت یحییٰ بن ابی کثیر زیادہ ثقہ ہیں اور ان کی روایت قبول کے زیادہ لائق ہے کیونکہ انھوں نے حدیث میں ایک لفظ زیادہ ذکر کیا ہے اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے نیز عمران بن ابی انس کی روایت یحییٰ کی روایت کی تقویت کرتی ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ نسیئۃ کی زیادتی میں یحییٰ بن ابی کثیر متفرد نہیں ہیں۔ عمران بن ابی انس بھی ان کے ساتھ ہیں اور اس تمام بحث سے یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس روایت میں سند اور متن کے اعتبار سے شدید اضطراب ہے اور اختلاف کے باوجود زید مجہول ہے، ابن حزم وغیرہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ صاحب مستدرک نے اس حدیث کے کئی طرق ذکر کیے پھر یحییٰ کی روایت کو صحیح قرار دیا پھر کہا امام بخاری نے اس روایت کو اس لیے روایت نہیں کیا کیونکہ ان کو زید بن عیاش کے مجہول ہونے کا

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

خدشہ تھا اور امام طبری نے تہذیب الآثار میں اس حدیث کو معلل قرار دیا ہے کیونکہ زید اس روایت کے ساتھ منفرد ہے اور وہ اہل نقل کے نزدیک غیر معروف ہے۔[1]

مدار حرمت، نسیئۃ کو قرار دینے پر ایک اعتراض کا جواب

زید بن عیاش کی "نسیئۃ" والی روایت کو ترجیح دینے کی صورت میں یہ نکتہ حل طلب رہ جاتا ہے کہ جب حرمت کا مدار ادھار پر ہے اور مقدار میں عدم مساوات پر نہیں ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں سوال فرمایا تھا: کیا تازہ کھجوریں خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتی ہیں کیونکہ جب حرمت کا مدار ادھار ہے تو تازہ کھجوریں کم ہوں یا نہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہاؤالدین مرجانی نے حاشیۂ توضیح میں اس کا یہ جواب بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ اس بیع کو ادھار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ تازہ کھجوریں سوکھنے کے بعد کم ہو جاتی ہیں ورنہ تحریم کا مدار صرف ادھار ہے۔

حدیث رسول کے مقابلہ میں کسی کا قول معتبر نہیں ہے۔

ائمہ ثلاثہ، امام محمد اور امام ابو یوسف[2] زید بن عیاش کی حدیث کے پیش نظر تازہ کھجوروں کی چھواروں کے عوض برابر برابر بیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ از روئے قیاس اس بیع کو جائز قرار دیتے ہیں اس حدیث کے جواب میں امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اس کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور وہ مجہول ہے لیکن زیادہ تر ماہرین حدیث[3] کی تحقیق یہ ہے کہ زید بن عیاش مجہول اور مردود نہیں معروف اور ثقہ ہے اور حنفی محققین میں علامہ زیلعی[4]، علامہ بدرالدین عینی[5] اور علامہ کمال الدین ابن ہمام[6] کی بھی یہی تحقیق ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ کی طرف سے آخری توجیہ یہ کی گئی کہ حدیث میں جو ممانعت ہے وہ ادھار پر محمول ہے۔ امام طحاوی اور علامہ ماردینی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے لیکن یہ توجیہ بھی اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت کے مطابق تازہ کھجوروں کی چھوارہ[7] کے عوض ادھار بیع منع ہے اور اس سے یہ استدلال کیا جائے کہ چونکہ ممانعت ادھار کے ساتھ خاص ہے اس لیے نقد بیع جائز ہے تو یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ امام ابو حنیفہ کے اصول کے مطابق صحیح نہیں ہے اس لیے بے خطر اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ تاویلات کی پیچ در پیچ وادیوں سے احتراز کر کے حدیث رسول کے دامن میں پناہ لی جائے اور اس حدیث صحیح[8] کے مطابق امام محمد اور امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ دیا جائے۔

---

[1] علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۸۲۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۵ ص ۲۹۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ اخیرین ص ۸۳ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] علامہ ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۱ مطبوعہ مجلس علمی ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۵ ص ۱۵۹ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۶۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] یہ روایت سنن اربعہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک، موطا امام مالک اور دیگر کتب حدیث میں ہے اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ـــــ سعیدی غفرلہٗ۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا وَعَلَيْهَا ثَمَرٌ

درخت کی بیع میں اس کے پھلوں کا حکم

۳۷۸۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پیوند لگی کھجوروں کے درخت فروخت کیے تو اس پر لگے ہوئے پھل بائع کے ہیں الّا یہ کہ خریدار ان کی شرط لگا لے۔

۳۷۹۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا نَخْلٍ اشْتُرِيَ أُصُولُهَا وَقَدْ أُبِّرَتْ فَإِنَّ ثَمَرَهَا لِلَّذِي أَبَّرَهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الَّذِي اشْتَرَاهَا.

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پورا درخت خرید لیا درآں حالیکہ اس میں پیوند لگایا گیا ہو تو اس درخت کے پھل پیوند لگانے والے کے لیے ہیں الّا یہ کہ خریدار ان پھلوں کی شرط لگا لے۔

۳۷۹۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کھجور کے درخت میں پیوند لگایا ہو پھر وہ اس درخت کو فروخت کر دے تو اس کے پھل پیوند لگانے والے کے لیے ہوں گے الّا یہ کہ خریدار ان کی شرط لگا لے۔

۳۷۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ نَّافِعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۳۷۹۳- وَحَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی وَ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَنَا اللَّیْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ اَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ اَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِیْ بَاعَهَا اِلَّا اَنْ یَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا فَمَالُهٗ لِلَّذِیْ بَاعَهٗ اِلَّا اَنْ یَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قلم لگائے جانے کے بعد کھجور کا درخت خریدے تو اس کے پھل بائع کے لیے ہیں الّا یہ کہ خریدار ان کی شرط لگائے۔ اور جو شخص کسی غلام کو خریدے تو اس کا مال بائع کے لیے ہے الّا یہ کہ خریدار اس کی شرط لگائے۔

۳۷۹۴- وَحَدَّثَنَاهُ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرَانِ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت ہے۔

۳۷۹۵- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ اَبَاهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

تابیر کا لغوی معنی تابیر اور ابار کا لغوی معنی ہے شق کرنا، مادہ کھجور کے شگوفوں کو شق کر کے اس میں نر کھجور کے شگوفوں کی قلم لگانا یا نر کھجور کے شگوفوں کو مادہ کھجور میں پیوند کر دینا، تابیر کہلاتا ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ تابیر ابرۃ سے بنا ہے ابرۃ سوئی کو کہتے ہیں اور تابیر کا معنی ہے سوئی چبھونا چونکہ نر کے شگوفے مادہ کے شگوفوں میں چبھو کر پیوست کر دیے جاتے ہیں اس لیے اس عمل کو تابیر کہتے ہیں نیز اس عمل کو عربی میں تلقیح بھی کہتے ہیں (جدید عربی میں تلقیح انجکشن لگانے کو کہتے ہیں۔ سیدی) علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ تابیر کا معنی ہے اصلاح کرنا اور چونکہ

اس عمل سے کھجور کے درخت کی اصلاح ہوتی ہے اس لیے اس کو تابیر کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: ہر چیز کی اصلاح کو تابیر کہتے ہیں اور حمید کے اس شعر سے استدلال کیا:

ان الحبالة التی ایارتها
حتی اصید کما فی بعضها قنصا

رسی کی اصلاح نے مجھے شکار کرنے سے مشغول رکھا۔ اس شعر میں رسی کی اصلاح پر ایارۃ کا اطلاق کیا گیا ہے[1]

کھجور کے درخت کی بیع کے بعد اس کا پھل بائع کا ہے یا خریدار کا؟

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ درختوں میں پیوند لگانا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ پیوند لگانے سے پہلے یا پیوند لگانے کے بعد فروخت کیے ہوئے درخت کے پھلوں کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ بائع کی ملک میں رہیں گے یا ان کا خریدار مالک ہوگا۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا ان پھلوں کا خریدار مالک ہوگا لیکن یہ قول اس صریح حدیث کے خلاف ہے۔ شاید ابن ابی لیلیٰ تک یہ حدیث نہیں پہنچی۔ امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہ موقف ہے کہ اگر پیوند لگانے کے بعد درخت کو فروخت کیا تو اس کے پھل بائع کے لیے ہوں گے الا یہ کہ خریدار بیع کے وقت پھلوں کو بھی بیع میں شامل کرے اور اگر پیوند لگانے سے پہلے درخت کو فروخت کیا تو اس کے پھل خریدار کے لیے ہوں گے الا یہ کہ بائع پھلوں کو رکھنے کی شرط لگائے، البتہ امام مالک فرماتے ہیں کہ بائع کے لیے شرط لگانا جائز نہیں ہے۔ پیوند لگانے کے بعد جمہور کا استدلال حدیث کے منطوق سے ہے اور پیوند لگانے سے پہلے ان کا استدلال حدیث کے مفہوم (مفہوم مخالف) سے ہے۔ اس کو اصول فقہ میں دلیل الخطاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ چونکہ مفہوم مخالف سے استدلال کے قائل نہیں ہیں اس لیے انھوں نے فرمایا کہ پیوند لگایا گیا ہو یا نہ لگایا گیا ہو ہر صورت میں پھل بائع کے ہوں گے الا یہ کہ بیع کے وقت خریدار پھلوں کی شرط لگائے (مفہوم مخالف کی تعریف، اقسام اور مذاہب پر سیر حاصل بحث ہم کتاب التعلیق ج ۴ باب ۴۷۰ میں کر چکے ہیں۔ ـــــ سعیدی) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ پر یہ اعتراض ہے کہ بیع میں ظاہر کا حکم باطن کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ اگر باندی حاملہ ہو اور اس کی بیع کی جائے تو پیٹ کا بچہ بھی بیع میں شامل ہوگا، یہ باطن کا حکم ہے اور ظاہر کا حکم اس کے خلاف ہے کیونکہ اگر باندی کی گود میں بچہ ہو تو وہ بیع میں شامل نہیں ہوگا[2]

علامہ نووی کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ محض اختراعی ہے، قرآن مجید اور احادیث میں اس قاعدہ کا ذکر نہیں ہے اور شوافع کا اختراعی قاعدہ احناف پر حجت نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ احناف اس کے قائل ہیں کہ جب پھل ظاہر ہو جائیں تو بائع کے ہوں گے، خواہ پیوند لگایا گیا ہو یا نہیں، پس احناف اور شوافع میں کوئی اختلاف نہ رہا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام احمد، اہل ظاہر (غیر مقلدین) اور فقہاء اصحاب حدیث کا موقف بھی امام شافعی کی طرح ہے اور امام اوزاعی کا نظریہ امام ابوحنیفہ کی طرح ہے۔[3]

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۳۔ ۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء شافعیہ اور دیگر فقہاء کا موقف

اس باب کی حدیث نمبر ۴۰۹۳

میں ہے: "جس شخص نے غلام خریدا تو اس کا مال بائع کے لیے ہے الا یہ کہ خریدار اس مال کی شرط لگا لے" علامہ نووی لکھتے ہیں امام مالک کا موقف اس ظاہر حدیث کے مطابق ہے اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ غلام کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ اور انھوں نے اس حدیث کی تاویل میں یہ کہا ہے کہ یہ اضافت اختصاص کی بنا پر ہے ملکیت کی بنا پر نہیں ہے یعنی غلام کے پاس جو مال رہتا ہے وہ اس کی ملک نہیں ہوتا، مال اس کے مالک کا ہوتا ہے اور اختصاص کی بنا پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ غلام کا مال ہے جیسے کہا جاتا ہے گھوڑے کی زین اور گدھے کی جل۔ اس لیے جب کوئی شخص غلام کو فروخت کرے گا تو اس کا مال بائع کا ہوگا کیونکہ وہ اس کی ملک ہے البتہ اگر خریدار نے مال کی بھی شرط لگائی تو یہ جائز ہے، اب گویا خریدار نے دو چیزیں خریدی ہیں: غلام اور مال اور دونوں کی ایک قیمت لگائی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی نے اپنے قول جدید میں یہ کہا ہے کہ اس بیع میں ربوٰ سے احتراز ضروری ہے' امام شافعی نے کہا کہ اگر مال دراہم ہے تو دراہم کے بدلے میں بیع جائز نہیں ہے اور اگر مال دینار ہے تو سونے کے عوض بیع جائز نہیں اور اگر غلام کا مال گندم ہے تو گندم کے عوض ان کی بیع جائز نہیں ہے۔ امام مالک نے کہا کہ اگر غلام کا مال دراہم ہو تو دراہم کے عوض بیع جائز ہے، علی ہذا القیاس تمام صورتوں میں بیع جائز ہے ان کا استدلال حدیث کے اطلاق سے ہے[1]

غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء احناف کا موقف

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ نے فرمایا جس شخص نے غلام کو خریدا تو اس کا مال بائع کا ہے الا یہ کہ خریدار اس کی شرط لگا لے، اگر خریدار نے مال کی شرط لگائی اگر قیمت چاندی (دراہم) ہے اور غلام کے مال میں بھی اتنی ہی یا اس سے زیادہ چاندی ہے یا غلام کا کسی انسان پر قرض ہے تو یہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ قرض میں غرر ہے پتا نہیں وصول ہوگا یا نہیں' اور اگر غلام کے مال میں چاندی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو یہ چاندی کی چاندی کے بدلے میں زیادتی سے بیع ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے[2]

غلام کی بیع کے وقت اس کا مال لینے کی شرط میں فقہاء مالکیہ کا موقف

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: اہل مدینہ (امام مالک) کا یہ قول ہے کہ جب خریدار مال کی شرط لگا لے تو وہ مال خریدار کا ہوگا خواہ وہ مال نقد (سونا، چاندی) ہو قرض ہو یا ساز و سامان ہو[3] خواہ ساز و سامان ہو اس کی مقدار معلوم ہو یا مجہول خواہ وہ مال قیمت سے زیادہ ہو عام ازیں کہ قیمت نقد ہو قرض ہو یا ساز و سامان ہو

امام محمد کا فقہاء مالکیہ پر تعاقب

امام محمد بن حسن شیبانی مالکیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اہل مدینہ کا یہ گمان ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی سے غلام خریدا اور غلام کے پاس ایک ہزار درہم مال

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۵۰۳ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

[3] " " کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۵۰۴ " "

تھا اور خریدار نے مال کی شرط لگائی اور پانچ سو درہم میں غلام اور مال کو خریدلیا، اب اس قاعدے سے خریدار کو پانچ سو درہم کے عوض ایک ہزار درہم اور ایک غلام مل جائے گا اور یہ کتنا بڑا گناہ ہے؟ [1]

فقہاء مالکیہ کا جواب اور جواب الجواب علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: بیع کے وقت اگر خریدار یہ شرط لگائے کہ یہ مال غلام کا ہے اور قیمت غلام کے عوض ہو تو یہ ربوٰ نہیں ہے اور اگر خریدار مال کی شرط اپنے لیے لگائے اور قیمت مال کے عوض ہو تو یہ ربوٰ ہے [2]

علامہ وشتانی مالکی نے جو تاویل ذکر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک اعتباری فرق ہے کیونکہ جب خریدار نے یہ شرط لگائی کہ مثلاً ایک ہزار درہم غلام کے ہیں اور پھر کہا میں اس غلام کو پانچ سو درہم میں خرید رہا ہوں تو بہر حال خریدار پانچ سو درہم کے عوض ایک غلام اور ایک ہزار درہم خرید رہا ہے ـــــ اور یہ کھلا ہوا سود ہے!

بَابُ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَعَنِ الْمُخَابَرَةِ وَبَيْعِ الثَّمَرَةِ قَبْلَ بَدْوِ صَلَاحِهَا وَعَنْ بَيْعِ الْمَعَاوَمَةِ وَهُوَ بَيْعُ السِّنِينَ

محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور ظہور صلاحیت سے پہلے بیع کی حرمت اور چند سالوں کی بیع کی ممانعت

۳۷۹۶- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا جَمِيعًا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا يُبَاعُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور ظہور صلاحیت سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا اور فرمایا کہ پھلوں کو صرف دینار اور درہم کے عوض فروخت کیا جائے البتہ عرایا میں کھجوروں کو کھجوروں کے عوض فروخت کرنے کی اجازت ہے۔

۳۷۹۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُمَا سَمِعَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۵۰۴ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور۔

[2] امام ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ، محاقلہ، مزابنہ اور ان پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جو کھانے کے لائق نہ ہوں۔

۳۷۹۸- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيْدَ الْجَزَرِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُخَابَرَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تُطْعَمَ وَلَا تُبَاعُ إِلَّا بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ إِلَّا الْعَرَايَا قَالَ عَطَاءٌ فَسَّرَهَا لَنَا جَابِرٌ قَالَ أَمَّا الْمُخَابَرَةُ فَالْأَرْضُ الْبَيْضَاءُ يَدْفَعُهَا الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فَيُنْفِقُ فِيْهَا ثُمَّ يَأْخُذُ مِنَ الثَّمَرِ وَزَعَمَ أَنَّ الْمُزَابَنَةَ بَيْعُ الرُّطَبِ فِي النَّخْلِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَالْمُحَاقَلَةُ فِي الزَّرْعِ عَلٰى نَحْوِ ذٰلِكَ يَبِيْعُ الزَّرْعَ الْقَائِمَ بِالْحَبِّ كَيْلًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محابرہ، محاقلہ، مزابنہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور جب تک پھل سرخ یا زرد نہ ہوں یا کھانے کے لائق نہ ہوں ان کی بیع سے منع فرمایا، محاقلہ یہ ہے، کہ کھیت کی فصل کو معین پیمانوں کے اناج کے عوض فروخت کر دیا جائے، اور مزابنہ یہ ہے کہ تازہ کھجوروں کی چند وسق چھواروں کے عوض بیع کی جائے۔ اور مخابرہ کھیت کی پیداوار کی تہائی، چوتھائی یا اس کی مثل کا لینا ہے زید کہتے ہیں میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کیا تم نے

۳۷۹۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِيْ خَلَفٍ كِلَاهُمَا عَنْ زَكَرِيَّا قَالَ ابْنُ أَبِيْ خَلَفٍ نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِيْ أُنَيْسَةَ قَالَ نَا أَبُو الْوَلِيْدِ الْمَكِّيُّ وَهُوَ جَالِسٌ عِنْدَ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُخَابَرَةِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور جب تک پھل سرخ یا زرد نہ ہوں یا کھانے کے لائق نہ ہوں ان کی بیع سے منع فرمایا، محاقلہ یہ ہے،

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَ اَنْ يُّشْتَرَى النَّخْلُ حَتّٰى يُشْقِحَ وَ الْاِشْقَاحُ اَنْ يَّحْمَرَّ اَوْ يَصْفَرَّ اَوْ يُؤْكَلَ مِنْهُ شَيْءٌ وَ الْمُحَاقَلَةُ اَنْ يُّبَاعَ الْحَقْلُ بِكَيْلٍ مِّنَ الطَّعَامِ مَعْلُوْمٍ وَالْمُزَابَنَةُ اَنْ تُبَاعَ النَّخْلُ بِاَوْسَاقٍ مِّنَ التَّمْرِ وَالْمُخَابَرَةُ الثُّلُثُ وَالرُّبُعُ وَاَشْبَاهُ ذٰلِكَ قَالَ زَيْدٌ قُلْتُ لِعَطَاءٍ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ اَسَمِعْتَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَذْكُرُ هٰذَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ وہ اس تفسیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے تھے؟ انھوں نے کہا، ہاں!۔

۳۸۰۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَابَرَةِ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تُشْقِحَ قَالَ قُلْتُ لِسَعِيْدٍ مَا تُشْقِحَ قَالَ تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ، محاقلہ اور مخابرہ سے منع فرمایا اور جب تک پھل سرخ یا زرد یا کھانے کے لائق نہ ہوں ان کی بیع سے منع فرمایا۔

۳۸۰۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ وَالْمُعَاوَمَةِ وَالْمُخَابَرَةِ قَالَ اَحَدُهُمَا بَيْعُ السِّنِيْنَ هِيَ الْمُعَاوَمَةُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، معاومہ اور مخابرہ سے منع فرمایا۔ راویوں میں سے کسی ایک نے کہا کہ معاومہ چند سالوں کی بیع کرنا ہے، نیز آپ نے عرایا کے سوا بیع میں استثناء سے بھی منع فرمایا ہے۔

وَعَنِ الثُّنْيَا وَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا.

۳۸۰۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَذْكُرُ بَيْعَ السِّنِينَ هِيَ الْمُعَاوَمَةُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے مگر اس میں یہ نہیں ہے کہ معاومہ کئی سالوں کی بیع ہے۔

مزابنہ، محاقلہ، مخابرہ اور معاومہ کی تعریفات اور احکام

مزابنہ: تازہ پھلوں کی اسی جنس کے خشک پھلوں کے عوض پیمانوں سے بیع کرنا۔ (یہ ناجائز ہے)

محاقلہ: کھیت کی فصل کی اسی جنس کے خشک اناج کے عوض پیمانوں سے بیع کرنا۔ (یہ ناجائز ہے)۔

مخابرہ: زمین کو بٹائی پر دینا، بایں طور کہ ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرا شخص کھیتی باڑی کرے اور پیداوار کی پہلے سے طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کر لی جائے اس کو مزارعت بھی کہتے ہیں، بعض علماء نے ان میں یہ فرق کیا ہے کہ اگر بیج زمین کے مالک کا ہو تو یہ مزارعہ ہے اور اگر بیج عامل کا ہو تو یہ مخابرہ ہے۔ (اس کے حکم میں اختلاف ہے)۔

معاومہ: درختوں کے پھلوں کو چند سالوں کے لیے فروخت کر دینا۔ (یہ غرر کی وجہ سے باطل ہے)۔

صرف درہم اور دینار کے عوض پھلوں کی بیع کی وضاحت

حدیث نمبر ۳۷۹۶ میں ہے "عرایا کے سوا باقی پھلوں کی بیع دراہم اور دینار سے ہی کی جائے"۔ یہ حصر اضافی ہے اور مقصود یہ ہے کہ باقی پھلوں کی اسی جنس کے خشک پھلوں کے ساتھ بیع نہ کی جائے، کیونکہ یہ مزابنہ ہے البتہ اگر کسی اور جنس کے پھلوں سے بیع کی جائے یا ساز و سامان کے عوض بیع کی جائے تو جائز ہے۔

بیع میں استثناء کی ممانعت کی وضاحت اور بیان مذاہب

حدیث نمبر ۳۸۰۱ میں ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں استثناء سے منع فرمایا ہے"۔ یہ ممانعت اس وقت ہے جب بیع میں حصہ مجہولہ کا استثناء ہو مثلاً کوئی شخص کہے میں تم کو یہ ڈھیر بیچتا ہوں لیکن اس سے بعض حصہ مستثنیٰ ہے یہ بیع بالاجماع باطل ہے، اور اگر استثناء اور مبیع معلوم ہوں تو بیع جائز ہے، مثلاً کوئی شخص کہے میں تم کو یہ کپڑے بیچتا ہوں لیکن یہ معین کپڑا مستثنیٰ ہے تو یہ بیع بالاجماع جائز ہے۔

اگر استثناء معلوم ہو لیکن استثناء سے پہلے مبیع میں جہالت لازم آتی ہو تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے مثلاً ایک شخص کہے میں تم کو اناج کا یہ ڈھیر فروخت کرتا ہوں مگر اس سے ایک صاع مستثنیٰ ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ یہ بیع فاسد ہے کیونکہ استثناء کے بعد باقی مبیع مجہول ہے، ہاں اگر کسی عام حصہ کا استثناء کیا جائے تو جائز ہے۔ مثلاً کہے میں تم کو یہ ڈھیر فروخت کرتا ہوں لیکن اس کا نصف اس بیع سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ استثناء کے بعد باقی مبیع معلوم ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پہلی صورت میں بھی بیع جائز ہے بشرطیکہ تہائی سے زیادہ استثناء نہ ہو، اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ استثناء سے ممانعت مبیع میں جہالت کی وجہ سے کی گئی ہے کیونکہ ترمذی شریف میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ اور استثناء سے منع فرمایا الا یہ کہ قدر استثناء معلوم ہو جائے۔[1] پس جب استثناء سے مبیع میں جہالت لازم آئے گی تو بیع فاسد ہوگی اور جب استثناء سے مبیع میں جہالت نہیں ہوگی تو بیع جائز ہوگی۔

بَابُ ۴۹۸ كِرَاءِ الْأَرْضِ

زمین کو کرایہ پر دینا

۳۸۰۳ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ قَالَ نَا رَبَاحُ بْنُ أَبِي مَعْرُوفٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ وَعَنْ بَيْعِهَا السِّنِينَ وَعَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا اور کئی سالوں کے لیے اس کی بیع سے منع فرمایا اور مٹھاس آنے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔

۳۸۰۴ - وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ مُطَرِّفٍ الْوَرَّاقِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا۔

۳۸۰۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ لَقَبُهُ عَارِمٌ وَهُوَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

أَبُو النُّعْمَانِ السَّدُوسِيُّ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا فَإِنْ لَمْ يَزْرَعْهَا فَلْيُزْرِعْهَا أَخَاهُ۔

زمین ہو وہ اس میں کھیتی باڑی کرے اگر وہ اس میں کاشتکاری نہ کرے تو اپنے بھائی سے کاشت کاری کرائے۔

۳۸۰۶۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ نَا مَعْقِلٌ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ لِرِجَالٍ فُضُولُ أَرَضِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ أَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کے پاس فالتو زمینیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس فالتو زمین ہے، وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا وہ زمین اپنے بھائی کو عطا کر دے اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

۳۸۰۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُورٍ الرَّازِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ قَالَ أَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْخَذَ لِلْأَرْضِ أَجْرًا أَوْ حَظًّا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے یا اس کا کوئی فائدہ حاصل کرنے سے منع فرمایا۔

۳۸۰۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَزْرَعَهَا وَعَجَزَ عَنْهَا فَلْيَمْنَحْهَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس زمین ہو وہ اس میں کاشتکاری کرے اور اگر وہ اس میں کاشتکاری نہ کر سکے اور اس سے عاجز ہو جائے تو وہ زمین اپنے کسی مسلمان بھائی کو عطا کر دے اور اس سے کرایہ نہ لے۔

أَخَاهُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُوَاجِرُهَا إِيَّاهُ۔

۳۸۰۹- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ سُئِلَ سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى عَطَاءً فَقَالَ أَحَدَّثَكَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ وَلَا يُكْرِيهَا قَالَ نَعَمْ۔

سلیمان بن موسیٰ نے عطاء سے پوچھا کیا تم کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس زمین ہو وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا اپنے بھائی سے کاشتکاری کرائے اور اس کو کرایہ پر نہ دے۔ عطاء نے کہا: ہاں۔

۳۸۱۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُخَابَرَةِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۱۱- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ قَالَ نَا سُلَيْمُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلُ أَرْضٍ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيُزْرِعْهَا أَخَاهُ وَلَا تَبِيعُوهَا فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ مَا لَا تَبِيعُوهَا يَعْنِي الْكِرَاءَ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس فالتو زمین ہو وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا اپنے بھائی سے کاشت کاری کرائے اور اس کو فروخت مت کرو۔ میں نے سعید سے پوچھا فروخت کرنے کی ممانعت سے کیا کرایہ پر دینا مراد ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں!

۳۸۱۲- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُخَابِرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُصِيبُ مِنَ الْقِصْرِيِّ وَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زمین کو بٹائی پر دیتے تھے، اور کوشے کے بعد خوشوں میں جو دانے رہ جاتے ہیں ان میں سے حصہ لیا کرتے تھے، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس زمین

مِنْ كَذَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ فَلْيُحْرِثْهَا أَخَاهُ وَإِلَّا فَلْيَدَعْهَا.

جو وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا اپنے بھائی سے کاشتکاری کرائے ورنہ اس زمین کو چھوڑ دے۔

۳۸۱۳۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى جَمِيعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ الْمَكِّيَّ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنَّا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْخُذُ الْأَرْضَ بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ بِالْمَاذِيَانَاتِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا فَإِنْ لَمْ يَزْرَعْهَا فَلْيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ لَمْ يَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَلْيُمْسِكْهَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نہروں کے کنارے والے زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار پر لیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے اور اس بارے میں فرمایا: جس شخص کے پاس زمین ہو اس میں خود کاشت کاری کرے اور اگر وہ اس میں کاشت کاری نہیں کر سکتا تو اپنے بھائی کو کاشت کاری کے لیے دے دے، اور اگر وہ اپنے بھائی کو زمین نہیں دیتا تو اپنے پاس رکھے۔

۳۸۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا أَبُو سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَهَبْهَا أَوْ لِيُعِرْهَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس (فالتو) زمین ہو وہ اس کو ہبہ کر دے یا عاریتاً دے دے۔

۳۸۱۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو الْجَوَّابِ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ فَلْيُزْرِعْهَا رَجُلًا.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ اس زمین میں خود کاشتکاری کرے یا کسی اور شخص سے کاشتکاری کرائے۔

۳۸۱۶ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَهُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ قَالَ بُكَيْرٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنَّا نُكْرِي أَرْضَنَا ثُمَّ تَرَكْنَا ذَلِكَ حِينَ سَمِعْنَا حَدِيثَ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرایہ پر دینے سے منع فرمایا۔ بکیر کہتے ہیں کہ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم اپنی زمینوں کو کرائے پر دیتے تھے پھر ہم نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے حدیث سن کر (زمین کو کرائے پر دینا) چھوڑ دیا۔

۳۸۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ أَرْضِ الْبَيْضَاءِ سَنَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالی زمین کو دو یا تین سال کے لیے فروخت کرنے سے منع فرمایا۔

۳۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ حُمَيْدٍ الْأَعْرَجِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ السِّنِينَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ سِنِينَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سالوں کی بیع سے منع فرمایا اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے کئی سالوں کے لیے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا۔

۳۸۱۹ - وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس

يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ [illegible] قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ فَلْيَزْرَعْهَا أَوْ لِيَمْنَحْهَا أَخَاهُ فَإِنْ أَبَى فَلْيُمْسِكْ أَرْضَهُ.

زمین ہو اس میں وہ خود کاشت کاری کرے، یا وہ زمین دے۔

۳۸۲۰- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ نُعَيْمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْحَقْلِ فَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا الْمُزَابَنَةُ الثَّمَرُ بِالتَّمْرِ وَالْحَقْلُ كِرَاءُ الْأَرْضِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور حقل سے منع فرمایا، مزابنہ چھواروں کے عوض تازہ کھجوروں کی بیع ہے اور حقل زمین کو کرایہ پر دینا ہے۔

۳۸۲۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

۳۸۲۲- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔ مزابنہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو فروخت کرنا ہے اور محاقلہ زمین کو کرائے پر دینا ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ فِي رُءُوسِ النَّخْلِ وَالْمُحَاقَلَةُ كِرَاءُ الْأَرْضِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم زمین کو بٹائی پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، حتی کہ جب پہلا سال آیا تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۲۳- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَا وَقَالَ يَحْيَى أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ كُنَّا لَا نَرَى بِالْخَبَرِ بَأْسًا حَتَّى كَانَ عَامٌ أَوَّلُ فَزَعَمَ رَافِعٌ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں یہ زیادہ ہے کہ ہم نے اس حدیث کی وجہ سے زمین کو بٹائی پر دینا چھوڑ دیا۔

۳۸۲۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح قَالَ وَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا وَكِيعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَتَرَكْنَاهُ مِنْ أَجْلِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت رافع نے ہم کو زمین کی آمدنی سے روک دیا۔

۳۸۲۵- وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْخَلِيلِ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا لَقَدْ مَنَعَنَا رَافِعٌ نَفْعَ أَرْضِنَا۔

۳۸۲۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِي مَزَارِعَهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ خلافت اور حضرت معاویہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اپنی زمینوں کو بٹائی پر دیا کرتے تھے حتی کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے آخر میں انھیں حضرت رافع بن خدیج

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ فِي إِمَارَةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ حَتَّى بَلَغَهُ فِي آخِرِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ أَنَّ رَافِعَ ابْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يُحَدِّثُ فِيهَا بِنَهْيٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَأَنَا مَعَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بَعْدُ فَكَانَ إِذَا سُئِلَ عَنْهَا بَعْدُ قَالَ زَعَمَ ابْنُ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا۔

کی یہ حدیث پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (مجاہد کہتے ہیں) پھر حضرت ابن عمر، حضرت رافع کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ تھا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا: انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا، سو اس کے بعد حضرت ابن عمر نے زمین کو کرائے پر دینا چھوڑ دیا، پھر جب ان سے اس بارے میں سوال کیا جاتا تو کہتے ابن خدیج رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۲۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ فَتَرَكَهَا ابْنُ عُمَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَكَانَ لَا يُكْرِيهَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے اس کے بعد زمین کو کرائے پر دینا چھوڑ دیا۔

۳۸۲۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ ذَهَبْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ حَتَّى أَتَاهُ بِالْبَلَاطِ فَأَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ

نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گیا یہاں تک کہ وہ بلاط میں گئے انہوں نے حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاشت کی زمینوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے (بلاط مسجد نبوی کے قریب ایک جگہ کا نام ہے)۔

۳۸۲۹۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي خَلَفٍ وَ

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت

حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ زَيْدٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ اَتٰى رَافِعًا فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

رافع بن خدیج کے پاس گئے اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

۳۸۳۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا حُسَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ حَسَنِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُجْرِي الْاَرْضَ قَالَ فَنَبَّاَ حَدِيْثًا عَنْ رَافِعٍ فَانْطَلَقَ بِيْ مَعَهٗ اِلَيْهِ فَسَاَلَ فَذَكَرَ عَنْ بَعْضِ عُمُوْمَتِهٖ ذَكَرَ فِيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ فَتَرَكَهٗ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَلَمْ يُجْرِهَا.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما زمین کو کرائے پر دیتے تھے، پھر ان کو حضرت رافع کی ایک حدیث سنائی گئی، میں بھی ان کے ساتھ حضرت رافع کے پاس گیا، حضرت رافع نے اپنے بعض چچاؤں سے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے پھر حضرت عمر نے زمین کو کرائے پر دینا چھوڑ دیا۔

۳۸۳۱- وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ فَحَدَّثَهٗ عَنْ بَعْضِ عُمُوْمَتِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت رافع نے اپنے بعض چچاؤں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی۔

۳۸۳۲- وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّهٗ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ يُكْرِيْ اَرْضَهٗ حَتّٰى بَلَغَهٗ اَنَّ رَافِعَ ابْنَ خَدِيْجٍ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ يَنْهٰى عَنْ كِرَاءِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ زمین کرائے پر دے دیتے تھے حتیٰ کہ انھیں یہ حدیث پہنچی کہ حضرت رافع بن خدیج انصاری زمین کو کرائے پر دینے سے منع کرتے ہیں، پھر حضرت عبداللہ نے ان سے ملاقات کی اور کہا اے ابن خدیج زمین کو کرائے پر دینے کے سلسلے میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی حدیث بیان کرتے ہو، حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: میں

الْاَرْضِ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ خَدِيْجٍ قَدْ اَرَاكَ تُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعْتُ عَمَّيَّ وَكَانَا قَدْ شَهِدَا بَدْرًا يُحَدِّثَانِ اَهْلَ الدَّارِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُكْرٰى ثُمَّ خَشِيَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْدَثَ فِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ عَلِمَهُ فَتَرَكَ كِرَاءَ الْاَرْضِ۔

نے اپنے ان دو چچوں سے سنا ہے، جو غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے ہیں وہ گھر والوں سے حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع کیا ہے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمین کرائے پر دی جاتی تھی، پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ خوف ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نیا حکم دیا ہو جس کا انھیں علم نہ ہو، سو انھوں نے زمین کو کرائے پر دینا چھوڑ دیا۔

۳۸۳۳۔ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ وَيَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا نَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ يَّعْلَى بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُحَاقِلُ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنُكْرِيْهَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالطَّعَامِ الْمُسَمّٰى فَجَاءَنَا ذَاتَ يَوْمٍ رَجُلٌ مِّنْ عُمُوْمَتِيْ فَقَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ لَنَا نَافِعًا وَّطَوَاعِيَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اَنْفَعُ لَنَا نَهَانَا اَنْ نُّحَاقِلَ الْاَرْضَ فَنُكْرِيَهَا عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ وَالطَّعَامِ الْمُسَمّٰى

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمین کو کرائے پر دیا کرتے تھے، ہم زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار اور اناج کی ایک معین مقدار کے عوض کرائے پر دیتے تھے۔ ایک روز میرے پاس میرے چچاؤں میں سے کوئی ایک آیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک دیا جس میں ہمارے لیے نفع تھا اور اللہ اور رسول کی اطاعت میں زیادہ نفع ہے آپ نے ہمیں زمین کو کرائے پر دینے سے منع کر دیا، ہم زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار اور اناج کی ایک معین مقدار کے عوض دیتے تھے، آپ نے زمین کے مالک کو حکم دیا کہ وہ اس میں خود کاشتکاری کرے یا کسی سے کاشتکاری کرائے اور کرائے اور اس کے ماسوا کو مکروہ فرمایا۔

وَاَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ نَقْدًا فَلَا بَأْسَ بِهِ هٰكَذَا سَمِعْتُ رَافِعًا يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُحَاقَلَةُ اَنْ يُؤْجَرَ الْاَرْضُ بِالْحِنْطَةِ وَالْمُزَارَعَةُ اَنْ يُؤْجَرَ الْاَرْضُ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِ ذٰلِكَ وَكَانَ كَثِيرًا مِنْ اَرْضِ الْاَنْصَارِ اَرْضًا اِذَا جَاءَ اَهْلُهَا اَنْ تُؤْجَرَ اَرْضُهُمْ اَشْرَطُوا عَلَى اَنَّ لَهُمُ الْمَاذِيَانَاتِ وَاَقْبَالَ الْجَدَاوِلِ وَاَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ فَيَفْسُدُ بَعْضُهُ وَيَسْلَمُ بَعْضُهُ وَيَفْسُدُ بَعْضُهُ وَاَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ

سوائے اس کے۔

۳۸۳۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوبَ قَالَ كَتَبَ اِلَيَّ يَعْلَى ابْنُ حَكِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُحَاقِلُ الْاَرْضَ فَنُكْرِيهَا عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمین کو کرایہ پر دیتے تھے اور تہائی پیداوار اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۳۸۳۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح قَالَ وَثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ — قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلَى ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَنَا عَبْدَةُ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اسی طرح یہ روایت منقول ہے۔

۳۸۳۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ عَنْ بَعْضِ عُمُومَتِهِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی اور یہ نہیں کہا کہ میرے بعض چچوں سے روایت ہے۔

۳۸۳۷۔ حَدَّثَنِي اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ اَنَا اَبُو مُسْهِرٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ قَالَ حَدَّثَنِي اَبُو عَمْرٍو الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلَى رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ اَنَّ ظُهَيْرَ ابْنَ رَافِعٍ

حضرت رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا ظہیر بن رافع میرے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک دیا ہے جس میں ہمارا فائدہ تھا، میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی فرمایا ہے وہ حق

وَهُوَ عَمُّهُ قَالَ اَتَانِيْ ظُهَيْرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا فَقُلْتُ وَمَا ذَاكَ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ فَقُلْتُ نُوَاجِرُهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى الرَّبِيْعِ اَوِ الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ اَوِ الشَّعِيْرِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا اَوْ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِكُوْهَا۔

سے ہے۔ حضرت ظہیر بن رافع نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال کیا تم اپنے کھیتوں میں کیا کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمین کو چوتھائی پیداوار یا کھجور اور جَو کے معین وسق کے عوض اجرت پر دیتے ہیں، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو، اس کو خود کاشت کرو یا کسی سے کاشت کراؤ یا اس کو اپنے پاس رکھو۔

۳۸۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ عَنْ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَمِّهِ ظُهَيْرٍ۔

حضرت رافع بن خدیج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں ان کے چچا ظہیر کا ذکر نہیں ہے۔

۳۸۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ اَنَّهُ سَاَلَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ فَقَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْاَرْضِ قَالَ فَقُلْتُ اَبِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ قَالَ اَمَّا بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَلَا بَاْسَ بِهٖ۔

حنظلہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے، میں نے پوچھا کیا سونے اور چاندی کے عوض زمین کو اجرت پر دیا جا سکتا ہے؟ انھوں نے کہا سونے اور چاندی کے بدلے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۸۴۰ - حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِيْ حَنْظَلَةُ ابْنُ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ سَاَلْتُ رَافِعَ

حنظلہ بن قیس انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج انصاری رضی اللہ عنہ سے سونے اور چاندی کے عوض زمین کو اجرت پر دینے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ

بْنَ خَدِيجٍ عَنْ كِرَاءِ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْوَرِقِ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ إِنَّمَا كَانَ النَّاسُ يُوَاجِرُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَاذِيَانَاتِ وَإِقْبَالِ الْجَدَاوِلِ وَأَشْيَاءَ مِنَ الزَّرْعِ فَيَهْلِكُ هٰذَا وَيَسْلَمُ هٰذَا وَيَسْلَمُ هٰذَا وَيَهْلِكُ هٰذَا فَلَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ كِرَاءٌ إِلَّا هٰذَا فَلِذٰلِكَ زُجِرَ عَنْهُ وَأَمَّا شَيْءٌ مَعْلُومٌ مَضْمُونٌ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ نہروں کے کناروں اور نالوں کے ساتھ والی زمین کو پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے تھے۔ سو اس زمین کی فصل تباہ ہو جاتی اور دوسری زمین کی فصل سلامت رہتی اور بسا اوقات یہ فصل بچ جاتی اور دوسری تلف ہو جاتی، پھر لوگوں کو باقی ماندہ فصل کے علاوہ اور کچھ کرایہ نہ ملتا، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرائے پر دینے سے منع فرما دیا، البتہ اگر کرایہ کا معاوضہ کوئی معین چیز ہو جس کے تلف نہ ہونے کی ضمانت ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۸۴۱ - وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَنْظَلَةَ الزُّرَقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كُنَّا أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ حَقْلًا قَالَ كُنَّا نُكْرِي الْأَرْضَ عَلَى أَنَّ لَنَا هٰذِهِ وَلَهُمْ هٰذِهِ فَرُبَّمَا أَخْرَجَتْ هٰذِهِ وَلَمْ تُخْرِجْ هٰذِهِ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ وَأَمَّا الْوَرِقُ فَلَمْ يَنْهَنَا.

حنظلہ زرقی کہتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم انصار کے کھیت بہت تھے اور ہم زمین کو اس طریقہ سے کرایہ پر دیتے تھے کہ زمین کے اس حصہ کی پیداوار ہماری ہے اور زمین کے اس حصہ کی پیداوار مزارعین (کاشت کاروں) کی ہے، بسا اوقات زمین کے اس حصہ میں پیداوار ہوتی اور اس حصہ میں پیداوار نہ ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے روک دیا البتہ چاندی کے عوض اجرت پر دینے سے نہیں روکا۔

۳۸۴۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ قَالَ نَا حَمَّادٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۸۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَعْقِلٍ عَنِ الْمُزَارَعَةِ فَقَالَ أَخْبَرَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ رَضِيَ اللهُ

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مزارعت کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا مجھے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے، اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے اس سے روکا اور "ابن معقل" کا لفظ ہے عبداللہ کا لفظ نہیں ہے۔

تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَفِیْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ نَهٰی عَنْهَا وَقَالَ سَئَلْتُ ابْنَ مَعْقِلٍ وَلَمْ يُسَمِّ عَبْدَ اللّٰهِ۔

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے مزارعت کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے اور زمین کو اجرت پر دینے کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۸۴۴ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا يَحْيَی بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ فَسَاَلْنَاهُ عَنِ الْمُزَارَعَةِ فَقَالَ زَعَمَ ثَابِتٌ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الْمُزَارَعَةِ وَ اَمَرَ بِالْمُوَاجَرَةِ وَقَالَ لَا بَاْسَ بِهَا۔

عمرو کہتے ہیں کہ مجاہد نے طاؤس سے کہا کہ ہمارے ساتھ رافع بن خدیج کے لڑکے کے پاس چلو اور ان سے وہ حدیث سنو جس کو وہ اپنے والد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، طاؤس نے مجاہد کو جھڑکا اور کہا بخدا! اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع کیا ہے، تو میں مزارعت کبھی نہ کرتا، لیکن مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جو صحابہ میں سے زیادہ عالم تھا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو زمین ہبہ کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے معین اجرت (کرایہ) لے۔

۳۸۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی قَالَ اَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرٍو اَنَّ مُجَاهِدًا قَالَ لِطَاوُسٍ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰی ابْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ فَاسْمَعْ مِنْهُ الْحَدِيْثَ عَنْ اَبِيْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَانْتَهَرَهُ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْهُ مَا فَعَلْتُهُ وَلٰكِنْ حَدَّثَنِیْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكُمْ يَعْنِیْ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَنْ يَمْنَحَ الرَّجُلُ اَخَاهُ اَرْضَهُ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَّعْلُوْمًا۔

۳۸۴۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَابْنِ طَاوُسٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّهُ كَانَ يُخَابِرُ قَالَ عَمْرٌو فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوْ تَرَكْتَ هٰذِهِ الْمُخَابَرَةَ وَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُخَابَرَةِ فَقَالَ أَيْ عَمْرٌو أَخْبَرَنِي أَعْلَمُهُمْ بِذٰلِكَ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهَا إِنَّمَا قَالَ يَمْنَحُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا خَرْجًا مَعْلُومًا

عمرو اور ابن طاؤس بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اپنی زمین کو بٹائی پر دیتے تھے عمرو نے کہا اے ابو عبدالرحمان! اگر تم بٹائی کو ترک کر دو تو بہتر ہے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے انھوں نے کہا اے عمرو! مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جو صحابہ میں اس معاملے کا سب سے زیادہ عالم تھا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو زمین ہبہ کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس کو معین اجرت پر دے۔

۳۸۴۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ شَرِيكٍ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ

چار سندوں سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کی جس طرح عمرو نے بیان کیا ہے۔

۳۸۴۸ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ أَرْضَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهَا كَذَا وَكَذَا لِشَيْءٍ مَعْلُومٍ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا هُوَ الْحَقْلُ وَهُوَ بِلِسَانِ الْأَنْصَارِ الْمُحَاقَلَةُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو زمین ہبہ کر دے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس سے اتنی، اتنی معین اجرت لے۔

۳۸۴۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ زَيْدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَاِنَّهٗ اَنْ يَّمْنَحَهَا اَخَاهُ خَيْرٌ لَّهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی شخص کے پاس زمین ہو اور وہ اسے اپنے بھائی کو ہبہ کر دے تو بہتر ہے۔

زمین پر کاشت کاری کی صورتیں

مالک زمین اور مزارع کے درمیان معاملہ کی چار صورتیں ہیں:

(۱) مالک زمین مزارع سے یہ کہے کہ میں تم کو مزارعت کے لیے یہ زمین اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم اس کی پیداوار میں سے مثلاً سو کلوگرام پیداوار مجھے بطور معاوضہ دو گے۔ یہ معاوضہ بالاجماع باطل ہے کیونکہ اس میں غرر ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ زمین میں پیداوار ہوگی یا نہیں اور اگر ہوگی تو کس قدر ہوگی!

(۲)۔ مالک زمین یہ کہے کہ میں تم کو اس شرط پر مزارعت کے لیے زمین دیتا ہوں کہ تم اس زمین کے فلاں حصہ کی پیداوار مجھے دو گے اور اس زمین کے فلاں حصہ کی پیداوار خود رکھو گے یہ معاملہ بھی بالاجماع باطل ہے، اس میں بھی غرر ہے۔ کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ زمین کے فلاں حصہ میں پیداوار ہوگی یا نہیں، کم ہوگی یا زیادہ ہوگی۔

(۳)۔ مالک زمین مزارع کو زمین کرایہ پر دے اور کرایہ میں سونا چاندی، کرنسی، غلہ اور دوسری چیزوں کی ایک معین مقدار طے کرے اس میں شرط یہ ہے کہ اس زمین کی پیداوار اجرت میں نہ دی جائے یعنی بٹائی پر نہ دی جائے۔ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(۴)۔ مالک زمین، مزارع کو زمین بٹائی پر دے یعنی یہ طے کیا جائے کہ مزارعت کے عوض اس زمین کی پیداوار کا نصف یا تہائی حصہ بطور معاوضہ کے دیا جائے گا اس میں بھی فقہا کا اختلاف ہے۔

زمین کو کرایہ پر دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں: مزروعہ زمین کی پیداوار کے علاوہ اور کسی جنس کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ البتہ ربیعہ کی رائے یہ ہے کہ زمین کو صرف سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دیا جا سکتا ہے، اور امام مالک کے نزدیک طعام (غلہ، اناج) کے علاوہ سونے، چاندی اور دوسری چیزوں کے عوض زمین کو کرائے پر دیا جا سکتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک زمین کو سونے، چاندی، کرنسی، کپڑے، اناج اور دوسری چیزوں کے عوض کرائے پر دیا جا سکتا ہے۔

طاؤس، حسن بصری، عطاء، عکرمہ، مجاہد، مسروق، شعبی، ابن سیرین، قاسم بن محمد اور شیخ ابن حزم کے نزدیک زمین کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے[1] ——— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔ ———

زمین کو کرایہ پر دینے کے عدم جواز میں ابن حزم کے دلائل

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: زمین کو کرایہ پر دینا بالکل جائز نہیں ہے، دینار کے عوض نہ درہم کے عوض، سامان کے عوض نہ اناج کے عوض، کسی چیز کے عوض بھی زمین کو کرایہ پر دینا اصلاً جائز نہیں ہے۔ زمین پر کاشتکاری صرف تین طریقوں سے جائز ہے یا خود کاشتکاری کرے یا زمین کسی کو ہبہ کر دے اور وہ اس میں کاشتکاری کرے اور یا زمین کو بٹائی پر دے دے۔

شیخ ابن حزم نے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث پیش کی کہ جس شخص کے پاس زمین ہو، اس میں وہ خود کاشتکاری کرے یا وہ زمین کسی کو ہبہ کر دے ورنہ زمین کو اپنے پاس رکھے" اور صحیح بخاری کی حدیث جو نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر اپنی زمینیں کرائے پر دیتے تھے ایک دن حضرت ابن عمر حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس گئے نافع کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ تھا، حضرت رافع بن خدیج نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔" اس مضمون کی روایت کو شیخ ابن حزم نے متعدد طرق اور اسانید سے پیش کیا ہے۔ [1]

زمین کو کرائے پر دینے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوال تابعین

ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء نے زمین کو کرایہ پر دینے کے جواز میں حسب ذیل احادیث اور آثار سے استدلال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن رافع بن خديج حدثني عماي انهم كانوا يكرون الارض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ينبت على الارباع او بشئ يستثنيه صاحب الارض فنهانا النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقلت لرافع فكيف هي بالدينار والدرهم فقال رافع ليس بها باس بالدينار والدراهم۔ [2]

حنظلہ بن قیس کہتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے دو چچاؤں نے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زمین کو اس غلہ کے عوض کرائے پر دیتے تھے جو نہروں کے کناروں والی زمین پر پیدا ہوتا تھا یا اس چیز کے عوض جس کا زمین کا مالک استثناء کر لیتا تھا، (مثلاً انتہائی پیداوار یا جو انتہائی پیداوار کا استثناء کر لیتا تھا۔) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع کر دیا۔ میں نے رافع سے پوچھا: زمین کو درہم اور دینار کے عوض کرائے پر دینا کیسا ہے انہوں نے کہا درہم اور دینار کے عوض میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۲۳۔۲۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۵۰ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

حنظلہ بن قیس کی اس روایت کا امام مسلم نے بھی اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[1]
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حنظلة بن قيس الانصاري قال سالت رافع بن خديج عن كراء الارض بالذهب والورق فقال لا باس به انما كان الناس يواجرون على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم على الماذيانات واقبال الجداول واشياء من الزرع فيهلك هذا ويسلم هذا ويسلم هذا ويهلك هذا فلم يكن للناس كراء الا هذا فلذلك زجر عنه فاما شيء معلوم مضمون فلا باس به۔[2]

حنظلہ بن قیس انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے پوچھا آیا زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے؟۔ انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ نہروں اور نالوں کے ساتھ والی زمینوں کی پیداوار کے عوض اور زمین کی معین پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دیتے تھے پس کبھی پانی کے ساتھ والی زمین خراب ہو جاتی اور دوسری سلامت رہتی اور کبھی یہ سلامت رہتی اور وہ خراب ہو جاتی اور لوگوں کے لیے یہی کرایہ ہوتا تھا۔ اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔ البتہ اگر کرایہ کی مقدار معلوم اور اس کی سلامتی کی ضمانت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے[3] امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے[4]

عن حنظلة الزرقي انه سمع رافع بن خديج يقول كنا اكثر الانصار حقلا قال كنا نكري الارض على ان لنا هذه ولهم هذه فربما اخرجت هذه ولم تخرج هذه فنهانا عن ذلك واما الورق فلم ينهنا۔[5]

حنظلہ زرقی کہتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج فرماتے تھے کہ ہم انصار کے بہت کھیت تھے، ہم زمینوں کو اس طرح کرایہ پر دیتے تھے کہ زمین کے اس حصے کی پیداوار ہماری ہوگی اور اس حصے کی پیداوار کاشت کرنے والوں کی ہوگی، بسا اوقات زمین کے اس حصے میں پیداوار ہوتی اور دوسرے حصے میں پیداوار نہ ہوتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرما دیا۔ البتہ چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے سے منع نہیں فرمایا۔

---

[1] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ اولیٰ، ۱۳۷۵ھ
[2] ۔ " " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳، " " "
[3] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[4] ۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ (مرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
[5] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

امام عبدالرزاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[1] اور امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے[2]۔ نیز امام حمیدی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے[3]۔

عن عبد الله بن السائب قال دخلنا على عبد الله بن مَعْقل فسئلناه عن المزارعة فقال زعم ثابت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة وامر بالمواجرة وقال لا باس بها۔[4]

عبداللہ بن السائب بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن معقل کے پاس گئے اور ان سے مزارعت کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا ثابت یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے اور زمین کو اجرت پر دینے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن المسيب عن سعد قال كنا نكرى الارض بما على السواقى من الزرع وما سعد بالماء منها فنهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك وامرنا ان نكريها بذهب او فضة۔[5]

سعید بن مسیب، حضرت سعد (بن ابی وقاص) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نہروں کے کناروں والی زمین کی پیداوار، اور زمین کے جس حصے کو از خود نہروں سے سیراب کیا جاتا تھا اس کی پیداوار کے عوض زمین کو کاشت کے لیے دیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع کر دیا اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم زمین کو سونے یا چاندی کے عوض کرائے پر دیں۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

عن رافع بن خديج قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المحاقلة والمزابنة وقال انما يزرع ثلاثة رجل له ارض فهو يزرعها ورجل منح ارضا فهو يزرع ما منح ورجل استكرى ارضا بذهب

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا اور فرمایا کہ زراعت صرف تین طرح کی جاسکتی ہے ایک شخص اپنی زمین میں خود کاشت کرے، ایک شخص اپنی زمین کسی کو ہبہ کر دے اور وہ شخص ہبہ شدہ زمین میں

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۹۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی ، المسند ج ۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، (المرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۱۸-۳۱۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

او فضة ۔ [1]

کاشت کرے، ایک شخص سونے یا چاندی کے عوض زمین کو کرائے پر حاصل کرے۔

حافظ الہیثمی نے بھی اس حدیث کو طبرانی کی معجم کبیر کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں [2]

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنا نکری ارض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونشترط ان لا نعرھا بعرة الناس ۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کو کرایہ پر دیتے تھے اور اس میں شرط عائد کرتے تھے کہ ہم اس میں لوگوں کی کھاد نہیں ڈالیں گے۔

حافظ الہیثمی، امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یحرم کراء الارض ولکنه امر بمکارم الاخلاق ۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے کرایے پر دینے کو حرام نہیں کیا لیکن آپ نے حسن اخلاق کا حکم دیا ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن قتادة عن ابن المسیب، سالم بن عبداللہ وابراھیم النخعی کانوا لا یرون بکراء الارض باسا یکرون ارضھم ۔ [5]

قتادہ کہتے ہیں کہ ابن مسیب، سالم بن عبداللہ اور ابراہیم نخعی زمین کو کرایے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور اپنی زمینیں کرائے پر دیتے تھے۔

عن ھشام بن عروة عن ابیه لم یکن یری بکراء الارض باسا ۔ [6]

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ زمینوں کو کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

عن عبدالکریم الجزری قال: قلت لسعید بن جبیر ان عکرمة یزعم ان کراء

عبدالکریم جزری کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ زمین کو کرایہ پر دینا ٹھیک

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۷ھ

[3] " " " (المرتب) کشف الاستار عن زوائد البزار مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۲ھ

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۷ھ

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۹۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ھ

[6] " " " " المصنف ج ۸ ص ۹۱، " " " " "

الارض لایصلح، فقال کذب عکرمة، سمعت ابن عباس یقول: ان خیر ما انتم صانعون فی الارض البیضاء ان تکروا الارض البیضاء بالذهب و الفضة۔[1]

عن سعید ان ابن عباس قال ان امثل ما انتم صانعون ان تستاجروا الارض البیضاء۔[2]

عن ابراهیم و سعید بن جبیر انهما قالا: لا باس بکراء الارض البیضاء۔[3]

عن حنظلة بن قیس قال: سألت رافع بن خدیج عن کراء الارض البیضاء، فقال: حلال لا باس به انما نهی عن الارماث ان یعطی الرجل الارض و یستثنی بعضها و نحوه۔[4]

اخبرنا الثوری عن ابراهیم النخعی انه استاجر ارضا بیضاء الی اجل معلوم بذهب او فضة۔[5]

عن موسی بن عبد الله بن یزید قال، سئل ابن عمر عن کراء الارض فقال ارضی و بعیری سواء۔[6]

نہیں ہے، سعید بن جبیر نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خود سنا ہے کہ خالی زمین کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ تم اس کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دو۔

سعید ابن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا سب سے بہتر کام یہ ہے کہ تم خالی زمین کو کرایہ پر دو۔

ابراہیم اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ خالی زمین کو کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حنظلہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے رافع بن خدیج سے خالی زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا یہ حلال ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضور نے ارماث سے منع کیا ہے یعنی کوئی شخص کسی کو زمین دے اور اس کی پیداوار کے بعض حصے کو مستثنیٰ کرے۔

ثوری کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے خالی زمین کو سونے یا چاندی کے عوض ایک مدت معین کے لیے کرائے پر لے لیا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زمین کو کرایے پر دینے کے بارے میں سوال کیا گیا: انھوں نے کہا میری زمین اور میرا اونٹ برابر ہیں۔

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ۔

[2] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۹۲، " " " " " "

[3] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۹۳-۹۲، " " " " " "

[4] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۹۴، " " " " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۹۴، " " " " " "

[6] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۹۴، " " " " " "

WWW.NAFSEISLAM.COM

اخبرنا اسماعیل بن ابی خالد عن انس بن مالك قال: ارضی و مالی سواء۔[1]

اسماعیل بن ابی خالد حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا میرا مال اور میری زمین دونوں برابر ہیں۔

قال الزهری: فسئلت ابن المسیب عن کرائها بالذهب والورق فقال: لا باس به۔[2]

زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسیب سے زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینے کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن نصیر بن ادهم قال: سمعت الضحاك بن مزاحم یقول: لا یصلح من الارض الا خصلتان ارض منحکها رجل یملك رقبتها او ارض استاجرتها باجر معلوم الی اجل معلوم۔[3]

نصیر بن ادھم کہتے ہیں کہ ضحاک بن مزاحم یہ کہتے تھے کہ زمین میں صرف دو صورتیں جائز ہیں ایک وہ زمین جو کسی شخص نے تم کو ہبہ کی اور تم اس کے مالک ہو گئے، یا وہ زمین جس کو تم نے مدت معین کے لیے معین اجرت کے عوض کرائے پر لیا۔

عن الحکم عن ابراهیم قال: ان امثل ابواب الزرع ان یستاجر الارض البیضاء باجر معلوم۔[4]

حکم کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا، کاشت کاری کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خالی زمین کو معین کرایہ پر لے لیا جائے۔

عن عکرمة، قال: لا باس بکری الارض بالطعام۔[5]

عکرمہ کہتے ہیں کہ طعام (اناج، غلہ) کے عوض زمین کو کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن زیاد بن ابی مسلم قال: سألت سعید بن جبیر عن کری الارض بالدراهم و الطعام فلم یر به باسًا۔[6]

زیاد بن ابی مسلم کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آیا دراہم اور طعام کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟ تو انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھی۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۸ ص ۹۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

[2] " " " " ج ۸ ص ۹۴ " " " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " " ج ۶ ص ۳۴۹، " " " " " "

[5] " " " " ج ۶ ص ۳۴۹، " " " " " "

[6] " " " " ج ۶ ص ۳۴۹، " " " " " "

عن ابی معشر عن ابراهیم قال: لا بأس ان تأخذ بطعام مسمی [1]

ابو معشر کہتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا زمین کو معین طعام کے عوض کرائے پر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایات کے جوابات

شیخ ابن حزم اور زمین کو کرائے پر دینے کے دیگر منکرین نے جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ روایات اور ان کے جوابات حسب ذیل ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان ابن عمر کان یاجر الارض قال فنبئ حدیثا عن رافع قال فانطلق بی معه الیه قال فذکر ان بعض عمومته ذکر فیه النبی صلی الله علیه وسلم انه نهی عن کراء الارض قال فترکه ابن عمر فلم یاجر [2]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر زمین کو کرائے پر دیتے تھے پھر ان کو حضرت رافع کی ایک روایت سنائی گئی وہ میرے ساتھ حضرت رافع کے پاس گئے حضرت رافع نے اپنے بعض چچاؤں سے یہ روایت بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پہ دینے سے منع فرمادیا ہے پھر حضرت ابن عمر نے زمین کرائے پر نہیں دی۔

اس مضمون پر مشتمل حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

اس مضمون کی تمام حدیثوں کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیثیں مختصر ہیں امام بخاری اور امام مسلم نے انھی صفحات پر ان حدیثوں کو پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے، جن کو ہم نے جمہور کے دلائل کے زیر عنوان باحوالہ پوری تفصیل سے بیان کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عہد رسالت میں بعض لوگ زمین کے ایک معین حصہ کی پیداوار کے عوض زمین کرائے پر دیتے تھے اور باقی حصہ کی پیداوار کاشتکار کے لیے ہوتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غرر کی وجہ سے اس سے منع فرمادیا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مالک زمین کے حصہ والی زمین میں پیداوار ہو اور دوسرے حصہ میں پیداوار نہ ہو یا اس کے برعکس ہو، اور درہم، دینار اور طعام معروف کے عوض کرائے پر آپ نے منع نہیں کیا خود حضرت رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ درہم اور دینار کا کرایہ جائز ہے اور متعدد احادیث میں تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درہم اور دینار کے بدلہ میں زمین کو کرائے پر دینے کا حکم دیا، ان احادیث کو ہم جمہور کے دلائل کے زیر عنوان پیش کر چکے ہیں۔

زمین کو کرائے پر دینے کے منکرین کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدثنا هناد ثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی حصین عن مجاهد عن رافع بن خدیج قال نهانا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن امر کان لنا نافعا اذا

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک ایسے کام سے روک دیا جس میں ہمارا فائدہ تھا، جب ہم میں سے کسی کے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۴۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کانت لاحدنا ارض ان یعطیها ببعض خراجها او بدراهم وقال اذا کانت لاحدکم ارض فلیمنحها اخاه او لیزرعها۔[1]

پاس زمین ہوتی تو وہ اس کو کچھ پیداوار کے عوض یا دراہم کے بدلہ کاشتکاری کے لیے دیتا، آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے پاس زمین ہو تو یا اپنے بھائی کو ہبہ کر دو، یا اس میں خود کاشت کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث کو امام نسائی نے معلول قرار دیا ہے کیونکہ مجاہد نے اس حدیث کو رافع سے نہیں سنا، حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر بن عیاش ہے، اس کے حافظہ پر تنقید کی گئی ہے۔ ابوعوانہ نے اس کو روایت کیا ہے اور وہ اپنے شیخ سے زیادہ ثقہ ہیں اور اس میں دراہم کا ذکر نہیں ہے۔ امام مسلم نے اس حدیث کو از سلیمان بن یسار از رافع بن خدیج کی سند سے بیان کیا ہے اور ان کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں اس وقت سونے اور چاندی کے عوض کرایہ نہیں تھا۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث شاذ اور منکر ہے اور ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے، اس لیے مقبول نہیں ہے دوسرا جواب اس کا خود امام ترمذی نے دیا ہے وہ روایت کے اخراج کے بعد حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ذکر کرتے ہیں:

عن طاؤس عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یحرم المزارعة ولکن امر ان یرفق بعضهم ببعض هذا حدیث حسن صحیح۔[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت کو حرام نہیں فرمایا لیکن آپ نے (ہبہ کا امر فرما کر) لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[4] اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے[5] خلاصہ یہ ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کو مفت زمین دینا، کرائے پر دینے کی بہ نسبت افضل اور اولیٰ ہے۔ اس لیے کسی ضرورت مند کو زمین مفت دینے کی بجائے کرائے پر دینا افضل اور اولیٰ کے خلاف ہے۔ نہ یہ کہ ناجائز یا مکروہ تحریمی ہے۔

منکرین کا تیسرا اعتراض امام ابوداؤد کی اس روایت سے ہے:

حدثنی عثمان بن سهل بن رافع بن خدیج قال انی لیتیم فی حجر رافع بن خدیج وحججت معه فجاء اخی عدان بن سهل فقال اکرینا ارضنا فلانة مائتی درهم فقال دعه فان النبی صلی الله علیه وسلم نهی

عثمان بن سہل بن رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت رافع بن خدیج کی گود میں یتیم تھا اور میں نے ان کے ساتھ حج کیا، حضرت رافع کے پاس میرا بھائی عمران بن سہل آیا اور کہا ہم کو اپنی فلاں زمین دو سو درہم کے عوض کرائے پر دے دو، حضرت رافع نے فرمایا اس کو چھوڑ دو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[5] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ (المرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

عن کراء الارض [1]

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث شاذ ہے کیونکہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں حضرت رافع بن خدیج سے یہ روایت ہے کہ درہم اور دینار کے عوض زمین کو کرائے پر دینا جائز ہے اور صحیح مسلم میں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے کا حکم فرمایا۔ مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کو کرائے پر دیتے تھے اس لیے ان بکثرت صحیح روایات کے مقابلہ میں اس شاذ روایت کا اعتبار نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے یعنی کرائے پر دینا افضل اور اولیٰ امر کے خلاف ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حسب ذیل روایت سے ظاہر ہے:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کانت لہ ارض فانہ ان منحھا اخاہ خیر لہ۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس (فالتو) زمین ہو وہ اسے اگر اپنے بھائی کو ہبہ کر دے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے ص ۲۵۶ سے لے کر ۲۶۳ تک زمین کے کرائے پر بہت طویل علمی اور محدثانہ بحث کی ہے اور انھوں نے کرائے کا جواز ثابت کرنے کے لیے تقریباً ان تمام احادیث کو نقل کیا ہے جن کو ہم متعدد حوالوں سے پیش کر چکے ہیں اور مخالفین کی پیش کردہ روایات کے بھی امام طحاوی نے وہی جوابات ذکر کیے ہیں جن کو ہم بکثرت حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔ البتہ امام طحاوی نے ایک علمی اور دقیق جواب زائد بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

عن عروۃ بن الزبیر عن زید بن ثابت انہ قال: یغفر اللہ لرافع بن خدیج انا واللہ کنت اعلم بالحدیث منہ انما جاء رجلان من الانصار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اقتتلا فقال ان کان ھذا شانکم فلا تکروا المزارع فسمع قولہ لا تکروا المزارع۔ [3]

عروہ بن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے بخدا میں اس حدیث کو ان سے زیادہ جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انصار کے دو شخص آئے جو آپس میں لڑ رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر تمہارا یہی حال ہے تو تم زمین کو کرائے پر مت دو، رافع بن خدیج نے آپ کا یہ قول سن لیا "زمین کو کرائے پر مت دو۔"

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ابو جعفر طحاوی فرماتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت رافع بن خدیج نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ سنا تھا "زمین کو کرائے پر مت دو" وہ بطور تحریم نہیں تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان لڑائی کو ناپسند کیا تھا[1] گویا آپ کا یہ حکم برائے شفقت تھا اور ان کے ساتھ خاص تھا اور حضرت رافع بن خدیج نے اس کو ایک حکم عام سمجھ کر روایت کرنا شروع کر دیا۔

حاصل بحث یہ ہے کہ زمین کو نقد رقم، سونے، چاندی اور دیگر اشیائے متقومہ کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے اور اس کے خلاف جو روایات ہیں وہ یا ضعیف ہیں یا ان میں تاویل ہے، اسی طرح بعض تابعین کے اقوال پر جو اس کے خلاف ہیں ان میں یا تاویل ہے اور یا وہ اقوال مردود ہیں ائمہ اربعہ کا زمین کو کرائے پر دینے کے جواز پر اجماع ہے اور شیخ ابن حزم اور ان کے موافقین کے اقوال مردود ہیں اور ظاہر ہے احادیث کے مقابلہ میں ان اقوال کی حیثیت پر کاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔

مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینے) میں مذاہب فقہاء

کاشتکاری کی چوتھی صورت مخابرہ ہے، یعنی مالک زمین، کاشتکار کے ساتھ یہ معاہدہ کرے کہ اس زمین سے جو پیداوار حاصل ہوگی اس کا مثلاً نصف، ثلث یا ربع میں لوں گا اور باقی پیداوار تمہاری ہو گی۔ مخابرہ میں بھی فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

اوّل: مخابرہ (مزارعت) مطلقاً جائز ہے، یہ امام احمد، امام ابو یوسف اور محمد کا قول ہے اور بعض شافعیہ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے[2]

ابن حزم کا بھی یہی نظریہ ہے[3]

ثانی: مخابرہ (مزارعت) مطلقاً ناجائز ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ اور امام زفر کا قول ہے[4]

ثالث: مزارعت چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ ان میں بنیادی شرط یہ ہے کہ مزارعت، مساقات کے ضمن میں ہو بایں طور کہ درختوں کے درمیان خالی زمین ہو اور ان میں کاشتکاری کی جائے۔ یہ امام شافعی کا قول ہے[5]

رابع: مزارعت، مساقات کے ضمن میں جائز ہے بشرطیکہ وہ خالی زمین جس میں کاشتکاری ہو، وہ درختوں پر مشتمل جگہ کی ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمین کی پیداوار کے حصہ کے عوض زمین کو دینا۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک

---

[1] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی ظاہری متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۲۴، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ناجائز ہے، البتہ امام شافعی اور امام مالک بعض شرائط کے ساتھ مساقات کے ضمن میں مزارعت کو جائز کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ مساقات کے ضمن میں بھی مزارعت کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مساقات بھی ناجائز ہے۔

زمین کو بٹائی پر دینے کے عدم جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

ائمہ ثلاثہ مزارعت کو حسب ذیل احادیث کی بناء پر ناجائز کہتے ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن رافع بن خديج قال كنا نحاقل الارض على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فنكريها بالثلث والربع والطعام المسمى فجاءنا ذات يوم رجل من عمومتي فقال نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن امر كان لنا نافعا و طواعية الله ورسوله انفع لنا نهانا ان نحاقل بالارض فنكريها على الثلث والربع والطعام المسمى وامر رب الارض ان يزرعها او يزرعها وكره كراءها وما سوى ذلك۔[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کاشتکاری کرتے تھے اور زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار اور معین اناج کے عوض کرائے پر دیتے تھے، ایک دن میرے ایک چچا آئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک نفع آور چیز سے روک دیا ہے، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں زیادہ نفع ہے۔ آپ نے زمین کو تہائی اور چوتھائی پیداوار اور معین اناج کے عوض کرائے پر دینے سے روک دیا ہے اور زمین کے مالک کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں خود زراعت کرے یا کسی کو زراعت کے لیے دے دے اور کرائے پر دینے یا اس کے علاوہ کسی اور صورت کو ناپسند فرمایا۔

عن عبد الله بن السائب قال سالت عبد الله بن معقل عن المزارعة فقال اخبرني ثابت بن الضحاك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن المزارعة۔[2]

عبداللہ بن سائب کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن معقل سے مزارعت کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے کہا مجھے حضرت ثابت بن ضحاک نے یہ حدیث سنائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرما دیا۔

اس مضمون کی روایات حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہیں۔ ہم نے وہ روایات پیش کی ہیں جو ائمہ ثلاثہ کے موقف پر زیادہ صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴، " " " "

مزارعت پر اعتراضات کے جوابات

ائمہ ثلاثہ کی پیش کردہ روایات کے یہی جوابات دیے ہیں:

پہلا جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصومات اور لڑائی جھگڑے کی وجہ سے مزارعت سے منع فرمایا تھا اگر فریقین میں خصومات نہ ہوں تو پھر مزارعت ممنوع نہیں ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا "اللہ تعالیٰ رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے، بخدا مجھے اس حدیث کا (حضرت) رافع بن خدیج سے زیادہ علم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو انصاری صحابہ آئے جو آپس میں لڑ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری یہی روش ہے تو تم زمین کو کرائے پر نہ دیا کرو"[1] اس حدیث کو امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔

دوسرا جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کی پیداوار کے معروف حصہ کے عوض زمین دینے کو منع نہیں کیا بلکہ ایک خاص صورت سے منع فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مالک زمین یہ کہتا تھا کہ زمین کے اس حصے کی پیداوار ہماری ہوگی اور اس حصے کی پیداوار تمہاری ہوگی پھر بسا اوقات اس حصے میں پیداوار ہوتی اور اس حصے میں پیداوار نہ ہوتی اور کبھی اس کے برعکس ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاص صورت میں مزارعت سے منع فرمایا ہے مطلقاً مزارعت سے منع نہیں فرمایا۔ اس کی دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۳۸۴۰ اور ۳۸۴۱ ہے۔

تیسرا جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تحریم مزارعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ بطور تنزیہ منع فرمایا ہے، کیونکہ مالک زمین اپنے کسی مسلمان بھائی کو منفعت دے دینا اس کو مزارعت پر دینے سے افضل ہے اس کی دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۳۸۵۵، ۳۸۵۶، ۳۸۵۷، ۳۸۵۸، ۳۸۵۹ میں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے حضرت رافع کی حدیث کے چار جواب دیے ہیں ایک جواب وہی ہے جو علامہ ذہلی نے دیا ہے کہ زمین کے حصے متعین کر کے اس کی پیداوار کے لین دین سے منع کیا ہے۔

دوسرا جواب: حضرت رافع کی حدیث زمین کی تہائی یا چوتھائی پیداوار کو بطور کرایہ لینے کے بارے میں ہے اور ہمارا بحث مزارعت میں ہے اور یہ حدیث مزارعت کی نفی پر بالکل دلالت نہیں کرتی، اور حضرت رافع کی جس حدیث میں مزارعت کا ذکر ہے اس کو کرائے پر بھی محمول کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک ہی قصہ ہے جس کو مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ حدیث کے الفاظ کی ایسی تفسیر کی جائے جو دوسری روایات کے موافق ہو۔

تیسرا جواب: حضرت رافع کی حدیث میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے جو اس حدیث پر ترک عمل کا موجب ہے۔ امام احمد نے کہا حدیث رافع کے کئی رنگ ہیں، نیز کہا اس کی کئی قسمیں ہیں، ابن منذر نے کہا یہ حدیث معلل ہے جس کی وضاحت حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی روایات سے ہوتی ہے۔ نیز یہ حدیث اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں کرائے سے علی الاطلاق ممانعت ہے۔ کسی روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت رافع اپنے بعض چچاؤں سے روایت کرتے ہیں، کسی میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے خود سنا ہے، کسی میں ہے کہ انھوں نے ظہیر بن

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

رافع سے سنا ہے، اس کے برخلاف جن روایات میں مزارعت کے ثبوت کا ذکر ہے وہ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور تمام خلفاء راشدین نے ان پر عمل کیا ہے پس ان احادیث متواترہ کو چھوڑ کر اس مضطرب حدیث پر عمل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

چوتھا جواب:۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حضرت رافع کی حدیث صحیح ہے اور اس کی کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، تو پھر یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جس میں خیبر کی زمین کو مزارعت پر دینے کا ذکر ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ خیبر کی حدیث کو منسوخ مان لیا جائے تو یہ غلط ہے کیونکہ اس حدیث پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک عمل ہوتا رہا ہے پھر آپ کے وصال کے بعد سے تابعین کے زمانہ تک اس پر عمل ہوتا رہا ہے تو پھر اس کا فسخ کیسے ہو سکتا ہے۔!

حضرت جابر سے جو مخابرہ (مزارعت) کی ممانعت کی حدیث منقول ہے اس کے بھی یہی چار جواب ہیں کیونکہ حضرت جابر سے ہی خیبر کی زمین کو مزارعت پر دینا مروی ہے، پس ان میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ ہوگی اور خیبر مزارعت پر دینے والی حدیث تو منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس پر سرکار ابد قرار کے عہد مبارک سے لے کر عصر تابعین تک مسلسل عمل ہوتا رہا ہے اس لیے ضرور مخابرہ والی روایت منسوخ قرار پائے گی۔[1]

مزارعت کے جواز پر دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: مزارعت کا معنی یہ ہے کہ مالک زمین، اپنی زمین کاشتکار کو دے، اور فصل ان دونوں کے درمیان پہلے سے طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کر لی جائے۔ اور یہ بہت سے اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں: ابو جعفر نے کہا تمام اہل مدینہ تہائی یا چوتھائی پیداوار پر مزارعت کرتے ہیں، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابن مسعود اور عمر بن عبدالعزیز نے مزارعت کی ہے، آل علی، آل ابوبکر، عروہ اور ابن سیرین وغیرہ مزارعت کرتے رہے ہیں، فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب، طاؤس، عبدالرحمان بن الاسود، موسیٰ بن طلحہ، زہری، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، امام ابو یوسف، امام محمد وغیرہ مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے یہ طے کیا کہ اگر بیج حضرت عمر کے ہوں تو وہ نصف لیں گے اور اگر بیج مزارعین کے ہوں تو وہ اس قدر لیں گے۔ عکرمہ، مجاہد، نخعی اور امام ابو حنیفہ نے مزارعت کو مکروہ (تحریمی) قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباس سے دونوں روایتیں ہیں، امام شافعی درختوں کے درمیان مزارعت کو جائز کہتے ہیں اور خالی زمین میں ناجائز کہتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے کھیتوں اور باغات کے نصف پر عمل کرایا۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا، پھر حضرت ابوبکر نے، پھر حضرت عمر نے پھر حضرت عثمان نے پھر حضرت علی نے، پھر ان کے اہل آج تک تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کراتے رہے یہ امر صحیح اور مشہور ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات اسی پر عمل کیا،

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۵ ص ۲۴۳-۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

آپ کے بعد خلفائے راشدین اس پر تا حیات عمل کرتے رہے۔ پھر ان کے اہل کا اس پر عمل رہا، اور تمام اہل مدینہ مزارعت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے بھی مزارعت پر عمل کیا۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے اس شرط پر عمل کرایا کہ باغات اور کھیتوں سے جو پیداوار ہوگی اس کا نصف انہیں دینا ہوگا، پھر آپ ازواج مطہرات کو ایک سو وسق دیتے تھے۔ اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جَو، پھر جب حضرت عمر نے اموال خیبر تقسیم کیے تو انھوں نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ یا تو وہ پانی اور زمین لے کر مزارعت کرائیں یا وہ ان کے لیے وسق جاری کر دیں۔ سو بعض ازواج نے زمین کو اختیار کیا اور بعض نے وسق کو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زمین کو اختیار کیا۔ اور اس قسم کی حدیث منسوخ نہیں ہو سکتی کیونکہ نسخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتا تھا، لیکن جس چیز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک عمل ہوتا رہا، پھر آپ کے بعد خلفاء راشدین کا اس پر عمل رہا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر عمل کیا اور ان میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی، اس کا نسخ کیسے جائز ہوگا؟ اور اس کو کب منسوخ کیا جائے گا؟ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں منسوخ ہوا تھا تو پھر آپ نے بعد میں اس پر عمل کیسے کیا؟ اور یہ نسخ مخفی رہا جو خلفاء راشدین کو معلوم نہ ہو سکا حالانکہ خیبر کی مزارعت کا قصہ بہت مشہور تھا، پھر وہ نسخ کا راوی کہاں گیا؟ جس نے ان کو نسخ کی حدیث نہیں پہنچائی!

احادیث مخابرہ پر فقہاء احناف کے اعتراضات

علامہ ابن ہمام نے امام ابوحنیفہ کی طرف سے خیبر کی زمین میں مزارعت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ خراج مقاسمت تھا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ خراج کی دو قسمیں ہیں، خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ۔ خراج وظیفہ یہ ہے کہ امام ہر سال مال پر کچھ ٹیکس مقرر کر دے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران پر مقرر کیا تھا کہ وہ ہر سال بارہ سو حلے پیش کریں اور خراج مقاسمت یہ ہے کہ امام زمین کی پیداوار سے خراج لے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے خراج لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پیداوار سے نصف وصول کریں گے۔ جامع صغیر میں ہے کہ اس حدیث میں جواز مزارعت پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین کے از روئے غنیمت مالک ہو گئے تھے، اگر آپ کل پیداوار بھی لے لیتے تو جائز تھا، آپ نے اس میں سے جو نصف ان کے لیے چھوڑا وہ آپ کا فضل تھا نیز اس پر اجماع ہے کہ عقد مزارعت مدت کے تعین کے بغیر جائز نہیں ہے اور اس حدیث میں مدت کے تعین کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے یہ حدیث مزارعت کے لیے حجت نہیں بن سکتی۔ [1]

احادیث مخابرہ پر اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ خراج کفار کی زمین سے لیا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کی زمین تھی، اور علامہ ابن ہمام کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نصف پیداوار کو بطور خراج لازم کیا تھا، بلکہ خیبر کے یہودیوں نے خود یہ پیش کش کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی اس زمین پر مزارعت کریں گے اور اس کے عوض ان کو

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ، المغنی ج ۵ ص ۲۴۲ - ۲۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۸ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

نصف پیداوار دی جایا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس پیش کش کو منظور فرمالیا تھا نیز یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ حدیث میں مدت کے تعین کا ذکر نہیں اور مدت مجہول کا عقد صحیح نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ عقد ایک سال کا تھا اور ہر سال اس عقد کی تجدید ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کا مطلب یہ تھا کہ جتنے سال تک ہم چاہیں گے اس عقد کو قائم رکھیں گے اور جب چاہیں گے اس عقد کو فسخ کر دیں گے اس کی مزید وضاحت (۴۸۹) کتاب المساقات میں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب اجلی اليهود والنصارى من ارض الحجاز وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما ظهر على خيبر اراد اخراج اليهود منها وكانت الارض حين ظهر عليها لله ولرسوله وللمسلمين فاراد اخراج اليهود منها فسالت اليهود رسول الله صلى الله عليه وسلم ليقرهم بها على ان يكفوا عملها ولهم نصف الثمر وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نقركم بها على ذلك ما شئنا فقروا بها حتى اجلاهم عمر الى تيماء واريحا۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے یہود اور نصاریٰ کو سرزمین حجاز سے نکال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا تو آپ نے خیبر سے یہودیوں کو نکالنے کا ارادہ کیا اور جس وقت آپ نے خیبر کو فتح کر لیا تو یہ زمین اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو گئی تھی، جب آپ نے یہودیوں کو وہاں سے نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ یہود کو وہاں رہنے دیں اور خیبر کی زمین میں وہ کاشتکاری کریں گے اس کے عوض ان کو آدھی پیداوار دی جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس معاملے پر برقرار رکھیں گے، پھر ان کو وہاں برقرار رکھا گیا حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو تیما اور اریحا کی طرف نکال دیا۔

بعض احناف نے احادیث خیبر کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احادیث فعلی ہیں اور مخابرہ سے نہی کی احادیث قولی ہیں اور قولی احادیث فعلی احادیث پر راجح ہوتی ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مخابرہ کی نہی والی حدیث کے ہم اس سے پہلے علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ زیلعی حنفی کے حوالوں سے چھ جواب ذکر کر چکے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث مزارعت کی ممانعت پر استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتی اس لیے اس کا احادیث خیبر سے کوئی تعارض ہی نہیں ہے ثانیاً احادیث خیبر میں صرف فعل نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بھی ہے آپ نے فرمایا نقرکم بها على ذلك ما شئنا "ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس معاملہ پر برقرار رکھیں گے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات اس معاملہ پر عمل کیا اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جس فعل پر استمرار ہو وہ بمنزلہ قول ہے۔

بعض فقہاء احناف نے یہ جواب دیا ہے کہ احادیث خیبر مزارعت کو مباح کرتی ہیں اور احادیث ممانعت مخابرہ اس کو حرام کرتی ہیں اور تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔ یہ جواب بھی اس لیے صحیح نہیں ہے کہ

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

چونکہ ممانعت مخابرہ کی احادیث ممانعت پر استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ اس لیے یہاں سرے سے تعارض ہی نہیں ہے، ثانیاً یہ قاعدہ اس وقت جاری ہوتا ہے جب تاریخ مجہول ہو اور جب تاریخ معلوم ہو تو مؤخر پر عمل کیا جاتا ہے اور یہاں تاریخ معلوم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر حیات تک خیبر کی مزارعت کو برقرار رکھا اور بعد میں خلفاء راشدین نے بھی مزارعت پر عمل کیا لہٰذا احادیث خیبر کو ہی ترجیح ہے۔

احادیث مخابرہ پر فقہاء شافعیہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

فقہاء شافعیہ نے احادیث خیبر کا

یہ جواب دیا ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ جس زمین پر اہل خیبر سے معاملہ کیا گیا تھا وہ درختوں کے درمیان ہو، علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس جواب کو پانچ وجوہ سے رد کیا ہے۔ اول یہ کہ یہ بات بہت بعید ہے کہ ایک بڑا شہر ہو جس سے چالیس ہزار وسق غلہ حاصل ہوتا ہو اور اس میں کوئی خالی زمین نہ ہو جس میں کاشت کی جا سکے، اور یہ بھی بہت بعید ہے کہ پوری زمین پر کاشت نہ کی جاتی ہو صرف بعض زمین پر کاشت ہوتی ہو اور راوی اس واقعہ کو بغیر کسی تفصیل کے علی العموم بیان کریں۔ ثانی یہ کہ فقہاء شافعیہ نے جو تاویل ذکر کی ہے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور ہم نے جو معنی ذکر کیا ہے اس پر بعض روایات صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ ثالث یہ کہ ان کی تاویل سے ہر دو حدیثوں میں قید لگانی پڑے گی، رابع یہ کہ ہم نے مجمل بیان کیا ہے وہ بعض خلفاء راشدین کے عمل سے مؤید ہے۔ خامس یہ کہ ہم نے جو مجمل بیان کیا ہے اس پر اجماع ہے کیونکہ ابن منذر نے نقل کیا ہے کہ تمام اہل مدینہ، خلفاء اربعہ، ان کے اہل وعیال اور تمام فقہاء الاستمرار مزارعت کرتے رہے ہیں اور اس کا مخفی ہونا ناممکن ہے اور صحابہ میں سے کوئی ایک بھی مزارعت کا منکر نہیں تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اس کے معانی کا ان سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے۔[1]

جوازِ مزارعت کے ثبوت میں احادیث، آثار اور اقوال تابعین

امام حمیدی روایت کرتے ہیں:

حدثنا الحميدي قال: ثنا سفيان قال: ثنا عمرو: قال: قلت لطاؤس: يا أبا عبد الرحمن لو تركت المخابرة فانهم يزعمون ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عنها: فقال اي عمرو اخبرني اعلمهم بذلك يعني ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينه عنها ولكن قال ان يمنح احدكم اخاه ارضه خير له من ان ياخذ عليه

امام حمیدی کہتے ہیں ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہمیں عمرو نے بیان کیا کہ میں نے طاؤس سے کہا اے ابو عبدالرحمان! کاش تم مخابرہ (زمین کو بٹائی پر دینا) چھوڑ دو کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے، طاؤس نے کہا: اے عمرو! جو ان میں سب سے زیادہ حدیث کا عالم ہے یعنی حضرت ابن عباس انھوں نے مجھے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۲۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

خرجا معلوما وان معاذ حين قدم اليمن اقرهم عليها وانى اى عمرو اعينهم واعطيهم فان ربحوا فلى ولهم وان نقصوا فعلى وعليهم وان الحيقلة فى الانصار فسل عنها فسئلت على بن ابى رفاعة فقال هى المخابرة۔[1]

اپنے بھائی کو زمین مفت دے دے تو وہ اس کو معاوضہ پر دینے سے بہتر ہے، اور حضرت معاذ جب یمن آئے تو آپ نے اہل یمن کو کاشتکاری پر برقرار رکھا اور اسے عمرو! میں ان کی مدد کرتا ہوں اور ان کو معاوضہ دیتا ہوں اگر نفع ہوتا ہے تو وہ بھی میرا اور ان کا مشترک ہے اور اگر نقصان ہوتا ہے تو وہ بھی میرا اور ان کا مشترک ہوتا ہے اور انصار میں کھیتی باڑی ہوتی ہے ان سے پوچھو وہ کس طرح کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ میں نے علی بن ابو رفاعۃ سے پوچھا انھوں نے کہا مخابرہ کرتے ہیں یعنی بٹائی پر کھیتی باڑی کرتے ہیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن المسيب قال: دفع رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر الى يهود يعملونها ولهم شطرها فمضى على ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوبكر وسنتين من خلافة عمر حتى اجلاهم عمر منها۔[2]

ابن مسیب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین یہود کو مزارعت پر دی وہ اس سے نصف پیداوار لیتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات اس معاملے کو جاری رکھا، آپ کے بعد حضرت ابوبکر نے اسے جاری رکھا، اور حضرت عمر نے دو سال جاری رکھا، پھر ان (یہود) کو خیبر سے نکال دیا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابى جعفر قال: عامل رسول الله صلى الله عليه وسلم اهل خيبر على الشطر ثم ابوبكر وعثمان وعلى ثم اهلوهم الى اليوم يعطون الثلث والربع۔[3]

ابو جعفر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو نصف پیداوار کے عوض زمین بٹائی پر دی، پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بٹائی پر دی، پھر ان کے اہل وعیال آج تک تہائی اور چوتھائی کے عوض زمین بٹائی پر دیتے رہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن موسى بن طلحة قال: اقطع عثمان لخمسة من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم لعبدالله، ولسعد وللزبير، ولخباب و

موسی بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کو زمین عطا کی، حضرت عبداللہ، حضرت سعد، حضرت زبیر، حضرت

---

[1] حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی، المسند ج ۲ ص ۳۳۷ - ۳۳۶ مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۹۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ھ ۱۹۷۲ء

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۳۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی۔

لاسامة بن زيد فكان جاراي عبد الله وسعد يعطيان ارضهما بالثلث.[1]

صحاب اور حضرت اسامہ بن زید کو حضرت عبداللہ اور حضرت سعد میرے پڑوسی تھے وہ اپنی زمین کو تہائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں:

عن ابی جعفر محمد بن علی یقول، آل ابی بکر وآل عمر وآل علی، یدفعون ارضیهم بالثلث والربع۔[3]

ابوجعفر محمد بن علی کہتے ہیں کہ آل ابی بکر، آل عمر اور آل علی اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے۔

عن ابی جعفر قال ما بالمدینة اهل بیت هجرة الا یعطون ارضهم بالثلث والربع۔[4]

ابوجعفر بیان کرتے ہیں کہ تمام مہاجرین مدینہ اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

امام ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں:

عن موسی بن طلحة قال: كان سعد وابن مسعود یزارعان بالثلث والربع۔[6]

موسیٰ بن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد اور حضرت ابن مسعود اپنی زمینوں کو تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے۔

عن یحیی بن سعید ان عمر بن عبدالعزیز كان یامر باعطاء الارض بالثلث والربع۔[7]

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض زمین کو بٹائی پر دیتے تھے۔

عن مجاهد عن ابن عمر انه كان یدفع ارضه بالثلث۔[8]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اپنی زمین کو تہائی پیداوار کے عوض بٹائی پر دیتے تھے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۹۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۳۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] " " ، المصنف ج ۸ ص ۱۰۰، " "

[5] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۳۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۳۳۷،

[7] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۳۴۱،

[8] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۳۴۳،

زمین کو بٹائی پر دینے میں فقہاء احناف کا موقف

بکثرت احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے زمین کو بٹائی پر دینے کا جواز چونکہ ثابت ہے اس لیے فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور امام اعظم امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

الا ان الفتوی علی قولهما لحاجة الناس اليها ولظهور تعامل الامة بها والقياس يترك بالتعامل كما في الاستصناع۔[1]

فتویٰ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہے کیونکہ لوگوں کو مزارعت کی حاجت ہے اور تمام امت کا مزارعت پر عمل ہے، اور تعامل کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اجارہ میں ہے۔

اس بحث کی مزید وضاحت کے لیے اگلے باب (نمبر ۴۹۹) کا بھی مطالعہ کر لینا چاہیے۔

قرآن مجید کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر

بعض لوگ جو اشتراکی نظریات کا ثبوت قرآن مجید سے کشید کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہے کہ زمین کا کوئی شخص مالک نہیں ہو سکتا اور ملکیت زمین کا مسئلہ بادشاہت کی دریافت ہے اس لیے زمین کو کرائے یا بٹائی پر دینا، یا زمین پر مکان بنا کر کرائے پر اٹھانا سب از روئے اسلام ناجائز ہیں کیونکہ جب زمین کا کوئی انسان مالک ہی نہیں ہو سکتا تو مکانوں اور زمینوں کا کرایہ سب باطل ہو گیا اس سلسلہ میں یہ لوگ پہلی آیت یہ پیش کرتے ہیں:

ان الارض لله "زمین اللہ کی ملکیت ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: لله ما في السمٰوٰت و الارض (لقمان: ۲۶) "آسمان وزمین میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے" اس طرز استدلال کے مطابق کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے پاس کھانے پینے، پہننے اور استعمال کی جتنی چیزیں ہیں ان میں سے کسی چیز کا بھی انسان مالک نہیں ہے اور جس طرح ہوا، روشنی، پانی اور زمین پر سب کا حق ہے اور وہ سب کے لیے مشترک ہیں اس طرح کوئی چیز کسی کی ملکیت میں نہیں ہے پھر صرف زمین اور کارخانے ہی نہیں بلکہ ہر گھر اور اس کی تمام چیزیں پوری قوم بلکہ پوری انسانیت کے استعمال کے لیے مباح ہونی چاہییں اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے پوری آیت نہیں پڑھی ورنہ اس سوال کا جواب خود اس آیت میں موجود ہے پوری آیت اس طرح ہے:

قال موسٰی لقومه استعينوا بالله و اصبروا ۚ ان الارض لله يورثها من يشاء من عباده ۖ و العاقبة للمتقين۔ (الاعراف: ۱۲۸)

(حضرت) موسیٰ نے اپنی امت سے فرمایا: اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بے شک زمین صرف اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے، اور حسن عاقبت پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

اس پوری آیت کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بے شک زمین صرف اللہ کی ملکیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۲۵ مطبوعہ مکتبہ شرکیہ ملتان

جس کو چاہتا ہے اس کو ایک عارضی مدت کے لیے اس زمین کا مالک بنا دیتا ہے۔

ان لوگوں کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے والارض وضعها للانام (رحمان، ۱۰) "اور اسی نے مخلوق کے لیے زمین کو بنایا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین تمام مخلوق کے استفادے کے لیے بنائی گئی ہے اور تمام مخلوق زمین سے تب ہی فائدہ اٹھا سکتی ہے جب اس زمین پر کسی کی شخصی ملکیت نہ ہو، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ هوالذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (بقرہ، ۲۹) "وہی ہے جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین میں سب چیزیں پیدا کیں" اس طرز استدلال کے مطابق کہا جا سکتا ہے کہ زمین میں جہاں کہیں بھی جو کچھ بھی ہے وہ تمام انسانوں کے نفع کے لیے ہے پھر جس شخص کے پاس جو کچھ بھی کپڑا، نقدی، کھانے پینے اور استعمال کی چیزیں ہیں اس پر سب لوگوں کا حق ہے اور جو شخص چاہے اس سے وہ چیزیں لے سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا ملکیت زمین سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس آیت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے ذکر کے سلسلے میں بیان فرمایا ہے اس کے بعد والی آیت ہے: فیها فاکهة والنخل ذات الاکمام ۰ والحب ذو العصف والریحان (رحمان، ۱۰-۱۲) "اس (زمین) میں میوے اور (خرمے) غلاف والی کھجوریں، اور بھوسے والا غلہ اور خوشبودار پھول ہیں اور یہ تمام نعمتیں ایسی ہیں جن میں شخصی ملکیت جاری ہوتی ہے" تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں ارشاد ہے: "اللہ تعالیٰ نے زمین کو (تمام) مخلوق (کے استفادے) کے لیے بنایا ہے" یہاں تمام انسانوں کے فائدہ کے لیے نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ زمین بھی حکماً جمع ہے اور انام بھی جمع ہے اور جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو آحاد کی آحاد کی طرف تقسیم ہوتی ہے، مقصد یہ ہے کہ روئے زمین کے تمام قطعات تمام مخلوق کے استفادے کے لیے ہیں، بایں طور کہ ہر مخلوق اپنے اپنے قطعہ ارض سے فائدہ حاصل کر رہی ہے اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ مخلوق کا کوئی ایک فرد تمام قطعات ارض سے استفادے کا حق رکھتا ہے، بلکہ ہر مخلوق اپنے اپنے قطعہ ارض سے فائدہ حاصل کرتی ہے اس لیے فرمایا: "اسی نے مخلوق کے لیے زمین کو بنایا"

اشتراکیوں کا تیسرا استدلال اس آیت سے ہے:

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون له اندادا ذلک رب العالمین ۰ وجعل فیها رواسی من فوقها وبارک فیها وقدر فیها اقواتها فی اربعة ایام سواء للسائلین۔

(حم السجدہ ۱۰: ۹-۱۰)

آپ فرمائیے کیا یقیناً تم ضرور اس (اللہ) کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور تم اس کے لیے شریک ٹھہراتے ہو، وہ سارے جہان کا پروردگار ہے اور جس نے زمین کے اوپر بھاری پہاڑوں کو گاڑ دیا، اور اس میں (بہت) برکت فرمائی، اور اس زمین میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں چار دنوں میں مقدر فرمائیں جو طلب کرنے والوں کے لیے برابر ہیں۔

ہم نے اس آیت کا ترجمہ اشتراکیوں کے استدلال کے اعتبار سے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زمین اور اس کی غذائیں تمام ضرورتمندوں اور سائلوں کے لیے برابر ہیں اور زمین پر شخصی ملکیت کی صورت میں زمین اور اس کی غذائیں سب سوالیوں کے لیے برابر نہیں ہیں۔ لیکن یہ ترجمہ غلط ہے، مفسرین نے سواء (برابر) کا تعلق ایام کے ساتھ کیا ہے۔ علامہ ابن جریر لکھتے ہیں کہ یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو کتنے عرصہ میں بنایا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی زمین اور اس کی غذاؤں کو پورے چار روز میں کسی کمی و بیشی کے بغیر بنایا ہے، اور آیت کا ترجمہ یوں ہوگا اور اس زمین میں اس (کے رہنے والوں)

کی غذائیں پورے چار دنوں میں مقدر فرمائیں جو طلب کرنے والوں کے لیے ہیں، علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ سواء، اربعۃ ایام کی صفت ہے اور سائلین کا تعلق اقواتھا سے ہے اور اب ترجمہ یوں ہوگا، اس زمین میں رزق مانگنے والوں کی غذائیں پورے چار دنوں میں مقدر فرمائیں۔ علامہ ابن کثیر وغیرہ نے اس کا معنی یوں کیا ہے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے زمین میں مقدر کر دیا ہے اس میں ہر سائل مساوی ہے۔ سائلین کے لیے وہ تمام رزق مساوی ہے یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے جس رزق کا بھی سوال کرے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق اسے عطا فرماتا ہے اس کی نظیر یہ آیت ہے: واتاکم من کل ما سألتموہ (ابراہیم: ۳۴) "اور (اللہ تعالیٰ نے) تمہاری تمام مانگی ہوئی چیزوں میں سے تمام کو (بہت کچھ) دیا۔"

احادیث کی روشنی میں زمین کی شخصی ملکیت پر بحث ونظر

بعض سوشلسٹ حضرات احادیث سے بھی زمین کی شخصی ملکیت پر استدلال کرتے ہیں: چنانچہ اس سلسلے میں صحیح مسلم کی حسب ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

عن جابر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ فضل ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کے پاس فالتو زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے ورنہ وہ زمین اپنے بھائی کو عطا کر دے۔

سوشلسٹ حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی ہے کہ جو شخص اپنی زمین کاشت نہیں کر سکتا، اس پر واجب ہے کہ وہ زمین اپنے کسی اور مسلمان بھائی کو دے دے اور اس کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اس زمین کو کرائے یا بٹائی پر دے! اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ زمین پر شخصی ملکیت جائز نہیں ہے اور نہ ہی زمین کو کرائے یا بٹائی پر دینا جائز ہے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے حسب عادت پوری حدیث پیش نہیں کی ورنہ اس کا جواب اسی حدیث میں ہے، پوری حدیث اس طرح ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال کان لرجال فضول ارضین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ فضل ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ فان ابی فلیمسک ارضہ۔ [1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کے پاس فالتو زمینیں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ملکیت میں فاضل زمین ہو وہ اس میں خود کاشت کرے، یا اپنے کسی بھائی کو عاریتاً دے اور اگر اس سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

امام مسلم نے یہ حدیث متعدد اسانید سے روایت کی ہے، ایک اور سند سے ملاحظہ ہو:

عن ابی ھریرۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ ارض فلیزرعھا او لیمنحھا اخاہ فان ابی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس شخص کی ملکیت میں زمین ہو اس میں وہ خود کاشت کرے، یا اپنے بھائی کو عاریۃً دے اور اگر

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

فلیمسك ارضه۔ [1] اس سے انکار کرے تو اپنی زمین اپنے پاس رکھے۔

یہ حدیث زمین کی شخصی ملکیت کی نفی پر نہیں بلکہ شخصی ملکیت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، اولاً اس لیے کہ من کانت لہ ارض میں لام تملیک کا ہے یعنی جس شخص کی ملکیت میں زمین ہو، ان الفاظ سے آپ نے زمین کی شخصی ملکیت کا اثبات فرمایا ہے، ثانیاً اس لیے کہ آپ نے فرمایا اولیمنحها اخاہ اور منحۃ کا معنی عاریت ہے

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

یمنح اعارہ ولا تکون المنیحة الا للعارة اللبن خاصة وفی الحدیث المنحة مردودة [2]

منح کا معنی عاریۃً دینا ہے۔ منیحۃ صرف دودھ کی عاریت کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور حدیث میں ہے منحۃ واپس کی ہوئی ہے، یعنی واپس کی جائے گی۔

اور فاضل زمین کو عاریۃً دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زمین دینے والے کے ملکیت میں ہے ثالثاً اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ اگر وہ زمین کسی کو نہیں دیتا تو اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس زمین کو اپنی ملکیت میں رکھے، اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مالک زمین پر کسی کو فالتو زمین دینا واجب نہیں ہے، اور نہ اس سے زمین کو کرائے پر دینے کی ممانعت لازم آتی ہے اس کی مزید وضاحت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہ عنها انما قال یمنح احدکم اخاہ خیر لہ من ان یأخذ علیها خرجًا معلومًا۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع نہیں فرمایا، صرف یہ فرمایا ہے کہ اپنے کسی بھائی کو زمین عاریۃً دینا اس سے بہتر ہے کہ اس سے کوئی معین معاوضہ لیا جائے۔

مزید وضاحت کے لیے اس باب میں زمین کو کرائے پر دینے کی ہماری بحث ایک بار پھر دیکھ لی جائے گی۔

کیا مکانوں کو کرایہ پر دینا شرعاً حرام اور سود ہے؟

سوشلسٹ حضرات مکانوں کے کرائے کو سود قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ مالک مکان، مکان کے عوض جو کرایہ لیتا ہے اس کو یہ کرایہ بغیر کسی محنت اور خرچ کے حاصل ہوتا ہے، اس کا مکان جوں کا توں قائم رہتا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور وہ مکان کی بنیاد پر ماہ بماہ کرایہ حاصل کرتا رہتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی کو سود پر کچھ رقم قرض دے اس کی رقم جوں کی توں محفوظ رہے اور وہ ماہ بماہ اس پر سود لیتا رہے، سو جس طرح سود ناجائز ہے اسی طرح مکانوں کا کرایہ لینا بھی ناجائز ہے!

سوشلسٹ حضرات کا یہ قیاس صحیح نہیں ہے اول تو یہ بات غلط ہے کہ مکان کا کرایہ بغیر کسی محنت اور خرچ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ مکان بنانے میں مالک مکان کا پیسہ اور وقت خرچ ہوتا ہے اور اس پر محنت بھی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ پیسہ

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۲۳۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ ۱۳۰۶ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

محنت سے حاصل ہوتا ہے، نیز یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ مکان جوں کا توں قائم رہتا ہے کیونکہ مکان غیر متناہی مدت تک قائم نہیں رہتا بلکہ مکان کی بقاء اور زندگی ایک متناہی عرصہ کے لیے ہوتی ہے۔ فرض کیجئے کہ مکان کی زندگی سو سال ہے، اور سو سال بعد وہ اس قدر خستہ اور بوسیدہ ہو جائے گا کہ قانون کے مطابق اس کا گرانا ضروری ہو گا، اب اگر کرایہ دار اس میں ایک سال رہتا ہے تو اس مکان کی زندگی اور بقاء ایک سال کم ہو گئی، اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ کرایہ دار کے رہنے سے مکان میں کچھ کمی نہیں ہوتی اور وہ جوں کا توں رہتا ہے، ثانیاً مکان میں بجلی اور گیس کی فٹنگ کی دیکھ بھال اور ضروری مرمت پر بھی مالک مکان کا خرچ ہوتا رہتا ہے، مالک مکان، مکان کا جو ٹیکس ادا کرتا ہے اس پر بھی اس کا خرچ ہوتا رہتا ہے، اس لیے یہ کہنا غلط ہے کہ مالک مکان کا مکان پر کچھ خرچ نہیں ہوتا، نیز جس طرح کاروبار میں خطرہ (RISK) ہوتا ہے اسی طرح مکان میں بھی خطرہ رہتا ہے کوئی پتا نہیں کہ کسی قدرتی آفت یا ناگہانی مصیبت سے کب مکان تباہ ہو جائے، جبکہ سود میں کوئی خطرہ (RISK) نہیں ہوتا، نہ اس میں اصل مالیت میں کمی واقع ہوتی ہے، نہ اصل مالیت پر کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لیے مکان کے کرائے کو سود پر قیاس کرنا قطعاً باطل اور غلط ہے، جس طرح اور دیگر اشیاء مثلاً سائیکل، مشینیں اور بگھیوں کا کرایہ لینا جائز ہے اور جس طرح بس، ریل اور ہوائی جہاز کا کرایہ لینا جائز ہے اسی طرح مکانوں کا کرایہ لینا بھی جائز ہے۔

مکانوں کے کرائے کو سود قرار دینے پر ایک حدیث سے استدلال اور اس کا جواب | بعض شوشے

علماء یہ کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں ہے: من اکل کرایۃ بیوت مکۃ فقد اکل الربوا۔ "جس شخص نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا اس نے سود کھایا"، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھانا سود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں سود کا لفظ راوی نے غلطی سے ذکر کیا ہے۔ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں "جس شخص نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ لیا اس نے آگ کھائی"۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث من اجر ارض مکۃ فکانما اکل الربوا ھذا کانہ تصحیف عن قول فکانما یاکل نارا۔[1]

"جس شخص نے مکہ کی زمین کرایہ پر دی گویا اس نے سود کھایا" حدیث کے ان الفاظ میں غلطی سے تبدیلی ہو گئی اصل میں یوں ہے گویا اس نے آگ کھائی۔

حافظ ذیلعی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو حج کے آخر میں "اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے" عن ایمن بن نابل عن عبید اللہ بن ابی زیاد عن ابی نجیح عن عبد اللہ بن عمرو رفع الحدیث۔[2]

حافظ ذیلعی کو دراصل تسامح ہوا ہے، امام دارقطنی نے کتاب الحج کے آخر میں من اکل کرایۃ بیوت مکۃ فقد اکل الربوا۔ نہیں بیان کی بلکہ یہ حدیث بیان کی ہے: من اکل کرایۃ بیوت مکۃ اکل نارا[3] اور سند

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الدرایۃ ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

[2] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۶۶-۲۶۵ مطبوعہ مجلس علمی صورت ہند ۱۳۵۷ھ

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۰۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

میں ایمن بن نابل ۔۔۔ کی جگہ ابن اسرائیل ہے علاوہ ازیں حافظ ذہبی نے امام دارقطنی کی طرف جو سند منسوب کی ہے اس کے تمام راوی ضعیف ہیں ایمن بن نابل کے متعلق علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یعقوب بن شیبہ نے اس کو ضعیف کہا ہے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۸۴) عبیداللہ بن ابی زیاد کو یحییٰ بن معین نے ضعیف لکھا ہے (تاریخ یحییٰ بن معین ج ۲ ص ۳۸۲) ابن ابی نجیح کا علامہ سیوطی نے اسماء المدلسین میں تیسویں نمبر پر مدلسین میں شمار کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں سود کے الفاظ نہیں ہیں، حافظ ذہبی نے سنن دارقطنی کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے لیکن وہاں دوسری حدیث ہے اور اس کی جو سند ذکر کی ہے اس کے سب راوی ضعیف ہیں اس لیے یہ ثابت نہیں ہوا کہ مکانوں کا کرایہ سود ہے۔

مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایات پر بحث و نظر

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة مناخ لا تباع رباعها ولا تواجر بيوتها۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے، اس کی حویلیاں فروخت کی جائیں نہ اس کے مکان کرائے پر دیے جائیں۔

ہر چند کہ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے لیکن امام حاکم کا تساہل مشہور ہے، علامہ ذہبی فرماتے ہیں اس حدیث کا ایک راوی "اسماعیل" ضعیف ہے [2]

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما قال، قال النبي صلى الله عليه وسلم مكة حرام وحرام بيع رباعها وحرام اجر بيوتها۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم ہے، اس کی حویلیوں کو فروخت کرنا اور اس کے مکانوں کو کرائے پر دینا حرام ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک راوی عبیداللہ ضعیف ہے [4]

عن عبد الله بن عمرو بن العاص انه قال: ان الذي يأكل كراء بيوت مكة انما يأكل في بطنه نارا۔ [5]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا جو شخص مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے۔

اس حدیث کا ایک راوی ہے عبیداللہ بن ابی زیاد، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن معین نے کہا یہ ضعیف ہے، ابو حاتم نے کہا یہ قوی اور متین نہیں ہے اور اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں ہیں، آجری نے کہا اس کی احادیث منکر ہیں۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ " "

[4] حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۵۳ مطبوعہ " "

[5] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۵۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

امام نسائی نے کہا یہ قوی اور ثقہ نہیں ہے، حاکم ابو احمد نے کہا یہ قوی نہیں ہے [1]

یہ روایت سنداً ضعیف ہونے کے علاوہ صحیح بخاری کی اس حدیث کے بھی خلاف ہے:

عن اسامة بن زید انه قال یا رسول الله این تنزل فی دارك بمكة فقال وهل ترك عقیل من رباع او دور وكان عقیل ورث اباطالب ولم یرثه جعفر ولا علی شیئا لانهما كانا مسلمین وكان عقیل وطالب كافرین فكان عمر بن الخطاب یقول لا یرث المؤمن الكافر۔ [2]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ مکہ کے کون سے گھر میں ٹھہریں گے، آپ نے فرمایا: کیا عقیل نے ہمارے لیے حویلیاں اور مکانات چھوڑے ہیں۔ عقیل، ابو طالب کے وارث ہوئے تھے اور حضرت جعفر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما وارث نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ دونوں مسلمان تھے، اور عقیل اور طالب کافر تھے سو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا۔

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے اس حدیث سے مکہ کے مکانات کی بیع پر استدلال کیا ہے، کیونکہ عقیل نے اپنے باپ ابو طالب کا وارث ہونے کے بعد ان مکانوں کو بیچ دیا تھا، جس وقت ابو طالب فوت ہوئے تھے تو عقیل اور طالب دونوں کافر تھے اس لیے عقیل ابو طالب کے وارث ہوئے، بعد میں عقیل مسلمان ہو گئے اور ان مکانوں کو فروخت کر دیا، وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اس بیع کو جائز قرار دیا، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ یہ گھر ہر چند کہ حضرت عقیل کی ملک تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گھروں میں اس لیے قیام نہیں کیا کہ یہ وہ گھر تھے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر چکے تھے، علامہ قرطبی نے فرمایا "کیا عقیل نے ہمارے لیے کوئی گھر چھوڑا ہے؟" اس جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقیل نے ان گھروں پر قبضہ کرنے کے بعد ان میں ایسا تصرف کیا تھا۔ [3]

اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ کے مکانوں میں وراثت جاری ہوتی ہے اور اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکہ کے مکانوں کی خرید و فروخت بھی جائز ہے، اسی لیے علامہ عینی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ مکہ کے مکانوں کو فروخت کرنا اور کرائے پر دینا جائز ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ مامون ہے" اور اس اضافت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ گھر ابو سفیان کی ملک تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے مکہ میں مکانات تھے، حضرت ابو بکر، حضرت زبیر اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم وغیرہ کے مکہ میں بکثرت مکان تھے، ان میں سے بعض نے اپنے مکان فروخت کر دیے اور بعض ان کی اولاد میں اب تک باقی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے ایک مکان چار ہزار درہم میں خریدا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مکہ میں دو مکان خریدے ایک ساٹھ ہزار درہم میں اور دوسرا چالیس ہزار درہم میں، یہ واقعات مشہور ہیں اور ان کا کوئی منکر نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد، دکن ۱۳۲۶ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۸۱ھ

ہے پس مکہ کے مکانوں کی خرید و فروخت پر اجماع ہو گیا [1]

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ جن روایات میں مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے کو ناجائز کہا ہے وہ روایات نہ صرف سنداً ضعیف ہیں بلکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ اور معلول ہیں اور اجماع کے بھی خلاف ہیں۔

مکہ کے مکانوں کی بیع اور کرائے میں مذاہب ائمہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکہ کے مکانوں کی بیع اور اجارہ جائز نہیں ہے اور امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام طحاوی کے نزدیک مکہ کے مکانوں کی بیع اور ان کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔ [2] بعد کے تمام فقہاء کا اسی پر اتفاق ہو گیا کہ مکہ کے مکانوں کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور یہی چیز دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اور تمام امت مسلمہ کا اسی پر تعامل ہے۔

عام طور پر مصنفین نے مکہ کے مکانوں کے کرائے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک بیان کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ وہ مکہ کے مکانوں کا کرایہ مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن محرر مذہب امام محمد بن حسن شیبانی نے یہ تصریح کی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ صرف حج اور عمرہ کے ایام میں مکہ کے مکانوں کا کرایہ مکروہ قرار دیتے ہیں اور اس کے بعد جائز کہتے ہیں۔ جس نے مکہ کے مکانوں کا کرایہ کھایا اس نے آگ کھائی "کے تحت امام محمد لکھتے ہیں:

وکان ابو حنیفۃ یکرہ اجور بیوتھا فی الموسم و فی الرجل یعتمر ثم یرجع فاما المقیم و المجاور فلا یری باخذ ذلک منھم باسًا قال محمد و بہ ناخذ۔ [3]

امام ابوحنیفہ حج کے ایام میں مکہ کے مکانوں کا کرایہ مکروہ قرار دیتے ہیں اور اس شخص کے حق میں جو عمرہ کر کے واپس آجائے، لیکن مکہ کے اصل باشندوں یا وہاں سکونت پذیر لوگوں سے کرایہ لینے میں ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، امام محمد فرماتے ہیں ہمارا بھی یہی نظریہ ہے۔

مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت کی روایت سے علی العموم کرائے کے جواز پر استدلال

اگر یہ کہا جائے کہ یہ روایات ہر چند کہ ضعیف ہیں تاہم یہ متعدد اسانید سے مروی ہیں اور تعدد اسانید ان کی تقویت کا موجب ہے خصوصاً اس صورت میں کہ ان روایات سے امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے مکہ کے مکانوں کے کرائے کی ممانعت پر استدلال کیا ہے اور مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس کی تصحیح کی دلیل ہوتا ہے، اس لیے یہ روایات صحیح یا کم از کم حسن ضرور ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ روایات صحیح بھی ثابت ہوں تب بھی مکانوں کے کرائے کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کرائے کی ممانعت کی وجہ خود بیان فرمادی ہے کہ وہ حرم ہے اور اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ ہے یعنی لوگ دور دراز سفر کر کے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اس لیے وہاں مکانات فارغ رہنے

---

[1] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] " " عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۲۵،

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ کراچی

چاہئیں تاکہ زائرین کو قیام میں سہولت ہو اور مکہ کے علاوہ باقی مقامات حرم ہیں، نہ زیارت گاہ خلائق ہیں اس لیے وہاں کے مکانوں کا یہ حکم نہیں ہے، چونکہ یہ ممانعت ایک علت پر مبنی ہے اس لیے جہاں وہ علت نہیں ہوگی ممانعت کا حکم بھی نہیں ہوگا جیسے شراب کی ممانعت کی علت نشہ ہے اور اگر شراب میں نمک ڈال دیا جائے اور وہ نشہ آور نہ رہے تو اب اس کا پینا حرام نہیں ہے، کیونکہ اب ممانعت کی علت نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مکہ کے مکانات کو کرائے پر دینے کی ممانعت کی روایت سے تین چیزیں ثابت ہوئیں، ایک یہ کہ عہد رسالت میں بھی مکانوں کو کرائے پر دینے کا طریقہ رائج تھا جب ہی تو آپ ہی نے مکہ کے مکانوں کے کرائے سے منع فرمایا دوسری چیز یہ کہ یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ مکہ حرم ہے، زیارت گاہ ہے اور لوگ سفر کر کے مکہ آتے ہیں، تیسری چیز یہ کہ آپ نے کرائے کی ممانعت کا عام حکم نہیں دیا بالخصوص مکہ کے مکانوں کے کرائے سے منع فرمایا ہے اگر یہ حکم عام ہوتا تو آپ علی العموم منع فرما دیتے اس سے واضح ہوا کہ مکہ کے علاوہ باقی مقامات پر مکانوں کا کرایہ جائز ہے۔

مکانوں کے کرائے کے جواز کے ثبوت میں روایات

اسلام میں مکانوں کو کرائے پر دینا جائز ہے

ہم شروع میں بکثرت احادیث اور آثار کے حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ زمین کو سونے اور چاندی کے عوض کرائے پر دینا جائز ہے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اسلام کا اس پر اجماع ہے، ہم یہاں صرف ایک حدیث پیش کر رہے ہیں، امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد قال کنا نکری الارض بما علی السواقی من الزرع و ما سعد بالماء منها فنهانا رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذلك و امرنا ان نکریها بذهب او فضة۔ [1]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نہروں کے کناروں والی زمین کی پیداوار اور زمین کے جس حصہ کی پیداوار کو از خود سیراب کیا جاتا ہے اس کی پیداوار کے عوض زمین کو بٹائی پر دیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع کیا اور ہم کو حکم دیا کہ ہم زمین کو سونے یا چاندی کے عوض کرائے پر دیں۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

جب زمین کو کرائے پر دینا جائز ہوا تو زمین پر بنائے گئے مکانوں کو بھی کرائے پر دینا جائز ہوگا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں مکانوں کو کرائے پر دینے کا بھی رواج تھا، امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن سعید ان سعید بن المسیب سئل عن المرأة یطلقها زوجها و هی فی بیت بکراء علی من الکراء قال سعید علی زوجها قال فان لم یکن عنده زوجها قال

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ اگر مطلقہ عورت کرائے کے مکان میں رہتی ہو تو اس کا کرایہ کس پر ہوگا؟ سعید نے کہا اس کے خاوند پر، کہا اگر خاوند کے پاس کرایہ نہ ہو؟ کہا اس عورت پر! کہا اگر

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، (المرتب)، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

فعلیها قال فان لم یکن عندها قال فعلی الامیر۔[1]

اس عورت کے پاس بھی کرایہ نہ ہو؟ کہا سربراہ مملکت پر۔

اور امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی عن شریح فی رجل استاجر بیتا اشهرًا وقال الی اجل فسکنه ثم اراد ان یخرج منه فقال اذا اتی بالمفاتیح فقد بری وعلیه اجر ما سکن۔[2]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ شریح سے کسی نے مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے چند مہینوں کے لیے ایک مکان کرائے پر لے لیا، اور ایک مدت بتادی، وہ اس مکان میں رہا پھر اس نے وہ مکان چھوڑنا چاہا؟ شریح نے کہا جب اس نے چابیاں حوالے کر دیں تو وہ بری ہو گیا، اور جتنے دن وہ رہا اس کا کرایہ دینا اس پر لازم ہے۔

اور امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دینار انه سئل عن کراء بیوت مکة فقال لا باس به الکراء مثل الشراء قد اشتری عمر بن الخطاب رضی الله عنه من صفوان بن امیة دارا باربعة الف درهم۔[3]

عمرو بن دینار سے مکہ کے مکانوں کو کرائے پر دینے کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا، کوئی حرج نہیں، کرایہ خریدنے کی مثل ہے۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صفوان بن امیہ سے (مکہ میں) ایک مکان چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔

امام محمد فرماتے ہیں:

وقد سئل عن کرائها سعید بن جبیر بالحنطة کیلا معلوما فرخص فی ذلك فقال هل ذلك الا مثل البیت یکری۔[4]

معین ماپ کے بدلے زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں سعید بن جبیر سے سوال کیا گیا انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے یہ مکانوں کو کرائے پر دینے کی مثل ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی طبرانی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

عن محمد بن سوقة عن ابیه قال لما بنی عمرو بن حریث داره اتیته لاستاجر منه بیتا فقال ما تصنع به فقلت ان اجلس فیه واشتری وابیع قال ان هذا الدار

محمد بن سوقہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے اپنا مکان بنایا تو میں ان کے پاس کرائے کا مکان لینے کے لیے گیا، انھوں نے فرمایا: تم مکان میں کیا کرو گے؟ میں نے

---

[1] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۵۲۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷ ص ۸۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[4] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ص ۳۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مبارکة علی من سکن فیها مبارکة علی من باع فیها و اشتری (ملخصا)۔[1]

کہا: میں اس میں رہوں گا اور خرید و فروخت کروں گا حضرت عمر بن حریث رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص اس مکان میں رہے گا یا خرید و فروخت کرے گا اس میں برکت ہوگی (پھر اس بارے میں ایک حدیث سنائی)

امام ابن سعد واقدی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عروة قال کان للزبیر بمصر خطط وبالاسکندریه خطط وبالکوفة خطط وبالبصرة دور وکانت له غلات تقدم علیه من اعراض المدینة۔[2]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر کی مصر، اسکندریہ اور کوفہ میں زمینیں تھیں اور بصرہ میں مکانات تھے اور مدینہ میں جائیداد تھی جس کی آمدنی اس کے پاس آتی تھی۔

فقہاء تابعین کے فتاوی کے علاوہ ان حوالوں میں صحابہ کرام میں سے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا اپنے مکانوں کو کرائے پر دینے کا صراحۃً ذکر ہے، اور یہ مکانوں کے کرائے کے جائز ہونے پر واضح دلیل ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراهیم فی الرجل یستکری البیت فیکریه باکثر مما استاجره قال: یرد الفضل۔[3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جس شخص نے مکان کرایہ پر لیا پھر اس کو زیادہ کرائے پر دے دیا وہ زیادہ لی ہوئی رقم واپس کرے

عن سعید بن المسیب و ابی سلمة بن عبدالرحمن و عروة بن الزبیر و سلیمان بن یسار فی الرجل یستاجر الدار فیؤجرها باکثر مما استاجرها فرخص فیه اثنان و کرهه اثنان۔[4]

سعید بن مسیب، ابوسلمہ بن عبدالرحمان، عروہ بن الزبیر اور سلیمان بن یسار سے روایت ہے جس شخص نے مکان کرایہ پر لیا اور جتنے کرایہ پر لیا تھا اس سے زیادہ کرایہ پر چڑھا دیا، پس ان میں سے دو نے اس کو جائز کہا اور دو نے مکروہ کہا۔

عن منصور عن ابراهیم انه کره ان یستاجر الرجل الدار ثم یؤجرها باکثر مما استاجرها، قال قلت لابراهیم فان اجرها باکثر لمن یکون الاجر قال،

منصور کہتے ہیں کہ جس شخص نے مکان کرایہ پر لیا پھر جتنے کرایہ پر لیا تھا اس سے زیادہ کرائے پر کسی کو دے دیا، ابراہیم نے اس کو مکروہ کہا، میں نے پوچھا اگر اس نے زیادہ کرائے پر چڑھا دیا تو وہ کرایہ کس کو ملے گا؟

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۷ھ

[4] 〃 〃 〃

لصاحبها۔ [1]

انھوں نے کہا مالک مکان کو۔

عن ابن سیرین انه کرهه۔ [2]

ابن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے اس کرائے کو مکروہ کہا۔

عن ابن طاؤس عن ابیه قال: لا بأس اذا اکتریت بیتا ان تکریه باکثر من اجره۔ [3]

طاؤس نے کہا جب تم کوئی مکان کرائے پر لو اور اس کو زیادہ کرائے پر دے دو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن هشام بن هبیرة انه کرهه الا ان یستعمل او یسکن فی الدار او یسکن بعضها۔ [4]

ہشام بن ہبیرہ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے الا یہ کہ کرائے پر لینے والا اس کو استعمال کرے، یا مکان میں رہے یا اس کے بعض حصہ میں رہے۔

عن الحکم قال اذا استاجر الرجل الدار فاجر بعضها واسکن بعضها قال: لا بأس۔ [5]

حکم کہتے ہیں کہ جب کسی شخص نے مکان کرائے پر لیا اور اس کا بعض حصہ کرائے پر دیا اور بعض میں خود رہا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن عامر انه کرهه الا ان یصلح فیها شیئا۔ [6]

عامر کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے، ہاں اگر وہ مکان میں کچھ اصلاح کرے تو پھر جائز ہے۔

فقہاء تابعین کا اس میں اختلاف تھا کہ کوئی شخص مکان کرائے پر لے کر اس کو زیادہ کرائے پر دے دے تو آیا یہ مکروہ ہے یا اس میں کوئی حرج نہیں؟ جیسا کہ فقہاء تابعین کے ان فتاوی سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ فقہاء تابعین صحابہ کرام کے مشہور تلامذہ ہیں اور برسوں ان کی مجلس میں رہے ہیں اور ان سے فیض یافتہ ہیں اور ان کے فتاوی صحابہ سے ہی مستفاد ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ عہد صحابہ اور تابعین میں مکانوں کو کرائے پر دینے کا عام رواج تھا، بلکہ کرایہ دار مکان کرایہ پر لے کر زیادہ کرایہ پر چڑھا دیتے تھے۔

مکانوں کے کرائے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کسی شخص نے کرائے کا مکان لیا تو اس پر عقد کا اطلاق جائز ہے اور رہائش کا ذکر یا مکان کی صفت بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا قول ہے، اور فقیہ ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ جب تک یہ نہ کہے کہ میں اور میرے اہل وعیال اس گھر میں رہیں گے عقد صحیح نہیں ہے، کیونکہ رہائش مختلف ہوتی

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۰، " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۲، " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۲، " " "

[5] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۲، " " "

[6] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۲، " " "

ہے، اور اگر اس نے صرف اپنی رہائش کے لیے مکان کرائے پر لیا تو اس کے لیے بیوی کو ساتھ رکھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ مکان چونکہ صرف رہائش کے لیے کرایہ پر لیا جاتا ہے اس لیے رہائش کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے اس کی مثال یہ ہے کہ جس ملک میں جس کرنسی کا رواج ہو وہاں اس کرنسی کی تعیین کی ضرورت نہیں ہے اور رہائش کرنے والوں کی کثرت یا قلت سے کچھ فرق نہیں ہوتا اور اگر ایسا ضروری ہوتا تو کرائے دار کے پاس کوئی زائر یا مہمان بھی نہ رہ سکتا۔ [1]

مکانوں کے کرائے میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ ابو اسحاق شیرازی لکھتے ہیں: صرف اس منفعت کا کرایہ لینا جائز ہے جو معلوم ہو، کیونکہ کرایہ بیع ہے اور اس میں منفعت بیع میں عین کی طرح ہے اور جو چیز معلوم نہ ہو اس میں بیع صحیح نہیں ہوتی، اسی طرح جو چیز معلوم نہ ہو اس کا کرایہ بھی صحیح نہیں ہے، اگر مکان کو کرایہ پر دیا جائے تو جب تک مکان معلوم نہ ہو اس کو کرایہ پر لینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مکان کے اختلاف سے منفعت مختلف ہو جاتی ہے اس لیے اس کا علم ضروری ہے۔ [2]

مکانوں کے کرائے میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: بیع کی طرح دکانوں اور مکانوں کو کرائے پر دینا جائز ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ دکانوں اور مکانوں کو پہلے دیکھ لیا جائے۔ [3]

علامہ عبدری مالکی لکھتے ہیں:

مدونہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی اجنبی تہارے مکان میں کسی کو ٹھہرائے اور تم علم کے باوجود اس کو نہ نکالو تو اس پر مدت رہائش کا کرایہ لازم ہوگا۔ [4]

مکانوں کے کرائے میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابو الحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

رہائش کے لیے دکانوں اور مکانوں کو کرائے پر لینا جائز ہے خواہ یہ بیان کیا جائے کہ اس میں کیا کیا جائے گا۔ کیونکہ عرف یہ ہے کہ مکان میں رہائش ہوتی ہے اور کرایہ دار اس میں لوہار، دھوبی اور چکی پیسنے والے کے سوا سب کو ٹھہرا سکتا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۴۷۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب (مع شروح المہذب) ج ۱۵ ص ۱۳، دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر مالکی الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ج ۴ ص ۵۹ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۸۴ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ التاج والاکلیل لشرح لمختصر خلیل ج ۵ ص ۳۹۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اخیرین ص ۲۹۰، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔

کِتَابُ الْمُسَاقَاةِ وَالْمُزَارَعَةِ

باب ۴۹

۳۸۵۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَا نَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے زمین کی نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا، خواہ پھل ہوں یا غلہ۔

۳۸۵۱ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٍ أَوْ زَرْعٍ فَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ كُلَّ سَنَةٍ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانِينَ وَسْقَا مِنْ تَمْرٍ وَعِشْرِينَ وَسْقَا مِنْ شَعِيرٍ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ قَسَمَ خَيْبَرَ خَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ فَاخْتَلَفْنَ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَالْمَاءَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَوْسَاقَ كُلَّ عَامٍ فَكَانَتْ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ مِمَّنِ اخْتَارَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں یا غلہ کی نصف پیداوار کے عوض خیبر کی زمین دی، آپ ازواج مطہرات کو ہر سال سو وسق دیتے تھے (ایک وسق ۲۵۵ کلوگرام کے برابر ہے) جس میں سے اسی ۸۰ وسق کھجور اور بیس وسق جو ہوتے تھے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے اور انھوں نے اموال خیبر کی تقسیم کی تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ وہ زمین اور پانی میں سے ایک حصہ لے لیں، یا وہ ہر سال مقررہ وسق لے لیں، ازواج مطہرات میں اختلاف ہوا، بعض ازواج نے زمین اور پانی کو اختیار کیا اور بعض نے اوساق کو اختیار کیا، حضرت عائشہ اور حفصہ ان میں سے تھیں جنھوں نے زمین اور پانی کو اختیار کیا۔

الْاَرْضَ وَالْمَآءَ

۳۸۵۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ اَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا خَرَجَ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ اَوْ ثَمَرٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ فَكَانَتْ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ مِنْ اَخْتَارَتَا الْاَرْضَ وَالْمَآءَ وَقَالَ خَيَّرَ اَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ الْاَرْضَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَآءَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار کے عوض عمل کرایا خواہ پھل ہوں یا غلہ، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ نے زمین اور پانی کو پسند کیا، البتہ یہ ذکر ہے کہ حضرت عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو یہ اختیار دیا کہ وہ زمین کو اختیار کر لیں اور پانی کا ذکر نہیں ہے۔

۳۸۵۳۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ خَيْبَرُ سَاَلَتْ يَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِرَّهُمْ فِيْهَا عَلٰى اَنْ يَعْمَلُوْا عَلٰى نِصْفِ مَا خَرَجَ مِنْهَا مِنَ الثَّمَرِ وَالزَّرْعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقِرُّكُمْ فِيْهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَابْنِ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَزَادَ فِيْهِ وَكَانَ الثَّمَرُ يُقْسَمُ عَلَى السُّهْمَانِ مِنْ نِصْفِ خَيْبَرَ فَيَاْخُذُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُمُسَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ انہیں خیبر میں رہنے دیں اور وہ نصف پیداوار کے عوض خیبر میں کاشتکاری کریں گے خواہ اناج ہو یا پھل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس عمل پر اسوقت تک قائم رکھوں گا جب تک ہم چاہیں گے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے البتہ اس میں یہ زائد ہے کہ خیبر سے حاصل شدہ نصف حصہ کی تقسیم کی جاتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خمس لے لیتے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ دَفَعَ اِلٰى يَهُوْدِ خَيْبَرَ نَخْلَ خَيْبَرَ وَاَرْضَهَا عَلٰى اَنْ يَعْتَمِلُوْهَا مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَلِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَطْرُ ثَمَرِهَا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے [illegible] کاشتکاری کریں گے اور اس کی نصف پیداوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیں گے۔

۳۸۵۵ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى اَنْ يَكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے سرزمین حجاز سے یہود اور نصاریٰ کو نکال دیا، اور یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا اور وہ زمین اللہ عزوجل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ملکیت ہو گئی تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا کہ ہمیں خیبر میں رہنے دیں اور ہم نصف پیداوار کے عوض خیبر میں کاشتکاری کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس عمل پر مقرر رکھیں گے۔ وہ اس عمل پر رکھے گئے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تیما یا اریحا کی طرف نکال دیا۔

مساقات کا معنی زمین کو غلہ کی پیداوار کے ایک معین حصہ کے عوض دینا مزارعت ہے، اور پھلوں کی پیداوار سے ایک معین حصہ کے عوض درختوں کی دیکھ بھال کرنا، مساقات ہے۔

مزارعت اور مساقات میں مذاہب فقہاء علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: مزارعت کے ثبوت میں یہ عمدہ حدیث ہے، علامہ ابن بطال نے کہا نصف، ثلث یا ربع پیداوار کے عوض زمین کو کرائے پر دینے میں اختلاف ہے، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت سعد، حضرت ابن الزبیر، حضرت اسامہ، حضرت ابن عمر، حضرت معاذ اور حضرت خباب رضی اللہ عنہم اس کو جائز کہتے ہیں۔ فقہاء تابعین میں سے ابن مسیب، طاؤس، ابن ابی لیلی، اوزاعی اور ثوری اسے جائز کہتے ہیں، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام احمد بن حنبل بھی اس کو جائز کہتے ہیں۔ یہ حضرات مساقات اور مزارعت دونوں کو جائز کہتے ہیں۔ اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مکروہ ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر اور عکرمہ سے یہی منقول ہے۔ (یہ نقل صحیح نہیں ہے بلکہ ان حضرات کے نزدیک مزارعت اور مساقات جائز ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے باب میں باحوالہ بیان کر چکے ہیں، سعیدی غفرلہٗ) امام مالک، امام ابوحنیفہ، لیث اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے انھوں نے کہا کہ مزارعت جائز نہیں ہے اور مساقات جائز ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام زفر یہ کہتے ہیں کہ مساقات اور مزارعت دونوں ناجائز ہیں، انھوں نے کہا کہ مزارعت اس لیے جائز نہیں ہے کہ یہ اجارہ مجہولہ ہے کیونکہ کبھی زمین سے بالکل پیداوار نہیں ہوتی اور مساقات اس لیے ناجائز ہے کہ وہ مزابنہ سے ممانعت میں داخل ہے۔[1]

ہم گذشتہ باب میں بیان کر چکے ہیں کہ فقہاء احناف نے مزارعت اور مساقات میں امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے دلائل کا ضعف ہم نے اس باب میں بیان کر دیا ہے۔

مساقات اور مزارعت کے جواز پر دلائل علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام زفر کے نزدیک مزارعت اور مساقات ناجائز ہیں اور امام ابو یوسف، امام محمد اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک جائز ہیں، امام شافعی فرماتے ہیں کھجور کے درختوں، انگور کی بیلوں اور دیگر درختوں میں معاملہ کرنا صحیح ہے اور اس کو وہ مساقات کہتے ہیں اور مزارعت، مساقات کے تابع ہو کر صحیح ہے، بایں طور کہ اس کو انگور کی بیلیں دی جائیں اور ان کے درمیان خالی زمین ہو اور زمین کا مالک نصف پیداوار کے عوض اس سے کاشتکاری کرائے، احادیث اور آثار کی روشنی میں ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مزارعت اور مساقات میں زمین کی پیداوار میں شرکت ہوتی ہے سو یہ مضاربت کی طرح صحیح ہے، اور اس کی تحقیق دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ مضاربت میں نفع، مال اور عمل دونوں سے حاصل ہوتا ہے پس ایک جانب سے مال اور دوسری جانب سے عمل کے ساتھ یہ شرکت منعقد ہوتی ہے اور یہاں بھی اسی طرح ہے کیونکہ ایک جانب سے زمین اور بیج ہے اور دوسری جانب سے محنت اور عمل ہے یا ایک جانب سے درخت ہیں اور دوسری جانب سے عمل اور محنت ہے اور ثانی اس طرح کہ لوگوں کو عقد مضاربت کی اس لیے ضرورت ہوتی ہے کہ بسا اوقات ایک شخص کے پاس مال ہوتا ہے اور وہ کسی وجہ سے خود عمل نہیں کر سکتا اور بعض لوگ عمل کر سکتے ہیں لیکن عمل اور تصرف کے لیے ان کے پاس مال نہیں ہوتا، پس عقد مضاربت کو جائز کیا گیا تاکہ دونوں کا مقصود حاصل ہو جائے، یہاں بھی اسی طرح ہے کہ بسا اوقات زمین

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اور بیج کا مالک عمل نہیں کر سکتا اور جو عمل کر سکتا ہے بسا اوقات اس کے پاس عمل کے لیے زمین اور بیج نہیں ہوتے سو اس لیے مزارعت اور مساقات کو جائز کیا گیا تاکہ دونوں کو مقصود حاصل ہو جائے اور مضاربت کی طرح تمام شہروں میں مزارعت اور مساقات کا رواج ہے اور لوگوں کا اس پر تعامل ہے پس اس کو عرف اور تعامل کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے خواہ قیاس اس کے خلاف ہو۔[1]

کیا تعین مدت کے بغیر عقد مساقات صحیح ہے؟

حدیث نمبر ۳۸۵۵ میں ہے یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم کو یہاں مزارعت پر برقرار رکھیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس معاملہ پر برقرار رکھیں گے، جمہور فقہاء کے نزدیک مساقات اور مزارعت مدت کے تعین کے بغیر صحیح نہیں ہے، اور اصحاب ظاہر یہ کہتے ہیں کہ اگر مدت مجہول ہو پھر بھی مساقات اور مزارعت کا معاملہ صحیح ہے اصحاب ظاہر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، علامہ نووی اور علامہ عینی نے اس سوال کے متعدد تفصیلی جوابات دیے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱)۔ عام مسلمانوں کے لیے مزارعت اور مساقات میں مدت کا تعین ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مدت کا تعین ضروری نہیں تھا۔

(۲)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب تک ہم چاہیں گے تم کو اس معاملہ پر برقرار رکھیں گے اور مدت کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ سے اجازت لیے بغیر کوئی مدت مقرر کرنا نہیں چاہتے تھے اس لیے آپ نے مدت مقرر نہیں فرمائی اور چونکہ ہماری یہ حیثیت نہیں ہے اس وجہ سے ہمارے لیے مدت کا تعین کرنا ضروری ہے۔

(۳)۔ فقیہ ابوثور اور محمد بن سلمہ کا قول ہے جب عقد مزارعت یا عقد مساقات مطلقاً ہو تو وہ ایک سال پر محمول ہوتا ہے۔

(۴)۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ فقہاء حنفیہ کا قول ہے کہ جب عقد مزارعت یا عقد مساقات مطلقاً کیا جائے تو وہ استحساناً ایک فصل کی پیداوار پر محمول ہوتا ہے۔

(۵) یہ حدیث منسوخ ہے۔

(۶)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدت کا تعین کیا تھا جس کا راوی نے ذکر نہیں کیا اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت کے پوری ہونے کے بعد اگر ہم چاہیں گے تو آئندہ کے لیے تم سے عقد کریں گے اور اگر چاہیں گے تو تم سے نیا عقد نہیں کریں گے اور تم کو خیبر سے نکال دیں گے۔ اور یہی آخری جواب زیادہ واضح ہے۔

مال جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے

حدیث نمبر ۳۸۵۱ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح خیبر کے بعد ازواج مطہرات کو ایک سال کی خوراک فراہم کر دیتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسباب معیشت کو جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں اور آپ اسباب معیشت کو جمع کرتے، غار حرا میں کئی دن کا کھانا لے جا کر تشریف فرما ہوتے تھے سو یہ جو مشہور ہے کہ صبح کھا لو اور شام کے لیے مت رکھو، اور ضرورت کے لیے پس انداز نہ کرو۔ محض ایک بے بنیاد بات ہے۔ توکل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کے اسباب حاصل کرنے کے بعد نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دیا جائے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۲۳ ص ۱۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

بَابُ فَضْلِ الْغَرْسِ وَالزَّرْعِ

کاشتکاری اور درخت لگانے کی فضیلت

۳۸۵۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا إِلَّا كَانَ مَا أُكِلَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةً وَمَا سُرِقَ مِنْهُ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَمَا أَكَلَتِ الطَّيْرُ فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ وَلَا يَرْزَؤُهُ أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی پودا اگاتا ہے تو اس درخت میں سے جو کچھ کھایا جائے وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے، جو کچھ اس سے چوری ہو وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے اور جو درندے کھائیں وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے اور جو پرندے کھائیں وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اس میں سے کم کرے گا وہ اس کا صدقہ ہو جائے گا۔

۳۸۵۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ مُبَشِّرٍ الْأَنْصَارِيَّةِ فِي نَخْلٍ لَهَا فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَرَسَ هٰذَا النَّخْلَ مُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ فَقَالَتْ بَلْ مُسْلِمٌ فَقَالَ لَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا شَيْءٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام مبشر انصاریہ کے کھجور کے باغ میں گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کھجور کا درخت کس شخص نے لگایا تھا، مسلمان نے یا کافر نے؟ حضرت ام مبشر نے کہا مسلمان نے! آپ نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیت لگاتا ہے اس درخت یا کھیت سے کوئی، انسان، چوپایہ یا کوئی اور جانور کھائے تو وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے۔

۳۸۵۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ قَالَا نَا رَوْحٌ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیت اگاتا ہے اس میں سے کوئی درندہ، کوئی جانور یا کوئی چوپایہ بھی کھائے تو اس کو اس میں اجر ملتا ہے، ابن ابی خلف کی روایت میں طائر شیٔ کذا کے

يَقُولُ لَا يَغْرِسُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ غَرْسًا وَلَا زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ سَبُعٌ أَوْ طَائِرٌ أَوْ شَيْءٌ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَقَالَ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ طَائِرٌ شَيْءٌ كَذَا۔

الفاظ ہیں۔

۳۸۵۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَقَ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ مَعْبَدٍ حَائِطًا فَقَالَ يَا أُمَّ مَعْبَدٍ مَنْ غَرَسَ هَذَا النَّخْلَ مُسْلِمٌ أَمْ كَافِرٌ فَقَالَتْ بَلْ مُسْلِمٌ قَالَ فَلَا يَغْرِسُ مُسْلِمٌ غَرْسًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ وَلَا دَابَّةٌ وَلَا طَيْرٌ إِلَّا كَانَ لَهُ صَدَقَةً إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا کے باغ میں گئے۔ آپ نے فرمایا: اے ام معبد یہ کھجور کا درخت کس نے لگایا ہے، مسلمان نے یا کافر نے؟ حضرت ام معبد نے فرمایا بلکہ مسلمان نے۔ آپ نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے اس سے انسان، چوپایہ یا درندہ جو بھی کھائے وہ اس کا قیامت تک صدقہ ہو جاتا ہے۔

۳۸۶۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ زَادَ عَمْرٌو فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَمَّارٍ وَأَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ فَقَالَا عَنْ أُمِّ مُبَشِّرٍ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ فُضَيْلٍ عَنِ امْرَأَةِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَفِي رِوَايَةِ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے چار مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، اس میں بعض راویوں نے ام مبشر کا قصہ بیان کیا اور بعض راویوں نے زید بن حارثہ کی بیوی کا قصہ بیان کیا ہے، اسحاق نے ابو معاویہ سے روایت کی کہ حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔ اور تمام راویوں نے عطاء، ابوالزبیر اور عمرو بن دینار کی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

رُبَّمَا قَالَ عَنْ اُمِّ مُبَشِّرٍ رَضِيَ اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَرُبَّمَا لَمْ يَقُلْ وَكُلُّهُمْ قَالُوْا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ عَطَآءٍ وَّاَبِي الزُّبَيْرِ وَعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ.

۳۸۶۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کوئی کھیت اُگاتا ہے، اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کھائے تو وہ اس کا صدقہ ہو جاتا ہے۔

۳۸۶۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبَانُ ابْنُ يَزِيْدَ قَالَ نَا قَتَادَةُ قَالَ نَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ نَخْلًا لِاُمِّ مُبَشِّرٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا امْرَاَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَرَسَ هٰذَا النَّخْلَ اَمُسْلِمٌ اَمْ كَافِرٌ قَالُوْا مُسْلِمٌ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا کے کھجوروں کے ایک باغ میں تشریف لے گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ان کھجوروں کے درختوں کو کس نے لگایا ہے؟ کسی مسلمان نے یا کافر نے، انھوں نے کہا مسلمان نے، اس کے بعد حسب سابق روایت کی طرح ہے۔

کیا بغیر نیت کے بھی نیک کاموں پر ثواب ہو سکتا ہے؟

اس باب کی احادیث میں یہ ہے کہ مسلمان کوئی درخت لگائے تو جو جاندار بھی اس کا پھل کھائے گا وہ درخت لگانے والے کا صدقہ ہوگا۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ ثواب کا مدار تو نیت پر ہے جب درخت لگانے والے نے اس صدقہ کی نیت نہیں کی تو اس کو اس کا اجر کیسے ملے گا؟ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اعمال اعتباریہ کے ثواب کا مدار نیت پر ہے۔ اور اگر کوئی فعل دوسرے فعل کا اتفاقاً سبب بن جائے جس میں اس کے

قصد اور ارادے کا دخل نہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہے تو اس پر بغیر نیت کے بھی اجر مل جاتا ہے۔

کاشتکاری اور دیگر دنیاوی امور کی فضیلت اور مذمت کے جُدا جُدا محمل

اس باب کی احادیث سے ثابت ہوا کہ کاشتکاری میں بہت فضیلت ہے، اس کے برخلاف بعض احادیث میں کاشتکاری کی مذمت کی گئی ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے کاشتکاری کے آلات دیکھ کر کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم کے گھروں میں یہ آلات ہوں گے اللہ تعالیٰ ان پر ذلت اور رسوائی مسلط کر دے گا"[1]

فقہاء اسلام نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے یہ فرمایا: اس حدیث کا محمل وہ لوگ ہیں جو کاشتکاری میں حد سے زیادہ مشغول ہوں جس کی وجہ سے ان کے فرائض اور واجبات فوت ہو جائیں۔ اسی طرح جامع ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "زمین اور جائیداد نہ بناؤ پھر تم دنیا میں رغبت کرو گے"[2] اس حدیث کا محمل بھی یہی ہے کہ زمین اور جائیداد بنانے میں اس قدر مشغول مت ہو جس سے اُمورِ دینیہ رہ جائیں، اور اس باب کی احادیث کا محمل یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق کاشتکاری کرو، یا اس قدر کاشتکاری کرو جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو یا ثواب کی غرض سے کاشتکاری کرو اور محض دنیاوی اموال کو مقصود مت بناؤ۔

تمام دنیاوی اُمور میں یہی قاعدہ کارفرما ہے اگر ان میں بقدر ضرورت اشتغال ہو اور اپنے فرائض اور حقوق کی ادائیگی سے غفلت نہ ہو تو وہ مباح ہیں بلکہ اگر ان امور کو کسی عبادت کے ساتھ مرتبط کیا جائے تو مستحب ہیں، اور اگر ان دنیاوی امور کو خلق خدا کو نفع پہنچانے کے لیے اختیار کیا جائے تو یہ بلاتاویل مستحب ہیں اور ان میں اجر ملے گا، اور اگر دنیاوی اُمور میں دنیا کی محبت کی وجہ سے یا ریاکاری سے یا فخر و مباہات کی وجہ سے اشتغال ہو، یا ان اُمور میں اس قدر زیادہ اشتغال ہو جس کی وجہ سے فرائض یا واجبات فوت ہو جائیں تو پھر یہ ضرر اور وبال کا باعث ہیں۔

کون سا کسب سب سے افضل ہے؟

فقہاء اسلام نے یہ بحث بھی کی ہے کہ انسان کے کسب میں سب سے افضل کون سا کسب ہے۔ بعض علماء نے کہا کاشتکاری سب سے افضل ہے، بعض نے کہا ہاتھ کی محنت پر مشتمل کام سب سے افضل ہے، بعض نے کہا تجارت سب سے افضل ہے۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کون سا کسب سب سے زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ نے فرمایا جو کام انسان اپنے ہاتھ سے کرے اور ہر جائز بیع۔ درحقیقت ان سب میں اضافی فضیلت ہے بعض اعتبار سے کاشتکاری افضل ہے، بعض اعتبار سے تجارت افضل ہے اور بعض اعتبار سے صنعت و حرفت افضل ہے۔

کیا کافر کو بھی نیک کاموں پر اجر ملتا ہے؟

اس باب کی احادیث میں ہے کہ جو مسلمان بھی درخت لگاتا ہے اس سے جو جاندار بھی پھل کھائے وہ اس شخص کا صدقہ ہوگا۔ بعض

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

روایات میں مسلمان کی جگہ "عبد" (جو بندہ بھی درخت لگاتا) ہے۔ اس عموم سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کافر درخت لگائے تو اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو گی اور اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے گی لیکن یہ نظریہ قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لا یخفف عنہم العذاب (البقرہ: ۱۶۲) "کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائے گی"۔ شرح صحیح مسلم جلد اول باب نمبر ۸، میں ہم اس پر مکمل بحث کر چکے ہیں۔

بَابُ ۵۰۱ وَضْعِ الْجَوَائِحِ

قدرتی آفات سے پھلوں کے نقصان کو وضع کرنا

۳۸۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا أَبُو ضَمْرَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ بِعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمَرًا فَأَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا بِمَ تَأْخُذُ مَالَ أَخِيكَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو، پھر ان پھلوں کو، کوئی آفت لاحق ہو جائے تو تمہارے لیے اس سے کوئی عوض لینا جائز نہیں ہے۔ تم بغیر کسی حق کے اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض لو گے؟

۳۸۶۴ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۳۸۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَ قُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى تَزْهُوَ فَقُلْنَا لِأَنَسٍ مَا زَهْوُهَا قَالَ تَحْمَرُّ وَ تَصْفَرُّ أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللهُ الثَّمَرَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں پر پھل بیچنے سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک کہ ان پر رنگ نہ آجائے، ہم نے انس سے پوچھا رنگ آنے کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کھجوریں سرخ یا پیلی ہو جائیں۔ یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ پھلوں کو روک دے تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض حلال قرار دو گے؟

بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ اَخِيْكَ.

۳۸۶۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكٌ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى تُزْهِيَ قَالُوْا وَمَا تُزْهِيْ قَالَ تَحْمَرُّ فَقَالَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ اَخِيْكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک پھلوں کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے جب تک کہ ان پر رنگ نہ آجائے، لوگوں نے عرض کیا: رنگ آنے کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا سرخ ہو جائیں، جب اللہ تعالیٰ پھلوں کو روک لے گا تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض حلال قرار دو گے؟

۳۸۶۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ لَّمْ يُثْمِرْهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَبِمَ يَسْتَحِلُّ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ پھلوں کو پیدا نہ کرے تو تم اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض حلال قرار دو گے؟

۳۸۶۸ - حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ وَعَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِبِشْرٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ حُمَيْدٍ الْاَعْرَجِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيْقٍ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (قدرتی) آفات سے نقصان کو وضع کرنے کا حکم دیا۔

فروخت شدہ پھلوں کو نقصان لاحق ہونے پر اس کے تاوان کے ذمہ میں مذاہب فقہاء

فقہاء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ پھلوں کو پکنے ہونے کے بعد فروخت کیا گیا اور بائع نے درختوں پر لگے ہوئے پھل خریدار کے سپرد کر دیے پھر پکنے سے پہلے کسی قدرتی آفت سے وہ پھل تلف ہو گئے، اس صورت میں وہ نقصان بائع پر پڑے گا یا خریدار پر! امام ابوحنیفہ، لیث بن سعد اور امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ یہ نقصان خریدار پر پڑے گا، اور اس نقصان کو قیمت سے وضع کرنا واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے۔ امام شافعی کا قول قدیم اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اگر یہ نقصان تہائی قیمت سے کم ہو تو اس کو قیمت سے وضع کرنا واجب نہیں ہے اور یہ نقصان تہائی قیمت یا اس سے زیادہ ہو تو اس کی قیمت سے وضع کرنا واجب ہے ـــــ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ نقصان کو قیمت سے وضع کرنا واجب ہے۔ انھوں نے اس باب کی حدیث نمبر ۳۸۲۸ سے استدلال کیا ہے، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقصان کو قیمت سے وضع کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس باب کی متعدد احادیث میں ہے "تمہارے لیے اس سے کچھ لینا جائز نہیں ہے"، اور عقلی دلیل یہ ہے کہ یہ پھل ابھی تک بائع کی ملک ہیں ہیں کیونکہ درختوں کو پانی دینا اسی پر لازم ہے، چونکہ یہ پھل قبضہ سے پہلے تلف ہو گئے، اس لیے یہ پھل بائع کی ضمانت میں ہیں ـــــ جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ نقصان خریدار پر ہے اور اس نقصان کو قیمت سے وضع کرنا واجب نہیں ہے ان کا استدلال صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص نے پھل خریدے اور وہ قدرتی آفت سے تلف ہو گئے اور اس شخص پر (پھلوں کی قیمت کا) قرض زیادہ ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر صدقہ کرو پھر لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، صدقات کی یہ رقم بھی قرض (پھلوں کی قیمت) کے برابر نہ ہو سکی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں (بیچنے والوں) سے فرمایا جو کچھ تم کو ملا ہے وہ لے لو، اس کے علاوہ تمہارے لیے جائز نہیں ہے"، وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر نقصان کا قیمت سے کم کرنا واجب ہوتا تو لوگوں سے اس پر صدقہ کرانے کی ضرورت نہ تھی، اور باقی ماندہ نقصان کو قیمت سے وضع کرنے کا جو آپ نے حکم دیا وہ بطور استحباب تھا، یا یہ حکم ان پھلوں کے بارے میں تھا جو پختگی کے ظہور سے پہلے بیچے گئے تھے اور بعض روایات میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے۔ اور جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ نقصان بائع پر ہے وہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس میں خریدار کی تقصیر تھی کیونکہ اس نے پھل کاٹنے کے وقت کے بعد بھی پھلوں کو درختوں پر رہنے دیا اس سبب سے یہ نقصان خریدار کی ضمان پر آ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اس کے علاوہ تمہارا حق نہیں ہے اور اگر اس نقصان کو بائع سے وضع نہ کیا جاتا تو قرض کی باقی رقم کا مطالبہ کرنا بھی اس کا حق تھا اور دوسرے فقہاء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے لیے اب اس کے علاوہ لینا جائز نہیں ہے اور جب تک یہ تنگ دست اور مفلس ہے اس سے مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ تاوقتیکہ یہ خوشحال اور قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہو جائے[1]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

جو صورت یہاں زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ پھلوں کی پختگی کے ظہور کے بعد ان کی بیع ہو اور اس میں یہ شرط نہ ہو کہ پھل درخت پر رہیں گے اور درختوں سے پھل کاٹنے سے پہلے وہ کسی قدرتی آفت کا شکار ہو کر تلف ہو جائیں ان میں ائمہ مذاہب کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)۔ علامہ عینی حنفی نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک یہ پھل خریدار کے ذمہ ہے[۱]

(۲)۔ علامہ نووی شافعی نے امام شافعی کا بھی یہی نظریہ بیان کیا ہے[۲]

(۳)۔ علامہ ابن رشد مالکی نے لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک اگر تہائی سے کم نقصان ہو تو خریدار کے ذمہ ہے اور اگر تہائی یا اس سے زیادہ نقصان ہو تو بائع کے ذمہ ہے۔[۳]

(۴)۔ علامہ مرداوی نے لکھا ہے نقصان کم ہو یا زیادہ بائع کے ذمہ ہے[۴]

(۵)۔ غیر مقلدین کے امام ثانی شیخ ابن حزم کا بھی یہی نظریہ ہے[۵]

بَابُ ۵۰۲ اِسْتِحْبَابِ الْوَضْعِ مِنَ الدَّيْنِ

قرض میں سے کچھ معاف کر دینے کا استحباب

۳۸۶۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أُصِيبَ رَجُلٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِمَارٍ ابْتَاعَهَا فَكَثُرَ دَيْنُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقُوا عَلَيْهِ فَتَصَدَّقَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ وَفَاءَ دَيْنِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِغُرَمَائِهِ خُذُوا مَا وَجَدْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ إِلَّا ذٰلِكَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے درخت پر پھل خریدے، وہ پھل قدرتی آفت سے تلف ہو گئے اور اس پر قرض زیادہ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر صدقہ کرو، لوگوں نے اس پر صدقہ کیا، صدقہ کی وہ رقم اس کے قرض کے برابر نہ پہنچ سکی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں سے فرمایا، جو تم کو مل گیا ہے وہ لے لو اس کے علاوہ رقم پر تمہارا حق نہیں ہے۔

۱۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۳۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۳ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۴۲ - ۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۴۔ علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

۵۔ شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۳۸۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

۳۸۷۰ - حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۳۸۷۱ - وَحَدَّثَنِي غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِنَا قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَخِي عَنْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أُمَّهُ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا تَقُولُ سَمِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُومٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِي شَيْءٍ وَهُوَ يَقُولُ وَاللهِ لَا أَفْعَلُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ أَيْنَ الْمُتَأَلِّي عَلَى اللهِ لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوفَ قَالَ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَلَهُ أَيَّ ذٰلِكَ أَحَبَّ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے دروازے پر جھگڑا کرنے والوں کی اونچی آوازیں سنیں، ان میں سے ایک قرض میں کچھ کمی اور نرمی کے لیے کہہ رہا تھا، دوسرا کہہ رہا تھا بخدا میں ایسا نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے پاس تشریف لے گئے، اور آپ نے فرمایا کہاں ہے وہ شخص جو یہ قسم کھا رہا تھا کہ میں نیکی نہیں کروں گا؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہوں۔ اس کو اختیار ہے یہ جو چاہے کرے۔

۳۸۷۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ تَقَاضَى ابْنَ أَبِي حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهُ عَلَيْهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

عبداللہ بن کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ کے عہد میں ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا مسجد میں تقاضا کیا، حتی کہ ان دونوں کی آوازیں بلند ہو گئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آوازوں کو حجرے میں سن لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا دروازہ کھولا اور ان کے پاس تشریف لائے، اور آپ نے آواز دی اے کعب بن مالک! اس نے کہا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے ہاتھ سے

الْمَسْجِدِ فَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمَا حَتَّى سَمِعَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي بَيْتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى كَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِهِ وَنَادَى كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَشَارَ بِيَدِهِ أَنْ ضَعِ الشَّطْرَ مِنْ دَيْنِكَ قَالَ كَعْبٌ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْ فَاقْضِهِ۔

بالشارہ کرکے فرمایا اپنے قرض میں سے آدھا کم کردو، انھوں نے کہا میں نے آدھا کم کردیا، یارسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابن ابی حدرد) سے فرمایا: اٹھو اور ان کا قرض ادا کردو۔

۳۸۷۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَقَاضَى دَيْنًا لَهُ عَلَى ابْنِ أَبِي حَدْرَدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ۔

عبداللہ بن کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالک نے ابن ابی حدرد سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا یہ حدیث بھی سابق روایت کی طرح ہے۔

۳۸۷۴۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَرَوَى اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَهُ مَالٌ عَلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حَدْرَدٍ الْأَسْلَمِيِّ فَلَقِيَهُ فَلَزِمَهُ فَتَكَلَّمَا حَتَّى ارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فَمَرَّ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا كَعْبُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ كَأَنَّهُ يَقُولُ النِّصْفَ فَأَخَذَ نِصْفًا مِمَّا عَلَيْهِ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی پر ان کا کچھ مال قرض تھا، وہ ان کو ملے تو انھوں نے ان کو پکڑ لیا ان دونوں میں تکرار شروع ہوگئی اور ان کی آوازیں بلند ہوگئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے پاس سے گذر ہوا، آپ نے ہاتھ سے آدھا قرض کم کرنے کا اشارہ کیا اور فرمایا اے کعب! پھر کعب بن مالک نے آدھا قرض کم کردیا۔

وَتَرَكَ نِصْفًا.

حضرت ابن ابی حدرد کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

(۱)۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ مسجد میں قرض یا کسی بھی حق کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

(۲)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا جائز ہے بشرطیکہ زیادہ بلند آواز نہ کی جائے جو مسجد کے ادب اور وقار کے خلاف ہو، سنن ابن ماجہ میں حضرت واثلہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی مساجد کو بچوں اور اپنے جھگڑوں سے الگ رکھو" اسی طرح حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ "مسجد میں آوازیں نہ بلند کی جائیں" ہر چند کہ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں اور امام بخاری ومسلم کی اس صحیح روایت سے مقاوم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں تاہم ان میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ ان روایات میں اس قدر بلند آواز سے منع کیا گیا ہے جو مسجد کے احترام کے منافی ہو اور بخاری ومسلم کی روایت میں معمولی بلند آواز کی اجازت دی گئی ہے چنانچہ مسجد میں ذکر بالجہر کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ متوسط جہر ہو، جو کسی کی نماز میں خلل کا موجب ہو نہ احترام مسجد کے خلاف ہو۔

(۳)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اشارہ سے کلام کرنا صحیح ہے، بنا بریں گونگا اشارے سے طلاق دے یا گواہی دے وہ صحیح ہے۔

(۴)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم کو صلح کرانا چاہیے۔

(۵)۔ اس حدیث میں صاحب معاملہ کے پاس شفاعت کا ثبوت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں اکابر کا اصاغر کے پاس شفاعت کا ثبوت ہے۔

(۷)۔ صاحب حق کو چاہیے کہ وہ شفاعت کو قبول کرے، بشرطیکہ کسی معصیت میں سفارش نہ ہو۔

(۸)۔ جو شخص نیک کام نہ کرنے کی قسم کھائے اس کو سرزنش کرنا، اس میں امر بالمعروف بھی ہے اور نہی عن المنکر بھی۔

(۹)۔ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کو بہت جلد سمجھ جاتے تھے اور اس پر فوراً عمل کرتے تھے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی جان ومال کے مالک ہیں اور حاکم علی الاطلاق ہیں جس پر چاہیں جیسا چاہیں حکم فرمادیں اور صحابہ کرام اپنے موقف، اپنی مرضی حتی کہ اپنی کھائی ہوئی قسم کے خلاف بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر خوشی سے عمل کرتے تھے اور اسی کو اپنی دنیا اور آخرت کی سعادت گردانتے تھے۔

(۱۱)۔ حدیث نمبر ۳۸۷۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کے باہر آواز سنی اور حجرے سے باہر تشریف لے گئے، اور حدیث نمبر ۳۸۸۰ میں ہے کہ یہ دونوں تکرار کر رہے تھے آپ ان کے پاس سے گذرے اور قرض کم کرنے کی سفارش کی ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ پہلے ان کے پاس سے گذرے، اور دوبارہ حجرے سے باہر آئے اور راوی نے گذرنے کے ساتھ واقعہ بیان کر دیا، حافظ ابن حجر نے کہا اس گذرنے سے حسی گذر نامراد نہیں ہے معنوی گذرنا یعنی توجہ کرنا مراد ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲)۔ اس حدیث کا بنیادی فائدہ یہ ہے کہ قرض کی رقم کو کم کر دینا مستحب ہے۔ اسی طرح مقروض کو مہلت دینا، بلکہ مہلت

دینا واجب ہے۔

باب ۵۰۳ مَنْ اَدْرَكَ مَا بَاعَهُ عِنْدَ الْمُشْتَرِیْ وَقَدْ اُفْلِسَ فَلَهُ الرُّجُوْعُ

اگر خریدار دیوالیہ ہو جائے اور اس کے پاس خریدی ہوئی چیز ہو تو بائع اس سے لے سکتا ہے

۳۸۷۵- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ قَدْ اُفْلِسَ اَوْ اِنْسَانٍ قَدْ اُفْلِسَ فَهُوَ اَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو دیوالیہ قرار دیا گیا ہو اس کے پاس کوئی شخص اپنی چیز بعینہٖ پائے تو دوسروں کی بہ نسبت وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے

۳۸۷۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيْعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ

امام مسلم نے پانچ اسانید کے ساتھ یہ روایت بیان کی اس میں ہے جو شخص دیوالیہ قرار دیا گیا۔

الْوَهَّابِ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ مِنْ بَيْنِهِمْ فِي رِوَايَتِهِ أَيُّمَا امْرِئٍ فُلِّسَ۔

۳۸۷۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ الْمَخْزُومِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الْحُسَيْنِ أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَهُ عَنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرَّجُلِ الَّذِي يُعْدِمُ إِذَا وُجِدَ عِنْدَهُ الْمَتَاعُ وَلَمْ يُفَرِّقْهُ أَنَّهُ لِصَاحِبِهِ الَّذِي بَاعَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص معدوم المال (دیوالیہ) قرار دیا گیا ہو اور اس کے پاس ایسی متاع پائی جائے جس میں تصرف نہ کیا گیا ہو تو اس پر اس شخص کا حق ہے جس نے اس کو فروخت کیا تھا۔

۳۸۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَفْلَسَ الرَّجُلُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو دیوالیہ قرار دیا جائے اور اس کے پاس کسی شخص کی متاع بعینہٖ پائی جائے تو دوسروں کی بہ نسبت وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

۳۸۷۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوسرے کی بہ نسبت وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

سَعِيدٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَيْضًا قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنَ الْغُرَمَاءِ.

۳۸۸۰ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا نَا أَبُو سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَجَّاجٌ نَا مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ خُثَيْمِ بْنِ عِرَاكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُفْلِسَ الرَّجُلُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ عِنْدَهُ سِلْعَتَهُ بِعَيْنِهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی شخص کو دیوالیہ قرار دیا جائے اور کسی شخص کو اس کے پاس اپنا سامان بعینہٖ مل جائے تو دوسروں کی بہ نسبت وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

مفلس (دیوالیہ) کا لغوی اور شرعی معنی مفلس کا لفظ افلاس سے بنا ہے، اور یہ باب افعال ہے اس کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ یعنی جس شخص کے پاس پیسے نہ رہیں، اور اس کا ایک خاصہ انتقال ہے یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا، کسی شخص کا امارت سے غربت کے حال کی طرف منتقل ہونا افلس الرجل اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص دیوالیہ قرار دیا جائے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ رافعی نے مفلس کی یہ تعریف بیان کی ہے کہ مفلس وہ شخص ہے جس پر قرض اس قدر زیادہ ہو جائیں جو اس کے مال سے ادا نہ کیے جا سکیں، لیکن اس پر دو اعتراض ہیں اوّل یہ کہ اس میں یہ قید لگانی ضروری ہے کہ حاکم اس کے تصرفات پر پابندی لگائے کیونکہ اگر اس کے تصرفات پر پابندی نہیں ہوگی تو اس کی خرید و فروخت صحیح ہوگی۔ دوسری قید یہ ضروری ہے کہ اس پر جو قرض ہوں وہ بندوں کے قرض ہوں کیونکہ اگر اس پر اللہ تعالیٰ کا قرض ہو مثلاً زکوٰۃ وغیرہ تو اس کے تصرفات پر پابندی نہیں ہوگی نہ اس کو دیوالیہ قرار دیا جائے گا۔[1]

علامہ عینی نے علامہ رافعی کی بیان کردہ تعریف میں جن قیود کا اضافہ کیا ہے اس کے اعتبار سے مفلس کی تعریف یہ ہوگی: جس شخص پر بندوں کے قرض اس قدر زیادہ ہو جائیں کہ وہ اس کے مال سے ادا نہ کیے جا سکیں اور حاکم اس کے تصرفات پر پابندی لگا دے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

مفلس (دیوالیہ) کے شرعی احکام

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص پر بہت سے قرض واجب ہو جائیں اور قرض خواہ اس کو قید کرنے یا اس کے تصرفات پر پابندی لگانے کا مطالبہ کریں تو اس پر پابندی نہیں لگائی جائے گی اور اگر اس کا مال ہے تو اس میں حاکم تصرف نہیں کرے گا، البتہ حاکم اس شخص کو اس وقت تک قید میں رکھے جب تک کہ وہ اس مال کو قرض کی ادائیگی میں فروخت نہیں کرتا۔ ـــــ امام ابو یوسف اور امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ جب قرض خواہ مفلس کے تصرفات پر پابندی کا مطالبہ کریں تو قاضی اس کے تصرفات پر پابندی لگادے اور اس کو خرید و فروخت، اقرار اور دیگر تصرفات سے روک دے، اور اگر مفلس اپنے مال کو فروخت نہ کرے یا قرض خواہوں میں مال کو حصہ رسد کے اعتبار سے تقسیم نہ کرے تو قاضی اس کے مال کو خود فروخت کرے، اور اگر قرض دراہم ہوں اور مقروض کے پاس دراہم ہوں تو قاضی مفلس کے امر کے بغیر وہ دراہم قرض خواہوں میں تقسیم کر دے، اور قرض دراہم ہوں اور اس کے پاس دینار ہوں یا اس کے برعکس ہو تو قاضی ان کو فروخت کر دے، قرض کی ادائیگی میں پہلے سونا اور چاندی فروخت کیے جائیں، پھر ساز و سامان اور پھر زمین۔ مفلس کے کپڑوں کا ایک جوڑا چھوڑ کر اس کا تمام سامان فروخت کر دیا جائے۔ پابندی لگانے کے بعد اگر وہ کسی شخص کے لیے کوئی اقرار کرے تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد وہ لازم ہوگا، اگر پابندی کے بعد اسے کوئی مال حاصل ہوا تو اس میں اس کا اقرار نافذ ہو جائے گا، مفلس کے مال سے، مفلس پر اس کی بیوی پر اس کے چھوٹے بچوں پر اور ذوی الارحام میں سے جن کا خرچ اس پر واجب ہو خرچ کیا جائے گا۔ اگر مفلس کے کسی مال کا پتا نہ چلے اور اس کے قرض خواہ اس کو قید کرنے کا مطالبہ کریں اور وہ کہتا ہو کہ میرے پاس کوئی مال نہیں ہے تو حاکم اس کو ہر اس قرض کے عوض قید کرے گا جس کا وہ کسی عقد کے ساتھ التزام کرے گا مثلاً مہر یا کفالت۔ قید سے رہا ہونے کے بعد حاکم اس کے اور قرض خواہوں کے درمیان حائل نہ ہو بلکہ قرض خواہ اس کو پکڑے رکھیں اور اس کو تصرفات سے منع نہ کریں، اور اس کی فاضل آمدنی سے آپس میں حصہ رسد کے اعتبار سے تقسیم کر لیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا جب حاکم اس کو دیوالیہ قرار دے دے تو حاکم اس کے اور قرض خواہوں کے درمیان حائل ہو الا یہ کہ قرض خواہ دلیل (گواہی) سے ثابت کر دیں کہ اس کے پاس مال ہے۔ اگر مقروض کسی کام سے گھر جائے تو حاکم اس کا پیچھا نہ کرے بلکہ اس کے دروازے پر ٹھہرے، حتیٰ کہ وہ باہر نکل آئے۔ اگر کسی مرد کا عورت پر قرض ہو تو وہ اس کو نہ پکڑے بلکہ کسی امانت دار عورت کو بھیجے جو اس کے ساتھ رہے۔ جس شخص کو دیوالیہ قرار دیا گیا ہو اور اس کے پاس کسی شخص کا سامان بعینہٖ موجود ہو جس کو مفلس نے اس شخص سے خریدا ہو تو سامان والا اور باقی قرض خواہ اس سامان میں برابر ہیں ـــــ [1]۔ (اس آخری مسئلے کے بارے میں اس باب کی احادیث وارد ہیں اور اسی پر ہم یہاں تفصیلی بحث کریں گے۔ سعیدی)

مفلس کے پاس بائع کی چیز بعینہٖ ملنے کی صورت میں مذاہب ائمہ

اس باب کی احادیث میں ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو دیوالیہ قرار دیا گیا ہو اس کے پاس کوئی شخص اپنی چیز بعینہٖ پائے تو دوسروں کی بہ نسبت وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔" علامہ عینی لکھتے ہیں عطاء بن ابی رباح، عروۃ بن زبیر، طاؤس، شعبی، اوزاعی، عبداللہ بن الحسن۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۶۱-۳۵۸ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، اسحٰق اور داؤد (ظاہری) کا مذہب اس ظاہر حدیث کے مطابق ہے [1]

مفلس کے پاس بائع کی چیز ملنے کی صورت میں ائمہ احناف کا موقف

نیز علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ابراہیم نخعی، حسن بصری، شعبی، وکیع بن جراح، عبداللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے مفلس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کی وہ اس چیز میں باقی قرض خواہوں کے برابر ہے، عمر بن عبدالعزیز سے صحیح روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی چیز کی قیمت طلب کی پھر مقروض دیوالیہ قرار دیا گیا ہو تو وہ شخص اور باقی قرض خواہ برابر ہیں، زہری کا بھی یہی قول ہے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی انھیں کے مذہب کے مطابق روایت ہے۔ عطاس بن عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنی چیز بعینہٖ مقروض کے ہاں پائے تو وہ اس میں قرض خواہوں کے برابر ہے، اسی طرح ابراہیم سے یہ روایت ہے کہ وہ اور دیگر قرض خواہ اس میں برابر ہیں ــــــ [2]

ائمہ احناف کے دلائل

ائمہ احناف کی دلیل یہ ہے کہ جب بائع نے مدت معینہ کے وعدہ پر ایک چیز خریدار کو فروخت کر دی تو وہ چیز اب بائع کی ملک سے نکل گئی اور خریدار کی ملک میں داخل ہو گئی اور بائع کا حق اس چیز کی قیمت ہے جو خریدار پر قرض ہے اور جب خریدار کو مفلس قرار دے دیا گیا تو جس طرح باقی قرض خواہوں کو اپنے اپنے قرضوں کی رقم مفلس کے مال اور ساز و سامان کو فروخت کرنے کے بعد حصہ رسد کے اعتبار سے ملے گی، بائع کو بھی اپنے قرض کی رقم ملے گی خواہ اس کی فروخت کی ہوئی چیز مفلس کے پاس بعینہٖ موجود ہو یا نہ ہو، امام ابوحنیفہ کی یہ دلیل خرید و فروخت کے مسلمہ اصول اور قیاس کے مطابق ہے اور اس کی تائید حسب ذیل آثار سے ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن بلال بن الحارث قال: كان رجل يغالي بالرواحل ويسبق الحاج. حتى افلس قال فخطب عمر بن الخطاب فقال اما بعد! فان الاسيفع اسيفع جهينة رضي من امانته و دينه ان يقال سبق الحاج فادان معرضا فاصبح قد دين به فمن كان له شيء فليأتنا حتى نقسم ماله بينهم۔ [3]

بلال بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بہت مہنگی اونٹنیاں خریدتا تھا اور حاجیوں سے پہلے پہنچ جاتا تھا حتیٰ کہ وہ (اس شوق میں) دیوالیہ ہو گیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر بن خطاب نے خطبہ دیا اور فرمایا قبیلہ جہینہ کا اسیفع (جس شخص کا رنگ غصہ میں معمولی سا سیاہ ہو جائے۔ تاج العروس) اپنی دینداری اور امانت داری میں صرف اس بات پر راضی ہو گیا کہ یہ کہا جائے کہ وہ حاجیوں سے پہلے پہنچ گیا" اس نے سامان قرض لیا اور وہ دیوالیہ ہو گیا جس نے اس سے کچھ لینا ہو وہ ہمارے پاس آئے حتیٰ کہ اس کا مال ہم حصہ رسد کے اعتبار سے قرض خواہوں میں تقسیم کر دیں

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۳۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۰ " " "

[3] ۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷ ص ۲۱۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

اس حدیث کو امام بیہقیؒ اور شیخ ابن حزمؒ نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عمر نے یہ نہیں فرمایا کہ اونٹنیاں فروخت کرنے والے اس سے اونٹنیاں واپس لے لیں بلکہ تمام قرض خواہوں میں مال تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اور یہی امام ابوحنیفہ کا موقف ہے۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن خلاس عن علی قال: هو فیها اسوة الغرماء اذا وجدها بعینها۔ [۳]

خلاس کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جب (بائع) اپنی چیز کو بعینہٖ پائے تو وہ اور دوسرے قرض خواہ اس میں برابر ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات

صحیح بخاری اور مسلم کی احادیث میں سے (سوا ایک روایت کے جس پر ہم بحث کریں گے) کسی میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مفلس کے پاس بائع اپنی چیز کو بعینہٖ پائے بلکہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں: من ادرك ماله بعینه عند رجل "جو شخص اپنے مال کو بعینہٖ کسی شخص کے پاس پائے" اس میں بائع کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے ان حدیثوں سے بائع کی بیچی ہوئی چیز پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ شخص "اپنا مال" مفلس کے پاس بعینہٖ پائے اور بیچنے کے بعد بائع کا نہیں مشتری کا مال ہے، اور یہ بعینہٖ وہ مال بھی نہیں ہے کیونکہ تبدل ملک سے تبدل عین ہو جاتا ہے اس لیے حدیث کے لفظ (وہ شخص) کو بائع پر محمول کرنا درست نہیں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں مال سے مراد اس شخص کا مال ہے جس سے کوئی شخص وہ مال غصب کر کے لے گیا تھا، یا چرا کر لے گیا تھا اور بعد میں چور یا غاصب نے وہ مال مفلس کو فروخت کر دیا۔ یا مفلس نے کسی شخص سے عاریۃً مال لیا تھا یا اس کے پاس کسی شخص نے امانۃً وہ مال رکھوایا تھا۔ ان تمام صورتوں میں جب صاحب مال نے اپنے مال کو مفلس کے پاس بعینہٖ موجود پایا تو قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ اس مال کا زیادہ حق دار ہے۔ اس توجیہ کی تائید حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا ضاع لاحدکم متاع او سرق له متاع فوجده فی ید رجل بعینه فهو احق به و یرجع المشتری علی البائع بالثمن۔ [۴]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کی چیز گم ہو جائے یا چوری ہو جائے پھر وہ چیز بعینہٖ کسی شخص کے پاس سے مل جائے تو وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔ اور وہ شخص (جس سے چیز ملی ہے یعنی خریدار) بائع سے قیمت واپس لے۔

---

[۱] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۴۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[۲] شیخ علی بن احمد بن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۸ ص ۱۹۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۶ھ

[۳] حافظ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[۴] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۵۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے[1]

چوتھا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں بائع کا ذکر نہیں ہے، امام مسلم نے اس باب میں چھ احادیث ذکر کی ہیں، پانچ احادیث امام بخاری کی روایت کے مطابق ہیں اور ان میں بائع کا ذکر نہیں ہے البتہ ایک روایت جو عن ابن ابی عمر عن ہشام بن سلیمان ہے اس میں بائع کا ذکر ہے: یہ حدیث نمبر ۳۸۷۷ ہے، اور یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے۔ ابن ابی عمر کا پورا نام محمد بن یحیی العدنی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابو حاتم نے کہا یہ نیک آدمی تھا لیکن اس میں غفلت تھی میں نے دیکھا کہ اس نے ابن عیینہ سے ایک موضوع حدیث روایت کی ہے، اور یہ صادق تھا[2]، جس شخص کی غفلت کا یہ حال ہو کہ وہ موضوع حدیث بھی روایت کرتا ہو اس کی روایت قابلِ اعتماد نہیں ہے، خصوصاً اس صورت میں جبکہ اس کی روایت ثقہ راویوں کے مخالف ہو اور ہشام بن سلیمان مخزومی کے بارے میں علامہ زاہد الکوثری نے لکھا ہے کہ اس کی روایات مضطرب ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام مسلم کی یہ روایت شاذ اور معلل ہے، اس لیے صحیح اور معتبر وہی روایات ہیں جو امام بخاری کی روایت کے مطابق ہیں۔

امام ابو حنیفہ نے جو نظریہ قائم کیا ہے اس کے اعتبار سے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث، حضرت عمر اور حضرت علی کے آثار اور امام بخاری کی روایت اور امام مسلم کی اسانید صحیحہ سے جو روایات ہیں سب آپس میں موافق اور مطابق ہو جاتی ہیں، اور ائمہ ثلاثہ نے جو نظریہ قائم کیا ہے اوّل تو وہ ایک شاذ اور معلل حدیث پر مبنی ہے۔ ثانیاً اگر بالفرض اس حدیث کو مان لیا جائے تو باقی احادیث اور آثار میں تخالف اور تعارض لازم آتا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ان تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر ایسا نظریہ قائم کیا ہے کہ کسی حدیث اور اثر کی مخالفت لازم نہیں آتی۔

ائمہ ثلاثہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے: امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

اخبرنا عبد الرزاق عن ابن شہاب عن ابی بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل باع رجلا متاعا، فافلس المبتاع ولم یقبض الذی باعہ من الثمن شیئا فان وجد البائع سلعتہ بعینہا فہو احق بہا وان مات المشتری فہو فیہا اسوۃ الغرماء[3]

ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشام (تابعی ہیں) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کو اپنا سامان فروخت کیا پھر خریدار دیوالیہ ہو گیا اور بائع نے اپنی قیمت میں سے کچھ بھی وصول نہیں کیا تو اگر بائع نے دیوالیہ کے پاس اپنا سامان بعینہٖ پایا تو وہ اس کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہے اور اگر خریدار مر گیا تو وہ دوسرے قرض خواہوں کے برابر ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث امام دار قطنی اور علامہ ابو عمر و ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق مرسل ہے امام مالک نے بھی مؤطا میں اس کو مرسلاً روایت کیا ہے[4]۔ اور حدیث مرسل سے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک استدلال صحیح نہیں

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۵ ص ۱۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۱۹، دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۶۴ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

ہے ہر چند کہ فقہاء احناف کے نزدیک حدیث مرسل سے استدلال صحیح ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث مرسل کسی حدیث مسند کے معارض نہ ہو اور یہ حدیث مسند کے معارض ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جن روایات میں بائع کا ذکر نہیں ہے وہ مسند احادیث ہیں یہ حدیث مصنف کی بھی مسند حدیث کے خلاف ہے جو ابن حارث بن ہشام سے ہی مسنداً روایت ہے۔[1]

اخبرنا عبد الرزاق عن الثوری عن یحیی بن سعید قال، حدثنا ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ایما رجل افلس وعنده سلعة بعینها، فصاحبها احق بها دون الغرماء رواه

ابوبکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دیوالیہ ہو گیا اور اس کے پاس کسی کا سامان بعینہٖ موجود ہو تو وہ شخص اس سامان کا قرض خواہوں کی بہ نسبت زیادہ مستحق ہے۔

اس مسند حدیث میں بائع کا ذکر نہیں ہے اور تعارض کے وقت مسند کو مرسل پر ترجیح ہو گی۔

علامہ نووی، علامہ قرطبی اور علامہ ابن بطال کے اعتراضات کے جوابات

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے مفہم میں لکھا ہے کہ حنفیہ نے اس حدیث کے جواب میں بے بنیاد تاویلات کی ہیں، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ احناف نے اس حدیث میں جو تاویلات کی ہیں وہ سب کمزور اور مردود ہیں، علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ اس حدیث کو امانت پر محمول کرنا درست نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے جب کوئی شخص اپنی چیز کو بعینہٖ پائے تو قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ زیادہ حقدار ہے، جب کہ امانت کو لینے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ بعینہٖ موجود ہو اگر امانت میں تغیر بھی ہو جائے تو صاحب امانت اس کو لینے کا حقدار ہے، نیز احناف کی دلیل قیاس ہے حالانکہ قیاس پر اس وقت عمل کیا جاتا ہے جب حدیث نہ ہو، حدیث کو چھوڑ کر قیاس پر عمل کرنا صحیح نہیں ہے۔[2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی ان اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ احناف کی تاویلات ضعیف ہیں وجہ ضعف نہیں بیان کی اس لیے ان کے اعتراضات لائق التفات نہیں ہیں اور علامہ ابن بطال کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ احناف نے حدیث پر عمل نہیں کیا کیونکہ احناف نے حدیث پر ہی عمل کیا ہے حدیث میں ہے: من ادرک ماله بعینه۔ "جس نے اپنے مال کو بعینہٖ پایا" اور "اپنا مال" مال مغصوب، مال عاریت اور مال امانت ہی میں متصور ہو سکتا ہے اور جو چیز فروخت کر دی گئی وہ خریدار کا مال ہے اور کسی وجہ سے بھی بائع کا مال نہیں ہے[3] اور علامہ ابن بطال نے مال امانت پر جو اعتراض کیا ہے وہ مفہوم مخالف پر مبنی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۴۱ " " " " "

مفلس کے پاس بائع کی چیز بعینہٖ ملنے کی صورت میں اس کے حق استرداد کے ثبوت میں صریح اور صحیح احادیث

فقہاء احناف کا موقف ہم نے دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ درایت کے اعتبار سے فقہاء احناف کا ہی موقف مضبوط ہے تاہم کچھ صحیح احادیث ایسی ہیں جو ائمہ ثلاثہ کی مؤید ہیں۔ امام ابن حبان روایت کرتے ہیں:

اخبرنا احمد بن محمد بن اشرقی حدثنا محمد بن یحیی الذھلی حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن ایوب عن عمرو بن دینار عن ھشام بن یحیی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا افلس الرجل فوجد البائع سلعتہ بعینھا فھو احق بھا دون الغرماء[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص دیوالیہ ہو جائے اور بائع اس کے پاس اپنی چیز بعینہٖ پائے تو دوسرے قرض خواہوں کی بہ نسبت وہ اس چیز کا زیادہ حقدار ہے۔

اخبرنا عمران بن موسیٰ السختیانی حدثنا سلمۃ بن شبیب حدثنا الحسن بن محمد بن اعین حدثنا ملیح بن سلیمان عن نافع عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا عدم الرجل فوجد البائع متاعہ بعینہ فھو احق بہ[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص دیوالیہ قرار دیا جائے اور بائع اس کے پاس اپنی متاع بعینہٖ پائے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ دونوں احادیث سند صحیح سے مروی ہیں اور کسی تاویل کو قبول نہیں کرتیں نیز امام عبدالرزاق کی یہ مرسل روایت بھی ائمہ ثلاثہ کی مؤید ہے:

عن ابن ابی ملیکۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من باع سلعۃ برجل لم ینتدہ ثم افلس الرجل، فوجد سلعتہ بعینھا فلیأخذھا دون الغرماء۔[3]

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنا سودا کسی شخص کو ادھار فروخت کیا پھر وہ خریدار دیوالیہ ہو گیا پھر اس نے اس شخص کے پاس اپنا سودا بعینہٖ موجود پایا تو قرض خواہوں کی بجائے بائع اس چیز کو لے گا۔

ہر چند کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ قیاس اور درایت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث مقدم ہیں، رہا یہ کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بیع کے بعد چیز بائع کا مال نہیں رہی، خریدار کا مال ہو گئی اس لیے بائع اور دیگر قرض خواہوں کو مساوی ہونا چاہیے یہ ٹھیک ہے لیکن حدیث صحیح کے مقابلہ میں قیاس کو چھوڑ دیا جائیگا

---

[1] امیر علاء الدین علی بن بلبان الفارسی متوفی ۷۳۹ھ (المرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ج ۷، ص ۲۴۸-۲۴۷ مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، ج ۷، ص ۲۴۸، " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۶۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

جیسا کہ شفعہ میں بالاتفاق قیاس کو چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ جب ایک شخص نے اپنی چیز فروخت کر دی تو وہ چیز خریدار کی ملکیت ہو گئی اب کسی اور شخص کا اس بیع کو فسخ کرانے کے لیے شفعہ کرنا خلاف قیاس ہے لیکن حدیث صحیح کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا اسی طرح یہاں بھی حدیث صحیح کے مقابلہ میں قیاس کو ترک کر دینا چاہیے وھٰذا ھو الحق۔

بَابُ ۵۴ فَضْلِ اِنْظَارِ الْمُعْسِرِ وَالتَّجَاوُزِ فِي الْاِقْتِضَاءِ مِنَ الْمُوسِرِ وَالْمُعْسِرِ

مقروض کو مہلت دینے اور تقاضے میں درگذر کی فضیلت

۳۸۸۱- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا مَنْصُورٌ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ اَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوا اَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ لَا قَالُوا تَذَكَّرْ قَالَ كُنْتُ اُدَايِنُ النَّاسَ فَاٰمُرُ فِتْيَانِي اَنْ يُنْظِرُوا الْمُعْسِرَ وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ تَجَوَّزُوا عَنْهُ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں کا واقعہ ہے کہ فرشتوں نے ایک شخص کی روح سے ملاقات کی اور پوچھا کیا تم نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا نہیں فرشتوں نے کہا یاد کرو، اس نے کہا میں لوگوں کو قرض دیتا تھا اور اپنے نوکروں سے کہتا تھا کہ مفلس کو مہلت دینا اور مالدار سے درگذر کرنا، اللہ عزوجل نے فرمایا اس سے درگذر کرو۔

۳۸۸۲- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَّاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ قَالَا نَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ اَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ وَاَبُو مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ رَجُلٌ لَقِيَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ مَا عَمِلْتَ قَالَ مَا عَمِلْتُ مِنَ الْخَيْرِ اِلَّا اَنِّي كُنْتُ رَجُلًا ذَا مَالٍ فَكُنْتُ اُطَالِبُ بِهِ النَّاسَ فَكُنْتُ اَقْبَلُ الْمَيْسُورَ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمَعْسُورِ قَالَ تَجَاوَزُوا عَنْ

ربعی بن حراش کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک شخص کی اپنے رب عزوجل سے ملاقات ہوئی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے کیا عمل کیا ہے؟ اس شخص نے کہا میں نے کوئی نیک کام نہیں کیا، البتہ میں ایک مالدار شخص تھا اور لوگ مجھ سے مال طلب کرتے تھے، میں مالدار سے قرض لے لیتا اور تنگ دست سے درگذر کرتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے سے درگذر کرو، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے!

عَبْدِیْ قَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ھٰکَذَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ۔

۳۸۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَجُلًا مَّاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّۃَ فَقِیْلَ لَہٗ مَا کُنْتَ تَعْمَلُ قَالَ فَاِمَّا ذَکَرَ وَاِمَّا ذُکِّرَ فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اُبَایِعُ النَّاسَ فَکُنْتُ اُنْظِرُ الْمُعْسِرَ وَاَتَجَوَّزُ فِی السِّکَّۃِ اَوْ فِی النَّقْدِ فَغُفِرَ لَہٗ فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ وَاَنَا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص فوت ہونے کے بعد جنت میں داخل ہوا، اس سے پوچھا گیا تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے، راوی کہتے ہیں اسے عمود یاد آیا، یا اس کو یاد دلایا گیا، اس نے کہا میں لوگوں کو چیزیں فروخت کرتا تھا، میں مفلس کو مہلت دیتا تھا اور سکوں کے پرکھنے میں اس سے درگذر کرتا تھا، پس اس کی مغفرت کر دی گئی، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنی ہے۔

۳۸۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رِبْعِیِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُتِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِہٖ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَقَالَ لَہٗ مَاذَا عَمِلْتَ فِی الدُّنْیَا قَالَ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا قَالَ یَا رَبِّ اٰتَیْتَنِیْ مَالَکَ فَکُنْتُ اُبَایِعُ النَّاسَ وَکَانَ مِنْ خُلُقِیْ الْجَوَازُ فَکُنْتُ اَتَیَسَّرُ عَلَی الْمُوْسِرِ وَاُنْظِرُ الْمُعْسِرَ فَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا اَحَقُّ بِذَا مِنْکَ تَجَاوَزُوْا عَنْ عَبْدِیْ فَقَالَ عُقْبَۃُ بْنُ عَامِرٍ الْجُھَنِیُّ وَاَبُوْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک بندہ لایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تم نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ راوی نے کہا لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے، اس شخص نے کہا: اے میرے رب تو نے مجھے مال عطا فرمایا تھا، اور میری عادت درگذر کرنا تھی، میں مال دار پر آسانی کرتا اور تنگ دست کو مہلت دیتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں تجھ سے زیادہ درگذر کرنے کا حقدار ہوں، میرے اس بندے سے درگذر کرو، حضرت عقبہ بن عامر جہنی اور ابو مسعود انصاری نے کہا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے اسی طرح سنا ہے۔

مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ هٰكَذَا سَمِعْنَاهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۳۸۸۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُوْسِبَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَلَمْ يُوْجَدْ لَهٗ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَكَانَ مُوْسِرًا فَكَانَ يَاْمُرُ غِلْمَانَهٗ اَنْ يَتَجَاوَزُوْا عَنِ الْمُعْسِرِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى نَحْنُ اَحَقُّ بِذٰلِكَ مِنْهُ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سے پہلی اُمتوں کے ایک شخص کا حساب لیا گیا، اس کے پاس کوئی نیکی نہیں پائی گئی ماسوا اس کے کہ وہ لوگوں سے گھل مل کر رہتا تھا، وہ امیر شخص تھا اور اس نے اپنے نوکروں کو یہ حکم دیا تھا کہ غریب آدمی سے درگذر کریں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم اس سے زیادہ درگذر کرنے کے حقدار ہیں، اس (کے گناہوں) سے درگذر کرو۔

۳۸۸۶ - حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ مَنْصُوْرٌ نَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَقَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ اَنَا اِبْرَاهِيْمُ وَهُوَ ابْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ فَكَانَ يَقُوْلُ لِفَتَاهُ اِذَا اَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا فَلَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى فَتَجَاوَزَ عَنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا، وہ اپنے نوکر سے کہتا تھا کہ جب تم کسی غریب آدمی کے پاس جاؤ تو اس سے درگذر کر لینا، شاید اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر کرے، سو جب اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر کر لیا۔

۳۸۸۷ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُبَیْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِمِثْلِهٖ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۳۸۸۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو الْهَیْثَمِ خَالِدُ بْنُ خِدَاشِ بْنِ عَجْلَانَ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ اَبَا قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ طَلَبَ غَرِیْمًا لَهٗ فَتَوَارٰی عَنْهُ ثُمَّ وَجَدَهٗ فَقَالَ اِنِّیْ مُعْسِرٌ قَالَ اٰللّٰهِ قَالَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّنَجِّیَهُ اللّٰهُ مِنْ كُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْهُ۔

ابن ابی قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک قرض دار سے قرض کا مطالبہ کیا تو وہ ان سے چھپ گیا، پھر جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ اس سے ملے تو وہ کہنے لگا میں غریب آدمی ہوں، حضرت ابو قتادہ نے کہا بخدا، اس نے کہا بخدا، حضرت ابو قتادہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو یوم قیامت کی تکلیفوں سے نجات دے، وہ کسی مفلس کو مہلت دے یا اس کا قرض معاف کر دے۔

۳۸۸۹۔ وَحَدَّثَنِیْهِ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ جَرِیْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ اَیُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

قرض معاف کرنے کے مسائل اور فضائل

مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کے قرض کو معاف کر دینا مستحب ہے، خواہ پورا قرض معاف کیا جائے یا اس کا کچھ حصہ معاف کیا جائے، ان احادیث کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی نیک کام کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے ہو سکتا ہے اسی کی وجہ سے نجات ہو جائے اسی طرح کسی برائی کے کام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے کیا پتا اس میں گرفت ہو جائے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض وصول کرنا اور قرض داروں کو مہلت دینا اور ان سے درگذر کرنا نوکروں کے سپرد کیا جا سکتا ہے، ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے، لیکن چونکہ ہماری شریعت میں اس سے منع نہیں کیا گیا اس لیے یہ احادیث حجت ہو سکتی ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے لکھا ہے کہ فرض نفل سے ستر درجہ زیادہ افضل ہوتا ہے، لیکن چند مسائل میں نفل کو فرض پر فضیلت ہے اوّل تنگ دست مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور اس کا قرض معاف کر دینا مستحب ہے اور یہ واجب سے افضل ہے، ثانی ابتداء بالسلام کرنا جواب دینے سے افضل ہے ثالث وقت سے پہلے وضو کرنا وقت کے بعد وضو کرنے سے افضل ہے۔ [1]

بَابُ تَحْرِيمِ مَطْلِ الْغَنِيِّ وَصِحَّةِ الْحَوَالَةِ وَاسْتِحْبَابِ قَبُولِهَا إِذَا أُحِيلَ عَلَى مَلِيٍّ

قرض ادا کرنے میں مالدار کی تاخیر کا حرام ہونا اور حوالہ کا جائز ہونا

۳۸۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ وَإِذَا أُتْبِعَ أَحَدُكُمْ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتْبَعْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض کی ادائیگی میں مالدار کی تاخیر کرنا ظلم ہے، اور جب تمہارا قرض کسی مالدار کے حوالے کر دیا جائے تو اسی سے مانگنا چاہیے۔

۳۸۹۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کی ہے۔

قرض وصول کرنے کے احکام

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کی تشریح میں حسب ذیل مسائل بیان کیے ہیں:

(۱) مالدار کا قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ممنوع ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ تاخیر گناہ کبیرہ ہے یا نہیں؟ جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ یہ تاخیر فسق ہے، لیکن کیا ایک مرتبہ کی تاخیر سے فسق ہو جاتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ تاخیر کرنا فسق نہیں ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک امر تکرار کا تقاضا کرتا ہے، علامہ سبکی نے شرح المنہاج میں اس کا رد

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۶ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

کیا ہے اور لکھا ہے کہ جب مطالبہ کے باوجود بلا عذر تاخیر کی جائے تو یہ غصب کی مثل ہے اور غصب گناہ کبیرہ ہے، اور اس کو ظلم قرار دینا بھی اس کے کبیرہ ہونے کی تائید ہے۔

(۲)۔ جو شخص قرض ادا کرنے سے عاجز ہو اس کی تاخیر کرنے کا یہ حکم نہیں ہے۔

(۳)۔ جو شخص تنگ دست ہو اس کو قرض ادا کرنے کے سبب سے گرفتار نہیں کیا جائے گا نہ اس کا پیچھا کیا جائے گا۔

(۴)۔ جب مالدار کو قرض حوالہ کیا جائے تو امام شافعی کے نزدیک قرض خواہ کا قبول کرنا مستحب ہے، داؤد ظاہری کے نزدیک اس کا قبول کرنا واجب ہے اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں، جمہور کا موقف یہ ہے کہ یہ مستحب ہے کیونکہ اس سے تنگ دست کو سہولت ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ مباح ہے، جب ابن وہب نے امام مالک سے اس بارے میں سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ حکم ترغیباً ہے وجوباً نہیں ہے البتہ قرض خواہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی چاہیے۔

(۵)۔ جو شخص بلا عذر قرض کی ادائیگی میں تاخیر کرے اس کا پیچھا کرنا چاہیے اور قرض وصول کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہیے خواہ قرض وصول کرنے کے لیے زبردستی کرنی پڑے[1]

حوالہ کی تعریف اور احکام

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں حوالہ کے چار ارکان ہیں محیل (مقروض) محال یا محتال (قرض خواہ)۔ محتال علیہ (جس شخص نے مقروض کا قرض ادا کرنے کا التزام کر لیا) اور محال بہ (نفس قرض) حوالہ کی شرعی تعریف یہ ہے "قرض کے مطالبہ کو مقروض کے ذمہ سے ملتزم کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینا، حوالہ کے بعد مقروض سے بالاتفاق مطالبہ نہیں کیا جاتا[2]۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: محیل، محتال اور محتال علیہ کی رضامندی سے حوالہ صحیح ہوتا ہے، محتال کی رضامندی اس لیے ضروری ہے کہ قرض اس کا حق ہے جو اب دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو رہا ہے، اور اشخاص مختلف ہوتے ہیں۔ محتال علیہ کی رضامندی اس لیے ضروری ہے کہ جب تک کہ وہ التزام نہ کرے اس پر قرض لازم نہیں ہوگا، اور محیل کے بارے میں امام محمد نے زیادات میں ذکر کیا ہے کہ اس کی رضامندی کے بغیر بھی حوالہ صحیح ہے کیونکہ اگر محتال علیہ نے از خود اس کا قرض اپنے ذمہ لے لیا تو اس میں اس کا نفع ہے، ضرر نہیں ہے[3]

حوالہ کا طریقہ یہ ہے کہ مقروض قرض خواہ سے کہے کہ تمہارا قرض فلاں بن فلاں نے اپنے ذمہ لے لیا ہے اب تم اس سے مطالبہ کرنا، پھر اگر قرض خواہ نے اس کو منظور کر لیا تو حوالہ صحیح ہوگا اور اب مقروض سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا، قرض خواہ کی غیر موجودگی میں حوالہ صحیح نہیں ہوتا الا یہ کہ کوئی شخص اس کی طرف سے قبول کرے اور وہ بعد میں اس کی اجازت دے دے[4]

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۱۱-۱۱۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۴۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۶ ص ۳۴۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بَابُ تَحْرِيمِ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ الَّذِي يَكُونُ بِالْفَلَاةِ وَيَحْتَاجُ إِلَيْهِ لِرَعْيِ الْكَلَأِ وَتَحْرِيمِ مَنْعِ بَذْلِهِ وَتَحْرِيمِ بَيْعِ ضِرَابِ الْفَحْلِ

جنگلات کے فاضل پانی کو بیچنے اور جفتی کرانے کی اجرت کی ممانعت

۳۸۹۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ فَضْلِ الْمَاءِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فالتو پانی کو بیچنے سے منع فرمایا۔

۳۸۹۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ ضِرَابِ الْجَمَلِ وَعَنْ بَيْعِ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ لِتُحْرَثَ فَعَنْ ذَلِكَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی جفتی کی بیع اور پانی اور کاشت کے لیے زمین کی بیع سے منع فرمایا ہے۔

۳۸۹۴- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُمْنَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاضل پانی سے نہ روکا جائے تاکہ اس وجہ سے گھاس کو بھی روک دیا جائے۔

بِهِ الْكَلَأُ۔

۳۸۹۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوا بِهِ الْكَلَأَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ضرورت سے زائد پانی سے منع نہ کرو کہ گھاس کی پیداوار کو روک دو۔

۳۸۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زِيَادُ بْنُ سَعْدٍ أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُسَامَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَاعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِيُبَاعَ بِهِ الْكَلَأُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاضل پانی کی بیع نہ کی جائے تاکہ اس وجہ سے گھاس کی بیع کی جائے۔

فالتو پانی کی بیع میں مذاہب

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں کہ فاضل پانی سے ممانعت کی صورت یہ ہے کہ کسی انسان کی ملکیت میں جنگل کا ایک کنواں ہو اور وہاں گھاس ہو اور اس کے قریب اس کنویں کے سوا اور کوئی پانی نہ ہو، پھر مویشیوں کے مالکوں کے لیے سوا اس کنویں کے پانی پلانا ممکن نہ ہو، ایسی صورت میں جانوروں کو اس فالتو پانی پلانے سے روکنا حرام ہے، اور اس پر واجب ہے کہ وہ بلا عوض پانی خرچ کرے، کیونکہ اگر وہ اس پانی سے منع کرے گا تو لوگوں کے لیے اس گھاس سے اپنے جانوروں کو پانی پلانا ممکن نہیں ہوگا۔ اس صورت کے علاوہ فالتو پانی سے منع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ فالتو پانی کی بیع کی حرمت کے لیے تین شرائط ہیں۔ اول یہ کہ اس پانی کے علاوہ اور کوئی فالتو پانی نہ ہو، ثانی یہ کہ مویشیوں کو پانی پلانے کے لیے اس پانی کی ضرورت ہو، کاشت کاری کے لیے نہ ہو، ثالث یہ کہ اس پانی کے مالک کو اس کی ضرورت نہ ہو۔ علامہ نووی مزید لکھتے ہیں: صحیح مذہب یہ ہے کہ جس شخص کی ملک میں کوئی پانی نکل آئے وہ اس کا مالک ہو جاتا ہے[1]۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہی تنزیہ کے لیے ہے یا تحریم کے لیے، طیبی نے کہا ہے کہ اسی اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے کہ آیا پانی پر ملکیت ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ اس نہی کو کراہت پر محمول کیا جائے۔ توضیح میں ہے کہ امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک یہ نہی تحریم کے لیے ہے۔ علامہ خطابی اور علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک فالتو پانی خرچ کرنا مستحب ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ فالتو پانی کو مویشیوں کے لیے خرچ کرنا واجب ہے، اور کاشت کاری کے لیے واجب نہیں ہے۔ علامہ عینی حنفی فرماتے ہیں کہ احناف کا مذہب بھی یہی ہے کہ مویشیوں کے لیے پانی خرچ کرنا واجب ہے اور کاشت کاری کے لیے پانی خرچ کرنا واجب نہیں ہے امام شافعی نے اس کا فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا مویشی جاندار ہیں اور پانی کے نہ دینے سے ان کی موت کا خطرہ ہے اور کاشتکاری میں یہ خطرہ نہیں ہے۔ [1]

نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: کسی نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، ابوثور اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ نر جانور کو جفتی کے لیے کرائے پر طلب کرنا باطل اور حرام ہے، مالک اس میں کسی عوض کا مستحق نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اپنی مادہ جانور کی کسی کے نر سے جفتی کرائے تو نر جانور کا مالک طے شدہ اجرت کا مستحق ہوگا نہ اجرت مثلیہ کا، نہ کسی اور مال کا مستحق ہوگا، ان فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ غرر مجہول ہے اور مالک اس مادہ کو دینے پر قادر نہیں ہے، صحابہ کی ایک جماعت، فقہاء تابعین اور امام مالک کا یہ نظریہ ہے کہ مدت معلوم یا ضربات معلومہ کے عوض جفتی کے لیے نر کو کرائے پر لینا جائز ہے کیونکہ یہ کام ایک منفعت مقصودہ ہے اور اس کی ضرورت ہے اور حدیث میں ممانعت تنزیہ پر محمول ہے جیسا کہ فالتو پانی کی بیع کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لیے ہے۔ [2]

نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: نر جانور کو جفتی کرانے کے لیے کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، امام شافعی، فقہاء حنفیہ ابوثور اور ابن المنذر کا ظاہر مذہب یہی ہے۔ ابوالخطاب نے اس کے جواز کی ایک وجہ نکالی ہے، کیونکہ یہ انتفاع مباح ہے اور اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس جس طرح دودھ پلانے والی عورت کو کرائے پر دینا جائز ہے یا کنویں کو کرائے پر دینا جائز ہے اسی طرح نر کو بھی کرائے پر دینا جائز ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے۔ کہ حدیث میں نر کو جفتی کے لیے کرائے پر دینے کی صریح ممانعت ہے، اور اس کرائے سے مقصود وہ پانی حاصل کرنا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے سو جس طرح بکری کو دودھ کے لیے کرائے پر دینا جائز نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے، اور یہ پانی حرام ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہے اس لیے اس کا کوئی عوض لینا بھی جائز نہیں ہے، جس طرح مردار اور خون کا عوض لینا جائز نہیں ہے، جو شخص اس کو جائز کہتا ہے اس کو چاہیے کہ وہ اس عمل پر عقد کرے اور اس کو ایک بار یا دو بار کے ساتھ مقید

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۹۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

کرے۔ ایک قول یہ ہے کہ مدت پر عقد کیا جائے لیکن یہ بعید ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: مذہب یہ ہے کہ اس کا کرایہ جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کو اس کی ضرورت ہو اور اس کو کوئی ایسا جانور نہ ملے جو اس کی مادہ گا بھن کر سکے تو اس کے لیے اجرت پر نر جانور کو حاصل کرنا جائز ہے لیکن جانور کے مالک کے لیے نر کو اجرت پر دینا جائز نہیں ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ نر کی اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن جب اجرت کے بغیر جانور نہ ملے تو اجرت دینا جائز ہے جیسا کہ ظالم کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینا جائز ہے۔ اگر کوئی انسان اپنا جانور حفتی کے لیے دے اور بغیر کرائے اور شرط کے اس کو کوئی ہدیہ دیا جائے یا اس کی کوئی تکریم کی جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ نیکی کا صلہ دینا جائز ہے [1]

نر کو حفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: نر کو حفتی کے لیے کرائے پر لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے ان احادیث کے پیش نظر اس کو ناجائز کہا ہے اور امام مالک نے مدت معلومہ کے عوض نر کو حفتی کے لیے کرائے پر دینے کو جائز کہا ہے، اسی طرح انھوں نے ضربات معلومہ کے عوض بھی کرائے پر دینے کو جائز قرار دیا ہے، ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہاں دو مسئلے ہیں، ایک مسئلہ ہے نر کو حفتی کے لیے کرائے پر دینا، دوسرا مسئلہ ہے اس کی ضربات کو خریدنا، ہم پہلی صورت کو جائز قرار دیتے ہیں اور دوسری صورت کو ناجائز کہتے ہیں، جس طرح ہم دودھ پلانے والی کو کرائے پر لینے کو جائز کہتے ہیں اور عورت کے دودھ خریدنے کو ناجائز کہتے ہیں، جو فقہاء اس کو ناجائز کہتے ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مجہول چیز کا معاوضہ ہے اور ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک معلوم چیز کا معاوضہ ہے، جبکہ ضرورت بھی اس کے جواز کا تقاضا کرتی ہے اور اس حدیث کو ہم ضربات کی بیع پر محمول کرتے ہیں یا یہ کہ حدیث میں مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کی ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں میں یہ کہتا ہوں کہ ضرب الفحل سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نر اپنا پانی مادہ کے رحم میں انزال کرکے نسل کے لیے پہنچائے، اگر اس چیز کی بیع کی گئی ہے تو اس کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ اس میں غرر ہے اور نر سے پانی کا منفصل ہو کر مادہ کے رحم تک پہنچنا مجہول ہے، ـــــ اور اس اعتبار سے حدیث کی حمل مکارم اخلاق پر محمول نہیں ہے۔ [2]

نر کو حفتی کے لیے کرائے پر دینے میں فقہاء حنفیہ کا موقف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی اور اکثر فقہاء کے نزدیک اس حدیث کے پیش نظر نر کی حفتی کی بیع اور اس کو کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے، امام مالک کے نزدیک نر کو حفتی کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے۔ علماء نے کہا یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ علامہ رافعی کہتے ہیں کہ مادہ کا مالک اگر نر کے مالک کو بطور ہدیہ کے کچھ دے تو جائز ہے لیکن امام احمد اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام احمد کا

---

[1] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۳۲۰-۳۱۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۴۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

نظر یہ حسب ذیل آثار صحابہ واقوال تابعین پر مبنی ہے:

(۱)۔ امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: مسروق کہتے ہیں میں نے عبداللہ سے پوچھا "سحت" کیا ہے؟ انھوں نے کہا کوئی شخص اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد ہدیہ دے اور وہ قبول کرلے۔

(۲)۔ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا: حضرت عبداللہ بن عمر سے کسی نے سوال کیا: ایک شخص نے کسی کی ضمانت دی اس نے اس کو ایک درہم دیا اور چادر پہنائی کیا اس کے لیے یہ جائز ہے؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر وہ ضمانت نہ دیتا تو کیا وہ اس کو یہ چیزیں دیتا! کہا نہیں، فرمایا پھر جائز نہیں ہے۔

(۳)۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابومسعود عقبہ بن عمرو اپنے گھر گئے تو وہاں ایک ہدیہ دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ انھیں بتایا گیا کہ جس شخص کی آپ نے سفارش کی تھی اس نے بھیجا ہے، فرمایا اس کو واپس کردو، کیا وہ میری شفاعت کا صلہ دنیا میں دے رہا ہے؟۔

(۴)۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے حضرت علی سے کسی دہقان کی سفارش کی اس نے عبداللہ بن جعفر کے پاس چالیس ہزار (درہم) بھیجے، آپ نے فرمایا ان کو واپس کرو، ہم اہل بیت نیکی نہیں بیچتے۔

(۵)۔ امام ابوداؤد نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی شفاعت کی اور اس نے اس پر کوئی ہدیہ پیش کیا تو اس نے سود کا ایک بہت بڑا دروازہ کھول لیا۔

(۶)۔ امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت بیان کی ہے کہ ابوعامر ہوزنی، ابوکبشہ انماری کے پاس گئے اور کہا مجھے اپنا گھوڑا جفتی کے لیے دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے گھوڑے کو جفتی کے لیے دیا اور اس سے بچہ ہوگیا تو اس کو اللہ کی راہ میں ستر گھوڑے دینے کا اجر ملے گا، اور اگر بچہ نہیں ہوا تو اس کو ایک گھوڑے کو اللہ کی راہ میں دینے کا اجر ملے گا۔ [1]

یہ تمام آثار اور اقوال تابعین عزیمت اور تقوے پر دلالت کرتے ہیں اور فتوے اور رخصت کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کرایہ طے کیے اور بغیر کسی شرط کے نر کی جفتی کا کوئی صلہ دیا جائے تو جائز ہے۔ اور اب چونکہ جانوروں کی نسل کی افزائش کی عام ضرورت ہے اس لیے امام مالک کے قول کے مطابق نر کی جفتی کو کرایہ پر دینا جائز ہے اور اس سلسلے میں جو ممانعت کی احادیث ہیں وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہیں۔

انجکشن کے ذریعہ نر کا نطفہ مادہ کے رحم میں پہنچانے کا حکم

اب یہ طریقہ بھی رائج ہے کہ نر کا نطفہ ایک شیشوب میں حاصل کرکے انجکشن کے ذریعہ مادہ کے رحم میں پہنچادیا جاتا ہے، یہ عمل جائز ہے اور اس عمل کی اجرت لینا بھی جائز ہے البتہ اس نطفہ کی بیع جائز نہیں ہے، نطفہ تبرعاً دیا جائے اور اس عمل کی اجرت لی جائے تو صحیح ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۰۶ - ۱۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

بَابُ تَحْرِيمِ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَالنَّهْيِ عَنْ بَيْعِ السِّنَّوْرِ

کتوں کی قیمت، فاحشہ اور نجومی کی اُجرت اور بلی کی بیع کا حرام ہونا

۳۸۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ الْكَاهِنِ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، فاحشہ کی اجرت اور کاہن کی مٹھائی سے منع فرمایا۔

۳۸۹۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ رُمْحٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَسْعُودٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور ابن رمح کی روایت ہے کہ انھوں نے ابو مسعود سے سُنا ہے۔

۳۸۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ شَرُّ الْكَسْبِ مَهْرُ الْبَغِيِّ وَثَمَنُ الْكَلْبِ وَكَسْبُ الْحَجَّامِ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بُری کمائی فاحشہ کی اجرت، کتے کی قیمت اور پچھنے لگانے والے کی اجرت ہے۔

۳۹۰۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتے کی قیمت خبیث

عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ قَارِظٍ عَنِ السَّائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيْثٌ وَّ مَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيْثٌ وَ كَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيْثٌ۔

ہے، حاشر کی کمائی خبیث ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی خبیث ہے۔

۳۹۰۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت منقول ہے۔

۳۹۰۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ نَا رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کرتے ہیں۔

۳۹۰۳۔ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَ السِّنَّوْرِ فَقَالَ زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ۔

ابوزبیر کہتے ہیں میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کتے اور بلی کی قیمت کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔

کتے کی بیع اور اس کی قیمت میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کتوں کی بیع مطلقاً ناجائز ہے خواہ کتے سدھائے ہوئے ہوں یا نہ ہوں، خواہ ان کا رکھنا جائز ہو یا ناجائز، ہر حال میں ان کی قیمت باطل اور حرام ہے، حسن بصری، محمد بن سیرین، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حکم، حماد بن ابی سلیمان، ربیعہ، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، ابوثور، ابن المنذر اور اہل ظاہر کا یہی موقف ہے۔ امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، امام مالک نے موطا میں لکھا ہے کہ کتا خواہ شکاری ہو یا غیر شکاری میں ہر قسم کے کتے کی قیمت کو مکروہ قرار دیتا ہوں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔ ابن زرقون نے شرح المؤطا میں لکھا ہے کہ جس کتے کا رکھنا مباح ہے اس کے بارے میں امام مالک کے اقوال مختلف ہیں، بعض اقوال میں اس کی اجازت دی ہے اور بعض اقوال میں منع کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے بھی اس کتے کی بیع کو جائز قرار دیا ہے جس کا رکھنا مباح ہے۔

جو فقہاء کتے کی بیع کو مطلقاً ممنوع قرار دیتے ہیں وہ اس باب کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں، اس کے برخلاف عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، ابن کنانہ، سحنون مالکی اور امام مالک (ایک قول کے مطابق) یہ کہتے ہیں کہ جن کتوں سے نفع حاصل کرنا شرعاً جائز ہے ان کی بیع بھی جائز ہے اور ان کی قیمت مباح ہے اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ کاٹنے والے کتے کی بیع جائز نہیں ہے اور نہ اس کی قیمت مباح ہے[1]

جن کتوں کا رکھنا جائز ہے ان کی بیع کے جواز میں احادیث

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن ... ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب والسنور الا کلب صید قال ابو عبدالرحمٰن ھذا منکر[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے سوا کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔ امام ابوعبدالرحمان نسائی فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

اخرجہ النسائی باسناد رجالہ ثقات الا انہ طعن فی صحتہ[3]

امام نسائی نے اس حدیث کو جس سند کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، البتہ انہوں نے اس حدیث کی صحت پر اعتراض کیا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ امام نسائی نے اس حدیث کو اس لیے منکر قرار دیا ہو کہ دوسرے راویوں نے شکاری کتے کے استثناء کا ذکر نہیں کیا لیکن اہل علم پر روشن ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے جبکہ درایت سے بھی اس زیادتی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کتوں کا رکھنا جائز کر دیا ہے ان کی بیع اور قیمت بھی جائز ہونی چاہیے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ابوکریب ثنا وکیع عن حماد بن سلمۃ عن ابی المھزم عن ابی ھریرۃ قال نھی عن ثمن الکلب، وھذا حدیث لا یصح من ھذا الوجہ وابو المھزم تکلم فیہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے صحیح (لذاتہ) نہیں ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوالمہزم ہے اس پر شعبہ بن حجاج نے

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۹-۵۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۷ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

شعبۃ بن الحجاج رحمہ اللہ جرح کی ہے۔

ہر چند کہ امام ترمذی نے ابوالمہزم کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن حضرت ابوہریرہ سے صرف ابوالمہزم روایت نہیں کرتے بلکہ عطاء بن ابی رباح نے بھی اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

ابوبکر احمد بن محمد بن الحارث الفقیہ ثنا ابو محمد بن حیان ابو الشیخ الاصبہانی ثنا محمد بن یحیی بن مالک الضبی ثنا محمود بن غیلان ثنا مؤمل ثنا حماد بن سلمۃ ثنا قیس عن عطاء عن ابی ہریرۃ نھی عن مہر البغی وعسب الفحل وعن ثمن السنور وعن الکلب الا کلب صید۔[۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فاحشہ کی اجرت، نر کی جفتی کی اجرت اور کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے، البتہ شکاری کتے کی بیع سے منع نہیں کیا۔

امام ترمذی نے اس حدیث پر ابوالمہزم کی وجہ سے جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ سے عطاء نے بھی روایت کیا ہے اور جب اس حدیث کا ایک متابع موجود ہے تو ابوالمہزم کے ضعف کی وجہ سے جو اعتراض تھا وہ ختم ہوگیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے اعتراض کی بنا پر یہ حدیث زیادہ سے زیادہ صحیح لذاتہ نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث اور متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے یہ صحیح لغیرہ ہے اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس سند سے (یعنی ابوالمہزم والی سند سے) صحیح (لذاتہ) نہیں ہے، مطلقاً اس حدیث کی صحت کا انکار نہیں کیا۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر لا اعلمہ الا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ نھی عن ثمن الکلب والسنور الا کلب صید۔[۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے سوا، کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔

عن جابر قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب والسنور الا کلب صید۔[۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے سوا کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔

عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

۱۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۶ ص ۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۴۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۳ ص ۳، " "

الله علیه وسلم عن ثمن السنور و الکلب الا کلب صید ۔ [1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے سوا، کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

امام دارقطنی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث تین مختلف اسانید کے ساتھ بیان کی ہے، اختصار کے پیش نظر ہم نے اسانید کا ذکر نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں:

ابو حنیفة عن الهیثم عن عکرمة عن ابن عباس قال رخص رسول الله صلی الله علیه وسلم فی ثمن کلب الصید ۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت کی اجازت دی ہے۔

حافظ ذہبی اس حدیث کی سند پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ سند جید ہے، حافظ ابن حبان نے ہیثم کا ذکر ثقات تابعین میں کیا ہے اور ابن عدی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ کامل میں ذکر کیا ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بالعموم کتے کی بیع یا اس کی قیمت سے منع کیا ہے وہ ان کتوں کے ماسوا پر محمول ہیں جن کو رکھنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس تخصیص پر ایک قرینہ تو یہ احادیث ہیں جن میں شکاری کتے کی بیع کی اجازت دی گئی ہے اور دوسرا قرینہ وہ احادیث ہیں جن میں شکاری کتوں اور کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کو رکھنے کی اجازت دی گئی ہے جن کی صحت پر اتفاق ہے (یہ احادیث اگلے باب میں آرہی ہیں) اور اگر ان کتوں کی بیع ناجائز ہو تو پھر ان کو رکھنے کی اجازت کا کوئی معنی نہیں ہے۔

کاہن کی تعریف اور اس کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے معالم السنن میں بیان کیا ہے کہ کاہن اور عرّاف میں یہ فرق ہے کہ کاہن مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں بیان کرتا ہے اور معرفت اسرار کا دعویٰ کرتا ہے اور عرّاف وہ ہے جو چوری ہونے والی اشیاء اور گم شدہ چیز کی جگہ کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، نیز علامہ خطابی نے بیان کیا کہ کاہن وہ ہے جو مطالعہ غیب کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو مستقبل کی باتوں کی خبر دیتا ہے۔ عرب میں کاہن ہوتے تھے جو بہت سی چیزوں کا دعویٰ کرتے تھے، بعض یہ کہتے تھے کہ جن ان کا تابع ہے اور وہ آکر انہیں خبریں دیتا ہے، بعض یہ کہتے تھے کہ وہ اپنی عقل سے آئندہ ہونے والی باتوں کو جان لیتے ہیں اور بعض ان میں سے عرّاف کہلاتے تھے یہ کہتے تھے کہ وہ چیزوں کو اسباب سے جان لیتے ہیں مثلاً کوئی چیز چوری ہو جائے تو جس پر چوری کا گمان ہو اس کو جان لیتے تھے اور شک کی بنا پر کسی کو چوری کی تہمت لگا دیتے تھے۔ ان میں سے بعض نجومی ہوتے تھے ان کو بھی کاہن کہا جاتا تھا۔ حدیث میں جو کاہنوں کے پاس جانے سے منع کیا گیا ہے یہ ممانعت ان تمام اقسام کو شامل ہے۔ [4]

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم (مترجم) ص ۳۰۳-۳۰۲، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[3] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۵ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

پچھنے لگانے کی اجرت کا حکم

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں جمہور کا موقف یہ ہے کہ فصد لگانے کی اجرت جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور اس کی اجرت دی۔ نیز موطا امام مالک اور جامع ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فصد لگانے والے کی کمائی کا حکم پوچھا آپ نے فصد لگانے سے منع فرمایا، اس نے پھر پوچھا آپ نے پھر منع فرمایا، تیسری بار آپ نے فرمایا "یہ کمائی اپنے غلام کو کھلا دو" اس حدیث سے اس کمائی کا حرام ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ جس چیز کی آمدنی حرام ہے وہ آزاد اور غلام دونوں پر حرام ہے۔ اس باب کی احادیث میں آپ نے فصد (پچھنے) لگانے کی اجرت سے منع فرمایا ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکارم اخلاق کی طرف رہنمائی کی ہے یعنی مروت کا تقاضا یہ ہے کہ فصد لگانے والا بلا عوض فصد لگا دے، ایک توجیہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں فصد لگانے کے بعد کفار حاصل شدہ خون کو کھلانے کے لیے فروخت کر دیتے تھے ان احادیث میں دراصل آپ نے خون کی بیع سے منع فرمایا ہے[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک فصد لگانے کی اجرت جائز ہے۔ اور اس سلسلے میں حضرت ابن عباس کی روایات سے استدلال کیا ہے۔[2]

باب ۵۰۹ میں ان احادیث کا بیان ہے جو فصد لگانے کی اجرت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔

بلی کی بیع اور اس کی قیمت کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: بلی کی بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کا موقف یہ ہے کہ بلی کی بیع جائز ہے، حسن بصری، محمد بن سیرین، حکم حماد، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور امام احمد کا یہی موقف ہے، ابن منذر کہتے ہیں کہ بلی کی بیع کی رخصت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے، اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ بلی کی بیع ناجائز ہے ان کی دلیل اس باب کی حدیث نمبر ۳۹۰۳ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کی قیمت سے منع کیا ہے، جمہور نے اس حدیث کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱) یہ ممانعت وحشی بلی کی بیع پر محمول ہے جس کا سپرد کرنا غیر مقدور ہے۔

(۲) امام بیہقی نے کہا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام کا تھا، جب بلی کو ناپاک قرار دیا تھا، اور جب اس کے جھوٹے کو جائز فرمایا تو اس کی بیع بھی جائز ہو گئی۔

(۳) یہ نہی تنزیہی ہے۔ یہ علامہ نووی کا جواب ہے۔

(۴) یہ حدیث حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عباس کی روایات کے معارض ہے جن میں اس کی بیع کو جائز کہا گیا ہے[3]

اس باب کی احادیث میں خاشہ کی اجرت سے بھی منع کیا گیا ہے اور یہ نہی تحریم کے لیے ہے، چونکہ خاشہ کی اجرت کا حرام ہونا بالکل بدیہی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لیے ہم نے اس پر مستقل بحث کرنے سے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۵۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۶۰ " " " "

اجتناب کیا ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِقَتْلِ الْكِلَابِ وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَبَيَانِ تَحْرِيمِ اقْتِنَائِهَا اِلَّا لِصَيْدٍ اَوْ زَرْعٍ اَوْ مَاشِيَةٍ وَنَحْوِ ذٰلِكَ!

کتوں کے قتل کا حکم اور پھر اس کے منسوخ ہونے کا بیان اور شکار اور کھیت اور جانوروں کی حفاظت کے لیے کتے پالنے کا جواز

۳۹۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

۳۹۰۵ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُو اُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ فَاُرْسِلَ فِي اَقْطَارِ الْمَدِينَةِ اَنْ تُقْتَلَ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور مدینہ کے اطراف میں کتوں کو قتل کرنے کے لیے آدمی روانہ کیے۔

۳۹۰۶ - وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ اُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ بِقَتْلِ الْكِلَابِ فَنُتَّبَعُ فِي الْمَدِينَةِ وَاَطْرَافِهَا فَلَا نَدَعُ كَلْبًا اِلَّا قَتَلْنَاهُ حَتّٰى اِنَّا لَنَقْتُلُ كَلْبَ الْمَرْاَةِ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ يَتْبَعُهَا.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے تھے پھر مدینہ اور اس کے اطراف میں کتوں کا پیچھا کیا گیا اور ہم نے کوئی کتا مارے بغیر نہیں چھوڑا، حتیٰ کہ دیہاتیوں کی اونٹنی کے ساتھ جو کتا رہتا تھا، ہم نے اس کو بھی مار ڈالا۔

۳۹۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے اور بکریوں یا مویشیوں

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ اِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ مَاشِيَةٍ فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اَوْ كَلْبَ زَرْعٍ فَقَالَ اِنَّ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ زَرْعًا

کی حفاظت کے کتوں کے سوا کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کھیت کے کتے کا بھی استثنار کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضرت ابوہریرہ کے پاس کھیت ہے (اس وجہ سے انھوں نے کھیت کا حکم بطور خاص یاد رکھا۔ سعیدی)

۳۹۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ قَالَ نَا رَوْحٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح قَالَ نَا ابْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰى اَنَّ الْمَرْاَةَ تَقْدَمُ مِنَ الْبَادِيَةِ بِكَلْبِهَا فَنَقْتُلُهٗ ثُمَّ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِهَا وَقَالَ عَلَيْكُمْ بِالْاَسْوَدِ الْبَهِيْمِ ذِي النُّقْطَتَيْنِ فَاِنَّهٗ شَيْطَانٌ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، حتیٰ کہ کوئی عورت دیہات سے اپنا کتا لے کر آتی تو ہم اس کتے کو بھی قتل کر دیتے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع کر دیا، اور فرمایا اس کالے سیاہ کتے کو قتل کرو جو دو نقطے والا ہو، کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۳۹۰۹ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُهُمْ وَبَالُ الْكِلَابِ ثُمَّ رَخَّصَ فِيْ كَلْبِ الصَّيْدِ وَكَلْبِ الْغَنَمِ

حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا کتے لوگوں کو کیا تکلیف دیتے ہیں! پھر آپ نے شکاری کتے اور بکریوں (کی حفاظت) کے کتوں کی اجازت دی۔

۳۹۱۰ - وَحَدَّثَنِيْهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ

امام مسلم متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن مغفل

قَالَ فَاخَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا النَّضْرُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي حَدِيثِهِ عَنْ يَحْيَى وَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ۔

کی روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے بکریوں کے کتوں، شکار کے کتوں اور کھیت کے کتوں کی اجازت دی۔

۳۹۱۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَائِدٍ يُنْقَصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شکاری کتے یا جانوروں کی حفاظت کے کتے کے سوا کوئی کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

۳۹۱۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ نَقَصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شکاری کتے یا مویشیوں کی حفاظت کے کتوں کے سوا کوئی کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

۳۹۱۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شکاری کتے یا مویشیوں کے کتوں کے سوا کوئی کتا رکھا اس کے عمل سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ ضَارِيَةٍ أَوْ مَاشِيَةٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ۔

۳۹۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ نَا إِسْمٰعِيْلُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِيْ حَرْمَلَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ كَلْبَ صَيْدٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مویشیوں کی حفاظت یا شکاری کتے کے علاوہ اور کوئی کتا پالا تو اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں اور کھیتی کا کتا۔

۳۹۱۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ أَنَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ ضَارِيَةٍ أَوْ مَاشِيَةٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ أَوْ كَلْبَ حَرْثٍ وَكَانَ صَاحِبَ حَرْثٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شکاری کتے یا حفاظت کے کتوں کے سوا کوئی اور کتا رکھا اس کے عمل سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے، سالم نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے یا کھیت کی حفاظت کا کتا اور وہ کاشتکاری کرتے تھے (اس وجہ سے انہوں نے کھیت کے کتے کا حکم بطور خاص یاد رکھا۔ سعیدی)

۳۹۱۶۔ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل خانہ میں سے جس نے بھی مویشیوں کے کتے یا شکاری کتوں کے سوا کوئی کتا رکھا ان کے اعمال سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے۔

آهْلِ دَارٍ اتَّخَذُوا كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ كَلْبَ صَائِدٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِمْ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ۔

۳۹۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ زَرْعٍ أَوْ غَنَمٍ أَوْ صَيْدٍ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کھیت یا بکریوں یا شکار کے کتوں کے علاوہ کوئی اور کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

۳۹۱۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ وَلَا مَاشِيَةٍ وَلَا أَرْضٍ فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ قِيرَاطَانِ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي الطَّاهِرِ وَلَا أَرْضٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے شکار، مویشی اور زمین کے علاوہ کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہوتے رہیں گے، ابوالطاہر کی روایت میں زمین کا لفظ نہیں ہے۔

۳۹۱۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ أَوْ صَيْدٍ أَوْ زَرْعٍ انْتُقِصَ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَذَكَرْتُ لِابْنِ عُمَرَ قَوْلَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مویشی، شکار یا کھیت کے علاوہ کوئی کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کو حضرت ابوہریرہ کی روایت سنائی گئی تو انھوں نے فرمایا: اللہ ابوہریرہ پر رحم کرے وہ کھیت والے تھے۔

أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ يَرْحَمُ اللهُ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ صَاحِبَ زَرْعٍ۔

۳۹۲۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَمْسَكَ كَلْبًا فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ إِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ أَوْ مَاشِيَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کھیت یا مویشی کے سوا کوئی کتا رکھا اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

۳۹۲۱۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۳۹۲۲۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۳۹۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُمَيْعٍ قَالَ نَا أَبُو رَزِينٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّخَذَ كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ وَلَا غَنَمٍ نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شکاری کتے یا بکریوں کی حفاظت کے علاوہ کوئی اور کتا رکھا اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔

كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ۔

۳۹۲۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ خَصِيفَةُ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ أَبِي زُهَيْرٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ شَنُوءَةَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنِ اقْتَنَى كَلْبًا لَا يُغْنِي عَنْهُ زَرْعًا وَلَا ضَرْعًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطٌ قَالَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِي وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ۔

حضرت سفیان بن ابی زہیر (یہ قبیلہ شنوءۃ کے تھے) صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسا کتا پالے جو کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کا نہ ہو اس کے عمل سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا رہے گا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت سفیان سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے۔ انھوں نے کہا: ہاں اس مسجد کے رب کی قسم!۔

۳۹۲۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي السَّائِبُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ وَفَدَ عَلَيْهِمْ سُفْيَانُ بْنُ أَبِي زُهَيْرٍ الشَّنَائِيُّ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت سفیان بن ابی زہیر شنائی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

کتوں کو قتل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: کاٹنے والے کتے کو قتل کرنے پر اجماع ہو چکا ہے، اور جو کتے بے ضرر ہیں، ان میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں اولاً شارع علیہ السلام نے ہر قسم کے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سیاہ شریر کتے کے سوا باقی کتوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا۔ حسن اور ابراہیم سیاہ شریر کتے کے شکار کو بھی مکروہ کہتے تھے۔ امام احمد بن حنبل اور بعض شافعیہ کا بھی یہی موقف ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب سیاہ کتا شکار کرے تو وہ حلال نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سیاہ شکاری کتے کا شکار کیا ہوا بھی حلال ہے۔[1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ امام مالک اور ان کے اصحاب کا یہ مسلک ہے کہ جن کتوں کا حدیث میں استثناء ہے ان کے سوا تمام کتوں کو قتل کرنا جائز ہے اور جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ سیاہ کتے کے سوا باقی تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔[1]

کھیت کے کتے کے مستثنیٰ ہونے کی روایت

حدیث نمبر ۳۹۰۷ میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ کھیت کا کتا بھی قتل کے حکم سے مستثنیٰ ہے۔ حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ حضرت ابوہریرہ کھیت والے تھے۔ حضرت ابن عمر کے اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ پر طنز کر رہے تھے یا ان کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہ نے اپنے مفاد میں کھیت کے بارے میں حدیث گھڑلی ہے! علامہ نووی فرماتے ہیں اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابوہریرہ کھیت میں کام کرتے تھے اس لیے انھوں نے ان الفاظ کو یاد رکھا، کیونکہ جو شخص جس کام میں مشغول رہتا ہے وہ اس کام کے احکام کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ یاد رکھتا ہے۔ نیز کھیت کے استثناء کی روایت میں حضرت ابوہریرہ منفرد نہیں ہیں، امام مسلم نے حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی بھی روایت ذکر کی ہے جس میں قتل کے حکم سے کھیت کا کتا مستثنیٰ ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر ۳۹۱۰) نیز امام مسلم نے کھیت کے کتے کے استثناء کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر ۳۹۱۷) رہا یہ سوال کہ جب حضرت ابن عمر نے خود بھی کھیت کے کتے کا استثناء بیان کیا ہے تو حضرت ابوہریرہ کے بارے میں ایسا ریمارک کیوں دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت ابن عمر نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث سنی اور ان کو اس کی تحقیق ہو گئی تو انھوں نے اس کو خود بھی روایت کیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب انھوں نے کھیت کا استثناء بیان نہیں کیا تھا اس وقت ان کو یہ استثناء یاد نہیں تھا اور جب ان کو یاد آیا تو انھوں نے بیان کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کھیت کے کتے کا استثناء بیان کرنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کو بیان کرتی ہے اور اگر وہ منفرد ہوتے تب بھی ان کی روایت مقبول ہوتی۔[2]

ایک قیراط اور دو قیراط کی دو حدیثوں میں تطبیق

حدیث نمبر ۳۹۱۱ میں ہے جس شخص نے شکاری کتے یا جانوروں کی حفاظت کے سوا کوئی کتا رکھا اس کے اجر سے ہر روز دو قیراط کم ہوں گے، اور حدیث نمبر ۳۹۱۴ میں ہے اس کے اجر سے ہر روز ایک قیراط کم ہوگا، ان دونوں حدیثوں میں کس طرح موافقت ہوگی؟ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کتے کی دو قسمیں ہوں جو زیادہ ایذاء دینے والا ہو اس کی وجہ سے دو قیراط اور جو کم ایذاء دینے والا ہو اس کی وجہ سے ایک قیراط کم ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آبادی والے کتوں کی وجہ سے دو قیراط اور جنگلوں والے کتوں کی وجہ سے ایک قیراط اجر کم ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں جب کتوں کے معاملے میں آپ نے شدت کی تھی اسی وقت آپ نے دو قیراط اجر کم ہونے کا بیان فرمایا اور جب کتوں کے امر میں تخفیف کر دی تو ایک قیراط اجر کم ہونے کا بیان فرمایا۔[3]

---

[1] (حاشیہ صفحہ گذشتہ) علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۲۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی دشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۵۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کتوں کو رکھنے کی وجہ سے ایک یا دو قیراط اجر میں کمی کی وجہ

کتوں کو رکھنے کی وجہ سے اجر میں کیوں کمی ہوتی ہے؛ بعض فقہاء نے کہا کتوں کی وجہ سے فرشتے گھر میں نہیں آسکتے اس لیے رکھنے والے کے اجر میں کمی ہوتی ہے، بعض نے کہا کتوں کی وجہ سے گھر میں آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے اجر میں کمی ہوتی ہے، یا اس وجہ سے کہ رکھنے والے نے ایک ممنوع کام کا ارتکاب کیا اس کی پاداش میں اس کے اجر میں کمی ہوتی ہے، یا اس وجہ سے کہ کتا بکثرت نجاسات کھاتا ہے یا اس کی بدبو کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جب گھر والے غافل ہوں تو یہ برتن میں منہ ڈالتا ہے۔

قیراط کے وزن اور مصداق کی تحقیق

اس میں بھی اختلاف ہے کہ دو قیراط کی کمی کون سے اعمال میں ہوتی ہے بعض نے کہا ایک قیراط دن کے اعمال سے اور ایک قیراط رات کے اعمال سے کم کیا جاتا ہے۔ بعض نے کہا ایک قیراط فرائض سے اور ایک قیراط نوافل سے کم کیا جاتا ہے۔

عام طور پر ایک قیراط دینار کا بیسواں حصہ ہوتا ہے اور شام میں ایک قیراط ایک دینار کا چوبیسواں حصہ ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ایک قیراط تین حبات کے برابر ہے اور ایک حبہ چار چاولوں کے برابر ہوتا ہے تو گویا ایک قیراط بارہ چاولوں (ڈیڑھ رتی) کے برابر ہوتا ہے[1] امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حالت ایمان میں اور ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ گیا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن سے فراغت تک اس کے ساتھ رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا، اور جو شخص نماز جنازہ پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ آیا اس کو ایک قیراط اجر ملے گا[2] اب سوال یہ ہے کہ کتوں کو گھر میں رکھنے کی وجہ سے جو دو قیراط اجر میں کمی ہوتی ہے کیا یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے برابر ہیں؛ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کو ایسا پایا ہے کہ وہ نیکیوں کے اجر وثواب کو بڑھا دیتا ہے اور برائی کے عذاب کو برائی کے برابر رکھتا ہے زیادہ نہیں کرتا۔ قرآن مجید میں ہے: من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا (انعام: ۱۶۰) "جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کے لیے دس نیکیوں کا اجر ہے اور جو شخص ایک برائی کرتا ہے اس کو صرف ایک برائی کی سزا دی جائے گی" اس لیے نماز جنازہ پڑھنے والے شخص کا ایک قیراط اجر احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور کتا رکھنے والے کے اجر میں جس ایک قیراط کی کمی ہوگی وہ ڈیڑھ رتی (بارہ چاول) سے زیادہ نہیں ہوگا۔

گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

فقہاء حنبلیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حدیث میں تین چیزوں کے لیے کتا رکھنے کی اجازت ہے، شکار کے لیے، کھیت کی حفاظت کے لیے اور جانوروں کے لیے اس پر قیاس کر کے گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

وان اقتناہ لحفظ البیوت لم یجز للخبر ویحتمل الاباحۃ وھو قول اصحاب الشافعی، لانہ فی معنی الثلاثۃ فیقاس علیھا والاول اصح لان قیاس غیر الثلاثۃ علیھا یبیح ما یتناول الخبر تحریمہ [1]

گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا حدیث شریف کی ممانعت کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور اباحت کا بھی احتمال ہے۔ فقہاء شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ گھر کی حفاظت بھی حدیث میں مذکور تین چیزوں کے حکم میں ہے، سو اس پر قیاس کیا جائے گا اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ کسی اور چیز کو ان تین چیزوں پر قیاس کرنا اُس چیز کی اباحت کو مستلزم ہے جس کو حدیث نے حرام کیا ہے۔

گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء شافعیہ کا موقف

فقہاء شافعیہ کے بھی اس مسئلے میں دو قول ہیں اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ جائز ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

وھل یجوز لحفظ الدور والدروب ونحوھا فیہ وجھان احدھما لایجوز لظواھر الاحادیث فانھا مصرحۃ بالنھی الا لزرع او صید او ماشیۃ واصحھما یجوز قیاسا علی الثلاثۃ عملا بالعلۃ المفھومۃ من الاحادیث وھی الحاجۃ [2]

کیا گھروں اور محلوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے؟ اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ناجائز ہے کیونکہ احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ کھیت، شکار اور جانوروں کے علاوہ کتا رکھنا منع ہے۔ اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، کیونکہ گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کو تین صورتوں میں کتا رکھنے پر قیاس کیا ہے، کیونکہ علت مشترک ہے اور وہ ہے ضرورت۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

والاصح عند الشافعیۃ اباحۃ اتخاذ الکلاب لحفظ الدرب الحاقا للمنصوص بما فی معناہ کما اشار الیہ ابن عبد البر [3]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ محلہ کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا جائز ہے اور اس کی وجہ اشتراک علت کی بنا پر حدیث میں مذکور تین صورتوں پر قیاس ہے جیسا کہ علامہ ابن عبد البر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء مالکیہ کا موقف

فقہاء مالکیہ کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے، تاہم بعض فقہاء نے گھر کی حفاظت کے لیے کتا

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۷، مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

رکھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں:

واختلف فی اتخاذھا للعس فی الدور فاجیز قیاسا علی اتخاذھا لحفظ الزرع وقال بعضھم حدیث اتخاذھا لحفظ الزرع دلیل علی ذلک لانہ صلی اللہ علیہ وسلم نبہ باتخاذھا بقوۃ المنفعۃ علی اتخاذھا لکل منفعۃ وانما النھی عن اتخاذھا لا لمنفعۃ۔ [1]

گھروں کی چوکیداری کے لیے کتوں کو رکھنے میں اختلاف ہے، سو کھیت کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے پر قیاس کرتے ہوئے اس کو بھی جائز کہا گیا ہے اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ کھیت کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں اس پر دلیل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوت منفعت کی وجہ سے اس پر متنبہ کیا ہے کہ ہر جس چیز میں کتا رکھنے سے فائدہ ہو اس میں کتا رکھنا جائز ہے۔ اور جہاں کتا رکھنے سے کوئی منفعت نہ ہو وہاں ناجائز ہے۔

گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے میں فقہاء احناف کا موقف

فقہاء احناف کے نزدیک دشمن یا چور کے خطرہ سے گھر کی حفاظت کی خاطر گھر میں کتا رکھنا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

واما اقتناءہ للصید وحراسۃ الماشیۃ والبیوت والزرع فیجوز بالاجماع لکن لا ینبغی ان یتخذہ فی دارہ الا ان خاف لصوصا او اعداء۔ [2]

شکار کے لیے، مویشیوں، گھروں اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا بالاجماع جائز ہے، لیکن گھر کے اندر کتا نہیں رکھنا چاہیے۔ البتہ اگر چوروں اور دشمنوں کا خوف ہو پھر جائز ہے۔

وفی الاجناس لا ینبغی ان یتخذ کلبا الا ان یخاف من اللصوص او غیرھم۔ [3]

اجناس میں ہے کتا نہیں رکھنا چاہیے البتہ اگر چوروں وغیرہ کا خوف ہو پھر جائز ہے۔

بَابُ حِلِّ أُجْرَةِ الْحِجَامَةِ

فصد لگانے کی اجرت کا حلال ہونا

۳۹۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ

حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فصد لگانے والے کی اجرت کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی تھی، حضرت ابوطیبہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۴۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ فَقَالَ احْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَمَهُ اَبُوْ طَيْبَةَ فَاَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ اَهْلَهُ فَوَضَعُوْا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ اَوْ هُوَ مِنْ اَمْثَلِ دَوَآئِكُمْ.

رضی اللہ عنہ نے آپ کو فصد لگائی تھی، آپ نے اس کو دو صاع اناج دینے کا حکم دیا اور ان کے مالکوں سے سفارش کی کہ اس کے خراج سے کچھ کم کر دیں اور فرمایا تمہاری دواؤں میں بہتر بن چیز فصد لگانا ہے یا فرمایا: یہ تمہاری بہتر بن دواؤں میں سے ہے۔

۳۹۲۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا مَرْوَانُ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ فَلَا تُعَذِّبُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالْغَمْزِ.

حمید کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فصد لگانے والے کی اجرت کے بارے میں سوال کیا گیا، حضرت انس نے اس کی مثل جواب دیا اور سابقہ جملے کی بجائے یہ فرمایا تمہاری دواؤں میں بہترین چیز فصد لگانا اور عود ہندی ہے۔ اپنے بچوں کا حلق دبا کر انہیں تکلیف نہ دو۔ (یعنی حلق دبانے کی بجائے اس کو عود ہندی کھلا دو، یہ حلق کی بیماری میں مفید ہے)

۳۹۲۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا لَنَا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ فَاَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ اَوْ مُدٍّ اَوْ مُدَّيْنِ وَكَلَّمَ فِيْهِ فَخُفِّفَ عَنْ ضَرِيْبَتِهٖ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے ہمارے ایک غلام کو بلایا اس نے آپ کے فصد لگائی۔ آپ نے اس کو ایک صاع (۲۰۴۰ کلوگرام) یا ایک یا دو مد (ایک مد ایک کلو گرام کے برابر ہے) دینے کا حکم دیا اور اس کے خراج میں کم کرنے کی سفارش کی۔ سو اس کے خراج میں کمی کر دی گئی۔

(ف) غلام کے مالک غلام کے لیے کچھ رقم مقرر کر دیں کہ تم نے اتنے پیسے روزانہ محنت مزدوری سے کما کے لا کر دینے ہیں اس کو خراج اور ضریبۃ کہتے ہیں۔

۳۹۲۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ وُهَيْبٍ قَالَ اَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی۔

كِلَاهُمَا عَنْ وُهَيْبٍ قَالَ نَا طَاوُسٌ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ۔

۳۹۳۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حَجَمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ لِبَنِي بَيَاضَةَ فَأَعْطَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْرَهُ وَكَلَّمَ سَيِّدَهُ فَخَفَّفَ عَنْهُ مِنْ ضَرِيبَتِهِ وَلَوْ كَانَ سُحْتًا لَمْ يُعْطِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بیاضہ کے ایک غلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجرت دی اور اس کے مالک سے سفارش کی کہ اس کے خراج سے کچھ کم کر دیں۔ پس اس نے اس کے خراج سے کم کر دیا۔ اگر فصد کی کمائی حرام ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اجرت نہ دیتے۔

فصد لگانے کی اجرت کے حکم میں مذاہب

اس باب کی احادیث فصد لگانے والے کی اجرت کے جواز پر دلالت کرتی ہیں، اور یہی جمہور فقہاء اسلام کا موقف ہے جیسا کہ ہم باب نمبر ۵۰ میں بیان کر چکے ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے جمہور کے نزدیک وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہیں، کیونکہ اس کسب میں نجاست کے ساتھ تلوث ہوتا ہے۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے یہ اجرت اس لیے مکروہ ہے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ ضرورت کے وقت اپنے مسلمان بھائی کی بلا معاوضہ معاونت کرے۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "فصد لگانے والے کی کمائی خبیث ہے" اس کا محل یہ ہے کہ جب عمل مجہول ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد لگانے والے کو اجرت اس وقت عطا کی تھی جب اس کا عمل معلوم تھا، بعض فقہاء نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں، امام طحاوی کا بھی یہی مختار ہے۔[1]

فصد کا طبی حکم

فصد لگانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی آلے کے ذریعہ جسم سے خون نکال لیا جائے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ فصد لگانے کا طبی حکم زمانے، جگہ اور مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، گرم علاقوں، گرمیوں کے موسم اور گرم مزاج والوں میں فصد لگانا مفید ہے اور ٹھنڈے علاقوں میں سردیوں کے موسم میں اور سرد مزاج والے لوگوں میں فصد لگانا نقصان دہ ہے۔ اسی طرح نوجوان لوگوں میں یہ مفید ہے اور بوڑھے لوگوں میں نقصان دہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے "تمہارا بہترین علاج فصد لگوانا ہے" اہل معرفت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۹، مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کا یہ خطاب اہل حجاز کے لیے ہے اور ان دیگر گرم علاقوں کے لیے ہے جو حجاز کے حکم میں ہیں[1]

ان احادیث میں علاج کی مشروعیت پر بھی دلیل ہے۔ مقالات سعیدی میں "علاج کی شرعی حیثیت" کے زیر عنوان ہم نے اس پر مفصل بحث کی ہے، نیز شرح صحیح مسلم جلد ثالث کی کتاب الجنائز میں بھی ہم نے علاج کی بعض صورتوں سے مفصل بحث کی ہے جس میں انتقال خون، پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوند کاری اور ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کی ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔

بَابُ ۵۱ تَحْرِيمِ بَيْعِ الْخَمْرِ!

شراب کی بیع کا حرام ہونا

۳۹۳۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى أَبُو هَمَّامٍ قَالَ نَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِالْمَدِينَةِ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُعَرِّضُ بِالْخَمْرِ وَلَعَلَّ اللهَ سَيُنْزِلُ فِيهَا أَمْرًا فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلْيَبِعْهُ وَلْيَسْتَعْفِ بِهِ قَالَ فَمَا لَبِثْنَا إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى حَرَّمَ الْخَمْرَ فَمَنْ أَدْرَكَتْهُ هٰذِهِ الْآيَةُ وَعِنْدَهُ مِنْهَا شَيْءٌ فَلَا يَشْرَبْ وَلَا يَبِعْ قَالَ فَاسْتَقْبَلَ النَّاسُ بِمَا كَانَ عِنْدَهُمْ مِنْهَا فِي طَرِيقِ الْمَدِينَةِ فَسَفَكُوهَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے شراب (کی حرمت) کا اشارۃً ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے متعلق کوئی (حتمی) حکم نازل فرمائے گا، سو جس شخص کے پاس کچھ شراب ہو وہ اس کو فروخت کر کے اس (کی قیمت) سے فائدہ اٹھا لے"۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ ہمیں چند روز ہی ہوئے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے، سو جس شخص کو حرمت شراب کی آیت معلوم ہو جائے اور اس کو نہ تو پیئے اور نہ فروخت کرے"۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں پھر جن لوگوں کے پاس شراب تھی انھوں نے اس کو لا کر مدینہ کے راستوں پر بہا دیا۔

۳۹۳۲ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ

عبدالرحمن بن وعلہ سبائی مصری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انگور کے شیرے کے متعلق دریافت کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ اَنَّهٗ جَآءَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَغَيْرُهٗ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ السَّبَائِيِّ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ مِصْرَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَمَّا يُعْصَرُ مِنَ الْعِنَبِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا اَهْدٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاوِيَةَ خَمْرٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَلِمْتَ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ حَرَّمَهَا قَالَ لَا فَسَارَّ اِنْسَانًا فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَ سَارَرْتَهٗ فَقَالَ اَمَرْتُهٗ بِبَيْعِهَا فَقَالَ اِنَّ الَّذِيْ حَرَّمَ شُرْبَهَا حَرَّمَ بَيْعَهَا قَالَ فَفَتَحَ الْمَزَادَةَ حَتّٰى ذَهَبَ مَا فِيْهَا.

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شراب کی ایک مشک ہدیہ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کر دیا ہے؟" اس نے کہا: "نہیں" اس شخص نے کسی سے سرگوشی میں کوئی بات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: "تم نے اس سے کیا کہا ہے؟" اس نے کہا میں نے اس سے شراب کو فروخت کرنے کے لیے کہا ہے، آپ نے فرمایا: "جس ذات نے اس کا پینا حرام کیا ہے اس نے اس کے فروخت کرنے کو بھی حرام کر دیا ہے۔" حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس شخص نے مشک کا منہ کھول کر ساری شراب بہا دی۔

۳۹۳۳- حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَعْلَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے۔

۳۹۳۴- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا وَقَالَ اِسْحَاقُ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور لوگوں پر وہ آیات تلاوت کیں اور لوگوں کو شراب کی تجارت سے منع کر دیا۔

قَالَتْ لَمَّا نَزَلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْتَرَأَهُنَّ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ نَهٰى عَنِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ۔

۳۹۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا أُنْزِلَتِ الْآيَاتُ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ فِي الرِّبَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَحَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سود کے بارے میں سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور شراب کی تجارت حرام فرما دی۔

اصل اشیاء میں اباحت ہے

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ احکام شرعیہ وارد ہونے سے پہلے اشیاء میں تحریم وغیرہ کا حکم نہیں تھا، تاآنکہ کوئی شرعی حکم آجائے (کیونکہ شراب حرام ہونے سے پہلے پی جاتی تھی) اور اس مسئلہ میں اصولیین کا اختلاف مشہور ہے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ شریعت وارد ہونے سے پہلے کوئی حکم ہوتا ہے نہ انسان کسی حکم کا مکلف ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ "ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کسی رسول کو نہ بھیج دیں" دوسرا قول یہ ہے کہ اشیاء میں اصل تحریم ہے حتیٰ کہ کوئی شرعی حکم آجائے، تیسرا قول یہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ اشیاء میں اصل توقف ہے[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اصل اشیاء میں اباحت ہے اور جب کتے کو رکھنے سے ممانعت اور ان کو قتل کرنے کا حکم وارد ہوا تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ کتوں کو رکھنا حرام ہے اور ان کی بیع حرام ہے، اور جس چیز سے نفع حاصل کرنا حرام ہو اس کی قیمت بھی حرام ہوتی ہے[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے تحریر میں تصریح کی ہے کہ جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ علامہ ابن ہمام کے تلمیذ علامہ قاسم نے بھی یہی لکھا ہے، ہدایہ اور خانیہ میں بھی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اسی طرح ہے۔ شرح تحریر میں ہے معتزلہ بصرہ، کثیر شافعیہ اور کثیر حنفیہ خصوصاً عراقیین کا یہی موقف ہے۔ امام محمد نے فرمایا "مردار کا کھانا اور شراب کا پینا شریعت کی ممانعت سے حرام ہوا ہے" اس سے معلوم ہوا انھوں نے اباحت کو اصل قرار دیا ہے۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: نکاح فاسد کی عدت میں سوگ نہیں ہے کیونکہ اس عورت کے حق میں نکاح کی نعمت فوت ہی نہیں ہوئی کہ وہ اس پر افسوس کرتی اور اباحت اصل ہے۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں یعنی اصل میں رشیت مباح ہے۔[3]

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں اصل میں خوشبو کا استعمال کرنا مباح ہے۔[4]

قرآن کی روشنی میں شراب کی حرمت کا بیان

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں: روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: شراب مال کو ضائع کرتی ہے اور عقل کو معطل کر دیتی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس بارے میں حکم نازل فرمائے، حضور نے دعا کی اے اللہ! ہمارے لیے بیان شافی نازل فرما، پھر یہ آیت نازل ہوئی: یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس۔ "یہ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ کہیے ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا نفع ہے" کچھ لوگ شراب پینے سے رک گئے اور کچھ لوگ پیتے رہے اور کہا اس میں ہمارا نفع ہے اور گناہ کو ہم ترک کر دیں گے، حضرت عمر نے دعا کی اے اللہ زیادہ بیان فرما تب یہ آیت نازل ہوئی: لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون۔ "نشہ کی حالت میں تم نماز کے قریب مت جاؤ حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو" بعض لوگوں نے شراب چھوڑ دی اور کہا جو چیز ہمیں نماز سے روکے اس میں خیر نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہم اس وقت شراب پی لیں گے جب نماز کا وقت نہیں ہوگا، حضرت عمر نے پھر دعا کی: اے اللہ! زیادہ بیان فرما، پھر یہ آیات نازل ہوئیں:

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۝ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۝

(مائدہ ۵، ۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر ناپاک ہی ہیں، شیطانی کاموں سے (ہیں) تو تم ان سے بچو تاکہ کامیاب ہو جاؤ، شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آنے والے ہو؟

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۰۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۴ ص ۱۶۵ " "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان آیات کو سن کر فرمایا: ہم باز آگئے۔[1]

علامہ شامی لکھتے ہیں اس آیت میں شراب کی حرمت پر دس دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل: شراب کا ذکر جوئے، بت اور جوئے کے تیروں کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب حرام ہیں۔ دوسری دلیل: شراب کو ناپاک (رجس) فرمایا اور ناپاک چیز حرام ہوتی ہے۔ تیسری دلیل: شراب کو عمل شیطان فرمایا اور عمل شیطان حرام ہے، چوتھی دلیل: شراب سے اجتناب کا حکم دیا اور جس سے اجتناب فرض ہو اس کا ارتکاب حرام ہوتا ہے۔ پانچویں دلیل: فلاح کو شراب سے اجتناب پر معلق کیا اس لیے اجتناب فرض اور ارتکاب حرام ہوا۔ چھٹی دلیل: شراب کے سبب سے شیطان عداوت واقع کرتا ہے، اور عداوت حرام ہے اور حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے، ساتویں دلیل: شراب کے سبب سے شیطان بغض واقع کرتا ہے اور بغض حرام ہے۔ آٹھویں دلیل: شراب کے سبب سے شیطان اللہ کے ذکر سے روکتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا حرام ہے، نویں دلیل: شراب کے سبب سے شیطان نماز سے روکتا ہے، دسویں دلیل: اللہ تعالیٰ نے صیغہ استفہام کے ساتھ نہی بلیغ کرتے ہوئے فرمایا کیا تم (شراب پینے سے) باز آنے والے ہو؟[2]

احناف کے نزدیک خمر کی تعریف اور خمر اور دیگر شرابوں کا حکم

قرآن مجید نے (خمر) شراب کو حرام کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر انگور کے کچے شیرے کا نام ہے جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے انی اعصر خمرا (یوسف:۳۶) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر کو نچوڑ رہا ہوں یعنی انگوروں کو نچوڑ رہا ہوں جو خمر ہو جائیں گے۔[3]

امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف خمر حرام قطعی ہے، اس کا پینا، رکھنا، بیچنا اور خریدنا سب حرام قطعی ہے۔ خمر کے علاوہ تین مشروب اور حرام ہیں ایک بازق ہے یعنی انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد ایک تہائی رہ جائے یا جو پڑے پڑے جوش کھانے لگے اور جھاگ چھوڑ دے دوسرا سکر ہے یعنی تازہ کھجوروں کا کچا شیرہ جب جھاگ چھوڑ دے۔ تیسرا نقیع الزبیب یعنی کشمش کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے[4] ان تینوں مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور ان کی نجاست خفیفہ ہے۔ جبکہ یہ اس مقدار میں ہوں جو نشہ آور ہو۔ اور اس سے کم مقدار میں یہ حرام ہیں نہ نجس۔

خمر کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوگی اور باقی تین شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہوگی جب نشہ ہو جائے۔[5]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۹۷-۳۹۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[4] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۹۹ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۵ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

امام ابوحنیفہ پر نشہ آور شرابوں کو حلال کرنے کا اعتراض اور اس کا جواب

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان چار شرابوں کے علاوہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1] اس کی تشریح میں علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: یہ عبارت اس میں نص ہے کہ جو شراب گندم، جو اور شہد اور جوار سے بنائی جائے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے، اس کے پینے والے پر حد واجب نہیں ہوگی خواہ اس کو ان شرابوں سے نشہ ہو جائے اور جس کو ان شرابوں سے نشہ ہو جائے اس کی طلاق بھی نہیں واقع ہوگی۔[2]

ہدایہ کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس دور کی تمام نشہ آور شرابوں کو حلال کر دیا ہے اور نشہ آور شرابوں کو حلال قرار دینا احادیث صحیحہ کی صراحت اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ ابوالحسن مرغینانی نے جامع صغیر کی عبارت کی جو تخریج کی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ جامع صغیر کی اس عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی شرابوں کو نشہ کی حد تک پینا بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے بلکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو حرام قطعی ہے باقی تین شرابیں (بازق، سکر اور نقیع الزبیب) حرام ظنی ہیں اور ان چار کے علاوہ باقی چیزوں کی شراب پینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ ان کو اس مقدار سے کم پیا جائے جس سے نشہ ہو جاتا ہے کیونکہ مقدار نشہ تک پینے کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جو مشروب بھی اتنی مقدار میں پی لیا جائے جس سے نشہ ہو جائے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے، خود علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ: مختصر (قدوری) میں ہے چھواروں اور کشمش کے نبیذ کو جب ہلکا جوش دیا جائے تو وہ حلال ہے خواہ گاڑھا ہو جب کہ اس کو ظن غالب ہو کہ اس کے پینے سے نشہ نہیں ہوگا اور اس کا پینا لہو اور طرب کی وجہ سے نہ ہو (بلکہ طاقت کے لیے ہو) یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہے۔[3]

چھواروں اور کشمش کا نبیذ بھی ان چار شرابوں کے علاوہ ہے لیکن امام ابوحنیفہ نے اس کے پینے کی شرط یہ لگائی ہے کہ جب پینے والے کو یہ ظن غالب ہو کہ اس سے نشہ نہیں ہوگا اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اس سے نشہ ہو جائیگا تو پھر اس کا پینا جائز نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی شرابیں اس وقت حلال ہیں جب نشہ آور نہ ہوں یا اس مقدار میں حلال ہیں جب نشہ آور نہ ہوں، اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ علامہ ابوالحسن مرغینانی نے لکھا ہے کہ انگور کے شیرے کو جب پکا لیا جائے اور وہ ایک تہائی رہ جائے تو وہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہے خواہ گاڑھا ہو اور باقی ائمہ اور فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرمت الخمر لعینہا قلیلہا وکثیرہا والسکر من کل شراب "خمر لعینہ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر وہ مشروب حرام ہے جو نشہ آور ہو"، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر خمر میں نشہ آور ہونے کی قید لگائی ہے۔[4]

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الجامع الصغیر ص ۱۵۲ مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۳۹۱ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۶ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] " " " ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۶ " "

[4] " " " ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۷ " "

علامہ ابوالحسن مرغینانی نے امام ابوحنیفہ کی جو دلیل پیش کی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ جو مشروب نشہ آور ہو وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ادھ کچی اور ادھ پکی کھجوروں کو ملا کر جو مشروب بنایا جائے وہ نشہ آور ہونے سے پہلے حلال ہے۔ [1]

اس مشروب کے بھی حلال ہونے کی شرط، امام ابوحنیفہ کے نزدیک قبل از اسکار (نشہ) ہے۔

نیز علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال ابوحنیفۃ المحرم عصیر العنب النیئ فمن شرب منہا ولو نقطۃ حد وما عداہا لا یحد الا بالسکر۔ [2]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں انگور کا کچا شیرہ حرام ہے۔ جس نے اس کا ایک قطرہ بھی پیا اس پر حد لگائی جائے گی اس کے ماسوا جو شرابیں ہیں ان کے پینے پر اس وقت حد لگائی جائے گی جب ان سے نشہ ہو جائے۔

علامہ عینی نے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب نقل کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ امام محمد نے جامع صغیر میں جو یہ لکھا ہے کہ ان "چار شرابوں کے علاوہ باقی شرابوں میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے"، اس عبارت میں یہ قید ملحوظ ہے کہ وہ شرابیں اس مقدار میں نہ پی جائیں جس سے نشہ ہو جائے، کیونکہ شراب کی جو مقدار نشہ آور ہو وہ بالاجماع حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

ولکن لا یحد شاربہ عندنا (بلا سکر) وبہ یحد اجماعا۔ [3]

لیکن ہمارے نزدیک بغیر نشہ کے نبیذ پینے والے پر حد نہیں لگائی جائے گی اور نشہ کے ساتھ اجماعاً حد لگائی جائے گی۔

اور علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

وقال الشافعی یحد لانہ شرب جزءاً من اجزاء الخمر ولنا ان قلیلہ لا یدعو الی کثیرہ لما فی الطبائع من النبوۃ عنہ فکان ناقصا فاشبہ غیر الخمر من الاشربۃ ولا فیہا الا بالسکر۔ [4]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ نبیذ پینے پر حد لگے گی، کیونکہ اس نے خمر کے اجزاء میں سے ایک جز پی لیا، ہم کہتے ہیں کہ نبیذ کی قلیل مقدار، کثیر مقدار کی طرف دعوت نہیں دیتی، کیونکہ طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے، سو یہ ناقص ہے اور خمر کے علاوہ دوسری شرابوں کے مشابہ ہے۔ اور دوسری شرابوں میں بغیر نشہ کے حد نہیں لگتی۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۷، " " "

[3] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۵ ص ۴۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۵ ص ۴۰۴، " " "

ہم نے بکثرت حوالہ جات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کے علاوہ دیگر شرابیں اس وقت حلال ہیں جب ان کو مقدار نشہ سے کم پیا جائے اور مقدار نشہ میں امام اعظم کے نزدیک ان کا پینا حرام ہے اور اس پر حد واجب ہوگی۔ اس لیے جامع صغیر کی زیر بحث عبارت میں بھی یہ قید ملحوظ ہے کہ "ان شرابوں کو مقدار نشہ تک نہ پیا جائے" اور علامہ ابوالحسن مرغینانی نے جامع صغیر کی اس عبارت پر جو یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ "امام ابوحنیفہ کے نزدیک گندم، جو، شہد اور جوار سے بنائی گئی شرابیں حلال ہیں خواہ نشہ آور ہوں" وہ علامہ ابوالحسن کی غلطی فاحش ہے۔ میں نے ہدایہ کی متعدد شروح اور حواشی کو دیکھا کسی نے علامہ ابوالحسن صاحب ہدایہ کی اس خطا پر متنبہ نہیں کیا۔ میں نے اپنے معاصرین اور اکابر علماء سے بھی ہدایہ کی اس عبارت پر مذاکرہ کیا لیکن کوئی شخص اس کا جواب نہ دے سکا۔ اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل وکرم سے میں نے جب پہلی بار اس عبارت پر غور کیا تھا تو اسی وقت میرے ذہن میں یہ آیا تھا کہ جامع صغیر کی اس عبارت پر علامہ ابوالحسن کی ذکر کردہ یہ تخریج صحیح نہیں ہے، نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس تخریج سے پہلے ہدایہ میں لکھا ہے کہ جامع صغیر کے شارحین نے کہا ہے کہ یہ حکم اس عموم اور بیان کے ساتھ جامع صغیر کے علاوہ اور کسی کتاب میں نہیں ہے[1] اس شدوذ کا تقاضا تو یہ تھا کہ جامع صغیر کی اس عبارت کے عموم اور اطلاق کی قید بیان کی جاتی نہ یہ کہ اس عموم اور اطلاق سے ایسے مسائل نکالے جاتے اور ان کو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا جن سے امام ابوحنیفہ بری ہیں، اللہ تعالیٰ علامہ ابوالحسن مرغینانی صاحب ہدایہ کی اس لغزش کو معاف فرمائے (آمین) اور امام ابوحنیفہ کا موقف واضح کرنے میں اس گنہ گار نے جو کاوش اور سعی کی ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کے گناہوں کو معاف فرمائے۔ قرآن اور سنت کے علوم اور امام ابوحنیفہ کی فقاہت سے اس عاجز کو حظ وافر عطا فرمائے اور تمام جسمانی اور روحانی بیماریوں سے کلی نجات عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

الکوحل کا شرعی حکم ہم فقہ حنفی کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ خمر کے علاوہ دیگر شرابوں کی قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو وہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔ اس لیے الکوحل بھی اگر اس قلیل مقدار میں ہو تو وہ بھی جائز ہے، کیونکہ الکوحل انگور اور کھجور سے نہیں بنائی جاتی بلکہ شہد، شیرہ مختلف دانے، جو، اناس، گندھک، اورک کی جڑ اور دیگر نشاستہ دار اشیاء سے بنائی جاتی ہے۔ جب کہ خمر کے لیے صرف انگور سے بنایا جانا کافی نہیں بلکہ انگور کا کچا شیرہ جو پڑے رہنے سے جھاگ چھوڑ دے وہ خمر کہلاتا ہے، اس لیے الکوحل پر خمر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اور الکوحل کی وہ مقدار جو حد نشہ تک نہ پہنچے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔

الکوحل آمیز دواؤں، پرفیوم اور الکوحل اور سپرٹ کے دیگر مرکبات کا حکم مذاہب اربعہ کی روشنی میں

مذکورہ الصدر تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ قلیل اور غیر نشہ آور مقدار میں الکوحل اور سپرٹ کا استعمال جائز ہے، کیونکہ وہ

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۶، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

حرام ہے نہ نجس، اس لیے ایلوپیتھک کی مائع ادویات اور ہومیوپیتھک کی ادویات کا استعمال کرنا جائز ہے۔ پرفیوم کا اسپرے کرنا جائز ہے، سینٹ لگانا جائز ہے، انجکشن لگانے سے پہلے اور بعد جسم پر اسپرٹ لگانا جائز ہے، غرضیکہ اسپرٹ اور الکوحل کے تمام مرکبات کی خرید و فروخت اور ان کا استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ حرام ہیں نہ نجس۔

ایک علمی مجلس میں جب میں نے یہ مسئلہ بیان کیا تو اس پر ایک معمّر فقیہ[1] نے یہ اعتراض کیا کہ غیر خمر کی قلیل مقدار کو یہ تو لکھا ہے کہ حرام نہیں ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ وہ نجس نہیں ہے، میں نے کہا فقہاء نے قلیل مقدار میں اس کے پینے کی اجازت دی ہے، تو کیا آپ کی رائے میں نجس چیز کا پینا جائز ہے؟، اس پر وہ بزرگ بالکل خاموش ہو گئے۔!

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جو چیز کثیر مقدار میں نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہوتی ہے۔ اس لیے الکوحل اور اسپرٹ کی قلیل مقدار بھی ان کے نزدیک ناجائز ہے اور جن دواؤں میں الکوحل ملی ہوئی ہو ان کا استعمال ان کے نزدیک ناجائز ہے

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: خمر، نبیذ اور دیگر نشہ آور مشروبات کو کیا بطور دوا، یا پیاس بجھانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے اس میں مشہور قول چار ہیں۔ اوّل: جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں نشہ آور مشروب کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے (ثانی) دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ (ثالث) بطور دوا جائز ہے اور پیاس بجھانے کے لیے جائز نہیں ہے (رابع) پیاس بجھانے کے لیے جائز ہے اور بطور دوا جائز نہیں ہے۔ علامہ رافعی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ کسی ایک کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔[2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دوا کے طور پر بھی خمر کو پینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نبیذ کو دوا کے لیے تیار کیا جائے؟ آپ نے فرمایا یہ دوا نہیں بیماری ہے۔[3]

(ہمارے نزدیک یہ نبیذ مسکر پر محمول ہے اور دواؤں میں الکوحل کی جتنی مقدار ہوتی ہے وہ مسکر نہیں ہے۔ سعیدی)

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

دوا کے لیے خمر کو پینا ناجائز ہے خواہ موت کا خدشہ ہو کیونکہ اس میں شفاء نہیں ہے نہ پیاس بجھانے کے لیے اس کو پینا جائز ہے، کیونکہ یہ پیاس بڑھاتی ہے۔[4]

فتاویٰ اسلامیہ میں ہے:

فقہاء مذاہب کا خمر اور دیگر حرام دواؤں سے علاج میں اختلاف ہے، امام احمد اور امام مالک نے حرام دواؤں سے علاج کو منع کیا ہے، فقہاء حنفیہ کے قول مختار میں یہ جائز ہے اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک ایک قول میں یہ جائز ہے، بشرطیکہ مسلمان طبیب یہ خبر دے کہ یہ دوا متعین ہے اس کے سوا اور کوئی علاج نہیں ہے۔[5]

---

[1] مولانا وقار الدین کراچی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر ج ۴ ص ۵۰۲، مطبوعہ دار المعارف ۱۹۷۴ء

[5] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱۰ ص ۳۴۹۲ - ۳۴۹۱، مطبوعہ القاہرہ ۱۴۰۳ھ

خمر کو سرکہ بنانے پر علامہ نووی کے اعتراض کا جواب

فقہاء احناف کے نزدیک خمر کو سرکہ بنانا اور سرکہ بنا کر استعمال کرنا جائز ہے[1] علامہ نووی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ صحابہ کرام نے شراب بہادی تھی اگر شراب کو سرکہ بنانا جائز ہوتا تو آپ ان کو بہانے سے منع فرما دیتے اور سرکہ بنانے کی ہدایت دیتے کیونکہ آپ صحابہ کی خیر خواہی پر حریص تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شروع میں خمر کے سلسلے میں بہت شدت کی گئی تھی حتیٰ کہ ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا تھا جن میں شراب بنائی جاتی تھی اس وجہ سے آپ نے شراب بہانے سے منع نہیں کیا اور خمر جب سرکہ بن گئی تو اس کی ماہیت بدل گئی اب اس پر سرکہ کے احکام جاری ہوں گے۔ خمر کے احکام جاری نہیں ہوں گے علامہ نووی لکھتے ہیں یہ اختلاف اس وقت ہے جب خمر کو سرکہ بنایا جائے لیکن اگر شراب خود بخود سرکہ بن جائے تو ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے اور اگر شراب کو سرکہ بنایا جائے تو صرف امام ابوحنیفہ اور اوزاعی کے نزدیک جائز ہے اور ایک روایت میں امام مالک کے نزدیک بھی جائز ہے، امام شافعی اور امام احمد اس کو بہر حال ناجائز کہتے ہیں[2]

بَابُ ۵۱ تَحْرِيْمِ بَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ

شراب، مُردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کا حرام ہونا

۳۹۳۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ يُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَتُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں فتح مکہ کے سال یہ فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے خمر، مردار اور بتوں کی بیع کو حرام کر دیا ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! یہ فرمائیے کہ مُردار کی چربی کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اس کو کشتیوں پر ملا جاتا ہے اور کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ (چراغ جلا کر) اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں، وہ حرام ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر مُردار کی چربیوں کو حرام کیا تو انھوں نے اس کو پگھلا کر بیچ دیا اور اس کی قیمت کھالی۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۹ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهَا أَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَأَكَلُوْا ثَمَنَهُ۔

۳۹۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا الضَّحَّاكُ يَعْنِيْ أَبَا عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ أَبِيْ حَبِيْبٍ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ۔

امام مسلم نے متعدد اسانید کے ساتھ حضرت جابر رضی عنہ سے اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کیا ہے۔

۳۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ بَكْرٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ بَلَغَ عُمَرَ أَنَّ سَمُرَةَ بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ سَمُرَةَ أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُوْمُ فَحَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ سمرہ نے شراب فروخت کی ہے، تو انھوں نے فرمایا سمرہ پر خدا کی مار ہو کیا اس کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تھی انھوں نے اس کو پگھلا کر بیچ دیا۔

۳۹۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

عمرو بن دینار سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

۳۹۴۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الشُّحُومَ فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے، اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی تھی، انھوں نے اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھالی۔

۳۹۴۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ حُرِّمَ عَلَيْهِمُ الشَّحْمُ فَبَاعُوهُ وَأَكَلُوا ثَمَنَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے ان پر چربی حرام کی گئی تھی، انھوں نے اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی۔

اللہ اور رسول کی طرف ضمیر واحد لوٹانے کی توجیہ

حدیث نمبر ۳۹۳۶ میں ہے: ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر الحدیث اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حرما بصیغہ تثنیہ ہوتا اس کا علامہ عینی نے یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر، اللہ تعالیٰ کے امر سے الگ اور مغائر نہیں ہے اس لیے واحد کے صیغہ سے ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں اس کی نظیر ہے: اللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (توبہ: ۶۲) نیز فرمایا: ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ (توبہ: ۳)[1]

آیا مردار کا صرف گوشت حرام ہے یا اس کے تمام اجزاء؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام شافعی اور امام احمد کا یہ نظریہ ہے کہ مُردار کا گوشت، اس کے بال، ناخن، کھال اور ہڈی تمام اجزاء نجس ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہ نظریہ ہے کہ جن اجزاء میں حیات نہیں ہوتی وہ موت سے نجس نہیں ہوتے، مثلاً بال، ناخن، سینگ، کھر، ـــــ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی اور ہاتھی کا دانت اس کی ہڈی ہے اور ہاتھی کا گوشت چونکہ کھایا نہیں جاتا اس لیے وہ مُردار ہے۔ پس

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵-۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ثابت ہوگیا کہ مُردار کی ہڈی پاک ہوتی ہے، نیز سنن دار قطنی میں حدیث ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کے صرف گوشت کو حرام کیا ہے، اس کی کھال، بال اور اُون میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز سنن دار قطنی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مُردار کی مشک کو جب رنگ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں، اور اس کے اُون، بال اور پٹھوں کو جب پانی سے دھو لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلی روایت کی سند میں ایک راوی عبدالجبار بن مسلم ہے اس کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابن حبان نے عبدالجبار کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں ایک راوی یوسف بن ابی اسفر ہے اس کو دار قطنی نے متروک الحدیث کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جرح مبہم ہے جو اصولیین کے نزدیک غیر مقبول ہے۔[1]

کیا مُردہ انسان کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز ہے؟

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ مردہ انسان کی بیع حرام ہے خواہ وہ مُردہ مسلمان ہو یا کافر، مردہ مسلمان کی بیع اس کے شرف اور فضیلت کی وجہ سے حرام ہے حتیٰ کہ اس کے بال اور کھال سے نفع اٹھانا بھی جائز نہیں ہے، اور مُردہ کافر کی بیع کی ممانعت پر یہ دلیل ہے کہ ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے کہ نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ جب خندق میں داخل ہوا اور اس کو قتل کر دیا گیا تو مشرکین نے اس کی لاش کو خریدنا چاہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں اس کے جسم کی ضرورت ہے نہ اس کی قیمت کی۔[2]

فتاویٰ اسلامیہ مصریہ میں ہے:

قال الحنفیۃ علی ماجاء فی الدر المختار للحصکفی وحاشیۃ رد المحتار لابن عابدین فی الجزء الخامس، ان لحم الانسان لایباح فی حال الاضطرار ولوکان میتا للکرامۃ المقررۃ فی قولہ تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم۔[3]

حصکفی کی درمختار اور ابن عابدین کا جو اس پر ردالمحتار حاشیہ ہے اس کی پانچویں جلد میں تصریح ہے کہ فقہاء حنفیہ نے کہا ہے کہ حال اضطرار میں بھی انسان کا گوشت مباح نہیں ہے، خواہ انسان مُردہ ہو کیونکہ اس کی کرامت ثابت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے بنو آدم کو عزت دی ہے

اس مسئلہ پر مکمل اور مفصل بحث ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب الجنائز میں کر چکے ہیں، خصوصاً اہل علم کے لیے یہ بحث لائق مطالعہ ہے۔ اس بحث میں ہم نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

حیلہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۳۹۳۸ میں ہے: اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے ان پر چربی حرام کی گئی تھی، انھوں نے اس کو پگھلا کر بیچ دیا۔ اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیلہ کرنا ناجائز ہے، کیونکہ بنو اسرائیل نے چربی فروخت کرنے کے لیے حیلہ کیا تو ان کی مذمت کی گئی اسی طرح انھوں نے مچھلیوں کو حیلہ سے اتوار کے دن شکار کیا تو اس وجہ سے ان پر عذاب آیا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بنو اسرائیل نے حیلہ نہیں کیا تھا بلکہ بعینہٖ حرام کا ارتکاب

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۵۵، " " "

[3] الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، ج ۱۰ ص ۳۵۵۹، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۳ھ

کیا تھا۔ کیونکہ چربی پگھلانے کے بعد بھی چربی ہی رہتی ہے اور ہفتہ کے دن شکار منع تھا۔ وہ ہفتہ کے دن ایک نالی کے راستہ مچھلیوں کو ایک حوض میں جمع کر لیتے اور اتوار کو ان کا شکار کر لیتے، ان کا مچھلیوں کو حوض میں جمع کر لینا ہی مچھلیوں کا شکار کرنا تھا۔ اس لیے یہ حیلہ نہیں ہے۔

شریعت کے بہت سے احکام حیلہ پر مبنی ہیں اور حیلہ کا انکار کرنا، احکام شرعیہ کا انکار کرنا ہے۔ علامہ شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے حیلہ کی دو قسمیں ہیں، مستحسن اور مکروہ اور ان کی حسب ذیل تعریفیں کی ہیں:

ما یتخلص به الرجل من الحرام او یتوصل به الی الحلال من الحیل فهو حسن وانما یکره ذلك ان یحتال فی حق لرجل حتی یبطله او فی باطل حتی یموهه او فی حق حتی یدخل فیه شبهة فما کان علی هذا السبیل فهو مکروه [1]

جس حیلہ کی وجہ سے انسان حرام سے چھٹکارا پائے یا جس حیلہ کی وجہ سے حلال چیز کو حاصل کرے وہ مستحسن ہے اور حیلہ اس وقت مکروہ ہے جب حیلہ کر کے کسی شخص کے حق کو باطل کرے یا حیلہ کر کے کسی باطل کو حق کر کے دکھلائے یا حیلہ کر کے کسی حق میں شبہ ڈالے، اس قسم کے حیلے مکروہ ہیں۔

قرآن مجید سے حیلہ کا ثبوت

وخذ بیدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث۔ (ص: ۴۴)

اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو پکڑو اور اس کے ساتھ مارو اور اپنی قسم نہ توڑو۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سو تنکوں والی ایک جھاڑو مار دو۔ اور اپنی قسم نہ توڑو۔

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقایة فی رحل اخیه۔ (یوسف: ۷۰)

پھر جب ان کا سامان تیار کیا تو (شاہی) پیالہ اپنے بھائی کی بوری میں رکھ دیا۔

قرآن مجید کے مطابق حضرت یوسف علیہ السلام کے ملکی قانون کی رو سے جس شخص کے سامان سے مسروقہ مال برآمد ہو اس شخص کو پکڑ لیا جاتا تھا، اس حیلہ کے ذریعہ حضرت یوسف اپنے بھائی کو روک سکتے تھے، حضرت یوسف کو یہ حیلہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم کیا تھا کذلك کدنا لیوسف (یوسف: ۷۶) یہ آیت بھی حیلہ کے جواز اور استحسان پر واضح دلیل ہے۔

حدیث سے حیلہ کا ثبوت

علامہ سرخسی نے حیلہ کے جواز پر احادیث اور آثار کو پیش کیا ہے ہم اس سلسلہ میں ایک واضح حدیث کو پیش کر رہے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاءه بتمر جنیب فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو عامل بنا کر خیبر بھیجا، وہ بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۳۰ ص ۲۱۰ مطبوعہ دار المعرفۃ، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

اکل تمر خیبر ھکذا، قال لا و اللہ یا رسول اللہ انا لنا خذ الصاع من ھذا بالصاعین والصاعین بالثلاثۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تفعل بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم جنیبا [1]

نے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا: نہیں، بخدا، یا رسول اللہ ہم دو صاع کھجوریں دے کر ایک صاع ایسی کھجوریں لیتے ہیں اور تین صاع کھجوریں دے کر دو صاع ایسی کھجوریں لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو، سب کھجوریں دراہم کے بدلے بیچ دو، پھر دراہم سے عمدہ کھجوریں خرید لو۔

باب ۵۱۲ الربا

سود کا بیان

۳۹۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے عوض صرف برابر برابر فروخت کرو اور بعض سونے کے عوض کم سونا فروخت مت کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض صرف برابر برابر فروخت کرو اور بعض چاندی کو کم چاندی کے عوض فروخت مت کرو اور ان میں سے کسی کو ادھار مت فروخت کرو۔

۳۹۴۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَأْثُرُ هَذَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رِوَايَةِ قُتَيْبَةَ فَذَهَبَ عَبْدُ اللهِ وَنَافِعٌ مَعَهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ رُمْحٍ قَالَ نَافِعٌ فَذَهَبَ عَبْدُ اللهِ

نافع کہتے ہیں کہ بنو لیث کے ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ قتیبہ کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر اور نافع اس شخص کے ساتھ گئے اور ابن رمح کی حدیث میں ہے کہ نافع نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر گئے اور میں اور لیثی ان کے ساتھ تھے۔ حتی کہ ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری کے پاس تشریف لے گئے، حضرت ابن عمر نے کہا اس شخص نے مجھ سے یہ کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں چاندی

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

وَأَنَا مَعَهُ وَاللَّيْثِيُّ حَتَّى دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا أَخْبَرَنِي أَنَّكَ تُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَعَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَأَشَارَ أَبُو سَعِيدٍ بِإِصْبَعَيْهِ إِلَى عَيْنَيْهِ وَأُذُنَيْهِ فَقَالَ أَبْصَرَتْ عَيْنَايَ وَسَمِعَتْ أُذُنَايَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا شَيْئًا غَائِبًا مِنْهُ بِنَاجِزٍ إِلَّا يَدًا بِيَدٍ

کو برابر برابر کے سوامت فروخت کرو اور سونے کو سونے کے عوض برابر برابر کے سوامت فروخت کرو، تو حضرت ابوسعید نے اپنی انگلیوں سے اپنی آنکھوں اور کانوں کیطرف اشارہ کرکے فرمایا: میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سُنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض برابر برابر کے سوامت فروخت کرو اور چاندی کو چاندی کے عوض برابر برابر کے سوامت فروخت کرو، اور بعض چاندی کو کم چاندی کے عوض مت فروخت کرو، اور ہاتھ کے ہاتھ فروخت کرو اور ادھار مت فروخت کرو۔

۳۹۴۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

۳۹۴۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر برابر ناپ اور تول دونوں میں مساوی ہوں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ وَلَا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَآءً بِسَوَآءٍ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے بدلے میں اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں مت فروخت کرو۔

۳۹۴۶- حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَهَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالُوْا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ اَنَّهٗ سَمِعَ مَالِكَ بْنَ اَبِيْ عَامِرٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيْعُوا الدِّيْنَارَ بِالدِّيْنَارَيْنِ وَلَا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ۔

مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں، میں یہ کہتا ہوا آیا کہ درہم کون فروخت کرتا ہے؟ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا درآں حالیکہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس تھے، ہمیں اپنا سونا دکھاؤ، اور پھر آنا جب ہمارا نوکر آئے گا تو ہم تمہیں (قیمت) دے دیں گے، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا: ہرگز نہیں، تم اس کو چاندی ابھی دو، ورنہ اس کا سونا واپس کر دو! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: چاندی سونے کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو، اور گندم، گندم کے بدلے سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جَو، جَو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے، مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

۳۹۴۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسِ ابْنِ الْحَدَثَانِ اَنَّهٗ قَالَ اَقْبَلْتُ اَقُوْلُ مَنْ يَّصْطَرِفُ الدَّرَاهِمَ فَقَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَهُوَ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَرِنَا ذَهَبَكَ ثُمَّ ائْتِنَا اِذَا جَآءَ خَادِمُنَا نُعْطِيْكَ وَرِقَكَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كَلَّا وَاللّٰهِ لَتُعْطِيَنَّهٗ وَرِقَهٗ اَوْ لَتَرُدَّنَّ اِلَيْهِ ذَهَبَهٗ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوَرِقُ بِالذَّهَبِ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا اِلَّا هَآءَ وَهَآءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا اِلَّا

هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۴۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

۳۹۴۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ قَالَ قَالُوا أَبُو الْأَشْعَثِ أَبُو الْأَشْعَثِ فَجَلَسَ فَقُلْتُ لَهُ حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ نَعَمْ غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَامَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ عَيْنًا بِعَيْنٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا فَبَلَغَ ذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں شام میں لوگوں کے ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا جس میں مسلم بن یسار بھی تھے، اتنے میں ابو الاشعث آ گئے، راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا ابو الاشعث (آ گئے) جب وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا ہمارے ان بھائیوں کو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث سناؤ، انہوں نے کہا اچھا: ہم ایک جہاد میں گئے جس میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سردار تھے۔ ہم کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا جس میں چاندی کا ایک برتن بھی تھا۔ حضرت معاویہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اس کو لوگوں کی تنخواہوں میں فروخت کر دیں، لوگوں نے اس کو لینے میں جلدی کی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے اٹھ کر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے سونے کی بیع سونے کے عوض، چاندی کی بیع چاندی کے عوض، گندم کی گندم کے عوض، جَو کی جَو کے عوض، کھجور کی کھجور کے عوض اور نمک کی نمک کے عوض بیع سے منع فرمایا ہے البتہ جو برابر برابر اور نقد بہ نقد ہو، سو جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا وہ سود ہو گیا، پس لوگوں نے جو کچھ لیا تھا وہ واپس کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث بیان کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ کی مجلس میں رہے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَادِيْثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهٗ وَنَصْحَبُهٗ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ فَقَامَ عُبَادَةُ فَاَعَادَ الْقِصَّةَ فَقَالَ لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَرِهَهٗ مُعَاوِيَةُ اَوْ قَالَ وَاِنْ رَغِمَ مَا اُبَالِيْ اَنْ لَّا اَصْحَبَهٗ فِيْ جُنْدِهٖ لَيْلَةَ سَوْدَآءَ قَالَ حَمَّادٌ هٰذَا اَوْ نَحْوَهٗ۔

ہیں اور ہم نے آپ سے ایسی احادیث نہیں سنیں۔ حضرت عبادہ نے کھڑے ہو کر پھر قصہ دہرایا اور کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث سنی ہیں ہم ضرور بیان کریں گے خواہ حضرت معاویہ کو ناپسند ہو یا کہا خواہ ان کی ناک خاک میں آلودہ ہو۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں معاویہ کے لشکر کی تاریک راتوں میں اس کے ساتھ نہ رہوں، حماد نے بھی یہی یا اس کی مثل کہا ہے۔

۳۹۵۰۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۳۹۵۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّآءِ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنِ الْاَشْعَثِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ سَوَآءً بِسَوَآءٍ يَدًا بِيَدٍ فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْاَصْنَافُ فَبِيْعُوْا كَيْفَ شِئْتُمْ اِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کی بیع سونے کے عوض، اور چاندی کی بیع چاندی کے عوض اور گندم کی بیع گندم کے عوض اور جو کی بیع جو کے عوض اور کھجور کی بیع کھجور کے عوض اور نمک کی بیع نمک کے عوض برابر برابر اور نقد بہ نقد ہو اور جب یہ اقسام مختلف ہو جائیں تو پھر جس طرح چاہو بیچو بشرطیکہ نقد بہ نقد ہو۔

۳۹۵۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيُّ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے میں سونا، چاندی کے بدلے میں چاندی، گندم

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃُ بِالْفِضَّۃِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی اَلْاٰخِذُ وَالْمُعْطِیْ فِیْہِ سَوَآءٌ۔

کے بدلے میں گندم، جَو کے بدلے میں جَو، کھجور کے بدلے میں کھجور اور نمک کے بدلے میں نمک برابر برابر اور نقد بہ نقد (فروخت کرو) جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی کاروبار کیا، اس میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔

۳۹۵۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ قَالَ اَنَا سُلَیْمَانُ الرَّبِیْعِیُّ قَالَ نَا اَبُو الْمُتَوَکِّلِ النَّاجِیُّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلذَّھَبُ بِالذَّھَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَذَکَرَ بِمِثْلِہٖ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے میں سونا برابر پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۳۹۵۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَآءِ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَا نَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْحِنْطَۃُ بِالْحِنْطَۃِ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ یَدًا بِیَدٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ اَرْبٰی اِلَّا مَا اخْتَلَفَتْ اَلْوَانُہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور کے بدلے میں کھجور، گندم کے بدلے میں گندم، جَو کے بدلے میں جَو اور نمک کے بدلے میں نمک برابر اور نقد بہ نقد (فروخت کرو) جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سودی کاروبار کیا الّا یہ کہ اقسام بدل جائیں۔

۳۹۵۵۔ حَدَّثَنِیْہِ اَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ قَالَ نَا الْمُحَارِبِیُّ عَنْ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ یَدًا بِیَدٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے مگر اس میں نقد بہ نقد کا ذکر نہیں ہے۔

۳۹۵۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نُعْمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ اَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے میں سونا تول کر برابر برابر چاندی کے بدلے میں چاندی تول کر برابر برابر فروخت کرو، جس نے زیادہ دیا، یا زیادہ لیا تو وہ زیادتی سود ہے۔

۳۹۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَبِيْ تَمِيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنَارُ بِالدِّيْنَارِ وَلَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ لَا فَضْلَ بَيْنَهُمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینار کے بدلے میں دینار (فروخت کرو) اور کسی کو زیادہ مت دو اور درہم کو درہم کے بدلے میں (فروخت کرو) اور کسی کو زیادہ مت دو۔

۳۹۵۸۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَبِيْ تَمِيْمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۳۹۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ بَاعَ شَرِيْكٌ لِيْ وَرِقًا بِنَسِيْئَةٍ اِلَى الْمَوْسِمِ اَوْ اِلَى الْحَجِّ فَجَاءَ اِلَيَّ فَاَخْبَرَنِيْ فَقُلْتُ هٰذَا اَمْرٌ لَا يَصْلُحُ قَالَ قَدْ بِعْتُهٗ فِي السُّوْقِ فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ اَحَدٌ فَاَتَيْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ قَدِمَ

ابوالمنہال کہتے ہیں کہ میرے ایک شریک نے حج کے موسم یا حج تک چاندی ادھار بیچی، پھر وہ آیا اور مجھے اس بات کی اطلاع دی، میں نے کہا یہ چیز صحیح نہیں ہے، اس نے کہا میں نے بازار میں یہ بیع کی تھی اور کسی نے اس سلسلے میں مجھ پر اعتراض نہیں کیا، پھر میں براء بن عازب کے پاس گیا اور ان سے مسئلہ پوچھا، انھوں نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ہم اس طرح کی بیع کرتے تھے، آپ نے فرمایا جو نقد ہو اس میں

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَنَحْنُ نَبِيْعُ هٰذَا الْبَيْعَ فَقَالَ مَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَمَا كَانَ نَسِيْئَةً فَهُوَ رِبًا وَأْتِ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ تِجَارَةً مِنِّيْ فَأَتَيْتُهٗ فَسَأَلْتُهٗ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

کوئی حرج نہیں اور جو ادھار ہو وہ سود ہے۔ اور تم حضرت زید بن ارقم کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ تجارت کرتے ہیں میں ان کے پاس گیا اور ان سے سوال کیا انھوں نے بھی ایسا ہی کہا۔

۳۹۶۰- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبٍ سَمِعَ أَبَا الْمِنْهَالِ يَقُوْلُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ سَلْ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ فَهُوَ أَعْلَمُ فَسَأَلْتُ زَيْدًا فَقَالَ سَلِ الْبَرَاءَ فَإِنَّهٗ أَعْلَمُ ثُمَّ قَالَا نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ دَيْنًا۔

ابو المنہال کہتے ہیں میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صرف (سونے، چاندی کی بیع) کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے کہا حضرت زید بن ارقم مجھ سے زیادہ جانتے ہیں ان سے سوال کرو، میں نے حضرت زید سے سوال کیا، انھوں نے کہا حضرت براء بن عازب سے سوال کرو وہ زیادہ عالم ہیں، پھر ان دونوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے بدلے میں چاندی کی ادھار بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۳۹۶۱- حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَأَمَرَنَا أَنْ نَشْتَرِيَ الْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا وَنَشْتَرِيَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا قَالَ فَسَأَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کے بدلے میں چاندی اور سونے کے بدلے میں سونے کی بیع سے منع فرمایا الّا یہ کہ برابر برابر ہو اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کے بدلے چاندی کو جس طرح چاہیں خریدیں، اور چاندی کے بدلے سونا جس طرح چاہیں خریدیں۔ ایک شخص نے سوال کیا تو کہا نقد بہ نقد اور کہا میں نے اسی طرح سنا ہے۔

۳۹۶۲- حَدَّثَنِيْ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِيْ إِسْحَاقَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرَةَ أَخْبَرَهٗ أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ قَالَ نَهَانَا

حضرت ابوبکرہ نے کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے پھر حسب سابق حدیث ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

۳۹۶۳۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ سَرْحٍ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عِلَاجَ بْنَ رَبَاحٍ التُّجِيْبِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ فُضَالَةَ ابْنَ عُبَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِخَيْبَرَ بِقِلَادَةٍ فِيْهَا خَرَزٌ وَّذَهَبٌ وَهِيَ مِنَ الْمَغَانِمِ تُبَاعُ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالذَّهَبِ الَّذِيْ فِي الْقِلَادَةِ فَنُزِعَ وَحْدَهٗ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ۔

فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں مال غنیمت کا ایک ہار لایا گیا جس میں پتھر کے نگینے اور سونا تھا، اس کو فروخت کیا جا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار سے سونے کو نکالنے کا حکم دیا، پس صرف سونے کو نکال لیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے میں سونا برابر، برابر تول کے فروخت کریں۔

۳۹۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ اَبِيْ شُجَاعٍ نَا سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اشْتَرَيْتُ يَوْمَ خَيْبَرَ قِلَادَةً بِاثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا فِيْهَا ذَهَبٌ وَخَرَزٌ فَفَصَّلْتُهَا فَوَجَدْتُّ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ اِثْنَيْ عَشَرَ دِيْنَارًا فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تُبَاعُ حَتّٰى تُفَصَّلَ۔

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ خیبر میں بارہ دینار کا ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور پتھر کے نگینے تھے جب میں نے ہار سے سونا الگ کیا تو وہ سونا بارہ دینار سے زیادہ تھا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا سونے کو جدا کیے بغیر نہ بیچا جائے۔

۳۹۶۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنِ الْجَلَّاحِ ح قَالَ حَدَّثَنِي حَنَشٌ الصَّنْعَانِيُّ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ خَيْبَرَ نُبَايِعُ الْيَهُودَ الْأُوقِيَّةَ الذَّهَبَ بِالدِّينَارَيْنِ وَالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا وَزْنًا بِوَزْنٍ.

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ایک اوقیہ سونے کی یہودیوں سے دو اور تین دینار کے عوض بیع کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے میں بغیر برابر برابر وزن کے فروخت نہ کریں۔

۳۹۶۷ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حُرَّةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَعَافِرِيِّ وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ عَامِرَ بْنَ يَحْيَى الْمَعَافِرِيَّ أَخْبَرَهُمْ عَنْ حَنَشٍ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا مَعَ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي غَزْوَةٍ فَصَارَتْ إِلَيَّ وَلِأَصْحَابِي قِلَادَةٌ فِيهَا ذَهَبٌ وَوَرِقٌ وَجَوْهَرٌ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهَا فَسَأَلْتُ فُضَالَةَ بْنَ عُبَيْدٍ فَقَالَ انْزِعْ ذَهَبَهَا فَاجْعَلْهُ فِي كِفَّةٍ وَاجْعَلْ ذَهَبَكَ فِي كِفَّةٍ ثُمَّ لَا تَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَأْخُذَنَّ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ.

حنش کہتے ہیں کہ ہم حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، سو میرے اور میرے ساتھیوں کے حصے میں ایک ہار آیا جس میں سونا، چاندی اور جواہر تھے، میں نے اس کو خریدنا چاہا، میں نے فضالہ بن عبید سے پوچھا، انھوں نے کہا سونا الگ کر کے ایک پلڑے میں رکھو اور اپنا سونا ایک پلڑے میں رکھو، پھر برابر کے سوا مت خریدنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ برابر کے سوا نہ لے۔

۳۹۶۸ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ح قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ

معمر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے غلام کو ایک صاع گندم دے کر بھیجا اور کہا اس کو بیچ کر اس کے بدلے میں جَو خرید لینا، غلام گیا اور اس نے ایک صاع

قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ اَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ اَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيْدٍ حَدَّثَهُ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهُ اَرْسَلَ غُلَامَهُ بِصَاعِ قَمْحٍ فَقَالَ بِعْهُ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ شَعِيْرًا فَذَهَبَ الْغُلَامُ فَاَخَذَ صَاعًا وَزِيَادَةَ بَعْضِ صَاعٍ فَلَمَّا جَاءَ مَعْمَرًا اَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ مَعْمَرٌ لِمَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ انْطَلِقْ فَرُدَّهُ وَلَا تَاْخُذَنَّ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَاِنِّيْ كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الطَّعَامُ بِالطَّعَامِ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَكَانَ طَعَامُنَا يَوْمَئِذٍ الشَّعِيْرُ قِيْلَ فَاِنَّهُ لَيْسَ بِمِثْلِهِ مَتَاعَ فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُضَارِعَ

سے زیادہ (جَو) خرید لیے اور جب معمر آئے تو ان کو اس کی خبر دی، معمر نے کہا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جاؤ جا کر اسے واپس کرو، اور صرف برابر برابر لینا کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنتا رہا ہوں کہ طعام کے بدلے طعام برابر برابر (فروخت کرو) اور ان دنوں ہمارا طعام جَو تھے، ان سے کہا گیا کہ گندم اور جَو ایک مثل تو نہیں ہیں، انھوں نے مجھے اس کے مشابہ ہونے کا خوف ہے۔

۳۹۶۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يُحَدِّثُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَدَّثَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَخَا بَنِيْ عَدِيٍّ الْاَنْصَارِيَّ فَاسْتَعْمَلَهُ عَلٰى خَيْبَرَ فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عدی انصاری کے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنا کر بھیجا، وہ عمدہ کھجوریں لے کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا نہیں، یا رسول اللہ! ہم دو صاع ردی کھجوریں دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں خریدتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح نہ کرو، لیکن برابر برابر کی بیع کرو یا اس کو فروخت کر دو، اور اس کی قیمت سے اس کو خرید لو، اسی طرح تول میں بھی برابری رکھو۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلُوْا وَلٰكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ اَوْ بِيْعُوْا هٰذَا وَاشْتَرُوْا بِثَمَنِهٖ مِنْ هٰذَا وَكَذٰلِكَ الْمِيْزَانُ۔

۳۹۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰى خَيْبَرَ فَجَاءَهٗ بِتَمْرٍ جَنِيْبٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا لَنَاْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيْبًا۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا، وہ عمدہ کھجوریں لے کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں؟ اس نے کہا نہیں بخدا، یا رسول اللہ! ہم دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لیتے ہیں، اور تین صاع دے کر یہ دو صاع لیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح مت کرو، ردی کھجوروں کو دراہم کے بدلے بیچ دو پھر دراہم سے عمدہ کھجوریں خریدلو۔

۳۹۷۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْوَحَاظِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيْمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُمَا جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدٍ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ برنی کھجوریں لے کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ حضرت بلال نے جواب دیا میرے پاس ردی کھجوریں تھیں، میں نے اس میں سے دو صاع فروخت کر کے اس کے عوض یہ ایک صاع کھجوریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کے لیے لی ہیں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوہ: یہ تو بعینہٖ سود ہے، ایسا نہ کرو، لیکن جب تم کھجور خریدنا چاہو تو اپنی کھجوریں فروخت کر دو

الْغَافِرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدٍ يَقُوْلُ جَآءَ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَيْنَ هٰذَا فَقَالَ بِلَالٌ تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ اَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ سَهْلٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ عِنْدَ ذٰلِكَ۔

پھر اس (قیمت) سے دوسری کھجوریں خرید لو۔

۳۹۷۲۔ وَحَدَّثَنَا مَسْلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِيْ قَزَعَةَ الْبَاهِلِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَقَالَ مَا هٰذَا التَّمْرُ مِنْ تَمْرِنَا فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِعْنَا تَمْرَنَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ مِّنْ هٰذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا الرِّبَا فَرُدُّوْهُ ثُمَّ بِيْعُوْا تَمْرَنَا وَاشْتَرُوْا لَنَا مِنْ هٰذَا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں، آپ نے فرمایا ہماری کھجوروں کے مقابلہ میں یہ کیسی (اچھی) کھجوریں ہیں! ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ہم نے اپنی دو صاع کھجوریں دے کر یہ ایک صاع کھجوریں لی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سود ہے، ان کو واپس کر دو، ہماری کھجوریں فروخت کر دو، پھر ہمارے لیے یہ کھجوریں خرید لو۔

۳۹۷۳۔ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُرْزَقُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمیں کھجوریں دی جاتی تھیں وہ کھجور کی ایک ملی جلی (ردی) قسم تھی ہم اس کے دو صاع کو ایک صاع کے بدلے میں بیچ دیتے تھے۔

تَمْرَ الْجَمْعِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ فَكُنَّا نَبِيْعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا صَاعَيْ تَمْرٍ بِصَاعٍ وَلَا صَاعَيْ حِنْطَةٍ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمٍ بِدِرْهَمَيْنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی، آپ نے فرمایا دو صاع کھجوروں کو ایک صاع کھجوروں کے عوض مت فروخت کرو اور نہ دو صاع گندم کو ایک صاع گندم کے عوض اور نہ ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے۔

۳۹۷۴ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ أَيَدًا بِيَدٍ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَا بَأْسَ بِهِ فَأَخْبَرْتُ أَبَا سَعِيْدٍ فَقُلْتُ إِنِّيْ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ أَيَدًا بِيَدٍ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا بَأْسَ بِهِ قَالَ أَوَ قَالَ ذٰلِكَ إِنَّا سَنَكْتُبُ إِلَيْهِ فَلَا يُفْتِيْكُمُوْهُ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ جَاءَ بَعْضُ فِتْيَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَأَنْكَرَهُ فَقَالَ كَانَ هٰذَا لَيْسَ مِنْ تَمْرِ أَرْضِنَا قَالَ كَانَ فِيْ تَمْرِ أَرْضِنَا أَوْ فِيْ تَمْرِنَا الْعَامَ بَعْضُ الشَّيْءِ فَأَخَذْتُ هٰذَا وَزِدْتُ بَعْضَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ أَرْبَيْتَ لَا تَقْرَبَنَّ هٰذَا إِذَا رَابَكَ مِنْ تَمْرِكَ شَيْءٌ فَبِعْهُ ثُمَّ اشْتَرِ الَّذِيْ تُرِيْدُ مِنَ التَّمْرِ

ابو نضرہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صرف کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے پوچھا: کیا نقد بہ نقد، میں نے کہا ہاں حضرت ابن عباس نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں، میں نے یہ جواب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ میں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس سے بیع صرف کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا کیا نقد بہ نقد؟ میں نے کہا ہاں، انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابو سعید نے کہا کیا واقعی حضرت ابن عباس نے اس طرح کہا ہے؟ ہم ان کی طرف لکھتے ہیں وہ تمہیں ایسا فتویٰ نہیں دیں گے، حضرت ابو سعید نے کہا بخدا بعض جوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں لے کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کھجوریں دیکھ کر تعجب ہوا، آپ نے فرمایا یہ ہمارے علاقے کی کھجوریں تو نہیں ہیں، انھوں نے کہا اس سال ہمارے علاقے کی کھجوروں میں کچھ نقص تھا۔ میں نے یہ کھجوریں لیں اور ان کے بدلے میں کچھ زیادہ کھجوریں دیں، آپ نے فرمایا تم نے زیادہ کھجوریں دیں۔ تم نے سود دیا، اب اس کے قریب نہ جانا، جب تمہیں اپنی کھجوروں میں کچھ کمی محسوس ہو تو ان کو فروخت کر دینا، پھر جو کھجوریں پسند ہوں وہ خرید لینا۔

۳۹۷۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ

ابو نضرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر اور

قَالَ اَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ اَنَا دَاوٗدُ عَنْ اَبِیْ نَضْرَةَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ فَلَمْ یَرَ بِهٖ بَاْسًا فَاِنِّیْ لَقَاعِدٌ عِنْدَ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَسَاَلْتُهٗ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَ مَا زَادَ فَهُوَ رِبًا فَاَنْكَرْتُ ذٰلِكَ لِقَوْلِهِمَا فَقَالَ لَا اُحَدِّثُكَ اِلَّا مَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَهٗ صَاحِبُ نَخْلَةٍ بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ طَیِّبٍ وَّ كَانَ تَمْرُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اللَّوْنَ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنّٰی لَكَ هٰذَا قَالَ انْطَلَقْتُ بِصَاعَیْنِ فَاشْتَرَیْتُ بِهٖ هٰذَا الصَّاعَ فَاِنَّ سِعْرَ هٰذَا فِی السُّوْقِ كَذَا وَ سِعْرَ هٰذَا كَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلَكَ اَرْبَیْتَ اِذَا اَرَدْتَّ ذٰلِكَ فَبِعْ تَمْرَكَ بِسِلْعَةٍ ثُمَّ اشْتَرِ بِسِلْعَتِكَ اَیَّ تَمْرٍ شِئْتَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ اَحَقُّ اَنْ یَّكُوْنَ رِبًا اَمِ الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ قَالَ فَاَتَیْتُ ابْنَ عُمَرَ بَعْدُ فَنَهَانِیْ وَلَمْ اٰتِ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ فَحَدَّثَنِیْ اَبُو الصَّهْبَآءِ اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَكَرِهَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا تھا تو انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، میں نے ان سے بیع صرف کے بارے میں سوال کیا۔ انھوں نے کہا اس میں زیادتی سود ہے، میں نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے جو سنا ہوا تھا اس وجہ سے حضرت ابوسعید کے قول کا انکار کیا حضرت ابوسعید نے کہا میں نے تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے علاوہ اور کچھ نہیں بتایا۔ ایک کھجور والا آپ کے پاس ایک صاع اچھی کھجوریں لے کر آیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کھجوریں بھی اس رنگ کی تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ انھوں نے کہا میں دو صاع کھجوریں لے گیا اور ان کے بدلے میں یہ ایک صاع کھجوریں لایا ہوں، کیونکہ اس کا بازار میں بھاؤ اتنا ہے اور اس کا بازار میں بھاؤ اتنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم نے سود دیا، جب تم ایسا کرنا چاہو تو اپنی کھجوروں کو ایک سودے میں فروخت کر دو، پھر اس کی قیمت سے جس قسم کی کھجوریں چاہو خرید لو، ابوسعید نے کہا یہ بتاؤ کہ کھجور کے بدلے میں کھجور سود ہونے کی زیادہ حقدار ہے یا چاندی کے بدلے میں چاندی! ابونضرہ کہتے ہیں پھر میں حضرت ابن عمر کے پاس گیا تو انھوں نے بھی اس سے منع کیا، اور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس نہیں گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے ابوصہبا نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس سے مکہ میں سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کو ناپسند فرمایا۔

۳۹۷۶۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ مِثْلًا بِمِثْلٍ مَنْ زَادَ أَوِ ازْدَادَ فَقَدْ أَرْبَى فَقُلْتُ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ غَيْرَ هَذَا قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ هَذَا الَّذِي تَقُولُ أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَجِدْهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ

ہیں کہ دینار کے بدلے میں دینار اور درہم کے بدلے میں درہم برابر برابر (فروخت کرو) جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو وہ سود ہے، راوی ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید سے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کے خلاف کہتے ہیں، حضرت ابو سعید نے کہا میری حضرت ابن عباس سے ملاقات ہوئی تھی میں نے ان سے کہا مجھے بتائیے آپ کیا چاہتے ہیں کیا اس بارے میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے یا کتاب اللہ میں ایسی کوئی آیت ہے! حضرت ابن عباس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث سنی ہے نہ میں نے یہ حکم کتاب اللہ میں دیکھا ہے لیکن مجھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود صرف ادھار میں ہے۔

۳۹۷۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود صرف ادھار میں ہے۔

إِنَّمَا الرِّبَوٰا فِي النَّسِيئَةِ.

۳۹۷۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ نَا بَهْزٌ قَالَا نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا ابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبَا فِيمَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ.

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نقد بہ نقد میں کوئی سود نہیں ہے۔

۳۹۷۹ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ نَا مَعْقِلٌ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لَقِيَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَقَالَ لَهُ أَرَأَيْتَ قَوْلَكَ فِي الصَّرْفِ شَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كُلًّا لَا أَقُولُ أَمَّا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِهِ وَأَمَّا كِتَابُ اللهِ فَلَا أَعْلَمُهُ وَلَكِنْ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الرِّبَا فِي النَّسِيئَةِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی حضرت ابو سعید نے ان سے کہا: یہ بتائیے کہ بیع صرف میں جو آپ فتویٰ دیتے ہیں آیا آپ نے یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا آپ نے اس کو اللہ عزوجل کی کتاب میں پایا ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا میں ان میں سے کوئی بات نہیں کہتا، رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو آپ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اور رہا کتاب اللہ کا معاملہ تو مجھے اس میں اس حکم کا علم نہیں، لیکن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود صرف ادھار میں ہے۔

۳۹۸۰ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے (راوی کہتے ہیں) میں نے کہا

عَنْ مُغِيرَةَ قَالَ سَأَلَ شِبَاكٌ إِبْرَاهِيمَ ذَحَدَّثَنَا عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَوا وَمُوكِلَهُ قَالَ قُلْتُ وَ كَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ قَالَ إِنَّمَا نُحَدِّثُ بِمَا سَمِعْنَا.

اور سود کا معاملہ لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر؟۔ حضرت ابن مسعود نے کہا ہم حدیث اتنی ہی بیان کرتے ہیں جتنی ہم نے سنی

۳۹۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا نَا هُشَيْمٌ أَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آكِلَ الرِّبَوا وَمُوكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، سود کھلانے والے پر، سود لکھنے والے اور سود کی گواہی دینے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔

ربوٰ کا لغوی معنی لغت میں ربوٰ کے معنی زیادتی، بڑھوتری اور بلندی ہیں، علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ اصل مال پر زیادتی کو ربوٰ کہتے ہیں۔ اور زجاج نے کہا ہے کہ ربوٰ کی دو قسمیں ہیں ایک ربوٰ حرام ہے اور دوسرا حرام نہیں ہے، ربوٰ حرام ہر وہ قرض ہے جس میں اصل رقم سے زیادہ وصول کیا جائے یا اصل رقم پر کوئی منفعت لی جائے اور ربوٰ غیر حرام یہ ہے کہ کسی کو ہدیہ دے کر اس سے زیادہ لیا جائے[1]

علامہ عینی نے شرح المہذب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ربوٰ کو الف، واؤ اور یا تینوں کے ساتھ لکھنا صحیح ہے یعنی ربا، ربوٰ اور ربی۔[2]

ربوٰ کا اصطلاحی معنی اصطلاح شرع میں ربوٰ کی دو قسمیں ہیں ربوٰ النسیئۃ (اس کو ربوٰ القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کو قرآن مجید نے حرام کیا ہے) اور ربوٰ الفضل (اس کو ربوٰ الحدیث بھی کہتے ہیں) ربوٰ الفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو، مثلاً چار کلوگرام گندم کو نقد آٹھ کلوگرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے۔ ربوٰ الفضل کن چیزوں میں ہے اس میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے، جس کو انشاء اللہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ ربوٰ النسیئۃ یہ ہے کہ ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ اصل رقم سے زیادہ وصول کرنا یا اس پر نفع وصول کرنا۔ آج کل دنیا میں جو سود رائج ہے اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے۔

---

[1] السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی نزیل مصر متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۴۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ ابن اثیر نے کہا ہے شریعت میں ربوٰ بغیر عقد بیع کے اصل مال پر زیادتی ہے اور ہمارے نزدیک ربوٰ یہ ہے کہ مال کے بدلے مال میں جو مال بلا عوض لیا جائے مثلاً کوئی شخص دس درہم کو گیارہ درہم کے بدلے میں فروخت کرے تو اس میں ایک درہم زیادتی بلا عوض ہے۔[1]

علامہ ابن اثیر نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئۃ پر صادق نہیں آتی اور علامہ عینی نے جو تعریف کی ہے وہ ربا النسیئۃ پر اس لیے صادق نہیں آتی کیونکہ اس میں اُدھار کا ذکر نہیں ہے اور چونکہ اس میں مجانست کی قید نہیں ہے اس لیے ربا الفضل پر بھی صادق نہیں آتی۔

ربا النسیئۃ کی صحیح اور واضح تعریف امام رازی نے کی ہے لکھتے ہیں: ربا النسیئۃ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور معروف تھا۔ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے، کہ وہ اس کے عوض ہر ماہ (یا ہر سال) ایک معین رقم لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی، مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ، مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا، اور اگر مقروض اصل رقم ادا نہ کر سکتا تو قرض خواہ مدت اور سود دونوں میں اضافہ کر دیتا یہ وہ ربا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔[2]

باب: ۴۸۴ میں انعامی بانڈز کی بحث میں ہم نے فقہاء اربعہ کے حوالوں سے ربوٰ النسیئۃ کی تعریفات ذکر کی ہیں۔

بینک کے سود کے مجوزین کے دلائل

معیشت کے بعض جدید مفکرین یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ربوٰ اس خاص سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ کوئی غریب شخص شادی، بیماری یا کفن دفن کی کسی نجی ضرورت میں کسی مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے اسی وجہ سے قرآن مجید میں اس سود کو حرام کیا گیا ہے لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعتکار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا اور تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہو جاتا ہے اس لیے اگر بینک کو وہ چودہ فیصد سود دیتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لیے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں۔ کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔ غرضیکہ زمانۂ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لینا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دینا ہے۔ وہ ربا غربا پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لیے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ناجائز ہونا چاہیے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ۔

[2] امام محمد بن ضیاء الدین فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

بینک کے سود جائز ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے روپے کی قدر (۱۹۶۶ء تا ۱۹۸۸ء) دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اجناس کی قیمت بڑھتی جا رہی ہے۔ اب سے بائیس سال پہلے (۱۹۶۶ء میں) سونا ایک سو روپیہ تولہ تھا، اصلی دیسی گھی پانچ روپیہ کلو، ڈالڈا دو روپیہ کلو، دیسی انڈا دو آنے کا، تنوری روٹی ایک آنے کی، دودھ آٹھ آنے کلو اور ڈاک کا لفافہ چھ پیسے (ڈیڑھ آنے کا) ملتا تھا اور اب (۱۹۸۸ء میں) سونا تین ہزار روپیہ تولہ، دیسی گھی ساٹھ ستر روپیہ کلو، ڈالڈا گھی اٹھارہ روپیہ کلو، دیسی انڈا دو روپیہ کا، تنوری روٹی ایک روپیہ کی، دودھ آٹھ روپیہ کلو اور ڈاک کا لفافہ اسی پیسے کا ہو گیا ہے۔ اس تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بائیس سال میں روپیہ کی قدر بارہ سے لے کر تیس گنا (بارہ سو فیصد سے لے کر تین ہزار فی صد تک) گر گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے بائیس سال پہلے بینک میں سو روپیہ رکھوایا تھا اب اس کی قیمت سات آٹھ روپیہ رہ گئی ہے اور اگر سونے کے بھاؤ سے تناسب کیا جائے تو اب ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ گیا ہے اگر اس سو روپیہ پر سال بہ سال بینک کا سود ملتا رہتا تو اس کی ساکھ کسی حد تک بحال رہتی اور جو لوگ بینک میں اپنی فاضل بچتوں کو جمع کراتے ہیں ان کا نقصان نہ ہوتا اس لیے بینک کا سود جائز ہونا چاہیے۔

مجوزین سود کے دلائل کے جوابات

اس سلسلہ میں پہلے یہ بات جان لینی چاہیے کہ قرآن مجید نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے، خواہ کبھی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو، خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ، اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کیے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

احل اللہ البیع وحرم الربوٰ۔ (بقرہ، ۲۷۵)

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوٰ ان کنتم مؤمنین۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ۔ (بقرہ، ۲۷۸-۲۷۹)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اگر تم مؤمن ہو تو (زمانۂ جاہلیت کا) باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو!

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود کو مطلقاً حرام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود مفرد کو بھی حرام کیا ہے اور لا تاکلوا الربوا اضعافا مضاعفۃ (آل عمران: ۱۳۰) "دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ" فرما کر سود مرکب کو بھی حرام کیا ہے اور ہر جگہ مطلقاً سود کو حرام کیا ہے اور نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا۔ علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے ثابت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا بھی عام رواج تھا۔

ابن جریر وذروا ما بقی من الربوٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کان ربا یتبایعون بہ فی الجاھلیۃ۔

یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانۂ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔

علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن السدی قال نزلت ھذہ الآیۃ فی العباس بن عبد المطلب

امام ابن جریر اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسناد کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت

ورجل من بنی المغیرۃ کان شریکین فی الجاھلیۃ یسلفان فی الربا الی ناس من ثقیف من بنی وائلۃ اموال عظیمۃ فی الربا۔ [1]

عباس بن عبدالمطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یہ دونوں زمانۂ جاہلیت میں شریک تھے قرض پر مال دے رکھے تھے۔ جب اسلام آیا تو ان دونوں کا بڑا سرمایہ سود میں لگا ہوا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا عام رواج تھا اور اس کو الربوا کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے عموم کے صیغہ سے سود کی ممانعت کی ہے خواہ وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔

رہا دوسرا اعتراض کہ بینک کے سود کے ناجائز قرار دینے کی بناء پر افراط زر کی وجہ سے روپیہ کی قدر گر جاتی ہے اور اگر بینک سے سود نہ لیا جائے تو بائیس سال میں بینک میں رکھوایا ہوا ایک سو روپیہ سوا تین روپے کا رہ جائے گا۔

اور یہ نقصان بینک سے سود نہ لینے کی وجہ سے ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے سے ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے اور اس کے منع کردہ کام سے بچنے کی وجہ سے اگر ہمیں کوئی مادی نقصان ہوتا ہے تو ہمیں اس کو خوشی سے گوارا کرنا چاہیے۔ مسلمان کے نزدیک نفع اور نقصان کا معیار دنیاوی اور مادی اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اخروی اور معنوی اعتبار سے ہے۔ دنیاوی اور مادی اعتبار سے تو زکوٰۃ، قربانی اور حج کے لیے زر کثیر خرچ کرنا بھی ـــــ مال کا ضیاع اور نقصان ہے تو کیا اس مادی نقطۂ نظر سے ان تمام مالی عبادات کو خیر باد کہہ دیا جائے گا؟ اور جب مسلمان مالی عبادات کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو سود کھا کر اللہ اور رسول سے اعلانِ جنگ کے لیے کیسے تیار ہو سکتے ہیں؟ ایک سچے مسلمان کے نزدیک سود چھوڑنے کی وجہ سے روپے کی قدر کا کم ہو جانا خسارہ نہیں ہے بلکہ اصل خسارہ یہ ہے کہ سود لینے کی وجہ سے آخرت برباد ہو جائے!

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ نقصان دراصل ہماری ایک اجتماعی تقصیر کی سزا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے اسلامی طریقہ مضاربت کو رواج نہیں دیا، کرنا یہ چاہیے کہ لوگ اپنے روپے کو بینک کی معرفت کاروبار میں لگائیں اور بینک ان کا روپیہ "امانت" رکھنے کی بجائے ان سے ایک عام شرکت نامہ طے کرے اور ایسے تمام اموال کو مختلف قسم کے تجارتی، صنعتی، زراعتی یا دوسرے ان جائز کاروبار میں جو بینک کے دائرہ عمل میں آسکتے ہوں لگائے اور اس مجموعی کاروبار سے جو منافع حاصل ہو، اسے ایک طے شدہ نسبت کے ساتھ ان لوگوں میں اسی طرح تقسیم کر دے جس طرح خود بینک کے حصہ داروں میں منافع تقسیم ہوتا ہے۔

افراطِ زر کی صورت میں اصل زر کو بحال رکھنے کا ایک حل

اس سوال کا تیسرا جواب یہ ہے کہ بینک میں لوگ جو پیسے امانۃً جمع کراتے ہیں ان پیسوں میں سے

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۱ ص ۳۶۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

بینک کو خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے اس طرح یہ پیسے بینک پر قرض ہوجاتے ہیں اور اگر قرض میں پہلے یہ طے کر لیا جائے کہ لین دین میں معیار سونا یا ڈالرز ہونگے۔ مثلاً ایک شخص تین ہزار روپیہ قرض دے رہا ہے اور فرض کیجئے اس وقت ایک ہزار روپیہ تولہ سونا ہے تو مقروض کو تین ہزار روپوں کی بجائے تین تولہ سونا یا اس کے مساوی ڈالرز قرض دے۔ اور جب وہ اس سے واپس لے گا تو وہ تین تولہ سونا یا اس کے مساوی کرنسی نوٹ یا ڈالرز لے گا اب اگر وہ پانچ سال بعد اپنا قرض واپس لیتا ہے اور اس وقت سونا تین ہزار روپیہ تولہ ہے تو وہ تین تولہ سونا یا اس کے مساوی نو ہزار روپیہ یا اتنے ڈالرز لینے کا مجاز ہوگا۔ اس طرح افراط زر کی صورت میں بھی قرض دہندہ کا اصل زر محفوظ رہے گا۔ میں نے اس جواب میں جو تجویز پیش کی ہے یہ آخری اور حتمی نہیں ہے۔ اہل علم حضرات کو اس پیچیدہ مسئلہ پر غور کرنا چاہیئے چونکہ شریعت میں ثمن اصلی سونا اور چاندی ہیں اس لیے قرض اور بینک کے فکسڈ ڈپازٹ میں روپیہ دیتے وقت اعتبار سونے یا چاندی کے وزن یا ڈالرز کا کیا جائے اور وصولیابی کے وقت اتنا ہی سونا یا چاندی یا اس کے مساوی کرنسی نوٹ یا اتنے ڈالرز لے لیے جائیں تو اس سے سود بھی لازم نہیں آئے گا اور لوگ افراط زر کے استحصال سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اہل علم اور اصحاب فقہ حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اس بنیاد پر غور کریں اگر علماء نے اس چیز پر اتفاق کر لیا تو امت کے مسئلے حل ہو جائیں گے۔[۵]

اس تجویز کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب کوئی شخص کسی کو مثلاً ایک ہزار روپیہ قرض دیتا ہے تو مقروض پر بعینہٖ وہی نوٹ دینے لازم نہیں ہیں اور اگر بالفرض وہ نوٹ گورنمنٹ منسوخ کر دے اور مقروض وہی منسوخ نوٹ واپس کرے تو یہ شرعاً اور قانوناً جائز نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اصل اعتبار نوٹ کا نہیں قوت خرید کا ہے اور ثمن اصلی چونکہ سونا اور چاندی ہے اس لیے قوت خرید میں اسی کو معیار بنانا چاہیے، اور اگر سونے کا حصول مشکل ہو تو ڈالرز یا پونڈز میں معاملہ کریں۔

بینک نوٹ کی تحقیق آج کل دنیا کے تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس بینک نوٹ پر ہے، اور تجارتی سود کی ادائیگی بھی بینک نوٹ کے ذریعہ کی جاتی ہے، اور تمام دنیا میں مالیاتی لین دین بینک نوٹ کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اور اب نوٹ کی حیثیت ثمن عرفی اور زر اعتباری کی ہے اور بہت سے شرعی احکام پر عمل کرنا نوٹ پر موقوف ہے اس لیے ضروری ہے کہ نوٹ کی تحقیق کی جائے۔ نوٹ کے بارے میں مذاہب اربعہ کو کھنگالا جائے اور نوٹ کی ابتداء اور ارتقاء اور اس کی موجودہ صورت حال کو جانا جائے لہٰذا اس مبحث میں ہم نوٹ سے متعلق تمام ضروری امور کا ذکر کریں گے تاکہ معاشیات کے طلبہ اور شرعی احکام میں غور و فکر کرنے والوں کو نوٹ کی حقیقت پر آگہی ہو سکے اور نوٹ کے ذریعہ جو سود کمایا جاتا ہے اس سے دامن بچایا جا سکے، فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

نوٹ میں مذاہب اربعہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں: جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ نوٹ میں زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ نوٹ کا سونے اور چاندی کی جگہ رواج ہے، اور اس کو آسانی سے چاندی کی جگہ خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے یہ کوئی معقول بات نہیں ہے کہ دولت مند لوگوں کے پاس نوٹ ہوں اور وہ ان نوٹوں کو چاندی کے نصاب کے تابع کر کے زکوٰۃ ادا کر سکتے ہوں اور پھر زکوٰۃ نہ دیں، اس لیے فقہاء ثلاثہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نوٹ میں زکوٰۃ واجب ہے، البتہ فقہاء حنابلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ بینک نوٹ دین قوی کے حکم میں ہیں، البتہ ان کو فوراً بطور چاندی کے خرچ کیا جا سکتا ہے اس لیے ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔

---

[۵] ڈالرز کی خصوصیت مراد نہیں ہے، اس سے مراد مستحکم بین الاقوامی کرنسی ہے۔

فقہاء مالکیہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ بینک نوٹ قرضوں کی رسیدیں ہیں لیکن ان کو فوراً بطور چاندی کے خرچ کیا جاسکتا ہے اور رواج میں یہ سونے کے قائم مقام ہیں لہٰذا اس میں سونے کی شرائط کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہے۔

فقہاء حنابلہ کہتے ہیں کہ نوٹ کی زکوٰۃ صرف اسی صورت میں واجب ہوگی جب ان سے چاندی یا سونا لے لیا جائے۔

فقہاء شافعیہ کہتے ہیں کہ نوٹ سامان تجارت کے حکم میں ہیں اور ان میں اسی اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔[۲]

فقہ السنۃ[۳] اور فتاویٰ مصریہ[۴] میں بھی مذاہب اربعہ اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

نوٹ میں علماء مصر کا نظریہ

فتاویٰ مصریہ میں ہے: بینک نوٹ جن کا اب رواج ہو چکا ہے یہ قرضوں کی رسیدیں ہیں اور ان کے ساتھ معاملہ کرنا حوالہ کے قبیل سے ہے اور یہ بیع کے حکم میں ہیں[۵]

ڈاکٹر احمد مصری لکھتے ہیں: بینک نوٹ ایک خاص قسم کے کاغذ کا ٹکڑا ہے جس پر اعداد و شمار لکھے ہوتے ہیں۔ ان نوٹوں کے مقابلے میں عادۃً سونے کا ایک محفوظ ذخیرہ ہوتا ہے جس کی قانون تحدید کرتا ہے۔ ان نوٹوں کو حکومت جاری کرتی ہے یا حکومت کا مجاز ادارہ جاری کرتا ہے تاکہ لوگوں کے ہاتھ میں ایک کاغذی سکہ آجائے۔ ہر چند کہ نوٹ قرضوں کی رسیدیں ہیں، البتہ ان سے فی الفور چاندی لی جاسکتی ہے اور یہ رواج میں سونے کے قائم مقام ہیں پس اس میں سونے کی شرائط سے زکوٰۃ واجب ہے، جس طرح سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے[۶]

ڈاکٹر یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: تعامل اور رواج کی وجہ سے یہ نوٹ اب اشیاء اور اموال کی ثمن ہو گئے ہیں ان کے ساتھ بیع اور شراء مکمل ہو جاتی ہے اور یہ رواج ہر ملک میں ہے ان سے اجرت اور جرمانے وغیرہ دیے جاتے ہیں اور جس شخص کے پاس جس قدر نوٹ ہوں اس کے حساب سے اس کی دولت مندی کا اعتبار کیا جاتا ہے، ضروریات کی تکمیل، مبادلات کے حصول اور کسب کے تحقق میں ان کی قوت سونے اور چاندی کے برابر ہے اور اس اعتبار سے یہ بڑھنے والے اموال ہیں اور ان کا حکم سونے اور چاندی کا ہے۔[۷]

نوٹ کا لغوی اور عرفی معنی

عربی نوٹ کو ورق النقد یا ورق العملۃ (سکہ کا کاغذ) کہتے ہیں۔ یوسف خیاط اور ندیم مرعشلی اس کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نوٹ کو حکومت یا اسٹیٹ بینک اپنے محفوظ سرمایہ کی نسبۃً کم مقدار سے اس وعدہ کے ساتھ جاری کرتا ہے کہ وہ اس کے حامل کو اس کے مطابق نقود معدنی ادا کرے گا۔ جمہور اس کو اعتماد کے ساتھ قبول کرتے ہیں اس لیے اس کو ائتمانیہ، الزامیہ یا ورق نقدی کہتے ہیں۔[۸]

۱۔ محمد فرید وجدی، دائرۃ معارف القرن العشرین ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۷۱ء

۲۔ علامہ عبدالرحمان الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۶۰۶-۶۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۳۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فقہ السنۃ ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ

۴۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ

۵۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ القاہرہ ۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱ء

۶۔ ڈاکٹر احمد شرباصی استاذ بجامعۃ الازہر، یسئلونک فی الدین والحیاۃ ج ۶ ص ۹۳ مطبوعہ دار الجیل بیروت ۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱ء

۷۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فقہ الزکوٰۃ ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ - ۱۹۸۱ء

۸۔ یوسف خیاط، ندیم مرعشلی، الملحق بلسان العرب ج ۱۸ ص ۱۶۹ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

محمد فرید وجدی لکھتے ہیں: بینک جس نوٹ کو جاری کرتا ہے وہ سونے، چاندی کی مثل ہے اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ جس وقت نوٹ جاری کیا جاتا ہے اس کی قدر کم نہ ہونے دے [1]

نوٹوں کی فقہی حیثیت

کاغذی نوٹوں کے احکام کا بیان اس کی تمام تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ شروع کرنے سے پہلے ان نوٹوں کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے کہ کیا یہ کسی قرض کے وثیقے ہیں؛ یا عرفی ثمن ہیں؟

جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ کاغذی نوٹ مالی دستاویز اور سند ہیں۔ ان کے نزدیک یہ نوٹ اس قرض کی سند ہے جو اس کے جاری کرنے والے (بینک) کے ذمہ واجب ہے، لہٰذا اس رائے اور خیال کے مطابق یہ نوٹ نہ تو ثمن ہیں اور نہ مال، بلکہ نوٹ اس وثیقے سے عبارت ہے جو مدیون نے دائن کو لکھ کر دے دیا ہے، تاکہ جب وہ چاہے اس کے ذریعے اپنے دین پر قبضہ کرنا ممکن ہو۔ اس لیے ان حضرات کی رائے میں جو شخص بھی یہ نوٹ کسی دوسرے کو دے گا، تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ اس نے مال دیا ہے، بلکہ یہ اپنے مال کا حوالہ اس مقروض (بینک) پر کر رہا ہے جس نے یہ نوٹ بطور سند جاری کیے ہیں، اس لیے اس پر فقہی اعتبار سے وہی احکام جاری ہوں گے جو "حوالہ" پر جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوسرے کا حق ان نوٹوں کے ذریعہ ادا کرنا وہاں جائز ہوگا جہاں حوالہ جائز ہوتا ہے اور اگر یہ نوٹ سونے یا چاندی کی دستاویز اور سند ہیں (یعنی اگر ان کی پشت پر بینک میں سونا یا چاندی ہے) تو اس صورت میں ان نوٹوں کے ذریعہ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ سونے کا سونے سے تبادلہ کرنا یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کرنا "بیع صرف" ہے اور "بیع صرف" میں مبیع اور ثمن دونوں کا مجلس عقد میں قبضہ کرنا شرط ہے لہٰذا اگر ان نوٹوں کے ذریعہ سونا چاندی خریدی تو صرف ایک طرف سے قبضہ پایا گیا، دوسری طرف سے قبضہ نہیں پایا گیا، اس لیے کہ خریدار نے تو سونے پر قبضہ کر لیا، لیکن دوکاندار نے سونے کے قرض کی سند پر قبضہ کیا، سونے پر قبضہ نہیں کیا۔ لہٰذا جب "بیع صرف" کے جائز ہونے کے لیے مجلس عقد ہی میں دونوں طرف سے قبضہ کرنے کی شرط نہیں پائی گئی تو یہ بیع شرعاً جائز نہیں ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی مالدار شخص اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے یہ کاغذی نوٹ کسی فقیر کو دے، تو جب تک وہ فقیر ان نوٹوں کے بدلے میں اس سونے یا چاندی کو بینک سے وصول نہ کرلے جس کی یہ دستاویز ہے یا جب تک وہ ان نوٹوں کے ذریعہ کوئی سامان نہ خرید لے، اس وقت تک اس مالدار شخص کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور اگر استعمال کرنے سے پہلے یہ نوٹ فقیر کے پاس سے برباد یا ضائع ہو جائیں تو وہ مالدار شخص صرف نوٹوں کو فقیر کے دے دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہوگا۔ اب اس کو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔

اس کے برخلاف دوسرے حضرات فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اب یہ نوٹ بذات خود ثمن عرفی بن گئے ہیں۔ اس لیے جو شخص یہ نوٹ ادا کرے تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مال اور ثمن ادا کیا ہے ان نوٹوں کی ادائیگی سے دین کا حوالہ نہیں سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اس رائے کے مطابق ان نوٹوں کے ذریعہ زکوٰۃ فی الفور ادا ہو جائے گی، اور ان کے ذریعہ سونا چاندی خریدنا بھی جائز ہوگا۔

لہٰذا کاغذی نوٹ اور مختلف کرنسیوں کے احکام بیان کرنے سے پہلے نوٹوں کے بارے میں مذکورہ بالا دو آراء میں

---

[1] محمد فرید وجدی دائرۃ معارف القرن العشرین ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

سے کسی ایک رائے کو فقہی نقطہ نظر سے متعین کر لینا ضروری ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر کتب فقہ اور معاشیات کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد میرے خیال میں ان نوٹوں کے بارے میں دوسری رائے زیادہ صحیح ہے وہ یہ کہ یہ نوٹ اب عرفی ثمن بن گئے ہیں۔ اور اب یہ حوالہ کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔

دنیا کے کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں

قدیم زمانے میں لوگ اشیاء کا تبادلہ اشیاء (BARTER) کے ذریعہ کرتے تھے یعنی ایک چیز دے کر اس کے بدلے دوسری چیز لیتے تھے۔ لیکن اس طرح کے تبادلے میں بہت سے نقائص اور مشکلات تھیں اور ہر جگہ ہر وقت اس طریقہ پر عمل کرنا دشوار ہوتا تھا۔ اس لیے آہستہ آہستہ یہ طریقہ متروک ہو گیا۔ [1]

اس کے بعد ایک اور نظام جاری ہوا جسے "زر بضاعتی" کا نظام (COMMODITY MONEY SYSTEM) کہا جاتا ہے اس نظام میں لوگوں نے مختلف مخصوص اشیاء کو بطور ثمن کے تبادلے کا ذریعہ بنایا اور عام طور پر ایسی اشیاء کو تبادلے کا ذریعہ بناتے جو کثیر الاستعمال ہوتی تھیں، مثلاً کبھی اناج اور گندم کو تبادلہ کا ذریعہ بنایا، کبھی نمک کو، اور کبھی چمڑے کو، کبھی لوہے وغیرہ کو تبادلہ کا ذریعہ بنایا، مگر ان اشیاء کو تبادلہ میں استعمال کرنے میں نقل وحمل کی بہت سی مشکلات پیش آتی تھیں اس لیے جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی، اور لوگوں کی ضروریات میں اضافہ ہونے لگا اور تبادلہ بھی پہلے کے مقابلہ میں زیادہ ہونے لگا تو لوگوں نے سوچا کہ تبادلہ کا جو طریقہ ہم نے اختیار کیا ہوا ہے اس میں تو بہت سی مشکلات ہیں، لہٰذا تبادلہ کا کوئی ایسا طریقہ ہونا چاہیے جس میں نقل وحمل کم سے کم ہو جائے اور اس پر لوگوں کا اعتماد بھی زیادہ ہو۔

آخر کار تعمیر کے مرحلہ میں جا کر لوگوں نے سونے چاندی کو تبادلہ کا ذریعہ بنایا، اس لیے کہ یہ دونوں قیمتی دھاتیں ہیں۔ اور چاہے یہ زیور کی شکل میں ہوں یا برتن کی شکل میں، بہر حال ان کی اپنی ذاتی قیمت بھی تھی اور اس کی نقل وحمل اور ذخیرہ اندوزی بھی آسان تھی حتیٰ کہ ان دونوں قیمتی دھاتوں نے اشیاء کی قیمتوں کے لیے ایک پیمانہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ اور تمام ممالک اور شہروں میں لوگ ان دھاتوں پر اعتماد کرنے لگے۔ اس نظام کو "نظام زر معدنی" (METALIC MONEY SYSTEM) کہا جاتا ہے، اس نظام پر بہت سے تغیرات اور انقلابات گزرے ہیں، جن کو ہم اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کرتے ہیں:

(۱): ابتداء میں لوگ ایسے سونے چاندی کو بطور کرنسی کے استعمال کرتے، جو سائز، ضخامت وزن اور صفائی کے اعتبار سے مختلف ہوتا تھا، کوئی سونا ٹکڑے کی شکل میں ہوتا تھا، کوئی ڈھلے ہوئے برتن اور زیور کی شکل میں ہوتا تھا۔ لیکن تبادلے کے وقت صرف وزن کا اعتبار کیا جاتا تھا۔

(۲): اس کے بعد ڈھلے ہوئے سکوں کا رواج شروع ہو گیا۔ بعض شہروں میں سونے کے ڈھلے ہوئے سکے اور بعض شہروں میں چاندی کے ڈھلے ہوئے سکے رواج پا گئے، جو ضخامت، وزن اور خالص ہونے کے اعتبار سے برابر اور مساوی

---

[1] مثلاً ایک شخص کو گندم کی ضرورت ہے، اس کے پاس زائد چاول موجود ہیں۔ اب وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کرتا جس کو چاول کی ضرورت بھی ہو اور اس کے پاس زائد گندم بھی ہو۔ ایسے شخص کے ملنے کے بعد وہ اس سے گندم کا چاول سے تبادلہ کرتا تب جا کر اس کو گندم میسر آتی۔ یہ طریقہ اب متروک ہو چکا ہے، البتہ اس قسم کے تبادلے اب بھی بعض جگہ نظر آتے ہیں۔ مثلاً آپ نے گلی کوچوں میں بعض اکثر دن کو دیکھا ہو گا کہ وہ پرانے کپڑے پرانے جوتے اور اخبارات کی ردی لے کر اس کے بدلے میں پیالے برتن وغیرہ دیتے ہیں۔

ہوتے تھے، اور جن پر دونوں طرف مہر ثبت ہوتی تھی، جو اس بات کی علامت تھی کہ یہ سکے درست اور تبادلہ کے قابل ہیں اور اس سکے کی ظاہری قیمت (FACE VALUE) جو اس پر لکھی ہوتی تھی وہ اس سونے اور چاندی کی حقیقی قیمت (GOLD OR SILVER CONTENT) کے برابر ہوتی تھی۔ گویا کہ سکے کی شکل میں ڈھلے ہوئے سونے کی قیمت سونے کی اس ڈلی کے برابر ہوتی تھی۔ جو سکے کے ہم وزن ہو۔ اس نظام کو "معیاری قاعدۂ زر" (Gold Specie Standard) کہا جاتا ہے۔ اس نظام کو سب سے پہلے چینیوں نے ساتویں صدی عیسوی قبل مسیح میں رائج کیا تھا۔

اس نظام کے اندر لوگوں کو اس بات کی آزادی تھی کہ وہ چاہیں آپس میں لین دین کے لیے سکے استعمال کریں یا سونے کے ٹکڑے یا سونے کے ڈھلے ہوئے زیورات وغیرہ استعمال کریں اور ملک سے باہر برآمد و درآمد کی بھی عام اجازت تھی۔

اور حکومت کی طرف سے یہ عام اجازت تھی جو شخص بھی جس مقدار میں سکے ڈھلوانا چاہے وہ ڈھال کر دے گی۔ چنانچہ لوگ حکومت کے پاس سونے کے ٹکڑے اور سونے کی ڈھلی ہوئی دوسری اشیاء لاتے اور حکومت ان کو سکے بنا کر واپس کر دیتی۔ اور اسی طرح اگر کوئی شخص سکے لا کر اسکو پگھلانے کے لیے کہتا تو حکومت ان سکوں کو پگھلا کر ٹکڑے کی شکل میں اس شخص کو واپس کر دیتی۔

(۳) بعض ممالک نے بجائے ایک دھات کے دو دھات یعنی سونے چاندی دونوں کے سکوں کو بطور کرنسی کے رائج کیا، اور ان دونوں کے آپس کے تبادلے کے لیے ایک خاص قیمت مقرر کر دی اور سونے کو بڑی کرنسی کے طور پر اور چاندی کو چھوٹی کرنسی کی حیثیت سے استعمال کیا جانے لگا۔ اس نظام کو "دو دھاتی نظام" (Bi - Metallism) کہا جاتا ہے۔

لیکن اس نظام میں دوسری مشکلات پیدا ہو گئیں۔ وہ یہ کہ سونے اور چاندی کے سکوں میں آپس میں تبادلہ کے لیے جو قیمت مقرر کی گئی تھی وہ مختلف شہروں میں مختلف ہو جاتی تھی۔ جس کی بنا پر لوگ کرنسی کی تجارت میں دلچسپی لینے لگتے۔ مثلاً امریکہ میں سونے کے ایک سکے کی قیمت پندرہ چاندی کے سکے ہوتی، لیکن بالکل اسی وقت میں یورپ میں سونے کے ایک سکے کی قیمت چاندی کے ساڑھے پندرہ سکے کے برابر ہوتی۔ اس صورت حال میں تاجر امریکہ سے سونے کے سکے جمع کر کے یورپ میں فروخت کر دیتے تاکہ وہاں سے ان کو زیادہ چاندی حاصل ہو جائے۔ اور پھر وہ چاندی کے سکے امریکہ لا کر ان کو سونے کے سکوں میں تبدیل کر دیتے اور پھر یہ سونے کے سکے دوبارہ جا کر یورپ میں فروخت کر دیتے اور اس کے بدلے چاندی لے آتے۔ لیکن اس تجارت کے نتیجے میں امریکہ کا سونا مسلسل یورپ منتقل ہوتا رہا۔ گویا کہ چاندی کے سکوں نے سونے کے سکوں کو امریکہ سے باہر نکال دیا۔ پھر جب ۱۸۳۴ء میں امریکہ نے سونے اور چاندی کے سکوں کے درمیان اس تناسب کو بدل دیا اور سونے کے ایک سکے کو چاندی کے سولہ سکوں کے مساوی قرار دے دیا تو معاملہ پہلی صورت کے برعکس ہو گیا اور اب سونے کے سکے امریکہ میں منتقل ہونے شروع ہو گئے اور چاندی کے سکے یورپ منتقل ہونے لگے گویا کہ سونے کے سکوں نے چاندی کے سکوں کو امریکہ سے نکال دیا۔

(۴)۔ سکے چاہے سونے کے ہوں یا چاندی کے اگرچہ سامان اور اسباب کے مقابلے میں ان کی نقل و حمل آسان ہے لیکن دوسری طرف ان کو چوری کرنا بھی آسان ہے۔ اس لیے مالداروں کے لیے ان سکوں کی بہت بڑی مقدار کو ذخیرہ کر کے گھر میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ وہ لوگ ان سکوں کی بہت بڑی مقدار کو سناروں اور صرافوں (Money Changer)

کے پاس بطور امانت کے رکھوانے لگے اور وہ سُنار اور صرّاف ان سکوں کو اپنے پاس رکھتے وقت ان امانت رکھنے والوں کو بطور وثیقہ کے ایک کاغذ یا رسید (Receipt) جاری کر دیتے۔ آہستہ آہستہ جب لوگوں کو ان سُناروں پر اعتماد زیادہ ہو گیا تو یہی رسیدیں، جو ان سُناروں نے قبول کرتے وقت بطور دستاویز جاری کی تھیں، بیع و شراء میں بطور ثمن کے استعمال ہونے لگیں، لہٰذا ایک خریدار دوکاندار کو خریداری کے وقت بجائے نقد سکّے ادا کرنے کے انہی رسیدوں میں سے ایک رسید دے دیتا۔ اور دکاندار ان سُناروں پر اعتماد کی بنیاد پر اس رسید کو قبول کر لیتا۔

یہ ہے کاغذی نوٹ کی ابتداء لیکن ابتداء میں نہ اس کی کوئی خاص شکل و صورت تھی اور نہ ان کی کوئی ایسی قانونی حیثیت تھی جس کی وجہ سے لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جا سکے بلکہ اس کے قبول اور رد کرنے کا دار و مدار اس بات پر تھا کہ اسے قبول کرنے والا اس کے جاری کرنے والے سنار پر کتنا بھروسہ رکھتا ہے۔

(۵)۔ جب ۱۷۰۰ء کے اوائل میں بازاروں میں ان رسیدوں کا رواج زیادہ ہو گیا تو ان رسیدوں نے ترقی کر کے ایک باضابطہ صورت اختیار کر لی جسے "بینک نوٹ" کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے سویڈن کے اسٹاک ہوم بینک نے اسے بطور کاغذی نوٹ کے جاری کیا۔

اُس وقت جاری کرنے والے بینک کے پاس ان کاغذی نوٹوں کے بدلے میں سو فیصد اتنی مالیت کا سونا موجود ہوتا تھا، اور بینک یہ التزام کرتا تھا کہ وہ صرف اتنی مقدار میں نوٹ جاری کرے جتنی مقدار میں اس کے پاس سونا موجود ہے، اور اس کاغذی نوٹ کے حامل کو اختیار تھا کہ وہ جس وقت چاہے، بینک جا کر اس کے بدلے سونے کی سلاخ حاصل کرے، اسی وجہ سے اس نظام کو "سونے کی سلاخوں کا معیار" (GOLD BULLION STANDARD) کہا جاتا ہے۔

(۶)۔ ۱۸۳۳ء میں جب "بینک نوٹ" کا رواج بہت زیادہ ہو گیا تو حکومت نے اس کو "زر قانونی" (Legal Tender) قرار دے دیا۔ اور ہر قرض لینے والے پر یہ لازم کر دیا کہ وہ اپنے قرض کے بدلے میں اس نوٹ کو بھی اسی طرح ضرور قبول کرے گا جس طرح اس کے لیے سونا چاندی کے سکے قبول کرنا لازم ہیں اس کے بعد پھر تجارتی بینکوں کو اس کے جاری کرنے سے روک دیا گیا اور صرف حکومت کے ماتحت چلنے والے مرکزی بینک کو اس کے جاری کرنے کی اجازت دی گئی۔

(۷)۔ پھر حکومتوں کو زمانہ جنگ اور امن کے دوران آمدنی کی کمی کی وجہ سے ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل میں بہت سی مشکلات پیش آنے لگیں۔ چنانچہ حکومت مجبور ہوئی کہ وہ کاغذی نوٹوں کی بہت بڑی مقدار جاری کر دے، جو سونے کی موجودہ مقدار کے تناسب سے زیادہ ہو، تاکہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے اسے استعمال کرے، اس کے نتیجے میں سونے کی وہ مقدار جو ان جاری شدہ نوٹوں کی پشت پر تھی وہ آہستہ آہستہ کم ہونے لگی حتیٰ کہ ابتداء میں ان نوٹوں اور سونے کے درمیان جو سو فیصد تناسب تھا وہ گھٹتے گھٹتے معمولی تناسب رہ گیا۔ اس لیے کہ ان نوٹوں کو جاری کرنے والے مرکزی بینک کو اس بات کا یقین تھا کہ ان تمام جاری شدہ نوٹوں کو ایک ہی وقت میں سونے سے تبدیل کرنے کا مطالبہ ہم سے نہیں کیا جائے گا، اس لیے سونے کی مقدار سے زیادہ نوٹ جاری کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ مقدار میں نوٹ جاری کرنے کے نتیجے میں بازار میں ایسے نوٹ رائج ہو گئے جن کو سونے کی پشت پناہی حاصل نہیں تھی، لیکن تجار ایسے نوٹوں کو اس بھروسہ پر قبول

کرتے تھے کہ ان نوٹوں کے جاری کرنے والے مرکزی بینک کو اس بات پر قدرت حاصل ہے کہ وہ تبدیلی کے مطالبے کے وقت اس کے پاس موجود سونے کے ذریعے اس کا مطالبہ پورا کر دے گا۔ اگرچہ اس کے پاس موجود سونے کی مقدار اس کے جاری کردہ نوٹوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ ایسے کرنسی نوٹوں کو "زر اعتباری" (FIDUCIARY MONEY) کہا جاتا ہے۔

دوسری طرف آمدنی کی مذکورہ بالا کمی اور زیادہ روپے کی ضرورت ہی کی بناء پر حکومتیں جو اب تک معدنی سکوں کے ساتھ معاملات کرتی آئی تھیں، اس بات پر مجبور ہوئیں کہ وہ یا تو سکوں میں دھات کی جتنی مقدار استعمال ہو رہی ہے اس کو کم کر دیں، یا ہر سکے میں اصلی دھات کے بجائے ناقص دھات استعمال کریں۔ چنانچہ اس عمل کے نتیجے میں سکے کی ظاہری قیمت (FACE VALUE) جو اس پر درج تھی، اس سکے کی اصلی قیمت (INTRINSIC VALUE) سے کئی گنا زیادہ ہو گئی۔ ایسے سکوں کو "علامتی زر" (TOKEN MONEY) کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس سکے کی معدنی اصلیت اس کی اس ظاہری قیمت کی محض علامت ہوتی ہے جو کبھی اس کی ذاتی قیمت کی ٹھیک ٹھیک نمائندگی کیا کرتی تھی۔

(۸) رفتہ رفتہ "زر اعتباری" (یعنی جس نوٹ کی پشت پر سونا نہیں تھا) کا رواج بڑھتے بڑھتے اتنا زیادہ ہو گیا کہ ملک میں پھیلے ہوئے نوٹوں کی تعداد ملک میں موجود سونے کی مقدار کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہو گئی۔ یہاں تک کہ حکومت کو اس بات کا خطرہ لاحق ہو گیا کہ سونے کی موجودہ مقدار کے ذریعہ ان نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا مطالبہ پورا نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ بعض شہروں میں حقیقۃً یہ واقعہ پیش آیا کہ مرکزی بینک نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرنے کا مطالبہ پورا نہ کر سکا۔

اس وقت بہت سے ملکوں نے نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرانے والوں پر بہت کڑی شرطیں لگا دیں، انگلینڈ نے ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد اس تبدیلی کو بالکل بند کر دیا، البتہ ۱۹۲۵ء میں دوبارہ تبدیلی کی اجازت اس شرط کے ساتھ دی کہ ایک ہزار سات سو (۱۷۰۰) پونڈ سے کم کی مقدار کوئی شخص تبدیل کرانے کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس شرط کے نتیجے میں عام لوگ تو اپنے نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرانے کا مطالبہ کرنے سے محروم ہو گئے (اس لیے کہ اس زمانے میں یہ مقدار اتنی زیادہ تھی کہ بہت کم لوگ اتنی مقدار کے مالک ہوتے تھے) لیکن اس قانون کی انہوں نے اس لیے کوئی پرواہ نہیں کی کہ یہ کاغذی نوٹ زر قانونی بن گئے اور ملکی معاملات میں بالکل اسی طرح قبول کیے جاتے تھے جس طرح اصلی کرنسی قبول کی جاتی تھی، اور اس کے ذریعہ اندرونِ ملک تجارت کر کے اسی طرح نفع حاصل کیا جاتا تھا جس طرح دھاتی کرنسی کے ذریعہ تجارت کر کے نفع حاصل کیا جاتا تھا۔

(۹) پھر ۱۹۳۱ء میں برطانوی حکومت نے ان نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرانے کی بالکل ممانعت کر دی حتیٰ کہ اس شخص کے لیے بھی جو سترہ سو (۱۷۰۰) پونڈ کو سونے میں تبدیل کرانے کا مطالبہ کرے، اور لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ سونے کے بجائے صرف ان نوٹوں پر اکتفا کریں اور اپنے تمام کاروبار اور معاملات میں اسی کا لین دین کریں۔ لیکن حکومتوں نے آپس میں ایک دوسرے کے حق کے احترام کو برقرار رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرنے کے قانون کو برقرار رکھا۔ چنانچہ اندرونِ ملک اگرچہ ان نوٹوں کو سونے میں تبدیل کرانے کی ممانعت تھی لیکن ہر حکومت نے

یہ التزام کیا تھا کہ اگر اس کی کرنسی دوسرے ملک میں چلی جائے گی اور دوسری حکومت اس کرنسی کے بدلے میں سونے کا مطالبہ کرے گی تو یہ حکومت اپنے کرنسی نوٹوں کے بدلے میں اس کو سونا فراہم کرے گی۔ مثلاً اگر امریکہ کے پاس برطانیہ کے اسٹرلنگ پونڈ آئے، اور وہ اب ان کے بدلے میں برطانیہ سے سونے کا مطالبہ کرے تو برطانیہ پر لازم ہے کہ وہ ان کے بدلے امریکہ کو سونا فراہم کرے۔ اس نظام کو "سونے کی مبادلت کا معیار" (GOLD EXCHANGE STANDARD) کہا جاتا ہے۔

(۱۰)۔ اسی اصول پر سالہا سال تک عمل ہوتا رہا، حتیٰ کہ جب دیاستہائے متحدہ امریکہ کو ڈالر کی قیمت کی کمی کی باعث سخت بحران کا سامنا کرنا پڑا اور ۱۹۷۱ء میں سونے کی بہت قلت ہو گئی تو امریکی حکومت اس بات پر مجبور ہوئی کہ وہ دوسری حکومتوں کے لیے بھی ڈالر کو سونے میں تبدیل کرنے کا قانون ختم کر دے۔ چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۷۱ء کو اس نے یہ قانون نافذ کر دیا، اور اس طرح کاغذی نوٹ کو سونے سے مستحکم رکھنے کی جو آخری شکل تھی وہ بھی اس قانون کے بعد ختم ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۹۷۴ء میں "بین الاقوامی فنڈ" (INTER NATIONAL MONETARY FUND) سونے کے بدل کے طور پر ایک "زر مبادلہ نکلوانے کے حق" (SPECIAL DRAWING RIGHET.) کا نظریہ پیش کیا۔ اس نظریہ کا حاصل یہ تھا کہ "بین الاقوامی مالی فنڈ" کے ممبران کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ مختلف ممالک کی کرنسی کی ایک معین مقدار غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لیے نکلوا سکتے ہیں اور مقدار کی تعیین کے لیے ۸،۸۸،۶۶۶ گرام سونے کو معیار مقرر کیا گیا۔ (کہ اتنی مقدار کا سونا جتنی کرنسی کے ذریعہ خریدا جا سکتا ہو، اتنی کرنسی ایک ملک نکلوا سکتا ہے۔ لہٰذا اب صورتحال یہ ہے کہ زر مبادلہ نکلوانے کا یہ حق جسے اختصار کے لیے "ایس۔ڈی۔آر" کہا جاتا ہے سونے کی پشت پناہی کا مکمل بدل بن چکا ہے۔

اس طرح اب سونا کرنسی کے دائرے سے بالکل خارج ہو چکا ہے اور اب سونے کا کرنسی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ اور نوٹوں اور "زر علامتی" (یعنی کم قیمت کے سکوں) نے پوری طرح سونے کی جگہ لے لی ہے۔ اب نوٹ نہ سونے کی نمائندگی کرتے ہیں، نہ چاندی کی، بلکہ ایک فرضی قوت خرید کی نمائندگی کر رہے ہیں ..... لیکن چونکہ کرنسی کے اس نظام میں ایک مستقل اور ابدی نظام کی طرح اب تک مضبوطی اور جماؤ پیدا نہیں ہوا، اس لیے کہ تقریباً تمام ممالک میں اس بات کی تحریک چل رہی ہے کہ پہلے کی طرح پھر سونے کو مالی نظام کی بنیاد مقرر کی جائے، یہاں تک کہ دوبارہ "سونے کی سلاخوں کے نظام" کی طرف لوٹنے کی آوازیں لگنے لگی ہیں، اس لیے دنیا کے تمام ممالک اب بھی اپنے آپ کو سونے سے بے نیاز اور مستغنی نہیں سمجھتے، بلکہ ہر ملک اب بھی احتیاطی تدبیر کے طور پر زیادہ سے زیادہ سونے کے ذخائر جمع رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور انقلابات میں یہ سونا کام آئے ..... لیکن سونے کی بڑی سے بڑی مقدار کا یہ ذخیرہ صرف ایک احتیاطی تدبیر کے طور پر ہے۔ اس کا موجودہ دور میں رائج کرنسی کے ساتھ کوئی قانونی تعلق نہیں ہے۔ خواہ وہ کرنسی نوٹ کی شکل میں ہو یا دھاتی سکوں کی شکل میں۔

بہر حال یہ دنیا کے کرنسی نظام کے انقلابات اور تغیرات کا خلاصہ ہے، جس کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی

"ENEYCLOPAEDIA BRITONNICO "BANKING AND CREDIT."

حکم التعامل فی الذهب والفضة، الدکتور محمد هاشم عوض. "MONEY CURRENCY.

ہے کہ یہ کرنسی نوٹ ایک حالت اور ایک کیفیت پر قائم نہیں رہے، بلکہ مختلف ادوار مختلف زمانوں میں ان کی حیثیت بدلتی رہی ہے، اور ان پر بہت سے انقلاب اور تغیرات گذر چکے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بالکل ابتدائی دور میں یہ نوٹ قرض کی سند اور دستاویز سمجھے جاتے تھے اور اسی بناء پر بہت سے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ یہ نوٹ قرض کی سند ہے، اس کی حیثیت مال اور ثمن کی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ سید احمد بیگ الحسینی رحمہ اللہ علیہ اپنی کتاب "بہجۃ المشتاق، فی بیان حکم زکاۃ الاوراق" میں تحریر فرماتے ہیں:

"جب ہم نے لفظ "بینک نوٹ" کی ماہیت کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ فرانسیسی زبان کی اصطلاح ہے، اور "لاروس" جو فرانسیسی زبان کی سب سے بڑی اور مشہور لغت ہے۔ اس میں بینک نوٹ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: بینک نوٹ ایک کرنسی قوت ہے، جس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت دے دی جائے گی۔ اور یہ نوٹ بالکل اسی طریقہ پر رائج ہوتا ہے۔ البتہ یہ نوٹ مضمون ہوتے ہیں، یعنی اس کے بدل کی ضمانت دی جاتی ہے تاکہ لوگ اس کے لین دین پر اعتماد کریں۔"

لہٰذا اس تعریف میں یہ الفاظ کہ: اس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کر دی جائے گی" بغیر کسی شک کے اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ نوٹ قرض کی سند ہے، البتہ اس تعریف میں جو دوسرے الفاظ ہیں کہ: "ان نوٹوں کے ساتھ بھی اس طریقہ پر لین دین کیا جاتا ہے جس طرح دھات کی کرنسی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اس عبارت سے کوئی شخص اس کے مال یا ثمن ہونے کا وہم نہ کرے اس لیے کہ اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ لوگ کرنسی کے بجائے ان نوٹوں کو لین دین میں قبول کر لیتے ہیں صرف اس خیال سے کہ مطالبہ کے وقت اس کی قیمت حامل نوٹ کو وصول ہو جائیگی اور حکومت اس نوٹ کی ادائیگی کی ضامن ہے، لہٰذا یہ تعریف اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہ نوٹ قرض کی سند اور دستاویز ہے۔[1]

اسی وجہ سے گذشتہ صدی میں ہندوستان کے بہت سے علماء نے یہ فتویٰ دیا کہ یہ نوٹ قرض کی دستاویز ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس وقت تک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جب تک فقیر اس نوٹ کو اپنی ضروریات میں خرچ نہ کرے، اور ان نوٹوں کے ذریعہ سونا چاندی خریدنا جائز نہیں۔[2]

لیکن اسی زمانہ میں علماء اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت ایسی بھی تھی جو ان کاغذی نوٹوں کو "ثمن عرفی" کے طور پر مال قرار دیتی تھی۔ چنانچہ اس مسئلہ پر مسند احمد کے مرتب اور شارح علامہ احمد ساعاتی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

فالذی اراہ حقا، وادین اللہ علیہ، ان حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوٰۃ سواء بسواء، لانہ یتعامل

میرے نزدیک صحیح بات جس پر میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہوں یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کے مسئلہ میں ان کاغذی نوٹوں کا حکم بھی بعینہٖ سونے

[1] یہ عبارت "بلوغ الامانی" سے نقل کی گئی ہے۔ بلوغ الامانی، شرح الفتح الربانی، للساعاتی ۸: ۲۴۸

[2] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵، (علماء بدایوں کا بھی یہی موقف تھا)

به كالنقدين تماما ولان مالكه يملكه صرفه وقضاء مصالحه به في اي وقت شاء، فمن ملك النصاب من الورق المالي، ومكث عنده حولا كاملا وجب عليه زكوته ۔۔۔۔ الخ [1]

چاندی کے حکم کی طرح ہے، اس لیے کہ لوگوں میں ان نوٹوں کا لین دین بالکل اسی طرح جاری ہے، جس طرح سونے چاندی کا لین دین رائج ہے اور ان کے ذریعہ نوٹ کا مالک ہر وقت اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے لہٰذا جو شخص نصاب کے بقدر ان نوٹوں کا مالک بن جائے اور اس پر ایک سال گذر جائے، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

ہندوستان کے بعض دوسرے علماء کی بھی یہی رائے تھی چنانچہ حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی ـــــ کے خصوصی شاگرد اور "عطر ہدایہ" اور "خلاصۃ التفاسیر" کے مصنف شیخ فتح محمد صاحب لکھنوی ـــــ کی بھی نوٹ کے بارے میں یہی رائے تھی۔ اور ان کے بیٹے شیخ مفتی سعید احمد لکھنوی ـــــ (سابق مفتی و صدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم، کانپور) نے اپنے والد ماجد کی یہ رائے، ان کی کتاب "عطر ہدایہ" کے آخر میں نقل کی ہے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ علامہ عبدالحئی لکھنوی ـــــ بھی اس مسئلہ میں ان کے موافق تھے۔

ان کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ کاغذی نوٹ کی دو حیثیتیں ہیں:۔

ایک یہ کہ خرید و فروخت، اجارات اور تمام مالی معاملات میں ان نوٹوں کا رواج اور لین دین بعینہٖ حقیقی ثمن اور سکوں کی طرح ہے۔ بلکہ حکومت نے لوگوں پر قرضوں اور حقوق کی ادائیگی میں اس کے قبول کرنے کو لازمی قرار دے دیا ہے، لہٰذا موجودہ قانون میں قرض خواہ کو اس کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے قرض کے بدلے میں ان نوٹوں کو قبول کرنے سے انکار کردے ..... اس حیثیت سے یہ کاغذی نوٹ اب "عرفی ثمن" بن چکے ہیں۔

دوسری حیثیت یہ ہے کہ یہ نوٹ حکومت کی طرف سے جاری شدہ ایک دستاویز ہے اور حکومت نے یہ التزام کیا ہے کہ اس کے ضائع ہونے کی صورت میں، یا اس کے حامل کے مطالبے کے وقت اس کا بدل ادا کرے گی... اس حیثیت سے یہ نوٹ "ثمن عرفی" کی حیثیت نہیں رکھتے، اس لیے کہ "ثمن عرفی" کی ہلاکت کے وقت حکومت اس کا بدل ادا نہیں کرتی ہے۔ دوسری حیثیت کے اعتبار سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوٹ قرض کی سند یا دوسری مالی دستاویز کی طرح ایک دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لیکن اگر اس دوسری حیثیت پر ذرا تعمق سے غور کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ نوٹ کی یہ دوسری حیثیت اس کی ثمنیت کو باطل نہیں کرتی ہے، اس لیے کہ حکومت کا اصل مقصد یہ تھا کہ یہ نوٹ بھی ثمن عرفی کے طور پر لوگوں میں رائج ہو جائیں اسی وجہ سے حکومت نے قرض کی ادائیگی میں اس کے قبول کرنے کو ضروری قرار دیا..... لیکن خلقی ثمن (سونے چاندی کے سکے) اور دوسری دھاتوں کے علامتی سکے جو پہلے سے رائج تھے ان کا حال تو یہ تھا کہ ان کی اپنی ذاتی حیثیت اور قیمت بھی تھی۔ ان کو قیمتی بنانے کے لیے حکومت کے کسی اعلان کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ یہ سکے کبھی سونے چاندی سے بنائے جاتے تھے اور کبھی تانبے، پیتل اور لوہے سے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر چیز مال متقوم ہے۔ حتیٰ کہ اگر حکومت

---

[1] شرح الفتح الربانی لمساعاتیؒ، آخر باب زکاۃ الذہب والفضہ ج ۸ ص ۲۵۱

ان سکوں کی ثمنیت کو ختم کرنے کا بھی اعلان کر دے۔ تب بھی مال متقوم ہونے کے اعتبار سے ان کی ذاتی قیمت باقی رہے گی۔
بخلاف ان کاغذی نوٹوں کے کہ ان کی اپنی ذاتی کوئی قابل ذکر قیمت نہیں ہے (صرف کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے) البتہ حکومت کے اعلان کے بعد یہ قیمتی بن گئے ہیں لہٰذا اگر حکومت ان نوٹوں کی ثمنیت باطل کر دے تو ان نوٹوں کی کوئی قیمت باقی نہیں رہے گی، اس لیے کہ لوگوں کو جتنا اعتماد اور بھروسہ دھات کی کرنسی پر ہوتا ہے اتنا نوٹوں پر نہیں ہوتا، اس لیے حکومت کو یہ ضمانت لینی پڑی کہ اس کے ہلاک ہونے کی صورت میں حکومت اس کا بدل ادا کرے گی۔ یہ ضمانت حکومت نے اس لیے نہیں لی کہ حکومت کی نظر میں یہ ثمن عرفی کی حیثیت نہیں رکھتے، بلکہ ان نوٹوں پر لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ضمانت دی تاکہ لوگ بلاخوف وخطر اس کا لین دین کر سکیں۔

لہٰذا اس نوٹ کے دستاویز ہونے کی حیثیت ایسی نہیں ہے جس سے اس کی ثمنیت باطل ہو جائے اس لیے اس کا حاصل صرف اتنا ہے کہ حکومت نے اس کا بدل دینے کا وعدہ کیا ہے، مگر حکومت کے اس وعدہ کا لوگوں کے آپس میں لین دین پر کوئی اثر نہیں ہے۔ اگر حکومت ان نوٹوں کو ثمن عرفی نہ بنانا چاہتی تو لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر کبھی مجبور نہ کرتی۔ اور ان نوٹوں کے قابل تبدیلی ہونے کی وجہ سے لوگوں پر اس کا اعتماد حقیقی کرنسی سے بھی زیادہ ہو چکا ہے، اس لیے کہ حقیقی کرنسی کے خراب اور ضائع ہونے کی صورت میں اس کا بدل نہیں ملے گا۔ بخلاف ان کاغذی نوٹوں کے کہ ہلاک ہونے کی صورت میں حکومت اس کا بدل مہیا کرتی ہے[1]

نوٹ کے متعلق مصنف کا موقف

کاغذی کرنسی کے بارے میں اوپر جو دو رائیں ذکر کی گئی ہیں ہمارے نزدیک اختلاف زمانہ کے لحاظ سے دونوں درست ہیں جس کی تشریح ہم پیچھے کاغذی کرنسی کی تاریخ اور اس پر گذرے ہوئے مختلف تغیرات کے بیان میں کر چکے ہیں۔

لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء میں یہ کاغذی نوٹ قرض کی دستاویز شمار ہوتی تھی جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے:

> دنیا میں بینک نوٹ (موجودہ کاغذی کرنسی) کا رواج بینک چیک کے رواج سے پہلے ہوا تھا اور یہ بینک نوٹ قرض خواہ کے پاس اس قرض کی سند سمجھا جاتا تھا جو قرض اس کا بینک کے ذمہ ہے۔ اور اگر یہ نوٹ دوسرے شخص کو دے دیا جائے تو اس نوٹ کے تمام حقوق خود بخود اس دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائیں گے لہٰذا دوسرا شخص جو اب اس نوٹ کا حامل ہے، خود بخود بینک کا قرض خواہ بن جائے گا۔ اسی وجہ سے تمام مالی حقوق کو ان کے ذریعہ ادا کرنا حقیقی کرنسی کے ذریعہ ادا کرنے کی طرح ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور رقم کی بڑی مقدار کو ڈھلے ہوئے سکوں کے ذریعہ ادا کرنا بہت دشوار کام ہے اس لیے کہ اسے شمار کرنے اور پرکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات اس کے نقل وحمل میں کافی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لیے اس کاغذی کرنسی کے استعمال نے شمار کرنے کی مشقت کو کم اور دوسری مشکلات کو سرے سے ختم کر دیا۔[2]

---

[1] عطر ہدایہ، طبع الکنوی، ص ۲۱۸ تا ۲۲۷، طبع دیوبند، انڈیا۔
[2] انسائیکلو پیڈیا۔ برٹانیکا۔ ۱۹۵۰، ج ۳ ص ۴۴، "بینکنگ اور کریڈٹ"۔

لیکن جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے ان کاغذی نوٹوں پر تغیرات کے بیان میں بتایا کہ بعد کے زمانے میں نوٹوں کی مندرجہ بالا حالت باقی نہیں رہی تھی۔ بالکل ابتدائی دور میں یہ نوٹ سنار اور صراف کی طرف سے کسی خاص شخص کو اس کے جمع کیے سونے کی وثیقہ کے طور پر جاری ہوتا تھا، اس وقت اس کی نہ کوئی خاص شکل وصورت تھی اور نہ اس کو جاری کرنے والا ایک شخص ہوتا تھا اور نہ ہی کسی شخص کو اپنے حق کی وصولیابی میں اس نوٹ کو قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ بعد میں جب اس کا رواج زیادہ ہو گیا تو حکومت نے اس کو "قانونی زر" (LEGAL TENDER) قرار دے دیا۔ اور شخصی (غیر سرکاری) بینکوں کو اس کے جاری کرنے سے منع کر دیا۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے اس اعلان کے بعد اس نوٹ کی حیثیت دوسری مالی دستاویزات سے مندرجہ ذیل حیثیتوں سے مختلف ہو گئی:۔

۱۔ اب یہ نوٹ قانونی زر کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، اور دوسرے عرفی ثمن کی طرح لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر بھی مجبور کر دیا گیا ہے۔ جبکہ دوسرے مال دستاویز مثلاً بینک چیک کو اپنے قرض کی وصولیابی میں قبول کرنے پر کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاتا۔ باوجودیکہ بینک چیک کا رواج بھی عام ہو چکا ہے۔

۲۔ یہ نوٹ "غیر محدود زر قانونی" (UNLIMITED LEGAL TENDER) کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں، جبکہ دھاتی کرنسی "محدود زر قانونی" (LIMITED LEGAL TENDER) ہے، اس لیے ان نوٹوں کے ذریعہ قرض کی بڑی سے بڑی مقدار کی ادائیگی ممکن ہے اور قرض خواہ اس کو قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکتا، بخلاف دھاتی سکوں کے کہ قرض کی بڑی مقدار کو اگر کوئی شخص اس کے ذریعہ ادا کرنا چاہے تو قرض خواہ اس کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کاغذی نوٹ نے لین دین میں رواج کی کثرت، لوگوں کے اس پر زیادہ اعتماد اور اس کی قانونی حیثیت کی وجہ سے دھاتی کرنسی پر بھی برتری حاصل کر لی ہے۔

۳۔ قرض کی دستاویز ہر شخص جاری کر سکتا ہے، اس میں شرعاً اور قانوناً کوئی ممانعت نہیں کہ قرض خواہ یہ سند اپنے دین کی ادائیگی میں دوسرے قرض خواہ کو دے دے اور دوسرا قرض خواہ تیسرے قرض خواہ کو دے دے۔ لیکن یہ نوٹ حکومت کے علاوہ کوئی اور شخص جاری نہیں کر سکتا۔ جیسے دھاتی کرنسی حکومت کے علاوہ کوئی شخص جاری نہیں کر سکتا۔

۴۔ دنیا کے تمام ممالک میں عرفاً اور قانوناً نوٹوں کے لیے "کیش"، "ثمن" اور "کرنسی" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ دوسری مالی دستاویزات کے لیے یہ الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔

۵۔ لوگ آپس میں ان نوٹوں کا لین دین اس اعتماد کے ساتھ کرتے ہیں جس اعتماد کے ساتھ دھاتی کرنسی کا لین دین کرتے ہیں۔ اور ان نوٹوں کے لین دین کے وقت لوگوں کو کبھی اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ قرض کا لین دین کر رہے ہیں، آج کوئی شخص بھی ایسا موجود نہیں ہے جو ان نوٹوں کو اس لیے حاصل کرنا چاہتا ہو کہ ان کے ذریعے سونے، چاندی یا دھات کے سکے حاصل کرے گا۔

۶۔ جیسا کہ اس کاغذی کرنسی کے ارتقاء میں پیچھے ذکر کیا گیا، اب ان کاغذی نوٹوں کی پشت پر کوئی سونا چاندی سرے سے موجود نہیں ہے، اور نہ اسے سونے میں تبدیل کرنا ممکن ہے، حتیٰ کہ ملکوں کے درمیان آپس کے لین دین میں بھی اس کا امکان باقی نہیں رہا۔ چنانچہ جیوفرے گراڈھتر لکھتا ہے:

"کرنسی نوٹوں پر جو یہ عبارت لکھی ہوتی ہے کہ "حامل ہذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا" اب اس عبارت کا کوئی مقصد اور کوئی معنی باقی نہیں رہے۔ اس لیے کہ اب موجودہ دور میں کرنسی نوٹوں

کی کسی بھی مقدار کو سونے میں تبدیل کرانے کی کوئی صورت نہیں، چاہے ان نوٹوں کی مقدار ستر ہزار سو پونڈ یا اس سے زیادہ بھی کیوں نہ ہو۔ اب موجودہ دور میں یہ کرنسی نوٹ ایک کاغذ کا پرزہ ہے جس کی ذاتی قیمت کچھ بھی نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس پونڈ کو برطانیہ کے مرکزی بینک میں لے جاکر اس کے بدلے میں سونے یا کرنسی کا مطالبہ کرے تو وہ بینک یا تو معذرت کے دے دے گا یا اس کے بجائے دوسرے نوٹ پکڑا دے گا۔ لیکن یہ کاغذی پونڈ برطانیہ کے تمام جائز میں کیش ہی کی طرح قبول کیے جاتے ہیں (اس لیے اب اس کے بدل کے مطالبہ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔)

خلاصہ یہ کہ نوٹ پر لکھی ہوئی تحریر کا مطلب صرف اتنا رہ گیا ہے کہ حکومت اس نوٹ کی ظاہری قیمت کی ضامن ہے اور اس کی ظاہری قیمت اس کی قوت خرید ہی کا دوسرا نام ہے؛ یہی وجہ ہے کہ بینک اس کے بدلے میں سونا، چاندی یا دوسرے دھاتی سکے دینے کا پابند نہیں ہے۔ چنانچہ بعض اوقات بینک مطالبہ کے وقت اس کے بدلے میں اس کی ظاہری قیمت ہی کے برابر دوسرے نوٹ ادا کر دیتا ہے۔ حالانکہ نوٹ کے بدلے میں نوٹ ادا کرنے کو قرض کی ادائیگی نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نے ایک کرنسی کو دوسرے کرنسی سے تبدیل کر کے دے دیا۔ اور مرکزی بینک نوٹوں کی یہ تبدیلی بھی صرف اس مقصد کے لیے کرتا ہے تاکہ ان نوٹوں پر لوگوں کا اعتماد برقرار رہے۔ اس تبدیلی کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ یہ نوٹ کرنسی کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔

بہرحال! مندرجہ بالا بحث سے واضح ہو گیا کہ فقہی اعتبار سے یہ نوٹ اب قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ "فلوس نافقہ" (مروجہ سکوں) کی طرح یہ علامتی کرنسی کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ جس طرح "فلوس نافقہ" کی ظاہری قیمت ان کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں میں ان نوٹوں کے ذریعہ لین دین کا رواج "فلوس نافقہ" ہی طرح ہو گیا ہے بلکہ موجودہ دور میں دھاتی سکوں کا وجود بھی نادر ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان نوٹوں کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ اس کے ذریعہ زکوٰۃ فی الفور ادا نہیں ہوتی۔ یا ایک کرنسی نوٹ کی دوسرے کرنسی نوٹ میں تبدیلی کو یہ کہہ کر ناجائز قرار دینا کہ یہ "بیع الکالی بالکالی" کی قبیل سے ہے یا ان نوٹوں کے ذریعہ سونے چاندی کی خریداری کو اس لیے ناجائز قرار دینا کہ یہ "بیع صرف" ہے اور "بیع صرف" میں دونوں طرف سے مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، جو یہاں نہیں پایا گیا۔ ان تمام باتوں میں ناقابل تحمل حرج لازم آتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے معاملات میں شریعت مروجہ عرف عام کو معتبر مانتے ہوئے اس میں سہولت اور آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسے فلسفیانہ نظریہ کی دقیق بحثوں میں نہیں الجھتی، جن کا عملی زندگی پر کوئی اثر موجود نہ ہو۔ وللہ الحمد۔

بہرحال! مندرجہ بالا بحث سے یہ بات پوری ثابت ہو گئی کہ یہ کاغذی نوٹ کرنسی کے حکم میں ہیں۔ اب ہم اس نوٹ سے متعلق دوسرے فقہی احکام کو بیان کرتے ہیں۔ واللہ المستعان

کرنسی نوٹ اور زکوٰۃ جب کرنسی نوٹ ساڑھے باون تولہ (۶۱۲ء۳۶ گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولہ .... (۸۷ء۴۸ گرام) سونے کے برابر پہنچ جائیں تو ان پر بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہو جائیگی اور چونکہ اب یہ نوٹ قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے، اس لیے ان نوٹوں پر قرض کی زکوٰۃ کے احکام بھی جاری نہیں ہوں گے بلکہ اس پر مروجہ سکوں کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ

نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ ایک ہی ملک کے مختلف مقدار کے نوٹوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ملک کے کرنسی نوٹوں کا دوسرے ملک کے کرنسی نوٹوں سے تبادلہ کیا جائے۔

ان دونوں صورتوں کے احکام علیحدہ علیحدہ بیان کیے جاتے ہیں۔

ملکی کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ

جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا کہ تمام معاملات میں کرنسی نوٹ کا حکم بعینہٖ سکوں کی طرح ہے، جس طرح سکوں کا آپس میں تبادلہ برابر سرابر کر کے جائز ہے۔ اسی طرح ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کا تبادلہ برابر سرابر کر کے بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ مجلس عقد میں فریقین میں سے کوئی ایک بدلین میں سے ایک پر قبضہ کرلے، لہٰذا اگر تبادلہ کرنے والے دو شخصوں میں سے کسی ایک نے بھی مجلس عقد میں نوٹوں پر قبضہ نہیں کیا حتیٰ کہ وہ دونوں جدا ہو گئے تو اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ عقد فاسد ہو جائے گا، اس لیے کہ ان کے نزدیک فلوس متعین نہیں ہوتے۔ ان کی تعیین صرف قبضے ہی سے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جن فلوس پر عقد ہوا، مگر ان پر قبضہ نہیں ہوا تو وہ متعین نہیں ہو سکے بلکہ ہر فریق کے ذمے دین ہو گئے۔ اور یہ دین کی بیع دین سے ہو گئی۔ جو بیع الکالی بالکالی ہونے کی بنا پر ناجائز ہے۔

مندرجہ بالا حکم تو اس صورت میں ہے جب نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ برابر سرابر کر کے کیا جائے، اور اگر کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کیا جائے، مثلاً ایک روپیہ کا دو روپے سے یا ایک ریال کا دو ریال سے، یا ایک ڈالر کا دو ڈالر سے تبادلہ کیا جائے تو اس صورت کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں فقہاء کا وہی مشہور اختلاف پیش آئے گا، جو فلوس کے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے بارے میں معروف ہے۔ وہ یہ کہ:

بعض فقہاء کے نزدیک ایک فلس (پیسے) کا تبادلہ دو فلسوں سے شرعاً سود ہونے کی بنا پر حرام ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے، اور حنابلہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے، اور اگر دونوں طرف کے فلوس غیر متعین ہوں تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی یہ تبادلہ حرام ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تبادلہ اس لیے حرام ہے[1] کہ ان کے نزدیک کسی معاملے میں ادھار اور کمی زیادتی کے حرام ہونے کی علت "ثمنیت" (کیش، نقدی، اور کرنسی ہونا) ہے، چاہے حقیقی ثمنیت ہو جیسے سونے چاندی میں ہوتی ہے یا عرفی اور اصطلاحی ثمنیت ہو، جیسے سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے سکے اور کاغذی نوٹ میں ہوتی ہے، لہٰذا اگر کسی عقد میں دونوں طرف ایک قسم کا ثمن (کرنسی، نقدی، کیش) ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس عقد میں نہ تو کمی زیادتی جائز ہے اور نہ ادھار جائز ہے۔ چنانچہ "المدونۃ الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:

ولو ان الناس اجازوا بینھم الجلود — یعنی اگر لوگوں کے درمیان چمڑے کے ذریعہ

---

[1] مطلب یہ کہ اگر عقد کچھ متعین روپوں پر ہوا ہو اور کوئی فریق ان روپوں کے بجائے اتنی ہی مالیت کے دوسرے روپے دیدے تو وہ ایسا کر سکتا ہے، اس لیے جب دوسرا فریق ان پر قبضہ کرے تو پہلا فریق اس سے مطالبہ نہیں کر سکتا کہ مجھے واپس کر دو، میں ان کے بدلے دوسرے دیتا ہوں۔

حتی یکون لھا سکۃ وعین للکرھتھا ان تباع بالذھب والورق نظرۃ لان مالکا قال، لایجوز فلس بفلسین. ولا تجوز الفلوس بالذھب ولا بالدنانیر نظرۃ[1]

خرید و فروخت کا استقدر رواج پا جائے کہ وہ پیمانہ ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر جائے تو اس صورت میں میرے نزدیک سونے چاندی کے ذریعہ اس چیز کے خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ——— چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک فلس کی دو فلسوں کے ساتھ بیع اور تبادلہ جائز نہیں، اسی طرح سونا چاندی اور درہم اور دینار کے ذریعہ بھی فلوس کی ادھار بیع جائز نہیں۔ (اس لیے کہ سونا چاندی، درہم اور دینار میں حقیقی ثمنیت موجود ہے۔ اور سکوں میں اصطلاحی ثمنیت موجود ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک ثمنیت کے ہوتے ہوئے اگر اجناس مختلف ہوں تب بھی ادھار ناجائز ہے)

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱۰، ص ۱۰۴)۔

جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت ثمنیت کے بجائے قدر (کیل اور وزن) ہے اور چونکہ فلوس عددی ہیں اس لیے ان میں یہ علت موجود نہیں، لیکن فقہاء حنفیہ فرماتے ہیں کہ ہم قیمت فلوس بازاری اصطلاح کے مطابق بالکل برابر اور قطعی طور پر مساوی اکائیاں ہوتی ہیں، کیونکہ لوگوں کی اصطلاح نے ان کی جودت و رداءت (عمدگی اور گھٹیا پن) کا اعتبار ختم کر دیا ہے لہٰذا اگر ایک اکائی کو دو اکائیوں سے فروخت کیا جائے گا، تو دو میں سے ایک اکائی بغیر کسی عوض کے رہ جائے گی، اور یہ عوض سے خالی رہ جانا عقد میں مشروط ہوگا، لہٰذا اس سے ربا لازم آجائے گا لیکن یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ ان فلوس کی ثمنیت باقی رہے، اور وہ متعین کرنے سے متعین نہ ہوں۔

اب امام محمد رحمہ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سکے ثمن اصطلاحی بن کر رائج ہو چکے ہیں تو جب تک تمام لوگ اس کی ثمنیت کو باطل قرار نہ دیں، اس وقت تک صرف متعاقدین (بائع اور مشتری) کے باطل کرنے سے ان کی ثمنیت باطل نہ ہو گی، جب ثمنیت باطل نہ ہوئی تو وہ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوں گے لہٰذا ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ جائز نہ ہوگا۔ خواہ متعاقدین (بائع اور مشتری) نے انھیں اپنی حد تک متعین ہی کیوں نہ کر لیا ہو۔

لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ سکے خلقی ثمن نہیں ہیں بلکہ اصطلاحی اثمان ہیں۔ اس لیے متعاقدین کو اختیار ہے کہ وہ اپنے درمیان اس اصطلاح کو ختم کرتے ہوئے ان سکوں کی تعیین کے ذریعہ ان کی ثمنیت کو باطل کر دیں۔ اس صورت میں یہ سکے عروض اور سامان کے حکم میں ہو جائیں گے، لہٰذا ان میں کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہو گا[2]

رہے امام احمد رحمہ اللہ علیہ سو ان کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے: العنایہ حاشیہ فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۸۷۔

[2] المغنی لابن قدامہ، مع الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۲۸، ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ایک یہ کہ ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ جائز ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت "وزن" ہے، اور سکوں کے عددی ہونے کی وجہ سے یہ علت ان میں موجود نہیں جب علت موجود نہیں تو حرمت کا حکم بھی نہیں لگے گا۔

دوسرے یہ کہ سکوں کا اس طرح تبادلہ کرنا جائز نہیں، اس لیے یہ سکے فی الحال اگرچہ عددی ہیں لیکن اصل میں دھات ہونے کی بنا پر وزنی ہیں۔ اور دھات کو سکوں میں تبدیل کرنے سے ان کی اصلیت باطل نہیں ہوگی۔ جس طرح روٹی اگرچہ عددی ہے لیکن اصلیت کے اعتبار سے آٹا ہونے کی بنا پر کیلی یا وزنی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں:

ان اختیار التناضی ان ما کان یقصد وزنہ بعد عملہ کالاسطال، ففیہ الربا۔ و ما لا فلا۔[1]

کسی دھات سے کوئی چیز بنانے کے بعد بھی اگر اس میں وزن کا اعتبار کیا جاتا ہو تو اس میں کمی زیادتی سے بیع کرنا سود ہونے کی بنا پر حرام ہے۔ جیسے تانبے، پیتل اور اسٹیل کے برتن (اس لیے کہ یہ چیزیں بازار میں وزن کر کے بیچی جاتی ہیں) اور اگر وزن کا اعتبار نہ کیا جائے تو سود نہیں ہے۔

اس اصول کا تقاضا یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کاغذی نوٹ کا تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ جائز ہو۔ اس لیے کہ کاغذی نوٹ اصلاً وزنی نہیں ہیں بخلاف فلوس کے کہ وہ اصلاً وزنی ہے (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

دوسرے بعض فقہاء کے نزدیک ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ مطلقاً جائز ہے۔ بلکہ سکوں کے تبادلے میں ہر قسم کی کمی زیادتی جائز ہے۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ ان کے نزدیک حرمت ربا کی علت اصلی اور خلقی ثمنیت ہے۔ جو صرف سونے چاندی میں پائی جاتی ہے اور سکوں میں صرف عرفی ثمنیت موجود ہے۔ خلقی ثمنیت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے نزدیک فلوس کا تبادلہ کمی زیادتی کے ساتھ بالکل جائز ہے۔[2]

اور جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک بھی اگر متاقدین ان سکوں کو متعین کر دیں تو متعین کرنے سے ان کی ثمنیت باطل ہو کر وہ عروض اور سامان کے حکم میں ہو جائیں گے۔ اس صورت میں ایک فلس کا تبادلہ دو فلسوں کے ساتھ جائز ہے۔

نوٹ کی نوٹ کے بدلہ میں کمی وزیادتی کے ساتھ بیع

مندرجہ بالا اختلاف کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب سونے چاندی کو تمام اثمان کا معیار قرار دیا ہوا تھا۔ اور سونے چاندی سے تبادلے کا عام رواج تھا۔ اور تمام معاملات میں پوری آزادی کے ساتھ سونے چاندی کے سکوں کے ذریعہ لین دین ہوا کرتا تھا اور دوسری دھات کے سکے معمولی قسم کے تبادلے میں استعمال ہوتے تھے۔ لیکن موجودہ زمانہ میں سونے چاندی کے سکے نایاب ہو چکے ہیں اور اس وقت دنیا میں کوئی ایسا ملک یا ایسا شہر نہیں ہے جس میں سونے چاندی کے سکے رائج ہوں۔ اور تمام معاملات اور لین دین میں سونے چاندی کے سکوں کے بجائے علامتی سکے اور کرنسی نوٹ رائج ہیں جیسا کہ اس بحث کے آغاز میں ہم نے بتایا ہے۔

لہٰذا میری رائے میں موجودہ دور کی علامتی کرنسی نوٹ کے تبادلہ کے مسئلہ میں امام مالکؒ یا امام محمدؒ کا قول اختیار کرنا

---

[1] فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۲۹، ص ۴۶۰ [2] نہایۃ المحتاج للرملی ج ۳ ص ۴۱۸، تحفۃ المحتاج لابن حجر ج ۴ ص ۲۷۹)

مناسب ہے، اس لیے کہ امام شافعی یا امام ابوحنیفہ، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کا مسلک اختیار کرنے سے سود کا دروازہ چوپٹ کھل جائے گا۔ اور ہر سودی کاروبار اور لین دین کو اس مسئلہ کی آڑ بنا کر اسے جائز کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر قرض دینے والا اپنے قرض کے بدلے سود لینا چاہے گا تو وہ اس طرح سے بآسانی لے سکے گا کہ قرض دار کو اپنے کرنسی نوٹ زیادہ قیمت میں فروخت کرے گا۔ اس طرح وہ اپنے قرض کے بدلے سود حاصل کرے گا۔

غالب گمان یہ ہے کہ اگر وہ فقہاء جنھوں نے ایک سکے کے دو سکوں سے تبادلہ کو جائز قرار دیا ہے۔ ہمارے موجودہ دور میں باحیات ہوتے۔ اور کرنسی کی تبدیلی کا مشاہدہ کرتے، تو وہ ضرور اس معاملے کی حرمت کا فتویٰ دیتے۔ جس کی تائید بعض متقدمین فقہاء کے قول سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ماوراء النہر کے فقہاء عدالی اور غطارفہ میں کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کو حرام قرار دیتے تھے[1] ایسے سکوں کے بارے میں حنفیہ کا اصل مذہب کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے جواز کا تھا۔ کیونکہ ان سکوں میں کھوٹ غالب ہونے کی وجہ سے وہاں چاندی اور کھوٹ میں سے ہر ایک کو مخالف جنس کا عوض قرار دینے کی گنجائش موجود تھی۔ (گویا کہ چاندی کا تبادلہ کھوٹ سے اور کھوٹ کا تبادلہ چاندی سے ہوتا تھا۔ اور یہ تبادلہ خلاف جنس سے ہونے کی بناء پر جائز تھا) لیکن ماوراء النہر کے مشائخ حنفیہ نے ان کھوٹے سکوں میں بھی کمی زیادتی کیساتھ تبادلے کو ناجائز قرار دیا۔ اور اس کی علت یہ بیان کی کہ:

انها اعز الاموال فی دیارنا
فلو بیع التفاضل فیه
یفتح باب الربا[2]

ہمارے شہر میں ان سکوں کو بھی بہت معزز مال سمجھا جاتا ہے، اس لیے ان میں کمی زیادتی کو جائز قرار دینے سے سود کا دروازہ کھل جائے گا۔

پھر اگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا موازنہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول سے کیا جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل بھی بہت مضبوط اور راجح معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ان سکوں کی ثمنیت ختم کرنے کے بعد ہی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے جواز کا حکم دیا جاتا ہے جبکہ سکوں کی ثمنیت ختم کرنے کا کوئی صحیح مقصد سمجھ میں نہیں آتا اس لیے کہ شاذ و نادر ہی کوئی ایسا شخص ہوگا جس کے نزدیک سکوں کے حصول سے مقصد اس کی ثمنیت نہ ہو لیکن ان سب سکوں کی اصل دھات تانبا پیتل اور لوہا مقصود ہو، سکوں کے حصول سے ہر شخص کی غرض اس کی ثمنیت ہوتی ہے (تاکہ وہ اس کے ذریعہ اپنی ضروریات خرید سکے، نہ یہ کہ اس سکے کو پگھلا کر کوئی دوسری چیز بنائے) لہٰذا اگر متعاقدین (بائع اور مشتری) سکے کی ثمنیت ختم کرنے پر مصالحت کر لیں تو اس مصالحت کو کمی زیادتی کے تبادلے کو جائز کرنے کے لیے ایک من گھڑت اور مصنوعی حیلہ کہا جائے گا۔ جس کو شریعت قبول نہیں کر سکتی۔ خاص کر موجودہ دور میں اس قسم کے حیلوں کی شرعاً کہاں گنجائش ہو سکتی ہے جبکہ سونے چاندی کے حقیقی اور خلقی سکوں کا پوری دنیا میں کہیں وجود نہیں ہے اور سود صرف ان موجبہ علامتی نوٹوں ہی میں پایا جا رہا ہے۔ کیونکہ سونے چاندی کے نقود نایاب ہوتے ہوتے دنیا بھر سے مفقود ہو چکے ہیں۔

ہاں! امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر عمل ان فلوس میں متصور ہو سکتا ہے۔ جو بذات خود بحیثیت مادہ کے مقصود ہوں، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ مختلف ممالک کے سکے اور کرنسی نوٹ اپنے پاس جمع کرتے رہتے ہیں، اس جمع کرنے سے ان کا مقصد تبادلہ یا بیع یا اس کے ذریعہ منافع حاصل کرنا نہیں ہوتا۔

[1] عدالی اور غطارفہ خاص قسم کے دو سکے تھے جن میں چاندی بہت معمولی ہوتی تھی اور اسی لئے سب کھوٹ ہوتا تھا۔ [2] فتح القدیر، باب الصرف، ج ۵ ص ۳۸۲۔

بلکہ انھیں صرف تاریخی یادگار کے طور پر جمع کرتے ہیں تاکہ آئندہ زمانہ میں جب یہ کرنسی بند ہو جائے تو یہ کرنسی ان کے پاس یادگار کے طور پر باقی رہے۔ بظاہر اس قسم کی کرنسی میں ان دونوں حضرات کے قول پر عمل کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کو جائز کہنے کی گنجائش نکل سکتی ہے، جہاں تک اس کرنسی کا تعلق ہے جس کے حصول کا مقصد تبادلہ اور بیع ہو اس کی ذات مقصود نہ ہو ایسی کرنسی کے معاملے میں نرمی برتنے سے سود کے حصول کا راستہ کھل جائے گا۔ لہٰذا ایسی کرنسی کے تبادلے میں کمی زیادتی کو جائز قرار دینا درست نہیں، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

بہرحال موجودہ زمانے میں کاغذی کرنسی کا تبادلہ مساوات اور برابری کے ساتھ کرنا جائز ہے کمی زیادتی کے ساتھ جائز نہیں۔

پھر یہ برابری کرنسی نوٹوں کی تعداد اور گنتی کے لحاظ سے نہیں دیکھی جائے گی بلکہ ان نوٹوں کی ظاہری قیمت کے اعتبار سے دیکھی جائے گی جو اس پر لکھی ہوتی ہے۔ لہٰذا پچاس روپے کے ایک نوٹ کا تبادلہ دس دس روپے کے پانچ نوٹوں کے ذریعہ کرنا جائز ہے۔ اس تبادلہ میں اگرچہ ایک طرف صرف ایک نوٹ ہے، اور دوسری طرف پانچ نوٹ ہیں۔ لیکن ظاہری قیمت کے لحاظ سے ان پانچ نوٹوں کے مجموعے کی قیمت پچاس روپے کے برابر ہے، اس لیے کہ یہ نوٹ اگرچہ عددی میں لیکن ان نوٹوں کے آپس میں تبادلہ اور بیع کرنے سے بذات خود وہ نوٹ یا ان کی تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کی وہ ظاہری قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نوٹ نمائندگی کرتا ہے لہٰذا مساوات اس قیمت میں ہونی چاہیے۔

نوٹوں کے بارے میں یہ مسئلہ بعینہٖ فلوس کے سکوں کی طرح ہے۔ سکے اصلاً وصفاً کے ہونے کی وجہ سے وزنی ہیں لیکن فقہاء نے انھیں عددی قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان فلوس کے حصول سے ان کی ذات یا وصف یا تعداد مقصود نہیں ہوتی بلکہ وہ قیمت مقصود ہوتی ہے جس کی وہ نمائندگی کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی بڑا سکہ جس کی قیمت دس فلس ہو اس کا تبادلہ ایسے دس چھوٹے سکوں سے کرنا جائز ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک فلس ہے اور اس کے وہ فقہاء بھی جواز کے قائل ہیں جو ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ کرنا جائز کہتے ہیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں ایک سکے کی قیمت بعینہٖ وہی ہے جو دس سکوں کی ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ دس فلس کا سکہ اگرچہ بظاہر ایک ہے لیکن حکماً وہ ایک ایک فلس کے دس سکے ہیں۔ لہٰذا وہ دس واقعی سکوں کے مساوی ہے۔ بعینہٖ یہی حکم ان کرنسی نوٹوں کا ہے کہ ان میں بھی ظاہری عدد کا اعتبار نہیں۔ اس عدد حکمی کا اعتبار ہے جو ان کی قیمت (FACE VALUE) سے ظاہر ہوتا ہے۔ لہٰذا اس میں مساوات ضروری ہے۔

مختلف ممالک کے کرنسی نوٹوں کا آپس میں تبادلہ

پھر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک ملک کے مختلف سکے اور کرنسی نوٹ ایک ہی جنس ہیں اور مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہیں۔ اس لیے کہ، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا تھا موجودہ دور کے سکے اور کرنسی نوٹوں کی ذات ان کا مادہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ آج کے دور میں کرنسی قوت خرید کے ایک مخصوص معیار سے عبارت ہے اور ہر ملک نے چونکہ الگ معیار مقرر کیا ہوا ہے۔ مثلاً پاکستان میں روپیہ، سعودی عرب میں ریال، امریکہ میں ڈالر، لہٰذا یہ معیار ملکوں کے اختلاف سے بدلتا رہتا ہے، اس وجہ سے کہ ہر ملک کی کرنسی کی حیثیت کا تعین اس ملک کی قیمتوں کے اشاریہ اور اس کی درآمدات وبرآمدات وغیرہ کی بنیاد پر ہوتا ہے اور کوئی ایسی مادی چیز موجود نہیں ہے جو ان مختلف معیارات کے

درمیان کوئی پائیدار تناسب قائم رکھے۔ بلکہ ہر ملک کے اقتصادی حالات کے تغیر و اختلاف کی وجہ سے اس تناسب میں ہر روز بلکہ ہر گھنٹے تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے لہٰذا ان مختلف ممالک کی کرنسیوں کے درمیان کوئی ایسا پائیدار تعلق نہیں پایا جاتا جو ان سب کو جنس واحد بنا دے۔

اس کے برخلاف ایک ہی ملک کی کرنسی اور سکوں میں یہ بات نہیں۔ اگرچہ قدر کے لحاظ سے وہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اس اختلاف کا تناسب ہمیشہ ایک ہی رہتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں۔ مثلاً پاکستانی روپیہ اور پیسہ، اگرچہ یہ دونوں مختلف قیمت کے حامل ہیں لیکن دونوں کے درمیان جو ایک اور سو کی نسبت ہے (کہ ایک پیسہ ایک روپیہ کا سواں حصہ ہوتا ہے) روپیہ کی قیمت بڑھنے اور گھٹنے سے اس نسبت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ بخلاف پاکستانی روپیہ اور سعودی ریال کے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت موجود نہیں جو ہر حال میں برقرار رہے۔ بلکہ ان کے درمیان نسبت ہر وقت بدلتی رہتی ہے[1]

لہٰذا جب ان کے درمیان کوئی ایسی معین نسبت جو جنس ایک کرنے کے لیے ضروری تھی نہیں پائی گئی تو تمام ممالک کی کرنسیاں آپس میں ایک دوسرے کے لیے مختلف الاجناس ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نام ان کے پیمانے اور ان سے بھنائی جانے والی اکائیاں (ریزگاری وغیرہ) بھی مختلف ہوتی ہیں۔

جب مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہو گئیں تو ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بالاتفاق جائز ہے لہٰذا ایک ریال کا تبادلہ ایک روپے سے بھی کرنا جائز ہے، پانچ روپے سے بھی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو اس لیے کہ جب ان کے نزدیک ایک ہی ملک کے سکے کا تبادلہ دو سکوں سے کرنا جائز ہے۔ تو مختلف ممالک کے سکوں کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ اور حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کرنسی اگرچہ اموال ربویہ میں سے ہے لیکن اموال ربویہ میں جب جنس بدل جائے تو ان کے نزدیک بھی کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کے نزدیک ایک فلس کا دو فلسوں سے تبادلہ اس لیے ناجائز تھا کہ وہ سکے آپس میں بالکل برابر اور ہم مثل تھے جس کی بنا پر تبادلہ کے وقت ایک سکہ بغیر عوض کے خالی رہ جاتا تھا لیکن مختلف ممالک کی کرنسیاں مختلف الاجناس ہونے کی بنا پر ہم مثل اور برابر نہ رہیں۔ اس لیے ان کے درمیان کمی زیادتی کے ساتھ تبادلے کے وقت کرنسی کے کسی حصہ کو خالی عن العوض نہیں کہا جائے گا اور جب خالی عن العوض نہیں تو کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ بھی جائز ہے۔

لہٰذا ایک سعودی ریال کا تبادلہ ایک سے زائد پاکستانی روپیوں سے کرنا جائز ہے۔

اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ بعض اوقات حکومت مختلف کرنسیوں کی قیمت مقرر کر دیتی

---

[1] کسی زمانہ میں ایک اور تین کی نسبت تھی۔ اس وقت ایک ریال تین روپے کے برابر تھا۔ پھر ریال کی قیمت بڑھ جانے سے ایک اور چار کی نسبت ہو گئی تھی۔ اور اب تقریباً ایک اور پانچ کی نسبت ہے اس سے معلوم ہوا کہ دونوں کرنسیوں کے درمیان ایسی کوئی معین نسبت موجود نہیں ہے جو ہمیشہ ایک حالت پر برقرار رہے۔ بالکل یہی حال دنیا کے ہر دو ملکوں کی مختلف کرنسیوں کا ہے۔

ہے۔ مثلاً اگر حکومت پاکستان ایک ریال کی قیمت چار روپے اور ایک ڈالر کی قیمت پندرہ روپے مقرر کر دے تو کیا اس صورت میں حکومت کی مقرر کردہ قیمت کی مخالفت کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز ہے؟ مثلاً کوئی شخص ایک ڈالر بجائے ۱۵ روپے کے بیس روپے میں بیچ دے تو اس زیادتی کو سود کہا جائے گا یا نہیں؟ میرے نزدیک حکومت کے مقرر کردہ بھاؤ کی مخالفت کرتے ہوئے کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنے میں سود لازم نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ دونوں کرنسیاں جنس کے اعتبار سے مختلف ہیں اور مختلف الاجناس کے تبادلہ میں کمی زیادتی جائز ہے، اور اس کمی زیادتی کی شرعاً کوئی حد مقرر نہیں، بلکہ یہ فریقین کی باہمی رضامندی پر موقوف ہے جس کی تفصیل ہم نے پہلے بیان کر دی۔ البتہ اس "پر تسعیر" (نرخ مقرر کرنے) کے احکام جاری ہوں گے۔ لہٰذا جن فقہاء کے نزدیک اشیاء میں تسعیر جائز ہے کرنسی میں بھی جائز ہوگا۔ اور لوگوں کے لیے اس حکم کی مخالفت درست نہ ہوگی۔ ایک قواعد یہ ہے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جو کام معصیت اور گناہ نہ ہوں ان میں حکومت کی اطاعت واجب ہے (شرح السیر الکبیر للسرخسی ج ۱ ص ۹۶، و رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۰، الیضاً ج ۱ ص ۵۹۲) دوسرے اس لیے کہ جو شخص جس ملک میں قیام پذیر ہوتا ہے وہ قولاً یا عملاً اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جب تک اس ملک کے قوانین کسی گناہ پر مجبور نہیں کریں گے وہ ان قوانین کی ضرور پابندی کرے گا۔ لہٰذا ان قواعد کے پیش نظر اس کے لیے حکومت کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن دوسری طرف اس زیادتی کو سود کہہ کر حرام کہنا بھی درست نہیں۔

بغیر قبضے کے کرنسی کا تبادلہ پھر ایک ہی ملک کے کرنسی نوٹوں کے درمیان تبادلے کے وقت اگرچہ کمی زیادتی تو جائز نہیں، لیکن یہ بیع صرف" بھی نہیں ہے۔ کیونکہ کرنسی نوٹ خلقۃً ثمن نہیں ہیں بلکہ یہ ثمن عرفی یا اصطلاحی ہیں اور بیع صرف کے احکام صرف خلقی اثمان (سونے چاندی) میں جاری ہوتے ہیں۔ اس لیے مجلس عقد میں دونوں طرف سے قبضہ شرط نہیں، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک کم از کم ایک طرف سے قبضہ پایا جانا ضروری ہے، اس کے بغیر یہ معاملہ درست نہ ہوگا اس لیے کہ ان دونوں اماموں کے نزدیک سکے متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے اور تعیین بغیر قبضے کے نہیں ہو سکتی، لہٰذا اگر بغیر قبضہ کے متعاقدین جدا ہو گئے تو ان کی جدائی اس حالت میں ہوگی کہ ہر فریق کے ذمے دوسرے کا دین ہوگا۔ (اور بیع الدین بالدین لازم آ جائے گی) جو جائز نہیں ہے[1] البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک چونکہ اثمان متعین کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں۔ ان کی تعیین کے لیے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے ان حضرات کے نزدیک اگر کسی ایک فریق نے بھی نوٹ متعین کر دیئے (کہ معاملہ خاص انہی نوٹوں پر ہوا ہے) تو پھر قبضہ عقد کی صحت کے لیے شرط نہیں ہوگا۔[2]

اب سوال یہ ہے کہ کرنسی کا ادھار معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ تاجروں اور عام لوگوں میں اس کا رواج ہے کہ وہ ایک ملک کی کرنسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دے دیتے ہیں کہ تم اس کے بدلے میں اتنی مدت کے بعد فلاں ملک کی کرنسی فلاں جگہ پر دینا۔ مثلاً زید عمرو کو سعودی عرب میں ایک ہزار ریال دے اور یہ کہے کہ تم اس کے بدلے مجھے پاکستان میں چار ہزار پاکستانی روپے دے دینا تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک اثمان کی بیع میں بیع کے وقت ثمن

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار، ج ۴ ص ۱۸۳-۱۸۴۔

[2] المغنی لابن قدامہ، باب الصرف، ج ۴ ص ۱۶۹۔

کا عقد کرنے والے کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں۔ لہٰذا جب جنسیں مختلف ہوں تو ادھار کرنا جائز ہے چنانچہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

واذا اشترى الرجل فلوسا بدراهم ونقد الثمن ولم تكن الفلوس عند البائع۔ فالبيع جائز لان الفلوس الرائجة ثمن كالنقود وقد بينا ان حكم العقد في الثمن وجوبها ووجودها معا ولا يشترط قيامها في ملك بائعها لصحة العقد كما لا يشترط ذلك في الدراهم والدنانير۔

اگر کسی شخص نے دراہم کے بدلے فلوس خریدے اور اس نے دراہم بائع کو دے دیئے لیکن بائع کے پاس اس وقت فلوس موجود نہیں تھے تو یہ بیع درست ہو جائیگی اس لیے کہ مروجہ سکے ثمن کے حکم میں ہوتے ہیں اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ ثمن پر عقد کرنے کا حکم یہ ہے کہ وہ ثمن (مشتری کے ذمے) واجب بھی ہو جائے، اور موجود بھی ہو لیکن ثمن کا بائع کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں جس طرح دراہم اور دینار کی بیع کے وقت ان کا ملک میں ہونا ضروری نہیں۔

(مبسوط ج ۱۴ ص ۲۴)

لہٰذا اس صورت میں یہ بیع بثمن مؤجل ہو جائے گی جو اختلاف جنس کی صورت میں جائز ہے۔

اور اس معاملے کو "بیع سلم" میں بھی داخل کر سکتے ہیں۔ اور اکثر فقہاء فلوس ہیں "بیع سلم" کو جائز بھی قرار دیتے ہیں اس لیے کہ سکے ایسے غیر متفاوت عددی ہیں جو وزن اور صفت وغیرہ بیان کرنے سے متعین ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو ایک فلس کی بیع دو فلسوں سے ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی سکوں میں "بیع سلم" جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج ۵ ص ۳۲۷)۔ اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسی عددی اشیاء جن میں تفاوت اور تفاوت فرق نہ ہو، ان میں "بیع سلم" جائز ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۴ ص ۳۲۷)

البتہ اس عقد کو "بیع سلم" میں داخل کرنے کی صورت میں ان شرائط کا لحاظ ضروری ہوگا جو مختلف فقہاء نے اپنے اپنے مسالک کے مطابق "بیع سلم" کے جواز کے لیے لگائی ہیں جو کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔[1]

آج کل دنیا کے تمام ممالک کے مالیاتی نظام کی اساس چونکہ کرنسی پر ہے اور نوٹ کی قانونی حیثیت مختلف ادوار میں تبدیل ہوتی رہی ہے اس لیے اس کا شرعی حکم بھی تبدیل ہوتا رہے گا مثلاً جب نوٹ کی پشت پر سونے کی ضمانت تھی اس وقت نوٹ سونے کے حکم میں تھا اور کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی تھی جب وہ سونے کے نصاب کے برابر ہوتے غالباً یہی وجہ ہے کہ چند برس پہلے مصری علماء نے یہ لکھا تھا کہ نوٹوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب وہ بیس دینار شرعی کے برابر ہوں اور ایک دینار شرعی کی قیمت ۴۶ء۴ گرام سونے کے برابر ہے۔[2] نیز مصری علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ بینک نوٹ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب وہ نوٹ ایک ہزار گنیوں (سونے کی

---

[1] ماہنامہ البلاغ کراچی، ستمبر ۱۹۸۸ء نومبر ۱۹۸۸ء

[2] الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۸ ص ۲۸۴۷، مطبوعہ القاہرہ ۱۹۸۲ء۔

اشرفیوں) کے برابر ہو جائیں[1] اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی نے لکھا ہے کہ بینک نوٹوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جب وہ ۸۵ گرام سونے (ہماری تحقیق کے مطابق ۸۷۶۴۸ گرام سونے) کے برابر ہوں[2]

نوٹ کا یہ شرعی حکم اس وقت تھا جب بینک نوٹ کی پشت پر سونا تھا اور نوٹ کو سونے میں تبدیل کرنا بینک کے لیے عملاً ممکن تھا، لیکن ۱۵ اگست ۱۹۷۱ء سے جب نوٹ کی یہ حیثیت ختم ہو گئی اور بینک کے لیے نوٹ کو سونے سے تبدیل کرنا ممنوع ہو گیا اور اب نوٹ کی حیثیت صرف "زر اعتباری" رہ گئی ہے تو اب اس کا سابق حکم تبدیل ہو گیا اب نوٹ سونے کے حکم میں نہیں ہے اور سامانِ تجارت کی طرح ہے اور اب سونے یا چاندی کے جس نصاب کو بھی نوٹ کی قیمت پہنچ جائے اس حساب سے اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ تادم تحریر نوٹ کے بارے میں ہماری یہی تحقیق ہے اور اگر نوٹ کی قانونی حیثیت مستقبل میں کوئی اور صورت اختیار کرے تو نوٹ کا شرعی حکم حالات کے اعتبار سے تبدیل ہو جائے گا۔

نوٹ کے عوض نوٹ کی کمی اور بیشی کے ساتھ جواز بیع کے اہم دلائل کا جائزہ

نوٹ کے بدلہ نوٹ کی زیادتی کے ساتھ بیع کے جواز پر ایک یہ دلیل دی جاتی ہے کہ نوٹ عددی چیز ہے اور اموال ربویہ میں سے نہیں ہے اور عددی چیز میں احناف کے نزدیک زیادتی کے ساتھ بیع جائز ہے۔ جیسے ایک انڈا کے بدلہ میں دو انڈوں کی بیع جائز ہے، اسی طرح دس کے ایک نوٹ کی دس کے دو نوٹوں کے عوض بیع جائز ہے۔

یہ دلیل اپنے تمام مقدمات کے ساتھ باطل ہے اولاً تو یہ مفروضہ غلط ہے کہ نوٹ عددی چیز ہے اور اموال ربویہ میں سے نہیں ہے۔ حقیقت میں نوٹ وزنی چیز ہے اور اموال ربویہ میں سے ہے کیونکہ نوٹ کی اصل کاغذ ہے اور کاغذ وزنی ہے۔ کاغذ جتنے گرام کا ہوتا ہے اس کی قیمت اسی حساب سے مقرر کی جاتی ہے۔ ہم نے آج ۱۹ جنوری ۱۹۸۹ء کو کراچی پیپر مارکیٹ سے آفسٹ پیپر مارکیٹ کے نرخ معلوم کیے جن کی قیمت ان کے وزن کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

۲۰×۳۰	۴۵ گرام	۲۵۰	روپیہ رم
۲۷×۳۴	۵۵ گرام	۴۳۰	روپیہ رم
۲۰×۲۶	۵۶ گرام	۳۴۵	روپیہ رم
۲۰×۳۰	۵۶ گرام	۲۹۰	روپیہ رم
۲۳×۳۶	۵۶ گرام	۳۹۶	روپیہ رم
۲۷×۳۴	۵۶ گرام	۴۳۵	روپیہ رم
۳۰×۴۰	۵۶ گرام	۵۸۰	روپیہ رم
۲۰×۳۰	۶۳ گرام	۳۲۰	روپیہ رم
۲۰×۳۰	۶۸ گرام	۳۵۰	روپیہ رم

[1] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ القاہرہ، ۱۹۸۰ء۔

[2] فقہ السنۃ ج ۱ ص ۲۷۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ۔

۲۳۰ ۳۲	۲۸ گرام	۴۸۰	روپیہ رم
۳۴۶ ۳۴	۲۸ گرام	۵۲۰	روپیہ رم
۳۰۰ ۴۰	۲۸ گرام	۶۰۰	روپیہ رم

ان تمام صورتوں میں کاغذ کی تعداد ایک رم ہے لیکن قیمتوں کا اختلاف رم میں کمی و بیشی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سائز اور وزن کے اختلاف کے اعتبار سے قیمتوں میں اختلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کاغذ کی خرید و فروخت پیمائش اور وزن کے اعتبار سے ہوتی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک انہی چیزوں میں سود کا اعتبار کیا جاتا ہے جن کی خرید و فروخت پیمائش اور وزن کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ کاغذ اموال ربویہ میں سے نہیں ہے بلکہ کاغذ حقیقت میں اموال ربویہ میں سے ہی ہے۔ اور کاغذ کو اموال ربویہ سے شمار نہ کرنا محض لاعلمی ہے۔

درحقیقت نوٹ فلوس کی طرح ہیں جس طرح فلوس کی اصل تانبہ اور پیتل ہے اور ان کو عددیت عارض ہے اسی طرح نوٹ کی اصل کاغذ ہے اور اس کو عددیت عارض ہے اور جس طرح تانبہ اور پیتل اموال ربویہ سے ہیں اسی طرح کاغذ بھی اموال ربویہ سے ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ فلوس (پیسوں) میں ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے عوض جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک بغیر تعیین کے ایک پیسے کی بیع دو پیسوں کے عوض جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی ہے اور یہ از روئے حدیث حرام ہے۔ اور تعیین صرف قبضہ سے ہوتی ہے (مبسوط ج ۱۴ ص ۳) اور جب یہ بیع ادھار کی جائے گی تو بیع کے وقت دوسرے عوض پر قبضہ نہیں ہوگا اور سود کو حلال کرنے کے لیے اس بیع میں ادھار کا ہونا ضروری ہے۔ پس مجوزین ربوٰا کا مقصود حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ جب ایک نوٹ کی دو نوٹوں کے عوض ادھار بیع ہوگی تو دونوں جانب سے نوٹ متعین نہیں ہوں گے اور اس صورت میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع ناجائز اور حرام ہے (ہدایہ اخیرین ص ۸۲ - ۸۱ مطبوعہ ملتان) و (فتح القدیر ج ۶ ص ۱۶۲ مطبوعہ سکھر)

نیز اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ نوٹ کی نوٹ کے عوض کمی اور بیشی سے بیع جائز ہے تو ایک اعتراض یہ لازم آئے گا کہ جو شخص مثلاً سو روپیہ کے نوٹ کے عوض سو روپے کے دو نوٹ خرید رہا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ تم یہ بیع بحیثیت ثمن کر رہے ہو یا تم کو محض کاغذ کے اتنے بڑے دو ٹکڑے لینا مطلوب ہیں۔ اگر وہ یہ بیع بحیثیت ثمن کر رہا ہے تو اس کا سود ہونا واضح ہے اور اگر وہ محض کاغذ کے دو ٹکڑے لینا چاہتا ہے اور ثمن مطلوب نہیں ہے تو وہ نوٹ لینے پر کیوں اصرار کرتا ہے، اتنے سائز کے یا اس سے بڑے دو اور کاغذ کیوں نہیں لے لیتا۔

بیع عینہ کے جزیہ سے سود کو جائز کرنے کا ایک حیلہ

اگر کوئی شخص سود لیے بغیر کسی کو قرض نہ دینا چاہتا ہو تو بعض علماء نے سود سے بچنے کے لیے اس کی بیع عینہ کی طرف رہنمائی کی ہے تاکہ اس کو قرض کے بدلہ میں اضافی منفعت بھی حاصل ہو جائے اور یہ اضافی منفعت سود بھی نہ کہلائے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض فقہاء کی کتابوں میں یہ حیلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مثلاً زید، عمرو سے ایک ماہ کے لیے سو روپیہ قرض مانگے اور عمرو بغیر سود لیے اس کو قرض نہ دینا چاہتا ہو تو اس صورت میں جائز طریقے سے سود لینے کا حیلہ یہ ہے کہ عمرو سو روپیہ کی کوئی چیز اس کو ایک ماہ کے ادھار پر ڈیڑھ سو روپیہ میں فروخت کر دے اور دوبارہ وہی چیز اس سو روپیہ میں نقد خرید لے، اس طرح زید کو فی الفور ایک سو روپیہ مل جائے گا اور عمرو کو اس سو روپیہ کے عوض

ایک ماہ بعد ڈیڑھ سو روپیہ مل جائے گا۔ اس طرح عمرو جو اپنے سو روپے پر ایک ماہ کی مدت کے عوض پچاس روپیہ سود لینا چاہتا تھا اس کو اب وہ سود بیع کے عنوان سے مل جائے گا اور اس پر سود لینے کا الزام بھی نہیں آئے گا۔ لیکن امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد نے بیع عینہ کو حرام قرار دیا ہے۔ امام محمد نے اس کو سود خوروں کا من گھڑت حیلہ قرار دیا ہے اور اس کی بہت مذمت کی ہے، صرف امام شافعی اور امام ابو یوسف نے اس کو جائز کہا ہے لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہو جائے گا۔

بعض معاصر علماء نے بیع عینہ کے اس حیلہ کی بناء پر بینک کے تمام مروجہ سودی کھاتوں کو جائز قرار دیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس مروجہ سود کو جائز کرنے کے لیے صرف اتنی ترمیم کر لی جائے کہ حکومت اپنی ایجنسیوں (اپنے بینکوں) کے ذریعہ مختلف مالیت کے سرٹیفکیٹ خریداروں کو مال کے طور پر ان کی "FACE VALUE" پر بیچے گی اور فروخت کے وقت ہی ان سے اضافی قیمت پر واپسی خرید کا معاہدہ کرے گی کہ اگر تم اس مال کو ایک سال کے بعد مجھے بیچنا چاہو تو میں اسے اس قدر اضافی قیمت پر خریدنے کو تیار ہوں۔ دو سال بعد اتنی اضافی قیمت پر اور اس طرح دس سال کے بعد اس اضافی قیمت پر ——— (بلا سود بینک کاری ص ۱۰)

اور یہ درحقیقت سود ہی کی صورتیں ہیں۔

بیع عینہ کی تحقیق بعض علماء نے سود سے بچنے کے لیے بیع عینہ کی رہنمائی کی اور بیع عینہ کی روشنی میں نوٹ کی کمی و بیشی سے نقد اور ادھار بیع کو جائز لکھا۔ ہمارے نزدیک نوٹ کی کمی و بیشی سے خرید و فروخت بعینہٖ سود ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس قدر سود پر اپنے غضب کا اظہار فرمایا ہے وہ کسی اور گناہ پر نہیں فرمایا اور جو لوگ سودی کاروبار سے نہیں رکتے انھیں فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور رسول سے اعلانِ جنگ قبول کر لیں! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے کے عمل کو اپنی ماں کے ساتھ کعبہ میں ستر بار زنا کے برابر قرار دیا ہے۔ اور بیع عینہ سے سود کا دروازہ کھلتا ہے اور ہم شرح صدر سے بیع عینہ کو ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں اور چونکہ بعض خوارزمی علماء نے بیع عینہ کو جائز کہہ کر سود کا دروازہ کھول دیا اس لیے ہم پر شرعی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو قرآن اور حدیث کا علم دیا ہے اس کی روشنی میں بیع عینہ کا حکم واضح کریں اور اس مسئلہ میں مداہنت اور نفاق سے بچیں۔ پس اب ہم بیع عینہ کی تفصیل اور تحقیق بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم کو صحیح حکم اختیار کرنے اور حق و صواب پر ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔

عینہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: ایک شخص کسی شخص کو کوئی چیز اس کی معروف قیمت کے عوض مدت معینہ کے ادھار پر فروخت کرے پھر اس شخص سے اسی چیز کو قیمت فروخت سے کم قیمت پر خرید لے، یہ عینہ ہے[1]

علامہ زبیدی نے لکھا ہے عینہ بالکسر ہے۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۱، مطبوعہ مطبع خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ)۔ علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس کو عینہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں عین دائن کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ سکھر)۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی بیع عینہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ایک شخص کسی تاجر سے مثلاً دس روپے

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۳۳۴-۳۳۳، مطبوعہ مؤسسۃ اسماعیلیان قم ایران، ۱۳۶۴ھ۔

قرض مانگتا ہے وہ انکار کرتا ہے پھر اس کو مثلاً پندرہ روپے میں (مدت معینہ کے ادھار پر) ایک ایسا کپڑا فروخت کرتا ہے جس کی معروف قیمت دس روپے ہے تاکہ قرض لینے والا وہی کپڑا اس کو دس روپے میں فروخت کر دے اور اس کو پانچ روپیہ زیادہ مل جائیں۔ اس کو عینہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں قرض دینے سے عین کی طرف اعراض ہے، یہ بیع مکروہ ہے[1]

علامہ ابن ہمام نے بیع عینہ کی ایک اور صورت بھی ذکر کی ہے جس میں واسطہ کا دخل ہے۔ ایک شخص مثلاً زید مدت معینہ کے ادھار پر اپنی ایک چیز دو ہزار روپوں میں مقروض کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص اسی چیز کو مقروض سے ایک ہزار میں خرید کر اس چیز پر قبضہ کر لیتا ہے، پھر تیسرا شخص وہ چیز بائع اول (زید) کو ایک ہزار میں فروخت کر دیتا ہے۔ اور تیسرے شخص نے جو ایک ہزار نقد مقروض کو دیئے تھے وہ ان ایک ہزار روپوں کو بائع اول (زید) کے حوالے[2] کر دیتا ہے۔ بائع اول مقروض کو ایک ہزار روپیہ نقد دیتا ہے اور مدت معینہ کے بعد اس سے دو ہزار وصول کر لیتا ہے[3] علامہ ابن ہمام نے ان دونوں قسموں کو مکروہ لکھا ہے۔

بیع عینہ کی حرمت میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام ابو داؤد سجستانی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا تبايعتم بالعينة و اخذتم اذناب البقر و رضيتم بالزرع و تركتم الجهاد سلط الله عليكم ذلا لا ينزعه حتى ترجعوا الى دينكم[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیع عینہ کرو گے اور بیلوں کی دُمیں پکڑ کر زراعت پر راضی ہو جاؤ گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس کو اس وقت تک دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف رجوع نہیں کرو گے۔!

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عینہ کرنے پر ذلت کی وعید سنائی ہے اور اس کو دین سے پھرنے کے ساتھ تعبیر فرمایا اور یہ بیع عینہ کی حرمت کی واضح دلیل ہے۔ اس دلیل پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ زراعت کرنے پر بھی یہ وعید ہے پھر چاہیے کہ وہ بھی ممنوع ہو جائے حالانکہ وہ ممنوع نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ زراعت پر بھی راضی ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں اس قدر اشتغال ہو جائے کہ لوگ جہاد کو چھوڑ دیں[5] اور اس تاویل کی اس لیے ضرورت ہے کہ دوسری احادیث سے زراعت کا جواز اور استحسان ثابت ہے۔ برخلاف بیع عینہ کے اس میں اس

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] یہاں حوالے سے مراد فقہی حوالہ ہے یعنی تیسرا شخص مقروض سے کہتا ہے کہ اس چیز کی قیمت بائع اول یعنی زید ادا کرے گا۔ اور بائع اول اس کو قبول کر لیتا ہے۔ منہ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] علامہ ابن ہمام نے بھی یہ توجیہ کی ہے (فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۴)۔ منہ

تاویل کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ اس کا استحسان دوسری احادیث سے ثابت نہیں بلکہ اس کے برعکس اس کی ممانعت میں بکثرت احادیث ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء عن ابن عمر قال نهى عن العينة [1]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیع عینہ سے منع فرمایا۔

عن الحكم عن مسروق قال: العينة حرام [2]

حکم کہتے ہیں کہ مسروق نے کہا کہ عینہ حرام ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس يقول اذا بعتم السرق من سرق الحرير بنسيئة فلا تشتروه [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم ریشم کے ٹکڑوں میں سے کوئی ٹکڑا ادھار فروخت کرو تو اس کو مت خریدو۔

یہ حدیث کنز العمال میں بھی ہے [4]

عن طاؤس قال من اشترى سلعة بنظرة من رجل فلا يبيعها اياه، ومن اشترى بنقد فلا يبيعها اياه بنظرة [5]

طاؤس کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز ادھار خریدی وہ اس شخص کو وہ چیز نہ فروخت کرے اور جس شخص نے کوئی چیز نقد خریدی وہ اس شخص کو وہ چیز ادھار فروخت نہ کرے۔

عن معمر قال سألت حمادا عن رجل اشترى من رجل سلعة هل يبيعها منه قبل ان ينقده هو ضيعة قال: لا وكرهه حتى ينقده [6]

معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد سے پوچھا ایک شخص نے کسی شخص سے کوئی چیز خریدی کیا وہ اس چیز کی قیمت ادا کرنے سے پہلے کچھ کم پر اس شخص کو وہ چیز فروخت کر سکتا ہے؟ حماد نے کہا نہیں! اور قیمت ادا کرنے سے پہلے اس کو مکروہ قرار دیا۔

عن ابي اسحاق عن امرأته قالت: سمعت امرأة ابي السفر تقول سألت عائشة

ابو اسحاق کی بیوی بیان کرتی ہیں کہ ابو السفر کی بیوی نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۴۷، " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ ، المصنف ج ۸ ص ۱۸۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبع الاول، ۱۳۸۲ھ

[4] علامہ علاؤالدین علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۱۹۳ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ ، المصنف ج ۸ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبع الاول، ۱۳۹۲ھ

[6] " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۶ " " "

فقلت بعت زید بن ارقم جاریۃ الی العطاء بثمان مائۃ درھم وابتعتھا منہ بست مأۃ (وفی روایۃ اخری لعبد الرزاق فنقدتہ الست مأۃ۔ سعیدی) فقالت لھا عائشۃ: بئس ما اشتریت! وبئس ما اشتری، ابلغی زید بن ارقم انہ قد ابطل جھادہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یتوب فقالت: افرایت ان اخذت راس مالی، قالت لا باس من جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف [1]

پوچھا کہ میں نے وظیفہ ملنے تک کے ادھار پر آٹھ سو درہم کے عوض ایک باندی حضرت زید بن ارقم کو فروخت کی اور چھ سو درہم نقد دے کر وہ لونڈی ان سے خرید لی، حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے بری چیز خریدی یا فرمایا زید بن ارقم نے بری چیز خریدی، تم زید بن ارقم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد کیا تھا اس کو باطل کر دیا، الا یہ کہ وہ اس سے توبہ کریں، میں نے کہا یہ تبلائیے کہ اگر میں اپنی اصل رقم واپس لے لوں تو؟ حضرت عائشہ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس شخص کے پاس نصیحت پہنچ گئی اور وہ (سود سے) باز آگیا تو اس نے جو پہلے لیا ہوا ہے وہ اس کا ہو چکا۔

یہ حدیث سنن بیہقی [2] اور کنز العمال میں بھی ہے [3] اور امام ابو حنیفہ، امام احمد اور امام مالک نے اس سے بیع عینہ کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے۔ (حوالے عنقریب آرہے ہیں)۔

بیع عینہ میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: بیع عینہ ممنوع نہیں ہے، اس کے بعد بیع عینہ کی تعریف کرتے ہیں: ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی چیز ادھار فروخت کرے اور وہ چیز اس کو دے دے، پھر اس سے قیمت وصول کرنے سے پہلے کم قیمت نقد دے کر وہ چیز اس سے خرید لے [4]

روضۃ الطالبین کے فاضل محشی شوافع کا رد کرتے ہوئے مسند احمد اور سنن ابو داؤد کے حوالے سے حضرت ابن عمر کی وہ روایت ذکر کرتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عینہ پر ذلت کی وعید سنائی ہے پھر لکھتے ہیں یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عینہ حرام ہے، نیز امام اوزاعی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ ریشم کو کپڑے کی بیع کے ذریعہ سود کو حلال کریں گے اس سے آپ کی مراد عینہ تھی۔ نیز حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ یہ یعنی عینہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبع الاول ۱۳۹۲ھ

[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۳۳۱۔ ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۱۹۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، الطبع الخامس ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۴۱۷۔ ۴۱۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

عینہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ دھوکا نہیں کھاتا، یہ وہ چیز ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا ہے، اس حدیث کو حافظ محمد عبداللہ کوفی نے کتاب البیوع میں روایت کیا ہے، نیز جب حضرت زید بن ارقم کی ام ولد نے حضرت عائشہ سے کہا کہ میں نے زید کو آٹھ سو درہم کے ادھار پر ایک غلام فروخت کیا اور پھر نقد چھ سو درہم دے کر خرید لیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا: زید کو یہ پیغام پہنچا دو کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے جہاد کو باطل کر دیا الا یہ کہ تم توبہ کر لو۔ یہ حدیث مسند احمد میں ہے۔ ان احادیث میں اس بات کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عینہ کو حرام کر دیا، اسی وجہ سے حضرت عائشہ نے فرمایا زید کا جہاد باطل ہو گیا، لیکن حضرت زید بن ارقم اس لیے معذور تھے کہ انھیں اس کی حرمت کا علم نہیں تھا، اسی لیے حضرت عائشہ نے فرمایا ان تک یہ پیغام پہنچا دو

فاضل محشی لکھتے ہیں پس یہ صحابہ یعنی حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت انس بن مالک (اور اسی طرح حضرت ابن عمر) بیع عینہ کو حرام کہتے ہیں، اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی بیع عینہ کو جائز کہا ہو، بلکہ مدینہ منورہ اور کوفہ کے فقہاء تابعین بھی اس کو حرام کہتے ہیں اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے لاعلمی کی وجہ سے بیع عینہ کا ارتکاب کیا تھا۔ [1]

امام ابوبکر بیہقی شافعی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شافعی فرماتے ہیں اگر یہ روایت ثابت ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے وظیفہ ملنے تک کے ادھار کی مذمت کی تھی کیونکہ یہ مدت مجہول ہے اور اس کو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے بیع عینہ کا رد کیا تھا اور جب صحابہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو ہم اس قول پر عمل کرتے ہیں جو قیاس کے قریب ہو، اور قیاس کے مطابق حضرت زید بن ارقم کا قول ہے، کیونکہ حضرت زید بن ارقم بیع عینہ کو حلال نہ سمجھتے تو یہ بیع نہ کرتے [2] (ہونا یہ چاہیے کہ اختلاف صحابہ کے وقت اس صحابی کے قول پر عمل کیا جائے جو حدیث رسول کے مطابق ہو۔ سعیدی)

علامہ ابن ترکمانی حنفی امام شافعی کے اس جواب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام شافعی نے اس حدیث کے ثبوت میں تردد کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عالیہ (اس حدیث کی راویہ) معروف ہے اس کا خاوند اور بیٹا دونوں معروف ہیں، دونوں امام ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے مطابق امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب، امام مالک، امام ابن حنبل اور حسن بن صالح کا مذہب ہے اور استذکار میں ہے کہ شعبی، حکم اور حماد بھی بیع عینہ سے منع کرتے تھے۔

رہا امام شافعی کا دوسرا اعتراض کہ "وظیفہ کی وصولیابی تک" مدت مجہول ہے اور اس وجہ سے حضرت عائشہ نے اس بیع کی مذمت کی تھی، سو اس کے جواب میں علامہ ابن ترکمانی حنفی لکھتے ہیں:

ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وظیفہ کی وصولیابی تک بیع کو جائز قرار دیتی تھیں۔

---

[1] حاشیۃ روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۴۱۹ - ۴۱۶ ملخصاً، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۵ ص ۳۳۱ - ۳۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے کہ امہات المؤمنین وظیفہ کی وصولیابی تک ادھار پر اشیاء خریدتی تھیں۔ ابوبکر رازی نے کہا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے پہلے عقد (یعنی وظیفہ کی ادائیگی تک کے ادھار پر جو بیع کی تھی) کا کیوں انکار کیا حالانکہ وہ ان کے نزدیک صحیح تھا، تو ہم یہ کہیں گے کہ حضرت عائشہ کو یہ علم تھا کہ ابوالسفر کی زوجہ نے اس پہلی بیع کے سبب سے دوسری بیع کا قصد کیا تھا جیسا کہ لوگ (بیع عینہ میں) کرتے ہیں، اور جب ابوالسفر کی بیوی نے کہا یہ بتلایئے کہ اگر میں صرف اپنا اصل مال لے لوں تو؟ اور حضرت عائشہ نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی "فمن جاءہ موعظۃ من ربہ فانتھی فلہ ما سلف" تو اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ پہلا عقد باقی تھا اور حضرت عائشہ نے انکار دوسرے عقد کا کیا تھا اور اگر وہ وظیفہ کی وصولیابی تک ادھار کی وجہ سے پہلے عقد کا انکار کرتیں جیسا کہ امام شافعی کا زعم ہے کہ تو پہلا عقد باقی نہ رہتا اور پھر اس آیت کے پڑھنے کی کوئی وجہ نہ تھی)۔[1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ علامہ طیبی نے امام شافعی کے جواب میں کہا ہے کہ وظیفہ کی وصولیابی کی مدت کا مجہول ہونا ممنوع ہے، کیونکہ سپاہیوں کو وظیفہ سال میں ایک یا دو بار ملتا ہے اور اس کی مدت زیادہ تر معین ہوتی ہے اور حضرت زید بن ارقم کے فعل کا قیاس کے مطابق ہونا مشکل ہے علاوہ ازیں حضرت عائشہ کا قول حضرت زید کے فعل پر راجح ہے کیونکہ حضرت عائشہ کا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عینہ پر وعید سنائی ہے (اس کو ہم پہلے سنن ابوداؤد اور مسند احمد کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں)۔[2]

بیع عینہ میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے ادھار قیمت پر ایک چیز فروخت کی، پھر اس چیز کو کم قیمت پر نقد خرید لیا تو اکثر اہل علم کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں ہے، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، حسن بصری، ابن سیرین، شعبی اور نخعی سے یہی مروی ہے ابوالزناد، ربیعہ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ، ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، اسحاق اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ یہ ایک ثمن ہے جس کے عوض بائع کے غیر کے ساتھ بیع ہو سکتی ہے اسی طرح بائع کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے نیز جب بائع اس کو قیمت فروخت کے برابر قیمت پر خرید سکتا ہے تو اس سے کم قیمت پر بھی خرید سکتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ ابواسحاق کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت زید بن ارقم کی ام ولد اور ان کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، حضرت زید بن ارقم کی ام ولد نے حضرت عائشہ سے کہا میں نے حضرت زید بن ارقم کو وظیفہ کی وصولیابی تک کے ادھار پر آٹھ سو درہم کے عوض ایک غلام فروخت کیا، پھر ان کو چھ سو درہم نقد دے کر ان سے وہ غلام خرید لیا۔ حضرت عائشہ نے دو بار فرمایا تم نے یہ برا سودا کیا! زید بن ارقم کو یہ پیغام پہنچا دو کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے کیے ہوئے جہاد کو باطل کر دیا الا یہ کہ وہ توبہ کر لیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور سعید بن منصور نے روایت کیا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں

---

[1] علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ابن الترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی ج ۵ ص ۳۳۱-۳۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۶ ص ۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حدیث نہ سنی ہوتی تو وہ اتنی سخت بات نہ فرماتیں۔ اس لیے حضرت عائشہ کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے قائم مقام ہے اور اس لیے کہ یہ (بیع عینہ) ربوٰ کا ذریعہ ہے کیونکہ درمیان میں یہ بیع اس لیے لائی جاتی ہے کہ وہ ادھار کر کے پانچ سو کے ہزار لے سکے۔ اور ذرائع معتبر ہوتے ہیں اس چیز کو برابر یا زیادہ قیمت سے خریدنا جائز ہے یہ بیع اس وقت ہے جب بیع کے بعد اس حکم میں کوئی تحریم نہ آئی ہو، اگر اس چیز میں بیع کے بعد کسی قسم کا کوئی نقصان آگیا ہو تو اس کو کم قیمت سے خریدنا جائز ہے۔ ان تمام صورتوں کی امام احمد نے تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: اگر کسی شخص نے کسی چیز کو ایک نقد سے فروخت کیا اور دوسری نقد سے خرید لیا مثلاً" دو سو درہم میں فروخت کیا اور پھر دس دینار میں خرید لیا تو ہمارے اصحاب (حنبلیہ) کے نزدیک یہ جائز ہے کیونکہ درہم اور دینار دو مختلف جنسیں ہیں اور ان تمام میں تفاضل حرام نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں یہ بھی استحساناً جائز نہیں ہے کیونکہ درہم اور دینار باعتبار ثمنیت کے شے واحد کے حکم میں ہیں اور نیز اس لیے کہ اس کو ربوا کا وسیلہ بنایا جاتا ہے اس لیے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلی ثمن سے خریدا ہو۔ اور یہ قول انشاء اللہ زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں اس مسئلہ کا نام مسئلہ عینہ ہے۔ سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیع عینہ کرو گے اور بیلوں کی دموں کو پکڑتے رہو گے اور کاشتکاری پر راضی ہو گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا جو تم سے اس وقت تک دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین کی طرف نہیں لوٹ گے"، یہ وعید عینہ کی تحریم پر دلالت کرتی ہے۔ [1]

بیع عینہ میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص مدت معین کے ادھار پر کوئی چیز فروخت کرے پھر اس چیز کو خرید لے تو اس میں نو صورتیں ہیں جن میں سات میں اتفاق ہے اور دو میں اختلاف ہے۔ جن دو میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں: مدت معین کے ادھار پر فروخت کرنے کے بعد مدت پوری ہونے سے پہلے اس کو کم قیمت پر خرید لے یا مدت گذرنے کے بعد اس کو زیادہ قیمت پر خرید لے! امام مالک اور جمہور اہل مدینہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام شافعی، داؤد اور ابوثور کے نزدیک یہ جائز ہے، جو اس کو ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ بیع حرام کے حصول کا ذریعہ ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ کو ایک ماہ کے لیے دس دینار بیس دینار کے عوض دے دو، وہ کہے یہ جائز نہیں ہے لیکن میں تم کو یہ گدھا ایک ماہ کے ادھار پر بیس دینار کے عوض فروخت کر دیتا ہوں پھر تم کو دس دینار نقد دے کر یہ گدھا خرید لوں گا۔ علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں جو فقہاء اس بیع کو ناجائز کہتے ہیں وہ حضرت عائشہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے حضرت زید بن ارقم کی ام ولد کی ایسی بیع کرنے پر مذمت کی اور حضرت زید بن ارقم کو وعید سنائی۔ قاضی ابن رشد نے تفصیل سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ [2]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بیع عینہ میں فقہاء احناف کا موقف

مذاہب اربعہ کے بیان میں ہم اس سے پہلے علامہ ابن قدامہ حنبلی کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع عینہ ناجائز ہے، یعنی کوئی شخص کسی چیز کو ادھار فروخت کر کے مدت پوری ہونے سے پہلے کم قیمت پر نقد خرید لے اور یہی بیع عینہ ہے اور علامہ ابن الترکمانی ماردینی حنفی کی تصریح پیش کر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ بیع ممنوع ہے اور محرر مذہب حنفیہ امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ: من اشتری سلعۃ بنقد او بنسیئۃ فقبضھا ولم ینقد الثمن حتی باعھا من الذی اشتراھا منہ باقل من الثمن فلاخیر فیہ الی قولہ و کذلک بلغنا عن عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ عنھا ان امرأۃ قالت لھا انی بعت زید بن ارقم جاریۃ بثمانمائۃ درھم الی عطائہ واشتریتھا منہ بستمائۃ درھم نقدا فقالت عائشۃ بئس ما شریت بئس ما شریت! ابلغی زید بن ارقم انہ قد ابطل جھادہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لم یتب الحدیث۔ [1]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے نقد یا ادھار قیمت پر ایک چیز خریدی اس چیز پر قبضہ کر لیا اور قیمت ادا نہیں کی حتیٰ کہ وہ چیز اس شخص کو قیمت خرید سے کم پر فروخت کر دی جس سے خریدی تھی تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے (اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں) ہمیں اسی طرح یہ حدیث پہنچی ہے: ایک عورت نے حضرت عائشہ ام المومنین سے کہا میں نے حضرت زید بن ارقم کو وظیفہ کی وصولی تک کے ادھار پر آٹھ سو درہم کے عوض ایک باندی فروخت کی ہے پھر وہی باندی ان کو چھ سو درہم نقد دے کر خرید لی حضرت عائشہ نے فرمایا: تم نے بڑی خریداری کی! تم نے بڑی خریداری کی۔ زید بن ارقم کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد کیا تھا وہ باطل ہو جائے گا۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: جس شخص نے ایک ہزار درہم نقد یا ادھار کے عوض ایک باندی خریدی اور اس پر قبضہ کر لیا پھر قیمت ادا کرنے سے پہلے وہ باندی پانچ سو درہم کے عوض اسی بائع کو فروخت کر دی تو بیع ثانی جائز نہیں ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے، کیونکہ قبضہ کے بعد اس کی ملکیت مکمل ہو گئی اور بائع یا اس کے غیر کو فروخت کرنا دونوں برابر ہیں، اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے پہلی قیمت یا اس سے زیادہ قیمت پر یا کسی چیز کے عوض اس کو فروخت کیا، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جس عورت نے آٹھ سو میں غلام خریدنے کے بعد چھ سو میں (اسی بائع کو) فروخت کیا تھا اس عورت سے حضرت عائشہ سے فرمایا تم نے بڑی خریداری کی! تم نے بڑی خریداری کی! اور زید بن ارقم کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر انھوں نے توبہ نہ کی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو جہاد کیا تھا، وہ باطل ہو جائے گا نیز اس لیے کہ ابھی (پہلے) بائع کی ضمانت میں قیمت نہیں آئی تھی، پس جب مبیع اس کے پاس واپس آ گئی تو پانچ سو درہم منہا کرنے کے بعد اس کو پانچ سو درہم زائد بلا عوض مل گئے۔ [2]

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۴۸۷-۴۸۶، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور۔

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۷-۵۸، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا تو وہ اپنے اجتہاد سے یہ وعید نہیں سنا سکتی تھیں۔ [1]

علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں: یہ شدید وعید اس پر دلیل ہے کہ یہ عقد فاسد ہے، اور بغیر کفر کے کسی معصیت سے عبادات باطل نہیں ہوتیں اِلّا یہ کہ یہ وحی سے ثابت ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ نیز حضرت زید بن ارقم نے حضرت عائشہ سے اس معاملے میں معذرت کی حالانکہ امور اجتہادیہ میں صحابہ ایک دوسرے سے معذرت نہیں کرتے تھے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا۔ [2]

اور علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے عدم توبہ کی صورت میں اس عقد کی وجہ سے حضرت زید کے حج اور جہاد کے بطلان کی وعید سنائی اور یہ بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی، سو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی بات تھی، اور عقد صحیح پر یہ سزا مرتب نہیں ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ عقد فاسد ہے۔ اور بے شک حضرت زید نے حضرت عائشہ سے معذرت کی اور یہ بھی حضرت عائشہ کے سماع کی دلیل ہے، کیونکہ امور اجتہادیہ میں صحابہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے تھے اور معذرت نہیں کرتے تھے۔ [3]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

قال محمد رحمہ اللہ ھذا البیع فی قلبی کامثال الجبال ذمیم اخترعہ آکلۃ الربٰو وقد ذمھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اذا تبایعتم بالعین واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظھر علیکم عدوکم ای اشتغلتم بالحرث عن الجھاد وفی روایۃ سلط علیکم شرارکم فیدعو خیارکم فلا یستجاب لکم وقیل ایاک والعینۃ فانما لعینۃ [4]

امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کی طرح ہے، یہ بیع مذموم ہے جس کو سود خوروں نے گھڑ لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مذمت کی ہے اور فرمایا جب تم بیع عینہ کرو گے، اور بیلوں کی دموں کو پکڑو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تم پر تمہارے دشمن غالب آجائیں گے یعنی جب تم کھیتی باڑی میں مشغول ہو کر جہاد کو چھوڑ دو گے، اور ایک روایت میں ہے تم پر برے لوگ مسلط کر دیے جائیں گے۔ تمہارے نیک لوگ دعائیں کریں گے اور وہ قبول نہیں ہوں گی، اور ایک روایت میں ہے بیع عینہ سے بچو کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۷۰-۶۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۹۸ مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فقہاء حنفیہ نے بیع عینہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

بیع العینۃ مکروہ ذمیم اخترعہ اکلۃ الربوا وقد ذمھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذلک فقال اذا تبایعتم بالعین واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظھر علیکم عدوکم وقیل ایاک والعینۃ فانھا لعینۃ۔

بیع عینہ مکروہ اور مذموم ہے اس کو سود خوروں نے گھڑ لیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مذمت کی ہے اور فرمایا جب تم بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دموں کو پکڑو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن تم پر غالب آجائیں گے اور ایک روایت میں ہے بیع عینہ سے بچو کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

علامہ خوارزمی کے علاوہ علامہ بابرتی[۲] علامہ زیلعی[۳] ملا علی قاری[۴] علامہ شرنبلالی[۵] ملا مسکین[۶] اور علامہ حصکفی[۷] نے بھی بعینہ یہی لکھا ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

بیع العینۃ مثل ان یستقرض من تاجر عشرۃ فیتابی علیہ ویبیع منہ ثوبا یساوی عشرۃ بخمسۃ عشرۃ مثلا رغبۃ فی نیل الزیادۃ ببیع المستقرض بعشرۃ و یتحمل علیہ خمسۃ سمی بہ لما فیہ من الاعراض عن الدین الی العین وھو مکروہ۔[۸]

بیع عینہ مثلاً ایک شخص کسی تاجر سے دس روپے قرض مانگے وہ قرض دینے سے انکار کرے اور اس کو دس روپے کا کپڑا پندرہ روپے میں فروخت کر دے تاکہ وہ شخص اس تاجر کو وہ کپڑا دس روپے میں فروخت کر دے اور وہ اس سے پانچ روپے زیادہ حاصل کرلے، اس کو بیع عینہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دین سے عین کی طرف اعراض ہے اور یہ بیع مکروہ ہے۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ بیع عینہ مکروہ نہیں ہے جائز ہے، اور امام محمد اس کو مکروہ اور مذموم قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ میرے دل میں پہاڑوں کی طرح بھاری ہے اس کو سود خوروں نے گھڑ لیا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مذمت کی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ ابن ہمام اپنی رائے لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۔ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش الفتح ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۳۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۴ ص ۱۶۳، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۲ ص ۱۶۷-۱۶۶، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

۵۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر الغرر ج ۲ ص ۳۰۵-۳۰۴، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

۶۔ مامین الدین ھروی المعروف بملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ شرح الملا مسکین علی الکنز ج ۴ ص ۵۱ مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ ۱۳۲۷ھ

۷۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۲۸۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

میرے دل میں جو چیز واقع ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والا جب کوئی چیز دے تو جس صورت میں وہ چیز کل یا بعض اسی شخص کی طرف لوٹ آئے (اور بیع عینہ میں اسی طرح ہوتا ہے۔ قرض دینے والا ایک چیز کو ادھار بیچ کر کم قیمت پر نقد خرید لیتا ہے۔ سعیدی غفرلہ) تو وہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر وہ چیز دینے والے کی طرف نہیں لوٹ کر آتی تو وہ صرف خلاف اولیٰ ہے۔ اس دوسری صورت کی وضاحت علامہ ابن ہمام نے اس طرح کی ہے کہ ایک شخص کسی سے دس روپے قرض مانگتا ہے وہ اس کو قرض نہیں دیتا بلکہ دس روپے کی چیز اس کو پندرہ روپے میں ادھار فروخت کر دیتا ہے اور بس! اب مقروض چاہے اس چیز کو اپنے پاس رکھے یا بازار میں اس چیز کو فروخت کر دے اس صورت میں یہ بیع عینہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ چیز قرض دینے والے کے پاس نہ لوٹے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام نے اس عبارت میں بیع عینہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

قال فی الفتح ما حاصلہ ان الذی یقع فی قلبی انہ ان فعلت صورۃ یعود فیہا الی البائع جمیع ما اخرجہ او بعضہ کعود الثوب الیہ فی الصورۃ اعادۃ وکعود الخمسۃ فی صورۃ اقراض الخمسۃ عشر فیکرہ یعنی تحریمًا۔ [۲]

علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز میرے دل میں واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس صورت میں بائع کی دی ہوئی چیز کل یا بعض اس کی طرف لوٹ آتی ہے جیسے: بیچا ہوا کپڑا اس کے پاس لوٹ آئے یا پندرہ روپے قرض دینے کی صورت میں پانچ روپے اس کی طرف لوٹ آئیں تو یہ مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ ابو السعود نے بھی علامہ ابن ہمام کی عبارت کا بعینہٖ یہی خلاصہ بیان کیا ہے۔ [۳]

مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق فقہاء احناف کا بیع عینہ میں موقف یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک بیع عینہ ممنوع ہے۔ امام ابو یوسف نے اس کو جائز کہا ہے، امام محمد نے اس کو مکروہ مذموم قرار دیا ہے اور علامہ ابن ہمام اور دیگر فقہاء احناف نے امام محمد کے قول کو اختیار کرتے ہوئے بیع عینہ کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

دار الحرب کے سود میں جمہور فقہاء کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: دار الحرب میں سود اسی طرح حرام ہے جس طرح دار الاسلام میں سود حرام ہے، (امام احمد) امام مالک، امام اوزاعی، امام ابو یوسف، امام شافعی اور امام اسحاق کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دار الحرب میں ربا جاری نہیں ہوگا اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ دو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان ربا نہیں ہوگا، اور ان کے اموال مباح ہیں، (امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دار الحرب میں احکام شرعیہ نافذ کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ دار الحرب میں مسلمانوں کا سود کھانا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ)

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۴ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[۳] علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی سکلیبی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیۃ ابی السعود علی کنز المسکین ج ۳ ص ۱۵، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ ۱۳۱۸ھ

[۴] کیونکہ علامہ ابن ہمام نے یہاں مکروہ کا ذکر خلاف اولیٰ کے مقابلے میں کیا ہے اس لیے یہاں مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شامی اور شیخ ابو السعود نے اس کو مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے۔ منہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: حرم الربوا (بقرہ: ۲۷۵) "اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: الذین یاکلون الربا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس (بقرہ: ۲۷۵) "جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان نے مخبوط الحواس کر دیا" نیز فرمایا: یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ذروا ما بقی من الربا (بقرہ: ۲۷۸) "اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو" اور احادیث میں بالعموم تفاضل کی ممانعت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا اس نے سودی معاملہ کیا۔ باقی احادیث میں بھی اسی طرح تفاضل کی ممانعت ہے اور اس لیے کہ جو کام مسلمانوں پر دارالاسلام میں حرام ہیں وہ دارالحرب میں بھی حرام ہیں جس طرح مسلمانوں میں سود کا لین دین حرام ہے اور امام ابوحنیفہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے وہ مرسل ہے جس کی صحت کا ہمیں علم نہیں اور یہ بعید ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں الا لغی کی بجائے الا نہی کے لیے ہو۔ یعنی مسلمان دارالحرب میں حربی سے سود نہ لیں اور جس چیز کو قرآن مجید نے علی العموم والاطلاق حرام کر دیا ہے اور سنت مشہورہ سے بھی اس کی علی الاطلاق حرمت ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اس کے عموم اور اطلاق کو ایسی خبر مجہول کے سبب سے ترک کر دینا جائز نہیں ہے جو کسی کتاب صحیح میں ہے نہ مسند میں نہ کسی اور معتمد اور مستند کتاب میں ہے اور اس کے علاوہ یہ کہ وہ حدیث مرسل ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں لا لغی کا نہ ہو بلکہ نہی کا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے: لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (بقرہ: ۱۹۷) "حج میں جماع، فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے"۔ [1]

دارالحرب کے سود میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربوا نہیں ہے۔ اس میں امام ابو یوسف اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے وہ اس قیاس پر کرتے ہیں کہ حربی جب امان لے کر دارالاسلام میں آئے تو اس سے سود لینا جائز نہیں ہے، اور ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: "مسلمان اور حربی کے مابین دارالحرب میں ربوا نہیں ہے" اور اس لیے بھی کہ دارالحرب میں ان کا مال مباح ہے خواہ مسلمان جس طریقہ سے ان کا مال حاصل کرے وہ مال مباح ہے بشرطیکہ دھوکا نہ دے اور عہد شکنی نہ کرے، اور مستامن پر قیاس کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جب وہ امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس کے مال کا لینا ممنوع ہو گیا۔ [2]

دارالحرب میں جواز ربوا والی حدیث کی فنی حیثیت

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: امام بیہقی نے امام شافعی کی کتاب السیر کے حوالے سے اس حدیث کو "معرفۃ" میں ذکر کیا ہے۔ امام شافعی نے کہا۔ امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا بعض مشائخ نے مکحول سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل حرب کے مابین ربوا نہیں ہے میرا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا اور اہل اسلام کے مابین، امام شافعی نے فرمایا یہ ثابت ہے نہ اس میں کوئی حجت ہے۔ [3]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۴۷ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۵ھ، ہدایہ اخیرین ص ۸۶ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۴۴ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ

علامہ ابن ہمام نے بھی اس حدیث کی فنی حیثیت کے بارے میں یہی کچھ نقل کیا ہے۔[1]

دارالحرب میں ربوٰ کے متعلق فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ

ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ مکحول کی روایت اوّل تو ثابت نہیں ہے اور بر تقدیر ثبوت اس میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے معارضہ کی صلاحیت نہیں ہے۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ قرآن مجید نے جس ربوٰ کو مطلقاً حرام کیا ہے وہ مال محظور میں حرام کیا ہے اور حربی کا مال مباح ہے اور اس توجیہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مکحول کی یہ مرسل روایت نہ بھی ہوتی تب بھی دارالحرب میں حربی سے سود لینا مباح ہوتا۔[2]

علامہ ابن ہمام کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ وہ "مال محظور" کی قید لگا کر اپنی رائے سے قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کو مقید کر رہے ہیں اور جب قرآن مجید کے عموم قطعی کو حدیث رسول سے بھی مقید کرنا صحیح نہیں ہے تو علامہ ابن ہمام کی رائے میں اتنی قوت کہاں کہ وہ قرآن مجید کے عموم اور اطلاق کے مزاحم ہو سکے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ مشہورہ نے علی الاطلاق سود کو حرام کر دیا ہے خواہ مسلمان سے سود لیا جائے یا کافر سے اور کافر خواہ حربی ہو یا ذمی اور دارالاسلام میں سود لیا جائے یا دارالحرب میں، قرآن مجید نے ہر قسم کے سود کو حرام کر دیا ہے اور اس عموم کو نہ مکحول کی مرسل اور غیر ثابت روایت سے مقید کیا جا سکتا ہے نہ علامہ ابن ہمام کی رائے سے۔

مکحول کی روایت کا محمل

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ مکحول کی یہ روایت صحیح ہے اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: "لا ربوٰ بین المسلم و الحربی" "مسلمان اور حربی میں سود نہیں ہے" تو اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

اوّل: اس حدیث میں "لا" نفی کا نہیں ہے بلکہ نہی کا ہے اور اس کا معنی ہے مسلمان اور حربی کے مابین سود کی ممانعت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: لا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (البقرہ: ۱۹۷) "حج میں جماع، فسوق اور لڑائی جھگڑا نہیں ہے"۔ یعنی ان افعال کی ممانعت ہے۔

ثانی: اس حدیث میں حربی سے مراد محض غیر ذمی کافر نہیں ہے۔ بلکہ برسر جنگ قوم کا ایک فرد مراد ہے اور جس قوم کے ساتھ حالت جنگ قائم ہو اس کو ہر طرح سے جانی اور مالی اعتبار سے زک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے اس لیے اس قوم کے کسی حربی کافر سے اگر کسی مسلمان نے سودی معاملہ کے ذریعہ اس کا مال لے لیا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔

ثالث: لا ربوٰ کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ حربی کافر سے جو سود لیا جائے گا وہ سود نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان اگر حربی کافر سے سود لیتا ہے تو اگرچہ یہ فعل گناہ ہے لیکن قانون حرمت اور ممانعت سے مستثنیٰ ہے یعنی مسلمان حکومت اس شخص سے باز پرس نہیں کر سکتی کہ تم نے یہ عقد فاسد کیوں کیا ہے اور سود کیوں لیا ہے اور اس مسلمان کو اس کے اس غلط کام پر سزا نہیں دے سکتی کیونکہ دارالحرب میں رہنے والا مسلمان، مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اور اس پر اسلامی ریاست کے احکام جاری نہیں ہو سکتے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] " " ، فتح القدیر ج ۶ ص ۱۷۸ " "

والذین اٰمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شیءٍ حتی یھاجروا۔ (انفال: ۷۲)

اور جو لوگ ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) نہیں آئے ان پر تمہاری کوئی "ولایت" نہیں ہے حتیٰ کہ وہ ہجرت کر لیں۔

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ ولایت کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہوگا جو دارالاسلام کے باشندے ہوں یہ آیت دارالاسلام سے باہر کے مسلمانوں کو (دینی اخوت کے باوجود) دارالاسلام کے مسلمانوں کے ساتھ سیاسی اور تمدنی رشتے سے خارج کر دیتی ہے اس عدم ولایت کے نتیجہ میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے اور ایک دوسرے کے قانونی ولی نہیں ہو سکتے۔

ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالحرب میں بھی سود لینا گناہ ہے اور لا ربٰو بین المسلم والحربی کا مفاد یہ ہے کہ اس پر سود لینے کی دنیاوی سزا جاری نہیں ہوگی کیونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس کی تائید علامہ سرخسی کی ذکر کردہ ان احادیث سے ہوتی ہے:

فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی نصاری نجران من اربی فلیس بیننا وبینہ عھد وکتب الی مجوس ھجر اما ان تدعوا الربا او تاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے نصاری کی طرف لکھا جس شخص نے سود لیا ہمارے اور اس کے درمیان کوئی عہد نہیں ہے، اور مجوس ہجر کی طرف لکھا یا تو تم سود چھوڑ دو یا اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ قبول کر لو۔!

نصاری نجران اور مجوس ہجر حربی تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی اپنے علاقوں میں سود لینے کی اجازت نہیں دی اور جب آپ نے حربی کافروں کو سود لینے کی اجازت نہیں دی ہے تو آپ دارالحرب کے مسلمانوں کو سود خواری کی اجازت کب دے سکتے ہیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے محول کی روایت کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حالت اضطرار میں مسلمان حربی کافر سے سود لے سکتا ہے[2]۔ یہ توجیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ سود دینے میں تو اضطرار ہو سکتا ہے مثلاً کسی شخص کو اپنی ناگزیر ضرورت میں بغیر سود کے قرض نہ ملے لیکن سود لینے میں اضطرار کا کوئی تعلق نہیں ہے سود لینے کی وجہ صرف مال کی حرص اور جلب زر کی خواہش ہوتی ہے۔

دارالحرب کے سود کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے قول کی وضاحت

امام اعظم نے جو یہ کہا ہے کہ دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان ربٰو نہیں ہے ان کی بھی اس قول سے یہی مراد ہے کہ چونکہ دارالحرب مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے اس لیے مسلمان حکام وہاں کسی مسلمان کے سود لینے پر اس سے مواخذہ نہیں کریں گے اور وہ اس کا مالک ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے اور وہ اس پر اخروی عذاب کا مستحق ہے، اس کی وضاحت علامہ سرخسی کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ۔ المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] ماہنامہ ضیاء حرم، ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

و ابوحنیفۃ یقول بالاسلام قبل الاحراز تثبت العصمۃ فی حق الامام دون الاحکام الاترٰی ان احدھما لو اتلف مال صاحبہ او نفسہ لم یضمن و ھو اٰثم فی ذٰلک و انما تثبت العصمۃ فی حق الاحکام بالاحراز و الاحراز بالدار لا بالدین لان الدین مانع لمن یعتقدہ حقا للشرع دون من لا یعتقدہ و بقوۃ الدار یمنع عن مالہ من یعتقد حرمتہ و من لم یعتقدہ فثبوت العصمۃ فی حق الاثم قلنا یکرہ لھما ھٰذا الصنیع و لعدم العصمۃ فی حق الحکم قلنا لا یؤمران یرد ما اخذہ لان کل واحد منھما انما یملک مال صاحبہ بالاخذ۔[1]

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کی حفاظت میں آنے سے پہلے اسلام سے جو عصمت ثابت ہوتی ہے وہ صرف امام کے حق میں ہے، احکام کے حق میں نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ان دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا مال یا اس کی جان تلف کر دے تو اس پر ضمان نہ ہوگا حالانکہ وہ اس فعل کی وجہ سے گنہگار ہوگا، دراصل احکام میں عصمت صرف دارالاسلام میں رہنے سے ہوتی ہے، نہ کہ دین کی وجہ سے، کیونکہ دین تو حق شرع کے لحاظ سے ان لوگوں کو روکتا ہے جو اس دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اس کا اعتقاد نہیں رکھتے ان کو نہیں روکتا، اس کے برخلاف جب انسان دارالاسلام میں ہو تو اس کے مال کی حفاظت اس شخص سے بھی کی جائیگی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہے یا اس دین کا اعتقاد نہیں رکھتا، پس گناہ ہونے کی حیثیت سے جو عصمت ثابت ہے اس اعتبار سے ہم نے کہا ان کا یہ فعل مکروہ ہے، اور قانون کے لحاظ سے عدم عصمت کی بناء پر (چونکہ مسلمانوں کی ولایت میں نہیں ہے) ہم نے یہ کہا کہ اس کا لیا ہوا مال واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جب دوسرے کا مال لیتا ہے تو محض لینے کی وجہ سے ہی اس مال کا مالک ہو جاتا ہے۔

امام اعظم کا یہ اصول ہے کہ اگر مسلمان دارالحرب میں کوئی عقد فاسد کرے تو وہ اس سے مالک تو ہو جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

و ان کانا اسلما و لم یخرجا حتی تبایعا بالربا کرھت لھما و لم ارادہ لہ و ھو قول ابی حنیفۃ۔[2]

اگر دو حربی مسلمان ہو جائیں اور دارالحرب سے ہجرت نہ کریں اور آپس میں سود کا معاملہ کریں تو میں اس کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتا ہوں لیکن یہ سود واپس نہیں کروں گا اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

ان عبارات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان آپس

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] " " " المبسوط ج ۱۴ ص ۵۸ " " "

میں سود لیں یا مسلمان حربی کافر سے سود لے تو وہ اس سود کا مالک تو ہو جائے گا لیکن سود لینے والا مسلمان بہر حال گنہ گار ہوگا۔

کیا سود اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعے حربی کافروں کا پیسہ بٹورنا جائز ہے؟

جب مسلمان کسی کافر قوم سے برسر جنگ ہوں اس وقت کافروں کا ملک دار الحرب ہوتا ہے اور اس وقت دار الحرب کے کافروں کی جان اور اموال مباح ہیں لیکن جن ممالک سے مسلمان برسر جنگ نہیں ہیں ان سے سفارتی تعلقات قائم کیے ہوتے ہیں اور ان کے ہاں پاسپورٹ اور ویزے سے آنا جانا جاری اور معمول ہے اور ان ممالک میں مسلمانوں کو جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ حاصل ہے بلکہ وہاں انھیں اسلامی احکام پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ، برطانیہ، کینیڈا اور جرمنی وغیرہ، ایسے ملک دار الحرب نہیں ہیں بلکہ دار الکفر ہیں اور ایسے ممالک کے کافروں کے اموال ان پر مباح نہیں ہیں۔ بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ کافروں کا مال مسلمانوں پر مباح ہے خواہ جس طرح حاصل ہو بشرطیکہ اس سے مسلمانوں کا وقار مجروح نہ ہو، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (النساء: ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ الا یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو۔

اس آیت سے یہ لوگ اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ قرآن مجید نے مسلمانوں کو آپس میں ناجائز طریقے سے مال کھانے سے منع کیا ہے اور اگر مسلمان کافروں کا مال ناجائز طریقے سے کھالیں تو اس سے منع نہیں کیا گیا، سو مسلمانوں کے لیے کفار کے اموال عقد فاسد سے یا ناجائز طریقے سے کھانا جائز ہے۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید کا عام اسلوب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق سے مسلمانوں کو خطاب کرتا ہے لیکن اس سے قرآن مجید کا منشاء یہ نہیں ہے کہ یہی صرف مسلمانوں کے ساتھ کی جائے اور کفار کے ساتھ سلوک میں مسلمان نیکیوں کو چھوڑ کر بدترین برائیوں پر اتر آئیں حتیٰ کہ کفار کے نزدیک مسلمان ایک خائن اور بدکردار قوم کے نام سے معروف ہوں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا۔ (النور: ۳۳)

اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاکدامن رہنا چاہتی ہوں تاکہ تم (اس بدکاری کے کاروبار کے ذریعے) دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو۔

کیا اس آیت کی رو سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کسی دار الکفر میں کافر عورتوں کا کوئی قحبہ خانہ کھول کر کاروبار کرنا شروع کر دیں؟

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تخونوا اللہ و الرسول و تخونوا امٰنٰتکم و انتم تعلمون۔ (انفال: ۲۷)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو درآں حالیکہ تم جانتے ہو۔

کیا اس آیت سے مسلمانوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی امانتوں میں خیانت کر لیا کریں؟

ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم۔ (النحل : ۹۴)

اور اپنی قسموں کو آپس میں دھوکا دینے کے لیے بہانہ نہ بناؤ۔

کیا اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کافروں سے دروغ حلفی میں کوئی مضائقہ نہیں ؟

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ۔ (النور : ۱۹)

بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانا پسند کرتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

کیا اس آیت سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ کافروں میں بے حیائی اور بدکاری کو پھیلانا جائز اور صواب ہے اور اخروی ثواب کا موجب ہے ؟

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا منشاء یہ ہے کہ اخلاق اور کردار کے اعتبار سے دنیا میں مسلمان ایک آئیڈیل قوم کے لحاظ سے پہچانے جائیں، غیر اقوام مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق اور کردار کو دیکھ کر متاثر ہوں، مسلمانوں کی امانت اور دیانت کی ایک عالم میں دھوم ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کفار قریش ہزار اختلاف کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی راستبازی، پارسائی امانت اور دیانت کے معترف اور مداح تھے۔ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں تلوار اور جہاد سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باکمال سیرت کا حصہ ہے۔ مسلمانوں کی کفار سے لڑائی تیر و تفنگ کی نہیں اصول اور اخلاق کی لڑائی ہے، اس کا نصب العین زر اور زمین کا حصول نہیں بلکہ دنیا میں اپنے اصول اور اقدار پھیلانا ہے۔ اب اگر اس نے اپنے مکارم اخلاق ہی کو کھو دیا اور خود ہی ان اصولوں اور تعلیمات کو قربان کر دیا جس کو پھیلانے کے لیے وہ کھڑا ہوا ہے تو پھر اس میں اور دوسری اقوام میں کیا فرق رہے گا اور کس چیز کی وجہ سے اس کو دوسروں پر فتح حاصل ہو گی اور کس قوت سے وہ دلوں اور روحوں کو مسخر کر سکے گا؟

جو لوگ دار الکفر میں حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں اور حربی کافروں کے اموال کو عقد فاسد کے ساتھ لینے کو جائز قرار دیتے ہیں وہ اس پر کیوں غور نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس عمل کی مذمت کی ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کا حق کھانے کے لیے یہ مسئلہ گھڑ لیا تھا کہ عرب کے اُمّی جو ہمارے مذہب پر نہیں ہیں ان کا مال جس طرح سے روا ہے غیر مذاہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی وطن چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومنھم من ان تامنہ بدینار لا یؤدہ الیک الا مادمت علیہ قائما ذٰلک بانھم قالوا لیس علینا فی الامیین سبیل ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون۔ (اٰل عمران : ۷۵)

اور ان (یہودیوں) میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک اشرفی امانت رکھو تو جب تک تم ان کے سر پر کھڑے نہ رہو وہ تم کو واپس نہیں دیں گے یہ اس لیے ہے کہ انھوں نے کہہ دیا کہ امیین (مسلمانوں) کا مال لینے سے ہماری پکڑ نہیں ہو گی، اور یہ لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں!

غور کیجیے جو لوگ دار الکفر میں ہیں! حربی کافروں سے سود لینے اور عقد فاسد پر ان سے معاملے کو جائز کہتے ہیں ان کے عمل میں اور یہودیوں کے اس مذموم عمل میں کیا فرق رہ گیا؟

حضرت ابوبکر کے قمار کی وضاحت

جو لوگ حربی کافروں سے سود لینے کو جائز کہتے ہیں ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر نے مکہ میں ابی بن خلف سے اہل روم کی فتح پر شرط لگائی تھی اس وقت مکہ دارالحرب تھا حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے شرط جیت کر وہ رقم وصول کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رقم لینے سے منع نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حربی کافروں سے قمار اور دیگر عقود فاسدہ کے ذریعہ رقم بٹورنا جائز ہے۔

یہ استدلال بالکل بے جان ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کے شرط لگانے کا ذکر جن روایات میں ہے وہ باہم متعارض ہیں۔ قاضی بیضاوی، نووی، علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے بغیر کسی سند کے یہ واقعہ ذکر کیا ہے جس میں حضرت ابوبکر کے شرط جیتنے کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر نے ابی بن خلف سے یہ شرط لگائی کہ اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے ہار گئے تو وہ دس اونٹ دیں گے اور اگر تین سال کے اندر رومی ایرانیوں سے جیت گئے تو ابی کو دس اونٹ دینے ہوں گے پھر جب حضور سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا ہے بضع کا لفظ تو تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے تم شرط اور مدت دونوں کو بڑھا دو، پھر حضرت ابوبکر نے نو سال میں سو اونٹوں کی شرط لگائی جب ساتواں سال شروع ہوا اور ابن ابی حاتم اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جنگ بدر کے دن رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے، حضرت ابوبکر نے ابی کے ورثاء سے اونٹ لے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اونٹ لے کر آئے آپ نے فرمایا یہ سحت (مال حرام) ہے، اس کو صدقہ کر دو حالانکہ اس وقت تک حرمت قمار کا حکم نازل نہیں ہوا تھا[1]

علامہ آلوسی نے ترمذی کے حوالے سے بھی حضرت ابوبکر کے جیت جانے کا واقعہ لکھا ہے لیکن یہ علامہ آلوسی کا تسامح ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابوبکر کے شرط ہارنے کا ذکر ہے حافظ ابن کثیر نے بھی ترمذی کے حوالے سے ہارنے ہی کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور مفسرین کی ذکر کردہ مذکور الصدر روایت کو عطاء خراسانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اس کو اغرب قرار دیا ہے[2]

جامع ترمذی کی روایت کا متن یہ ہے:

نیار بن اسلمی بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین "الم" اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے" جن دنوں یہ آیت نازل ہوئی ان دنوں میں ایرانیوں کو رومیوں پر برتری تھی اور مسلمانوں کی خواہش تھی کہ رومی ایرانیوں پر فتح پا جائیں کیونکہ وہ اور رومی اہل کتاب تھے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم۔ "جس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے، اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ عزیز رحیم ہے" اور قریش یہ چاہتے تھے کہ ایرانی غالب ہو جائیں کیوں کہ وہ دونوں نہ اہل کتاب تھے نہ بعث پر ایمان

---

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر القرآن العظیم ج ۵ ص ۳۴۲-۳۴۱ مطبوعہ دار الاندلس بیروت

رکھتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے مکہ کے اطراف میں یہ اعلان کر دیا الٓمّٓ اہل روم قریب کی زمین میں (فارس سے) مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے۔ قریش کے کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا تمہارے پیغمبر یہ کہتے ہیں کہ چند سالوں میں رومی ایرانیوں پر غالب ہو جائیں گے کیا ہم اس پر شرط نہ لگائیں حضرت ابوبکر نے کہا کیوں نہیں! اور یہ قمار کی حرمت نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ تھا پھر حضرت ابوبکر اور مشرکین نے شرط لگائی، مشرکین نے کہا " بضع سنین " تین سالوں سے لے کر نو سالوں تک ہے تم ہمارے درمیان اس کی درمیانی مدت طے کر لو پھر انھوں نے یہ مدت چھ سال طے کی، پھر چھ سال گذر گئے اور رومی غالب نہ ہوئے اور مشرکین نے حضرت ابوبکر سے شرط وصول کر لی، پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی ایرانیوں پر غالب ہو گئے، پھر مسلمانوں نے حضرت ابوبکر پر تنقید کی کہ انھوں نے " بضع سنین " کو چھ سال کیوں قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو " بضع سنین " فرمایا تھا (اور وہ نو سال تک کو کہتے ہیں)، امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ [1]

حضرت ابوبکر کے قمار سے جو یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ حربی کافروں کا مال ناجائز طریقے سے بھی لینا جائز ہے اس روایت کی تحقیق کے بعد اس کے حسب ذیل جواب ہیں:

(۱)۔ حضرت ابوبکر کے قمار کا واقعہ جن روایات سے ثابت ہے وہ مضطرب ہیں بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے جیتنے کا ذکر ہے اور بعض میں ہارنے کا ذکر ہے اور مضطرب روایات سے استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۲)۔ قمار کا یہ واقعہ بالاتفاق حرمت قمار سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ شرط فتح مکہ سے پہلے لگائی گئی تھی اور قمار کی حرمت سورہ مائدہ میں نازل ہوئی ہے جو مدینہ میں سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔

(۳)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو نہ خود قبول فرمایا نہ حضرت ابوبکر کو لینے دیا بلکہ فرمایا یہ مال حرام ہے اس کو صدقہ کر دو۔ (اس میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان کسی مال حرام سے بری ہونا چاہے تو برأت کی نیت سے اس کو صدقہ کر دے)

دارالحرب، دارالکفر اور دارالاسلام کی تعریفات

شمس الائمہ سرخسی دارالحرب کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والحاصل ان عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انما تصیر دارھم دار الحرب بثلاث شرائط احدھا ان تکون متاخمۃ ارض الترک لیس بینھا و بین ارض الحرب دار للمسلمین والثانی ان لا یبقی فیھا مسلم آمن بأمانہ ولا ذمی آمن بامانہ والثالث ان یظھروا احکام الشرک فیھا۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دارالحرب کی تین شرطیں ہیں، ایک یہ کہ اس پورے علاقے میں کافروں کی حکومت ہو اور درمیان میں مسلمانوں کا کوئی ملک نہ ہو، دوسری یہ کہ اسلام کی وجہ سے کسی مسلمان کی جان، مال اور عزت محفوظ نہ ہو، اسی طرح ذمی بھی محفوظ نہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس میں شرک کے احکام ظاہر ہوں۔

یہ تعریف اس ملک پر صادق آئے گی جس ملک سے مسلمان عملاً برسر جنگ ہوں اس ملک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم

---

[1]۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2]۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

نہ ہوں اور وہاں کسی مسلمان کی اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان، مال اور عزت محفوظ نہ ہو جیسا کہ کسی زمانہ میں اسپین میں تھا وہاں ایک ایک مسلمان کو چن چن کر قتل کر دیا گیا، وہاں مذہب اسلام پر قائم رہنا قانوناً جرم تھا۔ ایسے ملک سے مسلمانوں پر ہجرت کرنا فرض ہے۔ فقہاء احناف نے حربی کافروں کی جان اور مال کے مباح ہونے کی جو تصریح کی ہے اس سے اسی دارالحرب کے باشندے مراد ہیں۔

کافروں کے وہ ملک جن سے مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہیں، تجارت اور دیگر انواع کے معاملات ہیں پاسپورٹ اور ویزے کے ساتھ ایک دوسرے کے ملک میں آتے جاتے ہیں مسلمانوں کی جان، مال اور عزت محفوظ ہے بلکہ مسلمانوں کو وہاں اپنے مذہبی شعائر پر عمل کرنے کی بھی آزادی ہے جیسے امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی اور افریقی ممالک، یہ ملک دارالحرب نہیں ہیں، بلکہ دارالکفر ہیں۔ فقہاء احناف نے اسلامی احکام پر عمل کرنے کی آزادی کے پیش نظر ایسے ملکوں کو دارالاسلام کہا ہے لیکن یہ حکماً دارالاسلام ہیں حقیقۃً دارالکفر ہیں۔ بعض اوقات فقہاء دارالکفر پر مجازاً دارالحرب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں لیکن یہ ملک حقیقۃً دارالاسلام ہیں نہ دارالحرب بلکہ یہ دارالکفر ہیں کافروں کی حکومت کی وجہ سے کبھی ان پر دارالحرب کا اطلاق کر دیا جاتا ہے اور اسلامی احکام پر عمل کی آزادی کی وجہ سے کبھی ان پر دارالاسلام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فی معراج الدرایۃ عن المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانہم لم یظہروا فیہا حکم الکفر بل القضاۃ والولاۃ مسلمون یطیعونہم عن ضرورۃ او بدونہا وکل مصر فیہ والی من جہتہم یجوز لہ اقامۃ الجمعۃ والاعیاد والحدود وتقلید القضاۃ لاستیلاء المسلم علیہم فلو الولاۃ کفارا یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما۔ [1]

معراج الدرایہ میں مبسوط کے حوالے سے لکھا ہے جو شہر کفار کے ہاتھوں میں ہیں وہ بلاد اسلام ہیں، بلاد حرب نہیں ہیں کیونکہ کفار نے ان شہروں میں کفر کے احکام ظاہر نہیں کیے بلکہ قاضی اور حاکم مسلمان ہیں جو ضرورت کی وجہ سے یا بلاضرورت کفار کی اطاعت کرتے ہیں، اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے حاکم مقرر ہو اس میں جمعہ اور عیدین پڑھنا اور حد قائم کرنا اور قاضیوں کو مقرر کرنا جائز ہے کیونکہ (شرعاً) مسلمان کافروں پر غالب ہیں اور اگر حاکم کفار ہوں پھر بھی مسلمانوں کے لیے جمعہ کو قائم کرنا جائز ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے کسی شخص کو قاضی بنا دیا جائے گا اور مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ کسی مسلمان حاکم کو تلاش کریں۔

مبسوط کی اس عبارت میں کافروں کے ملک کو جو بلاد اسلام یا دارالاسلام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے یہ حقیقی اطلاق نہیں ہے کیونکہ دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور وہاں اسلامی شعائر اور احکام اسلامیہ کا غلبہ ہو لیکن کافروں کے جس ملک میں مسلمانوں کو اسلامی احکام پر عمل کی آزادی ہو وہاں جمعہ اور عید کا قیام جائز ہے اور اسی وجہ سے وہ علاقہ حکماً دارالاسلام ہے، نہ حقیقۃً دارالاسلام ہے اور نہ حقیقۃً دارالحرب ہے، قبل از تقسیم ہندوستان کو جو

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علماء نے دارالاسلام قرار دیا تھا اس کا بھی یہی مطلب تھا ورنہ ظاہر ہے کہ وہاں مسلمانوں کی حکومت تھی نہ احکام اسلامیہ کا غلبہ تھا اس لیے ہندوستان حقیقۃً دارالکفر ہی تھا اور حقیقۃً دارالحرب اس لیے نہیں تھا کہ وہاں مسلمانوں کو جان اور مال کا تحفظ حاصل تھا، شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

والتاجر من المسلمین اذا اراد ان یدخل الیهم بأمان علی فرس ومعه سلاح وهو لا یرید بیعه منهم لم یمنع من ذلك لان التاجر یحتاج الی ان یستصحب هذه الاشیاء لمنفعة نفسه فلا یکون ممنوعا عنه فی دار الحرب کما لا یکون ممنوعا عنه فی دار الاسلام [1]

مسلمان تاجر جب گھوڑے پر سوار ہو کر اور اسلحہ کے ساتھ امان لے کر دارالحرب میں جائیں درآں حالیکہ وہ اس گھوڑے اور اسلحہ کو کافروں کے ہاتھ بیچنے کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو ان کو اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ تاجر کو اپنے مصالح کے لیے ان چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح تاجر کے لیے یہ چیزیں دارالاسلام میں ممنوع نہیں ہیں، اسی طرح دارالحرب میں بھی ممنوع نہیں ہیں۔

فقہاء نے اس باب میں یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان تاجر کے لیے سواری اور اسلحہ کو دارالحرب میں تجارت کے لیے لے جا کر فروخت کرنا جائز نہیں البتہ کھانے پینے کی اشیاء اور جن چیزوں کا تعلق آلات حرب سے نہ ہو ان کو دارالحرب میں لے جا کر فروخت کرنا اور ان کی تجارت کرنا جائز ہے۔

ہم نے یہ عبارت اس لیے نقل کی ہے کہ فقہاء دارالکفر پر بھی مجازاً دارالحرب کا اطلاق کر دیتے ہیں کیونکہ دارالحرب کی تو یہ تعریف ہے جہاں مسلمان اور ذمی کو جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہ ہو اس لیے ایسی جگہ مسلمان تاجروں کا تجارت کے لیے جانے کا کوئی معنی نہیں ہے۔ اس لیے یہ دارالحرب نہیں ہے۔ اب تک کی بحث سے جو تعریفات حاصل ہوئی ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

دارالاسلام: وہ علاقہ جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو اور شعائر اسلامی اور احکام اسلامیہ کا غلبہ ہو۔

دارالحرب: وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو اور کفر کے احکام کا غلبہ ہو اور کسی مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی حیثیت سے جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہ ہو، اسی طرح ذمی کو بھی تحفظ حاصل نہ ہو۔

دارالکفر: وہ علاقہ جہاں کافروں کی حکومت ہو، اس علاقے کے ساتھ مسلمانوں کے سفارتی تعلقات ہوں، مسلمان وہاں تجارت کے لیے جاتے ہوں، مسلمانوں کو وہاں جان، مال اور عزت کا تحفظ حاصل ہو، اور احکام اسلامیہ پر عمل کرنے کی آزادی ہو۔

ان تعریفات کے اعتبار سے امریکہ، برطانیہ، کینیڈا، ہالینڈ، مغربی جرمنی اور افریقی ممالک جہاں مسلمان امان اور آزادی کے ساتھ رہتے ہیں یہ سب دارالکفر ہیں یہاں جمعہ اور عیدین پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ ممالک دارالحرب نہیں ہیں اس لیے یہاں مسلمانوں کے لیے سود کا لین دین کسی طرح سے جائز نہیں ہے اسی طرح یہاں کافروں کا مال عقود فاسدہ سے لینا بھی

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ، شرح السیر الکبیر ج ۴ ص ۱۵۷۱ مطبوعہ المکتب للحرکۃ الثورۃ الاسلامیہ افغانستان ۱۴۰۵ھ

جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر فقہاء احناف نے درجہ کراہت میں کافروں کے مال لینے کو جائز کہا ہے تو دارالحرب میں کہا ہے اور یہ ممالک دارالحرب نہیں ہیں۔ فقہاء نے ایسے ممالک پر مجازاً دارالحرب کا بھی اطلاق کیا ہے اور مجازاً دارالاسلام کا اطلاق بھی کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ ممالک دارالکفر ہیں، دارالحرب ہیں نہ دارالاسلام۔

ربا الفضل کی علت حرمت میں مذاہب ائمہ

علامہ نووی لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں میں ربا الفضل کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، سونا، چاندی، گندم، جو، چھوارے اور نمک، غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ان چھ چیزوں کے علاوہ اور کسی چیز میں کمی و زیادتی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے، کیونکہ وہ قیاس کے منکر ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام فقہاء یہ کہتے ہیں کہ حرمت کا یہ حکم ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ جو چیزیں ان کے معنی میں شریک ہوں ان میں بھی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے پھر ان فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ ان چھ چیزوں میں حرمت ربا کی علت کیا ہے؟ امام شافعی نے کہا سونے اور چاندی میں علت حرمت ان کا جنس ثمن سے ہونا ہے اس لیے باقی وزنی چیزوں میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع حرام نہیں ہوگی، کیونکہ علت حرمت مشترک نہیں ہے، امام شافعی نے فرمایا باقی چار چیزوں میں علت حرمت کھانے کی جنس سے ہونا ہے سو ہر کھانے کی چیز میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہوگی امام مالک کا قول سونے اور چاندی میں امام شافعی کی طرح ہے اور باقی چار چیزوں میں ان کے نزدیک علت حرمت خوراک کے لیے ذخیرہ ہونے کی صلاحیت ہے سو انھوں نے منقی میں بھی تفاضل کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ گندم اور جو کی طرح اس کا بھی ذخیرہ کیا جا سکتا ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں علت وزن ہے اور باقی چار چیزوں میں علت ماپنا ہے پس ہر وہ چیز جس کی بیع وزن اور ماپنے سے ہوتی ہو اتحاد جنس کی صورت میں اس کی تفاضل کے ساتھ بیع حرام ہے اور سعید بن مسیب، امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ان چار چیزوں میں علت حرمت طعام کا وزن یا ماپ کے ساتھ فروخت ہونا ہے اس بنا پر کھانے پینے کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے انڈا وغیرہ ان میں تفاضل کے ساتھ بیع حرام نہیں ہے۔ نیز فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ ایک سود والی جنس کو دوسری سود والی جنس کے ساتھ کمی بیشی اور ادھار کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے مثلاً سونے کی گندم کے بدلے میں یا چاندی کی جو کے بدلے میں کمی اور بیشی کے ساتھ بیع کی جائے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک سود والی جنس کی اپنی جنس کے ساتھ ادھار بیع جائز نہیں ہے اور سود والی جنس کی اپنی جنس کے بدلے میں تفاضل کے ساتھ نقد بیع بھی جائز نہیں ہے، مثلاً سونے کی سونے کے بدلے میں ادھار بیع جائز ہے نہ نقد تفاضل کے ساتھ۔ [1]

امام ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں: ہر وہ چیز جو وزن یا ماپ کے ذریعہ فروخت کی جائے اس کی اس جنس کے بدلہ میں تفاضل سے بیع جائز نہیں ہے [2] (اور یہی امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں امام احمد سے دوسری روایت یہ منقول ہے کہ سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چیزوں میں طعم حرمت کی علت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ، مختصر الخرقی مع المغنی ج ۴ ص ۲۵ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۲۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ حرمت کی علت یہ ہے کہ وہ چیز جنس طعام سے ہو اور ماپ یا وزن سے بکتی ہو لہٰذا جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں ان کی کمی اور بیشی کے ساتھ بیع جائز ہو گی [1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک سونے اور چاندی میں حرمت کی علت ثمنیت ہے اور باقی چار میں حرمت کی علت خوراک کا ذخیرہ ہونا یا خوراک کی صلاحیت ہے۔ [2]

امام مالک کے مذہب پر نوٹ اور دوسری سکوں میں سود کا ہونا بالکل واضح ہے کیونکہ ان میں ثمنیت موجود ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں ہمارے نزدیک حرمت کی علت قدر مع الجنس ہے۔ [3]

ربوا الفضل میں ائمہ کی بیان کردہ علت کا ایک جائزہ

ائمہ کرام نے احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر حتی المقدور اس امر کی سعی اور کوشش فرمائی ہے کہ سود کے لیے کوئی اصول وضع کیا جا سکے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ احادیث میں جن چھ چیزوں (سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک) میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنے کو ربا فرمایا ہے، ان میں حصر نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو بطور مثال ذکر کیا ہے۔ اسی لیے ائمہ اور مجتہدین نے انتہائی محنت اور جانفشانی سے ان چیزوں میں کوئی امر مشترک تلاش کر کے اس کو علت ربوا قرار دیا ہے جیسا کہ مذکور الصدر تفصیل سے ظاہر ہو چکا ہے۔ ان بزرگوں نے نہایت کاوش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ کو سمجھا اور سمجھایا ہے، ہم نے جب ان احادیث پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵ مطبوعہ اصح المطابع کراچی) جب دو نوع مختلف ہو جائیں تو جس طرح چاہو فروخت کرو اور جب ان میں اختلاف نہ ہو تو فرمایا مثلاً بمثل فروخت کرو اور مثل میں مساوات کا مطلب ہے قدر میں مساوات اور قدر وزن، کیل اور عدد تینوں کو شامل ہے جس طرح ایک کلو یا ایک صاع گندم دو کلو یا دو صاع گندم کے برابر نہیں ہیں۔ اسی طرح ایک درجن اخروٹ اور انڈے دو درجن اخروٹ اور انڈوں کی مثل اور برابر نہیں ہیں۔ یہ ایک بالکل بدیہی بات ہے اور اس میں کوئی خفاء نہیں ہے۔ اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں بھی وزناً، کیلاً (ماپ کے ذریعہ) یا عدداً فروخت ہوتی ہیں خواہ وہ از قبیل ثمن ہوں یا از قبیل طعام ہوں یا عام استعمال کی چیزیں ہوں، لائق ذخیرہ ہوں یا نہ ہوں جب ان کی بیع مثلاً بمثل یعنی وزن، ماپ یا عدد کے اعتبار سے برابر برابر اور یداً بید یعنی نقد کی جائے گی تو وہ جائز ہو گی اور اگر وزن، عدد یا ماپ میں زیادتی کے ساتھ یا ادھار بیع ہو گی تو ناجائز اور حرام ہو گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت ربوٰ کے سلسلہ میں جتنی بھی احادیث روایت کی گئی ہیں سب میں مثلاً بمثل کی قید ہے اور فقہاء نے مثل کا معنی قدر کیا ہے اور قدر وزن، ماپ اور عدد تینوں کو شامل ہے، یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ ایک کلو یا ایک صاع گندم تو دو کلو یا دو صاع گندم کے غیر مثل ہوں اور ایک درجن انڈے یا اخروٹ دو درجن انڈوں یا

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۳۷۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۷۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

اخروٹوں کے مثل نہ ہوں۔ اس لیے مثل میں جس طرح وزنی اور ماپ والی چیزیں شامل ہیں اسی طرح عددی چیزیں بھی شامل ہیں۔ اور اس پر سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: للذکر مثل حظ الانثیین۔ (نساء: ۱۱) "مرد کے لیے عورتوں کی دو مثل (دوگنا) حصہ ہے"۔ فرض کیجیے لڑکی کو ایک کلو چاندی ملتی ہے تو لڑکے کو دو کلو چاندی ملے گی، لڑکی کو ایک سو صاع گندم ملتی ہے تو لڑکے کو دو سو صاع گندم ملے گی اور اگر لڑکی کو ایک ہزار روپے ملتے ہیں تو لڑکے کو دو ہزار روپے ملیں گے اس سے معلوم ہوا کہ مثل، ماپ والی، وزنی عددی ہر قسم کی مساوی چیز کو کہتے ہیں حدیث شریف میں ہے:

عن عثمان بن عفان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتبیعوا الدینار بالدینارین ولا الدرھم بالدرھمین۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۔ سنن کبریٰ ج ۵ ص ۲۷۸)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دینار اور ایک درہم کو دو درہموں کے عوض نہ فروخت کرو۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس طرح وزنی اور ماپ والی ایک نوع کی دو چیزوں میں زیادتی کے ساتھ بیع ربوٰ ہے اس طرح ایک نوع کی عددی چیزوں میں بھی زیادتی کے ساتھ بیع ربوٰ ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں بظاہر یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ ایک نوع کی دو چیزیں خواہ وہ از قبیل طعام ہوں یا استعمال ہوں یا ثمن ہوں اگر ان کی بیع کمی یا زیادتی کے ساتھ ہو خواہ کمی یا زیادتی عدد میں ہو یا کیل میں ہو یا وزن میں ہو یا بیع ادھار ہو تو وہ ربوٰ ہے اور اگر برابر اور نقد بیع ہو تو جائز اور صحیح ہے۔ ھذا ما عندی والعلم التام عند اللہ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک نوع کی ماپ اور تول والی چیزوں میں سود ہے، ان کے نزدیک علت ربوٰ ماپ اور تول اور اشتراک جنس ہے، وہ عددی چیزوں میں حرمت ربوٰ کے قائل نہیں ہیں مثلاً سیب وزناً بکتا ہے اس لیے ایک کلوگرام سیب کو دو کلوگرام سیب کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود ہے اور کیلے عدداً فروخت ہوتے ہیں اس لیے ایک درجن کیلوں کو دو درجن کیلوں کے عوض فروخت کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے، اور یہ انتہائی تعجب خیز امر ہے کہ سیب میں زیادتی کے ساتھ بیع سود ہو اور کیلوں میں زیادتی کے ساتھ بیع سود نہ ہو۔ بعض چیزوں میں عدداً اور وزناً فروخت ہونے کا عرف بدلتا رہتا ہے مثلاً پشاور میں پہلے روٹی تول کر فروخت ہوتی تھی اور اب عدداً فروخت ہوتی ہے اور اخروٹ تول کر بھی بکتے ہیں اور عدداً بھی فروخت ہوتے ہیں یعنی آپ اگر عدداً اخروٹ خریدیں تو سو کے بدلے میں دو سو اخروٹ لے سکتے ہیں اور یہ سود نہیں ہے اور وزناً خریدیں تو ایک کلو کے بدلہ میں دو کلو سیب نہیں لے سکتے اور یہ سود ہے، بعض شہروں میں مالٹے ایک ہی دوکان پر عدداً بھی بکتے ہیں اور تول کر بھی اور یہ بڑی حیرت ناک بات ہوگی کہ ایک ہی دوکاندار سے ایک چیز کو وزناً زیادتی کے ساتھ لینا سود ہو اور عدداً لینا سود نہ ہو، ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی توجیہ ہو لیکن میری ناقص فہم میں یہ بات نہیں آسکی۔ رہا یہ کہ بعض احادیث میں ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع کا جواز ہے تو اولاً تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں جس کا چاہیں استثناء فرمادیں، اس لیے یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں بند رہے گی۔ ثانیاً ہو سکتا ہے اس کی یہ وجہ ہو کہ جس طرح دو غیر جاندار چیزوں میں عین کے لحاظ سے مساوات ہوتی ہے اس طرح دو جاندار چیزوں

میں عیناً مساوات نہیں ہوتی اور صفات میں فرق ہوتا ہے مثلاً ایک غلام عالم ہر تو وہ دس جاہل غلاموں سے قیمتی ہوگا، ایک گھوڑا اعلیٰ نسل کا ہو تو وہ ادنیٰ نسل کے دس گھوڑوں سے قیمتی ہوگا ہو سکتا ہے اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حیوان کی دو حیوانوں کے ساتھ بیع جائز فرمائی ہو اور آپ کی تمام حکمتوں کو کون جان سکتا ہے!

امام شافعی کے نزدیک حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے۔ لہٰذا تمام کھانے پینے کی چیزوں اور سونے اور چاندی میں ہم جنس چیزوں کی زیادتی کے ساتھ بیع ان کے نزدیک سود ہے لیکن جو چیزیں کھانے پینے کی اور ثمن نہ ہوں مثلاً تانبا، پیتل، چونا، کپڑا اور لکڑی وغیرہ ان میں امام شافعی کے نزدیک ہم جنس اشیاء کی زیادتی کے ساتھ بیع سود نہیں ہے اور یہ عجیب وغریب بات ہے کہ ایک کلو چاندی کی دو کلو چاندی کے بدلہ میں بیع سود ہو اور ایک کلو تانبا یا پیتل کی دو کلو تانبے یا پیتل کے بدلہ میں بیع سود نہ ہو۔ اور تانبا، پیتل، چونا اور کپڑے وغیرہ میں امام شافعی کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود ہے۔ اور کھانے پینے کی عددی اشیاء مثلاً انڈے اور اخروٹ میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک سود ہے۔

امام مالک کے نزدیک حرمت کی علت ثمن ہونا اور خوراک کا قابل ذخیرہ ہونا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تانبا، پیتل، لوہا، لکڑی اور دیگر عام استعمال کی اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا ان کے نزدیک سود نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان اشیاء میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا سود ہے۔

اور طعام کے علاوہ استعمال کی جو چیزیں عدداً فروخت ہوتی ہیں جیسے پین، پنسل، ہتھیار، میز، کرسی اور عام فرنیچر ان میں زیادتی کے ساتھ بیع کرنا کسی امام کے نزدیک بھی سود نہیں ہے۔ یعنی ایک انڈے یا ایک اخروٹ کی دو انڈوں یا دو اخروٹوں کے بدلہ میں بیع کرنا امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک سود ہے لیکن ایک پین یا ایک بندوق کی دو پین یا دو بندوقوں کے بدلہ میں بیع کرنا کسی امام کے نزدیک سود نہیں ہے اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔

سود کے مسئلہ میں ایک اور اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض چیزوں میں تنوع (Variety) اور (Quality) کے لحاظ سے فرق ہوتا ہے مثلاً باسمتی چاول اور ٹوٹا چاول، پارکر پین اور ایگل پین، عمدہ سیب اور گھٹیا سیب۔ اب اگر کوئی شخص ایک کلو باسمتی چاول تین کلو ٹوٹے چاول کے عوض فروخت کرے تو ہر چند کہ یہ بازار کے نرخ کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن اس پر سود کی تعریف صادق آئے گی اور بعض دفعہ ہر شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ ایک کلو باسمتی چاول کو مثلاً بارہ روپے میں فروخت کرے اور پھر بارہ روپے کی تین کلو ٹوٹے چاول خریدے۔

غالباً اسی دشواری کے پیش نظر ائمہ اور مجتہدین نے سود کے دائرہ کو کم کیا تاکہ امت کو سہولت اور آسانی حاصل ہو۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے ان چیزوں میں حرمت ربوٰ کی علت اتحاد جنس کے ساتھ کیل اور وزن قرار دی تاکہ عددی چیزیں سود کے دائرہ سے نکل جائیں۔ امام شافعی نے طعم اور ثمنیت کو علت قرار دیا تاکہ باقی استعمال کی چیزیں سود کے دائرہ سے نکل جائیں۔ امام مالک نے بھی ثمنیت اور خوراک کے قابل ذخیرہ ہونے کو علت قرار دے کر باقی استعمال کی چیزوں کو سود کے دائرہ سے نکال دیا۔ امام احمد کا ایک قول امام ابوحنیفہ کی طرح اور ایک قول امام شافعی کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ائمہ کرام پر رحمت فرمائے جنھوں نے امت کے لیے یسر کی راہیں تلاش کیں۔

ربا الفضل کی حرمت کا سبب

ربا الفضل اس زیادتی کو کہتے ہیں جو ایک ہی جنس کی دو چیزوں کی دست بدست لین دین میں ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا الفضل کو اس لیے حرام قرار دیا ہے

کہ اس سے ربوا النسیئہ کا دروازہ کھلتا ہے اور انسان میں وہ ذہنیت پرورش پاتی ہے جس کا آخری ثمرہ سود خوری ہے، یہ حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دینار کو دو دیناروں کے عوض اور ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں نہ فروخت کرو مجھے خوف ہے کہیں تم سود خوری میں مبتلا ہو جاؤ۔

علامہ علی متقی نے یہ حدیث طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے، (کنز العمال ج ۴ ص ۱۸۷، ۱۱۷، مطبع بیروت)

ظاہر ہے کہ ایک جنس کی دو چیزوں کی آپس میں بیع کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جبکہ اتحاد جنس کے باوجود ان کی نوعیتیں مختلف ہوں، مثلاً چاول اور گندم کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو، یا سونے کی ایک قسم کی دوسری قسم کے ساتھ بیع ہو۔ ایک جنس کی مختلف اقسام کی چیزوں کا کمی و بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے اس ذہنیت کے پرورش پانے کا اندیشہ ہے جو بالآخر سود خوری اور ناجائز نفع اندوزی تک جا پہنچتی ہے اس لیے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ ایک جنس کی مختلف اقسام کے باہمی تبادلہ کی اگر ضرورت ہو تو یا تو برابر برابر کر لیا جائے اور ان کی قیمتوں میں جو فرق ہو اس کو نظر انداز کر دیا جائے یا ایک چیز کا دوسری چیز سے براہ راست تبادلہ کرنے کے بجائے ایک شخص اپنی چیز کو روپوں کے عوض بازار کے بھاؤ پر فروخت کرے اور دوسرے شخص سے اس کی چیز بازار کے بھاؤ پر خرید لے۔

گندم کی گندم کے بدلے میں بیع کو برابر برابر نقد ہو تو جائز کیا گیا ہے اور ادھار کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مثلاً زید آج دس کلوگرام گندم فروخت کرتا ہے اور اس کے بدلے میں چھ ماہ بعد عمرو سے دس کلوگرام گندم لیتا ہے تو یہ عین ممکن ہے کہ جس وقت زید گندم فروخت کر رہا ہے اس وقت گندم کی قیمت پانچ روپے فی کلو ہو اور جب عمرو اس کو اس کے بدلے میں گندم دے گا اس وقت گندم کی قیمت آٹھ روپیہ کلو ہو تو زید کو پچاس روپیہ کے بدلہ میں چھ ماہ بعد کی مدت کے عوض اسی روپیہ حاصل ہو گئے اور یہی سود ہے۔

نفع اور سود میں فرق

اللہ تعالیٰ نے بیع کو جائز کہا ہے اور سود کو ناجائز کہا ہے اور ان میں فرق بالکل واضح ہے ہم دکاندار سے پانچ روپیہ کی چیز چھ روپے میں بخوشی خرید لیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چند کہ یہ چیز پانچ روپے کی ہے لیکن اس چیز پر دکاندار کی محنت، ذہانت اور وقت کا خرچ ہوا ہے اور اس ایک زائد روپے کو ہم اس کی ذہنی اور جسمانی محنت کا عوض قرار دیتے ہیں لیکن جب ایک شخص پانچ روپے پر ایک روپیہ سود لیتا ہے تو اس ایک روپیہ کے بدلہ میں وقت کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہوتی جس کو اس ایک روپیہ کا بدل قرار دیا جا سکے اس لیے تجارت میں نفع لینا جائز ہے اور روپیہ پر سود لینا ناجائز ہے۔

سونے اور چاندی کی بیع میں عقد کے وقت قبضہ کرنے میں مذاہب:

حدیث نمبر ۳۹۴ میں ہے: مالک بن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت عمر بن الخطاب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اس وقت میں نے آکر کہا کہ کسی نے دراہم فروخت کرنے ہیں؟ حضرت طلحہ نے کہا تم اپنا سونا دکھاؤ، اور بعد میں آنا جب ہمارا نوکر آئے گا تو ہم تمہیں اس کے بدلے میں چاندی دے دیں گے، حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: ہرگز نہیں! تم اس کو چاندی ابھی دو ورنہ اس کا سونا واپس کر دو! کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: چاندی سونے کے بدلے سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو، اور گندم، گندم کے بدلے سود ہے

مگر جو نقد بہ نقد ہو اور جو، جو کے عوض سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو اور کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے مگر جو نقد بہ نقد ہو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے کہا کہ جب ربوی (جس چیز میں سود ہو) کی ربوی سے بیع کی جائے تو اس میں دونوں طرف سے قبضہ کرنا ضروری ہے بشرطیکہ دونوں بدل علت ربا میں متفق ہوں خواہ ان کی جنس متفق ہو یا نہ ہو، مثلاً سونے کی سونے کے ساتھ بیع ہو یا سونے کی چاندی کے ساتھ بیع ہو، فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عقد کے بعد فریقین کا قبضہ کرنا ضروری ہے حتیٰ کہ اگر عقد کے بعد قبضہ نہیں ہوا خواہ مجلس میں فریقین نے بدلین پر قبضہ کر لیا ہو تو ان کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں ہے، اور امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہاء کا موقف یہ ہے کہ جب مجلس میں قبضہ ہو جائے تو بیع صحیح ہے خواہ عقد سے مؤخر ہو اور اس حدیث سے فقہاء مالکیہ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ لیث بن عبید اللہ نے اس بیع میں سونا لے لیا تھا اور اس کے عوض درہم کی ادائیگی کو مؤخر کر دیا تھا، ان کے خیال میں سونے اور چاندی کی بیع بھی عام بیع کی طرح تھی اس لیے حضرت عمر نے ان کو مسئلہ کا حکم بتلایا۔ [1]

کرنسی نوٹوں کی نوٹوں سے بیع میں ادھار کا حکم

کرنسی نوٹ چونکہ فی نفسہٖ غیر متعین ہوتے ہیں، اس لیے جب کرنسی نوٹوں کی کرنسی نوٹوں سے بیع کی جائے تو اس میں ادھار جائز نہیں ہے خواہ ایک ملک کے کرنسی نوٹوں کی اسی ملک کی کرنسی سے بیع ہو یا دوسرے ملک کے کرنسی نوٹوں سے بیع ہو کیونکہ جس طرح دینار اور درہم غیر معین ہوتے ہیں اسی طرح کرنسی نوٹ بھی غیر معین ہیں۔

(نوٹ کی نوٹ کے عوض بیع صرف اس وقت صحیح ہے جب مجلس عقد میں دونوں عوض موجود ہوں، مساوی ہوں اور ان کو تعیین سے متعین کر لیا جائے۔) اور بیع صرف میں ادھار کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صرف، ثمن کے بدلے میں ثمن کی بیع ہے اور اثمان غیر معین ہوتی ہیں اور غیر معین کی غیر معین سے بیع جائز نہیں ہے۔ شمس الائمہ السرخسی بیع صرف کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ھو مبادلۃ الاثمان بعضھا ببعض [2] "بعض ثمن کی بعض دوسری ثمن کے ساتھ بیع کو بیع صرف کہتے ہیں۔

نیز علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ مال کی ایک قسم وہ ہے جو ہر حال میں ثمن ہے وہ درہم اور دینار ہیں، دوسری قسم وہ ہے جو ہر حال میں مبیع ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جو ذوات الامثال ہوں جیسے مصنوعات اور مویشی وغیرہ، تیسری قسم وہ ہے جو کبھی ثمن اور کبھی مبیع ہوتی ہیں جیسے ماپ اور تول والی چیزیں ان میں سے جس چیز کو عقد میں عوض قرار دیا جائے وہ ثمن ہوتی ہے اور دوسری مبیع ہوتی ہے [3] نیز علامہ سرخسی لکھتے ہیں اس عقد کے اندر مجلس میں مبیع اور ثمن دونوں پر فریقین کا قبضہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ عقد ثمن کے بدلے میں ثمن سے عبارت ہے اور عقد کے سبب سے ثمن ذمہ میں دین (قرض) ہوتی ہے اور دین کے بدلے میں دین شریعت میں حرام ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع الکالی بالکالی سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے بیع الثمن بالثمن بھی ممنوع ہے۔ سو قبضہ اس لیے ضروری ہے کہ اس عقد میں تعین قبضہ سے ہی حاصل ہوتا ہے (کیونکہ درہم اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۴ ص ۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبع الثالث ۱۳۹۸ھ،

[3] " " " " ، المبسوط ج ۱۴ ص ۲ " " " " " "

دینار غیر متعین ہوتے ہیں) اس لیے مجلس میں قبضہ ضروری ہے کیونکہ شریعت میں حالت مجلس حالت عقد کے قائم مقام ہے اور جب قبضہ سے تعیین ہو جاتی ہے تو اس کو عقد میں بمنزلہ موجود مانا جائے گا اور چونکہ بیع صرف میں ایک عوض کو دوسرے عوض پر ترجیح نہیں ہے اس لیے ہم نے بیع صرف میں دونوں عوضوں پر قبضہ ضروری قرار دیا ہے۔ [1]

کرنسی نوٹوں کی آپس میں بیع کے اندر ادھار جائز نہیں ہے اور دونوں طرف سے قبضہ ضروری ہے اس پر مزید دلیل یہ ہے کہ علامہ شامی نے پیتل کے پیسوں کی پیتل کے پیسوں کے بدلے بیع میں جامع الصغیر اور قاری الہدایہ کے حوالے سے دونوں عوضوں پر مجلس میں قبضہ کرنے کو ضروری اور ادھار کو ناجائز لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس کی علت پیسوں کا ثمن ہونا ہے۔ [2]

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

دوسری قسم غیر خلقی جس کو ثمن اصطلاحی بھی کہتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں کہ ثمنیت کے لیے مخلوق نہیں مگر لوگ ان سے ثمن کا کام لیتے ہیں ثمن کی جگہ پر استعمال کرتے ہیں، جیسے پیسہ، نوٹ، نکل کی ریزگاریاں یہ سب اصطلاحی ثمن ہیں روپے کے پیسے بھنائے جائیں یا ریزگاریاں خریدی جائیں یہ صرف میں داخل ہے [3] اس لیے نوٹ کی نوٹ کے عوض بیع، بیع الکالی بالکالی ہے اور ناجائز ہے۔

سونے اور چاندی کی مصنوعات کی بیع میں ادھار کا حکم

سونے اور چاندی کے زیورات اور دیگر مصنوعات کی بیع دینار اور درہم کے عوض صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بیع صرف ہے، اور نوٹ چونکہ بحیثیت ثمن سونے کے حکم میں ہیں اس لیے سونے اور چاندی کے زیورات کی نوٹوں کے عوض بیع، بیع صرف ہے نیز ابھی ہم نے بہار شریعت کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے کہ نوٹ صرف میں داخل ہیں، اس لیے سونے اور چاندی کے زیورات اور دیگر مصنوعات کی نوٹوں کے عوض بیع میں یہ ضروری ہے کہ جس مجلس میں یہ بیع ہو اسی مجلس میں خریدار زیورات پر اور بائع نوٹوں پر قبضہ کرے، اس لیے اس بیع میں ادھار جائز نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے:

واما شرائطه فمنها قبض البدلين قبل الافتراق كذا في البدائع سواء كانا يتعينان كالمصوغ اولا يتعينان كالمضروب او يتعين احدهما ولا يتعين الآخر۔ [4]

بیع صرف کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجلس چھوڑنے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ کر لیا جائے عام ازیں کہ دونوں عوض متعین ہوں جیسے (سونے اور چاندی کی مصنوعات یا غیر متعین ہوں جیسے (سونے اور چاندی کے سکے (درہم اور دینار، اور نوٹ بھی انہی کے حکم میں ہیں) یا ان میں سے ایک متعین ہو اور دوسرا غیر متعین ہو۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۴ ص ۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبع الثالث ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۷۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۲۵۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۱۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

[4] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالمگیری ج ۳ ص ۲۱۷ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

بالخصوص سونے اور چاندی کی بیع میں مجلس کے اندر قبضہ کی شرط کیوں ہے؟ | فقہاء احناف کے نزدیک بیع صرف کی صحت

کے لیے یہ ضروری ہے کہ بائع ثمن پر اور خریدار مبیع پر مجلس میں قبضہ کر لیں، جبکہ دوسری بیوع میں مبیع اور ثمن کی صرف تعیین کافی ہوتی ہے اور مجلس میں قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سونا اور چاندی چونکہ خلقۃً ثمن ہیں اس لیے وہ غیر متعین ہیں اور جب تک مجلس میں ان پر قبضہ نہ کر لیا جائے وہ متعین نہیں ہوتے، اس کے برخلاف باقی اشیاء چونکہ ثمن نہیں ہیں اس لیے وہ صرف اشارے کی تعیین سے ہی متعین ہو جاتی ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ درہم اور دینار تو بے شک ثمنیت کی وجہ سے متعین نہیں ہوتے (مثلاً اگر کسی شخص نے پانچ دینار دینے ہیں تو اس پر کوئی معین دینار دینے ضروری نہیں وہ کوئی سے دینار بھی دے دے اپنے ذمہ سے بری ہو جائے گا یا کسی معین دینار کے ضائع ہو جانے سے عقد باطل نہیں ہوگا) لیکن سونے اور چاندی کے زیورات یا دیگر مصنوعات اپنی ہیئت کذائی سے متعین ہوتی ہیں ان میں مجلس کے اندر قبضہ کیوں ضروری ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سونا اور چاندی چونکہ خلقۃً ثمن ہیں اس لیے ان میں عدم تعیین کا شائبہ موجود ہے اس لیے سونے اور چاندی کے زیورات کو بھی دینار اور درہم کے ساتھ لاحق کر دیا گیا اور سونے اور چاندی کی بیع میں مطلقاً قبضہ ضروری کر دیا گیا۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: (بیع صرف میں) مجلس چھوڑنے سے پہلے دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الذهب بالورق ربًا الا هاء وهاء الحديث [1] "سونے کے بدلے میں چاندی کی بیع سود ہے مگر جو دست بدست ہو"۔ نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تبيعوا الذهب بالذهب الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا منها غائبا بناجز۔ [2] سونے کو سونے کے بدلے میں صرف برابر برابر فروخت کرو، اور بعض کو بعض سے کم نہ کرو، چاندی کو چاندی کے بدلے میں صرف برابر برابر فروخت کرو اور بعض کو بعض سے کم نہ کرو اور نقد سونے یا چاندی کو ادھار کے بدلے میں نہ فروخت کرو"۔ حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الذهب بالورق دينا [3] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے عوض ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے" (ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی اموال ربویہ کو بھی دست بدست فروخت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن چونکہ وہ عدم ثمنیت کے سبب تعیین سے متعین ہو جاتے ہیں اس لیے ان میں عقد کے وقت تعیین کافی ہے اور مجلس میں قبضہ ضروری نہیں ہے) نیز سونے اور چاندی میں بیع کے وقت قبضہ کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ احادیث اور آثار وارد ہیں۔ چنانچہ علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۱، " " " "

[3] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۱ " " " "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم سے خریدار گھر جانے کی مہلت طلب کرے تو اس کو مہلت نہ دو، نیز ایک عوض پر قبضہ کرنا ضروری ہے تاکہ یہ عقد بیع الدین بالدین (یعنی بیع الثمن بالثمن) سے نکل جائے اور دوسرا عوض بھی (ثمنیت میں) پہلے عوض کے مساوی ہے اس لیے اس پر بھی قبضہ ضروری ہے تاکہ ترجیح بلا مرجح لازم نہ آئے اس لیے دونوں عوضوں پر قبضہ کرنا ضروری ہے خواہ وہ مصنوعات کی طرح متعین ہوں یا سکوں کی طرح غیر متعین ہوں یا ایک متعین ہو اور دوسرا غیر متعین ہو کیونکہ حدیث میں مطلقاً سونے اور چاندی کو دست بدست فروخت کرنے کا حکم دیا ہے، نیز سونے اور چاندی کی مصنوعات ہر چند کہ متعین ہیں لیکن ان میں ثمن خلقی ہونے کی وجہ سے عدم تعیین کا شبہ موجود ہے، اس لیے سود کے شبہ کا اعتبار کرتے ہوئے ان میں بھی قبضہ ضروری ہے۔ اور مجلس چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ دونوں فریق مجلس چھوڑ کر چلے جائیں اگر دونوں فریق اسی مجلس میں سو گئے یا بے ہوش ہو گئے تو بیع صرف باطل نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا اگر ایک فریق چھت سے کود دے تو تم بھی کود جاؤ۔ [1]

بیع صرف میں حضرت امیر معاویہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۳۹۴۹ میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چاندی کے برتن کی بیع میں سود ہونے سے انکار کیا غالباً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ چاندی کے بنے ہوئے برتن کی بیع زیادہ چاندی کے عوض جائز ہے اور وہ زیادتی اس برتن کی بناوٹ کے عوض ہوگی۔

علامہ ابن رشد نے لکھا ہے کہ جمہور کا اس پر اجماع ہے کہ خالص سونا، سونے کے سکے ہوں یا سونے کی مصنوعات ہوں، ان میں بعض کی بعض کے ساتھ زیادتی سے بیع جائز نہیں ہے، البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سونے کی مصنوعات کی سونے کے ساتھ بیع میں زیادتی جائز قرار دیتے ہیں اور زیادتی کو بناوٹ کے عوض کی طرف راجع کرتے ہیں۔ [2]

سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب

حدیث نمبر ۳۹۶۴ میں ہے، حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ خیبر میں بارہ دینار کا ایک ہار خریدا، جس میں سونا اور پتھر کے نگینے تھے، جب میں نے ہار سے سونا علیحدہ کیا تو وہ سونا بارہ دینار سے زیادہ تھا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا ہار سے سونے کو علیحدہ کیے بغیر نہ فروخت کیا جائے۔ اس سے پہلی حدیث میں حضرت فضالہ نے بیان کیا ہے کہ وہ ہار مال غنیمت سے ملا تھا۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو چیز سونے سے مرکب ہو اس کو مفرد سونے کے عوض بیچنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ اس سے سونا علیحدہ نہ کر لیا جائے پھر سونے کو سونے کے عوض بیچا جائے اور باقی ماندہ چیز کو جس طرح چاہے فروخت کرے، اسی طرح جو چیز چاندی سے مرکب ہو اس کو مجرد

---

[1] امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۰۵، ۱۰۴، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۴۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت

چاندی کے عوض فروخت کرنے کا حکم ہے بلکہ تمام ربوی مرکبات کا مجرد ربویات کے عوض بیع کا یہی حکم ہے، حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور دیگر اسلاف کا یہی نظریہ ہے، امام شافعی، امام احمد، اسحٰق اور محمد بن عبدالحکم مالکی کا بھی یہی موقف ہے، اور امام ابوحنیفہ، ثوری، اور حسن بن صالح یہ کہتے ہیں کہ مثلاً سونے سے مرکب چیز کو مرکب چیز میں موجود سونے سے زیادہ سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے (کیونکہ سونے کی جو مقدار مرکب چیز کے سونے کے برابر ہے وہ اس کے مقابلہ میں ہوگی اور زائد سونا مرکب کے باقی اجزاء کے مقابلہ میں ہوگا۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اگر مجرد سونا مرکب میں موجود سونے کے برابر یا کم ہو تو پھر یہ بیع جائز نہیں ہے۔ امام مالک اور دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مثلاً جس تلوار میں سونا لگا ہوا ہو اس کو مجرد سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ سونا اس چیز کے تابع ہو، اور ان کے نزدیک اس کا اندازہ یہ ہے کہ سونا اصل کا تہائی یا اس سے کم ہو اور حماد بن سلیمان نے کہا کہ جو چیز سونے سے مرکب ہو اس کی سونے کے عوض بیع مطلقاً جائز ہے خواہ مجرد سونا مرکب سونے سے کم ہو یا زیادہ ہو یا برابر ہو لیکن یہ نظریہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل اور غلط ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ہمارے فقہاء کے موقف پر ہار والی مذکور الصدر حدیث دلیل ہے۔ فقہاء احناف اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ حضرت فضالہ بن عبید نے بارہ دینار کا ہار خریدا تھا اور اس میں بارہ دینار سے زیادہ سونا موجود تھا۔ اس وجہ سے آپ نے اس بیع سے منع فرمایا اور اس صورت میں ہم بھی بیع کرنا جائز کہتے ہیں، ہم صرف اس صورت میں بیع کو جائز کہتے ہیں جب مرکب کے سونے سے مجرد سونا زیادہ ہو، اس طرح سونے کی زائد مقدار مرکب کے باقی اجزاء کے عوض ہو جائے گی پس گویا کہ یہ دو عقد ہیں۔ امام طحاوی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ یہ ہار مال غنیمت سے ملا تھا آپ کو خدشہ تھا کہ مسلمانوں کو مال غنیمت میں فیصلہ کرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔ (علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں) ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں جواب ضعیف ہیں، خصوصاً امام طحاوی کا جواب کیونکہ یہ بلا دلیل دعویٰ ہے، اور فقہاء احناف کے موقف کے بطلان اور ہمارے موقف کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ہار سے سونا الگ نہ کر لیا جائے اس کو فروخت نہ کیا جائے اور آپ کے اس ارشاد میں اس کی تصریح ہے کہ جو چیز سونے اور چاندی سے مرکب ہو اس کو مجرد سونے یا چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح نہیں ہے خواہ مجرد سونا یا چاندی مرکب کے سونے یا چاندی سے کم ہو یا زیادہ۔ [1]

سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو مفرد سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے میں فقہاء احناف کا موقف

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفضۃ بالفضۃ وزنا بوزن۔

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶، ۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

"چاندی کو چاندی کے عوض برابر وزن سے فروخت کرو"۔ پس جب ایک شخص نے سو درہم کے عوض ایک ایسی تلوار خریدی جس میں سو درہم کی چاندی جڑی ہوئی تھی، اور تلوار کی قیمت بھی سو درہم تھی۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے کیونکہ اس نے اپنی چاندی کے وزن کے برابر چاندی خرید لی اور تلوار بغیر عوض کے رہ گئی جبکہ اس کی قیمت بھی ضروری ہے اگر قیمت سے کچھ چاندی کو تلوار کا عوض قرار دیا جائے تو پھر یہ چاندی تلوار میں جڑی ہوئی چاندی کے مقابلہ میں کم رہ جائے گی پس یہ بیع اس وقت تک باطل رہے گی جب تک ثمن میں دی جانے والی چاندی تلوار میں جڑی ہوئی چاندی سے زیادہ نہ ہو۔ [1]،

فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نزدیک حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جبکہ سونے سے مرکب چیز کو اس میں موجود سونے سے کم سونے کے عوض خریدا جائے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۳۹۶۴ سے ظاہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لا تباع حتی تفصل۔ "ہار اس وقت تک نہ فروخت کیا جائے جب تک کہ اس سے سونا علیحدہ نہ کر لیا جائے"۔ فقہاء احناف کے نزدیک یہ نہی تحریم کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ نہی ارشاد ہے، آپ نے سونا الگ کیے بغیر بیع سے اس لیے منع فرمایا کہ شاید لوگ اس باریکی کو نہ سمجھ سکیں کہ ہار کے سونے کے عوض زیادہ سونے کی بیع جائز ہے اور برابر سونے یا کم سونے کے عوض بیع جائز نہیں ہے اور غلط فہمی سے لوگ بیع فضل میں مبتلا ہو جائیں اس لیے آپ نے مطلقاً منع فرما دیا، یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ اور تابعین نے سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کی مجرد سونے اور چاندی کے عوض بیع کو جائز کہا ہے بشرطیکہ عوض میں مجرد سونا، مرکب کے سونے سے زیادہ ہو۔ اگر اس حدیث کو علی الاطلاق تحریم پر محمول کیا جائے، جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد کی رائے ہے تو اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کو غلط اور فعل حرام کا مجوز قرار دینا پڑے گا۔ امام ابوحنیفہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ حتی الامکان صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے اقوال اور افعال کو حجت مانتے ہیں اس لیے وہ اس حدیث میں تاویل کر کے سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کی مفرد اور مجرد سونے کے عوض بیع کو جائز کہتے ہیں بشرطیکہ عوض میں دیا جانے والا سونا زائد ہو۔

سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کو زیادہ سونے اور چاندی کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں آثار صحابہ و اقوال تابعین

امام شافعی اور امام احمد سونے اور چاندی سے مرکب اشیاء کی سونے اور چاندی کے عوض بیع کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اس بیع کو جائز کہتے ہیں بشرطیکہ عوض میں دیا جانے والا سونا مرکب میں موجود سونے سے مقدار میں زیادہ ہو۔ امام ابوحنیفہ کے موقف پر صحابہ کرام اور تابعین کے حسب ذیل آثار اور اقوال ہیں:

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ کتاب الحجۃ ج ۲ ص ۵۷۶۔ ۵۷۵، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال الثوری: وقولنا اذا باعہ باکثر مما فیہ ولا باس بہ۔[1]

ثوری کہتے ہیں: ہمارا قول یہ ہے کہ جب سونے سے مرکب چیز کو زیادہ سونے کے عوض فروخت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابراھیم اذا کانت الحلیۃ اقل من الثمن فلا باس بہ۔[2]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب (مرکب میں) زیور، ثمن سے کم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن شعبۃ قال سالت حمادا عن السیف المحلی یباع بالدراھم فقال لا باس بہ، وقال الحکم اذا کانت الدراھم اکثر من الحلیۃ فلا باس بہ۔[3]

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے سونے یا چاندی سے جڑی ہوئی تلوار کی درہموں کے عوض بیع کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں اور حکم نے کہا جب دراہم زیور سے زیادہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابی معشر عن ابراھیم انہ کان لا یری باسا اذا کان الثمن اکثر من الحلیۃ ویکرھہ اذا کان الثمن اقل من الحلیۃ۔[4]

ابومعشر کہتے ہیں کہ اگر ثمن (جڑے ہوئے) زیور سے زیادہ ہوتی تو ابراہیم اس بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور اگر ثمن زیور سے کم ہوتی تو اس کو مکروہ کہتے تھے۔

عن ابراھیم قال کان خباب قینا وکان ربما اشتری السیف المحلی بالورق۔[5]

ابراہیم کہتے تھے کہ خباب لوہار تھے اور بسا اوقات جڑاؤ تلوار کو چاندی کے بدلے میں خریدتے تھے۔

عن الشعبی قال، لا باس ان یشتری السیف المحلی بالورق۔[6]

شعبی کہتے ہیں کہ جڑاؤ تلوار کو چاندی کے بدلے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۶۹، " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۵۶-۵۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۶، " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۳، " " "

[6] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۶، " " "

عن سعید بن عبد الرحمان قال: سالت سلیمان بن موسی عن السیف المحلی بالفضۃ فقال: لا باس بہ وقال مکحول: الجاریۃ تباع وعلیھا حلی [1]

سعید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے سلیمان بن موسیٰ سے چاندی کی جڑاؤ تلوار کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ مکحول نے کہا باندی کو فروخت کیا جاتا ہے، حالانکہ اس پر زیور بھی ہوتے ہیں۔

عن مغیرۃ بن حنین قال: سالت علیا عن جامات من ذھب مخلوطا بفضۃ اتباع بالفضۃ؟ قال: فقال ھکذا برأسہ ای لا باس بہ۔ [2]

مغیرہ بن حنین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے پوچھا سونے اور چاندی سے مخلوط پیالے کو کیا چاندی کے عوض فروخت کیا جا سکتا ہے؟ حضرت علی نے سر کے اشارے سے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں۔

عن سعید بن عروۃ وغیرہ ان الحسن کان لا یری باسا باشتراء السیف المحلی والخاتم بالدراھم [3]

سعید بن عروہ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حسن جڑاؤ تلوار اور جڑاؤ انگوٹھی کو درہم کے بدلے خریدنے میں کوئی حرج سمجھتے تھے۔

عن طارق بن شھاب قال کنا نبیع السیف المحلی بالفضۃ و نشتریہ [4]

طارق بن شہاب کہتے ہیں ہم جڑاؤ تلوار کو چاندی کے بدلے میں بیچتے تھے۔ اور خریدتے تھے۔

عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال: لا باس ببیع السیف المحلی بالدراھم۔ [5]

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جڑاؤ تلوار کو دراہم کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابو جعفر طحاوی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن انہ کان لا یری باسا ان یباع السیف المفضض بالدراھم باکثر مما فیہ تکون الفضۃ بالفضۃ والسیف بالفضل [6]

حسن اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ جڑاؤ تلوار کو زیادہ دراہم کے عوض فروخت کیا جائے، چاندی چاندی کے عوض ہوگی اور باقی دراہم کے عوض تلوار ہوگی

عن ابراھیم انہ قال فی بیع السیف المحلی اذا کانت الفضۃ التی فیہ اقل من الثمن فلا باس بذالک [7]

ابراہیم نے کہا جب جڑاؤ تلوار کی چاندی ثمن کی چاندی سے کم ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۵۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۷، " " "

[3] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۷، " " "

[4] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۷، " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۶ ص ۵۸، " " "

[6] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۳۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[7] " " " ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۳۹، " " "

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن طارق بن شهاب قال كنا نبيع السيف المحلى وتشتريه بالورق رواه الطبراني في الاوسط ورجاله ثقات [1]

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ہم جڑاؤ تلوار کو چاندی کے عوض فروخت کرتے تھے اور خریدتے تھے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں

حضرت ابن عباس کا ربوا الفضل کے جواز سے رجوع

حدیث نمبر ۳۹۷۵ میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابن عباس پہلے ربا الفضل کو جائز سمجھتے تھے لیکن جب ان کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا الفضل سے منع کیا ہے تو انھوں نے اس کو مکروہ قرار دیا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ربا الفضل کی حرمت کی حدیث سننے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی سابق رائے سے رجوع کر لیا۔ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رجوع کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ ابو المجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری نے حضرت ابن عباس سے کہا اے ابن عباس! کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہو گے؟ کیا تم کو یہ حدیث نہیں پہنچی پھر کھجوروں کی زیادتی سے بیع کے متعلق وہی حدیث بیان کی جو امام مسلم نے ۳۹۷۵ نمبر پر ذکر کی ہے۔ اس حدیث کو سننے کے بعد حضرت ابن عباس نے فرمایا:

فقال ابن عباس جزاك الله يا ابا سعيد الجنة فانك ذكرتني امرا كنت نسيته استغفر الله واتوب اليه فكان ينهى عنه بعد ذلك اشد النهى هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه بهذه السياقة [2]

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے ابو سعید! اللہ تعالیٰ تم کو جزا میں جنت عطا فرمائے، تم نے مجھ کو ایک ایسی چیز یاد دلائی ہے جس کو میں بھول چکا تھا، پھر اس کے بعد حضرت ابن عباس زیادہ شدت کے ساتھ ربا الفضل سے منع کرتے تھے۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، امام بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو اس طریقے سے روایت نہیں کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے پہلے یہ حدیث سنی تھی کہ "انما الربوا فی النسیئۃ" صرف ادھار میں (زیادتی) سود ہے۔" اس حدیث کی تحقیق عنقریب آرہی ہے) اس سے حضرت ابن عباس نے یہ نتیجہ نکالا کہ نقد بیع میں زیادتی سود نہیں ہے اس لیے وہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک درہم کی دو درہم کے عوض بیع اگر نقد ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جب انھوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ربا الفضل کے بارے میں صریح ممانعت کی روایت سن لی تو انھوں نے اپنے پہلے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ یہ بے نفس لوگ تھے سوائے للہیت کے

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

ان کے دلوں میں اور کچھ نہیں تھا!

زیاد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے ساتھ طائف میں تھا۔ انھوں نے اپنی موت سے ستر دن پہلے صرف میں زیادتی کے جواز سے رجوع کر لیا تھا۔[1]

حضرت اسامہ کی روایت "سود صرف ادھار میں ہے" کی وضاحت

حدیث نمبر ۳۹۰۶ سے لے کر ۳۹۰۹ تک حضرت اسامہ بن زید کی اس روایت کا ذکر ہے انما الربوٰ فی النسیئۃ ۔ "صرف ادھار میں (زیادتی) سود ہے" اس حدیث کے مفہوم مخالف کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقد بیع میں زیادتی سود نہیں ہے، حالانکہ جب قدر اور جنس متحد ہوں تو نقد بیع میں زیادتی بھی سود ہے جیسا کہ بکثرت احادیث میں اس کا بیان ہو چکا ہے اس لیے جمہور فقہاء اور شارحین حدیث نے اس حدیث کے متعدد جواب دیے ہیں، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ بدرالدین عینی اور علامہ وشتانی نے اس حدیث کے جو جوابات ذکر کیے ہیں ہم ان کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں:

(۱) - انما الربوٰ فی النسیئۃ - سے جو ربا الفضل کا جواز ثابت ہوتا ہے وہ حضرت ابو سعید اور دیگر صحابہ کی روایات سے منسوخ ہے۔

(۲) - انما الربوٰ فی النسیئۃ - سے ربا الفضل کا جواز حدیث کے مفہوم (مخالف) سے ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابو سعید کی حدیث سے ربا الفضل کی حرمت حدیث کے منطوق سے ثابت ہوتی ہے اور منطوق، مفہوم پر راجح ہے۔

(۳) - حضرت اسامہ کی حدیث کا معنی یہ ہے کہ وہ ربوٰ جو حرام شدید ہے، جس پر وعید شدید آئی ہے وہ صرف ادھار میں ہے جیسے کسی بڑے عالم کے بارے میں کہا جائے شہر میں اس کے سوا اور کوئی عالم نہیں ہے، حالانکہ اس کے سوا اور بھی علماء ہوتے ہیں۔ لیکن اتنے بڑے اور مشہور عالم نہیں ہوتے اسی طرح ادھار کے علاوہ بھی سود حرام ہے لیکن اتنا شدید نہیں۔

(۴) - حضرت اسامہ کی روایت میں ربوٰ سے مراد ربوٰ القرآن ہے۔

(۵) - حدیث میں مذکور چھ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں صرف ادھار حرام ہے۔ یہ جواب علامہ وشتانی مالکی نے دیا ہے۔ لیکن اس میں یہ تاویل ضروری ہے کہ وہ چھ چیزیں حقیقۃً ہوں یا حکماً ہوں۔

(۶) - حضرت اسامہ کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابو سعید خدری کی روایت مفصل ہے اور مفصل حدیث مجمل پر راجح ہوتی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ جواب امام شافعی سے منقول ہے۔

(۷) - حضرت اسامہ کی حدیث اموال غیر ربویہ پر محمول ہے۔

(۸) - علامہ عینی حنفی، علامہ کرمانی شافعی (اسی طرح علامہ عسقلانی اور علامہ نووی) اور علامہ وشتانی مالکی سب نے ہی یہ لکھا ہے کہ جب اجناس مختلف ہوں (جیسے گندم اور جو، یا گندم اور سونا چاندی) تو ادھار حرام ہے اور تفاضل جائز ہے اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی حدیث اسی پر محمول ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۲۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبع الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

اجناس مختلفہ میں اتحاد قدر کے باوجود ادھار بیع کیوں جائز ہے؟

حضرت اسامہ کی حدیث کا جو آخری جواب دیا گیا ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب اجناس مختلف ہوں تو پھر بیع میں ادھار حرام ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ پہلے وزنی چیزوں (مثلاً دال، چاول، لوہا اور چونا وغیرہ) کی دینار اور درہم سے بیع ہوتی تھی اور مدت معینہ کے ادھار پر بھی ہوتی تھی اور اب وزنی چیزوں کی بیع کرنسی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے جو بحیثیت ثمن دینار اور درہم کے حکم میں ہیں اور یہ بیع مدت معینہ کے ادھار پر بھی ہوتی ہے اور اس ادھار کو کبھی بھی کسی نے ناجائز نہیں کہا حالانکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب اجناس مختلف ہوں اور قدر (مثلاً وزنی ہونے) میں وہ اجناس مختلفہ متحد ہوں تو تفاضل جائز ہے اور ادھار حرام ہے۔ میں نے کئی معمر اور مشہور علماء پر یہ اشکال پیش کیا[1] لیکن کوئی اس کا جواب نہیں دے سکا۔ پھر میں نے دیکھا علامہ جلال الدین خوارزمی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ اجناس مختلفہ میں ادھار اس وقت حرام ہوگا جب مثلاً دونوں چیزیں وزنی ہوں اور دونوں مثمن یا ثمن ہونے میں متحد ہوں۔[2] مثلاً سونے کی چاندی کے عوض ادھار بیع حرام ہے کیونکہ جنس مختلف ہونے کے باوجود یہ دونوں ثمن ہونے میں متحد ہیں یا مثلاً گندم کی جو کے عوض ادھار بیع حرام ہے کیونکہ جنس مختلف ہونے کے باوجود یہ دونوں مثمن ہونے میں متحد ہیں لیکن مثلاً چینی یا چاول کی درہم، دینار یا نوٹوں اور پیسوں کے عوض ادھار بیع جائز ہے کیونکہ یہاں ہرچند کہ جنس مختلف ہیں لیکن چینی اور چاول مثمن ہیں اور درہم، دینار، نوٹ اور پیسے وغیرہ ثمن ہیں اس لیے ان میں ادھار جائز ہے۔ فانحل الاشکال والحمد للہ رب العلمین۔

سود کے موضوع پر میں جن عنوانات پر مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کرتا رہا اس کا حاصل میں نے اس بحث میں پیش کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول فرمائے اور مجھے اور قارئین کو دنیا و آخرت کی ہر بلا اور وبا سے محفوظ اور مامون رکھے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ اَخْذِ الْحَلَالِ وَتَرْكِ الشُّبُهَاتِ ۵۱۳

حلال لینا اور مشتبہ چیزوں کو ترک کر دینا۔

۳۹۸۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاَهْوٰى النُّعْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِاِصْبَعَيْهِ اِلٰى اُذُنَيْهِ اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے، اور ان کے درمیان کچھ امور مشتبہ ہیں جن کا بہت سے لوگوں کو علم نہیں ہے، سو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا، اور جس شخص نے امور مشتبہ کو اختیار کر لیا وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جس طرح کوئی شخص کسی چراگاہ کی حدود کے گرد جانور چرائے تو

---

[1] مثلاً علامہ مفتی محمد حسین نعیمی لاہور۔

مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

قریب ہے کہ وہ جانور اس چراگاہ میں بھی چر لیں، سنو! ہر بادشاہ کی چراگاہ کی ایک حد ہوتی ہے، اور یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی حدود اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، اور سنو! جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو تو پھر پورا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور یاد رکھو! وہ گوشت کا ٹکڑا قلب ہے۔

۳۹۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۹۸۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ وَأَبِي فَرْوَةَ الْهَمْدَانِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ زَكَرِيَّا أَتَمُّ مِنْ حَدِيثِهِمْ وَأَكْثَرُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ البتہ راوی زکریا کی روایت ان کی روایت سے زیادہ مکمل اور پوری ہے۔

۳۹۸۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے حمص میں دوران خطبہ کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرما رہے تھے حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے پھر اس کے بعد "قریب ہے" تک

هِلَالٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرِ بْنِ سَعْدٍ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ بِحِمْصٍ وَّهُوَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَّالْحَرَامُ بَيِّنٌ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ اِلٰى قَوْلِهٖ يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ۔

زکریا کی روایت کی طرح ذکر کیا۔

باب مذکور کی حدیث کی اہمیت

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث بہت اہم اور عظیم ہے، اس کے فوائد کثیر ہیں اور یہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن پر احکام اسلام کا مدار ہے، ایک جماعت نے کہا یہ تہائی اسلام ہے، باقی دو حدیثیں یہ ہیں: انما الاعمال بالنیات۔ اعمال کا مدار صرف نیت پر ہے" من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ۔ "کسی مسلمان کا اچھا عمل یہ ہے کہ وہ غیر متعلق چیزوں میں نہ پڑے" اور امام ابوداؤد نے کہا یہ حدیث چوتھائی اسلام ہے، تین یہ احادیث ہیں اور چوتھی یہ ہے: " لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ۔ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے"

علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اہمیت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رہنمائی کی ہے کہ انسان کا کھانا پینا اور لباس حلال ہونا چاہیے اور حلال چیزوں کے حصول کی رہنمائی کی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ امور مشتبہ کو ترک کر دینا چاہیے۔ [1]

امور مشتبہ کی تشریح میں علماء کے اقوال

علامہ عطابی نے لکھا ہے کہ امور مشتبہ فی نفسہا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے، یعنی جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ مشتبہ ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بیان کیے بغیر نہیں چھوڑا، ہر چیز کا حکم بیان کر دیا ہے اور اس کی دلیل قائم کر دی ہے، لیکن ایک بیان جلی ہے جس کو ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک بیان خفی ہے جس کو صرف علماء ہی اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے جانتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور اجتہادیہ ہیں۔ یعنی جس چیز کا حلال یا حرام ہونا، قرآن مجید اور حدیث شریف کی صریح عبارت سے معلوم نہ ہو اور نہ اس پر اجماع ہو۔ (جیسے اس زمانے کے مسائل مثلاً انتقال

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

خون، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، بیمہ زندگی، ٹیلی فون پر نکاح وغیرہ) یہ وہ امور اجتہادیہ ہیں جن کا حکم مجتہد اپنے اجتہاد سے معلوم کرتا ہے، اور اس کو حلال یا حرام کے ساتھ لاحق کر دیتا ہے، تاہم اگر مجتہد کسی چیز کو اپنے اجتہاد سے حلال قرار دیتا ہے تب بھی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ارتکاب نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے اس کا اجتہاد خطاء ہو۔

تیسرا قول یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور مکروہہ ہیں اور اس حدیث سے مقصود امور مکروہہ سے اجتناب پر برانگیختہ کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ امور مکروہہ سے اجتناب نہ کرنے میں کوئی جھجک اور حجاب محسوس نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بہرحال حرام تو نہیں ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور مباحہ ہیں اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے بھی بچا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور اکثر صحابہ مباحات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ ان نفوس قدسیہ نے اچھے کھانے، اچھے مشروبات، اچھے ملبوسات اور اچھے مکانوں کو قصداً حاصل نہیں کیا اور انھوں نے اپنے اجتہاد اور ارادے سے فقیرانہ اور درویشانہ زندگی کو اختیار کیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ امور مشتبہ سے وہ امور مراد ہیں جن کی حلت اور حرمت میں دلائل متعارض ہوں اور ان امور میں احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ دو"، جب حضرت عقبہ بن حارث سے ایک حبشی عورت نے کہا میں نے تم کو اور تمہاری بیوی کو دودھ پلایا ہے تو ہر چند کہ صرف ایک عورت کے قول سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اور آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم زمعہ کی لونڈی کے بیٹے سے پردہ کرو حالانکہ وہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے حضرت سودہ کا بھائی تھا، لیکن چونکہ عتبہ بن ابی وقاص نے زمعہ کی لونڈی سے زنا کیا تھا جس سے یہ لڑکا پیدا ہوا تھا اس لیے آپ نے احتیاطاً یہ حکم دیا، اسی طرح حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ اگر میں اپنے شکاری کتے کو بھیجوں اور جب وہ شکار کر لائے اور اس کے ساتھ ایک اور کتا بھی ہو اور مجھے پتا نہ ہو کہ ان میں سے کس نے شکار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو مت کھاؤ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راستہ میں گری ہوئی ایک کھجور کو دیکھ کر فرمایا: اگر مجھے اس کے صدقہ ہونے کا خدشہ نہ ہوتا تو میں اس کھجور کو کھا لیتا۔ ہر چند کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور جس چیز کے بارے میں پہلے حلال ہونے کا یقین ہو اور بعد میں اس کی حرمت پر کوئی دلیل یا قرینہ مل جائے تو شک کی وجہ سے اس کی حلت زائل نہیں ہوتی اور اس چیز کو استعمال کرنا شرعاً درست اور جائز ہے، لیکن احتیاط، ورع اور تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو ترک کر دیا جائے۔

امور مشتبہ کے بارے میں یہ پانچ اقوال علامہ عینی نے بیان کیے ہیں جن کو میں نے زیادہ وضاحت اور حسن ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ [1]

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

عقل کا محل دل ہے یا دماغ؟

حدیث نمبر ۳۹۸۲ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: سنو! جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ ٹھیک ہو تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے، اور اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے، اور یاد رکھو گوشت کا وہ ٹکڑا قلب ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ایک جماعت نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ عقل قلب میں ہے سر میں نہیں ہے، اور اس میں اختلاف مشہور ہے، ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور جمہور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ عقل قلب میں ہے، اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے کہ عقل دماغ میں ہے۔ علامہ مازری لکھتے ہیں عقل کے قلب میں ہونے کے قائلین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: فتکون لھم قلوب یعقلون بھا "کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے وہ سمجھتے" اور اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے: ان فی ذٰلک لذکری لمن کان لہ قلب "بے شک اس میں دل والے کے لیے نصیحت ہے"۔ ان آیات کے علاوہ اس باب کی حدیث سے بھی اس پر استدلال کیا جاتا ہے کہ عقل دل میں ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ عقل دماغ میں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جب دماغ فاسد ہو تو عقل فاسد ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عقل دماغ میں ہوتی ہے۔ علامہ نووی اس دلیل کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ عقل دماغ میں نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہو کہ وہ دماغ کے فساد کے وقت عقل کو فاسد کر دیتا ہے، اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آنکھ سے بصارت کا ادراک نہیں ہوتا اور آنکھ ضائع ہو جانے سے بصارت اس لیے چلی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ آنکھوں کے فساد کے وقت بصارت کو فاسد کر دیتا ہے، اور یہ بداہت کے خلاف ہے۔

دماغ کے محل عقل ہونے پر دلائل

عقل کا محل دماغ ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام کی استعداد اور صلاحیت جس عضو میں رکھی ہے اس کا محل اسی عضو کو بنایا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے اور ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ غور و فکر اور سوچ و بچار کا کام دماغ سے لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ زیادہ مطالعہ کرنے، زیادہ غور و فکر کرنے اور زیادہ سوچ و بچار سے دماغ تھک جاتا ہے دل کو کوئی تھکاوٹ نہیں ہوتی، زیادہ پڑھنے سے سر میں درد ہو جاتا ہے دل میں کوئی درد نہیں ہوتا، اگر چربی بڑھ جانے اور مثانے سے عارضہ قلب کی بیماری لاحق ہو جائے اور دل کے دورے پڑنے لگیں تو اس سے انسان کی عقل متاثر نہیں ہوتی، اسی طرح بلڈ پریشر بڑھ جانے کی وجہ سے دل کو زیادہ مشقت اور محنت کرنا پڑے تو اس سے بھی عقل کی کارکردگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے برخلاف اگر دماغ کو کوئی بیماری لاحق ہو جیسے عدم ارتکاز، ذہنی انتشار، انجانا خوف، نسیان، مالیخولیا اور جنون وغیرہ تو ان بیماریوں سے عقل کی کارکردگی کم یا فاسد ہو جاتی ہے نیز اگر دماغ پر کوئی چوٹ لگ جائے تو اس سے بھی عقل متاثر ہوتی ہے۔ بعض اوقات دماغ کی چوٹ کی وجہ سے انسان کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے، بعض دفعہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کم یا ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں بکثرت مشاہدات اور بداہت سے ثابت ہیں اور ان کا انکار کرنا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

بداہت کا انکار کرنا ہے، اور سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ مغربی ممالک میں بعض لوگوں کا آپریشن سے دل بدل دیا گیا اگر عقل اور ادراک کا محل دل ہوتا تو دل بدل جانے سے پوری شخصیت بدل جانی چاہیے تھی جبکہ ان لوگوں نے بتایا کہ ان کے علوم اور معلومات، احساسات اور جذبات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا اس سے ثابت ہوا کہ عقل کا محل دماغ ہے دل نہیں ہے۔

قرآن اور حدیث میں دل کی طرف عقل اور ادراک کی نسبت کرنے کی توجیہ

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید میں عقل اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کی گئی ہے دماغ کی طرف نہیں کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن سائنس کی زبان میں نہیں بلکہ عرف اور ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے اور روزمرہ کی گفتگو، عرف، محاورات اور ادبی زبان میں علم وادراک، سوچ و بچار، احساسات، جذبات، خیالات بلکہ تقریباً دماغ کے تمام افعال کو سینے اور دل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے حتیٰ کہ کسی چیز کے یاد ہونے کو کہتے ہیں کہ وہ تو میرے سینے میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا، میرا دل اس کو نہیں مانتا حالانکہ دل تو صرف خون پمپ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں بھی پڑھے لکھے ادیب اور سائنس دان اپنی گفتگو میں الفت اور محبت اور علم اور ادراک کی نسبت دل کی طرف کرتے ہیں دماغ کی طرف نہیں کرتے۔

قرآن مجید میں عام لوگوں کے عرف اور محاورے کے مطابق خطاب ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وانزل من السماء ماء "اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا" (بقرہ: ۲۲) حالانکہ یہ پانی بخارات کی صورت میں زمین سے اوپر جاتا ہے اور بارش کی صورت میں نازل ہوتا ہے لیکن چونکہ عرف اور محاورے میں کہا جاتا ہے کہ آسمان سے بارش ہوئی، اس لیے اس کے مطابق خطاب فرمایا، نیز ارشاد ہے: حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ (کہف: ۸۶) "یہاں تک کہ جب وہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ پہنچے تو انھوں نے اس (ذوالقرنین) کو سیاہ دلدل کے چشمہ میں غروب ہوتا ہوا دیکھا" حالانکہ عقل اور سائنس کے نزدیک سورج کبھی غروب نہیں ہوتا وہ ہمیشہ اپنے مدار میں گھومتا رہتا ہے اور یہ تو بالکل بدیہی ہے کہ سورج چشمہ میں غروب نہیں ہو سکتا لیکن عرف میں ایسا ہی کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں "سورج پہاڑ کے پیچھے چھپ گیا" اسی طرح عرف کے مطابق یہاں ارشاد فرمایا ہے۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے فرمایا قرآن مجید میں عام سطح کے لوگوں اور عرف کے مطابق خطاب کیا ہے، اور عقلاء اور سائنس دانوں کی اصطلاح کے مطابق خطاب نہیں کیا، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ عقل اور سائنس اور اعلیٰ درجہ کے دماغوں کے مطابق خطاب کرتا تو یہ عام لوگوں کے لیے غیر مانوس ہوتا اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بھی خلاف تھی اور اس کی رحمت کے بھی خلاف تھی۔

باب مذکور کی اس حدیث میں صراحۃً عقل اور ادراک کی دل کی طرف نسبت نہیں کی گئی بلکہ انسانی دل کو اخلاق اور عادات کا مرکز قرار دیا ہے اگر دل میں اچھے خیالات ہوں تو انسان کے تمام اعضاء سے اچھے افعال کا ظہور ہوگا لیکن چونکہ اخلاق کا اچھا یا برا ہونا بھی انسانی فکر پر موقوف ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں فکر کا مرکز دل کو قرار دیا ہے اور ہمارے نزدیک یہ بھی عرف اور محاورے کے مطابق اطلاق مجازی ہے۔ اس بحث کو مکمل کرنے کے لیے ہم اس سلسلے میں ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام کے نظریات پیش کریں گے، علامہ نووی کے حوالے سے ہم امام شافعی کا نظریہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ دل کو عقل کا محل قرار دیتے ہیں اب ہم باقی ائمہ اور فقہاء کے نظریات پیش کریں گے۔ تاہم اس

سے پہلے ہم عقل کی تعریف بیان کریں گے۔

عقل کی تعریف میں علماء کے اقوال

علامہ محمد فرید وجدی لکھتے ہیں: عقل انسان میں ادراک کرنے کی قوت ہے اور یہ روح کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور اس کا محل مخ (مغز) ہے، جیسا کہ ابصار روح کے خصائص میں سے ایک خاصہ ہے اور اس کا آلہ آنکھ ہے [1]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں: عقل وہ قوت ہے جس سے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل سر ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل قلب ہے [2]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: عقل وہ قوت ہے جس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عقل ایک جوہر ہے جس سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشاہدہ ادراک ہوتا ہے [3]

علامہ زبیدی نے ابشیطی سے نقل کیا ہے کہ عقل اگر عرض ہے تو وہ نفس میں ایک ملکہ ہے، جس کی وجہ سے نفس میں علوم اور ادراکات کی صلاحیت ہے اور اگر عقل جوہر ہے تو وہ ایک جوہر لطیف ہے جس کی وجہ سے غائبات کا بالواسطہ اور محسوسات کا بالمشاہدہ ادراک ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو دماغ میں پیدا کیا ہے اور اس کا نور قلب میں ہے [4]

علامہ زبیدی نے علامہ مجد الدین کی اس تعریف کو ذکر کیا ہے: عقل وہ قوت ہے جس سے اچھی اور بری چیزوں میں تمیز حاصل ہوتی ہے اور علامہ راغب اصفہانی کی یہ تعریف ذکر کی ہے: عقل وہ قوت ہے جس سے قبول علم کی صلاحیت ہے اور لکھا ہے کہ حق یہ ہے کہ عقل قلب یا دماغ میں ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے۔ [5]

علامہ شرتونی نے لکھا ہے عقل ایک روحانی نور ہے جس سے نفس علوم بدیہیہ اور نظریہ کا ادراک کرتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک طبعی صفت ہے جس کی وجہ سے انسان میں فہم خطاب کی صلاحیت ہوتی ہے۔ [6]

محل عقل کے بارے میں ائمہ مذاہب کے اقوال

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے عقل دماغ میں ہے:

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ضرب لگائے جس سے اس کی عقل چلی جائے تو عقل کے جانے کے اعتبار سے اس پر دیت لازم ہوگی اور اس میں موضحہ (ایسی ضرب جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے، درمختار۔) کی ارش (جرمانہ) بھی داخل ہوگی، اور حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس میں موضحہ کی ارش داخل نہیں ہوگی کیونکہ جنایت (ضرب لگانے) کا محل

---

[1] علامہ محمد فرید وجدی، دائرۃ المعارف القرن العشرین ج ۶ ص ۵۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء

[2] علامہ سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۶۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران۔

[3] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح العقائد ص ۱۲ مطبوعہ مطبع مصطفائی دہلی، ۱۳۲۷ھ

[4] سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۲۶، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[5] " " " ج ۸ ص ۲۵، " " " "

[6] علامہ سید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد ج ۲ ص ۸۱۲ مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، قم ایران، ۱۴۰۳ھ۔

مختلف ہے کیونکہ موضحہ کا محل اور ہے اور عقل کا محل اور ہے برخلاف اس صورت کے جب موضحہ بالوں کے ساتھ ہو، ہم یہ کہتے ہیں کہ عقل کا جانا نفس کے تبدیل ہو جانے اور اس کے بہائم (حیوانوں) کے ساتھ لاحق ہو جانے کے مترادف ہے اور یہ بمنزلہ موت ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائے جس سے ہڈی ظاہر ہو جائے اور وہ اس سے مر جائے تو اس سے پوری دیت لازم آتی ہے اور اس میں سر پر ضرب لگانے کا جرمانہ بھی داخل ہے۔[1]

شمس الائمہ سرخسی کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر سر پر ضرب لگانے سے مکمل عقل زائل ہو جائے تو پوری دیت لازم آئے گی ورنہ اس کے حساب سے لازم آئے گی اور اس مسئلہ میں یہ دلیل ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک عقل کا محل دماغ ہے۔

امام مالک کے نزدیک بھی عقل کا محل دماغ ہے: علامہ سحنون بن سعید تنوخی مالکی لکھتے ہیں:

میں نے امام عبدالرحمان بن قاسم سے سوال کیا کہ کسی شخص کے سر پر عمداً ایسی ضرب لگائی گئی جس سے اسکی ہڈی ظاہر ہو گئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس مسئلہ میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اگر اس نے ایسی ضرب لگائی جس سے ہڈی ظاہر ہو گئی اور وہ دماغ تک پہنچ گئی تو موضحہ کا قصاص لیا جائے گا اور مامومہ (ضرب دماغ تک پہنچنے میں) اس کی عاقلہ دیت ادا کریں گے، اور اگر اس نے کسی کے سر پر ایسی ضرب لگائی جس سے اس کی ہڈی ظاہر ہو گئی اور اس کی سماعت اور عقل چلی گئی تو اس کے علاج کے بعد دیکھا جائے گا اگر وہ ٹھیک ہو گیا تو موضحہ میں ضارب سے قصاص لیا جائے گا پھر دیکھا جائے گا آیا اس ضرب سے مضروب کی سماعت اور عقل زائل ہو گئی ہے اگر علاج کے بعد وہ ٹھیک ہو جائے اور اس کی سماعت اور عقل زائل نہیں ہوئی ہو تو اس کے مال سے سماعت اور عقل کی دیت وصول کی جائے گی۔[2]

اس مسئلہ سے واضح ہو گیا کہ امام مالک کے نزدیک بھی عقل دماغ میں ہے، امام شافعی کے بارے میں ہم پہلے علامہ نووی سے نقل کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک عقل قلب میں ہے۔ امام رازی شافعی کی بھی یہی رائے ہے[3] اور امام احمد بن حنبل کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ حنبلی علماء نے عقل کا مستقر قلب قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالرحمن بن الجوزی حنبلی لکھتے ہیں:

القلب قطعة من دم جامدة سوداء وهو مستكن في الفؤاد وهو بيت النفس ومسكن العقل۔[4]

قلب سیاہ جمے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا ہے یہ دل کی کوٹھڑی ہے نفس کا گھر ہے اور عقل کا مسکن ہے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۴ ص ۴۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو الفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۱ ص ۴۸۸، المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۸۴ھ

بَابُ بَيْعِ الْبَعِيرِ وَاسْتِثْنَاءِ رُكُوبِهِ

اونٹ کو فروخت کرنا اور سواری کا استثناء کر لینا

۳۹۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا زَكَرِيَّا ءُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَسِيرُ عَلَى جَمَلٍ لَهُ قَدْ أَعْيَا فَأَرَادَ أَنْ يُسَيِّبَهُ قَالَ فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا لِي وَضَرَبَهُ فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهُ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ قُلْتُ لَا ثُمَّ قَالَ بِعْنِيهِ بِوُقِيَّةٍ وَاسْتَثْنَيْتُ عَلَيْهِ حُمْلَانَهُ إِلَى أَهْلِي فَلَمَّا بَلَغْتُ أَتَيْتُهُ بِالْجَمَلِ فَنَقَدَنِي ثَمَنَهُ ثُمَّ رَجَعْتُ فَأَرْسَلَ فِي إِثْرِي فَقَالَ أَتُرَانِي مَاكَسْتُكَ لِآخُذَ جَمَلَكَ خُذْ جَمَلَكَ وَدَرَاهِمَكَ فَهُوَ لَكَ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایک اونٹ پر سفر کر رہے تھے جو (چلتے چلتے) تھک گیا تھا، پس حضرت جابر نے اس اونٹ کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آملے، آپ نے میرے لیے دعا فرمائی اور اونٹ کو ایک ضرب لگائی پھر وہ اونٹ اس قدر تیز چلا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا تیز نہیں چلا تھا۔ آپ نے فرمایا مجھے یہ اونٹ ایک اوقیہ (۴۰ درہم) کے عوض فروخت کر دو، میں نے کہا نہیں (یعنی خریدنے کی کیا ضرورت ہے، یہ اونٹ آپ ہی کا ہے) آپ نے پھر فرمایا، یہ مجھے فروخت کر دو، پھر میں نے ایک اوقیہ کے عوض وہ اونٹ فروخت کر دیا، اور یہ شرط لگائی کہ میں اس پر سوار ہو کر اپنے گھر تک جاؤں گا جب میں اپنے گھر پہنچ گیا تو میں اونٹ لے کر آپ کے پاس گیا، آپ نے مجھے اس کی قیمت نقد ادا کر دی، جب میں لوٹ گیا تو آپ نے میرے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور فرمایا کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ میں نے تم سے قیمت کم لگوائی ہے، اپنا اونٹ بھی لے جاؤ اور یہ دراہم بھی تمہارے ہیں!

ایک اور سند سے بھی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

۳۹۸۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ عَنْ زَكَرِيَّا عَنْ عَامِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ.

۳۹۸۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جہاد میں گیا، آپ مجھ سے آملے درآں حالیکہ میں پانی

عَنْ مُغِيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاحَقَ بِيْ وَتَحْتِيْ نَاضِحٌ لِيْ قَدْ أَعْيَا وَلَا يَكَادُ يَسِيْرُ قَالَ فَقَالَ لِيْ مَا لِبَعِيْرِكَ قَالَ قُلْتُ عَيِيَ قَالَ فَتَخَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَجَرَهُ فَدَعَا لَهُ فَمَا زَالَ بَيْنَ يَدَيِ الْإِبِلِ قُدَّامَهَا يَسِيْرُ قَالَ فَقَالَ لِيْ كَيْفَ تَرَى بَعِيْرَكَ قَالَ قُلْتُ بِخَيْرٍ قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ قَالَ أَفَتَبِيْعُنِيْهِ فَاسْتَحْيَيْتُ وَلَمْ يَكُنْ لَنَا نَاضِحٌ غَيْرُهُ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَبِعْتُهُ إِيَّاهُ عَلٰى أَنَّ لِيْ فَقَارَ ظَهْرِهِ حَتّٰى أَبْلُغَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ عَرُوْسٌ فَاسْتَأْذَنْتُهُ فَأَذِنَ لِيْ فَتَقَدَّمْتُ النَّاسَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى انْتَهَيْتُ فَلَقِيَنِيْ خَالِيْ فَسَأَلَنِيْ عَنِ الْبَعِيْرِ فَأَخْبَرْتُهُ بِمَا صَنَعْتُ فِيْهِ فَلَامَنِيْ فِيْهِ قَالَ وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ حِيْنَ اسْتَأْذَنْتُهُ مَا تَزَوَّجْتَ أَبِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا فَقُلْتُ لَهُ تَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا تَزَوَّجْتَ بِكْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُوْفِّيَ وَالِدِيْ أَوِ اسْتُشْهِدَ وَلِيْ أَخَوَاتٌ صِغَارٌ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ إِلَيْهِنَّ مِثْلَهُنَّ فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُوْمُ عَلَيْهِنَّ فَتَزَوَّجْتُ ثَيِّبًا لِتَقُوْمَ

لانے والے اونٹ پر سوار تھا جو تھک چکا تھا اور تقریباً چلنے سے رہ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے اونٹ کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: بیمار ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے ہو لیے، اونٹ کو ڈانٹا اور اس کے لیے دعا کی، پھر وہ اونٹ چلنے میں تمام اونٹوں سے آگے نکل گیا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب تمہارا اونٹ کیسا ہے؟ میں نے کہا اچھا ہے اس کو آپ کی برکت سے فائدہ پہنچا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم اس اونٹ کو فروخت کر دو گے؟ پس مجھے حیا آئی اور اس اونٹ کے علاوہ پانی لانے کے لیے ہمارے پاس کوئی اور اونٹ تھا نہیں، میں نے کہا جی! پھر میں نے وہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا اور یہ شرط رکھی کہ میں اس کی پشت پر سوار ہو کر مدینہ پہنچ جاؤں پھر حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، سو میں نے آپ سے اجازت طلب کی، آپ نے مجھے اجازت دے دی، میں لوگوں سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، میرے ماموں کی مجھ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھ سے اونٹ کے متعلق پوچھا میں نے انھیں بتا دیا کہ میں اونٹ کے مسئلہ میں کیا کر چکا ہوں، انھوں نے مجھے اس پر ملامت کی۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپسی کی اجازت طلب کی تھی تو آپ نے فرمایا: تم نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا تم نے کنواری لڑکی سے شادی کیوں نہیں کی؟ تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد فوت ہو چکے ہیں یا کہا شہید ہو چکے ہیں اور میری چھوٹی چھوٹی بہنیں ہیں اور مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میں ان کی ہم عمر لڑکی کر بیاہ کر لے آؤں جو ان کو نہ ادب سکھائے اور نہ ان کی نگرانی کرے۔ اس لیے میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کی جو ان کی خبر گیری رکھے اور ان کو ادب سکھائے، حضرت جابر نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّ بُهُنَّ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ غَدَوْتُ إِلَيْهِ بِالْبَعِيرِ فَأَعْطَانِي ثَمَنَهُ وَرَدَّهُ عَلَيَّ.

علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے تو میں صبح کے وقت آپ کی خدمت میں اونٹ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ نے مجھے اونٹ کی قیمت بھی دی اور اونٹ بھی واپس دے دیا۔

۳۹۸۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلْنَا مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَلَّ جَمَلِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَفِيهِ قَالَ لِي بِعْنِي جَمَلَكَ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لَا بَلْ بِعْنِيهِ قَالَ قُلْتُ فَإِنَّ لِرَجُلٍ عَلَيَّ أُوقِيَّةَ ذَهَبٍ فَهُوَ لَكَ بِهَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ فَتَبْلُغُ عَلَيْهِ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ أَعْطِهِ أُوقِيَّةً مِنْ ذَهَبٍ وَزِدْهُ قَالَ فَأَعْطَانِي أُوقِيَّةً مِنْ ذَهَبٍ وَزَادَنِي قِيرَاطًا قَالَ فَقُلْتُ لَا تُفَارِقُنِي زِيَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِي كِيسٍ لِي فَأَخَذَهُ أَهْلُ الشَّامِ يَوْمَ الْحَرَّةِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے، میرا اونٹ بیمار ہو گیا اور حسب سابق قصہ بیان کیا، اور اس حدیث میں یہ ہے آپ نے مجھ سے فرمایا اپنا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو، میں نے کہا نہیں، وہ آپ ہی کا اونٹ ہے، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے وہ اونٹ فروخت کر دو، میں نے کہا میں نے ایک شخص کا ایک اوقیہ سونا دینا ہے، آپ اس کے عوض یہ اونٹ لے لیجئے آپ نے فرمایا میں نے لے لیا، اور تم اسی اونٹ پر مدینہ چلے جانا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے کہا اس کو ایک اوقیہ سونا دو اور کچھ زائد دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھے ایک اوقیہ سونا دیا اور ایک قیراط زیادہ دیا، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجھے زیادہ عطا فرمایا ہے وہ مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوگا، وہ سونا ہمیشہ میرے پاس ایک تھیلی میں رہا حتیٰ کہ یوم حرہ کو شامی فوجوں (یزیدی لشکر) نے مجھ سے وہ لے لیا۔

ف: واقعہ حرہ کی پوری بحث شرح صحیح مسلم جلد ثالث کتاب الحج میں ملاحظہ فرمائیں:

۳۹۹۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

نَا الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَتَخَلَّفَ نَاضِحِي وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فَنَخَسَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لِي اِرْكَبْ بِسْمِ اللّٰهِ وَزَادَ اَيْضًا قَالَ فَمَا زَالَ يَزِيْدُنِي وَيَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَكَ۔

تھا۔ میرا اونٹ پیچھے رہ گیا۔ اس کے بعد وہی قصہ بیان کیا، اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو ایک ٹھوکا لگایا پھر مجھ سے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر اس پر سوار ہو جاؤ اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسلسل دعا دیتے رہے اور فرماتے رہے اللہ تمہاری مغفرت کرے۔

۳۹۹۱۔ وَحَدَّثَنِي اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا اَتٰى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَعْيَا بَعِيْرِي قَالَ فَنَخَسَهُ فَوَثَبَ فَكُنْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَحْبِسُ خِطَامَهُ لِاَسْمَعَ حَدِيْثَهُ فَمَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ فَلَحِقَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بِعْنِيْهِ فَبِعْتُهُ مِنْهُ بِخَمْسِ اَوَاقٍ قَالَ قُلْتُ عَلٰى اَنَّ لِي ظَهْرَهُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ وَلَكَ ظَهْرُهُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ اَتَيْتُهُ بِهِ فَزَادَنِي اُوْقِيَّةً ثُمَّ وَهَبَ لِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میرا اونٹ تھک چکا تھا، آپ نے اس کے ایک ٹھوکا لگایا، پھر تو وہ اونٹ کودنے لگا، پھر میں آپ کی بات سننے کے لیے اس کی نکیل کھینچتا تھا، مگر اس کو تھام نہیں سکتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اونٹ مجھے فروخت کر دو، میں نے پانچ اواق میں یہ اونٹ آپ کو فروخت کر دیا، حضرت جابر کہتے ہیں: میں نے عرض کیا کہ میں مدینہ تک اس پر سواری کر کے جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا تم مدینہ تک اس پر سوار ہو سکتے ہو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو اونٹ لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ایک اوقیہ زیادہ دیا۔ پھر آپ نے وہ اونٹ بھی مجھے دے دیا۔

۳۹۹۲۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِسْحَاقَ قَالَ نَا بَشِيْرُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گیا راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے حضرت جابر نے کہا تھا کہ یہ سفر جہاد تھا، اس میں اسی قصہ کو بیان کیا، اور اس میں یہ زیادہ ہے: اے جابر! کیا تم نے پوری قیمت لے

سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهٖ اَظُنُّهٗ قَالَ غَازِيًا وَّاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فِيْهِ قَالَ يَا جَابِرُ اَتَوَفَّيْتَ الثَّمَنَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَكَ الثَّمَنُ وَلَكَ الْجَمَلُ۔

لی ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا یہ قیمت بھی تمہاری ہے اور اونٹ بھی تمہارا ہے۔

۳۹۹۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ اشْتَرٰى مِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بِاُوْقِيَّتَيْنِ وَدِرْهَمٍ اَوْ دِرْهَمَيْنِ قَالَ فَلَمَّا قَدِمَ صِرَارًا اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَذُبِحَتْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ اَمَرَنِيْ اَنْ اٰتِيَ الْمَسْجِدَ فَاُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ وَوَزَنَ لِيْ ثَمَنَ الْبَعِيْرِ فَاَرْجَحَ لِيْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ دو اوقیہ ——— اور ایک درہم یا دو درہم میں خریدا۔ انھوں نے کہا کہ جب ہم مقام صرار پہنچے تو آپ نے ایک گائے کو ذبح کرنے کا حکم دیا، وہ گائے ذبح کی گئی اور سب لوگوں نے اس سے کھایا پھر جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسجد میں آؤں اور دو رکعت نماز پڑھوں، اور مجھے اونٹ کی قیمت وزن کر کے دی اور زیادہ تول کر دی۔

۳۹۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَارِبٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَاشْتَرَاهُ مِنِّيْ بِثَمَنٍ قَدْ سَمَّاهُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْاُوْقِيَّتَيْنِ وَالدِّرْهَمَ وَالدِّرْهَمَيْنِ وَقَالَ اَمَرَ بِبَقَرَةٍ فَنُحِرَتْ ثُمَّ قُسِمَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیمت کے عوض مجھ سے اونٹ خرید لیا وہ قیمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقرر فرمائی تھی، اس میں دو اوقیہ اور ایک درہم اور دو درہم کا ذکر نہیں ہے اور کہا کہ حضور نے ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا وہ گائے ذبح کی گئی اور اس کا گوشت تقسیم کیا گیا۔

لَحْمُهَا۔

۳۹۹۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهٗ قَدْ اَخَذْتُ جَمَلَكَ بِاَرْبَعَةِ دَنَانِيْرَ وَذٰلِكَ ظَهْرُهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارا اونٹ چار دینار میں لے لیا اور تم اس کی پشت پر سوار ہو کر مدینہ جا سکتے ہو۔

حضرت جابر کے اونٹ کی قیمت کی روایت میں "اضطراب" کے جوابات

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جس قیمت پر اونٹ فروخت کیا تھا اس کی مقدار میں روایات مضطرب ہیں اکثر روایات میں ہے اس کی مقدار ایک وقیہ چاندی تھی، بعض روایات میں ہے ایک وقیہ سونا تھا۔ بعض روایات میں چار وقیہ کا ذکر ہے، بعض روایات میں پانچ وقیہ کا ذکر ہے، اور بعض میں بیس دینار کا ذکر ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ان روایات میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے روایت بالمعنی کی ہے اور یہ جائز ہے، پس یہاں سونے کا ایک وقیہ مراد ہے، جس روایت میں مطلق وقیہ کا ذکر ہے اس سے بھی یہی مراد ہے اور جن روایات میں پانچ وقیہ کا ذکر ہے اس سے مراد چاندی کے اوقیہ ہیں جو چالیس درہم کے برابر ہوتے ہیں اور یہ ایک اوقیہ سونے کے برابر ہے، جن روایات میں چار دینار کا ذکر ہے وہ بھی ایک وقیہ سونے کے برابر ہے۔

جن روایات میں دو وقیہ کا ذکر ہے ان میں ایک وقیہ سے مراد قیمت ہے اور دوسرے وقیہ سے وہ مقدار مراد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ عطا فرمائی تھی اور جن روایات میں بیس دینار کا ذکر ہے اس سے مراد بیس دینار صغیر ہیں۔ [1]

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ناقلین حدیث نے صحیح قیمت کو ضبط نہیں کیا اور قیمت کے بیان میں ان سے غلطی ہوئی ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قیمت کی صحیح مقدار کے ساتھ کوئی حکم شرعی متعلق نہیں ہے۔ اور ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت جابر نے ایک معین قیمت پر بیع کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے شدہ قیمت سے زیادہ مقدار عطا فرمائی تھی، رہا یہ کہ اس قیمت اور زیادتی کی مقدار کتنی تھی تو اس کے علم کے ساتھ کوئی غرض شرعی وابستہ نہیں ہے کیونکہ اس حدیث سے مقصود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم اور آپ کی دعا کی برکت کو بیان کرنا ہے۔

بیع میں شرط لگانے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس باب کی احادیث میں اس چیز کا بیان ہے کہ حضرت جابر نے بیع کے وقت اس اونٹ پر مدینہ تک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبع الثانی، ۱۳۷۵ھ

سوار ہونے کی شرط لگائی تھی، اس وجہ سے ائمہ مجتہدین میں یہ اختلاف ہے کہ آیا بیع میں بائع یا خریدار کا کوئی شرط لگانا جائز ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک بیع میں شرط لگانا جائز نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جائز ہے، اور امام مالک کے نزدیک تفصیل ہے۔

بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں ہر وہ شرط جو عقد کا مقتضی ہو وہ عقد بیع کو فاسد نہیں کرتی، جیسے خریدار مبیع میں ملکیت کی شرط لگائے کیونکہ بغیر شرط کے بھی اس کے لیے ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اور ہر وہ شرط جو عقد کا تقاضا نہ ہو اور اس میں عاقدین میں سے کسی ایک کی منفعت ہو یا مبیع کی منفعت ہو اور وہ اہل استحقاق میں سے ہو تو اس شرط سے بیع فاسد ہو جائے گی جیسے بائع غلام فروخت کرتے وقت یہ شرط لگائے کہ خریدار اس کو فروخت نہیں کرے گا (اس میں مبیع کی منفعت ہے) کیونکہ یہ ایسی زیادتی ہے جو غرض سے خالی ہے لہٰذا یہ ربوا کا سبب ہے یا اس کی وجہ سے تنازع ہوگا اور عقد کا مقصد فوت ہو جائے گا، الا یہ کہ کوئی شرط لگانا متعارف ہو کیونکہ عرف کو قیاس پر ترجیح ہے۔ [1]

بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام احمد اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص سواری کو فروخت کرے اور اس میں سواری کرنے کا استثناء کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر سواری کی مسافت قریب ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں اور اس حدیث کو مسافت قریبہ پر محمول کرتے ہیں، اور امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے خواہ مسافت کم ہو یا زیادہ اور شرط لگانے سے بیع منعقد نہیں ہوگی اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں استثناء کرنے اور بیع میں شرط لگانے سے منع فرمایا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقۃً بیع کا ارادہ نہیں فرمایا تھا بلکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بطور تشن کے اپنے کرم سے نوازنے کا ارادہ فرمایا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرط نفس عقد میں نہیں تھی (یوں نہیں تھا کہ اگر مدینہ تک سواری کرنے دی تو بیع ہوگی ورنہ نہیں) بلکہ پہلے حضرت جابر نے سواری کی اجازت لی تھی پھر بیع کی تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبرعاً اجازت دے دی تھی۔ [2]

بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: سواری کو بیع کر اس پر سوار ہونے کے استثناء کو ابن شبرمہ وغیرہ نے جائز کہا ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے ناجائز کہا ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ جب مسافت قریب ہو اور معلوم ہو تو جائز ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۹ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹-۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبع الاول

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بیع میں شرط لگانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں اگر بائع ایک مدت معینہ کے لیے مبیع کے منافع کے حصول کی شرط لگائے تو یہ جائز ہے مثلاً وہ ایک مکان فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ وہ ایک ماہ تک اس مکان میں رہے گا، یا ایک اونٹ فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ فلاں جگہ تک وہ اس پر سواری کرے گا، یا ایک غلام فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ وہ ایک سال تک اس سے خدمت لے گا۔ امام احمد نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے، اور اوزاعی، اسحاق، ابو ثور اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء حنفیہ۔ سعیدی) نے کہا ہے کہ یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے، اور اس لیے بھی کہ یہ بیع کے تقاضے کے منافی ہے اور یہ ایسے ہو گیا جیسے کوئی شخص کسی چیز کو فروخت کرے اور یہ شرط لگائے کہ وہ مبیع پر قبضہ نہیں دے گا اور اس لیے کہ بیع کا تقاضا یہ ہے کہ خریدار مبیع اور اس کے منافع کا مالک ہو جائے اور یہ شرط اس کے منافی ہے[1]

فقہاء حنبلیہ کی دلیل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ بیع اور شرط سے ممانعت کی حدیث صحیح نہیں ہے، البتہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع میں دو شرطیں لگانے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ بیع میں ایک شرط لگانا جائز ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ بیع میں دو شرطیں لگانا منع ہے اور ایک شرط میں کوئی حرج نہیں ہے[2]

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی دلیل

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع وشرط البیع باطل والشرط باطل۔[3]

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا، بیع باطل ہے اور شرط باطل ہے۔

حضرت جابر کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کا ذکر ہے کیونکہ حضرت جابر کا تھکا ہوا اونٹ آپ کی ایک ضرب سے سب سے زیادہ تیز رفتار ہو گیا۔

(۲) جو شخص اپنی کسی چیز کو بیچنے کے لیے پیش نہ کرے اس پر اس چیز کی بیع کو پیش کرنا۔

(۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارا گمان تھا کہ میں نے تم سے کم قیمت کرائی ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ بائع سے قیمت کم کرانا جائز ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۸۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، المغنی ج ۴ ص ۸۰، " " " "

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۸۵ مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

(۴) اکابر کا اصاغر سے ان کے احوال کو دریافت کرنا اور ان کی خیر خواہی کے مشورے دینا۔
(۵) کنوارے شخص کے لیے کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کا استحباب۔
(۶) زوجین کا ایک دوسرے سے دل لگی کرنے کا استحباب۔
(۷) حضرت جابر کی فضیلت کیونکہ انھوں نے اپنے شوق پر اپنی بہنوں کی مصلحت کو ترجیح دی اور کنواری کے بجائے بیوہ سے شادی کی۔
(۸) سفر سے لوٹنے کے بعد گھر جانے سے پہلے مسجد میں جانا اور مسجد میں دو رکعت نفل نماز پڑھنا۔
(۹) ادائیگی ثمن کے وقت ثمن سے زیادہ دینے کا استحباب۔
(۱۰) حقوق کی ادائیگی میں وکیل بنانے کا جواز کیونکہ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ جابر کو قیمت ادا کر دو۔
(۱۱) صالحین کی متبرک چیزوں کو بطور یادگار رکھنے کا ثبوت، کیونکہ حضرت جابر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے زیادہ قیراط کو اپنے پاس ہمیشہ محفوظ رکھا۔ مگر افسوس یزیدی فوجوں نے ایام حرہ میں اس کو بھی لوٹ لیا۔

باب ۵۱۵ جَوَازِ اقْتِرَاضِ الْحَيَوَانِ وَاسْتِحْبَابِ تَوْفِيَتِهِ خَيْرًا مِمَّا عَلَيْهِ

جانوروں کو قرض لینے کا جواز اور بدلے میں بہتر جانور دینے کا استحباب

۳۹۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَسْلَفَ مِنْ رَجُلٍ بَكْرًا فَقَدِمَتْ عَلَيْهِ إِبِلٌ مِنَ الصَّدَقَةِ فَأَمَرَ أَبَا رَافِعٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنْ يَقْضِيَ الرَّجُلَ بَكْرَهُ فَرَجَعَ إِلَيْهِ أَبُو رَافِعٍ فَقَالَ لَمْ أَجِدْ فِيهَا إِلَّا خِيَارًا رَبَاعِيًا فَقَالَ أَعْطِهِ إِيَّاهُ إِنَّ خِيَارَ النَّاسِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً۔

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان اونٹ قرض لیا، پھر جب آپ کے پاس صدقے کے اونٹ آئے تو آپ نے حضرت ابو رافع کو حکم دیا کہ اس شخص کا قرض ادا کر دیں۔ حضرت ابو رافع نے حضور کی طرف رجوع کر کے کہا ان اونٹوں میں اس جیسا کوئی نہیں بلکہ اس سے بہتر ساتویں سال کے اونٹ ہیں، آپ نے فرمایا وہی دے دو، بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔

۳۹۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ قَالَ أَنَا عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْتَسْلَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرًا بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَإِنَّ خَيْرَ عِبَادِ اللهِ أَحْسَنُهُمْ قَضَاءً۔

وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان اونٹ قرض لیا، اس کے بعد مثل سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔

۳۹۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ فَأَغْلَظَ لَهُ فَهَمَّ بِهِ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا فَقَالَ لَهُمُ اشْتَرُوا لَهُ سِنًّا فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ فَقَالُوا إِنَّا لَا نَجِدُ إِلَّا سِنًّا هُوَ خَيْرٌ مِنْ سِنِّهِ قَالَ فَاشْتَرُوهُ فَأَعْطُوهُ إِيَّاهُ فَإِنَّ مِنْ خَيْرِكُمْ أَوْ خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا۔ اس نے سختی کے ساتھ آپ سے تقاضا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اس کو مارنے کا قصد کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا حق ہو اس کو بات کرنے کی گنجائش ہوتی ہے، پھر آپ نے صحابہ سے کہا اس کے لیے ایک اونٹ خریدو اور اس کو دے دو، صحابہ نے کہا ہم کو صرف وہی اونٹ مل سکتا ہے جو اس سے بہتر ہے، آپ نے فرمایا وہ اونٹ خرید لو اور اس کو دے دو، تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔ (یہ قرض خواہ یہودی تھا)۔

۳۹۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اسْتَقْرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِنًّا فَأَعْطَاهُ سِنًّا فَوْقَهَا وَقَالَ خِيَارُكُمْ مَحَاسِنُكُمْ قَضَاءً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اونٹ قرض لیا تھا پھر اس سے بڑی عمر کا اونٹ واپس کیا اور فرمایا تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں۔

۴۰۰۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ يَتَقَاضَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فَقَالَ أَعْطُوهُ سِنًّا فَوْقَ سِنِّهِ وَقَالَ خَيْرُكُمْ حَسَنُكُمْ قَضَاءً.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے آیا۔ آپ نے فرمایا اس کے اونٹ سے بڑی عمر کا اونٹ دو اور فرمایا تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرض ادا کرنے میں اچھا ہو۔

حیوان کو قرض دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث میں قرض لینے کا جواز ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے لیکن ضرورت کی وجہ سے آپ نے قرض لیا ہے، اس حدیث میں حیوان کے قرض لینے کا بھی ثبوت ہے اور اس میں تین مذہب ہیں:

(۱) امام شافعی، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ ہر قسم کے حیوان کو قرض لینا جائز ہے، سوا ان باندیوں کے جن سے وطی کی جاسکتی ہے، البتہ جن باندیوں سے وطی نہیں کی جاسکتی جیسے محارم ان کو بھی قرض لینا جائز ہے۔

(۲) مزنی، ابن جریر اور داؤد کا مسلک یہ ہے کہ باندیوں کو اور تمام حیوانوں کو ہر شخص قرض لے سکتا ہے۔

(۳) امام ابو حنیفہ اور کوفیین کا مسلک یہ ہے کہ کسی حیوان کو قرض لینا جائز نہیں ہے، اور یہ احادیث ان کا رد کرتی ہیں اور انھوں نے جو ان احادیث کے منسوخ ہونے کا دعوی کیا ہے وہ بغیر دلیل کے مردود ہے۔[1]

حیوان کو قرض لینے میں فقہاء احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کسی قسم کے حیوان کو قرض لینا جائز نہیں ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ باندیوں کے سوا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جوان اونٹ قرض لیا اور ساتویں سال کا اونٹ واپس کیا اور فرمایا "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو قرض ادا کرنے میں اچھے ہوں"، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جانور کو ہلاک کر دے تو اس کو اس جانور کی قیمت کا ضامن نہیں کیا جاتا (بلکہ اس پر جانور کی مساوی مثل دینا لازم ہے) اس لیے باندیوں کی طرح جانوروں کو بھی قرض لینا ناجائز ہوگا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حیوانات کو مال کے مقابلہ میں کسی کے ذمہ بطور قرض ثابت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہلاک شدہ حیوانات کے عوض قیمت صرف اسی وقت تسلیم کی جاتی ہے جب ان کی مثل نہ مل سکے۔ اور قرض کا تقاضا یہ ہے کہ مقروض کے ذمہ وہ مثل لازم ہو جو مساوی ہو اور جب حیوانات میں مساوی مثل کا ہونا مشکل ہے تو ان کا قرض لینا بھی جائز نہیں ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۴ ص ۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبع الثالث ۱۳۹۸ھ۔

حیوان کے قرض میں جمہور کی روایت کے جوابات

امام شافعی کی پیش کردہ اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے علامہ سرخسی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹ بیت المال کے لیے قرض لیا تھا کیونکہ حدیث میں ہے آپ نے صدقہ کے اونٹوں میں سے قرض ادا کیا تھا، اور آپ جو قرض اپنے لیے لیتے تھے اس کو صدقہ سے نہیں ادا کرتے تھے، اور بیت المال کے لیے اور بیت المال کے اوپر حقوق مجہولہ بھی ثابت ہو جاتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے جانور کے بدلے میں اس کی مثل جانور دینا لازم تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ [1]

حیوان کو قرض دینے کی منسوخیت پر احادیث اور آثار

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سمرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ۔ [2]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے بدلے میں ادھار فروخت کرنے سے منع فرما دیا۔

اس حدیث کو امام نسائی [3] اور امام ابن ماجہ [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

جب حیوان کو حیوان کے عوض ادھار فروخت کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا تو حیوان کو قرض میں دینا بھی ممنوع ہو گیا۔ اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ حیوان کا وصف منضبط نہیں ہو سکتا اور ادھار اس لیے ممنوع ہے کہ عوض میں جو حیوان دیا جائے گا اس میں یقیناً کمی یا زیادتی ہو گی اور اسی وجہ سے حیوان کو قرض میں دینا ناجائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اتی عبداللہ بن مسعود برجل سلف فی قلاص لاجل فنھاہ۔ [5]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے مدت معینہ کے ادھار پر (بیع سلم) اونٹنیاں فروخت کی تھیں، حضرت ابن مسعود نے اس کو منع فرمایا۔

عن ابراھیم ان عبداللہ کرہ السلف فی الحیوان۔ [6]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود حیوان میں قرض کو مکروہ کہتے تھے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۴ ص ۳۳، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، الطبع الثالث ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۴، " " " "

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۲ھ

[6] " " " " المصنف ج ۸ ص ۲۴-۲۳، " " "

عن عبد الرحمٰن بن القاسم ان عمر کرهه، قال وکان شریح یکرهه [1]

عبدالرحمٰن بن قاسم کہتے ہیں کہ حضرت عمر حیوان میں قرض کو مکروہ کہتے تھے اور شریح بھی مکروہ کہتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراهیم قال کان عبد الله یکره السلم فی حیوان۔ [2]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود حیوان میں بیع سلم (ادھار بیع) کو مکروہ کہتے تھے۔

عن ابن سیرین ان عمر وحذیفة وابن مسعود کانوا یکرهون السلم فی الحیوان [3]

ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت حذیفہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم حیوان میں بیع سلم (ادھار بیع) کو مکروہ کہتے تھے۔

عن القاسم بن عبد الرحمٰن۔ قال: قال عمر من الربوٰ ان یسلم فی سن۔ [4]

قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا حیوان میں بیع سلم (ادھار بیع) کرنا بھی سود ہے۔

عن عبد الاعلی قال: شهدت شریحا رد السلم فی الحیوان۔ [5]

عبدالاعلی بیان کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس تھا انھوں نے حیوان میں بیع سلم (ادھار بیع) کو رد کر دیا۔

عن ابراهیم بن عبد الاعلی قال: شهدت سوید بن غفلة یکره السلم فی الحیوان [6]

ابراہیم بن عبدالاعلی کہتے ہیں کہ میں سوید بن غفلہ کے پاس تھا، وہ حیوان میں بیع سلم کو مکروہ کہتے تھے۔

عن الضحاك انه رخص فی السلم فی الحیوان ثم رجع عنه۔ [7]

ضحاک سے روایت ہے کہ وہ پہلے حیوان میں بیع سلم کو جائز کہتے تھے پھر انھوں نے اس سے رجوع کر لیا۔

عن عمار صاحب السابوی قال سمعت سعید بن جبیر یسئل عن السلم فی الحیوان فنهیٰ عنه۔ [8]

عمار کہتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے حیوان میں بیع سلم کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے اس سے منع فرمایا۔

حسن قضاء کا ثبوت اس باب کی احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرض ادا کرتے وقت اصل سے زیادہ دینا مستحب ہے بشرطیکہ اس زیادتی کو عقد میں طے نہ کیا جائے اور نہ قرض دینے والے کی طرف سے مطالبہ ہو، اس کو حسن قضاء کہتے ہیں۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۷۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ج ۶ ص ۴۷۰، " " " "

[3] " " " " ج ۶ ص ۴۷۰، " " " "

[4] " " " " ج ۶ ص ۴۷۰، " " " "

[5] " " " " ج ۶ ص ۴۷۱، " " " "

[6] " " " " ج ۶ ص ۴۷۱، " " " "

[7] " " " " ج ۶ ص ۴۷۱، " " " "

[8] " " " " ج ۶ ص ۴۷۱، " " " "

WWW.NAFSEISLAM.COM

باب ۵۱۶ جَوَازِ بَيْعِ الْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ مِنْ جِنْسِهِ مُتَفَاضِلًا

حیوان کو حیوان کے عوض کمی اور بیشی کے ساتھ بیچنے کا جواز

۱۰۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَابْنُ رُمْحٍ قَالَا أَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ عَبْدٌ فَبَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدُهُ يُرِيدُهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعْنِيهِ فَاشْتَرَاهُ بِعَبْدَيْنِ أَسْوَدَيْنِ ثُمَّ لَمْ يُبَايِعْ أَحَدًا بَعْدَهُ حَتَّى يَسْأَلَهُ أَعَبْدٌ هُوَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غلام آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت پر بیعت کی، آپ نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ یہ غلام ہے، پھر اس کا مالک اس کو لینے کے لیے آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو، پھر آپ نے دو حبشی غلام دے کر اس کو خرید لیا، اس کے بعد آپ اس وقت تک کسی کی بیعت نہیں لیتے تھے جب تک کہ یہ معلوم نہ کر لیتے کہ آیا وہ غلام ہے (یا آزاد)۔

حیوان کی حیوان کے عوض بیع میں جمہور فقہاء کا نظریہ

اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے اس بات کو ناپسند کیا کہ آپ وہ غلام اس کے مالک کو لوٹا دیں، اور غلام نے آپ کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کر کے جو مدینہ میں رہنے کا قصد کیا تھا وہ پورا نہ ہو، اور اس میں ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں فروخت کرنے کا ثبوت ہے عام ازیں کہ ان کی قیمت برابر ہو یا کم و بیش، اگر یہ بیع نقد ہو تو اس کے جواز پر اجماع ہے۔ باقی حیوانوں کا بھی یہی حکم ہے اگر ایک غلام کو دو غلاموں کے بدلے میں یا ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے بدلے میں ادھار فروخت کیا تو امام شافعی اور جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ اور اہل کوفہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ [1]

حیوان کی حیوان کے عوض بیع میں امام ابوحنیفہ کا نظریہ

امام ابوحنیفہ حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع کو اس لیے ناجائز کہتے ہیں کہ جامع ترمذی اور دوسری کتب سنن میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کی حیوان کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے اور اس باب کی حدیث سے استدلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس میں نقد بیع کا ذکر ہے۔ اس کی مفصل

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

تحقیق باب سابق میں گذر چکی ہے۔

علم رسالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم علم غیب عطا فرمایا تھا، لیکن ہر وقت ہر چیز کی طرف متوجہ رہنا اور ہر وقت ہر چیز کا علم ہونا، یہ اللہ تعالیٰ کا خاصا ہے، بسا اوقات بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی تھی یا علم نہیں ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے خصوصاً اس بات سے کہ آپ بیعت کے وقت دریافت فرماتے تھے کہ وہ غلام ہے یا آزاد؟ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ بتائے بغیر توجہ کے باوجود آپ پر آزاد یا غلام ہونا منکشف نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ کو ہر وقت ہر چیز کا علم نہیں ہوتا تھا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس علم کلی کے قائل ہیں وہ علم تدریجی ہے اور نزول قرآن کے ضمن میں مکمل ہوا ہے بے خطر بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، علم الٰہی کے مقابلے میں محدود اور متناہی ہے اور تمام مخلوق کے علوم سے بہت زیادہ ہے، اور ہمیں اس کی کمیت اور کیفیت کے درپے نہیں ہونا چاہیے، یہ ہمارا منصب نہیں ہمیں زیبا ہے۔

بَابُ الرَّهْنِ وَجَوَازِهِ فِي الْحَضَرِ كَالسَّفَرِ

سفر اور حضر میں گروی رکھنے کا جواز

۴۰۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ فَأَعْطَاهُ دِرْعًا لَهُ رَهْنًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ دی۔

۴۰۰۳۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتِ اشْتَرَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے طعام (اناج) خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

۴۰۰۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ ذَكَرْنَا الرَّهْنَ فِي السَّلَمِ عِنْدَ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰى مِنْ يَهُوْدِيٍّ طَعَامًا اِلٰى اَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيْدٍ۔

نے مدت معینہ کے ادھار پر ایک یہودی سے طعام خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

۴۰۰۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ حَدِيْدٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح ایک روایت بیان کی ہے اور اس میں لوہے کا ذکر نہیں ہے۔

کافروں سے کاروباری معاملہ کرنے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اہل ذمہ کے ساتھ معاملہ کرنے کا جواز ہے، اور یہ کہ ان کے قبضے میں جو املاک ہیں اس کی ملکیت شرعاً ان کے لیے ثابت ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی بہت کم چیزیں لیتے تھے اور آپ نے اپنے اوپر فقر کو لازم کر لیا تھا اور اس حدیث میں اہل ذمہ کے پاس رہن رکھنے کا جواز ہے حتی کہ آلات حرب کو رہن رکھنے کا بھی جواز ہے اور سفر اور حضر میں رہن رکھنا جائز ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے البتہ مجاہد اور داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ صرف سفر میں رہن رکھنا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھان مقبوضۃ "اگر تم سفر میں ہو اور تم کو کاتب میسر نہ ہو تو رہن ہو قبضہ میں دیا ہوا" اور جمہور فقہاء نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور یہ آیت کے اقتضاء پر مقدم ہے۔

رہا یہ سوال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے طعام خریدا اور اس کے پاس زرہ گروی رکھی، کسی صحابی سے طعام کیوں نہ خرید لیا؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے ایسا کیا تاکہ پتا چل جائے کہ یہودیوں سے معاملہ کرنا جائز ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت کسی صحابی کے پاس بھی ضرورت سے زیادہ طعام نہ ہو، تیسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ میں سے کوئی بھی نہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے طعام کی قیمت لیتا نہ زرہ رہن رکھتا اس لیے آپ نے صحابہ کے بجائے یہودی سے معاملہ کیا تاکہ صحابہ میں سے کوئی تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اہل ذمہ اور دیگر کافروں سے معاملہ کرنا جائز ہے الا یہ کہ وہ معاملہ کسی حرام پر مشتمل ہو، البتہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ حربی کافروں کو آلات حرب فروخت کریں اور نہ ایسی چیزوں

کو فروخت کریں جن کی انھیں اقامت دین میں ضرورت ہو اور نہ مصحف کو فروخت کریں۔ [1]

بَابُ السَّلَمِ ۵۱۸

بیع سلم کا جواز

۴۰۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ عَمْرٌو نَا وَقَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَةَ وَالسَّنَتَيْنِ فَقَالَ مَنْ أَسْلَفَ فِي تَمْرٍ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ ایک سال اور دو سال کے ادھار پر پھلوں کی بیع کرتے تھے (یعنی بیع سلم کرتے تھے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی کھجوروں میں بیع سلم کرے تو وہ معین ماپ، معین وزن اور مدت معینہ میں بیع کرے۔

۴۰۰۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَسْلَفَ فَلَا يُسْلِفْ إِلَّا فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور لوگ بیع سلم کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جو شخص بیع سلم کرے وہ صرف معین وزن اور معین ماپ میں بیع کرے۔

۴۰۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت حسب سابق منقول ہے اور اس میں مدت معین کا ذکر نہیں ہے۔

[1] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

عَبْدِ الْوَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

۴۰۰۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِإِسْنَادِهِمْ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَذَكَرَ فِيهِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ابن عیینہ کی روایت کی طرح منقول ہے اور اس میں مدت معینہ کا ذکر ہے۔

بیع سَلَم کا لغوی اور اصطلاحی معنی

سَلَم اور سَلَف کا وزن اور معنی واحد ہے، اس کا لغوی معنی ادھار ہے، علامہ ماوردی نے ذکر کیا ہے کہ سَلَف اہل عراق کی لغت ہے اور سَلَم اہل حجاز کی لغت ہے اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے بیع آجل بعاجل "ادھار چیز کو نقد رقم کے عوض فروخت کرنا"۔[1] مثلاً کھجوروں کے پیدا ہونے سے پہلے پانچ کلوگرام کھجوروں کو پچاس روپے کے عوض فروخت کرنا اور دو ماہ بعد کھجوریں دینے کا کہنا۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں اس عقد کو سلم اور سلف اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بیع اپنے وقت سے پہلے ہوتی ہے کیوں کہ بیع کا وقت وہ ہے جب معقود علیہ عاقد کی ملک میں ہو، اور عادۃً بیع سلم یا سلف اس وقت کی جاتی ہے جب چیز فروخت کرنے والے کی ملک میں نہیں ہوتی۔ پس چونکہ یہ عقد اپنے وقت سے پہلے منعقد ہو جاتا ہے اس لیے اس کو بیع سَلَم کہتے ہیں، قیاس یہ چاہتا ہے کہ یہ بیع ناجائز ہو کیونکہ بیع المعدوم جائز نہیں ہے لیکن ہم نے کتاب اور سنت کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا، قرآن مجید میں ہے: یا یھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ "اے ایمان والو جب تم ایک مدت معینہ کے لیے ادھار بیع کرو تو اس کو لکھ لیا کرو"۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا میں شہادت دیتا ہوں کہ کتاب اللہ میں سَلَم کا ذکر ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔[2]

مذروعات اور عدديات میں بیع سلم کا جواز

حدیث میں ہے بیع سلم میں وزن معین ہو اور ماپ معین ہو، اس بنا پر شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ مذروعات (جو چیز میٹر سے ناپ کر بیچی جائے) اور عدديات میں بیع سلم جائز نہیں ہے، صرف وزن اور ماپ والی چیزوں میں جائز ہے۔[3]

جمہور فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ بیع سلم مذروعات اور عدديات میں بھی جائز ہے کیونکہ ماپ اور وزن کی خصوصیت کا بیع سلم میں کوئی دخل نہیں ہے اور یہ قیاس سے نہیں بلکہ دلالت النص سے ثابت ہے کیونکہ اس کی مشروعیت کا سبب

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۲۸ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم متوفی ۴۵۶ھ المحلی ج ۹ ص ۱۰۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

ضرورت ہے، بائع کو جلدی پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ نقد پیسے لے کر جنس کو ادھار فروخت کر دیتا ہے اور یہ ضرورت کپڑا فروخت کرنے والے بزازوں اور عدویات والوں کو بھی ہوتی ہے اور حسب ذیل آثار میں اس کی تائید ہے۔

عن القاسم بن محمد عن ابن عباس فی السلف فی الکرابیس قال اذا کان ذرع معلوم الی اجل معلوم فلا باس ۔[1]

قاسم بن محمد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس سے سوتی کپڑوں میں بیع سلم کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ انھوں نے فرمایا جب گز معلوم ہوں اور مدت معلوم ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن رزین عن ابن المسیب عن سلف الحنطۃ والکرابیس والثیاب فقال ذرع معلوم الی اجل معلوم والحنطۃ بکیل معلوم الی اجل معلوم [2]

رزین کہتے ہیں کہ ابن مسیب سے گندم اور کپڑوں میں بیع سلم کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا انھوں نے کہا گز معلوم ہوں اور مدت معلوم ہو اور گندم میں ماپ معلوم ہو اور مدت معلوم ہو۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا شریک عن جابر و عطاء قالا لا باس فی السلم فی الصوف والاکیسۃ ۔[3]

شریک بیان کرتے ہیں کہ جابر اور عطاء نے کہا: اونی کپڑوں اور سوتی چادروں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابراھیم قال کان ابن مسعود لا یری باسلم فی کل شئ باسا الی اجل معلوم ما خلا الحیوان ۔[4]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حیوان کے سوا ہر چیز میں بیع سلم کو جائز قرار دیتے تھے جب کہ مدت معلوم ہو۔

حاضر چیز میں بیع سلم کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: بیع سلم کی صحت کے لیے ضروری ہے کہ اس میں مبیع ادھار ہو اور حاضر چیز میں بیع سلم صحیح نہیں ہے (اگرچہ بیع مطلق صحیح ہے۔ سیدی) امام احمد نے فرمایا بیع سلم اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک مدت معینہ کی شرط نہ لگائی جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی، ابوثور اور ابن منذر نے کہا کہ حاضر چیز میں بھی بیع سلم جائز ہے کیونکہ جب یہ عقد ادھار میں صحیح ہے تو نقد میں بطریق اولی صحیح ہوگا،

---

[1] ۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبری ج ۶ ص ۲۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۶ ص ۳۸۹ - ۳۸۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] ۔ " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۳۸۹، " " " "

جیسا کہ بیع مطلق ہوتی ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بیع سلم کرے وہ معین ماپ، معین وزن میں مدت معینہ تک کرے" آپ نے مدت معین کرنے کا حکم دیا ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے، نیز بیع سلم کی شرائط میں سے ہے کہ جنس مبیع کو مدت معینہ کے بعد سپرد کیا جائے اور جس طرح ماپ اور وزن کے انتفاء سے بیع سلم منتفی ہو جاتی ہے اسی طرح مدت معینہ کے انتفاء سے بھی بیع سلم منتفی ہو جائے گی، نیز بیع سلم کو رفق اور سہولت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے اور جب حاضر چیز میں بیع ہو گی تو رفق نہیں رہے گا، نیز حاضر چیز میں بیع کرنے سے اس پر سلم اور سلف کے اسم کا اطلاق صحیح نہیں رہے گا کیونکہ سلم اور سلف تو ادھار کو کہتے ہیں اور شارع نے اس کو ضرورت کی بناء پر مشروع کیا ہے اور حاضر چیز کو پیسوں کے عوض فروخت کرنے میں کیا حرج ہے۔ [1]

اس اختلاف کا کوئی خاص ثمرہ ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ حاضر اور موجود چیز میں بیع بہر حال جائز ہے، اختلاف اس کو بیع سلم کہنے میں ہے، امام شافعی اس کو بیع سلم کہتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ اس کو بیع سلم کی بجائے بیع الاعیان یا بیع مطلق کہتے ہیں۔ پس یہ اختلاف نزاع لفظی ہے تاہم ائمہ ثلاثہ کا موقف صحیح ہے اور یہ بیع سلم نہیں، بیع الاعیان ہے۔

بیع سلم کی مزید شرائط بیع سلم کے جواز کے لیے فقہاء نے کچھ مزید شرائط کا اضافہ کیا ہے، علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع سلم کی صحت کے لیے سات شرائط ضروری ہیں۔ (۱) جنس معلوم ہو مثلاً گندم ہے یا جو۔ (۲) نوع معلوم ہو مثلاً بارانی زمین کی گندم ہے یا نہری زمین کی۔ (۳) صفت معلوم ہو مثلاً عمدہ ہے یا ردی۔ (۴) مقدار معلوم ہو مثلاً اتنے کیل یا اتنے کلوگرام ہے۔ (۵) مدت معلوم ہو۔ (۶) راس المال (ثمن) معلوم ہو۔ (۷) جس جگہ مسلم فیہ کو سپرد کیا جائے گا اس جگہ کا تعین ہو۔

ان شرائط کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی جہالت کی وجہ سے منازعت (جھگڑا) پیدا ہو گی۔ ہر چند کہ حدیث میں وزن معلوم اور اجل معلوم کا ذکر ہے لیکن جس طرح ان کی جہالت نزاع کا سبب ہے اسی طرح باقی شرائط سے جہالت بھی نزاع کا سبب ہے۔ [2]

باب ۵۱۹ تحریم الاحتکار فی الاقوات

کھانے پینے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کی مذمت

۴۰۱۰۔ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ بن قعنب قال نا سلیمان یعنی ابن بلال عن یحیی وھو ابن سعید قال کان سعید بن المسیب یحدث ان

حضرت معمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گنہ گار ہے، سعید بن مسیب سے کہا گیا آپ تو خود ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟ انھوں نے کہا حضرت معمر جو اس حدیث کے

---

[1] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۹۲-۱۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۹۶، ۹۵، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان۔

مَعْمَرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ فَقِيْلَ لِسَعِيْدٍ فَإِنَّكَ تَحْتَكِرُ قَالَ سَعِيْدٌ إِنَّ مَعْمَرًا الَّذِيْ كَانَ يُحَدِّثُ هٰذَا الْحَدِيْثَ كَانَ يَحْتَكِرُ۔

راوی ہیں وہ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے۔

۴۰۱۱ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ قَالَ نَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَاطِئٌ۔

حضرت معمر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذخیرہ اندوزی صرف گنہ گار شخص کرتا ہے۔

۴۰۱۲ - حَدَّثَنِيْ بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْنٍ قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ مَعْمَرِ بْنِ أَبِيْ مَعْمَرٍ أَحَدِ بَنِيْ عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ يَحْيٰى۔

عدی بن کعب کے ایک فرد معمر بن ابی معمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

احتکار کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: الحکر ادخار الطعام للتربص۔ "حکر کا معنی ہے کھانے پینے کی چیزوں کو (مہنگائی کے) انتظار میں ذخیرہ کرنا اور ابن سیدہ نے کہا: "الاحتکار جمع الطعام ونحوہ مما یوکل واحتباسہ انتظار وقت الغلاء بہ" "کھانے پینے کی چیزوں کو مہنگائی کے وقت کے لیے جمع کرنا"۔ [1]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: کھانے پینے کی چیزوں کو مہنگائی کے انتظار میں چالیس دن تک ذخیرہ کرنا شرعاً احتکار ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احتکر علی المسلمین اربعین یوما ضربہ اللہ

---

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۴ ص ۲۰۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

بالجزام والافلاس وفی روایۃ فقد برئ من اللہ وبری اللہ منہ ۔ "جس شخص نے مسلمانوں پر چالیس دن ذخیرہ اندوزی کی اللہ تعالیٰ اس پر جذام (کوڑھ) اور افلاس کو مسلط کر دے گا، اور ایک روایت میں ہے وہ اللہ سے بری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہو گیا، اور ایک روایت میں ہے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل، چالیس دن کی مدت اس پر دنیاوی سزا مثلاً تعزیر جاری کرنے کے لیے ہے۔ گناہ کے لیے یہ قید نہیں ہے، اگر چند دن بھی مہنگائی کے انتظار میں ذخیرہ اندوزی کی تو گنہ گار ہو گا، احتکار کی تعریف میں کھانے پینے کی چیزوں کی قید امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے لگائی ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی ذخیرہ اندوزی سے مسلمانوں کو ضرر ہو وہ احتکار ہے۔ [1]

احتکار میں مذاہب فقہاء علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کھانے پینے کے علاوہ دوسری چیزوں میں ہمارے نزدیک احتکار بالکل نہیں ہے، علماء نے کہا ہے کہ احتکار کی حکمت یہ ہے کہ عام لوگوں سے ضرر کو دور کیا جائے اور علماء کا اس پر اجماع ہے اگر کسی شخص کے پاس طعام ہو اور لوگوں کو اس طعام کی سخت ضرورت ہو اور اس کے علاوہ کہیں اور سے طعام نہ ملے تو لوگوں کو ضرر سے بچانے کے لیے اس کو طعام فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ صحیح مسلم کی احادیث میں جو سعید بن مسیب اور حضرت معمر کے احتکار کا ذکر ہے اس کے متعلق علامہ ابن عبدالبر اور دوسرے محققین نے یہ کہا ہے کہ وہ زیتون کے تیل کا احتکار کرتے تھے اور ان کے نزدیک احتکار ان چیزوں میں تھا جو رمق حیات کے لیے ضروری ہیں، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے بھی احتکار کو اسی پر محمول کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ [2]

احتکار کی شرائط علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: احتکار حرام کی تین شرائط ہیں:

(۱) کسی چیز کو خرید کر ذخیرہ اندوزی کرے۔ اگر کوئی چیز اس کو آمدنی یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہوئی تو وہ احتکار نہیں ہے۔

(۲) ایسی چیز میں ذخیرہ اندوزی کی جائے جو قوت ہو، سالن، حلواء، شہد، زیتون کا تیل اور جانوروں کے چارے میں ذخیرہ اندوزی ممنوع نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور سعید بن مسیب کا یہی قول ہے۔

(۳) اس چیز کے خریدنے سے لوگوں پر تنگی ہو اور اس کی دو صورتیں ہیں: (الف) شہر میں اس کی آبادی بمشکل سماتی ہو، جیسے حرمین اور بغداد ایسے وسیع شہر میں احتکار مؤثر نہیں ہے۔ (ب) جس وقت کسی چیز کی قلت ہو اس وقت اس چیز کو خرید کر ذخیرہ اندوزی کی جائے اور جب وہ چیز عام ہو پھر خرید کر جمع کر لی جائے تو یہ احتکار نہیں ہے۔ [3]

باب ۵۲ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ — بیع میں قسم کھانے کی ممانعت

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبع الاول، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۰۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ صَفْوَانَ الْاُمَوِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلَيْهِمَا عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْحَلْفُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلرِّبْحِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم سودے (کی خریداری) کو بڑھانے والی ہے اور نفع کو مٹانے والی ہے۔

۴۰۱۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ قَتَادَةَ الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیع میں بکثرت قسم کھانے سے بچو کیونکہ یہ پہلے سودا بکواتی ہے پھر اس کو مٹا دیتی ہے۔

(ف): اس حدیث میں بیع کے اندر کثرت حلف کی ممانعت ہے، کیونکہ بلاضرورت قسم کھانا مکروہ ہے اور بسا اوقات قسم کھانے سے خریدار دھوکا کھا جاتا ہے۔

بَابُ الشُّفْعَةِ ۵۲۱

شفعہ کا بیان

۴۰۱۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی زمین یا باغ میں کوئی شریک ہو پس اس کے لیے اپنے شریک سے اجازت کے بغیر اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے پھر اگر وہ راضی ہو تو لے لے اور ناپسند کرے تو چھوڑ دے۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ شَرِیْکٌ فِیْ رَبْعَۃٍ اَوْ نَخْلٍ فَلَیْسَ لَہٗ اَنْ یَّبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَہٗ فَاِنْ رَضِیَ اَخَذَ وَاِنْ کَرِہَ تَرَکَ۔

۴۰۱۶ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ وَّاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَیْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ قَالَ نَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَۃِ فِیْ کُلِّ شِرْکَۃٍ لَمْ تُقْسَمْ رَبْعَۃٍ اَوْ حَائِطٍ لَا یَحِلُّ لَہٗ اَنْ یَّبِیْعَ حَتّٰی یُؤْذِنَ شَرِیْکَہٗ فَاِنْ شَاءَ اَخَذَ وَاِنْ شَاءَ تَرَکَ فَاِذَا بَاعَ وَلَمْ یُؤْذِنْہُ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شرکت والے غیر منقسم مکان یا باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا فیصلہ کیا، اس کو شریک سے اجازت لیے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ (شریک) چاہے تو لیلے اور اگر چاہے تو چھوڑ دے، پھر اگر وہ شریک کو خبر دیے بغیر فروخت کر دے تو شریک اس کا زیادہ حقدار ہے۔

۴۰۱۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الطَّاھِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَنَّ اَبَا الزُّبَیْرِ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَۃُ فِیْ کُلِّ شِرْکٍ فِیْ اَرْضٍ اَوْ رَبْعٍ اَوْ حَائِطٍ لَا یَصْلُحُ اَنْ یَّبِیْعَ حَتّٰی یَعْرِضَ عَلٰی شَرِیْکِہٖ فَیَاْخُذَ اَوْ یَدَعَ فَاِنْ اَبٰی فَشَرِیْکُہٗ اَحَقُّ بِہٖ حَتّٰی یُؤْذِنَہٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مشترک مال میں شفعہ ہے، خواہ زمین ہو یا گھر ہو یا باغ، اس کو اس وقت تک بیچنا جائز نہیں ہے جب تک کہ اپنے شریک پر اس کو پیش نہ کرے، پھر وہ اس کو لے یا چھوڑ دے، اور اگر وہ شریک کو اطلاع نہ دے تو جب تک شریک کو اس کی خبر نہ دی جائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

شفعہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے، علامہ زبیدی نے لکھا ہے: شفعہ کا معنی ہے زوج خلاف الوتر[1] اور شفعہ کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ زبیدی

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس ج ۵ ص ۳۹۹، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

لکھتے ہیں: ابوالعباس زبیدی سے لغت میں شفعہ کے اشتقاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ زیادتی سے مشتق ہے اور تم جس چیز میں شفعہ کرتے ہو اس کو اپنی چیز کے ساتھ ضم کر کے زیادہ کرتے ہو، یعنی تمہاری چیز وتر واحد تھی تم نے اس کے ساتھ ایک اور چیز زیادہ کر کے اس کو زوج کر دیا۔ [1]

علامہ علاؤ الدین حصکفی شفعہ کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: هي تمليك البقعة جبرا على المشتري بما قام عليه بمثله لو مثليا وإلا فبقيمه وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشترى بشركة او جوار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "خریدار کو ایک حصہ جس مثل یا قیمت میں پڑا ہو اس حصہ کا جبراً کسی کو مالک بنانا شفعہ ہے اور اس کا سبب شفیع کی ملک کا خریدار کے ساتھ اتصال ہے خواہ شرکت کی وجہ سے اتصال ہو یا جوار (پڑوس) کی وجہ سے۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں فتاوی صغری میں ہے شفعہ بائع سے ملکیت کے زوال پر اعتماد کرنا ہے۔ [3]

شفعہ میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جو شخص زمین میں شریک ہو اس کے لیے شفعہ کے ثبوت میں مسلمانوں کا اجماع ہے، جب تک کہ زمین کو تقسیم نہ کیا گیا ہو، علماء نے کہا ہے کہ شفعہ کی حکمت یہ ہے کہ شریک سے ضرر کو زائل کیا جائے اور زمین کے ساتھ شفعہ اس لیے خاص ہے کہ اس میں ضرر زیادہ متوقع ہے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حیوان، کپڑے، مال دا سباب اور دیگر منقولات میں شفعہ نہیں ہے۔ علماء کا ایک شاذ قول یہ ہے کہ ہر چیز میں شفعہ ہے حتی کہ کپڑوں میں بھی ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ حیوان اور منفرد مکان میں بھی شفعہ ہے۔ جو زمین منفرد ہو گیا اس میں جوار کی وجہ سے شفعہ ہوتا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ جوار کی وجہ سے شفعہ نہیں ہوتا، ابن منذر نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، عمر بن عبدالعزیز، زہری، ربیعہ، اوزاعی مغیرہ بن عبدالرحمان، ابوثور، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی نظریہ ہے اور امام ابوحنیفہ اور ثوری کا مسلک یہ ہے کہ جوار کی وجہ سے شفعہ ہوتا ہے۔ [4]

فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں جو شخص نفس مبیع میں شریک ہے اس کے لیے شفعہ واجب ہے پھر جو شخص مبیع کے حقوق میں شریک ہو، مثلاً پانی اور راستے میں اس کے لیے شفعہ واجب ہے پھر پڑوسی کے لیے شفعہ واجب ہے، اور شفعہ کے ثبوت کی ترتیب یہی ہے۔ رہا شفعہ کا ثبوت تو وہ ان احادیث سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "شفعہ اس شریک کے لیے ہے جس نے تقسیم نہیں کی" اور آپ کا ارشاد ہے "مکان کا پڑوسی مکان اور زمین کا زیادہ حقدار ہے اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا۔

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۵ ص ۴۰۰، مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۹-۱۸۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

جبکہ ان کا راستہ ایک ہو"۔ (ترمذی) اور آپ کا ارشاد ہے: "پڑوسی مکان کی نزدیکی کی وجہ سے زیادہ حقدار ہے"، عرض کیا گیا یارسول اللہ مکان کی نزدیکی کی وجہ سے کیا حق ہے؟ فرمایا اس کا شفعہ اور ایک روایت میں ہے کہ پڑوسی شفعہ کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ پڑوس کی وجہ سے شفعہ نہیں ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "شفعہ غیر منقسم چیزوں میں ہے اور جب حدود واقع ہو جائیں اور راستے منقسم ہو جائیں تو پھر کوئی شفعہ نہیں ہے" (بخاری)، نیز چونکہ شفعہ میں غیر کی ملکیت پر اس کی رضامندی کے بغیر تملیک ہوتی ہے اس لیے یہ خلاف قیاس ہے اور غیر منقسم چیز میں شفعہ کا حکم شریعت میں آگیا ہے اس لیے صرف اسی میں شفعہ کیا جائے گا اور اس پر قیاس کر کے دوسری چیزوں میں شفعہ نہیں ہوگا، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ پڑوسی کے لیے شفعہ کا ثبوت حدیث سے ثابت ہے نیز جس طرح شریک کی ملکیت کا نفس مبیع کے ساتھ اتصال ہے۔ اسی طرح پڑوسی کی ملکیت بھی مبیع کے ساتھ متصل ہے اور پڑوس کے ضرر کو دور کرنے کے لیے اس کے واسطے بھی شفعہ ہوگا، بلکہ اس سے ضرر کو دور کرنا زیادہ لائق ہے۔ اور ترتیب کا ثبوت اس حدیث سے ہے: الشریك احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع (مصنف ابن ابی شیبہ) شریک سے مراد ہے جو نفس مبیع میں شریک ہو، خلیط سے مراد ہے جو حقوق میں شریک ہو اور شفیع سے مراد ہے پڑوسی یعنی نفس مبیع میں شریک حقوق میں شریک سے زیادہ حقدار ہے اور حقوق میں شریک پڑوسی سے زیادہ حقدار ہے اور اس لیے بھی کہ نفس مبیع میں شریک زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ وہ مبیع کے ہر جز میں شریک ہے اس کے بعد حقوق میں اتصال ہے کیونکہ وہ ملکیت کے منافع میں شرکت ہے اور ترجیح قوت سبب سے متحقق ہوتی ہے۔ [1]

پڑوسی کے شفعہ کے ثبوت میں احادیث اور آثار

امام ابن حبان روایت کرتے ہیں:

عن ابی رافع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الجار احق بسقبہ۔

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی گھر کی نزدیکی کی وجہ سے شفعہ کا زیادہ مستحق ہے۔

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [3] نیز امام عبدالرزاق نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ [4]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جار الدار احق بدار الجار او الارض۔ [5]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر کا پڑوسی، پڑوسی کے گھر یا زمین کا زیادہ حقدار ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۹۰-۳۸۹ مطبوعہ مطبعہ شرکت علمیہ ملتان

[2] امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، (مرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۴۰۹ مطبوعہ دارالباز مکہ مکرمہ ۱۴۰۷ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبع الاول، ۱۳۹۲ھ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے [1]، امام ابن حبان نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ [2]

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الجار احق بشفعة جاره ينتظر بها و ان كان غائبا اذا كان طريقهما واحدا۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑوسی کے شفعہ کا پڑوسی زیادہ مستحق ہے اگر وہ غائب ہو تو اس کا انتظار کیا جائے گا، جب کہ ان کا راستہ ایک ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے [4]

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن عمن سمع عليا و ابن مسعود يقول قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجوار۔ [5]

حسن اس سے روایت کرتے ہیں جس نے حضرت علی اور ابن مسعود سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (شفعہ میں) پڑوسی کے حق میں فیصلہ کیا۔

عن ابراهيم قال: الخليط احق من الجار و الجار احق من غيره۔ [6]

ابراہیم سے روایت ہے کہ (شفعہ میں) شریک پڑوسی سے زیادہ حقدار ہے اور پڑوسی دوسروں سے زیادہ حقدار ہے۔

یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کی ہے۔ [7]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الحكم عن علي و عبد الله قالا: قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم بالشفعة للجوار۔ [8]

حکم کہتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حق میں شفعہ کا فیصلہ کیا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

عن ابی رافع يبلغ به الى النبى صلى الله

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، (المرتب) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۶، ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ، ۱۴۰۷ھ

[3] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبع الثانی، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبع الاول، ۱۳۹۲ھ

[6] ۔ " " " ج ۸ ص ۷۹، " " " " " "

[7] ۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷، ص ۱۶۷ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ

[8] ۔ " " " ج ۷، ص ۱۶۴، " " " " " "

علیہ وسلم قال: الجار احق بشفعتہ [1]

وسلم نے فرمایا: پڑوسی شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔

عن سمرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال: جار الدار احق الدار [2]

حضرت سمرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے

عن جابر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الجار احق بشفعۃ جارہ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑوسی کے شفعہ کا پڑوسی زیادہ حقدار ہے۔

عن شریح قال: الخلیط احق من الشفیع والشفیع احق من الجار والجار احق ممن سواہ [4]

شریح سے روایت ہے کہ نفس مبیع میں شریک حقوق کے شریک سے زیادہ حقدار ہے، اور حقوق میں شریک پڑوسی سے زیادہ حقدار ہے اور پڑوسی اپنے ماسوا سے زیادہ حقدار ہے۔

ترتیب شفعہ کے ثبوت میں علامہ ابوالحسن صاحب ہدایہ نے اسی حدیث کا حوالہ دیا ہے۔

بَابُ غَرْزِ الْخَشَبِ فِي جِدَارِ الْجَارِ

پڑوسی کی دیوار میں لکڑی گاڑنا

۴۰۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ لَا يَمْنَعُ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ قَالَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ وَاللهِ لَأَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنی دیوار پر پڑوسی کو شہتیر رکھنے سے نہ منع کرے، راوی کہتے ہیں پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا سبب ہے؟ کہ میں تم کو اس حکم سے اعراض کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ بخدا! میں یہ شہتیر تمہارے کندھوں پر رکھ دوں گا۔

۴۰۱۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ

تین دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷، ص ۱۶۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۱۶۵ ، " " " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۱۶۵، " " " " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۷، ص ۱۶۷، " " " " " "

نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

پڑوسی کے شہتیر رکھنے میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اپنی دیوار پر پڑوسی کے شہتیر رکھنے کے حکم میں فقہاء کا اختلاف ہے، آیا یہ حکم وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے، امام شافعی اور امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حکم مستحب ہے امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حکم واجب ہے، امام احمد، ابو ثور اور اصحاب حدیث کا بھی یہی مذہب ہے، استحباب پر دلیل یہ ہے خیر القرون کے لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا تب ہی حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تھا: تم اس حکم سے اعراض کرتے ہو۔ [1]

بَابُ تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ وَغَصْبِ الْاَرْضِ وَغَيْرِهَا

ظلم اور زمین وغیرہ غصب کرنے کی حرمت

۴۰۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اقْتَطَعَ شِبْرًا مِّنْ اَرْضٍ ظُلْمًا طَوَّقَهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات طبقوں تک کی اس زمین کو (اس کے گلے میں) طوق بنا کر ڈال دے گا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

۴۰۲۱ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَرْوَى خَاصَمَتْهُ فِي بَعْضِ دَارِهِ فَقَالَ دَعُوهَا وَإِيَّاهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ طُوِّقَهُ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِي دَارِهَا قَالَ فَرَأَيْتُهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي الدَّارِ مَرَّتْ عَلَى بِئْرٍ فِي الدَّارِ فَوَقَعَتْ فِيهَا فَكَانَتْ قَبْرَهَا

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اروٰی نے ان سے گھر کے بعض حصہ کے متعلق جھگڑا کیا۔ انھوں نے کہا اس کو چھوڑ دو اور یہ زمین اس کو دے دو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ناحق لی قیامت کے دن سات طبقوں تک کی وہ زمین اسے طوق بنا کر ڈال دی جائے گی۔ اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کی قبر اسی گھر میں بنا دے، راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا وہ اندھی ہو چکی تھی دیواروں کو ٹٹولتی پھرتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے سعید بن زید کی بددعا لگ گئی ہے، اور جس اثنا میں وہ گھر میں چل رہی تھی گھر کے کنوئیں کے پاس سے گذری اور اس کنوئیں میں گر گئی اور وہ گھر اس کی قبر بن گیا۔

۴۰۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَرْوَى بِنْتَ أُوَيْسٍ ادَّعَتْ عَلَى سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ أَخَذَ شَيْئًا مِنْ أَرْضِهَا فَخَاصَمَتْهُ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا كُنْتُ آخُذُ مِنْ أَرْضِهَا شَيْئًا بَعْدَ الَّذِي سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

ہشام اپنے والد عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اروٰی بنت اویس نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ پر یہ دعویٰ کیا کہ انھوں نے اس کی کچھ زمین لے لی ہے پھر اس نے مروان بن الحکم کے ہاں مقدمہ پیش کیا، تو سعید نے کہا کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں حدیث سننے کے بعد اس کی زمین لے سکتا ہوں؟ مروان نے کہا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے؟ حضرت سعید بن زید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی سات زمینوں تک وہ زمین اس کو طوق بنا کر ڈال دی جائے گی، مروان نے کہا اس کے بعد میں آپ سے اور کسی دلیل کا سوال نہیں کروں گا حضرت

اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا طُوِّقَهٗ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ لَآ اَسْئَلُكَ بَيِّنَةً بَعْدَ هٰذَا فَقَالَ سَعِيْدٌ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَعَمِّ بَصَرَهَا وَاقْتُلْهَا فِيْ اَرْضِهَا قَالَ فَمَا مَاتَتْ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُهَا ثُمَّ بَيْنَا هِيَ تَمْشِيْ فِيْ اَرْضِهَا اِذْ وَقَعَتْ فِيْ حُفْرَةٍ فَمَاتَتْ۔

سعید نے کہا: اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے تو اس کو اندھا کر دے اور اس کو اس کی زمین میں مار دے، راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت مرنے سے پہلے اندھی ہو گئی اور ایک دن اس زمین میں چل رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گری اور مر گئی۔

۴۰۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی۔

۴۰۲۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهٖ اِلَّا طَوَّقَهُ اللّٰهُ اِلٰى سَبْعِ اَرَضِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلماً نہیں لے گا مگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک اس کو طوق بنا کر (اس کے گلے میں) ڈال دے گا۔

۴۰۲۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ يَعْنِيْ عَبْدَ الْوَارِثِ قَالَ نَا حَرْبٌ وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهٗ وَكَانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ قَوْمِهٖ خُصُوْمَةٌ فِيْ اَرْضٍ وَّاَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى

ابوسلمہ کہتے ہیں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان زمین میں جھگڑا تھا وہ حضرت عائشہ کے پاس گئے اور ان سے یہ ماجرا بیان کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا: اے ابوسلمہ! زمین سے اجتناب کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی اس کو سات زمینوں سے طوق پہنایا جائے گا۔

عَائِشَةَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهَا فَقَالَتْ يَا أَبَا سَلَمَةَ اجْتَنِبِ الْأَرْضَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ مِنَ الْأَرْضِ طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ۔

ابوسلمہ کہتے کہ وہ حضرت عائشہ کے پاس گئے اس کے مثل سابق ہے۔

۴۰۲۶۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ نَا أَبَانُ قَالَ نَا يَحْيٰى أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈالنے کی وضاحت

اس باب کی احادیث میں ہے جو شخص کسی کی زمین ظلماً غصب کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا، اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

(۱) زمین غصب کرنے والے کو اس کا مکلف کیا جائے گا کہ جتنی زمین غصب کی ہے سات زمینوں تک اس کی مٹی کو اٹھا کر لائے، یہ مٹی طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی نہ کہ حقیقتہً زمین کو طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے حضرت یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کی زمین ناحق لی اس کو اس کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کی مٹی اٹھا کر محشر تک لائے۔ [1]

(۲) اس شخص کو غصب شدہ زمین کی مٹی اٹھا کر لانے کا مکلف کیا جائے گا پھر وہ مٹی طوق کی طرح اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی اور اس کی گردن بڑی اور وسیع کر دی جائے گی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جہنمی کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہو گی اس کی تائید اس حدیث سے ہے حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی شخص کی ایک بالشت زمین بھی لی اس کو سات زمینوں تک اس کی مٹی لانے کا مکلف کیا جائے گا پھر قیامت کے دن وہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دی جائے گی تا وقتیکہ لوگوں کا فیصلہ ہو جائے۔ [2]

(۳) اس شخص کو سات زمینوں تک زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور وہ زمینیں اس کے لیے بمنزلہ طوق ہو جائیں گی۔

(۴) اس کو اس کا مکلف کیا جائے گا کہ اس زمین کو طوق بنا کر گلے میں ڈالے اور وہ ایسا نہیں کر سکے گا اس لیے اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔

(۵) اس سے مراد یہ ہے کہ طوق کی طرح اس کو یہ عذاب لازم رہے گا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " " " " " " " "

یہ توجیہات حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کی ہیں۔ [1]

سات زمینوں کا ثبوت

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ زمینیں سات ہیں اور ان کے سات طبقات ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہے سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن "سات آسمان ہیں اور ان کی مثل سات زمینیں ہیں" اور مثل کی تاویل ہیئت اور شکل سے کرنا خلاف ظاہر ہے، بعض علماء نے کہا: سات زمینوں سے مراد سات اقالیم ہیں نہ کہ سات طبقات، یہ قول بھی باطل ہے اور اس کا بطلان اس باب کی احادیث سے واضح ہے۔ ان احادیث سے ظلم اور غصب کا حرام ہونا بھی واضح ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ زمین کا غصب کرنا ممکن ہے، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ زمین کا غصب کرنا متصور نہیں ہے۔ [2]

زمین کو غصب کرنے میں فقہاء احناف کے قول کی وضاحت

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ ان لوگوں نے بغیر تحقیق کے احناف کا مذہب اٹکل پچو سے لکھ دیا ہے اس مسئلہ میں ائمہ حنفیہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک غصب صرف منقولات میں متحقق ہوتا ہے، کیونکہ غصب ایک چیز کو دوسری جگہ منتقل کرنے سے ہوتا ہے اور زمین میں منتقل کرنا متصور نہیں ہے، پس اگر کسی شخص نے کسی کی زمین غصب کرلی اور وہ اس کے قبضہ میں ضائع ہوگئی تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اور امام محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضامن ہوگا، اور یہی امام ابویوسف کا پہلا قول ہے اور امام زفر، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ ان کے نزدیک زمین میں بھی غصب متحقق ہوجاتا ہے اور اختلاف غصب کرنے میں ہے تلف کرنے میں نہیں ہے۔ اور ہمارے بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک بھی زمین میں غصب متحقق ہوتا ہے لیکن اس پر ضمان لازم نہیں آتی، اور اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ زمین میں اصلاً غصب متحقق نہیں ہوتا، اور اس حدیث سے زمین میں غصب کے تحقق پر استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کے غصب کی سزا آخرت میں طوق ڈالنا بیان کی ہے اور اگر اس پر ضمان واجب ہوتا تو آپ اس کو بیان فرمادیتے، کیونکہ ضمان احکام دنیا میں سے ہے اور اس کے بیان کی زیادہ ضرورت ہے اور آپ نے اس فعل کی مکمل سزا یہی یعنی آخرت کا طوق بیان کی ہے اگر اس پر ضمان کو زائد کیا جائے گا تو یہ حدیث منسوخ ہوجائے گی اور قیاس سے نسخ جائز نہیں ہے، اور بعض روایات میں ظلماً زمین کو لینے پر غصب کا جو اطلاق آیا ہے اس سے اس غصب پر استدلال کرنا درست نہیں ہے جو ضمان کا موجب ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے: من باع حرًّا۔ "جس نے آزاد کی بیع کی" اس حدیث سے بیع شرعی کو ثابت کرنا غلط ہے جو ملکیت کی موجب ہے، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں غصب کی جگہ من اخذ شبرا من الارض ظلما "جس نے ایک بالشت زمین ظلماً لی" بھی ہے سو معلوم ہوا کہ غصب سے ظلماً لینا مراد ہے وہ غصب مراد نہیں ہے جو ضمان کا موجب ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۰۵، ۱۰۴ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[3] علامہ ابوالحسن مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۹۹ - ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ زمین کا غصب کرنا متصور نہیں ہے اور ان احادیث سے زمین کے غصب کا امکان ثابت ہوتا ہے لیکن علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ زمین کے غصب کا مطلقاً انکار نہیں کرتے بلکہ اس غصب کا انکار کرتے ہیں جس پر حکم شرعی یعنی ضمان لازم آتا ہے اور وہ غصب ان احادیث سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے۔

مالک زمین کا زمین کے اوپر اور نیچے تصرف کا حکم

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جو شخص کسی زمین کا مالک ہو وہ زمین کے نیچے سے لے کر اس کے منتہا تک اس کا مالک ہوتا ہے اور مالک زمین کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی زمین کے نیچے کسی کو سرنگ یا کنواں نہ کھودنے دے خواہ اس سے اس کی زمین کو ضرر ہو یا نہ ہو، علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ زمین کے نیچے کا حصہ اس کے اوپر کے حصہ کے تابع ہے، علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کی زمین میں معدن یا اس کے مشابہ چیز نکل آئے تو اس میں اختلاف ہے بعض فقہاء نے کہا ہے وہ اس کی ملکیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ مسلمانوں کی ملکیت ہے، اسی طرح زمین کا مالک اپنی زمین میں جہاں تک چاہے کھود سکتا ہے بشرطیکہ اس سے کسی کو ضرر نہ ہو، اسی طرح زمین کے اوپر جہاں تک چاہے تعمیر کر سکتا ہے بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ ہو۔ [1]

زمین کے تیل یا گیس کا حکم

ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی شخص کی زمین میں کوئی معدن نکل آئے تو امام ابوحنیفہ سے اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے اس میں سے پانچواں حصہ بیت المال کو ادا کرنا ہوگا اور ایک روایت میں ہے وہ سب اس کی ملکیت ہے، پانچواں حصہ کی بنیاد یہ حدیث ہے فی الرکاز الخمس "دفینہ میں پانچواں حصہ ہے۔ [2]

اگر کسی شخص کی زمین میں تیل یا گیس نکل آئے تو آج کل حکومت اس کو ایک معین رقم دے کر اس پر قبضہ کر لیتی ہے یہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے چاہیے یہ کہ حکومت اپنے اخراجات منہا کرنے کے بعد مالک زمین کو ۲۵٪ رائلٹی اس وقت تک دیتی رہے جب تک اس میں تیل یا گیس کا ذخیرہ باقی رہے۔

سات زمینوں کے بارے میں اثر ابن عباس

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ والبیہقی فی الشعب وفی الاسماء والصفات عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ من الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض بنی کنبیکم وادم کادم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم

محدث ابن جریر، ابن ابی حاتم اور حاکم نے اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے شعب اور کتاب الاسماء والصفات میں ومن الارض مثلھن کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ "سات زمینیں ہیں ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل

---

[1] علامہ ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۹۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

وعیسی کعیسی قال البیهقی اسناده صحیح ولکنه شاذ ولا اعلم لابی الضحی علیه متابعا۔[1]

نبی ہے اور آدم کی مثل آدم ہے اور نوح کی مثل نوح ہے اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہے اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہے۔ بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ لیکن یہ شاذ ہے اور ابوالضحیٰ کا اس پر کوئی متابع نہیں ہے۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس کے اس قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے: هٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔[2] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے عن عطاء بن السائب عن ابی الضحی عن ابن عباس — اس سند کے ساتھ حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے۔[3]

حضرت ابن عباس کا یہ قول ہر چند کہ سنداً صحیح ہے لیکن یہ درایۃً صحیح نہیں ہے۔

اثر ابن عباس پر اشکال

حضرت ابن عباس کے اس اثر پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ہر زمین میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے کیوں کہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے۔ حالانکہ اس اثر میں یہ ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے۔

اشکال مذکور کا جواب مولانا قصوری سے

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے کہ ہر ایک کی خاتمیت اضافی ہے یعنی ان زمینوں میں جو نبی ہیں ان کی خاتمیت ان زمینوں کے اعتبار سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اس زمین میں مبعوث ہونے والے انبیاء کے اعتبار سے ہے۔

مولانا قصوری کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اضافی نہیں ہے بلکہ استغراقی ہے اور آپ کی خاتمیت قرآن مجید سے ثابت ہے اور قطعی اور یقینی ہے جبکہ اس اثر کی صحت ظنی ہے۔ اس ظنی اثر کی وجہ سے قرآن مجید میں النبیین کے عموم اور استغراق کو کم کرنا صحیح نہیں ہے۔

اشکال مذکور کا جواب شیخ نانوتوی سے

شیخ قاسم نانوتوی نے اس اشکال کے جواب میں لکھا ہے: سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۲۳۸ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۹۲ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۴۹۲، " "

بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ [1]

نیز لکھتے ہیں: غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ [2]

نیز لکھتے ہیں: اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں بالفرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا منافی خاتمیت ہے، معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ یعنی مخالف روایت ثقات ہے۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بایں معنی خاتم النبیین ہونا کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخر نبی ہیں، قطعی اور متواتر ہیں، لیکن شیخ نانوتوی نے اس عبارت میں اس معنی کو عوام کا خیال کہا ہے، نیز آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کو اپنے اختراعی معنی کے اعتبار سے جائز کہا ہے اور اس کو خاتم النبیین کے منافی نہیں قرار دیا ان وجوہات کی بنا پر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے شیخ نانوتوی کی تکفیر کر دی، اس کی تفصیل حسام الحرمین اور التبشیر بردالتحذیر میں ملاحظہ کریں۔

تحذیر الناس کی اشاعت کے بعد یہ اعتراض کیا گیا کہ مولانا قاسم نانوتوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار کر دیا ہے چنانچہ شیخ نانوتوی نے اپنے دفاع میں متعدد بار یہ لکھا کہ:

۱۔ خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳۹)

۲۔ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳)

۳۔ ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۶۹)

۴۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ۵۰)

۵۔ مولانا خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ اور تائید کی ہے تغلیط نہیں کی۔ ہاں آپ گوشہ عنایت سے دیکھتے ہی نہیں تو میں کیا کروں (الی قولہ) اوروں نے فقط خاتمیت زمانی اگر بیان کی تھی تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر کی، اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاء خاتمیت مرتبی کی بہ نسبت خاتمیت زمانی کو ذکر کر دیا یہ تو اس صورت میں ہے کہ خاتم سے خاتم المراتب ہی مراد لیجئے اور خاتم کو مطلق رکھیے تو پھر خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں اس سے اسی طرح ثابت ہو جائیں گے جس طرح آیت انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان۔ میں لفظ رجس سے نجاست معنوی اور نجاست ظاہری دونوں ثابت ہوتی ہیں۔ (مناظرہ عجیبہ ص ۳۷)

اب بجا طور پر یہ سوال ہوتا ہے کہ جب شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی

---

[1] شیخ قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ، تحذیر الناس ص ۳ مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ

[2] " " " تحذیر الناس ص ۱۳ " " " "

[3] " " " تحذیر الناس ص ۲۴ " " " "

کو تسلیم کیا ہے پھر فاضل بریلوی نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جن عبارات سے خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے (مثلاً یہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ص ۳) چونکہ شیخ نانوتوی نے ان عبارات سے رجوع نہیں کیا اور ان کو بحالہا قائم رکھا اس وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان کی تکفیر کر دی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

بَابُ قَدْرِ الطَّرِيقِ إِذَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

اختلاف کی صورت میں راستے کی مقدار

۴۰۲۷۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ قَالَ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِي الطَّرِيقِ جُعِلَ عَرْضُهُ سَبْعَ أَذْرُعٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب راستے میں تمہارا اختلاف ہو تو اس کی چوڑائی سات ہاتھ رکھ لو۔

ف: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ باہمی رضامندی سے جتنا چاہیں راستہ رکھ لیں، لیکن اگر اختلاف ہو تو پھر سات ہاتھ راستہ کی چوڑائی رکھیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الفرائض

باب ۵۲۵ وراثت کے احکام کا بیان

۴۰۲۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ وَلَا يَرِثُ الْكَافِرُ الْمُسْلِمَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے۔

۴۰۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَهُوَ النَّرْسِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفروض کو ان کے (مقرر کردہ) حصص دے دو اس کے بعد جو باقی بچے وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریب (عصبہ) ہو۔

۴۰۳۰ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفروض کو ان کے (مقرر کردہ) حصص دے دو اور ذوی الفروض جو ترکہ چھوڑیں وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریب (عصبہ) ہو۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحِقُوا الْفَرَآئِضَ بِرَجُلٍ ذَكَرٍ۔

۴۰۳۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ اِسْحَاقُ نَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ اَهْلِ الْفَرَآئِضِ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَآئِضُ فَلِاَوْلٰى رَجُلٍ ذَكَرٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذوی الفرض کے درمیان کتاب اللہ کے مطابق مال تقسیم کرو اور ذوالفروض جو مال چھوڑیں وہ اس مرد کا حصہ ہے جو میت کا سب سے قریب (عصبہ) ہو۔

۴۰۳۲۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ الْهَمْدَانِيُّ قَالَ نَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ طَاوٗسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ وَوَرْقَآءَ بْنِ الْقَاسِمِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

ذوی الفروض میت کے وہ رشتہ دار ہیں جن کے حصص قرآن مجید میں مقرر ہیں، یہ چار مرد ہیں (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) اخیافی بھائی یعنی ماں شریک بھائی، اور آٹھ عورتیں ہیں (۱) بیٹی (۲) پوتی (۳) حقیقی بہن (۴) علاتی بہن یعنی باپ شریک بہن (۵) اخیافی یعنی ماں شریک بہن (۶) بیوی (۷) ماں (۸) دادی یا نانی۔ اور جو میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں وہ عصبہ ہیں جیسے میت کا بیٹا، پوتا، بھائی اور چچا وغیرہ ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو ترکہ بچے وہ عصبہ کو مل جاتا ہے)

۴۰۳۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَرِضْتُ فَاَتَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ يَعُوْدَانِيْ مَاشِيَانِ فَاَغْمٰى عَلَيَّ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر میری عیادت کے لیے پیدل چل کر تشریف لائے اس وقت مجھ پر بے ہوشی طاری تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کر کے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا پس مجھے ہوش آگیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آیت میراث

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْءِهٖ فَاَفَقْتُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ اَقْضِيْ فِيْ مَالِيْ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا حَتّٰى نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمِيْرَاثِ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ

نازل ہو گئی یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تم کو کلالہ (کی میراث) میں حکم دیتا ہے۔

۴۰۳۴ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ عَادَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَمْشِيَانِ فَوَجَدَانِيْ لَا اَعْقِلُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ ثُمَّ رَشَّ عَلَيَّ مِنْهُ فَاَفَقْتُ فَقُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ فِيْ مَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَنَزَلَتْ يُوْصِيْكُمُ اللهُ فِيْ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر پیدل چل کر بنو سلمہ میں میری عیادت کے لیے تشریف لائے، انھوں نے مجھے بے ہوش پایا، پس آپ نے پانی منگا کر وضو فرمایا پھر مجھ پر اس پانی سے چھینٹے ڈالے جس سے مجھے ہوش آگیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اللہ تمہاری اولاد میں تمہیں (یہ) حکم دیتا ہے مرد کے لیے عورت کا دوگنا حصہ ہے۔

۴۰۳۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِيْ ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَرِيْضٌ وَمَعَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَاشِيَيْنِ فَوَجَدَنِيْ قَدْ اُغْمِيَ عَلَيَّ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَبَّ عَلَيَّ مِنْ وَضُوْءِهٖ فَاَفَقْتُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں بیمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے، آپ نے مجھے بیہوشی کے حال میں پایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور مجھ پر وضو کا بچا ہوا پانی ڈالا، جب مجھے ہوش آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے مال کو کس طرح تقسیم کروں؟ آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آیت میراث نازل ہو گئی۔

فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيَّ شَيْئًا حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ.

۴۰۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ لَا أَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ فَصَبُّوا عَلَيَّ مِنْ وَضُوئِهِ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا يَرِثُنِي كَلَالَةً فَنَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ فَقُلْتُ لِمُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ قَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں بیمار اور بے ہوش تھا، آپ نے وضو کیا اور لوگوں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی مجھ پر ڈالا، پس مجھے ہوش آ گیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرا وارث کلالہ ہوگا، پس آیت میراث نازل ہو گئی، شعبہ کہتے ہیں میں نے محمد بن منکدر سے کہا یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔ انھوں نے کہا ہاں یہی آیت نازل ہوئی تھی۔

۴۰۳۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَأَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ وَهْبِ ابْنِ جَرِيرٍ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ وَالْعَقَدِيِّ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرْضِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ قَوْلُ شُعْبَةَ لِابْنِ الْمُنْكَدِرِ.

وہب بن جریر کی سند سے مروی ہے آیت فرائض نازل ہوئی، نضر اور عقدی کی روایت ہے آیت فرض نازل ہوئی اور ان میں سے کسی کی روایت میں محمد بن منکدر سے شعبہ کا استفسار نہیں ہے۔

۴۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى وَاللَّفْظُ

معدان بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت

لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ جُمُعَةٍ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ثُمَّ قَالَ اِنِّيْ لَا اَدَعُ بَعْدِيْ شَيْئًا اَهَمَّ عِنْدِيْ مِنَ الْكَلَالَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شَيْءٍ مَّا رَاجَعْتُهٗ فِي الْكَلَالَةِ وَمَا اَغْلَظَ لِيْ فِيْ شَيْءٍ مَّا اَغْلَظَ لِيْ فِيْهِ حَتّٰى طَعَنَ بِاِصْبَعِهٖ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ يَا عُمَرُ اَلَا تَكْفِيْكَ اٰيَةُ الصَّيْفِ الَّتِيْ فِيْ اٰخِرِ سُوْرَةِ النِّسَآءِ وَاِنِّيْ اِنْ اَعِشْ اَقْضِ فِيْهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِيْ بِهَا مَنْ يَّقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَمَنْ لَّا يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ۔

ابوبکر کا ذکر کیا پھر کہا میں اپنے بعد کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑ کر جا رہا جو میرے نزدیک کلالہ سے زیادہ اہم ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق اتنا رجوع نہیں کیا جتنا کلالہ کے مسئلہ میں آپ سے رجوع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کے جواب میں مجھ پر اتنی سختی نہیں کی جتنی کلالہ کے بارے میں کی حتی کہ آپ نے اپنی انگشت مبارک میرے سینے میں چبھو کر فرمایا: اے عمر! کیا تمہارے لیے سورۂ نساء کے آخر میں آیت صیف کافی نہیں ہے؟ پھر حضرت عمر نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو میں کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کر جاؤں گا جس کے مطابق ہر شخص فیصلہ کر سکے گا خواہ وہ قرآن مجید پڑھتا ہو یا نہ پڑھتا ہو۔

۴۰۳۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

دو اور سندوں سے بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے۔

۴۰۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قرآن مجید

نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلَالَةِ۔

کی جو آخری آیت نازل ہوئی وہ یہ ہے: یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ۔

۴۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْكَلَالَةِ وَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ بَرَآءَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آخری آیت، آیت کلالہ ہے، اور آخری سورت، سورۃ براءۃ ہے

۴۰۴۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عِيْسٰى وَ هُوَ ابْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زَكَرِيَّا عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اٰخِرَ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ تَامَّةً سُوْرَةُ التَّوْبَةِ وَ اَنَّ اٰخِرَ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ اٰيَةُ الْكَلَالَةِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو پوری سورت آخر میں نازل ہوئی وہ سورۂ توبہ ہے اور آخری نازل ہونے والی آیت، آیت کلالہ ہے۔

(کلالہ اس شخص کو کہتے ہیں جو فوت ہو جائے اور اس کے والدین ہوں نہ اولاد)

۴۰۴۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى يَعْنِي ابْنَ اٰدَمَ قَالَ نَا عَمَّارٌ وَهُوَ ابْنُ رُزَيْقٍ عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اٰخِرُ سُوْرَةٍ اُنْزِلَتْ كَامِلَةً

حضرت براء بن عازب سے اس کی مثل ایک اور روایت ہے اور اس میں تامہ کی بجائے کاملہ کا لفظ ہے۔

۴۰۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِي السَّفَرِ عَنِ الْبَرَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اٰخِرُ اٰيَةٍ اُنْزِلَتْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا آخری نازل ہونے والی آیت یستفتونک ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ .

۴۰۴۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو صَفْوَانَ الْأُمَوِيُّ عَنْ يُونُسَ الْأَيْلِيِّ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتَى بِالرَّجُلِ الْمَيِّتِ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَيَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَيْنِهِ مِنْ قَضَاءٍ فَإِنْ حُدِّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى عَلَيْهِ وَإِلَّا قَالَ صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ قَالَ أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی ایسے شخص کا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو آپ پوچھتے کیا اس نے اتنا مال چھوڑا ہے جس سے قرض ادا ہو سکے؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے تو آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرما دیتے تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتوحات کے ذریعہ آپ پر کشادگی فرمائی تو آپ نے فرمایا مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ تصرف کرنے کا مجھے حق ہے پس جو شخص قرض چھوڑ کر فوت ہوا، اس کا قرض میرے ذمہ ہے اور جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

۴۰۴۶ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ هَذَا الْحَدِيثِ .

تین دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے

۴۰۴۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے روئے زمین پر جو مسلمان بھی ہے دوسرے

هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضِيَاعًا فَأَنَا مَوْلَاهُ وَأَيُّكُمْ تَرَكَ مَالًا فَإِلَى الْعَصَبَةِ مَنْ كَانَ۔

لوگوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ ولی میں ہوں تم میں سے جو شخص قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا اس کا میں کفیل ہوں اور جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہوا تو وہ اس کے وارثوں کا ہے خواہ وہ جو بھی ہوں۔

۴۰۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِالْمُؤْمِنِينَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيْعَةً فَادْعُونِي فَأَنَا وَلِيُّهُ وَأَيُّكُمْ مَا تَرَكَ مَالًا فَلْيُؤْثِرْ بِمَالِهِ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ کے مطابق دوسرے لوگوں کی بہ نسبت مسلمانوں کا زیادہ ولی میں ہوں، پس تم میں سے جو شخص قرض یا بال بچے چھوڑ کر فوت ہوا تو مجھے بلاؤ ان کا کفیل میں ہوں۔ اور جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہوا تو اس کے جو بھی ورثاء ہیں وہ اس کا مال لے لیں۔

۴۰۴۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ وَمَنْ تَرَكَ كَلًّا فَإِلَيْنَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے بال بچے چھوڑے وہ ہمارے ذمہ ہیں۔

۴۰۵۰ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا غُنْدَرٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا

شعبہ نے اسی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اور اس میں ہے اس نے جو بال بچے چھوڑے ان کا ولی میں ہوں۔

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ فَمَنْ تَرَكَ كَلًّا وَلِيَتُهٗ۔

فرائض کا لغوی معنی علامہ نووی لکھتے ہیں: فرائض فریضہ کی جمع ہے اور یہ فرض سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے تقدیر، چونکہ وراثت میں حصص مقدر اور مقرر ہوتے ہیں اس لیے ان کو فروض کہتے ہیں، اور میراث، ارث سے ماخوذ ہے، ارث کا لغوی معنی عاقبت ہے اور اصطلاح میں اس کا معنی ہے املاک کا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونا۔

مسلمان اور کافر کی ایک دوسرے کی وراثت میں مذاہب حدیث نمبر ۴۰۲۸ میں ہے "مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے نہ کافر مسلمان کا"

علامہ نووی لکھتے ہیں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے علماء کے نزدیک مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا، البتہ حضرت معاذ بن جبل، سعید بن مسیب، مسروق اور بعض فقہاء کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہو جاتا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ "الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ" اسلام غالب ہوتا ہے اور مغلوب نہیں ہوتا، اور جمہور کی دلیل یہ صحیح اور صریح حدیث ہے اور "الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ" میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں مسئلہ میراث سے تعرض نہیں کیا گیا پس اس کی وجہ سے اس صحیح اور صریح حدیث کو کس طرح ترک کیا جا سکتا ہے اور ممکن ہے ان فقہاء کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو۔

مرتد کے متعلق اجماع ہے کہ وہ مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، امام شافعی، امام مالک، ربیعہ اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ کے نزدیک مسلمان بھی مرتد کا وارث نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مال مسلمانوں کے لیے فئی ہے، امام ابوحنیفہ، اوزاعی، اسحٰق اور کوفہ کے دیگر فقہاء کا قول یہ ہے کہ مرتد کے مسلمان ورثاء اس کے وارث ہو جاتے ہیں، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور اسلاف کا یہی مسلک ہے البتہ ثوری اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ جو مال اس نے زمانہ ارتداد میں کمایا وہ مسلمانوں کا ہے اور دوسروں نے یہ کہا کہ اس کا تمام ترکہ اس کے مسلمان وارثوں کا ہے۔

کفار مثلاً یہودی اور عیسائی وغیرہ کے ایک دوسرے کے وارث ہونے کے متعلق امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکتے ہیں، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے، نیز امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ حربی اور ذمی ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے، [1]

اصحاب الفروض اور عصبات کے حصص اور ان کی ترتیب کے بیان کو ہم نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کو فرائض کی کتابوں سے ہی کما حقہ سمجھا جا سکتا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴-۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا حدیث نمبر ۴۰۳۳ میں ہے "حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جابر کی عیادت کے لیے گئے وہ بے ہوش تھے، آپ نے وضو کیا اور وضو کا پانی حضرت جابر پر ڈالا وہ ہوش میں آ گئے" علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں صالحین کی استعمال شدہ اشیاء اور آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے آثار کا ظہور ہے، اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث سے وضو کے مستعمل پانی کے طاہر ہونے پر استدلال کیا ہے، اور اس میں امام ابو یوسف کے قول کا رد ہے جو اس کو نجس کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کا بھی ایک قول نجاست کا ہے۔ لیکن اس استدلال پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جو پانی ڈالا گیا وہ مستعمل پانی نہیں تھا کیونکہ مستعمل پانی وہ ہے جو جسم سے لگ کر گرا ہو، لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ برکت اسی پانی میں تھی جو آپ کے جسم اطہر سے لگ کر گرا تھا۔ [1]

امام ابو حنیفہ نے جو یہ کہا ہے کہ وضو کا استعمال شدہ پانی نجس ہوتا ہے یہ ان کا ایک قول ہے اور اس پر فتویٰ نہیں ہے اور ان کا یہ قول العیاذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کے بارے میں نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کے خلاف ہو، کیونکہ امام ابو حنیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضلات کو طاہر قرار دیتے ہیں، علامہ عینی[2] اور علامہ ابن عابدین[3] شامی نے اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا علماء شافعیہ کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ شرح صحیح مسلم جلد اول اور جلد ثانی میں ہم اس پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔

کلالہ کی تعریف حدیث نمبر ۴۰۳۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلالہ کی تفسیر دریافت کرنے پر سختی کی، سختی کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر یا دوسرے لوگ ان تصریحات پر اکتفا کر کے استنباط اور اجتہاد کو ترک نہ کر دیں۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کلالہ کی تفسیر میں علماء کے کئی قول ہیں۔ (۱) اس میت کے وارثوں کو کلالہ کہتے ہیں جس کی اولاد ہو نہ والد۔ (۲) کلالہ اس میت کو کہتے ہیں جس کا والد ہو نہ اولاد۔ یہ تفسیر حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے منقول ہے۔ (۳) جن ورثہ میں اولاد اور والد نہ ہو ان کو کلالہ کہتے ہیں۔ (۴) مال موروث کو کلالہ کہتے ہیں۔ [4]

حدیث نمبر ۴۰۴۵ میں ہے "جس شخص نے قرض اور اولاد چھوڑی اس کا کفیل میں ہوں اور جس شخص نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے" علامہ نووی کہتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المال سے یہ قرض ادا کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خالص اپنے مال سے یہ قرض ادا کرتے تھے، جو شخص قرض چھوڑ کر فوت ہو اس کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کے قرض کو ادا کرنا بیت المال پر واجب ہے،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ،

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵

اور ایک قول یہ ہے کہ بیت المال پر واجب نہیں ہے۔ [1]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الہبات

باب ۵۲ کراھۃ شراء الانسان ما تصدق بہ ممن تصدق علیہ

صدقہ کی ہوئی چیز کو خریدنے کی کراہت

۴۰۵۱ - حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ بن قعنب قال نا مالک بن انس عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال حملت علی فرس عتیق فی سبیل اللہ فاضاعہ صاحبہ فظننت انہ بائعہ برخص فسئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال لا تبتعہ ولا تعد فی صدقتک فان العائد فی صدقتہ کالکلب یعود فی قیئہ۔

اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایک عمدہ گھوڑا اللہ کے راستے میں دے دیا، اور جس کو دیا تھا اس نے اس کو ضائع کر دیا، میں نے سوچا کہ یہ کم قیمت میں گھوڑا فروخت کر دے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں پوچھا، آپ نے فرمایا اس کو مت خریدو، اور اپنے صدقے میں رجوع نہ کرو، کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنا اس طرح ہے جیسے کتا قے کر کے کھا لیتا ہے۔

۴۰۵۲ - وحدثنیہ زھیر بن حرب قال نا عبد الرحمن یعنی ابن مھدی عن مالک بن انس بھذا الاسناد و

مالک بن انس نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: اگر وہ تم کو ایک درہم میں دے پھر بھی اس کو مت خریدو۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

زَادَ لَا تَبْتَعْهُ وَإِنْ أَعْطَاكَهُ بِدِرْهَمٍ

۴۰۵۳ - حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَوَجَدَهُ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَقَدْ أَضَاعَهُ وَكَانَ قَلِيلَ الْمَالِ فَأَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهُ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَإِنْ أُعْطِيتَهُ بِدِرْهَمٍ فَإِنَّ مَثَلَ الْعَائِدِ فِي صَدَقَتِهِ كَمَثَلِ الْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ

اسلم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں ایک گھوڑا دیا پھر انھوں نے دیکھا اس کے مالک نے اس کو ضائع کر دیا تھا، وہ شخص تنگ دست تھا حضرت عمر نے ارادہ کیا اس سے گھوڑا خرید لیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کو مت خرید و خواہ وہ تمہیں ایک درہم کا دیا جائے، کیونکہ صدقہ میں رجوع کرنے والا شخص اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے کھا لے۔

۴۰۵۴ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ وَرَوْحٍ أَتَمُّ وَأَكْثَرُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے۔

۴۰۵۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ حَمَلَ عَلَى فَرَسٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَوَجَدَهُ يُبَاعُ فَأَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَهُ فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَا تَبْتَعْهُ وَلَا تَعُدْ فِي صَدَقَتِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستہ میں ایک گھوڑا دے دیا، پھر انھوں نے وہ گھوڑا فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، انھوں نے اس کو خریدنا چاہا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا: آپ نے فرمایا اس کو مت خریدو اور اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

۴۰۵۶ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ جَمِيعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ وَحَدَّثَنَا الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح قَالَ وَثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ ثَنَا اَبِيْ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ كِلَاهُمَا عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ ۔

۴۰۵۷ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ حَمَلَ عَلٰى فَرَسٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ رَاٰهَا تُبَاعُ فَاَرَادَ اَنْ يَّشْتَرِيَهَا فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعُدْ فِيْ صَدَقَتِكَ يَا عُمَرُ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اللہ کے راستہ میں ایک گھوڑا دیا پھر دیکھا کہ وہ گھوڑا فروخت ہو رہا ہے۔ انھوں نے اس کو خریدنا چاہا اور اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اپنے صدقہ میں رجوع مت کرو۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں صدقہ کی ہوئی چیز کو خرید لینا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے، اسی طرح اپنے اختیار سے اس چیز کو ملک میں لینا مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر وہ چیز اس کو وراثت میں مل جائے یا کسی تیسرے شخص سے اس چیز کو خرید سے پھر کوئی کراہت نہیں ہے، یہ ہمارا مذہب ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے اور بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ الرُّجُوْعِ فِي الصَّدَقَةِ

صدقہ میں رجوع کی حرمت

۴۰۵۸ ۔ حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُوْسَى الرَّازِيُّ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَا اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدقہ کر کے رجوع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کتا قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کر کے اس کو کھالے۔

تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الَّذِیْ یَرْجِعُ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ یَقِیْءُ ثُمَّ یَعُوْدُ فِیْ قَیْئِهٖ فَیَاْكُلُهٗ۔

۴۰۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ اَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ یَذْكُرُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے

۴۰۶۰۔ وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا حَرْبٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهٗ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِهِمْ۔

ایک دیگر سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۶۱۔ وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِیْسٰی قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَیْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَعِیْدَ ابْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا مَثَلُ الَّذِیْ یَتَصَدَّقُ بِصَدَقَتِهٖ ثُمَّ یَعُوْدُ فِیْ صَدَقَتِهٖ كَمَثَلِ الْكَلْبِ یَقِیْءُ ثُمَّ یَاْكُلُ قَیْئَهٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدقہ کرے پھر اپنے صدقے میں رجوع کرے اس کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو قے کر کے اپنی قے کو کھا لے۔

۴۰۶۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہبہ میں رجوع کرنے

جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ تعالى عنهما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْعَائِدِ فِي قَيْئِهِ.

والا اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

۴۰۶۳- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۶۴- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ اَنَا الْمَخْزُومِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کرے۔

ہبہ کی تعریف اور اس کے احکام

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: ہبہ کا لغوی معنی ہے بلا عوض پر تفضل کرنا اور اصطلاح شرع میں کسی چیز کو بلا عوض دینا ہبہ ہے۔ ہبہ کی صحت کی شرائط یہ ہیں کہ جو چیز ہبہ کی جائے وہ مقبوض ہو، غیر منقسم اور غیر مشغول ہو، ہبہ کے دو رکن ہیں ایجاب اور قبول۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: ہبہ میں قبول بالقول بھی ہوتا ہے اور بالفعل بھی ہوتا ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: تاتارخانیہ میں ہے ہبہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور قبضہ کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی، حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی تخلیہ سے ہوتا ہے۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ طریق تخلیہ سے قبضہ کرنا بالخصوص امام محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک تخلیہ قبضہ نہیں ہے۔ [3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں کہ قبضہ پر قدرت بھی قبضہ کی مثل ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے منقل صندوق میں کپڑے ہبہ کیے

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۷۰۰، ۶۹۹ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۷، ص ۲۸۵ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[3] علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی البحر ج ۷، ص ۲۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

اور صندوق اس کو دے دیا تو یہ قبضہ نہیں ہے کیونکہ وہ قبضہ پر قادر نہیں ہے اور اگر صندوق کھلا ہوا ہو تو یہ قبضہ ہے کیونکہ وہ قبضہ کرنے پر قادر ہے۔ (قبض حکمی اور تخلیہ سے اس قسم کی صورت مراد ہے۔ سعیدی) ۔ [1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب ہبہ کیا گیا ہے اگر وہ ہبہ کے عوض کوئی چیز دے دے یا ہبہ ہی کوئی متصل زیادتی کر دے (مثلاً زمین ہبہ کی جائے اور اس میں مکان بنا دے یا درخت لگا دے) یا فریقین میں سے کوئی فوت ہو جائے یا وہ چیز موہوب کی ملک سے نکل جائے تو ان صورتوں میں ہبہ لازم ہو جاتا ہے اور اب اس سے واہب کا رجوع کرنا صحیح نہیں ہے۔ [2]

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ زوجیت بھی رجوع کرنے سے مانع ہے، شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو جو چیز ہبہ کرے اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے، البتہ نکاح سے پہلے بیوی اور جہیز کی چیزوں میں رجوع کرنا جائز ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ (رد المحتار ج ۳ ص ۵۱۸، طبع بیروت)

ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء کے نظریات

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قبضہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا حرام ہے البتہ اولاد یا اولاد در اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث سے ثابت ہے۔ بھائیوں، چچاؤں اور دیگر ذوی الارحام کو ہبہ کر کے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ امام مالک اور اوزاعی کا بھی یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ والد اور محرم کے سوا ہر واہب رجوع کر سکتا ہے۔ [3]

ہبہ سے رجوع کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ ہبہ کرنے والا اجنبی [4] کو کوئی چیز دے کر ہبہ سے رجوع کر سکتا ہے جب تک وہ چیز قائم (سلامت) ہو اور اس نے اس کے عوض کوئی چیز نہ لی ہو، سعید بن مسیب، عمر بن عبدالعزیز، قاضی شریح، اسود بن یزید، حسن بصری، نخعی اور شعبی کا بھی یہی قول ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، اور حضرت فضالہ بن عبید سے بھی یہی مروی ہے۔ اور جس حدیث میں یہ ہے "ہبہ میں رجوع کرنے والا اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے" اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس تشبیہ سے ظاہری قباحت مراد ہے، کیونکہ یہ حسن اخلاق اور مروت کے خلاف ہے اس سے شرعی قباحت مراد نہیں ہے، کیونکہ کتا حلال اور حرام کا مکلف نہیں ہے۔ پس ہبہ میں رجوع کرنے کا فعل اس طرح گھناؤنا ہے، جس طرح کتے کا قے میں رجوع کرنا گھناؤنا ہے۔ اس وجہ سے یہ فعل مکروہ (تنزیہی) ہے۔ [5]

ہبہ میں رجوع کرنے کے جواز پر احادیث

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار، ج ۴ ص ۵۰۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۸۹ مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[4] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۹-۱۴۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[5] اجنبی کی قید احترازی ہے کیونکہ ذورحم محرم اور شوہر یا بیوی کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے اور اس پر وہ قبضہ کر لے تو پھر اس ہبہ سے رجوع کرنا فقہاء احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الرجل احق بهبته مالم یثب منها۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان جب تک ہبہ کا عوض نہ لے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وعلی آله وسلم قال من وهب بهبته فهو احق بها مالم یثب منها هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی چیز ہبہ کی وہ اس کا اس وقت تک زیادہ حقدار ہے جب تک اس کا عوض نہ لے۔ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[3]

امام ابن ماجہ اور امام حاکم کی بیان کردہ روایات کو امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

نیز امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی الله عنه قال الرجل احق بهبته مالم یثب منها۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آدمی جب تک عوض نہ لے وہ اپنے ہبہ کا زیادہ حقدار ہے۔

عن سمرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا کانت الهبة لذی محرم لم یرجع فیها۔[6]

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ذی رحم محرم کو ہبہ کرے تو اس سے رجوع نہ کرے۔

یہ حدیث احناف کے اس موقف پر دلیل ہے کہ اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال من وهب هبة فارتجع بها فهو احق بها مالم یثب منها ولکنه کالکلب یعود فی قیئه۔[7]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہبہ کر کے رجوع کیا تو وہ جب تک عوض نہ لے اس کا زیادہ حقدار ہے لیکن وہ اس کتے کی طرح ہے جو اپنی قے میں رجوع کرے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۷۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۲ مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لسان المیزان ج ۱ ص ۴۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت

[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] " " " سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۴، " "

[6] " " " سنن دارقطنی ج ۳ ص ۴۴، " "

[7] " " " سنن دارقطنی ج ۳، ص ۴۴، " "

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراهيم عن عمر قال: هو احق بها مالم يثب منها او يستهلكها او يموت احدهما۔ [1]

ابراہیم کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہبہ کرنے والا، ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک وہ اس چیز کا عوض نہ دے یا وہ چیز ہلاک (ضائع) نہ ہو یا فریقین میں سے کسی کی موت نہ ہو۔

عن ابن جريج قال، كتب عمر بن عبد العزيز اذا استهلكت الهبة او ايثب منها او وهبت لذى محرم فليس له ان يرجع۔ [2]

ابن جریج کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے لکھا کہ جب ہبہ ضائع ہو جائے یا محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

ان عمر بن عبد العزيز كتب فى رجل وهب هبة لرجل، فاسترجعها صاحبها فكتب ان يرد اليه علانية كما وهبها علانية۔ [3]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا جو شخص کسی کو ہبہ کرکے اس سے واپس لے لے اس کو چاہیے کہ وہ اس سے علی الاعلان واپس لے جس طرح علی الاعلان ہبہ کیا تھا۔

عن طاءوس وعن الشعبى قالا فى الهبة: اذا استهلكت فلا رجوع فيها۔ [4]

طاؤس اور شعبی ہبہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب کوئی چیز ہلاک ہو جائے تو اس میں رجوع کرنا جائز نہیں ہے۔

جمہور کی دلیل کا جواب

جمہور کا استدلال امام ابو داؤد کی اس روایت سے ہے:

عَنِ ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا يحل لرجل ان يعطى هبة فيرجع فيها الا الوالد فيما يعطى ولده ومثل الذى يعطى العطية ثم يرجع فيها كمثل الكلب ياكل فاذا شبع قاء ثم عاد فى قيئه۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ہبہ کرکے اس میں رجوع کرے اور نہ والد اولاد سے رجوع کرے اور جو شخص کوئی عطیہ دے پھر اس میں رجوع کرے وہ اس کتے کی طرح ہے جو کھائے اور جب سیر ہو جائے تو قے کرے پھر اپنی قے میں رجوع کرے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: امام طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حل تحریم کو مستلزم نہیں اور یہ اس طرح ہے جیسے حدیث میں ہے لا تحل الصدقة۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غنی کے لیے صدقہ اس

---

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۷، ص ۴۹-۴۸، " " " "

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[4] " " " ، المصنف ج ۹ ص ۱۱۲، " " " "

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۴۳، مکتبہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طرح حلال نہیں ہے جس طرح غیر غنی کے لیے بغیر حاجت کے صدقہ حلال ہوتا ہے اور حدیث میں اس سے کراہت کی تغلیظ مراد ہے اور کتے سے تشبیہ دینا بھی کراہت کو مستلزم ہے کیونکہ کتا حلال اور حرام کا مکلف نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۵۲۸ كَرَاهِيَةِ تَفْضِيلِ بَعْضِ الْأَوْلَادِ فِي الْهِبَةِ

بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دینے کی کراہت

۴۰۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ يُحَدِّثَانِهِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَبَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَتَى بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا كَانَ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ هٰذَا فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْجِعْهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: "میں نے اپنے اس لڑکے کو اپنا ایک غلام ہبہ کیا ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: "کیا تم نے اپنے ہر لڑکے کو ایسا غلام ہبہ کیا ہے؟" انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: پھر اس سے بھی واپس لے لو۔

۴۰۶۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ أَتَى بِي أَبِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَحَلْتُ ابْنِي هٰذَا غُلَامًا فَقَالَ أَكُلَّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر گئے اور عرض کیا، میں نے اپنے اس لڑکے کو ایک غلام ہبہ کیا ہے، آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو غلام ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا: پھر اس کو بھی واپس لے لو۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] (حاشیہ صفحہ سابقہ) یہاں الاولاد کے معنی میں ہے جیسا کہ علامہ سرخسی نے بیان کیا ہے اس کی تفصیل باب: ۵۱۸ کی شرح میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی۔

بَنِيكَ نَحَلْتَ قَالَ لَا قَالَ فَارْدُدْهُ۔

۴۰۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا يُونُسُ وَمَعْمَرٌ فَفِي حَدِيثِهِمَا أَكُلَّ بَنِيكَ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَابْنِ عُيَيْنَةَ أَكُلَّ وَلَدِكَ وَفِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ وَحُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ بَشِيرًا جَاءَ بِالنُّعْمَانِ۔

چار مختلف سندوں سے یہ روایت منقول ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت بشیر رضی اللہ عنہ نعمان (رضی اللہ عنہ) کو لے کر گئے۔

۴۰۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ قَالَ وَقَدْ أَعْطَاهُ أَبُوهُ غُلَامًا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْغُلَامُ قَالَ أَعْطَانِيهِ أَبِي قَالَ فَكُلَّ إِخْوَتِهِ أَعْطَيْتَهُ كَمَا أَعْطَيْتَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَرُدَّهُ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے انھیں ایک غلام ہبہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ غلام کیسا ہے؟ انھوں نے کہا میرے والد نے مجھے عطا کیا ہے، آپ نے (ان کے والد سے) فرمایا: کیا تم نے اس کے تمام بھائیوں کو ایسا غلام عطا کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر اس کو واپس لے لو۔

۴۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اپنا کچھ مال دیا، میری ماں حضرت عمرہ بنت رواحہ نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ

بَشِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ تَصَدَّقَ عَلَيَّ أَبِي بِبَعْضِ مَالِهِ فَقَالَتْ أُمِّي عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ أَبِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهُ عَلَى صَدَقَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَعَلْتَ هَذَا بِوَلَدِكَ كُلِّهِمْ فَقَالَ لَا قَالَ اتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا فِي أَوْلَادِكُمْ فَرَجَعَ أَبِي فَرَدَّ تِلْكَ الصَّدَقَةَ.

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ کرو۔ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے تاکہ وہ آپ کو مجھے دیے ہوئے صدقہ پر گواہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بیٹوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو! اور اپنی اولاد میں انصاف کرو، میرے باپ واپس لوٹ گئے اور وہ صدقہ واپس لے لیا۔

۴۰۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ أَنَّ أُمَّهُ بِنْتَ رَوَاحَةَ سَأَلَتْ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهِبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً ثُمَّ بَدَا لَهُ فَقَالَتْ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا وَهَبْتَ لِابْنِي فَأَخَذَ أَبِي بِيَدِي وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ هَذَا بِنْتَ رَوَاحَةَ أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا فَقَالَ رَسُولُ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ حضرت بنت رواحہ نے ان کے والد سے درخواست کی کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے بیٹے (حضرت نعمان) کو ہبہ کر دیں، میرے والد نے ایک سال تک یہ معاملہ ملتوی رکھا، پھر انھیں اس کا خیال آیا، میری والدہ نے کہا میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گی جب تک کہ تم میرے بیٹے کے ہبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ نہ کر لو، میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ اس وقت میں نو عمر لڑکا تھا، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی ماں بنت رواحہ یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ کو اس چیز پر گواہ کر لوں جو میں نے اپنے اس لڑکے کو ہبہ کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: کیا تم نے سب کو اس کی مثل دی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں ظلم کے حق میں گواہی نہیں دوں گا۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَشِيْرُ اَلَكَ وَلَدٌ سِوٰى هٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَكُلَّهُمْ وَهَبْتَ لَهٗ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا تُشْهِدْنِيْ اِذًا فَاِنِّيْ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ۔

۴۰۷۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَكَ بَنُوْنَ سِوَاهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكُلَّهُمْ اَعْطَيْتَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَلَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے بیٹے ہیں؟ انھوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا کیا تم نے سب کو اس کی طرح ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں ظلم کے حق میں گواہی نہیں دوں گا۔

۴۰۷۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَبِيْهِ لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا: مجھے ظلم کے حق میں گواہ مت بناؤ۔

۴۰۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ وَعَبْدُ الْاَعْلٰى ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَيَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوْبَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ انْطَلَقَ بِيْ اَبِيْ يَحْمِلُنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُشْهِدُ اَنِّيْ قَدْ نَحَلْتُ النُّعْمَانَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیں کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو اپنے مال سے یہ یہ چیز دی ہے، آپ نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اتنا دیا ہے جتنا نعمان کو دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ! آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں تمہاری سب اولاد برابر ہو؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر ایسا مت کرو۔

كَذَا وَكَذَا مِنْ مَالِي فَقَالَ أَكُلَّ بَنِيكَ قَدْ نَحَلْتَ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ النُّعْمَانَ قَالَ لَا قَالَ فَاشْهَدْ عَلَى هٰذَا غَيْرِي ثُمَّ قَالَ أَيَسُرُّكَ أَنْ يَكُونُوا إِلَيْكَ فِي الْبِرِّ سَوَاءً قَالَ بَلَى قَالَ فَلَا إِذًا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے کچھ ہبہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کرنے کے لیے مجھے آپ کے پاس لے گئے، آپ نے فرمایا کیا تم نے اپنے ہر بیٹے کو اتنا ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم ان سے بھی ایسی نیکی (کا سلوک) نہیں چاہتے جس طرح اس سے نیکی (کا سلوک) چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا پھر میں اس پر گواہی نہیں دوں گا، (راوی) ابن عون کہتے ہیں میں نے محمد کو یہ حدیث بیان کی انھوں نے کہا مجھے یہ حدیث اس طرح پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے تمام بیٹوں کو یکساں دو۔

۴۰۷۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَ نَا أَزْهَرُ قَالَ نَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ نَحَلَنِي أَبِي نَحْلًا ثُمَّ أَتَى بِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُشْهِدَهُ فَقَالَ أَكُلَّ وَلَدِكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ أَلَيْسَ تُرِيدُ مِنْهُمُ الْبِرَّ مِثْلَ مَا تُرِيدُ مِنْ ذَا قَالَ بَلَى قَالَ فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ فَحَدَّثْتُ بِهِ مُحَمَّدًا فَقَالَ إِنَّمَا حُدِّثْتُ أَنَّهُ قَالَ فَارِبُوا بَيْنَ أَبْنَائِكُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بشیر کی زوجہ نے کہا اپنے اس بیٹے کو اپنا غلام دے دو اور (اس پر) میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بناؤ، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا بنت فلاں نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں اس کے بیٹے کو اپنا غلام دے دوں، اور کہا کہ میرے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ کر لو! آپ نے پوچھا: کیا اس کے بھائی ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اتنا دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر یہ ٹھیک نہیں ہے، اور میں حق کے سوا اور کسی چیز پر گواہی نہیں دیتا۔

۴۰۷۵۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَتِ امْرَأَةُ بَشِيرٍ انْحَلِ ابْنِي غُلَامَكَ وَأَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ ابْنَةَ فُلَانٍ سَأَلَتْنِي أَنْ أَنْحَلَ ابْنَهَا غُلَامِي وَقَالَتْ أَشْهِدْ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَهُ إِخْوَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ

أَفَكُلَّهُمْ أَعْطَيْتَ مِثْلَ مَا أَعْطَيْتَهُ
قَالَ لَا قَالَ فَلَيْسَ يَصْلُحُ هٰذَا وَإِنِّي

حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کی مختلف روایتوں میں تطبیق

اس باب کی احادیث میں حضرت نعمان بن بشیر کو غلام ہبہ کرنے کا ذکر ہے۔ اور بعض روایات میں باغ ہبہ کرنے کا ذکر ہے، علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ امام ابن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت نعمان نے کوفہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میرے والد حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام نعمان رکھا ہے اور عمرہ بنت رواحہ نے کہا ہے کہ میں اس وقت تک اس کی پرورش نہیں کروں گی جب تک کہ تم اپنے اچھے اموال میں سے ایک باغ اس کو ہبہ نہیں کر دو گے اور اس نے کہا ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کر لو اور اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا۔ امام ابن حبان نے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ باغ ہبہ کرنے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب حضرت نعمان کی ولادت ہوئی تھی اور غلام ہبہ کرنے کا واقعہ اس کے بعد کا ہے جب وہ بڑے ہو گئے تھے، حافظ ابن حجر نے اس توجیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد اس حکم کو کس طرح بھول سکتے تھے جبکہ یہ ایک اہم حکم تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا تو وہ دوبارہ کیسے حضور کو ایسے ہی ہبہ پر گواہ بنانے کے لیے گئے تھے۔ علامہ عینی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ حضرت بشیر بن سعد کا بھول جانا اس قدر مستبعد نہیں ہے کیونکہ انسان پر دنیا اور آخرت کے افکار غالب رہتے ہیں اور وہ بہر حال نسیان سے مرکب ہے اور بھول جاتا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے حضرت عمرہ بنت رواحہ کے مطالبہ پر حضرت بشیر بن سعد نے باغ ہبہ کیا ہو، پھر اس سے رجوع کر لیا ہو، حضرت عمرہ دوبارہ ہبہ کرنے کا مطالبہ کرتی رہیں اور حضرت بشیر سال دو سال ٹالتے رہے بالآخر جب حضرت نعمان کچھ بڑے ہوئے تو انھوں نے باغ کے بدلے غلام ہبہ کر دیا، حضرت عمرہ کو خدشہ تھا کہ کہیں پھر یہ ہبہ سے رجوع نہ کر لیں اس لیے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ کر لو، لیکن راویوں نے اس قصہ کو گڈمڈ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کے ارشاد "میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا" کو دونوں مواقع پر ذکر کر دیا۔ [2]

اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ ہبہ کرنے میں اولاد کے درمیان مساوات کرنی چاہیے، اور کسی کو دوسرے سے زیادہ نہیں دینا چاہیے اور ہمارے

---

[1] ۔ حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳، ص ۱۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

بعض اصحاب (شافعیہ) نے یہ کہا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا حصہ دینا چاہیے، اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ برابر برابر دینا چاہیے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے، اور اگر کسی نے بعض اولاد کو بعض سے زیادہ دے دیا تو امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا یہ نظریہ ہے کہ یہ مکروہ (تنزیہی) ہے حرام نہیں ہے، لیکن ہبہ صحیح ہے، اور طاؤس، عروہ، مجاہد، ثوری، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حرام ہے اور ان کی دلیل وہ روایت ہے جس میں ہے

لا اشهد على جور "میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا" اور امام شافعی اور جمہور کا استدلال اس روایت سے ہے

فاشهد على هذا غيري "اس معاملے پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو" اگر یہ ہبہ حرام یا باطل ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ فرماتے، امام احمد وغیرہ اس روایت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر اور تہدید کے اس طرح فرمایا تھا، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ زجر اور تہدید شارع علیہ السلام کے کلام میں اصل کے خلاف ہے، شارع علیہ السلام کے کلام میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے ورنہ استحباب کے لیے ہوتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ اباحت ہے[1]

اولاد کو مساوات سے ہبہ کرنے کے بارے میں مذہب احناف

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام احمد سے کئی روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اگر بعض کو بعض سے زیادہ دیا تو ہبہ باطل ہے، دوسری روایت یہ ہے کہ ہبہ صحیح ہے اور ہبہ کرنے والے پر اس ہبہ سے رجوع کرنا واجب ہے، تیسری روایت یہ ہے کہ اگر اولاد میں کسی کو زیادہ احتیاج ہو مثلاً وہ معذور ہو تو اس کو زیادہ دینا جائز ہے۔

امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ بعض کو زیادہ دے کر دوسروں کو ضرر پہنچانے کا قصد کرے تو پھر مساوات واجب ہے، اور جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ مساوات مستحب ہے اور بعض کو زیادہ دینا مکروہ تنزیہی ہے اور حدیث میں مساوات کا امر استحباب پر اور زیادتی سے ممانعت تنزیہ پر محمول ہے۔

مساوات کی تفصیل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی، امام احمد، اسحاق اور بعض مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ عدل یہ ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دگنا دیا جائے، اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مذکر اور مؤنث کا فرق نہ کیا جائے اور حدیث میں جو مساوات کا حکم ہے اس سے ان کی تائید ہوتی ہے، نیز امام سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے "سووا بين اولادكم في العطية فلو كنت مفضلا احدا لفضلت النساء" "اپنی اولاد کو مساوات سے ہبہ کرو اگر میں کسی کو زیادہ دیتا تو عورتوں کو زیادہ دیتا"

علامہ بدرالدین عینی نے جمہور کے موقف پر امام طحاوی اور دیگر محدثین کی طرف سے دلائل پیش کیے ہیں جن میں سے اکثر پر اعتراضات ہوتے ہیں، قوی دلیل وہ ہے جس کو علامہ نووی نے پیش کیا کہ حضور نے فرمایا "اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو"، نیز اس پر اجماع ہے کہ انسان اپنی تمام جائیداد اولاد کے علاوہ جس کو جتنا چاہے دے سکتا ہے، اس لیے اولاد میں بھی بعض کو زیادہ دے سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کو غابہ کی زمین سے بیس وسق دیے اور دوسروں کو نہیں دیے اور حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنی صاحبزادی کو چار ہزار درہم دیے،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حالانکہ ان کی اور اولاد بھی تھی اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اولاد میں مساوات سے تقسیم کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ [1]

اولاد اور دیگر محارم کو ہبہ کے بعد رجوع کرنے کے عدم جواز کی تحقیق

علامہ سرخسی لکھتے ہیں: جب والد اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو ہمارے نزدیک وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتا، امام شافعی کہتے ہیں والد اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یرجع الواھب فی ھبتہ الا الوالد فیما یھب لولدہ" کوئی شخص ہبہ کر کے رجوع نہ کرے سوا والد کے جو اپنی اولاد کو ہبہ کرتا ہے"، علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ الا کا لفظ ولا کے معنی میں ہے یعنی اور نہ والد اپنی اولاد کو ہبہ کر کے رجوع کرے۔ قرآن مجید میں الا الذین ظلموا منھم ہے یعنی ولا الذین ظلموا منھم، امام شافعی کی دوسری دلیل یہ باب مذکور کی حدیث ہے اور اس میں والد کے ہبہ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجوع کا حکم دیا ہے، علامہ سرخسی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر اس وقت بالغ تھے اور انھوں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا اور جب تک قبضہ نہ ہو رجوع کیا جا سکتا ہے، اور اگر وہ نابالغ تھے تو یہ ہبہ نہیں تھا وصیت تھی، اس لیے اس میں مساوات کا حکم دیا اور اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے کہا فرجع ابی فی وصیتہ "میرے والد نے اپنی وصیت میں رجوع کر لیا"۔

شمس الائمہ نے احناف کے موقف پر اس حدیث کو بیان کیا ہے:۔

عن عطاء ومجاھد عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من وھب ھبۃ لذی محرم فقبضھا فلیس لہ ان یرجع فیھا ومن وھب ھبۃ لغیر ذی رحم فلہ ان یرجع فیھا مالم یثب منھا۔

عطاء اور مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے محرم کو ہبہ کیا اور اس نے ہبہ پر قبضہ کر لیا تو اس سے اس کا رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور جس نے غیر محرم کو ہبہ کیا وہ اس سے اس وقت تک رجوع کر سکتا ہے جب تک اس کا عوض نہ لیا ہو۔

(مبسوط ج ۱۲ ص ۴۹)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں ہماری دلیل حضرت عمر کی یہ حدیث ہے اور وہ ان دونوں مسئلوں میں ہمارے امام ہیں اور جب ذو رحم محرم کے لیے ہبہ عقد اور ملکیت کے لحاظ سے مکمل ہو جائے تو وہ اس سے رجوع کرنے کا مالک نہیں ہے، جیسا کہ جب بیٹا، باپ کو ہبہ کر دے یا بھائی، بھائی کو ہبہ کر دے، کیونکہ مقصود صلہ رحم ہے نہ کہ قطع رحم اور جب باپ بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع کرے گا تو اس میں بھی رحم کو منقطع کرنا ہے، کیونکہ جب باپ بیٹے کو ہبہ کر کے رجوع کرے گا تو یہ رجوع بیٹے کو باپ کی نافرمانی پر برانگیختہ کرے گا حالانکہ بیٹے کو باپ کے ساتھ نیکی اور اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ [2]

باب نمبر ۵۲ میں ہم سنن دارقطنی (ج ۳ ص ۴۴) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۷-۱۴۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۵۶، ۵۴، ملخصاً وموضحاً مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب ذورحم محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع نہ کیا جائے" اور مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۷، ص ۴۹) میں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھوایا جب ذورحم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع جائز نہیں ہے نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب قال: من وھب ھبۃ لغیرذی رحم فلہ ان یرجع مالم یثب منہ [1]

سعید بن مسیب نے کہا جو شخص غیر محرم کو ہبہ کرے وہ جب تک ہبہ کا عوض نہ لے اس سے رجوع کر سکتا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر محرم کو ہبہ کیا جائے تو اس سے رجوع جائز نہیں ہے اور تائید کے درجہ میں مفہوم مخالف سے استدلال جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح اور فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن مسیب کے اقوال سے یہ ثابت ہے کہ محرم کو ہبہ کرنے کے بعد رجوع کرنا جائز نہیں ہے اور یہی احناف کرہم اللہ کا مسلک ہے۔

بَابُ الْعُمْرٰی ۵۲۹ — عمریٰ (تاحیات ہبہ) کا بیان

۴۰۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَاِنَّهَا لِلَّذِيْ اُعْطِيَهَا لَا تَرْجِعُ اِلَى الَّذِيْ اَعْطَاهَا لِاَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی سو یہ چیز اسی کے لیے ہے جس کو دی گئی ہے وہ چیز دینے والے کی طرف نہیں لوٹے گی کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوگی۔

۴۰۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَنَا اللَّيْثُ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی تو اس کے قول نے اس چیز میں اس کے حق کو ختم کر دیا اب وہ چیز اس کی ہے جس کو تاحیات دی گئی ہے اور اس کے وارثوں کی ہے،

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن احمد شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ اَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَقَدْ قَطَعَ قَوْلُهٗ حَقَّهٗ فِيْهَا وَهِيَ لِمَنْ اُعْمِرَ وَلِعَقِبِهٖ غَيْرَ اَنَّ يَحْيٰى قَالَ فِيْ اَوَّلِ حَدِيْثِهٖ اَيُّمَا رَجُلٍ اُعْمِرَ عُمْرَى فَهِيَ لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ۔

اور یحییٰ کی روایت میں اس طرح ہے جس شخص نے کسی شخص کو تاحیات کوئی چیز دی وہ چیز اس کی اور اس کے وارثوں کی ہے۔

۴۰۷۸۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ شِهَابٍ عَنِ الْعُمْرٰى وَسُنَّتِهَا عَنْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَيُّمَا رَجُلٍ اَعْمَرَ رَجُلًا عُمْرٰى لَهٗ وَلِعَقِبِهٖ فَقَالَ لَهٗ قَدْ اَعْطَيْتُكَهَا وَعَقِبَكَ مَا بَقِيَ مِنْكُمْ اَحَدٌ فَاِنَّمَا لِمَنْ اُعْطِيَهَا فَاِنَّهَا لَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ اَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيْهِ الْمَوَارِيْثُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی، اور اس سے کہا کہ "میں نے تم کو اور تمہارے وارثوں کو اس وقت تک کے لیے یہ چیز دی ہے جب تک تم میں سے کوئی باقی رہے"، سو یہ چیز اسی کی ہو جائے گی، جس کو دی گئی ہے اور چیز کے مالک کی طرف نہیں لوٹے گی، کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہو جائے گی۔

۴۰۷۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ قَالَا اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّمَا الْعُمْرٰى الَّتِيْ اَجَازَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقُوْلَ هِيَ لَكَ وَلِعَقِبِكَ فَاَمَّا اِذَا قَالَ هِيَ لَكَ مَا عِشْتَ فَاِنَّهَا تَرْجِعُ اِلٰى صَاحِبِهَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں وہ عمری (تاحیات ہبہ) جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز کہا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے "یہ چیز تمہارے لیے ہے اور تمہارے وارثوں کے لیے ہے"، لیکن جب وہ یہ کہے "جب تک تم زندہ رہو یہ چیز تمہاری ہے" تو یہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی، معمر نے کہا زہری اسی قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

قَالَ مَعْمَرٌ وَ كَانَ الزُّهْرِيُّ يُفْتِي بِهِ.

۴۰۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيمَنْ أُعْمِرَ عُمْرٰى لَهُ وَلِعَقِبِهِ فَهِيَ لَهُ بَتْلَةٌ لَا يَجُوزُ لِلْمُعْطِي فِيهَا شَرْطٌ وَلَا ثُنْيَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ لِأَنَّهُ أَعْطٰى عَطَاءً وَقَعَتْ فِيهِ الْمَوَارِيثُ فَقَطَعَتِ الْمَوَارِيثُ شَرْطَهُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو اور اس کے وارثوں کو تاحیات کوئی چیز دی گئی وہ قطعی طور پر اس کی ہے، دینے والے کے لیے اس میں کوئی شرط لگانا جائز ہے نہ استثناء کرنا، ابوسلمہ نے کہا کیونکہ اس نے ایسی چیز دی ہے جس میں وراثت جاری ہوتی ہے اور وراثت نے شرط منقطع کر دی۔

۴۰۸۱ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعُمْرٰى لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری (تاحیات ہبہ) اس کے لیے ہے جس کے لیے ہبہ کیا گیا۔

۴۰۸۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ مثل سابق روایت ہے۔

۴۰۸۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ عَنْ جَابِرٍ يَرْفَعُهٗ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ وَلَا تُفْسِدُوْهَا فَاِنَّهٗ مَنْ اَعْمَرَ عُمْرٰى فَهِيَ لِلَّذِيْ اُعْمِرَهَا حَيًّا وَّمَيِّتًا وَّلِعَقِبِهٖ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، روک کر رکھو، اور ان کو فاسد نہ کرو کیونکہ جس نے تاحیات ہبہ کیا ہو یہ اس کا اور اس کے وارثوں کا ہے جس کو ہبہ کیا گیا خواہ وہ زندہ رہے یا مر جائے۔

۴۰۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ عُثْمَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ وَكِيْعٍ عَنْ سُفْيَانَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ عَنْ اَيُّوْبَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ خَيْثَمَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ مِنَ الزِّيَادَةِ قَالَ جَعَلَ الْاَنْصَارُ يَعْمُرُوْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكُوْا عَلَيْكُمْ اَمْوَالَكُمْ

حضرت جابر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی ہے، اور ایک سند سے یہ الفاظ زیادہ مروی ہیں کہ انصار مہاجرین کو تاحیات ہبہ کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموال اپنے پاس رکھو۔

۴۰۸۵ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک عورت نے مدینہ میں اپنے بیٹے کو ایک باغ تاحیات دیا، پھر وہ بیٹا بھی فوت ہو گیا اور وہ عورت بھی فوت ہو

قَالَ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اَعْمَرَتْ اِمْرَاَۃٌ بِالْمَدِیْنَۃِ حَائِطًا لَّھَا اِبْنًا لَھَا ثُمَّ تُوُفِّیَ وَتُوُفِّیَتْ بَعْدَہٗ وَتَرَکَ وَلَدًا وَّلَہٗ اِخْوَۃٌ بَنُوْنَ لِلْمُعْمَرَۃِ فَقَالَ وَلَدُ الْمُعْمَرَۃِ رَجَعَ الْحَائِطُ اِلَیْنَا وَقَالَ بَنُو الْمُعْمَرِ بَلْ کَانَ لِاَبِیْنَا حَیَاتَہٗ وَمَوْتَہٗ فَاخْتَصَمُوْا اِلٰی طَارِقٍ مَوْلٰی عُثْمَانَ فَدَعَا جَابِرًا فَشَھِدَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرٰی لِصَاحِبِھَا فَقَضٰی بِذٰلِکَ طَارِقٌ ثُمَّ کَتَبَ اِلٰی عَبْدِ الْمَلِکِ فَاَخْبَرَہٗ بِذٰلِکَ وَاَخْبَرَہٗ بِشَھَادَۃِ جَابِرٍ فَقَالَ عَبْدُ الْمَلِکِ صَدَقَ جَابِرٌ فَاَمْضٰی ذٰلِکَ طَارِقٌ فَاِنَّ ذٰلِکَ الْحَائِطَ لِبَنِی الْمُعْمَرِ حَتَّی الْیَوْمِ

گئی، اس بیٹے کی اولاد تھی اور اس کے بھائی بھی تھے جو عمری (تاحیات ہبہ) کرنے والی کے بیٹے تھے، اس عورت کی اولاد نے کہا یہ باغ ہمارے پاس پھر لوٹ آیا، اور اس لڑکے (جس کو ہبہ کیا گیا تھا) کے بیٹوں نے کہا، نہیں یہ باغ ہمارے باپ کا تھا اس کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی، پھر انھوں نے حضرت عثمان کے آزاد شدہ غلام طارق کے پاس یہ مقدمہ پیش کیا، انھوں نے حضرت جابر کو بلایا اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گواہی دیتے ہوئے کہا کہ یہ باغ اس کا ہے جس کو تاحیات ہبہ کیا گیا، طارق نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا، پھر عبدالملک کو لکھ کر اس کی خبر دی، اور حضرت جابر کی گواہی کی خبر دی۔ عبدالملک نے کہا، حضرت جابر نے سچ فرمایا، اور یہ باغ آج تک اس لڑکے کی اولاد کے پاس ہے۔

۴۰۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَکْرٍ قَالَ اِسْحَاقُ اَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ اَنَّ طَارِقًا قَضٰی بِالْعُمْرٰی لِلْوَارِثِ لِقَوْلِ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ طارق نے عمری (تاحیات ہبہ) کا وارث کے حق میں فیصلہ کیا کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے تھے۔

۴۰۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَۃَ یُحَدِّثُ عَنْ عَطَآءٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے۔

عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ۔

۴۰۸۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْعُمْرٰى مِيرَاثٌ لِاَهْلِهَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری اس کی میراث ہے جس کو دیا گیا۔

۴۰۸۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ ابْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرٰى جَائِزَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمری جائز ہے۔

۴۰۹۰- وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ مِيرَاثٌ لِاَهْلِهَا اَوْ قَالَ جَائِزَةٌ۔

اسی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت ہے کہ عمری اس کی میراث ہے جس کو دیا گیا، یا کہا جائز ہے۔

عُمریٰ کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں جو چیز تم کو تاحیات دی جائے وہ عمریٰ ہے، ثعلب نے عمریٰ کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا کوئی شخص اپنے بھائی کو مکان دے اور یہ کہے کہ یہ مکان تمہارے لیے تاحیات ہے اور جب وہ مر گیا تو وہ مکان دینے والے کی طرف لوٹ جائے گا اور عمریٰ رُجعیٰ کی طرح مصدر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باطل کر دیا، اور یہ فرمایا کہ جس شخص نے عمریٰ یا رُقبیٰ کیا وہ اسی کے پاس تاحیات رہے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گا، ابن اثیر نے کہا کہ اس میں روایات متفق ہیں، اور فقہا کا اس میں اختلاف ہے، بعض فقہا ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور عمریٰ کو تملیک قرار دیتے ہیں، اور بعض احادیث کی تاویل کر کے عمریٰ کو عاریت قرار دیتے ہیں، عمریٰ اصل میں عمر سے ماخوذ ہے اور رقبیٰ مراقبہ سے (یعنی انتظار۔ رقبیٰ یہ ہے کہ اگر میں پہلے مر گیا تو اس کے تم مالک ہو اور اگر تم پہلے مر گئے تو میں مالک ہوں گا۔ اور ہر ایک دوسرے

کی موت کا انتظار کرتا ہے۔ سعیدی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شرطوں کو باطل کر کے ہبہ کو نافذ کر دیا اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ جس شخص نے ہبہ کیا اور اس میں کوئی شرط لگائی تو شرط باطل ہوگی اور ہبہ صحیح ہوگا۔ صحاح میں ہے کہ عمریٰ تاحیات ہبہ ہے۔ [1]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: عمریٰ کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت: ایک شخص یہ کہے کہ میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا جب تم فوت ہو جاؤ گے تو یہ مکان تمہارے وارثوں کا ہوگا۔ یہ عمریٰ بالاتفاق صحیح ہے اور عمریٰ کے بعد معمرلہ (موہوب لہٗ) اس مکان کا مالک ہو جائے گا اور اس کی موت کے بعد اس کے وارث مالک ہوں گے، اور اگر اس کے وارث نہ ہوں تو اس کی ملکیت بیت المال کی طرف منتقل ہو جائے گی، امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

دوسری صورت: عمریٰ کرنے والا صرف یہ کہے میں نے تمام عمر کے لیے تم کو یہ مکان دے دیا اور یہ نہ کہے کہ تمہاری موت کے بعد یہ تمہارے وارثوں کا ہے، امام شافعی کے اس عقد کی صحت کے بارے میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول جدید ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلی صورت کا حکم ہے اور دوسرا قول قدیم ہے کہ یہ عقد باطل ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا کہ قول قدیم یہ ہے کہ معمرلہ کے مرنے کے بعد وہ مکان واہب یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا اور عمریٰ کو عاریت قرار دیا ہے۔

تیسری صورت: عمریٰ کرنے والا کہے: میں نے تم کو تمام عمر کے لیے یہ مکان دیا ہے اور تمہاری موت کے بعد یہ میرے پاس آجائے گا اور اگر میں مر گیا تو میرے وارثوں کے پاس لوٹ آئے گا، اس عقد کی صحت میں ہمارے فقہاء کا اختلاف ہے، اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ عقد صحیح ہے اور اس کا حکم بھی پہلی صورت کا حکم ہے، یعنی ہبہ صحیح ہے اور موت کے بعد واپسی کی شرط باطل ہے اور اس کی دلیل وہ احادیث صحیحہ ہیں جن میں ہے کہ عمریٰ صحیح ہے، علامہ یہ ہے کہ تینوں صورتوں میں یہ عقد صحیح ہے اور موہوب لہٗ اس چیز کا مالک ہو جاتا ہے اور اس میں اس کے تمام تصرفات مثلاً بیع وغیرہ صحیح ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ عمریٰ مطلقہ صحیح ہے اور جس میں شرط ہو وہ باطل ہے اور امام مالک کی مشہور روایت یہ ہے کہ عمریٰ عاریت ہے، معمرلہٗ اس چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے، اور کسی صورت میں اس چیز کا مالک نہیں ہوتا، اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ عمریٰ تمام صورتوں میں صحیح ہے ان کا قول ہماری طرح ہے، ثوری، حسن بن صالح اور ابوعبیدہ کا بھی یہی موقف ہے اور یہ احادیث صحیحہ ان کی دلیل ہیں۔ [2]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا موقف

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے فرمایا کہ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ عمریٰ کرنے والا یوں کہے کہ میں نے تم کو یہ مکان مدت عمر کے لیے دیا پھر تمہارے وارثوں کا ہے یا کہے میں نے مدت عمر کے لیے تم کو یہ مکان دیا اور قید نہ لگائے ان تمام صورتوں میں امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ لینے والے یا اس کے ورثاء کی موت کے بعد وہ مکان دینے والے یا اس

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۴۲۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ مسلمانوں کی لگائی ہوئی شرائط کا اعتبار ہوتا ہے اور اس لفظ کا لغوی مدلول بھی یہی ہے۔

عمریٰ کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں جب عمری کرنے والا اس کو مطلق رکھے تو یہ معمرلہ اور اس کے ورثاء کی ملکیت ہے، کیونکہ یہ کسی چیز کی تملیک ہے اور ہبہ کے مشابہ ہے، اور اگر اس نے یہ شرط لگائی جب تم مر گئے تو یہ چیز میری ہو جائے گی اس کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت: عقد اور شرط دونوں صحیح ہیں اور جب معمرلہ مر جائے گا تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی، قاسم بن محمد، زید بن قسیط، زہری، امام مالک، ابو سلمہ بن عبدالرحمن، ابوثور، داؤد ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عمری کو جائز کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہے یہ چیز تمہاری اور تمہارے ورثاء کی ہے، لیکن جب اس نے کہا یہ اس وقت تک تمہاری ہے جب تک تم زندہ رہے تو وہ چیز دینے والے کی طرف لوٹ جائے گی۔ اور قاسم بن محمد نے کہا لوگوں سے معاملات ان کی شرائط کے مطابق ہوتے ہیں۔

دوسری روایت: عقد صحیح ہے اور شرط باطل ہے اور وہ چیز معمرلہ کے بعد اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی، یہ امام شافعی کا قول جدید ہے، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، اور یہی ظاہر مذہب ہے جس کی امام احمد نے تصریح کی ہے، کیونکہ روایات صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا رقبی فمن ارقب شیئا فھولہ فی حیاتہ و موتہ۔ "رقبی نہیں ہے! جس نے کسی چیز کو رقبی کیا تو وہ زندگی میں اور موت کے بعد لینے والے کی ہے۔" اس حدیث کو امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [۲]

عمریٰ کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا میں نے تم کو عمر بھر کے لیے یہ مکان دیا اور مکان اس کے سپرد کر دیا تو یہ ہبہ صحیح ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے اموال اپنے پاس روکے رکھو اور ان کا عمری نہ کرو، سو جس شخص نے کوئی چیز عمری کی وہ معمرلہ کی ہے اور اس کے بعد اس کے ورثاء کی، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معمرلہ کے حق میں عمری کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد اس کے وارثوں کے حق میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمری کیا اس کے قول نے اس کا حق منقطع کر دیا۔ یعنی "میں نے تم کو عمر بھر کے لیے یہ چیز دی" اس قول نے معمرلہ کی موت کے بعد اس چیز کو واپس لینے کا حق منقطع کر دیا، خلاصہ یہ ہے کہ عمری سے معمرلہ اس چیز کا فوری مالک ہو جاتا ہے اور اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء اس چیز کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اس لیے موت کے بعد اس کی واپسی کی شرط باطل ہے، اور ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔ [۳]

---

[۱] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۷ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۳۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۱۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۳] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

رقبیٰ کا حکم شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان تمہارے لیے رقبیٰ ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور امام ابویوسف فرماتے ہیں جب وہ اس مکان پر قبضہ کر لے تو ہبہ صحیح ہے۔ امام ابویوسف کا استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز العمریٰ والرقبیٰ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ اور رقبیٰ کو جائز کہا ہے" اور اس کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ میرا مکان تمہارے لیے ہے تو یہ تملیک صحیح ہے اور جب کہتا ہے کہ بطور رقبیٰ تو یہ شرط باطل ہے پس گویا کہ اس نے اس شرط کا ذکر ہی نہیں کیا۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ شعبی نے شریح سے روایت کیا ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اجاز العمریٰ وردّ الرقبیٰ۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمریٰ کو جائز قرار دیا اور رقبیٰ کو رد کر دیا" اور یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اس لیے ان میں موافقت ضروری ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ رقبیٰ ارتقاب سے بھی ماخوذ ہے اور ترقب سے بھی (ارتقاب کا معنی ہے کسی چیز کا تاڑ لینا دینا، اور ترقب کا معنی ہے اگر میں مر گیا تو یہ چیز تمہاری اور تم مر گئے تو میری (اس میں دونوں ایک دوسرے کی موت کا انتظار کرتے ہیں) پس جس حدیث میں رقبیٰ کو جائز کہا ہے وہ ارتقاب سے ماخوذ ہے اور عمریٰ کے معنی میں ہے اور جس میں رد کیا ہے وہ ترقب سے ماخوذ ہے گویا تم میری موت کا انتظار کرو اور میں تمہاری موت کا انتظار کرتا ہوں، اگر میں مر گیا تو یہ چیز تمہاری اور تم مر گئے تو میری۔ اس میں تملیک کو شرط پر معلق کیا ہے اس لیے یہ باطل ہے۔ [1]

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الوصیّۃ

باب ۵۳

۴۰۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى الْعَنَزِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنًّى قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدِ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَيْءٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّوْصِيَ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گذارنا جائز نہیں ہے۔

۴۰۹۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُمَا قَالَا وَلَهٗ شَيْءٌ يُّوْصِيْ فِيْهِ وَلَمْ يَقُوْلَا يُرِيْدُ اَنْ يُّوْصِيَ فِيْهِ -

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں یہ ہے اس کے پاس لائق وصیت چیز ہو اور اس میں یہ نہیں ہے کہ وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو۔

۴۰۹۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ

پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سب کی روایت میں ہے اس کے پاس لائق وصیت چیز ہو البتہ ایوب کی روایت میں ہے اور وہ وصیت کرنا چاہتا ہو۔

كِلَاهُمَا عَنْ اَيُّوْبَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اللَّيْثِيُّ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا هِشَامٌ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَقَالُوْا جَمِيْعًا لَهٗ شَيْءٌ يُّوْصِيْ فِيْهِ اِلَّا فِيْ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ فَاِنَّهٗ قَالَ يُرِيْدُ اَنْ يُّوْصِيَ فِيْهِ كَرِوَايَةِ يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ۔

۴۰۹۴۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَّهٗ شَيْءٌ يُّوْصِيْ فِيْهِ يَبِيْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ اِلَّا وَوَصِيَّتُهٗ عِنْدَهٗ مَكْتُوْبَةٌ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُّنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ اِلَّا وَعِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر تین راتیں گذارنا جائز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے وصیت لکھے بغیر مجھ پر ایک رات بھی نہیں گذری۔

۴۰۹۵۔ حَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ وَ

تین دیگر اسانید کے ساتھ یہ روایت منقول ہے

حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ۔

۴۰۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ عَادَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ مِنْ وَجَعٍ اَشْفَيْتُ مِنْهُ عَلَى الْمَوْتِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَلَغَ بِيْ مَا تَرٰى مِنَ الْوَجَعِ وَاَنَا ذُوْ مَالٍ وَّلَا يَرِثُنِيْ اِلَّا ابْنَةٌ لِيْ وَاحِدَةٌ اَفَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثَيْ مَالِيْ قَالَ لَا قُلْتُ اَفَاَتَصَدَّقُ بِشَطْرِهٖ قَالَ لَا الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّكَ اَنْ تَذَرَ وَرَثَتَكَ اَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَلَسْتَ تُنْفِقُ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ بِهَا حَتَّى اللُّقْمَةُ تَجْعَلُهَا فِيْ امْرَاَتِكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُخَلَّفُ بَعْدَ اَصْحَابِيْ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلًا تَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں مجھے ایسا درد ہوا کہ میں قریب المرگ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ دیکھ رہے ہیں کہ درد سے میری کیا حالت ہے! میں ایک مالدار شخص ہوں اور ایک لڑکی کے سوا میرا اور کوئی وارث نہیں ہے، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا نصف مال صدقہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! تہائی مال صدقہ کرو، تہائی مال بہت ہے! اگر تم اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑو تو یہ ان کو محتاج چھوڑنے سے بہتر ہے جس کے سبب وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں، اور تم جو کچھ اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرو گے تم کو اس کا اجر ملے گا، حتیٰ کہ اس لقمہ کا بھی اجر ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو، میں نے کہا یارسول اللہ! کیا میں اپنے اصحاب سے پیچھے رہ جاؤں گا (یعنی میرے اصحاب واپس مدینہ چلے جائیں گے اور میں مکہ میں رہ جاؤں گا؟) آپ نے فرمایا اگر تم پیچھے رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایسے عمل کرو گے جس سے تمہارے درجات زیادہ اور بلند ہوں گے، اور شاید کہ تم پیچھے رہ جاؤ گے (یعنی بعد میں زندہ رہو گے) حتیٰ کہ کچھ لوگ

اللّٰهِ إِلَّا ازْدَدْتَ بِهٖ دَرَجَةً وَّرِفْعَةً وَلَعَلَّكَ تُخَلَّفُ حَتّٰى يَنْفَعَ بِكَ أَقْوَامٌ وَيُضَرَّ بِكَ آخَرُونَ اللّٰهُمَّ أَمْضِ لِأَصْحَابِي هِجْرَتَهُمْ وَلَا تَرُدَّهُمْ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ لٰكِنِ الْبَائِسُ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ قَالَ وَرَثٰى لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَنْ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ۔

تم سے نفع حاصل کریں گے (یعنی مسلمان) اور دوسروں کو (یعنی کفار کو) نقصان ہوگا اے اللہ! میرے اصحاب کی ہجرت کو پورا کر، اور انھیں ان کی ایڑیوں کے بل نہ لوٹا، لیکن بے چارہ سعد بن خولہ! راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ کے متعلق افسوس کا اظہار کیا کیونکہ وہ مکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے۔

ف: حضرت سعد بن خولہ کے متعلق آپ نے اس لیے افسوس کیا کہ انھوں نے جس جگہ سے ہجرت کی تھی وہیں فوت ہو گئے اور ان کو دار الہجرت کی زمین نصیب نہیں ہوئی۔

۴۰۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَّأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح قَالَ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

تین مختلف اسانید کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۰۹۸۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ ابْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ يَعُودُنِي فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَمُوتَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے میرے پاس تشریف لائے، باقی حدیث زہری کی روایت کی طرح ہے البتہ اس میں حضرت سعد بن خولہ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا ذکر نہیں ہے، البتہ یہ اضافہ ہے کہ حضرت سعد اس جگہ مرنے کو ناپسند کرتے تھے جس جگہ سے انھوں نے ہجرت کی تھی۔

بِالْاَرْضِ الَّتِیْ هَاجَرَ مِنْهَا۔

۴۰۹۹ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا زُهَیْرٌ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَرِضْتُ فَاَرْسَلْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ دَعْنِیْ اَقْسِمْ مَالِیْ حَیْثُ شِئْتُ فَاَبٰی قُلْتُ فَالنِّصْفُ قَالَ فَاَبٰی قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ فَسَكَتَ بَعْدَ الثُّلُثِ قَالَ فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزٌ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا میں نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنا مال اپنے حسب منشاء تقسیم کر دوں! آپ نے انکار فرمایا۔ میں نے کہا اچھا آدھے مال کی اجازت دیجئے، آپ نے انکار فرمایا۔ میں نے کہا تہائی؟ حضرت جابر کہتے ہیں آپ تہائی سن کر خاموش ہو گئے، اور انھوں نے کہا بعد میں تہائی مال میں وصیت جائز ہو گئی

۴۱۰۰ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ فَكَانَ بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزٌ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ بعد میں تہائی مال میں وصیت جائز ہو گئی۔

۴۱۰۱ - وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِیَّا قَالَ نَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ عَادَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اُوْصِیْ بِمَالِیْ كُلِّهٖ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَالنِّصْفِ فَقَالَ لَا فَقُلْتُ اَبِالثُّلُثِ فَقَالَ نَعَمْ وَالثُّلُثُ كَثِیْرٌ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے، میں نے عرض کیا میں اپنے پورے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں! میں نے کہا آدھے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تہائی کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں تہائی بہت ہے۔

۴۱۰۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَكِّیُّ قَالَ نَا الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حضرت سعد کی عیادت کے لیے تشریف لائے، حضرت سعد رو رہے تھے، آپ نے فرمایا:

حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ ثَلَاثَةٍ مِّنْ وُلْدِ سَعْدٍ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُهُ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى سَعْدٍ يَعُوْدُهٗ بِمَكَّةَ فَبَكٰى فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ قَدْ خَشِيْتُ اَنْ اَمُوْتَ بِالْاَرْضِ الَّتِيْ هَاجَرْتُ مِنْهَا كَمَا مَاتَ سَعْدُ بْنُ خَوْلَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْفِ سَعْدًا ثَلَاثَ مِرَارٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ لِيْ مَالًا كَثِيْرًا وَاِنَّمَا يَرِثُنِيْ ابْنَتِيْ اَفَاُوْصِيْ بِمَالِيْ كُلِّهٖ قَالَ لَا قَالَ فَبِالشَّطْرِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَبِالثُّلُثِ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيْرٌ اِنَّ صَدَقَتَكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ وَاِنَّ نَفَقَتَكَ عَلٰى عِيَالِكَ صَدَقَةٌ وَاِنَّ مَا تَاْكُلُ امْرَاَتُكَ مِنْ مَالِكَ صَدَقَةٌ وَاِنَّكَ اَنْ تَدَعَ اَهْلَكَ بِخَيْرٍ اَوْ قَالَ بِعَيْشٍ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تَدَعَهُمْ يَتَكَفَّفُوْنَ النَّاسَ وَقَالَ بِيَدِهٖ

"تم کیوں رو رہے ہو؟" حضرت سعد نے کہا مجھے یہ ڈر ہے کہ میں اسی زمین میں مر جاؤں گا جس سے میں نے ہجرت کی تھی جس طرح حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ (مکہ میں) فوت ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار دعا کی اے اللہ! سعد کو شفا دے، حضرت سعد نے کہا: یا رسول اللہ! میرے پاس بہت مال ہے اور میری وارث صرف میری بیٹی ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں، انھوں نے کہا، دو تہائی مال کی؟ فرمایا نہیں کہا آدھے مال کی؟ فرمایا نہیں، کہا تہائی مال کی؟، فرمایا تہائی مال کی، (وصیت کر دو) اور تہائی مال بہت ہے، تمہارا اپنے مال سے صدقہ کرنا بھی صدقہ ہے اور تمہارا اپنی اولاد پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، اور تمہارے مال سے جو تمہاری بیوی کھاتی ہے وہ بھی صدقہ ہے اور اگر تم اپنے اہل و عیال کو خوشحالی یا بہتر معاش میں چھوڑ دو تو وہ اس حال میں چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

۴۱۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا اَيُّوْبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ ثَلٰثَةٍ مِّنْ وُلْدِ سَعْدٍ قَالُوْا مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ فَاَتَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ بِنَحْوِ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ

حضرت سعد کے تین بیٹوں نے بیان کیا کہ حضرت سعد مکہ میں بیمار ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۱۰۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنًّى قَالَ نَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَلَاثَةٌ مِّنْ وُلْدِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كُلُّهُمْ يُحَدِّثُنِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ صَاحِبِهِ قَالَ مَرِضَ سَعْدٌ بِمَكَّةَ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ بِنَحْوِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ حُمَيْدٍ الْحِمْيَرِيِّ۔

حضرت سعد کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد مکہ میں بیمار ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۴۱۰۵ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ قَالَ أَنَا عِيسَى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ لَوْ أَنَّ النَّاسَ غَضُّوا مِنَ الثُّلُثِ إِلَى الرُّبُعِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ كَبِيرٌ وَكَثِيرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کاش لوگ تہائی کے بجائے چوتھائی مال میں وصیت کیا کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تہائی بہت ہے۔

وصیت کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں: اصمعی نے تصریح کی ہے کہ وصیت کا معنی اتصال ہے اور وصیت کو وصیت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ میت کے معاملات کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ [1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ وصیت کو اس لیے وصیت کہتے ہیں کہ وصیت کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کے معاملات کو زندگی کے بعد کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔ [2]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۳۹۲ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ازہری نے کہا ہے کہ جب کسی شئے کو متصل کر دیں تو کہتے ہیں میں نے اس چیز کی وصیت کی، اور اس کی مناسبت یہ ہے کہ وصیت کے سبب سے میت اپنی زندگی کے معاملات کو مابعد الموت کے ساتھ متصل کر دیتا ہے۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ وصیت کا شرعی معنی ہے "تملیک مضاف الی مابعد الموت" "موت کے بعد کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا" [1]

وصیت کی اقسام

علامہ شامی نے وصیت کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) **واجب**: انسان اللہ تعالیٰ کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ مثلاً جن سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، یا حج نہیں کیا تو ان کے متعلق وصیت کرے یا اس سے نمازیں اور روزے چھوٹ گئے جن کی قضاء نہیں کی ان کے فدیے کے بارے میں وصیت کرے یا مالی کفارے ادا نہیں کیے، ان کے لیے وصیت کرے، اسی طرح انسان بندوں کے جن حقوق کو ادا نہیں کر سکا ان کے متعلق وصیت کرے، مثلاً کسی کا قرض دینا ہے، جس کا کسی کو پتہ نہیں، کسی کی امانت لوٹانی ہے، کسی کی کوئی چیز غصب کر لی تھی اس کو واپس کرنا ہے، اس قسم کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(۲) **مستحب**: دینی مدارس، مساجد، علماء، دینی طلبہ، غریب قرابت داروں اور دیگر امور خیر کے لیے وصیت کرنا مستحب ہے۔

(۳) **مباح**: امیر رشتہ داروں اور دنیا داروں کے لیے وصیت کرنا مباح ہے۔

(۴) **مکروہ**: فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ ہے۔ [2]

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جن حقوق کا ادا کرنا فرض ہے ان کے لیے وصیت فرض ہو گی جیسے زکوٰۃ اور جن حقوق کا ادا کرنا واجب ہے ان کے بارے میں وصیت واجب ہو گی جیسے روزے کا کفارہ (کیونکہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے اور ظنی ہے) اسی طرح غریب فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور امیر فساق اور فجار کے لیے وصیت کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اگر وہ غریب ہیں تو ہو سکتا ہے اس مال کو وہ اپنی کفالت پر خرچ کریں اور اگر امیر ہیں تو ظن غالب ہے کہ وہ معصیت اور فسق و فجور پر خرچ کریں گے۔ اور معصیت کے اداروں کے لیے وصیت کرنا حرام ہے، مثلاً فلم سٹوڈیو، آرٹ کونسل، ریس کورس وغیرہ، اسی طرح کفار کے لیے وصیت کرنا بھی حرام ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مصنف کی تحقیق کے مطابق وصیت کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) فرض (۲) واجب (۳) مستحب (۴) مباح۔ (۵) مکروہ تنزیہی (۶) مکروہ تحریمی (۷) حرام۔ (مستحب اور مباح کی وہی مثالیں ہیں جو اوپر مذکور ہیں)

کیا مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے؟

حدیث نمبر ۴۰۹۱ میں ہے جس شخص کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہو اس کے لیے وصیت لکھے بغیر دو راتیں گذارنا جائز نہیں ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴، ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۵۶۸ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں: وصیت کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ (مطلقاً) وصیت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، اور داؤد ظاہری اور دیگر علماء اہل ظاہر نے یہ کہا ہے کہ (مطلقاً) وصیت کرنا واجب ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے، اس حدیث سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں وصیت کو واجب کرنے کی تصریح نہیں ہے (بلکہ اس میں وصیت کے وجوب کے خلاف دلیل ہے کیونکہ اس میں ہے: یریدان یوصی فیہ "جو وصیت کرنے کا ارادہ کرے"، اس سے معلوم ہوا کہ وصیت کا حکم ہر شخص کے لیے نہیں ہے) لیکن اگر انسان پر کسی کا (غیر معروف) قرض ہو، یا کسی کا حق ہو یا امانت ہو تو اس کی وصیت کرنا لازم ہے۔ امام شافعی کا یہی قول ہے، یہ حدیث حزم اور احتیاط پر محمول ہے کیونکہ اگر انسان کے پاس کوئی وصیت کے لائق چیز ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی ہو۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین (بقرہ: ۱۸۰) "جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو تو اس پر ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے دستور کے مطابق وصیت کرنا فرض کیا گیا ہے، یہ حق ہے پرہیزگاروں پر"۔ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً وصیت کرنا فرض ہے۔ علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر، حضرت ابوموسیٰ، سعید بن مسیب، حسن، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، عکرمہ، زید بن اسلم، ربیع بن انس، قتادہ، سدی، مقاتل بن حیان، طاؤس، ابراہیم نخعی، شریح، ضحاک اور ابن شہاب زہری سے روایت ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور آیت میراث نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سنن اور دیگر کتب احادیث میں ہے: ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث۔ "اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ [2]

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے ابوثور سے نقل کیا ہے کہ اس آیت اور اس حدیث میں جو وصیت کا وجوب ہے وہ مطلقاً وصیت کے متعلق نہیں ہے بلکہ جس شخص پر اللہ کا کوئی قرض ہو یا کسی بندے کا کوئی حق مثلاً امانت ہو اور اسے اس کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اس پر اس کے متعلق وصیت کرنا واجب ہے اور مطلقاً وصیت کرنا واجب نہیں ہے، اور اس بیان سے یہ تعارض دور ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عمر سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ "مجھ پر ایک رات بھی نہیں گذرتی مگر میرے پاس وصیت لکھی ہوئی ہوتی ہے" اور یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے وصیت نہیں کی تھی۔ یعنی انھوں نے اپنے مال میں وصیت نہیں کی تھی اور لوگوں کی امانتوں اور حقوق کے بارے میں وصیت کی تھی [3]

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۹، " " " "

ثلث مال تک وصیت کی تحقیق علامہ بدرالدین عینی حنفی، حضرت سعد بن ابی وقاص کی عیادت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے قصہ والی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ابوعمر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث سنداً صحیح ہے اور جمہور فقہاء نے اس حدیث کو مقدار وصیت کے بارے میں اصل قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وصیت ثلث (۱/۳) سے متجاوز نہیں ہونی چاہیے۔ اہل علم کے نزدیک ثلث (۱/۳) سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ ثلث سے کم وصیت کرنی چاہیے۔ [1]

امور مباحہ پر اجر ملنے کی تحقیق اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خرچ کرنے سے اجر اس وقت حاصل ہوتا ہے جب خرچ سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے۔ جب انسان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رضا کے حصول کا قصد نہ کرے تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا اور وہ عند اللہ بری الذمہ ہوگا لیکن اس پر اجر نہیں ملے گا اجر اس وقت ملے گا جب وہ اپنے اس عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد کرے گا اس طرح دیگر حقوق کی ادائیگی کا معاملہ ہے مثلاً کسی کا قرض ہو یا کسی کی امانت ہو اگر تقرب کی نیت کے بغیر ادا کرے گا تو اس سے فرض ساقط ہو جائے گا لیکن اجر نہیں ملے گا، دیگر تمام معاملات کا بھی یہی حال ہے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مباح کام سے بھی جب اللہ تعالیٰ کے تقرب کا قصد کیا جائے تو وہ عبادت ہو جاتا ہے اور اس پر اجر وثواب ملتا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حتیٰ کہ تم جو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ رکھتے ہو اس میں بھی اجر ہے"؛ کیونکہ انسان کی بیوی خاص حظ دنیاوی ہے اور شہوات مباحہ کا محل ہے اور عموماً بیوی سے دل لگی اور خوش طبعی کے وقت اس کے منہ میں لقمہ رکھتے ہیں اور یہ حالت عبادات اور امور آخرت سے بہت دور ہے، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جب اس فعل میں بھی اللہ تعالیٰ کا تقرب کے ارادہ کیا جائے تو اجر ملے گا تو اس حالت کے علاوہ جو دنیاوی امور اور مباحات ہیں جب ان میں اللہ تعالیٰ کے تقرب کی نیت کرے گا تو ان میں اجر وثواب کا حصول زیادہ متوقع ہے مثلاً انسان عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے کھائے پیئے اور علاج کرے، اور عبادت میں تازگی حاصل کرنے کے لیے نیند اور آرام کرے اور بیوی سے اپنی خواہشات کی تکمیل کرے تاکہ گناہوں سے بچا رہے تو کھانے پینے، علاج کرنے، نیند اور آرام کرنے اور بیوی سے خواہش پوری کرنے ان سب کاموں میں اجر ہے۔ [3]

لمبی عمر کی فضیلت اس حدیث میں اعمال صالحہ کے حصول کے لیے لمبی عمر کی فضیلت ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ تمہاری عمر لمبی ہوگی ایک قوم کو تم سے فائدہ ہوگا اور ایک قوم کو نقصان ہوگا اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایران اور عراق کو فتح کیا مسلمانوں کو ان سے قوت وشوکت، فتح ونصرت اور غنیمت کی دولت حاصل ہوئی اور کفار کے علاقے چھینے گئے ان کے مرد غلام اور عورتیں باندیاں بنیں اور جنگ میں کفار قتل ہو کر جہنم میں پہنچے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۹۲، " " "

[3] علامہ یحییٰ شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اہل مکہ کی ہجرت کا حکم اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا، فتح مکہ کے بعد یہ فرضیت منسوخ ہو گئی لیکن جو اہل مکہ ہجرت کر چکے تھے ان پر مکہ سے ہجرت کا فرض قائم اور باقی تھا اسی لیے حضرت سعد مکہ میں وفات کے خیال سے پریشان تھے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خولہ کی مکہ میں وفات پر افسوس کیا لیکن جو کسی عذر کی وجہ سے مکہ میں رہے یا فوت ہو گئے وہ معذور ہیں۔

بَابُ وُصُولِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ إِلَى الْمَيِّتِ

میت کو صدقات کا ایصالِ ثواب

۴۱۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ فَهَلْ يُكَفِّرُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد فوت ہو گئے انھوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۴۱۰۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَإِنِّي أَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَلِي أَجْرٌ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، میری والدہ اچانک انتقال کر گئیں، اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ دیتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

۴۱۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَلَمْ تُوصِ وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا: یا رسول اللہ! میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں اور انھوں نے کوئی وصیت نہیں کی، میرا گمان ہے اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کر دوں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

۴۱۰۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح قَالَ وَثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحَاقَ ح قَالَ وَ حَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ قَالَ نَا يَزِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ وَّهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا اَبُوْ اُسَامَةَ وَرَوْحٌ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا فَهَلْ لِّيْ اَجْرٌ كَمَا قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَاَمَّا شُعَيْبٌ وَجَعْفَرٌ فَفِيْ حَدِيْثِهِمَا اَفَلَهَا اَجْرٌ كَرِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ۔

چار سندوں سے یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

اللہ تعالیٰ والدین کے لیے دعا کرنے کا حکم دیتا ہے:

وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا۔ (اسراء: ۲۴)

اور کہو کہ اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جس طرح انھوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

جس طرح اولاد کی دعا سے والدین کو نفع پہنچتا ہے اسی طرح اولاد کے ایصال ثواب سے بھی والدین کو نفع پہنچتا ہے۔

ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان۔ (حشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری بخشش فرما اور ہمارے ان مسلمان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔

اس آیت میں مسلمانوں کے فوت شدہ بھائیوں کے لیے دعا کا ذکر ہے، اور جس طرح مسلمانوں کی دعا سے مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے دیگر نیک اعمال سے بھی مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اور قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں دوسروں کے لیے شفاعت کا ذکر ہے، ایصالِ ثواب کی واضح دلیل ہیں۔

احادیث اور آثار سے ایصال ثواب کا ثبوت

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان رجلا قال للنبي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسها واظنها لو تکلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم۔ [1]

شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کر سکتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفیت امه وهو غائب عنها فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت وانا غائب عنها اینفعها شیء ان تصدقت به عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المخراف صدقة علیها۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں اور وہ موجود نہ تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہو گئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بیرا وقال هذه لام سعد۔ [3]

حضرت سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ــــ سعد کی والدہ فوت ہو گئیں، پس کس چیز کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے آپ نے فرمایا پانی کا، انھوں نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے اپنی ماں کی طرف سے باغ بھی صدقہ کیا اور کنواں بھی صدقہ کر دیا۔

عن جابر بن عبد اللہ قال ذبح النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجههما قال انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریك له وبذلك امرت وانا من المسلمین اللهم منك ولك عن محمد وامته بسم اللہ واللہ اکبر

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینگوں والے سرمئی خصی مینڈھے ذبح کیے جب آپ نے ان کو قبلہ کے رخ گرایا تو آپ نے یہ دعا پڑھی: انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین لاشریك له وبذلك امرت وانا من المسلمین اللهم منك ولك عن محمد وامته بسم اللہ واللہ اکبر

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۶، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

واللہ اکبر ثم ذبح۔ [1]

اس کے بعد آپ نے ذبح کیا۔

امام ابوداؤد کی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اللھم تقبل من محمد و آل محمد و من امۃ محمد۔ [2]

اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما۔

اس روایت میں طعام پر قرآن مجید کی تلاوت اور ان کے ایصالِ ثواب کا واضح ثبوت ہے۔

عن حنش قال رایت علیا یضحی بکبشین فقلت لہ ما ھذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ۔ [3]

حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا میں نے کہا یہ کیا ہیں؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، پس میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من مات وعلیہ صیام صام عنہ ولیہ ھذا اسناد صحیح۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزے ہوں اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے، یہ اسناد صحیح ہے۔ (یعنی روزوں کا فدیہ دے)

عن ابن عباس قال جاء امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان اختی ماتت وعلیھا صوم، قال لو کان علیھا دین اکنت تقتضیہ؟ قالت نعم قال فحق اللہ احق۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا میری بہن فوت ہوگئی اور اس پر روزے ہیں آپ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان امراۃ جاءت الی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰، " " " "

[3] " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰-۲۹، " " " "

[4] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] " " " سنن دار قطنی ج ۲ ص ۱۹۵، " " "

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افاحج عنها قال نعم حجی عنها ارایت لو کان علی امك دین اکنت قاضیة قالت نعم قال اقضوا الذی له فان الله احق بالوفاء۔ [1]

اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو، یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔

وعن انس ان سعدا اتی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی توفیت ولم توص افینفعها ان اتصدق علیها قال نعم وعلیك بالماء رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال صحیح۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئیں اور انھوں نے کوئی وصیت نہیں کی، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں اور تم پانی کا صدقہ کرو اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تصدق بصدقة تطوعا فیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئا رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیه خارجة بن مصعب الضبی وهو ضعیف۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو اپنے والدین کی طرف سے کر دے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر سے کچھ کمی نہیں ہوتی، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں خارجہ بن مصعب ضعیف راوی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال: ترفع للمیت بعد موته درجته فیقول: ای رب! ای شیء هذا؟ فیقال ولدك استغفر لك۔ [4]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ موت کے بعد میت کے لیے ایک درجہ بلند کیا جائے گا، وہ کہے گی: اے رب! یہ کیا ہے؟ پس کہا جائے گا تیرے بیٹے نے تیرے لیے بخشش کی دعا کی ہے!

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۳۹-۱۳۸ " " " "

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۱-۲۰، مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل

ایصال ثواب کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے، امام ابراہیم بن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ہم اپنے فوت شدہ لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں اور حج کرتے ہیں کیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ان تک پہنچتا ہے اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک انسان کے لیے اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچانا جائز ہے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، یا تلاوت قرآن، یا ذکر، یا طواف، یا حج یا عمرہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو۔ یہ چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ رہا یہ کہ حدیث میں ہے لا یصوم احد عن احد ولا یصلی احد عن احد۔ "کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے"، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی طرف سے نماز پڑھنے سے اس کا فرض ساقط نہیں ہو گا اس میں ایصال ثواب کی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ جس شخص نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب زندہ یا مردوں کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے اور اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا ثواب پہنچتا ہے، اسی طرح بدائع میں ہے، اور اس سے معلوم ہو گیا کہ زندہ اور مردہ دونوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے، اور انسان فعل کے وقت اپنی نیت کرے یا اپنے غیر کی نیت کرے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وہ ہر حال میں دوسرے کو ثواب پہنچا سکتا ہے، اور میں نے یہ مسئلہ نہیں دیکھا کہ اگر کوئی شخص اجرت لے کر ثواب پہنچائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور بظاہر یہ صحیح نہیں ہے۔ (اس بحث کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی رائے کے ضمن میں ہم اس کی وجوہ صحیحہ پیش کر رہے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) فقہاء نے جو علی الاطلاق ایصال ثواب کو جائز کہا ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ فرض اور نفل میں کوئی فرق نہ ہو، پس جب کسی شخص نے فرض پڑھا اور اس کا ثواب غیر کو پہنچا دیا تو یہ جائز ہے لیکن فرض کا ثواب پہنچانے والے پر دوبارہ فرض پڑھنا لازم نہیں ہو گا، کیونکہ ثواب پہنچانے والے کے لیے ثواب کا نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ثواب پہنچانے والے سے فرضیت ساقط نہ ہو، لیکن میں نے اس کی نقل نہیں دیکھی۔ [2]

علامہ ابن نجیم کے حوالے سے علامہ نابلسی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [3]

علامہ ابن نجیم یہ سمجھ رہے ہیں کہ جب کسی شخص نے کوئی عبادت کر کے اس کا ثواب پہنچا دیا تو ثواب پہنچانے والے کو اس کا ثواب نہیں ملتا لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ کسی عبادت کا ثواب پہنچانے سے پہنچانے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی، علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں: امام دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۶۲-۶۳ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ عبدالغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ، الحدیقۃ الندیۃ ج ۲ ص ۴۲۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ۱۹۷۷ء

نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھواللہ (سورہ اخلاص) پڑھی اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچا دیا تو اس شخص کو مُردوں کے عدد کے برابر اجر دیا جائے گا[1] اور علامہ طحطاوی لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مُردہ کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نفلی صدقہ کرے تو وہ اپنے والدین کی طرف سے کرے اس کے والدین کو اجر ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی[2] (اس حدیث کو ہم مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۹-۱۳۸ کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں)

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے، اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور اس کو نفع دیتا ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی اس سے نفع ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (نجم ۳۹) "انسان کو صرف اپنی کوشش کا اجر ملتا ہے" اس کا معنا یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اس کے لیے ایصال ثواب کرے تو اس کو اس کا اجر نہیں ملے گا، لیکن اس باب کی احادیث اس آیت کے عموم کے لیے مخصص ہیں ـــــ مسلمانوں کا اس پر بھی اجماع ہے کہ وارث پر میت کی طرف سے صدقہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، البتہ اگر میت پر حقوق مالیہ ثابت ہوں اور اس نے مال چھوڑا ہو تو ان حقوق کو ادا کرنا واجب ہے، خواہ میت نے ان کو ادا کرنے کی وصیت کی ہو یا نہ، میت کے مال سے اللہ تعالیٰ کے قرض اور حقوق ادا کیے جائیں مثلاً زکوٰۃ حج، نذر، کفارہ اور روزوں کا فدیہ، اسی طرح لوگوں کے قرض ادا کیے جائیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو ورثاء پر واجب نہیں ہے لیکن ورثاء اور دوسرے مسلمانوں کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنی طرف سے تبرعاً میت کے حقوق مالیہ ادا کر دیں[3]

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے اور یہ احادیث وان لیس للانسان الا ما سعیٰ کی مخصص ہیں۔[4]

نیز لکھتے ہیں: جو شخص میت کے لیے ایصال ثواب کرتا ہے اس کو بھی اپنی سعی کا اجر ملتا ہے۔ اگر کوئی شخص اُجرت سے کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچاتا ہے تو کیا تلاوت کرنے والے کو بھی اجر ملتا ہے؟ ہمارے شیخ ابوعبداللہ کہتے ہیں ان دونوں کو اجر ملے گا اور اجرت لینے کی وجہ سے پڑھنے والے کا ثواب باطل نہیں ہوگا۔ جس طرح کوئی شخص اجرت لے کر نماز پڑھاتا ہے تو جماعت کا ثواب امام اور نمازیوں دونوں کو ملتا ہے اور اجرت لینے کی وجہ سے امامت کا اجر باطل نہیں ہوتا اسی طرح تلاوت کی اجرت لینے سے قرآن مجید پڑھنے والوں کا اجر باطل نہیں ہوگا[5]

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۷۰ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۶ مطبوعہ مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[5] " " " " اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۵ " "

علامہ ابو عبد اللہ السنوسی مالکی نے بھی بعینہ یہی لکھا ہے۔ [1]

ایصالِ ثواب کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

شیخ ابو العباس ابن تیمیہ حنبلی حرانی لکھتے ہیں: سنت صحیحہ کی تصریح کے مطابق میت کے لیے جو نیک اعمال کیے جاتے ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے، اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ میت کو غلام آزاد کرنے اور حج کا ثواب پہنچتا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے "جو شخص فوت ہو گیا اور اس کے روزے چھوٹے ہوئے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے" (یعنی روزوں کا فدیہ دے۔ سعیدی) اسی طرح حدیث صحیح میں نذر کے روزوں کے بارے میں ہے۔ اور یہ مسئلہ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ کے معارض نہیں ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں:

وجہ اول: نصوص صریحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ مومن کو ان اعمال کا اجر بھی ملتا ہے جو اس کی سعی سے حاصل نہیں ہوتے جیسے مسلمانوں کے لیے فرشتوں کی دعا اور استغفار، قرآن مجید میں ہے الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین اٰمنوا۔ "حاملین عرش اور اس کے گرد و نواح کے فرشتے اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کے لیے استغفار کرتے ہیں، اور مسلمانوں کے لیے انبیاء کرام کی دعاؤں اور استغفار کا قرآن مجید میں ذکر ہے: وصل علیہم ان صلوٰتک سکن لہم۔ "آپ ان کے لیے استغفار کیجئے آپ کی دعا اور استغفار ان کے لیے طمانیت کا موجب ہے" اسی طرح مسلمانوں کا میت کے لیے نماز جنازہ میں دعا کرنا، اور زائرین قبر کا قبر والوں کے لیے دعا کرنا۔

وجہ ثانی: اس آیت کا معنی یہ ہے کہ انسان صرف اپنی کوشش سے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور یہ برحق ہے لیکن یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ دوسرے ذرائع اور اسباب سے اس تک نفع پہنچا دے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے لیے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جب بھی وہ دعا کرتا ہے فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اسی طرح حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور جو دفن ہونے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط اجر ملتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے" کبھی اللہ تعالیٰ میت کی دعا سے نماز جنازہ پڑھنے والے پر رحمت فرماتا ہے اور کبھی اس زندہ کی دعا سے میت پر رحم فرماتا ہے۔ [2]

ایک اور مقام پر شیخ ابن تیمیہ اس آیت کے جواب میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: لیس للانسان الا ما سعیٰ "انسان کے لیے صرف اس کی کوشش کا اجر ہے" یہ نہیں فرمایا کہ انسان کو صرف اسی کی کوشش سے نفع ہوتا ہے اور انسان کا صرف اسی اجر پر حق ہے اور اسی کا استحقاق ہے جو اس کی کوشش سے ہو، اگر دوسرا شخص اس پر تبرع اور احسان کر کے اپنی طرف سے اس کو عبادات کا اجر پہنچا دے تو جائز ہے اور مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے صدقات اور دعاؤں سے فائدہ پہنچتا ہے، جس طرح دنیا میں انسان کا حق صرف اپنے مال پر ہوتا ہے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۴ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] شیخ ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ ھ، مجموع الفتاوی ج ۷، ص ۵۰۰، ۴۹۸ مطبوعہ بام الفہد بن عبد العزیز السعودی الطبعۃ الاولیٰ۔

لیکن دوسرا شخص تبرع اور احسان کر کے اس کو اپنے مال سے فائدہ پہنچا دے تو جائز ہے اسی طرح مرنے کے بعد انسان کا استحقاق صرف اپنی عبادات پر ہے لیکن دوسرے مسلمان جو اس کو تبرع اور احسان سے نیک اعمال کا ایصال ثواب کریں وہ یخ ابن تیمیہ نے اپنے بعض رسائل میں ایصال ثواب کے ثبوت پر بیس دلائل قائم کیے ہیں۔ اور ہم بھی شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

ایصال ثواب کے متعلق علماء غیر مقلدین کا نظریہ

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں، زندہ انسان، نماز، روزہ، تلاوت قرآن، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے، اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے جو تحت الثری میں رہین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے، پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لیے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کے لیے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لیے ہدیۃً پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لیے ذخیرہ کرے، یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہارے لیے کافی ہے! یہ وہ صحابی ہیں جو عہد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں، پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کے لیے ایصال ثواب نہیں کیا! کیونکہ اس قسم کے ایصال ثواب کے لیے لوگوں کی شہادت کی ضرورت نہیں ہے، ــــ، اور اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ سلف صالحین نے ایصال ثواب نہیں کیا تھا تو اس سے ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ مستحب ہے، واجب نہیں ہے اور ہمارے لیے ایصال ثواب کے جواز کی دلیل موجود ہے خواہ ہم سے پہلے کسی نے ایصال ثواب کیا ہو یا نہ کیا۔

شیخ ابن قیم نے ایصال ثواب کے دلائل میں سے دعاء استغفار اور نماز جنازہ کو پیش کیا ہے اور ان تمام کاموں کو سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ آپ کے لیے اذان کے بعد فضیلۃ اور وسیلۃ (بلند درجہ) کی دعا کی جائے اور آپ پر صلوٰۃ پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے، اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کو دعاء تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انھوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے، عبدالحق نے روایت کیا کہ حضرت ابن عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر سورۂ بقرہ پڑھی جائے، امام احمد پہلے ایصال ثواب کا انکار کرتے تھے جب انھیں حضرت ابن عمر کے اس قول کا علم ہوا تو انھوں نے اس انکار سے رجوع کر لیا۔ امام ابن ابی شیبہ نے حجاج بن دینار سے مرفوعاً روایت کیا ہے تم اپنی نمازوں کے ساتھ ماں باپ کی طرف سے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کی طرف سے روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے

لہ۔ شیخ ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۲۴ ص ۳۶۷ مطبوعہ بامر الفہد بن عبدالعزیز السعودی الطبعۃ الاولیٰ

ساتھ ان کی طرف سے صدقہ کرو، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مُردوں پر یٰسین پڑھو" اس کا ایک احتمال یہ ہے کہ انسان کی موت کے وقت پڑھو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس کی قبر پر پڑھو، علامہ سیوطی نے کہا جمہور نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور شیخ ابن قیم نے کئی دلائل سے دوسری صورت کو ترجیح دی ہے، عبدالواحد مقدسی نے کہا یہ احادیث مرفوعہ اور صالحین کی خواب میں بشارتیں ایصال ثواب کے جواز پر اور میت کو اس سے نفع پہنچنے پر دلالت کرتی ہیں، شیخ نے کہا ہر چند کہ صرف صالحین کی بشارات دلیل نہیں بن سکتیں، لیکن بکثرت بشارات اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارے خوابوں سے اس کی موافقت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ میں ہے۔ [1]

ایصال ثواب کے متعلق علماء دیوبند کا نظریہ

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا، صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں [2]

شیخ شبیر احمد عثمانی نے متعدد کتب حدیث کے حوالوں سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کیں اور اس کے بعد لکھا ان احادیث اور آثار کے علاوہ بکثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصال ثواب ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔ [3]

ایصال ثواب کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

فاتحہ دلانے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اور وقت فاتحہ کھانے کے قاری کے پیش نظر ہونا اگرچہ بیکار بات ہے مگر اس کے سبب سے وصولی ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں جو اسے ناجائز و ناروا کہے ثبوت اس کا دلیل شرعی سے دے، ورنہ اپنی طرف سے بحکم خداد رسول کسی چیز کو ناجائز و ناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے، ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرف نہیں آتا۔ [4]

ایصال ثواب کی تفصیل اور غنی کے کھانے کی تحقیق بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

طعام تین قسم کا ہے ایک وہ کہ عوام ایام موت میں بطور دعوت کرتے ہیں یہ ناجائز و ممنوع ہے، لان الدعوۃ انما شرعت فی السرور لا فی الشرور کما فی فتح القدیر وغیرہ من کتب الصدور اغنیاء کو اس کا کھانا جائز نہیں، دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت تصدق کیا جاتا ہے فقراء اس

---

[1] ۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۰۲ھ

[2] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۴۱۳، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۰ھ

[3] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۳ ص ۳۹، مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی۔

[4] ۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۵ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

کے لیے احق ہیں، اغنیاء کو نہ چاہیے تیسرے وہ طعام کہ نذر ارواح طیبہ (اس نذر سے مراد ایصال ثواب کی نذر ہے، یہ نذر عرفی ہے، شرعی اور فقہی نذر مراد نہیں ہے کیونکہ وہ نذر عبادت ہے اور غیر اللہ کے لیے حرام ہے اس نذر عرفی کی مزید وضاحت عنقریب اعلیٰ حضرت کی دیگر عبارات سے پیش کی جائے گی۔ سیدی غفرلہٗ) حضرات انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیاء سب کو بطور تبرک دیا جاتا ہے یہ سب کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور باعث برکت ہے [1]

گیارہویں شریف کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

گیارہویں شریف جائز ہے اور باعث برکات اور وسیلہ مجربہ قضاء حاجات ہے اور خاص گیارہویں کی تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جبکہ اسے شرعاً واجب نہ جانے۔ [2]

بزرگان دین کی نذر نیاز اور تیجہ و چالیسواں اور عرس کے متعلق لکھتے ہیں:

ایصال ثواب میں نذر اللہ نہ کہنا چاہیے، اللہ عزوجل اس سے پاک ہے کہ ثواب اسے نذر کیا جائے، ہاں نذر رسول کہنا صحیح ہے، معظمین کی سرکار میں جو ہدیہ نذر کیا جاتا ہے اسے عرف میں نذر کہتے ہیں جیسے بادشاہوں کو نذر دی جاتی ہے۔ اولیاء کی نذر کے بہت ثبوت ہمارے فتاویٰ افریقہ میں ہیں، شاہ ولی اللہ انسان العین فی مشائخ الحرمین میں سید عبدالرحمن اور سیی قدس سرہٗ میں فرماتے ہیں: از اطراف دیار اسلام نذور برائے وے مے آورند (اسلامی ممالک کے اطراف سے سید عبدالرحمن کو نذریں پیش کرنے کے لیے لائی جاتی ہیں)۔

تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں جبکہ اللہ کے لیے کریں اور مساکین کو دیں اپنے عزیزوں کا ارواح کو علم ہوتا ہے اور ان کا آنا نہ آنا کچھ ضرور نہیں، فاتحہ کا کھانا بہتر یہ ہے کہ مساکین کو دے اور اگر خود محتاج ہے تو آپ کھائے اپنے نابالغ بچوں کو کھلائے سب اجر ہے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصال ثواب کے لیے حکم بھی دیا اور صحابہ نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا، تخصیصات عرفیہ جب کہ لازم شرعی نہ سمجھی جائیں خدا نے مباح کی ہیں۔

اور عرس کہ منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شیرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں اور نہ دفن کے نزدیک رکھنے کی ضرورت نہیں نہ اوسمیں جرم جبکہ لازم نہ جانے۔ ——— [3]

تیجہ اور چالیسویں کو مسلین کرنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔ (تم میں سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے) اور یہ تعینات عرفیہ ہیں، ان میں اصلاً حرج نہیں، جبکہ انھیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انھیں دنوں ثواب پہنچے گا، آگے پیچھے نہیں۔ [4]

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۹ھ

[2] " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴ ، " " " " "

[3] " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۸ ملخصاً ، " " " " "

[4] " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۹ " " " " "

نیز لکھتے ہیں: تیجے و چالیسویں وغیرہ کا تعین عرفی ہے جس سے ثواب میں خلل نہیں آتا، ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینی دینی منع ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھیں کہ جو چاہیں گے کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے اب یہ اجرت بلاشبہ جائز ہے کہ اس کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے[1]

قرآن خوانی کی اجرت لینے کی توجیہات

مصنف کہتا ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ نفس قرآن مجید پڑھنے کا معاوضہ نہ طے کیا جائے بلکہ خاص قیود کے بدلے معاوضہ لیا جائے مثلاً فلاں جگہ، فلاں وقت، فلاں شخص کے لیے ایصال ثواب کیا جائے، ان قیودات کا معاوضہ لے[2] دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن پڑھنے والا، نفس قرأت کی اجرت نہ لے بلکہ اس کو پڑھنے سے جو تھکاوٹ ہوئی ہے اس کے ازالہ کے لیے معاوضہ لے، تیسری[3] صورت یہ ہے کہ وہ قرأت کا معاوضہ تو نہیں لیتا لیکن اس وقت وہ اگر کوئی کار معاش کرتا تو اس کو جو اجرت ملتی وہ لیتا ہے، اسی تاویل سے صحابہ نے حضرت ابوبکر اور دیگر خلفائے راشدین کو کار خلافت اور امامت کی اجرت دی اور اسی تاویل سے نماز کی امامت کی اجرت دی جاتی ہے۔ چوتھی[4] صورت یہ ہے کہ قاری للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھے اور پڑھوانے والا للہ فی اللہ بلا تعیین کچھ خدمت کر دے اور آج کل اسی کا رواج ہے پانچویں[5] وجہ یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے اس حدیث کے پیش نظر قرآن مجید کی تلاوت کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے "ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ"[6] "جن چیزوں پر اجرت لی جاتی ہے ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے"

اعلیٰ حضرت تیجہ اور چالیسویں کے کھانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوم، دہم و چہلم کا کھانا مساکین کو دیا جائے، برادری کو تقسیم یا برادری کو جمع کر کے کھلانا بے معنی بات ہے[7]

نیز سوئم کے کھانے اور کلمہ پڑھے ہوئے چنوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

یہ چیزیں غنی نہ لے فقیر لے اور وہ جوان کا منتظر رہتا ہے، ان کے نہ ملنے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کا قلب سیاہ ہوتا ہے، مشرک یا چمار (مردار خور) کو اس کا دینا گناہ، فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لیلئے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے، یہ حکم عام فاتحہ کا ہے، نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے، فقیر و غنی سب لیں جبکہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو شرعی پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔[8]

حضرت خاتون جنت کی نیاز کے بارے میں لکھتے ہیں:

اور حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کا نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انھیں اس سے باز رکھا جائے۔[9]

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ،

[4] " " " " " " ص ۲۲۵،

[5] " " " " " " ص ۲۲۵

کسی نے کہا کوئی ایسی حدیث لکھ دیجئے جس سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فاتحہ دلائی تھی (اسی طرح سوئم، چہلم اور عرس کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے) اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

فاتحہ دلانا شریعت میں جائز ہے اور جس طرح مدارس اور خانقاہیں اور مسافر خانے بنائے جاتے ہیں اور سب مسلمان ان کو فعل ثواب سمجھتے ہیں کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بنائے یا بنوائے تھے یا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ فاتحہ جس طرح اب دی جاتی ہے جس میں قرآن مجید اور کھانے دونوں کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، اور جب ممانعت کا ثبوت نہیں دے سکتا اور بے شک ہرگز نہیں دے سکتا تو جس چیز سے اللہ اور رسول نے منع نہ فرمایا دوسرا کہ منع کرے گا اپنے دل سے شریعت گڑھے گا۔ ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون ۰ متاع قلیل ولھم عذاب ۱۱

بَابُ ۵۳۲ مَا يَلْحَقُ الْإِنْسَانُ مِنَ الثَّوَابِ بَعْدَ وَفَاتِهِ

موت کے بعد انسان کو عطا ہونے والا ثواب

۴۱۱۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل منقطع نہیں ہوتے، صدقہ جاریہ، علم نافع اور نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔

صدقات جاریہ کی وضاحت اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ موت کے بعد انسان کے نیک اعمال پر ثواب کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین اعمال ایسے ہیں کہ موت کے بعد بھی ان پر ثواب ملتا رہتا ہے، کیونکہ ان کا سبب اس انسان کا عمل ہے، صدقہ جاریہ مثلاً کوئی انسان مسجد بنا کر فوت ہوا، جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ علم نافع مثلاً کوئی عالم کوئی علمی اور دینی کتاب لکھ کر فوت ہو گیا جب تک دنیا میں وہ کتاب پڑھی جاتی رہے گی اور لوگ اس کے علوم سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ (اے اللہ! اس شرح صحیح مسلم کو بھی صدقہ جاریہ کر دے۔ سعیدی) نیک اولاد بھی چونکہ انسان کی کوشش سے ہوتی ہے اس لیے جب تک اس کی اولاد اس کی اچھی تربیت سے نیکیاں کرے گی اور اس کے

لہ۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۶، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ

حق میں دعا کرے گی اس کو اجر ملتا رہے گا۔

ایصال ثواب کی وضاحت اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دعا اور صدقات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اسی طرح قرض کی ادائیگی کا ثواب بھی پہنچتا ہے، اگر میت سے حج رہ گیا ہو تو امام شافعی کے نزدیک وہ بھی قرض میں داخل ہے اور اگر نفلی حج کی وصیت کی ہو تو وہ بھی اسی حکم میں ہے۔ اور اگر اس کے روزے قضا ہوں تو امام شافعی کے نزدیک اس کا ولی اس کی طرف سے روزے بھی رکھ سکتا ہے اور فدیہ بھی دے سکتا ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک صرف فدیہ دیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید کی قرأت اور نمازوں کا ثواب پہنچانا امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک میت کی طرف سے ولی کا فرض نمازیں پڑھنا جائز نہیں ہے البتہ ان نمازوں کا روزوں کے برابر فدیہ دیا جاسکتا ہے اور نفلی نمازوں اور قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب میت کو پہنچانا جائز ہے۔

بَابُ ۵۳۳ الْوَقْفِ

وقف کا بیان

۴۱۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَابَ عُمَرُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالًا قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا عُمَرُ أَنَّهُ لَا يُبَاعُ أَصْلُهَا وَلَا يُبْتَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُوَرَّثُ قَالَ فَتَصَدَّقَ عُمَرُ فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبَى وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالضَّيْفِ لَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهَا أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوفِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهَذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا فَلَمَّا بَلَغْتُ هَذَا الْمَكَانَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ قَالَ مُحَمَّدٌ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں زمین ملی تو وہ اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کے لیے حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے خیبر میں ایسی زمین ملی ہے کہ اس جیسا مال مجھے کبھی نہیں ملا، میرے خیال میں وہ بہت عمدہ ہے آپ مجھے اس کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اصل زمین کو اپنے پاس رکھو اور اس کی (پیداوار) کو وقف کر دو، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس زمین کو اس شرط کے ساتھ وقف کر دیا کہ اصل زمین کو نہ بیچا جائے نہ خریدا جائے، نہ اس میں وراثت ہو اور نہ اس کو ہبہ کیا جائے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس کو فقراء، قرابت داروں، اللہ کے راستوں، مسافروں اور مہمانوں میں صدقہ کر دیا، اور یہ کہ جو شخص اس زمین کا انتظام کرے اگر وہ بھی دستور کے مطابق اس سے خود کھائے یا اپنے دوستوں کو کھلائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس سے مال جمع نہ کرے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین کے سامنے بیان کی جب میں غیر متمول پر پہنچا تو انھوں نے

غَيْرُ مُتَأَثِّلٍ مَالًا قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَأَنْبَأَنِي مَنْ قَرَأَ هٰذَا الْكِتَابَ أَنَّ فِيهِ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا۔

اس کی جگہ غیر متأثل کہا، ابن عون نے کہا جس نے اس دستاویز کو پڑھا تھا اس نے بتایا کہ اس میں مال کے اعتبار سے غیر متأثل ہی ہے۔

۴۱۱۲۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَزْهَرَ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ وَأَزْهَرَ انْتَهٰى عِنْدَ قَوْلِهِ أَوْ يُطْعِمَ صَدِيقًا غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ فِيهِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ وَحَدِيثُ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ فِيهِ مَا ذَكَرَ سُلَيْمٌ قَوْلَهُ وَحَدَّثَتْ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مُحَمَّدًا إِلٰى آخِرِهِ۔

دو مزید سندوں کے ساتھ یہ روایت ہے البتہ ابن ابی زائدہ اور ازہر کی روایت او یطعم صدیقا غیر متمول فیہ پر ختم ہو گئی اور اس میں اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے اور ابن ابی عدی کی روایت میں سلیم کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ میں نے یہ حدیث محمد بن سیرین کو بیان کی۔

۴۱۱۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ قَالَ أَصَبْتُ أَرْضًا مِنْ أَرْضِ خَيْبَرَ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَصَبْتُ أَرْضًا لَمْ أُصِبْ مَالًا أَحَبَّ إِلَيَّ وَلَا أَنْفَسَ عِنْدِي مِنْهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فَحَدَّثْتُ مُحَمَّدًا وَمَا بَعْدَهُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اراضی خیبر میں سے ایک زمین ملی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: مجھے ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ اچھا اور پسندیدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں محمد بن سیرین کے مقولہ کا ذکر نہیں ہے۔

وقف کا لغوی معنی علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ: لیث نے کہا ہے کہ وقف بالمکان وقفا۔ "کسی شخص نے مکان کو فروخت کر دیا"۔ اس کا معنی ہے دام قائما، اس کو ہمیشہ قائم رکھا"۔ [1]

وقف کی فقہی تعریف ملا نظام الدین نے ذکر کیا ہے: امام ابوحنیفہ کے نزدیک وقف کی شرعی تعریف یہ ہے:

[1] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۲۶۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة على الفقراء او على وجه من وجوه الخير بمنزلة العارية كذا في الكافي

کسی چیز کو اصل کر واقف کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کی منفعت کو فقراء پر صدقہ کر دینا، یا اس کی منفعت کو کسی کار خیر میں عارضی طور پر خرچ کرنا۔

اس تعریف کے اعتبار سے وقف لازم نہیں ہے اور وقف کرنے والا وقف کر کے رجوع کر سکتا ہے اور اس کو فروخت کر سکتا ہے، ہاں اگر قاضی اس کے لزوم کا فیصلہ کر دے یا وہ وقف کی وصیت کر دے تو پھر وقف لازم ہو جائیگا (نہایہ) اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وقف کی فقہی تعریف یہ ہے۔

حبس العين على حكم ملك الله تعالىٰ على وجه تعود منفعته الى العباد۔

کسی چیز کو حکماً اللہ تعالیٰ کی ملک پر برقرار رکھنا اور اس کے منافع کو بندوں پر صرف کرنا۔

اس تعریف کے اعتبار سے وقف لازم ہے، اس کو فروخت کیا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے نہ اس میں وراثت ہو سکتی ہے۔ (ہدایہ) عیون، یتیمہ اور شیخ ابو المکارم کی شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ فقہی صاحبین کی تعریف پر ہے۔ [1]

وقف کا حکم ملا نظام الدین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقف کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز بندے کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور اللہ عزوجل کی ملک برقرار پاتی ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ چیز واقف کی ملک پر روک دی جاتی ہے اور اب کسی دوسرے کی ملک کی طرف منتقل نہیں ہو گی اور اس کے منافع کو صدقہ کر دیا جائے گا۔ اس کے ارکان وہ خاص الفاظ ہیں جو وقف پر دلالت کریں۔ [2]

وقف کی شرائط ملا نظام الدین نے وقف کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) عقل اور بلوغ: اس لیے بچہ اور مجنون کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) حریت: غلام کا وقف کرنا صحیح نہیں ہے

(۳) اس چیز کو وقف کرنا جو فی نفسہ اور خرچ کے وقت عبادت ہو، لہٰذا اگر مسلمان کسی جگہ کو مندر یا گرجا کے لیے وقف کرے تو یہ صحیح نہیں ہے، ہاں اگر کسی جگہ کو مسجد کے لیے وقف کرے یا مسجد بنا کر دے تو یہ وقف صحیح نہیں ہے اور یہ مسجد نہیں ہو گی یہ سب کا قول ہے (جواہر الاخلاطی) (فتاویٰ رشیدیہ اور معارف القرآن میں اس کے برخلاف لکھا ہے جو غلط ہے۔ اس کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب المساجد کے شروع میں ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی)

(۴) جس چیز کو وقف کیا جائے وہ واقف کی ملکیت میں ہو۔ جس چیز پر ملکیت فاسد ہو یا غصب شدہ چیز ہو یا کرائے کی جگہ ہو اس کا وقف صحیح نہیں ہے۔

(۵) وقف کرنے والے کے تصرفات پر پابندی نہ ہو، مثلاً وہ کم عقل ہو یا دیوالیہ ہو۔

(۶) جس چیز کو وقف کیا جائے وہ معین ہو، اگر مبہم یا مجہول حصہ کو وقف کیا تو صحیح نہیں ہے۔

(۷) وقف کسی شرط پر معلق نہ ہو، مثلاً اگر کہا کہ میرا بیٹا آگیا تو میرا مکان مساکین پر وقف ہے تو بیٹے کے آنے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۰ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] " " فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۲ " " " " "

کے بعد بھی مکان وقف نہیں ہوگا۔

(۸)۔ وقف کے ساتھ اس کو فروخت کرنے کی شرط نہ لگائے۔

(۹)۔ وقف کرنے میں خیار شرط نہ لگائے، یہ شرط امام محمد کے نزدیک ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک تین دن تک خیار شرط رکھ سکتا ہے۔

(۱۰)۔ وقف ہمیشہ کے لیے کرے۔

(۱۱)۔ وقف کی آمدنی کو غیر متناہی مدت تک کے لیے رکھا جائے۔

(۱۲)۔ جس چیز کو وقف کیا جائے وہ غیر منقول ہو مثلاً زمین یا مکان ہو، منقولات کا وقف صحیح نہیں ہے، البتہ ہتھیار اور اونٹوں کا استثناء ہے۔ [1]

وقف کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: یہ حدیث اصل وقف کی صحت پر دلیل ہے، ہمارے اور جمہور فقہاء کے نزدیک وقف صحیح ہے، اس حدیث سے وقف کے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ وقف کی بیع جائز ہے نہ ہبہ، نہ اس میں وراثت ہو سکتی ہے۔

(۲)۔ وقف کی آمدنی یا وقف کو استعمال کرنے کے بارے میں واقف کا شرائط عائد کرنا صحیح ہے۔

(۳)۔ وقف کو واقف کی شرائط کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے۔

(۴)۔ وقف کی فضیلت اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔

(۵)۔ وقف کا منتظم وقف کی آمدنی سے اپنے گذارے کے لیے دستور کے مطابق کچھ خرچ لے سکتا ہے۔ [2]

بَابُ تَرْكِ الْوَصِيَّةِ لِمَنْ لَيْسَ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ

جس کے پاس وصیت کے لیے کوئی چیز نہ ہو اس کا وصیت کو ترک کرنا

۴۱۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ أَوْصَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا قُلْتُ فَلِمَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ

طلحہ بن مصرف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی؟ انھوں نے کہا نہیں! میں نے کہا پھر مسلمانوں پر وصیت کیوں فرض ہے؟ یا انھیں وصیت کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے کتاب اللہ عزوجل کے مطابق وصیت کا حکم

---

[1] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۷ - ۳۵۲، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْوَصِيَّةُ أَوْ فَلِمَ أُمِرُوا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ أَوْصَى بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

دیا ہے۔

۴۱۱۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قُلْتُ فَكَيْفَ أُمِرَ النَّاسُ بِالْوَصِيَّةِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ قُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْوَصِيَّةُ۔

دو اور سندوں سے یہ روایت ہے، وکیع کی روایت میں ہے میں نے کہا لوگوں پر وصیت کیوں فرض کی گئی ہے؟ اور ابن نمیر کی روایت میں ہے میں نے کہا مسلمانوں پر وصیت کیوں فرض کی گئی ہے؟

۴۱۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيرًا وَلَا أَوْصَى بِشَيْءٍ۔

دو سندوں سے روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، بکری نہ اونٹ، اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔

۴۱۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

دو اور سندوں سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۴۱۱۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ أَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا فَقَالَتْ

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا حضرت علی کے بارے میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) وصیت کی تھی؟ حضرت عائشہ نے فرمایا ان کے لیے کب وصیت کرتے؟ آپ نے میرے سینے یا میری گود میں ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ آپ نے ایک طشت

مَتٰی اَوْصٰی اِلَیْہِ فَقَدْ کُنْتُ مُسْنِدَتَہٗ اِلٰی صَدْرِیْ اَوْ قَالَتْ حَجْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدِ انْخَنَثَ فِیْ حَجْرِیْ وَمَا شَعَرْتُ اَنَّہٗ مَاتَ فَمَتٰی اَوْصٰی اِلَیْہِ۔

منگایا پھر آپ میری گود میں گر پڑے اور مجھے پتا نہ چلا کہ آپ فوت ہو گئے ہیں، آپ نے کس وقت ان کے لیے وصیت کی؟

۴۱۱۹۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِسَعِیْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ یَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ ثُمَّ بَکٰی حَتّٰی بَلَّ دَمْعُہُ الْحَصٰی فَقُلْتُ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ قَالَ اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعُہٗ فَقَالَ ائْتُوْنِیْ اَکْتُبْ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدِیْ فَتَنَازَعُوْا وَمَا یَنْبَغِیْ عِنْدَ نَبِیٍّ تَنَازُعٌ وَقَالُوْا مَا شَاْنُہٗ اَھَجَرَ اسْتَفْھِمُوْہُ قَالَ دَعُوْنِیْ فَالَّذِیْ اَنَا فِیْہِ خَیْرٌ اُوْصِیْکُمْ بِثَلَاثٍ اَخْرِجُوا الْمُشْرِکِیْنَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَاَجِیْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا کُنْتُ اُجِیْزُھُمْ قَالَ وَسَکَتَ عَنِ الثَّالِثَۃِ اَوْ قَالَھَا فَاُنْسِیْتُھَا قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ اِبْرَاھِیْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جمعرات کا دن بھی کس قدر ہولناک دن تھا جمعرات کا دن! پھر حضرت ابن عباس اس قدر روئے کہ ان کے آنسوؤں سے کنکریاں تر ہو گئیں، میں نے کہا اے ابن عباس! جمعرات کے دن کیا واقعہ ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا قلم اور کاغذ لاؤ میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے (قلم اور کاغذ کے متعلق) صحابہ آپس میں اختلاف کرنے لگے اور نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں تھا، صحابہ نے کہا کیا سبب ہے؟ کیا آپ الوداع ہو رہے ہیں؟ آپ سے پوچھو! آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو، میں جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے۔ میں تم کو تین چیزوں کی وصیت کر رہا ہوں، مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، وفود کی اس طرح عزت کیا کرو، جس طرح میں عزت کرتا ہوں، تیسری بات سے حضرت ابن عباس خاموش ہو گئے یا انھوں نے بیان کی تھی اور میں بھول گیا۔

حسن بن بشر کہتے ہیں کہ سفیان نے بھی ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

۴۱۲۰۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ اَخْبَرَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مَالِکِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ یَوْمُ الْخَمِیْسِ وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ ثُمَّ جَعَلَ تَسِیْلُ دُمُوْعُہٗ حَتّٰی رَاَیْتُ عَلٰی خَدَّیْہِ کَاَنَّھَا نِظَامُ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جمعرات کا دن! جمعرات کا دن بھی کس قدر ہولناک دن تھا! پھر حضرت ابن عباس اس قدر روئے کہ ان کے رخساروں پر آنسو اس طرح بہنے لگے جیسے موتیوں کی لڑیاں ہوں، حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ہڈی اور دوات

اللُّؤْلُؤِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُونِي بِالْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ أَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا فَقَالُوا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْجُرُ۔

لاؤ یا فرمایا تختی اور دوات لاؤ میں تم کو ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو سکو گے؛ صحابہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوداع ہو رہے ہیں۔

۴۱۲۱- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّونَ بَعْدَهُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْآنُ حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ قَرِّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُومُوا قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت آیا، اس وقت حجرے میں کئی شخص تھے جن میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے! حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد کا غلبہ ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے۔ ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے، پھر (اس مسئلہ میں) گھر والوں کا اختلاف ہوا اور وہ آپس میں بحث کرنے لگے، بعض یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قلم اور کاغذ دو تاکہ وہ تمہیں ایسی چیز لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو، اور بعض صحابہ حضرت عمر کی طرح کہتے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی بحث اور تمحیص بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اٹھ جاؤ"۔ اور حضرت ابن عباس یہ کہتے تھے کہ سب سے بڑی پریشانی کی بات وہ بحث اور تمحیص تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوانے کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصیت نہ کرنے پر سوالات کے جوابات

طلحہ بن مصرف نے یہ سوال کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود وصیت نہیں کی تو ہم کو وصیت کا کیوں حکم دیا؟ غالباً انھوں نے یہ سمجھا تھا کہ وصیت کا حکم اب بھی باقی ہے، حالانکہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا تھا، ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ حدیث نمبر ۴۱۱۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکالنے کی وصیت کی اور وفود کی عزت کرنے کی وصیت کی پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے وصیت نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے مال کی وصیت نہیں کی تھی۔

احادیث اہل سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی

حدیث نمبر ۴۱۱۶ میں ہے حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کسی چیز کی وصیت کی۔ اس حدیث سے شیعہ حضرات کے اس قول کا رد کرنا مقصود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں فدک کی زمین تھی جس کی وارث سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تھیں اور وہ ان کو وراثت میں نہیں دیا گیا۔ ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے لیے خاص وصیت کی تھی جو اور لوگوں کے لیے نہیں کی اور وہ خلافت کی وصیت تھی۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں ان دونوں چیزوں کا رد ہے کیونکہ آپ نے کوئی مال چھوڑا تھا نہ آپ نے کوئی وصیت کی تھی، خود حضرت علیؓ نے اس کی تصریح کی ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال یوم الجمل: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعھد الینا عھدًا نأخذ بہ فی امارۃ ولکنہ شیء رأیناہ من قبل انفسنا، ثم استخلف ابو بکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فقام واستقام ثم استخلف عمر، رحمۃ اللہ علی عمر فقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ۔[1]

حضرت علی نے جنگ جمل کے دن فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کے بارے میں ہمیں کوئی وصیت نہیں کی جس پر ہم عمل کرتے لیکن یہ ایسی چیز ہے جس پر ہم نے اپنی طرف سے غور کیا، پھر حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا، حضرت ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو، انھوں نے بڑی درستی کے ساتھ کار خلافت سرانجام دیے، پھر حضرت عمر کو خلیفہ بنایا گیا، اللہ حضرت عمر پر رحمت فرمائے، انھوں نے کار خلافت بڑی درستی کے ساتھ سرانجام دیے، حتیٰ کہ دین نے اپنے قدم جما لیے۔

اور امام حاکم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن قیس بن عباد قال دخلت انا والاشتر علی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یوم الجمل فقلت ھل عھد الیک رسول اللہ

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں اور اشتر جنگ جمل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں نے کہا کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص وصیت کی ہے

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

صلی اللہ علیہ وسلم عهدا دون العامة فقال لا الا هذا واخرج من قراب سيفه فاذا فيها المؤمنون تتكافأ دماؤهم ويسعى بذمتهم ادناهم وهم يد على من سواهم لا يقتل مومن بكافر ولا ذو عهد فى عهده هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه [1]

جو دوسرے صحابہ کے بارے میں نہیں کی، حضرت علی نے فرمایا نہیں پھر انھوں نے تلوار کے غلاف سے کچھ نکال کر فرمایا: البتہ یہ احکام ہیں کہ تمام مسلمانوں کے خون (ان کی جانیں) مساوی ہیں اور ایک عام مسلمان بھی کسی کو اپنی پناہ دے سکتا ہے اور وہ اپنے ماسوا پر قوی ہیں اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی ذمی کو اس کے عہد میں قتل کیا جائے گا۔ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے لیکن انھوں نے اس کی تخریج نہیں کی،

عن عبد الله بن سبيع قال لعلى الا تستخلف قال لا ولكن اتركم الى ما تركم اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه ابو يعلى ورجاله ثقات۔

عبداللہ بن سبیع کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ اپنا جانشین (خلیفہ) نہیں بناتے حضرت علی نے فرمایا نہیں لیکن میں تم کو اس طرح چھوڑ کر جاؤں گا جس طرح تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔

ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال چھوڑا تھا اور نہ کسی کو جانشین بنانے کی وصیت کی تھی اور اس کا ثبوت کتب شیعہ میں بھی ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے۔

احادیث اہل تشیع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت اور وصیت کی نفی

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابى عبد الله عليه السلام قال: ان العلماء ورثة الانبياء وذلك ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا وانما اورثوا احاديث من احاديثهم فمن اخذ بشئ منها فقد اخذ حظا وافرا الحديث۔ [2]

ابو عبداللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنی احادیث میں سے احادیث کا وارث کرتے ہیں سو جس نے ان احادیث میں سے کچھ حاصل کیا، اس نے ایک عظیم حصہ حاصل کیا۔

عن ابى عبد الله عليه السلام قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا

ابو عبداللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص طلب علم کے لیے کسی راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۵ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم رضا بہ وانہ یستغفر لطالب العلم من فی السماء ومن فی الارض حتی الحوت فی البحر وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر النجوم لیلۃ البدر وان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارًا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر۔ [1]

پر چلائے گا اور بے شک طالب علم کو راضی کرنے کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور طالب علم کی مغفرت کے لیے تمام آسمان اور زمین والے دعا کرتے ہیں حتی کہ سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر فضیلت ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے البتہ علم کا وارث بناتے ہیں سو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے ایک عظیم حصہ کو حاصل کیا۔

ان دونوں حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام مال کو وراثت میں نہیں چھوڑتے سو یہ کہنا غلط ہے کہ نبی علیہ السلام نے فدک کو وراثت میں چھوڑا تھا۔

اَھَجَرَ کی تحقیق حدیث نمبر ۴۱۱۹ میں ہے اَھَجَرَ اس لفظ میں دو احتمال ہیں یا تو یہ ھُجِرَ (بضم الھاء) سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہذیان یعنی شدت مرض کی بناء پر مریض کا اول فول اور بے ربط باتیں کرنا یعنی کیا آپ ہذیان کہہ رہے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی آپ العیاذ باللہ کوئی ہذیان تو نہیں کہہ رہے سنجیدگی سے کاغذ اور دوات منگوا رہے ہیں، دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ لفظ ھَجَرَ (بفتح الھاء) سے ماخوذ ہو اس کا معنی فراق اور وداع ہے اور یہی معنی صحابہ کرام کے مقام کے لائق ہے یعنی آپ جو وصیت لکھوانے کے لیے کاغذ اور دوات منگوا رہے ہیں تو کیا آپ ہم سے الوداع ہو رہے ہیں؟

حدیث قرطاس میں حضرت عمر پر حضور کا کہنا نہ ماننے کا اعتراض اور اس کے جوابات۔!

حدیث قرطاس کی بناء پر اہل تشیع کا مشہور اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور دوات لانے کا حکم دیا تھا اور حضرت عمر اور ان کے موافقین نے کاغذ اور دوات نہ لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی، اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ اگر یہ بالفرض معصیت ہے تو اس میں حضرت عمر اور ان کے موافقین منفرد نہیں ہیں بلکہ اس معصیت میں تمام اہل بیت شریک ہیں، کیونکہ کاغذ اور دوات کسی نے لاکر نہیں دی، خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول موجود ہے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال امرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ائتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ایک طبق لے کر آؤں جس پر آپ ایسی چیز لکھ دیں گے جس

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران۔

بعده، قال فخشيت ان تفوتني نفسه، قال: قلت انى احفظ واعى قال اوصى بالصلوة والزكاة وما ملكت ايمانكم۔ [1]

کی وجہ سے آپ کی امت آپ کے بعد گمراہ نہیں ہوگی حضرت علی نے کہا مجھے یہ خدشہ ہوا کہ کہیں آپ فوت نہ ہو جائیں میں نے کہا میں اس کو حفظ کروں گا اور یاد کر لوں گا! آپ نے فرمایا میں نماز، زکوٰۃ اور غلاموں اور باندیوں (کے ساتھ حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں۔

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر اور ان کے موافقین کا دوات اور کاغذ نہ لانا کر دینا کسی عناد اور معصیت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درد سے شدید تکلیف ہو رہی ہے اور اس حالت میں لکھوانے سے کہیں آپ کو زیادہ تکلیف نہ ہو جائے اس لیے ان کا یہ کہنا حسبنا کتاب اللہ "ہمیں کتاب اللہ کافی ہے" آپ سے شدید محبت اور آپ کو تکلیف کی شدت سے بچانے کے لیے تھا، جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کفار قریش نے صلح نامہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھ دو تو حضرت علی نے فرمایا لا واللہ لا امحوك ابدا۔ "نہیں خدا کی قسم! میں آپ کا نام نہیں مٹاؤں گا! [2] تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی نے عناد اور معصیت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں مانا بلکہ ہر خردمند اور صاحب عقل شخص یہی کہے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اس حکم کو نہ ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کی بناء پر تھا۔

اس اعتراض کا تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک تمام منافقین کو تہ تیغ نہ کر لیں اور فارس اور روم پر اسلام کے جھنڈے نہ گاڑ دیں اور ان کا خیال یہ تھا کہ اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لکھا تو کوئی بات نہیں تندرست ہونے کے بعد لکھ دیں گے اس توجیہ کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے، امام ابن سعد واقدی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبى صلى الله عليه وسلم قال فى مرضه الذى مات فيه ائتونى بدواة وصحيفة اكتب لكم كتابا لن تضلوا بعده ابدا فقال عمر بن الخطاب: من لفلانة وفلانة من اثر الروم؟ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس بميت حتى نفتتحها۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا مجھے دوات اور کاغذ لا کر دو میں تم کو ایسی چیز لکھ کر دوں گا جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے! حضرت عمر بن الخطاب نے کہا فلاں فلاں اور روم کے شہروں کا کیا ہوگا، جب تک ہم ان شہروں کو فتح نہ کر لیں، رسول اللہ فوت نہیں ہوں گے۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۹۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی فوت نہیں ہوں گے، اس لیے جلدی کی کیا ضرورت ہے، کہ اس شدید علالت میں آپ کو لکھوانے کی زحمت دی جائے جیسا کہ اس باب کی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درد غالب ہے اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمیں کتاب اللہ کافی ہے!

اس اعتراض کا چوتھا جواب یہ ہے کہ کئی مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے بعد حضرت عمر اپنی رائے پیش کرتے، اگر وہ رائے صحیح ہوتی تو حضور حضرت عمر کے مشورے کو قبول فرمالیتے اور اگر غلط ہوتی تو رد فرما دیتے مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو اپنی نعلین دے کر یہ اعلان کرنے کے لیے کہا جو شخص صمیم قلب سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت عمر نے مشورہ دیا فخلهم يعملون ۔ لوگوں کو عمل کرنے دیں یعنی اس بشارت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر لوگ عمل کرنا نہ چھوڑ دیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو قبول فرمالیا، عبداللہ بن ابی ابن سلول کی نماز جنازہ پڑھنے سے حضرت عمر نے بہت اختلاف کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے قبول نہیں فرمائی اور عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی، صلح حدیبیہ کی شرائط سے حضرت عمر نے بہت شدید اختلاف کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے اختلاف کی طرف توجہ نہیں کی اور انھیں شرائط پر صلح کی۔ اگر اس موقع پر بھی حضرت عمر کی رائے غلط اور خطا ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تردید کرتے اور اتنے اہم امر کا لکھوانا نہ چھوڑتے جس پر مسلمانوں کے گمراہی سے بچنے کا مدار تھا، نبی کی بعثت ہی اس لیے ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں کو بیان کرے جن پر گمراہی سے بچنا موقوف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے امر کو حضرت عمر کے کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو بہ العیاذ باللہ منصب نبوت اور رسالت کے خلاف ہے۔

اس اعتراض کا پانچواں جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے دوات اور کاغذ کو لا کر نہیں دیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عتاب کیا نہ انھیں کوئی سزا دی نہ ان کی تردید اور تغلیط کی البتہ اس میں بحث کرنے والوں سے یہ فرمایا "کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ نبی کے پاس بیٹھ کر بحث کرنا مناسب نہیں ہے"۔ جتنی بات غلط تھی (یعنی نبی کے سامنے آپس میں بحث کرنا) اس غلطی پر ٹوک دیا اگر دوات اور کاغذ لا کر نہ دینا بھی غلط ہوتا تو اس پر بھی ٹوک دیتے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو لکھوا رہے تھے اگر وہ مسلمانوں کے دین اور شریعت کی کوئی ضروری اور ناگزیر چیز تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لکھوانے کو کبھی ترک نہ کرتے، حضرت عمر تو الگ رہے اگر ساری کائنات بھی مخالفت کرتی تب بھی آپ اس کو ترک نہ کرتے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بلغ ما انزل اليك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته (مائدہ ۵، ۶۷) "جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے کار رسالت انجام نہ دیا"، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سخت مخالفت دھمکیوں اور ضرر رسانیوں کے باوجود تبلیغ ترک نہیں کی تھی۔

ساتواں جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ کے بعد چار دن زندہ رہے (کیونکہ یہ جمعرات کا واقعہ ہے اور پیر کو آپ کا وصال ہوا ہے) پس جس چیز کو آپ لکھوانے کے لیے کہہ رہے تھے اگر اس کا لکھوانا ضروری ہوتا تو ان دنوں میں آپ لکھوا دیتے، جبکہ ان ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور متعدد احکام ثابت ہیں اور بہت سی روایات میں ہے کہ ان ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں تخفیف ہو گئی تھی اگر یہ کوئی ناگزیر چیز تھی تو آپ ان

ایام میں لکھوا دیتے۔

آٹھواں جواب یہ ہے کہ اگر یہ کوئی اہم چیز نہیں تھی اور واقعۃً ایسا ہی تھا جیسا کہ ہم بادلائل بیان کر چکے ہیں تو حضرت عمر پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے ایک غیر اہم چیز کے لیے شدت مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھا۔

نواں جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے امت پر شفقت کی خاطر یا کسی اور سبب سے کچھ لکھوانا چاہا بعد میں وحی کے ذریعہ یا اجتہاد سے آپ پر یہ منکشف ہوا کہ اس چیز کا نہ لکھوانا ہی بہتر ہے۔

دسواں جواب یہ ہے کہ شریعت میں جو احکام آچکے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھی کی تاکید کے طور پر کچھ لکھوانا چاہتے تھے اور جب حضرت عمر نے کہا حسبنا کتاب اللہ "ہمیں کتاب اللہ کافی ہے"! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاکید کی ضرورت نہیں سمجھی۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے؟

اہل تشیع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کی خلافت کے بارے میں کچھ لکھوانا چاہتے تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر نے اس کی مخالفت کی۔ یہ صرف بے بنیاد مفروضہ ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اول تو یہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ آپ امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے۔ اور اگر آپ بالفرض امر خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے تو یہ کیسے لازم آیا کہ آپ حضرت علی کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے ہوں۔ اور قرائن سے یہی ثابت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج میں اپنا خلیفہ بنایا اور حضور کی زندگی میں حضرت ابوبکر کی قیادت اور امامت میں مسلمانوں نے فریضہ حج ادا کیا، دو بار آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز کا کچھ حصہ پڑھا ایک بار جب بنو عمرو بن عوف کی صلح کے لیے تشریف لے گئے تھے تو عصر کی نماز کا کچھ حصہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھا اور جب حضرت ابوبکر کو علم ہوا تو وہ پیچھے آ گئے اور باقی نماز آپ نے پڑھائی [1] اور دوسری بار پیر کا دن تھا جب آپ کا وصال ہوا اس دن صبح کی نماز آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، یہ آپ کی دنیا میں آخری نماز تھی [2] آپ نے اپنی آخری علالت میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے پیہم منع کرنے کے باوجود بااصرار فرمایا: مروا ابابکر ان یصلی بالناس [3]۔ "ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں" اور ایام علالت میں حضرت ابوبکر نے سترہ نمازیں پڑھائیں [4]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۹۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر سے ثبوت حدیث کے تینوں طریقوں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت ثابت ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابوبکر ہی مسلمانوں کے امام تھے اور آپ رفیق اعلیٰ سے اس حال میں واصل ہوئے کہ مسلمانوں کو حضرت ابوبکر کی امامت کے سپرد کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر کے انتخاب کے وقت فرمایا: ہم اپنی دنیا کی امامت کے لیے اس شخص پر راضی ہو گئے جس کی ہمارے دین میں امامت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو چکے تھے۔ [1]

حضرت ابوبکر کے استخلاف پر سب سے واضح اور روشن قرینہ یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه ادعي لي ابا بكر ابالك واخالك حتى اكتب كتابا فاني اخاف ان يتمن متمن ويقول انا اولى ويابى الله والمؤمنون الا ابا بكر [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی علالت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں انھیں (امر خلافت) لکھ کر دے دوں، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا (خلافت کی) تمنا کریگا اور کہے گا کہ میں زیادہ مستحق ہوں اور اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو نہیں مانیں گے۔!

اس حدیث کو امام بخاری نے دو جگہ روایت کیا ہے، کتاب المرض میں [3] اور کتاب الاحکام میں [4]۔

جو لوگ صحیحین کی اس روایت (حدیث قرطاس) کی وجہ سے حضرت عمر پر اعتراض کرتے ہیں انھیں صحیحین کی اس روایت پر بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔

عن علي بن ابي طالب رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم طرقه وفاطمة بنت النبي صلى الله عليه وسلم ليلة فقال الا تصليان فقلت يا رسول الله انفسنا بيد الله فاذا شاء ان يبعثنا بعثنا فانصرف حين قلت ذلك ولم يرجع

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور حضرت فاطمہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کیا تم نماز نہیں پڑھتے!، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے! جب میں نے یہ کہا تو نبی صلی اللہ علیہ

---

[1] حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۲، ۱۰۷۱، " " "

الی شیئاً ثم سمته وهو مول یضرب فخذه وهو یقول وکان الانسان اکثر شیٔ جدلاً ۔ [1]

وسلم واپس لوٹ گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے سُنا جب آپ پیٹھ پھیر کر جا رہے تھے تو اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرما رہے تھے: "انسان سب سے زیادہ بحث کرنے والا ہے۔"

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النذر

باب ۵۳۵

۴۱۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ ابْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ اسْتَفْتَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ تُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِهِ عَنْهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی والدہ نے ایک نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کرنے سے پہلے فوت ہو گئیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کی طرف سے نذر پوری کر دو۔

۴۱۲۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ بَكْرِ بْنِ وَائِلٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ وَمَعْنَى حَدِيثِهِ۔

پانچ دیگر اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۴۱۲۴ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَوْمًا يَنْهَانَا عَنِ النَّذْرِ وَ يَقُولُ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الشَّحِيحِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نذر سے منع فرمانے لگے اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی، نذر کی وجہ سے (غریبوں کے لیے) بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے۔

۴۱۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ النَّذْرُ لَا يُقَدِّمُ شَيْئًا وَ لَا يُؤَخِّرُهُ وَ إِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کسی چیز کو مقدم یا مؤخر نہیں کرتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي بِخَيْرٍ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی خیر کو نہیں لاتی، یہ طرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ.

دو دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۱۲۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْذِرُوا فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر مت مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر کو ٹال نہیں سکتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۲۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّذْرِ وَقَالَ إِنَّهُ لَا يَرُدُّ مِنَ الْقَدَرِ وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر تقدیر کو نہیں ٹالتی، یہ صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

۴۱۳۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ النَّذْرَ لَا يُقَرِّبُ مِنِ ابْنِ آدَمَ شَيْئًا لَمْ يَكُنِ اللهُ قَدَّرَهُ لَهُ وَلَكِنَّ النَّذْرَ يُوَافِقُ الْقَدَرَ فَيُخْرَجُ بِذَلِكَ مِنَ الْبَخِيلِ مَا لَمْ يَكُنِ الْبَخِيلُ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر ابن آدم کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں لا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے مقدر نہ کی ہو، لیکن نذر تقدیر کے موافق ہو جاتی ہے اور بخیل جو مال نکالنا نہیں چاہتا اس سے وہ مال نکلوا لیتی ہے۔

۴۱۳۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِيَّ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

۴۱۳۲- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ

حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف بنو عقیل کا حلیف تھا، ثقیف نے رسول اللہ

قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ ثَقِيفُ حُلَفَاءَ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ وَأَصَابُوا مَعَهُ الْعَضْبَاءَ فَأَتَى عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْوَثَاقِ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَأَتَاهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ فَقَالَ بِمَ أَخَذْتَنِي وَبِمَ أَخَذْتَ سَابِقَةَ الْحَاجِّ فَقَالَ إِعْظَامًا لِذَلِكَ أَخَذْتُكَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكَ ثَقِيفٍ ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَقِيقًا فَرَجَعَ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ قَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ تَمْلِكُ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَأَتَاهُ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي وَظَمْآنُ فَاسْقِنِي قَالَ هَذِهِ حَاجَتُكَ فَفُدِيَ بِالرَّجُلَيْنِ قَالَ وَأُسِرَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَأُصِيبَتِ الْعَضْبَاءُ فَكَانَتِ الْمَرْأَةُ فِي الْوَثَاقِ وَكَانَ الْقَوْمُ يُرِيحُونَ نَعَمَهُمْ بَيْنَ يَدَيْ بُيُوتِهِمْ فَانْفَلَتَتْ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْوَثَاقِ فَأَتَتِ الْإِبِلَ فَجَعَلَتْ إِذَا دَنَتْ مِنَ الْبَعِيرِ رَغَا فَتَتْرُكُهُ حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى الْعَضْبَاءِ فَلَمْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے دو شخصوں کو قید کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا، اور اس کے ساتھ عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ شخص بندھا ہوا تھا، وہ کہنے لگا اے محمد! (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس سے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا حاجیوں کی اونٹنیوں پر سبقت کرنے والی اونٹنی کیوں پکڑی گئی؟ (یعنی عضباء) اور آپ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے؟ آپ نے اس بات کو عظیم گردانتے ہوئے فرمایا: میں نے تم کو تمہارے حلیف ثقیف کے بدلے میں پکڑا ہے، پھر آپ چلے گئے، اس نے کہا: یا محمد، یا محمد! اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رقیق القلب تھے آپ اس کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں مسلمان ہوں! آپ نے فرمایا اگر تو یہ اس وقت کہتا جب تجھے اپنے معاملہ کا اختیار تھا (یعنی گرفتار ہونے سے پہلے) تو تو مکمل طور پر کامیاب ہوتا، پھر آپ چل دیے، اس نے پھر آواز دی اور کہا یا محمد! یا محمد! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھلائیے! اور میں پیاسا ہوں مجھے کچھ پلائیے! آپ نے اس کو کوئی چیز دے کر فرمایا، یہ لو اپنی حاجت پوری کرو۔ پھر اس کو ان دو شخصوں کے عوض چھوڑ دیا گیا (جن کو ثقیف نے گرفتار کیا تھا) راوی کہتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت گرفتار کر لی گئی تھی اور عضباء اونٹنی کو بھی پکڑ لیا گیا تھا وہ عورت بندھی ہوئی تھی اور ثقیف کے لوگ اپنے گھروں کے سامنے اپنے جانوروں کو آرام پہنچا رہے تھے، ایک رات وہ عورت قید سے بھاگ نکلی، اور اونٹوں کے پاس گئی وہ جس اونٹ کے پاس جاتی وہ آواز نکالنے لگتا، اور وہ اس کو چھوڑ دیتی، پھر وہ عورت عضباء اونٹنی کے پاس گئی اس نے کوئی آواز نہیں نکالی

تَرْغِ قَالَ وَنَاقَةٌ مُنَوَّقَةٌ فَقَعَدَتْ فِي بَهْ [illegible] لِلّٰهِ اَنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا فَلَمَّا قَدِمَتِ الْمَدِيْنَةَ رَاٰهَا النَّاسُ فَقَالُوْا الْعَضْبَاءُ نَاقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّهَا نَذَرَتْ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا فَاَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بِئْسَمَا جَزَتْهَا نَذَرَتْ لِلّٰهِ اِنْ نَجَّاهَا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَتَنْحَرَنَّهَا لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

راوی نے کہا وہ بہت مسکین اونٹنی تھی، وہ عورت اس اونٹنی کی پیٹھ سے [illegible] اس عورت نے ان کو عاجز کر دیا، راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس اونٹنی کے ساتھ نجات دے دی تو وہ اس کی قربانی دے گی، جب وہ عورت مدینہ منورہ پہنچ گئی اور صحابہ نے اس کو دیکھا تو کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء ہے، اس عورت نے کہا اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اس اونٹنی کے ساتھ نجات دے دی تو وہ اس کی قربانی دے گی، صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس عورت نے عضباء کو کتنا برا صلہ دیا ہے؟ اس نے اللہ کی نذر مانی کہ اگر اللہ نے اس کو عضباء پر نجات دے دی تو وہ اس کو ذبح کر دے گی! گناہ کی نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا اور نہ اس چیز کی نذر کو پورا کیا جائے گا جس کا انسان مالک نہیں ہے۔ اور ابن حجر کی روایت میں ہے: اللہ کی معصیت میں نذر پوری نہیں کی جائے گی۔!

۴۱۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ حَمَّادٍ قَالَ كَانَتِ الْعَضْبَاءُ لِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ عُقَيْلٍ وَّكَانَتْ مِنْ سَوَابِقِ الْحَاجِّ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ اَيْضًا فَاَتَتْ عَلٰى نَاقَةٍ ذَلُوْلٍ مُجَرَّسَةٍ وَّفِيْ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ وَهِيَ نَاقَةٌ مُدَرَّبَةٌ۔

دیگر دو سندوں سے یہ حدیث مروی ہے، اور حماد کی روایت میں ہے کہ عضباء بنو عقیل کے ایک شخص کی تھی اور وہ حجاج کو پہلے پہنچانے والی اونٹنیوں میں سے تھی، اور اس روایت میں ہے کہ وہ عورت ایک مسکین اونٹنی کے پاس آئی جس کے گلے میں گھنٹی پڑی ہوئی تھی اور ثقفی کی روایت میں ہے کہ وہ سدھائی ہوئی اونٹنی تھی۔

۴۱۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ حَدَّثَنِيْ ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ فَقَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوْا نَذَرَ اَنْ يَّمْشِيَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ وَّاَمَرَهٗ اَنْ يَّرْكَبَ۔

اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو دو آدمیوں کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے جا رہا تھا، آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے، آپ نے فرمایا: یہ شخص اپنے آپ کو جو عذاب دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔

۴۱۳۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْرَكَ شَيْخًا يَّمْشِيْ بَيْنَ ابْنَيْهِ يَتَوَكَّاُ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاْنُ هٰذَا قَالَ ابْنَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْكَبْ اَيُّهَا الشَّيْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ وَابْنِ حُجْرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص اپنے دو بیٹوں کے درمیان ان پر ٹیک لگا کر چل رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو کیا ہوا؟ اس کے بیٹوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس نے (پیدل چلنے کی) نذر مانی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے شیخ سوار ہو! اللہ تعالیٰ تجھ سے اور تیری نذر سے بے نیاز ہے! یہ الفاظ قتیبہ اور ابن حجر کے ہیں۔

۴۱۳۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَبِيْ عَمْرٍو بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۴۱۳۷ - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ فَضَالَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری بہن نے نذر مانی کہ میں بیت اللہ تک ننگے پاؤں جاؤں گی انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ معلوم کر کے آؤں۔ میں نے آپ

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّهٗ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِیْ اَنْ تَمْشِیَ اِلٰی بَیْتِ اللّٰهِ حَافِیَةً فَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اَسْتَفْتِیَ لَهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَیْتُهٗ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلْتَرْكَبْ۔

سے دریافت کیا، آپ نے فرمایا وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔

۴۱۳۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ اَیُّوْبَ اَنَّ یَزِیْدَ بْنَ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا الْخَیْرِ حَدَّثَهٗ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِیِّ اَنَّهٗ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِیْ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مُفَضَّلٍ وَّلَمْ یَذْكُرْ فِی الْحَدِیْثِ حَافِیَةً وَزَادَ وَكَانَ اَبُو الْخَیْرِ لَا یُفَارِقُ عُقْبَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے، مفضل کی حدیث میں ننگے پیروں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۳۹۔ وَحَدَّثَنِیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ اَنَّ یَزِیْدَ بْنَ اَبِیْ حَبِیْبٍ اَخْبَرَهٗ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِیْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

۴۱۴۰۔ وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ وَیُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی وَاَحْمَدُ ابْنُ عِیْسٰی قَالَ یُوْنُسُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ شُمَاسَةَ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْیَمِیْنِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر کا وہی کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔

نذر کا لغوی معنی علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں: نذر منت ہے، انسان جس کام کی منت مان کر اس کو اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں، یہ نذر ینذِرُ اور نذر ینذُرُ دونوں طرح مستعمل ہے۔ "اللہ سبحانہ کے لیے نذر کی" اس کا معنی ہے کسی صدقہ یا عبادت کو تبرعاً اپنے اوپر لازم کر لیا، قرآن مجید میں ہے کہ عمران کی بیوی نے کہا: رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا۔ "اے میرے پروردگار جو (بچہ) میرے پیٹ میں ہے میں اس کی تیرے لیے منت مانتی ہوں کہ میں اس کو دنیا کے کاموں سے آزاد رکھوں گی"۔ ابن اثیر کہتے ہیں کہ نذر کی احادیث میں نذر ماننے سے منع کیا گیا ہے، یہ درحقیقت نذر کے حکم کی تاکید ہے اور نذر واجب کرنے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی کرنے سے ممانعت ہے، اگر ان احادیث سے نذر ماننے کی ممانعت مراد ہوتی تو نذر ماننا معصیت ہوتا اور اس کو پورا کرنا لازم نہ ہوتا، ان احادیث کی یہ توجیہ اس لیے کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ نذر ماننے کی وجہ سے کوئی نفع جلد حاصل ہوتا ہے نہ کوئی ضرر دور ہوتا ہے اور نہ اس سے تقدیر کو ٹالا جا سکتا ہے، اس لیے ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ نذر ماننے کی وجہ سے تم اس چیز کو حاصل کر لو گے جو تمہاری تقدیر میں نہیں ہے یا تم قضاء کو ٹال دو گے تو نذر مت مانو، اور جب تم اس عقیدہ کے بغیر نذر مانو تو اس نذر کو پورا کرو، کیونکہ وہ تم پر لازم ہے۔[1]

نذر کا شرعی معنی علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: نذر ایک عبادت مقصودہ ہے اور عبادات واجبہ کی جنس سے ہے۔ (جو عبادت فی نفسہا واجب نہ ہو جیسے دخول مسجد، عیادت مریض، جنازہ میں شریک ہونا، اور اوراد اور وظائف کا پڑھنا یا واجب تو ہو لیکن فی ذاتہا مقصود نہ ہو جیسے قرأت قرآن اور وضو کرنا، اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے) جیسے کوئی شخص روزہ، نماز، صدقہ، حج، اعتکاف، وقف یا کسی اور عبادت مقصودہ واجبہ کی نذر مانے۔[2]

نذر کا حکم نذر کا پورا کرنا واجب ہے، قرآن مجید میں ہے: ولیوفوا نذورہم (حج: ۲۹) "وہ اپنی نذروں کو پورا کریں"، ہر چند کہ قرآن مجید سے نذر پورا کرنے کا لزوم فرضیت کا تقاضا کرتا ہے لیکن چونکہ اس آیت کی لزوم پر قطعی دلالت نہیں ہے اس لیے نذر کا پورا کرنا فرض نہیں ہے واجب ہے اور لزوم قطعی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مطلقاً نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے چنانچہ معصیت کی نذر کو عبادات نافلہ کی نذر کو اور عبادات واجبہ غیر مقصودہ کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

اس باب کی احادیث سے بھی نذر پورا کرنے کا لزوم ثابت ہے، علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں نذر کا پورا کرنا، کتاب، سنت اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے۔[3]

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۶۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۹۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۹۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

نذر کی شرائط ملا نظام الدین نے نذر کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) جس چیز کی نذر مانی ہے اس کی جنس سے کوئی عبادت شرعاً واجب ہو، اسی لیے عیادت مریض کی نذر صحیح نہیں ہے۔

(۲) جس چیز کی نذر مانی ہے وہ عبادت مقصودہ ہو، کسی دوسری عبادت کا وسیلہ نہ ہو، اسی لیے وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہیں ہے۔

(۳) جس چیز کے لیے نذر مانی ہے وہ فی نفسہٖ معصیت نہ ہو۔ (البحر الرائق)

(۴) جن عبادات کی نذر مانی ہے وہ فی نفسہا فرض یا واجب نہ ہو مثلاً کوئی شخص ظہر کی نماز کی نذر مان لے تو صحیح نہیں ہے۔

(۵) جس عبادت کی نذر مانی ہے اس کا کرنا محال نہ ہو، مثلاً کوئی شخص کہے اگر اللہ تعالیٰ نے میرا کام کر دیا تو میں گذشتہ کل میں روزہ رکھوں گا۔ (البحر الرائق)۔

نذر کی اقسام علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: نذر کی چار قسمیں ہیں: (۱) عبادت جیسے نماز (۲) معصیت جیسے زنا۔ (۳) مکروہ جیسے نوافل ترک کرنے کی نذر (۴) مباح جیسے مباح کھانے پینے یا مباح لباس پہننے کی نذر۔ عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور باقی اقسام کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔[۲]

صحیح یہ ہے کہ عبادت کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے، معصیت کی نذر کو پورا کرنا معصیت کی نوعیت کے اعتبار سے ممنوع ہے، حرام کی نذر حرام ہے، مکروہ تحریمی کی نذر مکروہ تحریمی ہے، مکروہ تنزیہی کی نذر مکروہ تنزیہی ہے اور مباح کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ۔[۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ شخص اس عبادت کو کرے اور جس شخص نے گناہ کرنے کی نذر مانی وہ اس گناہ کو نہ کرے

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے حج کرنے یا روزہ رکھنے یا صدقہ کرنے یا غلام آزاد کرنے یا اعتکاف کرنے یا نماز پڑھنے یا کسی اور عبادت کی نذر کی اور نذر پوری کرنے سے پہلے وہ فوت ہو گیا تو اس کا ولی اس کی طرف سے اس کی نذر پوری کر دے۔ نماز کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ میت کی طرف سے

۱۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

نماز نہ پڑھے، کیونکہ نماز کا کسی حال میں کوئی بدل نہیں ہے، اور باقی عبادات میت کی طرف سے کرنی جائز ہیں، لیکن میت کے ولی پر واجب نہیں ہیں بلکہ بطور صلہ رحمی اور احسان کے مستحب ہیں۔ سعید نے سفیان سے روایت کیا ہے کہ عبدالکریم بن ابی امیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنی والدہ کی نذر اعتکاف کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا تم ان کی طرف سے روزہ رکھو اور اعتکاف کرو! اور عامر بن شعیب نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمان کی موت کے بعد ان کی طرف سے اعتکاف کیا، اور امام مالک نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے کہیں جائے، نہ نماز پڑھے اور نہ اس کی طرف سے روزہ رکھے اور نماز کے قیاس پر باقی بدنی اعمال ہیں، اور امام شافعی نے کہا میت کی طرف سے حج کرنا جائز ہے اور نماز پڑھنا جائز نہیں ہے یہ قول واحد ہے، اور روزے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھے البتہ ہر روزے کے بدلے میں میت کا ولی ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ رسول نے فرمایا: من مات وعلیہ صیام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكين۔ "جو شخص فوت ہو گیا درآں حالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے ہوں اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے" (سنن ابن ماجہ) غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ ظاہر احادیث کی وجہ سے ولی پر میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے، اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے، ہاں اگر میت پر کوئی مالی حق ہو اور میت کا ترکہ ہو تو پھر میت کے ولی پر اس حق کو ادا کرنا واجب ہے۔ اور اس بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم استحباب پر محمول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو میت کے قرض کے مشابہ قرار دیا ہے اور جب تک میت کا ترکہ نہ ہو میت کا قرض ادا کرنا ورثاء پر واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: میت کی طرف سے روزہ رکھنے کے جواز پر ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من مات وعلیہ صیام صام عنه ولیه "جو شخص فوت ہو گیا درآں حالیکہ اس پر روزے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے"، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی درآں حالیکہ اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اللہ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے" (صحیح بخاری و مسلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میری بہن نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ فوت ہو گئی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔ (صحیح بخاری) یہ احادیث میت کی طرف سے حج کرنے، روزہ رکھنے اور نذر پوری کرنے میں قطعاً صریح ہیں اور باقی امور کو ان احادیث پر قیاس کیا جائے گا، اور حضرت ابن عمر سے جو روزے کے بدلے میں فدیہ کی روایت ہے وہ رمضان کے فرض روزوں پر محمول ہے (جو شارع نے واجب کیے ہیں) تاکہ ان احادیث میں تعارض نہ ہو، اور اگر تعارض فرض کیا جائے تو میت کی طرف سے روزہ رکھنے کی احادیث کی تعداد زیادہ ہے اور یہ احادیث زیادہ صحیح ہیں اس لیے ان احادیث کو مقدم کرنا واجب ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا تو اولیٰ یہ ہے کہ میت کی طرف سے میت کا وارث

میت کی نذر کو پورا کرے، اور اگر وارث کا غیر نذر پوری کر دے تو یہ بھی جائز ہے، جس طرح غیر وارث کا میت کی طرف سے قرض ادا کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی نذر کو قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس پر قیاس کیا ہے، کیونکہ میت کا وارث میت کی طرف سے احسان اور تبرع کرتا ہے اور وارث کا غیر بھی اس کی طرح تبرع کر سکتا ہے اور اگر میت نے مال کی نذر کی ہو تو اس کے ترکہ سے متعلق ہوگی۔ [1]

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن عبادہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنی والدہ کی طرف سے ان کی نذر پوری کرو" اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ میت کی طرف سے اس کے حقوق واجبہ ادا کرنا جائز ہے، حقوق مالیہ کے ادا کرنے کے جواز پر اجماع ہے، اور حقوق بدنیہ کے ادا کرنے میں اختلاف ہے، امام شافعی اور دوسرے فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ زکوٰۃ، نذر اور کفارہ میت پر جو حقوق مالیہ واجب ہیں ان کو میت کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، خواہ میت نے اس کی وصیت کی ہو یا نہ جیسا کہ قرض کا حکم ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ مسلک ہے کہ میت نے جب تک وصیت نہ کی ہو اس کی طرف سے کسی چیز کو ادا کرنا واجب نہیں ہے، اور میت کی طرف سے روزہ ادا کرنے کی جو احادیث ہیں ان کو ماہرین نے معلل اور مضطرب قرار دیا ہے۔ [2]

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی

لکھتے ہیں:

میت کی نذر یا صرف مال کے ساتھ خاص ہوگی، جیسے صدقہ اور غلام آزاد کرنا، یا صرف بدن کے ساتھ خاص ہوگی جیسے نماز اور روزہ، یا مال اور بدن دونوں کے ساتھ متعلق ہوگی۔ پس اگر نذر صرف مال کے ساتھ خاص ہو جیسے صدقہ اور وقف وغیرہ تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ میت کے ورثاء اور ان کا غیر کوئی شخص بھی میت کی طرف سے نذر ادا کر سکتا ہے، اور اگر وہ نذر نماز اور روزے کی طرح بدن کے ساتھ خاص ہو تو کسی شخص کا بھی اس نذر کو میت کی طرف سے ادا کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر یہ نذر مال اور بدن دونوں سے متعلق ہو جیسے حج تو اس میں امام مالک کہتے ہیں کہ اس کے لیے میت کی وصیت صحیح ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں سے جو چاہے میت کی طرف سے حج کر سکتا ہے۔

علامہ ابوالولید باجی مزید لکھتے ہیں: حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ نے کس چیز کی نذر مانی تھی؟ حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے اگر یہ نذر صرف مال کی تھی یا مال اور بدن دونوں سے متعلق عبادت کی تھی، تب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نذر کو ادا کرنے کا حکم ظاہر ہے اور اگر یہ نذر اس عبادت کی تھی جو بدن کے ساتھ خاص ہے تو آپ نے اس کا حکم

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۸۰، ۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہیں دیا کیونکہ جس طرح فرائض بدنیہ میں نیابت صحیح نہیں ہے اسی طرح بدنی عبادت کی نذر میں بھی نیابت صحیح نہیں ہے۔ [1]

وسلم نے اس کو ادا کرنے کا حکم نہیں دیا! حالانکہ آپ نے حضرت سعد سے ان کی والدہ کی نذر کے بارے میں فرمایا: اقضہ عنہا "اس کی طرف سے نذر ادا کرو" البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کیونکہ امام مالک نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد [2] "کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے" اس لیے حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ کی نذر مالی عبادت یا مال اور بدن سے متعلق عبادت پر محمول ہوگی۔

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ میت کی نذر کو اس کی طرف سے پورا کرنا واجب ہے خواہ روزہ کی نذر ہو یا نماز کی اور فقہاء شافعیہ نے کہا کہ میت کی طرف سے نماز پڑھنا اور حج کرنا جائز ہے، اور تصریح میں ہے کہ فقہاء کا مشہور مذہب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جائے نہ نماز پڑھی جائے، اور امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ رکھا جا سکتا ہے، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور غیر مقلدین کا یہی نظریہ ہے، اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے، فرض نہ سنت، زندہ کی طرف سے نہ مردہ کی طرف سے، کیونکہ امام مالک نے اپنی مؤطا میں روایت کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔ نیز علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام نسائی نے بھی روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی کی طرف سے روزہ رکھے، فقہاء احناف کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے یا کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔ [3]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا درآں حالیکہ اس پر حج فرض تھا تو اس کے ورثاء پر اس کی طرف سے حج کرنا لازم نہیں ہے خواہ اس نے حج کی وصیت کی ہو یا نہ اور اگر اس نے حج کی وصیت کی اور اس کے تہائی مال سے حج کیا جا سکتا ہے تو میت کی وصیت کے مطابق اس کی طرف سے حج کیا جائے گا اور اگر میت کے تہائی ترکہ سے حج نہیں کیا جا سکتا تو میت کی وصیت باطل ہو جائے گی۔ [4]

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک میت کی نذر پوری کرنا ورثاء پر اس وقت لازم ہے جب میت نے

---

[1] قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف باجی الاندلسی مالکی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۲۴۰ مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۲۴۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[3] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۱۰-۲۰۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[4] " " " " ج ۱۰ ص ۲۱۲ " " " "

مالی عبادت یا مال اور بدن سے متعلق عبادت کی نذر مانی ہو اور میت کے تہائی (۱/۳) ترکہ سے وہ نذر پوری کی جا سکتی ہو اور میت نے اس نذر کو پورا کرنے کی وصیت بھی کی ہو۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی تو اس نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے البتہ تبرعاً اور احساناً ورثاء یا ان کا غیر اس نذر کو پورا کر دے تو جائز ہے، جس طرح میت کو ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔

میت کی طرف سے اس کی نذر پوری کرنے میں غیر مقلدین کا نظریہ

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں میت کی نذر مالی عبادت کی ہو یا بدنی عبادت کی اس کے ورثاء پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور ظاہر یہ ہے کہ ظاہر حدیث اہل ظاہر کے ساتھ ہے۔ [1]

اولیاء اللہ کی نذر ماننے کا معروف اور مروّج غلط طریقہ اور اس کی اصلاح کی صورتیں

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

اکثر عوام فوت شدہ لوگوں کی نذر مانتے ہیں اور اولیاء اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کے مزارات پر روپے پیسے، موم بتیاں اور تیل لے جاتے ہیں یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک ان چیزوں کو فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانتا ہے: "اے سیدی! اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آیا یا میرا بیمار تندرست ہو گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں آپ کو اتنا سونا، چاندی یا کھانا یا موم بتیاں یا تیل دوں گا" یہ نذر بالاجماع باطل اور حرام ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں: پہلی دلیل یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا، تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا یہ گمان ہے کہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ نہیں میت کا تصرف ہے تو اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔ اس کی اصلاح کی یہ صورت ہے کہ نذر ماننے والا اللہ کی نذر مانے اور کہے اے اللہ اگر میرا مریض شفایاب ہو گیا، یا میرا گم شدہ شخص واپس آ گیا یا میری حاجت پوری ہو گئی تو میں تیری نذر مانتا ہوں کہ میں (مثلاً) سیدہ نفیسہ، یا امام شافعی، یا امام لیث کے مزار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مساجد کے لیے چٹائیاں لے جاؤں گا یا ان مساجد کے لیے تیل یا روپے پیسے لے جاؤں گا۔ نذر اللہ عزوجل کی ہو اور اولیاء کرام کا ذکر صرف نذر کا مصرف متعین کرنے کے لیے ہو، اور جو فقراء اولیاء اللہ کے مزارات یا مساجد پر اس امید سے بیٹھے ہوتے ہیں ان پر اس نذر کو خرچ کیا جائے۔ اس نذر کو غنی، عہدہ دار اور سادات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور شریعت میں نذر کو اغنیاء پر صرف کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے کیونکہ اس پر

---

[1] نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، المسلک الواج ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۲ھ

[2] علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اجماع ہے کہ مخلوق کی نذر حرام ہے اور منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی مزارات کے خادموں کے لیے اس نذر کا لینا جائز ہے الا یہ کہ وہ فقراء ہوں اور ان کے اہل وعیال کسب سے عاجز ہوں۔ [1]

ملا نظام الدین حنفی (مرتب فتاوی عالمگیری) نے ذکر کیا ہے:

اکثر عوام اس طرح نذر مانتے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان کے مزار کی چادر اٹھا کر کہتے ہیں: اے سیدی فلاں بزرگ! اگر میری حاجت پوری ہو گئی تو مثلاً آپ کو اتنا سونا دوں گا" یہ نذر بالاجماع باطل ہے۔ ہاں اگر یہ کہے کہ اے اللہ! میں تیری نذر مانتا ہوں کہ اگر مثلاً میرا بیٹا شفا یاب ہو گیا تو میں مثلاً سیدہ نفیسہ کے دربار پر بیٹھنے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا ان کی مسجد کے لیے چٹائیاں اور روشنی کے لیے موم بتیاں دوں گا یا مسجد کے منتظم کو خرچ کے لیے پیسے دوں گا۔ یہ نذر اللہ تعالیٰ کی ہو اور شیخ کا ذکر صرف نذر کے مستحقین کے محل کو متعین کرنے کے لیے ہو تو یہ جائز ہے۔ لیکن اس نذر کو غیر فقراء پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے، کسی ذی علم عالم پر اور نہ شیخ کے خدام اور حاضرین پر الا یہ کہ وہ فقراء ہوں۔ پس اولیاء اللہ کے مزارات پر ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو پیسے چڑھائے جاتے ہیں وہ بالاجماع حرام ہیں جب تک ان پیسوں کو زندہ فقراء پر خرچ کرنے کا قصد نہ کیا جائے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اکثر لوگ اس غلط کام میں مبتلا ہیں۔ النہر الفائق اور البحر الرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق شاہ مسعود دہلوی کا نظریہ

شاہ محمد مسعود دہلوی لکھتے ہیں:

اگر کوئی نذر ماننے والا نذر کو واسطے اللہ کے خالصاً مانے اور کہے کہ اے بار خدایا! یہ نذر واسطے تیرے ہے اگر فلاں حاجت پوری ہو جائے گی تو فلاں درگاہ کے فقراء کو دوں گا تو جائز ہے کافی الشامی اور یہی عالمگیری میں ہے، پس تاوقتیکہ نذر خالصاً للہ نہ ہو اور صرف اس کا واسطے فقراء زندوں کے نہ ہو جائز نہیں اور حرام ہے بالاجماع۔ [3]

اولیاء اللہ کی مروّج نذر کے متعلق مولانا ریاست علی خاں کا نظریہ

مولانا ریاست علی خاں سے سوال کیا گیا: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکرا جو عوام الناس میں شیخ سدو کے نام کا مقرر کرتے ہیں اور نذر مانتے ہیں کہ اگر ہماری مراد پوری ہو جائے گی تو تمہارے نام کا بکرا ذبح کریں گے تو کھانا اس گوشت کا حرام ہے یا حلال اور ایسی نذر درست ہے یا نہیں؟

مولانا ریاست علی خاں جواب میں لکھتے ہیں:

کھانا اس گوشت کا بلاشبہ حرام ہے اس لیے کہ اس میں تعظیم اور تقرب اور اہلال الی غیر اللہ پایا گیا کہ شرع شریف میں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] شاہ محمد مسعود دہلوی ۱۳۹۶ھ، فتاوی مسعودی ص ۴۴۰ مطبوعہ سر ہند پبلی کیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ

ایسی تعظیم اور تقرب کی ممانعت صریح ثابت ہے اور ایسی نذر نادرست اور حرام ہے۔ [1]

اولیاء اللہ کی مروج نذر کے متعلق شاہ عبدالعزیز کا نظریہ

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے پہلے فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۵ پر عالمگیری کی مذکور الصدر عبارت کا ترجمہ کیا ہے اس کے بعد اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھا ہے:

قضاء حاجات کے لیے اولیاء اللہ کی جو نذر معروف اور مروج ہے، اکثر فقہاء اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکے، انھوں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے یہ کہا ہے کہ اگر ولی کے لیے بالاستقلال نذر ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور ولی کا ذکر صرف بیان مصرف کے لیے ہو تو جائز ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت کی روح کو طعام کا ہدیہ پہنچانا امر مسنون ہے اور یہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت سعد کی والدہ کا ذکر صحیحین میں ہے، اس نذر کا خلاصہ یہ ہے کہ فلاں ولی کی طرف اتنی چیز کے ثواب کی نسبت ہے اور ولی کا ذکر نذر شدہ عمل کی تعیین کے لیے ہے، مصرف کے ذکر کے لیے نہیں ہے، نذر کرنے والے کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متعلقین، قرابت دار، خدام اور اہل طریقت ہوتے ہیں اور نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے، اس نذر کا حکم یہ ہے کہ اس کو پورا کرنا صحیح ہے، کیونکہ یہ عبادت مقصودہ ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو بالاستقلال حلال مشکلات سمجھتا ہو یا اس کے شفیع غالب ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو تو یہ شرک ہے اور ایسی نذر ناجائز ہے۔ [2]

شاہ عبدالعزیز کا مطلب یہ ہے کہ عوام جو چیزیں اولیاء اللہ کو نذر کرتے ہیں وہ درحقیقت ایصال ثواب کا نذرانہ ہے اور لغوی نذر ہے اور یہ ایصال ثواب ولی کے خدام، اقربا اور متعلقین کے لیے ہے اور یہ شرعی نذر نہیں ہے، جس میں یہ کہا جائے کہ "اگر فلاں بزرگ نے میرا یہ کام کر دیا تو میں اس کی درگاہ میں چادر چڑھاؤں گا، یا اس کی درگاہ میں اتنی چیزیں دوں گا" اور اگر کسی نے ایسا کہا تو یہ ناجائز ہے اس کی تصریح شاہ عبدالعزیز نے اسی فتاویٰ میں اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے کر دی ہے۔ [3]

کیا میت کے لیے لغوی نذر ماننا جائز ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے:

اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا" تو یہ نذر جائز ہے کیونکہ یہ نذر لغوی ہے اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے وہ نذر فقہی یا نذر شرعی ہے۔ اور نذر لغوی اور شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذر شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذر لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی

---

[1] ۔ مولانا ریاست علی خان، جامع الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳، مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۳ھ

[2] ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ۔

[3] ۔ " " " فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۹۵، " " " "

جائز ہو جائیں گی مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا یہ لغوی سجدہ ہے کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزہ رکھے گا اور کہے گا یہ لغوی روزہ ہے' اس طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ کے لیے لغوی روزے رکھے جا سکتے ہیں اور لغوی حج کیے جا سکتے ہیں وعلی ہذا القیاس۔

لغوی قسم اور لغوی نذر کی تحقیق بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانا ناجائز ہے حالانکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں غیر اللہ کی قسمیں کھائی گئی ہیں اور اس کا یہی جواب ہے کہ غیر اللہ کی شرعی اور فقہی قسم ناجائز ہے اور غیر اللہ کی لغوی قسم کھانا ناجائز ہے۔ سو اسی قیاس پر غیر اللہ کی شرعی اور فقہی نذر ناجائز ہے اور غیر اللہ کی لغوی نذر جائز ہے۔

یہ دلیل متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ غیر اللہ کے لیے قسم کا ذکر قرآن اور حدیث میں آگیا ہے اس لیے اس میں تاویل کی ضرورت ہے اور غیر اللہ کے لیے نذر ماننے کا ذکر چونکہ قرآن اور حدیث میں نہیں ہے اس لیے اس کو تاویل سے غیر اللہ کے لیے جائز کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ کی قسم اور غیر اللہ کی قسم میں صرف لغت اور اصطلاح کا فرق نہیں ہے بلکہ اصل فرق یہ ہے کہ جب انسان کسی کام کو کرنے کے لیے اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ ضرور بالضرور اس کام کو کرے گا اور اگر نہیں کیا تو کفارہ قسم ادا کرے گا، اور جب غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس قسم سے اس کا مقصود فقط اس نام کی تعظیم ہوتا ہے اور قسم کھانے سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ وہ یہ کام کرے گا بلکہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کام پر غیر اللہ کی قسم کھائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے اور اگر اس نے کسی کام پر غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کام کو پورا کر دیا تو ایسے شخص کو فقہاء نے کافر قرار دیا ہے، اس فرق کو ذکر کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں، ہمارے مشائخ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے اس عقیدہ سے غیر اللہ کی قسم کھائی کہ اس کو پورا کرنا واجب ہے تو یہ کفر ہے اور اس عقیدے کے بغیر حرام ہے۔ جواز صرف اس صورت میں ہے کہ جب غیر اللہ کی قسم کھانے سے صرف غیر اللہ کی تعظیم مقصود ہو یا کسی کلام کی تاکید مقصود ہو، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر غیر اللہ کی قسم میں اس کی تعظیم سے اللہ کی تعظیم کی تغلیب کا قصد کیا تو یہ بھی کفر ہے۔ [1]

تیسری وجہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم کا جواز صرف اس لیے ہے کہ اس میں قسم کے الفاظ کا ذکر ہوتا ہے لیکن قسم سے جو مقصود ہوتا ہے "کسی کام کو ضرور بالضرور کرنا اور نہ کرنے کی صورت میں کفارہ دینا" وہ اس قسم میں مقصود نہیں ہوتا بلکہ صرف تاکید اور تعظیم مقصود ہوتی ہے اور یہ شرط ملحوظ ہے کہ جس کام کے لیے غیر اللہ کی قسم کھائی جائے اس کو پورا نہ کیا جائے جیسا کہ ہم علامہ شامی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں سو اس قسم کے فرق کے ساتھ اگر غیر اللہ کی نذر کی جائے تو جائز ہے، اللہ کی نذر اس لیے مانی جاتی ہے کہ اللہ نذر ماننے والے کی حاجت پوری کر دے اور نذر

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مانے والا حاجت پوری ہونے کے بعد اللہ کے لیے وہ نذر پیش کرتا ہے سو اگر اولیاء اللہ سے حاجت برآری مقصود نہ ہو اور نہ یہ التزام ہو کہ حاجت پوری ہونے کے بعد وہ اولیاء اللہ کے حضور کوئی چیز پیش کرے تو ایسی نذر اولیاء اللہ کے لیے قطعاً جائز ہے اور اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے مثلاً مالی اور بدنی نفلی عبادات کا ثواب اولیاء اللہ کی نذر کیا جائے تو یہ صحیح ہے، قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اسلاف کے معمولات میں اس کی بکثرت نظائر ہیں اور آج کل جس طرح ان پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں، اور بعض لوگ اس کو نفلی نذر کہہ کر سند جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے کتب فتاوی میں اس نذر کو حرام کہا ہے جیسا کہ ہم بالحوالہ بیان کر چکے ہیں۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے بلکہ عدل و انصاف سے بعید ہے۔

مصیبت کے وقت کفار مشرکین کا اللہ تعالیٰ کی نذر ماننا

جو لوگ اپنی حاجات میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں انھیں ان آیات پر غور کرنا چاہیے۔

هو الذی یسیرکم فی البر والبحر حتی اذا کنتم فی الفلک ۚ وجرین بهم بریح طیبة وفرحوا بها جاءتها ریح عاصف وجاءهم الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین ۚ لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین ۝ فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق ۗ یایها الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوة الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون۔

(یونس: ۲۲ - ۲۳)

وہی ہے جو تم کو خشک زمین اور سمندر میں چلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے اور موافق ہوا کے ساتھ وہ کشتیاں چلیں اور وہ (اس سفر میں) شادمان تھے۔ کہ اچانک ان کشتیوں کو ایک تیز آندھی نے آلیا اور سمندر کی موجوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ سمجھے کہ ہم طوفان میں گھر گئے ہیں، اس وقت انھوں نے اللہ کو پکارا اور اس طرح کہ وہ خالص اسی کے عبادت گذار تھے (اور کہا) اگر تو نے ہمیں (اس مصیبت) سے نجات دیدی تو ہم ضرور تیرے شکر گذار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس (طوفان) سے بچایا تو وہ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگے، اے لوگو! تمہاری بغاوت تمہاری ہی جانوں پر ضرر ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھا لو پھر تمہیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، اس وقت ہم تم کو تمہارے کرتوت بتائیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا ہے کہ کفار مشرک اور بت پرست بھی سخت مصیبت میں اللہ کو پکارتا تھا، اللہ سے دعا کرتا تھا اور اس کی نذر مانتا تھا اگر ہم مسلمان کہلا کر اپنی حاجات میں اللہ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کی نذر مانیں تو کسقدر افسوسناک اور لائق مذمت ہے۔

ہر چند کہ اولیاء اللہ کو غیر مستقل اور اللہ کے اذن سے متصرف سمجھ کر ان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں ہے، لیکن

مستحسن بھی نہیں ہے مستحسن یہی ہے کہ ہر حال میں اللہ سے دعا کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا سئلت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ "جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو اللہ سے مدد مانگو" اس لیے یہ چاہیے کہ اولیاء اللہ اور دیگر محبوبان خدا کا صرف وسیلہ پیش کیا جائے اور دعا ہر حال میں اللہ سے مانگی جائے۔ (جامع ترمذی ص ۳۶۱) اور اپنی حاجات اور مصیبتوں میں غیر اللہ کی نذر ماننا بہر حال ناجائز ہے البتہ عبادات کے ایصال ثواب کو نذر کرنا ایک الگ چیز ہے۔

انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے بارے میں راہ اعتدال اپنائیے!

ان پڑھ لوگوں کو اولیاء اللہ کی نذریں مانتا دیکھ کر، ان کے مزارات مقدسہ کا طواف اور سجدے کرتے دیکھ کر اور مزارات کی تعظیم میں رکوع کی حد تک ان پڑھ لوگوں کو جھکتے ہوئے دیکھ کر مجھے ایک بڑے عرصہ سے رنج اور قلق رہتا ہے، ہر چند کہ ان میں سے کوئی چیز کفر اور شرک نہیں ہے لیکن ان کے حرام ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب افراط اور تفریط کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف بعض وہ انتہا پسند علماء ہیں، جو ان چیزوں کو منع کرنے میں حد شرعی سے نکل گئے اور جو چیزیں حرام تھیں ان کو انھوں نے کفر اور شرک کہہ دیا، اور بہت سی چیزیں جو مباح اور مستحب ہیں جیسے میلاد نبوی، غوث اعظم کی گیارہویں، فاتحہ، سوم، چہلم اور عرس وغیرہ ان کو بدعت سیئہ اور حرام کہہ دیا اور دوسری طرف وہ ان پڑھ غالی عوام ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اولیاء اللہ کی نذریں مانتے ہیں، نماز، روزہ اور دیگر فرائض پر عمل کرنے اور محرمات سے بچنے کے بجائے میلاد شریف اور گیارہویں شریف کو کافی سمجھتے ہیں، نماز روزے کے قریب نہیں جاتے اور گیارہویں شریف کو چھوٹنے نہیں دیتے، ایک وہ انتہا پسند علماء ہیں جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی قبروں پر غیر شرعی کاموں کو روکنے میں اس قدر جری اور بے باک ہوتے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تنقیص اور توہین شروع کر دی کہ یہ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں، ہماری لاٹھی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نبی اتنا فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ (العیاذ باللہ!) اور بتوں کی آیات کو انبیاء کرام اور اولیاء عظام پر چسپاں کرنا شروع کر دیا، دوسری طرف وہ ناپختہ واعظین ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان بیان کرنے میں حد شرعی سے نکل جاتے ہیں۔ یہ لوگ جب نبی کی فضیلت بیان کرنے پر آتے ہیں تو نبی کو خدا سے بڑھائے بغیر ان کو مزہ نہیں آتا اور جب ولی کی تعریف بیان کرتے ہیں تو اس کو نبی سے بڑھا دیتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ دونوں جانبوں سے افراط اور تفریط کو چھوڑ کر اعتدال کو اپنایا جائے کہ وہی حق ہے اور اسی میں سلامتی ہے۔

نذر سے ممانعت کی وجوہات:

حدیث نمبر ۴۱۲۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع کیا اور فرمایا نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی۔ نذر کے لغوی معنی کی بحث میں ہم علامہ ابن اثیر جزری کے حوالے سے نذر کی ممانعت کی توجیہات بیان کر چکے ہیں۔ ان توجیہات کے علاوہ کچھ اور توجیہات حسب ذیل ہیں:

(۱) علامہ مازری نے کہا ہے کہ نذر ماننے والا عبادت کو بوجھ سمجھتا ہے اور جب تک ان کا مطلوبہ کام نہ ہو جائے اور اس پر عبادت لازم نہ ہو جائے، اس وقت تک وہ عبادت نہیں کرتا، اس وجہ سے کسی کام کی خاطر عبادت کی نذر ماننا مکروہ ہے۔

(۲) علامہ مازری کہتے ہیں کہ جب نذر ماننے والا اپنے کسی کام پر عبادت کو موقوف کر دیتا ہے اور اس کام کے بعد عبادت کرتا ہے تو یہ عبادت بمنزلہ معاوضہ ہو جاتی ہے، اس لیے نذر ماننا مکروہ ہے۔

(۳) قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نذر سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر مکروہ

ہے ورنہ نہیں۔ علامہ ابن اثیر کی بیان کردہ توجیہات کا حاصل بھی قاضی عیاض کی طرح ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ نذر سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر ماننا مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور علامہ مازری کی توجیہات کا خلاصہ یہ ہے کہ نذر ماننا مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے خواہ یہ عقیدہ ہو یا نہ ہو، تحقیق یہ ہے کہ اگر نذر ماننے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ نذر ماننے سے تقدیر بدل جاتی ہے تو نذر ماننا حرام ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اظہار اسلام کے بعد قیدی کو کفار کے حوالے کرنے کے جوابات

حدیث نمبر ۴۱۳۲ میں ہے صحابہ نے بنو عقیل کے ایک شخص کو گرفتار کر لیا، اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کلمہ اسلام پڑھ لیا، پھر ثقیف نے جن دو مسلمانوں کو گرفتار کیا تھا ان کے عوض اس شخص کو چھوڑ دیا گیا۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب اس شخص نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کفار کے حوالے کیوں کر دیا؟ علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے اس کو دار کفر میں بھیج دیا، اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں میں ہی رہا ہو اور اس کو گرفتار شدہ مسلمانوں کا فدیہ قرار دینا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کو دار کفر میں لوٹا دیا جائے، فدیہ کا تقاضا صرف اتنا ہے کہ اس کو ان کے بدلے میں آزاد کر دیا جائے۔ اور اگر یہ ثابت ہو کہ اس کو دار کفر میں لوٹا دیا تھا تو یہ اس لیے تھا کہ وہ شخص اپنے قبیلہ کی قوت کے سبب اپنے دین کے اظہار پر قادر تھا۔

بعض علماء نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ اس شخص نے مسلمانوں کے خوف کی وجہ سے اظہار اسلام کیا تھا اور وہ دل سے ایمان نہیں لایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو نور نبوت سے جان لیا تھا اس لیے آپ نے اس کو کفار کے حوالے کر دیا، یہ وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ کے علاوہ اور کوئی شخص کسی کے دل کے حال کو نہیں جان سکتا۔

اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کفار کے ساتھ قیدیوں کے تبادلہ کا معاہدہ ہو اور آپ نے اس معاہدہ کی وجہ سے اس کو واپس کر دیا۔ جس طرح صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی رو سے آپ نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو کفار قریش کے حوالے کر دیا تھا، حالانکہ مسلمان ان کو واپس کرنے پر بہت مضطرب تھے۔

نذر معصیت پر کفارہ کے بارے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جس شخص نے کسی معصیت کی نذر مانی اس نذر کو پورا کرنا اجماعاً ناجائز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من نذر ان یعصی اللہ فلا یعصہ۔ "جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے"، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ اور نذر ماننے والے شخص پر قسم کا کفارہ واجب ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت عمران بن حصین اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے، امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی نظریہ ہے۔

امام احمد بن حنبل سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ اس نذر میں کفارہ نہیں ہے، کیونکہ

اخفوں نے کہا جس شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ کسی شخص کا گھر منہدم کر کے ایک اینٹ کر دے گا اس پر کفارہ نہیں ہے۔ مسروق اور شعبی سے بھی یہی روایت ہے اور امام مالک اور امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا نذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما لا یملک العبد "اللہ کی معصیت میں نذر جائز ہے اور نہ اس چیز میں جو بندہ کی ملکیت میں نہیں ہے" (مسلم) اور فرمایا: "جو چیز بندے کی ملکیت میں نہ ہو اس میں نذر (جائز) نہیں ہے" (بخاری و مسلم) "اسی چیز میں نذر (جائز) ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے" (ابوداؤد) اور آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر کی وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔ ان احادیث میں آپ نے کفارہ کا حکم نہیں دیا، اسی طرح جو عورت کفار کے ہاں قید تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہو کر اس نے نجات پائی اور اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی تو وہ اس اونٹنی کو ذبح کر دے گی (حدیث نمبر ۴۱۳۲ مسلم) اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بئس ما جزیتہا لا نذر فی معصیۃ اللہ ولا فیما یملک العبد "تم نے عضباء کو برا صلہ دیا ہے، اللہ کی معصیت میں نذر ہے اور نہ اس چیز میں جس کا بندہ مالک نہیں ہے" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور جب ابو اسرائیل نے یہ نذر مانی کہ وہ دھوپ میں کھڑا رہے گا، نہ بیٹھے گا اور نہ سائے میں آئے گا اور نہ بات کرے گا تو آپ نے اس سے فرمایا: "اس سے کہو باتیں کرے اور بیٹھے، اور سائے میں آئے اور اپنا روزہ پورا کرے" (بخاری) آپ نے اس کو کفارے کا حکم نہیں دیا کیونکہ نذر عبادت کو لازم کرنا ہے اور یہ معصیت کو لازم کرنا تھا، نیز اس لیے کہ یہ نذر منعقد نہیں ہوئی، اس لیے اس سے کچھ بھی لازم نہیں ہوگا جیسا کہ یمین غیر منعقدہ سے کچھ لازم نہیں ہوتا۔

امام احمد کے پہلے قول پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" (مسند احمد، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی)۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمران بن حصین سے بھی اس کی مثل روایت ہے، نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نذر کی دو قسمیں ہیں جو نذر اللہ کی اطاعت میں ہو وہ نذر اللہ کے لیے ہے اور اس کا پورا کرنا (لازم) ہے اور جو نذر اللہ کی معصیت میں ہو اس کا پورا کرنا (جائز) نہیں ہے۔ اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" اس حدیث میں کفارہ کی تصریح ہے، نیز نذر بھی قسم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: النذر حلفۃ "نذر قسم ہے" اور جب حضرت عقبہ کی بہن نے پیادہ بیت اللہ جانے کی نذر مانی اور پھر انھیں اس کی طاقت نہیں رہی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کفارۂ قسم دیں۔ یہ حدیث صحیح ہے (سنن ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے "وہ تین دن کے روزے رکھیں" امام احمد فرماتے ہیں میرا یہی مذہب ہے۔ جس عورت نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اپنی قسم کا کفارہ دو۔ اور اگر کوئی شخص گناہ کرنے کی قسم کھائے تو اس پر کفارہ لازم ہے، اسی طرح گناہ کی نذر پر کفارہ لازم ہوگا۔

امام احمد کے دوسرے قول کی تائید میں (امام مالک اور امام شافعی کے موافق) جو احادیث بیان کی گئی ہیں ان

میں صرف اتنا بیان کیا ہے کہ اللہ کی معصیت میں نذر پوری کرنا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، امام مسلم کی روایت میں اس کی تصریح ہے نیز یہ ولا یمین فی قطیعۃ رحم ۔ قطع رحم میں قسم (جائز) نہیں ہے" کے سیاق میں ہے یعنی اس کو پورا نہ کرے اور اگر ان احادیث میں کفارہ کا بیان نہیں کیا تو دوسری احادیث میں کفارہ کا بیان کر دیا ہے (جن کو مسند احمد، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے) اس لیے ان احادیث کو بھی لزوم کفارہ پر محمول کیا جائے گا۔ [1]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

حدیث نمبر ۴۱۳۲ کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا وفاء لنذر فی معصیۃ ولا فیما لا یملک العبد وفی روایۃ لا نذر فی معصیۃ اللہ تعالیٰ

"معصیت کی نذر کو پورا کرنا (جائز) نہیں ہے اور نہ اس چیز کی نذر کو جس کا انسان مالک نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ جس شخص نے شراب پینے یا کسی اور معصیت کی نذر مانی اس کی نذر باطل ہے، وہ نذر منعقد نہیں ہوتی، اس پر قسم کا کفارہ لازم آتا ہے نہ کوئی اور، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ اس میں قسم کا کفارہ واجب ہے، کیونکہ حضرت عمران بن حصین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا کفارہ وہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے"، اور جمہور کا استدلال حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہے جو صحیح مسلم میں ہے (یعنی حدیث نمبر ۴۱۳۲) اور جس حدیث سے امام احمد نے استدلال کیا ہے اس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے۔ [2]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کی نذر میں کفارہ نہیں بیان کیا۔ امام مالک اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ اور کوفیوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں کفارہ ہے ان کا استدلال امام ترمذی اور امام ابوداؤد کی اس روایت سے ہے: "معصیت میں نذر (جائز) نہیں ہے اور اس کا وہ کفارہ ہے جو قسم کا کفارہ ہے" اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس حدیث میں آپ نے جائز نذر کا کفارہ بیان کیا ہو جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے۔ [3]

نذر معصیت پر لزوم کفارہ کے بارے میں فقہاء حنفیہ کا نظریہ

مذاہب ائمہ کو بیان کرتے ہوئے علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابوعبداللہ وشتانی اُبی مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نذر معصیت میں کفارۂ قسم ہے اور یہ صحیح ہے،

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۶۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا یہی نظریہ ہے۔ البتہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی نے جو لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک معصیت میں نہ کفارہ واجب ہے اور نہ کوئی اور چیز تو یہ انھوں نے غلط لکھا ہے جیسا کہ عنقریب فقہاء احناف کی تصریحات سے واضح ہو جائے گا۔

امام محمد بن حسن شیبانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نذر مانی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام محمد لکھتے ہیں: ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جس شخص نے معصیت کی نذر کی اور اس کو معین نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ پھر امام مالک کی سند سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: "میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: اپنے بیٹے کو ذبح نہ کرو اور قسم کا کفارہ دو"، اس پر حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: معصیت کی نذر میں کفارہ کس طرح صحیح ہو گا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: یہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: الذین یظھرون من نساءھم، "جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں" (یعنی اپنی عورتوں سے کہتے ہیں تمہاری پشت میری ماں کی طرح ہے۔ اور یہ بھی معصیت ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں کفارہ لازم کیا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ معصیت پر بھی کفارہ لازم آتا ہے، یہی حجت امام ابوحنیفہ نے امام شعبی پر قائم کی تھی)

امام محمد نے فرمایا ہم حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کرتے ہیں، جس شخص نے معصیت کی قسم کھائی یا معصیت کی نذر مانی، وہ اللہ کی معصیت نہ کرے اور کفارہ قسم ادا کرے، امام مالک اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھائی اور اس کے غیر کو بہتر جانا وہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور قسم کے خلاف کرے، امام محمد فرماتے ہیں ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ [1]

مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کی لغزش

شیخ تقی عثمانی نے نذر معصیت کے سلسلے میں احناف کا مذہب اس طرح لکھا ہے: امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہ ہے "جس معصیت کی نذر کی گئی ہے اگر وہ معصیت لعینہا ہے جیسے قتل، شراب نوشی، زنا، سرقہ وغیرہا تو یہ نذر باطل ہے اور نذر ماننے والے پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور اگر وہ معصیت لغیرہا ہے جیسے ایام تشریق

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، مؤطا امام محمد ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کے روزے تو پوری نہ کرنے کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا۔ [1]

اس کے بعد شیخ تقی عثمانی مؤطا امام محمد کی یہ عبارت نقل کرتے ہیں: جس شخص نے معصیت کی نذر مانی اور معصیت کا نام نہیں لیا وہ اللہ کی اطاعت کرے اور قسم کا کفارہ دے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔" اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد شیخ عثمانی لکھتے ہیں: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے معصیت کا نام لیے بغیر معصیت کی نذر مانی ہے مثلاً یوں کہا: "اللہ کی رضاجوئی کے لیے مجھ پر معصیت واجب ہے" تو اس پر کفارہ واجب ہے اور اگر معصیت کو معین کر دیا (مثلاً کہا کہ اللہ کی رضاجوئی کے لیے مجھ پر قتل کرنا یا شراب پینا واجب ہے۔ سیدی) تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ [2]

شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اوّل تو شیخ عثمانی نے اس کے ثبوت میں کوئی صریح نقل نہیں پیش کی۔ امام محمد نے اسی عبارت میں یہ کہا ہے کہ جس نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے اور بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر معصیت معیّنہ کی نذر ہے اور اس نذر کو قسم پر محمول کرنا بلاضرورت ہے، نیز یہ بہت مضحکہ خیز بات ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر کوئی شخص یہ نذر مانے کہ "مجھ پر اللہ کے لیے معصیت واجب ہے"، تو اس پر کفارہ لازم ہو اور اگر یوں کہے کہ مجھ پر اللہ کے لیے قتل یا زنا یا شراب پینا واجب ہے تو اس پر کفارہ لازم نہ ہو، اور اس غیر معقول اور مضحکہ خیز بات کو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد جیسے جلیل القدر فقہاء کی طرف منسوب کرنا اور بھی بُرا ہے۔!

دراصل بات یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نذر بالمعصیت حکماً قسم ہے اسی وجہ سے وہ نذر معصیت پر قسم کا کفارہ لازم کرتے ہیں۔ علامہ ابن بزار کردری فرماتے ہیں:

والنذر بالمعصية كقوله لله علي ان اقتل فلانا يمين يلزمه الكفارة [3]

معصیت کی نذر کرنا مثلاً کوئی کہے "اللہ کے لیے مجھ پر فلاں شخص کو قتل کرنا واجب ہے"، یہ قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے۔

علامہ ابن بزار کردری کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ نذر معصیت حکماً قسم ہے اور اس پر کفارہ لازم ہے اور اس میں معصیت معیّنہ اور غیر معیّنہ کا فرق کرنا غلط ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے نذر معصیت کی قسم کھائی تو اس پر کفارہ قسم ہے اور امام شعبی نے کہا اس پر کچھ واجب نہیں ہے، کیونکہ نذر کے ساتھ گناہ کو لازم نہیں کیا جاتا اور کفارہ اس قسم کا نائب ہے جس سے کوئی نیک کام واجب ہوتا ہے، ، حکایت ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ، امام شعبی کے پاس گئے اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا، امام شعبی نے فرمایا اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے کیونکہ جس چیز کی نذر مانی تھی وہ معصیت ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا: کیا ظہار معصیت نہیں ہے؟

---

[1] شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۴-۱۶۳، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاوّل، ۱۴۰۷ھ

[2] " " تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۶، " " " " "

[3] علامہ محمد بن شہاب ابن بزار کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۲۰۷ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ظہار پر کفارہ واجب کیا ہے! یہ سن کر امام شعبی حیران رہ گئے اور کہا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کی رائے سب سے قوی ہوتی ہے۔ [1]

نیز علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا کہ جب کسی شخص نے نذر کی نسبت معاصی کی طرف کی جیسے اللہ کے لیے مجھ پر فلاں شخص کو قتل کرنا واجب ہے تو یہ قسم ہوگی اور قسم پوری نہ کرنے کی صورت میں اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ [2]

علامہ ابن ہمام کے حوالے سے امام طحاوی کی اس عبارت کو علامہ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ [3]

شیخ تقی عثمانی نے لکھا ہے کہ امام طحاوی کی یہ عبارت ان کو تلاش کے باوجود امام طحاوی کی کتابوں میں نہیں ملی۔ [4] لیکن انھیں اس عبارت کا نہ ملنا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ فی الواقع امام طحاوی نے یہ نہیں کہا جبکہ امام طحاوی کا یہ قول محرر مذہب حنفیہ امام محمد بن حسن شیبانی کے مطابق ہے اور ظاہر ہے کہ علامہ ابن ہمام کی امام طحاوی کی تصانیف پر دسترس اور ان کا تتبع شیخ تقی عثمانی سے کہیں زیادہ ہے، نیز شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ چونکہ علامہ سرخسی نے امام طحاوی سے نذر میں قسم کے ارادے کی ایک صورت نقل کی ہے اس لیے اس نذر معصیت سے وہ صورت مراد ہے جب نذر معصیت سے قسم کا ارادہ کرے"، کیونکہ نذر معصیت میں قسم کا ارادہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نذر معصیت حکماً قسم نہیں ہوتی، علاوہ ازیں علامہ ابن ہمام اور علامہ شامی نے امام طحاوی کی عبارت ذکر کرنے کے بعد اس کو بجا بھا قائم رکھا ہے اور اس میں کوئی تاویل اور تقیید نہیں کی اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابن ہمام اور علامہ شامی کے نزدیک بھی نذر معصیت حکماً قسم ہوتی ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے فافہم ہذا التحریر۔

شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب:

شیخ انور شاہ کشمیری نے یہ اشکال قائم کیا ہے کہ جب احناف کے نزدیک نذر کے انعقاد کی شرط یہ ہے کہ معصیت کی نذر نہ ہو تو پھر ان کے نزدیک نذر معصیت پر کفارہ کیوں لازم آتا ہے! پھر لکھتے ہیں ہو سکتا ہے اس مسئلہ میں متعدد روایات ہوں! [5]

شیخ کشمیری کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ نذر معصیت درحقیقت نذر نہیں ہے یہ صورۃً نذر ہے اور حکماً قسم ہے اس لیے اس پر کفارہ لازم آنا، نذر میں عدم معصیت کی شرط کے خلاف نہیں ہے۔

نذر معصیت میں کفارہ لازم ہونے پر علامہ ماردینی حنفی کے دلائل

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الحسن عن عمران بن حصين — حسن، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۴ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبع الثالث، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۷۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] شیخ محمد تقی عثمانی نزیل کراچی، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۷ھ

[5] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۴۳۹، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، الطبع الاول، ۱۳۵۷ھ

رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ کفارۃ یمین [1]

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے۔

امام بیہقی اس حدیث کی سند پر اعتراض کرتے ہیں:

ولا یصح عن الحسن عن عمران سماع من وجہ صحیح یثبت مثلہ۔ [2]

حسن کا حضرت عمران سے کسی صحیح دلیل سے سماع ثابت نہیں ہے (یعنی یہ سند منقطع ہے۔ سعیدی)

علامہ ماردینی حنفی امام بیہقی کے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے باب "لا تفریط علی من نام عن صلوۃ او نسیہا" میں حسن کی حضرت عمران بن حصین سے روایت ذکر کی ہے اور اس میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے حسن کے سماع کی خود تصریح کی ہے لکھا ہے عن ہشام عن الحسن ان عمران بن حصین حدثہ نیز اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابن خزیمہ نے بھی اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ صاحب الامام نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، نیز امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں تصریح کی ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سماع کیا ہے اور صاحب مستدرک نے کہا ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین سے سماع کیا ہے، پھر کتاب اللباس میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ ہمارے مشائخ کا حضرت عمران بن حصین سے حسن کے سماع میں اختلاف ہے لیکن اکثر مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن نے حضرت عمران بن حصین سے سماع کیا ہے۔

علامہ ماردینی لکھتے ہیں: امام ترمذی نے اپنی جامع میں کہا ہے کہ فقہاء صحابہ اور تابعین کا یہ قول ہے کہ معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے، نیز امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: معصیت میں نذر نہیں ہوتی اور اس کا کفارہ، قسم کا کفارہ ہے، امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۲) نیز امام بیہقی نے اس سے پہلے اور اس کے بعد والے باب اور امام طحاوی نے کتاب المشکل میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر معصیت میں کفارہ دینے کا حکم فرمایا، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معصیت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے، اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے (شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۴، مطبع مجتبائی لاہور) اور امام طحاوی کی سند امام ابوداؤد کی سند سے زیادہ قوی ہے نیز امام بیہقی، امام ابوداؤد، امام ترمذی نے امام بخاری کی توثیق کے ساتھ اور امام طحاوی نے کتاب المشکل میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بہن نے نذر مانی کہ وہ ننگے پیر بغیر دوپٹہ کے پیدل چل کر کعبہ جائیں گی، حضرت عقبہ نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷۰ "

اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا، اپنی بہن کو حکم دو کہ "وہ سواری پر سوار ہو، دوپٹہ اوڑھے اور تین دن کے روزے رکھے" امام طحاوی نے فرمایا چونکہ چہرہ کھولنا حرام ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کفارہ قسم (تین دن کے روزوں) کا حکم دیا، کیونکہ شریعت نے عورت کو چہرہ کھولنے سے منع کیا ہے، پھر امام طحاوی نے ایک اور سند سے یہ ذکر کیا ہے کہ اس نے بال کھول کر پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سوار ہو کر جائے اور تین دن کے روزے رکھے۔[1]

علامہ ماردینی نے فقہاء احناف کے موقف کو ثابت کرنے کے لیے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی جن روایات کا ذکر کیا ہے ان سے بہت زیادہ صراحت کے ساتھ یہ واضح ہو گیا کہ معصیت معینہ کی نذر پر بھی کفارہ لازم ہوتا ہے۔ الحمد للہ احادیث اور اقوال فقہاء احناف ان دونوں سے یہ واضح ہو گیا کہ نذر معصیت پر کفارہ لازم ہوتا ہے، خواہ معصیت مطلقہ کی نذر ہو یا معصیت معینہ کی اور شیخ تقی عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ احناف کے نزدیک مطلق معصیت کی نذر میں کفارہ ہے اور معین معصیت کی نذر میں کفارہ نہیں ہے۔

بیٹے کو قربان کرنے کی نذر میں آیا ایک بکری کا کفارہ ہے یا سو اونٹوں کا؟

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مجھ پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنا واجب ہے تو قیاساً اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی، امام ابو یوسف، اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے اور استحساناً اس پر ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہے اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے۔

قیاس کی توجیہ یہ ہے کہ اس نے ایک معصوم جان کا خون بہانے کی نذر مانی ہے، اس لیے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی، کیونکہ جس چیز کی اس نے نذر مانی ہے وہ معصیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ہوتی۔ اور نیز اگر وہ ایسی چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانتا جو اس کی ملکیت میں ہوتی لیکن اس کو ذبح کرنا حلال نہ ہوتا جیسے گدھا اور خچر، تو اس نذر سے اس پر کوئی چیز لازم نہ آتی اور اگر وہ اس چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانتا جس کو ذبح کرنا حلال ہوتا اور وہ اس کی ملکیت میں نہ ہوتی جیسے پرائی بکری، تب بھی اس پر کوئی کفارہ لازم نہ آتا تو جب وہ ایسی چیز کو ذبح کرنے کی نذر مانے جو اس کی ملک میں ہو نہ اس کا ذبح کرنا جائز ہو تو بدرجہ اولیٰ اس پر کسی قسم کا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

استحسان کی توجیہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا (یعنی جب کسی نے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی) تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ اس پر سو اونٹوں کی قربانی لازم پھر مسروق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس شخص سے جا کر یہ مسئلہ پوچھو، مسروق سے جب پوچھا تو انھوں نے کہا میرے نزدیک اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہے، اس شخص نے حضرت ابن عباس کو مسروق کا جواب بتایا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بھی اسی قول پر صاد کرتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس نے اس صورت میں کفارہ قسم کو واجب کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے اس صورت میں ایک اونٹ یا سو

---

[1] علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ابن البترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، الجوہر النقی علی البیہقی ج ۱۰ ص ۷۲۔ ۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

اونٹوں کو واجب کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے سوال کیا کہ میں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے! حضرت ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے کہا کیا آپ مجھے بیٹے کو قتل کرنے کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور حضرت عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ ان کے دس بیٹے ہو جائیں تو وہ دسویں بیٹے کو ذبح کر دیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پیدائش پر دس بیٹے پورے ہوئے، پھر انھوں نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں میں قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ کے نام قرعہ نکلا پھر وہ ہر بار دس دس اونٹ بڑھاتے رہے، اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلتا رہا حتیٰ کہ جب سو اونٹ ہو گئے تو تین بار سو اونٹوں کے نام قرعہ نکلا، اور حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹ ذبح کر دیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس عورت سے کہا: میرا گمان ہے کہ تم پر بھی سو اونٹوں کی قربانی ہے، صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اس نذر کی صحت پر اتفاق ہے (یعنی نذر منعقد ہو جاتی ہے) اختلاف اس میں ہے کہ اس نذر کے ذمہ سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہے، سو ہم نے اجماع صحابہ سے اس پر استدلال کیا ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور حضرت ابن عباس کا مسروق کے قول کی طرف رجوع بھی مشہور ہے۔ اس لیے ہم نے اس صورت میں حضرت ابن عباس اور مسروق کے فتویٰ کو اختیار کیا ہے کہ اس صورت میں ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہے، کیونکہ اس مقدار پر اتفاق ہے اور جو صحابہ ایک یا زیادہ اونٹوں کو واجب کہتے ہیں انھوں نے ایک زیادہ چیز واجب کی ہے، نیز جنھوں نے ایک بکری کو واجب کیا ہے انھوں نے حضرت ابراہیم الخلیل صلوات اللہ علیہ کے قصہ سے استدلال کیا ہے اور جن صحابہ نے ایک سو اونٹوں کو واجب کیا ہے انھوں نے حضرت عبدالمطلب کے قصہ سے استدلال کیا ہے اور حضرت خلیل صلوات اللہ علیہ کے قصہ سے استدلال کرنا حضرت عبدالمطلب کے قصہ سے استدلال کرنے سے بہتر ہے۔ [1]

کیا کافر مسلمانوں کا مال لوٹ کر اس کے مالک ہو جاتے ہیں؟

حدیث نمبر ۴۱۳۲ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس اونٹنی (عضباء) کو مشرکین غصب کر کے لے گئے ایک مسلمان قیدی عورت اس پر فرار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئی اور وہ اونٹنی بھی لے آئی۔

علامہ نووی اور علامہ خطابی نے اس حدیث سے مذہب شافعیہ پر استدلال کیا ہے کہ کفار اگر مسلمانوں کے کسی مال کو لوٹ کر لے جائیں تو وہ اس کے مالک نہیں ہوتے، کیونکہ اگر وہ اس کے مالک ہو جاتے اور پھر یہ عورت بطور مال غنیمت کے اس اونٹنی کو لے آتی تو وہ اونٹنی اس عورت کی ملکیت ہو جاتی اور اس عورت کا اس اونٹنی کی نذر ماننا صحیح ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت سے یہ نہ فرماتے کہ اس عورت نے عضباء کو کتنا برا صلہ دیا ہے، اور انسان کی کسی ایسی نذر کو پورا نہیں کیا جائے گا جس کا وہ مالک نہیں ہے! اور اس حدیث میں صراحۃً یہ ہے کہ وہ عورت اس اونٹنی کی مالک نہیں ہوئی تھی۔ اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ کفار مسلمانوں سے لوٹی ہوئی چیز کے اس وقت مالک ہوتے ہیں جب وہ اس چیز کو دارالحرب میں لے جا کر محفوظ کر لیں اور آپس میں تقسیم کر لیں اور مال لوٹ کر لے جانے والے کافر کو دارالحرب پہنچنے سے پہلے مسلمانوں نے پکڑ لیا تو وہ اس سے بلا عوض اپنا مال لے لیں گے، اسی طرح دارالحرب میں

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۸ ص ۱۴۰۔ ۱۳۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

پہنچنے کے بعد تقسیم سے پہلے مسلمانوں نے اپنے مال کو حاصل کر لیا اب بھی بلا قیمت واپس لے لیں گے، ہاں تقسیم کے بعد اس مال پر کافروں کی ملکیت ثابت ہو گی اور اب مسلمان ان سے وہ مال قیمت دے کر لے سکتے ہیں بلا عوض نہیں لے سکتے۔

احناف کے مذہب کی وضاحت کے بعد اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو کافر عضباء اونٹنی کو لوٹ کر لے جا رہے تھے اپنی بستیوں میں نہیں پہنچے تھے اور ابھی راستہ ہی میں تھے کہ وہ عورت اس اونٹنی کو لے آئی، اس لیے ہنوز وہ اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہی میں تھی، مالِ غنیمت قرار پائی تھی اور نہ اس عورت کی ملکیت میں تھی، امام طحاوی نے اس حدیث کو جس طرح بیان کیا ہے اس سے اس مفہوم کی مزید تقویت ہوتی ہے۔

NafseIslam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الایمان

قسموں کے احکام

بَابُ ۵۳۶ النَّهْيِ عَنِ الْحَلْفِ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت

۴۱۴۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ ابْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ بخدا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے میں نے آباء کی قسم نہیں کھائی، اپنی طرف سے ذکر کرتے ہوئے نہ کسی کی حکایت کرتے ہوئے۔

۴۱۴۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عُقَيْلٍ مَا حَلَفْتُ بِهَا مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْهَا وَلَا تَكَلَّمْتُ بِهَا وَلَمْ يَقُلْ

دو مختلف سندوں کے ساتھ اس روایت کی مثل مروی ہے، البتہ عقیل کی روایت میں ہے: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم سے منع کرتے ہوئے سنا ہے میں نے از خود قسم کھائی نہ کسی کی قسم کا ذکر کیا جان بوجھ کر نہ بھولے سے۔

ذَاكِرًا وَّلَا اٰثِرًا۔

۴۱۴۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ وَهُوَ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ بِمِثْلِ رِوَايَةِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔

۴۱۴۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِيْ رَكْبٍ وَّعُمَرُ يَحْلِفُ بِاَبِيْهِ فَنَادَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو سواروں کی ایک جماعت میں دیکھا درآں حالیکہ حضرت عمر اپنے باپ کی قسم کھا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی! سنو! اللہ عزوجل نے تم کو اپنے آباء کی قسم کھانے سے منع کیا ہے پس جو شخص قسم کھائے وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

۴۱۴۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ ابْنِ كَثِيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ

سات دیگر اسانید کے ساتھ یہ حدیث منقول ہے۔

عَبْدُ الْكَرِيمِ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۴۱۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفُ إِلَّا بِاللّٰهِ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا فَقَالَ لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قسم کھانے کا ارادہ کرے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے، قریش اپنے آباء کی قسم کھاتے تھے، آپ نے فرمایا: اپنے آباء کی قسم مت کھاؤ۔

۴۱۴۷ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ بِاللَّاتِ فَلْيَقُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص نے اپنی قسم میں کہا لات کی قسم! اس کو چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ جوا کھیلیں اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

۴۱۴۸ - وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ مَعْمَرٍ مِثْلُ حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلْيَتَصَدَّقْ بِشَيْءٍ وَفِي حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ مَنْ حَلَفَ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى قَالَ

دو مختلف اسانید کے ساتھ یہ روایت منقول ہے البتہ معمر کی روایت میں ہے وہ کوئی چیز صدقہ کرے اور اوزاعی کی روایت میں ہے جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی، امام مسلم نے کہا کہ یہ قول "آؤ جوا کھیلیں، تو وہ صدقہ کرے"، زہری کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا، نیز امام مسلم نے کہا کہ زہری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی تیرہ جید احادیث بیان کی ہیں جن میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔

أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمٌ هٰذَا الْحَرْفُ يَعْنِي قَوْلَهُ تَعَالَى أَقَامِرُكَ فَلْيَتَصَدَّقْ لَا يَرْدِيهِ أَحَدٌ غَيْرُ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَ بِالزُّهْرِيِّ نَحْوٌ مِنْ تِسْعِينَ حَدِيثًا يَرْدِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ بِأَسَانِيدَ جِيَادٍ۔

۴۱۴۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْلِفُوا بِالطَّوَاغِي وَلَا بِآبَائِكُمْ۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتوں کی قسم نہ کھاؤ، نہ اپنے آباء کی۔

یمین کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں: یمین کا لغوی معنی برکت، قدرت اور قوت ہے، قرآن مجید میں ہے: لاخذنا منہ بالیمین زجاج نے کہا یہاں قوت یمین کے معنی میں ہے، یعنی ہم ان کو پوری قوت سے ضرور پکڑ لیتے۔ اور یمین کا معنی دایاں ہاتھ ہے اور قسم کو بھی یمین کہتے ہیں کیونکہ اہل عرب اپنا دایاں ہاتھ ملا کر حلف اٹھاتے تھے۔ صحاح میں ہے وہ ایک دوسرے کے دائیں ہاتھ پر ہاتھ مار کر حلف اٹھاتے تھے۔ [1]

یمین کا اصطلاحی معنی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کے اسم یا صفت کے ساتھ کسی شئے کی تاکید کرنے کو شرعاً یمین کہتے ہیں، اس کو یمین کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح دائیں ہاتھ سے اشیاء کی حفاظت ہوتی ہے، اسی طرح یمین سے بھی اس چیز کی حفاظت ہوتی ہے جس پر قسم کھائی جاتی ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ جس چیز کا وجود واجب کرنا ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ محقق کرنا یمین ہے۔ [3]

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:
یمین وہ قوی عقد ہے جس کے ساتھ قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔ [4]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۴۷۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۱۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی شافعی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۶۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۶۱-۶۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

یمین کی اقسام یمین کی تین اقسام ہیں، یمین غموس، یمین لغو اور یمین منعقدہ، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔
کسی امر پر عمداً واقع کے خلاف قسم کھانا یمین غموس ہے، علامہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ اگر قسم کھانے والے کا مقصد اس سے کسی مسلمان کا مال کھانا ہو یا اس کو ایذا دینا ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس قسم پر کوئی خرابی مرتب نہ ہو تو گناہ صغیرہ ہے، لیکن علامہ شامی نے اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یمین غموس مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے: اللہ کے ساتھ شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، قتل کرنا اور یمین غموس گناہ کبیرہ ہیں۔ [1]
اگر کوئی شخص ماضی یا حال کے کسی کام پر اپنے گمان میں سچی قسم کھائے لیکن درحقیقت وہ جھوٹی قسم ہو تو یہ یمین لغو ہے۔ اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا کوئی مثمر مرتب نہیں ہوتا یہ گناہ ہے نہ اس میں کفارہ ہے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ انسان کی زبان پر بلا قصد جو قسم جاری ہو جاتی ہے جیسے "لا واللہ و بلی اللہ" نہیں خدا کی قسم، ہاں خدا کی قسم" یہ یمین لغو ہے۔ امام محمد نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ جو قسم بلا قصد ہو وہ یمین لغو ہوتی ہے، لیکن امام ابوحنیفہ کا یہ قول حال یا ماضی کے بارے میں ہے اور اگر مستقبل کے بارے میں بلا قصد قسم کھائی جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں کفارہ ہے جب کہ امام شافعی کے نزدیک اگر کسی نے مستقبل میں کسی کام کرنے کی بلا قصد قسم کھائی تو اس میں کفارہ نہیں ہے۔ اس قول کے اعتبار سے احناف کے نزدیک یمین لغو کی دو قسمیں ہیں (۱) ماضی یا حال کے کسی امر پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا اور درحقیقت وہ جھوٹ ہو (۲) ماضی یا حال کی کسی بات میں زبان پر بلا قصد قسم جاری ہو جائے۔ [2]
اگر مستقبل میں کسی ممکن کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے تو یہ یمین منعقدہ ہے اس قسم کو پورا کرنا ضروری ہے اگر قسم کو پورا نہ کیا تو کفارہ لازم ہوگا۔ یمین منعقدہ میں ممکن کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر وہ کام ممکن نہ ہو تو وہ یمین غموس ہوگی، مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ بخدا سورج طلوع نہیں ہوگا یا بخدا میں نہیں مروں گا تو یہ قسم جھوٹ ہے اور قسم کھانے والا گنہ گار ہوگا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یمین غموس کا تعلق ماضی، حال، اور استقبال تینوں زمانوں کے ساتھ ہے۔ [3]
قسم کو پورا کرنا اس وقت ضروری ہے جب کسی معصیت پر قسم نہ کھائی ہو اگر کسی معصیت پر قسم کھائی ہو تو اس پر لازم ہے کہ معصیت نہ کرے اور قسم کا کفارہ دے۔

کفارۂ قسم کا بیان اللہ تعالیٰ قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من

اللہ تعالیٰ تمہاری بے مقصد قسموں پر مواخذہ نہیں فرمائے گا، لیکن تمہاری پکی قسموں پر مواخذہ فرمائے گا، سو ایسی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو ایسا درمیانی کھانا

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۶۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
[2] " " " ، ردالمحتار ج ۳، ص ۶۵، " " "
[3] " " " ، ردالمحتار ج ۳ ص ۶۶ " " "

اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة ط فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام ط ذلك كفارة ايمانكم اذا حلفتم ط واحفظوا ايمانكم ط كذلك يبين الله لكم اياته لعلكم تشكرون۔

(مائدہ ۵ : ۸۹)

دینا ہے، جیسا تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان مسکینوں کو کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اور جس شخص کو ان میں سے کسی چیز پر قدرت نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور قسم توڑ دو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اور اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکرگزار ہو جاؤ۔

کفارہ طعام میں یا تو دس مسکینوں کو صبح اور شام کھانا کھلا دیا جائے، یا ایک مسکین کو دس دن صبح اور شام کھانا کھلا دیا جائے، یا دس مسکینوں کو بیک وقت یا ایک مسکین کو دس دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دے دی جائے، اگر ایک مسکین کو ایک دن میں دس مسکینوں کے کھانے کی قیمت دی تو وہ صحیح نہیں ہے۔ ایک مسکین کے کھانے کی قیمت کا معیار نصف صاع گندم ہے جو ۱۲۵ء۲ (دو اعشاریہ ایک دو پانچ) کلوگرام کے برابر ہے۔ [1]

غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کا سبب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علماء نے کہا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے نام کی قسم کھانا اس کے نام کی عظمت کا تقاضا کرتا ہے اور عظمت حقیقت میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: غیر اللہ کی قسم کھانے سے ممانعت کی حکمت یہ ہے کہ حقیقتِ عظمت اللہ عزوجل کے ساتھ مختص ہے، اس لیے کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں کیا جائے گا۔ [3] علامہ نووی [4] اور علامہ وشتانی [5] نے بھی یہی لکھا ہے۔

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم سے ممانعت کی دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ بعض طریقوں سے مخلوق کی تعظیم بھی جائز ہے جیسے سلام، قیام اور دست بوسی وغیرہ لیکن قسم تعظیم کی ان انواع میں سے ہے جو شریعت نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص کر دی ہیں جیسے رکوع اور سجود وغیرہ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قسم کا معنی ہے شہادت اور گواہی [6]، اور ایسی ذات جس کا ہر جگہ، ہر وقت اور ہر موقع پر گواہ ہونا سب کے نزدیک مسلّم ہو وہ صرف اللہ کی ذات ہے، مثلاً کسی شخص کی ذات پر کوئی الزام ہے مدعی پر لازم ہے کہ وہ اپنے الزام کے ثبوت میں دو گواہ پیش کرے لیکن اس موقع واردات پر کوئی گواہ نہیں تھا اس لیے اب ضروری ہے کہ مدعی علیہ اس الزام سے برأت پر قسم

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۱، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[5] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۶۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[6] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری، متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۶، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

کھائے اور جب وہ اللہ عزوجل کی قسم کھا کر اس الزام سے اپنی برأت بیان کر دیتا ہے تو اس کو بری کر دیا جاتا ہے کیونکہ مدعی تو اس کے خلاف کوئی گواہی پیش نہیں کر سکا لیکن مدعی علیہ نے اپنی برأت میں اللہ کی گواہی پیش کر دی کہ جس وقت جس جگہ اور جس موقع پر تم نے مجھ پر یہ الزام لگایا ہے اللہ گواہ ہے کہ میں اس موقع پر اس الزام سے بری تھا! اور جس کی یہ شان ہو کہ وہ ہر جگہ ہر موقع پر اور ہر وقت گواہ ہو اور اس کی گواہی پوری کائنات میں مسلم ہو وہ صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے غیر کی قسم کھانا اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ غیر اللہ کو ہر جگہ، ہر موقع پر اور ہر وقت گواہ سمجھتا ہے اور یہ شرک اور کفر ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی کفر اور شرک ہے الا یہ کہ وہ شرعی قسم کا ارادہ نہ کرے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا جائز نہیں ہے، خواہ اپنے باپ کی قسم کھائے یا صحابی کی یا کعبہ کی۔ امام شافعی نے کہا مجھے غیر اللہ کی قسم کے معصیت ہونے کا خدشہ ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس اصل پر سب کا اجماع ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والصافات صفا ۔ والمرسلات عرفا۔ والنازعات غرقا۔ "صف باندھی ہوئی جماعتوں کی قسم اور اس حالیکہ وہ صف باندھی ہوئی ہوں۔ ان بھیجی ہوئی (ہواؤں) کی قسم! جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ سختی سے روح کھینچنے والے (فرشتوں) کی قسم، جو سختی سے جان نکالتے ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے متعلق پوچھنے والے اعرابی سے فرمایا: افلح و ابیہ ان صدق۔ "اس کے باپ کی قسم! اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم، من کان حالفا فلیحلف باللہ او لیصمت (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے، جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے" حضرت عمر فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے (غیر اللہ کی) قسم نہیں کھائی، از خود ذکر کرتے ہوئے نہ کسی کی حکایت کرتے ہوئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من حلف بغیر اللہ فقد اشرک "جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا" امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ لا الہ الا اللہ پڑھے"۔

باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے وہ قسمیں صرف اپنی قدرت اور عظمت پر دلالت کرنے کے لیے کھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ اپنی مخلوق کی جس طرح چاہے قسمیں کھائے اور اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے پر کسی اور کے قسم کھانے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ [1]

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۶ - ۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

غیر اللہ کی قسم کھانے کے حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کی رائے

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی نے فرمایا ہر مخلوق کی قسم کھانے سے منع کیا جائیگا

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس کو توڑوں یہ اس سے بہتر ہے کہ میں ایک بار غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو پورا کر دوں! [1]

علامہ ابو الولید باجی مالکی فرماتے ہیں: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرما دیا ہے اس لیے غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے، کیونکہ یہ مباح کاموں سے نہیں ہے، سو جس شخص نے قسم کھانی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع میں تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے، لہٰذا کسی شخص کے لیے سورج، چاند اور ستاروں کی قسم کھانا جائز ہے اور نہ آسمان اور زمین کی قسم کھانا جائز ہے، اور نہ کسی اور مخلوق کی قسم کھانا جائز ہے، اور جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ گنہ گار ہوگا لیکن اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاؤں تو یہ غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے بہتر ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ قرآن مجید میں ہے: والسماء ذات البروج۔ والشمس وضحٰھا۔ واللیل اذا یغشٰی۔ "برجوں والے آسمان کی قسم۔ سورج اور اس کی روشنی کی قسم۔ رات کی قسم جب اس کی سیاہی پھیل جائے"۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قواعد عربیہ کے مطابق مضاف محذوف ہے یعنی برجوں والے آسمان کے رب کی قسم۔ سورج اور اس کی روشنی کے رب کی قسم۔ جب رات کی سیاہی پھیل جائے تو اس کے رب کی قسم، گویا یہ سب اللہ کی قسمیں ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے وہ جس کی چاہے قسم کھائے، ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کر دیا ہے اس لیے ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے۔ [2]

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں ہمارے علماء کے نزدیک غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ [3]

غیر اللہ کی قسم کھانے کے متعلق فقہاء حنفیہ کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے بغیر قسم منعقد نہیں ہوتی، غیر اللہ کی قسم بطریق صراحۃً ہو یا کنایۃً ہو یہ حرام ہے، جیسا کہ قہستانی میں ہے، بلکہ اس میں کفر کا خدشہ ہے مثلاً کہے میری زندگی کی قسم۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ [4]

علامہ شامی نے جس آنے والی عبارت کا ذکر کیا ہے وہ علامہ حصکفی کی یہ عبارت ہے:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۶۶-۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۲۵۹ مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ حسام الدین رازی متوفی ۵۹۱ھ نے فرمایا: جس شخص نے کہا میری زندگی کی قسم، یا تمہاری زندگی کی قسم، یا تمہارے سر کی زندگی کی قسم! اگر اس نے اس قسم کو پورا کرنے کے وجوب شرعی کا اعتقاد کیا (بایں طور کہ اس قسم کا پورا کرنا ضروری ہے ورنہ کفارہ لازم آئے گا۔ سعیدی) تو وہ شخص کافر ہو جائے گا اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ عام لوگ اس سے لاعلم ہیں کہ غیر اللہ کی قسم کھانے سے خالق اور مخلوق کی مساوات لازم آتی ہے تو میں (ایسی) قسم کھانے والے کو مشرک قرار دیتا۔

(ہم نے علامہ حصکفی کی عبارت میں علامہ شامی کی توضیحات کو ملحوظ رکھ کر اس کا ترجمہ کیا ہے) [1]

علامہ حسام الدین رازی کی اس عبارت سے علامہ ابن ہمام[2] اور علامہ زین الدین ابن نجیم نے بھی استدلال کیا ہے۔[3]

علامہ قہستانی نے بھی علامہ حسام الدین رازی کی مذکور الصدر عبارت نقل کی ہے اس کے بعد منیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں: جو جاہل آدمی امیر کی جان، اس کی زندگی اور اس کے سر کی قسم کھاتا ہے اس کا اسلام ابھی تک متحقق نہیں ہوا۔[4]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کی قسم سے اگر استحکام اور پختگی حاصل ہو، مثلاً کسی کام کو طلاق عتاق یا حج پر معلق کرے (یوں کہے کہ اگر میں نے فلاں چیز کھائی تو میری بیوی کو طلاق، یا میرا غلام آزاد یا مجھ پر حج لازم ہو) تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور عام فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس میں غیر اللہ کی تعظیم نہیں ہے اور وہ قسم جس سے پختگی اور قوت اور استحکام حاصل نہ ہو جیسے تمہارے باپ کی قسم! یا تمہاری زندگی کی قسم! تو فقہاء کی عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آباء کی قسم کھانے سے صراحۃً منع فرمایا ہے اور غیر اللہ کی قسم کھانے سے اس کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعظیم میں مشارکت لازم آتی ہے۔[5]

علامہ شامی کی ذکر کردہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے غیر اللہ کی قسم کسی چیز کو شرعاً واجب کرنے کے قصد سے کھائی تو یہ العیاذ باللہ کفر ہے اور اگر یہ قصد نہیں تھا تو پھر یہ مکروہ ہے اور یہی قسم لغوی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مصنوعات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

جب غیر اللہ کی قسم کھانا ممنوع ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ فقہاء کرام نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱) - اللہ تعالیٰ مالک اور خالق ہے اور اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے، وہ جس کی چاہے قسم کھائے وہ کسی قاعدہ کا پابند نہیں ہے اور ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کے پابند ہیں، اس کے رسول نے ہمیں غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع کر دیا ہے، اس لیے ہمارے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال پر ہم اپنے افعال کا قیاس نہیں کر سکتے۔

---

[1] - علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۷۲۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] - علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۵۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3] - علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۸۶ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[4] - علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبع منشی نو لکشور، ۱۲۹۱ھ

[5] - علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۴ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں ان کو اپنی ذات اور صفات پر شاہد اور گواہ بنایا ہے۔
(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں ان کو اپنی ذات اور صفات پر دلیل بنایا ہے۔
(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں وہ دراصل ان چیزوں کی نہیں خود اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی قسمیں ہیں کیوں کہ ان سے پہلے عربی گرائمر کے قواعد کے مطابق مضاف محذوف ہے مثلاً والطور کی اصل ہے "ورب الطور" "پہاڑ طور کے رب کی قسم!"، وعلیٰ ہذا القیاس۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارکان اسلام کے متعلق سوال کیا، آپ نے جواب میں اس کو ارکان اسلام بتلائے اس نے کہا وہ ان میں زیادتی کرے گا نہ کمی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افلح وابیہ ان صدق۔ "اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا"۔ [1]

اس حدیث کی وجہ سے یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے تو خود غیر اللہ کی قسم کیوں کھائی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات رقم کیے ہیں:

(۱)۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ "افلح وابیہ" ان الفاظ کی روایت صحیح نہیں ہے۔ اس حدیث کے راوی اسماعیل بن جعفر نے "افلح وابیہ" کی بجائے "افلح واللہ ان صدق" خدا کی قسم اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا" کے الفاظ روایت کیے ہیں، اور یہ الفاظ افلح وابیہ سے اولیٰ ہیں کیونکہ یہ الفاظ منکر ہیں جن کو آثار صحاح رد کرتے ہیں، اور امام مالک کی روایت میں یہ الفاظ اصلاً نہیں ہیں (خیال رہے کہ یہ الفاظ امام مسلم کی ایک روایت میں ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ج ۱ ص ۱۲۔ ۱۱ پر روایت کیا ہے اور اس میں ہے "افلح ان صدق" اور قسم کے الفاظ اصلاً نہیں ہیں۔ سیدی غفرلہ)

(۲)۔ ان الفاظ میں تصحیف ہے یعنی بعض راویوں نے "واللہ" کے بجائے "وابیہ" کہہ دیا۔

(۳)۔ وابیہ (اس کے باپ کی قسم) یہ ایک ایسا کلمہ ہے جو اہل عرب کی زبان پر بلا قصد جاری ہو جاتا ہے وہ اس سے قسم کا قصد نہیں کرتے اور ممانعت غیر اللہ کی قسم قصداً کھانے سے ہے۔ امام بیہقی اور علامہ نووی نے اسی جواب کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

(۴)۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ اس لفظ کو کلام میں محض تاکید کے لیے ذکر کیا جاتا ہے، اور اس سے قسم کا ارادہ نہیں کیا جاتا۔

(۵)۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے کہ پہلے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ اکثر شارحین کا یہی مختار ہے، لیکن علامہ سہیلی نے کہا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

میں یہ گمان جائز نہیں کہ آپ غیر اللہ کی قسم کھاتے تھے۔

(۶)۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ عربی قواعد کے مطابق یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں ہے "افلح ورب ابیہ" اس کے باپ کے رب کی قسم یہ کامیاب ہو گیا"

(۷)۔ علامہ نووی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے، دوسرے شخص کے لیے غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بحث کے اخیر میں لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: اپنے آباء کی قسم نہ کھاؤ، جو اللہ کی قسم کھائے اس کو سچا کرے اور جس کے لیے اللہ کی قسم کھائی جائے وہ اس پر راضی ہو جائے اور جو اللہ پر راضی نہ ہو وہ اللہ کا نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: اوّل تو ان الفاظ کی روایت صحیح نہیں ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر نے بیان فرمایا ہے، اور اگر یہ الفاظ ثابت ہوں تو غیر اللہ کی قسم کی ممانعت اس کے بعد ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فرمایا میں نے اس کے بعد کبھی خود غیر اللہ کی قسم کھائی نہ کسی کی قسم کی حکایت کی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

غیر اللہ کی قسم اگر حرام نہیں ہے تو اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے یا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، کیونکہ غیر اللہ کی قسم گناہ ہے اور نیکیوں سے گناہ مٹ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان الحسنات یذھبن السیئات "نیکیاں گناہوں کو لے جاتی ہیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم کوئی برائی کرو تو اس کے بعد نیکی کرو وہ نیکی برائی کو مٹا دے گی" اور جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ کی تعظیم کی اس لیے اس کو شرک قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس نے غیر اللہ کی قسم کھا کر اس کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ شریک کر دیا۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کہے اور توحید کا اعتراف کرے اور شرک سے براءت کرے۔ [2]

ہم نے غیر اللہ کی قسم کی حرمت اور ممانعت پر کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ غیر اللہ کی قسم کو جائز قرار دے کر اس پر غیر اللہ کی نذر کو قیاس کرتے ہیں جیسا کہ نذر کی بحث میں گذر چکا ہے، اس لیے ہم نے چاہا کہ احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے اقوال کی روشنی میں غیر اللہ کی قسم کی حقیقت واضح ہو جائے!۔

قسم پورا کرنے اور توڑنے کی اقسام

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری لکھتے ہیں: جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی گئی ہے وہ فی نفسہ حرام ہو گی یا مکروہ ہو گی یا مستحب ہو گی یا مباح ہو گی یا فرض۔ اسی اعتبار سے قسم پورا کرنے اور قسم کو توڑنے کی پانچ پانچ قسمیں ہیں اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۶-۵۳۱ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

(۱)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا حرام ہو مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں شخص کو قتل کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا، یا اپنے باپ سے بات نہیں کرے گا۔ ایسی قسم کو توڑنا فرض ہے اور اس کا پورا کرنا حرام ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کام کی قسم کھاؤ اور اس کام کا خلاف بہتر ہو تو تم قسم کے خلاف کرو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔

(۲)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا مکروہ ہو، مثلاً کوئی شخص قسم کھائے کہ وہ اپنے غلام کو اس کے قصور پر مارے گا یا اس لیے مکروہ ہے کہ معاف کرنا افضل ہے۔ یا قسم کھائے کہ اگر مقروض نے وقت پر قرض ادا نہ کیا تو اس کی شکایت کرے گا یا اس لیے مکروہ ہے کہ مقروض کو مہلت دینا افضل ہے بلکہ واجب ہے یا قسم کھائے کہ ایک ماہ تک اپنی بیوی سے عمل تزویج نہیں کرے گا ان صورتوں میں قسموں کو پورا کرنا مکروہ ہے اور قسم کا توڑنا واجب یا مستحب ہے (مقروض کو مہلت دینا واجب ہے اور غلام کو اس کے قصور پر نہ مارنا مستحب ہے۔) اور یہاں مکروہ سے مراد عام ہے مکروہ تحریمی ہو یا تنزیہی۔

(۳)۔ جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائی ہے وہ مباح ہو مثلاً وہ قسم کھائے کہ وہ یہ کپڑا نہیں پہنے گا یا یہ روٹی نہیں کھائے گا۔ اس صورت میں قسم کا پورا کرنا واجب ہے اور قسم کو توڑنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واحفظوا ایمانکم "اپنی قسموں کی حفاظت کرو"، یعنی قسموں کو پورا کرو۔

(۴)۔ جس کام کی قسم کھائی ہے اس کا کرنا یا نہ کرنا فرض ہو، مثلاً اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ پانچوں وقت کی نماز پڑھے گا یا قسم کھائی ہے کہ وہ زنا نہیں کرے گا اس قسم کا پورا کرنا فرض اور توڑنا حرام ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قسم پورا کرنے اور توڑنے کے اعتبار سے دس قسمیں ہیں:

(۱)۔ قسم پورا کرنا حرام ہو اور توڑنا فرض ہو (۲) قسم پورا کرنا مکروہ تحریمی ہو اور توڑنا واجب ہو (۳) قسم پورا کرنا مکروہ تنزیہی ہو اور توڑنا مستحب ہو۔ (۴) قسم پورا کرنا واجب ہو اور توڑنا مکروہ تحریمی ہو (۵) قسم پورا کرنا فرض ہو توڑنا حرام ہو۔ [1]

بکثرت قسم کھانا غیر پسندیدہ ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں افراط کرنا مکروہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تطع کل حلاف مھین (القلم: ۱۰) "آپ بکثرت قسم کھانے والے ذلیل کی اطاعت نہ کریں" یہ بکثرت قسم کھانے والے کی مذمت ہے جو بکثرت قسم کھانے کی مذمت کا تقاضا کرتی ہے اور اگر قسم کھانے میں افراط نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ مطلقاً قسم کھانا مکروہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم (بقرہ: ۲۲۴) "اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ" لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ متعدد احادیث صحیحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قسم کھانے کا ذکر ہے۔ آپ نے فرمایا: واللہ یا امۃ محمد ما احد اغیر من اللہ ان یزنی عبدہ او تزنی امتہ۔ "خدا کی قسم! اے امت محمد زنا کار

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۹۲-۲۹۱ ملخصاً و موضحاً مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

بندے یا ابدی پر اللہ تعالیٰ سے غیور کوئی نہیں ہے" اور فرمایا و الذی نفسی بیدہ انکم لاحب الناس الی ۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے" اور ایسی بہت سی احادیث ہیں۔ اور ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم۔ کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی قسموں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں سے رکنے کا ذریعہ نہ بناؤ، مثلاً کوئی شخص کسی کے ساتھ بھلائی نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پورا کرنے کے لیے اس کے ساتھ بھلائی نہ کرے، اس قسم کی قسموں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے مطلقاً قسم کھانے سے منع نہیں کیا۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کم کھائی جائیں کیونکہ اگر ماضی کے متعلق زیادہ قسمیں کھائیں تو ہو سکتا ہے کہ کسی بات پر جھوٹی قسم کھالے اور مستقبل میں کام کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں بکثرت قسمیں کھائیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ کی قسم کھا کر پوری نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی بے حرمتی ہو۔ [2]

لات کی اصل اور تاریخ حدیث نمبر ۴۱۴۶ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے اپنی قسم میں کہا: لات کی قسم! اس کو چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کہے اور حدیث نمبر ۴۱۴۸ میں ہے جس شخص نے لات اور عزیٰ کی قسم کھائی وہ لا الہ الا اللہ کہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ لات، منات اور عزیٰ کفار قریش کے بت تھے۔ قتادہ نے کہا کہ لات ثقیف کا طائف میں بت تھا، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ کعبہ میں بت تھا۔ ابن زید نے کہا کہ مکاظ کے بازار میں ایک باغ میں یہ بت تھا وہاں قریش اس کی عبادت کرتے تھے۔ ابن عطیہ نے قتادہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ابو الحیان اندلسی نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لات نام کے کئی بت ہوں اور ان سب جگہوں پر یہ بت نصب ہوں سو ہر ایک نے اپنے بت کی خبر دی ہے۔ لفظ لات کی اصل کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ لت یلت کا اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے ستو گھولنا ایک شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر حاجیوں کے لیے ستو گھولتا تھا جب وہ مر گیا تو لوگ اس شخص کی تعظیم کے لیے اس پتھر کی عبادت کرنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ شخص ایک پتھر پر بیٹھ کر ستو گھولتا تھا اور جو شخص بھی اس کے بنائے ہوئے ستو پیتا وہ موٹا ہو جاتا تھا تو لوگوں نے اس کی عبادت شروع کر دی۔ لات کی اصل کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لوی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے اعتکاف کرنا کیونکہ لوگ اس کی عبادت کے لیے جم کر بیٹھتے تھے اس لیے اس کو لات کہتے ہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ لیتیٰ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے طواف کرنا کیونکہ کفار اس بت کا طواف کرتے تھے اس لیے اس کو لات کہا جانے لگا۔ [3]

عزّیٰ کی اصل اور تاریخ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: عزیٰ غطفان کا بت تھا، قتادہ نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ یہ ایک باغ میں ببول کا درخت تھا، یہ اصل میں اعز کا مؤنث ہے، امام نسائی اور امام ابن مردویہ نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۸۷-۳۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۷۷ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ۔

[3] ۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جزء ۲۷ ص ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

باغ میں بھیجا جس میں عزیٰ تھا۔ حضرت خالد باغ میں گئے وہاں تین ببول کے درخت تھے انھوں نے ان درختوں کو کاٹ دیا اور جس کوٹھڑی میں یہ بت تھا اس کو منہدم کر دیا۔ جب حضرت خالد نے واپس لوٹ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: دوبارہ جاؤ تم نے تو کچھ نہیں کیا، حضرت خالد دوبارہ گئے، جب پجاریوں نے حضرت خالد کو دیکھا تو یا عزیٰ یا عزیٰ پکارتے ہوئے نکلے۔ وہاں ایک برہنہ عورت تھی جس کے بال اس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے، حضرت خالد نے اس کو تلوار سے قتل کر دیا پھر واپس جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا آپ نے فرمایا یہی عزیٰ تھی اور اب کبھی اس کی پوجا نہیں ہوگی! ۔ [1]

کفریہ کلمات سے قسم کھانے کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ قسم معبود معظم کی کھائی جاتی ہے پس جس شخص نے لات وغیرہ کی قسم کھائی اس نے کفار کی طرح ایک کام کیا اس لیے آپ نے کلمہ توحید پڑھنے کے ساتھ اس کی تلافی کا حکم دیا۔ ابن عربی نے کہا جس شخص نے تحقیق اور سنجیدگی سے یہ قسم کھائی وہ کافر ہو گیا اور جس نے جہالت یا بے توجہی کی بنا پر یہ قسم کھائی، وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی تلافی قبول کرے گا اور اس کو سہو سے التفات کی طرف اور اس کی زبان کو حق کی جانب لوٹا دے گا۔ [2]

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: جس شخص نے کہا: "اگر اس نے یہ کام کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا یہودی ہو جائے گا" تو یہ کلمہ قسم ہے۔ اگر اس نے ماضی کے متعلق قسم کھائی تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ وہ اس قسم میں سچا ہے تو اس پر کچھ لازم نہیں، اور اگر اس کو پتا ہے کہ وہ اس قسم میں جھوٹا ہے تو محمد بن مقاتل نے کہا ہے کہ وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے کفر کو ایک موجود اور محقق چیز پر معلق کیا ہے اور امر موجود پر کسی چیز کو معلق کرنا محقق اور علی الفور نافذ ہوتا ہے پس گویا کہ اس نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہے۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر اس کی قسم ماضی سے متعلق ہو تو اس پر کفارہ ہے اور اس سے وہ کافر نہیں ہوگا اور ماضی کی قسم کا بھی مستقبل پر اعتبار کیا جائے گا سو ماضی کی قسم یمین غموس کے حکم میں ہے اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کو علم ہے کہ یہ قسم ہے تو وہ اس سے کافر نہیں ہوگا، خواہ قسم کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، اور اگر اس کو یہ پتا نہیں تھا کہ یہ قسم ہے اور اس کے نزدیک یہ کلمہ کفر ہے تو پھر وہ کافر ہو جائے گا خواہ قسم کا تعلق ماضی ہو یا مستقبل سے۔ کیونکہ جو چیز اس کے نزدیک کفر ہے اس نے اس کو عمداً اختیار کیا اور اس نے کفر کو اختیار کیا پس وہ کافر ہو جائے گا۔ [3]

علامہ ابو الحسن مرغینانی نے شمس الائمہ سرخسی کے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ [4]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری نے شمس الائمہ سرخسی کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۷ ص ۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۱۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۸ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳، ہدایہ اولین ص ۴۶۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[5] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۴ ص ۲۸۶ - ۲۸۵ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

آیا کفریہ کلمات سے ائمہ مذاہب کے نزدیک شرعی قسم منعقد ہوتی ہے یا نہیں؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب (شافعیہ) یہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے لات اور عزیٰ یا دیگر بتوں کی قسم کھائی یا اس نے کہا اگر میں نے یہ کام کیا تو یہودی یا نصرانی ہوں، یا اسلام سے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ استغفار کرے اور لا الہ الا اللہ کہے اور وہ اس کام کو کرے یا نہ کرے اس پر کفارہ نہیں ہے۔ یہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء کا مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں کفارہ لازم آتا ہے ماسوا اس صورت کے کہ وہ کہے میں بدعتی ہوں، یا کہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہوں [1]

امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کرنے میں بعض علماء کی لغزش

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی علامہ نووی کی طرح امام ابوحنیفہ کا مذہب بیان کیا ہے۔ [2]

حالانکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان تمام صورتوں میں قسم منعقد نہیں ہوتی کہ ان تمام صورتوں میں یہ صورت بھی ہے کہ کوئی شخص لات، عزیٰ یا دیگر بتوں کی قسم کھائے، کیونکہ فقہاء احناف نے اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے سوا اور کسی اسم سے قسم منعقد نہیں ہوتی۔ علامہ مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

ومن حلف بغير الله لم يكن حالفًا كالنبي والكعبة لقوله عليه السلام من كان منكم حالفا فليحلف بالله۔ [3]

جس شخص نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس کی قسم منعقد نہیں ہوگی مثلاً نبی یا کعبہ کی قسم کھائی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تم میں سے جس شخص نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے۔

اور شمس الائمہ سرخسی حنفی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء اور بتوں کی قسم نہ کھاؤ اور لکھا کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی وہ قسم شرعی نہیں ہوگی۔ [4]

فلہٰذا علامہ نووی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا یہ کہنا غلط ہے کہ ان تمام صورتوں میں احناف کے نزدیک قسم منعقد ہو جاتی ہے۔

علامہ نووی اور علامہ عسقلانی تو خیر شافعی علماء ہیں اگر فقہ حنفی کا کوئی جزیہ ان سے مخفی رہ جائے یا حنفی مذہب کو بیان کرنے میں ان سے تسامح ہو جائے تو اس قدر باعث حیرت نہیں ہے لیکن سخت حیرت ہے کہ بعض حنفی علماء بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے اور انھوں نے بھی علامہ نووی کا نام لے کر مذہب احناف اسی طرح نقل کر دیا۔ شیخ غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۷، ص ۲۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا اگر لات وعزیٰ وغیرہ بتوں کی قسم کھائی یا کہا اگر میں نے یہ کام کیا تو میں یہودی، نصرانی یا اسلام سے بیزار ہوں یا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیزار ہوں وغیرہ وغیرہ سے قسم منعقد نہیں ہوتی، اس پر لازم ہے کہ استغفار کرے اور لا الہ الا اللہ پڑھے، وہ مذکور کام کرے یا نہ کرے، اس پر کفارہ واجب نہیں۔ امام شافعی، امام مالک اور دیگر علماء کی یہی مذہب ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تمام میں اس پر کفارہ واجب ہے۔ [1]

حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا ان کی طرف یہ نسبت واقع کے خلاف ہے۔

قمار کی دعوت دینے کا حکم حدیث نمبر ۴۱۴۶ کے اخیر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا آؤ جوا کھیلیں اس کو چاہیے کہ وہ صدقہ کرے۔

کتاب البیوع کے شروع میں ہم قمار (جوا) پر مفصل گفتگو کر چکے ہیں، یہاں پر ہم صرف قمار کی تعریف کا دوبارہ ذکر کر رہے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں قمار قمر (چاند) سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ۔ جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے۔ اور اگر ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے۔ [2]

میر سید شریف لکھتے ہیں: ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی قمار ہے۔ [3]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: آپ نے صدقہ کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس شخص نے معصیت کی دعوت دی تھی، علامہ خطابی نے کہا کہ جتنے پیسوں کا جوا کھیلنے کا کہا تھا اتنے پیسوں کا صدقہ کرے۔ محققین نے یہ کہا ہے کہ صدقہ کی کوئی مقدار معین نہیں ہے۔ جو آسانی سے صدقہ کر سکے وہ صدقہ کر دے۔ [4]

یہ خیال رہے کہ گناہ دراصل توبہ سے ساقط ہوتا ہے اور صدقہ کی وجہ سے قبولیت توبہ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا دور ہونا زیادہ متوقع ہے۔

بَابُ نَدْبِ مَنْ حَلَفَ يَمِينًا فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا أَنْ يَأْتِيَ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَيُكَفِّرَ عَنْ يَمِينِهِ

قسم کا خلاف بہتر ہونے کی صورت میں قسم کا خلاف کرنے کا استحباب

۴۱۵۰۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَاللَّفْظُ لِخَلَفٍ قَالُوا حَدَّثَنَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ سواری طلب کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے

---

[1] شیخ غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۷، ص ۴۸۹، مطبوعہ عبدالحمید پرنٹرز، لاہور

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۵ ص ۳۵۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۷۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِي مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ أُتِيَ بِإِبِلٍ فَأَمَرَ لَنَا بِثَلَاثِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرَى فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا أَوْ قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ لَا يُبَارِكُ اللهُ لَنَا أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَحَلَفَ أَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلَنَا فَأَتَوْهُ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَمَلَكُمْ وَإِنِّي وَاللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ أَرَى خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

فرمایا: بخدا میں تم کو سواری نہیں دوں گا اور نہ تمہیں دینے کے لیے میرے پاس سواری ہے۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ پھر جب تک اللہ نے چاہا ہم ٹھیرے رہے، پھر آپ کے پاس کچھ اونٹ آئے، آپ نے ہمیں سفید کوہان کے تین اونٹ دینے کا حکم دیا۔ جب ہم جانے لگے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے کسی نے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمیں برکت نہ دے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری مانگنے کے لیے آئے تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے، پھر آپ نے ہمیں سواری دے دی، پھر ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو سواری نہیں دی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ سواری دی ہے، اور بخدا میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں انشاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

۴۱۵۱- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَرْسَلَنِي أَصْحَابِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُهُ لَهُمُ الْحُمْلَانَ إِذْهُمْ مَعَهُ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَهِيَ غَزْوَةُ تَبُوكَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَصْحَابِي أَرْسَلُونِي إِلَيْكَ لِتَحْمِلَهُمْ فَقَالَ وَاللهِ لَا أَحْمِلُكُمْ عَلَى شَيْءٍ وَوَافَقْتُهُ وَهُوَ غَضْبَانُ وَلَا أَشْعُرُ فَرَجَعْتُ حَزِينًا مِنْ مَنْعِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِنْ مَخَافَةِ أَنْ يَكُونَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ إِلَى أَصْحَابِي

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ساتھیوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواریاں مانگنے کے لیے بھیجا کیونکہ وہ جیش عسرت یعنی غزوۂ تبوک میں آپ کے ساتھ تھے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے میرے ساتھیوں نے سواریاں لینے کے لیے آپ کے پاس بھیجا ہے، آپ نے فرمایا بخدا میں تمہیں بالکل سواری نہیں دوں گا، آپ اس وقت غصہ میں تھے اور مجھے اس کا پتا نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے سے میں غم زدہ ہوا اور یہ خدشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراض ہو گئے ہوں! میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گیا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ انھیں بتا دیا، تھوڑی دیر گذری تھی کہ میں نے حضرت بلال کی آواز سنی: "اے عبداللہ بن قیس! میں نے کہا: ہاں! انھوں نے کہا جاؤ رسول اللہ

فَاَخْبَرْتُهُمُ الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَلْبَثْ اِلَّا سُوَیْعَةً اِذْ سَمِعْتُ بِلَالًا یُّنَادِیْ اَیْ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ قَیْسٍ فَاَجَبْتُهٗ فَقَالَ اَجِبْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْكَ فَلَمَّا اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُذْ هٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ وَهٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ وَهٰذَیْنِ الْقَرِیْنَیْنِ لِسِتَّةِ اَبْعِرَةٍ اِبْتَاعَهُنَّ حَدِیْثًا مِنْ سَعْدٍ فَانْطَلِقْ بِهِنَّ اِلٰی اَصْحَابِكَ فَقُلْ اِنَّ اللّٰهَ اَوْ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی هٰؤُلَاءِ فَارْكَبُوْهُنَّ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ بِهِنَّ فَقُلْتُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُكُمْ عَلٰی هٰؤُلَاءِ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ لَا اَدَعُكُمْ حَتّٰی یَنْطَلِقَ مَعِیْ بَعْضُكُمْ اِلٰی مَنْ سَمِعَ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ سَاَلْتُهٗ لَكُمْ وَمَنَعَهٗ فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ ثُمَّ اَعْطَاهُ اِیَّایَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا تَظُنُّوْا اَنِّیْ حَدَّثْتُكُمْ شَیْئًا لَمْ یَقُلْهُ فَقَالُوْا لِیْ وَاللّٰهِ اِنَّكَ عِنْدَنَا لَمُصَدَّقٌ وَلَنَفْعَلَنَّ مَا اَحْبَبْتَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ مُوْسٰی بِنَفَرٍ مِّنْهُمْ حَتّٰی اَتَوُا الَّذِیْنَ سَمِعُوْا قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْعَهٗ اِیَّاهُمْ ثُمَّ اِعْطَاءَهٗ بَعْدُ فَحَدَّثُوْهُمْ بِمَا حَدَّثَ لَهُمْ بِهٖ اَبُوْ مُوْسٰی سَوَاءً۔

صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلا رہے ہیں، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے چھ اونٹوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ جوڑا لو، یہ جوڑا لو اور یہ جوڑا لو اور ان اونٹوں کو اپنے ساتھیوں کے پاس لے جاؤ! آپ نے اسی وقت حضرت سعد سے یہ اونٹ خریدے تھے، آپ نے فرمایا اپنے ساتھیوں سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے یا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو یہ سواریاں دی ہیں، ان پر سواری کرو، میں یہ سواریاں لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو ان سواریوں پر سوار کیا ہے، لیکن میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم میں سے کوئی شخص میرے ساتھ ان لوگوں کے پاس نہیں جائے گا جنھوں نے میرے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سنا تھا، آپ نے پہلی بار منع فرمایا تھا اور اس کے بعد آپ نے یہ اونٹ دیے تھے، تم یہ گمان نہ کرنا کہ میں نے تم کو وہ حدیث سنائی ہے جو آپ نے نہیں فرمائی تھی، میرے ساتھیوں نے کہا بخدا تم ہمارے نزدیک سچے ہو اور ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے، پھر حضرت ابوموسیٰ ان میں سے کچھ ساتھیوں کو لے کر ان لوگوں کے پاس گئے جنھوں نے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا سنا تھا پھر اس کے بعد آپ کا عطا فرمانا دیکھا تھا۔ انھوں نے بھی اسی طرح بیان کیا جس طرح حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا تھا۔

۴۱۵۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الْعَتَكِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوموسیٰ نے اپنا کھانا

عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِیِّ قَالَ اَیُّوْبُ وَاَنَا لِحَدِیْثِ الْقَاسِمِ اَحْفَظُ مِنِّیْ لِحَدِیْثِ اَبِیْ قِلَابَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اَبِیْ مُوْسٰی فَدَعَا بِمَائِدَةٍ وَعَلَیْهَا لَحْمُ دَجَاجٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَیْمِ اللّٰهِ اَحْمَرُ شَبِیْهٌ بِالْمَوَالِیْ فَقَالَ لَهٗ هَلُمَّ فَتَلَكَّاَ فَقَالَ هَلُمَّ فَاِنِّیْ قَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاْكُلُ مِنْهُ فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ یَاْكُلُ شَیْئًا فَقَذِرْتُهٗ فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا اٰكُلَهٗ فَقَالَ هَلُمَّ اُحَدِّثْكَ عَنْ ذٰلِكَ اِنِّیْ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَهْطٍ مِّنَ الْاَشْعَرِیِّیْنَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ وَمَا عِنْدِیْ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَیْهِ فَلَبِثْنَا مَا شَاءَ اللّٰهُ فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَهْبِ اِبِلٍ فَدَعَا بِنَا فَاَمَرَ لَنَا بِخَمْسِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰی قَالَ فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اَغَفَلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَمِیْنَهٗ لَا یُبَارِكُ لَنَا فَرَجَعْنَا اِلَیْهِ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا اَتَیْنٰكَ نَسْتَحْمِلُكَ وَاِنَّكَ حَلَفْتَ اَنْ لَّا تَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلْتَنَا اَفَنَسِیْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَهَا خَیْرًا مِّنْهَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ وَّتَحَلَّلْتُهَا فَاْتُوْا فَاِنَّمَا حَمَلَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

منگوایا جس میں مرغ کا گوشت تھا۔ جو بنی اللہ سے سرخ رنگ کا ایک آدمی آیا جو غلاموں سے مشابہ تھا۔ حضرت ابوموسیٰ نے اسے کھانے کے لیے بلایا وہ کچھ ہچکچایا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا: آؤ! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرغ کا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا ہے، اس شخص نے کہا میں نے مرغی کو کچھ (گندگی) کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے اس سے گھن آئی، پھر میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا آؤ میں تم کو اس بارے میں ایک حدیث سناتا ہوں، میں چند اشعری ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری مانگنے کے لیے گیا، آپ نے فرمایا بخدا میں تم کو سواری نہیں دوں گا اور نہ ہی میرے پاس سواری موجود ہے، سو جس قدر منظور خدا تھا ہم ٹھیرے رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے اونٹ لائے گئے، آپ نے ہمیں بلوایا اور سفید کوہان کے پانچ اونٹ ہمیں دیے۔ جب ہم روانہ ہوئے تو ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم یاد نہیں دلائی۔ ہمیں (مالِ اونٹوں میں) برکت نہیں ہوگی۔ ہم دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس قسم کو بھول گئے! آپ نے فرمایا: بخدا! میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں انشاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا، جاؤ! تمہیں اللہ عزوجل نے سواریاں دی ہیں۔

۴۱۵۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ التَّمِیْمِیِّ عَنْ زَهْدَمٍ

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ جرم کے اس قبیلہ اور اشعریوں کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ تھا، ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے

الْجَرْمِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ هٰذَا الْحَيِّ مِنْ جَرْمٍ وَبَيْنَ الْأَشْعَرِيِّينَ وُدٌّ وَإِخَاءٌ فَكُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فِيهِ لَحْمُ دَجَاجٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۴۱۵۴۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ ابْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ وَالْقَاسِمِ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسٰى وَاقْتَصُّوا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

امام مسلم نے تین مختلف سندوں کے ساتھ زہدم جرمی سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تمام سندوں کے ساتھ حماد بن زید (کی ۴۱۵۲ والی روایت) کی طرح روایت ہے۔

۴۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا الصَّعِقُ يَعْنِي ابْنَ حَزْنٍ حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنَا زَهْدَمٌ الْجَرْمِيُّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى أَبِي مُوسٰى وَهُوَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فِيهِ قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا نَسِيتُهَا۔

زہدم جرمی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ وہ مرغی کا گوشت کھا رہے تھے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا بخدا میں اس (قسم) کو نہیں بھولا۔

۴۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّمِيمِيِّ عَنْ ضُرَيْبِ بْنِ نُفَيْرٍ الْقَيْسِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهُ فَقَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواریاں مانگنے کے لیے گئے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تمہارے لیے سواری نہیں ہے۔ اور بخدا میں تم کو سواری نہیں دوں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس چند برے

مَا عِنْدِیْ مَا اَحْمِلُکُمْ وَاللّٰہِ مَا اَحْمِلُکُمْ سَلَّمَ بِثَلَاثَۃِ ذَوْدٍ بِقَعِ الذَّرٰی فَقُلْنَا اِنَّا اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُہٗ فَحَلَفَ اَنْ لَّا یَحْمِلَنَا فَاَتَیْنَاہُ فَاَخْبَرْنَاہُ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ اَرٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا اَتَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ۔

کوہان والے تین اونٹ بھیجے، ہم نے کہا ہم رسول اللہ صلی تھے، آپ نے قسم کھائی کہ آپ ہم کو سواری نہیں دیں گے سو ہم نے جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتلایا، آپ نے فرمایا میں کسی کام کو کرنے کی قسم کھاؤں پھر مجھے خیال آئے کہ اس کا خلاف بہتر ہے تو میں اس بہتر کام کو کروں گا۔

۴۱۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی التَّمِیْمِیُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِیْہِ حَدَّثَنَا اَبُو السَّلِیْلِ عَنْ زَھْدَمٍ یُحَدِّثُہٗ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ کُنَّا مُشَاۃً فَاَتَیْنَا نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُہٗ بِنَحْوِ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم پیادہ تھے، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری طلب کی۔ جریر کی حدیث کی طرح روایت ہے۔

۴۱۵۸۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْفَزَارِیُّ اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَعْتَمَ رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰی اَھْلِہٖ فَوَجَدَ الصِّبْیَۃَ قَدْ نَامُوْا فَاَتَاہُ اَھْلُہٗ بِطَعَامِہٖ فَحَلَفَ لَا یَاْکُلُ مِنْ اَجْلِ صِبْیَتِہٖ ثُمَّ بَدَا لَہٗ فَاَکَلَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا فَلْیَاْتِھَا وَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رات کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیر ہو گئی، جب وہ اپنے گھر گیا تو بچے سو چکے تھے اس کی بیوی کھانا لے کر آئی، اس نے اپنے بچوں کی وجہ سے قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا، پھر اس کو خیال آیا اور اس نے کھانا کھا لیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی قسم کھائی پھر اس کو خیال آیا کہ اس کا خلاف بہتر ہے وہ اس بہتر کام کو کرے اور قسم کا کفارہ دے دے۔

۴۱۵۹۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ مَالِکٌ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی

سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ وَلْيَفْعَلْ.

قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اپنی قسم کا کفارہ دے دے اور اس کام کو کرے۔

۴۱۶۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

۴۱۶۱ - وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ فَلْيُكَفِّرْ يَمِينَهُ وَلْيَفْعَلِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ دے اور اس بہتر کام کو کرے۔

۴۱۶۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ قَالَ جَاءَ سَائِلٌ إِلَى عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ فَسَأَلَهُ نَفَقَةً فِي ثَمَنِ خَادِمٍ أَوْ فِي بَعْضِ ثَمَنِ خَادِمٍ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِي مَا أُعْطِيكَ إِلَّا دِرْعِي وَمِغْفَرِي فَاكْتُبْ إِلَى أَهْلِي أَنْ يُعْطُوكَهَا قَالَ فَلَمْ يَرْضَ فَغَضِبَ عَدِيٌّ فَقَالَ أَمَا وَاللهِ لَأُعْطِيَنَّكَ شَيْئًا ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ رَضِيَ فَقَالَ أَمَا وَاللهِ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ

تمیم بن طرفہ کہتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم کے پاس ایک سائل آیا اور ان سے ایک غلام کی قیمت یا غلام کی قیمت کے کچھ حصہ کا سوال کیا، حضرت عدی نے کہا میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اس زرہ اور خود کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے، میں اپنے گھر والوں کو تمہیں کچھ دینے کے لیے لکھتا ہوں، مگر وہ راضی نہ ہوا حضرت عدی کو غصہ آگیا اور کہا خدا کی قسم! میں تم کو کچھ نہیں دوں گا، پھر وہ شخص راضی ہو گیا، حضرت عدی نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے خیال کیا کہ اس کے خلاف میں اللہ کا تقویٰ زیادہ ہے تو وہ اس تقویٰ والے کام کو

فَقَالَ تَسْأَلُنِي مِائَةَ دِرْهَمٍ وَأَنَا ابْنُ حَاتِمٍ وَاللّٰهِ لَا أُعْطِيكَ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ رَأَى خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ۔

سنا ہوتا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے اس سے بہتر چیز کا خیال کیا تو وہ اس بہتر کام کو کرے۔

۴۱۶۷۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ تَمِيمَ بْنَ طَرَفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ فَذَكَرَ مِثْلَهُ وَزَادَ وَلَكَ أَرْبَعُ مِائَةٍ فِي عَطَائِي۔

حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا، اس کے بعد حسب سابق روایت بیان کی۔ اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ تم میری عطاء سے چار سو درہم لے لو۔

۴۱۶۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَةَ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ عَلَيْهَا وَإِذَا حَلَفْتَ عَلَى يَمِينٍ فَرَأَيْتَ غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَكَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ قَالَ أَبُو أَحْمَدَ الْجُلُودِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْمَاسَرْجِسِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبدالرحمٰن حکومت کا سوال نہ کرنا اگر تم کو سوال کرنے سے حکومت دی گئی تو تم اس کے سپرد کر دیے جاؤ گے اور اگر تم کو بغیر سوال کے حکومت ملی تو تمہاری امداد کی جائے گی اور جب تم کسی کام کی قسم کھاؤ پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرو تو اپنی قسم کا کفارہ دو اور جو بہتر کام ہے اس کو کرو، ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۱۶۹۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ وَمَنْصُورٍ وَحُمَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ

چار مختلف سندوں کے ساتھ امام مسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے۔

حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ ثُمَّ رَاٰى اَتْقٰى لِلّٰهِ مِنْهَا فَلْيَاْتِ التَّقْوٰى مَا حَدَّثْتُ يَمِيْنِيْ ۔

کرے، تو میں اپنی قسم کو نہ توڑتا۔

۴۱۶۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّلْيُكَفِّرْ يَمِيْنَهٗ ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس نے اس کام کے خلاف کو بہتر خیال کیا وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کو چھوڑ دے۔

۴۱۶۴۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفٍ الْبَجَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنِ طَرِيْفٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَدِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَلَفَ اَحَدُكُمْ عَلَى الْيَمِيْنِ فَرَاٰى خَيْرًا مِّنْهَا فَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَاْتِ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ۔

حضرت عدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کی قسم کھائے پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرے تو وہ اس قسم کا کفارہ دے اور اس کام کو کرے جو بہتر ہے۔

۴۱۶۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ تَمِيْمٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے۔

۴۱۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ وَّاَتَاهُ رَجُلٌ يَسْاَلُهٗ مِائَةَ دِرْهَمٍ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص سو درہم مانگنے کے لیے آیا، حضرت عدی نے کہا تو مجھ سے سو درہم کا سوال کر رہا ہے حالانکہ میں ابن حاتم ہوں! بخدا! میں تجھ کو نہیں دوں گا پھر کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ

عَطِيَّةَ وَيُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ فِي آخَرِينَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ أَبِيهِ ذِكْرُ الْأَمَارَةِ۔

خود سواریاں دے کر اس کی اللہ کی طرف نسبت کرنے کی توجیہات

حدیث نمبر ۴۱۵۰ میں ہے آپ نے اشعریوں سے فرمایا: میں نے تم کو سواری نہیں دی لیکن یہ سواری تم کو اللہ نے دی ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھیوں کو سواری دی اور اس فعل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیا اس کی شارحین نے کئی توجیہات کی ہیں ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی تھی کہ اپنی ملکیت میں سے کوئی اونٹ نہیں دیں گے اور آپ نے جو اونٹ عطا فرمائے تھے وہ اپنی ملکیت میں سے نہیں دیے تھے بلکہ بیت المال سے دیے تھے اور وہ اللہ کا مال ہے اس لیے فرمایا کہ یہ سواریاں تمہیں اللہ نے دی ہیں۔ اس توجیہ کا ماٰل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم نہیں توڑی اور یہ جو فرمایا تھا کہ اگر میں کسی کام کی قسم کھاؤں پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کروں تو میں وہ بہتر کام کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا اس جملہ کا اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ آپ نے بر سبیل ہدایت ایک حکم یا قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ [1]

دوسری توجیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم توڑنے کی نفی نہیں کی، بلکہ یہ بتلایا ہے کہ آپ کا اونٹ دینا اونٹ نہ دینے کی قسم پوری کرنے سے بہتر ہے اور آپ کا اونٹ عطا فرمانا نسیان کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ کے حکم کی وجہ سے ہے اسی لیے فرمایا میں نے تم کو یہ سواریاں نہیں دیں بلکہ یہ سواریاں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں، گویا یہ اسناد الی السبب ہے۔

تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ارشاد وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ کے طریقہ پر ہے یعنی جب آپ نے کنکریاں ماری تھیں تو وہ کنکریاں آپ نے نہیں ماریں وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں۔

چوتھی توجیہ یہ ہے کہ سواریوں کا دینا اگرچہ ظاہراً اور کسباً آپ کا فعل تھا لیکن حقیقتاً اور خلقاً وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس موضوع پر ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت ونبوت" میں تفصیلاً بحث کی ہے۔

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں: جو شخص کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پورا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۷۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کرنے سے قسم کو توڑنا بہتر ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کے لیے قسم کو توڑنا مستحب ہے اور اس پر کفارہ لازم ہوگا۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ واجب نہیں ہوگا اور یہ کہ قسم توڑنے کے بعد کفارے کو موخر کرنا جائز ہے اور یہ کہ کفارے کو قسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا قسم کھانے کے بعد اور قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام اوزاعی، امام ثوری، امام شافعی اور چودہ صحابی اور فقہاء تابعین اس کو جائز کہتے ہیں سو یہ جمہور کا قول ہے، لیکن ان کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دیا جائے، امام شافعی نے روزے کے کفارے کا استثناء کیا ہے اور کہا ہے کہ روزہ توڑنے سے پہلے روزے کا کفارہ جائز نہیں ہے کیونکہ وہ بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادت کو وقت سے پہلے کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ نماز وقت سے پہلے جائز نہیں نہ رمضان کا روزہ، اور مالی کفارہ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، جس طرح زکوٰۃ کو وقت سے پہلے ادا کرنا جائز ہے، بعض شافعیہ نے معصیت کی قسم کا استثناء کیا ہے تاکہ معصیت پر اعانت لازم نہ آئے لیکن جمہور نے معصیت کی قسم کے کفارے کی تقدیم کو بھی جائز کہا ہے اور امام ابوحنیفہ، ان کے اصحاب اور اشہب مالکی نے کہا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارے کا ادا کرنا کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ جمہور کا استدلال ان احادیث کے ظاہری مفہوم سے ہے اور زکوٰۃ پر قیاس کرنے سے ہے۔ [1]

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے جواز پر جمہور کے دلائل

جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ ہر چند کہ مستحب یہ ہے کہ قسم توڑنے کے بعد کفارہ دے لیکن اگر قسم توڑنے سے پہلے بھی کفارہ ادا کر دیا تو جائز ہے ان کی دلیل اس باب کی احادیث نمبر ۴۱۵۹، ۴۱۶۱ اور ۴۱۶۴ ہیں جن میں ذکر ہے فلیکفر عن یمینہ ولیفعل "قسم کا کفارہ دے اور اس بہتر کام کو کرے" چونکہ ان احادیث میں پہلے کفارہ ادا کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد قسم توڑنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز ہے اور یہ ان احادیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال ہے۔ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ ان احادیث میں واؤ کا ذکر ہے اور واؤ مطلقاً جمع کے لیے آتی ہے ترتیب کے لیے نہیں آتی جبکہ حدیث نمبر ۴۱۵۸، ۴۱۶۰ اور ۴۱۶۶ میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور یہی اصل کے مطابق ہے۔

فقہاء احناف کے اس اعتراض کے جواب میں حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: بعض اسانید میں واؤ کے بجائے ثم کا لفظ بھی مروی ہے۔ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: کفر عن یمینک ثم ائت الذی ھو خیر۔ "اپنی قسم کا کفارہ دو پھر اس کام کو کرو جو بہتر ہے"، امام نسائی نے بھی ثم کے ساتھ روایت کیا ہے البتہ امام بخاری اور مسلم کی روایت میں لفظ واؤ ہے اور امام حاکم نے ثم کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کے عدم جواز پر فقہاء احناف کے دلائل اور جمہور کے دلائل کے جوابات

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰-۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۶۱۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے ثم کے لفظ کے ساتھ جو روایات پیش کی ہیں ان کے معارضہ میں فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث پیش کی ہیں:

علامہ ابن ہمام نے مسند احمد کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ثم لیکفر عن یمینہ۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر یہ خیال کیا کہ اس کا خلاف بہتر ہے، وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

امام ابوداؤد طیالسی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن اذینہ عن ابیہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر فلیکفر عن یمینہ۔ [2]

عبدالرحمن بن اذینہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا، وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال ... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیأتھا و لیکفر عن یمینہ۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کیا سو وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔

اس میں فاء کے ساتھ قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے کفارے کا ذکر ہے اور فاء کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ قسم توڑنا کفارے پر مقدم ہو۔

حافظ ذہبی امام سرقسطی کی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من حلف علی یمین فرای خیرا منھا، فلیأتہ ثم لیکفر عن یمینہ۔ [4]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کام کی قسم کھائی پھر اپنی کے خلاف کو بہتر خیال کیا پس وہ اس بہتر کام کو کرے پھر اپنی قسم کا کفارہ دے۔

ان احادیث میں پہلے قسم توڑنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد قسم کا کفارہ دینے کا ذکر ہے اور یہ احادیث اصول کے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۴ ص ۳۶۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۳ھ، مسند طیالسی ص ۱۹۵

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

[4] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۹، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

مطابق ہیں کیونکہ قسم توڑنا کفارہ کا سبب ہے اور کفارہ مسبب ہے اور سبب مسبب پر مقدم ہوتا ہے۔ اس لیے یہ احادیث حافظ ابن حجر عسقلانی کی پیش کردہ روایات پر راجح ہیں۔ ان احادیث کی تائید امام بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے:

انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا اتیت الذی ھو خیر و تحللتھا۔ [1]

خدا کی قسم! میں جب بھی کسی کام کو کرنے کی قسم کھاتا ہوں، پھر اس کے خلاف کو بہتر خیال کرتا ہوں تو میں انشاء اللہ اس بہتر کام کو کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم۔ "یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم توڑ دو" علامہ عینی نے جمہور اور امام شافعی کے موقف پر تین اعتراض کیے ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے اس کو کفارہ فرمایا ہے اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کفارہ دیا جائے۔ (۲) احادیث میں کفارہ دینے کے لیے جو امر کا صیغہ وارد ہے اس کا تقاضا ہے کہ کفارہ ادا کرنا واجب ہو اور واجب صرف قسم توڑنے کے بعد ہوتا ہے قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جمہور کے نزدیک صرف جائز ہے پس قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنے میں امر کے صیغہ کو بلاوجہ اس کی حقیقت سے پھیرنا ہے (۳) امام شافعی کے نزدیک بھی روزہ کے کفارہ کو روزہ توڑنے سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے، اس اعتبار سے بھی یہ ظاہر کے خلاف ہے۔ [2]

زہدم کی نسبت پر ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۴۱۵۲ میں زہدم جرمی کی روایت ہے اور اسی میں ہے کہ بنو تیم اللہ سے ایک شخص آیا، اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ دونوں متغائر شخص ہیں، حالانکہ ان دونوں سے ایک ہی شخص مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بنو جرم اور بنو تیم اللہ قبیلہ قضاعہ کی شاخیں ہیں اور کبھی زہدم آپنے آپ کو بنو جرم کی طرف منسوب کرتے تھے اور کبھی بنو تیم اللہ کی طرف۔

سوال کرنے سے ابن حاتم کی ناراضگی کی توجیہ

حدیث نمبر ۴۱۶۲ میں ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سو درہم مانگے تو انھوں نے ناراض ہو کر کہا تم مجھ سے سو درہم کا سوال کرتے ہو، حالانکہ میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں!

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ حضرت عدی اس لیے ناراض ہوئے تھے کہ تم نے مجھ سے اتنی معمولی رقم کا کیوں سوال کیا ہے؟ حالانکہ میں حاتم طائی کا بیٹا ہوں جو اپنی جود و سخا میں بہت مشہور اور معروف تھا!

اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت عدی کے ناراض ہونے کی وجہ یہ تھی کہ سائل کو علم تھا کہ اس وقت حضرت عدی کے پاس رقم نہیں ہے اس کے باوجود اس نے حضرت عدی سے سو درہم کا سوال کیا تاکہ حضرت عدی نہ دیں اور ان کا بخل ظاہر ہو اور حاتم کے نام پر دھبہ آئے! اگر یا سائل کی نیت خراب تھی اس لیے حضرت عدی نے قسم کھائی کہ اس کو سو درہم نہیں دیں گے لیکن حدیث یاد آنے پر ارادہ بدل دیا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

منصب کا سوال حدیث نمبر ۴۱۶۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عبدالرحمان حکومت کا سوال نہ کرنا الحدیث:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امارۃ، قضاء یا کسی اور منصب کے لیے سوال کرنا مکروہ ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق انشاء اللہ ہم کتاب الامارۃ میں بیان کریں گے۔

۵۳۸ بَابُ يَمِينِ الْحَالِفِ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ

قسم میں، قسم دلانے والے کی نیت کا اعتبار ہے

۴۱۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ وَقَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينُكَ عَلَى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ وَقَالَ عَمْرٌو يُصَدِّقُكَ بِهِ صَاحِبُكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری قسم میں اس چیز کا اعتبار ہو گا جس کی تمہارا ساتھی تصدیق کرے گا اور عمرو کی روایت میں "یصدقك به صاحبك" کے الفاظ ہیں۔

۴۱۷۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هُشَيْمٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمِينُ عَلَى نِيَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم کھلانے والے کی نیت کے لحاظ سے قسم ہو گی۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں، جب ایک شخص کسی دوسرے شخص پر کسی حق کا دعویٰ کرے اور وہ شخص قاضی کے حلف دینے سے حلف اٹھائے اور اس میں توریہ کرے یعنی قاضی کی نیت کی بجائے کوئی اور نیت کرے تو اس کی قسم قاضی کی نیت کے مطابق ہو گی اور اس توریہ کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اس پر سب کا اجماع ہے اور اس کی دلیل اس باب کی حدیث اور اجماع ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص قاضی کے حلف لینے کے بغیر قسم کھائے تو اس کو توریہ نفع دے گا (توریہ کا مطلب یہ ہے کہ لفظ سے اس کے ظاہر اور متبادر معنی کے بجائے کوئی اور معنی مراد لینا مثلاً اس پر گھڑی کی چوری کا الزام ہے وہ

قسم کھائے کہ اس نے گھڑی نہیں چرائی اور اس سے مراد ٹائم بتانے والے گھڑی کی بجائے وہ گھڑی مراد لے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ سیدی غفرلہٗ) اور اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی عام ازیں کہ اس نے بغیر مطالبہ قسم کے از خود قسم کھائی ہو یا قاضی اور اس کے نائب کے بغیر کسی اور شخص نے اس کو قسم دی ہو، اور قاضی یا اس کے نائب کے علاوہ کسی اور قسم دلانے والے شخص کی نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، خلاصہ یہ ہے کہ حلف کی ہر صورت میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے سوا اس صورت کے جب کسی شخص پر کسی حق کا دعویٰ ہو اور قاضی یا اس کا نائب اس شخص کو قسم کھلائے اس وقت حلف میں قاضی یا اس کے نائب کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور حدیث میں یہی صورت مراد ہے۔ اور جب کسی دعوی کے بارے میں قاضی کے بجائے کسی اور شخص کے سامنے قسم کھائے تو اس حلف میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا طلاق کی یا غلام آزاد کرنے کی، ہاں اگر قاضی نے بھی طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم کھلائی تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اس کو توریہ نفع دے گا، کیونکہ قاضی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم طلب کرے اس کے لیے صرف اللہ کی قسم طلب کرنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ ہر چند کہ قسم کھانے والے کے لیے توریہ کرنا جائز ہے لیکن جب توریہ کرنے سے کسی شخص کا حق ضائع ہوتا ہو تو پھر توریہ کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ [1]

امام شافعی کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف ایک صورت میں قسم دلانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب قاضی یا اس کا نائب کسی شخص کے حق کے بارے میں اللہ کی قسم دلائے اور اگر وہ بھی طلاق یا غلام آزاد کرنے کی قسم دلائے تو حلف میں اس کی نیت معتبر نہیں ہوگی اور اگر قاضی یا اس کے نائب کے بجائے کوئی اور شخص قسم طلب کرے تو اس کی نیت بھی معتبر نہیں ہوگی۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

علامہ ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں:
جب کسی شخص نے حلف اٹھایا اور اپنی قسم میں تاویل کی تو اگر وہ مظلوم ہو تو اس کی تاویل جائز ہے اور اس کے حق میں مفید ہے اور اگر وہ ظالم ہو تو اس کی تاویل اس کو (شرعاً) نفع نہیں دے گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یمینك علی ما یصدقك به صاحبك "تمہاری قسم میں اس نیت کا اعتبار ہے جس کی تمہارا فریق تصدیق کرے" [2]۔ اس عبارت کی شرح میں علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
تاویل کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والا اپنے کلام سے کسی خلاف ظاہر احتمال کا ارادہ کرے مثلاً وہ قسم کھائے کہ "یہ میرا بھائی ہے"، اور اس سے اس کی مراد ہو کہ یہ دینی بھائی ہے یا چھت بول کر آسمان مراد لے یا فرش بول کر زمین مراد لے یا کہے "میری عورتوں کو طلاق ہے"، اور اس مراد یہ ہو کہ میرے رشتہ داروں کی عورتوں کو طلاق ہے۔ اس قسم کی تاویلات کلام کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہیں اور قسم میں تاویل کرنے والا تین حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ ان تین حالتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پہلی حالت یہ ہے کہ مثلاً قسم کھانے والا مظلوم ہو اور جو شخص اس سے حلف لے رہا ہو وہ شخص اس حلف سے حلف

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ، المقنع مع المغنی ج ۹ ص ۴۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اٹھانے والے پر ظلم کر رہا ہو یا کسی اور پر ظلم کر رہا ہو یا اس حلف سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچ رہا ہو اس صورت میں حلف اٹھانے والے کے لیے اپنے حلف میں کوئی تاویل کرنا جائز ہے۔ امام احمد بن حنبل سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ہر ایک کا نام فاطمہ ہے ان میں سے ایک فوت ہو گئی اس نے فاطمہ کی طلاق کی قسم کھائی اور جو فوت ہو گئی تھی اس کی نیت کی، امام احمد نے فرمایا اگر حلف لینے والا ظالم ہے تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہو گا اور اگر قسم کھانے والا ظالم ہے تو حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہو گا، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت سعید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے تھے، حضرت وائل کو دشمنوں نے پکڑ لیا، میں نے قسم کھائی کہ یہ میرا بھائی ہے تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا: آپ نے فرمایا: انت ابرهم و اصدقهم المسلم اخو المسلم۔ "تم ان میں سب سے زیادہ قسم پوری کرنے والے ہو اور سب سے زیادہ سچے ہو، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان فی المعاریض المندوحة عن الکذب، "توریہ کی وسعت میں جھوٹ سے دوری ہے" اور محمد بن سیرین نے کہا کہ توریہ کی وسعت کی وجہ سے ذہین آدمی کو کبھی جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔

دوسری حالت یہ ہے کہ قسم اٹھانے والا ظالم ہو اس نے کسی کا حق مار رکھا ہو اور حاکم اس کے ثبوت کے لیے اس سے قسم لے، اس صورت میں وہ قسم الفاظ کے اس ظاہری مفہوم پر محمول ہو گی جو قسم لینے والے کی مراد ہے اور قسم اٹھانے والے کی تاویل اس کے لیے مفید نہیں ہو گی، یہی امام شافعی کا قول ہے اور ہمیں اس میں کسی مخالف قول کا علم نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہاری قسم میں اس نیت کا اعتبار ہے جس کی تمہارا فریق تصدیق کرے" (صحیح مسلم، سنن ابوداؤد) ابراہیم نے کہا ایک شخص سے حاکم نے کسی چیز پر طلاق کی قسم لی اور حلف اٹھانے والے نے اپنے حلف میں کسی اور چیز کا توریہ کر لیا اگر وہ ظالم ہے تو اس کو یہ توریہ فائدہ نہیں دے گا ورنہ یہ توریہ اس کے لیے مفید ہے۔

تیسری حالت یہ ہے کہ قسم اٹھانے والا ظالم ہو نہ مظلوم، اس صورت میں امام احمد کا ظاہر قول یہ ہے کہ اس کی تاویل جائز ہے، روایت ہے کہ امام احمد کے پاس مہنا اور مروذی بیٹھے تھے ایک شخص مروذی کو ڈھونڈتے ہوئے آیا اور مروذی اس سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا، مہنا نے اپنی انگلی ہتھیلی میں رکھ کر کہا مروذی یہاں نہیں ہے اور اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی ہتھیلی میں مروذی نہیں ہے اور امام احمد نے اس کو غلط نہیں کہا۔ امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرماتے تھے اور حق کے سوا نہیں کہتے تھے، اور آپ کا مزاح یہ تھا کہ آپ سننے والے کے ذہن میں ایسے معنی کا وہم ڈالتے تھے جو آپ کی مراد نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے ایک بڑھیا سے کہا: "جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی" یعنی اللہ تعالیٰ عورتوں کو کنواری اور کم سن بنا کر جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھے سواری دیجئے! آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا، اس نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹ کے بچہ کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کیا ہر اونٹ، اونٹ کا بچہ نہیں ہوتا؟ (سنن ابوداؤد) ایک عورت سے آپ نے اس کے خاوند کے بارے میں فرمایا کیا وہی شخص ہے جس کی آنکھوں میں سفیدی ہے؟ اس عورت نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی آنکھ تو ٹھیک ٹھاک ہے! حالاں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سعیدی کا ارادہ کیا تھا جو تہلی کے اردگرد ہوتی ہے۔ اور یہ تمام تاویلات اور معاریض ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حق فرمایا کیونکہ آپ کا ارشاد ہے میں حق کے سوا نہیں کہتا۔ ! روایت ہے کہ خوارج نے ایک رافضی کو پکڑ لیا اور کہا علی اور عثمان سے برادت (بیزاری) ظاہر کرو اس نے کہا انا من علی و من عثمان بری "میں علی سے (ہوں) اور عثمان سے بری ہوں" (اسی طرح روایت ہے کہ ایک مرتبہ رافضیوں نے علامہ ابن جوزی کو پکڑ لیا اور پوچھا ابوبکر اور علی میں کون افضل ہے؟ انھوں نے کہا من بنته فی بیته "وہ جس کی بیٹی ان کے گھر ہے" علامہ ابن جوزی کی مراد تھی حضرت ابوبکر جن کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ہے اور رافضی یہ سمجھے حضرت علی جن کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) بہرحال یہ وہ تاویلات ہیں جو ظالم کے حلف میں عذر نہیں بن سکتیں اور غیر ظالم کے لیے عذر ہیں خواہ وہ مظلوم ہو یا نہ ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلا ضرورت مزاح میں توریہ اور معاریض کا استعمال فرماتے تھے۔ [1]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: کہ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی اور کے حق کے لیے قسم کھائے تو اس میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی ہے خواہ وہ از خود قسم کھا رہا ہو یا اس سے شہادت کی بناء پر قسم کا مطالبہ کیا گیا ہو اور جب گواہی قائم نہ ہو اور اس سے سوال کیا جائے کہ تمہارے اور اللہ کے درمیان جو معاملہ ہے اس پر قسم کھاؤ تو اس میں بہت اختلاف ہے، ابن المواز نے کہا ہے کہ اس میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہے جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔ عبدالملک اور سحنون نے کہا ہے کہ امام مالک کا ظاہر قول یہی ہے۔ اور ابن قاسم نے کہا ہے کہ اگر اس نے از خود قسم کھائی ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، اور اگر اس سے قسم کا مطالبہ کیا گیا تھا تو پھر اس کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔ اور ایک قول اس کے برعکس ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر اس نے دھوکے اور مکر سے قسم کھائی ہے تو وہ اس میں گنہ گار ہوگا اور اگر کسی عذر سے قسم کھائی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ابن حبیب سے یہ روایت ہے کہ اگر اس نے دھوکے اور مکر سے قسم کھائی ہے تو اس میں اس کی نیت معتبر ہے اور اگر مکر اور دھوکا نہیں ہے تو اس کی اس نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ ماوردی مالکی نے کہا ہے کہ جب گواہی قائم ہو تو پھر قسم کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور جب گواہ نہ ہوں تو قسم میں اس شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا جس کے لیے قسم کھائی گئی ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث کا تقاضا ہے اور جویر کہتے ہیں کہ اس میں قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا تو اس کی دلیل یہ حدیث ہے انما لکل امرئ ما نوی "ہر شخص کے عمل میں اس کی نیت کا اعتبار ہے" اور ان کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص کسی اور کے لیے قسم کھائے اور وہاں گواہ نہ ہوں۔

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کا حق کھانے کے لیے توریہ کر کے قسم کھائے تو وہ گنہ گار ہوگا۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۴۲۲-۴۲۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں علامہ ابن حاجب مالکی نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کے حق کے لیے قسم کھائے تو اس میں حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا، خواہ اللہ کی قسم کھائے یا کسی اور کی (یعنی طلاق کی قسم کھائے) اور اگر اس سے قسم طلب نہیں کی گئی اور اس نے اللہ کی قسم کھائی ہے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر طلاق وغیرہ کی قسم کھائی ہے تو اس میں تین قول ہیں۔ [1]

فقہاء حنفیہ کے نزدیک قسم میں تاویل اور توریہ کا حکم

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص اپنے خصم اور مخالف کے سامنے قسم کھائے تو اس میں توریہ مفید نہیں ہوگا، کیونکہ قسم میں حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ وہ اس قسم کا مستحق ہو۔ ورنہ قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے اور اس کے لیے توریہ کرنا جائز ہے۔ اور نہایہ میں ہے کہ جب تم کسی شخص کے لیے قسم کھاؤ تو تم پر واجب ہے کہ اس طرح قسم کھاؤ جس سے قسم لینے والا تمہاری تصدیق کر دے۔ [2]

اس کے بعد ملا علی قاری نے علامہ نووی کی عبارت نقل کر دی ہے اور اس پر کوئی کلام نہیں کیا اس سے ہمارے معاصر شیخ تقی عثمانی نے یہ سمجھا ہے کہ فقہاء احناف کا بھی اس مسئلہ میں وہی موقف ہے جو علامہ نووی نے فقہاء شافعیہ کے مسلک کے سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ [3]

شیخ عثمانی کا یہ استنباط صحیح نہیں ہے۔ ملا علی قاری نے اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا جو موقف نقل کیا ہے اس میں اور علامہ نووی کے نقل کردہ فقہاء شافعیہ کے موقف میں واضح فرق ہے۔ شافعیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قاضی یا اس کا نائب کسی شخص کے حق میں اللہ کی قسم لے تو قسم لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا اور اگر طلاق یا عتاق کی قسم لی یا قاضی کے علاوہ کسی اور شخص نے قسم لی یا اس نے از خود قسم کھائی تو قسم کھانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اور فقہاء احناف کے نزدیک اگر کسی شخص کے حق میں قسم لی گئی ہے تو حلف لینے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا خواہ اللہ کی قسم لی جائے یا طلاق اور عتاق کی۔ اور جب کوئی شخص از خود قسم کھائے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور وہ تاویل اور توریہ بھی کر سکتا ہے۔

ملا علی قاری کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ از خود قسم کھانے والا ہر قسم میں جو چاہے تاویل اور توریہ کر سکتا ہے لیکن یہ اطلاق اور عموم صحیح نہیں ہے اگر وہ کسی کا حق کھانے کے لیے توریہ کرتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ گناہ ہے۔ اس مسئلہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو بحث کی ہے وہی حق اور صحیح ہے۔

بَابُ الْاِسْتِثْنَاءِ ۵۳۹ — قسم میں انشاء اللہ کہنا

۴۱۷۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ساٹھ ازواج تھیں، انھوں نے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۷۵-۳۷۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷ ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

[3] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۰۶ مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۷ھ

وَاللَّفْظُ لِأَبِي الرَّبِيعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِسُلَيْمَانَ سِتُّونَ امْرَأَةً فَقَالَ لَأَطُوفَنَّ عَلَيْهِنَّ اللَّيْلَةَ فَتَحْمِلُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ فَتَلِدُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا وَاحِدَةٌ فَوَلَدَتْ نِصْفَ إِنْسَانٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ اسْتَثْنَى لَوَلَدَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا فَارِسًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کہا آج رات میں ہر زوجہ کے پاس جاؤں گا جس سے ہر زوجہ حاملہ ہوگی اور ہر ایک سے ایک شہسوار لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرے گا، لیکن ان میں سے صرف ایک زوجہ حاملہ ہوئی اور ان سے بھی آدھا بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت سلیمان انشاء اللہ کہتے تو ہر زوجہ سے ایک شہسوار لڑکا پیدا ہوتا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا۔

۴۱۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ ابْنِ حُجَيْرٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ نَبِيُّ اللَّهِ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهُنَّ تَأْتِي بِغُلَامٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ أَوِ الْمَلَكُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَلَمْ تَأْتِ وَاحِدَةٌ مِنْ نِسَائِهِ إِلَّا وَاحِدَةٌ جَاءَتْ بِشِقِّ غُلَامٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لَهُ فِي حَاجَتِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤد نبی اللہ نے کہا میں آج رات ستر ازواج کے پاس جاؤں گا ان میں سے ہر ایک سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، ان کے ساتھی یا کسی فرشتے نے کہا کہیے انشاء اللہ، وہ بھول گئے اور نہ کہا، پھر ان کی ازواج میں سے صرف ایک کے ہاں آدھا لڑکا پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور ان کا مقصد پورا ہو جاتا۔

۴۱۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ أَوْ نَحْوَهُ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۴۱۷۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت

عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً تَلِدُ كُلُّ امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ غُلَامًا يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقِيلَ لَهُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَلَمْ يَقُلْ فَطَافَ بِهِنَّ فَلَمْ تَلِدْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ نِصْفَ إِنْسَانٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ لَمْ يَحْنَثْ وَكَانَ دَرَكًا لِحَاجَتِهِ.

سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے کہا میں آج رات ستر ازواج کے پاس جاؤں گا جن میں ہر ایک سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان سے کہا گیا انشاء اللہ کہیے، انھوں نے نہ کہا سو وہ ازواج کے پاس گئے اور ان میں سے صرف ایک سے آدھا انسان پیدا ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو ان کی قسم نہ ٹوٹتی اور وہ اپنی حاجت پا لیتے۔

۴۱۷۶- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى تِسْعِينَ امْرَأَةً كُلُّهَا تَأْتِي بِفَارِسٍ يُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ قُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللهُ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ جَمِيعًا فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ إِلَّا امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ فَجَاءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَايْمُ الَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ قَالَ إِنْ شَاءَ اللهُ لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللهِ فُرْسَانًا أَجْمَعُونَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت سلیمان بن داؤد (علیہما السلام) نے کہا آج رات میں نوے ازواج کے پاس جاؤں گا جن میں سے ہر ایک ایسے لڑکے کو جنم دے گی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ساتھی نے کہا انشاء اللہ کہیے، انھوں نے انشاء اللہ نہ کہا، اور سب ازواج کے پاس گئے سو ان میں سے صرف ایک زوجہ حاملہ ہوئیں اور ان سے بھی ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہتے تو سب شہسوار ہوتے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے!

۴۱۷۷- وَحَدَّثَنِيهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّهَا تَحْمِلُ غُلَامًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں ہے ہر عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کے بیان میں مضطرب روایات میں تطبیق!!

اس باب کی احادیث میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد کا ذکر ہے بعض روایات میں ساٹھ ازواج کا ذکر ہے بعض میں ستر کا بعض میں نوے کا اور صحیح مسلم کے علاوہ صحیح بخاری میں ننانوے اور سو ازواج کا بھی ذکر ہے علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا اور عدد قلیل کے ذکر سے عدد کثیر کی نفی نہیں ہوتی۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کے جواب کو مسترد کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ بہت سے علماء کے نزدیک عدد میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان کی ساٹھ ازواج تھیں اور باقی باندیاں تھیں اور جن روایات میں ساٹھ سے زیادہ ازواج کا ذکر ہے ان میں مجازاً باندیوں پر بھی ازواج کا اطلاق کیا گیا ہے، یا اس کے برعکس ساٹھ باندیاں تھیں اور باقی ازواج تھیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ اصل میں ازواج نوے سے زیادہ اور سو سے کم تھیں، جس روایت میں نوے کا ذکر ہے اس میں کسر کو حذف کر دیا اور جس روایت میں سو کا ذکر ہے اس میں کسر کو پورا کر دیا اور ساٹھ اور ستر کے ذکر سے کثرت میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ عرب کثرت میں مبالغہ کے لیے ساٹھ اور ستر کا عدد ذکر کرتے ہیں اور وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے تین سو ازواج تھیں اور سات سو باندیاں تھیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس ایک ہزار شیشے کے لکڑی پر جڑے ہوئے گھر تھے، تین سو ازواج کے تھے اور سات سو باندیوں کے۔[2]

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ازواج کے عدد میں اختلاف راویوں کے تصرف کا نتیجہ ہے، ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا عدد بیان کیا ہو جو کثرت پر دلالت کرتا ہو اور ہر راوی نے اپنی سمجھ کے اعتبار سے اس کی دوسرے سے مختلف تعبیر کر دی اور اس سے اصل حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ان کے نزدیک ازواج کے عدد کو محفوظ اور منضبط رکھنے کے ساتھ کوئی دینی اور دنیوی غرض متعلق نہیں تھی۔

حضرت سلیمان سے متعلق ایک حدیث صحیح پر سید مودودی کے اعتراض کے جوابات

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے

ایک رات میں ساٹھ ازواج سے جماع کرنے کو عقلاً مستبعد قرار دے کر ان احادیث ہی کا انکار کر دیا! لکھتے ہیں:

تیسرا گروہ کہتا ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ پیدا ہو گا مگر یہ بات کہتے ہوئے انھوں نے انشاء اللہ نہ کہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئیں اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا جسے دائی نے لا کر حضرت سلیمان کی کرسی پر ڈال دیا۔ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے بخاری و مسلم اور دوسرے محدثین نے متعدد طریقوں سے نقل کیا ہے۔ خود بخاری میں مختلف مقامات پر یہ روایت جن طریقوں سے نقل کی گئی ہے ان

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۶۱۔ ۴۶۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہیں سے کسی میں بیویوں کی تعداد ساٹھ بیان کی گئی ہے، کسی میں ۷۰، کسی میں ۹۰، کسی میں ۹۹، اور کسی میں ۱۰۰۔ جہاں تک اسناد کا تعلق ہے ان میں سے اکثر روایات کی سند قوی ہے اور باعتبار روایت اس کی صحت میں کلام نہیں کیا جا سکتا، لیکن حدیث کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہ فرمائی ہو گی جس طرح وہ نقل ہوئی ہے بلکہ آپ نے غالباً یہود کی یاوہ گوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے کسی موقع پر اسے بطور مثال بیان فرمایا ہو گا، اور سامع کو یہ غلطی لاحق ہو گئی کہ اس بات کو حضور خود بطور واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ ایسی روایات کو محض صحت سند کے زور پر لوگوں کے حلق سے اتروانے کی کوشش کرنا دین کو مضحکہ بنانا ہے، ہر شخص خود حساب لگا کر دیکھ سکتا ہے کہ جاڑے کی طویل ترین رات میں بھی عشاء اور فجر کے درمیان دس گیارہ گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں ہوتا۔ اگر بیویوں کی کم سے کم تعداد ساٹھ ہی مان لی جائے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس رات بغیر دم لیے فی گھنٹہ چھ بیویوں کے حساب سے مسلسل دس گھنٹے یا ۱۱ گھنٹے مباشرت کرتے چلے گئے۔ کیا یہ عملاً ممکن بھی ہے؟ اور کیا یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ حضور نے یہ بات واقعے کے طور پر بیان کی ہو گی؟ ۔ [1]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جس انداز سے اس حدیث صحیح کو مسترد کیا ہے اس میں ان کا اسلوب نگارش غلام احمد پرویز اور ڈاکٹر غلام جیلانی سے چنداں مختلف نہیں ہے حدیث کی جانچ اور پرکھ کا اصول محدثین اور مجتہدین کے نزدیک یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو اور اس کا متن قرآن مجید، سنت مشہورہ اور عقل صریح کے خلاف نہ ہو بایں طور کہ وہ کسی محال عقلی کو مستلزم نہ ہو، اور اگر ہر شخص کی عقل کو حدیث کی صحت اور عدم صحت کے لیے ترازو مان لیا جائے تو دین کے اکثر اور بیشتر احکام سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اس حدیث پر جو اعتراض کیا ہے اس کے جواب میں پہلی گذارش یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ازواج کی تعداد میں یہ فرض کر لینا صحیح نہیں ہے کہ وہ قطعی طور پر ساٹھ ہی تھیں، کیونکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ ذکر کیا جس کو راویوں نے اپنی اپنی فہم کے مطابق ساٹھ، ستر، یا نوے سے تعبیر کر لیا۔ دوسری گذارش یہ ہے کہ اگر بارہ گھنٹے کی رات فرض کی جائے اور ساٹھ ازواج ہوں تو ایک گھنٹہ میں پانچ کا حساب آتا ہے اور یہ چنداں مستبعد نہیں ہے، تیسری گذارش یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے افعال مبارکہ کو عام آدمیوں کے افعال پر قیاس کر لینا ہی گمراہی کا اوّلین سبب ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی (آصف بن برخیا) نے تین ماہ کی مسافت سے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے لا کر حاضر کر دیا۔ اور جب سلیمان علیہ السلام کا ایک خاص امتی تین ماہ کے کام کو پلک جھپکنے سے پہلے کر سکتا ہے تو خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت اور اختیار کا کیا عالم ہو گا! سید ابوالاعلیٰ مودودی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کارکردگی کے لیے گھنٹوں اور منٹوں کا جو ٹائم ٹیبل بنایا ہے اس کے اعتبار سے کسی نبی کا معجزہ ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کسی ولی کی کرامت!!

قسم کے بعد استثناء کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۳۱۴ میں ہے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کسی فرشتے نے کہا ان شاء اللہ

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۳۷، مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۷ء

کہیے، لیکن حضرت سلیمان بھول گئے اور انشاء اللہ نہ کہا ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ دیتے تو قسم نہ ٹوٹتی ـــــ

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشاء اللہ نہ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے زبان سے انشاء اللہ کہنے کا انکار کر دیا تھا۔ (العیاذ باللہ!) حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں انشاء اللہ کہنے کا ارادہ تھا لیکن کسی مصروفیت اور مشغولیت کی وجہ سے وہ اس کلمہ کو زبان پر لانا بھول گئے۔

جمہور فقہاء اسلام کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھانے کے بعد متصلاً انشاء اللہ کہہ دیا تو یہ استثناء ہے۔ اور اس شخص کی قسم منعقد نہیں ہوگی اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حلف علی یمین فقال ان شاء اللہ فقد استثنیٰ۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قسم کھا کر انشاء اللہ کہا اس نے استثناء کر لیا

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فاستثنی فان شاء رجع وان شاء ترک غیر حنث۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم کھا کر استثناء کر لیا وہ چاہے تو (استثناء سے) رجوع کرے اور چاہے چھوڑ دے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں اس میں شرط یہ ہے کہ استثناء قسم کے ساتھ متصل ہو اور قسم اور استثناء کے درمیان کوئی اور کلام نہ ہو اور نہ ان کے درمیان اتنا سکوت کرے جس میں کلام ہو سکے، ہاں سانس رکنے کی وجہ سے یا تھکاوٹ سے یا چھینک یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے جو سکوت ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام مالک، امام شافعی، ثوری، ابوعبید، اصحاب الرائے (فقہاء حنفیہ) اور اسحاق کا بھی یہی موقف ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: من حلف فاستثنی۔ "جس نے قسم کے بعد استثناء کیا"، اس کا تقاضا یہ ہے کہ استثناء قسم کے بعد ہو۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اگر طویل فصل نہ ہو پھر بھی استثناء صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخدا! میں قریش سے جنگ کروں گا پھر آپ کچھ دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا انشاء اللہ کیونکہ یہ قریب میں استثناء ہے اور اس کے ساتھ دوسرا کلام مخلوط نہیں ہوا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۰۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابوثور، امام ابوحنیفہ اور ابن منذر کے نزدیک شرط یہ ہے کہ استثناء زبان کے ساتھ ہو اور دل کے ساتھ استثناء کافی اور مفید نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے حلف اٹھانے کے بعد انشاء اللہ کہا" اور کہنا نطق ہے۔

ہر وہ قسم جو کفارے کا موجب ہے اس میں استثناء صحیح ہے جیسے اللہ کی قسم یا ظہار یا نذر ـــــ اور جب طلاق دینے یا غلام آزاد کرنے میں استثناء کیا تو امام احمد نے اکثر اس مسئلہ میں توقف کیا اور ایک جگہ قطعیت سے کہا یہاں استثناء غیر مفید ہے۔ یعنی جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا تمہیں طلاق ہے انشاء اللہ تو امام احمد نے اس کے جواب میں توقف کیا، کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اور ایک روایت میں کہا کہ یہ استثناء مفید نہیں ہے۔ امام اوزاعی، حسن اور قتادہ کا بھی یہی موقف ہے، اور طاؤس، حماد، امام شافعی، ابوثور اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا موقف یہ ہے کہ اس میں بھی استثناء صحیح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حلف فقال ان شاء اللہ لم یحنث۔ "جس شخص نے حلف اٹھایا اور انشاء اللہ کہا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ [1]

بعض دیگر مسائل اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام کو کرنے اور اس کے اسباب کو حاصل کرنے میں فضیلت ہے ـــــ بہت سے ایسے مباح کام جو نفسانی لذتوں پر مشتمل ہوں، حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہو جاتے ہیں ـــــ قسم میں انشاء اللہ کہنا مستحب ہے ـــــ انشاء اللہ کہنا شرعاً اس وقت معتبر ہوگا جب زبانی کہا جائے ـــــ جس شخص کو جان کا خطرہ ہو وہ دل میں انشاء اللہ کہہ سکتا ہے ـــــ انبیاء علیہم السلام چونکہ غیر معمولی جسمانی قوتوں کے حامل ہوتے ہیں اس لیے وہ عمل زوجیت بھی کثرت کرتے ہیں اور ان کے عمل زوجیت میں حظ نفسانی کے بجائے اولاد صالح کے حصول کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ـــــ جس چیز کے حصول کا ظن غالب ہو اس کی مستقبل میں وقوع کی خبر دینا جائز ہے ـــــ بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام پر بھی سہو اور نسیان طاری ہوتا ہے لیکن یہ ان کے علو منصب کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْإِصْرَارِ عَلَى الْيَمِينِ فِيمَا يَتَأَذَّى بِهِ أَهْلُ الْحَالِفِ وَمَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

اگر قسم سے اہل خانہ کا نقصان ہو تو قسم پورا کرنے کی ممانعت

۴۱۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے بارے میں قسم پر اصرار کرے تو اللہ تعالیٰ نے جس کفارے کو فرض کیا ہے اس کو ادا کرنے کے مقابلہ میں وہ اصرار کرنا زیادہ گناہ ہے۔

[1] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۴۱۵-۴۱۲ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
اللهِ لَأَنْ يَلَجَّ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ فِي أَهْلِهِ أَثَمُ
لَهُ عِنْدَ اللهِ مِنْ أَنْ يُعْطِيَ كَفَّارَتَهُ
الَّتِي فَرَضَ اللهُ۔

قسم توڑنے کے وجوب کا بیان

جب کوئی شخص اپنے اہل خانہ کے متعلق کوئی قسم کھائے اور ان کو اس قسم کے پورا کرنے سے ضرر ہو تو اس وقت قسم توڑنا گناہ نہیں ہے اور اس کو چاہیے کہ وہ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دے۔ اگر اس نے کہا میں قسم نہیں توڑتا اور قسم توڑنے کو گناہ سمجھ کر اس سے پرہیز کرتا ہے تو اس کا یہ قول خطا ہے بلکہ اس کا قسم نہ توڑنے پر اصرار کرنا اور اپنے اہل خانہ کو نقصان پہنچانے پر ڈٹے رہنا قسم توڑنے سے زیادہ گناہ ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ ہر چند کہ اس حدیث میں اہل خانہ کا ذکر ہے لیکن یہ حدیث عام ہے انسان کی قسم سے کسی شخص کو بھی اگر نقصان پہنچتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس قسم کو پورا نہ کرے۔

ایک اشکال کا جواب

اس حدیث میں ہے کہ اگر اہل خانہ کو ضرر ہو تو قسم توڑنے کی بہ نسبت اس کا پورا کرنا زیادہ گناہ ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ قسم توڑنا بھی گناہ ہے، حالانکہ قسم توڑنا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب قسم توڑنا گناہ نہ ہو!۔

علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ارشاد قسم کھانے والے کے اعتبار سے ہے کیونکہ وہ قسم توڑنے کو گناہ سمجھتا ہے اس لیے فرمایا کہ اس صورت میں قسم کا پورا کرنا اس سے زیادہ گناہ ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض وہ گناہ بھی ہو تو یہ اس سے بڑھ کر گناہ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل اپنے معنی میں نہیں ہے اور اثم کا معنی گناہ ہے زیادہ گناہ نہیں، جیسا کہ اہل عرب کہتے ہیں الصیف احر من الشتاء "سردیوں کی بہ نسبت گرمیوں کے دنوں میں حرارت ہے نہ کہ زیادہ حرارت ہے۔

بَابُ نَذْرِ الْكَافِرِ وَمَا يَفْعَلُ فِيهِ إِذَا أَسْلَمَ

کافر مشرف با اسلام ہونے کے بعد آیا اپنی نذر کو پورا کرے گا یا نہیں؟

۴۱۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنِ اعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ آپ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ.

۴۱۸۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ حَفْصٌ مِنْ بَيْنِهِمْ عَنْ عُمَرَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ أَمَّا أَبُو أُسَامَةَ وَالثَّقَفِيُّ فَفِي حَدِيثِهِمَا اعْتِكَافُ لَيْلَةٍ وَأَمَّا فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ فَقَالَ جَعَلَ عَلَيْهِ يَوْمًا يَعْتَكِفُهُ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ حَفْصٍ ذِكْرُ يَوْمٍ وَلَا لَيْلَةٍ.

امام مسلم نے کہا چار مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث حضرت عمر سے مروی ہے ابواسامہ اور ثقفی کی حدیث میں ایک رات کے اعتکاف کا ذکر ہے اور شعبہ کی حدیث میں ایک دن کے اعتکاف ماننے کا ذکر ہے اور حفص کی روایت میں دن اور رات میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۸۱- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ ابْنُ حَازِمٍ أَنَّ أَيُّوبَ حَدَّثَهُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْجِعِرَّانَةِ بَعْدَ أَنْ رَجَعَ مِنَ الطَّائِفِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَكَيْفَ تَرَى قَالَ اذْهَبْ فَاعْتَكِفْ يَوْمًا قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَعْطَاهُ جَارِيَةً مِنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا أَعْتَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے طائف سے واپسی کے بعد جعرانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن اعتکاف بیٹھوں گا! سو آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا جاؤ ایک دن اعتکاف بیٹھو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو خمس میں سے ایک باندی دی تھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کیا اور حضرت عمر نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کر دیا" حضرت عمر نے کہا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عمر نے کہا اے عبداللہ! اس لونڈی کو لے جاؤ اور اس کو آزاد

سَبَايَا النَّاسِ سَمِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَصْوَاتَهُمْ يَقُولُونَ أَعْتَقَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوا أُعْتِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا النَّاسِ فَقَالَ عُمَرُ يَا عَبْدَ اللهِ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْجَارِيَةِ نَخِلِّ سَبِيلَهَا.

کر دو۔

۴۱۸۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَفَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ سَأَلَ عُمَرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَذْرٍ كَانَ نَذَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اعْتِكَافِ يَوْمٍ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے لوٹے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زمانہ جاہلیت میں ایک دن کی نذر اعتکاف کے بارے میں سوال کیا اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۴۱۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ قَالَ ذُكِرَ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ عُمْرَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ فَقَالَ لَمْ يَعْتَمِرْ مِنْهَا قَالَ وَكَانَ عُمَرُ نَذَرَ اعْتِكَافَ لَيْلَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ وَمَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ.

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمرہ جعرانہ کا ذکر کیا گیا، انھوں نے کہا آپ نے جعرانہ سے عمرہ نہیں کیا، پھر حضرت عمر کی زمانہ جاہلیت میں ایک رات کے اعتکاف کی نذر کا ذکر کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۱۸۴۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمِنْهَالِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فِي النَّذْرِ وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا اعْتِكَافُ يَوْمٍ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے نذر کی حدیث روایت کی ہے اور ان دونوں سندوں میں ایک دن کے اعتکاف کا ذکر ہے۔

زمانہ کفر میں مانی ہوئی نذر کے حکم کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے حالتِ کفر میں اعتکاف یا صدقہ کی کوئی نذر مانی تو وہ اسلام قبول کرنے کے بعد آیا اس نذر کو پورا کرے گا یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، طاؤس، قتادہ، حسن بصری، امام شافعی، امام احمد، اسحاق، غیر مقلدین کی ایک جماعت اور ابن حزم کی یہ رائے ہے کہ اسلام لانے کے بعد اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور ابراہیم نخعی، ثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی کا دوسرا قول اور امام محمد کا ایک روایت میں یہی قول ہے کہ زمانہ کفر میں مانی ہوئی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے موافقین کی دلیل یہ ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انما النذر ما ابتغی به وجه الله "نذر صرف وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا جائے" اور جس وقت کافر نے نذر مانی تھی اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا قصد نہیں کیا تھا اس لیے اس کی نذر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نہیں تھی، نیز چونکہ کافر غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اس لیے اس کی نذر معصیت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا نذر فی معصیة الله "اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر جائز نہیں ہے"۔ [1]

جاہلیت کی نذر کو پورا کرنے کے حکم کی توجیہات

اس باب کی احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زمانہ جاہلیت کی نذر پورا کرنے کا حکم دیا ہے اس کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس وقت اللہ کی رضا جوئی کے لیے اعتکاف کرنے کا حکم دیا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، ہر چند کہ یہ اس نذر کے خلاف تھا جو انھوں نے زمانہ جاہلیت میں مانی تھی کیونکہ وہ معصیت تھی۔ ابوالحسن قابسی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بطور وجوب نذر پوری کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ بطور مشورہ ارشاد فرمایا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ نذر کو پورا کرنا بہت اہم اور مؤکد امر ہے، اس لیے انتظام کے ساتھ نذر پورا کرنے کے لیے فرمایا۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی نے اس حدیث کے جواب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب یہ ہے کہ تم نے زمانہ جاہلیت میں جو نذر مانی تھی اس کی مثل عبادت اب کر لو۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ ابن العربی مالکی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمر نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی اسلام لانے کے بعد انھوں نے اس نذر کا کفارہ دینا چاہا اور اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لیا اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ لازم ہے۔ اور علامہ ابوالولید باجی مالکی نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا قصہ اس شخص کی طرح ہے جس نے یہ نذر مانی ہو کہ "اگر ایک ماہ بعد فلاں شخص آگیا تو میں یہ چیز صدقہ کر دوں گا" اور وہ

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ج ۲۲ ص ۲۰۹، " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نذر ماننے والا اس شخص کے آنے سے پہلے فوت ہو گیا تو اس شخص پر اس نذر کی قضا لازم نہیں ہے لیکن اگر کسی نے اس نذر کی قضا کر دی تو مستحب ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استحباباً اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ جس وقت حضرت عمر نے نذر مانی تھی اس وقت نذر منعقد نہیں ہوئی تھی۔ [1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور کوفیوں (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت کی نذر کو پورا کرنا لازم نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے: انما الاعمال بالنیات "اعمال کا مدار نیتوں پر ہے" اور کافر اہل نیت میں سے نہیں ہے اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کے لیے ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ حضرت عمر کا مطلب ایام جاہلیت کی نذر کے بارے میں استفسار تھا ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ یہ نذر مجھ پر فرض ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ دونوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ یہ سیاق سباق اور ظاہر امر کے خلاف ہیں اور نیت مسلمان کی عبادت کے لیے شرط ہے کافر کی عبادت کے لیے شرط نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کافر احکام فرعیہ کے مخاطب اور مکلف ہوتے ہیں جس طرح کافر ایمان کے مکلف ہیں اسی طرح اعمال کے مکلف ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ ایمان اعمال کے لیے شرط ہے جب وہ ایمان نہیں لائے تو ایمان کے کیسے مکلف ہوں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کیا بے وضو شخص نماز کا مکلف نہیں ہے حالانکہ وضو نماز کے لیے شرط ہے۔ پس اگر کافر غلام آزاد کرنے یا صدقہ کرنے کی نذر مان لے تو اس پر اس نذر کو پورا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ نذر پورا کرنے کے بعد مسلمان ہو گیا تو اس کو اس نذر پورا کرنے کا ثواب ملے گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اسلمت علی ما اسلفت من خیر۔ "تم نے پہلے (زمانہ کفر میں) جو نیکیاں کی تھیں ان کو محفوظ رکھا ہے۔" [2] اس مسئلہ پر شرح صحیح مسلم جلد اول میں ہم مکمل بحث کر چکے ہیں۔

اعتکاف میں روزہ کی شرط کے متعلق مذاہب

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: علامہ ابو البرکات بن تیمیہ حنبلی کہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین نے کہا ہے کہ روزہ اعتکاف واجب کی شرط ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ اور فقہاء تابعین میں سے شعبی، نخعی، مجاہد، قاسم بن محمد، نافع، ابن مسیب، اوزاعی، زہری، ثوری، اور حسن بن حی کا یہی نظریہ ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، طاؤس، عمر بن عبد العزیز، ابو ثور، داؤد اور اسحاق کا اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اعتکاف واجب اور نفل میں روزہ شرط نہیں ہے اور امام شافعی کا بھی قول قدیم یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ امام دار قطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ: لیس علی المعتکف صوم الا ان یجعله علی نفسه "معتکف پر روزہ واجب نہیں ہے الا یہ کہ وہ روزہ کی نذر مان لے"، امام ابو حنیفہ اور ان کے موافقین کا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: و لا اعتکاف الا بصوم "روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا"، اور اس اعتکاف سے مراد اعتکاف واجب ہے، اس

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۸۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۸۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

لیے اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے یہ احناف کا متفق علیہ قول ہے۔ اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے جو قول روایت کیا ہے اس کے مطابق نفلی اعتکاف کی صحت کے لیے بھی روزہ شرط ہے۔ [1]

اعتکاف میں روزہ کی شرط پر اعتراض کے جوابات

حدیث نمبر ۹، ۴۱ میں ایک رات کے اعتکاف کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: صحیح مسلم میں رات کے بجائے دن کے روزے کا بھی ذکر ہے اور سنن نسائی میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں روزے کی نذر مانی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ حضرت عمر نے ایک دن اور ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے اوپر ایک دن کے اعتکاف کی نذر مانی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نذر پوری کرو اور علامہ ابن بطال نے کہا اصل حدیث یہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا تھا کہ میں نے جاہلیت میں ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی پس بعض راویوں نے صرف رات کا ذکر کر دیا اور ذخیرہ میں ہے کہ ابتداء اسلام میں رات کا بھی روزہ تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حدیث ترغیب اور استحباب پر محمول ہے کیونکہ اسلام سابقہ چیزوں کو مٹا دیتا ہے۔ [2]

علامہ عینی مزید لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں دن کے اعتکاف کا ذکر ہے اور بعض میں رات کے اعتکاف کا، امام ابن حبان وغیرہ نے ان روایات میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن اور ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تھی سو جس نے رات کا ذکر کیا اس نے اس دن کی رات کا ارادہ کیا اور جس نے دن کا اطلاق کیا اس نے اس رات کے دن کا ارادہ کیا علاوہ ازیں سنن نسائی میں حضرت ابن عمر سے صراحۃً مروی ہے کہ آپ نے حضرت عمر کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ اعتکاف میں روزہ شرط ہے۔ [3]

بَابُ صُحْبَةِ الْمَمَالِيكِ — غلاموں کے ساتھ برتاؤ

۴۱۸۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ زَاذَانَ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ وَقَدْ أَعْتَقَ مَمْلُوكًا قَالَ فَأَخَذَ مِنَ

زاذان ابوعمر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس گیا در آں حالیکہ انھوں نے ایک غلام آزاد کیا تھا انھوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی اور چیز اٹھا کر کہا، اس (غلام آزاد کرنے) میں اس لکڑی کے برابر بھی ثواب نہیں ہے، البتہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۰ھ

[2] " " " عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۱-۱۴۰، " " ۲ "

[3] " " " عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۴۶، " " ۶ "

الْاَرْضِ عُوْدًا اَوْ شَيْئًا فَقَالَ مَا فِيْهِ مِنَ الْاَجْرِ مَا يَسْوٰى هٰذَا اِلَّا اَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ لَطَمَ مَمْلُوْكَهٗ اَوْ ضَرَبَهٗ فَكَفَّارَتُهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ۔

سے سُنا کہ جو شخص اپنے غلام کو تھپڑ مارے یا اس کو پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو آزاد کر دے۔

۴۱۸۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فِرَاسٍ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ يُحَدِّثُ عَنْ زَاذَانَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ دَعَا بِغُلَامٍ لَهٗ فَرَاٰى بِظَهْرِهٖ اَثَرًا فَقَالَ لَهٗ اَوْجَعْتُكَ قَالَ لَا قَالَ فَاَنْتَ عَتِيْقٌ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ مَا لِيْ فِيْهِ مِنَ الْاَجْرِ مَا يَزِنُ هٰذَا اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَّهٗ حَدًّا لَمْ يَاْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ۔

زاذان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور اس کی پیٹھ پر نشان دیکھے اور اس سے پوچھا میں نے تم کو تکلیف پہنچائی ہے؟ اس نے کہا نہیں! حضرت ابن عمر نے فرمایا: تم آزاد ہو، پھر حضرت عمر نے زمین سے کوئی چیز اٹھا کر کہا میرے لیے اس (آزاد کرنے) میں اس (چیز) کے برابر بھی اجر نہیں ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص نے اپنے غلام کو بے قصور پیٹا یا اس کے تھپڑ مارا، اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اس کو آزاد کر دے۔

۴۱۸۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ فِرَاسٍ بِاِسْنَادِ شُعْبَةَ وَاَبِيْ عَوَانَةَ اَمَّا حَدِيْثُ ابْنِ مَهْدِيٍّ فَذَكَرَ فِيْهِ حَدًّا لَمْ يَاْتِهٖ وَفِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ مَنْ لَطَمَ عَبْدَهٗ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَدَّ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے، البتہ ابن مہدی کی روایت میں حدا لم یاتہ کے الفاظ ہیں اور وکیع کی روایت میں من لطم عبدہ کے الفاظ ہیں اور حد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۸۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ

معاویہ بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک غلام کے تھپڑ مارا، پھر میں بھاگ گیا اور ظہر سے تھوڑی دیر پہلے آیا، اور میں نے اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھی، میرے والد نے مجھے اور اس غلام کو بلایا، پھر غلام سے فرمایا اس سے بدلہ لو، اس غلام

بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ لَطَمْتُ مَوْلًى لَنَا فَهَرَبْتُ ثُمَّ جِئْتُ قُبَيْلَ الظُّهْرِ فَصَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي فَدَعَاهُ وَدَعَانِي ثُمَّ قَالَ امْتَثِلْ مِنْهُ فَعَفَا ثُمَّ قَالَ كُنَّا بَنِي مُقَرِّنٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ لَنَا إِلَّا خَادِمٌ وَاحِدَةٌ فَلَطَمَهَا أَحَدُنَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعْتِقُوهَا قَالُوا لَيْسَ لَهُمْ خَادِمٌ غَيْرُهَا قَالَ فَلْيَسْتَخْدِمُوهَا فَإِذَا اسْتَغْنَوْا عَنْهَا فَلْيُخَلُّوا سَبِيلَهَا۔

سوید نے معاف کر دیا۔ پھر سوید نے کہا ہم اولاد مقرن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے، ہمارے پاس صرف ایک غلام تھا جس کو ہم میں سے کسی نے تھپڑ لگا دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو لوگوں نے کہا ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی خادم نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ اس سے خدمت لیتے رہیں اور جب اس کی خدمت کی ضرورت نہ رہے تو اس کو آزاد کر دیں۔

۴۱۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ عَجِلَ شَيْخٌ فَلَطَمَ خَادِمًا لَهُ فَقَالَ لَهُ سُوَيْدُ بْنُ مُقَرِّنٍ عَجَزَ عَلَيْكَ إِلَّا حُرٌّ وَجْهُهَا لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ مِنْ بَنِي مُقَرِّنٍ مَا لَنَا خَادِمٌ إِلَّا وَاحِدَةٌ لَطَمَهَا أَصْغَرُنَا فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهَا۔

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ایک شخص نے جلدی میں اپنے غلام کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا، حضرت سوید بن مقرن نے ان سے کہا تمہیں (تھپڑ مارنے کے لیے) اس کے چہرے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں ملی تھی؟ مجھے یاد ہے کہ میں بنو مقرن کا ساتواں بیٹا تھا، اور ہمارے پاس ایک غلام کے سوا اور کوئی خادم نہیں تھا، ہم میں سے سب سے چھوٹے نے اس غلام کے تھپڑ مار دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

۴۱۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ قَالَ كُنَّا نَبِيعُ الْبَزَّ فِي دَارِ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ أَخِي النُّعْمَانِ ابْنِ مُقَرِّنٍ فَخَرَجَتْ جَارِيَةٌ فَقَالَتْ لِرَجُلٍ مِنَّا كَلِمَةً فَلَطَمَهَا فَغَضِبَ سُوَيْدٌ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ۔

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہم نعمان بن مقرن کے بھائی سوید بن مقرن کے گھر کپڑا بیچا کرتے تھے، ایک باندی آئی اور اس نے ہمارے کسی شخص سے کچھ کہا اس شخص نے اس باندی کو تھپڑ مار دیا، سوید غضبناک ہوئے اس کے بعد ابن ادریس کی طرح روایت ہے۔

۴۱۹۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ مَا اسْمُكَ قُلْتُ شُعْبَةُ فَقَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنِي أَبُو شُعْبَةَ الْعِرَاقِيُّ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ أَنَّ جَارِيَةً لَهُ لَطَمَهَا إِنْسَانٌ فَقَالَ لَهُ سُوَيْدٌ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الصُّورَةَ مُحَرَّمَةٌ فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَابِعَ إِخْوَةٍ لِي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا خَادِمٌ غَيْرُ وَاحِدٍ فَعَمَدَ أَحَدُنَا فَلَطَمَهُ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُعْتِقَهُ۔

سوید بن مقرن سے روایت ہے کہ ان کی باندی کو کسی نے تھپڑ مار دیا، حضرت سوید نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ چہرہ محترم ہے، انھوں نے کہا کہ مجھے یاد ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں ساتواں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارے پاس صرف ایک خادم تھا، ہم میں سے کسی شخص نے اس خادم کے ایک تھپڑ لگا دیا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔

۴۱۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ قَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ مَا اسْمُكَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ۔

شعبہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن منکدر نے کہا تیرا نام کیا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۱۹۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَقُولُ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ قَالَ فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي فَقَالَ اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ أَنَّ اللهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غلام کو چابک سے مار رہا تھا اچانک میں نے اپنے پس پشت ایک آواز سنی، اے ابو مسعود سنو! میں غصہ کی وجہ سے اس آواز کو نہیں پہچان سکا۔ جب آپ مجھ سے قریب ہوئے تو میں نے پہچانا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ فرما رہے تھے اے ابو مسعود جان لو، اے ابو مسعود جان لو! حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چابک پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے! میں نے کہا کہ میں آئندہ کسی غلام کو کبھی بھی نہیں ماروں گا۔

عَلٰى هٰذَا الْغُلَامِ قَالَ فَقُلْتُ لَا اَضْرِبُ مَمْلُوْكًا بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

۴۱۹۴ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَّهُوَ الْمَعْمَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِ عَبْدِ الْوَاحِدِ نَحْوَ حَدِيْثِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ فَسَقَطَ مِنْ يَدِيْ السَّوْطُ مِنْ هَيْبَتِهٖ۔

یہ حدیث تین دیگر اسانید کے ساتھ اسی طرح مروی ہے البتہ جریر کی سند میں یہ ہے کہ آپ کی ہیبت کی وجہ سے میرے ہاتھ سے چابک گر گیا۔

۴۱۹۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كُنْتُ اَضْرِبُ غُلَامًا لِّيْ فَسَمِعْتُ مِنْ خَلْفِيْ صَوْتًا اِعْلَمْ اَبَا مَسْعُوْدٍ لِلّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ حُرٌّ لِوَجْهِ اللّٰهِ فَقَالَ اَمَا لَوْلَمْ تَفْعَلْ لَلَفَحَتْكَ النَّارُ اَوْ لَمَسَّتْكَ النَّارُ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: اے ابو مسعود تمہیں علم ہونا چاہیے کہ جتنا تم اس غلام پر قادر ہو اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ اللہ کے لیے آزاد ہے، آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جلاتی یا فرمایا کہ تمہیں جہنم کی آگ مس کرتی۔

۴۱۹۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ وَهُوَ ابْنُ مِهْرَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَضْرِبُ غُلَامَهٗ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ قَالَ فَجَعَلَ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہا "اللہ کی پناہ" وہ اور مارنے لگے، اس نے کہا "رسول اللہ کی پناہ!" تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخدا! اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم اس پر قادر ہو" حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ پھر انھوں نے اس کو آزاد کر دیا۔

يَضْرِبُهُ فَقَالَ أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ فَتَرَكَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ، قَالَ فَأَعْتَقَهُ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے لیکن اس میں اللہ کی پناہ اور رسول اللہ کی پناہ کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۹۷ - وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ أَعُوذُ بِاللهِ أَعُوذُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی قیامت کے دن اس پر حد قائم کی جائے گی مگر یہ کہ وہ سچا ہو۔

۴۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ غَزْوَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي نُعْمٍ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بِالزِّنَا يُقَامُ عَلَيْهِ الْحَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں نے ابوالقاسم نبی التوبہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

۴۱۹۹ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ كِلَاهُمَا عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيَّ التَّوْبَةِ.

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ ہمارا ربذہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا۔ انھوں نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور ان کے غلام نے بھی ویسی ہی چادر پہنی ہوئی تھی، ہم نے کہا اے ابوذر اگر تم یہ دونوں چادریں ملا کر پہنتے تو یہ حلہ ہو جاتا۔ انھوں نے کہا کہ میرے اور میرے ایک بھائی کے

۴۲۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ مَرَرْنَا بِأَبِي ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ وَعَلَى غُلَامِهِ مِثْلُهُ فَقُلْنَا يَا أَبَا ذَرٍّ لَوْ جَمَعْتَ بَيْنَهُمَا كَانَتْ حُلَّةً

فَقَالَ إِنَّهُ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ رَجُلٍ مِنْ إِخْوَانِي كَلَامٌ وَكَانَتْ أُمُّهُ أَعْجَمِيَّةً فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ سَبَّ الرِّجَالَ سَبُّوا أَبَاهُ وَأُمَّهُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ هُمْ إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَأَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ.

درمیان لڑائی ہوئی اس کی ماں عجمی تھی میں نے اس کو اس کی ماں کی وجہ سے عار دلائی، اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی، آپ نے فرمایا "اے ابوذر! تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں"، میں نے کہا جو شخص لوگوں کو گالی دے گا تو وہ لوگ اس شخص کے ماں باپ کو گالی دیں گے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوذر! تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں یہ تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، ان کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان پر دشوار ہو اور اگر ان کو ایسے کام پر مجبور کرو تو ان کی مدد کرو۔"

۴۲۰۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ بَعْدَ قَوْلِهِ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ قَالَ قُلْتُ عَلَى حَالِ سَاعَتِي مِنَ الْكِبَرِ قَالَ نَعَمْ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي مُعَاوِيَةَ نَعَمْ عَلَى حَالِ سَاعَتِكَ مِنَ الْكِبَرِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيَبِعْهُ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ فَلْيَبِعْهُ وَلَا فَلْيُعِنْهُ انْتَهَى عِنْدَ قَوْلِهِ وَلَا يُكَلِّفُهُ مَا يَغْلِبُهُ.

دو اور سندوں سے یہ حدیث مروی ہے اس میں تم میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں کے بعد یہ زائد ہے: حضرت ابوذر نے کہا میں نے عرض کیا میرے اس بڑھاپے کے حال میں؟ فرمایا ہاں! اور ابومعاویہ کی ایک روایت میں ہے ہاں تمہارے بڑھاپے کے حال میں بھی! اور عیسیٰ کی روایت میں ہے: اور اگر وہ اسے ایسے کام پر مجبور کرے جو اس پر دشوار ہو تو اس کو فروخت کر دے اور زہیر کی روایت میں ہے اس کام میں اس کی مدد کرے اور ابومعاویہ کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس کو فروخت کرے، اور نہ یہ ہے کہ اس کی مدد کرے اور نہ یہ ہے کہ اس کو ایسے کام پر مجبور نہ کرے جو اس پر دشوار ہو۔

۴۲۰۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا

معرور بن سوید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر کو ایک حلہ پہنے ہوئے دیکھا ان کے غلام نے بھی ویسا ہی حلہ پہنا

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاصِلٍ الْاَحْدَبِ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا ذَرٍّ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلٰى غُلَامِهٖ مِثْلُهَا فَسَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ فَذَكَرَ اَنَّهٗ سَابَّ رَجُلًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَيَّرَهٗ بِاُمِّهٖ قَالَ فَاَتَى الرَّجُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ اِخْوَانُكُمْ وَخَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَيْدِيْكُمْ فَمَنْ كَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَاْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَاِنْ كَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِيْنُوْهُمْ عَلَيْهِ۔

ہوا تھا، میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک شخص سے اس کی ماں کے بارے میں کوئی معیوب کلمہ کہا، اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی شکایت کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسے شخص ہو جس میں زمانہ جاہلیت کی عادات ہیں! یہ تمہارے بھائی اور تمہارے خادم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو، وہ اس کو وہ چیز کھلائے جس کو وہ خود کھاتا ہو اور اس کو وہ لباس پہنائے جس کو وہ خود پہنتا ہو، اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کے لیے دشوار ہو اور اگر ان کو ایسے کام کے لیے کہو تو اس میں ان کی مدد کرو۔

۴۲۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بُكَيْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَهٗ عَنِ الْعَجْلَانِ مَوْلٰى فَاطِمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ وَلَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلام کو کھانا اور کپڑا دو اور اس کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو۔

۴۲۰۴ - وَحَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ مُوْسٰى بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَنَعَ لِاَحَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَآءَهٗ بِهٖ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْيَاْكُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارا خادم تمہارا کھانا تیار کر کے لائے درآں حالیکہ اس نے کھانا پکانے میں گرمی اور دھوئیں کو برداشت کیا ہو وہ اس کو بٹھا کر اپنے ساتھ کھلائے، اور اگر کھانا بہت ہی کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک یا دو لقمے رکھ دے۔

قَلِيلًا فَلْيَضَعْ فِي يَدِهِ مِنْهُ أُكْلَةً أَوْ أُكْلَتَيْنِ قَالَ دَاوُدُ يَعْنِي لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ۔

۴۲۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهِ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ تعالیٰ کی اچھی طرح عبادت کرے تو اس کو دوگنا اجر ملیگا۔

۴۲۰۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ جَمِيعًا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

چار سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے۔

۴۲۰۷۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوكِ الْمُصْلِحِ أَجْرَانِ وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي هُرَيْرَةَ بِيَدِهِ لَوْلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ أُمِّي لَأَحْبَبْتُ أَنْ أَمُوتَ وَأَنَا مَمْلُوكٌ قَالَ وَبَلَغَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک غلام کے لیے دو اجر ہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے اگر جہاد فی سبیل اللہ، حج اور ماں کے ساتھ نیک سلوک کی علتیں نہ ہوتیں تو میں یہ پسند کرتا کہ مجھے غلامی کی حالت میں موت آئے، راوی کہتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اپنی والدہ کی وجہ سے اس وقت تک حج نہیں کیا جب تک کہ ان کی والدہ فوت نہیں ہوگئیں، ابوالطاہر کی روایت میں نیک غلام کا ذکر ہے غلام کا ذکر نہیں ہے۔

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ لَمْ يَكُنْ يَحُجُّ حَتّٰى مَاتَتْ اُمُّهٗ لِصُحْبَتِهَا قَالَ اَبُو الطَّاهِرِ فِيْ حَدِيْثِهٖ لِلْعَبْدِ الْمُصْلِحِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَمْلُوْكَ.

۴۲۰۸۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَفْوَانَ اَنَا الْاُمَوِيُّ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ بَلَغَنَا وَمَا بَعْدَهٗ.

اسی سند کے ساتھ ابن شہاب سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں اتنا یہ خبر پہنچی ہے اور اس کے بعد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲۰۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَدَّى الْعَبْدُ حَقَّ اللّٰهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ كَانَ لَهٗ اَجْرَانِ قَالَ فَحَدَّثْتُهَا كَعْبًا فَقَالَ كَعْبٌ لَيْسَ عَلَيْهِ حِسَابٌ وَلَا عَلٰى مُؤْمِنٍ مُزْهِدٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی غلام اللہ تعالیٰ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق بھی ادا کرے تو اس کو دو اجر ملیں گے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث کعب کو سنائی تو انھوں نے کہا اس غلام سے حساب نہیں ہوگا اور نہ اس مومن سے حساب ہوگا جو دنیا سے بے رغبتی رکھتا ہو۔

۴۲۱۰۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ.

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے۔

۴۲۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَا لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَتَوَفّٰى يُحْسِنُ عِبَادَةَ اللّٰهِ وَصَحَابَةَ سَيِّدِهٖ نِعْمَا لَهٗ.

ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا ہی خوب غلام ہے! جو اس حال میں فوت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بھی اچھی عبادت کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خیر خواہی کرتا ہو۔

۴۲۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مشترک غلام کا ایک حصہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ الْعَدْلِ فَاَعْطٰى شُرَكَآءَهٗ حِصَصَهُمْ وَعَتَقَ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

آزاد کر دے اور اس کے پاس غلام کی باقی قیمت کے برابر مال ہو تو اس غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے پھر وہ اپنے شرکاء کو ان کا حصہ ادا کر دے اور غلام اس کی طرف سے پورا آزاد ہو جائے گا ورنہ اتنا غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِرْكًا لَهٗ مِنْ مَمْلُوْكٍ فَعَلَيْهِ عِتْقُهٗ كُلُّهٗ اِنْ كَانَ لَهٗ مَالٌ يَبْلُغُ ثَمَنَهٗ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مَالٌ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا اس پر پورے غلام کو آزاد کرنا لازم ہے بشرطیکہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس غلام کی قیمت کو پہنچ جائے، اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو فقط اتنا ہی غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۴۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ نَصِيْبًا لَهٗ فِيْ عَبْدٍ فَكَانَ لَهٗ مِنَ الْمَالِ قَدْرُ مَا يَبْلُغُ قِيْمَتَهٗ قُوِّمَ عَلَيْهِ قِيْمَةَ عَدْلٍ وَاِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی غلام میں اپنے حصہ کو آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کی قیمت کو پہنچتا تھا تو اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی ورنہ اسی قدر غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔

۴۲۱۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ كُلُّهُمْ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا

سات مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے اور ان کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ "اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اسی قدر غلام آزاد ہو گا جتنا اس نے آزاد کیا، البتہ ایوب اور یحییٰ بن سعید نے حدیث میں ان الفاظ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ یہ الفاظ حدیث میں ہیں یا نافع نے اپنے طرف سے کہے ہیں اور لیث بن سعد کے سوا اور کسی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَلَيْسَ فِي حَدِيْثِهِمْ وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ إِلَّا فِي حَدِيْثِ أَيُّوْبَ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ فَإِنَّهُمَا ذَكَرَا هٰذَا الْحَرْفَ فِي الْحَدِيْثِ وَقَالَا لَا نَدْرِي أَهُوَ شَيْءٌ فِي الْحَدِيْثِ أَوْ قَالَهُ نَافِعٌ مِّنْ قِبَلِهِ وَلَيْسَ فِي رِوَايَةِ أَحَدٍ مِّنْهُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا فِي حَدِيْثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ .

۴۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے اور کسی دوسرے شخص کے درمیان مشترک غلام کو آزاد کیا، اس کے مال میں اس غلام کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی نہ کمی ہو گی نہ زیادتی پھر اگر وہ مالدار ہو گا تو اس کے مال سے اس غلام کو آزاد

اٰخَرَ قُوِّمَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ قِيمَةَ عَدْلٍ لَا وَكْسَ وَلَا شَطَطَ ثُمَّ عَتَقَ عَلَيْهِ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ مُوسِرًا۔

کر دیا جائے گا۔

۴۲۱۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِرْكًا لَهُ فِي عَبْدٍ عَتَقَ مَا بَقِيَ فِي مَالِهِ إِذَا كَانَ مَالُهُ يَبْلُغُ ثَمَنَ الْعَبْدِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کر دیا تو باقی غلام بھی اس کے مال سے آزاد کیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس کے پاس اس غلام کی قیمت کے برابر مال ہو۔

۴۲۱۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمَمْلُوكِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَيُعْتِقُ أَحَدُهُمَا قَالَ يَضْمَنُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک اس کو آزاد کر دے تو دوسرا اس (کی بقیہ کی قیمت) کا ضامن ہوگا۔

۴۲۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقِيصًا مِنْ مَمْلُوكٍ فَهُوَ حُرٌّ مِنْ مَالِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ شعبہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے آپ نے فرمایا جس شخص نے کسی غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا وہ اس کے مال سے آزاد کر دیا جائے گا۔

۴۲۲۰۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شِقِيصًا لَهُ فِي عَبْدٍ فَخَلَاصُهُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ لَهُ مَالٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غلام میں سے اپنے حصہ کو آزاد کیا تو اس غلام کی آزادی اس کے مال سے ہوگی۔ بشرطیکہ اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو غلام پر (غیر معمولی) مشقت ڈالے بغیر کمائی کرائی جائے گی۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ اسْتُسْعِيَ الْعَبْدُ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

۴۲۲۱ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ عِيسَى ثُمَّ يُسْتَسْعَى فِي نَصِيبِ الَّذِي لَمْ يُعْتِقْ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ.

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور عیسیٰ کی روایت میں ہے پھر جس شخص کے حصہ کو آزاد نہیں کیا اس کے حصہ میں غلام پر مشقت ڈالے بغیر اس سے کمائی کرائی جائے گی۔

۴۲۲۲ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کیے، اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلا کر ان کے تین حصے کیے پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا اور اس شخص کے بارے میں ایک سخت کلمہ کہا۔

۴۲۲۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنِ الثَّقَفِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا حَمَّادٌ فَحَدِيثُهُ كَرِوَايَةِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَأَمَّا الثَّقَفِيُّ فَفِي حَدِيثِهِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْصَى عِنْدَ مَوْتِهِ فَأَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ.

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے انصار میں سے ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی۔

۴۲۲۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَحَمَّادٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کی بناء پر انھیں آزاد کرنے کا حکم

ان احادیث میں غلاموں کے ساتھ ملائمت اور حسن معاشرت کا ثبوت ہے، اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مار پیٹ کر ایذاء پہنچائے تو کیا اس شخص پر اس غلام کو آزاد کرنا واجب ہے؟ حضرت سوید بن مقرن کی حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، البتہ اس کے مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے غلام کو بہت زیادہ مارے تو امام مالک کے نزدیک اس شخص پر اس غلام کو آزاد کرنا واجب ہے، بلکہ وہ غلام از خود آزاد ہو جاتا ہے اور حاکم پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے مالک کو سزا دے۔ اور باقی ائمہ کے نزدیک وہ غلام آزاد نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۴۱۹۶ میں ہے حضرت ابو مسعود اپنے غلام کو مار رہے تھے اس نے اللہ کی دہائی دی "اللہ کی پناہ" کہا لیکن وہ بدستور مارتے رہے اور جب اس نے کہا "رسول اللہ کی پناہ" تو انھوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی بار انھوں نے غصہ کی شدت کی وجہ سے غلام کی فریاد نہیں سنی تھی

غلاموں کو دوگنا اجر ملنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۲۰۷ میں ہے نیک غلام کے دو اجر ہیں ـــــ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جب کسی غلام پر دو اطاعتیں جمع ہوں ایک اللہ عزوجل کی عبادت دوسری اس کے مالک کی اطاعت، اور وہ دونوں اطاعتوں کو بجالائے تو اس کو آزاد عبادت گذار کی بہ نسبت دگنا اجر ملے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے میں وہ دونوں برابر ہیں اور غلام نے اس کے علاوہ اپنے مالک کی اطاعت بھی کی ہے جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر نے کہا اس حدیث سے میں یہ مسئلہ مستنبط کرتا ہوں کہ جس شخص پر دو فرض جمع ہوں اور وہ ان دونوں فرضوں کو ادا کرے تو وہ اس شخص سے افضل ہے جو صرف ایک فرض ادا کرتا ہے۔ مثلاً جس شخص پر نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض ہوں اور وہ ان دونوں کو ادا کرے تو وہ اس شخص سے افضل ہے جو صرف ایک فرض ادا کرتا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص پر کئی عبادات فرض ہوں اور وہ ان سب کا تارک ہو اس کا گناہ ان کی بہ نسبت زیادہ ہے جس پر اس کی بہ نسبت کم عبادات فرض ہوں۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ غلام کو اس لیے زیادہ اجر ملتا ہے کہ اس کی مشقت زیادہ ہے ورنہ اگر عمل کی نوعیت کے اختلاف کی وجہ سے زیادہ اجر ہو جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر کی رائے ہے تو پھر اس میں غلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ علامہ عبدالتین نے کہا ہے کہ غلام کے ہر عمل کا اجر دگنا دیا جاتا ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ غلام کا اجر اس کے مالک سے زیادہ ہو پھر انھوں نے اس سوال کے کئی جواب دیے ہیں اور ان میں زیادہ صحیح جواب

یہ ہے کہ اگر غلام کا اجر مالک سے زیادہ ہے تو پھر کیا قباحت ہے؟ آخر غلام کی مشقت بھی تو مالک سے زیادہ ہے۔ حافظ عسقلانی لکھتے ہیں اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غلام پر حج اور جہاد فرض نہیں ہے البتہ اگر وہ حالت غلامی میں حج یا جہاد کرے تو صحیح اور جائز ہے۔ [1]

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ غلام سے کام لینے کے سلسلہ میں یہ واجب ہے کہ غلام کو اس کی طاقت سے زیادہ کام کے لیے نہ کہا جائے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ باغوں میں جاتے اور اگر کسی شخص کو دیکھتے کہ وہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لے رہا ہے تو اس کا کام کم کر دیتے اور اگر یہ دیکھتے کہ وہ اس کو خوراک کم دے رہا ہے تو اس کی خوراک زیادہ کر دیتے۔ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو ضعیفوں یعنی عورتوں اور غلاموں کے ساتھ خیر خواہی کا حکم دیتا ہوں۔ اور آپ نے ابو طیبہ کے مالکوں کو حکم دیا کہ اس کے خراج میں کمی کر دو (خراج سے مراد یہ ہے کہ مالک نے غلام پر لازم کیا ہو کہ تم اتنے پیسے روز لا کر دو گے) فقہاء نے کہا ہے کہ مالک جس نوعیت کا کھانا اور لباس اپنے لیے اختیار کرتا ہے اگر غلام کے لیے بھی اسی نوعیت کا طعام اور لباس فراہم کرے تو یہ مستحب ہے اور اگر اس سے ہلکی اور معمولی قسم کا طعام اور لباس فراہم کرے پھر بھی جائز ہے۔ [2]

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۲۱۴ میں ہے جس شخص نے کسی غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال تھا جو اس کی قیمت کو پہنچتا تھا اور اس کی ٹھیک ٹھیک قیمت لگائی جائے گی ورنہ اسی قدر غلام آزاد ہوگا جتنا اس نے آزاد کیا ہے۔ اس حدیث کی مکمل تفصیل اور تحقیق کتاب العتق باب ۴، ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۴۲۲۲ میں ہے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت چھ غلام آزاد کیے، اور اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں کو بلا کر ان کے تین حصے کیے پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام رہنے دیا اور اس شخص کے متعلق ایک سخت کلمہ کہا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، داؤد، ابن جریر اور جمہور کے مذہب پر دلیل ہے جو قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام کو آزاد کرنے کے قائل ہیں، اور یہ کہ جس شخص نے مرض الموت میں اپنے غلاموں کو آزاد کیا یا انہیں آزاد کرنے کی وصیت کی اور ان غلاموں کی مالیت تہائی مال سے زیادہ ہو تو ان غلاموں میں قرعہ اندازی کر کے تہائی مالیت کے غلاموں کو آزاد کیا جائے گا۔ اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قرعہ اندازی باطل ہے، اس کے غلام آزاد کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے، وصیت کرنے والے نے جس قدر غلام آزاد کیے تھے وہ بقدر حصہ آزاد ہوں گے اور غلام اپنے حصوں کی بقیہ رقم کو کما کر وارثوں کو ادا کریں گے (اور آزاد ہو جائیں گے) کیونکہ قرعہ اندازی میں مخاطرہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کا یہ قول اس حدیث اور دیگر احادیث کثیرہ سے باطل ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۷۷-۱۷۶ ملخصاً، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں بلکہ بہت سے فقہاء تابعین مثلاً شعبی، نخعی، شریح، حسن بصری اور سعید بن مسیب وغیرہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے موقف پر متعدد دلائل ہیں۔

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

پہلی دلیل: متعدد دلائل سے ثابت ہے کہ غلام کو آزاد کرنے کے بعد آزادی فوراً نافذ ہو جاتی ہے اور اس میں تاخیر نہیں ہوتی حتیٰ کہ اگر کوئی شخص مذاق میں بھی اپنے غلام کو کہہ دے تم آزاد ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا، سو جب کسی شخص نے اپنے چھ غلاموں کو آزاد کیا حالانکہ اس کو ان میں سے ہر ایک کے تہائی (۱/۳) کو آزاد کرنے کا اختیار تھا تو اس کے کہتے ہی ہر غلام کا ۱/۳ فوراً آزاد ہو جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ قرعہ اندازی کر کے ان میں سے دو غلاموں کو آزاد کیا جائے گا تو جو چار غلام آزاد ہو چکے تھے۔ ان چاروں کو آزادی سے غلامی کی طرف لوٹانا لازم آئے گا، اور اس کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے اذ یلقون اقلامھم ایھم یکفل مریم (آل عمران: ۴۴) "جب وہ (قرعہ اندازی) کے لیے اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے" کے تحت لکھا ہے: بعض لوگوں نے اس آیت سے قرعہ اندازی کے ذریعہ غلاموں کے آزاد کرنے کو جائز کہا ہے جب کوئی شخص مرض الموت میں غلام آزاد کرے اور پھر مر جائے اور ان غلاموں کے سوا اس کا اور کوئی مال نہ ہو لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جو شخص ایک بار آزاد ہو چکا ہو اس کو پھر غلام بنانا صحیح نہیں ہے اور مرنے والا سب کو آزاد کر چکا ہے اس لیے اب قرعہ اندازی کے ذریعے ان میں بعض کو آزاد قرار دینا اور باقی کو غلام بنا دینا صحیح نہیں ہے۔[1]

دوسری دلیل: جب کوئی شخص اس صورت میں غلام آزاد کرتا ہے تو یہاں تین حقوق متعلق ہوتے ہیں۔ (۱) میت کا حق، اور وہ یہ ہے کہ ۱/۳ حصہ مال میں اس کی وصیت جاری کی جائے (۲) ورثاء کا حق: باقی ماندہ ۲/۳ مال میں وصیت نہ جاری کی جائے۔ (۳) جس غلام کے متعلق وصیت جاری کی گئی ہے اس کا حق: مرنے والے نے جن غلاموں کو آزاد کر دیا ہے ان میں آزادی کو نافذ کیا جائے ـــــ اور قرعہ اندازی کی زد صرف مسئلہ یعنی غلام کے حق پر پڑتی ہے، کیونکہ جب مالک نے سب غلاموں کو آزاد کر دیا تو وہ سب آزادی کے حقدار ہیں اور ان میں سے ایک کو بھی دوسرے پر ترجیح نہیں ہے اور قرعہ اندازی کا تقاضا یہ ہے کہ بعض غلام اس حق کو حاصل کر لیں اور بعض محروم ہو جائیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ ان سب غلاموں کے تیسرے حصے ۱/۳ کو آزاد قرار دیا جائے اور باقی ۲/۳ حصہ کو آزاد کرانے کے لیے یہ غلام محنت مزدوری کریں اور اس کی رقم وارثوں کو ادا کریں۔

تیسری دلیل: احادیث سے یہ ثابت ہے کہ وصیت کرنے والا تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کر سکتا اور اس پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب فقہاء احناف کے طریقہ پر عمل کیا جائے اور اگر قرعہ اندازی کی جائے تو ہو سکتا ہے کہ آزادی کے لیے قرعہ فال اس غلام کے لیے نکل آئے جس کی قیمت تہائی مال سے زیادہ ہو۔

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں حدیث صحیح کے جوابات

شمس الائمہ سرخسی حنفی

اس مسئلہ میں قرعہ اندازی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قرعہ اندازی کے ساتھ مستحق کا تعین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ۔

مستحق کا تعین کرنا ابتداءً استحقاق ثابت کرنے کے حکم میں ہے، پس جس طرح ابتداءً استحقاق کو قرعہ اندازی پر معلق کرنا قمار (جوا) ہے۔ اسی طرح استحقاق کے تعین کا قرعہ اندازی پر معلق کرنا بھی قمار ہے۔ ہمارے نزدیک قرعہ اندازی کو استعمال کرنا صرف وہاں جائز ہے جہاں پر وہ فعل بغیر قرعہ اندازی کے بھی جائز ہو جیسا کہ تقسیم میں قرعہ اندازی کرنا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے ان میں قرعہ اندازی کرتے تھے۔

علامہ سرخسی اس کے بعد لکھتے ہیں باقی رہا ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء کا اس حدیث سے استدلال سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے بعض اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بہت نادر بات ہے کہ ایک انسان کے پاس چھ غلام ہوں اور اس کے علاوہ کوئی اور مال اس کے پاس نہ ہو اور اگر یہ حدیث ثابت ہو تو یہ بھی احتمال ہے کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان غلاموں کو آزاد کرنے کی وصیت کی ہو۔ اور حدیث میں اس پر دلیل بھی ہے کیونکہ راوی نے کہا آپ نے دو غلاموں کو آزاد کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کہ آپ ان میں سے جن دو غلاموں کو چاہتے آزاد کر دیتے لیکن آپ نے ان کی تالیف قلوب کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ اور علامہ ابوبکر جصاص نے کہا ہے کہ "فاعتق اثنین" کا معنی ہے دو غلاموں کی مقدار کو آزاد کر دیا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کیونکہ جب ہر غلام میں سے تہائی (۱/۳) حصہ کو آزاد کیا تو ہم نے ان میں سے دو غلاموں کی مقدار کو آزاد کر دیا اور اقرع کا معنی ہے آپ نے دقت نظر سے کام لیا اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کی تاویل یہی ہے اس کے بعد علامہ سرخسی نے فقہاء احناف کی تائید میں بعض فقہاء تابعین مثلاً شعبی، شریح اور مسروق وغیرہم کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ [1]

قرعہ اندازی کے ذریعہ غلام آزاد کرنے کے بارے میں مصنف کا موقف

صحیح مسلم کی یہ حدیث جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں بھی ہے بلکہ تمام سنن میں ہے، مسند احمد میں اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے، علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین سے اس کو تین اماموں نے روایت کیا ہے، ابن سیرین، حسن اور ابوالمہلب نے۔ [2]

علامہ سرخسی نے جو یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث اس وجہ سے غیر صحیح ہے کہ یہ بہت نادر ہے کہ کسی شخص کے پاس چھ غلام ہوں اور ان کے علاوہ اور کوئی مال نہ ہو، ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس حدیث کی صحت کے خلاف ہو کیونکہ کسی چیز کا نادر ہونا حدیث کی صحت کے خلاف نہیں ہے۔ رہا یہ کہ یہ قرعہ اندازی قمار ہے سو علامہ سرخسی نے یہ بہت سنگین بات کہی ہے ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہو کہ مغلوب کی چیز غالب کو دی جائے گی وہ قمار ہوتا ہے، اور جب کسی حکم میں سب مساوی ہوں اور حکم ان میں سے کسی دو کے لیے ثابت کرنا ہو تو ان دو کے تعین کے لیے قرعہ اندازی کرنا قمار نہیں ہے جیسا کہ ازواج میں سے بعض کو سفر میں لے جانے کے لیے احادیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے، یا جس طرح اقامت کہنے اور صف اول میں نماز پڑھنے کے لیے احادیث میں قرعہ اندازی کا ذکر ہے اسی طرح احادیث میں قرعہ اندازی کی اور مثالوں کا بھی ذکر ہے۔

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۷، ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰، ص ۲۹۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ

علامہ سرخسی نے اس حدیث کی تاویل میں جو کچھ کہا ہے وہ حدیث کے ظاہر مفہوم سے مطابقت نہیں رکھتا۔ باقی یہ کہنا غلط ہے کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ جو لوگ پہلے آزاد ہو چکے ہیں ان کو پھر غلام بنایا جائے ـــــ وہ سب غلام آزاد کب ہوئے تھے؟ اور اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے غلاموں کو آزاد کر دے تو کیا وہ آزاد ہو جائیں گے؟ ظاہر ہے کہ غیر کی ملکیت میں دوسرے کا تصرف نافذ نہیں ہوتا، اسی طرح جس شخص کے چھ غلام ہوں اور ان کے علاوہ اس کا اور کوئی مال نہ ہو تو وصیت کے وقت وہ صرف دو غلاموں کا مالک ہے کل چھ غلاموں کا مالک نہیں ہے اور اگر اس نے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا تو اس نے اپنے مال کے علاوہ ورثاء کے مال میں بھی تصرف کیا ہے اور اس کا چھ کے چھ غلاموں کو آزاد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اس کے آزاد کرنے سے صرف دو غلام ہی آزاد ہوئے ہیں اور باقی چار بدستور غلام ہی ہیں اور ان دو غلاموں کا تعین اب قرعہ اندازی کے ذریعہ ہی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ صاحب شریعت علیہ السلام نے بتلایا ہے۔ ہماری رائے میں امام ابوحنیفہ تک یہ حدیث نہیں پہنچی ہو گی، ان کے ساتھ ہمارا یہی حسن ظن ہے اور خود امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں حدیث صحیح مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے، بہرحال کوئی شخص کچھ بھی کہے میں یہی کہوں گا کہ صحیح وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس مسئلہ میں قرعہ اندازی کے ذریعہ غلاموں میں سے دو غلاموں کو آزاد کرنا ہی صحیح طریقہ ہے۔

بَابُ ۵۴۳ جَوَازِ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ

مدبر غلام کی بیع کا جواز

۴۲۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بِثَمَانِمِائَةِ دِرْهَمٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنے ایک غلام کو مدبر کر دیا (یعنی اس کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوگا) اور اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: اس (غلام) کو مجھ سے کون خریدے گا؟ نعیم بن عبداللہ نے اس کو آٹھ سو درہم میں خرید لیا۔ آپ نے وہ دراہم اس شخص کو دے دیے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے بتایا وہ غلام قبطی تھا اور (حضرت ابن الزبیر کی خلافت کے) پہلے سال فوت ہو گیا۔

۴۲۲۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا اور اس غلام کے سوا اس کا اور کوئی مال نہیں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرًا يَقُولُ دَبَّرَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ غُلَامًا لَهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُ فَبَاعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَاشْتَرَاهُ ابْنُ النَّحَّامِ عَبْدًا قِبْطِيًّا مَاتَ عَامَ أَوَّلَ فِي إِمَارَةِ ابْنِ الزُّبَيْرِ

کو فروخت کر دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ابن النحام نے اس غلام کو خریدا تھا اور وہ غلام قبطی تھا اور وہ حضرت ابن الزبیر کی خلافت کے پہلے سال فوت ہو گیا تھا۔

۴۲۲۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُدَبَّرِ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ۔

حضرت جابر سے مدبر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق حدیث مروی ہے۔

۴۲۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ الْمُعَلِّمِ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَطَرٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ وَعَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَهُمْ فِي بَيْعِ الْمُدَبَّرِ كُلُّ هَؤُلَاءِ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادٍ وَابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ۔

تین مختلف سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مدبر کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث منقول ہے۔

مدبر کی بیع میں مذاہب فقہاء جس غلام سے اس کا مالک یہ کہہ دے کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو اس کو مدبر کہتے ہیں اس کی بیع کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور اہل کوفہ کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی،

امام احمد، امام ابوثور، اسحاق اور اہل ظاہر نے کہا ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے، حضرت عائشہ، مجاہد، حسن اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت، ابن مسیب، زہری، شافعی، نخعی، ابن ابی لیلی، لیث بن سعد مدبر کی بیع کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اوزاعی سے یہ روایت ہے کہ جو شخص مدبر کو خرید کر آزاد کرنا چاہتا ہو اس کے لئے مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ اگر مالک پر قرض ہو تو وہ مدبر کو فروخت کر سکتا ہے، امام مالک سے ایک یہ روایت ہے کہ مالک موت کے وقت مدبر کو فروخت کر سکتا ہے اور زندگی میں اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ امام مالک نے یہ بھی کہا ہے کہ اہل مدینہ کا مدبر کی بیع اور ہبہ کے جواز پر اجماع ہے۔

مدبر کی بیع میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں فقہاء احناف کے نزدیک مدبر کی دو قسمیں ہیں مدبر مطلق، اور مدبر مقید۔

قسم اوّل: مدبر مطلق ہے مثلاً کوئی شخص اپنے غلام سے کہے جب میں مر جاؤں تو تم آزاد ہو، اس مدبر کا حکم یہ ہے کہ اس کی بیع جائز ہے نہ ہبہ، البتہ اس سے خدمت لینا جائز ہے اور اس کو اجرت پر دیا جا سکتا ہے اور مدبرہ سے مباشرت کی جا سکتی ہے اور مدبرہ کا نکاح کرنا بھی جائز ہے اور مالک کے مرنے کے بعد اس کے تہائی (۱/۳) مال سے مدبر کو آزاد کر دیا جائے گا اور باقی دو تہائی (۲/۳) کو آزاد کرانے کے لیے مدبر محنت مزدوری کرے گا، یہ اس وقت ہے جب اس کا مالک فقیر ہو یا اس کے پاس اس مدبر کے سوا اور کوئی مال نہ ہو اور اگر اس کا مالک مقروض ہو حتیٰ کہ قرض اس مدبر کو بھی محیط ہو تو مدبر محنت مزدوری کر کے اپنی پوری قیمت ادا کرے گا۔

قسم ثانی: مدبر مقید ہے مثلاً کوئی شخص اپنے غلام سے کہے اگر میں اس بیماری میں فوت ہو گیا تو تم آزاد ہو یا کہے اگر میں اس سفر میں فوت ہو گیا یا اگر میں دس سال میں فوت ہو گیا یا اگر میں فلاں شخص کی موت کے بعد فوت ہو گیا تو تم آزاد ہو اس مدت میں اگر شرط پائی گئی تو مدبر آزاد کر دیا جائے گا ورنہ اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔

مدبر مطلق کی بیع کے عدم جواز میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف نے مدبر مطلق کی بیع کے عدم جواز میں سنن دار قطنی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدبر لا یباع ولا یوھب وھو حر من الثلث۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدبر فروخت کیا جائے گا نہ ہبہ کیا جائے گا اور وہ تہائی مال سے آزاد ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے علی بن ظبیان اور وہ ضعیف ہے۔ علامہ بدرالدین اس کے جواب میں لکھتے ہیں اس حدیث سے کرخی، طحاوی اور رازی وغیرہم نے استدلال کیا ہے اور وہ حدیث کے امام ہیں۔ علامہ ابوالولید باجی نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیر القرون میں مدبر کی بیع کو متروک کر دیا تھا اور اس وقت صحابہ کی ایک

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۳۱۴، " "

عظیم اکثریت موجود تھی، اس سے ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہے کہ مدبر کی بیع جائز نہیں ہے۔

مدبر کی بیع کے جواز کی روایت کے جوابات

اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۲۵ میں ہے ایک انصاری نے اپنے غلام کو مدبر کر دیا اور اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو فروخت کر دیا۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا مسلک ہے۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس کے مالک پر قرض تھا اس وجہ سے آپ نے اس کو فروخت کر دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے چونکہ اس شخص کا اور کوئی مال نہیں تھا اس لیے آپ نے اس کے تصرف کو رد کر دیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس کی منفعت کو فروخت کیا تھا یعنی اس کو کرائے پر دیا تھا اور کرائے پر بھی بیع کا اطلاق آتا ہے۔ علامہ ابوالولید نے حضرت جابر کی اس روایت کا ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کی خدمت کو فروخت کیا۔ (یہ حدیث سنن دارقطنی ج ۴ ص ۱۳۸ میں ہے۔ سعیدی) چوتھا جواب یہ ہے کہ جس انصاری شخص نے اپنے غلام کو مدبر کیا تھا یہ کم عقل شخص تھا اس لیے آپ نے بطور ولی اس کے تصرف کو کالعدم قرار دے کر اس کو فروخت کر دیا۔ پانچواں جواب یہ ہے کہ اس مدبر کی بیع اس وقت ہوئی تھی جب آزاد مقروض شخص کو فروخت کرنا جائز تھا بعد میں یہ اس آیت سے منسوخ ہو گیا وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ ۔ "اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو خوشحال ہونے تک مہلت دو۔" [1]

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۶۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب القسامۃ والمحاربین والقصاص والدیات

بَابُ الْقَسَامَةِ

قسامت کا بیان

۴۲۲۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ يَحْيَى وَحَسِبْتُ قَالَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّهُمَا قَالَا خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَيِّصَةُ ابْنُ مَسْعُودِ ابْنِ زَيْدٍ حَتَّى إِذَا كَانَا بِخَيْبَرَ تَفَرَّقَا فِي بَعْضِ مَا هُنَالِكَ ثُمَّ إِذَا مُحَيِّصَةُ يَجِدُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ سَهْلٍ قَتِيلًا فَدَفَنَهُ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَحُوَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَكَانَ أَصْغَرَ الْقَوْمِ فَذَهَبَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لِيَتَكَلَّمَ قَبْلَ صَاحِبَيْهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ فِي السِّنِّ فَصَمَتَ فَتَكَلَّمَ صَاحِبَاهُ وَتَكَلَّمَ مَعَهُمَا فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتَلَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَهْلٍ فَقَالَ لَهُمْ أَتَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا فَتَسْتَحِقُّونَ

سہل بن ابی حثمہ اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود خیبر گئے اور وہاں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے، پھر حضرت محیصہ نے حضرت عبداللہ بن سہل کو مقتول پایا۔ انھوں نے ان کو دفن کر دیا، پھر وہ حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت عبدالرحمن بن سہل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، حضرت عبدالرحمن بن سہل ان میں سب سے چھوٹے تھے وہ اپنے ساتھیوں سے پہلے بولنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عمر میں بڑا ہے اس کو بولنے دو، پھر وہ خاموش ہو گئے اور ان کے ساتھیوں نے واقعہ بیان کیا اور وہ بھی ان کے ساتھ بیان کرتے رہے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن سہل کی جانے قتل کر بیان کیا، آپ نے ان سے فرمایا: کیا تم پچاس قسمیں کھا کر اپنے ساتھی کا خون ثابت کر لو گے؟ انھوں نے کہا ہم کیسے قسمیں کھا سکتے ہیں جب کہ ہم موقعہ پر موجود نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر اپنی برأت کو ثابت کر لیں گے! انھوں نے کہا کہ ہم کافروں کی قسموں کو کیسے قبول کر سکتے ہیں! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورتحال دیکھی تو خود مقتول کی دیت ادا کر دی۔

صَاحِبَكُمْ أَوْ قَاتِلَكُمْ قَالُوا وَكَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَشْهَدْ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَمِينًا قَالُوا وَكَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمَ عَقْلَهُ۔

۴۲۳۰۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بَشِيرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ أَنَّ مُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ انْطَلَقَا قِبَلَ خَيْبَرَ فَتَفَرَّقَا فِي النَّخْلِ فَقُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ فَاتَّهَمُوا الْيَهُودَ فَجَاءَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَابْنَا عَمِّهِ حُوَيِّصَةُ وَمُحَيِّصَةُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فِي أَمْرِ أَخِيهِ وَهُوَ أَصْغَرُ مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبِّرِ الْكُبْرَ أَوْ قَالَ لِيَبْدَأِ الْأَكْبَرُ فَتَكَلَّمَا فِي أَمْرِ صَاحِبِهِمَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْسِمُ خَمْسُونَ مِنْكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِنْهُمْ فَيُدْفَعُ بِرُمَّتِهِ قَالُوا أَمْرٌ لَمْ نَشْهَدْهُ كَيْفَ نَحْلِفُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِأَيْمَانِ خَمْسِينَ مِنْهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَوْمٌ كُفَّارٌ قَالَ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِهِ قَالَ سَهْلٌ فَدَخَلْتُ مِرْبَدَهُمْ يَوْمًا فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ مِنْ تِلْكَ الْإِبِلِ رَكْضَةً بِرِجْلِهَا قَالَ حَمَّادٌ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت محیصہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سہل خیبر گئے اور وہاں کھجور کے درختوں میں الگ الگ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن سہل وہاں قتل کر دیے گئے، انھوں نے یہود پر تہمت لگائی، پھر ان کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن اور ان کے دو چچا زاد بھائی حضرت حویصہ اور محیصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے بھائی کے معاملے میں بولنا شروع کیا حالانکہ وہ ان میں سب سے چھوٹے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بولنے دو یا فرمایا بڑے کو پہل کرنے دو، پھر ان دونوں نے اپنے بھائی کا واقعہ بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پچاس آدمی ان کے کسی آدمی کے خلاف قسم کھائیں پھر وہ بالکل تمہارے حوالے کر دیا جائے گا۔ انھوں نے کہا ہم نے جس کو دیکھا نہیں ہے اس کے خلاف کیسے قسم کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر پچاس یہود تمہارے سامنے قسم کھا کر اپنی برأت ثابت کریں گے! انھوں نے کہا یا رسول اللہ وہ تو کافر ہیں! راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس مقتول کی دیت ادا کر دی، حضرت سہل کہتے ہیں کہ میں ان کی ان اونٹنیوں کے باڑے میں گیا تو ان کی اونٹنی نے لات ماردی۔

۴۲۳۱۔ وَحَدَّثَنَا الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا

ایک اور سند سے حضرت سہل بن ابی حثمہ نے بھی

بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَعَقَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ وَلَمْ يَقُلْ فِي حَدِيثِهِ فَرَكَضَتْنِي نَاقَةٌ.

اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کر دی اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ مجھے اونٹنی نے لات ماری تھی۔

۴۲۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

۴۲۳۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَيِّصَةَ بْنَ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّيْنِ ثُمَّ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ خَرَجَا إِلَى خَيْبَرَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ وَأَهْلُهَا يَهُودُ فَتَفَرَّقَا لِحَاجَتِهِمَا فَقُتِلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلٍ فَوُجِدَ فِي قَرَبَةٍ مَقْتُولًا فَدَفَنَهُ صَاحِبُهُ ثُمَّ أَقْبَلَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَشَى أَخُو الْمَقْتُولِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَهْلٍ وَمُحَيِّصَةُ وَحُوَيِّصَةُ فَذَكَرُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْنَ عَبْدِ اللهِ وَحَيْثُ قُتِلَ فَزَعَمَ بُشَيْرٌ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَمَّنْ أَدْرَكَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَهُمْ تَحْلِفُونَ خَمْسِينَ يَمِينًا وَتَسْتَحِقُّونَ

بُشَیر بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل بن زید اور حضرت محیصہ بن مسعود بن زید انصاری جو بنو حارثہ سے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خیبر گئے ان دنوں خیبر میں یہودی رہتے تھے اور وہ صلح کا زمانہ تھا، وہ کسی کام سے الگ الگ ہو گئے، حضرت عبداللہ بن سہل ایک حوض میں مقتول پائے گئے، ان کے ساتھی نے ان کو دفن کر دیا۔ پھر وہ مدینہ منورہ پہنچے، مقتول یعنی حضرت عبداللہ بن سہل کے بھائی حضرت عبدالرحمن بن سہل اور حضرت محیصہ اور حویصہ بھی گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ (کے قتل ہونے) کا واقعہ بیان کیا اور جس جگہ انھیں قتل کیا گیا تھا اس کا ذکر کیا، بشیر اس حدیث کی روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم پچاس قسمیں کھا کر قاتل یا فرمایا مدعی علیہ کے خلاف خون ثابت کر سکتے ہو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس موقع پر موجود تھے نہ ہم نے قاتل کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر خود کو بے قصور ثابت کر لیں گے! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کافر ہیں ہم ان کی قسموں کا

قَاتِلَكُمْ أَوْ صَاحِبَكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا شَهِدْنَا وَلَا حَضَرْنَا فَزَعَمَ أَنَّهُ قَالَ فَتُبْرِئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نَقْبَلُ أَيْمَانَ قَوْمٍ كُفَّارٍ فَزَعَمَ بُشَيْرٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَلَهُ مِنْ عِنْدِهِ۔

کیسے اعتبار کر لیں! بُشیر کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کر دی۔

۴۲۳۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ بَنِي حَارِثَةَ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَهْلِ بْنِ زَيْدٍ انْطَلَقَ هُوَ وَابْنُ عَمٍّ لَهُ يُقَالُ لَهُ مُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُودِ بْنِ زَيْدٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَى قَوْلِهِ فَوَدَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَهْلُ بْنُ أَبِي حَثْمَةَ قَالَ لَقَدْ رَكَضَتْنِي فَرِيضَةٌ مِنْ تِلْكَ الْفَرَائِضِ بِالْمِرْبَدِ۔

بُشیر کہتے ہیں کہ انصار کے بنو حارثہ میں سے ایک شخص حضرت عبداللہ بن سہل بن زید رضی اللہ عنہ تھے وہ اور ان کے عم زاد بھائی جن کا نام حضرت محیصہ بن مسعود بن زید تھا دونوں گئے، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے دیت ادا کر دی۔ بشیر بن یسار کہتے ہیں کہ مجھے سہل بن ابی حثمہ نے بتایا کہ ان اونٹنیوں کے باڑے میں ایک اونٹنی نے مجھے لات ماردی تھی۔

۴۲۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا بُشَيْرُ بْنُ يَسَارٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ نَفَرًا مِنْهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى خَيْبَرَ فَتَفَرَّقُوا فِيهَا فَوَجَدُوا أَحَدَهُمْ قَتِيلًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبْطِلَ دَمَهُ فَوَدَاهُ مِائَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ۔

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ خیبر گئے اور وہاں جا کر الگ الگ ہو گئے اور وہاں ایک صحابی کو مقتول پایا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون کا رائیگاں ہونا ناپسند فرمایا اور صدقہ کے اونٹوں میں سے انھیں سو اونٹ دیت ادا کر دی۔

۴۲۳۶۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ

حضرت سہل بن ابی حثمہ اپنی قوم کے بزرگوں سے

اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ لَيْلٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ عَنْ رِجَالٍ مِنْ كُبَرَآءِ قَوْمِهٖ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ سَهْلٍ وَ مُحَيِّصَةَ خَرَجَا اِلٰى خَيْبَرَ مِنْ جَهْدٍ اَصَابَهُمْ فَاَتٰى مُحَيِّصَةُ فَاُخْبِرَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَهْلٍ قَدْ قُتِلَ وَطُرِحَ فِيْ عَيْنٍ اَوْ فَقِيْرٍ فَاَتَى يَهُوْدَ فَقَالَ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ قَتَلْتُمُوْهُ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ ثُمَّ اَقْبَلَ حَتّٰى قَدِمَ اِلٰى قَوْمِهٖ فَذَكَرَ لَهُمْ ذٰلِكَ ثُمَّ اَقْبَلَ هُوَ وَاَخُوْهُ حُوَيِّصَةُ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْهُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ فَذَهَبَ مُحَيِّصَةُ لِيَتَكَلَّمَ وَهُوَ الَّذِيْ كَانَ بِخَيْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُحَيِّصَةَ كَبِّرْ كَبِّرْ يُرِيْدُ السِّنَّ فَتَكَلَّمَ حُوَيِّصَةُ ثُمَّ تَكَلَّمَ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِمَّا اَنْ يَدُوْا صَاحِبَكُمْ وَاِمَّا اَنْ يُؤْذَنُوْا بِحَرْبٍ فَكَتَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فِيْ ذٰلِكَ فَكَتَبُوْا اِنَّا وَاللّٰهِ مَا قَتَلْنَاهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُوَيِّصَةَ وَمُحَيِّصَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَتَحْلِفُوْنَ وَتَسْتَحِقُّوْنَ دَمَ صَاحِبِكُمْ قَالُوْا لَا قَالَ فَتَحْلِفُ لَكُمْ يَهُوْدُ قَالُوْا لَيْسُوْا بِمُسْلِمِيْنَ فَوَدَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهٖ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ کسی تکلیف کی وجہ سے خیبر گئے، حضرت محیصہ نے آکر خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے اور ان کی لاش کو چشمہ یا کنوئیں میں پھینک دیا گیا ہے، انھوں نے یہود کے پاس جاکر کہا بخدا تم نے ان کو قتل کیا ہے، انھوں نے کہا بخدا ہم نے ان کو قتل نہیں کیا، پھر انھوں نے اپنی قوم کے پاس جاکر اس واقعہ کو بیان کیا پھر وہ ان کے بڑے بھائی حضرت حویصہ اور حضرت عبدالرحمن بن سہل (حضور کے پاس) گئے، حضرت محیصہ چونکہ خیبر میں تھے وہ اس سلسلے میں بات کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑی عمر والے کو بات کرنے دو۔ پھر حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ نے بات کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو یہود تمہارے ساتھی کی دیت ادا کریں یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ ان کی طرف لکھ کر روانہ کیا۔ انھوں نے جواب میں لکھا خدا کی قسم! ہم نے ان کو قتل نہیں کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حویصہ، حضرت محیصہ اور حضرت عبدالرحمن سے فرمایا: کیا تم قسم کھا کر اپنے ساتھی کا قصاص لو گے! انھوں نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر یہود (اپنے بے قصور ہونے پر) حلف اٹھا لیں گے، انھوں نے کہا وہ تو مسلمان نہیں ہیں! راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ان کی دیت ادا کر دی، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس سو اونٹ بھیج دیے جو ان کے گھر پہنچا دیے گئے، سہل نے کہا ان میں سے ایک سرخ اونٹنی نے میرے لات ماری تھی۔

مائۃ ناقۃ حتی ادخلت علیہم الدار فقال سہل فلقد رکضتنی منہا ناقۃ حمراء۔

۴۲۳۷۔ حدثنی ابو الطاہر وحرملۃ بن یحیی قال ابو الطاہر حدثنا وقال حرملۃ اخبرنا ابن وہب اخبرنی یونس عن ابن شہاب اخبرنی ابو سلمۃ بن عبد الرحمن وسلیمان بن یسار مولی میمونۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقر القسامۃ علی ما کانت علیہ فی الجاہلیۃ۔

حضرت سلیمان بن یسار زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک انصاری صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر قسامت کو برقرار رکھا

۴۲۳۸۔ وحدثنا محمد بن رافع حدثنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جریج حدثنا ابن شہاب بہذا الاسناد مثلہ وزاد وقضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ناس من الانصار فی قتیل ادعوہ علی الیہود۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں یہ زیادہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک مقتول کے حق میں قسامت کا فیصلہ کیا جس کا انھوں نے یہود پر دعوی کیا تھا۔

۴۲۳۹۔ وحدثنا حسن بن علی الحلوانی حدثنا یعقوب وہو ابن ابراہیم بن سعد حدثنا ابی عن صالح عن ابن شہاب ان ابا سلمۃ بن عبد الرحمن وسلیمان بن یسار اخبراہ عن ناس من الانصار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثل حدیث ابن جریج۔

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور حضرت سلیمان بن یسار بعض انصاریوں سے مثل سابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث روایت کرتے ہیں۔

قسامت کا لغوی معنی سید مرتضی زبیدی لکھتے ہیں جو جماعت اپنے حق پر قسم کھائے اس کو قسامت کہتے ہیں۔ اور محکم میں ہے کسی چیز پر قسم کھائیں یا کسی چیز پر گواہی دیں۔ قسامت قسم دینے کا اسم ہے پھر

اس کو مصدر کا قائم مقام کیا گیا، پھر قسم کھانے والے لوگوں کو قسامت کہا جانے لگا اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ کو پچاس قسمیں کھانی پڑتی ہیں، علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ قسامت، یمین کی طرح قسم ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کا کوئی شخص مقتول پایا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہیں چلا تو ان کے پچاس آدمی اپنے مقتول کے قصاص پر قسم کھائیں تو وہ دیت کے مستحق ہوں گے اور اگر مدعیٰ علیہ کے پچاس آدمیوں نے قسمیں کھالیں تو ان سے دیت ساقط ہو جائے گی۔ قسامت غرامت کے وزن پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: القسامۃ توجب العقل قسامت دیت کو واجب کرتی ہے۔ [1]

دیت خون بہا (جان کی قیمت) کو کہتے ہیں۔ یہ شرعاً سو اونٹ ہے یا ایک ہزار دینار جو چار اعشاریہ تین سات چار (۴۳۷۴) کلوگرام سونے کے برابر ہے۔ یا دس ہزار درہم ہے جو تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰۶۱۸) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

قسامت کی فقہی تعریف میں مذاہب اربعہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی شخص کسی محلہ میں مقتول پایا جائے تو اس محلہ والوں پر لازم ہے کہ ان کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ خدا کی قسم نہ ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں اس قسم کے بعد وہ دیت ادا کریں گے۔ [2]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: سبب مخصوص، عدد مخصوص اور شخص مخصوص کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی قسم کھانا قسامت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی محلہ میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس محلہ کے پچاس آدمی یہ قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے نہ ہمیں اس کے قاتل کا علم ہے اور جب وہ یہ قسم کھالیں گے تو ان پر دیت لازم ہو جائے گی۔ [3]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی شرح مسلم میں لکھتے ہیں: قسامت میں پہلے مدعی سے قسم لی جائے گی اور اگر مدعی قسم سے انکار کرے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔ [4]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی روضۃ الطالبین میں لکھتے ہیں: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی جگہ مقتول پایا جائے اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلے اور نہ اس پر کوئی گواہ ہو اور اس مقتول کا ولی کسی خاص شخص یا جماعت پر اس کے قتل کا دعویٰ کرتا ہو اور اس کے گمان کے صدق پر قرینہ بھی موجود ہو (اس قرینہ کو فقہی اصطلاح میں لوث کہتے ہیں) تو اس ولی سے اس کے دعویٰ پر حلف لیا جائے گا۔ [5]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: جب مقتول کے ورثاء قصاص کا دعویٰ کریں تو ان سے قسم لی جاتی ہے یا مدعیٰ علیہ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۲۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۸۶ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۹ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

سے قسم لی جاتی ہے اس کو قسامت کہتے ہیں۔ [1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: قسامت کی پچاس قسمیں ہیں جو مقتول کے ورثاء سے لی جائیں گی بایں طور کہ وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ فلاں شخص نے اس کو قتل کیا ہے اگر ورثاء پچاس سے کم ہوں تو ان پر یہ قسمیں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر بالفرض ایک وارث ہو تو وہ پچاس قسمیں کھائے گا اور اگر مقتول کے ورثاء قسم کھانے سے انکار کر دیں تو مدعی علیہ سے پچاس قسمیں لی جائیں گی۔ [2] (فقہاء شافعیہ کے نزدیک بھی یہی تفصیل ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کسی جگہ پر کوئی شخص مقتول پایا جائے اور اس کے ورثاء کسی خاص شخص یا خاص جماعت پر قتل کا دعویٰ کریں اور ان کے درمیان عداوت ہو نہ لوث (یعنی قتل پر قرینہ) تو اس کا حکم باقی دعاوی کی طرح ہے اگر ورثاء مقتول کے پاس گواہ ہیں تو اس گواہی سے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا ورنہ منکر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، امام مالک، امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ جب مقتول کے ورثاء اہل محلہ پر یا کسی معین شخص پر قتل کا دعویٰ کریں تو مقتول کے ولی کے لیے اس علاقہ کے پچاس آدمیوں سے قسم لینا جائز ہے، وہ اس طرح قسم کھائیں کہ اللہ کی قسم ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم کو قاتل کا علم ہے۔ اور جب اہل محلہ قسم کھالیں گے تو ان پر دیت واجب ہو جائے گی اور اگر وہ قسم نہ کھائیں تو ان کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ وہ حلف اٹھالیں یا قتل کا اقرار کریں۔ کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص دو قبیلوں کے درمیان مقتول پایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پچاس قسمیں لیں اور جو قبیلہ زیادہ قریب تھا اس پر دیت لازم کی انھوں نے کہا بخدا ہماری قسموں نے ہمارے اموال کو بچایا نہ ہمارے اموال نے ہماری قسموں کو بچایا، حضرت عمر نے فرمایا، تمہارے اموال (دیت) نے تمہاری جانوں کو بچالیا یعنی تم پر قصاص لازم نہیں کیا گیا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عبداللہ بن سہل کی حدیث ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: اگر (محض) لوگوں کے دعووں سے ان کو حقوق دے دیے جائیں تو ہر قوم دوسری قوم کے خون اور اموال کا دعویٰ کرے گی۔ لیکن مدعی علیہ پر قسم لازم ہوگی۔ (صحیح مسلم) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدعی پر گواہ (پیش کرنا) ہے اور منکر پر قسم (کھانا) ہے۔ اور اس لیے کہ مدعی علیہ میں اصل یہ ہے کہ اس کو ذمہ سے بری کیا جائے اس لیے اس کا قول باقی دعاوی کے حکم میں ہے اور چونکہ وہ مدعی علیہ ہے اس لیے اس پر (ابتداءً) قسم اور جرمانہ لازم نہیں ہوگا۔ جیسا کہ باقی دعووں میں ہوتا ہے، پھر فقہاء احناف نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل نہیں کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ظاہر قول پر عمل کیا ہے اور یہ اصول اور قاعدہ کے خلاف ہے، یعنی مدعی علیہ کے بغیر پر قسم لازم کرنا اور ان پر بغیر دعوی کے جرمانہ (دیت) لازم کرنا اور حلف اور جرمانہ کو جمع کرنا حالانکہ ان پر صرف قسم کافی تھی، علامہ ابن منذر نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ مدعی پر گواہ ہیں اور مدعی علیہ پر قسم ہے اور قسامت خیبر کے مقتول کے بارے میں مسنون کی گئی اور اصحاب رای (فقہاء احناف) کا قول ان سنتوں سے خارج ہے۔ [3]

قسامت میں ائمہ ثلاثہ کے موقف پر دلائل کا خلاصہ

ائمہ ثلاثہ کا موقف یہ ہے کہ اگر کسی محلہ میں کوئی مقتول شخص پایا

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ج ۴ ص ۴۲۱-۴۱۵ ملخصاً مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۸ ص ۳۸۴-۳۸۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

گیا تو پہلے اس کے وارثوں سے کہا جائے گا تم جس شخص یا جس جماعت کے بارے میں قتل کرنے دعویٰ کرتے ہو اس پر پچاس قسمیں کھاؤ اور اگر وہ قسم کھانے سے انکار کریں تو مدعی علیہم پر قسم لازم ہو گی اور قسم کے بعد ان کو دیت ادا کرنی ہو گی۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن سہل، حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ پر قسم پیش کی جو یہود پر قتل کے مدعی تھے اور جب انھوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو پھر آپ نے یہود پر قسم پیش کی۔ (دیکھئے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۲۲۹، ۴۲۳۰، ۴۲۳۳، ۴۲۳۶ اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۹، ۱۰۱۸)۔ سو ان احادیث سے ثابت ہوا قسامت میں پہلے قسم مدعی سے لی جائے گی اور اگر وہ انکار کر دے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البینۃ علی المدعی و الیمین علی من انکر الا فی القسامۃ[1] مدعی پر گواہ ہے اور منکر پر قسم ما سوا قسامت کے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ عام قاعدہ یہ ہے کہ قسم منکر پر ہوتی ہے لیکن قسامت میں قسم کی ابتداء مدعی سے ہو گی جیسا کہ اس حدیث کے استثناء سے ظاہر ہے۔

قسامت میں امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل

فقہاء احناف نے امام ابوحنیفہ کے موقف پر یہ حدیث پیش کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت کی ابتداء مدعیٰ علیہ سے کی ہے، امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابی سلمۃ و سلیمان بن یسار عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الانصار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیھود و بدأبھم ایحلف منکم خمسون؟ قالوا: لا فقال للانصار ھل تحلفون؟ فقالوا اتحلف علی الغیب یا رسول اللہ فجعلھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ علی الیھود لانہ وجد بین اظھرھم۔[2]

ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا کیا تمہارے پچاس آدمی قسم کھائیں گے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں! آپ نے انصار سے فرمایا: کیا تم قسم کھاؤ گے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم غیب پر کیسے قسم کھا سکتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کر دی، کیونکہ مقتول ان کے درمیان پایا گیا تھا۔

یہ حدیث امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ سنن کبریٰ میں بھی بیان کی ہے، لیکن امام بیہقی نے اپنی سند پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ سند مرسل ہے، اس لیے ان احادیث متصلہ کے معارض ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی جن میں مدعی سے قسامت کی ابتداء کا بیان ہے۔[3]

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰، ص ۲۸ - ۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۲ - ۱۲۱ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ہم نے مدعیٰ علیہ سے قسامت کے ثبوت میں مصنف عبدالرزاق سے جو باحوالہ حدیث ذکر کی ہے اس کی سند متصل ہے اور اس کی سند پر امام بیہقی کا مذکور الصدر اعتراض نہیں ہوتا۔ علامہ ماردینی مصنف عبدالرزاق کی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں یہ حدیث امام ابوحنیفہ کے موقف پر حجت قاطع ہے جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے استذکار میں لکھا ہے اور تمہید میں علامہ ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس حدیث پر امام بیہقی نے اعتراض کیا ہے وہ بھی متصل ہے اور اگر ہم اس کو مرسل مان لیں تو حدیث سہل بھی متصل نہیں ہے۔ [1]

مدعیٰ علیہ سے قسامت کی ابتداء کے ثبوت میں امام ابن ابی شیبہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

عن سعید بن المسیب ان القسامۃ کانت فی الجاھلیۃ فاقرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قتیل من الانصار وجد فی جب الیھود، قال: فبدأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالیھود فکلفھم قسامۃ خمسین فقالت الیھود: لن نحلف، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار: اتحلفون؟ فابت الانصار ان تحلف فاغرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیھود دیۃ لانہ قتل بین اظھرھم۔ [2]

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قسامت کا رواج تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا۔ انصار کا ایک شخص یہود کے ایک قلعہ میں مقتول پایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے ابتداء کی اور ان کو پچاس قسموں کا مکلف کیا۔ یہود نے کہا ہم ہرگز قسم نہیں کھائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا کیا تم قسم کھاؤ گے؟ انصار نے قسم کھانے سے انکار کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود پر دیت لازم کر دی کیونکہ مقتول بہرحال ان کے علاقے میں پایا گیا تھا۔

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس حدیث کو مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے کنز العمال میں درج کیا ہے۔ [3]

امام ابوداؤد نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

عن رجال من الانصار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للیھود وبدأ بھم یحلف منکم خمسون رجلا فابوا الحدیث [4]

انصاری صحابی روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے قسامت کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا تمہارے پچاس آدمیوں کو قسم کھانا ہوگی۔ انھوں نے اس سے انکار کیا۔

مدعیٰ علیہ سے قسامت کی ابتداء کرنے کے متعلق حافظ الہیثمی نے یہ حدیث صحیح ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال کانت القسامۃ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ

---

[1] علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی متوفی ۷۴۵ھ، الجواہر النقی ج ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] امام ابوبکر عبداللہ محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۷۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۲۵-۱۴۴ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت الطبع الخامس، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

فی الجاهلیة جائزا بین الناس فکان من حلف علی یمین صبر اثم فیه اری عقوبة من الله نیکل بها عن الجراءة علی المحارم فکانوا یتورعون عن ایمان الصبر ویخافونها فلما بعث الله محمدا صلی الله علیه وسلم بالقسامة وکان المسلمون هم اهیب لها لما علمهم من ذلك فقضی رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقسامة بین حیین من الانصار یقال لهم بنو حارثة وذلك ان یهودیا قتلت محیصة فانکرت الیهود فدعا النبی صلی الله علیه وسلم الیهود لقسامتهم لانهم الذین ادعوا الدم فامرهم رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یحلفوا خمسین یمینا خمسین رجلا کبیرا من قتله فنکلت یهود عن الایمان فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بنی حارثة فامرهم ان یحلفوا خمسین یمینا خمسین رجلا ان یهودیا قتلته غیلة ویستحقون بذلك الذی یزعمون انه الذی قتل صاحبهم فنکلت بنو حارثة عن الایمان فلما رای ذلك رسول الله صلی الله علیه وسلم قضی بعقله علی یهود لانه وجد بین اظهرهم وفی دیارهم رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح[1]

جاہلیت میں قسامت لوگوں کے لیے (قتل سے) رکاوٹ تھی۔ جو شخص قسم کھانے پر مجبور کیا جاتا وہ اس میں گناہ سمجھتا تھا۔ اور جھوٹی قسم کھانے سے انکار کر دیتا تھا، سو وہ جبری قسم کھانے سے ڈرتے تھے اور اس سے احتراز کرتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قسامت کا حکم دے کر بھیجا تو مسلمان ان قسموں سے اور بھی زیادہ ڈرتے تھے کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے زیادہ جانتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے دو قبیلوں میں قسامت کے ساتھ فیصلہ کیا، ان کو بنو حارثہ کہتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود نے محیصہ کو قتل کر دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو قسامت کے لیے بلایا، کیونکہ ان پر خون کا الزام تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قاتلوں کے پچاس بڑے آدمی پچاس قسمیں کھائیں۔ یہود نے قسمیں کھانے سے انکار کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حارثہ کو بلایا اور حکم دیا کہ ان کے پچاس آدمی پچاس قسمیں کھائیں کہ یہود نے دھوکے سے محیصہ کو قتل کر دیا ہے اور اس طرح وہ اس شخص سے (قصاص یا دیت) کے مستحق ہو جائیں گے لیکن بنو حارثہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حال دیکھا تو یہود پر دیت لازم کر دی کیونکہ محیصہ کو ان کے علاقے میں قتل کیا گیا تھا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

ان تمام احادیث صحیحہ میں فقہاء احناف کے اس موقف پر قوی دلیل ہے کہ قسامت میں قسم کی ابتداء مدعیٰ علیہ سے کی جاتی ہے۔ اور مدعی سے قسم لینے کی ابتداء نہیں کی جاتی جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کا موقف ہے۔ اب ہم اس چیز کے ثبوت پر احادیث، آثار اور اقوال تابعین پیش کریں گے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے تو فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور مدعی پر قسم اصلاً پیش نہیں کی جاتی۔

قسامت میں صرف مدعیٰ علیہ پر قسم پیش کرنے کے ثبوت میں احادیث، آثار اور فتاویٰ تابعین

امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الزهری ان النبی صلی الله علیه وسلم قضی

زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

فی القسامۃ علی المدعی علیھم [1]

قسامت میں مدعی علیہم کی قسم پر فیصلہ کیا۔

حافظ الہیثمی مسند بزار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن عوف قال کانت القسامۃ فی الدم یوم خیبر وذلک ان رجلا من الانصار من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقد تحت اللیل فجاءت الانصار فقالوا ان صاحبنا یتشحط فی دمہ فقال تعرفون قاتلہ قالوا لا، الا ان قتلتہ یھود فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختاروا منھم خمسین رجلا فیحلفون باللہ لقد ایما نھم ثم خذوا منھم الدیۃ ففعلوا رواہ البزار وفیہ عبد الرحمٰن ابن یامین وھو ضعیف [2]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قسامت خیبر کے دن مشروع ہوئی اور اس کا سبب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری ایک رات گم ہو گیا۔ انصار نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہمارا ساتھی خون میں لتھڑا ہوا پڑا ہے، آپ نے فرمایا تم اس کے قاتل کو جانتے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! البتہ اس کو یہود نے قتل کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے پچاس آدمی چن کر ان سے پختہ قسمیں لے لو، پھر ان سے دیت وصول کر لو، سو انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن یامین نامی ایک ضعیف راوی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں اس کی واضح تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مدعیٰ علیہم سے قسم لی اور ان پر دیت لازم کی۔ ہر چند کہ دوسری حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن ہم نے اس کو تائید کے درجہ میں پیش کیا ہے۔ اس کے بعد ہم اس سلسلے میں آثار صحابہ اور فقہا و تابعین کے فتاوی پیش کر رہے ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی ان قتیلا وجد بین الیمن بین حیین فقال عمر: انظروا اقرب الحیین الیہ فاحلفوا منھم خمسین رجلا باللہ: ما قتلنا ولا علمنا ثم تکون علیھم الدیۃ [3]

شعبی کہتے ہیں کہ یمن کے دو قبیلوں کے درمیان ایک شخص مقتول پایا گیا۔ حضرت عمر نے فرمایا: یہ دیکھو کہ یہ کس قبیلہ کے زیادہ نزدیک ہے پھر ان سے پچاس قسمیں لیں بایں طور کہ (وہ کہیں) ہم نے اس کو قتل کیا ہے نہ ہم اس کے قاتل کو جانتے ہیں۔ پھر ان پر دیت لازم کر دی۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق[4]، امام طحاوی[5]، امام بیہقی[6] اور علامہ علی متقی ہندی[7] نے بھی اپنی تصانیف میں روایت کیا ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۰ مطبوعہ دارالکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۲-۳۸۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبع الاول، ۱۴۰۶ھ

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۲ھ

(بقیہ حواشی آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)....

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن علی قال: ایما قتیل وجد بفلاۃ من الارض فدیتہ من بیت المال لکیلا یبطل دم فی الاسلام وایما قتیل وجد بین قریتین فھو علی اقربھما۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو شخص جنگل کی زمین میں مقتول پایا گیا اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی تاکہ ارض اسلام میں کسی کا خون رائیگاں نہ جائے اور جو شخص دو بستیوں کے درمیان مقتول پایا گیا وہ قریب والی بستی کے ذمہ ہے۔

اس کو علامہ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ [2]

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: اذا وجد قتیل فی حی اخذ منہ خمسون رجلا فیھم المدعی علیھم وان کانوا اقل من خمسین ردت علیھم الایمان الاول فالاول۔ [3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ جب کسی بستی میں کوئی مقتول پایا جائے تو مدعی علیہم سمیت ان کے پچاس آدمیوں سے قسمیں لی جائیں گی اور اگر وہ پچاس سے کم ہوں تو ان پر قسمیں لوٹائی جائیں گی الاول فالاول۔

عن الزھری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی فی القسامۃ ان الیمین علی المدعی علیھم [4]

زہری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسامت میں یہ فیصلہ کیا کہ قسم مدعی علیہم پر ہوگی۔

اس حدیث کو امام طحاوی نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

ان عمر بن عبدالعزیز بدأ بالمدعی علیھم بالیمین ثم ضمنھم العقل [6]

عمر بن عبدالعزیز نے مدعی علیہم سے قسم کی ابتداء کی پھر ان پر دیت لازم کر دی۔

(حواشی صفحہ سابقہ) .....

۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

۶۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۱۲۴-۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱۴۰۵ھ

۷۔ علامہ علی متقی ہندی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۴۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبع الخامس

۱۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۶-۳۵۔ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ علی متقی ہندی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۴۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۱-۳۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

۴۔ " " " ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴، " " " "

۵۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۱۱۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

۶۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

عن سعید بن المسیب انہ کان یری القسامۃ علی المدعی علیہم [2]

سعید بن مسیب یہ کہتے تھے کہ قسامت مدعیٰ علیہم پر ہے۔

مدعی پر قسم لازم کرنے کے ثبوت میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہر چند کہ احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء تابعین کے فتاوی سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ قسامت میں مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہوتی ہے اور مدعی پر قسم نہیں ہوتی تاہم یہ بات وضاحت طلب ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن سہل اور حضرت حویصہ اور محیصہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اتحلفون وتستحقون دم صاحبکم "کیا تم حلف اٹھاؤ گے اور اپنے صاحب کے خون کا استحقاق حاصل کرو گے؟" اور یہ مدعی پر قسم کا واضح ثبوت ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ان الفاظ کی زیادتی صحیح نہیں ہے (واضح رہے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ زائد الفاظ نہیں ہیں اور صرف مدعیٰ علیہ یعنی یہود پر قسم کا ذکر ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) محدثین کی تحقیق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "اتحلفون وتستحقون دم صاحبکم" یہ کلمات نہیں فرمائے۔ اور اگر بالفرض آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں تو آپ نے یہ کلمات بر سبیل ارشاد نہیں بلکہ بر سبیل انکار فرمائے ہیں، کیونکہ اگر آپ بر سبیل ارشاد یہ کلمات فرماتے تو یوں فرماتے: "افتحلفون فتستحقون دم صاحبکم" "کیا تم حلف اٹھا کر اپنے صاحب کا خون حاصل کرو گے؟" اور افتحلفون وتستحقون دم صاحبکم۔ "کیا تم حلف اٹھاؤ گے اور اپنے صاحب کے خون کا حق لے لو گے؟" یہ ارشاد بر سبیل انکار ہے یعنی تم کو ایسا نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتأتون الذکران من العالمین وتذرون ما خلق لکم ربکم من ازواجکم۔ "کیا تم دنیا کے مردوں سے اپنی شہوت پوری کرو گے اور اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دو گے جن کو تمہارے رب نے پیدا کیا ہے؟" یعنی تم ایسا مت کرو، اسی طرح آپ نے فرمایا کیا تم قسم کھاؤ گے؟ یعنی قسم مت کھاؤ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تحلفون بغیر ہمزہ استفہام کے ہے لیکن دوسری احادیث صحیحہ میں ہمزہ استفہام کا ذکر ہے جو حذف پر قرینہ ہے۔ نیز بعض اوقات ہمزہ استفہام مقدر ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اتریدون عرض الدنیا یعنی اتریدون عرض الدنیا۔ کیا تم متاع دنیا کا ارادہ کرتے ہو" جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ یہود کی قسموں کو رد کر کے طریقہ جاہلیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں تو آپ نے اظہار ناراضگی کے طور پر فرمایا کیا تم قسم کھاؤ گے اور اپنا حق ثابت کرو گے؟ اور جب انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو سمجھ لیا تو انھوں نے کہا کہ ہم بغیر دیکھے کسی چیز پر کیسے قسم کھا سکتے ہیں! [3]

---

[1] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۲ھ

[2] ۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۹ ص ۳۸۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

ائمہ ثلاثہ کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر الا فی القسامۃ۔ [1]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور منکر (مدعی علیہ) پر قسم ہے ماسوا قسامت کے۔

ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عام قاعدہ یہی ہے کہ مدعی پر قسم ہوتی ہے مگر قسامت میں مدعی علیہ پر قسم ہوتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی زنجی ہے جس کا نام مسلم بن خالد ہے جو امام شافعی کا استاذ ہے اور یہ ضعیف ہے خود امام بیہقی نے سنن کبری کے "باب ان التراویح بالجماعۃ افضل" میں اس کی تصریح کی ہے۔ ابن مدینی نے کہا یہ لیس بشئی ہے اور امام بخاری اور امام ابوزرعہ نے کہا یہ منکر الحدیث ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں ہے۔ خود امام بیہقی نے سنن کبری کے باب "وجوب الفطرۃ علی اہل البادیہ" میں امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ ابن جریج کا عمرو بن شعیب سے سماع نہیں ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے استدلال متنازع فیہ ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ زنجی نے باوجود ضعف کے عبدالرزاق، حجاج اور قتادہ کی مخالفت کی ہے کیونکہ انھوں نے ابن جریج کی عمرو سے یہ روایت مرسلاً بیان کی ہے، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں بھی یہی لکھا ہے۔ [2] علامہ بدرالدین عینی نے ان چار جوابوں کے علاوہ اور بھی متعدد جوابات دیے ہیں اور بہت فاضلانہ بحث رقم فرمائی ہے۔ ان سے استفادہ کے لیے اہل علم اصل کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔

حدیث قسامت کے دیگر مسائل

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ خون میں قسامت مشروع ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا جس کو اسلام نے مقرر رکھا، دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جب ایک معاملہ کچھ لوگوں کے درمیان مشترک ہو تو جو ان میں بڑا ہو اس کو گفتگو کرنی چاہیے، تیسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حدود کے مطالبہ میں وکالت صحیح ہے، چوتھا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ حاضر کی وکالت بھی جائز ہے کیونکہ مقتول کے ولی حضرت عبدالرحمن بن سہل تھے اور ان کی موجودگی میں حضرت حویصہ اور حضرت محیصہ نے اس مسئلہ پر گفتگو کی جو ان کے چچا زاد بھائی تھے۔ [3]

قسامت کی شرعی فلاسفی

علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں: قسامت کو انسانی جان کی حفاظت کے لیے مشروع کیا گیا ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ کی یہ شدید خواہش ہے کہ انسانی خون بے کار اور رائیگاں نہ جائے اور جو کہ قتل کرنے والا قتل کے لیے ایسی جگہ منتخب کرتا ہے جس میں اس کو کوئی نہ دیکھ سکے اور اس

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۱۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۶۰، " "

کے خلاف کوئی شہادت نہ دی جاسکے، اس لیے اسلامی شریعت نے انسانی جان کی حفاظت کو بہت اہمیت دی ہے اور قسامت کا قانون بنایا۔ اسی وجہ سے امام احمد نے یہ فرمایا کہ جو شخص طواف خانہ کعبہ یا مجمع کے اژدحام میں کچلا جانے کی وجہ سے فوت ہو جائے اس کی دیت بیت المال پر واجب ہوگی، اسحٰق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ سعید نے ابراہیم سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عرفہ کی بھیڑ میں کچلا گیا اس کے ورثاء نے حضرت عمر کے پاس آ کر شکایت کی، حضرت عمر نے فرمایا: تم اس کے قاتلین کے خلاف گواہ لاؤ۔ اس پر حضرت علی نے فرمایا: اے امیر المومنین مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جاتا، اگر آپ کو اس کے قاتل کا علم ہے تو فبہا ورنہ بیت المال سے اس کی دیت ادا کیجئے، اور حسن اور زہری نے کہا جو شخص بھیڑ میں کچلا جائے اس کی دیت حاضرین پر ہے، کیونکہ انھیں کی وجہ سے قتل ہوا ہے۔ اور حدیث قسامت میں بھی اس کی تائید ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے حضرت عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی دیت ادا کر دی تھی

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قسامت کا سبب اس سے بھی زیادہ دقیق ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جس علاقہ میں کسی مسلمان کی لاش پائی گئی ہے اس کے قتل کا سبب اس علاقہ والوں کی غفلت اور کوتاہی ہے۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اس شخص کی حفاظت اور مدد کرتے اور اس شخص کو قتل ہونے سے محفوظ رکھتے اور جب انھوں نے ایسا نہیں کیا اور ان کی غفلت اور تقصیر کی وجہ سے ایک مسلمان شخص قتل کر دیا گیا تو اس کی تلافی اور تدارک کی یہی صورت ہے کہ اس علاقہ کے پچاس آدمی قسم کھائیں اور اس مسلمان شخص کی دیت ادا کریں۔ [1]

قسامت کی بحث میں یہ آخری چیز تھی جس کو ہم پیش کرنا چاہتے تھے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

بَابُ حُكْمِ الْمُحَارِبِينَ وَالْمُرْتَدِّينَ

ڈاکوؤں اور مرتدوں کے احکام

۴۲۴۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هُشَيْمٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَاسًا مِنْ عُرَيْنَةَ قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَاجْتَوَوْهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ شِئْتُمْ أَنْ تَخْرُجُوا إِلَى إِبِلِ الصَّدَقَةِ فَتَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا فَفَعَلُوا فَصَحُّوا ثُمَّ مَالُوا عَلَى الرِّعَاءِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے انھیں وہاں کی آب وہوا موافق نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر تم چاہو تو صدقہ کی اونٹنیوں کے باڑے میں جاؤ اور ان کا دودھ اور پیشاب پیو، انھوں نے اسی طرح کیا اور تندرست ہو گئے پھر انھوں نے اونٹوں کے چرواہوں پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا اور دین اسلام سے مرتد ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو بھیجا، ان کو پکڑ کر لایا گیا، آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کٹوا دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلاخیں پھروائیں اور ان کو تپتے ہوئے میدان میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔

[1] علامہ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۳۲۸۔۳۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

فَقَتَلُوْهُمْ وَارْتَدُّوْا عَنِ الْاِسْلَامِ وَ سَاقُوْا ذَوْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِيْ آثَارِهِمْ فَأُتِيَ بِهِمْ فَقَطَعَ اَيْدِيَهُمْ وَاَرْجُلَهُمْ وَسَمَلَ اَعْيُنَهُمْ وَتَرَكَهُمْ فِي الْحَرَّةِ حَتّٰى مَاتُوْا۔

۴۲۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ عُثْمَانَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ حَدَّثَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ نَفَرًا مِّنْ عُكْلٍ ثَمَانِيَةً قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعُوْهُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاسْتَوْخَمُوا الْاَرْضَ وَسَقِمَتْ اَجْسَامُهُمْ فَشَكَوْا ذٰلِكَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا تَخْرُجُوْنَ مَعَ رَاعِيْنَا فِيْ اِبِلِهِ فَتُصِيْبُوْنَ مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَقَالُوْا بَلٰى فَخَرَجُوْا فَشَرِبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَصَحُّوْا فَقَتَلُوا الرَّاعِيَ وَطَرَدُوا الْاِبِلَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِيْ اٰثَارِهِمْ فَاُدْرِكُوْا فَجِيْءَ بِهِمْ فَاَمَرَ بِهِمْ فَقُطِعَتْ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ وَسُمِرَ اَعْيُنُهُمْ ثُمَّ نُبِذُوْا فِي الشَّمْسِ حَتّٰى مَاتُوْا وَقَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فِيْ رِوَايَتِهِ وَاَطْرَدُوا النَّعَمَ وَقَالَ وَ سُمِرَتْ اَعْيُنُهُمْ۔

۴۲۴۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے انھوں نے آپ سے اسلام پر بیعت کی، ان کو اس جگہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی، اور ان کے جسم کمزور ہو گئے اور وہ بیمار ہو گئے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ نے فرمایا تم ہمارے چرواہوں کے ساتھ اونٹوں کے باڑے میں کیوں نہیں جاتے، وہاں جا کر ان کا دودھ اور پیشاب پیتا، انھوں نے کہا کیوں نہیں! وہ وہاں گئے اور انھوں نے اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پیا پھر وہ تندرست ہو گئے انھوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو بھگا کر لے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں لوگوں کو روانہ کیا، وہ پکڑے گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کو لایا گیا، آپ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹنے کا حکم دیا اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں، پھر ان کو دھوپ میں ڈال دیا گیا تا آنکہ وہ مر گئے۔ ابن الصباح کی روایت میں ہے واطردوا النعم اور سمرت اعینہم۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عکل یا عرینہ کے کچھ

... عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِّنْ عُكْلٍ اَوْ عُرَيْنَةَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِيْنَةَ فَاَمَرَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلِقَاحٍ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّشْرَبُوْا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا بِمَعْنٰى حَدِيْثِ حَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ وَسُمِرَتْ اَعْيُنُهُمْ وَاُلْقُوْا فِي الْحَرَّةِ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَا يُسْقَوْنَ.

لوگ آئے، ان کو مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اونٹنیوں کے باڑے میں جانے کا حکم دیا، اور ان سے فرمایا کہ وہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پئیں۔ جس طرح حجاج بن ابی عثمان کی روایت میں ہے، اور کہا کہ ان کی آنکھوں میں سلائیاں ڈال دی گئیں اور ان کو میدان میں ڈال دیا گیا۔ وہ پانی مانگتے رہے لیکن ان کو پانی نہیں دیا گیا۔

۴۳۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا اَزْهَرُ السَّمَّانُ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ رَجَاءٍ مَوْلٰى اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا خَلْفَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَا تَقُوْلُوْنَ فِي الْقَسَامَةِ فَقَالَ عَنْبَسَةُ قَدْ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ كَذَا وَكَذَا فَقُلْتُ اِيَّايَ حَدَّثَ اَنَسٌ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ اَيُّوْبَ وَحَجَّاجٍ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ عَنْبَسَةُ سُبْحَانَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ فَقُلْتُ اَتَتَّهِمُنِيْ يَا عَنْبَسَةُ قَالَ لَا هٰكَذَا حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَنْ تَزَالُوْا بِخَيْرٍ يَا اَهْلَ الشَّامِ مَا دَامَ فِيْكُمْ هٰذَا اَوْ مِثْلُ هٰذَا۔

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، انھوں نے لوگوں سے کہا تمہاری قسامت کے بارے میں کیا رائے ہے؟ عنبسہ نے کہا حضرت انس بن مالک نے اس اس طرح حدیث بیان کی ہے، میں نے کہا مجھے بھی حضرت انس نے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک قوم آئی اور ایوب اور حجاج کی سند کی مثل حدیث بیان کی، ابو قلابہ کہتے ہیں کہ جب میں فارغ ہوا تو عنبسہ نے کہا سبحان اللہ! ابو قلابہ نے کہا میں نے کہا اے عنبسہ کیا تم مجھے تہمت لگا رہے ہو؟ انھوں نے کہا نہیں! ہمیں بھی حضرت انس نے اسی طرح حدیث بیان کی ہے۔ اے اہل شام تم لوگ اس وقت تک بخیر رہو گے جب تک تم میں ایسا شخص (یعنی ابو قلابہ) موجود رہے گا۔

۴۲۴۴ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مِسْكِينٌ وَهُوَ ابْنُ بُكَيْرٍ الْحَرَّانِيُّ أَخْبَرَنَا الْأَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةُ نَفَرٍ مِنْ عُكْلٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ وَلَمْ يُسْلِمْهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی آئے، آگے حسب سابق حدیث ہے۔

۴۲۴۵ - وَحَدَّثَنَا هَرُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَرٌ مِنْ عُرَيْنَةَ فَأَسْلَمُوا وَبَايَعُوهُ وَقَدْ وَقَعَ بِالْمَدِينَةِ الْمُومُ وَهُوَ الْبِرْسَامُ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ وَزَادَ فَعِنْدَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَرِيبٌ مِنْ عِشْرِينَ فَأَرْسَلَهُمْ إِلَيْهِمْ وَبَعَثَ مَعَهُمْ قَائِفًا يَقْتَصُّ آثَرَهُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرینہ کی ایک جماعت آئی، وہ اسلام لائے اور انھوں نے آپ سے بیعت کی، اور مدینہ میں موم یعنی برسام کی بیماری پھیل گئی پھر اسانید سابقہ کی مثل حدیث بیان کی، اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ کے پاس بیس کے لگ بھگ انصاری نوجوان بیٹھے تھے۔ آپ نے انہیں ان کے تعاقب میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک کھوجی بھی بھیجا جو ان کے نشانِ قدم پہچان سکے۔

(ف) علامہ نووی کہتے ہیں کہ برسام اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں عقل فاسد ہو جائے اور سر اور سینہ پر ورم آجائے۔ بحر الجواہر میں ہے کہ برسام اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں جگر اور معدہ کے درمیانی پردے پر ورم آجائے۔

۴۲۴۶ - حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَهْطٌ مِنْ عُرَيْنَةَ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ مِنْ عُكْلٍ وَعُرَيْنَةَ بِنَحْوِ

ہمام کی روایت میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرینہ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، سعید کی روایت میں ہے، عکل اور عرینہ سے وہ جماعت حاضر ہوئی جیسا کہ روایات سابقہ میں ہے

حَدِیْثِهِمْ۔

۴۲۴۷۔ وَحَدَّثَنِی الْفَضْلُ ابْنُ سَهْلٍ الْاَعْرَجُ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ غَیْلَانَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّمَا سَمَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْیُنَ اُولٰٓئِكَ لِاَنَّهُمْ سَمَلُوْا اَعْیُنَ الرِّعَآءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلائیاں اس لیے پھروائی تھیں کیونکہ انھوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیری تھیں۔

واقعہ عرینہ کی تاریخ عکل یا عرینہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے، بیمار پڑنے بعدازاں اونٹنیوں کے دودھ اور پیشاب سے علاج کرانے اور اس کے بعد قتل و غارت گری کرنے اور اس کی سزا پانے کا واقعہ چھ ہجری میں ہوا ہے۔

امام ابن سعد لکھتے ہیں: حضرت کرز بن جابر فہری کا لشکر شوال چھ ہجری میں عرینیوں کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے بعد امام ابن سعد نے تفصیل سے یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ انھیں مدینہ سے چھ میل دور قبار کی جانب ایک جگہ اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ پندرہ اونٹنیاں لے کر بھاگ گئے تھے، اور ان میں سے ایک اونٹنی کو ذبح کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام "یسار" نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تھا اور ان نے جنگ کی، انھوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پیر کاٹ ڈالے، ان کی زبان اور آنکھوں میں کانٹے گاڑ دیے حتی کہ وہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان کے تعاقب میں بیس سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا اور حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو اس دستہ کا امیر مقرر کیا وہ ان کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے پھر آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے گئے، ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں اور ان کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی: انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم ۵ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ (مائدہ ۵: ۳۳-۳۴)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد کی کوشش کرتے ہیں (ڈاکہ ڈالتے ہیں) ان کی یہی سزا ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف طرفوں سے کاٹے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں۔ یہ ان کی (فقط) دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے البتہ جو لوگ تمہارے قابو کرنے سے پہلے توبہ کر لیں تو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔" اس واقعہ کے بعد آپ نے آنکھوں میں گرم سلائیاں نہیں پھیریں۔ [1]

علامہ سہیلی نے اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ ذی قرد سے واپس

---

[1] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

آنے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا (غزوہ ذی قرد چھ ہجری میں ہوا تھا۔ سعیدی)۔ ۱؎۔

حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست میں مذاہب اور نجس چیزوں سے علاج کا بیان۔

علامہ ابوعبداللہ ابی وشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں فقہاء مالکیہ کی دلیل ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات پاک ہوتے ہیں اور جو فقہاء ان کے فضلات کو نجس کہتے ہیں وہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ضرورت کی بناء پر حرام چیزوں سے علاج کرنا جائز ہے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حلال جانوروں کے فضلات نجس ہیں اور ہمارے فقہاء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کو اونٹنیوں کا پیشاب پلانا علاج کی ضرورت سے تھا، اور ہمارے نزدیک خمر (انگور کی شراب) اور دیگر نشہ آور چیزوں کے سوا ہر نجس چیز کے ساتھ علاج کرنا جائز ہے۔ علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں دوا اور علاج کا ثبوت ہے، اور یہ کہ ہر انسان کا علاج اس کی عادات کے مطابق کرنا چاہیے کیونکہ وہ لوگ گنوار اور جنگلی تھے ان کی عادت تھی کہ وہ اونٹنیوں کا پیشاب اور دودھ پی لیتے تھے اور وہ جنگلوں میں رہنے والے تھے، جب وہ شہر میں داخل ہوئے اور اپنی مانوس آب وہوا اور غذاؤں کو چھوڑ آئے تو بیمار پڑ گئے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مانوس اور مزاج کے مطابق غذا کی ہدایت دی اور جب انھوں نے اپنی مانوس اور مالوف غذا کھائی تو صحت مند اور فربہ ہو گئے۔ ۲؎

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام مالک نے اس حدیث سے حلال جانوروں کے پیشاب کی طہارت پر استدلال کیا ہے۔ امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور محمد بن حسن اصطخری شافعی اور رویانی شافعی کا بھی یہی موقف ہے، شعبی، عطاء، نخعی، زہری، ابن سیرین، حکم اور ثوری کا بھی یہی قول ہے اور ابوداؤد بن علیہ نے کہا ہے کہ انسان کے سوا ہر جاندار کا پیشاب پاک ہے، خواہ وہ حیوان حرام ہی کیوں نہ ہو۔ اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام ابویوسف، ابوثور اور دوسرے کثیر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ تمام پیشاب نجس ہیں (ماسوا اس مقدار کے جو معاف ہے) اور حدیث عرینیین کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ضرورت کی وجہ سے تھا، اور اس میں یہ دلیل نہیں ہے کہ بغیر ضرورت کے بھی پیشاب پینا مباح ہے، کیونکہ کتنی چیزیں ایسی ہیں جو ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہیں اور بغیر ضرورت کے مباح نہیں ہوتیں، مثلاً مردوں پر ریشم پہننا حرام ہے لیکن جنگ، خارش اور شدید سردی میں جب اور کسی جائز چیز سے تدارک نہ ہو سکے تو مردوں کے لیے ریشم پہننا مباح ہے، اور شریعت میں اس کی بہت مثالیں ہیں اور اس کا تسلی بخش جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے معلوم ہو گیا تھا کہ ان کی شفاء اس سے ہو گی اور جب شفاء کا یقین ہو تو حرام چیز سے علاج جائز ہے، جیسا کہ شدید بھوک اور پیاس میں مردار کھانا اور شراب پینا جائز ہے۔ ہاں اس وقت حرام چیز سے علاج جائز نہیں ہے جب حرام چیز سے شفاء کا حصول یقینی نہ ہو، شیخ ابن حزم نے کہا کہ یہ بات یقیناً صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیشاب پینے کا حکم بطور دوا دیا تھا، اور وہ اس علاج سے صحیح ہو گئے، اور علاج ضرورت کے قائم مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الا ما اضطررتم الیہ۔

۱؎۔ علامہ ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مکتبہ نادر تقیہ ملتان

۲؎۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۰۹، مطبوعہ

اور انسان جس چیز کو کھانے اور پینے پر مجبور ہو جائے وہ حرام نہیں ہوتی۔ شمس الائمہ نے کہا کہ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں سنا ہے اور جب اس میں دو احتمال نکل آئے تو یہ پیشاب کی طہارت پر حجت نہ رہی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء پیشاب پینے سے حاصل ہو گی اور ہمارے لیے یہ علم ممکن نہیں ہے یا جس طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو خارش یا جوؤں کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی اور یہ اجازت ان کے ساتھ خاص تھی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے علم میں کافر ہیں اور مرتد ہو کر مریں گے، اور کافر کی شفاء کا نجس چیز سے حاصل ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ (علامہ عینی لکھتے ہیں:) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جان لیا تھا کہ ان کی شفاء پیشاب پینے سے حاصل ہو گی اور یہ چیز ہمارے زمانہ میں نہیں پائی جاتی۔ حتیٰ کہ جب ہم یہ فرض کریں کہ کسی طبیب نے کسی شخص کے مرض کو اپنی قوت علم سے سمجھ لیا اور اس نے یہ جان لیا کہ اس کا مرض حرام چیز کے کھانے سے زائل ہو گا تو اس مریض کے لیے اس چیز کا کھانا جائز ہے جیسا کہ شدید پیاس کے وقت خمر (انگور کی شراب) کا پینا جائز ہے اور شدید بھوک کے وقت مردار کا کھانا جائز ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ اولیٰ ہے: استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه "پیشاب سے اجتناب کرو کیونکہ عموماً عذاب قبر پیشاب کے سبب سے ہوتا ہے" یہ حدیث امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے اور امام ابن خزیمہ اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس حدیث کی وعید کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے پیشاب سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام چیزوں کے ساتھ علاج جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز ہے۔ [2] علامہ ابن ہمام نے بھی یہی لکھا ہے۔ [3]

علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں: ہمارے مشائخ میں حرام چیزوں کے ساتھ علاج کرنے میں اختلاف ہے۔ نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے، حرام چیز سے علاج کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ علم ہو کہ اسی میں شفاء ہے اور اس کے علاوہ دوسری دوا کا علم نہ ہو، اور قاضی خان میں نصر بن سلام سے نقل کر کے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم "اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفاء اس چیز میں نہیں رکھی جو تم پر حرام کر دی ہے" ان چیزوں پر محمول ہے جن میں شفاء نہیں ہے، لیکن جس چیز میں شفاء ہو اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ پیاسے آدمی کے لیے ضرورت کی وجہ سے خمر (انگوری شراب) پینا جائز ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ [4]

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۵۴، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۸ ص ۴۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۱۱۶ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ۔

امام ابو یوسف کے قول اور متاخرین مشائخ حنفیہ کے اقوال کی بنا پر تمام الیوپیتھک اور ہومیوپیتھک دواؤں کا استعمال کرنا جائز ہے اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۲ کتاب الجنائز کو ملاحظہ فرمائیں۔

عرینیین کو آگ کا عذاب دینے اور پانی نہ دینے کی توجیہات

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیرنے کا حکم دیا اور یہ آگ سے عذاب دینا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کے ساتھ عذاب دینے سے منع فرمایا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت محاربہ اور حدود کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے اور مثلہ کرنے سے ممانعت منسوخ ہو چکی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل بطور قصاص تھا کیونکہ انھوں نے چرواہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور برائی کا بدلہ اسی قسم کی برائی کے ساتھ دیا جاتا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ مثلہ سے ممانعت تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو قتل کرنا واجب ہو اور وہ پانی مانگے تو اس کو پانی سے روکا نہیں جائے گا تاکہ اس پر دو عذاب جمع نہ ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ جب انھوں نے پانی مانگا تو ان کو پانی نہیں دیا گیا۔ علامہ بدرالدین عینی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ ان کو ان کے جرم کی سزا کے طور پر پانی نہیں دیا گیا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی تھی "جنھوں نے آج رات آل محمد کو پیاسا رکھا ہے اللہ ان کو پیاسا رکھے۔" (سنن نسائی) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمالی، اس کا سبب امام ابن سعد نے یہ روایت کیا ہے کہ ان اونٹنیوں کا دودھ ہر رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچایا جاتا تھا — جس رات وہ اونٹنیوں کو چرانے گئے اس رات آپ کے گھر دودھ نہیں پہنچ سکا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ مرتد ہو گئے تھے اور مرتد کا کوئی احترام نہیں ہے اور قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پانی پلانے سے نہیں روکا تھا لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پانی مانگنے پر مطلع ہو گئے تھے اور آپ کا سکوت فرمانا ممانعت کی دلیل ہے۔ علامہ نووی نے کہا کہ ڈاکوؤں کو پانی پلانے یا ان کے کسی اور تقاضے کو پورا کرنے کا کوئی احترام نہیں ہے، اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف وضو کے لیے پانی ہو تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مرتد کو پانی پلا کر تیمم کرے خواہ مرتد پیاسا مر جائے۔ علامہ مطابی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ سلوک اس لیے کیا تھا کہ آپ نے اس فعل سے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا اس جواب کا ضعف ظاہر ہے اور ایک جواب یہ ہے کہ ان کو پیاسا مارنے میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اونٹنیوں کے دودھ کی جو نعمت عطا کی تھی جس سے ان کو شفاء حاصل ہوئی تھی۔ انھوں نے اس کا کفران نعمت کیا لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے۔ [1]

کیا عرینیین کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دی گئی؟

بعض ملاحدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سزا پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے العیاذ باللہ بہت ... سزا دی ہے، لیکن اگر عرینیین کے جرم کو دیکھا جائے تو اس کے مقابلہ میں یہ

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کوئی بڑی سزا نہیں ہے۔ عرینیین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھوک، پیاس اور بیماری کی حالت میں آئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رہنے کی جگہ دی، ان کے کھانے پینے کا بندوبست کیا ان کی بیماری کا شافی علاج کیا، انھوں نے اس کا صلہ یہ دیا کہ اسلام سے مرتد ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیوں کو لے کر بھاگ گئے۔ اونٹنیوں کے محافظوں کو قتل کر دیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے، بلاشبہ یہ لوگ اس بات کے مستحق تھے کہ ان کو بڑے سے بڑا اور بھاری سے بھاری عذاب دیا جاتا۔ ہمیں ان لوگوں کی فکر پر حیرت ہوتی ہے جو مجرموں کے بڑے سے بڑے جرم کو ہلکا اور معمولی خیال کرتے اور جرم کی سزا کو بڑا گمان کرتے ہیں۔

کیا عرینیین کو سزا دینا حضور کی رحمت کے منافی تھا؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی کا تقاضا یہ تھا کہ آپ انھیں معاف فرما دیتے کیونکہ آپ کا یہ خلق مشہور ہے کہ آپ کافروں سے بھی درگذر فرماتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیتے تھے، لیکن اسلامی حدود کو جاری کرنے میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخت نہیں تھا۔ ان کے پانچ جرم تھے انھوں نے اسلام کے بعد کفر کیا اور مرتد ہو گئے، انھوں نے ڈاکہ ڈالا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظوں کو قتل کیا، ان کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور ان کی آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کا قصاص لیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حدود کو جاری کر دیا!

آیات محاربہ کا شانِ نزول

ڈاکوؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں

انما جزٰؤا الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذٰلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم ۵ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم ج فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۰ (المائدہ ۵: ۳۳، ۳۴)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے پھرتے ہیں اور زمین پر فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں (یعنی ڈاکہ ڈالتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف جانبوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ شہر بدر کر دیے جائیں، یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ ماسوا ان لوگوں کے جو تمہارے گرفتار کرنے سے پہلے توبہ کر لیں سو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

امام رازی شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت عرینیین کے بارے میں نازل ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ابو برزہ اسلمی کی قوم کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ تھا، لوگوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت بنو اسرائیل کے قاتلوں اور مفسدوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ یہ آیت مسلمان ڈاکوؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اکثر فقہائے اسلام کا یہی نظریہ ہے اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل دلائل ہیں۔

(۱) مرتد کو قتل کرنا زمین میں فساد کرنے اور اللہ اور رسول سے جنگ کرنے پر موقوف نہیں ہے، جبکہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور رسول سے جنگ کرے اور زمین میں فساد کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔

(ب)۔ مرتد کے ہاتھ اور پاؤں کاٹنے اور اس کو شہر بدر کرنے پر اقتصار کرنا کافی نہیں ہے، جبکہ اس آیت کی رُو سے یہ جائز ہے۔
(ج)۔ مرتد کو سُولی پر چڑھانا مشروع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مرتد کے ساتھ خاص نہیں ہے۔
(د)۔ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہوں اور زمین میں فساد کرتے ہوں ان کو یہ سزائیں دی جائیں خواہ وہ لوگ کافر ہوں یا مسلمان۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا نہیں ہوتا۔ [1]

حرابہ (ڈاکہ) کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں: حَرْب کا معنی ہے جنگ، صلح کی ضد اور حَرَب کا معنی ہے کسی انسان کا سارا مال لوٹ لینا اور اس کو بالکل تہی دست چھوڑ دینا۔ [2]

ڈاکہ کی اصطلاحی تعریف

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں باغیوں اور محاربین (ڈاکوؤں) میں فرق یہ ہے کہ باغی کسی تاویل سے حکومت کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور ڈاکو بغیر کسی تاویل کے قتل اور غارت گری کرتے ہیں۔

فقہاء احناف نے حرابہ (ڈاکہ) کی تعریف کو سرقہ (چوری) کی تعریف کے ساتھ لاحق کر دیا ہے کیونکہ ڈاکہ بڑی چوری ہے مگر یہ مطلقاً چوری نہیں ہے کیونکہ خفیہ طریقہ سے کسی چیز کو لینا چوری کہلاتا ہے، چور، محافظ، امام یا مالک سے چھپ کر کوئی چیز لیتا ہے اور ڈاکو علانیہ مار دھاڑ کر کے لوٹتا ہے اس لیے ڈاکہ کا ضرر چوری سے زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ کی سزا بھی چوری سے زیادہ رکھی گئی ہے۔

ڈاکو (قاطع الطریق یا محارب) ہر وہ مسلمان یا ذمی شخص ہے جس کی جان ڈاکہ ڈالنے سے پہلے محفوظ اور مامون ہو۔ اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص نے قتل کیا اور مال لوٹا اس پر حد قائم کرنا واجب ہے اور ولی مقتول کے معاف کر دینے اور لوٹا ہوا مال واپس کر دینے سے اس کی حد ساقط نہیں ہوگی۔ اور ڈاکہ ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس میں اس طریقہ سے مال کو لوٹا جائے کہ عادتاً اس مال کو بچانا مشکل ہو۔ [3]

ڈاکہ کا رکن

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: ڈاکہ کا رکن یہ ہے کہ کوئی شخص غلبہ سے مسافروں کا مال لوٹنے کے لیے اس طرح نکلے کہ مسافروں کا اس راستہ پر سفر کرنا مشکل ہو جائے خواہ ڈاکہ ڈالنے والا ایک فرد ہو یا جماعت، جبکہ ڈاکو کے پاس ڈاکہ ڈالنے کی قوت ہو خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا لاٹھی یا اینٹ یا پتھر ہوں کیونکہ ان میں سے ہر چیز کے ساتھ ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے، خواہ سب حملہ کریں یا بعض حملہ کریں اور بعض معاون ہوں۔ [4]

اس سے معلوم ہو گیا کہ ڈاکو اس فرد یا گروہ کو کہتے ہیں جن کے پاس ایسی قوت ہو جس کا مقابلہ کرنا مسافروں کے لیے مشکل ہو اور وہ اپنی قوت سے مسافروں کا مال لوٹنے کا قصد کریں۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی مصری متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۲۰۷-۲۰۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[3] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۱۲۹-۱۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ
[4] علاء الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹۰، مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

ڈاکہ کی شرائط ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے ڈاکہ کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

(۱)۔ ڈاکہ ڈالنے والا عاقل اور بالغ ہو اگر وہ بچہ یا مجنون ہے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔

۲۔ ڈاکو مرد ہو اگر عورت نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن امام طحاوی کے نزدیک اس میں عورت اور مرد برابر ہیں۔ اور دونوں پر حد ہو گی، روایت مشہورہ کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ سے مال لوٹنا عادتاً عورتوں سے متصور نہیں ہے۔ اور امام طحاوی کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح باقی حدود میں مردوں کی تخصیص نہیں ہے عورتوں پر بھی حد جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح ڈاکہ میں بھی مردوں کی تخصیص نہیں ہو گی۔

۳۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ مسلمان یا ذمی ہوں، اگر ان غیر مسلموں پر ڈاکہ ڈالا ہے جو پاسپورٹ کے ذریعہ دارالاسلام میں آئے ہوں تو ڈاکوؤں پر حد نہیں ہے۔ (بلکہ تعزیر ہے)

۴۔ جن پر ڈاکہ ڈالا ہے وہ ڈاکوؤں کے محرم نہ ہوں۔

۵۔ جس چیز پر ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ قیمت والا مال ہو اور محفوظ ہو، اس میں کسی اور کا حق نہ ہو، نہ اس میں لینے کی کوئی تاویل ہو اور نہ تاویل کا کوئی شبہ ہو، نہ اس میں ڈاکو کی ملکیت ہو نہ ملکیت کی تاویل یا شبہ ہو اور وہ مال دس درہم کی مالیت سے کم نہ ہو (یعنی ۲۵/۲ تولہ چاندی جو ۳۰/۶۱۸ گرام چاندی کے برابر ہے۔) اگر متعدد ڈاکو ہوں تو ہر ڈاکو کے حصہ دس درہم کی مالیت کا مال ہو اور ہر ڈاکو کے حصہ میں اتنا مال نہ آئے تو حد واجب نہیں ہو گی۔

۶۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ دارالاسلام ہو اگر دارالحرب میں ڈاکہ ڈالا ہے تو حد واجب نہیں ہو گی، کیونکہ حد کو حاکم اسلام جاری کرتا ہے اور دارالحرب حاکم اسلام کی ولایت اور تصرف میں نہیں ہے، اس لیے وہ دارالحرب میں حد جاری کرنے پر قادر نہیں ہے (علامہ کاسانی نے جو وجہ بیان کی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دارالحرب میں جا کر ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کریں اور یہ کہ ناجائز طریقہ سے کفار کا مال لینا بہر حال گناہ ہے خواہ ان کا مال سود کے ذریعہ لیں یا قمار کے یا رشوت کے۔ سعیدی غفرلہٗ)

۷۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا گیا ہے وہ جگہ شہر نہ ہو، اگر کسی نے شہر میں ڈاکہ ڈالا ہے تو اس پر حد واجب نہیں ہو گی خواہ دن میں ڈاکہ ڈالا ہو یا رات میں اور خواہ ہتھیاروں کے ذریعہ ڈاکہ ڈالا ہو یا بغیر ہتھیاروں کے، یہ استحسان ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہو گی اور یہ امام ابویوسف کا قول ہے۔ قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حد واجب ہونے کا سبب ڈاکہ ہے اور جب ڈاکہ ثابت ہو گیا تو حد واجب ہو گی خواہ شہر میں ڈاکہ ڈالا ہو۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قطع الطریق (ڈاکہ) سفر میں ہی متحقق ہو سکتا ہے، شہر میں راستے منقطع نہیں ہوتے کیونکہ اگر شہر میں ڈاکہ پڑے تو اس سے راستے منقطع نہیں ہوتے۔ ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے غیر شہر کی قید اپنے زمانہ کے اعتبار سے لگائی ہے کیونکہ اس زمانہ میں شہر والے ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے اس لیے ڈاکوؤں کو شہر میں ڈاکہ ڈالنے کی قدرت نہیں تھی، اور اب شہر کے لوگوں نے ہتھیار رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے اس لیے اب شہر میں ڈاکہ ڈالنے سے بھی حد واجب ہو گی۔

۸۔ جس جگہ ڈاکہ ڈالا ہے اس جگہ اور شہر کے درمیان مسافت سفر ہو (یعنی اکسٹھ میل چھ سو چالیس گز) یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے قول پر شرط ہے، امام ابویوسف کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔

شہر میں لوٹ مار کے ڈاکہ ہونے کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ شرح الطحاوی میں مذکور ہے کہ فتوی امام ابو یوسف کے قول پر ہے پھر علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ شہر میں ڈاکہ کی نفی پر اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ قطع الطریق جنگل میں ہی ہو سکتا ہے کیونکہ شہر میں ڈاکہ پڑنے سے راستے بند نہیں ہوتے یہ استدلال اس لیے غلط ہے کہ ڈاکہ کا نام قطع الطریق (راستہ منقطع کرنا) بعد میں پڑا ہے، اصل میں ڈاکہ اللہ کے بندوں سے جنگ کرنے کا نام ہے خواہ یہ شہر میں ہو یا جنگل میں۔ [1]

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: شہر میں ڈاکہ پر حد نہیں ہے خرقی کا ظاہر کلام یہی ہے، تجرید العنایہ میں ہے کہ یہی مشہور ہے۔ وجیز، منور اور منتخب الآدمی میں بھی یہی مذکور ہے، محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر اور ادراک العنایہ میں بھی اسی قول کو مقدم قرار دیا ہے، اور ابو بکر نے کہا کہ شہر اور جنگل کا ڈاکہ میں حکم واحد ہے اور یہی مذہب سے اکثر اصحاب کا یہی مختار ہے، مصنف اور شارح نے کہا یہ ابو بکر کا قول ہے اور اکثر اصحاب کا یہی مذہب ہے، شیخ تقی الدین نے کہا کہ یہ اکثرین کا قول ہے، فروع میں ہے کہ یہ اکثرین کا مختار ہے۔ علامہ مرداوی کہتے ہیں کہ ابو بکر، قاضی، شریف، ابو الخطاب اور شیرازی کا یہی قول ہے، خلاصہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، فروع میں اسی کو مقدم قرار دیا، اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ جب امام احمد سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس میں توقف کیا۔ [2]

علامہ عبدری مالکی لکھتے ہیں: ابن شاس نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو مکان میں داخل ہو اور غلبہ سے مال لوٹ لے اور وہاں مدد نہ پہنچ سکے تو وہ ڈاکو ہے۔ اور علامہ ابن حاجب مالکی نے کہا ہے کہ کوئی شخص رات کو یا دن میں کسی مکان یا گلی میں داخل ہو کر اس طرح غلبہ سے مال لے کہ وہاں مدد نہ پہنچ سکے تو وہ محارب (ڈاکو) ہے۔ [3]

علامہ حطاب مالکی ڈاکو کی تعریف میں لکھتے ہیں: محارب (ڈاکو) وہ شخص ہے جو راستہ منقطع کرے یا مسلم یا غیر مسلم (ذمی) کا مال اس طرح سے کہ وہاں مدد پہنچنا مشکل ہو۔ [4]

علامہ حطاب مالکی نے جو ڈاکو کی تعریف میں عموم کو اختیار کیا ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ڈاکہ میں عموم ہے شہر میں ہو یا جنگل میں۔

علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اگر کوئی جماعت شہر میں جا کر ڈاکہ ڈالے یا کوئی لشکر کسی شہر میں یا بستی میں جا کر لوٹ مار کرے یا شہر کی ایک طرف سے دوسری طرف پر حملہ کرے اور شہر والے اگر مدد طلب کریں تو ان کو مدد نہ پہنچ سکتی ہو تو یہ ڈاکو (قطاع الطریق) ہیں اور اگر ان کو مدد پہنچ سکتی ہو تو یہ لٹیرے ہیں ڈاکو نہیں ہیں اور مدد کا نہ پہنچ سکنا یا تو حاکم کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے یا حاکم اور اس کے مددگاروں کے بُعد کی وجہ سے اور

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۷۶ھ

[2] علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۱۰ ص ۲۹۲-۲۹۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۶ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری متوفی ۸۹۷ھ التاج والاکلیل ج ۶ ص ۳۱۴، دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیہ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب المغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۶ ص ۳۱۴، دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۸ھ

اس قسم کے حالات میں فساد غالب آجاتے ہیں اور ان سے شریف لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے، اور ان کی مدد کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور اگر کوئی جماعت رات کو کسی گھر میں داخل ہو اور ان پر غلبہ حاصل کرے اور حاکم کی قوت اور اس کے موجود ہونے کے باوجود گھر والوں کو مدد نہ پہنچ سکے تو زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ ڈاکو ہیں، قتال اور نہبی کی حتمی رائے یہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چور ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ اچکے ہیں۔ [1]

شیخ ابن حزم ظاہری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے جس امتی نے میری امت کے خلاف خروج کیا اور میری امت کے اچھوں اور بروں کو مارا، مومنوں سے درگذر نہیں کیا، اور ذمی کے عہد کا پاس نہیں کیا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے"۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرب کا عموماً ذکر کیا ہے اور اس کو ہتھیار وغیرہ سے مقید نہیں فرمایا پس حرابہ ہتھیاروں کے ساتھ ہو یا بغیر ہتھیاروں کے اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور محارب (ڈاکو) وہ ہے جو راستہ پر چلنے والوں کو غلبہ سے ڈرائے اور زمین میں فساد کرے، خواہ اس کے پاس ہتھیار ہوں یا نہ ہوں رات ہو یا دن ہو، شہر ہو یا جنگل ہو یا خلیفہ کا محل ہو، وہ صحرا میں راستہ روکے یا بستی کے گھروں میں رہنے والوں پر ڈاکہ ڈالیں اور خواہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا۔ [2]

فقہاء اسلام کے ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ ڈاکہ جنگل یا صحرا کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ جنگل ہو یا شہر رات ہو یا دن جب بھی کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو کوئی فرد یا جماعت علانیہ ڈرا دھمکا کر یا مار دھاڑ اور غلبہ سے لوٹ کر لے جائیں گے تو وہ ڈاکو ہیں اور ان پر حد جاری کی جائے گی۔

ڈاکہ کے جرم کی تفصیل

ڈاکو کی سزاؤں میں ائمہ کا اختلاف ہے آیا یہ سزائیں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہیں یا یہ قاضی کی صواب دید پر موقوف ہیں۔ ڈاکو کے جرم کے اختلاف کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا)۔ صرف لوگوں یا مسافروں کو ڈرانا اور دھمکانا، کسی کو قتل کرنا، نہ مال لوٹنا۔

(ب)۔ صرف مال لوٹنا۔

(ج)۔ صرف قتل کرنا۔

(د)۔ مال لوٹنا اور قتل کرنا۔

ان میں سے ہر جرم کی ائمہ کے نزدیک الگ الگ سزا ہے۔ امام مالک کا نظریہ یہ ہے کہ اگر ڈاکو نے قتل نہیں کیا ہے تو قاضی قتل اور پھانسی کی سزاؤں میں سے کوئی بھی سزا اپنے اجتہاد سے دے سکتا ہے، اس کی سزا قتل بھی ہو سکتی ہے اور قتل اور پھانسی بھی ہو سکتی ہے، ان سزاؤں میں قاضی کو اختیار ہے اور باقی سزاؤں میں اس کو اختیار نہیں ہے۔ اور غیر مقلدین کا یہ نظریہ ہے کہ ڈاکو کا جو بھی جرم ہو قرآن مجید کی بیان کردہ سزاؤں میں سے قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۰۸-۳۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ۔

فقہاء کے اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ او آیا بیان اور تفصیل کے لیے ہے یا تخییر کے لیے؟ بعض فقہاء کے نزدیک یہ بیان اور تفصیل کے لیے ہے یعنی مختلف جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف سزاؤں کا بیان ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک لفظ او تخییر کے لیے ہے یعنی امام اور قاضی کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا دیدے۔

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف ڈرانے کی سزا

جب ڈاکو صرف ڈرائے اور دھمکائے، نہ مال لوٹے اور نہ قتل کرے تو امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس کی سزا شہر بدر کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: او ینفوا من الارض "یا ان کو شہر بدر کر دیا جائے"

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب ڈاکو راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو زمین سے نکال دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: او ینفوا من الارض (مائدہ: ۳۶) اس حالت میں جلا وطن کرنا حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور یہی نخعی، قتادہ اور عطاء خراسانی کا قول ہے، اور زمین سے نکالنے کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام شہروں اور قصبوں سے نکال دیا جائے اور ان کے لیے کسی شہر میں رہنے کا ٹھکانا نہ ہو، اس طرح کی تفسیر حسن اور زہری سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر بھیج دیا جائے جس طرح زانی کو شہر بدر کیا جاتا ہے، اہل علم کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ امام مالک کا قول یہ ہے کہ جس شہر میں اس کو بھیجا جائے اس میں اس کو قید کر دیا جائے جس طرح زانی کے متعلق ان کا قول ہے[1] امام ابوحنیفہ نے فرمایا اس کو زمین سے نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قید کر دیا جائے حتیٰ کہ وہ توبہ کرے، امام شافعی کا بھی اسی قسم کا قول ہے۔ کیونکہ انھوں نے کہا کہ اس صورت میں امام اس کو تعزیر لگائے اور اگر اس کی رائے ڈاکو کو قید کرنا ہو تو اس کو قید کر دے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ نفی کا معنی یہ ہے کہ امام ڈاکوؤں پر حدود جاری کرنے کے لیے ان کو طلب کرے یہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے۔ ابن شریح نے کہا ڈاکوؤں کو ان کے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں قید کر دے یہ قول امام مالک کے قول کی مثل ہے، اور یہ زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر ان کو کسی اور شہر میں بھیجیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکہ ڈالیں گے اور لوگوں کو ایذاء پہنچائیں گے۔ اس لیے ان کو قید کرنا بہتر ہے۔

نیز علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل ظاہر آیت ہے کیونکہ نفی کا معنی نکالنا، دور کرنا اور بھگانا ہے اور قید کا معنی روکنا ہے اگر ان کو کسی غیر معین جگہ کی طرف نکال دیا جائے تو اس کی دلیل او ینفوا من الارض (مائدہ: ۳۶) ہے کیونکہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے۔ باقی ہمارے اصحاب نے یہ نہیں لکھا کہ اسے کتنی مدت کے لیے شہر بدر کیا جائے تاہم اس کو اتنی مدت کے لیے شہر بدر کرنا چاہیے جس میں اس کی توبہ ظاہر ہو جائے اور اس کا حال ٹھیک ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ایک سال کے لیے

---

[1] علامہ ابن قدامہ نے امام مالک کا مکمل اور پورا مذہب بیان نہیں کیا۔ اس بحث کے آخیر میں ہم مدونہ کے حوالہ سے امام مالک کا پورا مذہب بیان کر رہے ہیں۔

شہر بدر کیا جائے۔ [1]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی نے بھی من دعن یہی لکھا ہے۔ [2]

یہ کہ ڈاکو کو تمام زمینوں سے نکال دیا جائے دوسری یہ کہ جس شہر میں اس نے ڈاکہ ڈالا ہو وہاں سے نکال دیا جائے تیسری صورت یہ ہے کہ اس کو دار الاسلام سے نکال دیا جائے پہلی صورت مراد لینا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ تمام زمینوں سے نکال دینا اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور قتل کرنے کا ذکر اس آیت میں پہلے آ چکا ہے۔ دوسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاکو کو دوسرے شہر کی طرف نکالیں گے تو وہ وہاں جا کر ڈاکے ڈالے گا اور لوگوں کو ضرر پہنچائے گا۔ اور تیسری صورت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مسلمان کو دار الحرب میں بھیجنا صحیح نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں نفی الارض کا معنی یہ ہے کہ اس کو تمام زمینوں سے نکال کر اس زمین میں رکھا جائے جس میں اس کو قید کیا جائے جہاں پر اس کا فساد کرنا متصور نہ ہو۔ [3]

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں کہ: جب ڈاکو صرف راستہ میں ڈرائیں اور دھمکائیں، نہ قتل کریں اور نہ مال لوٹیں تو ان کو تعزیر لگانے کے بعد اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کر لیں اور اللہ کے قول او ینفوا من الارض سے بھی یہی مراد ہے یعنی ان کو قید کر لیا جائے اس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (علامہ سرخسی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے قتل کیا نہ مال لوٹا صرف ڈرایا اور دھمکایا اس نے معصیت کا ارادہ کیا اور قتل کرنا، ہاتھ پیر کاٹنا انتہائی سزائیں ہیں اور جس شخص نے معصیت کا صرف ارادہ کیا ہو اس کو یہ سزائیں نہیں دی جائیں گی جس طرح چوری میں چوری کا صرف ارادہ کرنے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، اسی طرح یہاں بھی صرف ڈرانے کی وجہ سے اس کے ہاتھ پیر نہیں کاٹے جائیں گے۔ (مبسوط للسرخسی ج ۹ ص ۱۹۵) اور یہ امام شافعی کی تفسیر سے بہتر ہے" یعنی ان کو طلب کرنا تاکہ ان کو ہر جگہ سے بھگا دیا جائے" کیونکہ قید کر کے سزا دینے کی شریعت میں نظیر ہے، اور جس چیز کی شریعت میں نظیر ہو اس پر عمل کرنا اس کی بہ نسبت بہتر ہے جس کی شریعت میں نظیر نہ ہو۔ [4]

امام شافعی کا مذہب بیان کرنے میں علامہ سرخسی کو تسامح ہوا ہے اور بعد کے فقہاء نے بھی فقہاء شافعیہ کی اصل کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کی، کیونکہ میں نے دیکھا علامہ ابو الحسن مرغینانی، علامہ ابن ہمام، علامہ بابرتی اور علامہ خوارزمی وغیرہ فقہاء احناف نے بھی علامہ سرخسی کی اتباع میں امام شافعی کا مسلک اسی طرح نقل کیا ہے حالانکہ امام شافعی بھی اس صورت میں یہی فرماتے ہیں کہ ڈاکو کو تعزیر لگائی جائے اور اس کو قید کر لیا جائے۔ امام شافعی لکھتے ہیں:

ولو هيبوا ولم يبلغوا قتلا ولا اخذ مال — اگر ڈاکو ڈرائیں، نہ قتل کریں نہ مال لیں تو ان کو

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۸-۳۰۷ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ شمس الدین عبد الرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۹-۳۰۸، " " "

[3] علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ۔

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۹ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

عزروا۔[1]

تعزیر دی جائے۔

اور محرر مذہب شافعی علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

فاذا علم الامام من رجل او من جماعۃ انہم یترصدون للرفقۃ ویخیفون السبیل، ولم یاخذوا بعد مالاً ولا قتلوا نفسا طلبہم وعزرہم بالحبس وغیرہ قال ابن سریج: والحبس فی ہذہ الحال فی غیر موضعہم اولی لانہ احوط وابلغ فی الزجر والایحاش۔[2]

جب امام کو یہ علم ہو جائے کہ کوئی شخص یا گروہ مسافروں کی گھات لگا کر بیٹھتا اور راستہ میں ڈراتا ہے، لیکن ابھی تک انھوں نے کسی کا مال لیا ہے نہ کسی کو قتل کیا ہے تو وہ ان کو پکڑوا کر قید وغیرہ کی سزا دے۔ ابن سریج نے کہا اس صورت میں ان کو کسی اور جگہ قید کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ڈاکوؤں کو ڈرانے اور دہشت زدہ کرنے کے لیے یہ زیادہ موثر تدبیر ہے۔

امام شافعی اور علامہ نووی شافعی کے حوالوں سے واضح ہو گیا کہ اس صورت میں امام شافعی کا نظریہ امام ابوحنیفہ سے مختلف نہیں ہے۔

اس بحث کے شروع میں ہم نے علامہ ابن قدامہ کی جو عبارت نقل کی تھی اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اس صورت میں امام مالک کا مذہب بھی یہی ہے کہ جب ڈاکو صرف ڈرائیں تو ان کو قید کر دیا جائے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں امام کو اختیار ہے خواہ ڈاکو کو قتل کرے، سولی دے، اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا اس کو قید کرے، امام اپنی صواب دید سے ڈاکو کو اس صورت میں ان سزاؤں میں سے کوئی سی سزا بھی دے سکتا ہے۔ علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں:

میں نے امام ابن قاسم مالکی سے کہا یہ بتلائیے کہ اہل ذمہ یا اہل اسلام جب ڈاکہ ڈالیں اور ڈرائیں لیکن نہ مال لیں نہ قتل کریں اور پھر پکڑے جائیں تو امام مالک کے قول کے مطابق امام ان کو کیا سزا دے؟ امام ابن قاسم نے کہا امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جب وہ راستے میں ڈرائیں تو امام کو اختیار ہے اگر امام چاہے تو ان کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے اور امام مالک نے فرمایا کہ بسا اوقات ڈاکو قتل نہیں کرتا لیکن قتل کرنے والوں کی بہ نسبت اس کا ڈر اور خوف زیادہ ہوتا ہے، علامہ سحنون کہتے ہیں کہ میں نے کہا جب امام، ڈاکو کو پکڑے درآں حالیکہ اس نے صرف ڈرایا ہو، نہ مال لیا ہو اور نہ قتل کیا ہو تو کیا امام کو اس کا اختیار ہے کہ خواہ وہ اس کے ہاتھ یا پیر کاٹ دے خواہ اس کو قتل کر دے اور خواہ اس کو سولی پر چڑھا دے؟ امام ابن قاسم نے کہا: امام مالک نے فرمایا کہ جب ڈاکو کھڑا ہو کر لوگوں کو ڈرائے اور لڑے خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو تو امام کو اختیار ہے اور امام مالک نے اس پر اس آیت سے استدلال کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا (مائدہ، ۳۲) "جس شخص نے بغیر قصاص یا بغیر فساد کی سزا (کے ناحق) قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا" (ہمارے مصحف میں یہ آیت اسی طرح ہے لیکن مدونہ میں فساد آگے آیا ہے اور اس صورت میں معنی ہوگا "جس نے ناحق قتل کیا یا فساد کی وجہ سے کسی شخص کو قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کیا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

---

[1] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

امام مالک فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فساد کو بھی قتل کی مثل قرار دیا ہے (ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فساد کو قتل نہیں قرار دیا بلکہ فساد کی وجہ سے قتل کرنے کو تمام انسانوں کا قتل کہا ہے۔ اس لیے امام مالک کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) علامہ سحنون کہتے ہیں کہ اگر ڈاکو صرف ڈرائے اور مال نہ لے پھر بھی یہی حکم ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اگر وہ راستہ میں کھڑا ہو کر ڈرائے اور مال نہ لے پھر بھی امام کو اختیار ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ تمام ڈاکو ایک جیسے نہیں ہوتے بعض صرف لاٹھی یا معمولی چیز لے کر نکلتے ہیں اگر وہ اس حال میں پکڑے جائیں درآں حالیکہ نہ انھوں نے ڈرایا ہو اور نہ مال لیا ہو اور نہ ہی قتل کیا ہو تو ان کی سزا کم ہوگی، علامہ سحنون کہتے ہیں میں نے پوچھا ان کی سزا کیا ہوگی؟ علامہ ابن قاسم نے کہا امام مالک نے فرمایا ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو کوڑے لگائے جائیں اور ان کو شہر بدر کیا جائے اور جس شہر میں ان کو بھیجا جائے اس میں ان کو قید کر دیا جائے۔ [1]

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف مال لوٹنے کی سزا

اگر ڈاکو نے صرف مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک ڈاکو کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا یعنی سیدھا ہاتھ اور الٹا پیر، اس سے زیادہ سزا نہیں دی جائے گی، اگر اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر پہلے کٹا ہوا تھا تو اب اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو تعزیراً قید کیا جائے گا اور اگر اس کا پہلے ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا تو اب صرف پیر کاٹا جائے گا اور اگر پہلے ایک پیر کٹا ہوا تھا تو اب صرف ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہ حکم امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک ہے، اور امام مالک کے نزدیک اس صورت میں امام کو اختیار ہے کہ وہ ڈاکو کو قتل کر دے یا سولی دے یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے البتہ اس صورت میں اس کو شہر بدر کرنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بھی دوبارہ ڈاکہ ڈالنے پر اس کے بقیہ ہاتھ اور پیر کو کاٹ دیا جائے گا۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جب ڈاکو مال لوٹے اور قتل نہ کرے تو امام کو اسے قید یا شہر بدر کرنے کا اختیار نہیں ہے البتہ اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس کو قتل کرے یا سولی دے یا مخالف جانب سے اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دے۔ [2]

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں کہ امام ابن قاسم نے کہا ہے کہ امام مالک نے فرمایا کہ جس ڈاکو کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹا جا چکا ہے اور وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کا دوسرا ہاتھ اور پیر بھی کاٹ دے۔ [3]

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے مال لیا ہو اور قتل نہ کیا ہو اس کا ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹ دیا جائے گا۔ [4]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے چوری کے نصاب کے مطابق مال لیا ہو تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر وہ دوبارہ ڈاکہ ڈالے تو اس کا بایاں ہاتھ اور دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر نصاب سے

---

[1] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۲۹ - ۴۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۳۱ - ۴۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[4] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

کم مال لیا ہو تو اس کے ہاتھ اور پیر کو نہیں کاٹا جائے گا۔ [1]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو صرف مال لے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (من خلاف : مائدہ: ۳۶) ہم نے دائیں ہاتھ اور بائیں پیر کا حکم اسی لیے دیا ہے تاکہ منافع منقطع ہو، اور ہاتھ کاٹنے کے فوراً بعد پیر کاٹ دیا جائے گا اور ہاتھ کے ٹھیک ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ دونوں کو ساتھ کاٹا جائے گا۔ پہلے دائیں ہاتھ کو کاٹ کر داغا جائے گا پھر پیر کو کاٹا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ سے ابتدا فرمائی ہے، یہ اس کا حکم ہے جس کے دونوں ہاتھ اور پیر موجود ہوں اور صحیح ہوں، اور اگر اس کے ہاتھ اور پیر نہ ہوں یا اس کا ہاتھ اور پیر چوری یا قصاص یا بیماری کی وجہ سے کٹ چکا ہو تو خرقی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پھر اس سے ہاتھ اور پیر کاٹنے کا حکم ساقط ہو جائے گا خواہ اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پیر کٹا ہوا ہو یا اس کے برعکس، کیونکہ ایک ہاتھ اور ایک پیر سے زیادہ کاٹ دینے سے اس کے چلنے پھرنے اور کام کرنے کی صلاحیت بالکل ختم ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ [2]

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے صرف قتل کرنے کی سزا

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جس ڈاکو نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ [3]

قاضی ابو الولید ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے قتل کیا ہو تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور امام کو اس کے ہاتھ اور پیر کاٹنے یا قید کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ [4]

اگر ڈاکو نے قتل کیا ہو تو اس کو قتل کرنا ضروری ہے اور یہ قصاص کی طرح نہیں ہے۔ [5]

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو تو ان کو قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ ان کو سولی دی جائے گی کیونکہ وہ محارب ہیں جن کا قتل کرنا واجب ہے۔ پس ان کو ان کی طرح سولی دی جائے گی جنھوں نے مال بھی لیا ہو، اور امام احمد کا پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے: من قتل ولم یاخذ المال قتل۔ "جس نے قتل کیا ہو اور مال نہ لیا ہو اس کو قتل کر دیا جائے گا" اس حدیث میں سولی کا ذکر نہیں ہے اور مال لوٹنے اور قتل کرنے کی بہ نسبت صرف قتل کرنا کم جرم ہے اس لیے اس کی سزا بھی پہلے جرم کی بہ نسبت کم ہونی چاہیے۔ اور اگر دونوں جرموں کی سزا ایک ہو گئی تو یہ دونوں جرم برابر ہو جائیں گے۔ [6]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۴۰۶ھ

[4] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۴۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۵ھ

[6] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

مذاہب اربعہ کی روشنی میں ڈاکو کے قتل کرنے اور مال لوٹنے کی سزا

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے مال لوٹا اور قتل کیا اس کے متعلق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس کو قتل کر دے یا سولی دے دے اور اگر چاہے تو اس کا ہاتھ اور پیر نہ کاٹے اور اس کو قتل کرے یا سولی دیدے اور ایک قول یہ ہے کہ وہ قطع اور قتل کو اس طرح جمع کرے کہ وہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹ دے پھر اس جگہ کو داغ نہ لگائے یونہی چھوڑ دے حتی کہ وہ مر جائے۔ [1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ امام محمد نے یہ کہا ہے کہ ڈاکو کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ یہ ایک جرم ہے اس سے دو حدیں واجب نہیں ہوں گی نیز قتل سے کم سزا قتل میں داخل ہو جاتی ہے جیسا کہ حد سرقہ، حد رجم میں داخل ہو جاتی ہے (مثلاً کسی نے چوری بھی کی ہو اور زنا بھی کیا ہو تو اس کو صرف رجم کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ ــــ سیدی غفرلہٗ) امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ ہاتھ اور پیر کاٹنا اور قتل کرنا ایک سزا ہے اور چونکہ ڈاکہ کا جرم زیادہ ہے اس لیے اس کی سزا بھی زیادہ ہے، کیونکہ جو ڈاکو لوگوں کو قتل کرتا ہے اور ان کا مال لوٹتا ہے وہ امن میں خلل ڈالتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ڈاکہ میں ہاتھ اور پیر دونوں کو کاٹنا ایک حد ہے جب کہ چوری میں دونوں کو کاٹنا دو سزائیں ہیں اور امام محمد نے جو حد رجم اور حد سرقہ کی مثال دی ہے وہاں دو حدوں کو ایک دوسرے میں داخل کیا گیا ہے اور یہاں ایک حد میں بحث ہو رہی ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سولی میں اختیار نہیں ہے اس کو ترک نہ کیا جائے کیونکہ اس کی قرآن مجید میں تصریح ہے اور مقصود یہ ہے کہ اس سزا کو شہرت دی جائے تاکہ دوسرے عبرت پکڑیں اور امام ابوحنیفہ کی جانب سے جواب یہ ہے کہ اصل شہرت قتل سے حاصل ہو جاتی ہے اور سولی پر چڑھانے میں مبالغہ ہے لہٰذا اس میں اختیار دیا جائے گا۔ [2]

علامہ سحنون مالکی لکھتے ہیں میں نے امام ابن قاسم مالکی سے پوچھا اگر ڈاکو قتل کرے اور مال لے تو کیا اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور اس کو قتل کیا جائے گا یا اس کو صرف قتل کیا جائے گا اور اس کا ہاتھ اور پیر نہیں کاٹا جائے گا؟۔ اس میں امام مالک کا کیا قول ہے؟ امام ابن قاسم نے فرمایا اس کو ہر صورت میں قتل کیا جائے گا۔ (خواہ قاضی کی رائے میں اس کا ہاتھ اور پیر کاٹنا ضروری ہو یا نہ ہو) [3]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اگر ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کو سولی دی جائے گی اور یہ اس وقت ہے جب مال نصاب کے برابر ہو، اور مذہب یہی ہے، ابن سلمہ کا قول یہ ہے کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جانے گا اور اس کو سولی دی جائے گی اور صاحب تقریب نے کہا کہ اس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جائے گا اور قتل کیا جائے گا اور سولی نہیں دی جائے گی۔ [4]

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متقی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۳۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[3] علامہ سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۱۵۷-۱۵۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

علامہ ابوالقاسم خرقی حنبلی لکھتے ہیں: جس ڈاکو نے قتل کیا اور مال لیا اس کو قتل کیا جائے گا۔ خواہ صاحب مال معاف کر دے اور سولی دی جائے گی حتی کہ اس کی شہرت ہو جائے اور لاش اس کے وارثوں کے حوالے کر دی جائے گی۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ حضرت جبرائیل نازل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈاکوؤں کے یہ احکام نازل کیے: جس شخص نے قتل کیا اور مال لیا اس کو قتل کیا جائے گا اور سولی دی جائے گی اور جس نے قتل کیا اور مال نہیں لیا اس کو قتل کیا جائے گا اور جس نے مال لیا اور قتل نہیں کیا اس کے ہاتھ اور پیر کو مخالف جانب سے کاٹا جائے گا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ [2]

اس باب کی احادیث میں عرینیین کے ڈاکہ ڈالنے، ان کے مرتد ہو جانے اور بعد ازاں ان پر اسلامی حدود جاری کرنے کا بیان ہے۔ اس مناسبت سے ہم نے ڈاکہ کے تفصیلی احکام بیان کیے، اب ہم عرینیین کے ارتداد کی مناسبت سے مرتد کے تفصیلی احکام بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق والاستعانۃ بہ یلیق۔

مرتد کا لغوی معنی ردۃ کا لغت میں معنی ہے کسی چیز کا دوسری چیز کی طرف لوٹنا، یہ کفر کی بدترین قسم ہے اور اس کا حکم سب سے زیادہ سخت ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں: ردت ارتداد کا اسم ہے، ارتد کا معنی ہے تحول یعنی پھر گیا اسی لفظ سے اسلام سے مرتد ہونا بنا ہے، کسی کو مرتد اس وقت کہتے ہیں جب وہ اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کر لے۔ [3]

مرتد کا اصطلاحی معنی اصطلاح شرع میں مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرے، خواہ اس کا کفر کو اختیار کرنا نیت سے ہو یا کسی کفریہ فعل یا کفریہ قول سے ہو اور عام ازیں کہ اس کا یہ قول استہزاءً ہو یا عناداً ہو یا اعتقاداً۔

اس تعریف کے اعتبار سے جو شخص وجود باری کا انکار کرے یا رسولوں کی نفی کرے یا کسی رسول کی تکذیب کرے مثلاً محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرے یا آپ کی بعثت کے بعد کسی اور اصلی یا ظلی، حقیقی یا امتی نبی کی پیدائش کو جائز اور واقع مان کر آپ کی ختم نبوت کا انکار کرے یا آپ کے بعد کسی مدعی نبوت کو مسلمان مانے۔ ایسے تمام اشخاص مرتد ہیں۔ اس طرح جو شخص حرام قطعی مثلاً زنا، شراب (خمر)، نوشی، قتل، چوری اور ڈاکے وغیرہ کو حلال جانے وہ مرتد ہے۔ جو چیز اجماعاً حلال ہے اس کا انکار بھی ارتداد ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیع اور نکاح کے حلال ہونے کا انکار کرے۔ اسی طرح بغیر دلیل شرعی کے محض اپنی رائے سے کسی چیز کو فرض قطعی قرار دینا بھی ارتداد ہے، مثلاً کوئی شخص نماز میں کسی رکعت کا اضافہ کر کے اس کو فرض قرار دے یا کہے کہ دن میں چھ نمازیں فرض ہیں یا کہے کہ شوال کے روزے فرض ہیں۔

اس بحث کو وسیع تناظر میں جاننے کے لیے حسب ذیل اصطلاحات کو سمجھ لینا چاہیے۔

---

[1] علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی حنبلی متوفی ۳۳۴ھ، مختصر مع المغنی والشرح ج ۱۰ ص ۲۹۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۳۵۱ مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۷ھ

مرتد وہ مکلف شخص ہے جو اپنے اختیار سے اسلام سے رجوع کرے یا وہ کفر کی تصریح کرے یا کوئی ایسا لفظ بولے جو کفر کو مستلزم ہو اور اس پر مطلع ہونے کے بعد اس پر ڈٹ جائے یا کوئی کفریہ فعل کرے۔ کفریہ فعل کی مثال یہ ہے کہ قرآن مجید یا حدیث نبوی کو (العیاذ باللہ) گندگی میں پھینک دے یا شلاً بت یا سورج کو سجدہ کرے۔

زندیق وہ شخص ہے جو کسی دین کو نہ مانتا ہو یعنی سیکولر ہو (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ سکھر)

منافق جو شخص بظاہر مسلمان اور باطن کافر ہو، اس کا پتا اس طرح چلے گا کہ وہ اپنے کفر پر اپنے کسی معتمد کو مطلع کر دے۔

ساحر جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ شیاطین اس کے تابع ہیں اور وہ ان سے جو کام چاہے لے سکتا ہے، سحر کا اجسام میں اثر ہوتا ہے۔ البتہ نظر بندی کرنا، لوگوں کے ذہنوں میں خیال آفرینی کرنا اور ہپناٹائز کرنا سحر نہیں ہے۔

کاہن جو شخص جنات کا کلام سن کر اس میں کچھ اپنے پاس سے باتیں ملا کر اٹکل پچو سے لوگوں کو غیب کی باتیں بتائے۔

گستاخ جو شخص اللہ تعالیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبی اور رسول یا رسل ملائکہ میں سے کسی رسول کی گستاخی کرے بایں طور کہ ان کی شان میں دانستہ کوئی ایسا کلمہ بولے جو لغت اور عرف میں گستاخی گردانا جاتا ہو۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ساحر اور زندیق کی توبہ مقبول نہیں ہے، اسی طرح منافق کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی اور ساحر کافر ہے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے۔ اور حضرت جندب بن عبداللہ، حبیب بن کعب قیس بن سعد اور عمر بن عبدالعزیز نے ساحر سے توبہ طلب کیے بغیر اس کو قتل کر دیا اور حضرت جندب نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساحر کی حد اس کو تلوار سے مار دینا ہے۔ اور کاہن میں اختلاف ہے۔ امام شافعی نے فرمایا اگر وہ کفریہ اعتقاد رکھتا ہو اور کواکب کی عبادت کرتا ہو تو وہ کافر ہے اور امام احمد کے نزدیک وہ ساحر کے حکم میں ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا ہر ساحر اور کاہن کو قتل کر دو اور ایک روایت ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس میں امام شافعی کے قول پر اعتماد کرنا واجب ہے۔ [1]

اگر کوئی مسلمان گستاخی کرے تو اس کو بالاتفاق قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے توبہ طلب کرنے میں اختلاف ہے امام مالک کے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی اور فقہاء احناف کے نزدیک اس سے توبہ طلب کی جائے گی اس کی تفصیل اور بیان مذاہب ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں لکھ چکے ہیں۔

مرتد سے توبہ طلب کی جائے گی اگر اس نے توبہ کر لی تو فبہا ورنہ دنیا میں اس کی سزا قتل اور نیک اعمال کا ضائع ہونا ہے۔ اور آخرت میں ضیاع اعمال کے علاوہ اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا	اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور پھر وہ حالت کفر ہی میں مر جائے تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہ

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

خالدون۔ (بقرہ: ۲۱۷) لوگ جہنمی ہیں اور یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ارتداد کی شرائط ارتداد کے تحقق کے لیے بالاتفاق شرط عقل ہے، اس لیے پاگل اور ناسمجھ بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے، اور جو شخص نشہ میں از خود رفتہ ہو فقہاء احناف کے نزدیک اس پر بھی ارتداد کا حکم استحساناً صحیح نہیں ہے، کیونکہ ارتداد کا تعلق قصد اور اعتقاد کے ساتھ ہے اور جس شخص کی نشہ کی وجہ سے عقل زائل ہو گئی ہو اس پر اس حال میں ارتداد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو نیند میں ہو اور نیز وہ غیر مکلف ہے پس مجنون کی طرح اس پر بھی مرتد کا حکم عائد کرنا صحیح نہیں ہے (بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۳۴، الدر المختار ج ۳ ص ۳۱۰)۔

فقہاء شافعیہ کا ظاہر مذہب اور فقہاء حنابلہ کی امام احمد سے ظاہر روایت ہے کہ جو شخص نشہ میں ہو اس کا اسلام لانا صحیح ہے اور اس کا مرتد ہونا بھی صحیح ہے، جس طرح اس کا طلاق دینا اور اس کے باقی تصرفات صحیح ہیں۔ (مغنی المحتاج، ج ۴، ص ۱۳۷، مغنی ابن قدامہ مع الشرح ج ۱۰، ص ۷۳، مطبوعہ بیروت)

امام ابوحنیفہ، امام محمد، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک بالغ ہونا مرتد کے لیے شرط نہیں ہے، سو سمجھ دار بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح ہے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اس کو نہ قتل کیا جائے گا نہ مارا جائے گا بلکہ اس پر جبراً اسلام پیش کیا جائے گا اور بالغ ہونے تک اس کو قید میں رکھا جائے گا اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کی عورت اس سے بائنہ ہو جائے گی لیکن باقی سزائیں اس پر نافذ نہیں ہوں گی، کیونکہ وہ مکلف نہیں ہے (الدر المختار و رد المحتار ج ۳ ص ۳۲۵)

امام شافعی اور امام ابو یوسف کے نزدیک ارتداد کے لیے بلوغ شرط ہے اس لیے سمجھ دار بچہ پر مرتد کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ حدیث میں ہے تین شخصوں سے قلم (تکلیف) اٹھا لیا گیا سونے والے سے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے بچہ سے حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے اور مجنون سے حتیٰ کہ اس کی عقل کام کرنے لگے (جامع ترمذی ص ۲۲۴ مطبوعہ نور محمد کراچی) سنن ابو داؤد، ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ لاہور) علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ابن ابی مالک نے امام ابو یوسف سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا۔[1]

ارتداد کی دوسری اتفاقی شرط اختیار ہے اس لیے اگر کسی شخص کو جبراً مرتد کیا گیا تو اس پر مرتد کا حکم نہیں لگایا جائیگا بشرطیکہ اس کا قلب اسلام پر مطمئن ہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ اس کی تصدیق قائم ہو۔

مرتد کے حکم میں فقہاء اسلام کے مذاہب علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من بدل دینہ فاقتلوہ "جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو" اور تمام اہل العلم کا قتل مرتد کے وجوب پر اجماع ہے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد رضی اللہ عنہم وغیرہم سے مرتد کو قتل کرنے کا حکم مروی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا گیا پس اس پر اجماع ہو گیا۔

علامہ ابوالقاسم عمر تی حنبلی متوفی ۳۳۴ھ لکھتے ہیں: جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ بالغ اور عاقل ہو اس کو تین دن تک اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس پر تنگی کی جائے گی اگر اس نے رجوع کر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۲۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لیا تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: مرتد کو قتل کرنے کے وجوب میں مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت ہے۔ حسن، زہری، نخعی، مکحول، حماد، مالک، لیث، اوزاعی امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ حضرت علی، حسن اور قتادہ سے ایک روایت یہ ہے کہ عورت کو غلام بنا لیا جائے اور اس کو قتل نہ کیا جائے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے بنو حنیفہ کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا تھا، اور حضرت علی کو بھی ان میں سے ایک باندی عطا کی تھی جس سے محمد بن حنفیہ پیدا ہوئے اور یہ واقعہ صحابہ کے سامنے ہوا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، پس اس پر اجماع ہو گیا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ عورت کو قید کر کے اور مار پیٹ کے ذریعہ قبول اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی علیہ وسلم نے فرمایا: لا تقتلوا امرأۃ : "عورت کو قتل نہ کرو" نیز عورت کو کفر اصلی (یعنی ابتداءً کافر ہونے) کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاتا سو اس کو کفر طاری (بعد کے کفر) کی وجہ سے بھی قتل نہیں کیا جائے گا، پس اس کا حکم بچوں کی طرح ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا دین (اسلام) تبدیل کرے اس کو قتل کر دو (صحیح بخاری و سنن ابو داؤد) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خون صرف تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے حلال ہے، شادی شدہ زانی ہو، یا جان کا بدلہ جان ہو اور یا وہ اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہونے والا ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور سنن دار قطنی میں روایت ہے کہ ایک عورت کا نام ام مروان تھا وہ اسلام سے مرتد ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ اس سے توبہ طلب کی جائے اگر وہ توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ نیز عورت ایک مکلف شخص ہے جس نے اپنے دین حق کو باطل سے تبدیل کر دیا سو اس کو مرد کی طرح قتل کر دیا جائے گا رہا یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے تو اس سے وہ عورت مراد ہے جو ابتداءً کافر ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس موقع پر فرمایا تھا جب آپ نے ایک کافر عورت کو مقتول دیکھا اور وہ کافرہ اصلیہ تھی یعنی ابتداءً کافرہ تھی یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہ کو ابن ابی حقیق کی طرف بھیجا تھا ان کو آپ نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرما دیا تھا، حالانکہ ان میں کوئی مرتد نہ تھا۔ اور کفر اصلی اور ارتداد کے احکام میں فرق ہے، کیونکہ کفر اصلی پر برقرار رکھا جاتا ہے اور گرجے والوں، بوڑھوں اور جنگ سے رکنے والوں کو قتل نہیں کیا جاتا اور عورت کو کفر کے ترک پر مجبور نہیں کیا جاتا ضرب سے نہ قید سے، اور کفر طاری یعنی ارتداد کے احکام اس کے برخلاف ہیں اور بچہ کے برخلاف عورت مکلف ہے، اور بنو حنیفہ کے متعلق یہ ثابت نہیں ہوا کہ ان کے جن لوگوں کو غلام بنایا گیا تھا وہ پہلے اسلام لا چکے تھے کیونکہ بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ پہلے مسلمان نہیں ہوا تھا، صرف ان کے بعض لوگ مسلمان ہوئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ ان کے مرد مسلمان ہوئے تھے پس ان میں سے بعض اسلام پر ثابت رہے، مثلاً حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اور بعض ان میں سے مرتد ہو گئے جن میں سے ایک بنو حنیفہ کا دجال تھا۔ [1]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی کا مطلب یہ ہے کہ بنو حنیفہ کی عورتوں کو قید کرنے سے یہ استدلال صحیح نہیں ہے کہ مرتد عورتوں کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ بنو حنیفہ کی عورتوں کا ارتداد ثابت نہیں ہے۔

مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی مسلمان مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ اسی جگہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، الا یہ کہ وہ مہلت طلب کرے، اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی۔ مرتدین کے قتل کے وجوب پر اس آیت سے استدلال ہے "اویسلمون" یہ آیت مرتدین کے بارے میں ہے (اس کی وضاحت عنقریب آئے گی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو" اور حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت معاذ وغیرہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے کہ مرتدین کو قتل کرنا واجب ہے۔

مرتدین کا قتل اس لیے واجب ہے کہ مرتدین کا جرم مشرکین عرب کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ ہے، مشرکین عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار تھے، قرآن مجید ان کی زبان میں نازل ہوا، اس کے باوجود انھوں نے اس حق کی پاسداری نہیں کی اور شرک کیا۔ اسی طرح مرتد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر تھا اور آپ کی شریعت کی خوبیوں کو جانتا تھا، اس کے باوجود اس نے اسلام کی پاسداری نہیں کی اور مرتد ہو گیا۔ پس جس طرح مشرکین عرب کے لیے صرف دو حکم ہیں اسلام یا تلوار، اسی طرح مرتدین کے لیے بھی صرف دو حکم ہیں اسلام یا تلوار۔ الا یہ کہ اگر مرتد مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی، کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی شبہ کی وجہ سے مرتد ہو گیا پس ہم پر اس کے شبہ کو زائل کرنا لازم ہے یا خود اس کو غور و فکر کی ضرورت ہے تاکہ اس پر حق ظاہر ہو جائے، اور ازالہ شبہ کے لیے مہلت ضروری ہے، اگر وہ مہلت طلب کرے تو امام پر اس کو مہلت دینا لازم ہے اور شریعت میں یہ مہلت تین دن مقرر کی گئی ہے جیسا کہ بیع خیار میں ہے، اس لیے اس کو تین دن مہلت دے اور اس سے زیادہ مہلت نہ دے، اور اگر وہ مہلت طلب نہ کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اس کو فی الفور قتل کر دیا جائے گا اور نوادر میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ امام کے لیے یہ مستحب ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دے خواہ وہ مہلت طلب کرے یا نہ کرے، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دینا امام پر واجب ہے اور مہلت دینے سے پہلے اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مغرب سے ایک شخص آیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ مغربہ کی کوئی خبر ہے؟ اس نے کہا ہاں ایک شخص ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا، آپ نے پوچھا پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا ہم اس کے پاس گئے اور اس کو قتل کر دیا! آپ نے فرمایا تم نے اس کو تین دن کی مہلت کیوں نہیں دی؟ شاید وہ توبہ کر کے حق کو قبول کر لیتا، پھر آپ نے ہاتھ بلند کر کے کہا اے اللہ! میں اس موقع پر حاضر نہیں تھا اور جب میرے پاس یہ خبر پہنچی تو میں اس سے راضی نہیں تھا۔ اور یہ روایت اس پر دلیل ہے کہ مہلت دینا مستحب ہے اور ظاہر الروایہ کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں اسلام کا شروع شروع ظہور ہوا تھا اور بسا اوقات کسی شخص کو کوئی شبہ لاحق ہو جاتا تھا اور شبہ زائل ہونے کے بعد وہ رجوع کر لیتا تھا۔ اسی سبب سے حضرت عمر نے مہلت نہ دینے کو مکروہ جانا۔ لیکن اب ہمارے زمانے میں دین کی جڑیں راسخ ہو چکی ہیں اور حق پوری طرح ظاہر ہو

چکا ہے، اس لیے اب اسلام قبول کرنے کے بعد شرک کرنا محض سرکشی ہے، ہاں اس کو شبہ لاحق ہو سکتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ مہلت طلب کرے اور جب وہ مہلت طلب نہیں کرتا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ سرکش ہے اور عناداً اسلام کو ترک کر رہا ہے لہٰذا اس کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اس سے توبہ طلب کرنا مستحب ہے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی توبہ یہ ہے کہ وہ کلمہ شہادت پڑھے اور اسلام کے ماسوا تمام مذاہب سے برأت کا اظہار کرے یا اس نظریہ سے بیزاری کا اظہار کرے جس کی طرف وہ منتقل ہوا تھا۔ [1]

مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل

مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے پر دلائل دیتے ہوئے شمس الائمہ سرخسی

لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اور اس بارے میں دو حدیثیں ہیں ایک وہ حدیث ہے جس کو رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جہاد میں دیکھا کہ لوگ کسی چیز کے گرد جمع ہیں، آپ نے اس کے متعلق پوچھا تو صحابہ کرام نے بتایا کہ لوگ ایک مقتولہ عورت کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے کسی شخص سے فرمایا خالد کو تلاش کرو اور اس سے کہو کہ مزدور کو اور بچوں کو ہرگز قتل نہ کریں۔" [2] یہ حدیث اصل میں اس طرح ہے: حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید مامور تھے۔ وہاں راستہ میں ایک عورت مقتولہ ملی جس کو مقدمۃ الجیش نے قتل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا "یہ عورت تو جنگ نہیں کر رہی تھی"! الحدیث۔ فقہاء احناف کے استدلال کا مرکزی نقطہ اس حدیث کا یہ جملہ ہے جو علامہ سرخسی سے غالباً سہواً رہ گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورت جنگ نہ کرے اس کو قتل نہ کیا جائے۔ (سعیدی غفرلہٗ) اور دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقتولہ عورت دیکھی، آپ نے پوچھا کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنے پیچھے سوار کیا تھا اس نے مجھے قتل کرنے کے لیے میری تلوار کی طرف اچک لیا آپ نے فرمایا عورتوں کو قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی لاش کو دفن کر دو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ اور فتح مکہ کے دن جب آپ نے ایک عورت کو مقتولہ دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ عورت تو جنگ نہیں کرتی؟ اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ کوئی شخص قتل کا اس وجہ سے مستحق ہوتا ہے جب وہ جنگ کرے اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتیں، اور جب عورتوں کو قتل کرنے کی علت ان کا جنگ نہ کرنا ہے تو اس علت میں کفر اصلی اور کفر طاری (ارتداد) میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور امام شافعی اور امام احمد وغیرہ نے جو اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو" تو ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے عورتیں مستثنیٰ ہیں اور اس حدیث سے صرف مرد مراد ہیں اور تخصیص کی دلیل وہ احادیث ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور سنن دار قطنی میں جو یہ روایت ہے کہ "ام مروان نام کی ایک عورت مرتد ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا اس سے توبہ طلب

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۱۱۶-۱۱۵ مطبوعہ دار المامون تراث بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۴ھ

کرو اگر توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دو" اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو قتل کرنے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ جنگ کرنے والی تھی۔ کیونکہ ام مروان خود بھی جنگ کر رہی تھی اور مردوں کو بھی جنگ پر برانگیختہ کر رہی تھی اور وہ ان کی سردار تھی۔ اور حضرت ابوبکر سے جو روایت ہے کہ انھوں نے ام قرفہ نامی ایک مرتدہ کو قتل کر دیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ام قرفہ کے تیس بیٹے تھے جن کو وہ جنگ پر ابھار رہی تھی اور اس کو قتل کر کے کفار کی شوکت کو ختم کرنا مقصود تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو مصلحت اور سیاست سے قتل کیا ہو جس طرح آپ نے ان عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر اظہار خوشی کے لیے دف بجایا تھا۔ [1]

مرتدہ کو قتل نہ کرنے کے متعلق احادیث و آثار

حافظ زیلعی امام طبرانی کی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال له حین بعثه الی الیمن ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعه فان تاب فاقبل منه وان لم یتب فاضرب عنقه وایما امرأة ارتدت عن الاسلام فادعها فان تابت فاقبل منها وان ابت فاستتبها [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں یمن کی طرف بھیجتے ہوئے فرمایا: "جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ توبہ کر لے تو اس کا اسلام قبول کر لو، اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن مار دو، اور جو عورت اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو دعوت دو، اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لو اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے پھر توبہ طلب کرو۔

عن رباح بن ربیع قال: کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزاة وعلی مقدمة الناس خالد بن الولید فاذا امرأة مقتولة علی الطریق یتعجبون من خلقها قد اصابتها المقدمة فاتی رسول الله صلی

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور مقدمۃ الجیش پر حضرت خالد بن ولید مامور تھے، راستہ میں ایک عورت قتل کی ہوئی پڑی تھی، لوگ اس کی خلقت پر اظہار تعجب کر رہے تھے، اس کو مقدمۃ الجیش نے قتل کیا تھا

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰، ص ۱۱۰-۱۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] حافظ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۵۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

اللہ علیہ وسلم فوقف علیہا فقال: ما ما کانت ھذہ تقاتل ثم قال لرجل ادرک خالدا، فلا یقتلن ذریۃ ولا عسیفا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا یہ عورت تو جنگ نہیں کر رہی تھی! پھر ایک شخص سے فرمایا خالد سے کہو وہ بچے اور مزدور کو ہرگز قتل نہ کرے۔

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت جنگ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے (معالم السنن ج ۲ ص ۲۸۰) اور علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت جنگ نہ کرے تو اس کو قتل نہ کیا جائے خواہ کافرہ ہو یا مرتدہ، (مبسوط ج ۱۰ ص ۱۰۹)۔

امام محمد بن حسن شیبانی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لا یقتل النساء اذا ارتددن عن الاسلام ویجبرن علیہ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل نہ کیا جائے، ان کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔

اس حدیث کو امام دارقطنی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لا یقتلن النساء اذا ھن ارتددن عن الاسلام ولکن یحبسن ویدعین الی الاسلام فیجبرن علیہ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عورتیں (العیاذ باللہ) اسلام سے مرتد ہو جائیں تو ان کو ہرگز نہ قتل کیا جائے، البتہ ان کو قید کر دیا جائے اور ان کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے۔

عن لیث عن عطاء فی المرتدۃ قال: لا تقتل۔[5]

لیث بیان کرتے ہیں کہ عطاء نے مرتدہ کے بارے میں کہا ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔

عن الحسن فی المرتدۃ ترتد عن الاسلام قال لا تقتل۔ تحبس۔[6]

حسن بصری نے کہا جو عورت اسلام سے مرتد ہو جائے، اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ قید کیا جائے گا۔

قتل مرتد کا قرآن مجید سے ثبوت

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون

ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں سے آپ فرمایئے

---

[1] حافظ احمد بن علی المثنی التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۱۷۔ ۱۱۵، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ،

[3] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

[5] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰، " " " "

[6] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۴۰، " " " "

الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم اویسلمون۔ (فتح، ۱۶)

عنقریب تم ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہوگی تم ان سے لڑتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

اس آیت میں جس قوم کی طرف جنگ کی دعوت دی جانے کی خبر دی گئی ہے، علامہ آلوسی اس کے متعلق لکھتے ہیں: ابن منذر، طبرانی، اور زہری کی روایت کے مطابق یہ مسیلمہ کذاب کی قوم اہل یمامہ اور بنو حنیفہ ہیں، اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی نظریہ ہے اگرچہ اس میں دیگر اقوال بھی ہیں، نیز علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں یہ تعریض ہے کہ اس جنگجو قوم سے تم قتال کرتے رہو یا وہ مسلمان ہو جائیں اس کے علاوہ اور کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید نے ایک قوم کے لیے صرف دو راستے رکھے ہیں قتل یا قبول اسلام، اور وہ قوم جس کے لیے یہ سخت حکم نازل ہوا ہے عقلاً اور نقلاً مرتد ہی ہو سکتی ہے۔ عقلاً اس لیے کہ مرتد سے زیادہ سنگین جرم اور کسی فرد یا قوم کا نہیں ہے اس لیے یہ سخت حکم بھی اسی کا ہونا چاہیے جیسا کہ ہم مرتد کو علی الفور قتل کرنے کے حکم پر احناف کے دلائل" کے عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں اور نقلاً اس لیے کہ علامہ آلوسی کی نقل کردہ روایات سے ثابت ہے کہ اس قوم سے مراد بنو حنیفہ کے مرتدین ہیں۔

قتل مرتد کے ثبوت میں احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو"

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من غیر دینہ فاضربوا عنقہ۔[2]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑا دو"

حافظ الہیثمی امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

عن معاویۃ بن حیدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو تبدیل

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۶۴۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

فاقتلوہ۔

رواہ الطبرانی ورجالہ الثقات [1]

کرے اسے قتل کر دو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے [2] نیز اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن حمید بن ہلال ان معاذ بن جبل اتی ابا موسیٰ وعندہ رجل یہودی فقال: ماھذا فقال: ھذا یہودی اسلم ثم ارتد وقد استتابہ ابو موسیٰ شھرین قال، فقال معاذ: لا اجلس حتی اضرب عنقہ، قضی اللہ وقضی رسولہ۔ [4]

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل حضرت ابو موسیٰ کے پاس گئے ان کے پاس ایک یہودی شخص تھا حضرت معاذ نے کہا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ ایک یہودی شخص تھا مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا۔ حضرت ابو موسیٰ نے دو ماہ تک اس کو توبہ کی مہلت دی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت معاذ نے کہا میں جب تک اس کی گردن نہ اڑا دوں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی [5] اور امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ عن ابیہ قال: اخذ ابن مسعود قوما ارتدوا عن الاسلام من اھل العراق فکتب فیھم الی عمر، فکتب الیہ ان اعرض علیھم دین الحق وشھادۃ ان لا الہ الا اللہ، فان قبلوھا فخل عنھم وان لم یقبلوھا فاقتلھم، فقبلھا بعضھم فترکہ ولم یقبلھا بعضھم

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عراق کے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، حضرت ابن مسعود نے ان کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت عمر کو خط لکھا، حضرت عمر نے ان کو جواب لکھا کہ ان پر دین حق اور کلمہ شہادت پیش کرو، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو چھوڑ دو اور اگر اسلام قبول نہ کریں تو ان کو قتل کر دو، سو ان میں سے بعض نے اسلام قبول کر لیا ان

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۱، مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[3] حافظ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[4] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ

[5] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ العبسی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

فقتلہ [1]

کو حضرت ابن مسعود نے چھوڑ دیا اور بعض نے اسلام قبول نہیں کیا تو ان کو قتل کر دیا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر یقول یستتاب المرتد ثلاثا فان تاب ترک وان ابی قتل [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرتد سے توبہ کے لیے تین بار کہا جائے اگر وہ توبہ کرے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور اگر انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

عن ابن شہاب قال: یدعی الی اسلام ثلاث مرات فان ابی ضربت عنقہ [3]

ابن شہاب کہتے ہیں کہ (مرتد کو) تین بار اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی گردن مار دی جائے۔

عن ابن جریج قال: قال عطاء فی الانسان یکفر بعد اسلامہ یدعی الی الاسلام فان ابی قتل [4]

ابن جریج کہتے ہیں کہ عطاء نے کہا کہ جو انسان اسلام کے بعد کفر کرے اس کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

کیا مرتد کو قتل کرنا آزادیٔ فکر کے خلاف ہے؟

بعض مخالفین اسلام اور مستشرقین قتل مرتد کے حکم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حکم آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے فکر کو علی الاطلاق اور بے لگام نہیں چھوڑا۔ مثلاً اگر کسی شخص کا یہ نظریہ ہو کہ زنا کرنا اور چوری کرنا درست ہے تو کیا اس کو مسلمانوں کی لڑکیوں سے بدکاری کرنے اور مسلمان کے اموال چرانے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے گا؟ اور اگر کسی کا یہ نظریہ ہو کہ قتل کرنا درست ہے تو اس کو قتل کرنے کے لیے بے مہار چھوڑ دیا جائے گا، اور اگر ان اخلاقی مجرموں کو سزا دی جائے تو کیا یہ آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف ہوگا؟

تمام دنیا کے ملکوں میں یہ قاعدہ ہے اگر کوئی شخص حکومت وقت کے خلاف بغاوت کرے اور حکومت کا الٹنے اور انقلاب کے پروگرام بنائے تو ایسے شخص کو پھانسی کی سزا دی جاتی ہے پھر کیا ایسے شخص کو موت کی سزا دینا آزادیٔ فکر اور حریت اعتقاد کے خلاف نہیں ہے؟ جب کہ تمام دنیا میں باغیوں اور ملک کے غداروں کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ اور جب ملک کے غدار کو موت کی سزا دینا حریت فکر اور آزادیٔ رائے کے خلاف نہیں ہے تو دین کے غدار کو موت کی سزا دینا کیونکر آزادیٔ رائے کے خلاف ہو سکتا ہے!

---

[1] حافظ عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۶۹-۱۶۸ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۵ ص ۱۳۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

[3] " " " ، المصنف ج ۱۵ ص ۱۳۸، " "

[4] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹، " "

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں انصاف اور امن کے لیے آزادی رائے اور حریت فکر کو بے لگام اور بے مہار نہیں چھوڑا جا سکتا، ورنہ کسی کی جان، مال، عزت اور آبرو کا کوئی تحفظ نہیں ہوگا، اس لیے ضروری ہے کہ فکر اور اعتقاد کے لیے حدود اور قیود مقرر کی جائیں اور ان حدود کا تقرر یا عقل محض سے ہوگا یا وحی الٰہی سے، اگر ان حدود کا تقرر عقل محض سے کیا جائے تو ان حدود میں غلطی، خطاء ظلم اور جور کا امکان ہے۔ اس لیے ان حدود اور قیود میں وحی پر اعتماد کرنا ہوگا اور یہ وحی الٰہی ہے جس نے مرتد کی سزا قتل کرنا بیان کی ہے، جیسا کہ ہم قرآن مجید، احادیث صریحہ، اور آثار صحابہ و تابعین سے واضح کر چکے ہیں۔

بعض مستشرقین کہتے ہیں کہ مرتد کو قتل کی سزا دینا خود قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے: لا اکراہ فی الدین (البقرہ: ۲۵۶) "دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کافر اصلی کے متعلق ہے یعنی جو ابتداءً کافر ہو مرتد کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ پوری آیت اس طرح ہے:

لا اکراہ فی الدین ۚ قد تبین الرشد من الغی ۚ فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لہا (بقرہ: ۲۵۶)

دین (قبول کرنے) میں جبر نہیں ہے، ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے جو شخص شیطان کے حکم کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بے شک اس نے ایسا مضبوط دستہ تھام لیا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا۔

اور کافر اصلی کے مقابلہ میں شریعت نے مرتد کے متعلق زیادہ سخت احکام دیے ہیں جن کی تفصیل ہم "مرتد کو علی الفور قتل کرنے پر فقہاء احناف کے دلائل" کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ ثُبُوتِ الْقِصَاصِ فِي الْقَتْلِ بِالْحَجَرِ وَغَيْرِهِ مِنَ الْمُحَدَّدَاتِ وَالْمُثَقَّلَاتِ وَقَتْلِ الرَّجُلِ بِالْمَرْأَةِ

پتھر اور دوسری دھار والی چیزوں سے قصاص کا، اور عورت کے بدلہ میں مرد کو قتل کرنے کا ثبوت

۴۲۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ يَهُودِيًّا قَتَلَ جَارِيَةً عَلَى أَوْضَاحٍ لَهَا فَقَتَلَهَا بِحَجَرٍ قَالَ فَجِيءَ بِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِهَا رَمَقٌ فَقَالَ لَهَا أَقَتَلَكِ فُلَانٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کو چاندی کے زیورات کی خاطر پتھر سے قتل کر دیا، اس لڑکی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا درآں حالیکہ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے؟ اس نے سر کے اشارے سے کہا نہیں، آپ نے دوبارہ کہا تو اس نے پھر سر کے اشارے سے کہا نہیں، جب آپ نے تیسری بار سوال کیا تو اس نے کہا ہاں! اور سر سے اشارہ

ثُمَّ قَالَ لَهَا الثَّانِيَةَ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَنْ لَا ثُمَّ سَأَلَهَا الثَّالِثَةَ فَقَالَتْ نَعَمْ وَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا فَقَتَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔

کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص (کے سر) کو دو پتھروں سے کچل کر ہلاک کر دیا۔

۴۲۴۹۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ إِدْرِيسَ فَرَضَخَ رَأْسَهُ بَيْنَ حَجَرَيْنِ۔

دو مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے اور ابن ادریس کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا۔

۴۲۵۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى حُلِيٍّ لَهَا ثُمَّ أَلْقَاهَا فِي الْقَلِيبِ وَرَضَخَ رَأْسَهَا بِالْحِجَارَةِ فَأُخِذَ فَأُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِهِ أَنْ يُرْجَمَ حَتَّى يَمُوتَ فَرُجِمَ حَتَّى مَاتَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے کچھ زیوروں کی خاطر انصار کی ایک لڑکی کو قتل کر دیا، پھر اس کو ایک کنویں میں ڈال دیا۔ اس نے اس لڑکی کا سر پتھروں سے کچل دیا تھا۔ پھر وہ شخص پکڑا گیا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے فرمایا جب تک یہ مر نہ جائے اس کو پتھر مارے جائیں۔ پھر اس کو پتھر مارے گئے حتی کہ وہ مر گیا۔

۴۲۵۱۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۴۲۵۲۔ وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَارِيَةً وُجِدَ رَأْسُهَا قَدْ رُضَّ بَيْنَ حَجَرَيْنِ فَسَأَلُوهَا مَنْ صَنَعَ هَذَا بِكِ فُلَانٌ فُلَانٌ حَتَّى ذَكَرُوا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکی اس حال میں پائی گئی کہ اس کا سر پتھروں سے کچلا ہوا تھا، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے؟ فلاں نے؟ حتی کہ لوگوں نے ایک یہودی کا ذکر کیا، اس نے سر کے ساتھ اشارہ کیا پھر اس

يَهُوْدِيًّا فَاَدْمَتْ بِرَأْسِهَا فَاُخِذَ الْيَهُوْدِيُّ فَاَقَرَّ فَاَمَرَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرَضَّ رَأْسُهُ بِالْحِجَارَةِ۔

یہودی کو پکڑا گیا اور اس نے (قتل کا) اقرار کر لیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کا سر پتھروں سے کچل دیا جائے۔

حدیث الباب میں قتل کے ثبوت کا تعین

اس باب کی احادیث پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر گواہوں کے ثبوت کے محض اس لڑکی کے بیان پر اس یہودی کو کیوں قتل کر دیا؟ بعض علماء نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے جب قاتل کو مقتول کے قول کی بناء پر قتل کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے علم ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کا قاتل وہ یہودی ہے لیکن یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قصاص کا ثبوت یا گواہوں سے ہوتا ہے یا قاتل کے اعتراف سے۔ اور اس واقعہ میں قاتل نے قتل کا اعتراف کر لیا تھا جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۲۵۲ میں ہے (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ اصح المطابع کراچی) نیز صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۰۱۶-۱۰۱۵) میں بھی ہے کہ قاتل کے اقرار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قصاص لیا۔

قتل کے ثبوت میں امام مالک کے قول کی وضاحت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ نووی نے کہا ہے کہ جس شخص پر قتل کرنے کی تہمت ہو تو امام مالک کے نزدیک محض زخمی کے قول سے قتل کا ثبوت ہو جاتا ہے اور انہوں نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے، لیکن اس حدیث میں اس قول پر دلیل نہیں ہے، بلکہ یہ قول باطل ہے، کیونکہ اس یہودی نے قتل کا اعتراف کر لیا تھا جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم کی روایات سے ثابت ہے، بعض مالکی علماء نے علامہ نووی کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ امام مالک یا کسی اور مالکی عالم کا یہ قول نہیں ہے کہ محض زخمی کے قول سے قصاص ثابت ہو جاتا ہے، ہاں جو شخص مرنے کے قریب ہو اور وہ یہ کہے کہ مجھے فلاں شخص نے قتل کیا ہے تو یہ ایک قرینہ ہے جس سے قسامت واجب ہوتی ہے، پھر دو مردوں سے قسم لی جائے گی، بعض مالکیہ نے جمہور کی موافقت کی ہے اور جو اس قول کے قائلین ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ جب انسان مر رہا ہو اور دنیا سے جا رہا ہو اور اخروی احوال کا معائنہ کر رہا ہو اس وقت وہ صرف سچ ہی بولتا ہے اس لیے اس کا قول لائق اعتبار ہے۔ [1]

آلہ قصاص میں ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: عمر بن عبد العزیز، قتادہ، حسن، ابن سیرین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور، اسحاق، ابن المنذر اور غیر مقلدین کی ایک جماعت نے اس حدیث سے اس پر استدلال کیا ہے کہ قاتل جس آلہ سے قتل کرے اس کو اسی آلہ کے ساتھ قتل کیا جائے، ابن حزم لکھتے ہیں امام مالک نے کہا ہے کہ اگر قاتل کسی شخص کو پتھر یا لاٹھی یا آگ سے قتل کرے تو اس کو بھی اسی قسم کے آلات سے قتل کیا جائے گا اور اس پر ان چیزوں سے اس وقت تک ضرب لگائی جائے گی جب تک کہ وہ مر نہ جائے اور اگر اس نے اس کو بھوکا اور پیاسا باندھ کر رکھا حتی کہ وہ مر گیا تو اس کو بھی اتنے دن بھوکا

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

اور پیاسا بند کر کے رکھا جائے گا اگر اتنے دنوں میں مر گیا تو ٹھیک ورنہ تلوار سے قتل کر دیا جائے گا اسی طرح اگر اس نے غرق کیا ہے یا کسی بلندی سے پھینکا ہے، اگر قاتل نے کسی شخص کے ہاتھ اور پیر کاٹے جس سے وہ مر گیا تو قاتل کے بھی ہاتھ اور پیر کاٹے جائیں گے۔ اگر وہ مر گیا تو ٹھیک ورنہ اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا ــــــ عامر شعبی، ابراہیم نخعی حسن بصری، سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف نے یہ کہا ہے کہ قاتل کو تمام صورتوں میں صرف تلوار سے قتل کیا جائے گا کیونکہ امام ابو داؤد طیالسی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بحدیدۃ۔ "قصاص صرف دھار والی چیز سے لیا جائے"۔ اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت نعمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بالسیف۔ "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بالسیف۔ "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے" اسی طرح حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بحدیدۃ "قصاص صرف دھار والی چیز سے لیا جائے"۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا القود بالسیف والخطاء علی العاقلۃ "قصاص تلوار سے ہے اور قتل خطاء کی دیت عصبات پر ہے" اور یہ حدیث حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ابو بکرہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہ بعض روایات بعض کے لیے شاہد ہیں اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس سے استدلال صحیح ہے۔ [1]

آلہ قصاص کے عموم میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ائمہ ثلاثہ اس باب کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ قاتل جس آلہ سے قتل کرے اسی آلہ سے قصاص لیا جائے، علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو قاطع الطریق اور ڈاکو کے حکم میں قرار دیا اور ڈاکو کو امام جس طرح چاہے قتل کر سکتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مثلہ کرنا مباح تھا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیین کو سزا دی تھی بعد میں اس سے منع کر دیا گیا اور یہ منسوخ ہو گیا۔ [2]

اشارہ سے حکم کے ثبوت میں مذاہب

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ مریض کے اشارہ سے حکم کے ثبوت میں فقہاء کا اختلاف ہے، لیث، امام مالک، اور امام شافعی کا یہ موقف ہے کہ جب حاضرین اس کے اشارہ کو پہچان لیں تو اس سے حکم ثابت ہو جائے گا، اور اس کی وصیت جائز ہے اور امام ابو حنیفہ، اوزاعی اور ثوری کا یہ موقف ہے کہ جب مریض سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ ہاتھ یا سر سے اشارہ کر دے تو اس سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کلام نہ کرے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ صرف گونگے کے اشارہ سے حکم کا ثبوت جائز

---

[1] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۲ - ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " عمدۃ القاری ج ۱۲، ص ۲۵۲، " "

ہے یا جس شخص کے کلام میں سکتہ ہو لیکن جس شخص کی زبان بند ہو جائے اور وہ اس کے ساتھ اشارہ نہ کرے اس کا اشارہ جائز نہیں ہے۔ صاحب التوضیح نے کہا کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل ہے، علامہ عینی اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کے اشارے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس یہودی کو اس کے اعتراف اور اقرار کی بنا پر قتل کیا تھا۔ [1]

بھاری اور ثقیل چیز سے قصاص کے لزوم میں ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ جو شخص کسی ثقیل اور بھاری چیز سے عمداً قتل کیا جائے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کے لیے قصاص واجب نہیں ہے ان کے نزدیک اس صورت میں صرف دیت مغلظہ ثابت ہے اور یہ حدیث ان کے خلاف ہے، اس کے برخلاف امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کے نزدیک کسی بھاری اور وزنی چیز کے ساتھ قتل کرنے سے بھی قصاص لازم آتا ہے، امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس یہودی کی عادت تھی کہ وہ راستہ میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو قتل کر دیتا تھا گویا وہ فساد کرنے والا اور ڈاکو تھا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیاستہً قتل کر دیا، انھوں نے اعتراض کیا کہ اگر ایسا ہی تھا تو اس کو پتھروں سے کچل کر اسی کی طرح کیوں قتل کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مُثلہ کی تحریم سے پہلے کا عمل ہے اور جب مُثلہ کو حرام کر دیا گیا تو صرف تلوار سے قصاص لینا مشروع رہا۔ [2]

قصاص کے وجوب میں تلوار یا دھار والے آلہ سے قتل کے بارے میں احادیث، آثار اور فتاوی تابعین

امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شئ خطأ الا السیف ولکل خطأ ارش۔ [3]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلوار کے سوا ہر شئے میں خطاء ہے اور ہر خطاء میں دیت ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

حافظ دیلمی نے امام احمد کی سند سے یہ حدیث بھی ذکر کی ہے۔

---

[1] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۵-۲۵۴، " " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۲ ایضاً ۲۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ ۱۴۰۶ھ

[4] حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی

عن النعمان بن بشیر مرفوعاً کل شیٔ خطأ الا ما کان بحدیدۃ ولکل خطأ ارش[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھار والی (کاٹنے والی) چیز کے سوا ہر چیز میں خطاء ہے اور ہر خطاء کی ایک دیت ہے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ تلوار یا دھار والی چیز کے ساتھ قتل کیا جائے تو قصاص ہے اور اس کے سوا اور کسی چیز سے قتل کیا جائے تو اس میں دیت ہے، نیز احادیث میں یہ بھی ہے کہ لاٹھی یا پتھر اور کسی وزنی اور بھاری چیز کے ساتھ قتل کرنے میں دیت ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب یوم الفتح بمکۃ فکبر ثلاثا ثم قال لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ — الا ان کل ما ثرۃ کانت فی الجاھلیۃ تذکو وتدعی من دم او مال تحت قدمی الا ما کان من سقایۃ الحاج وسدانۃ البیت ثم قال الا ان دیۃ الخطأ شبہ العمد ما کان بالسوط والعصا مأۃ من الابل منھا اربعون فی بطونھا اولادھا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا لا الہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ پھر فرمایا سنو، زمانہ جاہلیت کی تمام فخریہ باتیں اور زمانہ جاہلیت کے تمام خون اور مال کے دعوے میرے قدموں کے نیچے ہیں (یعنی ساقط ہیں) البتہ حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ کی خدمت کرنا (باقی ہے) پھر فرمایا سنو! قتل خطاء شبہ عمد وہ قتل ہے جو کوڑے اور لاٹھی سے قتل کیا جائے اس کی دیت سو اونٹ ہیں جن میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں۔

اس حدیث کو امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ، امام حمیدیؒ اور امام ابن حبانؒ نے بھی روایت کیا ہے۔
حافظ زیلعی نے امام اسحاق بن راہویہ کی سند سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شبہ العمد قتیل الحجر والعصا وفیہ الدیۃ مغلظۃ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شبہ العمد وہ ہے جس کو پتھر اور لاٹھی سے قتل کیا گیا ہو اس میں دیت منلظہ ہے۔

---

[1] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۳۳، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[3] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۱۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ عالم الکتب بیروت
[6] امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ (المرتب)، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۶۰۲-۶۰۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ
[7] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۳۳۳ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قتل في عمياء رميا بحجر او ضربا بالسوط او بعصا فعقله عقل الخطاء الحديث۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اندھا دھند پتھر مار کر قتل کیا گیا ہو یا جس کو کوڑے یا لاٹھی کی ضرب سے قتل کیا گیا اس کی دیت قتل خطا کی دیت ہے۔

عن علي وابن مسعود ان شبه العمد الحجر والعصا۔ [2]

حضرت علی اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس کو پتھر یا لاٹھی سے قتل کیا جائے وہ قتل شبہ عمد ہے۔

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ [3]

عن ابن مسعود قال: شبه العمد الحجر والعصا والسوط والدفعة والرفقة وكل شئ عمدته به ففيه التغليظ في الدية۔ [4]

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس شخص کو پتھر، لاٹھی، کوڑے یا سواری سے گرا کر ان میں سے جس کے ساتھ بھی تم نے عمداً قتل کیا اس میں دیت منتظہ ہے۔

اس حدیث کو بھی حافظ الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ سند منقطع ہے لیکن اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ [5]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قتيل السوط والعصا شبه عمد۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوڑے اور لاٹھی کا مقتول قتل شبہ عمد ہے۔

عن الشعبي والحكم وحماد قالوا ما اصيب به من حجر او سوط او عصا فاتى على النفس فهو شبه العمد وفيه الدية مغلظة۔ [6]

شعبی، حکم اور حماد کہتے ہیں کہ جس کو پتھر، کوڑے یا لاٹھی سے قتل کر دیا جائے وہ قتل شبہ عمد ہے اور اس میں دیت منتظہ ہے۔

عن ابراهيم قال: ما كان من قتل بغير سلاح فهو شبه العمد وفيه الدية على العاقلة۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ جو قتل بغیر ہتھیار کے ہو وہ قتل شبہ عمد ہے اور اس میں عاقلہ پر دیت ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۸۰-۴۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

[2] " " المصنف ج ۹ ص ۴۷۸، " " "

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۶، مطبوعہ دارالکتاب العربی الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۲ھ

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ

[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۸۶، مطبوعہ دارالکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ

[6] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۹۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۷ھ

" " " " المصنف ج ۹ ص ۳۹۱، " " "

امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۸۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

عن علی وعبد اللہ قالا: العمد السلاح [1]

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قتل عمد ہتھیار سے ہوتا ہے۔

عن مسروق قال: العمد بالحدیدۃ [2]

مسروق نے کہا کہ قتل عمد کاٹنے والے یا دھار والے ہتھیار سے ہوتا ہے۔

عن الشعبی قال: کل شئ بحدیدۃ فھو عمد [3]

شعبی نے کہا ہر دھار والے آلہ سے قتل، قتل عمد ہے۔

ان تمام احادیث، آثار اور فتاوی تابعین سے بصراحت واضح ہوتا ہے کہ تلوار اور کاٹنے والے آلہ کے سوا اور کسی چیز سے قتل میں قصاص واجب نہیں ہے اور ان احادیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ پتھر، لاٹھی یا کسی اور بھاری اور وزنی چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص لازم نہیں آتا اور فقہاء احناف کا نظریہ ان احادیث کے عین مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ کا نظریہ ان احادیث، آثار اور فتاوی تابعین کے بالکل خلاف ہے، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک صرف تلوار اور دھار دار چیز کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے اور اگر ارادہ قتل سے کسی کو لاٹھی یا پتھر سے ہلاک کیا جائے تو وہ قتل شبہ عمد ہے جس میں قصاص نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے اس وجہ سے موقف احناف کی مکمل وضاحت کے لیے قتل کی جمیع اقسام اور ان کا حکم جاننا ضروری ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک قتل کی اقسام

فقہاء احناف کے نزدیک قتل کی پانچ اقسام ہیں: علامہ سرخسی لکھتے ہیں: علامہ ابوبکر رازی نے کہا کہ قتل کی پانچ اقسام ہیں: قتل عمد، قتل شبہ عمد، قتل خطاء، قتل قائم مقام خطاء اور وہ قتل جو عمد، خطاء اور قائم مقام خطاء کے مغائر ہے جس کو قتل بالسبب کہتے ہیں۔

قتل عمد

علامہ سرخسی قتل عمد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

اما العمد فھو ما تعمدت ضربہ بسلاح لان العمد ھو القتل وقصد ازھاق الحیاۃ وھی غیر محسوسۃ لقصد اخذھا فیکون القصد الی ازھاق الحیوۃ بالضرب بالسلاح الذی ھو جارح عامل فی [4]

قتل عمد وہ قتل ہے جس میں جان نکالنے کے لیے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جان غیر محسوس ہے پس وہ جان نکالنے کے لیے ایسے ہتھیار کو استعمال کرے گا جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر اور باطن میں مؤثر ہو۔

علامہ ابوبکر رازی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی اصل کے مطابق جس قتل کو ہتھیار یا ہتھیار کے قائم مقام کے ساتھ

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " المصنف ج ۹ ص ۳۴۳، " "

[3] " " " المصنف ج ۹ ص ۳۴۴، " "

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۵۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

کیا جائے وہ قتل عمد ہے مثلاً بانس کی کھپچی یا لاٹھی کے ٹکڑے یا کسی اور ایسی دھار والی چیز کے ساتھ قتل کر دے جو ہتھیار اور ہمارے علم کے مطابق ان صورتوں کے قتل عمد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ قتل عمد کا حکم آخرت میں عذاب ہے اور دنیا میں قصاص ہے الا یہ کہ اولیاء مقتول دیت پر راضی ہو جائیں اور قاتل اگر وارث ہو تو وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ [2]

قتل شبہ عمد شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

واما شبه العمد فهو ما تعمدت ضربه بالعصا او السوط او الحجر او اليد فان في هذا الفعل معنيين العمد باعتبار قصد الفاعل الى الضرب ومعنى الخطأ باعتبار انعدام القصد منه الى القتل لان الآلة التي استعملها آلة الضرب للتأديب دون القتل والعاقل انما يقصد كل فعل بالة فاستعماله آلة التاديب دليل على انه غير قاصد الى القتل فكان في ذلك خطأ لشبه العمد صورة من حيث انه كان قاصدا الى الضرب والى ارتكاب ما هو محرم عليه۔ [3]

شبہ العمد وہ قتل ہے جس میں لاٹھی کوڑے، پتھر یا ہاتھ سے ضرب لگانے کا قصد کیا جائے۔ اس فعل میں دو جہتیں ہیں اس لحاظ سے عمد ہے کہ وہ فاعل اس میں ضرب لگانے کا قصد کرتا ہے اور اس لحاظ سے خطا ہے کہ وہ اس ضرب سے قتل کرنے کا قصد نہیں کرتا، کیونکہ جس آلہ کو اس نے استعمال کیا ہے وہ سزا دینے کے لیے ضرب کا آلہ ہے۔ قتل کا آلہ نہیں ہے اور عاقل شخص ہر آلہ سے اسی فعل کا قصد کرتا ہے جس فعل کے لیے وہ آلہ بنایا گیا ہے پس فاعل کا تادیب کے آلہ کو استعمال کرنا اس کی دلیل ہے کہ اس کا قصد قتل کرنے کا نہیں تھا پس اس میں اس کو خطاء لاحق ہوئی جو صورۃً عمد کے مشابہ ہے، کیونکہ اس کا قصد سزا دینا تھا اور وہ اس فعل کا مرتکب ہو گیا جو اس پر حرام ہے (یعنی قتل)

شمس الائمہ سرخسی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ قتل شبہ عمد میں فاعل کا مقصود تادیب (سزا دینے) کے لیے مارنا ہوتا ہے قتل کرنا نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارے معاصر فقیہ مولانا وقار الدین نے اس کے برعکس لکھا ہے: لکھتے ہیں:

قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا ——— طحطاوی ص ۲۸۵ جلد ۴، بحر الرائق ص ۲۹۱ ج ۸، تبیین ص ۱۰۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۴۲۸ ج ۵، درر غرر ص ۹۰ ج ۲ ——— [4]

مولانا وقار الدین نے جتنی کتابوں کے حوالے دیے ہیں سب میں ان کی تحریر کے برعکس یہ لکھا ہے کہ قتل شبہ عمد

---

[1] علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ " " " المبسوط ج ۲۶ ص ۶۰-۵۹ " " "

[4] ۔ مولانا وقار الدین نوید کراچی، بہار شریعت ج ۱۸ ص ۱۶ مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی، بار اول ۱۹۷۹ء۔

وہ ہے جس میں سزا دینے کا قصد ہو اور قتل کرنے کا قصد نہ ہو۔

علامہ طوری حنفی شبہ عمد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

شبہ العمد عند الامام تعمد الضرب بما لیس بسلاح قال محمد ویکون قصدہ الضرب والتأدیب [1]

امام اعظم کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ اس چیز سے ضرب لگانے کا قصد کیا جو ہتھیار نہ ہو، اور امام محمد نے کہا اس کا قصد تادیب اور سزا دینا ہو۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

لانہ یقصد بہ التأدیب او اتلاف العضو لا القتل فکان شبہ عمد۔ [2]

کیونکہ اس سے تادیب یا سزا دینے یا عضو کو تلف کرنے کا قصد کیا جاتا ہے نہ کہ قتل کرنے کا پس یہ شبہ عمد ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

لان فیہ معنی العمدیۃ باعتبار قصد الفاعل الی الضرب ومعنی الخطأ باعتبار عدم قصدہ الی القتل اذ لیست الآلۃ آلۃ قتل۔ [3]

کیونکہ شبہ عمد میں فاعل ضرب کا قصد کرتا ہے اس اعتبار سے اس میں عمدیت کا معنی ہے اور خطاء کا معنی اس وجہ سے ہے کہ وہ قتل کا قصد نہیں کرتا، کیونکہ اس نے جس چیز سے ضرب لگائی ہے وہ اکثر قتل نہیں ہے۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

لان فی ھذا الفعل معنی العمدیۃ باعتبار قصد الفاعل الی الضرب ومعنی الخطأ باعتبار عدم قصدہ الی القتل۔ [4]

کیونکہ اس فعل میں اس اعتبار سے عمدیت کا معنی ہے کہ فاعل ضرب کا قصد کرتا ہے اور اس اعتبار سے خطأ کا معنی ہے کہ وہ قتل کا قصد نہیں کرتا۔

اور علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وقال صاحب المجتبیٰ یشترط عند ابی حنیفۃ ان یقصد التأدیب دون الاتلاف۔ [5]

اور صاحب مجتبیٰ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (شبہ عمد میں) یہ شرط ہے کہ وہ سزا دینے کا قصد کرے قتل کرنے کا قصد نہ کرے۔

مولانا وقار الدین کے اپنے نقل کردہ حوالہ جات اور ان کے علاوہ علامہ سرخسی اور علامہ عینی کے حوالوں سے واضح

---

[1] علامہ محمد بن حسین بن علی طوری حنفی، تکملہ البحر الرائق ج ۸ ص ۲۹۱ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۱۰۰، مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۷۸ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۹۰ مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[5] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ المجلد الرابع ص ۴۴۵ مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ

ہو گیا کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جس میں فاعل قتل کا قصد نہ کرے بلکہ تادیباً سزا دینے کا قصد کرے اور مولانا وقار الدین نے جو شبہ عمد کی تعریف میں لکھا ہے کہ فاعل قتل کا قصد کرے وہ غلط ہے اور ان تمام تصریحات کے خلاف ہے۔

قتل شبہ عمد میں فاعل گنہ گار ہوگا اور اس پر کفارہ واجب ہے (ایک غلام کو آزاد کرے یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے) اور اس کے عصبات پر دیت مغلظہ (سو اونٹ) واجب ہے جس کو وہ تین سال میں ادا کریں گے اور فاعل اگر وارث ہو تو اس میں مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ [1]

قتل خطاء علامہ سرخسی لکھتے ہیں قتل خطاء یہ ہے کہ جس کو قتل کرنے کا قصد کیا ہو اس کے بجائے کوئی اور قتل ہو جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں خطاء ہو اور دوسری یہ ہے کہ اس کے فعل میں خطاء ہو۔ فعل میں خطاء کی مثال یہ ہے کہ اس نے کسی شکار یا کسی ہدف کی طرف شست باندھ کر نشانہ لگایا اور گولی کسی مسلمان شخص کو لگ گئی۔ اور گمان میں خطاء کی مثال یہ ہے کہ اس نے کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر نشانہ بنایا اور وہ شخص مسلمان تھا یا اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی اور جس کو گولی لگی وہ مسلمان شخص تھا۔

قتل خطاء کا حکم یہ ہے کہ اس میں قصاص واجب نہیں ہے اور شریعت میں ہم سے خطاء پر اخروی مواخذہ ساقط ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لیس علیکم جناح فیما اخطأتم بہ "جو کام تم نے خطاء کیا اس میں گناہ نہیں ہے" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرھوا علیہ "بھول خطاء اور جبریہ کاموں پر میری امت سے گناہ اٹھا لیا گیا ہے۔ اس میں فاعل پر کفارہ یعنی دو ماہ کے مسلسل روزے ہیں اور اس کے عصبات پر دیت ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ [2]

قتل قائم مقام خطاء علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ علامہ ابوبکر رازی کی تعریف کے مطابق قتل قائم مقام خطاء یہ ہے کہ مثلاً نیند میں کوئی شخص کسی پر گر پڑے اور اس کو قتل کر دے یہ عمد ہے نہ خطاء۔ کیونکہ سونے والے شخص کا قصد متصور نہیں ہے لیکن اس کا کروٹ بدل کر کسی شخص پر گرنا اس شخص کی ہلاکت کا موجب ہے، اس کے عصبات پر دیت اور کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ مقتول کا وارث تھا تو اس کی وراثت سے بھی محروم ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی کوتاہی کی ہو یا وہ نیند میں نہ ہو اور اس نے جلد میراث حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا ہو۔ [3]

قتل بالسبب علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جو قتل عمد ہے نہ خطاء نہ قائم مقام خطاء (یعنی قتل بالسبب) وہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص راستہ میں کنواں کھود دے یا راستہ میں پتھر وغیرہ رکھ دے اور کوئی شخص کنوئیں میں گر کر ہلاک ہو جائے یا پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے اور مر جائے۔ یہ شخص قتل کرنے کا مرتکب نہیں ہے کیونکہ اس نے مقتول پر کوئی فعل واقع نہیں کیا اس کا فعل تو زمین کے ساتھ متصل تھا اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ عمد، شبہ عمد، خطاء یا قائم مقام خطاء قتل کی کسی قسم کا مرتکب نہیں ہے بلکہ اس کے ایک سبب سے قتل ہوا ہے جو سبب متدی ہے پس ہم اس کے

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ الطبعۃ الثالثۃ بیروت

[2] " " " ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۷-۶۶، " "

[3] " " " ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۸، " "

عصبات پر دیت واجب کرتے ہیں تاکہ انسانی جان رائیگاں جانے سے بچ جائے اور اس شخص پر نہ کفارہ واجب ہوگا اور نہ وہ مقتول کی وراثت سے محروم ہوگا۔ [1]

حسب ذیل صورتیں بھی قتل بالسبب میں داخل ہیں:

(۱)۔ کوئی شخص کسی جانور کو ہلاک کرنے جا رہا ہو اور وہ جانور کسی شخص کو ہلاک کر دے۔

(۲)۔ کوئی شخص تیز رفتار گاڑی چلائے اور اس کی جھپٹ میں آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے۔

(۳)۔ کوئی اناڑی شخص گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے کوئی آ کر ہلاک ہو جائے۔

(۴)۔ کوئی شخص نشہ میں آ کر گاڑی چلائے اور اس کی گاڑی کے نیچے آ کر کوئی شخص مر جائے۔

پستول اور بندوق وغیرہ کے ساتھ قتل کرنے سے آیا قصاص واجب ہوگا یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک

تلوار اور دیگر کاٹنے اور دھار والے ہتھیاروں کے ساتھ قصاص واجب ہوتا ہے اور پتھر اور دیگر بھاری اشیاء کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب نہیں ہوتا اور ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک دیگر ثقیل اشیاء کے ساتھ اگر قتل کرنے کے قصد سے کسی کو ہلاک کر دیا جائے تو پھر بھی قصاص واجب ہوتا ہے۔ اس بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بندوق یا پستول یا کلاشنکوف سے کسی کو قتل کر دیا جائے تو آیا امام اعظم کے قول کے مطابق اس سے قصاص لازم آئے گا یا نہیں؟! بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں قصاص واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ تلوار کی طرح کاٹنے والا ہتھیار نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک اس سے قصاص واجب ہو جائے گا۔

لیکن اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی گولی کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ نے قصاص کو تلوار کے ساتھ اس لیے خاص کیا تھا کہ اس زمانہ میں قتل کرنے کا عام سبب اور ذریعہ تلوار تھا اور چونکہ پتھر وغیرہ قتل کرنے کا عام اور مؤثر سبب نہیں تھا اس لیے پتھر سے قتل کرنے کو قتل شبہ عمد کہا اور قتل عمد نہیں قرار دیا جو موجب قصاص ہوتا ہے اور ہمارے زمانہ میں تلوار کا استعمال متروک ہو چکا ہے اور قتل کرنے کا عام اور سبب غالب بندوق اور پستول وغیرہ ہے نیز جس طرح تلوار کی وضع صرف قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے اسی طرح بندوق کی وضع قتل اور زخمی کرنے کے لیے ہے اس لیے امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اب بندوق اور پستول وغیرہ تلوار کے حکم میں ہیں اور جس طرح تلوار سے قتل کرنے سے قصاص واجب ہوتا ہے اسی طرح بندوق یا ریوالور سے قتل کرنے سے قصاص لازم آئے گا۔ اس سلسلہ میں پہلی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی۔ (بقرۃ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! جو لوگ ناحق قتل کیے گئے ہیں ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا ہے۔

اس آیت سے مقتول عام ہے خواہ اس کو تلوار یا کسی دھار والے آلہ سے قتل کیا گیا ہو یا پستول یا بندوق کی گولی سے قتل کیا گیا ہو اور امام ابوحنیفہ کا اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کے عموم کو حدیث صحیح سے بھی مقید نہیں کیا جا سکتا جبکہ حدیث: لاقود

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۸، مطبوعہ دار المعرفۃ الطبعۃ الثالثۃ بیروت

الا بالسیف زیادہ سے زیادہ حسن ہے۔ اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں لیکن چونکہ یہ متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے حدیث حسن ہے۔ انصاف اور دیانتداری کی بات یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد جو یہ کہتے ہیں کہ مقتول کو جس طرح بھی قتل کیا گیا ہو اس کا قصاص لازم ہے، ان کا مسلک قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے۔

اسی طرح بکثرت احادیث میں ہے کہ ہتھیار سے قتل کرنے میں قصاص ہے، ان احادیث کا ذکر ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں تاہم امام ابوحنیفہ کے نظریہ کے مطابق بھی بندوق کی گولی اور چھرے سے قصاص لازم آتا ہے۔ ہم ذیل میں علامہ سرخسی حنفی کی وہ عبارت نقل کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ امام ابوحنیفہ نے قصاص کو تلوار کے ساتھ اس لیے خاص کیا تھا کہ اس زمانے میں قتل کرنے کا عام اور غالب سبب تلوار تھی اور اس کی وضع صرف قتل کرنے اور زخمی کرنے کے لیے تھی جبکہ مثقل اشیاء کی وضع دیگر مقاصد کے لیے ہوتی ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ: لا قود الا بالسیف قصاص صرف تلوار (کے قتل) سے واجب ہوتا ہے اور اس حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ تلوار کے بغیر قصاص لینا واجب نہیں ہے اور اس حدیث میں تلوار سے مراد ہتھیار ہیں، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: العمد السلاح۔ قتل عمد ہتھیار سے ہوتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب نے کہا: لا قود الا بالسلاح، قصاص صرف ہتھیاروں کے قتل سے لازم آتا ہے۔ نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کے ذکر سے ہتھیار مراد لیے ہیں، کیونکہ ہتھیاروں میں بالخصوص تلوار کو جنگ کے لیے تیار کیا گیا ہے، کیونکہ تلوار سے سوا جنگ اور قتال کے اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا جاتا اور دیگر ہتھیاروں سے جنگ کے علاوہ اور منافع بھی مقصود ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ: بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ "مجھے تلوار کے ساتھ قیامت تک کے لیے بھیجا گیا ہے" اس تلوار سے آپ کی مراد ہتھیار اور آلۂ قتال ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کی اس امر پر دلیل ہے کہ قصاص صرف ہتھیاروں سے واجب ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی انسان کو بڑے پتھر یا بڑی لکڑی سے قتل کر دے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق قصاص لازم نہیں ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے قول کے مطابق قصاص لازم ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل (اسراء: ۳۳) "اور بے شک جس شخص کو ناحق قتل کیا گیا ہو تو ہم نے اس کے وارث کو (اس سے قصاص لینے کی) قدرت دی ہے پس وہ قصاص لینے میں حد سے نہ بڑھے"۔ اس آیت میں سلطان سے مراد قصاص لینا ہے کیونکہ اس کے بعد قتل میں اسراف کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے اگر یہ قید لگائی گئی کہ "جس شخص کو کاٹنے اور زخمی کرنے والے آلہ سے قتل کیا گیا ہو (تو اس کا ولی قصاص لے سکتا ہے) تو یہ قرآن مجید کی آیت پر زیادتی ہوگی اور حدیث میں بھی ہے کہ ایک یہودی نے زیورات کی وجہ سے ایک لڑکی کا سر پتھر سے کچل کر اس کو ہلاک کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دو پتھروں سے اس یہودی کا سر کچل دیا جائے۔

شمس الائمہ سرخسی اس دلیل کے جواب میں امام ابوحنیفہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ آلہ (پتھر اور دیگر دنی اشیاء) نہ زخم ڈالتا ہے اور نہ بدن کو کاٹتا ہے اس لیے اس سے قتل کرنا قصاص کا موجب نہیں ہے مثلاً چھوٹی لکڑی سے قتل کرنا اور اس کی تحقیق دو طرح ہے ایک یہ ہے کہ وجوب قصاص قتل عمد کے ساتھ خاص ہے اور عمد محض اس وقت ہوگا جب آلۂ قتل کے ساتھ قتل کیا جائے اور آلۂ قتل وہ ہے جو زخمی کرنے والا آلہ ہو

اور زخم بدن کے ظاہر اور باطن میں شکست وریخت کا عمل پیدا کرتا ہے اور آلہ جارحہ (زخمی کرنے والے آلات) کے ماسوا (غالباً) بدن کے باطن میں توڑ پھوڑ کرتے ہیں اور ظاہر میں نہیں کرتے (مثلاً لاٹھی اور پتھر کی چوٹ سے بدن کے جس حصے نے ساتھ السائی بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں ٹوٹ پھوٹ ہو وہ قتل من کل الوجوہ ہے اور جس قتل کے ساتھ بدن کے صرف باطن میں شکست وریخت ہو اور جو بعض وجہ سے قتل ہو وہ فی نفسہ قاصر ہے اور چونکہ اس میں شبہ پڑ گیا اس لیے اس سے قصاص ساقط ہو جائے گا۔

نیز علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید (الحدید: ۲۵) ہم نے لوہا نازل کیا جس میں سخت جنگی قوت ہے۔ اس سے مراد قتل کی قوت ہے اسی طرح بادشاہوں کے ہتھیار لوہے سے بنائے جاتے ہیں اور لکڑی اور پتھر اصالۃً تعمیرات کے لیے ہوتے ہیں اور اسی لیے ان کو حاصل کیا جاتا ہے اور لوہے کو جنگ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی کی اس عبارت میں حسب ذیل نکات سے بندوق اور پستول وغیرہ کے قتل سے قصاص کا ثبوت ہے:

(ا)۔ لا قود الا بالسیف "قصاص صرف تلوار کے قتل سے واجب ہوتا ہے"۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں اس حدیث میں تلوار کا بالخصوص اس لیے ذکر ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر تلوار سے قتل کیا جاتا تھا اور اب عام طور پر بندوق اور پستول وغیرہ سے قتل کیا جاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ پہلے اونٹ اور گھوڑے پر سفر کیا جاتا تھا اور اس سفر پر نماز، روزے اور طہارت (تیمم اور موزوں پر مسح) کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اور اب ریل اور ہوائی جہاز پر سفر شرعی کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح مُد کے ذریعہ وزن کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے اور اب کلوگرام اور لیٹر وغیرہ پر وزن کے شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، اسی طرح پہلے تلوار ذریعۂ قتل تھا اور اس سے قتل پر قصاص لازم تھا اور اب بندوق اور پستول وغیرہ ذریعۂ قتل ہیں اس لیے اب ان سے قتل کرنے پر قصاص لازم ہوگا۔

(ب)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ حدیث بعثت بالسیف میں تلوار سے آلہ قتال مراد ہے اور بندوق آلہ قتال ہے۔

(ج)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ حضور نے جو فرمایا ہے لا قود الا بالسیف اس سے صحابہ نے بالخصوص تلوار کو مراد نہیں لیا بلکہ اس سے جنگ کے عام ہتھیار مراد ہیں اور بندوق بھی جنگ کا ہتھیار ہے۔

(د)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ تلوار کی خصوصیت اس لیے ہے کہ اس کو جنگ اور قتال کے لیے بنایا گیا ہے اس کے برعکس لکڑی اور پتھر کا اصل استعمال مکانوں کی تعمیر کے لیے ہے، اسی طرح بندوق کو بھی جنگ اور قتال کے لیے بنایا گیا ہے۔

(ہ)۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ اس آلہ قتل سے قصاص واجب ہوتا ہے جو جارحہ ہو (زخم پیدا کرے) اور آلہ جارحہ وہ ہے جو بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں توڑ پھوڑ کرے، اور تلوار کی طرح بندوق بھی اس تعریف کا مصداق ہے کیونکہ بدن کے ظاہر اور باطن دونوں میں شکست وریخت کا عمل کرتی ہے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ ابوالحسن مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

العمد ھو القصد ولا یوقف علیہ الا بدلیلہ وھو استعمال الالۃ القاتلۃ فکان متعمدا فیہ عند ذلک۔[1]

قتل عمد (جو موجب قصاص ہے) کسی کو قصداً قتل کرنا ہے اور قصد پر اطلاع صرف دلیل سے ہو سکتی ہے اور دلیل ہے آلہ قاتلہ کا استعمال کرنا پس آلہ قاتلہ کا استعمال قتل عمد کی دلیل ہے۔

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ آلہ قاتلہ سے قتل کرنا قتل عمد کی دلیل ہے اور بندوق بھی آلہ قاتلہ ہے لہذا اس سے قتل کرنا بھی قتل عمد اور موجب قصاص ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی آلہ قتل کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیکون القصد الی ارتاق الحیوۃ بالضرب بالسلاح الذی ھو جارح عامل فی الظاھر والباطن جمیعا۔[2]

زندگی ختم کرنے کے لیے ایسے ہتھیار سے ضرب کا قصد کیا جائے جو زخم ڈالنے والا ہو اور جسم کے ظاہر اور باطن دونوں میں عمل کرے۔

اور بندوق بھی جسم کے اندر زخم ڈالتی ہے اور جسم کے ظاہر اور باطن دونوں میں عمل کرتی ہے۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

فی فتاوی قاضی خان فی ظاھر الروایۃ فی الحدید وما یشبہ الحدید النحاس والصفر والرصاص والذھب والفضۃ والابرۃ لایشترط الجرح لوجوب القصاص۔[3]

فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق لوہے اور جو لوہے کے مشابہ چیزیں ہیں مثلاً تانبا، پیتل، رانگ یا سیسہ سونا چاندی اور موتی میں وجوب قصاص کے لیے زخم لگنے کی شرط نہیں ہے۔

علامہ عینی نے قاضی خان کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

اما الالۃ التی توجب القصاص اذا حصل القتل عمدا بالۃ جارحۃ کالسیف والسکین والرمح والسھم حدیدا کانت الالۃ او غیر حدید کما لو ذبح بلیطۃ القصب والرجم الذی لاسنان لہ بعد ان یکون محددا او الجوز والعمود والنشابۃ والسھم الذی لانصل فیہ اذا رماہ فاصابہ فجرحہ او ضربہ بعمود

وہ آلہ جس سے قصاص واجب ہوتا ہے یہ ہے کہ جب آلہ جارحہ سے عمداً قتل کیا جائے، مثلاً تلوار، چھری، نیزہ اور تیر خواہ یہ لوہے کے ہوں یا لوہے کے نہ ہوں۔ جیسے بانس کی کھپچی والا نیزہ جس کے دندانے نہ ہوں، کاٹنے والی لکڑی، ستون، تیر، بغیر پیکان (پھل) کا تیر، جبکہ وہ تیر سے زخمی ہو جائے یا اس کو لوہے کے ستون سے مارے یا وہ ستون لوہے کے مشابہ کسی چیز کا ہو مثلاً تانبہ، پیتل، سیسہ، سونا

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۵۹ مطبوعہ مطبع شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ للجزء الرابع ص ۴۴۲ مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکہ المکرمہ

[3] " " " " " ص ۴۴۲ " "

حدید اوما یشبہ الحدید کالنحاس والشبہ و الرصاص والذھب والفضۃ اذا ضربہ فجرحہ اوشق بطنہ بخشب محدد اورماہ بصنجۃ الف درھم فجرحہ اولم یجرحہ فمات من ذلک یقتل۔ [1]

اور چاندی سے جب ان سے مار کر اس کو زخمی کر دے، یا دھار والی لکڑی سے اس کا پیٹ پھاڑ دے یا اس کو ہزار درہم والے ترازو کے پلڑے سے مار دے خواہ وہ اس سے زخمی ہو یا نہ ہو وہ اس ضرب سے مر جائے تو ان تمام صورتوں میں قاتل کو قتل کیا جائے گا۔

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی آلہ قتل کی بحث میں لکھتے ہیں:

وکذلک اذا کان فی معنی الحدید کالصفر والنحاس والاٰنک والرصاص والذھب والفضۃ فحکمہ حکم الحدید۔ [2]

اسی طرح اگر لوہے کا غیر ہو مثلاً پیتل، تانبہ، رانگ، سیسہ، سونا اور چاندی تو ان تمام کا وہی حکم ہے جو لوہے کا حکم ہے۔

علامہ ابن بزاز کردری لکھتے ہیں:

وفی ظاھر الروایۃ فی الحدید وما یشبہ الحدید کالنحاس وغیرہ لا یشترط الجرح لوجوب القصاص۔ [3]

ظاہر الروایۃ میں ہے کہ لوہے اور جو چیزیں لوہے کے مشابہ ہیں مثلاً تانبہ وغیرہ، ان میں قصاص کے وجوب کے لیے زخمی کرنا شرط نہیں ہے۔

اور خاتم الفقہاء علامہ ابن عابدین شامی آلہ قاتلہ کی بحث میں لکھتے ہیں:

ولا یشترط الجرح فی الحدید فی ظاھر الروایۃ لانہ وضع للقتل قال تعالیٰ وانزلنا الحدید فیہ بأس شدید وکذا کل ما یشبہ الحدید کالصفر والرصاص والذھب والفضۃ سواء کان یبضع اویرض حتی لو قتلہ بالمثقل منھا یجب علیہ القصاص کما اذا ضربہ بعمود من صفر او رصاص۔ [4]

ظاہر الروایۃ کے مطابق لوہے کے لیے زخمی کرنا شرط نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کے لیے بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے لوہے کو نازل کیا ہے اور اس میں سخت جنگی قوت ہے اسی طرح جو چیزیں لوہے کے مشابہ ہیں جیسے پیتل، سیسہ، سونا اور چاندی خواہ وہ کانیں یا ڈلیاں ہوں کہ اگر کسی شخص نے ان میں سے کسی وزنی چیز سے قتل کر دیا تو اس سے قصاص واجب ہوگا مثلاً پیتل یا سونے کے ستون سے قتل کر دیا۔

ان تمام حنفی فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ سیسہ کی چیز سے اگر کسی کو قتل کر دیا جائے تو اس میں قصاص ہے اور بندوق کی گولی بھی سیسہ کی ہوتی ہے۔

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۴۰ مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۲۳۳، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۴۴۰ مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۶۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اور علامہ شامی نے بندوق کی گولی سے قتل کرنے کو قتل عمد قرار دینے کی تصریح بھی کی ہے لکھتے ہیں:

وعلی کل فالقتل بالبندقۃ الرصاص عمد لانہا من جنس الحدید وتجرح فیقتص بہ لکن اذا لم تجرح لا یقتص بہ علی روایۃ الطحاوی کما افادہ عن الشبلی [1]

اور ہر صورت میں بندوق کی گولی سے قتل کرنا قتل عمد ہے کیونکہ یہ بھی لوہے کی جنس سے ہے اور زخمی کرتی ہے اس لیے اس میں قصاص لیا جائے گا لیکن اگر یہ زخمی نہ کرے تو پھر امام طحاوی کی روایت کے مطابق اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا جیسا کہ علامہ طحاوی نے علامہ شبلی سے افادہ کیا ہے۔

نیز اگر بندوق وغیرہ کی گولی سے قصاص نہ لیا جائے تو نہ صرف یہ کہ اب قصاص کے حکم پر عمل کرنا معطل ہو جائے گا بلکہ مجرم قتل کرنے پر دلیر ہو جائیں گے کیونکہ ان کو یہ اطمینان ہو گا کہ بندوق وغیرہ کی گولی سے قتل کرنے میں قصاص نہیں ہے۔

مسئلہ قصاص میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ قاتل نے مقتول کو جس کیفیت سے قتل کیا ہے اس کو اسی کیفیت سے قتل کیا جائے گا الا یہ کہ اس نے غیر شرعی طریقہ مثلاً مواطت یا زنا سے قتل کیا ہو، اس صورت میں اس کو تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔ ائمہ ثلاثہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ (النحل: ۱۲۶) "اگر تم انھیں سزا دو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے"، نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم (البقرہ: ۱۹۴) جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کا اتنی ہی زیادتی کے ساتھ بدلہ لو جتنی زیادتی اس نے کی ہے" علامہ ابوبکر جصاص نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ ان آیات کے ظاہر پر عمل نہیں ہو سکتا، مثلاً کسی شخص نے ایک پتھر مار کر قتل کیا ہے اب اس کو پتھر کی ایک ضرب سے قتل کرنا عادۃً ممکن نہیں ہے اور اگر زیادہ ضرب لگائیں گے تو مماثلت نہیں رہے گی، اس لیے اس کو تلوار سے قتل کر کے ہی قصاص لینا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے: لا قود الا بالسیف "قصاص صرف تلوار سے لیا جائے"۔

ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: ومن حرق حرقناہ ومن غرق غرقناہ "جس نے کسی کو آگ میں جلایا ہم اس کو آگ میں جلائیں گے اور جس نے کسی کو غرق کیا ہم اس کو غرق کر دیں گے"[2] اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اور اس کو زیاد نے اپنے خطبہ میں بیان کیا تھا۔

قصاص لینے کے طریقہ میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: قصاص صرف تلوار سے لیا جائے۔ امام شافعی نے کہا ہے کہ قاتل کے ساتھ وہی فعل کیا جائے جو اس نے مقتول کے ساتھ کیا ہے بشرطیکہ وہ فعل مشروع ہو اگر وہ مر گیا تو بہا

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۲۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۴۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ورنہ اس کی گردن کاٹ دی جائے، کیونکہ قصاص کی بناء مساوات پر ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث "لا قود الا بالسیف" کی فنی حیثیت

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی سندی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے اور ان کی سند میں جابر جعفی ضعیف راوی ہے البتہ ثوری اور شعبہ نے اس کی توثیق کی ہے اور امام طبرانی نے اس کو حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے اور ان کی سند میں عبدالکریم ہے جس کو ضعیف قرار دیا ہے، امام دارقطنی نے اس کو حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، اس سند میں سلمان بن ارقم ہے یہ راوی متروک ہے، نیز امام دارقطنی نے اس کو حضرت علی سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: لا قود فی النفس وغیرھا الا بحدیدۃ "جان وغیرہ کے بدلہ میں صرف دھار والے ہتھیار سے قصاص لیا جائے" اس سند میں نصل بن ہلال ہے اور یہ متروک راوی ہے۔ [۲]

فقہاء احناف کے نزدیک قصاص لینے میں بالخصوص تلوار مراد نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ تلوار سے مراد ہتھیار ہیں اور اس کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے (جس کا ابھی دارقطنی کے حوالے سے ذکر ہو چکا ہے) تاج الشریعۃ نے کہا ہے کہ صحابہ نے بھی تلوار سے ہتھیار ہی سمجھے ہیں، کیونکہ ہتھیار بھی کاٹتے ہیں اور یہ دلالۃ النص سے استدلال ہے جیسا کہ اف کہنے کی حرمت سے مارنا حرام ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب یہ کہتے تھے کہ قصاص صرف ہتھیاروں سے لیا جائے کیونکہ قصاص لینے میں خنجر اور چھری کی طرح دھار والے لوہے کے ہتھیار مراد ہیں اور ہتھیاروں کو تلوار سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ قتال کے لیے ہتھیاروں میں خصوصیت کے ساتھ تلوار کو استعمال کیا جاتا تھا اور باقی ہتھیاروں سے قتال کے علاوہ دوسرے کام بھی مقصود ہوتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بعثت بالسیف بین یدی الساعۃ "میں قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں"۔ اس حدیث میں تلوار سے مراد ہتھیار اور آلہ قتال ہیں۔ [۳]

ہم اس سے پہلے علامہ سرخسی حنفی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ زیر بحث حدیث میں تلوار سے مراد آلہ قتل ہے اور علامہ عینی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے کہ اس حدیث میں تلوار سے مراد آلہ قتل ہے۔ نیز علامہ طحطاوی اور علامہ شامی کے حوالوں سے ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ بندوق وغیرہ کی گولی سے قتل میں بھی قصاص ہے اور اس مسئلہ میں بھی فقہاء احناف نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ان تمام صریح عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص تلوار سے قصاص لینا ضروری نہیں ہے، تلوار، نیزہ، پستول اور بندوق کسی آلہ قتل سے بھی قاتل کو قتل کر دیا جائے تو فقہاء احناف کے نزدیک یہ قصاص صحیح ہے۔ البتہ پستول اور بندوق کی گولی میں تلوار کی طرح سرعت اور سہولت نہیں ہے الا یہ کہ مقتول کی کنپٹی پر پستول رکھ کر گولی ماری جائے۔

---

[۱] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[۲] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ شرح الہدایہ للجزء الرابع ص ۴۵۱ مطبوعہ المکتبۃ الامدادیہ مکۃ المکرمہ

[۳] " " " " ، البنایہ شرح الہدایہ للجزء الرابع ص ۴۵۲-۴۵۲، " " "

مقصلہ اور برقی کرسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق

اب ایک سوال یہ ہے کہ کیا مقصلہ (ہلاک کرنے کا ایک آلہ اس کے سر پر ایک چھرا ہوتا ہے جو مجرم کے سر پر گر کر اس کو کاٹ ڈالتا ہے) اور بجلی کی کرسی کے ذریعہ اگر قاتل کو قتل کیا جائے تو کیا اس سے قصاص کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے؟۔ علامہ عبدالقادر عودہ مصری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا تلوار سے زیادہ سریع القتل آلہ کے ذریعہ قصاص لینا جائز ہے؟۔ تلوار کے ذریعہ قصاص لینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سریع القتل ہے اور درد اور عذاب کے بغیر سہولت کے ساتھ قاتل کی موت حاصل ہو جاتی ہے۔ سو اگر کوئی ایسا آلہ دستیاب ہو جائے جو تلوار سے زیادہ سریع القتل ہو اور اس میں سہولت اور آسانی بھی تلوار سے زیادہ ہو اور اس سے جان لینے میں تلوار کی نسبت کم درد اور کم تکلیف ہو تو شریعت میں اس کو استعمال کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔ اس لیے مقصلہ، برقی کرسی اور دیگر جدید آلات قتل کے ذریعہ قصاص لینے میں از روئے شرع کوئی حرج نہیں ہے۔ مقصلہ اس لیے جائز ہے کہ وہ دھار والا آلہ ہے اور برقی کرسی اس لیے جائز ہے کہ وہ تلوار کی بہ نسبت سرعت سے کام تمام کر دیتی ہے اور اس سے تلوار کی بہ نسبت اذیت اور تکلیف کم ہوتی ہے۔ [1]

پھانسی کے ذریعہ قصاص لینے کی تحقیق

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے، سو جب تم قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسان کے ساتھ ذبح کرو اور چاہیے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی چھری کو تیز کرے اور ذبیحہ کو آرام کے ساتھ ذبح کرے[2] اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو بھی عمدگی اور آرام کے ساتھ ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو انسان جو مکرم اور محترم ہے اس کو قتل کرنے میں احسان اور آرام کیونکر نہ ملحوظ ہوگا۔ [3]

مصری علماء حدیث لا قود الا بالسیف "صرف تلوار سے قصاص لیا جائے" اور فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ۔ "جب تم کسی کو قتل کرو تو احسان کے ساتھ قتل کرو" کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ان احادیث سے دو چیزیں بصراحت ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ تلوار سے قصاص لینا واجب ہے۔ دوسری یہ کہ جو چیز آسانی اور سہولت میں تلوار کی مثل نہ ہو اس سے قصاص لینا جائز نہیں ہے۔ اور اس سے دلالت النص کے طریقہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز سے قتل کرنا تلوار کی بہ نسبت زیادہ آسانی اور سرعت کے ساتھ ہو اس سے قتل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ تلوار کے ساتھ وجوب قصاص کی علت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سرعت اور سہولت سے جان نکل جاتی ہے پس اگر کوئی چیز تلوار سے زیادہ آسانی اور سرعت کے ساتھ جان نکالنے کا ذریعہ ہو تو اس سے قتل کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا اور یہ دلالت النص سے استدلال ہے (جیسا کہ قرآن مجید نے ماں باپ کو اف کرنے سے منع کیا ہے کیونکہ اس میں ایذاء ہے تو

---

[1] ۔ علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۵۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۶۱-۶۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ماں باپ کو گالی دینا اور مارنا بطریق اولی ممنوع ہے) اور اب اگر قتل کا کوئی ایسا ذریعہ مل جائے جو پہلے معروف نہیں تھا اور جان نکالنے کا وہ ذریعہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا ہو تو اس حدیث کی دلالت النص سے اس ذریعہ سے قتل کرنا جائز ہوگا اور لا قود الا بالسیف میں حصر اضافی ہے یعنی تلوار کے سوا ان چیزوں سے قصاص نہ لیا جائے جن میں تلوار کی طرح سرعت اور سہولت نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے ان دلائل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جان نکالنے کا جو ذریعہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا ہو اس کے ذریعہ جان نکالنا نہ صرف جائز بلکہ اولی ہے۔ بنا بریں پھانسی کے ذریعہ جان نکالنا چونکہ تلوار سے زیادہ سرعت اور سہولت والا طریقہ ہے اس لیے فقہاء احناف کے ان دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ پھانسی کے ذریعہ بھی قصاص لینا جائز ہو۔[1]

آلات قصاص میں مصنف کی تحقیق

یہ بات ملحوظ رہے کہ جس طرح مصری علماء نے حدیث لا قود الا بالسیف میں دلالت النص سے پھانسی کے ذریعہ قتل کرنے پر استدلال کیا ہے اسی طرح علامہ عینی حنفی نے بھی دلالت النص سے تلوار کے علاوہ دیگر ہتھیاروں سے قتل کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث لا قود الا بالسیف میں فقہاء احناف کے نزدیک تلوار میں حصر نہیں ہے بلکہ اس سے ہر وہ آلہ قتل مراد ہے جس سے آسانی اور سہولت اور سرعت کے ساتھ قتل حاصل ہو جائے، لہٰذا مقصلہ، برقی کرسی اور گیس چیمبر کے ذریعہ قصاص لینا جائز ہے، البتہ پھانسی میں ہمارے نزدیک تلوار سے زیادہ اذیت ہے۔

سائنس کی ترقی اور نت نئی ایجادات سے آج ہم زندگی اور عبادات کے تمام شعبوں میں فائدہ اٹھا رہے ہیں، اذانیں لاؤڈ سپیکر پر دی جاتی ہیں، مساجد میں بجلی کی روشنی میں نماز پڑھی جاتی ہے، گھڑیوں کے حساب سے نماز کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔ افطار اور سحر میں سائرن پر اعتماد کیا جاتا ہے، ریڈیو اور ٹی وی پر رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے اعلان پر رمضان اور عید کا تعین ہوتا ہے، ذرائع سفر میں اونٹ اور بیل گاڑیوں کی بجائے ریل اور ہوائی جہاز پر سفر کیا جاتا ہے، میزان میں صاع اور مد کے بجائے جدید آلات میزان کو اختیار کیا جاتا ہے۔ اور بیماریوں میں میڈیکل سائنس کے ترقی یافتہ طریقہ ہائے علاج مثلاً سرجری وغیرہ سے استفادہ کیا جاتا ہے اور جب ہم عبادات اور معیشت کے دوسرے تمام شعبوں میں سائنس کی ترقی یافتہ ایجادات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ قاتل سے قصاص لینے میں برقی کرسی اور دیگر زیادہ سرعت اور سہولت والے آلات کو اختیار نہ کیا جائے جب کہ ان آلات کا استعمال ہمارے فقہاء کے بیان کردہ قواعد کے عین مطابق ہے۔

دیکھئے امام ابوحنیفہ کے موقف کے مطابق قصاص اس وقت واجب ہوتا ہے جب تلوار یا دھار والی چیز سے قتل کیا گیا ہو لیکن علامہ طحطاوی اور علامہ شامی نے جب یہ دیکھا کہ ان کے زمانہ میں قتل کرنے کا معروف آلہ بندوق ہے تو انھوں نے بندوق کی گولی سے قتل کرنے پر بھی قصاص کو واجب قرار دیا، حالانکہ بندوق کی گولی دھار والی چیز نہیں ہے وہ جسم کو کاٹتی نہیں بلکہ پھاڑتی ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے جیسا کہ علامہ سرخسی اور علامہ عینی نے بیان کیا ہے

---

[1] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، ج ۳ ص ۹۶۵-۹۶۴، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۱ھ

کہ چونکہ اس زمانہ میں قتل کرنے کا عام اور معروف آلہ تلوار تھی اس لیے فقہاء نے یہ کہا کہ صرف تلوار یا دھار والی چیز سے قتل پر قصاص واجب ہوگا اور علامہ طحطاوی اور علامہ شامی کے زمانہ میں قتل کا عام اور معروف ذریعہ بندوق تھی اس لیے انھوں نے بندوق کی گولی سے قتل پر بھی قصاص کو واجب قرار دیا۔ علیٰ ہذا القیاس پہلے غیر ترقی یافتہ زمانے میں سرعت اور سہولت کے ساتھ قتل کرنے کا آلہ صرف تلوار تھی اس لیے فقہاء نے قصاص لینے کے لیے تلوار یا دوسرے دھار والے آلات کو خاص کر لیا لیکن اب سائنس کی روز افزوں ترقی سے برقی کرسی، گیس چیمبر اور دیگر زیادہ سرعت اور سہولت والے آلات قتل ایجاد ہو چکے ہیں، اس لیے ان آلات کے ذریعہ قصاص لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ تلوار کی بہ نسبت اولیٰ اور انسب ہے۔ البتہ پھانسی میں ہمارے نزدیک تلوار سے زیادہ اذیت ہے۔

کیا اس زمانے میں قصاص لینے کا عمل حکومت کے سپرد کیا جا سکتا ہے؟

علامہ عبدالقادر عودہ مصری لکھتے ہیں کہ: فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ زخم کا قصاص لینے کے لیے ولی سے نہ کہا جائے کیونکہ زخموں میں قصاص لینا انتہائی علم اور گہرائی پر مبنی ہے کہ زخمی کرنے والے کو زیادہ زخم یا زیادہ عذاب نہ پہنچ جائے، اس لیے فقہاء نے کہا ہے زخم کا قصاص لینے کے لیے زخمی کے ولی کسی واقف کار اور ماہر شخص (جراح) کو اپنا وکیل بنا دیں اور وہ ان کی طرف سے قصاص لے۔ اور اگر یہ لوگ حکومت کے خزانے سے اس عمل کی اجرت لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ولی اگر جان کا بدلہ آلہ قاتلہ سے اچھی طرح لے سکتا ہے تو یہ قصاص لینا ولی کا حق ہے لیکن ولی کا قصاص لینا اس پر موقوف ہے کہ وہ آلہ قصاص کے استعمال سے اچھی طرح واقف ہو اور قصاص لینے پر قادر ہو، پہلے زمانے میں لوگ ہتھیاروں سے مسلح رہتے تھے اور ان کو اچھی طرح استعمال کرتے تھے۔ لیکن اب ایسے لوگ بہت کم ہیں جو تلوار کے استعمال سے بخوبی واقف ہوں بلکہ اب کسی شہر یا بستی میں ایک تلوار بھی نہیں ملے گی جو استعمال کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ مقصلہ، پھانسی اور بجلی کی کرسی تلوار کی بہ نسبت زیادہ سرعت کے ساتھ موت واقع کر دیتے ہیں اور عام لوگوں کے لیے ان کو استعمال کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ آلات حکومت کی تحویل میں رہتے ہیں اور ان تمام امور کا لحاظ کرنے کے بعد بہ قول ناگزیر ہے کہ اس زمانہ میں بربنا ضرورت طریقہ قدیمہ کے مطابق قصاص لینے کا کام ولی کے سپرد نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ولی کی طرف سے قصاص لے اور مقتول کے اولیاء اور ورثاء کو یہ چاہیے کہ اگر وہ قصاص لینا چاہتے ہیں تو حکومت کو قصاص لینے کی اجازت دیں اور اگر وہ مقتول کا خون معاف کرنا چاہتے ہیں تو حکومت کو قصاص لینے سے منع کر دیں۔ [1]

---

[1] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بَابُ الصَّائِلِ عَلٰی نَفْسِ الْاِنْسَانِ اَوْ عُضْوِہٖ اِذَا دَفَعَہُ الْمَصُوْلُ عَلَیْہِ فَاَتْلَفَ نَفْسَہٗ اَوْ عُضْوَہٗ لَا ضَمَانَ عَلَیْہِ

جب کوئی شخص حملہ آور کی مدافعت کرتے ہوئے اس کی جان یا اس کے کسی عضو کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہے

۴۲۵۳ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ قَالَ قَاتَلَ یَعْلَی بْنُ مُنْیَۃَ اَوِ ابْنُ اُمَیَّۃَ رَجُلًا فَعَضَّ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ فَانْتَزَعَ یَدَہٗ مِنْ فِیْہِ فَنَزَعَ ثَنِیَّتَہٗ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی ثَنِیَّتَیْہِ فَاخْتَصَمَا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیَعَضُّ اَحَدُکُمْ کَمَا یَعَضُّ الْفَحْلُ لَا دِیَۃَ لَہٗ ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یعلی بن منیہ یا یعلی بن امیہ کی ایک شخص سے لڑائی ہوئی تو ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر دانتوں سے کاٹ لیا۔ دوسرے شخص نے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کے سامنے کے دانت نکل گئے۔ ابن مثنیٰ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان دونوں نے مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا تم ایک دوسرے کو اس طرح کاٹتے ہو جس طرح اونٹ کاٹتا ہے، اس کی دیت نہیں ہے۔

۴۲۵۴ ۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ یَعْلَی عَنْ یَعْلَی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کی مثل حدیث حضرت یعلی سے روایت کی ہے۔

۴۲۵۵ ۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ یَعْنِی ابْنَ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَتَادَۃُ عَنْ زُرَارَۃَ بْنِ اَوْفٰی عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَنَّ رَجُلًا عَضَّ ذِرَاعَ رَجُلٍ فَجَذَبَ یَدَہٗ فَسَقَطَتْ ثَنِیَّتُہٗ فَرُفِعَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَبْطَلَہٗ وَقَالَ اَرَدْتَّ اَنْ تَاْکُلَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کلائی پر دانتوں سے کاٹ لیا اس شخص نے اپنی کلائی کھینچی تو کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے اس شخص نے جا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے دعویٰ کو باطل کر دیا اور فرمایا تم اس کا گوشت کھانا چاہتے تھے؟

لَحْمَهُ۔

۴۲۵۶۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ بُدَيْلٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى أَنَّ أَجِيرًا لِيَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ عَضَّ رَجُلٌ ذِرَاعَهُ فَجَذَبَهَا فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ فَرُفِعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبْطَلَهَا وَقَالَ أَرَدْتَ أَنْ تَقْضَمَهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

حضرت صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یعلی بن منیہ کے ایک نوکر کی کلائی کو کسی شخص نے دانتوں سے کاٹ لیا اس نے اپنی کلائی کو کھینچا تو اس شخص کے سامنے کے دانت گر گئے۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے اس کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ اور فرمایا: کیا تم اونٹ کی طرح اس کا ہاتھ چبا ڈالنا چاہتے تھے؟۔

۴۲۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّ رَجُلًا عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَانْتَزَعَ يَدَهُ فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتُهُ أَوْ ثَنَايَاهُ فَاسْتَعْدَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَأْمُرُنِي تَأْمُرُنِي أَنْ أُمْرَهُ أَنْ يَدَعَ يَدَهُ فِي فِيكَ تَقْضَمُهَا كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ اذْفَعْ يَدَكَ حَتَّى يَعَضَّهَا ثُمَّ انْتَزِعْهَا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹ لیا اس شخص نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس کاٹنے والے کے سامنے کے دانت گر گئے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس سے یہ کہوں کہ وہ اپنا ہاتھ تمہارے منہ میں رکھے اور پھر تم اونٹ کی طرح اس کے ہاتھ کو چبا ڈالو! چلو تم اپنا ہاتھ اس کے منہ میں رکھو وہ اس کو چبائے گا پھر تم اپنا ہاتھ کھینچ لینا۔

۴۲۵۸۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ يَعْلَى بْنِ مُنْيَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ وَقَدْ عَضَّ يَدَ رَجُلٍ فَانْتَزَعَ يَدَهُ فَسَقَطَتْ ثَنِيَّتَاهُ يَعْنِي الَّذِي عَضَّهُ قَالَ فَأَبْطَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَرَدْتَ أَنْ تَقْضَمَهُ كَمَا يَقْضَمُ الْفَحْلُ۔

یعلی بن منیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا درآں حالیکہ اس نے کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ لیا تھا۔ اس آدمی نے اپنا ہاتھ کھینچا اور اس کے یعنی کاٹنے والے کے سامنے کے دو دانت گر گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعوی کو باطل کر دیا اور فرمایا تم اس کے ہاتھ کو اونٹ کی طرح چبانا چاہتے تھے!

۴۲۵۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ عَطَآءٌ اَخْبَرَنِیْ صَفْوَانُ بْنُ یَعْلَی بْنِ اُمَیَّةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ قَالَ وَكَانَ یَعْلَی یَقُوْلُ تِلْكَ الْغَزْوَةُ اَوْثَقُ عَمَلِیْ عِنْدِیْ فَقَالَ عَطَآءٌ قَالَ صَفْوَانُ قَالَ یَعْلَی كَانَ لِیْ اَجِیْرٌ فَقَاتَلَ اِنْسَانًا فَعَضَّ اَحَدُهُمَا یَدَ الْاٰخَرِ قَالَ لَقَدْ اَخْبَرَنِیْ صَفْوَانُ اَیُّهُمَا عَضَّ الْاٰخَرَ فَانْتَزَعَ الْمَعْضُوْضُ یَدَهٗ مِنْ فِی الْعَاضِّ فَانْتَزَعَ اِحْدٰی ثَنِیَّتَیْهِ فَاَتَیَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَهْدَرَ ثَنِیَّتَهٗ۔

صفوان بن یعلی بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے صرف اس عمل پر ہی سب سے زیادہ بھروسہ تھا (کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جہاد تھا) صفوان کہتے ہیں کہ حضرت یعلی نے کہا کہ میرا ایک نوکر تھا اس کی کسی شخص سے لڑائی ہوگئی ان میں سے کسی ایک نے دوسرے کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ صفوان کہتے ہیں کہ مجھے حضرت یعلی نے بتایا تھا کہ کس نے کس کے ہاتھ پر کاٹا تھا، پس جس کے ہاتھ پر کاٹا گیا تھا اس نے کاٹنے والے کے منہ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس کی وجہ سے اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک دانت گر گیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے اس کے دانت کی دیت ساقط کر دی۔

۴۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔

اس واقعہ کی تحقیق کہ ہاتھ حضرت یعلیٰ کا کاٹا گیا تھا یا ان کے نوکر کا؟

اس باب کی احادیث میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ پر دوسرے شخص نے دانتوں سے کاٹ لیا تھا لیکن کس نے کس کے ہاتھ پر کاٹا تھا اس کی تعیین اور تشخیص کا ذکر نہیں ہے۔ حدیث نمبر ۴۲۵۶ میں اس کی وضاحت ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کے ہاتھ پر کسی نے کاٹ لیا تھا اور حدیث نمبر ۴۲۵۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ کاٹنے والے شخص خود حضرت یعلیٰ تھے یا کوئی اور شخص تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں صحیح مسلم اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے کہ "یعلی کے نوکر کے ہاتھ پر کسی شخص نے کاٹ لیا" اور سنن نسائی کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: حضرت یعلی نے کہا "میرے نوکر کی کسی سے لڑائی ہوئی اور اس کو دوسرے شخص نے کاٹ لیا" اور سنن نسائی میں صفوان بن یعلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں "ان کی ایک شخص سے لڑائی ہوئی اور ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ میں تکلیف ہوئی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ بن امیہ تھے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حضرت یعلیٰ نے تمام روایات میں کاٹنے والے کا نام مخفی رکھا اور اس کو کنایہ سے تعبیر کیا۔

علامہ قرطبی نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ تھے۔ انھوں نے کہا اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے نوکر سے لڑنے والے خود حضرت یعلیٰ تھے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر نے کسی دوسرے شخص کا ہاتھ کاٹ لیا اور یہی بات زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضرت یعلیٰ کی جلالت قدر کو دیکھتے ہوئے یہ بہت نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ہاتھ کاٹا ہو۔ حافظ ابن حجر اس سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ کاٹنے والا حضرت یعلیٰ کا نوکر تھا۔ البتہ اشتباہ اس سے ہوتا ہے کہ مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ "حضرت یعلیٰ کے نوکر کے ہاتھ پر کسی شخص نے کاٹ لیا" اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کاٹنے والا حضرت یعلیٰ کے علاوہ کوئی اور شخص تھا۔ رہا علامہ قرطبی کا یہ کہنا کہ حضرت یعلیٰ کی جلالت قدر کو دیکھتے ہوئے یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے کاٹا ہو تو یہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حدیث صحیح میں اس کی تصریح آچکی ہے کہ کاٹنے والے حضرت یعلیٰ تھے اور ہو سکتا ہے کہ یہ فعل ان سے اوائل اسلام میں سرزد ہوا ہو، پس اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں صحیح مسلم میں یہ تصریح ہے کہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس سے متبین ہو گیا کہ کاٹنے والے خود حضرت یعلیٰ تھے۔ [2]

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ صحیح اور معروف یہ ہے کہ جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ حضرت یعلیٰ کے نوکر تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں ایک مرتبہ حضرت یعلیٰ کے نوکر کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور دوسری مرتبہ خود حضرت یعلیٰ کا۔ [3]

کاٹنے والے کے منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو فقہاء احناف اور شوافع کے نزدیک تاوان نہیں ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کا ہاتھ کسی نے دانتوں سے کاٹ لیا اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا جس سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ کر گر گئے اور اس کا جبڑا ٹوٹ گیا تو اس پر کسی قسم کا تاوان یا دیت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ امام مالک کہتے ہیں کہ ہاتھ کھینچنے والا دانت کا ضامن ہوگا۔ [4]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

منہ سے ہاتھ چھڑانے میں اگر کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو امام مالک کے نزدیک تاوان ہے۔

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اس کے ہاتھ کھینچنے سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک مشہور یہ ہے کہ کاٹنے والا ضامن ہوگا۔ امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ اور انھوں نے کہا ہے کہ حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب ہاتھ کا چھڑانا صرف اسی طرح ممکن ہو، اور ایک قول یہ ہے کہ شاید اس کے دانت ہل رہے تھے پس کھینچنے کے اثر سے گر گئے۔ ــــ اور الفاظ حدیث کے اعتبار سے یہ تاویل بہت بعید ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ہاتھ کھینچنے والے پر ضمانت نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ اور ہمارے محققین علماء نے یہ کہا ہے کہ جب آسانی سے ہاتھ چھڑایا جا سکتا ہو اور کوئی شخص زیادہ زور سے ہاتھ چھڑائے جس کی وجہ سے کاٹنے والے کے دانت ٹوٹ جائیں تو وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: اگر کسی آدمی نے کسی شخص کا ہاتھ کاٹ لیا اور اس نے کاٹنے والے کے منہ سے ہاتھ کھینچ کر قصداً اس کا دانت اکھاڑ دیا تو اس کے مال سے دانت کی دیت ادا کی جائے گی۔ اگر اس نے اس آدمی کا دانت اکھاڑنے کا قصد نہیں کیا تھا اور دانت اکھاڑے بغیر اس کے لیے ہاتھ چھڑانا ممکن نہیں تھا تو اس پر کوئی دیت اور ضمانت نہیں ہے ــــ اور حدیث شریف میں جو اس صورت کے اندر دیت کی نفی کی گئی ہے اس کا بھی یہی محمل ہے۔[2]

امام مالک کی طرف سے توجیہات

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس صورت میں دیت واجب کرنے کی مالکی علماء سے متعدد توجیہات نقل کی ہیں۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں جس شخص کے دانت کا ذکر ہے اس کا دانت ہل رہا تھا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ ایک خاص واقعہ ہے اس میں کسی عام حکم کا ذکر نہیں ہے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص کے لیے بغیر اس کا دانت اکھاڑے ہاتھ چھڑانا ممکن نہیں تھا۔ اور بہترین توجیہ یہ ہے کہ یحییٰ بن عمر نے کہا: اگر امام مالک کو یہ حدیث پہنچ جاتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے اور علامہ ابن بطال نے کہا اگر امام مالک کو یہ حدیث مل جاتی تو وہ اس کی مخالفت نہ کرتے۔ اور داؤدی نے کہا امام مالک نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا، کیونکہ یہ اہل عراق کی روایات سے ہے اور ابو عبدالملک نے کہا شاید یہ روایت امام مالک کے نزدیک صحیح نہیں تھی، کیونکہ یہ اہل مشرق کی روایت ہے۔ حافظ ابن حجر نے اس توجیہ سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیث سند صحیح سے ثابت ہے۔[3]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر مالکی، الشرح الصغیر ج ۴ ص ۵۰۶، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۷۴ء۔

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

فقہاء حنبلیہ کا مسلک علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر ایک آدمی نے کسی شخص کا ہاتھ دانتوں سے کاٹ لیا اور اس شخص نے اپنا ہاتھ دانتوں سے کھینچ لیا جس سے اس کے دانت گر گئے تو اس پر کوئی ضمانت نہیں ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے [1]

قرآن اور سنت کی روشنی میں مسلمانوں کی جان اور مال پر حملہ کرنے والے کا حکم

اس حدیث کی روشنی میں فقہاء نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی جان یا مال پر حملہ کرے اور وہ اپنی مدافعت میں اور جان اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے اس شخص کو ہلاک کر دے یا اس کا کوئی عضو تلف کر دے تو اس پر کوئی دیت یا ضمان نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ (بقرہ: ۱۹۴)

جو شخص تم پر زیادتی کرے تو تم (بھی) اتنی زیادتی کے ساتھ اس زیادتی کا بدلہ لو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔

اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ارایت ان جاء رجل یریید اخذ مالی قال فلا تعطہ مالک قال ارایت ان قاتلنی قال قاتلہ قال ارایت ان قتلنی قال فانت شھید قال ارایت ان قتلتہ قال ھو فی النار۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر کوئی شخص میرا مال لینے کے لیے آئے؟ آپ نے فرمایا اس کو اپنا مال مت دو۔ انھوں نے کہا یہ فرمائیے اگر وہ مال لینے کے لیے مجھ سے لڑے؟ آپ نے فرمایا تم بھی اس سے لڑو۔ انھوں نے کہا یہ فرمائیے کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے؟ آپ نے فرمایا تم شہید ہو، انھوں نے کہا اگر میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔!

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال اما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قتل دون مالہ فھو شھید۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے۔

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[3] " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، " " " " "

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مسلمان پر حملہ کرنے والے کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر ایک آدمی نے کسی شخص کو قتل کر دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اس شخص نے اس کے گھر پر حملہ کیا تھا اور اس آدمی کے لیے اس شخص کو قتل کیے بغیر اس سے اپنا دفاع کرنا ممکن نہیں تھا تو بغیر گواہوں کے اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور اس پر قصاص لازم ہو گا۔ خواہ وہ شخص چوری اور آوارگی کے ساتھ معروف ہو یا نہ ہو۔ اور اگر گواہوں نے اس پر گواہی دی کہ انھوں نے ہتھیاروں کے ساتھ اس شخص کو اس آدمی کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ پھر اس آدمی نے اس شخص کو قتل کر دیا تو اس شخص کا خون رائیگاں ہو گا۔ (یعنی اس کا قصاص نہیں لیا جائے گا) اور اگر گواہوں نے صرف اس شخص کے داخل ہونے کی گواہی دی یا کسی غیر معروف ہتھیار کا ذکر کیا تو اس کا قصاص ساقط نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی کام سے گیا ہو اور محض کسی شخص کے گھر میں داخل ہونے کی گواہی سے اس کا قصاص ساقط نہیں ہوتا۔ اور اگر دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو زخمی کر دیا اور ہر ایک یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اپنے دفاع میں دوسرے کو زخمی کیا ہے تو ہر ایک سے دوسرے کے خلاف حلف لیا جائے گا اور ہر ایک پر زخم کی دیت ہو گی کیونکہ ہر ایک دوسرے کے دعویٰ کا انکار کرتا ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک مسلمان کی جان اور اس کے مال پر حملہ کرنیوالے کا حکم

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں:

جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار اٹھائی ان پر اس کو قتل کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من شهر علی المسلمین فقد اطل دمہ۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۴، مطبوعہ نور محمد، مستدرک ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مکتبۃ المکرمہ) "جس شخص نے مسلمانوں کے اوپر تلوار سونت لی اس کا خون رائیگاں ہے"۔ نیز وہ شخص باغی ہے اور بغاوت کی وجہ سے اس کے خون کی عصمت ساقط ہو گئی۔ اور اس لیے بھی کہ اپنی جان کا دفاع کرنے کے لیے اس کو قتل کرنا متعین ہو گیا۔ امام محمد نے الجامع الصغیر میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر اس شخص کو قتل کرنا واجب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرر کو دفع کرنا واجب ہے۔ اور الجامع الصغیر کے باب السرقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص کسی آدمی پر رات یا دن میں ہتھیار اٹھائے یا شہر میں رات کے وقت اس پر لاٹھی اٹھائے یا غیر شہر میں دن کے وقت اس پر لاٹھی اٹھائے اور وہ اس ہتھیار یا لاٹھی اٹھانے والے کو عمداً قتل کر دے تو اس پر کوئی تاوان یا سزا نہیں ہے کیونکہ ہتھیار ہلاک کرنے میں دیر نہیں کرتے، اس لیے اپنے دفاع میں اس کو قتل کرنے کی ضرورت ہے اور چھوٹی لاٹھی ہر چند کہ دیر سے ہلاک کرتی ہے لیکن رات کے وقت اس کو مدد نہیں پہنچ سکتی، اس لیے اپنے دفاع میں وہ اس کو قتل کرنے پر مجبور ہے اسی طرح غیر شہر میں دن کے وقت بھی اس کو مدد پہنچنا مشکل ہے، لہٰذا اس آدمی نے اگر اس شخص کو قتل کر دیا تو اس کا

[1] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

خون رائیگاں ہے۔ [1]

علامہ بابرتی حنفی نے لکھا ہے کہ لکڑی اور بڑا پتھر بھی ہتھیار کے حکم میں ہے۔ [2]

اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کے متعلق علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص رات کے وقت کسی کے ہاں داخل ہوا اور چوری کر کے مال نکالا اور صاحب مال نے اس کا پیچھا کر کے اس کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی تاوان یا سزا نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل دون مالك (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۶) "اپنے مال کی حفاظت کے لیے جنگ کرو"، نیز اس لیے کہ ابتداءً اپنے مال کے دفاع میں اس کو قتل کرنا مباح تھا اسی طرح انتہاءً اپنے مال کو واپس کرنے کے لیے بھی اس کو قتل کرنا جائز ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ اس کو قتل کیے بغیر اپنا مال واپس نہ لیا جا سکے۔ [3]

علامہ جلال الدین خوارزمی نے کہا ہے جب اس کو ڈرا دھمکا کر مال واپس لیا جا سکتا ہو اس کے باوجود وہ اس کو قتل کر دے تو وہ اس کے قتل کا ضامن ہوگا۔ [4]

بَابُ ۵۴ إِثْبَاتِ الْقِصَاصِ فِي الْأَسْنَانِ وَمَا فِي مَعْنَاهَا

دانت وغیرہ میں قصاص کا حکم

۴۴۶۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُخْتَ الرُّبَيِّعِ أُمَّ حَارِثَةَ جَرَحَتْ إِنْسَانًا فَاخْتَصَمُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِصَاصَ الْقِصَاصَ فَقَالَتْ أُمُّ الرُّبَيِّعِ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُقْتَصُّ مِنْ فُلَانَةَ وَاللهِ لَا يُقْتَصُّ مِنْهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللهِ يَا أُمَّ الرُّبَيِّعِ الْقِصَاصُ كِتَابُ اللهِ قَالَتْ لَا وَاللهِ لَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ربیع کی بہن ام حارثہ نے کسی انسان کو زخمی کر دیا، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدلہ لیا جائے گا، بدلہ لیا جائے گا، ربیع کی ماں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا فلاں سے بدلہ لیا جائے گا؟ خدا کی قسم! اس سے بدلہ نہیں لیا جائے گا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! اے ربیع کی ماں! قصاص (بدلہ) کتاب اللہ (کا حکم) ہے۔ انھوں نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! اس سے کبھی بدلہ نہیں لیا جائے گا؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ مسلسل یہی کہتی رہی حتی کہ وہ لوگ دیت پر راضی ہو گئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۸-۵۶۷، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ شرح فتح القدیر ج ۹ ص ۱۶۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۶۹-۵۶۸ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی، کفایہ علی ہامش الفتح ج ۹ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

يُقْتَصُّ مِنْهَا أَبَدًا، قَالَ فَمَازَالَتْ حَتَّى قَبِلُوا الدِّيَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ مَنْ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ.

نے فرمایا: اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پورا کر دیتا ہے۔

حکم رسالت مآب کے بعد حضرت رُبیع کی ماں کے اختلاف کرنے کی توجیہات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع کی ماں سے فرمایا: کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے: والجروح قصاص (مائدہ: ۴۵) "اور زخموں کا بدلہ ہے" یا اس کی طرف اشارہ ہے: والسن بالسن (مائدہ ۵: ۴۵) "اور دانت کا بدلہ دانت ہے" یا اس آیت کی طرف اشارہ ہے: وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به (نحل ۱۲۶) "اگر تم سزا دو تو اتنی سزا دو جتنی سزا تم کو دی گئی تھی۔"

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع کی ماں سے کہا کہ ان کی بہن ام حارثہ سے قصاص لیا جائے گا تو انھوں نے قسم کھا کر کہا نہیں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انکار کس طرح کیا، اور کیا یہ جائز تھا؟ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد اس بات کی تاکید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے ام حارثہ کی شفاعت کریں تاکہ وہ لوگ قصاص معاف کر دیں۔ (ام حارثہ نے کسی کا دانت توڑ دیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲ میں ہے) دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو یہ پتا نہیں تھا کہ قصاص لازمی حکم ہے وہ سمجھتی تھیں کہ ان کو قصاص، دیت اور معافی کے درمیان اختیار ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے انکار اور رد کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر توقع کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ شاید اللہ تعالیٰ قصاص لینے والوں کے دلوں میں رحم پیدا کر دے اور وہ دیت لینے یا معاف کر دینے پر راضی ہو جائیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ انھیں اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم پر یہ یقین واعتماد تھا کہ وہ ان کو ان کی قسم میں ناکام اور نادم نہیں کرے گا بلکہ قصاص لینے والوں کے دلوں میں معافی کو پیدا کر دے گا اور فی الواقع وہی ہوا جس کا انھوں نے ارادہ کیا تھا۔

کرامات اولیاء اور دیگر مسائل

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو جس چیز کے واقع ہو جانے کا غلبہ ظن ہو اس پر قسم کھا سکتا ہے اور جب کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو انسان کے سامنے اس کی تعریف کی جا سکتی ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ قصاص کو معاف کر دینا مستحب ہے اور قصاص میں شفاعت کرنا بھی مستحب ہے، اور بدلہ معاف کرنے کے لیے بھی شفاعت کرنی چاہیے اور یہ کہ جس کو قصاص لینے کا حق ہے اس کو اختیار ہے کہ وہ قصاص لے یا دیت، یا معاف کر دے اور یہ معلوم ہوا کہ عورتیں اگر کسی کو زخمی کر دیں یا اس کا دانت توڑ دیں تو ان سے بھی قصاص لیا جائے گا اور اس میں دیت پر صلح کرنے اور دانت توڑنے کی وجہ سے قصاص لینے کا ثبوت ہے اسی طرح دانت جہاں پیوست ہوتا ہے اس میں بھی قصاص کا ثبوت ہے بشرطیکہ اس کی تعیین اور مثلیت ممکن ہو۔

لہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں کرامات اولیاء کا ثبوت ہے۔[1] کیونکہ حضرت ربیع کی ماں نے جس چیز کی قسم کھائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ویسا ہی کر دیا اور ان کی مراد پوری کر دی۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں تعارض کے جوابات

اس قصہ میں امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں تین تعارض واقع ہوئے ہیں۔

(۱)۔ مسلم کی روایت میں یہ ہے کہ ربیع کی بہن نے جنایت کی تھی اور بخاری کی اکثر روایات میں یہ ہے کہ خود ربیع نے جنایت کی تھی۔

(۲)۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ زخمی کیا تھا اور بخاری کی روایت میں ہے کہ سامنے کے دانت توڑے تھے۔

(۳)۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ ربیع کی ماں نے حلف اٹھایا تھا اور بخاری کی اکثر روایات میں ہے کہ حضرت انس بن مالک کے چچا اور ربیع کے بھائی حضرت انس بن نضر نے حلف اٹھایا تھا۔

پہلے تعارض کے جواب میں علامہ نووی، علامہ کرمانی اور علامہ دشتانی نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو مختلف قصے ہیں ایک قصہ میں ربیع کی بہن نے کسی کو زخمی کر دیا اور دوسرے قصے میں خود ربیع نے کسی لڑکی کے دانت توڑ دیے۔ اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ دراصل حضرت انس کی بہن ربیع نے کسی انسان کو زخمی کیا تھا لیکن راویوں نے بعض روایات میں عن انس ان اختہ الربیع کی جگہ عن انس ان اخت الربیع ذکر کر دیا جس سے یہ وہم ہو گیا کہ حضرت انس کی بہن ربیع نے کسی انسان کو زخمی کیا تھا۔

دوسرے تعارض کا جواب سہل ہے کیونکہ زخمی کرنا دانت توڑنے کو بھی شامل ہے اور تیسرے سوال کا جواب علامہ عینی اور دوسرے شارحین نے یہ دیا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کو ترجیح ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت انس بن نضر نے حلف اٹھایا تھا۔

دانت اور دیگر ہڈیوں کے قصاص میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں چونکہ دانت کے قصاص لینے کا ذکر ہے اس وجہ سے فقہاء میں یہ اختلاف ہے کہ آیا دانت کے علاوہ اور دوسری ہڈیوں کا بھی قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک دوسری ہڈیوں میں بھی قصاص ہے البتہ جو ہڈیاں مجوف ہوں (جیسے ران کی ہڈی) یا سر کی ہڈی پر ایسی چوٹ لگے جو دماغ تک پہنچے یا ہڈی الگ ہو جائے تو اس میں دیت ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے السن بالسن (مائدہ ۵، ۴۵) "دانت کا بدلہ دانت ہے" اور دانت ہڈی کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ تمام ہڈیوں میں قصاص ہوگا، البتہ جن ہڈیوں کا قصاص لینے سے جان کا خطرہ ہو یا ان میں مماثلت نہ ہو سکے تو ان میں قصاص نہ لینے پر اجماع ہے اور امام شافعی، لیث اور فقہاء احناف نے یہ کہا ہے کہ دانت کے علاوہ اور کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے، کیونکہ ہڈی، کھال، گوشت اور پٹھے میں ہوتی ہے اور ان میں مماثلت نہیں ہو سکتی اور ہڈی تک ضرب اس وقت تک نہیں پہنچے گی جب تک کھال کے اندر گوشت اور پٹھے تک ضرب نہ پہنچے اور اس کی مقدار مجہول ہوتی ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق

---

[1] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ہے کہ سر کی ہڈی میں قصاص نہیں ہے لہٰذا باقی ہڈیوں کو بھی سر کی ہڈی پر قیاس کرنا چاہیے لیکن اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ سامنے کے دانتوں میں قصاص لیا گیا اور قرآن مجید میں بھی ہے "السن بالسن" اور ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت کا حکم ہے لیکن جب ایسا حکم بغیر انکار کے وارد ہو تو ہم پر بھی حجت ہوتا ہے۔ [1]

بَابُ مَا يُبَاحُ بِهِ دَمُ الْمُسْلِمِ

مسلمان کے خون کی اباحت کے اسباب

۴۲۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ الثَّيِّبُ الزَّانِي وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِينِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اس کی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون صرف تین وجوہات سے حلال ہوتا ہے۔ (۱) نکاح کے بعد زنا کرنا۔ (۲) جان کا بدلہ جان۔ (۳) اور جو شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

۴۲۶۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

تین دیگر اسانید کے ساتھ اسی طرح روایت ہے۔

۴۲۶۴۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَاللَّفْظُ لِأَحْمَدَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان تشریف فرما ہو کر فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے سوا اور کوئی عبادت کا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۵ھ، فتح الباری، ج ۱۲ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَا يَحِلُّ دَمُ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ ثَيِّبٌ الزَّانِيْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ قَالَ الْاَعْمَشُ فَحَدَّثْتُ بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ فَحَدَّثَنِيْ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ بِمِثْلِهٖ۔

مستحق نہیں ہے جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون بہانا جائز نہیں ہے البتہ تین شخص ہیں (جن کا خون بہانا جائز ہے (۱) اسلام کو چھوڑ کر جماعت ترک کرنے والا۔ (۲) نکاح کے بعد زنا کرنے والا (۳) جان کا بدلہ جان۔ اعمش کہتے ہیں میں نے ابراہیم کو یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اس کی مثل حدیث مجھے از اسود از عائشہ بیان کی۔

۴۳۴۵ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِالْاِسْنَادَيْنِ جَمِيْعًا نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكُوْفِيُّ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهٗ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مثل سابق مروی ہے البتہ اس میں والذی لا الہ غیرہ۔ کا ذکر نہیں ہے۔

مسلمانوں کے خون کی اباحت کے تین اسباب کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے کہ جو شخص نکاح کے بعد زنا کرے اس کو پتھروں سے رجم کر کے ہلاک کر دیا جائے اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، عنقریب اس مسئلہ کی مکمل وضاحت اور اس کی شرائط کا ذکر کیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جان کا بدلہ جان ہے" اس سے مراد اپنی شرائط کے ساتھ قصاص ہے۔ چونکہ اس حدیث میں مطلقاً کہا گیا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہے اس سے فقہاء حنفیہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمان کو ذمی اور آزاد کو غلام کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور لیث کا قول اس کے خلاف ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جو شخص دین کو ترک کرے اور جماعت سے علیحدہ ہو" اس سے مراد وہ شخص ہے جو اسلام سے مرتد ہو جائے خواہ کسی قسم کا ارتداد ہو۔ اگر یہ لوگ اپنے ارتداد سے رجوع نہ کریں تو ان کو قتل کرنا واجب ہے اور یہ حکم ہر اس شخص کو شامل ہے جو کسی بدعت، بغاوت یا کسی اور وجہ سے اسلام سے

خارج ہو گیا، اسی طرح خوارج کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ حکم اس شخص کو بھی شامل ہے جو کسی مسلمان پر حملہ آور ہو ایسے شخص کو اپنے دفاع میں قتل کرنا جائز ہے۔ [1]

کیا مسلمانوں کو قتل کرنے کے اسباب تین سے زیادہ ہیں؟

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جب کوئی مرد مرتد ہو جائے اور کفر پر اصرار کرے اور اسلام کو قبول نہ کرے تو اس کو قتل کرنے پر فقہاء کا اجماع ہے البتہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کے قتل کرنے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس کو بھی مرد کی طرح قتل کیا جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے التارك للجماعة۔ "جماعت کو ترک کرنے والا" اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ دین معتبر ہے جس پر جماعت ہو۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام شافعی تو یہ کہتے ہیں کہ تارک نماز کو بھی قتل کر دیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کا تارک بھی دین اسلام یعنی اعمال کا تارک ہے پھر علامہ کرمانی نے کہا کہ امام شافعی کہتے ہیں روزے اور زکوٰۃ کے تارک کو قتل نہیں کیا جائے گا، علامہ کرمانی نے زکوٰۃ کا یہ جواب دیا کہ زکوٰۃ کو حاکم جبراً وصول کرے گا اور روزے کے متعلق یہ کہا کہ روزے نہ رکھنے والے کا کھانا پینا بند کر دیا جائے گا اور چونکہ وہ مسلمان ہے اس لیے خواہی نخواہی وہ روزے کی نیت کرے گا۔ علامہ عینی کہتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے تارک نماز کو قتل کرنے کی جو وجہ بیان کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اعمال نفس ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام الحرمین نے امام شافعی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے اور امام مزنی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول التارك للجماعة "جماعت کو ترک کرنے والا" سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ جو شخص اجماع کا مخالف ہو وہ کافر ہے کیونکہ جس چیز کے وجوب پر اجماع ہو اس کا انکار کفر ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ جن چیزوں کا وجوب شرعی بداہۃً ثابت ہو ان کا انکار کفر ہے جیسے پانچ نمازیں۔ اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جن چیزوں کا وجوب تواتر سے معلوم ہو ان کا انکار کفر ہے جیسے عالم کا حادث ہونا اس لیے عالم کو قدیم ماننا کفر ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے ان تین اسباب مذکورہ کے ساتھ مسلمان پر حملہ کرنے والے کا بھی استثناء کیا ہے کیونکہ اپنی مدافعت میں اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ لیکن یہاں یہ قید ضروری ہے کہ جب حملہ آور قتل کے درپے ہو، بعض علماء نے اس حدیث سے خارجیوں اور باغیوں کے قتل پر بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہونے والے ہیں۔ اور علامہ ابن عربی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ قتل کرنے کے اسباب دس ہیں۔ لیکن وہ اسباب ان تین سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جو شخص جادو کرے یا اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کو سب وشتم کرے وہ کافر ہے۔ اور داودی نے کہا ہے کہ جانوروں کے ساتھ بدفعل کرنے والے اور عمل قوم لوط کرنے والے فاعل اور مفعول بہ اور زمین میں فساد پھیلانے والے کو بھی قتل کرنے کا حکم ہے، اس لیے اس حدیث میں جو تین اسباب میں حصر کا حکم کیا گیا ہے وہ منسوخ ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

باب ۵۵ بیانِ اثمِ من سنّ القتل

قتل کو ایجاد کرنے والے کا گناہ

۴۲۶۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ كَانَ اَوَّلَ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم کے پہلے بیٹے کے حصے میں اس کا خون ہوتا ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کو ایجاد کیا تھا۔

۴۲۶۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ وَعِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ وَعِیْسَی بْنِ یُوْنُسَ لِاَنَّهٗ سَنَّ الْقَتْلَ لَمْ یَذْكُرِ اَوَّلَ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں صرف سن القتل کے الفاظ ہیں۔ اول کا لفظ نہیں ہے۔

قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کی تاریخ اور تفصیل

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت آدم کے بیٹے نے سب سے پہلا قتل کیا تھا۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس بیٹے کا نام قابیل تھا۔ اور از سُدّی از مجاہد از ابن عباس یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت حوا کے ہاں ہر مرتبہ دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کے ایک سو سال بعد قابیل اور اس کی جڑواں بہن اقلیما پیدا ہوئی پھر ہابیل اور اس کی جڑواں بہن یوذا پیدا ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام ایک جوڑے کی لڑکی کا نکاح دوسرے جوڑے کے لڑکے کے ساتھ کرتے تھے۔ جب قابیل اور ہابیل جوان ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو حکم دیا کہ قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن یوذا سے اور ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن اقلیما سے کر دیں اور اقلیما قد و قامت اور شکل و صورت کے لحاظ سے حسین ترین لڑکی تھی۔ قابیل اس فیصلہ سے خوش نہیں ہوا، اس نے کہا میں اس فیصلہ سے راضی نہیں ہوں۔ اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کا میں خود مستحق ہوں، کیونکہ میں اور میری بہن جنت کی اولاد سے ہیں اور ہابیل اور اس کی بہن زمین کی اولاد سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم دونوں قربانی کرو۔ قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ہابیل بکریاں پالتا تھا۔ قابیل نے سب سے خراب پیداوار کی قربانی دی اور دل

میں کہا جب ہابیل کی میری بہن سے شادی ہو رہی ہے تو پھر مجھے کیا، خواہ میری قربانی قبول ہو یا نہ ہو! اور ہابیل نے اپنی بکریوں میں سے ایک فربہ مینڈھے کی قربانی دی اور اس کے ساتھ دودھ اور مکھن بھی دیا اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ کیا۔ اور اس زمانے میں قربانی کا طریقہ یہ تھا کہ آسمان سے ایک سفید آگ نازل ہو کر قربانی کو کھا لیتی تھی۔ اس آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو نہ کھایا، تب قابیل نے اپنے دل میں ہابیل کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ قتل کی کیفیت میں بھی اختلاف ہے۔ ابن جریج نے کہا قابیل، ہابیل کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ سویا ہوا تھا اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کس طرح قتل کرے، شیطان کسی آدمی کی شکل میں اس کے پاس آیا اور اس نے ایک پتھر پر پرندہ رکھ کر دوسرے پتھر سے اس کو مار دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے ہابیل کا گلا گھونٹ دیا اور ایک قول یہ ہے کہ اونٹ کی ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ کس جگہ ہابیل کو گرایا تھا ایک قول ہے جبل ثور پر، ایک قول ہے بصرہ میں، اور ایک قول ہے دمشق میں، حضرت ابن عباس سے ایک روایت یہ ہے کہ ہند کے ایک پہاڑ نوذب پر قتل کیا تھا اور یہی صحیح روایت ہے۔

ثعلبی نے معاویہ بن عمار سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے صادق سے پوچھا کہ حضرت آدم اپنی بیٹی کا اپنے بیٹے سے نکاح کرتے تھے انھوں نے کہا معاذ اللہ! جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اتارے گئے تو حضرت حوا کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام عناق تھا اور یہ پہلی لڑکی ہے جس نے روئے زمین پر بغاوت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اس شخص کو مسلط کر دیا جس نے اس کو قتل کیا پھر اس کے بعد قابیل پیدا ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک جنیہ ظاہر کی اور حضرت آدم پر وحی کی کہ وہ قابیل کا نکاح اس جنیہ سے کر دیں اور جب ہابیل جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے زمین پر جنت سے ایک حور اتاری اور حضرت آدم پر وحی کی کہ وہ ہابیل کا نکاح اس حور سے کر دیں تب قابیل نے حضرت آدم سے شکایت کی کہ میں ہابیل سے بڑا ہوں اور اس حور سے نکاح کرنے کا میں مستحق تھا، حضرت آدم نے کہا اے بیٹے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کی وحی کی تھی اب تم دونوں قربانی کرو۔ (پھر وہی واقعہ پیش آیا اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔)

روئے زمین پر جتنے بھی قتل ہوں گے ان سب کے خون میں قابیل کا حصہ ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قتل کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے: ومن یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا ومن یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منھا (نساء، ۸۵) "جو شخص اچھی شفاعت کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا اور جو شخص بری شفاعت کرے گا اس کے لیے اس میں سے حصہ ہوگا اور حدیث میں ہے جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنی نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجر میں کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برائی کی ابتداء کی اسے اس برائی کا گناہ ہوگا اور قیامت تک اس برائی پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے: لا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر، ۷) "کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر برائی کی ابتداء کرنے والے کو دوسرے کی برائی کا گناہ کیوں ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ برائی کی ابتداء کرنے والے کے دو گناہ ہیں ایک تو اس نے برائی کا فعل کیا دوسرا یہ کہ اس نے اس برائی کا راستہ دکھایا اور اس فعل کی راہنمائی کی پس اس کو اس برائی کے کرنے کا بھی گناہ ہوگا اور قیامت تک اس برائی کا راستہ

کمانے کا بھی گناہ ہوگا اسی طرح نیکی کی ابتداء کرنے والے کو نیکی کے فعل کا اجر ملے گا اور قیامت تک، جتنے لوگوں کو اس نیکی کی رہنمائی کی ہے ان کا اجر بھی ملے گا، لہٰذا یہ آیت وان لیس للانسان الا ما سعیٰ (النجم: ۳۹) "انسان کو صرف اس کی کوشش کا اجر ملتا ہے" کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

بَابُ الْمُجَازَاةِ بِالدِّمَاءِ فِي الْآخِرَةِ وَأَنَّهَا أَوَّلُ مَا يُقْضَى فِيهِ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

آخرت میں قتل کی سزا اور سب سے پہلے قتل کا حساب کیا جانا

۴۲۶۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَوَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے لوگوں کے درمیان قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۴۲۶۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ قَالَ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔ البتہ بعض روایات میں یقضیٰ ہے اور بعض روایات میں یحکم بین الناس ہے۔

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الناس۔

ف: ان احادیث سے معلوم ہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل کا مسئلہ بہت اہم ہے یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اس کا حساب لیا جائے گا۔

قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کا حساب ہوگا یا نماز کا؟

اس باب کی احادیث سے معلوم ہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قتل کا معاملہ بہت اہم ہے اسی وجہ سے سب سے پہلے قتل کا حساب لیا جائے گا لیکن اس کے برخلاف سنن میں یہ حدیث ہے کہ سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ من عملہ صلوتہ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب و خسر الحدیث۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندے کے اعمال سے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ "نماز" ہے اگر اس کی نماز ٹھیک ہے تو وہ بندہ ٹھیک اور کامیاب ہوگا اور اگر اس کی نماز فاسد ہے تو وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی میں بھی ہے امام احمد نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں متعدد مواضع میں بیان فرمایا ہے۔ [2]

علامہ نووی اور دیگر شارحین حدیث نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کا حساب لیا جائے گا۔

بَابُ تَغْلِيظِ تَحْرِيمِ الدِّمَاءِ وَالْأَعْرَاضِ وَالْأَمْوَالِ

خون، مال اور عزت کی حرمت کا بیان

۴۲۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَيَحْيَى ابْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنِ ابْنِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ گھوم کر اس دن کی حالت پر آگیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، سال کے بارہ مہینے ہیں، ان میں سے چار

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۰۔ ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۵، ج ۵ ص ۳۷۷، ج ۵ ص ۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ شَهْرُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ ثُمَّ قَالَ أَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ ذَا الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ الْبَلْدَةَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَأَعْرَاضَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِي كُفَّارًا أَوْ ضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يُبَلَّغُهُ يَكُونُ أَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ. قَالَ ابْنُ حَبِيبٍ فِي رِوَايَتِهِ وَرَجَبُ مُضَرَ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي.

مہینے عزت والے ہیں تین مہینے تو متواتر ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب ہے یہ مضر کا مہینہ ہے جو جمادی اور شعبان کے درمیان ہے پھر آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، راوی کہتے ہیں آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، پھر فرمایا: کیا ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! پھر آپ نے فرمایا: یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! راوی کہتے ہیں کہ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا کیا البلدۃ (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! آپ نے فرمایا: آج کونسا دن ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تمہارے خون اور تمہارے مال (راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے آپ نے فرمایا:) اور تمہاری عزت تم (میں سے ایک دوسرے) پر اس طرح حرام ہیں جس طرح آج کا دن اس شہر کے اس ماہ میں محترم ہیں عنقریب تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا، کہیں تم میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردن مارنے نہ لگ جانا، سنو! حاضر، غائب کو پہنچا دے۔ شاید جن کو حدیث پہنچائی جائے، ان میں سے بعض، سننے والوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں! پھر فرمایا سنو! کیا میں نے پیغام (حق) پہنچا دیا ہے!۔ ابن حبیب نے اپنی روایت میں رجب مضر کہا ہے اور ابوبکر کی روایت میں فلا ترجعوا بعدی ہے۔

۴۲۷۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ قَعَدَ عَلَى بَعِيرِهِ وَأَخَذَ إِنْسَانٌ بِخِطَامِهِ فَقَالَ أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ فَقَالَ أَلَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَأَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَلَيْسَ بِذِي الْحِجَّةِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَأَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قُلْنَا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ سِوَى اسْمِهِ قَالَ أَلَيْسَ بِالْبَلْدَةِ قُلْنَا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ قَالَ ثُمَّ انْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ فَذَبَحَهُمَا وَإِلَى جُرَيْعَةٍ مِنَ الْغَنَمِ فَقَسَمَهَا بَيْنَنَا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم نحر کو آپ اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اس کی نکیل پکڑ لی، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! حتیٰ کہ ہمیں یہ گمان ہوا کہ آپ اس دن کا یوم نحر کے علاوہ کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا: کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! آپ نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے! راوی کہتے ہیں حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ اس شہر کا (مکہ کے علاوہ) کوئی اور نام رکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا یہ البلدہ (مکہ) نہیں ہے؟ ہم نے کہا جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزت تم (میں سے ہر ایک) پر اس طرح حرام ہے جیسا کہ آج کا دن آج کے مہینے میں آج کے شہر میں محترم ہے، پس حاضر کو چاہیے کہ غائب تک پہنچا دے، پھر آپ دو سرمئی مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے ان کو ذبح کیا پھر آپ بکریوں کے ایک گلے کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیا۔

۴۲۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَانَ ذٰلِكَ الْيَوْمُ جَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعِيرٍ قَالَ وَرَجُلٌ آخِذٌ بِزِمَامِهِ أَوْ قَالَ بِخِطَامِهِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یوم نحر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی، پھر حسب سابق ہے۔

یَزِیْدَ بْنِ زُرَیْعٍ ۔

۴۲۷۳ ۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا شُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ وَعَنْ رَجُلٍ اٰخَرَ وَھُوَ فِیْ نَفْسِیْ اَفْضَلُ مِنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ بَکْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ وَاَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا قُرَّةُ بِاِسْنَادِ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ وَسَمَّی الرَّجُلَ حُمَیْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا وَسَاقُوا الْحَدِیْثَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ عَوْنٍ غَیْرَ اَنَّہٗ لَا یَذْکُرُ اَعْرَاضَکُمْ وَلَا یَذْکُرُ ثُمَّ انْکَفَأَ اِلٰی کَبْشَیْنِ وَمَا بَعْدَہٗ وَقَالَ فِی الْحَدِیْثِ کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا اِلٰی یَوْمٍ تَلْقَوْنَ رَبَّکُمْ اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: آج کون سا دن ہے؟ اس کے بعد مثل سابق روایت ہے البتہ اس میں تمہاری عزت کا ذکر نہیں اور نہ یہ ذکر ہے کہ اس کے بعد آپ دو مینڈھوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بعد کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اور یہ ہے کہ آپ نے فرمایا آج کے دن، اس ماہ اور اس شہر کی طرح حرام ہیں یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک تم اپنے رب سے ملاقات کرو گے سنو! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا!

اشہر حُرُم میں ردّ و بدل کی تفصیل اور تحقیق

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ عرب محرم کو صفر کی طرف مؤخر کر دیتے تھے تاکہ اس ماہ میں جنگ کر سکیں اور وہ یہ ہر سال کرتے تھے اور محرم ایک ماہ سے دوسرے ماہ کی طرف منتقل ہوتا رہتا تھا اور جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تھا ہر مہینہ اپنی اصل وضع میں آچکا تھا۔ [1]

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ

بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی گنتی اس کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں جس دن سے اس نے آسمانوں

[1] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

حرمٌ ط ذٰلك الدين القيم لا فلا تظلموا فيهن انفسكم وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة ط واعلموا ان الله مع المتقين ۵ انما النسئ زيادة في الكفر يضل به الذين كفروا يحلونه عاما ويحرمونه عاما ليواطؤا عدة ما حرم الله فيحلوا ما حرم الله ط زين لهم سوء اعمالهم ط والله لا يهدي القوم الكفرين ۔

(توبہ ۹: ۳۶-۳۷)

اور زمین کو پیدا کیا، ان میں سے چار حرمت والے (مہینے) ہیں، یہی سیدھا دین ہے۔ تو تم ان (مہینوں) میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔ اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ مہینے کا پیچھے ہٹانا صرف کفر میں زیادتی ہے۔ اس سے کافر گمراہ کیے جاتے ہیں۔ وہ ایک مہینہ کو ایک سال حلال قرار دیتے ہیں اور دوسرے سال اسی کو حرام ٹھہراتے ہیں تاکہ ان (مہینوں) کی گنتی پوری کر لیں جن کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لیں، ان کے برے کام ان کے لیے مزین کر دیے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

عرب میں قدیم زمانہ سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب "اشہر حرم" خاص اور احترام کے مہینے قرار دیے جاتے تھے۔ ان مہینوں میں خونریزی اور جنگ وجدال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا اور تمام لوگ حج، عمرہ اور تجارتی کاروبار کے لیے آزادی اور امن کے ساتھ سفر کر سکتے تھے، کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہیں کرتا تھا۔ ملتِ ابراہیمی میں بھی یہی چار ماہ حرمت والے مہینے تھے۔

اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت اور جہالت حد سے بڑھ گئی تھی اور باہمی جدال وقتال میں بعض قبیلوں کی وحشت اور بربریت اور ان کا جوش انتقام کسی آسمانی کتاب یا دین کے قانون کا پابند نہ رہا تو انھوں نے نسیئ (تاخیر) کی رسم نکالی۔ یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ارادہ ہوتا تو اس کا سردار یہ اعلان کر دیتا کہ اس سال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا ہے پھر اگلے سال کہہ دیتے کہ اس سال دستور کے مطابق محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح ایک سال کے چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی تعیین میں حسب منشاء ردّ و بدل کرتے رہتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق ردّ و بدل کا یہ کام صرف محرم اور صفر میں مذکورہ طریقہ سے ہوتا تھا۔

امام محمد ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جس پہلے شخص نے یہ رسم جاری کی اس کا نام "قلمس" کنانی تھا پھر اس کی اولاد در اولاد میں یہ رسم جاری رہی۔ آخر میں اس کی نسل سے ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی کا یہ معمول تھا کہ ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا تھا کہ اس سال اشہر حرم میں محرم داخل رہے گا یا اس کی جگہ صفر داخل ہو گا اس طرح محرم اور صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا اور عام طور پر لوگ اس ردّ و بدل کو قبول کر لیتے تھے۔ گویا زمانہ جاہلیت میں کافروں کے کفر اور گمراہی کو بڑھانے والی ایک یہ چیز بھی تھی کہ انھوں نے اللہ کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینہ کو تبدیل کرنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا تھا۔

آیا اشہر حرم میں قتال منسوخ ہو چکا ہے یا نہیں؟

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ (بقرہ ۵ : ۲۱۷)

لوگ آپ سے اشہر حرم (حرمت والے مہینوں) میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے ان مہینوں میں جنگ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کی رو سے اشہر حرم میں جنگ کرنا حرام ہے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو چکا ہے۔ ابن جریج نے کہا ہے عطاء نے مجھ سے قسم کھا کر کہا حرم میں اور اشہر حرم میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ کفار حملہ کریں تو ان کی مدافعت میں جنگ کرنا جائز ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشہر حرم میں جہاد نہیں کرتے تھے البتہ مدافعت میں جہاد کرتے تھے اور سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ کیا کفار سے اشہر حرم میں جہاد کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! ابو عبید نے کہا آج کل مسلمان سارا سال سرحدوں پر رہتے ہیں اور اس قول کی بناء پر تمام مہینوں میں جہاد کرنا جائز ہے۔ اور میرے علم میں نہیں ہے کہ علماء شام یا علماء عراق میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو اور اسی طرح میرے گمان میں اہل حجاز کا قول ہے۔

ان مہینوں میں جہاد کی اباحت پر یہ دلیل ہے فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" یہ آیت اشہر حرم میں قتال کی حرمت کے لیے ناسخ ہے اور "قل قتال فیہ کبیر" میں میرے نزدیک نکرہ سیاق اثبات میں واقع ہے پس یہ تمام افراد کے بجائے صرف فرد واحد کو شامل ہوگا یعنی اشہر حرم میں قتال کا صرف ایک فرد حرام کیا گیا اور یہ فرد وہی ہے جس کے متعلق انھوں نے سوال کیا تھا پس یہ آیت اشہر حرام میں مطلقاً قتال کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا اب نسخ کے قول کی بھی ضرورت نہیں ہے۔[1]

نیز امام رازی نے وقاتلوا المشرکین کافۃ (توبہ ۳۶) تم تمام مشرکین سے جنگ کرو" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ تمام مہینوں میں کفار سے جنگ کرنا مباح ہے۔[2]

حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ بوقت ضرورت سواری کی پشت پر بیٹھنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے تکبر اور خود نمائی مقصود نہ ہو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لا تتخذوا ظھور الدواب مجالس" "سواریوں کی پشت کو مجالس نہ بناؤ" بلا ضرورت سواریوں پر بیٹھنے کے ساتھ مخصوص ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بلند جگہ بیٹھ کر تقریر کرنا چاہیے تاکہ تمام لوگ خطیب کو دیکھ اور سن سکیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص حدیث کے معنی سے ناواقف ہو اس سے بھی حدیث کو روایت کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز حرام ہو عالم پر واجب ہے کہ اس کی حرمت مؤکد طریقہ سے بیان کرے۔ اور جان، مال اور عزت کو حرمت میں یوم حج، حج کے مہینہ اور حرم کے ساتھ تشبیہ دینا جائز ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ عرب اس دن، اس مہینہ

---

[1] امام فخر الدین بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۷ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۳۳، " " " " "

اور اس شہر کو بہت محترم جانتے تھے اور اس کی حرمت بہت شدت کے ساتھ ان کے دلوں میں جاگزیں تھی اور وہ اس شہر اور ان دنوں میں کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے تھے اس لیے آپ نے فرمایا مسلمان کی جان، مال اور عزت ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن، آج کا مہینہ اور یہ شہر ان کے لیے محترم ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ان چیزوں کے بارے میں پہلے سوال کیا اور ہر سوال کے بعد خاموش رہے اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ وہ اپنی عقلوں کو بالکل حاضر اور متوجہ کر لیں اور جواب کو بغور سنیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ صحابہ نے ہر سوال کے جواب میں اللہ و رسولہ اعلم کیوں کہا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کا حسن ادب تھا وہ آفتاب علم نبوت کے سامنے اپنی معلومات کا چراغ جلانا نہیں چاہتے تھے اور وہ یہ جانتے تھے کہ جو کچھ انہیں علم ہے وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ہی روشن ہے اس لیے انھوں نے اپنی معلومات کے اظہار کے بجائے یہ مسئلہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ [1]

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ "میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے نہ لگ جانا" اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ دین اسلام پر قائم رہنا اور اسلام چھوڑ کر قتل و غارت گری نہ شروع کر دینا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد ایک دوسرے کے قتل کو حلال قرار دے کر کافر نہ ہو جانا اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ بغیر دلیل شرعی کے مغلوب الغضب ہو کر ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا کر ایک دوسرے کو قتل کرنا نہ شروع کر دینا۔

بَابُ صِحَّةِ الْإِقْرَارِ بِالْقَتْلِ وَتَمْكِينِ وَلِيِّ الْقَتِيلِ مِنَ الْقِصَاصِ وَاسْتِحْبَابِ طَلَبِ الْعَفْوِ مِنْهُ

قتل کے اقرار کا صحیح ہونا، ولی مقتول کو قصاص کا حق حاصل ہونا اور اس سے معافی طلب کرنے کا مستحب ہونا

۴۲۷۴۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ أَنَّ عَلْقَمَةَ ابْنَ وَائِلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ إِنِّي لَقَاعِدٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ يَقُودُ آخَرَ بِنِسْعَةٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا قَتَلَ أَخِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص دوسرے شخص کو رسی سے کھینچتا ہوا لایا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اس شخص نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا: کیا تو نے اس کو قتل کیا ہے؟ اس (پہلے) شخص نے کہا اگر یہ اقرار نہیں کرے گا تو میں اس کے خلاف گواہ پیش کروں گا، تب اس نے کہا: ہاں میں

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۹-۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

سَلَّمَ اَقَتَلْتَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَوْلَمْ يَعْتَرِفْ اَقَمْتُ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ قَالَ نَعَمْ قَتَلْتُهٗ قَالَ كَيْفَ قَتَلْتَهٗ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ نَخْتَبِطُ مِنْ شَجَرَةٍ فَسَبَّنِيْ فَاَغْضَبَنِيْ فَضَرَبْتُهٗ بِالْفَاْسِ عَلٰى قَرْنِهٖ فَقَتَلْتُهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ مِنْ شَيْءٍ تُؤَدِّيْهِ عَنْ نَفْسِكَ قَالَ مَا لِيْ مَالٌ اِلَّا كِسَائِيْ وَفَاْسِيْ قَالَ فَتَرٰى قَوْمُكَ يَشْتَرُوْنَكَ قَالَ اَنَا اَهْوَنُ عَلٰى قَوْمِيْ مِنْ ذَاكَ فَرَمٰى اِلَيْهِ بِنِسْعَتِهٖ وَقَالَ دُوْنَكَ صَاحِبَكَ فَانْطَلَقَ بِهِ الرَّجُلُ فَلَمَّا وَلّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ قَتَلَهٗ فَهُوَ مِثْلُهٗ فَرَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهٗ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ قُلْتَ اِنْ قَتَلَهٗ فَهُوَ مِثْلُهٗ وَاَخَذْتَهٗ بِاَمْرِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تُرِيْدُ اَنْ يَبُوْءَ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِ صَاحِبِكَ قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ لَعَلَّهٗ قَالَ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ ذَاكَ كَذَاكَ قَالَ فَرَمٰى بِنِسْعَتِهٖ وَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ۔

نے اس کو قتل کیا ہے: آپ نے پوچھا: تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ اس نے کہا میں اور وہ دونوں درخت کے پتے جھاڑ رہے تھے اس نے گالی دے کر مجھے مشتعل کیا میں نے اس کے سر پر کلہاڑی دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پاس کچھ مال ہے جو اس کو اپنی جان کے عوض دے سکو، اس نے کہا میرے پاس اس چادر اور کلہاڑی کے سوا اور کوئی مال نہیں ہے! آپ نے فرمایا کیا خیال ہے کیا تمہاری قوم تمہیں چھڑا لے گی؟ اس نے کہا میری قوم میں میری اتنی وقعت نہیں ہے؟ آپ نے وہ رسہ اس شخص (ولی مقتول) کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اسے لے جاؤ، وہ شخص اس کو لے جانے لگا، جب اس شخص نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی اس کی مثل ہو جائے گا، وہ شخص لوٹ آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو یہ بھی اس کی مثل ہو جائے گا، حالانکہ میں نے تو اس کو آپ کے حکم پر پکڑا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ وہ تیرے اور تیرے ساتھی کا گناہ بھی سمیٹ لے، اس نے کہا یا نبی اللہ! کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر ٹھیک ہے اور اس کا تسمہ چھوڑ کر اس کو آزاد کر دیا۔

۴۲۷۵- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَتَلَ رَجُلًا فَاَقَادَ وَلِيَّ الْمَقْتُوْلِ مِنْهُ فَانْطَلَقَ بِهٖ وَفِيْ عُنُقِهِ نِسْعَةٌ يَجُرُّهَا فَلَمَّا

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آپ نے مقتول کے وارث کو اس سے قصاص لینے کا حکم دیا، وہ (وارث) چلنے لگا در آں حالیکہ قاتل کے گلے میں ایک تسمہ تھا جس کو وہ کھینچ رہا تھا، جب اس نے پشت پھیری تو آپ نے فرمایا قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، پھر ایک شخص نے جا کر مقتول کے

اَدْبَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَاَتَى رَجُلٌ الرَّجُلَ فَقَالَ لَهٗ مَقَالَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَلّٰى عَنْهُ. قَالَ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِحَبِيْبِ ابْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اِبْنُ اَشْوَعَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَاَلَهٗ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُ فَاَبٰى۔

وارث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا تو اس نے قاتل کو چھوڑ دیا۔ اسماعیل بن سالم کہتے ہیں کہ میں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا ذکر کیا انھوں نے بتایا کہ مجھے ابن اشوع نے یہ حدیث سنائی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے خون معاف کرنے کے لیے کہا تھا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔

روایت باب کی تفصیل

امام نسائی نے اس حدیث کو زیادہ تفصیل سے روایت کیا ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا جب مقتول کا وارث قاتل کو ایک تسمہ سے گھسیٹتا ہوا لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے فرمایا: کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: کیا تم اس سے دیت لے لو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا تم اس کو قتل کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس کو لے جاؤ جب وہ پیٹھ پھیر کر اس کو لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس کو معاف کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس سے دیت لو گے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تم اس کو قتل کر دو گے؟ اس نے کہا ہاں! اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو لے جاؤ، البتہ اگر تم اس کو معاف کر دو تو یہ تمہارے اور تمہارے مقتول کے گناہ کو اٹھا لے گا، تب اس شخص نے اس کو معاف کر دیا اور چھوڑ دیا اور میں نے دیکھا وہ اپنے تسمہ کو گھسیٹتا ہوا جا رہا تھا۔ [1]

قتل عمد کے احکام اور مسائل

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں مدعی علیہ سے قاضی یا حاکم کو پوچھنا چاہیے کہ وہ دعویٰ کے متعلق کیا کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ کا اقرار کر لے (جیسا کہ یہاں قاتل نے قتل کا اقرار کر لیا تھا) پھر مدعی بھی مستغنی ہو گا اور قاضی کو گواہوں کے بلوانے کی ضرورت ہو گی نہ ان کی تعدیل کی، نیز مدعی اگر اقرار کر لے تو قاضی کا حکم یقینی ہو گا اور گواہوں کے ثبوت کی بنا پر وہ حکم ظنی ہو گا اور قاضی کو چاہیے کہ وہ مقتول کے وارث سے قاتل کو معاف کرنے کا سوال کرے اور اگر وہ معاف نہ کرے تو دیت کا سوال کرے، اور یہ کہ حاکم کے پاس مقدمہ دائر ہونے کے بعد بھی مدعی علیہ کو معاف کرنا جائز ہے اور قتل عمد میں دیت ادا کرنا جائز ہے اور قتل عمد میں قاتل کے اقرار کو قبول کرنا جائز ہے۔

کیا ولی قصاص کا قصاص لینا قتل کے مترادف ہے؟

اس باب کی پہلی حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے وارث سے فرمایا:

[1] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

"اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی طرح ہو جاؤ گے" اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قصاص لینے والا قاتل کی مثل کیسے ہو سکتا ہے جبکہ قصاص لینے والا ایک جائز کام کر رہا ہے اور قاتل نے ایک ناجائز کام کیا تھا؟ علامہ نووی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اس کو معاف کر دیتے تو تمہارا اس پر احسان ہوتا اور اس پر تمہاری فضیلت ہوتی اور اب کسی کی کسی پر فضیلت نہیں ہے اور اس بات میں دونوں ایک جیسے ہیں۔ یا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نفس قتل کرنے میں دونوں ایک جیسے ہیں ہر چند کہ قاتل کا قتل کرنا ظلم تھا اور مقتول کے وارث کا قتل کرنا عدل ہے لیکن خواہش نفس اور غضب کی پیروی کرنے میں دونوں برابر ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریض اور ایہام کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا تاکہ مقتول کا وارث ڈر سے اور قصاص معاف کر دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مفتی سے پوچھے کہ روزے میں غیبت کا کیا حکم ہے؟ تو مفتی تعریض اور ایہام سے کام لے کر یہ کہہ دے کہ حدیث میں ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تاکہ وہ شخص غیبت کرنے سے باز رہے۔

اس باب کی دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں" اس سے مراد یہ قاتل اور مقتول نہیں ہیں بلکہ ان کے غیر مراد ہیں جب دو مسلمان حرام جنگ میں حصہ لیں، مثلاً دو شخص ایک دوسرے کے خلاف عصبیت کی وجہ سے تلوار اٹھائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، یہاں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ تعریضاً فرمایا تاکہ مقتول کے وارث کے دل میں خوف پیدا ہو اور وہ قصاص کو معاف کر دے [1]

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی قصاص کو قاتل کی مثل اس لیے قرار دیا ہے کہ دونوں نے اپنے غصہ اور غضب کی پیروی کی اور شریعت کی پیروی نہ کی، قاتل کا غضب کی پیروی کر کے قتل کر دینا اور ولی قصاص کا جوش انتقام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود قصاص کے در پے ہونا دونوں کی معصیت کی واضح دلیل ہے علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ کہتے تھے کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک علم ظاہر ہے اور ایک علم باطن جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا انا أعلى علم وانك على علم (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲) "مجھے ایک قسم کا علم ہے اور تمہیں دوسری قسم کا علم ہے"

پس باعتبار ظاہر کے حکم عام یہ ہے کہ ولی کو قصاص لینے کا موقع دینا چاہیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا تھا کہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے یہ آپ نے علم باطن کے اعتبار سے فرمایا تھا۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ولی قصاص سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم بھی اس کی مثل ہو جاؤ گے یہ آپ نے قصاص کی بناء پر نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے یہ کسی اور سبب سے فرمایا تھا جس کا علم آپ ہی کو تھا یا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے قصاص نہ لینے کے بارے میں آپ کا حکم قبول نہیں کیا تھا کیونکہ آپ نے اس کو چار بار معاف کرنے کا حکم دیا اور اس نے ہر بار انکار کر دیا تو چونکہ اس نے آپ کو غضب ناک کیا اس لیے وہ بھی قاتل کی طرح معصیت کا مرتکب ہو گیا۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۲۹-۴۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] تعریض اور ایہام کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ کے دو معنی ہوں، ایک قریب اور ایک بعید، متکلم بعید معنی مراد لے اور مخاطب کا ذہن قریبی معنی کی طرف ہو۔ (سعیدی غفرلہٗ)

قاتل پر مقتول اور اس کے ولی دونوں کے گناہوں کا بوجھ ہے

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولی سے فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ وہ تیرا اور تیرے ساتھی کا گناہ سمیٹ لے؟ قاتل نے ایک زیادتی مقتول کے ساتھ کی کہ اس کو قتل کر دیا اور دوسری زیادتی ولی مقتول کے ساتھ کی کیونکہ مقتول کی موت سے اس کے وارث کو نقصان پہنچتا ہے اور اس کو رنج لاحق ہوتا ہے اس وجہ سے ان دونوں کے گناہوں کا بوجھ قاتل پر لادا جائے گا اور آپ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تو نے اس کو قتل کر دیا تو تو بھی اس کی مثل ہو جائے گا یا یہ فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قصاص لینے کے باوجود قاتل سے آخرت کا عذاب ساقط نہیں ہوتا الا یہ کہ قصاص لینے سے پہلے توبہ کرلے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے جو صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں[1] وہ اس پر محمول ہیں جب مجرم حد جاری ہونے سے پہلے توبہ کرلے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ذٰلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم ۝ الا الذين تابوا من قبل ان تقدروا عليهم (مائدہ: ۳۳) "اور یہ (اجراء حدود) ان کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کرلی"

بَابُ دِيَةِ الْجَنِينِ وَوُجُوبِ الدِّيَةِ فِي قَتْلِ الْخَطَأِ وَشِبْهِ الْعَمْدِ عَلَى عَاقِلَةِ الْجَانِي.

پیٹ کے بچے اور قتل خطا اور قتل شبہ عمد میں دیت کا وجوب

۴۲۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَتَيْنِ مِنْ هُذَيْلٍ رَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى فَطَرَحَتْ جَنِينَهَا فَقَضَى فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑ پڑیں اور ایک نے دوسری کو مارا اور اس کے پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بطور تاوان دینے کا حکم دیا۔

۴۲۷۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَنِينِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي لِحْيَانَ سَقَطَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو لحیان کی ایک عورت کا پیٹ کا بچہ مردہ ساقط ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بطور جرمانہ دینے کا حکم دیا، پھر جس عورت کے خلاف آپ نے تاوان ادا کرنے کا حکم دیا تھا وہ فوت ہو گئی تو

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

مَيِّتًا بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ ثُمَّ إِنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا بِالْغُرَّةِ تُوُفِّيَتْ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنَّ مِيرَاثَهَا لِبَنِيهَا وَزَوْجِهَا وَأَنَّ الْعَقْلَ عَلَى عَصَبَتِهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی وراثت اس کی اولاد اور اس کے شوہر کے لیے ہوگی اور دیت اس کے عصبات (دو عیال کے رشتہ داروں) کو ادا کرنا ہوگی۔

۴۲۷۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ مِنْ هُذَيْلٍ فَرَمَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى بِحَجَرٍ فَقَتَلَتْهَا وَمَا فِي بَطْنِهَا فَاخْتَصَمُوا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ دِيَةَ جَنِينِهَا غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ وَلِيدَةٌ وَقَضَى بِدِيَةِ الْمَرْأَةِ عَلَى عَاقِلَتِهَا وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا وَمَنْ مَعَهُمْ فَقَالَ حَمَلُ بْنُ النَّابِغَةِ الْهُذَلِيُّ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَغْرَمُ مَنْ لَا شَرِبَ وَلَا أَكَلَ وَلَا نَطَقَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذَلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هَذَا مِنْ إِخْوَانِ الْكُهَّانِ مِنْ أَجْلِ سَجْعِهِ الَّذِي سَجَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہذیل کی دو عورتیں لڑیں اور ایک نے دوسری کے پتھر مار کر اسے اور اس کے پیٹ کے بچے کو ہلاک کر دیا۔ انہوں (مقتولہ کے ورثاء) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ پیش کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا تاوان ایک غلام یا باندی ہے اور عورت کی دیت اس قاتلہ کے عاقلہ (دو عیال کے رشتہ داروں) پر مقرر کی اور عورت (مقتولہ) کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں کو اس (دیت) کا وارث قرار دیا۔ حمل بن نابغہ ہذلی نے کہا: یا رسول اللہ! میں اس کا تاوان کیسے ادا کروں جس نے کھایا نہ پیا، نہ بولا نہ چلایا ایسے بچے کی دیت نہیں دی جاتی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مسجع عبارت (قافیہ والی عبارت) کی وجہ سے یہ شخص کاہنوں کا بھائی (معلوم ہوتا) ہے۔

۴۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اقْتَتَلَتِ امْرَأَتَانِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَوَرَّثَهَا وَلَدَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں لڑیں اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، اور اس میں یہ نہیں ہے کہ اس عورت کی اولاد اور اس کے رشتہ دار اس کے وارث ہوں گے، راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا ہم اس کی دیت کیسے دیں؟ اور حمل بن

وَمَنْ مَعَهُمْ وَقَالَ فَتَالَ قَاتِلٌ كَيْفَ نَعْقِلُ وَلَمْ يُسَمِّ حَمَلَ بْنَ مَالِكٍ.

مالک کا نام نہیں لیا۔

۴۲۸۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نُضَيْلَةَ الْخُزَاعِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضَرَبَتِ امْرَأَةٌ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ وَهِيَ حُبْلَى فَقَتَلَتْهَا قَالَ وَإِحْدَاهُمَا لِحْيَانِيَّةٌ قَالَ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيَةَ الْمَقْتُولَةِ عَلَى عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ وَغُرَّةً لِمَا فِي بَطْنِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ عَصَبَةِ الْقَاتِلَةِ أَنَغْرَمُ دِيَةَ مَنْ لَا أَكَلَ وَلَا شَرِبَ وَلَا اسْتَهَلَّ فَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ قَالَ وَجَعَلَ عَلَيْهِمُ الدِّيَةَ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا درآں حالیکہ وہ حاملہ تھی اور (اس ضرب سے) اس کو ہلاک کر دیا، ان میں سے ایک عورت بنو لحیان کی تھی راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتلہ کے عصبات (دو ھیال کے رشتہ داروں) پر مقتولہ کی دیت اور اس کے پیٹ کے بچے کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا لازم کیا، قاتلہ کے عصبات میں سے ایک شخص نے کہا کیا ہم ایسے بچے کی دیت ادا کریں جس نے کھایا نہ پیا اور نہ چلایا ایسے بچہ کی دیت نہیں دی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا یہ بدوؤں کی طرح مسجع مقفیٰ عبارت بول رہا ہے اور ان پر دیت لازم کر دی

۴۲۸۱ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدِ ابْنِ نُضَيْلَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ امْرَأَةً قَتَلَتْ ضَرَّتَهَا بِعَمُودِ فُسْطَاطٍ فَأُتِيَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى عَلَى عَاقِلَتِهَا بِالدِّيَةِ وَكَانَتْ حَامِلًا فَقَضَى بِالْجَنِينِ بِغُرَّةٍ فَقَالَ بَعْضُ عَصَبَتِهَا أَنَدِي مَنْ لَا طَعِمَ وَلَا شَرِبَ وَلَا صَاحَ فَاسْتَهَلَّ وَمِثْلُ ذٰلِكَ يُطَلُّ قَالَ فَقَالَ سَجْعٌ كَسَجْعِ الْأَعْرَابِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی چوب سے مارا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی عاقلہ پر دیت کو لازم کر دیا، اور چونکہ وہ عورت حاملہ تھی اس لیے اس کے پیٹ کے بچے کے تاوان میں ایک لونڈی یا غلام دینے کا تاوان لازم کیا، اس کے بعض خاندان والوں نے کہا: کیا ہم اس کی دیت دیں جس نے کھایا نہ پیا نہ رویا نہ چلایا اور اس جیسے کی دیت نہیں دی جاتی۔ آپ نے فرمایا یہ بدوؤں کی طرح مقفیٰ عبارت ہے۔

۴۲۸۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيثِ جَرِيرٍ وَمُفَضَّلٍ

۴۲۸۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِهِمُ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ فَأَسْقَطَتْ غُرَّتُهُ ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى فِيهِ بِغُرَّةٍ وَجَعَلَهُ عَلٰى أَوْلِيَاءِ الْمَرْأَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ دِيَةَ الْمَرْأَةِ.

امام مسلم نے انہی اسانید کے ساتھ یہ قصہ روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس عورت کے پیٹ کا بچہ ساقط ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس میں ایک لونڈی یا غلام ادا کرنے کا تاوان لازم کیا۔ اور اسے اس عورت کے وارثوں پر لازم کیا اور اس حدیث میں دیت کا ذکر نہیں ہے۔

۴۲۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ اسْتَشَارَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ فِي إِمْلَاصِ الْمَرْأَةِ فَقَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى فِيهِ بِغُرَّةٍ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ ائْتِنِي بِمَنْ يَشْهَدُ مَعَكَ قَالَ فَشَهِدَ لَهُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ.

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے عورت کے پیٹ کے بچے کی دیت کے متعلق مشورہ کیا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک لونڈی یا غلام کو بطور تاوان دینے کا حکم فرمایا ہے، حضرت عمر نے فرمایا کسی اور شخص کو لاؤ جو تمہارے ساتھ گواہی دے، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت محمد بن مسلمہ نے ان کے حق میں گواہی دی۔

لڑائی کرنے والی دو عورتوں کے نام

اس باب کی احادیث میں جن دو عورتوں کی لڑائی کا ذکر ہے یہ دونوں آپس میں سوکنیں تھیں اور حمل بن نابغہ ہذلی کے نکاح میں تھیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ عمیر ہذلی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم میں حمل بن مالک نام کا ایک شخص تھا اس کی دو بیویاں تھیں ایک ہذلیہ اور دوسری عامریہ، ہذلیہ نے عامریہ کے پیٹ پر ضرب لگائی اور حارث کی روایت میں ہے کہ حمل بن نابغہ کی دو بیویاں تھیں ایک ملیکہ اور دوسری ام عفیف اور طبرانی نے عون بن عمیر سے روایت کیا ہے کہ میری بہن ملیکہ اور ہمارے قبیلہ کی ایک عورت ام عفیف بنت مسروح حمل بن نابغہ کے نکاح میں تھیں اور ام عفیف نے ملیکہ کے ضرب لگائی تھی۔[1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

غرّہ کی تحقیق علامہ جوہری لکھتے ہیں کہ غُرّہ (بالضم) گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں جو ایک درہم سے کچھ زیادہ ہوتی ہے نیز لکھتے ہیں کہ غرّہ غلام اور لونڈی کو بھی کہتے ہیں، حدیث میں ہے قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنین بغُرّۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ کے بچہ میں غُرّہ کا فیصلہ کیا گویا کہ آپ نے پورے جسم کو غرّہ سے تعبیر فرمایا۔ ۱؎

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حارث بن ابی اسامہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقلہ پر دیت مقرر کی اور پیٹ کے بچہ میں غلام یا لونڈی یا گھوڑا یا خچر مقرر کیا (مسند عبدالرزاق) اور امام بیہقی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حدیث مرفوع میں گھوڑے کا ذکر راوی کا وہم ہے اور بعض راویوں نے غرہ کی تفسیر کرنے کے لیے یہ لفظ روایت میں داخل کر دیا۔

غرہ اصل میں گھوڑے کی پیشانی کی سفیدی کو کہتے ہیں پھر اس لفظ کو آدمی کے لیے بھی استعمال کیا گیا جیسا کہ حدیث میں ہے: ان امتی یدعون یوم القیٰمۃ غرّا ۔ "میرے امتی قیامت کے دن سفید چہروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے" اور ہر نفیس چیز پر غرّہ کا اطلاق کیا جاتا ہے خواہ آدمی ہو یا غیر آدمی، مذکر ہو یا مونث اور ایک قول یہ ہے کہ صرف آدمی پر غرّہ کا اطلاق کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے، کیونکہ غرّہ (سفیدی) کا محل چہرہ ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے۔ ۲؎

علامہ ابوالحسن مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں "جب کسی نے عورت کے پیٹ پر ضرب لگائی اور اس ضرب سے عورت کا بچہ ساقط ہو گیا درآں حالیکہ وہ مردہ ہو تو اس میں دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اور یہ مرد میں ہے اور عورت میں عورت کی دیت کا دسواں حصہ ہے اور ان میں سے ہر ایک پانچ سو درہم ہے اور قیاس یہ ہے کہ کوئی چیز واجب نہ ہو کیونکہ اس کی حیات کا یقین نہیں ہے اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیٹ کے بچے میں ایک غلام یا باندی کا غرّہ ہے یا اس کی قیمت پانچ سو (درہم) ہے (سنن ابوداؤد و مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ ہدایہ، سعیدی) اور ایک روایت میں ہے یا پانچ سو ہے، لہٰذا ہم نے اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دیا اور یہ حدیث امام مالک، اور امام شافعی کے خلاف حجت ہے جنھوں نے چھ سو (درہم) کا قول کیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ دیت عاقلہ پر واجب ہے جبکہ پانچ سو درہم ہو اور امام مالک کے نزدیک دیت مارنے والے کے مال میں واجب ہے کیونکہ یہ جنایت کا بدل ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عاقلہ کو غرہ ادا کرنے کا حکم دیا اور نیز یہ جنین نفس کا بدل ہے اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیت فرمایا ہے اور یہ دیت ایک سال میں ادا کرنا واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک دیت تین سال میں ادا کرنا واجب ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام محمد بن حسن نے روایت کیا ہے ——— کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کو عاقلہ پر ایک سال میں لازم کیا ہے۔ اور غرہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اس وجہ سے اس کا مقدار واحد میں اعتبار کیا گیا ہے اور وہ پانچ سو درہم ہیں اور اگر اس نے پیٹ کے بچہ کو ساقط کیا درآں حالیکہ وہ زندہ تھا اور پھر ساقط ہونے سے مر گیا تو اس پر پوری دیت ہوگی۔ ۳؎

(حاشیہ صفحہ سابقہ) حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۱؎ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۰ھ، الصحاح ج ۲ ص ۶۸-۶۷، مطبوعہ دار العلم بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۴ھ

۲؎ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۳؎ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۹۹-۵۹۸ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

امام ابن ابی شیبہ نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ "الغرۃ خمس مأۃ" غرہ پانچ سو (درہم) ہے۔[1] اور پانچ سو درہم ایک اعشاریہ پانچ تین صفر نو (۵۳۰۹ر۱) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

دیت کی مقدار علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت چار قسم کی سو اونٹنیاں ہیں پچیس دوسرے سال کی، پچیس تیسرے سال کی، پچیس چوتھے سال کی اور پچیس پانچویں سال کی۔ یہ دیت عاقلہ پر واجب ہوتی ہے اور قتل خطاء میں پانچ قسم کی سو اونٹنیاں ہیں بیس دوسرے سال کی اونٹنیاں، بیس تیسرے سال کی اونٹنیاں، بیس دوسرے سال کے اونٹ، بیس چوتھے سال کی اونٹنیاں اور بیس پانچویں سال کی اونٹنیاں۔ یا ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم ہوں۔[2]

ایک ہزار دینار چار اعشاریہ تین سات چار (۴۲۳۷۴) کلوگرام سونے کے برابر ہے اور دس ہزار درہم چاندی تینتیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۳۶۱۸ر۳۰) کلوگرام چاندی کے برابر ہے۔

عورت کی نصف دیت کی تحقیق عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے، یہ حضرت علی سے موقوفاً روایت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے کیونکہ عورت کا مال اور اس کی منفعت مرد سے کم ہے، عورت کے اعضاء اور اطراف کی دیت بھی مرد کی دیت کا نصف ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵)

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل۔[3]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

عن ابن شهاب وعن مكحول وعطاء قالوا ادركنا الناس على ان دية المسلم الحر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم مأة من الابل فقوم عمر بن الخطاب رضي الله عنه تلك الدية على اهل القرى الف دينارا واثنى عشر الف درهم ودية الحرة المسلمة اذا كانت من اهل القرى خمس مائة دينارا وستة الف درهم فاذا كان الذي اصابها الاعراب قديتها مائة من الابل ودية الاعرابية اذا اصابها الاعرابي خمسون من الابل لا يكلف الاعرابي الذهب ولا الورق۔[4]

ابن شہاب مکحول اور عطاء سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آزاد مسلمان کی دیت سو اونٹ تھی۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شہر والوں پر ایک ہزار دینار یا بارہ ہزار درہم دیت مقرر کر دی اور اگر شہری عورت ہو تو اس پر پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم دیت مقرر کر دی اور اگر دیہاتیوں پر دیت واجب ہو تو ان پر سو اونٹ واجب کر دیے اور اگر دیہاتی عورت ہو تو اس پر پچاس اونٹ واجب کیے اور دیہاتیوں کو سونے اور چاندی کا مکلف نہیں کیا۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۸۵-۵۸۴ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] " " " " سنن کبری ج ۸ ص ۹۵، " "

امام محمد بن حسن شیبانی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو حنیفۃ قال: حدثنا حماد عن ابراھیم قال، کان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یقول، جراحات النساء علی النصف من جراحات الرجال فی کل شئ۔ [1]

امام ابوحنیفہ از حماد از ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت کے تمام زخموں کی دیت مردوں کے زخموں کی دیت کی نصف ہے۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق [2] اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عورت کی دیت میں ائمہ مذاہب کی آراء

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ فی عقل المرأۃ ان عقل جمیع جراحھا ونفسھا علی النصف من عقل الرجل فی جمیع الاشیاء۔ [4]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عورت کی جان اور اس کے زخموں کی دیت مردوں کی جان اور زخموں کی دیت کا نصف ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وبلغنا عن علی انہ قال فی دیۃ المراۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس وما دونھا وبہ ناخذ۔ [5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جان اور اعضاء میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

امام مالک بن انس اصبحی فرماتے ہیں:

قال مالک وتفسیر ذلک انھا تعاقلہ فی الموضحۃ والمنقلۃ وما دون المامومۃ والجائفۃ و اشباھما مما یکون فیہ ثلث الدیۃ فصاعدا فاذا بلغت ذلک کان عقلھا فی ذلک النصف من عقل الرجل [6]

امام مالک فرماتے ہیں کہ سر کی چوٹ اور دیگر جن زخموں کی تہائی یا اس سے زیادہ دیت ہوتی ہے ان میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

اما دیۃ المراۃ فانھم اتفقوا علی انھا علی

بہرحال عورت کی دیت میں فقہاء کا اس پر اتفاق ہے

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۹۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۴ ص ۲۶۸-۲۷۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۷۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[5] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۶۷۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

النصف من دیۃ الرجل فی النفس فقط [1]

کہ فقط جان میں اس کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے

امام محمد بن ادریس شافعی لکھتے ہیں:

(قال الشافعی رحمہ اللہ)، لم اعلم مخالفا من اھل العلم قدیما ولا حدیثا فی ان دیۃ المراۃ نصف دیۃ الرجل وذلک خمسون من الابل [2]

(امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا) میں نے قدیم اور جدید اہل علم میں سے کسی کو اس بات کا مخالف نہیں پایا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔ اور یہ پچاس اونٹ ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

فدیۃ المراۃ نصف دیۃ الرجل (الی قولہ) ودیۃ اطرافھا او جروحھا نصف ذلک من الرجل [3]

عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور عورت کے اعضاء اور زخموں کی دیت بھی مردوں کی دیت کی نصف ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

دیۃ المراۃ نصف دیۃ الرجل بلا نزاع [4]

عورت کی دیت بغیر کسی اختلاف کے مرد کی دیت کی نصف ہے۔

امام مالک اور امام احمد دونوں کے نزدیک تہائی دیت تک عورت کے زخموں کی دیت مرد کے زخموں کے برابر ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک قلیل اور کثیر دونوں میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔ البتہ جان کی دیت میں ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ اس میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے۔

عورت کی دیت میں غیر مقلدین کا موقف اور بحث ونظر

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے نسائی اور دار قطنی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل المراۃ مثل عقل الرجل حتی یبلغ الثلث من دیتہ۔ [5]

عمر بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کی دیت مرد کی دیت کی مثل ہے تا وقتیکہ اس کی دیت مرد کی دیت کی تہائی دیت کے برابر ہو جائے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تہائی دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے اور تہائی دیت سے اگر زیادہ

---

[1] ۔ قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۹ ص ۲۵۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ، الانصاف ج ۱۰ ص ۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[5] ۔ قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ

ہو جائے تو عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اور حضرت علی اور حضرت عمر کے آثار کا یہ تقاضا ہے کہ دیت قلیل ہو یا کثیر عورت کی دیت مطلقاً مرد کی دیت کا نصف ہے۔

قاضی شوکانی ان احادیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زیادہ بہتر یہ ہے کہ تہائی دیت یا اس سے کم کی متعدد جنایات میں عورت کی دیت کا مرد کی دیت کے برابر حکم کیا جائے اور تہائی دیت سے تجاوز کے بعد عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف قرار دیا جائے تاکہ عدل، عقل اور قیاس کی مخالفت نہ ہو (الی قولہ) حضرت علی، ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، لیث، ثوری، عنزہ، شافعیہ اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ قلیل اور کثیر میں عورت کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے اور انھوں نے حضرت معاذ بن جبل کی حدیث سے استدلال کیا ہے، ہر چند کہ یہ حدیث استدلال کے قابل نہیں ہے، کیونکہ امام بیہقی نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد کہا: اسنادہ ثابت مثلہ "تاہم اس حدیث کو نسائی اور دارقطنی کی روایت کے ساتھ جمع کرنا ممکن ہے، بایں طور کہ حضرت معاذ کی حدیث کو دیت کاملہ (جان کی دیت) پر محمول کر دیا جائے جیسا کہ ظاہر لفظ کا تقاضا ہے اور اس پر اجماع ہے البتہ اصم اور ابن علیہ کا قول یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے۔[1]

قاضی شوکانی نے جو حضرت معاذ کی حدیث کو مطلقاً ناقابل استدلال لکھا ہے یہ خطاء فحش ہے، کیونکہ امام بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۵ پر عبادہ بن نسی کی ایک سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث عبادہ بن نسی نے دوسری سند کے ساتھ بھی روایت کی ہے اور اس میں ضعف ہے۔ اس کے بعد امام بیہقی نے سنن کبریٰ ج ۸ ص ۹۶ پر لکھا کہ یہ حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایسی اسناد کے ساتھ مروی ہے جس کی مثل ثابت نہیں، ظاہر ہے ان کا یہ تبصرہ عبادہ بن نسی کی دوسری سند کے ساتھ متعلق ہے جس کے بارے میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ یہ سند ضعیف ہے نہ کہ اس سند کے ساتھ جس کی حدیث انھوں نے بلا جرح نقل کی ہے۔

یہ شبہ بھی صحیح نہیں ہے کہ حضرت معاذ کی یہ حدیث صرف سنن کبریٰ میں ہے کیونکہ حضرت علی اور حضرت عمر کے آثار جو اس کے مؤید ہیں کتاب الآثار لامام محمد، ص ۱۲۶، مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۹۷، اور معجم طبرانی (بحوالہ مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۹) میں موجود ہیں، نیز نسائی اور دارقطنی کی روایت مذکورہ بھی اس کی مؤید ہے اور عورت کی جان کی دیت کے مرد کی دیت کے نصف ہونے پر تمام فقہاء کا اجماع ہے اور اجماع سے قوی کون سی چیز ہے۔!

کیا ابن علیہ اور الاصم کا اختلاف اجماع کے منافی ہے؟

قاضی شوکانی نے ذکر کیا ہے کہ تمام فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کی جان کی دیت مرد کی جان کی دیت کی نصف ہے البتہ اصم اور ابن علیہ کا اختلاف ہے وہ عورت کی جان کی دیت کو مرد کی جان کی دیت کے مساوی قرار دیتے ہیں اب یہ بات دیکھنی چاہیے کہ کیا اصم اور ابن علیہ کا اختلاف اجماع کے منافی ہے۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عورت کی نصف دیت کے خلاف ابوبکر الاصم اور ابن علیہ کا قول کوئی وقعت نہیں رکھتا، کہ یہ دونوں استاد شاگرد معتزلی

---

[1] قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۵۶، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ ۱۳۹۸ھ

بلکہ جہمی اور گمراہ ہیں۔ دراصل الاصم اور ابن علیہ کے الفاظ سے ان دونوں کے بارے میں اشتباہ واقع ہوا ہے۔ فی الواقع اصم بھی دو ہیں اور ابن علیہ بھی دو ہیں، ایک اصم ابوالعباس ہیں دوسرے اصم ابوبکر، اسی طرح ایک ابن علیہ اسماعیل بن علیہ ہیں جو ابن علیہ کہلانا پسند نہیں کرتے تھے اور دوسرے ابن علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن علیہ۔

(۱)۔ ابوالعباس اصم امام ہیں، ثقہ ہیں اور مشرق کے عظیم محدث ہیں مولود ۲۴۷ھ، متوفی ۳۴۶ھ
(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۶۰)

(۲)۔ اسی طرح اسماعیل بن علیہ بھی اجلہ محدثین میں ہیں جن کے متعلق امام ذہبی نے لکھا "حافظ ہیں" ثبت ہیں یعنی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں۔ ان کے بارے میں شعبہ کا قول ہے کہ یہ سید المحدثین تھے (ان کی کنیت ابوبشر ہے) ان کی کوئی تصنیف یا تالیف نہیں پائی جاتی) زیاد بن ایوب نے کہا "میں نے اسماعیل بن علیہ کی کبھی کوئی کتاب نہیں دیکھی ان کی ولادت ۱۱۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲۳)

(۳)۔ ابوبکر اصم کے متعلق حافظ ابن حجر نے فرمایا "ابوبکر اصم کا نام عبدالرحمٰن بن کیسان ہے یہ معتزلی تھا۔ اصول میں مقالات" اس کی تصنیف ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ عبدالجبار ہمدانی معتزلی نے ابوبکر اصم کو اپنے طبقات معتزلہ میں ذکر کیا اور اس کے متعلق کہا کہ وہ نہایت فصیح، متقی اور فقیہ تھا، اس کی ایک عجیب تفسیر ہے" اس کے ساتھ ہی فرمایا "ومن تلامذتہ ابراھیم بن اسماعیل بن علیۃ۔ (لسان المیزان ج ۳ ص ۴۲۷)

(۴)۔ ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم ابواسحاق البصری الاسدی، یہ ابن علیہ کے نام سے مشہور تھا، ان متکلمین میں سے تھا جو خلق قرآن کے قائل ہیں (یعنی معتزلہ) امام شافعی رحمہ اللہ علیہ کے ساتھ اس کے مناظرے جاری رہتے تھے۔ یہ ابوبکر الاصم کے غلاموں یعنی اس کے شاگردوں میں سے تھا۔ امام شافعی نے فرمایا ابن علیہ گمراہ ہے، موضع اب السعال میں بیٹھ کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، ابن عبدالبر نے کہا اہل سنت کے نزدیک اس کے مذاہب مہجور ہیں اس کا قول اس قابل ہی نہیں کہ اسے خلاف سے تعبیر کیا جائے۔ ابن یونس نے تاریخ الغرباء میں کہا کہ فقہ میں اس کی کئی تصانیف ہیں، جو جھگڑے کے مشابہ ہیں۔ ابوالحسن العجلی نے کہا کہ ابراہیم بن علیہ جہمی خبیث ملعون تھا ملخص از تاریخ بغداد للخطیب ج ۶ ص ۲۳ - ۳۰، لسان المیزان لابن حجر ج ۱ ص ۳۵ - ۳۴، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۱)۔

ان اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ ابوبکر اصم اور ابراہیم بن علیہ دونوں معتزلی اور گمراہ تھے، دونوں صاحب تصانیف تھے۔ فقہ، تفسیر اور اصول میں انھیں دونوں کی کتابیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف سید المحدثین اسماعیل بن علیہ کی کوئی تصنیف نہیں ہے جسے ان کے کسی قول کا ماخذ قرار دیا جا سکے۔ پھر یہ کہ اسماعیل بن علیہ جیسے صحیح الاعتقاد متقی عالم دین یہ توقع ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ اجماع صحابہ و تابعین کے خلاف کوئی راہ اختیار کریں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ ابوبکر الاصم معتزلی ہے اور ابن علیہ اس کا شاگرد ہے تو اس کے بعد اس بات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ ابن علیہ اسماعیل بن علیہ نہیں بلکہ ابراہیم بن علیہ ہے جو اپنے استاذ ابوبکر الاصم کی طرح معتزلی بلکہ جہمی ہے۔ اس لیے عورت کی نصف دیت کے خلاف دونوں میں سے ایک کا قول بھی اجماع کو مضر نہیں بلکہ یہ دونوں خرق اجماع کے مرتکب ہو کر خود مجرم قرار پائیں گے۔ [۱]

---

[۱]۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۷ھ، اسلام میں عورت کی دیت، ص ۴۰ - ۳۹، مطبوعہ بزم سعید لاہور

عورت کی نصف دیت کے سلسلے میں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے ایک مبسوط مقالہ رقم فرمایا ہے جو علیحدہ بھی چھپ چکا ہے اور مقالات کاظمی کی جلد ثالث میں بھی شامل ہے اس مقالہ میں قرآن وسنت سے یہ واضح کیا ہے کہ عورت کی نصف دیت ہے اور اس پر جس قدر عقلی اور نقلی اعتراضات ہو سکتے ہیں ان سب کے چن چن کر جواب دیے ہیں۔

عاقلہ کون ہیں؟

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

العاقلۃ ھی العصبۃ والاقارب من قبل الاب الذین یعطون دیۃ قتیل الخطأ ومنہ الحدیث الدیۃ علی العاقلۃ۔[1]

عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی باپ کی طرف سے رشتہ دار جو قتل خطا میں قاتل کی جانب سے مقتول کی دیت ادا کرتے ہیں اور اسی معنی میں حدیث ہے "دیت عاقلہ پر ہے"۔

علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی کے نزدیک باپ، دادا، بیٹا اور پوتا عاقلہ میں داخل نہیں ہیں، امام احمد کا بھی ایک یہی قول ہے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ابا اور ابناء عاقلہ میں داخل ہیں کیونکہ دیت کو برداشت کرنے میں عصبات میراث کی طرح ہیں جس طرح میراث میں عصبات کا اقرب فالاقرب اعتبار کیا جاتا ہے اسی طرح دیت کو برداشت کرنے میں بھی ان کا اعتبار ہوگا۔

ہر فرد پر کتنی دیت ہے؟

امام مالک اور امام احمد کے نزدیک عاقلہ کے ہر فرد پر دیت کی جو مقدار مقرر ہوگی وہ حاکم کی رائے پر موقوف ہے، امام شافعی کے نزدیک امیر آدمی پر نصف دینار اور متوسط پر چوتھائی مثقال ہے، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسی شخص سے تین یا چار درہم سے زیادہ نہ لیے جائیں۔ (نصف دینار پانچ درہم یعنی ایک اعشاریہ تین ایک دو تولہ چاندی کے برابر ہے اور ربع مثقال ایک اعشاریہ ایک ایک پانچ گرام چاندی کے برابر ہے۔)

اگر کسی شخص کے عصبات نہ ہوں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ قاتل کے مال سے دیت وصول کی جائے گی۔ دیت کی ادائیگی کی مدت تین سال ہے۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۲۷۸، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[2] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۱۹۸ - ۱۹۵، ملخصاً، مطبوعہ دار الکاتب العربی بیروت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الحدود

حد اور تعزیر کا فرق

حد کا لغوی معنی ہے منع، اسی وجہ سے دربان کو حداد کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کو داخل ہونے سے منع کرتا ہے جو چیز دو چیزوں کے درمیان روک اور حجاب ہو اس کو بھی حد کہتے ہیں مجرم کی سزا کو بھی اسی لیے حد کہتے ہیں کہ وہ اس کو دوبارہ ارتکاب جرم سے روکتی ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں جو سزا شارع کی طرف سے مقرر ہو اس کو حد کہتے ہیں، اس سزا میں زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی، یہ سات جرموں کی سزائیں ہیں، قتل، چوری، ڈاکہ، زنا، قذف (تہمت لگانا) شراب نوشی اور ارتداد۔ ان جرائم کی سزائیں شارع نے مقرر کر دی ہیں اور ان کے علاوہ باقی جرائم کی سزائیں قاضی اور حاکم کی صواب دید پر چھوڑ دی ہیں، قاضی اپنی صواب دید سے جو سزا تجویز کرتا ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں۔

اسلامی حدود پر مستشرقین کے اعتراض کا جواب

بعض مستشرقین اور مغاربہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں بہت سخت اور وحشیانہ سزائیں رکھی ہیں رجم کے ذریعہ انسان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے کہ یہ مجرموں پر رحم کھاتے ہیں اور جو سوسائٹی اور معاشرہ ان مجرموں کے شر سے تباہ اور برباد ہو جاتا ہے اس پر انھیں کوئی رحم نہیں آتا۔

اسلام نے صرف جرم کی سزا ہی مقرر نہیں کی ہے بلکہ اس جرم کو رد کرنے کے لیے جامع اور مکمل ہدایات دی ہیں اور ایسے قوانین نافذ کیے ہیں جن پر عمل کرنے سے ارتکاب جرم کی گنجائش نہیں رہتی اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص جرم کرے تو وہ کیونکر سزا کا مستحق نہیں ہوگا۔!

WWW.NAFSEISLAM.COM

زنا کی سزا کو لے لیجیے اگر غیر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے ہے اور اگر شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کی سزا رجم ہے۔ لیکن اسلام نے صرف زنا کی سزا مقرر کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ تمام احکام مقرر کیے ہیں جن پر عمل کرنے کی وجہ سے انسان اس جرم سے باز رہ سکتا ہے۔ عورتوں کو پردے میں رہنے کا اور نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا، سوائے اشد ضرورت کے عورت کو گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں دی، بن سنور کر اور خوشبو لگا کر باہر جانے سے منع کیا، اجنبیوں سے لوچ دار آواز سے بات کرنے سے روکا، محرموں کے علاوہ باقی رشتہ داروں کے سامنے آنے سے منع کیا۔ مردوں پر عورتوں کا نفقہ فرض کیا تاکہ عورتوں کو کسب معاش کے لیے گھر سے باہر نکلنا نہ پڑے۔ مردوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع کیا ان کو نکاح کرنے پر برانگیختہ کیا کیونکہ پاکبازی کا سب سے بڑا سبب نکاح ہے، ماموا مہر اور نفقہ کے نکاح میں اور کوئی شرط نہیں رکھی تاکہ ہر شخص آسانی سے نکاح کر سکے، بھاری بھرکم جہیز اور بڑی بڑی دعوتیں اس معاشرہ کی رسومات اور اقدار ہیں، اسلام میں ان کی شرط نہیں ہے مرد فصل کے لیے بشرط انصاف چار شادیوں تک کی اجازت دی کیونکہ حیض اور نفاس کے ایام میں مرد قضاء شہوت نہیں کر سکتا اس لیے

اسلام نے دوسری شادی کی اجازت دے کر اس کو حرام کاری سے بچنے کا موقع دیا تاکہ انسان زنا کی قباحت میں مبتلا نہ ہو جائے، پھر اگر ان تمام امور کے باوجود کوئی شخص زنا کرے تو اس کو سزا دینے پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے!

زنا کی سزا جاری کرنے کے لیے بھی کڑی شرائط ہیں جب تک زانی خود اقرار نہ کرے یا چار مرد اس طرح گواہی نہ دیں کہ انھوں نے اس کو یہ فعل اس طرح کرتے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے یا جب تک کوئی عورت بغیر نکاح کے حاملہ نہ ہو اس وقت تک اس پر سزا جاری نہیں ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک گواہی کی بنیاد پر کسی کو رجم نہیں کیا گیا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت دی ہے کہ شبہات کی وجہ سے حد ساقط کر دی جائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم فان كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام ان يخطئ في العفو خير من ان يخطئ في العقوبة [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، اگر اس کے لیے چھٹکارے کی کوئی سبیل نکلے تو اس کو جانے دو، کیونکہ اگر امام غلطی سے معاف کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ غلطی سے سزا دے۔

حد زنا میں چار مردوں کی گواہی پر ایک اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذلم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون۔ (نور: ۱۳)

وہ (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں)۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ جب تک چار مرد خاص فعل زنا کی گواہی نہ دیں اس وقت تک زنا ثابت نہیں ہو گا۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں ابوبکرہ، شبل بن معبد، نافع اور زیاد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن زیاد نے کہا میں نے منظر قبیح تو دیکھا ہے لیکن میں اس کو زنا نہیں کہتا اور باقی اپنے بیانوں پر قائم رہے تو حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف لگا دی[2] اور اگر تین مرد یا چار عورتیں کسی کے خلاف زنا کی گواہی دیں تو اس گواہی سے زنا ثابت نہیں ہو گا گواہی دینے والوں پر حد قذف لگا دی جائے گی۔

گذشتہ سال (۱۹۸۸ء) ایک جسٹس نے یہ سوال اٹھایا کہ فرض کیجیے کہ کسی ایسی جگہ جہاں صرف لڑکیاں ہوں (مثلاً لڑکیوں کا ہوسٹل) وہاں ایک شخص کسی لڑکی سے جبراً زنا کرتا ہے، چار لڑکیاں اس فعل پر گواہ ہیں لیکن وہ عدالت میں پیش نہیں ہو سکتیں کیونکہ حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور اگر انھوں نے گواہی دیدی تو دادرسی اور مجرم کو سزا دینے کے بجائے الٹا ان پر حد قذف لگ جائے گی تو بتلائیے وہ مظلوم عورت کیسے انصاف حاصل کرے اور اسلام میں اس کا کیا

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

طریقہ ہے؟

مجھ سے میرے بعض احباب اور رفقاء نے اس سوال کا ذکر کیا تو میں نے کہا یہ اعتراض عورتوں کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ چار کے عدد کی بناء پر ہے فرض کیجئے کسی واقعہ میں تین گواہ ہوں تو اب بھی یہی صورت ہوگی اگر وہ گواہی دیں تو اُلٹا ان پر حد قذف لگ جائے گی ورنہ پھر یہی سوال ہوگا کہ مجرموں کو کس طرح سزا ملے گی۔ بلکہ اگر چار مرد گواہ ہوں لیکن تین نے تو خاص فعل زنا (سرمہ دانی میں سلائی) کو دیکھا اور ایک نے اس خاص فعل کی بجائے باقی افعال دیکھے ہوں تب بھی چاروں کو حد قذف لگ جائے گی جیسا کہ حضرت مغیرہ کے واقعہ میں ہے اصل بات یہ ہے کہ اس جرم کی سزا بہت سخت ہے (رجم یا سو کوڑے) اس لیے اس کے ثبوت کے لیے شرائط بھی بہت مشکل اور کڑی رکھی گئی ہیں۔ آسان شرائط اور گواہوں کی تعداد میں کمی اس لیے نہیں کی گئی کہ اس آسانی اور کمی کی وجہ سے لوگ کسی بے گناہ کو سزا نہ دلوادیں کیونکہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی مجرم کا سزا سے چھوٹ جانا اس سے بہتر ہے کہ کوئی بے گناہ سزا میں پکڑا جائے۔

مجھ سے ایک حج صاحب نے کہا کہ فرض کیجئے کہ ایک عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا اور اس کا کوئی گواہ نہیں ہے وہ عدالت سے کیسے انصاف حاصل کرے گی؟ میں نے کہا دنیا کے کسی قانون کے تحت بھی بغیر ثبوت کے سزا نہیں دی جاسکتی اور اگر عدم ثبوت کی وجہ سے قانون سزا نہ دے سکے تو اس سے وہ قانون فیل نہیں ہوتا۔ فرض کیجئے جنگل میں ایک بوڑھا شخص اپنے جوان بیٹے کے ساتھ جارہا تھا ان کے کسی دشمن نے اس بوڑھے کے بیٹے کو قتل کر دیا، بوڑھے کے پاس کوئی گواہ نہیں، کوئی ثبوت نہیں، بتلائیے وہ قصاص کیسے حاصل کرے گا؟ حج صاحب نے کہا اگر قاتل کے خلاف کوئی گواہ نہیں ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے میں نے کہا پھر اس زانی کو بھی چھوڑ دیجئے جس کے خلاف کوئی گواہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اگر ہر مدعی تک انصاف پہنچانے کے لیے گواہوں کی شرط اٹھادی جائے تو بے شمار بے گناہ سزا پائیں گے جس شخص کو جس سے کوئی شکایت ہوگی وہ اس کے خلاف زنا یا قتل کا الزام لگادے گا! ایک طرف تو مخالفین اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں سزائیں سخت رکھی ہیں اور جب اسلام نے ان سزاؤں کے وقوع کو کم کرنے کے لیے گواہوں کی کڑی شرطیں رکھیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ گواہوں کی شرط کی وجہ سے ظالم کو سزا نہیں مل پاتی اور مظلوم کی داد رسی نہیں ہوتی غرض یہ کہ مخالفین اسلام کو کسی طور چین نہیں آتا۔

حدود میں عورتوں کی گواہی کی تحقیق

اسلامی حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور اس کا ثبوت حسب ذیل احادیث اور آثار سے ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الزهری قال، مضت السنة من رسول الله صلی الله علیه وسلم والخلیفتین من بعده الا تجوز شهادة النساء فی الحدود[1]

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی یہ سنت جاری رہی کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں تھی۔

عن عامر قال لا تجوز شهادة النساء فی الحدود[2]

عامر کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، "

عن الحسن قال، لاتجوز شهادة النساء في الحدود۔ [1]

حسن بصری کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن سفیان قال سمعت حمادا یقول لا تجوز شهادة النساء في الحدود۔ [2]

سفیان کہتے ہیں کہ میں نے حماد سے سنا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحکم بن عتیبة ان علی بن ابی طالب قال لاتجوز شهادة النساء في الطلاق والنکاح والحدود والدماء۔ [3]

حکم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا: طلاق، نکاح، حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن الحسن والزهری قالا، لاتجوز شهادة النساء في حد ولا طلاق ولا نکاح وان کان معهن رجل۔ [4]

حسن بصری اور زہری کہتے ہیں کہ حدود، طلاق اور نکاح میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو۔

عن عبدالرحمان قال، لاتجوز شهادة النساء في الحدود۔ [5]

عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

عن الشعبی قال، لاتجوز شهادة النساء في الحدود۔ [6]

شعبی کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

یہ احادیث سنن بیہقی میں بھی ہیں اور ان احادیث کے پیش نظر جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ہے: فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان (بقرہ: ۲۸۲) "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں" حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن منذر نے کہا کہ علماء نے اس ظاہر آیت کے مطابق مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی جائز قرار دی ہے اور جمہور نے اس آیت کو قرضہ جات اور اموال کے ساتھ مختص کیا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ [7]

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۶۰، " " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۰-۳۲۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۲۹ " " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۰ " " " "

[6] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۱ " " " "

[7] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۶۶ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حدود میں عورتوں کی شہادت کا اعتبار کرنے پر متجددین کا ایک استدلال

۱۹۸۸ء میں وفاقی شرعی عدالت میں

عبدالوحید صدیقی وکیل نے حدود میں عورتوں کی گواہی کے جواز پر جامع ترمذی کی حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا:

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه ان امراة خرجت علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم تریدالصلوٰة فتلقاها رجل فقضی حاجته منها فصاحت فانطلق ومر بها رجل فقالت ان ذٰلك الرجل فعل بی کذا وکذا او مرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذالك الرجل فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها فاتوها فقالت نعم هوهٰذا فاتوا به رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما امر به یرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یارسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه وقال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدینة لقبل منهم هذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه۔ [1]

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک عورت نماز پڑھنے کے ارادے سے گئی ایک شخص اس سے ملا اور اس نے عورت سے اپنی خواہش پوری کر لی وہ عورت چلائی اور وہ شخص بھاگ گیا، ایک اور آدمی کا وہاں سے گذر ہوا، اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ اس اس طرح کام کیا ہے پھر اس عورت کا مہاجرین کی ایک جماعت پر گذر ہوا۔ اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ اس اس طرح کام کیا ہے، مہاجرین نے اس شخص کو پکڑ لیا جس کے متعلق اس عورت نے یہ گمان کیا تھا کہ اس نے اس عورت کے ساتھ بدکاری کی ہے اور اس آدمی کو اس عورت کے پاس لائے عورت نے کہا ہاں! یہی وہ شخص ہے، وہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو رجم کرنے کا حکم دے دیا تو جس شخص نے درحقیقت اس کے ساتھ برا کام کیا تھا وہ کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس کے ساتھ کام کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا جا تجھے اللہ تعالیٰ معاف کرے اور اس (بے قصور) شخص کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے اور جس شخص نے اس عورت سے زنا کیا تھا اس کے متعلق فرمایا اس کو رجم کرو اور فرمایا اس شخص نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان کی یہ توبہ قبول کر لی جاتی، یہ حدیث حسن، غریب، اور صحیح ہے اور علقمہ نے اپنے باپ وائل بن حجر سے سماع کیا ہے۔

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو از محمد بن یحییٰ بن فارس از فریابی از اسرائیل از سماک بن حرب از علقمہ بن وائل از وائل بن حجر روایت کیا ہے [1]

استدلال مذکور کے جوابات

میرے احباب نے جب مجھ پر یہ اشکال پیش کیا تو میں نے کہا اولاً تو حدود میں عورت کی گواہی ثابت کرنے کے لیے یہ حدیث مفید نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ عورت نے اصل مجرم کے بجائے ایک بے قصور شخص کے خلاف گواہی دے کر اس کو پکڑوا دیا اور قریب تھا کہ ایک بے قصور شخص کو رجم کر دیا جاتا وہ تو اصل شخص کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور اس نے آکر کہا مجرم یہ نہیں ہے میں ہوں لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورت کی گواہی پر حد جاری ہوئی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی گواہی سے ایک بے قصور آدمی پکڑا گیا اس لیے حدود میں عورتوں کی گواہیوں کو معتبر نہیں ہونا چاہیے ورنہ کتنے بے گناہ اور بے قصور آدمی مارے جائیں گے۔!

ثانیاً یہ حدیث قرآن اور احادیث مشہورہ کے صریح خلاف ہے قرآن مجید میں ہے: لولا جاء و علیہ بأربعة شهداء فاذالم یاتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون (نور ۱۳) (بہتان باندھنے والے) اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہ لائے جب وہ گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔" اس حدیث میں چار گواہوں کا ذکر نہیں ہے نہ یہ ہے کہ اس شخص نے اعتراف جرم کیا محض یہ ہے کہ اس عورت نے کہا اس شخص نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اور آپ نے رجم کا حکم دے دیا حالانکہ آپ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ اگر کوئی شخص آکر از خود اعتراف کرتا تو آپ یہ فرماتے شاید تم نے صرف بوس و کنار کیا ہو اور چار بار اس سے اقرار کراتے اس کے بعد رجم کا حکم دیتے اور جب اس کے خلاف چار مردوں کی گواہی تھی نہ اس نے اعتراف کیا تھا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفتیش کی محض ایک عورت کے الزام دینے پر آپ نے اس کو رجم کا حکم دے دیا یہ صریح قرآن، سنت مشہورہ اور عقل سلیم کے خلاف ہے اور جو حدیث قرآن، سنت اور عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: انها تکون بعدی رواة یروون عنی الحدیث فاعرضوا حدیثهم علی القرآن فما وافق القرآن فخذوا به وما لم یوافق القرآن فلا تأخذوا به۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد کچھ لوگ مجھ سے حدیث روایت کریں گے تم ان حدیثوں کو قرآن پر پیش کرو۔ پس جو احادیث قرآن مجید کے موافق ہوں ان کو قبول کرو اور جو قرآن مجید کے موافق نہ ہوں ان کو قبول نہ کرو۔

امام دار قطنی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہ علی بن الحسین سے مرسلاً روایت ہے۔ [2]

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۷ھ

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اور علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

ولا یقبل خبر الواحد فی منافاۃ حکم العقل وحکم القرآن الثابت المحکم والسنۃ المعلومۃ [1]

جو خبر واحد (حدیث) عقل، قرآن مجید اور سنت معلومہ کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں ہوتی۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی شہادت معاملہ گذرے چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے۔ حاشا ہرگز نہیں ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخون انصاف ہے اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، اور یہاں اسی قدر واقعہ تمہارے ائمہ کے ہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماع اہل علم مردود باطل ومخدول ہے اگرچہ کیسی ہی سند لطیف وصحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محل نظر ہے۔ [2]

اس حدیث کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں جیسا کہ امام احمد رضا خاں نے ارشاد فرمایا: اس حدیث کا تیسرا راوی اسرائیل ہے ہر چند کہ اس کی تعدیل بھی کی گئی ہے لیکن ابن حزم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور اسرائیل کی سند سے جتنی احادیث ہیں ان کو رد کر دیا۔ اور عثمان بن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن مہدی سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل چور ہے اور حدیثیں چراتا ہے۔ [3]

اس حدیث کا چوتھا راوی سماک بن حرب ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ مضطرب الحدیث ہے، شعبہ اس کو ضعیف کہتے تھے۔ ابن معین نے کہا اس نے ان احادیث کو سند سے بیان کیا جن کو دوسرے راویوں نے نہیں بیان کیا، ابن عمار نے کہا یہ غلط بیانی کرتا تھا، ثوری اس کو ضعیف کہتے تھے۔ ابن مدینی نے اس کی روایات کو مضطرب کہا۔ ابن مبارک نے کہا کہ سماک ضعیف ہے، صالح نے کہا یہ ضعیف ہے، ابن خراش نے کہا اس کی حدیث میں ضعف ہے ابن حبان نے کتاب الثقات میں کہا یہ بہت خطا کرتا تھا۔ [4]

اس حدیث کا پانچواں راوی علقمہ ہے ہر چند کہ امام ترمذی نے یہ کہا ہے کہ علقمہ نے اپنے والد حضرت وائل بن حجر سے سماع کیا ہے لیکن امام احمد رضا نے لکھا ہے۔ وائل رضی اللہ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے، امام یحییٰ بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے کہ علقمہ بن وائل صادق ہیں لیکن انھوں نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا۔ امام ابو داؤد نے بھی یہ حدیث اسی سند سے بیان کی ہے [5]

---

[1] حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفایہ فی علم الروایہ ص ۴۳۲ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[2] امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۷، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف دکن، ۱۳۲۵ھ

[4] " " " " ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۳۴-۲۳۳۔ " " " "

[5] امام احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۵، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

علامہ یہ ہے کہ یہ حدیث روایۃً و درایۃً عقلاً و سنداً مردود ہے، اس لیے اس حدیث سے نہ حدود میں عورت کی شہادت پر استدلال ہو سکتا ہے نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے اگر آپ کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ اس بے گناہ شخص کو رجم کا حکم نہ دیتے۔

شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بغیر اقرار اور شہادت کے رجم کرنے کا حکم دینا صحیح نہیں ہے اور جو عورت مدعیہ تھی اس کا قول دلیل نہیں ہو سکتا بلکہ (نصاب شہادت نہ ہونے کی وجہ سے) وہ عورت اس بات کی مستحق تھی کہ اس کو حد قذف لگائی جاتی اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس کا یہ محمل ہو فلما قام ان یامر بہ۔ یعنی قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیتے اور راوی نے اس کو فلما امر بہ "آپ نے رجم کا حکم دے دیا" سے تعبیر کر دیا کیونکہ ظاہر حال یہ تھا کہ اس شخص کو حاکم کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور حاکم اس کی تفتیش میں مشغول تھے۔ [1]

امام احمد رضا اس جواب کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حاکم کے تفتیش میں مشغول ہونے سے بلا دلیل یہ کب سمجھ میں آتا ہے کہ حاکم ملزم کو رجم کا حکم دینے والے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دلیل کے ایک مسلمان کو قتل کرنے کا حکم دینے والے نہیں تھے پھر دیکھنے والا یہ کیسے اندازہ کر سکتا ہے کہ آپ رجم کا حکم دینے والے تھے اور وہ اٹکل پچو سے یہ کیسے حکم لگا سکتا ہے کہ آپ نے اس کو رجم کا حکم دے دیا اور ایسی باطل فہم کی صحابی رسول کی طرف نسبت کرنا جس سے عام مسلمان بھی بری ہوں اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ صحابی رسول (یعنی حدیث کے راوی) نے اس غلط فہم پر اعتبار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل رجم کرنے کی نسبت کر دی۔ اس صحابی رسول کو بہت بھاری عیب لگانا ہے اور اگر یہ مان لیا جائے کہ صحابہ اپنی فہم سے (خلاف واقع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلا دلیل کسی کام کے کرنے کی نسبت کر دیتے تھے تو صحابہ کرام کی روایات سے اعتماد اٹھ جائے گا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ [2]

اگر شیخ عظیم آبادی کے اس جواب کو درست مان لیا جائے تو یہ اشکال پھر بھی موجود ہے کہ جب بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ شخص بے قصور تھا اور اس عورت نے اس شخص کی طرف زنا کی تہمت غلط لگائی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حد قذف کیوں نہیں لگائی؟ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دو غلط کام منسوب ہیں بغیر اقرار اور گواہ کے ایک بے قصور شخص کو رجم کا حکم دینا اور جس عورت نے ایک بے قصور شخص پر زنا کی تہمت لگائی تھی اس پر حد قذف نہ لگانا اس لیے یہ روایت قطعاً باطل اور مردود ہے۔

امام احمد رضا اس حدیث کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے اور سید نا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے علم غیبیات پر عمل کا حکم ہے و لہٰذا انھوں نے نابالغ بچے کو بے کسی جرم کے قتل کر دیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انھیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے علم غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرما دیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو اور حضور کے سوا دوسرے کو

---

[1] ۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ، عون المعبود ج ۴ ص ۲۳۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف الغیب ص ۱۸ - ۱۷، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ

یہ اختیار نہیں (الخ قولہ) حضور نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ اپنے علم غیب سے جانا کہ یہ شخص قابل رجم ہے اس بنا پر حکم رجم فرمایا۔ [1]

اس توجیہ پر اوّلاً یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بربنائے علم غیب اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا تھا تو پھر اس کا رجم کیا جانا ضروری تھا حالانکہ اس کا رجم کہیں ثابت نہیں، ثانیاً جب اصل شخص نے اقرار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے قصور شخص کی تعریف فرمائی ترمذی اور ابوداؤد میں ہے وقال للرجل قولا حسنا۔ اگر وہ قابل رجم ہوتا تو اس کی تحسین نہ فرماتے اور اس کی تحسین کرنا دراصل اس بات کی تلافی ہے اگر آپ نے اس کو بے سبب رجم کا حکم دیا تھا اور آپ سے یہ متصور نہیں کہ آپ کسی کو بلاوجہ اور بلادلیل قتل کرنے کا حکم دیں اور تیسرا اشکال یہ ہے کہ اس عورت پر حد قذف کیوں نہیں لگائی اس لیے صحیح یہ ہے کہ یہ روایت باطل اور مردود ہے۔

کیا عورت کا مرد کو تہمت لگانا جائز ہے؟

بعض علماء نے یہ بحث بھی کی ہے کہ مرد کا کسی عورت پر زنا کی تہمت لگانا منع ہے اور حد قذف کا موجب ہے اور قرآن مجید میں اسی کو منع کیا ہے: والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور، ۴)

"اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے مارو" اور اگر کوئی عورت کسی پاکباز مرد پر تہمت لگائے تو قرآن مجید نے اس سے نہیں روکا، یہی وجہ ہے کہ جب اس عورت نے ایک بے قصور مرد پر زنا کی تہمت لگائی تو آپ نے اس عورت کی مذمت کی نہ اس کو حد قذف لگائی اس لیے ترمذی اور ابوداؤد کی یہ روایت صحیح ہے۔

اسی طرح بعض علماء نے یہ بحث بھی کی ہے کہ اگر شوہر عورت پر بلاثبوت زنا کی تہمت لگائے تو اسلام نے لعان کا حکم دیا ہے لیکن اگر بیوی شوہر پر زنا کی تہمت لگائے تو اسلام نے لعان کا حکم نہیں دیا، اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا مرد کو بلاثبوت زنا کی تہمت لگانا جائز ہے اور اگر عورت مرد کو تہمت لگائے تو اس پر حد قذف نہیں ہے۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ اول تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں صرف پاکدامن عورت کو تہمت لگانے پر حد قذف کا بیان ہے قرآن مجید میں جس واقعہ افک پر حد قذف کا حکم نازل ہوا، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ دونوں پر تہمت لگائی گئی تھی اور تہمت لگانے والوں میں مرد بھی تھے اور ایک عورت بھی اور قرآن مجید کے حکم کے مطابق ان سب پر حد قذف لگائی گئی جیسا کہ عنقریب سنن ابوداؤد کے حوالے سے واضح ہوگا۔ علاوہ ازیں دیگر احادیث اور آثار سے یہ ثابت ہے کہ جب بھی کسی عورت نے کسی مرد پر تہمت لگائی اس پر حد لگائی گئی خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا اجنبی مرد اور خواہ اس نے اپنے بارے میں تہمت لگائی ہو یا کسی اور کے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی عبد اللہ بن ابی بکر ان ام کلثوم

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ حبیبہ بنت خارجہ نے اپنے

[1] ۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، ازاحۃ العیب بسیف القیب ص ۲۳ - ۲۲۔ مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور ۱۳۳۳ھ

ابنة ابی بکر وهی انصاریة اخبرته ان حبیبه بنت خارجه بعثت بجاریة لها مع زوج لها من الانصار، یقال له حبیب بن اساف الی الشام فقالت انها بالشام انفق لها، فبعها ما رایت، وقالت تغسل ثیابك وتنظر رحلك وتخدمك فذهب فابتاعها لنفسه، ثم رجع بها الی المدینة حبلی۔ فجاءت ابنة خارجة عمر بن الخطاب فانکرت ان تکون امرته ببیعها فهم عمر بزوجها برجمه حتی کلمها قومها، فقالت: اللهم انفا اشهد انی کنت امرته ببیعها، فاقرت بذلك لعمر فضربها ثمانین۔[1]

خاوند کے ساتھ جو کہ انصاری تھے اور ان کا نام حبیب بن اساف تھا اپنی باندی شام کی طرف بھیجی اور کہا تم شام میں اس پر خرچ کرنا اور مناسب داموں پر اس کو بیچ دینا اور کہا یہ تمہارے کپڑے دھوئے گی اور تمہارے سامان کی حفاظت کرے گی اور تمہاری خدمت کرے گی۔ حبیب بن اساف گئے اور انھوں نے اس کو اپنے لیے خرید لیا اور پھر باندی کو واپس لے کر آئے درآں حالیکہ وہ حاملہ ہو چکی تھی، (ان کی بیوی) بنت خارجہ حضرت عمر کے پاس گئیں اور انھوں نے اپنے خاوند کو باندی بیچنے کا جو حکم دیا تھا اس کا انکار کر دیا، حضرت عمر نے اس کے خاوند کو رجم کرنے کا ارادہ کر لیا حتی کہ بنت خارجہ کی قوم نے اس سے اس معاملہ میں گفتگو کی (کہ خدا کا خوف کرو اور جھوٹ نہ بولو) تو اس نے کہا اے اللہ! اب میں گواہی دیتی ہوں کہ میں نے اس کو باندی بیچنے کا حکم دیا تھا، پھر اس نے حضرت عمر کے سامنے اس بات کا اقرار کیا اور حضرت عمر نے اس کو اسی کوڑے کی حد لگائی۔

عبد الرزاق عن معمر عن قتادة ان امرأة جاءت الی عمر فقالت، ان زوجها زنی بولیدتها، فقال الرجل لعمر: ان المرأة وهبتها لی، فقال عمر: لتأتین بالبینة او لاوضحن راسك بالحجارة فلما رات المرأة ذلك، قالت: صدق، قد کنت وهبتها له ولکن حملتنی الغیرة، فجلدها عمر الحد وخلی سبیله۔[2]

امام عبد الرزاق، معمر سے اور وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے، خاوند نے حضرت عمر سے کہا اس عورت نے وہ باندی مجھے ہبہ کر دی تھی، حضرت عمر نے فرمایا یا تو تم اس ہبہ پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو پتھروں سے رجم کر دوں گا۔ عورت نے جب یہ معاملہ دیکھا تو کہنے لگی یہ سچ کہہ رہا ہے میں نے باندی اس کو ہبہ کر دی تھی لیکن غیرت نے مجھے اس (شکایت) پر ابھارا، پھر حضرت عمر نے اس عورت کو حد (قذف) لگائی اور مرد کو چھوڑ دیا۔

عبد الرزاق عن الثوری عن سلمة بن کهیل علی حجیة ابن عدی ان امرأة جاءت الی علی فقالت ان زوجها وقع علی جاریتها

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے آکر کہا کہ میرے خاوند نے میری باندی سے زنا کیا ہے!!

[1] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۴۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ " " المصنف ج ۷، ص ۳۴۸، " " "

فقال ان تکونی صادقة نرجمه ، وان تکونی کاذبة نجلدك ، فقالت ، یا ویلها غیری غیرة قال واقیمت الصلوٰة فذهبت [1]

حضرت علی نے فرمایا اگر تم سچی ہو تو ہم تمہارے خاوند کو رجم کر دیں گے اور اگر تم جھوٹی ہو تو تم کو حد قذف لگائیں گے۔ وہ عورت کہنے لگی شدید غیرت اور جوش غضب پر افسوس ہو! پھر نماز پڑھی گئی اور وہ عورت چلی گئی۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے تہمت لگانے پر حضرت علی بھی حد قذف لگاتے تھے۔ یہاں حد قذف لگانے کا ذکر نہیں ہے یا تو راوی نے اس کا ذکر نہیں کیا یا حضرت علی نے اس لیے حد نہیں لگائی کہ اس کے خاوند نے حد کا مطالبہ نہیں کیا تھا یا چونکہ اس نے مغلوب الغضب ہو کر یہ کلمہ کہا تھا اور فوراً رجوع کر لیا تھا اس لیے آپ نے حد جاری نہیں کی۔ بہرحال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ظاہر ہو گیا کہ وہ عورت کو بھی حد قذف لگاتے تھے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن نافع قال وهبت امرأة لزوجها جارية فخرج بها فی سفر فوقع عليها فحبلت فبلغت امراته حبلها فاتت عمر بن الخطاب رضی الله عنه فقالت انی بعثت معی زوجی جارية تخدمه وتقوم عليه فبلغنی قد حبلت قال فلما قدم الرجل ارسل اليه عمر رضی الله عنه قال ما فعلت الجارية فلانة ؟ احبلتها قال نعم قال ا ابتعتها قال لا قال فوهبتها لك قال نعم قال فلك بينة علی ذلك قال لا فقال لا تأتينی بالبينة اولارجمنك فقيل للمرأة ان زوجك يرجم فاتت عمر رضی الله عنه فاقرت انها وهبتها له فجلدها عمر رضی الله عنه اربعين حد القذف۔ [2]

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند کو اپنی باندی ہبہ کر دی، وہ اس کے ساتھ ایک سفر میں گیا، اس سے جماع کیا اور وہ حاملہ ہو گئی اور اس کی بیوی کو بھی اس کے حمل کی خبر پہنچ گئی۔ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور کہا میں نے اپنے خاوند کے ساتھ ایک باندی خدمت اور کام کاج کے لیے بھیجی تھی اور مجھے خبر ملی ہے کہ وہ حاملہ ہو گئی، جب وہ شخص واپس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلوایا اور فرمایا تم نے فلاں لونڈی کے ساتھ کیا کیا؟ کیا اس کو حاملہ کر دیا؟ اس نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم نے اس کو خرید لیا تھا؟ اس نے کہا نہیں! فرمایا کیا تمہاری بیوی نے اس کو ہبہ کر دیا تھا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تم اس ہبہ پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو رجم کر دوں گا، پھر اس عورت کو بتایا گیا کہ اس کا خاوند رجم کر دیا جائے گا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اقرار کر لیا کہ اس نے وہ باندی خاوند کو ہبہ کر دی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حد قذف لگا دی۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۰۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن اشعث عن الحسن انہ سئل عن المرأۃ تعلق بالرجل فتقول فعل بی فقال الحسن: تقذف رجلا من المسلمین علیھا الحد قال، وقال ابراھیم ھی طالبۃ حق فکیف تقول۔[1]

اشعث کہتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا ایک عورت نے ایک مرد پر زنا کی تہمت لگائی آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حسن بصری نے کہا اس نے ایک مسلمان شخص پر تہمت لگائی اس کو حد لگے گی! ابراہیم نے کہا آپ کیسے کہہ رہے ہیں وہ اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہے؟

عن الاشعث عن الحسن فی رجل قالت لہ امراتہ: ان ھذا زنی بی قال: تجلد بقذفھا الرجل ولا یجلد الرجل۔[2]

اشعث کہتے ہیں کہ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے ایک شخص کے متعلق کہا اس نے مجھ سے زنا کیا ہے، حسن بصری نے کہا مرد پر تہمت لگانے کی وجہ سے عورت کو کوڑے لگائے جائیں گے اور مرد کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

ان تمام احادیث اور آثار میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت اگر کسی مرد پر زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی خواہ وہ یہ تہمت اپنے شوہر پر لگائے یا کسی اجنبی شخص پر۔

سنن ابوداؤد کی اس حدیث میں بھی اس کی صاف تصریح ہے،

عن عائشۃ قالت لما نزل عذری قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فذکر ذلک وتلا تعنی القرآن فلما نزل من المنبر امر بالرجلین والمرأۃ فضربوا حدھم۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب میری برأت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی اور منبر سے اتر کر دو مردوں اور ایک عورت پر حد (قذف) لگانے کا حکم دیا سو ان پر حد لگائی گئی۔

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

فامر برجلین وامرأۃ ممن تکلم بالفاحشۃ حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثۃ قال النفیلی ویقولون المرأۃ حمنۃ بنت جحش۔[4]

جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان پر حد قذف لگانے کا حکم دیا مردوں میں حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ تھے، نفیلی نے کہا صحابہ کہتے تھے کہ عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۰۸، " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۶ھ

[4] " " " ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، " "

حضرت حمنہ بنت جحش نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان بن معطل سلمی دونوں پر تہمت لگائی تھی۔ اور ان پر حد قذف لگائی گئی اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر عورت مرد پر تہمت لگائے تو اس کو حد قذف لگائی جاتی ہے۔

کیا حدود جاری کرنا پردہ پوشی اور ستر عیوب کے خلاف ہے؟

اجراء حدود پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اسلام نے مسلمانوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرنے کی ہدایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ (صحیح بخاری) اور دوسری طرف سختی کے ساتھ حد جاری کرنے کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ (نور: ۲) "اور تمہیں ان کے ساتھ رحمدلی، اللہ کے دین (پر عمل کرنے) میں متاثر نہ کرے"۔ اور حد جاری کرنے کی ایک وجہ مجرم کے خلاف شہادت دینا ہے اور اس سے مجرم کی پردہ دری ہوگی اور یہ پہلے حکم یعنی مسلمان کی پردہ پوشی کرنے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص شامت نفس یا شیطان کے بہکانے سے ایک آدھ بار کوئی جرم کرے اور اس جرم کو چھپائے اور اگر وہ کسی کے علم میں آجائے تو اس کو چھپانا چاہیے، چنانچہ جب حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ سے زنا کا ارتکاب ہوگیا اور ان کو ہزال نے یہ مشورہ دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر اپنے جرم کا اعتراف کریں تو آپ نے ہزال کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا لو سترتہ بثوبك لكان خيرا لك۔ "اگر تم اس کی پردہ پوشی کرتے تو یہ بہتر تھا" (سنن ابو داؤد) اور اگر کوئی شخص ان برے کاموں کو اپنا مشغلہ بنالے اور ان برے کاموں پر فخر کرے تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب ہے تاکہ احکام الٰہیہ کی سبکی اور حدود الٰہیہ کی بے حرمتی نہ ہو۔

کیا اسلامی حدود غیر انسانی اور وحشیانہ سزائیں ہیں؟

اسلامی حدود جاری کرنے پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ یہ سزائیں غیر انسانی اور وحشیانہ ہیں اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱)۔ اس اعتراض کا اصل سبب یہ ہے کہ زنا اور شراب نوشی کا رواج آج بعض ملکوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے کہ یہ چیزیں اب ان کے معمولات میں سے ہیں اور اب ان کے لیے یہ کوئی بری بات نہیں ہے، چند سال پہلے انگلستان کی پارلیمنٹ یہ قانون پاس کر چکی ہے اگر ایک اجنبی مرد اور عورت چار سال تک ایک ساتھ رہیں تو ان کو قانونی طور پر شوہر اور بیوی تسلیم کر لیا جائے گا ایسے معاشرے اور ماحول میں اگر زنا کی سزا کو وحشیانہ کہا جائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے!۔

زنا کی پہلی برائی یہ ہے کہ اس سے نسب محفوظ نہیں رہتا اور زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو عرف میں حرامی کہا جاتا ہے، اس کا کوئی قانونی ولی نہیں ہوتا اور اس کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ دوسری برائی یہ ہے کہ جب عورت قانوناً کسی ایک شخص کی پابند نہیں ہوگی تو کئی شخص اس کے دعویدار ہو جائیں گے اور اس سے فتنہ و فساد اور قتل و غارت کی نوبت آئے گی، تیسری برائی یہ ہے کہ جب عورت ہر مرد کا فراش بن سکے گی تو اس کی اور ایک جانور کی زندگی میں کوئی فرق نہیں رہے گا، چوتھی برائی یہ ہے کہ جو عورت بغیر نکاح کے لوگوں کی خواہشات پوری

کرے گی۔ آخر وہ کسی نہ کسی کی بہن اور بیٹی ہو گی اب اگر وہ اس عورت کے اس فعل پر راضی رہیں تو یہ بے غیرتی ہے اور اگر راضی نہ ہوں تو اس سے فتنہ اور فساد پھیلے گا۔ خلاصہ یہ کہ زنا کاری کا فتنہ بے شمار فتنوں کا دروازہ ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس جرم کو روکنے کے لیے کوڑوں اور رجم کی سزا مقرر فرمائی ہے۔

شراب نوشی کی بھی بے شمار خرابیاں ہیں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی سے عقل معطل ہو جاتی ہے پھر انسان حیوانوں کے سے کام کرنے لگتا ہے۔ بہت عرصہ ہوا میں نے ایک اخبار میں پڑھا تھا ایک کلب میں باپ اور بیٹی دونوں شراب کے نشہ میں دھت تھے اور اس نشہ کے عالم میں وہ آپس میں فحش حرکات کرنے لگے! العیاذ باللہ!! دوسری خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی کی وجہ سے کئی مہلک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ شراب نوشی کے بعد بعض اوقات انسان کفریہ کلمہ کہہ دیتا ہے امام رازی اور علامہ آلوسی نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی الدنیا ایک شرابی کے پاس سے گذرے وہ اپنے پیشاب سے وضو کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاک کرنے والا بنایا! اس لیے شریعت اسلامیہ نے اس کو پوری شدت سے روکا اور شراب نوشی پر اسی کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی۔

(۲)۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حدود میں جو سزائیں دی جاتی ہیں وہ غیر انسانی سزائیں ہیں ہم ان سے کہتے ہیں چلیے یہ مان لیا کہ یہ غیر انسانی سزائیں ہیں، لیکن جن افعال پر سزائیں دی جاتی ہیں کیا وہ انسانوں کے کام ہیں؟ بغیر نکاح کے ہوس پوری کر لینا، بغیر کسی استحقاق کے کسی کا مال لے لینا، کسی پاک دامن پر تہمت لگانا، اور شراب نوشی کے بعد حیوانوں کے سے کام کرنا کیا یہ غیر انسانی افعال نہیں ہیں پھر اگر ان کاموں پر اگر ویسی ہی سزا دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

(۳)۔ اگر جسم کے کسی عضو میں ایسی بیماری ہو جائے جس سے باقی جسم کو ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو اس عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے اور حدیث شریف کے مطابق تمام انسان ایک جسم ہیں (المومنون کرجل واحد مشکوٰۃ) اور اشخاص اس جسم کے اعضاء ہیں، اور جب کوئی شخص، چوری، شراب نوشی یا زنا کرتا ہے تو اس جسم کا وہ عضو فاسد ہو گیا اور اس کے فساد سے باقی جسم کے فساد یا اس کو ضرر کا خطرہ ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس عضو پر حد جاری کر کے اس عضو کی اصلاح کی جائے، کیونکہ اسی میں پوری انسانیت کی بھلائی ہے۔ دیکھیے سعودی عربیہ میں لمبے چوڑے مقدمات نہیں بنتے ہیں نہ لمبے عرصے تک مقدمے چلتے ہیں ادھر کسی شخص نے قتل کیا فوری سماعت ہوئی اور مجمع عام میں اس کا سر کاٹ دیا جاتا ہے، اسی طرح چور کا فوراً مجمع عام میں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سعودی عربیہ میں دوسرے ملکوں کی طرح آئے دن قتل ہوتے ہیں نہ چوری کی وارداتیں ہوتی ہیں لوگ اپنی دکانیں کھلی چھوڑ کر نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اور کوئی چیز ادھر سے ادھر نہیں ہوتی!

(۴)۔ انسان کی عظمت اور اس کا شرف صرف اسی وقت ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہو اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت اور سرکشی کرتا ہے تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی چنانچہ وہ ہاتھ جس کی قیمت اسلام نے پانچ سو اشرفی مقرر کی ہے، جب اللہ کی نافرمانی کر کے چوری کرتا ہے تو اس کو دس درہم کے عوض کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے۔

(۵) یہ کہنا بھی غلط ہے کہ سنگسار کرنے یا کوڑے لگانے سے انسانیت کی تذلیل ہوتی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سزا وہ سرکشی اور بغاوت کھا رہی ہے جس نے حدود الٰہیہ کو لائق احترام نہیں سمجھا، اس میں سرکشی اور بغاوت

کی تذلیل ہے۔

(۶)۔ حدود جاری کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، جب مجمع عظیم کے سامنے کسی کو رجم کیا جائے یا اسے کوڑے لگائے جائیں تو دیکھنے والے ارتکاب زنا سے ڈریں گے، جب ایک کٹے ہوئے ہاتھ پیر والا سزا یافتہ شخص بار بار لوگوں کے سامنے آئے گا یا لوگوں کے سامنے چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا تو عادی چور بھی چوری سے تائب ہو جائیں گے۔

(۷)۔ اس بحث میں پڑنا کہ کس جرم کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ یہ فیصلہ کرنا ہمارا منصب نہیں ہے بلکہ جس کی معصیت اور جرم کیا ہے سزا متعین کرنا بھی اسی کا منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور ہم اس کے مملوک مطلق ہیں۔ پس یا تو ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک نہ مانیں اور اگر ہم اپنے آپ کو اس کا بندہ اور مملوک مانتے ہیں تو ہمیں اس کے کسی فیصلہ پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔

(۸)۔ امام رازی نے ایک حدیث ذکر کی ہے کہ روز حشر میں ایک حاکم کو پیش کیا جائے گا جس نے حد جاری کرتے وقت ایک کوڑا کم لگایا تھا، اس سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کہے گا تیرے بندے پر رحم کرنے کے لیے، ارشاد ہوگا کیا تو ہم سے زیادہ رحیم ہے؟ پھر حکم ہوگا اس کو جہنم میں ڈال دو! (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۳۵)

(۹)۔ آج کی مہذب اور شائستہ دنیا سیاسی مجرموں اور نظریاتی مخالفوں پر قابو پانے کے بعد ان سے کیا سلوک کرتی ہے؟ جسم کے نازک حصوں کی عریاں کر کے انہیں سگریٹ سے داغنا، پمپ سے پیٹ میں پانی بھرنا، مجرم کو اس کی بہنوں کے ساتھ جمع کر کے انہیں برہنہ کر دینا، بجلی کے ہیم جھٹکے پہنچانا اور بالآخر اسے یہ بھی نفسیاتی اور جسمانی اذیتیں دے دے کر مار ڈالنا، کیا سب کچھ انسانی شرف اور فرشتوں کا تقدس ہے؟ انسان اپنے مجرم کو جو اس کی مخلوق ہے نہ مملوک، جس طرح چاہیے سزا دے اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور رب کائنات اپنے مجرم کو جو اس کا مملوک اور مخلوق ہے اس سے کم درجہ کی سزا دے تو اعتراض کے لیے ان معترضین کی زبانیں کھل جاتی ہیں۔

بَابُ حَدِّ السَّرِقَةِ وَنِصَابِهَا

چوری کی حد اور اس کا نصاب

۴۲۸۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ السَّارِقَ فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

۴۲۸۶۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيْرٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِهٖ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۴۲۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَحَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ وَاللَّفْظُ لِلْوَلِيْدِ وَحَرْمَلَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا فِيْ رُبُعِ دِيْنَارٍ فَصَاعِدًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۴۲۸۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَهٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى وَاللَّفْظُ لِهٰرُوْنَ وَاَحْمَدَ قَالَ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَخْرَمَةُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ عَمْرَةَ اَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تُحَدِّثُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ الْيَدُ اِلَّا فِيْ رُبُعِ دِيْنَارٍ فَمَا فَوْقَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

۴۲۸۹۔ حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ الْحَكَمِ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْهَادِ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تُقْطَعُ يَدُ السَّارِقِ اِلَّا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ میں چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

فِي رُبُعِ دِينَارٍ فَصَاعِدًا۔

۴۲۹۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْعَقَدِيِّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ مِنْ وُلْدِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أُسَامَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۴۲۹۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّوَاسِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ تُقْطَعْ يَدُ سَارِقٍ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَقَلَّ مِنْ ثَمَنِ الْمِجَنِّ جَحَفَةٍ أَوْ تُرْسٍ وَكِلَاهُمَا ذُو ثَمَنٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا گیا اور یہ (یعنی ڈھال) قیمت والی چیز ہے۔

۴۲۹۲ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ ابْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرُّوَاسِيِّ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحِيمِ وَأَبِي أُسَامَةَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ ذُو ثَمَنٍ۔

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور اس حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں ڈھال قیمت والی چیز تھی۔

۴۲۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ سَارِقًا فِي مِجَنٍّ قِيمَتُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک چور کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس ڈھال کی قیمت تین درہم تھی۔

۴۲۹۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ ابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ وَأَيُّوبَ بْنِ مُوسَى وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ وَإِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ وَعُبَيْدِ اللهِ وَمُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ الْجُمَحِيِّ وَعُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّ بَعْضَهُمْ قَالَ قِيمَتُهُ وَبَعْضُهُمْ قَالَ ثَمَنُهُ ثَلَاثَةُ دَرَاهِمَ

امام مسلم نے دس سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی بعض راویوں نے قیمت کا لفظ بولا ہے اور بعض نے ثمن کا اور کہا اس کی قیمت تین درہم تھی۔

۴۲۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ

وَاَبُوْكُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ السَّارِقَ يَسْرِقُ الْبَيْضَةَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ وَيَسْرِقُ الْحَبْلَ فَتُقْطَعُ يَدُهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چوری کرنے والے پر لعنت فرمائے وہ ایک بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔

۴۲۹۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ كُلُّهُمْ عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ يَقُوْلُ اِنْ سَرَقَ حَبْلًا وَاِنْ سَرَقَ بَيْضَةً۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں ہے اگر اس نے رسی چرائی ..... اگر اس نے بیضہ چرایا .....

حد سرقہ کی حکمت

قاضی عیاض نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے چور کے ہاتھ کاٹنے کی حد مقرر فرما کر مسلمانوں کے اموال کو محفوظ کر دیا، اور اگر کوئی شخص اچک کر کوئی چیز لے جائے یا لوٹ کر لے جائے یا غصب کرے تو اس پر حد مقرر نہیں (ہر چند کہ اس میں تعزیر ہے) کیونکہ یہ جرائم چوری کی بہ نسبت معمولی ہیں اور ان کے خلاف گواہ قائم کیے جا سکتے ہیں اور گواہوں کے ذریعہ عدالت سے اپنا حق آسانی سے وصول کیا جا سکتا ہے، اس کے برخلاف چونکہ چھپ کر مال لے جاتا ہے لہٰذا اس پر گواہی قائم کرنا مشکل ہے اس لیے اس کی سزا سخت رکھی تاکہ اس سزا کو دیکھ کر دوسرے لوگ عبرت پکڑیں اور چوری کرنے سے باز رہیں، اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہ سکیں۔

اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کی دیت پانچ ہزار درہم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں مسلمان کے ہاتھ کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ ہاتھ اللہ کی حد وقد کی خلاف ورزی نہ کرے لیکن یہی ہاتھ اگر چوری کر کے حدود الٰہیہ کو توڑے تو اس کی قیمت گیارہ درہم بھی نہیں ہے اور صرف دس درہم کی چوری کے عوض اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے! یعنی جب کوئی شخص ظلماً اس ہاتھ کو کاٹ دے اور یہ مظلوم ہو تو اس کی قیمت پانچ ہزار درہم ہے اور جب یہ ہاتھ چوری کر کے ظلم کرے اور ظالم ہو تو اس کی قیمت دس درہم ہے یا جب یہ ہاتھ امین ہو تو قیمتی ہے اور جب خائن ہو تو بے قیمت ہے۔

سرقہ کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: اہل عرب چور اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور مال غیر لے کر چلا جائے اگر وہ چھپ کر لینے کے بجائے ظاہراً لے تو وہ اچکا اور لٹیرا (مختلس اور منتہب) ہے اور اگر زبردستی چھینے تو غاصب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۱۵۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ

سرقہ کا اصطلاحی معنی علامہ ابن ہمام حنفی سرقہ کا شرعی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حافظ بالغ کسی الیسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اس کی مالیت کی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے اٹھالے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو درآں حالیکہ وہ چیز بسرعت خراب ہونے والی نہ ہو۔ [1]

کن صورتوں میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا فتاوی عالمگیری میں ہاتھ کاٹنے کی حسب ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:

(۱)۔ جو چیز دارالاسلام میں مباح یا خسیس اور حقیر ہو اس کے چرانے پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جیسے لکڑی، گھاس پھوس، سرکنڈا، مچھلی، ہڑتال اور چنا وغیرہ (ہدایہ کافی اور اختیار)

(۲)۔ سونا، چاندی اگر مٹی یا پتھر میں مخلوط ہو اور اس کو اس شکل میں چرایا جائے تو اس پر حد سرقہ نہیں ہے۔ (ظاہر الروایہ)

(۳)۔ جو چیز جلد خراب ہو جاتی ہے جیسے دودھ، گوشت اور تازہ پھل ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (ہدایہ)

(۴)۔ جو پھل درخت پر لگے ہوں یا گندم کھیت میں ہو اس کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۵)۔ قحط کے ایام میں طعام کی چوری پر حد نہیں ہے خواہ طعام جلد خراب ہونے والا ہو یا نہ ہو حفاظت میں رکھا گیا ہو یا نہ ہو اور قحط کا سال نہ ہو لیکن جس طعام کو چرایا ہے وہ جلد خراب ہونے والا ہے پھر بھی حد نہیں ہے، اور اگر طعام جلد خراب ہونے والا نہ ہو لیکن غیر محفوظ ہو پھر بھی حد نہیں ہے۔ (ذخیرہ)

(۶)۔ مٹی کی ڈنگچی کی چوری میں حد نہیں ہے۔ (تبیین)

(۷)۔ درخت کو باغ سے جڑ سمیت چرانے پر حد نہیں ہے (السراج الوہاج)۔

(۸)۔ ہاتھی دانت کی چوری میں حد نہیں ہے بشرطیکہ اس سے کوئی چیز بنائی نہ گئی ہو۔ (ایضاح)

(۹)۔ شیشہ کی چوری میں حد نہیں ہے (فتح القدیر)

(۱۰)۔ جن جانوروں کا شکار کیا جاتا ہے ان کے چرانے پر حد نہیں ہے خواہ وہ وحشی ہوں یا غیر وحشی، بری ہوں یا بحری۔ (تاتارخانیہ)

(۱۱)۔ مہندی، سبزیوں، تازہ پھلوں، گھاس، پانی، گٹھلی اور جانوروں کی کھالوں کے چرانے میں حد نہیں الا یہ کہ کھال سے مصلی یا کوئی اور چیز بنالی گئی ہو۔ (غنا یہ)

(۱۲)۔ خمر، خنزیر، باقی پرندوں، وحشی جانوروں، کتے، چیتے، مرغی، بلغ اور کبوتر کے چرانے میں حد نہیں ہے (تمرتاشی)۔

(۱۳)۔ طنبور، دف، مزمار اور باقی گانے بجانے کے آلات کے چرانے میں حد نہیں ہے (السراج الوہاج)۔

(۱۴)۔ طبل اور بربط اگر کھو و لعب کے لیے ہوں تو ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ اور اگر جہاد کا طبل ہے تو اس میں اختلاف ہے۔ (محیط)۔

(۱۵)۔ پنیر اور روٹی کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۶)۔ شطرنج اور چوسر خواہ سونے کی بنی ہوئی ہوں ان کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (محیط)

(۱۷)۔ مصحف (قرآن مجید) کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

(۱۸)۔ فقہ، نحو، لغت اور شعر و ادب کی کتابوں کے چرانے میں بھی حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

(۱۹) تیر کے چرانے میں حد نہیں ہے۔ (ذخیرہ)
(۲۰) سونے یا چاندی کی صلیب یا بت کے چرانے میں حد نہیں ہے، البتہ سونے اور چاندی کے جن سکوں پر تصویریں ہوں ان پر حد ہے۔ (عنایہ)
(۲۱) بڑی ٹہر یا سمجھ دار غلام کے چرانے پر حد نہیں ہے۔ (بحر فائق)
(۲۲) جس شخص نے اپنے مقروض سے دس درہم غیر مؤجل قرض لینا ہو اور وہ اس سے اتنی مالیت چرالے تو حد نہیں ہے اور اگر قرض مؤجل ہو تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ حد ہو اور استحسان کا تقاضا ہے کہ حد نہیں ہے۔ (السراج الوہاج)
(۲۳) اگر نابالغ بیٹے کے مقروض کے مال سے چوری کی تو حد نہیں ہے۔ (محیط)
(۲۴) اگر چاندی کے برتن میں نبیذ یا جلد خراب ہونے والی کوئی چیز (مثلاً دودھ) تھی اس کو چرایا تو حد نہیں ہے۔
(۲۵) جس برتن میں خمر (شراب) تھی اس کو چرایا تو اس میں حد نہیں ہے (محیط)
(۲۶) اگر قبر سے درہم، دینار یا کفن کے علاوہ کوئی اور چیز چرائی تو اس پر حد نہیں ہے (السراج الوہاج)
(۲۷) کفن چرانے پر حد نہیں ہے (کافی)
(۲۸) مال غنیمت یا مسلمانوں کے بیت المال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (نہایہ)
(۲۹) جس چیز پر ایک بار حد لگ چکی ہو اس کو دوبارہ چرانے پر حد نہیں ہے۔ (شرح الطحاوی، ظہیریہ)
(۳۰) حربی مستامن کے مال سے چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔ (مبسوط)۔ [۱]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

(۳۱) مسجد کا سامان مثلاً چٹائیاں اور قندیل چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۲) کعبہ کے پردوں کو چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۳) جن کاغذوں پر کچھ لکھا ہوا یا چھپا ہوا ہو ان کے چرانے پر حد نہیں ہے۔
(۳۴) اگر کسی شخص نے امانت میں خیانت کی تو اس پر حد نہیں ہے
(۳۵) لٹیرے اور اچکے پر حد نہیں ہے۔
(۳۶) اگر کوئی شخص اپنے شریک کے مال سے چوری کرے تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۳۷) ماں، باپ، اولاد، یا دیگر محارم کے مال سے چوری پر حد نہیں ہے۔
(۳۸) اگر محرم کے گھر سے کسی اور کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۳۹) اگر دو جن میں سے کسی ایک نے دوسرے کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۰) غلام یا لونڈی نے اپنے مالک کا مال چرایا یا لونڈی نے اپنی مالکہ کے خاوند کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۱) اگر مالک نے اپنے مکاتب کا مال چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۲) خادم یا جس گھر میں جانے کا اذن عام ہو، اس میں چوری کرنے پر حد نہیں ہے۔

---

[۱] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ: فتاوی عالم گیری ج ۲ ص ۱۷۹-۱۷۵ ملخصاً مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

(۴۳) اگر کسی شخص کے گھر سے مال چرایا لیکن اس کو باہر نہیں نکالا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۴) جس شخص نے کسی گھر میں داخل ہوئے بغیر، سوراخ کرکے (کسی ترکیب سے) اس سوراخ سے مال نکال لیا تو اس پر حد نہیں ہے۔
(۴۵) اگر قافلہ سے اونٹ یا سامان چرایا تو اس پر حد نہیں ہے۔ [۲]

ان شرائط کے علاوہ اور شرائط بھی ہیں جن کے لیے مبسوط کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، ہم نے صرف مشہور شرائط کے ذکر پر اکتفاء کی ہے اور جن چیزوں کی چوری پر حد نہیں ان پر حاکم تعزیراً کوئی سزا دے سکتا ہے۔

نصاب سرقہ میں مذاہب فقہاء اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: تمام فقہا کے نزدیک نصاب سے کم چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا البتہ حسن بصری، داؤد ظاہری، امام شافعی کے نواسے اور خوارج کا قول یہ ہے کہ قلیل چیز کی چوری ہو یا کثیر کی، چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں مطلقاً ارشاد ہے: السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما (مائدہ ۵: ۳۸) "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو"، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ چور پر لعنت فرمائے وہ رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور وہ بیضہ چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)، نیز قلیل چیز کی چوری کرنے والا بھی حرز (جس جگہ کی حفاظت ہو) سے چیز چراتا ہے تو کثیر چیز کی چوری کی طرح اس پر بھی اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے اور اجماع کی وجہ سے آیت کے عموم میں تخصیص کی جائے گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس رسی پر ہاتھ کاٹا جائے جس کی مالیت ربع دینار ہو (جیسے جہازوں کی رسی۔ سعیدی) اور بیضہ سے مراد مرغی کا انڈا نہ ہو بلکہ لوہے کا بیضہ یعنی "خود" مراد ہو۔

امام احمد سے نصاب سرقہ میں مختلف روایات ہیں، ابواسحاق جوزجانی سے ربع طلائی دینار یا تین چاندی کے درہموں کی روایت ہے یا جو ان کی مالیت ہو۔ امام مالک اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ اور اثرم سے یہ روایت ہے کہ اگر سونے یا چاندی کے علاوہ کسی چیز کی چوری کی ہے تو چوتھائی دینار یا تین درہم کی مالیت نصاب ہے اور ان میں سے کم تر مالیت کو نصاب مانا جائے گا۔ لیث اور ابوثور سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "صرف چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا" حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے۔ عمر بن عبدالعزیز، اوزاعی، امام شافعی اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے۔ اور عثمان بتی نے کہا کہ ایک درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چار درہم یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور حضرت عمر سے ایک روایت ہے کہ صرف پانچ درہم میں ہاتھ کاٹا جائے گا، سلیمان بن یسار، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ جوزجانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس ڈھال کے عوض ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ علماء امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا یہ قول ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، کیونکہ

---

[۲] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۵۱-۱۳۲ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

حجاج بن ارطاۃ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دس درہم سے کم میں قطع ید نہیں ہے"۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے عوض ایک آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا اس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی اور نخعی سے روایت ہے کہ چالیس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈھال کی چوری میں ہاتھ کاٹ دیا جس کی قیمت تین درہم تھی (صحیح بخاری و صحیح مسلم) علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث اس باب میں صحیح ترین حدیث ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کی جو پہلی حدیث (جس میں ایک دینار یا دس درہم کی ڈھال پر قطع ید کا ذکر ہے) اس پر دلالت نہیں کرتی کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹا جائے نہیں ہے۔ کیونکہ جو تین درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹتے ہیں وہ دس درہم کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹتے ہیں۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ تین درہم یا چوتھائی دینار کو ہاتھ کاٹنے کا نصاب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب دس درہم یا ایک دینار کو نصاب قرار دیتے ہیں۔ دس درہم دو اعشاریہ چھ دو پانچ (۲،۶۲۵) تولہ اور تیس اعشاریہ چھ ایک آٹھ (۳۰،۶۱۸) گرام چاندی کے برابر ہیں اور تین درہم صفر اعشاریہ سات آٹھ سات پانچ (۰،۷۸۷۵) تولہ اور نو اعشاریہ ایک آٹھ پانچ چار (۹،۱۸۵۴) گرام چاندی کے برابر ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حدیث نصاب کی زیادہ مقدار پر دلالت کرتی ہے اس باب میں اس پر عمل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، کیونکہ کم مقدار کو نصاب قرار دینے میں عدم جرم کا شبہ ہے اور شبہات سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ [2]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: ہر چند کہ جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت تین درہم تھی لیکن احادیث میں ڈھال کی قیمت اس سے زیادہ بھی ذکر کی گئی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ایمن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت پر ہاتھ کاٹا گیا اور اس کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت والی حدیث کو روایت کرنے والے ایمن ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ صحابی ہیں یا ثقہ تابعی؟ اگر وہ صحابی ہیں تو پھر کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ ثقہ تابعی ہیں جیسا کہ امام ابوزرعہ اور امام ابن حبان نے ذکر کیا ہے تو ان کی حدیث مرسل ہے اور ہمارے اور جمہور علماء کے نزدیک ارسال کوئی عیب نہیں ہے اور حدیث مرسل حجت ہوتی ہے اس لیے اس کا اعتبار کرنا واجب ہے اور اب اس ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہو گیا یا وہ تین درہم ہے یا دس درہم پس اکثر کا اعتبار کرنا واجب ہے کیونکہ شریعت نے شبہات کی بنا پر حد ساقط کرنے کو واجب کیا ہے پھر حاکم کی روایت کی سنن نسائی کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے جو انہوں نے از عمرو بن شعیب از والد خود از جد خود بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی اور امام دارقطنی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام ابن شیبہ نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ مزینہ کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا ہاتھ کاٹا گیا اس کی چوری ڈھال کی قیمت کو پہنچی ہے اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔ اس کی تائید حضرت

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۹ - ۲۳۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۱۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ابن مسعود کی اس روایت سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دینار یا دس درہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا یہ حدیث مصنف عبدالرزاق اور معجم طبرانی میں ہے اور امام ترمذی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ حدیث مرسل بھی مروی ہے اور موصول اور مرفوع بھی اور

فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں احادیث

عن هشام بن عروة عن ابيه قال اخبرتني عائشة ان يد السارق لم تقطع على عهد النبي صلى الله عليه وسلم الا في ثمن مجن حجفة او ترس [1]

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف ڈھال کی قیمت ہی پر چور کا ہاتھ کاٹا گیا۔

اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ اس ڈھال کی قیمت کتنی تھی؟

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عطاء و مجاهد عن ايمن قال يقطع السارق في ثمن المجن وكان ثمن المجن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم دينارا او عشرة دراهم [2]

عطاء اور مجاہد حضرت ایمن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ڈھال کی قیمت پر چور کا ہاتھ کاٹا جاتا تھا اور ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

اور چار مختلف سندوں کے ساتھ امام نسائی نے یہ حدیث روایت کی

عن عطاء عن ايمن قال لم يقطع النبي صلى الله عليه وسلم السارق الا في ثمن المجن وثمن المجن يومئذ دينار [3]

عطاء حضرت ایمن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ڈھال کی قیمت پر چور کا ہاتھ کاٹا ہے اور ڈھال کی قیمت اس وقت ایک دینار تھی۔

اس حدیث کو امام نسائی نے ایمن سے روایت کیا ہے، اس سند پر حاکم نے امام شافعی کا یہ اعتراض ذکر کیا ہے کہ یہ ایمن اکحب کی بیوی کا بیٹا ہے اور یہ ام ایمن کا بیٹا نہیں ہے (یعنی صحابی نہیں ہے) اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا۔ [4]

حافظ ذہلی حنفی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں: علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ام ایمن کا بیٹا ہے اس کا نام ایمن بن عبید حبشی ہے اور جو ایمن اس حدیث کا راوی ہے وہ جنگ حنین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باقی رہا تھا اور اس نے پیٹھ نہیں پھیری تھی۔ حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے اور لکھا ہے کہ ایمن حبشی اس حدیث کا راوی ہے پھر کہا ایمن ابن ام ایمن اور ابن اسحاق کی سند سے اس نے یہ حدیث روایت کی اور ان دونوں کا صحابہ میں ذکر کیا ہے [5]

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۲۴-۱۲۲ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ کارخانہ نور محمد تجارت کتب کراچی

[4] " " سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۸، " " "

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[6] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۸، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: کہ ابن ابی خیثمہ نے ایمن حبشی اور ایمن بن ام ایمن میں فرق کیا ہے اور یہی صحیح ہے [1]
حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث معلول ہے پس اگر ایمن صحابی ہیں تو عطاء اور مجاہد نے ان کو نہیں پایا اس لیے یہ حدیث منقطع ہے اور اگر وہ تابعی ہیں تو یہ حدیث مرسل ہے لیکن اس حدیث کی دوسری احادیث مرفوعہ سے تقویت ہے۔
ان میں سے امام ابوداؤد کی یہ حدیث ہے جس کو انھوں نے سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۴۶ مطبوعہ مجتبائی لاہور) میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا اس ڈھال کی قیمت دینار یا دس درہم تھی اور اس حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس سے دس درہم کی حدیث کو امام نسائی کے علاوہ امام حاکم نے بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ [2]

امام نسائی نے چار مختلف سندوں کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے:

ان عطاء بن ابی رباح حدثہ ان عبد اللہ بن عباس کان یقول ثمنہ یومئذ عشرۃ دراھم۔ [3]

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں یہ حدیث بیان کی کہ اس وقت ڈھال کی قیمت دس درہم تھی۔

امام حاکم نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاہ۔ [4]

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث درج نہیں ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد مقرر رکھا ہے۔ [5]
یہ حدیث امام ابن ابی شیبہ [6] اور امام عبدالرزاق نے بھی روایت کی ہے۔ [7]

فقہاء احناف کے مسلک کے ثبوت میں آثار صحابہ اور فتاوی تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن القاسم بن عبد الرحمن قال اتی عمر بن الخطاب برجل سرق ثوبا فقال لعثمان

قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے کپڑا چرایا تھا، آپ نے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۱ ص ۹۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ،
[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۹-۳۵۸، مطبوعہ سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
[3] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۹-۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[4] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹-۳۷۸ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ
[5] شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۳۷۹،
[6] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ
[7] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

قومہ فقومہ ثمانیۃ دراھم فلم یقطعہ۔[1]

حضرت عثمان سے فرمایا اس کی قیمت لگاؤ، حضرت عثمان نے اس کی آٹھ درہم قیمت لگائی تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے[2] ان کے علاوہ اس کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن علی قال: لاتقطع فی اقل من دینار او عشرۃ دراھم۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دینار یا دس دراہم سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال: کان لا تقطع الید الا فی دینار او عشرۃ دراھم۔[5]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چور کا ہاتھ ایک دینار یا دس دراہم کی چوری پر کاٹا جاتا تھا۔

اس حدیث کو امام محمد شیبانی، امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام محمد شیبانی روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال لاتقطع ید السارق فی اقل من ثمن الحجفۃ وکان ثمنھا عشرۃ دراھم وقال ابراھیم ایضا: لا یقطع السارق فی اقل من ثمن المجن وکان ثمنہ یومئذ عشرۃ دراھم ولا یقطع فی اقل من ذلک۔[6]

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ڈھال سے کم کی قیمت پر چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی۔ اور ابراہیم نے کہا چور کا ہاتھ ڈھال سے کم قیمت پر نہیں کاٹا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت دس دراہم تھی اور اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

عن ابن المسیب قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سرق السارق مایبلغ ثمن المجن قطعت یدہ وکان ثمن المجن

ابن مسیب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چور اس قدر (مال کی) چوری کرے جو ڈھال کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور اس وقت ڈھال کی قیمت

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۵-۲۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۴۷۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۳۹۰ھ

[5] " " المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳، " " "

[6] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[7] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵، المصنف ج ۹ ص ۴۷۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[8] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۷۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[9] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

عشرة دراهم۔ [1]

عن ابن جریج کان عطاء یقول لا تقطع ید السارق فیما دون عشرة دراهم۔ [2]

دس درہم تھی۔

عطاء کہتے تھے کہ چور کا ہاتھ دس درہم سے کم پر نہیں کاٹا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات، عہد رسالت کے معمولات اور صحابہ کرام میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی تصریحات اور فقہاء تابعین میں سے، عطاء ابراہیم نخعی اور ابن مسیب کے اقوال سے صراحۃً ثابت ہے کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا اور ربع دینار اور تین درہم کی روایات کے مقابلہ میں یہ روایات کثرت مقدار نصاب اور کثرت طرق کی وجہ سے راجح ہیں اور یہی فقہاء احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

حرز کی تعریف

سرقہ کا حکم لاگو کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ چور نے بقدر نصاب مال حرز (محفوظ مقام) سے چرایا ہو اس لیے حرز کو جاننا بھی ضروری ہے۔ ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

حرز کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے حرز ہو دوسری قسم وہ ہے جو حفاظت کرنے والے کے اعتبار سے حرز ہو۔ پہلی قسم جیسے مکان، حویلی، دوکان اور خیمے وغیرہ یہ تمام جگہیں حرز ہیں اگرچہ ان میں کوئی حفاظت کرنے والا نہ ہو، عام ازیں کہ جس وقت چور نے چوری کی اس وقت دروازہ کھلا ہوا تھا یا اس کا دروازہ ہی نہیں تھا کیونکہ کسی عمارت کو حفاظت کی غرض سے بنایا جاتا ہے البتہ چور کا ہاتھ اس وقت کاٹا جائے گا جب وہ مال کو حرز سے باہر نکال لے گا اور جو حرز محافظ کی وجہ سے ہو اس میں صرف مال اٹھانے سے اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہو جائے گا۔ دوسری قسم یعنی وہ حرز جو محافظ کی وجہ سے ہو اس کی مثال یہ ہے جیسے کوئی شخص راستہ، صحرا یا مسجد میں بیٹھا ہو اور اس کے پاس اس کا سامان ہو یہ اس محافظ کی وجہ سے محفوظ ہے یہ اس وقت ہے جب وہ شخص اس سامان کے قریب ہو اور اگر بعید ہو تو پھر وہ محافظ نہیں ہے اور قرب کی حد یہ ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہو اور اس کی حفاظت کر رہا ہو اور محافظ بیدار ہو یا سویا ہوا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ سامان سونے والے کے سر کے نیچے یا اس کے پاس ہو۔ [3]

متعدد چوریوں میں چور کے ہاتھ اور پیر کاٹنے کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: چور کا دایاں ہاتھ پہنچے (کلائی کا جوڑ) سے کاٹ کر اس کو آگ گرم تیل سے داغ دیا جائے گا۔ ہاتھ کاٹنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہاتھ کاٹنے کا ذکر ہے اور دائیں ہاتھ کی تخصیص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کی وجہ سے ہے (فاقطعوا ایمانھما) اور پہنچے سے ہاتھ کاٹنے کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ تو پہنچے تک ہے اور پہنچے کا ہاتھ ہونا یقینی ہے اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچے سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ حضور نے مفصل (جوڑ) سے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ سنن دارقطنی ج ۳ ص ۲۰۵ مطبوعہ ملتان) اور داغنے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " المصنف ج ۱۰ ص ۲۳۳ " " " "

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

اس کا ہاتھ کاٹو اور اس کو داغ دو (مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۸۱) نیز اس لیے کہ اگر اس کے ہاتھ کو داغا نہ جائے تو وہ ہلاک ہو جائیگا اور حد زجر کے لیے ہے ہلاکت کرنے کے لیے نہیں ہے۔

اگر چور دوسری بار چوری کرے تو اس کا بایاں پیر کاٹ دیا جائے گا اور اگر تیسری بار چوری کرے تو اس کا ہاتھ یا پیر نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے گا حتی کہ وہ تائب ہو جائے۔ اور یہ استحسان ہے اور مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اس کو تعزیر بھی دی جائے گی۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ تیسری بار چوری کرنے پر اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور چوتھی بار چوری کرنے پر اس کا دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے چوری کی اس کا ہاتھ کاٹ دو اگر دوبارہ چوری کرے تو پھر کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو پھر کاٹ دو (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۸۱، مطبوعہ ملتان) نیز اس لیے بھی کہ تیسری بار جرم کرنا بھی پہلی بار جرم کی طرح ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے لہٰذا اس پر بھی حد لگے گی، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرتا ہوں کہ میں اس کا کوئی ہاتھ نہ چھوڑوں جس سے وہ کھائے اور اس کا کوئی پیر نہ چھوڑوں جس سے وہ چل سکے (سنن دار قطنی ج ۳ ص ۱۸۰) اسی دلیل سے حضرت علی باقی صحابہ پر غالب آگئے اور اس پر اجماع ہو گیا۔ نیز اس کے تمام ہاتھ پیر کاٹ ڈالنا اس کو قتل کرنے کے مترادف ہے اور حد زجر کے لیے ہے، ہلاکت کے لیے نہیں ہے اور قصاص میں کسی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دینا بندے کے حق کی رعایت کی وجہ سے ہے اس لیے اس کو حتی الامکان پورا کیا جائے گا اور امام شافعی نے جو حدیث پیش کی ہے اس پر امام طحاوی نے جرح کی ہے یا پھر وہ سیاست پر محمول ہے۔ [1]

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص چوتھی بار چوری کرے تو امام کے لیے اس کو سیاستہً قتل کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ زمین میں فساد کی تگ و دو کر رہا ہے (سراجیہ)۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب چور ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹے جانے کے بعد پھر چوری کرے تو پھر اس کا کوئی عضو نہیں کاٹا جائے گا بلکہ اس کو قید کر دیا جائے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے اور حسن، شعبی، نخعی، زہری، حماد، ثوری اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تیسری بار اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور چوتھی بار اس کا دایاں پیر کاٹ دیا جائے گا، اور پانچویں بار اس کو تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید کر دیا جائے گا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس چور کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹ چکا تھا انہوں نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ قتادہ، امام مالک، امام شافعی، ابوثور اور ابن منذر کا یہی قول ہے اور حضرت عثمان اور حضرت عمرو بن العاص اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ تیسری بار چوری پر چور کا بایاں ہاتھ اور چوتھی بار دایاں پیر کاٹ دیا جائیگا

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۲۸ - ۵۲۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۸۲ مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

اور پانچویں بار اس کو قتل کر دیا جائے گا ——— کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو۔ صحابہ نے عرض کیا اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ (کاٹ دو) چنانچہ کاٹ دیا گیا وہ دوبارہ لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا (اس کا پیر) کاٹ دو چنانچہ (اس کا پیر) کاٹ دیا گیا، وہ پھر تیسری بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس نے تو فقط چوری کی ہے آپ نے فرمایا (اس کا ہاتھ) کاٹ دو چنانچہ (اس کا ہاتھ) کاٹ دیا گیا وہ پھر چوتھی بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے تو صرف چوری کی ہے۔ آپ نے فرمایا (اس کا پیر) کاٹ دو۔ چنانچہ کاٹ دیا گیا وہ پھر پانچویں بار لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کر دو، ہم نے لے جا کر اس کو قتل کر دیا، پھر ہم اس کو گھسیٹ کر لے گئے اور اس کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے

سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۱،

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے بارے میں فرمایا اگر وہ چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا پیر کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دو اور اگر پھر چوری کرے تو اس کا پیر کاٹ دو، نیز قصاص میں بایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے لہٰذا چوری میں بھی اس کو دائیں ہاتھ کی طرح کاٹنا جائز ہے (یعنی اگر کوئی شخص کسی کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دے تو قصاص میں اس کے بھی دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیے جائیں گے۔ اس سے پہلے ہم اس دلیل کا جواب علامہ ابوالحسن سے نقل کر چکے ہیں ——— سعیدی غفرلہ) اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے چور کے دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دیے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتداء کرنا۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید مقبری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے چور کو لایا گیا جس کا ہاتھ اور پیر کاٹا جا چکا تھا اور اس نے چوری کی تھی آپ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا اے امیرالمومنین اس کا ہاتھ کاٹ دیجئے آپ نے فرمایا پھر تو تم نے اس کو قتل کر دیا! حالانکہ اس کا قتل کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ کس چیز سے کھانا کھائے گا؟ اور کس چیز سے نماز کا وضو کرے گا؟ اور کس چیز سے غسل جنابت کرے گا؟ اور کس چیز سے اپنے کام کرے گا؟ پھر آپ نے اس کو قید میں ڈال دیا پھر اس کو قید سے نکال کر اس کے بارے میں دوبارہ اپنے اصحاب سے مشورہ کیا انہوں نے وہی جواب دیا اور آپ نے اس کو پھر پہلی بار کی طرح مسترد کر دیا پھر اس کو سخت کوڑے لگانے کے بعد چھوڑ دیا۔

اور حضرت علی سے یہ بھی روایت ہے کہ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے کہ میں کسی کام کرنے کے لیے اس کا ہاتھ نہ چھوڑوں اور چلنے کے لیے اس کا پیر نہ چھوڑوں۔ نیز اس لیے کہ دونوں ہاتھ اور پیر کاٹ دینے میں جنس منفعت کو تلف کر دینا ہے اور یہ قتل کی طرح کسی اور حد میں مشروع نہیں ہے۔ نیز اس لیے کہ اگر دونوں ہاتھوں کو کاٹ دینا جائز ہوتا تو دوسری چوری پر اس کے بائیں پیر کی بجائے بایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا، کیونکہ وہ بھی دائیں ہاتھ کی طرح پکڑنے کا آلہ ہے اور اس کو صرف اس لیے نہیں کاٹا گیا کہ اس میں خرابی ہے اور وہ اس کے ہلاک کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ اس وقت اس

کے لیے وضو کرنا ممکن ہو گا نہ غسل کرنا نہ استنجاء کرنا، کسی نجاست سے احتراز کرنا نہ اس کو زائل کرنا۔ نہ وہ کسی سے اپنی مدافعت کر سکے گا نہ کھا سکے گا نہ کسی چیز کو پکڑ سکے اور اگر تیسری چوری پر اس کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا جائے تو پھر بھی یہ خرابیاں لازم آئیں گی، رہی حضرت جابر کی حدیث تو یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو قتل کا مستحق تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہ فرمایا اس کو قتل کر دو اور پانچویں بار اس کو قتل کر دیا۔ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

رہی حضرت ابوہریرہ کی روایت اور حضرت ابوبکر اور عمر کا فعل تو اس کے معارض حضرت علی کا قول ہے اور حضرت عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے قول کی طرف رجوع کر لیا تھا کیونکہ عبدالرحمان بن عابد سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر چوری میں کاٹا جا چکا تھا اور اس نے پھر چوری کی تھی، حضرت عمر نے یہ حکم دیا کہ اس کا پیر کاٹ دیا جائے، حضرت علی نے کہا اللہ تعالیٰ نے تو صرف یہ فرمایا ہے: انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادًا۔ الایۃ (مائدہ ۲: ۳۶) "یہ صرف ان لوگوں کی سزا ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں" اور اس شخص کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کاٹا جا چکا ہے لہٰذا اب اس کا پیر نہ کاٹا جائے آپ اس کو بغیر ٹانگ کے چھوڑیں گے تو یہ کیسے چلے گا؟ آپ اس کو یا کوڑے لگائیں یا قید میں ڈال دیں۔ پھر حضرت عمر نے اس کو قید میں ڈال دیا۔ [1]

چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے جانے والی روایتوں کی فنی حیثیت

چور کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹنے کے بارے میں ایک حضرت جابر کی روایت ہے جس کا ابھی ہم علامہ ابن قدامہ کے حوالہ سے ذکر کر چکے ہیں۔ یہ حدیث سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۴۹)، سنن نسائی (ج ۲ ص ۲۳۲) اور سنن دار قطنی (ج ۳ ص ۱۸۱) میں ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: امام نسائی نے کہا یہ حدیث منکر ہے اور اس کی سند کا ایک راوی مصعب بن ثابت حدیث میں قوی نہیں ہے۔ امام دار قطنی نے اس حدیث کو جس سند سے بیان کیا ہے اس میں ایک راوی محمد بن یزید ہے اس پر جرح کی گئی ہے۔ امام دار قطنی نے اس کو دوسری سند سے بیان کیا ہے اس میں عائذ بن حبیب شیبی ہے اس کی منکر روایات ہیں، امام دار قطنی نے اس کو تیسری سند سے روایت کیا ہے اس میں سعید بن یحییٰ ہے اس پر جرح کی گئی ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن یزید بن سنان کے بارے میں لکھتے ہیں: ابوحاتم نے کہا یہ لیس بشئی ہے، امام بخاری نے کہا اس کی روایات منکر ہیں، امام نسائی نے کہا یہ قوی نہیں ہے، امام ترمذی اور امام دار قطنی نے کہا یہ ضعیف ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی عائذ بن حبیب کے بارے میں لکھتے ہیں: جوزجانی نے کہا یہ غالی گمراہ ہے، یحییٰ نے کہا یہ کذاب ہے۔ [4]

---

[1] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۶۸-۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف ذہبی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۷۲ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۲۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ

[4] " " تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۸۸ "

حافظ ابن حجر عسقلانی سعید بن یحییٰ کے بارے میں لکھتے ہیں امام دار قطنی نے کہا یہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ [1]
حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اس روایت کے راویوں کا جو ضعف ظاہر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اس روایت میں اصل علت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹ دینے کے باوجود اس شخص نے پانچویں بار چوری کی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا جبکہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹ جانے کے بعد کسی شخص کا چوری کرنا نادر الوقوع ہے۔

امام شافعی اور امام مالک نے دوسری جس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں چاروں ہاتھ پیر کاٹنے کا ذکر ہے اس کو علامہ ابن قدامہ نے حضرت ابوہریرہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت سنن دار قطنی (ج ۳ ص ۱۸۱ مطبوعہ ملتان) میں ہے۔ حافظ زیلعی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، عبدالحق نے کہا اس میں ارسال ہے اور سند ضعیف ہے اس لیے یہ صحیح نہیں ہے اور ہمارے شیخ علامہ ذہبی نے کہا اشبہ بالحق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور فضل بن مختار نے ایک جماعت سے اس کی تضعیف بغیر توثیق کے نقل کی ہے۔ [2]
اس روایت کی سند میں ایک راوی ہے محمد بن عمر بن واقد واقدی اسلمی اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کہا واقدی متروک الحدیث ہے۔ امام احمد، ابن مبارک، ابن نمیر اور اسماعیل بن زکریا نے اس کو ترک کر دیا تھا، امام احمد نے کہا واقدی کذاب ہے۔ یحییٰ بن معین نے بھی کہا یہ کذاب ہے۔ مرہ نے کہا یہ لیس بشئی ہے معمر نے کہا یہ ثقہ نہیں۔ [3]
علامہ ابن ہمام اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: اس کی سند میں واقدی ہے اس کی اور بھی اسانید ہیں لیکن کوئی سند بھی راویوں کے طعن سے خالی نہیں ہے، اس لیے امام طحاوی نے اس کی سند پر جرح کی ہے جیسا کہ مصنف (صاحب ہدایہ) نے ذکر کیا ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہم نے ان تمام روایات کی چھان بین کی اور کسی روایت کی کوئی اصل نہیں پائی اور مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح ہے اگر یہ حدیث ہوتی تو صحابہ حضرت علی سے معارضہ کرتے اور جب حضرت علی نے تیسری بار چور کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کیا تھا تو یہ حدیث پیش کرتے اور بالفرض اگر یہ حدیث ہو تو یہ منسوخ ہے جیسا کہ ابتداء میں حدود میں شدت تھی کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرینیین کے ہاتھ اور پیر کاٹے اور ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیریں اور بعد میں یہ عمل منسوخ ہو گیا۔ [4]
حضرت ابوبکر کی طرف جو منسوب ہے کہ انھوں نے چور کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا تھا علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہلے سے کسی وجہ سے کٹا ہوا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے اس کا تیسری چوری

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۹۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ
[2] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۷۲، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ
[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۶۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ
[4] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۲۳۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

پر ہاتھ کاٹا اور جس روایت میں ہے کہ تیسری چوری پر ہاتھ کاٹا وہ شخص حضرت ابوبکر کا مہمان تھا اور مہمان کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا کیونکہ جب اس کو مکان میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تو وہ مکان اس کے لیے حرز نہیں رہا۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ اور پیر کاٹے جانے کے بعد تیسری چوری پر چور کا ہاتھ کاٹنے والی روایات سنداً صحیح ہیں نہ عقلاً اس لیے امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا ہے اور تیسری بار چوری کرنے پر چور کو تعزیراً کوڑے لگانے یا قید میں ڈالنے کو اختیار کیا ہے۔

کیا ہاتھ کاٹے جانے کے بعد چور اس ہاتھ کا پیوند کرا کے دوبارہ لگوا سکتا ہے؟ | شرح صحیح مسلم جلد ثانی

کی کتاب الجنائز میں ہم اعضاء کی پیوند کاری پر مفصل بحث کر چکے ہیں، وہاں ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کے اعضاء سے پیوند کاری کے ذریعہ علاج کرنا جائز نہیں ہے، خواہ حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار۔ یہ صحیح ہے کہ حالت اضطرار میں حرام چیزوں سے علاج کرانا جائز ہے اور ہو سکتا ہے کہ علاج کرانے والے کو اضطرار لاحق ہو لیکن جو شخص اپنا عضو کاٹ کر دوسرے کو دے رہا ہے اس کو کونسا اضطرار لاحق ہے؟ اس وجہ سے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے اعضاء کاٹ کر دوسرے شخص کو دے یا ان اعضاء کی وصیت کرے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے وہ اپنے جسم میں صرف ان تصرفات کا مجاز ہے جن کی اس کو شریعت نے اجازت دی ہے۔

میڈیکل سائنس کے جدید ترقی یافتہ دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ جیسے ہی چور کا ہاتھ کاٹا جائے اس کٹے ہوئے ہاتھ کو اس کی کلائی کے ساتھ فوراً پیوند کر دیا جائے اور چونکہ کسی دوسرے انسان سے اعضاء لینے یا اس کے اعضاء دینے کا سوال نہیں ہے وہ شخص اپنے ہی ہاتھ کو جوڑ رہا ہے اور اعضاء کی پیوند کاری کا علم جواز دوسرے انسان کے اعضاء کی وجہ سے تھا اس لیے یہاں صرف یہ دیکھا جائے گا کہ ایک انسان کا اپنے منفصل عضو کو دوبارہ جوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ اس کا وہ عضو کسی حادثہ میں کٹا ہو یا حد میں۔ اس موضوع پر جب ہم نے فقہاء اربعہ کے اصول اور جزئیات کو دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام احمد کے اصول کے مطابق یہ جائز ہے، امام مالک کے اصول اور ان کی فقہی جزئیات کے مطابق بھی یہ جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے اصول اور فروع کے مطابق یہ جائز نہیں ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ جائز ہے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ فقہاء کی آراء اور اس کے ذیل میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور اس کے بعد اس پر بحث کریں گے کہ کیا چور کے لیے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو پیوند کرانا جائز ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

واما الآدمی فاختلفوا فی الراجح فیه فالذی صححه اکثر العراقیین نجاسته والذی صححه جمیع الخرسانیین او جماهیرهم طهارته و

آدمی کے نجس یا طاہر ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اکثر عراقیین نے اس کی نجاست کو صحیح قرار دیا ہے اور خراسان کے تمام یا جمہور علماء نے اس کی طہارت کو صحیح قرار

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۲۳۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۸ھ

هٰذا هو الصحیح فقد صح عن الشافعی رجوعه عن تنجیس شعر الآدمی فهو مذهبه وما سواه لیس بمذهب له [1]

دیا ہے۔ کیونکہ صحیح یہ ہے کہ امام شافعی نے آدمی کے بالوں کی نجاست کے قول سے رجوع کر لیا اور یہی ان کا مذہب ہے اور اس کے علاوہ ان کا مذہب نہیں ہے۔

اس میں تو اختلاف ہو گیا کہ امام شافعی کے نزدیک راجح مردہ آدمی اور اس کے اعضاء کی طہارت ہے یا نجاست اگر اصل طہارت ہو تو کٹے ہوئے عضو کو جوڑنا جائز ہو جائے گا اور اگر اصل نجاست ہو تو ناجائز ہو گا لیکن امام شافعی کے بیان کردہ مندرجہ ذیل جزیہ نے اس مسئلہ میں فیصلہ کر دیا ہے، امام شافعی لکھتے ہیں:

ان سقطت سنه صارت میتة فلا یجوز له ان یعیدها بعد ما بانت [2]

اگر کسی شخص کا دانت گر جائے تو وہ دانت مردہ ہو جائے گا اور الگ ہونے کے بعد دوبارہ اس دانت کو اس جگہ لگانا جائز نہیں۔

اور اسی قیاس پر کہا جائے گا کہ امام شافعی کے نزدیک کٹے ہوئے ہاتھ کو بھی دوبارہ اپنی جگہ لگانا جائز نہیں ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

ان الخلاف فیما ابین من الآدمی فی حال حیاته وبعد موته کالخلاف فی میتته (الی قوله) تنبیه علی المعتمد من طهارة ما ابین من الآدمی مطلقا یجوز رد سن قلعت لمحلها۔ [3]

زندگی میں انسان کے جسم سے جو عضو کاٹ کر الگ کر لیا جائے اس کی طہارت اور نجاست کے متعلق وہی اختلاف ہے جو مردہ انسان کی طہارت اور نجاست میں اختلاف ہے اور معتمد قول یہ ہے کہ انسان کے جسم سے جو عضو کاٹ کر الگ کیا جائے وہ مطلقاً پاک (خواہ انسان زندہ ہو یا مردہ) ہے جو دانت اپنی جگہ سے اکھڑ جائے اس کو دوبارہ اسی جگہ لگانا جائز ہے۔

نیز علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

فاذا استطت السن جاز ردها وربطها بشریط من ذهب او من فضة وانما جاز ردها لان میتة الآدمی طاهرة۔ [4]

جب دانت گر جائے تو اس کو دوبارہ لگانا جائز ہے اور اس کو سونے یا چاندی کے تار سے باندھنا بھی جائز ہے۔ اور گرے ہوئے دانت کو دوبارہ لگانا اس لیے جائز ہے کہ آدمی کا مردہ جسم پاک ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۱۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] شیخ شمس الدین محمد عرفہ دسوقی، ۱۲۱۹ھ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[4] " " " حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۳، " " "

علامہ صاوی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [1]

جس طرح اکھڑے ہوئے دانت کو فقہاء مالکیہ کے نزدیک اس اصول پر دوبارہ اپنی جگہ پر لگایا جاسکتا ہے کہ انسان کے جسم سے الگ ہونے والے اعضاء پاک ہیں اسی طرح ان کے اصول پر کٹے ہوئے ہاتھ کو بھی دوبارہ جوڑا جاسکتا ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں

الأدمی الصحیح فی المذهب انه طاهر حیا ومیتا لقول النبی صلی الله علیه وسلم المؤمن لا ینجس (الی قوله) وحکم اجزاء الأدمی وابعاضه حکم جملته سواء [2]

صحیح مذہب یہ ہے کہ آدمی زندہ ہو یا مردہ پاک ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن نجس نہیں ہوتا اور آدمی کے اعضاء اور اجزاء کا حکم وہی ہے جو کل آدمی کا حکم ہے۔

فقہاء حنبلیہ کے اصول سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ کٹا ہوا عضو چونکہ پاک ہے اس لیے اس کو دوبارہ جوڑا جاسکتا ہے۔

کٹے ہوئے عضو کو پیوند کرانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

فقہاء احناف کا اس میں اختلاف ہے کہ انسان کے جسم سے الگ ہونے کے بعد اس کے اجزاء اور اعضاء طاہر ہیں یا نجس (عالمگیری ج ۵ ص ۳۴۵) امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک گرے ہوئے دانت کو دوبارہ لگانا جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو سقط سنه یکره ان یأخذ من میت فیشدها مکان الاول بالاجماع وکذا یکره ان یعید تلك السن الساقطة مکانها عند ابی حنیفة ومحمد ولکن یأخذ سن شاة ذکیة فیشدها مکانها وقال ابو یوسف لا باس بسنه ویکره من غیره۔ [3]

اگر کسی شخص کا دانت گر جائے تو اس دانت کی جگہ مردہ کا دانت لگانا بالاجماع مکروہ ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اسی دانت کو دوبارہ لگانا بھی مکروہ ہے لیکن کسی ذبح شدہ بکری کا دانت لے کر اس کی جگہ لگانا جائز ہے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا اس کے اپنے دانت کو دوبارہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور دوسرے کے دانت کا لگانا مکروہ ہے۔

اس اختلاف پر یہ اختلاف متفرع ہوگا کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ لگانا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔

فقہاء احناف کے اس اختلاف میں غور کرنے سے امام ابو یوسف کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن لا ینجس۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲) "مومن نجس نہیں ہوتا" علامہ بدرالدین عینی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر ج ۱ ص ۴۹، ۴۴۰۔ مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۹۷۴ء

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۲ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

ان المؤمن لا ینجس وانہ طاہر سواء کان جنبا او محدثا حیا او میتا۔[1]

مومن نجس نہیں ہوتا وہ پاک ہے خواہ جنبی ہو یا بے وضو، زندہ ہو یا مُردہ۔

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں

فان الآدمی لا ینجس بالموت کرامۃ اذ لو نجس لما طہر بالغسل کسائر الحیوانات۔[2]

آدمی اپنی کرامت کی وجہ سے موت سے نجس نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ نجس ہو جائے تو باقی حیوانات کی طرح پھر غسل سے پاک نہ ہو سکے۔

اور جب مومن طاہر ہے اور موت کے بعد بھی طاہر رہتا ہے تو اگر اس کے جسم سے کوئی عضو الگ ہو جائے پھر بھی وہ طاہر رہے گا بنا بریں اگر کٹے ہوئے عضو کو دوبارہ جوڑ دیا جائے تو صحیح ہو گا۔

ہم نے اس مسئلہ میں فقہاء اربعہ کی آراء کو اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کسی شخص کا کوئی عضو کسی حادثہ میں کٹ جائے تو آیا اس کو دوبارہ پیوند کرانا جائز ہے یا نہیں؟ رہا یہ کہ چور کا ہاتھ اگر حد میں کاٹ دیا جائے تو کیا وہ بھی اپنے ہاتھ کو پیوند کاری کے ذریعہ جڑوا سکتا ہے؟ سو اس مسئلہ کو ہم اب بیان کر رہے ہیں۔

چور کے کٹے ہوئے ہاتھ کو دوبارہ جوڑنے کا حکم

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے اور جب چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دوبارہ ہاتھ جوڑنے سے منع نہیں کیا اس لیے اگر اس ہاتھ کو دوبارہ جوڑ دیا گیا تو یہ شرعاً ممنوع نہیں ہے اور حدیں صرف زجر کے لیے ہوتی ہے اعضاء کو تلف کرنے کے لیے نہیں ہوتیں اور ہاتھ کاٹ دینے سے زجر کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے کیونکہ جب مجمع عام میں چور کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ تو اس سے دیکھنے والوں کو عبرت ہو گی اور "نکال" (عبرت) کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ اور سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۲۵۰ - ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور) میں جو حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کے گلے میں ہاتھ لٹکانے کا حکم دیا تو اس روایت کا ایک راوی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے، علاوہ ازیں فقہاء کے نزدیک چور کے گلے میں ہاتھ لٹکانا فقط مستحب ہے فرض یا واجب نہیں ہے۔ نیز ہاتھ جوڑنے کے بعد بھی اس پر کٹنے کا نشان باقی رہے گا اور یہ بھی عبرت کے لیے کافی ہے۔

ہم نے اس مسئلہ پر غور کیا تو ہم پر یہ بات منکشف ہوئی کہ شریعت نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا جو حکم دیا ہے اس سے شریعت کا منشاء صرف چور کو سزا دینا اور عبرت دلانا نہیں ہے بلکہ اس سے چوری کرنے کے آلہ کو منقطع کرنا اور چوری کرنے کی صلاحیت کو کم کرنا بھی مقصود ہے۔ اگر چور کو صرف سزا دینا مقصود ہوتا تو یوں بھی ہو سکتا تھا کہ چور کی ناک یا کان کو کاٹ دیا جاتا اس سے بھی اس کو سزا مل جاتی اور لوگوں کو عبرت بھی ہوتی اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جس عضو سے جرم سرزد ہوا ہو اسی کو سزا دی جائے انسان زبان سے تہمت لگاتا ہے اور اس کے پورے جسم کو اسی کوڑے لگتے ہیں، شراب منہ سے پیتا ہے اور کوڑے پورے جسم کو لگتے ہیں اسی طرح زنا میں پورے جسم کو کوڑے لگتے ہیں یا رجم کیا جاتا

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۴۰، " " " "

سے سوا اگر صرف سزا دینا اور عبرت دلانا مقصود ہوتا تو چوری پر کوڑوں کی سزا مقرر کی جا سکتی تھی یا ناک یا کان کاٹنے کا حکم دیا جا سکتا تھا بالخصوص پہلی بار ہاتھ اور دوسری بار پیر کاٹنے کا جو حکم دیا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کا منشا یہ ہے کہ چوری کرنے کے آلہ کو کاٹ دیا جائے تاکہ وہ دوبارہ چوری نہ کر سکے یا چوری کرنے کی صلاحیت میں بڑی حد تک کمی ہو جائے اور جب چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد دوبارہ جوڑا جائے گا تو اس سے شریعت کی واضح خلاف ورزی ہو گی، اللہ تعالیٰ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے کر اس کی چوری کرنے کی صلاحیت کم کرا رہا ہے اور ہم اس کا ہاتھ جوڑ کر اس کی اس صلاحیت کو دوبارہ بحال کر رہے ہیں۔!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم۔ (مائدہ ۵، ۳۸)

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ ان کے کرتوت کا بدلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ بہت غالب اور نہایت حکمت والا ہے۔

اس آیت میں "نکال" کا لفظ قابل غور ہے ہمیں اردو میں کوئی ایسا لفظ نہیں ملا جو اس کا صحیح بدل ہو سکے، نکال کے معنی کسی کام سے باز رکھنا اور دوسروں کو عبرت دلانا ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

نکلہ عن الشیء، صرف عنہ ویقال نکل الرجل عن الامر اذا جبن عنہ۔۔۔ الجوھری نکلت بفلان اذا عاقبتہ فی جرم اجرمہ عقوبۃ تنکل غیرہ عن ارتکاب مثلہ وانکلت الرجل عن حاجتہ انکالا اذا دفعتہ عنھا۔[1]

نکلہ عن الشیء اس وقت کہتے ہیں جب کسی شخص کو کسی کام سے باز رکھا جائے اور نکل الرجل عن الامر اس وقت کہتے ہیں جب کوئی شخص کوئی کام نہ کر سکے جوہری نے کہا نکل کا معنی ہے کسی شخص کو جرم کی ایسی سزا دینا جس کی وجہ سے دوسرا اس کام سے باز رہے اور انکل کا معنی ہے کسی شخص کو اس کے کام سے دور کر دیا جائے۔

پس نکال کے معنی ہیں باز رکھنا اور عبرت دلانا دونوں ملحوظ ہیں یعنی چور کو ہاتھ کاٹنے کی سزا اس لیے دی گئی ہے کہ وہ چوری سے باز رہے اور دوسروں کو عبرت ہو۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

قال الحلبی وبعض المحققین انہ انما ترک العطف اشعارا بان القطع للجزاء والجزاء للنکال والمنع عن المعاودۃ۔[2]

حلبی اور بعض محققین نے کہا ہے کہ جزاء بما کسبا اور نکالا کے درمیان واؤ کو اس لیے نہیں ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہاتھ کاٹنا سزا دینے کے لیے ہے اور سزا دینا عبرت دلانے اور دوبارہ چوری کرنے سے باز رکھنے کے لیے ہے۔

پس واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ وہ چوری کرنے سے باز رہے اور

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۶۷۷ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ممکن حد تک اس کی چوری کرنے کی صلاحیت ختم ہو جائے اور دوبارہ اس کا ہاتھ جوڑنے میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی مخالفت ہے۔ ہاتھ کاٹنے کے بعد دفن کر دینا چاہیے اس کا اب چور مالک ہے نہ کوئی اور شخص۔ سرقہ کے باب میں یہ آخری بحث تھی جس کو ہم یہاں پیش کرنا چاہتے تھے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من الائمۃ المجتہدین والمحدثین والفقہاء والمفسرین اجمعین الی یوم الدین۔

بَابُ قَطْعِ السَّارِقِ الشَّرِيفِ وَغَيْرِهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الشَّفَاعَةِ فِي الْحُدُودِ

معزز ہو یا غیر معزز، چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اور حدود میں سفارش کی ممانعت

۴۲۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَرْأَةِ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ فِيهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ حِبُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ أُسَامَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ ثُمَّ قَامَ فَاخْتَطَبَ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا وَفِي حَدِيثِ ابْنِ رُمْحٍ إِنَّمَا هَلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قریش اس بات سے پریشان تھے کہ ایک مخزومی عورت نے چوری کی تھی، انھوں نے کہا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سفارش کرے گا؟ لوگوں نے کہا اس کی جرأت سوائے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اور کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے ہیں بالآخر حضرت اُسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر حد قائم کرتے اور بخدا! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ ابن رمح کی روایت میں من قبلکم ہے۔

۴۲۹۸۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ قُرَيْشًا اَهَمَّهُمْ شَاْنُ الْمَرْاَةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَقَالُوْا مَنْ يُكَلِّمُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ اِلَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاُتِيَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَهُ فِيْهَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَشْفَعُ فِيْ حَدٍّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ اُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَطَبَ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَاِنِّيْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا ثُمَّ اَمَرَ بِتِلْكَ الْمَرْاَةِ الَّتِيْ سَرَقَتْ فَقُطِعَتْ يَدُهَا قَالَ يُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا بَعْدُ وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ تَاْتِيْنِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاَرْفَعُ حَاجَتَهَا اِلَى

بیان کرتی ہیں کہ قریش کو اس بات نے فکر مند کر دیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سفارش کون کرے گا؟ لوگوں نے کہا حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اس کی جرأت کون کر سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاڈلے ہیں، وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اس کی سفارش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا رنگ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کر رہے ہو؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ میرے لیے استغفار کیجیے، جب شام ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا آپ نے ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جو اس کی شان کے لائق ہیں، پھر آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگ صرف اس لیے ہلاک ہو گئے کہ جب ان میں سے کوئی معزز شخص چوری کرتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتے۔ اور جب کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا، پھر جس عورت نے چوری کی تھی آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا سو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد اس عورت نے اچھی طرح توبہ کی اور اس نے شادی کر لی اور اس کے بعد وہ میرے پاس آتی جاتی تھی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی ضروریات بیان کرتی تھی۔

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۴۲۹۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتِ امْرَأَةٌ مَخْزُومِيَّةٌ تَسْتَعِيرُ الْمَتَاعَ وَتَجْحَدُهُ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُقْطَعَ يَدُهَا فَأَتَى أَهْلُهَا أُسَامَةَ ابْنَ زَيْدٍ فَكَلَّمُوهُ فَكَلَّمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا ثُمَّ ذَكَرَ بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَيُونُسَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مخزومی عورت لوگوں سے چیزیں عاریۃً لیتی تھی اور بعد میں انکار کر دیتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، اس کے خاندان والے حضرت اسامہ بن زید کے پاس گئے اور اس کی سفارش کے لیے کہا۔ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کی، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۳۰۰ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ سَرَقَتْ فَأُتِيَ بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَاذَتْ بِأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ كَانَتْ فَاطِمَةُ لَقَطَعْتُ يَدَهَا فَقُطِعَتْ .

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا وہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آگئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا!

چوری کرنے والی خاتون کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس عورت کا پورا نام اس طرح ہے: فاطمہ بنت اسود بن عبدالاسد بن عمر بن مخزوم" یہ ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ کی بھتیجی تھیں جو حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سابق شوہر تھے۔ [1]

امام ابن سعد واقدی حضرت فاطمہ بنت اسود کے متعلق لکھتے ہیں: آپ اسود بن عبدالاسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کی بیٹی ہیں، آپ نے اسلام قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، چوری کرنے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ کاٹا تھا، حبیب بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں زیورات کی چوری کی، لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کے لیے حضرت اسامہ کو منتخب کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسامہ کی سفارش قبول کر لیتے تھے، حضرت اسامہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھتے ہی فرمایا: اے اسامہ! مجھ سے سفارش نہ کرنا، کیونکہ جب حدود مجھ تک پہنچ جائیں تو پھر ان کو نہیں چھوڑا جاتا اور اگر (بالفرض) فاطمہ

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بنت محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالتا۔

امام ابن سعد کہتے ہیں کہ اس روایت کے مطابق چوری کرنے والی خاتون فاطمہ بنت اسود ہیں اور اہل مدینہ، اہل مکہ اور دوسرے راویوں کی روایت میں ہے کہ جس خاتون نے چوری کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹا تھا اس کا نام یہ ہے "ام عمرو بنت سفیان بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم" اور اس کی ماں عبد العزی بن ابی قیس بن عبد ودّ بن نضر بن مالک کی بیٹی ہے، وہ حجۃ الوداع کے موقع پر رات کو نکلی اور ایک قافلہ سے کپڑوں کا صندوق چرا لیا لوگوں نے ان کو پکڑ کر باندھ دیا اور صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، اس نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے تہبند میں اپنے ہاتھ چھپا لیے پھر آپ کے حکم سے اس کے ہاتھ تہبند سے نکالے گئے اور آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا پھر آپ کے حکم سے اس خاتون کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر وہ چلی گئی در آں حالیکہ اس کے ہاتھوں سے خون ٹپک رہا تھا، پھر وہ حضرت اُسید بن حضیر اشہلی کی بیوی کے پاس گئیں جنھوں نے ان کو پہچان کر پناہ دی اور ان کو گرم گرم کھانا پیش کیا، اتنے میں حضرت اسید بن حضیر بھی آ گئے اور باآواز بلند کہا: کیا تم جانتی ہو کہ ام عمرو بنت سفیان کے ساتھ کیا ہوا؟ انھوں نے کہا دیکھو وہ میرے پاس ہیں! حضرت اسید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس گئے اور جا کر آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا تم نے اس پر رحم کیا ہے، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا، پھر جب وہ خاتون اپنے والد کے پاس گئیں تو والد نے انھیں ان کے ماموں حویطب بن عبد العزی کے پاس بھیج دیا۔ [1]

بظاہر یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں کہ چوری کرنے والی خاتون حضرت فاطمہ بنت اسود ہیں یا حضرت ام عمرو بنت سفیان؟ حافظ ابن حجر عسقلانی نے یہ تحقیق کی ہے کہ یہ دو عورتوں کے الگ الگ واقعات ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسود نے غزوہ فتح مکہ کے موقع پر چوری کی تھی، (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۲۹۸ میں ہے، سیدی) اور ام عمرو بنت سفیان نے حجۃ الوداع کے موقع پر چوری کی تھی جیسا کہ امام ابن سعد نے تصریح کی ہے، اور ان دونوں واقعات کے درمیان دو سال سے زیادہ کا عرصہ ہے۔ اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ علامہ ابن جوزی اور ان کے موافقین کا یہ کہنا غلط ہے کہ چوری صرف ام عمرو بنت سفیان نے کی تھی، اسی طرح ابن طاہر اور ابن شکوال اور ان کے موافقین کا یہ تردد کرنا بھی غلط ہے کہ پتا نہیں چوری کرنے والی فاطمہ بنت اسود تھی یا ام عمرو بنت سفیان؟ امام عبد الرزاق نے بشر بن تیم سے روایت کیا ہے کہ چوری کرنے والی عورت ام عمرو بنت سفیان تھی، ابن حزم نے اس روایت کی تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ام عمرو عاریت کا انکار کرتی تھی اور فاطمہ بنت اسود نے چوری کی تھی، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ امام ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ ام عمرو نے قافلہ والوں کا صندوق چرایا تھا۔ [2]

چرائی جانے والی چیز کی تحقیق

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ فاطمہ بنت اسود نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے چادر چوری کی تھی، اور حبیب بن ابی ثابت کی مرسل روایت میں ہے کہ اس نے زیور چوری کیے تھے اور ان دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ وہ زیور چادر میں تھے مگر یا اس نے

---

[1] ۔ امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۶۴-۲۶۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

دونوں چیزوں کی چوری کی تھی۔ ۱؎

عاریۃً چیز لے کر انکار کرنے پر حد لگانے کی تحقیق

حدیث نمبر ۴۲۹۹ میں ہے کہ وہ عورت لوگوں سے عاریۃً چیزیں لیتی تھیں اور پھر مکر جاتی تھی اس وجہ سے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ جس شخص نے بقدر نصاب کوئی چیز عاریۃً لی اور پھر اس کا انکار کر دیا اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی نظریہ ہے۔ مدنی، کوفی علماء، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ عاریت کے انکار پر حد نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگوں سے عاریۃً چیزیں لیتی تھی اور مکر جاتی تھی پھر اسی عورت نے چوری کی اور اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ چونکہ وہ عورت چیزیں مانگنے اور پھر مکر جانے میں مشہور تھی اس لیے اس کی تعیین اور تشخیص کے لیے اس کا اس عنوان اور وصف سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس عورت کا چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا یہ وہ عورت تھی جو عاریۃً چیزیں لے کر مکر جاتی تھی، یہ مطلب نہیں ہے کہ عاریۃً چیزیں لے کر مکر جانے کی وجہ سے اس کا ہاتھ کاٹا گیا، کیونکہ یہ خیانت ہے اور خیانت میں حد نہیں ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیس علی خائن ولا منتهب ولا مختلس قطع "خیانت کرنے والے، لٹیرے اور اچکے پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے۔

عاریت کے انکار پر حد میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: کوئی چیز عاریۃً لے کر مکر جانے والے کے متعلق امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا اور یہی اسحاق کا قول ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت عاریۃً چیزیں لیتی تھی اور پھر انکار کر دیتی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا (الحدیث (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ اس پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے اور یہی خرقی کا قول ہے اور ابو اسحاق بن شاقلا، ابو الخطاب اور باقی فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔ اور انشاء اللہ یہی صحیح قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قطع علی خائن "خیانت کرنے والے پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں ہے"۔ نیز اس لیے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور مکر چوری کرنے والا نہیں ہے۔ پس یہ امانت کا انکار کرنے والے کے مشابہ ہے اور وہ عورت جو چیزیں عاریۃً لیتی تھی اس کا ہاتھ چوری کی وجہ سے کاٹا گیا تھا نہ کہ امانت کے انکار کی وجہ سے، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر فاطمہ بنت محمد بھی (بفرض محال) چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اور ایک حدیث میں ہے اس عورت نے چادر چرائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی قصہ ہے اور اس کا ہاتھ چوری کی وجہ سے کاٹا گیا تھا اور حضرت عائشہ نے جو یہ فرمایا کہ وہ عورت چیزیں لے کر مکر جاتی تھی یہ اس کی تعیین اور تشخیص کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ عورت اپنی اس عادت کی وجہ سے مشہور تھی۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہاتھ کاٹنے کا سبب بھی یہی ہو، یہ بھی ممکن تھا کہ حضرت عائشہ اس کا کسی اور وصف سے ذکر کر دیتیں، ہم نے جو وجہ بیان کی ہے اس سے احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے، یہی قیاس کا تقاضا ہے اور یہی تمام فقہاء

۱؎ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کا قول ہے اور ہمارے علم میں کسی نے بھی امانت کے منکر پر حد لازم نہیں کی۔ [1]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امانت کے منکر کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور عاریت کے منکر کے بارے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ کی روایت ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا اور یہی روایت صحیح ہے علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی نے یہ عبارت وہی لکھی ہے جو ہم علامہ موفق الدین ابن قدامہ سے نقل کر چکے ہیں۔ [2]

حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہونے سے پہلے حد کو معاف کیا جا سکتا ہے اس کے بعد نہیں

اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حدود میں حاکم سے سفارش کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر حاکم کے پاس مقدمہ پیش کرنے سے پہلے کوئی شخص اپنا حق معاف کر دے تو یہ جائز ہے، مثلاً جس کی چوری ہوئی ہے وہ حاکم کے پاس مقدمہ لے جانے سے پہلے چور کو معاف کر سکتا ہے لیکن جب حاکم کے پاس مقدمہ پیش ہو جائے اور جرم کا ثبوت مل جائے تو اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ مجرم پر حد جاری کر دی جائے اور حاکم کو بھی حدود معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں صدر کو جو یہ اختیار ہے کہ وہ قاتل کی پھانسی کی سزا کو معاف کر دے یا قید میں تبدیل کر دے اس کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ عمرو بن شعیب سے مرفوعاً روایت ہے کہ "آپس میں حدود کو معاف کر دو لیکن جو حد مجھ تک پہنچ جائے گی وہ واجب ہو جائے گی" اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، نیز امام ابوداؤد، امام احمد اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی شفاعت اللہ تعالیٰ کی کسی حد کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت کے خلاف کر دیتا ہے، اور طبرانی کی روایت میں ہے اس کی ملک میں مخالفت کر دیتا ہے، ابویعلی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چور کو پیش کیا گیا اس کے بعد صاحب حق نے اس کو معاف کر دیا، آپ نے فرمایا تم نے پہلے معاف کیوں نہیں کیا ——— وہ برا حاکم ہے جو حدود کو پیش ہونے کے بعد معاف کر دے، امام مالک نے موطا میں حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ حاکم کے پاس مقدمہ پہنچنے کے بعد جو سفارش کرے تو اللہ تعالیٰ سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کرنے والے دونوں پر لعنت فرماتا ہے۔ اور امام دارقطنی نے حضرت زبیر سے موصولاً مرفوعاً روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک حاکم کے پاس معاملہ نہیں پہنچا اس کی شفاعت کر دو اور جب حاکم کے پاس معاملہ پہنچ جائے اور پھر وہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ کرے، امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حدود کے ماسوا میں معزز لوگوں کی لغزشوں میں شفاعت قبول کر لو"، اس حدیث

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۷-۲۳۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۲۳۷-۲۳۶

سے معلوم ہوا کہ تعزیرات میں شفاعت کرنا جائز ہے۔ حافظ ابن عبدالبر وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس میں فقہاء کا اتفاق ہے اور جن احادیث میں مسلمانوں کی پردہ پوشی کا استحباب بیان کیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب امام تک مقدمہ نہ پہنچے۔ [1]

بَابُ حَدِّ الزَّانِي

زنا کی حد کا بیان

۴۳۰۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا الْبِكْرُ بِالْبِكْرِ جَلْدُ مِائَةٍ وَنَفْيُ سَنَةٍ وَالثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ جَلْدُ مِائَةٍ وَالرَّجْمُ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مجھ سے سیکھ لو! مجھ سے سیکھ لو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی بدکاری) کا حکم بیان کر دیا ہے، جب کنواری عورت اور کنوارا مرد زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کرو اور جب شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو ان کو سو کوڑے مارو اور سنگسار کرو۔

۴۳۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا مَنْصُورٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے

۴۳۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ لَهُ وَجْهُهُ قَالَ فَأُنْزِلَ عَلَيْهِ ذَاتَ يَوْمٍ فَلُقِيَ كَذٰلِكَ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْهُ قَالَ خُذُوا عَنِّي فَقَدْ جَعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيلًا الثَّيِّبُ بِالثَّيِّبِ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ شدت محسوس کرتے اور چہرہ اقدس متغیر ہو جاتا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ پر وحی نازل ہوئی اور آپ کی وہی کیفیت ہو گئی اور جب وہ کیفیت زائل ہو گئی تو آپ نے فرمایا: مجھ سے سیکھو! اللہ تعالیٰ نے عورتوں (کی فحاشی) کا حکم بیان کر دیا ہے شادی شدہ عورتوں کا شادی شدہ مردوں کے ساتھ اور کنواری عورتوں کا کنوارے مردوں کے ساتھ زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ شادی شدہ عورتوں کو سو کوڑے مار کر سنگسار کرو اور کنواریوں کو سو کوڑے مار کر شہر بدر کر دو۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۸۸-۸۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

وَالْبِكْرُ بِالْبِكْرِ الثَّيِّبُ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ رَجْمٌ بِالْحِجَارَةِ وَالْبِكْرُ جَلْدُ مِائَةٍ ثُمَّ نَفْيُ سَنَةٍ

امام مسلم نے دو مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی روایت میں یہ ہے کہ کنوارے کو کوڑے مارے جائیں اور شہر بدر کیا جائے اور شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں اور سنگسار کیا جائے، ان کی روایت میں ایک سال اور سو کے عدد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۰۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا الْبِكْرُ يُجْلَدُ وَيُنْفَى وَالثَّيِّبُ يُجْلَدُ وَيُرْجَمُ لَا يَذْكُرَانِ سَنَةً وَلَا مِائَةً۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر بیٹھے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ آپ پر جو آیات نازل ہوئیں ان میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے اس کو پڑھا اور یاد رکھا اور سمجھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا، سو مجھے خوف یہ ہے کہ زیادہ زمانہ گذرنے کے بعد کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ کتاب اللہ میں رجم کی آیت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ فرض کو ترک کر کے لوگ گمراہ ہو جائیں گے حالانکہ اگر شادی شدہ مرد اور عورت زنا کریں اور ان کے خلاف گواہ ہوں یا حمل ہو یا وہ اعتراف کر لیں تو ان کو رجم کرنا کتاب اللہ میں ثابت ہے۔

۴۳۰۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ فَكَانَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةُ الرَّجْمِ قَرَأْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا فَرَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهُ فَأَخْشَى إِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ مَا نَجِدُ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ فَيَضِلُّوا بِتَرْكِ فَرِيضَةٍ أَنْزَلَهَا اللهُ وَإِنَّ الرَّجْمَ فِي كِتَابِ اللهِ حَقٌّ عَلَى مَنْ زَنَى إِذَا أُحْصِنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِذَا قَامَتِ الْبَيِّنَةُ أَوْ كَانَ الْحَبَلُ

اَوِ الْاِعْتِرَافُ۔

۴۳۰۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

۴۳۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ ابْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهُ قَالَ اَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَتَنَحّٰى تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَقَالَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ زَنَيْتُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ حَتّٰى ثَنّٰى ذٰلِكَ عَلَيْهِ اَرْبَعَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰى نَفْسِهٖ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ دَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبِكَ جُنُوْنٌ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ اَحْصَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ فَكُنْتُ فِيْمَنْ رَجَمَهٗ فَرَجَمْنَاهُ بِالْمُصَلّٰى فَلَمَّا اَذْلَقَتْهُ الْحِجَارَةُ هَرَبَ فَاَدْرَكْنَاهُ بِالْحَرَّةِ فَرَجَمْنَاهُ وَرَوَاهُ اللَّيْثُ اَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا اور اس نے باآواز بلند کہا: یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے۔ آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے دوسری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کہا یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے اعراض کر لیا، حتی کہ وہ چار مرتبہ آپ کے سامنے آیا جب اس نے اپنے خلاف چار مرتبہ گواہی دے دی تو آپ نے اس سے فرمایا: کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا جی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لے جا کر رجم کر دو! ابن شہاب کہتے ہیں حضرت جابر سے روایت کرنے والے نے کہا، حضرت جابر فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے اس کو رجم کیا، ہم نے اس شخص کو عیدگاہ میں رجم کیا تھا جب اس کو پتھر لگے تو وہ بھاگ پڑا ہم نے اس کو حرہ (پتھریلا میدان) میں جا لیا اور اس کو ہم نے رجم کر دیا، اس سند کے ساتھ اس حدیث کو لیث نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۳۰۸۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَيْضًا وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ كَمَا ذَكَرَ عُقَيْلٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے، اس میں بھی ہے کہ ابن شہاب نے کہا مجھے حضرت جابر سے روایت کرنے والے نے بتایا۔

۴۳۰۹۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَابْنُ جُرَيْجٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ رِوَايَةِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

امام مسلم نے دو مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۴۳۱۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ حِينَ جِيءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَصِيرٌ أَعْضَلُ لَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ فَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ أَنَّهُ زَنَى فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ زَنَى الْآخَرُ قَالَ فَرَجَمَهُ ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ أَلَا كُلَّمَا نَفَرْنَا غَازِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَلَفَ أَحَدُهُمْ لَهُ نَبِيبُ كَنَبِيبِ التَّيْسِ يَمْنَعُ أَحَدُهُمُ الْكُثْبَةَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ يُمْكِنِّي مِنْ أَحَدِهِمْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو میں نے (انھیں) دیکھا وہ ایک کوتاہ قد اور مضبوط شخص تھے اور ان پر چادر نہیں تھی انھوں نے چار مرتبہ اپنے خلاف یہ گواہی دی کہ انھوں نے زنا کیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم نے (بوسہ لیا ہو گا) انھوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! اس بدبخت نے زنا کیا ہے! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر آپ نے انھیں رجم کر دیا۔ پھر آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: سنو جب ہماری جماعت اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے جاتی ہے تو ان میں سے کوئی شخص پیچھے رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے اور وہ کسی کو تھوڑا سا دودھ دیتا ہے، سنو! اللہ کی قسم! اگر اللہ نے مجھے موقع دیا تو میں ان کو ضرور عبرتناک سزا دوں گا!

لَأُنَكِّلَنَّهُ عَنْهُ۔

ف: اس میں اشارہ ہے کہ وہ شخص زنا کرتا ہے اور دودھ دینے سے مراد انزال منی ہے۔

۴۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ قَصِيرٍ أَشْعَثَ ذِي عَضَلَاتٍ عَلَيْهِ إِزَارٌ وَقَدْ زَنَى فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا نَفَرْنَا غَازِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَخَلَّفَ أَحَدُكُمْ يَنِيكُ نَيْكَ التَّيْسِ يَمْتَخِرُ أَحَدُهُنَّ الْكُثْبَةَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُمَكِّنِّي مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ إِلَّا جَعَلْتُهُ نَكَالًا أَوْ نَكَّلْتُهُ قَالَ فَحَدَّثْتُهُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ إِنَّهُ رَدَّهُ أَرْبَعَ مَرَّاتٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کوتاہ قد شخص کو لایا گیا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور بدن مضبوط تھا، اس پر ایک چادر تھی اور اس نے زنا کیا تھا، آپ نے دو مرتبہ اس کے اقرار کو مسترد کر دیا، پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی ہماری جماعت اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتی ہے تو تم میں سے کوئی شخص پیچھے رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے اور کسی عورت کے لیے دودھ روکتا ہے! اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو میری گرفت میں دیا تو میں اس کو عبرتناک سزا دوں گا۔

۴۳۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَاتَّفَقَ شَبَابَةُ عَلَى قَوْلِهِ فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَامِرٍ فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں، ایک میں دو بار اقرار کا ذکر ہے اور دوسری سند میں دو یا تین بار کا ذکر ہے۔

۴۳۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز بن مالک سے پوچھا:

قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ اَحَقٌّ مَا بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَالَ وَمَا بَلَغَكَ عَنِّيْ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ وَقَعْتَ بِجَارِيَةِ اٰلِ فُلَانٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَشَهِدَ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ۔

۴۳۱۴۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا دَاوٗدُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ يُقَالُ لَهٗ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَصَبْتُ فَاحِشَةً فَاَقِمْهُ عَلَيَّ فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا قَالَ ثُمَّ سَاَلَ قَوْمَهٗ فَقَالُوْا مَا نَعْلَمُ بِهٖ بَاْسًا اِلَّا اَنَّهٗ اَصَابَ شَيْئًا يَرٰى اَنَّهٗ لَا يُخْرِجُهٗ مِنْهُ اِلَّا اَنْ يُّقَامَ فِيْهِ الْحَدُّ قَالَ فَرَجَعَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَرَنَا اَنْ نَّرْجُمَهٗ قَالَ فَانْطَلَقْنَا بِهٖ اِلٰى بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ قَالَ فَمَا اَوْثَقْنَاهُ وَلَا حَفَرْنَا لَهٗ قَالَ فَرَمَيْنَاهُ بِالْعَظْمِ وَالْمَدَرِ وَالْخَزَفِ قَالَ فَاشْتَدَّ وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهٗ حَتّٰى اَتٰى عُرْضَةَ الْحَرَّةِ فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيْدِ الْحَرَّةِ يَعْنِي الْحِجَارَةَ حَتّٰى سَكَتَ قَالَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا مِّنَ الْعَشِيِّ فَقَالَ اَوْ كُلَّمَا انْطَلَقْنَا غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَخَلَّفَ رَجُلٌ فِيْ عِيَالِنَا لَهٗ نَبِيْبٌ

تمہارے متعلق مجھے جو خبر پہنچی ہے کیا وہ درست ہے؟ حضرت ماعز نے پوچھا: آپ کو میرے متعلق کیا خبر پہنچی ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے فلاں کی لونڈی سے زنا کیا ہے! حضرت ماعز نے کہا ہاں! حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ انھوں نے چار مرتبہ گواہی دی تب آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم میں ایک شخص تھے ماعز بن مالک، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا: مجھ سے زنا ہو گیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کر دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قول کو کئی بار مسترد کیا، پھر آپ نے ان کی قوم سے اس معاملہ کو دریافت کیا: انھوں نے کہا ہمیں اس کی کسی دماغی خرابی کا علم نہیں، لیکن اس سے کوئی ایسا کام ہو گیا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ سوا حد قائم کیے جانے کے اس کا کوئی کفارہ نہیں ہے! وہ دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو پھر آپ نے ہمیں اس کو رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ہم اس کو بقیع الغرقد میں لے گئے، ہم نے اس کو باندھا تھا نہ گڑھا کھودا تھا، پھر ہم نے اس کو ہڈیوں، پتھروں اور ٹھیکریوں سے مارا، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور ہم بھی اس کے پیچھے دوڑے یہاں تک کہ وہ حرّہ (ایک میدان) کے عرض میں آ گیا وہاں وہ رکا تو ہم نے حرّہ کے پتھروں سے اس کو مارا حتیٰ کہ اس کا جسم ساکت ہو گیا، شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا ہم جب بھی اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتے ہیں تو کوئی شخص پیچھے ہماری عورتوں میں رہ جاتا ہے اور بکرے کی طرح آوازیں نکالتا ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں ہر اس شخص کو عبرتناک سزا دوں جس نے

كَنَبِيبِ التَّيْسِ عَلَيَّ أَنْ لَا أُوتَى بِرَجُلٍ فَعَلَ ذٰلِكَ إِلَّا نَكَّلْتُ بِهِ قَالَ فَمَا اسْتَغْفَرَ لَهُ وَلَا سَبَّهُ

یہ کام کیا ہو اور اسے میرے سامنے لایا گیا ہو، پھر آپ نے اس کے لیے دعا کی نہ اس کو برا کہا۔

۴۳۱۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ أَقْوَامٍ إِذَا غَزَوْنَا يَتَخَلَّفُ أَحَدُهُمْ عَنَّا لَهُ نَبِيبٌ كَنَبِيبِ التَّيْسِ وَلَمْ يَقُلْ فِي عِيَالِنَا.

امام مسلم نے اس سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کو کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے جہاد میں جانے کے بعد ہمارے پیچھے رہ جاتے ہیں اور بکرے کی سی آوازیں نکالتے ہیں، اس میں ہماری عورتوں والا جملہ نہیں ہے۔

۴۳۱۶ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ بْنِ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ دَاوُدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بَعْضَ هٰذَا الْحَدِيثِ. غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ فَاعْتَرَفَ بِالزِّنَى ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں سفیان کی روایت میں ہے اس نے تین مرتبہ زنا کا اعتراف کیا۔

۴۳۱۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَعْلَى وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ غَيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَامِعٍ الْمُحَارِبِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وَتُبْ إِلَيْهِ قَالَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے، آپ نے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، جاؤ اللہ سے استغفار کرو، اور توبہ کرو، انھوں نے پھر تھوڑی دیر بعد واپس آ کر کہا: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی طرح فرمایا، حتیٰ کہ چوتھی بار ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو کس چیز سے پاک کروں؟ انھوں نے کہا زنا سے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

فَرَجَمَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ طَهِّرْنِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَ أُطَهِّرُكَ فَقَالَ مِنَ الزِّنٰى فَسَأَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِهِ جُنُونٌ فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ فَقَالَ أَشَرِبَ خَمْرًا فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزَنَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فِرْقَتَيْنِ قَائِلٌ يَقُولُ لَقَدْ هَلَكَ لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ وَقَائِلٌ يَقُولُ مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ قَالَ فَلَبِثُوا بِذٰلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جُلُوسٌ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ فَقَالُوا غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ قَالَ ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ

کے متعلق پوچھا کیا ان کا دماغ خراب ہے؟ انھوں نے کہا نہیں وہ کوئی میراثی یا پاگل نہیں ہیں، آپ نے پوچھا کیا اس نے شراب پی ہے؟ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا تو شراب کی بدبو محسوس نہیں کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے زنا کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، پھر آپ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا، پھر حضرت ماعز کے متعلق لوگوں کی دو رائیں ہو گئیں، بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز ہلاک ہو گئے اور اس گناہ نے انھیں گھیر لیا اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ حضرت ماعز کی توبہ سے کسی کی توبہ افضل نہیں ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، عرض کیا مجھے پتھروں سے مار ڈالیے، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ دو تین دن صحابہ میں یہی اختلاف رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ وہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ سلام کرنے کے بعد بیٹھ گئے، پھر آپ نے فرمایا ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو، صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہو گی پھر آپ کے پاس قبیلہ غامد سے جو ازد کی شاخ ہے ایک عورت آئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجیے آپ نے فرمایا: تمہیں ہلاکت ہو، جاؤ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور توبہ کرو، وہ کہنے لگی میرا خیال ہے کہ آپ مجھے اسی طرح واپس کر رہے ہیں جس طرح آپ نے ماعز بن مالک کو واپس کر دیا تھا، آپ نے فرمایا: تم نے کیا کیا ہے؟ اس نے کہا وہ زنا سے حاملہ ہے، آپ نے فرمایا: تم خود؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم وضع حمل تک رک جاؤ۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں پھر ایک انصاری شخص نے اس کی خبر گیری اپنے ذمہ لے لی حتیٰ کہ اس کا وضع حمل ہو گیا، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ پھر وہ (انصاری) نبی صلی اللہ

طَهِّرْنِي فَقَالَ وَيْحَكِ ارْجِعِي فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَقَالَتْ أَرَاكَ تُرِيدُ أَنْ تَرُدَّنِي كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ إِنَّهَا حُبْلَى مِنَ الزِّنَى فَقَالَ آنْتِ قَالَتْ نَعَمْ فَقَالَ لَهَا حَتَّى تَضَعِي مَا فِي بَطْنِكِ قَالَ فَكَفَلَهَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى وَضَعَتْ قَالَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ وَضَعَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَ إِذًا لَا نَرْجُمُهَا وَنَدَعُ وَلَدَهَا صَغِيرًا لَيْسَ لَهُ مَنْ يُرْضِعُهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ إِلَيَّ رَضَاعُهُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ فَرَجَمَهَا

علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا غامدیہ کا وضع حمل ہو گیا آپ نے فرمایا: ہم اس حال میں اس کو رجم نہیں کریں گے کہ اس کا بچہ چھوٹا ہو اور اس کو دودھ پلانے والا کوئی نہ ہو، پھر ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! اس کو دودھ پلانا میرے ذمہ ہے، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ نے اس عورت کو رجم کر دیا۔

۴۳۱۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا بَشِيرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ مَاعِزَ ابْنَ مَالِكٍ الْأَسْلَمِيَّ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَزَنَيْتُ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِي فَرَدَّهُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ أَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي قَدْ زَنَيْتُ فَرَدَّهُ الثَّانِيَةَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ أَتَعْلَمُونَ بِعَقْلِهِ بَأْسًا تُنْكِرُونَ مِنْهُ شَيْئًا فَقَالُوا مَا نَعْلَمُهُ إِلَّا وَفِيَّ الْعَقْلِ مِنْ صَالِحِينَا فِيمَا نُرَى فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ أَيْضًا فَسَأَلَ عَنْهُ فَأَخْبَرُوهُ أَنَّهُ لَا بَأْسَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اپنی جان پر ظلم کر کے زنا کیا ہے۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں، آپ نے ان کو واپس کر دیا، دوسرے دن وہ پھر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے، آپ نے ان کو واپس کر دیا، پھر آپ نے کسی شخص کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور فرمایا کیا تمہارے خیال میں اس کی عقل میں فتور ہے، اور اس میں کوئی بے ربط بات ہے؟ انھوں نے کہا: ہمارے خیال میں ان کی عقل ہم سب سے اچھی ہے، حضرت ماعز آپ کے پاس پھر تیسری بار آئے، آپ نے پھر ان کی قوم کی طرف کسی کو بھیج کر ان کے متعلق پوچھا اور انھوں نے یہ خبر دی کہ انھیں کوئی بیماری ہے نہ ان کی عقل میں کوئی فتور ہے۔ جب وہ چوتھی بار آئے تو آپ نے ان کے لیے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا، پھر آپ کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا، اس کے بعد غامدیہ آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ! میں

بِهٖ وَلَا بِعَقْلِهٖ فَلَمَّا كَانَ الرَّابِعَةُ حَفَرَ لَهَ حُفْرَةً ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَرُجِمَ قَالَ فَجَاءَتِ الْغَامِدِيَّةُ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ زَنَيْتُ فَطَهِّرْنِيْ وَاِنَّهٗ رَدَّهَا فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ تَرُدُّنِيْ لَعَلَّكَ اَنْ تَرُدَّنِيْ كَمَا رَدَدْتَ مَاعِزًا فَوَاللّٰهِ اِنِّيْ لَحُبْلٰى قَالَ اِمَّا لَا فَاذْهَبِيْ حَتّٰى تَلِدِيْ فَلَمَّا وَلَدَتْ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ خِرْقَةٍ فَقَالَتْ هٰذَا قَدْ وَلَدْتُهٗ قَالَ اذْهَبِيْ فَاَرْضِعِيْهِ حَتّٰى تَفْطِمِيْهِ فَلَمَّا فَطَمَتْهُ اَتَتْهُ بِالصَّبِيِّ فِيْ يَدِهٖ كِسْرَةُ خُبْزٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَدْ فَطَمْتُهٗ وَقَدْ اَكَلَ الطَّعَامَ فَدَفَعَ الصَّبِيَّ اِلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَحُفِرَ لَهَا اِلٰى صَدْرِهَا وَاَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوْهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَاْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّتَهٗ اِيَّاهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ .

نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کر دیجئے، آپ نے اس کو واپس کر دیا، دوسرے دن آکر اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھے کیوں واپس کر دیا؟ شاید آپ مجھے ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں! خدا کی قسم! میں زنا سے حاملہ ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا اگر تو نہیں مانتی تو بچہ پیدا ہونے کے بعد آنا، بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ اس بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی، اور کہا لیجئے یہ میرا بچہ پیدا ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا: جا، جا کر اس کو دودھ پلا، حتیٰ کہ یہ روٹی وغیرہ کھانے لگے، جب بچہ کا دودھ چھوٹ گیا تو وہ اس کو لے کر آئی اور اس بچہ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا اور کہنے لگی لیجئے! اے نبی اللہ! اس کا دودھ چھوٹ گیا ہے اور اب یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ آپ نے وہ بچہ ایک مسلمان شخص کے حوالے کیا، اور یہ حکم دیا کہ سینہ تک اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے اور لوگوں کو اسے رجم کرنے کا حکم دیا، حضرت خالد بن ولید نے اس کے سر پر ایک پتھر مارا، حضرت خالد کا منہ اس کے خون سے لتھڑ گیا، حضرت خالد نے اس کو کوئی برا کلمہ کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برا کلمہ کہتے ہوئے سن لیا، آپ نے فرمایا: اے خالد! ایسا نہ کہو، اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر (ظلماً) ٹیکس لینے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کو بخش دیا جاتا، پھر آپ کے حکم سے اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس کو دفن کر دیا گیا۔

۴۳۱۹۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يَحْيٰى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ قِلَابَةَ اَنَّ اَبَا الْمُهَلَّبِ حَدَّثَهٗ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ جُهَيْنَةَ اَتَتْ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلٰى مِنَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ وہ زنا سے حاملہ تھی، اس نے عرض کیا: یا نبی اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا اس کی اچھی طرح نگہداشت کرنا اور جب اس کا حمل وضع ہو جائے تو اسے میرے

الزِّنٰی فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْہُ عَلَیَّ فَدَعَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلِیَّھَا فَقَالَ اَحْسِنْ اِلَیْھَا فَاِذَا وَضَعَتْ فَاْتِنِیْ بِھَا فَفَعَلَ فَاَمَرَ بِھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَشُکَّتْ عَلَیْھَا ثِیَابُھَا ثُمَّ اَمَرَ بِھَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلّٰی عَلَیْھَا فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ تُصَلِّیْ عَلَیْھَا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ وَقَدْ زَنَتْ فَقَالَ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَۃً لَوْ قُسِّمَتْ بَیْنَ سَبْعِیْنَ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ لَوَسِعَتْھُمْ وَھَلْ وَجَدْتَ تَوْبَۃً اَفْضَلَ مِنْ اَنْ جَادَتْ بِنَفْسِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔

پاس لے کر آنا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کپڑے کس کر باندھنے کا حکم دیا (تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو) پھر آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا، پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ زانیہ ہے! آپ نے فرمایا اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو انھیں کافی ہو گی، اور کیا تم نے اس سے افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ اس (توبہ کرنے والے) نے اللہ کے لیے اپنی جان دے دی ہو!

۴۳۲۰۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا اَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۳۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُھَنِیِّ اَنَّھُمَا قَالَا اِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْشُدُکَ اللّٰہَ اِلَّا قَضَیْتَ لِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَقَالَ الْخَصْمُ الْاٰخَرُ وَھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ نَعَمْ فَاقْضِ بَیْنَنَا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاْذَنْ لِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ کَانَ عَسِیْفًا عَلٰی ھٰذَا فَزَنٰی بِامْرَاَتِہٖ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ کے موافق میرا فیصلہ کریں، اس کے مخالف نے کہا جو اس سے زیادہ فصیح تھا: ہاں ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کیجیے اور مجھے بولنے کی اجازت دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو، اس نے کہا میرا بیٹا اس کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی عورت سے زنا کیا، اور مجھے یہ بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، میں نے اس کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی کو فدیہ میں دے دیا، پھر میں نے علماء سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ میرے بیٹے کو سو کوڑے

وَإِنِّي أُخْبِرْتُ أَنَّ عَلَى ابْنِي الرَّجْمَ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَوَلِيدَةٍ فَسَأَلْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فَأَخْبَرُونِي أَنَّمَا عَلَى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَأَنَّ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا الرَّجْمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْوَلِيدَةُ وَالْغَنَمُ رَدٌّ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ إِلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا قَالَ فَغَدَا عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَأَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَتْ.

مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے اسے شہر بدر کیا جائے گا اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، باندی اور بکریاں تمہیں واپس کی جائیں گی، اور تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور اے انیس! اس شخص کی بیوی کے پاس جاؤ اور اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دو۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ صبح اس کے پاس گئے، اس نے اقرار کر لیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا۔

۴۳۲۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور اسانید بیان کی ہیں۔

۴۳۲۳۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحٰقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِيَهُودِيٍّ وَيَهُودِيَّةٍ قَدْ زَنَيَا فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَاءَ يَهُودَ فَقَالَ مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ عَلَى مَنْ زَنَى فَقَالُوا نُسَوِّدُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا جنہوں نے زنا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی علماء کے پاس گئے اور فرمایا تورات میں زنا کرنے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم اس کا منہ کالا کر دیتے ہیں اور دونوں کو ایک سواری پر اس طرح بٹھا کر گھماتے ہیں کہ ہر ایک کا منہ مخالف جانب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو یہ حکم

وُجُوهِهِمَا وَنُحَمِّلُهُمَا وَنُخَالِفُ بَيْنَ وُجُوهِهِمَا وَيُطَافُ بِهِمَا قَالَ فَأُتُوا بِالتَّوْرَاةِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَجَاءُوا بِهَا فَقَرَأُوهَا حَتَّى إِذَا مَرَّ بِآيَةِ الرَّجْمِ وَضَعَ الْفَتَى الَّذِي يَقْرَأُ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَقَرَأَ مَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا وَرَاءَهَا فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ وَهُوَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْهُ فَلْيَرْفَعْ يَدَهُ فَرَفَعَهَا فَإِذَا تَحْتَهَا آيَةُ الرَّجْمِ فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كُنْتُ فِيمَنْ رَجَمَهُمَا فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَقِيهَا مِنَ الْحِجَارَةِ بِنَفْسِهِ

تورات میں دکھاؤ، وہ تورات لے کر آئے، اور جب تورات پڑھنے لگے تو ایک شخص نے آیت رجم پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے آپ سے عرض کیا اس کو ہاتھ اٹھانے کا حکم دیجئے، جب اس نے ہاتھ اٹھایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان دونوں کو رجم کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا، میں نے دیکھا وہ مرد خود پتھر کھا کر اس عورت کو بچا رہا تھا۔

۴۳۲۴۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْهُمْ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ أَنَّ نَافِعًا أَخْبَرَهُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجَمَ فِي الزِّنَى يَهُودِيَّيْنِ رَجُلًا وَامْرَأَةً زَنَيَا فَأَتَتِ الْيَهُودُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کے جرم میں دو یہودیوں کو رجم کیا، ایک مرد تھا اور ایک عورت، ان دونوں نے زنا کیا تھا، یہودی ان دونوں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۳۲۵۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ مِنْهُمْ وَامْرَأَةٍ قَدْ زَنَيَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہودی ایک یہودی مرد اور عورت کو لے کر گئے جنھوں نے زنا کیا تھا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

نَافِعٍ۔

۴۳۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَهُودِيٍّ مُحَمَّمًا مَجْلُودًا فَدَعَاهُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ قَالُوا نَعَمْ فَدَعَا رَجُلًا مِنْ عُلَمَائِهِمْ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ الَّذِي أَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلَى مُوسَى أَهٰكَذَا تَجِدُونَ حَدَّ الزَّانِي فِي كِتَابِكُمْ فَقَالَ لَا وَلَوْلَا أَنَّكَ نَشَدْتَنِي بِهٰذَا لَمْ أُخْبِرْكَ نَجِدُ حَدَّهُ الرَّجْمَ وَلٰكِنَّهُ كَثُرَ فِي أَشْرَافِنَا فَكُنَّا إِذَا أَخَذْنَا الشَّرِيفَ تَرَكْنَاهُ وَإِذَا أَخَذْنَا الضَّعِيفَ أَقَمْنَا عَلَيْهِ الْحَدَّ قُلْنَا تَعَالَوْا فَلْنَجْتَمِعْ عَلَى شَيْءٍ نُقِيمُهُ عَلَى الشَّرِيفِ وَالْوَضِيعِ فَجَعَلْنَا التَّحْمِيمَ وَالْجَلْدَ مَكَانَ الرَّجْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَوَّلُ مَنْ أَحْيَا أَمْرَكَ إِذْ أَمَاتُوهُ فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِلَى قَوْلِهِ إِنْ أُوتِيتُمْ هٰذَا فَخُذُوهُ يَقُولُ ائْتُوا مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ أَمَرَكُمْ بِالتَّحْمِيمِ وَالْجَلْدِ فَخُذُوهُ وَإِنْ أَفْتَاكُمْ بِالرَّجْمِ فَاحْذَرُوا فَأَنْزَلَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک یہودی گذرا جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا، اور اس کو کوڑے مارے جا چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلا کر فرمایا: کیا تمہاری کتاب میں زنا کی یہی سزا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! پھر آپ نے ایک یہودی عالم کو بلا کر فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل کیا ہے، کیا تمہاری کتاب میں زنا کی حد (سزا) یہی ہے؟ اس نے کہا اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو کبھی نہ بتاتا! ہماری کتاب میں زنا کی سزا رجم ہے، لیکن ہمارے معزز لوگ بکثرت زنا کرتے ہیں تو جب ہم کسی معزز شخص کو پکڑتے ہیں تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کسی غریب آدمی کو پکڑتے ہیں تو اس پر حد جاری کر دیتے ہیں سو ہم نے کہا چلو سب مل کر ایک ایسی سزا تجویز کریں جس کو ہم معزز اور غیر معزز ہر شخص پر جاری کر سکیں، پھر ہم نے کوڑے سے منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کو رجم کی جگہ حد مقرر کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! سب سے پہلے میں تیرے حکم کو اس وقت زندہ کرتا ہوں جبکہ یہ لوگ اس حکم کو مار چکے ہیں، چنانچہ آپ کے حکم سے وہ شخص رجم کیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ترجمہ: اے رسول! آپ کو وہ لوگ غمگین نہ کریں جو کفر میں تیز رفتار ہیں جنھوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لے آئے اور ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور جو یہودیوں سے جھوٹ بولنے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں، وہ ان لوگوں کے لیے جاسوسی کرتے ہیں جو ابھی آپ کے پاس نہیں آئے وہ اللہ کے کلام کو اس کے مواقع سے بدل دیتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ (ہمارا بتایا ہوا حکم) دیا جائے تو اس کو

اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ فِي الْكِتٰبِ كُلِّهَا۔

مان لو اور اگر تم کو یہ (حکم) نہ دیا جائے تو اس سے بچو ——— (مائدہ: ۴۱) یعنی یہودیہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (ترجمہ:) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں" "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں" "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں" یہ تمام آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئیں۔

۴۳۲۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ اِلٰى قَوْلِهٖ فَاَمَرَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُجِمَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ نُزُوْلِ الْاٰيَةِ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کا حکم دیا اور اس کے بعد آیات نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۲۸۔ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ رَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ اَسْلَمَ وَرَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ وَامْرَاَتَهٗ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ اسلم کے ایک مرد اور ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا۔

۴۳۲۹۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَامْرَاَةً۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں امراۃ کا لفظ ہے۔

۴۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ

ابو اسحاق شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى هَلْ رَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ قُلْتُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَتْ سُورَةُ النُّورِ أَمْ قَبْلَهَا قَالَ لَا أَدْرِي

بن ابی اوفی سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو رجم کیا تھا، انھوں نے کہا ہاں! میں نے کہا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا اس کے بعد، انھوں نے کہا مجھے پتا نہیں!

۴۳۳۱۔ وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہاری کوئی باندی زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس پر کوڑوں کی حد لگاؤ اور اس کو جھڑکنا مت، اور اگر وہ دوبارہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارنا اور جھڑکنا مت، پھر اگر وہ تیسری بار زنا کرے اور اس کا زنا ثابت ہو جائے تو اس کو بیچ ڈالنا خواہ ایک رسی کے ٹکڑے کے عوض بیچو۔

۴۳۳۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ ابْنِ مُوسَى ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ ابْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ

امام مسلم پانچ سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ باندی کے تین بار زنا کرنے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑوں کی سزا بیان کی اور چوتھی مرتبہ کے متعلق فرمایا: اسی کو فروخت کر دو۔

السَّرِيِّ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ كُلُّهُمْ لَاءِ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّ ابْنَ إِسْحٰقَ قَالَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَلْدِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ ثَلَاثًا ثُمَّ لْيَبِعْهَا فِي الرَّابِعَةِ

۴۳۳۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا ثُمَّ بِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي أَبَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ وَقَالَ الْقَعْنَبِيُّ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر شادی شدہ باندی کی سزا کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا: اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو اس کو پھر کوڑے لگاؤ، پھر اس کو بیچ ڈالو خواہ اس کو رسّی کے عوض فروخت کرنا پڑے ابن شہاب نے کہا پتا نہیں (فروخت کرنے کی) تیسری بار فرمایا تھا یا چوتھی بار۔ ایک روایت میں ہے کہ ضفیر کا معنی رسّی ہے۔

۴۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ ابْنِ

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باندی کی سزا کے متعلق پوچھا گیا اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں ابن شہاب کے اس قول کا ذکر نہیں ہے کہ ضفیر کا معنی رسّی ہے۔

شِهَابٍ وَالضَّفِيرُ الْحَبْلُ.

۴۳۳۵۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ وَالشَّكُّ فِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا فِي بَيْعِهَا فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں ان دونوں روایتوں میں تیسری بار یا چوتھی بار بیچنے میں شک کا ذکر ہے۔

۴۳۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَقِيمُوا عَلَى أَرِقَّائِكُمُ الْحَدَّ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ فَإِنَّ أَمَةً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَنَتْ فَأَمَرَنِي أَنْ أَجْلِدَهَا فَإِذَا هِيَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِنِفَاسٍ فَخَشِيتُ إِنْ أَنَا جَلَدْتُهَا أَنْ أَقْتُلَهَا فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْسَنْتَ

ابو عبدالرحمان کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! اپنے غلاموں اور باندیوں پر حد قائم کرو، خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک باندی نے زنا کیا تو آپ نے مجھے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کے ہاں تازہ ولادت ہوئی تھی مجھے ڈر لگا کہ یہ کوڑے کھانے سے مر جائے گی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا۔

۴۳۳۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنِ السُّدِّيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ مَنْ أَحْصَنَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُحْصِنْ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ أَتْرُكُهَا حَتَّى تَمَاثَلَ.

ایک اور سند سے یہ روایت ہے، اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ اس کو چھوڑ دو، حتی کہ وہ ٹھیک ہو جائے۔

قرآن اور سنت سے زنا کی حرمت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا۔ (اسراء: ۳۲)

اور زنا کے قریب مت جاؤ، بلاشبہ وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے

والذين لا يدعون مع الله الها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله الا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق اثاما ۙ يضاعف له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه مهانا۔

(الفرقان، ۶۹-۶۸)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے ماسوا حق کے حرام کر دیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا وہ (اپنے کیے کی) سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کو دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا۔

اسی طرح احادیث میں بھی زنا کو حرام فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: (سب سے بڑا گناہ) یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے! میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا گناہ ہے؟ فرمایا یہ کہ تم اس خوف سے اپنے بچہ کو قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا! میں نے پوچھا پھر کون سا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔

ابتدائے اسلام میں زنا کی سزا یہ تھی کہ زنا کرنے والی شادی شدہ عورتوں کو تاحیات گھروں میں بند کر دیتے تھے اور کنواری لڑکیوں یا غیر شادی مردوں کو زنا کرنے پر زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کی جاتی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم فان شهدوا فامسكوهن في البيوت حتى يتوفهن الموت او يجعل الله لهن سبيلا ۝ واللذان يأتيانها منكم فاذوهما فان تابا واصلحا فاعرضوا عنهما ان الله كان توابا رحيما۔ (نساء: ۱۶-۱۵)

اور جو تمہاری عورتیں زنا کریں، تو ان پر چار مردوں کی گواہی طلب کرو، پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو تاوقتیکہ انہیں موت آجائے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی راستہ بیان کر دے اور تم میں سے جو لوگ زنا کریں تو تم ان کو (ڈانٹ ڈپٹ سے) اذیت پہنچاؤ، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور ٹھیک ہو جائیں تو ان کو کچھ نہ کہو، بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

پھر اس سزا کو منسوخ کر دیا گیا، کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے سیکھ لو، مجھ سے سیکھ لو، اللہ تعالیٰ نے ان (زنا کرنے والوں) کا راستہ مقرر کر دیا ہے، اگر کنوارہ شخص کنواری لڑکی سے زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔ اور اگر شادی شدہ شخص شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کو ایک سو کوڑے مارو ... اور رجم (سنگسار) کر دو۔ (صحیح مسلم و سنن ابوداؤد) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید کا حکم سنت سے کیسے منسوخ کیا جائے گا؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ فقہاء احناف اور حنابلہ کے نزدیک قرآن مجید کے

حکم کو سنت سے منسوخ کرنا جائز ہے کیونکہ تمام احکام اللہ کی جانب سے ہیں البتہ بعض احکام ہم تک وحی متلو (قرآن مجید) سے پہنچے ہیں اور بعض وحی غیر متلو (سنت) سے پہنچے ہیں۔ اور جو سنت سے قرآن مجید کے نسخ کو ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک جواب یہ ہے کہ یہ نسخ نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ نسخ اس کو کہتے ہیں کہ جو حکم بظاہر مطلقاً بیان کیا گیا ہو اس حکم کو ختم کر دیا جائے لیکن جو حکم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو اور وہ شرط زائل ہو جائے تو اس کو نسخ نہیں کہتے اور یہاں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے گھروں میں بند رکھنے کے حکم کو ایک شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے اور وہ ہے "تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے راستہ مقرر کر دے" اور سنت میں اس راستہ کا بیان کر دیا ہے لہٰذا یہ اس حکم موعود کا بیان ہے نسخ نہیں ہے اور اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت کا نسخ سنت سے نہیں قرآن مجید سے ہوا ہے، کیوں کہ کوڑے مارنے کا حکم قرآن مجید میں ہے اور رجم کا حکم پہلے قرآن مجید میں تھا لیکن اس کی تلاوت منسوخ ہو گئی اور حکم اب بھی باقی ہے۔

زنا کا لغوی معنی

سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں: لغت میں زنا کا معنی کسی چیز پر چڑھنا ہے اور اس کا شرعی معنی ہے "کسی ایسی مشتہیٰ فرج میں حشفہ کو داخل کرنا جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو" علامہ راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ وہ بغیر عقد شرعی کے کسی عورت سے وطی کرنا ہے۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: مرد اپنے حشفہ (سپاری) کو کسی ایسی فرج (اندام نہانی) میں داخل کر دے جو طبعاً مشتہیٰ ہو اور اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو تو اس وطی پر حد واجب ہوتی ہے، اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کی حد رجم ہے اور اس کے ساتھ اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے، اور اگر غیر محصن (غیر شادی شدہ) ہو تو اس کی حد کوڑے اور شہر بدر کرنا ہے اس میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

محصن ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط مکلف ہونا ہے، اس لیے بچہ اور مجنون پر حد نہیں لگے گی لیکن ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی، دوسری شرط ہے حریت پس غلام، مکاتب، ام ولد اور جس کا بعض حصہ غلام ہو محصن نہیں ہیں۔ اور تیسری شرط ہے نکاح صحیح ہونا۔ [2]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن حاجب مالکی نے زنا کی یہ تعریف کی ہے "کسی ایسے فرد کی فرج میں عمداً وطی کرنے جو اس کی ملک میں بالاتفاق نہ ہو" فرج کی قید سے وہ وطی خارج ہو گئی جو غیر فرج میں ہو، اور آدمی کی قید سے وہ وطی خارج ہو گئی جو جانور کے ساتھ وطی ہو، کیونکہ جانور کے ساتھ وطی کرنے میں حد نہیں، تعزیر ہے۔ [3]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۶۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۸۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۴۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک زنا کی تعریف

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس شخص کے زانی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو کسی ایسی عورت کی قبل (اندام نہانی) میں وطی کرے جو حرام ہو اور وطی کسی شبہ سے نہ ہو اور دبر (سرین) میں وطی کرنا بھی اس کی مثل زنا ہے کیونکہ یہ بھی اس عورت کی فرج (شرمگاہ) میں وطی کرنا ہے جو اس کی ملک میں نہیں ہے اور نہ ملکیت کا شبہ ہے، لہٰذا یہ قبل (اندام نہانی) میں وطی کی طرح ہے، نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم (نساء: ۱۵) "تمہاری وہ عورتیں جو بے حیائی کا کام کرتی ہیں" اور دبر میں وطی کرنا بھی بے حیائی کا کام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کے متعلق فرمایا: اتاتون الفاحشۃ (اعراف ۸۰) "کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو؟" یعنی مردوں کی دبر میں وطی کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے قوم لوط کے لوگ عورتوں کی دبر میں وطی کرتے تھے پھر مردوں کی دبر میں وطی کرنے لگے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص مردہ عورت سے وطی کرے تو اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد ہے اور یہی امام اوزاعی کا قول ہے، کیونکہ اس نے آدم زاد کی فرج میں وطی کی ہے پس یہ زندہ عورت سے وطی کے مشابہ ہے، نیز اس لیے کہ یہ بہت عظیم گناہ ہے کیونکہ اس میں بے حیائی کے ارتکاب کے علاوہ مردہ کی عزت کو بھی پامال کرنا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے اور یہ حسن کا قول ہے، ابو بکر نے کہا میرا بھی یہی قول ہے مردہ سے وطی کرنا وطی نہ کرنے کی مثل ہے، کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی اور لوگ اس سے کراہت محسوس کرتے ہیں۔ اس لیے اس سے زجر کو مشروع کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور حد کو زجر کے لیے مشروع کیا گیا ہے ——— اور نابالغ لڑکی سے زنا کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس سے وطی کرنا ممکن ہو تو اس سے وطی کرنا زنا ہے اور اس سے وطی کرنے پر بالغہ سے وطی کی طرح حد واجب ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے محرم سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح بالاجماع باطل ہے، اور اگر اس سے وطی کر لی تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق اس پر حد واجب ہے، حسن، جابر بن زید، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد، اسحاق، ابو ایوب ابن ابی خیثمہ کا یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی وطی ہے جس (کے جواز) میں شبہ پیدا ہو گیا اس لیے اس وطی سے حد واجب نہیں ہوگی، جیسے کوئی شخص اپنی رضاعی بہن کو خرید کر اس سے وطی کر لے اور شبہ کا بیان یہ ہے کہ اس نے محرم سے نکاح کر لیا اور نکاح اباحت وطی کا سبب ہے (اور حضرت آدم کی شریعت میں محارم مثلاً بہن سے نکاح جائز تھا) اس شبہ کی وجہ سے اس پر حد لازم نہیں ہوگی۔ (لیکن ایسے شخص کو تعزیراً قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا۔ (یعنی اس پر حد جاری نہیں کی) نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔ جامع ترمذی ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کراچی۔ اور یہی امام ابو حنیفہ کی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر حد واجب ہے، کیونکہ اس نے ایسی عورت کے ساتھ وطی کی ہے جس کے حرام ہونے پر اجماع ہے اور اس میں ملکیت کا کوئی شبہ نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر حد نہیں ہے جیسا کہ جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، اور سنن ابن ماجہ میں

ہے۔ حضرت براء کہتے ہیں میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی درآں حالیکہ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہاں جا رہے ہیں انھوں نے کہا ایک شخص نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی گردن مارنے اور اس کا مال ضبط کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ نیز جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو" علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ امام احمد کا یہ قول راجح ہے کیونکہ یہ حدیث کے مطابق ہے نیز علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ جو شخص بغیر نکاح کے محرم سے زنا کرے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو نکاح کے بعد وطی کرنے میں اختلاف ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک زنا کی تعریف

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو شخص دار العدل میں احکام اسلام کا التزام کرنے کے بعد اپنے اختیار سے زندہ مشتہاۃ عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں وطی حرام کرے درآں حالیکہ وہ قُبُل حقیقتاً ملکیت اور ملکیت کے شبہ اور حق ملک اور حقیقتاً نکاح اور شبہ نکاح اور نکاح اور ملک کے موضع اشتباہ کے شبہ سے خالی ہو [2] علامہ ابن ہمام نے بھی یہی تعریف کی ہے۔ [3]

اس تعریف کی قیود کی وضاحت حسب ذیل ہے:

وطی: عورت کی اندام نہانی میں بقدر سپاری آلہ تناسل کو داخل کرنا پس جس وطی سے حد واجب ہوگی اس میں بقدر سپاری داخل ضروری ہے اور اس سے کم میں حد واجب نہیں ہوگی۔

حرام: کسی مکلف شخص نے اجنبی عورت سے وطی کی ہو تو اس کو حرام کہا جائے گا، اگرچہ بچہ یا مجنون نے وطی کی تو اس پر حرام کا حکم نہیں لگے گا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچہ سے حتی کہ وہ بالغ ہو جائے، سونے ہوئے سے حتی کہ وہ بیدار ہو جائے اور مجنون سے حتی کہ وہ نیک ہو جائے اس حدیث کو امام ترمذی [4] اور امام ابو داؤد [5] نے روایت کیا ہے۔

قُبُل: عورت کی اندام نہانی کو کہتے ہیں اس قید کی وجہ سے مرد یا عورت کی دُبُر (سرین) میں وطی امام ابو حنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، اس کے برخلاف امام ابو یوسف، امام محمد اور فقہاء شافعیہ، فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنبلیہ عورت کی دُبُر میں وطی کو بھی زنا قرار دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ دُبُر میں وطی کو لواطت کہتے ہیں اور اس کی حد میں صحابہ کا اختلاف تھا اگر یہ زنا ہوتا تو اختلاف نہ ہوتا، نیز زنا اس لیے حرام ہے کہ اس سے نسب مشتبہ ہوتا ہے اور بچہ ضائع ہوتا ہے اور لواطت میں صرف نطفہ ضائع ہوتا ہے جیسا کہ عزل میں ہے۔

عورت: اس قید کی وجہ سے جانور کے ساتھ وطی زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، کیونکہ یہ ایک نادر چیز ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

زندہ: اس قید کی وجہ سے مُردہ کے ساتھ وطی، زنا کی تعریف سے خارج ہو گئی، کیونکہ یہ بھی ایک نادر امر ہے اور طبیعت سلیمہ اس سے نفرت کرتی ہے۔

مشتہاۃ: یعنی اس عورت سے وطی کی جائے جس پر شہوت آتی ہو اتنی چھوٹی لڑکی جس پر شہوت نہ آتی ہو اس سے وطی کرنا زنا نہیں ہے (اگرچہ اتنی چھوٹی لڑکی سے وطی کرنے والے پر تعزیر ہوگی)۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۵۵-۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۰ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۳۳ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۶ھ

حالتِ اختیار: یعنی وطی کرنے والے کا اختیار ہو، اسی طرح حد کے وجوب کے لیے وطی کرائے والی عورت کا مختار ہونا بھی ضروری ہے، اس لیے مُکرَہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) پر حد نہیں ہے، کیونکہ حافظ الہیثمی نے امام طبرانی کی متعدد اسانید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عقبہ بن عامرؓ حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت نوبانؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت سے خطاء، نسیان اور جس کام پر جبر کیا گیا ہو (کے گناہ کو) اٹھا لیا گیا۔ [1]

اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر عورت پر جبر کر کے اس کے ساتھ وطی کی جائے تو اس پر حد نہیں ہے، لیکن مرد میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور محققین مالکیہ کے نزدیک اگر مرد پر جبر کر کے اس سے وطی کرائی جائے تو اس پر حد ہے نہ تعزیر۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد لگائی جائے گی، کیونکہ اس کے آلہ کا منتشر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اکراہ نہیں ہے اور وہ اپنے اختیار سے وطی کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد پر بھی حد نہیں ہے کیونکہ انتشار اس کے مرد ہونے کی دلیل ہے اختیار کی دلیل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف، اور امام محمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔

دارالعدل: دارالعدل سے مراد دارالاسلام ہے، کیونکہ دارالحرب اور دارالکفر میں قاضی کو حد جاری کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص دارالحرب میں یا دارالکفر میں زنا کرے گا تو بھی وہ اسلامی سزا سو کوڑوں یا رجم کا مستحق ہے، لیکن چونکہ قاضی اسلام، دارالکفر یا دارالحرب میں اسلامی سزائیں نافذ کرنے پر قادر نہیں ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہوگی، دارالکفر میں بھی زانی سزا کا مستحق ہے اور اس کا یہ فعل گناہ ہے جیسا کہ سود، چوری، ڈاکہ، قتل اور دیگر جرائم دارالکفر اور دارالحرب میں ناجائز اور گناہ ہیں، اسی طرح زنا بھی وہاں ناجائز اور گناہ ہے۔

احکام اسلام کا التزام: اس قید کی وجہ سے حربی مستامن خارج ہے، کیونکہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا، مسلمان اور ذمی اگر زنا کریں گے تو ان پر حد جاری کی جائے گی۔

حقیقتِ ملک سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے ایسی باندی سے وطی کر لی جو مشترک ہے اس کی اور کسی کی ملکیت میں ہے یا اس نے ایسی باندی سے وطی کی جو اس کی محرم تھی تو چونکہ وہ حقیقۃً اس کی ملکیت میں تھی اس لیے اس کا یہ فعل ہر چند کہ ناجائز ہے لیکن زنا نہیں ہے اور اس پر حد نہیں ہے۔

حقیقتِ نکاح سے خالی ہونا: اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے حالتِ حیض یا نفاس میں وطی کر لی یا روزہ دار یا محرِمہ بیوی سے وطی کر لی یا ایلاء یا ظہار کے بعد وطی کر لی تو ہر چند کہ یہ فعل گناہ ہے لیکن زنا نہیں ہے۔ کیونکہ عورت حقیقۃً اس کے نکاح میں موجود ہے۔

شبہ ملک سے خالی ہونا: جب ملک یا نکاح میں شبہ ہو جائے تو حد نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادرؤا الحدود بالشبہات [2] "شبہات کی بناء پر حدود ساقط کر دو" مثلاً اگر کسی شخص نے بیٹے کی باندی سے وطی کر لی تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کو یہ شبہ ہوا ہو کہ بیٹے کے مال کا میں مالک ہوں۔ امام ابن ماجہؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال بھی ہے اور اولاد بھی اور میرا باپ میرا مال ہڑپ کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: انت و مالک لابیک "تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے" [3]۔ اسی طرح مکاتب کی باندی سے وطی کرنا بھی زنا نہیں ہے، کیونکہ مکاتب جب تک پوری رقم ادا نہ کرے مالک کا غلام ہے سو اس کی باندی بھی اس کی ملکیت ہے۔

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۲۲۴ھ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

شبہ نکاح سے خالی ہونا: یعنی عقد نکاح میں شبہ نہ ہو، مثلاً کسی شخص نے بغیر ولی یا بغیر گواہ کے نکاح کر کے وطی کر لی، نکاح متعہ کر کے وطی کر لی تو اس کا یہ فعل زنا نہیں ہے خواہ وہ اس نکاح کے عدم جواز کا اعتقاد رکھتا ہو کیونکہ اس نکاح کے جواز اور عدم جواز میں علماء کے اختلاف کی وجہ سے اس نکاح میں شبہ آگیا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے نسبی، رضاعی یا سسرال کے رشتہ سے کسی محرم سے نکاح کر لیا یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کر لیا یا کسی عورت سے اس کی عدت میں نکاح کر لیا اور اس عقد نکاح کی وجہ سے وطی کر لی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہوگی خواہ اس کو نکاح کی حرمت کا علم ہو کیونکہ اس وطی میں اس کو شبہ لاحق ہو گیا ہے لہٰذا یہ وطی زنا نہیں ہے البتہ اس پر تعزیر ہے۔

فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنبلیہ، امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ جو وطی ابداً حرام ہو اس سے حد لازم آتی ہے اور یہ نکاح باطل ہے اور اس کے شبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ البتہ جو وطی ابداً حرام نہ ہو جیسے بیوی کی بہن یا جس نکاح میں اختلاف ہو جیسے بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح، اس وطی کی وجہ سے حد لازم نہیں آتی۔

امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء کے درمیان منشاء اختلاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب نکاح کا اہل شخص اس محل میں نکاح کرے جو مقاصد نکاح کے قابل ہو تو وہ نکاح وجوب حد سے مانع ہے خواہ وہ نکاح حلال ہو یا حرام اور خواہ وہ تحریم متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ اور خواہ اس کو حرمت کا علم ہو یا نہ ہو جمہور فقہاء اور صاحبین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اس عورت سے نکاح کرے جس سے نکاح کرنا ابداً حرام ہو یا اس کی تحریم پر اتفاق ہو تو اس نکاح سے وطی پر حد لازم آتی ہے اور اگر وہ نکاح ابداً حرام نہ ہو یا اس کی حرمت میں اختلاف ہو تو پھر اس نکاح سے وطی پر حد لازم نہیں آتی۔

(بدائع صنائع ج ۷، ص ۳۵، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۴۵، المہذب ج ۲ ص ۲۶۸، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۵۷، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۳ ص ۳۵۱، المنتقی ج ۸ ص ۱۸۲، الفروق ج ۴ ص ۱۷۴، رحمۃ الامۃ ج ۲ ص ۱۳۶)

حد زنا کی شرائط حد زنا جاری کرنے کے لیے جن شرائط پر فقہاء کا اتفاق ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) زنا کرنے والا بالغ ہو، نابالغ پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۲) زنا کرنے والا عاقل ہو۔ پاگل اور مجنون پر بالاتفاق حد جاری نہیں ہوتی۔

(۳) جمہور فقہاء کے نزدیک زانی کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے، شادی شدہ کافر پر فقہاء حنفیہ کے نزدیک حد جاری نہیں ہوتی، البتہ اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک زنا اور شراب خوری کی کافر پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے اور اس نے حقوق الٰہیہ کا التزام نہیں کیا، فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر کافر نے کافرہ کے ساتھ زنا کیا تو اس پر حد نہیں ہے، البتہ تادیباً اس کو سزا دی جائے گی اور اگر اس نے مسلمان عورت سے جبراً زنا کیا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اگر باہمی رضامندی سے زنا کیا تو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

(۴) زانی مختار ہو اگر اس پر جبر کیا گیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس پر حد ہے اور اگر عورت پر جبر کیا گیا تو اس پر بالاتفاق حد نہیں ہے۔

(۵) عورت سے زنا کرے، اگر جانور سے وطی کی ہے تو مذاہب اربعہ میں بالاتفاق اس پر حد نہیں ہے، البتہ

تعزیر ہے اور جمہور کے نزدیک جانور کو بالاتفاق قتل نہیں کیا جائے گا اور اس کو کھانا جائز ہے۔ فقہاء حنابلہ کے نزدیک اس کا کھانا حرام ہے۔

(۶) ایسی لڑکی سے زنا کیا ہو جس کے ساتھ عادۃً وطی ہو سکتی ہو اگر بہت چھوٹی لڑکی سے زنا کیا ہے تو اس پر حد نہیں ہے۔ نابالغ لڑکی پر حد نہیں ہوتی۔

(۷) زنا کرنے میں کوئی شبہ نہ ہو اگر اس نے کسی اجنبی عورت کو یہ گمان کیا کہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور زنا کر لیا تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر حد ہے، جس عقد نکاح کے جواز یا عدم جواز میں اختلاف ہو اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے، مثلاً بغیر ولی یا بغیر گواہوں کے نکاح ہو اور جو نکاح بالاتفاق ناجائز ہے جیسے محارم سے نکاح یا دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس نکاح کے بعد وطی کرنے پر حد نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک حد ہے۔

(۸) اس کو زنا کی حرمت کا علم ہو اگر وہ جہل کا دعویٰ کرے اور اس سے جہل متصور ہو تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۹) عورت غیر حربی ہو اگر وہ حربیہ ہے تو اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔

(۱۰) عورت زندہ ہو اگر وہ مردہ ہے تو اس سے وطی کرنے پر جمہور کے نزدیک حد نہیں ہے اور فقہاء مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس پر حد ہے۔

(۱۱) مرد کا حشفہ (آلۂ تناسل کا سر) عورت کی قُبُل (اندام نہانی) میں غائب ہو جائے اگر عورت کی دُبُر میں وطی کرے تو جمہور کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، اسی طرح مواطلت (اغلام) پر بھی حد نہیں ہے، اگر اجنبی عورت کے پیٹ یا رانوں سے لذت حاصل کی تو اس پر بھی تعزیر ہے۔

(۱۲) زنا دار الاسلام میں کیا جائے، دار الکفر یا دار الحرب میں زنا کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ قاضی اسلام کو وہاں حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ [۱]

احصان کی تحقیق

فقہاء اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زانی محصن (شادی شدہ) ہو تو اس کو رجم کیا جائے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر وہ غیر محصن ہے تو اس کو کوڑے مارے جائیں گے اس لیے احصان کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔

سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی لکھتے ہیں: احصان کا اصل میں معنی ہے منع کرنا، عورت اسلام، پاکدامنی، حریت اور نکاح سے محصنہ ہوتی ہے، جوہری نے ثعلب سے نقل کیا ہے ہر پاک دامن عورت محصنہ ہے اور ہر شادی شدہ عورت محصنہ ہے۔ حاملہ عورت کو بھی محصنہ کہتے ہیں کیونکہ حمل نے اس کو دخول سے ممنوع کر دیا۔ مرد جب شادی شدہ ہو تو محصن ہے۔ حضرت ابن مسعود نے "فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ الخ" کی تفسیر میں کہا باندی کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے، حضرت ابن عباس نے کہا باندی کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا ہے۔ زجاج نے محصنین غیر مسافحین کی تفسیر

[۱] الدکتور وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۳۸-۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۵ھ

میں کہا مرد کا احصان اس کا شادی شدہ ہونا اور پاک دامن (غیر زانی) ہونا ہے اور فرج کا احصان، زنا سے رکنا ہے اور احصنت فروجہا کا معنی پاکدامن رہنا اور زنا سے باز رہنا ہے اور والمحصنت من النساء کا معنی شادی شدہ خواتین ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حد زنا میں جو احصان معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں:

(۱) خاوند نے بیوی کی قبل میں وطی کی ہو، اس شرط میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الثیب بالثیب الجلد والرجم "اگر شادی شدہ، شادی شدہ سے زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو اور رجم کرو۔" اور ثیابت (شادی شدہ ہونا) قبل میں وطی سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس کے بغیر عورت بکارت (کنواری ہونے) سے نہیں نکلتی اور ثیبہ نہیں ہوتی۔

(۲) مرد یا عورت نکاح میں ہوں کیونکہ نکاح کو احصان کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والمحصنات من النساء (نساء، ۲۴) "شادی شدہ عورتیں" اور اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ زنا یا وطی بالشبہۃ سے کوئی شخص محصن نہیں ہوتا اور نہ ہی باندی کے ساتھ وطی کرنے سے کوئی محصن ہوتا ہے۔

(۳) نکاح صحیح ہو۔ یہ شرط اکثر اہل علم کے نزدیک ہے۔ قتادہ، عطاء، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا یہی قول ہے، البتہ ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ نکاح فاسد سے بھی احصان حاصل ہو جاتا ہے، لیث اور اوزاعی سے بھی یہی منقول ہے۔

(۴) حریت، ابو ثور کے علاوہ تمام فقہاء کے نزدیک حریت شرط ہے اس لیے باندی یا غلام محصن نہیں ہیں، جمہور کی دلیل یہ آیت ہے: فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب (نساء: ۲۵) "اگر باندیاں زنا کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی نصف سزا دی جائے گی" اس آیت میں محصنہ کا اطلاق باندیوں کے مقابلہ میں آزاد عورتوں پر کیا گیا ہے۔

(۵-۶) عقل اور بلوغ۔ اگر بچہ وطی کرے اور پھر بڑا ہو جائے یا مجنون وطی کرے اور پھر ٹھیک ہو جائے تو وہ محصن نہیں ہوگا۔

(۷) مرد اور عورت دونوں میں کمال پایا جائے پس آزاد عاقل بالغ مرد، آزاد عاقلہ بالغہ عورت سے وطی کرے تو احصان ثابت ہوگا۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک شرط ہے، امام مالک کہتے ہیں اگر ان دونوں میں سے ایک بھی کامل ہو تو احصان ثابت ہو جائے گا البتہ اگر بچہ بڑی عورت سے وطی کرے تو اس عورت کا احصان ثابت نہیں ہوگا۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول ہماری مثل ہے اور ایک قول امام مالک کی مثل ہے۔[2]

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں جو احصان رجم میں معتبر ہے اس کی سات شرائط ہیں (۱) عقل (۲) بلوغ (۳) حریت (۴) اسلام (۵) نکاح صحیح (۶) خاوند اور بیوی دونوں کا ان صفات پر ہونا۔ (۷) نکاح صحیح کے بعد خاوند کا بیوی

---

[1] سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۷۹، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۲۵-۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

سے وطی کرنا۔ لہٰذا بچہ، مجنون، غلام، کافر، نکاح فاسد، عدم وطی اور زوجین کے ان صفات پر نہ ہونے سے احصان ثابت نہیں ہوگا۔ [1]

زانی کو کوڑے مارنے کے بعد شہر بدر کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت محصن نہ ہو تو قرآن مجید میں اس کی سزا سو کوڑے مارنا بیان فرمائی ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مأۃ جلدۃ۔ (نور ۲:۲)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد ان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو۔

بعض احادیث میں سو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا بھی حکم ہے جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۰۱ میں ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا غیر شادی شدہ زنا کی حد میں سو کوڑوں کے علاوہ شہر بدر کرنا بھی داخل ہے یا نہیں؟

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ غیر شادی شدہ کے زنا کرنے کی حد میں جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے شہر بدر بھی کیا جائے۔ خلفاء راشدین سے بھی یہی مروی ہے، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، ثوری، ابن ابی لیلیٰ اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے، امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور یہی امام احمد کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد بن حسن یہ کہتے ہیں ——— کہ شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں کو شہر بدر کرنا انہیں فتنہ میں ڈالنے کے لیے کافی ہے۔ اور ابن مسیب سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی کی بناء پر خیبر میں جلاوطن کر دیا۔ وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا تب حضرت عمر نے فرمایا: اس کے بعد میں کبھی کسی کو شہر بدر نہیں کروں گا، نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف کوڑے لگانے کا حکم دیا ہے اگر شہر بدر کرنے کو واجب قرار دیا جائے تو نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جمہور کے موقف پر ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن کا ذکر صحیح مسلم کے اس باب میں آ گیا ہے۔ [2]

زانی اور زانیہ کو شہر بدر کرنے میں فقہاء احناف کا موقف اور دلائل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: غیر شادی شدہ کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع نہیں کیا جائے گا امام شافعی حد میں ان دونوں سزاؤں کو جمع کرتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: البکر بالبکر جلد مأۃ وتغریب عام۔

(صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی) "کنواری کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو" نیز اس سے زنا کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ دوسرے شہر میں ان کے جان پہچان والے کم ہوں گے

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۳۸-۳۷، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۳۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فاجلدوا "پس کوڑے مارو" اللہ تعالیٰ نے کل سزا سو کوڑے بیان کی ہے اور اس کے علاوہ کنوارے شخص کی اور کوئی سزا بیان نہیں کی پس اگر ایک سال شہر بدر کرنے کو زنا کی حد کا جزء قرار دیا جائے تو اخبار آحاد سے نص قرآن پر زیادتی لازم آئے گی اور یہ جائز نہیں ہے اس کے برخلاف شادی شدہ کو رجم کرنا اخبار آحاد سے نہیں بلکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور احادیث متواترہ سے قرآن مجید کے عام کو خاص کرنا جائز ہے اس لیے یہ کہا جائے گا کہ قرآن مجید میں الزانی سے مراد کنوارہ زانی ہے اور کوڑے مارنے کا حکم کنواروں کے بارے میں ہے اور شادی شدہ زانی کی سزا یعنی اس کو رجم کرنا احادیث متواترہ سے ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت کی جائے گی۔ سعیدی غفرلہ)۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں: زانی کو شہر بدر کرنا زنا کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے کیونکہ اپنے شہر میں تو خاندان والوں سے حیا آئے گی اور دوسرے شہر میں اس کو زنا کرنے سے کوئی حجاب نہیں ہوگا۔ نیز دوسرے شہر میں اس کے کھانے پینے، رہائش، کپڑوں اور علاج معالجہ کی ضروریات کا کوئی کفیل نہیں ہوگا اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ شہر بدر کی ہوئی عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے زنا کو کسب معاش بنالیں اور یہ زنا کی بدترین قسم ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے اور جس حدیث میں کنوارے کی حد میں کوڑوں اور شہر بدر کرنے کو جمع کیا ہے وہ اسی طرح منسوخ ہے جس طرح اس حدیث کا وہ حصہ منسوخ ہے جس میں شادی شدہ کی حد میں رجم اور کوڑوں کو جمع کیا گیا ہے، کیونکہ پوری حدیث اس طرح ہے کنوارہ کنواری کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو۔ اور شادی شدہ، شادی شدہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو اور پتھروں سے رجم کر دو (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد)۔

علامہ ابوالحسن کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا حکم ہے اسی حدیث میں رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا بھی ذکر ہے اور جب جمہور فقہاء باوجود اس حدیث کے رجم کی سزا کے ساتھ کوڑے مارنے کا اضافہ نہیں کرتے تو کنوارے کی سزا میں کوڑے مارنے کے ساتھ شہر بدر کرنے کا اضافہ کیوں کرتے ہیں یہ صراحۃً ترجیح بلامرجح ہے بلکہ ترجیح بالمرجوح ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی ذکر کردہ حد پر زیادتی لازم آتی ہے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی زیر بحث حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: شادی شدہ کی حد میں رجم کے ساتھ کوڑوں کو جمع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے کہا ان کو جمع کرنا واجب ہے پہلے کوڑے لگائے جائیں پھر رجم کیا جائے، حضرت علی، حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد اہل ظاہر اور بعض اصحاب شافعی کا یہی قول ہے اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف رجم کرنا واجب ہے۔ قاضی عیاض نے بعض محدثین سے نقل کیا ہے جب شادی شدہ زانی بوڑھا ہو تو کوڑے لگا کر رجم کیا جائے اور اگر جوان ہو تو صرف رجم کیا جائے یہ مذہب باطل اور بے اصل ہے اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ احادیث کثیرہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کو صرف رجم کرنے پر اقتصار کیا جیسا کہ حضرت ماعز اور غامدیہ کے قصہ سے ظاہر ہے ــــ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۵ مطبوعہ نور محمد) ــــ نیز احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ کو صرف کوڑے مارے اور شہر بدر نہیں کیا اور کثیر آثار صحابہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ ہم انشاء اللہ عنقریب واضح کریں گے ــــ سعیدی غفرلہ)

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: ہاں! اگر امام کے نزدیک شہر بدر کرنے میں مصلحت ہو تو

وہ جس قدر عرصہ مناسب سمجھے شہر بدر کر سکتا ہے، یہ تعزیر اور سیاست ہے کیونکہ بعض اوقات اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے یہ امر امام کی رائے پر موقوف ہے اور بعض صحابہ سے جو شہر بدر کرنے کی روایت ہے وہ بھی تعزیر اور سیاست پر محمول ہے۔ [1]

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات اور فقہاء احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ نے شہر بدر کرنے کی جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ صرف تین صحابہ کی روایات ہیں، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہم اور جو روایت صرف تین صحابہ سے مروی ہو وہ خبر متواتر یا خبر مشہور نہیں ہے صرف خبر واحد ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ یہ احادیث خبر مشہور ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کیا یا شہر بدر کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل بطور حد کیا ہو بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے یہ فعل بطور تعزیر کیا ہو لہٰذا ان احادیث سے شہر بدر کرنے کا حد ہونا ثابت نہیں ہوا۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سهل بن سعد عن النبي صلى الله عليه وسلم ان رجلا اتاه فاقر عنده انه زنى بامرأة سماها، فبعث رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المرأة فسالها عن ذلك فانكرت ان تكون زنت فجلده الحد وتركها۔ [2]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا اس نے نام بھی لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے پاس کسی شخص کو بھیج کر اس سے اس کے متعلق پوچھا اس عورت نے زنا کرنے سے انکار کیا تو آپ نے اس شخص کو کوڑے مارے اور اس عورت کو چھوڑ دیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

عن ابن عباس ان رجلا من بكر بن ليث اتى النبي صلى الله عليه وسلم فاقر انه زنى بامرأة اربع مرات فجلده مائة وكان بكرا، ثم سأله البينة على المرأة فقالت: كذب والله يا رسول الله! فجلده حد الفرية ثمانين۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو بکر بن لیث کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے چار بار یہ اقرار کیا کہ اس نے ایک عورت سے زنا کیا ہے، آپ نے اس کو سو کوڑے لگائے پھر آپ نے فرمایا: اس عورت کے خلاف گواہ لاؤ، عورت نے کہا خدا کی قسم یا رسول اللہ! یہ شخص جھوٹا ہے، پھر آپ

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۳-۴۹۲۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۶ھ

[3] " " " ج ۲ ص ۲۵۷،

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ، وزید بن خالد رضی اللہ عنہما، قالا: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الامۃ اذا زنت ولم تحصن؟ قال اذا زنت فاجلدوھا، ثم ان زنت فاجلدوھا، ثم ان زنت فاجلدوھا ثم بیعوھا ولو بضفیر[1]

سنے اس کو اسی کوڑے حد قذف لگائی۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر شادی باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو سو کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو پھر اس کو بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[2] اور امام حمیدی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔[3]

ان تینوں احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر محصن کو حد میں سو کوڑے مارے یا سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا نہ شہر بدر کرنے کا حکم دیا اس لیے جن احادیث میں شہر بدر کرنے کا حکم ہے وہ سیاست پر محمول ہیں۔

غیر شادی شدہ زانی کو صرف کوڑے مارنے کے ثبوت میں آثار صحابہ و فتاوی تابعین

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن جریج عن عبد اللہ بن عمر ان ابابکر بن امیۃ بن خلف غرب فی الخمر الی خیبر فلحق بھرقل. قال: فتنصر، فقال عمر: لا اغرب مسلما بعدہ ابدا وعن ابراھیم ان علیا قال: حسبھم من الفتنۃ ان ینفوا۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ابوبکر بن امیہ بن خلف کو شراب کی سزا میں خیبر کی طرف شہر بدر کیا گیا وہ ہرقل کے پاس جا کر نصرانی ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں کبھی کسی مسلمان کو شہر بدر نہیں کروں گا۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا ان کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کو شہر بدر کر دیا جائے۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: کفی بالنفی فتنۃ، قال

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ فتنہ میں مبتلا کرنے کے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰-۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۳۵۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[4] امام عبداللہ بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

محمد فقلت لابی حنیفۃ! ما یعنی ابراھیم بقولہ اکفی بالنفی فتنۃ؟ ای لا ینفی؟ قال! نعم قال محمد وھذا قول ابی حنیفۃ و قولنا، نأخذ بقول علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ [1]

لیے شہر بدر کرنا کافی ہے، امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے کہا ابراہیم کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے شہر بدر کرنا کافی ہے؟ کیا شہر بدر نہ کیا جائے؟ فرمایا ہاں! امام محمد کہتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور یہی ہمارا قول ہے، ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کرتے ہیں۔

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی آخری رائے یہی تھی کہ غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی حد صرف کوڑے مارنا ہے اور ان کو شہر بدر کرنا حد کا جزء اور حصہ نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ زانی کو شہر بدر کرنے اور نہ کرنے کی متعارض روایات میں تطبیق

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کے علاوہ ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے گذر چکا ہے اور بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے غیر شادی شدہ زانی کی حد صرف سو کوڑے بیان فرمائی ہے اور عملاً بھی صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد کے حوالوں سے گذر چکا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی رحمہ اللہ ان احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شروع میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کو ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا مناسب خیال کیا کیونکہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے ابھی تازہ تازہ الگ ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی اس عادت کو جڑ سے اکھاڑنے کے لیے سو کوڑے لگانے کے بعد ایک سال کے لیے شہر بدر کرنے کو بھی آپ نے مناسب سمجھا جس طرح شراب کی حرمت کے وقت شروع میں آپ نے شراب کے مشکوں اور برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دے دیا تھا کیونکہ اس وقت برائی کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ ضروری تھا۔ [2]

شہر بدر کرنے کے حد نہ ہونے پر دلیل

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے حکم حاصل کرو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سبیل مقرر کر دی ہے اور یہ کوڑے مارنے کے حکم نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ اگر آیت اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے نازل ہوتی تو زانیوں کے لیے یہ سبیل اس آیت سے ماخوذ ہوتی جبکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سبیل کے سلسلہ میں آپ پر کوئی وحی خفی نازل ہوئی تھی کیونکہ اگر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ اس کا حوالہ دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس آیت میں زانیوں کو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا ہے وہ اس کے بعد کا واقعہ ہے اور اس میں شہر بدر کرنے کا حکم نہیں ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ یہ

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

آیت شہر بدر کرنے کے اس حکم کے لیے ناسخ ہو جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ شہر بدر کرنے کے تعزیر ہونے اور حد نہ ہونے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ حد کی مقدار اور انتہا معلوم اور متعین ہوتی ہے اسی لیے اس کو حد کہتے ہیں کیونکہ اس مقدار پر نہ زیادتی اور اس سے کمی جائز نہیں ہوتی اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر بدر کرنے کی جگہ کا ذکر کیا اور نہ مدت اور مسافت کا ذکر کیا تو معلوم ہو گیا کہ یہ حد نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ تعزیر کی طرح امام کی رائے پر موقوف ہے اگر یہ حد ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ معین فرماتے کہ اتنی مسافت پر اس کو شہر بدر کرنا جس طرح آپ نے دقت کی تحدید کی ہے جگہ کی تحدید بھی کرتے۔ [1]

رجم کی تحقیق تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شادی شدہ مسلمان مرد یا عورت زنا کرے تو اس کی حد رجم ہے اور فقہاء اسلام میں سے کسی مستند شخص نے اس اجماع کی مخالفت نہیں کی، بعض خارجیوں نے اس اجماع کی اگر مخالفت کی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ ہمارے زمانہ میں منکرین حدیث کی ایک جماعت پیدا ہوئی جنھوں نے سنت کی حجیت کا انکار کیا اور مستشرقین نے اسلام کے خلاف جو کچھ زہر اگلا اس کو انھوں نے قبول کر لیا۔ ان لوگوں نے جہاں اسلام کے اور بہت سے اجماعی اور مسلّمہ عقائد کا انکار کیا ہے ان میں سے ایک رجم کا مسئلہ ہے یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں زانی کی سزا صرف کوڑے مارنا ہے اور جن احادیث میں رجم کا ذکر ہے وہ اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد سے قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔

منکرین سنت کا یہ قول قطعاً باطل اور مردود ہے اوّل تو یہ غلط ہے کہ قرآن مجید میں رجم کا اصلاً ذکر نہیں ہے کیوں کہ قرآن مجید میں اشارۃً رجم کا ذکر موجود ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب ہم واضح کریں گے اور ثانیاً یہ مفروضہ بھی غلط ہے کہ رجم کا حکم اخبار آحاد سے ثابت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رجم کا حکم پچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے اور یہ احادیث معنیً اخبار متواترہ ہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ اس پر تفصیلاً گفتگو کریں گے اور اخیر میں ہم منکرین سنت کے مشہور اور اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

قرآن مجید سے رجم کا ثبوت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ۔ (مائدہ: ۴۳)

اور وہ کیسے آپ کو منصف بنائیں گے حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے!

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ (جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۲۵ میں ہے) یہود زنا کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اگر وہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اس پر عمل کرنا اور اگر رجم کا حکم دیں تو ان سے دور رہنا۔ علامہ ابن کثیر نے ان آیات کے شانِ نزول میں لکھا ہے کہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کا مقدمہ لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تم اپنے مذہب کے دو سب سے بڑے عالموں کو لاؤ وہ صوریا کے دو بیٹوں کو لائے آپ نے ان کو قسم دے کر

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

پوچھا ان زنا کرنے والوں کا حکم تورات میں کیا لکھا ہے؟ انھوں نے کہا تورات میں ہے کہ جب چار آدمی یہ گواہی دیں کہ انھوں نے ان کو اس طرح زنا کرتے دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں جاتی ہے تو ان کو رجم کر دیا جائے آپ نے فرمایا تم ان کو رجم کیوں نہیں کرتے؟ انھوں نے کہا ہماری حکومت چلی گئی اور ہم قتل کرنا ناپسند کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہوں کو بلایا اور چار آدمیوں نے آکر یہ گواہی دی کہ انھوں نے اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات کے حکم کے مطابق انھیں رجم کرنے کا حکم دیا۔ [1]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

المراد هذا الامر الخاص وهو الرجم لانهم طلبوا الرخصة بالتحكيم۔ [2]

اس آیت میں حکم اللہ سے مراد بالخصوص رجم ہے کیونکہ یہودیوں نے رخصت حاصل کرنے کے لیے آپ کو حکم بنایا تھا۔

قرآن مجید اور احادیث میں جو یہ ذکر ہے کہ تورات میں حکم اللہ یعنی رجم موجود ہے اس کی تفصیل تورات میں حسب ذیل ہے:

پر اگر یہ بات سچ ہو کہ لڑکی میں کنوارے پن کے نشان نہیں پائے گئے، تو وہ اس لڑکی کو اس کے باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لائیں اور اس کے شہر کے لوگ اسے سنگسار کریں کہ وہ مر جائے کیونکہ اس نے اسرائیل کے درمیان شرارت کی کہ اپنے باپ کے گھر میں فاحشہ پن کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔

(استثناء: ۲۱)

اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی اور کوئی دوسرا آدمی اسے شہر میں پا کر اس سے صحبت کرے، تو تم ان دونوں کو اس شہر کے پھاٹک پر نکال لانا اور ان کو تم سنگسار کر دینا کہ وہ مر جائیں۔ لڑکی کو اس لیے کہ وہ شہر میں ہوتے ہوئے نہ چلائی اور مرد کو اس لیے کہ اس نے اپنی ہمسایہ کی بیوی کو بے حرمت کیا۔ یوں تو ایسی برائی کو اپنے درمیان سے دفع کرنا۔ [3]

(استثناء: ۲۲-۲۴)

یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ تورات میں آج تک یہ آیت موجود ہے حالانکہ ہر دور میں تورات میں تحریف ہوتی رہی، بلکہ قدرت خداوندی دیکھیے یہ آیت انجیل میں بھی موجود ہے، یوحنا کی انجیل میں ہے:

اور فقیہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اسے بیچ میں کھڑا کر کے یسوع سے کہا: اے استاد! یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ انھوں نے اسے آزمانے کے لیے یہ کہا تاکہ اس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں مگر یسوع جھک کر انگلی سے زمین پر لکھنے لگا۔ جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو اس نے سیدھے ہو کر ان سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اس کو پتھر مارے۔

(یوحنا: باب ۸، آیت: ۳-۷)

---

[1] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۷۶-۵۷۵، مطبوعہ دار الاندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[2] امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳، ص ۴۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[3] کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ تورات) ص ۱۸۷، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

[4] کتاب مقدس (پرانا عہد نامہ۔ انجیل) ص ۹۰، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

تورات اور انجیل کے ان اقتباسات سے یہ واضح ہوگیا کہ شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم پچھلی آسمانی کتابوں میں موجود تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اس وقت (نزولِ قرآن کے وقت) کی موجودہ کتابوں کا جو مصدق قرار دیا ہے وہ اسی حکم کے اعتبار سے ہے اور اللہ کی قدرت ہے کہ ہزار تحریفات کے باوجود رجم کا یہ حکم تورات اور انجیل میں آج بھی موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زانی یہودیوں کے متعلق جو رجم کا فیصلہ فرمایا تھا اس کے متعلق سورۂ مائدہ میں جو آیات نازل ہوئی تھیں اسی سیاق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانزلنا اليك الكتٰب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب ومهيمنا عليه فاحكم بينهم بما انزل الله ولا تتبع اهوائهم عما جاءك من الحق.
(مائدہ : ۴۸)

ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے درآں حالیکہ یہ ان آسمانی کتابوں کی مصدق اور نگہبان ہے جو اس کے سامنے ہیں سو آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ کیجئے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے، اس سے دور ہو کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ لگیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آسمانی کتابیں تورات اور انجیل موجود تھیں اور خود قرآن مجید ناطق اور شاہد ہے کہ ان کتابوں میں تحریف کی جاچکی ہے ان کے باوجود قرآن مجید فرماتا ہے کہ قرآن ان کا مصدق اور نگہبان ہے اور جس چیز کا قرآن مجید مصدق ہے وہ رجم کا حکم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم اللہ قرار دیا ہے اور اسی کا قرآن مجید نگہبان ہے اور یہی وجہ ہے کہ آئے دن کی تحریفات کے باوجود تورات اور انجیل میں رجم کا حکم آج بھی موجود ہے اور یہ قرآن مجید کا معجزہ اور اس کی صداقت کی زبردست دلیل ہے۔

رجم کی منسوخ التلاوت آیت

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن زر بن حبيش قال قال لى ابى بن كعب رضى الله عنه كاين تعد او كاين تقرء سورة الاحزاب قلت ثلث وسبعين آية قال اقط لقد رايتها وانها لتعدل سورة البقرة وان فيها الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم۔ [1]

زر بن حُبیش کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم سورہ احزاب میں کتنی آیات شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا: تہتر (۷۳) آیتیں! حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس یہی؟ حالانکہ ہم دیکھتے تھے کہ یہ سورۂ سورۂ بقرہ کے برابر تھی اور اس میں یہ آیت تھی (ترجمہ) جب بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت زنا کرے تو ان کو ضرور رجم کرو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب، حکمت والا ہے۔

"سورۂ احزاب ابتداءً سورۂ بقرہ کے برابر تھی، اس کا مطلب یہ ہے کہ بعد میں اس کی بعض آیات کی تلاوت کو منسوخ کر دیا گیا، قرآن مجید میں ہے: ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها (بقرہ ۱۰۶) جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ان سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں"۔ جیسا کہ آیت رجم کو منسوخ کر دیا گیا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اس سورت میں قرآن مجید کی آیات کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام تفسیر بھی لکھ لیتے تھے جس کو بعد میں حذف کر دیا۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن کثیر بن الصلت قال کنا عند مروان وفینا زید بن ثابت قال زید کنا نقرأ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ قال فقال مروان افلا نجعلہ فی المصحف قال لا، الا تری الشابین الثیبین یرجمان، قال وقال ذکرو ذلک۔ وفینا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال انا اشفیکم من ذاک قال، قلنا کیف قال أتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاذکرکذا. وکذا فاذا ذکر الرجم اقول یا رسول اللہ اکتبنی ایۃ الرجم قال فاتیتہ فذکرتہ قال فذکر ایۃ الرجم قال فقال یا رسول اللہ اکتبنی آیۃ الرجم قال استطیع ذاک۔ فی ھذا وما قبلہ دلالۃ علی ان آیۃ الرجم حکمھا ثابت وتلاوتھا منسوخۃ وھذا مما لا اعلم فیہ خلافا۔ [1]

کثیر بن صلت کہتے ہیں کہ ہم مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، حضرت زید نے کہا یہ آیت ہم پڑھتے تھے جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو، مروان نے کہا ہم اس آیت کو قرآن مجید میں کیوں نہ داخل کر دیں؟ حضرت زید نے فرمایا نہیں! کیا تم نہیں دیکھتے کہ شادی شدہ جوان آدمیوں کو بھی رجم کیا جاتا ہے، حضرت زید نے کہا کہ صحابہ اس پر بحث کر رہے تھے اور اس وقت ہم میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں میں تمہاری تسلی کروں گا اور کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر اس کا ذکر کروں گا اور جب آپ رجم کا ذکر کریں گے تو میں کہوں گا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ سے اس کا ذکر کیا، جب آپ نے آیت رجم کا ذکر کیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ! آیت رجم لکھوا دیجئے، آپ نے فرمایا مجھے اس کا اختیار نہیں ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اور اس سے پہلی حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ آیت رجم کا حکم ثابت ہے اور اس کی تلاوت منسوخ ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال من کفر بالرجم فقد کفر

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے رجم کا انکار کیا اس نے قرآن کا انکار کیا، حالانکہ

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

بالقرآن من حیث لا یحتسب قوله عز وجل یا اهل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب فکان الرجم مما اخفوا هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه [1]

عن کثیر بن الصلت قال کان ابن العاص وزید بن ثابت یکتبان المصاحف فمر علی هذه الایة فقال زید سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما البتة فقال عمرو لما نزلت اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فقلت اکتبها فکانه کره ذلك فقال له عمرو الا تری ان الشیخ اذا زنی وقد احصن جلد ورجم واذا لم یحصن جلد وان الشیب اذا زنی وقد احصن رجم هذا حدیث صحیح الاسناد لم یخرجاه [2]

اس کو گمان بھی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے رسول آچکے ہیں اور وہ ان بہت سی باتوں کو بیان کرتے ہیں جن کو تم چھپاتے تھے" اور رجم کو بھی یہود چھپاتے تھے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم نے اس کو بیان نہیں کیا۔

کثیر بن صلت بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے نسخے لکھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے تو حضرت زید نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے کہ جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو ان کو ضرور رجم کرو، حضرت عمرو نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر عرض کیا اس آیت کو لکھ دیجئے تو آپ نے اس بات کو ناپسند کیا، حضرت عمرو نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں اور رجم بھی کیا جاتا ہے، اور جب غیر شادی شدہ بوڑھا زنا کرے تو اس کو صرف کوڑے لگائے جاتے ہیں اور جب شادی شدہ شخص زنا کرے تو اس کو رجم کیا جاتا ہے، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے متعدد طرق اور اسانید سے اس حدیث کو بیان کیا ہے اور انہوں نے اس کے منسوخ التلاوت ہونے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے الفاظ میں اختلاف ہے بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں بما قضیا من اللذة۔ "انہوں نے جو لذت حاصل کی ہے (اس وجہ سے رجم کرو)" نیز اس آیت کے الفاظ کے عموم پر عمل نہیں ہوتا کیونکہ مطلقاً بوڑھے شخص کو رجم نہیں کیا جاتا بلکہ اس بوڑھے شخص کو رجم کیا جاتا ہے جو شادی شدہ ہو اور اگر غیر شادی شدہ ہو تو اس کو کوڑے لگائے جاتے ہیں، جیسا کہ حضرت عمرو بن العاص نے وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔ [3]

اس آیت کے منسوخ التلاوت ہونے پر ایک دفعہ ایک فاضل شخص نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ حدیث میں ہے: کلام نبی لا ینسخ کلام اللہ — (مشکوٰۃ ص ۳۲) "میرا کلام، کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا" پھر حدیث سے یہ آیت کیسے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۵۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] " " " المستدرک ج ۴ ص ۳۶۰ " "

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

منسوخ ہوگئی ہیں نے اس کے جواب میں کہا کلام اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کے الفاظ منضبط ہیں اور وہ الفاظ تواتر سے ثابت ہیں اور اس آیت کے الفاظ غیر منضبط ہیں اور ان الفاظ کا ثبوت تواتر سے نہیں ہے اس لیے یہ الفاظ قرآن مجید نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کے منسوخ التلاوت ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

آیت رجم کی بحث

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا: لوگو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا کہنا میرے لیے مقدر کر دیا گیا ہے، میں نہیں جانتا شاید میری موت میرے سامنے ہو جو شخص میری بات کو سمجھ کر اسے یاد رکھے اسے چاہیے کہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہو وہاں تک میری بات لوگوں کو بتا دے اور جسے خوف ہو کہ اس بات کو نہ سمجھ سکے گا تو میں اسے اپنے اوپر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں دیتا وہ بات یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور ان پر کتاب نازل فرمائی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اس میں رجم کی آیت بھی تھی، ہم نے وہ آیت پڑھی اور اسے سمجھا اور اسے یاد رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضور کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے خوف ہے کہ طویل زمانہ گذر جانے کے بعد کوئی کہنے والا کہہ دے کہ خدا کی قسم اللہ کی کتاب میں ہم رجم کی آیت نہیں پاتے تو لوگ اللہ کے نازل کیے ہوئے فریضہ کو ترک کر کے گمراہ ہو جائیں اللہ کی کتاب میں رجم برحق ہے ہر اس آزاد مرد اور عورت پر جس نے شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کیا، بشرطیکہ شرعی گواہ قائم ہو جائیں یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو جائے یا اقرار ہو۔ (بخاری شریف جلد ثانی ۱۰۰۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مؤطا امام مالک ص ۶۸۵)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید کی آیت الزانیۃ والزانی میں سو کوڑوں کی سزا کا ذکر آزاد غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لیے ہی ہے اور رجم کی سزا کا تعلق غیر شادی شدہ سے نہیں بلکہ وہ شادی شدہ کے لیے مخصوص ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ غیر شادی شدہ کی سزا قرآن پاک کے الفاظ میں صراحۃً مذکور ہے اور شادی شدہ کی سزا صراحۃً حدیث اور سنت نبوی میں وارد ہے اور ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ وہ احادیث جن میں رجم کی سزا مذکور ہے وہ متواتر المعنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہیں جس طرح قرآن کی آیات وحی الٰہی ہیں اسی طرح سنت اور حدیث نبوی بھی وحی الٰہی ہے اور اسی بناء پر اس کا دلیل شرعی ہونا ہم قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں، جو چیز قرآن سے ثابت ہو، اس سے جس حکم کا ثبوت ہو جائے وہ عین قرآن کے مطابق ہے، اسے خلاف قرآن کہنا کسی طرح درست نہیں ہے۔

ہم ابھی بتا چکے ہیں کہ قبلہ اولیٰ کے قبلہ ہونے کا حکم قرآن میں وارد نہیں بلکہ حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح پانچ نمازیں ان کی تعداد رکعات اور ادا کرنے کی ترتیب مثلاً نماز میں رکوع، سجود، قیام اور قعود اور ان سب ارکان کی ترتیب سب سنت نبوی سے ثابت ہے، اگر سنت اور حدیث کو نظر انداز کر کے صرف اقیموا الصلوٰۃ اور اٰتوا الزکوٰۃ کو سامنے رکھ لیا جائے تو نہ اقامت صلوٰۃ کے حکم پر عمل ہو سکتا ہے نہ ہی ادائیگی زکوٰۃ کے فریضہ سے سبکدوش ہونا ممکن ہے اس لیے سنت اور حدیث کو لازمی طور پر تسلیم کرنا پڑے گا تاکہ قرآن کے معنی سمجھ میں آجائیں اور مراد الٰہی کے مطابق احکام قرآنیہ پر عمل کرنا ممکن ہو۔

آیت رجم کا نزول اور اس کا منسوخ التلاوۃ ہونا احادیث صحیحہ کی روشنی میں واضح ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود ہم نزول الفاظ، اور نسخ تلاوت کے قطعی اور متواتر ہونے کا قول نہیں کرتے لیکن یہ ضرور کہتے ہیں کہ رجم کے معنی تواتر اور قطعیت کے ساتھ قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وکیف یحکمونک وعندھم التوٰۃ فیھا حکم اللہ۔ (المائدہ ۵: ۴۳) "اور اے رسول وہ یہودی کس طرح آپ کو اپنا حکم بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے۔"

جس میں اللہ کا حکم پایا جاتا ہے"۔[1]

رجم کی احادیث متواترہ

رجم کی صحیح مرفوع متصل احادیث ترپن (۵۳) صحابہ سے مروی ہیں جن کو مسلم اور مستند جلیل القدر محدثین نے اپنی تصانیف میں متعدد اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کے علاوہ ثقہ تابعین کی چودہ (۱۴) مرسل روایات ہیں چودہ (۱۴) آثار صحابہ اور پانچ (۵) فتاوی تابعین ہیں جن کو کبار محدثین نے اسانید کثیرہ کے ساتھ اپنی مصنفات میں درج کیا ہے یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں۔ ہم نے جن اعداد و شمار کا ذکر کیا ہے، یہ ان کتب احادیث سے حاصل کیے گئے ہیں جو ہمارے پاس موجود اور دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار کتب احادیث ہیں جو ہماری دسترس سے باہر ہیں اس لیے حتمی اور قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ رجم کے سلسلہ میں کتنی احادیث مرفوعہ، مرسلہ، آثار صحابہ اور فتاوی تابعین موجود ہیں، بہر حال ہم نے جو اعداد و شمار تتبع اور تلاش سے حاصل کیے ہیں ان کی بنا پر یہ اطمینان اور یقین ہو جاتا ہے کہ رجم کا ثبوت جن احادیث سے ہے وہ معناً متواتر ہیں اور اس عدد سے اس بات پر شرح صدر ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث اس قوت میں ہیں کہ ان سے قرآن مجید کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور ان احادیث متواترہ کی بنا پر یہ قول صحیح اور برحق ہے کہ قرآن مجید میں جس زانیہ اور زانی کی سزا سو کوڑے مارنا بیان کی ہے اس سے آزاد اور غیر محصن (غیر شادی شدہ) زانی اور زانیہ مراد ہیں رہے آزاد اور محصن (شادی شدہ) زانیہ اور زانی تو ان کی حد رجم کرنا ہے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔

منکرین رجم یہ شبہ وارد کرتے ہیں کہ سنت سے قرآن مجید کے عموم قطعی کی تخصیص کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ الزانیۃ والزانی میں عموم قطعی نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید میں باندیوں کے زنا کی سزا کے متعلق ہے: فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ "یعنی باندیوں کی سزا آزاد عورتوں کی سزا کا نصف ہے"۔ یعنی باندیوں کی سزا پچاس کوڑے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں جو زانیوں کی سزا سو کوڑے بیان کی گئی ہے اس سے ہر زانی اور زانیہ مراد نہیں ہے بلکہ آزاد زانیہ اور زانی مراد ہے کیونکہ باندیوں کی سزا سورۂ نساء میں اس کی نصف بیان کی گئی ہے۔ اور جب اس آیت میں خود قرآن مجید سے تخصیص ہو گئی تو اس کا عموم قطعی نہ رہا اور یہ ہر زانیہ اور زانی کو شامل نہیں ہے، اس لیے اگر سنت متواترہ سے اس میں تخصیص کی جائے اور اس بنا پر اس کو غیر شادی شدہ زانیوں کے ساتھ مختص قرار دیا جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے!

رہے آزاد اور شادی شدہ زانی تو ان کی سزا رجم ہے جیسا کہ احادیث متواترہ میں اس کا بیان ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے پہلے ہم رجم کی احادیث مرفوعہ متصلہ بیان کریں گے جو ترپن صحابہ کرام سے مروی ہیں، اس کے بعد چودہ رجم کی مرفوع مرسل روایات بیان کریں گے، پھر چودہ آثار صحابہ اور اس کے بعد پانچ فتاوی تابعین کا ذکر کریں گے اور یہ کل چھیاسی (۸۶) احادیث ہیں فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۳ ص ۳۰۰۔ ۳۹۹، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۴۰۷ھ

حضرات صحابہ کی روایت کردہ احادیث رجم

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۱۔	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک مزدور کی مالکہ کو بربناء اعتراف رجم کرنا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔ (مطبوعہ نور محمد کراچی)
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کرنا۔	مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۸ (مطبوعہ بیروت)
۲۔	حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸ (مطبوعہ کراچی) سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، (مطبوعہ کراچی)، مؤطا امام مالک ص ۶۸۶، (مطبوعہ لاہور) ترمذی ص ۲۲۵، سنن دارمی ص ۲۰۳ (مطبوعہ مطبع نظامی کانپور) کنز العمال ج ۵ ص ۴۲۹ (مطبوعہ بیروت)۔
۳۔	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	فرمان رسول کے مطابق شادی شدہ زانی کے خون کا حلال ہونا اور اس کو رجم کرنا۔	سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۹، (مطبوعہ کراچی) سنن دارمی ص ۲۹۹، مستدرک للحاکم، ج ۴ ص ۳۵۰ (مطبوعہ بیروت)
۴۔	حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ	۱۔ رجم کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۵ (مطبوعہ کراچی) جامع الاصول ج ۲ ص ۵۴۰ (مطبوعہ بیروت)
۵۔	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	بحکم رسول شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹ (طبع کراچی) سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۲ (طبع لاہور) سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵ (طبع کراچی) مستدرک ج ۲ ص ۳۶۷۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۶۔	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	بحکم رسول، شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا،	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۶، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، جامع ترمذی ص ۲۲۱، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵، مسند حمیدی ج ۲ ص ۶۵۔
۷۔	حضرت امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ	۱۔ بحکم رسول، شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	سنن نسائی ج ۲ ص ۱۴۵
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنا اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱ (مطبوعہ بیروت)
۸۔	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۔ بحکم رسول شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۰۔ بحوالہ طبرانی (طبع بیروت)
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۴۔ بحوالہ مسند ابویعلی۔
		۳۔ غامدیہ خاتون کو بربنا اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۸۔ بحوالہ طبرانی مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۲۔ بحوالہ مسند بزار، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۵۔
۹۔	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنا اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۴، ۳۲۰، ۳۱۹۔ جامع الاصول ج ۳ ص ۲۸
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تورات کے مطابق ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۵۴، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۹، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۲، کنز الاعمال ج ۵ ص ۴۳۷
		۳۔ قرآن مجید میں آیت رجم (الشیخ والشیخۃ اذا زنیا) پہلے موجود تھی	مسند حمیدی ج ۱ ص ۵۲۲
		۴۔ بحکم رسول شادی شدہ زانی کے خون کا مباح ہونا۔	مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۵۲
۱۰۔	حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے	سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۲، سنن دارمی

	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		ایک شخص کو رجم کیا گیا۔ ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔	ص ۳۰۱، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۵ (طبع کراچی)
		۳۔ تورات کے فیصلہ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہودیوں کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۵
۱۱۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنا اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۲، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۲، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۱، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۵، (طبع بیروت)
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو بوجہ اعتراف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، موطا امام مالک ص ۶۸۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۵۵-۳۵۴، ترمذی ص ۲۲۵ باب سنن کبری للبیہقی ج ۸ ص ۲۱۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶،
		۳۔ تورات کے فیصلہ کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۴، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۱۔
		۴۔ قرآن مجید میں پہلے آیت رجم موجود تھی۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۰
۱۲۔	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	۱۔ تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۱، سنن دارمی ص ۳۰۳، موطا امام مالک ص ۶۸۴، مسند حمیدی

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا	ج ۱ ص ۲۰۷، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۱۸، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۸ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸،
		۲۔ رجم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ۔	
		۳۔ قرآن مجید میں آیت رجم (الشیخ والشیخۃ اذا زنیا الخ) پہلے تھی۔	الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۸
۱۳۔	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	۱۔ رجم کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۶۔ ۷۵، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲۔ ۲۱۱۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بوجہ اعتراف حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۴، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۱، جامع الاصول ج ۳ ص ۲۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۹
		۳۔ تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۱، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۲، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۲۔
۱۴۔	حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربنا اعتراف ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، جامع ترمذی ص ۲۲۵، مسند حمیدی ج ۱ ص ۳۵۴۔ ۳۵۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۳۱۲۔
۱۵۔	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ	بحکم رسالت مآب شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، سنن دارمی ص ۳۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۰۔ مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹۔ سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۰، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۱۔
۱۶۔	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۶، سنن ابوداؤد

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		بربناء اعتراف حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا	ج ۲ ص ۲۵۱، سنن دارمی ص ۳۰۲-۳۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۳-۷۳، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۱۲، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۵، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۰، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۶ مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۰۵، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴،
		۲- تورات کے مطابق بحکم رسول ایک زنا کرنے والے یہودی مرد اور ایک عورت کو رجم کیا گیا۔	
		۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بربناء اعتراف ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔
۱۷-	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	۱- حضرت ماعز کو بوجہ اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۷، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۵۲۔ سنن دارمی ص ۳۰۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۶ مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۵، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۴۔
		۲- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے غامدیہ خاتون کو بربناء اعتراف رجم کیا گیا	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۳، مصنف عبدالرزاق ج ۷ ص ۳۲۵۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۷۔ سنن دارمی ص ۲۰۴۔ جامع الاصول ج ۲ ص ۵۳۳۔
		۳- ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔
۱۸-	حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	تورات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زنا کرنے والے ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۶۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب حدیث
۱۹۔	حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۸، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۳، سنن دارمی ص ۳۰۲، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۹۲، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۱۶، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۲۔
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۳، سنن دارمی ص ۳۰۳، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳۔
		۳۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶
۲۰۔	حضرت نعیم بن ہزال رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۸، ۷۱، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۳۔
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ۲۲۶۔
۲۱۔	حضرت ہزر بن اخرم بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۷، سنن دارمی ص ۳۰۲،
۲۲۔	حضرت معقب بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ	〃 〃	طبقات کبری ج ۴ ص ۳۲۰، اصابہ ج ۳ ص ۴۲۲۔
۲۳۔	حضرت ابو الفیل خزاعی رضی اللہ عنہ	〃 〃	اصابہ ج ۴ ص ۱۵۶۔
۲۴۔	حضرت عبداللہ بن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ	〃 〃	اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۷۴
۲۵۔	ایک صحابی رضی اللہ عنہ	〃 〃	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶، ۲۷، مسند احمد ج ۴ ص ۶۶۔ ۶۰، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۸۔ ۳۷۴۔
۲۶۔	حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	۱۔ 〃 〃	مسند احمد ج ۵ ص ۳۳۹، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۶۸۔
		۲۔ ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	سنن دار قطنی ج ۳ ص ۹۹
۲۷۔	حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ	۱۔ ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	مسند احمد ج ۵ ص ۷۸
		۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سفر میں ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۵

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۲۸۔	حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ	۱۔ حضرت ماعز کو رجم کیا گیا	مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۴، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۸
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶
۲۹۔	حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ	ایک غامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۴، جامع الاصول ج ۵ ص ۵۳۴
۳۰۔	حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ	〃 〃	اصابہ ج ۱ ص ۴۲۷
۳۱۔	حضرت خزیمہ بن معن انصاری رضی اللہ عنہ	〃 〃	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۵ (بحوالہ طبرانی)
۳۲۔	حضرت یزید بن طلحہ تیمی رضی اللہ عنہ	〃 〃	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴،
۳۳۔	حضرت لجلاج رضی اللہ عنہ	۱۔ ایک شخص کو رجم کیا گیا۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۲، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۱
۳۴۔	حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۴، مسند احمد ج ۳ ص ۴۷۶۔
		۲۔ ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۶۔
۳۵۔	حضرت قبیصہ بن حریث رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۶۴۔
۳۶۔	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	〃 〃	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۵۳
۳۷۔	حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ	۱۔ 〃 〃	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۰
		۲۔ آیت رجم کی قرأت	سنن کبری ج ۸ ص ۲۱۱
۳۸۔	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۰،
۳۹۔	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	۱۔ 〃 〃	سنن کبری ج ۸ ص ۲۱۱، مستدرک ج ۴ ص ۳۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۱، مصنف عبد الرزاق ج ۷ ص ۳۳۰،
		۳۔ آیت رجم کی قرأت	سنن کبری ج ۸ ص ۲۱۱، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۷ ص ۳۰۲۔ ۳۰۱۔
۴۰۔	حضرت عجماء رضی اللہ عنہا	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	تلخیص الحبیر ج ۴ ص ۵۱۔
۴۱۔	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ	جس شخص نے اپنی بیوی کی باندی سے زنا کیا اس کو رجم کر دیا جائے۔	سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۶، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، سنن دارمی ص ۳۰۵۔ ۳۰۴،

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
			مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۱۲، مستدرک ج ۴ ص ۶۵
۴۲ -	حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک عورت کے ساتھ جبراً زنا کرنے والے شخص کو رجم کر دیا گیا۔ (کتاب الحدود کے مقدمہ میں ہم نے اس حدیث کو جامع ترمذی اور سنن ابو داؤد کے حوالہ سے "روایۃً" اور "درایۃً" رد کر دیا تھا۔ البتہ امام دار قطنی کی روایت میں کسی ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جس کا ہم نے پہلے رد کیا تھا۔ اس لیے ہم نے یہاں صرف ان کا حوالہ ذکر کیا ہے)	سنن دار قطنی ج ۳ ص ۹۳ - ۹۲
۴۳ -	حضرت شبل رضی اللہ عنہ	ایک مزدور کی مالکہ کو رجم کر دیا گیا۔	جامع ترمذی ص ۲۲۵، سنن دارمی ص ۳۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸ - ۷۹، مسند حمیدی ج ۱ ص ۳۵۵ - ۳۵۴۔
۴۴ -	حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	ایک یہودی مرد اور عورت کو رجم کر دیا گیا۔	مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۷۱
۴۵ -	حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رجم کرنے کو بیان کرنا۔	مسند احمد ج ۱ ص ۲۹، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۲۔
۴۶ -	حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ	حضرت عمر نے جابیہ میں ایک عورت کو رجم کیا۔	سنن کبری ج ۸ ص ۲۱۵۔
۴۷ -	حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ	حاملہ عورت کا جب تک وضع حمل نہ ہو اس کو رجم نہ کیا جائے۔	سنن ابن ماجہ ص ۱۹۳، جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۴۸ -	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ	〃 〃	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۴۹ -	حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	〃 〃	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔
۵۰	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ	〃 〃	جمع الجوامع ج ۱ ص ۴۴۴۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے صحابی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۵۱۔	حضرت عبداللہ بن حسر رضی اللہ عنہ	فامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	الاسماء المبہمۃ ص ۳۶۱
۵۲۔	حضرت اسعد ابو امامہ بن سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ (علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کی صحابیت میں اختلاف ہے لیکن راجح یہ ہے کہ یہ صحابی ہیں۔ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۶۴-۲۶۳)	حضرت ماعز کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱۔
۵۳۔	حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	فامدیہ خاتون کو رجم کیا گیا۔	الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۷، ص ۳۰۸-۳۰۷

رجم کے متعلق حضرات تابعین کی روایت کردہ احادیث مرسلہ

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۱۔	سعید بن مسیب	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۴، مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۶، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۴، جامع الاصول ج ۳ ص ۵۲۹۔
۲۔	ابن شہاب زہری	۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بربنائے اعتراف رجم کیا۔ ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔	مؤطا امام مالک ص ۶۸۴، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۰۔ مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹-۳۲۸۔
۳۔	عبداللہ بن بلیکہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بربنائے اعتراف وضع حمل اور	مؤطا امام مالک ص ۶۸۵-۶۸۴ جامع الاصول ج ۳ ص ۵۳۲

	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
		بچہ کو دودھ پلانے کے بعد رجم کر دیا۔	
۴۔	زید بن اسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بربنائے اعتراف رجم کر دیا۔	موطا امام مالک ص ۸۶
۵۔	عطاء بن ابی رباح	۱۔ " "	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۱۹، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵۔
		۲۔ غامدیہ خاتون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کرا دیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۵۔۳۲۴، کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵۔
۶۔	طاؤس	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ حضرت ماعز (رجم کے وقت) بھاگ پڑے تھے تو فرمایا: تم نے اس کو کیوں نہ چھوڑ دیا!	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱۔۳۲۰،
۷۔	حمید بن ہلال	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کر دیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱۔
۸۔	عکرمہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز سے اعتراف کے بعد تفتیش کی۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۱
۹۔	مجاہد	حکم رسول سے حضرت ماعز کو رجم کر دیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۲
۱۰۔	محمد بن منکدر	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک عورت کو رجم کیا گیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۶۔
۱۱۔	نجیح	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۸
۱۲۔	شعبی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز کو رجم کیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ ص ۷۳۔
		نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی مرد اور ایک عورت کو رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۴۔
۱۳۔	ابوسلمہ بن عبدالرحمان	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ماعز	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۷

	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ حدیث	کتب احادیث
۱۴-	عبید بن عمیر	کو رجم کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو بر بنا اعتراف وضع حمل کے بعد رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۴۵

رجم کے متعلق آثار صحابہ

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ اثر	کتب احادیث
۱-	صفیہ بنت ابی عبید	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ایک باندی سے زنا کے اعتراف کی بناء پر رجم کیا۔	موطا امام مالک ص ۶۸۶، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۸۔
۲-	ابو واقد لیثی	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کو اعتراف کی بناء پر رجم کیا۔	موطا امام مالک ص ۶۸۴، جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۹ - ۵۳۸۔
	سعید بن مسیب	حضرت عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا حضرت ابوبکر نے رجم کیا اور میں نے رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۷۷، کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۱۔
۳-	مالک بن انس	حضرت عثمان نے ایک عورت کو رجم کرنے کا حکم دیا۔	جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۳۹
۴-	عامر شعبی	حضرت علی نے ایک عورت کو رجم کیا۔	جامع الاثیر ج ۳ ص ۵۴۰
۵-	قاسم بن عبدالرحمن	حضرت علی نے ایک گڑھے میں کھڑا کر کے ایک عورت شراحتہ ہمدانیہ کو رجم کیا۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۷، مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴۔
۶-	ابن سیرین	حضرت عمر رجم کرتے تھے اور کوڑے لگاتے تھے اور حضرت علی رجم کرتے تھے اور کوڑے لگاتے تھے۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۱۔

نمبر شمار	روایت کرنے والے تابعی کا نام	خلاصہ اثر	کتب احادیث
۷۔	قاسم	حضرت ابوذر نے کہا شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۲
۸۔	قاسم بن عبدالرحمٰن	حضرت علی نے جمعرات کو کوڑے مارے اور جمعہ کو رجم کیا۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۲،
۹۔	شعبی	"	مستدرک ج ۴ ص ۳۶۴
۱۰۔	ابن جریج	حضرت علی نے ایک شادی شدہ عورت کو رجم کیا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۵
۱۱۔	ابراہیم نخعی	حضرت عمر نے رجم کیا اور کوڑے نہیں مارے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۸۔
۱۲۔	ثوری	حضرت علی نے رجم کیا اور کوڑے مارے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹۔
۱۳۔	عمران بن ذہل	ایک شادی شدہ شخص نے زنا کا اعتراف کیا تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا: ہم تم کو رجم کریں گے۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۴
۱۴۔	شعبی	حضرت علی نے فرمایا قرآن کی رو سے کوڑے ماروں گا اور سنت کی رو سے رجم کروں گا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۳
		حضرت علی نے فرمایا: اگر میرے پاس کسی شادی شدہ شخص کے زنا کا مقدمہ لایا گیا تو میں اس کو رجم کر دوں گا۔	کنز العمال ج ۵ ص ۴۳۱

رجم کے متعلق فتاویٰ تابعین

نمبر شمار	فتویٰ جاری کرنیوالے تابعی کا نام	خلاصہ فتاویٰ	کتب احادیث
۱۔	مسروق	غیر شادی شدہ کو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۱

نمبر شمار	فتویٰ جاری کرنیوالے تابعی کا نام	خلاصہ فتاویٰ	کتب احادیث
۲۔	ثوری	شادی شدہ کو رجم کیا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۹
۳۔	قتادہ	جس شخص کو رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودا جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۷
۴۔	شعبی	وضع حمل سے پہلے حاملہ پر حد نہ لگائی جائے۔	مصنف عبدالرزاق ج ۷، ص ۳۲۵۔
۵۔	طاؤس	شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جائے۔	مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۰ ص ۸۲۔

رجم کے واقعات آیا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے کے ہیں یا بعد کے

بعض مستشرقین نے رجم کی سزا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی جو سزائیں نافذ کی ہیں۔ وہ سب سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے کے واقعات ہیں اور آپ یہ فیصلے تورات کی اتباع میں کرتے تھے لیکن جب سورۂ نور نازل ہوئی اور اس میں زنا کی حد سو کوڑے مارنا بیان کی گئی تو رجم کی سزا منسوخ ہو گئی اور سورۂ نور کے نازل ہوتے کے بعد آپ نے کسی کو رجم نہیں کیا۔

معترضین کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن الشیبانی قال سالت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ھل رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم قلت قبل سورۃ النور او بعد قال لا ادری۔[1]

شیبانی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں! میں نے کہا سورۂ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد؟ انھوں نے کہا پتا نہیں!

ظاہر ہے کہ اس حدیث سے معترضین کا استدلال ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت [illegible] علم نہیں تھا کہ سورۂ نور کب نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے

اگر یہ بات دلیل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نور کے ذکر سورۂ نور واقعہ افک (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کا قصہ) میں نازل ہوئی

[1] متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور یہ واقعہ چار یا پانچ یا چھ ہجری میں ہوا۔ کیونکہ واقعہ افک غزوہ بنو مصطلق میں پیش آیا اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ غزوہ چار ہجری میں ہوا یا پانچ یا چھ میں؛ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ غزوہ بنو المصطلق کو غزوۃ المریسیع بھی کہتے ہیں، ابن اسحاق نے کہا یہ چھ ہجری میں ہوا، موسیٰ بن عقبہ نے کہا چار ہجری میں اور فلان بن راشد نے زہری سے نقل کیا کہ واقعہ افک غزوۃ المریسیع میں ہوا (فتح الباری ج ۷، ص ۴۲۸) حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ بہر حال سورہ نور کا نزول سات ہجری سے پہلے ہوا ہے اور رجم سات ہجری کے بعد ہوا کیونکہ رجم کی احادیث روایت کرنے والے ایک صحابی حضرت ابوہریرہ ہیں وہ سات ہجری میں اسلام لائے اور رجم کی روایت کرنے والے حضرت ابن عباس ہیں اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ نو ہجری میں آئے تھے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ رجم سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس بات پر دلیل قائم ہے کہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا ہے کیونکہ سورۂ نور کا نزول واقعہ افک میں ہوا ہے اور واقعہ افک میں اختلاف ہے کہ چار ہجری میں ہوا یا پانچ میں یا چھ میں اور رجم اس کے بعد ہوا کیونکہ رجم کے موقع پر حضرت ابوہریرہ حاضر تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے ہیں۔ [2]

سورۂ نور کے نزول کے بعد رجم کیے جانے پر دلائل

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے یہودیوں کو رجم کیا ہے کیونکہ امام عبدالرزاق نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو سب سے پہلے رجم کیا وہ یہودی تھا [3] اور امام مسلم نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیوں کو رجم کیا تو یہ کلمات فرمائے "اے اللہ! میں وہ شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو سب سے پہلے اس وقت زندہ کیا جب کہ لوگوں نے اسے ختم کر دیا تھا" [4] اور امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہودیوں کو رجم کیا [5]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری میں اسلام لائے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نو ہجری میں اپنی والدہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے اس سے ثابت ہوا کہ پہلا رجم سات ہجری کے بعد ہوا ہے اور یہ سورۂ نور کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے۔ (امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ بھی رجم کرنے والوں میں تھے۔ تفسیر ابن جریر (ج ۶ ص ۲۵)

حافظ نور الدین الہیثمی نے مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے: حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شادی شدہ یہودی اور یہودیہ کو پیش کیا گیا جنہوں نے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۱۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۲۹۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۱۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

زنا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کو رجم کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ان کو رجم کرنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ: اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث یہودیوں کو رجم کرنے والوں میں شامل تھے اور حضرت عبداللہ بن حارث اپنے والد کے ساتھ مسلمان ہو کر فتح مکہ کے بعد مدینہ آئے تھے اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عباس نے بھی اس رجم کا مشاہدہ کیا تھا۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان تصریحات اور مجمع الزوائد کی اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رجم کا پہلا واقعہ آٹھ ہجری کے بعد واقع ہوا ہے!

اس دلیل پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہودیوں کو رجم کرنے کے واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہودی مدینہ منورہ میں رہتے تھے، حالانکہ بنو نضیر کو دو ہجری میں مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا اور بنو قریظہ کو پانچ ہجری میں قتل کر دیا گیا تھا اس لیے رجم کے یہ واقعات پانچ ہجری سے پہلے ہونے چاہئیں اور سورۂ نور کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ چھ ہجری میں نازل ہوئی لہٰذا یہ ثابت نہیں ہوا کہ رجم کے یہ واقعات سورہ نور کے نزول کے بعد ہیں بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوا۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ بنو نضیر کو جلاوطن کرنے اور بنو قریظہ کو قتل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدینہ میں کوئی یہودی نہیں رہا تھا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

حضرت ماعز کو جو رجم کیا گیا یہ بھی سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد تھا اس پر ایک دلیل تو یہ ہے کہ حضرت ماعز کو یہودیوں کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہودیوں کو رجم سورہ نور کے نزول کے بعد کیا گیا فلہٰذا حضرت ماعز کا رجم بھی سورۂ نور کے نزول کے بعد ہے۔

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری نے حضرت ماعز کے قصہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت ماعز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر زنا کا اعتراف کیا تو آپ نے حاضرین سے پوچھا: کیا تمہارا یہ ساتھی پاگل ہے؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے حاضرین کی طرف دیکھا.... الحدیث [3]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ماعز کو رجم کرتے وقت حضرت ابن عباس بھی موجود تھے اور علامہ ابن حجر کے حوالے سے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ابن عباس مدینہ منورہ میں نو ہجری کو آئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ماعز کو نو ہجری میں رجم کیا گیا اور یہ سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔

غامدیہ خاتون کو بھی سورہ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا کیونکہ صحیح مسلم کے اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۲۶ میں ہے کہ غامدیہ کو رجم کرتے وقت حضرت خالد بن ولید نے ان کو پتھر مارا تھا اور حضرت خالد آٹھ ہجری میں مدینہ منورہ آئے

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۱۷۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۶۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

تھے کیونکہ امام ابن سعد نے حضرت خالد بن ولید سے روایت کیا ہے کہ میں اسلام قبول کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت عمرو بن العاص کے ہمراہ آٹھ ہجری یکم صفر کو مدینہ منورہ پہنچا[1]۔ اس سے ثابت ہوا کہ غامدیہ کو بھی آٹھ ہجری میں یا اس کے بعد رجم کیا گیا ہے اور یہ بھی سورہ نور نازل ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔ نیز صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۱۷ میں ہے غامدیہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے بھی ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ غامدیہ کو رجم کرنے کا واقعہ ماعز کو رجم کرنے کے بعد پیش آیا اور حضرت ماعز کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان کو سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد رجم کیا گیا سو غامدیہ کو بھی سورہ نور کے نزول کے بعد رجم کیا گیا۔

رہا مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ تو اس کی تفصیل جس طرح کتب حدیث میں ہے اور امام مسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۴۳۲۹) کہ اس کے والد نے کہا میرا لڑکا اس شخص کے ہاں کام کرتا تھا اور اس نے اس کی بیوی سے زنا کیا پہلے مجھے بتایا گیا اس کو رجم کیا جائے گا پھر میں نے اہل علم سے سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ الحدیث۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا تو سورۂ نور نازل ہو چکی تھی اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہو چکا تھا، کیونکہ سورۂ نور سے پہلے زنا کی سزا یہ تھی کہ زانیہ عورتوں کو گھروں میں قید کر دیا جائے حتیٰ کہ انھیں موت آجائے اور اس کے بعد سورۂ نور میں زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم نازل ہوا۔ لہٰذا اس حدیث کی داخلی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مزدور کی مالکہ کو رجم کرنے کا واقعہ بھی سورہ نور کے نازل ہونے کے بعد پیش آیا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت ابوہریرہ ہیں اور صحیح بخاری میں ہے کہ: حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے آکر اپنا مقدمہ پیش کیا۔ [2] اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ اس وقت موجود تھے اور وہ سات ہجری میں اسلام لائے ہیں پس یہ سات ہجری کے بعد کا واقعہ ہے اور سورۂ نور اس سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ رجم کے تمام واقعات سورہ نور نازل ہونے کے بعد پیش آئے اور چونکہ یہ واقعات تواتر معنوی سے ثابت ہیں (کیونکہ ہم اس کے ثبوت میں چھیاسی احادیث پیش کر چکے ہیں) اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ قرآن مجید کی سورہ نور میں جس زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے آزاد اور غیر شادی شدہ زانیہ اور زانی مراد ہیں، رہے غلام یا لونڈی تو ان کی حد پچاس کوڑے ہے اور شادی شدہ زانیہ اور زانی کی سزا رجم ہے جیسا کہ ان احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ و للہ الحمد علی ذالک۔

باندیوں کی نصف سزا سے رجم کی نفی پر استدلال کا جواب

منکرین رجم کا ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں شادی شدہ باندیوں کی سزا محصنات کی سزا کی نصف مقرر کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن — پھر اگر وہ باندیاں شادی شدہ ہو جانے کے

---

[1] امام محمد بن سعد واقدی متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ (نساء : ۲۵)

بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس کی بہ نسبت آدھی سزا ہے جو شادی شدہ عورتوں کو اس جرم پر دی جاتی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ باندیاں زنا کریں تو انھیں آزاد شادی شدہ عورتوں کی نصف سزا دی جائے گی پس اگر شادی شدہ آزاد عورتوں کی سزا رجم ہو تو شادی شدہ باندیوں کو رجم کی نصف سزا دی جائے گی اور رجم کا نصف نہیں ہو سکتا اس لیے ماننا پڑے گا کہ آزاد شادی شدہ عورتوں کی سزا رجم نہیں بلکہ سو کوڑے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ سورۂ نساء کی اس آیت میں "المحصنات" سے شادی شدہ نہیں بلکہ آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں جن کی سزا سورہ نور میں سو کوڑے بیان کی گئی ہے اور شادی شدہ باندیوں کی سزا اس کا نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لفظ محصنات کا مصدر احصان ہے جس کا مادہ حصن ہے، حصن قلعہ کو کہتے ہیں جو حفاظت کے لیے ہوتا ہے۔ احصان چار چیزوں سے ہوتا ہے، اسلام، حریت، نکاح، اور عفت (پاک دامنی) کفر کی وجہ سے جو تکالیف پیش آسکتی ہیں ان سے اسلام حفاظت کرتا ہے، غلامی کی تکلیف سے حریت حصن محفوظ رکھتی ہیں۔ عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے نکاح حصار ہے اور عفت اور پاکیزگی بھی شرم و حیاء کا ایک قلعہ ہے جو بداخلاقی سے روکتا ہے قرآن مجید میں احصان کا مادہ ان چاروں معنوں میں استعمال ہے:

۱۔ والذین یرمون المحصنات۔ (نور : ۲۳)

وہ لوگ جو مسلمان عورتوں کو تہمت لگائیں؛ یہاں احصان اسلام کے معنی میں ہے۔

۲۔ والمحصنات من النساء۔ (نساء : ۲۴)

اور شادی شدہ عورتوں (سے نکاح کرنا تم پر حرام کر دیا گیا ہے)؛ یہاں احصان شادی شدہ کے معنی میں ہے۔

۳۔ ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات۔ (نساء : ۲۵)

اور تم سے جو شخص آزاد اور کنواری مسلمان عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھے تو ....؛ یہاں احصان آزاد کے معنی میں ہے۔

۴۔ محصنات غیر مسافحت ولا متخذات اخدان۔ (نساء : ۲۵)

وہ باندیاں پاک دامن ہوں، ظاہراً بدکار ہوں نہ پوشیدہ۔ یہاں احصان عفت اور پاکدامنی کے معنی میں ہے۔

قرآن مجید کی آیات کی ترتیب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس آیت میں المحصنات سے آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں جن کا ذکر اسی آیت میں نکاح کی طاقت نہ رکھنے والوں کے ساتھ لفظ المحصنات میں آچکا ہے، یعنی زنا کے جرم میں باندیوں کو وہ سزا دی جائے جو آزاد کنواری عورتوں کی سزا کا نصف ہے یعنی پچاس کوڑے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات (الخان قال اللہ تعالیٰ) فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب۔ (نساء : ۲۵)

اور تم میں سے جو لوگ یہ وسعت نہ رکھتے ہوں کہ مسلمان آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کریں تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کر لیں..... پھر اگر وہ لونڈیاں آزاد ہو جانے کے بعد کسی بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان کو آزاد کنواری عورتوں کی نصف سزا دی جائے۔

اب یہ بات بحث طلب رہ جاتی ہے کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اس آیت میں المحصنات سے مراد آزاد کنواری عورتیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے شروع میں ہے ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات ۔ الآیۃ ۔ یہاں المحصنات سے "مسلمان عورتیں" مراد نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس کے متصل بعد المؤمنات کا ذکر ہے اور المحصنات سے پاک دامن عورتیں بھی مراد نہیں ہو سکتیں، کیونکہ اس کے مقابلہ میں مسلمان لونڈیوں کا ذکر ہے اور یہ ایک بے جوڑ اور بے ربط معنی ہوگا کہ "تم میں سے جو شخص پاک دامن عورتوں سے شادی نہ کر سکے وہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرے" اور یہاں المحصنات سے تیسرا معنی "شادی شدہ عورتیں" بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ اب معنی یوں ہوگا کہ "تم میں سے جو شخص شادی شدہ عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ باندیوں سے نکاح کرے" کیونکہ شادی شدہ یعنی غیر کی منکوحہ سے تو نکاح کرنا جائز ہی نہیں ہے۔ اس لیے متعین ہو گیا کہ یہاں احصان کا چوتھا معنی مراد ہے اور المحصنات سے مراد ہے "آزاد اور کنواری عورتیں" اور آیت کا معنی ہے "تم میں سے جو شخص آزاد اور کنواری عورتوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان باندیوں سے نکاح کر لے" اور اس کے بعد جب دوسری بار اسی آیت میں المحصنات کا لفظ آیا تو اس سے بھی لامحالہ یہی معنی مراد ہوگا، چنانچہ اس آیت میں ہے: فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب ۔ "پھر اگر وہ لونڈیاں آزاد ہو جانے کے بعد کسی بدکاری کی مرتکب ہوں تو ان کو آزاد کنواری عورتوں کی نصف سزا دی جائے" یہاں المحصنات کا معنی "آزاد اور کنواری عورتیں" ہیں اس پر اول تو سیاق کلام قرینہ ہے کیونکہ جب پہلے اس آیت میں المحصنات سے آزاد اور کنواری عورتیں مراد لیا گیا تو دوبارہ جب اسی آیت میں یہ لفظ آیا تو اس سے یہی معنی مراد ہونا چاہیے۔ ثانیاً المحصنات کا لفظ دونوں جگہ معرف لایا گیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک کلام معرف کو مکرر لایا جائے تو ثانی عین اولیٰ ہوتا ہے اور تیسرا قرینہ یہ ہے کہ یہ لفظ معرف باللام ہے اور لام میں اصل عہد خارجی ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ لام سے پہلے ذکر کیے ہوئے لفظ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول "ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی" یعنی جس رسول کو بھیجا تھا" اور یہاں معنی ہوگا کہ "اگر باندیاں آزاد ہونے کے بعد بدکاری کریں تو ان کو ان محصنات کے عذاب کا نصف دیا جائے" یعنی آزاد اور کنواری عورتوں کے عذاب کا نصف عذاب دیا جائے۔

المحصنات سے آزاد اور کنواری عورتیں مراد لینے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ احادیث میں باندیوں کے زنا کی سزا مطلقاً کوڑے مارنا بیان کی گئی ہے اور کسی حدیث میں بھی باندی کے زنا کی سزا رجم نہیں ہے۔ اس لیے ضروری ہوا کہ قرآن مجید میں جو باندیوں کے زنا کی سزا المحصنات کا نصف عذاب بیان کی گئی ہے وہ سو کوڑوں کا نصف ہو تاکہ قرآن مجید اور احادیث میں مطابقت رہے اور العذاب سے مراد سو کوڑے جب ہی ہوگی جب المحصنات سے مراد آزاد اور کنواری عورتیں ہوگا اور جو شخص قرآن کے ساتھ سنت پر بھی ایمان رکھتا ہو اس کے لیے المحصنات میں آزاد اور کنواری عورتیں مراد لینے پر یہ واضح قرینہ ہے۔ ہم نے پہلی دلیل مجرد قرآن مجید کے لحاظ سے دی ہے اور دوسری دلیل میں قرآن مجید اور سنت دونوں ملحوظ ہیں۔ ان دو دلیلوں کے علاوہ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چونکہ احادیث متواترہ سے رجم ثابت ہے اس لیے ضروری ہے کہ المحصنات سے مراد آزاد اور کنواری عورتیں ہوتا کہ قرآن مجید اور سنت میں منافات نہ ہو۔ میں اس آیت میں کافی غور کرتا رہا تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ دلائل القاء کیے والحمد للہ

رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین۔

ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ کسی حدیث میں باندی کے زنا کی سزا رجم نہیں ہے بلکہ باندی کی سزا مطلقاً کوڑے مارنا بیان کی گئی ہے خواہ وہ باندی کنواری ہو یا شادی شدہ۔ اس سلسلہ میں یہ احادیث لائق توجہ ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ وزید بن خالد رضی اللہ عنھما قالا: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الامۃ اذا زنت ولم تحصن قال اذا زنت فاجلدوھا۔ ثم ان زنت فاجلدوھا ثم ان زنت فاجلدوھا ثم بیعوھا ولو بضفیر۔[1]

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ اگر غیر محصنہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا جب وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو، اور اگر پھر زنا کرے تو پھر کوڑے مارو اور اس کے بعد بیچ دو خواہ رسی کے ایک ٹکڑے کے عوض بیچنا پڑے۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم ان معقل بن مقرن المزنی جاء الی عبداللہ فقال ان جاریۃ لی زنت فقال اجلدھا خمسین قال لیس لھا زوج قال اسلامھا احصانھا۔[2]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ معقل بن مقرن مزنی حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے اور کہا میری باندی نے زنا کیا ہے! انھوں نے کہا اس کو پچاس کوڑے مارو، انھوں نے کہا وہ غیر شادی ہے، حضرت عبداللہ نے کہا اس کا احصان اس کا مسلمان ہونا ہے۔

ازواج مطہرات کو بر تقدیر فاحشہ ضعف عذاب کی وعید سے نفی رجم پر استدلال کا جواب۔!

منکرین رجم کا ایک اور یہ اعتراض ہے کہ قرآن مجید میں ازواج مطہرات کو یہ وعید سنائی گئی ہے کہ اگر انھوں نے فاحشہ کا ارتکاب کیا تو ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور رجم کو دوگنا نہیں کیا جا سکتا اس لیے ماننا پڑے گا کہ اس عذاب سے رجم مراد نہیں ہے بلکہ سو کوڑے سزا مراد ہے یعنی اگر ازواج مطہرات نے (بالفرض) زنا کیا تو ان کو دو سو کوڑے مارنے کی سزا دی جائے گی اس سے ثابت ہو گیا کہ شادی شدہ زانیہ کی سزا سو کوڑے مارنا ہے اور اس کی سزا رجم نہیں ہے۔

الجواب سب سے پہلے ہم اس آیت کو بیان کرتے ہیں جس سے منکرین رجم نے استدلال کیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا نساء النبی من یأت منکن بفاحشۃ — اے نبی کی ازواج تم میں سے جس نے بھی کھلی

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲، ص ۱۰۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۹۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

مبینۃ یضاعف لھا العذاب ضعفین و کان ذٰلک علی اللہ یسیرا ۔ (احزاب، ۳۰)

بدچلنی (اعلانیہ گناہ) کا ارتکاب کیا، اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

منکرین رجم کا یہ اعتراض ان تینوں باتوں پر موقوف ہے کہ فاحشہ مبینہ سے مراد زنا ہو اور عذاب سے مراد دنیاوی سزا ہو اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ازواج مطہرات (العیاذ باللہ) زنا کر سکتی ہیں!

سو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ فاحشہ مبینہ (علانیہ گناہ) سے مراد زنا نہیں ہو سکتا کیونکہ زنا کھلم کھلا اور علانیہ نہیں کیا جاتا بلکہ چھپ کر پوشیدہ طور پر کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سے مراد زنا کے علاوہ کوئی اور گناہ ہے، مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا مطالبہ کرنا جو آپ کے لیے رنج اور پریشانی کا باعث ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے زنا کا صدور عادۃً ممتنع ہے۔ رازی لکھتے ہیں انبیاء علیہم السلام کو کفار کی طرف وعظ و نصیحت کے لیے بھیجا جاتا ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کی وجہ سے کفار ان سے متنفر ہوں اور کسی انسان کی بیوی کا زانیہ ہونا اس شخص کے ذلیل و رسوا ہونے اور لوگوں کے اس سے متنفر ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہے اور چونکہ ان کے نزدیک کفر کوئی عیب نہیں ہے اس وجہ سے کسی نبی کی بیوی کافر تو ہو سکتی ہے جیسے حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں، لیکن کسی نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ زنا ایک ایسا عیب ہے جو کافر اور مسلمان ہر ایک کے نزدیک باعث مذمت ہے اور چونکہ نبی کا لوگوں کی نگاہوں میں معزز شریف اور وجیہ ہونا ضروری ہے اس لیے اس کی بیوی کا زنا سے معصوم اور محفوظ ہونا ضروری ہے۔ [1]

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ نبی کی ازواج کا اس برائی سے معصوم ہونا ضروری ہے تو ضروری ہوا کہ یہاں فاحشہ مبینہ سے مراد زنا نہ ہو بلکہ کوئی اور گناہ ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ آلوسی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں عذاب سے مراد دنیاوی سزا نہیں ہے بلکہ اخروی سزا مراد ہے یعنی نبی کی زوجیت نے کوئی علانیہ گناہ کیا تو عام مسلمان کی بیوی کی بہ نسبت اس کو دگنا عذاب ہوگا۔ [2]

چوتھا جواب یہ ہے کہ اگر فاحشہ مبینہ سے مراد زنا اور عذاب سے مراد دنیاوی سزا ہو تو ہم کہیں گے کہ پھر بھی عذاب سے مراد سو کوڑے نہیں بلکہ رجم ہے اور رہا یہ کہ رجم کو دگنا کرنا محال ہے یعنی محال عادی ہے تو ہم کہیں گے کہ ازواج مطہرات سے زنا کا وقوع بھی محال عادی ہے اور محال کا محال کو مستلزم ہونا جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین ۔ (زخرف: ۸۱)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمٰن کا بیٹا ہونا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔

حالانکہ اللہ کا بیٹا ہونا بھی محال ہے اور رسول اللہ کا اللہ کے بیٹے کی عبادت کرنا بھی محال ہے اسی طرح ازواج مطہرات کا زنا کرنا بھی محال ہے اور رجم کا دگنا کیا جانا بھی محال ہے اس لیے فرمایا اگر ازواج میں سے کسی نے زنا کیا تو اس کو دوبار رجم کیا جائے گا۔ اور یہ اللہ پر آسان ہے کیونکہ یہ محال عادی ہے محال عقلی نہیں ہے۔ بہرحال ان چار وجوہ سے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

منکرین رجم کا رجم پر یہ اعتراض دور ہو گیا۔ و للہ الحمد علی ذالک۔

رجم کے خلاف قرآن نہ ہونے پر دلائل

منکرین رجم کے جو اعتراضات ہم تک پہنچے ہیں ان سب میں یہ قدر مشترک ہے کہ رجم کا حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔ یہ بات آج تک کوئی نہ کہہ سکا کہ سنت متواترہ سے رجم ثابت نہیں بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ یہ احادیث قرآن مجید کے خلاف ہیں اس لیے حجت نہیں۔ اور یہ صرف ان کا مفروضہ ہے کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی مخالفت اس وقت ہوتی جب قرآن مجید میں یہ ہوتا کہ محصن اور غیر محصن ہر زانی کو سو کوڑے مارے جائیں اور اس کے برخلاف احادیث میں یہ ہوتا کہ غیر محصن کو کوڑے مارے جائیں اور محصن کو رجم کیا جائے، لیکن فی الواقع ایسا نہیں ہے قرآن مجید نے بغیر کسی تفصیل کے زانیہ اور زانی کو سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اور سنت میں اس کی تفصیل کی گئی کہ غیر محصن کو سو کوڑے مارے جائیں اور محصن کو رجم کر دیا جائے تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہے کہ یہ احادیث قرآن مجید کے مخالف ہیں!

ان معترضین نے اس پر غور نہیں کیا کہ جس طرح قرآن مجید کے احکام حجت ہیں اور ان کی قانونی حیثیت ہے اسی طرح ان احکام کی جو تعبیر اور تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ بھی حجت ہے اور ان کی قانونی حیثیت وہی ہے جو قرآن مجید کے احکام کی ہے۔ اور اگر یہ اصرار کیا جائے کہ قرآن مجید نے جو احکام بغیر کسی تفصیل اور قید کے مطلقاً بیان کیے ہیں ان کو اسی طرح اطلاق اور عموم پر محمول کیا جائے گا اور احادیث صحیحہ اور سنت ثابتہ میں جو اس کی تعبیر اور تشریح اور تفصیلات اور قیود بیان کی گئی ہیں ان کا لحاظ نہیں کیا جائے گا تو بہت سی خرابیوں کا دروازہ کھل جائے گا۔

جس طرح قرآن مجید نے الزانیۃ والزانی کو بغیر کسی تفصیل اور قید کے بیان کیا ہے اسی طرح قرآن مجید نے بغیر کسی تفصیل اور قید کے فرمایا ہے السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھوں کو کاٹ دو" (مائدہ: ۳۸) قرآن مجید نے یہ نہیں بیان کیا کہ کتنی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، کس جگہ چوری پر ہاتھ کاٹا جائے، کہاں سے ہاتھ کاٹا جائے۔ اور اگر اس کو سنت کی بیان کردہ تفصیل کے ساتھ نہ مقید کیا جائے اور اس کو اپنے عموم اور اطلاق پر رکھا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ ایک کیل یا ایک کھجور کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جائے، خواہ وہ دکان سے کھجور چرائے یا مسجد سے، قبر سے کفن چرائے، یا جیب کاٹ کر لے جائے ہر چوری پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ خواہ وہ ایک روپے کی چوری ہو یا ایک لاکھ روپے کی چوری ہو اور چونکہ پہنچے سے لے کر بغل تک ہاتھ ہوتا ہے اس لیے جلاد کی مرضی ہے کہ وہ چور کا ہاتھ پہنچے سے کاٹے، کلائی سے کاٹے، کہنی سے کاٹے یا بغل سے ہاتھ کاٹ دے ہر صورت میں یہ قرآن مجید کے حکم پر عمل ہوگا۔!

اسی طرح قرآن مجید نے صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کی حرمت بیان کی ہے اس لیے رضاعی بیٹی کی حرمت قرآن کے خلاف ہونی چاہیے، قرآن مجید صرف دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے سے منع کرتا ہے لہٰذا خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی حرمت خلاف قرآن ہوگی اور ایک شخص کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اپنی رضاعی بیٹی سے شادی کر لے یا خالہ اور بھانجی کے ساتھ بیک وقت نکاح کر لے اور پھوپھی اور بھتیجی سے بیک وقت نکاح کر لے!

قرآن مجید کہتا ہے واشھدوا اذا تبایعتم (البقرہ: ۲۸۲) "جب تم آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لو" تو اس حکم کی رُو سے ضروری ہوگا کہ ہر خرید و فروخت کے لیے گواہ بنانا ضروری ہو کیونکہ یہ حکم بھی مطلق اور عام ہے اور جو خرید و فروخت

بغیر گواہی کے ہو وہ ناجائز اور باطل ہو، لہٰذا ہماری روزمرہ کی وہ خرید و فروخت جس میں گواہ نہیں بنائے جاتے، باطل قرار پائے گی، سنت کو چھوڑ کر مجرد قرآنی فقہ کے یہی ثمرات اور نتائج ہیں یہاں ہم نے چند مثالیں پیش کی ہیں ورنہ عبادات اور معاملات میں قرآن مجید کے بیان کردہ تمام احکام کا یہی حال ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اصولی احکام بیان کیے ہیں اور ان کی تفصیل اور تفسیر و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی ہے اور آپ کی سنت کو چھوڑ کر مجرد قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کیا جا سکتا!

جس طرح عبادات اور معاملات کے باقی احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تفصیل اور تشریح کے مطابق مشروع کیے گئے اسی طرح زنا کی حد بھی آپ کی بیان کردہ تفصیل پر محمول کی جائے گی، کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً زنا کی سزا کو بیان کیا ہے یہ نہیں بتایا کہ شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے اور غیر شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے، اس کا علم ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے حاصل ہوا کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں اور شادی شدہ کو رجم کر دیا جائے کیونکہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے (ہم اس سلسلہ میں چھیاسی ۸۶ احادیث متعدد کتب احادیث کے حوالوں سے پیش کر چکے ہیں) کہ نہ صرف یہ کہ آپ نے رجم کا حکم دیا بلکہ آپ نے عملاً متعدد مقدمات میں رجم کا فیصلہ کیا اور آپ کے بعد چاروں خلفاء راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اس کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا بھی یہی معمول رہا، ائمہ اربعہ اور ہر زمانہ میں تمام فقہاء اسلام کا یہی نظریہ تھا تا آنکہ بعض معتزلہ اور خوارج نے اور اس دور میں منکرین سنت نے اس کا انکار کیا اور ظاہر ہے کہ تمام صحابہ، تابعین اور تمام فقہاء اسلام کے مقابلہ میں ان کے انکار کی کیا وقعت ہو سکتی ہے!

ثبوت رجم کے سلسلہ میں ہم نے بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں منکرین سنت نے رجم کے خلاف بہت شور و غوغا کیا ہے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت نے بھی اس کو اپنے فیصلہ میں خلاف شرع لکھا بعد میں صدر پاکستان محمد ضیاء الحق کی مداخلت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنے اس فیصلہ کو تبدیل کیا لیکن اس کے بعد بھی سیکولر قسم کے وکیل عدالت میں رجم کے خلاف دلائل دیتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں ان کے جو دلائل مجھ تک پہنچے ہیں میں نے الحاق سابقہ میں ان کے جوابات ذکر کر دیے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے منکرین کی ہدایت اور اصلاح اور عام مسلمانوں کے عقائد کی تقویت کا سبب بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ محمد خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وعلیٰ اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مرجوم کو گولی سے ہلاک کر دینے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۱۲ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ماعز کو رجم کرنے کا حکم دیا تو ہم ان کو بقیع الغرقد میں لے گئے، ہم نے ان کو باندھا تھا، نہ گڑھا کھودا تھا، پھر ہم نے ان کو ہڈیوں، پتھروں اور ٹھیکریوں سے مارا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ پتھر، ڈھیلے، ہڈی، ٹھیکری یا لکڑی جس چیز سے بھی قتل کا حصول ہو اس سے رجم کا حصول ہو جاتا ہے اور رجم کرنے کے لیے پتھر مارنا ضروری اور شرط نہیں ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں: زیادہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں نہ ماری جائیں تاکہ اس کو سزا دینے کا عمل طویل نہ ہو جائے۔ اور نہ بہت بڑے بڑے پتھروں سے رجم کیا جائے جن سے وہ ایک دم ہلاک ہو جائے اور اس رجم سے جو عبرت مقصود ہے وہ حاصل نہ ہو سکے۔ [1]

علامہ عبدالقادر عودہ مصری لکھتے ہیں: زانی کو متوسط سائز کے پتھروں سے رجم کیا جائے اور جو چیز پتھروں کے قائم مقام ہو مثلاً ڈھیلوں اور کنکریوں سے رجم کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ زانی کو ہڈیوں، ڈھیلوں، ٹھیکریوں وغیرہ سے رجم کیا گیا اور چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے نہ رجم کیا جائے تاکہ اس کو عذاب دینے کا عمل طویل نہ ہو، اور بہت بڑے بڑے پتھروں کے ساتھ بھی رجم نہ کیا جائے جن سے وہ فوراً مر جائے اور اس سزا سے جو عبرت دلانا مقصود ہے وہ حاصل نہ ہو سکے۔

رجم کے لیے پتھروں کی تعداد معین نہیں ہے، بعض دفعہ چند پتھر لگنے سے ہی مرجوم (زانی) ہلاک ہو جاتا ہے اور بعض اوقات بہت زیادہ پتھر مارنے سے بھی مرجوم ہلاک نہیں ہوتا اور پھر بڑے بڑے پتھر مارنے کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ رجم سے مقصود زانی کو قتل کرنا ہے، اس لیے اس کو موت تک پتھر مارے جاتے ہیں۔

قتل کرنے کا کوئی اور آلہ رجم کے قائم مقام نہیں، مثلاً زانی کا تلوار سے سر قلم کر دیا جائے یا اس کو پھانسی دے دی جائے اور جب مرجوم ہلاک ہو جائے تو اس کا جسم ورثاء کے حوالے کر دیا جائے گا اور وہ اس کے ساتھ وہ سب کچھ کریں گے جو باقی مردوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس کو غسل دیں گے، کفن پہنائیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیں گے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو رجم کرنے کے بعد فرمایا تھا اس کے ساتھ وہ کارروائی کرو جو تم اپنے مُردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ [2]

حضرت ماعز کو رجم کرنے کے واقعہ میں صحیح مسلم سے یہ ثابت ہے کہ ان کو پتھروں، ڈھیلوں، ٹھیکریوں اور کنکریوں سے رجم کیا گیا اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ضروری نہیں ہیں بلکہ ہر وہ چیز جس کے نتیجہ میں مرجوم ہلاک ہو جائے اس سے اس کو رجم کرنا جائز ہے۔ بنا بریں اگر اس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پتھروں سے رجم کرنے کے طریقہ میں ترمیم کر کے یہ طریقہ وضع کر لیا جائے کہ پہلے کچھ پتھر مارنے کے بعد زانی کو گولی مار دی جائے، کیونکہ اس سے رجم کا وہ طریقہ تبدیل ہو جائے گا جو شارع علیہ السلام سے تواتر کے ساتھ منقول ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رجم کے دوران کسی شخص نے اتفاقاً مرجوم کو گولی مار دی جس سے وہ ہلاک ہو گیا تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا، لیکن اس طریقہ کو مستقل حیثیت دینا مقاصد شرع کے خلاف ہے، رجم کے دوران اتفاقاً گولی مار کر ہلاک کرنے پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

امام ابوداؤد نعیم بن ہزال سے روایت کرتے ہیں:

فلما رجم فوجد مس الحجارۃ فجزع فخرج — جب حضرت ماعز کو رجم کیا گیا اور ان کے جسم پر

---

[1] شیخ محمد الشربینی الخطیب، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۵۲ھ

[2] علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۲ ص ۴۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت

یشتد فلقیہ عبید اللہ بن انیس وقد عجز اصحابہ فنزع لہ بوظیف بعیر فرماہ بہ فقتلہ ۔ [1]

پتھر لگے تو وہ گھبرا کر بھاگے، جس وقت ان کے ساتھی ان کو پکڑنے سے عاجز ہو چکے تھے اس وقت عبد اللہ بن انیس نے ان کو جا لیا اور انھوں نے اونٹ کی پنڈلی کی ہڈی انھیں کھینچ کر ماری جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔

مرجوم کے لیے گڑھا کھودنے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۳۱۲ میں ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نہ ہم نے حضرت ماعز کو باندھا نہ ان کے لیے گڑھا کھودا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: رجم کیے جانے والے مرد اور عورت کے متعلق فقہاء کے مذاہب کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک، امام احمد اور امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مرد یا عورت کسی کے لیے بھی گڑھا نہ کھودا جائے اور قتادہ ابوثور، امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ کا ایک قول یہ ہے کہ دونوں کے لیے ایک گڑھا کھودا جائے، اور بعض مالکیہ کا یہ قول ہے کہ جس کو گواہوں کی وجہ سے رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا کھودا جائے اور جس کو اقرار کی وجہ سے رجم کیا جائے اس کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے۔ اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے خواہ اس کو گواہوں کی بنا پر رجم کیا جائے یا اقرار کی وجہ سے اور عورت کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں: (۱) سینہ تک گڑھا کھودنا مستحب ہے تاکہ اس کا زیادہ ستر ہو سکے۔ (۲) گڑھا کھودنا مستحب ہے نہ مکروہ بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے (۳) اگر گواہوں کی وجہ سے رجم کیا جائے تو گڑھا کھودنا مستحب ہے اور اگر اس کے اقرار کی وجہ سے رجم کیا جائے تو گڑھا نہ کھودنا مستحب ہے تاکہ اس کے بھاگنے کی گنجائش رہے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے جو فقہاء گڑھا کھودنے کا حکم دیتے ہیں وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ غامدیہ کے لیے گڑھا کھودا گیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ماعز کے لیے بھی گڑھا کھودا گیا تھا۔ اور جو فقہاء یہ کہتے ہیں کہ گڑھا نہ کھودا جائے وہ حضرت ابوسعید خدری کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ماعز کو باندھا تھا اور نہ ان کے لیے گڑھا کھودا تھا، اور حضرت ماعز کے لیے دوسری روایت اور حضرت غامدیہ کی روایت کو بیان جواز پر محمول کرتے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے اور عورت کے لیے کھودا جائے، وہ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ماعز کے لیے گڑھا نہیں کھودا گیا تھا اور غامدیہ کے لیے کھودا گیا تھا۔ [2]

علامہ قاضی خان حنفی لکھتے ہیں: مرد کو کھڑا کر کے رجم کیا جائے، نہ اس کو پکڑا جائے نہ باندھا جائے نہ اس کے لیے گڑھا کھودا جائے اور عورت کے لیے امام چاہے تو گڑھا کھودے اور چاہے تو نہ کھودے، حد اور تعزیر میں مرد کے

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

باقی کپڑے اتار کر صرف شلوار پہننے دی جائے۔ اور عورت کے کپڑے کسی حد میں بھی نہیں اتارے جائیں گے لیکن زائد کپڑے اتار لیے جائیں گے اور حاملہ عورت کو وضع حمل تک رجم نہیں کیا جائے گا اور نفاس میں بھی رجم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ حیض میں حد جاری کرنا منع نہیں ہے۔ [1]

علامہ حصکفی حنفی نے لکھا ہے کہ مرد کے لیے گڑھا کھودنا جائز نہیں ہے اور عورت کے لیے گڑھا کھودا جائے لیکن علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر اقرار کی بنا پر عورت کو حد لگائی گئی ہے تو اس کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے تاکہ اس کے لیے بھاگنے کی گنجائش رہے۔ [2]

سنت قطعیہ حکماً کتاب اللہ کے مساوی ہے

حدیث نمبر ۴۳۲۹ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور کے باپ سے فرمایا! قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ اور آپ نے فیصلہ کیا کہ اس کے بیٹے کو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جائے گا اور مزدور کی مالکہ کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دیا جائے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کو بھی کتاب اللہ کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ رجم کا حکم قرآن مجید میں موجود ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں وکیف یحکمونک وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ (مائدہ: ۴۳) "وہ آپ کو کیسے حکم (منصف) بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراۃ موجود ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے۔" اور اس حکم اللہ سے مراد رجم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہر چند کہ رجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے لیکن چونکہ کتاب اللہ کی وضاحت ہے اس لیے آپ نے اس کو کتاب اللہ کا فیصلہ قرار دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو سنت قطعی الثبوت ہو وہ کتاب اللہ کے مساوی ہے۔

حد زنا کے ثبوت کے طریقے

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۰۵ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خطبہ روایت کیا ہے جس میں یہ ہے:

ان الرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او کان الحبل او الاعتراف۔ [3]

جب شادی شدہ مرد اور عورتیں زنا کریں تو ان کو رجم کرنے کا حکم کتاب اللہ میں برحق اور ثابت ہے۔ جب ان کے خلاف گواہ قائم ہوں، یا عورت کو حمل ہو جائے یا وہ اعتراف کر لیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کی حد جاری کرنے کے تین طریقے ہیں، گواہی، حمل اور اعتراف، سب سے پہلے ہم گواہی پر

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۳ ص ۴۷۵، ۴۷۴۔ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

گفتگو کریں گے۔

زنا کے گواہوں کی شرائط

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: زنا کی گواہی کی سات شرطیں ہیں:

شرط اول: زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں، یہ اجماعی شرط ہے اور اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واللاتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم (نساء: ۵)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار گواہ لاؤ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ (نور: ۴)

وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں، اور اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو۔

اور اس حدیث میں ہے حضرت سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یہ بتلائیے کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو کیا اس کو چار گواہ لانے تک مہلت دوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! (موطا امام مالک، سنن ابوداؤد)

(شرط ثانی): زنا کے تمام گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی کسی حال میں قبول نہیں کی جائے گی اس مسئلہ میں بھی ائمہ اربعہ متفق ہیں اور اہل علم میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ علماء اور حماد سے یہ روایت ہے کہ اس میں تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے لیکن یہ قول شاذ ہے اور اس پر کسی کا اعتماد نہیں ہے، کیونکہ اربعۃ کا لفظ مذکر کے لیے ہے اور جب بعض گواہ عورتیں ہوں تو اس پر اربعۃ شہداء صادق نہیں ہوگا اور یہ نص قرآن کے خلاف ہے۔ نیز عورتوں کی گواہی میں غلطی کا امکان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری (بقرہ: ۲۸۲) "کہ ان دو میں سے کوئی ایک (عورت) بھول جائے تو اس کو دوسری یاد دلا دے۔" اور شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔

(شرط ثالث): زنا کے تمام گواہ آزاد ہوں، لہٰذا اس میں غلام کی گواہی مقبول نہیں ہوگی، اس مسئلہ میں بھی اہل علم میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ ابو ثور کا بھی یہی قول ہے نیز اس لیے بھی کہ وہ مسلمان مرد ہے اس لیے آزاد کی مثل اس کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ باقی حقوق میں اس کی گواہی کے قبول ہونے میں اختلاف ہے اور اس سے اس کی گواہی کی مقبولیت میں شبہ واقع ہوتا ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

(شرط رابع): گواہ عادل (نیک) ہوں، اس شرط میں بھی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ باقی معاملات میں بھی گواہ کا نیک ہونا شرط ہے تو یہاں پر تو زیادہ احتیاط مطلوب ہے، اس لیے فاسق کی گواہی مقبول ہوگی اور نہ اس مستور الحال کی جس کے نیک ہونے کا علم نہ ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ فاسق ہو۔

(شرط خامس): گواہ مسلمان ہوں لہٰذا زنا میں اہل ذمہ کی گواہی مقبول نہیں ہوگی خواہ وہ مسلمانوں کے خلاف گواہی دیں یا ذمیوں کے، کیونکہ ذمی کافر ہیں، دینی امور میں ان کی روایت اور خبر قبول نہیں کی جاتی سو ان کی گواہی بھی قبول نہیں کی جائے گی۔

(شرط سادس): گواہ زنا کی کیفیت کا بیان کریں اور یہ کہیں کہ انھوں نے مرد کے آلہ کو عورت کے اندام نہانی میں

اس طرح دیکھا ہے جیسے سلائی سرمہ دانی میں یا رسی کنویں میں، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور دوسرے فقہاء کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت ماعز کے قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسی طرح اقرار کرایا تھا، اور جب اقرار میں یہ بیان ضروری ہے تو شہادت میں بطریق اولیٰ ضروری ہوگا۔

(شرط سابع) زنا کے تمام گواہ ایک مجلس میں آئیں۔ علامہ خرقی نے کہا ہے اگر حاکم مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا ہو اور چاروں گواہ الگ الگ آئیں تو ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی، اور اگر بعض گواہ حاکم کے اٹھنے کے بعد آئے تو وہ تہمت لگانے والے قرار دیے جائیں گے اور ان پر حد قذف لازم ہوگی۔ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔ امام شافعی، بتی اور ابن منذر نے کہا یہ شرط نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء (نور ۱۳) "وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لے کر آئے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مجلس کا ذکر نہیں کیا، اور جس طرح باقی معاملات میں گواہی کے لیے اتحاد مجلس شرط نہیں ہے اسی طرح یہاں بھی شرط نہیں ہوگی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر کے سامنے حضرت ابو بکرہ، نافع اور شبل بن معبد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف زنا کی گواہی دی اور زیاد نے گواہی نہیں دی تو ان تینوں کو حد قذف لگائی گئی اور اگر ایک مجلس میں گواہی کی شرط نہ ہوتی تو ان کو حد لگانا جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ ہو سکتا تھا کہ وہ دوسری مجلس میں ایک اور گواہ پیش کر کے چار گواہیاں مکمل کر لیتے، نیز اس لیے کہ اگر تین شخص گواہی دیں اور ان کو حد لگ جائے پھر چوتھا شخص آ کر گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، اور اگر اتحاد مجلس کی شرط نہ ہوتی تو اس صورت میں ان کی شہادت پوری ہو چکی تھی، اس اعتبار سے یہ دوسری شہادتوں سے ممتاز ہے۔

امام شافعی نے قرآن مجید کی جس آیت سے استدلال کیا ہے، اس کو اتحاد مجلس کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے اور اگر اس کو زمانہ کے اعتبار سے عام اور مطلق رکھا جائے تو ایک گواہ آ کر گواہی دے گا اور کہے گا باقی گواہ پھر آئیں گے اور اس کو حد قذف لگانا ممکن نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے ایک مجلس میں اگر چار گواہ متفرق طور پر یکے بعد دیگرے بھی آ جائیں تو جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ ایک مجلس میں متفرق طور پر آئے تو وہ تہمت لگانے والے قرار دیے جائیں گے کیونکہ وہ آنے میں مجتمع نہیں ہوئے اس لیے ان کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔

اور ہماری دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ کا واقعہ ہے کیونکہ ان کے خلاف گواہ یکے بعد دیگرے آئے اور ان پر حد اس لیے لگائی گئی کہ چار گواہ مکمل نہیں ہوئے اور حدیث میں ہے حضرت ابو بکرہ نے کہا یہ بتائیے کہ اگر چوتھا شخص بھی آ کر ان کے خلاف گواہی دے تو کیا آپ انہیں رجم کر دیں گے؟ حضرت عمر نے کہا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے! [1]

نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کی تقدیر پر گواہوں کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں

امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک جب زنا کے چار گواہ مکمل نہ ہوں تو ان پر

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۷۴-۱۶۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

حد قذف لازم ہو گی۔ ابو الخطاب حنبلی نے اس میں دو روایتیں ذکر کی ہیں اور امام شافعی کے دو قول نقل کیے ہیں ایک قول یہ ہے کہ ان پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ وہ گواہ ہیں اس لیے ان پر حد واجب نہیں ہو گی جیسا کہ اگر چار گواہ ہوتے اور ان میں سے ایک فاسق ہوتا تو ان پر حد نہ ہوتی۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة (نور ۴) "جو لوگ پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر اس پر چار گواہ نہیں لاتے ان کو اسی کوڑے مارو" اس آیت سے ہر اس تہمت لگانے والے پر حد قذف لازم ہوتی ہے جو اپنے قول پر چار گواہ نہ پیش کر سکے۔ نیز اس پر اجماع صحابہ بھی ہے کیونکہ جب حضرت ابوبکرہ اور ان کے ساتھی، حضرت مغیرہ بن شعبہ کے خلاف چار گواہ مکمل نہ کر سکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے سامنے ان پر حد قذف لگائی اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے پاس آکر حضرت مغیرہ کے خلاف زنا کی شہادت دی، حضرت عمر کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، پھر دوسرے نے آکر شہادت دی، حضرت عمر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا پھر تیسرے نے آکر شہادت دی اور یہ شہادت حضرت عمر پر بہت گراں گذری، پھر چوتھا شخص ہانکتا گھسیٹتا ہوا آیا تب حضرت عمر نے زور سے چیخ مار کر کہا اے جھلسانے والی آگ! تیرے پاس کیا ہے (ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ وہ اتنے زور کی چیخ تھی کہ میں بے ہوش ہونے کے قریب تھا، اس نے کہا اے امیر المؤمنین میں نے ایک برا کام دیکھا ہے (یعنی چوتھے گواہ نے زنا کی تصریح نہیں کی۔ سعیدی غفرلہٗ) حضرت عمر نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو شیطان بری راہ پر ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوا، ابو عثمان نہدی کہتے ہیں پھر حضرت عمر نے ان تینوں پر حد قذف لگانے کا حکم دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر کے سامنے تین آدمیوں نے حضرت مغیرہ کے خلاف گواہی دی اور ابھی زیاد باقی تھے حضرت عمر نے فرمایا میں ایک خوبصورت نوجوان کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو رسوا ہونے سے بچالے گا (زیاد نے کہا) اے امیر المؤمنین میں نے دُبر (سرین) اونچی دیکھی، سانس چڑھا ہوا دیکھا اور میں نے دیکھا کہ عورت کی ٹانگیں اس کی گردن پر اس طرح تھیں جیسے گدھے کے کان ہوں، اور اس کے پیچھے کیا تھا یہ مجھے پتا نہیں (یعنی یہ نہیں کہا کہ میں نے ان کے آلہ کو اس کی اندام نہانی میں اس طرح دیکھا جس طرح سلائی سرمہ دانی میں یا رسی ڈول میں ہوتی ہے! سعیدی غفرلہٗ) حضرت عمر نے کہا: اللہ اکبر! اور ان تینوں پر حد قذف لگانے کا حکم دیا سو ان پر حد قذف لگائی گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت ابوبکرہ اور ان کے ساتھیوں نے اس اجماع کی مخالفت کی اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس کی مخالفت نہیں کی کہ وہ حد قذف کے مستحق ہیں انھوں نے اس واقعہ کے مشاہدہ کی مخالفت کی یعنی وہ حضرت مغیرہ کے زنا کرنے کے دعوی دار تھے جب کہ زیاد نے زنا کا مشاہدہ کرنے سے انکار کیا۔ نیز اس لیے کہ انھوں نے زنا کی تہمت لگائی تھی اور وہ اس پر چار گواہ نہیں لائے اس لیے ان پر اسی طرح حد قذف ہو گی جس طرح بغیر گواہی کے تہمت پر ہوتی ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی کی اس طویل اور مدلل عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بالاتفاق زنا کے نصاب شہادت مکمل نہ ہونے پر گواہ حد قذف کے مستحق ہوتے ہیں البتہ امام شافعی اور امام احمد کے اس میں دو قول

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۷۶، ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ہیں، راجح قول امام ابوحنیفہ اور امام مالک کی مثل ہے اور مرجوح قول یہ ہے کہ اگر زنا کے متعدد میں چاروں گواہ زنا پر بالاتفاق گواہی نہ دیں بلکہ ایک یا دو گواہ مختلف بیان دیں یا چار سے کم گواہ پیش ہوں تو ان پر حد لازم نہیں آتی۔ ظاہر یہ کا یہی مختار ہے۔ ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ حد ہوگی اور ایک قول یہ ہے کہ ان پر حد نہیں ہے، کیونکہ وہ شہادت دینے کے لیے آئے ہیں تہمت لگانے کے لیے نہیں آئے، نیز اس لیے کہ اگر ہم ان پر حد لازم کر دیں تو شہادت دینے کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ ہر گواہ کو یہ خطرہ ہوگا کہ شاید دوسرا گواہ اس کی موافقت نہ کرے اور اس پر حد لگ جائے۔ [1]

شیخ ابن حزم امام الظاہر یہ کہتے ہیں: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زنا کے گواہ پر حد نہیں ہے خواہ صرف ایک گواہ ہو یا دو یا تین گواہ ہوں ان کا یہ قول صحیح ہے اور قرآن اور حدیث کے مطابق ہے، قرآن مجید میں ہے: والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو"۔ اس آیت میں تہمت لگانے والوں اور گواہوں میں فرق کیا ہے اور حد قذف تہمت لگانے والوں پر لازم کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والے سے فرمایا: البینۃ والا حد فی ظھرک "گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں گے" اس حدیث میں گواہ اور قاذف میں فرق کیا ہے اور حد قاذف پر لازم کی ہے۔ نیز حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں اور تمہاری کھالیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح اس مہینہ میں آج کے دن کی حرمت ہے، پس گواہ کی کھال بلاشک و شبہ حرام ہے۔ اور قرآن اور سنت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ جب زنا کا گواہ ایک ہو تو اس کو کوڑے مارو، اور قرآن اور سنت نے گواہ اور قاذف میں فرق کیا ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تہمت لگانے والے کا حکم گواہ پر لاگو کر دیا جائے، قرآن اور سنت سے یہی چیز ثابت ہے۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ اجماع کا بھی یہی تقاضا ہے کہ گواہ پر حد نہ لگائی جائے، کیونکہ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر زنا کے چار عادل گواہ یکے بعد دیگرے پیش ہوں تو ان پر حد نہیں ہے اسی طرح اس پر بھی بغیر کسی اختلاف کے اجماع ہے کہ ایک ہزار عادل شخص کسی عورت یا مرد پر الگ الگ یا مجتمع ہو کر زنا کی تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لائیں تو ان پر حد قذف ہوگی اور اگر چار گواہ لے آئیں تو ان پر حد قذف نہیں ہوگی۔ اس سے بطریق اجماع یہ ثابت ہو گیا کہ قاذف اور شاہد کا حکم الگ الگ ہے اور اگر زنا کے گواہ چار سے کم ہوں تو ان پر حد قذف نہیں ہوگی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ چار سے کم زنا کے گواہوں پر حد قذف نہ لگائی جائے کیوں کہ اگر چار سے کم گواہوں پر حد لگائی گئی تو زنا پر گواہی کبھی صحیح نہیں ہو سکتی، کیونکہ مجلس قضاء میں بیک وقت چاروں تو گواہی نہیں دے سکتے اس لیے ایک ایک کر کے ہی گواہی دیں گے اور جب ایک شخص گواہی دے گا تو وہ ان کے اصول پر قاذف ہو جائے گا، یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ چار گواہ اگر یکے بعد دیگرے آکر گواہی دیں تو ان کی گواہی فقہاء اربعہ کے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۱ - ۲۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

نزدیک مقبول نہیں ہے لیکن وہ اس پر حد قذف کا حکم نہیں لگاتے جیسا کہ خود شیخ ابن حزم نے بھی اجماع کی بحث میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ سعیدی)۔

اسی طرح جب دوسرا شخص گواہی دے گا تو وہ بھی قاذف ہو جائے گا وعلیٰ ہذا القیاس پھر زنا کے خلاف شہادت منعقد ہی نہیں ہو سکے گی اور یہ قرآن، حدیث اور اجماع کے خلاف ہے۔

ہمارے نزدیک قول راجح یہ ہے کہ اگر زنا کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو جائے یا ان کی تعداد چار سے کم ہو تو ان پر حد قذف لازم نہیں ہوگی، کیونکہ وہ اس مقدمہ میں گواہ کی حیثیت سے آئے ہیں، اور قاذف وہ شخص ہے جو مدعی ہے، اور قرآن مجید اور سنت میں قاذف اور گواہوں میں فرق کیا ہے اور حد قذف کا مستحق مدعی اور قاذف کو قرار دیا ہے گواہوں کو حد قذف کا مستحق نہیں ٹھہرایا۔ اور اگر اس طرح زنا کے گواہوں کو سزا دی جانے لگے تو زنا کی شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ گواہوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا یقین نہیں ہو سکتا کہ سب کے بیان متفق ہوں گے اور ان میں سے کوئی گواہ رجوع نہیں کرے گا، ان حالات میں اسی کوڑوں کی سزا کا خطرہ مول لے کر کون عدالت میں گواہی دینے جائے گا، اسی لیے معقول بات یہی ہے کہ جس طرح ملزم کو شبہ کا فائدہ پہنچتا ہے اس طرح گواہوں کو بھی شبہ کا فائدہ ملنا چاہیے، اگر اختلاف شہادت یا نصاب شہادت میں کمی ملزم پر حد لازم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے تو گواہوں پر حد قذف کو عائد کرنے کی موجب بھی نہیں ہے۔

اقرار سے حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ حد یا اقرار سے واجب ہوتی ہے یا گواہی سے، اگر اقرار سے ثابت ہو تو زانی کے چار مرتبہ اقرار کرنے کا اعتبار ہوگا، حکم، ابن ابی لیلیٰ اور اصحاب رائے (فقہاء احناف) کا یہی مسلک ہے۔ اور حسن، حماد، امام مالک، امام شافعی، ابوثور اور ابن منذر یہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرار کرنے سے بھی زانی پر حد لگا دی جائے گی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انیس! صبح اس عورت کے پاس جانا اگر وہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا" اور ایک بار کا اعتراف بھی اعتراف ہے اور جہنیہ کو ایک بار اعتراف کے بعد رجم کر دیا گیا تھا، اور حضرت عمر نے کہا: جو شادی شدہ شخص زنا کرے اس کو رجم کرنا برحق اور واجب ہے، جبکہ اس کے خلاف گواہ ہوں، یا وہ اعتراف کرے یا حمل ہو۔ نیز اس لیے کہ یہ ایک حق ہے اس لیے ایک بار کے اعتراف سے ثابت ہو جائے گا جیسا کہ باقی حقوق ثابت ہوتے ہیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں ایک اسلمی شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے منہ پھیر لیا، اس نے دوسری طرف سے آ کر کہا یا رسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے! آپ نے اس سے منہ پھیر لیا حتیٰ کہ اس نے چار بار اقرار کیا کہ اس نے زنا کیا ہے اور جب اس نے چار بار اپنے خلاف گواہی دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلا کر پوچھا: کیا تمہارا دماغ خراب ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے پوچھا کیا تم شادی شدہ ہو؟ اس نے کہا جی! تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رجم کر دو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) سو اگر ایک مرتبہ اقرار کرنے سے حد واجب ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلی بار اعراض نہ کرتے! کیونکہ جو حد اللہ کے لیے واجب ہو اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

امام احمد کے نزدیک چار بار اقرار کرنا ضروری ہے عام ازیں کہ ایک مجلس میں چار بار اقرار کرے یا مجالس متعددہ میں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حد اس وقت واجب ہوگی جب وہ چار مختلف مجالس میں اقرار کرے گا کیونکہ حضرت ماعز

نے چار مختلف مجالس میں اقرار کیا تھا۔ [1]

حمل کی بناء پر حد لازم کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کوئی عورت بغیر شوہر اور مالک کے حاملہ ہو جائے تو صرف اس حمل کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہوگی بلکہ اس سے تفتیش کی جائے گی اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کے ساتھ جبراً وطی کی گئی ہے یا کسی شبہ کی وجہ سے اس کے ساتھ وطی کی گئی ہے یا وہ زنا کا اعتراف نہ کرے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی یہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اس جگہ کی باشندہ ہے اور مسافر نہیں ہے تو اس پر حد لازم ہوگی الا یہ کہ اس پر جبر کی علامات ظاہر ہوں بایں طور کہ وہ فریاد طلب کرتی ہوئی یا چیختی ہوئی پائی گئی ہو کیونکہ حضرت عمر نے فرمایا شادی شدہ مرد یا عورت پر زنا سے حد واجب ہوتی ہے جب ان کے خلاف گواہ قائم ہوں یا حمل ثابت ہو جائے یا وہ اعتراف کر لیں۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھ شبہ سے یا جبراً وطی کی گئی ہو اور شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عورت بغیر وطی کے بھی حاملہ ہو جاتی ہے بایں طور کہ مرد کا پانی عورت کی فرج میں داخل کر دیا جائے خواہ وہ عورت خود داخل کرے یا کوئی اور داخل کرے (جیسا کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں ہوتا ہے۔) اس وجہ سے کنواری عورت کا حاملہ ہونا بھی متصور ہے۔ اور اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال مختلف ہیں سعید نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت کو پیش کیا گیا جو بغیر خاوند کے حاملہ ہو گئی تھی جب حضرت عمر نے اس سے تفتیش کی تو اس نے کہا میں بے خبر ہو کر گہری نیند سوتی ہوں، میں سوئی ہوئی تھی کہ مجھ سے ایک شخص نے وطی کی اور میں اس وقت بیدار ہوئی جب وہ فارغ ہو چکا تھا یہ سن کر حضرت عمر نے اس سے حد ساقط کر دی۔ [2]

کیا مادہ منویہ کے اتحاد کی بناء پر حد لگائی جا سکتی ہے؟

آج کل میڈیکل سائنس کی حیرت انگیز ترقی کے دور میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ لبارٹری میں میڈیکل ٹیسٹ سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ یہ اجزاء منویہ فلاں شخص کے ہیں یا نہیں! فرض کیجئے ایک عورت کے ساتھ کسی شخص نے زنا بالجبر کیا۔ وہ عورت پولیس کے پاس پہنچ گئی۔ پولیس نے عورت کو لبارٹری میں بھیج کر اس کی اندام نہانی سے اجزاء منویہ نکلوا کر محفوظ کرا لیے پھر جس شخص کے خلاف اس عورت نے زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ کیا تھا اس کے اجزاء منویہ حاصل کر کے ان محفوظ شدہ اجزاء منویہ سے مقابلہ کیا گیا اور میڈیکل رپورٹ سے وہ دونوں اجزاء ایک ہی شخص کے ثابت ہوئے تو کیا اس دلیل کی بناء پر اس شخص پر حد لگانی جائز ہے یا نہیں؟

ہم نے اس سوال پر غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس صورت میں حد لگانی جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ رپورٹ بہر حال ظنی ہے یہ ہو سکتا ہے کہ تجزیہ کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی غلطی لاحق ہو گئی ہو اور مسلمان کی جان کی حفاظت قطعی ہے اور اس کو قتل کرنا حرام ہے اور جب ظنی دلیل کا تقاضا قتل کرنا ہو اور قطعی دلیل کا تقاضا قتل نہ کرنا ہو، تو قطعی دلیل کا اعتبار کرنا واجب ہے اس لیے میڈیکل رپورٹ کی بناء پر اس کو رجم کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام اپنے ذاتی علم (یقین) کی بناء پر حد نہ جاری کرے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۶۱ - ۱۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ۔

[2] " " " المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۸۷ - ۱۸۶ "

سے یہی روایت ہے، امام مالک، اصحاب رائے (فقہاء احناف) اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے اپنے علم کی بناء پر حد جاری کرنا زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ جب وہ گواہوں کے بیان اور اعتراف کی بناء پر رجم کر سکتا ہے جو ظن کا فائدہ دیتے ہیں تو اپنے علم اور یقین کی بناء اس کا حد جاری کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ [1]

البتہ جس عورت نے کسی شخص کے خلاف زنا بالجبر کا دعویٰ کیا اور میڈیکل رپورٹ سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی اس عورت پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔

لواطت (اغلام) کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: لواطت کے حرام ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لواطت اور لواطت کرنے والوں کی مذمت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین ۝ انکم لتاتون الرجال شھوۃ من دون النساء بل انتم قوم مسرفون۔

(اعراف: ۸۱: ۸۰)

اور (حضرت لوط) کو (بھیجا) جب انھوں نے اپنے (منکر) لوگوں سے فرمایا: کیا تم وہ بے حیائی کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کی۔ بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر نفسانی خواہش کے لیے مردوں کے پاس جاتے ہو، (صرف انسانیت ہی نہیں) بلکہ تم تو (حیوانیت کی) حد سے (بھی) گذر جانے والے ہو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے، اللہ تعالیٰ قوم لوط کا عمل کرنے والے پر لعنت فرمائے۔

عمل قوم لوط کرنے کی حد کے بارے میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، امام احمد سے ایک روایت ہے کہ ایسا شخص شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اس کو رجم کر دیا جائے، حضرت علی، حضرت ابن عباس، جابر بن زید، عبداللہ بن معمر، زہری، ابن حبیب، ربیعہ، اسحاق اور امام مالک کا یہی قول ہے، امام شافعی کا بھی ایک یہی قول ہے، ان کے علاوہ قتادہ، اوزاعی، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب مرد، مرد سے بدکاری کرے تو وہ دونوں زانی ہیں اور جب یہ زنا ہے تو اس کا ارتکاب کرنے والوں کو رجم کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیق سے یہ روایت ہے کہ لوطی کو آگ میں جلا دیا جائے، اور حضرت ابن الزبیر کا بھی یہی قول ہے، صفوان بن ولید نے خالد بن ولید سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے عرب کے بعض علاقوں میں دیکھا کہ مرد، مردوں سے اس طرح نکاح کرتے ہیں جس طرح عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے، حضرت ابو بکر نے اس معاملہ میں دیگر صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت علی کی رائے اس میں بہت سخت تھی انھوں نے کہا صرف ایک امت نے یہ کام کیا اور تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا سزا دی، میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دینا چاہیے پھر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ ان لوگوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا اپنی باندی کی دُبر میں دخول کرے تو ہر چند کہ یہ فعل حرام ہے لیکن اس پر حد نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جس شخص نے اپنی عورت کی سیرین میں دخول کیا، یا عمل قوم لوط کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر حد نہیں ہے، تعزیر ہے۔ اور جامع الصغیر میں ہے اس کو قید خانہ میں رکھا جائے گا اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ یہ فعل زنا کی مثل ہے اور اس پر حد لگائی جائے گی، امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول کو قتل کر دو (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۰، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴) اور ایک روایت میں ہے اوپر والے اور نیچے والے کو رجم کر دو (سنن ابن ماجہ ص ۱۸۴) اور امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ فعل بھی حکماً زنا ہے کیونکہ اس میں بھی محل شہوت میں حرام طریقہ پر مکمل شہوت کو پورا کیا جاتا ہے امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ زنا نہیں ہے کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس میں اختلاف تھا کہ اس کی کیا سزا ہونی چاہیے، بعض صحابہ نے کہا اس کی سزا آگ میں جلانا ہے، بعض نے کہا دیوار گرانا ہے، بعض نے کہا کسی بلند جگہ سے اس کو لٹکایا جائے اور اس پر پتھر برسائے جائیں، وغیرہ وغیرہ۔ (مثلاً کسی بدبودار جگہ میں اس کو قید کر دیا جائے) اور یہ زنا کے حکم میں نہیں ہے کیونکہ اس میں بچہ کو ضائع کرنا ہے نہ نسب کا اشتباہ ہے اور اس کا وقوع زنا کی بہ نسبت بہت کم ہے کیونکہ دونوں جانبوں سے اس کا باعث بہت کم ہوتا ہے۔ [2]

جانور سے بدکاری کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس، عطاء نخعی، شعبی، حکم، ثوری، امام احمد، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جانور سے بدکاری کرنے والے پر حد نہیں ہے اس کو تعزیر دی جائے گی، امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔ اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کا اور واطلت کرنے والے کا ایک حکم ہے۔ حسن نے کہا اس پر زنا کی حد جاری ہوگی، اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ اس کو اور جانور کو قتل کر دیا جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص جانور سے بدکاری کرے اسے اور جانور کو قتل کر دو (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۰) [3]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جو شخص جانور کے ساتھ بدکاری کرے اس پر حد نہیں ہے کیونکہ یہ فعل جنایت میں زنا کی طرح نہیں ہے اور نہ تحریک میں زنا کے حکم میں ہے کیونکہ طبیعت سلیمہ اس فعل سے متنفر ہوتی ہے اور اس کا سبب انتہائی جہالت یا انتہائی شہوت ہے، اسی وجہ سے جانور کی فرج کو چھپانا واجب نہیں ہے البتہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور جس روایت میں ہے کہ اس جانور کو ذبح کر دیا جائے یا جلا دیا جائے تو اس کی وجہ ایک بری بات کے ذکر کو ختم کرنا ہے لیکن یہ واجب نہیں ہے۔ [4]

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ: جانور کو جلانے کا حکم اس وقت ہے جب وہ حلال نہ ہو، اگر وہ حلال جانور

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۷۔ ۱۵۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۰۔ ۴۹۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں اس کو پھر بھی جلا دیا جائے، اگر جانور کسی اور شخص کا ہے تو مالک بدکاری کرنے والے سے اس کی قیمت وصول کر کے اس کو ذبح کر دے۔ [1]

مُردہ عورت سے وطی کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ سید دردیر مالکی لکھتے ہیں کہ مردہ عورت کے ساتھ وطی کرنے سے حد لازم آئے گی۔ [2]

کیونکہ یہ آدمیہ کی فرج میں وطی ہے اس لیے اس پر زنا کی تعریف صادق آئے گی اور اس میں میت کی حرمت کو پامال کرنا ہے اس لیے یہ زیادہ شدید گناہ ہے۔

فقہاء احناف، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ زنا نہیں ہے اس لیے اس پر حد نہیں ہے، البتہ تعزیراً اس کو سزا دی جائے گی۔ زنا کی تعریف میں ہم اس پر مکمل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس بحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

عورت کا عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا حکم

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر دو عورتیں ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ جسم رگڑیں تو وہ زانیہ اور ملعون ہیں کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت عورت سے مباشرت کرے تو دونوں ملعون ہیں۔ لیکن اس پر حد نہیں تعزیر ہے کیونکہ اس میں دخول نہیں ہے اور یہ اس کے مشابہ ہے کہ مرد عورت کے ساتھ بغیر جماع کے مباشرت کرے اور اس صورت میں حد نہیں ہوتی کیونکہ روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میری ایک عورت سے ملاقات ہوتی اور میں نے جماع کے علاوہ اس سے سب کچھ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اقم الصلوٰۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات۔ دن کی دو طرفوں میں اور رات کے قریب نماز پڑھو بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، اس شخص نے کہا کیا یہ آیت صرف میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے۔ [3]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اس شخص پر تعزیر ہے کیونکہ یہ ایسی معصیت ہے جس میں حد ہے نہ کفارہ تو یہ لوگوں کو مارنے اور ان کے ساتھ زیادتی کرنے کے مشابہ ہے اور بظاہر حدیث کی اس پر دلالت ہے کہ اس پر تعزیر بھی نہیں ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تائب ہو کر آیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی تعزیر نہیں کی۔ اور صرف اس کے نماز پڑھ لینے کو کافی قرار دیا۔ [4]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ کی دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ مسافحت (عورت کی عورت کے ساتھ مباشرت) میں بھی تعزیر نہیں ہونی چاہیے اور حدیث میں جو اس پر لعنت ہے وہ عدم توبہ پر محمول ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۱۳، مطبوعہ مطبعۃ ثنائیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی — ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر مع الدسوقی ج ۴ ص ۳۱۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[4] علامہ شمس الدین ابو الفرج عبدالرحمان بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

استمناء کا حکم

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

سئل ابن عباس عن رجل یعبث بذکرہ حتی ینزل فقال ابن عباس ان نکاح الامۃ خیر من ھذا وھذا خیر من الزنا[1]

حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے آلۂ تناسل سے کھیلتا ہے حتی کہ اس کو انزال ہو جاتا ہے حضرت ابن عباس نے کہا باندی سے نکاح کرنا اس سے بہتر ہے اور یہ زنا سے بہتر ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنا) مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: ناکح الید ملعون "ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے" اور اگر اس شخص کو زنا میں پڑنے کا خدشہ ہو تو امید ہے اس پر وبال نہیں ہوگا۔[2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہ متعین ہو جائے کہ استمناء کرنے سے وہ زنا سے بچ جائے گا تو اس پر استمناء کرنا واجب ہے کیونکہ یہ اخف البلیتین ہے (یعنی دو گناہوں میں سے کم تر گناہ ہے) اور علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر وہ اپنی شہوت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے استمناء کرے تو امید ہے اس کو عذاب نہیں ہوگا۔ معراج الدرایہ میں امام احمد اور امام شافعی کا قول قدیم نقل کیا گیا ہے کہ استمناء میں رخصت ہے اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔ البتہ بیوی یا باندی کے ہاتھ سے استمناء کرانا جائز ہے۔ اور عنقریب شارح (صاحب درمختار) حدود میں جوہرہ سے نقل کر کے یہ ذکر کریں گے کہ یہ مکروہ ہے اور اس سے ان کی مراد مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لیے یہ معراج الدرایہ کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ استمناء جائز ہے، اور السراج میں ہے کہ اگر کوئی شخص مجرد ہو، اس کی بیوی ہو نہ باندی یا بیوی ہو لیکن وہ اس تک پہنچنے پر قادر نہ ہو اور اس کو بہت زور سے شہوت آئے اور اس کا دل اس شہوت کے علاوہ اور کسی چیز پر توجہ نہ کر سکے تو اس صورت میں امام ابواللیث نے کہا ہے کہ مجھے امید ہے اس پر استمناء سے کوئی وبال نہیں ہوگا اور اگر وہ حصول شہوت کے لیے یہ فعل کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ البتہ یہ چیز قابل غور ہے کہ استمناء میں گناہ کی علت کیا چیز ہے؟ کیا انسان کا اپنے جزء مثلاً ہاتھ یا رانوں سے انتفاع کرنا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے ہاتھ سے جماع کرنے والا ملعون ہے یا پانی کو بہانا اور شہوت کو غیر محل میں پورا کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ ابواللیث نے لکھا ہے کہ حصول شہوت کے لیے استمناء کرنا گناہ ہے؟ میں نے یہ کہیں نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کی وضاحت کی ہو، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ موخر الذکر علت ہے کیونکہ بیوی یا باندی کے ہاتھ سے استمناء کرانے میں بھی پانی کو بہانا ہے لیکن چونکہ یہ مجرد مباح کے ساتھ ہے اس لیے جائز ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ یا اس کے رانوں میں رگڑے اور انزال ہو جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے اس کے برخلاف اپنے ہاتھ سے رگڑ کر پانی نکالنا جائز نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوار میں ڈال کر پانی نکالنا بھی ناجائز ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ علامہ زیلعی نے استمناء بالکف کے عدم جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے: :

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۴ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

والذین هم لفروجهم حافظون ۵ الا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم (مومنون: ۵-۶) وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور باندیوں کے غیر سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں" علامہ ذہلی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف بیوی اور باندی سے استمتاع کو جائز رکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اور باندی کے سوا اور کسی ذریعہ سے استمتاع کرنا یعنی قضاء شہوت جائز نہیں ہے، یہ وہ نکتہ ہے جو مجھ پر منکشف ہوا، اور اللہ سبحانہ بہتر جانتا ہے۔ [1]

انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے ایک عضو کو رگڑے کیونکہ اس کو اس کی اجازت نہیں دی گئی، اس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے اعضاء کا علی الاطلاق مالک نہیں ہے اور جب وہ اپنے اعضاء کو علی الاطلاق استعمال نہیں کر سکتا تو پیوند کاری کے لیے کسی دوسرے شخص کو کاٹ کر کب دے سکتا ہے؟ اور اگر یہ شبہ ہو کہ غلبہ شہوت اور اضطرار میں استمناء کی اجازت ہے تو اضطرار میں اعضاء کاٹ کر دینا بھی جائز ہونا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ اضطرار اعضاء مانگنے والے کو ہے، دینے والے کو تو کوئی اضطرار نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے استمناء بالکف کیا تو اس نے ایک فعل حرام کیا لیکن اس کا روزہ فاسد نہیں ہو گا البتہ اگر اس کو انزال ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا (علامہ حصکفی حنفی اور علامہ شامی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔ سعیدی) کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ بوسہ لینے سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ [2]

کیا خلیفہ حدود سے مستثنیٰ ہے؟

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جو ملک کا سب سے بڑا امام ہو (یعنی سربراہ مملکت یا خلیفہ) وہ جو کام بھی کرے اس پر حد نہیں ہے، البتہ اس سے جان اور مال کا قصاص لیا جائے گا، کیونکہ حدود اللہ تعالیٰ کا حق ہیں اور حدود کو قائم کرنا خلیفہ کی طرف مفوض ہے اس کے علاوہ اور کسی کی یہ ذمہ داری نہیں ہے اور اس کے لیے خود اپنے اوپر حد قائم کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ غیر مفید ہے، اس کے برخلاف حقوق العباد کو صاحب حق وصول کر سکتا ہے یا تو اس کو خلیفہ خود موقع دے گا یا وہ عام مسلمانوں کی مدد سے قوت حاصل کر کے اپنا حق وصول کرے گا، اور قصاص اور اموال حقوق العباد سے ہیں اور حد القذف میں فقہاء کہتے ہیں کہ حق شرع غالب ہے، پس اس کا حکم وہ ہے جو باقی ان حدود کا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ [3]

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ اور سربراہ مملکت خواہ زنا کرے، چوری کرے، شراب پیے یا کسی پاک دامن کو تہمت لگائے اس پر کوئی حد نہیں ہے کیونکہ دوسروں پر تو وہ حد قائم کرتا ہے، اس پر کون حد قائم کرے گا؟ اور جب اس کے اوپر کوئی اور حاکم نہیں ہے اور کوئی انسان خود اپنے آپ کو سزا نہیں دیتا اس لیے جن حدود کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حقوق سے ہے وہ اس پر قائم نہیں کی جائیں گی۔

علامہ ابن ہمام حنفی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس طرح حقوق العباد یعنی اموال اور قصاص میں یہ کہا ہے کہ خلیفہ کسی اور شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کرے اور وہ لوگوں کے حقوق وصول کرے اسی طرح حقوق اللہ میں بھی کسی شخص کو خلیفہ پر حدود جاری

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۳، ص ۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

کرنے کے لیے مقرر کر دیا جائے اور اگر خلیفہ کسی کو مقرر نہیں کرتا تو عام مسلمان یہ فریضہ انجام دیں۔ بلکہ حقوق اللہ وصول کرنے کے لیے کسی شخص کو خلیفہ کا قائم مقام مقرر کرنا زیادہ ضروری ہے۔ [1]

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما (نور: ۲) اس آیت میں بغیر کسی استثناء کے ہر زانیہ اور زانی پر حد جاری کرنے کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بھی یہ حکم ہر زنا کرنے والے کو علی العموم دیا ہے اور ان یہودیوں کی مذمت کی ہے جو عام لوگوں پر زنا کی حد جاری کرتے تھے اور معززین پر یہ حد نہیں جاری کرتے تھے اس وجہ سے خلیفہ کو حد سے مستثنیٰ کرنا قرآن اور سنت دونوں کے خلاف ہے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ فقہاء احناف کا یہ اصول ہے کہ قرآن مجید کے عام کو خبر واحد اور قیاس سے خاص نہیں کیا جا سکتا اور الزانیۃ والزانی میں لام استغراق ہے اور یہ لفظ عام ہے لہٰذا اس کو قیاس سے خاص کرنا جائز نہیں ہے۔

صحیح اور معقول بات یہی ہے کہ اگر خلیفہ کوئی ایسا کام کرتا ہے جس پر حد جاری ہو تو مسلمانوں کی اجتماعی قوت سے اس کو معزول کر کے اس پر حد جاری کی جائے گی اسلام کے عمومی مزاج عدل اور حضرت ابوبکر اور عمر کے خطبات سے یہی چیز ثابت ہے کیونکہ حضرت ابوبکر نے اپنے ابتدائی خطبہ میں ارشاد فرمایا: سنو! میں ایک بشر ہوں اور تم میں سے کسی شخص سے بہتر نہیں ہوں، جب تم مجھے صحیح کام کرتے دیکھو تو میری پیروی کرنا اور جب تم دیکھو کہ میں راہ استقامت سے ہٹ گیا ہوں تو میری اصلاح کرنا، ایک اور روایت میں ہے: اے لوگو! میں سنت کی پیروی کرنے والا ہوں، دین میں نئی باتیں نکالنے والا نہیں ہوں، جب میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں حق سے ہٹوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ [2]

حدود سے خلیفہ کو مستثنیٰ کرنا، فقہ حنفی کو بدنام کرنا ہے اور بے دین سوشلسٹ لوگوں کو اسلام کے خلاف باتیں کرنے کا موقع فراہم کرنا ہے، صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ مسئلہ بیان کیا ہے لیکن اس کے آخر میں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کہہ کر اس کا ضعف ظاہر کر دیا ہے۔ علامہ عینی حنفی نے بھی اس کی شرح میں فیہ تامل کہہ کر اس کا ضعف ظاہر کر دیا ہے [3] اور علامہ ابن ہمام حنفی نے بھی اس پر اعتراض کیے ہیں۔ الغرض یہ کہ فقہاء احناف کے نزدیک یہ ایک ضعیف روایت ہے اور فقہاء احناف کے اساسی قواعد کے خلاف ہے اس لیے حدود میں خلیفہ کے استثناء کو فقہاء احناف کا مسلک قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

باب ۵۵۸ حَدِّ الْخَمْرِ — شراب کی حد کا بیان

۴۳۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے خمر (انگور کی شراب) پی تھی، آپ نے اس کو دو چھڑیوں سے چالیس بار مارا، حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۵۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تاریخ الخلفاء ص ۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَجَلَدَهُ بِجَرِيدَتَيْنِ نَحْوَ أَرْبَعِينَ قَالَ وَفَعَلَهُ أَبُو بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَخَفَّ الْحُدُودِ ثَمَانِينَ فَأَمَرَ بِهِ عُمَرُ.

نے بھی اسی طرح کیا، جب حضرت عمر کا دور خلافت ہوا تو انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا، حضرت عبدالرحمن نے کہا کم از کم حد اسی کوڑے ہے، پھر حضرت عمر نے اسی کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

۴۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اس کے بعد اس کی مثل حدیث ہے۔

۴۳۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَدَ فِي الْخَمْرِ بِالْجَرِيدِ وَالنِّعَالِ ثُمَّ جَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ وَدَنَا النَّاسُ مِنَ الرِّيفِ وَالْقُرَى قَالَ مَا تَرَوْنَ فِي جَلْدِ الْخَمْرِ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا كَأَخَفِّ الْحُدُودِ قَالَ فَجَلَدَ عُمَرُ ثَمَانِينَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر (شراب نوشی) پر درخت کی شاخ اور جوتوں سے مارا، پھر حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے، پھر جب حضرت عمر کا دور خلافت ہوا اور لوگ سبز زاروں اور دیہاتوں کے قریب رہنے لگے تو انھوں نے کہا کہ شراب نوشی کی حد (سزا) کے بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رائے ہے کہ آپ اس کی سب سے کم حد مقرر کر دیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے۔

۴۳۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل روایت ہے۔

۴۳۴۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ فِي الْخَمْرِ بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيدِ أَرْبَعِينَ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا وَلَمْ يَذْكُرِ الرِّيفَ وَالْقُرَى.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی پر چالیس جوتے اور چھڑیاں مارتے تھے، پھر پہلی سندوں کی طرح حدیث ہے اور اس میں سبز زاروں اور دیہاتوں کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۴۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ الدَّانَاجِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ فَيْرُوزَ مَوْلَى ابْنِ عَامِرٍ الدَّانَاجِ حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ الْمُنْذِرِ أَبُو سَاسَانَ قَالَ شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ قَدْ صَلَّى الصُّبْحَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ أَزِيدُكُمْ فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ وَشَهِدَ آخَرُ أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ فَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّهُ لَمْ يَتَقَيَّأْ حَتَّى شَرِبَهَا فَقَالَ يَا عَلِيُّ قُمْ فَاجْلِدْهُ فَقَالَ عَلِيٌّ قُمْ يَا حَسَنُ فَاجْلِدْهُ فَقَالَ الْحَسَنُ وَلِّ حَارَّهَا مَنْ تَوَلَّى قَارَّهَا فَكَأَنَّهُ وَجَدَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ قُمْ فَاجْلِدْهُ فَجَلَدَهُ وَعَلِيٌّ يَعُدُّ حَتَّى بَلَغَ أَرْبَعِينَ فَقَالَ أَمْسِكْ ثُمَّ قَالَ جَلَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعِينَ وَجَلَدَ أَبُو بَكْرٍ أَرْبَعِينَ وَعُمَرُ ثَمَانِينَ وَكُلٌّ سُنَّةٌ وَهٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ. زَادَ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ إِسْمَاعِيلُ وَقَدْ سَمِعْتُ حَدِيثَ الدَّانَاجِ مِنْهُ فَلَمْ أَحْفَظْهُ.

حصین بن منذر ابو ساسان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کی خدمت میں گیا اتنے میں ولید بن عقبہ کو لایا گیا انھوں نے صبح کی نماز دو رکعت پڑھائی پھر کہا میں تمہارے لیے یہ نماز زیادہ کرتا ہوں (یعنی دو رکعت اور پڑھا دیں) اس کے خلاف دو آدمیوں نے گواہی دی، ان میں سے ایک حمران تھے انھوں نے گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے انھیں قے کرتے دیکھا ہے، حضرت عثمان نے کہا جب تک شراب نہ پی ہو اس کی قے کیسے کر سکتا ہے اور کہا اے علی اٹھ کر اس کو کوڑے مارو، حضرت علی نے فرمایا اے حسن! تم اس کو کوڑے مارو، حضرت حسن نے کہا کوڑے مارنے کی حرارت بھی اسی پر ڈالیے جو اس کی (یعنی حکمرانی کی) ٹھنڈک حاصل کر چکا ہے، حضرت علی اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: اے عبداللہ بن جعفر تم کھڑے ہو کر اس کو کوڑے مارو! وہ کھڑے ہو کر کوڑے مارنے لگے اور حضرت علی گننے لگے جب چالیس پر پہنچے تو فرمایا رک جاؤ! پھر کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابو بکر نے بھی چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور سب سنت ہیں اور میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے، علی بن حجر نے اپنی روایت میں یہ زیادتی بیان کی ہے، اسماعیل نے کہا میں نے اس سے دانا ج کی حدیث سنی تھی لیکن میں اس کو یاد نہیں رکھ سکا۔

۴۳۴۴ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں شراب کی حد کے سوا اگر کسی حد کو جاری کرنے سے کوئی شخص مر جائے

الثَّوْرِيُّ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ عُمَيْرِ ابْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا كُنْتُ اُقِيْمُ عَلٰى اَحَدٍ حَدًّا فَيَمُوْتُ فِيْهِ فَاَجِدُ مِنْهُ فِيْ نَفْسِيْ اِلَّا صَاحِبَ الْخَمْرِ لِاَنَّهُ اِنْ مَاتَ وَدَيْتُهُ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسُنَّهُ۔

تو مجھے ملال نہیں ہوگا لیکن اگر شراب نوشی کی حد سے کوئی مر گیا تو میں اس کی دیت دلاؤں گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد مقرر نہیں فرمائی۔

۴۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

سفیان نے اسی سند کے ساتھ اس کی مثل حدیث بیان کی ہے۔

حرمت خمر میں مذاہب

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک ہر نشہ آور چیز خمر ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ثمر (انگور) کا کچا شیرہ جس میں سرعت کی وجہ سے جھاگ پیدا ہو گئے ہوں) حرام قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروب حرام ظنی ہیں، خمر کا ایک قطرہ بھی حرام ہے اور باقی نشہ آور مشروب جس مقدار میں نشہ آور ہوں حرام ہیں، اس کی تفصیل ہم باب نمبر ۵۱ "شراب کی بیع کی حرمت" میں بیان کر چکے ہیں اور اس کی مزید تفصیل انشاء اللہ کتاب الاشربہ میں بیان کریں گے۔

شراب کی حد میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: شراب کی حد (سزا) میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ شراب کی حد اسی کوڑے ہے امام ابوحنیفہ، امام مالک، ثوری اور ان کے تابعین کا یہی نظریہ ہے کیونکہ اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ حضرت عمر نے صحابہ سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ مشورہ دیا کہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے لہٰذا شراب کی حد اسی کوڑے کر دیجئے، چنانچہ حضرت عمر نے شراب کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی اور جوزجانی اور دارقطنی وغیرہما سے یہ روایت ہے کہ مشورہ کے وقت حضرت علی نے فرمایا جب انسان نشہ میں ہوتا ہے تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے اور جب بے ہودہ باتیں کرتا ہے تو کسی پر افترا باندھتا ہے لہٰذا اس پر مفتری کی حد لگائی جائے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ شراب کی حد چالیس کوڑے ہے، اور یہی امام شافعی کا مسلک ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے مارے اور پھر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور ہر ایک فعل سنت ہے۔ اور یہ (یعنی چالیس کوڑے) مجھے زیادہ پسند ہے۔

شراب کی حد میں فقہاء احناف کے موقف کے ثبوت میں احادیث

امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر (انگور کی شراب) پینے کی حد اسی کوڑے ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو، اور باقی شرابوں سے اگر نشہ ہو جائے تو اسی کوڑے حد ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر ثمانین ۔[1]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے۔

عن الحسن قال ہم عمر بن الخطاب ان یکتب فی المصحف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر ثمانین ۔[2]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے یہ ارادہ کیا کہ مصحف (کی تفسیر میں) یہ لکھ دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر اسی کوڑے مارے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شرب بسقۃ خمر فاجلدوہ ثمانین ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خمر پی اس کو اسی کوڑے مارو۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الکریم بن ابی المخارق یرفع الحدیث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتی بسکران فامرہم ان یضربوہ بنعالہم وہم یومئذ اربعون رجلا فضرب کل احد بنعلیہ فلما ولی ابو بکر رضی اللہ عنہ اتی بسکران فامرہم فضربوہ بنعالہم فلما ولی عمر رضی اللہ عنہ واستخرج الناس ضرب بالسوط ، قال محمد بہذا ناخذ نری الحد علی السکران من نبیذ کان او غیرہ ثمانین جلدۃ بالسوط یحبس حتی یصحو ویذہب عنہ السکر، ثم یضرب الحد ویفرق علی الاعضاء ویجرد الا انہ لا یضرب الفرج ولا الوجہ ولا الراس وضربہ اشد من ضرب القاذف وہو قول ابی حنیفۃ رحمہ

عبد الکریم بن ابی المخارق بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخمور (جو نشہ میں ہو) شخص لایا گیا، آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس کو جوتوں سے ماریں، اور اس وقت وہ چالیس آدمی تھے ہر شخص نے اس کو دو جوتے مارے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کے پاس بھی ایک مخمور شخص لایا گیا، انھوں نے بھی اس کو جوتے مارنے کا حکم دیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ لوگوں کے مشورے سے کوڑے مارنے لگے، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں جو شخص نبیذ یا کسی اور چیز سے نشہ میں ہو اس کو اسی کوڑے مارے جائیں، اس کو قید کیا جائے حتی کہ اس کا نشہ اتر جائے اور اس کے ہوش و حواس درست ہو جائیں پھر اس پر حد لگائی جائے اس کے اعضاء پر متفرق جگہ کوڑے مارے جائیں، کوڑے مارتے وقت اس کے کپڑے اتار لیے جائیں البتہ اس کی شرمگاہ، چہرے اور سر پر کوڑے نہ مارے جائیں اور اس کو قاذف کی بہ نسبت سخت کوڑے

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[2] " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۸۰ ، " "

[3] امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

اللہ تعالیٰ۔ [1]

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر بنعلین اربعین اربعین فجعل عمر رضی اللہ عنہ بکل نعل سوطاً۔ [2]

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ ان عمر بن الخطاب شاور الناس فی جلد الخمر، وقال، ان الناس قد شربوھا و اجترؤا علیھا، فقال لہ علی: ان السکران اذا سکر ھذی و اذا ھذی افتری فاجعلہ حد الفریۃ فجعلہ عمر حد الفریۃ ثمانین۔ [3]

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

مارے جائیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر پینے پر دو جوتے چالیس چالیس بار مارے اور حضرت عمر نے جوتے کی جگہ کوڑا مقرر کر دیا۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لوگوں سے خمر کی حد کے بارے میں مشورہ کیا اور کہا لوگ خمر پیتے ہیں اور اس کی جرأت کرتے ہیں۔ حضرت علی نے کہا کہ جب کوئی شخص نشہ میں ہوتا ہے تو بے ہودہ باتیں کرتا ہے اور جب بیہودہ باتیں کرتا ہے تو کسی پر تہمت لگاتا ہے لہٰذا اس کو تہمت کی حد لگائیے، پھر حضرت عمر نے شراب کی حد، تہمت کی حد اسی کوڑے مقرر کر دی۔

چالیس کوڑوں اور اسی کوڑوں کی روایات میں تطبیق

درحقیقت ابتدا میں رسول اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی معین حد مقرر نہیں فرمائی تھی، اور شراب پینے والوں کو لاٹھیوں، جوتوں، درخت کی شاخوں اور کپڑوں سے مارتے تھے اور مارنے کا کوئی عدد مقرر نہیں تھا، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کوڑے مقرر فرما دیے۔ بسا اوقات دو جوتے چالیس بار مارے جاتے تو اس سے یہ عدد حاصل ہو جاتا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوسعید خدری کی احادیث اور حضرت حسن بصری کی مراسیل سے ظاہر ہے لیکن اکثر صحابہ سے یہ امر مخفی رہا، البتہ حضرت ابوبکر صدیق دو جوتوں کو چالیس بار مار کر اسی کا عدد پورا کرتے تھے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق شراب نوشی پر دو جوتوں کو چالیس بار مارتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شراب نوشی کی حد میں کوڑوں کا عدد مشتبہ تھا، آیا وہ چالیس کوڑے ہیں یا اسی کوڑے کیونکہ دو جوتوں کو چالیس بار مارا جاتا تھا اگر ان دو جوتوں کو اکٹھا لحاظ کیا جائے تو چالیس کا عدد حاصل ہوتا ہے اور اگر الگ الگ

---

[1] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] ۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبع مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸، سنن کبری ج ۸ ص ۳۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

لحاظ کیا جائے تو اسی کا عدد حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے انھوں نے باہم مشورہ کیا اور حضرت علی اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے اسی کوڑے مارنے کا مشورہ دیا کیونکہ شراب نوشی اکثر تہمت لگانے پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس بنا پر تمام صحابہ کا اسی کوڑے مارنے پر اتفاق ہو گیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت علی ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے مارنے کے بعد رک گئے تھے اور کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے مارے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے مارے اور سب سنت ہیں اور میرے نزدیک یہ زیادہ مستحب ہے۔ جیسا کہ امام مسلم نے (حدیث نمبر ۴۴۴۳) میں بیان کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے ولید بن عقبہ کو کوڑے مارنے کا واقعہ بیان کیا ہے اور اس میں اسی کوڑے مارنے کا ذکر ہے۔[1] اور امام طحاوی نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے جس کوڑے سے ولید کو حد لگائی تھی اس کی دو طرفیں تھیں اور حضرت علی کا اس ارشاد سے مقصد یہ تھا کہ شراب نوشی کی حد میں ایک جوتے یا ایک طرف والے کوڑے کو اسی بار مارا جائے یا دو جوتوں یا دو طرفوں والے کوڑے کو چالیس بار مارا جائے سب سنت ہیں، ان کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ایک طرف والے کوڑے کو چالیس بار مارا جائے۔[2]

حضرت علی حد خمر میں اسی کوڑوں کے قائل تھے اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عطاء عن ابیہ ان علیا ضرب النجاشی الحارثی الشاعر، شرب الخمر فی رمضان فضربہ ثمانین ثم حبسہ فاخرجہ الغد فضربہ عشرین ثم قال لہ انما جلدتک ھذہ العشرین لجرأتک علی اللہ وافطارک فی رمضان۔[3]

عطاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نجاشی حارثی شاعر نے رمضان شریف میں شراب پی، حضرت علی نے اس کو اسی کوڑے مارے اور اس کو قید کیا پھر قید سے صبح نکال کر اس کو بیس کوڑے مارے اور کہا میں نے تجھ کو بیس کوڑے اس لیے زیادہ مارے ہیں کہ تو نے اللہ تعالیٰ پر دلیری کی اور رمضان میں روزہ نہیں رکھا۔[1]

شراب نوشی کی اس مقدار کا بیان جس پر حد واجب ہوتی ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جو شخص کسی بھی نشہ آور مشروب کو پیے اس پر حد واجب ہوتی ہے خواہ اس نے اس کی قلیل مقدار پی ہو یا کثیر، انگور کے کچے شیرہ کے پینے میں ہمارے علم کے مطابق کسی کا اختلاف نہیں ہے اس کا ایک قطرہ بھی پی لیا جائے تو حد واجب ہوتی ہے، امام احمد انگور کے کچے شیرے (خمر) اور دیگر نشہ آور مشروب کو ایک حکم میں قرار دیتے ہیں۔ حسن بصری، عمر بن عبد العزیز، قتادہ اوزاعی، امام مالک اور امام شافعی کا یہی نظریہ ہے اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ (خمر کے ماسوا میں) اس وقت تک حد

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۸۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

نہیں لگائی جائے گی جب تک کہ اس کو نشہ نہ ہو۔ چنانچہ ابووائل، نخعی، فقہاء اہل کوفہ اور اصحاب ثلثہ (فقہاء احناف) کا یہی نظریہ ہے اور ابوثور نے یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی شراب کو حرام سمجھ کر پیئے اس پر حد ہے اور جو شخص کسی شراب کو تاویل سے پیے اس پر حد نہیں ہے کیونکہ وہ مختلف فیہ ہے اور وہ بغیر ولی کے نکاح کرنے کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من شرب الخمر فاجلدوہ (سنن ابوداؤد) "جو شخص خمر پیے اس کو کوڑے لگاؤ" اور یہ ثابت ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اس لیے یہ حدیث قلیل اور کثیر نشہ آور کو شامل ہے، نیز اس لیے کہ یہ وہ شراب ہے جس کے پینے سے نشہ آتا ہے اس لیے خمر کی طرح اس کے قلیل مقدار کو پینے سے بھی حد واجب ہوگی۔ احمد بن قاسم کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ یہ کہتے ہیں کہ نشہ آور مشروب کی تحریم میں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس احادیث کا علم ہے، بعض احادیث میں ہے: کل مسکر حرام "ہر نشہ آور مشروب حرام ہے" اور بعض احادیث میں ہے: کل مسکر خمر "ہر نشہ آور مشروب خمر ہے" [1]۔

فقہاء احناف میں سے امام محمد کی رائے بھی جمہور کے ساتھ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک خمر حرام قطعی ہے اور خمر ان کے نزدیک انگور کا کچا شیرہ ہے جو پڑے پڑے سڑ گیا ہو اور اس میں جھاگ پیدا ہو گئے ہوں، لغت میں خمر کا یہی معنی ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة قد تکون الخمر من الحبوب، قال ابن سیدہ و اظنہ تسمحا منہ لان حقیقة الخمر انما ھی العنب دون سائر الاشیاء والعرب تسمی العنب خمرا قال: و اظن ذلک لکونھا منہ حکاھا ابوحنیفة: قال وھی لغة یمانیة - وقال فی قولہ تعالیٰ انی ارانی اعصر خمرا، ان الخمر ھنا العنب [2]

امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ کبھی خمر مختلف دانوں سے بنائی جاتی ہے اور ابن سیدہ نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ یہ اطلاق مجازی ہے، کیونکہ خمر حقیقت میں صرف انگور سے بنتی ہے کسی اور چیز سے نہیں بنتی اور عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں، ابن سیدہ نے کہا یہ اس وجہ ہے کہ خمر انگوروں سے بنتی ہے، امام ابوحنیفہ نے کہا کہ یہ یمن کی لغت ہے۔ قرآن مجید میں ہے: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر نچوڑ رہا ہوں، یہاں پر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انگور کل پر خمر کا اطلاق کیا ہے۔

اور علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

الخمر ما اسکر من عصیر العنب خاصة و ھو مذھب ابی حنیفة رحمہ اللہ تعالیٰ والکوفیین مراعاة لغلبة اللغة [3]

خمر بالخصوص انگور کے اس شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، یہ امام ابوحنیفہ اور کوفیین کا مذہب ہے۔ تاکہ فقہی معنی میں لغت کی رعایت ہو۔

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۳۲۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ زبیدی نے ابن سیدہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حقیقت میں خمر انگوروں کی شراب کو کہتے ہیں اور باقی دانوں کی شراب پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے۔ جس کو ہم لسان العرب کے حوالے سے ابھی بیان کر چکے ہیں۔

ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ اہل عرب کے عرف اور لغت میں خمر صرف انگور کی شراب کو کہتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی خمر کا اطلاق اسی معنی کے اعتبار سے کیا گیا ہے اور چونکہ قرآن مجید نے خمر کو حرام قرار دیا ہے اس وجہ سے امام ابوحنیفہ نے کہا کہ انگور کی شراب حرام قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے کیونکہ ان کی حرمت حدیث اور قیاس سے ہے۔ خمر کا ایک قطرہ بھی حرام اور نجس ہے اور اس کے پینے سے حد لازم آتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو، خمر یعنی انگور کی شراب کا رکھنا، خریدنا، بیچنا اس پر گواہی دینا یہ سب کام حرام اور گناہ کا موجب ہیں۔

خمر کے علاوہ تین اور قسم کی شرابیں ہیں جن کا پینا امام ابوحنیفہ کے نزدیک حرام ہے۔

ا۔ الطلاء: انگور کا وہ شیرہ جو جوش دینے کے بعد دو تہائی سے کم رہ جائے۔

ب۔ نقیع التمر:۔ اس کو سکر بھی کہتے ہیں یہ کھجوروں کا کچا شیرہ ہے، جو گاڑھا ہو اور اس میں جھاگ پیدا ہو جائیں۔ دے۔

ج۔ نقیع الزبیب:۔ انگوروں کو پانی میں ڈال دینے سے وہ پانی گاڑھا ہو جائے اور جوش کھانے کے بعد جھاگ چھوڑ دے۔

علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ ان شرابوں کی حرمت خمر سے کم ہے کیونکہ ان کی حرمت اجتہادی ہے اس لیے ان کو جائز کہنا کفر نہیں ہے اور علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ ان کی نجاست خفیفہ ہے۔ [1]

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے کہ ہدایہ میں ان کی نجاست کے بارے میں دو روایتیں بیان کی ہیں ایک یہ ہے کہ ان کی نجاست خفیفہ ہے اور ایک یہ روایت ہے کہ ان کی نجاست غلیظہ ہے۔ [2]

ان شرابوں کے پینے سے اس وقت حد واجب ہو گی جب ان کے پینے سے نشہ ہو جائے اس کے برخلاف خمر کے پینے سے مطلقاً حد واجب ہوتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو۔ [3]

فقہاء احناف نے خمر کی جو تعریف کی ہے وہ حسب ذیل ہے:

الخمر وھی النیٔ من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف بالزبد۔ [3]

خمر انگور کے اس کچے شیرے کو کہتے ہیں جو جوش کھا کر جھاگ چھوڑ دے۔

کیا امام ابوحنیفہ کے قول پر مروجہ شرابیں حلال ہیں؟

اب صرف یہ بات تحقیق طلب رہ جاتی ہے کہ خمر اور ان تین مذکور الصدر مشروبات کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک کیا حکم ہے؛ علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وقال فی الجامع الصغیر ما سوی ذلک من الاشربۃ فلا باس بہ قالوا ھذا الجواب علی ھذا العموم والبیان لا یوجد فی غیرہ وھو

امام محمد نے جامع الصغیر میں کہا ہے کہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (اس قول کی تفصیل کرتے ہوئے)

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] " " رد المحتار ج ۵، ص ۳۹۷، " " "

نص على ان ما يتخذ من الحنطة و الشعير والعسل والذرة حلال عند ابي حنيفة وَلا يحد شاربه عنده وان سكر منه ولا يقع طلاق السكران منه بمنزلة النائم۔ [1]

فقہاء نے کہا جس طرح اس کتاب میں عموم ہے وہ (امام محمد کی) اور کسی کتاب میں نہیں ہے، اور اس عبارت میں اس کی تصریح ہے کہ جو شراب گندم، جو، شہد اور جوار سے بنائی جائے وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے اور اس کے پینے والے پر حد جاری نہیں ہوگی خواہ اس کو نشہ ہو جائے اور اس نشہ میں اس کی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی جیسا کہ سونے والے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ہدایہ کی اس عبارت کی بنا پر بعض لوگ فقہ حنفی پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق موجودہ دور کی تمام شرابیں حلال ہیں کیونکہ ان شرابوں میں سے کوئی شراب بھی فقہ حنفی کی تعریف کے مطابق خمر، طلاء، نقیع التمر یا نقیع الزبیب نہیں ہے۔ اسی سوال کا جواب ہم باب نمبر ۱۵ "شراب کی بیع کی حرمت" میں بھی لکھ چکے ہیں۔ یہاں اس جواب کو ہم مزید وضاحت کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ امام محمد نے جامع الصغیر میں جو یہ لکھا ہے: وما سوى ذلك من الاشربة فلا باس به تو ان چار شرابوں کے ماسوا میں کوئی حرج نہیں ہے" اس عبارت میں ماسوا سے اس قسم کا عموم مراد نہیں ہے جو اس عبارت کی تخریج کرنے والوں نے سمجھا ہے حتیٰ کہ جو شراب بھی نشہ آور ہو وہ حلال ہو جائے، بلکہ ماسوا سے مراد وہ مشروبات ہیں جو نشہ آور نہ ہوں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نبیذ اور ہر نشہ آور مشروب حرام ہے، اس کے پینے سے حد لازم آتی ہے اگر وہ نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق ہو جاتی ہے، خود امام محمد نے بھی یہ لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی قول ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب کتاب الآثار کے حوالے سے نقل کریں گے، اس لیے جامع الصغیر کی اس عبارت میں ایسا عموم مراد نہیں ہے جو اس عبارت کی تخریج اور تفصیل کرنے والوں نے بیان کیا ہے اور امام ابوحنیفہ اس بات سے بری ہیں کہ وہ ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور شرابوں کو حلال قرار دیں، اس پر حد لازم نہ کریں اور اس کی طلاق واقع نہ کریں، اب ہم تفصیل حوالہ جات کے ساتھ اس سلسلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف بیان کرتے ہیں: فنقول وبالله التوفيق وبه الاستعانة يليق۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فالنبيذ هو ماء التمر اذا طبخ ادنى طبخة يحل شربه في قولهم ما دام حلوا و اذا غلا و اشتد وقذف بالزبد۔

عن ابي حنيفة و ابي يوسف يحل شربه

کھجور کے پانی کو معمولی جوش دیا جائے تو یہ نبیذ ہے فقہاء احناف کے قول کے مطابق اس کا پینا جائز ہے بشرطیکہ یہ میٹھا ہو اور جب یہ گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے

تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۶۔ ۴۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] فقہاء کی اصطلاح میں تخریج کا معنی ہے قول مجمل کی تفصیل کرنا۔ سعیدی غفرلہ۔

للتداوی والتقوی الا المعدی المسکر۔ [1]

کہ دوا اور طاقت حاصل کرنے کے لیے اس کا پینا جائز ہے البتہ اگر یہ نشہ آور ہو تو اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

نبیذ ان چار شرابوں کے علاوہ ہے اور اس عبارت میں تصریح ہے کہ جب وہ نشہ آور ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا پینا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

• وروایۃ عبد العزیز عن ابی حنیفۃ و سفیان انہما سئلا فیمن شرب البنج فارتفع الی راسہ وطلق امرأتہ ھل یقع قالا ان کان یعلمہ حین شربہ ما ھو یقع۔ [2]

عبد العزیز نے بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور سفیان سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص بھنگ کے نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے تو کیا اس کی طلاق واقع ہو جائے گی؟ امام ابوحنیفہ اور سفیان نے کہا اگر بھنگ پیتے وقت اس کو بھنگ کا علم تھا تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی۔

بھنگ بھی ان چار شرابوں کے علاوہ ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھنگ کے نشہ سے طلاق ہو جاتی ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

نری الحد علی السکران من نبیذ کان او غیرہ ثمانین جلدۃ بالسوط الی قولہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ [3]

جس شخص کو نبیذ یا کسی اور مشروب سے نشہ ہو جائے تو ہماری رائے میں اس کو اسی کوڑے حد لگائی جائے گی، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

اس عبارت میں امام محمد نے صاف تصریح کی ہے کہ جس مشروب سے بھی نشہ ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نشہ والے شخص پر اسی کوڑے حد لگائی جائے گی۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ان السکر من النبیذ موجب للحد کشرب الخمر۔ [4]

نبیذ سے نشہ ہو تو اس سے حد لگانا اس طرح واجب ہے جس طرح خمر پینے سے حد لگانا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ومن سکر من النبیذ حد۔ [5]

جس شخص کو نبیذ سے نشہ ہو گیا اس کو حد لگائی

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ الجزء الثانی ص ۴۰۷، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

[2] علامہ کمال الدین ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۸۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۳۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۲۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

جائے گی۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ای شراب کان غیر الخمر اذا شرب به لایحد الا اذا سکر به [1]

خمر کے علاوہ کسی شراب کو بھی پیا جائے اس سے حد لازم نہیں ہوگی البتہ اگر اس سے نشہ ہو جائے تو حد لازم ہوگی۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

او سکر من نبیذ حد [2]

نبیذ سے نشہ ہو جائے تو حد لگائی جائے گی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے۔

من سکر من النبیذ حد [3]

جس شخص کو نبیذ سے نشہ ہو جائے اس کو حد لگائی جائے گی۔

مبسوط سرخسی، ہدایہ، درمختار، ردالمحتار اور عالمگیری سے ہم نے اس پر حوالجات پیش کیے ہیں کہ نبیذ یا خمر کے علاوہ کسی اور مشروب سے نشہ ہو جائے تو اس پر حد ہے ہر چند کہ ان عبارات میں امام ابوحنیفہ کے قول کی تصریح نہیں کی گئی لیکن اہل علم سے یہ مخفی نہیں ہے کہ فقہا احناف کی کتابوں میں جب مطلقاً کسی مسئلہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ امام ابوحنیفہ کا ہی قول ہوتا ہے اور جہاں امام محمد یا امام ابویوسف کے قول پر فتوی ہوتا ہے تو یہ تصریح کر دی جاتی ہے کہ یہاں امام اعظم کا یہ موقف ہے اور فتوی امام محمد یا امام ابویوسف کے قول پر ہے۔ لہٰذا ان تمام حوالہ جات سے یہ ثابت ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ہر وہ مشروب حرام ہے جس سے نشہ ہو اور اس کے پینے پر حد لازم ہے اور اگر اس کے نشہ میں بیوی کو طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع ہو جائیگی امام ابوحنیفہ کے مذہب اور ان کے اقوال کو بیان کرنے والے امام محمد بن حسن شیبانی ہیں اور انھوں نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان چار شرابوں کے علاوہ باقی نشہ آور شرابیں حلال ہیں اور ان کے پینے پر حد نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس کتاب الآثار میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کو نبیذ یا کسی اور چیز سے نشہ ہو جائے اس پر حد ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور جامع الصغیر کی عبارت کی جو اس کے خلاف تخریج اور تفصیل کی گئی ہے، وہ صحیح نہیں ہے اور اس تخریج کی بنیاد پر ہدایہ، تبیین الحقائق یا بعض دوسری کتابوں میں جو صرف چار شرابوں کو حرام کہا گیا ہے اور باقی نشہ آور شرابوں کو حلال کہا گیا ہے یا ان پر حد لازم نہیں کی وہ سب صحیح نہیں ہے۔ اس بحث کو بغور پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ بحث ہماری کتاب کی خصوصی ابحاث میں سے ہے اور شاید کہ اس کتاب کے علاوہ یہ بحث آپ کو اور کہیں نہیں ملے گی کیونکہ میں نے جامع صغیر کی اس تخریج کو اپنے زمانہ کے بیسیوں علماء پر پیش کیا اور یہ اشکال وارد کیا کہ امام اعظم کے قول پر تو تمام مروجہ شرابیں حلال ہو گئیں، لیکن وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۲۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۰ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

خمر اور باقی شرابوں کا فرق

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: خمر کے علاوہ باقی نبیذوں میں نشہ کی وجہ سے حد لازم ہوتی ہے اور خمر کا ایک قطرہ پینے سے بھی حد لازم آتی ہے خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر وہ چیز جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور حد کی موجب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: کل مسکر خمر "ہر نشہ آور چیز خمر ہے"[1] اس حدیث کی پوری تفصیل اور تحقیق انشاء اللہ ہم کتاب الاشربہ میں بیان کریں گے۔

چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ۔[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شراب پی اس کو کوڑے لگاؤ اور اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کردو۔

امام ترمذی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں: چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم ابتداء اسلام میں تھا، اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوگیا، کیونکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص شراب پیے اس کو کوڑے مارو، اور اگر وہ چوتھی بار شراب پیے تو اس کو قتل کردو، حضرت جابر کہتے ہیں اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی، آپ نے اس کو کوڑے مارے اور اس کو قتل نہیں کیا، اسی طرح حضرت قبیصہ بن کریب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے، انھوں نے کہا کہ قتل کا حکم اٹھا لیا گیا اور پہلے اس کی اجازت تھی، عام اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں متقدمین اور متاخرین کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسند دارمی سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کو تین باتوں کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زانی اور دین (اسلام) کو چھوڑنے والا۔[3]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ شراب پینے پر قتل نہیں کیا جائے گا خواہ اس نے متعدد بار شراب پی ہو، امام ترمذی اور دیگر ائمہ نے اس اجماع کو نقل کیا ہے، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کو جائز قرار دیا ہے لیکن یہ قول باطل ہے اور صحابہ اور بعد کے فقہاء کے اجماع کے خلاف ہے۔[4]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں: قتل کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور کوڑے لگانا مشروع ہے اور

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۲۲۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " جامع ترمذی ص ۲۲۸۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۹۴، مطبوعہ نور محمد المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

اسی پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ [1]

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب قتل کا حکم معمول بہ نہیں ہے تو کوڑے مارنا بھی معمول بہ نہ ہو کیونکہ وہ بھی اس حدیث میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قتل کے معارض تو یہ حدیث ہے کہ تین باتوں کے سوا کسی مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں ہے اور شراب پینا ان تین باتوں میں سے نہیں ہے اور کوڑے مارنے کے حکم کا چونکہ کوئی معارض نہیں ہے اس لیے وہ حکم بدستور باقی اور معمول بہ ہے۔ [2]

اور علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے اس حدیث کو حضرت جابر کی حدیث سے منسوخ قرار دیا ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا بلکہ کوڑے لگائے اور قتل کا حکم اٹھا لیا گیا۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی حدیث سے قتل کے حکم کو منسوخ قرار دینا اس سے بہتر ہے کہ اس کو اس حدیث سے منسوخ قرار دیا جائے جس میں ہے "تین چیزوں کے سوا مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں" کیونکہ یہ اس پر موقوف ہے کہ یہ حدیث قتل کے اس حکم کی ممانعت کے بعد ہو۔ البتہ یہ توجیہ کرنا ممکن ہے کہ یہ نسخ اجتہادی ہے یعنی چوتھی بار شراب کے بعد قتل کے حکم میں ان دونوں حدیثوں کا تعارض ہے تو ہم نے قتل کی ممانعت والی حدیث کو ترجیح دی اور اس سے قتل کے حکم والی حدیث منسوخ ہو گئی اور تعارض کے وقت اس قسم کی ترجیح لازم ہے۔ [3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر نعیمان کو کوڑے مارے اور اس سے مسلمانوں نے یہ جان لیا کہ حد واقع ہو گی اور قتل کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اس کے علاوہ علامہ عینی نے قتل کے منسوخ ہونے پر اور بھی متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے۔ [4]

علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی نے بھی چوتھی بار شراب پینے پر قتل کو منسوخ قرار دیا ہے۔ [5]

ملا علی قاری حنفی حضرت جابر کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہے۔ [6]

الغرض جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف نے یہی تصریح کی ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا ہے لیکن حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ نے یہ لکھا ہے کہ احناف کے نزدیک یہ حدیث معمول بہ ہے اور چوتھی بار شراب پینے پر تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔ فرماتے ہیں: امام ابوعیسیٰ ترمذی نے ان دونوں حدیثوں کو غیر معمول بہ ٹھہرایا لیکن ملامین نے اپنی کتاب "دراسات اللبیب" میں امام ترمذی کے اس کلام پر تعاقب کیا کہ یہ دونوں حدیثیں بھی معمول بہ ہیں۔ قاضی شوکانی نے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ ص ۲۹۴، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان۔

[2] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۷۷-۷۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح الہدایہ الجزء الرابع ص ۳۳۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۹ ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۷، ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بھی "نیل الاوطار" میں ان دونوں حدیثوں کو معمول بہ کہا، خود حنفیہ کے نزدیک یہ دونوں حدیثیں معمول بہ ہیں، بایں طور کہ جمع بین الصلوتین سے مراد جمع فعلی ہے اور ہر چوتھی بار شراب پینے والے کو قتل کرنے کے متعلق دوسری حدیث تعزیر پر محمول ہے۔ [1]

شیخ ابن حزم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل کرنے کے حکم کی متعدد اسانید سے احادیث روایت کیں، اور اس کے بعد لکھتے ہیں: یہ احادیث کم از کم درجہ تواتر کی احادیث ہیں، جیسے نشہ آور نبیذ پینے پر احناف روایات بیان کرتے ہیں (شیخ ابن حزم کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے، فقہاء احناف نشہ آور نبیذ کو حرام کہتے ہیں جیسا کہ باحوالہ گذر چکا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس سلسلہ میں حضرت معاویہ اور حضرت ابوہریرہ سے احادیث مروی ہیں جن سے قتل کرنے پر حجت قائم ہے، اور مخالفین یہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر اور حضرت قبیصہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا کوڑے لگائے اور قتل کا حکم اٹھا لیا گیا۔ [2]

حیرت ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت ابوہریرہ صرف دو صحابہ سے قتل کرنے کا حکم مروی ہے اور شیخ ابن حزم اس کو متواتر کہہ رہے ہیں اور حضرت جابر اور حضرت قبیصہ سے صراحۃً اس حکم کا منسوخ ہونا مروی ہے اس کے علاوہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں ہے کہ تین باتوں کے سوا کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں اور اس میں شراب پینے کا ذکر نہیں ہے اور پھر اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ چوتھی بار شراب پینے پر قتل نہیں کیا جائے گا لیکن ابن حزم نے ان تمام دلائل کا لحاظ نہیں کیا۔

میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک چوتھی بار شراب پینے پر تعزیراً قتل کرنا جائز ہے ہر چند کہ فقہاء احناف نے اس کی تصریح نہیں کی ہے لیکن فقہاء احناف کا اصول ہے کہ حاکم کی صواب دید سے تعزیراً قتل کرنا جائز ہے اس لیے حضرت شیخ کی عبارت پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور اگر شیخ ابن حزم کے قول کو بھی تعزیراً قتل پر محمول کر دیا جائے تو چنداں بعید نہیں ہے۔

بَابُ قَدْرِ أَسْوَاطِ التَّعْزِيرِ

تعزیر کے کوڑوں کی مقدار

۴۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ إِذْ جَاءَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ فَحَدَّثَهُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا سُلَيْمَانُ فَقَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جَابِرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُجْلَدُ أَحَدٌ فَوْقَ عَشَرَةِ أَسْوَاطٍ إِلَّا فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ۔

حضرت ابوبردہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود کے علاوہ کوئی شخص دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے۔

---

[1] ۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۳ ص ۳۲۳، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال

[2] ۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۱۱ ص ۳۶۸-۳۶۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ

تعزیر کی مقدار میں فقہاء شافعیہ کا موقف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: تعزیر میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا تعزیر میں دس کوڑوں پر زیادتی جائز ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل، اشہب مالکی اور بعض اصحاب شافعیہ کا قول یہ ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر لگانا جائز نہیں ہے اور جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور بعد کے مجتہدین کا یہ نظریہ ہے کہ دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر لگانا جائز ہے۔ پھر ان میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ تعزیر چالیس کوڑوں سے کم ہونی چاہیے۔ ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے پچھتر کوڑوں تک تعزیر ہو سکتی ہے، امام مالک اور امام ابو یوسف سے بھی ایک یہی روایت ہے، حضرت عمر سے یہ روایت ہے کہ اسی کوڑوں سے متجاوز نہ ہو، اور ابن ابی لیلیٰ سے دوسری روایت یہ ہے کہ تعزیر سو کوڑوں سے کم ہونی چاہیے۔ ابن شبرمہ کا بھی یہی قول ہے، ابن ابی ذئب اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا تادیب میں تین کوڑوں سے زیادہ نہ مارے جائیں۔ امام شافعی اور جمہور اصحاب شافعیہ کا یہ قول ہے کہ کسی انسان کی تعزیر اس کی ادنیٰ حد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے، لہٰذا غلام کی تعزیر بیس کوڑوں سے اور آزاد کی تعزیر چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے اور بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ کسی کی تعزیر چالیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو، اور بعض اصحاب شافعیہ نے یہ کہا کہ کسی کی تعزیر بیس کوڑوں سے زیادہ نہ ہو۔ اور امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد، ابو ثور، اور امام طحاوی نے یہ کہا کہ تعزیر کے لیے کوئی حد معین نہیں ہے بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے اور امام کو حد سے زیادہ تعزیر لگانے کا بھی اختیار ہے، کیونکہ جس شخص نے بیت المال کی جعلی مہر بنوائی تھی اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو کوڑے حد لگائی تھی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب شافعیہ نے اس باب کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دس کوڑوں سے زیادہ کوڑے مارے ہیں اور اصحاب مالکیہ نے یہ جواب دیا ہے کہ تعزیر کی یہ مقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ مختص تھی لیکن یہ تاویل ضعیف ہے۔ [1]

تعزیر کی مقدار میں فقہاء حنبلیہ کا موقف

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: تعزیر کی مقدار میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ کیونکہ حضرت ابو بردہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود کے علاوہ کسی شخص کو بھی دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ تعزیر حد سے کم ہونی چاہیے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، اس بنا پر کوئی حد چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے کیونکہ شراب نوشی میں غلام کی حد چالیس کوڑے ہے اور یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے ہے تو غلام کی حد بیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی اور آزاد کی حد چالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی اور یہ امام شافعی کا مذہب ہے لہٰذا غلام کی تعزیر انیس کوڑوں سے اور آزاد کی تعزیر انتالیس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہوگی۔ اور ابن ابی لیلیٰ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے لہٰذا اناسی کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ لگائی جائے۔

امام احمد کے کلام کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ کسی جرم کی بھی تعزیر اس کی جنس کی حد کے برابر نہ ہو البتہ کسی اور جرم کے جنس کی حد سے زیادہ تعزیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بنا پر اگر کسی شخص کو دلالی کی بنا پر تعزیر لگائی ہے تو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳-۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سو کوڑوں سے کم ہونی چاہیے اور اگر وطی کے علاوہ کوئی اور سبب ہے تو کم از کم حد سے کم تعزیر ہونی چاہیے۔ کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کی اجازت سے اس کی باندی سے وطی کی اس کو سو کوڑے لگائے جائیں اور یہ تعزیر ہے، کیونکہ اس صورت میں شادی شدہ کی حد رجم ہے اور سو کوڑے رجم سے کم ہیں، اور سعید بن مسیب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص مشترک باندی سے وطی کرے اس کو حد سے ایک کوڑا کم تعزیر لگائی جائے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ امام کی رائے سے تعزیر حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ روایت ہے کہ معن بن زائدہ نے بیت المال کی مہر کے نقش کے مطابق ایک مہر بنالی، پھر بیت المال کا محافظ اس کو پکڑ کر لایا اور اس سے مال برآمد کر لیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انھوں نے اس کو سو کوڑے لگائے اور قید بھی کیا، پھر اس سے گفتگو کی اور پھر سو کوڑے لگائے پھر سہ بارہ اس سے بات کی اور سو کوڑے مزید لگائے اور شہر بدر کر دیا اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس ایک نجاشی کو لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی تھی تو حضرت علی نے اس کو اسی کوڑے حد لگائی اور رمضان کی بے حرمتی کرنے کی وجہ سے اس کو بیس کوڑے مزید لگائے۔ اور روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابوالاسود کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا اور ان کے پاس ایک چور کو لایا گیا جس نے گھر کا تمام سامان اکٹھا کر لیا تھا لیکن گھر سے سامان نکالا نہیں تھا، ابوالاسود نے کہا تم نے اس مسکین کو جلدی پکڑ لیا اور اس کو پچیس کوڑے لگا کر چھوڑ دیا۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے کسی ایسے جرم میں حد جاری کی جو حد کا مستوجب نہیں تھا وہ شخص حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہے" نیز اس لیے کہ سزا بقدر جرم دی جاتی ہے اور جن جرائم کی حدود مقرر ہیں وہ دوسرے جرائم سے بڑے ہیں اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کم جرم میں زیادہ جرم کی سزا دی جائے اور مالکیہ کا جو قاعدہ ہے (کہ تعزیر حد سے زیادہ ہو سکتی ہے) اس سے تو یہ بھی لازم آئے گا کہ جو شخص کسی اجنبی عورت کو بوسہ دے اس کو زنا کی حد سے زیادہ سزا دی جائے اور یہ ناجائز ہے، اور جب زنا کی حد سے زیادہ کسی کو تعزیر نہیں دی جا سکتی جب کہ وہ بہت بڑی بے حیائی ہے تو جو جرائم اس جنس سے کم ہیں ان میں بطریق اولی حد سے زیادہ تعزیر نہیں دی جا سکتی۔ اور معن بن زائدہ کو جب حضرت عمر نے تین سو کوڑے لگائے تھے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اور بھی جرائم ہوں اور حضرت عمر نے ان سب کی اکٹھی سزا دی ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے بیت المال سے بار بار مال نکالا ہو، نیز اس کے تین جرم تھے، ایک جھوٹ بولا، دوسرا بیت المال سے ناجائز مال لیا، تیسرا جعلی مہر بنانے کا طریقہ ایجاد کیا، اور حضرت علی نے نجاشی کو دو جرموں پر سزا دی تھی، ایک شراب پی اور دوسرا رمضان کا روزہ نہیں رکھا اور ہمارے قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ کسی جرم پر بیس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔[1]

تعزیر کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا موقف اور حد اور تعزیر کے فرق کی تفصیل

علامہ ابوعبداللہ العبدری مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ حد کی موجب جنایات سات ہیں، ان کے علاوہ جو جنایات یا ان کے مبادی ہیں وہ تعزیر کی موجب

---

[1] علامہ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی حنبلی شرح کبیر ج ۱۰ ص ۳۵۶۔۳۴۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ہیں اور تعزیر امام کے اجتہاد پر موقوف ہے، ——— حدود معین ہیں اور تعزیر معین نہیں ہے، اور حد کا قائم کرنا واجب ہے اور تعزیر کا قائم کرنا واجب نہیں ہے اور حد امر تعبدی ہے لہٰذا ربع دینار کی چوری ہو یا ایک لاکھ دینار کی چوری ہر دونوں کی ایک سزا ہے (یعنی ہاتھ کاٹنا) اس کے برخلاف تعزیر میں جرم کے اعتبار سے سزا دی جاتی ہے، حد صرف گناہوں کی سزا ہے اس کے برخلاف تعزیر مکلفین کو، جانوروں کو اور پاگلوں کو بھی لگائی جاتی ہے، نیز تعزیر توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، تعزیر میں جرم کو معاف کرنا اور شفاعت کرنا جائز ہے، حد میں عفو اور شفاعت جائز نہیں ہے، حد خواہ غیر مؤثر ہو اس کو قائم کیا جاتا ہے اس کے برخلاف تعزیر اگر کم ہونے کی وجہ سے غیر مؤثر ہو تو ساقط ہو جاتی ہے اور اگر زیادہ ہو تو عدم مرجیب کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ مالک اپنے حق میں بھی ملازم کو سزا دے سکتا ہے اور حقوق اللہ میں بھی سزا دے سکتا ہے، جو شخص کسی اجنبی عورت سے چھیڑ خوانی کرے اس کو بیس کوڑے لگائے جائیں اور جو کسی عورت کو قید کرے اس کو چالیس کوڑے لگائے جائیں اور اگر عورت کی مرضی شامل ہو تو اس کو بھی چالیس کوڑے لگائے جائیں، اور اگر کوئی شخص کسی عورت کو بوسہ دے تو پچاس کوڑے لگائیں، اور اگر عورت کی مرضی شامل ہو تو اس کو بھی پچاس کوڑے لگائیں۔

علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبہ اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا دی جائے، بعض کو کوڑے لگائے جائیں، بعض کو قید کیا جائے، بعض کو مجلس میں کھڑا کر دیا جائے اور بعض کی پگڑی اتار دی جائے۔ علامہ ابن شاس کہتے ہیں کہ تعزیر کی جنس کوڑوں کی ضرب یا ہاتھ کی ضرب یا قید وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں ہے خواہ وہ حد سے زیادہ ہو جائے۔ ابن عرفہ نے کہا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ امام کے اجتہاد سے تعزیر کا حد سے زیادہ ہونا صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر نے بیت المال کی جعلی مہر بنانے والے کو سو کوڑے مارے تھے۔ علامہ ابن شاس نے کہا ہے کہ تعزیر میں یہ لازم نہیں ہے کہ وہ حد سے کم ہو اور اس تعزیر کو قتل تک پہنچانا جائز ہے۔ ایک شخص کسی بچے کے ساتھ ننگا پایا گیا، امام مالک نے اس کو چار سو کوڑے مارنے کا حکم دیا اس کا بدن سوج گیا اور وہ شخص مر گیا لیکن امام مالک نے اس پر افسوس نہیں کیا۔ [1]

علامہ ابو عبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم اور اس کے فسق کی شہرت کے اعتبار سے سزا دینا امام کے اجتہاد پر موقوف ہے، امام محمد بن حسن سے بھی یہی روایت ہے کہ ہزار کوڑوں تک بھی سزا دی جا سکتی ہے اور صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ حدود اللہ کے ماسوا میں کسی کو دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ اس کے جواب میں فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا جب مجرم کو یہ سزا کافی ہوتی تھی دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حکم حقوق اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ ابوالحسین مدینی امیہ کے دور حکومت میں تونس میں ایک شخص بہت مشہور غنڈہ تھا جس کا نام ابن تکدومہ تھا۔ اس کی غنڈہ گردی بہت پھیل چکی تھی۔ شیخ نے کہا اس کو اگر تین سو کوڑے بھی لگائے جائیں تو یہ اس کا اہل ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ التاج والاکلیل لمختصر خلیل ج ۶ ص ۳۱۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۴۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

تعزیر کی مقداریں فقہاء احناف کا موقف

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ تعزیر کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

۱۔ امام احمد اور اسحاق کا نظریہ ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۲۔ لیث سے روایت ہے کہ تعزیر میں دس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں اور اس سے زیادہ کی بھی گنجائش ہے۔
۳۔ حضرت عمر سے روایت ہے کہ بیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۴۔ حضرت عمر سے دوسری روایت ہے کہ تیس کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۵۔ امام شافعی کا ایک قول ہے کہ بیس سے کم کوڑے لگائے جائیں۔
۶۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا قول ہے کہ چالیس سے کم کوڑے لگائے جائیں، امام شافعی کا بھی یہ ایک قول ہے۔
۷۔ امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ پچھتر کوڑے تک لگائے جاسکتے ہیں۔
۸۔ امام مالک کہتے ہیں کہ تعزیر لگانا امام کے اجتہاد پر موقوف ہے اور تعزیر کی سزا حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے، امام ابو یوسف اور ابو ثور کا بھی یہی قول ہے۔
۹۔ شیخ ابن حزم اور غیر مقلدین کا قول یہ ہے کہ تعزیر میں نو کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔
۱۰۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ تعزیر کا حدود پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس پر ائمہ کا اتفاق ہے کہ تعزیر قاضی کی صواب دید پر موقوف ہوتی ہے اور تعزیر میں کبھی سزا کم دی جاتی ہے اور کبھی زیادہ۔ [1]

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی حدود کے سوا کسی جرم میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے۔" [2]

علامہ بدر الدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس جرم کا تعلق معصیت سے نہ ہو اس میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا نہ دی جائے، جیسا کہ باپ کا بیٹے کو تادیباً مارنا، دوسرا جواب یہ ہے کہ جن جرائم کی سزا شریعت میں مقرر ہے (یعنی حدود) ان میں دس کوڑوں سے زیادہ تعزیر نہ دی جائے، اور جن جرائم کی سزا شریعت نے مقرر نہیں کی ان میں دس کوڑوں سے زیادہ سزا دی جا سکتی ہے، امام مالک کی رائے یہ ہے کہ تعزیر میں جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا ہوتی ہے اور یہ امام کی رائے پر موقوف ہے اور یہ سزا حد سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔ علامہ مہلب نے کہا ہے کہ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواصلین کو زیادہ سزا دی ہے اسی طرح امام کے لیے بھی اپنے اجتہاد سے زیادہ سزا دینا جائز ہے، اس لیے ہر شخص کو اس کے جرم کے اعتبار سے سزا دینا واجب ہے۔ ابن حزم نے کہا ہے کہ حدود سات ہیں: (۱) ارتداد (۲) ڈاکہ (۳) زنا (۴) زنا کی تہمت لگانا (۵) شراب نوشی (۶) چوری کرنا (۷) ماریت کا انکار کرنا (جمہور نے ساتواں قتل کو شمار کیا ہے۔ سید ی) ان کے علاوہ باقی جرائم پر تعزیر ہے، ان جرائم میں بعض یہ ہیں: شراب نوشی کی تہمت لگانا، خنزیر کھانا، قوم لوط کا فعل کرنا، جانوروں سے بدکاری کرنا، عورتوں کا آپس میں مباشرت کرنا۔ بلا انکار نماز نہ پڑھنا، رمضان کا روزہ نہ رکھنا اور جادو کرنا۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،
[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۲۴ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ تعزیر چالیس کوڑوں تک نہیں پہنچنی چاہیے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ نے اسی روایت پر عمل کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ کم از کم حد چالیس کوڑے ہے، کیونکہ اگر غلام تہمت لگائے یا شراب پیے تو اس کو حد میں چالیس کوڑے مارے جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص غیر حد میں حد جاری کرے وہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہے" امام ابو یوسف کا بھی یہی پہلا قول تھا پھر انھوں نے اس سے رجوع کر کے تعزیر میں پچھتر کوڑوں کا قول کیا، کیونکہ کم از کم حد اسی کوڑے ہے، اور غلام کی حد آزاد کی حد کی نصف ہے وہ کامل حد نہیں ہے، امام محمد کا بھی ایک یہی قول ہے اور امام ابو یوسف سے اسی کوڑوں کی بھی ایک روایت ہے اور اس کی بھی وہی دلیل ہے کہ یہ کم از کم حد یعنی اسی کوڑوں سے کم ہے۔ [1]

بوس وکنار، نصاب سے کم چوری اور غنڈہ گردی وغیرہ پر تعزیر کی تفصیل

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی غیر محرم عورت کے ساتھ پکڑا جائے اور وہ دونوں جماع کے علاوہ باقی تمام حرام افعال کے مرتکب ہوئے ہوں تو ان کو تعزیر میں انتالیس کوڑے مارے جائیں گے اور ہم کتاب الحدود میں بیان کر چکے ہیں کہ جس فعل حرام کی حد مقرر نہیں ہے اس میں تعزیر دی جائے گی اور یہ تعزیر امام کی رائے پر موقوف ہے اور یہ تعزیر جرم کی نوعیت کے اعتبار سے لگائی جائے گی اور یہ بہت بڑا جرم ہے اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ تعزیر میں حد کی بہ نسبت زیادہ شدید ضرب لگائی جاتی ہے کیونکہ تعزیر میں صرف عدد کے اعتبار سے تخفیف ہے، اور تعزیر میں ضرر پہنچانے کے لیے اس کے کپڑے اتار لیے جائیں گے اور اس کی پشت پر کوڑے لگائے جائیں گے اور مختلف اعضاء پر کوڑے نہیں مارے جائیں گے کیونکہ یہ رعایت صرف حدود میں ہے۔

جب کوئی چور کسی گھر میں نقب لگائے اور اس نے سامان کو ابھی گھر سے باہر نہ نکالا ہو یا وہ سامان گھر سے باہر نکال لیا ہو لیکن وہ دس درہم سے کم مالیت کا ہو تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی کیونکہ اس نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا ہے، اور عورت کو بھی مرد کی طرح تعزیر لگائی جائے گی، اور جو شخص غنڈہ گردی میں مشتبہ ہو اس کو پکڑ کر قید کر دیا جائے گا اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی بنا پر قید کر دیا تھا۔

بلا عذر روزہ نہ رکھنے اور دیگر کبائر کی تعزیر کا بیان

اگر کوئی شخص رمضان کے مہینہ میں زنا کرے اور شبہ کی بنا پر اس سے حد ساقط ہو جائے تو روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے اس کو تعزیر لگائی جائے گی، جو مسلمان سود کھاتا ہو اور شراب بیچتا ہو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اسی طرح مخنث، نوحہ کرنے والی اور گانے والی کو ارتکاب حرام کی وجہ سے تعزیر لگائی جائے گی اور جب تک یہ توبہ نہ کریں ان کو قید میں رکھا جائے گا۔

اگر مسلمان کسی ذی عورت پر زنا کی تہمت لگائے تو اس کو تعزیر لگائی جائے گی اسی طرح اگر مسلمان کسی ایسی عورت کو زنا کی تہمت لگائے جو زنا کر چکی ہے یا مسلمان کسی زانی مرد کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر تعزیر ہے کیونکہ ہر چند کہ یہ لوگ غیر محصن ہیں لیکن یہ افعال احرام ہیں کیونکہ ان میں اشاعت فاحشہ ہے اور بلا وجہ مسلمان کی پردہ دری ہے اور یہ موجب تعزیر ہے۔ [2]

---

[1] شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶ - ۳۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] " " " ، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۶ - ۳۵، " " "

مدافعت میں قتال کا جواز

جب ڈاکو راستہ میں کسی قوم پر ڈاکہ ڈالیں تو ان کے لیے اپنی جانوں اور اپنے اموال کی مدافعت اور حفاظت کے لیے ان سے قتال کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا قتل ہو جائے وہ شہید ہے" اگر ڈاکو مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو مسلمانوں کے لیے ان کی مدد کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان پر ڈاکوؤں سے قتال کرنا لازم ہے کیونکہ برائی سے روکنا فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی اسی بنا پر تعریف کی ہے (یہ امت نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے) اس لیے جب وہ ڈاکوؤں سے مقابلہ پر قادر ہوں تو اس کو ترک کرنا ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص مسلمان پر تلوار سونت لے یا چھری یا چاقو نکالے یا لاٹھی اٹھائے تو خواہ اس نے وار نہ کیا ہو پھر بھی اس پر تعزیر واجب ہے کیونکہ اس نے مسلمان کو ڈرایا اور اس کے قتل کا قصد کیا اور یہ ناجائز ہے۔

اگر کسی کے گھر میں شراب ہو اور وہ شخص فاسق ہو یا کچھ لوگ شراب کی مجلس لگائے بیٹھے ہوں تو ان پر تعزیر ہے کیونکہ شبہات سے حد ساقط ہوتی ہے تعزیر ساقط نہیں ہوتی۔ روایت ہے کہ بعض فقہاء نے اس صورت میں ان پر حد لازم کر دی۔ امام ابوحنیفہ نے پوچھا ان پر حد کیوں لازم کی ہے؟ انھوں نے کہا ان کے پاس آلات شراب ہیں۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا پھر ان کو رجم بھی کر دو کیونکہ ان کے پاس آلات زنا ہیں۔ [1]

مرد اور عورت کے اختلاط پر تعزیر

امام مالک، اور امام طحاوی کے نزدیک تعزیر کی کوئی مقدار معین نہیں ہے اور تعزیر میں زیادہ سے زیادہ کوڑے لگائے جا سکتے ہیں، امام ابو یوسف اور ابو ثور کا بھی ایک قول یہی ہے۔ حسب ذیل آثار میں مرد اور عورت کے اختلاط پر سو کوڑوں کی سزا بیان کی گئی ہے اور یہ امام مالک، امام طحاوی، امام ابو یوسف اور امام طحاوی کی دلیل ہے:

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

محمد بن جعفر عن ابیہ عن علی انہ کان اذا وجد الرجل والمرأۃ فی ثوب واحد جلدھما مأۃ کل انسان منھما۔ [2]

جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب مرد اور عورت ایک کپڑے میں پائے جائیں تو حضرت علی ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارتے تھے۔

اس حدیث کو امام ابن شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن الحسن ان رجلا وجد مع امرأتہ قد اغلق علیھما۔ وقد ارخی علیھما الستار فجلدھما عمر بن الخطاب مئۃ مئۃ۔ [4]

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد ایک عورت کے ساتھ پکڑا گیا در آں حالیکہ انھوں نے دروازہ بند کیا ہوا تھا اور انھوں نے پردہ ڈالا ہوا تھا حضرت عمر بن الخطاب نے ان کو سو سو کوڑے مارے۔

---

[1] ۔ شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۳۰-۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ ھ،

[2] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ

[3] ۔ امام ابوبکر ابوعبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۵ ص ۵۲۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ ھ

[4] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۷، ص ۴۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ ھ۔

تعزیر میں قتل کرنے کی تحقیق

قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ تعزیر میں کسی مسلمان کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا (مائدہ ۵: ۳۲)

جس شخص نے بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد کے بغیر کسی انسان کو قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح قصاص میں کسی کو قتل کرنا جائز ہے، اسی طرح فساد پھیلانے کی وجہ سے بھی کسی شخص کو قتل کرنا جائز ہے، اور احادیث، آثار اور فقہ اسلام میں فساد پھیلانے کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

بعض علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے کیونکہ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین وجوہات کے سوا کسی ایسے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جو یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں، (وہ وجوہات یہ ہیں:) جان کا بدلہ جان، شادی شدہ زانی، دین (اسلام) ترک کر کے جماعت کو چھوڑنے والا۔[1] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: قاضی ابن العربی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ قتل کے دس اسباب ہیں، اور وہ کسی حال میں ان تین وجوہات سے خارج نہیں ہیں، کیونکہ جس نے جادو کیا یا اللہ یا رسول یا فرشتہ کو گالی دی وہ کافر ہے اور علامہ داؤدی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعًا (مائدہ ۵: ۳۲) "جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد کے بغیر کسی کو قتل کیا تو گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کر دیا۔" اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی شخص کو قصاص میں قتل کرنا جائز ہے اسی طرح کسی شخص کو زمین میں فساد پھیلانے کی وجہ سے بھی قتل کرنا جائز ہے۔ (اور یہ تعزیراً قتل کرنے کے جواز کی قوی دلیل ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اسی طرح یہ حدیث اس حدیث سے بھی منسوخ ہے جس میں ہے عمل قوم لوط کرنے والے فاعل اور مفعول بہ کو قتل کر دو۔ اور جانور سے بدکاری کرنے والے کو قتل کر دو۔[3]

اب ہم ان احادیث کو پیش کر رہے ہیں جن میں تعزیراً قتل کرنے کا ثبوت ہے!

احادیث سے تعزیر میں قتل کرنے کا ثبوت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن قرۃ بن ایاس المزنی ان رجلا تزوج امرأۃ ابیہ فامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقتلہ۔[4]

حضرت قرۃ بن ایاس مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال لقیت عمی و معہ رایۃ فقلت لہ این ترید فقال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل نکح امراۃ ابیہ فامرنی ان اضرب عنقہ و آخذ مالہ۔[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری اپنے چچا سے ملاقات ہوئی ان کے پاس ایک جھنڈا تھا، میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں اور اس کا مال ضبط کر لوں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ ومن وقع علی بھیمۃ فاقتلوہ واقتلوا البھیمۃ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محرم سے وطی کرے اس کو قتل کر دو، اور جو شخص جانور سے بدکاری کرے اس کو قتل کر دو، اور جانور کو بھی قتل کر دو۔

تعزیر میں قتل کرنے کے ثبوت میں فقہاء اسلام کے اقوال

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد سے یہ روایت کہ محارم سے وطی کرنے والے کو ہر حال میں قتل کیا جائے گا، جابر بن زید، ابو ایوب اور ابن ابی خیثمہ کا بھی یہی قول ہے اور اسماعیل بن سعید نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے باپ کی بیوی یا کسی اور محرم سے نکاح کیا۔ اس شخص کو قتل کر دیا جائے اور اس کے مال کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔[4]

سنن ابوداؤد کی حدیث اور امام احمد کے اس قول میں یہ بھی دلیل ہے کہ تعزیراً مال ضبط کرنا بھی جائز ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۵۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ، "

[4] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۳۴۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وقالوا جاء فيه احد الامرين انه للاستحلال او امر بذلك سياسةً وتعزيرًا۔[1]

فقہاء نے کہا ہے کہ اس شخص کو قتل کرنے کا حکم آپ نے یا اس وجہ سے دیا تھا کہ اس نے محارم سے نکاح کو حلال سمجھ لیا تھا (یعنی وہ مرتد ہو گیا تھا) اور یا آپ نے اس کو سیاسۃً اور تعزیراً قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

عمل قوم لوط میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو تم قوم لوط کا عمل کرتے ہوئے دیکھو تو فاعل اور مفعول بہ دونوں کو قتل کر دو۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ حدیث میں جو فاعل اور مفعول کو قتل کرنے کا حکم ہے یہ سیاسۃً (تعزیراً) ہے۔[3]

علامہ بابرتی لکھتے ہیں: یہ مسئلہ امام کی رائے پر موقوف ہے اگر وہ شخص لواطت کا عادی ہو تو اس کو قتل کر دے اور اگر چاہے تو اس کو کوڑے مارے اور قید کرا دے۔[4]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا لواطت کی سزا میں اختلاف تھا۔ بعض نے کہا ان کو آگ میں جلا دیا جائے، بعض نے کہا ان پر دیوار گرا دی جائے، بعض نے کہا ان کو بلندی سے پھینک کر ان پر پتھر برسائے جائیں۔[5]

علامہ سرخسی حنفی نے لواطت کے بارے میں صحابہ کرام کی مختلف آراء کو بیان کرنے کے بعد لکھا:

بقيت هذه جريمة لا عقوبة لها في الشرع مقدرة فيجب التعزير فيه يقينا وما وراء ذلك من السياسة موكول الى راي الامام ان راى شيئا من ذلك في حق قوم ان يفعله شرعًا۔[6]

یہ وہ جرم ہے جس کی شریعت میں کوئی ایک سزا مقرر نہیں ہے، اس لیے اس میں تعزیر یقیناً واجب ہے اور یہ تمام سزائیں امام کی رائے پر موقوف ہیں، اگر امام کسی شخص کے بارے میں یہ سزا ضروری خیال کرے تو اس کو یہ سزا دینے کا شرعاً اختیار ہے۔

علامہ عبد العلی برجندی حنفی لکھتے ہیں: کافی میں ہے تعزیر کبھی قید سے ہوتی ہے کبھی ڈانٹ ڈپٹ سے اور کبھی کوڑے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، العنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] شمس الائمہ محمد بن احمد بن سہل سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۹ ص ۷۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

مارنے سے، امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ مال کا جرمانہ لازم کرنے سے بھی تعزیر ہوتی ہے، شرح الطحاوی میں ہے کہ اشراف مثلاً علماء اور مشائخ کی تعزیر یہ ہے کہ کہا جائے آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا، عام بازاری لوگوں کی تعزیر قید کرنا ہے اور بدمعاش اور غنڈوں کی تعزیر یہ ان کو کوڑے مارنا، قید کرنا اور ان کی سزا کو شہرت دینا ہے۔

علامہ برجندی لکھتے ہیں: ان سزاؤں کے علاوہ بھی تعزیر ہے مثلاً مبتدعین کے امام کا گھر جلا دیا جائے اس کو شہر بدر کر دیا جائے یا اس کو سیاستہً قتل کر دیا جائے۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: فقہاء نے تعزیر میں قتل کرنے کا بھی ذکر کیا ہے تبیین الحقائق میں ہے ہندوانی سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک مرد کو ایک عورت کے ساتھ (زنا کرتے) دیکھا کیا اس کے لیے اس مرد کو قتل کرنا جائز ہے۔ ہندوانی نے کہا اگر اس کو یہ یقین ہے کہ اس کے شور مچانے اور بغیر اسلحہ کے مارنے سے وہ باز آ جائے گا تو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کو یقین ہے کہ وہ اس سے باز نہیں آئے گا تو اس کے لیے قتل کرنا جائز ہے اور اگر عورت رضامند ہو تو اس عورت کو بھی قتل کرنا جائز ہے، منیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی مرد کو اس شخص کی بیوی سے زنا کرتے دیکھا یا اس شخص کی محرم سے زنا کرتے دیکھا درآں حالیکہ وہ دونوں رضامند ہیں تو وہ مرد اور عورت دونوں کو قتل کر دے، اھ (علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:) اس فرق سے یہ واضح ہوا کہ اجنبی عورت کو اس وقت تک قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یقین نہ ہو کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہیں آئے گی اور بیوی اور محرم کو مطلقاً قتل کرنا جائز ہے اور مجتبیٰ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ جب بھی وہ کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اس کو قتل کر دے اور اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ وہ شخص اس کو قتل کر دے گا یا اس کے زنا کرنے کی تصدیق نہیں کی جائے گی تو وہ قتل کرنے سے باز رہے، اسی طرح زبردستی ظلم کرنے والوں، ناجائز ٹیکس لینے والوں اور ڈاکوؤں کو بھی قتل کرنا جائز ہے اور ان کو قتل کرنا باعث اجر ہے اھ صاحب مجتبیٰ کہتے ہیں کہ مصنف نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ان ظالموں اور معصیت کاروں کو کون قتل کرے گا؟ فقہاء نے کہا ہے کہ جس وقت وہ ارتکاب معصیت کر رہے ہوں تو ہر مسلمان کے لیے ان کو قتل کرنا جائز ہے، اور ارتکاب معصیت کے بعد حاکم کے علاوہ اور کسی کے لیے ان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ تفنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے کسی شخص کو ایسی بدکاری کرتے دیکھا جس پر تعزیر ہے اور اس نے قاضی یا حاکم کی اجازت کے بغیر اس کو سزا دی تو اگر اس نے ارتکاب معصیت کے بعد سزا دی ہے تو قاضی کے لیے جائز ہے کہ وہ سزا دینے والے کو سزا دے اور اگر ارتکاب معصیت کے دوران سزا دی ہے تو ٹھیک ہے کیونکہ یہ برائی سے روکنا ہے اور اس کا ہر شخص مکلف ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: خانیہ میں ہے ایک شخص نے کسی آدمی کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھا، یا کسی اور کسی شخص کی بیوی سے زنا کرتے دیکھا اور زنا کرنے والا شادی شدہ تھا، اس نے اسے چیخ کر ڈانٹا لیکن وہ زنا سے باز نہیں آیا تو اس شخص کے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے اور اگر اس نے اس زنا کرنے والے کو قتل کر دیا تو اس پر کوئی قصاص نہیں ہے، چوری میں بھی اسی طرح حکم ہے، ایک شخص نے کسی کو اپنا مال چراتے دیکھا یا اپنی یا کسی اور کی

---

[1] علامہ عبد العلی برجندی — برجندی علی شرح وقایہ ج ۴ ص ۶۸، مطبوعہ منشی نولکشور ۱۳۲۴ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۵ ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

دیوار میں نقب لگاتے دیکھا درآں حالیکہ وہ چور معروف ہو تو اس شخص کے لیے اس چور کو قتل کرنا جائز ہے اور اس پر قصاص نہیں ہے۔[1]

قاضی شوکانی لکھتے ہیں: سنن نسائی کے علاوہ تمام کتب صحاح ستہ میں ہے اللہ تعالیٰ کی حدود کے سوا کسی حد میں اسی کوڑوں سے زیادہ نہ لگائے جائیں۔ اور اس حدیث میں حدود سے مراد حدود مخصوصہ مثلاً زنا وغیرہ کی حدود مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ حد سے مراد مطلقاً معصیت کی سزا ہے کیونکہ ان حدود مخصوصہ کے ساتھ حد کو خاص کر لینا متاخرین فقہاء کی اصطلاح ہے اور شریعت میں ہر معصیت پر حد کا اطلاق کیا ہے خواہ وہ معصیت صغیرہ ہو یا کبیرہ، شیخ ابن قیم کی بھی یہی رائے ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں جو ممانعت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ باپ جو چھوٹے بچے کو تادیباً سزا دیتا ہے وہ دس کوڑوں سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔[2]

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا شرابی کو چوتھی بار شراب پینے کے بعد قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا یہ نظریہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، شیخ ابن حزم نے اس نظریہ کو تقویت پہنچائی ہے اور اس پر احادیث سے استدلال کیا ہے اور عدم قتل کے دعوی اجماع کو رد کر دیا ہے اور حضرت ابن عمرو کی روایت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔[3]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کے نزدیک بھی تعزیراً قتل کرنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ، فتاوی تابعین اور فقہاء اسلام کی تصریحات کی روشنی میں تعزیراً قتل کرنا جائز ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ ایسا جرم ہو جس کی سزا میں قتل کرنا قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

بَابُ الْحُدُودِ كَفَّارَاتٌ لِأَهْلِهَا — حدود گناہوں کا کفارہ ہیں

۴۳۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَجْلِسٍ فَقَالَ تُبَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللهِ شَيْئًا وَلَا تَزْنُوا وَلَا

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں تھے، آپ نے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور زنا نہیں کرو گے اور چوری نہیں کرو گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قتل کرنا حرام کر دیا ہے اس کو بے گناہ قتل نہیں کرو گے، تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر ہے اور جس نے ان محرمات میں سے کسی کا ارتکاب کر لیا اور اس کو سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے، اور جس نے ان میں سے کسی حرام کام کو کیا اور اللہ نے

---

[1] علامہ محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۵ ص ۴۲-۴۱، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] قاضی محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۹ ص ۲۰، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ

[3] نیل الاوطار ج ۹ ص ۱۷، 〃 〃 〃

تَسْرِقُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ فَمَنْ وَّفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَصَابَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَعُوْقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ اَصَابَ شَیْئًا مِّنْ ذٰلِكَ فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَفَا عَنْهُ وَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ۔

اس پر پردہ رکھا، تو اس کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے۔

۴۳۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ فَتَلَا عَلَیْنَا اٰیَةَ النِّسَآءِ اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا الْاٰیَةَ۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ زہری سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس میں یہ زیادہ ہے: آپ نے سورۂ نساء کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ان لا یشرکن باللہ شیئا الآیۃ

۴۳۴۹۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ سَالِمٍ اَخْبَرَنَا هُشَیْمٌ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِیِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ اَخَذَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَمَا اَخَذَ عَلَی النِّسَآءِ اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا نَسْرِقَ وَلَا نَزْنِیَ وَلَا نَقْتُلَ اَوْلَادَنَا وَلَا یَعْضَهَ یَعْضُ بَعْضُنَا بَعْضًا كَمَنْ وَّفٰی مِنْكُمْ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ اَتٰی مِنْكُمْ حَدًّا فَاُقِیْمَ عَلَیْهِ فَهُوَ كَفَّارَتُهٗ وَمَنْ سَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَاَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَآءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَ لَهٗ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اسی طرح عہد لیا جس طرح آپ نے عورتوں سے عہد لیا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، ہم چوری نہ کریں، ہم زنا نہ کریں، ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں اور نہ ہم میں سے کوئی دوسرے پر افترا باندھے۔ آپ نے فرمایا سو تم میں سے جس نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر ہے، اور تم میں سے جس نے کسی حد کا ارتکاب کیا اور اس پر وہ حد قائم کر دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے۔

۴۳۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنِ الصُّنَابِحِیِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّیْ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ان نقباء میں سے ہوں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی، اور آپ نے ہم سے اس پر بیعت لی تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے،

لَمِنَ النُّقَبَآءِ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ بَايِعْنَاهُ عَلٰى اَنْ لَّا نُشْرِكَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا نَزْنِيَ وَلَا نَسْرِقَ وَلَا نَقْتُلَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا نَنْتَهِبَ وَلَا نَعْصِيَ فَالْجَنَّةُ اِنْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ فَاِنْ غَشِيْنَا مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا كَانَ قَضَآءُ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ كَانَ قَضَاؤُهُ اِلَى اللّٰهِ۔

ہم زنا نہیں کریں گے، ہم چوری نہیں کریں گے اور جس شخص کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، ہم اس کو حق کے سوا قتل نہیں کریں گے اور ہم لوٹ مار نہیں کریں گے اور نہ معصیت کریں گے، تو ہمارے لیے جنت ہے، اگر ہم نے ان ممنوعہ کاموں میں سے کسی کام کو کیا تو اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ رکھ لیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے ذمہ ہے، ابن رمح نے کان قضاؤہ الی اللہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اسلام میں بیعت کا تصور

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۴۷ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم لوگ مجھ سے اس پر بیعت کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے الحدیث۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ بیعت علی الاسلام کا معنی ہے اسلام کا عقد اور معاہدہ کرنا اس پر بیعت کا اطلاق اس وجہ سے ہے کہ اس عقد کو عقد مالی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ عقد مالی میں ایک شخص ایک چیز فروخت کرتا ہے اور دوسرا شخص اس کے عوض میں اس کو مال دیتا ہے اور یہاں مسلمانوں کی طرف سے اطاعت کا التزام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ثواب کا وعدہ ہے۔ [1]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ (توبہ، ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا۔

امام رازی لکھتے ہیں علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ جب مکہ میں لیلۃ العقبہ کو ستر انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے رب کے لیے اور اپنے نفس کے لیے ہم سے جو شرط چاہیں منوالیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کے لیے یہ شرط ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور میرے لیے شرط یہ ہے کہ تم اپنی جانوں اور مالوں کو جن چیزوں سے باز رکھتے ہو ان سے مجھ کو بھی باز رکھنا (یعنی جس طرح اپنی جانوں اور مالوں کی حفاظت کرتے ہو اس طرح میری حفاظت کرنا) صحابہ کرام نے عرض کیا جب ہم ایسا کریں تو ہمیں کیا صلہ ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنت، صحابہ نے کہا یہ منفعت بخش بیعت ہے، ہم اس بیعت کو توڑیں گے نہ توڑنے کا مطالبہ کریں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ امام فخرالدین محمد بن ضیاءالدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۰۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

اسلام میں بیعت کا اطلاق دو چیزوں پر کیا جاتا ہے، ایک بیعت علی الامارۃ ہے یعنی خلیفہ یا امیر کی بیعت، دوسری بیعت ارشاد ہے یعنی کسی مرد صالح یا مرشد کی بیعت کرنا، بیعت امارت کا تصور اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ومن بایع اماما فاعطاہ صفقۃ یدہ وثمرۃ قلبہ فلیطعہ ان استطاع۔[1]

جس شخص نے کسی امام سے بیعت کی، اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور دل سے اس کے ساتھ ہوا وہ بقدر استطاعت اس کی اطاعت کرے۔

اور بیعت ارشاد کا تصور اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ (مائدہ ۵، ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

ایمان، اعمال صالحہ، فرائض کی ادائیگی، اتباع سنت اور محرمات اور مکروہات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کے قرب حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے جو اس کو مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الٰہی کے ذریعہ میں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے، اور اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد مے دانند، پس تلاش بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیقی پیش از مجاہدہ ضروری است و سنۃ اللہ بر ہمیں منوال جاریست لہٰذا بدون مرشد راہ یابی نادر است۔[2]

اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں، اس بنا پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے، اس لیے مرشد کی راہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شیخ طریقت کی شرائط

مرشد کے لیے چار شرائط ہیں، جس شخص میں یہ چار شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے۔

(۱) مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو، یعنی اہل سنت و جماعت ہو، امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ نے جن بدعقیدگیوں کا رد کیا ہے ان میں سے کسی میں ملوث نہ ہو۔

(۲) عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، حتیٰ کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو۔

(۳) علم کے مطابق عمل کرتا ہو، فرائض، واجبات اور سنن اور مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۵۰، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کی نسبت متصل ہو۔ یعنی اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر اس کو سندِ خلافت حاصل ہو اور بیعت کرنے کی اجازت بھی ہو تو بہتر ہے۔ وہ لوگ جو کرامت کا دعویٰ کرتے ہیں اور شریعت پر عمل نہیں کرتے یا جن کو شریعت کا علم نہیں اور حقیقت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں ان کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے اور اس زمانے میں ایسے پیشرو پیر بکثرت ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

یہ شرائط امام احمد رضا قادری نے فتاویٰ افریقیہ[1] اور الملفوظ میں بیان کی ہیں۔[2]

بیعتِ برکت ارباب سلوک نے بیان کیا ہے کہ بیعت کی دو قسمیں ہیں: بیعت ارادت اور بیعت برکت۔ بیعت برکت یہ ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لیے کسی سلسلہ میں بیعت کر لی جائے۔ آج کل عام طور پر یہی بیعت ہوتی ہے، اس بیعت کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو مذکور الصدر چار شرائط کے ساتھ متصف ہو، یہ بیعت بھی دنیا اور آخرت میں نہایت مفید ہے کیونکہ مقربین بارگاہ الٰہیہ کے سلسلہ سے متصل ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے نیز اس سے ان لوگوں سے مشابہت ہوتی ہے جو اس راہ میں حقیقۃً سالک ہیں، اور فرمان رسالت کے موجب "جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے"، تو کچھ عجب نہیں کہ تبرکاً بیعت کرنے والے کا شمار بھی حقیقی سالکوں میں سے ہو جائے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی لکھتے ہیں کہ خرقہ دو قسم کا ہے خرقہ ارادت اور خرقہ تبرک، اور مشائخ اپنے مریدین کے لیے جس چیز کا درحقیقت قصد کرتے ہیں وہ خرقہ ارادت ہے اور خرقہ تبرک خرقہ ارادت کے مشابہ ہے اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے اس کا اسی میں شمار ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل فرماتا ہے ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم۔[3] "یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں ہوتا، لہٰذا جو شخص صالحین سے تبرکاً بھی بیعت کرے خواہ ان کی مکمل اتباع نہ کرے وہ ان کی برکت سے محروم نہیں ہوگا، محبوبانِ خدا آیت رحمت ہیں۔ وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا بنا لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں، سیدی ابوالحسن نورالدین بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ جس شخص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت نہ کی ہو، مگر وہ آپ کا نام لیوا ہو کیا اس کا حضور کے مریدین میں شمار ہوگا؟ فرمایا جو شخص اپنی نسبت میری طرف کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راستہ پر ہو تو اس کو توبہ کی توفیق دے گا اور وہ میرے مریدوں میں شامل ہے اور بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں اور میرے ہم مذہبوں کو اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا، والحمد للہ رب العالمین۔ اللھم اجعلنا منھم۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نانوے

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقیہ ص ۱۴۷ - ۱۴۲، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

[2] " " ، الملفوظ ج ۲ ص ۵۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور۔

[3] امام ابوالحسین قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قتل کیے پھر اس نے یہ پوچھنا شروع کیا: کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب (پیر یا درویش) سے یہ سوال کیا اس نے کہا تیری توبہ نہیں ہے، اس نے اس راہب کو قتل کر دیا، پھر اس نے ایک عالم سے سوال کیا، عالم نے کہا تمہاری توبہ کرو، اور اپنے علاقہ کی طرف لوٹ کر نہ جانا کیونکہ وہ برا علاقہ ہے، وہ شخص روانہ ہو گیا اور ابھی راستے پر تھا کہ اسے موت نے آلیا پھر اس کے متعلق رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ تائب ہو کر اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر آیا تھا، اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی نیکی نہیں کی پھر ایک فرشتہ ان کے پاس آدمی کی صورت میں آیا جس کو انھوں نے اپنے درمیان فیصل بنا لیا، اس نے کہا ان دونوں زمینوں کی پیمائش کرو اور جس زمین کے یہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کے ساتھ سلوک کرو، جب انھوں نے اس زمین کی پیمائش کی تو وہ اس بستی کے قریب تھا جس کی طرف اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، سو رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس زمین کو حکم دیا تھا کہ دُور ہو جائے اور اس زمین کو حکم دیا کہ قریب ہو جائے[1]

اور یہ صرف اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر عبادت کرنے کا ارادہ تھا اور ان نیک بندوں کی برکت تھی کہ ابھی وہاں گیا نہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، توبہ نہیں کی، صرف ان کے پاس جانے کی نیت کی وجہ سے بخشا گیا!

بیعت ارادت

بیعت ارادت یہ ہے کہ مرید اپنے ارادہ اور اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ کامل، ہادی برحق اور واصل بحق کے ہاتھ میں بالکلیہ سپرد کر دے اور راہ سلوک میں اس کو مطلقاً اپنا حاکم مالک، اور متصرف سمجھے، راہ سلوک میں کوئی قدم اس کی مرضی کے بغیر نہ رکھے، اس کی کسی بات پر دل میں اعتراض نہ کرے (خیال رہے کہ یہ شیخ کامل کے لیے ہے جو متبع شریعت ہو، وہ پیشہ ور پیر جو خلاف شرع کام کرتے ہیں، اس حکم میں داخل نہیں ہیں) راہ سلوک کی ہر مشکل اور دشواری اس پر پیش کرے اور اس کے ساتھ اس طرح رہے جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے، یہ بیعت سالکین ہے اور مشائخ مرشدین کا یہی مقصود ہے یہی بیعت اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہی بیعت لی ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر پر بیعت کی کہ ہر آسانی اور دشواری اور ہر خوشی و ناخوشی میں آپ کا حکم سنیں گے اور آپ کی اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم سے اس وقت تک سرتابی نہیں کریں گے جب تک دلائل سے اس کا کھلم کھلا کفر ثابت نہ ہو[2]

شیخ کامل اور ہادی برحق کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور رسول اللہ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص

کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ میں کوئی حکم دیں تو

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، " " ، "

اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (احزاب، ۳۶)

پھر اس کو اس حکم میں کوئی اختیار ہے، اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

شیخ شہاب الدین عوارف المعارف میں لکھتے ہیں: شیخ کامل کے زیر حکم ہونا اللہ اور رسول کے زیر حکم ہونا ہے اور سنت بیعت کو زندہ کرنا ہے، اور یہ صرف اس مرید کو حاصل ہوتا ہے جو اپنی جان کو شیخ کے احکام میں مقید کر دے، اپنے ارادہ سے بالکلیہ باہر نکل آئے اور اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو جائے، نیز فرماتے ہیں: شیخ کامل پر اعتراض کرنے سے بچے کہ یہ مریدوں کے لیے زہر قاتل ہے یہ ناممکن ہے کہ کوئی مرید اپنے شیخ برحق پر اعتراض کرے اور پھر اس کو فلاح حاصل ہو، اگر اس کو شیخ کامل کے کچھ کام بظاہر صحیح معلوم نہ ہوں قرآن میں حضرت خضر علیہ السلام کے واقعات کو یاد کرے کیونکہ ان سے بظاہر ایسے کام صادر ہوئے تھے جن پر سخت اعتراض ہونا تھا جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا اور بے گناہ بچے کو قتل کر دینا، پھر جب انھوں نے اس کی وجہ بتائی تو معلوم ہوا کہ حق وہی تھا جو انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح مرید کو یہ یقین رکھنا چاہیے کہ شیخ کامل کا جو فعل مجھے بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا شیخ کے پاس ضرور اس کی صحت کے لیے کوئی دلیل قطعی ہو گی۔

تاہم اس مسئلہ میں اس چیز کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے اور ان کے جو افعال بظاہر خلاف شریعت تھے وہ سب احکام خداوندی کے مطابق تھے کیونکہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور وہ جو کچھ کرتے تھے وحی الٰہی کے مطابق کرتے تھے اور اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لیے اب صرف شریعت معیار ہے جو شخص شیخ اور پیر ہونے کا دعویٰ کرے اور حرام کام کرے یا فرائض کو ترک کر دے اس سے بیعت توڑ دینی واجب ہے۔ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں: کسی شخص نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے پوچھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو چکے ہیں یعنی اب ہم پر شریعت کی اتباع لازم نہیں ہے، حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: انھوں نے سچ کہا وہ واصل تو ضرور ہوئے ہیں مگر جہنم میں واصل ہوئے ہیں، چور اور زانی ایسے عقیدہ والوں سے بہتر ہیں۔

ان تمام مطالب کی مکمل تفصیل کے لیے فتاوی افریقیہ ملاحظہ فرمائیں۔ [1]

تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا حکم

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں: تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید بیعت جائز بلکہ مستحب ہے۔ مثلاً کوئی شخص سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت نہ ہوا ہو، وہ اپنے شیخ سے انحراف کیے بغیر اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے تو یہ تبدیل نہیں بلکہ تجدید ہے۔ کیونکہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ عالیہ کی طرف راجع ہیں۔ [2]

ایک اور مقام پر امام احمد رضا قادری تجدید بیعت کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی جہاد کو جا رہے تھے پہلی بار فرمایا

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی افریقیہ ص ۱۶۰ - ۱۵۰، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی۔

[2] ، الملفوظ ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور۔

تو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کروگے؟ عرض کی حضور ابھی کر چکا ہوں! فرمایا پھر بھی! انھوں نے پھر بیعت کی، آخر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوگئے پھر ارشاد ہوا سلمہ تم بیعت نہ کروگے؟ عرض کی یارسول اللہ! میں دو بار بیعت کر چکا ہوں فرمایا پھر بھی! غرض ایک مجلس میں آپ نے حضرت سلمہ سے تین بار بیعت لی۔ [1] اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک استاذ سے نسبت تلمذ توڑے بغیر کوئی شخص دوسرے استاذ سے بھی سبق پڑھے۔ سعیدی غفرلہٗ

کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے؟

شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے "میں نے بہت سے مشائخ سے سنا ہے کہ جس نے کسی فلاح پانے والے کی زیارت نہیں کی وہ فلاح نہیں پائے گا" نیز لکھا ہے کہ سید نا بایزید بسطامی نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ امام قشیری رسالہ قشیریہ میں لکھتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا کیونکہ بایزید یہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان ہے"۔

ان عبارات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے لیے کسی پیر کی بیعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو وہ فلاح نہیں پاسکتا اور جس کا کوئی مرشد نہ ہو وہ شیطان کا مرید ہے۔ امام احمد رضا قادری اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں: فلاح دو قسم کی ہے فلاح ظاہر اور فلاح باطن۔

فلاح ظاہر یہ ہے کہ قلب اور بدن دونوں پر جس قدر احکام الٰہیہ ہیں سب کو بجالائے نہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کرے، اسی طرح قلب میں کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھے، بدگمانی نہ کرے، بخل نہ کرے، غفلت اور سنگدلی نہ کرے، اس کو فلاح ظاہر اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں جو کچھ کرنا یا نہ کرنا ہے اس کے احکام شریعت میں ظاہر اور واضح ہو چکے ہیں۔

فلاح باطن یہ ہے کہ قلب اور بدن برے کاموں سے خالی ہوں اور نیک کاموں سے مزین ہوں اس کے بعد دل کو شرک خفی سے پاک کیا جائے حتیٰ کہ لامقصود الا اللہ، لامشہود الا اللہ اور پھر لاموجود الا اللہ سے متصف ہو جائے یعنی اولاً دل ارادہ غیر سے خالی ہو پھر نظر غیر نہ رہے پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لیے باقی ہے باقی سب ظل اور سایہ ہے۔ بہرحال فلاح کے لیے مرشد ضروری ہے خواہ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن!

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: مرشد کی بھی دو قسمیں ہیں ایک مرشد عام، دوسرا مرشد خاص۔ مرشد عام کلام اللہ، کلام رسول، کلام ائمہ شریعت وطریقت اور کلام علمائے دین ہے۔ عوام کا رہنما کلام علماء، علماء کا رہنما، کلام ائمہ شریعت وطریقت، ائمہ کا مرشد کلام رسول، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہادی کلام اللہ۔ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن وہ اس مرشد عام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور جو اس مرشد عام کو نہ مانے وہ کافر یا گمراہ ہے اور اس کی عبادت ضائع اور مردود ہے۔

مرشد خاص یہ ہے کہ مسلمان کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن، سنت، ائمہ مجتہدین اور علماء کے فتاوی کو مانتا ہو اور ان کے احکام کے مطابق عمل

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۲ ص ۵۷-۵۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] " " فتاوی افریقیہ ص ۱۴۸-۱۳۸، محصلہ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

کرتا ہو وہ بے مرشد نہیں اور اس کے لیے کسی خاص شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا فرض یا ضروری نہیں ہے البتہ کسی مرد صالح کے ہاتھ پر بیعت کرکے تائب ہونا اور کسی سلسلہ طریقت میں منسلک ہو جانا مستحسن ہے اور دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

قتل اولاد سے ممانعت کی تخصیص کے جوابات

حدیث نمبر ۴۳۴۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا کہ "ہم اپنی اولاد کو قتل نہ کریں" اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ غیر اولاد کا قتل بھی تو ممنوع ہے اور اس حدیث سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ غیر اولاد کو قتل کرنا جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور مفہوم مخالف سے استدلال جائز نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب کوئی حکم باعتبار عادت غالبہ کے نہ لگایا جائے اور یہ حکم باعتبار عادت غالبہ کے لگایا گیا ہے کیونکہ اولاد کو قتل کرنا اہل عرب کی عادت غالبہ تھی، وہ لوگ رزق کی تنگی کے ڈر سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عرب اولاد کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اور یہ قتل کی انتہائی قبیح صورت ہے اس وجہ سے اس سے بالخصوص منع فرمایا اور چوتھا جواب یہ ہے کہ قتل اولاد میں دو جرم ہیں ایک قتل ہے اور دوسرا قطع رحمی کرنا اس وجہ سے اس سے بالخصوص منع فرمایا۔

ثواب اور عذاب میں اہل سنت اور دیگر مکاتب فکر کے نظریات

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، نیکوکاروں کو ثواب دینا اور گنہ گاروں کو معاف کرنا اس کا فضل ہے اور کفار کو عذاب دینا اس کا عدل ہے، وہ کسی چیز کا پابند نہیں ہے جسے چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے پکڑ لے جیسا کہ اس حدیث کے آخر میں ہے جس نے کوئی حرام کام کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا پردہ رکھا تو اس کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے، اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کو عذاب دے، اور اس میں اس کی دلیل ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کا مرتکب توبہ کرنے سے پہلے مر گیا تو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو ابتداءً جنت میں داخل کر دے اور اگر چاہے تو عذاب دینے کے بعد جنت میں داخل کرے، یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے اور معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کی معافی نہیں ہو سکتی اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور خوارج گناہ کبیرہ بلکہ صغیرہ کے مرتکب کو بھی کافر قرار دیتے ہیں اور یہ حدیث ان دونوں کے خلاف حجت ہے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ کسی شخص کے بارے میں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ جنتی ہے یا جہنمی ہے ماسوائے اس شخص کے جس کے متعلق حدیث میں کوئی تصریح ہو۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ تم میں سے جس شخص نے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ پر (واجب) ہے، اس کلمہ (علی) سے یہ وہم ہوتا ہے کہ اجر دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور یہ عقیدہ اہل سنت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب بندے کے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی جہت سے ہے کیونکہ کریم جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا، رہا یہ کہ لفظ اجر کا اطلاق بھی استحقاق کا مشعر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق صوری ہے یعنی نیک اعمال پر ثواب کے ترتب کو مزدور کی اجرت دینے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بُرے کاموں کے نہ کرنے پر بیعت لی ہے نیک کاموں کے کرنے پر بیعت نہیں لی ——— اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث نمبر ۴۲۵۰ میں ہے اور نہ معصیت کریں گے اور امام بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور نہ کسی نیک کام کرنے میں معصیت کریں گے" اور اس ایک جملہ میں تمام نیکیوں کا حکم آگیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نیکی نہ کرنا بھی معصیت ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ نیکی کرنے کی بہ نسبت بُرائی سے بچنا زیادہ اہم ہے اس لیے آپ نے بُرے کام نہ کرنے پر خصوصاً بیعت لی، ایک یہ سوال بھی ہے کہ اس حدیث میں تمام بُرے کاموں سے بچنے پر بیعت نہیں لی گئی مثلاً مال یتیم نہ کھانے اور سود نہ کھانے پر بیعت نہیں لی اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو ان کاموں کی اس وقت تک حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، یا بعض کو بعض پر قیاس کر لیا گیا یا ان کاموں کے نہ کرنے پر عہد لیا گیا جن کی حرمت زیادہ شدید ہے۔

حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ہے "جس نے محرمات میں سے کسی کام کا ارتکاب کیا اور اس کو سزا دے دی گئی تو وہ سزا اس کا کفارہ ہے" حدیث کے اس جز کی وجہ سے ائمہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہوا کہ شرک کے سوا جب کسی جرم پر حد نافذ کر دی جائے تو آیا وہ حد اس جرم کا کفارہ ہو جاتی ہے اور اس سے اُخروی عذاب ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: اکثر علماء نے اس حدیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ حدود کفارہ ہو جاتی ہیں، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ "مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں!" اس کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس حدیث سے پہلے کی حدیث ہے کیونکہ پہلی حدیث میں علم کی نفی ہے اور اس میں اثبات ہے۔ اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے ان گناہوں پر توبہ نہ کی تو اس کو آخرت میں عذاب ہوگا کیونکہ توبہ نہ کرنا بھی گناہ ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ومن لم یتب فاولئک هم الظالمون۔ "جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں" [1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ حدود جرائم کا کفارہ ہو جاتی ہیں اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا مجھے پتا نہیں حدود کفارہ ہیں یا نہیں، لیکن حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث باعتبار سند کے زیادہ صحیح ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت، حضرت عبادہ سے پہلے کی ہو اور بعد میں آپ کو یہ علم ہو گیا ہو، اس لیے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ [2]

حدود کے کفارہ ہونے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر ہے، جب انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ میں بیعت عقبہ کی

---

[1] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

تھی یہ پہلی بیعت تھی جو منیٰ میں واقع ہوئی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے کافی بعد سات ہجری میں فتح خیبر کے موقع پر اسلام لائے تھے تو حضرت ابوہریرہ کی روایت حضرت عبادہ بن صامت کی روایت پر مقدم کیسے ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سنا ہو بلکہ کسی اور صحابی سے سنا ہو جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت پہلے سنا ہو اور یہ نہیں سنا ہو کہ آپ نے بعد میں فرمایا ہے حدود کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ حضرت عبادہ نے سنا تھا، بعض علماء نے اس جواب کو رد کر دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے خود سننے کی تصریح کی ہے اور اس وقت تک حدود کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔

علامہ عینی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک حق یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث صحیح ہے اور یہ حضرت عبادہ کی حدیث پر مقدم ہے لیکن حضرت عبادہ بن صامت کی روایت میں جو بیعت کا واقعہ مذکور ہے یہ لیلۃ العقبۃ (ہجرت سے پہلے حج کے موقع پر جن گھاٹیوں میں حضور مدینہ سے آنے والوں کو تبلیغ اسلام کرتے تھے) کا واقعہ نہیں ہے، لیلۃ العقبۃ کو جو بیعت لی تھی وہ اس سے مختلف واقعہ ہے جس کو ابن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اور یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے جب سورہ ممتحنہ کی یہ آیت نازل ہو چکی تھی: یاایھا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک "اے نبی جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں بیعت کے لیے آئیں"، اور یہ آیت بالاتفاق صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور حضرت عبادہ کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بیعت کرتے وقت یہ آیت پڑھی تھی (صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۳۴۹ میں ہے حضرت عبادہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح عہد لیا جس طرح عورتوں سے عہد لیا تھا) اور معجم طبرانی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس طرح بیعت لی جس طرح فتح مکہ کے موقع پر عورتوں سے بیعت لی تھی، ان تمام دلائل میں اس کی تصریح ہے کہ حضرت عبادہ نے جو بیعت کا واقعہ بیان کیا ہے یہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اور اگر اس سے پہلے سات ہجری میں حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ پتا نہیں حدود کفارہ ہوتی ہیں یا نہیں!" تو وہ حضرت عبادہ کی اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں ہے کہ "حدود کفارہ ہیں" کیونکہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔ [1]

قرآن مجید کی روشنی میں حدود کے کفارہ نہ ہونے کا بیان

فقہاء احناف کے نزدیک حد اس وقت کفارہ ہوتی ہے جب اس سے پہلے مجرم نے توبہ کر لی ہو اور بغیر توبہ کے حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور فقہاء احناف کے نزدیک یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب حدود مقرون بالتوبہ ہوں۔ فقہاء احناف کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا وہ سولی دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے کاٹے جائیں، یا وہ (وطن) کی زمین سے نکال دیے جائیں یہ ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے، ماسوا ان لوگوں

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

(مائدہ ۵: ۳۴-۳۳) کے جنھوں نے تمہارے پکڑنے سے پہلے توبہ کرلی۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ دنیا میں سزا پانے کے بعد بھی مجرموں کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا البتہ جو لوگ توبہ کرلیں گے ان کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ فقہاء احناف نے اسی آیت کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ حدود بغیر توبہ کے کفارہ نہیں ہوتیں اور حدیث میں جو ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں وہ توبہ کے ساتھ مقید ہے تاکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں موافقت ہو۔

حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حد جاری ہونے کے بعد توبہ کے بغیر آیا کوئی شخص گناہ سے پاک ہوجاتا ہے یا نہیں؟ ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرنا حد کے احکام میں سے نہیں ہے پس جب ایک شخص پر حد قائم کی گئی اور اس نے توبہ نہیں کی تو ہمارے نزدیک اس سے وہ گناہ ساقط نہیں ہوگا، ہمارے علماء نے قرآن مجید میں قطاع الطریق کی آیت پر عمل کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا....

ذٰلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاٰخرة عذاب عظیم ۱۰ الا الذین تابوا - "یہ ان (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے ماسوا ان لوگوں کے جنھوں نے توبہ کرلی" اللہ تعالیٰ نے آخرت کے عذاب کو توبہ سے ساقط کیا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ توبہ سے دنیا کی حد ساقط نہیں ہوتی اس لیے یہ استثناء عذاب آخرت ہی کی طرف راجع ہے اور وہ جو بخاری کی روایت میں ہے "کہ جس شخص نے ان میں سے کوئی گناہ کیا اور اس کو دنیا میں سزا دے دی گئی تو وہ اس کا کفارہ ہے۔" تو اس حدیث کو اس صورت پر محمول کرنا واجب ہے جب اس نے سزا کے وقت توبہ کرلی ہو۔ کیونکہ حدیث ظنی ہے اور قرآن مجید قطعی ہے اور جب ظنی اور قطعی میں تعارض ہو تو ظنی کو قطعی کے موافق کرنا واجب ہے اور اس کے برعکس کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فان المذهب ان الحد لا یعمل فی سقوط اثم (الی قوله) ویجب ان یحمل الحدیث علی ما اذا تاب فی العقوبة لانه هو الظاهر۔ [2]

فقہاء احناف کا مذہب یہ ہے کہ گناہ کو ساقط کرنے میں حد کا کوئی عمل نہیں ہے اور حدیث اس صورت پر محمول ہے جب سزا کے وقت وہ شخص توبہ کرے اور یہی ظاہر ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

اذا الحد یقام علی کره منه فلا یکون محصلا للثواب اصلا فلا تحصل به الطهرة فان تاب کان الحد طهرة له والا لا یکون طهرة بل یکون خزیا ونکالا کما قال الله تعالیٰ فی قطاع الطریق ذٰلك لهم

کیونکہ حد جبراً قائم کی جاتی ہے اس لیے وہ ثواب کے حصول کا اصلاً سبب نہیں ہے پس حد سے گناہ پاک نہیں ہوگا، اگر اس نے توبہ کرلی تو حد اس کے لیے پاک کرنے والی ہے ورنہ نہیں بلکہ اس کے لیے رسوائی اور عبرت ہے

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵، ص ۳-۲، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳-۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

جزی فی الدنیا ولهم فی الأخرة عذاب عظیم[1]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ڈاکوؤں کے متعلق فرمایا: یہ ان کے لیے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

والطهرة من الذنب ليست بحكم اصلي لاقامة الحد لانها تحصل بالتوبة لا باقامة الحد۔[2]

گناہوں سے پاک کرنا حد کا حکم اصلی نہیں ہے کیونکہ یہ چیز توبہ سے حاصل ہوتی ہے، حد قائم کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔

علامہ شلبی حنفی لکھتے ہیں:

قال علماءنا اذا ارتكب العبد ذنبا يوجب الحد فاجري عليه الحد لا يحصل له التطهير به من غير توبة۔[3] (شرح البنروی)

ہمارے علماء کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسا گناہ کرے جس پر حد واجب ہوتی ہے اور اس پر حد جاری کی جائے تو بغیر توبہ کے وہ اس گناہ سے پاک نہیں ہوگا۔

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

وليس الحد كفارة للمعصية بل التوبة هي المسقطة عنه عذاب الأخرة[4]

حد گناہ کا کفارہ نہیں ہے بلکہ عذاب آخرت کو ساقط کرنے والی چیز توبہ ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

وليس مطهرا عندنا بل المطهر التوبة[5]

ہمارے نزدیک حد پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ توبہ پاک کرنے والی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فاذا حد ولم يتب يبقى عليه اثم المعصية واوضح دليلنا في النهر[6]

جب کسی شخص پر حد لگی اور اس نے توبہ نہیں کی تو اس پر اس معصیت کا گناہ باقی رہتا ہے اور اس پر ہماری واضح ترین دلیل نہر فائق میں ہے۔

عالمگیری میں ہے:

والطهرة من الذنب ليست بحكم اصلي لاقامة

گناہوں سے پاک کرنا، حد کا حکم اصلی نہیں ہے،

---

[1] علامہ جلال الدین خوارزمی کرلانی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ شہاب الدین احمد شلبی حنفی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۳ ص ۱۶۳ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ

[5] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۱۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[6] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۳ ص ۱۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

الحد لانما تحصل بالتوبة لا باقامة الحد[1]

کیونکہ یہ چیز حد سے نہیں توبہ سے حاصل ہوتی ہے۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

ولیس مطهرا عن الذنب عندنا بل المطهر انما هو التوبة[2]

ہمارے نزدیک حد گناہ سے پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ پاک کرنے والی چیز توبہ ہے۔

حدود کے کفارہ نہ ہونے کے بارے میں مفسرین احناف کی تصریحات

علامہ ابوبکر جصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(ذلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرة عذاب عظیم) یدل علی ان اقامة الحد علیه لا تکون کفارة لذنوبه لاخبار الله تعالیٰ بوعیده فی الآخرة بعد اقامة الحد علیهم[3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ حد (سزا) ان (ڈاکوؤں) کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کو عذاب عظیم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ ڈاکوؤں پر حد قائم کرنا ان کے گناہوں کا کفارہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر حد قائم ہونے کے بعد آخرت میں عذاب کی خبر دی ہے

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

والآیة اقوی دلیل لمن یقول ان الحدود لا تسقط العقوبة فی الآخرة[4]

یہ آیت ان فقہاء کی بہت قوی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدود سے آخرت کا عذاب ساقط نہیں ہوتا۔

مذہب احناف کے بیان میں بعض شارحین کا تسامح

علامہ ابوبکر جصاص، علامہ آلوسی اور علامہ زین الدین ابن نجیم، علامہ کمال الدین ابن ہمام، علامہ جلال الدین خوارزمی، علامہ زیلعی، علامہ شرنبلالی، علامہ ابوسعود، علامہ حصکفی، علامہ شامی، علامہ شبلی اور فتاوی عالمگیری کے حوالوں سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہوتیں اور ہمیں اس پر سخت حیرت ہے کہ فقہا احناف کی اس قدر کثیر اور واضح تصریحات کے باوجود شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ حدود کے کفارہ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق فقہاء احناف کا موقف مجھ پر اب تک منکشف نہیں ہوا، لکھتے ہیں:

ولم یتحقق عندی ما مذهب الحنفیة بعد[5]

مجھ پر ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ اس میں حنفیہ کا کیا مذہب ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری کو یہ اشکال لاحق ہوا ہے کہ علامہ عینی نے اس مسئلہ پر کوئی گفتگو نہیں کی، اور امام طحاوی نے بھی اس مسئلہ پر کوئی بحث نہیں کی اور علامہ کاسانی نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں۔[5]

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیۃ ابی السعود علی ملا مسکین ج ۲ ص ۳۴۹، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، ۱۲۸۷ھ

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[4] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[5] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

ہر چند کہ امام طحاوی اور علامہ عینی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی تاہم اور اکابر حنفیہ نے تو تصریح کی ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اس لیے اس مسئلہ میں تردد کی کوئی وجہ نہیں ہے، رہا یہ کہ علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں [1] تو اس میں وہی تاویل کی جائے گی جو حدیث شریف میں تاویل کی گئی ہے یعنی جب حد جاری ہونے وقت توبہ کرلے تو حد کفارہ ہو جائے گی، تاکہ علامہ کاسانی کی عبارت دیگر اکابر احناف کے معارض نہ ہو اور نہ قرآن مجید کے خلاف ہو۔

شیخ تقی عثمانی نے بھی تمام اکابر احناف کو رد کر کے شیخ انور شاہ کشمیری کی تائید کی ہے، لکھتے ہیں:

واشتهر عن الحنفية انهم قائلون بان الحدود ليست بكفارة ولكن رده شيخ مشائخنا الانور رحمه الله في فيض الباري، بان هذه النسبة مبنية على المسامحة ولذلك لم يذكر الامام الطحاوي فيه خلافا۔ [2]

مشہور یہ ہے کہ فقہاء احناف اس بات کے قائل ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں لیکن ہمارے شیخ المشائخ انور رحمہ اللہ نے فیض الباری میں اس کو رد کر دیا ہے اور کہا ہے کہ احناف کی طرف یہ نسبت تسامح پر مبنی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام طحاوی نے اس مسئلہ میں کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔

شیخ عثمانی اور شیخ کشمیری نے صرف یہ دیکھ کر کہ امام طحاوی نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر نہیں کیا یا علامہ عینی نے اس مسئلہ پر بحث نہیں کی نجانے کیوں اس حقیقت کو فراموش کر دیا کہ فقہ حنفی کی تمام معتبر اور مستند کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہیں، نیز صریح قرآن میں ہے کہ اگر ڈاکوؤں نے توبہ نہیں کی تو حد جاری ہونے کے بعد بھی ان کو آخرت میں عذاب ہوگا اور علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی آیت قطعیہ کا یہ حکم ہے کہ بغیر توبہ کے حدود کفارہ نہیں ہیں اور حدیث میں ہے کہ حدود کفارہ ہیں اور حدیث ظنی ہے پس ظنی کو قطعی کے تابع کرنا چاہیے نہ کہ اس کے برعکس قطعی یعنی قرآن کو حدیث کے تابع کیا جائے۔ اس لیے حدیث میں یہ تاویل کی جائے کہ اگر توبہ کر لی جائے تو حدود کفارہ ہوں گی ورنہ نہیں۔ اور یہ بالکل معقول بات ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے اصول کے مطابق ہے اور تمام اکابر احناف نے اسی کو لکھا ہے اگر علامہ عینی یا امام طحاوی نے یہ مسئلہ نہیں لکھا تو کیا فرق پڑتا ہے انہوں نے اس کے خلاف تو نہیں لکھا اگر وہ خلاف بھی لکھتے تو اس کو رد کر دیا جاتا پھر سخت حیرت ہے کہ جو بات قرآن مجید کے مطابق ہے، امام اعظم کے اصول کے موافق اور جمہور اکابر احناف کی تصریح ہے اس کو مبنی بر مسامحہ اور مردود قرار دیا جائے۔!

شیخ محمود الحسن دیوبندی نے اس مسئلہ پر جو گفتگو کی ہے وہ شیخ انور شاہ کشمیری کی عبارت سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک حدود کفارہ نہیں ہیں لیکن ان کے نزدیک چونکہ امام ابوحنیفہ کا یہ قول حدیث کے خلاف ہے، اس لیے انہوں نے امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

امام شافعی کے نزدیک حدود کفارہ ہیں اور ہمارے نزدیک حدود زاجرات (عبرت ناک سزائیں) ہیں، اور اس باب کی حدیث اس نظریہ کے خلاف ہے، اس لیے احناف (کون سے احناف؟) نے کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ حدود کفارہ ہوتی ہیں

---

[1] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۶۴، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] شیخ محمد تقی عثمانی، تکملہ فتح الملہم ج ۲ ص ۵۱۷، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ

اگرچہ ہمارے امام نے یہ کہا ہے کہ حدود کفارہ نہیں ہوتیں، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ مجھے پتا نہیں کہ حدود کفارہ ہیں یا نہیں اس سے امام ابوحنیفہ کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں عدم علم کا ذکر ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ حدود کفارہ نہیں ہیں اور حدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے[1]۔

ہائے میرے خدا! ان حضرات نے اس مسئلہ میں فقہ حنفی کی کتابوں کو کیوں نہیں دیکھا جن میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ قرآن مجید کی آیت محاربہ (مائدہ: ۳۴-۳۳) پر مبنی ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ کی روایت پر اور اس حدیث کو فقہاء احناف نے قرآن مجید کے موافق کر کے اقتران بالتوبہ پر محمول کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ کا قول حدیث کے خلاف ہے نہ فقہاء احناف کے اقوال مسامحہ پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحمتیں نازل فرمائے وہ پہلے قرآن مجید سے حکم حاصل کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث بظاہر قرآن مجید کے خلاف ہو تو حدیث میں تاویل کر کے اس کو قرآن مجید کے موافق کرتے ہیں اور اگر اقوال صحابہ بظاہر حدیث کے خلاف ہوں تو ان اقوال میں تاویل کر کے ان کو حدیث کے موافق کرتے ہیں۔

بَابُ جُرْحِ الْعَجْمَاءِ وَالْمَعْدِنِ وَالْبِئْرِ جُبَارٌ

جانور یا کان اور کنوئیں کی وجہ سے زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے

۴۳۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ وَالْبِئْرُ جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جُبَارٌ وَفِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جانور کے زخمی کرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور کنوئیں میں گرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (کان) میں گرنے یا زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے، اور معدنیات (یا دفینہ) میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

۴۳۵۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ يَعْنِي ابْنَ عِيسَى حَدَّثَنَا مَالِكٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ مِثْلَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

---

[1] شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، تقریر ترمذی مع جامع ترمذی ص ۶۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴۳۵۳۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَعُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

۴۳۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ اَیُّوْبَ ابْنِ مُوْسٰی عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ الْبِئْرُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جَرْحُهٗ جُبَارٌ وَالْعَجْمَآءُ جَرْحُهَا جُبَارٌ وَّفِی الرِّكَازِ الْخُمُسُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنوئیں میں گرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (کان) میں گرنے یا زخمی ہونے کا مالی معاوضہ نہیں ہے، اور جانور کے زخمی کرنے کا مالی معاوضہ نہیں ہے اور معدنیات (یا دفینہ) میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔

۴۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِیُّ حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ یَعْنِی ابْنَ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کی تین اور سندیں بیان کی ہیں۔

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء شافعیہ کا مذہب

ملا یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: جب جانور کے ساتھ ہنکانے والا یا چلانے والا ہو یا اس پر کوئی شخص سوار ہو اور وہ جانور کسی چیز کو اپنے پیروں یا منہ سے ضائع کر دے تو جو شخص اس پر سوار یا اس کے ساتھ ہو اس پر اس چیز کا تاوان واجب ہے خواہ وہ شخص اس جانور کا مالک ہو یا اس کو کرائے پر لینے والا ہو یا اس کو عاریتاً لینے والا ہو یا غاصب ہو یا امین ہو یا وکیل وغیرہ ہو، البتہ اگر وہ جانور کسی آدمی کو زخمی کر دے تو اس کی دیت اس شخص کی عاقلہ پر واجب ہے (عاقلہ کی وضاحت کے لیے باب قسامت ملاحظہ کریں) اور اس کا کفارہ اس شخص کے مال سے ادا کیا جائے گا، جو ان کے زخمی کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس چیز کو ضائع کر دے خواہ زخمی کر کے یا کسی اور طریقے سے۔

قاضی عیاض مالکی کہتے ہیں کہ: تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ دن کے وقت جب جانور کے ساتھ کوئی شخص نہ ہو تو جانور کے نقصان کرنے کا کوئی تاوان نہیں ہے، اور جب اس کے ساتھ کوئی سوار یا چلانے والا یا ہنکانے والا ہو تو جمہور

علماء کا موقف یہ ہے کہ اس کے نقصان کا تاوان ہے، داؤد اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ اس کے نقصان کا کسی حال میں تاوان نہیں ہے الا یہ کہ جو شخص اس جانور کے ساتھ ہو وہ اس کو نقصان پہنچانے پر برانگیختہ کرے یا بالقصد نقصان کرائے، اور امام مالک اور مالکی فقہاء یہ کہتے ہیں کہ جانور کے نقصان کرنے کا تاوان اس کے مالک پر ہوگا، اور اگر وہ جانور نقصان کرتے ہیں مشہور ہو تو امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اس شخص پر اس جانور کو باندھنا لازم تھا، اور اگر جانور رات کے وقت کوئی نقصان کر دے تو امام مالک یہ کہتے ہیں کہ جو شخص اس کے ساتھ ہو وہ اس نقصان کا تاوان ادا کرے گا، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر اس نقصان میں جانور کی تقصیر کا کوئی دخل ہے تو وہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں! اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ جانور دن کے وقت کوئی نقصان کرے یا رات کے وقت اس کا کوئی تاوان نہیں ہے۔ اور جمہور یہ کہتے ہیں کہ دن کے وقت جانور کوئی نقصان کرے تو اس کا تاوان نہیں ہے، اور لیث اور سحنون نے یہ کہا ہے کہ دن کے وقت نقصان کا بھی تاوان ہوگا۔ [1]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب کسی شخص کی سواری کا جانور راستہ میں پیشاب کر دے جس سے کوئی جوان پھسل کر گر پڑے اور مر جائے تو ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس جانور کے سوار پر تاوان ہوگا جبکہ وہ اس پر سوار ہو یا اس کو ہنکانے والا یا چلانے والا ہو، کیونکہ نقصان اس کی سواری سے ہوا ہے جو اس کے زیر تصرف تھی، اور یہ نقصان ایسا ہی ہے جو اس جانور کے منہ یا اگلے پاؤں سے ہوتا اور قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اس نقصان کا ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس میں اس کا دخل نہیں ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اس پر اس نقصان کا تاوان نہیں ہوگا جیسا کہ اگر جانور کے پچھلے پاؤں سے نقصان ہوتا تو اس کا تاوان نہ ہوتا، اور جس طرح اگر وہ جانور اس کے تصرف میں نہ ہوتا تو اس کا نقصان نہ ہوتا اور اگر جانور اگلے پاؤں یا منہ سے نقصان کرے تو اس نقصان کا اس کا صاحب ضامن ہوگا کیونکہ اس نقصان سے حفاظت کرنا ممکن ہے۔ [2]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو عبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: رات یا دن کے وقت اگر مویشی کوئی نقصان کر دیں تو اس میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا مطلقاً تاوان لازم آتا ہے اور بعض نے مطلقاً تاوان کی نفی کی۔ امام مالک کے مذہب میں مشہور تفصیل ہے (یعنی دن کے وقت اگر مویشی نقصان کر دیں تو تاوان ہے اور رات کے وقت نقصان میں تاوان نہیں ہے) امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ موطا امام مالک میں یہ حدیث ہے: حزام بن سعید بن محیصہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی ایک شخص کے باغ میں داخل ہو گئی اور اس کو خراب کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یہ فیصلہ کیا کہ دن میں باغ کی حفاظت کرنا باغ والوں کی ذمہ داری ہے اور رات کو جو مویشیوں نے باغ خراب کیا ہے اس کا تاوان مویشی والے ادا کریں گے۔ (موطا امام مالک ص ۶۴۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور)۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں یہ حدیث مفسر ہے اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۹ ص ۷۷، ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

یہ العجماء جبار "حیوان کے نقصان کا تاوان نہیں ہے" کی مخصص ہے۔

امام مالک نے جو یہ کہا ہے کہ "مویشی اگر دن کے وقت نقصان کر دیں تو اس کا تاوان نہیں ہے" اس کی تفسیر میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کھیتوں میں فصل اتنی گھنی اور اتنی زیادہ ہو کہ کھیت والے اس کی حفاظت کرنے پر قادر نہ ہوں اور ایک قول اس کے برعکس ہے کیونکہ جب فصل بہت گھنی اور بہت زیادہ ہوگی تو مویشی والے بغیر چرواہے کے اپنے مویشیوں کو نہیں نکال سکیں گے اور جب مویشیوں کے ساتھ چرواہے نہیں ہوں گے تو ان کے مالکوں کو نقصان کا تاوان ادا کرنا ہوگا یا اگر مویشیوں کے ساتھ چرواہے ہوں اور ان کی غفلت کی وجہ سے نقصان ہوا ہو پھر بھی ان کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔ اور اگر چرواہوں کی تقصیر نہیں ہوگی تو مویشیوں کے مالکوں پر تاوان نہیں ہوگا۔ [1]

جانور کے کیے ہوئے نقصان میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے راستہ سے گذرنا مباح ہے بشرطیکہ اس نقصان دہ چیز سے احتراز کیا جائے جس سے احتراز کرنا ممکن ہو، کسی عام راستہ پر اگر سواری نے کسی چیز کو روند ڈالا تو اس کا سوار ضامن ہوگا اور اگر اس کے اگلے یا پچھلے پیروں یا اس کے سر سے کسی کو نقصان پہنچایا یا اس نے اپنے منہ سے کسی چیز کو چبا ڈالا تو اس سواری کا مالک ضامن نہیں ہوگا کیونکہ وہ ان حادثات کا سبب محض ہے اور ان حادثات کے افعال سے مباشر اور متصف نہیں ہے، البتہ اگر مالک سواری پر سوار تھا اور اس نے کسی چیز کو روند کر ہلاک کر دیا تو اس کا وہ ضامن ہوگا کیونکہ اس شخص کی ہلاکت میں اس کے بوجھ کا بھی دخل ہے اور اگر مذکورہ حادثات غیر کی ملک میں اس کی اجازت سے پیش آئے تو وہ ملکیت کے حکم میں ہیں اور اس شخص کا حکم مالک کی طرح ہے۔ (قہستانی) اور اگر مالک کی اجازت کے بغیر کسی نے سواری کو استعمال کیا اور یہ حادثات پیش آگئے تو وہ مطلقاً ان نقصانات کا ضامن ہوگا کیونکہ اس نے بلا اجازت سواری استعمال کر کے حد سے تجاوز کیا ہے۔

اگر سواری نے چلتے ہوئے اپنے پچھلے پیروں سے یا دم سے کسی کو ضرب لگائی تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا، اسی طرح اگر سواری نے چلتے ہوئے یا ٹھہرے ہوئے، پیشاب کر دیا، یا لید کر دی اور اس کی وجہ سے پھسل کر کوئی گرا اور ہلاک ہو گیا تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے راستہ کے علاوہ کسی اور جگہ سواری کو کھڑا کیا اور اس نے لید یا پیشاب کیا اور اس کی وجہ سے کوئی ہلاک ہوا تو اس کا سوار ضامن ہوگا۔

اگر سواری کے اگلے یا پچھلے پیروں سے کوئی کنکری یا گٹھلی لگی یا اس نے غبار اڑایا یا کوئی کنکر اڑایا اور وہ کسی کی آنکھ میں لگ گیا یا کسی کے کپڑے خراب ہو گئے تو اس کا سوار ضامن نہیں ہوگا کیونکہ ان چیزوں سے احتراز ممکن نہیں ہے اور اگر بڑا پتھر لگا تو اس کا سوار ضامن ہوگا، کیونکہ اس سے احتراز ممکن ہے اور جن چیزوں کا سوار ضامن ہوتا ہے ان کا ضامن سواری کو چلانے والا اور ہنکانے والا بھی ہوگا۔ [2]

کنویں اور کان میں گرنے کا حکم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۵۱ میں ہے، معدنیات میں گرنے کا تاوان نہیں ہے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۵۳۱-۵۳۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی استنبول ۱۳۲۷ھ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص جنگل میں کنواں کھودتا ہے یا جس آبادی میں اس کے لیے کنواں کھودنا جائز ہے وہاں کنواں کھودتا ہے، یا کنواں کھودنے کے لیے کسی مزدور کو اجرت پر حاصل کرتا ہے اور کنواں کھودنے سے مزدور گر کر ہلاک ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اس کنویں میں گر کر ہلاک ہو جاتا ہے تو مالک پر اس کا تاوان نہیں ہے، اسی طرح کان کھودنے کے لیے کسی مزدور کو حاصل کیا اور وہ اس میں گر کر ہلاک ہو جائے تو مالک پر تاوان نہیں ہے۔ بعض روایات میں ہے والسناد جبار یعنی کسی شخص نے اس جگہ آگ جلائی جہاں آگ جلانا اس کے لیے جائز تھا اور وہ آگ آگے پھیل گئی اور اس نے کسی چیز کو جلا دیا تو اس پر تاوان نہیں ہے۔ [1]

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر چار آدمی مل کر کنواں کھود رہے ہوں اور کنواں ان پر منہدم ہو جائے اور اس سے ایک آدمی مر جائے تو بقیہ تین آدمی ضامن ہوں گے اور اگر صرف ایک آدمی کھود رہا ہو اور اس پر کنواں منہدم ہو جائے تو اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہے، پہلی صورت میں بقیہ تین آدمی اس لیے ضامن ہوں گے کہ وہ اس شخص کی ہلاکت کا سبب بنے ہیں۔ [2]

"رکاز" سے دفینہ مراد ہے یا معدن

اس حدیث میں ہے کہ رکاز میں سے خمس ادا کرنا واجب ہے۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں ہمارے نزدیک رکاز سے مراد دفینہ جاہلیت ہے، ہمارا، اہل حجاز کا، اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ اور دیگر اہل عراق نے یہ کہا ہے کہ رکاز سے مراد معدن ہے، اور یہ حدیث ان کے نظریہ کو مسترد کرتی ہے کیونکہ اس حدیث میں رکاز کا معدن پر عطف ہے اور عطف مغائرت کو مستلزم ہے۔ [3]

علامہ نووی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رکاز کا معدن پر عطف ہے حدیث کی پوری عبارت یہ ہے العجیر جرحها والمعدن جرحها جبار والبجاء جرحها جبار وفی الرکاز الخمس۔ پہلے تین جملے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں کیونکہ ان میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کنویں میں گرنے کا تاوان نہیں، معدن (کان) میں گرنے کا تاوان نہیں اور جانور کے ہلاک کرنے کا تاوان نہیں اور اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ اس آخری جملہ میں ایک نیا اور علیحدہ حکم بیان کیا ہے نیز رکاز کے قریب عجماء کا لفظ ہے اور شروع میں بیر کا لفظ ہے اگر یہاں عطف ہوتا تو قریب کے لفظ عجماء پر ہونا یا پہلے لفظ بیر پر ہوتا درمیان کے لفظ پر عطف کرنے کا کیا باعث ہے؟

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

"وفی الرکاز الخمس" الرکاز عند اهل الحجاز: کنوز الجاهلیة المدفونة فی الارض وعند اهل العراق: المعادن، والقولان تحتملهما اللغة لان کلا منهما مرکوز فی الارض والحدیث انما جاء فی التفسیر الاول وهو الکنز الجاهلی

حدیث میں ہے "رکاز میں خمس (پانچواں حصہ ادا کرنا) ہے۔ اہل حجاز کے نزدیک زمانہ جاہلیت کے دفن شدہ خزانوں کو رکاز کہتے ہیں اور اہل عراق کے نزدیک رکاز معادن (کانوں) کو کہتے ہیں، اور لغت میں ان دونوں قولوں کی گنجائش ہے، کیونکہ معدنیات اور خزانے دونوں زمین میں مرکوز ہوتے

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وقد جاء فی مسند احمد فی بعض طرق هٰذا الحدیث وفی الرکائز الخمس کانها جمع رکیزة او رکاز ة والرکیزة والرکزة القطعة من جواهر الارض المرکوزة فیها ومنه حدیث عمر ان عبدا وجد رکزة علی عهده فاخذها منه ای قطعة عظیمة من الذهب وهٰذا یعضد التفسیر الثانی۔ [1]

ہیں اور حدیث مذکور پہلی تفسیر پر ہے یعنی دفینہ جاہلیت کے معنی میں ہے، اور مسند احمد میں بعض اسانید سے یہ روایت بھی ہے "رکائز میں خمس ہے" اور رکائز رکیزۃ یا رکازۃ کی جمع ہے اور رکیزۃ اور رکزۃ زمین کے ان جواہرات کو کہتے ہیں جو زمین میں ہوں، اسی معنی میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کے عہد میں رکزۃ یعنی سونے کا ایک بڑا ٹکڑا پایا تو حضرت عمر نے اس سے خمس لے لیا اور ان احادیث سے رکائز کے دوسرے معنی یعنی معدن کی تائید ہوتی ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والرکاز قطع ذهب وفضة تخرج من الارض او المعدن وفی الحدیث: وفی الرکاز الخمس قال ابو عبید اختلف اهل الحجاز والعراق فقال اهل العراق وفی الرکاز المعادن کلها فما استخرج منها من شیء فلمستخرجه اربعة اخماسه ولبیت المال الخمس قالوا وکذلك المال العادی یوجد مدفونا هو مثل المعدن سواء قالوا، انما اصل الرکاز المعدن والمال العادی الذی قد ملکه الناس مشبه بالمعدن، وقال اهل الحجاز: انما الرکاز کنوز الجاهلیة فاما المعادن فلیست برکاز وانما فیها مثل ما فی اموال المسلمین من الرکاز اذا بلغ ما اصاب مائتی درهم کان فیها خمسة دراهم وما زاد بحساب ذلك وهٰذان القولان تحتملهما اللغة لان کلا منهما موکوز فی الارض قال ابن الاعرابی الرکاز ما اخرج المعدن وقال غیره

سونے اور چاندی کے وہ ٹکڑے جو زمین یا کان سے نکلتے ہیں ان کو رکاز کہتے ہیں، حدیث میں ہے "رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے" ابو عبید نے کہا: اہل حجاز اور اہل عراق کا اس میں اختلاف ہے، اہل عراق نے یہ کہا کہ رکاز معدنیات کو کہتے ہیں پس معدنیات میں سے جو چیز بھی برآمد ہو اس کا ۴/۵ معدنیات نکالنے والے کے لیے ہے اور ۱/۵ بیت المال کے لیے ہے، اسی طرح زمین میں سے جو دفینہ بھی برآمد ہو اس کا یہی حکم ہے، انہوں نے کہا معدن اور دفینہ کا ایک حکم ہے، رکاز اصل میں معدن ہے اور دفینہ کو اس کی مشابہت کی وجہ سے معدن کا حکم دیا گیا ہے اور اہل حجاز نے یہ کہا کہ رکاز اصل میں زمانہ جاہلیت کے دفینوں کو کہتے ہیں اور معدنیات رکاز نہیں ہیں اور معدنیات کا حکم وہ ہے جو مسلمانوں کے باقی اموال کا حکم ہے کہ جب وہ دو سو درہم کی مالیت کو پہنچ جائیں تو اس میں سے پانچ درہم نکالے جائیں اور جو اس سے زیادہ ہو وہ اسی حساب سے نکالا جائے، اور ان دونوں قولوں کی لغت میں گنجائش ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک زمین میں مرکوز ہے۔ ابن اعرابی نے

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۸۵، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

ارکز صاحب المعدن اذا کثر ما یخرج منه لہ من فضة وغیرها والرکاز: الاسم وهی القطع العظام مثل الجلامید من الذهب والفضة تخرج من المعادن وهذا یعضد تفسیر اهل العراق۔[1]

کہا جس چیز کو کان سے نکالا جائے وہ رکاز ہے اور دوسروں نے کہا جب کان سے بکثرت چاندی اور دوسرے معدنیات نکلیں تو کہتے ہیں" ارکز صاحب المعدن " اور رکاز سونے اور چاندی کے ان بڑے بڑے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جو کان سے نکلتے ہیں اور یہ تفسیر اہل عراق کے مطابق ہے۔

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

الرکاز ککتاب وهو ما رکزه الله تعالیٰ فی المعادن ای احدثه واوجده وهو التبر المخلوق فی الارض وهذا الذی توقف فیه الامام الشافعی رضی الله عنه کما نقله عنه الازهری وجاء فی الحدیث عن عمرو بن شعیب ان عبدا وجد رکزة علی عهد عمر رضی الله عنه فاخذها منه عمر ویقال الرکزة القطعة من جواهر الارض المرکوزة فیها کالرکیزة وقال احمد بن خالد الرکاز جمع والواحدة رکیزة کانه رکز فی الارض راکزا۔[2]

رکاز کتاب کے وزن پر ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کانوں میں پیدا کیا ہے، اور یہ وہ سونا ہے جو زمین میں پیدا کیا گیا ہے، ازہری نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی نے اس میں توقف کیا ہے اور عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر کے عہد میں ایک شخص کو رکاز ملا، حضرت عمر نے وہ (یعنی خمس) اس سے لیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رکزہ زمین کے ان جواہرات کو کہتے ہیں جو زمین میں مرکوز ہیں، اسی طرح رکیزہ ہے اور احمد بن خالد نے کہا رکاز جمع ہے اور رکیزہ اس کا واحد ہے۔

اس کے بعد علامہ زبیدی نے تفصیل سے وہ سب، کچھ لکھا ہے جس کو علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر چند کہ لغت میں دفینہ اور معدن دونوں پر رکاز کے اطلاق کی گنجائش ہے لیکن ائمہ لغت کی تصریحات کے اعتبار سے معدن پر رکاز کا اطلاق راجح ہے۔

علامہ طاہر پٹنی نے رکاز کا معنی بیان کرتے ہوئے بعینہٖ وہی لکھا ہے جس کو ہم علامہ ابن اثیر کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

وفی الرکاز الخمس وهو عند الحجاز کنوز الجاهلیة المدفونة فی الارض وعند اهل العراق المعادن لان کلا منهما مرکوز فی الارض الخ۔[3]

حدیث میں ہے: "رکاز میں خمس ادا کرنا واجب ہے" اہل حجاز کے نزدیک زمانۂ جاہلیت کے مدفون خزانوں کو رکاز کہتے ہیں اور اہل عراق کے نزدیک معدنیات کو رکاز کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں زمین میں مرکوز ہیں۔

علامہ ابن اثیر، علامہ ابن منظور، علامہ زبیدی اور علامہ طاہر پٹنی ان تمام علماء لغت کے حوالوں سے یہ واضح ہو گیا کہ لغت میں

---

[1] ۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۳۵۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ بمصر، ۱۳۰۶ھ

[3] ۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ہند

رکاز کا معدنیات پر اطلاق ہوتا ہے اور علامہ ابن منظور اور علامہ زبیدی نے مسند احمد کی حدیث اور حضرت عمر کے اثر سے بھی یہ شہادت پیش کی ہے کہ رکاز کا اطلاق معدن پر ہے اور یہی صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ امام بیہقی نے "معرفۃ" میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرکاز الذهب الذی ینبت بالارض " رکاز اس سونے کو کہتے ہیں جو زمین میں پیدا ہوتا ہے، اور امام ابویوسف نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکاز میں خمس ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ! رکاز کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ سونا ہے جو زمین میں اس وقت سے پیدا کیا گیا ہے جب سے زمین پیدا کی گئی ہے۔ اور یہ حدیث ببانگ دہل اعلان کرتی ہے کہ رکاز معدن ہی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح وہ روایت ہے جو امام دارقطنی نے کتاب العلل میں بیان کی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکاز وہ ہے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اور حمید بن زنجویہ نسائی نے کتاب الاموال میں ذکر کیا کہ حضرت علی بن ابیطالب نے معدن کو رکاز قرار دیا اور اس میں خمس واجب کیا اور امام بیہقی نے مکحول سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے رکاز کو معدن کے حکم میں رکھا اور اس میں خمس واجب کیا۔ [1]

معدنیات کی اقسام اور ان اقسام کے احکام

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: معدن کی تین قسمیں ہیں: (۱) آگ میں پگھل جاتا ہے اور ڈھلتا نہیں ہے، جیسے چونا، سرمہ، ہرتال اور گیرو (سرخ مٹی) وغیرہ (۲) پہاڑوں میں پایا جاتا ہے جیسے یاقوت، زمرد اور فیروزج وغیرہ (۳) مائع اور سیال ہو جیسے تارکول، مٹی کا تیل اور سندری نمک۔ (معدن کی اب ایک چوتھی قسم بھی دریافت ہو گئی ہے اور وہ ہے قدرتی گیس۔ سیدی) ہمارے نزدیک خمس ادا کرنے کا وجوب صرف پہلی قسم کے ساتھ مختص ہے اور آخری قسموں میں خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے اور امام احمد کے نزدیک تمام اقسام میں خمس ادا کرنا واجب ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک صرف سونے اور چاندی میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور حدیث کا عموم ان کے خلاف حجت ہے۔ [2]

درحقیقت اس مسئلہ میں امام احمد کا مسلک ہی حدیث کے مطابق ہے اور وہی صحیح ہے، اس لیے ہر قسم کے معدن میں خمس ادا کرنا واجب ہے۔

معدنیات میں نصاب اور سال گذرنے کی شرط کی تحقیق

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: رکاز قلیل ہو یا کثیر اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور ہمارے نزدیک اس میں نصاب کی شرط نہیں ہے اور امام مالک، امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ رکاز کی مقدار نصاب کے مطابق ہو البتہ انھوں نے سال گذرنے کی شرط نہیں لگائی، وہ کہتے ہیں کہ اس پر نجانے کتنے سال گذر چکے ہیں۔ لیکن اس دلیل کا ضعف ظاہر ہے کیونکہ اس پر جو سال گزرے ہیں وہ رکاز دریافت کرنے والے کی ملکیت میں نہیں

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳، " " " "

گذرے، لہٰذا ان سالوں کا شمار کرنا کس طرح صحیح ہوگا۔ داؤد، اسحاق، ابن منذر، امام احمد، مزنی، امام شافعی اور بویطی نے نصاب کی شرط عائد کی ہے اور سال گذرنے کی شرط بھی عائد کی ہے (غالباً یہ امام شافعی کا دوسرا قول ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔
ہماری دلیل یہ ہے کہ جن احادیث میں رکاز پر خمس ادا کرنے کا حکم دیا ہے ان میں نصاب کی شرط ہے نہ سال گذرنے کی، اس لیے بغیر کسی سمعی دلیل کے یہ شرط عائد کرنا صحیح نہیں ہے۔ [1]

جس جگہ معدنیات پائے گئے اس جگہ کے اعتبار سے معدنیات کے احکام

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اگر مسلمان یا ذمی اپنے گھر میں کسی معدن کو دریافت کرے تو وہ اس کی ملک ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، البتہ جب اس پر سال گذر جائے گا تو وہ اس میں نصاب زکوٰۃ کے مطابق ادا کرے گا، اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر علی الفور خمس ادا کرنا واجب ہے، اور امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اس پر علی الفور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ اور دکان اور حویلی گھر کے حکم میں ہیں۔
سونا، چاندی اور عنبر اور موتی جو سمندر سے حاصل ہوتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان میں خمس ہے نہ زکوٰۃ بلکہ وہ سب اس شخص کی ملک ہیں جس نے ان کو سمندر سے نکالا ہے، امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ اور امام ابویوسف سے یہ روایت ہے کہ اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس میں زکوٰۃ واجب ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک صرف سونے اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے۔
اگر کسی شخص نے معدنیات کو جنگلوں، پہاڑوں اور غیر آباد زمینوں میں پایا تو اس میں خمس ادا کرنا واجب ہے اور باقی معدنیات پانے والے کی ملکیت ہیں اور اگر معدنیات کو آباد زمینوں میں پایا درآں حالیکہ امام نے وہ زمین کسی غازی کو دے دی تھی تو اس میں خمس ہے اور باقی غازی کے لیے ہے یا اس کے وارثوں کے لیے اور اگر وارثوں کا پتا نہ چلے تو اس کے بعد کا زمین کے مالک یا اس کے ورثاء کی ملک ہے اور اگر ان کا پتا بھی نہ چلے تو پھر بیت المال کے لیے ہے۔ اور امام ابویوسف کا قول یہ ہے کہ پانے والے کو ملے گا، اور یہ استحسان ہے اور اگر وہ جگہ کسی کی ملک نہ ہو جیسے پہاڑ اور جنگلات تو بالاتفاق ۴/۵ پانے والے کو ملے گا اور ۱/۵ حکومت کو دیا جائے گا۔ [2]

معدنیات کو حاصل کرنے والے کے اعتبار سے معدنیات کے احکام

معدن کو دریافت کرنے والا مسلمان ہو، ذمی ہو یا مستامن، مرد ہو یا عورت، آزاد ہو، غلام ہو یا مکاتب ہر صورت میں ۱/۵ بیت المال کو دیا جائے گا اور ۴/۵ اس کی ملکیت ہوگا، البتہ حربی کافر کا یہ حکم نہیں ہے۔ تمام فقہاء کے نزدیک یہ حکم عام ہے البتہ امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ ذمیوں سے زکوٰۃ نہیں لی جاتی۔ [3]

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
[2] " " " ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴، ۱۰۳، " " " "
[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴، " " " "

معدنیات کا مصرف اور زمین کے اعتبار سے معدنیات کا حکم

ہمارے نزدیک معدنیات کے خمس کا مصرف وہی ہے جو مال غنیمت کے خمس کا مصرف ہے، امام مالک کا بھی یہی قول ہے، امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ اس کا مصرف دینی طلبہ، ادویات، حکام کے سیکرٹری اور ڈاکخانہ کا عملہ ہے۔ امام محمد سے بھی ایک یہی روایت اور مزنی اور بعض شافعیہ کا بھی یہی قول ہے، اور امام شافعی کے نزدیک اس کو مصارف زکوٰۃ میں صرف کیا جائے، اور اگر صاحب معدن نے اس کو خود صدقہ کر دیا ہے تو اس کو امام نافذ کر دے، امام احمد اور ابو منذر کا بھی یہی قول ہے اور ابو ثور نے یہ کہا ہے کہ اگر اس نے خود صدقہ کر دیا تو امام اس کو ضامن کرے گا، اور محتاج کے لیے اس کو اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے۔ حضرت عمر اور حضرت علی نے معدن کو اس کے نکالنے والے پر لوٹا دیا تھا۔ مبسوط میں ہے کہ معدن نکالنے والا امیر ہو یا غریب اس سے خمس ساقط نہیں ہوگا کیونکہ حدیث میں کوئی تخصیص نہیں ہے، معدن کے حکم میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے کہ جس زمین میں معدن پایا گیا ہے وہ صلح سے فتح ہوئی تھی یا جنگ سے یا وہ عرب کی سرزمین ہے، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے، امام مالک نے یہ کہا ہے کہ عرب کی سرزمین میں خمس ادا کرنے کے بعد باقی معدن پانے والے کی ملکیت ہے اور جو زمین صلح سے فتح ہوئی ہے اس میں معدن اس شہر والوں کی ملکیت ہے اور معدن پانے والے کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور جو زمین جنگ سے فتح ہوئی ہے اس میں خمس ادا کرنے کے بعد باقی معدن شہر کے فاتحین میں تقسیم کیا جائے گا۔ جوہر، لوہے، سیسہ وغیرہ میں امام مالک پہلے خمس کے قائل تھے بعد میں انھوں نے کہا اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ [1]

اگر آج کل کسی کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل نکل آئے تو ادائیگی خمس کی کیا صورت ہوگی؟

آج کل قدرتی گیس اور تیل وغیرہ بعض زمینوں میں نکل آتے ہیں اور ان کی تلاش کے لیے حکومت زر کثیر خرچ کرتی ہے، حکومت دوسرے ممالک کی کمپنیوں سے اس سلسلے میں معاہدے کرتی ہے، اور بیسیوں جگہ تجربہ کرنے کے بعد کسی جگہ قدرتی گیس یا تیل کا پتا چلتا ہے پھر اس کو نکالنے اور گیس کو پائپ لائنوں کے ذریعہ تمام ملک میں پہنچانے پر بے تحاشا روپیہ خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی تمام تیل یا تمام گیس کو بیک وقت نکالا جا سکتا ہے جس سے یہ اندازہ کیا جا سکے کہ ۱/۵ اتنا ہے اور ۴/۵ اتنا ہے، ان حالات میں اگر کسی شخص کی زمین سے قدرتی گیس یا تیل دریافت ہو درآں حالیکہ حکومت اپنے ذرائع اور وسائل سے تلاش کرے اور ملک میں اس کی ترسیل اور فروخت کا انتظام کرے اور تیل صاف کرنے کے کارخانے لگائے تو اس صورت میں اس کا کیا حل ہونا چاہیے اور خمس والی حدیث پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے اور یہ گیس اور تیل اس شخص کی ذاتی ملکیت ہوگی یا قومی ملکیت تصور کی جائے گی۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یا تو حکومت اس زمین کو اس کے مالک سے اس کی رضامندی سے خرید لے اور پھر اپنے طور پر تیل اور گیس کے حصول کا انتظام کرے اور اگر مالک اس کو رضامندی سے فروخت نہ کرے تو حساب لگایا جائے کہ اس کی تلاش اور اس کی ترسیل میں کیا خرچ ہوا ہے اور تمام خرچ منہا کرنے کے بعد اس کی آمدنی کا ۱/۵ قومی خزانے

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۱۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

میں داخل کیا جائے اور ۵/۶ مالک کو دیا جائے اور جب تک اس سے آمدنی ہوتی رہے سالانہ یا شش ماہی آمدنی سے اسی کے طور پر کچھ حصہ مقرر کر سکتی ہے اور یہ رائے باہمی افہام و تفہیم سے طے کی جا سکتی ہے۔

حد قذف

اسلام میں پانچ جرائم کی حدود بیان کی گئی ہیں، ڈکیتی، چوری، زنا، شراب نوشی اور قذف (کسی پاکدامن مسلمان کو زنا کی تہمت لگانا، اس کی حد اسی کوڑے ہے) امام مسلم نے صحیح مسلم کی کتاب الحدود میں اول الذکر چار جرائم کی حدود کے ابواب قائم کیے ہیں اور مؤخر الذکر یعنی حد قذف کا باب قائم نہیں کیا اس لیے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حد قذف سے متعلق احادیث اور اس کے احکام فقہی مذاہب اور ضروری تفصیل بیان کر دیں تاکہ اسلامی احکام کا مطالعہ کرنے کے لیے جو شخص ہماری اس کتاب کو پڑھے اس کو اس کتاب میں کوئی خلش محسوس نہ ہو۔ سو ہم پہلے قذف کا معنی اور پھر قذف سے متعلق قرآن مجید کی آیات بیان کریں گے، اس کے بعد قذف سے متعلق احادیث اور آثار کا ذکر کریں گے، اس کے بعد اس کے فقہی احکام بیان کریں گے...

قذف کا لغوی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی قذف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف بالحجارۃ کا معنی ہے پتھر پھینکنا اور قذف المحصنۃ کا معنی ہے پاک دامن عورت کو زنا کی تہمت لگانا اور یہ مجاز ہے اور ایک قول یہ ہے کہ قذف کا معنی ہے گالی دینا، اور حدیث میں ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی کو شریک کے ساتھ تہمت لگائی، اصل میں قذف کا معنی ہے پھینکنا پھر یہ لفظ گالی دینے اور زنا کی تہمت میں استعمال ہوا۔ [1]

قذف کا شرعی معنی

علامہ زین الدین ابن نجیم قذف کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قذف کا شرعی معنی ہے کسی محصن (مسلمان پاک دامن) کو زنا کی تہمت لگانا اور فتح القدیر میں ہے: اس پر اجماع ہے کہ حد کا تعلق اس کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: "جو لوگ محصنات (مسلمان اور پاکدامن) عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں اور پھر اس پر چار مرد گواہ نہ لائیں تو ان کو اسی کوڑے مارو" اس آیت میں لفظ رمی سے زنا کی تہمت مراد ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص کو دیگر گناہوں کی تہمت لگائی تو اس پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ تعزیر واجب ہوگی اور اس آیت میں جو چار گواہ نہ لانے کی شرط لگائی ہے اس سے زنا کی تہمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ صرف زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہوں کی ضرورت ہے۔ ہر چند کہ اس آیت میں محصنات کا لفظ ہے جو مؤنث کا صیغہ ہے لیکن یہ حکم مردوں کو بھی شامل ہے اور یہ بات نہیں ہے کہ صرف عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے حد قذف واجب ہوتی ہے، بلکہ مسلمان اور پاک دامن عورت یا مرد جس کو بھی زنا کی تہمت لگائی گئی اور اس کے ثبوت میں چار گواہ نہ لائے جا سکے تو تہمت لگانے والے پر حد قذف واجب ہوگی۔ [2]

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۲۱۷، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

قرآن مجید کی روشنی میں قذف کا حکم

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شھادۃ ابدا و اولئک ھم الفاسقون ۵ (النور: ۴)

جو لوگ مسلمان پاکدامن عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ نہ لائیں ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کو کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا و الاخرۃ ولھم عذاب عظیم۔ (النور: ۲۳)

بے شک جو لوگ پاکدامن، بے خبر، مسلمان عورتوں کو (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔

احادیث کی روشنی میں قذف کا حکم

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللہ! وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف و قذف المحصنات المؤمنات الغافلات [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، جس شخص کے قتل کو حق کے سوا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ موڑنا اور پاکدامن مسلمان بے خبر عورت کو زنا کی تہمت لگانا۔

اس حدیث کو امام مسلم[2]، امام ابوداؤد[3] اور امام نسائی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جب ہم حبشہ کی سرزمین میں پہنچے .... نجاشی نے اپنے مذہب کے علماء کو جمع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بلایا اور کہا اس دین میں کیا (خصوصیت) ہے؟ جس کی وجہ سے تم اپنی قوم سے الگ ہو گئے اور میرے دین میں داخل ہوئے نہ کسی اور قوم کے دین میں داخل ہوئے، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں تب حضرت جعفر بن ابیطالب نے یہ تقریر کی:

ایھا الملک کنا قوما اھل جاھلیۃ نعبد — اے بادشاہ! ہم عہد جاہلیت میں گرفتار تھے،

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۴، " " ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الاصنام وتاكل الميتة وتاتي الفواحش وتقطع الارحام وتسيء الجوار يأكل القوي منا الضعيف فكنا على ذلك حتى بعث الينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه فدعانا الى الله لنوحده ونعبده ونخلع ما كنا نعبد من دونه من الحجارة والاوثان وامرنا بصدق الحديث واداء الامانة وصلة الرحم وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال اليتيم وقذف المحصنة وامرنا ان نعبد الله وحده لانشرك به شيئا وامرنا بالصلاة والزكوة والصيام قال فعدد عليه امور الاسلام فصدقناه وآمنا به واتبعناه على ما جاء به [1]

بتوں کو پوجتے تھے اور مردار کھاتے تھے، بے حیائی کے کام کرتے تھے، رشتوں کو توڑتے تھے، پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے، ہمارا قوی شخص کمزور کا مال کھا جاتا تھا، ہمارا یہی حال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ہمیں میں سے ایک رسول بھیج دیا، ہم اس کے نسب کو جانتے تھے، اور اس کی صداقت، امانت اور پاکدامنی کے معترف تھے، اس نے ہمیں اللہ کی طرف دعوت دی تاکہ ہم اس کی توحید بیان کریں، اس کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم جن بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اس کو چھوڑ دیں، اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے، رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنے، پڑوسیوں سے اچھا برتاؤ کرنے، قتل وغارت اور حرام کام سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور ہم کو بے حیائی کے کاموں، جھوٹ بولنے اور یتیم کا مال کھانے اور پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اور ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم کو نماز پڑھنے زکوٰۃ ادا کرنے اور روزہ رکھنے کا حکم دیا ہم اس پر ایمان لائے اور جو احکام وہ لے کر آیا اس کی ہم نے پیروی کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن صفوان بن عسال المرادي ان يهوديين قال احدهما لصاحبه اذهب بنا الى هذا النبي نسئله قال لا تقل له نبي فانه ان يسمعها تقول بنى كانت له اربعة اعين فاتيا النبي فسالاه عن قول الله تعالى ولقد اتينا موسى تسع ايات بينات فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشركوا بالله شيئا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق ولا تسرقوا ولا تسحروا

صفوان بن عسال مرادی کہتے ہیں کہ دو یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: اس نبی کے پاس چلو، ان سے کچھ سوالات کریں، اس (دوسرے) نے کہا ان کو نبی نہ کہو اگر انھوں نے سن لیا تو ان کی تو چار آنکھیں ہو جائیں گی، وہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو آیات بینات دی ہیں وہ نو آیات کونسی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، زنا نہ کرو، جس کا قتل

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۲، ج ۵ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ولا تمشوا ببريء الى سلطان فيقتله و لا تاكلوا الربوا ولا تقذفوا محصنة ولا تفروا من الزحف شك شعبة وعليكم اليهود خاصة الا تعتدوا في السبت فقبلا يديه ورجليه۔ [1]

(الحدیث)

کہ نا اللہ تعالیٰ نے حق کے سوا حرام کر دیا ہے اس کو قتل نہ کرو اور چوری نہ کرو اور باد و نہ کرو، اور کسی بے قصور کو قتل کرانے کے لیے بادشاہ کے پاس نہ لے جاؤ، سود نہ کھاؤ اور کسی پاکدامن عورت کو زنا کی تہمت نہ لگاؤ، جنگ کے دن پیٹھ نہ موڑو، اور اے یہود! تم بالخصوص ہفتہ کے دن حد سے تجاوز نہ کرو، (یہ سن کر) انھوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔

اس حدیث کو امام نسائی [2]، اور امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت لما نزل عذري قام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فذكر ذلك وتلا تعني القرآن فلما نزل من المنبر امر بالرجلين والمرأة فضربوا حدهم [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میری برأت نازل ہو گئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور قرآن مجید کی تلاوت کی اور منبر سے اترنے کے بعد آپ نے دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا سو ان کو حد لگائی گئی۔

عن محمد بن اسحاق بهذا الحديث قال فامر برجلين وامرأة ممن تكلم بالفاحشة حسان بن ثابت ومسطح بن اثاثة قال الفيلي و يقولون والمرأة حمنة بنت جحش [5]

محمد بن اسحاق نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا جن دو مردوں اور ایک عورت نے تہمت لگائی تھی آپ نے ان کو حد قذف لگانے کا حکم دیا، حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ اور عورت حمنہ بنت جحش تھیں۔

احصان کی شرائط میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مکلف شخص محصن کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد قذف واجب ہوتی ہے اور احصان کی پانچ شرائط ہیں: (۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام (۴) زنا سے پاک دامن ہونا (۵) وہ شخص اتنا بڑا ہو کہ جماع کر سکتا ہو یا اس سے جماع کیا جا سکتا ہو۔ تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے احصان میں ان شرائط کا اعتبار کیا ہے، البتہ داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ غلام کو تہمت لگانے سے بھی حد واجب ہو گی۔ امام احمد سے بلوغ کے متعلق مختلف

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۲، " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] " " " ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۸، " " "

روایات منقول ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ یہ شرط ہے، امام شافعی، ابو ثور اور فقہاء احناف کا بھی یہی قول ہے کیونکہ بلوغ مکلف ہونے کی ایک شرط ہے اس لیے عقل کے مشابہ ہے اور اس لیے کہ بچہ کے زنا سے حد واجب نہیں ہوتی اس لیے اگر بچہ کسی کو زنا کی تہمت لگائے تو اس پر حد بھی نہیں ہونی چاہیے دوسری روایت یہ ہے کہ بلوغ کی شرط نہیں ہے کیونکہ وہ آزاد، صاحب عقل اور پاکدامن ہے اور اس تہمت سے اس کو عار لاحق ہوتا ہے اور اس قول کا صدق ممکن ہے اس لیے وہ بڑے شخص کے مشابہ ہے۔ یہ امام مالک اور اسحاق کا قول ہے اس روایت کی بناء پر اس کو کم از کم اتنا بڑا ہونا چاہیے جو جماع کر سکتا ہو اور لڑکا کم از کم دس سال کا اور لڑکی نو سال کی ہو۔ [1]

احصان کی شرائط میں مذہب احناف

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: احصان یہ ہے کہ جس شخص کو تہمت لگائی گئی ہے وہ (۱) آزاد (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مسلمان اور (۵) زنا کے فعل سے پاکدامن ہو۔ آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن مجید میں آزاد پر احصان کا اطلاق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فعلیھن نصف ما علی المحصنات من العذاب "ان لونڈیوں کی سزا آزاد عورتوں کی نصف ہے" اور عقل و بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ اور مجنون کو زنا کی تہمت سے عار لاحق نہیں ہوتا کیونکہ ان سے فعل زنا کا تحقق نہیں ہوتا، اور اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من اشرک باللہ فلیس بمحصن "جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے" (سنن دارقطنی) اور زنا سے پاک دامن ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ جو پاک دامن نہ ہو اس کو عار لاحق نہیں ہوگا اور تہمت لگانے والا اس تہمت میں سچا ہوگا۔ [2]

کوڑے مارنے کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: امام کو ایسے کوڑے کے ساتھ مارنے کا حکم دینا چاہیے جس میں گرہ یا پھل نہ ہوں (یعنی درخت کی ایسی شاخ سے مارا جائے جس میں گرہ نہ ہو اور نہ پھل ہوں) اور متوسط ضرب کے ساتھ مارنا چاہیے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوڑے مارنے لگے تو انہوں نے درخت کی شاخ سے پھل کاٹ دیئے، اور متوسط ضرب وہ ہوتی ہے کہ نہ تو اس سے چوٹ کا نشان پڑے اور نہ ایسی ضرب ہو جس سے بالکل تکلیف نہ ہو، کیونکہ پہلی صورت میں ہلاکت کا خدشہ ہے اور دوسری صورت میں کوڑے لگانے کا مقصد فوت ہو جائے گا، مجرم جس کے کوڑے لگائے جائیں اس کے کپڑے اتار لیے جائیں اور صرف چادر (تہبند) باقی رہے، اور اس کے جسم کے متفرق اعضاء پر کوڑے مارے جائیں کیونکہ ایک جگہ کوڑے مارنے سے اس کی ہلاکت کا خدشہ ہے اور اس کے سر، چہرہ اور شرمگاہ پر کوڑے نہ مارے جائیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حد لگانے والے سے فرمایا اس کے چہرے اور شرمگاہ سے اجتناب کرو۔ تمام حدود میں مجرم کو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں، کیونکہ حضرت علی نے فرمایا مردوں کو کھڑا کر کے کوڑے مارو، کوڑے مارتے وقت کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اوپر نہ اٹھائے۔ کوڑے مارے جانے میں مرد اور عورت کے مساوی احکام ہیں، البتہ عورت کے صرف فالتو کپڑے اتارے جائیں گے سارے کپڑے اتار کر یا صرف

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۰ ص ۱۹۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

تہبند میں حد نہیں لگائی جائے گی اور اس کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ کوڑے مارنے کے لیے درخت کی ایسی شاخ لی جائے جس میں کوئی گرہ ہو نہ کوئی پھل ہو، نہ وہ سوکھی ہوئی خشک شاخ ہو، اگر وہ خشک شاخ ہو تو اس کو چھیل کر نرم کر لیا جائے، کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم کیا جاتا تھا کہ درخت کی شاخ سے پھل کاٹ لیے جائیں پھر اس کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کے کوٹ کر نرم کیا جائے پھر اس سے کوڑے لگائے جاتے۔" علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ ایسی شاخ سے ضرب نہ لگائی جائے جس کی کوئی جانب خشک اور سوکھی ہوئی ہو کیونکہ اس سے زخم لگے گا یا نشان پڑ جائے گا اور نہ اس شاخ میں کوئی گرہ یا پھل ہو، کیونکہ امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت یحییٰ بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے لائق حد جرم کیا ہے مجھ پر حد جاری کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑا منگوایا تو ایک سمت ٹہنی لائی گئی جس میں پھل تھے آپ نے فرمایا اس سے کم لاؤ پھر ایک نرم شاخ لائی گئی آپ نے فرمایا اس سے کچھ زیادہ لاؤ، پھر ایک درمیانی شاخ لائی گئی، آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے پھر آپ نے اس سے کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ متوسط شاخ سے کوڑے لگائے جائیں۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور پاکدامن مرد یا عورت پر کسی مکلف نے زنا کی تہمت لگائی اور اس پر چار گواہ نہیں پیش کیے تو اس پر اسی کوڑے حد لازم ہوگی۔

حد قذف کے اصولی مباحث کچھ ہم نے کتاب الحدود کے شروع میں بیان کر دیے ہیں اور کچھ زنا کے چار گواہوں کی بحث میں بیان کر دیے ہیں اس کے علاوہ قرآن و سنت سے دلائل اور حد قذف کی شرائط کو ہم نے یہاں بیان کر دیا ہے، اور یہاں پہنچ کر کتاب الحدود ختم ہو گئی ہے۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین قائد الغر المحجلین اکرم الاولین والآخرین حبیب الہ العالمین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والائمۃ المجتہدین والفقہاء والمفتین اجمعین الی یوم الدین۔

---

[1] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۴۹۰ - ۴۸۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۶ - ۱۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اختتامیہ

الحمد للہ علی احسانہ آج مورخہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ بروز جمعہ بمطابق ۲۱ اپریل ۱۹۸۹ء کو شرح صحیح مسلم کی چوتھی جلد ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ کا میں کس زبان سے شکر ادا کروں کہ اس نے مجھ ایسے گنہگار، بے بضاعت اور کم علم شخص کو دین کا اس قدر عظیم کام کرنے کی توفیق ارزانی کی۔ الٰہ العالمین جس طرح آپ نے شرح صحیح مسلم کی یہ چار جلدیں مکمل کرنے کی توفیق دی ہے اس کی باقی مجلدات کو تمام و کمال تک پہنچانے کی سعادت بھی مرحمت فرمائیں۔ اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبول عطا فرمائیں۔ اس کے فیض کو تا قیام قیامت جاری و ساری کریں اور مصنف کے لیے اس کتاب کو صدقہ جاریہ کریں اے بار الٰہ اس کتاب کے مصنف کی اس کے پڑھنے والوں کی اور اس کے معاونین کی مغفرت فرما، خیر و برکت عطا فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرما، اجر جزیل عطا فرما، ہر قسم کے شر اور ہر بلا سے اپنی پناہ میں رکھ، دنیا، برزخ اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ رکھ اور ہمارے لیے دارین کی سعادت مقدر کر دے اور مصنف کو صحت اور قوت عطا فرما، اس کو صرف اپنا محتاج رکھ کسی اور کا محتاج نہ کر۔ ایمان اور اسلام پر قائم رکھ اور اسی پر خاتمہ فرما۔ امین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ الف الف صلوات وتسلیمات۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ماخذ و مراجع

کتبِ الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید

۲۔ تورات

۳۔ انجیل

احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ

۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۷۔ سنن ابوداؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ

۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ

۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ

۱۱۔ موطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ

۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ

۱۳۔ موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ

۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ

۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ

۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی کانپور، ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۲۰۔ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ

۲۱۔ شمائل ترمذی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ، امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

۲۳۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۲ھ، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ

۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفت بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۰۔ مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ

۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ

۳۳۔ خصائص کبریٰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۴۔ الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤالدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ

۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ

۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۲ھ

۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ

۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، امیر علاؤالدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ

۴۰۔ مسند طیالسی مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۳ھ

۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ الملاح بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام مجدالدین ابوالسعادات مبارک بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ۔

۴۲۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ

۴۳۔ مسند ابویعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

... .

تفاسیر

۴۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ
۴۵۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ
۴۶۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ
۴۷۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ
۴۸۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۴۹۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی سکلیبی متوفی ۹۸۲ھ
۵۰۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ۔
۵۱۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
۵۲۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ
۵۳۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ
۵۴۔ فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۵۵۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ
۵۶۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ
۵۷۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۵۸۔ تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ
۵۹۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۶۰۔ خزائن العرفان، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ
۶۱۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۶۲۔ عافیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ
۶۳۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ
۶۴۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ
۶۵۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ
۶۶۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری
۶۷۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی متوفی ۵۴۳ھ
۶۸۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب الاسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ
۶۹۔ جامع البیان، مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ھ، علامہ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ
۷۰۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

علوم قرآن

۷۱۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ

۷۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

شروح حدیث

۷۳۔ تحقیق الکواکب الدری شرح البخاری مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ

۷۴۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ

۷۵۔ فتح الباری، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۷۶۔ ارشاد الساری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ

۷۷۔ فیض الباری مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ

۷۸۔ فیوض الباری، مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی لاہور

۷۹۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی فیصل آباد

۸۰۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ

۸۱۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ

۸۲۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ

۸۳۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۸۴۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۸۵۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی

۸۶۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبد الرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ

۸۷۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبۃ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہانپوری متوفی ۱۳۴۲ھ

۸۸۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۸۹۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابو عمر و ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ

۹۰۔ مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۹۱۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۹۲۔ منتقی مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ

۹۳۔ شرح الموطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ

۹۴۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ عبد الرؤف مناوی

۹۵۔ شرح مسند امام اعظم، مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۹۶۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ
۹۷۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ
۹۸۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ

اسماء رجال

۹۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۱۰۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۰۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن ۱۳۳۰ھ، حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۰۲۔ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی
۱۰۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۱۰۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی متوفی ۳۵۴ھ
۱۰۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمان بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۱۰۶۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ
۱۰۷۔ المقاصد الحسنۃ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ
۱۰۸۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۰۹۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ

لغت

۱۱۰۔ المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ،
۱۱۱۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۲ھ
۱۱۲۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۱۱۳۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجدالدین فیروز آبادی
۱۱۴۔ لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ
۱۱۵۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۱۶۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۷۰ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۱۷۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۱۸۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ
۱۱۹۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۲۰۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۵۰ء

۱۲۱۔ دائرۃ المعارف القرن العشرین، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۲۲۔ الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ
۱۲۳۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبانی۔

فضائل وسیرت

۱۲۴۔ شفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
۱۲۵۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۲۶۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۲۷۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت، ۱۳۱۲ھ، علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۲۸۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۲۹۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمان ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۳۰۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۱۳۱۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۱۳۲۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ محمد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۳۳۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
۱۳۴۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۳۵۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ
۱۳۶۔ استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ
۱۳۷۔ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۸۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
۱۳۹۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۸۷ھ
۱۴۰۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری
۱۴۱۔ الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ
۱۴۲۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ ۱۳۹۹ھ، شیخ عبداللہ بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۱۴۲ھ
۱۴۳۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس علمی قاہرہ ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی متوفی ۹۴۲ھ
۱۴۴۔ المدخل مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ
۱۴۵۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ
۱۴۶۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ
۱۴۷۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ

۱۴۸۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۱۴۹۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی شافعی متوفی ۷۶۸ھ
۱۵۰۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نورالدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ
۱۵۱۔ الجواہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ
۱۵۲۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر، ۱۳۷۱ھ، علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۵۳۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۱۵۴۔ العمارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ
۱۵۵۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۱۵۶۔ الصواعق المحرقۃ، مطبوعہ، مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ
۱۵۷۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء، علامہ عبدالغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ

فقہ حنفی

۱۵۸۔ مبسوط (کتاب الاصل) مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵۹۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۶۰۔ کتاب الحجۃ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۶۱۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ الشرۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۱۶۲۔ مبسوط (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ
۱۶۳۔ فتاوی قاضی خان، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ
۱۶۴۔ فتاوی النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابواللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ
۱۶۵۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم، سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ
۱۶۶۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ
۱۶۷۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان، علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ
۱۶۸۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ
۱۶۹۔ کفایہ، " " علامہ جلال الدین خوارزمی
۱۷۰۔ فتح القدیر " " علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۱۷۱۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۱۷۲۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ
۱۷۳۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۱۷۴۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ

۱۷۵۔ درمختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ

۱۷۶۔ ردالمحتار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۷۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۷۸۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ

۱۷۹۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۱۸۰۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ

۱۸۱۔ صغیری، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ

۱۸۲۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، ۸۸۵ھ

۱۸۳۔ حاشیۃ الدرر غرر، مولانا عبدالحلیم

۱۸۴۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی متوفی ۹۶۲ھ

۱۸۵۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ

۱۸۶۔ فتاوی عالمگیری، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ

۱۸۷۔ فتاوی بزازیہ، " " " علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ

۱۸۸۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۸۹۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۱۹۰۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۴۰۲ھ، شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ۔

۱۹۱۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۹۲۔ فتاوی غیاثیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخلیب

۱۹۳۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ،

۱۹۴۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ

۱۹۵۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۹۶۔ حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شبلی

۱۹۷۔ تکملہ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری۔

۱۹۸۔ خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی

۱۹۹۔ التعلق علی ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤالدین من علماء قرن حادی العشر، ۱۱۰۰ھ

۲۰۰۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف النعمانیہ مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ مسکین الدین الہروی المعروف بمحمد مسکین متوفی ۹۵۴ھ

۲۰۱۔ فتاوی عبدالحی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ مولانا عبدالحی لکھنوی ۱۳۰۴ھ،

۲۰۲۔ فتاوی رضویہ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۰۳۔ الزبدۃ الزکیۃ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۰۴ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۰۵ فتاوی افریقہ، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۰۶ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ
۲۰۷ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
۲۰۸ فتاوی دارالعلوم دیوبند، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۰۹ شرح النقایۃ، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۱۰ حاشیۃ ابی السعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ
۲۱۱ فتاوی مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی متوفی ۱۳۹۲ھ
۲۱۲ جامع الفتاوی، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
۲۱۳ فتاوی عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۱۴ حاشیۃ برجندی، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۳۲۴ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
۲۱۵ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ زین العابدین ابراہیم الشہیر بابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ
۲۱۶ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۱۷ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ کراچی، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۱۸ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۱۹ اوزان شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۲۰ رسائل ومسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابوالاعلی مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۲۱ ۵-۷۱ - ذیل دار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء سید ابوالاعلی مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۲۲ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلی مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

فقہ شافعی

۲۲۳ کتاب الام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۲۴ المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ
۲۲۵ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۲۲۶ تکملہ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ
۲۲۷ فتح العزیز شرح الوجیز، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالقاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۲۲۸ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر
۲۲۹ احیاء علوم الدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۲۳۰ الحاوی للفتاوی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۲۳۱ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۳۲ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۲۳۳ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ڈاکٹر یوسف قرضاوی۔

فقہ مالکی

۲۳۴ المدونۃ الکبری، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
۲۳۵ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ
۲۳۶ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ھ، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی ۱۱۹۷ھ
۲۳۷ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۲۳۸ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی، ۱۱۹۷ھ
۲۳۹ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ
۲۴۰ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۷۴ء علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۲۴۱ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الخطاب المغربی متوفی، ۹۵۴ھ

فقہ حنبلی

۲۴۲ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابوالقاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی متوفی ۳۳۴ھ
۲۴۳ المغنی، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ
۲۴۴ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ،
۲۴۵ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمان بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ
۲۴۶ انصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۶ھ، علامہ ابوالحسین علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ
۲۴۷ مجموع الفتاوی، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود، شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ
۲۴۸ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابوعبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ
۲۴۹ تصحیح الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی متوفی ۸۸۵ھ

فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۲۵۰ المحلی، مطبوعہ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۲۵۱ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ
۲۵۲ مسک الختام، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۲۵۳ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ فضا کتب خانہ لاہور۔

مذاہب اربعہ

۲۵۴ میزان الشریعۃ الکبری، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۲۵۵ الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبدالرحمٰن الجزیری۔

۲۵۶ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ

۲۵۷ الفقہ الاسلامی وادلتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی

۲۵۸ التشریع الجنائی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالقادر عودہ

کتب شیعہ (حدیث وفقہ)

۲۵۹ الفروع من الکافی، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ،

۲۶۰ من لایحضرہ الفقیہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ

۲۶۱ تہذیب الاحکام، " " " شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ

۲۶۲ الاستبصار، " " "

۲۶۳ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی

عقائد وکلام

۲۶۴ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ

۲۶۵ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

۲۶۶ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۶۷ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ حاجی عبدالحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ

۲۶۸ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۲۶۹ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۲۷۰ تبرأس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی

اصول فقہ

۲۷۱ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۲۷۲ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ،

۲۷۳ الرسالۃ، مطبوعہ مطبع بولاق قاہرہ، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

۲۷۴ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۲۷۵ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۲۷۶ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

اصول حدیث

۲۷۷ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۲۷۸ نقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکۃ مصطفی البابی حلبی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن حسین خاطر
۲۷۹ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۸۰ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدرآباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۲۸۱ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

متفرقات

۲۸۲ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، امیر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۲۸۳ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ
۲۸۴ فتاوی حدیثیہ، مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۲۷ھ،
۲۸۵ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ
۲۸۶ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۲۸۷ الاعتصام، دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسی شاطبی متوفی ۷۹۰ھ،
۲۸۸ بوادر نوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۲ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۸۹ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ،
۲۹۰ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری
۲۹۱ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۲۹۲ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۲۹۳ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی، ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ
۲۹۴ حیاۃ الحیوان الکبری، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسی الدمیری متوفی ۸۰۸ھ
۲۹۵ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ ذکریا بن محمد بن محمود
۲۹۶ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۷ تکمیل الایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۲۹۸ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ

۲۹۹ تقویت الایمان ، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ، شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ
۳۰۰ تحقیق الفتوی ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ، ۱۳۹۹ھ ، علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ھ
۳۰۱ ماثبت بالسنۃ ، مطبوعہ ادارۃ تعلیمیہ رضویہ لاہور ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۳۰۲ شمائم امدادیہ ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان ، ۱۴۰۵ھ ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۳۰۳ امداد المشتاق ، مطبوعہ المکتبہ اسلامیہ لاہور ، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۳۰۴ فیصلہ ہفت مسئلہ ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی متوفی ۱۳۱۷ھ
۳۰۵ المورد الروی فی المولد النبوی ، مطبوعہ المدینۃ المنورہ ، ۱۴۰۰ھ ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۰۶ ابجد العلوم ، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور ، ۱۴۰۳ھ ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ
۳۰۷ الدرر الکامنۃ ، مطبوعہ دار الجیل بیروت ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۳۰۸ روزنامہ جنگ کراچی ، میر خلیل الرحمان مدیر اعلی
۳۰۹ جمہرۃ انساب العرب ، دار الکتب العلمیہ بیروت ، ۱۴۰۳ھ ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ
۳۱۰ التلخیص الحبیر ، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۳۱۱ ماہنامہ ضیاء حرم لاہور
۳۱۲ المحلیۃ الناجزۃ ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ، ۱۹۸۷ء ، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۳۱۳ احسن الفتاوی ، مطبوعہ ایچ ، ایم ، سعید اینڈ کمپنی ، ۱۴۰۷ھ ، مفتی رشید احمد
۳۱۴ البریز من کلام سیدی عبدالعزیز ، مطبوعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر ، ۱۳۸۰ھ ، سیدی احمد بن عبدالمبارک
۳۱۵ تحذیر الناس ، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند ، ۱۳۹۵ھ ، شیخ محمد قاسم نانوتوی متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۱۶ ازاحۃ العیب بسیف الغیب ، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور ، ۱۳۳۰ھ ، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۳۱۷ صراط مستقیم ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ، شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۳۴۶ھ
۳۱۸ میری داستان حیات ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۳۱۹ رموز ایمان ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی ، ڈاکٹر غلام جیلانی برق ۔
۳۲۰ الخجاب السادۃ المتقین ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ، ۱۳۱۱ھ ، علامہ سید محمد مرتضی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

شرح صحیح مسلم

از رشحات قلم

علامہ غلام رسول سعیدی

شرح صحیح مسلم کی خصوصیات

۱۔ احادیث کا آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ۔

۲۔ متقدمین شارحین کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کی مختصر اور واضح تشریح۔

۳۔ علم اصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔

۴۔ ائمہ اربعہ کی امہات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔

۵۔ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔

۶۔ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔

۷۔ اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔

۸۔ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹو گراف، ریڈیو، ٹی۔ وی، وڈیو، ریل اور ہوائی جہاز میں نماز، پوسٹ مارٹم، ایلوپیتھک ادویہ، انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، اسقاط حمل، ضبط تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، رویت ہلال کمیٹی کے اعلان، پاکستان اور دیگر بعید ممالک میں اختلاف رویت ہلال کے اثر سے مختلف احکام، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، میعادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ، قطبین میں روزے اور نماز کے احکام، ٹیلیفون پر نکاح، اسلام میں کفو کی حیثیت، ایک مجلس میں تین طلاقیں، عدالتی طلاق نوٹ، سود اور حدود و تعزیرات، انعامی بانڈز، بنک نوٹ، افراط زر کی پیچیدگیاں، مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔

۹۔ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید، احادیث آثار، اقوال تابعین، جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے ارشادات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو لکھا ہے، کسی لگی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔

۱۰۔ اس شرح میں شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

ملنے کا پتا: فرید بک سٹال۔ ۴۰ اردو بازار لاہور

شرح صحیح مسلم

تالیف

علامہ غلام رسول سعیدی

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

(جلد خامس)

اقضیہ، لقطہ، جہاد، امارہ

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال، ۳۸۔ اردو بازار، لاہور ۲

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (جلد خامس)

تصنیف : مفتی علامہ غلام رسول سعیدی

کتابت : دارالکتاب حضرت کلیانوالہ، گوجرانوالہ

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

ایم۔اے/ایل، ایل، بی/بی، ایڈ/فاضل علوم شرقیہ

تعداد : ایک ہزار

ہدیہ : -/۳۴۰ روپے

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز، لاہور

الطبع الثامن : شوال ۱۴۲۱ھ / جنوری ۲۰۰۱ء

الطبع التاسع : شوال ۱۴۲۲ھ / جنوری ۲۰۰۲ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اُردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Emial:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد خامس

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	افتتاحی کلمات	۲۸
۲	آراء و تاثرات	۳۰
	کتاب الاقضیۃ	۴۲
۳	قضاء کا لغوی معنی	۴۳
۴	قضاء کا شرعی معنی	۴۴
۵	منصب قضاء کی فضیلت اور اہمیت	۴۴
۶	عہد رسالت میں قضاء کا نظام	۴۵
۷	عہد صحابہ میں قضاء کا نظام	۴۶
۸	آخرت میں قاضی کی سخت گرفت اور شدید محاسبہ	
۹	اور مواخذہ کے بارے میں احادیث اور آثار۔	۴۷
۱۰	سلف صالحین کا منصب قضاء کو قبول کرنے سے گریز	۴۹
۱۱	قرآن مجید کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان۔	۵۱
۱۲	احادیث کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان۔	۵۱
۱۳	منصب قضاء قبول کرنے کا حکم۔	۵۴
۱۴	عہدہ قضاء کی مذمت میں وارد احادیث کا محمل۔	۵۴
۱۵	عہدہ قضاء سے سلف صالحین کے گریز کی توجیہ۔	۵۶
۱۶	فرضیت قضاء کا بیان	۵۶
۱۷	قضاء کی اقسام	۵۷
۱۸	اہلیت قضاء کی شرائط	۵۷
۱۹	مقدمات کے فیصلوں کی بناء اور معیار شرعی۔	۵۸
۲۰	فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۵۹
۲۱	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۶۱
۲۲	فقہاء حنابلہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط۔	۶۲
۲۳	مجتہد مطلق کی طرف منسوب ہونے والوں کی اقسام۔	۶۳
۲۴	عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق	۶۳
۲۵	مجتہد عالم کا دلیل کی بناء پر امام سے اختلاف کرنا ادب کے خلاف نہیں ہے۔	۶۵
۲۶	قاضی کے لیے اہلیت اجتہاد کی شرط میں مذاہب ائمہ۔	۶۶
۲۷	ایک قاضی مجتہد کا دوسرے قاضی مجتہد کی رائے پر فیصلہ کرنے کا جواز۔	۶۷
۲۸	قاضی کو مقدمہ کی سماعت میں فریقین کے ساتھ عدل اور انصاف کی ہدایت میں احادیث اور آثار	۶۷
۲۹	رشوت کا معنی۔	۶۹
۳۰	قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم۔	۷۰
۳۱	احادیث اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم۔	۷۰
۳۲	رشوت کی اقسام	۷۱
۳۳	قاضی اور دیگر افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق	۷۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۵۶۲	
۳۴	مدعیٰ علیہ پر قسم کا جواب	۷۴
۳۵	مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان اختلاط ضروری ہے یا نہیں؟۔	۷۳
۳۶	مدعی پر گواہ اور مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت۔	۷۳
۳۷	مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات۔	۷۴
۳۸	جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل۔	۷۴
۳۹	مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے۔	۷۵
۴۰	بندہ کے حق کی پہلی قسم۔	۷۵
۴۱	بندہ کے حق کی دوسری قسم۔	۷۵
۴۲	اللہ کے حق کی پہلی قسم۔	۷۵
۴۳	اللہ کے حق کی دوسری قسم۔	۷۶
۴۴	وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے۔	۷۶
۴۵	مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء۔	۷۸
۴۶	مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۷۸
	باب: ۵۶۳	
۴۷	ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا۔	۷۹
۴۸	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں مذاہب ائمہ۔	۷۹
۴۹	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کے جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۸۰
۵۰	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی حدیث کی فنی حیثیت۔	۸۰
۵۱	علامہ ابن قدامہ کے دیگر اعتراضات کے جوابات۔	۸۲
۵۲	ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں فقہاء احناف کا مسلک اور دلائل۔	۸۳
۵۳	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی احادیث کا ضعف۔	۸۴
۵۴	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کے راویوں کا اختلاف۔	۸۴
۵۵	ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کا صریح قرآن کے خلاف ہونا۔	۸۵
۵۶	حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے موقف کو مستلزم نہیں۔	۸۵
۵۷	حدیث مذکور کا صحیح محمل۔	۸۵
	باب ۵۶۴	
۵۸	حاکم کا فیصلہ حقیقت واقعیہ کو تبدیل نہیں کرتا۔	۸۶
۵۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت۔	۸۷
۶۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر اور عبد ہونے کی تحقیق۔	۸۸
۶۱	نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا	۸۹
۶۲	نبی کی خصوصیات۔	۹۰
۶۳	نبی کے چھیالیس امتیازات۔	۹۲
۶۴	نبی اور غیر نبی کا فرق۔	۹۴
۶۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان۔	۹۵
۶۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن وجمال۔	۹۶
۶۷	بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا۔	۹۸
۶۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا۔	۹۹
۶۹	قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا۔	۱۰۰
۷۰	احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اول الخلق ہونا۔	۱۰۲
۷۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اول الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنف کا موقف۔	۱۰۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۲	مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق۔	۱۰۸
۷۳	قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت۔	۱۱۲
۷۴	فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت۔	۱۱۶
۷۵	قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۹
۷۶	قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۱۹
۷۷	جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہوجاتی ہے۔	۱۲۰
۷۸	فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط۔	۱۲۰
۷۹	قضاء باطنی کے نفاذ میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور فقہاء احناف کے دلائل کا تجزیہ۔	۱۲۱
	باب: ۵۶۵	
۸۰	حضرت ہند کے متعلق فیصلہ کرنے کا بیان۔	۱۲۵
۸۱	ابوسفیان کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے میں مذاہب ائمہ۔	۱۲۷
۸۲	ابوسفیان کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے کے عدم جواز میں فقہاء حنابلہ کے دلائل۔	۱۲۸
۸۳	ابوسفیان کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے مسئلہ میں فقہاء حنابلہ کے دلائل کے جوابات۔	۱۲۹
۸۴	ابوسفیان کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے مسئلہ میں جمہور کے دلائل۔	۱۲۹
۸۵	ابوسفیان کے مال سے بقدر حق وصول کرنے میں فقہاء احناف کا موقف۔	۱۳۰
۸۶	سرکاری خزانہ سے اپنا حق وصول کرنے کی تفصیل	۱۳۱
۸۷	حضرت ہند کی حدیث کے فوائد۔	۱۳۲
	باب: ۵۶۶	
۸۸	بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کی ممانعت۔	۱۳۳
۸۹	قیل وقال سے ممانعت کی حکمت۔	۱۳۴
۹۰	بکثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت۔	۱۳۵
۹۱	مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق۔	۱۳۶
۹۲	زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق۔	۱۳۹
۹۳	اسراف اور اقتار کا محل۔	۱۴۰
۹۴	لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے۔	۱۴۱
۹۵	ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے۔	۱۴۳
	باب: ۵۶۷	
۹۶	حاکم صحیح فیصلہ کرے یا غلط اس کو اجتہاد کرنے پر اجر ملتا ہے۔	۱۴۵
۹۷	قاضی کا عالم اور مجتہد ہونا ضروری ہے۔	۱۴۶
۹۸	اجتہاد کی تعریف۔	۱۴۷
۹۹	اجتہاد کا طریقہ۔	۱۴۷
۱۰۰	مجتہدین اور مقلدین کے درجات۔	۱۴۷
۱۰۱	پیش آمدہ مسائل میں اہل فتوی کا اجتہاد۔	۱۴۸
۱۰۲	مسائل اجتہادیہ میں اللہ تعالی کے نزدیک ایک	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	حکم معین ہوتا ہے یا نہیں؟	۱۴۹
۱۰۳	مسائل اجتہادیہ میں حکم کے معین ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مصنف کا موقف۔	۱۵۱
	باب: ۵۶۸	
۱۰۴	حالت غضب میں قاضی کو فیصلہ کرنے کی ممانعت۔	۱۵۲
۱۰۵	کن حالات میں حاکم کو فیصلہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔	۱۵۳
۱۰۶	حالت غضب میں فیصلے سے منع کرنے کی حکمت۔	۱۵۳
۱۰۷	حالت غضب میں فیصلہ کرنے کا حکم۔	۱۵۴
۱۰۸	باب مذکور کی حدیث کے دیگر فوائد۔	۱۵۴
	باب: ۵۶۹	
۱۰۹	احکام باطلہ کو ساقط کرنے اور بدعات کو رد کرنے کا بیان۔	۱۵۴
۱۱۰	احداث کا لغوی اور شرعی معنی۔	۱۵۵
۱۱۱	جن عبادات کی دین میں اصل ہے وہ محدث، مخترع اور بدعت نہیں ہیں۔	۱۵۶
۱۱۲	فاتحہ، چہلم اور عرس وغیرہ میں دنوں اور تاریخوں کی تعیین کی تحقیق۔	۱۵۷
۱۱۳	قاسم بن محمد کے فتوی پر ایک اشکال کا جواب۔	۱۵۹
	باب: ۵۷۰	
۱۱۴	بہترین گواہ کا بیان۔	۱۵۹
۱۱۵	بغیر سوال کے گواہی دینے کی ممانعت اور فضیلت کا محمل۔	۱۶۰
۱۱۶	شہادت کا لغوی معنی۔	۱۶۲
۱۱۷	شہادت کا اصطلاحی معنی۔	۱۶۳
۱۱۸	شہادت کی اقسام۔	۱۶۳
۱۱۹	قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان۔	۱۶۳
۱۲۰	احادیث کی روشنی میں شہادت کا بیان۔	۱۶۴
۱۲۱	شہادت کا حکم۔	۱۶۵
۱۲۲	شہادت کی تعریف، رکن اور سبب وغیرہ کا بیان۔	۱۶۶
۱۲۳	تحمل شہادت کی شرائط۔	۱۶۶
۱۲۴	بلحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط۔	۱۶۶
۱۲۵	عدالت کی تعریف۔	۱۶۶
۱۲۶	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۶۶
۱۲۷	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۶۷
۱۲۸	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۶۹
۱۲۹	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۷۰
۱۳۰	اصرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ	۱۷۱
۱۳۱	نفس شہادت کے اعتبار سے شرائط	۱۷۳
۱۳۲	نصاب شہادت کی اقسام۔	۱۷۳
۱۳۳	جانب داری کی تہمت کی بنا پر جن کی شہادت قبول نہیں کی جاتی۔	۱۷۴
۱۳۴	قرائن کی شہادت۔	۱۷۴
۱۳۵	قرائن اور واقعاتی شہادتوں سے شراب نوشی کا ثبوت۔	۱۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۶	واقعاتی شہادات اور قرائن خارجیہ سے زنا کا ثبوت۔	
۱۳۷	میڈیکل رپورٹ کی بناء پر زنا کا ثبوت۔	۱۷۷
۱۳۸	کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی۔	۱۷۹
۱۳۹	قاتل کے تعین پر واقعاتی شہادت سے استدلال۔	
۱۴۰	کفار کی شہادت۔	۱۸۳
۱۴۱	اچانک پیش آنے والے واقعات اور اضطراری امور میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کی بحث۔	۱۸۴
		۱۸۶
۱۴۲	عورت کی شہادت کی تحقیق۔	۱۸۶
۱۴۳	عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۱۸۷
۱۴۴	مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات۔	۱۸۸
۱۴۵	وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے	۱۹۰
۱۴۶	عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں۔	۱۹۲
۱۴۷	اثبات زنا میں صرف مردوں کی گواہی پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۹۵
۱۴۸	"اربعۃ منکم" سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۹۶
۱۴۹	"منکم" سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۹۷
۱۵۰	اربعۃ شہداء سے مردوں کی گواہی پر استدلال۔	۱۹۸
۱۵۱	اس بات کا جواب کہ لفظ شاہد مؤنث کے لیے بھی مستعمل ہے۔	۲۰۱
۱۵۲	"ثمانیۃ ازواج" سے اعتراض کا جواب۔	۲۰۲
۱۵۳	"تسعۃ رھط" سے اعتراض کا جواب۔	۲۰۳
۱۵۴	حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر احادیث اور آثار۔	۲۰۳
۱۵۵	حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر اجماع۔	۲۰۴
۱۵۶	حدود اور قصاص میں عورتوں کو گواہ نہ بنانے کی عقلی وجوہات۔	۲۰۵
	باب: ۵۷۱	
۱۵۷	مجتہدین کے اختلاف کا بیان۔	۲۰۶
۱۵۸	حضرت سلیمان کا واقعاتی شہادت سے استدلال	۲۰۷
۱۵۹	ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے۔	۲۰۷
	باب: ۵۷۲	
۱۶۰	دو فریقوں کے درمیان حاکم کے صلح کرانے کا استحباب۔	۲۰۸
۱۶۱	حکم کے فیصلہ کے متعلق فقہاء کی آراء۔	۲۰۸
۱۶۲	زمین خریدنے کے بعد اس میں دفینہ ملنے کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔	۲۰۹
	کتاب اللقطہ	
	باب: ۵۷۳	۲۱۱
۱۶۳	لقطہ کا لغوی معنی۔	۲۱۷
۱۶۴	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۲۱۷
۱۶۵	لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف۔	۲۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۶	لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام۔	۲۱۸
۱۷۷	لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار۔	۲۱۹
۱۷۸	لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۲۲۰
۱۷۹	آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار۔	۲۲۱
۱۸۰	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۲۲۲
۱۸۱	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۲۲۳
۱۸۲	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۲۲۴
۱۸۳	اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۲۲۴
۱۸۴	امام شافعی کے دلائل کے جوابات۔	۲۲۴
۱۸۵	لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث۔	۲۲۶
۱۸۶	لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین۔	۲۲۷
۱۸۷	حضرت اُبی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح۔	۲۳۰
۱۸۸	اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ۔	۲۳۱
۱۸۹	حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت۔	۲۳۲
	باب: ۵۷۴	
۱۹۰	مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنے کی ممانعت۔	۲۳۳
۱۹۱	پرائے جانور کے دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق۔	۲۳۵
۱۹۲	بلا اجازت پرائی چیز لینے کے عدم جواز میں امام احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل۔	۲۳۵
۱۹۳	بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۳۶
۱۹۴	ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔	۲۳۸
۱۹۵	قیاس سے استدلال کی دلیل۔	۲۳۸
۱۹۶	دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۲۳۸
	باب: ۵۷۵	
۱۹۷	مہمان نوازی کا بیان۔	۲۳۹
۱۹۸	مہمان کی ضیافت کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۲۴۰
۱۹۹	مہمان کی ضیافت اور مخاطر و مدارات کی تفصیل۔	۲۴۱
۱۹۰	مہمان کے زیادہ دیر ٹھہرنے کا حکم۔	۲۴۲
۱۹۱	اگر میزبان ضیافت نہ کرے تو کیا مہمان اس سے بقدر ضیافت بزور لے سکتا ہے؟	۲۴۲
۱۹۲	اگر غدار کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے تو وہ عدالت کے بغیر بھی اپنا حق لے سکتا ہے	۲۴۲
	باب: ۵۷۶	
۱۹۳	زائد مال کو مسلمانوں کی خیر خواہی میں خرچ کرنے کا استحباب۔	۲۴۴
۱۹۴	گھوڑے پر سوار سائل کو خیرات دینا۔	۲۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۹۵	سائل کو بھیک دینے میں مستحق اور غیر مستحق کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔	۲۴۵
	باب: ۵۷۷	
۱۹۶	سب کی ہو تو سب کے زادِ راہ ملا دینے اور آپس میں غم گساری کرنے کا استحباب۔	۲۴۵
۱۹۷	تھوڑے طعام کو زیادہ کرنا معجزہ ہے، اور طعام اتجاداً معدوم ہو تو اس کا موجود کرنا معجزہ کیوں نہیں ہے؟	۲۴۶
۱۹۸	معجزات کے ثبوت کے طریقے۔	۲۴۷
۱۹۹	مل جل کر کھانے کی برکت۔	۲۴۷
	کتاب الجہاد والسیر	۲۴۸
۲۰۰	جہاد کا لغوی معنی۔	۲۴۸
۲۰۱	جہاد کا شرعی معنی۔	۲۴۸
۲۰۲	فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل۔	۲۴۹
۲۰۳	جہاد کی اقسام میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۲۵۱
۲۰۴	جہاد کی اقسام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۲۵۴
۲۰۵	جہاد کی اقسام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۲۵۴
۲۰۶	جہاد کی اقسام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۲۵۴
۲۰۷	کن حالتوں میں جہاد فرض عین ہوتا ہے اور کن حالتوں میں فرض کفایہ۔	۲۵۵
۲۰۸	جہاد کے مباح ہونے کی شرائط۔	۲۵۶
۲۰۹	جہاد کے وجوب کی شرائط۔	۲۵۶
۲۱۰	کتنی مدت کے بعد مسلمانوں پر جہاد کرنا واجب ہے۔	۲۵۷
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۵۷۸	
۲۱۱	جن کفار کو دعوت اسلام دی جا چکی ہو، ان کو دوبارہ دعوت دیے بغیر جنگ کرنے کا جواز۔	۲۵۷
۲۱۲	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں مذاہب فقہاء۔	۲۵۸
۲۱۳	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء حنبلیہ کے مذہب کی تفصیل۔	۲۵۹
۲۱۴	جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل۔	۲۶۰
۲۱۵	جہاد میں کفار کی جان اور مال محترم نہیں ہے۔	۲۶۱
۲۱۶	اگر جہاد میں کافر مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ان کو قتل کرنا جائز ہے۔	۲۶۲
	باب: ۵۷۹	
۲۱۷	کسی شخص کو جہاد کا امیر بنانا اور اس کو آداب جہاد کی تعلیم دینا۔	۲۶۲
۲۱۸	سریہ کا معنی۔	۲۶۵
۲۱۹	قتال کی کیفیت اور ان کافروں کا بیان جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔	۲۶۶
۲۲۰	ذمہ کا لغوی معنی۔	۲۶۷
۲۲۱	ذمہ کا اصطلاحی معنی۔	۲۶۸
۲۲۲	عقد ذمہ کا رکن۔	۲۶۸
۲۲۳	عقد ذمہ کی شرائط۔	۲۶۸
۲۲۴	عقد ذمہ کے احکام	۲۷۰
۲۲۵	عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط۔	۲۷۰
۲۲۶	جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء	۲۷۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۲۷	ہجرت کی تحقیق۔	۲۷۲
۲۲۸	قیامت تک ہجرت باقی رہنے کے بارے میں احادیث۔	۲۷۳
۲۲۹	ہجرت منقطع ہونے کے بارے میں احادیث۔	۲۷۴
۲۳۰	دار الکفر میں رہنے یا نہ رہنے کے بارے میں احادیث۔	۲۷۶
۲۳۱	گناہوں سے ہجرت کرنے کے بارے میں احادیث۔	۲۷۷
۲۳۲	ہجرت کی متعارض احادیث کے جوابات۔	۲۷۸
۲۳۳	فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات۔	۲۷۸
۲۳۴	دار الکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم۔	۲۷۹
۲۳۵	ہجرت کی اقسام۔	۲۸۰
۲۳۶	ہجرت الی اللہ کی توضیح۔	۲۸۰
۲۳۷	مالِ غنیمت اور مالِ فے	۲۸۱
۲۳۸	مشرکین سے محاصرہ اٹھانے کے لیے مسلمان اُن سے اللہ کی طرف سے معاہدہ کیوں نہ کریں۔	۲۸۲
	باب: ۵۸۰	
۲۳۹	عہد شکنی کی حرمت۔	۲۸۳
۲۴۰	عہد کی اقسام اور عہد شکنی کی ممانعت کی حکمت۔	۲۸۶
۲۴۱	انسان کا اللہ سے عہد۔	۲۸۷
۲۴۲	انسان کا اپنے نفس سے عہد۔	۲۸۸
۲۴۳	ایک انسان کا دوسرے انسان سے عہد۔	۲۸۸
۲۴۴	علامہ آوسی کی بیان کردہ عہد کی اقسام پر بحث و نظر۔	۲۸۹
	باب: ۵۸۱	
۲۴۵	جنگ میں دشمن کو دھوکا دینے کا جواز۔	۲۹۰
۲۴۶	حالت جنگ میں دشمن کو دھوکا دینے اور جھوٹ بولنے کا جواز۔	۲۹۰
۲۴۷	کن صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے	۲۹۱
۲۴۸	جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت۔	۲۹۲
۲۴۹	شعر اور مبالغہ میں جھوٹ کا جواز۔	۲۹۲
۲۵۰	تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنے کا جواز۔	۲۹۳
۲۵۱	توریہ کے سلسلہ میں فقہاء کی رائے۔	۲۹۶
۲۵۲	خلاصۂ بحث۔	۲۹۶
	باب: ۵۸۲	
۲۵۳	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے کی ممانعت اور مقابلہ کے وقت ثابت قدمی کا حکم۔	۲۹۶
۲۵۴	دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے کی ممانعت کی حکمت۔	۲۹۷
۲۵۵	آدابِ جہاد۔	۲۹۸
	باب: ۵۸۳	
۲۵۶	دشمن سے مقابلہ کے وقت فتح کی دعا کرنے کا استحباب۔	۲۹۹
۲۵۷	مسجع کلام کے ساتھ دعا کی وضاحت۔	۳۰۰
۲۵۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو بد دعا کہنے کا عدم جواز۔	۳۰۰
۲۵۹	دو مختلف حدیثوں میں تطبیق۔	۳۰۱
	باب: ۵۸۴	
۲۶۰	جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کی ممانعت۔	۳۰۲
۲۶۲	جہاد میں بچوں، عورتوں اور دیگر معذوروں کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۳۰۲
	باب: ۵۸۵	
۲۶۳	شبخون میں عورتوں اور بچوں کے بلا قصد مارے جانے کا جواز۔	۳۰۳
۲۶۴	کافروں پر شبخون مارنے کے تفصیلی احکام۔	۳۰۴
۲۶۴	جن مسلمانوں کو کفار ڈھال بنالیں ان کو قتل کرنے کے بارے میں مذاہب فقہاء۔	۳۰۵
۲۶۵	آخرت میں اطفال مشرکین کے ٹھکانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۳۰۵
	باب: ۵۸۶	
۲۶۶	کفار کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا جواز۔	۳۰۹
۲۶۷	مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے طرز عمل کی اقسام۔	۳۱۰
۲۶۸	بنو قینقاع کے خلاف جنگ کا پس منظر۔	۳۱۰
۲۶۹	بنو نضیر کے خلاف جنگ کا پس منظر۔	۳۱۱
۲۷۰	بنو نضیر کی شکست اور جلا وطنی۔	۳۱۱
۲۷۱	بنو نضیر کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کی حکمت	۳۱۲
۲۷۲	دشمن کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں مذاہب فقہاء۔	۳۱۳
	باب: ۵۸۷	
۲۷۳	مال غنیمت حلال ہونے کی اس امت کے ساتھ خصوصیت۔	۳۱۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۷۴	انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے رد شمس کے واقعات کی تفصیل اور تحقیق۔	۳۱۵
۲۷۵	حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے رد شمس کا واقعہ ثابت نہ ہونے پر دلائل۔	۳۱۷
۲۷۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رد شمس کا ثبوت۔	۳۱۸
۲۷۷	حدیث رد شمس پر علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات۔	۳۱۸
۲۷۸	معجزہ رد شمس کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۳۲۰
۲۷۹	معجزہ رد شمس کے متعلق محدثین کی آراء۔	۳۲۱
۲۸۰	اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہونے کی تحقیق۔	۳۲۲
۲۸۱	اس باب کی حدیث کے دیگر فوائد۔	۳۲۳
	باب: ۵۸۸	
۲۸۲	غنیمت کا بیان۔	۳۲۴
۲۸۳	نفل کا لغوی معنی۔	۳۲۷
۲۸۴	نفل کا اصطلاحی معنی۔	۳۲۷
۲۸۵	تنفیل میں مذاہب فقہاء۔	۳۲۷
۲۸۶	تنفیل کی شرائط۔	۳۲۸
۲۸۷	تنفیل کا حکم۔	۳۲۸
۲۸۸	تنفیل میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۳۲۸
۲۸۹	فئی کا لغوی معنی اور شرعی معنی۔	۳۲۹
۲۹۰	فئی کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۳۳۰
۲۹۱	مال غنیمت کا لغوی معنی اور شرعی تفسیر۔	۳۳۰
۲۹۲	مفتوحہ علاقہ کی زمینوں اور ساز و سامان کا حکم۔	۳۳۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۹۳	جنگی قیدیوں کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۳۳۲
۲۹۴	جنگی قیدیوں کو مال، یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں رہا کرنے کی تحقیق۔	۳۳۳
۲۹۵	جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ امتناناً اور احساناً رہا کرنے کی تحقیق۔	۳۳۳
۲۹۶	کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟۔	۳۳۵
۲۹۷	بدر کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر اعتراضات کے جوابات۔	۳۳۷
۲۹۸	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے پر امام رازی اور مصنف کے جوابات۔	۳۴۱
۲۹۹	مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل۔	۳۴۳
۳۰۰	مال غنیمت کی تقسیم۔	۳۴۵
۳۰۱	خمس کی تعریف۔	۳۴۶
	باب: ۵۸۹	
۳۰۲	مقتول کے سَلَب پر قاتل کا استحقاق۔	۳۴۷
۳۰۳	غزوہ حنین کا مختصر بیان۔	۳۵۳
۳۰۴	سَلَب کا لغوی معنی۔	۳۵۴
۳۰۵	سَلَب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء۔	۳۵۴
۳۰۶	سَلَب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات۔	۳۵۶
۳۰۷	سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل۔	۳۵۸
۳۰۸	جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سَلَب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب۔	۳۶۰
	باب: ۵۹۰	
۳۰۹	فَیٔ کا حکم۔	۳۶۱
۳۱۰	فَیٔ کا لغوی معنی اور اس کی شرعی تفسیر۔	۳۶۰
۳۱۱	مال غنیمت اور مال فَیٔ کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ۔	۳۶۱
۳۱۲	مال غنیمت اور مال فَیٔ کا فرق۔	۳۶۲
۳۱۳	قرآن مجید سے اموال فَیٔ کے وقف ہونے پر دلائل۔	۳۶۳
۳۱۴	احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے اموال فَیٔ کے وقف ہونے پر دلائل۔	۳۶۴
۳۱۵	سواد عراق اور دیگر مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ۔	۳۶۸
۳۱۶	عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر اور بعض صحابہ کا مباحثہ۔	۳۸۲
۳۱۷	سواد عراق کو وقف کرنے کے متعلق حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کی رائے۔	۳۸۳
۳۱۸	اموال فَیٔ کے متعلق امام ابو عبید کا نظریہ۔	۳۸۴
۳۱۹	مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی مطلقاً فَیٔ ہیں خواہ ان پر جنگ سے قبضہ ہوا ہو یا صلح سے۔	۳۸۵
۳۲۰	سواد عراق کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر دلائل۔	۳۸۶
۳۲۱	مفتوحہ علاقہ کی زمینوں کے متعلق فقہاء کی آراء۔	۳۸۷
۳۲۲	مسئلہ فدک۔	۳۸۸
۳۲۳	فَدَک کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۳۸۹
۳۲۴	علمائے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فَدَک کا مطالبہ کیا۔	۳۹۰
۳۲۵	حدیث لا نورث کو موضوع اور باطل قرار دینے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	پر علمائے شیعہ کے دلائل۔	۳۹۸
۳۲۶	وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔	۴۰۱
۳۲۷	لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب۔	۴۰۲
۳۲۸	ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔	۴۰۳
۳۲۹	اس بات کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی۔	۴۰۴
۳۳۰	نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔	۴۰۵
۳۳۱	کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟۔	۴۰۵
۳۳۲	کیا حضرت علی نے حدیث لانورث کی روایت میں حضرت ابوبکر و عمر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا تھا؟	۴۰۷
۳۳۳	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لانورث پر مطلع نہیں فرمایا تھا؟	۴۰۸
۳۳۴	حدیث لانورث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد و تکثر۔	۴۰۸
۳۳۵	حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت	۴۱۳
۳۳۶	فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۴۱۴
۳۳۷	علمائے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا؟	۴۱۸
۳۳۸	فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں ایک جائزہ۔	۴۲۱
۳۳۹	فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔	۴۲۴
۳۴۰	کیا زمانۂ جہاد اور تنگی اور عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟	۴۲۴
۳۴۱	آخر دور رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔	۴۲۷
۳۴۲	حضرت فاطمہ کا غزوۂ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا، فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے۔	۴۲۸
۳۴۳	اہل سنت کی کتابوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علمائے شیعہ کا استدلال۔	۴۳۱
۳۴۴	علمائے شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے۔	۴۳۲
۳۴۵	فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فنی حیثیت۔	۴۳۲
۳۴۶	فدک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں۔	۴۳۷
۳۴۷	کیا عمر بن عبدالعزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا؟	۴۴۲
۳۴۸	مسئلۂ خلافت۔	۴۴۵
۳۴۹	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۴۴۵
۳۵۰	حضرت ابوبکر کے خلیفۂ برحق ہونے پر عقلی دلائل۔	۴۴۹
۳۵۱	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟	۴۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵۲	حضرت ابوبکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ۔	۴۵۴
۳۵۳	اہل تشیع کی تصانیف میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقشہ۔	۴۵۴
۳۵۴	تقیہ کا جواب۔	۴۵۵
۳۵۵	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر میں شجاعت کی کمی تھی۔	۴۵۸
۳۵۶	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اعلان براءت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امارت سے معزول کر دیا تھا۔	۴۶۰
۳۵۷	من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے استدلال کا جواب۔	۴۶۰
	باب: ۵۹۱	
۳۵۸	مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا طریقہ۔	۴۶۲
۳۵۹	گھوڑے کے دو حصہ دینے پر جمہور فقہاء کی احادیث۔	۴۶۳
۳۶۰	گھوڑے کا ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کی احادیث۔	۴۶۳
۳۶۱	گھوڑے کا ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کے عقلی دلائل۔	۴۶۴
۳۶۲	احادیث ابی حنیفہ پر جرح کا جواب۔	۴۶۴
۳۶۳	جمہور فقہاء کی احادیث پر جرح۔	۴۶۴
۳۶۴	امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ عینی کے دلائل۔	۴۶۴
۳۶۵	علامہ المرغینانی کے دلائل اور خلاصہ بحث۔	۴۶۵
	باب: ۵۹۲	
۳۶۶	غزوۂ بدر میں فرشتوں کی امداد اور مال غنیمت کے مباح ہونے کا بیان۔	۴۶۶
۳۶۷	بدر کا محل وقوع۔	۴۶۸
۳۶۸	جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے وعدۂ فتح کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت گریہ وزاری سے دعا کرنے کی حکمت۔	۴۶۸
۳۶۹	کیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا؟	۴۶۹
۳۷۰	غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۴۷۲
	باب: ۵۹۳	
۳۷۱	قیدیوں کو گرفتار کرنے اور احسان رہا کرنے کا جواز۔	۴۷۳
۳۷۲	اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۴۷۶
۳۷۳	طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، بلکہ علامۂ کفر ہے۔	۴۷۷
	باب: ۵۹۴	
۳۷۴	یہودیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دینے کا بیان۔	۴۷۷
۳۷۵	ذمیوں کی عہد شکنی کی سزا۔	۴۷۹
	باب: ۵۹۵	
۳۷۶	عہد شکنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا جواز اور اہل قلعہ کو کسی عادل شخص کے فیصلہ پر قلعہ سے نکالنے کا جواز۔	۴۷۹
۳۷۷	مجلس میں آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۴۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷۸	قوموا الی سیدکم سے قیام تعظیمی کے استدلال پر ایک اشکال کا جواب۔	۴۸۵
۳۷۹	قیام تعظیمی کے ثبوت میں دیگر احادیث اور آثار۔	۴۸۶
۳۸۰	قیام تعظیمی کے خلاف احادیث اور ان کا جواب۔	۴۸۸
۳۸۱	قیام تعظیمی کی اقسام	۴۹۰
	باب: ۵۹۶	
۳۸۲	جہاد میں سبقت اور اہم کام کی تقدیم کا بیان۔	۴۹۱
۳۸۳	بنو قریظہ میں نماز پڑھنے کی ہدایت میں روایات کا تعارض اور ان میں تطبیق۔	۴۹۱
۳۸۴	صحابہ کرام کے اجتہاد کا ثبوت۔	۴۹۲
	باب: ۵۹۷	
۳۸۵	مہاجرین کا غنی ہونے کے بعد انصار کے عطایا کو لوٹانا۔	۴۹۲
۳۸۶	انصار کا ایثار، مہاجرین کی خودداری اور حضرت ام ایمن کی ناز برداری۔	۴۹۳
	باب: ۵۹۸	
۳۸۷	دار الحرب میں مال غنیمت کے طعام سے کھانے کا جواز۔	۴۹۵
۳۸۸	دار الحرب میں حربیوں کا مال کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۴۹۶
۳۸۹	اہل کتاب کے ذبیحہ میں مذاہب فقہاء۔	۴۹۶
۳۹۰	اہل کتاب کے ذبیحہ میں فقہاء احناف کے نظریات	۴۹۷
۳۹۱	اہل کتاب کے ذبیحہ میں مصنف کی تحقیق۔	۴۹۸
۳۹۲	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۴۹۸
۳۹۳	اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۴۹۹
	باب: ۵۹۹	
۳۹۴	دعوت اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل کے نام مکتوب۔	۵۰۰
۳۹۵	حدیث ہرقل کے مسائل اور مباحث۔	۵۰۴
	باب: ۶۰۰	
۳۹۶	دعوت اسلام کے لیے کافر بادشاہوں کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط۔	۵۰۶
۳۹۷	مختلف اقوام کے بادشاہوں کے القاب۔	۵۰۷
	باب: ۶۰۱	
۳۹۸	غزوۂ حنین کا بیان۔	۵۰۷
۳۹۹	غزوۂ حنین کا اجمالی ذکر۔	۵۱۲
۴۰۰	کفار اور مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق۔	۵۱۳
۴۰۱	کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شعر کہا ہے؟	۵۱۴
۴۰۲	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد المطلب کی طرف اپنی نسبت کیوں کی تھی؟	۵۱۴
	باب: ۶۰۲	
۴۰۳	غزوۂ طائف کا بیان۔	۵۱۵
۴۰۴	طائف کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۵۱۵
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۰۳	
۴۰۵	غزوۂ بدر۔	۵۱۸
۴۰۶	بدر کا لغوی معنیٰ، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۵۱۹
۴۰۷	"کون کہاں مرے گا" اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم۔	۵۲۰
	باب: ۶۰۴	
۴۰۸	فتح مکہ کا بیان۔	۵۲۰
۴۰۹	مکہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل اور دیگر فوائد۔	۵۲۵
۴۱۰	برے نام بدل دینا۔	۵۲۶
	باب: ۶۰۵	
۴۱۱	صلح حدیبیہ کا بیان۔	۵۲۷
۴۱۲	حدیبیہ کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۵۳۲
۴۱۳	ادب حکم پر مقدم ہے یا حکم ادب پر؟	۵۳۳
۴۱۴	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا اور پڑھنا آپ کے اُمّی ہونے کے منافی ہے۔	۵۳۳
۴۱۵	اُمّی کے معنیٰ کی تحقیق۔	۵۳۴
۴۱۶	اُمّی کے معنیٰ سے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات۔	۵۳۵
۴۱۷	اُمّی کے معنیٰ کے متعلق مفسرین کی آراء۔	۵۳۶
۴۱۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل۔	۵۲۷
۴۱۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات۔	۵۳۹
۴۲۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے ثبوت میں احادیث۔	۵۴۱
۴۲۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات۔	۵۴۲
	باب: ۶۰۶	
۴۲۲	عہد کو پورا کرنا۔	۵۴۶
۴۲۳	ضرورت کے وقت جھوٹ بولنے کی تفصیل۔	۵۴۶
۴۲۴	کفار کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے پورا کرنے میں مذاہب فقہاء۔	۵۴۶
	باب: ۶۰۷	
۴۲۵	غزوۂ احزاب (جنگ خندق)	۵۴۷
۴۲۶	غزوۂ احزاب کا مختصر بیان۔	۵۴۸
	باب: ۶۰۸	
۴۲۷	غزوۂ اُحد کا بیان۔	۵۵۱
۴۲۸	غزوۂ اُحد کا مختصر بیان۔	۵۵۴
	باب: ۶۰۹	
۴۲۹	جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں اس پر غضب الٰہی کا نازل ہونا۔	۵۵۶
	باب: ۶۱۰	
۴۳۰	مشرکوں اور منافقوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکالیف پہنچیں۔	۵۵۶
۴۳۱	لفظ "سلی" کی تحقیق۔	۵۶۳
۴۳۲	اونٹنی کھانے کا حکم۔	۵۶۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۱۱	
۴۳۳	ابوجہل کے قتل کا بیان۔	۵۶۷
۴۳۴	قتل ابوجہل کے سلسلہ میں مختلف روایات کا بیان۔	۵۶۷
۴۳۵	ابوجہل کے قتل پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا	
۴۳۶	سجدۂ شکر ادا کرنا۔	۵۶۹
۴۳۷	سجدۂ شکر کی تحقیق۔	۵۷۰
۴۳۸	سجدۂ شکر کے متعلق احادیث۔	۵۷۰
۴۳۹	سجدۂ شکر کے متعلق آثارِ صحابہ۔	۵۷۴
۴۴۰	سجدۂ شکر کے متعلق فقہاء حنابلہ کی رائے۔	۵۷۶
۴۴۱	سجدۂ شکر کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے۔	۵۷۶
۴۴۲	سجدۂ شکر کے متعلق فقہاء احناف کی آراء۔	۵۷۷
۴۴۳	سجدۂ شکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کی آراء۔	۵۸۰
۴۴۴	سجدۂ شکر کے بارے میں حرفِ آخر۔	۵۸۰
۴۴۵	نمازِ شکر کا حکم۔	۵۸۱
	باب: ۶۱۲	
۴۴۶	یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا بیان۔	۵۸۱
۴۴۷	کعب بن اشرف کی مختصر سوانح۔	۵۸۳
۴۴۸	کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دینے کی وجوہات۔	۵۸۳
	باب: ۶۱۳	
۴۴۹	غزوۂ خیبر۔	۵۸۴
۴۵۰	خیبر کا لغوی معنیٰ، جغرافیائی محل وقوع، تاریخ اور غزوۂ خیبر کے اہم واقعات۔	۵۸۸
۴۵۱	ران کے ستر گاہ ہونے کی تحقیق۔	۵۹۳
۴۵۲	خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟۔	۵۹۴
۴۵۳	اللہ تعالیٰ کے لیے "میں خدا ہوں" کہنے کی توجیہ۔	۵۹۴
	باب: ۶۱۴	
۴۵۴	غزوۂ خندق کے اہم واقعات۔	۵۹۵
	باب: ۶۱۵	
۴۵۵	غزوۂ ذی قرد وغیرہ۔	۵۹۷
۴۵۶	حضرت علی کو حیدر کہنے کی تحقیق۔	۶۰۷
۴۵۷	مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا یا حضرت محمد بن مسلمہ نے؟۔	۶۰۷
۴۵۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چار معجزات کا بیان۔	۶۰۸
۴۵۹	دیگر فوائد حدیث۔	۶۰۸
	باب: ۶۱۶	
۴۶۰	اللہ تعالیٰ کا قول وھو الذی کف ایدیھم عنکم	۶۰۹
	باب: ۶۱۷	
۴۶۱	عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کرنا۔	۶۰۹
۴۶۲	جہاد میں عورتوں کی شرکت کا بیان۔	۶۱۱
۴۶۳	ستر اور حجاب کی تحقیق۔	۶۱۲
۴۶۴	عورت کے ستر کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۶۱۲
۴۶۵	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین احناف کا نظریہ۔	۶۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۶۶	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین شافعیہ کا نظریہ۔	۶۱۳
۴۶۷	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۴
۴۶۸	عورت کے ستر کے متعلق مفسرین حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۱۴
۴۶۹	عورت کے ستر کے متعلق احادیث۔	۶۱۵
۴۷۰	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۱۷
۴۷۱	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۱۷
۴۷۲	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۱۸
۴۷۳	عورت کے ستر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۱۹
۴۷۴	عورت کے حجاب کی تحقیق۔	۶۱۹
۴۷۵	عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۲۱
۴۷۶	احکام حجاب نازل ہونے کی تاریخ۔	۶۲۱
۴۷۷	جلباب کی تحقیق۔	۶۲۲
۴۷۸	چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق۔	۶۲۳
۴۷۹	ذالک ادنی ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال۔	۶۲۵
۴۸۰	بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال۔	۶۲۸
۴۸۱	ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق۔	۶۳۰
۴۸۲	ازواج مطہرات کے حجاب سے عام مسلمان خواتین کے حجاب پر استدلال۔	۶۳۲
۴۸۳	عہد رسالت میں نقاب اور حجاب کا معمول۔	۶۳۵
۴۸۴	عہد نبوت میں نقاب اور حجاب کا معمول۔	۶۴۲
۴۸۵	اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت سے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۴۲
۴۸۶	اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت سے متعلق احادیث۔	۶۴۳
۴۸۷	اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی استثنائی صورتیں۔	۶۴۵
۴۸۸	چہرے کے حجاب ہونے پر شبہات اور ان کے جوابات۔	۶۴۶
۴۸۹	اجنبی مردوں کے سامنے عورت کے چہرہ اور ہاتھ کھولنے کے دلائل کا ایک جائزہ۔	۶۴۹
۴۹۰	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم۔	۶۵۲
۴۹۱	فقہاء شافعیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم۔	۶۵۴
۴۹۲	فقہاء مالکیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم۔	۶۵۵
۴۹۳	فقہاء احناف کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم۔	۶۵۵
۴۹۴	مذاہب فقہاء کا حاصل۔	۶۵۷
۴۹۵	قرآن، سنت اور فقہاء اسلام کی آراء کی روشنی میں عورت کی آواز کا حکم۔	۶۵۷
۴۹۶	بوقت ضرورت عورت کا اجنبی مردوں سے کلام کرنے کا جواز۔	۶۶۰
۴۹۷	عورتوں کو سلام کرنے یا ان کے سلام کا جواب دینے کا شرعی حکم۔	۶۶۱
۴۹۸	عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے متعلق قرآن مجید کا حکم۔	۶۶۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۹۹	حنبلی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم۔	۶۶۴
۵۰۰	مالکی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت۔	۶۶۵
۵۰۱	شافعی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم۔	۶۶۷
۵۰۲	حنفی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعۂ جمل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت۔	۶۶۸
۵۰۳	عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کے متعلق احادیث۔	۶۶۹
۵۰۴	مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق احادیث۔	۶۷۱
۵۰۵	مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۷۴
۵۰۶	مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۷۵
۵۰۷	مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۷۶
۵۰۸	مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۷۷
۵۰۹	عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۶۸۰
۵۱۰	اسلام کے عمومی احکام سے عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال۔	۶۸۲
۵۱۱	قرآن مجید سے عورت کی سربراہی کا عدم جواز۔	۶۸۳
۵۱۲	احادیث سے عورت کی سربراہی کا عدم جواز۔	۶۸۵
۵۱۳	عورت کی سربراہی کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء۔	۶۸۶
۵۱۴	ملکۂ بلقیس کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب۔	۶۸۸
۵۱۵	جنگِ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب۔	۶۸۹
۵۱۶	ستر اور حجاب کے سلسلہ میں حرفِ آخر۔	۶۹۰
	باب: ۶۱۸	
۵۱۷	جہاد میں شریک ہونے والی عورتوں کو مالِ غنیمت میں باقاعدہ حصہ دینے کی ممانعت اور کچھ عطیہ دینے کا حکم اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت۔	۶۹۲
۵۱۸	خارجیوں کو حروری کہنے کی وجہ۔	۶۹۵
۵۱۹	جہاد میں شریک ہونے والے غلام اور عورت کو مالِ غنیمت سے حصہ دینے میں مذاہب فقہاء	۶۹۷
۵۲۰	کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کے بارے میں مذاہب فقہاء۔	۶۹۶
۵۲۱	کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کے بارے میں فقہاء احناف کے نظریات۔	۶۹۷
	باب: ۶۱۹	
۵۲۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد۔	۶۹۸
۵۲۳	غزوات اور سرایہ کی تحقیق۔	۷۰۰
۵۲۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کا تاریخ وار بیان۔	۷۰۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۲۰	
۵۲۵	غزوۂ ذات الرقاع۔	۷۰۲
۵۲۶	غزوۂ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ۔	۷۰۲
۵۲۷	نیک اعمال کے اخفاء کا استحباب۔	۷۰۳
	باب: ۶۲۱	
۵۲۸	جہاد میں کافر سے مدد لینے کی کراہت۔	۷۰۴
۵۲۹	جہاد میں کفار سے مدد حاصل کرنے کی تحقیق۔	۷۰۵
	کتاب الامارۃ	۷۰۵
۵۳۰	خلافت کا لغوی اور شرعی معنی۔	۷۰۵
۵۳۱	آیت استخلاف کی تحقیق۔	۷۰۷
۵۳۲	خلافت کی تعریف۔	۷۰۸
۵۳۳	خلافت کی شرائط۔	۷۱۰
۵۳۴	خلافت منعقد کرنے کے طریقے۔	۷۱۱
۵۳۵	خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط۔	۷۱۲
۵۳۶	موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق۔	۷۱۳
۵۳۷	خلافت کی تاریخ عہد بہ عہد۔	۷۱۳
۵۳۸	تمام مسلمانوں کے لیے ایک سربراہ ہونے کی بحث۔	۷۲۳
۵۳۹	ہر خطۂ زمین میں مسلمانوں کا جماعت کے ساتھ رہنا اور ایک امیر کے ماتحت رہنا لازم ہے۔	۷۲۳
۵۴۰	اسلام دین یسر ہے۔	۷۲۶
۵۴۱	اسلامی ملکوں کی ایک فیڈریشن کا استحسان اور استحباب۔	۷۳۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۴۲	تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے کے وجوب کے دلائل کا جائزہ۔	۷۳۰
۵۴۳	قرآن مجید کی روشنی میں ملوکیت کا حکم۔	۷۳۴
۵۴۴	ملوکیت سے متعلق احادیث۔	۷۳۵
۵۴۵	سلطان کے متعلق احادیث۔	۷۳۷
۵۴۶	خلیفہ، ملک اور سلطان کا فرق۔	۷۴۰
۵۴۷	جمہوری ملک کے صدر اور خلیفہ کا فرق۔	۷۴۳
۵۴۸	تقرر خلیفہ کے وجوب کا محل۔	۷۴۳
۵۴۹	امارت اور خلافت کے سلسلہ میں حرف آخر۔	۷۴۸
	باب: ۶۲۲	
۵۵۰	خلافت کا قریش کے ساتھ اختصاص۔	۷۴۹
۵۵۱	خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص پر مزید احادیث۔	۷۵۲
۵۵۲	خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص میں فقہاء کے نظریات۔	۷۵۴
۵۵۳	بارہ خلفاء اور تیس سال تک خلافت کی احادیث کے تعارض کا جواب۔	۷۵۴
۵۵۴	بارہ خلفاء کی تفصیل اور تعیین۔	۷۵۵
۵۵۵	بارہ خلفاء سے زیادہ خلفاء کی ترجیحات۔	۷۵۶
۵۵۶	غیر قرشی خلفاء کی توجیہ۔	۷۵۷
۵۵۷	قریش کے ساتھ خلافت کے اختصاص کی حکمت اور بحث و نظر۔	۷۵۷
	باب: ۶۲۳	
۵۵۸	خلیفہ بنانے اور اس کو ترک کرنے کا بیان۔	۷۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۹	خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق مذاہب اور تحقیق مبحث۔	۷۶۰
۵۶۰	شوریٰ مقرر کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف۔	۷۶۱
۵۶۱	شوریٰ کے عمل کی کیفیت۔	۷۶۲
	باب: ۶۲۴	
۵۶۲	امارت کو طلب کرنے کی ممانعت۔	۷۶۳
۵۶۳	طلب منصب کی تحقیق۔	۷۶۴
۵۶۴	موجودہ طریق انتخاب کا غیر اسلامی ہونا۔	۷۶۵
۵۶۵	امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج۔	۷۶۵
۵۶۶	مرتد کے احکام۔	۷۶۶
۵۶۷	حد قائم کرنے کا اختیار قاضی کو ہے یا سلطان کو؟	۷۶۶
	باب: ۶۲۵	
۵۶۸	طلب امارت کی کراہت۔	۷۶۷
۵۶۹	منصب قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا محمل	۷۶۷
	باب: ۶۲۶	
۵۷۰	عادل حاکم کی فضیلت اور ظالم حاکم کی مذمت	۷۶۸
۵۷۱	اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ یا دائیں جانب سے کیا مراد ہے؟	۷۷۲
۵۷۲	محمد بن ابو بکر کے قتل کی تفصیل۔	۷۷۲
۵۷۳	مرتکب کبیرہ پر جنت حرام ہونے کی ترجیحات۔	۷۷۳
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۲۷	
۵۷۴	مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید	۷۷۴
۵۷۵	مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے دنیوی اور اخروی احکام۔	۷۷۵
۵۷۶	ناجائز مال کے ذمہ سے بری ہونے کا طریقہ	۷۷۶
	باب: ۶۲۸	
۵۷۷	سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے کی ممانعت۔	۷۷۶
	باب: ۶۲۹	
۵۷۸	غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت کرنے کا وجوب اور معصیت میں تحریم۔	۷۸۰
۵۷۹	خلیفہ کے خلاف خروج (جنگ) کرنے کی تحقیق۔	۷۸۶
۵۸۰	حضرت حسین اور حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم کے خروج کا محمل	۷۸۸
۵۸۱	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۷۸۹
۵۸۲	فاسق کی خلافت اور قضاء کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۷۹۱
۵۸۳	فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۷۹۲
۵۸۴	فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۷۹۲
۵۸۵	فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۷۹۳
۵۸۶	فاسق کی خلافت کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ	۷۹۳
	باب: ۶۳۰	
۵۸۷	امام مسلمانوں کی ڈھال ہے۔	۷۹۹
۵۸۸	امام کے ڈھال ہونے کی وضاحت۔	۷۹۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۳۱	
۵۸۹	جس شخص کی خلافت پہلے بیعت کر لی جائے اس کو پورا کرنا واجب ہے۔	۸۰۰
۵۹۰	سیاست کی تعریف۔	۸۰۲
۵۹۱	دو خلیفوں کی بیعت کرنے کا حکم۔	۸۰۳
۵۹۲	تشریب کا ثبوت۔	۸۰۳
۵۹۳	حضرت علی کی خلافت سے حضرت معاویہ کے اختلاف کی بحث۔	۸۰۵
	باب: ۶۳۲	
۵۹۴	حکام کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم۔	۸۰۶
	باب: ۶۳۳	
۵۹۵	فتنہ کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم۔	۸۰۷
۵۹۶	خیر اور شر کے اعتبار سے ادوارِ امت کی تقسیم	۸۱۱
۵۹۷	یزید کی بیعت کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف۔	۸۱۲
	باب ۶۳۴	
۵۹۸	مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کرنے والے کا حکم۔	۸۱۳
	باب: ۶۳۵	
۵۹۹	دو خلیفوں سے بیعت کا حکم۔	۸۱۴
	.....	
	باب: ۶۳۶	
۶۰۰	خلافِ شرع امور میں حکام کا رد کرنا واجب ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ممنوع ہے۔	۸۱۴
۶۰۱	حکام کے خلافِ شرع کاموں پر عوام کی گیا ذمہ داری ہے؟	۸۱۵
۶۰۲	ظالم اور فاسق خلفاء کے خلاف خروج نہ کرنے کی دلیل۔	۸۱۵
	باب: ۶۳۷	
۶۰۳	اچھے اور بُرے کاموں کا بیان۔	۸۱۶
	باب: ۶۳۸	
۶۰۴	جنگ کے وقت مجاہدین سے بیعت لینے کا استحباب اور بیعتِ رضوان کا بیان۔	۸۱۷
۶۰۵	حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۸۲۱
۶۰۶	حدیبیہ میں بیعت کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۸۲۱
۶۰۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعابِ دہن سے کنوئیں کے پانی کا زیادہ ہو جانا۔	۸۲۲
۶۰۸	بیعتِ رضوان والے درخت کے مخفی ہو جانے کی حکمت۔	۸۲۲
۶۰۹	ابنِ حنظلہ کے بیعت لینے کی وضاحت۔	۸۲۲
	باب: ۶۳۹	
۶۱۰	ہجرت کے بعد پھر اس جگہ کو وطن بنانے کی ممانعت۔	۸۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۱۱	ہجرت کے بعد وطن لوٹنے کا حکم۔	۸۲۳
	باب: ۶۴۰	
۶۱۲	فتح مکہ کے بعد اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرنا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہونے کی تاویل۔	۸۲۳
۶۱۳	غیر اسلامی ملکوں میں رہنے کا حکم اور ہجرت کی تحقیق۔	۸۲۵
	باب: ۶۴۱	
۶۱۴	عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ۔	۸۲۸
	باب: ۶۴۲	
۶۱۵	حسب استطاعت احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت۔	۸۲۹
	باب: ۶۴۳	
۶۱۶	سن بلوغ کا بیان۔	۸۲۹
۶۱۷	بلوغت کے معیار میں مذاہب فقہاء۔	۸۳۰
	باب: ۶۴۴	
۶۱۸	کفار کے ہاتھ لگنے کا ڈر ہو تو قرآن مجید کو ارض کفار میں لے جانے کی ممانعت۔	۸۳۴
۶۱۹	ارض کفار میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے اور کفار کو خطوط میں آیات قرآن لکھنے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۸۳۲
	باب: ۶۴۵	
۶۲۰	گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان۔	۸۳۶
۶۲۱	دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۸۳۷
۶۲۲	دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۳۷
۶۲۳	دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۳۹
۶۲۴	دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء احناف کا نظریہ	۸۴۱
۶۲۵	جوئے کی تعریف۔	۸۴۱
۶۲۶	جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۸۴۲
۶۲۷	جوئے کے متعلق احادیث۔	۸۴۳
۶۲۸	جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے۔	۸۴۳
۶۲۹	جوئے کے حکم میں فقہاء شافعیہ کی رائے۔	۸۴۴
۶۳۰	جوئے کے حکم میں فقہاء مالکیہ کی رائے۔	۸۴۴
۶۳۱	جوئے کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کی رائے۔	۸۴۵
۶۳۲	معمہ، لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم۔	۸۴۵
۶۳۳	بیمہ کیا چیز ہے؟	۸۴۶
۶۳۴	بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء۔	۸۴۶
۶۳۵	مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل۔	۸۴۶
۶۳۶	مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی رضا	۸۴۸
۶۳۷	انشورنس اور سود۔	۸۵۳
۶۳۸	انشورنس کے سلسلے میں دوسری خرابیوں کا احتمال۔	۸۵۶
۶۳۹	بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی حنفی کی رائے	۸۵۹
۶۴۰	بیمہ زندگی کے متعلق علمائے مصر کا نظریہ۔	۸۶۰
۶۴۱	آتش زدگی اور دیگر ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علمائے مصر کا نظریہ	۸۶۱
۶۴۲	بیمہ کے متعلق اعلیحضرت کا نظریہ۔	۸۶۲
۶۴۳	بیمہ کے متعلق سید مودودی کا نظریہ۔	۸۶۳
۶۴۴	بیمہ کے متعلق علمائے شیعہ کا نظریہ۔	۸۶۴
۶۴۵	بیمہ کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر	۸۶۵
۶۴۶	بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد۔	۸۶۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۴۷	کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے؟	۸۶۶
۶۴۸	بیمہ کے موجودہ نظام کے لیے قابلِ عمل اصلاحی تراجیم۔	۸۶۷
۶۴۹	مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امرِ مباح کو واجب کر سکتی ہے۔	۸۶۷
۶۵۰	باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایت سے بیمہ پر استدلال۔	۸۶۹
۶۵۱	قتلِ خطاء کی دیت سے بیمہ کے جواز پر استدلال۔	۸۷۱
۶۵۲	دیت کی مقدار۔	۸۷۱
۶۵۳	عاقلہ کا مصداق۔	۸۷۲
۶۵۴	عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت۔	۸۷۴
۶۵۵	بیمہ کے مسئلہ میں حرفِ آخر۔	۸۷۵
	باب: ۶۴۶	
۶۵۶	قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت کا مرکوز ہونا۔	۸۷۶
	باب: ۶۴۷	
۶۵۷	گھوڑے کی بُری قسمیں کون سی ہیں؟	۸۷۹
	باب: ۶۴۸	
۶۵۸	اللہ کی راہ میں نکلنے اور جہاد کی فضیلت۔	۸۸۰
۶۵۹	اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا محل۔	۸۸۲
۶۶۰	جنت کی بشارت میں شہداء کا عام مسلمانوں سے امتیاز۔	۸۸۳
۶۶۱	نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر	۸۸۳
۶۶۲	موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟	۸۸۳
	باب: ۶۴۹	
۶۶۳	اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت۔	۸۸۴
۶۶۴	اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی وجوہات۔	۸۸۶
	باب: ۶۵۰	
۶۶۵	صبح یا شام کو راہِ خدا میں نکلنے کی فضیلت۔	۸۸۶
	باب: ۶۵۱	
۶۶۶	جنت میں مجاہد کے درجات کا بیان۔	۸۸۷
	باب: ۶۵۲	
۶۶۷	جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اس کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔	۸۸۸
	باب: ۶۵۳	
۶۶۸	شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور شہداء زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔	۸۹۰
۶۶۹	ارواحِ شہداء کے سبز پرندوں میں متمثل ہونے کی تحقیق۔	۸۹۱
۶۷۰	سبز پرندوں میں ارواحِ شہداء کے منتقل ہونے پر تناسخ کے اشکال کا جواب۔	۸۹۱
۶۷۱	روح کی ماہیت میں فقہاء اسلام کے نظریات۔	۸۹۲
۶۷۲	حیاتِ شہداء کے حیاتِ حقیقی ہونے پر امام رازی کے دلائل۔	۸۹۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۷۳	حیاتِ شہداء کی کیفیت میں فقہاءِ اسلام کے نظریات	۸۹۷
۶۷۴	شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟	۸۹۸
۶۷۵	شہداء کی حیاتِ جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث ونظر۔	۸۹۹
	باب: ۶۵۴	
۶۷۶	سرحدوں پر پہرہ دینے اور جہاد کی فضیلت۔	۹۰۱
۶۷۷	شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں، گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے؟۔	۹۰۳
	باب: ۶۵۵	
۶۷۸	قاتل اور مقتول کے جنت میں داخل ہونے کا بیان۔	۹۰۳
	باب: ۶۵۶	
۶۷۹	کافر کو قتل کرنے کے بعد نیک عمل پر قائم رہنا۔	۹۰۴
	باب: ۶۵۷	
۶۸۰	اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت۔	۹۰۵
	باب: ۶۵۸	
۶۸۱	غازی اور مجاہد کی سواری وغیرہ کے ساتھ مدد کرنے کی فضیلت۔	۹۰۵
	.....	
۶۸۲	مجاہدین کی عورتوں کی عزت اور ان میں خیانت کا گناہ۔	۹۰۸
	باب: ۶۶۰	
۶۸۳	معذورین سے فرضیت جہاد کا ساقط ہونا۔	۹۰۸
	باب: ۶۶۱	
۶۸۴	شہید کے لیے جنت کا ثبوت۔	۹۰۹
	باب: ۶۶۲	
۶۸۵	جو شخص دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرے اس کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔	۹۱۳
	باب: ۶۶۳	
۶۸۶	دکھاوے اور نام ونمود کی خاطر جہاد کرنے والا جہنمی ہے۔	۹۱۵
۶۸۷	قیامت کے دن کن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا۔	۹۱۶
۶۸۸	کیا قیامت کے دن بھی جھوٹ بولنا ممکن ہے؟	۹۱۷
۶۸۹	کیا نیکی کرنے والا اپنی نیکی پر خوشی یا تعریف کی خواہش کر سکتا ہے؟	۹۱۷
	باب: ۶۶۴	
۶۹۰	جس غازی کو غنیمت ملی اور جس کو غنیمت نہیں ملی، دونوں کے فرق کا بیان۔	۹۱۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۶۶۵	
۶۹۱	اعمال کا مدار نیت پر ہے، ان اعمال میں جہاد بھی شامل ہے۔	۹۲۰
۶۹۲	حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی اہمیت اور عظمت۔	۹۲۱
۶۹۳	آیا نیت کرنا عمل کی صحت کے لیے ضروری ہے یا عمل کی فضیلت کے لیے؟	۹۲۱
۶۹۴	اگر نیت کے بغیر عبادات بجا لائے تو ان عبادات پر ثواب ہوگا یا نہیں؟	۹۲۳
۶۹۵	اگر ایک عمل میں متعدد اعمال کی نیات کر لی جائیں تو اس ایک عمل سے ان تمام اعمال کا ثواب مل جاتا ہے۔	۹۲۴
	باب: ۶۶۶	
۶۹۶	شہادت فی سبیل اللہ طلب کرنے کا استحباب۔	۹۲۵
۶۹۷	اس سوال کا جواب کہ شہادت کی دعا تو کافر کے ہاتھوں مسلمان کے مرنے کی دعا ہے۔	۹۲۶
	باب: ۶۶۷	
۶۹۸	اس شخص کی مذمت کا بیان جو جہاد یا اس کی تمنا کیے بغیر مر گیا۔	۹۲۷
۶۹۹	جہاد یا اس کی تمنا کیے بغیر مرنے والے کا حکم۔	۹۲۷
۷۰۰	نیت کے باوجود فعل کیے بغیر مرنے والے کا حکم۔	۹۲۷
	باب: ۶۶۸	
۷۰۱	جو شخص بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے جہاد نہ کر سکے، اس کے ثواب کا بیان۔	۹۲۸
۷۰۲	عبادات کے چھوٹ جانے پر حزن و ملال کا مرتبہ اور مقام۔	۹۲۸
	باب: ۶۶۹	
۷۰۳	سمندر پار کر کے جہاد کرنے کی فضیلت۔	۹۲۹
۷۰۴	حضرت ام حرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟	۹۳۱
۷۰۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا۔	۹۳۱
۷۰۶	سمندری سفر کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۹۳۱
۷۰۷	اللہ کے راستے میں مرنا یا قتل کیا جانا دونوں شہادت ہیں۔	۹۳۲
	باب: ۶۷۰	
۷۰۸	خدا کے راستے میں پہرہ دینے کی فضیلت۔	۹۳۲
	باب: ۶۷۱	
۷۰۹	شہیدوں کا بیان	۹۳۳
۷۱۰	علامہ سیوطی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان۔	۹۳۵
۷۱۱	بعض مالکی علماء اور علامہ شامی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان۔	۹۳۵
۷۱۲	مصنف کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا احادیث و آثار کے حوالوں سے بیان۔	۹۳۶
۷۱۳	ہر مومن کامل شہید ہے۔	۹۴۵
۷۱۴	شہید کی وجہ تسمیہ	۹۴۷
۷۱۵	حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	احکام میں فقہاءِ شافعیہ کا مسلک۔	۹۴۷
۷۱۶	حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاءِ مالکیہ کا مسلک۔	۹۴۸
۷۱۷	حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاءِ حنبلیہ کا مسلک۔	۹۴۹
۷۱۸	حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاءِ احناف کا مسلک اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۹۵۰
۷۱۹	معصیت کے دوران اسباب شہادت سے مرنے اور معصیت کے سبب سے مرنے کا فرق اور مصنف کا بحث ونظر۔	۹۵۳
	باب: ۶۷۲	
۷۲۰	تیراندازی کی فضیلت	۹۵۵
	باب: ۶۷۳	
۷۲۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا"	۹۵۶
۷۲۲	قیامت تک حق پر قائم رہنے والا کونسا گروہ ہے	۹۵۹
۷۲۳	علم فقہ کی فضیلت۔	۹۵۹
	باب: ۶۷۴	
۷۲۴	سفر میں جانوروں کی رعایت کرنا اور اخیر شب کو راستے میں اترنے کی ممانعت۔	۹۵۹
	باب: ۶۷۵	
۷۲۵	سفر عذاب کا ٹکڑا ہے اور فراغت کے بعد جلد گھر لوٹنے۔	۹۶۰
	باب: ۶۷۶	
۷۲۶	رات کے وقت گھر واپس لوٹنے کی کراہت۔	۹۶۱
۷۲۷	سفر سے رات کو گھر واپس آنے کی ممانعت کا محمل۔	۹۶۲
۷۲۸	اختتامی کلمات۔	۹۶۳
۷۲۹	ماخذ ومراجع۔	۹۶۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

افتتاحی کلمات

اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہے اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ عنایت ہے کہ ہم اس قابل ہوئے کہ شرح صحیح مسلم کی پانچویں جلد قارئین کے سامنے پیش کر سکیں، دوسری جلد سے پانچویں جلد تک یہ تسلسل رہا ہے کہ ایک سال کے وقفہ کے بعد ہر جلد تیار ہو کر آتی رہی تھی، البتہ جلد سادس اس بار تقریباً تین چار ماہ کی تاخیر سے پیش کی جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں ۲۶ ستمبر ۱۹۹۰ء کو حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان صاحب محبوبی مہتمم صفۃ الاسلام بریڈفورڈ کی دعوت پر برطانیہ چلا گیا اور تقریباً تین ماہ تک برطانیہ میں وعظ و تقریر کی سرگرمیوں میں مشغول رہا اور حرمین طیبین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو واپس کراچی پہنچا۔

برطانیہ میں قیام کے دوران میں نے انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور ویلز، برطانیہ کے تینوں صوبوں میں اکتالیس[۴۱] خطابات کیے خاص طور پر لندن، برمنگھم، مانچسٹر، لیڈز اور بریڈفورڈ میں زیادہ تقریریں ہوئیں، حضرت صاحبزادہ حبیب الرحمٰن محبوبی زید جتہم بریڈفورڈ کے علاوہ مولانا محمد عارف سیدی (لندن) مولانا بشیر احمد سیالوی (اولڈھام) صاحبزادہ ارشاد احمد قادری (لیڈز) مولانا گل رحمان (برمنگھم) قاری عبدالمجید (برسٹل) حافظ فضل احمد (ڈربی) پیرزادہ امداد حسین (ملٹن کینز) مولانا شاہ محمد نشتر (بریڈفورڈ) مولانا مظفر احمد فراشوی (مانچسٹر) مفتی محمد عبداللہ (بریڈفورڈ) اور خاص طور پر حافظ محمد طارق (بریڈفورڈ) اور حافظ عبدالغفور (ہیکنڈ ڈاینک) نے نہایت خلوص اور محبت کے ساتھ میری خدمت کی اور اس دیار غیر میں مجھے اجنبیت کا احساس نہیں ہونے دیا۔ حضرت صاحبزادہ محبوبی صاحب ان کے صاحبزادگان عزیزم عرفان الحق اور عزیزم افوار الحق اور حافظ عبدالغفور صاحب حرمین طیبین میں بھی میرے ساتھ آئے، ان احباب نے یہاں بھی میری بہت خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام دوستوں کو ہمیشہ خوش رکھے، انھیں دنیا اور آخرت میں ہر رنج و الم سے محفوظ رکھے اور دین و دنیا کی ہر نعمت اور سعادت سے بہرہ مند فرمائے (آمین)۔

ہر چند کہ برطانیہ میں دوستوں سے ملاقات اور تبلیغی اجتماعات کی شدید مشغولیات تھیں۔ اس کے باوجود بھی میں شرح صحیح مسلم کی تسوید کے کام میں لگا رہا۔ اس کام کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ محبوبی صاحب کے وسیع کتب خانہ سے ہی استفادہ ہوا۔ — شرح صحیح مسلم جلد سادس کے باب نمبر ۴۷ سے لے کر ۸۸ تک کا کام بریڈفورڈ میں مکمل ہوا — برسٹل اور بریڈفورڈ میں تقاریر کے بعد علمی مذاکرے اور سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی البتہ اس بات سے سخت رنج اور افسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کے دعوے دار ہونے کے باوجود ہمارے بعض بنیاد پرست لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث صریحہ اور صحابہ کرام کے صحیح آثار پر بعض متاخرین علماء کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں! بہر حال سفر برطانیہ میں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی

کہ وہاں کے اکثر علماء اور خطباء کے پاس شرح صحیح مسلم، مقالات سعیدی، تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان اور میری دیگر تصانیف تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب شکر ہے کہ اس نے میری کتابوں کو اس قدر مقبولیت عطا فرمائی اور پھر کرم بالائے کرم یہ کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اور اپنے حبیب کے دربار پر حاضر ہونے کی توفیق دی۔ میں ان علماء کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے شرح صحیح مسلم کے متعلق اپنے تاثرات لکھ کر مجھے ارسال فرمائے۔ جن میں سے بعض تاثرات کو اس جلد کے شروع میں شائع کیا جا رہا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں جن ابواب کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں: کتاب الاقضیہ۔ کتاب اللقطہ، کتاب الجہاد اور کتاب الامارۃ۔

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں جن مسائل اور موضوعات پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے وہ یہ ہیں: قضاء اور اجتہاد کے مباحث، عوام اور فقہا کی تقلید کا فرق۔ رشوت کی تفصیل اور تحقیق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق۔ نبی کی خصوصیات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل خلق ہونے کی بحث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی تحقیق۔ سرکاری خزانے سے اپنا حق وصول کرنے کا مسئلہ۔ لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنے کی بحث، گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث، عورت کی شہادت کی تحقیق، آیا عورت کی شہادت نصف ہے یا کامل؟ ہجرت کی تفصیل، دار الکفر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم، حدیث ردشمس کی تحقیق۔ جنگی قیدیوں کے تبادلہ یا ان کو بلا عوض احساناً چھوڑنے کی تحقیق، مسئلہ فدک اور علماء شیعہ کے اعتراضات کے جوابات، مسئلہ خلافت، حضرت ابوبکر کی خلافت پر اعتراضات کے جوابات، غزوۂ بدر میں فرشتوں کے قتال کی بحث۔ قیام تعظیمی کی بحث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا معنی اور آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی مکمل تحقیق، سجدۂ شکر کا مسئلہ، عورت کے ستر اور حجاب کی تحقیق، خلافت اسلامیہ اور موجودہ دور کی اسلامی حکومتوں کی تحقیق، جوئے کی تعریف اور لاٹری اور سٹہ وغیرہ کا شرعی حکم۔ بیمہ کی تحقیق، حیات شہداء کی بحث، حکمی شہداء کی تعداد کا بیان اور دیگر بہت سے مباحث۔

سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال کی ہمت اور حوصلہ قابل داد اور لائق ستائش ہے وہ بیک وقت کئی ضخیم کتابوں کی جلدوں کو تسلسل کے ساتھ منظر عام پر لا رہے ہیں اور یقیناً قارئین کرام کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد کا دوسرا ایڈیشن قریب الختم ہے دوسری جلد کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اور تیسری جلد کا دوسرا ایڈیشن عنقریب چھپنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو دن بدن زیادہ سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائے، اس کے مصنف، ناشر، کاتب، مصحح، معاونین اور قارئین کو دارین کی رحمتوں سے نوازے۔ دنیا میں علم نافع اور اعمال صالحہ اور آخرت میں اپنے خصوصی رحم وکرم اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت، شفاعت اور قرب خاص سے مالا مال فرمائے۔ الہ العلمین مجھے اس کتاب کی تصنیف میں راہ حق دکھانے اور زلل سے محفوظ رکھے اس کتاب کو تا قیامت باقی رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دے.... اے بار الہ اس کتاب کے طفیل میری میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور مشائخ کی میرے تلامذہ اور احباب کی میرے معاونین وقارئین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور دارین کی سعادتوں، کرامتوں اور کامرانیوں کو ہم سب کا مقدر کر دے آمین۔ یارب العالمین بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمۃ المجتہدین والعلماء الراسخین اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ۔ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی ۳۶
ٹیلیفون نمبر: ۶۳۲۴۲۳۶ ـ ۶۳۱۴۵۰۸
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ، ۱۷ فروری ۱۹۹۱ء

آراء و تاثرات

از حضرت استاذ العلماء مولانا سید حسین الدین شاہ صاحب اطفہم مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیآء والمرسلین رحمۃ للعالمین خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث مدظلہ صاحبِ تصانیف کثیرہ اُن خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنھیں قسام ازل نے اپنے حبیب لبیب باعثِ تخلیقِ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کا فیض دوسروں تک پہنچانے اور ان کے مفاہیم و مطالبِ عالیہ کو سہل انداز میں پیش کر کے عامۃ المسلمین کو بہرہ افروز کرنے کی سعادت پر مامور کر دیا ہے۔

علامہ سعیدی صاحب کے بعض رسائل و مقالات کے مطالعہ اور ان سے استفادہ کے باعث آپ سے ایک گونہ تعارف تو عرصہ سے ہو چکا تھا مگر خود مولانا سے علمی مجلس اور ان کی مشہور تصنیف شرح صحیح مسلم کے مطالعہ کا موقع میسر نہ ہوا تھا۔ اتفاقاً ایک تنظیمی کام کے سلسلہ میں کراچی جانے کا اتفاق ہوا تو حضرت مولانا کی زیارت و ملاقات کے ساتھ علماء کی مجلس میں بعض مسائل پر تبادلۂ خیال کا موقع بھی ملا اور آپ کے اندازِ گفتگو، طرزِ بحث سے بالمشافہ آگاہ ہونے کا لمحہ بھی ہاتھ آیا۔

حضرت مولانا کے ترجمہ اور تشریح کو دیکھ کر یہ تاثر قائم ہوا کہ آپ منشاء رسالت کو اردو کی صورت میں منتقل کرتے ہیں، مفاہیم احادیث کو اپنے خیالات کے مطابق نہیں ڈھالتے بلکہ اپنی فکر اور قلم کو ان کی ترجمانی کے لیے استعمال کرتے ہیں، خود کوئی دعویٰ ایجاد کر کے اس کے لیے احادیث کو استعمال نہیں کرتے بلکہ احادیث سے جو کچھ آشکارا ہوتا ہے ان فوائد و نکات کو اصلاح امت کے لیے پیش کرتے ہیں۔ اتنے بڑے کارنامہ کی انجام دہی میں خطا کا واقع ہونا ممکن ہی نہیں بلکہ متوقع ہے مگر خلوص نیت سے حق کی تلاش میں اجتہاد و سعی کرتے ہوئے خطا کا سرزد ہو جانا کوئی گناہ نہیں بلکہ تلاشِ حق کی محنت کا ثمرۂ خیر پھر بھی مل جاتا ہے۔ ہاں نااہل لوگوں کا تنگ بندی سے کام لینا اور اپنے مزعومات کے مطابق قرآن و حدیث کو ڈھالنا بہت بڑا جرم ہے۔ الحمد للہ حضرت مولانا کا قلم اس جرم سے پاک اور اظہارِ حق میں سرگرداں ہے۔

حضرت مولانا کا اندازِ تحریر سہل اور عام فہم ہے۔ آپ بہترین ادیب، قلم برداشتہ لکھنے کے عادی اور اسالیب کلام پر قادر ہیں مگر اس کتاب میں الفاظ کی کثرت و تمکنت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ مطالبِ حدیث کو ہر طبقہ کے لوگوں کے فہم کے قریب لانا چاہتے ہیں، کیونکہ الفاظ کی تمکنت کے زور پر پھیلایا ہوا علم ذہن کو تو جولانبخش سکتا ہے مگر قلب کو متاثر نہیں کر سکتا۔ وہ تو کسی مصلح کے اخلاص و سوز کے ساتھ پیش کیے ہوئے اصلاحی پیغام سے ہی متاثر ہوتا ہے۔ آپ کی کتاب جہاں مدرسین کے لیے

رہنمائے تدریس ہے وہاں طالبانِ علم کے لیے مینارۂ نور اور عام پڑھے لکھے لوگوں کے لیے بھی فیض بخش ہے۔

اسلام کی ابدی روشن تعلیمات زمینی اور زمانی وسعتوں پر پھیلی ہوئی ہیں اور ماضی وحال کی طرح مستقبل کے لیے بھی رہبر ورہنما اور ذریعۂ نجات وفلاح ہیں۔ اسلام کی تعلیمات ایسی جامع اور کامل ہیں جو ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتی ہیں اور ہر روز پیش آنیوالے بے شمار واقعات وحادثات کا حکم شرعی رجال امت اسلامی اصولوں کی روشنی میں پیش کرتے رہے ہیں اور پیش کرتے رہیں گے لیکن ان احکام کے لیے علل واسباب کی تعیین تو پیکر مسائل کے لیے تمثیل وتشبیہ اور وجوہات کی تلاش میں اختلاف کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے اختلافِ اُمت کے اسباب پر نظر رکھنے والا اور فقہاء اسلام کی کاوشوں سے آشنا دانسان جانتا ہے کہ جب بھی کوئی نئی مشکل پیش آئی جس نے عامۃ المسلمین کو مشکلات میں مبتلا کر دیا۔ ایسا عمل جو بادی النظر میں غلط نظر آیا مگر عموم بلویٰ کی سی صورت اختیار کر لی تو علماءِ امت نے ارشاد ربانی "ماجعل علیکم فی الدین من حرج" - یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر - یا شارع اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "انما بعثتم میسرین وما بعثتم معسرین" - یا متمم مکارم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت "ما خیر بین امرین الا اخذ ایسرھما مالم یکن اثما" - پر نظر رکھتے ہوئے ان مشکلات کے حل میں غور کرتے رہے ہیں کہ اثم سے بچتے ہوئے کس حد تک اور کس حالت میں سہولت کی اجازت ہے۔ کسی نے زیادہ احتیاط کا پہلو اختیار کیا اور کسی نے شرعاً ممکن حد تک سہولت کی جانب میلان کیا تو جواز عدمِ جواز، اولیٰ غیر اولیٰ، کراہت واباحت پر قابلِ صد احترام فقہاء کرام نے مختلف فتوے دیے۔ حسنِ نیت واستعداد کے ہوتے ہوئے اختلاف آراء نہ کوئی عیب ہے نہ جرم بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر تا حال پایا جاتا ہے اور افراد وجزئیات کے اضافہ کے ساتھ بڑھتا ہی رہے گا۔ صحابۂ کبار اور ائمہ مجتہدین مخلصین کے اختلافات، منشاء اختلاف کو دیکھ کر یہ کہنا بجا ہوگا۔

گل ہائے رنگا رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

کیونکہ اختلاف آراء میں اعتدال وانصاف کا تراز و ہاتھ میں رہے تو ایسا اختلاف امت کے حق میں رحمت ہے **بایھم اقتدیتم اھتدیتم** - کی سہولت ہے۔ اسلام کے اصولوں کے تابع غیر منصوص مسائل کا منصوص احکام سے شرعی حکم تلاش کرنے کا نقطۂ نظر سے اختلاف مسلمہ مسائل سے انحراف نہیں ان سے موافقت ہے اسی لیے دیکھا گیا ہے کہ حلت وحرمت، جواز وعدم جواز، کراہت واباحت کے اختلافات کے باوجود متلاشیانِ حق کی باہمی الفت ومحبت، احترام وشفقت میں کوئی فرق نہیں آیا، عمل اپنے نزدیک راجح رائے پر کیا مگر دوسری رائے پر عمل کرنے والوں کی تضلیل وتفسیق نہیں کی گئی ——— ہاں! جہاں پر اصولوں سے روگردانی پائی گئی مداہنت فی الدین" اور تحریف کا اثر دیکھا تو اسے مٹانے کی پوری کوشش کی۔ فروعی مسائل میں اختلافات آراء فطرت کا تقاضا ہے اہلِ علم اور صاحب صلاحیت لوگوں کا عالمانہ، دیانتدارانہ اختلاف، جو اختلاف رائے کے باوجود ایتلاف کو برقرار رکھے، عداوت وحسد کی ظلمت سے بچائے رکھے، باعث رحمت ہے، جن مسائل پر نص صریح الدلالات نہ ہو ان میں غور وفکر اور تحقیق کرنے والوں کے درمیان اختلاف ہونا تفاوت اذہان کا نتیجہ ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کے طرز اختلاف کے بارے میں میری رائے کچھ یوں ہے۔

مولانا نے جن حضرات کی آراء سے اختلاف کیا ہے ان میں بزرگ بھی شامل ہیں اور معاصر ومخالف بھی۔ علماءِ اہلسنت کی علمی وجاہت تحقیقی ثقاہت اور دیانت وامانت پر مکمل اعتماد کرنے کے باوجود خود ان اعیان العلم کے مختلف اقوال یا ان

کے قول پر قائم کیے گئے دلائل کے سمجھ نہ آنے کی وجہ سے رائے میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ان بزرگوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے انہیں علم و فضل کا سرمایہ گردانتے ہوئے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کر دینا کوئی جرم نہیں، خود اہلِ علم کا اپنے سے پہلے والوں سے یہ معاملہ رہا ہے۔

حضرت مولانا متقدمین علماء سے کسی مسئلہ میں اختلافِ رائے کی صورت میں اپنی سوچ کا امانتدارانہ اظہار کرتے ہیں۔ بزرگوں کی تعظیم و توقیر میں فرق نہیں آنے دیتے اور نہ ہی تعلّی و ادّعا کا مظاہرہ کرتے ہیں گویا وہ صرف اتنا ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ دلائل کا مفہوم جو میں سمجھتا ہوں، اس کی وجہ سے میری رائے یہ ہے یا یوں سمجھے بزرگوں کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کرنے والے کا بچگانہ ناز ہے۔ برتری کا دعویٰ نہیں اور خدانخواستہ کسی شخص میں رعونت و تعلّی کا داعیہ پیدا ہو جائے تو اس کا فیض جاری نہیں رہ سکتا بلکہ اس کے ہلاک ہونے کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے۔

ع از خدا خواہیم توفیقِ ادب

حضرت مولانا کو جن لوگوں سے اعتقادی و مسلکی اختلاف ہے ان پر بھی گرفت کرتے ہوئے ان کی اصلاح اور ان کے پیروکاروں کو راہِ خطر سے محفوظ کرنے کا جذبہ آشکارا ہوتا ہے اس موقع پر اعتدال کا دامن چھوٹنے نہیں دیتے بلکہ تنقید و تذلیل کے فرق کو پیشِ نظر رکھتے ہیں اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اپنے ہم مسلک معاصرین سے اظہارِ اختلاف کے وقت آپ کا کیا انداز ہوگا۔

مولانا صاحب سے ایک مذاکرہ کے بعد میری رائے ہے کہ آپ غیر جارحانہ تنقید اور علمی اعتراض کو خندہ پیشانی سے سنتے ہی نہیں بلکہ دلیل میں وزن دیکھیں تو اپنے قول سے رجوع کرنے میں عار بھی نہیں سمجھتے۔ جو صاحبِ تحقیق دوسروں کا مواخذہ کرے اسے نہ صرف اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرنا چاہیے بلکہ اپنے قول کے خطا ہونے کے امکان کو بھی پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ تنقید پر دستِ ظرفی سے نظر ڈالے اور "المجتہد یخطی و یصیب" کو پیشِ نظر رکھے۔ ناقدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ اصلاح و اطلاع علی الخطاء کے جذبے کا اظہار کریں۔ دلائل کی روشنی میں علمی مواخذہ کریں اور معاندانہ تنقید و تحقیر سے اجتناب کریں۔

معاصرانہ چشمک دیرینہ مرض ہے مگر حضرت علامہ کا اسلوبِ تحریر بیانِ لغات حلِ مشکلات، بیانِ مذاہب و احتمالات اور ترجیحِ راجح اور نئے مسائل پر تبصرے ایسے اسباب ہیں جن سے عام علماء کے علاوہ خادمانِ حدیث بھی استفادہ کریں گے اور آنے والے دور کے لیے تو یہ دستاویز ہوگی۔ بعض لوگوں کو ہم عصری دوسرے کی عظمت کا اعتراف نہیں کرنے دیتی مگر علم کے قدردان اور وسیع الظرف افراد اس سے بہت حد تک محفوظ رہتے ہیں اور علمی تحقیقات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں چاہے ان سے کم عمر یا کم شہرت پانے والے شخص کا کام ہی کیوں نہ ہو۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مضامین کی چوری تو جائز سمجھتے ہیں مگر اعتراف سے گریز کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں مسلم شریف کی اردو شروحوں میں یہ کتاب بعض اختلافات کے باوجود ان شاء اللہ قبولِ عام حاصل کرے گی اور اس سے استفادہ کیا جائے گا۔

دعا:-

اے ارحم الراحمین! یہ تیرا محض کرم ہے جو سیدِ ولدِ آدم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ تیرا بندہ جب تجھ سے کرم کی بھیک مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے تو حیا فرماتا ہے ——— اے کریم! میں مخزنِ برکات اور مکین گنبدِ خضرا صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے التجا کرتا ہوں کہ مولانا کے علمِ نافع اور عملِ صالح میں برکت دے، صحت و توانائی، عافیت

وسکون کے ساتھ ساتھ سنتِ نبوی کی خدمتِ مقبولہ کی توفیق عطا فرما۔ میرے گناہوں کو بخش دے، میرے والدین کریمین اساتذہ کرام پر خاص کرم نازل فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت پر رحم فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ابو الخیر حسین الدین شاہ سلطانپوری

خادم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم، راولپنڈی
۳۰ رجب المرجب ۱۴۱۱ھ،
۱۶ فروری ۱۹۹۱ء

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحبزادہ مولانا محمد حبیب الرحمان محبوبی، مہتمم صفۃ الاسلام بریڈفورڈ برطانیہ

میں بنیادی طور پر علوم دینیہ کا ایک طالب علم ہوں اور درس نظامی کی تکمیل اور دورۂ حدیث شریف سے بہرہ مند ہونے کے بعد بھی گذشتہ پندرہ سال سے میرا پسندیدہ مشغلہ کتب بینی ہے اور میری دل چسپی کا محور و مرکز تفسیر، حدیث، فقہ اور کتب سیرت کا مطالعہ اور اکابر کے فیوض علمیہ کی خوشہ چینی ہے۔

پاک و ہند میں گذشتہ ایک صدی میں علوم دینیہ پر بہت زیادہ تحقیقی کام ہوا ہے، اور اب ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان کے بعد اسلامی لٹریچر اور دینی و علمی سرمائے کے اعتبار سے اُردو زبان دنیا کی کسی بھی زبان سے کسی بھی طور پر کم تر نہیں ہے۔ بلاشبہ اسلام کے دینی، کلامی، تاریخی و ادبی سرمائے کو عربی سے اُردو زبان میں منتقل کرنے میں علماء اہلسنت کا contribution بہت نمایاں ہے اور بعض جہتوں سے تو اس حد تک تحقیقی کام ہوا ہے جو بجائے خود ماخوذ کے ماخذ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس سلسلے میں امام اہل سنت مجدد ملت علامہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور صدر الشریعۃ مولانا امجد علی اور دیگر اکابر اہلسنت کے بار احسان تلے ہماری گردن سپاس و اعتراف ہمیشہ جھکی رہے گی۔

تاہم اس امر کا اعتراف کرنے میں ہمیں تامل نہیں کرنا چاہیے کہ تفسیر و شرح حدیث کے عنوان سے جس قدر علمی و تحقیقی کام ہونا چاہیے تھا، وہ ہمارے ہاں نہیں ہو سکا۔ دیگر وجوہ کے علاوہ اس کا ایک معقول سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے اکابر کی بیشتر توجہ عصری فتنوں کی سرکوبی کی جانب مرکوز رہی۔ اور اگر وہ اپنے عہد کے تقاضوں کا بروقت ادراک کر کے لادینیت، دہریت، انکار ختم نبوت، انکار حدیث اور توہین رسالت ایسے مہیب فتنوں کا قلع قمع نہ کرتے تو خاکم بدہن آج ہمارے عقائد اسقدر مصفّٰی و مزکّٰی شکل میں محفوظ نہ ہوتے اور نہ جانے کس کس نوع کی بدعقیدگیوں کی آلائش سے ہمارے عقائد ملوث ہو چکے ہوتے اور طرح طرح کے دام ہمرنگ زمین میں اس طرح پھنس چکے ہوتے کہ اس سے نکلنے کا راستہ بھی سجھائی نہ دیتا۔

للہ الحمد کہ اب وہ سب فتنے اپنی موت آپ مر چکے ہیں، قادیانیت کو اب پاکستان میں آئینی و قانونی طور پر کفر قرار دیا جا چکا ہے اور توہین رسالت پر مبنی کتب کے مصنفین کے پیروکار اب خود ہی اس گندگی کو مخمل کے صد در صد غلافوں میں لپیٹ کر چھپانے پر مجبور ہیں اور "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" کا علمی نمونہ ہم اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں، بس ذرا اس کے مشاہدے کے لیے چشم بصیرت وا ہونی چاہیے۔

کرم بالائے کرم یہ کہ اب ہمارے مقتدر و محقق علماء کو تھوڑی سی فرصت ملی ہے اور امید واثق ہے کہ انشاء اللہ قلیل عرصے میں تفسیر و حدیث پر وقیع تحقیقی کام کا وافر ذخیرہ ہمارے علمی ورثے میں شامل ہو جائے گا اور اس سلسلے میں محقق العصر علامہ غلام رسول سعیدی

کا نام انشاء اللہ علماء کے اس قافلے کے سرخیل و سالار کے طور پر تاریخ میں ہمیشہ ثبت رہے گا اور انہیں بقاء دوام نصیب ہوگا۔

اب ہم نہایت فخر و انبساط کے ساتھ بجا طور پر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم تصنیف فرما کر خدمت حدیث کا حق ادا کر دیا ہے، اس کتاب کو پڑھ کر ہماری تمام تمنائیں پوری ہو گئیں، سارے خواب شرمندہ تعبیر ہو گئے اور اب اس سلسلہ میں کوئی حسرت نہیں رہی۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف احادیث کی شرح ہی نہیں ہے بلکہ حنفی مذاہب پر دلائل کا عظیم فقہی سرمایہ بھی ہے اور عصری مسائل پر ایک عظیم اجتہادی شاہکار ہے، اس کتاب میں حضرت مصنف عم فیضانہ نے احادیث پر فنی بحث کے ساتھ ساتھ قدیم و جدید مسائل اعتقادیہ و فقہیہ پر موافقین و مخالفین کے تمام دلائل عقلیہ و نقلیہ کو بیان کیا اور پھر خداداد اجتہادی بصیرت سے روز روشن کی طرح اپنے موقف کو واضح کر دیا۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ کے اس حسین، جامع اور کامل امتزاج کی وجہ سے حضرت مصنف عم فیضانہ صاحب ہدایہ کے ہم طرز و ہم رکاب نظر آتے ہیں۔ یقین واثق ہے کہ اس شرح کی تکمیل کے بعد شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہوگا جس پر اس کتاب میں سیر حاصل بحث نہ کر لی گئی ہو۔

شرح صحیح مسلم کی تکمیل کے بعد میں مصنف محترم کی توجہ ایک اور اہم کام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ ہے قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ اور اس کی جامع تفسیر، ہر چند کہ اس وقت مارکیٹ میں مختلف اردو تراجم اور تفاسیر موجود ہیں اور وہ بہت حد تک مفید اور مقبول بھی ہیں، تاہم اردو پڑھنے والوں کا ایک خاصا طبقہ ہنوز تشنگی محسوس کرتا ہے۔ اردو ادب کے موجودہ اسلوب، سادگی اور سلاست کے ساتھ رواں دواں زبان میں دینی موضوعات پر تحریر کی جو چاشنی شرح صحیح مسلم کی عبارت میں ہے وہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتی۔ بعض کتابوں میں نامانوس اور متروک محاورات اور ترکیبات ہیں اور بعض کتابوں میں حد سے زیادہ لفاظی اور بھاری بھرکم عبارات ہیں اور بعض مصنفین نے علمی مضامین کو افسانوی زبان اور نثری شاعری کے رنگ میں لکھا ہے اور بعض علماء کی عبارات ادق الفاظ اور ثقیل علمی اصلاحات کے بوجھ تلے دبی ہوتی ہیں ——— الغرض علمی اور دینی مضامین کی تفہیم کے لیے زبان کی جس سادگی روانی اور بے ساختگی کی ضرورت ہے۔ اس سے ہماری دینی کتابیں اور ہمارے اردو تراجم اور تفاسیر کا ذخیرہ تہی دامن ہے اس لیے اردو پڑھنے والوں کے ایک بہت بڑے طبقہ کی نگاہیں حضرت مصنف کی طرف لگی ہوئی ہیں کیونکہ شرح صحیح مسلم کے مطالعہ کے بعد صرف اور صرف آپ ہی کی ذات سے یہ توقع وابستہ ہے کہ اس اسلوب نگارش کے ساتھ آپ قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر کی خدمت پر بھی کمربستہ ہوں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

ہمارے دینی مدارس کی کثیر تعداد اور ان کی گراں قدر خدمات کے باوجود ابھی تک ہمیں قحط الرجال سے نجات نہیں مل سکی اور کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ چند سالوں تک ہماری زبوں حالی کہاں تک پہنچ چکی ہوگی۔ ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل علماء کی اکثر تعداد ایسی ہوتی ہے جنہیں جدید دینی مسائل اور ضروریات کا صحیح ادراک نہیں ہوتا نہ ان کے حل کا سلیقہ ہوتا ہے۔ اس کا ایک سبب ہمت کی کمی اور نصاب کی طوالت ہے ——— دوسری وجہ یہ ہے کہ علوم دینیہ کا اکثر سرمایہ عربی زبان میں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک کسی زبان کی لغت اور گرائمر پر مکمل عبور نہ ہو اس زبان کے علمی ذخیرے سے کما حقہ استفادہ نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے ایک دور میں علماء کرام نے علوم عربیہ کو فارسی میں منتقل کیا کیونکہ اس وقت عام لوگوں کی پہنچ فارسی زبان تک ہی تھی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فارسی میں اشعۃ اللمعات، شرح سفر السعادت اور مدارج النبوت لکھیں۔ شیخ نور الحق دہلوی نے فارسی میں صحیح بخاری کی شرح تیسیر القاری لکھی، شاہ ولی اللہ نے فارسی میں ترجمہ قرآن لکھا۔ اب اس دور کا تقاضا یہ ہے کہ ان علوم کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر برصغیر کے علماء نے عربی اور فارسی کے علمی ذخائر کو اردو میں منتقل کرنا شروع کر دیا ہے۔

لہٰذا اب اردو زبان میں بھی کافی علمی ذخیرہ مہیا ہو چکا ہے۔ اگر موجودہ فارغ التحصیل علماء نے اب بھی ان علوم سے استفادہ نہ کیا تو یہ بڑی حیرت اور افسوس کا مقام ہوگا۔ میں دینی مدارس کے مہتممین اور اساتذہ کی خدمت میں یہ تجویز پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ وہ شرح صحیح مسلم کو ایک اضافی اور امدادی کتاب کی حیثیت سے باقاعدہ اپنے نصاب میں شامل کریں اور دورۂ حدیث کی تعلیم کے دوران طلبہ کو اس شرح کے علمی اور فقہی مباحث کا مطالعہ کرائیں اور انھیں یہ ہدایت کی جائے کہ وہ اس کی ابحاث میں مندرج حوالہ جات کو اصل کتابوں میں تلاش کریں تاکہ ان میں تحقیق و تجسس کی صلاحیت اجاگر ہو اس تجویز پر عمل کرنے سے ایک بہت بڑی کمی پوری ہو جائے گی۔

میں آخر میں رب ذوالجلال کے حضورِ اقدس میں بہ صد عجز و اخلاص یہ التجا کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب کریم رحمۃ للعالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضرت علامہ سعیدی مدظلہٗ کا سایہ اہل سنت پر صحت کاملہ کے ساتھ تادیر قائم رکھے اور اسی سرعت کے ساتھ انھیں قرآن مجید، حدیث شریف اور فقہ اسلامی کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ اس راہ میں ان کی رکاوٹیں دور فرمائے اور ان کو وافر سہولتیں عطا فرمائے اور ان کے دینی، علمی اور قلمی سرمایہ کو صدیوں تک اہلسنت اور عامۃ المسلمین کے لیے سرمایۂ افتخار بنا دے اور ان کی تصانیف دین اسلام اور میراث علم و حکمت و نبوت کا ایسا سرچشمہ اور منبع قرار پائیں جن سے علم و حکمت کے سوتے تا قیامت پھوٹتے رہیں اور مجھے اور جملہ تشنگانِ علم اور طلبگارانِ ہدایت کو ان سے مستفید و مستفیض فرمائے، "آمین"۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز انہ علی کل شیء قدیر وانہ یفعل ما یشاء وانہ ھو نعال لما یرید انہ سمیع مجیب الدعوات ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم بجاہ حبیبک محمد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

(صاحبزادہ) محمد حبیب الرحمٰن محبوبی فیض پوری،

مہتمم صفۃ الاسلام بریڈفورڈ، برطانیہ

(154, Sunbridge road Bradford york, s England, U.K.)

۱۵ر دسمبر ۱۹۹۰ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتی محمد زبیر تبسّم، ناروے

آج سے تقریباً پندرہ برس قبل اہلسنت کے بے باک ترجمان ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نمبر میں حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا ایک مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد حضرت مولانا سعیدی صاحب کی کئی تصنیفات حضوصاً ضیائے حرم میں چھپنے والے مضامین پڑھ کر بے ساختہ مولانا کی درازیٔ عمر کے لیے دعائیں کیں۔ بلاشبہ فاضل جلیل نگہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز کا مرقع زیبا اور عصر حاضر میں اہلسنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ مبدا فیاض نے انھیں بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے۔ علمی و ادبی حلقوں میں علامہ سعیدی کی تصنیفات۔ توضیح البیان، ذکر بالجہر، مقالاتِ سعیدی، تذکرۃ المحدثین کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ حال ہی میں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے کئی شماروں میں شرح صحیح مسلم کی چار جلدیں چھپ جانے کا جب علم ہوا تو بڑی خوشی ہوئی۔ چند دن قبل ہی ضیاء القرآن پبلیکیشنز سے منگوالیں۔ بعض مقامات کے مطالعہ کا موقع ملا۔ الحمد للہ اردو کی جتنی بھی شروح اس وقت منظر عام پر آچکی ہیں ان میں یہ شرح منفرد مقام رکھتی ہے۔ مسلک اہلسنت کی دلائل کے ساتھ جس طرح حقانیت واضح کی گئی ہے اس کو پڑھ کر فاضل مصنف کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے۔ علامہ سعیدی صاحب نے بڑے حسین انداز میں بامحاورہ اردو ترجمہ، احادیث کی مختصر تشریح، فقہ حنفی کی عظمت پر دلائل اور اختلافی مسائل پر گفتگو کے ساتھ ساتھ جدید دور کے بعض اہم مسائل مثلاً براویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، اعضاء کی پیوند کاری، عطیۂ خون و انتقالِ خون کا جواز، ضبط تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، بنک نوٹ کی تحقیق، دنیا کا کرنسی نوٹ اور دیگر کئی موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

اگرچہ بعض مقامات پر مولانا سعیدی صاحب سے اختلاف ممکن ہے لیکن ان کی اس کاوش پر داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ یہ جان کر کہ حضرت فاضل مصنف مختلف تکلیف دہ امراض کا شکار ہیں دکھ ہوا، دعا ہے کہ رب لم یزل اپنے محبوب قوسین و دنیٰ کے تاجدار سب نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کے نعلین پاک کے تصدق میں حضرت مصنف کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین اور انھیں عمر دراز عطا فرمائے تاکہ وہ اپنے قلم معجز رقم سے یہ جہاد جاری رکھ سکیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

عبدہ المذنب

مفتی محمد زبیر تبسّم فاضل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف (پاکستان)
حال خطیب غوثیہ مسلم سوسائٹی رجسٹرڈ ناروے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا افتخار علی چشتی اوسٹرڈیم ہالینڈ

صحیح مسلم سید المحدثین حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ کتب احادیث میں اس کا مقام جمہور اہل علم کے نزدیک صحیح بخاری کے بعد ہے۔ جبکہ بعض علمائے کرام نے متعدد وجوہ کی بناء پر اس کو بخاری شریف پر بھی ترجیح دی ہے

صحیح مسلم احادیث طیبہ کا ایک صحیح ترین مجموعہ ہے۔ قول و فعل اور پسند و ناپسند کی عظمت و حکمت قائل و فاعل کے مقام و مرتبہ کی عظمتوں اور رفعتوں کے مطابق ہوتی ہے کلام الملوک ملوک الکلام۔ حدیث مصطفٰے صلی صاحبہ التحیۃ والثناء کی فہم حقیقی صرف اس کو میسر ہوتی ہے جو مقام مصطفٰے کی عظمتوں اور تقدس سے باخبر اور اس کا دل حب مصطفٰے کی سرمدی دولت سے مالا مال اور سرشار ہو۔

اُردو برصغیر پاک و ہند کی ایک انتہائی علمی زبان ہے۔ مسلم شریف کی عربی زبان میں متعدد شروح موجود ہیں لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کی ایک جامع شرح اردو میں بھی کی جائے تاکہ عربی سے نابلد اور اردو دان طبقہ بھی حدیث رسول کے نور سے اپنے دل و دماغ کو منور کر سکے۔

کارکنان قضاء و قدر نے یہ سعادت عظمٰی دنیائے اسلام کے ممتاز اسکالر اور محقق حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے لیے روز اول سے ہی مقدر کر رکھی تھی۔ علمی حلقوں میں تو پہلے ہی حضرت موصوف کے لیے تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان، مقالات سعیدی، مقام ولایت و نبوت اور تاریخ نجد و حجاز جیسی بلند پایہ علمی و تحقیقی تصانیف کی بناء پر محبت و عقیدت اور ممنونیت کے جذبات پائے جاتے تھے لیکن شرح مسلم (اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب پاک اس مقدس کام کو جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے آمین) علامہ موصوف کی وہ تصنیف ہے جو رہتی دنیا تک ان کے مستفیضین و محبین میں روز افزوں اضافے کا سبب بنتی رہے گی۔ اور انھیں راہ ہدایت کی پُر زور اور مدلل نشاندہی کرتی رہے گی۔

ملت اسلامیہ حضرت موصوف کی اس دینی و علمی خدمت پر بجا طور پر آپ کی شکر گزار ہے۔ اور خداوند عالم جل و علا کے حضور دست بدعا ہے کہ وہ حضرت علامہ کو عمر دراز اور صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبک الکریم علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات۔

افتخار علی چشتی، ایم اے، ایم۔ او۔ ایل
فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف۔
امام جامع مسجد القرطبہ پاکستان اسلامک سینٹر اوسٹرڈیم ہالینڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ محب اللہ نوری شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ فرید بصیر پلور زید مجدہم

سید المحدثین حضرت امام مسلم علیہ الرحمۃ کی شہرۂ آفاق تصنیف "صحیح مسلم" صدیوں سے اہل علم میں متداول اور مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے۔ اس کی متعدد شروح لکھی گئیں۔ زیر تبصرہ "شرح صحیح مسلم" (اردو) ان شروح میں ایک گراں قدر اضافہ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اپنے مواد، تحقیق و تدقیق، فنی مباحث، گمراہ فرقوں کے رد، مسلک اہلسنت کی بادلائل تائید اور مسائل عصریہ پر گفتگو کے اعتبار سے آج تک دنیائے حدیث میں ایسی کوئی کتاب تحریر نہیں کی گئی، تو بے جا نہ ہوگا۔

اس کتاب کے مصنف فاضل جلیل علامہ غلام رسول سعیدی شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی کا نام علمی و ادبی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ توضیح البیان، ذکر بالجہر، مقام ولایت و نبوت، تاریخ نجد و حجاز، مقالات سعیدی، اور تذکرۃ المحدثین، ایسی متعدد علمی و تحقیقی تصانیف کے ذریعے اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ علامہ سعیدی صاحب وہ متبحر اور محقق اسکالر ہیں جو کسی بھی مسئلے پر قلم اٹھاتے ہیں تو اسے "کلم نشرح" کیے بغیر نہیں چھوڑتے زیر نظر کتاب ان کا بہترین علمی شاہکار ہے۔

شرح صحیح مسلم کی اب تک چار جلدیں چھپ چکی ہیں۔ پہلی جلد میں ناشر کی خواہش کے مطابق ایجاز و اختصار سے کام لینا پڑا۔ جبکہ دوسری، تیسری اور چوتھی جلدیں نہایت مفصل ہیں۔ یہ کتاب کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ متن احادیث کا بڑا سلیس، عمدہ اور رواں ترجمہ، حدیث پر فنی بحث، قرآن و احادیث، آثار و اقوال تابعین سے استدلال، ائمہ اربعہ کے علاوہ دیگر فقہی مذاہب کی توضیح و تشریح کے بعد فقہ حنفی کی ترجیح پر زبردست دلائل اس انداز سے پیش کیے ہیں کہ قاری کو دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کا صحیح ترجمان ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ توضیح مسالک اصل متون اور بنیادی مآخذ سے کی گئی ہے۔ علامہ سعیدی کی جو بات بطور خاص پسند آئی وہ آداب رسالت اور عشق و محبت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چاشنی ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے نامور علماء بھی جب بطور محدث کسی حدیث پر بحث کرتے ہیں تو بعض ایسی باتیں ان کے قلم سے نکل جاتی ہیں جن سے اعتراض تو شاید نظر ظاہر میں رفع ہو جاتا ہو مگر عظمت رسالت کا اہتمام لو جھل ہو جاتا ہے مگر علامہ موصوف ایسے نازک مقامات پر اس انداز سے گفتگو کرتے ہیں کہ حدیث کی روح بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے اور عظمت مصطفےٰ بھی مزید اجاگر ہو جاتی ہے۔

اس شرح کو دیگر شروح میں جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ عصری مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ علامہ سعیدی نے نزاکت وقت کا احساس کرتے ہوئے مسائل عصریہ پر بحث کر کے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ آپ نے دور حاضر کے جدید مسائل پر جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان کے محاسن کے لیے علیحدہ ایک مبسوط تحقیقی مقالے کی ضرورت ہے جو اہل علم کا کام ہے، جن عصری مسائل پر موصوف نے داد تحقیق دی ہے، ان میں سے چند موضوعات کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

ریل گاڑی اور جہاز پر نماز اور عذر من جہۃ العباد پر بحث، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضوں اور دیگر میعادی قرضوں کے زکوٰۃ پر اثر انداز ہونے کا مسئلہ، پوسٹ مارٹم، ایوپیتھک دواؤں سے علاج، علیۂ خون وانتقال خون کا جواز، اعضاء کی پیوندکاری، فوٹو کے جواز کا مسئلہ، حرمت غناء و موسیقی، ریڈیو، ٹی وی، اور آڈیو ویڈیو کیسٹ ریکارڈ وغیرہ کے استعمال اور جواز کی بحث (شرح مسلم جلد دوم)، اجتہاد و تقلید، وحی خفی، رویت ہلال کا اعلان، امراض متعدیہ کی شرعی حیثیت، تعدد ازدواج، حرمت متعہ، ضبط تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، مصنوعی تولید اور استقاط حمل کا حکم ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم اور عائلی قوانین کی شرعی حیثیت (شرح مسلم جلد ثالث) غلامی کے خاتمے کے بارے میں اسلامی قانون کی اولیت و فوقیت، سود، ذخیرہ اندوزی، سٹہ، انعامی بانڈ، قمار (جوا)، دستاویز کی بیع، حقوق کی بیع، پگڑی، ہنڈی کی بیع، ٹکٹوں کی بیع، امپورٹ لائسنس، روٹ پرمٹ کی بیع، کتابوں پر رائلٹی، ظہور صلاحیت سے پہلے باغوں کے پھلوں کی بیع، پکنے سے پہلے پھلوں کی بیع، باغات کے پھلوں کی مروجہ بیع، زمین کو کرائے پر دینا، مزارعت، کتوں کی قیمت، فاحشہ اور نجومی کی اجرت، بلی کی بیع، گھر کی حفاظت کے لیے کتا رکھنا، منیات کی بیع، حیلہ کی تحقیق، بینک نوٹ کی تحقیق، دنیا کا کرنسی نظام، شفعہ، وصیت، بعد وفات ایصال ثواب، وقف کا بیان، نذر، ذاکو اور مرتد کے احکام، قصاص، دیت، زنا، لواطت، رجم، قذف، (شرح مسلم جلد رابع) وغیرہ ایسے متعدد علمی، فکری اور تحقیقی عصری مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

مولانا کی تحقیقات سے بعض مقامات پر اختلاف ممکن ہے۔ مگر تعطل اور فکری جمود کے اس دور میں اس تخلیقی اور اجتہادی کاوش پر داد نہ دینا بخل اور ناانصافی ہوگی۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف مولانا مے محترم کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمر خضر سے نوازے اور تحقیق و اجتہاد کے اسلوب کو برقرار رکھتے ہوئے بقیہ جلدوں کی تکمیل اور مزید علمی و فکری کاموں کی توفیق عطا فرمائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نعلین پاک کے تصدق اس شرح کو قبولیت دوام نصیب فرمائے۔

فرید بک سٹال لاہور نے شرح صحیح مسلم کو جس اعلیٰ ذوق کے ساتھ شائع کیا ہے وہ واقعی قابل ستائش ہے۔ علامہ سعیدی صاحب کی یہ شرح علماء، مدرسین، محققین اور دین سے وابستگی رکھنے والے حضرات کے لیے نعمت مترقبہ سے کم نہیں۔[1]

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ یہ تبصرہ محب گرامی علامہ محب اللہ صاحب نوری شیخ الحدیث دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور زید حبہم نے لکھا ہے جو پہلے ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور (مارچ ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا۔ بعد میں یہی تبصرہ ہفت روزہ احوال کراچی (۲۱ مئی تا ۲۷ جون ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا اور اس کے بعد اسی تبصرہ کو ماہنامہ ضیائے حرم لاہور (اگست ۱۹۹۰ء) نے شائع کیا، اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر اب ہم نے اس کو شرح صحیح مسلم جلد خامس میں شامل کر دیا ہے۔ (غلام رسول سعیدی غفرلہٗ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمد خان قادری، منہاج القرآن لاہور

محترم ومکرم محقق دوراں رازی زماں علامہ غلام رسول سعیدی اُمت کا تہم

السلام علیکم۔ مزاج گرامی

بندہ نے اس سے پہلے بھی آپ کی کتب ذکر بالجہر، مقالات سعیدی، تذکرۃ المحدثین، توضیح البیان سے استفادہ کیا۔ آپ کی تحقیقات پڑھ کر دل سے دعائیں نکلیں کہ اے اللہ ایسے شخص کو مزید ترقی عطا فرما۔

ان دنوں شرح صحیح مسلم کی چار جلدیں طبع ہو کر آئی ہیں، ان کا متعدد مقامات سے مطالعہ کیا اس کے بعد جی چاہا کہ آپ کی محنت و عظمت کو تحریری سلام عرض کر دوں۔

میرے نزدیک آپ کا یہ کام برصغیر کی تاریخ میں پہلا کام ہے۔ اتنی محنت، تحقیق کے ساتھ کسی شخص نے بھی مسائل حاضرہ پر گفتگو نہیں کی۔ آپ نے جس احسن انداز کے ساتھ مختلف مسائل کو بطریق اعتدال بیان فرمایا ہے یہ آپ ہی کا حصہ ہے: ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

انشاء اللہ کسی وقت تفصیلاً خط لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ دنیا و آخرت میں اپنی خصوصی رحمتوں سے نوازے، حضور علیہ السلام کی شفقتیں نصیب ہوں اور علم دین کی مزید خدمت کی توفیق نصیب ہو، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

والسلام

محمد خان قادری

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين سيد الانبياء والمرسلين اكرم الاولين والآخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اول الشافعين والمشفعين صاحب المقام المحمود بين المحشورين الذى نطقهٗ وحى رب العالمين والذى خلقه معيار للحسن فى الاولين والآخرين رحمة للعالمين حبيب رب العلمين سيّدنا محمد وعلى اله الطيبين الطاهرين واصحابه الراشدين المهديين وازواجه الطاهرات المطهرات امهات المؤمنين واولياء أمته الواصلين الكاملين وعلماء امته الراسخين من المفسرين والمحدثين والائمة المجتهدين اجمعين

WWW.NAFSEISLAM.COM

کِتَابُ الْاَقْضِیَۃِ

قضاء کا لغوی معنی

علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری لکھتے ہیں: قضاء کا معنی ہے "حکم" اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاہ "آپ کے رب نے یہ حکم دیا کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو" اور یہ لفظ فراغت کے معنی میں بھی مستعمل ہے قضیت حاجتی "میں اپنے کام سے فارغ ہو گیا" اور قضیٰ نحبہ کے معنی ہیں "مر گیا" ادا کرنے اور پہنچانے کے معنی میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وقضینا الیہ ذلك الامر "ہم نے اس تک یہ حکم پہنچا دیا" قضیت دینی "میں نے اپنا قرض ادا کر دیا، اس کا معنی بنانا اور مقدر کرنا بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " فقضھن سبع سمٰوٰت فی یومین " اللہ تعالیٰ نے دو دن میں سات آسمانوں کو بنا دیا" وغیرہ وغیرہ [1]

علامہ سید زبیدی نے بھی تقریباً یہ تمام معانی ذکر کیے ہیں لکھتے ہیں قضاء کا معنی ہے حکم میں فیصلہ کرنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولولا اجل مسمی لقضی بینھم "اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو ان کے درمیان حکم کا فیصلہ کر دیا جاتا" اور حتمی امر کرنے کا معنی بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ثم قضی اجلا "حتمی موت مقرر کر دی" وغیرہ وغیرہ [2]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: اہل حجاز نے کہا ہے کہ لغت میں قاضی اس شخص کو کہتے ہیں جو معاملات میں فیصلہ کرنے والا اور حکم نافذ کرنے والا ہو، صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ھذا ما قاضی علیہ محمد "یہ وہ ہے جس کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ کیا" زہری نے کہا ہے کہ قضا لغت میں متعدد معانی میں مستعمل ہے اور ان سب کا رجوع کسی شئ کے منقطع اور پورے

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ الصحاح ج ۶ ص ۲۴۲۶، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۲۹۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

ہونے کی طرف ہوتا ہے، ہر وہ چیز جس کو محکم کر دیا جائے، ختم کر دیا جائے، نافذ کر دیا جائے، گذار دیا جائے، اس کے لیے قضاء کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ [1]

قضاء کا شرعی معنی فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے القضاء قول ملزم یصدر عن ولایۃ عامۃ جس شخص کو ولایت عامہ حاصل ہو اس کا وہ حکم جو کسی پر کسی چیز کو لازم کر دے اس کو قضاء کہتے ہیں۔ [2]

ابن فرحون نے قضاء کی یہ تعریف کی ہے ھو الاخبار عن حکم شرعی علی سبیل الالزام۔ کسی حکم شرعی کو لازم اور واجب کرنے کے لیے بیان کرنا۔ (تبصرۃ الحکام ج ۱ ص ۱۲)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: فتح القدیر میں قضاء کی تعریف الزام (کسی چیز کو لازم کرنا) کے ساتھ کی گئی ہے۔ محیط میں لکھا ہے جھگڑوں کو ختم کرنا اور مقدمات کا فیصلہ کرنا قضاء ہے، بدائع الصنائع میں لکھا ہے لوگوں میں حق کے ساتھ حکم کرنا قضاء ہے اور حق کی تفسیر یہ ہے کہ پیش آمدہ واقعہ میں وہ حکم دیا جائے جو کتاب اللہ، سنت متواترہ، سنت مشہورہ یا اجماع سے ثابت ہو یا اس طور کہ اس کے نزدیک کتاب یا سنت سے (خواہ خبر واحد ہو) یا قیاس سے اس حکم پر ایسی دلیل قائم ہو گئی ہو جس سے غلبہ ظن حاصل ہو جائے۔ اگر اس کے نزدیک دلیل قطعی سے ایک حکم ثابت ہو جائے اور وہ اس کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ قضاء باطل ہے۔ اسی طرح مسائل اجتہادیہ میں اگر اس نے ایسا فیصلہ کیا جو کسی امام کا مذہب نہیں ہے تو وہ قضاء بھی باطل ہے کیونکہ حق ائمہ اربعہ کی آراء سے باہر نہیں ہے، اور اگر اس نے نص صریح کے خلاف اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا تو یہ قضاء بھی باطل ہے کیونکہ نص کے مقابلہ میں قیاس کرنا باطل اور فاسد ہے اور جس مسئلہ میں نص نہ ہو تو جو قاضی مجتہد ہے وہ اپنی رائے سے فیصلہ کرے دوسرے کی رائے سے فیصلہ نہ کرے اور اگر وہ کسی فقیہ کا مقلد ہو تو امام اعظم کے نزدیک وہ پھر بھی اجتہاد کر سکتا ہے اور صاحبین منع کرتے ہیں اور ایک قول میں اختلاف اس کے برعکس ہے۔ اور جب کسی مسئلہ میں اشکال واقع ہو تو اپنی رائے سے کام لے اور بہتر ہے کہ فقہاء سے مشورہ کرے اور اگر ان سے اختلاف ہو تو اپنی رائے پر عمل کرے لیکن قضاء میں جلدی نہ کرے۔ اگر قاضی اجتہاد کا اہل نہیں ہے تو اگر اس کو صحابہ کے اقوال یاد ہوں تو جس قول پر اس کا دل مطمئن ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے ورنہ اس شہر میں ہمارے فقہاء (فقہاء احناف) کے فتویٰ کے مطابق عمل کرے اور اگر اس شہر میں صرف ایک فقیہ ہو تو اس کے قول پر بھی عمل کر سکتا ہے، اور اگر اس نے جان بوجھ کر دوسرے امام کے مذہب پر فیصلہ کیا تو یہ قضاء باطل ہے (یہ اس وقت ہے جب قاضی خود اجتہاد کا اہل نہ ہو اور جب وہ خود اجتہاد کا اہل ہو تو دوسرے امام کے مذہب کے مطابق بھی فیصلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کا اجتہاد اس امام کے اجتہاد کے موافق ہو) اور اگر اس نے نسیاناً یہ فیصلہ کیا تو وہ اس کو باطل کر سکتا ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کی قضاء صحیح ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ [3]

منصب قضاء کی فضیلت اور اہمیت شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد حق کے ساتھ فیصلہ کرنا سب سے اہم فرض ہے اور یہ سب سے افضل عبادت ہے کیونکہ اس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا اور فرمایا: انی جاعل فی الارض خلیفۃ "ہم زمین میں اپنا خلیفہ

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور مصری افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۵ ص ۱۸۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

بنانے والے ہیں۔ (بقرہ: ۳۰) اور حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض۔ "اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنادیا" (ص: ۲۶) اور اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا حتیٰ کہ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ارشاد فرمایا: انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون "ہم نے تورات اور انجیل نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے ساتھ انبیاء حکم دیتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فاحکم بینهم بما انزل الله ولا تتبع اهواءهم۔ "اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے اس کے مطابق ان میں فیصلہ کیجئے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے" (المائدہ: ۴۸) اور یہ حکم اس لیے ہے کہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کی وجہ سے عدل کا اظہار ہوتا ہے اور عدل کے سبب سے آسمان اور زمین قائم ہیں، نیز ہر صاحب عقل یہ چاہتا ہے کہ ظلم کو دور کیا جائے، ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے اور ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا جائے اور نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے اسی مقصد کے لیے انبیاء اور رسل علیہم الصلوات کی بعثت کی گئی تھی اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی مشن کی تکمیل میں لگے رہے۔

امام محمد نے کتاب القضاء کے شروع میں اسامہ ہذلی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف لکھ کر بھیجا حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو قضاء فریضہ محکمہ اور سنت متبعہ ہے۔ فریضہ محکمہ سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ فرض قطعی ہے اس میں نسخ کا احتمال نہیں ہے، نہ تخصیص اور تاویل کی گنجائش ہے اور سنت متبعہ سے ان کی مراد ہے احکام دینیہ پر عمل کرنے کا وہ طریقہ جس کی اتباع کرنا ہر حال میں واجب ہے۔[1]

عہد رسالت میں قضاء کا نظام

عہد رسالت میں تمام مقدمات کے فیصلے خود جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم انجام دیتے تھے، لیکن بعض اوقات آپ صحابہ کی تربیت کی خاطر صحابہ کرام کو بھی قضاء کرنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ آپ نے مزدور کے زنا کے واقعہ میں فرمایا اے انیس جاؤ اگر مزدور کی مالکہ اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا اور اس سے بھی واضح یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن العاص جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم خصمان یختصمان فقال لعمرو اقض بینهما یا عمرو فقال انت اولی بذلك منی یا رسول الله قال وان کان قال فاذا قضیت بینهما فما لی قال ان انت قضیت بینهما فاصبت القضاء فلك عشر حسنات وان انت اجتهدت فاخطأت فلك حسنة۔[2]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنا مقدمہ پیش کیا، آپ نے حضرت عمرو سے کہا: اے عمرو! ان کے درمیان فیصلہ کر دو، حضرت عمرو نے کہا یا رسول اللہ یہ فیصلہ کرنا تو میرے بجائے آپ کا منصب ہے، آپ نے فرمایا ہر چند کہ ایسا ہی ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر میں ان کے درمیان فیصلہ کر دوں تو مجھے کیا اجر ملے گا؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نے ان کے درمیان صحیح فیصلہ کیا تو تم کو دس نیکیاں ملیں گی، اور اگر تم کو صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کے باوجود خطاء لاحق ہو تو تم کو ایک نیکی ملے گی۔

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۶۰-۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

عن عقبۃ بن عامر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثلہ غیر انہ قال فان اجتھدت فاصبت القضاء فلک عشرۃ اجور وان اجتھدت فاخطأت فلک اجر واحد۔ [1]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اگر تم نے اجتہاد سے صحیح فیصلہ کیا تو تم کو دس اجر ملیں گے اور اگر تم نے اجتہاد کے بعد خطاء کی تو تم کو ایک اجر ملے گا۔

حضرت عمرو بن العاص اور حضرت عقبہ بن عامر کے ان واقعات کو امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

جب اسلام کی سرحدیں پھیل گئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشغولیات بڑھ گئیں تو آپ نے اسلامی علاقوں میں حضرات صحابہ کرام کو حاکم مقرر کر کے بھیجا اس وقت قضاء کا علیحدہ شعبہ نہیں تھا اور علاقہ کے حاکم کے ہی ذمہ قضاء کے فرائض بھی ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی ابن ابیطالب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری کو یمن میں بھیجا اور حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین کا قاضی مقرر کیا۔ (المطالب العالیہ ج ۲ ص ۲۳، ۲۴) حضرت مثقل بن یسار بھی ان میں تھے (مسند احمد ج ۵ ص ۲۶) حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا قاضی مقرر کیا (ادب القاضی للماوردی ج ۱ ص ۱۳۱) حضرت دحیہ کلبی کو یمن کے ایک علاقہ کا قاضی مقرر کیا (ادب القاضی ج ۱ ص ۱۳۲) اور حضرت عمر بن الخطاب، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاضیوں میں شمار ہوتا تھا (ترتیب الاداریہ ج ۱ ص ۲۵۸)۔

عہد صحابہ میں قضاء کا نظام

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: آغاز اسلام میں خلفاء خود فیصلے کرتے تھے اور منصب قضاء کسی اور کو نہیں تفویض کرتے تھے۔ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ منصب دوسروں کے سپرد کیا، آپ نے مدینہ میں حضرت ابوالدرداء کو بصرہ میں شریح کو اور کوفہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا۔ حضرت عمر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو فیصلہ کرنے کے بارے میں ایک خط لکھا آپ کا یہ خط بہت مشہور ہے اور احکام قضاء کے سلسلے میں ایک اساسی دستور ہے۔ حضرت عمر لکھتے ہیں:

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ فیصلہ کرنا ایک اہم فرض ہے اور یہ وہ سنت ہے جس کی پیروی کرنا واجب ہے، جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ لایا جائے تو اس کا ایسا فیصلہ کرنا بے سود ہے جس کو نافذ نہ کیا جا سکے، مجلس قضاء میں لوگوں کے درمیان مساوات رکھو تاکہ امیر تمہاری بے جا حمایت کی امید نہ رکھے اور غریب تمہارے انصاف سے ناامید نہ ہو، مدعی کے ذمہ ثبوت پیش کرنا ہے اور مدعا علیہ پر قسم لازم ہے۔ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانا جائز ہے البتہ ایسی صلح جائز نہیں ہے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دے، اگر کل تم کوئی فیصلہ کر چکے اور آج اس میں غور کے بعد تم پر حق واضح ہو گیا ہے تو کل کا کیا ہوا فیصلہ تمہیں حق کی طرف رجوع کرنے سے رکاوٹ نہ بنے کیونکہ حق قدیم ہے اور باطل میں مجبور ہے، حق کو اختیار کرنا واجب ہے، جس چیز کی تنقیح تمہیں قرآن اور سنت میں نہ ملے تو اس کے امثال اور نظائر پر غور کرو اور ان نظائر پر قیاس کر کے اس چیز کا فیصلہ کرو، اگر مدعی کسی غیر موجود حق کا یا کسی میعادی ثبوت کا دعویدار ہو تو مقدمہ کی تاریخ ڈال دو اور اگر وہ ثبوت لے آئے تو اس کا حق اس کے حوالے کر دو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ کر دو، کیونکہ شک اور ابہام کو دور کرنے کی اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں ہے۔ سب مسلمان آپس میں نیک اور عدل ہیں ماسوا اس شخص کے جس پر حد جاری ہو چکی ہو یا جس کی جھوٹی شہادت ثابت

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

ہو چکی ہو یا جو شخص نسب یا ذلالہ میں متہم ہو۔ سفر، مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت پریشانی اور اکتاہٹ کو نہ آنے دینا اور مقدمہ کرنے والوں پر رأفت نہ کرنا، کیونکہ حق پر عمل کرنے کی وجہ سے آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے اور دنیا میں تحسین ہوتی ہے۔

ہر چند کہ قضاء خلفاء کی ذمہ داری تھی کیونکہ سیاست عامہ کے فرائض خود خلفاء ہی انجام دیتے تھے تاہم خلفاء دوسروں کو قاضی بناتے تھے۔ کیونکہ ان کے مشاغل بہت زیادہ تھے مثلاً جہاد کا انتظام کرنا۔ مفتوحہ علاقوں کی دیکھ بھال کرنا، سرحدوں کی حفاظت کرنا اور ملک میں امن قائم رکھنا۔ اور ان اہم کاموں کو دوسروں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قضاء کی شرائط اور احکام کتب فقہ میں عموماً اور کتب احکام سلطانیہ میں خصوصاً مذکور ہیں۔[1]

آخرت میں قاضی کی سخت گرفت اور شدید محاسبہ اور مواخذہ کے بارے میں احادیث اور آثار:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن موهب ان عثمان قال لابن عمر اذهب فاقض بين الناس قال او تعافيني يا امير المؤمنين قال فما تكره من ذلك وقد كان ابوك يقضي قال اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من كان قاضيا فقضى بالعدل فبالحري ان ينقلب منه كفافا فما ارجو بعد ذلك۔[2]

عبداللہ بن موہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا جاؤ لوگوں کے درمیان فیصلے کرو۔ حضرت ابن عمر نے کہا اے امیر المؤمنین آپ مجھے اس سے معاف رکھیں۔ حضرت عثمان نے کہا تم کس وجہ سے اس کو ناپسند کرتے ہو حالانکہ تمہارے والد قضاء کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص قاضی بنا اور اس نے انصاف سے فیصلے کیے تو وہ اس بات کا سزاوار ہے کہ اس کا معاملہ برابر سرابر کر دیا جائے۔ حضرت ابن عمر نے کہا: کیا اس حدیث کو سننے کے بعد میں قضاء کی خواہش کروں گا؟

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ولی القضاء او جعل قاضيا بين الناس فقد ذبح بغير سكين۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو منصب قضاء سونپا گیا، یا فرمایا جو شخص لوگوں کا قاضی بنایا گیا اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے[4] نیز اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

نیز امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔

---

[1] ۔ علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون مترجم ج ۲ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی طبع نہم ۱۹۸۰ء

[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ " " " جامع ترمذی ص ۲۱۰، " " "

[4] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۰۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن بريدة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال القضاة ثلاثة واحد في الجنة واثنان في النار فأما الذي في الجنة فرجل عرف الحق فقضى به ورجل عرف الحق فجار في الحكم فهو في النار ورجل قضى للناس على جهل فهو في النار[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک جنت میں ہوگا اور دو جہنم میں ہوں گے۔ جنت میں وہ شخص ہوگا جس کو حق کا علم ہوگا اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرے گا اور جس شخص کو حق کا علم ہو اور پھر وہ فیصلہ میں ظلم کرے وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص بغیر علم کے لوگوں کے فیصلے کرے وہ بھی جہنم میں ہوگا۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ليأتين على القاضي العدل يوم القيمة ساعة يتمنى أنه لم يقض بين اثنين في تمرة قط (رواه احمد و اسناده حسن ورواه الطبراني في الاوسط)[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن قاضی عادل پر یقیناً ایک ایسی گھڑی آئے گی جس میں وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس نے دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور اس کو امام طبرانی نے بھی "اوسط" میں روایت کیا ہے۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما من امير عشرة الا يوتى به يوم القيمة مغلولاً لا يفكه الا العدل۔ رواه احمد ورجاله رجال الصحيح[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دس آدمیوں کا بھی امیر رہا ہوگا اس کے گلے میں قیامت کے دن طوق ڈال کر لایا جائے گا اور اسے عدل کے سوا کوئی نہیں چھڑا سکے گا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان قاضيًا فقضى بجهل كان من اهل النار ومن كان قاضيا عالما فقضى بحق او بعدل سأل تقلب كفافا فما ارجوا بعد هذا۔ رواه الطبراني في الكبير والاوسط والبزار واحمد كلاهما باختصار ورجاله

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قاضی ہو اور بغیر علم کے فیصلے کرے وہ جہنمیوں میں سے ہے اور جو قاضی عالم ہو اور عدل سے فیصلے کرے وہ یہ سوال کرے گا کہ اس کے ساتھ برابر سرابر معاملہ کر دیا جائے۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اس حدیث کو سننے کے بعد میں قضاء کی خواہش نہیں کرتا۔ امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور امام احمد اور امام بزار نے اس کو اختصار سے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۳-۱۹۲، " " "

ثقات[1]

روایت کیا ہے اور اس کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من حاكم يحكم بين الناس الا جاء يوم القيمة وملك آخذ بقفاه ثم يرفع رأسه الى السماء فان قال القه القاه في مهواة اربعين خريفا[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے گا قیامت کے دن ایک فرشتہ اس کی گدی کو پکڑ کر لائے گا پھر اس کا سر آسمان کی طرف بلند کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو پھینک دو تو وہ اس کو چالیس سال کی گہرائی تک جہنم کے گڑھے میں پھینک دے گا۔

اس حدیث کو امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يقضي القاضي الا وهو شبعان ريان[4]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاضی شکم سیر اور سیراب ہو صرف اسی وقت فیصلہ کرے۔

سلف صالحین کا منصب قضاء کو قبول کرنے سے گریز

ان احادیث کی بنا پر اکثر سلف صالحین سے منقول ہے کہ وہ منصب قضاء کو قبول کرنے سے گھبراتے تھے اور ہزاروں مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کرتے لیکن قضاء کا عہدہ قبول نہیں کرتے تھے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے روز عادل قاضی کو (خدا کے حضور) پیش کیا جائے گا جس کو اپنے سخت حساب و کتاب کا سامنا ہوگا۔ وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس نے فریقین میں کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔[5] اس حدیث میں عادل قاضی کے خوف حساب کا ذکر ہے اور جب عادل قاضی کا یہ حال ہوگا تو ظالم قاضی کا کیا حشر ہوگا؟

امام خصاف ذکر کرتے ہیں کہ حضرت صعصعہ بن صوحان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مقام ذی قار میں ظرب (پہاڑ کی چوٹی) پر کھڑے ہو کر ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا: لوگو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "قیامت کے دن ہر حاکم اور قاضی کو پل صراط پر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پھر فرشتے رعایا اور ماتحت لوگوں کے ساتھ اس کے طرز عمل کے بارے میں اس کے نامۂ اعمال کا اعلان کریں گے۔ خواہ وہ حاکم یا قاضی عادل ہو یا ظالم اور وہ مجمع عام میں اس کا اعمال نامہ پڑھ کر سنائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ویوم يقوم الاشهاد (مومن ۵۱) جس دن گواہ گواہی دینے کے لیے کھڑے ہوں گے" اگر وہ (حاکم یا قاضی) عادل تھا تو اس کے عدل و انصاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے گا اور اگر وہ ظالم تھا تو پل صراط اس کی وجہ

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۳۔ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۷۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ

[3] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] " " " سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۰۶، " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

سے اس قدر لرزے گا کہ اس کے جسم کے اعضاء بکھر کر سو سو میل کے فاصلوں پر جا گریں گے۔

اس مضمون کی حدیث علامہ علی متقی نے امام طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے۔[1] اور حافظ ذہبی نے بھی اس مضمون کی حدیث امام طبرانی کے حوالے سے بیان کی ہے[2]

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ منصب قضاء سے گریز کرنا چاہیے۔ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابو قلابہ کو منصب قضاء سنبھالنے کی دعوت دی گئی تو وہ شام کی طرف بھاگ گئے۔ اتفاق سے انہی دنوں وہاں کے قاضی صاحب بھی معزول ہوئے تھے، وہاں سے بھاگ کر یمامہ پہنچے، یمامہ پہنچ کر انہوں نے کہا: "قاضی دریا میں تیرنے والے کی مانند ہے ہو سکتا ہے وہ تیرتے تیرتے دریا میں غرق ہو جائے"[3]

ابو قلابہ کے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ بالعموم دریا میں تیرنے والے کا انجام ہلاکت ہوتا ہے، سلامتی اور نجات تو شاذ و نادر ہوتی ہے، اس طرح منصب قضاء قبول کرنے والا بھی بالعموم ہلاک ہو جاتا ہے اور شاذ و نادر ہی نجات پاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو ابو قلابہ کا یہ قول پہنچ گیا تھا کیونکہ انہوں نے بھی امام ابو یوسف سے کہا تھا: "اگر مجھے تیر کر دریا عبور کرنے کے لیے کہا جائے تو کیا میں ایسا کر سکتا ہوں۔؟

امام وکیع لکھتے ہیں: حکم بن ایوب نے منصب قضاء پر مامور کرنے کے لیے ایک جماعت کو حکم نامہ لکھا، ابو الشعثاء جابر بن زید بن عمرو کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے خط لکھا اور یہ ذکر کیا کہ ان میں میرا بھی نام ہے، ابو الشعثاء نے کہا اس دنیا میں میری ساری پونجی یہ گدھا ہے اگر واقعی انہوں نے مجھے قاضی مقرر کیا ہے تو میں اس گدھے پر سوار ہو کر روپوش ہو جاؤں گا۔[4]

علامہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قاضی شریح نے کہا قضا تو انگارے کی مانند ہے، دو لکڑیوں (یعنی دو گواہوں) کی مدد سے اس کو دور کرو۔[5]

اس کی تشریح یہ ہے کہ جب فریقین مؤدب ہو کر قاضی کے سامنے بیٹھتے ہیں تو آگ کی آنچ قاضی کی طرف بڑھتی ہے اس کو چاہیے کہ وہ دو گواہوں کی مدد سے اپنی ذات کو اس سوزش و حرارت سے محفوظ رکھے۔ اگر اس نے گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر فیصلہ کیا تو اس نے اپنی ذات کو جلنے سے بچا لیا اور اگر اس نے اس کے برعکس فیصلہ کیا تو اس نے اپنی ذات کو جلا دیا۔

عبد الرحمان بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ زمین کے حاکم پر تعجب ہے جو اس دن سے نہ ڈرے جب آسمان کا حاکم اس کو جہنم میں ڈالے گا۔ البتہ (روز قیامت) ایسا حاکم (قاضی) بھی ہو گا جس نے عدل و انصاف اختیار کر کے حق کے مطابق فیصلہ کیا، نفسانی خواہشات اور قرابت داری کو پیش نظر نہیں رکھا اور نہ لالچ اور خوف کی وجہ سے فیصلہ کیا بلکہ اللہ کی کتاب کو پیش نظر رکھا۔[6]

سفیان ثوری کو منصب قضاء کے لیے بلایا گیا تو وہ بصرہ میں جا کر چھپ گئے اور وہیں فوت ہو گئے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو کوڑے لگائے گئے اور تین بار قید میں ڈالا گیا لیکن آپ نے منصب قضاء قبول نہیں کیا حتی کہ قید خانہ میں ہی آپ فوت ہو گئے۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف ذہلی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۶۲، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۱۰ ص ۹۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام وکیع قاضی محمد بن خلف ضبی متوفی ۳۰۶ھ، اخبار القضاۃ ج ۱ ص ۲۳-۲۲، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء

[5] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۶۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۱۰ ص ۱۱۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

قرآن مجید کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوٰی۔ (ص، ۲۶)

"اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو

وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین۔ (مائدہ، ۴۲)

اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ فیصلہ کریں بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط۔ (نساء، ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر اچھی طرح قائم رہنے والے ہو جاؤ۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی۔ (مائدہ، ۸)

کسی قوم سے عداوت تم کو اس پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو، تم (ہمیشہ) عدل کرتے رہو کیونکہ وہ خدا خوفی کے زیادہ قریب ہے۔

واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین (حجرات، ۸)

اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو بہت محبوب رکھتا ہے۔

واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربٰی (انعام، ۱۵۲)

اور جب تم کچھ کہو تو حق بات کہو، خواہ تمہارا قریبی رشتہ دار ہو

واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل۔ (نساء: ۵۸)

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

احادیث کی روشنی میں منصب قضاء قبول کرنے کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل اٰتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف دو آدمیوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کو حق کے راستوں میں خرچ کرتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی ایوب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ مع القاضی حین یقضی وید اللہ مع القاسم حین یقسم [1]

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاضی فیصلہ کرتا ہے تو اس پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جب قاسم تقسیم کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معقل بن یسار المزنی قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقضی بین قوم فقلت ما احسن ان اقضی یا رسول اللہ! قال ید اللہ مع القاضی ما لم یحف عمداً۔ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط۔ [2]

حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قوم کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا! آپ نے فرمایا جب تک قاضی عمداً ظلم نہ کرے اس پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولی من امر المسلمین ولایۃً وکانت بنیۃ الحق وکل اللہ بہ ملکین یوفقانہ ویرشدانہ ومن ولی من امر المسلمین شیئاً وکانت نیتہ غیر الحق وکل اللہ الی نفسہ رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی درآں حالیکہ اس کی نیت حق کے مطابق کام کرنے کی تھی تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے جو اس کو بتلاتے ہیں اور اس کی حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اور جس شخص کو مسلمانوں کا کوئی عہدہ دیا گیا درآں حالیکہ اس کی نیت حق کے مطابق کام کرنے کی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے روایت کیا ہے۔

ہر چند کہ حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ مؤخر الذکر دونوں حدیثوں کی سند ضعیف ہے تاہم فضائل اعمال میں چونکہ حدیث ضعیف بھی حجت ہوتی ہے اس لیے ہم نے ان حدیثوں کو مورد استدلال میں ذکر کیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن اللہ کے سایہ (رحمت) کے سوا کسی کا سایہ

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۱۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[2] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[3] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۹۴، " " " "

ظل الا ظله، الامام العادل، وشاب نشأ بعبادة الله، ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی الله عز وجل اجتمعا علیه وتفرقا علیه ورجل دعته امرأة ذات منصب وجمال، فقال انی اخاف الله ورجل تصدق فاخفاها حتی لاتعلم یمینه ما تنفق شماله۔ [1]

نہیں ہوگا اس دن سات شخص اللہ کے سائے میں ہوں گے، انصاف کرنے والا امام، وہ نوجوان جس کی نشو ونما اللہ کی عبادت میں ہوئی۔ وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہوں، اللہ کی وجہ سے ملتے ہوں اور اس کی وجہ سے جدا ہوتے ہوں، وہ شخص جس کو کسی حسین اور با اختیار عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جس نے چھپا کر صدقہ کیا حتی کہ دائیں ہاتھ کو پتا نہ چلا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

حافظ ذہبی طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم من امام عادل افضل من عبادة ستین سنة وحد یقام فی الارض بحقه ازکی فیها من مطر اربعین یوما۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصاف کرنے والے امام کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے اور زمین پر حد قائم کرنا چالیس سال کی بارش سے زیادہ پاکیزگی اور صفائی کرنے والا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: ان المقسطین فی الدنیا علی منابر من نور عن یمین الرحمان وکلتا یدیه یمین الذین یعدلون فی حکمهم واهلهم وما ولوا [3]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں عدل وانصاف کرنے والے (قیامت کے دن) رحمان کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو حکم کرتے وقت انصاف کرتے ہیں، اپنے اہل وعیال اور جو کام ان کے سپرد ہوں۔ ان میں انصاف سے کام لیتے ہیں (یعنی کسی کی رو رعایت نہیں کرتے)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان احب الناس الی الله یوم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۶۷، مطبوعہ مجلس علمی سورۃ ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

القیمۃ وادناھم مجلسا امام عادل وابغض الناس الی اللہ وابعدھم منہ مجلسا امام جائر[1]

سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ اس کے قریب وہ شخص ہوگا جو انصاف کرنے والا حاکم ہو، اور اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض اور سب سے دور وہ شخص ہوگا جو ظلم کرنے والا حاکم ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قاضی کے لیے ایک دن کے عادلانہ فیصلہ کرنے کا اجر اس شخص کے اجر سے زیادہ درجہ رکھتا ہے جو اپنے گھر میں ساٹھ یا ستر سال نماز پڑھتا رہے۔ نیز حضرت حسن بصری فرماتے ہیں قاضی کے انصاف کی وجہ سے مسلمانوں کے گھروں میں خیر اور بھلائی پہنچ جاتی ہے کیونکہ عدل و انصاف کی وجہ سے ان پر بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے جبکہ قاضی کے ظلم کی وجہ سے وہ قحط کا شکار ہو جاتے ہیں اس لیے قضاء کے عادلانہ فوائد کا تعلق جملہ مسلمانوں کے ساتھ ہے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عادلانہ فیصلہ خلق کی فریادوں کو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے سے روک لیتا ہے۔ اور غیر عادلانہ فیصلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تک براہِ راست شکایات کا سلسلہ بڑھ جاتا ہے۔

منصب قضا قبول کرنے کا حکم

امام خصاف فرماتے ہیں ہمیں بہت سی ایسی احادیث ملتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ منصب قضا قبول کرنا ایک ناپسندیدہ امر ہے، بعض صالح اور نیک حضرات نے اس منصب کو قبول کیا اور کچھ صالح و نیک حضرات ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس سے اجتناب کیا مگر اس منصب کو قبول کرنا دین و دنیا میں بھلائی کا موجب ہے۔ اور ان میں سے کچھ یہ منصب قبول کر لیں تو پھر امام خصاف کا یہ قول اس صورت پر محمول ہے جب کسی شہر میں بہت سے نیک اور صاحب علم حضرات موجود ہوں اگر ان میں سے کوئی ایک شخص یہ منصب قبول نہ کرے تو وہ گنہگار نہ ہوگا اور اگر کسی شہر میں صرف ایک اہل شخص ہو جو نیک اور صاحب علم ہو اور پھر بھی وہ اس منصب کو قبول نہ کرے تو وہ گنہگار ہوگا۔

اگر کسی شہر میں بہت سے نیک اور صاحب علم لوگ ہوں اور وہ سب اس منصب کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور حاکم وقت بھی بذات خود مقدمات کے فیصلے نہ کرتا ہو تو وہ سب لوگ گنہگار ہوں گے، کیونکہ اس صورت میں احکام الٰہی کی تعمیل نہیں ہوگی اور اگر سب لوگ اس منصب سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ایک جاہل آدمی کو یہ منصب تفویض کر دیں تو یہ سب لوگ گناہگار ہوں گے کیونکہ جاہل شخص احکام الٰہی کی دھجیاں بکھیر دے گا۔ علامہ ابن ہمام نے بزازیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ منصب قضاء کو قبول کرنا فرض کفایہ ہے۔[2]

عہدۂ قضاء کی مذمت میں وارد احادیث کا محمل

علامہ ابوالحسن علی بن خلیل لکھتے ہیں: منصب قضاء کو قبول کرنا فرض کفایہ ہے اور امت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قضاء کو قائم کرنا واجب ہے، اور اگر شہر میں صرف ایک شخص قضاء کا اہل ہو جس میں قضاء کی شرائط پائی جاتی ہوں تو اس پر اس منصب کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر وہ قضاء قبول نہ کرے تو اس کو قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

اکثر علماء اور مصنفین نے منصب قضاء سے احتراز کو بیان کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اور منصب قضاء سے اعراض اور فرار کی بہت فضیلت بیان کی ہے حتیٰ کہ بہت سے فقہاء اور صالحین کے دماغوں میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس نے منصب قضاء کو قبول کر لیا اس کا دین خطرہ میں پڑ گیا اور اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا یہ بات بالکل غلط ہے اور اس سے رجوع اور توبہ کرنا واجب ہے

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۱۔ ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۶۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بلکہ اس عظیم منصب کی تنظیم کرنا ضروری ہے، انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مظلوم تک اس کا حق پہنچایا جائے، اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کیا جائے اور عدل و انصاف کو پھیلایا جائے اور اس عدل و انصاف کی وجہ ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں قضاء کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں) اور جن احادیث میں قاضیوں پر وعید کا ذکر ہے وہ ظالم اور جاہل قاضیوں سے متعلق ہیں اور جس حدیث میں ہے: "جس شخص کو قاضی بنا دیا گیا اس کو بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارقطنی وغیرہ) بعض علماء نے کہا اس حدیث میں منصب قضاء کو قبول کرنے سے اجتناب اور احتراز کی ہدایت دی گئی ہے اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث منصب قضا کی عظمت اور فضیلت کی دلیل ہے کیونکہ جو شخص منصب قضاء کو قبول کرتا ہے وہ اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے جہاد کرتا ہے اور جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ گویا راہِ حق میں بغیر چھری کے ذبح کر دیا جاتا ہے کیونکہ جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرتا ہے تو اہلِ ہوا اور باطل پرست اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کبھی قاضی کا فیصلہ کسی بہت مالدار اور صاحب اثر و رسوخ کے خلاف ہوتا ہے اور کبھی اس کا فیصلہ حکومتِ وقت کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے خلاف فیصلہ کرنا اپنی جان، مال اور عزت کو خطرہ میں ڈالنا ہے اور انگاروں سے کھیلنا ہے، پس قاضی حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر کے راہِ حق میں ذبح ہو کر شہداء کے ساتھ واصل ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابیطالب، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہم کو قاضی مقرر کیا لہٰذا قضاء سے بچنے کے بارے میں جو احادیث ہیں وہ ظالمانہ فیصلے اور خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں کے بارے میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں، دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے اور ایک قاضی جنت میں جائے گا، جو قاضی حق کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ جنت میں جائے گا، اور جو قاضی عمداً حق سے انحراف کر کے ظالمانہ فیصلہ کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور جو قاضی جہالت سے فیصلہ کرے گا اور اہل علم سے پوچھنے میں عار محسوس کرے گا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ یہ حدیث ظالم اور جاہل قاضی کے متعلق ہے لیکن جو شخص حق اور انصاف کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوشش کرے اور کوشش کے باوجود اس کو فیصلہ میں خطاء لاحق ہو جائے وہ مجرم نہیں ہے بلکہ اس کو بھی اپنی کوشش کرنے کا ایک اجر ملے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد کرے اور صحیح فیصلہ پر پہنچ جائے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ غلط فیصلہ پر پہنچے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

وداؤد وسلیمان اذ یحکمٰن فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ۝ ففھمنٰھا سلیمان ۚ وکلا اتینا حکما وعلما۔

(انبیاء: ۷۸: ۷۹)

اور (یاد کیجئے) داؤد اور سلیمان کو جب وہ کھیت سے متعلق (ایک مقدمہ کا) فیصلہ کر رہے تھے جب (رات کو) اس میں (کچھ) لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے اس مقدمہ کا مشاہدہ کر رہے تھے، سو ہم نے اس مقدمہ (کا صحیح) حل سلیمان کو سمجھا دیا اور ہم نے ان دونوں کو نبوت اور علم سے نوازا تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ۚ وان اللہ لمع المحسنین۔

(العنکبوت: ۶۹)

وہ لوگ جو ہماری رضا جوئی میں جد و جہد کرتے ہیں، ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ضرور نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

عہدۂ قضاء سے سلف صالحین کے گریز کی توجیہ

بعض ائمہ مذاہب نے یہ کہا ہے کہ منصب قضاء ایک آزمائش ہے اور جس شخص نے عہدہ قضاء کو قبول کر لیا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے لیے پیش کر دیا، کیونکہ جو شخص اس میں مبتلاء ہو جائے اس کا نجات پانا بہت مشکل ہے اور ابو قلابہ نے کہا کہ جو قاضی عالم ہو اس کی مثال سمندر میں تیرنے والے کی طرح ہے اور کم لوگ ہی تیر کر سمندر کو عبور کر سکتے ہیں، اور بعض ائمہ نے کہا کہ متقین کا شعار عہدۂ قضاء سے دور رہنا ہے اور ایک جماعت کو جب عہدہ قضاء تفویض کیا گیا تو وہ اپنا شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور منصب قضاء قبول کرنے کی بجائے انہوں نے اذیتیں برداشت کرنے کو اختیار کر لیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بہت تکلیفوں، صعوبتوں اور اذیتوں کو برداشت کیا اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا اور ابو قلابہ اپنا شہر چھوڑ کر بھاگ گئے اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا۔ ان تمام بزرگوں کے اقوال کا محمل یہ ہے کہ جس شخص میں ضعف ہو اور جو پامردی سے اپنی رائے کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور جو شخص مستقل مزاجی سے فرائض قضاء کو انجام نہ دے سکتا ہو وہ شخص عہدہ قضاء کو قبول نہ کرے اسی طرح وہ شخص بھی اس عہدہ کو قبول نہ کرے جو علی وجہ البصیرت یہ سمجھتا ہو کہ وہ عہدہ قضاء کا اہل نہیں ہے خواہ لوگ اس کو اس عہدہ کا اہل سمجھتے ہوں۔ [1]

فرضیت قضاء کا بیان

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: قاضی کو مقرر کرنا فرض ہے کیونکہ قاضی کو ایک فرض کے قائم کرنے کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اور وہ فرض قضاء ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:

یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق (ص: ۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو تم لوگوں میں حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔

اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فاحکم بینھم بما انزل اللہ (مائدہ: ۴۸) آپ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ (کتاب یعنی قرآن مجید) کے مطابق فیصلے کیجئے اس سبب سے فرض کو قائم کرنے کے لیے قاضی کو مقرر کرنا فرض ہے نیز اس میں اتفاق ہے کہ سربراہ مملکت کا تقرر کرنا فرض ہے، کیونکہ اس کی فرضیت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، کیونکہ احکام نافذ کرنے، ظالم سے مظلوم کا حق دلانے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے اور ان امور کو سربراہ مملکت ہی قائم کر سکتا ہے اور یہ چیز بداہۃً معلوم ہے کہ سربراہ مملکت خود تمام مقدمات کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ تمام علاقوں کا خود بنفس نفیس انتظام کر سکتا ہے اس لیے ان امور کو قائم کرنے کے لیے اس کے نائب اور قائم مقام کی ضرورت ہے۔ اور وہ قاضی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف شہروں میں قاضیوں کا تقرر فرماتے تھے۔ سو آپ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا قاضی مقرر فرمایا پس قاضیوں کا تقرر کرنا امام کی ضروریات میں سے ہے اس لیے یہ فرض ہے، امام محمد نے اس کو فرض لغیرہ حکمہ فرمایا ہے کیونکہ اس حکم کے منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہے کہ اس حکم کا وجوب عقل سے ہے اور حکم عقلی منسوخ ہونے کا احتمال نہیں رکھتا۔ [2]

---

[1] علامہ علاؤ الدین ابو الحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی، معین الحکام ص ۹۔ ۷، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۲، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

قضاء کی اقسام

فتاوی عالمگیری میں ہے: قضا اصل میں ایک محکم فریضہ اور لائق اتباع سنت ہے، صحابہ اور تابعین نے عہدہ قضاء کو قبول کیا اور سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے لیکن یہ فرض کفایہ ہے (کافی) قضاء کی پانچ اقسام ہیں:

(ا) اگر قضاء کی صلاحیت رکھنے والا صرف ایک شخص ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص نہ ہو تو وہ شخص قضاء کے لیے متعین ہے اور اس پر عہدہ قضاء کو قبول کرنا واجب ہے۔

(ب) اگر قضاء کی صلاحیت رکھنے والے متعدد شخص ہوں لیکن ایک شخص ان سب میں زیادہ صلاحیت رکھتا ہو تو اس پر قضاء کو قبول کرنا مستحب ہے۔

(ج) اگر قضاء کی صلاحیت اور اس منصب کو قائم کرنے میں سب برابر ہوں تو ان کے لیے قضاء کو قبول کرنا مباح ہے، ان میں سے کوئی شخص قضاء کو قبول کرے یا نہ کرے کوئی حرج نہیں ہے۔

(د) اگر ایک شخص قضاء کی صلاحیت رکھتا ہو لیکن دوسرا اس سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے مقابلہ میں قضاء کو قبول کرنا مکروہ ہے۔

(ہ) ایک شخص کو علم ہو کہ وہ منصب قضاء کو قائم کرنے سے عاجز ہے اور چونکہ وہ خواہش نفس کا پیروکار ہے اس لیے انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتا اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تو ایسے شخص کے لیے قضاء کو قبول کرنا حرام ہے۔ (خزانۃ المفتین)[1]

اہلیت قضاء کی شرائط

ملک العلماء علامہ کاسانی نے اہلیتِ قضاء کے لیے حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) اسلام (۴) حریت (۵) بصر (۶) نطق یعنی گونگا نہ ہو (۷) اس شخص پر حدِ قذف نہ لگی ہو پس مجنون، بچے، کافر، غلام، اندھے، گونگے، اور جس شخص کو تہمت لگانے کی وجہ سے حد قذف لگ چکی ہو اس کو قاضی مقرر کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ قاضی ایک عظیم ولی (متصرف فی الامور) ہوتا ہے (کیونکہ جو شخص کسی علاقے کا قاضی ہوتا ہے وہ اس علاقہ میں متصرف ہوتا ہے اور اس کے احکام اس علاقہ میں نافذ ہوتے ہیں۔) اور جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں وہ تو اس سے کم درجہ کی ولایت یعنی شہادت دینے کا بھی اہل نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ قضاء کا اہل ہو۔ اور ذکورت (یعنی مرد ہونا) عہدہ قضاء تفویض کرنے کے جواز کی شرط نہیں ہے کیونکہ عورت بھی فی الجملہ شہادت کی اہل ہے مگر عورت حدود اور قصاص میں عہدہ قضاء کی اہل نہیں ہے کیونکہ حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت جائز نہیں ہے اور قاضی وہی شخص ہو سکتا ہے جو شہادت دے سکتا ہو۔

آیا حلال اور حرام اور باقی احکام شرعیہ کا علم بھی عہدہ قضاء کو تفویض کرنے کے جواز کی شرط ہے؟ سو ہمارے نزدیک یہ جواز کی شرط نہیں ہے بلکہ ندب اور استحباب کی شرط ہے، اور محدثین کے نزدیک نہ صرف احکام شرعیہ کا علم ہونا بلکہ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اہلیت رکھنا بھی عہدہ قضاء کی تفویض کے جواز کی شرط ہے اسی طرح ان کے نزدیک سربراہ مملکت کے تقرر کے لیے بھی یہ اہلیت شرط ہے اور ہمارے نزدیک سربراہ مملکت کے تقرر کے لیے احکام شرعیہ کے علم اور اہلیت اجتہاد کی شرط نہیں ہے کیونکہ یہ جائز ہے کہ وہ اہل علم سے فتاوی حاصل کر کے ان کے مطابق عمل کرے، اس طرح قاضی کے تقرر کے لیے بھی علم اور اجتہاد کی شرط نہیں ہے، اس کے باوجود جو شخص احکام شرعیہ سے جاہل ہو اس کو منصب قضاء نہیں سونپنا چاہیے، کیونکہ جو شخص جاہل ہوگا وہ اصلاح کی بجائے فساد زیادہ کرے گا اور اکثر لاعلمی کی وجہ سے غلط اور باطل فیصلے کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے کہ

---

[1] ۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاوی عالمگیری ج ۳ ص ۳۰۷۔۳۰۶، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

قاضیوں کی تین قسمیں ہیں ایک قاضی جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں۔ جو شخص صاحب علم ہو اور وہ اپنے علم کے مطابق فیصلے کرے وہ جنت میں جائے گا اور جو شخص علم کے باوجود علم کے خلاف فیصلے کرے وہ جہنم میں جائے گا اور جو شخص جاہل ہو اور جہالت سے فیصلے کرے وہ جہنم میں جائے گا۔ البتہ ہمارے نزدیک جاہل کو قضاء کا منصب تفویض کرنا فی نفسہٖ جائز ہے کیونکہ وہ علماء سے فتاوی حاصل کر کے حق اور انصاف کے مطابق فیصلے کر سکتا ہے لیکن یہ قبیح لغیرہ ہے اسی طرح ہمارے نزدیک وہ ظالم اور جائر جو شرع سے متجاوز نہ ہو اس کا تقرر بھی جائز ہے اور اس کے فیصلے نافذ ہو جائیں گے اور ہمارے نزدیک اس کی مثال بیع فاسد کی طرح ہے۔

ہمارے نزدیک منصب قضاء کے لیے عدالت (نیکی اور پرہیز گاری) بھی شرط نہیں ہے البتہ یہ کمال اور استحباب کی شرط ہے لہٰذا فاسق کو منصب قضاء کی تفویض کرنا جائز ہے اور اس کے فیصلے نافذ ہو جائیں گے بشرطیکہ وہ حد شرع سے متجاوز نہ ہو اور امام شافعی کے نزدیک فاسق شخص کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک فاسق شخص شہادت کا اہل نہیں ہے اس لیے وہ قضاء کا بھی اہل نہیں ہے اور ہمارے نزدیک فاسق شخص چونکہ شہادت کا اہل ہے اس لیے وہ قضاء کا بھی اہل ہے لیکن فاسق شخص کو یہ منصب سونپنا نہیں چاہیے کیونکہ قضاء بہت بڑی امانت ہے۔ لوگوں کے اموال، عزتیں اور جانیں یہ سب قاضی کی امانت میں ہوتی ہیں۔ اس لیے ان امانتوں کے حقوق وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو تقویٰ اور پرہیز گاری میں کامل ہو۔ البتہ فی نفسہٖ فاسق کی قضاء جائز ہے اس لیے اگر اس کو قاضی بنا دیا گیا تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے لیکن یہ قبیح لغیرہ ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں مذکور بالا شرائط اہلیت قضاء کے جواز کی شرائط ہیں اور فضیلت اور کمال قضاء کی شرط یہ ہے کہ قاضی حلال اور حرام اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، اور اس کا علم حد اجتہاد کو پہنچا ہوا ہو، نیز وہ لوگوں کے عرف اور معاملات کو جاننے والا ہو نیک اور پرہیز گار ہو، اس پر کسی قسم کی تہمت نہ ہو اور وہ کسی قسم کا لالچ نہ رکھتا ہو کیونکہ لوگوں کے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے کا نام قضاء ہے اور جو شخص ان اوصاف کا حامل ہو گا وہ حق اور انصاف کے ساتھ ہی فیصلے کرے گا۔

ہم نے منصب قضاء کی جو شرائط بیان کی ہیں دو فریقوں میں حکم بنانے کی بھی وہی شرائط ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے: فابعثوا حکما من اھلہ وحکما من اھلھا "ایک حکم مرد کی طرف سے بھیجو اور ایک حکم عورت کی طرف سے" سو ان دو حکموں کا حکم قاضی کے درجہ میں ہے البتہ یہ حسب ذیل صورتوں میں قاضی سے مختلف ہے:

(ا) حدود اور قصاص میں ان کا حکم صحیح نہیں ہے۔

(ب) حکم دینے سے پہلے ان کی حاکمیت لازم نہیں ہوتی البتہ حکم دینے کے بعد ان کا فیصلہ لازم ہو جاتا ہے۔

(ج) اگر یہ کسی اجتہادی مسئلہ میں حکم دیں اور قاضی کے پاس وہ حکم لے جایا جائے تو قاضی اپنے اجتہاد سے ان کا حکم فسخ کر سکتا ہے۔[1]

مقدمات کے فیصلوں کی بنا اور معیار شرعی

قاضی جس مقدمہ کا فیصلہ کرے وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے اور حق اور انصاف کا معیار یہ ہے کہ وہ فیصلہ دلائل شرعیہ کی بنیاد پر ہو۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

مقدمہ کا فیصلہ یا تو دلیل قطعی پر مبنی ہو بایں طور کہ اس کی بنا قرآن مجید کی نص صریح یا حدیث متواتر، حدیث مشہور یا اجماع پر ہو یا وہ فیصلہ ایسی دلیل سے کیا جائے جو قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث متواتر یا حدیث مشہور، خبر واحد یا قیاس شرعی سے مستفاد ہو، یہ بنا ان مقدمات کے لیے ہے جو مسائل اجتہادیہ سے متعلق ہوں لیکن اگر کوئی ایسا مقدمہ ہے جس کے بارے میں فقہاء کا کوئی قول منقول نہیں

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

ہے اس کا اگر اس نے کوئی ایسا فیصلہ کیا جو دلیل قطعی کے خلاف ہو تو یہ فیصلہ باطل ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے مسائل اجتہادیہ میں کسی مسئلہ کا ایسا فیصلہ کیا جو مذاہب فقہاء سے خارج ہو تو اس کا یہ فیصلہ مردود ہوگا کیونکہ حق اقاویل فقہاء سے متجاوز نہیں ہے سو ہر وہ فیصلہ جو اقاویل فقہاء سے خارج ہو باطل ہوگا اسی طرح جس مسئلہ میں قرآن مجید کی نص صریح ہو اور اس کا فیصلہ قرآن مجید کے خلاف ہو یا سنت کے خلاف ہو تو اس کا یہ فیصلہ ناجائز اور باطل ہوگا کیونکہ نص کے مقابلہ میں قیاس اور اجتہاد باطل اور ناجائز ہے خواہ نص قطعی ہو یا ظنی ہو البتہ جن مسائل میں نص نہیں ہے اور نہ ہی ان میں اجماع منقول ہے ان میں اجتہاد کی گنجائش ہے۔ [1]

چونکہ فقہاء احناف کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ایسے شخص کو قاضی مقرر کیا جائے جو مجتہد ہو اس لیے ہم اجتہاد کی شرائط بیان کر رہے ہیں تاکہ یہ مسئلہ مکمل طور پر واضح ہو جائے۔

فقہاء احناف کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

علامہ ابوالحسن مرغینانی صاحب ہدایہ اجتہاد کی شرطیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان یکون صاحب حدیث له معرفة بالفقه او صاحب فقه له معرفة بالحدیث لئلا یشتغل بالقیاس فی المنصوص علیه وقیل ان یکون مع ذلك صاحب قریحة یعرف بها عادات الناس لان من الاحکام ما یبتنی علیها۔ [2]

یہ کہ وہ شخص حدیث میں ماہر ہو اور اس کو فقہ کی معرفت ہو یا وہ شخص فقہ میں ماہر ہو اور اس کو حدیث کی معرفت ہو تاکہ وہ منصوص مسائل میں قیاس نہ کرے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طباع ہو (یعنی قیاس صحیح کر سکتا ہو)۔ لوگوں کے عرف اور عادت کو پہچانتا ہو کیونکہ بہت سے احکام عرف پر مبنی ہوتے ہیں (مثلاً حمام کو کرائے پر دینا قیاساً جائز نہیں ہے لیکن عرفاً جائز ہے یا گندھے ہوئے آٹے کو قرض لینا قیاساً جائز نہیں ہے اسی طرح کمار بگڑے سے کوئی چیز بنوانا قیاساً جائز نہیں ہے لیکن عرفاً جائز ہے۔ عنایہ وکفایہ۔)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ اجتہاد میں حدیث اور فقہ دونوں میں مہارت کی ضرورت ہے تاکہ اس کا قیاس نص حدیث کے معارض ہو نہ اقاویل فقہاء کے خلاف ہو، خلاصہ یہ ہے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کی عبارت النص، اشارۃ النص، دلالت النص اور اقتضاء النص کا عالم ہو اور کتاب اور سنت کے ناسخ اور منسوخ کو جاننے والا ہو اور شرائط قیاس اور مسائل اجماعیہ اور اقوال صحابہ کو جاننے والا ہو تاکہ وہ اقوال صحابہ یا اجماع پر قیاس کو مقدم نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ذہین اور طباع ہو اور لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو، جو شخص ان تمام شرائط کا جامع ہو وہ اجتہاد کرنے کا اہل ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے (پھر اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں) ان مذکور الصدر دلائل سے کسی حکم شرعی کو حاصل کرنے کے لیے کوشش سے غور و فکر کرنا حتیٰ کہ اس حکم

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۴، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخرین ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

[3] کیونکہ اس کی تحدید نہیں ہو سکتی کہ نہانے والا کتنی دیر حمام کو استعمال کرے گا اسی طرح گندھے ہوئے آٹے میں مثلیت غیر متصور ہے اور منفعت معدوم چیز ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ معدوم چیز کی بیع نہ کی جائے لیکن ان تمام چیزوں پر مسلمانوں کا تعامل ہے۔

پر غلبہ ظن ہو جائے اور اس حکم شرعی میں وہ کسی کی تقلید نہ کرے۔ [1]

علامہ طرابلسی لکھتے ہیں: مجتہد کے لیے واجب ہے کہ وہ کتاب اور سنت کی تصریحات اور اجماع اور قیاس کا جاننے والا ہو، سلف صالحین نے مجتہد کے لیے صرف اسی شرط کا ذکر کیا ہے اور ائمہ اور مجتہدین نے اپنے اجتہاد سے جن مسائل فرعیہ کا استخراج کیا ہے ان کو جاننے کی اس میں شرط نہیں لگائی اور بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی اور کہا ہے کہ اجتہاد کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے مثلاً امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے مسائل فرعیہ کا علم ہو کیونکہ جس شخص کو ان مسائل پر عبور ہوگا وہ اجتہاد کا اہل ہوگا۔ شمس الائمہ سرخسی نے لکھا ہے کہ جس شخص نے امام محمد کی مبسوط اور مذہب متقدمین کو حفظ کر لیا وہ اجتہاد کا اہل ہے۔ اور جو شخص اس حد تک پہنچ جائے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور اس پر دوسرے شخص کی تقلید کرنا حرام ہے۔ [2]

علامہ زین الدین ابن نجیم نے اجتہاد کی چودہ شرائط بیان کی ہیں:

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) فقیہ النفس ہونا یعنی طباع اور ذہین ہو اور اس کو استدلال اور استنباط کا ملکہ ہو (۵) لغت عربیہ کا علم ہو (۶) صرف کا علم ہو (۷) نحو کا علم ہو (۸) علم معانی کا علم ہو (۹) علم بیان کا علم ہو (۱۰) وجوہ قیاس کا علم ہو (۱۱) احکام سے متعلق کتاب اللہ کی آیات کا علم ہو (۱۲) احکام سے متعلق احادیث کا متناً اور سنداً علم ہو اور کتاب اور سنت کے ناسخ اور منسوخ کو جانتا ہو (۱۳) اجماع کی معرفت ہو (۱۴) لوگوں کے عرف اور عادت کو جانتا ہو۔ [3]

فقہاء نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ مجتہد کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ان چودہ علوم کا عالم ہو اس سے ان تمام علوم کی معلومات کا زبانی یاد ہونا مراد نہیں ہے، نہ یہ مراد ہے کہ اس کو احکام سے متعلق تمام آیات اور احادیث زبانی یاد ہوں نہ اقوال فقہاء اور آثار صحابہ کا زبانی یاد ہونا مراد ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس میں یہ اہلیت ہو کہ وہ بوقت ضرورت قرآن مجید سے اور احادیث اور فقہ کے متعلقہ ابواب سے پیش آمدہ آیت اور حدیث کو تلاش کر کے حاصل کر سکے اسی طرح حدیث کی سند کی کتب رجال سے تحقیق کر سکے اور جن علوم کا مجتہد کے لیے ذکر کیا ہے ان علوم میں اس کا متبحر ہونا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو ان علوم میں دسترس ہونی چاہیے تاکہ بوقت اجتہاد ان علوم پر اس کی نظر ہو، غرض یہ ہے کہ ان علوم کی شرط سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ان علوم میں ماہر اور متبحر ہو، اور قرآن مجید، احادیث، آثار اور اقوال فقہاء کا حافظ ہو اور احادیث کی تمام اسانید اس کو زبانی یاد ہوں اور ان کی جرح اور تعدیل بھی حفظ ہو حتیٰ کہ مجتہد کا وجود عنقاء کی طرح بالکل نایاب اور ناپید ہو جائے اس کے برخلاف فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ مجتہد میں یہ اہلیت ہونی چاہیے کہ وہ ان چودہ علوم کے مضامین کو متعلقہ کتب کے ابواب سے بوقت ضرورت تلاش کر کے حاصل کر سکے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یشترط حفظہ لجمیع القرآن ولا لبعضہ عن ظہر القلب بل یکفی ان یعرف مظان احکامہا فی ابوابہا فیراجعہا وقت

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام یا بعض قرآن کا حافظ ہو، بلکہ یہ کافی ہے کہ وہ یہ جانتا ہو کہ پیش آمدہ مسائل کن ابواب میں ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ علاء الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی، معین الاحکام ص ۲۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

الحاجة ولا يشترط التبحر فی هٰذه العلوم۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

واما المجتهد الذی ذکره اهل الاصول فهو ان یکون عالما بالنصوص من الکتاب والسنة مما یتعلق به الاحکام الشرعیة ولا یشترط ان یکون عالما بجمیع ما فی الکتاب والسنة وهٰذا عزیز والرخصة ذٰلك ان یکون بحال یمکنه طلب الحادثة الواقعة من النصوص التی تتعلق بها الاحکام الشرعیة۔[2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

ولا یشترط ان یکون الفقیه محیطا بکل القرآن والسنة ولا ان یحیط بجمیع الاخبار الواردة ولا ان یکون مجتهدا فی کل المسائل بل یکفی معرفة ما یتعلق بموضوع البحث۔[3]

سکے اور اس کے لیے ان علوم میں ماہر اور متبحر ہونا بھی ضروری نہیں

اصولیین نے مجتہد کی جو تعریف کی ہے اس کے لحاظ سے مجتہد کو احکام شرعیہ سے متعلق کتاب اور سنت کی تصریحات کا عالم ہونا چاہیے اور اس کے لیے یہ ضروری شرط نہیں ہے کہ وہ تمام کتاب اور سنت کا عالم ہو کیونکہ یہ ایک نادر امر ہے اور اس میں رخصت یہ ہے کہ وہ پیش آمدہ مسئلہ کی احکام شرعیہ سے متعلق تصریحات کو (کتاب وسنت سے) تلاش کر سکے۔

مجتہد کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ تمام قرآن اور سنت، تمام احادیث اور آثار مرویہ کا عالم ہو اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مسائل میں مجتہد ہو بلکہ یہ کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا ہے اس سے متعلق ابحاث کا اسے علم ہو۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

علامہ نووی شافعی نے اس مسئلہ کو بہت وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

اہلیت اجتہاد چند امور کو جاننے سے حاصل ہوتی ہے، ان میں سے ایک کتاب اللہ کا علم ہے، اور تمام قرآن مجید کا جاننا شرط نہیں ہے بلکہ احکام سے متعلق آیات کا جاننا ضروری ہے اور ان آیات کو یاد کرنا ضروری نہیں ہے، بعض اصحاب کا کلام بظاہر اس کے خلاف ہے دوسرا امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم ہے اور اس میں بھی جمیع احادیث کو جاننا ضروری نہیں بلکہ احکام سے متعلق احادیث کا جاننا کافی ہے اور ان میں عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل، مبین، ناسخ، منسوخ، خبر متواتر، خبر واحد، مرسل، متصل اور راویوں کے احوال کی جرحاً اور تعدیلاً معرفت ہونی چاہیے اور تیسرا امر یہ ہے کہ فقہاء صحابہ اور بعد کے فقہاء کی معرفت ہونی چاہیے اور یہ جاننا چاہیے کہ کس مسئلہ میں ان کا اتفاق ہے اور کس میں اختلاف ہے، اور چوتھا امر قیاس ہے پس قیاس جلی اور قیاس فاسد کی معرفت ہونی چاہیے اور قیاس صحیح اور قیاس فاسد میں تمیز ہونی چاہیے اور پانچواں امر لغت عرب ہے پس لغت عرب اور صرف اور نحو وغیرہ کو جاننا چاہیے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں ہمارے اصحاب (فقہاء شافعیہ) نے یہ کہا ہے کہ اہلیت اجتہاد کے لیے ان علوم میں تبحر اور مہارت کی شرط نہیں ہے بلکہ اجمالی طور پر ان علوم کی معرفت کافی ہے، امام غزالی نے اس میں تخفیفات کا ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: تمام متفرق اور منتشر

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح الہدایہ للجزو ثالث ص ۲۶۸، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[3] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۴۸۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

احادیث کے تتبع کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ کافی ہے کہ مجتہد کے پاس احکام سے متعلق جمیع احادیث صحیحہ کا کوئی مجموعہ ہو جیسے سنن ابوداؤد ہے اور یہ کافی ہے کہ اس کو ہر باب کے عنوان کی معرفت ہو اور جب کسی مسئلہ میں اجتہاد کی ضرورت ہو تو اس حدیث کو متعلقہ باب میں تلاش کرے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد کی مثال دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں احکام سے متعلق کل احادیث ہیں نہ اکثر احادیث ہیں اور جس شخص کو علم حدیث میں معمولی درک بھی ہو اس کے لیے یہ بالکل ظاہر بات ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں احکام سے متعلق کتنی احادیث ہیں جو سنن ابوداؤد میں نہیں ہیں اور جامع ترمذی اور سنن نسائی اور دوسری کتب معتمدہ میں جو احکام سے متعلق احادیث ہیں ان کی کثرت اور شہرت کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

راقم الحروف یہ کہتا ہے کہ صحاح ستہ، مؤطا امام مالک، مسند امام اعظم، سنن کبری للبیہقی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور مجمع الزوائد میں احکام سے متعلق تمام احادیث اور آثار موجود ہیں پس اگر مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کے وقت ان کتابوں کے متعلقہ ابواب میں احادیث اور آثار کو تلاش کرے تو اس کو تسلی اور اطمینان ہو جائے گا، کیونکہ ان کتب احادیث سے خارج حکم شرعی سے متعلق کوئی حدیث اور اثر نہیں ہے، مسائل کے تتبع اور چھان بین کے دوران مصنف کو اس کا بارہا تجربہ ہوا ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: تمام اجماعی مسائل اور تمام اختلافی مسائل کا جاننا بھی مجتہد کے لیے شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لیے یہ کافی ہے کہ جس مسئلہ میں وہ فتویٰ دے رہا ہے اس میں اس کا قول اجماع کے خلاف نہ ہو، بایں طور کہ اس کو یہ علم ہو کہ اس کا یہ قول بعض متقدمین کے موافق ہے یا اس کو اس پر ظن غالب ہو کہ یہ مسئلہ متقدمین کے سامنے پیش نہیں آیا بلکہ یہ مسئلہ اس کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے، ناسخ اور منسوخ کی معرفت کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور جس حدیث کے قبول کرنے پر سلف کا اجماع ہو یا جس راوی کی عدالت تواتر سے ثابت ہو اس کی عدالت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے علاوہ راویوں کی عدالت کے لیے جرح اور تعدیل کے کسی مشہور امام کی تصریح کافی ہے۔

ان علوم کا مجتمع ہونا مجتہد مطلق میں شرط ہے جو تمام ابواب شرعیہ میں فتویٰ دیتا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ عالم کے لیے صرف کسی ایک باب میں منصب اجتہاد ہو۔ ہمارے اصحاب نے اہلیت اجتہاد میں اصول اعتقاد کی معرفت کی شرط بھی عائد کی ہے، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مجتہد کے لیے متکلمین کے طریقہ پر اعتقاد کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ [1]

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اہلیت اجتہاد کی شرائط

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی اہلیت اجتہاد کی شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مجتہد وہ شخص ہے جو کتاب اور سنت کے حقیقت اور مجاز کی معرفت رکھتا ہو اور امر، نہی، مبین، مجمل، محکم، متشابہ، عام، خاص، مطلق، مقید، ناسخ، منسوخ، مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کا علم رکھتا ہو اور احکام سے متعلق صحیح اور ضعیف اور متواتر اور آحاد احادیث کو جانتا ہو اور قیاس اور اس کی شرائط اور استنباط کے طریقہ کو جانتا ہو اور حجاز اور شام اور عراق میں متداول عربیت کو جانتا ہو سو جو شخص اکثر فقہ کو جانتا ہو وہ فتویٰ دینے (یعنی اجتہاد کرنے کیونکہ مفتی وہی ہوتا ہے جو مجتہد ہو۔ سیدی غفرلہٗ) اور قضاء کا اہل ہے۔ ابومحمد جوزی نے کہا جو شخص فقہ کے اصول اور فروع کو جانتا ہو وہ مجتہد ہے اور وہ کسی شخص کی تقلید نہ کرے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱ ص ۹۲-۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ شمس الدین مقدسی ابوعبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع ج ۶ ص ۴۲۵، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ

مجتہد مطلق کی طرف منسوب ہونے والوں کی اقسام

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

جو لوگ کسی امام مجتہد کی طرف منسوب ہوتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، ایک عوام ہیں جو محض مقلد ہوتے ہیں، دوسرے وہ علماء ہیں جو خود بھی مجتہد ہوتے ہیں اگر ان کا اجتہاد امام کے موافق ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے خلاف ہو تو یہ اپنے اجتہاد پر عمل کریں گے، (مثلاً امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام طحاوی، علامہ ابوبکر جصاص، قاضی خاں، علامہ ابن ہمام وغیرہم) اور تیسری قسم ان علماء کی ہے جو غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن رتبہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوتے، اگر کسی حکم کے بارے میں امام کی نص صریح ہو تو یہ اس حکم کی علت کا استنباط کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام کے مذہب کے مطابق یہ حکم اس طرح ہے اور اگر امام کی نص نہ ہو تو اس کے مشابہ حکم سے تخریج کرتے ہیں۔ (علامہ شامی، علامہ طحطاوی اسی معیار کے فقہاء تھے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

جو شخص امام شافعی، یا امام ابوحنیفہ یا امام مالک کے مذہب کی طرف منسوب ہو اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) عوام، ان کا مثلاً امام شافعی کی تقلید کرنا میت کی تقلید پر مبنی ہے۔

(۲) وہ علماء جو درجۂ اجتہاد تک پہنچ چکے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اور یہ علماء مثلاً امام شافعی کی طرف اس لیے منسوب ہیں کہ یہ اپنے اجتہاد اور دلائل کی ترتیب میں امام شافعی کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور اکثر اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے اجتہاد کے موافق ہوتا ہے اور اگر بعض اوقات ان کا اجتہاد اپنے امام کے مخالف ہو تو یہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۳) متوسطین: یہ وہ لوگ ہیں جو اصول شرع میں درجہ اجتہاد تک تو نہیں پہنچے لیکن تمام ابواب فقہیہ میں اپنے امام کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور غیر منصوص مسائل کو منصوص مسائل پر قیاس کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور یہ علماء بھی عوام کی طرح امام کے مقلد ہوتے ہیں اور عوام بھی ان کے اقوال پر عمل کر کے امام ہی کے مقلد ہوتے ہیں اور یہ بھی میت کی تقلید پر مبنی ہے (الی قولہ) اور جب حکم اور علت میں امام کی نص موجود ہو تو یہ اس علت کی وجہ سے غیر منصوص کو منصوص کے ساتھ لاحق کر دیتے ہیں اور اگر امام نے صرف حکم بیان کرنے پر اقتصار کیا ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس حکم کی علت کو مستنبط کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس حکم کی طرف لاحق کرنا جائز ہے یا نہیں اور اشبہ بالحق یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔ [2]

عوام اور فقہاء کی تقلید کا فرق

آج کل ہمارے زمانے میں دو قسم کے مقلد ہیں ایک تو عوام ہیں جو امام کے محض مقلد ہوتے ہیں اور ایک وہ علماء ہیں جو فقہی مسائل اور ان کے دلائل پر بصیرت رکھتے ہیں اور مسائل عصریہ کا حل کتاب وسنت اور اصول کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے مقلد صرف تقلید کرتے ہیں اور دوسری قسم کے مقلد امام کی اتباع کرتے ہیں۔ تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کر کے کسی امام کے قول پر عمل کرنا اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب و سنت کے موافق پا کر اور دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اس قول کو اختیار کر لینا۔ سو تقلید صرف عوام کے لیے ہے جو دلائل شرعیہ سے

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۱، ص ۱۰۲-۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

بے خبر ہوتے ہیں اور اہل علم اور اہل فتوی حضرات کے لیے تقلید محض جائز نہیں ہے۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں: فقہاء نے ہمارے ائمہ سے یہ نقل کیا ہے کہ کسی مفتی کے لیے ہمارے قول پر فتوی دینا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہمارے قول کا ماخذ کیا ہے؟ حتی کہ سراجیہ میں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ علامہ عصام، امام کی مخالفت کرتے تھے اور کثیر مسائل میں امام کے قول کے خلاف فتوی دیتے تھے کیونکہ ان پر امام کی دلیل ظاہر نہیں ہوئی بلکہ دلائل سے امام کے قول کے برعکس ثابت ہوا پس وہ اپنے قول پر فتوی دیتے تھے۔ [1]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں فتاوی ظہیریہ میں ہے امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہے کہ کسی مفتی کے لیے اس وقت تک ہمارے قول پر فتوی دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو ہمارے ماخذ کا علم نہ ہو اور اگر وہ اہل اجتہاد سے نہیں ہے تو اس کے لیے فتوی دینا جائز نہیں البتہ وہ اقوال فقہاء کی حکایت کر سکتا ہے۔ (الی قولہ) قاعدہ یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کو امام ابوحنیفہ کے قول پر فتوی دینا چاہیے اور ان کے قول پر فیصلہ کرنا چاہیے اور جس مسئلہ میں ہمارے مشائخ نے امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور کے قول کو ترجیح دی ہے وہاں اس ترجیح کو اختیار کرنا چاہیے اور جس جگہ امام ابوحنیفہ کے قول کو بلا ترجیح نقل کیا گیا ہے وہاں پر عرف، لوگوں کی عادت اور تعامل کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول میں جس کا قول عرف اور تعامل کے زیادہ موافق ہو اس پر فتوی دینا چاہیے اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے اور زمانہ کبھی ایسے اہل علم سے خالی نہیں ہوگا جو ان اقوال میں سے راجح کو متعین نہ کر سکیں اور جو ترجیح نہیں دے سکتے انھیں ان علماء کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو ترجیح دے سکتے ہیں۔ ہم یہاں پر اہل علم کے استفادہ کے لیے علامہ شامی کی اصل عبارت نقل کر رہے ہیں۔

فان قلت قد یحکون اقوالا بلاترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ھو الاوفق وما ظھر علیہ التعامل وما قوی وجھہ ولا یخلوا الوجود لمن یمیز ھذا حقیقۃ لاظنا وعلی من لم یمیز ان یرجع لمن یمیز لبراءۃ ذمتہ اھ۔ [2]

اگر تم یہ کہو کہ مشائخ حنفیہ کبھی اقوال ائمہ کو ترجیح دیے بغیر نقل کر دیتے ہیں اور کبھی ان کی تصحیح میں اختلاف ہوتا ہے تو میں کہوں گا کہ اس صورت میں وہی عمل کیا جائے جو عمل وہ خود کرتے ہیں یعنی عرف اور لوگوں کے احوال کے تغیر کو دیکھ کر جس قول پر عمل کرنا آسان ہو اس کو ترجیح دی جائے اور اس قول کو ترجیح دی جائے جس پر لوگوں کا تعامل ہو اور جس کی دلیل قوی ہو اور زمانہ کبھی ایسے علماء سے خالی نہیں ہوگا جو اس چیز کی حقیقۃً تمیز کر سکیں اور جو علماء اس کی تمیز نہیں کر سکتے ان پر لازم ہے کہ وہ ان علماء کی طرف رجوع کریں جو اس کی تمیز کر سکتے ہیں تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائیں۔ (علامہ شامی نے علامہ ابن شلبی کے فتاوی سے یہ عبارت نقل کی ہے۔)

علامہ ابن نجیم اور علامہ ابن عابدین کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اہل علم اور اہل فتوی حضرات عوام کی طرح اپنے امام کے مقلد محض

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۹ مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

نہیں ہوتے بلکہ وہ امام کے بیان کردہ اقوال پر اس لیے عمل کرتے ہیں کہ وہ دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتے ہیں اور جو قول دلیل شرعی کے مطابق نہ ہو اس قول کو چھوڑ کر وہ دوسرے امام کے اس قول پر عمل کرتے ہیں جو کتاب وسنت اور دلائل شرعیہ کے مطابق ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے مسائل میں امام اعظم کے قول کو چھوڑ کر صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور مسائل عصریہ میں وہ خود اجتہاد کرتے ہیں اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں مسائل عصریہ کا حکم شرعی تلاش کرتے ہیں جیسے انتقال خون، پوسٹ مارٹم، اعضاء کی پیوندکاری، ضبط تولید، مصنوعی طریقہ تولید اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی ایسے مسائل کا حکم شرعی بیان کرنا اور ظاہر ہے کہ یہ علماء عوام کی طرح محض مقلد نہیں ہیں جو دلائل سے قطع نظر کر کے امام کے قول کی تقلید کرتے ہیں بلکہ یہ علماء ائمہ کے اقوال کو دلائل شرعیہ کے مطابق پا کر ان ائمہ کی اتباع کرتے ہیں اس لیے مقلد نہیں بلکہ متبعین ہیں اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں یہ بعض مسائل میں امام سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

مجتہد عالم کا دلیل کی بناء پر امام سے اختلاف کرنا ادب کے خلاف نہیں ہے

جو عالم مسائل میں اجتہاد کا اہل ہو وہ بعض مسائل میں دلائل کی بناء پر امام سے اختلاف بھی کر سکتا ہے۔ یہ امام سے عقیدت اور اس کے ادب کے خلاف نہیں ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے: امام محمد لکھتے ہیں:

ایک شخص نے اپنی نابالغہ باندی کو مکاتب کیا تو یہ مکاتبت جائز ہے اگر وہ اس نابالغہ باندی کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر دے تو یہ نکاح ناجائز ہے (یعنی یہ نکاح اس باندی کی اجازت پر موقوف ہوگا کیونکہ مکاتبت کی وجہ سے وہ بالغہ کے حکم میں ہوگی۔ سعیدی) اگر وہ باندی نکاح کو مسترد نہ کرے اور بدل کتابت کو ادا کر دے اور آزاد کر دی جائے تو اب یہ نکاح موقوف ہوگا، اگر اس باندی کا کوئی ولی اقرب نہیں ہے اور مولیٰ نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہو جائے گا اور باندی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا[1] یعنی آزاد ہونے کے بعد یہ نکاح مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور آزاد ہونے سے یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا۔

علامہ ابن ہمام نے اس مسئلہ میں امام محمد سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک آزاد ہونے کے بعد یہ نکاح نافذ ہو جائے گا۔ وہ لکھتے ہیں: لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس نابالغ مکاتبہ کے آزاد ہونے کے بعد اس کا نکاح اس کے سابق مولیٰ کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگا بلکہ اس کے آزاد ہونے سے ہی یہ نکاح نافذ ہو جائے گا، کیونکہ فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ جب کوئی غلام اپنے مولیٰ کی اجازت کے بغیر نکاح کرے اور مولیٰ اس غلام کو آزاد کر دے تو وہ نکاح نافذ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر یہ نکاح موقوف ہو تو یا تو مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ اس لیے غلط ہے کہ آزاد ہونے کے بعد اس غلام پر اس مولیٰ کی ولایت نہیں رہی اور یا غلام کی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ اس لیے غلط ہے کہ غلام نے تو خود نکاح کیا تھا اب اس کی اجازت پر توقف ایک لایعنی بات ہے۔ اسی طرح اس نابالغہ مکاتبہ کے مسئلہ میں اس کے مولیٰ کا کیا ہوا نکاح اس مکاتبہ کی اجازت پر اس لیے موقوف تھا کہ وہ ولی مجبر تھا (یعنی لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر رہا تھا) اور عقد کتابت کی وجہ سے یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف تھا اور آزاد ہونے کے بعد یہ مانع زائل ہو گیا (یعنی عقد کتابت) لہٰذا مولیٰ کی طرف سے نکاح نافذ ہو گیا اور اصل نکتہ یہی ہے اور بہت سے وہ لوگ جن کو سہو لاحق ہوتا ہے وہ ان لوگوں کی تقلید کرتے ہیں جن کو اس مسئلہ میں سہو ہو گیا[2]

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، الجامع الکبیر ص ۱۹۸، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ زین الدین ابن نجیم نے علامہ ابن ہمام کی امام محمد کے خلاف اس تحقیق کی عبارت کو بے ادبی پر محمول کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام کی یہ بحث سوء ادب اور غلط ہے کیونکہ امام محمد نے اس مسئلہ کی جامع کبیر میں تصریح کی ہے پس امام محمد اور ان کے مقلدین کی طرف سہو کس طرح منسوب کیا جائے گا۔ ثانیاً اس لیے کہ امام محمد نے یہ نکاح مولی کی اجازت پر اس لیے موقوف کیا ہے کہ باندی کے آزاد ہونے کے بعد مولی کو اس باندی پر ولاء عتاقت حاصل ہو گئی اور اب وہ اس کا مولی بالعتق ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس کا کوئی اور ولی اقرب نہ ہو لہٰذا یہ نکاح نافذ نہیں ہوگا اور مولی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔[1]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: علامہ مقدسی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ علامہ ابن ہمام نے جو بحث کی ہے وہی قیاس کا تقاضا ہے۔ امام حصیری نے جامع کبیر کی شرح میں یہ تصریح کی ہے کہ جو تحقیق قیاس کے مطابق ہو اس کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ غلط اور سوء ادب ہے۔ علاوہ ازیں جو شخص رتبہ اجتہاد تک پہنچا ہوا ہو یہ کہے کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے تو وہی قیاس کا تقاضا ہے اور علامہ ابن ہمام پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ ان کا قیاس منقول کے خلاف ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے دلیل مقبول کی اتباع کی ہے۔[2]

جو شخص فقہ کا گہرا مطالعہ کرتا ہے اس پر یہ امر مخفی نہیں ہوگا کہ بعد کے فقہاء نے بہت سے مسائل میں ائمہ سے اختلاف کیا ہے اور اپنی رائے کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے اس لیے ایک مجتہد عالم یا قاضی کسی مسئلہ یا کسی معاملہ میں ائمہ سے اختلاف کرے اور اپنی رائے کو متانت اور دلائل کے ساتھ پیش کرے تو اس کی رائے قابل قبول ہوگی بشرطیکہ اس کی رائے کتاب وسنت کی تصریحات اجماع اور سبیل مسلمین کے خلاف نہ ہو۔

قاضی کے لیے اہلیت اجتہاد کی شرط میں مذاہب ائمہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ، فقہاء حنابلہ اور بعض فقہاء حنفیہ کے نزدیک قاضی کے لیے مجتہد ہونا شرط ہے، لہٰذا جو شخص احکام شرعیہ سے جاہل ہو یا محض مقلد ہو اس کو منصب قضاء سونپا جائے کیونکہ ایسا شخص فتویٰ دینے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا چہ جائیکہ اس کو قاضی بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان احکم بینھم بما انزل اللہ - "لوگوں کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیجئے" یہ نہیں فرمایا کہ دوسروں کی تقلید کر کے فیصلہ کریں؛ نیز فرمایا "لتحکم بین الناس بما اراک اللہ" "تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس فہم سے فیصلہ کریں جو آپ کو اللہ نے سوجھائی ہے" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول "اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول (کے احکام) کی طرف لوٹا دو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جہالت سے فیصلہ کرے وہ جہنمی ہے (سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مستدرک وغیرہ) اور اگر غیر مجتہد عامی کو حاکم بنایا گیا تو وہ جہالت سے ہی فیصلہ کرے گا، اور اگر دوسرے مجتہد سے فتویٰ لے کر فیصلہ کرے گا تو خود اس کو شرح صدر نہیں ہوگا کہ یہ حکم صحیح ہے یا نہیں، نیز ان تمام آیات سے واضح ہوتا ہے کہ قاضی کو عالم اور مجتہد ہونا چاہیے۔[3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ قاضی میں اہلیت اجتہاد کی شرط اولویت اور استحباب

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۱۹۸، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۵۲۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۵ھ

کے لیے ہے' جواز کی شرط نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ جواز کی شرط ہے صاحب شرح الاقطع کا اسی طرف میلان ہے اور وجیز الشافعیہ میں ہے کہ قاضی کے لیے مجتہد ہونا ضروری ہے اور جاہل اور مقلد کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے اور امام محمد نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ مقلد کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے اور خصاف نے ذکر کیا ہے کہ اگر قاضی صاحب رائے ہے تو اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر وہ صاحب رائے نہیں ہے تو کسی فقیہ سے پوچھ کر فیصلہ کر دے۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی نے لکھا ہے: کہ قاضی کے لیے اجتہاد شرط ہے لہٰذا جو شخص احکام شرعیہ اور اس کے دلائل سے ناواقف ہو اور دوسروں کی تقلید کا محتاج ہو اس کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے۔ [2]

علامہ مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: قاضی میں اہلیت اجتہاد کی شرط پر اجماع ہے اور فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ حاکم اور مفتی کے لیے کسی شخص کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے اس کو صرف اپنی رائے سے فیصلہ کرنا چاہیے۔ [3]

ایک قاضی مجتہد کا دوسرے قاضی مجتہد کی رائے پر فیصلہ کرنے کا جواز

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو وہ دوسرے مجتہد کے مذہب کے مطابق فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کا یہ فیصلہ بالاجماع صحیح ہوگا کیونکہ اس فیصلہ پر یہ صادق نہیں آئے گا کہ وہ بھول گیا بلکہ یہ فیصلہ اس پر محمول ہوگا کہ اس کے اجتہاد میں دوسرے مجتہد کا اجتہاد صحیح تھا لہٰذا اس نے اس مجتہد کی رائے کے مطابق فیصلہ کیا لہٰذا یہ فیصلہ اس کے اپنے اجتہاد سے ہے اس لیے صحیح ہے۔ [4]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فیصلہ قاضی کے مذہب کے مطابق ہو خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد اس لیے اگر اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کیا تو صحیح نہیں ہوگا لیکن بدائع الصنائع میں ہے کہ جب مجتہد قاضی نے مذہب غیر پر فیصلہ کیا تو یہ صحیح ہوگا کیونکہ یہ فیصلہ اس پر محمول ہوگا کہ اس کے اجتہاد میں اس مجتہد کا اجتہاد صحیح تھا تو اب اس کا اپنا اجتہاد ہو گیا (بدائع الصنائع کی عبارت کا ترجمہ ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔ سعیدی) اور اس کی تائید علامہ قاسم کے رسالہ سے ہوتی ہے جنہوں نے اس مسئلہ پر سیر کبیر سے استدلال کیا ہے۔ اور اس سے صاحب البحر الرائق کا بدائع الصنائع کی عبارت پر تعجب دور ہو جاتا ہے۔ [5]

قاضی کو مقدمہ کی سماعت میں فریقین کے ساتھ عدل اور انصاف کی ہدایت میں احادیث اور آثار

انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے قاضی کو فریقین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے؟ حسب ذیل احادیث اور آثار

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ، ج ۳ الثالث ص ۳۶۶، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۱ ص ۹۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع ج ۶ ص ۴۲۱، مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۳۸۸ھ

[4] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۵، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

میں اس کی ہدایت دی گئی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا قاضی بنایا گیا ہو اس کو مقدمہ کے فریقین کو دیکھنے میں ان کی طرف اشارہ کرنے اور ان کو بٹھانے میں عدل کرنا چاہیے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان لکھوایا: حق پہنچانے میں لوگوں کے ساتھ مساوی سلوک کرو، قریب کے ساتھ بعید کی طرح، اور بعید کے ساتھ قریب کی طرح سلوک کرو۔ رشوت لینے اور خواہش نفس پر عمل کرنے سے بچو، غضب کے وقت فیصلہ نہ کرو۔ اور حق اور انصاف کو قائم کرو، خواہ دن کی ایک ساعت میں ہو، [2] امام بیہقی، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی چیز میں مناقشہ تھا۔ حضرت اُبَی نے حضرت عمر پر دعویٰ کیا اور حضرت عمر نے اس کا انکار کیا۔ پھر دونوں نے اپنے درمیان حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم بنا لیا اور دونوں حضرت زید کے گھر گئے۔ جب دونوں ان کے پاس گئے تو حضرت عمر نے حضرت زید سے کہا ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں کہ آپ ہمارے درمیان ایک جھگڑے کا فیصلہ کر دیں، حضرت زید نے حضرت عمر سے کہا اے امیر المؤمنین! یہاں صدر مجلس میں تشریف رکھیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید سے کہا (تم نے میری رعایت کر کے) ناانصافی سے کام لیا! میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھوں گا، پھر دونوں حضرت زید کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت اُبَی نے دعویٰ کیا اور حضرت عمر نے انکار کیا، (قاعدہ کے مطابق حضرت عمر پر قسم لازم آتی تھی کیونکہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہو تو منکر قسم کھاتا ہے لیکن) حضرت زید بن ثابت نے حضرت اُبَی سے کہا تم امیر المؤمنین کو قسم کھانے سے معاف رکھو! میں امیر المؤمنین کے علاوہ اور کسی شخص کے ساتھ رعایت نہیں کرتا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو بار قسم کھا کر یہ فرمایا: بخدا! اس وقت تک زید بن ثابت قضاء کے اہل نہیں ہوں گے۔ جب تک ان کے نزدیک عمر اور ایک عام مسلمان برابر نہ ہوں! [3]

امام بیہقی تمیم بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن ابی عصیفیر قاضی شریح کے پاس گئے، انھوں نے ایک شخص کے خلاف مقدمہ کیا تھا، وہ جا کر قاضی شریح کے پاس مسند پر بیٹھ گئے، قاضی شریح نے کہا! اٹھو اور جا کر اپنے فریق کے پاس بیٹھو۔ کیونکہ تمہارا یہاں بیٹھنا اس کو شک میں مبتلا کرے گا، ابن ابی عصیفیر ناراض ہو گئے لیکن قاضی شریح نے دوبارہ کہا جاؤ جا کر اپنے فریق کے ساتھ بیٹھو! [4]

امام بیہقی، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک نصرانی ایک زرہ فروخت کر رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس زرہ کو پہچان لیا اور فرمایا یہ تو میری زرہ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان مسلمانوں کا قاضی فیصلہ کرے گا اور اس وقت شریح مسلمانوں کے قاضی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح کی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ جب شریح

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۶-۱۳۵، "

[3] " " " ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۶، "

[4] " " " ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۶،

نے امیر المؤمنین حضرت علی کو دیکھا تو اپنی مسند سے اٹھے اور حضرت علی کو اپنے پاس بٹھالیا اور شریح اُٹھ کر ان کے سامنے نصرانی کے برابر بیٹھ گئے۔ حضرت علی نے فرمایا: اے شریح! اگر میرا خصم (فریق مخالف) مسلمان ہوتا تو میں اس کے ساتھ فریق مخالف کی جگہ بیٹھتا لیکن بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے: ان (غیر مسلموں) سے مصافحہ نہ کرو، نہ ان سے سلام میں پہل کرو، نہ ان کے بیماروں کی عیادت کرو، نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کو تنگ راستہ میں چلنے پر مجبور کرو اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی تحقیر کی ہے اس طرح ان کی تحقیر کرو، اب اے شریح میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کرو۔ شریح نے کہا اے امیر المؤمنین آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا یہ میری زرہ ہے کافی دنوں سے یہ گم ہو چکی تھی، شریح نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ زرہ اس کے قبضہ سے نہیں نکل سکتی، آپ کے پاس کوئی گواہ ہے؟ حضرت علی نے فرمایا اے شریح تم نے صحیح فیصلہ کیا! اور تب اس نصرانی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء کے فیصلے ہیں، امیر المؤمنین قاضی کے پاس مقدمہ لے کر جاتے ہیں اور قاضی امیر المؤمنین کے خلاف فیصلہ کر دیتا ہے، حالانکہ بخدا اے امیر المؤمنین یہ آپ کی زرہ ہے، ——— یہ زرہ آپ کے چتکبرے اونٹ سے گر پڑی تھی تو میں نے اس کو اٹھا لیا (پھر وہ نصرانی شریح کے غیر جانبدارانہ فیصلہ اور حضرت علی کے اپنے خلاف فیصلہ قبول کرنے سے اس قدر متاثر ہوا کہ کہنے لگا) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، حضرت علی نے فرمایا اب جبکہ تم مسلمان ہو چکے ہو تو میں یہ زرہ تم کو ہبہ کرتا ہوں پھر حضرت علی نے اس کو ایک عمدہ گھوڑے پر سوار کر دیا۔ شعبی کہتے ہیں پھر میں نے اس شخص کو مشرکین کے خلاف جہاد کرتے ہوئے دیکھا۔ [1]

قضاء کے احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ قاضی رشوت نہ لے اس لیے اب رشوت کا معنی اور اس کا حکم شرعی بیان کرتے ہیں۔

رشوت کا معنی

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی رشوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الرشوۃ ھو ما یعطیہ الشخص الحاکم او غیرہ لیحکم لہ او یحملہ علی ما یرید۔

کوئی شخص حاکم یا کسی اور کو کچھ چیز دے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دے یا حاکم کو اپنی مشاء پوری کرنے پر ابھارے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں: الرشوۃ الوصلۃ الی الحاجۃ بالمصانعۃ "کچھ پیسے دے کر اپنی حاجت پوری کرانا یہ رشوت ہے"

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ رشوت اصل میں رشاء سے ماخوذ ہے اور رشاء اصل میں ڈول کی اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے اور راشی وہ شخص ہے جو کسی باطل چیز کو حاصل کرنے کے لیے کسی کی مدد کرتا ہے اور مرتشی رشوت لینے والے کو کہتے ہیں اور رائش اس شخص کو کہتے ہیں جو راشی اور مرتشی کے درمیان رشوت کا معاملہ طے کراتا ہے، اور جو چیز حق کو حاصل کرنے کے لیے دی جائے یا ظلم کو دور کرنے کے لیے دی جائے وہ رشوت نہیں ہے اور ائمہ تابعین سے منقول ہے کہ اپنی جان اور مال کو ظلم سے بچانے کے لیے رشوت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [2]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۵۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

قرآن مجید کی روشنی میں رشوت کا حکم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ (بقرہ: ۱۸۸)

آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ، اور نہ (بطور رشوت) وہ مال حاکموں تک پہنچاؤ، تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ کے ساتھ کھاؤ حالانکہ تم جانتے ہو (کہ یہ فعل ناجائز ہے)

اکلون للسحت۔ (مائدہ: ۴۲)

بہت حرام خور، (رشوت کھانے والے)

احادیث اور آثار کی روشنی میں رشوت کا حکم

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی لہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

عن مسروق قال سئل عبد اللہ عن السحت فقال ھی الرشا فقال فی الحکم فقال عبد اللہ ذلک الکفر وتلا ھذہ الآیۃ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون۔[2]

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سحت کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا رشوت، پھر سوال کیا کہ فیصلے پر رشوت لینے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا یہ کفر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (احکام) کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر ہیں۔

ان احادیث میں فیصلہ کے لیے رشوت دینے اور باطل کام کرانے کے لیے رشوت دینے کو حرام قرار دیا ہے، اور حسب ذیل احادیث اور آثار میں ظلم اور ضرر سے بچنے کے لیے کچھ دینے کو جائز قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ رشوت نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص بیان کرتے ہیں:

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما قسم غنائم خیبر واعطی تلک العطایا الجزیلۃ اعطی العباس بن مرداس شیئا فسخطہ فقال شعرا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقطعوا عنا لسانہ فزادوہ

روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا اور بڑے بڑے عطایا دیے۔ اور عباس بن مرداس کو بھی کچھ مال دیا تو وہ اس پر ناراض ہو گیا اور شعر پڑھنے لگا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کچھ اور مال دے کر) ہمارے متعلق اس کی زبان بند کر دو۔ پھر اس کو کچھ اور مال دیا حتیٰ کہ وہ راضی

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۹، " "

حتی رضی۔[1]

ہوگیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ لما اتی ارض الحبشۃ اخذ بشیء فتعلق بہ فاعطی دینارین حتی خلی سبیلہ۔[2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ حبشہ کی سرزمین پر پہنچے تو ان سے کچھ سامان چھینا گیا۔ انھوں نے اس سامان کو اپنے پاس رکھا اور دو دینار دے دیے پھر ان کو چھوڑ دیا گیا۔

عن وھب بن منبہ قال لیست الرشوۃ التی یاثم فیھا صاحبھا بان یرشو فیدفع عن مالہ ودمہ انما الرشوۃ التی تاثم فیھا ان ترشو لتعطی ما لیس لک۔[3]

وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ جس کام میں رشوت دینے والا گنہگار ہوتا ہے یہ وہ نہیں ہے جو اپنی جان اور مال سے ظلم اور ضرر کو دور کرنے کے لیے دی جائے۔ رشوت وہ چیز ہے جس میں دینے والا گنہگار ہوتا ہے بایں طور کہ تم اس چیز کے لیے رشوت دو جس پر تمہارا حق نہیں ہے۔

رشوت کی اقسام

علامہ قاضی خاں اور جندی لکھتے ہیں: جب قاضی رشوت دے کر منصب قضاء کو حاصل کرے تو وہ قاضی نہیں ہوگا اور قاضی اور رشوت لینے والے دونوں پر رشوت حرام ہوگی، رشوت کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ پہلی قسم یہی ہے یعنی منصب قضاء کو حاصل کرنے کے لیے رشوت دینا، اس رشوت کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

۲۔ کوئی شخص اپنے حق میں فیصلہ کرانے کے لیے قاضی کو رشوت دے، یہ رشوت جانبین سے حرام ہے، خواہ وہ فیصلہ حق اور انصاف پر مبنی ہو یا نہ ہو، کیونکہ فیصلہ کرنا قاضی کی ذمہ داری اور فرض ہے، (اسی طرح کسی افسر کو اپنا کام کرانے کے لیے رشوت دینا یہ بھی جانبین سے حرام ہے کیونکہ وہ کام کرنا اس افسر کی ڈیوٹی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

۳۔ اپنی جان اور مال کو ظلم اور ضرر سے بچانے کے لیے یہ رشوت دینا یہ لینے والے پر حرام ہے دینے والے پر حرام نہیں ہے اسی طرح اپنے مال کو حاصل کرنے کے لیے بھی رشوت دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔

۴۔ کسی شخص کو اس لیے رشوت دی کہ وہ اس کو بادشاہ یا حاکم تک پہنچا دے تو اس رشوت کا دینا جائز ہے اور لینا حرام ہے۔[4]

رشوت کی یہ چار اقسام قاضی خاں کے حوالے سے علامہ ابن ہمام[5]، علامہ بدر الدین عینی[6]، علامہ زین الدین ابن نجیم[7] اور علامہ ابن عابدین شامی[8]

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[3] " " " سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " مصر ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خاں متوفی ۲۹۵ھ)، فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۲ ص ۳۶۳-۳۶۲، مطبوعہ مطبع امیریہ بولاق

[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[6] علامہ محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ للجزء الثالث ص ۲۶۹، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[7] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۶ ص ۲۶۲-۲۶۱، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

نے بھی بیان کی ہیں۔[1] علامہ ابوبکر جصاص نے بھی رشوت کی یہ چار قسمیں بیان کی ہیں۔ [2]

قاضی اور دیگر سرکاری افسروں کے ہدیہ قبول کرنے کی تحقیق

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں کہ قاضی ہدیہ اور تحفہ کو قبول نہ کرے، اگرچہ کہ شریعت میں ہدیہ قبول کرنا مستحب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک دوسرے کو ہدیہ دو اور ایک دوسرے سے محبت کرو" لیکن ہدیہ لینے کا یہ جواز اس شخص کے لیے ہے جو مسلمانوں کے اعمال میں سے کسی عمل کے لیے متعین نہ ہو اور جو شخص کسی عمل کے لیے متعین ہو گیا جیسے قاضی اور حاکم وغیرہ ان پر لازم ہے کہ یہ کسی سے ہدیہ قبول نہ کریں خصوصاً اس شخص سے جو اس منصب پر مقرر ہونے سے پہلے انھیں ہدیہ نہ دیتا ہو، کیونکہ ہدیہ دینے والا کسی کام یا قضاء کرا اپنے حق میں کرنے کے لیے ہدیہ دیتا ہے اور یہ بھی رشوت اور سحت کی ایک قسم ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ کو مسلمانوں سے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر فرمایا جب وہ صدقات لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے لوگوں نے ہدیہ دیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو ہم کسی جگہ کا عامل بنا کر بھیجتے ہیں اور وہ واپس آکر یہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ ہمیں ہدیہ ملا ہے، یہ لوگ اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر یہ دیکھا جاتا کہ ان کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی جگہ کا عامل بنایا۔ ان کے پاس کافی مال جمع ہو گیا۔ حضرت عمر نے ان سے پوچھا تمہارے پاس یہ مال کہاں سے آیا انھوں نے کہا گھوڑوں کی نسل بڑھی اور لوگوں نے تحفے دیے۔ حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ کے دشمن! تم اپنے گھر میں کیوں نہ بیٹھ گئے پھر ہم دیکھتے کہ تم کو کوئی ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ اور وہ مال بیت المال میں داخل کر لیا، اس حدیث اور اثر سے یہ معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کو کسی منصب کی جہت سے کوئی ہدیہ ملے تو وہ رشوت ہے۔ لہٰذا جو لوگ قاضی کو منصب قضاء پر فائز ہونے سے پہلے تحفے دیتے تھے ان کے سوا کسی اور شخص سے قاضی کو ہدیہ اور تحفہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ [3]

بَابُ ۵۶۲ الْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

مدعیٰ علیہ پر قسم کا وجوب

۴۳۵۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَآءَ رِجَالٍ وَّاَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کے دعووں کے مطابق ان کا فیصلہ کر دیا جائے تو لوگ دوسرے لوگوں کی جانوں اور اموال پر دعویٰ کر بیٹھیں گے لیکن مدعیٰ علیہ پر یمین (قسم) لازم ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۴ ص ۴۲۲-۴۲۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۳۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۸۲، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

۴۳۵۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالْيَمِيْنِ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعیٰ علیہ پر قسم کا فیصلہ کیا ہے۔

مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کے درمیان اختلاط ضروری ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں احکام شریعت کے قواعد

میں سے ایک اہم قاعدہ بیان کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ کسی انسان کا قول صرف اس کے دعویٰ کی وجہ سے قبول نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے قبول ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا تو وہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کرے یا مدعیٰ علیہ اس کے دعویٰ کی تصدیق کر دے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرما دیا ہے کہ محض کسی شخص کے دعویٰ کی وجہ سے اس کو اس کا حق نہیں دیا جائے گا کیونکہ اگر ایسا ہو تو ہر قوم دوسری قوموں کی جانوں اور اموال پر اپنے حق کا دعویٰ کرے گی، اور مدعیٰ علیہ کی جان اور مال کی حفاظت ممکن نہیں رہے گی، اور مدعی کی حفاظت گواہوں کے ذریعہ ممکن ہے، نیز اس حدیث میں امام شافعی اور جمہور فقہاء اسلام کے اس موقف پر دلیل ہے کہ ہر وہ شخص جس کے خلاف دعویٰ کیا جائے اس پر قسم کھانا لازم ہے عام ازیں کہ اس کے اور مدعی کے مابین کوئی اختلاط اور میل ملاپ ہو یا نہ ہو، اس کے برخلاف امام مالک، جمہور فقہاء مالکیہ اور فقہاء مدینہ کی یہ رائے ہے کہ ہر مدعیٰ علیہ پر قسم کھانا لازم نہیں ہے ورنہ اہل غرض اور جہلا شرفاء پر جھوٹے دعوے کر کے ایک دن میں ان پر کئی کئی قسمیں لازم کر دیں گے۔ اس لیے مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ میں کسی قسم کا کوئی ربط اور اختلاط ہو جس کی وجہ سے دعویٰ کی صحت کا گمان ہو سکے (ورنہ اوباش لوگ بلاوجہ کسی شریف آدمی پر دعویٰ کریں گے کہ اس نے ہماری فلاں چیز دینی ہے ورنہ یہ قسم کھائے۔ سیدی غفرلہٗ) اختلاط کی تفسیر میں فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو آدمیوں کی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ ان کے درمیان کوئی معاملہ یا قرض کا لین دین ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ معاملہ کا صرف شبہ بھی کافی ہے اور جمہور فقہاء اسلام کی دلیل اس باب کی حدیث ہے جس کی رُو سے مطلقاً ہر مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے خواہ ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاط اور ربط ہو یا نہ ہو اور کتاب، سنت اور اجماع میں اختلاط کی اصل پر کوئی دلیل نہیں ہے[1]

مدعی پر گواہ اور مدعیٰ علیہ پر قسم کے لزوم کی حکمت

مدعی پر گواہ لازم کرنے کی ایک حکمت تو وہ ہے جس کا خود اس حدیث میں بیان ہے کہ اگر صرف مدعی کے دعویٰ کی بنا پر اس کی تصدیق کر دی جائے تو ہر شخص دوسرے شخص کی جان اور مال پر دعویٰ کرے گا اس لیے ضروری ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے صدق پر گواہ پیش کرے، اور مدعیٰ علیہ چونکہ اس دعویٰ کا منکر ہوتا ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر اپنی براءت کو ثابت کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعی کی جانب ضعیف ہوتی ہے کیونکہ وہ اس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہے اور ظاہر حال کا تقاضا یہ ہے کہ چیز اسی کی ہے جس کے قبضہ میں ہے اس لیے مدعی کی جانب ظاہر حال کے خلاف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس وجہ سے اس پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور مدعیٰ علیہ کی جانب قوی ہوتی ہے، کیونکہ ظاہر حال اس کا موید ہے اس وجہ سے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

اس کے لیے قسم کھانا کافی ہے۔

مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعریفات میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو بغیر حجت اور دلیل کے اپنے دعوی کا مستحق نہ ہو سکے، دوسرا قول یہ ہے کہ مدعی وہ ہے جو ظاہر حال کے خلاف دعوی کرے، تیسرا قول یہ ہے کہ مدعی ایک ایسی پوشیدہ چیز کا ذکر کرے جو ظاہر کے خلاف ہو، چوتھا قول یہ ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جو اگر اپنے دعوی کو چھوڑ دے تو اس کو چھوڑ دیا جائے اور یہ تعریف احسن ہے کیونکہ یہ جامع اور مانع تعریف ہے، اور مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جو بغیر حجت کے اپنی چیز کا مستحق ہوتا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ وہ ہے جو ظاہر کے ساتھ متعلق ہو اور تیسرا قول یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے کہ اگر وہ مقدمہ کو چھوڑنا چاہے تو اس کو نہ چھوڑا جائے بلکہ مقدمہ پر مجبور کیا جائے۔ [1]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کا دعویٰ اصل کے مطابق ہو اور اصل یہ ہے کہ اس کے خلاف کوئی مقدمہ اور معاملہ نہ ہو، اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کی سعی کرے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ یا بڑا شخص حریت الاصل (اصل میں آزاد) ہونے کا دعویٰ کرے اور دوسرا شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مملوک ہے تو اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جو حریت الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیونکہ اصل میں تمام انسان آزاد ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ وہ شخص اس کا مملوک اور غلام ہے اس سے کہا جائے گا کہ تم گواہ پیش کرو۔ علامہ ابن حاجب نے یہ ذکر کیا ہے کہ مدعی وہ شخص ہے جس کا دعویٰ کسی مصدق سے خالی ہو اور مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جس کا قول عرف اور اصل سے مؤید ہو، الغرض یہ تمام تعریفات اس تعریف کی طرف رجوع کرتی ہیں کہ مدعیٰ علیہ وہ شخص ہے جو اصل کا دعویٰ کرے اور مدعی وہ شخص ہے جو اس اصل کو اپنی طرف منتقل کرنے کا دعویٰ کرے۔ [2]

جائز اور حق بات پر قسم کھانے کے استحسان پر دلائل

جو شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہو اور اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کے لیے قسم کھانا مباح ہے اور اس قسم کھانے سے اس پر کوئی گناہ ہوگا نہ کوئی وبال ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھانے کو مشروع کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی حرام چیز کو مشروع نہیں فرماتا، قرآن مجید میں تین مقامات پر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق بات پر قسم کھانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر نے حضرت ابی کے سامنے ایک کھجور کے درخت پر قسم کھائی پھر وہ ان کو ہبہ کر دیا، اور یہ فرمایا اگر میں نے قسم نہ کھائی تو مجھے یہ خوف ہے کہ لوگ اپنے حقوق پر قسم کھانا چھوڑ دیں گے اور قسم نہ کھانا سنت ہو جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: قسم کھانے میں دو فائدے ہیں ایک تو مال ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تمہارا مسلمان بھائی جو ظلم کر کے تمہارا حق مارنا چاہتا ہے تم قسم کھا کر اس کو اس ظلم سے باز رکھتے ہو اور اس کو ناحق مال غیر کھانے سے بچاتے ہو۔ یہ ظالم کی خیر خواہی ہے اور اس کو ظلم سے روکنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ انسان قسم کھا کر اپنا حق لے لے۔

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اگر کوئی شخص قسم کھانے سے بچے اور اپنا جائز حق جھوٹے مدعی علیہ پر چھوڑ دے تو اس میں ظالموں اور خائنوں کی حوصلہ افزائی ہو گی بلکہ ایک طرح ظلم پر مدد اور معاونت ہو گی اور یہ جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لاتعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (مائدہ: ۲) "گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو" [1]

مذاہب ائمہ کی روشنی میں وہ مقدمات جن میں منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ حقوق کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کا حق ہے اور دوسرا بندے کا حق ہے اور دونوں حقوق کی دو دو قسمیں ہیں:

بندے کے حق کی پہلی قسم جو چیز مال ہو یا اس چیز سے مال مقصود ہو، اہل علم کے نزدیک اس میں قسم کھانا مشروع ہے اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اگر مدعی نے اس حق پر دو گواہ پیش کر دے تو اس کا دعوی ثابت ہو جائے گا ورنہ مدعی علیہ قسم کھا کر بری ہو جائے گا۔

بندے کے حق کی دوسری قسم جس چیز کا مقدمہ ہے وہ نہ تو مال ہو اور نہ اس سے مال مقصود ہو جیسے حد قذف، نکاح، طلاق، رجعت، عتق، نسب، استیلاد، ولاء وغیرہ امام احمد کے اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس میں مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی نہ اس پر قسم پیش کی جائے گی، امام احمد کہتے ہیں کہ میں نے متقدمین میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو اموال اور سازوسامان کے سوا کسی چیز میں قسم لینے کو جائز قرار دیتا ہو، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ نکاح اور جو چیزیں نکاح سے متعلق ہیں مثلاً رجعت، ایلاء میں رجوع، ولاء اور نسب وغیرہ ان میں قسم طلب نہیں کی جائے گی، کیونکہ ان چیزوں کا بدل نہیں ہے اور قسم اس چیز میں طلب کی جاتی ہے جس کا بدل ہو اور اس میں مدعی علیہ کو اس بات کا اختیار رہتا ہے کہ وہ قسم کھالے یا مدعی کے دعوی کو تسلیم کرے۔ اور چونکہ یہ امور دو گواہوں کے بغیر ثابت نہیں ہوتے اس لیے ان میں مدعی علیہ پر قسم نہیں پیش کی جاتی۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، قصاص، اور قذف میں قسم طلب کی جائے گی، عرقی نے کہا ہے کہ جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا میں نے تجھ سے رجوع کر لیا تھا اور عورت یہ کہے کہ تیرے رجوع سے پہلے میری عدت پوری ہو چکی تھی تو عورت سے قسم لے کر اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور جب چار ماہ کی عدت میں مرد اور عورت کا اختلاف ہو تو قسم کے ساتھ مرد کے قول کا اعتبار کیا جائے گا یہ صورت ایلاء سے متعلق ہے۔ سیدی (مغربی) اور اس قول کے تقاضے سے بندے کے ہر حق پر قسم طلب کی جائے گی، امام شافعی، امام محمد اور امام ابویوسف کا یہی قول ہے، کیونکہ امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر لوگوں (کے حقوق) ان کے دعووں کے مطابق دے دیے جائیں تو ہر قوم دوسری قوم کی جانوں اور اموال پر دعوی کرے گی لیکن مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہر قسم کے دعوی کو شامل ہے اور یہ فرمان قصاص کے دعوی کو بھی شامل ہے کیونکہ آدمی کے حق میں قصاص کا دعوی صحیح ہے لہٰذا مال کی طرح مدعی علیہ سے جان پر قسم لینا بھی جائز ہے۔

اللہ کے حق کی پہلی قسم یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں ان میں قسم مشروع نہیں ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی جرم (مثلاً زنا) کا اقرار کیا اور پھر اس اقرار سے رجوع کر لیا تو اس کے رجوع کو قبول کر لیا جائے گا اور اس سے قسم نہیں لی جائے گی اور اس کو چھوڑ دیا جائے گا، کیونکہ اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے اس لیے

---

[1] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۱۵-۲۱۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اس کو رجوع کی تلقین کی جاتی ہے اور گواہوں کے لیے بھی یہ مستحب ہے کہ وہ ستر کریں جیسا کہ حضرت ماعز کے قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال سے فرمایا تھا اگر تم اس کا پردہ رکھتے تو بہتر تھا۔

اللہ کے حق کی دوسری قسم

یہ حقوق مالیہ ہیں مثلاً عامل زکوٰۃ کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کا نصاب زکوٰۃ مکمل ہو گیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں مالک نصاب کا قول بغیر قسم کے معتبر ہے اور لوگوں سے ان کے صدقات پر حلف نہیں لیا جائے گا، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے ان کے صدقات کے متعلق حلف لیا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کی سماعت کی جاتی ہے اور یہ آدمی کے حق کے مشابہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حقوق اللہ ہیں اور حد کے مشابہ ہیں نیز صدقات کا ادا کرنا عبادت ہے اس لیے اس پر قسم نہیں لی جائے گی جیسا کہ نماز پر قسم نہیں لی جاتی اور اگر کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس پر قسم کا یا ظہار کا کفارہ ہے یا اس پر کسی صدقہ کی نذر ہے تو اس میں بغیر قسم لیے اس شخص کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور اس معاملہ میں دعویٰ کی سماعت نہیں کی جائے گی اور نہ کسی اور حد میں دعویٰ کی سماعت کی جائے گی کیونکہ اس معاملہ میں کسی مدعی کا حق نہیں ہے اور نہ کسی شخص کی اس پر ولایت ہے اس لیے اس دعویٰ کی سماعت نہیں ہو گی ہاں اگر کسی معاملہ میں اللہ کے حق کے ساتھ بندے کا حق بھی متضمن ہو جائے تو پھر اس دعویٰ کی سماعت ہو گی مثلاً کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اس کا مال چرایا ہے تاکہ اس سے وہ اپنا مال برآمد کرے یا اس کو اس مال کا ضامن کرے یا کسی شخص پر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس کی باندی سے زنا کیا ہے تاکہ اس شخص سے باندی کا مہر وصول کیا جا سکے تو اس دعویٰ کی سماعت کی جائے گی[1]

وہ مقدمات جن میں فقہاء احناف کے نزدیک منکر سے قسم لینا جائز نہیں ہے

علامہ ابو الحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک حسب ذیل صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی:

(۱) ۔ **نکاح**: مثلاً ایک شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا اس عورت سے نکاح ہے اور عورت انکار کرے یا اس کے برعکس ہو۔

(۲) ۔ **رجعت**: مثلاً طلاق کی عدت گذرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے عدت گذرنے سے پہلے رجوع کر لیا تھا اور عورت منکر ہے یا اس کے برعکس ہو۔

(۳) ۔ **ایلاء**: (یعنی چار ماہ تک عورت سے عمل ازدواج نہ کرنے کی قسم کھانا اگر یہ مرد قسم پوری کرلے تو چار ماہ بعد عورت بائنہ ہو جائے گی) میں رجوع کا دعویٰ کرنا۔ مثلاً چار ماہ کی مدت گذرنے کے بعد مرد یہ دعویٰ کرے کہ اس نے عدت کے اندر عمل ازدواج کر لیا تھا اور عورت منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۴) ۔ **غلام ہونے کا دعویٰ**: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا غلام ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۵) ۔ **ام ولد ہونے کا دعویٰ**: مثلاً کوئی عورت اپنے مولیٰ پر دعویٰ کرے کہ وہ اس کی ام ولد ہے، اس کا عکس متصور نہیں ہے۔

(۶) ۔ **ولاء**: مثلاً کسی مجہول النسب شخص کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا مولیٰ ہے اور اس نے اس کو آزاد کیا تھا اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔ یا یہ صورت ولاء موالات میں ہو۔

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۲۱۹ - ۲۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

(۷)۔ **نسب**: مثلاً کسی مجہول النسب کے بارے میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے یا اس کا والد ہے اور وہ شخص منکر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

(۸)۔ **حدود**: مثلاً کوئی شخص دوسرے شخص پر ایسے جرم کا دعویٰ کرے جس پر حدود میں سے کوئی حد لازم آتی ہو اور وہ شخص منکر ہو۔

(۹)۔ **لعان**: مثلاً عورت اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو ایسی تہمت لگائی ہے جس سے لعان واجب ہوتا ہے (یعنی زنا کی تہمت لگائی ہے۔) اور شوہر اس کا منکر ہو۔

امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ حدود اور لعان کے سوا ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار کرنا ہے، اور یہ انکار اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دعویٰ کا انکار کرنے میں جھوٹا ہے کیونکہ اگر وہ جھوٹا نہ ہوتا تو سچ اور حق پر قسم کھا لیتا اور جو چیز واجب ہے اس کو ثابت کرتا، لہٰذا اس کا قسم کھانے سے انکار کرنا دعویٰ کا اقرار یا اس کا بدل ہے۔ لیکن یہ ایسا اقرار ہے جس میں شبہ ہے اور حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اور لعان بھی حکماً حد ہے اس لیے حدود اور لعان میں تو منکر سے قسم نہیں لی جائے گی اور باقی صورتوں میں منکر سے قسم لی جائے گی۔

امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ منکر کا قسم سے انکار کرنا "بذل" ہے یعنی وہ منازعت اور جھگڑے کو ترک کر رہا ہے اور اس سے اعراض کر رہا ہے نہ یہ کہ مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر رہا ہے اور "بذل" کے ساتھ قسم کا انکار دعویٰ کے ثبوت کے لیے موجب نہیں رہتا اور منکر کے انکار کو "بذل" پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ وہ دعویٰ کے انکار میں کاذب تھا جبھی تو قسم کھانے سے انکار کر رہا ہے (کیونکہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کو کذب سے بچانا چاہیے) اور ان امور میں "بذل" جاری نہیں ہوتا (مثلاً ایک مرد ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کرے عورت اس نکاح کی منکر ہو لیکن وہ قسم نہ کھائے اور کہے کہ میرا تمہارے ساتھ نکاح نہیں ہوا لیکن میں قسم کھانے کی بجائے اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دیتی ہوں تو عورت کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اسی طرح جس شخص پر کسی نے اپنے غلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کہے میں اصل میں آزاد ہوں لیکن میں قسم کھانے کے بجائے اپنے آپ کی تمہاری غلامی میں دیتا ہوں تو اس کا یہ بذل صحیح نہیں ہے، اس طرح جس شخص پر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ اس کا بیٹا ہے وہ کہے میں دراصل فلاں شخص کا بیٹا ہوں لیکن یہ دعویٰ مجھے مضر ہے اس لیے میں اپنا نسب اس کے لیے مباح کرتا ہوں تو یہ بذل صحیح نہیں ہے) اور منکر سے قسم لینے کا فائدہ یہ ہے کہ قسم سے انکار کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے اور جب یہاں مدعی کے حق میں فیصلہ نہیں ہو سکتا تو منکر سے قسم بھی نہیں لی جائے گی۔ البتہ قسم سے انکار کرنا منازعت اور خصومت کو دفع کرنے کے لیے بذل کرنا ہے اس وجہ سے اگر کوئی شخص مکاتب یا عبد ماذون ہونے کا دعویٰ کرے اور مالک منکر ہو اور بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو وہ شخص مکاتب یا عبد ماذون قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس میں ان کی معمولی رعایت ہے اور اگر کوئی شخص کسی پر قرض کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ بذل کرتے ہوئے قسم نہ کھائے تو اس پر قرض ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ یہ مال کا معاملہ ہے، ایک شخص اپنا مال دوسرے پر مباح کر سکتا ہے لیکن کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنا نفس دوسرے پر مباح کر دے۔ اس لیے کوئی عورت قطع منازعت کی خاطر بذل کرتے ہوئے کسی غیر شخص پر اپنا نفس مباح نہیں کر سکتی اس وجہ سے امام ابو حنیفہ نے ان تمام صورتوں میں بذل کا اعتبار نہیں کیا لہٰذا ان کے نزدیک ان تمام صورتوں میں منکر سے قسم نہیں لی جائے گی۔ [1]

---

[1]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۰۵۔ ۲۰۴ موضحا، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں قسم نہیں کھاتا یا خاموش رہے اور کسی بات کا ذکر نہ کرے تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا دعویٰ مال کا ہے یا اس دعویٰ سے مال مقصود ہے یا نہیں؟ اگر مال کا دعویٰ ہو یا اس سے مال مقصود ہو تو قسم سے انکار کی بناء پر مدعیٰ علیہ کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا اور مدعی پر قسم نہیں لوٹائی جائے گی۔ امام احمد بن حنبل نے اس کی تصریح کی ہے انھوں نے کہا ہے کہ میں مدعی پر قسم لوٹانے کو جائز نہیں کہتا اگر مدعیٰ علیہ نے حلف اٹھا لیا تو فبہا ورنہ مدعی کو اس کا حق دے دیا جائے گا، امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابوالخطاب کا مختار یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم نہ کھائے تو قاضی مدعی پر قسم لوٹا سکتا ہے اور مدعی کے حلف کے بعد اس کے دعویٰ کے مطابق فیصلہ کر دے۔ ابوالخطاب نے کہا ہے کہ امام احمد نے اس قول کو بھی صحیح کہا ہے، اور کہا ہے کہ یہ بعید از حق نہیں ہے، یہی اہل مدینہ کا قول ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی روایت ہے اور شریح، شعبی، نخعی، ابن سیرین اور امام مالک کا بھی خصوصاً اموال میں یہی قول ہے۔ امام شافعی کا تمام قسم کے دعاوی میں یہی قول ہے کیوں کہ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طالب حق پر قسم لوٹا دی تھی (سنن دار قطنی) نیز اس لیے کہ جب مدعیٰ علیہ نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو مدعی کا صدق ظاہر ہو گیا اور اس کی جانب قوی ہو گئی۔ پس اس کے حق میں بھی مدعیٰ علیہ کی طرح قسم مشروع ہو جائے گی۔ نیز اس لیے کہ کبھی مدعیٰ علیہ اس لیے قسم نہیں کھاتا کہ وہ صورت حال سے ناواقف ہوتا ہے اور جس کی اس کو پوری تحقیق نہیں ہے اس پر قسم کھانے سے بچتا ہے یا قسم کے اُخروی انجام کے خوف سے قسم نہیں کھاتا یا دعویٰ کے انکار میں اپنے صادق ہونے کے یقین کے باوجود تہمت سے بچنے کے لیے قسم نہیں کھاتا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی ہے اس لیے مدعیٰ علیہ کے محض قسم نہ کھانے سے مدعی کا صدق ظاہر نہیں ہوتا اس لیے بغیر دلیل کے مدعی کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور جب مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو مدعی کے صدق پر دلیل قائم ہو گئی اور اب اس کے حق میں فیصلہ کرنا صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں کہ امام احمد کے قول پر ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لیکن مدعیٰ علیہ پر قسم ہے" اس حدیث میں آپ نے قسم کا مدعیٰ علیہ میں حصر کر دیا ہے، نیز آپ نے فرمایا "مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم لازم ہے" اس حدیث میں آپ نے جنس گواہ کا مدعی میں حصر کر دیا اور جنس قسم کا مدعیٰ علیہ میں حصر کر دیا نیز حضرت ابن عمر پر دعویٰ کیا گیا کہ انھوں نے ایک غلام میں عیب معلوم ہونے کے باوجود اس کو فروخت کر دیا، حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا تم قسم کھاؤ کہ تم کو بیع کے وقت اس عیب کا علم نہیں تھا، حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا تو حضرت عثمان نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر کے غلام ان کو واپس کر دیا۔ اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کر لیا جائے گا حتیٰ کہ یا تو وہ دعویٰ کے صدق کو مان لے یا اس کے خلاف قسم کھائے۔ اور سنن دار قطنی کی جس روایت سے استدلال کیا گیا ہے وہ ضعیف ہے اور حضرت عثمان کے فیصلہ کو حضرت ابن عمر کا تسلیم کرنا اس کے ضعف کو مزید ظاہر کرتا ہے۔ [1]

مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد مدعی پر قسم لوٹانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں ——— جب مدعیٰ علیہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کے انکار کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۲۱۷-۲۱۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مدعی کے حق فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ مدعی پر قسم لوٹائی جائے گی اگر مدعی نے اپنے دعویٰ پر قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ کیونکہ مدعی علیہ کے قسم کھانے سے انکار کرنے میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس نے جھوٹی قسم سے احتراز کی بناء پر قسم سے انکار کیا ہے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس نے تہمت سے بچنے کے لیے سچی قسم کھانے سے بھی انکار کیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھالی۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان نے ایک مقدمہ میں قسم نہیں کھائی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے انکار کیا کہ اس پر صورت حال مشتبہ تھی اور اس احتمال کی بناء پر صرف مدعیٰ علیہ کا قسم سے انکار کرنا، مدعی کے صدق کی دلیل نہیں ہے اور جب مدعی قسم کھالے گا تو اس کے دعویٰ کا صدق ظاہر ہو جائے گا پھر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ کا قسم کھانے سے انکار کرنا اس کے بذل پر دلالت کرتا ہے یعنی وہ مخاصمت اور منازعت کو ترک کرنے کے لیے قسم نہیں کھاتا یا اس کا انکار اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس نے مدعی کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ قسم کھاتا اور اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا نیز منکر پر قسم کھانا واجب ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ قسم کھاتا اس لیے اس کے انکار کی وجہ سے مدعی کے صدق کی جانب راجح ہو گئی اور مدعی پر قسم لوٹانے کی اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی پر صرف گواہ پیش کرنے کو واجب کیا ہے اور مدعی علیہ پر قسم لازم کی ہے اور مدعی پر قسم لوٹانا اس تقسیم کے منافی ہے۔ [1]

بَابُ الْقَضَاءِ بِالْيَمِينِ وَالشَّاهِدِ

ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کرنا

۴۳۵۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَيْدٌ وَهُوَ ابْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنِي سَيْفُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنِي قَيْسُ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِيَمِينٍ وَشَاهِدٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور ایک قسم پر فیصلہ کیا۔

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ پر ایک گواہ پیش کرے اور (دوسرے گواہ کی جگہ) قسم کھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، فقہاء کوفہ، شعبی، حکم، اوزاعی، لیث اور اندلس کے فقہاء مالکیہ یہ کہتے ہیں: ایک گواہ اور قسم کی بناء پر کسی قسم کا فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ مسلک ہے کہ اموال اور جن چیزوں سے اموال کا قصد کیا جاتا ہے، ان میں ایک گواہ اور قسم کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بھی یہی نظریہ ہے، عمر بن عبدالعزیز، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، فقہاء مدینہ، فقہاء حجاز اور دیگر شہروں کے فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عمارہ بن حزم، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے اس مسئلہ میں بکثرت احادیث مروی ہیں اور ائمہ حدیث نے بیان

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۰۲ - ۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

کیا ہے کہ اس باب میں صحیح ترین روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں کسی نے جرح نہیں کی اور ائمہ فنِ حدیث کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر وغیرہما کی احادیث حسن ہیں۔ [1]

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کے جواز میں ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ عقوبات (مثلاً حدود اور قصاص) اور بدنیات (مثلاً نکاح، عتاق اور ان کے عوارض اور لوازم یعنی ایلاء، طلاق اور ظہار وغیرہ) میں تو دو گواہ ضروری ہیں لیکن مالیات میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے بھی مدعا ثابت ہو جاتا ہے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام محمد بن حسن شیبانی نے کہا ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان (البقرۃ: ۲۸۲)

اپنے مردوں میں سے دو گواہوں کو طلب کرو، اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

اور جس شخص نے اس حکم پر زیادتی کی اس نے نص قرآن پر زیادتی کی اور نص میں زیادتی کرنا اس نص کو منسوخ کرنا ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا واجب ہے"، اس حدیث میں قسم کا مدعی علیہ میں حصر ہے جیسا کہ گواہ پیش کرنے کا مدعی میں حصر ہے۔

علامہ ابن قدامہ، امام محمد کے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کی بناء پر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔ اور اس سے اس آیت کے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ حکم اس وقت منسوخ قرار دیا جاتا جب دو گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ناجائز ہو جاتا نیز اس آیت میں دو گواہوں کی شرط شہادت کی ادائیگی کے لیے نہیں ہے بلکہ شہادت کے تحمل یعنی حصول شہادت کے لیے یہ ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ اور جو حدیث امام محمد نے پیش کی ہے (مدعی پر گواہ لازم ہیں اور مدعیٰ علیہ پر قسم) وہ حدیث ضعیف ہے علاوہ ازیں قسم کا مدعیٰ علیہ میں حصر نہیں ہے کیونکہ قسم لعان، قسامت اور اختلاف فی البیع کی صورت میں بھی مشروع ہے اور ان صورتوں میں صرف مدعیٰ علیہ پر قسم نہیں ہوتی۔ اور امام محمد کا یہ کہنا کہ "ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے" اس قول کو متضمن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے جو ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلے کیے ہیں وہ فیصلے صحیح نہ ہوں، اور محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کی بناء پر فیصلہ کیا ہے وہ محمد بن حسن شیبانی کے فیصلہ سے افضل ہے جو آپ کا مخالف ہے۔ [3]

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی حدیث کی فنی حیثیت

ایک گواہ اور مدعی کی قسم کی بناء پر فیصلہ کرنے کے جواز پر ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۲ ص ۹-۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۲ ص ۱۲-۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

کی جس روایت سے استدلال کیا ہے حافظ ذہلی نے اس کے دو جواب دیے ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، امام ترمذی نے علل کبیر میں لکھا ہے کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا عمرو بن دینار نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا، (حافظ ذہلی کہتے ہیں:) اس کی دلیل یہ ہے کہ دارقطنی عمرو بن دینار کی روایت کو حضرت ابن عباس سے طاؤس کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، نیز اس حدیث میں دوسرا انقطاع یہ ہے کہ اس کی سند میں قیس بن سعد کی عمرو بن دینار سے روایت ہے، حالانکہ قیس بن سعد کی عمرو بن دینار سے کوئی روایت نہیں ہے جیسا کہ امام طحاوی نے اس کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں دو انقطاع ہیں۔ ابن القطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر چند کہ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں از قیس بن سعد از عمرو بن دینار از ابن عباس روایت کیا ہے لیکن اس میں ان دونوں جگہ انقطاع ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے کہا ہے کہ عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس سے اس حدیث کو نہیں سنا، امام طحاوی کہتے ہیں کہ قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے کسی حدیث کو نہیں سنا۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو از طاؤس از ابن عباس روایت کیا ہے لیکن اس سند میں ایک راوی عبداللہ بن محمد بن ربیعہ متروک ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بالفرض ہم اس حدیث کی سند کو صحیح بھی تسلیم کر لیں تب بھی یہ مفید عموم نہیں ہے۔ امام فخر الدین نے کہا ہے کہ جب صحابی یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز سے منع فرمایا یا اس چیز کا فیصلہ فرمایا تو یہ عموم کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی نے کسی خاص واقعہ کی حکایت کی ہو، اور اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنس شاہد یا جنس یمین (قسم) کی بناء پر فیصلہ کیا ہو، بہر صورت بر تقدیر صحت اس حدیث میں کسی خاص واقعہ کا بیان ہے اور یہ عام قاعدہ نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: علامہ کافی نے کہا ہے کہ امام شافعی کا یہ نظریہ ہے کہ جب مدعی ایک گواہ پیش کرے اور دوسرا گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو تو پھر مدعی پر قسم لوٹائی جائے گی، اگر اس نے قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو پھر اس کے حق میں مطلقاً فیصلہ نہیں کیا جائے گا، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کر دیا، لیکن یہ حدیث غریب ہے اور جو حدیث ہم نے بیان کی ہے (یعنی مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے اور منکر پر قسم کھانا لازم) یہ حدیث مشہور ہے جس کو تمام امت نے قبول کیا ہے حتیٰ کہ یہ حدیث متواتر کے درجہ میں ہے۔ اس لیے وہ حدیث جو غریب ہے وہ اس حدیث کے معارض نہیں ہو سکتی جو مشہور بلکہ حکماً متواتر ہے۔ علاوہ ازیں یحییٰ بن معین نے اس کو رد کر دیا ہے۔ اور امام ذہلی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یحییٰ بن معین نے اس کو رد کر دیا ہے۔ نیز اس حدیث کو ربیعہ نے سہل بن ابی صالح سے روایت کیا ہے اور سہل نے اس کا انکار کیا ہے اور جب راوی کسی روایت کا انکار کر دے تو وہ روایت حجت نہیں رہتی چہ جائیکہ وہ حدیث مشہور کے معارض ہو سکے۔ نیز اس حدیث کے معنی میں یہ احتمال بھی ہے کہ کبھی آپ نے جنس گواہ کی بناء پر فیصلہ کیا اور کبھی آپ نے جنس یمین (قسم) کی بناء پر فیصلہ کیا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ زید گھوڑے اور خچر پر سوار ہوا یعنی کبھی گھوڑے پر اور کبھی خچر پر، اور اگر یہ بھی تسلیم کر لیں کہ اس حدیث میں ایک ہی وقت کا فیصلہ مراد ہے تو یہ کب لازم ہے کہ اس حدیث میں قسم سے مدعی کی قسم مراد ہو، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مدعیٰ علیہ کی قسم مراد ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک گواہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور چونکہ اس کا وجود اور عدم برابر ہے اس لیے آپ نے مدعیٰ علیہ کی قسم پر فیصلہ کر دیا۔ اس صورت میں یہ حدیث اس حدیث مشہور (مدعی پر گواہ لازم

---

[1] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف ذہلی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۹۹-۹۷، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

اور مدعیٰ علیہ پر قسم کھانا ہے) کے معارض بھی نہیں ہو گی بلکہ موافق ہو جائے گی۔ [1]

اللہ اکبر یہ وہ حدیث ہے جو سنداً دو وجہ سے منقطع ہے، اور محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف اور مردود ہے اور اس کی بنا پر علامہ ابن قدامہ امام محمد بن حسن شیبانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا الزام عائد کر رہے ہیں، حالانکہ امام محمد قرآن مجید کی آیت اور حدیث مشہور کے مطابق عمل کرتے ہیں اور باوجود ضعف اور انقطاع کے اس حدیث کی حدیث مشہور کے مطابق تاویل اور توجیہ کرتے ہیں جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے امام زیلعی سے نقل کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ کے دیگر اعتراضات کے جوابات

علامہ ابن قدامہ نے امام محمد کی دلیل کے خلاف لکھا ہے کہ اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا جائے تو واستشھدوا شھیدین "دو گواہوں کو طلب کرو" کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا" سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت میں گواہی کا عام قاعدہ یہ بیان کیا ہے کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو گواہ طلب کیے جائیں، اگر کسی ایک مقدمہ میں بھی صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کر دیا گیا تو گواہی کا یہ قاعدہ کلیہ ٹوٹ جائے گا اور اس قاعدہ کا عموم منسوخ ہو جائے گا اور وہ حدیث جس میں ایک سے زیادہ منقطع راوی ہوں وہ قرآن مجید کے کسی عمومی حکم کو منسوخ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ باقی رہا علامہ ابن قدامہ کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں دو گواہوں کی شرط تحمل شہادت کے لیے ہے گواہی دینے کے لیے نہیں ہے، سو یہ بھی غلط ہے کیونکہ تحمل شہادت کا مقصد گواہی دینا ہوتا ہے اور جب کسی معاملہ پر گواہ بننے کے لیے دو گواہوں کی شرط ہے تو گواہی دینے کے لیے دو گواہوں کی شرط بدرجہ اولیٰ ہو گی۔

علامہ ابن قدامہ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر (مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم ہے) ضعیف ہے بلکہ یہ قول بداہت کے خلاف ہے۔ حافظ زیلعی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، امام بیہقی نے اس کو سنن کبریٰ میں روایت کیا ہے اور امام دار قطنی نے اس کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے اس کو دو سندوں سے روایت کیا ہے اور امام واقدی نے اس کو کتاب المغازی میں روایت کیا ہے۔ [2]

یہ حدیث اس قدر اسانید کثیرہ سے مروی ہے کہ اس کو حکماً متواتر قرار دیا گیا ہے اور اس حدیث کے مشہور ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے میں فقہاء احناف کا مسلک اور دلائل

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ایک گواہ اور مدعی کی قسم میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور ابن شبرمہ کا یہ نظریہ ہے کہ بغیر دو گواہوں کے فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے اور مدعی کے ایک گواہ اور اس کی قسم پر کوئی فیصلہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے اور امام مالک اور امام شافعی (اسی طرح امام احمد) یہ کہتے ہیں کہ اموال میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے۔ علامہ ابوبکر جصاص کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۷، ص ۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۹۶، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء۔ (البقرہ ۲۸۲)

اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو، اور اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

یہ آیت ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو باطل قرار دیتی ہے، کیونکہ اس آیت کا سیاق یہ ہے کہ قرض پر دو گواہ بنا لیے جائیں تاکہ اگر کوئی فریق انکار کرے تو حاکم کے سامنے دو گواہوں کو پیش کر دیا جائے اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ دو گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کرے۔ اس آیت میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب کو تقاضا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حد قذف میں فرمایا: فاجلدوهم ثمانين جلدة ۔ "ان کو اسی کوڑے مارو" اور حد زنا میں فرمایا: فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة "ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو"، سو جس طرح حد قذف میں اسی کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اور حد زنا میں سو کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اسی طرح نصاب شہادت میں دو گواہ سے کم کو پیش کرنا یا دو سے کم گواہوں پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گواہوں کے متعلق دو چیزیں بیان کی ہیں ایک عدد اور ایک صفت۔ عدد میں دو گواہوں کو بیان فرمایا اور صفت میں فرمایا وہ تمہارے پسندیدہ گواہ ہوں یعنی آزاد اور نیک چال چلن کے گواہ ہوں۔ پس جس طرح غیر عادل کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اسی طرح دو سے کم کو گواہ بنانا بھی جائز نہیں ہے، نیز اگر صرف ایک مرد گواہ میسر ہو تو اس کے ساتھ صرف ایک عورت پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا تاکہ دعوی کی صداقت پر کسی قسم کا شک اور شبہ نہ ہو تو صرف ایک مرد گواہ کے ساتھ اگر مدعی کی قسم کو ملا کر فیصلہ کر دیا جائے تو یہ فیصلہ مشکوک ہوگا اور جس حکمت کے پیش نظر ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو ملایا گیا تھا یہ اس حکمت کے خلاف ہو گیا۔

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کو گواہ بناؤ جن کو تم پسند کرتے ہو اور مدعی کی قسم پر گواہ ہونا صادق نہیں آتا اور نہ کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ مدعی اپنی قسم سے اپنے دعوی کو ثابت کرے ان وجوہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا اس آیت کے خلاف ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدعی پر گواہ پیش کرنا ہے اور مدعی علیہ پر قسم ہے۔ ہرچند کہ یہ حدیث خبر واحد کی اقسام سے ہے لیکن چونکہ اس حدیث کو تمام امت نے قبول کر لیا ہے اس لیے یہ حکماً متواتر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگوں کے حقوق محض ان کے دعووں سے دے دیے جائیں تو ہر شخص دوسرے کی جان اور مال پر دعوی کرے گا، یہ حدیث دو طرح سے اس بات کے مخالف ہے کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا جائے، اول اس لیے کہ مدعی کی قسم اس کا دعوی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محض کسی کے دعوی کی بنا پر اس کا حق نہیں دیا جائے گا ثانی اس لیے کہ مدعی کی قسم اس کا قول ہے اور محض کسی شخص کو اس کے قول کی بنا پر اس کا حق نہیں دیا جائے گا۔ نیز اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت وائل بن حجر بیان کرتے ہیں کہ حضرمی اور کندی کا ایک زمین میں نزاع ہوا حضرمی نے کندی پر زمین کا دعوی کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو تم دو گواہ پیش کرو یا اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی کے حق کے ثبوت کے لیے صرف یہ فرمایا ہے کہ دو گواہ پیش کرے ورنہ اس کا دعوی ثابت نہیں ہوگا اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر بھی فیصلہ جائز ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے۔

بعض احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں کہ ان احادیث کو

قبول کرنے سے پانچ امور مانع ہیں:

(ا) ان احادیث کی اسانید ضعیف ہیں۔

(ب) ان احادیث کے راویوں نے ان روایات کا انکار کیا۔

(ج) یہ احادیث قرآن مجید کی نص صریح کے خلاف ہیں۔

(د) سند کے فساد سے صرف نظر کر کے بھی یہ احادیث ائمہ ثلاثہ کو مفید نہیں ہیں۔

(ہ) یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احادیث کسی خاص صورت پر محمول ہوں۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی احادیث کا ضعف

عمرو بن دینار نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ عمرو بن دینار کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں ہے۔ اسی طرح سہیل نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ کے ساتھ قسم پر فیصلہ کیا، لیکن سہیل کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور وہ اپنی روایات بھول گئے تھے، سلیمان کہتے ہیں کہ میری سہیل سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا، سلیمان نے کہا میں نے ربیعہ سے سنا وہ اس حدیث کو آپ سے روایت کر کے بیان کرتے ہیں سلیمان نے کہا اگر تم نے ربیعہ سے یہ حدیث سنی ہے تو ربیعہ سے روایت کرو مجھ سے روایت نہ کرو۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ یہ حدیث روایت کرنے کے بعد بھول گئے یا ان کو وہم لاحق ہو گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے ان کو ابتداءً وہم لاحق ہوا ہو یا وہ ابتداءً بھول گئے ہوں اور جس چیز کو انھوں نے نہ سنا ہو اس کو روایت کر دیا ہو، خصوصاً اس صورت میں جبکہ انھوں نے آخر میں اس کا انکار کر دیا، اسی طرح جعفر بن محمد سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن وہ روایت مرسل ہے۔ عبدالوہاب نے اس کا موصولاً ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بہرحال ان امور کی وجہ سے اس حدیث کی اسانید مجروح اور ضعیف ہیں اور یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کے راویوں کا انکار

امام عبدالرزاق نے ایک گواہ اور قسم کے فیصلے کے بارے میں زہری سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا: یہ وہ چیز ہے جس کو لوگوں نے گھڑ لیا ہے دو گواہوں کے سوا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ حماد بن خالد خیاط کہتے ہیں میں نے ابن ابی ذئب سے سوال کیا ایک گواہ اور قسم کے متعلق زہری کیا کہتے ہیں انھوں نے کہا یہ بدعت ہے سب سے پہلے اس کو معاویہ نے جاری کیا، اور محمد بن حسن نے ابن ابی ذئب سے روایت کیا۔ میں نے زہری سے ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ بدعت ہے سب سے پہلے حضرت معاویہ نے اس پر فیصلہ کیا تھا۔ اور زہری اپنے زمانے میں مدینہ کے سب سے بڑے عالم تھے اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو ان سے مخفی نہ ہوتی اور زہری کی تصریح سے یہ معلوم ہو گیا کہ ایک گواہ اور ایک قسم پر سب سے پہلے حضرت معاویہ نے فیصلہ کیا تھا اور یہ بدعت ہے۔ حضرت معاویہ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے مدعی سے قسم لیے بغیر صرف ایک خاتون کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تھا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ علقمہ ابن ابی وقاص سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن عبداللہ بن زہیر اور ان کے بھائیوں کے حق میں یہ شہادت دی کہ ربیعہ بن ابی امیہ نے اپنے بھائی زہیر بن ابی امیہ کو اپنے حصہ میں سے چوتھائی دے دیا ہے، ام المؤمنین کے علاوہ کسی اور نے اس پر شہادت نہیں دی تھی، حضرت امیر معاویہ نے اس شہادت پر فیصلہ کر دیا، سو اگر حضرت امیر معاویہ کے فیصلہ کی بنا پر ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا جائز ہو تو ان کے فیصلہ کی بنا

پر بغیر قسم کے صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کرنا بھی جائز ہونا چاہیے حالانکہ یہ قرآن اور سنت کی تصریحات کے بداہتہً خلاف ہے۔

امام عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ عطاء یہ کہتے تھے کہ قرض ہو یا کوئی اور معاملہ دو گواہوں سے کم کسی گواہی پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حتیٰ کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے دور خلافت میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کیا۔ علامہ ابوبکر جصاص نے اس قسم کے آثار بیان کرنے کے بعد کہا ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا حضرت معاویہ اور عبدالملک بن مروان کی سنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہوتی تو فقہاء تابعین سے مخفی نہ ہوتی، نیز سہیل نے اس روایت کا انکار کیا اور ربیعہ نے کہا کہ یہ سعد کی کتاب میں نہیں ہے اور فقہاء تابعین نے تصریح کی کہ یہ معاویہ اور عبدالملک کی بدعت ہے۔

ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کی حدیث کا صریح قرآن کے خلاف ہونا

ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کی روایت اگر سند صحیح سے بھی مروی ہوتی اور سلف صالحین نے اس پر انکار نہ کیا ہوتا اور اس کو بدعت نہ کہا ہوتا تب بھی یہ روایت قرآن مجید کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود تھی، کیونکہ صحیح خبر واحد سے بھی قرآن مجید کو منسوخ کرنا جائز نہیں ہے۔ جس طرح حد قذف میں اسی کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اور حد زنا میں سو کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اسی طرح نصاب شہادت میں دو گواہ منصوص ہیں اور اس سے کم گواہی پر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جب کہ قرآن مجید میں دو گواہوں پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا مختلف فیہ ہے تو پھر اس حکم کو قرآن مجید سے منسوخ قرار دینا چاہیے۔

حدیث مذکور ائمہ ثلاثہ کے موقف کو مستلزم نہیں

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ گواہ اور قسم کی حدیث صحیح ہے اور اس بات سے صرف نظر کر لیا جائے کہ یہ قرآن مجید کے معارض ہے تب بھی یہ حدیث علم کا موجب نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کرنا واجب ہے، بلکہ اس میں ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا، اور اس حدیث میں اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ قسم سے مراد مدعی علیہ کی قسم ہو تاکہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ مدعی علیہ سے قسم اس وقت لی جاتی ہے جب مدعی کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو پھر مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جاتی، پس حدیث میں اس گمان کا رد کر دیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی کے پاس ایک گواہ ہونے کے باوجود مدعی علیہ کی یمین پر فیصلہ کیا تھا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ گواہ اور قسم سے مراد جنس گواہ اور جنس قسم ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدعی کے) گواہوں پر بھی فیصلہ کیا اور (مدعی علیہ کی) قسم پر بھی فیصلہ کیا اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں حضرت خزیمہ بن ثابت کے خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ کی گواہی پر فیصلہ کیا تھا اور ہو سکتا ہے اس وقت منکر نے آپ سے قسم کا بھی مطالبہ کیا ہو، اور ان احتمالات صحیحہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ قسم سے مدعی کی قسم مراد ہے صحیح نہیں ہے۔

حدیث مذکور کا صحیح محمل

بعض صورتوں میں جب کسی چیز پر صرف ایک گواہ متصور ہو اور دوسرا گواہ شرعاً غیر متصور ہو تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس صورت میں ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنا صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے باندی خریدی اور اس کی شرمگاہ میں کوئی عیب دیکھا اور اس عیب پر وہی شخص گواہ ہے اور دوسرا گواہ بنانا جائز نہیں ہے اس صورت میں اس کی گواہی اور اس کی قسم پر اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور بیع فسخ کر دی جائے گی پس ہو سکتا ہے کہ اس حدیث

میں اس قسم کی صورت کی طرف اشارہ ہو۔ [1]

باب ۵۶۴ بیانِ اَنَّ حُکْمَ الْحَاکِمِ لَا یُغَیِّرُ الْبَاطِنَ

حاکم کا فیصلہ حقیقت واقعیہ کو تبدیل نہیں کرتا۔

۴۳۵۹ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مِمَّا اَسْمَعُ مِنْہُ فَمَنْ قَطَعْتُ لَہٗ مِنْ حَقِّ اَخِیْہِ شَیْئًا فَلَا یَاْخُذْہُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ بِہٖ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ دلائل کے ساتھ پیش کرے اور اس سماعت کے اعتبار سے میں بالفرض اس کے حق میں فیصلہ کر دوں سو جس شخص کو میں اس کے بھائی کا حق دے دوں وہ اس کو نہ لے کیونکہ میں اس کو آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں۔

۴۳۶۰، وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ کِلَاھُمَا عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

۴۳۶۱- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ جَلَبَۃَ خَصْمٍ بِبَابِ حُجْرَتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْھِمْ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّہٗ یَاْتِیْنِی الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَھُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبُ اَنَّہٗ صَادِقٌ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ پر کسی شخص کے جھگڑنے کی آواز سنی، آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا میں صرف ایک بشر ہوں اور میرے پاس کوئی شخص مقدمہ لاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دعویٰ کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ اچھی طرح پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر لوں پھر بالفرض میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں۔ پس جس شخص کے لیے میں دوسرے مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے وہ اس کو اٹھا لے یا چھوڑ دے۔

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۵۱۹-۵۱۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

فَاَقْضِیْ لَہٗ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیَحْمِلْھَا اَوْ یَذَرْھَا

۴۳۶۲۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ ابْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ ابْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ کِلَاھُمَا عَنِ الزُّھْرِیِّ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِ یُوْنُسَ وَفِیْ حَدِیْثِ مَعْمَرٍ قَالَتْ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَجَبَۃَ خَصْمٍ بِبَابِ اُمِّ سَلَمَۃَ۔

امام مسلم نے دو اور سندوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے (حجرے کے) دروازہ پر کسی شخص کے جھگڑنے کی آواز سنی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری حجت کی بناء پر فیصلہ کا حکم دینے کی حکمت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: "میں صرف بشر ہوں" اس میں حالت بشریہ پر تنبیہ کرنا ہے اور اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بشر کو غیب کا علم نہیں ہوتا، اور وہ باطنی امور کو نہیں جانتے البتہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ انھیں مطلع کر دے، اس کا انھیں علم ہو جاتا ہے، اور اس بات پر تنبیہ کرنا تھی کہ جو احکام امت کے لیے مباح ہیں وہ آپ کے لیے بھی جائز ہیں اور یہ کہ آپ لوگوں کے درمیان بالعموم ظاہر کے فیصلے کرتے ہیں اور حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے، اس لیے آپ گواہوں اور قسم کی بناء پر فیصلہ کرتے ہیں جب کہ یہ ممکن ہے کہ واقعہ میں حقیقت ظاہر کے خلاف ہو لیکن آپ کو ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: "جب تک لوگ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کریں مجھے ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب اس کلمہ کا اقرار کر لیں گے تو وہ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو میری طرف سے محفوظ کر لیں گے البتہ جس چیز کا ان کی جان اور مال پر حق ہوگا اس کو وصول کیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے" اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فریقین کے باطنی معاملہ پر مطلع فرما دیتا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی شہادت اور قسم کے بغیر اپنے ذاتی یقین کی بناء پر فیصلہ فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپ کی امت کو آپ کے اقوال اور آپ کے افعال کی اتباع کا حکم دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے باطنی امور کی ناواقفیت میں آپ کو بھی ایک عام حکم کے ماتحت کر دیا تاکہ امت پر آپ اتباع آسان ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے احکام ظاہر کے مطابق جاری کیے تاکہ آپ کی امت بھی آپ کی طرح ظاہر کے مطابق فیصلہ کر سکے اور آپ کی اقتداء کر سکے اور لوگ باطن کی طرف متوجہ ہوئے بغیر خوشی کے ساتھ احکام ظاہرہ پر عمل کر سکیں اور آپ کی اطاعت کر سکیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مطابق حکم کر دیتے ہیں اور وہ باطن کے مخالف ہوتا ہے حالانکہ اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام میں خطاء پر برقرار نہیں رکھا جاتا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اور اصولیین کے قاعدہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اصولیین کی مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے جو حکم دیں اس میں خطاء پر برقرار نہیں رہتے (اکثر علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ سے

اجتہاد میں خطاء ہوتی ہے اور بعض علماء خطاء اجتہادی کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں ان کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ اس خطاء پر قائم نہیں رہتے بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح فیصلہ پر مطلع فرما دیتا ہے۔) اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ بغیر اپنے اجتہاد کے محض شہادت یا قسم کی بناء پر جو فیصلہ کریں اور اس ظاہر شہادت کی وجہ سے بالفرض باطن کے خلاف فیصلہ کر دیں اس فیصلہ کو غلط اور خطاء نہیں کہا جائے گا بلکہ آپ کو جس بنیاد پر فیصلہ کرنے کا مکلف کیا گیا ہے وہ شہادت یا قسم ہے اور اس لحاظ سے یہ فیصلہ صحیح ہے اور اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دی تو یہ ان کا گناہ ہے، فیصلے میں کوئی قصور نہیں ہے [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر اور نور ہونے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۳۶۱ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انما انا بشر "میں صرف ایک بشر ہوں" یعنی میں خدائی صفات نہیں رکھتا کہ خود بخود کسی مقدمہ کی حقیقت باطنی اور غیب کو جان لوں۔ علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای لا اعلم الغیب و بواطن الامور کما هو مقتضی الحالة البشریة۔ [2]

میں غیب اور باطنی امور کو نہیں جانتا جیسا کہ حالت بشریہ کا تقاضا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما انا بشر میں صرف ایک بشر ہوں، اس مناسبت سے ہم یہاں انبیاء علیہم السلام کے انسان اور بشر ہونے کی حیثیت پر تفصیل سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جنس بشر اور نوع انسان سے پیدا ہوئے ہیں لیکن کیا انبیاء علیہم السلام کی حقیقت صرف انسان اور بشر ہے یہ بات تفصیل طلب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے، حیوان ہونے میں باقی حیوانات بھی انسان کے شریک ہیں اور ناطق (مدرک الکلیات والجزئیات) ہونے کی وجہ سے وہ باقی حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے اور نطق وہ فصل ممیز ہے جس کی وجہ سے انسان اور باقی حیوانات میں امتیاز اور فرق ہوتا ہے، انبیاء علیہم السلام کی حقیقت میں اس سے ایک زائد چیز ہے اور وہ ہے قبول وحی کی استعداد اور صلاحیت، اسی صلاحیت کی وجہ سے نبی اور غیر نبی میں امتیاز ہوتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ چیز مشترک ہے کہ وہ سب نبی حامل وحی تھے اور جس طرح نطق کی وجہ سے انسان کا حیوانات سے امتیاز ہوتا ہے، اسی طرح استعداد وحی کی وجہ سے نبی کا غیر نبی سے امتیاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان کی حقیقت میں نطق داخل ہے اور وہ اس کے لیے فصل ممیز ہے اسی طرح نبی کی حقیقت میں استعداد وحی داخل ہے اور وہ اس کی فصل ممیز ہے اور جس طرح انسان کلیات اور جزئیات کے ادراک کی صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا ظہور ایک خاص مدت کے بعد ہوتا ہے اسی طرح نبی وحی کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور اس کا ظہور ایک خاص مدت کے بعد ہوتا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نبی کی حقیقت کا عام انسانوں کی حقیقت سے ممتاز ہونا

اب ہم آپ کے سامنے قرآن مجید کی وہ آیات پیش کر رہے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ نبی بشر محض نہیں ہوتا بلکہ نبی وہ بشر ہے جس پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور جو اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیًا اومن وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء۔ (شوریٰ، ۵۱)

اور کسی بشر کے یہ لائق نہیں کہ وہ اللہ سے ہم کلام ہو مگر وحی سے یا پردہ کی اوٹ سے یا اللہ اس پر کوئی فرشتہ بھیج دے جو اللہ کی اجازت سے اس پر وہ وحی کرے جو اللہ چاہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام بشر اور نبی میں فرق بیان فرمادیا ہے کہ عام بشر اللہ سے ہم کلام نہیں ہوسکتا اور نبی اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے اور نبی کا اللہ سے ہم کلام ہونا براہ راست وحی الٰہی سے ہوتا ہے یا پردہ کی اوٹ سے یا فرشتہ کی وساطت سے اس پر وحی کی جاتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد۔ (کہف، ۱۱۰)

آپ فرمادیجئے میں (الوہیت کا مدعی نہیں بلکہ معبود نہ ہونے میں) تم جیسا ہی بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ (میرا اور) تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر محض نہیں ہیں بلکہ ایسے بشر ہیں جو حامل وحی ہیں اور وحی ہی وہ وصف ہے جس کی وجہ سے عام انسان اور بشر کا نبی سے امتیاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان کو حیوانات کے مقابلہ میں عقل اور ادراک کی خصوصیت حاصل ہے نبی کو اس خصوصیت کے علاوہ استعداد وحی کی خصوصیت بھی حاصل ہے جس سے وہ عام انسان اور بشر سے ممتاز ہوتا ہے۔

امام غزالی اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ووراء العقل طور آخر تنفتح فیہ عین اخریٰ یبصر بھا الغیب وما سیکون فی الغیب وامور آخر العقل معزول عنھا کعزل قوۃ التمییز عن ادراک المعقولات وکعزل قوۃ الحس عن مدرکات التمییز وکما ان المیز لو عرضت علیہ مدرکات العقل لاباھا واستبعدھا فکذلک بعض العقلاء ابوا مدرکات النبوۃ واستبعدوھا، وذلک عین الجھل۔

اور عقل کے ماوراء ایک اور عالم ہے جس میں ادراک کی ایک اور آنکھ کھلتی ہے جس سے انسان غیب کا ادراک کرتا ہے اور مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ اور بہت سے امور کو جان لیتا ہے جن تک عقل کی رسائی نہیں ہے۔ جیسے قوت تمیز معقولات کا ادراک نہیں کرسکتی اور جس طرح حاس قوت تمیز کے مدرکات کو نہیں پاسکتے۔ (اسی طرح عقل، قوت ادراک غیب کے مدرکات کو نہیں پاسکتی) اور جس طرح صاحب تمیز کے سامنے عقل کے مدرکات پیش کیے جائیں تو وہ ان کو بعید سمجھ کر ان کا انکار کرتا ہے اسی طرح بعض عقل والوں کے سامنے نبوت کے مدرکات پیش کیے گئے تو انھوں نے ان کا انکار کردیا۔ اور یہ

خالص جہالت ہے[1]

امام غزالی نے اس عبارت میں یہ واضح کر دیا ہے کہ جس طرح حواس کے بعد تمیز کا مرتبہ ہے اور تمیز کے بعد عقل کا مرتبہ ہے، اسی طرح عقل کے بعد نبوت کا مرتبہ ہے اور جس طرح قوت عقلیہ سے معقولات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح نبوت کی قوت سے غیبیات کا ادراک ہوتا ہے۔ اور جس طرح عام حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے حواس کی قوت عطا کی ہے اور انسان کو اس سے ایک زائد قوت عطا کی ہے اور وہ عقل اور تمیز ہے اسی طرح نبی کو اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں سے زائد ایک قوت عطا کی ہے جس قوت سے وہ غیب کا ادراک کرتا ہے اور جس طرح انسان عالم محسوسات میں ظاہری چیزوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے، حیوانات اور انسانوں کو دیکھتا ہے اور ان کی آوازیں سنتا ہے اسی طرح نبی غیب کی مخفی چیزوں کو دیکھتا ہے فرشتوں اور جنات کو دیکھتا ہے ان کی آوازیں سنتا ہے اور ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی اپنی حقیقت میں عام بشر اور انسان سے ممتاز ہوتا ہے اور جس طرح انسان عام حیوانوں سے خاص ہے نبی عام انسانوں سے خاص ہوتا ہے۔

نبی کی خصوصیات

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

وذکر الحلیمی فی کتاب المنہاج ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا بد وان یکون مخالفین لغیرہم فی القوی الجسمانیۃ والقوی الروحانیۃ[2]

علامہ حلیمی نے کتاب المنہاج میں لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دوسرے انسانوں سے جسمانی اور روحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔

پھر امام رازی اس کی تفصیل میں علامہ حلیمی سے نقل کرتے ہیں کہ قوت جسمانیہ کی دو قسمیں ہیں مدرکہ اور محرکہ اور مدرکہ کی دو قسمیں ہیں، حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ اور حواس ظاہرہ پانچ ہیں:۔

قوت باصرہ

قوت باصرہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے لیے تمام روئے زمین سمیٹ دی گئی اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، سنن ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۲۸، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۸۷) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیونکہ میں تم کو پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

اس قوت کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے فرمایا: وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض۔ "اور اسی طرح ہم (حضرت) ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی نشانیاں دکھاتے ہیں" اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی بصر کو قوی کر دیا حتی کہ حضرت ابراہیم نے اعلیٰ سے لے کر اسفل تک تمام نشانیاں دیکھ لیں (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجلی لی ما فی السمٰوٰت والارض "میرے لیے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے" مسند احمد ج ۴ ص ۶۲ اور ایک روایت میں ہے فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض "میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا" مسند احمد ج ۱ ص ۳۶۸، سعیدی غفرلہ)۔

---

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المنقذ من الضلال ص ۵۲، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۹۷۱ء

[2] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

قوت سامعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ نے فرمایا آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے، آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی۔ نیز آپ نے فرمایا ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا آپ نے اس کی آواز سنی۔ اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان کو بھی عطا کی گئی کیونکہ انھوں نے چیونٹی کی آواز سنی، قرآن مجید میں ہے: قالت نملۃ یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم "ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ" اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو چیونٹی کا کلام سنایا اور اس کے معنی پر مطلع کیا، اور یہ قوت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ نے بھیڑیے اور اونٹ سے کلام کیا۔

قوت شامہ نبی کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے، کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ حکم دیا کہ میری قمیص لے جاؤ اور حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیص لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: انی لاجد ریح یوسف "مجھے حضرت یوسف کی خوشبو آ رہی ہے" حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلے سے سونگھ لی۔

قوت ذائقہ نبی کے چکھنے کی قوت کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھا تو فرمایا: اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

قوت لامسہ نبی کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو گئی۔

اور حواس باطنہ میں قوت حافظہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سنقرئک فلا تنسی "ہم عنقریب آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے" اور قوت ذکاوت ہے، حضرت علی فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے علم کے ایک ہزار باب سکھائے اور میں نے ہر باب سے ہزار باب مستنبط کیے، اور جب ولی کی ذکاوت کا یہ حال ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکاوت کا کیا عالم ہوگا! اور قوت محرکہ کی خصوصیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج پر جانا دلیل ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ چوتھے آسمان پر جانا، اور حضرت ادریس اور الیاس علیہما السلام کا آسمانوں پر جانا اس کی دلیل ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت اور حریت انتہائی کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوانیات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف اور پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور قوت محرکہ بھی انتہائی کامل ہوگی، کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جوہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل (روح) اور قابل (بدن) انتہائی کامل ہوں گے تو ان کے آثار بھی انتہائی کامل، مشرف اور صاف ہوں گے۔ [1]

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۳۴-۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نبی کے چھیالیس امتیازات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ حلیمی نے انبیاء علیہم السلام کے چھیالیس ۴۶ خواص ذکر کیے ہیں، یہ وہ خواص ہیں جن کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام عام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں ان خواص کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ نبی اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ کلام کرتا ہے۔

۲۔ بغیر کلام کے نبی پر الہام ہوتا ہے، بلکہ نبی اپنے نفس میں بغیر تقدم اور تأخر کے ایک معنی پاتا ہے جس کو محسوس نہیں کیا جاسکتا۔

۳۔ فرشتہ کو دیکھ کر اس سے وحی سنتا ہے اور اس سے کلام کرتا ہے۔

۴۔ فرشتہ نبی کے قلب پر وحی القاء کرتا ہے اور یہ القاء احکام، وعد اور وعید پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ اولیاء اللہ کے قلب پر جو واردات ہوتی ہیں وہ حوادث اور واقعات کی اطلاعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔

۵۔ نبی کی عقل کامل ہوتی ہے اور اس کی عقل کو کبھی کوئی عارضہ لاحق نہیں ہوتا۔

۶۔ نبی کی قوت حافظہ غیر معمولی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ طویل ترین سورت کو صرف ایک مرتبہ سن کر حفظ کر لیتا ہے اور اس کا ایک لفظ بھی نہیں بھولتا۔

۷۔ نبی اپنے اجتہاد میں خطاء سے محفوظ رہتا ہے (یعنی وہ خطاء پر برقرار نہیں رہتا۔ سعیدی غفرلہٗ)

۸۔ نبی کی ذکاوت غیر معمولی ہوتی ہے اور اس کا استنباط بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔

۹۔ نبی کی بصر بہت تیز ہوتی ہے اور وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی چیز دیکھ لیتا ہے۔

۱۰۔ نبی کی سماعت بہت تیز ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ زمین کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کی آواز سن لیتا ہے جس کو دوسرا نہیں سن سکتا۔

۱۱۔ نبی کی قوت شامہ غیر معمولی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب کا دور سے حضرت یوسف کی قمیص کی خوشبو سونگھ لینا۔

۱۲۔ نبی کا جسم بہت قوی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ ایک رات میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتا ہے (بلکہ اس سے بھی زیادہ ــــ سعیدی غفرلہ ــــ)

۱۳۔ نبی کا آسمانوں پر جانا۔

۱۴۔ گھنٹی کی آواز کی صورت میں وحی کو پا لینا۔

۱۵۔ بکریوں سے کلام کرنا۔

۱۶۔ نباتات سے کلام کرنا۔

۱۷۔ درخت کے تنا (شہتیر) سے کلام کرنا۔ (جیسے استنِ حنانہ)

۱۸۔ پتھروں سے کلام کرنا۔

۱۹۔ بھیڑیے کی آواز سے اس کا مطلب سمجھ لینا

۲۰۔ اونٹ کی بلبلاہٹ کو سمجھ لینا۔

۲۱۔ متکلم کو دیکھے بغیر اس کی آواز سننا۔

۲۲ - جنات کا مشاہدہ کرنا۔
۲۳ - اشیاء غائبہ کی مثالوں کا نبی پر پیش کیا جانا، جیسا کہ معراج کے موقع پر آپ کے سامنے بیت المقدس کی مثال پیش کی گئی۔
۲۴ - کسی حادثہ سے اس کی عاقبت کو جان لینا، جب آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تو فرمایا اس کو اس ذات نے روک لیا جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا۔
۲۵ - کسی نام سے فال نکالنا کیونکہ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا اب اللہ نے تمہارا معاملہ سہل کر دیا ہے۔
۲۶ - کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر زمین کے حادثہ پر استدلال کرنا جیسا کہ فرمایا یہ بادل بنو کعب کی مدد کا اعلان کر رہا ہے۔
۲۷ - پس پشت دیکھنا۔
۲۸ - کسی شخص کی موت سے پہلے اس کے حال پر مطلع ہونا، جیسا کہ حضرت حنظلہ کے بارے میں فرمایا میں نے دیکھا فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں اور وہ حالت جنابت میں شہید ہوئے۔
۲۹ - مستقبل کی فتح کا آپ پر اظہار کر دینا جیسا کہ غزوۂ خندق میں ہوا۔
۳۰ - دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھ لینا۔
۳۱ - فراست۔
۳۲ - درخت کا آپ کے حکم کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ کے بلانے پر درخت جڑوں اور ٹہنیوں سمیت آیا اور آپ کے حکم سے واپس چلا گیا۔
۳۳ - ہرنی کا آپ سے شکایت کرنا۔
۳۴ - بغیر خطاء کے خواب کی تعبیر بیان کرنا۔
۳۵ - کھجور کے درخت کے بارے میں صحیح اندازہ لگانا کہ اس میں اتنے دستی کھجوریں ہوں گی۔
۳۶ - احکام کی ہدایت دینا۔
۳۷ - دین اور دنیا کے انتظام اور سیاست کی ہدایت دینا۔
۳۸ - عالم کی ہیئت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔
۳۹ - بدن انسان سے متعلق طبی امور کی ہدایت دینا۔
۴۰ - عبادات کی ہدایت دینا۔
۴۱ - صنعتوں کی ہدایت دینا۔
۴۲ - مایکون (امور مستقبلہ) پر مطلع ہونا۔
۴۳ - ما کان (امور ماضیہ) پر مطلع ہونا (جن کو پہلے کسی نے بیان نہ کیا ہو۔)
۴۴ - لوگوں کی پوشیدہ باتوں اور بھیدوں پر مطلع ہونا۔
۴۵ - استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔
۴۶ - حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔

علامہ حلیمی نے لکھا ہے کہ یہ نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں، ہر چند کہ ان میں سے بعض اوصاف غیر نبی کو بھی حاصل ہوتے

ہیں لیکن یہ اوصاف نبوت کے خصائص اس وجہ سے ہیں کہ ان میں نبی کو اصلاً خطا نہیں ہوتی جب کہ غیر نبی کو ان میں خطا لاحق ہو جاتی ہے۔ [1]

نبی اور غیر نبی کا فرق

علامہ حلیمی کی عبارت نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی خصائص نبوت بیان کرتے ہوئے احیاء العلوم سے امام غزالی کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ ہم قارئین کے سامنے احیاء العلوم سے امام غزالی کی اصل عبارت پیش کر رہے ہیں:

ان النبوۃ عبارۃ عما یختص بہ النبی و یفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص منھا انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ وصفاتہ وملائکتہ والدار الاخرۃ لا کما یعلمہ غیرہ بل عندہ من کثرۃ المعلومات وزیادۃ الیقین والتحقیق ما لیس عند غیرہ ولہ صفۃ تتم لہ بھا الافعال الخارقۃ للعادات کالصفۃ التی بھا تتم لغیرہ الحرکات الاختیاریۃ، ولہ صفۃ یبصر بھا الملائکۃ ویشاھد بھا الملکوت کالصفۃ التی یفارق بھا البصیر الاعمی ولہ صفۃ بھا یدرک ما سیکون فی الغیب ویطلع بھا ما فی اللوح المحفوظ کالصفۃ التی یفارق بھا الذکی البلید [2]

نبوت ان اوصاف کو کہتے ہیں جو نبی کے ساتھ خاص ہوں اور ان اوصاف کی وجہ سے نبی اپنے غیر سے ممتاز ہو، اور یہ کئی قسم کے خصائص ہیں، نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو اس طرح جانتا ہے جس طرح ان کو کوئی نہیں جانتا، کیونکہ نبی کو ان کی جتنی معلومات ہوتی ہیں اور ان پر جتنا یقین ہوتا ہے اور جتنی تحقیق ہوتی ہے کسی اور کو نہیں ہوتی۔ اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ جس طرح غیر نبی کو افعال اختیاریہ پر قدرت ہوتی ہے اسی طرح نبی کو افعال خارقہ للعادات (یعنی معجزات) پر قدرت ہوتی ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح ہم میں بینا اور نابینا کا فرق ہے، اور نبی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ مستقبل میں ہونے والے امور غیبیہ کا ادراک کر لیتا ہے اور لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے۔ جس طرح انسان میں ذہانت کی صفت ہوتی ہے اور اس صفت سے وہ بے وقوف شخص سے ممتاز ہوتا ہے۔

امام غزالی، امام رازی، علامہ حلیمی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی حقیقت عام انسانوں سے مختلف ہوتی ہے اور ہر چند کہ نبی انسان اور بشر ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت میں استعداد وحی کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے اور نبی میں ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ دوسرے انسانوں سے اس طرح ممتاز ہوتا ہے جس طرح دیکھنے والا اندھے سے اور ذکی غبی سے متمیز ہوتا ہے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷-۳۶۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین ۝ یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ (مائدہ ۵: ۱۶-۱۵)

بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آگیا نور اور روشن کتاب اس (نور اور کتاب) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق کیا ہے۔ کیونکہ بعض معتزلہ کو چھوڑ کر تمام متقدمین اور متاخرین مفسرین نے کہا ہے کہ نور سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام بخاری، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

وکان یقول فی دعائہ اللھم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وعن یمینی نورًا وعن یساری نورًا وفوقی نورًا وتحتی نورًا وامامی نورًا وخلفی نورًا واجعل لی نورًا۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد کی) دعا میں فرماتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے اور میری بصر میں نور کر دے اور میری سماعت میں نور کر دے اور میرے دائیں نور کر دے اور میرے بائیں نور کر دے اور میرے اوپر نور کر دے اور میرے نیچے نور کر دے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے پیچھے نور کر دے اور میرے لیے نور کر دے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے نور حسی بھی مراد لیا جا سکتا ہے، گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی ہو، جو روشنی آپ کو، آپ کے متبعین کو اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے گا حاصل ہوگی، علامہ قرطبی نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا ارادہ کیا جائے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر ہونا مراد ہے۔ سمع کا نور یہ ہے کہ وہ مسموعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ مبصرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الٰہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادت کے علاوہ کچھ نہ ہو، کیونکہ شیطان چھ جہتوں سے وسوسہ کے لیے حملہ آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ممکن ہوگا کہ ان چھ جہات (دائیں، بائیں، اوپر، نیچے اور آگے، پیچھے) میں ایسے انوار ہوں جو شیطان کو حملہ سے روک سکیں۔ علامہ طیبی نے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۵-۹۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۱، ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کہا ان انوار سے مراد ہدایت اور حق کی روشنی ہے۔ [۱]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ [۲]

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی حافظ ابن حجر کے حوالے سے علامہ قرطبی کی عبارت نقل کی ہے۔ [۳]

(علامہ قرطبی نے اس دعا میں نور کو نور حسی پر بھی محمول کیا ہے اور نور ہدایت پر بھی ہر چند کہ اولی نور ہدایت کو قرار دیا ہے)۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس دعا میں نور کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں، یعنی نور حسی بھی اور نور ہدایت بھی۔ [۴]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے نور کی دعا کی ہے اس سے اجلہ علماء اسلام نے نور حسی اور نور ہدایت دونوں مراد لیے ہیں اور بعض دیگر احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نور حسی کا ذکر کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت اور حسن وجمال

ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان اور بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی نورانیت بھی عطا فرمائی ہے جیسا کہ ان احادیث سے ظاہر ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلج الثنیتین وکان اذا تکلم رؤی کالنور بین ثنایاہ۔ [۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دو دانتوں میں کچھ ری (خلاء) تھی، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے کے دانتوں سے نور کی طرح نکلتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔

امام دارمی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [۶]

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ [۷]

حافظ الہیثمی نے بھی اس کو طبرانی فی الاوسط کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام طبرانی کی سند میں عبدالعزیز بن ابی ثابت ضعیف راوی ہے۔ [۸]

علامہ یوسف نبہانی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام بیہقی، امام طبرانی کے علاوہ ابن عساکر کے حوالے سے بھی ذکر کیا ہے۔ [۹]

---

[۱] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] ۔ حافظ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر، ۱۳۴۰ھ

[۳] ۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

[۴] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[۵] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۶] ۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۳۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۷] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

[۸] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۹] ۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۲۸۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

كان احسن الناس وجها وانورهم لونا لم يصفه واصف قط الا شبه وجهه بالقمر ليلة البدر ويقول هو احسن في اعيننا من القمر ازهر اللون نير الوجه يتلألأ تلالؤ القمر [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین اور رنگ سب سے زیادہ چمکدار تھا، جو شخص بھی آپ کے چہرہ مبارک کے جمال کو بیان کرتا اس کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیتا اور کہتا کہ آپ ہماری نظر میں چاند سے زیادہ حسین ہیں آپ کا رنگ چمکدار اور آپ کا چہرہ نورانی ہے اور چاند کی طرح چمکتا ہے۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابونعیم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

امام دارمی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

قال ابن عمر: ما رايت احدا اجود ولا اشجع ولا اضوأ من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو سخی دیکھا نہ بہادر نہ روشن چہرے والا۔

علامہ یوسف نبہانی نے بھی اس حدیث کو سنن دارمی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [4]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرى بالليل في الظلمة كما يرى بالنهار من الضوء [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں دیکھتے تھے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال: لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم اظلمت المدينة حتى لم ينظر بعضنا الى بعض. وكان احدنا يبسط يده فلا يبصرها فلما فرغنا من دفنه حتى انكرنا قلوبنا [6]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مدینہ میں اندھیرا ہوگیا، حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکے، اور ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ ہم آپ کو دفن کرکے فارغ ہوئے تو ایک دوسرے کو نہیں پہچان پا رہے تھے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[3] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ

[6] " " " ج ۷ ص ۲۶۵، " " " "

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے ابن سعد، حاکم اور بیہقی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [1]

علامہ ابن جوزی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس: لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ علی ضوء السراج [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، آپ جب بھی سورج کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور سورج کی روشنی پر غالب رہتا، اور آپ جب بھی چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب رہتا۔

علامہ سیوطی، ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت کنت اخیط فی السحر فسقطت منی الابرۃ فطلبتھا فلم اقدر علیھا فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجھہ فاخبرتہ فقال یا حمیراء الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجھی۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی، مجھ سے سوئی گر گئی میں نے اس کو ڈھونڈا لیکن وہ مجھے نہیں ملی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ کے چہرہ کے نور کی شعاع سے وہ سوئی مل گئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا، آپ نے فرمایا اے حمیرا! افسوس ہو، پھر تین بار فرمایا اس شخص کے لیے افسوس ہو جو میرا چہرہ دیکھنے سے محروم رہا (یعنی جس نے باوجود زیارت پر قدرت کے میری زیارت نہیں کی)۔

علامہ نبہانی نے بھی اس حدیث کو ابن عساکر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [4]

مولانا عبدالحئی لکھنوی لکھتے ہیں کہ یہ روایت "روایۃً" اور "درایۃً" ثابت نہیں ہے۔ (الآثار المرفوعۃ ص ۲۷۵)

قرآن مجید کی نصوص قطعیہ سے جو چیز صراحت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان اور بشر ہیں جس پر وحی آتی ہے اور نور بھی ہیں، نور ہدایت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور حسی سے بھی وافر حصہ عنایت فرمایا ہے جیسا کہ مذکور الصدر احادیث سے واضح ہوتا ہے اور یہ آپ کی دیگر خصوصیات کی طرح ایک خصوصیت ہے۔

بشریت کا نورانیت سے افضل ہونا

ہر چند کہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حسی نورانیت کی تصریح ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے لیکن اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ نورانیت افضل ہے اور بشریت مفضول ہے اور نہ یہ سمجھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح بشر ہیں۔ عام

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[2] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۷۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ لائلپور، ۱۳۸۲ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۳-۶۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[4] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۱۔ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

انسانوں کی طرح جو بشری کثافتیں اور مادی غلاظتیں ہوتی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان تمام سے منزہ ہوتے ہیں خصوصاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کائنات میں سب سے اعلیٰ اور افضل بشریت ہے اور ہر قسم کی مادی آلائش اور جسمانی کثافت سے پاک ہے، بشریت یوں بھی نورانیت سے افضل ہے کتب عقائد میں لکھا ہے کہ رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہیں[1] اور جو بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جزو ہے۔ اس کے افضل خلائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپ کے مادہ خلقت سے کسی چیز کو کیا نسبت ہے۔ اصل میں منشاء فضیلت آپ کی ذات ہے۔ بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا اور اگر آپ انسان نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثل ہونا

آپ افضل البشر اور انسانِ کامل ہیں عام انسان اور بشر تو کجا تمام نبیوں اور رسولوں میں کوئی آپ کی مثل نہیں ہے۔ آپ کی آنکھیں دیکھئے! فرمایا انی اری مالا ترون۔ (ترمذی ص ۲۲۶) "میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے" فرمایا واللہ ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم وانی اراکم من وراء ظهری (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲) "بخدا مجھ پر تمہارا رکوع مخفی ہے نہ خشوع مخفی ہے اور بے شک میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں" نیز فرمایا: "میں حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں" آپ نے نمازِ کسوف (سورج گرہن کی نماز) پڑھاتے ہوئے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔ جن کی نظر کی جولانی کا یہ عالم ہے کہ اوپر نظر اٹھائیں تو سات آسمان ان کی نظر کے لیے حجاب نہیں اور نیچے نظر فرمائیں تو سات زمینیں ان کی نظر کے لیے رکاوٹ نہیں۔ آسمان اور زمین، جنت اور دوزخ بلکہ دنیا و آخرت کی تو کیا حقیقت ہے جس ذات کو کوئی نبی اور رسول نہیں دیکھ سکا آپ نے اس ذات کو دیکھا۔

حسن الوہیت کو بے حجاب دیکھا اور اس طرح دیکھا کہ دکھانے والے نے بھی داد دی اور کہا ما زاغ البصر وما طغی[2] نظر بہکی نہ کج ہوئی یہ آنکھیں ایسی ہیں کہ جاگیں تو ریاضت اور سوئیں تو عبادت! فرمایا میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا، یونہی تو نہیں کہا تھا: انی لست کھیئتکم[3] "میں تمہاری مثل نہیں ہوں!"

سماعت دیکھئے! فرمایا انی اسمع مالا تسمعون[4] "میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے" فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں، حیوانات اور جنات کا کلام سنتے ہیں، حتیٰ کہ شجر و حجر کی آواز بھی سنتے ہیں، یہ سب چیزیں الگ رہیں خالق کائنات کا کلام سنتے ہیں اس کلام کو سنتے ہیں جو اگر پہاڑ پر نازل ہو تو پہاڑ پھٹ جائے! تبھی تو کہا تھا کہ لیکم مثلی[5] "تم میں مجھ جیسا کون ہے؟"

لعاب دہن کو دیکھئے! یہ لعاب حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں پہنچا تو ایسی ٹھیک ہوئیں کہ پھر کبھی دکھنے نہ آئیں۔ ایک جنگ میں حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کا ڈھیلا نکل گیا، آپ نے لعاب دہن لگا کر وہ ڈھیلا اپنی جگہ رکھا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پیدائشی آنکھ سے اتنا نہیں دکھائی دیتا تھا جتنا آپ کے ہاتھ سے لگائی ہوئی آنکھ سے دکھائی دیتا تھا، حضرت سلمہ بن اکوع کی پنڈلی کو اسی لعاب

---

[1] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح العقائد، ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سے جوڑا، حضرت رافع کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ اسی لعاب سے جوڑ دی، حضرت ابوبکر کی زہر خوردہ ایڑی میں یہ لعاب لگایا تو زہر کا اثر جاتا رہا، حضرت جابر کی ہنڈیا میں لعاب ڈالا تو ایسی برکت ہوئی کہ تھوڑا سا کھانا تمام لشکر کے لیے کافی ہو گیا، کھارے کنوئیں میں یہ لعاب ڈالا تو میٹھا ہو گیا، فقط پانی کا ذائقہ نہیں بدلا زمین کی ماہیت بدل گئی۔!

صرف زمین کی ماہیت نہیں بدلی، لوگوں کے دل و دماغ بدل دیے، فکر و نظر میں انقلاب پیدا کر دیا، یہ زبان کی تاثیر تھی اور یہ نظر کا فیضان ہے کہ چوروں، ڈاکوؤں، خائنوں اور لٹیروں کو لوگوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا امین اور محافظ بنا دیا، جو گلہ بانی کے آداب سے ناواقف تھے انھیں جہانگیر اور جہاں بان بنا دیا، بت پرست بت شکن ہو گئے، ریگ زار عرب کے وہ بدو جو رہن سہن کے آداب سے ناواقف تھے، ایک عالم کو تہذیب اور تمدن کا سبق سکھانے لگے!

یوں تو آپ کی بہت فضیلتیں ہیں، آپ کا بول براز طاہر تھا، آپ کے تمام فضلات طیب تھے، جس نے آپ کا پیشاب پی لیا اس کی بیماری جاتی رہی، جس نے فصد لگانے کے بعد آپ کا نکلا ہوا خون پی لیا اس پر دوزخ حرام ہو گئی، آپ کا پسینہ خوشبو دار تھا، آپ کے جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی، زمین پر سایہ نہیں پڑتا تھا، دھوپ میں ابر سایہ کرتا تھا، اشارے سے سورج پلٹ آتا تھا اور چاند شق ہو جاتا تھا، لکڑی کو کہیں "تلوار ہو جا" تو تلوار ہو جاتی تھی، لیکن آپ کی اصل فضیلت اور کمال یہ ہے کہ آپ نے سب نبیوں سے کم تبلیغ کا زمانہ پایا اور سب سے زیادہ پیروکار چھوڑے، اور اپنے مشن اور نصب العین کو سب سے زیادہ پورا کیا۔ دوسرے نبیوں نے معجزات کے سہارے لوگوں کو مسلمان کیا۔ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی اور سیرت طیبہ سے لوگوں کو مسلمان کیا۔ اعلانِ نبوت سنتے ہی فوراً کسی دلیل اور معجزے کے بغیر حضرت خدیجۃ الکبریٰ اسلام لائیں، یہ آپ کی زوجہ تھیں، حضرت ابوبکر صدیق مسلمان ہوئے، یہ آپ کے دوست تھے اور حضرت زید بن حارثہ مسلمان ہوئے یہ آپ کے غلام تھے۔ ان میں سے کسی نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا کوئی دلیل نہیں طلب کی۔ یہ صرف آپ کی سیرت کا اعجاز تھا، یہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا کرشمہ تھا، جیسے جیسے آپ کی سیرت کا نور پھیلتا گیا، جیسے جیسے لوگ آپ کی شخصیت سے واقف ہوتے گئے، اسلام پھیلتا گیا، ہزاروں نبی اور رسول آئے اور تبلیغ کر کے چلے گئے لیکن کسی نبی اور رسول کی اصل تعلیم اور پیغام باقی نہیں ہے، کسی کی لائی ہوئی کتاب کا اصل متن تک موجود نہیں ہے لیکن آج چودہ سو سال گذر جانے کے بعد بھی آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام باقی ہے اور آپ کا مشن جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا یہی آپ کا نور ہے اور اسی نور کو پھیلانے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا

علماء اہل سنت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کی خلقت کے قائل ہیں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ ط قال ءاقررتم واخذتم علی ذٰلکم اصری ط قالوا	اور جب اللہ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور حکمت سے دوں پھر تمہارے پاس وہ معظم رسول آجائے جو اس چیز کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے تو تم اس پر فرور بہ ضرور ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا۔

اقررنا قال فاشهدوا وانا معكم من الشاهدين فمن تولى بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون ۔ (آل عمران : ۸۱-۸۲)

فرمایا: کیا تم نے اقرار کر لیا، اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو اس (عہد) کے بعد پھر جائے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

واذ اخذ ربك من بنى آدم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم على انفسهم الست بربكم قالوا بلى شهدنا۔ (اعراف : ۱۷۲)

اور جب آپ کے رب نے بنو آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر (یہ) اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ (بے شک تو ہمارا رب ہے!) ہم نے اقرار کیا۔

تمام نفوس بنی آدم سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسی نے بلیٰ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا، اس واقعہ کا متقضیٰ بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی، نیز فرمایا:

واذ اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح وابراهيم وموسى وعيسى ابن مريم واخذنا منهم ميثاقا غليظا (احزاب:۷)

اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے پکا اقرار لیا۔

اس آیت میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے وہ تبلیغ رسالت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد و اقرار کرایا یہ واقعہ بھی عالم ارواح کا ہے، ظاہر ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اس وقت نہ ہو گئی ہوتی تو اس عہد و اقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا۔

رہا یہ کہ خلقتِ محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے تو اس مضمون کی طرف قرآن کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ (انبیاء : ۱۰۷)

(اے محمد مصطفےٰ!) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد عالم کے لیے رحمت ہیں اور حضور کے رحمت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مرتبہ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات کے ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصل ایجاد ہیں، حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہو سکتا، وجود نعمت ہے اور عدم اس کی ضد، کل موجودات نعمت وجود میں حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو وہ یقیناً اس کے لیے رحمت ہے، رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے چونکہ تمام عالمین اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں اس لیے سب سے پہلے حضور کا وجود ضروری ہوگا۔ نیز یہ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اور ان کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین سے پہلے موجود اور مخلوق ہونا ضروری ہے کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے، علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فروع سے پہلے ہوتا ہے۔

اس لیے ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے۔ الحمدللہ خوب واضح ہو گیا کہ خلقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات عالم سے پہلے ہے۔

دوسری آیت جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت خلقت کی طرف واضح اشارہ پایا جاتا ہے یہ ہے:

انا اول المسلمین (انعام: ۱۶۳) میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں، اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی تمام ماسوی اللہ پر مقدم ہے (عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸)

ظاہر ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولہ اسلم من فی السموٰت ومن فی الارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون ۔ پھر اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت ہو سکتے ہیں جب کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں، لہٰذا اس آیت سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے معلوم ہوئی۔ [1]

احادیث کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال، قالوا یا رسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال و آدم بین الروح والجسد۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن میسرۃ الفجر قال قلت یا رسول اللہ! متی کنت نبیا؟ قال، و آدم بین الروح والجسد۔ [4]

حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کس وقت نبی تھے؟ فرمایا جس وقت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام احمد نے اس حدیث کو بعض اصحاب النبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

---

[1] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۵۳-۴۹، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ دار النفائس

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[6] " " مسند احمد ج ۴ ص ۶۶، ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

امام بیہقی نے اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عرباض بن ساریۃ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انی عبد اللہ وخاتم النبیین وان ابی منجدل فی طینتہ وسا خبرکم عن ذلک دعوۃ ابی ابراھیم وبشارۃ عیسی ورؤیا امی التی رأت وکذلک امہات النبیین یرین۔ [2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں، اور میرے باپ (ہنوز) اپنی مٹی میں تھے، اور میں تم کو عنقریب اس کی خبر دوں گا، میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور عیسیٰ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا، اور نبیوں کی مائیں اسی طرح خواب دیکھتی ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے [4]

امام ذہبی نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ [5]

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد، امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ امام احمد نے اس حدیث کی جو سند بیان کی ہے اس کے راوی صحیح ہیں، البتہ ایک راوی سعید بن سوید میں کلام ہے لیکن امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے [6]

شیخ اشرف علی تھانوی ذکر کرتے ہیں:

شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ذکر کیا: یارسول اللہ! آپ کب نبی بنائے گئے؟ آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان تھے جبکہ مجھ سے میثاق (نبوت کا) لیا گیا، کما قال تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیۃ۔ روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق۔ [7]

نیز شیخ تھانوی ذکر کرتے ہیں:

حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین اور وہ ان کے جد امجد یعنی

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۱۳۰، ج ۱ ص ۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۸-۱۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۲ ص ۶۰۰ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۶۰۰، "

[6] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[7] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۸، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

حضرت علی سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ [1]

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے بھی ابو سہل القطان کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابن جوزی کرتے ہیں:

عن کعب الاحبار قال، لما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق محمدا صلی اللہ علیہ وسلم امر جبرئیل علیہ السلام ان یاتیہ فاتاہ بالقبضۃ البیضاء التی ھی موضع قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فعجنت بماء التسنیم، ثم غمست فی انھار الجنۃ وطیف بھا فی السموت والارض، فعرفت الملائکۃ محمدا قبل ان تعرف آدم، ثم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یری فی غرۃ جبھۃ آدم وقیل لہ ھذا سیدولدک من الانبیاء والمرسلین [3]

کعب احبار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو مٹی لانے کا حکم دیا، جبریل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی جگہ سے سفید مٹی لے کر آئے اس مٹی کو تسنیم (جنت کی نہر) کے پانی سے گوندھا گیا، پھر اس کو جنت کی نہروں میں غوطہ دیا گیا اور آسمانوں اور زمینوں میں اس مٹی کو گھمایا گیا، پس فرشتوں نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو آدم (علیہ السلام) کے پہچاننے سے پہلے جان لیا، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آدم کی پیشانی میں دکھائی دیتا تھا اور آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ تمہاری اولاد میں سے انبیاء اور مرسلین کے سردار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل الخلق ہونے کے بارے میں علماء کے نظریات اور مصنّف کا موقف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں اکثر علماء اسلام کا اتفاق ہے لیکن اس میں علماء اسلام کی آراء مختلف ہیں کہ اوّل خلق کا مصداق کیا ہے؟ علامہ شہاب الدین خفاجی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کی گئی، علامہ ابن جوزی کی رائے یہ ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے سفید نورانی مٹی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا، علامہ قسطلانی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا۔ علامہ سبکی نے بھی یہی کہا ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ مختلف نظریات اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی نص صریح یا کسی حدیث میں اس کی تصریح اور تعیین نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے کس مادہ سے پیدا کیا گیا۔ اور قرآن اور حدیث نے اس چیز سے اس لیے تعرض نہیں کیا کہ ہماری

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۹، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[3] علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء باحوال المصطفےٰ ج ۱ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

دنیاوی فوز و فلاح اور اُخروی سعادت کا مدار اس چیز پر نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادہ خلقت کو جانیں! اس لیے اس میں بحث کرنے کے بجائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کا کیا مصداق تھا؟ ہماری توجہ اس پر مبذول رہنی چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجنے کا کیا مقصد ہے؟ اور آپ کی تعلیمات کیا ہیں؟ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور افضلیت جاننے کے لیے یہ چیز کافی ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ کے لیے نبوت اس وقت واجب ہوئی جب حضرت آدم جسم اور روح کے درمیان تھے اور اس بحث میں پڑنا اور یہ موشگافیاں کرنا غیر ضروری ہے کہ اس وقت آپ کا جسم مٹی سے بنایا گیا تھا یا نور سے یا اس جسم کی حقیقت مجہول ہے، کیونکہ یہ تمام آراء اور نظریات کسی قطعی دلیل پر مبنی نہیں ہیں۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سب سے پہلے پیدا کی گئی اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کا جسم پیدا کیا گیا تو یہ ظاہر قرآن اور حدیث کے اور عام اصول فطرت کے مطابق ہے۔

اب ہم قارئین کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے مصداق کے بارے میں علماء اسلام کے نظریات پیش کر رہے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف ترجمہ کر رہے ہیں۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین سبکی نے لکھا ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام پیدا کرنے سے پہلے ارواح کو پیدا کیا اور کنت نبیا سے آپ کی روح شریفہ کی طرف اشارہ ہے۔ [1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ علامہ قسطلانی اور علامہ سبکی کے نزدیک اول خلق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ ہے۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے اور رزق کو مقدر کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے حضرت احدیہ میں انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر کیا پھر تمام علوی اور سفلی عالموں کو ان کی صورتوں کے اعتبار سے اپنے علم کے مطابق اس حقیقت سے نکالا پھر اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو یہ بتایا کہ وہ نبی ہے اور اس کو رسالت کی بشارت دی یہ اس وقت ہوا جب ہنوز آدم پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ روح اور جسم کے درمیان تھے جیسا کہ ارشاد رسالت ہے۔ پھر آپ سے ارواح صافیہ کا ظہور ہوا اس وقت ملأ اعلیٰ میں آپ کا ظہور ہو چکا تھا اور آپ ان کے لیے (فیض کا) چشمہ شیریں بن چکے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اجناس کے لیے جنس عالی اور تمام موجودات اور لوگوں کے لیے اب اکبر ہیں۔ [2]

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق بایں معنی ہیں کہ آپ تمام اجناس کے لیے جنس عالی اور تمام انسانوں کے لیے اب اکبر ہیں۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

عارف ربانی عبداللہ بن ابی جمرہ نے اپنی کتاب بہجۃ النفوس میں اور ان سے پہلے ابن سبع نے شفاء الصدور میں کعب احبار سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا کہ زمین سے اس مٹی کو لے کر آئیں جو زمین کا قلب ہو، اور سب سے اچھی مٹی ہو تاکہ میں اس کو منور کر دوں، پھر جبریل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی جگہ کی مٹی لی درآں حالیکہ یہ سفید اور روشن تھی اس مٹی کو جنت کی نہروں کے پانی سے گوندھا گیا حتیٰ کہ یہ چمکدار موتی کی طرح ہو گئی اور اس کی عظیم شعاعیں تھیں، پھر فرشتے اس مٹی کو لے کر عرش، کرسی، آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں

---

[1] علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] " " " " ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵، " "

اور سمندروں میں گئے اور تمام فرشتوں اور تمام مخلوق نے سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی فضیلت کو آدم علیہ السلام سے پہلے جان لیا (یعنی فرشتوں نے پہلے آپ کو جانا اور پھر حضرت آدم کو جانا) اور ایک قول یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین سے فرمایا! خوشی اور ناخوشی سے میرے پاس آؤ! تو زمین سے کعبہ شریفہ اور آسمانوں سے کعبہ کے مقابل آسمان نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں اور حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی کی اصل مکہ میں زمین کی ناف ہے۔ بعض علماء نے کہا اس میں یہ اشارہ ہے کہ زمین کے جس حصہ نے جواب دیا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اصل کا ذرہ تھا اور کعبہ کی جگہ کو پھیلا کر زمین بنائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی تکوین کی اصل ہیں اور باقی کائنات اس کے تابع ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے کہا جاتا ہے کہ مکہ ام القریٰ ہے اور آپ کا ذرہ مکہ سے لیا گیا، اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی شخص کی مٹی اس کے مدفن سے لی جاتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن مکہ ہو کیونکہ آپ کی مٹی مکہ سے لی گئی ہے صاحب عوارف المعارف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب پانی کا طوفان آیا تو پانی کی موجوں سے وہ ذرہ اس جگہ چلا گیا جہاں مدینہ میں آپ کا مدفن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکی بھی ہیں اور مدنی بھی۔ [1]

علامہ قسطلانی نے جو عبارات نقل کی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آپ کا اوّل خلق ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیے گئے اور آپ کا مادہ خلقت مٹی ہے۔

اس کے بعد علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یہ بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا پھر یہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت لوح تھی نہ قلم، جنت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن تھا نہ انس، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے پہلے حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے حصہ سے لوح، تیسرے حصہ سے عرش پھر چوتھے حصہ کے چار ٹکڑے کیے پہلے حصہ سے حاملین عرش کو پیدا کیا، دوسرے سے کرسی کو تیسرے حصہ سے باقی ملائکہ کو، چوتھے حصہ کے پھر چار حصے کیے پہلے حصہ سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت اور دوزخ اور چوتھے حصہ کے پھر چار حصے کیے پہلے حصہ سے مومنین کی آنکھوں کا نور دوسرے حصہ سے ان کے دلوں کا نور اور وہ معرفت الٰہی ہے اور تیسرے حصہ سے دلوں کا اُنس یعنی کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پیدا کیا۔ الحدیث۔ [2]

علامہ قسطلانی نے جو یہ روایت (۱) نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء کے اعتبار سے اول خلق ہیں اور آپ کا مادہ خلقت نور ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبوت ایک وصف ہے اور اس کا موصوف موجود ہونا چاہیے اور نبوت سے چالیس سال کے بعد اتصاف

---

[1] علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " " ج ۱ ص ۹، " " " "

ہوتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنے سے پہلے آپ کا نبوت سے موصوف ہونا کیسے صحیح ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کیا ہے اور کنت نبیاً میں آپ کی روح شریفہ کی طرف اشارہ ہے یا آپ کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں حقائق کا ادراک صرف ان حقائق کا خالق ہی کر سکتا ہے۔ [1]

غور فرمائیے امام بیہقی کے نزدیک کنت نبیاً کا معنی ہے میں اللہ کے علم اور تقدیر میں نبی تھا _____

_____ اور علامہ قسطلانی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے آپ کی روح کو خلق کیا گیا، آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کو مٹی سے بنایا گیا، آپ کو نور سے بنایا گیا اور آپ جنس عالی ہیں اور علامہ سیوطی اور علامہ سبکی وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت آدم سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا گیا یا آپ کی حقیقت کو پیدا کیا گیا جس کے ادراک سے ہماری عقول قاصر ہیں اور علامہ ابن جوزی نے کعب احبار کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت آدم کی خلقت سے پہلے آپ کو مٹی سے بنایا گیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی خطیب کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ کو مٹی سے بنایا گیا۔ (فتاوی افریقیہ ص ۱۰۰-۹۹، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی۔)

ان تمام اقوال کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان میں سے کوئی چیز قطعی نہیں ہے ورنہ اس میں اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لیے صرف اس پر یقین رکھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا، رہا یہ کہ آپ کا مادہ خلقت کیا ہے؟ اور آپ کو کسی چیز سے پیدا کیا گیا؟ تو چونکہ یہ کسی حدیث صحیح یا یقینی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ اس کے ساتھ دین اور شریعت کی کوئی غرض وابستہ ہے اور نہ اس کا تعلق ہمارے عقائد اور اعمال سے ہے، نہ ہم سے آخرت میں اس پر باز پرس ہوگی کہ تم نے یہ کیوں نہیں جانا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تمہارے نبی کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ اس لیے اس بحث میں نہیں الجھنا چاہیے۔ تاہم اگر کوئی شخص اس کے جاننے پر اصرار کرتا ہے تو ہمارے نزدیک سلامتی کی راہ اس قول میں ہے کہ سب سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روح پیدا کی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا عام اصول ہے کہ وہ اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا کرتا ہے اور ظاہر قرآن اور حدیث میں بھی اس کی تائید ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نے اس مسئلہ پر نفیس بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے آپ کی روح کو پیدا کیا، اور اس کو نبوت کی خلعت سے مشرف کیا اور جبکہ نبوت آپ کی روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ آپ وفات کے بعد بھی نبی اور رسول ہیں، اور وحی اور احکام کا منقطع ہونا اس میں مضر نہیں ہے کیونکہ آپ کا دین مکمل ہو چکا ہے اس تحقیق کو حفظ کر لو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے، اور ابن النعمان نے جو روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ نور ملائکہ کی تسبیح کے ساتھ ساتھ تسبیح کرتا تھا" اس نور سے بھی آپ کی روح مراد ہے۔ [2]

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے علم امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ پیدا کی گئی اور ہر چند کہ آپ کی ولادت جنس بشر سے ہوئی ہے لیکن چونکہ آپ کی حقیقت میں وحی کی استعداد اور دیگر خصوصیات ہیں اس وجہ سے آپ علم انسانوں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۵-۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۰۱-۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

سے ممتاز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نورِ ہدایت کے ساتھ ساتھ نورِ حسی بھی عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا چہرہ اقدس انتہائی روشن اور نورانی تھا اور زمین پر آپ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

میں نے یہ تمام کوشش صرف اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت اور آپ کی حقیقت کے بارے میں جو لوگ افراط اور تفریط پر مبنی نظریات کے شکار ہیں ان کی اصلاح ہو جائے، الٰہ العالمین میری اس تحریر کو لوگوں کے لیے مؤثر اور نافع بنا اور میری مغفرت فرما اور مجھے دارین کی سعادت عطا فرما، مجھے اس شرح کو مکمل کرنے کی توفیق دے اور اس شرح کو قبول دوام عطا فرما۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مخلوق کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے کی تحقیق

علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر علماء نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ تقاضاء بشریت غیب کا علم نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے زیادہ غیب کا علم عطا فرمایا ہے لیکن مطلقاً یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے" دو وجہ سے درست نہیں ہے اول اس لیے کہ یہ قول ظاہر قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن مجید نے اللہ کے غیر سے مطلقاً علم غیب کی نفی ہے اور دوسرے اس وجہ سے کہ جب مطلقاً علم کا ذکر کیا جائے تو اس سے مراد علم بالذات ہوتا ہے۔ اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض علوم غیبیہ عطا کیے گئے اور کسی مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا درست نہیں ہے اسی طرح کسی کو عالم الغیب کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ جب مطلقاً علم غیب بولا جائے تو اس سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اور قرآن اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاں علم غیب کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی علم غیب مراد ہے، اور چونکہ مطلقاً علم غیب سے ذاتی علم غیب مراد ہوتا ہے اس لیے مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے مسئلہ علم غیب کی نفیس تحقیق کی ہے، قارئین کی علمی ضیافت کے لیے ہم اس کو یہاں بیان کر رہے ہیں: علامہ شامی لکھتے ہیں: فقہاء احناف نے اپنی مستند کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے علم غیب کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو گیا، فتاویٰ خانیہ میں ہے "جس شخص نے الو کی آواز سن کر کہا ایک آدمی مر جائے گا اس کے متعلق بعض فقہاء نے کہا وہ

---

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

کافر ہو گیا اور بعض نے کہا وہ کافر نہیں ہوا، کیونکہ اس نے اس آواز سے بدشگونی لی ہے، اسی طرح کوئی شخص سفر کے لیے نکلا اور عقعق بول پڑا اور وہ پلٹ آیا تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔" صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں تکفیر نہیں کی جائے گی، بزازیہ میں ہے کہ جس شخص نے یہ کہا کہ میں چوری کی ہوئی اشیاء کو جانتا ہوں وہ کافر ہو گیا، اسی طرح جس نے کہا میں جنوں کی خبریں دیتا ہوں وہ بھی کافر ہو گیا کیونکہ جنات بھی انسانوں کی طرح غیب نہیں جانتے اور جو شخص جنوں کی خبر کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی اس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل شدہ دین سے کفر کیا۔" اسی طرح جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ جس شخص نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول گواہ ہیں یا فرشتے گواہ ہیں اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول یا فرشتوں کو غیب کا علم ہے پھر اس پر یہ اشکال وارد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر اور دیگر سلف صالحین نے بھی غیب کی خبریں دی ہیں تو اس کا یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین

سے جس علم غیب کی نفی کی جاتی ہے وہ علم مستقل ہے (یعنی وہ علم جو بتلائے بغیر حاصل ہو) یا علم یقینی ہے اور جو علم آپ کے لیے ثابت ہے وہ علم غیر مستقل ہے (جو علم بتانے سے حاصل ہو یعنی عطائی) یا آپ کے لیے جو علم حاصل ہے وہ علم ظنی ہے۔ اور اس کا تائید یہ ہے کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا اتجعل فیھا من یفسد فیھا "کیا تو زمین میں اس کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے گا؟" فرشتوں نے یہ غیب کی خبر دی تھی اور انھوں نے یہ خبر یا بربناء ظن دی تھی یا اللہ کے بتلانے سے لہٰذا جو شخص بغیر کسی کے بتلائے علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو یہ کہے کہ اس کو نیند میں بتلایا گیا یا بیداری میں اس نے کشف سے جان لیا اس وجہ سے اس کو غیب کا علم ہو گیا تو وہ کافر نہیں ہو گا کیونکہ اس کے دعویٰ میں اور قرآن مجید کی آیات میں کوئی تصادم اور تخالف نہیں ہے۔

علامہ رافعی نے ائمہ حنفیہ سے نقل کر کے یہ کہا کہ کسی شخص سے یہ پوچھا گیا کہ کیا تم کو غیب کا علم ہے؟ اس نے کہا ہاں! تو وہ کافر ہو گیا اور جو شخص سفر کے لیے نکلا اور عقعق کی آواز سن کر لوٹ آیا اس کے کفر میں اختلاف ہے، روضۃ الطالبین میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں وہ کافر نہیں ہو گا،[1] علامہ نووی کے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ جو شخص غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت کی تکذیب کر رہا ہے وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الا ھو۔ "غیب کی چابیاں اللہ ہی کے پاس ہیں اللہ کے سوا ان کو کوئی نہیں جانتا" نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول "(وہ) غیب جاننے والا (ہے) تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جس پسند فرمایا جو اس کے (سب) رسول ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علم غیب کی نفی میں رسولوں کے سوا کسی کا استثناء نہیں کیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس شخص کا یہ قول قرآن مجید کی بعض کی مخالفت اور تکذیب کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو علم مختص ہے وہ تمام اشیاء کا علم ہے اور وہی مفاتح الغیب ہے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث الآیۃ۔ "اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش نازل فرماتا ہے" اس لیے جو شخص کسی ایک چیز یا چند چیزوں کے بارے میں غیب کے علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ قرآن مجید کا مکذب یا مخالف نہیں ہے اور اس دعویٰ سے وہ کافر نہیں ہو گا، اور جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ تمام چیزوں کے غیب کا علم رکھتا ہے وہ کافر ہو جائے گا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

(علامہ شامی کہتے ہیں) پھر میں نے دیکھا کہ علامہ اجہوری نے بھی علامہ نووی کی طرح لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ کوئی شخص مطلقاً یہ کہنے سے (میں غیب جانتا ہوں") کافر نہیں ہوگا۔ ۵

علامہ ابن حجر مکی شافعی سے یہ سوال کیا گیا کہ "اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مومن غیب کو جانتا ہے" تو کیا ان دو آیتوں کے انکار کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا؟ علامہ ابن حجر مکی نے فتاوی حدیثیہ میں اس سوال کے جواب میں یہ لکھا کہ چونکہ اس شخص کے کلام میں تاویل ہے اس لیے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی جیسا کہ روضۃ الطالبین وغیرہ میں ہے۔ علامہ رافعی نے کہا اس شخص سے پوچھنا چاہیے کہ تمہارے اس قول (مومن غیب کو جانتا ہے") سے کیا مراد ہے اگر وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ میری مراد یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو کبھی اللہ تعالیٰ بعض غیوب کا علم عطا فرماتا ہے تو اس کا یہ قول قبول کر لیا جائے گا کیونکہ یہ عقلاً جائز ہے اور نقلاً ثابت ہے کیونکہ غیب کو جاننا اولیاء اللہ کی جملہ کرامات میں سے ہے، بعض اولیاء کشف کے ذریعے غیب کو جان لیتے ہیں اور بعض پر لوح محفوظ منکشف کر دی جاتی ہے اور وہ اس کو دیکھ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت خضر کا جو واقعہ ہے وہ اس پر کافی دلیل ہے، کیونکہ حضرت خضر بعض علماء کی تصریح کے مطابق ولی ہیں ہر چند کہ جمہور علماء اور عارفین کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ حضرت خضر نبی ہیں۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک عورت کے حمل کے بارے میں یہ خبر دی کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر نے عجم میں لڑنے والے اس لشکر کے بارے میں یہ خبر دی جو ساریہ کی قیادت میں لڑ رہا تھا، اور جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے برسر منبر کہا: یاساریۃ الجبل "اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ" اور حضرت ساریہ کو دشمنوں کے حملے سے خبردار کیا۔ اسی طرح حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے بارے میں فرمایا وہ محدث ہیں (یعنی ان کو الہام کیا جاتا ہے) اور امام قشیری نے اپنے رسالہ میں اور شیخ سہروردی نے عوارف المعارف میں اور دیگر عارفین اور صلحاء نے اپنی تصانیف میں اولیاء اللہ کی دی ہوئی غیب کی خبروں کا ذکر کیا ہے اور اولیاء اللہ کو جو غیب کا علم ہوتا ہے وہ قرآن مجید کی ان دو آیتوں کے خلاف نہیں ہے جن میں غیب کے علم کا اللہ کے ساتھ مخصوص ہونا بیان کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو بذاتہ علم ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے غیب کا علم ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے سے غیب کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ماکان وما یکون کی تمام جزئیات کو محیط ہے اس کا علم صفت واحدہ ہے جو تمام معلومات کے لیے مبدا انکشاف ہے اور اس کا علم قدیم ہے وہ بدیہی ہے نہ کسبی، نہ اس میں کسی نقص یا کمی کا شائبہ ہے اور یہ علم اسی کے ساتھ خاص ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی جزئیات کا اگر مخلوق کو علم ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہے۔ اور اس صورت میں یہ مطلقاً نہیں کہا جائے گا کہ اولیاء کو غیب کا علم ہے، کیونکہ اولیاء کو ایسی کوئی صفت حاصل نہیں جس سے ان کو مستقلاً غیب کا علم ہو، ان کو جو کچھ علم ہوتا ہے وہ بتلانے سے ہوتا ہے، نیز ان کو غیب مطلق کا علم نہیں دیا جاتا۔ اور انبیاء اور اولیاء کو جو غیب کا علم دیا جاتا ہے وہ کسی وجہ سے بھی محال کو مستلزم نہیں ہے اس لیے اس کا انکار کرنا عناد کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ انبیاء اور اولیاء کو جو غیب کا علم ہوتا ہے اس سے ان کا اللہ تعالیٰ کے

---

۵ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کسی شخص کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا کفر ہے یا نہیں، ہر چند کہ صحیح یہ ہے کہ یہ کفر نہیں ہے تاہم مخلوق کی طرف مطلقاً علم غیب کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ علم غیب جب مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے جیسا کہ ہم امام احمد رضا قادری کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ منہ

ساتھ شریک ہونا کسی وجہ سے لازم نہیں آتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو جمیع اور غیر متناہی معلومات کا علم ہے اور اس کا علم بذاتہ اور مستقل ہے، قدیم اور واجب ہے اور ممتنع الزوال ہے اور انبیاء اور اولیاء کو بعض اور متناہی معلومات کا علم ہوتا ہے اور ان کا علم غیر مستقل ہے اور اللہ کے بتلانے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ علم حادث اور ممکن ہے اس علم کا حصول بھی ممکن ہے اور اس کا زوال بھی ممکن ہے، اس آیت کی تشریح میں ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے، علامہ نووی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کی تصریح کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ تمام غیر متناہی غیوب کا استقلالاً احاطہ کرنا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، البتہ معجزات اور کرامات اللہ تعالیٰ کے بتلانے اور خبر دینے سے واقع ہوتے ہیں[1]

مفتی ابوالسعود آفندی نے بھی عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدًا کی تفسیر میں اسی طرح لکھا ہے وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے غیب پر اس کے رسولوں کے سوا کسی کو ایسی اطلاع کامل نہیں ہوتی جس سے ایسا انکشاف تام حاصل ہو جو موجب یقین ہو، کیونکہ جن غیوب کے علم کا تعلق رسالت سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان غیوب پر اپنے رسولوں کو مطلع فرماتا ہے یا اس وجہ سے کہ وہ غیوب رسول کی رسالت کے مبادی ہوتے ہیں یعنی وہ ایسے معجزے ہوتے ہیں جو رسول کی رسالت پر دلالت کرتے ہیں یا ان غیوب کا تعلق رسالت کے احکام اور ارکان سے ہوتا ہے جیسے عام احکام شرعیہ اور ان پر آخرت میں مرتب ہونے والے اجر و ثواب کا بیان۔ اور وہ غیوب جن کا ان دو چیزوں سے تعلق نہ ہو جیسے قیامت کے قائم ہونے کا وقت تو اس پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع نہیں فرماتا کیونکہ اس غیب کا تبلا دینا حکمت تشریع کے خلاف ہے اور اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی نفی نہیں ہے، کیونکہ یہ کرامات اولیاء اللہ کو کشف سے حاصل ہوتی ہیں اور یہ کشف اس سے بہت کم درجہ کا ہے جو رسولوں کو بذریعہ وحی حاصل ہوتا ہے رسولوں کا کشف قطعی اور یقینی ہے اور اولیاء کا کشف ظنی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب مطلق کے ساتھ منفرد ہے جو جمیع معلومات کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ کو بعض حوادث غیبیہ پر الہام یا کشف کے ذریعہ مطلع فرمانا اس کے خلاف نہیں ہے، اس لیے اگر کسی صاحب کرامت ولی نے کسی غیب جاننے کا دعویٰ کیا تو اس کا دعویٰ کرنا جائز اور صادق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیب مطلق مختص ہے اور بندہ جس غیب کا دعویٰ کر رہا ہے وہ حقیقۃً غیب نہیں ہے بلکہ بندے کو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض علامات یا آلات کے ذریعہ مستقبل کے کسی واقعہ کی پیش گوئی کرنا (جیسے محکمہ موسمیات موسم اور بارش کی پیشگی اطلاع دیتا ہے یا جیسے سائنس دان سورج گرہن اور چاند گرہن کی پیشگی اطلاع دیتے ہیں) جائز ہے، کیونکہ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل میں لکھا ہے کہ علم نجوم فی نفسہ حسن ہے کیونکہ اس کی دو قسمیں ہیں ایک علم تو حساب اور ریاضی پر مبنی ہے اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: والشمس والقمر بحسبان یعنی سورج اور چاند کی گردش ایک معین حساب سے ہے اور ایک علم استدلالی ہے اور یہ علم ستاروں کی رفتار اور حرکت افلاک سے حوادث پر استدلال سے عبارت ہے سو یہ علم بھی جائز ہے، جیسے طبیب نبض سے مریض کے مرض پر استدلال کرتا ہے۔ ہاں اگر وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کا منکر ہو اور ذاتی علم غیب کا مدعی ہو (یعنی اس کو بنفسہٖ انکشاف ہوتا ہے۔) تو پھر کافر ہے۔

ہم نے فقہاء کی جو عبارات پیش کی ہیں اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ معجزہ، کرامت یا آلات اور علامات سے بعض اُمور غیبیہ پر مطلع ہونا جائز ہے، البتہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو کسی سبب کے بغیر بنفسہٖ غیب منکشف ہو جاتا ہے یا یہ دعویٰ

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین ابن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الفتاوی الحدیثیہ ص ۲۶۸-۲۶۷ ملخصاً مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۵۶ھ

کرے کہ اس کو جنات غیب کی خبر دیتے ہیں یا جو شخص ستاروں کی تاثیر کا قائل ہو سو ایسا شخص کافر ہے۔ [1]

قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے اور آپ کا یہ علم، غیب اور شہادت دونوں کو محیط ہے اور یہ علم تدریجی ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تا حیات اضافہ فرماتا رہا۔ اسی علم کو علماء اہلسنت علم کلی اور علم ماکان ومایکون سے تعبیر کرتے ہیں۔ علم کلی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل معلومات الٰہیہ کا علم ہے کسی مخلوق کے لیے اس علم کو ماننا نہ صرف محال ہے بلکہ شرک ہے۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اوّل: علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطاء غیر ہو۔

دوم: علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر فکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم: علم کا اثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم: علم کا اقصی غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوال لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ آتیہ (مستقبلہ) موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جلّ وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً منفی، یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر الٰہی کے لیے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ [2]

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے، کیونکہ یہ نسبت متناہی کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی کی متناہی سے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے علوم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ایسا ہے جیسے قطرہ کے مقابلہ میں سمندر ہو اور اللہ کے علم کے مقابلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے۔ کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی نسبت

---

[1] امام سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۳۱۶-۳۱۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

[2] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الصمصام ص ۶

[3] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

غیر متناہی کی طرف ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (نساء ۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اس آیت سے علم کلی کے استدلال پر ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور اس استدلال کی تائید میں بکثرت حوالہ جات نقل کیے ہیں اور اس استدلال پر وارد ہونے والے اعتراضات کا مکمل ازالہ کر دیا ہے۔ جو لوگ اس بحث کو تفصیل اور تحقیق سے جاننا چاہتے ہوں ان کو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔[1]

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداء خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں، حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کو اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن حذیفۃ قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ ما ترک فیھا شیئا الی قیام الساعۃ الا ذکرہ علمہ من علمہ وجھلہ من جھلہ الحدیث۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک کے ہونے والے تمام امور بیان فرما دیئے جس شخص نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی زید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظھر فنزل فصلی

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۷، " " " "

ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن فاعلمنا احفظنا [1]

اگیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آگیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں تمام ماکان ومایکون کی خبریں دیں سو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ العصر بنھار ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا اخبرنا بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ [2]

(الحدیث)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ اور ہر چیز کی ہمیں خبر دے دی، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا۔ [3]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے [4] نیز امام ابو داؤد [5] اور امام احمد [6] نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال احتبس عنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں آنے کے

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۵۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

من صلوٰۃ الصبح حتی کدنا نترائی عین الشمس فخرج سریعا فثوب بالصلوٰۃ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتجوز فی صلوٰتہ فلما سلم دعا بصوتہ فقال لنا علی مصافکم کما انتم ثم انفتل الینا فقال اما انی سأحدثکم ما حبسنی عنکم الغداۃ انی قمت من اللیل فتوضأت فصلیت ما قدر لی فنعست فی صلوٰتی فاستثقلت فاذا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورۃ فقال یا محمد قلت رب لبیک قال فیما یختصم الملأ الاعلی قلت لا ادری رب قالہا ثلاثا قال فرایتہ وضع کفہ بین کتفی قد وجدت بردہ انا ملہ بین ثدی فتجلی لی کل شیء وعرفت الحدیث الی ان قال، قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح سالت محمد ابن اسماعیل عن ھذا الحدیث فقال ھذا صحیح [1]

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فقلت لبیک ربی وسعدیک قال فیم یختصم الملا الاعلیٰ قلت ربی لا ادری فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی فعلمت ما بین المشرق والمغرب الحدیث [2]

لیے دیر کی، حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر کر بآواز بلند ہم سے فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو وہیں بیٹھے رہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہوگئی، میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لیے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے نماز میں اونگھ آئی، پھر مجھے گہری نیند آگئی۔ اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا، اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا، آپ نے کہا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ الحدیث۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا، میرے رب نے کہا اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں، میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۶۶، " "

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اتانی ربی عز وجل اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم فقال یا محمد تدری فیم یختصم الملا الاعلی قال قلت لا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ بین کتفی حتی وجدت بردھا بین ثدیی او قال نحری فعلمت ما فی السموت والارض الحدیث۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتی کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں:

فوضع کفیہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیی حتی تجلی لی ما فی السموات وما فی الارض۔ [2]

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتی کہ میرے لیے وہ تمام چیزیں منکشف ہو گئیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں۔

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف کثیر۔ [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لیے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، ہر چند کہ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپ کی شان میں چند اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " مسند احمد ج ۴ ص ۶۶، " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتب العربی، ۱۴۰۲ھ

فاشهد ان الله لا رب غيره — میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں
وانك مامون على كل غائب — اور آپ اللہ تعالیٰ کے ہر غیب پر امین ہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اشعار سن کر مجھ سے بہت خوش ہوئے، آپ کے چہرۂ اقدس سے خوشی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اور آپ نے فرمایا: افلحت یا سواد "اے سواد تم کامیاب ہو گئے"۔ اس حدیث کو بکثرت علماء اسلام نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، بعض علماء کے اسماء یہ ہیں: امام ابو نعیم[1]، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی[2]، علامہ ابن عبدالبر[3]، علامہ سہیلی[4]، علامہ ابن الجوزی[5]، حافظ ابن کثیر[6]، علامہ بدرالدین عینی[7]، علامہ جلال الدین سیوطی[8]، علامہ حلبی[9]، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی[10]۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

وعلمك مالم تكن تعلم من خير الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن[11] — اولین اور آخرین کی خبروں اور ماکان و مایکون میں سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں:

واما تعلق عقده من ملكوت السموات والارض وخلق الله وتعيين اسماء الحسنى وآياته الكبرى وامور الآخرة واشراط الساعة واحوال السعداء والاشقياء وعلم ما كان ومايكون مما — آسمانوں اور زمینوں کی نشانیاں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق، اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تعیین، آیات کبریٰ، امور آخرت، علامات قیامت، اچھے اور برے لوگوں کے احوال اور ماکان و مایکون کا علم اس قبیل سے ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار النفائس
[2] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] علامہ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[4] علامہ ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ، الروض الانف ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان
[5] علامہ ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء باحوال المصطفیٰ ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور
[6] حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۳۴۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[7] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ
[8] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور۔
[9] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۱ ص ۳۲۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی حلبی واولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ
[10] شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ، مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
[11] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۵ ص ۲۷۵، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۴ھ

لم یعلمہ الا بوحی [1]

بغیر وحی کے نہیں جانا۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ان علمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) محیط بالکلیات والجزئیات [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کلیات اور جزئیات کو محیط ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

الثانیۃ والاربعون اطلاعہ علی ما سیکون الثالثۃ والاربعون الاطلاع علی ما کان مما لم ینقلہ احد قبلہ [3]

نبوت کی بیالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما سیکون (امور مستقبلہ) کا علم ہو، اور تینتالیسویں صفت یہ ہے کہ ان کو ما کان (امور ماضیہ) کا علم ہو جن کو ان سے پہلے کسی نے نہ بیان کیا ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

(انزلہ بعلمہ) ای متلبسا بعلمہ المحیط الذی لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات والارض ومن ھنا علم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما کان وما ھو کائن [4]

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس صفت علم کے ساتھ تجلی کر کے حضور پر قرآن نازل کیا جس صفت علم سے آسمانوں اور زمین کا کوئی ذرہ غائب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ما کان وما یکون کو جان لیا۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

فلم یقبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی علم کل شیء یمکن العلم بہ [5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ نے ہر اس چیز کو نہیں جان لیا جس کا علم ممکن ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی کے خلیفہ مجاز شیخ مرتضےٰ حسین چاند پوری لکھتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم مغیبات اس قدر دیا گیا تھا کہ دنیا کے تمام علوم بھی اگر ملائے جائیں تو آپ کے ایک علم کے برابر نہ ہوں۔ [6]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت پر تفصیلی دلائل جاننے کے لیے ہماری کتاب "مقام ولایت ونبوت" کا مطالعہ فرمائیں۔

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

[2] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۲ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] " " " روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴، " " "

[6] شیخ مرتضےٰ حسین چاند پوری متوفی ۱۳۷۱ھ، توضیح البیان فی حفظ الایمان ص ۱۲،

قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: صحابہ کرام، فقہاء تابعین ائمہ اربعہ امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ حاکم کا حکم باطن میں کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام کرتا ہے لہٰذا جب دو جھوٹے گواہ کسی کے حق میں مال کی گواہی دیں اور حاکم اس گواہی کی بناء پر مدعی کے حق میں مال کا فیصلہ کردے تو مدعی کے لیے اس مال کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر دو جھوٹے گواہ کسی شخص کے خلاف یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے تو اگر ولی مقتول کو یہ علم ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو ان کے لیے ملزم کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دو شخص کسی کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دیں کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور قاضی نے اس گواہی کی بناء پر تفریق کر دی ہے تو جس شخص کو علم ہو کہ یہ گواہی جھوٹی ہے اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ قاضی کے حکم سے عورت تو حلال ہو جاتی ہے مال حلال نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کے نزدیک اس صورت میں نکاح جائز ہے۔ امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس حدیث صحیح اور اجماع متقدمین کے خلاف ہے، اسی طرح ان کا یہ قول خود ان کے اور جمہور کے اس قاعدہ کے بھی خلاف ہے کہ عورت سے ولی کے معاملہ میں نکاح کی بہ نسبت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ [1]

علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں: علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جان، مال اور عورت اگر حرام ہو تو وہ قاضی کے حکم سے حلال نہیں ہوگی اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ قاضی کے حکم سے عورت حلال ہو جاتی ہے۔ پس اگر دو گواہ کسی شخص کے خلاف یہ جھوٹی گواہی دیں کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دے دی تو جس شخص کو یہ علم ہو کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی ہے اس کے لیے بھی اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہے۔ اس قول کی وجہ سے امام ابوحنیفہ پر لے دے کی گئی کہ انھوں نے مال کی حفاظت کی اور عورت کی حفاظت نہیں کی حالانکہ عورت کی حفاظت مقدم ہے، ہمارے اصحاب نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ [2]

قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی نے اس سلسلہ میں فقہاء احناف کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: جھوٹے گواہوں سے ظاہراً اور باطناً قضاء نافذ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ محل اس حکم کا قابل ہو (یعنی محارم میں سے کسی پر دعویٰ نہ ہو) اور قاضی کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم نہ ہو، یہ قضا عقود (مثلاً بیع اور نکاح) اور فسوخ (مثلاً اقالہ اور طلاق) دونوں میں نافذ ہو جاتی ہے، کیونکہ حضرت عمر نے اس عورت سے فرمایا تھا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، اور امام ابویوسف امام محمد، امام زفر اور ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں صرف ظاہراً قضاء نافذ ہوتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ [3]

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے کہ امام محمد کا قول بھی امام ابوحنیفہ کی طرح ہے، نیز علامہ شامی بیان کرتے ہیں کہ قہستانی اور البحر الرائق میں حقائق اور ابواللیث سے منقول ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے لیکن فتح القدیر میں ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۵-۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۴ ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کہ امام اعظم کا قول ہی معتبر ہے اور علامہ قاسم نے بھی اسی کی تائید کی اور عام متون میں بھی امام اعظم کا قول مذکور ہے[1]

جن صورتوں میں فقہاء احناف کے نزدیک قضاء ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتی ہے۔

علامہ شامی نے جھوٹی گواہی کی بناء پر عقود اور فسوخ میں قاضی کے حکم کی حسب ذیل مثالیں بیان کی ہیں:

(۱)۔ ایک باندی نے کسی شخص پر یہ دعوی کیا کہ اس شخص نے اس باندی کو اتنے روپوں میں خریدا ہے، اس شخص نے اس دعوی کا انکار کیا، قاضی نے اس کو قسم کھانے کا حکم دیا اس نے قسم کھانے سے انکار کیا اور قاضی نے اس انکار کی بناء پر اس شخص کے خلاف فیصلہ کر دیا تو اب وہ باندی اس شخص پر دیانۃً اور قضاءً دونوں طرح حلال ہے۔

(۲)۔ ایک شخص نے کسی عورت پر نکاح کا دعوی کیا اور اس کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے، قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

(۳)۔ ایک عورت نے کسی شخص پر نکاح کا دعوی کیا۔ اور اس کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے مدعیہ کے حق میں فیصلہ کر دیا تو ان دونوں صورتوں میں مرد کے لیے عورت سے وطی کرنا اور عورت کا اس کو وطی کا موقع دینا جائز ہے۔

(۴)۔ ایک عورت نے یہ دعوی کیا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں، شوہر منکر ہے، عورت نے دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے اس جھوٹی گواہی کے پیش نظر ان کے درمیان تفریق کا فیصلہ کر دیا اور عدت گذر جانے کے بعد عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا تو اس دوسرے شخص کا اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے خواہ اس کو گواہوں کے جھوٹے ہونے کا علم ہو اور گواہوں میں سے بھی کوئی ایک اس سے نکاح کر سکتا ہے اور وطی بھی کر سکتا ہے، اور پہلا شوہر اب وطی نہیں کر سکتا نہ عورت اس کو وطی کا موقع فراہم کر سکتی ہے۔

(۵)۔ ایک باندی یہ دعوی کرے کہ اس کے مالک نے اس کو آزاد کر دیا ہے اور مالک منکر ہو، باندی اس پر دو گواہ پیش کر دے اور قاضی اس کے آزاد ہونے کا فیصلہ کر دے تو اب وہ باندی کسی شخص سے نکاح کر سکتی ہے اور اس شخص کا اس باندی سے وطی کرنا اور باندی کا اس کو وطی کا موقع فراہم کرنا جائز ہے خواہ اس شخص کو علم ہو کہ گواہ جھوٹے تھے۔

(۶)۔ ایک شخص نے کسی مکان کے بارے میں یہ دعوی کیا کہ اس کے مالک نے اس کو وقف کر دیا تھا مالک منکر ہے اس شخص نے اس وقف پر دو جھوٹے گواہ پیش دے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو مدعی کا اس جگہ پر وقف کے احکام لاگو کرنا صحیح ہے۔

(۷)۔ کسی شئے کو کرایہ پر حاصل کرنے کا دعوی کیا اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دیئے اور قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا تو مدعی کے لیے اس شئ میں تصرف کرنا جائز ہے۔[2]

فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی شرائط

فقہاء احناف کے نزدیک قضاء کے ظاہراً اور باطناً نافذ ہونے کی حسب ذیل شرائط ہیں:

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۲، ۴۶۳، " " " "

(۱)۔ قاضی کو یہ علم نہ ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں۔

(۲)۔ مدعی نے ملک مطلق کا دعویٰ نہ کیا ہو بلکہ ملکیت کا سبب بھی بیان کیا ہو، قرض کا بھی یہی حکم ہے اگر کسی شخص پر مطلقاً قرض کا دعویٰ کیا تو باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی جب تک کہ یہ نہ بتائے اس پر فلاں سبب سے قرض ہے، کسی شخص پر وراثت کے دعویٰ کرنے کا بھی یہی حکم ہے اس میں بھی باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی۔

(۳)۔ مدعی نے جس چیز پر دعویٰ کیا ہے وہ اس کے دعویٰ کا محل بننے کی صلاحیت بھی رکھتی ہو، اگر اس میں اس کے دعویٰ کی صلاحیت نہیں ہے تو اس میں باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی مثلاً منکوحہ غیر یا معتدہ غیر کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کی بیوی ہے اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دے تو اس میں ظاہراً قضا نافذ ہوگی نہ باطناً۔ مرتدہ اور دیگر محارم کا بھی یہی حکم ہے۔

(۴)۔ مدعی کا دعویٰ اس چیز کے متعلق ہو جس میں انشاء ممکن ہو، انشاء سے مراد ان کلمات کو بولنا ہے جن سے کسی چیز کو واقع کیا جائے مثلاً "میں نے یہ چیز خریدی" کہہ کر بیع کو واقع کیا جیسے عقد بیع، فسخ بیع، نکاح اور طلاق اور جس چیز میں انشاء ممکن نہ ہو اس میں باطناً قضا نافذ نہیں ہوگی جیسے وراثت، کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں فلاں کا بیٹا ہوں اور اس پر دو جھوٹے گواہ پیش کر دے۔

(۵)۔ قاضی یہ فیصلہ منکر کی قسم پر نہ کرے اگر قاضی نے منکر کی قسم پر فیصلہ کر دیا تو یہ قضاً باطناً نافذ نہیں ہوگی مثلاً ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اس کے پاس گواہ نہیں ہیں، قاضی نے شوہر سے قسم طلب کی، شوہر نے جھوٹی قسم کھالی تو اگر عورت کو یہ علم ہے کہ شوہر تین طلاقیں دے چکا ہے تو اس عورت کے لیے اس کو وطی کا موقع دینا جائز نہیں ہے اور مرد کے لیے بھی اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں انشاء نکاح نہیں ہے بلکہ جو نکاح پہلے سے قائم تھا قاضی نے اس کے برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے اس وجہ سے یہاں باطناً قضاء نافذ نہیں ہوگی، علامہ یہ ہے کہ باطناً قضاء اس وقت نافذ ہوتی ہے جب وہ قضاء گواہی کی بناء پر ہو یا انکار قسم کی بناء پر ہو اور وہ فیصلہ کسی عقد یا فسخ کے انشاء پر مبنی ہو اور محل انشاء بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

(۶)۔ جن گواہوں کی بنیاد پر قاضی نے فیصلہ کیا ہے وہ مسلمان، آزاد اور عادل ہوں، اگر وہ گواہ کافر، غلام یا محدود فی القذف ہوئے تو باطناً قضاء نافذ نہیں ہوگی۔[1]

قضاء باطنی کے نفاذ میں فقہاء احناف کے دلائل اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا تجزیہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک عقود، فسوخ، نکاح، طلاق اور عتاق میں جھوٹے گواہوں سے بھی قاضی کا فیصلہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے۔ پہلے امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے تھی۔ امام ابو یوسف کے دوسرے قول اور امام محمد اور امام شافعی کے نزدیک ان صورتوں میں قاضی کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے باطناً نافذ نہیں ہوتا، حتیٰ کہ جب کسی شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور نکاح کے ثبوت میں دو جھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے نکاح کا فیصلہ کر دیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز ہے، امام ابو یوسف کا پہلا قول بھی یہی تھا، البتہ امام ابو یوسف کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے، امام محمد اور امام شافعی

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۴۶۳-۴۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کا بھی یہی قول ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ (بقرہ ۱۸۸)

ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ، اور نہ (بطور رشوت) وہ مال حکام تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم گناہ کے ساتھ (ناجائز طور پر) کھاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حاکم کے فیصلہ سے مال غیر کے ناجائز طریقہ سے کھانے کو حرام کر دیا ہے، لہٰذا یہ آیت اس پر نص صریح ہے کہ اگر قاضی نے جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی چیز کا فیصلہ کر دیا تو اس چیز کا لینا ناجائز ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ چرب زبانی اور طلاقت لسانی سے پیش کرے پس اگر میں (ظاہری حجت کی بناء پر) کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں (درحقیقت) اس کے لیے آگ کے ایک ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فیصلہ کی بناء ایک سبب باطل پر ہے اس لیے یہ فیصلہ بالفعل نافذ نہیں ہوگا، جس طرح قاضی، غلام کا فریا محدود فی القذف کی گواہی پر فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ بالفعل نافذ نہیں ہوتا۔ اور اس فیصلہ کی بناء جھوٹی گواہی پر ہے اور یہ ایک باطل سبب ہے کیونکہ جھوٹی گواہی گناہ کبیرہ ہے اور قضاء کی حجت ایک امر شرعی ہے اور گناہ کبیرہ اس کی ضد ہے اور جب جھوٹ کی تہمت کی وجہ سے گواہی مقبول نہیں ہوتی اور وہ گواہی فیصلے کی حجت نہیں بن سکتی تو حقیقتاً جھوٹی گواہی بدرجہ اولیٰ نامعتبر ہوگی، نیز قاضی نے جس چیز کا فیصلہ کیا ہے اس کا واقع میں کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا یہ قضا باطل ہوگی جیسا کہ اگر قاضی جھوٹے گواہوں کی بناء پر کسی کے لیے منکوحہ غیر کا فیصلہ کر دے تو وہ فیصلہ باطل ہوتا ہے نیز اس فیصلہ کو انشاء عقد قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ قاضی انشاء عقد کا قصد نہیں کرتا، بلکہ مدعی نے جس عقد کا دعویٰ کیا تھا قاضی اس کو ثابت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس کے ثبوت میں دو گواہ پیش کر دیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان نکاح کا فیصلہ کر دیا، اس عورت نے کہا: اے امیر المومنین! اگر اس نکاح کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر آپ میرا اس سے نکاح کر دیجئے کیوں کہ ہمارے درمیان نکاح نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا۔ دیکھئے اس عورت نے زنا سے بچنے کے لیے عقد نکاح کا مطالبہ کیا لیکن حضرت علی نے اس کا مطالبہ پورا نہیں کیا، ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حضرت علی نے ان کے درمیان نکاح کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا کہ اس کا خاوند راضی نہیں تھا لیکن یہ غلط خیال ہے کیونکہ اس کا خاوند نکاح پر راضی تھا، اسی وجہ سے وہ نکاح کا دعویٰ کر رہا تھا اور عورت بھی راضی تھی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح کر دیجئے اور حضرت علی کے لیے ان کا نکاح کرنا آسان تھا کیونکہ خاوند کو اس میں رغبت تھی اس کے باوجود حضرت علی نے یہ نکاح نہیں کیا بلکہ یہ بیان فرمایا کہ ان کے فیصلہ سے ان کا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور یہ فرمایا کہ تمہارے گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا یعنی ان گواہوں نے تمہارے درمیان نکاح کا فیصلہ مجھ پر لازم کر دیا، لہٰذا اس فیصلہ سے نکاح ثابت ہو گیا اور حضرت علی کا یہ اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس حکم کو عقل اور قیاس سے جاننا ممکن نہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی آیت (ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ) اور حدیث اگر میں (ظاہری حجت) کی بناء پر کسی شخص کے لیے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کر دوں تو میں اس کے لیے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کر رہا ہوں" املاک مرسلہ (بغیر سبب ملکیت بتائے بغیر کسی چیز پر ملکیت کا دعوی کرنا) کے بارے میں وارد ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اس کے قائل ہیں۔ اور اس کی علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن معاملات میں قاضی کو انشاء کی ولایت دی ہے، قاضی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان معاملات میں فیصلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ فیصلہ حقیقتاً نافذ ہوگا، کیونکہ یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو فیصلہ کرنے کا حکم دے پھر اس فیصلہ کے نفاذ کو روک دے۔ قاضی اس بات کا مکلف تھا کہ علی الاعلان اور خفیہ طریقہ سے گواہوں کی عدالت کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور جب اس نے تزکیہ شہود کر لیا اور اس کے نزدیک گواہوں کی عدالت ثابت ہو گئی تو اس گواہی کے مطابق اس پر فیصلہ کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ اگر اس نے یہ فیصلہ نہیں کیا تو وہ گنہگار ہوگا اور اس کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا جائے گا۔ اس لیے ہم کو یہ معلوم ہو گیا کہ قاضی فیصلہ کرنے پر مامور ہے اور حقیقت میں گواہ کے صدق یا کذب کو جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور جس چیز کی حقیقت کو جاننے کا کوئی شرعی طریقہ نہ ہو قاضی اس کے جاننے کا شرعاً مکلف بھی نہیں ہے، کیونکہ انسان کو اس کی وسعت اور طاقت کے اعتبار سے مکلف کیا جاتا ہے اور قاضی کی وسعت میں صرف اتنا ہی تھا کہ وہ گواہوں کے احوال کی جانچ پڑتال کرے اور جب اس نے اچھی طرح تزکیہ شہود کر لیا تو وہ اپنے عہدہ سے بری الذمہ ہو گیا اور اس پر لازم ہو گیا کہ وہ گواہوں کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کر دے، اور قاضی کے فیصلہ پر ظاہراً اور باطناً عمل کرنا واجب ہے ورنہ قاضی کو قضاء پر مامور کرنا عبث ہوگا اور اس صورت میں قضاء کے دو طریقے تھے ایک نکاح کا اظہار کرنا، دوسرا عقد نکاح کر دینا، اور جب ان کے درمیان عقد نکاح نہیں تھا تو اس فیصلہ سے نکاح کا اظہار کرنا متعذر ہے، اس لیے اب انشاء نکاح متعین ہو گیا، کیونکہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے لہٰذا دلیل شرعی کی اس نوع سے قاضی کے لیے ولایت انشاء ثابت ہوگی اور جس طرح اور نزاعی معاملات میں قاضی کی ولایت انشاء سے فیصلہ نافذ العمل ہوتا ہے اس صورت میں بھی قاضی کا فیصلہ نافذ العمل ہوگا بلکہ یہاں زیادہ اولیٰ ہے۔

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ جب شوہر اور بیوی آپس میں لعان کرتے ہیں تو قاضی کو انشاء تفریق کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس اختیار سے زوجین کے درمیان تفریق کر دیتا ہے۔ اسی طرح قاضی ولایت انشاء تزویج سے نابالغ بچہ اور نابالغ بچی کا نکاح کر دیتا ہے، لہٰذا اس صورت میں بھی اس کو ولایت انشاء عقد نکاح حاصل ہے تاکہ وہ عورت کو زنا سے محفوظ رکھ سکے اور قاضی کا یہ فیصلہ عورت کو زنا کا موقع دینے سے بچاتا ہے۔ جب دو فریق لعان کرتے ہیں تو ایک فریق یقیناً کاذب ہوتا ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ یہ جانتا ہے کہ تم میں سے ایک جھوٹا ہے اور باوجود اس حقیقت کے کہ ان میں سے کوئی ایک کاذب ہے اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے قاضی کو ولایت انشاء تفریق حاصل ہوتی ہے اور قاضی ان کے درمیان تفریق کر دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی گواہوں کے جھوٹے ہونے کے باوجود قاضی کو انشاء نکاح کی ولایت حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ شرعاً قضاء کرنے پر مامور ہے [1]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: حضرت علی، حضرت ابن عمر اور امام شعبی کا بھی اسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی طرح موقف

---

[1] شمس الائمہ ابوالطفیل محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۱۸۳-۱۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہے۔ امام ابو یوسف نے عمرو بن مقدام سے روایت کیا ہے کہ ایک قبیلہ کے ایک شخص نے ایک ایسی عورت کو نکاح کا پیغام دیا جو شرف اور مرتبہ میں اس سے زیادہ تھی اس عورت نے اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا، اس شخص نے یہ دعویٰ کر دیا کہ اس کا عورت سے نکاح ہو چکا ہے اور حضرت علی کی عدالت میں اس پر دو گواہ پیش کر دیے۔ اس عورت نے کہا میرا اس شخص سے نکاح نہیں ہوا، حضرت علی نے فرمایا ان دو گواہوں نے تمہارا نکاح کر دیا، امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ شعبہ بن حجاج، زید سے روایت کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف جھوٹی گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے، قاضی نے ان کے درمیان تفریق کر دی پھر ان گواہوں میں سے ایک شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا شعبی نے کہا یہ جائز ہے اور حضرت ابن عمر نے ایک غلام کو عیب سے مبرا قرار دے کر فروخت کر دیا، خریدار اس غلام کو حضرت عثمان کی عدالت میں لے گیا، حضرت عثمان نے حضرت ابن عمر سے کہا کیا تم اللہ کی قسم کھا کر یہ کہہ سکتے ہو کہ جب تم نے اس کو فروخت کیا تھا تو تم نے اس کی بیماری کو نہیں چھپایا تھا، حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا، حضرت عثمان نے وہ غلام ان کو واپس کر دیا اور بعد میں حضرت ابن عمر نے وہ غلام زیادہ نفع کے ساتھ فروخت کر دیا۔ اس مسئلہ میں حضرت ابن عمر نے غلام کی بیع کو جائز قرار دیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ باطن میں ایسا نہیں ہے اور باطن کا حکم ظاہر کے خلاف ہے (کیونکہ انھوں نے بری الذمہ ہو کر غلام کو فروخت کیا تھا اس وجہ سے باطن میں اس غلام کو واپس کرنا صحیح نہیں تھا) اگر حضرت عثمان کو بھی حضرت ابن عمر کی طرح اس بات کا علم ہوتا تو وہ بیع کو رد نہ کرتے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کا بھی یہ مذہب تھا کہ اگر حاکم کسی عقد کو فسخ کر دے تو وہ باطن کی ملک میں آجاتا ہے، اگرچہ باطن میں حقیقت اس کے برعکس ہو۔

امام ابو حنیفہ کے قول کی صحت پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بھی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا پھر فرمایا اگر اس عورت کے ہاں اس اس طرح کا بچہ ہوا تو وہ ہلال بن امیہ کا ہے اور اگر دوسری شکل وصورت کا ہوا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا جس کے ساتھ ہلال بن امیہ کی بیوی کو متہم کیا گیا تھا، پھر اس عورت کے ہاں ناپسندیدہ صفت پر بچہ پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ان کے درمیان لعان نہ ہو چکا ہوتا تو پھر میں اس عورت کو دیکھتا! ہلال بن امیہ کا صدق اور اس کی بیوی کا کذب ظاہر ہو گیا اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفریق کو باطل نہیں کیا جو لعان کی وجہ سے ہوئی تھی اور یہ اس کی دلیل ہے کہ حاکم جب کسی عقد کو فسخ کر دے تو وہ ظاہراً اور باطناً نافذ ہو جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے قول پر اس سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ جب حاکم کے پاس ایسے گواہ گواہی دیں جن کا ظاہر حال صدق ہو تو حاکم پر واجب ہے کہ ان کی گواہی کے اعتبار سے فیصلہ کرے اور اگر اس نے گواہی کے بعد فیصلہ کرنے میں توقف کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا تارک اور گنہگار ہوگا کیونکہ اس کو ظاہر کا مکلف کیا گیا ہے اور اس کو اس علم باطن کا مکلف نہیں کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کا غیب ہے۔ [1]

علامہ بابرتی حنفی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جو چیز پہلے ثابت ہو اس کا اظہار قضا ہوتا ہے اور جو چیز پہلے نہ ہو اس کا اثبات قضا نہیں ہوتا اور نکاح پہلے ثابت نہیں تھا تو پھر کس طرح قضا باطناً نافذ ہو گی، اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح بطریقہ اقتضاء مقدم ہے گویا کہ قاضی نے اس عورت سے کہا میں نے اس شخص سے تیرا نکاح کر دیا اور تم عدتوں کے درمیان نکاح کا حکم کر دیا تاکہ ان کے درمیان نزاع نہ رہے اور وہ شخص اس عورت کے ساتھ وطی

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

کر سکے۔ بعض علما نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ نزاع ختم کرنے کے لیے یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ قاضی اس شخص سے کہتا کہ تم اس عورت کو طلاق دے دو، اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق سے کیا مراد ہے طلاق مشروع یا طلاق غیر مشروع؟ طلاق غیر مشروع کا تو کوئی اعتبار نہیں ہے اور طلاق مشروع اس کی مقتضی ہے کہ اس سے پہلے نکاح ثابت ہونا چاہیے لہٰذا ہر حال میں نکاح کا قول کرنا پڑے گا۔[1]

بَابُ ۵۶۵ قَضِيَّةِ هِنْدٍ

حضرت ہند کے متعلق فیصلہ کا بیان

۴۳۶۳۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ امْرَأَةُ أَبِي سُفْيَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ لَا يُعْطِينِي مِنَ النَّفَقَةِ مَا يَكْفِينِي وَيَكْفِي بَنِيَّ إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمِهِ فَهَلْ عَلَيَّ فِي ذَلِكَ مِنْ جُنَاحٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذِي مِنْ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ مَا يَكْفِيكِ وَيَكْفِي بَنِيكِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان بخیل شخص ہے وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو کیا اس صورت میں مجھ پر کوئی گرفت ہو گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مال سے دستور کے مطابق اتنا لے سکتی ہو جو تمہیں اور تمہارے بچوں کو کفایت کرے۔

۴۳۶۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں اور بتایا ان سندوں سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۴۳۶۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ

[1] علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۵۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ وَمَا عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ اَهْلُ خِبَاءٍ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مُمْسِكٌ فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ اَنْ اُنْفِقَ عَلٰى عِيَالِهٖ مِنْ مَالِهٖ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَرَجَ عَلَيْكِ اَنْ تُنْفِقِيْ عَلَيْهِمْ بِالْمَعْرُوْفِ.

علیہ وسلم کی خدمت میں ہند نے آکر عرض کیا، یارسول اللہ! بخدا (پہلے) مجھے روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کسی کے گھر کی ذلت اور خواری محبوب نہیں تھی اور اب روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کسی گھر کی عزت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے ابھی یہ محبت اور بڑھے گی، پھر ہند نے کہا: یارسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہے، اگر میں اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے کچھ لے کر اس کی اولاد پر خرچ کردوں تو کیا مجھ پر گرفت ہوگی؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دستور کے مطابق اس کی اولاد پر خرچ کرو تو اس میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔

۴۳۶۶- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ خِبَاءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّذِلُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ وَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ خِبَاءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ يَّعِزُّوْا مِنْ اَهْلِ خِبَائِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَيْضًا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مِسِّيْكٌ فَهَلْ عَلَيَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ! مجھے آپ کے اہل خانہ سے زیادہ روئے زمین پر کسی کے گھر کی ذلت اور خواری محبوب نہیں تھی اور اب روئے زمین پر آپ کے اہل خانہ سے زیادہ کسی گھر کی عزت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، ابھی یہ محبت اور بڑھے گی، پھر ہند نے کہا: یارسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک بخیل شخص ہے، اگر میں اس کے مال سے اپنے بچوں کو کچھ کھلا دوں تو مجھ پر کوئی گناہ تو نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں البتہ دستور کے مطابق (کھلانا)

حَرَجٌ مِّنْ اَنْ اُطْعِمَ مِنَ الَّذِیْ لَهٗ عِیَالَنَا
فَقَالَ لَهَا لَا اَلْفِیْكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔

نادھند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے میں مذاہب ائمہؒ | اس باب کی

احادیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہند کو اتنا خرچ نہیں دیتے تھے جو ان کے اور ان کے بچوں کی ضروریات کے لیے کافی ہوتا، ہند نے پوچھا کیا میں حضرت ابوسفیان کے مال سے بقدر ضرورت لے لیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم دستور کے مطابق ابوسفیان کے مال سے اپنی ضروریات کے لیے لے لو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے کہ کسی شخص نے ایک شخص سے اپنا مال وصول کرنا ہو اور وہ شخص (مقروض) اس (دائن) کو اس کا مال نہ دیتا ہو تو کیا دائن بقدر قرض مدیون کے مال سے اس کے علم اور اجازت کے بغیر لے سکتا ہے؟ فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر مدیون کا مال قرض کی جنس سے ہے تو دائن لے سکتا ہے ورنہ نہیں اور فقہاء شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ دائن اپنے قرض کی مقدار مدیون کے مال سے ہر حال میں وصول کر سکتا ہے خواہ مدیون کا مال قرض کی جنس سے ہو یا نہیں، متاخرین فقہاء احناف نے بھی امام شافعی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ فقہاء حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ دائن کا اپنے حق کو مدیون کے مال سے لینا جائز نہیں ہے خواہ اس کا حق مدیون کے مال کی جنس سے ہو یا نہ ہو، اور فقہاء مالکیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر صاحب حق اس شخص کا مقروض نہیں ہے تب تو وہ اپنے حق کے برابر مال اس شخص کے مال سے لے سکتا ہے اور اگر صاحب حق اس شخص کا مقروض ہے تو نہیں لے سکتا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جب ایک شخص کا دوسرے شخص پر کوئی حق ہو اور وہ شخص اس حق کا اقرار بھی کرتا ہو اور حق ادا بھی کرتا ہو تو صاحب حق کے لیے اس شخص کے مال سے بقدر حق مال لینا جائز نہیں ہے، اور اگر اس نے اس کی اجازت کے بغیر مال لیا تو اس کو واپس کرنا لازم ہوگا، خواہ وہ مال اس کے حق کی جنس سے ہو یا نہ ہو، اور اگر مدیون کو دائن کا حق ادا کرنے سے کوئی مانع ہو مثلاً وہ مہلت طلب کرتا ہو یا اس کے پاس پیسے نہ ہوں تب بھی اس کے مال سے اپنا حق یا اس کی مقدار کو لینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور اگر مدیون ناحق انکار کرتا ہو اور صاحب حق حاکم یا سلطان کے پاس استغاثہ دائر کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہو تب بھی مدیون کے مال سے اپنا حق یا اس کی مقدار لینا جائز نہیں ہے، اور اگر مدیون دائن کے حق کا منکر ہو اور صاحب حق کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ عدالت کے ذریعہ اپنا حق نہ لے سکتا ہو اور نہ کسی طرح اس کو ادائیگی پر مجبور کر سکتا ہو تب بھی (حنابلہ کا) مذہب یہ ہے کہ اس کے لیے مدیون کے مال سے بقدر حق لینا جائز نہیں ہے، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے: علامہ ابن عقیل مالکی نے کہا ہے کہ ہمارے اصحاب حدیث نے یہ کہا ہے کہ مدیون کے مال سے اپنا حق لینے کی بھی ایک دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے فرمایا تھا کہ اپنے اور بچوں کے لیے دستور کے مطابق لے لو۔ اور ابوالخطاب نے کہا کہ مدیون کے جس مال پر قدرت ہو اگر وہ اس کے حق کی جنس سے ہے تو لے لے اور اگر وہ مال اس کے حق کی جنس سے نہیں ہے تو وہ اس کی قیمت میں غور و فکر اور اجتہاد کرے جیسا کہ ہند کی حدیث میں ہے۔ اور امام احمد نے کہا ہے کہ جس کے پاس سواری رہن رکھی جائے وہ سواری پر سوار ہو اور اپنے خرچ کے مطابق جانور کا دودھ دوہ لے اور عورت اپنے خرچ کے مطابق لے لے اور دیوالیہ کے مال سے سودا

بیچنے والا اس کی رضا کے بغیر مال لے لے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ کوئی شخص اگر بعینہٖ اپنا حق وصول کرنے پر قادر نہ ہو تو وہ بقدر حق مدیون کے مال سے لے سکتا ہے خواہ مدیون کا مال اس کے حق کی جنس سے ہو یا نہ ہو اور اگر اس کے حق پر گواہ ہوں اور وہ اپنا حق وصول کرنے پر قادر ہو تو اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ اور امام مالک کے مذہب میں مشہور قول یہ ہے کہ اگر اس کا دوسرے شخص پر قرض نہیں ہے تب وہ بقدر حق اس کے مال سے لے سکتا ہے اور اگر اس کا دوسرے پر قرض ہو تو پھر اس کے مال سے نہیں لے سکتا۔

امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص کا دوسرے شخص پر حق ہے اور وہ حق کوئی معین چیز ہے یا چاندی ہے یا اس کے حق کی جنس سے مال ہے تو وہ بقدر حق اس مال سے لے سکتا ہے اور اس کا مال کوئی سامان ہے تو پھر وہ بقدر حق نہیں لے سکتا کیونکہ اپنے حق کے بدلہ میں سامان لینا عوض ہے اور کسی عوض کو بغیر فریقین کی رضا کے لینا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم (النساء: ۲۹) "البتہ یہ کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو"۔ اور حنفیوں نے لینے کو جائز کہا ہے انھوں نے حضرت ہند کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت ہند نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ! بلاشبہ ابوسفیان ایک بخیل آدمی ہے، وہ مجھے میری اور بچوں کی ضروریات کے مطابق خرچ نہیں دیتا، آپ نے فرمایا تم دستور کے مطابق اس کے مال سے بقدر ضرورت لے لو (صحیح بخاری، صحیح مسلم) اور جب حضرت ہند کے لیے یہ جائز ہوا کہ وہ اپنی ضروریات کے مطابق حضرت ابوسفیان کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لے لیں تو جس شخص کا دوسرے پر حق ہے اس کے لیے بھی جائز ہے کہ اگر وہ اس کا حق نہ دے اور جائز طریقے سے لینے کی کوئی اور سبیل نہ ہو تو وہ اس کے مال سے بقدر حق لے لے۔

نافرمند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر بقدر حق وصول کرنے کے عدم جواز میں حنابلہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل جامع ترمذی کی یہ حدیث ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ادالامانۃ الی من ائتمنک ولا تخن من خانک "جس شخص نے تمہارے پاس امانت رکھوائی ہے اس کی امانت ادا کرو اور جو شخص تمہارے ساتھ خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو" اور جب وہ کسی شخص کے مال سے اس کے علم اور اجازت کے بغیر اپنے حق کے برابر نکال لے گا تو یہ اس کی خیانت ہے اور یہ اس حدیث کی ممانعت کے عموم میں داخل ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یحل مال امرئ مسلم الا عن طیب نفس منہ۔ "کسی شخص کی رضامندی کے بغیر اس کا مال لینا جائز نہیں ہے" نیز جب اس نے کسی شخص کے مال سے بقدر حق لے لیا تو یہ بغیر رضامندی کے معاوضہ لینا ہے۔

حضرت ہند کی حدیث کا امام احمد نے یہ جواب دیا ہے کہ ان کا حق اپنے شوہر پر ہر وقت واجب تھا جبکہ قرض کا ادا کرنا ہر دن اور ہر وقت واجب نہیں ہوتا، علامہ ابوبکر نے اس میں ایک اور فرق کیا ہے وہ یہ کہ کسی عورت کا زوجہ ہونا بینہ کے قائم مقام ہے اور اس میں ایک اور فرق یہ ہے کہ عورت کے لیے خاوند کے مال میں تصرف کرنا عادۃً مباح ہوتا ہے اور اس کو دستور کے مطابق خاوند کے مال میں خرچ کی اجازت ہوتی ہے جبکہ کسی اجنبی کے مال میں دوسرے شخص کو اس طرح تصرف کی اجازت

نہیں ہوتی، دوسرا فرق یہ ہے بیوی کا اپنے اور بچوں کے کھانے پینے کے لیے نفقہ لینا جان بچانے کے لیے ہے اور اپنے آپ اور اپنے بچوں کو زندہ رکھنے اور پرورش کرنے کے لیے جس خرچ کی ضرورت ہے اس پر صبر نہیں کیا جاسکتا اور اس خرچ کو چھوڑنے کی کوئی سبیل نہیں ہے لہٰذا اس خرچ کو بقدر ضرورت لینا جائز ہے اس کے برخلاف جس شخص سے قرض لینا ہو اس کے یہ احکام نہیں ہیں[1]

نادھند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے مسئلہ میں فقہاء حنابلہ کے دلائل کے جوابات۔

فقہاء حنابلہ کے یہ دلائل غایت متانت میں ہیں لیکن جمہور کی طرف سے اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ فقہاء حنبلیہ نے امام ترمذی کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ امانت میں خیانت نہ کرنے کے بارے میں ہے اور جو شخص کسی نادھند سے بقدر حق لے رہا ہے وہ خیانت نہیں کر رہا، خیانت اس وقت ہوتی جب وہ اپنے حق سے زائد لیتا اسی طرح جس حدیث میں ہے کہ کسی شخص کا مال اس کی رضامندی کے بغیر مت لو سو یہ حدیث بھی عام احوال پر محمول ہے جب کوئی شخص دوسرے شخص کو اس کی چیز یا اس کے حق کا عوض دے رہا ہو تو اس کی رضامندی کے بغیر عوض نہ لیا جائے لیکن جب کوئی شخص دوسرے کی چیز یا اس کا حق دینے سے منکر ہو اور اس سے اپنا حق وصول کرنے کی کوئی اور سبیل نہ ہو تو وہ اس حدیث کے تحت داخل نہیں ہے بلکہ اس صورت میں نادھند کے مال سے اس کے علم اور اجازت کے بغیر بقدر حق مال نکال لینا قرآن مجید کے مطابق ہے۔

نادھند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے کے مسئلہ میں جمہور کے دلائل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ (شوریٰ: ۴۰)
اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

والذین کسبوا السیات جزاء سیئۃ بمثلھا۔ (یونس: ۲۷)
اور جنہوں نے برے کام کیے تو برائی کا بدلہ اسی کی مثل ہوگا۔

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ (بقرہ ۲: ۱۹۴)
تو جو تم پر زیادتی کرے سو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔

کسی شخص کا حق ادا نہ کرنا اور اس کا قرض نہ دینا اور بلا وجہ شرعی (مثلاً تنگ دستی یا طلب مہلت) ادائیگی سے انکار کر دینا ایک برائی اور زیادتی ہے اور کسی شخص کے مال سے اس کے علم اور اس کی اجازت کے بغیر اپنا حق نکال لینا یہ بھی برائی اور زیادتی ہے لیکن برائی اور زیادتی کا اتنا ہی بدلہ لینا از روئے قرآن مجید جائز ہے اس لیے کسی نادھند شخص کے مال سے اس کے علم اور اجازت کے بغیر اپنا حق نکال لینا قرآن مجید کی ان آیات کی روشنی میں جائز ہے۔

جمہور کی طرف سے دوسری دلیل یہ ہے کہ امام احمد بھی مرتہن کے لیے رہن سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیتے ہیں کہ وہ رہن رکھی ہوئی سواری پر سوار ہو سکتا ہے اور رہن رکھے ہوئے جانور کا دودھ دوہ سکتا ہے کیوں کہ ان جانوروں کے کھانے

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱۲ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

پینے اور رکھوالی پر وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس لیے ان جانوروں سے وہ راہن کے علم اور اجازت کے بغیر بھی یہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے، اس مسئلہ میں امام احمد کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظھر یرکب اذا کان مرھونا ولبن الدر یشرب اذا کان مرھونا و علی الذی یرکب و یشرب نفقتہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب (جانور) رہن ہو تو اس کی پشت پر سواری کی جائے گی اور جب (جانور) رہن ہو تو اس کا دودھ دوہا جائے گا اور جو سواری کرے اور دودھ پیئے گا اس جانور کا خرچ اس کے ذمہ ہے۔

اور جب کوئی شخص رہن شدہ جانور کو کھلانے پلانے کے عوض راہن کے علم اور اس کی اجازت کے بغیر اس پر سواری کر سکتا ہے اور اس کا دودھ پی سکتا ہے تو کسی نادہند شخص کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر اپنا حق بطریق اولیٰ وصول کر سکتا ہے۔ قرآن مجید کی مذکور الصدر آیات، اس حدیث، اور امام احمد نے جو اس حدیث کی تشریح کی ہے اس کی روشنی میں حضرت ہند کی حدیث سے جمہور کے موقف پر استدلال کرنا حق و صواب سے متجاوز اور بعید نہیں ہے۔

نادہند کے مال سے بقدر حق وصول کرنے میں فقہاء احناف کا موقف

علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب حق کے لیے غیر جنس سے اپنے حق کو لینا جائز نہیں ہے، امام شافعی کے نزدیک غیر جنس میں بھی جائز ہے اور اس میں زیادہ وسعت ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

ہم کتاب الحجر میں پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ ان کے زمانہ میں عدم جواز تھا لیکن اب جواز کا فتویٰ ہے۔ [3]

اور کتاب الحجر میں علامہ شامی نے یہ لکھا ہے:

علامہ حموی نے شرح الکنز میں علامہ مقدسی سے نقل کیا ہے انہوں نے اپنے جد امجد سے، انہوں نے الغصب کی شرح قدوری سے یہ نقل کیا ہے کہ مخالف جنس سے اپنے حق کو لینے کا عدم جواز ان کے زمانہ میں تھا اور اب یہ فتویٰ ہے کہ انسان جس مال پر بھی قادر ہو اس کو لے لے۔ [4]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی کے نزدیک خلاف جنس سے بھی اپنا حق لینا جائز ہے کیونکہ وہ مالیت میں ہم جنس ہے، مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ اس میں زیادہ وسعت ہے لہٰذا ضرورت کے وقت اس پر عمل کرنا چاہیے۔ [5]

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۰۰، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۰۰، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

[4] " " " ، ردالمحتار ج ۵ ص ۱۰۵، " " " " ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۳ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۲۷ھ

علامہ شلبی لکھتے ہیں: علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مالیت میں ہم جنس ہونے کے وقت انسان کے لیے اپنے حق کو لینا جائز ہے، ہر چند کہ یہ ہمارا مذہب نہیں ہے لیکن ضرورت کے وقت انسان اپنے مخالف کے مذہب پر عمل کرنے کے لیے معذور ہوتا ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ [1]

سرکاری خزانہ سے اپنا حق وصول کرنے کی تفصیل

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قنیہ میں علامہ دبری سے نقل کر کے لکھا ہے کہ جس شخص کا بیت المال میں حصہ (حق) ہو اور اس کو بیت المال سے اپنا حصہ اٹھانے کا موقع ملے تو وہ دیانۃً اپنا حصہ اٹھا سکتا ہے، یہ وہبانیہ کی عبارت ہے، اور بزازیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے یہ کہا ہے کہ جب کسی شخص کے پاس کسی کی امانت ہو اور امانت رکھوانے والا فوت ہو جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو ہمارے زمانے میں امین کے لیے جائز ہے کہ وہ اس امانت کو اپنے مصرف میں لے آئے کیونکہ اگر اس نے اس امانت کو بیت المال میں داخل کیا تو وہ ضائع ہو جائے گی کیونکہ اب حکام بیت المال کی دولت کو اس کے مصارف میں خرچ نہیں کرتے، پس اگر وہ امین مصرف کا اہل ہے تو اس کو اپنے اوپر خرچ کرے ورنہ اس مال کو اس کے مصرف میں خرچ کرے، علامہ شامی کہتے ہیں شارح نے کتاب الکراہۃ کے باب العشر میں لکھا ہے: جس شخص کا بیت المال میں مثلاً فقیر یا عالم ہونے کی وجہ سے حصہ ہو اور اس نے ایسے مال کو پایا جس کو بیت المال میں داخل کرنا چاہیے تھا تو وہ اس مال میں سے دیانۃً لے سکتا ہے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اس مال کا تعلق بیت المال کے اس شعبہ سے ہو جس میں اس کا حق ہے کیونکہ اگر یہ قید لگائی جائے تو لازم آئے گا کہ کوئی مستحق بیت المال سے اپنا حق نہ لے سکے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں بیت المال غیر منظم ہے اور اس کے شعبہ جات مرتب نہیں ہیں اور اگر اس نے (مثلاً لاوارث کے مال یا گری پڑی چیز کو) بیت المال میں داخل کر دیا تو اس کا ضائع ہونا لازم آئے گا، کیونکہ اب بیت المال کے مال کو اس کے مصارف میں صرف نہیں کیا جاتا جیسا کہ ہم کتاب الزکوٰۃ کے باب العشر میں بیان کر چکے ہیں، سو اس بنا پر اگر کسی شخص نے مال غنیمت سے باندی خریدی اور وہ باندی درحقیقت مال خمس کی تھی (جو بیت المال کا حصہ ہوتا ہے) تو اس شخص کے لیے اس باندی کو اپنے مصرف میں صرف کرنا جائز ہے، کیونکہ مال خمس میں سے وہ بھی مستحق ہے۔ اور اگر وہ شخص خود مستحق نہ ہو مثلاً وہ مالدار عالم ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ باندی کسی فقیر کی ملک کر دے اور پھر اس فقیر سے اس باندی کو خرید لے اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت اور خمس بیت المال میں جمع ہونے کے بعد مشترک ہو جاتا ہے اور اس میں شرکت خاصہ نہیں رہتی اور یہ بیت المال کے ان اموال کے حکم میں ہو جاتا ہے جو عام مسلمانوں کے حقوق میں سے ہیں اس لیے جس شخص کا بیت المال کے مال میں حق ہو اور اس کو اس مال کے لینے کا موقع ملے تو وہ دیانتاً اپنے حق کے مطابق مال لے سکتا ہے۔ [2]

کتاب الزکوٰۃ کے باب العشر میں علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

جس شخص کا بیت المال میں حق (حصہ) ہو اور اس کو اپنے حصہ کے مطابق بیت المال سے اٹھانے کا موقع ملے تو وہ دیانۃً بیت المال سے اپنے حصہ کے مطابق لے سکتا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۳۰-۲۲۹، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " ، ردالمحتار ج ۳ ص ۲۶۶-۲۶۵، " " " "

[3] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

علامہ شامی لکھتے ہیں: جن لوگوں کا بیت المال کے مال میں حصہ ہے وہ قاضی، عامل، عالم، لڑنے والے سپاہی اور ان کی اولاد ہیں اور ان کے لیے بیت المال سے اتنی مقدار کو لینا جائز ہے جو ان کی ضروریات کے لیے کافی ہو، مصنف نے کہا ہے کہ دینی طالب علم، واعظ اور معلم بھی ان میں شامل ہیں، اور فقہاء کی ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیت المال کے جس شعبہ سے بھی ان کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے وہ اس کو حاصل کر سکتے ہیں خواہ بیت المال کا وہ شعبہ ان کے لیے مختص نہ ہو، اور جس مسئلہ میں ہماری گفتگو ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے لیے اپنے مخصوص شعبہ سے اپنا حق لینا ممکن ہے تو اس کے لیے دوسرے شعبہ سے اس حق کو لینا جائز نہیں ہے اور اگر یہ ممکن نہیں ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ہے تو دوسرے شعبہ سے بھی اپنا حق لینا جائز ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں بیت المال کے الگ الگ شعبہ جات نہیں ہیں سو اگر یہ قید لگا دی جائے تو کسی شخص کے لیے اپنے حق کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ [1]

حضرت ہند کی حدیث کے فوائد

اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔

(۲)۔ چھوٹے اور ضرورت مند بچوں کا نفقہ باپ پر واجب ہے۔

(۳)۔ بیوی اور بچوں کا نفقہ بقدر کفایت واجب ہے۔

(۴)۔ فتویٰ دیتے وقت یا مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت اجنبی عورت سے بات کرنا اور اس کی بات سننا جائز ہے، دیگر ضروری اور ناگزیر حالات میں بھی یہی حکم ہے۔

(۵)۔ بیوی کا کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ اس پر اس کا شوہر ناراض نہیں ہوگا۔

(۶)۔ فتویٰ معلوم کرنے کے لیے یا مقدمہ میں شکایت کرنے کے لیے پس پشت کسی انسان کا عیب بیان کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت ہند نے کہا کہ حضرت ابوسفیان بخیل ہیں۔

(۷)۔ جس شخص کا کسی دوسرے شخص پر حق ہو اور وہ معروف طریقہ سے اس شخص سے اپنا حق وصول کرنے سے عاجز ہو تو وہ اس شخص کے علم اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال سے بقدر حق لے سکتا ہے اس کی تفصیل اور مذاہب کا بیان گذر چکا ہے۔

(۸)۔ مفتی کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ اگر ایسا ہو تو یہ حکم ہے بلکہ وہ صورت مسئولہ کے پیش نظر مطلقاً فتویٰ دے سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اگر ابوسفیان بخیل ہوں تو ان کے مال سے لینا بلکہ مطلقاً فرمایا دستور کے مطابق حسب ضرورت ان کے مال سے لے لو۔

(۹)۔ بچوں کی پرورش اور نگہداشت میں عورت کا دخل ہوتا ہے۔

(۱۰) جس چیز کی شریعت نے کوئی حد نہیں بیان کی اس میں عرف اور عادت پر اعتماد ہوتا ہے، مثلاً بچوں کی پرورش کے لیے کس قدر نفقہ کی ضرورت ہے؟ اس کا مدار عرف پر ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۳ ص ۶۱، مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

(۱۱)۔ بعض فقہا شافعیہ نے اس حدیث سے قضاء غائب پر استدلال کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابوسفیان اس وقت مکہ میں موجود تھے اور یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا تھا صرف اس مجلس میں حاضر نہیں تھے اور قضاء علی الغائب کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شخص اس شہر سے غائب ہو، دوسرے یہ کہ اس حدیث میں قضاء کا نہیں فتویٰ کا ذکر ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ كَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ

بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کی ممانعت

۴۳۶۷- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَرْضَى لَكُمْ ثَلَاثًا وَيَكْرَهُ لَكُمْ ثَلَاثًا فَيَرْضَى لَكُمْ أَنْ تَعْبُدُوهُ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَيَكْرَهُ لَكُمْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں کو پسند کرتا ہے اور تمہاری تین باتوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور سب مل کر اللہ (کے دین) کی رسی مضبوطی سے پکڑو اور افتراق نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ، فضول بحث کرنے بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔

۴۳۶۸- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَيَسْخَطُ لَكُمْ ثَلَاثًا وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَا تَفَرَّقُوا۔

امام مسلم نے کہا ہے کہ ایک اور سند سے اس حدیث کی مثل مروی ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تین باتوں سے ناراض ہوتا ہے اور اس میں یہ نہیں ہے کہ تم افتراق نہ کرو۔

۴۳۶۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کر دیے ہیں، ماؤں کی نافرمانی کرنا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا، حق نہ دینا، ناحق مانگنا اور تین کام مکروہ کیے ہیں، فضول بحث کرنا، بکثرت سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔

۴۳۷۰- وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

امام مسلم نے کہا ہے کہ ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام تم پر حرام کر دیے ہیں اور یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ کام حرام کیے ہیں۔

۴۳۷۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَشْوَعَ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي كَاتِبُ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ اكْتُبْ إِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو خط لکھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہو وہ مجھے لکھ کر بھیجو۔ حضرت مغیرہ نے لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تین کاموں کو ناپسند کرتا ہے: فضول بحث کرنا، مال ضائع کرنا اور بکثرت سوال کرنا۔

۴۳۷۲- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ عَنْ وَرَّادٍ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيرَةُ إِلَى مُعَاوِيَةَ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عُقُوقَ الْوَالِدَةِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَلَا وَهَاتِ وَنَهَى عَنْ ثَلَاثٍ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ.

حضرت مغیرہ نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہما) کی طرف لکھا: سلام علیک، اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تین کاموں کو حرام کیا ہے اور تین کاموں سے منع فرمایا ہے والدہ کی نافرمانی کرنا، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا اور حق کو روکنا اور ناحق مانگنا حرام ہے، اور فضول بحث کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قیل وقال سے ممانعت کی حکمت

اس باب کی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیل وقال کرنے، بکثرت سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند فرماتا ہے۔ فضول بحث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس سے مراد ہے غیر متعلق اور غیر مقصود اقوال بیان کرنا، یا امور دین

میں غیر محتاط اقوال نقل کرنا، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی صحت جانے بغیر اس کو بیان کرنا، امام مالک نے کہا ہے کہ اس سے بے مقصد باتیں کرنا مراد ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اس سے زیادہ باتیں کرنا مراد ہے کیونکہ زیادہ باتوں کا نتیجہ کسی خطاء پر پہنچتا ہے دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے لوگوں کی باتیں نقل کرنا مراد ہے کیونکہ لوگوں کی باتیں نقل کرتے ہوئے انسان ایسی باتیں بیان کر دیتا ہے جن کا بیان کرنا صاحب معاملہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا ہے اور تیسرا معنی یہ ہے کہ اُمورِ دین میں بلا تحقیق اقوال نقل کرنا اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے۔ [2]

بکثرت سوال کرنے سے ممانعت کی حکمت

اس حدیث میں بکثرت سوالات کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس ممانعت سے مال کا سوال کرنا مراد ہے یا کسی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کے حل کا سوال کرنا مراد ہے یا ان دونوں سے عام سوال مراد ہے؟ اولیٰ یہ ہے کہ اس ممانعت کو عموم پر محمول کیا جائے۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے واقعات اور حادثات کے متعلق سوال کرنا مراد ہے یا کسی خاص انسان کے حالات کے متعلق سوالات کرنا مراد ہے کیونکہ یہ امر بسا اوقات اس شخص کو ناپسند ہوتا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کسی شخص پر بیجا سختی ڈالنا ممنوع ہے۔ اور جن چیزوں کا وقوع عادۃً محال ہو یا جو اُمور نادر ہوں ان کے متعلق سوال کرنا بھی مکروہ ہے اور یہ اس لیے ممنوع ہے کہ جو شخص اس قسم کے سوالات کرے گا وہ اپنے کلام میں غیر معمولی مبالغہ آرائی کرے گا اور ظن وتخمین سے کام لے گا اور اس کا کام خطاء سے خالی نہیں ہوگا۔ اور قرآن مجید میں جو ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم (مائدہ: ۱۰۱) "وہ باتیں نہ پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو بُری لگیں"، سو یہ زمانہ نبوت کے ساتھ خاص ہے، نیز کسی سے مال کا سوال کرنے کی مذمت بھی ثابت ہے اور ان لوگوں کی مدح کی گئی ہے جو گڑگڑا کر مال کا سوال نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لا یسئلون الناس الحافا (البقرہ: ۲۷۳) "جو لوگوں سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے" صحیح بخاری میں ہے جو شخص ہمیشہ سوال کرتا ہے وہ جب قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا" اور صحیح مسلم میں ہے "صرف تین صورتوں میں سوال کرنا جائز ہے۔ بہت زیادہ فقر میں، ایسے قرض میں جو ذلیل کرنے والا ہو اور کسی ناگہانی آفت اور مصیبت میں، اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور سنن ابوداؤد میں ہے: "اگر تجھے چار و ناچار سوال کرنا ہو تو نیک لوگوں سے سوال کر"۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بلا ضرورت سوال کرنا ممنوع ہے، اور جو شخص کمانے کی طاقت رکھتا ہو اس کے سوال کرنے کے حکم میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے، ظاہر قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے جیسا کہ احادیث کا مقتضیٰ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ جائز سوال کی تین شرطیں ہیں: گڑگڑا کر سوال نہ کرے، نفس سوال پر زیادتی نہ کرے اور مسئول کو ایذاء نہ پہنچائے۔ اگر ان شرطوں میں ایک شرط بھی نہ ہو تو سوال کرنا حرام ہے۔ علامہ فاکہانی نے کہا ہے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو مطلقاً سوال کرنے کو مکروہ کہتا ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور سلف صالحین کے دور میں لوگ سوال کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی مکروہ کام کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مکروہ سے مراد

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۲۱ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۷، ۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

خلاف اولیٰ ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ حاجت شدیدہ کے وقت سوال کرتے تھے اور سوال کرنے کی کراہت پر دلیل وہ احادیث ہیں جن میں سوال کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ یہ تمام بحث اس صورت میں تھی جب کوئی شخص اپنے لیے سوال کرے لیکن جب کوئی شخص دوسرے کے لیے سوال کرے تو اس کا حکم حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگا۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس حدیث میں جو بکثرت سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے یا تو اس سے یہ مراد ہے کہ لوگوں سے ان کے اموال کا بکثرت سوال نہ کیا جائے یا اس سے مراد یہ ہے کہ دین میں جو چیزیں متشابہات میں سے ہیں جن کے متعلق سوال کرنے سے شریعت میں منع کر دیا گیا ہے ان کے بارے میں سوال نہ کیا جائے یا یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا ضرورت سوال نہ کیے جائیں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ سوال کی ایک قسم قابل تعریف ہے یعنی جب کسی ضرورت کی بنا پر مسئلہ دریافت کرنے کے لیے سوال کیا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: یسئلونک ماذا ینفقون (البقرہ ۲: ۲۱۵) "وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں؟" اور سوال کی دوسری قسم مذموم ہے یعنی جب بلا ضرورت سوال کیے جائیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ویسئلونک عن الروح (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۵) "یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں"۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص سے اس کے حالات اور کوائف کے بارے میں بکثرت سوالات نہ کیے جائیں کیونکہ بعض اوقات انسان اپنے حالات اور معاملات کی تفصیلات دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اس لیے اس قسم کے سوالات اس کے لیے ناگواری کا باعث ہوں گے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں اس حدیث میں بکثرت سوال کرنے سے منع فرمایا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کم سوال کرنا بلا کراہت جائز ہے خصوصاً اس صورت میں جب سوال نہ کرنے کی وجہ سے انسان کو اپنی ہلاکت کا خدشہ ہو اس صورت میں اس پر سوال کرنا واجب ہے کیونکہ جب انسان کے پاس اپنی جان بچانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس کے لیے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں ہے۔ [2]

مسجد میں سوال کرنے اور سائل کو دینے کی تحقیق

مولانا امجد علی لکھتے ہیں: مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اس سائل کو دینا بھی منع ہے۔ [3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ سوال کے وقت لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر اس کو دینا بلا کراہت جائز ہے جیسا کہ اختیار اور مواہب الرحمان میں ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالت نماز میں اپنی انگوٹھی کو صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی: ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (المائدہ ۵: ۵۵) "اور وہ لوگ جو حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔" [4]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: "کتاب الاختیار" میں ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے درمیان سے گزرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اس کو دینا مکروہ ہے۔ کیوں کہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس صورت میں ایک پیسہ دینے کا کفارہ سو پیسوں کے دینے سے بھی ادا نہیں ہوتا۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ سائل کا مطلقاً پھلانگنا مرجب

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۰۸-۴۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

[4] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کراہت نہیں ہے۔ بلکہ کراہت اس صورت میں ہے کہ جب اس کے پھیلا نگنے سے لوگوں کو ایذا پہنچے جیسا کہ "اختیار" کی عبارت کے مفہوم کا تقاضا ہے۔ [1]

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں حضرت علی نے حالت نماز میں مسجد میں انگوٹھی صدقہ کی اور نماز افضل اعمال ہے اور جب نماز کی حالت میں سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے تو غیر حالت نماز میں سائل کو مسجد میں دینا بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ [2]

علامہ حصکفی نے جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (مائدہ ۵۵)

تمہارا دوست صرف اللہ اور اس کا رسول ہیں اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں: حاکم اور ابن مردویہ وغیرہما نے اپنی سند متصل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن سلام اور ان کی قوم کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہماری اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے کیونکہ جب ہماری قوم کو یہ معلوم ہوگا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے اور یہ قسم کھائیں گے کہ وہ ہماری مجلس میں بیٹھیں گے نہ ہمارے ساتھ نکاح کریں گے، اور نہ ہم سے بات چیت کریں گے اور یہ چیز ہم پر دشوار ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا دوست صرف اللہ اور اس کا رسول ہے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ کچھ لوگ قیام میں ہیں اور کچھ لوگ رکوع میں ہیں۔ آپ نے سائل کو دیکھ کر پوچھا تم کو کسی نے کچھ دیا؟ اس نے کہا ہاں! مجھے چاندی کی ایک انگوٹھی دی ہے فرمایا کس نے دی ہے؟ سائل نے حضرت علی کی طرف اشارہ کر کے کہا نماز پڑھنے والے نے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم کو کس حال میں انگوٹھی دی! سائل نے کہا حالت رکوع میں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر! اور پھر اس آیت کو تلاوت فرمایا۔ [3]

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب نماز میں سلام اور کلام جائز تھا اور جب آپ نے یہ فرمادیا ان فی الصلوٰۃ لشغلا۔ "نماز میں صرف افعال نماز میں ہی مشغول رہنا چاہیے" تو نماز میں سلام، کلام اور دوسرے افعال منسوخ ہوگئے۔ اس لیے اب حالت نماز میں کسی کو کچھ دینا جائز نہیں ہے البتہ مسجد میں سائل کو دینا جائز ہے اور اس کے جواز بلکہ اولیٰ ہونے پر یہ آیت اور یہ حدیث دلیل ہے۔

ملا علی قاری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسجد میں سائل کو کچھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں جب مسجد میں داخل ہوا تو میں نے ایک سائل کو دیکھا، میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا میں نے عبدالرحمٰن سے وہ روٹی کا ٹکڑا لے کر سائل کو دے دیا۔ (اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار، ج ۵ ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۲ھ

[2] " " " " ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۸، " " " "

[3] علامہ ابوالفضل سید محمد آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سوال کرنے اور سائل کے دینے کو برقرار رکھا بلکہ یہ چیز حضرت ابوبکر کے فضائل سے شمار ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ۔) اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیک غطفانی کو جمعہ کے دن خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کا حکم دیا تاکہ لوگ ان کو دیکھ کر ان کو صدقہ اور خیرات دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے لوگوں کو اس پر صدقہ کرنے کا حکم دیا ملا علی قاری لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ وہ شخص سائل تھا۔ اور بحث اس میں ہے، کہ بعض سلف نے یہ کہا ہے کہ مسجد میں سائل کو دینا جائز نہیں ہے کیونکہ بعض احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہ ندا کی جائے گی "جن لوگوں پر اللہ کا غضب ہے وہ کھڑے ہو جائیں" تو مسجد میں سوال کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے کہ جو سائل سوال کرتے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر ایذا دے تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ معصیت پر تعاون ہے اور جو شخص لوگوں کو ایذا نہ دے تو اس کو دینا مسنون ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ مسجد میں سوال کرتے تھے حتیٰ کہ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی: "یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون" ملا علی قاری اس دلیل پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی مسجد میں دی تھی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اس دور کے سائلین کا حکم ہے اور اس دور کا حکم اور ہے۔[1]

ملا علی قاری کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ آلوسی نے حاکم اور ابن مردویہ کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ حضرت علی نے سائل کو انگوٹھی مسجد میں دی تھی اسی طرح خود ملا علی قاری نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں تصریح ہے کہ حضرت ابوبکر نے سائل کو روٹی کا ٹکڑا مسجد میں دیا تھا، اس حدیث کو علامہ ابن حجر مکی نے مسند بزار کے حوالے سے بیان کیا ہے[2] اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر (اس کے ساتھ اور نیک افعال بھی تھے) حضرت ابوبکر کو جنت کی بشارت دی، اور جس فعل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہو اس کو ممنوع کہنا (جیسا کہ مولانا امجد علی نے بہار شریعت میں لکھا ہے) نامناسب ہے اور سہو کا نتیجہ ہے، غالباً یہ حدیث ان کے پیش نظر نہیں تھی۔

یہ بحث اس سائل کے بارے میں ہے جو اپنے لیے سوال کرے اور کسی دوسرے ضرورت مند شخص کے لیے مسجد میں سوال کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں ..... کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ آپ کے پاس لوگوں کی ایک جماعت آئی جن کے پیر ننگے، بدن ننگے تھے، گلے میں چمڑے کی کفنیاں یا عبائیں پہنے ہوئے اور تلواریں لٹکائے ہوئے تھے، ان میں اکثر بلکہ سب قبیلہ مضر سے متعلق تھے، ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور متغیر ہو گیا، آپ اندر گئے پھر باہر آئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی، آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا، اور فرمایا: اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا۔ (یہ پوری آیت پڑھی) اور سورۂ حشر کی یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کل آخرت کے لیے کیا بھیج رہا ہے، لوگ درہم، دینار، اپنے کپڑے گیہوں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۲۰۰ - ۱۹۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقۃ ص ۷۲، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ

اور تھوڑا بھی جو صدقہ کریں، حتیٰ کہ کھجور کے ایک ٹکڑے کو صدقہ کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص تھیلی لے کر آئے جس کو اٹھانے سے ان کا ہاتھ تھک جاتا تھا، اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا، یہاں تک کہ میں نے کھانے اور کپڑے کے دو ڈھیر دیکھے، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ (خوشی سے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمتما رہا تھا، یوں لگتا تھا جیسے آپ کا چہرہ سونے کی ڈلی ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کرے اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان عاملین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے اسلام میں کسی بُرے عمل کی ابتداء کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عاملین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ کسی ضرورت مند شخص کی مدد کے لیے مسجد میں اعلان کرنا اور اس کے لیے چندہ کرنا جائز اور مستحسن ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور کسی ضرورت مند شخص کا اپنے لیے مسجد میں سوال کرنا جائز ہے اور مسجد میں سائل کو دینا بھی جائز ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت علی کی سنت ہے، بشرطیکہ وہ سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر انھیں ایذاء نہ دے اور جن فقہاء نے علی الاطلاق مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے سے منع کیا ہے اس سے ایسا ہی سائل مراد ہے۔

زیادہ خرچ کرنے کی تفصیل اور تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، زیادہ خرچ کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(ا) جو کام شرعاً مذموم ہیں ان میں مال خرچ کرنا، ناجائز ہے۔

(ب) جو کام شرعاً محمود ہیں ان میں زیادہ مال خرچ کرنا محمود ہے بشرطیکہ اس میں زیادہ خرچ کرنے سے اس سے زیادہ اہم دینی کام متاثر نہ ہو۔

(ج) مباح کاموں میں زیادہ خرچ کرنا مثلاً نفس کے آرام اور آسائش اور اس کے التذاذ کے لیے خرچ کرنا اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ خرچ کرنے والا اپنے مال اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے تو یہ اسراف نہیں ہے۔

(۲)۔ خرچ کرنے والا اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرے، اس کی پھر دو قسمیں ہیں اگر وہ کسی موجود یا متوقع ضرر اور خطرہ کو دور کرنے کے لیے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر دفع ضرر کے بغیر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے تو جمہور کے نزدیک یہ اسراف ہے۔ اور بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ اسراف نہیں ہے کیونکہ وہ اس سے بدن کے آرام اور آسائش کے حصول کا قصد کرتا ہے اور یہ غرض صحیح ہے اور جبکہ یہ کسی معصیت میں خرچ نہیں ہے تو مباح ہے۔ ابن دقیق العید، قاضی حسین، امام غزالی اور علامہ رافعی نے کہا ہے کہ یہ تبذیر ہے اور ناجائز ہے، محرر میں ہے کہ یہ تبذیر نہیں ہے، علامہ نووی کی بھی یہی رائے ہے۔ اور زیادہ راجح ہے کہ اگر زیادہ خرچ کرنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی مثلاً لوگوں سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آتی تو پھر زیادہ خرچ کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔

اپنے تمام مال کو راہ خدا میں صدقہ کرنا اس شخص کے لیے جائز ہے جو تنگی اور فقر میں صبر کر سکتا ہو، علامہ باجی مالکی نے لکھا ہے کہ تمام مال کو صدقہ کرنا ممنوع ہے اور دنیاوی مصلحتوں میں زیادہ مال خرچ کرنا مکروہ ہے، البتہ کبھی کبھی زیادہ خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے عید یا ولیمہ کے موقع پر، اور اس پر اتفاق ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ مکان پر خرچ کرنا مکروہ ہے۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسی طرح آرائش اور زیبائش پر زیادہ خرچ کرنا بھی مکروہ ہے اور مال کو ضائع کرنا گناہ کے کاموں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ مال کسی ناتجربہ کار کے حوالہ کر دینا اور جواہر نفیسہ پر مال خرچ کر دینا بھی اس میں داخل ہے۔

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ مال کو ضائع کرنے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر مال خرچ کرنے سے کوئی دینی اور دنیاوی غرض نہ ہو تو اس میں مال خرچ کرنا حرام قطعی ہے، اور اگر دینی یا دنیوی غرض ہو اور اس جگہ مال خرچ کرنا معصیت نہ ہو اور خرچ اس کی حیثیت کے مطابق ہو تو یہ قطعاً جائز ہے اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان بہت سادی صورتیں ہیں جو کسی ضابطہ کے تحت داخل نہیں ہیں۔ بہرحال معصیت میں خرچ کرنا حرام ہے، اور آرام اور آسائش اور نفسانی لذتوں کے حصول کے لیے مال خرچ کرنے میں تفصیل اور اختلاف ہے۔ [1]

اسراف اور اقتار کا محل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ (فرقان: ۶۷)

وہ لوگ جو خرچ کرتے وقت نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی سے کام لیتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا زیادتی اور کمی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

امام رازی نے اس آیت کی تین تفسیریں ذکر کی ہیں:

(۱) خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیا جائے، غلو ہو نہ تقصیر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا (بنی اسرائیل: ۲۹)

اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اور نہ اسے پوری طرح کھول دے کہ بیٹھا رہے ملامت کیا ہوا تھکا ہارا۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ اور ضحاک سے منقول ہے کہ اللہ کی معصیت میں خرچ کرنا اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ کرنا اقتار ہے، مجاہد نے کہا اگر پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے تو اسراف نہیں ہے اور اگر ایک صاع (چار کلوگرام) بھی اللہ کی معصیت میں خرچ کرے تو اسراف ہے۔ حسن بصری نے کہا کبھی واجب کو ادا نہ کرنا تقتیر ہوتا ہے اور کبھی مستحب کو ادا نہ کرنا بھی تقتیر ہوتا ہے مثلاً اگر مالدار آدمی اپنے غریب رشتہ داروں کی کفالت نہ کرے تو یہ بھی تقتیر ہے۔

(۳) دنیا کے عیش اور آسائش میں حد سے گذرنا اسراف ہے خواہ یہ عیش مال حلال سے ہو پھر بھی مکروہ ہے، کیونکہ یہ تکبر اور اقتار کا سبب ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر زیادہ سیر ہو کر کھائے جس کی وجہ سے عبادت نہ کر سکے تو یہ اسراف ہے اور اگر بقدر ضرورت سے کم کھائے تو اقتار ہے اور اعتدال یہ ہے کہ بقدر ضرورت کھائے اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صفت ہے جو لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور نہ جمال اور زینت کے لیے پہنتے تھے وہ بس اتنا کھاتے تھے جس سے بھوک دور ہو جاتی اور اس سے ان کو عبادت کرنے کی طاقت حاصل ہوتی اور اتنا لباس پہنتے جو ستر عورت کے لیے کافی ہوتا اور ان کو گرمی اور سردی سے بچا سکتا۔ [2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۰۹ - ۴۰۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

لذت اور آسائش کے لیے مال خرچ کرنا اسراف نہیں ہے

امام رازی نے جو لکھا ہے کہ صحابہ لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور جمال اور زینت کے لیے نہیں پہنتے تھے یہ ان بعض صحابہ کا حال ہے جن پر زُہد کا غلبہ تھا۔ ورنہ تحقیق یہ ہے کہ مناسب حیثیت کے لیے رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا، قیمتی کپڑے پہننا اور دیگر زیبائش اور آرائش کی اشیاء حاصل کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ موجب اجر و ثواب ہے بشرطیکہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ان چیزوں کے حصول میں مال خرچ کرنے سے کوئی مالی عبادت فوت ہو نہ کسی کا حق تلف ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم واشکروا للہ (بقرۃ: ۱۷۲)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

یا یھا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ (مائدہ: ۸۷)

اے ایمان والو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں۔

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق۔ (اعراف: ۳۲)

آپ فرمائیے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت پیدا کی ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذیذ چیزوں کو کس نے حرام کیا ہے؟۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر قال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبہ حسنا ونعلہ حسنۃ قال ان اللہ جمیل یحب الجمال الکبر بطر الحق وغمط الناس [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے کہا ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی اچھی ہو، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے۔ [2]

اور امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل یموت حین یموت وفی قلبہ مثقال حبۃ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ مرتے وقت اس کے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

من خردل من کبر تحل له الجنة ان یریح ریحها ویراها فقال رجل من قریش یقال له ابو ریحانة والله یا رسول الله انی لاحب الجمال واشتهیه حتی انی لاحبه فی علاقة سوطی وفی شراك نعلی قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس ذاك الکبر ان الله عز وجل جمیل یحب الجمال ولکن الکبر من سفه الحق وغمص الناس بعینه [1]

ہو تو اس کے لیے جنت کی خوشبو سونگھنا اور جنت کو دیکھنا حلال نہیں ہے۔ قریش کے ایک شخص نے کہا جس کا نام ابو ریحانہ تھا: یا رسول اللہ! میں حسن وجمال سے محبت کرتا ہوں، حتیٰ کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے چابک کا دستہ اور میری جوتی کا تسمہ بھی خوبصورت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ حسین ہے اور حسن سے محبت کرتا ہے البتہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر نظروں سے دیکھنا تکبر ہے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم وکان رجلا جمیلا فقال یا رسول الله! انی رجل حبب الی الجمال و اعطیت منه ما تراه حتی ما احب ان یفوقنی احد اما قال بشراك نعلی و اما قال بشسع نعلی افمن الکبر ذلك قال لا ولکن الکبر من بطر الحق وغمط الناس فی قد رموضع الازار [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور وہ خوبصورت شخص تھا، اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں ایسا شخص ہوں کہ مجھے حسن وجمال بہت پسند ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ میں کتنا حسین ہوں، حتیٰ کہ مجھے یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ کسی شخص کی جوتی کا تسمہ میرے تسمہ سے اچھا ہو کیا یہ تکبر ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! البتہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو ذرا سا حقیر جاننا بھی تکبر ہے۔

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور اس میں فی قد رموضع الازار کے الفاظ نہیں ہیں۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ثم سأل رجل عمر فقال اذا وسع الله فاوسعوا۔ [4]

ایک شخص نے حضرت عمر سے (دو کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کے متعلق) پوچھا تو حضرت عمر نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں وسعت دی ہے تو وسعت اختیار کرو۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داود ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] موضع الازار چادر باندھنے کی جگہ کو کہتے ہیں اور وہ بہت تھوڑی سی جگہ ہوتی ہے سو اس میں یہ کنایہ ہے کہ کسی کو تھوڑا سا حقیر جاننا بھی تکبر ہے۔ ۱۲ منہ

عن ابی الاحوص عن ابیه قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم فی ثوب دون فقال الك مال قال نعم قال من ای المال قال قد اتانی الله من الابل والغنم والخیل والرقیق قال فاذا اتاك الله مالا فلیرا اثر نعمة الله علیك وکرامته [1]

ابوالاحوص کے والد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معمولی کپڑوں میں گیا آپ نے فرمایا تمہارے پاس مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، فرمایا کون سا مال ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اونٹ بکریاں گھوڑے اور غلام دیے ہیں، آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے تم کو مال دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور کرامت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یحب ان یری اثر نعمته علی عبده۔ [3]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنے کو پسند کرتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال اتانا رسول الله صلی الله علیه وسلم فرای رجلا شعثا قد تفرق شعره فقال اما کان هذا یجد ما یسکن به شعره ورای رجلا آخر علیه ثیاب وسخة فقال اما کان هذا یجد ما یغسل به ثوبه۔ [4]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا کیا اس شخص کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے بالوں کو ٹھیک کر سکے، ایک اور شخص کو آپ نے دیکھا جس نے میلے کپڑے پہنے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کیا اس کو ایسی چیز دستیاب نہیں جس سے اپنے کپڑے دھو سکے۔

ہم نے قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا اور قیمتی کپڑے پہننا بھی مستحسن اور مستحب ہے بشرطیکہ ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے اور مستحقین کے حقوق ادا کیے جائیں۔ باقی امام رازی نے جو یہ لکھا ہے کہ صحابہ لذت کے لیے نہیں کھاتے تھے اور زینت کے لیے کپڑے نہیں پہنتے تھے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ان بعض صحابہ کا حال ہو جن پر زہد کا غلبہ تھا ورنہ عام صحابہ کرام سے یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ وہ قرآن مجید کی ان آیات اور صریح احادیث سے صرف نظر کر لیتے ہوں اور اگر کسی شخص کو یہ وہم ہو کہ بھوک مٹانا اور شرم گاہ چھپانا تو ضروری ہے اس لیے بھوک مٹانے کے لیے کھانا اور ستر پوشی کے لیے پہننا تو اجر و ثواب کا باعث ہوگا لیکن لذت کے لیے اچھے کھانے کھانا اور زیبائش کے لیے قیمتی کپڑے پہننا کس

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۶۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

طرح اجر و ثواب کا موجب ہوگا؟ کیونکہ مقصود رمق حیات کو برقرار رکھنا ہے حصول لذت تو مقصود نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق حلال سے کھانے کی لذت حاصل کرنا اور حلال مال سے زیبائش حاصل کرنا اس لیے موجب اجر و ثواب ہے کہ اگر اس لذت کو حرام مال سے حاصل کیا جاتا تو اس پر بندہ اخروی سزا کا مستحق ہوتا سو اگر بندہ اس لذت کو حلال مال سے حاصل کرے گا تو اخروی اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اس کی دلیل اس حدیث میں ہے:

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی بضع احدکم صدقۃ قالوا یا رسول اللہ ایاتی احدنا شھوتہ ویکون لہ فیھا اجر قال ارءیتم لو وضعھا فی حرام اکان علیہ وزر فکذلک اذا وضعھا فی الحلال کان لہ اجر[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا جماع کرنا بھی صدقہ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اگر شہوت پوری کرنے کے لیے جماع کرے تو کیا پھر بھی اس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر وہ حرام طریقے سے اپنی شہوت پوری کرتا تو اس کو گناہ ہوتا؟ سو اگر وہ حلال طریقے سے اپنی شہوت پوری کرے گا تو اس کو اجر ملے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[2]

خلاصہ یہ ہے کہ رزق حلال سے لذیذ کھانے کھانا، قیمتی لباس پہننا، خوبصورت مکان بنانا اور دیگر زیب و زینت اور آرام اور آسائش کی چیزیں حاصل کرنا صاحب حیثیت کے لیے نہ صرف جائز ہے بلکہ اجر و ثواب کا موجب ہے بشرطیکہ ان لذتوں کے حصول کی وجہ سے کسی مالی عبادت میں حرج ہو اور نہ کسی حقدار کا حق تلف ہو اور ان نعمتوں پر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔

ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے

حدیث نمبر ۴۳۶۹ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع فرمایا ہے؛ اور بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے کہ ماں کی نافرمانی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح باپ کی نافرمانی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، اس حدیث میں صرف ماں کی نافرمانی پر اقتصار کیا گیا ہے کیونکہ ماں کی نافرمانی کی تحریم باپ کی نافرمانی سے زیادہ شدید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا میں کس سے نیکی کروں تو فرمایا اپنی ماں سے نیکی کرو، اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا اپنی ماں سے، تیسری بار بھی یہی فرمایا اور اس کے چوتھی بار سوال کرنے پر فرمایا: پھر اپنے باپ کے ساتھ نیکی کرو، نیز عام طور پر لوگ ماں کی نافرمانی زیادہ کرتے ہیں۔ اس حدیث میں بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اہل عرب اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث نمبر ۴۳۷۲ میں باپ کی نافرمانی کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔ تاہم یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ماں اور

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۱، ۱۵۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

باپ کی نافرمانی اس وقت گناہ کبیرہ ہے جب وہ کسی ایسی چیز کا حکم نہ دیں جو شریعت کے خلاف ہو اور اگر وہ کسی ایسے کام کا حکم دیں جو شریعت کے خلاف ہو تو اس وقت ان کی اطاعت حرام ہے اور اس صورت میں بھی ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے پیش آنا چاہیے اور ان کو شرعی احکام کی اہمیت سمجھانا چاہیے۔

بَابُ ۵۶ بَيَانِ أَجْرِ الْحَاكِمِ إِذَا اجْتَهَدَ فَأَصَابَ أَوْ أَخْطَأَ!

حاکم فیصلہ صحیح کرے یا غلط اس کو اجتہاد کرنے پر اجر ملتا ہے

۴۳۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ (عند اللہ) صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ اجتہاد سے فیصلہ کرے اور وہ فیصلہ (عند اللہ) غلط ہو تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔

۴۳۷۴ - وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَزَادَ فِي عَقِبِ الْحَدِيثِ قَالَ يَزِيدُ فَحَدَّثْتُ هَذَا الْحَدِيثَ أَبَا بَكْرِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ فَقَالَ هَكَذَا حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے۔ البتہ حدیث کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ یزید کہتے ہیں میں نے یہ حدیث ابوبکر بن محمد سے بیان کی تو انھوں نے کہا مجھے ابو سلمہ نے اسی طرح ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

۴۳۷۵ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَ رِوَايَةِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

قاضی کا عالم اور مجتہد ہونا ضروری ہے

علامہ نووی لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حدیث اس حاکم کے متعلق ہے جو عالم ہو اور فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اگر اس کا فیصلہ صحیح ہے تو اس کو دو اجر ملیں گے ایک اجر اس کے اجتہاد کا ہوگا اور ایک اجر اس کی اصابت رائے کا اور اگر اس کا فیصلہ غلط ہے تو اس کو صرف اپنے اجتہاد کا اجر ملے گا۔ اور اس حدیث میں عبارت محذوف ہے اصل عبارت اس طرح ہے جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس کا فیصلہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملیں گے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ جو شخص اجتہاد کی اہلیت نہ رکھتا ہو اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر کسی نااہل شخص نے فیصلہ کیا تو اس کو اجر نہیں ملے گا۔ بلکہ وہ گنہگار ہوگا اور اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا خواہ اس کا فیصلہ صحیح ہو یا غلط، کیونکہ اس کے فیصلہ کا صحیح ہونا اتفاقی ہے اور اس کا فیصلہ کسی دلیل شرعی پر مبنی نہیں ہے اس لیے وہ اپنے تمام فیصلوں میں گنہگار ہوگا خواہ وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں اور اس کو معذور نہیں قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ کتب سنن میں یہ حدیث ہے: قاضی تین قسم کے ہیں ایک قاضی جنتی ہے اور دو قاضی دوزخی ہیں۔ ایک قاضی وہ ہے جس کو حق کا علم ہوتا ہے اور وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ جنتی ہے، دوسرا قاضی وہ ہے جو باوجود علم کے حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور تیسرا قاضی وہ ہے جو بغیر علم کے فیصلہ کرتا ہے وہ بھی دوزخی ہے۔ [1]

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ حاکم کا مجتہد ہونا ضروری ہے، ہر چند کہ ہم اس کتاب کی جلد ثالث اور کتاب الاقضیۃ کے شروع میں اجتہاد کی تعریف اور اس کی شرائط بیان کر چکے ہیں تاہم اس حدیث کی وضاحت کے لیے چند مزید حوالہ جات کے ساتھ اس بحث کو ذکر کر رہے ہیں تاکہ اس حدیث کے پڑھنے والوں کو اجتہاد کی تعریف اور اس کی شرائط پر آگاہی ہو اور محققین کے لیے مزید حوالہ جات کا مواد فراہم ہو۔

اجتہاد کی تعریف

قاضی بیضاوی اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

استفراغ الجهد فی درك الاحكام الشرعية۔ [2]

احکام شرعیہ کو حاصل کرنے میں پوری طاقت (تمام علمی صلاحیت) کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ جمال الدین اسنوی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حاجب نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے:

الاجتهاد استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعی [3]

کسی حکم شرعی کے ظن کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ (مجتہد) کا اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

علامہ ابن ہمام اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

الاجتهاد لغة بذل الطاقة فی تحصيل ذی كلفة واصطلاحًا ذلك من الفقيه فی

اجتہاد کا لغوی معنی ہے کسی مشقت طلب کام کو حاصل کرنے کے لیے طاقت صرف کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، منہاج الوصول الی علم الاصول ج ۳ ص ۲۸۴ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق، مصر ۱۳۱۶ھ [3] علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ، نہایۃ السئول علی ہامش التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۲۸۶ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۶ھ

تحصیل حکم شرعی ظنی۔ [1] کسی حکم شرعی ظنی کو حاصل کرنے کے لیے فقیہ کا اپنی علمی صلاحیتوں کو صرف کرنا۔

علامہ دشتانی مالکی نے قاضی عیاض مالکی سے اجتہاد کی یہ تعریف نقل کی ہے،

الاجتہاد بذل الوسع فی طلب الحق والصواب فی النازلۃ۔ [2] پیش آمدہ مسئلہ میں حق اور صواب کو طلب کرنے کے لیے اپنی علمی صلاحیت کو صرف کرنا اجتہاد ہے۔

اجتہاد کا طریقہ علامہ دشتانی لکھتے ہیں کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب مجتہد کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جائے تو پہلے وہ اس کے حل کے لیے نص قرآن تلاش کرے اگر قرآن مجید میں اس کا حکم تلاش نہ کر سکے تو پھر اس کا حکم اخبار متواترہ میں تلاش کرے، اگر اخبار متواترہ میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر اخبار آحاد میں اس کا حکم تلاش کرے اور اگر قرآن اور سنت میں اس کا حکم نہ مل سکے تو پھر مذاہب مجتہدین میں اس کا حکم تلاش کرے، اگر اس حکم کے متعلق علماء کا اجماع مل جائے تو اس اجماع پر عمل کرے ورنہ قیاس سے اس مسئلہ کا حکم معلوم کرے۔

علامہ دشتانی، امام غزالی اور علامہ ابن عبد السلام سے نقل کر کے لکھتے ہیں اجتہاد کے لیے قرآن مجید کی صرف ان آیات کو جان لینا کافی ہے جن کا تعلق احکام سے ہے اور علم حدیث تو اب بہت آسان ہو چکا ہے کیونکہ ہر حدیث کی صحت اور ضعف کے بارے میں محققین نے تحقیق کر دی ہے اور اب احادیث کی اس قدر تصنیفات شائع ہو چکی ہیں جن کے بارے میں اندازہ ہے کہ امام مالک کے سامنے بھی اس قدر احادیث نہیں تھیں، اور جن مسائل پر اجماع ہے ان کی بھی کتابوں میں تصریح موجود ہے اس لیے اب اجتہاد کرنا بہت آسان ہو گیا ہے۔ [3]

مجتہدین اور مقلدین کے درجات علامہ ابن امیر الحاج لکھتے ہیں: علامہ زرکشی نے "بحر" میں لکھا ہے علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علم ہے جس کی معرفت ہیں عام اور خاص مشترک ہیں یہ ضروریات دین کی معرفت ہے جن کا علم تواتر سے ہو اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے، مثلاً نمازوں اور رکعات کی تعداد، ماؤں اور بیٹیوں سے نکاح کا حرام ہونا، زنا اور لواطت کی حرمت کیونکہ یہ وہ امور ہیں جن کی معرفت عام آدمی پر دشوار نہیں ہے اور نہ ان کی معرفت اس کے لیے کسی کام سے حارج ہے، اور بعض وہ امور ہیں جن کی معرفت خواص کے ساتھ مختص ہے، اور اس میں لوگوں کے تین طبقات ہیں:

طبقۂ اولیٰ پہلا طبقہ محض عام لوگوں کا ہے اور جمہور کے نزدیک ان پر واجب ہے کہ وہ تمام احکام شرعیہ فرعیہ میں کسی مجتہد کی تقلید کریں، اور اگر ان میں سے کسی شخص کو قرآن اور حدیث کا علم ہو لیکن وہ قرآن اور حدیث سے مسائل کا استنباط نہ کر سکتا ہو تو اس کا یہ علم ناکافی ہے اور وہ تقلید سے مستغنی نہیں ہے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر ج ۳ ص ۲۹۱، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۶ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

[3] " " " " ج ۵، ص ۱۶-۱۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

طبقہ ثانیہ دوسرا طبقہ ان علماء کا ہے جن کو بعض علوم معتبرہ حاصل ہوں لیکن وہ درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچتے ہوں۔ علامہ ابن حاجب وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ علماء عام مقلدین کی طرح ہیں کیونکہ یہ اجتہاد کرنے سے عاجز ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ ان کے لیے تقلید کرنا جائز نہیں ہے اور ان پر احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ سے حاصل کرنا واجب ہے کیونکہ وہ دوسروں کے برخلاف احکام کو مستنبط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، علامہ زرکشی نے کہا ہے کہ ان کو پہلے طبقہ کے ساتھ لاحق کرنے پر اعتراض ہے، علامہ ابن منیر نے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ یہ مجتہد ہیں اور انھوں نے اس کا التزام کیا ہے کہ یہ کوئی نیا مذہب نہیں بنائیں گے، یہ مجتہد اس وجہ سے ہیں کہ ان میں مجتہدین کے اوصاف پائے جاتے ہیں اور کسی نئے مذہب کا ایجاد نہ کرنا اس وجہ سے ہے کہ ائمہ اربعہ نے تمام قواعد کا استیعاب کر لیا ہے اور تمام احکام فرعیہ کے لیے ایسے اصول اور قواعد کو وضع کرنا جو ائمہ اربعہ کے قواعد سے مختلف ہوں بے حد دشوار ہے، ہاں یہ کسی امام کے قاعدہ کی اتباع کر سکتے ہیں اور جب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے علاوہ کسی اور امام کے قاعدہ کی صحت ان پر منکشف ہو جائے تو ان کے لیے اپنے امام کی تقلید جائز نہیں ہے لیکن اس کا وقوع مستبعد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دوسرا طبقہ ان علماء کا ہے جو اجتہاد مطلق کی صلاحیت تو نہیں رکھتے لیکن پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کر سکتے ہیں اور احکام شرعیہ کے دلائل سے واقف ہوتے ہیں اور ان کے استنباط کی اہلیت رکھتے ہیں۔ یہ پہلے طبقہ کی طرح محض مقلد نہیں ہیں انھیں اپنے احکام کے مستنبط کیے ہوئے مسائل کے دلائل کا علم ہوتا ہے اس وجہ سے یہ ان مسائل میں اپنے امام کی اتباع کرتے ہیں۔

طبقہ ثالثہ تیسرا طبقہ ان علماء کا ہے جو درجہ اجتہاد (مطلق، جیسے ائمہ اربعہ کا درجہ) تک پہنچ چکے ہوں۔ [1]

پیش آمدہ مسائل میں اہل فتویٰ کا اجتہاد

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ: اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص کا علم، اجتہاد اور عدالت (نیک چلنی) معروف ہو اور لوگ اس کی تنظیم کرتے ہوں اور اس سے مسائل دریافت کرتے ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا اور اس کا منصب افتاء پر فائز ہونا جائز ہے اور جس شخص میں یہ شرائط نہ ہوں اس سے فتویٰ طلب کرنا جائز نہیں ہے، نیز علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مجتہد (مطلق) کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دے اور اس کے پاس اس مجتہد کا مذہب منقول نہ ہو لیکن وہ اس مجتہد کے احکام کے مآخذ پر مطلع ہو اور اس مجتہد کے قواعد کے مطابق احکام مآخذ سے مستنبط کر سکتا ہو تو اس کا اس مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا جائز ہے ورنہ نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ مفتی اس کے مآخذ پر مطلع ہو یا نہ ہو، (علامہ ابن امیر الحاج نے لکھا ہے کہ صاحب بدیع کا یہی مختار ہے اور اکثر علماء کا یہی مذہب ہے) یہ قول مسترد کیے جانے کے لائق ہے۔ اور ابوالحسین نے کہا ہے کہ غیر مجتہد (مطلق) کا مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ غیر مجتہد (مطلق) کا کسی مجتہد کے مذہب پر فتویٰ دینا بلانکیر واقع ہے کیونکہ اصحاب مذاہب کے متبحر علماء ہمیشہ دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیتے رہے ہیں اگرچہ وہ اجتہاد مطلق کے درجہ پر فائز نہیں ہوتے تھے اور ان فتووں کا کبھی انکار نہیں کیا گیا اور جو شخص کسی

---

[1] علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۳۴۵، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۶ھ

مذہب کا غیر متبحر عالم ہو تو اس کے فتویٰ کا انکار کیا جاتا ہے پس کسی مذہب کے مقلد اور متبحر عالم کے فتویٰ کے قبول کرنے اور غیر متبحر عالم کے فتویٰ کے نہ قبول کرنے پر اجماع ہو گیا ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ اجماع تو غیر مجتہدین کا ہے اور غیر مجتہدین کا اجماع حجت نہیں ہوتا اس لیے اس فتویٰ کا جواز ضرورت کی بناء پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہ علماء مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پیش آمدہ مسائل میں جزوی اجتہاد بھی ختم ہو چکا ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ ارباب افتاء اگرچہ مجتہد مطلق نہیں ہوتے لیکن ان کا پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کرنا جائز ہے، اس بناء پر مفتی بھی مجتہد ہوتے ہیں اور کسی غیر مجتہد مطلق مفتی کا کسی مجتہد مطلق کے مذہب پر فتویٰ دینا ان مجتہدین کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور یہ ضرورت کا بھی تقاضا ہے۔[1]

مسائل اجتہادیہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حکم معین ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ جمال الدین اسنوی لکھتے ہیں، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقلیات میں حکم واحد ہوتا ہے، جس شخص نے اس حکم کو پالیا اس نے صحت اور صواب کو پالیا، اور جس نے اس حکم کو نہیں پایا اس نے خطاء کی اور وہ گناہ گار ہوگا، اور مسائل فقہیہ کے اجتہاد میں علماء کا اختلاف ہے، آیا اس میں حکم واحد ہوتا ہے یا مختلف احکام ہوتے ہیں اگر حکم واحد ہوتا ہے تو جس مجتہد نے اس حکم کو پالیا وہ حق اور صواب کو پہنچا اور اس کے لیے دو اجر ہیں اور جس نے اس حکم کو نہیں پایا وہ خطاء پر ہے لیکن وہ معذور ہے اور اس کو اجتہاد کا ایک اجر ملے گا اور اگر احکام متعدد اور مختلف ہیں تو تمام مجتہدین صحت اور صواب کو پہنچ گئے۔

جس مسئلہ میں نص صریح نہ ہو اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مجتہد کے اجتہاد سے پہلے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم معین نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم مجتہد کے ظن کے تابع ہے (العیاذ باللہ!) اور اشعری لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے، اس نظریہ کے قائلین اشعری، قاضی اور اشاعرہ اور معتزلہ کے جمہور متکلمین ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے، بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کوئی حکم نازل کرتا تو وہی حکم نازل کرتا جو مجتہد کا ظن ہے اور یہی قول اشبہ بالحق ہے اور بعض نے کہا ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین ہوتا ہے، اور اس میں تین نظریات ہیں، بعض فقہاء اور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم کسی دلالت اور علامت کے بغیر حاصل ہوتا ہے جیسے کسی طالب کو اتفاقاً کوئی دفینہ مل جائے سو جس شخص نے یہ حکم حاصل کر لیا اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جس نے اس حکم کو حاصل کرنے میں خطاء کی اس کو ایک اجر ملتا ہے، دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اس حکم پر کوئی علامت یعنی دلیل ظنی ہوتی ہے اس میں پھر اختلاف ہے فقہاء حنفیہ اور فقہاء شافعیہ کا یہ قول ہے کہ چونکہ یہ دلیل نہایت خفی اور غامض ہوتی ہے اس لیے مجتہد اس صحیح حکم کو حاصل کرنے کا مکلف نہیں ہوتا اس وجہ سے اس میں مخطی بھی معذور اور ماجور ہوتا ہے، اور بعض نے کہا کہ مجتہد اس حکم کو حاصل کرنے کا مکلف ہوتا ہے اگر اس کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہو جائے تو تکلیف بدل جاتی ہے اور اس پر یہ واجب کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ظن کے تقاضے پر عمل کرے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس معین حکم پر دلیل قطعی ہوتی ہے اور مجتہد اس دلیل کو حاصل کرنے کا مکلف ہوتا ہے اس نظریہ کے قائلین میں بھی اختلاف ہے جمہور کا یہ نظریہ ہے کہ اگر اس کو خطاء لاحق ہو گئی تو وہ گناہ گار نہیں ہوگا اور نہ اس کا فیصلہ غلط قرار دیا جائے گا اور بشر مریسی کا مذہب یہ ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا فیصلہ مسترد کر دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، و علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التحریر و التقریر ج ۳ ص ۳۴۷-۳۴۶، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۶ھ

ان اختلافات میں ہماری رائے یہ ہے کہ ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک معین حکم ہوتا ہے اور اس پر دلیل ظنی ہوتی ہے اور اگر مجتہد اس حکم کو حاصل کرنے میں خطاء کرے تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا اور نہ اس کا فیصلہ رد کیا جاتا ہے بلکہ خطاء کی صورت میں بھی اس کو اجتہاد پر ایک اجر ملتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم معین کو حاصل کر لے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں ایک اجتہاد کا اور ایک اصابت رائے کا، امام شافعی سے بھی یہی منقول ہے اور قاضی بیضاوی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا دونوں جانبوں میں حق ہوتا ہے اور ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے یا حق صرف ایک جانب میں ہوتا ہے اور صرف ایک مجتہد مصیب ہوتا ہے؟۔

اور ہر فریق نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے پہلے فریق نے یہ کہا ہے کہ مخطی کے لیے بھی اجر کا وعدہ ہے اگر اس کی رائے صحیح نہ ہوتی تو اس کو اجر نہ دیا جاتا اور دوسرے فریق نے کہا اس کو مخطی کہنا اس کی دلیل ہے کہ اس کی رائے صحیح نہیں تھی اور پہلے فریق نے کہا کہ اس نے نص سے خطاء کی یا اس کو نص سے ذہول ہو گیا اور جو شخص کسی ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرتا ہے جس میں کوئی نص ہے نہ اجماع تو اس کے متعلق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے خطاء کی، اور بعض علماء کے اس قول کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے کہ ہر مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک معین حکم ہوتا ہے جو مجتہد اس حکم پر مطلع ہو جائے وہ مصیب ہے اور جو اس حکم پر مطلع نہ ہو وہ مخطی ہے کیونکہ یہ غیر محققین کا قول ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن پیش آمدہ مسائل میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی نص نہیں ہے، نہ اس حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور نہ اس حکم پر علماء کا اجماع ہے سو اس مسئلہ کا اب تک کوئی حکم نہیں ہے، اور مجتہدین اپنے اجتہاد سے اس مسئلہ کا جو حکم معلوم بیان کریں گے وہی اس کا حکم ہے مثلاً امام شافعی کسی مسئلہ میں ایک شخص پر جواز کا حکم لگائیں اور امام مالک اسی مسئلہ میں دوسرے شخص پر عدم جواز کا حکم لگائیں یا امام ابوحنیفہ کسی معاملہ میں ایک شخص پر تعزیر کا حکم لگائیں اور امام مالک ایسے ہی مسئلہ میں دوسرے شخص پر قتل کا حکم دیں تو اللہ تعالیٰ کو ازل میں ان کے اختلاف کا علم تھا اور اس کو معلوم تھا کہ اس مسئلہ میں ایک شخص کے متعلق ایک مجتہد کا یہ حکم ہوگا اور ایسے ہی مسئلہ میں دوسرے شخص کے متعلق دوسرے مجتہد کا یہ حکم ہوگا اور یہ اجتماع نقیضین نہیں ہے کیونکہ ایک ہی شخص پر قتل کرنے اور قتل نہ کرنے کا حکم نہیں لگایا گیا بلکہ ایک مسئلہ میں مثلاً امام شافعی ایک شخص پر قتل کا حکم عائد کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اس جیسے مسئلے میں دوسرے شخص پر قتل کا حکم نہیں عائد کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم وہی ہے جو ان مجتہدین نے حکم دیا ہے پس جنس مسئلہ تو ایک ہے لیکن اس کے متعلقات الگ الگ ہیں۔

علامہ دشتانی لکھتے ہیں: اصولیین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا مسائل اجتہادیہ ظنیہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین ہوتا ہے یا نہیں، اور اگر ایک حکم معین ہوتا ہے تو مجتہد اس کا مکلف ہوتا ہے کہ اس حکم کو حاصل کرے اگر اس نے اس حکم کو حاصل کر لیا تو اس کا اجتہاد صحیح ہے ورنہ نہیں اور اگر ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کا ایک حکم معین نہیں ہے تو پھر ان مسائل میں اللہ تعالیٰ کا حکم مجتہدین کے ظن کے تابع ہے، قاضی نے اسی نظریہ کو اختیار کیا ہے، بعض مناظرین نے اس تعبیر پر اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مجتہدین کے ظن کے تابع قرار دینا سوء ادب ہے اور مجتہد کا ظن حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم قدیم ہے اور قدیم حادث کے تابع کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مجتہدین کے ظن کے تابع قرار دینے سے ان کی یہ مراد نہیں ہے کہ زمانۃً اس حکم کا وجود مؤخر ہے اور وہ حکم مجتہد کے ظن کے بعد ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا حادث ہونا لازم آئے بلکہ ان کی مراد

---

[1] ۔ علامہ جمال الدین السنوی متوفی ۷۷۲ھ، نہایت السول علی ہامش التقریر ج ۳ ص ۳۱۷-۳۱۴ مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۶ھ

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ فلاں مسئلہ میں فلاں مجتہد کا یہ قول ہوگا اور اسی مسئلہ میں فلاں مجتہد کا یہ قول ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ کا اس مسئلہ میں فلاں مجتہد کے اعتبار سے یہ حکم ہے اور فلاں مجتہد کے اعتبار سے یہ حکم ہے۔ [1]

مسائل اجتہادیہ میں حکم کے معین ہونے یا نہ ہونے کے متعلق مصنّف کا موقف

اشاعرہ، ماتریدیہ اور معتزلہ کے

جن علماء نے یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ مسائل اجتہادیہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام متعدد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ متعدد احکام مجتہدین کے احکام کے تابع ہوتے ہیں، ہمارے نزدیک یہ نہ صرف سوءادب ہے بلکہ صراحۃً غلط ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک گوہ کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک گوہ کا کھانا بلا کراہت جائز ہے، اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوہ کھانا مکروہ ہو اور مکروہ نہ ہو، اسی طرح امام ابوحنیفہ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانوروں کا کھانا حرام ہے اور امام مالک کے نزدیک تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے، اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مینڈک اور مگرمچھ کے سوا تمام دریائی جانوروں کا کھانا جائز ہے، ابوعلی نجار کے نزدیک جو جانور خشکی میں حرام ہے اس کی نظیر سمندر میں بھی حرام ہے جیسے کتا، خنزیر اور انسان۔ اور اس قاعدہ سے لازم آئے گا کہ دریائی جانور اللہ کے نزدیک حرام بھی ہوں اور حلال بھی ہوں۔ علیٰ ہذا القیاس اور یہ صحیح نہیں ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کو تناقض اور تضاد پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز اجتہاد سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے نزدیک کسی چیز کا جو حکم ہے اس کو معلوم کیا جائے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ مجتہد کا اجتہاد اللہ کے حکم کے تابع ہے اور یہ حضرات کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم مجتہد کے اجتہاد کے تابع ہے مزید برآں یہ کہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ مجتہد کو اجتہاد میں خطاء بھی لاحق ہوتی ہے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے اجتہادی فیصلوں میں اس کی واضح مثال ہے اور اس نظریہ کی بناء پر یہ لازم آئے گا کہ اللہ کے احکام بھی مبنی برخطاء ہوں اور اللہ کے احکام کو بھی خطاء قرار دیا جائے۔ العیاذ باللہ! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں اجتہاد کرنے کے بعد کہتے تھے کہ اگر یہ حکم حق ہے تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر باطل ہے تو یہ میری عقل اور فہم کا قصور ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

والمختار حکم معین اوجب طلبہ فمن أصابہ المصیب ومن لا المخطی ونقل عن الائمۃ الاربعۃ ثم المختار ان المخطی ماجور [2]

مذہب مختار یہ ہے کہ جس مسئلہ میں اجتہاد کیا جاتا ہے اس میں ایک حکم معین ہوتا ہے، جس کو اجتہاد سے طلب کرنا واجب کیا گیا ہے، جس مجتہد نے اجتہاد سے اس حکم کو حاصل کر لیا وہ مصیب ہے اور جس نے حاصل نہیں کیا وہ مخطی ہے ائمہ اربعہ سے بھی یہی مذہب منقول ہے اور پھر یہ مختار ہے کہ اجتہاد میں خطاء واقع ہونے پر بھی مجتہد کو اجر ملتا ہے

علامہ ابن امیر الحاج لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد سے یہی مذہب منقول ہے۔ علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ ائمہ اربعہ سے یہی نقل صحیح ہے بلکہ علامہ کرخی نے لکھا ہے کہ ہمارے تمام فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ علامہ قرافی نے اس کے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۷-۱۶، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر ج ۳ ص ۳۰۶، مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۶ھ

علاوہ امام مالک کا اور کوئی مذہب نہیں لکھا۔ علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے اسی کو تحریر کیا ہے، علامہ ابن السمعانی نے لکھا ہے کہ جس شخص نے امام شافعی کی طرف کسی اور مذہب کو منسوب کیا ہے اس نے خطا کی۔ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ مازری مالکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ فقہاء اور متکلمین میں سے اکثر اہل تحقیق کا مذہب یہ ہے کہ حق دونوں جانبوں میں ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے ہر چند کہ ائمہ اربعہ سے اس کے خلاف بھی منقول ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر نے لکھا کہ میں کہتا ہوں کہ امام شافعی کا مذہب پہلا ہے۔ یعنی واقعہ میں ایک حکم معین ہوتا ہے۔ [2]

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ میں تحقیق نہیں کی ورنہ صرف علامہ مازری کا قول نقل کر کے بات ختم نہ کر دیتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ مسئلہ اجتہادیہ ظنیہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حکم معین ہوتا ہے اور اسی حکم کو حاصل کرنے کا مجتہد مکلف ہوتا ہے اگر اس نے اس حکم کو حاصل کر لیا تو اس کا اجتہاد صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ قاضی بیضاوی، علامہ اسنوی، علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن امیر الحاج کی یہی تحقیق ہے اور انھوں نے تصریح کی ہے کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے اور ائمہ اربعہ اس سے بری ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو مجتہدین کے اجتہاد کے تابع قرار دیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام میں تناقض اور تضاد کا قول کریں اور اس کے احکام کو خطاء کے ساتھ متصف کریں۔

میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ عام علماء علامہ دشتانی، علامہ مازری اور علامہ ابن حجر کی عبارات کو دیکھ ائمہ اربعہ سے بدگمان نہ ہوں یا اس نقل کو دیکھ کر یہ عقیدہ پہلے نہ باندھ لیں کہ مسائل اجتہادیہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک احکام متعدد ہوتے ہیں اور اس کے احکام مجتہد کے اجتہاد کے تابع ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

بَابُ كَرَاهَةِ قَضَاءِ الْقَاضِي وَهُوَ غَضْبَانُ

حالت غضب میں قاضی کو فیصلہ کرنے کی ممانعت

۴۳۷۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كَتَبَ أَبِي وَكَتَبْتُ لَهُ إِلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ وَهُوَ قَاضٍ بِسِجِسْتَانَ أَنْ لَا تَحْكُمَ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَأَنْتَ غَضْبَانُ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَحْكُمُ أَحَدٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ۔

عبدالرحمن بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے عبید اللہ بن ابی بکرہ قاضی سجستان کو لکھوایا اور میں نے لکھا کہ دو آدمیوں کے درمیان غصہ کی حالت میں فیصلہ مت کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص بھی غصہ کی حالت میں دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

---

[1] علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۶ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۲۰، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۴۳۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چھ مختلف سندیں بیان کیں، ان سب اسانید میں حضرت ابوبکرہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت ہے۔

کن حالات میں حاکم کو فیصلہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے؟

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: حالت غضب کے ساتھ ہر وہ حالت لاحق ہے جس حالت کی وجہ سے حاکم صحیح غور و فکر نہ کر سکے اور اس کا مزاج اعتدال پر نہ ہو مثلاً اس کو بہت زیادہ بھوک اور پیاس لگی ہو یا بہت زیادہ غم ہو یا کسی بات پر بہت زیادہ خوشی ہو یا اس کا دل و دماغ کسی مسئلہ میں الجھا ہوا ہو تو اس قسم کے احوال میں حاکم کا فیصلہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس حال میں غلط فیصلہ کر دے اور اگر اس نے فیصلہ کر دیا تو اس کا فیصلہ صحیح ہوگا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراج حرۃ (ایک زمین میں پانی کی نالی) کا فیصلہ حالت غضب میں کیا تھا، اسی طرح ایک شخص نے لقطہ کے بارے میں سوال کیا (کہ اگر کسی شخص کو گم شدہ اونٹ مل جائے تو وہ اس کا کیا کرے؟) تو آپ نے غصہ سے جواب دیا تمہیں اس سے کیا سروکار؟[1]

حالت غضب میں فیصلے سے منع کرنے کی حکمت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ مہلب نے کہا ہے کہ حالت غضب میں فیصلہ کرنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ غصہ کی حالت میں حاکم حق سے تجاوز کر سکتا ہے اس لیے اس کو حال غضب میں فیصلہ کرنے سے منع کر دیا، علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ ممانعت کا سبب یہ ہے کہ حالت غضب میں انسان صحیح غور و فکر نہیں کر سکتا، اور فقہاء نے اس حکم سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جس حالت کے طاری ہونے کی وجہ سے انسان کے غور و فکر کی صلاحیت متاثر ہو اس حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، مثلاً بہت زیادہ بھوک اور پیاس لگی ہو یا بہت زیادہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رہی ہو اسی طرح ہر وہ کیفیت جس کا اس کے دل و دماغ پر غلبہ ہو، اور حدیث میں صرف حالت غضب پر اس وجہ سے اقتصار کیا گیا ہے کہ غصہ اور غضب کا انسان کے نفس پر زیادہ غلبہ ہوتا ہے اور دوسرے عوارض کی بہ نسبت اس کا روکنا زیادہ مشکل ہے۔ امام بیہقی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابوسعید سے مرفوعاً یہ روایت بیان کی ہے کہ "قاضی صرف اسی وقت فیصلہ کرے جب وہ شکم سیر ہو" (یعنی اس کو بھوک اور پیاس نہ لگی ہو)۔ امام شافعی نے لکھا ہے کہ بھوک، پیاس، تھکاوٹ اور جب دل کسی کام میں مشغول ہو تو حاکم کا فیصلہ کرنا مکروہ ہے۔

حالت غضب میں فیصلہ کرنے کا حکم

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اس حکم کی مخالفت کرے اور حالت غضب میں کسی مقدمہ کا فیصلہ کر دے تو جمہور کے نزدیک ہر چند کہ یہ فعل مکروہ ہے لیکن اس کا فیصلہ صحیح اور نافذ العمل ہوگا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں حالت غضب میں فیصلہ کیا تھا جب کہ حضرت زبیر کے فریق نے شراج حرہ (نالی سے پانی دینے کے معاملہ) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک کر دیا تھا، البتہ اس حدیث سے یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے لیے حالت غضب میں فیصلہ کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور حال غضب میں بھی حال رضا کی مثل حکم دیتے ہیں، البتہ ہمارے حق میں حالت غضب میں فیصلہ کرنا مکروہ ہے، حدیث لقطہ کی تشریح میں علامہ نووی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

امام الحرمین اور علامہ بغوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگر اللہ کے لیے غضب ہو تو فیصلہ کرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر غیر اللہ کے لیے غضب ہو تو فیصلہ کرنا مکروہ ہے، علامہ رویانی اور دوسرے علماء نے اس تفصیل کو مستبعد قرار دیا ہے کیونکہ ظاہر حدیث میں مطلقاً حالت غضب میں فیصلہ کرنے سے منع کیا ہے، اور بعض حنبلی فقہاء نے کہا ہے کہ حالت غضب میں کیا ہوا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا ہے اور ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے۔ اور بعض علماء نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حاکم پر مقدمہ کا حکم منکشف ہو گیا اور اس کے بعد اس کو کسی پر غصہ آیا تو اب فیصلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مقدمہ پر غور و فکر کرنے سے پہلے غصہ آ گیا تو پھر دیکھیں گے کہ وہ اللہ کے لیے غصہ ہے یا نہیں!

باب مذکور کی حدیث کے دیگر فوائد

اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ حدیث کو لکھنا بھی کسی شیخ سے حدیث کے سماع کے قائم مقام ہے، اور یہ کہ عہد صحابہ اور تابعین میں حدیث کو لکھنے کا عام رواج تھا اور یہ کہ کسی فتویٰ پر حدیث سے استدلال کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابوبکرہ نے اپنے بیٹے کو حالت غضب میں فیصلہ سے منع کیا اور اس پر حدیث سے استدلال کیا، نیز اس میں باپ کی اولاد پر شفقت اور اس کو برائیوں سے روکنے کا بیان ہے اور علم کی نشر و اشاعت کا ذکر ہے اور یہ کہ اگر عالم سے کسی چیز کا سوال نہ کیا جائے تو اس کو پھر بھی اپنے علم سے لوگوں کو مستفید کرنا چاہیے۔[1]

بَابُ نَقْضِ الْاَحْكَامِ الْبَاطِلَةِ وَرَدِّ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ

احکام باطلہ کو ساقط کرنے اور بدعات کو رد کرنے کا بیان

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۴۳۷۸ - حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ جَمِيعًا عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی اصل دین میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

۴۳۷۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَامِرٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الزُّهْرِيُّ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ رَجُلٍ لَهُ ثَلَاثَةُ مَسَاكِنَ فَأَوْصَى بِثُلُثِ كُلِّ مَسْكَنٍ مِنْهَا قَالَ يُجْمَعُ ذٰلِكَ كُلُّهُ فِي مَسْكَنٍ وَاحِدٍ ثُمَّ قَالَ أَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

سعد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس کے پاس رہائش کے تین مکانات ہوں اور وہ ہر مکان میں سے ایک تہائی (۱/۳) کی وصیت کرے تو کیا یہ جائز ہے؟ انھوں نے کہا کہ سب کو ایک مکان میں جمع کیا جائے گا پھر کہا کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایسا عمل کیا جس کی اصل ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔

احداث کا لغوی اور شرعی معنی

اس باب کی دونوں حدیثوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی اصل اس دین میں نہ ہو تو وہ عبادت مردود ہے۔"

اس حدیث میں احداث (دین میں کسی چیز کو گھڑ لینا) کا لفظ ہے، علامہ ابن منظور افریقی حَدَث کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: حدث الامر۔ کا معنی ہے کوئی چیز واقع ہوئی اور محدثات الامور۔ کا معنی ہے: "ایسے کام جن کو بندگان ہوا (دین کے مقابلہ میں اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے لوگ) نے گھڑ لیا ہو، سلف صالحین کا ان پر عمل نہ ہو، حدیث میں ہے: ایاکم و محدثات الامور۔ "من گھڑت کاموں سے بچو" اور یہ وہ کام ہیں جو کتاب، سنت اور اجماع میں معروف نہ ہوں، حدیث میں ہے: "ہر حدث بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے" اور حَدَث سے مراد وہ برا کام ہے جو سنت میں معروف اور معمول نہ ہو۔ [1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

علامہ زبیدی نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔ [1]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حَدَث اس نئے اور بُرے کام کو کہتے ہیں جو سنت میں معروف اور معمول نہ ہو اور مُحدِث اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی بُرے کام کرنے والے کو پناہ دینے والا ہو اور مُحدَث کسی من گھڑت کام کو کہتے ہیں اور محدثات الامور سے مراد وہ کام ہیں جو کتاب، سُنّت اور اجماع میں معروف نہ ہوں۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جو امر کتاب اور سنت میں نہ پایا جائے اس کو دین میں گھڑ لینا اِحداث ہے۔ [3]

جن عبادات کی دین میں اصل ہے وہ محدث، مخترع اور بدعت نہیں ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اسلام کے اصول اور قواعد میں سے شمار کی جاتی ہے، کیونکہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دین میں کسی ایسے کام کو گھڑے جس کی اصول دین میں کوئی دلیل نہ ہو وہ کام قابلِ اعتبار نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس میں منکرات کے ابطال پر استدلال کیا جاتا ہے، طرقی نے کہا ہے کہ یہ حدیث دلائل شرعیہ کا نصف ہے، کیونکہ دلیل صغریٰ اور کبریٰ دو مقدموں سے مرکب ہوتی ہے اور یہ حدیث مقدمہ کبریٰ ہے مثلاً ہم کہتے ہیں نجس پانی سے وضو کرنے کی دین میں اصل نہیں ہے اور جس کام کی دین میں اصل نہ ہو وہ باطل ہے سو نجس پانی سے وضو کرنا باطل ہے۔ اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس کام کی دین میں اصل ہو وہ صحیح ہے اور یہ بھی قیاس کا کبریٰ ہے مثلاً ہم کہتے ہیں کہ وضو میں نیت کرنے کی دین میں اصل ہے۔ اور جس کام کی دین میں اصل ہو وہ صحیح ہے سو وضو میں نیت کرنا صحیح ہے۔ [4]

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی دین میں اصل ہے (کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے) لہٰذا کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے البتہ اس کو واجب اور لازم سمجھنا بدعت ہے۔ اسی طرح اذان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر انگوٹھے چومنے کی دین میں اصل ہے کیونکہ یہ حضرت ابوبکر کی سنت ہے، اسی طرح الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنے کی دین میں اصل ہے کیونکہ نماز میں ایہا النبی کہا جاتا ہے اور جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا تو انہوں نے چیخ کر کہا یا محمداہ البتہ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سنائے بغیر از خود سن لیتے

(حاشیہ صفحہ سابقہ ملاحظہ ہو) [1]۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[1]۔ سید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۶۱۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2]۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3]۔ حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۰۳-۳۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہیں تو یہ عقیدہ شرک ہے اور مسلمان کے حال سے یہ عقیدہ بہت بعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر یارسول اللہ کہنے کو علماء دیوبند نے بھی جائز لکھا ہے اور آپ کو مستقل سامع نہ سمجھتے ہوئے یارسول اللہ کہنے کو بھی جائز لکھا ہے[1] البتہ استمداد اور استعانت صرف اللہ سے کرنی چاہیے تمام انبیاء اور رسل نے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ سے سوال کرو اور اسی سے مدد مانگو، اور یہی صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف صالحین کا طریقہ ہے تاہم اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مستقل اور مدد الٰہی کا مظہر سمجھتے ہوئے اغثنی یارسول اللہ یا یارسول اللہ المدد کہہ دیتا ہے تو یہ شرک نہیں ہے۔ اسی طرح محفل میلاد منعقد کرنا صحیح ہے کیونکہ محفل میلاد کی اصل دین میں ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا ذکر فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ولادت کا ذکر کیا اور تمام سلف صالحین کا اس پر عمل رہا ہے، البتہ اس کو لازم اور واجب سمجھنا بدعت ہے اور اس میں اسراف کرنا اور منکرات کو داخل کرنا گناہ ہے۔

فاتحہ، چہلم اور عرس وغیرہ میں دنوں اور تاریخوں کی تعیین کی تحقیق

فاتحہ، چہلم، عرس اور اہلسنت کے دیگر تمام معمولات کا رجوع اس طرف ہوتا ہے کہ کسی نفلی عبادت کے لیے عرفاً وقت معین کر لیا جاتا ہے، یہ تعیین شرعی نہیں ہے اور ان معین اوقات کے علاوہ بھی ان کاموں کو کرنا جائز ہے اور اگر کوئی شخص ان معین اوقات میں ان عبادات کو کرنا شرعاً لازمی اور ضروری سمجھتا ہے تو یہ بدعت ہے اور گناہ ہے۔ رہا یہ کہ کوئی نفلی عبادت جو کسی وقت بھی کی جا سکتی ہو اس کے لیے کسی خاص وقت کو معین کرنے پر کیا دلیل ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعیین احادیث سے ثابت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی مسجد قبا کل سبت ماشیا وراکبا وکان عبد اللہ رضی اللہ عنہ یفعلہ۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل یا سوار ہو کر ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفی ھذا الحدیث علی اختلاف طرقہ دلالۃ علی جواز تخصیص بعض الایام ببعض الاعمال الصالحۃ والمداومۃ علی ذلک۔[3]

یہ حدیث مختلف اسانید سے مروی ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ بعض ایام کو بعض اعمال صالحہ کے ساتھ خاص کر لینا جائز ہے اور اس پر مداومت کرنا صحیح ہے۔[3]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی جواز تخصیص بعض الایام بنوع من القرب وھو کذلک الا فی الاوقات

اس حدیث میں بعض ایام کو بعض عبادات کے ساتھ خاص کر لینے کے جواز پر دلیل ہے اور یہ امر جائز ہے ماسوا

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

المنهی عنها کالنهی عن تخصیص لیلة الجمعة من بین اللیالی او تخصیص یوم الجمعة بصیام من بین الایام۔ [1]

ان اوقات کے جن میں کسی عبادت کی تخصیص سے منع کر دیا گیا ہے۔ جیسے جمعہ کی رات کو نوافل کے قیام کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا گیا ہے یا جمعہ کے دن کو روزے کے ساتھ خاص کر لینے سے منع کیا گیا ہے۔

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

ہر دو حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی مقصود مباح یا کسی طاعت کے لیے تعیین یوم اگر باعتقاد قربت نہ ہو بلکہ کسی مباح مصلحت کے لیے ہو جائز ہے، جیسے مدارس دینیہ میں اسباق کے لیے گھنٹے معین ہوتے ہیں اور اگر باعتقاد قربت ہو منہی عنہ ہے، پس عرس میں جو تاریخ معین ہوتی ہے اگر اس تعیین کو قربت نہ سمجھیں بلکہ اور کسی مصلحت سے یہ تعیین ہو مثلاً سہولت اجتماع تاکہ تداعی کی صعوبت یا بعض اوقات اس کی کراہت کے شبہ سے مامون رہیں اور خود اجتماع اس مصلحت سے ہو کہ ایک سلسلہ کے احباب باہم ملاقات کر کے حب فی اللہ کو ترقی دیں اور اپنے بزرگوں کو آسانی سے اور کثیر مقدار میں جو کہ اجتماع میں حاصل ہے ثواب پہنچانا بے تکلف میسر ہو جاوے نیز اس اجتماع میں طالبوں کو اپنے لیے شیخ کا انتخاب بھی سہل ہوتا ہے یہ تو ظاہری مصالح ہیں جو مشاہدہ ہیں یا کوئی باطنی مصلحت داعی ہو جیسا میں نے بعض اکابر اہل ذوق سے سنا ہے کہ میت کو اپنے یوم وفات کے عود سے وصول ثواب کے انتظار کی تجدید ہوتی ہے اور یہ مصلحت محض کشفی ہے جس کا کوئی مکذب عقلی یا نقلی موجود نہیں اس لیے صاحب کشف کو یا اس صاحب کشف کے معتقد کو بدرجہ ظن اس کی رعایت کرنا جائز ہے البتہ جزم جائز نہیں۔ بہرحال اگر ایسے مصالح سے یہ تعیین فی نفسہ ہو تو جائز ہے، لیکن اگر کوئی اور عارضی موجب منع اس میں منضم ہو جاوے مثلاً سماع خلاف شرائط یا اختلاط امارد و نساء یا مجمع کے جمع کرنے کا اہتمام خصوص فساق و فجار کے شریک کرنے کا اہتمام یا شرکت کے بعد بلا ضرورت ان کا احترام یا احتمال فساد عقیدہ عوام تو ان عوارض سے پھر وہ مباح بھی ممنوع ہو جاوے گا اور قطعاً وہ عرس واجب الترک ہو جاوے گا۔ جیسا اس زمانہ میں اکثر اعراس کی حالت ہو گئی پس قدماء مشائخ سے جو اعراس منقول ہیں اگر سند نقل صحیح ہو ان میں کوئی منکر ثابت نہیں پس ان کے فعل میں کوئی اشکال نہیں۔ [2]

شیخ تھانوی نے ان موانع میں مجمع جمع کرنے کا اہتمام اور احتمال فساد عقیدہ عوام کا جو ذکر کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جانا اتفاقیات سے ہے، اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں اتفاقی امور کی بر سبیل اتفاق پیروی کرنا سنت ہے اور اس کو دائمی معمول بنا لینا سنت نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ علماء نے اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ [3]

نفلی عبادات کے لیے کسی وقت کو معین کرنے پر دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

---

[1] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۵۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ، برادر نوادر ص ۴۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۲ء

[3] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۳۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل قال کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس الحدیث۔ [1]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ کیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نفلی عبادت کے لیے ہفتہ کے ایام میں سے کسی ایک دن کو معین کر لینا جائز ہے۔ فلہذا سوئم چہلم، عرس، گیارہویں، بارھویں وغیرہا کے لیے دنوں اور تاریخوں کی تعیین کرنا جائز ہے۔ البتہ اس تعیین کو لازم اور ضروری سمجھنا بدعت ہے، رہا یہ سوال کہ آپ سے ان تاریخوں میں ان کاموں کا کرنا ثابت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ سے ان دنوں میں ان کاموں سے منع کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔

قاسم بن محمد کے فتوی پر ایک اشکال کا جواب

اس باب کی پہلی حدیث میں قاسم بن محمد کا یہ قول مذکور ہے کہ ایک شخص کے اگر تین مکان ہوں تو وہ ہر مکان کے ایک ثلث کی وصیت نہ کرے بلکہ سب کو جمع کر کے ایک ثلث کی وصیت کرے اس قول پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر اس نے ہر مکان میں سے ایک ثلث کی وصیت کر دی تو اس میں کیا غلطی ہے؟ حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس وصیت میں کوئی اور زائد چیز تھی جس کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے اسی وجہ سے قاسم بن محمد نے اس کی تغلیط کی۔ [2]

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں: قاضی عیاض مالکی نے اس اشکال کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اگر مکانات ایک دوسرے سے دور ہوں تو ان کی تقسیم میں سنت یہ ہے کہ ہر مکان کا الگ الگ حصہ کیا جائے اور اگر مکانات ایک دوسرے کے قریب ہوں تو پھر ان کی تقسیم میں سنت یہ ہے کہ ان کو تقسیم میں جمع کیا جائے اور قاسم بن محمد نے جس صورت کے پیش نظر یہ کہا تھا کہ ان کو جمع کیا جائے اس صورت میں یہ مکان ایک دوسرے کے قریب تھے اور چونکہ یہ تقسیم خلاف سنت تھی اس لیے انھوں نے مسئلہ بھی بتلایا اور حدیث بھی سنائی۔ [3]

بَابُ بَيَانِ خَيْرِ الشُّهُودِ — بہترین گواہ کا بیان

۴۳۸۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو بہترین گواہ نہ بتلاؤں؟ اور وہ (بہترین گواہ) یہ ہے جو سوال کرنے سے پہلے گواہی دے دے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

الشُّهَدَآءِ الَّذِیْ یَاْتِیْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّسْاَلَهَا۔

بغیر سوال کے گواہی دینے کی ممانعت اور فضیلت کا محمل

اس باب کی حدیث میں اس گواہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو بغیر طلب اور سوال کے گواہی دے۔ یہ حدیث حضرت زید بن خالد جہنی سے مروی ہے اس کے برعکس حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں بغیر سوال کے گواہی دینے کی مذمت بیان کی گئی ہے اور یہ دونوں حدیثیں متعارض ہیں، پہلے ہم حضرت عمران بن حصین کی روایت بیان کرتے ہیں اس کے بعد اس تعارض کو دور کریں گے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم قال عمران لا ادری اذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد قرنین او ثلاثۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان بعدکم قوما یخونون ولا یؤتمنون ویشھدون ولا یستشھدون وینذرون ولا یفون ویظھر فیھم السمن۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے زمانہ کے لوگوں میں سب سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، حضرت عمران نے کہا مجھے یاد نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زمانہ یا تین زمانہ کے بعد فرمایا: تمہارے زمانہ کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے اور ان کو امین نہیں بنایا جائے گا وہ از خود گواہی دیں گے درآں حالیکہ ان سے گواہی نہیں طلب کی جائے گی وہ نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے اور وہ بہت موٹے (یعنی بسیار خور) ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول خیر الناس قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثلاثا ثم یجیء قوم من بعدھم یتسمنون ویحبون السمن یعطون الشھادۃ قبل ان یسئلوھا۔[2]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے زمانہ کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں (تین بار فرمایا) پھر ان کے بعد ایک بسیار خور قوم آئے گی جو بسیار خوری کو پسند کرے گی یہ لوگ طلب اور سوال سے پہلے شہادت دیں گے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام ترمذی لکھتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث کہ بہترین گواہ وہ ہے جو گواہی کا سوال کرنے سے پہلے گواہی دے اس کا معنی یہ ہے کہ جب اس سے گواہی طلب کی جائے تو کسی رکاوٹ اور ہچکچاہٹ کے بغیر گواہی دے۔ [1]

امام ترمذی نے ان حدیثوں کے تعارض کو دور کرنے کے لیے جو جواب لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے حضرت عمران بن حصین کی روایت کو اپنی اصل پر رکھا ہے اور حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت میں تاویل کی ہے اور بغیر طلب اور سوال کے گواہی دینے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ گواہی طلب اور سوال کے بعد دے مگر بغیر حیل و حجت کے فوراً گواہی دے دے، اور از خود گواہی دینے کو مذموم ہی قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت عمران بن حصین کی روایت میں ہے۔

علامہ نووی نے حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت کی تین تاویلیں ذکر کی ہیں اور حضرت عمران بن حصین کی روایت کی چار تاویلیں ذکر کی ہیں۔ پہلے ہم حضرت زید بن خالد کی روایت کی تین تاویلیں ذکر کرتے ہیں:

(ا) امام مالک اور اصحاب شافعی نے یہ تاویل کی ہے کہ کسی شخص کے پاس کسی انسان کے حق کے بارے میں شہادت ہو اور وہ انسان اپنے بارے میں اس شہادت کو نہ جانتا ہو تو وہ شخص اس انسان کو جاکر یہ خبر دے کہ وہ اس کے حق کا شاہد ہے، یعنی اس کے حق کی شہادت کا متحمل ہے۔

(ب) یہ شہادت حسبہ ہے۔ (شہادت حسبہ کی فقہاء نے یہ تعریف کی ہے کہ انسان جس شہادت کا متحمل ہو یعنی اس کے پاس جو شہادت ہو وہ اس شہادت کو کسی طالب کی طلب کے بغیر محض اجر و ثواب کی نیت سے ابتداءً بیان کرے) اور یہ آدمیوں کے حقوق مختصہ میں نہیں ہوتی بلکہ حقوق اللہ میں ہوتی ہے مثلاً طلاق، عتق، وقف، وصایا عامہ اور حدود وغیرہ میں پس جس شخص نے ان معاملات میں شہادت کا تحمل کیا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ قاضی کے پاس جاکر وہ شہادت پیش کرے اور قاضی کو خبر دے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اقیموا الشهادة لله "اللہ کے لیے شہادت دو"۔ اسی طرح پہلی قسم میں بھی جس کسی شخص کے پاس کسی انسان کے حق کی شہادت ہو اور اس انسان کو اس کا پتا نہ ہو تو اس پر اس شہادت کا ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اس شخص کے پاس یہ شہادت اس انسان کی امانت ہے۔

(ج) اس حدیث کا مطلب ابتداءً شہادت دینا نہیں ہے، طلب اور سوال کے بعد ہی شہادت دینا مراد ہے لیکن چونکہ وہ شخص سوال کے بعد فوراً بغیر کسی ہچکچاہٹ کے گواہی دیتا ہے اس لیے اس کو مجازاً اور مبالغۃً ابتداءً بغیر سوال کے شہادت دینے سے تعبیر فرمایا جیسا کہ کہتے ہیں: سخی سوال کرنے سے پہلے دیتے ہیں "یعنی سوال کے بعد بغیر توقف کے فوراً دے دیتے ہیں۔ (امام ترمذی نے بھی یہی جواب دیا ہے)

علامہ نووی نے حضرت زید بن خالد کی حدیث کو اصل پر رکھ کر حضرت عمران بن حصین کی روایت کے تین جواب دیے ہیں (حضرت عمران بن حصین کی روایت میں بغیر سوال اور طلب کے شہادت دینے کی مذمت ہے) وہ جوابات حسب ذیل ہیں:

(ا) ایک آدمی کے پاس کسی شخص کے حق میں شہادت ہو اور وہ اس کے طلب کرنے سے پہلے شہادت دے۔

(ب) ایک شخص بغیر طلب کے جھوٹی اور بے اصل گواہی دے۔

(ج) جو شخص شہادت کا اہل نہ ہو وہ گواہی دے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۵-۳۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(د) کوئی شخص کسی کے جنتی یا دوزخی ہونے کی قطعی گواہی دے۔ [1]

علامہ عینی نے بھی مذکور الصدر توجیہات میں سے بعض بیان کی ہیں اور یہ لکھا ہے کہ بعض علماء نے حضرت عمران بن حصین کی روایت کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے اور حضرت زید بن خالد کی روایت میں امام مسلم منفرد ہیں[2] اس باب کی حدیث میں بہترین شاہد کا بیان کیا گیا ہے۔ اس مناسبت سے ہم شہادت کے متعلق ضروری ابحاث کا ذکر کرتے ہیں۔ ننقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

شہادت کا لغوی معنی

امام خلیل بن احمد لکھتے ہیں:

والشہادۃ ان تقول استشہد فلان فھو شہید۔ [3]

شہادت یہ ہے کہ تم یہ کہو کہ فلاں شخص کو گواہ بنایا گیا، سو وہ گواہ ہے۔

علامہ ابن اثیر الجذری لکھتے ہیں،

اصل الشہادۃ الاخبار بما شاھدہ و شھدہ۔ [4]

جس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا جس پر کوئی شخص حاضر ہو اس کی خبر دینا لغت میں شہادت ہے۔

علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں:

والشہادۃ قول صادر عن علم حصل بمشاھدۃ بصیرۃ او بصر۔ [5]

بصیرت سے یا آنکھوں کے ساتھ دیکھنے سے جس چیز کا علم حاصل ہو اس کی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

شہادت کا اصطلاحی معنی

فقہاء شافعیہ میں سے شارح مہذب لکھتے ہیں:

والشہادۃ خبر قطع بما حضر وعاین ثم قد یکون بما علم واستفاض۔ [6]

جو شخص کسی جگہ حاضر ہو یا اس نے کسی چیز کو دیکھا ہو اس کی یقینی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں اور کبھی اس چیز کی خبر کو شہادت کہتے ہیں جس کا اس کو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

الشہادۃ اخبار صدق لاثبات حق بلفظ

کسی حق کو ثابت کرنے کے لیے "میں گواہی دیتا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابو عبدالرحمان الخلیل بن احمد الفراہیدی متوفی ۱۷۵ھ کتاب العین ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الہجرۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۵۱۴، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[5] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۶۸ مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ

[6] شرح المہذب ج ۲۰ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

الشهادة فی مجلس القضاء [1] ہوں" کے الفاظ کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینا شہادت ہے۔

علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ اشہد کا لفظ اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ قسم کو متضمن ہے گویا کہ گواہ یہ کہتا ہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے یہ واقعہ اس طرح دیکھا ہے اور اب میں اس کی خبر دے رہا ہوں۔

شہادت کی اقسام

(الف) عینی شہادت: یعنی گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے، یہی شہادت فیصلہ کن ہوتی ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۵۹)

(ب) سمعی شہادت: یعنی گواہ کسی چیز کو سن کر اس کی شہادت دے، جن اُمور کا تعلق مسموعات سے ہو ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی ہے جتنی عینی شہادت ہے (ہدایہ اخیرین ص ۱۶۰)

(ج) شہادت علی الشہادت: اصل گواہ کسی شخص کو اپنی شہادت پر شاہد بنائے تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔ (ہدایہ اخیرین ص ۱۵۸)

قرآن مجید کی روشنی میں شہادت کا بیان

شہادت کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں ایک تحمل شہادت ہے اور دوسرا اداء الشہادت۔ تحمل شہادت کا مطلب ہے کسی واقعہ کا معائنہ کرکے اس کو سمجھ کر منضبط کرنا [2] اور اداء الشہادت کا مطلب ہے اس شہادت کو قاضی کے سامنے ادا کرنا۔ تحمل شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتن ممن ترضون من الشهداء - (بقرہ: ۲۸۲)

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ ان گواہوں میں جن کو تم پسند کرتے ہو۔

واشهدوا اذا تبايعتم - (بقرہ: ۲۸۲)

اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو۔

واشهدوا ذوى عدل منكم - (طلاق: ۲)

اور اپنوں میں سے دو عادل (نیک) شخصوں کو گواہ بنالو۔

اور اداء شہادت کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

واقيموا الشهادة لله - (طلاق: ۲)

اور اللہ کی خاطر شہادت ادا کرو۔

ولا يأب الشهداء اذا ما دعوا - (بقرہ: ۲۸۲)

اور جب گواہوں کو (گواہی کے لیے) بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔

ولا تكتموا الشهادة ومن يكتمها فانه اثم قلبه - (بقرہ: ۲۸۳)

اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپاتا ہے تو بیشک اس کا دل گنہ گار ہے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۵۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

یا یھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوٗا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا۔ (نساء: ۱۳۵)

اے ایمان والو! انصاف پر سختی سے قائم رہنے والے ہو جاؤ اور اللہ کے لیے گواہ بن جاؤ، خواہ یہ گواہی) تمہاری اپنی ذات، تمہارے والدین یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف ہو، (فریق معاملہ) خواہ امیر ہو یا غریب، اللہ ان کا زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا تم خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم لگی لپٹی بات کہو گے یا (شہادت سے) پہلو بچاؤ گے تو (جان لو کہ) اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

احادیث کی روشنی میں شہادت کا بیان

امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال ذکر عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یشھد بشھادۃ فقال یا ابن عباس لا تشھد الا علی ما یضیٔ لک کضیاء الشمس و اومأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ الی الشمس ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کے شہادت دینے کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا اے ابن عباس! صرف اس چیز پر گواہی دو جو تمہارے لیے سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سورج کی طرف اشارہ فرمایا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فی خطبتہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ۔ [2]

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: مدعی پر بینہ (گواہ) لازم ہیں اور مدعی علیہ پر قسم لازم ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان الاشعث بن قیس خرج الینا فقال ما یحدثکم ابو عبدالرحمان فحدثناہ بما قال فقال صدق فی نزلت کان بینی وبین رجل خصومۃ فی شیء فاختصمنا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال شاھداک او یمینہ

حضرت اشعث بن قیس ہمارے پاس آئے اور کہا حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمہیں کیا حدیث بیان کی ہے؟ ہم نے انھیں حدیث بیان کی۔ انھوں نے کہا حضرت ابن مسعود نے سچ کہا یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے! میرے اور ایک شخص کے درمیان کسی چیز میں جھگڑا تھا ہم نے نبی صلی

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الحدیث ۔[1]

اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: یا تم دو گواہ لاؤ ورنہ یہ قسم کھائے گا۔

شہادت کا حکم علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ تحمل شہادت اور ادا و شہادت دونوں فرض کفایہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا "اور جب گواہوں کو گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں" نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ (بقرہ ۲۸۳) "اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہگار ہے" نیز اس لیے کہ شہادت ایک امانت ہے اور باقی امانتوں کی طرح اس کا ادا کرنا لازم ہے۔[2]

علامہ ابو الحسن مرغینانی (صاحب ہدایہ) لکھتے ہیں شہادت کا ادا کرنا فرض ہے، اور جب مدعی شاہد کو بلائے تو شہادت کو چھپانا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا (بقرہ ۲۸۲) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تکتموا الشھادۃ الآیۃ ۔ بقرۃ ۲۸۳) اور مدعی کا گواہ کو طلب کرنا اس لیے شرط ہے کہ یہ مدعی کا حق ہے سو باقی حقوق کی طرح یہ بھی طلب پر موقوف ہے، اور حدود میں شہادت دینے پر گواہ کو اختیار ہے کہ خواہ ستر کرے خواہ اظہار کرے کیونکہ دونوں چیزوں میں ثواب ہے پردہ پوشی میں بھی اور اقامت حدود میں بھی اور ستر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہزال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کاش تم اپنے کپڑے سے اس کا ستر کر لیتے (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۴۴۵) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا (بخاری ج ۱ ص ۳۳۰) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے حدود ساقط کرنے کے بارے میں جو روایات منقول ہیں ان سے ستر کا افضل ہونا مراحۃً معلوم ہوتا ہے۔[3]

علامہ مرغینانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً ستر افضل ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اگر کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اس پر نادم ہو تو اس کی پردہ پوشی کرنا افضل ہے اور جو شخص علی الاعلان بدکاری کرتا ہو جس سے حدود الٰہیہ کا احترام مجروح ہوتا ہو تو پھر اس کے خلاف شہادت دینا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ تحمل شہادت میں مسلمان کے حق کا تحفظ ہے اور مسلمان کے حق کا تحفظ کرنا اولیٰ ہے اور تحمل شہادت سے انکار کرنا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہے اور قرآن مجید کی جن آیات میں شہداء کا لفظ آیا ہے اس سے مراد ادا شہادت کرنے والا ہے کیونکہ شہادت تحمل کرنے والے کو شاہد مجازاً کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب شاہد کو مدعی بلائے تو شہادت ادا کرنا فرض ہے اور تحمل شہادت کرنا مستحب ہے۔[4]

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اخیرین ص ۱۵۴ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۴۷-۴۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

شہادت کی تعریف، رکن اور سبب وغیرہ کا بیان

مجلس قضاء میں کسی شخص کے حق کو ثابت کرنے کے لیے لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کے ساتھ سچی خبر بیان کرنا شہادت ہے۔ (فتح القدیر)

شہادت کا رکن لفظ اشہد ہے۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں۔ (تبیین الحقائق)

شہادت کو ادا کرنے کا سبب یہ ہے کہ مدعی گواہ سے شہادت طلب کرے یا مدعی از خود گواہی دے جبکہ گواہ کو یہ علم ہو کہ مدعی کو اپنے حق پر شہادت کا علم نہیں ہے اور اس کے گواہی نہ دینے کی صورت میں مدعی کے حق کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ شہادت کا حکم یہ ہے کہ شہادت کے بعد قاضی پر واجب ہے کہ اس شہادت کے مطابق فیصلہ کرے (عنایہ)۔

تحمل شہادت کی شرائط

شہادت کی شرائط دو قسم کی ہیں، تحمل شہادت (حصول شہادت) کی شرائط اور ادائیگی شہادت کی شرائط۔ تحمل شہادت کی شرائط یہ ہیں کہ جس وقت گواہ کسی قوم کو دیکھ رہا ہے اور گواہی کو حاصل کر رہا ہے تو وہ شخص مجنون نہ ہو، ناسمجھ بچہ نہ ہو اور یہ شخص بصیر ہو لہٰذا اندھے کا تحمل شہادت کرنا جائز نہیں ہے، نیز مشہود بہ (جس چیز کی گواہی دینی ہے) کا وہ خود مشاہدہ کرے کسی اور کے مشاہدہ کا تحمل نہ کرے البتہ بعض اشیاء میں لوگوں سے سن کر تحمل شہادت کرنا بھی جائز ہے (بدائع الصنائع)۔ تحمل شہادت کے لیے بلوغ، حریت، اسلام اور عدالت (نیک چلنی) شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر تحمل شہادت کے وقت وہ سمجھ دار بچہ ہو یا غلام ہو یا کافر ہو یا فاسق ہو پھر بچہ بالغ ہو جائے یا غلام آزاد ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے یا فاسق توبہ کر لے اور پھر وہ قاضی کے پاس شہادت دیں تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی (البحر الرائق)۔

بلحاظ شاہد ادائیگی شہادت کی شرائط

شہادت ادا کرنے کے لیے شاہد میں عقل، بلوغ، حریت، بصر اور نطق (گویائی) کی شرط ہے، اور یہ کہ اس کو حد قذف نہ لگی ہو (یہ شرط احناف کے نزدیک ہے) اور یہ کہ وہ محض اللہ کے لیے شہادت دے اور اس شہادت سے اس کا مقصد نہ کسی نفع کو حاصل کرنا ہو اور نہ کسی ضرر کو دور کرنا ہو اور یہ کہ اس مقدمہ میں وہ شخص خود فریق نہ ہو، اور یہ کہ ادا شہادت کے وقت اس کو مشہود بہ کا علم ہو اور وہ اس کو یاد ہو۔ (یہ شرط امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، صاحبین کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے۔) (بدائع الصنائع)۔

عدالت کی تعریف

گواہوں کا عادل (نیک) ہونا قاضی پر وجوب قبول کے لیے شرط ہے نفس شہادت کے جواز کے لیے گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں ہے۔ (البحر الرائق) امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظاہر یہ شرط ہے اور عدالت حقیقیہ جو تزکیہ شہود اور تعدیل سے ثابت ہوتی ہے وہ امام اعظم کے نزدیک شرط نہیں ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عدالت حقیقیہ شرط ہے۔ (البدائع الصنائع)۔ اس زمانہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے (کافی)۔ امام ابو یوسف سے جو عدالت کی تفسیر منقول ہے وہ یہ ہے کہ شہادت میں عدل یہ ہے کہ شاہد کبائر سے مجتنب ہو اور صغائر پر اصرار کرنے والا نہ ہو اور اس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے زیادہ ہوں اور اس کی درست باتیں اس کی غلط باتوں سے زیادہ ہوں، یہ عدالت کی سب سے بہترین تفسیر ہے (نہایہ)

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے کہ معصیت کبیرہ وہ فعل ہے جس پر نص

کتاب سے حد واجب ہو، لیکن ہمارے فقہاء نے اس کو اختیار نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ گناہ کبیرہ میں تین اُمور معتبر ہیں: (ا) ہر وہ فعل جو مسلمانوں میں معیوب سمجھا جاتا ہو اور اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے وقعتی ہو۔ (ب) ہر وہ فعل جو مروت اور حسن اخلاق کے خلاف ہو، بلکہ بد اخلاقی پر مشتمل ہو، (ج) گناہ پر اصرار کرے۔ علامہ ابن ہمام نے اس تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ یہ تعریف غیر منضبط ہے اور غیر صحیح ہے۔[1]

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں اہل حجاز اور محدثین نے کہا ہے کہ گناہ کبیرہ وہ سات گناہ ہیں جن کا حدیث مشہور میں ذکر ہے وہ یہ ہیں: (۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا (۲) میدانِ جہاد سے بھاگنا۔ (۳) والدین کی نافرمانی کرنا۔ (۴) کسی انسان کو بے گناہ قتل کرنا۔ (۵) مسلمان پر بہتان باندھنا (۶) زنا کرنا۔ (۷) خمر (انگوری شراب) پینا۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو معصیت حرام لعینہ ہو وہ معصیت کبیرہ ہے۔[2]

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں معصیت کبیرہ کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ وہ سات گناہ ہیں جن کا حدیث مشہور میں ذکر ہے یہ اہل حجاز اور محدثین کا قول ہے اور بعض علماء نے ان سات گناہ میں سود خوری اور یتیم کا مال ناحق کھانے کا بھی اضافہ کیا ہے۔ اور بعض علماء نے کہا کہ جو معصیت حرام لعینہ ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور تیسرا قول وہ ہے جو شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ جو کام مسلمانوں میں معیوب ہو اور جس میں دین کی تخفیف اور بے وقعتی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اسی طرح گناہ پر مدد کرنا اور گناہ پر اُبھارنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔[3]

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے گناہ کبیرہ کی تفسیر میں وہ احادیث ذکر کیں جن میں ان سات اُمور کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی کا قول ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ لکھا ہے کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فتاویٰ صغریٰ میں بیان کیا ہے کہ جو گناہ حرام محض ہو وہ گناہ کبیرہ ہے خواہ اس کو شریعت میں فاحشہ کہا جائے جیسے لواطت یا دنیا میں اس کی کوئی سزا مقرر ہو جیسے چوری، زنا اور قتل ناحق یا اس گناہ پر آخرت میں عذاب کی وعید ہو جیسے ناحق مال یتیم کھانا اور بعض نے کہا ہے کہ جس گناہ پر حد ہو وہ گناہ کبیرہ ہے بعض نے کہا جو گناہ حرام لعینہ ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس گناہ پر بندہ اصرار کرے وہ گناہ کبیرہ ہے اور جس گناہ پر استغفار کرے وہ گناہ صغیرہ ہے اور زیادہ بہتر وہ تعریف ہے جو متکلمین نے ذکر کی ہے کہ ہر گناہ اپنے مافوق کے اعتبار سے صغیرہ ہے اور ماتحت کے اعتبار سے کبیرہ ہے۔[4]

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں، گناہ صغیرہ اور کبیرہ دو قسم کے ہیں، استاذ ابو اسحاق نے کہا ہے کہ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے، گناہ کبیرہ کی چار تعریفیں ہیں۔

(۱)۔ جس معصیت سے حد واجب ہوتی ہے وہ گناہ کبیرہ ہے۔

(۲)۔ جس معصیت پر کتاب اور سنت میں وعید شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

---

[1]۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2]۔ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[3]۔ علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۴۸۵ - ۴۸۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4]۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد حنفی عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ للجزء الثالث ص ۳۳۷، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

(۳) امام نے "ارشاد" میں لکھا ہے کہ جس گناہ کو لاپرواہی کے ساتھ کیا گیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔
(۴) جس کام کو قرآن مجید نے حرام قرار دیا ہو یا جس کام کی جنس میں قتل وغیرہ کی سزا ہو یا جو کام علی الفور فرض ہو اس کو ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ نووی نے دوسری تعریف کو ترجیح دی ہے، پھر علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ گناہ کبیرہ کی منضبط تعریفات ہیں، بعض علماء نے گناہ کبیرہ کو تفصیلاً شمار بھی کیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے: قتل، زنا، لواطت، شراب پینا، چوری، قذف (تہمت لگانا) جھوٹی گواہی دینا، مال غصب کرنا، میدان جہاد سے بھاگنا، سود کھانا، مال یتیم کھانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھنا۔ بلا عذر شہادت کو چھپانا، رمضان میں بلا عذر روزہ نہ رکھنا، جھوٹی قسم کھانا، قطع رحم کرنا، ناپ اور تول میں خیانت کرنا، نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا، بلا عذر نماز قضا کرنا، مسلمان کو ناحق مارنا، صحابہ کرام کو سب وشتم کرنا، رشوت لینا، دیوثی (فاحشہ عورتوں کے لیے گاہک لانا)، حاکم کے پاس چغلی کھانا، زکوٰۃ نہ دینا، نیکی کا حکم نہ دینا، باوجود قدرت کے برائی سے نہ روکنا، قرآن مجید بھلانا، حیوان کو جلانا، عورت کا بلا سبب حاد عدہ کے پاس نہ جانا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، علماء کی توہین کرنا، ظہار، بلا عذر تعزیر یا مُردار کا گوشت کھانا، جادو کرنا، حالت حیض میں وطی کرنا، اور چغلی کھانا۔ یہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔

علامہ نووی نے گناہ صغیرہ کی تفصیل میں ان گناہوں کو لکھا ہے: اجنبی عورت کو دیکھنا، غیبت کرنا، ایسا جھوٹ جس میں حد ہے نہ ضرر، لوگوں کے گھروں میں جھانکنا، تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع تعلق کرنا، زیادہ لڑنا جھگڑنا اگرچہ حق پر ہو، غیبت پر سکوت کرنا، مردہ پر بین کرنا، مصیبت میں گریبان چاک کرنا اور چلانا، اترا اترا کر چلنا، فاسقوں سے دوستی رکھنا اور ان کے پاس بیٹھنا، اوقات مکروہہ میں نماز پڑھنا، مسجد میں خرید وفروخت کرنا۔ بچوں اور پاگلوں کو مسجد میں لانا، جس شخص کو لوگ کسی عیب کی وجہ سے ناپسند کرتے ہوں اس کا امام بننا۔ نماز میں عبث کام کرنا، جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنا، قبلہ رُخ بول وبراز کرنا، عام راستہ پر بول وبراز کرنا، جس شخص کو غلبہ شہوت کا خطرہ ہو اس کا روزہ میں بوسہ لینا، صوم وصال رکھنا، استمناء، بغیر جماع کے اجنبیہ سے مباشرت کرنا (یعنی بوس وکنار اور بغل گیر ہونا) بغیر کفارے کے مظاہر کا اپنی عورت سے جماع کرنا۔ اجنبی عورت سے خلوت کرنا، عورت کا بغیر محرم اور خاوند کے سفر کرنا یا بغیر ثقہ عورتوں کے سفر کرنا۔ (یہ مذہب شافعی کے ساتھ خاص ہے) نجش، احتکار، مسلمان کی بیع پر بیع کرنا، اسی طرح مسلمان کی قیمت پر قیمت لگانا اور منگنی پر منگنی کرنا، شہری کا دیہاتی سے بیع کرنا، دیہاتی قافلے سے بیع کے لیے ملاقات کرنا، تصریہ (بیع کے لیے تھنوں میں دودھ روک لینا) بغیر عیب بیان کیے ہوئے عیب دار چیز فروخت کرنا، بلا ضرورت کتا رکھنا، مسلمان کا کافر کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو فروخت کرنا، بلا ضرورت نجاست کو بدن پر لگانا اور بلا ضرورت خلوت میں اپنی شرمگاہ کھولنا۔

عدالت (بیک چلنی) میں سفائر سے بالکلیہ اجتناب کرنا شرط نہیں ہے لیکن صغیرہ پر اصرار یعنی بلا توبہ بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرنا، صغیرہ گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے۔[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۲ ص ۲۲۵-۲۲۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جس پر حد ہو یا اس پر وعید ہو، یا اس پر غضب ہو یا لعنت ہو، یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان کی نفی کی گئی ہو، جس طرح حدیث میں ہے: من غش فلیس منا۔ "جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے" یعنی یہ وہ کام ہے جو ہمارے احکام میں سے نہیں ہے، یا ہمارے اخلاق میں سے نہیں ہے یا ہماری سنت میں سے نہیں ہے اور فصول، غنیہ اور مستوعب میں ہے کہ غیبت اور چغلی صغائر میں سے ہے اور قاضی نے معتمد میں کہا ہے کہ کبیرہ وہ ہے جس کا عقاب زیادہ ہو اور صغیرہ وہ ہے جس کا عقاب کم ہو، ابن حامد نے کہا ہے کہ صغائر خواہ کسی نوع کے ہوں وہ تکرار سے کبیرہ ہو جاتے ہیں اور ہمارے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ تکرار سے صغیرہ کبیرہ نہیں ہوتا، جیسا کہ جو امور غیر کفر ہوں وہ تکرار سے کفر نہیں ہوتے۔ [1]

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں: گناہ کبیرہ وہ ہے جس پر دنیا میں حد ہو اور آخرت میں وعید ہو، جیسا کہ سود کھانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور شیخ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جس فعل پر غضب ہو یا لعنت ہو یا اس فعل کے مرتکب سے ایمان کی نفی ہو۔ جھوٹ بولنا گناہ صغیرہ ہے بشرطیکہ اس پر دوام اور استمرار نہ ہو، البتہ جھوٹی گواہی دینا، نبی پر جھوٹ باندھنا یا کسی پر جھوٹی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور صلح کرانے کے لیے، بیوی کو راضی کرنے کے لیے اور جنگی چال کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ ہر وہ نیک مقصد جس کو جھوٹ کے بغیر حاصل نہ کیا جا سکتا ہو اس کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے، غیبت میں اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے اس کو کبائر میں سے شمار کیا ہے اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ صغیرہ ہے، صاحب الفصول، صاحب الغنیہ اور صاحب المستوعب کی یہی تحقیق ہے۔ امام ابو داؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان شخص کی عزت پر ناحق ظلم کرنا، کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور پیشاب کے قطروں سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق بلا علم کچھ کہنا گناہ کبیرہ ہے ضرورت کے وقت علم چھپانا گناہ کبیرہ ہے، فخر اور غرور کے لیے علم حاصل کرنا گناہ کبیرہ ہے، جاندار کی تصویر بنانا گناہ کبیرہ ہے، کاہن اور نجومی کے پاس جانا اور ان کی تصدیق کرنا گناہ کبیرہ ہے غیر اللہ کو سجدہ کرنا، بدعت کی دعوت دینا، خیانت کرنا، بدفالی نکالنا، سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا، وصیت میں زیادتی کرنا، خمر بیچنا، سودی معاملہ لکھنا اور سود پر گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے، دو چہروں والا ہونا یعنی بظاہر دوستی رکھنا اور بباطن دشمنی رکھنا گناہ کبیرہ ہے، خود کو کسی اور نسب کی طرف منسوب کرنا، جانور سے بدفعلی کرنا، بلا عذر جمعہ ترک کرنا، نشہ آور اشیاء استعمال کرنا، نیکی کر کے احسان جتلانا، لوگوں کی مرضی کے بغیر ان کی باتیں کان لگا کر سننا، کسی پر بلا استحقاق لعنت کرنا، غیر اللہ کی قسم کھانا یہ تمام امور گناہ کبیرہ ہیں، اور جو مسائل اجتہادیہ ہیں ان کو کسی مجتہد کی اتباع میں کرنا معصیت نہیں ہے مثلاً امام ابوحنیفہ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک بغیر گواہوں کے نکاح جائز ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ علامہ بھوتی حنبلی کے ذکر کردہ کبیرہ گناہوں میں سے ہم نے ان گناہوں کو حذف کر دیا جن کا اس سے پہلے ہم علامہ نووی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ [2]

---

[1] علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع ج ۶ ص ۵۶۵-۵۶۴ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۳۸۸ھ

[2] علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی۔ ۱۰۴۶ھ، کشاف القناع ج ۶ ص ۴۲۲-۴۱۹ ملخصاً، مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تحقیق میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: بعض عرفاء نے کہا ہے کہ یہ مت سوچو کہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ یہ غور کرو کہ تم کس ذات کی نافرمانی کر رہے ہو اور اس اعتبار سے تمام گناہ، گناہ کبیرہ ہیں، قاضی ابوبکر بن طیب، استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی ابو المعالی، ابو نصر عبد الرحیم قشیری وغیرہم کا یہی قول ہے۔ انھوں نے کہا کہ گناہوں کو اضافی طور پر صغیرہ اور کبیرہ کہا جاتا ہے مثلاً زنا کفر کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور بوس و کنار زنا کی بہ نسبت صغیرہ ہے اور کسی گناہ سے اجتناب کی وجہ سے دوسرے گناہ کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ تمام گناہوں کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ۔ "اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا اور شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا"، اور یہ جو قرآن مجید میں ہے ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیاٰتکم (نساء ۳۱) اس آیت میں کبائر سے مراد انواع کفر ہیں، یعنی اگر تمام انواع کفر سے بچو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا، نیز صحیح مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا حق مارا، اللہ تعالیٰ اس آدمی پر دوزخ واجب کر دے گا اور اس پر جنت حرام کر دے گا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہر چند کہ (اس شخص کا حق) تھوڑی سی چیز ہو؟ آپ نے فرمایا: ہر چند کہ وہ پیلو کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو! پس معمولی معصیت پر بھی ایسی شدید وعید ہے جیسی بڑی معصیت پر وعید ہے۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ جن چیزوں سے منع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو جہنم یا غضب یا لعنت یا عذاب کے ذکر پر ختم کیا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا سورۂ نساء کی تینتیس (۳۳) آیتوں میں جن چیزوں سے منع کیا ہے اور پھر فرمایا ہے "ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ" وہ سب گناہ کبیرہ ہیں۔ طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ کیا کبائر سات (۷) ہیں فرمایا یہ ستر کے قریب ہیں اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا کبائر سات ہیں فرمایا یہ سات سو کے قریب ہیں البتہ استغفار کے بعد کوئی کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار سے کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے)

گناہ کبیرہ کی تعداد اور ان کے حصر میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ ان میں آثار مختلف ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ گناہ کبیرہ کے متعلق صحیح اور حسن بکثرت احادیث ہیں اور ان سے حصر مقصود نہیں ہے، البتہ بعض گناہ بعض دوسرے گناہ سے زیادہ بڑے ہیں اور شرک سب سے بڑا گناہ ہے جس کی مغفرت نہیں ہو سکتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی تکذیب ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ورحمتی وسعت کل شیء "میری رحمت ہر چیز کو محیط ہے"، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکفرون ۔ "میری رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا" اس کے بعد تیسرا درجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تکیہ کر کے بے خوفی سے گناہ کرے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون (اعراف: ۹۹) "کیا یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں؟ تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے صرف تباہ ہونے والے ہی بے خوف ہوتے ہیں"، اس کے بعد چوتھے درجہ پر قتل سب سے

بڑا گناہ ہے اور اس کے بعد والدت ہے، پھر زنا ہے، پھر شراب نوشی ہے پھر نماز اور اذان کا ترک کرنا ہے پھر جھوٹی گواہی دینا ہے۔ اور ہر وہ گناہ جس پر عذاب شدید کی وعید ہے یا اس کا ضرر عظیم ہے وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے[1]

میں نے گناہ کبیرہ کے متعلق ان تمام اقوال اور تعریفات پر غور کیا میرے نزدیک جامع مانع اور منضبط تعریف یہ ہے: جس گناہ کی دنیا میں کوئی سزا ہو یا اس پر آخرت میں وعید شدید ہو یا اس گناہ پر لعنت یا غضب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا ماسوا گناہ صغیرہ ہے اور اس سے بھی زیادہ آسان اور واضح تعریف یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے[2]، نیز کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بے خوفی سے کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ نووی شافعی اور علامہ بہوتی حنبلی نے جو گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی مثالیں دی ہیں ان پر یہ تعریفیں صادق آتی ہیں اس لیے گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو سمجھنے کے لیے ان تعریفات کی روشنی میں ان مثالوں کو ایک بار پھر پڑھ لیا جائے۔ اس بحث میں یہ نکتہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ فرض کے ترک کا عذاب واجب کے ترک کے عذاب سے اور حرام کے ارتکاب کا عذاب مکروہ تحریمی کے عذاب سے شدید ہوتا ہے اور اصولیین کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فرض اور واجب کے ترک کا عذاب ایک جیسا ہوتا ہے اور ان میں صرف ثبوت کے لحاظ سے فرق ہے۔

اصرار سے گناہ صغیرہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ

علامہ شامی اور دوسرے فقہاء نے لکھا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے[3]

ایک علمی مجلس میں مجھ سے ایک فاضل دوست[4] نے سوال کیا کہ صغیرہ پر اصرار کرنا دوبارہ اسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہے اس لیے یہ اسی درجہ کی معصیت ہونی چاہیے اور جب یہ پہلے صغیرہ تھا تو دوبارہ اس کو کرنے سے یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو گیا؟ میں نے اس کے جواب میں کہا: اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد انسان نادم ہو اور اس پر استغفار کرے اور پھر دوبارہ شامت نفس سے وہ صغیرہ گناہ کرے تو یہ اصرار نہیں ہے تکرار ہے اور اگر گناہ صغیرہ کرنے کے بعد نادم اور تائب نہ ہو اور بلا جھجک اس گناہ کا اعادہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے اور یہ کبیرہ اس وجہ سے ہو گیا کہ اس نے اس گناہ کو معمولی سمجھا اور اس میں احکام شرعیہ کی تخفیف اور بے وقعتی ہے اور شریعت کی تخفیف اور بے وقعتی گناہ کبیرہ ہے، جبکہ شریعت کی توہین کفر ہے۔ فرض اور واجب تو دور کی بات ہے جو فعل مسنون ہو اس کی تخفیف اور بے وقعتی بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کی توہین کرنا کفر ہے۔ العیاذ باللہ!

اس کے بعد اس بحث کو لکھتے وقت جب میں نے اس سوال پر غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ قرآن اور حدیث میں معصیت پر اصرار کرنے کو کبیرہ قرار دیا ہے خواہ وہ کسی درجہ کی معصیت ہو معصیت پر نفس اصرار گناہ کبیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اذا فعلوا فاحشۃ اوظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر

اور جب وہ لوگ بے حیائی کا کام یا اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی طلب

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، احکام القرآن ج ۵ ص ۱۶۱-۱۵۹ ملخصاً انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۴ ص ۵۲۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] سید حسین الدین شاہ صاحب، اسلام آباد۔ منہ

الذنوب الا اللہ ولم یصروا علی ما فعلوا وھم یعلمون اولئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ونعم اجر العاملین۔
(آل عمران: ۱۳۶-۱۳۵)

کریں اور اللہ کے سوا کون گناہوں کو بخشتا ہے اور وہ لوگ جان بوجھ کر اپنے کیے (یعنی گناہوں) پر اصرار نہ کریں۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے!

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اُخروی انعامات کو عدم اصرار معصیت پر مرتب فرمایا ہے اس کا لازمی مفہوم یہ ہے کہ معصیت پر اصرار کرنا اخروی عذاب کو مستلزم ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ صریح یہ آیت ہے:

عفا اللہ عما سلف ط ومن عاد فینتقم اللہ منہ واللہ عزیز ذو انتقام۔
(مائدہ ۵: ۹۵)

جو ہو چکا اس کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور جس نے دوبارہ یہ کام کیا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا اور اللہ بڑا غالب ہے بدلہ لینے والا۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اصرار پر وعید فرمائی ہے اور وعید گناہ کبیرہ پر ہوتی ہے۔ امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل للمصرین الذین علی ما فعلوا وھم یعلمون۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کے لیے عذاب ہو جو اپنے کیے ہوئے (گناہ) پر جان بوجھ کر اصرار کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصر من استغفر وان عاد فی الیوم سبعین مرۃ۔ [2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (گناہ پر) استغفار کر لیا تو یہ اس کا اصرار نہیں ہے خواہ وہ دن میں ستر مرتبہ گناہ کرے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ گناہ کے بعد استغفار کر لیا جائے تو یہ تکرار ہے اور گناہ کے بعد پھر گناہ کرے اور توبہ نہ کرے تو پھر یہ اصرار ہے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا:

لا کبیرۃ مع استغفار ولا صغیرۃ مع

استغفار کے ساتھ گناہ کبیرہ نہیں رہتا، اور اصرار

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۹، ۱۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اصرار - [1] کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں رہتا (یعنی کبیرہ ہو جاتا ہے)۔

اصرار کے ساتھ گناہ کبیرہ ہو جاتا ہے اس پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے، علامہ آلوسی امام بیہقی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابن عباس موقوفا کل ذنب اصر علیہ العبد کبیر ولیس بکبیر ما تاب منہ العبد۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً روایت ہے کہ جس گناہ پر بندہ اصرار کرے (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرے) وہ گناہ کبیرہ ہے اور جب بندہ کسی گناہ پر توبہ کرے تو وہ گناہ کبیرہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ گناہ پر اصرار کرنا (یعنی گناہ کے بعد توبہ نہ کرنا) اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے خواہ وہ گناہ کسی درجہ کا ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص اس گناہ کو معمولی اور بے وقعت سمجھتا ہے اور اس کا یہ عمل اس بات کا مظہر ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کو اہمیت نہیں دیتا اور ان احکام کی پرواہ نہیں کرتا اور شریعت کو معمولی اور بے وقعت سمجھنا اور اس سے لاپرواہی برتنا یہی گناہ کبیرہ ہے۔

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تفصیل اور تحقیق میں کلام طویل ہو گیا۔ اب ہم پھر اصل بحث یعنی شہادت کی شرائط کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

نفسِ شہادت کے اعتبار سے شرائط

(ا) مدعی یا اس کے نائب کی جانب سے شہادت دی جائے۔
(ب) شہادت دعویٰ کے موافق ہو۔
(ج)۔ شاہدین متفق ہوں۔
(د) شاہدوں کا عدد نصاب کے مطابق ہو۔
(ہ) حدود میں گواہی دینے والے مرد اور مسلمان ہوں۔
(و) جب مدعیٰ علیہ مسلمان ہو تو گواہ بھی مسلمان ہوں۔ (البحر الرائق)
(ز) مشہود بہ معلوم ہو، کسی مجہول چیز کی شہادت دینا جائز نہیں ہے، نہ مجہول شخص کے حق میں شہادت جائز ہے۔

نصابِ شہادت کی اقسام

(۱) زنا پر شہادت: اس میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے۔
(۲) بقایا حدود اور قصاص میں شہادت:۔ اس میں دو مردوں کی شہادت معتبر ہے اور اس میں عورتوں کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ (ہدایہ)
(۳)۔ ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب سے متعلق اُمور پر شہادت، جن اُمور پر مرد مطلع نہیں ہوتے: ان میں ایک مسلمان، آزاد، عادلہ عورت کی شہادت بھی قبول کی جاتی ہے اور اگر دو عورتیں ہوں تو بہتر

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، احکام القرآن ج ۵ ص ۱۵۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہے۔ (فتح القدیر) ان اُمور میں اگر کوئی مرد گواہی دے اور کہے کہ اچانک میری نظر پڑ گئی تھی تو اس کی شہادت قبول کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہو۔ (مبسوط)۔ یہ امر ایک آدمی کی شہادت سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (نہایہ)۔

(۴) بغیر حدود اور قصاص کے وہ اُمور جن پر مرد مطلع ہوتے ہیں: اس میں دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت شرط ہے۔ عام ازیں کہ حق مال ہو یا غیر مال ہو جیسا کہ نکاح، طلاق، وکالت، وصیت وغیرہ جو مال نہیں ہیں۔ (تبیین الحقائق) اور وہ امور جن پر کامل سزا موقوف ہوتی ہے یعنی احصان، سو ہمارے نزدیک احصان بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ [1]

جانب داری کی تہمت کی بنا پر جن کی شہادت قبول نہیں کی جاتی

والدین کی شہادت اپنی اولاد یا اولاد در اولاد کے حق میں قبول نہیں ہوتی، شوہر کی بیوی کے حق میں اور بیوی کی شوہر کے حق میں شہادت قبول نہیں ہوتی (ہدایہ) مالک کی شہادت اپنے غلام کے حق میں قبول نہیں ہوتی خواہ غلام کامل ہو یا ناقص، جو شخص کسی کا ملازم ہو خواہ اس کا مشاہرہ یومیہ ہو، ماہانہ ہو یا سالانہ اس کی مالک کے حق میں شہادت استحساناً قبول نہیں کی جائے گی، مالک کی نوکر کے لیے کام کے بارے میں شہادت قبول نہیں کی جائے گی، کسی خاص کاریگر کی اپنے استاذ کے حق میں شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ [2]

قرائن کی شہادت

واقعاتی شہادت یا قرائن کی شہادت کی اس زمانے میں بہت اہمیت ہے۔ اسلام میں بھی قرائن کی شہادت کو ایک گونہ اہمیت دی گئی ہے، اگر کوئی اور شہادت دستیاب نہ ہو تو قرائن کی شہادت پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے اور بعض دفعہ قرائن اور واقعاتی شہادات دیگر شہادات کے لیے تائید اور تقویت کا باعث بنتی ہیں واقعات اور قرائن کی شہادت کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وشهد شاهد من اهلها ان كان قميصه قد من قبل فصدقت وهو من الكاذبين ۝ وان كان قميصه قد من دبر فكذبت وهو من الصدقين ۝ فلما را قميصه قد من دبر قال انه من كيدكن ان كيدكن عظيم۔
(یوسف: ۲۸-۲۶)

اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اگر ان کا کرتا آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ (حضرت یوسف) غلط کہنے والوں میں سے ہیں، اور اگر ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو اس عورت نے جھوٹ بولا ہے اور وہ سچوں میں سے ہیں، پھر جب ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا تو بے شک یہ تم عورتوں کی گہری چال ہے۔ یقیناً تم عورتوں کی فریب کاری بہت بڑی ہے۔

اور چونکہ قرآن اور سنت میں اس واقعاتی شہادتی کا رد نہیں کیا گیا اس لیے ہماری شریعت میں بھی اس کا حجت ہونا برقرار ہے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۵۱-۴۵۰، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] " " " فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۴۷۰، ملخصاً، " " " " "

قرائن اور واقعاتی شہادتوں سے شراب نوشی کا ثبوت

اسلام میں قرائن اور واقعاتی شہادتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے اور اس پر احکام مرتب ہوتے ہیں، اگر کسی شخص کے منہ سے شراب کی بُو آرہی ہو تو خواہ اس کے خلاف دو مسلمان مرد گواہی نہ دیں تب بھی محض شراب کی بُو کی وجہ سے اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی، اسی طرح اگر اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا گیا تب بھی اس کا شراب پینا ثابت ہو جائے گا اور اس کو شراب کی سزا دی جائے گی، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے ان واقعاتی شہادات کی بناء پر شراب کی حد جاری کی ہے۔ فقہاء میں سے امام احمد کے نزدیک شراب کی بُو کے ثبوت پر حد لازم ہوگی (امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں) امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بُو ثابت ہو گی تو اس پر شراب نوشی کی حد ہوگی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شراب کی بُو کی بناء پر حد تو نہیں ہے لیکن وہ اس پر تعزیر لازم کرتے ہیں۔ پہلے ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے آثار صحابہ پیش کریں گے اور پھر اقوال فقہاء بیان کریں گے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن السائب بن یزید ان عمر کان یضرب فی الریح۔ [1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شراب کی بُو پر مارتے تھے۔

عن مالک بن عمیر الحنفی قال اتی عمر بابن مظعون قد شرب خمرا، فقال: من شھودک؟ قال فلان وفلان وغیاث بن سلمۃ وکان یسمی غیاث الشیخ الصدوق فقال رأیتہ یقیھا ولم اره یشربھا فجلدہ عمر الحد۔ [2]

مالک بن عمیر حنفی بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس ابن مظعون کو اس الزام میں لایا گیا کہ اس نے شراب پی ہے، حضرت عمر نے پوچھا تمہارے گواہ کون ہیں، اس نے کہا فلاں، فلاں اور غیاث بن سلمہ، غیاث کو سچا کہا جاتا تھا، اس نے کہا میں نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، شراب پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عمر نے اس پر شراب کی حد جاری کر دی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی قرائن کی شہادت کے قائل تھے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے،

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ قال اتی عبداللہ الشام فقال لہ ناس من اھل حمص اقرا علینا فقرأ علیھم سورۃ یوسف فقال رجل من القوم واللہ ما ھکذا انزلت فقال عبداللہ ویحک واللہ لقد قرأتھا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھکذا فقال احسنت فبینا ھو یراجعہ

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ علاقہ شام گئے، آپ سے حمص والوں نے کہا ہمیں قرآن مجید سنائیں، آپ نے ان پر سورۂ یوسف تلاوت کی، ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: بخدا یہ سورت اس طرح نازل نہیں ہوئی ہے! حضرت ابن مسعود نے کہا تجھ پر افسوس ہے! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سورت

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

اذ وجد منه ریح الخمر فقال اشربت الرجس وتکذب بالقرآن والله لا تزاولنی حتی اجلدك فجلده الحد۔ [1]

کو اسی طرح پڑھا تھا تو آپ نے فرمایا: تم نے اچھی قرأت کی، جس وقت یہ بحث ہو رہی تھی اچانک اس کے منہ سے خمر (شراب) کی بُو آئی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم ناپاک شراب پیتے ہو اور قرآن کی تکذیب کرتے ہو؟ سنجا! میں تم کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم پر حد نہ لگا دوں، پھر حضرت ابن مسعود نے اس پر حد لگا دی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شراب کی بُو کی بنا پر حد جاری کر دیتے تھے۔ اور یہ واقعاتی شہادت کا اعتبار کرنے پر واضح دلیل ہے۔

آثار صحابہ پیش کرنے کے بعد اب ہم اس مسئلہ پر اقوال فقہاء کا ذکر کریں گے۔ امام احمد کے ایک قول کے مطابق شراب کی بُو کے ثبوت سے حد لازم ہو جاتی ہے، امام مالک کے نزدیک اگر دو گواہوں سے شراب کی بُو ثابت ہو جائے تو حد ہو گی اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک محض بُو کے ثبوت سے حد لازم نہیں ہو گی۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ واقعاتی شہادت کی بناء پر شراب کی حد لگائی جا سکتی ہے۔

ہر چند کہ فقہاء احناف کے نزدیک محض شراب کی بُو پائی جانے سے یا کسی کو شراب کی قے کرتے دیکھنے سے اس پر حد لازم نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شراب پینے کا اقرار نہ کرے یا دو گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی نہ دیں لیکن فقہاء احناف کے نزدیک بھی ایسے شخص کو تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ:

لاحتمال انه شربها مکرها او مضطرا فلا یجب الحد بالشك واشار الی انه لو وجد سکران لا یحد من غیر اقرار او بینة لاحتمال ما ذکرنا او انه سکر من المباح بحر لکنه یعزر بمجرد الریح او السکر کما فی القهستانی۔ [3]

کیونکہ یہ احتمال ہے کہ اس کو جبراً شراب پلائی گئی ہو یا اس نے مجبوراً شراب پی ہو لہٰذا اس شک کی بنا پر حد واجب نہیں ہو گی، مصنف نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ میں پایا گیا اور اس کے شراب پینے پر گواہی قائم ہوئی اور نہ اس نے اقرار کیا تو اس احتمال کی وجہ سے اس پر حد نہیں ہو گی اور البحر الرائق میں ہے کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اس کو کسی مباح چیز کے پینے سے نشہ ہو گیا ہو، لیکن قہستانی میں ہے کہ شراب کی بُو پائی جانے سے یا نشہ میں پائے جانے سے اس کو تعزیر لگائی جائے گی۔

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۵-۴۲۴-۳۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۲۲۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن رشد مالکی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک صرف شراب کی بُو کے ثبوت سے حد لازم نہیں ہے لیکن امام مالک کے نزدیک اس پر حد ہے بشرطیکہ دو گواہ اس بات کی گواہی دیں کہ اس شخص کے منہ سے شراب کی بُو آرہی ہے[1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ایک قول امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی طرح ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر شراب کی بُو آرہی ہو یا اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا جائے تو اس پر حد ہے۔ کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ علقمہ الخصی نے قدامہ کے خلاف حضرت عمر کے سامنے شہادت دی کہ انھوں نے اس کو شراب کی قے کرتے دیکھا ہے، حضرت عمر نے فرمایا جس شخص نے شراب کی قے کی اس نے شراب کو پیا اور اس پر شراب کی حد لگا دی۔ اسی طرح حضرت عثمان کے سامنے ولید بن عقبہ کے خلاف ایک شخص نے شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھنے کی گواہی دی، حضرت عثمان نے فرمایا جب تک شراب پینے کا نہیں اس کی قے کیسے کرے گا اور حضرت علی سے کہا اس پر حد لگائیں، حضرت علی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے حد لگانے کے لیے کہا اور انھوں نے حد لگا دی (صحیح مسلم)[2]

مذکور الصدر حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود واقعاتی شہادت کی بناء پر حد لگا دیتے تھے، امام مالک کا یہی مسلک ہے اور امام احمد کا ایک قول بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر تعزیر ہے۔

واقعاتی شہادات اور قرائن خارجیہ سے زنا کا ثبوت

زنا کا ثبوت جس طرح گواہی اور اقرار سے ہوتا ہے اسی طرح قرائن سے بھی زنا کا ثبوت ہو جاتا ہے، ان قرائن میں سب سے واضح قرینہ عورت کا بغیر نکاح کے حاملہ ہونا ہے۔ احادیث میں حمل کو بھی زنا کے ثبوت کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عباس قال سمعت عمر بن الخطاب يقول الرجم في كتاب الله حق على من زنا من الرجال والنساء اذا احصن اذا قامت البينة او كان الحبل او الاعتراف۔[3]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مرد اور عورتوں میں سے جو شادی شدہ شخص بھی زنا کرے اس کے لیے قرآن مجید میں رجم کا حکم ہے، بشرطیکہ گواہوں سے زنا ثابت ہو یا (بغیر نکاح کے) حمل ہو یا زانی اعتراف کر لیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[4]

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۱۳۹، ۱۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۶۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر عورت کو بغیر نکاح کے حمل ہو جائے تو یہ اس کے زنا کی واقعاتی شہادت ہے سو اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو رجم کر دیا جائے گا اور اگر کنواری ہے تو اس کو سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

علامہ نووی شافعی اس مسئلہ میں بیان مذاہب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عمر، امام مالک اور ان کے تابعین کا مذہب یہ ہے کہ جب کوئی عورت، حاملہ ہو جائے اور اس کا شوہر یا مالک نہ ہو اور نہ یہ ثابت ہو کہ اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا تھا تو اس پر حد لازم ہو جائے گی الا یہ کہ وہ مسافرہ ہو یا وہ یہ دعویٰ کرے کہ اس کا کوئی شوہر یا مالک ہے، فقہاء مالکیہ نے کہا ہے اگر اس نے زنا بالجبر کے خلاف، استغاثہ نہیں کیا تھا تو ظہور حمل کے بعد جبر کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فقط ظہور حمل سے حد لازم نہیں آتی خواہ اس کا شوہر یا مالک ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ مسافرہ ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ جبر کا دعویٰ کرے یا نہ کرے یا خاموش رہے حد صرف اقرار یا گواہوں سے لازم آتی ہے۔ [1]

علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ اگر ظہور حمل سے پہلے ایسی علامات، پائی جائیں جو حاملہ کے ساتھ زنا بالجبر پر دلالت کرتی ہوں مثلاً وہ چیخی چلائی ہو یا خون آلودہ ہو یا روتی اور چیختی ہوئی آئی ہو اور پھر ظہور حمل کے بعد وہ زنا بالجبر کا دعویٰ کرے تو اس کا دعویٰ سنا جائے گا ورنہ اس کا دعویٰ جبر غیر مسموع ہوگا اور اس پر حد لازم ہو گی [2]

امام مالک نے روایت کیا ہے کہ ایک شادی شدہ عورت کے ہاں چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہو گیا، حضرت عثمان نے اس کو رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ بعد میں حضرت علی نے کہا قرآن مجید میں ہے وحمله وفصله ثلثون شهرًا (احقاف: ۱۵) "عورت کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس ماہ میں ہے" اور اس سے انھوں نے اس پر استدلال کیا کہ کم از کم مدت حمل چھ ماہ میں ہے، کیونکہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ حضرت عثمان نے اس سے اتفاق کر کے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا، مگر اس عورت کو رجم کیا جا چکا تھا۔ [3]

ہر چند کہ حضرت عثمان نے اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا لیکن اس سے یہ بہر حال ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک صرف ظہور حمل بھی رجم کا موجب ہے۔ اور واقعاتی شہادت کی بناء پر رجم کیا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور فقہاء مالکیہ کے نزدیک واقعاتی شہادت اور قرائن حدود وغیرہ میں معتبر ہیں۔

میڈیکل رپورٹ کی بناء پر زنا کا ثبوت

اگر ایک اجنبی مرد اور عورت ایک کمرے سے پکڑے جائیں اور ان کے کپڑے منی سے آلودہ ہوں اور پکڑے جاتے وقت ان کے چہروں پر گھبراہٹ اور خجالت کے آثار ہوں اور میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعہ یہ ثابت ہو جائے کہ یہ منی انھی دونوں کی ہے تو کیا اس واقعاتی شہادت سے ان پر حد لازم ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں ہر چند کہ ثبوت زنا پر قوی قرینہ موجود ہے لیکن ان پر حد نہیں جاری کی جائے گی بلکہ ان کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

[3] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۶۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔

کیا زانی کے خلاف استغاثہ کرنے والی لڑکی پر حد قذف لگے گی؟

ایک وحشت زدہ کنواری لڑکی جس کا لباس تار تار اور خون آلود ہے روتی اور آنسو بہاتی ہوئی پولیس کے پاس پہنچتی ہے اور کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ اس شخص کو فوراً موقع واردات پر گرفتار کر لیا جاتا ہے اور میڈیکل رپورٹ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ اس لڑکی سے دخول کیا گیا ہے اور اس شخص کی منی اس لڑکی کے اندام نہانی میں موجود ہے تو اب سوال یہ ہے کہ اس قرینہ کی وجہ سے اس شخص پر زنا کی حد لازم ہو گی یا بغیر چار مرد گواہوں کے اس شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنے کی وجہ سے اس لڑکی پر حد قذف لگائی جائے گی؟ اس کا حل یہ ہے کہ ثبوت زنا کے لیے یقیناً یہ قوی قرینہ ہے لیکن اس شخص پر حد لگانے کے بجائے اس کو تعزیراً سزا دی جائے جیسا کہ فقہاء شراب کی بو کی بناء پر شراب کی حد تو نہیں جاری کرتے لیکن تعزیراً سزا دیتے ہیں۔ باقی رہا یہ سوال کہ بغیر چار مرد گواہوں کے کسی شخص کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف ہے اور اس کو تہمت لگانا ہے اس لیے اس لڑکی پر حد قذف لگنی چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قذف اس وقت ہو گا جب کوئی شخص کسی کو متہم اور بدنام کرنے کی حیثیت سے اور مسلمانوں میں ایک فحش بات کو پھیلانے کی غرض سے اس پر زنا کی تہمت لگائے، اس کے علاوہ اگر کسی غرض صحیح کی وجہ سے کوئی شخص کسی کی طرف زنا کی نسبت کرے تو یہ قذف نہیں ہے مثلاً ایک شخص حاکم کے سامنے اعتراف جرم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اس لیے مجھ پر حد جاری کی جائے۔ اب اس کے اعتراف سے اس پر تو زنا کی حد لازم ہو جائے گی لیکن اس کے اعتراف سے اس عورت پر اس وقت تک حد لازم نہیں ہو گی جب تک کہ وہ عورت خود اعتراف نہ کرے اور اس شخص نے جو اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور اس عورت کی طرف زنا کی نسبت کی ہے یہ قذف نہیں ہے اور نہ ان کلمات سے اس شخص پر حد قذف لازم ہو گی کیونکہ ان کلمات سے اس شخص کا مقصود اپنے جرم کا اعتراف کرنا ہے نہ کہ کسی کو بدنام اور متہم کرنا مقصود ہے۔ اس کی نظیر یہ حدیث ہے۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة وزيد بن خالد الجهنی انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انشدك الا قضيت لی بكتاب الله فقال الخصم الآخر وهو افقه منه نعم فاقض بيننا بكتاب الله وأذن لی فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم قل قال ان ابنی كان عسيفا علی هذا فزنی بامرأته وانی اخبرت ان علی ابنی الرجم فافتديت منه بمائة شاة ووليدة فسألت اهل العلم فاخبروني انما علی ابنی جلد مائة

حضرت ابوہریرہ اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرا فیصلہ صرف کتاب اللہ سے کریں، دوسرا شخص جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا اس نے کہا ہاں! آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کر دیجئے اور مجھے (واقعہ) عرض کرنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا بیان کرو، اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اور اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا، مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کو رجم کیا جائے گا، میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے ایک باندی اور سو

وتغریب عام وان علی امرأۃ ھذا الرجم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لاقضین بینکما بکتاب اللہ الولیدۃ والغنم رد وعلی ابنک جلد مائۃ وتغریب عام اغد یا انیس الی امرأۃ ھذا فان اعترفت فارجمھا قال فغدا علیھا فاعترفت فامر بھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت۔ [1]

بکریاں فدیہ دیں، پھر میں نے علماء سے پوچھا انھوں نے کہا میرے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا، اور اس شخص کی بیوی کو رجم کیا جائے گا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا۔ باندی اور بکریاں تم کو واپس کر دی جائیں گی، اور تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگائے جائیں گے اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے گا، اے انیس! صبح اس شخص کی بیوی کے پاس جانا اگر وہ (زنا کا) اعتراف کرے تو اس کو رجم کر دینا، حضرت انیس صبح گئے اس عورت نے اعتراف کر لیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مزدور کے والد نے کہا میرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ہے"، لیکن چونکہ اس کا مقصد اپنے بیٹے کی سزا کو معلوم کرنا تھا، اس عورت کو متہم کرنا یا اس کو سزا دلوانا مقصود نہیں تھا اس لیے اس قول کو قذف نہیں قرار دیا گیا اور نہ صرف اس کے کہنے سے اس عورت کو رجم کیا گیا بلکہ اس عورت کے اعتراف کی بناء پر اس کو رجم کیا گیا۔ اسی طرح جو لڑکی اظہار شکایت کے لیے یہ کہتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ ظلماً اور جبراً زنا کیا ہے اس کا مقصد اپنی مظلومیت کا بیان ہے، اس شخص کو بدنام کرنا اس کا مقصد نہیں ہے اس لیے نہ اس کو حد قذف لگے گی اور نہ صرف اس کے اس قول کی وجہ سے اس شخص کا زانی ہونا ثابت ہوگا تاوقتیکہ اس کے خلاف دوسرے دلائل نہ قائم ہو جائیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف نہیں ہے، اس لیے استفتاء اور اظہار شکایت کے طور پر کسی مظلوم لڑکی کا یہ کہنا کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے قذف نہیں ہے۔ اور اس پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ (نساء: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ بُری بات کے آشکارا کرنے کو پسند نہیں فرماتا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن مجاھد ان المراد لا یحب اللہ سبحانہ ان یذم احد احدا او یشکوہ۔ الا من ظلم) فیجوز لہ ان یشکو ظالمہ ویظھر

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی کسی کے مذمت کرنے یا اس کی شکایت کرنے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے لیکن مظلوم کے لیے ظالم

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امر وین کرہ بسوء ما قد صنعه وعن الحسن والسدی وهو المروی عن ابی جعفر رضی الله عنه۔ [1]

کی شکایت کرنا اور اس کے ظلم کو ظاہر کرنا جائز ہے اور مظلوم یہ بیان کرے کہ ظالم نے اس کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے اور حسن اور سدی نے بیان کیا ہے کہ ابو جعفر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

شیخ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک شاہد اور قاذف میں فرق نہیں ہے اور ابو ثور، ابو سلیمان اور ہمارے جمیع اصحاب کے نزدیک شاہد اور قاذف میں فرق ہے لہٰذا زنا کے شاہد پر حد نہیں لگائی جائے گی خواہ وہ اکیلا ہو یا نہ ہو، ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن اور سنت میں شاہد اور قاذف میں فرق کیا گیا ہے اور حد صرف قاذف پر لازم کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة۔ "جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان تہمت لگانے والوں کو اسّی کوڑے مارو" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت لگانے والے سے فرمایا: البینة والا حد فی ظهرك "گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پشت پر کوڑے لگائے جائیں گے" پس بلاشک و شبہ قرآن مجید کی نص قطعی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ حد قاذف اور تہمت لگانے والے پر ہے، شاہد اور بینہ پر حد نہیں ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے خون، تمہارے اموال، تمہاری عزتیں اور تمہاری کھالیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح اس مہینہ میں اس دن کی حرمت ہے" اور گواہ کی کھال بلاشک و شبہ حرام ہے اور قرآن اور سنت نے گواہ اور تہمت لگانے والے میں فرق کیا ہے اس لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک کا حکم دوسرے پر لاگو کیا جائے یہی چیز قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ اور یہی چیز اجماع سے ثابت ہے، کیونکہ بغیر کسی اختلاف کے تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جب ایک شخص کسی کے خلاف زنا کی گواہی دے پھر دوسرا، پھر تیسرا اور پھر چوتھا تو ان چاروں پر حد نہیں ہے حالانکہ گواہی دیتے وقت ہر ایک نے تنہا گواہی دی تھی اور کوئی پتا نہیں تھا کہ بعد میں باقی گواہ اس کی موافقت کریں گے یا نہیں! اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر ایک ہزار نیک آدمی کسی کے خلاف زنا کی تہمت لگائیں اور گواہ پیش نہ کریں تو ان پر حد لگ جائے گی، اس اجماع سے بھی یہ ظاہر ہو گیا کہ شاہد اور قاذف کے حکم میں فرق ہے۔

اور بہ طریق قیاس ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر شاہد اور قاذف کا حکم ایک ہو تو شہادت سے زنا کبھی ثابت نہیں ہو گا، کیونکہ جب ایک شخص گواہی دے گا تو وہ قاذف قرار پائے گا اور اس پر حد لگ جائے گی اور جب دوسرا گواہی دے گا تو وہ بھی قاذف قرار پائے گا وعلی ہذا القیاس، لہٰذا شاہد اور قاذف دونوں کو ایک قرار دینا قرآن مجید، صحیح حدیث، اجماع اور قیاس جلی کے خلاف ہے۔ (المحلی ج ۱۱ ص ۲۶۱-۲۶۰، ملخصاً، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۵۲ھ)

شاہد اور قاذف کے فرق کی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قذف یہ ہے کہ ایک آدمی کسی شخص کو متہم اور بدنام کرنے کی حیثیت سے اور مسلمانوں میں ایک فحش بات پھیلانے کے سبب سے اس پر زنا کی تہمت لگائے اور اگر کسی اور غرض صحیح کی بنا پر کسی شخص کی طرف زنا کی نسبت کی جائے تو یہ قذف نہیں ہے جس طرح حضرت ماعز نے اپنے نفس پر زنا کا اقرار کیا اور اپنے اوپر حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم ایک عفیفہ پر زنا کی تہمت لگا رہے ہو، یا جب عسیف (مزدور) کے باپ نے کہا کہ میرے بیٹے نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس شخص کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ مطلقاً کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا قذف نہیں ہے سو اسی اصول پر ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی عورت کے ساتھ جبراً اور ظلماً زنا کیا گیا ہو اور قرائن سے اس کا مظلوم ہونا ثابت ہو تو اس کے استغاثہ کو قذف نہیں قرار دیا جائے گا یہ اور بات ہے کہ محض اس عورت کے قول کی بنا پر اس شخص کو زانی نہیں قرار دیا جائے گا ہاں اگر دیگر قرائن اور دلائل سے اس کا جرم ثابت ہو جائے تو اس کو تعزیراً سزا دی جا سکتی ہے، چونکہ ہم نے اپنی تقریر میں اس عورت کی مظلومیت کے مدلل ہونے کی قید لگائی ہے اس لیے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۲ مطبوعہ التراث العربی بیروت

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ پھر تو ہر عورت جس مرد سے دشمنی رکھے اس کے خلاف عدالت میں زنا بالجبر کا مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن اشعث عن الحسن انه سئل عن المراة تعلق بالرجل فتقول: فعل بی، فقال الحسن: قد فت رجلا من المسلمین، علیها الحد قال: وقال ابراهیم هی طالبة حق، کیف تقول۔ [1]

اشعث بیان کرتے ہیں کہ حسن بصری سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت نے کہا کہ ایک مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے، حسن نے کہا اس نے ایک مسلمان مرد پر تہمت لگائی ہے اس پر حد قذف ہوگی۔ ابراہیم نخعی نے کہا کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہے تم کیا کہہ رہے ہو یعنی اس پر حد قذف کس طرح لازم کرتے ہو؟

اس سے معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی کے نزدیک بھی یہ قذف کی صورت نہیں ہے نیز اس طور پر ایسی شکل میں جب قرائن خارجیہ اور واقعاتی شہادتیں بھی عورت کی مظلومیت پر دلالت کرتی ہوں، نیز اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ قرآن اور سنت میں جہاں زنا کے ثبوت کے لیے چار مرد گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے وہ سب ایسے واقعات ہیں جہاں ایک تیسرا شخص کسی مرد اور عورت کے بارے میں یہ تہمت لگاتے کہ انھوں نے باہمی رضامندی سے زنا کیا ہے۔ قرآن مجید یا کسی صحیح حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کسی عورت کے ساتھ ظلم اور جبر کے ساتھ زنا کیا گیا ہو اور ایسی صورت میں بھی وہ عورت حاکم سے اپنی مظلومیت کو بغیر چار مرد گواہوں کے بیان نہیں کر سکتی اور اپنی دادرسی کے لیے کوئی چارہ اختیار نہیں کر سکتی اور اس سائنٹفک اور ترقی یافتہ دور میں جب کہ میڈیکل رپورٹ کے ذریعہ اس عورت کے بیان کی تصدیق ہو جائے تو اس مرد کو تعزیری سزا دی جانی چاہیے اور اس عورت پر حد قذف نہیں ہوگی۔

بعض دیگر فقہاء نے بھی شاہد اور قاذف میں بھی فرق کیا ہے بایں طور کہ جو شخص شہادت دینے کے لیے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرتا ہے اس کو قاذف نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے کہ ابوالخطاب نے اس میں دو روایتیں ذکر کی ہیں اور امام شافعی کے بھی اس میں دو قول ہیں (المغنی ج ۹ ص ۴۹)

امام رازی لکھتے ہیں:

لو شهد علی الزنا اقل من اربعة لا یثبت الزنا وهل یجب حد القذف علی الشهود فیه قولان احدهما لا یجب لانهم جاؤا بمجمع الشهود ولانا لو حددنا لانسد باب الشهادة علی الزنا لان کل واحد لا یأمن ان لا یوافقه صاحبه فیلزمه الحد۔ [2]

اگر چار مردوں سے کم زنا پر گواہی دیں تو زنا ثابت نہیں ہوگا لیکن کیا گواہوں پر حد قذف لازم ہوگی اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ حد واجب نہیں ہوگی کیونکہ وہ بطور گواہ ہیں اور اس لیے کہ اگر ہم ان پر حد قذف لازم کر دیں تو زنا پر شہادت کا دروازہ بند ہو جائے گا کیونکہ ہر گواہ کو یہ خدشہ ہوگا کہ دوسرا گواہ اس کی موافقت نہ کرے اور اس پر حد لازم ہو جائے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، التفسیر الکبیر ج ۲۳ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

امام رازی کے اس اقتباس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہد کو قاذف اس لیے نہیں قرار دیا جائے گا کہ اس کا مقصد صرف ایک واقعہ کی حاکم کے سامنے شہادت ادا کرنا ہے، کسی شخص کو زنا کی تہمت لگا کر بدنام کرنا اور ایک فحش بات کو مسلمانوں کے درمیان پھیلانا اس کا مقصد نہیں ہے، اسی طرح جو مظلوم لڑکی اپنے اوپر کیے ہوئے ظلم کا اظہار کرنے کے لیے حاکم کے سامنے یہ بیان کرتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے اس کو بھی قاذفہ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس کا مقصد بھی صرف اپنی مظلومیت کا اظہار ہے۔

نیز جس طرح دوسری حدود شک اور شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں تو شک اور شبہ کی بناء پر حد قذف بھی ساقط ہو جانی چاہیے اور جس عورت سے جبراً زنا کیا گیا ہے اور وہ اپنا حق طلب کرنے کے لیے لایحب الجهر بالسوء من القول الا من ظلم۔ کی بنیاد پر استغاثہ کرتی ہے اور بغیر چار گواہوں کے اپنا مقدمہ پیش کرتی ہے تو اس آیت سے اس عورت کو شبہ کا فائدہ بہر حال ملتا ہے سو اس سے حد قذف ساقط ہونی چاہیے۔

دیکھیے محارم سے نکاح کر کے وطی کرنا کھلا ہوا زنا ہے لیکن امام ابوحنیفہ اس کو زنا نہیں قرار دیتے، کیونکہ اس نے بغیر نکاح کے وطی نہیں کی بلکہ نکاح کر کے وطی کی ہے، اور ہر چند کہ محارم سے نکاح باطل ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو یہ شبہ ہو کہ نکاح کی بناء پر محارم کی وطی حلال ہو گئی۔ اس وجہ سے امام اعظم امام ابوحنیفہ اس کو زنا نہیں قرار دیتے اور اس شبہ کی بناء پر اس سے حد زنا ساقط کر دیتے ہیں تو مظلوم لڑکی اس آیت (لا یحب اللہ الجهر بالسوء من القول الا من ظلم) کی بناء پر اپنی مظلومیت کا اظہار کرنے کے لیے یہ بیان کرتی ہے کہ فلاں شخص نے اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے تو وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس سے حد قذف ساقط کر دی جائے، اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ اول تو اس لڑکی کا یہ قول قذف نہیں ہے لیکن اگر اس کو بالفرض قذف مان بھی لیا جائے تو چونکہ وہ اس آیت کی بنیاد پر اپنی مظلومیت کا اظہار کر رہی ہے اس لیے اس کو شک کا فائدہ ملے گا اور اس سے حد قذف ساقط ہو جائے گی لیکن وہ لڑکی جس شخص کے بارے میں یہ کہتی ہے کہ اس شخص نے اس لڑکی کے ساتھ جبراً زنا کیا ہے صرف اس لڑکی کے کہنے کی وجہ سے اس شخص کا زنا ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ دوسرے دلائل مہیا نہ کیے جائیں۔

میں نے فریادی لڑکی سے حد قذف کے ساقط ہونے پر بڑی تفصیل سے بحث اس لیے کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ بعض ملحد اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ "دیکھو اگر کسی لڑکی سے کوئی شخص جبراً زنا کرے تو وہ عدالت میں اگر اپنی مظلومیت بیان بھی نہیں کر سکتی، کیونکہ اس کے پاس چار مرد گواہ نہیں ہیں اور اگر بیان کرے گی تو اس پر حد قذف لگے گی"، سو میں نے اسلام کے دفاع میں یہ سطور لکھی ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)۔

قاتل کے تعین پر واقعاتی شہادت سے استدلال

بعض واقعاتی شہادتیں اور خارجی قرائن ایسے ہوتے ہیں جن سے قاتل متعین ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی خالی مکان سے اس حال میں باہر نکلا کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور وہ گھبرایا ہوا تھا اس کے بعد گھر میں جا کر دیکھا گیا کہ عین اسی وقت ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے تو اب اس بات میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ قاتل

وہی مکان سے نکلنے والا شخص ہے، اس صورت میں اس وہم کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے کہ ممکن ہے اس شخص نے خودکشی کر لی ہو۔ اسی طرح ایک شخص ایک مکان سے گھبرائی ہوئی حالت میں باہر آیا اس کے پاس سے ایک پستول برآمد ہوا جس سے بارود کی بو آ رہی تھی اور اس مکان میں ایک شخص پستول کی گولی سے مرا ہوا پایا گیا اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے ثابت ہو گیا کہ اسی پستول کی گولی سے اس شخص کو ہلاک کیا گیا ہے مزید یہ کہ پستول پر اس شخص کی انگلیوں کے نشان تھے اور کسی شخص کا کوئی نشان نہیں تھا تو اب اس شخص کے قاتل ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ اسی طرح بال، خون اور انگلیوں کے نشانات سے بھی قاتل کے تعین میں مدد مل سکتی ہے۔ یہ سب قرائن اور واقعاتی شہادتیں ہیں اور اسلام میں معتبر ہیں الا یہ کہ ملزمان کسی نسبۃً زیادہ قوی شہادت سے اپنی براءت ثابت کر دیں۔

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں کہ شارع کا یہ مقصود نہیں ہے کہ اموال حدود اور قصاص میں کسی شخص کے دعویٰ کا ثبوت صرف دو مرد گواہوں کے پیش کرنے پر موقوف ہے بلکہ خلفائے راشدین اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے حمل کی بنا پر حد زنا جاری کی ہے اور شراب کی بو اور قے کی وجہ سے شراب نوشی کی حد جاری کی ہے، اسی طرح اگر چوری شدہ مال کسی شخص کے پاس سے برآمد ہو جائے تو وہ اس کے چوری کرنے پر حمل اور شراب کی قے کرنے سے زیادہ بڑا قرینہ ہے، اور جتنا دیلات اور احتمالات چوری کی نفی میں بیان کیے جائیں گے وہ سب احتمالات حمل اور شراب کی قے میں بھی بیان کیے جا سکتے ہیں، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان شبہات کی طرف توجہ نہیں کی جن سے صریح مشاہدہ کی تکذیب ہوتی ہے۔ [1]

کفار کی شہادت

امام احمد بن حنبل اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک اضطراری صورت میں کفار کو گواہ بنانا جائز ہے، مثلاً سفر میں جب کوئی مسلمان شخص موجود نہ ہو اور کسی کو وصیت پر گواہ بنانا ہو تو دو نیک خصلت کافروں کو بھی گواہ بنانا جائز ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے۔ امام احمد کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا شھادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیۃ اثنان ذوا عدل منکم او اٰخران من غیرکم ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبۃ الموت۔ (مائدہ ۵: ۱۰۶)

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کا نصاب شہادت یہ ہے کہ تم میں سے دو نیک آدمی گواہ بنائے جائیں اور اگر وہ سفر میں ہو اور اس کو موت کی مصیبت آ پہنچے تو غیر مسلموں سے ہی دو گواہ بنا لیے جائیں۔

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل کتاب میں سے جب دو ذمی گواہ کسی ایسے مسافر کی وصیت پر گواہی دیں جو دوران سفر فوت ہو گیا ہو تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی اور ان سے عصر کی نماز کے بعد حلف لیا جائے گا، ابن منذر نے کہا ہے کہ اکثر متقدمین کا یہی قول ہے، شریح، نخعی، اوزاعی اور یحییٰ بن حمزہ نے اس کی تصریح کی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی نے کہا ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ جن کی گواہی وصیت کے علاوہ قبول نہیں کی جاتی ان کی گواہی وصیت میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور جب اس صورت میں فساق کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تو کفار کی گواہی بطریق اولیٰ نہیں قبول کی جائے گی، اور اس آیت کے جواب میں انھوں نے کئی تاویلات کی ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت سے تحمل شہادت مراد ہے۔

[1] علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار الجیل بیروت لبنان۔

اداء شہادت مراد نہیں ہے، دوسری تاویل یہ ہے کہ من غیرکم سے وہ مسلمان شخص مراد ہیں جو مسافر کے رشتہ دار نہ ہوں، اور ایک تاویل یہ ہے کہ شہادت سے مراد قسم ہے۔ علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں اور ہماری دلیل سورۂ مائدہ (۱۰۶) کی زیر بحث آیت کا ظاہری معنی ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں تین قول ہیں:

قول اوّل اس آیت میں منکم کی ضمیر سے مسلمان مراد ہیں و اٰخران من غیرکم سے کافر مراد ہیں اس تفسیر کی بناء پر سفر میں وصیت کے متعلق اہل کتاب کی شہادت جائز ہے اور آیت کے سیاق اور احادیث کی روشنی میں یہی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن قیس (علامہ قرطبی نے عبداللہ بن قیس ہی لکھا ہے لیکن صحیح عبداللہ بن مسعود ہے۔ سیدی) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی موقف ہے، اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن المسیب، یحییٰ بن یعمر، سعید بن جبیر، ابومجلز، ابراہیم، شریح، عبیدہ سلمانی، ابن سیرین، مجاہد، قتادہ اور سدی وغیرہم کا یہی نظریہ ہے۔ اور بعد کے فقہاء میں سے سفیان ثوری، ابوعبید القاسم بن سلام اور امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا جب مسلمان نہ ہوں تو ذمی کافروں کو مسلمانوں پر گواہ بنانا جائز ہے، کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت مسلمان صرف مدینہ میں تھے اور وہ ذمی کافروں، بت پرستوں اور دوسری قسم کے کافروں کے ساتھ سفر کرتے تھے حضرت ابوموسیٰ اور شریح وغیرہ کے مذہب پر یہ آیت محکم ہے۔ (یعنی منسوخ نہیں ہے)۔

قول ثانی زید بن اسلم نخعی، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ وغیرہم کا یہ نظریہ ہے کہ "او اٰخران من غیرکم" منسوخ ہے البتہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ کفار کی آپس میں گواہی جائز ہے۔ ان فقہاء نے ممن ترضون من الشہداء - "جن گواہوں کو تم پسند کرو" اور واشہدوا ذوی عدل منکم "اپنوں میں سے نیک لوگوں کو گواہ بناؤ" سے استدلال کیا ہے یہ کہتے ہیں کہ آیت مداینہ (جس میں ممن ترضون من الشہداء ہے) سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت ہے اور یہ سورۂ مائدہ کی اس آیت (۱۰۶) کی ناسخ ہے۔ اور نیز اس لیے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ فساق کی شہادت جائز نہیں ہے اور کفار فساق ہیں اس لیے ان کی شہادت جائز نہیں ہے۔

(علامہ قرطبی جمہور کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ ہرچند کہ جمہور کے دلائل صحیح ہیں لیکن سفر میں وصیت کے متعلق ذمیوں کی مسلمانوں کے بارے میں شہادت جائز ہے اور یہ خاص اس صورت میں ہے جب مسلمان گواہ نہ مل سکیں تو ضرورت کی بناء پر اہل ذمہ کو گواہ بنانا جائز ہے، اور جب مسلمان گواہ میسر ہوں تو پھر جائز نہیں ہے اور اس آیت کے نزول کے موقع پر جو صحابہ حاضر تھے ان میں سے کسی نے سورۂ مائدہ کی آیت کے منسوخ ہونے کا قول نہیں کیا۔ اور تین صحابہ نے یہ تصریح کی ہے کہ سفر میں جب مسلمان نہ ملیں تو وصیت کے بارے میں کافروں کو گواہ بنانا جائز ہے۔ اور ان صحابہ کے نظریہ کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ سورۂ مائدہ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس اور حسن بصری وغیرہما نے کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہوئی ہے۔ جمہور نے اس آیت کے منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ کسی آیت کے منسوخ ہونے کا قول اس وقت کیا جاتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے اس طرح منافی ہوں کہ ان کو جمع کرنا ممکن

---

[1] علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ الشرح الکبیر ج ۱۲ ص ۳۷-۳۶ مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

نہ ہو جبکہ ان آیات کو جمع کرنا ممکن ہے کیونکہ ممن ترضون من الشھداء اور واشھدوا ذوی عدل منکم حالت اختیار پر محمول ہیں یعنی جب سفر اور ضرورت کا موقع نہ ہو اور سورہ مائدہ کی یہ آیت سفر میں حالت ضرورت پر محمول ہے۔ نیز اس لیے کہ کبھی کوئی کافر مسلمان کے نزدیک قابل اعتماد اور پسندیدہ ہوتا ہے، لہٰذا وہ ممن ترضون کے خلاف نہیں ہے اور یہ ثابت نہیں ہوا کہ ممن ترضون من الشھداء۔ سورۂ مائدہ کی اس آیت کے لیے ناسخ ہے۔

قول ثالث زہری، حسن اور عکرمہ نے کہا ہے کہ سورۂ مائدہ کی یہ آیت (۱۰۶) منسوخ نہیں ہے لیکن منکم اور اٰخران من غیرکم میں مضاف محذوف ہے یعنی من عشیرتکم، اٰخران من غیر عشیرتکم اور آیت کا معنی اس طرح ہے: "جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کا نصاب شہادت یہ ہے کہ تمہارے رشتہ داروں میں سے دو نیک آدمی گواہ بنا لیے جائیں اور اگر وہ سفر میں ہو اور اس کو موت کی مصیبت آپہنچے تو رشتہ داروں کے غیر سے ہی دو گواہ بنا لیے جائیں"۔ لیکن اس تفسیر پر یہ اعتراض ہے کہ اس آیت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یا یھا الذین اٰمنوا "اے ایمان والو!" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منکم اور غیرکم سے مسلم اور غیر مسلم ہی مراد ہیں۔ [1]

اچانک پیش آنے والے واقعات اور اضطراری اُمور میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کی بحث

علامہ قرطبی مالکی کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء حنبلیہ کی طرح علامہ قرطبی مالکی بھی اس کے قائل ہیں کہ اضطراری صورت اور مجبوری کی حالت میں کسی معاملہ پر کفار کو بھی گواہ بنایا جا سکتا ہے اور جب ایسی صورت میں دو کافروں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے تو دو مسلمان عورتوں کو گواہ بنانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

علامہ باجوری لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے معاملات میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا جو حکم دیا ہے وہ اختیاری اُمور ہیں جن میں انسان اپنی پسند کے گواہ بناتا ہے اور سورۂ بقرہ کی اس آیت (۲۸۲) کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اچانک پیش آنے والے حادثات اور وقائع میں بھی عورتوں کو گواہ نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ اگر اچانک پیش آنے والے واقعات میں عورتوں کو گواہ بنانا جائز نہ ہو تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے اور جب کہ سفر میں وصیت کے موقع پر دو کافروں کو گواہ بنایا جا سکتا ہے تو دو مسلمان عورتوں کو گواہ بنانا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا [2] مصنف کے نزدیک یہ اسلام کے اس عام اصول کے مطابق ہے کہ حالت اختیار میں جو شرائط ہوتی ہیں وہ حالت اضطرار میں لاگو نہیں ہوتیں۔ اس لیے اچانک پیش آنے والے واقعات، اور اضطراری اُمور میں دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے۔

عورت کی شہادت کی تحقیق حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت جائز نہیں ہے اور کاروباری لین دین اور قرض کے معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں سے کم کی گواہی جائز نہیں ہے، اس

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۳۵۱-۳۴۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ جمال الدین محمد فقی رسول الباجوری المرأۃ فی نظر الاسلامی ج ۲ ص ۵۵-۵۴، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۷ء

وجہ سے مخالفین، اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت کا اعتبار نہ کر کے عورت کی حق تلفی کی ہے اور معاملات میں عورت کی شہادت کو نصف قرار دے کر عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے گویا اسلام کے نزدیک عورت مکمل انسان نہیں ہے اور حدود اور قصاص میں چونکہ اس کی شہادت اصلاً جائز نہیں ہے اس لیے ان مقدمات کے لحاظ سے عورت کا درجہ نصف انسان ہونے سے بھی ساقط ہو گیا!

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کی متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب کو تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیں تاکہ قارئین کرام اسلام کے نقطۂ نظر کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں۔

عورت کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

(۱) زنا کے اثبات کے لیے چار آزاد مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے اور اس میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے۔ [۱]

علامہ ابن ہمام حنفی[۲]، علامہ یحییٰ بن شرف نووی[۳] اور علامہ ابن رشد مالکی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ [۴]

(۲)۔ بقیہ حدود اور قصاص میں کم از کم دو آزاد اور مسلمان مردوں کی گواہی ضروری ہے، اور عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہی نظریہ ہے۔ [۵]

(۳)۔ عطاء اور حماد سے منقول ہے کہ تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی زنا ثابت ہو جائے گا اسی طرح عطاء اور حماد کہتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بقیہ حدود اور قصاص کے اثبات کے لیے کافی ہے۔ یہ حضرات حدود اور قصاص کو بھی اموال پر قیاس کرتے ہیں۔ [۶]

(۴)۔ شیخ ابن حزم نے فقہاء اربعہ کے اجماع کی مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورت کی شہادت مطلقاً مقبول ہے۔ چنانچہ آٹھ عورتوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جائے گا اور بقیہ حدود اور قصاص میں ایک مرد اور دو عورتیں یا چار عورتیں گواہی دیں تو وہ ثابت ہو جائیں گے۔ [۷]

(۵)۔ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قرض اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز

۱۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۵ھ

۴۔ قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۵۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۶۔ " " " " ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۲-۱۵۵، " " " "

۷۔ شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، المحلی ج ۹ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۹ھ

ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی نے اس کی تصریح کی ہے۔ [1]

(۵)۔ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک مالی حقوق کے علاوہ میں مثلاً نکاح، طلاق، وصیۃ، عدۃ، حوالہ، وقف اور صلح وغیرہ میں بھی ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کی شہادت جائز ہے۔ (یعنی حدود اور قصاص کے سوا تمام معاملات میں ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانا جائز ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک، ان معاملات میں عورت کو گواہ بنانا جائز نہیں ہے اور امام احمد کے اس میں دو قول ہیں۔ [2]

(۶)۔ وہ تمام امور جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے مثلاً حیض، عدت، رضاعت، ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب وغیرہ ان میں صرف ایک عورت کی گواہی بھی جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن چیزوں کو دیکھنے کی مرد استطاعت نہیں رکھتے ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ (مصنف عبدالرزاق)۔ علامہ مرغینانی متقی [3]، شارح المہذب شافعی [4] علامہ ابن قدامہ حنبلی [5] اور علامہ ابن رشد مالکی [6] وغیرہم نے اس کی تصریح کی ہے۔

مالی معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی شہادت مقرر کرنے کی وجوہات

عورتوں کی شہادت کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب بیان کرنے کے بعد ہم دو چیزوں کی وضاحت کریں گے۔ ایک یہ کہ قرض کے لین دین اور کاروباری معاملات میں ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو کیوں مشروع کیا گیا ہے اور دوم یہ کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کا کیوں اعتبار نہیں کیا گیا۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس بات میں دو مرد میسر نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے۔ یہ اختیاری شہادت کا بیان ہے۔ یعنی یہ وہ صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی، کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا۔ قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصد اور اختیار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنانا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ۔ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں! اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعی علیہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۵۵، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[4] شرح المہذب ج ۲۰ ص ۲۵۶۔ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[5] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۶۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[6] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۳ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت

گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے، فریق مخالف، گواہ کو ڈراتا اور دھمکاتا ہے اور مختلف ہتھکنڈوں سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو رونے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا وکیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اول فول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرۃً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، امریکہ میں معدودے چند عورتیں پائلٹ ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرأت اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالۃً اور بالذات دو مردوں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی عقد اور معاملہ کے وقت دو مرد میسر نہ ہوں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبعی کمزوری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخرٰی۔ (بقرہ: ۲۸۲)

تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشھادۃ انما ھو نسیان جزء منھا و ذکر جزء و یبقی المرء حیران بعد ذلک ضالا۔[1]

شہادت میں ضلال یہ ہے کہ ایک چیز یاد رہے اور دوسری یاد نہ رہے اور انسان سرگشتہ و حیران ہو۔

وکلاء بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو یا رو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول فول باتیں کرتی ہے یا کوسنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مرد فطرۃً قوی، جرأت مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہارے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چونکہ فطرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقعہ پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر رہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جائے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۹۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہ واقف ہوتی ہے۔ اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دو مردوں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دو مرد میسر نہ آسکیں تو ایک مرد یا دو عورتوں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جا سکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ طریقہ مقرر کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً منفعل مزاج ہوتی ہے اس لیے فریق مخالف کے وکیل کی جرح کے موقعہ پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فریق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ منفعل یا متاثر ہو کر اصل موقف سے پھسلنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو بروقت اصل موقف یاد دلا دے۔

وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکور الصدر بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان سے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً منفعل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جرأت اور حوصلہ کم رکھتی ہے۔ یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عادۃً، فطرۃً گھریلو معاملات اور امور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے ورنہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی ہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے۔ اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم قارئین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن الحارث قال تزوجت امرأۃ فجاءت امراۃ فقالت انی ارضعتکما فاتیت فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال وکیف وقد قیل دعھا عنک [1]

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے! میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اس ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر محمول ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کرنا واجب نہیں ہے تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رضاعت میں ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ کر دیا۔

نیز جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مرد جن اُمور کو دیکھنے کے شرعاً مجاز نہیں ہیں ان اُمور میں تنہا عورتوں کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے گا بلکہ صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کر دیا جائے گا۔ امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

قال ابن جریج: قال ابن شهاب مضت السنة فی ان تجوز شهادة النساء لیس معهن رجل فیما یلین من ولادة المرأة، واستهلال الجنین، وفی غیر ذلك من امر النساء الذی لا یطلع علیه ولا یلیه الا هن، فاذا شهدت المرأة المسلمة التی تقبل النساء فما فوق المرأة الواحدة فی استهلال الجنین جازت۔[1]

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا: اس بات پر سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ عورتوں کے بچہ جننے، نومولود بچہ کے رونے اور عورتوں کے اُن معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے اور صرف عورتیں ہی ان معاملات کی نگہبان ہوتی ہیں، ان میں صرف عورتوں کی شہادت جائز ہے، پس جب بچہ جننے والی ایک مسلمان عورت گواہی دے یا ایک عورت سے زیادہ عورتیں نومولود کے رونے کی گواہی دیں تو یہ شہادت جائز ہے۔

نیز امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ:

عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب اجاز شهادة امرأة فی الاستهلال۔[2]

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے نومولود کے رونے میں ایک عورت کی شہادت کو جائز قرار دیا۔

عن القعقاع بن حکیم عن ابن عمر قال: لا تجوز شهادة النساء الا علی ما یطلع علیه الا هن من عورات النساء وما یشبه ذلك من حملهن وحیضهن۔[3]

قعقاع بن حکیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تنہا عورتوں کی شہادت حمل اور حیض وغیرہ صرف ان اُمور میں جائز ہے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں۔

عن الشعبی والحسن قالا: تجوز شهادة المرأة الواحدة فیما لا یطلع علیه الرجال۔[4]

امام شعبی اور حسن بصری نے کہا کہ جن امور پر مرد مطلع نہیں ہوتے ان میں ایک عورت کی شہادت بھی جائز ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ۔
[2] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۴، " " " "
[3] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، " " " "
[4] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۳۳، " " " "

عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں!

مذکور الصدر احادیث، آثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذاہب کی تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ ذلیل اور حقیر ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟

اگر مرد یہ اعتراض کریں کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کرلی جاتی ہے تو مردوں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراض درست اور معقول ہوگا؟ نہیں! بلکہ یہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس صنف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدھی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے! اس کے جواب میں بھی یہی کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ زانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلاء اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی صعوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صنف نازک پر جیسے اور احسانات کیے ہیں کہ اس پر معاش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حیض میں نمازوں کا مکلف نہیں کیا، حالتِ حیض، حمل اور رضاعت میں روزے قضاء کرنے کی سہولت دی ہے اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے، حدود اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور مشقت ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ وانعامہ۔

کیا اصالۃً صرف ایک عورت گواہ ہوتی ہے اور دوسری محض اس کی معاون ہوتی ہے؟۔

عورت کی نصف شہادت پر مخالفینِ اسلام کے اعتراضات سے تنگ آکر بعض علماء نے یہ کہہ دیا کہ مالی معاملات

میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے برابر ہے۔ اور دو عورتوں کو مقرر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ دونوں عورتیں گواہ ہوتی ہیں۔ دراصل گواہ صرف ایک عورت ہوتی ہے اور دوسری عورت اس گواہ کی محض معاون ہوتی ہے اور اس آیت سے قرآن مجید کا یہ منشاء نہیں ہے کہ لازمی طور پر دو عورتوں کو گواہ بنایا جائے۔ اس لیے اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور عورت کی گواہی مرد کی گواہی کی نصف ہوتی ہے۔

یہ جواب قرآن مجید کی خالص تحریف اور سنت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح سے ثابت ہے کہ دونوں عورتیں گواہ ہوتی ہیں اس لیے صرف ایک عورت کو گواہ کہنا نص قرآن کے خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فرجل وامراتن ممن ترضون من الشہداء۔ (بقرہ ۲: ۲۸۲)

ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو۔

اس آیت میں ایک مرد اور دو عورتوں پر شہداء (گواہوں) کا اطلاق کیا گیا ہے، اور یہ دونوں عورتیں اصالۃً گواہ ہیں۔ اس کے بعد اس آیت کے اگلے حصہ میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو مقرر کرنے کی حکمت بیان کی ہے تاکہ ایک عورت گھبرا کر بھول جائے یا غلط بیان کرے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔

چنانچہ اس فکر کے مورث اعلیٰ جناب غلام احمد پرویز بھی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور ایسے معاملات کے وقت اپنے میں سے دو مرد بطور گواہ بلا لیا کرو۔ اگر کسی وقت دو مرد موجود نہ ہوں، تو ان میں سے جن پر فریقین رضامند ہوں، ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ بلا لیا کرو۔ [1]

جناب غلام احمد پرویز نے بھی دونوں عورتوں کو گواہ قرار دیا ہے، اس لیے یہ کہنا کہ ایک عورت گواہ ہے اور دوسری اس کی معاون ہے اور شہادت میں ایک مرد کے ساتھ صرف ایک عورت گواہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت کے سراسر خلاف ہے۔

نیز بکثرت احادیث صریحہ میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اضحی او فطر الی المصلی فمر علی النساء فقال یامعشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اہل النار فقلن وبم یارسول اللہ، قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رایت من ناقصات عقل ودین اذہب للب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر میں عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو! کیونکہ میں نے تم کو دوزخ میں دیکھا ہے! عورتوں نے کہا کس وجہ سے؟ یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تم بکثرت لعنت کرتی ہو اور خاوند کی نافرمانی کرتی ہو، میں نے تم سے زیادہ کسی

[1] ۔ غلام احمد پرویز مفہوم القرآن ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور۔

الرجل الحازم احدکن قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یا رسول اللہ قال الیس شہادۃ المرأۃ مثل نصف شہادۃ الرجل قلن بلی قال فذلک نقصان عقلہا الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی قال فذلک من نقصان دینہا۔ [1]

ناقص العقل والدین کو نہیں دیکھا جو مرد دانا کی عقل پر غالب آنے والی ہو! عورتوں نے کہا: یارسول اللہ! ہمارے دین اور عقل میں کیا کمی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کی نصف نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ عورتوں کی عقل کی کمی ہے، اور فرمایا کہ جب عورتوں کو حیض آتا ہے تو وہ (ایام حیض میں) نماز اور روزہ نہیں چھوڑتیں؟ عورتوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہ ان کے دین کی کمی ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح کر دی ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کی نصف ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العیدین ج ۱ ص ۱۳۱، کتاب الزکوٰۃ ج ۱ ص ۱۹، کتاب الصوم ج ۱ ص ۲۶۱ اور کتاب الشہادت ج ۱ ص ۳۶۳ میں بھی بیان کیا ہے۔ امام بخاری کے علاوہ اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام ترمذی [3]، امام ابو داؤد [4]، امام ابن ماجہ [5]، امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری [6]، امام ذہبی [7]، امام احمد [8]، امام دارمی [9] اور امام بیہقی [10] نے بھی مختلف اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس حدیث کو دس اجلہ محدثین کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث حکماً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ (اختیاری مالی معاملات میں) عورت کی شہادت مرد کی شہادت کی نصف ہوتی ہے لہٰذا اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد، ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۹-۲۸۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[7] حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۱۹۰، " " " "

[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد، ج ۲ ص ۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[9] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[10] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اثبات گناہ میں صرف مردوں کی گواہی پر قرآن مجید سے استدلال

زنا کو ثابت کرنے کے لیے چار مسلمان آزاد مردوں کی گواہی ضروری ہے عورتوں کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوتا ہم اثبات زنا کے نصاب شہادت کو قرآن مجید احادیث، آثار، اجماع فقہاء اور عقل سلیم کی روشنی میں پیش کریں گے۔ سب سے پہلے اس نصاب کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیات پیش کرتے ہیں۔ اللہ جلت کبریاءہ کا ارشاد ہے:

(۱) واللّٰتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم۔ (نساء، ۱۵)

تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو ان کے خلاف اپنے مردوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو۔

(۲) والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ۔ (نور، ۳)

جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں پھر چار مرد گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی ۸۰ کوڑے مارو۔

(۳) لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء فاذ لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون۔ (نور، ۱۳)

(تہمت لگانے والے اپنی تہمت پر چار مرد گواہ کیوں نہ لائے؟ سو جب وہ مرد گواہ نہ لا سکے تو (جان لو کہ) وہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

سورۂ نساء کی آیت (۱۵) میں اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے اور اس میں مرد گواہ طلب کرنے پر دو دلیلیں ہیں اول یہ کہ عربی قواعد کے مطابق اسم عدد ثلاثہ سے لے کر عشرہ تک مذکر کے لیے تاء کے ساتھ اور مؤنث کے لیے بغیر تاء کے استعمال ہوتا ہے لہٰذا چار مردوں کے لیے اربعۃ کا لفظ ہوگا اور چار عورتوں کے لیے اربع کا لفظ ہوگا۔ [1] اور چونکہ اس آیت میں اربعۃ کا لفظ ہے اس لیے فاستشھدوا علیھن اربعۃ کا معنی ہے: "ان کے خلاف چار مرد گواہ طلب کرو۔"

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے اور کم مخاطب مذکر کی ضمیر ہے اور آیت کا معنی ہے اپنے مردوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو۔

سورۂ نور کی آیت نمبر تین اور تیرہ میں اللہ تعالیٰ نے اثبات زنا کے لیے اربعۃ شہداء کو ضروری قرار دیا ہے اور اس میں بھی گواہوں کے مرد ہونے پر دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ عربی قواعد کے مطابق ثلاثہ سے لے کر عشرہ تک کی تمیز مذکر ہوتی ہے اس لیے اربعۃ کی تمیز مذکر ہوگی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ شہداء شاہد کی جمع ہے اور شاہد مذکر کا صیغہ ہے۔ لہٰذا عربی

---

[1] مشہور نحوی علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں: ومن ثلثۃ الی عشرۃ علی خلاف القیاس اعنی للمذکر بالتاء تقول ثلثۃ رجال الی عشرۃ رجال وللمؤنث بلا وتقول ثلث نسوۃ الی عشر نسوۃ "ثلثہ سے لے کر عشرہ تک تمیز خلاف قیاس ہے مذکر کے لیے تاء کے ساتھ ثلثۃ رجال سے لے کر عشرۃ رجال تک اور مونث کے لیے بغیر تاء کے ثلث نسوۃ سے لے کر عشرہ نسوۃ تک" (ارتشاف الضرب، ۲ مطبوعہ مطبع خیر کثیر کراچی) ایضاً (شرح جامی ص ۲۷۳ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی)

قواعد کے مطابق ان دو وجہوں سے اربعۃ شہداء کا معنی ہے چار مرد گواہ۔ اور مفسرین، محدثین اور فقہاء مذاہب اربعہ نے انہی نکات کی بناء پر از روئے قرآن اثبات زنا کے لیے چار مردوں کی گواہی کو لازمی شرط قرار دیا ہے اور اثبات زنا میں عورتوں کی گواہی کو ناجائز کہا ہے۔

اربعۃ منکم سے مردوں کی گواہی پر استدلال

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵ کی تفسیر میں اربعۃ منکم کی بنیاد پر مفسرین کرام نے اثبات زنا کے لیے جو چار مردوں کی گواہی کی شرط ذکر کی ہے پہلے ہم اس کا بیان کریں گے اس کے بعد سورۂ نور کی آیات کے حوالوں کو بیان کریں گے۔

مشہور نحوی علامہ ابو الحیان اندلسی متوفی ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

والظاھر انہ یختص بالذکور المؤمنین لقولہ اربعۃ منکم [1]

ظاہر یہ ہے کہ یہ گواہی مسلمان مردوں کے ساتھ خاص ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منکم فرمایا ہے۔

قاضی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاطلبوا ممن قذفھن اربعۃ من رجال المؤمنین تشھد علیھن [2]

جن لوگوں نے عورتوں پر زنا کی تہمت لگائی ہے ان میں سے چار مسلمان مردوں کی ان کے خلاف گواہی طلب کرو۔

علامہ خازن متوفی ۷۲۵ھ اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ویشترط فی ھذہ الشھادۃ العدالۃ والذکورۃ [3]

اس گواہی میں مردوں کی اور نیک مسلمانوں کی شرط ہے

علامہ ابو السعود متوفی ۹۸۲ھ، اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاطلبوا ان یشھد علیھن باتیانھا اربعۃ من رجال المؤمنین [4]

ان چار مسلمان مردوں کی گواہی طلب کرو جو ان عورتوں کے خلاف زنا کی گواہی دیں۔

علامہ آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای اربعۃ من رجال المؤمنین واحرارھم [5]

یعنی چار مسلمان اور آزاد مردوں کی گواہی طلب کرو۔

علامہ طنطاوی جوہری اربعۃ منکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فاطلبوا ممن قذفھن اربعۃ من الرجال

عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے مردوں میں

---

[1] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۳ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار صادر بیروت

[3] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن، ج ۱ ص ۳۵۰، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[4] علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو السعود علی ہامش التفسیر الکبیر ج ۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

[5] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۲۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

تشهد عليهن ۔[1]

علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ لکھتے ہیں:

فاطلبوا ان يشهد عليهن باتيانها اربعة من رجال المؤمنين واحرارهم ۔[2]

سے ان کے خلاف چار مردوں کی شہادت طلب کرو۔

ان چار مسلمان اور آزاد مردوں کی گواہی طلب کرو جو ان عورتوں کے خلاف زنا کی گواہی دیں۔

علامہ ابوجعفر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

يقول، فاستشهدوا عليهن بما اتين به من الفاحشة اربعة رجال من رجالكم يعني من المسلمين ۔[3]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عورتوں کے زنا کے خلاف اپنے مسلمان مردوں میں سے چار مردوں کی گواہی طلب کرو۔

شیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں:

لفظ الاربعة يطلق على الذكور فالمراد اربعة من رجالكم ۔[4]

اربعہ کے لفظ کا مردوں پر اطلاق کیا جاتا ہے اس لیے اس سے چار مرد مراد ہیں۔

علامہ احمد مصطفیٰ مراغی لکھتے ہیں:

اى اطلبوا شهادة اربعة رجال احرار منكم ۔[5]

یعنی مسلمانوں میں سے چار آزاد مردوں کی گواہی طلب کرو۔

شیخ حسین احمد حسینی اربعة منكم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

چہار مرد عاقل بالغ عادل از شما کہ مؤمنا نید تا بر ایشاں گواہی دہند۔[6]

تم مسلمانوں میں سے چار عاقل بالغ عادل مرد ان عورتوں کے خلاف گواہی دیں۔

"منکم" سے مردوں کی گواہی پر استدلال

بعض مفسرین نے اس آیت میں منکم کی ضمیر جمع مذکر مخاطب سے گواہوں کے مرد ہونے پر استدلال کیا ہے۔ علامہ نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

والمراد بقوله منكم اى من رجالكم ۔

منکم سے مراد ہے تمہارے مردوں میں سے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

قوله تعالى منكم المراد به ها هنا الذكور دون الاناث ۔

منکم سے اس آیت میں صرف مرد مراد ہیں، نہ کہ عورتیں۔

---

[1] علامہ حکیم شیخ طنطاوی جوہری ——— الجواہر فی تفسیر القرآن، ج ۲ ص ۲۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ

[2] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۲ ص ۱۷۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۹۷۴ء

[3] علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۴ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۷۳ھ

[4] شیخ محمد عبدہ، تفسیر المنار ج ۴ ص ۲۳۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیہ

[5] علامہ احمد مصطفیٰ مراغی، تفسیر المراغی ج ۴ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۴ھ

[6] علامہ نظام الدین حسن بن محمد بن حسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، غرائب القرآن ج ۴ ص ۳۰۳، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

علامہ قرطبی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:
ولابد ان یکون الشھود ذکورا لقول "منکم" [1]

گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منکم فرمایا ہے۔

علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:
منکم ای من رجال المسلمین [2]

یعنی مسلمان مردوں سے۔

اربعۃ شہداء سے مردوں کی گواہی پر استدلال

فقہاء اور محدثین نے یہ تصریح کی ہے کہ سورۂ نساء میں اربعۃ اور سورۂ نور میں اربعۃ شہداء کے الفاظ اثبات زنا میں گواہوں کے مرد ہونے کی دلیل ہیں۔ علامہ مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

والشھادۃ فی الزنا یعتبر فیھا اربعۃ من الرجال لقولہ تعالیٰ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم ولقولہ تعالیٰ ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء [3]

زنا میں چار مردوں کی شہادت معتبر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔

اس کی تشریح میں علامہ بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

ولفظ اربعۃ نص فی العدد والذکورۃ [4]

اربعۃ کا لفظ عدد اور مذکر ہونے کے بیان میں نص ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولان النص اوجب اربعۃ رجال بقولہ تعالیٰ اربعۃ منکم فقبول امرأتین مع ثلاثۃ مخالف لما نص علیہ من العدد والمعدود [5]

اللہ تعالیٰ کے قول اربعۃ منکم کی وجہ سے چار مردوں کا واجب ہونا منصوص ہے، لہٰذا تین مردوں کے ساتھ دو عورتوں کا گواہی میں اعتبار کرنا عدد اور معدود کی صریح نص کے خلاف ہے۔

علامہ خوارزمی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

فان قیل فی ھذہ النصوص بیان جواز العمل بھذا العدد ولیس فیھا بیان نفی ذلک بدون العدد،

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عدد کی ان تصریحات سے یہ ثابت ہوا کہ اس عدد کے ساتھ عمل جائز ہے لیکن اس میں

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۸۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ
[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تفسیر جلالین ص ۷۲، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور
[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ ہدایہ اخیرین ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان
[4] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[5] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

قلنا التقادیر فی الشرع لمنع الزیادۃ او النقصان وھذا التقدیر لا یمنع الزیادۃ فلو لم یفد منع النقصان لم یبق لھذا التقدیر فائدۃ۔ [1]

یہ تصریح تو نہیں ہے کہ اس عدد سے کم کی گواہی جائز نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں عدد کی تعیین زیادتی یا کمی سے منع کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ یہاں گواہوں کا زیادہ ہونا تو ممنوع نہیں ہے اس لیے لامحالہ چار سے کم گواہوں کا ہونا ممنوع ہوگا ورنہ اس عدد کی تعیین کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

لفظ اربعۃ نص فی المعدود والمذکورۃ ولا یقبل فیہ الا اربعۃ رجال عدول مسلمین وھم احرار۔ [2]

اربعۃ کا لفظ عدد اور مذکر ہونے کے بیان میں نص ہے اور زنا میں صرف چار نیک اور آزاد مسلمانوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔

علامہ زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ اور سورۂ نور کی آیت نمبر ۴ اور ۱۳ تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ھذہ الالفاظ موضوعۃ للمذکر دون المؤنث۔ [3]

یہ الفاظ مذکر کے لیے موضوع ہیں نہ کہ مونث کے لیے۔

علامہ ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ ان آیات کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولفظ اربعۃ نص فی العدد والذکورۃ۔ [4]

اربعۃ کا لفظ عدد اور مرد ہونے کے بیان میں نص ہے۔

ملا مسکین حنفی متوفی ۹۵۴ھ سورۂ نساء کی آیت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واشتراط الاربع مع وصف الذکورۃ یحقق معنی الستر۔ [5]

گواہوں میں چار کے عدد کے ساتھ مرد ہونے کی شرط سے (گناہ پر) پردہ پوشی کا معنی مستحکم ہوتا ہے۔

علامہ خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ لکھتے ہیں:

ونصابھا للزنا اربعۃ رجال لقولہ تعالیٰ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم وقولہ تعالیٰ ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔ [6]

زنا کی گواہی کا نصاب چار مرد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم ——— اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔

---

[1] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح الہدایہ ج ۳ ص ۳۱۷، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد۔

[3] علامہ عثمان بن علی زیلعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۴ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۷، ص ۶۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ معین الدین الہروی المعروف بملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۲ ص ۵۳، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریۃ مصر، ۱۳۲۸ھ

[6] ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی غرر الاحکام ج ۲ ص ۳۷۱، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۲ھ

ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

ونصاب الشهادة للزنا اربعة رجال، فلا يقبل فيه شهادة النساء لقوله تعالى لولا جاءو عليه باربعة شهداء وقوله ثم لم يأتوا باربعة و قوله واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم والتاء لايدخل على العدد الا اذا كان معدودة مذكرا۔[1]

اثبات زنا کا نصاب شہادت چار مرد ہیں، لہٰذا اس میں عورتوں کی گواہی بالکل قبول نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لولا جاءو علیہ باربعۃ شہداء اور فرمایا ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء - نیز فرمایا واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم۔ اور تاء عدد پر صرف اس وقت داخل ہوتی ہے جب اس کا معدود مذکر ہو۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں:

اجمع المسلمون على انه لا يقبل في الزنا اقل من اربعة شهود وقد نص الله تعالى عليه بقوله سبحانه لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ زنا میں چار مردوں سے کم کی گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چار مردوں پر نص کی ہے۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے: لولا جاءو علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ہم الکذبون۔

اس کے بعد علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عطاء اور حماد نے تین مردوں اور دو عورتوں کی گواہی کو بھی جائز کہا ہے ولنا ظاہر الآیۃ - اور ہمارا استدلال اس آیت کے ظاہر سے ہے۔[2]

علامہ شمس الدین ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ نے بھی اسی آیت سے چار مردوں پر استدلال کیا ہے اور عطاء اور حماد کا اسی آیت سے رد کیا ہے۔[3]

گیارھویں صدی کے فقیہ علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

الامر الثاني ان يشهد على الزنا اربعة رجال مسلمين عدول لقوله تعالى والذين يرمون المحصنت ثم لم يأتوا باربعة شهداء۔[4]

اثبات زنا کے لیے دوسرا امر یہ ہے کہ چار مسلمان نیک مرد زنا پر گواہی دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء۔

دسویں ہجری کے فقہاء میں سے علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ويشترط للزنا اربعة رجال لقوله تعالى والذين

اثبات زنا کے لیے چار مردوں کی گواہی شرط ہے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۲ ص ۳۱۲، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ شمس الدین ابو عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ، الشرح الکبیر ج ۱۲، ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، کشاف القناع ج ۶ ص ۱۰، مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔ [1]

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔

سید سابق لکھتے ہیں:

نصاب الشھادۃ فی حد الزنا اربعۃ لقول اللہ تعالیٰ واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم وقولہ تعالیٰ والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء وقولہ تعالیٰ لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء۔ [2]

حد زنا میں شہادت کا نصاب چار مرد ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لولا جاءو علیہ باربعۃ شھداء۔

علامہ سید بکری دمیاطی شافعی لکھتے ہیں:

اربعۃ من الرجال۔ ای لقولہ تعالیٰ والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔ [3]

چار مرد اس لیے شرط ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء۔

اس بات کا جواب کہ لفظ شاھد مونث کے لیے بھی مستعمل ہے

سورۂ نساء کی آیت نمبر تین اور تیرہ میں اللہ تعالیٰ نے اربعۃ منھم شھداء کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور ان آیتوں کے مرد ہونے پر دو دلیلیں ہیں ایک دلیل اربعہ کا لفظ ہے عربی قواعد کے اعتبار سے اس کے بعد مذکر معدود کا ذکر ہونا چاہیے اور دوسری دلیل شہداء شاہد کی جمع ہے اور شاہد مذکر کا صیغہ ہے اور یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ گواہ مذکر ہونے چاہییں۔

بعض افاضل نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شاہد کا لفظ مذکر اور مونث دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس لفظ سے گواہوں کا مرد ہونا ثابت نہیں ہوگا۔ اور شاہد کے مذکر اور مونث میں مشترک ہونے پر دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ:

ورجل شاھد وکذلک الانثی لان اعرف ذلک انما ھو فی المذکر۔ [4]

"مرد شاہد" (کہا جاتا ہے) اور اسی طرح مونث (کے لیے) ہے کیونکہ یہ لفظ مذکر میں زیادہ معروف ہے۔

اس اعتراض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ صرف علامہ ابن منظور افریقی کا شذوذ ہے باقی لغات میں شاہد کو مونث کے لیے مستعمل نہیں لکھا، چنانچہ صراح، قاموس، صحاح، مفردات، نہایہ، مجمع بحار الانوار، منتہی الادب، تہذیب الاسماء

---

[1] علامہ محمد شربینی خطیب شافعی، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۴۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ سید سابق، فقہ السنۃ، ج ۳ ص ۴۲۶، مطبوعہ شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ

[3] علامہ سید ابی بکر المشہور بالسید البکری، اعانۃ الطالبین ج ۴ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

واللغات، لغات الحدیث، اقرب الموارد، تاج العروس لاروس، منجد اور مصباح اللغات یہ سب معروف اور مستند اور متداول لغات ہیں اور ان میں سے کسی میں یہ نہیں لکھا کہ شاہد مونث کے لیے بھی مستعمل ہوتا ہے اور جو چیز خلاف اصل اور خلاف قاعدہ ہو اس کی اہل لسان سے نقل ضروری ہے صرف علامہ ابن منظور افریقی کے کہہ دینے سے کوئی چیز قاعدہ اور اصل کے خلاف ثابت نہیں ہو گی جب تک کہ باقی تمام لغات سے اس کی تائید نہ ہو، دیکھیے جس عورت کا شوہر موجود ہو اس کو خلاف قاعدہ امرأۃ مشہد کہا جاتا ہے اور اس کو تمام لغات نے نقل کیا ہے اس لیے امرأۃ مشہد باوجود خلاف اصل اور خلاف قاعدہ ہونے کے ثابت مانا جائے گا۔ لیکن امرأۃ شاہد کسی لغت میں نہیں ہے اس لیے اس کو علامہ ابن منظور کا شذوذ کہا جائے گا ؎

دوسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن منظور افریقی کے برعکس علامہ شرتونی نے لکھا ہے:

(الشاہدۃ) مونث الشاہد[1] شاہدہ، شاہد کی مونث ہے۔

اور چونکہ یہ اصل کے موافق ہے اس لیے یہی صحیح ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ مذاہب اربعہ کے جید فقہاء اور محدثین نے اربعۃ شہداء سے گواہوں کے مرد ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور یہ تمام فقہاء علم اور فضل میں علامہ افریقی سے کہیں زیادہ اور ان پر مقدم ہیں اس لیے ان کا یہ استدلال اس پر دلیل ہے کہ لفظ شاہد اپنی اصل پر مذکر ہے اور علامہ افریقی کا کذلک الانثی لکھنا صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ طباعت کی غلطی ہے، علامہ ابن منظور کی عبارت میں ولیس (حرف نفی) چھپنے سے رہ گیا ہے کیونکہ اس کے بعد انھوں نے دلیل دیتے ہوئے کہا ہے "کیونکہ یہ لفظ مذکر میں معروف ہے" اور یہ اس کی دلیل ہے کہ شاہد مونث میں مستعمل نہیں ہے نہ کہ شاہد کے مونث میں مستعمل ہونے کی دلیل ہے۔ اور "لیس" کے بغیر یہ عبارت بے ربط ہے۔ "لیس" کے بعد یہ عبارت اس طرح ہو گی:

ورجل شاهد وليس كذلك الانثى لان اعرف ذلك انما هو في المذكر. — مرد شاہد (کہا جاتا ہے) اور اس طرح مونث نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ مذکر میں معروف ہے۔

یہ مان لینے کے بعد کہ یہاں "لفظ لیس" چھپنے سے رہ گیا ہے نہ صرف یہ کہ علامہ منظور کی عبارت مربوط ہو جائے گی بلکہ ان کی یہ عبارت اصل اور قاعدہ کے مطابق اور باقی لغات کے موافق ہو جائے گی، میرے نزدیک یہ بہترین جواب ہے۔

ثمانیۃ ازواج سے اعتراض کا جواب

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے: وانزل لکم من الانعام ثمانیۃ ازواج (الزمر، ۶) "اور اللہ نے تمہارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ (جوڑے) اتارے" یہاں ثمانیۃ کے بعد خاص مذکر کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثلاثہ سے عشرۃ تک کا عدد، معدودِ مذکر کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز قاعدہ کلیہ کے

---

[1] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد ج ۱ ص ۶۱۷، مطبوعہ مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ ایران، ۱۴۰۳ھ

؎ پروفیسر شیخ احمد رضا متوفی ۱۹۴۸ء نے معجم متن اللغۃ ج ۳ ص ۳۸۵ میں امرأۃ شاہد لکھا ہے، لیکن ان کا لکھنا کوئی حجت نہیں ہے یہ بیسویں صدی عیسوی کے ایک کالج کے پروفیسر ہیں کوئی لغت کے امام نہیں ہیں، نہ انھوں نے عرب کے کسی محاورہ سے استشہاد کیا ہے نہ کوئی حوالہ نقل کیا ہے اس لیے تمام معتبر اور مستند لغات کے خلاف ان کا شذوذ کوئی دلیل نہیں ہے۔ سیدی غفرلہٗ

خلاف آجائے تو اس سے قاعدہ کلیہ باطل نہیں ہوتا بلکہ اس جزئیہ کو قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے، یہ ایسا سوال ہے جیسا کہ قادیانی کہتے ہیں کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی" اس حدیث میں لا نفی جنس کے لیے نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ لا نفی جنس کے لیے نہیں آتا۔ لہٰذا لا نبی بعدی میں بھی لا نفی جنس کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے کہ "میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں ہوگا" (یعنی امتی نبی ہو سکتا ہے) نعوذ باللہ من تلک الخرافات

دوسرا جواب یہ ہے کہ ثمانیۃ ازواج سے اعتراض اس وقت درست ہوتا جبکہ ازواج کا لفظ صرف مونث میں مستعمل ہوتا، جبکہ یہاں یہ لفظ مذکر اور مونث دونوں کے لیے ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ باب تغلیب سے ہے اور مذکر کی جانب کو غالب قرار دے کر ثمانیہ کا لفظ لایا گیا ہے اگر مونث کو غالب قرار دیا جاتا تو ثمان ازواج کہا جاتا۔

تسعۃ رھط سے اعتراض کا جواب

اسی طرح قرآن مجید میں ہے: وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط (نمل: ۴۸) اس سے بھی یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رھط قبیلہ کو کہتے ہیں جس میں مرد اور عورت دونوں ہوتے ہیں۔ پس تسعۃ مرد کے ساتھ خاص نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ کہ رھط اس گروہ کو کہتے ہیں جس میں صرف مرد ہوں اور عورتیں نہ ہوں[1] لہٰذا اس سے اعتراض صحیح نہیں ہے اور بر تقدیر تسلیم اس کا وہی جواب ہے جو ثمانیۃ ازواج میں بیان کیا گیا ہے۔

حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر احادیث اور آثار!

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الزھری قال: مضت السنۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والخلیفتین من بعدہ الا تجوز شھادۃ النساء فی الحدود۔[2]	زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد دونوں خلیفوں کے زمانہ میں یہ سنت تھی کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں۔
عن عامر قال: لا تجوز شھادۃ النساء فی الحدود۔[3]	عامر کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے
عن الحسن قال لا تجوز شھادۃ النساء فی الحدود۔[4]	حسن بصری کہتے ہیں کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے۔
عن سفیان قال سمعت حمادا یقول لا تجوز	سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد سے سنا ہے

[1] نرئیس معلوف الیسوعی، المنجد مترجم ص ۴۱۳، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] " " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، " " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، " " " "

شہادۃ النساء فی الحدود [1]

کہ حدود میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے۔

عن الشعبی قال لا تجوز شہادۃ امرأۃ فی حد ولا شہادۃ عبد [2]

شعبی کہتے ہیں کہ حدود میں عورت کی شہادت جائز ہے نہ غلام کی۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن والزہری قالا: لا تجوز شہادۃ النساء فی حد ولا طلاق ولا نکاح وان کان معہن رجل [3]

حسن اور زہری بیان کرتے ہیں کہ حدود اور طلاق اور نکاح میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہوں۔

عن الحکم بن عتیبۃ ان علی بن ابی طالب قال لا تجوز شہادۃ النساء فی الطلاق والنکاح والحدود والدماء [4]

حکم بن عتیبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے کہا کہ طلاق، نکاح، حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے۔

عن عبدالرحمان قال، لا تجوز شہادۃ النساء فی الحدود [5]

عبدالرحمان بیان کرتے ہیں کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں ہے۔

حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی کے عدم اعتبار پر اجماع

تمام اہل علم حضرات کا اس پر اجماع ہے کہ حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور شیخ ابن حزم وغیرہ کا شذوذ اس اجماع میں مضر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نے ان کی مخالفت کا اعتبار نہیں کیا۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ولا بد ان یکون الشہود ذکورا لقولہ "منکم" ولا خلاف فیہ بین الامۃ [6]

زنا کے گواہوں کا مرد ہونا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "منکم" فرمایا ہے اور اس میں امت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین سمرقندی لکھتے ہیں:

ولا تقبل فیہا شہادۃ النساء مع الرجال بلا خلاف۔ [7]

زنا میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جاتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، المصنف ج ۱۰ ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۵۹، " " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۷، ص ۳۲۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۰-۳۲۹، " " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۷، ص ۳۳۰، " " " "

[6] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۷۱ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۸۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ

[7] علامہ محمد علاؤ الدین، من علماء ۱۱۰۰ھ، المنتقی علی الملتقی الابحر ج ۳ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

فان المسلمین اتفقوا علی انہ لا یثبت الزنا باقل من اربعۃ عدول ذکور[1]

مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ چار نیک مردوں سے کم کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوتا۔

حدود اور قصاص میں عورتوں کو گواہ نہ بنانے کی عقلی وجوہات

حدود اور قصاص میں شہادت کا تحمل اور بوقت ضرورت اس شہادت کو ادا کرنا اس کا تقاضا کرتا ہے کہ شاہد حوصلہ مند اور جری ہو اور اس کو بلا روک ٹوک ہر جگہ آنے جانے کی قدرت حاصل ہو، اور عورت چونکہ فطرتاً رقیق القلب ہوتی ہے اور قتل اور خونریزی کے مناظر دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی اور نہ ہی لڑائی جھگڑوں کے مواقع پر عورت عادۃً موجود ہوتی ہے، اس لیے اس سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ قاتل کے قتل کرنے کی تمام کیفیات اور جزئیات کو محفوظ رکھ سکے اور پھر جرأت اور حوصلہ کے ساتھ عدالت میں اس کو بیان کر سکے۔ نیز جس شخص کو پھانسی کی سزا دی جانی ہے اور وہ عدالت میں کھڑا موت کا منتظر ہے ہو سکتا ہے اس وقت اس کی بے چارگی پر عورت کو اپنی فطری رقت قلبی کی وجہ سے رحم آجائے اور وہ اپنا بیان بدل دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مخالف وکیل کے تابڑ توڑ اعتراضات سے گھبرا کر اُلٹ سلٹ کہہ دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مخالف پارٹی کے دباؤ میں آکر وہ اپنا بیان بدل دے کیونکہ قتل کے مقدمہ میں گواہی دینے کے لیے مضبوط حوصلہ اور نہایت قوت ارادی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوت صرف مرد ہی کو حاصل ہے۔ ایام حیض میں عورت کا ذہن منتشر رہتا ہے اور ان ایام میں اس سے صحیح جواب دہی کی توقع نہیں کی جا سکتی، حمل کے ایام میں بعض اوقات عورت کا گھر سے باہر نکلنا اور سفر کرنا طبی اعتبار سے ممنوع ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ جن تاریخوں میں اس کی پیشی ہو ان تاریخوں میں اس کی زچگی ہو یا حمل کے تکلیف دہ ایام ہوں، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ حدود اور قصاص کی کڑی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قصاص اور حد زنا کے گواہوں کی گواہی کی بنا پر ایک مسلمان شخص کی زندگی اور موت کا مدار ہوتا ہے اس وجہ سے اسلام نے اس کی گواہی ہر قسم کے شکوک اور شبہات سے بالاتر رکھی ہے۔ کافر پر یہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلمان کا خیر خواہ ہوگا اور یہ شک کیا جا سکتا ہے کہ اس نے مسلمان کی بدخواہی کے لیے غلط شہادت دی ہو اس وجہ سے اس باب میں کافر کی شہادت کا اعتبار نہیں کیا گیا اور عورت کی گواہی چونکہ نصف ہوتی ہے۔ اور اس کے بھولنے بہکنے اور غلطی کرنے کا امکان ہے اس وجہ سے اس کی شہادت کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا اور صرف مسلمان آزاد مردوں کی شہادت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

شہادت کے باب میں میں نے بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے اور بہت غور و خوض کیا ہے ان گمنت کتابوں کی چھان بین کی ہے معاصرین علماء سے مذاکرات اور بحث و تمحیص کی اور بہت چھان پھٹک کر لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ عورت کی شہادت کے نصاب اور حدود و قصاص میں عورت کی شہادت کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ سے اسلام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے اور حدود و قصاص میں چونکہ اس کی شہادت اصلاً نہیں ہے تو گویا وہ آدھا انسان بھی نہیں ہے اس بنا پر میں نے اسلام کی حقانیت واضح کرنے کے لیے شہادت کے تمام پہلوؤں کو واضح کیا تاکہ اسلام کے نظام شہادت کا فلسفہ نئی نسل کے قارئین پر

[1] قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

واضح ہو سکے اور معترضین کو تسلی بخش جواب دے جا سکیں۔

الٰہ العالمین میری اس تحریر کو نفع آور بنا، مخالفین کے لیے ہدایت اور موافقین کے لیے استقامت کا سبب بنا اور میری اس کتاب کو میرے لیے توشہ آخرت اور صدقہ جاریہ کر دے آمین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ بَيَانِ اِخْتِلَافِ الْمُجْتَهِدِيْنَ

مجتہدین کے اختلاف کا بیان

۴۳۸۱- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِيْ شَبَابَةُ حَدَّثَنِيْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَاءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ هٰذِهٖ لِصَاحِبَتِهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ اَنْتِ وَ قَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهِ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِيْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى قَالَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ اِنْ سَمِعْتُ بِالسِّكِّيْنِ قَطُّ اِلَّا يَوْمَئِذٍ مَا كُنَّا نَقُوْلُ اِلَّا الْمُدْيَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتیں اپنے اپنے بچے کو ساتھ لے کر جا رہی تھیں، اتنے میں بھیڑیا آکر ان میں سے ایک کے بچے کو لے گیا، ایک عورت نے دوسری سے کہا بھیڑیا تمہارے بچہ کو لے گیا ہے، دوسری نے کہا نہیں، تمہارے بچہ کو لے گیا ہے وہ دونوں حضرت داؤد کے پاس اپنا مقدمہ لے کر گئیں، انھوں نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، پھر وہ دونوں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس گئیں اور ان کو ماجرا سنایا، حضرت سلیمان نے فرمایا چھری لاؤ میں اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کو دے دیتا ہوں، چھوٹی نے کہا نہیں، اللہ تم پر رحم کرے وہ اسی کا بچہ ہے، پھر حضرت سلیمان نے چھوٹی کے حق میں اس بچہ کا فیصلہ کر دیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا بخدا! (چھری کے لیے) "سکین" کا لفظ میں نے اسی دن سنا ہے۔ ہم اس سے پہلے "مدیہ" کہتے تھے۔

۴۳۸۲- وَحَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنِيْ حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الصَّنْعَانِيَّ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ جَمِيْعًا عَنْ اَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کی ہیں اور کہا ان سندوں سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

الْاِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنٰی حَدِیْثِ وَرْقَاءَ۔

اس باب کی حدیث میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بچے کا بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا، اس جگہ یہ سوال ہے کہ حضرت داؤد نے کس قرینہ کی بناء پر بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت داؤد کے خیال میں وہ بچہ بڑی عورت کے مشابہ ہو اور اس مشابہت کی بناء پر انھوں نے یہ فیصلہ کیا ہو، یا بچہ بڑی عورت کے ہاتھ میں دیکھ کر یہ فیصلہ کر دیا ہو۔

حضرت سلیمان کا واقعاتی شہادت سے استدلال

حضرت سلیمان نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ان دونوں سے کہا کہ میں چھری سے اس بچے کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں تاکہ یہ دیکھیں کہ یہ فیصلہ کس پر دشوار ہوتا ہے اور جس عورت پر بچے کے دو ٹکڑے کرنے کا فیصلہ شاق ہوگا وہی عورت حقیقت میں بچہ کی ماں ہوگی، اور جب بڑی عورت بچے کے ٹکڑے کرنے پر راضی ہو گئی اور چھوٹی عورت نے بچے کی جان بچانے کے لیے کہا کہ نہیں، یہ اسی کا بچہ ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ بچہ حقیقت میں چھوٹی عورت کا ہے، اور انھوں نے چھوٹی عورت کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ درحقیقت اس مسئلہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے واقعاتی شہادت اور قرینہ خارجیہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ یہاں اور گواہی نہیں تھی۔ اور علماء نے کہا ہے کہ حکام کو اس قسم کے معاملات میں واقعاتی شہادتوں سے استدلال کرنا چاہیے۔

ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے کب اختلاف کر سکتا ہے؟

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے بعد اسی مقدمہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے کیوں فیصلہ کیا، اور ان کے فیصلہ کو کیوں تبدیل کیا، حالانکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے فیصلہ کو تبدیل نہیں کرتا؟ اس کے متعدد جواب ہیں:

(۱)۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس فیصلہ پر یقین نہیں تھا۔

(۲)۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فتویٰ تھا، فیصلہ نہیں تھا۔

(۳)۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز ہو کہ جب دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ پہنچے تو وہ پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ کر دے۔

(۴)۔ حضرت سلیمان نے جب حیلہ سے یہ معلوم کر لیا کہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے تو انھوں نے بڑی عورت سے اقرار کرا لیا اور اقرار حجت ملزمہ ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے خلاف خود ہی اقرار کر لیا کہ حق چھوٹی عورت کا ہے تو اب حضرت سلیمان پر فیصلہ تبدیل کرنے کا اعتراض نہیں ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مجتہد کا دوسرے مجتہد سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اجتہاد کرتے ہیں اور بعض اوقات انبیاء علیہم السلام سے اجتہادی خطاء بھی ہو جاتی ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں حضرت داؤد علیہ السلام سے اجتہادی خطاء ہو گئی، لیکن وہ اجتہادی خطاء پر برقرار نہیں رہتے اللہ تعالیٰ ان پر حق واضح کر دیتا ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اِصْلَاحِ الْحَاكِمِ بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ

۴۳۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى رَجُلٌ مِنْ رَجُلٍ عَقَارًا لَهُ فَوَجَدَ الرَّجُلُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ فِي عَقَارِهِ جَرَّةً فِيهَا ذَهَبٌ فَقَالَ لَهُ الَّذِي اشْتَرَى الْعَقَارَ خُذْ ذَهَبَكَ مِنِّي إِنَّمَا اشْتَرَيْتُ مِنْكَ الْأَرْضَ وَلَمْ أَبْتَعْ مِنْكَ الذَّهَبَ فَقَالَ الَّذِي شَرَى الْأَرْضَ إِنَّمَا بِعْتُكَ الْأَرْضَ وَمَا فِيهَا قَالَ فَتَحَاكَمَا إِلَى رَجُلٍ فَقَالَ الَّذِي تَحَاكَمَا إِلَيْهِ أَلَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِي غُلَامٌ وَقَالَ الْآخَرُ لِي جَارِيَةٌ قَالَ أَنْكِحُوا الْغُلَامَ الْجَارِيَةَ وَأَنْفِقُوا عَلَى أَنْفُسِكُمَا مِنْهُ وَتَصَدَّقَا۔

دو فریقوں کے درمیان حاکم کے صلح کرانے کا استحباب

ہمام بن منبہ نے حضرت ابوہریرہ کی کئی احادیث بیان کیں ازاں جملہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین خریدی، جس شخص نے زمین خریدی تھی اس کو اس زمین میں سونے سے بھرا ہوا ایک گھڑا ملا، زمین خریدنے والے شخص نے زمین والے سے کہا اپنا سونا لے لو، میں نے تو تم سے فقط زمین خریدی تھی، اور تم سے سونا نہیں خریدا تھا، زمین بیچنے والے نے کہا میں نے تم کو زمین اور جو کچھ اس زمین میں ہے فروخت کر دیا ہے، پھر ان دونوں نے ایک شخص کو اپنا منصف بنایا، منصف نے پوچھا کیا تمہاری اولاد ہے؟ ایک نے کہا میرا لڑکا ہے دوسرے نے کہا میری لڑکی ہے، منصف نے کہا لڑکے اور لڑکی کی شادی کر دو اور یہ سونا اپنے اوپر خرچ کر دو اور صدقہ کر دو۔

حکم کے فیصلہ کے متعلق فقہاء کی آراء اس حدیث میں یہ ہے کہ دونوں فریقوں نے ایک شخص کو حاکم بنالیا، علامہ دشتانی اُبی مالکی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حکومت کا مقرر کردہ حاکم نہیں تھا، اور ان دونوں فریقوں نے اس کو اپنا حاکم بنایا تھا۔ امام مالک بھی یہی کہتے ہیں کہ کسی شخص کو حاکم بنانا صحیح ہے اور اگر وہ شخص فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو اس کا فیصلہ لازم ہو جائے گا اور اس کا فیصلہ غلط نہیں قرار دیا جائے گا خواہ قاضی شہر کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف، اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر اس حاکم کا فیصلہ قاضی شہر کی رائے کے موافق ہے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول امام مالک کی مثل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا فیصلہ لازم اور نافذ نہیں ہوگا اور اس کا قول فتویٰ کی طرح ہوگا۔ [1]

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی اسی طرح مذاہب فقہاء بیان کیے ہیں۔ [1]

زمین خریدنے کے بعد اس میں دفینہ ملنے کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام

علامہ دشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حاکم نے وہ مال ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہیں دیا بلکہ ان کی اولاد پر تقسیم کر دیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال ضائع تھا اور ان میں سے کسی شخص نے اس مال کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور شاید وہاں بیت المال نہیں تھا، اس لیے اس حکم نے یہ سوچا کہ چونکہ یہ دونوں نیک آدمی ہیں اس لیے دوسروں کی بہ نسبت یہ دونوں اس مال کے زیادہ حق دار ہیں۔ علامہ ابی مالکی کہتے ہیں کہ جس مال کے دو شخص دعویٰ دار ہوں وہ مال ان دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اس طرح جس مال کا دونوں انکار کریں اس کو بھی دونوں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ (علامہ ابی کا بیان کردہ یہ قاعدہ کلیہ صحیح نہیں ہے، البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ جس مال کے دو شخص دعویٰ دار ہوں اور کسی کے دعویٰ کو دوسرے پر ترجیح اور فوقیت نہ ہو تو پھر وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا، اسی طرح اگر ایک مال دو شخصوں سے متعلق ہو اور ان کے علاوہ کسی اور کی ملکیت اس سے متعلق نہ ہو اور وہ دونوں اس سے انکار کرتے ہوں تو وہ مال دونوں پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ مازری مالکی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے زمین بیچی اور پھر خریدار کو اس زمین میں دفینہ ملا تو ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے کہ وہ بائع کی ملکیت ہے یا مشتری کی؟ اور اس میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ خطابی لکھتے ہیں کہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ دفینہ پتھروں اور سنگ مرمر کی طرح زمین کی جنس سے ہو۔ ——— لیکن جو چیز زمین کی جنس سے نہ ہو جیسے سونا اور چاندی تو اگر وہ زمانہ جاہلیت کے دفینوں سے ہے تو وہ رکاز ہے۔ اور اگر وہ مسلمانوں کے دفینوں میں سے ہے تو وہ لقطہ ہے (اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں پر بتوں کی تصویریں ہیں تو وہ دفینہ جاہلیت ہوگا اور اس کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے ہوگا اور باقی حصہ مالک زمین کا ہوگا یہ رکاز کا حکم ہے اور اگر ان سکوں پر مسلمانوں کی حکومتوں کی علامتیں ہوں تو پھر وہ مال لقطہ ہے، لقطہ کا حکم آئندہ ابواب میں آرہا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)۔ اور اگر سونے اور چاندی کے ان سکوں کا کچھ پتا نہ چلے تو پھر وہ مال ضائع ہے اور اس کو بیت المال میں محفوظ کر دیا جائے گا اور اگر وہاں بیت المال نہ ہو تو پھر اس مال کو فقراء میں اور مسلمانوں کے مفاد عامہ میں خرچ کر دیا جائے گا۔

علامہ دشتانی اُبی مالکی لکھتے ہیں: اگر وہ دفینہ رکاز قرار دیا جائے تو امام ابن القاسم کے نزدیک وہ خریدار کی ملکیت ہے اور امام مالک کے نزدیک وہ بائع کی ملکیت ہے اور اگر اس کو لقطہ قرار دیا جائے تو پھر وہ بلا اختلاف بائع کا ہے۔ اور بعض فقہاء مالکیہ نے کہا ہے کہ اگر وہ قدیم زمانہ کا دفینہ ہے تب اس کو لقطہ قرار دیا جائے اور اگر وہ زمانہ قریب کا دفینہ ہے تو وہ بائع یا اس کے وَرَثہ کی ملکیت ہے اور زمانہ کے قُرب اور بُعد کا تعین قرائن سے کیا جائے گا۔ [2]

دفینہ کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی علامہ مازری مالکی کے بیان کردہ اقوال نقل کیے ہیں اور اس مسئلہ میں انھوں نے امام مالک کے قول کو حسن قرار دیا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۹-۲۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

ارکان میں فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل ہم نے چوتھی جلد میں بیان کر دی ہے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ کو کتاب الاقضیۃ ختم ہو گئی، والحمد للہ رب العالمین، اے بارِ الٰہ! مجھے صحیح مسلم کی باقی کتب اور ابواب کی شرح کی توفیق بھی عنایت کر اور صحت و عافیت قائم رکھ اور اس کے لیے مزید قوت، توانائی اور وسائل عطا فرما اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما اور اس کو تا قیامت تمام مسلمانوں کے لیے نافع بنا دے اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ اور بخشش کا ذریعہ بنا دے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ واٰزواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمۃ المجتہدین اجمعین۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ اللُّقْطَةِ

گری پڑی چیزوں کے احکام

بَاب ۵،۳

۴۳۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَشَأْنَكَ بِهَا قَالَ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا سِقَاؤُهَا وَحِذَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا قَالَ يَحْيَى أَحْسِبُ قَرَأْتُ عِفَاصَهَا۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے لقطہ (گم شدہ چیز) کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا اس (تھیلی) کے باندھنے کی ڈوری اور اس تھیلی کی پہچان کر یاد رکھو، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس کو تم رکھ لو، اس شخص نے کہا اور گم شدہ بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ تمہاری ہے یا تمہارے بھائی کی یا بھیڑیے کی، اس نے کہا اور گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کی مشک (پیٹ کا پانی) ہے اور اس کا جوتا بھی اس کے ساتھ ہے، وہ پانی (کے گھاٹ) پر جائے گا اور درختوں کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک آکر اس کو پکڑے گا۔

۴۳۸۵۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا تم اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر اس کے سربند اور اس تھیلی کو پہچان کر یاد رکھو پھر اس کو خرچ کر لو، اور اگر اس کا مالک آئے تو وہ اس کو دے دو! اس شخص نے کہا: یارسول! گم شدہ (بھولی بھٹکی) بکری کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو لے لو وہ تمہاری ہے۔

عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْغَنَمِ قَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ فَضَالَّةُ الْإِبِلِ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ مَالَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا وَسِقَاؤُهَا حَتَّى يَلْقَاهَا رَبُّهَا۔

یا تمہارے بھائی کی ہے، یا بھیڑیے کی، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! اور گم شدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہو گئے حتیٰ کہ آپ رخسار سرخ ہو گئے، یا چہرہ سرخ ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: تمہیں اونٹ سے کیا مطلب ہے؟ اس کے ساتھ اس کا جوتا اور مشک ہے (وہ چرتا پھرے گا) حتیٰ کہ اس کا مالک اس سے آملے گا۔

۴۳۸۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَمَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَعَمْرٌو وَابْنُ الْحَارِثِ وَغَيْرُهُمْ أَنَّ رَبِيعَةَ بْنَ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُمْ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ قَالَ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَسَأَلَهُ عَنِ اللُّقَطَةِ قَالَ وَقَالَ عَمْرٌو فِي الْحَدِيثِ فَإِذَا لَمْ يَأْتِ لَهَا طَالِبٌ فَاسْتَنْفِقْهَا۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا درآں حالیکہ میں بھی اس کے ساتھ تھا اس شخص نے آپ سے لقطہ کے متعلق دریافت کیا اور اس حدیث کے آخر میں ہے جب اس چیز کا کوئی مانگنے والا نہ آئے تو اس کو خرچ کر ڈالو۔

۴۳۸۷۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاحْمَرَّ وَجْهُهُ وَجَبِينُهُ وَغَضِبَ وَزَادَ بَعْدَ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا۔ اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے، اور اس میں یہ ہے کہ آپ کی پیشانی اور چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، اور آپ غضب ناک ہوئے اور اس کے بعد آپ کا یہ ارشاد ہے کہ پھر ایک سال تک اس کا اعلان کرو اور اگر اس کا مالک نہ آیا تو وہ چیز تمہارے پاس امانت رہے گی۔

قَوْلِہٖ ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ لَّمْ يَجِئْ صَاحِبُهَا كَانَتْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ۔

۴۳۸۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ أَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ الذَّهَبِ أَوِ الْوَرِقِ فَقَالَ اعْرِفْ وِكَاءَهَا وَعِفَاصَهَا ثُمَّ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ لَّمْ تَعْرِفْ فَاسْتَنْفِقْهَا وَلْتَكُنْ وَدِيْعَةً عِنْدَكَ فَإِنْ جَاءَ طَالِبُهَا يَوْمًا مِّنَ الدَّهْرِ فَأَدِّهَا إِلَيْهِ وَسَأَلَهُ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ فَقَالَ مَالَكَ وَلَهَا دَعْهَا فَإِنَّ مَعَهَا حِذَاءَهَا وَسِقَاءَهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَأْكُلُ الشَّجَرَ حَتّٰى يَجِدَهَا رَبُّهَا وَسَأَلَهُ عَنِ الشَّاةِ فَقَالَ خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيْكَ أَوْ لِلذِّئْبِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سونے یا چاندی کے لقطہ (گم شدہ چیز) کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا اس کا سر بند اور اس کی تھیلی پہچان کر یاد رکھو اور اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر بھی اگر وہ شناخت نہ کی جائے تو تم اس کو خرچ کر لو لیکن وہ چیز تمہارے پاس امانت رہے گی، پھر جب کسی دن اس کا مالک آجائے تو وہ چیز اس کو دے دو، پھر اس شخص نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا تمہارا اس سے کیا تعلق؟ اس کو چھوڑ دو، کیونکہ اس کے ساتھ اس کی جوتی اور مشک ہے، وہ پانی پر جائے گا اور درخت کے پتے کھائے گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کو پالے گا، پھر اس نے آپ سے بکری کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا اس کو لے لو کیونکہ یا وہ تمہارے لیے ہے یا تمہارے بھائی کے لیے یا بھیڑیے کے لیے ہے۔

۴۳۸۹۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَرَبِيْعَةُ الرَّأْيِ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ضَالَّةِ الْإِبِلِ زَادَ رَبِيْعَةُ فَغَضِبَ حَتّٰى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ وَزَادَ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَعَرَفَ عِفَاصَهَا وَعَدَدَهَا وَوِكَاءَهَا فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ وَإِلَّا فَهِيَ لَكَ۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گم شدہ اونٹ کے بارے میں سوال کیا، ربیعہ کی روایت میں یہ زیادتی ہے کہ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے رخسار مبارک سرخ ہو گئے اور اس روایت میں یہ زیادہ ہے کہ اگر اس کا مالک آئے اور اس تھیلی کے (پیسوں کے) عدد اور سر بند کو پہچان لے تو وہ اس کو دے دو، ورنہ وہ تمہارے لیے ہے۔

۴۳۹۰ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً فَإِنْ لَمْ تُعْتَرَفْ فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا ثُمَّ كُلْهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا ایک سال تک اعلان کرو، پھر بھی اگر وہ نہ پہچانی جائے تو اس کی تھیلی اور سر بند کی پہچان کو یاد رکھو، پھر اس کو کھالو اور اگر اس کا مالک آئے تو وہ چیز اس کو ادا کر دو۔

۴۳۹۱ - وَحَدَّثَنِيهِ إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَإِنِ اعْتُرِفَتْ فَأَدِّهَا وَإِلَّا فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا وَعَدَدَهَا

ایک اور سند سے یہ روایت ہے، اور اس میں یہ ہے کہ اگر وہ چیز پہچان لی جائے تو اس کو دے دو، ورنہ اس تھیلی اس کے سر بند اور اس کے عدد کی شناخت کو یاد رکھو۔

۴۳۹۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ قَالَ خَرَجْتُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ صُوحَانَ وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ غَازِينَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا فَأَخَذْتُهُ فَقَالَا لِي دَعْهُ فَقُلْتُ لَا وَلٰكِنِّي أُعَرِّفُهُ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهُ وَإِلَّا اسْتَمْتَعْتُ بِهِ قَالَ فَأَبَيْتُ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ غَزَاتِنَا قَضَى لِي أَنِّي حَجَجْتُ فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِشَأْنِ السَّوْطِ وَبِقَوْلِهِمَا فَقَالَ إِنِّي وَجَدْتُ صُرَّةً فِيهَا مِائَةُ دِينَارٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلمان بن ربیعہ جہاد کے لیے گئے، مجھے ایک چابک پڑا ہوا ملا، میں نے اس کو اٹھا لیا، ان دونوں نے مجھ سے کہا: اس کو چھوڑ دو، میں نے کہا نہیں، میں اس کا اعلان کروں گا اگر اس کا مالک آگیا تو بہتر ورنہ میں خود اس سے فائدہ اٹھاؤں گا، اور میں نے ان دونوں کی بات نہیں مانی، جب ہم جہاد سے واپس لوٹے تو میں خوش قسمتی سے حج کے لیے چلا گیا اور پھر میں مدینے آیا میری ملاقات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان کو چابک اٹھانے اور ان دونوں کے منع کرنے کا قصہ سنایا انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجھے ایک تھیلی ملی تھی جس میں سو دینار تھے، میں اس کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا اس کا ایک سال تک اعلان کرو، انھوں نے کہا پھر میں نے اس کا اعلان کیا، لیکن اس کی شناخت کے لیے کوئی نہیں آیا، میں دوبارہ

فَاَتَيْتُ بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا قَالَ فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ اَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ اَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا ثُمَّ اَتَيْتُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا حَوْلًا فَعَرَّفْتُهَا فَلَمْ اَجِدْ مَنْ يَعْرِفُهَا فَقَالَ احْفَظْ عَدَدَهَا وَوِعَاءَهَا وَوِكَاءَهَا فَاِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَاِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُ بِهَا فَلَقِيتُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ بِمَكَّةَ فَقَالَ لَا اَدْرِي بِثَلَاثَةِ اَحْوَالٍ اَوْ حَوْلٍ وَاحِدٍ۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ایک سال تک اس کا اعلان کرو، انھوں نے کہا: میں نے پھر اس کا اعلان کیا اور کوئی اس کی شناخت کے لیے نہیں آیا میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا ایک سال تک اس کا اعلان کرو، انھوں نے کہا میں نے اعلان کیا اور اس کی شناخت کے لیے کوئی شخص نہیں آیا، پھر آپ نے فرمایا ان کے عدد، ان کی تھیلی اور سر بند کی شناخت کو یاد رکھو، اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ پھر میں نے ان سے فائدہ اٹھایا، سوید بن غفلہ کہتے ہیں اس کے بعد میری حضرت اُبی سے مکہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا مجھے یاد نہیں تین سال تھے یا ایک سال۔

۴۳۹۳ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بَشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ اَوْ اَخْبَرَ الْقَوْمَ وَاَنَا فِيهِمْ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ ابْنَ غَفَلَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ صُوحَانَ وَسَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ فَوَجَدْتُ سَوْطًا وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ اِلٰى قَوْلِهِ فَاسْتَمْتَعْتُ بِهَا قَالَ شُعْبَةُ فَسَمِعْتُهُ بَعْدَ عَشْرِ سِنِينَ يَقُولُ عَرِّفْهَا عَامًا وَاحِدًا۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت زید بن صوحان اور حضرت سلمان بن ربیعہ ایک سفر پر گئے مجھے ایک چابک پڑا ہوا ملا، اس کے بعد" میں نے اس سے فائدہ اٹھایا" تک حسب سابق حدیث ہے، شعبہ کہتے ہیں کہ میں دس سال بعد ان سے ملا تو وہ کہتے تھے ایک سال تک اعلان کرو۔

۴۳۹۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِي جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ بْنِ اَبِي اُنَيْسَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں، حماد بن سلمہ کی روایت کے علاوہ تمام روایات میں تین سال تک اعلان کرنے کا ذکر ہے اور حماد کی روایت میں دو سال یا تین سال کا ذکر ہے، اور سفیان اور زید بن ابی انیسہ اور حماد بن سلمہ کی روایت میں ہے اگر کوئی شخص آئے اور وہ اس چیز کی تعداد، تھیلی اور سر بند کی پہچان بتلائے تو تم اس کو وہ چیز دے دو اور وکیع کی روایت میں یہ زائد ہے کہ ورنہ وہ پھر تمہارے مال کی طرح ہے اور ابن نمیر کی روایت

بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَفِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا ثَلَاثَةَ أَحْوَالٍ إِلَّا حَمَّادَ بْنَ سَلَمَةَ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَزُهَيْرِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ وَحَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِعَدَدِهَا وَوِعَائِهَا وَوِكَائِهَا فَأَعْطِهَا إِيَّاهُ وَزَادَ سُفْيَانُ فِي رِوَايَةٍ وَكِيعٍ وَإِلَّا فَهِيَ كَسَبِيلِ مَالِكَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَإِلَّا فَاسْتَمْتِعْ بِهَا۔

میں ہے ورنہ پھر تم اس سے نفع حاصل کرو۔

۴۳۹۵ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَاطِبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عُثْمَانَ التَّيْمِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُقَطَةِ الْحَاجِّ۔

حضرت عبدالرحمان بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی گری پڑی چیز اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۳۹۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ أَوَى ضَالَّةً فَهُوَ ضَالٌّ مَا لَمْ يُعَرِّفْهَا۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی گم شدہ چیز کو رکھ لیا تو وہ شخص گمراہ ہے جب تک کہ وہ اس کا اعلان نہ کرے۔

لُقطہ کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ لُقطَۃ بروزن ہُمزَۃ ہے اور لقط اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو راستہ میں پڑی مل جائے اور لُقطَۃ اس شخص کو کہتے ہیں جو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا ہو، اسی طرح راستہ میں کوئی بچہ پڑا ہوا مل جائے تو اس کو لقیط کہتے ہیں۔ [1]

لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ لقطہ کا نہ اٹھانا افضل ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، ابن زید، ربیع بن خیثم اور عطاء کا بھی یہی نظریہ ہے، قاضی شریک نے ایک درہم گرا ہوا دیکھا اور اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ امام شافعی اور ابو الخطاب کا قول یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ایسی جگہ پڑی ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اور اس شخص کو اپنے اوپر یہ اطمینان حاصل ہو کہ وہ اس چیز میں خیانت نہیں کرے گا تو اس شخص کے لیے اس چیز کو اٹھانا افضل ہے۔ امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس شخص پر اٹھانا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض (توبہ: ۷۱) "مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں" اور جب مسلمان ایک دوسرے کے ولی ہیں تو ان پر ایک دوسرے کی چیزوں کی حفاظت واجب ہے۔ سعید بن مسیب، حسن بن صالح اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی لقطہ کو اٹھانا واجب ہے (امام ابو حنیفہ کے نزدیک لقطہ کو اٹھانا واجب نہیں، مستحب ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہما نے لقطہ کو اٹھایا تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہم اور قیمتی چیز ہو تو اس کو اٹھانا مستحب ہے اور وہ اٹھا کر اس کا اعلان کرے، کیونکہ اس میں مسلمان کے مال کی حفاظت ہے اور یہ اس کو ضائع کرنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں ہماری دلیل حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور صحابہ میں سے کسی نے ان کے قول کی مخالفت نہیں کی۔ نیز لقطہ کو اٹھا کر اپنے آپ کو حرام کھانے اور اعلان نہ کرکے ترک واجب کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ اس لیے زیادہ محفوظ اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ لقطہ کو نہ اٹھایا جائے، جس طرح یتیم کے مال کا ولی نہ بننا بہتر ہے، اور یہ خیال کہ لقطہ نہ اٹھانے سے ایک مسلمان کے مال کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے اس لیے سود مند نہیں ہے کہ بھولے بھٹکے اونٹ وغیرہ کو بھی لے جانا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ مال ضائع ہونے کا خطرہ اس میں بھی ہے۔ [2]

لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں فقہاء احناف کا موقف

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لقطہ کو اٹھانے کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ لقطہ کو اٹھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بلا اجازت غیر کے مال کو اٹھانا ہے، اس لیے اس پر ہاتھ بڑھانا جائز نہیں ہے، اور بعض متقدمین ائمہ تابعین نے یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ لقطہ کو اٹھانا جائز ہے لیکن اس کو نہ اٹھانا افضل ہے، کیونکہ جس شخص کی چیز گری ہے وہ اس کو اسی جگہ ڈھونڈے گا جس جگہ وہ چیز گری تھی اور جب اس چیز کو اٹھایا نہیں جائے گا تو اس کا مالک اسی جگہ سے آکر اپنی چیز اٹھا لے گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ چیز اٹھانے کے بعد یہ خطرہ موجود ہے

---

[1] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۲۱۰-۲۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کو اٹھانے والے کی حیثیت بدل جائے اس لیے لقطہ کو اٹھانا اپنے آپ کو فتنہ میں ڈالنے کے مترادف ہے اس لیے لقطہ کو نہ اٹھانا افضل ہے۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ لقطہ کو اٹھانا اس کے نہ اٹھانے سے افضل ہے، کیونکہ اگر وہ اس کو نہیں اٹھائے گا تو اس کا خدشہ ہے کہ کوئی شخص اس کو اٹھا کر مالک سے چھپا لے گا، اور جب وہ اس کو اٹھائے گا تو اس کا اعلان کر کے اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا دے گا، نیز وہ اس لقطہ کو اٹھا کر امانت کی طرح اس کی حفاظت کرے گا اور امانت کی ادائیگی کا التزام کرنا فرض ہے اور اس کو اس میں وہی ثواب ملے گا جو امانت کو ادا کرنے کا ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا (نساء، ۵۸) بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچا دو" اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنا ثواب کا موجب ہے۔ [1]

لقطہ کی اقسام اور ان کے احکام

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: لقطہ کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس کے بارے میں یہ علم ہوتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب نہیں کرے گا، جیسے گٹھلیاں، انار کے چھلکے (ردی کاغذ، خالی ڈبے، خالی بوتلیں اور ردی کپڑے وغیرہ) دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں علم ہوتا ہے کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا (جیسے قیمتی اشیاء)۔

قسم اوّل کا حکم یہ ہے کہ اس کا اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر اس چیز کے مالک نے اس چیز کو اٹھانے والے کے ہاتھ میں دیکھ لیا تو وہ اس سے لے سکتا ہے کیونکہ مالک کا اس چیز کو پھینک دینا اٹھانے والے کے لیے نفع حاصل کرنے کی اباحت کا سبب تھا اس کی طرف سے تملیک نہیں تھی، کیونکہ مجہول کو مالک بنانا صحیح نہیں ہوتا۔

اور اباحت کے بعد بھی مالک کی ملکیت اس چیز سے منقطع نہیں ہوتی، البتہ جس شخص کو مباح چیز ملی ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن مالک کی ملکیت اس چیز کے ساتھ قائم رہتی ہے اور وہ جب چاہے اس چیز کو لے سکتا ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مال کو بعینہٖ پا لیا وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک مردار بکری پھینک دی اور کسی شخص نے اس کا اُون اُتار لیا تو وہ اس سے نفع حاصل کر سکتا ہے اور اگر بکری کے مالک نے اس کے ہاتھ میں اُون دیکھ لیا تو وہ اس کو لے سکتا ہے۔ اور اگر کسی شخص نے اس بکری کی کھال اُتار کر اس کو رنگ لیا تو اب بھی اس کا مالک اس کھال کو لے سکتا ہے لیکن اس کو رنگنے کے پیسے دینے پڑیں گے۔

لقطہ کی دوسری قسم جس کے بارے میں یہ علم ہو کہ اس کا مالک اس کو طلب کرے گا، اس کا حکم یہ ہے کہ جو شخص اس چیز کو اٹھائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے اور اس پر اس کا اعلان کرنا لازم ہے تاکہ وہ اس چیز کو اس کے مالک تک پہنچا سکے۔ امام محمد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ لقطہ کا ایک سال تک اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے، صدقہ کے بعد اگر اس کا مالک آگیا تو اس کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور اگر چاہے تو وہ لقطہ اٹھانے والے کو اس صدقہ کا ضامن کر دے۔ امام محمد نے ابراہیم نخعی کے اس قول کو بطور

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

دلیل کے ذکر نہیں کیا، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تابعین کی تقلید نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے ھم رجال ونحن رجال "وہ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں" لیکن اصل سبب یہ ہے کہ ابراہیم نخعی اپنے فتاوی میں حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اقوال پر اعتماد کرتے تھے اور اہل کوفہ کی فقہ کا مدار انھی حضرات پر تھا، ابراہیم نخعی باقی فقہاء کی بہ نسبت حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کے اقوال کو زیادہ جاننے والے تھے، یہی وجہ ہے کہ امام محمد کی کتاب ابراہیم نخعی کے اقوال سے بھری ہوئی ہے۔ بہرحال اس حدیث میں ہے کہ اٹھانے والا لقطہ کا اعلان کرے اور ہر چیز میں ایک سال کی مدت لازم نہیں ہے، چیز کا اٹھانے والا خود اندازہ کرے کہ اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو ڈھونڈتا رہے گا، اتنی مدت تک وہ اس چیز کا اعلان کرتا رہے اور اس کا اندازہ اس چیز کی قیمت اور حیثیت سے ہوگا حتی کہ فقہاء کہتے ہیں کہ دس درہم بھی اہم اور قیمتی ہیں کیونکہ دس درہم کی چوری کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ اور اگر لقطہ دس درہم سے کم ہو تو تین درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور اگر تین درہم سے کم ہو تو ایک درہم تک ایک ہفتہ اعلان کرے اور ایک درہم سے کم میں ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک پیسہ کی چیز ہو تو دائیں بائیں مالک کو دیکھنے اور پھر وہ چیز کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ ان مدتوں میں سے کوئی مدت بھی لازم نہیں ہے کیونکہ رائے سے کسی مدت کو معین نہیں کیا جا سکتا، لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ اعلان اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس چیز کا مالک اس چیز کو طلب کرے گا اور ہمارے پاس یہ جاننے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اس چیز کا مالک اس کو کب تک طلب کرتا رہے گا؟ اس لیے کسی چیز کے بارے میں ملتقط اپنی غالب رائے سے فیصلہ کرے، یعنی وہ یہ سوچے کہ اگر ایسی چیز گم ہو جائے تو اس کا مالک کتنی مدت تک اس چیز کو تلاش کرتا ہے گا اور جتنی مدت پر اس کا غلبہ ظن ہو اتنی مدت تک اعلان کرتا رہے۔ [1]

لقطہ کا اعلان کرنے کے مقامات اور طریقہ کار

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ لقطہ کا اعلان بازاروں میں، عام مساجد کے دروازوں اور جامع مسجدوں کے دروازوں پر ان اوقات میں کیا جائے جن اوقات میں لوگ بکثرت جمع ہوتے ہیں، اسی طرح جن مجالس میں لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں بھی اعلان کیا جائے، کیونکہ مقصود اس چیز کا اظہار ہے کہ فلاں چیز گم ہو گئی ہے تاکہ اس کے مالک کو پتا چل جائے اس لیے لوگوں کے جمع ہونے کی مجالس کو تلاش کرنا چاہیے۔ یہ اعلان مساجد میں نہ کیا جائے کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی آدمی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنا اس کو چاہیے کہ یوں کہے کہ اللہ تمہاری اس چیز کو واپس نہ کرے، کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لقطہ اٹھانے والے شخص سے فرمایا اس کا مسجد کے دروازہ پر اعلان کرو۔

لقطہ اٹھانے والا خود بھی لقطہ کا اعلان کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس کے لیے کسی اور شخص کو مقرر کر دے، اگر کوئی شخص از خود ملتقط کی طرف سے اعلان کرے تو فبہا ورنہ ملتقط خود اعلان کرے، کیونکہ اصل میں اعلان کرنا لقطہ اٹھانے والے پر واجب ہے۔ اور اگر وہ اجرت دے کر کسی سے اعلان کرائے تو یہ بھی جائز ہے۔ اس میں امام احمد، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۳-۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

اعلان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صرف لقطہ کی جنس کا ذکر کرے مثلاً یوں کہے کہ کسی شخص کا سونا گم ہوگیا ہے، یا چاندی یا درہم یا دینار علیٰ ہذا القیاس۔ اس چیز کی صفات اور علامات نہ بتلائے تاکہ کوئی غیر شخص اس کو حاصل کرنے کی جرأت نہ کرے۔ [1]

لقطہ کے اعلان کی مدت میں مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ لقطہ کے اعلان کی مدت ایک سال ہے، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے یہی روایت ہے۔ ابن مسیب، شعبی، امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عمر سے دوسری روایت یہ ہے کہ تین ماہ تک اعلان کرے اور ایک اور روایت ہے کہ تین سال تک اعلان کرے، کیونکہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تین سال تک ایک سو دینار کے اعلان کرنے کا حکم دیا تھا۔

علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن خالد کو ایک سال اعلان کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور حضرت ابی بن کعب کی روایت کا جواب یہ ہے کہ راوی نے کہا مجھے پتا نہیں کہ تین سال کہا تھا یا ایک سال، امام ابوداؤد نے کہا کہ راوی کو اس میں شک ہے۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں، لقطہ کا بازاروں میں اور مساجد کے دروازوں وغیرہ پر ایک سال تک اعلان کرے، پہلے ہفتہ ہر دن صبح و شام اعلان کرے، پھر ہر دن میں ایک مرتبہ، پھر ہر ہفتہ میں، پھر ہر مہینہ میں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جو چیز حقیر ہو اس کا اعلان ایک سال نہ کیا جائے بلکہ اتنی مدت تک اعلان کیا جائے جتنی مدت میں یہ گمان ہو جائے کہ اب مالک نے اس سے اعراض کر لیا ہوگا۔ [3]

قاضی ابوالولید مالکی لکھتے ہیں کہ جو چیز قیمتی ہو اس کا اعلان ایک سال تک کیا جائے بشرطیکہ وہ مال غنیمت سے نہ ہو۔ [4]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ اگر لقطہ دو سو درہم (۶۱۲ء۳۶ گرام چاندی) یا اس سے زیادہ کی مالیت ہو تو ایک سال اعلان کیا جائے اور اگر دو سو درہم سے کم مالیت ہو تو دس درہم (۳۰ء۶۱۸ گرام چاندی) تک ایک ماہ اعلان کیا جائے اور اگر دس درہم سے کم مالیت کی چیز ہو تو جتنی مدت مناسب سمجھے اعلان کرے اور ایک روایت یہ ہے کہ تین درہم (۹ء۱۸۵ گرام چاندی) سے کر دس درہم (۳۰ء۶۱۸ گرام چاندی) تک دس اعلان کرے اور ایک درہم (۳۰ء۶۱۸ گرام چاندی) سے لے کر تین درہم (۹ء۱۸۵ گرام چاندی) تک تین دن اعلان کرے، اور اگر ایک دانق یعنی درہم کا چھٹا حصہ (۵۱۰۳ء گرام چاندی) یا اس سے زیادہ ہو تو ایک درہم تک ایک دن اعلان کرے اور اگر ایک دانق سے کم ہو تو دائیں بائیں دیکھ کر کسی فقیر کے ہاتھ پر رکھ دے۔ علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ یہ نصاب لازم نہیں ہے بلکہ قلیل یا اپنی صواب دید کے مطابق اعلان کرے۔ علامہ سرخسی نے گویا امام اعظم کی پہلی روایت کو

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۶ ص ۵-۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ج ۶ ص ۴ " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، منہاج الطالبین ج ۲ ص ۴۱۴-۴۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بیا ہے۔ اور ظاہر الروایۃ جس کو امام محمد نے کتاب الاصل میں ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ قلیل اور کثیر میں فرق کے بغیر ایک سال اعلان کرے اور یہی امام مالک، امام شافعی (اور امام احمد) کا قول ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی تفصیل اور فرق کے بیان فرمایا: من التقط شیئا فلیعرف سنۃ۔ "جس کو کوئی چیز ملی ہو وہ اس کا ایک سال اعلان کرے"، اور حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ سے جو پہلی روایت ہے کہ دو سو درہم یا زیادہ سے لے کر دس درہم تک ایک سال اعلان کرے اور دس درہم سے کم میں جتنی مدت تک مناسب سمجھے اعلان کرے اس کی دلیل یہ ہے کہ جن روایات میں ایک سال اعلان کرنے کا ذکر ہے وہ اس لقطہ کے بارے میں ہیں جو ایک سو دینار تھا جو ایک ہزار درہم کے مساوی ہے اور دس درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت کی وجہ یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار نصاب سرقہ یعنی دس درہم ہے، یعنی دس درہم شرعاً قیمتی مال ہے، کیونکہ اس کے عوض چور کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور فرج حلال ہو جاتی ہے اس لیے دس درہم کی مالیت کے حکم کو بھی ایک ہزار درہم کے حکم کے ساتھ لاحق کر دیا اور دس درہم سے کم کا چونکہ یہ مرتبہ نہیں ہے اس لیے اس کے اعلان کی مدت ایک سال نہیں رکھی بلکہ اس کو اعلان کرنے والے کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔ [1]

آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان کا طریقہ کار

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ دس درہم یا اس سے زیادہ کی مالیت کا ایک سال اعلان کرنا چاہیے لیکن چونکہ اس پر عمل کرنا دشوار ہے اس لیے امام ابو حنیفہ کی اس روایت پر عمل کرنا چاہیے جس کو علامہ ابن ہمام نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ ایک دانق سے ایک درہم تک ایک دن اور ایک درہم سے تین درہم تک تین دن اور تین درہم سے لے کر دس درہم تک دس دن اعلان کرے اور دس درہم سے دو سو درہم تک ایک ماہ اعلان کرے اور دو سو درہم یا اس سے زائد ہو تو ایک سال اعلان کرے اور اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ایک ہزار درہم کی مالیت کے لقطہ کے بارے میں ایک سال اعلان کا حکم ہے اور دو سو درہم چونکہ نصاب زکاۃ ہے اس لیے دو سو درہم کی مالیت کو بھی اس کے ساتھ لاحق کیا ہے اور دو سو درہم سے کم مالیت کو اس کے ساتھ لاحق نہیں کیا اور اس کی اپنے اجتہاد سے مدت مقرر کی ہے نیز طبرانی میں کم چیز کے لیے تین دن اور چھ دن تک اعلان کا بھی ذکر ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں وہاں اعلان کیا جائے اور آج کل لوگ بازاروں میں، مارکیٹوں میں اور تفریح گاہوں میں زیادہ جمع ہوتے ہیں، جب فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا تھا اس وقت بہت چھوٹے چھوٹے شہر تھے اور زندگی اس قدر مصروف نہیں تھی اور اب کراچی ایسے شہر میں جو کئی ہزار مربع کلو میٹر رقبہ پر محیط ہے اور تقریباً ایک کروڑ انسانوں کی آبادی پر مشتمل ہے، ایک آدمی کے لیے یہ بہت مشکل ہے کہ وہ ایک سال یا ایک ماہ یا ایک ہفتہ تک روزانہ مارکیٹوں اور بازاروں میں جا کر کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتا پھرے۔

آج کل کے دور میں لقطہ کے اعلان اور تشہیر کی آسان اور قابل عمل صورت یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی چیز ملی ہو وہ اس کا اعلان اخبارات، ریڈیو اور ٹی۔ وی میں کرا دے اور یہ ابلاغ عام کا بہت مؤثر ذریعہ ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو کسی راستہ میں کوئی

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۱-۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

قیمتی پین یا قیمتی گھڑی پڑی ملی ہے تو وہ یہ اعلان کرادے کہ مجھے فلاں دن فلاں جگہ اتنے وقت پر ایک پارکر، شیفر یا کروس کا پین پڑا ہوا ملا ہے جس شخص کا وہ پین ہو وہ اس کی علامات اور نشانیاں بتا کر مجھ سے لے جائے۔ جب میں لاہور میں تھا تو ہمارے مدرسہ کے ایک طالب علم کو مسجد کے پاس ایک پارکر پین پڑا ہوا ملا، مجھے علم ہوا تو میں نے فوراً ایک طالب علم کے ذریعہ جنگ اخبار میں اس کا اعلان بھجوا دیا دوسرے دن اس کا مالک آیا اور نشانیاں بتلا کر اپنا پین لے گیا۔ اگر ایک بار اعلان کے بعد لقطہ کا مالک نہ آئے تو سال میں کئی بار وقفہ وقفہ سے اعلان کرایا جا سکتا ہے یا یوں کرے کہ پہلے شہر میں شائع ہونے والے تمام اخبارات میں ایک ایک کر کے اعلان بھیجے مثلاً پہلے جنگ اخبار میں اعلان بھیجے، پھر نوائے وقت میں پھر مشرق میں علیٰ ہذا القیاس۔ اگر اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ریڈیو کی سٹی سروس میں اعلان کرائے اور اس کا نتیجہ نہ نکلے تو پھر ٹی۔ وی کی سروس سے اعلان کرائے۔ اور یہ بہت بعید ہے کہ ان تمام ذرائع ابلاغ سے اعلان کے بعد بھی مالک لقطہ کو وصول کرنے کے لیے نہ آئے اور اعلان کرنے والے کو چاہیے کہ ایک سال میں وقفہ وقفہ کے ساتھ ان تمام ذرائع سے اعلان کرائے تاکہ منشاء حدیث صوری اور معنوی دونوں طرح سے پورا ہو جائے اور اس کی حجت تمام ہو جائے اور ایک سال کے بعد بھی اگر مالک نہ آئے تو پھر وہ اس کو صدقہ کر دے۔

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ: جب ایک شخص نے ایک سال تک اعلان کیا اور اس کے مالک کا پتا نہ چلا تو اب وہ لقطہ اس کی ملکیت ہو گیا خواہ وہ شخص فقیر ہو یا غنی، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ سے اسی طرح روایت ہے (رضی اللہ عنہم) حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ ہے۔ عطاء، اسحاق، ابن منذر اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک، حسن بن صالح، ثوری اور فقہاء حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ لقطہ کو صدقہ کر دے اور جب اس کا مالک آئے تو اس کو یہ اختیار دے کہ وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھ کر اجر حاصل کرے اور چاہے تو اس صدقہ کا جرمانہ وصول کرے اور ملتقط اس کو لقطہ کا بدل مہیا کرے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک سال تک اعلان کرے اور ایک روایت میں تین سال ہے پھر اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس چیز کو صدقہ کر دے فاذا جاء ربها فرضی بالاجر والا غرمها "اگر اس کا مالک اس صدقہ کے اجر پر راضی ہو تو فبہا ورنہ اٹھانے والا اس کا تاوان بھرے یعنی مالک کو اس صدقہ کا بدل مہیا کرے۔ اور اس پر عقلی دلیل یہ ہے کہ لقطہ ایک مال معصوم ہے (یعنی اس کی حفاظت واجب ہے اور اس کی لوٹ مار حرام ہے) اور مالک اس لقطہ سے اپنی ملکیت زائل کرنے پر راضی نہیں ہے اور نہ زوال ملکیت کا کوئی سبب اور مقتضی ہے اس لیے مالک سے اس کی ملکیت زائل نہیں ہوگی۔ اور ملتقط کے لیے اس کو اپنی ملک میں لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ اگر لقطہ اٹھانے والا غریب ہو اور اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو پھر وہ اس کو لے سکتا ہے کیونکہ امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو لقطہ ملا وہ اس پر ایک نیک آدمی یا کئی نیک آدمیوں کو گواہ کرے نہ اس کو چھپائے نہ غائب کرے اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کر دے ورنہ وہ اللہ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دے" اور جس مال کی اللہ کی طرف نسبت ہو اس مال کا صدقہ کا مستحق مالک ہو سکتا ہے۔ بعض فقہاء حنبلیہ نے کہا ہے کہ امام احمد کا یہ بھی ایک قول ہے اور بعض نے اس سے

اختلاف کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل حضرت زید بن خالد جہنی کی روایت ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: فان لم تعرف فاستنفقها۔ "اگر لقطہ کے مالک کا پتا نہ چلے تو اس کو خرچ کر لو اور ایک روایت میں ہے: والا فهي كسبيل مالك۔ "ورنہ وہ تمہارے مال کی طرح ہے"، اور ایک روایت میں ہے ثم كلها "پھر تم اس کو کھالو اور ایک روایت میں ہے فانتفع بها "اس سے نفع اٹھاؤ" اور ایک روایت میں ہے فشأنك بها۔ "اس کا تم جو چاہو کرلو" اور حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں ہے فاستنفقها "اس کو خرچ کرو" اور ایک روایت میں ہے فاستمتع بها "اس سے فائدہ حاصل کرو" اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس لیے کہ جو شخص مقروض ہو وہ غریب کی طرح لقطہ کا بھی مالک ہو جاتا ہے اور جس شخص کے لیے لقطہ کا اٹھانا جائز ہو وہ اعلان کے بعد فقیر کی طرح اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ اور فقہاء احناف نے حضرت ابوہریرہ کی جو روایت بیان کی ہے اس کا حدیث کی کسی معتمد کتاب میں ثبوت نہیں ہے اور ان کا یہ کہنا کہ جس چیز کی اللہ کی طرف نسبت ہو وہ مستحقین صدقہ کا حق ہوتی ہے، بلادلیل ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ تمام اشیاء کی خلقاً اور ملکاً اللہ ہی کی طرف نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وآتوهم من مال الله الذي آتاكم (النور: ۳۳) "اور (بدل مکاتبت ادا کرنے کے لیے) انہیں اللہ کے اس مال سے دو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کیا ہے۔" [1]

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: جب ملتقط ایک سال تک اعلان کردے اور اس کا مالک نہ آئے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس چیز کو اس کے مالک کے لیے ہمیشہ محفوظ رکھے، اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اس لقطہ کو اپنی ملکیت میں لے لے خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔ جب ملتقط اس کو اپنی ملکیت میں لینا چاہے تو وہ اس کا کس وقت مالک ہوگا؟ اس میں فقہاء شافعیہ کے کئی قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جب تک وہ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے اس کو اپنی ملکیت میں لے لیا اس وقت تک اس چیز کا مالک نہیں ہوگا، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک بیع اور شراء کی طرح اس میں مالکانہ تصرف نہیں کرے گا اس کا مالک نہیں ہوگا، تیسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے ملکیت کی نیت کر لینا کافی ہے یہ کہنا ضروری نہیں ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ سال گذرتے ہی وہ اس کا مالک ہو جائے گا، نیت کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد اس کا مالک آگیا تو مالک متصل زیادتی لے گا اور منفصل زیادتی نہیں لے گا (مثلاً مرغی کا بچہ تھا اب وہ پورا مرغ بن گیا ہے تو اس کو لے لے گا اور اگر مرغی کے بچے ہو گئے ہیں تو وہ بچے نہیں لے گا۔ سعیدی) اور اگر ملکیت میں لینے کے بعد وہ چیز ضائع ہو گئی تو ہمارے اور جمہور کے نزدیک اس کا بدل ادا کرنا لازم ہوگا اور داؤد ظاہری کے نزدیک بدل ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۱ ص ۸۰-۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: تمام شہروں کے فقہاء، امام مالک، ثوری، اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، ابو عبید اور ابو ثور اس پر متفق ہیں کہ جب مدت پوری ہو جائے تو غریب شخص کے لیے لقطہ کو اپنے مصرف میں لانا جائز ہے اور اگر وہ غنی ہے تو اس کو صدقہ کر دے، پھر اگر اس کا مالک آجائے تو مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو اس صدقہ کو برقرار رکھے اور صدقہ کا ثواب حاصل کرے اور اگر چاہے تو ملتقط سے صدقہ کرنے کے تاوان میں اس چیز کو وصول کرے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سال پورا ہونے کے بعد آیا غنی بھی اس چیز کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟ امام مالک اور امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ غنی کے لیے لقطہ کو کھانا یا اس کو صرف میں لانا جائز نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس لقطہ کو صدقہ کر دے۔ حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے، امام اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ مال زیادہ ہے تو اس کو بیت المال میں رکھ دیا جائے۔ امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں، اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کے سوا یہ تمام فقہاء اس پر ——— متفق ہیں کہ اگر ملتقط کے کھانے کے بعد مالک آگیا تو ملتقط اس کا ضامن ہوگا۔[1]

اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کے مصرف میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: اعلان کے بعد مالک آجائے تو ملتقط لقطہ کو اس کے حوالے کر دے کیونکہ اعلان سے جو مقصود تھا وہ حاصل ہو گیا، اور اگر مالک نہ آئے تو اس کو اختیار ہے خواہ لقطہ کو مالک کے انتظار میں محفوظ رکھے، خواہ اس کو صدقہ کر دے کیونکہ اس کو محفوظ رکھنا عزیمت ہے اور ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو صدقہ کر دینا رخصت ہے اور ملتقط کو رخصت اور عزیمت میں سے کسی ایک پر عمل کرنے میں اختیار ہے، صدقہ کرنے کے بعد اگر مالک آگیا تو پھر مالک کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھے اور اس کا ثواب مالک کو ہوگا اور اگر چاہے تو صدقہ کے تاوان میں لقطہ کا بدل لے لے۔ اور یہ تاوان چاہے تو ملتقط سے وصول کرے اور چاہے تو اس مسکین سے وصول کرے جس کو صدقہ دیا گیا ہے اور جو بھی ضامن ہوگا وہ دوسرے سے اس کا تاوان وصول نہیں کرے گا، (یہ حکم اس وقت ہے جب ملتقط غنی ہو) اور اگر ملتقط غریب ہو تو وہ ایک سال کے اعلان کے بعد اس کو خود خرچ کر سکتا ہے کیونکہ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ اس لقطہ کو کسی غریب پر صدقہ کر دے اور جب کہ وہ خود غریب ہے تو وہ لقطہ کو اپنے نفس پر بھی صدقہ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر ملتقط غنی ہو تو ہمارے نزدیک وہ اس لقطہ کو اپنے نفس پر خرچ نہیں کر سکتا اور امام شافعی کہتے ہیں کہ امیر بھی مدت گزرنے کے بعد اس کو اپنے اوپر خرچ کر سکتا ہے لیکن یہ اس کے اوپر قرض ہے اگر مالک آگیا تو اس کو وہ چیز دینا ہوگی۔[2]

امام شافعی کے دلائل کے جوابات

امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب غنی تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر ایک سال اعلان کے بعد

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن احمد بن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

مالک نہ آئے تو لقطہ کو خرچ کر لینا اور ان کے غنی پر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لو، اس سے ثابت ہوا کہ وہ مالدار تھے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے ان پر لوگوں کے اس قدر قرض ہوں کہ مالدار ہونے کے باوجود حکماً فقیر ہوں اس وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں۔ امام طحاوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد غنی ہوئے تھے اور اس سے پہلے وہ فقیر (غریب) تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اپنی زمین صدقہ کرنے لگے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا یہ زمین اپنے غریب رشتہ داروں کو دو۔ سو انھوں نے وہ زمین حضرت حسان اور حضرت ابی بن کعب کو دے دی۔ علامہ ماردینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بیہقی نے باب الوصیۃ للقرابۃ میں ذکر کیا ہے اور امام بخاری نے اس حدیث کو تعلیقاً ذکر کیا ہے۔ (الجواہر النقی ج ۶ ص ۱۸۶) اس سے واضح ہو گیا کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ حکم دیا کہ وہ لقطہ کو اپنے مال کے ساتھ ملا لیں اس وقت وہ غریب تھے اور ان پر صدقہ جائز تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لقطہ کسی حربی کافر کا مال ہو جس کی حفاظت کی مسلمانوں پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے اور چونکہ اس مال پر حضرت ابی کے ہاتھ نے سبقت کی تھی اس لیے آپ نے ان کو اس کا زیادہ حقدار قرار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا: رزق ساقہ اللہ الیک "یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے" اور اس کے باوجود آپ نے ایک سال تک اس کے عدد اور تھیلی کے سربند کی پہچان کو یاد رکھنے کا احتیاطاً حکم دیا تاکہ اگر یہ مال محترم ہو تو وہ اس کو ادا کر سکیں۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں اس مسئلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ بکثرت احادیث اور آثار میں یہ وارد ہے کہ ایک سال اعلان کے بعد لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ (ہم عنقریب ان احادیث اور آثار کو بیان کریں گے۔ سعیدی غفرلہ) نیز اصل مقصود یہ ہے کہ لقطہ کا ثواب اس کے مالک کو پہنچا دیا جائے۔ اگر غنی نے اس مال کو اپنے اوپر خرچ کر لیا تو یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا بلکہ جب غنی اس مال کو اپنے اوپر خرچ کرے گا تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ اس لقطہ کو اپنے لیے اٹھانے والا تھا اور اپنے لیے لقطہ کو اٹھانا اس کے لیے شروع سے ہی جائز ہے۔ پس جیسا کہ ابتداءً اس پر لازم تھا کہ وہ اس لقطہ میں اپنے تصرف کی نیت نہ کرے اسی طرح انتہاءً بھی اس پر لازم ہے کہ اس میں اپنے تصرف کی نیت نہ کرے۔

اس مسئلہ میں امام شافعی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت علی کو ایک دینار پڑا ہوا ملا، انھوں نے اعلان کے بعد اس کا طعام خرید لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب نے اس طعام کو کھایا۔ اگر لقطہ کو صدقہ کرنا ضروری ہوتا تو ملتقط اس کو اپنے اوپر خرچ نہ کر سکتا تو یہ حضرات اس طعام کو نہ کھاتے کیونکہ ان پر صدقہ حلال نہیں تھا۔ اس روایت کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی کو جو دینار پڑا ہوا ملا تھا وہ لقطہ نہیں تھا۔ اس دینار کو ایک فرشتہ نے اس لیے گرایا تھا کہ حضرت علی اس کو اٹھا لیں، کیونکہ ان حضرات کو کئی دنوں سے کھانا نہیں ملا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو وحی سے جان لیا تھا، اسی وجہ سے ان سب نے اس کھانے کو کھا لیا تھا ورنہ صدقہ واجبہ تو ان پر حلال نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دینار سے طعام خریدنے کی اجازت لی تھی۔ [1]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۸-۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں احادیث

فقہاء احناف کا یہ نظریہ ہے کہ اعلان کی مدت پوری ہونے کے بعد لقطہ کو صدقہ کرنا واجب ہے، اگر ملتقط غریب ہے تو وہ اس کو اپنے اوپر صدقہ کر سکتا ہے لیکن اگر ملتقط امیر ہے تو وہ اس اپنے اوپر صرف نہیں کر سکتا اور اس پر لقطہ کو صدقہ کرنا واجب ہے، فقہاء احناف کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

حافظ نور الدین الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن اللقطۃ فقال تعرف ولا تغیب ولا تکتم فان جاء صاحبھا والا فھو مال اللہ یؤتیہ من یشاء رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اس کا اعلان کرو، اس کو غائب کرو اور نہ چھپاؤ، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو دے دو ورنہ یہ اللہ کا مال ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

فقہاء احناف نے "مال اللہ" اللہ کے مال سے استدلال کیا ہے، کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ اللہ کا مال اس مال کو کہتے ہیں جو فقراء کو دیا جاتا ہے اور صدقہ کیا جاتا ہے، اور اگر کسی جگہ مجازاً اس قاعدہ کے خلاف اطلاق ہو جیسے وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم (النور: ۳۳) میں ہے تو یہ اس قاعدہ کے خلاف نہیں ہے۔ اس لیے اس قاعدہ پر علامہ ابن قدامہ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

علامہ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن یعلی بن مرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من التقط لقطۃ یسیرۃ ثوبا او شبیھہ فلیعرفہ ثلاثۃ ایام ومن التقط اکثر من ذلک ستۃ ایام فان جاء صاحبھا والا فلیتصدق بھا فان جاء صاحبھا فلیخیرہ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ عبداللہ بن یعلی وھو ضعیف۔[2]

حضرت یعلیٰ بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی معمولی لقطہ کپڑا یا اس کی مثل کوئی چیز ملی تو اس کا تین دن اعلان کرے اور جس کو اس سے زیادہ کوئی چیز ملی وہ اس کا چھ دن اعلان کرے۔ پھر اگر اس کا مالک آجائے فبہا ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے تو وہ مالک کو اختیار دے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحل اللقطۃ من

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لقطہ حلال نہیں ہے، جس شخص

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۹، " " " "

التقط شيئا فليعرفه فان جاء صاحبها فليردها اليه فان لم يات فليتصدق بها فان جاء فليخيره بين الاجر وبين الذى له رواه الطبرانى فى الصغير والاوسط وفيه يوسف بن خالد السمتى وهو كذاب [1]

نے کسی چیز کو اٹھایا وہ اس کا اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو واپس کر دے اور اگر نہ آئے تو اس چیز کو صدقہ کرے، پھر اگر اس کا مالک آئے تو اس کو (صدقے کے) اجر اور اس چیز (کے تاوان لینے) میں اختیار دے۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں یوسف بن خالد السمتی راوی کذاب ہے۔

ہر چند کہ یہ دونوں حدیثیں ضعیف السند ہیں لیکن تعدد سند کی وجہ سے حسن لغیرہ ہیں اور ان کا مضمون دوسری احادیث سے موید ہے، اس لیے ان سے استدلال صحیح ہے۔

عن الجارود قال بينا نحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بعض اسفاره وفى الظهر قلة اذا تذاكر القوم الظهر فقلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم قد علمت ما تلقينا من الظهر قال وما يكفينا قلت ذود ناقى عليه فى جرف فنستمتع بظهور من قال لا ضالة المسلم حرق النار فلا يقربنها ضالة المسلم حرق النار فلا يقربنها رواه احمد والطبرانى فى الكبير باسانيد رجال بعضها رجال الصحيح [2]

حضرت جارود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں سواریوں کی قلت تھی لوگوں نے سواریوں کا ذکر کیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو سواریوں کی قلت کا سامنا ہے، آپ نے فرمایا اس کا کیا حل ہو سکتا ہے؟ میں نے کہا ہم جنگل میں پھرنے والے مویشیوں سے کچھ اونٹ لے لیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں، آپ نے فرمایا نہیں! مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے ہرگز اس کے قریب نہ ہوں، مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے اس کے ہرگز قریب نہ ہوں۔ اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے بعض راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے [3] اور امام ابن ماجہ اور امام نسائی نے بھی اس کو روایت کیا ہے

حافظ الہیثمی کی ذکر کردہ ان احادیث میں اس کی تصریح ہے کہ ملتقط پر لقطہ حلال نہیں ہے، اس کا کھانا جہنم کی آگ ہے اور اس کا صدقہ کرنا واجب ہے اور یہی فقہاء احناف کا موقف ہے۔

لقطہ کو صدقہ کرنے کے وجوب کے بارے میں آثار صحابہ و تابعین

امام محمد روایت کرتے ہیں:

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۶۷، " " " "

[3] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال فی اللقطۃ: یعرفہا حولا فان جاء صاحبہا والا تصدق بہا اویاعہا وتصدق بثمنہا، غیر ان صاحبہا بالخیار، ان شاء ضمنہ وان شاء ترکہ قال محمد، وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لقطہ کے متعلق فرمایا: اس کا ایک سال اعلان کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو بہتر ورنہ اس کو صدقہ کردے (پھر اگر اس کا مالک آجائے) تو اس کو اختیار ہے چاہے تو وہ ملتقط سے اس کا تاوان لے اور چاہے تو چھوڑ دے، امام محمد نے کہا ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ ایک طویل حدیث میں حضرت علی کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں:

قال: عرفہا فان عرفہا صاحبہا فادفعہا الیہ، والا فتصدق بہا فان جاء صاحبہا فاحب ان یکون لہ الاجر فبسبیل ذلک والا غرمتہا ولک الاجر۔[2]

حضرت علی نے فرمایا اس کا اعلان کرو اگر اس کے مالک نے اس کو پہچان لیا تو اس کو دے دو، ورنہ اس کو صدقہ کردو، پھر اگر اس کا مالک آیا اور اس نے صدقہ کے اجر کو پسند کیا تو اس کی مرضی ورنہ تم اس کو تاوان دو اور تم کو اجر ملے گا۔

نیز امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابی السفر عن رجل من بنی رواس قال: التقطت ثلاث مئۃ درھم، فعرفتہا، وانا احب ان لا تعرف فلم یعترفہا احد، فاستنفقتہا، فاتیت علیا. فسالتہ، فقال تصدق بہا فان جاء صاحبہا خیرتہ، فان اختار الاجر کان لہ، وان اختار المال کان لہ۔[3]

ابوالسفر بیان کرتے ہیں کہ بنو رواس کے ایک شخص نے کہا مجھے تین سو درہم پڑے ہوئے ملے میں نے ان کا اعلان کیا، اور میں یہ چاہتا تھا کہ وہ نہ پہچانے جائیں، سو ان کو کسی نے نہ پہچانا اور میں نے ان کو خرچ کر دیا، پھر میں حضرت علی کے پاس گیا اور ان سے یہ مسئلہ معلوم کیا، آپ نے فرمایا ان دراہم کو صدقہ کردو، اور جب ان کا مالک آئے تو اس کو اختیار دینا، اگر وہ صدقہ کا اجر اختیار کرے تو اس کی مرضی اور اگر اپنے مال کو اختیار کرے تو اس کی مرضی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

عن سوید بن غفلۃ عن عمر بن الخطاب قال فی اللقطۃ: یعرفہا سنۃ، فان جاء

سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے لقطہ کے بارے میں فرمایا، اس کا ایک سال تک اعلان

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹-۱۴۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] " " المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۵۲-۴۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

صاحبها، والا تصدق بها، فان جاء صاحبها بعد ما يتصدق بها خيره، فان اختار الاجر كان له، وان اختار المال كان له ماله۔ [1]

کرے، اگر اس کا مالک آجائے تو فبہا ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر صدقہ کرنے کے بعد اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار دینا اگر وہ اجر کو اختیار کرے تو اس کی مرضی اور اگر وہ مال کو اختیار کرے تو اس کی مرضی۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام عبد الرزاق نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک سال اعلان کے بعد بھی اگر مالک نہ آئے تو لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ [3]

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے [4]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عبد العزيز بن رفيع قال: حدثني ابي قال: وجدت عشرة دنانير فاتيت ابن عباس فسالته عنها فقال عرفها على الجسر سنة، فان لم تعرف فتصدق بها فان جاء صاحبها فخيره الاجر او الغرم [5]

عبد العزیز بن رفیع بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ ان کو دس دینار پڑے ہوئے ملے، میں نے حضرت ابن عباس سے ان کے بارے میں مسئلہ معلوم کیا، انھوں نے فرمایا اس کا جسیم کعبہ میں ایک سال اعلان کرو پھر بھی اگر اس کے مالک کا پتا نہ چلے تو ان کو صدقہ کر دو، اور اگر اس کے بعد ان کا مالک آجائے تو اس کو اجر لینے یا تاوان لینے کا اختیار دو۔

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرو کا بھی یہ قول روایت کیا ہے کہ اعلان کے بعد لقطہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ [6]

عن عبد الرحمن بن حرملة قال: سألت سعيد بن المسيب عن اللقطة فقال: عرفها سنة فانشد ذكرها، فان جاء من يعرفها فاعطها اياه والا فتصدق بها فان جاء فخيره

عبد الرحمن بن حرملہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے لقطہ کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا کہ اس کا ایک سال تک اعلان کرو، اگر اس کا پہچاننے والا آجائے تو اس کو دے دو، ورنہ اس کو صدقہ کر دو، اور اس کے بعد وہ آئے تو اس کو صدقہ کا اجر لینے یا لقطہ (کا بدل)

---

[1] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۵۰-۴۴۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۴۴۹، " " "

[6] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۴۵۱-۴۵۰، " " "

بین الاجر واللقطۃ۔[1] لینے کا اختیار دے دو۔

حضرت ابی کی حدیث کی وضاحت اور فقہاء احناف کے جوابات کی تفصیل اور تنقیح

ان تمام احادیث اور آثار سے

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نظریہ کی تائید اور تقویت ہوتی ہے کہ اعلان کے بعد لقطہ کا صدقہ کرنا واجب ہے اور غنی کے لیے اسے اپنے نفس پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی بن کعب کی جن روایات سے استدلال کیا ہے: وہ مؤول ہیں اور تاویل یہ ہے کہ حضرت ابی اس وقت خود صدقہ کے مستحق تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لقطہ کو خرچ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر بالفرض حضرت ابی اس وقت امیر ہوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انھیں خرچ کی اجازت دینا اس پر محمول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ لقطہ بطور قرض دیا تھا۔ اور امام کا لقطہ کو بطور قرض دینا جائز ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو یا حضرت ابی کی خصوصیت ہو۔ اور خصوصیت پر محمول کرنے کی دلیل یہ ہے کہ دوسری احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملتقط کے لیے لقطہ کے خرچ کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ ابن عباس ایسے فقہاء صحابہ نے لقطہ کے صدقہ کرنے کو واجب کہا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ انھوں نے یہ اپنی رائے سے نہیں کہا بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور آپ کی حدیث کی بناء پر کہا ہے۔

اسی طرح حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے فرمایا: ایک سال کے بعد اگر مالک نہ آئے تو تم اس کو خرچ کر لینا اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ کا مطلوب اس وقت ثابت ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ سائل غنی تھا اور یہ ثابت نہیں ہے، اس لیے اس حدیث سے ان کا استدلال ثابت نہیں ہے، حضرت ابی بن کعب کی روایت سے استدلال کرتے ہوئے ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی کے غنا کو ثابت کرنے کے لیے اس سے استدلال کیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا "اس کو اپنے مال کے ساتھ ملا لو" اس کے جوابات ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک جواب یہ ہے کہ مان لیا کہ حضرت ابی کے پاس مال تھا لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ وہ مال بقدر نصاب تھا جس سے ان کا غنی ہونا ثابت ہو جائے اس لیے حضرت ابی کی روایت سے بھی ان کا غنی ہونا ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ان کا غنی ہونا ثابت نہ ہو ائمہ ثلاثہ کا مدلول ثابت نہیں ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ نے حضرت ابی کو لقطہ کے خرچ کرنے کی اجازت سے جو استدلال کیا ہے اس کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو حضرت ابی کا غنا ثابت نہیں، کیونکہ ان کے پاس مال ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مال بقدر نصاب ہو، ثانیاً حضرت ابی زمانہ نبوی میں غریب اور صدقہ کے مستحق تھے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابی پر بھی زمین صدقہ کریں، جیسا کہ صحیح بخاری اور سنن بیہقی میں ہے، ثالثاً اگر بالفرض وہ مالدار اور غنی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ اتنے مقروض ہوں کہ خود صدقہ کے مستحق ہوں، رابعاً ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۴۵۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ان کو وہ لقطہ بطور قرض دیا ہو، خاصاً ہو سکتا ہے کہ وہ لقطہ کسی کافر حربی کا مال ہو اس لیے ان کو خرچ کی اجازت دی ہو۔ سادساً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کی خصوصیت ہو یا بحیثیت امام آپ کی خصوصیت ہو، سابعاً دوسری احادیث اور آثار صحابہ میں غنی پر لقطہ کے خرچ کی ممانعت ہے اور حضرت ابی کی روایت میں اس کی اباحت ہے اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح ہوتی ہے۔

اس حدیث کی اس طرز سے جو تشریح کی گئی ہے اور ائمہ ثلاثہ کی دلیل کے جو جوابات ذکر کیے گئے ہیں اس سے فقہ حنفی کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فقہ حنفی کو زیادہ سے زیادہ فروغ عطا فرمائے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

اونٹ پکڑنے کے متعلق سوال کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کی وجہ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب سائل نے گم شدہ چیز کا حکم معلوم کر لیا تو پھر سوال کیا اگر بھولا بھٹکا اونٹ مل جائے تو؟ اس سوال سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غضب ناک ہوئے حتیٰ کہ آپ کے دونوں رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غصہ میں آنے کی علماء نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ چونکہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے لینے سے منع فرما دیا تھا اور اب اس نے اونٹ کا سوال کیا اس لیے آپ ناراض ہوئے، یا اس لیے کہ سائل نے صحیح قیاس نہیں کیا اور جب لقطہ کا لینا معین ہے اس پر اس کو قیاس کیا جس کا لینا معین نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ آپ کو سائل کی کم فہمی پر غصہ آیا کیونکہ وہ لقطہ اٹھانے کی اصل وجہ کو نہیں سمجھا اور ایک چیز کو اس پر قیاس کیا جو اس کی نظیر نہیں تھی، کیونکہ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی شخص سے گر جائے اور یہ پتا نہ چلے کہ اس کا مالک کہاں ہے۔ اور اونٹ اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ اسم اور صفت کے اعتبار سے لقطہ کا مغائر ہے کیونکہ اس میں ایسی صلاحیت ہے کہ وہ از خود مالک تک پہنچ سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بکثرت سوال کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے ہوں، کیونکہ سائل کسی حقیقی پیش آمدہ مسئلہ کا حل نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض فرضی صورتوں کا سوال کر رہا تھا۔

ائمہ حجاز نے یہ کہا ہے کہ اونٹ، گائے اور گھوڑے میں افضل یہ ہے کہ ان کو چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے مالک کے پاس پہنچ جائیں۔ علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس زمانے میں ان جانوروں کو لے جانا افضل ہے کیونکہ اب ایسا زمانہ ہے کہ اگر کوئی نیک آدمی ان کو مالک کے پاس پہنچانے کے لیے لے کر نہیں گیا تو کوئی چور اچکا ان کو لے کر چلا جائے گا۔ علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کو لے جانے کے لیے جو منع فرمایا تھا یہ حکم اس زمانے میں تھا جب عام طور پر لوگ نیک اور امانت دار تھے لیکن اس زمانہ میں یہ اطمینان نہیں ہے کہ وہ اونٹ محفوظ رہے گا اور کوئی خائن شخص اس کو لے کر چلا نہیں جائے گا اس لیے اب اونٹ کو لے جانے میں اس کی حفاظت ہے اور اس کے مالک کے حق کو محفوظ رکھنا ہے۔

حجاج کے لقطہ کو اٹھانے میں مذاہب فقہاء اور ممانعت کی حکمت

حدیث نمبر ۴۲۹۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاج کی گری پڑی چیزوں کے اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

علامہ شربینی شافعی نے لکھا ہے کہ عام لقطہ اور حجاج کے لقطہ میں فرق ہے، عام لقطہ کو، کوئی شخص بھی اٹھا سکتا ہے اور حجاج کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو اعلان کے لیے مقرر ہو، اور حجاج کے لقطہ کے لیے صرف ایک سال اعلان کرنے کی حد نہیں ہے بلکہ اس کا ہمیشہ اعلان کرنا ہوگا ورنہ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اس تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ حرم مکہ مکرمہ مسلمانوں کے لوٹ کر آنے کی جگہ ہے، مسلمان یہاں بار بار آتے رہتے ہیں (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی مکہ کی زیارت سے مشرف فرمائے) اس لیے ہوسکتا ہے کہ اس چیز کا مالک دوبارہ وہاں آئے اور اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کرے یا کسی شخص کو اس چیز کی تلاش میں بھیجے اس لیے ملتقط اس کا ہمیشہ اعلان کرتا رہے۔ [1]

جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ حرم اور غیر حرم میں لقطہ کا حکم واحد ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، ابن مسیب، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ حرم کے لقطہ کو ملکیت کے لیے اٹھانا جائز نہیں ہے، اس کی صرف مالک کے لیے حفاظت کرنا جائز ہے اور اگر اس کو اٹھا لیا ہے تو پھر ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے، عبدالرحمان بن مہدی، ابوعبید اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جمہور کے موقف پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لقطہ امانت ہے اور اس کا حکم حرم اور غیر حرم میں مختلف نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ حرم کے لقطہ کا اٹھانا صرف اعلان کرنے والے کے لیے جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ایک سال اعلان کرسکتا ہو وہی شخص حرم کے لقطہ کو اٹھائے اور یہ تخصیص تاکید کے لیے ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کی گم شدہ چیز جہنم کی آگ ہے حالانکہ ذمی کی گم شدہ چیز کا بھی یہی حکم ہے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تخصیص تاکیداً فرمائی ہے۔ [2]

علامہ للرغینانی نے جمہور کے موقف پر دیگر احادیث کے عموم اور اطلاق سے استدلال کیا ہے اور حرم مکہ کی تخصیص کا یہ جواب دیا ہے کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ مکہ کا لقطہ وہی شخص اٹھائے جو اس کے اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اور حرم کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ حرم میں مسافر بکثرت آتے ہیں اس لیے وہاں اعلان ضرور کرنا چاہیے۔ علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ آپ نے حرم کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ کسی شخص کو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ چونکہ حرم میں مسافر بکثرت آتے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ جس کی چیز ہو وہ شخص جا چکا ہو اس لیے وہاں اعلان کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ اس لیے آپ نے اس پر تنبیہ کی کہ حرم ہو یا غیر حرم ہر جگہ لقطہ کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ایک سال اعلان کرنے کی تاکید مراد ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ حرم مکہ میں صرف ایام حج میں اعلان کرنا کافی ہے [3]

---

[1] علامہ محمد شربینی الخطیب، مغنی المحتاج ج ۲ ص ۴۱۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۶ ص ۱۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن قیم نے یہ لکھا ہے کہ حرم اور غیر حرم کے لقطہ میں یہ فرق ہے کہ مکہ سے لوگ روانہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے وہاں ایک سال تک لقطہ کا اعلان کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے مکہ میں صرف اس شخص کے لیے لقطہ اٹھانا جائز ہے جو لوگوں کے روانہ ہونے سے پہلے اس کا فوراً اعلان کر دے، جبکہ دوسرے شہروں میں لقطہ اٹھانے کے لیے یہ شرط نہیں ہے۔

مکہ اور دوسری جگہ کے لقطہ میں فرق کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ مکہ میں حجاج صرف اپنی ضرورت کا سامان لے جاتے ہیں لہٰذا اگر ان کی کوئی چیز گم ہوگئی تو وہ فوراً اس جگہ جائیں گے جہاں وہ چیز گم ہوئی تھی اور اگر وہ چیز پڑی ہوگی تو اس کو اٹھا لیں گے۔ اس وجہ سے آپ نے حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ حجاج کو ایک جگہ تو قرار نہیں ہوتا، حجاج کہیں پھر رہے ہوں گے اور ملتقط کہیں اعلان کر رہا ہوگا۔ اس لیے حجاج کی چیزوں کو وہیں رہنے دیا جائے تاکہ وہ اپنی چیز کو خود آکر اٹھا لیں الا یہ کہ یہ خطرہ ہو کہ اگر وہ چیز پڑی رہی تو ضائع ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں اس کو ایسا شخص اٹھائے جو ایک سال تک اس کا اعلان کر سکتا ہو۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حجاج کا لقطہ اٹھانے سے آپ نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اگر حجاج کی چیز اپنی جگہ پڑی رہی تو حجاج کو آسانی سے مل جائے گی لیکن اگر آج کل وہ چیز پڑی رہی تو لوگ کعبہ کے اردگرد مکہ میں چوریاں کرنا شروع کر دیں گے، اس لیے اس فساد سے بچنے کے لیے لقطہ کو اٹھا لینا چاہیے، کیونکہ جو احکام کسی شرط کے اعتبار سے مشروع ہوں پھر یہ پتا چلے کہ اس شرط کی وجہ سے اس میں کوئی فساد لازم آتا ہے تو پھر وہ حکم منقطع ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جو احکام کسی سبب پر مبنی ہوں وہ احکام برقرار رہتے ہیں مثلاً طواف میں رمل کرنا اظہار قوت کے سبب سے مشروع ہے تو یہ حکم باقی رہے گا۔

علامہ ابن ہمام نے یہ بھی لکھا ہے کہ جن احادیث میں لقطہ کو اٹھا کر ایک سال تک اعلان کرنے کا حکم ہے وہ احادیث عام ہیں اور صحیح مسلم کی جس حدیث میں حجاج کے لقطہ کو اٹھانے سے منع فرمایا ہے یہ حدیث خاص ہے اور عام، خاص پر مقدم ہوتا ہے اس لیے دوسری احادیث کو اس پر ترجیح ہوگی۔ [1]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ مکہ کے لقطہ کے بارے میں دو حدیثیں ہیں ایک یہ کہ حجاج کے لقطہ کو نہ اٹھایا جائے اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ مکہ کے لقطہ کو صرف اعلان کرنے والا ہی اٹھائے، ان دونوں حدیثوں کو بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ مکہ کے لقطہ کو بالکل نہ اٹھایا جائے بلکہ آپ کا منشاء یہ ہے کہ ہر شخص حجاج کا لقطہ اٹھانے میں سبقت نہ کرے کیونکہ حجاج اپنی ضرورت کا محدود سامان لے جاتے ہیں اگر ان کو بروقت چیز نہ ملی تو وہ پریشان ہوں گے، اب مثلاً کسی شخص نے اس اطمینان سے حجاج کا لقطہ اٹھا لیا کہ اعلان کی مدت تو سال بھر ہے میں کسی وقت بھی اعلان کر دوں گا اور اس نے اس وجہ سے فی الفور اعلان نہ کیا تو حجاج کو پریشانی کا سامنا ہوگا کیونکہ سفر میں ان کو ان کی ضرورت کی چیز آسانی سے نہیں مل سکتی اس لیے حجاج کے لقطہ کو صرف وہی شخص اٹھائے گا جو پوری ذمہ داری سے ایک سال اعلان کرنے کا عزم رکھتا ہو اور علی الفور اس کا اعلان کرنا شروع کر دے تاکہ حجاج کو بروقت اپنی گم شدہ چیز مل جائے۔

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۵ ص ۳۵۷-۳۵۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

بَابُ ۵۷۴ تَحْرِيْمِ حَلْبِ الْمَاشِيَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ مَالِكِهَا

۴۳۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ إِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

۴۳۹۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ جَمِيْعًا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنِي أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيْعِ وَأَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ جَمِيْعًا عَنْ أَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوْبَ وَابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ مُوْسَى كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيْثِهِمْ جَمِيْعًا فَيُنْتَقَلَ إِلَّا اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ فَإِنَّ فِي حَدِيْثِهِ فَيُنْتَقَلُ

مالک کی اجازت کے بغیر دودھ دوہنے کی ممانعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص دوسرے کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے، کیا تم میں سے کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ اس کی کوٹھری میں گھسا جائے اس کا خزانہ توڑا جائے اور اس کا غلہ نکال لیا جائے، وجہ یہ ہے کہ جانوروں کے تھنوں میں ان کا طعام ذخیرہ کیا جاتا ہے، پس کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی سات سندیں ذکر کی ہیں، لیث بن سعد کی روایت کے سوا تمام روایتوں میں فینتقل کا لفظ ہے اور اس کی روایت میں فینتقل طعامہ کا لفظ ہے۔

طَعَامُهُ كَرِوَايَةِ مَالِكٍ۔

پرائے جانور کا دودھ دوہنے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

اس باب کی احادیث میں ہے: "کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے"، اور موطا کی بعض شروحات میں ہے کہ "کوئی شخص اپنے بھائی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر نہ دوہے"۔ اس دوسری روایت کی بناء پر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب میں مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق ہے۔ مسلمان کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر دوہنا جائز نہیں ہے اور ذمی کے جانور کا دودھ دوہنے کے لیے اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذمیوں سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ان کو مسلمانوں کی ضیافت کرنی ہوگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ امر سند صحیح کے ساتھ ثابت ہے۔ ابن وہب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسافر کسی ذمی کے ہاں ٹھیرے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز نہ لے۔ امام مالک سے کہا گیا کہ ذمیوں پر تو مسلمانوں کی ضیافت لازم ہے، امام مالک نے فرمایا پہلے اس مسئلہ میں تخفیف کی جاتی تھی اب نہیں ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے ذمیوں پر مسلمانوں کی ضیافت واجب تھی اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد ضیافت کا یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنوں میں جمع شدہ دودھ کو گھر کے خزانہ میں جمع شدہ طعام کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کسی چیز کو لینا جائز نہیں ہے خواہ وہ دودھ ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ [1]

بلا اجازت پرائی چیز لینے کے جواز میں امام احمد کا نظریہ اور ان کے دلائل

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ علامہ ابوعمر نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ جس چیز کے لینے سے کوئی شخص ناخوش ہو وہ چیز اس کی اجازت کے بغیر نہ لی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا جائز نہیں ہے"۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری جانیں، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں"۔ اس حدیث میں دودھ کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا ہے کہ لوگ دودھ کے معاملے میں بہت تساہل کرتے ہیں، اور اس باب میں دودھ اور کھجور وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ کسی شخص کی مرضی کے بغیر اس کے جانور کا دودھ یا کھجور وغیرہ کو لینا جائز نہیں ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو کسی شخص کی مرضی اور اجازت کے بغیر بھی لینا جائز ہے، کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص جب کسی مویشی کے پاس جائے تو اگر اس کا مالک وہاں موجود ہو تو اس سے (دودھ دوہنے کی) اجازت لے لے۔ اور اگر مالک موجود نہ ہو تو تین بار آواز دے اگر وہ جواب دے تو اس سے اجازت لے لے اگر وہ اجازت دے دے تو نبہا ورنہ اس کا دودھ دوہ کر پی لے لیکن دودھ ساتھ لے کر نہ جائے۔"

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حضرت سمرہ کی یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، بعض اہل علم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں، امام احمد اور اسحاق کا یہی مذہب ہے اور علی بن مدینی نے کہا ہے کہ حسن کا حضرت سمرہ سے سماع صحیح ہے (اس حدیث کو حضرت سمرہ سے حسن نے روایت کیا ہے۔) اور بعض ائمہ حدیث نے حضرت سمرہ سے حسن کی روایت پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ حسن حضرت سمرہ کے صحیفہ سے روایت کرتے تھے۔ ان علماء نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: امام ابن ماجہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی چرواہے (کے مویشی) کے پاس جاؤ تو اس کو تین مرتبہ آواز دو، اگر وہ تم کو جواب دے دے تو فبہا ورنہ اس کا دودھ پی لو لیکن ضائع نہ کرنا، اور جب تم کسی شخص کے باغ میں جاؤ تو اس کو تین بار آواز دینا اگر وہ جواب دے تو فبہا ورنہ (اس باغ کے پھل) کھا لینا لیکن ضائع نہ کرنا۔" ان علماء نے جامع ترمذی کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دخت پر لگی ہوئی کھجوروں کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "اگر ان کھجوروں کو کسی ضرورت مند نے کھایا اور وہ ان کو کپڑے میں باندھ کر نہیں لے گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔" ان علماء نے ہجرت کی رات کے اس واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بکری سے دودھ دوہ کر پیا۔ سو ان احادیث کے پیش نظر امام احمد، اسحٰق اور بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو کسی شخص کی اجازت اور اس کی مرضی کے بغیر بھی لینا جائز ہے۔[1]

بلا اجازت پرائی چیز لینے کے عدم جواز میں جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ اور فقہاء حنبلیہ کے دلائل کے جوابات

امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، دیگر شہروں کے فقہاء اور جمہور علماء کا یہ موقف ہے کہ کسی شخص کے باغ سے اس کی اجازت کے بغیر پھل توڑ کر کھانا جائز نہیں ہے اسی طرح کسی شخص کی اجازت کے بغیر اس کے جانور سے دودھ دوہنا جائز نہیں ہے۔ اور امام احمد اور اسحٰق وغیرہ نے جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی جن روایات سے استدلال کیا ہے ان کے جمہور فقہاء اسلام نے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱)۔ جن احادیث میں مسلمان کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر کھانے کی ممانعت ہے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث ہیں اور جن میں بلا اجازت مسلمان کا مال کھانے کی اجازت ہے وہ سنن کی روایات ہیں اور بخاری اور مسلم کی روایات ان سے زیادہ صحیح ہیں اس لیے ممانعت کی احادیث کو ترجیح حاصل ہے اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۲)۔ قرآن مجید، احادیث صحیحہ مشہورہ اور قواعد قطعیہ سے ثابت ہے کہ مسلمان کا مال بلا اجازت کھانا جائز نہیں ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے: لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (البقرہ ۱۸۸) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ" اور جواز اور اباحت کی احادیث اخبار احاد ہیں اور جب دلائل قطعیہ اور ظنیہ میں تعارض ہو تو دلائل قطعیہ کو ترجیح ہوتی ہے

(۳)۔ جن آیات اور احادیث میں مال غیر کھانے کی ممانعت ہے وہ عام ہیں اور اباحت کی احادیث خاص ہیں اور عام کو

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

خاص پر ترجیح ہوتی ہے۔

(۴)۔ جو آیات اور احادیث ممانعت پر دلالت کرتی ہیں وہ محرم ہیں اور اباحت کی احادیث مبیح ہیں اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ جب محرم اور مبیح میں تعارض ہو تو محرم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔

بعض علماء ان حدیثوں میں تطبیق دے کر جواب دیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ اباحت اس صورت کے ساتھ خاص ہے جب کھانے والے کو یہ علم ہو کہ اس کے کھانے سے مالک ناخوش نہیں ہوگا، اور ممانعت اس وقت ہے جب یہ علم نہ ہو۔

(۲)۔ بلا اجازت کھانے کی اباحت ان کے لیے ہے جو مسافر ہوں، یا حالت اضطرار میں ہوں یا ان کو سخت بھوک لگی ہو۔

(۳) علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ بلا اجازت کھانے کی یہ اباحت صرف زمانہ رسالت کے ساتھ مخصوص تھی۔

(۴) جن احادیث میں ممانعت ہے وہ اس صورت کے ساتھ خاص ہیں جب مالک راہ گیروں سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہو کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اچانک ہم نے چند اونٹنیاں دیکھیں جن کے تھن باندھے ہوئے تھے، ہم دوڑ کر ان کے پاس پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ان مسلمانوں کی اونٹنیاں ہیں جن کی غذا کا مدار انھی اونٹنیوں پر ہے، کیا تم کو یہ پسند ہے کہ جب تم اپنے گھر واپس جاؤ تو تم کو اپنے توشہ دان خالی ملیں؟ ہم نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا یہ بھی اسی طرح ہے (مسند احمد و ابن ماجہ)۔ اس وجہ سے ممانعت کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مالک محتاج ہو اور اباحت کی حدیث اس صورت پر محمول ہے جب مالک غنی ہو۔

(۵) بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اباحت اس وقت ہے جب کہ تھن باندھے ہوئے نہ ہوں اور جب تھن باندھے ہوئے ہوں تو اس صورت میں ممانعت ہے جیسا کہ مسند احمد کی اس حدیث کا تقاضا ہے۔ لیکن امام احمد کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ "اگر تم کو سخت ضرورت ہو تو دودھ پی لو لیکن لے کر نہ جاؤ" اور یہ قید نہایت ضروری ہے۔

(۶) یہ اجازت صرف مجاہدین کے لیے ہے اور غیر مجاہدین کے لیے ممانعت ہے۔

(۷) اہل ذمہ کے مویشیوں سے دودھ دوہنے کی اجازت ہے اور مسلمانوں کے جانوروں سے دودھ دوہنے کی ممانعت ہے۔

(۸) یہ اجازت فرضیت زکوٰۃ سے پہلے تھی فرضیت زکوٰۃ کے بعد یہ اجازت منسوخ ہوگئی۔

(۹) جس باغ کے گرد چار دیواری ہو اس میں کھانے کی ممانعت ہے اور جس کے گرد چار دیواری نہ ہو اس میں اجازت ہے۔

(۱۰) امام طحاوی نے کہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافرین کی ضیافت کرنے کو واجب کیا تھا یہ حکم اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے بعد میں یہ وجوب منسوخ ہوگیا۔

بہرحال ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک بلا اجازت مسلمان کا مال کھانا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہجرت کی رات بکری کا دودھ پیا تھا اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ان بکریوں کے مالک کی طرف سے چرواہے کو یہ اجازت تھی کہ راہ گیروں کو دودھ پلا دیں، اور آپ جانتے تھے کہ یہ آپ کے لیے مباح ہے یا یہ کافر حربی کا مال تھا جس کی اسلام میں کوئی حفاظت نہیں ہے اور علامہ داؤدی نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابوبکر مسافر تھے اور مسافروں کے لیے بوقت ضرورت دودھ پینا جائز ہے۔

ضرورت کے لیے پس انداز کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ طعام کو ذخیرہ کرنا اور اس کو ضرورت کے لیے پس انداز کرنا جائز ہے، اس کے برخلاف غالی قسم کے زاہد مطلقاً جمع کرنے سے منع کرتے ہیں[1] علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی علامہ قرطبی مالکی کے حوالے سے یہی لکھا ہے[2]۔ میں نے آجکل تصوف کے مدعی زاہدوں سے سنا ہے کہ جمع کرنا توکل کے خلاف ہے اور توکل کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان صبح کھانے اور شام کے لیے نہ رکھے حالانکہ مستقبل کی فکر نہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے خلاف ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا جاتے تھے تو کئی کئی دن کا زادِ راہ لے جاتے تھے، اور امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خیبر کی نصف پیداوار دی جاتی تھی جو پھلوں اور زرعی فصلوں پر مشتمل ہوتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے ہر سال ازواج مطہرات کو ایک سو وسق دیتے تھے، اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جَو اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو زمین اور پانی لے لیں اور کاشت کرائیں اور چاہیں تو حسب دستور غلہ لے لیں، پھر بعض ازواج نے حسب دستور غلہ کو پسند کیا اور بعض نے زمین اور پانی کو پسند کیا۔ [3]

قیاس سے استدلال کی دلیل

اس حدیث کے بقیہ فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنوں میں جمع شدہ دودھ کو جمع شدہ طعام پر قیاس کیا ہے، اور یہ قیاس کی دلیل ہے، اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ صحت قیاس کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ فرع بالکلیہ اصل کے مساوی ہو بلکہ اصل اور فرع کا اصل صفت میں مشترک ہونا کافی ہے خواہ اصل میں کوئی زیادتی ہو جو فرع میں نہ ہو، کیونکہ تھنوں میں جو دودھ ہوتا ہے ان پر قفل نہیں لگایا جاتا اس کے برخلاف خزانہ میں جو مال جمع ہوتا ہے اس پر قفل لگایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود شارع علیہ السلام نے خزانہ کا حکم تھنوں پر عائد کیا اور ہر ایک کا بلا اجازت استعمال حرام قرار دیا، نیز اس حدیث میں افہام وتفہیم کے لیے مثال دینے کا بھی ثبوت ہے۔ [4]

دودھ دینے والے جانور کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ دودھ دینے والی بکری کو دودھ اور طعام کے عوض فروخت کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر دودھ دینے والی بکری کے تھنوں میں دودھ جمع ہو تو اس کو دودھ کے عوض فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ نقد

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۹۰، مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

فروخت کیا جائے اور اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہے تو پھر اس کو دودھ کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اگر بکری دودھ دینے والی نہیں ہے تو اس کو نقد اور ادھار ہر طرح فروخت کرنا جائز ہے۔ اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ دودھ دینے والی بکری کو طعام کے عوض ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک دودھ دینے والی بکری کے تھنوں میں اگر دودھ ہے تو اس کو دودھ کے عوض نقد اور ادھار کسی طرح فروخت کرنا جائز نہیں ہے[1]

بَابُ الضِّيَافَةِ

مہمان نوازی کا بیان

۴۳۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعَتْ أُذُنَايَ وَأَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ جَائِزَتَهُ قَالُوا وَمَا جَائِزَتُهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَمَا كَانَ وَرَاءَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهِ وَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کا اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور اس کی خاطر داری کرے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی خاطر داری کب تک کرے؟ آپ نے فرمایا ایک دن اور ایک رات تک اور تین دن تک اس کی مہمانی کرے، اس کے بعد بھی اگر رہے تو وہ اس پر صدقہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ بھلائی کی بات کرے یا خاموش رہے۔

۴۴۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَجَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَنْ يُقِيمَ عِنْدَ أَخِيهِ حَتَّى يُؤَثِّمَهُ قَالُوا

حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہمانی تین دن تک ہے اور خاطر و مدارات ایک دن ایک رات تک ہے اور کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کو گناہ گار کر دے۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ اس کو کیسے گناہ گار کرے گا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص کسی کے ہاں (اتنی دیر) ٹھہرے کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يُؤْثِمُهُ قَالَ يُقِيْمُ عِنْدَهُ وَلَا شَيْءَ لَهُ يَقْرِيْهِ

۴۴۰۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ يَعْنِي الْحَنَفِيَّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ الْمَقْبُرِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُوْلُ سَمِعَتْ اُذُنَايَ وَبَصُرَ عَيْنِيْ وَوَعَاهُ قَلْبِيْ حِيْنَ تَكَلَّمَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَذَكَرَ فِيْهِ وَلَا يَحِلُّ لِاَحَدِكُمْ اَنْ يُقِيْمَ عِنْدَ اَخِيْهِ حَتّٰى يُؤْثِمَهُ بِمِثْلِ مَا فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ۔

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے کانوں نے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر ٹھہرے کہ اس کو گناہ گار کر دے، جیسا کہ وکیع کی روایت میں ہے۔

۴۴۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّهُ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلَا يَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰى فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاَمَرُوْا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِيْ يَنْبَغِيْ لَهُمْ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں کہیں بھیجتے ہیں، پھر ہم کسی قوم کے پاس جا کر ٹھہرتے ہیں اور وہ لوگ ہماری ضیافت نہیں کرتے، سو اس سلسلے میں آپ کا کیا حکم ہے؟ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: جب تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہاری ایسی ضیافت کریں جیسے ایک مہمان کی ضیافت کی جاتی ہے تو اس کو قبول کر لو، اور اگر وہ تمہاری ایسی ضیافت نہ کریں تو ان سے اس قدر ضیافت کا سامان وصول کر لو جتنا ان پر ایک مہمان کا حق ہے۔

ف: یہ حکم حالت اضطرار میں ہے اور اگر اضطرار نہ ہو تو پھر یہ منسوخ ہے۔

مہمان کی ضیافت کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا اسلام میں ایک امر مؤکد ہے، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے کہا ہے کہ مہمان کی ضیافت کرنا سنت مؤکدہ ہے

واجب نہیں ہے اور لیث نے کہا ہے کہ ایک دن اور ایک رات مہمانی کرنا واجب ہے۔ امام احمد نے کہا ہے کہ ایک دن اور ایک رات مہمانی کرنا، قصبہ اور دیہات والوں پر واجب ہے اور جمہور فقہاء اسلام نے ان احادیث اور ان کی امثال کو استحباب اور مکارم اخلاق پر محمول کیا ہے اور مہمان کے حق کی تاکید ثابت کی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے "ہر بالغ پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے" یعنی بالغ پر اس کا استحباب مؤکد ہے۔ اور علامہ خطابی نے ان احادیث کی تاویل میں یہ کہا ہے کہ جو مہمان حالتِ اضطرار میں ہو اس کی مہمان داری کرنا واجب ہے۔

مہمان کی ضیافت اور خاطر و مدارات کی تفصیل

اس حدیث میں ہے کہ ایک دن اور ایک رات مہمان کی خاطر و مدارات کرے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ فقہاء نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ ایک دن اور ایک رات اس کی مہمان داری میں خاص اہتمام کرے اور اچھے اچھے تحائف وغیرہ پیش کرے، اور دوسرے اور تیسرے دن جو کھانا اس کو میسر ہو وہ اس کو کھلا دے اور اپنے معمول اور عادت کے خلاف زیادہ خرچ نہ کرے، اور تین دن کے بعد اس پر خرچ کرنا محض نیکی اور صدقہ ہے، خواہ خرچ کرے یا نہ کرے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام مالک سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا، امام مالک نے کہا ایک دن اس کی عزت کرے اور اس کو تحفے وغیرہ پیش کرے اور تین دن اس کی مہمانی کرے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ آیا وہ ایک دن ان تین دنوں میں شمار ہے یا نہیں؟ ابو عبید نے کہا ہے کہ پہلے دن خاطر و مدارات میں تکلف کرے، اور دوسرے اور تیسرے دن اس کے پاس جو کھانا حاضر ہو وہ پیش کر دے اور اپنی عادت سے زیادہ خرچ نہ کرے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ جب تین دن گذر گئے تو اس نے میزبانی کا حق ادا کر دیا اب اس کے بعد اس کو وہ جو کچھ پیش کرے گا وہ صدقہ ہے، اور صحیح مسلم میں جو حضرت ابی شریح سے روایت ہے کہ تین دن مہمانی ہے اور ایک دن خاطر و مدارات ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک دن تین دنوں سے الگ ہے۔ [2]

اس میں اختلاف ہے کہ آیا مہمان کو کھلانا پلانا واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا ہے کہ چونکہ تین دن سے زیادہ میزبانی کرنا صدقہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ تین دن تک میزبانی کرنا واجب ہے۔ اور علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مہمان کی پہلے دن ضیافت کے لیے جائزہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور جائزہ اس انعام و اکرام کو کہتے ہیں جو وفد اور شاعروں کو پیش کیا جاتا ہے اور یہ انعام و اکرام اور عطیہ پیش کرنا واجب نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کو کھلانا پلانا واجب نہیں ہے۔ لیکن اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ انعام و اکرام اور خاطر مدارات تو صرف ایک دن کی جاتی ہے اور اصل ضیافت تو تین دن ہے جس کے لیے جائزہ کا لفظ نہیں ہے اور اس کے بعد مہمان داری کو آپ نے صدقہ فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ضیافت سنت مؤکدہ ہے [3] اور یہ اقرب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۵۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] " " " ، فتح الباری ج ۵ ص ۴۶، " " " "

الی الصواب ہے، کیونکہ تین دن کے بعد مہمان پر خرچ کرنا صدقہ اور مستحب ہے، اس لیے تین دن تک مہمان داری کرنا مستحب سے قوی ہونا چاہیے اور جب کہ اس کا وجوب صراحت سے ثابت نہیں ہے تو وجوب اور استحباب کے درمیان سنت مؤکدہ ہی متوسط حکم ہے۔

مہمان کے زیادہ دیر ٹھہرنے کا حکم

حدیث نمبر ۴۴۰۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے پاس اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کو گنہگار کر دے، صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ وہ اس کو گنہگار کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص کسی کے ہاں اتنی دیر تک ٹھہرے کہ اس کے پاس مہمان نوازی کے لیے کچھ نہ رہے۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں: مہمان کے لیے کسی شخص کے پاس تین دن سے زیادہ ٹھہرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان اس کی غیبت کرنے لگے، یا اس کے معمولات میں حرج واقع ہو جس سے مہمان کو تکلیف ہو یا میزبان، مہمان کے متعلق بدگمانی میں مبتلا ہو جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (حجرات: ۱۲) "زیادہ گمان کرنے سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں" سو مہمان کے لمبے قیام کی وجہ سے میزبان کے گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب خود میزبان مہمان سے زیادہ قیام کے لیے نہ کہے اور جب میزبان خود مہمان سے زیادہ قیام کی خواہش کرے یا مہمان کو کسی قوی قرینہ سے اس کا علم ہو یا گمان ہو تو پھر اس کا تین دن سے زیادہ ٹھہرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ممانعت اس وجہ سے تھی کہ اس کے زیادہ قیام کی وجہ سے میزبان تنگ ہوگا اور جب میزبان اس کے زیادہ قیام پر خوش ہو تو پھر اس کا زیادہ قیام کرنا جائز ہے، اور اگر مہمان کو شک ہو کہ پتا نہیں میزبان اس کے زیادہ قیام پر خوش ہے یا نہیں؟ تو اس ظاہر حدیث کے مطابق اس کا زیادہ قیام کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر میزبان ضیافت نہ کرے تو کیا مہمان اس سے بقدر ضیافت بزور لے سکتا ہے؟

حدیث نمبر ۴۴۰۲ میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی قوم کے پاس ٹھہرو اور وہ تمہاری ایسی ضیافت کریں جو ایک مہمان کی، کی جاتی ہے تو اس کو قبول کرو، اور اگر وہ تمہاری ایسی ضیافت نہ کریں تو ان سے اس قدر ضیافت کا سامان وصول کرو جتنا ایک مہمان کا حق ہے۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کی مہمان داری کرنا میزبان پر واجب ہے، امام احمد اور فقیہ لیث نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ضیافت سنت مؤکدہ ہے، واجب نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱) یہ حدیث ان لوگوں کے حق میں ہے جو حالت اضطرار میں ہوں، ان کی ضیافت کرنا واجب ہے اگر لوگ ان کی ضیافت نہ کریں تو ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ان کے مال سے بقدر ضرورت لے لیں۔

(۲) اگر کوئی شخص کسی مہمان کی ضیافت نہ کرے تو مہمان کے لیے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی مذمت کرے اور اس کا بخل بیان کرے۔

(۳) حدیث کا یہ حکم ابتداءِ اسلام میں تھا جب ایک دوسرے کی غمگساری واجب تھی جب اسلام میں وسعت ہوگئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ تاویل ضعیف ہے۔

(۴) پہلے اہل ذمہ پر واجب تھا کہ ان کے علاقہ سے جو مسلمان گذریں وہ ان کی ضیافت کریں، اس حدیث سے یہی مراد ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ یہ حضرت عمر کے زمانہ کا معمول تھا۔[1]

(۵) یہ حکم ان عمال کے ساتھ مخصوص ہے جن کو امام صدقات کے وصول کرنے کے لیے بھیجتا ہے، اور جن لوگوں کے پاس امام کسی عامل کو بھیجے ان لوگوں پر اس عامل کی ضیافت کرنا واجب ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا جب مسلمانوں کا بیت المال نہیں تھا اور اب جب کہ مسلمانوں کا بیت المال موجود ہے تو عمال کا خرچ بیت المال سے واجب ہے۔

اگر حقدار کو اپنا حق حاصل کرنے کا موقع ملے تو وہ عدالت کے بغیر بھی اپنا حق لے سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اس حدیث سے "مسئلہ ظفر" پر استدلال کیا گیا ہے، امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عدالت کے ذریعہ اپنا حق لینے پر قادر نہ ہو، مثلاً مقروض منکر ہو اور قرض خواہ کے پاس کوئی گواہ یا کوئی دلیل نہ ہو تو اس شخص کے لیے جائز ہے کہ اپنے حق کے برابر مالیت اس شخص کے مال سے لے لے اور اس میں ظلم اور زیادتی نہ کرے، اور اگر عدالت کے ذریعہ لینا ممکن ہو تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک پھر بھی اس کا لینا جائز ہے، اور فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے، اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ مثلی اشیاء کو لینا جائز ہے اور جن چیزوں کی مثل نہ ہو ان کو لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ خدشہ ہے کہ کہیں قیمت لگانے میں زیادتی نہ ہو جائے (مثلاً کسی شخص کا پانچ مکعب فٹ کا نیشنل کا فرج کوئی شخص لے گیا اور وہ واپس نہیں دے رہا۔ بعد میں اس کے ہاں اسی سائز اور اسی کمپنی کا کوئی اور سیٹ مل گیا تو اس شخص کو اگر اس سیٹ کے لینے پر قدرت ہو تو لے سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص بکرا یا گائے لے گیا تھا اور اب اس کے ہاں وہ بکرا یا گائے نہیں ہے کوئی اور بکرا یا گائے ہے تو وہ اس کو نہیں لے سکتا کیونکہ جانور ایک دوسرے کی مثل نہیں ہیں اور قیمت لگانے میں کمی اور زیادتی کا احتمال ہے۔ سعیدی)۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ قدرت کے وقت اپنی چیز یا اس کی مثل لینے کا جواز اموال میں ہے، عقوبات بدنیہ میں نہیں ہے۔ (یعنی اگر کسی شخص نے کسی کا دانت توڑ دیا ہے اور عدالت کے ذریعہ وہ اپنا بدلہ لینے پر قادر نہیں ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ از خود جا کر دانت توڑنے والے کا دانت توڑ دے۔) اور اموال میں بھی اپنے مال کے بدلہ میں کوئی چیز لینا اس وقت جائز ہے جب اس کو یہ اطمینان ہو کہ اس پر چوری کی تہمت نہیں لگے گی۔[2]

یہاں ہم نے "مسئلہ ظفر" کا اجمالی ذکر کیا ہے کیونکہ اس کی تفصیل اور تحقیق ہم (باب: ۵۷۶ میں) بیان کر چکے ہیں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بَابُ اسْتِحْبَابِ الْمُوَاسَاتِ بِفُضُوْلِ الْمَالِ

زائد مال کو مسلمانوں کی خیر خواہی میں خرچ کرنے کا استحباب

۴۴۰۳ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا اَبُو الْاَشْهَبِ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِيْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ عَلٰى رَاحِلَةٍ لَهٗ قَالَ فَجَعَلَ يَصْرِفُ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا ظَهْرَ لَهٗ وَمَنْ كَانَ لَهٗ فَضْلٌ مِّنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهٖ عَلٰى مَنْ لَّا زَادَ لَهٗ قَالَ فَذَكَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتّٰى رَاَيْنَا اَنَّهٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِيْ فَضْلٍ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے، ناگاہ ایک شخص اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور دائیں بائیں گھومنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس فالتو سواری ہو وہ فالتو سواری اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس شخص کے پاس فالتو زادِ راہ ہے وہ اس شخص کو زادِ راہ دے دے جس کے پاس زادِ راہ نہیں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی اقسام اتنی تفصیل سے بیان کیں کہ یوں لگتا تھا کہ ہم میں سے کسی کا اپنی فالتو چیز میں حق نہیں ہے۔

گھوڑے پر سوار سائل کو خیرات دینا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں صدقہ پر برانگیختہ کرنے سخاوت کرنے، لوگوں کے ساتھ غمگساری اور خیر خواہی کرنے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ نیکی کرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ جو شخص قوم کا امیر ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو کسی ضرورتمند کی خیر خواہی اور غم گساری کی تلقین کرے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے آپ کو عطاء کے لیے پیش کر دے اور سوال نہ کرے جیسا کہ اس حدیث میں ہے وہ سوار آ کر دائیں بائیں گھومنے لگا، اور اس کا دائیں بائیں کا جائزہ لینا اس قصد سے تھا کہ ان میں سے کوئی اس کی مدد کرنے والا ہے یا نہیں؟۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت مند مسافر کی مدد اور اس کی خیر خواہی کرنا چاہیے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو اور اچھا لباس پہنے ہوئے ہو، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے اپنے وطن میں اس کے پاس پیسے ہوں اور وہ مالدار ہو اور یہاں سفر میں اس کو کسی افتاد کی وجہ سے ضرورت کا سامنا ہو، اسی وجہ سے مسافر کو زکوٰۃ بھی دی جاتی ہے اور غالباً اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے تم پر سائل کا حق ہے خواہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو۔ ... (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو) ...

سائل کو بھیک دینے میں مستحق اور غیر مستحق کا فرق نہیں کرنا چاہیے

جب کسی سائل کا ظاہر حال امیرانہ ہو مثلاً وہ خوش پوش ہو اور صاحب مکان ہو تو یہ خیال کر کے اس کی مدد سے ہاتھ نہیں روکنا چاہیے کہ یہ تو امیر آدمی ہے اس کو سوال کی کیا ضرورت ہے! کیونکہ ہو سکتا ہے وہ مکان کرائے کا ہو یا قرض میں گروی رکھا ہوا ہو یا وہ کسی کے مکان میں عارضی طور پر رہتا ہو۔ اور ہر حال میں مسلمان سے حسن ظن رکھنا چاہیے اور یہی خیال کرنا چاہیے کہ یہ شخص یقیناً سوال کا مستحق ہے تبھی تو سوال کر رہا ہے۔

ایک بار ایک سائل نے آکر سوال کیا میں نے اس کے ہاتھ پر کچھ پیسے رکھ دیے، میرے ساتھ ایک دوست کھڑے تھے انھوں نے کہا آپ کو پتا ہے یہ لوگ بھیک مانگ کر ہیروئن اور چرس پیتے ہیں اس لیے ان پیشہ ور بھکاریوں کے سوال پر نہیں دینا چاہیے اس کے بجائے آپ کے محلہ میں کوئی سفید پوش غریب آدمی رہتا ہو تو اس کی حسب مقدور مدد کر دینی چاہیے۔ اس لیے آپ اس سائل کو دیں جو مستحق ہو اور غیر مستحق کو مت دیں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ جو ہم کو اَن گنت قسم قسم کی نعمتیں عطا فرماتا ہے، ہم کب ان نعمتوں کے مستحق ہیں، ہم دن رات اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اور ہم کب ان دعاؤں کے مستجاب ہونے کے مستحق ہیں، سنو! اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو تم اس کے بندوں کے ساتھ سلوک کرتے ہو، اگر کسی سائل کے بارے میں تم کو یقینی دلیل سے معلوم ہے کہ وہ ان پیسوں کی جا کر روٹی نہیں کھائے گا بلکہ چرس یا ہیروئن پیے گا تو بے شک اس کو خیرات مت دو لیکن کسی سائل کی پیشانی پر یہ نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اس خیرات کا کیا کرے گا اس لیے تم مستحق اور غیر مستحق کی تحقیق اور تفتیش مت کرو اور اگر دے سکتے ہو تو جو سائل بھی سوال کرے اس کو دے دو کیونکہ اگر تم نے تفتیش اور تحقیق کر کے غیر مستحقین کے سوال کو رد کرنا شروع کر دیا تو جس سائل کو تم نے رد کر دیا ہے وہ تمہارے علاوہ کسی اور شخص کے دروازہ سے جا کر بھیک لے لے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے بھی تمہیں غیر مستحق قرار دے کر رد کر دیا تو تم کس کے دروازہ سے بھیک لو گے!

بَابُ اسْتِحْبَابِ خَلْطِ الْاَزْوَادِ اِذَا قَلَّتْ وَالْمُوَاسَاةِ فِيهَا

جب کمی ہو تو سب کے زاد راہ کو ملا دینے اور آپس میں غم گساری کرنے کا استحباب۔

۴۴۰۴ - حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا النَّضْرُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيَّ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

ایاس بن سلمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں گئے وہاں ہم کو تنگی کی شکایت ہوئی حتیٰ کہ ہم نے اپنی بعض سواریوں کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم اپنے اپنے زاد راہ کو جمع کریں، پھر ایک چمڑے کا دسترخوان بچھایا

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَأَصَابَنَا جَهْدٌ حَتّٰى هَمَمْنَا أَنْ نَنْحَرَ بَعْضَ ظَهْرِنَا فَأَمَرَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعْنَا مَزَادِنَا فَبَسَطْنَا لَهُ نِطَعًا فَاجْتَمَعَ زَادُ الْقَوْمِ عَلَى النِّطَعِ قَالَ فَتَطَاوَلْتُ لِأَحْزُرَهُ كَمْ هُوَ فَحَزَرْتُهُ كَرُبْضَةِ الْعَنْزِ وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ فَأَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا جَمِيعًا ثُمَّ حَشَوْنَا جُرُبَنَا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ وَضُوْءٍ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ بِإِدَاوَةٍ لَهُ فِيهَا نُطْفَةٌ فَأَفْرَغَهَا فِي قَدَحٍ فَتَوَضَّأْنَا كُلُّنَا نُدَغْفِقُهُ دَغْفَقَةً أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ ثُمَّ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَمَانِيَةٌ فَقَالُوا هَلْ مِنْ طَهُوْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَغَ الْوُضُوْءُ۔

گیا جس پر سب کے زادِ راہ جمع کیے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اس چمڑے کے ٹکڑے کا اندازہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو میرے اندازے کے مطابق وہ ایک بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا، اس وقت لشکر میں ہم چودہ سو تھے، ہم سب نے اس کھانے کو کھایا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے، پھر ہم نے اپنے اپنے کھانے کے تھیلوں کو بھر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وضو کا پانی ہے؟ ایک شخص لوٹے میں تھوڑا سا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی کو ایک پیالے میں ڈال دیا اور ہم سب نے اس سے اچھی طرح وضو کیا اور چودہ سو آدمیوں نے خوب اچھی طرح پانی بہایا، پھر اس کے بعد آٹھ آدمی آئے اور پوچھا کیا وضو کا پانی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو سے فراغت ہو چکی ہے۔

تھوڑے طعام کا زیادہ کرنا معجزہ ہے اور طعام ابتداءً معدوم ہو تو اس کا موجود کرنا معجزہ کیوں نہیں ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزے ظاہر ہوئے ایک طعام کا زیادہ ہونا اور دوسرا پانی کا زیادہ ہونا، علامہ مازری نے اس معجزے کی تفصیل میں لکھا ہے کہ جب بھی طعام کا ایک جز کھایا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک اور جز پیدا کر دیتا اسی طرح جب پانی کا ایک گھونٹ پیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک اور گھونٹ پیدا کر دیتا۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے اور پینے کی اشیاء میں جب بھی برکت کا ظہور ہوا ہے اس کی یہی صورت تھی کہ پہلے کچھ کھانے اور پینے کی چیزیں لائی گئیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر دعا کی یا اس میں سے کچھ تناول فرمایا

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یا ان کے گرد چکر لگایا تو اس میں اضافہ ہو گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی چیز پہلے سرے سے نہ ہو اور پھر وہ آپ کی برکت سے موجود ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کو عدم سے موجود کرنا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے معجزات میں کسی تھوڑی چیز کے زیادہ ہو جانے کی تو مثالیں ہیں لیکن کسی معدوم چیز کے موجود ہونے کی مثال نہیں ہے۔

معجزات کے ثبوت کے طریقے

علامہ نووی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک قسم قرآن مجید ہے جو تواتر سے منقول ہے دوسری قسم یہ ہے کہ مثلاً کھانے پینے کی چیزوں کو زیادہ کر دینا، اور اس کا ثبوت دو طریقوں سے ہے ایک تو یہ معجزات تواتر سے منقول ہیں، جیسے حاتم کی سخاوت اور احنف بن قیس کا حلم تواتر سے منقول ہے، اسی طرح خرق عادت کے یہ واقعات بھی تواتر سے منقول ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب ایک صحابی نے اس قسم کا عجیب واقعہ تمام صحابہ کے سامنے بیان کیا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو یہ ان سب کی طرف سے تصدیق ہو گئی جو اس کی روایت کے صحیح ہونے کا علم الیقین ہے۔

مل جل کر کھانے کی برکت

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب کھانے پینے کی چیزیں کم ہوں تو ان سب کو جمع کر لینا چاہیے اور ہر شخص اپنے طعام کو اپنے ساتھیوں کے لیے مباح کر دے اور یہ خیال نہ کرے کہ اس نے دوسروں سے کم کھایا ہے یا زیادہ خصوصاً طعام کی قلت کے موقع پر ایثار اور قربانی سے کام لینا چاہیے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب کے مل کر کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت نازل فرمائے۔

الحمد للہ علی احسانہ آج ۱۹ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ (۲۲ اگست ۱۹۸۹ء) بروز منگل کتاب اللقطۃ ختم ہو گئی ہے، ! الٰہ العالمین مجھے صحیح مسلم کی باقی کتب اور ابواب کی شرح مکمل کرنے کی سعادت بھی عطا فرما۔ میری تمام کوتاہیوں، لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرما، میرے والدین، اساتذہ اور مشائخ کی مغفرت فرما، اس کتاب کو قبول دوام عطا فرما اور اس کتاب کو میرے لیے تا قیامت صدقہ جاریہ اور توشۂ آخرت کر دے۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الجہاد والسیر

جہاد کا لغوی معنی علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں جَہْد اور جُہْد کا معنی طاقت، وسعت اور کسی کام میں مبالغہ کرنا ہے اور جُہْد کا معنی مشقت ہے علامہ ابن اثیر جزری نے کہا ہے کہ حدیث میں جَہْد اور جُہْد کا لفظ بکثرت استعمال ہوا ہے، جُہْد کا معنی مشقت اور جَہْد کا معنی وسعت ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ دونوں لفظ وسعت اور طاقت کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، لیکن مشقت کے معنی میں صرف جُہْد ہی استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: والذین لا یجدون الا جُہْدَھم (التوبہ ۷۹) "وہ لوگ جو صرف اپنی مشقت سے (کمائی) حاصل کرتے ہیں" فراء نے کہا ہے کہ اس آیت میں جُہْد طاقت کے معنی میں ہے کہا جاتا ہے کہ ھٰذا جُہْدی "یہ میری طاقت ہے"

جہاد دشمن سے قتال کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ (حج: ۷۸) "اللہ کی راہ میں دشمنوں سے اس طرح قتال کرو جو قتال کا حق ہے" کہا جاتا ہے "جاھد العدو" اس نے دشمن سے قتال کیا، اور حدیث میں ہے لا ھجرۃ بعد الفتح ولکن جھاد و نیۃ "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے" اور جہاد کا معنی ہے دشمنوں سے جنگ کرنے میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور نیت اللہ کے لیے اخلاص عمل کو کہتے ہیں۔ علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے: جہاد کی حقیقت یہ ہے کہ خواہش کے خلاف اپنی طاقت اور وسعت کو خرچ کیا جائے، اور اس کی تین قسمیں ہیں، ظاہری دشمن سے جہاد کرنا، شیطان سے جہاد کرنا اور نفس سے جہاد کرنا اور یہ تینوں قسمیں اس آیت میں داخل ہیں وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ (حج: ۷۸)[1]

جہاد کا شرعی معنی علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جہاد کا شرعی معنی ہے: اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے (یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے) کفار سے جنگ میں اپنی پوری طاقت اور وسعت کو خرچ کرنا اور جہاد فی اللہ کا معنی ہے: احکام شرعیہ پر عمل کرنے کے لیے نفس کو تھکانا اور اتباع شہوات اور میلان لذات میں نفس کی مخالفت کرنا[2]۔

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جہاد کا شرعی معنی ہے: اللہ کی راہ میں جنگ کرنے کے لیے جان، مال اور زبان کو انتہائی وسعت اور طاقت سے خرچ کرنا۔[3]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۲ ص ۳۳۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۷۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۹۷، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں: دین حق کی طرف دعوت دینا اور جو اس دعوت کو قبول نہ کرے اس کے ساتھ جان اور مال کے ساتھ جنگ کرنا جہاد ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام حنفی نے بھی جہاد کی یہی تعریف کی ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: کفار سے جنگ کرنے میں اپنی طاقت اور وسعت کو صرف کرنا شرعاً جہاد ہے، اور نفس، شیطان اور فاسقوں سے مجاہدہ کرنے کو بھی جہاد کہتے ہیں، امور دین کا علم حاصل کرنا پھر اس پر عمل کرنا اور اس کی تعلیم دینا مجاہدہ نفس ہے، شیطان کے شبہات کو دور کرنا اور اس کی مزین کردہ چیزوں سے بچنا مجاہدہ شیطان ہے۔ جان، مال، زبان اور دل سے کفار کے ساتھ جنگ کرنا مجاہدہ کفار ہے۔ اور ہاتھوں سے، زبان سے اور دل سے فاسقوں کی مخالفت کرنا مجاہدہ فساق ہے۔ [3]

علامہ وشتانی اُبی مالکی لکھتے ہیں: دین کی سربلندی کے لیے مسلمان کا کافر غیر ذمی سے جنگ کرنا یا میدان جنگ میں حاضر ہونا یا ارض کفار میں داخل ہونا جہاد ہے۔ جو شخص جنگ کرنے کے لیے میدان جنگ یا ارض کفار میں جانے اور اس کو جنگ کا موقع نہ ملے وہ بھی مجاہد ہے۔ [4]

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں: بالخصوص کفار سے قتال کرنے کو جہاد کہتے ہیں، مسلمان باغیوں اور ڈاکوؤں سے قتال کو جہاد نہیں کہتے۔ [5]

فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: مشرکین کو دین اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور جو مشرکین اس دعوت کو قبول نہ کریں، ان سے قتال کرنا واجب ہے کیونکہ تمام آسمانی کتابوں میں اس امت کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ یہ امت نیکی کی دعوت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، اسی بناء پر اس امت کو خیر الامم قرار دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر۔ (آل عمران: ۱۱۰)

جو اُمتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئیں ہیں تم ان میں سب سے بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اور سب سے بڑی نیکی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے، اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ نیکی کی دعوت دے اور نیکی کا حکم دے اور سب سے بڑی برائی شرک ہے خصوصاً وہ لوگ جو علناً شرک کرتے ہوں، اس لیے ہر مومن پر لازم ہے کہ وہ حسب استطاعت لوگوں کو شرک سے روکے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۱۸۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۸۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۴۰۷ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور،

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۴۲-۴۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، کشاف القناع ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداءً مشرکین سے اعراض کرنے اور ان سے درگذر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
فاصفح الصفح الجمیل (حجر: ۸۵) "آپ حسن وخوبی کے ساتھ ان سے درگذر کیجیے" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
واعرض عن المشرکین (حجر: ۹۴) "اور آپ مشرکین سے اعراض کیجیے" پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ آپ حکمت کے ساتھ نصیحت کرکے لوگوں کو دین کی طرف بلائیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن. (نحل: ۱۲۵) — حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف بلائیے اور ان پر احسن طریقہ سے حجت قائم کیجیے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اگر مشرکین جنگ کی ابتداء کریں تو ان سے مدافعانہ جنگ کی جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان قاتلوکم فاقتلوهم. (بقر ۵: ۲۶۱) — اگر کفار تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان جنحوا للسلم فاجنح لها. (انفال: ۶۱) — اگر وہ (کافر) صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ صلح کی طرف مائل ہو جائیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ابتداءً مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ اور ارشاد فرمایا:

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین لله. (بقر ۵: ۱۹۳) — اور ان (کفار) سے جنگ کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ (کا زور) نہ رہے اور صرف اللہ کے دین (کا نظام قائم) ہو جائے۔

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم. (توبہ: ۵) — سو تم جہاں بھی مشرکین کو پاؤ ان کو قتل کر دو۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کر لیں میں ان سے جنگ کرتا رہوں، اور جب وہ اقرار کر لیں گے تو وہ اپنی جان اور مال کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے البتہ جو ان پر حق ہوگا (وہ وصول کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد مشرکین سے جہاد کی فرضیت برقرار رہی اور قیامت تک کے لیے جہاد فرض ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس وقت سے لے کر جب تک میری امت دجال سے جنگ کرے گی جہاد جاری رہے گا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے اور میرا رزق نیزوں کے سائے میں ہے اور جو شخص میری مخالفت کرے گا اس کے لیے ذلت اور محکومی ہے، اور جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا اسی قوم میں شمار ہوگا، سفیان بن عیینہ نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ ایک وہ تلوار ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستوں کے ساتھ جہاد کیا، ایک وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تقاتلونهم او یسلمون (فتح: ۱۶) "تم ان سے جنگ کرتے رہو گے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں گے" تیسری وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجوس اور

اہل کتاب کے ساتھ جنگ کی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ (توبہ: ۲۹) "ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ پر ایمان نہیں لائے" چوتھی وہ تلوار ہے جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خارجیوں، معاہدہ توڑنے والوں اور حق کی مخالفت کرنے والوں سے جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ (حجرات: ۹) "جو قوم باغی ہو اس سے اس وقت تک جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف واپس آجائے۔"[1]

جہاد کی اقسام میں فقہاء احناف کا نظریہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک جہاد کی دو قسمیں ہیں فرض عین اور فرض کفایہ اسلام کی تبلیغ کے لیے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا اور اگر وہ اسلام کو نہ قبول کریں تو پھر ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، اور اگر کسی اسلامی شہر پر کافر حملہ کریں تو اس شہر کے مسلمانوں پر اپنے شہر کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر اس شہر کے مسلمان اپنا دفاع نہ کرسکیں تو اس کے قریب کے شہر والوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جائے گا علیٰ ہذا القیاس اگر ایک اسلامی ملک اپنے دفاع کی استطاعت نہ رکھے تو اس کے قریب کے ملک پر اس ملک کے دفاع کے لیے جہاد کرنا فرض عین ہوگا۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: پھر فریضہ جہاد کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم فرض عین ہے جب کفار پر حملہ کرنے کا عام حکم ہو تو ہر شخص پر اپنی قوت اور طاقت کے اعتبار سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انفروا خفافا و ثقالا (توبہ: ۴۱)

نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل۔

یا ایھا الذین اٰمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ط ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاٰخرۃ ج فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاٰخرۃ الا قلیل ۔ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما۔ (توبہ: ۳۹-۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا! جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے، کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کی متاع تو محض قلیل ہے، اگر تم (راہ خدا میں) نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

اور دوسری قسم فرض کفایہ ہے، جس میں بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی بعض مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جاتا ہے، کیونکہ جہاد کی وجہ سے مشرکین کی شوکت ٹوٹ جاتی ہے اور دین کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور جہاد سے یہی مقصود ہے، نیز اس لیے کہ اگر جہاد کو ہر وقت ہر شخص پر فرض کیا جاتا تو اس سے حرج واقع ہوتا کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ مسلمان دین اور دنیا کی اچھائیوں کو آزادی اور بے خوفی سے حاصل کرسکیں اور اگر ہر شخص جہاد میں مشغول ہو گیا تو دنیا کے دیگر اصلاحی اور تعمیری کام انجام نہیں پا سکیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی جہاد میں بنفس نفیس تشریف لے جاتے تھے اور کبھی دوسروں کو بھیجتے تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: "میری یہ خواہش ہے کہ کوئی جنگی قافلہ یا لشکر روانہ نہ کیا جائے مگر میں بھی اس میں شریک ہوں، لیکن میرے پاس سب کے لیے سواریاں نہیں ہیں اور میرے بغیر یہ خوش نہیں ہوں گے، اور میری بڑی تمنا یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں حتیٰ کہ میں شہید کر دیا جاؤں اور میں پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں" اس

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۳-۱۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸

حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ جہاد اور مرتبہ شہادت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتبہ رسالت حاصل ہونے کے باوجود شہادت کی تمنا کی ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو دن کو روزہ رکھے اور رات قیام، رکوع اور سجود میں گزارے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کرنا یا شام گذارنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے جہاد کے بارے میں بکثرت احادیث اور آثار ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو دین کا کوہان فرمایا ہے اور مسلمانوں کے امیر پر یہ لازم ہے کہ وہ جہاد کے لیے کوشش کرتا رہے یا خود جہاد کے لیے نکلے یا کسی لشکر کو روانہ کرے[1]

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: اگر جہاد کے لیے روانہ ہونے کا مسلمانوں کو عام حکم دیا جائے تو جہاد فرض عین ہے اور اگر عام حکم نہ ہو تو جہاد فرض کفایہ ہے اور بعض مسلمانوں کے جہاد کرنے سے باقی مسلمانوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ ط وکلا وعد اللہ الحسنیٰ ط وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما۔ (نساء: ۹۵)

جو لوگ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں (یعنی جہاد میں نہ جانے والوں) پر فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے۔

اگر ہر مسلمان پر جہاد فرض ہوتا تو جہاد نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ اچھی عاقبت کا وعدہ نہ فرماتا اور جہاد کے مرتع پر بیٹھے رہنا حرام ہوتا۔ نیز جہاد اس لیے فرض کیا گیا ہے کہ اسلام کی دعوت دی جائے اور دین حق کو سربلند کیا جائے اور کفار کے شر اور ان کے قہر کو دفع کیا جائے اور یہ مقصد بعض مسلمانوں کو جہاد کے لیے روانہ کرنے سے پورا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لشکر روانہ کر دیتے اور خود تشریف نہیں لے جاتے تھے اگر جہاد فرض عین ہوتا تو آپ لشکر کو روانہ کرنے کے بعد کبھی خود بیٹھے نہ رہتے اور نہ کسی مسلمان کو جہاد چھوڑ کر بیٹھے رہنے کی اجازت دیتے۔

اور جب کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ وہ کفار سے جہاد کرنے کے لیے تمام اسلامی سرحدوں پر مجاہدین کو روانہ کرے اور جب یہ مجاہدین کفار سے جہاد کریں گے تو باقی مسلمانوں سے جہاد ساقط ہو جائے گا اور جب کسی سرحد پر مجاہدین کمزور پڑ جائیں اور ان پر دشمن کے غلبہ کا خطرہ ہو تو اس شہر کے مسلمانوں پر ان کی مدد کے لیے روانہ ہونا واجب ہے اور سواریوں، اسلحہ اور مال سے ان کی مدد کرنا واجب ہے۔

نیز علامہ کاسانی فرماتے ہیں: جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا عام حکم دیا جائے بایں طور کہ دشمن کسی شہر پر حملہ کر دے تو پھر جہاد فرض عین ہے اور افراد مسلمین میں سے ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ بشرطیکہ وہ جہاد پر قادر ہو، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من — مدینہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو یہ نہیں

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ ذٰلک بانھم لایصیبھم ظمأ ولانصب ولا مخمصۃ فی سبیل اللہ (توبہ: ۱۲۰)

چاہیے تھا کہ وہ (جہاد میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاتے اور نہ یہ کہ وہ رسول کی جان سے زیادہ اپنی جان سے رغبت کرتے، تاکہ انھیں اللہ کی راہ میں بھوک، پیاس اور مشقت نہ پہنچے۔

سو اس صورت میں نماز روزے کی طرح ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہوگا۔ [1]

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: "ذخیرہ" میں لکھا ہوا ہے کہ جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا بگل بج جائے تو جو لوگ دشمن کے قریب ہوں اور جہاد کرنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر جہاد کے لیے روانہ ہونا فرض عین ہے اور جو لوگ دور ہوں ان پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، حتیٰ کہ اگر ان کی ضرورت نہ پڑے تو ان کا جہاد نہ کرنا جائز ہے لیکن اگر ان کی ضرورت پڑ جائے بایں طور کہ قریب والے مسلمان دشمن سے مقابلہ میں کمزور پڑ جائیں یا وہ سستی کی وجہ سے جہاد نہ کریں تو پھر جو مسلمان ان مسلمانوں سے قریب ہوں ان پر نماز اور روزے کی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا۔ [2]

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور بہت سے صحابہ کو مدینہ میں چھوڑ جاتے تھے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد صرف اسی وقت فرض عین ہوتا ہے جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا عام حکم دیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ۔ (نساء: ۹۵)

بلا عذر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ (کافروں سے) جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمانوں کو بیٹھنے والے مسلمانوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جہاد نہ کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اگر جہاد فرض عین ہوتا تو جہاد نہ کرنے والے اچھی عاقبت کے وعدہ کے بجائے عذاب کی وعید کے مستحق ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ البتہ جس وقت جہاد پر روانہ ہونے کا عام حکم ہو جائے تو جو مسلمان دشمن کے قریب ہوں اور جہاد پر قادر ہوں ان پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے اور جو مسلمان دشمن سے دور ہوں ان پر جہاد فرض نہیں ہوتا، ہاں اگر قریب والے مسلمانوں کو کسی وجہ سے ان کی ضرورت پڑے تو پھر ان پر بھی جہاد فرض ہو جاتا ہے اور اگر ان کو بھی ضرورت پڑے تو پھر ان کے قریب مسلمانوں پر جہاد فرض ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس تدریجاً تمام اہل اسلام پر جہاد فرض عین

---

[1] ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۹۸، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ہو جائے گا۔ [1]

جہاد کی اقسام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: علامہ ابن قطان وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جو شخص جہاد پر قادر ہو اس پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اور علامہ مازری مالکی نے کتاب کبیر میں لکھا ہے کہ جہاد فرض عین بھی ہے اور فرض کفایہ بھی ہے۔ جو مسلمان دشمن اسلام کے قریب اور جہاد پر قادر ہوں ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے اور جو مسلمان دور ہوں ان پر جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقہ کے مسلمانوں پر کفار حملہ کریں تو ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے اور جن پر حملہ نہ کریں ان پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اگر کسی علاقہ کے مسلمانوں پر دشمن حملہ کرے اور وہ اس سے دفاع کی طاقت نہ رکھتے ہوں پھر بھی ان پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ [2]

جہاد کی اقسام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں جہاد صرف فرض کفایہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لا یستوی القاعدون الآیۃ (نساء: ۹۵) (علامہ بابرتی کے حوالے سے اس آیت سے استدلال کا بیان گذر چکا ہے۔) لیکن اب جہاد کی دو قسمیں ہیں ایک یہ ہے کہ کفار اپنے شہروں میں ہوں اس وقت ان سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی مسلمان بھی ان سے جہاد نہ کرے تو وہ تمام مسلمان گناہ گار ہوں گے جن کو جہاد نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے۔ [3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جہاد کی دوسری قسم فرض عین ہے اور یہ اس وقت ہے جب کفار مسلمانوں کے شہروں کو روندتے ہوئے ہوں، یا مسلمانوں پر حملہ کرنے کے قصد سے مسلمانوں کے شہروں کی سرحدوں پر جمع ہو جائیں اس وقت ان سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔ [4]

جہاد کی اقسام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عام حالات میں جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور حسب ذیل صورتوں میں جہاد کرنا فرض عین ہے۔

(۱)۔ جب جنگ ہو رہی ہو اور دونوں طرف سے فوجیں صف آراء ہوں تو پھر مسلمانوں کا میدان جنگ سے بھاگنا اور پیٹھ دکھانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (انفال، ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

یا ایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار ومن

اے ایمان والو! جب میدان جنگ میں تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا، اور جو شخص

---

[1]۔ علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2]۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۱۰ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4]۔ " " " " ج ۱۰ ص ۲۱۴، " " " "

یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ وماوٰہ جھنم وبئس المصیر۔
(انفال: ۱۵، ۱۶)

جنگی چال کے سوا یا فوج کے کسی دستہ سے لاحق ہونے کے قصد کے بغیر اس دن کافروں سے پیٹھ پھیرے گا تو بلاشبہ وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

۲۔ جب مسلمانوں کے کسی شہر پر کفار حملہ آور ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر ان سے جنگ کرنا اور ان کا بھگانا فرض عین ہے۔

۳۔ جب امام یا امیر مملکت کسی قوم کو جہاد کے لیے بلائے تو ان پر جہاد کے لیے جانا فرض عین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الی الارض ط ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا من الاٰخرۃ۔
(توبہ: ۳۸)

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوگیا! جب تم سے اللہ کی راہ میں نکلنے کے لیے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے! کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اذا استنفرتم فانفروا" "جب تم کو جہاد کے لیے طلب کیا جائے تو فوراً چلے آؤ۔" [1]

کن حالتوں میں جہاد فرض عین ہوتا ہے اور کن حالتوں میں فرض کفایہ

فقہاء احناف، فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ کے نزدیک

جن صورتوں میں کفار سے جہاد کرنا فرض عین ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ جب جہاد کے لیے روانہ ہونے کا عام حکم دیا جائے یعنی جب کسی مسلمان ملک کا امیر ملک کے ہر شہری کو جہاد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دے خواہ وہ شہری فوجی ہو یا غیر فوجی اس وقت اس ملک کے ہر مسلمان پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ اسی طرح اگر کسی شہر کا مسلمان امیر حکم دے کہ تمام شہر کے لوگ جہاد کے لیے روانہ ہوں تو اس شہر کے ہر مسلمان پر جہاد کے لیے روانہ ہونا فرض عین ہے البتہ جو لوگ جہاد کرنے سے معذور ہوں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۲۔ جس علاقہ کے لوگ دشمن اسلام سے قریب ہوں اور اس سے جہاد کرنے پر قادر ہوں ان پر اس سے جہاد کرنا فرض عین ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے جس شہر کی سرحدوں پر کفار حملہ کرنے کے قصد سے جمع ہو جائیں اس شہر کے مسلمانوں پر ان کفار سے جہاد کرنا فرض عین ہے اور اگر ان کو اپنے دفاع میں دوسرے شہر کے مسلمانوں کی ضرورت ہو تو پھر ان پر بھی جہاد فرض عین ہے

۴۔ جب (العیاذ باللہ) کافر مسلمانوں کے کسی شہر کو روندتے ہوں تو اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض عین ہے۔ اور جب انھیں دوسرے مسلمانوں کی مدد کی ضرورت ہو تو ان پر بھی جہاد فرض عین ہے۔

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ان صورتوں کے علاوہ عام حالات میں جب کافر اپنے اپنے ملکوں میں ہوں تو جو مسلمان ان سے جہاد کرنے پر قادر ہوں ان پر تبلیغ دین اور اسلام کی سربلندی کے لیے کافروں سے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے اور اگر کسی ملک کے مسلمان بھی کافروں سے جہاد نہ کریں تو پھر دنیا کے تمام مسلمان گنہ گار ہوں گے۔

جب تک دنیا میں مسلم اقوام تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے کفر اور باطل قوتوں سے جہاد کرتی رہیں وہ دنیا میں عزت اور سربلندی کے ساتھ زندہ رہیں اور جب انھوں نے جہاد چھوڑ دیا اور عیش وطرب کی زندگی اختیار کر لی، مسلمان مشقت، جانفشانی اور سخت کوشی کی جگہ سہولت، آرام اور تن آسانی کی زندگی بسر کرنے لگے تو ذلت اور محکومی ان کا مقدر ہو گئی، اسپین میں مسلمانوں کا عروج اور زوال، ہندوستان میں سلاطین مغلیہ کی سربلندی اور پستی اور عربوں کی اسرائیلیوں سے فتح اور شکست کا راز اسی ایک نکتہ میں مضمر ہے۔

آج پاکستان کی قوم بھی تہذیب اور کلچر کے نام پر سینما اور وی۔سی۔آر پر پاکستانی اور ہندوستانی فلموں کے دیکھنے کے وفور شوق میں مبتلا ہے اور میوزک کے شور میں ڈوبی ہوئی ہے اور فلموں میں جو فحاشی اور نیم عریاں تہذیب دکھائی جاتی ہے اس کو علمی زندگی میں آرٹ اور فیشن کے نام پر فروغ دے رہی ہے یہی وجہ ہے کہ سقوط مشرقی پاکستان کے موقع پر نوے ہزار نوجوانوں نے ہتھیار ڈال کر مسلمانوں کی عسکری تاریخ کی بدترین مثال قائم کی۔

جہاد کے مباح ہونے کی شرائط

جہاد کے مباح ہونے کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ دشمن دین اسلام کو قبول کرنے سے انکار کر دے اور مسلمانوں اور دشمنوں کے درمیان جنگ بند کرنے کا معاہدہ نہ ہو۔

(۲)۔ مسلمانوں کو یہ توقع اور امید ہو کہ جنگ میں مسلمانوں کو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا اگر مسلمانوں کو یہ توقع اور امید نہ ہو تو پھر ان کے لیے کفار سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو جنگ کی قوت اور سامان حرب میں برتری حاصل نہ ہو تو پھر ان کا کفار سے جنگ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ [1]

جہاد کے وجوب کی شرائط

جہاد کے واجب ہونے کی سات شرطیں ہیں: ۱۔ اسلام۔ ۲۔ بلوغ۔ ۳۔ عقل۔ ۴۔ آزاد ہونا۔ ۵۔ مرد ہونا۔ ۶۔ معذور نہ ہونا۔ ۷۔ ضروریات کا خرچ موجود ہونا۔

اسلام کی شرط اس لیے ہے کہ کافر پر جنگ میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا، عقل کی شرط اس لیے ہے کہ مجنون جہاد نہیں کر سکتا اور بلوغ کی شرط اس لیے ہے کہ بچہ کمزور ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میری عمر چودہ سال تھی تو میں نے اپنے آپ کو جنگ اُحد کے لیے پیش کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور آزاد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آزاد شخص سے اسلام اور جہاد کی بیعت لیتے تھے اور غلام سے صرف اسلام کی بیعت لیتے تھے جہاد کی بیعت نہیں لیتے تھے، اور مرد ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ نے فرمایا ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں جنگ نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے۔ غیر معذور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

شخص اندھا، لنگڑا اور بیمار نہ ہو اور یہ اس لیے شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج (فتح: ۱۷) "جہاد نہ کرنے کی وجہ سے) اندھے پر کوئی گناہ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے"۔ اور خرچ موجود ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ۔ (توبہ: ۹۱)

(جہاد نہ کرنے کی وجہ سے) ضعیفوں پر کوئی گناہ نہیں، اور نہ بیماروں پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو زادِ راہ (خرچ) نہیں پاتے جب انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی کر لی ہو۔

اگر جہاد مسافت قصر سے کم پر ہو تو مدت جہاد میں اہل و عیال کا خرچ ضروری ہے اور ہتھیاروں کا ہونا بھی ضروری ہے اور اگر جہاد مسافت قصر پر ہو تو اس کے ساتھ ساتھ سواری بھی ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔ (توبہ: ۹۲)

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوئے کہ آپ انھیں (جہاد کے لیے) سواری دیں تو آپ نے ان سے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے تو وہ اس حال میں واپس چلے گئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کیونکہ ان کو یہ رنج تھا کہ ان کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہے۔

یہ شرائط علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بیان کی ہیں۔ [1]

کتنی مدت کے بعد مسلمانوں پر جہاد کرنا واجب ہے۔

تبلیغ دین کے لیے سال میں ایک مرتبہ مسلمانوں پر جہاد کرنا واجب ہے، الا یہ کہ مسلمانوں کی عددی تعداد کم ہو یا ان کے پاس سامان حرب کی کمی ہو یا جہاد کے راستہ میں کوئی رکاوٹ ہو یا مسلمانوں کو یہ توقع ہو کہ اگر کفار سے جنگ میں تاخیر کی تو شاید وہ اسلام قبول کر لیں۔ [2]

بَابُ جَوَازِ الْإِغَارَةِ عَلَى الْكُفَّارِ الَّذِينَ بَلَغَتْهُمُ الدَّعْوَةُ الْإِسْلَامَ مِنْ غَيْرِ تَقَدُّمِ إِعْلَامِهِمْ بِالْإِغَارَةِ

جن کفار کو دعوت اسلام دی جا چکی ہو ان کو دوبارہ دعوت دیے بغیر جنگ کرنے کا جواز

۴۴۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں نے نافع کو لکھ کر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۶۴-۱۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۶۴، " " " "

حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ اَخْضَرَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى نَافِعٍ اَسْاَلُهٗ عَنِ الدُّعَآءِ قَبْلَ الْقِتَالِ قَالَ فَكَتَبَ اِلَيَّ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ قَدْ اَغَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّوْنَ وَاَنْعَامُهُمْ تُسْقٰى عَلَى الْمَآءِ فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبٰى سَبْيَهُمْ وَاَصَابَ يَوْمَئِذٍ قَالَ يَحْيٰى اَحْسِبُهٗ قَالَ جُوَيْرِيَةَ اَوْ قَالَ الْبَتَّةَ ابْنَةَ الْحَارِثِ وَحَدَّثَنِيْ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ فِيْ ذَاكَ الْجَيْشِ۔

جنگ سے پہلے کفار کو دین کی دعوت دینے کے متعلق سوال کیا، نافع نے لکھا یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر بے خبری میں حملہ کیا درآں حالیکہ ان کے مویشی پانی پی رہے تھے، آپ نے ان کے جنگجو مردوں کو قتل کر دیا اور باقی کو قید کر لیا اور اسی دن حضرت جویریہ آپ کے ہاتھ لگیں، راوی کہتا ہے یا حارث کی بیٹی۔ یہ حدیث مجھ کو حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان کی اور وہ اس لشکر میں تھے۔

۴۳۰۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ وَلَمْ يَشُكَّ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے منقول ہے اور اس میں بغیر کسی شک کے جویریہ بنت الحارث کا لفظ ہے۔

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن کفار کو پہلے اسلام کی دعوت دی جا چکی ہے ان پر بغیر اعلانِ جنگ اور بغیر دعوتِ اسلام کے حملہ کرنا جائز ہے۔ علامہ مازری اور قاضی نے اس مسئلہ میں تین مذاہب بیان کیے ہیں:

۱۔ امام مالک وغیرہ نے کہا ہے کہ جنگ سے پہلے دعوتِ اسلام دینا مطلقاً واجب ہے لیکن یہ مذہب ضعیف ہے۔

۲۔ جنگ سے پہلے دعوتِ اسلام دینا اصلاً واجب نہیں ہے، یہ مذہب باطل ہے۔

۳۔ امام مالک کا صحیح مذہب امام شافعی کا قول جدید، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی اور جمہور فقہاء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ اگر کفار کو پہلے اسلام کی دعوت نہیں دی تو ان کو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے، اور اگر ان کو پہلے اسلام کی دعوت دی جا چکی ہے تو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا مستحب ہے۔ بکثرت احادیث صحیحہ اس مذہب کی مؤید ہیں، کعب بن اشرف اور ابوالحقیق کو قتل کرنے کی حدیثوں میں بھی اس کی تائید ہے اور اس باب کی حدیث بھی اسی کی مؤید ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء حنبلیہ کے مذہب کی تفصیل!!

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں دعوت اسلام کو پہنچا دیا گیا ہے اور وہ تمام دنیا میں شائع ہو چکی ہے، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ رومیوں اور ترکوں کے ماوراء کوئی ایسی قوم ہو جس کو دعوت اسلام نہ پہنچی ہو، سو ایسی قوم سے دعوت اسلام دیے بغیر جنگ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اور اس کے باقی ساتھیوں کو بالعموم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیتے اور فرماتے جب تمہارا مشرکین سے مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں میں سے کسی ایک کی طرف دعوت دینا، وہ ان تین میں سے جس کو بھی مان لیں تو تم قبول کر لینا، اور جنگ سے رک جانا۔ ان کو اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کرنا اور ان سے جنگ نہ کرنا، اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کریں تو ان کو جزیہ دینے کی دعوت دینا اگر وہ جزیہ دینے پر تیار ہوں تو ان کی یہ پیش کش قبول کرنا اور ان سے جنگ نہ کرنا، اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان کے خلاف جہاد شروع کر دینا، (مسلم و ابو داؤد)۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حکم ابتداء اسلام کا ہو جب دعوت اسلام شائع نہیں ہوئی تھی اور دین اسلام کا ظہور نہیں ہوا تھا، لیکن اب دعوت اسلام شائع ہو چکی ہے اس لیے اب جنگ کے وقت کسی کو دعوت اسلام دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی دعوت دیتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ظاہر کر دیا اور اسلام کو غلبہ عطا فرمایا، اور میں نہیں جانتا کہ آج کوئی شخص کسی کو اسلام کی دعوت دیتا ہو، کیونکہ ہر شخص کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے، رومیوں کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان سے کس چیز کا سامنا ہے۔ اسلام کی دعوت دینا صرف ابتداء اسلام میں ضروری تھا اور اگر اب بھی دعوت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کی بے خبری میں ان پر حملہ کیا، دراں حالیکہ ان کے اونٹ پانی پی رہے تھے، آپ نے ان کے لڑنے والے افراد کو قتل کر دیا اور بچوں کو گرفتار کر لیا (بخاری و مسلم) اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو امیر بنایا پھر ہم نے مشرکین کے ایک گروہ سے جنگ کی اور ان پر شب خون مارا۔ (ابو داؤد) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں جو جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینے کا حکم ہے وہ استحباب پر محمول ہو اور بلاشبہ یہ دعوت ہر حال میں مستحب ہے، کیونکہ امام بخاری نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا اور ان کو اہل خیبر سے جنگ کے لیے بھیجا تو ان کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دیا حالانکہ اہل خیبر کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی (صحیح بخاری) اور جب طلیحہ اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت خالد بن ولید نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے یہ دعوت قبول نہ کی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت خالد کو اس پر غالب کر دیا۔ اور حضرت سلمان نے اہل فارس کو اسلام کی دعوت دی۔

اس وضاحت کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ اگر اہل کتاب یا مجوسیوں سے جہاد کرنا ہو تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ انکار کریں تو ان کو جزیہ دینے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی

جائے، اور اگر ان کے غیر سے جنگ ہو تو ان کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اگر وہ انکار کریں تو پھر ان سے جنگ کی جائے اور جو دعوتِ اسلام سے پہلے قتل کر دیا گیا اس کے خون کی کوئی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ اس سے کوئی معاہدہ ہے نہ اس کو امان ہے۔ [1]

جہاد کرنے سے پہلے کفار کو دعوت اسلام دینے میں فقہاء احناف کے مذہب کی تفصیل!

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: اگر کفار کو پہلے دعوت اسلام نہ پہنچی ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ پہلے ربانی اسلام کی دعوت دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ادع الی سبیل ربك بالحکمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ (نحل: ۱۲۵)

حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیجئے اور ان پر اچھی طرح حجت قائم کیجئے۔

اور دعوت اسلام سے پہلے ان لوگوں سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ دعوتِ اسلام سے پہلے صرف عقل کی وجہ سے اگرچہ ان پر ایمان لانا واجب ہو چکا تھا اور وہ ایمان نہ لانے کی وجہ سے قتل کے مستحق تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام بھیجنے اور ان کو تبلیغ کرنے سے پہلے ان سے قتال حرام کر دیا ہے، اور یہ ان پر محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے تاکہ ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے، ہر چند کہ حقیقت میں ان کا کوئی عذر نہیں ہے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی ذات پر ایسے دلائل عقلیہ قائم کر دیے ہیں کہ اگر وہ ان دلائل پر صحیح طریقہ سے غور کریں تو ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور احسان سے رسولوں کو بھیجا (صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین) تاکہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کے بارے میں کوئی شبہ باقی نہ رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولو انا اهلکنا هم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتك من قبل ان نذل و نخزی۔ (طٰہٰ: ۱۳۴)

اور اگر ہم رسول کے آنے سے پہلے انھیں کسی عذاب میں ہلاک کر دیتے تو وہ ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و خوار ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کر لیتے۔

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد بحیثیت جہاد فرض نہیں ہے بلکہ جہاد دعوت اسلام کی وجہ سے فرض ہے اور جنگ کی بہ نسبت بیان اور تبلیغ سے اسلام کی دعوت دینا زیادہ سہل اور آسان ہے، اس لیے جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب پہلے انھیں اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو اور اگر ان کو اس سے پہلے اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے تو تجدید دعوت کے بغیر بھی ان سے جنگ کرنا جائز ہے لیکن اس کے باوجود جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت دینا افضل اور مستحب ہے، کیونکہ ان کے اسلام قبول کرنے کی امید بہر حال قائم ہے اور روایت ہے کہ جن لوگوں کو کئی مرتبہ اسلام کی دعوت دی جا چکی ہو ان سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام دینے کے بعد جنگ کرتے تھے۔

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۳-۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اگر کفار نے دعوت اسلام کے بعد دین اسلام قبول کر لیا تو ان سے جنگ نہ کی جائے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں تو ان کی جان اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے ماسوا اس چیز کے جس پر کسی کا کوئی حق ہو۔ اور اگر وہ اسلام نہ قبول کریں تو مشرکین عرب اور مرتدین کے سوا باقی لوگوں پر جزیہ پیش کریں اگر وہ جزیہ قبول کر لیں تو ان سے جنگ نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اگر یہ لوگ ذمیوں کا عہد قبول کر لیں تو ان کے لیے مسلمانوں کے حقوق ہوں گے اور ان پر مسلمانوں کی سزائیں ہوں گی۔ اور اگر وہ جزیہ کا انکار کریں تو اللہ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیں۔ اور جب مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ثابت قدم رہیں، آپس میں اختلاف نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور نصرت سے ہمکنار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین۔
(انفال: ۴۶-۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور مسلمانوں کے لیے دعوت اسلام دیے بغیر بھی کفار پر حملہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔ (توبہ: ۵)

مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر دو۔

مشرکین سے ہر وقت جہاد کرنا جائز ہے خواہ اشہر حرم (حرمت والے مہینے ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) ہوں یا نہ ہوں کیونکہ ان مہینوں میں جہاد کرنے کی ممانعت اس آیت اور جہاد کی دوسری آیات سے منسوخ ہو چکی ہے۔

جہاد میں کافر کی جان اور مال محترم نہیں ہے

جہاد میں کفار کو قتل و غارت کرنے، لوٹ مار کرنے اور شب خون مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح ان کے درخت کاٹنا بھی جائز ہیں خواہ وہ درخت پھلدار ہوں یا نہ ہوں اور ان کے کھیتوں کو ملیامیٹ کرنا بھی جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین۔
(حشر: ۵)

تم لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ ہی کے اذن سے تھا تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ذلیل و خوار کرے۔

کفار کے قلعوں کو جلانا اور پانی سے غرق کرنا ان کے قلعوں کو گرانا اور ان پر منجنیق نصب کرنا یہ سب جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی

وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں

المؤمنین (حشر: ۲/۰) کے ہاتھوں سے ویران کر رہے تھے۔

یہ تمام اُمور اس لیے جائز ہیں کیونکہ یہ سب اُمور جنگ کے لوازم ہیں، نیز مال کی حرمت جان کی حرمت کے تابع ہے اور جب کفار کی جان محترم نہیں ہے تو ان کا مال کیسے محترم ہو گا۔

اگر جہاد میں کافر مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے | کفار پر تیر اندازی کرنا بھی جائز ہے خواہ وہ مسلمان قیدیوں یا تاجروں کو اپنی ڈھال بنالیں اور یہ بھی جنگی ضرورت کی بنا پر ہے کیونکہ کفار کے قلعوں میں کہیں نہ کہیں مسلمان بھی ہوتے ہیں، لیکن مسلمان مجاہدین اس صورت میں اپنے حملوں سے کافروں کو قتل کرنے کا قصد کریں اسی طرح اگر کافر مسلمان بچوں کو اپنی ڈھال بنالیں تو ان کو قتل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے بغیر فریضۂ جہاد ادا نہیں ہوتا لیکن مسلمان اس حملہ سے کافروں کو قتل کرنے ہی کا قصد کریں۔ [1]

بَابُ تَأْمِيرِ الْإِمَامِ الْأُمَرَاءَ عَلَى الْبُعُوثِ وَوَصِيَّتِهِ إِيَّاهُمْ بِآدَابِ الْغَزْوِ

کسی شخص کو جہاد کا امیر بنانا اور اس کو آداب جہاد کی تعلیم دینا

۴۳۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ أَمْلَاهُ عَلَيْنَا إِمْلَاءً ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ فِي خَاصَّتِهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوا بِاسْمِ اللّٰهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ

سلیمان بن بریدہ اپنے والد (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو کسی بڑے یا چھوٹے لشکر کا امیر بناتے تو اس کو بالخصوص اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتے اور اس کے ساتھی مسلمانوں کو نیکی کی وصیت کرتے، پھر آپ فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جو شخص اللہ کے ساتھ کفر کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، کسی شخص کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل نہ بگاڑو اور کسی بچہ کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے مشرکین دشمنوں کے ساتھ مقابلہ ہو تو ان کو تین چیزوں کی دعوت دینا وہ ان میں سے جس کو بھی مان لیں اس کو قبول کر لینا۔ اور جنگ سے رُک جانا۔ پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۰۱-۱۰۰، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

اغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تَمْثُلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا وَلِيْدًا وَإِذَا لَقِيْتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوْا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوْا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوْكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ وَلٰكِنِ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوْا ذِمَّةَ اللّٰهِ وَذِمَّةَ رَسُوْلِهِ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوْكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِيْ أَتُصِيْبُ حُكْمَ اللّٰهِ فِيْهِمْ أَمْ لَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ هٰذَا

شہر میں آجائیں اور ان کو یہ بتاؤ کہ اگر انھوں نے ایسا کر لیا تو ان کو وہ سہولتیں ملیں گی جو مہاجرین کو ملتی ہیں اور ان پر وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اور اگر وہ مہاجرین کے شہر میں آنے سے انکار کریں تو ان کو یہ خبر دے دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے لیکن ان کو مال غنیمت اور مال فے سے جہاد کے بغیر کوئی حصہ نہیں ملے گا، اگر وہ لوگ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو پھر ان سے جزیہ کا سوال کرو، اگر وہ اس کو تسلیم کر لیں تو تم بھی اس کو قبول کر لو اور ان سے جنگ کرو اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو پھر اللہ کی مدد کے ساتھ ان سے جنگ شروع کر دو، اور جب تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرو اور قلعہ والے اللہ اور اس کے رسول کو (کسی عہد پر) ضامن بنانا چاہیں تو تم اللہ اور اس کے رسول کو ضامن نہ بنانا، بلکہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو ضامن بنانا، کیونکہ تمہارے لیے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد سے پھر جانا اس سے آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑو، اور جب تم کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرو، اور ان کا یہ ارادہ ہو کہ تم ان کو اللہ کے حکم کے مطابق قلعہ سے نکالو تو تم ان کو اللہ کے حکم کے بموجب نہ نکالو بلکہ ان کو اپنے حکم کے مطابق نکالو، کیونکہ تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہاری رائے اور اجتہاد اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں، عبدالرحمٰن نے کہا یہ یا اس کی مثل ہے، اور اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ میں نے اس حدیث کا مقابل بن حیان سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا مجھ سے مسلم بن ہیصم نے نعمان بن مقرن کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

أَوْ نَحْوَهُ وَزَادَ إِسْحٰقُ فِي آخِرِ حَدِيثِهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ قَالَ فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ قَالَ يَحْيَى يَعْنِي أَنَّ عَلْقَمَةَ يَقُولُهُ لِابْنِ حَيَّانَ فَقَالَ حَدَّثَنِي مُسْلِمُ بْنُ هَيْصَمٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

۴۴۰۸ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ أَنَّ سُلَيْمَانَ بْنَ بُرَيْدَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا أَوْ سَرِيَّةً دَعَاهُ فَأَوْصَاهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُفْيَانَ۔

حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب امیر یا کسی لشکر کو بھیجتے تو اس کو وصیت کرتے۔

۴۴۰۹ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ الْفَرَّاءُ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۴۱۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَمْرِهِ قَالَ بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا وَيَسِّرُوا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ میں سے کسی شخص کو کسی مہم پر روانہ کرتے تو اس سے ارشاد فرماتے لوگوں کو خوش کرو، ان کو متنفر مت کرو اور فرماتے آسان احکام بیان کرو مشکل احکام مت بیان کرو۔

وَلَا تُعَسِّرُوْا۔

۴۴۱۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهٗ وَمُعَاذًا اِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجا اور فرمایا تم دونوں لوگوں کے لیے آسانی کرنا اور انھیں مشکل میں نہ ڈالنا، ان کو خوش کرنا اور متنفر مت کرنا اور آپس میں اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا۔

۴۴۱۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ عَدِیٍّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ اُنَيْسَةَ كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ شُعْبَةَ وَلَيْسَ فِیْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ اَبِیْ اُنَيْسَةَ وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابوموسیٰ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شعبہ کی طرح روایت بیان کی اس حدیث میں تطاوعا ولا تختلفا کے الفاظ نہیں ہیں۔

۴۴۱۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِی التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَسَكِّنُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو، لوگوں کو آرام پہنچاؤ اور ان کو متنفر مت کرو۔

سَرِیَّہ کا معنی اس حدیث میں جیش اور سریہ کے الفاظ ہیں جیش لشکر کو کہتے ہیں اور سریہ لشکر کے ایک حصہ کو کہتے ہیں علامہ نووی لکھتے ہیں: ابراہیم حربی نے بیان کیا ہے کہ چار سو گھوڑے کے ٹولہ کو سریہ کہتے ہیں اس

کو سریہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ رات میں چلتا ہے اور "سری یسری" کا معنی رات میں سفر کرنا ہے۔ [1]

قتال کی کیفیت اور ان کافروں کا بیان جن کو قتل کرنا جائز نہیں ہے

اس حدیث میں مثلہ کرنے (اعضاء کاٹ کر شکل بگاڑنے) اور بچوں کو قتل نہ کرنے کا ذکر ہے۔ فتاویٰ عالم گیری میں ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ عہد شکنی نہ کریں، نہ خیانت کریں اور نہ مثلہ کریں (ہدایہ) کسی عورت، بچے اور مجنون کو قتل نہ کریں، اور نہ کسی شیخ فانی (بہت بوڑھا شخص) کو قتل کریں اور نہ کسی اندھے اور لولے کو، ہاں اگر ان میں سے کوئی شخص جنگی تدابیر کا ماہر ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے یا اگر عورت سردار یا ملکہ ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے اسی طرح اگر کافروں کا سردار کوئی چھوٹا بچہ ہو تو اس کو قتل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، (جوہرہ نیرہ) اگر کوئی عورت مالدار ہو اور وہ اپنے مال سے لوگوں کو جنگ پر ابھار رہی ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (محیط) اسی طرح جن کا استثناء کیا گیا ہے اگر ان میں سے کوئی جنگ کر رہا ہو تو اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔ (ہدایہ)۔

جس شخص کے ہاتھ اور پیر مخالف جانبوں سے کٹے ہوئے ہوں اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، اور جس شخص کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا ہو اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، جس کا ہاتھ سوکھا ہوا ہو اس کو بھی نہ قتل کیا جائے، اور اگر یہ جنگ کر رہے ہوں تو ان کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، (قاضی خاں) اگر کسی مسلمان شخص کے رشتہ دار کافر ہوں تو وہ ان کو قتل کر سکتا ہے لیکن کوئی شخص اپنے والد، والدہ اور دادا، دادی کو قتل نہ کرے البتہ ناگزیر صورت میں ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ (محیط)۔ کسی راہب کو اس کے گرجے میں نہ قتل کیا جائے اور اگر وہ لوگوں میں ہل جل کر رہتا ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے (قاضی خاں) [2]

فقہاء احناف نے جہاد میں جن کافروں کے قتل سے منع کیا ہے ان کی اصل حسب ذیل احادیث ہیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن کعب بن مالک عن عمہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ الی ابن ابی الحقیق بخیبر نھی عن قتل النساء والصبیان رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ [3]

ابن کعب بن مالک اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ابن ابی الحقیق کی طرف بھیجا تو انھیں عورتوں اور بچوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن ایوب قال سمعت رجلا منا یحدث عن ابیہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ کنت فیھا فنھانا

ایوب کہتے ہیں میں نے اپنے ایک شخص سے سنا وہ اپنے والد سے یہ حدیث بیان کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک لشکر میں بھیجا اور ہمیں مزدوروں اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

[2] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

ان تقتل العسفاء والوصفاء۔ رواہ احمد وفیہ رجل لم یسم۔ [1]

غلاموں کے قتل کرنے سے منع کیا اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک شخص مجہول ہے۔

عن عوف بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقتلوا النساء رواہ البزار وفیہ محمد بن عبد اللہ بن ثمران وھو ضعیف [2]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو مت قتل کرو۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں محمد بن عبد اللہ بن ثمران ضعیف راوی ہے۔

عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بعث جیوشہ قال اخرجوا بسم اللہ تقاتلون فی سبیل اللہ من کفر باللہ لا تغدروا ولا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا الولدان ولا اصحاب الصوامع وفی روایۃ ولا امراۃ ولا شیخا رواہ احمد وابو یعلی والبزار والطبرانی فی الکبیر والاوسط وفی رجال البزار ابراھیم بن اسماعیل بن ابی حبیبۃ وثقہ احمد وضعفہ الجمہور [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ کرتے تو فرماتے بسم اللہ پڑھ کر نکلو اور کافروں سے قتال کرو، عہد شکنی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا اور کسی کا مثلہ نہ کرنا اور نہ بچوں کو قتل کرنا اور نہ گرجے کے راہبوں کو قتل کرنا، اور ایک روایت میں ہے اور نہ کسی عورت اور بوڑھے کو قتل کرنا، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، بزار کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ ایک راوی ہے اس کی امام احمد نے توثیق کی ہے اور جمہور نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ذمّہ کا لغوی معنی اس حدیث میں جزیہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، اور جزیہ ذمیوں پر لگایا جاتا ہے، اس لیے ہم یہاں پر اختصار کے ساتھ ذمّہ کا لغوی معنی اور اصطلاحی معنی اس کے ارکان شرائط اور جزیہ کی مقدار کو بیان کریں گے۔

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ذمّہ کا لغوی معنی ہے۔ امان، ضمان اور کفالت، علامہ زبیدی لکھتے ہیں رجل ذمی یعنی جس شخص کا معاہدہ ہو، جوہری نے کہا اہل ذمہ اہل عقد ہیں، یہ وہ مشرکین ہیں جو جزیہ ادا کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ جزیہ کا معنی امان ہے اور ذمی کو ذمی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی امان میں داخل ہوتا ہے اور ذمی کا معنی کفالت اور ضمانت بھی ہے کیونکہ ذمیوں سے جزیہ لینے کے بعد مسلمان ان کی جان اور مال کے ضامن ہو جاتے ہیں۔ [4]

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۶، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۱۷، ۳۱۶، " " " "

[4] سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۳۰۱، مطبوعہ مطبعہ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ذِمّہ کا اصطلاحی معنی ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے ذمّہ کی تعریف میں لکھا ہے: جزیہ کے بدلہ میں کفار کو مسلمانوں کے ملک میں رکھنے کا التزام کرنا، ان کی حفاظت کرنا اور ان کی طرف سے مدافعت کرنا، اور ان کا مسلمانوں کی اطاعت کرنا۔ ذمہ کا عقد صرف مسلمانوں کا امیر یا ان کا نائب کر سکتا ہے، کیونکہ ذمّہ میں وہ سیاسی مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو صرف امام یا اس کا نائب ہی غور و فکر سے حاصل کر سکتا ہے[1] علامہ بھوتی حنبلی[2] اور علامہ شربینی شافعی[3] نے بھی ذمہ کی یہی تعریف کی ہے۔

عقد ذمہ کا رکن ذمہ کا عقد کرتے وقت صراحۃً عہد کا لفظ ذکر کرنا چاہیے یا کوئی ایسا فعل ہو جو عقد پر دلالت کرے مثلاً کوئی حربی دارِ اسلام میں داخل ہو تو امام کو چاہیے کہ اپنی صواب دید سے اس کے قیام کے لیے ایک مدت معینہ مقرر کر دے اور اس سے کہے کہ اگر تم اس مدت سے زیادہ ٹھہرے تو تم ذمّی ہو جاؤ گے اور جب وہ اس مدت معینہ سے زیادہ قیام کرے گا تو ذمّی ہو جائے گا[4]۔

عقد ذمہ کی شرائط ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں:

پہلی شرط: مشرکین عرب سے عقد ذمہ نہیں ہو سکتا، ان سے صرف اسلام قبول کیا جائے گا یا پھر ان کے ساتھ تلوار سے جہاد ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم وخذوھم واحصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلھم۔ (توبہ: ۵)

سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کو قتل کرنے اور گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے ان کو اس وقت تک نہ چھوڑو جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کر لیں، اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین عرب کو جزیہ لے کر چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ اور اہل کتاب کے ساتھ عقد ذمہ جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔ (توبہ: ۲۹)

ان اہل کتاب سے جنگ کرو جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں لاتے اور جو اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حرام نہیں قرار دیتے اور دینِ حق کو قبول نہیں کرتے (ان سے اس وقت تک جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ رسوائی کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کے اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم کیونکہ قرآن مجید کی یہ

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۴۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی، کشاف القناع ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

[3] علامہ محمد شربینی الخطیب، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۲۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۰، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

آیت عام ہے، اور مجوسیوں سے جزیہ لینا بھی جائز ہے کیونکہ مجوسی اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہیں کیونکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کی طرح سلوک کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کیا تھا، انھوں نے عراق کے مجوسیوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا۔

مشرکین عرب اور باقی مشرکین اور اہل کتاب میں فرق یہ ہے کہ باقی مشرکین اور اہل کتاب سے اس لیے جزیہ نہیں لیا جاتا کہ مسلمانوں کو ان کے پیسوں کی ضرورت ہے بلکہ جزیہ کے ذریعہ ان سے عقد ذمہ کرنے میں ان کا اسلام مطمح نظر ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہیں گے اور شریعت اسلام اور اس کے محاسن پر غور کریں گے تو پھر ان کو اسلام لانے میں رغبت ہوگی اور وہ دین اسلام قبول کرلیں گے اور اگر مشرکین عرب سے عقد ذمہ کیا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ وہ از خود غور و فکر کرکے زمانہ جاہلیت کی عادات اور اپنے آباؤ و اجداد کی تقلید کو نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لیے ان کے لیے صرف دو چیزیں ہیں تلوار یا اسلام، یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین عرب سے جزیہ قبول نہیں فرمایا۔ اور مشرکین عجم کو اس حدیث کی بنا پر اہل کتاب کے ساتھ لاحق کر دیا ہے۔ [1]

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں کہ عجم کے بت پرست بھی اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہیں یعنی ان سے بھی جزیہ لینا جائز ہے اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک ان سے قتال کرنا واجب ہے۔ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب سے از روئے قرآن جزیہ لینا جائز ہے اور مجوسیوں سے از روئے حدیث جزیہ لینا جائز ہے اس کے بعد جو باقی لوگ بچے ان کو اصل پر محمول کر دیا۔ [2]

دوسری شرط: مرتد سے عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مرتدین سے بھی اسلام یا تلوار کے سوا اور کوئی چیز قبول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونهم او یسلمون۔ (فتح: ۱۶)

تمہیں عنقریب ایک ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) کی طرف بلایا جائے گا جو نہایت سخت لڑنے والی ہوگی تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ آیت بنو حنیفہ کے مرتدین کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا ہے کہ مرتدین اسلام قبول کرلیں ورنہ ان سے جنگ کی جائے گی کوئی تیسری شکل نہیں ہے نیز عقد ذمہ کو اسلام کی امید کی بناء پر مشروع کیا گیا ہے اور عقد ذمہ مرتد کے اسلام کا وسیلہ نہیں بن سکتا کیونکہ جو شخص اسلام کے محاسن اور اس کے احکام شرعیہ کی حکمتوں کو جان چکا ہو پھر وہ دین اسلام کو ترک کر دے تو یہ اس کی طبعی شقاوت اور اس کی کج فکری ہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس لیے اس کی فلاح کی کوئی امید نہیں رہی، اس لیے اس کے حق میں عقد ذمہ اور جزیہ کو قبول کرنا اسلام کا وسیلہ نہیں بن سکتا۔

باقی رہے صابئین (ستارہ پرست) تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان سے بھی عقد ذمہ کرنا جائز ہے، صابئین کی تفسیر میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے اور امام ابویوسف

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۱-۱۱۰، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۷۵-۵۷۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

اور امام محمد کے نزدیک یہ ستارہ پرست ہیں اس لیے یہ بت پرستوں کے حکم میں ہیں اور اگر یہ غیر عرب ہوں تو ان سے فدیہ لینا جائز ہے۔[1]

تیسری شرط: عقد ذمہ (کافروں کو اپنی پناہ میں لینے کا معاہدہ) مؤبد اور دائمی ہونا چاہیے کیونکہ عقد ذمہ کی بناء پر جان اور مال کی اسی طرح حفاظت کی جاتی ہے جس طرح اسلام قبول کرنے کے بعد جان اور مال کی حفاظت کی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عقد ذمہ اسلام کا نائب اور خلیفہ ہے اور جس طرح عقد اسلام عارضی اور مؤقت نہیں ہو سکتا اسی طرح عقد ذمہ بھی عارضی اور مؤقت نہیں ہو سکتا۔[2]

عقد ذمہ کے احکام ملک العلما علامہ کاسانی حنفی عقد ذمہ کے احکام کے بیان میں لکھتے ہیں: کافروں سے عقد ذمہ کر لینے کے بعد ان کی جان محفوظ ہو جاتی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ جب تک یہ جزیہ نہ دیں اس وقت تک ان سے جنگ کرتے رہو، (توبہ: ۲۹ مجملاً) اور یہ آیت اس کو مستلزم ہے کہ جزیہ ادا کرنے کے بعد مسلمان ان سے جنگ نہیں کریں گے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان ان کی جان کی حفاظت کریں گے۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ عقد ذمہ کے بعد کافروں کا مال بھی محفوظ ہوگا کیونکہ مال جان کے تابع ہے اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عقد ذمہ کو صرف اس لیے قبول کیا ہے کہ ان کی جانیں ہماری جانوں کی طرح اور ان کے اموال ہمارے اموال کی طرح محفوظ ہو جائیں۔[3]

عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: عقد ذمہ کے وجوب کی شرائط یہ ہیں:

(۱) عقل

۲۔ بلوغ

۳۔ مرد ہونا۔ اس لیے عورتوں، بچوں اور مجنونوں پر عقد ذمہ واجب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جزیہ ان لوگوں پر واجب کیا ہے جو اہل قتال ہوں (توبہ: ۲۹) اور عورتیں، بچے اور مجنون اہل قتال نہیں ہیں اس لیے ان پر جزیہ واجب نہیں ہے۔

۴۔ چوتھی شرط صحت ہے کیونکہ جو شخص سارا سال بیمار رہے وہ لڑنے کا اہل نہیں ہے اور جزیہ اسی پر واجب ہے جو لڑنے کا اہل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب تک یہ جزیہ نہ دیں اس وقت تک ان سے جنگ کرتے رہو، (توبہ: ۲۹) مجملاً) اور جو شخص سال کے اکثر حصہ میں بیمار رہے وہ بھی پورا سال بیمار رہنے والے کے حکم میں ہے۔

۵۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ لنگڑا، لولا، اندھا اور بہت بوڑھا نہ ہو پس جو لوگ لنگڑے، لولے، اندھے اور بہت بوڑھے ہوں ان پر جزیہ واجب نہیں ہے۔

۶۔ چھٹی شرط یہ ہے کہ وہ شخص مالدار ہو یا مال کمانے پر قادر ہو لہٰذا جو شخص فقیر ہو یا جو کمانے پر قادر نہ ہو اس

---

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[3] " " " " ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۱، " "

پر جزیہ واجب نہیں ہے، البتہ گرجے کے عابدوں پر جزیہ واجب ہے، کیونکہ وہ کمانے پر قادر ہیں۔

۷۔ ساتویں شرط حریت ہے، اس لیے غلام پر جزیہ واجب نہیں ہے کیونکہ وہ مالدار ہونے کا اہل نہیں ہے[1]

جزیہ کی مقدار میں مذاہب فقہاء

جزیہ ہر سال کے شروع میں واجب ہوتا ہے اور ایک سال کے لیے ان کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے جن پر جزیہ واجب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ امیر آدمی سے ۴۸ درہم ۱۴۶٫۹۶۶۴ گرام چاندی جزیہ لیا جائے گا اور متوسط سے چوبیس درہم ۷۳٫۴۸۳ گرام چاندی جزیہ لیا جائے گا اور فقیر سے بارہ درہم ۳۶٫۴۷۱۶ گرام چاندی جزیہ لیا جائے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام مالک کہتے ہیں کہ غنی سے چوبیس درہم ۷۳٫۴۸۳ گرام چاندی لیے جائیں گے اور فقیر سے دس درہم ۳۰٫۶۱۸ گرام چاندی لی جائے گی۔ حضرت عمر سے بھی یہی ایک روایت ہے۔ اور امام شافعی کہتے ہیں کہ ہر شخص پر ایک دینار ۴٫۳۷۴ گرام سونا واجب ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں روایت ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہر حال میں کافروں سے ایک دینار لیا جائے" البتہ مستحب یہ ہے کہ کافروں کے تین طبقات کرنے چاہییں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تاکہ اختلاف نہ رہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنا اولیٰ بالاتباع ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: ہماری دلیل حضرت عمر کی حدیث ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور صحابہ کرام میں مشہور ہے اس کی صحت اور شہرت میں کوئی شک نہیں ہے اور کسی شخص نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ اس کی مخالفت کی ہے اور حضرت عمر کے بعد کے خلفاء نے اس پر عمل کیا ہے اس لیے اس پر اجماع ہوگیا اور یہ ایسا اجماع ہے جس میں خطاء نہیں ہے اور خود امام شافعی بھی اس پر عمل کرنے کو مستحب کہتے ہیں۔ حضرت معاذ کی روایت کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب یہ ہے کہ یہ ان پر غلبہ فقر کی وجہ سے ہے جیسا کہ حضرت مجاہد نے کہا یہ ان پر آسانی کی وجہ سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ جزیہ کو معین کرنا واجب نہیں ہے بلکہ یہ امیر کی رائے اور اجتہاد پر موقوف ہے کیونکہ جزیہ بطور سزا واجب ہوا ہے یا بطور تحقیر اور سزا لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، بعض کو قتل کیا جاتا ہے اور بعض کو غلام بنا لیا جاتا ہے۔[2]

امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے، وہ سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، مستدرک اور مصنف عبدالرزاق میں ہے، اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجا تو انھیں حکم دیا کہ ہر بالغ مرد اور عورت سے ایک دینار وصول کریں۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ علامہ ابوعبید نے کہا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، کیونکہ ابتداء اسلام میں مشرک عورتوں اور بچوں کو بھی مردوں کے ساتھ قتل کر دیا جاتا تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس وقت عورتوں سے بھی جزیہ لیا جاتا ہو اور جب عورتوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہوگئی تو عورتوں سے جزیہ لینے کا حکم بھی منسوخ ہوگیا۔[3]

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۶۸-۲۶۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۹۰-۲۸۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں کہ جزیہ کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کی مقدار صلح کے بعد باہمی رضامندی سے مقرر کی جاتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے ایک ہزار دو سو حلّوں پر صلح کی اور دوسری قسم وہ ہے جس کو امیر اپنی صواب دید سے جزیہ دینے والوں پر مقرر کرتا ہے اس میں ان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا، بایں طور کہ مسلمانوں کا امیر کفار کے کسی ملک پر غلبہ حاصل کرے اور وہاں کے لوگوں کو ان کی املاک پر برقرار رکھے اور ان لوگوں کو اہل ذمہ قرار دے۔

جزیہ کی دوسری قسم کے تین مراتب ہیں، کیونکہ اہل ذمہ تین قسم کے ہیں، غنی، متوسط، اور فقیر، غنی پر ایک سال میں اڑتالیس درہم سالانہ ہیں اور متوسط پر چوبیس درہم سالانہ ہیں اور کام کاج کرنے والے غریب لوگوں پر بارہ درہم سالانہ ہیں، کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف کو سواد عراق میں بھیجا تو اسی طرح حکم دیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بکثرت مہاجرین اور انصار صحابہ کی موجودگی میں دیا تھا اور کسی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو گویا کہ سب کا اس پر اجماع ہو گیا۔ نیز حضرت عمر جزیہ کی اس رقم کا تعین اپنی رائے سے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اعداد و شمار کا تعین تو قیفی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سماع پر موقوف ہے اس کو محض عقل اور قیاس سے نہیں جانا جا سکتا، پس گویا کہ انھوں نے اس عدد کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔

غنی، متوسط اور فقیر کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ جو شخص دو سو درہم (۶۱۲ء۳۶ گرام چاندی) کا مالک نہ ہو وہ فقیر ہے اور جو دو سو درہم چاندی کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو چار ہزار درہم یا اس سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے، کیونکہ حضرت سیدنا علی اور حضرت عبداللہ بن سیدنا عمر رضی اللہ عنہم نے فرمایا چار ہزار درہم یا اس سے کم نفقہ ہے اور اس سے زیادہ خزانہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو دو سو درہم سے کر چار ہزار درہم تک کا مالک ہو وہ متوسط ہے اور جو دس ہزار درہم سے زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دو سو درہم سے کم کا مالک ہو وہ فقیر ہے۔ [1]

ہجرت کی تحقیق حدیث نمبر ۲۴۰۷ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام لے آئیں تو ان کا اسلام قبول کر لو، اور ان سے جنگ نہ کرو، اور ان سے یہ کہو کہ وہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے شہر میں آجائیں۔

شمس الائمہ سرخسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں یہ حکم فتح مکہ سے پہلے تھا جب ہجرت فرض تھی، اس وقت ہر مسلمان پر ہجرت کر کے مدینہ جانا فرض تھا تاکہ وہ دین کے احکام سیکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر کام کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اٰمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا۔ (انفال: ۷۲)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان سے تمہاری ولایت (ریاست کا عوام کے حقوق کی حفاظت کرنا) کا اس وقت تک کوئی تعلق نہیں ہے

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۲-۱۱۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

جب تک کہ وہ ہجرت نہ کرلیں (یعنی ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہ آجائیں)

اس کے بعد ہجرت کی فرضیت کا حکم منسوخ ہو گیا، کیونکہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے[1]

ہجرت کے متعلق مختلف احادیث ہیں، بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت قیامت تک باقی رہے گی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منسوخ ہو گئی اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت صرف گناہوں کا ترک کرنا ہے، اس لیے پہلے ہم ہجرت کے بارے میں ان مختلف احادیث کا ذکر کریں گے اور اس کے بعد یہ بیان کریں گے کہ فقہاء اسلام کے نزدیک ہجرت کا کیا حکم ہے اور ہجرت کی کتنی اقسام ہیں پھر یہ بیان کریں گے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کے دارالکفر میں رہنے کا کیا حکم ہے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

قیامت تک ہجرت باقی رہنے کے بارے میں احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لاتنقطع الھجرۃ حتی تنقطع التوبۃ۔[2]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک توبہ منقطع نہیں ہو گی اس وقت تک ہجرت منقطع نہیں ہو گی

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ابن السعدی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تنقطع الھجرۃ ما دام العدو یقاتل۔[3]

حضرت ابن السعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک دشمن سے مقابلہ ہوتا رہے گا ہجرت منقطع نہیں ہو گی۔

عن عمرو بن العاص ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الھجرۃ خصلتان احدھما ان تھجر السیات والاخری ان تھاجر الی اللہ ورسولہ ولا تنقطع الھجرۃ ما تقبلت التوبۃ ولا تزال التوبۃ مقبولۃ حتی تطلع الشمس من المغرب فاذا طلعت طبع علی کل قلب بما فیہ۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم گناہوں سے ہجرت کرنا (یعنی ان کو ترک کرنا) ہے اور دوسری قسم یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرو، اور جب تک توبہ قبول کی جائے گی ہجرت منقطع نہیں ہو گی اور توبہ قبول ہوتی رہے گی حتی کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے گا، اور جب سورج مغرب

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

سے طلوع ہوگا تو ہر دل پر مہر لگا دی جائے گی ۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کو مسند احمد کے علاوہ مسند بزار اور معجم طبرانی کی سند سے بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ امام احمد کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں ۔ ۲

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جنادة بن ابی امیة ان رجالا من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بعضهم الهجرة قد انقطعت فاختلفوا فی ذلك فانطلقت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله ان ناسا یقولون ان الهجرة قد انقطعت فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الهجرة لا تنقطع ما کان الجهاد رواه احمد ورجاله رجال الصحیح ۔ ۳

حضرت جنادہ بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہجرت کے بارے میں بحث کر رہے تھے، بعض صحابہ نے کہا ہجرت منقطع ہو چکی ہے پھر ان کا اس میں اختلاف ہو گیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے کہا: یا رسول اللہ! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہجرت منقطع ہو گئی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک جہاد ہے، ہجرت منقطع نہیں ہوگی، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں ۔

ہجرت منقطع ہونے کے بارے میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم یوم فتح مکة لا هجرة بعد الفتح ولکن جهاد ونیة واذا استنفرتم فانفروا ۔ ۴

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے، البتہ جہاد اور نیت ہے، اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو چلے آؤ ۔

عن مجاشع بن مسعود قال جاء مجاشع باخیه مجالد بن مسعود الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال هذا مجالد یبایعك علی الهجرة فقال لا هجرة بعد فتح مکة ولکن ابایعه علی الاسلام ۔ ۵

حضرت مجاشع بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی حضرت مجالد کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یہ مجالد ہیں جو آپ سے ہجرت پر بیعت کریں گے آپ نے فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن میں اس کو اسلام پر

---

۱ ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ ھ

۲ ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ ھ

۳ ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۱، " " " "

۴ ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

۵ ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

عن عطاء یقول ذهبت مع عبید بن عمیر الی عائشة وهی مجاورة بثبیر فقالت لنا انقطعت الهجرة منذ فتح الله علی نبیه صلی الله علیه وسلم مکة۔ [1]

عن عطاء بن ابی رباح قال زرت عائشة مع عبید بن عمیر اللیثی فسئلناها عن الهجرة فقالت لا هجرة الیوم، کان المؤمنون یفر احدهم بدینه الی الله ورسوله مخافة ان یفتتن علیه فاما الیوم فقد اظهر الله الاسلام والیوم یعبد ربه حیث شاء ولکن جهاد و نیة۔ [2]

عن مجاشع بن مسعود سلمی اتیت النبی صلی الله علیه وسلم لابایعه علی الهجرة فقال ان الهجرة قد مضت لاهلها و لکن علی الاسلام والجهاد والخیر۔ [3]

بیعت کروں گا۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت عائشہ کے پاس مزدلفہ میں گیا دراں حالیکہ وہ پہاڑ ثبیر کے پاس مقیم تھیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ فتح کرنے کے بعد ہجرت منقطع ہو گئی۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیارت کی، ہم نے آپ سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا اب ہجرت نہیں ہے، پہلے مسلمان اپنے دین کی وجہ سے اللہ اور رسول کی طرف بھاگتے تھے، کیونکہ انھیں یہ خوف تھا کہ وہ اپنے دین کی وجہ سے کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ اسلام کو غلبہ عطا فرما چکا ہے، اب مسلمان جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کریں۔ البتہ جہاد اور نیت باقی ہے۔

حضرت مجاشع بن مسعود سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ہجرت پر بیعت کرنے لگا آپ نے فرمایا ہجرت تو ہجرت والوں کے ساتھ گذر گئی۔ تاہم اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔

یہ حدیث صحیح بخاری اور مسند احمد بن حنبل میں بھی ہے۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن الفرزدق بن جبان قال خرجت انا وعبید الله بن حید فی طریق الشام فمر دنا بعبد الله بن عمرو بن العاص فقال جاء رجل

فرزدق بن جبان بیان کرتے ہیں کہ میں اور عبید اللہ بن حید شام کے راستہ پر گئے، ہمارا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے گذر ہوا، انھوں نے کہا تم دونوں

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۲-۵۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

من قومکما اعرابی جاف جری فقال یارسول اللہ این الھجرۃ الیک حیثما کنت ام الی ارض معلومۃ ام لقوم خاصۃ ام اذا مت انقطعت الھجرۃ قال فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال این السائل عن الھجرۃ قال ھا انا ذا یارسول اللہ قال اذا اقمت الصلوٰۃ واتیت الزکوٰۃ فانت مھاجر وان مت بالحضرمی قال یعنی ارضا بالیمامۃ وفی روایۃ الھجرۃ ان تھجر الفواحش ما ظھر منھا وما بطن وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ فانت مھاجر۔[1]

کی قوم میں سے ایک بے باک اور بے ھنجک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! آپ کی طرف ہجرت کرنے کی کون سی جگہ ہے؟ آیا آپ جہاں کہیں ہوں یا کسی خاص جگہ پر؟ آیا کسی خاص قوم پر ہجرت عرض ہے یا جب آپ رحلت فرما جائیں گے تو ہجرت منقطع ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ساعت خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا وہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو تم مہاجر ہو خواہ تم ارضِ یمامہ میں فوت ہو! اور ایک روایت میں ہے کہ ہجرت یہ ہے کہ تم ظاہر اور باطن میں بے حیائی کے کام ترک کر دو اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو تو پھر تم مہاجر ہو۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد کے علاوہ امام بزار نے بھی روایت کیا ہے اور امام احمد کی دو سندوں میں سے ایک سند حسن ہے اور اس کو طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

دار الکفر میں رہنے یا نہ رہنے کے بارے میں احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن خالد بن الولید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انا بریئ من کل مسلم اقام مع المشرکین الحدیث رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات۔[3]

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے ہاں (ان کے ملک میں یا شہر میں) اقامت کرے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

یہ حدیث سنن ابوداؤد میں بھی ہے، نیز حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن الزبیر بن العوام قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الارض ارض اللہ والعباد عباد اللہ فحیث وجدا احدکم خیرا فلیتق اللہ ولیقم رواہ الطبرانی وفیہ من لم اعرفہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ زمین اللہ کی زمین ہے، اور یہ لوگ اللہ کے بندے ہیں لہٰذا جس جگہ بھی تم کو فائدہ ہو، اللہ سے ڈرو اور وہاں رہو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۳-۲۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۳، " " " "

ایک راوی ہے جس کو میں نہیں جانتا۔

گناہوں سے ہجرت کرنے کے بارے میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المہاجر من ھجر ما نھی اللہ عنہ۔[۲]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہجرت کرے۔ (انھیں چھوڑ دے)۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[۳] امام نسائی[۴] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[۵]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن حبشی الخثعمی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای الاعمال افضل قال طول القیام قیل فای الصدقۃ افضل قال جھد المقل قیل فای الھجرۃ افضل قال من ھجر ما حرم اللہ علیہ الحدیث۔[۶]

حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: نماز میں لمبا قیام کرنا، پھر کہا گیا کہ کونسا صدقہ سب سے افضل ہے فرمایا غریب آدمی کا مشقت اٹھا کر صدقہ کرنا، پھر سوال کیا گیا کون سی ہجرت سب سے افضل ہے فرمایا جو شخص ان کاموں سے ہجرت کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المہاجر من ھجر السوء۔[۷]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجر وہ شخص ہے جو برائی ترک کر دے۔

عن فضالۃ بن عبید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمہاجر من ھجر الخطایا والذنوب۔[۸]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مہاجر وہ شخص ہے جو غلط کاموں اور گناہوں کو ترک کر دے۔

۱۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵۵، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۶ھ

۴۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۶، ۲۰۵، ۱۹۳، ۱۹۲، ۱۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۵-۲۴۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۸۔ " " مسند احمد ج ۶ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

ہجرت کی متعارض احادیث کے جوابات

ہجرت سے متعلق جن احادیث کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان میں سے بعض احادیث میں یہ صراحت ہے کہ ہجرت کبھی منقطع نہیں ہو گی اور بعض میں یہ وضاحت ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہو جائے گی، بعض احادیث میں ہے کہ مسلمان زمین پر کہیں بھی قیام کر سکتا ہے اور بعض میں مشرکین کے ساتھ قیام کی ممانعت ہے اور بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہجرت تو صرف گناہوں کو ترک کرنا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے ان متعارض احادیث کے حسب ذیل جوابات ذکر کیے ہیں:

۱۔ جن احادیث میں فتح مکہ کے بعد ہجرت منقطع ہونے کا بیان ہے وہ صحاح کی احادیث ہیں اور جن احادیث میں قیامت تک ہجرت باقی رہنے کا ذکر ہے وہ سنن کی روایات ہیں اور صحاح کی احادیث کو سنن کی روایات پر ترجیح ہے۔

۲۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرض تھی، اب یہ فرضیت منسوخ ہو گئی اور جو ہجرت قیامت تک باقی رہے گی وہ مستحب ہے

۳۔ علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک قسم یہ ہے کہ ایک شخص اپنے وطن، اہل و عیال اور مال سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جاتا اور پھر کبھی ان چیزوں کی طرف واپس نہ لوٹتا اس ہجرت پر اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ فتح مکہ کے بعد یہ ہجرت منسوخ ہو گئی، ہجرت کی دوسری قسم یہ ہے کہ کفار کے علاقہ سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے علاقہ میں آجائے اور اس میں ہجرت کی پہلی قسم کی طرح شدت نہیں ہے۔

۴۔ کفار کے علاقہ سے مسلمانوں کے علاقہ کی طرف ہجرت منسوخ ہو گئی اور جو ہجرت باقی ہے وہ گناہوں سے ہجرت کرنا اور ان کو ترک کرنا ہے۔

۵۔ جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ساتھ رہنے سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں رہنے سے مسلمانوں کو اپنے دین، جان، مال اور عزت و آبرو کی بربادی کا خطرہ ہو، جہاں اسلامی شعائر، فرائض اور واجبات کی ادائیگی سے ممانعت ہو یا جہاں کی تہذیب، کلچر اور سوسائٹی کے برے اثرات سے مسلمانوں کے عقائد اور معمولات محفوظ نہ رہیں اور جس جگہ میں مسلمانوں کے عقائد کو خطرہ نہ ہو، اور وہ آزادی کے ساتھ وہاں اپنی عبادات کو انجام دے سکیں وہاں مسلمانوں کے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔[1]

فتح مکہ کے بعد ہجرت کے منسوخ ہونے کی وجوہات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ خطابی وغیرہ نے کہا ہے کہ ابتداء اسلام میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنا فرض تھا، کیونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور انہیں جمعیت کی ضرورت تھی، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کر دیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگے تو مدینہ کی طرف ہجرت منسوخ ہو گئی اور تبلیغ اسلام اور دشمن سے مدافعت کے لیے جہاد کی فرضیت باقی رہی۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابتداء میں مدینہ منورہ ہجرت کرنا اس لیے بھی فرض تھا کہ جو شخص اسلام قبول کرتا تھا اس کو کفار

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ، مطبع عامرہ استنبول، ۱۳۰۸ھ

ایذاء دیتے تھے اور اس وقت تک اس پر ظلم کرتے رہتے تھے جب تک کہ وہ (العیاذ باللہ) دین اسلام کو چھوڑ نہیں دیتا اور انہی لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی:

ان الذین توفٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولٰئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا فاولٰئک عسی اللہ ان یعفو عنھم وکان اللہ عفوا غفورا۔

(نساء: ۹۷، ۹۹)

بے شک جن لوگوں کی جانیں فرشتے اسی حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے تو فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کیا کرتے رہے؟ وہ کہتے ہیں ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے، البتہ مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے جو (واقعی) بے بس (اور مجبور) ہیں، جو کسی تدبیر کی استطاعت رکھتے ہیں اور نہ کہیں کا راستہ جانتے ہیں، تو قریب ہے کہ اللہ ان لوگوں سے درگذر فرمائے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا اور بے حد بخشنے والا ہے

جو شخص دار الکفر میں اسلام لائے اور اس سے نکلنے پر قادر ہو اس کے حق میں ہجرت اب بھی باقی ہے کیونکہ سنن نسائی میں حضرت معاویہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مشرک کے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کے کسی عمل کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ مشرکین سے علیحدہ نہ ہو جائے" اور سنن ابوداؤد میں حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے" یہ حدیث ان لوگوں پر محمول ہے جن کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ دار الکفر میں رہے تو ان کا دین خطرہ میں پڑ جائے گا۔[1]

دار الکفر میں مسلمانوں کی سکونت کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: لا ھجرۃ بعد الفتح "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے" کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ مطلقاً فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے خواہ مکہ مکرمہ فتح ہو یا کوئی اور شہر، لہٰذا اب اگر مسلمان کسی شہر کو فتح کر لیں تو ان پر ہجرت واجب نہیں ہے، لیکن اگر کسی شہر کو مسلمانوں نے فتح نہیں کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) **پہلا قول** جو شخص دار الکفر میں دین کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور فرائض اور واجبات کو ادا نہ کر سکتا ہو اور وہ دار الکفر سے نکلنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر ہجرت کرنا واجب ہے۔

(۲) **دوسرا قول** مسلمان دار الکفر میں فرائض اور واجبات کو آسانی سے ادا کر سکتے ہوں اور ہجرت کرنے کی بھی استطاعت رکھتے ہوں پھر بھی ان کے لیے دار الکفر سے ہجرت کرنا مستحب ہے تاکہ دار الاسلام میں مسلمانوں کی کثرت اور جمعیت ہو اور وہ بوقت ضرورت مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں اور دار الکفر میں کفار کی بدعہدی

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اور فتنہ سے محفوظ رہیں اور کافروں کی تہذیب اور ثقافت اور ان کے معاشرے کی بے راہ روی، بدچلنی اور فحاشی کے بُرے اثرات سے مامون رہیں اور کفار اپنے دین کی اشاعت اور مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی جو کوششیں کرتے ہیں ان کے خطرات سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۳) تیسرا قول جو مسلمان قید، مرض یا کسی اور عذر کی بناء پر دارالکفر سے ہجرت نہ کر سکتا ہو اس کے لیے دارالکفر میں رہنا جائز ہے، اس کے باوجود اگر وہ تکلیف اور مشقت اٹھا کر ہجرت کرے تو ماجور ہوگا۔[1]

ہجرت کی اقسام علامہ بدرالدین عینی حنفی نے ہجرت کی حسب ذیل اقسام ذکر کی ہیں:

(۱)۔ دارالخوف سے دارالامن کی طرف ہجرت، جیسا کہ مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی، یا اب ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے مظالم سے تنگ آکر انگلینڈ، امریکہ یا مغربی جرمنی کی طرف ہجرت کر جائیں۔

(۲)۔ دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا، جیسا کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی، یا اب بھارت سے پاکستان کی طرف ہجرت کرنا، اسی طرح جو شخص دارالکفر میں اظہار دین پر قادر نہ ہو اس کا دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا۔

(۳)۔ قرب قیامت میں فتنوں کے ظہور کے وقت مسلمانوں کا شام کی طرف ہجرت کرنا، چنانچہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایک ہجرت کے بعد دوسری ہجرت ہوگی، سو روئے زمین کے اچھے لوگ حضرت ابراہیم کی ہجرت کی جگہ (شام) میں چلے جائیں گے اور باقی زمین پر بدترین لوگ رہ جائیں گے۔

(۴)۔ برائیوں اور گناہوں سے ہجرت کرنا۔[2]

ایک اور قسم کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے:

(۵)۔ ماسوا اللہ کو ترک کر کے اللہ کی طرف ہجرت کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہے۔ (بخاری)

ہجرت الی اللہ کی توضیح اللہ کی طرف ہجرت کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو رضائے الٰہی میں اس طرح ڈھال لے کہ اس کے دل میں ہر کام کا محرک اور داعی اللہ کا حکم ہو، اور طبعی تقاضے شرعی تقاضوں کے مظہر ہو جائیں حتیٰ کہ وہ اس منزل پر آجائے کہ اس کا کھانا پینا بھی اس نیت سے ہو کہ چونکہ اللہ نے کھانے پینے کا حکم دیا ہے اس لیے وہ کھاتا پیتا ہے ورنہ اس کو لاکھ بھوک اور پیاس لگتی وہ کھانے پینے کی طرف التفات نہ کرتا، اس مقام کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کے ہر کام کی نیت اور جذبہ یہ ہو کہ چونکہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لیے وہ اس کام کو کر رہا ہے اور اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو خواہ کچھ ہوتا وہ اس کام کو نہ کرتا۔ اسی مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے صبغۃ اللہ سے تعبیر فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام کی طرف اس حدیث میں ہدایت دی ہے:

"اللہ کی صفات سے متصف ہو جاؤ"۔ اقبال نے اسی منزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ؎

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ!

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ مطبع عامرہ استنبول، ۱۳۰۸ھ

یعنی انسان کے لیے مخلوق صفات اپنانا حتیٰ کہ مظہر جبرائیل ہونا بھی کمال نہیں ہے۔ اس کا مقام تو یہ ہے وہ الٰہی صفات اپنا کر اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لے اور مظہر رب جبرائیل ہو جائے۔ چنانچہ بندہ اگر کسی پر رحم کرے تو اس لیے کہ اس کا رب رحیم ہے اور اگر کسی پر غضب ناک ہو تو اس لیے کہ اس کا رب قہار ہے اور انھیں پر رحم کرے جن پر اس کا رب رحم کرنا چاہتا ہے اور انھیں پر غضب ناک ہو جن پر اس کا رب اس سے غضب ناک ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ اسی طرح ہجرت الی الرسول کا مطلب بھی یہ ہے کہ اپنی سیرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے تابع کرے اور چونکہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی مرضی اور حکم الگ الگ اور مغائر نہیں ہیں اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا اللہ کو راضی کرنا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنا ہی اللہ کی طرف ہجرت کرنا ہے۔

مال غنیمت اور مال فے

اس باب کی حدیث میں ہے کہ اگر انھوں نے ایسا کر لیا (یعنی ہجرت کی دعوت قبول کر لی) تو ان سے قبول کر لو، اور ان سے جنگ نہ کرو اور اگر انھوں نے ہجرت کی دعوت قبول نہیں کی تو ان کو یہ خبر دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے، لیکن ان کو مال فے اور مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں یہ حکم اس وقت تھا جب ہجرت فرض تھی، اس لیے آپ نے یہ حکم دیا کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ چونکہ انھوں نے دین حق کی اطاعت اور التزام کر لیا ہے، اس لیے ان پر اللہ تعالیٰ کے احکام جاری ہوں گے، لیکن جب تک وہ جہاد اور دین کی نصرت نہیں کریں گے اور احکام دین کو سیکھنے میں مشغول نہیں ہوں گے ان کو مال فے اور مال غنیمت سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال فے اور مال غنیمت سے ان مسلمانوں کو حصہ ملتا ہے جو جہاد کریں یا احکام دین کی تعلیم حاصل کریں۔[1]

اللہ کے نام کی سربلندی اور دین کے غلبہ کے لیے کی جانے والی جنگ سے جو مال حاصل ہو اس کو مال غنیمت کہتے ہیں اور جو مال کفار سے جنگ کے بغیر حاصل ہو اس کو فے کہتے ہیں جیسے جزیہ اور خراج۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شيء قدير ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم۔ (حشر: ۷-۶)

اور جو (مال) اللہ نے ان (کفار) سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیا ہے تم نے تو ان پر گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو غلبہ عطا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالیٰ نے جو اموال ان بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول پر لوٹا دیے ہیں تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں اور (رسول کے) قرابت داروں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں، تاکہ یہ اموال تمہارے مالدار

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتے رہیں۔[1]

مشرکین سے محاصرہ اٹھانے کے لیے مسلمان ان سے اللہ کی طرف سے معاہدہ کیوں نہ کریں؟

اس باب کی حدیث میں ہے: "اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کر دیں تو ان کو جزیہ دینے کی دعوت دو" یہ حکم عام ہے لیکن اس عام میں تخصیص کی گئی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کتاب، مجوس اور عجم کے بت پرستوں سے جزیہ قبول کر و، کیونکہ عرب کے بت پرستوں اور مرتدوں سے جزیہ نہیں قبول کیا جاتا، اس لیے وہ جب تک اسلام نہ لائیں ان سے جنگ کی جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تقاتلونهم او يسلمون "تم ان سے لڑتے رہو حتیٰ کہ وہ اسلام لے آئیں" پس اگر کفار ان لوگوں میں سے ہوں جن سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے اور وہ ایمان نہ لائیں تو ان پر جزیہ پیش کرنا واجب ہے کیونکہ جنگ ختم ہونے کی یہی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حتى يعطوا الجزية عن يد۔ "حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں" جزیہ ادا کرنے کے بعد وہ ہمارے ملک کے باشندے قرار پائیں گے اور ریاست کے عام قوانین میں ہماری اطاعت کو قبول کر لیں گے۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر وہ جزیہ ادا کرنا مان لیں تو تم اس کو ان سے قبول کر لو، اور جنگ سے اجتناب کرو، اور جب تم کسی قلعہ والوں کا یا کسی شہر کا محاصرہ کرو اور وہ یہ چاہیں کہ تم اللہ کے حکم کے مطابق یہ محاصرہ ختم کر دو تو تم اس شرط پر محاصرہ ختم نہ کرو کیونکہ تم نہیں جانتے اس کے متعلق اللہ کا کیا حکم ہے۔

امام محمد اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم پر محاصرہ ختم کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت کے ساتھ خاص تھا کیونکہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور احکام بدلتے رہتے تھے، اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ بعد میں اللہ کے کیا احکام نازل ہوئے ہیں، لیکن اب تمام احکام نازل ہو چکے ہیں اور شریعت مکمل ہو چکی ہے اور اب کوئی اور حکم نازل نہیں ہوگا۔ اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ مشرکین سے جہاد کرنے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کو اسلام کی دعوت دی جائے اور جب وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو پھر ان کو چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة فخلوا سبيلهم۔ (توبہ: ۵)

تم مشرکوں کو جہاں پاؤ، انہیں قتل کر دو، ان کا محاصرہ کر لو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، اور اگر وہ توبہ کر لیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو۔

اور اگر وہ قبول اسلام سے انکار کریں تو ان کو جزیہ قبول کرنے کی دعوت دی جائے اور اگر وہ اس کا بھی انکار کریں تو پھر ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کیا جائے اور بچوں کو قید کر لیا جائے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۷-۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اور امام محمد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے مطابق اللہ کے حکم پر ان کا محاصرہ نہ ختم کیا جائے، اور امام ابو یوسف نے جو حکم بیان کیا ہے وہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جن پر مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو جائے، لیکن جو لوگ قلعہ میں محصور ہیں اور وہ اللہ کے حکم سے قلعہ سے نکلنا چاہتے ہیں تو یہ کسی کو معلوم نہیں ہے کہ ان کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؛ آیا محاصرہ ختم کر کے انھیں نکلنے دیا جائے یا نہیں؟

اس حدیث میں اہل سنت و جماعت کی یہ دلیل ہے کہ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب کو پہنچتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے کہ محصورین کے متعلق اللہ کا کیا حکم ہے؛ اور اگر ہر مجتہد کا اجتہاد صحیح ہوتا تو وہ لامحالہ جان لیتا کہ ان کے متعلق اللہ کا حکم کیا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "تم اپنے حکم سے مشرکین کو قلعہ سے باہر نکالو پھر اپنی رائے کے مطابق مشرکین کے متعلق فیصلہ کرو"، اگر مجتہد کا اجتہاد برحق نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محصورین کے نکلنے کو ہمارے اجتہاد پر موقوف نہ کرتے کیونکہ آپ خطا پر مبنی فیصلہ کو جاری کرنے کا حکم نہیں دے سکتے بلکہ آپ کی شان یہ ہے کہ آپ صحیح فیصلہ کو جاری کرنے کا حکم دیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ مجتہد کا فیصلہ لامحالہ غلط ہوتا ہے، بلکہ مجتہد صحیح حکم حاصل کرنے کی توقع پر اجتہاد کرتا ہے اور اپنی علمی استطاعت کے مطابق صحیح حکم معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس وجہ سے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ محصورین کو قلعہ سے نکالنے یا نہ نکالنے کے بارے میں ہم اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کریں۔

نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کسی قلعہ والوں کا یا شہر والوں کا محاصرہ کرو اور وہ یہ کہیں کہ تم انھیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ دو تو تم ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ مت دو، کیونکہ اگر تم نے اپنے عہد اور ذمہ کو پورا نہ کیا تو وہ بہت آسان ہے"۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کو مشرکوں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ بعض اوقات ان کو اپنا عہد توڑنے کی ضرورت ہوتی ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے عہد کو توڑنا جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے آپ نے فرمایا تم ان سے اپنا معاہدہ کرو۔ [1]

باب ۵۸ تحریم الغدر

عہد شکنی کی حرمت

۴۴۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ يَعْنِي أَبَا قُدَامَةَ السَّرْخَسِيَّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا تو ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے۔

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۸ - ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرْفَعُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ فَقِيلَ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ۔

۴۴۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی حدیث روایت کی ہے۔

۴۴۱۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ اللّٰهُ لَهُ لِوَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ أَلَا هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عہد شکن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۴۴۱۷۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا۔

۴۴۱۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا اور یہ کہا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۴۴۱۹ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ ح وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں اور کہا کہ عبدالرحمٰن کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ "یقال ھذہ غدرۃ فلان"۔

۴۴۲۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ يُقَالُ هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

۴۴۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعْرَفُ بِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ اور یہ کہا جائے گا یہ فلاں شخص کی عہد شکنی ہے۔

۴۴۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خُلَيْدٍ عَنْ أَبِي

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عہد شکن کی سرین (مقعد) کے پاس ایک جھنڈا ہوگا۔

نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ عِنْدَ اِسْتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

۴۴۲۳۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْمُسْتَمِرُّ بْنُ الرَّیَّانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یُرْفَعُ لَہٗ بِقَدْرِ غَدْرِہٖ اَلَا وَلَا غَادِرَ اَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ اَمِیْرِ عَامَّۃٍ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا جس کو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا، یاد رکھو! امیر مملکت سے بڑھ کر کسی شخص کی عہد شکنی نہیں ہے۔

عہد کی اقسام اور عہد شکنی کی ممانعت کی حکمت

علامہ نووی لکھتے ہیں: لواء اس بڑے جھنڈے کو کہتے ہیں جو سپہ سالار کے پاس ہوتا ہے، "ہر عہد شکن کا ایک جھنڈا ہوگا۔" اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ہر عہد شکن کی ایک علامت ہوگی جس سے وہ لوگوں میں مشہور ہوگا، اور اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ عہد شکن کی عہد شکنی مشہور کرنے کے لیے گلیوں اور بازاروں میں جھنڈے نصب کر دیتے تھے۔

غادر (عہد شکن) اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا وعدہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے، ان احادیث میں عہد شکنی کی حرمت بیان کی گئی ہے، خصوصاً امیر لشکر یا امیر مملکت کی عہد شکنی کی حرمت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کی عہد شکنی سے بکثرت لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے، نیز اس لیے کہ امیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت ایفاء عہد پر زیادہ قادر ہوتا ہے اس لیے اس کی عہد شکنی کی حرمت زیادہ سنگین ہوگی۔

مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث امام کی عہد شکنی کی مذمت میں وارد ہے قاضی عیاض نے دو احتمال ذکر کیے ہیں ایک یہ ہے کہ اس حدیث میں امیر مملکت کو عوام مسلمین یا کفار کے ساتھ عہد شکنی کرنے سے منع فرمایا ہے یا اسے عوام مسلمین کی امانتوں میں خیانت کرنے سے منع کیا ہے اور اس پر لازم کیا ہے کہ وہ عوام کے حقوق کی حفاظت کرے، اور جب وہ یہ حقوق ادا نہیں کرے گا یا ان کے معاہدات کا تحفظ نہیں کرے گا یا ان کے ساتھ نرمی نہیں کرے گا تو وہ عوام کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنے کا مرتکب ہوگا اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس حدیث میں عوام کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے امیر سے غداری نہ کریں اور اس کے خلاف بغاوت کر کے مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت نہ توڑیں، لیکن پہلا احتمال صحیح ہے۔ ۱۲ .... (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)....

علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ عہد کی تین قسمیں ہیں (۱) بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد۔ (۲) بندے کا اپنے نفس کے ساتھ عہد جیسے کسی کام کی نذر ماننا۔ (۳) ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ کسی بات کا عہد۔ عہد کی ان تینوں قسموں کو پورا کرنا واجب ہے ماسوا اس صورت کے کہ کوئی شخص معصیت کا عہد کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔ (مائدہ: ۱) اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو۔

انسان کا اللہ سے عہد عہد کی ان تین قسموں کی پھر دو قسمیں ہیں عقلی اور شرعی۔ اللہ سے عقلی عہد وہ ہے جس کی موجب عقل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل میں اپنی معرفت پیدا کی ہے اور انسان ہدایت عقل سے اللہ کی طرف واصل ہوتا ہے یا اس کائنات میں جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں ان میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔ اس عہد کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ ہے:

واذ اخذ ربك من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربکم قالوا بلی شھدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ھٰذا غٰفلین۔ (اعراف: ۱۷۲)

اور آپ یاد کیجئے جب آپ کے رب نے آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انھیں خود ان پر گواہ بنایا (فرمایا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا کیوں نہیں؟ ہم (تیرے رب ہونے پر) گواہی دیتے ہیں (یہ اس لیے) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہو، ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

اللہ تعالیٰ سے شرعی عہد وہ ہے جس کو شریعت واجب کرتی ہے۔ یعنی انسان جب کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرے گا اور اس کے سوا کسی کو حاکم نہیں مانے گا اور عبادات اور معاملات میں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرے گا، قرآن اور سنت کے تمام احکام میں اسی عہد کی تفصیل ہے، اس عہد کو پورا کرنا فرض ہے یہ وہ عہد ہے جس کو پورا کرنا بندہ پر ابتداءً لازم ہوتا ہے اس میں بندے کے التزام کا دخل نہیں ہے اور اس پر حسب ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا۔ (الاحزاب: ۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے وہ اللہ سے یہ عہد کر چکے تھے کہ (جنگ میں) پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے اور اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد (ضرور) پوچھا جائے گا۔

الذین یوفون بعھد اللہ ولا ینقضون المیثاق ——— اولئک لھم عقبی الدار۔ (رعد: ۲۰)

جو لوگ اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پکے عہد کو نہیں توڑتے ——— الخ کے لیے آخرت کا (اچھا) گھر ہے۔

واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم۔ (نحل: ۹۱)

اور جب تم اللہ سے عہد کرو تو اس عہد کو پورا کرو۔

لہ۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انسان کا اپنے نفس سے عہد

انسان اپنے نفس سے جو عہد کرتا ہے یعنی کسی ایسے کام کرنے کا التزام کر لیتا ہے جس کو شریعت نے اس پر لازم نہیں کیا اس کی چار قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جو انسان عبادات کی نذر مانتا ہے مثلاً کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں روزہ رکھوں گا اس نذر کو پورا کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولیوفوا نذورھم۔ (حج: ۲۹) اور اپنی نذروں کو پورا کرو۔

دوسری قسم وہ ہے جو انسان کسی مباح کام کو ترک کرنے کی قسم کھاتا ہے اس عہد کو پورا کرنا بھی واجب ہے (بعض علماء نے اس کو مستحب لکھا ہے) اگر قسم کھا کر توڑ دی تو اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا۔ (نحل: ۹۱) اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑو۔ جب کہ تم اللہ کو اپنے اوپر نگہبان بنا چکے ہو۔

تیسری قسم یہ ہے کہ کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھائے اس قسم اور اس عہد کو توڑنا مستحب ہے مثلاً یہ قسم کھائے کہ میں دوستوں کی دعوت نہیں کروں گا یا صدقہ اور خیرات نہیں کروں گا، اس کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف علی یمین فرای غیرھا خیرا منھا فلیات الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی چیز کی قسم کھائے پھر اس کے خلاف کرنے کو بہتر پائے وہ اس بہتر کام کو کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔

اپنے نفس سے کیے ہوئے عہد کی چوتھی قسم یہ ہے کہ انسان کسی حرام کام کو کرنے کی قسم کھائے مثلاً یہ کہے میں فلاں مسلمان شخص کو قتل کر دوں گا اس قسم کا پورا کرنا حرام ہے اور اس عہد کو توڑنا فرض ہے۔

اپنے نفس سے کیے ہوئے عہد کی یہ چار قسمیں شرعی ہیں اسی طرح اس عہد کی یہ چار قسمیں عقلی بھی ہیں۔

ایک انسان کا دوسرے انسان سے عہد

عہد کی تیسری قسم بھی باعتبار التزام ہے یعنی ایک انسان کسی دوسرے انسان سے کام کے کرنے کا عہد کرے اس عہد کا پورا کرنا بھی واجب ہے بشرطیکہ وہ عہد کسی معصیت اور گناہ کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین۔ (توبہ: ۴)

مگر ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا اور انھوں نے تمہارے ساتھ (عہد پورا کرنے میں) کچھ کمی نہیں کی اور تمہارے خلاف کسی کی پشت پناہی نہیں کی تو ان سے ان کا عہد ان کی مدت (معینہ) تک پورا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو پسند کرتا ہے۔

واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا (اسراء: ۳۴)

اور عہد پورا کرو، بے شک عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔

والذین ھم لامٰنٰتھم و عھد ھم راعون۔ (مؤمنون: ۸) اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔

عہد کی اس تیسری قسم میں بھی چار قسموں (وجوب، استحباب، کراہت اور تحریم) کا اعتبار ہو سکتا ہے اگر کسی شخص نے مثلاً بیوی کو نان نفقہ دینے کا یا قرض خواہ کو اس کا قرض واپس کرنے کا عہد کیا تو اس عہد کا پورا کرنا فرض ہے اور اگر مہمان سے خاطر مدارات یا ملازم سے تنخواہ بڑھانے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور اگر کسی شخص سے اس کو رشوت دینے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر کسی شخص کے ساتھ شراب پینے یا جوا کھیلنے کا عہد کیا تو اس کا پورا کرنا حرام ہے۔

عہد کی دوسری قسم (جو انسان اپنے نفس سے عہد کرے) اور تیسری قسم (جو انسان کسی دوسرے شخص سے عہد کرے) کی شرعاً بھی یہ چار قسمیں ہیں اور عقلاً بھی چار قسمیں ہیں۔ اس اعتبار سے عہد کی سولہ اقسام ہو گئیں۔

علامہ آلوسی کی بیان کردہ عہد کی اقسام پر بحث و نظر

علامہ آلوسی نے عہد کی مذکور الصدر قسموں یعنی وجوب، استحباب، کراہت اور تحریم کو عہد کی تینوں قسموں (اللہ سے عہد، اپنے نفس سے عہد اور دوسرے انسان سے عہد) میں ضرب دی اور ہر تینوں کی عقلی اور شرعی اعتبار سے کل چوبیس قسمیں کیں[1] علامہ آلوسی کی اس تقسیم پر یہ اعتراض ہوتا ہے۔

اللہ سے عہد کے علاوہ اپنے نفس اور دوسرے شخص سے کیے ہوئے عہد میں تو وجوب، استحباب، کراہت اور تحریم کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرنا ہر حال میں فرض ہے، اس میں استحباب، کراہت اور تحریم کا تصور نہیں ہے، کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے جو اس کی عبادت اور اطاعت کا عہد کیا ہے، اس عہد کا پورا کرنا بہر حال فرض ہے اس کو مستحب نہیں کہہ سکتے اور اس کو مکروہ یا حرام کہنے کا تو کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم نے اللہ سے اس کی اطاعت کا جو عہد کیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم فرائض اور واجبات کو ضرور کریں گے اور محرمات اور مکروہات تحریمیہ سے ضرور اجتناب کریں گے اور مستحبات کو اچھا سمجھتے ہوئے کریں گے اور مکروہات کو برا سمجھتے ہوئے ترک کریں گے، اور ان کا فعل اور ترک فرض کے فعل اور حرام کے ترک کی طرح مؤکد نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اللہ سے کیا ہوا عہد بھی مکروہ یا حرام ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص یہ التزام کرے کہ وہ اللہ کے لیے حرام کام کرے گا تو اس عہد کا پورا کرنا حرام ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم ثانی ہے یعنی بندے کا اپنے نفس سے عہد کرنا اور کسی کام کے کرنے کا التزام کرنا۔ اللہ سے کیا ہوا عہد وہ ہے جس کی تفصیل قرآن اور سنت میں ہے، علامہ آلوسی نے بھی اللہ سے کیے ہوئے عہد کی یہی تفسیر کی ہے کہ یہ وہ عہد ہے جس کو شریعت نے واجب کیا ہے اور جس کی تفصیل قرآن اور حدیث میں موجود ہے، یعنی تمام احکام شرعیہ کا التزام کرنا اور قرآن اور حدیث میں اللہ کے کسی ایسے عہد کا بیان نہیں ہے جس کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہو۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ آلوسی کی طرف سے اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ سے کیا ہوا عہد بھی بہ اعتبار التزام مکروہ یا حرام ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرے کہ وہ اس کے لیے مکروہ یا حرام کام کرے گا تو اس عہد کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہے اور بندہ اپنے نفس سے جو عہد کرتا ہے اس میں وہ اپنے نفس سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ فلاں مکروہ یا حرام کام کرے گا اس اعتبار سے ان دونوں قسموں میں اعتباری فرق ہوگا، اس لحاظ سے عہد اللہ کی تفسیر یہ ہوگی کہ بندہ اللہ سے عہد کرے کہ وہ فرائض ادا کرے گا تو اس کا پورا کرنا فرض ہے اور یہ عہد کرے کہ وہ مستحبات ادا کرے گا تو اس کا پورا کرنا مستحب ہے اور مکروہ یا حرام کا عہد کرے تو اس کا پورا کرنا مکروہ یا حرام ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہ اعتبار التزام کے عہد اللہ کی چار قسمیں ہیں وجوب، استحباب، کراہت اور تحریم اور یہ عقلی بھی ہیں اور شرعی بھی اس طرح آٹھ قسمیں ہو گئیں اور اسی طرح اپنے نفس سے عہد کی آٹھ قسمیں ہیں اور اسی طرح دوسرے سے عہد کی بھی آٹھ قسمیں ہیں تو کل چوبیس قسمیں ہو گئیں اور اللہ کا جو عہد ابتداءً لازم ہے وہ اتباع شریعت ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے، قرآن اور حدیث سے یہی عہد ظاہر ہے۔

باب ۵۸۱ جَوَازِ الْخِدَاعِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کا جواز

۴۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لِعَلِيٍّ وَزُهَيْرٍ قَالَ عَلِيٌّ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ دھوکا ہے۔

۴۴۲۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَهْمٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگ دھوکا ہے۔

حالت جنگ میں دشمن کو دھوکا دینے اور جھوٹ بولنے کا جواز

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ میں جس طرح بھی کفار کو دھوکا دینا ممکن ہو ان کو دھوکا دینا جائز ہے البتہ اس طرح دھوکا دینا جائز نہیں ہے جس میں ان سے کیا ہوا عہد توڑنا یا ان کو دی ہوئی امان کے خلاف کرنا لازم آئے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ تین مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے، ان مواقع میں سے ایک جنگ کا موقع ہے، علامہ طبری نے کہا ہے کہ جنگ میں حقیقۃً جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے، جنگ میں دھوکا دینے کے لیے توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے (توریہ اور تعریض کا مطلب یہ ہے کہ ایک

لفظ کے دو معنی ہوں ایک قریب اور ایک بعید، متکلم معنی بعید مراد لے اور مخاطب کو معنی قریب کے وہم میں مبتلا کرے) علامہ طبری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، ظاہر یہ ہے کہ جنگ میں حقیقۃً جھوٹ بولنا بھی جائز ہے لیکن توریہ اور تعریض پر اقتصار کرنا زیادہ افضل ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جنگ میں حیلوں اور چالوں سے بکثرت کام لیا جاتا ہے گویا جنگ بعینہٖ حیلہ اور چال ہے اس لیے آپ نے فرمایا: الحرب خدعۃ "جنگ دھوکا ہے" جیسا کہ آپ نے فرمایا: الحج عرفۃ "حج عرفہ ہے" خدع کا معنی ہے "باطن کے خلاف کسی چیز کو ظاہر کرنا" [2]

کذب بالاجماع حرام ہے، البتہ جنگ میں اللہ اور اس کے رسول نے کذب کی اجازت دی ہے اور بعض صحابہ نے منافقین سے جنگ میں اس رخصت سے فائدہ اٹھایا ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر حضرت محمد بن مسلمہ، کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا اس شخص (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہم کو بہت تھکا دیا ہے اور ہم سے صدقہ کا سوال کیا ہے کعب نے کہا ابھی تو تم کو اور تھکائیں گے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ہم نے ان کی اتباع کی ہے اور اب ان کے چھوڑنے کو ناپسند کرتے ہیں تاوقتیکہ ہم یہ دیکھ لیں کہ ان کا انجام کار کیا ہوتا ہے، پھر حضرت محمد بن مسلمہ اس سے مسلسل باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ اس پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا۔ [3]

کن کن صورتوں میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے؟

جیسا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ کذب حرام ہے لیکن حلال اور حرام کرنے کے احکام شارع کے اختیار میں ہیں، اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے حلال کر دے اور جس چیز کو چاہے حرام کر دے، اللہ اور اس کے رسول نے کذب کو حرام قرار دیا ہے لیکن بعض مواقع پر اللہ اور اس کے رسول نے کذب کی اجازت دی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن اسماء بنت یزید قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل الکذب الا فی ثلاث یحدث الرجل امرءتہ یرضیھا والکذب فی الحرب والکذب لیصلح بین الناس۔ [4]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین صورتوں کے سوا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ (۱) ایک شخص اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لیے جھوٹ بولے۔ (۲) جنگ میں جھوٹ بولنا (۳) لوگوں میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۷۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنے کی اجازت

علامہ شامی احیاء العلوم کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہر وہ نیک مقصد جس کو صدق اور کذب دونوں سے حاصل کیا جا سکتا ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر کسی نیک مقصد کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جا سکتا ہو اور وہ مقصد مباح ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا مباح ہے اور اگر کسی نیک مقصد کو صرف جھوٹ بولنے سے حاصل کیا جا سکتا ہو اور وہ مقصد واجب ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے، مثلاً کسی شخص نے دیکھا کہ ایک ظالم کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کر رہا ہے یا ایذاء پہنچا رہا ہے اور وہ جھوٹ بول کر اس کو بچا سکتا ہے تو اس صورت میں جھوٹ بولنا واجب ہے، اسی طرح اگر ظالم اس سے کسی مسلمان کی امانت چھیننا چاہتا ہے تو اس کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے، اسی طرح لڑائی میں صلح کرانے کے لیے اور کسی مظلوم کی دلجوئی کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے چھپ کر زنا کیا یا شراب پی یا حاکم اس کے متعلق سوال کرے تو اس کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا، کیونکہ یہ کام ہر چند کہ بے حیائی ہے لیکن اس کا اظہار کرنا ایک اور بے حیائی ہے، اسی طرح اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا راز بتانے سے انکار کرے، اور یہ دیکھنا چاہیے کہ جھوٹ بولنے پر جو خرابی مترتب ہو رہی ہے آیا وہ سچ پر مترتب ہونے والی خرابی سے زیادہ ہے یا نہیں اگر جھوٹ بولنے سے زیادہ خرابی مترتب ہو تو جھوٹ نہ بولے ورنہ جھوٹ بول سکتا ہے۔ اگر جھوٹ بولنے سے انسان کا اپنا حق ضائع ہوتا ہے تو عزیمت یہ ہے کہ جھوٹ نہ بولے اور اگر دوسرے مسلمان کا حق ضائع ہوتا ہے تو پھر اس پر واجب ہے کہ وہ جھوٹ بولے اور دوسرے مسلمان کے حق کی حفاظت کرے [1]۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان کا اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔

شعر اور مبالغہ میں جھوٹ کا جواز

کسی بات میں مبالغہ کرنا جھوٹ نہیں ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے میں تمہارے پاس ہزار بار گیا ہوں، یعنی بار بار گیا ہوں، مبالغہ کے جواز پر اس حدیث صحیح میں دلیل ہے اما ابو جھم فلا یضع عصاہ عن عاتقہ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۸۳، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) "لیکن ابو جہم تو اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں" یعنی وہ بیوی کو بہت مارتا ہے اسی طرح شعر میں بھی جھوٹ جائز ہے جبکہ اس کو مبالغہ پر محمول کیا جا سکے، جیسا کہ یہ شعر ہے:

انا ادعوک لیلا ونہارا ولا اخلی مجلسا عن شکرک

میں دن رات تمہارے لیے دعا کرتا ہوں، اور ہر مجلس میں تمہارا شکر ادا کرتا ہوں۔

علامہ رافعی اور علامہ نووی نے ان دونوں صورتوں کو جائز لکھا ہے۔ [2]

ہر چند کہ علامہ شامی نے علامہ رافعی اور علامہ نووی کے حوالے سے شعر میں بغیر مبالغہ کے بھی جھوٹ بولنا جائز لکھا ہے لیکن ہمارے نزدیک اگر مبالغہ نہ ہو تو پھر شعر میں جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ مبالغہ کے لیے تو حضرت ابو جہم کی

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " ج ۵ ص ۲۷۰ " " " "

حدیث اصل ہے اور شر میں جھوٹ کے جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تعریض اور توریہ میں جھوٹ بولنے کا جواز

جمہور فقہاء اسلام نے تعریض اور توریہ کے طور پر جھوٹ بولنا جائز لکھا ہے بلکہ بعض فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ تعریض اور توریہ میں اس قدر وسعت ہے کہ اگر تعریض اور توریہ سے کام لیا جائے تو پھر حقیقۃً جھوٹ بولنے کی کبھی ضرورت نہیں ہوگی، اس پر دلائل دینے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ تعریض اور توریہ کی تعریفات ذکر کر دیں تاکہ عام قارئین اس بحث سے مستفید ہو سکیں۔

تعریض کا لغوی معنی ہے "دوسرے پر ڈھال کر بات کرنا، (المنجد)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: تعریض تصریح نہ کرنے کو کہتے ہیں اور معاریض کا معنی ایک چیز کا دوسری چیز سے توریہ (کنایہ) کرنا ہے، حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معاریض میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاریض مسلمان کو جھوٹ سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا مجھے معاریض سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہیں۔ اگر کسی عورت کو اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دینا ہو تو اس کی تصریح نہ کرے اور تعریضاً کہے "تم بہت خوبصورت ہو" یا کہے "مجھے نکاح کی ضرورت ہے" حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان وسادک تعریض "تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے" اور تکیہ سے ان کی نیند کا ارادہ کیا یعنی تم بہت سوتے ہو، حدیث میں ہے:

من عرض عرضنا لہ ومن مشی علی الکلا القینا ہ فی النہر۔

جو شخص تعریض کرے گا تو ہم بھی اس کے ساتھ تعریض کریں گے اور جو شخص دریا کے کنارے چلے گا ہم اس کو دریا میں ڈال دیں گے۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان پر تعریضاً تہمت لگائے گا تو ہم اس کو تعریضاً سزا دیں گے یعنی ایسی سزا دیں گے جو حد سے کم ہوگی اور جو شخص کسی پر صراحۃً تہمت لگائے گا اور تہمت کی کشتی پر سوار ہو کر دریا میں چلے گا ہم اس پر حد جاری کریں گے اور اس کو "حد" کے دریا میں ڈبو دیں گے۔ [1]

علامہ تفتازانی تعریض کی تعریف میں لکھتے ہیں: کلام کو ایک ایسی جانب کی طرف پھیرنا جو مقصود پر دلالت کرے تعریض ہے، یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور مراد دوسری جانب ہو تو یہ تعریض ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ جب کلام میں صراحۃً ایک شخص کی طرف کسی فعل کا اسناد ہو اور اشارہ اور مراد کوئی دوسرا شخص ہو تو یہ تعریض ہے مثلاً کوئی بڑا افسر دیر سے دفتر میں آتا ہو جس سے لوگوں کے کاموں میں دشواری آتی ہو اور اس کو صراحۃً تنبیہ کرنا اس کے وقار اور مرتبہ کے خلاف ہو تو کوئی شخص اس سے کہے کہ دفتر کا شاف یا کلرک وغیرہ دیر سے دفتر آتے ہیں اور اس سے بڑا حرج ہوتا ہے۔

۱۴۰۵ھ

[1] ۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۸۴-۱۸۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران،

[2] ۔ علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، مختصر المعانی ص ۴۴۱ - ۴۴۰، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی

توریہ کا معنی چھپانا اور کنایہ کرنا ہے۔ علامہ زبیدی لکھتے ہیں: "وَرّی الخبر توریۃ" کا معنی ہے اصل خبر کو چھپا کر کچھ اور ظاہر کیا، حدیث میں ہے کہ کان اذا اراد السفر وری بغیرہ یعنی جب آپ سفر کا ارادہ کرتے تو سفر کو چھپا کر یہ وہم ڈالتے کہ آپ کسی اور چیز کا ارادہ کر رہے ہیں۔ [1]

علامہ تفتازانی توریہ کی تعریف میں لکھتے ہیں توریہ کو ایہام بھی کہتے ہیں اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور بولنے والا کسی خفی قرینہ کی بناء پر اس لفظ کا بعید معنی مراد لے اور مخاطب اس سے قریب سمجھے۔ [2]

قرآن مجید اور احادیث میں توریہ اور تعریض کی مثالیں بھی ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فقال انی سقیم۔ (صفت: ۸۹)

حضرت ابراہیم نے کہا میں بیمار ہوں۔

سقیم کا قریب معنی ہے جسمانی بیمار اور بعید معنی ہے روحانی بیمار، حضرت ابراہیم جسمانی بیمار نہ تھے انھوں نے اس لفظ سے توریہ کر کے روحانی بیماری مراد لی، یعنی قوم کی بت پرستی کی وجہ سے ان کی روح بیمار تھی یا مستقبل میں بیمار ہونا مراد لیا۔

قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون۔ (الانبیاء: ۶۳-۶۲)

انھوں نے کہا اے ابراہیم کیا آپ نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم نے کہا بلکہ ان کے اس بڑے (بت) نے یہ کام کیا ہے، اگر یہ بولتے ہیں تو تم ان سے پوچھ لو۔

اس آیت میں کبیرھم ھذا کا قریب معنی ہے "اس بڑے بت نے" اور اس کا بعید معنی ہے قوم کے اس بڑے شخص نے، لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اس بڑے بت نے باقی بتوں کو توڑا ہے حالانکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ قوم کے اس بڑے شخص یعنی خود حضرت ابراہیم نے ان بتوں کو توڑا ہے اور آپ نے اس بڑے بت کی طرف اسناد کا ابہام اس لیے کیا ہے کہ ان کی قوم خود کہے کہ یہ بت تو ہل چل بھی نہیں سکتے بتوں کو کس طرح توڑ سکتے ہیں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال بینا ھو ذات یوم وسارۃ اذ اتی علی جبار من الجبابرۃ فقیل لہ ان ھھنا رجلا معہ امرأۃ من احسن الناس فارسل الیہ فسالہ عنھا قال من ھذہ قال اختی الحدیث۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے۔ اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ اس ملک میں ایک شخص آیا ہے اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہے، بادشاہ نے حضرت ابراہیم کو

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۸۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، مختصر المعانی ص ۴۵۷-۴۵۶، مطبوعہ میر محمد، کتب خانہ کراچی

بلوایا اور پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ حضرت ابراہیم نے کہا یہ میری بہن ہے۔[1]

اُخت کے دو معنی ہیں قریب معنی ہے نسبی بہن اور بعید معنی ہے دینی بہن، بادشاہ نے اس لفظ سے نسبی بہن سمجھا اور حضرت ابراہیم نے دینی بہن کا ارادہ کیا اور یہی توریہ ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم يستحمله فقال انا حاملك على ولد ناقة قال يا رسول الله! وما اصنع بولد ناقة؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم وهل تلد الابل الا النوق۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ایک شخص نے سواری طلب کی آپ نے فرمایا میں تم کو اونٹ کے بچہ پر سوار کروں گا، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گا، آپ نے فرمایا جو اونٹ پیدا ہوتا ہے وہ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد[3] اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس مات ابن لابى طلحة فقال كيف الغلام قالت ام سليم هدأ نفسه وارجو ان اكون قد استراح وظن انها صادقة۔[5]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا فوت ہوگیا، انھوں نے (بیوی سے) کہا لڑکے کی طبیعت کیسی ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا وہ پُرسکون ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو آرام مل گیا ہے! اور حضرت ابوطلحہ نے ان کی بات کو سچ سمجھا۔

حضرت ام سلیم نے جو کہا کہ بیٹا پُرسکون ہے اور مجھے اُمید ہے کہ اس کو راحت مل گئی ہے" اس کا قریب معنی یہ تھا کہ اس کو بیماری سے شفا مل گئی ہے اور بعید معنی یہ تھا کہ وہ فوت ہوگیا اور اس کو ابدی راحت مل گئی، حضرت ام سلیم نے اسی معنی کا ارادہ کیا تھا کیونکہ حضرت ابوطلحہ اسی وقت سفر سے آئے تھے اور وہ ان کو آتے ہی کوئی تکلیف دہ بات سنانا نہیں چاہتی تھیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " ، الادب المفرد ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۲۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ انک تداعبنا قال ان لا اقول الا حقًا۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ ہم سے خوش طبعی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حق کے سوا اور کچھ نہیں کہتا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

توریہ کے سلسلے میں فقہاء کی رائے

علامہ شامی لکھتے ہیں غرض صحیح کے لیے توریہ اور تعریض جائز ہے مثلاً مزاح میں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی" (یعنی بڑھیا بحیثیت بڑھیا نہیں جائے گی بلکہ جوان ہو کر جائے گی) نیز فرمایا "تیرے شوہر کی آنکھ میں سفیدی ہے" نیز فرمایا "ہم تم کو اونٹ کے بچہ پر سوار کریں گے" (کیونکہ ہر اونٹ کسی اونٹ کا بچہ ہوتا ہے) [3]

خلاصۂ بحث

قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو صراحۃً جھوٹ بولنے کے بجائے توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے تاہم بعض مواقع پر صراحۃً جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے جیسا کہ ہم نے امام غزالی اور علامہ شامی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ مسلمان کے لیے اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے اور ان مواقع پر بھی توریہ مستحسن ہے۔

فقہاء کرام نے اپنی جان اور دوسرے مسلمان کی جان بچانے کے سلسلے میں جو جواز اور وجوب کا فرق کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے معاملہ میں تو رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل کر سکتا ہے لیکن دوسرے شخص کے معاملہ میں اس کو یہ اختیار نہیں ہے۔

بَابُ ۵۸۲ کَرَاهَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ وَالْأَمْرِ بِالصَّبْرِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے کی ممانعت اور مقابلہ کے وقت ثابت قدمی کا حکم

۴۴۲۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن سے مقابلہ کی

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۳ - ۲۹۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[3] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۷۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

الْعَقَدِيُّ عَنِ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا۔

تمنا مت کرو اور جب ان سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو۔

۴۴۲۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ كِتَابِ رَجُلٍ مِمَّنْ أَسْلَمَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حِينَ سَارَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ يُخْبِرُهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ يَنْتَظِرُ حَتَّى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْأَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب عمر بن عبیداللہ مقام حروریہ میں گئے تو انھوں نے عمرو کو خط لکھ کر یہ حدیث بیان کی کہ جن دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنوں سے مقابلہ ہوا تو آپ نے انتظار کیا حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا، پھر آپ نے ان اصحاب میں کھڑے ہو کر فرمایا اے لوگو! دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو، اور جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو، اور یاد رکھو جنت تلواروں کے سائے میں ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر دعا کی! اے اللہ! اے کتاب کے نازل فرمانے والے، اے بادلوں کو چلانے والے، اے لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست دے اور ہم کو ان پر غالب کر دے۔

دشمن سے مقابلہ کی تمنا کرنے کی ممانعت کی حکمت

حدیث نمبر ۴۴۲۶ میں ہے، دشمن سے مقابلہ کی تمنا مت کرو، علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے مقابلہ کرنے کی تمنا کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ اس تمنا میں اپنے نفس پر اعتماد، اپنی طاقت پر بھروسہ اور صورۃً تکبر ہے اور یہ بھی بغاوت کی ایک نوع ہے اور اللہ تعالیٰ نے باغیوں کے خلاف نصرت کی ضمانت دی ہے، اور جو شخص یہ تمنا کرے گا وہ دشمن کو حقیر سمجھے گا اور اس سے جنگ کی زیادہ تیاری نہیں کرے گا، اور یہ حزم اور احتیاط کے خلاف ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کو ایک خاص صورت پر محمول کیا ہے یعنی دشمن سے مقابلہ کرنے کی تمنا اس وقت ممنوع ہے جب دشمن سے مقابلہ میں ضرر کا خطرہ ہو اور اس

سے جنگ کرنا مصلحت کے خلاف ہو، ورنہ کافروں سے جنگ کرنا ہر صورت میں فضیلت کا باعث اور عبادت ہے، لیکن صحیح پہلی تشریح ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا: اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرو اور بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عافیت کی دعا کرنے کا حکم دیا ہے، عافیت کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن، روح، ظاہری اور باطنی حالات، دین، دنیا اور آخرت میں عافیت کی دعا کرے اور یوں دعا کرے "اے اللہ! مجھے، میرے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں کو دین اور دنیا کے تمام امور میں عافیت عطا فرما!۔ [1]

آداب جہاد اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے، اور جہاد میں ثابت قدم رہنا جہاد کے اہم ارکان میں سے ایک رکن ہے، اللہ تعالیٰ آداب جہاد بیان کرتا ہوا فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۝ واطیعوا اللہ ورسولہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا ان اللہ مع الصابرین ۝ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔
(الانفال: ۴۵-۴۷)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو اپنے (کارنامے) دکھاتے ہوئے نکلے اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ ان کے سب کاموں کو اپنے علم کے ساتھ محیط ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں ثابت قدم رہنے، اللہ کا ذکر کرنے، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے اور اختلاف کرنے، بزدلی کرنے، اترانے، ریا کرنے اور اللہ کے راستے سے روکنے سے منع کیا ہے۔

دشمن سے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی مشقتوں اور صعوبتوں کو خوش دلی سے برداشت کیا جائے۔

اللہ کا بکثرت ذکر کرنے کے دو مطلب ہیں، ایک یہ کہ دل سے اللہ کو یاد کریں اور زبان سے اللہ کا ذکر کریں، حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ شدید سے شدید مصائب میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ مسلمان کے دل اور زبان کو کسی وقت بھی یادِ الٰہی سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور اگر کوئی شخص مشرق سے مغرب تک سخاوت کرتا ہوا چلا جائے اور کوئی شخص مغرب سے مشرق تک تلوار سے جہاد کرتا ہوا پہنچ جائے تب بھی اللہ کے ذکر میں مشغول رہنے والا مسلمان ان سے بڑھ کر ہوگا۔

بکثرت ذکر کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا بکثرت کی جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مدد کے بغیر فتح اور نصرت حاصل نہیں ہو سکتی، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لعلکم تفلحون "تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو" کیونکہ کفار سے جنگ اگر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اور اس کی رضا جوئی کے لیے ہے تو یہی عبودیت کا سب سے عظیم مقام ہے، اگر اس جنگ میں مسلمان دشمن پر غالب آگئے تو دنیا میں مال غنیمت اور آخرت میں ثواب حاصل ہوگا اور اگر مغلوب ہو گئے تو شہادت حاصل ہوگی، اور اگر یہ جنگ شہرت اور نام آوری کے لیے اور طلب غنیمت کے لیے ہو تو پھر یہ کامیابی اور فلاح کا ذریعہ نہیں ہوگی۔

اس آیت میں اترانے میں منع کیا ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ جب کسی انسان کو اللہ تعالیٰ کی زیادہ نعمتیں حاصل ہوں تو اگر وہ انسان ان نعمتوں کو ان کے محل اور مصرف میں خرچ کرے اور یہ سمجھے کہ اس پر یہ نعمتیں محض اللہ کا فضل اور انعام ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اگر ان نعمتوں سے اپنے معاصرین اور احباب پر فخر کرے تو یہ بطر یعنی اترانا ہے۔

اس آیت میں ریاکاری سے بھی منع کیا ہے ریاکاری کا معنی ہے لوگوں کا اظہار کرنا حالانکہ باطن برائی ہو اور نفاق کا معنی اظہار ایمان اور باطن کفر، اور ریا میں اطاعت کا اظہار اور باطن میں معصیت ہے۔

قرآن مجید کی از اوّل تا آخر دعوت کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان علائق دنیویہ سے منقطع ہو کر قرب الٰہی کے لیے کوشش کرے، راہِ حق کی صعوبتوں کو خوش دلی سے برداشت کرے، اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھے، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرے اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرے اس آیت میں بھی یہی پیغام دیا گیا ہے کہ جہاد کی سختیوں میں اللہ سے دعا کرے اور فتح و کامرانی کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، جہاد کی تکالیف کو دیکھ کر جنگ سے منہ نہ موڑے پامردی، استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ دشمن سے مقابلہ جاری رکھے اور آخری فتح کے لیے جدوجہد کرتا رہے۔

باب ۵۸۳ اِسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ بِالنَّصْرِ عِنْدَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ

دشمن سے مقابلہ کے وقت فتح کی دعا کرنے کا استحباب

۴۴۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَحْزَابِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْأَحْزَابَ اللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے احزاب (کفار کے گروہوں) کے خلاف دعائے ضرر کی "اے اللہ! اے کتاب کے نازل کرنے والے، اے بسرعت حساب لینے والے! احزاب کو شکست دے، اے اللہ! ان کو شکست دے اور ان کو متزلزل کر۔

۴۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے (احزاب کے خلاف) دعائے ضرر کی یہ حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں "اے احزاب کو شکست دینے والے" ہے اور اللّٰھم نہیں ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ خَالِدٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ هَازِمَ الْأَحْزَابِ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ اللَّهُمَّ

۴۴۳۰ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ فِي رِوَايَتِهِ مُجْرِيَ السَّحَابِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں "بادلوں کے چلانے والے" کا اضافہ ہے۔

۴۴۳۱ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ يَوْمَ أُحُدٍ اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِنْ تَشَأْ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگ احد کے دن فرما رہے تھے "اے اللہ! اگر تو چاہے تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔"

مسجع کلام کے ساتھ دعا کی وضاحت

اس باب کی احادیث میں مشرکین کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرر کا بیان ہے، آپ نے دعا فرمائی اے اللہ کفار کی فوجوں کو شکست دے اور ان کو متزلزل کر دے یعنی ان کو سکون اور قرار نہ ہو اور جم کر نہ لڑ سکیں، علامہ داؤدی نے کہا ہے یعنی ان کی عقلیں طیش میں آئیں اور مقابلہ کے وقت ان کے قدم اکھڑ جائیں۔

اس دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلمات استعمال فرمائے وہ سب ہم وزن اور ہم قافیہ ہیں یعنی منزل الکتاب، سریع الحساب، اھزم الاحزاب، اس کو عربی میں مسجع کلام کہتے ہیں، اس جگہ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں مسجع کلام استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں آپ نے خود مسجع کلمات استعمال فرمائے، علامہ بدرالدین عینی حنفی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کے ان کلمات کا ہم وزن اور ہم قافیہ ہونا اتفاقی امر تھا اور آپ نے جو منع فرمایا ہے وہ دعا میں قصد اور اختیار سے مسجع کلمات کو لانا ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو بددعا کہنے کا عدم جواز

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں کفار کے خلاف بددعا کرنے کی دلیل ہے [2] واضح رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احتاب کی شکست اور ان کے قدم اکھڑنے کی دعا فرمائی ہے اس کو بددعا کہنا جائز نہیں ہے اور ایسا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول یا فعل "بد" نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ بے شک اللہ کے رسول میں تمہارے لیے حسین نمونہ ہے۔ (احزاب: ۲۱)

اللہ تعالیٰ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو حسین فرمائے اور کوئی شخص آپ کا امتی ہو کر آپ کے کسی فعل کو "بد" کہے یہ نہایت بے ادبی اور سخت توہین ہے، جس شخص نے بھی آپ کی کسی دعا کو بد کہا اس کو توبہ کرنی چاہیے۔ اسی قسم کی دعاؤں کے لیے بالعموم دعائے ضرر کہنا چاہیے یا بالخصوص ترجمہ کیا جائے مثلاً آپ نے دعا فرمائی اللھم علیک بابی جھل تو یوں ترجمہ کیا جائے آپ نے دعا فرمائی اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ یا آپ نے ابوجہل کی گرفت کے لیے دعا فرمائی اسی طرح یہاں یہ ترجمہ کیا جائے کہ آپ نے مشرکین کی جماعتوں کی شکست کی دعا کی۔ عام طور پر مترجمین اس قسم کے کلمات کا ترجمہ "بد دعا" کرتے ہیں بعض معاصرین نے بھی اس قسم کے کلمات کا ترجمہ بد دعا کیا ہے، العیاذ باللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر قول اور فعل بد ہونے سے پاک اور بری ہے۔ بعض معاصرین لکھتے ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے لیے بد دعا فرمائی [1]

نیز لکھتے ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے روز مشرکوں کے لیے بد دعا کی۔ [2]

اور لکھتے ہیں:

ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کے لیے بد دعا کی [3]

بعض معاصرین اور ایسے تمام مترجمین پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال حسنہ کو بد کہنے سے توبہ کریں اور اپنی تصانیف سے ان کلمات کو نکال دیں۔

رہا یہ اعتراض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعلمین ہیں پھر آپ کا کفار کے لیے دعا ضرر کرنا کس طرح آپ کی رحمۃ للعلمینی کے مناسب ہوگا سو اس کا جواب ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی، باب ۲۲۱ اور ۲۲۲ میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، شائقین اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

دو مختلف حدیثوں میں تطبیق

اس باب کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! اگر تو چاہے تو زمین میں تیری عبادت نہیں کی جائے گی" علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو تسلیم کرنے کا بیان ہے اور غالی قسم کے منکرین تقدیر کا رد ہے جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شر اللہ تعالیٰ کی مراد نہیں ہے، اور اس حدیث میں یہ بھی دلیل ہے کہ فتح اور نصرت کے لیے مسلمانوں کو صرف اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرنی چاہیے۔

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن یہ کلمات فرمائے تھے، اور اس کے بعد کے باب میں یہ ہے کہ آپ نے یہ کلمات جنگ بدر کے دن فرمائے تھے اور سیر اور مغازی کی کتابوں میں یہی مشہور ہے

[1] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۴ ص ۴۸۱، مطبوعہ مطبع ریاض حسین
[2] " " تفہیم البخاری ج ۴ ص ۴۸۳-۴۸۲، مطبوعہ مطبع ریاض حسین
[3] " " تفہیم البخاری ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ مطبع ریاض حسین

لیکن اس میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے دونوں دن یہ کلمات فرمائے ہوں۔ [1]

بَابُ ۵۸۴ تَحْرِيمِ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فِي الْحَرْبِ

جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت

۴۳۳۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی جہاد میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو برا گردانا۔

۴۳۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وُجِدَتِ امْرَأَةٌ مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَغَازِي فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کسی جہاد میں ایک عورت مقتول پائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمادیا۔

جہاد میں بچوں، عورتوں اور دیگر معذوروں کے قتل کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اس حدیث پر تمام فقہاء اسلام کا اجماع ہے اور سب کے نزدیک جنگ میں عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہے بشرطیکہ وہ جنگ نہ کر رہے ہوں۔ اور اگر وہ جنگ کر رہے ہوں تو جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک ان کو قتل کر دیا جائے گا، اور بوڑھے کافر اگر جنگ کی مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں تو ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا ورنہ ان میں اور راہبوں میں اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ان کو قتل نہیں کیا جائے گا اور امام شافعی کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۴، " " " "

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں: چھوٹے بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ جنگ نہیں کرتے، اور حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، نیز حدیث میں ہے کہ بوڑھے مشرکوں کو قتل کر دو اور ان کے اتباع یعنی عورتوں اور بچوں کو زندہ رہنے دو، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان کو یہ وصیت کی کہ شیخ فانی اور اس چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا جو جنگ نہ کرتا ہو۔ [1]

علامہ شمس الدین مقدسی حنبلی لکھتے ہیں: بچہ اور عورت کو قتل کرنا حرام ہے۔ راہب کو قتل کرنا بھی حرام ہے، ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جو راہب لوگوں سے مل جل کر نہ رہتا ہو اس کو قتل کرنا حرام ہے، شیخ فانی، بچے (اپاہج جس کے اعضاء معطل ہوں یا بعض اعضاء نہ ہوں) اور اندھے کو قتل کرنا بھی حرام ہے۔ "مغنی" میں ہے غلام اور کاشتکار کو قتل کرنا حرام ہے۔ "ارشاد" میں ہے عالم کو قتل کرنا بھی حرام ہے الا یہ کہ وہ جنگ کا تجربہ رکھتا ہو اور جنگ پر اُبھارتا ہو، مغنی میں ہے اگر عورت مسلمانوں کے سامنے آئے اور ان کو گالیاں دے تو اس پر تیر مارے جائیں لیکن مذہب حنبلی کی ظاہر نصوص اس کے خلاف ہیں۔ مروزی نے نقل کیا ہے کہ کم عقل لوگوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر کفار ان کو اپنے لیے ڈھال بنالیں تو پھر ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر جنگ کے وقت کفار مسلمانوں کو اپنے لیے ڈھال بنالیں تو ان کو بھی کفار کو قتل کرنے کے قصد سے قتل کر دیا جائے گا بشرطیکہ ان کو قتل نہ کرنے سے مسلمانوں کو اپنی جان کا خطرہ ہو اور جنگ نہ ہو تو پھر مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے اور جب مسلمان کا قتل حرام نہ ہو اور اس کو قتل کر دیا جائے تو کفارہ ادا کرنا لازم ہوگا، اور اس کی دیت نہیں ہے۔ [2]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں: اگر کفار کی عورتیں مسلمانوں کو ایذاء نہ دیں اور اپنے گھروں کے اندر رہیں تو ان کو قتل کرنا اتفاقاً حرام ہے اور اگر وہ کافروں کو جنگ پر اُبھاریں اور ہتھیاروں سے مسلح ہوں تو پھر ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ [3]

علامہ ابوالقاسم العبدری مالکی لکھتے ہیں: بہت بوڑھے کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، علامہ ابن قاسم نے کہا عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ دشمن کی سرزمین پر بہت بوڑھے، عورت اور راہب کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر بہت بوڑھا شخص جنگ کا تجربہ رکھتا ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے، لنجے، اپاہج، اندھے، لنگڑے اور جس کے اعضاء شل ہوں ان کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا اسی طرح ناتجربہ کار کو بھی نہیں قتل کیا جائے گا۔ [4]

بَابُ جَوَازِ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فِي الْبَيَاتِ مِنْ غَيْرِ تَعَمُّدٍ

شبخون میں بلا قصد عورتوں اور بچوں کے مارے جانے کا جواز

۴۴۳۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت صعب بن جثامہ

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱۰ ص ۶۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن مفلح مقدسی متوفی ۷۶۳ھ، کتاب الفروع ج ۶ ص ۲۱۱-۲۱۰، مطبوعہ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبدالرحمان مغربی الحطاب مالکی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۳ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ، التاج والاکلیل ج ۳ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَمْرٌو وَالنَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الذَّرَارِيِّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُبَيَّتُوْنَ فَيُصِيْبُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ وَ ذَرَارِيِّهِمْ فَقَالَ هُمْ مِنْهُمْ۔

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اگر شب خون مارتے وقت مشرکوں کے بچے اور عورتیں مارے جائیں (تو کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا وہ انھیں میں سے ہیں۔

۴۳۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا نُصِيْبُ فِي الْبَيَاتِ مِنْ ذَرَارِيِّ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ هُمْ مِنْهُمْ۔

حضرت صعب بن جثامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! شب خون مارتے وقت ہمارے ہاتھوں مشرکین کے بچے بھی مارے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ بھی انھی میں سے ہیں۔

۴۳۳۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ لَوْ اَنَّ خَيْلًا اَغَارَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَاَصَابَتْ مِنْ اَبْنَآءِ الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ هُمْ مِنْ اٰبَآئِهِمْ۔

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا اگر فوج کا کوئی دستہ شب خون مارے اور مشرکین کے بچے بھی مارے جائیں تو؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے آباء (یعنی مشرکین) میں سے ہیں۔

کافروں پر شب خون مارنے کے تفصیلی احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ شب خون میں اگر مشرکین کے بچے اور عورتیں ماری جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے آباء سے ہیں یعنی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مشرکین کی اولاد پر میراث، نکاح، قصاص اور دیات وغیرہ میں مشرکین کا حکم جاری ہوتا ہے رہا یہ کہ اس سے پہلے باب کی حدیث میں مشرکین کے

بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلا ضرورت اور قصد و اختیار سے مشرکین کے بچوں اور عورتوں کو قتل کرنا ممنوع ہے اور ضرورت کی بنا پر بلا قصد اور بلا اختیار ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ جب رات کو کافروں پر حملہ کیا جائے اور رات کے اندھیرے میں مردوں، عورتوں اور بچوں میں امتیاز نہ ہو سکے اور وہ اچانک حملے کے دوران مارے جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جن مشرکوں کو دعوت اسلام پہنچ چکی ہو ان پر بے خبری میں حملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ دنیاوی معاملات میں مشرکین کی اولاد اپنے آباء کے حکم میں ہے لیکن آخرت میں جب اولاد مشرکین بلوغ سے پہلے فوت ہو جائے تو ان میں تین مذہب ہیں صحیح یہ ہے کہ وہ جنت میں ہوں گے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہوں گے اور تیسرا مذہب یہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز پر یقین نہیں ہے یعنی ان کا حال صرف اللہ کو معلوم ہے۔ [1]

آخرت میں اولاد مشرکین کے حکم کی تفصیل ہم انشاء اللہ عنقریب بیان کریں گے۔

جن مسلمانوں کو کفار ڈھال بنالیں ان کو قتل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جب کسی قلعہ میں مشرکین کے بچے یا مسلمان قیدی ہوں تو اس قلعہ پر منجنیق سے پتھر برسانے (اور اسی طرح اس پر توپ سے گولہ باری کرنے) میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک نے کہا ہے کہ جس قلعہ میں مشرکین کے بچے یا مسلمان قیدی ہوں اس پر تیر اندازی نہ کی جائے اس طرح جس بحری جہاز میں مسلمان قیدی ہوں اس کو نہ ڈبویا جائے اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ جب کفار مسلمان بچوں کو ڈھال بنالیں تو ان پر تیر اندازی نہ کی جائے اور جس جہاز میں مسلمان قیدی ہوں اس کو نہ جلایا جائے اور امام ثوری، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق نے یہ کہا ہے کہ اگر بچوں اور عورتوں کو قتل کیے بغیر مشرکوں کو قتل کرنا ممکن نہ ہو تو پھر ان کو بھی قتل کرنا جائز ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا امام ابوحنیفہ ان کے اصحاب اور ثوری یہ کہتے ہیں اگر مشرکین کے قلعوں میں مسلمان قیدی ان کے بچے اور مشرکوں کے بچے ہوں تو ان کے قلعوں پر تیر اندازی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح اگر کسی جہاز میں مسلمان قیدی یا اطفال مشرکین ہوں تو مشرکین کو ہلاک کرنے کے قصد سے اس جہاز کو جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر اس جملہ سے مسلمان ہلاک ہو جائیں تو اس میں دیت ہے نہ کفارہ اور ثوری نے کہا کہ اس میں کفارہ ہے لیکن دیت نہیں ہے۔ [2]

آخرت میں اطفال مشرکین کے ٹھکانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

اس باب کی احادیث میں اطفال مشرکین کا دنیاوی حکم بیان کیا گیا ہے کہ ان کو جہاد میں قتل نہیں کیا جائے گا، اس مناسبت سے ہم یہاں ان کا اُخروی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے اور اس میں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۶۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

علماء کے متعدد اقوال ہیں، ان اقوال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک اور اسحاق کا مسلک یہ ہے کہ اطفال مشرکین کا حشر آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر موقوف ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے: اللہ اعلم بما کانوا عاملین "اللہ ہی جاننے والا ہے کہ اطفال مشرکین کیا عمل کرنے والے تھے" امام بیہقی نے اس مسلک کو امام شافعی سے بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ ازارقہ (خوارج کا ایک فرقہ) کا یہ نظریہ ہے کہ آخرت میں تمام اطفال اپنے آباء کے تابع ہوں گے اس لیے مسلمانوں کی اولاد جنت میں ہوگی اور مشرکین کی اولاد جہنم میں ہوگی، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا ۝ انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا۔ (نوح، ۲۶-۲۷)

اور نوح نے دعا کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ بے شک تو نے اگر ان کو چھوڑا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد صرف بدکار اور شدید کافر ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافر کی اولاد کافر ہی ہوتی ہے اس وجہ سے اطفال مشرکین جہنم میں ہوں گے لیکن یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہ حکم حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے ساتھ خاص تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کو یہ اس لیے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ وحی کی تھی: انہ لن یؤمن من قومک الا من قد آمن۔ "تمہاری قوم سے صرف وہی لوگ ایمان لائیں گے جو ایمان لا چکے ہیں" اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ھم من آبائھم "یہ اپنے آباء میں سے ہیں" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حالت جنگ پر محمول ہے جیسا کہ تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں اگر یہ سوال ہو کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جنت میں ہوگی اور اولاد مشرکین کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: جہنم میں ہوگی اور اگر تم چاہو تو میں تم کو ان کے جہنم میں چلانے کی آوازیں سنوا دوں" میں کہتا ہوں یہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں نہیہ کا مولیٰ ابو عقیل ہے اور وہ متروک راوی ہے۔

۳۔ بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اطفال کفار جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوں گے کیونکہ انھوں نے کوئی نیکی نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جنت میں جا سکیں اور نہ انھوں نے کوئی گناہ کیا جس کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل ہوں۔

۴۔ بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے کیونکہ سنن ابوداؤد طیالسی، مسند بزار اور مسند ابو یعلیٰ میں حضرت سمرہ سے مرفوعاً ایک حدیث ضعیف مروی ہے "مشرکین کی اولاد اہل جنت کی خادم ہوگی"۔

۵۔ بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اطفال مشرکین کا آخرت میں امتحان لیا جائے گا بایں طور کہ ان کو آگ دکھائی جائے گی جو اس میں داخل ہوگا اس پر وہ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو اس میں داخل ہونے سے انکار کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا۔ امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان ہے کہ جو شخص ایام فترت میں فوت ہو گیا اس کو، پاگل کو اور چھوٹے بچے کو بلایا جائے گا، فترت میں مرنے والا کہے گا میرے پاس کوئی کتاب آئی نہ کوئی رسول آیا، اور پاگل کہے گا:

اے میرے رب! تو نے مجھے عقل مند نہیں بنایا جس سے میں خیر اور شر کا ادراک کرتا، اور چھوٹا بچہ کہے گا میں نے عمل کرنے کا زمانہ نہیں پایا، پھر ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ پھر جو اللہ کے علم میں نیک ہوگا یا (نیک) عمل کرنے والا ہوگا وہ اس آگ میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ کے علم میں عمل کا زمانہ پانے کے بعد بُرا کرنے والا ہوگا وہ رُک جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم تو میری نافرمانی کر رہے ہو، میرے رسولوں کی نافرمانی کیسے نہ کرتے۔ امام بزار نے کہا کہ ہم حضرت ابو سعید کی اس حدیث کو صرف فضیل سے پہچانتے ہیں، امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ فترت میں مرنے والے اور مجنون کا امتحان امتِ مجمعہ سے ثابت ہے، امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن چار شخصوں کو لایا جائے گا، بچہ، مجنون اور ایام فترت میں مرنے والا اور شیخ فانی اور ان میں سے ہر شخص اپنی حجت پیش کرے گا پھر اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائے گا "ظاہر ہو" اور ان سے فرمائے گا میں نے اپنی طرف سے تمہارے پاس رسول بھیجے اور اب میں خود تمہاری طرف اپنا رسول ہوں اس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پس جس شخص کی تقدیر میں شقاوت ہوگی وہ کہے گا کیا تو ہمیں جہنم میں داخل کر رہا ہے حالانکہ ہم اس سے بھاگتے تھے اور جس شخص کی تقدیر میں سعادت ہوگی وہ دوڑ کر جہنم میں داخل ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ (ان سے) فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی ہے تو تم میرے رسولوں کی تو اس سے زیادہ تکذیب اور نافرمانی کرتے، پھر ان کو (یعنی جہنم میں داخل ہونے والوں کو) جنت میں داخل کر دے گا اور ان کو (جو جہنم میں داخل نہیں ہوئے تھے) جہنم میں داخل کر دے گا۔ حضرت اسود بن سریع نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بہرے کو پیش کیا جائے گا جس کو بالکل سنائی نہ دیتا ہو اور ایک بے وقوف کو، ایک بوڑھے کو اور ایک اس شخص کو جو ایام فترت میں فوت ہوا ہو، بہرا کہے گا اے میرے رب! اسلام آیا لیکن میں کچھ نہیں سن سکتا تھا، احمق کہے گا اسلام آیا لیکن میں کچھ سمجھ نہیں سکتا تھا اور فترت میں فوت ہونے والا کہے گا، اے میرے رب میرے پاس تیرا کوئی رسول نہیں آیا، اللہ تعالیٰ ان سے پختہ عہد لے گا پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس ایک پیغام بر بھیجے گا اور وہ کہے گا جہنم میں داخل ہو جاؤ، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے اگر وہ جہنم میں داخل ہوں گے تو جہنم اُن پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔ امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں یہ نقل کیا ہے کہ مجنون اور ایام فترت میں مرنے والوں کے لیے امتحان منعقد ہونا، مذہب صحیح ہے، اس پر یہ اعتراض ہے کہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے اس لیے وہاں کوئی عمل ہے نہ امتحان۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ میں دخول اور استقرار کے بعد کوئی آزمائش نہیں ہوگی لیکن میدان قیامت میں امتحان اور آزمائش سے کوئی مانع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون ۝ خاشعۃ ابصارھم ترھقھم ذلۃ ط وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون۔

(قلم: ۴۲-۴۳)

جس دن ساق (کی تجلی) ظاہر کی جائے گی اور وہ (نافرمان) سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ (مارے خوف کے) ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اور بے شک (اس سے پہلے دنیا میں) وہ سجدہ کے لیے بلائے جاتے تھے اور وہ صحیح سالم (ہونے کے باوجود سجدہ سے انکار کرتے تھے)

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ لوگوں کو سجدہ کا حکم دیا جائے گا تو منافق کی پشت طباق کی طرح سیدھی (یعنی بے لچک) ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہیں کر سکے گا۔

۶۔ بعض علماء کا نظریہ ہے کہ اطفال مشرکین مٹی ہو جائیں گے، یہ ثمامہ بن اشرس سے مروی ہے۔

۷۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ وہ جہنم میں ہوں گے اور شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ امام احمد کا مسلک نہیں ہے بلکہ ان کے بعض اصحاب کا مسلک ہے۔

۸۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔

۹۔ بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس مسئلہ میں امساک کرنا چاہیے اور ان دونوں نظریوں میں بہت باریک فرق ہے۔

۱۰۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ مذہب صحیح اور مختار جس پر تمام محققین کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اطفال مشرکین جنت میں ہوں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (اسراء: ۱۵) جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں۔

اور جب صاحب عقل کو اس وجہ سے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس تک دعوت نہیں پہنچی تو غیر عاقل کو بطریق اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث صحیح میں بھی اس پر دلیل ہے کیونکہ امام بخاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی ایک طویل حدیث روایت کی جس کے آخر میں ہے:

واما الرجل الطویل الذی فی الروضة فانه ابراهیم علیه السلام واما الولدان الذین حوله فکل مولود مات علی الفطرة قال فقال بعض المسلمین یا رسول الله واولاد المشرکین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم واولاد المشرکین (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴)

وہ طویل القامت شخص جو باغ میں تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے گرد جو بچے تھے یہ وہ بچے تھے جو فطرت پر فوت ہو گئے، بعض مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ مشرکین کی اولاد بھی (اس باغ میں ہو گی؟) فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی!

اس حدیث کا ظاہر معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اطفال مشرکین کو بھی آخرت کے حکم میں اولاد مسلمین کے ساتھ لاحق کر دیا، اور جس حدیث میں ہے "وہ اپنے آباء کے ساتھ لاحق ہیں وہ دنیا میں حالت جنگ کے حکم پر محمول ہے۔

باقی رہا یہ کہ صحیح بخاری میں ہے: اللہ اعلم بما کانوا عاملین "اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے" اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اطفال مشرکین کے جہنمی ہونے کی تصریح نہیں ہے نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس خواب دیکھنے سے پہلے فرمائی ہو کیونکہ آپ کا علم تدریجی ہے۔ قاضی بیضاوی نے کہا ہے کہ ثواب اور عذاب کا مدار اعمال پر نہیں ہے ورنہ لازم آئے گا کہ مسلمانوں کے بچے نہ جنت میں ہوں نہ دوزخ میں، بلکہ جنت کا موجب لطف ربانی ہے اور جہنم کا موجب اس لطف سے محرومی ہے اس لیے اس مسئلہ میں توقف واجب ہے پس جس کی تقدیر میں جنتی ہونا ہے وہ جنتی ہو گا اور جس کی تقدیر میں جہنم ہے وہ جہنمی

ہوگا۔ [1]

قاضی بیضاوی کا اطفال مشرکین کی نجات میں توقف کرنا خلاف تحقیق ہے اور قرآن مجید کی نص صریح اور صحیح بخاری کی اس صریح حدیث کے خلاف ہے۔

باب ۵۸۶ جَوَازِ قَطْعِ اَشْجَارِ الْكُفَّارِ وَتَحْرِيقِهَا

کفار کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا جواز

۴۴۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ فَاَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى اُصُولِهَا فَبِاِذْنِ اللهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلستان بویرہ میں بنو نضیر کے درخت جلوا دیے کٹوا دیے، قتیبہ اور ابن رمح کی روایت میں یہ زیادہ ہے پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) جن درختوں کو تم نے کاٹا یا انھیں ان کی جڑوں پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو رسوا کرے

۴۴۳۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَعَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَحَرَّقَ وَلَهَا يَقُولُ حَسَّانُ ؎

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت کٹوا کر جلوا دیے، حضرت حسان نے اس موقع پر ایک شعر کہا: (ترجمہ) بنی لؤی کے سرداروں کے نزدیک بویرہ میں آگ لگا دینا معمولی بات ہے اور اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) جن درختوں کو تم نے کاٹا یا انھیں ان کی جڑوں پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا سو وہ اللہ کی اجازت سے تھا۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
ایضاً۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۷-۲۴۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

وَهَانَ عَلٰى سَرَاةِ بَنِيْ لُؤَيٍّ
حَرِيْقٌ بِالْبُوَيْرَةِ مُسْتَطِيْرُ
وَفِيْ ذٰلِكَ نَزَلَتْ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا
قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا الْاٰيَةَ۔

۴۴۳۹۔ وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ اَخْبَرَنِيْ عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُوْنِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَرَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيْرِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے درخت جلوا دیے۔

مدینہ منورہ میں اقامت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کے طرزِ عمل کی اقسام۔

ہجرت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کی تین قسمیں تھیں، (۱) یہود کے تین گروہوں بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع نے آپ سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ سے جنگ کریں گے نہ آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد کریں گے، (۲) کفار قریش نے آپ سے جنگ کی اور آپ کے خلاف دشمنی کا محاذ کھول دیا۔ (۳) اور تیسری قسم میں عرب کے باقی قبائل تھے یہ قبائل خاموش اور منتظر تھے یہ لوگ ہوا کا رُخ دیکھ رہے تھے، بنو خزاعہ دل میں آپ کا ظہور اور غلبہ چاہتے تھے اور بنو بکر آپ سے عداوت رکھتے تھے اور آپ کی ہزیمت کے منتظر تھے اور منافقین بظاہر آپ کے رفیق اور حلیف تھے اور بباطن آپ سے عداوت رکھتے تھے۔

سب سے پہلے یہود میں بنو قینقاع نے معاہدہ توڑ دیا اور واقعہ بدر کے بعد شوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ قلعہ سے نکل آئے آپ نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن ابی نے ان کی جان بخشی طلب کی کیونکہ وہ اس کے حلیف تھے پھر آپ نے ان کو مدینہ سے نکال دیا اور ان کو شام کے علاقہ اذرعات میں جلاوطن کر دیا گیا۔ [1]

بنو قینقاع کے خلاف جنگ کا پس منظر

بنو قینقاع کے خلاف جنگ کی تفصیل علامہ زرقانی نے اس طرح لکھی ہے کہ ایک انصاری کی بیوی مدینہ کے بازار میں ایک یہودی کی دکان میں (نقاب پہنے ہوئے) آئیں، یہودیوں نے ان کی بے حرمتی کی (ان کی نقاب اُتار پھینکی) ایک مسلمان یہ دیکھ کر غیرت سے بے قابو ہو گیا اور اس نے یہودی کو قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان واقعات کا علم ہوا تو آپ یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا خدا سے ڈرو، ایسا نہ ہو کہ تم پر اہل بدر کی طرح عذاب آئے، یہودیوں نے کہا "ہم قریش نہیں ہیں جب ہم سے جنگ ہو گی تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس چیز کا نام ہے"! چونکہ بنو قینقاع کی

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۳۰، مطبوعہ ادارہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

طرف سے نقض عہد اور اعلانِ جنگ ہو گیا تھا اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے مجبوراً جنگ کی، بنو قینقاع تلعہ بند ہو گئے اور پندرہ دن تک محاصرہ جاری رہا بالآخر وہ اس پر راضی ہو گئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے وہ ان کو منظور ہوگا، عبداللہ بن ابی ان کا حلیف تھا اس نے درخواست کی کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے چنانچہ ان کو شام کے علاقہ اذرعات میں جلاوطن کر دیا گیا، شوال ۲ ہجری میں یہ غزوہ برپا ہوا۔ [1]

بنو نضیر کے خلاف جنگ کا پسِ منظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے غزوہ بنو نضیر کا پس منظر اس طرح لکھا ہے کہ عمرو بن امیہ نے قبیلہ عامر کے دو آدمی قتل کر دیے تھے ان کا خون بہا اب تک واجب الادا تھا۔ اس کا ایک حصہ معاہدہ کی رُو سے بنو نضیر پر واجب الادا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مطالبہ کے لیے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے، انھوں نے بظاہر یہ مطالبہ منظور کر لیا لیکن در پردہ یہ سازش کی کہ ایک شخص چپکے سے بالاخانہ پر چڑھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دے، کیونکہ اس وقت آپ اتفاق سے بالاخانہ کی دیوار کے سائے تلے کھڑے تھے۔ عمرو بن جحاش نام کا ایک یہودی اس ارادے سے کوٹھے پر چڑھا کہ آپ پر پتھر گرا دے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس کے دل کا حال منکشف کر دیا اور آپ فوراً مدینہ واپس چلے آئے۔ [2]

اس واقعہ کو علامہ زرقانی نے بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ زرقانی لکھتے ہیں: پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی واپسی میں دیر ہو گئی تو یہود آپ کو ڈھونڈنے لگے حی نے کہا ہم تو ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالبہ پورا کرنا چاہتے تھے اور ان کی ضیافت کرنا چاہتے تھے، اور یہود اپنے کیے پر پشیمان ہوئے، کنانہ بن صوریا نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں اٹھ کر چلے گئے؟ یہودیوں نے کہا نہیں ہم جانتے ہیں نہ تم جانتے ہو، کنانہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہاری عہد شکنی پر مطلع کر دیا، تم خود فریبی میں نہ رہو، بخدا وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ ھم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکف ایدیھم عنکم واتقوا اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

(مائدہ ۵: ۱۱)

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کا احسان ہے اس کو یاد کرو، جب ایک قوم نے تم کو ضرر پہنچانے کے قصد سے تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائے تو اللہ تعالیٰ نے تم سے اس کا ہاتھ روک لیا، اور اللہ سے ڈرو، اور مومن اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں۔

بنو نضیر کی شکست اور جلاوطنی

علامہ زرقانی غزوہ بنو نضیر کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جنگ بدر سے پہلے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۳۱-۳۳۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۵۸-۴۵۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

کفار قریش اور دیگر بت پرستوں نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا اور اس کو اس بات پر دھمکایا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں کیوں پناہ دی ہے اور اس سے یہ وعدہ کیا کہ اگر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی تو سب عرب اس کا ساتھ دیں گے، پھر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کا ارادہ کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور فرمایا جس طرح قریش نے تم کو دھوکا دیا ہے اس طرح تو کوئی دھوکا نہیں کھاتا انھوں نے اپنی جنگ تم پر مسلط کر دی ہے، جب یہودیوں نے یہ سنا تو انھوں نے حق پہچان لیا اور متفرق ہو گئے، جنگ کے بعد کفار قریش نے ان کو پھر دھمکیاں دیں تب بنو نضیر عہد شکنی پر آمادہ ہوئے اور آپ کی طرف یہ پیغام بھیجا، آپ اپنے تین اصحاب کو لے کر آئیں، ہم بھی اپنے تین علماء کو بلاتے ہیں۔ یہود نے اپنے تین آدمیوں کے ساتھ تین خنجر رکھ لیے۔ بنو نضیر کی ایک عورت نے اس بات کی اطلاع اپنے ایک انصاری بھائی کو بھجوا دی جو مسلمان تھا اور اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روانہ ہونے سے پہلے آپ کو اس کی اطلاع دے دی، پھر صبح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بنو نضیر پر حملہ کر دیا وہ قلعہ بند ہو گئے اور آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا، دوسرے دن بھی آپ نے بنو نضیر کا محاصرہ جاری رکھا انھوں نے آپ سے معاہدہ کر لیا آپ پھر بنو نضیر کی طرف لوٹے اور ان سے جنگ کی حتیٰ کہ وہ جلاوطنی کے وعدہ پر قلعہ سے نکل آئے اور یہ کہ وہ اپنے ساتھ صرف اتنا سامان لے جا سکیں گے جتنا سامان ان کے اونٹ اٹھا سکیں پھر بنو نضیر اپنے ساتھ گھروں کے دروازے تک اکھاڑ کر لے گئے، انھوں نے اپنے گھروں کو منہدم کر دیا اور تمام کاٹھ کباڑ اٹھا کر لے گئے۔ جنگ بدر کے چھ ماہ بعد یہ غزوہ واقع ہوا۔ [1]

بنو نضیر کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کی حکمت

علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ جب بنو نضیر قلعہ بند ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو لیلیٰ المازنی اور حضرت عبداللہ بن سلام کو درخت کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو لیلیٰ نے عجوہ (ایک قسم کی کھجور) کے درخت کاٹے اور حضرت ابن اسلام نے لینہ کے درخت کاٹے۔ جب بنو نضیر کی عورتوں نے یہ درخت کٹتے ہوئے دیکھے تو انھوں نے فرط غم سے اپنے کپڑے پھاڑ لیے اور منہ پر تھپڑ مارے اور چیخ و پکار کرنے لگیں پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض درختوں کو جلوا دیا اس وقت یہودیوں نے چلا کر کہا اے محمد! آپ تو فساد سے روکتے ہیں اور اس کی مذمت کرتے ہیں پھر آپ نے یہ درخت کیوں کاٹے اور کیوں جلوائے، اس وقت بعض مسلمانوں کے دل میں بھی آپ کے اس فعل کے خلاف شبہ پیدا ہو گیا تب یہ آیت نازل ہوئی: [2]

ما قطعتم من لینۃ او ترکتموھا قائمۃ علی اصولھا فباذن اللہ ولیخزی الفاسقین۔ (الحشر: ۵)

جن درختوں کو تم نے کاٹا یا ان کو ان کی جڑوں پر چھوڑ دیا تو یہ اللہ کی اجازت سے تھا تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو رسوا کرے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ درختوں کے کاٹنے میں ان کی رسوائی اس وجہ سے تھی کہ وہ درخت ان کے ہاتھوں سے

---

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[2] " " " " ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۸۲ ، " " " "

نکل کر ان کے دشمنوں یعنی مسلمانوں کے قبضہ میں جا رہے تھے اور جو درخت باقی رکھے گئے انھیں دیکھ کر وہ حسرت میں رہ جاتے کہ اب وہ ان درختوں سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے بلکہ ان کے دشمن ان درختوں سے فائدہ اٹھائیں گے[1] اور میں کہتا ہوں کہ درختوں کا جلانا بھی ان کی ذلت اور رسوائی کا سبب تھا کیونکہ وہ اپنی محنت اور مشقت سے لگائے ہوئے درختوں کو تباہ و برباد ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

بعض علماء نے درخت کاٹنے اور جلانے کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ ان درختوں کے جھنڈ سے کمین گاہ کا کام لیا جا سکتا تھا اور آپ نے وہ درخت اس لیے صاف کرا دیے تاکہ محاصرہ میں کوئی چیز حائل نہ ہو۔

دشمن کے درختوں کے کاٹنے اور جلانے میں مذاہب فقہاء

امام ترمذی فرماتے ہیں بعض علماء کا قول اس حدیث کے مطابق ہے وہ دشمن کے درختوں کو کاٹنے اور ان کے قلعوں کو منہدم کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، امام اوزاعی نے اس کو مکروہ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کسی پھلدار درخت کے کاٹنے اور کسی عمارت کو منہدم کرنے سے منع کیا ہے اور آپ کے بعد کے مسلمانوں نے آپ کے قول پر عمل کیا ہے، امام شافعی نے کہا ہے کہ دشمن کی سرزمین پر آگ لگانے اور درختوں اور پھلوں کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اوقات جنگی مصلحتوں کے پیش نظر دشمن کی زمین میں آگ لگانے یا درخت کاٹنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا البتہ کھیل اور مشغلہ کے طور پر آگ نہیں لگانی چاہیے۔ فقیہ اسحاق نے کہا ہے کہ اگر دشمن کی زمین پر آگ لگانے سے دشمن پر غلبہ حاصل ہو تو پھر آگ لگانا سنت ہے۔[2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: بعض اہل علم نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلانے کے لیے درخت کٹوا دیے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ولیخزی الفاسقین (تاکہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو رسوا کرے) پس گویا کہ درختوں کو کاٹنا اور جلانا ان کی رسوائی تھا، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جنگی حکمت کے پیش نظر ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک دشمن کے درختوں کو کاٹنا اور جلانا جائز ہے۔ علامہ بطال نے لکھا ہے جب فتح کی امید ہو اور یہ گمان ہو کہ یہ علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ آجائے گا تو پھر درختوں کا باقی رکھنا بھی جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیر کے درخت کو کاٹا اللہ تعالیٰ اس کا سر جہنم میں جھکا دے گا اور عروہ سے بھی یہ حدیث الفاظ مختلفہ سے مرسلاً مروی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عروہ خود اپنی زمین سے بیر کے درختوں کو کاٹتے تھے اور جب راوی کا عمل روایت کے خلاف ہو تو وہ اس روایت کے منسوخ یا متروک ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو پھر اس سے مکہ مکرمہ کے درخت مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مدینہ منورہ کے درخت مراد ہیں کیونکہ وہاں کے درخت لوگوں اور زائرین کے لیے انس اور سائے کا سبب ہیں، اسی وجہ سے عروہ اپنی زمین سے درخت کاٹ دیتے تھے اور ان جگہوں سے درختوں کو نہیں کاٹتے تھے جہاں لوگ درختوں سے انس اور مسافر سایہ حاصل کرتے تھے اور جانور ان کی

---

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

چھاؤں تلے آرام کرتے تھے۔ [1]

بَابُ ۵۸ تَحْلِيلِ الْغَنَائِمِ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ خَاصَّةً

مال غنیمت حلال ہونے کی اس اُمّت کے ساتھ خصوصیت

۴۴۴۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَقَالَ لِقَوْمِهِ لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ قَدْ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَلَمَّا يَبْنِ وَلَا أَحَدٌ قَدْ بَنَى بُنْيَانًا وَلَمَّا يَرْفَعْ سُقُفَهَا وَلَا أَحَدٌ قَدِ اشْتَرَى غَنَمًا أَوْ خَلِفَاتٍ وَهُوَ مُنْتَظِرٌ وِلَادَهَا قَالَ فَغَزَا فَأَدْنَى لِلْقَرْيَةِ حِينَ صَلَاةِ الْعَصْرِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلشَّمْسِ أَنْتِ مَأْمُورَةٌ وَأَنَا مَأْمُورٌ اللّٰهُمَّ احْبِسْهَا عَلَيَّ شَيْئًا فَحُبِسَتْ عَلَيْهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَ فَجَمَعُوا مَا غَنِمُوا فَأَقْبَلَتِ النَّارُ لِتَأْكُلَهُ فَأَبَتْ أَنْ تَطْعَمَهُ فَقَالَ فِيكُمْ غُلُولٌ فَلْيُبَايِعْنِي مِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی نے جہاد کیا، اور اپنی قوم سے یہ کہا کہ جس شخص نے ابھی نکاح کیا ہو اور اس نے ہنوز شب زفاف نہ گذاری ہو اور وہ یہ عمل کرنا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ نہ جائے، اور نہ وہ شخص جائے جس نے مکان بنایا ہو اور اس نے ہنوز چھت بلند نہ کی ہو اور نہ وہ شخص جائے جس نے بکریاں اور گابھن اونٹنیاں خریدی ہوں اور وہ ان کے بچہ دینے کا منتظر ہو، پھر اس نبی (علیہ السلام) نے جہاد کیا اور عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب وہ ایک دیہات میں پہنچے تو انھوں نے سورج سے کہا تم بھی حکم الٰہی کے ماتحت ہو اور میں بھی حکم الٰہی کے تابع ہوں" اے اللہ! اس سورج کو تھوڑی دیر میری خاطر روک دے" پھر سورج روک دیا گیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا کی، آپ نے فرمایا پھر انھوں نے مال غنیمت جمع کیا پھر اس مال کو کھانے کے لیے ایک آگ آئی لیکن اس نے مال کو نہ کھایا، اس نبی نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے خیانت کی ہے، ہر قبیلہ کا ایک شخص مجھ سے بیعت کرے، پھر سب نے بیعت کی اور ایک شخص کا ہاتھ نبی کے ہاتھ سے چمٹ گیا۔ نبی نے فرمایا خیانت کرنے والا تمہارے قبیلہ میں ہے لہٰذا اب تمہارا پورا قبیلہ میری بیعت کرے، انھوں نے بیعت کی، آپ نے فرمایا پھر دو یا تین آدمیوں کا ہاتھ پیغمبر کے ہاتھ سے چمٹ گیا، نبی نے فرمایا تمہارے اندر خیانت ہے بالآخر وہ گائے

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ فَبَايَعُوهُ فَلَصِقَتْ يَدُ رَجُلٍ بِيَدِهِ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ فَلْتُبَايِعْنِي قَبِيلَتُكَ فَبَايَعَتْهُ قَالَ فَلَصِقَتْ بِيَدِ رَجُلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ فَقَالَ فِيكُمُ الْغُلُولُ أَنْتُمْ غَلَلْتُمْ قَالَ فَأَخْرَجُوا لَهُ مِثْلَ رَأْسِ بَقَرَةٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَوَضَعُوهُ فِي الْمَالِ وَهُوَ بِالصَّعِيدِ فَأَقْبَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْهُ فَلَمْ تَحِلَّ الْغَنَائِمُ لِأَحَدٍ مِنْ قَبْلِنَا ذَلِكَ بِأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى رَأَى ضَعْفَنَا وَعَجْزَنَا فَطَيَّبَهَا لَنَا۔

کے برابر سونا نکال کر لائے، نبی نے فرمایا اس کو مال غنیمت میں اونچی جگہ پر رکھ دو پھر آگ نے آکر اس مال کو کھالیا (آپ نے فرمایا) سو ہم سے پہلے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا ضعف اور عجز دیکھا تو ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے لیے رد شمس کے واقعات کی تفصیل اور تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۴ میں انبیاء سابقین میں سے جس نبی علیہ السلام کی دعا سے سورج کے ٹھہرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں اس سے مراد حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہیں جیسا کہ امام حاکم نیشاپوری نے کعب احبار سے روایت کیا ہے، اور اس کی اصل ایک حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد بن حنبل نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج کو یوشع بن نون کے سوا کسی بشر کے لیے نہیں ٹھہرایا گیا اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ "ایک قوم نے حضرت یوشع سے سوال کیا کہ وہ انھیں لوگوں کے پیدا ہونے اور مرنے کے اوقات سے مطلع کر دیں، حضرت یوشع علیہ السلام نے ان کو بارش کے پانی میں وہ تاریخیں دکھا دیں۔ سو ان میں سے ہر شخص کو یہ علم تھا کہ وہ کب مرے گا اور وہ اس کیفیت پر قائم رہے یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے کفر کی بناء پر ان سے جہاد کیا تو ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام سے لڑنے کے لیے ان لوگوں کو بھیجا جن کی موت ابھی نہیں آئی تھی، سو اس جنگ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھی تو قتل ہو جاتے تھے اور وہ لوگ قتل نہیں ہوتے تھے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سورج کے ٹھہرانے کی دعا کی اور سورج ٹھہرا دیا گیا اور دن بہت بڑا ہو گیا اور پھر ان پر دن اور رات کا حساب مشتبہ ہو گیا کیونکہ دن اور رات غیر متوازن ہو گئے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے بھی ٹھہرایا گیا تھا اور یہ اس حدیث کے خلاف ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے سوا کسی بشر کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خطیب کی اس روایت کی سند بہت ضعیف ہے اور امام احمد نے جو حضرت ابوہریرہ سے حضرت یوشع بن نون کے متعلق حدیث روایت کی ہے وہ اس سے اولیٰ ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی وہ ہیں جن سے صحاح میں بھی روایات ہیں، اس لیے صحیح اور معتمد یہ ہے کہ حضرت یوشع بن نون کے سوا اور کسی شخص کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا، البتہ اس پر یہ اعتراض ہوگا کہ ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ جاکر حضرت یوسف کا تابوت لائیں ۔۔۔

ہم پہلے قرآن مجید کی اس مکمل آیت کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد مفسرین کرام کے دلائل کو پیش کریں گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے رد شمس کا واقعہ ثابت نہ ہونے پر دلائل

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اذ عرض علیہ بالعشی الصفنٰت الجیاد ہ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ہ ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق۔

(ص: ۳۳-۳۱)

جب (حضرت) سلیمان پر پچھلے پہر (عصر کے وقت) نہایت اصیل اور تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو آپ نے فرمایا بے شک میں نے صرف اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اس مال سے محبت کی ہے یہاں تک کہ وہ گھوڑے پس پردہ چھپ گئے (پھر حکم دیا) انھیں میرے پاس واپس لاؤ پھر ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے

علامہ رازی لکھتے ہیں جو علماء حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے رد شمس کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ "توارت" اور "ردوھا" کی ضمیر شمس کی طرف لوٹتی ہیں اور اس آیت کا معنی یہ ہے: حتیٰ کہ سورج پردے کی اوٹ میں غروب ہو گیا اور انھوں نے کہا سورج کو لوٹاؤ، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب گھوڑوں میں مشغول ہو گئے تو سورج غروب ہو گیا اور ان کی عصر کی نماز فوت ہو گئی پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے سورج کو لوٹانے کا سوال کیا اس لیے ان کا قول "ردوھا" سورج کو لوٹانے کا سوال ہے، میرے نزدیک یہ احتمال بعید ہے اور اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں:

پہلی وجہ قرآن مجید کی اس آیت میں صافنات (گھوڑوں) کا صراحۃً ذکر ہے اور شمس کا ذکر نہیں ہے اور مذکور کو چھوڑ کر غیر مذکور کی طرف ضمیر لوٹانا بعید ہے۔

دوسری وجہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی گھوڑوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز قضاء ہو گئی تھی تو ان کا یہ کہنا بے معنی ہوگا انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی بے شک میں نے صرف اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اس مال سے محبت کی ہے" کیونکہ اس محبت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ نماز کو قضاء نہ ہونے دیتے۔

تیسری وجہ اگر حضرت سلیمان گھوڑوں میں مشغول رہنے کی وجہ سے نماز عصر ترک کر دیتے تو آپ اس فعل پر نادم ہوتے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے اور روتے اور گڑگڑاتے نہ کہ اللہ رب العالمین سے بہ سبیل عظمت یہ کہتے کہ "سورج مجھ پر لوٹاؤ"، اس قسم کا فعل تو کسی عام آدمی سے بھی متصور نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایسے اولوالعزم نبی سے اس کا صدور ہو۔

چوتھی وجہ افلاک اور کواکب کو متحرک کرنے پر صرف اللہ عزوجل قادر ہے تو حضرت سلیمان کو واحد کے صیغہ کے ساتھ ردّھا علیّ کہنا چاہیے تھا نہ کہ جمع کے صیغہ کے ساتھ "ردّوھا علیّ" کہتے اگر یہ کہا جائے کہ جمع کا صیغہ تعظیم کے لیے لائے ہیں تو ہم کہیں گے کہ "سورج کو مجھ پر واپس لاؤ" میں تو انتہائی اہانت کا اظہار ہے، اس لفظ سے تعظیم کیسے متصور ہو گی۔

پانچویں وجہ اگر سورج غروب ہونے کے بعد دوبارہ لوٹایا جاتا تو اس کا تمام دنیا والے مشاہدہ کرتے اور اگر ایسا ہوتا تو

اس واقعہ کے نقل کے دواعی بہت کثیر ہوتے اور تواتر کے ساتھ یہ خبر ہم تک پہنچتی اور جب کسی ایک شخص نے بھی یہ خبر نہیں دی تو معلوم ہوا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔ [1]

امام رازی کے بیان کردہ ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ردِ شمس کا اثبات انتہائی ضعیف اور رکیک ہے اور ثعلبی اور بغوی نے اس سلسلے میں جو حدیث بیان کی ہے اس کی سند بھی نہایت درجہ ضعیف ہے۔

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ردِ شمس کا ثبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی محدثین نے ردِ شمس کا معجزہ بیان کیا ہے، چنانچہ امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری اور امام احمد بن حسین بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو سورج لوٹ آیا، حضرت علی نے نماز عصر پڑھ لی تو پھر سورج غروب ہو گیا۔ [2]

اس حدیث پر امام احمد کی اس روایت سے اعتراض کیا جاتا ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الشمس لم تحبس علی بشر الا لیوشع لیالی سار الی بیت المقدس۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت یوشع کے سوا کسی بشر کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا، جن راتوں میں حضرت یوشع بن نون نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں سورج کو رد کرنے کا حصر بیان کیا گیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو روکا یا ٹھہرایا نہیں گیا تھا بلکہ سورج کو پلٹایا گیا تھا اور سورج کو پلٹانا اور رد کرنا سورج کو روکنے اور ٹھہرانے کی نفی کے منافی نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حصر انبیاء سابقین کے اعتبار سے ہے یعنی انبیاء سابقین میں حضرت یوشع کے سوا اور کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ردِ شمس کا ثبوت اس حدیث کے حصر کے منافی نہیں ہے۔

حدیث ردِ شمس پر علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات!!

علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں: جو لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ردِ شمس کے قائل ہیں وہ اسی طرح حضرت یوشع اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی ردِ شمس کے قائل ہیں، جب معراج سے واپسی کے بعد قافلہ میں تاخیر

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

کے موقع پر سورج کو روک دیا گیا اور جب یوم خندق کو نماز عصر قضاء ہو گئی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور سورج کو لوٹایا گیا کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی درآں حالیکہ آپ کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا اور حضرت علی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی! تم نے نماز پڑھ لی؟ انھوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا، اس پر سورج کو لوٹا دے، حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا اور پھر سورج کو غروب کے بعد طلوع ہوتے دیکھا یہ واقعہ جنگ خیبر میں صہبا کے موقع پر ہوا۔ (علامہ آلوسی لکھتے ہیں) اس حدیث کی صحت میں اختلاف ہے ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی احمد بن داؤد ہے امام دارقطنی نے اس کے متعلق کہا کہ یہ متروک الحدیث اور کذاب ہے اور امام ابن حبان نے کہا یہ حدیثیں گھڑتا تھا، علامہ ابن جوزی نے کہا یہ حدیث باطل ہے جس شخص نے اس کے موضوع ہونے کی طرف توجہ نہیں کی اس نے صرف اس کی ظاہر فضیلت کو دیکھا اور یہ نہیں دیکھا کہ اس حدیث کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد نماز قضاء ہو گئی اور سورج کے لوٹانے سے وہ ادا نہیں ہو گی۔

شیخ ابن تیمیہ نے روافض کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس رسالہ میں اس حدیث کی تمام اسانید اور راویوں کا ذکر کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، امام طحاوی اور قاضی عیاض نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس حدیث کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، اسی طرح شیخ الاسلام ابن العراقی نے شرح الترتیب میں اس کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ قدرے مختلف ہیں اور ابن مردویہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور احمد بن صالح یہ کہتے تھے کہ جو شخص علم بالحدیث حاصل کرنا چاہتا ہو وہ حضرت اسماء کی حدیث سے غافل نہ رہے کیونکہ یہ نبوت کی علامات میں سے ہے، اسی طرح یوم خندق کے موقع پر رد شمس کی حدیث میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ موضوع ہے، علامہ ابن حجر ہیتمی نے اس کی صحت کا دعوی کیا ہے اسی طرح قافلہ معراج کے موقع پر سورج کے ٹھیرانے میں بھی انھوں نے صحت کا دعوی کیا ہے۔ (علامہ آلوسی کہتے ہیں) میرا گمان یہ ہے کہ قافلہ کی حدیث کی صحت کے متعلق اختلاف ہے اور یہ صراحۃً مردود نہیں ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، اور آپ نے قوم کو اس کی خبر دی اور قافلہ کی علامات بتائیں تو لوگوں نے پوچھا قافلہ کب آئے گا تو آپ نے فرمایا بدھ کو قافلہ آئے گا اس دن کفار قریش تا قافلے کا انتظار کر رہے تھے، دن چھپنے لگا اور قافلہ نہ آیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن کا کچھ وقت بڑھا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرا دیا گیا اور سورج کو ٹھہرانا اور بات ہے اور اس کو پلٹانا اور چیز ہے اور اگر اس موقع پر سورج پلٹایا جاتا تو قریش اس دفعہ بھی یہی کہتے جو انھوں نے چاند شق ہونے کے موقع پر کہا تھا۔ حالانکہ ان کا ایسا قول منقول نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ نماز میں برکت تھی جس کو صوفیاء نشر زمان کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اگرچہ اکثر لوگ اس کو نہیں سمجھتے، حضرت یوشع علیہ السلام کا واقعہ بھی اسی طرح تھا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ صرف یوشع بن نون کے لیے سورج کو ٹھہرایا گیا تھا اور یہ قصہ مشہور

ہے اور یہ حدیث سب کے نزدیک صحیح ہے اور یہ ردشمس کے باقی واقعات کے معارض ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جو سورج ٹھہرانے یا لوٹانے کے واقعات ہیں ان پر جو حضرت یوشع کی حدیث سے اعتراض ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت یوشع کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ میرے علاوہ کسی نبی کے لیے سورج کو نہیں ٹھہرایا گیا ماسوا حضرت یوشع علیہ السلام کے، یا یہ جواب دیا جائے گا کہ حکم عموم کلام میں داخل نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے تو ردشمس ثابت نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فی نفسہ ممتنع ہے جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور قرآن مجید کی آیت کو ردشمس پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام رازی نے دلائل سے واضح کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی نے تحفہ میں لکھا ہے کہ اگر غروب کے بعد سورج لوٹ آئے گا تو وقت بھی لوٹ آئے گا جیسا کہ علامہ ابن عماد نے ذکر کیا ہے، علامہ زرکشی نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن بہترین توجیہ علامہ ابن العماد کی ہے اور وقت کا لوٹ آنا معجزہ کے منافی نہیں ہے، کیونکہ سورج کا لوٹ آنا ہی آپ کا معجزہ ہے اور سورج کے لوٹ آنے سے وقت کا باقی رہنا حکم شرع سے ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا کر کے پڑھی بلکہ سورج کو لوٹایا ہی اس لیے گیا تھا کہ آپ کی یہ نماز ادا ہو جائے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک وقت کے لوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ مجھے اس وقت مستحضر نہیں ہے البتہ میں نے علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی کی تفسیر میں یہ دیکھا ہے کہ وقت لوٹ آنے سے نماز ادا ہوتی ہے اور وہ فقہاء احناف کے بہت بڑے عالم ہیں، وقت لوٹنے کے بعد نماز ادا ہوتی ہے یا قضاء اس میں فقہاء نے بہت بحث کی ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ [1]

معجزۂ ردِ شمس کے متعلق مفسرین کی آراء

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

قصہ معراج میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کے واپس لائے جانے کا ذکر ہے، غزوۂ خندق کے موقع پر بھی حضور کے لیے وہ واپس لایا گیا، اور حضرت علی کے لیے بھی، جبکہ حضور ان کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہے تھے اور ان کی نماز عصر قضا ہو گئی تھی، حضور نے سورج کی واپسی کے لیے دعا فرمائی تھی اور وہ پلٹ آیا تھا، لیکن ان روایات سے استدلال اس تفسیر سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی تائید کے لیے انھیں پیش کیا گیا ہے، حضرت علی کے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہے اس کے تمام طرق اور رجال پر بحث کر کے ابن تیمیہ نے اس کو موضوع ثابت کیا ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ بلاشک وشبہ موضوع ہے۔ غزوۂ خندق کے موقع پر سورج کی واپسی والی روایت بھی بعض محدثین کے نزدیک ضعیف اور بعض کے نزدیک موضوع ہے۔ [2]

معجزہ ردشمس کو رد کرنے کے لیے سید ابوالاعلیٰ مودودی نے وہی دلائل ذکر کیے ہیں جن کو علامہ آلوسی نقل کر کے ان کا جواب لکھ چکے ہیں، ہم اس مسئلہ کی مکمل وضاحت کے لیے علامہ قرطبی کی رائے نقل کر رہے ہیں:

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۹۴-۱۹۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۴ ص ۳۳۴، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، مارچ ۱۹۸۳ء

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی رد شمس کا واقعہ پیش آیا ہے، امام طحاوی نے مشکل الحدیث میں دو سندوں کے ساتھ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہو رہی تھی اور آپ کا سر حضرت علی کی گود میں تھا، حضرت علی نے نماز عصر نہیں پڑھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! یہ تیری اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا، اس پر سورج لوٹا دے"۔ حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا پھر میں نے دیکھا کہ سورج پہاڑوں اور زمین پر طلوع ہوا، یہ واقعہ خیبر میں مقام صہبا پر پیش آیا، امام طحاوی نے کہا یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی ثقہ ہیں۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ امام طحاوی کی توثیق کے بعد علامہ ابن جوزی اور شیخ ابن تیمیہ کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

معجزۂ رد شمس کے متعلق محدثین کی آراء

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن اسحاق کی مغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج کی صبح کو جب کفار قریش کو یہ خبر دی کہ آپ نے ان کا قافلہ دیکھا ہے اور وہ طلوع آفتاب کے ساتھ آ جائے گا پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حتیٰ کہ قافلہ آنے تک سورج ٹھہرا رہا، یہ حدیث منقطع ہے لیکن امام طبرانی کی اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ کچھ دیر متاخر ہو گیا، اس حدیث کی سند حسن ہے اور مسند احمد میں جو روایت ہے کہ حضرت یوشع کے سوا اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اور کسی کے لیے سورج نہیں ٹھہرایا گیا اور اس حدیث میں اس بات کی نفی نہیں ہے کہ حضرت یوشع کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج ٹھہرایا گیا ہو، اور امام طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت علی کے زانو پر سر رکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور حضرت علی کی نماز عصر فوت ہو گئی تو سورج لوٹا دیا گیا حتیٰ کہ حضرت علی نے نماز پڑھ لی اور اس کے بعد سورج غروب ہو گیا اور یہ آپ کا بہت عظیم معجزہ ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ ابن جوزی اور ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دینے میں خطا کی ہے واللہ اعلم۔ البتہ قاضی عیاض نے جو یہ نقل کیا ہے کہ یوم خندق کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو لوٹایا گیا تھا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اگر یہ ثابت ہو تو پھر یہ آپ کے لیے رد شمس کا تیسرا واقعہ ہے۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قافلہ آنے کی خبر دی تو سورج کو ٹھہرایا گیا، اور قاضی عیاض نے یوم خندق کو بھی رد شمس کا واقعہ نقل کیا ہے اور امام حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے بھی رد شمس کا واقعہ اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں لکھا ہے کہ احمد بن صالح

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۵ ص ۱۹۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۲-۲۲۱، مطبوعہ دارنشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کہتے تھے کہ اہل علم کو حضرت اسمار کی اس روایت کے حفظ سے غافل نہیں رہنا چاہیے کیونکہ یہ عظیم علامت نبوت ہے اور یہ حدیث متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ابن جوزی نے جو اس حدیث پر تنقید کی ہے اس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ [1]

علامہ ابوعبداللہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں کہ روایت ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو مرتبہ سورج کو ٹھہرایا گیا ایک مرتبہ جب یوم خندق کو کفار سے جہاد کی مشغولیت کی وجہ سے نماز عصر فوت ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج کو لوٹا دیا حتیٰ کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھ لی اس واقعہ کو امام طحاوی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں دوسری مرتبہ معراج سے واپسی کے موقع پر جب آپ نے فرمایا تھا کہ سورج نکلنے کے ساتھ قافلہ آجائے گا۔ [2]

علامہ ابن جوزی، شیخ ابن تیمیہ اور شیخ ابن قیم وغیرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ رد شمس کا انکار کیا ہے اور علامہ آلوسی اور علامہ قرطبی وغیرہ نے اس کو ثابت مانا ہے اور علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی وغیرہ نے ابن تیمیہ اور ابن جوزی کا رد کیا ہے اور یہی حق اور صواب ہے، کیونکہ معجزہ رد شمس خلاف عادت ہے محال عقلی نہیں ہے اور جب کہ یہ معجزہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور محققین نے اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے تو اس کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہونے کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مال غنیمت کا حلال ہونا اس امت کی خصوصیت ہے، اور اس کی ابتداء غزوۂ بدر سے ہوئی اور اسی کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا۔ (انفال: ۶۹) جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کو کھاؤ درآں حالیکہ وہ حلال اور طیب ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کو حلال قرار دیا ہے اور یہ حدیث صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ثابت ہے۔ نیز امام بخاری نے یہ روایت بیان کی ہے کہ غزوہ بدر سے دو ماہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لشکر روانہ کیا گیا تھا اس سے پہلا مال غنیمت حاصل کیا گیا تھا، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کے مال غنیمت کی تقسیم کو مؤخر کر دیا تھا اور غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد آپ نے غزوہ بدر کے مال غنیمت کے ساتھ اس کو تقسیم کیا تھا۔

اس باب کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پچھلی امتوں میں مسلمان جہاد کرتے تھے اور مال غنیمت کو حاصل کرتے تھے لیکن وہ اس میں تصرف نہیں کرتے تھے اور اس کو ایک جگہ جمع کر کے رکھ دیتے تھے اور ان کے جہاد کی

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

مقبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اس مال غنیمت کو کھا لیتی تھی اور آگ کا نازل نہ ہونا اس جہاد کی عدم مقبولیت کی علامت تھی، اور عدم مقبولیت کی ایک وجہ اس مال غنیمت میں خیانت کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر اپنا فضل اور احسان فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس امت پر مال غنیمت حلال کر دیا، اور اب اگر کوئی شخص مال غنیمت میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر فرماتا ہے اور اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور آسمانی آگ کی وجہ سے اس کی شرمندگی اور رسوائی نہیں ہوتی سو ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ ہی کی حمد و ثناء ہے۔

مال غنیمت میں قیدی بھی شامل ہوتے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ ان کو بھی کھا جاتی تھی لیکن یہ بات بعید ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ آگ بچوں اور جنگ نہ کرنے والی عورتوں کو بھی کھا جاتی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مستثنیٰ ہوں اور استثناء کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے لونڈی اور غلام ہوتے تھے اگر جنگ میں ان کے قیدی نہ ہوتے تو لونڈی اور غلام کیسے ہو سکتے تھے، البتہ اس پر یہ اشکال ہے کہ ان کی شریعت میں چور کو بھی غلام بنا لیا جاتا تھا اس لیے لونڈیوں اور غلاموں کا ہونا اس کو مستلزم نہیں ہے کہ قیدیوں کو باقی رکھا جاتا ہو[1]۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سابقہ امتوں میں مال غنیمت کو آگ اس لیے کھاتی تھی تاکہ ان کا جہاد مال غنیمت کے لیے نہ ہو بلکہ خالص اللہ کے لیے ہو اور اس امت پر مال غنیمت اس لیے حلال کیا ہے کہ اس امت میں خلوص غالب ہے[2]۔

اس باب کی حدیث کے دیگر فوائد

اس حدیث میں اس کا بھی ثبوت ہے کہ بعض نادانوں کے فعل سے پوری جماعت کو سزا ملتی ہے اور یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعض احکام امر باطن پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے کیونکہ مال غنیمت سے چوری کرنے والے کے خلاف کوئی ظاہری شہادت اور ثبوت نہیں تھا اور کبھی انبیاء علیہم السلام کے احکام ظاہری حجت پر مبنی ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم میں ہے تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو الحدیث۔ علامہ ابن بطال نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مشرکین کے اموال کو جلانا جائز ہے اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ حکم شریعت سابقہ میں تھا اور اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہونے کے حکم سے یہ حکم بھی منسوخ ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات علامہ ابن بطال پر بھی مخفی نہیں تھی ان کے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ جب مال غنیمت کو آگ کھا سکتی ہے تو جب ان کے مال کو حاصل کرنے کی کوئی سبیل نہ ہو تو اس کو جلانا جائز ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر کوئی تصریح نہیں ہے بلکہ اموال بنو نضیر کو جلانے میں اس کی تائید ہے۔[3]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امور مہمہ ان لوگوں کے سپرد کرنے چاہییں جو دنیاوی معاملات میں مشغول نہ ہوں اور ان کا دل و دماغ گھریلو ذمہ داریوں اور ازدواجی معاملات میں الجھا ہوا نہ ہو[4]۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۴-۴۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] حافظ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ الْاَنْفَالِ ۵۸۸

غنیمت کا بیان

۴۴۴۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَخَذَ اَبِيْ مِنَ الْخُمُسِ سَيْفًا فَاَتٰى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَبْ لِيْ هٰذَا فَاَبٰى فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔

مصعب بن سعد اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے مال خمس میں سے ایک تلوار نکالی اور اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا مجھے یہ تلوار ہبہ کر دیجئے، آپ نے اس سے انکار فرمایا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) آپ سے یہ لوگ انفال کے بارے میں پوچھتے ہیں: آپ کہیے انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

۴۴۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ نَزَلَتْ فِيَّ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ اَصَبْتُ سَيْفًا فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَفِّلْنِيْهِ فَقَالَ ضَعْهُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ نَفِّلْنِيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ ضَعْهُ فَقَامَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَفِّلْنِيْهِ اَاَجْعَلُ كَمَنْ لَا غَنَاءَ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْهُ مِنْ حَيْثُ اَخَذْتَهُ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔

مصعب بن سعد کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیات نازل ہوئیں، ایک مرتبہ میں نے ایک تلوار پائی میں اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو پھر جب میں کھڑا ہوا تو آپ نے فرمایا اس کو وہیں رکھ دو جہاں سے اٹھائی تھی، پھر میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے دے دیجئے آپ نے فرمایا اس کو رکھ دو، میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ مجھے دے دیجئے! کیا میں ان لوگوں کی طرح کیا جاؤں گا جن کا اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تلوار کو وہیں رکھ دو جہاں سے اس کو اٹھایا تھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق دریافت کرتے ہیں، آپ کہیے انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔

۴۴۴۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاَنَا فِيْهِمْ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوْا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سریہ (چھوٹا لشکر) بھیجا جس میں میں بھی تھا، انھیں وہاں مال غنیمت میں بہت سے اونٹ ملے، ہر ایک کے حصہ میں بارہ، بارہ یا گیارہ،

إِبِلًا كَثِيرَةً فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا أَوْ أَحَدَ عَشَرَ بَعِيرًا وَ نُفِّلُوا بَعِيرًا بَعِيرًا۔

گیارہ اونٹ آئے اور ایک ایک اونٹ زائد ملا۔

۴۴۴۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً قِبَلَ نَجْدٍ وَفِيهِمُ ابْنُ عُمَرَ وَأَنَّ سُهْمَانَهُمْ بَلَغَتِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنُفِّلُوا سِوَى ذٰلِكَ بَعِيرًا فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک سریہ روانہ کیا اس میں ابن عمر بھی تھے، اس میں ان کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے اور اس کے علاوہ ایک اونٹ زائد ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تقسیم میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں کیا۔

۴۴۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ فَخَرَجْتُ فِيهَا فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنَفَّلَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا بَعِيرًا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک سریہ روانہ کیا، میں بھی اس کے ساتھ گیا، وہاں ہم کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں، ہمارے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایک ایک اونٹ زائد دیا۔

۴۴۴۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۴۴۷ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنِ النَّفَلِ فَكَتَبَ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں بیان کیں۔

إِلَيَّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ ابْنُ زَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مال غنیمت کے خمس میں سے جو ہمارا حصہ نکلتا تھا، اس کے علاوہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مال عطا فرمایا میرے حصہ میں ایک "شارف" آیا اور شارف بڑی عمر کا اونٹ ہوتا ہے۔

۴۴۴۸ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاللَّفْظُ لِسُرَيْجٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَجَاءٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَفَّلَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَلًا سِوٰى نَصِيبِنَا مِنَ الْخُمُسِ فَأَصَابَنِي شَارِفٌ وَالشَّارِفُ الْمُسِنُّ الْكَبِيرُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کو مال غنیمت دیا باقی حدیث ابن رجاء کی روایت کی طرح ہے۔

۴۴۴۹ - وَحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ بَلَغَنِي عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَفَّلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ رَجَاءٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریہ کے بعض مجاہدین کو مال غنیمت میں سے ان کے حصہ کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ بھی کچھ عنایت فرماتے تھے اور پورے لشکر کے لیے خمس واجب تھا۔

۴۴۵۰ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً سِوٰى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ وَالْخُمُسُ فِي ذٰلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریہ کے بعض مجاہدین کو مال غنیمت میں سے ان کے حصہ کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ بھی کچھ عنایت فرماتے تھے اور پورے لشکر کے لیے خمس واجب تھا۔

وَاجِبٌ كُلِّهِ۔

اس باب کی احادیث میں نفل اور غنیمت کا ذکر آگیا ہے اس لیے ہم غنیمت اور فئی کی تفصیل اور تحقیق بیان کر رہے ہیں۔

نفل کا لغوی معنی علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں: احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بکثرت آیا ہے، اس کا معنی زیادتی ہے، نفلی عبادات کو نوافل اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں حدیث میں ہے لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل "بندہ نوافل کے ساتھ ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے" اور تراویح کی حدیث میں ہے لو نفلتنا بقیۃ لیلۃ هذه "کاش آپ اس رات کے باقی حصہ میں ہم کو نفلی نماز پڑھاتے" ایک اور حدیث میں ہے:

ان المغانم کانت محرمۃ علی الامم قبلنا فنفلها الله تعالیٰ هذه الامۃ۔ ہم سے پہلی امتوں پر مال غنیمت حرام تھا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو مال غنیمت کی زیادتی عطا فرمائی ہے۔

نَفَل (فا کلمہ کے سکون کے ساتھ) کا معنی زیادتی ہے اور کبھی نَفَل (فاء کی زبر) کا معنی بھی زیادتی ہوتا ہے اور نَفَل کا معنی مال غنیمت ہے۔ [1]

نفل کا اصطلاحی معنی بعض مجاہدین کو مال غنیمت سے بالخصوص کچھ زیادہ مال (بطور عطیہ یا انعام) دینا نَفَل ہے گویا لشکر کا امیر کہے جس نے فلاں چیز کو حاصل کر لیا اس کو اس چیز کا چوتھا حصہ یا تیسرا حصہ ملے گا یا وہ چیز اس کو مل جائے گی، یا جس نے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کو مل جائے گا، یا کسی لشکر سے کہے جو مال تم نے حاصل کیا وہ تمہارا ہے، یہ نفل ہے اس کو نَفَل اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حصہ مال غنیمت پر زائد ہوتا ہے۔ [2]

تنفیل میں مذاہب فقہاء تنفیل کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

یا ایها النبی حرض المؤمنین علی القتال ط (انفال: ۶۵) اے نبی! ایمان والوں کو (کافروں سے) قتال پر برانگیختہ کیجئے

تمام اموال میں تنفیل جائز ہے خواہ سونا، چاندی ہو یا سلب ہو، مقتول کا مال، مثلاً اس کے کپڑے، اس کے ہتھیار اور اس کی سواری بالاتفاق سلب ہیں اور اگر دوسری سواری پر مقتول کا غلام ہو یا دوسری سواری پر اس کے ساتھ اور اموال ہوں تو فقہاء حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ مال غنیمت ہے، فقہاء مالکیہ اور حنفیہ کے نزدیک سلب حاصل کرنے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے اور فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک قاتل مقتول کے مال کو ہر حال میں حاصل کر لے گا کیونکہ حدیث میں ہے: امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قال قال رسول الله صلی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۹۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

اللہ علیہ وسلم من قتل قتیلا لہ علیہ بینۃ فلہ سلبہ۔ [1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی (کافر) کو قتل کیا اور اس کے پاس اس پر شہادت ہو تو اس کا سلب اس کو ملے گا۔

ان دونوں فریقوں میں اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جو شخص کسی (کافر) کو قتل کرے اس کو اس کا سلب ملے گا" آیا آپ نے یہ حکم بحیثیت امیر دیا تھا یا یہ آپ نے ایک شرعی حکم بیان کیا ہے؟۔

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ قاتلوں کو مقتولین کا سلب صرف یوم حنین کو دیا گیا تھا، اس لیے بعض مجاہدین کی سلب کے ساتھ خصوصیت امام کے اجتہاد پر موقوف ہے، اور یہ صرف امیر کی سیاست کی جہت سے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت امیر کے جو تصرفات کیے ہیں اس قسم کے تصرفات میں ہر زمانہ کے امیر کی اجازت ضروری ہے۔

فقہاء شافعیہ اور حنابلہ یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو بطور انعام دیا ہے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شرعی حکم بیان کیا ہے اور بحیثیت امیر یہ حکم نہیں دیا اور ہر وہ حکم جس کو آپ نے بہ طریق فتویٰ اور تبلیغ بیان کیا ہو اس میں قاضی کی قضاء اور امام کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے: "جس شخص نے کسی غیر آباد زمین کو کاشت کیا وہ اس کا مالک ہے" اس میں بھی یہی اختلاف ہے، فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک کوئی شخص امیر کی اجازت کے بغیر اس زمین کا مالک نہیں ہوگا اور فقہاء شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک محض کاشت کرنے سے وہ شخص اس زمین کا مالک ہو جائے گا۔

تنفیل کی شرائط

فقہاء احناف اور مالکیہ کے نزدیک تنفیل اس قتل میں جاری ہوتی ہے جو مباح ہو اس لیے اگر کوئی شخص غیر جنگجو افراد مثلاً بچہ، عورت، مجنون وغیرہ کو قتل کر دے تو وہ نفل کا مستحق نہیں ہوگا۔

تنفیل کے جواز کی یہ شرط ہے کہ مجاہدین کے ہاتھوں میں مال غنیمت پہنچنے سے پہلے ان کو نفل (انعام) دیا جائے اور اگر مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا تو اب صرف خمس سے ان کو انعام دیا جا سکتا ہے۔

تنفیل کا حکم

تنفیل کا حکم یہ ہے کہ قتل کرنے والا مجاہد اس عطیہ یا انعام کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے اور باقی مجاہدین اس میں شریک نہیں ہوتے لیکن امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب مال دار اسلام میں پہنچ جائے تب مال پر ملکیت مکمل ہوتی ہے اور امام محمد کے نزدیک دار اسلام میں مال پہنچنے سے پہلے بھی ملکیت مکمل ہو جاتی ہے۔ [2]

تنفیل میں فقہاء احناف کا نظریہ

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: تنفیل یہ ہے کہ امام یہ کہے کہ جس شخص یا سریہ نے فلاں چیز کو حاصل کر لیا تو اس کو

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۵، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۶ھ

اس چیز کا چوتھائی ملے گا یا تہائی ملے گا یا وہ چیز مل جائے گی یا کہے جس نے کسی شخص کو قتل کر دیا تو اس کا سلب اس کو ملے گا، یہ اس لیے جائز ہے کہ یہ قتال پر برانگیختہ کرنے کی تخصیص ہے اور یہ شریعت میں مستحب ہے، اللہ عزّ شانہٗ فرماتا ہے: یا ایھا النبی حرض المؤمنین علی القتال "اے نبی! مسلمانوں کو جنگ پر برانگیختہ کیجئے"، البتہ امام کو یہ سزاوار نہیں کہ وہ جنگ سے حاصل شدہ تمام مال کو بطور انعام (تنفیل) دینے کا اعلان کر دے کیونکہ اس میں دوسرے مجاہدین کی حق تلفی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی وقت یہ جنگی مصلحت کا تقاضا ہو تو پھر جائز ہے۔

تنفیل کے دو حکم ہیں ایک یہ کہ نفل صاحب نفل کے ساتھ مختص ہوتا ہے یعنی جس مجاہد کو کسی کارنامہ کی وجہ سے انعام دیا گیا ہے اس انعام میں دوسرے افراد شریک نہیں ہوتے، دوسرا حکم یہ ہے کہ نفل میں خمس واجب نہیں ہوتا کیونکہ خمس اس مال غنیمت میں واجب ہوتا ہے جو تمام مجاہدین میں مشترک ہوتا ہے اور نفل کو امام کسی ایک شخص کے ساتھ مختص کرتا ہے۔ [1]

فَے کا لغوی اور شرعی معنی علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں فَے کا معنی ہے لوٹنا اور پلٹنا، اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے اموال کفار میں سے جو مال مسلمانوں کو بغیر جنگ اور جہاد کے حاصل ہوا ہو [2]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: فَے وہ مال ہے جو حربیوں سے بغیر جنگ کے حاصل ہو، جو مال صلح سے حاصل ہو جیسے جزیہ اور خراج وہ بھی مال فَے ہے۔ مال فَے میں تصرف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، قرآن مجید میں ہے:

وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء ط واللہ علی کل شیء قدیر ۝ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل لا کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم ط۔

(حشر: ۷-۶)

اور جو اموال اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) سے (نکال کر) اپنے رسول پر پلٹا دیے تم نے تو ان پر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جن پر چاہے غلبہ عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو چاہے اس پر قادر ہے، اللہ تعالیٰ نے جو (اموال) ان بستیوں والوں سے نکال کر اپنے رسول پر لوٹا دیے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں اور (رسول کے) قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہیں تاکہ وہ اموال تمہارے مالداروں کے درمیان گردش کرتے نہ رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اموال اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فَے عطا فرمائے تھے۔ اور یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا خرچ دیتے تھے اور باقی مال کو جنگی سواریوں کے لیے خرچ کرتے تھے۔ [3]

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷، ص ۱۱۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید، ایند کمپنی، کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۴۸۳۔ مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] ڈاکٹر وہبہ زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۶ ص ۴۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

فے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: فے اس مال کو کہتے ہیں جس کے حصول کے لیے مسلمانوں نے جنگ نہ کی ہو، مثلاً جو اموال مسلمانوں کے امیر کی طرف سفارت کے ذریعے بھیجے جاتے ہیں یا وہ اموال جو اہل حرب سے کسی عہد کی بناء پر لیے جاتے ہوں۔ اس مال سے خمس نہیں لیا جاتا، کیونکہ خمس اس مال سے لیا جاتا ہے جو کفار سے بذریعہ جنگ حاصل کیا گیا ہو۔

مال فے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرفات کے ساتھ خاص ہے خواہ آپ اپنے اوپر خرچ کریں یا جن لوگوں پر آپ خرچ کرنا چاہیں ان کے اوپر خرچ کر دیں۔ اسی وجہ سے اموال فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھے کیونکہ ان کے حصول کے لیے صحابہ نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، کیونکہ روایت ہے کہ جب اہل فدک کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو خیبر سے جلاوطن کرنا چاہتے ہیں تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس معاہدہ پر صلح کر لی کہ وہ وہاں کی زمینوں پر کاشت کاری کریں گے اور پیداوار کا نصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد کے حکام میں یہ فرق ہے کہ یہ اموال فے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خرچ کے لیے ہوتے تھے اور بعد کے ائمہ کے پاس جو اموال فے آتے ہیں وہ عام مسلمانوں پر خرچ کے لیے ہوتے ہیں، کیونکہ یہ فتوحات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے تھیں جیسا کہ آپ نے فرمایا: میری اس چیز سے مدد کی گئی ہے کہ دو ماہ کی مسافت تک میرا رعب طاری کر دیا گیا ہے۔

مذکور الصدر قاعدہ کی بناء پر یہ اختلاف ہے کہ اگر کوئی حربی (اس سے مطلقاً کافر مراد نہیں) امان حاصل کیے بغیر دارالاسلام میں داخل ہو جائے اور اس کو کوئی مسلمان پکڑ لے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس سے حاصل شدہ مال جماعت مسلمین کے لیے ہوگا اور اس کو پکڑنے والے کے ساتھ خاص نہیں ہوگا اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ مال پکڑنے والے کے ساتھ مختص ہوگا، صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اس مال کی ملکیت کا سبب اس حربی کو پکڑنے والے کے ساتھ خاص ہے۔ اس لیے اس سے حاصل شدہ مال بھی اسی کے ساتھ خاص ہونا چاہیے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عام مسلمانوں کی ملکیت کے ثبوت کا ایک سبب اس جگہ متحقق ہو گیا جو ملکیت کی استعداد رکھتا ہے اور وہ محل مباح ہے لہٰذا حربی کا یہ مال تمام مسلمانوں کی ملکیت ہوگا، جیسا کہ ایک جماعت مل کر کسی شکار کو پکڑ لے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ حربی دارالاسلام میں داخل ہوا تو اس پر تمام دارِ اسلام کے مسلمانوں کا غلبہ ثابت ہو گیا کیونکہ دارِ اسلام ان سب کے قبضہ میں ہے اور جو چیز دارِ اسلام میں آجائے اس پر ان سب کا قبضہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جب تک اموال کفار دارالحرب میں ہوں اس وقت تک ان پر غانمین کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی تاوقتیکہ ان اموال کو دارالاسلام میں منتقل نہ کر لیا جائے[1] فے کی تمام تفصیل، تحقیق اور بیان مذاہب باب نمبر ۵۹۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

مال غنیمت کا لغوی معنی اور شرعی تفسیر

غنیمت کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا بغیر محنت اور مشقت کے حاصل ہونا، علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں: مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر حربیوں کا جو مال حاصل کیا ہو اس کو مال غنیمت کہتے ہیں۔[2]

---

[1] ملک العلماء علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۱۶، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۳۸۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں: اہل حرب کا جو مال جنگ سے حاصل کیا جائے وہ مال غنیمت ہے۔ [1]

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جو سامان اہل حرب کو مغلوب کر کے حاصل کیا جائے وہ سامان ہمارے نزدیک مال غنیمت ہے، اور زور اور غلبہ صرف قوت جنگ سے متحقق ہوتا ہے، یا تو حقیقۃً قوت جنگ ہو یا حکماً ہو اور وہ امیر کی اجازت ہے امام شافعی کے نزدیک اہل حرب سے جس طرح بھی مال حاصل کر لیا جائے، وہ مال غنیمت ہے، ان کے نزدیک اس میں عسکری طاقت اور قوت جنگ کا ہونا شرط نہیں ہے۔ مثلاً ایک جماعت اسلحہ کے ساتھ دار الحرب میں داخل ہوئی اور انھوں نے حربیوں کا مال حاصل کر لیا تو اس مال میں سے مال غنیمت کو اجماعاً نکالا جائے گا خواہ وہ امام کی اجازت سے داخل ہوئے ہوں یا امام کی اجازت کے بغیر کیونکہ انھوں نے اسلحہ کے بل پر غالب آکر مال حاصل کیا ہے اور اسلحہ حقیقۃً فوج کے قائم مقام ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق کم از کم فوج کی تعداد چار ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین اصحاب چار ہیں اور امام ابو یوسف سے نُو کی روایت ہے۔ اور اگر کوئی شخص بغیر ہتھیاروں کے امام کی اجازت سے دار الحرب میں داخل ہوا تو اس کا حاصل کیا ہوا مال ظاہر الروایۃ کے مطابق مال غنیمت ہوگا۔ کیونکہ امام کی اجازت عسکری طاقت اور فوجی قوت کے قائم مقام ہے، اور اگر کوئی شخص امام کی اجازت اور اسلحہ کے بغیر دار الحرب میں داخل ہوا تو اس کا حاصل کیا ہوا مال، مال غنیمت نہیں ہوگا کیونکہ اس کے پاس قوت جنگ اور غالب آنے کی طاقت اصلاً نہیں ہے، اس کے پاس بالفعل اسلحہ ہے نہ اس کو امیر کی اجازت اور تائید و حمایت حاصل ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک یہ مال بھی مال غنیمت ہے، لیکن ہمارا قول صحیح ہے کیونکہ غنیمت کا معنی ہے وہ مال جس کو اہل حرب سے حاصل کیا جائے اور اس مال کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں قرآن مجید کی اشارۃ النص سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما افآء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب۔ (حشر: ۶)

اور جو اموال اللہ تعالیٰ نے ان (کافروں) سے (نکال کر) اپنے رسول پر پلٹا دیے تم نے تو ان پر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ،

اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ جب تک مسلمان کسی مال کے حصول کے لیے گھوڑے اور اونٹ نہ دوڑائیں اس وقت تک یہ مال، مال غنیمت نہیں ہوگا، اور اہل حرب کے مال کو گھوڑے اور اونٹ دوڑا کر حاصل کرنا صرف جنگی اور دفاعی قوت کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور جب دفاعی قوت حقیقۃً ہو نہ حکماً تو پھر کسی مال کو قہر اور غلبہ سے حاصل کرنا ممکن نہیں ہے اور اس کے بغیر حاصل کیا ہوا مال، شکار کی طرح مال مباح ہوگا۔ [2]

مفتوحہ علاقہ کی زمینوں اور ساز و سامان کا حکم

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں: جب مسلمانوں کا امیر اہل حرب کے کسی ملک پر فتح حاصل کرے تو مفتوحہ امور تین چیزیں ہیں ساز و سامان، زمین اور جنگی قیدی۔ ساز و سامان میں سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا جائے

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۶ ص ۴۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] ملک العلماء علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۷ ص ۱۱۸-۱۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۱۲ھ

گا اور باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے جائیں گے اور ان میں امیر کا کوئی اختیار نہیں ہے، اور زمین میں امیر کا اختیار ہے اگر وہ چاہے تو زمین کا خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم کر دے اور چاہے تو ان زمینوں کو خراج کے عوض ان کے مالکوں کے پاس رہنے دے اور زمین کے مالکوں کو ذمی بنا دے (بشرطیکہ وہ اہل ذمہ ہوں یعنی وہ اہل کتاب ہوں یا عجم کے مشرکین ہوں) اور ان لوگوں پر شخصی طور پر جزیہ عائد کرے اور ان کی زمینوں سے خراج وصول کرے، یہ ہمارا اور امام شافعی کا مذہب ہے اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کو خراج پر دینا جائز نہیں ہے بلکہ مجاہدوں پر تقسیم کرنا واجب ہے۔

امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ اس زمین کو مجاہدین نے غلبہ سے حاصل کیا ہے اور زمین کے مالکوں کو زمین دینے سے مجاہدین کی حق تلفی ہوتی ہے پس جس طرح امیر کو مفتوحہ ساز و سامان پر اختیار نہیں ہے اسی طرح امیر کو مفتوحہ زمینوں پر بھی اختیار نہیں ہے۔ (علامہ کاسانی نے امام مالک کا یہ قول صحیح نقل نہیں کیا۔ صحیح یہ ہے کہ امام مالک کے نزدیک ان اراضی کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا جائے گا۔)

ہماری دلیل یہ ہے کہ زمین کو خراج کے عوض دینے پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ نے جب سوادِ عراق (عراق کے دیہات اور بستیاں) کو فتح کیا تو آپ نے ان زمینوں کو ان کے سابقہ مالکوں کی ملک میں رہنے دیا اور ان لوگوں پر جزیہ مقرر کیا اور ان کی زمینوں پر خراج مقرر کیا آپ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ فیصلہ کیا اور کسی صحابی نے اس سے اختلاف نہیں کیا سو اس فیصلہ پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا۔

جنگی قیدیوں کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

جنگی قیدیوں کے بارے میں امیر کو تین امور میں سے کسی ایک کا اختیار ہے اگر امیر چاہے تو جنگی قیدیوں کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے قیدیوں میں سے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو قتل کیا تھا نیز ان کو قتل کرنے میں مادہ فساد کو جڑ سے اکھاڑنا ہے، اور اگر امیر چاہے تو ان کو غلام بنا لے کیونکہ اس سے ان کا شر دور ہو گا اور اہل اسلام کو نفع حاصل ہو گا، اور اگر چاہے تو مشرکین عرب اور مرتدین کے ماسوا کو آزاد رہنے دے اور ان سے جزیہ وصول کرے، ان قیدیوں کو واپس دار الحرب میں بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس اقدام سے کفار کو مسلمانوں کے خلاف قوت حاصل ہو گی، اور اگر قیدی مسلمان ہو جائیں تو پھر ان کو قتل نہ کرے البتہ ان کو غلام بنانا جائز ہے کیونکہ غلامی اسلام کے منافی نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ مسلمان قیدیوں کو بطور فدیہ لے کر جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اس اقدام سے مسلمانوں کو کافروں کی قید سے رہائی دلانا ہے اور یہ کافر کو قتل کرنے اور اس کو غلام بنانے یا جزیہ لینے سے بہتر ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ تبادلہ کی وجہ سے جنگجو کفار دار الحرب میں چلے جائیں گے اور دوبارہ مسلمانوں سے لڑیں گے اور جنگ کے شر کو دور کرنا مسلمان قیدی کے چھڑانے سے بہتر ہے، نیز جب مسلمان قیدی ان کی قید میں ہو گا تو یہ صرف اس کے حق میں ابتلاء ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اس سے خطرہ نہیں ہے اور جنگی قیدیوں کے تبادلہ کے بعد کافر جنگی قیدی دوسرے مسلمانوں کے لیے خطرہ بن جائیں گے۔ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ مال کے بدلہ میں بھی جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہیں ہے اور سیر کبیر میں ہے کہ اگر مسلمانوں کو پیسوں کی ضرورت ہو تو پھر مال کے بدلہ میں جنگی

قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، جس طرح جنگ بدر میں قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا، اور اگر کوئی قیدی مسلمان ہو جائے تو پھر اس کا مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے، ہاں اگر وہ شخص تبادلہ پر راضی ہو اور اس کے اسلام کو خطرہ نہ ہو تو پھر جائز ہے جنگی قیدیوں پر احسان کر کے ان کو چھوڑ دینا بھی جائز نہیں ہے، اس کے برخلاف امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں بعض قیدیوں پر احسان کر کے انھیں چھوڑ دیا تھا، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم "مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" نیز ان کو قید میں رکھنے سے ان کو غلام بنانے کا حق حاصل ہوتا ہے اور کسی منفعت اور عوض کے بغیر اس حق کو ساقط کرنا جائز نہیں ہے اور جو حدیث انھوں نے بیان کی ہے وہ منسوخ ہے۔ [1]

جنگی قیدیوں کو مال یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں رہا کرنے کی تحقیق

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ سے ایک روایت تو یہی ہے کہ جنگی قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ جائز نہیں ہے، علامہ قدوری اور صاحب ہدایہ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے جیسا کہ امام ابویوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کا قول ہے، کیونکہ ان سب کے نزدیک عورتوں کے علاوہ جنگی قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں چھوڑنا جائز ہے ——— کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑا ہے، امام ابوحنیفہ سے یہ روایت سیر کبیر میں ہے اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی یہی روایت زیادہ ظاہر ہے، امام ابویوسف یہ کہتے ہیں کہ مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے جنگی قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے اور تقسیم کے بعد جائز نہیں ہے، اور امام محمد کے نزدیک تقسیم سے پہلے اور بعد ہر صورت میں یہ تبادلہ جائز ہے۔ [2]

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز ہے، اور امام ابوحنیفہ سے بھی ایک روایت یہی ہے اس لیے ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ کی اسی روایت پر عمل کرنا بہتر ہے اور جنگی قیدیوں کا مسلمان قیدیوں سے تبادلہ کر لینا چاہیے۔

جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ امتناناً اور احساناً رہا کرنے کی تحقیق

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ محض احساناً چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر امیر کے نزدیک اس میں مصلحت ہو تو پھر جائز ہے، امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۴۷-۵۴۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق ز فاما منا بعد واما فداءً۔ (محمد: ۴)

سو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو، حتیٰ کہ جب تم ان کا خوب خون بہا چکو تو ان (جنگی قیدیوں) کو مضبوطی سے باندھ لو پھر خواہ محض احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دو۔

نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے کئی قیدیوں کو احساناً چھوڑ دیا ان میں سے ایک قیدی ابوالعاص بن ابی الربیع تھے، چنانچہ امام ابن اسحاق اور امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابوالعاص کو چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا اور اس فدیہ میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جہیز میں رخصتی کے وقت دیا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہو گئی اور آپ نے صحابہ سے فرمایا اگر تم مناسب خیال کرو تو اپنے قیدی کو زینب کی خاطر چھوڑ دو اور زینب کا دیا ہوا فدیہ واپس کر دو۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے، اور اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ حضرت زینب کو آپ کے پاس روانہ کر دیں سو انھوں نے حضرت زینب کو آپ کے پاس روانہ کر دیا، اور ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلب بن حنطب کو بھی بلا عوض احسان کر کے چھوڑ دیا۔ مطلب بن حنطب کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا آپ نے اس کو رہا کر دیا۔ اسی طرح ایک شخص کی کئی بیٹیاں تھیں اور وہ محتاج تھا آپ نے اس کو بھی بلا عوض چھوڑ دیا اس کا نام ابوعزۃ الجمحی تھا آپ نے اس سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپ کے خلاف کسی کی مدد نہیں کرے گا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کئی اشعار کہے، پھر وہ جنگ میں مشرکین کے ساتھ گرفتار ہوا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان بدبودار (بدر کے قیدیوں) کی رہائی کے لیے سفارش کرتا تو میں ان کو چھوڑ دیتا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۷۵ مطبوعہ کراچی) سو اگر جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہ ہوتا تو آپ اس طرح نہ فرماتے، مصنف (صاحب ہدایہ) نے یہ کہا ہے کہ ان تمام واقعات کا حکم سورۂ توبہ کی آیت اقتلوا المشرکین "مشرکین کو قتل کر دو" سے منسوخ ہے، یہ ٹھیک ہے کہ بدر کے یہ واقعات سورۂ توبہ نازل ہونے سے پہلے کے ہیں لیکن مصنف کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اقتلوا المشرکین "مشرکین کو قتل کر دو" کا یہ حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا کے لیے ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کو غلام بنانا بالاجماع جائز ہے اگر ان کو قتل کرنا ضروری ہوتا تو ان کو غلام بنانا جائز نہ ہوتا اس سے واضح ہو گیا کہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے ماسوا میں ہے اور یہ کہ جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر اور بلا معاوضہ احساناً چھوڑنے کے تمام واقعات غیر منسوخ ہیں اسی طرح قرآن مجید کی آیت فاما منا بعد واما فداء "جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ چھوڑ دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو" بھی غیر منسوخ اور محکم ہے۔ [1]

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۲۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام نے جو محققانہ بحث کی ہے اس سے واضح ہو گیا کہ جنگی قیدیوں کو مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں یا مال کے فدیہ میں رہا کرنا جائز ہے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا مسلک ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ کی بھی یہی روایت مختار ہے اور اگر امیر مناسب سمجھے تو جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ امتناناً اور احساناً چھوڑنا بھی جائز ہے جیسا کہ قرآن مجید کی نص صریح اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟

اس بحث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا لازمی اور حتمی حکم نہیں ہے بلکہ یہ امیر کی رائے اور صواب دید پر موقوف ہے اور اس کی اجازت اس لیے دی گئی تھی کہ پہلے دنیا میں عام جنگی چلن یہی تھا کہ فاتح قوم مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا لیتی تھی اس لیے اسلام نے بھی یہ اجازت دی کہ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بناتی ہے تو مسلمان بھی اس قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا لیں۔ کیونکہ:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ (شوریٰ: ۴۰) اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے۔

لیکن اب جبکہ دنیا سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور کوئی قوم دوسری قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام نہیں بناتی تو اب کسی مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لیے اب جنگی قیدیوں کو فاما منًّا بعد واما فداءً کے حکم پر عمل کرتے ہوئے فدیہ لے کر یا بغیر فدیہ کے احساناً اور امتناناً چھوڑ دینا چاہیے، اور چونکہ اسلام انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا داعی ہے اور عدل و احسان کا نقیب ہے اور حسن عمل اور کار خیر میں کافروں سے آگے ہے اس لیے یہ کہنا بعید نہیں ہے کہ جب فریق مخالف جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا روا نہیں رکھتا تو مسلمانوں کے لیے بدرجہ اولیٰ ان کے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں پہلے سے بنائے لونڈیوں اور غلاموں کے متعلق احکام تو بیان کیے گئے ہیں لیکن جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی کہیں ہدایت نہیں دی، اس کے برخلاف ان کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کرنے کی ہدایت دی ہے اور ہر چند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے جنگی چلن کے مطابق جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بھی بنایا تھا لیکن آپ نے بدر کے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کر کے حسن عمل کی مثال قائم کی بعض کو فدیہ لے کر رہا کیا اور بعض کو بلا فدیہ رہا کیا اور "فاما منا بعد واما فداءً" پر پورا پورا عمل کیا بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا رخصت پر عمل ہے اور انھیں فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کر دینا عزیمت پر عمل ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ۔ (شوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اس کی مثل برائی ہے، پھر جو شخص معاف کر دے اور (برائی کی) اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنا کر وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا پر عمل کیا اور انھیں آزاد کر کے فمن عفا واصلح پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابتداءً جنگی قیدیوں کو رہا کرنے سے اختلاف کیا تھا اور بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن بالآخر نور رسالت ان پر غالب آ گیا اور سواد عراق کے

جنگی قیدیوں کو انھوں نے قتل کیا نہ لونڈی اور غلام بنایا بلکہ ان سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ قرار دیا اور اس واقعہ سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال کیا ہے کہ جنگی قیدیوں سے جزیہ لے کر ان کو اہل ذمہ بنانا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وان شاء ترکھم احرارا ذمۃ للمسلمین لما بینا من ان عمر فعل ذلک فی اھل السواد۔ [1]

اور اگر مسلمانوں کا امیر چاہے تو جنگی قیدیوں کو آزاد چھوڑ دے اور انھیں ذمی بنا دے جیسا کہ حضرت عمر نے سواد عراق کے جنگی قیدیوں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔

علامہ بابرتی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں: اس میں حضرت عمر کے اس فعل کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے سواد عراق والوں سے کیا تھا، اگر اس پر یہ اعتراض ہو کہ قتل کو ترک کرنے کا اختیار ثابت نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ یہ اختیار اس آیت کے خلاف ہے واقتلوھم حیث وجدتموھم "تم ان (کافروں کو) جہاں بھی پاؤ قتل کر دو" اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے عموم سے بعض افراد مستثنیٰ ہیں چنانچہ متامن اہل ذمہ اور عورتوں وغیرہ کو قتل نہیں کیا جاتا لہٰذا متنازع فیہ (یعنی جنگی قیدی) بھی حضرت عمر کے اس فعل کے سبب اس آیت کے اس عموم سے خاص کیے جائیں گے۔ [3]

ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ ابتداء اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا اس زمانہ کے مخصوص حالات کی بناء پر معمول تھا اور بعد میں اس کو ترک کر دیا گیا اور اب جبکہ تمام دنیا میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا طریقہ متروک ہو چکا ہے بلکہ سرے سے غلامی کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور انسان کو انسان کا غلام بنانا اب معیوب سمجھا جاتا ہے تو اب جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کے جواز کو اسلام کے ساتھ نتھی کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اسلام نے جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کا کہیں حکم نہیں دیا اس کے جواز کو فقہاء نے بعض جزوی واقعات سے مستنبط کیا ہے اور یہ واقعات اخبار آحاد سے ثابت ہیں جو زیادہ سے زیادہ ظنیت کا فائدہ دیتے ہیں اس کے برخلاف جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کرنا قرآن مجید کا حکم قطعی ہے اور بعض جزوی اور ظنی واقعات کی بناء پر قرآن مجید کی نص قطعی کو ترک کرنا اور اس پر عمل نہ کرنا عقل اور اصول کے خلاف ہے، جبکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ رہا کیا ہے تو ان احادیث پر عمل کرنا چاہیے جو قرآن مجید کے صریح حکم کے مطابق ہیں اور جو احادیث اس حکم کے خلاف ہیں ان کی توجیہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اب جبکہ جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کی وجہ باقی نہیں رہی اس لیے اب اس کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ قرآن مجید میں جنگی قیدیوں کے بارے میں صرف ایک ہی حکم ہے اور وہ ہے:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۵ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق ط فاما منًا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا ق ذٰلک ط ولو یشاء اللہ لانتصر منھم ولٰکن لیبلو بعضکم ببعض۔

(محمد : ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے، حتیٰ کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو، (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انھیں رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دو، تاآنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے، یہی (اللہ کا حکم) ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کافروں سے بدلہ لے لیتا لیکن (اس طریقہ کی وجہ یہ ہے کہ) وہ تم لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ آزمائے۔

بدر کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر اعتراضات کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے جنگی قیدیوں سے فدیہ لے کر جو ان کو رہا کر دیا تھا اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس فعل پر اظہار ناپسندیدگی کیا اور بطور عتاب کے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ط تریدون عرض الدنیا ق واللہ یرید الاخرۃ ط واللہ عزیز حکیم ۰ لولا کتٰب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ۰ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبًا ق واتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

(انفال : ۶۷-۶۹)

کسی نبی کے شایان شان اس وقت تک قیدی (بنانا) نہیں ہے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح (کافروں کا) خون نہ بہا لے (اے مسلمانو!) تم (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ بڑا غالب اور بہت حکمت والا ہے، اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے جو (مال) لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔ سو اب اس مال غنیمت کو کھاؤ جو تم نے حاصل کیا ہے درآں حالیکہ وہ حلال و طیب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس اعتراض کی وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ پہلے جنگ بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے کی پوری تفصیل بیان کی جائے۔

بدر کے جنگی قیدیوں کی رہائی کا پس منظر بیان کرتے ہوئے علامہ آلوسی لکھتے ہیں: امام احمد اور امام ترمذی نے سند حسن کے ساتھ، امام طبرانی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدر کے دن جب قیدیوں کو لایا گیا (جن میں عباس بھی تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان قیدیوں کے بارے

ہیں تمہاری کیا رائے ہے ؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں، ان کو زندہ رہنے دیں شاید کہ اللہ تعالیٰ ان کو توبہ کی توفیق مرحمت فرمائے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا اور آپ سے جنگ کی، آگے بڑھیے اور ان کی گردنیں اتار دیجئے! حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: یارسول اللہ! دیکھیے! یہ گھنی لکڑیوں کی وادی ہے اس کو آگ لگا دیجئے! عباس نے یہ سن کر کہا تم نے رحم کے رشتے توڑ دیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، بعض صحابہ نے کہا: آپ نے حضرت ابوبکر کا مشورہ قبول کیا ہے اور بعض نے کہا آپ نے حضرت عمر کی رائے قبول کر لی ہے اور بعض نے کہا آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو نرم کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے زیادہ رقیق ہو جاتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو سخت کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ پتھر سے زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے فرمایا تھا: فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم "جو میری پیروی کرے وہ میرے طریقہ پر ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے" اور تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے فرمایا: ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم " اگر تو ان کو عذاب دے تو بے شک یہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو بہت غالب اور حکمت والا ہے" اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا: ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم " اے ہمارے رب! ان کے اموال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے تاکہ یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں" اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا: رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا " اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ" تم لوگ فقراء ہو سو کسی شخص کو گردن مارے بغیر یا فدیہ لیے بغیر نہ چھوڑنا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! سہل بن بیضاء کو چھوڑ دیں کیونکہ میں نے اس کو اسلام کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے اس دن سے زیادہ کبھی اپنے آپ کو خوف زدہ نہیں محسوس کیا مجھے ڈر تھا کہ اس دن آسمان سے پتھر برسنے لگیں گے! حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سہل بن بیضاء کے ماسوا"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی رائے پر عمل کرنے کا قصد کیا اور میری رائے پر عمل کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور قیدیوں سے فدیہ لے لیا دوسرے دن میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کے صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی روؤں گا ورنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی کوشش کروں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اصحاب کے فدیہ لینے کی وجہ سے رو رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک

درخت تھا، آپ نے فرمایا اس درخت کے قریب مجھ پر ان لوگوں کا عذاب پیش کیا گیا تھا!

ابن جریر نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔ "اگر پہلے سے معافی کا حکم اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا"۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر بن الخطاب اور سعد بن معاذ کے سوا (دوسرے) لوگوں میں سے) کوئی عذاب سے نہ بچتا کیونکہ انھوں نے کفار کے خون بہانے کو زیادہ پسند کیا تھا۔ [1]

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کرنا کوئی پسندیدہ امر نہ تھا ورنہ اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا: ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض۔ "کسی نبی کے شایان شان اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ زمین پر اچھی طرح کافروں کا خون نہ بہالے"۔ میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز نے فرمایا جنگ بدر میں ستر کافروں کا خون بہا دیا گیا تھا اور ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد باقی ماندہ کو قید کر لیا گیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کو گرفتار کیا تھا۔ رؤسائے قریش میں سے جو نامور قریش کے سپہ سالار تھے ایک ایک کر کے مارے گئے، ان میں شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف اور منبہ بن الحجاج کفار قریش کی جنگی طاقت میں ریڑھ کی ہڈی تھے۔ ان لوگوں کے مارے جانے سے کفار قریش کی کمر ٹوٹ چکی تھی، لہٰذا کفار قریش کے صنادید سمیت ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کافروں کو قیدی بنانا قرآن مجید کی اس آیت کے عین مطابق تھا، عمل اس وقت ناپسندیدہ اور اس آیت کے خلاف ہوتا جب جنگ میں کسی کافر کا خون بہائے بغیر کافروں کو گرفتار کر لیا جاتا اور جب ستر کافروں کا خون بہانے کے بعد ستر کافروں کو گرفتار کیا گیا تو پھر آپ کا یہ عمل ناپسندیدہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ (اے مسلمانو!) تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے۔
(انفال: ۶۷)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ان صحابہ کو ملامت کی گئی ہے جنہوں نے فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کرنے کا مشورہ دیا تھا، لیکن حقیقۃً یہ خطاب ان تمام صحابہ کرام کی طرف متوجہ نہیں ہے بلکہ اس آیت کا رخ صرف ان بعض مسلمانوں کی طرف ہے، جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا اور مال دنیا کی طمع میں فدیہ لینے کی خواہش کی تھی، ورنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مال دنیا کی طمع سے بری ہیں ان کا مشورہ اس وجہ سے تھا کہ ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئیں اور اسلام کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کو شوکت اور غلبہ حاصل ہو سو حضرت ابوبکر نے جو فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کرنے کا مشورہ دیا تھا وہ آخرت ہی کی بناء پر تھا اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول فرمایا تھا، لہٰذا یہ آیت قیدیوں کو رہا کرنے کے خلاف نہیں ہے۔

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر قیدیوں کو رہا کرنا جائز اور صحیح تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا:

لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے

---

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

اخذتم عذاب عظیم۔
(انفال، ۸/۶۸)

لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فدیہ لینے کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق تھے، کیونکہ اس سے پہلے فدیہ لینے سے ممانعت نہیں کی گئی تھی پھر فدیہ لینا عذاب کا سبب کیسے ہو سکتا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی شریعتوں میں مال غنیمت لینا حرام تھا اور ابھی اس کے حلال ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور جب مسلمانوں نے بلا اجازت کافروں کا مال غنیمت لوٹ لیا تو یہ آیت نازل ہوئی:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لم تحل الغنائم لاحد سود الرؤوس من قبلکم کانت تنزل نار من السماء فتاکلھا قال سلیمان الاعمش فمن یقول ھذا الا ابو ھریرۃ الان فلما کان یوم بدر وقعوا فی الغنائم قبل ان تحل لھم فانزل اللہ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم ھذا حدیث حسن صحیح۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے بنی آدم میں سے کسی کے لیے بھی مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا، آسمان سے ایک آگ نازل ہوتی اور مال غنیمت کو کھا لیتی سلیمان اعمش نے کہا اس بات کو اب ابوہریرہ کے سوا کون بیان کر سکتا ہے اور جب جنگ بدر ہوئی تو مال غنیمت کی حلت کے حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع کر دیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: اگر پہلے سے (معافی کا حکم) اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے جب تک آپ ان میں ہیں ان پر عذاب نازل نہیں ہوگا) تو تم نے جو مال لیا تھا اس کی وجہ سے تم کو ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس صحیح حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت کا تعلق فدیہ لینے سے نہیں ہے بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لوٹنے سے ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس سے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت لینے کی عام اجازت دے دی چنانچہ ارشاد ہے:

فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً۔
(انفال: ۶۹)

سو اب اس مال غنیمت کو کھاؤ جو تم نے حاصل کیا ہے درآں حالیکہ وہ حلال، طیب ہے۔

اس بحث سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ سورۂ انفال کی ان آیات میں قیدیوں سے فدیہ لے کر انھیں رہا کرنے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ بلا اجازت مال غنیمت لینے پر ملامت کی گئی ہے اور اگر بالفرض ان آیات کا ربط قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے سے ہی جوڑا جائے تو اس ملامت کی وجہ یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں کفار کی بیخ کنی ہی مطلوب تھی، اس وجہ سے کفار کو قتل نہ کرنے اور گرفتار کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا لیکن بعد میں جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور غلبہ عطا فرمایا اور مسلمانوں کی کثرت ہو گئی تو پھر یہی حکم نازل ہوا کہ میدان جنگ میں کافروں کی گردنیں اڑا دو پھر ان کو

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

گرفتار کرو اور گرفتار کرنے کے بعد یا ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بلا فدیہ رہا کر دو چنانچہ علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امر بالاثخان و نھی عن اخذ الفدیۃ حیث کان الاسلام غضا وشوکۃ اعدائہ قویۃ وخیر بینہ و بین المن بقولہ تعالیٰ: فاما منا بعد و اما فداء لما تحولت الحال و استغلظ زرع الاسلام واستقام علی سوقہ۔ [1]

جب اسلام ایک کمزور شاخ کی مانند تھا اور دشمنانِ اسلام بہت قوی تھے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خون بہانے کا حکم دیا اور فدیہ لینے سے منع کیا (فی الواقع اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے سے منع نہیں کیا۔ سعیدی) اور جب مسلمانوں کی حالت سنبھل گئی اور شجر اسلام اپنے تنے پر مضبوطی سے قائم ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیں اور اگر چاہیں تو بغیر فدیہ کے امتناناً اور احساناً قیدیوں کو رہا کر دیں اور فرمایا فاما منا بعد و اما فداءً۔

بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے پر امام رازی اور مصنف کے جوابات

سورۂ انفال کی ان آیات سے جو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قید کر لیا، اور فدیہ لے کر قیدیوں کو آزاد کیا اور ان افعال پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نازل فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے یہ حکم نازل فرما چکا تھا کہ:

فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منھم کل بنان۔ (انفال: ۱۲)

سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

امام رازی نے ان نکات پر بڑی نفیس بحث کی ہے، لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: ماکان لنبی ان یکون لہ اسری۔ "کافروں کا اچھی طرح خون بہائے بغیر ان کو قید کرنا کسی نبی کی شان کے لائق نہیں ہے" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یوم بدر کو صحابہ کرام نے کافروں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا تھا اور زمین میں اچھی طرح خون بہانے کی یہ شرط نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے اور قتل کرنے اور خون بہانے کے بعد صحابہ نے کافروں کو قید کیا تھا اور اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کرنا جائز ہے اور جب صحابہ کرام نے ایک جائز کام کیا تھا تو اس آیت سے یہ استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے یا معاذ اللہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ یا معصیت کی تھی، خاص طور پر جب کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں خود اس فعل کا حکم دے کر اس کے جواز کو مؤکد کر دیا، چنانچہ فرمایا:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم ان کا اچھی طرح

---

[1] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

الوثاق فاما منا بعد واما فداء۔ (محمد: ۴)

خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے انہیں رہا کر دو یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔

باقی رہا یہ کہ جب یہ ایک جائز کام تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے عتاب کیوں نازل فرمایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر اچھی طرح خون بہانے کی کوئی حد اور مقدار نہیں ہے اور اس کا تعین اور انضباط نہیں ہے بلکہ اس سے یہ مقصود ہے کہ اس قدر کثرت سے کافروں کو قتل کیا جائے کہ کفار کے دلوں پر رعب پڑے اور ہیبت چھا جائے تاکہ وہ دوبارہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کریں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس حد تک کافروں کو قتل کرنا اجتہاد پر موقوف ہے اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گمان فرمایا ہو کہ جس قدر کافروں کو قتل کیا جا چکا ہے ان سے یہ مقدار حاصل ہو گئی ہے اور فی الواقع وہ مقدار حاصل نہ ہوئی ہو تو یہ آپ کی اجتہادی خطاء ہے کیونکہ اس حد کے سلسلہ میں کوئی نص نازل نہیں ہوئی تھی اور ہر چند کہ اجتہادی خطاء بھی موجب اجر و ثواب ہوتی ہے اور اس پر مؤاخذہ یا ملامت نہیں ہوتی، لیکن مقربین قرب الٰہی کے اس درجہ پر فائز ہوتے ہیں کہ نیکوکاروں کی نیکیاں بھی ان کے ہاں برائی کے حکم میں ہوتی ہیں، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے از راہ لطف و محبت بطور تعریض فرمایا: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ وہ اچھی طرح خون بہائے بغیر کفار کو قیدی بنا لے! صراحۃً یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں ان کو قیدی بنانا نہیں چاہیے تھا یا تمہارا یہ اقدام غلط تھا بلکہ تعریض اور کنایہ سے کام لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی عظمت اور مرتبہ کی رفعت کو ظاہر فرمایا! کیونکہ ایسے مواقع پر صراحت کو چھوڑ کر انہیں کے لیے تعریض اور کنایہ سے کام لیا جاتا ہے جن کا مرتبہ بلند اور پایہ اونچا ہو!

ایک سوال یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں معرکۂ بدر کے متعلق ہے: فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منهم كل بنان (انفال: ۱۲) "سو کافروں کی گردنوں کے اوپر وار کرو اور کافروں کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ"! اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کافروں کو قتل نہیں کیا اور ستر کافروں کو قید کر لیا تو اس حکم کی مخالفت ہوئی، اس کا امام رازی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بنفسہٖ کفار کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، یہ خطاب صحابہ کو تھا اور جب انہوں نے سب کافروں کو قتل کرنے کی بجائے بعض کافروں کو گرفتار کر لیا تو یہ حکم عدولی ان صحابہ سے ہوئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرفتار کیا تھا نہ گرفتار کرنے کا حکم دیا تھا نہ آپ کو شروع میں اس کا علم ہوا، جب صحابہ نے ان کو گرفتار کر لیا تب آپ کو علم ہوا اگر یہ کہا جائے کہ جب آپ کو علم ہو گیا تھا تو پھر آپ کو چاہیے تھا کہ آپ کافروں کے قتل کا حکم دیتے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جاتا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم حالت جنگ کا ہے یعنی حالت جنگ میں کفار کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ، یہی وجہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ان قیدیوں کے بارے میں مشورہ لیا کہ ان کو قتل کیا جائے یا رہا کیا جائے اگر حالت جنگ کے بعد بھی ان کو قتل کرنے کا حکم ہوتا تو آپ اس معاملہ میں صحابہ سے مشورہ نہ لیتے۔ [1]

مصنف کے نزدیک اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا یا

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

مسلمانوں (صحابہ) کو۔ قرآن مجید کے سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اذ یوحی ربك الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق و اضربوا منھم کل بنان۔ (انفال: ۱۲)

(اس وقت کو یاد کرو) جب آپ کے رب نے فرشتوں کو یہ وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈال دوں گا سو تم کافروں کی گردنوں کے اوپر مار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

اور جب یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا تو پھر کفار کے قید کرنے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی اعتراض ہے نہ صحابہ کرام پر، اس سوال کا دوسرا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ سو تم کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور ان کے ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ یہ نہیں فرمایا کہ تمام کافروں کی گردنوں پر وار کرو اور کسی کو زندہ نہ چھوڑو، لہٰذا جب صحابہ کرام نے ستر کافروں کو قتل کر دیا تو اس آیت کے حکم پر عمل ہو گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کافروں کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور گرفتار کرنے سے منع نہیں کیا تھا اس لیے اگر صحابہ نے بعض کافروں کو گرفتار کر کے قید کر لیا تو اس میں انھوں نے کوئی حکم عدولی اور گناہ نہیں کیا اور جب کہ بعد میں وہ کافر اسلام لے آئے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمد میں خود جنگ کے بعد کافروں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ اقدام عین منشاء الٰہی کے مطابق تھا و للہ الحمد علی ذلک۔

مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل

جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانے کے سلسلے میں ہم نے بدر کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے کی تفصیل اور اس پر اعتراضات اور جوابات کو بیان کیا اس سے ہمارا مقصد یہ بتانا ہے کہ اسلام میں جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا حتماً اور لازماً نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت جنگی قیدیوں کو فدیہ لے کر یا بلا فدیہ آزاد کر دینا ہے اور قرآن مجید کی بھی یہی ہدایت ہے جیسا کہ سورۂ محمد کی آیت "فاما منا بعد واما فداء" سے واضح ہے اور بعض فقہاء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ آیت: فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (توبہ: ۵) "سو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" سے منسوخ ہے کیونکہ مشرکین کو قتل کرنے کا حکم حالت جنگ پر محمول ہے یعنی حالت جنگ میں مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو، اگر یہ حکم عام ہوتا یعنی جنگ ہو یا امن ہر حال میں مشرکین کو قتل کر دو تو مستامن اور اہل ذمہ کو بھی قتل کرنا واجب اور ضروری ہوتا، حالانکہ تمام فقہاء نے مستامن اور ذمیوں کو اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے۔ مستامنوں کے استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغہ مامنہ ط ذلک بانھم قوم لا یعلمون۔ (توبہ: ۶)

اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دیجئے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر آپ اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے یہ حکم اس وجہ سے ہے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے جو پناہ اور امن حاصل کر کے دار الاسلام

میں داخل ہوں۔ اور اہل ذمہ کے استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون۔

(توبہ: ۲۹)

اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جنگ کرو جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول نے جو حرام کیا ہے اس کو حرام نہیں قرار دیتے اور دین حق کو نہیں اپناتے (ان سے اس وقت تک جنگ کرو) جب تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر (یعنی مسلمانوں کے تابع بن کر) رہیں۔

اس آیت سے مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے ان لوگوں کو مستثنیٰ کر لیا گیا ہے جو جزیہ ادا کریں اور مسلمانوں کی حکومت تسلیم کر کے مسلمانوں کی حکمرانی کے تحت زندگی گزاریں۔

جس طرح مشرکین کو قتل کرنے کے حکم سے قرآن مجید نے معاہدوں اور ذمیوں کو مستثنیٰ کیا ہے اسی طرح اس حکم سے جنگی قیدیوں کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور اس استثناء پر یہ آیت دلیل ہے:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارھا۔

(محمد: ۴)

سو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو تو (تمہارا پہلا کام) ان کی گردنیں مارنا ہے حتی کہ جب تم ان کا خون بہا چکو تو پھر ان کو مضبوطی سے باندھ لو، (اس کے بعد تمہیں اختیار ہے) خواہ محض ان پر احسان کر کے ان کو رہا کر دو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دو، تا آنکہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اور اس آیت کی رو سے جنگی قیدی، مشرکین کو قتل کرنے کے عام حکم سے مستثنیٰ ہیں لہٰذا فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم (توبہ: ۹/۵) "سو تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر دو" اور واقتلوھم حیث ثقفتموھم (نساء: ۹۱) "تم ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو" حرب اور جنگ کی حالت پر محمول ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، اور امام ابن جریر نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک کے بدلے میں دو مسلمانوں کا فدیہ لیا، (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹، مطبوعہ کراچی) نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی قیادت میں ایک لشکر جنگ کے لیے گیا۔ حضرت ابوبکر نے حضرت سلمہ کو ایک مشرک عورت بطور باندی انعام میں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت حضرت سلمہ سے واپس لے لی اور اس کو فدیہ میں دے کر ان مسلمانوں کو چھڑایا جو مکہ میں کفار کی قید میں تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۹، مطبوعہ نور محمد کراچی، ان حدیثوں میں جنگی قیدیوں کے تبادلہ کی دلیل ہے، سعیدی)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ مشرکین کو بالعموم قتل کرنے کا حکم جنگی قیدیوں کے ساسوار میں ہے کیونکہ ان کو غلام بنانا بھی جائز ہے اس سے معلوم ہوا کہ جنگی قیدی قتل کرنے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں[1] (علامہ ابن ہمام کی مفصل عبارت

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت،

ہم اس سے پہلے نقل کر چکے ہیں۔)

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ جنگی قیدیوں کو یا تو تفضلاً اور احساناً بغیر کسی عوض کے چھوڑ دینا چاہیے یا مسلمان جنگی قیدیوں سے ان کا تبادلہ کر لینا چاہیے یا مال کے بدلہ میں جنگی قیدیوں کو رہا کر دینا چاہیے۔ اور اب چونکہ دنیا میں جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کا رواج نہیں رہا اور وہ وجہ باقی نہیں رہی جس وجہ سے جنگی قیدیوں کو غلام بنایا جاتا تھا اس لیے اب جنگی قیدیوں کو غلام بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ انسان محترم کائنات ہے اور انسان کو انسان کا غلام بنانا انسان کے شرف اور اس کی فضیلت کے خلاف ہے اور اب تمام دنیا میں اس فعل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور انسانیت کے شرف اور اس کی اعلیٰ اقدار کا سب سے بڑا حامی اور علمبردار دین اسلام ہے اس لیے اب اسلام میں اس مکروہ فعل کا جواز نکالنا اسلام کی کوئی خدمت نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اب جنگی قیدیوں کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع کتاب العتاق میں بھی مفصل گفتگو کی ہے اور اس مسئلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر تمام پہلوؤں سے سمجھنے کے لیے کتاب العتاق کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: امیر لشکر مال غنیمت کو تقسیم کرے گا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے لشکر میں تقسیم کر دے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان للہ خمسہ "مال غنیمت کا خمس اللہ کے لیے ہے" اور باقی چار حصے لشکر میں تقسیم کرنے کی اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیے تھے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے سوار کو دو حصے دیے جائیں اور پیدل کو ایک حصہ دیا جائے۔ امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ گھوڑے سوار کو تین حصے دیے جائیں، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو تین حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ دیا (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ) اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیدل کو ایک حصہ دیا (حضرت ابن عباس سے یہ روایت نہیں ہے، سنن ابوداؤد میں مجمع بن جاریہ انصاری سے، طبرانی میں مقداد بن عمرو سے اور سنن ابن ماجہ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۱۷-۴۱۶) اور یہ دونوں فعل کی حدیثیں متعارض ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یہ ہے کہ للفارس سہمان وللراجل سہم۔ "گھوڑے سوار کے دو حصے ہیں اور پیدل کا ایک حصہ ہے" اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے گھوڑے سوار کو دو حصے دینے کی بھی روایت ہے اور جب ان کی روایت میں خود بھی تعارض ہے تو ان کی اس روایت پر عمل کیا جائے گا جو دوسرے صحابہ کی روایات کے مطابق ہے۔ [1]

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: غلام، عورت، بچے اور ذمی کو مال غنیمت سے پورا حصہ نہیں دیا جائے گا، البتہ ان کو تھوڑا سا حصہ دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں، بچوں اور غلاموں کے لیے مال غنیمت کا حصہ نہیں نکالتے تھے اور ان کو تھوڑا سا مال دیتے تھے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے یہودیوں کے خلاف مدد حاصل کرتے تو ان کو مال غنیمت سے کچھ حصہ نہیں دیتے تھے، نیز جہاد عبادت ہے اور ذمی عبادت کے اہل نہیں ہیں، اور بچے اور عورتیں

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۵۳-۵۵۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

جہاد کرنے سے عاجز ہیں اسی وجہ سے ان پر جہاد فرض بھی نہیں ہے اور غلام مولیٰ کے تابع ہے اس کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں کر سکتا، البتہ ان کو جہاد پر برانگیختہ کرنے کے لیے تھوڑا سا مال دیا جائے گا۔ [1]

خمس کی تعریف خمس کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل۔ (انفال ۱، ۴۱)

اور (اے مسلمانو) جان لو کہ تم مال غنیمت سے جو کچھ حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول، رسول کے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر افتتاح کلام کے لیے تبرکاً ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حصہ کو خانہ کعبہ اور دیگر جامع مسجدوں میں خرچ کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مال غنیمت سے آپ کا حصہ ساقط ہو گیا، جیسا کہ آپ کے دیگر خصوصی اخراجات ساقط ہو گئے۔ امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ خلیفہ پر خرچ کیا جائے گا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا حصہ وہ تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہ اعتبار نصرت کے ان پر خرچ کرتے تھے کیونکہ حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر مٹھی بند کر کے فرمایا یہ لوگ میرے ساتھ زمانہ جاہلیت اور اسلام میں اس طرح ساتھ رہے ہیں اور آپ کے وصال کے بعد اگر آپ کے قرابت دار اغنیاء ہیں تو غناء کی وجہ سے ان کا حصہ ساقط ہے اور اگر فقراء ہیں تو پھر ان کا حصہ فقراء میں داخل ہو جائے گا، لہٰذا اب اس آیت میں صرف تین اقسام بچی ہیں۔ یتامیٰ، مساکین اور مسافرین۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں خمس کے تین حصے کیے جائیں گے۔ ایک حصہ یتیموں کے لیے ایک حصہ مسکینوں کے لیے اور ایک حصہ مسافروں کے لیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب قرابت دار فقراء میں داخل ہیں اور آپ کے قرابت داروں میں جو غنی ہوں ان کو خمس میں سے حصہ نہیں ملے گا، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کو خمس کا پانچواں حصہ ملے گا اس میں غنی اور فقیر دونوں برابر ہیں، اس کی تقسیم ان میں اس طرح ہو گی کہ مردوں کو عورتوں سے دوگنا ملے گا۔ قرابت داروں میں بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، ان کے علاوہ (بنو عبد شمس اور بنو نوفل وغیرہ) کو نہیں دیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے مال خمس کے تین حصے کیے تھے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور ہمارے لیے ان کی اقتداء کافی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو ہاشم اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے لوگوں کے مال کا میل دھونا ناپسند کیا ہے اور اس کے عوض تم کو خمس کا پانچواں حصہ دیا ہے اور عوض اس کے لیے ہوتا ہے جس کے لیے معوض ہو اور جب معوض یعنی زکوٰۃ بنو ہاشم اور اغنیاء کے لیے ثابت نہیں ہے بلکہ فقراء کے لیے ہے تو اس کا عوض بھی بنو ہاشم اور اغنیاء کے لیے نہیں ہو سکتا، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خمس کا پانچواں حصہ کیوں دیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان کو یہ حصہ بطور خمس کے نہیں دیا بلکہ بطور نصرت کے دیا تھا۔ [2]

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۵۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] " " " " ، ہدایہ اولین ص ۵۵۶، " " "

بَابُ ۵۸۹ اِسْتِحْقَاقِ الْقَاتِلِ سَلَبَ الْقَتِيلِ

مقتول کے سلب پر قاتل کا استحقاق

۴۴۵۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ جَلِيسًا لِأَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ.

ابو محمد انصاری جو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے، انھوں نے کہا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور حدیث بیان کی۔

۴۴۵۲- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی۔

۴۴۵۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ قَالَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَاسْتَدَرْتُ إِلَيْهِ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ فَضَرَبْتُهُ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ وَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ مَا لِلنَّاسِ فَقُلْتُ أَمْرُ اللَّهِ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ قَالَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے، جب مقابلہ ہوا تو مسلمانوں نے ایک بار بھاگنے کے بعد پھر حملہ کیا، میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر چھایا ہوا ہے، میں گھوم کر اس کے پیچھے گیا اور اس کے شانہ پر تلوار ماری (جو زرہ کاٹ کر اندر چلی گئی) وہ میری طرف مڑا اور مجھ کو پکڑ کر اس طرح دبوچا کہ مجھے موت نظر آنے لگی پھر اس کو موت نے آلیا اور اس نے مجھ کو چھوڑ دیا، میں حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گیا انھوں نے کہا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا اللہ کا حکم! پھر لوگ پلٹ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا جس نے کسی شخص کو قتل کیا اور اس پر کوئی گواہ ہو تو اس مقتول سے چھینا ہوا مال اس قاتل کو ملے گا، حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا میرا کون گواہ ہے؟ پھر آپ نے اسی طرح فرمایا، میں نے پھر کھڑے ہو کر کہا میرا کون گواہ ہے؟ پھر میں بیٹھ گیا، آپ نے پھر تیسری بار فرمایا، میں پھر کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو قتادہ کیا بات ہے؟ میں نے آپ سے واقعہ بیان کیا، قوم میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ سچ کہہ رہا ہے اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے اب آپ اس کو راضی کر

يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَنْ يَشْهَدُ لِي ثُمَّ جَلَسْتُ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ الثَّالِثَةَ فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ يَا اَبَا قَتَادَةَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ صَدَقَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَلَبُ ذٰلِكَ الْقَتِيْلِ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْ حَقِّهِ وَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ لَا هَا اللّٰهِ إِذًا لَّا يَعْمِدُ إِلٰى اَسَدٍ مِّنْ اُسُدِ اللّٰهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُوْلِهٖ فَيُعْطِيْكَ سَلَبَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَاَعْطِهٖ إِيَّاهُ فَاَعْطَانِيْ قَالَ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهٖ مَخْرَفًا فِيْ بَنِيْ سَلِمَةَ فَإِنَّهٗ لَاَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهٗ فِي الْإِسْلَامِ وَفِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ كَلَّا لَا يُعْطِيْهِ اُصَيْبَغَ مِنْ قُرَيْشٍ وَيَدَعُ اَسَدًا مِّنْ اُسُدِ اللّٰهِ وَفِيْ حَدِيْثِ اللَّيْثِ لَاَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهٗ۔

دیں کہ یہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے، حضرت ابوبکر صدیق نے کہا: نہیں! خدا کی قسم! ہرگز نہیں! ایک اللہ کا شیر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑے اور وہ اپنا سلب (چھینا ہوا مال) تمہیں دے دے! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر نے سچ کہا، تم وہ مال ان کو دے دو، سو اس نے وہ مال مجھے دے دیا میں نے وہ زرہ فروخت کر دی اور اس کی قیمت سے بنو سلمہ کے محلہ میں ایک باغ خرید لیا، یہ وہ سب سے پہلا مال تھا جس کو میں نے اسلام میں حاصل کیا، لیث کی روایت میں ہے: حضرت ابوبکر نے کہا یہ نہیں ہوگا کہ حضور قریش کی ایک لومڑی کو یہ مال دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں اور لیث کی روایت میں یہ بھی ہے، یہ پہلا مال تھا جس کو میں نے حاصل کیا۔

۴۴۵۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ اَخْبَرَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّهٗ قَالَ بَيْنَا اَنَا وَاقِفٌ فِي الصَّفِّ يَوْمَ بَدْرٍ نَظَرْتُ عَنْ يَّمِيْنِيْ وَشِمَالِيْ فَإِذَا اَنَا بَيْنَ غُلَامَيْنِ مِنَ الْاَنْصَارِ حَدِيْثَةٍ اَسْنَانُهُمَا تَمَنَّيْتُ لَوْ كُنْتُ بَيْنَ اَضْلَعَ مِنْهُمَا فَغَمَزَنِيْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ يَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا، کیا دیکھتا ہوں کہ انصار کے دو کم سن لڑکے کھڑے ہیں، میرے دل میں خیال آیا کہ کاش میں طاقتور آدمیوں کے درمیان ہوتا، اتنے میں ان میں سے ایک لڑکے نے مجھے اشارہ کر کے کہا اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، تمہیں اس سے کیا کام ہے اس نے کہا مجھے یہ پتا چلا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری

قَالَ قُلْتُ نَعَمْ وَمَا حَاجَتُكَ إِلَيْهِ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ يَسُبُّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَئِنْ رَأَيْتُهُ لَا يُفَارِقُ سَوَادِي سَوَادَهُ حَتَّى يَمُوتَ الْأَعْجَلُ مِنَّا قَالَ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَغَمَزَنِي الْآخَرُ فَقَالَ مِثْلَهَا قَالَ فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ نَظَرْتُ إِلَى أَبِي جَهْلٍ يَزُولُ فِي النَّاسِ فَقُلْتُ أَلَا تَرَيَانِ هٰذَا صَاحِبُكُمَا الَّذِي تَسْأَلَانِنِي عَنْهُ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ فَضَرَبَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَاهُ فَقَالَ أَيُّكُمَا قَتَلَهُ فَقَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُ فَقَالَ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا قَالَا لَا فَنَظَرَ فِي السَّيْفَيْنِ فَقَالَ كِلَاكُمَا قَتَلَهُ وَقَضَى بِسَلَبِهِ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ وَالرَّجُلَانِ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ وَمُعَاذُ بْنُ عَفْرَاءَ۔

جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو میں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوں گا جب تک ہم میں سے وہ نہ مر جائے جس کی موت پہلے مقدر ہو چکی ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں مجھے اس کی باتوں پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے بھی اسی طرح کہا، ابھی کچھ ہی دیر گذری تھی کہ میری ابوجہل پر نظر پڑی جو لوگوں میں گشت کر رہا تھا، میں نے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں یہ سنتے ہی وہ اس پر جھپٹے، اور اپنی تلواروں سے اس پر وار کیا حتی کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا! پھر ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون پونچھ دیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے ان کی تلواروں کی طرف دیکھا اور فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے؛ اور یہ حکم دیا کہ اس کا سلب (چھینا ہوا سامان) معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا جائے اور وہ دونوں معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء تھے۔

۴۴۵۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَتَلَ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ رَجُلًا مِنَ الْعَدُوِّ فَأَرَادَ سَلَبَهُ فَمَنَعَهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَكَانَ وَالِيًا عَلَيْهِمْ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَوْفُ ابْنُ مَالِكٍ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لِخَالِدٍ مَا مَنَعَكَ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ حمیر کے ایک شخص نے دشمنوں کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس کے سلب (چھینے ہوئے سامان) کو لینے کا ارادہ کیا، حضرت خالد بن ولید نے اس کو منع کیا کیونکہ وہ اس لشکر کے امیر تھے، حضرت عوف بن مالک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ان کی شکایت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے فرمایا تم نے اس کو وہ سلب کیوں نہیں دیا؟ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اس سلب کو بہت سمجھا! آپ نے فرمایا وہ سلب اس کو دے دو، پھر حضرت خالد

اَنْ تُعْطِيَهُ سَلَبَهُ قَالَ اسْتَكْثَرْتُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ادْفَعْهُ اِلَيْهِ فَمَرَّ خَالِدٌ بِعَوْفٍ فَجَرَّ بِرِدَائِهِ ثُمَّ قَالَ هَلْ اَنْجَزْتُ لَكَ مَا ذَكَرْتُ لَكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَغْضَبَ فَقَالَ لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ لَا تُعْطِهِ يَا خَالِدُ هَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْنَ لِيْ اُمَرَائِيْ اِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتُرْعِيَ اِبِلًا اَوْ غَنَمًا فَرَعَاهَا ثُمَّ تَحَيَّنَ سُقْيَهَا فَاَوْرَدَهَا حَوْضًا فَشَرِعَتْ فِيْهِ فَشَرِبَتْ صَفْوَهُ وَتَرَكَتْ كَدَرَهُ فَصَفْوُهُ لَكُمْ وَكَدَرُهُ عَلَيْهِمْ

حضرت عوف کے پاس سے گذرے تو انھوں نے حضرت خالد کی چادر کھینچی اور کہا میں نے تم سے جو کچھ کہا تھا، کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہی پورا نہیں کرایا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن لیا، آپ ناراض ہوئے اور فرمایا: اے خالد (اب) اسی کو مت دینا، اے خالد! اب اس کو مت دینا، کیا تم میرے (مقرر کردہ) امیروں (کی اطاعت) کو چھوڑنے والے ہو؟ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے اونٹ اور بکریاں چرانے کے لیے لیں پھر ان کو چرایا، پھر ان کو پانی پلانے کا وقت آیا وہ ان کو حوض پر لے گیا، انھوں نے صاف صاف پانی پی لیا اور تلچھٹ چھوڑ دیا تو کیا صاف چیزیں تمہارے لیے ہیں اور تلچھٹ امیروں کے لیے ہیں؟۔

۴۴۵۶- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ مَنْ خَرَجَ مَعَ زَيْدِ ابْنِ حَارِثَةَ فِيْ غَزْوَةٍ مُؤْتَةَ وَرَافَقَنِيْ مَدَدِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ عَوْفٌ فَقُلْتُ يَا خَالِدُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جو لوگ حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ غزوہ مؤتہ میں گئے تھے ان کے ساتھ میں بھی گیا تھا اور یمن سے بھی مجھ کو مدد پہنچی اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی البتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عوف نے کہا: اے خالد! تم کو علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کو (مقتول کا) سلب دلوایا ہے؟ حضرت خالد نے کہا کیوں نہیں! میرے خیال میں یہ زیادہ ہے۔

۴۴۵۷- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي أَبِي سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ فَبَيْنَا نَحْنُ نَتَضَحَّى مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ فَأَنَاخَهُ ثُمَّ انْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقَبِهِ فَقَيَّدَ بِهِ الْجَمَلَ ثُمَّ تَقَدَّمَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ وَفِينَا ضَعْفَةٌ وَرِقَّةٌ فِي الظَّهْرِ وَبَعْضُنَا مُشَاةٌ إِذْ خَرَجَ يَشْتَدُّ فَأَتَى جَمَلَهُ فَأَطْلَقَ قَيْدَهُ ثُمَّ أَنَاخَهُ وَقَعَدَ عَلَيْهِ فَأَثَارَهُ فَاشْتَدَّ بِهِ الْجَمَلُ فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ عَلَى نَاقَةٍ وَرْقَاءَ قَالَ سَلَمَةُ وَخَرَجْتُ أَشْتَدُّ فَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَأَنَخْتُهُ فَلَمَّا وَضَعَ رُكْبَتَهُ فِي الْأَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَضَرَبْتُ رَأْسَ الرَّجُلِ فَنَدَرَ ثُمَّ جِئْتُ بِالْجَمَلِ أَقُودُهُ عَلَيْهِ رَحْلُهُ وَسِلَاحُهُ فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ فَقَالَ مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ قَالُوا ابْنُ الْأَكْوَعِ قَالَ لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ۔

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قبیلہ ہوازن کے خلاف جہاد کرنے گئے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا ناشتہ کر رہے تھے، اس اثناء میں سرخ اونٹ پر سوار ایک شخص آیا اس نے اونٹ کو بٹھایا پھر اس کے اپنی کمر سے ایک تسمہ نکال کر اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا۔ اور لوگوں کے ساتھ ناشتہ کرنے لگا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا، ہم میں کچھ لوگ کمزور تھے، کچھ سواریوں سے خالی تھے اور کچھ پیدل تھے اتنے میں وہ تیزی سے دوڑا اور اپنے اونٹ کے پاس آیا، اس کا تسمہ کھول کر اس کو بٹھایا اور اس پر سوار ہو گیا، اس نے اونٹ کو دوڑایا اور اونٹ اس کو لے کر دوڑا، ایک شخص نے خاکی رنگ کی اونٹنی پر اس کا تعاقب کیا، سلمہ کہتے ہیں میں بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا بھاگا، پہلے میں اونٹنی کی سرین کے پاس تھا پھر میں اور آگے بڑھا حتیٰ کہ اونٹ کی سرین کے پاس پہنچ گیا، پھر میں نے آگے بڑھ کر اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ میں نے اس اونٹ کو بٹھایا، جونہی اس اونٹ نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیکا میں نے تلوار سے آدمی کے سر پر ایک وار کیا وہ آدمی گر پڑا پھر میں اس آدمی کے ہتھیار اور کجاوے سمیت اس اونٹ کو لے آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ مجھے سامنے سے آتے ہوئے ملے۔ آپ نے فرمایا اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے کہا سلمہ بن اکوع نے، آپ نے فرمایا اس کا سارا سلب ابن اکوع کا ہے۔

۴۴۵۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے قبیلہ فزارہ کے ساتھ جہاد کیا، اس جہاد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا

اَبِیْ قَالَ غَزَوْنَا فَزَارَةَ وَعَلَیْنَا اَبُوْ بَکْرٍ اَمَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا فَلَمَّا کَانَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمَآءِ سَاعَةٌ اَمَرَنَا اَبُوْ بَکْرٍ فَعَرَّسْنَا ثُمَّ شَنَّ الْغَارَةَ فَوَرَدَ الْمَآءَ فَقَتَلَ مَنْ قَتَلَ عَلَیْهِ وَسَبٰی وَاَنْظُرُ اِلٰی عُنُقٍ مِّنَ النَّاسِ فِیْهِمُ الذَّرَارِیُّ فَخَشِیْتُ اَنْ یَّسْبِقُوْنِیْ اِلَی الْجَبَلِ فَرَمَیْتُ بِسَهْمٍ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ الْجَبَلِ فَلَمَّا رَاَوُا السَّهْمَ وَقَفُوْا فَجِئْتُ بِهِمْ اَسُوْقُهُمْ وَفِیْهِمُ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنِیْ فَزَارَةَ عَلَیْهَا قَشْعٌ مِّنْ اَدَمٍ قَالَ الْقَشْعُ النِّطْعُ مَعَهَا ابْنَةٌ لَّهَا مِنْ اَحْسَنِ الْعَرَبِ فَسُقْتُهُمْ حَتّٰی اَتَیْتُ بِهِمْ اَبَا بَکْرٍ فَنَفَّلَنِیْ اَبُوْ بَکْرٍ ابْنَتَهَا فَقَدِمْنَا الْمَدِیْنَةَ وَمَا کَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا فَلَقِیَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی السُّوْقِ فَقَالَ یَا سَلَمَةُ هَبْ لِیْ الْمَرْاَةَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَعْجَبَتْنِیْ وَمَا کَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا ثُمَّ لَقِیَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ فِی السُّوْقِ فَقَالَ لِیْ یَا سَلَمَةُ هَبْ لِیْ الْمَرْاَةَ لِلّٰهِ اَبُوْكَ فَقُلْتُ هِیَ لَكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا کَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا فَبَعَثَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَهْلِ مَکَّةَ فَفَدٰی بِهَا نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا اُسِرُوْا بِمَکَّةَ۔

امیر بنایا تھا جب ہمارے اور پانی کے درمیان کچھ دیر کی مسافت رہ گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا، ہم رات کے آخری حصہ میں اترے پھر ہر طرف سے حملہ کا حکم دیا، اور (ان کے) پانی پر پہنچے اور اس جگہ جس کو قتل کرنا تھا اس کو قتل کیا اور قید کیا، میں کفار کے ایک گروہ کو دیکھ رہا تھا جس میں کفار کے بچے اور عورتیں تھیں مجھے یہ خطرہ ہوا کہ وہ کہیں مجھ سے پہلے پہاڑ تک نہ پہنچ جائیں۔ میں نے ان کے اور پہاڑ کے درمیان ایک تیر مارا جب انھوں نے تیر کو دیکھا تو وہ سب ٹھہر گئے، میں ان سب کو گھیر کر لے آیا، ان میں بنو فزارہ کی ایک عورت تھی جس نے چمڑے کی کھال کو منڈھ رکھا تھا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جو عرب کی حسین ترین دوشیزہ تھی، میں ان سب کو پکڑ کر حضرت ابوبکر کے پاس لے آیا، حضرت ابوبکر نے وہ لڑکی مجھ کو انعام میں دے دی، ہم مدینہ میں پہنچے ابھی میں نے اس لڑکی کے کپڑے اتارے بھی نہ تھے کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بازار میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے فرمایا اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم یہ لڑکی مجھے بہت پسند ہے، اور میں نے ابھی تک اس کا لباس نہیں اتارا ہے، اگلے دن میری پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ نے مجھ سے فرمایا: اے سلمہ! یہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، تمہارا باپ بہت اچھا تھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کی ہے، خدا کی قسم! ــــ میں نے اس کا لباس تک نہیں اتارا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکی اہل مکہ کو بھیج دی اور اس کے بدلہ میں مکہ کے کئی مسلمان قیدیوں کو چھڑا لیا۔

غزوہ حنین کا مختصر بیان

غزوہ حنین آٹھ ہجری میں واقع ہوا، حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے یہ مکہ سے تین میل پر واقع ہے۔

فتح مکہ کے بعد بعض قبائل نے اسلام لانے میں پیش قدمی کی تھی لیکن ہوازن اور ثقیف پر فتح مکہ سے اُلٹا اثر ہوا یہ فنون جنگ کے ماہر اور نہایت جنگجو قبیلے تھے، اسلام کے غلبہ سے انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اب ان کی ریاست اور اقتدار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس بناء پر ہوازن اور ثقیف کے سرداروں نے مل کر طے کیا کہ مسلمانوں پر ایک زبردست حملہ کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے حالات کی چھان بین کے لیے حضرت عبد اللہ ابن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن تک وہاں رہ کر حالات کی تحقیق کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقابلہ کی تیاری کی۔ شوال ۸ ہجری میں بارہ ہزار مسلمان فوجیں اس قدر ساز و سامان کے ساتھ بڑھیں کہ بعض صحابہ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے کہ "آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے" اس وجہ سے یہ آیات نازل ہوئیں :

لقد نصركم الله في مواطن كثيرة ويوم حنين ۙ اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين ۝ ثم انزل الله سكينته على رسوله وعلى المؤمنين وانزل جنودا لم تروها وعذب الذين كفروا ۗ وذلك جزاء الكافرين۔

(توبہ: ۲۶-۲۵)

اس سے پہلے بہت موقعوں پر اللہ تمہاری مدد کر چکا ہے اور یوم حنین میں بھی (تم اس کی مدد کا تجربہ کر چکے ہو) جب تم اپنی کثرت تعداد پر مغرور ہو گئے تھے لیکن وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور باوجود اپنی وسعت کے زمین تم پر تنگ ہو گئی، اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے، پھر اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی "سکینہ" (طمانیت قلب) نازل فرمائی اور اپنے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

اس جنگ میں قبیلہ ہوازن کے تیر اندازوں نے مسلمانوں کا منہ پھیر دیا اور لشکر اسلام بُری طرح تتر بتر ہو کر پسپا ہوا، اس وقت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مٹھی بھر جانباز تھے جن کے قدم اپنی جگہ پر جمے رہے اور انھی کی ثابت قدمی کا نتیجہ تھا کہ دوبارہ فوج کی ترتیب قائم ہو سکی اور بالآخر فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی ورنہ فتح مکہ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا اس سے بہت زیادہ حنین میں کھو دینا پڑتا۔

شکست کے مختلف اسباب تھے مقدمۃ الجیش میں زیادہ تر نو مسلم نوجوان تھے جو جرأت کے زعم میں زرہ پہن کر بھی نہیں آئے تھے۔ فوج میں دو ہزار طلقاء بھی تھے (جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے (دوسری طرف ہوازن تیر اندازی کے اندر تمام عرب میں مشہور تھے، میدانِ جنگ میں ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا، کفار نے میدانِ جنگ میں پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا، اور پہاڑوں کی گھاٹیوں، کھائیوں اور درّوں میں جگہ جگہ اپنے تیر انداز دستے بٹھا دیے تھے، اسلامی فوج نے منہ اندھیرے حملہ کیا تھا، میدانِ جنگ اس قدر نشیب میں تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں نہیں جم پاتے تھے، مسلمانوں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں نکل آئیں ادھر کمین گاہوں سے تیروں کی بارش ہونے لگی، مقدمۃ الجیش ابتری کے ساتھ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور پھر تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، تیروں کا مینہ برس رہا تھا بارہ ہزار فوج ہوا ہو گئی تھی لیکن ایک پیکر شجاعت

تھا جو تیر و تفنگ کے اس طوفان میں چٹان کی طرح ڈٹا ہوا تھا فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسك "اب آپ اللہ کی راہ میں جنگ کیجیے آپ اپنی ذات کے سوا اور کسی کے جواب دہ نہیں" (نساء: ۴/۸۴) کی شان کا نزول ہو رہا تھا، اس وقت آپ کی ذات تنہا ایک فوج تھی، ایک اقلیم تھی بلکہ خلقت کائنات تھی! آپ بار بار یہ فرماتے تھے: انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب - "میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"

آپ نے حضرت عباس کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، حضرت عباس نے پکارا یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ۔ یہ پُر اثر آواز کانوں میں گیا پڑی کہ تمام فوج ایک دم پلٹ پڑی اور دفعتہً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا کفار بھاگ نکلے اور جو باقی بچے وہ گرفتار ہو گئے، بنو ملک (ثقیف کی ایک شاخ) جم کر لڑے لیکن ان کے ستر آدمی مارے گئے اور جب ان کا سالار بھی مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے۔

اس حدیث (۴۴۵۳) میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی غزوہ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ جب اس جنگ میں لوگ بھاگ نکلے تو میں نے دیکھا کہ ایک کافر ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کاٹ کر اندر اتر گئی اس نے پلٹ کر مجھ کو اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ فرمایا: "جس شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کا سلب (چھینا ہوا سامان) اس کو ملے گا بشرطیکہ اس کے پاس گواہ ہو" تو پھر مجھے اس شخص کی سلب لینے کا خیال آیا لیکن میں نے کہا) میرا گواہ کون ہے؟ ــــ الحدیث۔

سلب کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں: سلب مفعول کے معنی میں ہے یعنی مسلوب، یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کو جنگ میں ایک شخص دوسرے شخص کے پاس سے چھین کر حاصل کرتا ہے، یہ چیزیں اس کا لباس اس کے ہتھیار اور اس کی سواری ہے۔ ہر وہ چیز جو کسی انسان کے پاس ہو وہ سلب ہے اور انسان مال غنیمت میں سے جو چیز چھین کر حاصل کرتا ہے وہ بھی سلب ہے، حدیث میں ہے من قتل قتیلا فله سلبه "جو شخص کسی کو قتل کرے وہ اس کی سلب کا حقدار ہے"، اس کی جمع اسلاب ہے۔ [1]

سلب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: سلب کی تفسیر میں اختلاف ہے اوزاعی اور ابن حبیب کہتے ہیں کہ گھوڑا اور اس کی زین سلب میں داخل ہے خواہ زین میں سونا، چاندی اور جواہرات ہوں، اور مقتول کے اوپر جو لباس، ہتھیار اور زیورات ہوں اور اس کا گھوڑا اور پٹکا اور کمر بند اور انگوٹھی اور طوق اور تاج وغیرہ یہ سب سلب ہیں، امام شافعی کا بھی ایسا ہی قول ہے البتہ کمر بند اور جو زیورات جنگ میں نہیں پہنے جاتے ان میں امام شافعی کو تردد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا گھوڑا اور ہتھیار سلب ہیں، یہی امام مالک کا مذہب ہے امام سحنون مالکی نے امام شافعی کی طرح کہا ہے کہ گھوڑا، ہتھیار اور زیورات والے ہتھیار سلب ہیں، امام احمد گھوڑے کو نفل (انعام) میں داخل کرتے ہیں اور تلواروں میں انہوں نے توقف کیا ہے، اور یہ قول شاذ ہے، اور ابن حبیب نے کہا ہے کہ اگر منطقہ میں سونا اور چاندی ہو تو وہ سلب ہے۔ دشمن کے لشکر میں مقتول کے جو اموال پائے جائیں ان کے متعلق امام شافعی کے دو قول ہیں۔ [2]

---

[1] ۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ مطبعہ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں: جمہور کے نزدیک لڑنے والے کے پاس جو ملبوس وغیرہ پایا جائے وہ سلب ہے امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اس میں سواری داخل نہیں ہے اور امام شافعی سے ایک روایت ہے کہ یہ آلات جنگ کے ساتھ مخصوص ہے۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مقتول جو چیزیں پہنے ہوئے ہو وہ سب سلب ہے، مثلاً کپڑے، عمامہ، ٹوپی، منطقہ، زرہ، خود، تاج، کنگن اور موزے وغیرہ اور ان چیزوں میں جو زیورات ہوں وہ بھی سلب ہیں، کیونکہ سلب سے لباس کا معنی سمجھ میں آتا ہے، اسی طرح تلوار، نیزہ اور چھری وغیرہ بھی سلب ہیں، کیونکہ ان سے جنگ میں مدد حاصل کی جاتی ہے اس لیے یہ سلب میں بطریق اولیٰ داخل ہیں، اسی طرح سواری سے بھی جنگ میں مدد حاصل ہوتی ہے اس لیے وہ بھی سلب میں داخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سواری والا مجاہد مال غنیمت سے زیادہ حصے کا حقدار ہوتا ہے، اس لیے سواری کا ہتھیاروں سے زیادہ جنگ میں دخل ہے البتہ جو مال مقتول کے تھیلے میں ہو وہ سلب نہیں ہے کیونکہ وہ ملبوس میں شامل ہے نہ اس سے لڑنے میں مدد ملتی ہے، اسی طرح اس کا کجاوہ اور اس کا سامان اور جو مال اس کی ملکیت میں نہیں ہے وہ سلب نہیں ہے، امام اوزاعی، مکحول اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے لیکن امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جن چیزوں کی جنگ میں ضرورت نہیں پڑتی وہ سلب نہیں ہیں جیسا کہ تاج، کنگن اور طوق وغیرہ اور ہمیان بھی جس میں خرچ کے لیے مال ہو۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے مرزبان سے مبارزت کی (یعنی اس کو للکارا) اور اس کو قتل کر دیا، اس کے کنگن اور منطقہ کی قیمت تیس ہزار تھی اور حضرت عمر نے وہ کنگن اور منطقہ حضرت براء کو دے دیے اور حضرت عمرو بن معدی کرب نے ایک شخص پر حملہ کیا اور اس کی پیٹھ میں نیزہ مار کر اس کو گرا دیا پھر اتر کر اس کے ہاتھ کاٹ دیے اور اس کے کنگن اتار لیے اور اس کی تلوار اور منطقہ بھی ان کو دی گئیں، نیز یہ چیزیں مقتول نے پہنی ہوئی ہوتی ہیں اس لیے یہ چیزیں ملبوس میں شامل ہیں اور فقہاء سلب کے عموم میں داخل ہیں، سواری کے متعلق امام احمد سے مختلف روایات ہیں ایک روایت یہ ہے کہ یہ سلب میں داخل نہیں ہے اور عمرو بن معدی کرب کی حدیث میں کنگن اور منطقہ لینے کا ذکر ہے اور سواری کو لینے کا ذکر نہیں ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عوف بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے غزوہ موتہ میں ایک رومی گھوڑے سوار کو قتل کر دیا اور حضرت خالد بن ولید سے اس کے گھوڑے اور ہتھیاروں کو سلب میں لے لیا، اور شبر بن علقمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بھی گھوڑے کو سلب میں لیا تھا اور امام احمد کا اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ گھوڑے سے بھی جنگ میں مدد حاصل کی جاتی ہے اس لیے وہ ہتھیاروں کے مشابہ ہے اور جب سواری کا سلب ہونا ثابت ہو گیا تو سواری پر جو زین اور لگام ہے وہ بھی سلب ہے اور زین میں جو زیورات ہوں وہ بھی سلب ہیں اور سواری کے باقی آلات بھی سلب ہیں۔ سواری سلب اس وقت ہوگی جب مقتول اس پر سوار ہو اور جو سواری اس کے گھر میں ہو یا کسی اور کے پاس ہو وہ سلب نہیں ہے اسی طرح ہتھیاروں کا حکم ہے۔ [2]

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۴۲۳-۴۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں: مقتول کے کپڑے، اس کے ہتھیار اور اس کی سواری سلب ہے، اسی طرح اس کی سواری پر جو زین اور دیگر آلات ہوں وہ بھی سلب ہیں، اسی طرح اس کی سواری میں جو مال ہو یا اس کی ہمیان (کمر سے بندھی ہوئی تھیلی) میں جو مال ہو وہ بھی سلب ہے، اور ان کے علاوہ جو چیز ہو وہ سلب نہیں ہے، اسی طرح اگر دوسری سواری پر اس کا غلام ہو تو وہ بھی سلب نہیں ہے۔ [1]

سَلَب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اس میں سب علماء کا اتفاق ہے کہ قاتل مقتول کے سلب کا مستحق ہوتا ہے، کیونکہ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جو شخص کسی کو قتل کرے گا اس مقتول کا سلب قاتل کو ملے گا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد)

سَلَب ہر قاتل کے لیے ہے خواہ وہ مال غنیمت میں سے حصہ کا مستحق ہو یا معمولی چیز کا۔ جس شخص کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا اس کے متعلق امام شافعی کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ سلب کا مستحق نہیں ہوگا کیونکہ مال غنیمت کا حصہ زیادہ مؤکد ہے اور جب وہ اس کو نہیں ملے گا تو وہ سلب کا بطریق اولیٰ مستحق نہیں ہوگا کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غلام جب اپنے مولیٰ کی اجازت سے مبارزت کرے اور کسی کو قتل کر دے تو وہ سلب کا مستحق نہیں ہے البتہ اس کو معمولی چیز دی جائے گی، اور غلام، عورت، بچے اور مشرک مال غنیمت سے حصہ کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ان کو تھوڑی سی کوئی چیز دی جاتی ہے اس لیے وہ سلب کے بھی مستحق نہیں ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ احادیث میں بالعموم حکم ہے "جس نے کسی کو قتل کیا وہ سلب کا مستحق ہے" نیز اس لیے کہ لشکر کا عام امیر اگر کسی ایسے کام پر جس میں مسلمانوں کا نفع ہو کسی شخص کے لیے انعام مقرر کرے تو وہ اس انعام کا مستحق ہوتا ہے تو جس شخص کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم انعام مقرر کریں وہ بطریق اولیٰ اس انعام کا مستحق ہوگا۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: سلب کے استحقاق کی چار شرطیں ہیں:

(۱)۔ مقتول ان لڑنے والوں میں سے ہو جن کا قتل کرنا جائز ہے، اگر کسی شخص نے عورت، بچے، شیخ فانی یا بہت کمزور شخص کو قتل کر دیا اسی طرح جو لوگ جنگ نہیں کرتے ان کو قتل کرنے سے سلب کا مستحق نہیں ہوگا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہاں اگر ان میں سے کوئی جنگ کر رہا ہو تو پھر اس کو قتل کرنے سے سلب کا مستحق ہوگا۔

(۲)۔ اگر ایک شخص نے مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کو بے بس کر دیا اور دوسرے شخص نے اس کو قتل کر دیا تو سلب کا مستحق اعضاء کاٹنے والا ہے کیونکہ اس کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کرنے والا وہی ہے، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے تلوار مار کر ابوجہل کو گرایا اور حضرت ابن مسعود نے اس کا سر کاٹا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلب کا فیصلہ حضرت معاذ کے لیے کیا اور حضرت ابن مسعود کو اس کے سلب سے کچھ نہیں دیا۔ امام شافعی رحمہ اللہ

---

[1]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

کا بھی یہی مسلک ہے۔

(۳)۔ اگر ایک شخص کسی کو زخمی کر دے اور اس کا اچھی طرح خون بہا دے تو زخمی بھی حکماً مقتول ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ سلب صرف قاتل کے لیے ہے اگر کوئی شخص کسی کو قید کرے تو وہ اس کی سلب کا مستحق نہیں ہوگا خواہ اس کو امام قتل کرے یا نہ کرے، کیونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں نے کافروں کو قید کر لیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں میں سے عقبہ اور نضر بن حارث کو قتل کر دیا اور قید کرنے والوں کو ان کی سلب نہیں دی۔

(۴)۔ قتل کرنے والا اس قتل میں مستقل اور منفرد ہو اگر اس نے مسلمانوں کی صفوں میں سے کسی کو تیر مارا اور وہ مر گیا تو سلب کا مستحق نہیں ہے، امام احمد نے کہا ہے کہ قاتل کے لیے سلب اس وقت ہوگی جب وہ مبارزت (للکارے) کرے، اسی طرح اگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے مل کر کسی کو قتل کیا تو وہ بھی اس کی سلب کے مستحق نہیں ہوں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: سلب میں سے خمس نہیں لیا جائے گا، حضرت سعد بن ابی وقاص، ابن منذر اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس میں سے خمس لیا جائے گا امام اوزاعی اور مکحول کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ (الانفال ۸/۴۱) "اور جان لو تم نے مال غنیمت میں سے جو کچھ حاصل کیا ہے اس میں سے اللہ کے لیے پانچواں حصہ ہے"، ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عوف بن مالک اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل کے لیے سلب کا فیصلہ کیا اور اس میں سے خمس نہیں نکالا۔ (سنن ابوداؤد) اور حضرت عمر کا قول بھی ہماری دلیل ہے انھوں نے فرمایا "ہم سلب میں سے خمس نہیں نکالتے تھے"، ابن سیرین نے روایت کیا ہے کہ براء بن مالک نے بحرین میں مرزبان سے مبارزت کی اور نیزہ مار کر اس کو قتل کر دیا اور اس کے کنگن اتار لیے جب حضرت عمر تک یہ خبر پہنچی تو انھوں نے فرمایا ہم پہلے سلب میں سے خمس نہیں نکالتے تھے لیکن براء کی سلب مال کو پہنچتی ہے میں اس میں سے خمس نکالوں گا، اسلام میں سب سے پہلے براء کی سلب سے خمس نکالا گیا اور براء کی سلب تیس ہزار کو پہنچتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے دور خلافت اور حضرت عمر کے ابتدائی ایام میں یہی معمول تھا کہ سلب میں سے خمس نہیں نکالا جاتا تھا، اور آپ کی اتباع اولیٰ ہے، جو زجانی نے کہا جس چیز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلے کوئی ہدایت آچکی ہے اس چیز میں آپ کی ہدایت کے سوا اور کسی کی اتباع جائز نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی بنا پر قرآن مجید کی آیت (انفال : ۸/ ۴۱) کے عموم میں تخصیص کی جائے گی کیونکہ آپ قرآن مجید کے شارح ہیں اور قرآن مجید کی مراد کو آپ ہی بہتر جانتے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: امام نے سلب لینے کے لیے کہا ہو یا نہیں، ہر حال میں قاتل سلب کا مستحق ہوگا۔ امام اوزاعی، لیث، امام شافعی، اسحاق، ابوعبید اور ابوثور کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ثوری نے یہ کہا ہے کہ قاتل سلب کا اس وقت مستحق ہوگا جب امام یا امیر لشکر قاتل کے لیے سلب کی شرط لگائے گا، امام مالک نے کہا ہے کہ امیر لشکر کہے گا تو قاتل سلب کا مستحق ہوگا، امام احمد سے بھی ایک قول ان کے قول کی طرح منقول ہے کیونکہ امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عوف بن مالک نے ایک کافر کو قتل کر دیا حضرت خالد نے اس کی سلب کو زیادہ سمجھ کر وہ حضرت عوف کو نہیں دی، جب حضرت عوف نے اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو پہلے آپ نے حضرت عوف کے حق میں فیصلہ کیا لیکن جب حضرت عوف نے اس فیصلہ کی وجہ سے حضرت خالد کی

تخفیف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے خالد! اس کو سلب مت دو" نیز حضرت عمر نے حضرت براء کی سلب سے خمس لیا اگر سلب ان کا حق نہ ہوتا تو وہ اس سے خمس نہ لیتے!

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قتل قتیلا فله سلبه "جس شخص نے کسی کو قتل کیا اس کی سلب کا وہی حقدار ہے!" یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور فیصلہ ہے جس پر خلفائے راشدین نے عمل کیا ہے، حضرت عمر کا یہ کہنا کہ "ہم سلب میں سے خمس نہیں لیتے تھے" اس پر دلیل ہے کہ یہ حکم ہر قاتل کے لیے عام اور مستحب ہے اور اس پر ہر غزوہ میں عمل ہوتا رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف کو جو سلب نہیں دی یہ اس کی سزا تھی کہ انھوں نے حضرت خالد کی تخفیف کی تھی اور امام احمد کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ سلب لینے کے لیے امام کی اجازت حاصل کرنا مستحب ہے۔ [1]

سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ سلب لشکر کے مال غنیمت سے ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو مال غنیمت کا ہے (یعنی اس سے خمس نکالا جائے گا) البتہ اگر امام نے یہ کہہ دیا کہ "جس شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کی سلب اس کو ملے گی" اس صورت میں سلب کا صرف قاتل مستحق ہوگا (اور اس سے خمس نہیں نکالا جائے گا)۔ [2]

علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب سلب قاتل کو نہیں دی جائے گی تو اس کا شمار مال غنیمت سے ہوگا، اس میں قاتل اور غیر قاتل دونوں برابر ہیں، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ جب قاتل غنیمت لینے کا اہل ہو تو صرف وہی سلب لینے کا مستحق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من قتل قتیلا فله سلبه "جس نے کسی شخص کو قتل کیا تو اس کے لیے مقتول کی سلب ہے"، اور بظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شرعی حکم بیان کیا ہے کیونکہ آپ شرعی حکم بیان کرنے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، اور قاتل نے اس کو قتل کرنے میں زیادہ مشقت اٹھائی ہے اس لیے وہ اس کی سلب کے ساتھ مختص ہوگا تاکہ اس میں اور دوسروں میں فرق واضح ہو۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں: قاتل نے مقتول کو لشکر کی قوت سے قتل کیا ہے اس لیے اس سے چھینا ہوا سلب مال غنیمت میں شمار ہوگا اور مال غنیمت کی طرح اس کی تقسیم کی جائے گی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب بن ابی سلمہ (مسلمہ۔ سعیدی غفرلہ) سے فرمایا لیس لك من سلب قتیلك الا ما طابت به نفس امامك۔ "مقتول کی سلب سے تم کو وہی چیز ملے گی جس کو امام، تمہیں خوشی سے دے گا" اور امام شافعی نے جو حدیث بیان کی ہے "جس شخص نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے مقتول کی سلب ہے"، اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرعی حکم بیان کیا ہو جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بطور نفل اور انعام کے فرمایا ہو اور ہم اس کو حبیب بن ابی سلمہ کی روایت کی بناء پر نفل اور انعام پر محمول

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی مع الشرح ج ۱۰ ص ۴۲۰-۴۱۱، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کہتے ہیں اور کسی کی زیادہ مشقت اس کے لیے زیادہ غنیمت کی مقتضی نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: علامہ المرغینانی نے جو حبیب بن ابی مسلمہ کی روایت سے استدلال کیا ہے یہ بہت خوب ہے بشرطیکہ یہ حدیث صحیح یا حسن ہو لیکن اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط اور معجم کبیر میں روایت کیا ہے کہ حبیب بن مسلمہ کو یہ خبر پہنچی کہ قیصر کا امیر آذربائیجان کے راستہ سے جا رہا ہے اور اس کے ساتھ زمرد، یاقوت اور موتی وغیرہ ہیں، انھوں نے جا کر اس پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر دیا اور اس کا تمام مال لے آئے، حضرت ابو عبیدہ نے اس مال سے خمس نکالنا چاہا تو حبیب بن مسلمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو مجھے مال دیا ہے تم مجھ کو اس سے محروم نہ کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو قاتل کا حق قرار دیا ہے، اس پر حضرت معاذ نے کہا اے حبیب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، انسان کا حق اسی چیز پر ہے جو اس کا امام اس کو خوشی سے دے!" یہ حدیث عمرو بن واقد کی وجہ سے مجہول ہے۔

اس حدیث کو اسحاق بن راہویہ نے بقیہ بن ولید سے، انھوں نے ایک شخص سے، انھوں نے جنادہ بن امیہ سے روایت کیا کہ حبیب بن مسلمہ پانچ خچروں پر ریشم، یاقوت اور زمرد لاد کر لائے، حبیب نے یہ تمام مال لینا چاہا اور حضرت ابو عبیدہ ان کے اس میں سے بعض دینا چاہتے تھے، حبیب نے حضرت ابو عبیدہ سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جس شخص نے کسی کو قتل کیا اس کے لیے مقتول کی سلب ہے"! حضرت ابو عبیدہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کے لیے یہ قانون نہیں بنایا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی یہ گفتگو سن رہے تھے، انھوں نے حبیب سے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے! اس چیز کو لے رہے ہو جس کو دینے پر تمہارا امام راضی نہیں ہے، تم اسی چیز کو لے سکتے ہو جو تم کو امام خوشی سے دے، اور حضرت معاذ نے اس بارے میں ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی، پھر ان کا اس پر اتفاق ہو گیا اور خمس نکالنے کے بعد مال حبیب کو دے دیا گیا اور حبیب نے اس مال کو ایک ہزار میں فروخت کر دیا۔ اس حدیث کی سند مجہول ہے کیونکہ بقیہ بن ولید اور جنادہ بن امیہ کے درمیان ایک مجہول راوی ہے۔

علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) نے کہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حبیب بن ابی مسلمہ سے فرمایا "مقتول کی سلب سے تم کو وہی چیز ملے گی جو تم کو امام خوشی سے دے گا"، حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں بلکہ حضرت معاذ کا حبیب سے خطاب ہے، نیز علامہ المرغینانی نے ان کا نام حبیب بن مسلمہ لکھا ہے حالانکہ ان کا نام حبیب بن مسلمہ ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے (ایک سند معلول ہے اور دوسری مجہول) لیکن اس کا ضعف ہمیں مضر نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں اس کی تائید ہے جنگ بدر میں ابوجہل کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما کی تلواروں کو دیکھنے کے بعد دونوں سے فرمایا: تم دونوں نے اس کو

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۵۵۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

قتل کیا ہے" اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی سلب فقط حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اگر قاتل سلب کا مستحق ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دونوں کو اس کی سلب عطا فرماتے۔

امام بیہقی نے اس دلیل کا یہ جواب دیا ہے کہ نص کتاب سے ثابت ہے کہ بدر کا مال غنیمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک تھا آپ جس کو چاہیں عنایت فرما دیں یہی وجہ ہے کہ آپ نے ان صحابہ کو مال غنیمت سے حصہ دیا جو اس معرکہ میں حاضر نہیں تھے، پھر معرکہ بدر کے بعد مال غنیمت کے متعلق آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلب کو قاتل کے ساتھ خاص کر دیا اور پھر یہی قاعدہ مقرر رہا۔ علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ جنگ بدر میں بھی سلب قاتل کے لیے تھی کیونکہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا من قتل قتیلا فله سلبه۔ "جس نے کسی شخص کو قتل کیا اس کی سلب قاتل کے لیے ہے" یہ حدیث اگرچہ ضعیف لیکن اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جنگ بدر میں بھی سلب قاتل کے لیے تھی۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ متعدد احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا ہمیشہ کے لیے قاعدہ نہیں ہے اور ہر چند کہ یہ احادیث ضعیف السند ہیں لیکن تعدد طرق روایت سے یہ درجہ حسن کو پہنچتی ہیں اور صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک کی سلب میں جب ان کا اور حضرت خالد بن ولید کا مناقشہ ہوا تو پہلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عوف کے حق میں فیصلہ کیا لیکن جب حضرت عوف نے حضرت خالد کی تخفیف کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور حضرت خالد سے فرمایا: اے خالد! ان کو سلب واپس نہ کرنا، کیا تم میرے امراء (کی اطاعت) کو ترک کر رہے ہو؟ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا کوئی لازمی اور ابدی قانون نہیں ہے اور علامہ خطابی کا یہ جواب دینا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ حضرت عوف نے حضرت خالد کی تخفیف کی تھی اس لیے آپ نے ان کو سلب نہیں دی تاکہ کوئی شخص امیر کے فیصلہ کے خلاف جرأت نہ کرے یہ جواب اس لیے غلط ہے کہ اگر سلب قاتل کا حق ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غصہ کی بنا پر ان کو ان کے حق سے محروم نہ کرتے اس سے ثابت ہوا کہ سلب کا قاتل کے لیے ہونا کوئی ابدی قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ امام کی مرضی پر موقوف ہے خواہ وہ قاتل کو دے یا نہ دے اور جب یہ قاتل کا حق نہیں ہے تو پھر یہ مال غنیمت ہے اور اس سے خمس نکالا جائے گا یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔ [1]

جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب

حدیث نمبر ۴۴۵۴ میں ابوجہل کو قتل کرنے کا واقعہ ہے، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ دونوں نے ابوجہل پر تلواروں سے وار کر کے اس کا خون بہایا تھا لیکن کاری اور مہلک وار حضرت معاذ بن عمرو نے کیا تھا جس کے بعد اس کا ہلاک ہو جانا یقینی ہو گیا تھا اسی وجہ سے اس کی سلب اس کو دی گئی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر تن سے جدا کیا تھا یہ تینوں صحابہ اس کے قتل میں شریک تھے لیکن فیصلہ کن وار حضرت معاذ بن عمرو بن جموح

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۲۵۲۔ ۲۵۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

نے کیا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام طحاوی نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سلب پر قاتل کا حق نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو اور حضرت معاذ بن عفراء دونوں سے فرمایا: تم دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے لیکن سلب صرف حضرت معاذ بن عمرو کو دی اس سے معلوم ہوا کہ سلب پر قاتل کا حق نہیں ہے ورنہ دونوں کو سلب دیتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ متصور نہیں ہے کہ آپ ایک کا حق چھین کر دوسرے کو دے دیں۔ کیونکہ اگر امام یہ اعلان کرے کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کو مقتول کی سلب ملے گی اور دو شخص مل کر کسی ایک آدمی کو قتل کریں تو امام اس کی سلب ان دونوں میں تقسیم کرے گا اور امام کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایک کو محروم کر کے دوسرے کو مکمل سلب دے دے۔ اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک یہ نہیں فرمایا تھا کہ قتل کرنے والے کو مقتول کی سلب ملے گی اس لیے آپ نے وہ سلب دو میں سے ایک کو دے دی، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کا تلوار سے وار کرنا زیادہ قوی تھا اس وجہ سے آپ نے تنہا ان کو سلب دی۔ [1]

اس باب کی آخری حدیث میں جنگی قیدیوں کو فدیہ میں دے کر مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کا ذکر ہے، ہم اس پر بحث اس سے پہلے والے باب میں (یعنی باب ۵۸) کر چکے ہیں اور اس پر مفصل گفتگو اور مکمل تحقیق انشاء اللہ العزیز باب نمبر ۵۹۶ میں کریں گے۔

بَابُ ۵۹ حُكْمِ الْفَيْءِ

فے کا حکم

۴۴۵۹- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا وَأَقَمْتُمْ فِيهَا فَسَهْمُكُمْ فِيهَا وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس بستی میں جاؤ اور وہاں قیام کرو تو تمہارا حصہ اس بستی میں ہوگا۔ جو بستی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے (یعنی اس نے مسلمانوں سے جنگ کی) تو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور باقی تمہارا ہے۔

۴۴۶۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَّ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ اللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَ قَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ اَمْوَالُ بَنِي النَّضِيْرِ مِمَّا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِمَّا لَمْ يُوْجِفِ الْمُسْلِمُوْنَ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً فَكَانَ يُنْفِسُ عَلٰى اَهْلِهٖ نَفَقَةَ سَنَةٍ وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهٗ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر لوٹا دیے تھے، مسلمانوں نے ان کے حصول کے لیے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، یہ اموال بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل کے لیے ایک سال کا خرچ نکال لیتے تھے اور جو مال باقی بچتا اس کو جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کرتے تھے۔

۴۴۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۴۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ مَالِكَ بْنَ اَوْسٍ حَدَّثَهٗ قَالَ اَرْسَلَ اِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَجِئْتُهٗ حِيْنَ تَعَالَى النَّهَارُ قَالَ فَوَجَدْتُّهٗ فِيْ بَيْتِهٖ جَالِسًا عَلٰى سَرِيْرٍ مُفْضِيًا اِلٰى رُمَالِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ فَقَالَ لِيْ يَا مَالُ اِنَّهٗ قَدْ دَفَّ اَهْلُ اَبْيَاتٍ مِّنْ قَوْمِكَ وَقَدْ اَمَرْتُ فِيْهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ قَالَ قُلْتُ لَوْ اَمَرْتَ بِهٰذَا غَيْرِيْ قَالَ خُذْهُ يَا مَالُ قَالَ فَجَآءَ يَرْفَا فَقَالَ هَلْ لَّكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ عُثْمَانَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرِ وَسَعْدٍ فَقَالَ

حضرت اوس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا، میں دن چڑھنے کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ گھر میں خالی تخت پر چمڑے کے ایک تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، فرمانے لگے: اے مالک! تمہاری قوم کے کچھ لوگ جلدی جلدی آئے تھے، میں نے انھیں تھوڑی سی چیزیں دینے کا حکم دے دیا ہے، تم وہ چیزیں لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو، میں نے کہا آپ میرے علاوہ کسی اور کے ذمہ یہ کام لگا دیتے تو اچھا تھا، حضرت عمر نے فرمایا: اے مالک! تم یہ چیزیں لے لو! اتنے میں (ابن کا غلام) یرفا اندر آیا اور کہنے لگا: حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد کے متعلق کیا حکم ہے؟ (یعنی وہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں) حضرت عمر نے کہا، اچھا! اور

عُمَرُ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ وَعَلِيٍّ قَالَ نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمَا فَقَالَ عَبَّاسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ فَقَالَ الْقَوْمُ أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ اتَّئِدَا أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ وَعَلِيٍّ فَقَالَ أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ قَالَا نَعَمْ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ اللهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ قَالَ مَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا قَالَ فَقَسَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا

انھیں اندر آنے کی اجازت دے دی اور وہ اندر آ گئے پھر یرفا آئے اور کہا حضرت علی اور حضرت عباس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کہا اچھا! اور ان کو بھی اجازت دے دی، حضرت عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین میرے اور اس جھوٹے، خطا کار، عہد شکن اور خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجئے! باقی صحابہ نے بھی کہا: ہاں اے امیر المؤمنین ان کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور ان کو راحت دلائیے! حضرت مالک بن اوس نے کہا میرا خیال تھا کہ ان دونوں نے ان صحابہ کو اسی لیے پہلے بھیجا تھا، حضرت عمر نے کہا ٹھہرو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، انھوں نے کہا ہاں! پھر حضرت عمر حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم دونوں کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم دونوں یہ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے ان دونوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چیز کے ساتھ خاص کیا تھا جس کے ساتھ کسی اور کو خاص نہیں کیا تھا، یہ بستیوں کے وہ اموال ہیں جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوٹا دیے تھے یہ اموال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں (یعنی اموال فے) راوی کہتے ہیں مجھے علم نہیں کہ انھوں نے اس سے پہلے والی آیت پڑھی تھی یا نہیں! پھر حضرت عمر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے درمیان بنو نضیر کے اموال تقسیم کر دیے، بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو اپنے ساتھ خاص نہیں کیا، اور نہ تمہیں چھوڑ کر ان اموال کو خود رکھا،

وَعَلِيًّا بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ أَتَعْلَمَانِ ذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُوْ بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ فَوَلِيتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهٰذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَقُلْتُمَا ادْفَعْهَا إِلَيْنَا فَقُلْتُ إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذْتُمَاهَا بِذٰلِكَ قَالَ أَكَذٰلِكَ قَالَا نَعَمْ قَالَ ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللّٰهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتَّى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ۔

حتیٰ کہ یہ مال باقی رہ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے ایک سال کا خرچ لے لیتے تھے، باقی جو بچتا وہ بیت المال میں رکھ لیتے، حضرت عمر نے پھر فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں، کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، پھر حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو بھی وہی قسم دی جو باقی صحابہ کو دی تھی، اور کہا کیا تم کو اس کا علم ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت ابوبکر نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں، پھر تم دونوں آئے، تم اپنے بھتیجے کی میراث سے طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ کے لیے ان کے والد کی میراث سے طلب کرتے تھے تو حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔ سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، گنہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ حضرت ابوبکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں، پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا خلیفہ بنایا گیا پس تم دونوں نے مجھے بھی جھوٹا، گنہ گار، عہد شکن اور خائن گمان کیا (یعنی میرے ساتھ وہ سلوک کیا جو جھوٹے اور خائن کے ساتھ کرتے ہیں) اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں پھر میں ان اموال کا ولی بنایا گیا پھر تم اور یہ میرے پاس آئے درآں حالیکہ تم دونوں کی رائے متفق تھی تم دونوں نے کہا ان اموال کی نگہداشت ہمارے سپرد کر دیجیے، میں نے کہا اگر تم چاہو تو میں یہ اموال اس شرط کے ساتھ تمہارے سپرد کر دیتا ہوں کہ تم ان اموال میں اسی طرح تصرف کرو گے جس طرح ان اموال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے، تم دونوں نے اس کا اقرار کیا حضرت عمر نے کہا کیا اسی

طرح معاہدہ ہوا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا اب پھر تم دونوں میرے پاس آئے ہو کہ میں تم دونوں کے درمیان فیصلہ کروں، نہیں! خدا کی قسم! قیامت تک میں تمہارے درمیان اس کے سوا کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا! اگر تم ان اموال کا انتظام کرنے سے عاجز ہو گئے ہو تو پھر یہ مجھے واپس کر دو۔

۴۴۶۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّ فِيهِ فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْهُ سَنَةً وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ يَحْبِسُ قُوتَ أَهْلِهِ مِنْهُ سَنَةً ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ مِنْهُ وَجَعَلَ مَالَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوایا اور فرمایا تمہاری قوم کے کچھ لوگ میرے پاس آئے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا خرچ نکالتے تھے اور معمر کی روایت میں ہے کہ ان اموال میں سے اپنے اہل کے لیے ایک سال کی خوراک رکھتے تھے۔ اور باقی مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کے لیے رکھ لیتے تھے۔

۴۴۶۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَيَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَهُنَّ أَلَيْسَ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیج کر ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں سے اپنا حصہ طلب کریں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا ان کے لیے یہ سوال جائز نہیں ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

۴۴۶۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ أَخْبَرَنَا حُجَيْنٌ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ قَالَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا عَلِيٌّ وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیج کر یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ اور فدک میں جو مال فے دیا ہے اور خیبر کے خمس میں سے جو مال بچا ہے اس کی میراث میں سے میرا حصہ دیں، حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، البتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اس مال سے کھاتی رہے گی اور میں خدا کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جس طرح وہ مال خرچ ہوتا تھا اس میں کوئی تغیر نہیں ہوگا۔ اور میں ان اموال میں اسی طرح تصرف کرتا رہوں گا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان میں تصرف کرتے تھے، سو حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو (بطور میراث) کچھ دینے سے انکار کر دیا، حضرت فاطمہ کو اس وجہ سے حضرت ابوبکر پر غصہ آیا اور انھوں نے حضرت ابوبکر سے (ملنا جلنا) چھوڑ دیا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں اور تادم مرگ حضرت ابوبکر سے بات نہیں کی۔ جب حضرت فاطمہ فوت ہوگئیں تو حضرت علی بن ابی طالب نے رات میں ان کو دفن کر دیا اور حضرت ابوبکر کو اس کی خبر نہیں دی، حضرت فاطمہ کی زندگی میں لوگوں کا حضرت علی کی طرف کچھ میلان تھا، حضرت فاطمہ کے فوت ہونے کے بعد حضرت علی نے لوگوں کے رویہ میں کچھ تبدیلی محسوس کی، تو انھوں نے حضرت ابوبکر سے صلح اور بیعت کرنا چاہی اس عرصہ میں انھوں نے حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی، انھوں نے حضرت ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ ہمارے پاس آئیں

فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنِ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا مَعَكَ أَحَدٌ كَرَاهِيَةَ مَحْضَرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَاهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَحْنُ نَرَى لَنَا حَقًّا لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ فِي هَذِهِ الْأَمْوَالِ فَإِنِّي لَمْ آلُ فِيهَا عَنِ الْحَقِّ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَأَنَّهُ لَمْ

اور آپ کے ساتھ ہمارے ہاں اور کوئی نہ آئے کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کا آنا ناپسند کرتے تھے، حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو مشورہ دیا، بخدا! آپ ان کے ہاں تنہا نہ جائیں، حضرت ابوبکر نے یہ کہا مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ وہ میرے ساتھ کوئی ناگوار سلوک کریں گے خدا کی قسم! میں ان کے ہاں ضرور جاؤں گا، حضرت ابوبکر ان کے ہاں گئے، حضرت علی بن ابی طالب نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت کو پہچانتے ہیں، اور اللہ نے جو آپ کا مرتبہ عطا کیا ہے اس سے واقف ہیں، اور جو خلافت اللہ نے آپ کو دی ہے اس کو آپ سے چھیننے میں رغبت نہیں رکھتے لیکن آپ نے خود ہی یہ حکومت حاصل کر لی (یعنی ہم سے مشورہ نہیں لیا) حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی بناء پر اس (مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر سے مسلسل گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے، پھر حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ عزیز ہے، اور جن اموال کی وجہ سے میرے اور تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے میں نے ان میں کسی حق کو ترک نہیں کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال کو جہاں جہاں صرف کرتے تھے میں نے ان میں کوئی کمی نہیں کی، حضرت علی نے حضرت ابوبکر سے کہا آج سہ پہر کے وقت ہم آپ سے بیعت کریں گے اور جب حضرت ابوبکر ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر منبر پر چڑھے، کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی کا معاملہ بیان کیا اور بیعت میں ان کی تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا جو حضرت علی نے بیان کیا تھا پھر استغفار کیا (اور منبر سے اتر آئے) پھر حضرت علی نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کے

يَحْمِلُهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتُبِدَّ عَلَيْنَا بِهِ فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ۔

حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ انھوں نے جو تاخیر کی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابوبکر کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابوبکر کی خداداد فضیلت کا انکار کرتے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے اور ہم سے مشورہ لیے بغیر یہ حکومت بنالی گئی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا۔ مسلمان اس بیان سے خوش ہوئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا، اور جب حضرت علی نے اس معروف راستہ کو اختیار کر لیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے۔

۴۳۶۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمَا حِينَئِذٍ يَطْلُبَانِ أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ لَهُمَا أَبُو بَكْرٍ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ مَعْنَى حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ قَامَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ مِنْ حَقِّ أَبِي بَكْرٍ وَذَكَرَ فَضِيلَتَهُ وَسَابِقَتَهُ ثُمَّ مَضَى إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَى عَلِيٍّ فَقَالُوا أَصَبْتَ وَأَحْسَنْتَ فَكَانَ النَّاسُ قَرِيبًا إِلَى عَلِيٍّ حِينَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ طلب کرنے لگے، وہ دونوں فدک کی زمین اور خیبر کے حصہ میں سے مطالبہ کر رہے تھے، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی البتہ اس میں یہ ہے کہ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت، ان کی فضیلت اور دین میں ان کی سبقت بیان کی پھر حضرت ابوبکر کے پاس جا کر ان کی بیعت کی پھر مسلمان حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا آپ نے صحیح اور مناسب کام کیا، اور جب حضرت علی نے اس نیک کام کو اپنا لیا تو لوگ ان کے قریب ہو گئے۔

قَارَبَ الْاَمْرَ الْمَعْرُوْفَ ۔

۴۴۶۷ ۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَتْ اَبَا بَكْرٍ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيْرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا اَبُوْ بَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ قَالَ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْاَلُ اَبَا بَكْرٍ نَصِيْبَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ وَفَدَكَ وَصَدَقَتِهِ بِالْمَدِيْنَةِ فَاَبٰى اَبُوْ بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ اِنِّیْ اَخْشٰى اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰى عَلِیٍّ وَعَبَّاسٍ فَغَلَبَهٗ عَلَيْهَا عَلِیٌّ وَاَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے بطور فئی دیا تھا ان کی میراث تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہمارا تمام ترکہ صدقہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ چھ ماہ زندہ رہیں اور حضرت فاطمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ترکہ سے اپنے حصے کا سوال کرتی رہیں جو آپ کو فدک، خیبر اور مدینہ کے صدقات سے حاصل تھا، حضرت ابوبکر نے ان کو دینے سے انکار کیا اور کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے کاموں میں سے کسی کو ترک نہیں کروں گا، مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے ہوئے کسی کام کو ترک کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، رہے مدینہ کے صدقات تو حضرت عمر نے وہ حضرت علی اور حضرت عباس کی تولیت میں دے دیئے سو ان پر حضرت علی غالب آ گئے، اور خیبر اور فدک کو حضرت عمر نے اپنی تولیت میں رکھا، اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقات ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حقوق اور ریاست کی ضروریات میں خرچ کرتے تھے اور یہ اس شخص کی تولیت (زیر انتظام) میں رہیں گے جو مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا سو آج تک ان کے ساتھ یہی معمول ہے۔

فَاَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ هُمَا صَدَقَةٌ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتَا لِحُقُوْقِهِ الَّتِيْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهِ وَاَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَلِيَ الْاَمْرَ قَالَ فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ اِلَى الْيَوْمِ۔

۴۴۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَئُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے ترکہ میں سے میرے وارث ایک دینار بھی نہیں خرچ کر سکتے، میری ازواج اور میرے عامل کے خرچ کے بعد جو کچھ باقی بچے گا وہ صدقہ ہے

۴۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۴۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْنُ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

فَیْء کا لغوی معنی اور اس کی شرعی تفسیر

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: فَیْء کا معنی ہے حالت محمودہ کی طرف لوٹنا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حتّٰی تفیٓءَ الی امر اللہ۔ "حتّٰی کہ باغی جماعت اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے" فَیْء اس مال غنیمت کو بھی کہتے ہیں جس کو دشمن سے حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں نے کوئی مشقت نہ اٹھائی ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ما افاء اللہ علی رسولہ "اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف جو اموال پلٹا دیے"[1]

علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں: اہل شرک کے جو اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں وہ فَیْء ہے، لہٰذا غنیمت، جزیہ

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۸۹، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

اور خراج یہ سب فئے ہیں، کیونکہ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کفار کی ملکیت سے نکال مسلمانوں کی ملکیت میں داخل کر دیں، ہر چند کہ غنیمت بھی فئے ہے لیکن وہ بعض خصوصیات کی وجہ سے فئے سے الگ ہو گئی، کہ جو اموال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہوں ان کو غنیمت کہتے ہیں، اور ان اموال میں سے خمس (۱/۵) نکالنے کے بعد ان کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جاتا ہے اور جو مال فئے ہوں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر انتظام رہتے ہیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات اپنے اقرباء، فقراء، مساکین، مسافروں اور عام مسلمانوں کی فلاح اور بہبود پر خرچ کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کا مصرف فقراء، مساکین، مسافر اور عام مسلمانوں کی ضروریات ہیں، کیونکہ حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بنو نضیر کے اموال فئے تھے ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا دیا، ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے، یہ اموال خاص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھے، آپ ان اموال میں سے اپنے اہل وعیال کے لیے ایک سال کا خرچ نکالتے تھے، اور باقی اموال کو جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سواریوں اور ہتھیاروں میں خرچ کرتے تھے۔ علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں: یہ وہ اموال فئے ہیں جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تصرف کرتے تھے، ان اموال میں کسی کا حق نہیں ہے الا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال میں سے کسی کو کچھ عطا فرما دیں، ان اموال میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل پر خرچ کرتے تھے اور باقی اموال کو سواریوں اور ہتھیاروں پر خرچ کرتے تھے، کیونکہ ان اموال کو مسلمانوں نے جنگ کے ذریعہ حاصل نہیں کیا تھا بلکہ صلح کے ذریعہ حاصل کیا تھا، ارض فدک اور عرینہ کے اموال کا بھی یہی حکم ہے۔ قرآن مجید میں فئے کے متعلق سورۂ حشر کی جو آیات ہیں ان میں یہ دلیل ہے کہ کفار کے جو اموال بغیر جنگ کے مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہوں ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ ان کو ان مصارف میں خرچ کیا جائے گا جن مصارف میں خراج اور جزیہ کے اموال کو خرچ کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ اموال بنو نضیر کے اموال کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے کوئی جنگ کی ہے نہ کوئی مشقت اٹھائی ہے۔ [1]

مال غنیمت اور مال فئے کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ

کفار سے جس نوع کے بھی اموال حاصل ہوتے ہیں ان سب کی حقیقت یہ ہے کہ کفار کے باغی ہو جانے کی وجہ سے برحق سرکار ضبط ہونے کے بعد وہ اموال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں اور مالک حقیقی (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اس لیے اموال کے اللہ کی طرف پلٹ آنے کو اعادہ اور فیئی سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن جن اموال کے حصول میں مسلمانوں کی جنگ اور جہاد کا دخل ہوتا ہے اس مال کو اللہ تعالیٰ نے لفظ غنیمت سے تعبیر فرمایا ارشاد ہوا: واعلموا انما غنمتم من شیء الآیۃ "جان لو کہ جو مال تم نے بطور غنیمت حاصل کیا ہے"، اور کفار کے جس مال کے حصول میں جنگ اور جہاد کی ضرورت نہیں پڑتی اللہ تعالیٰ نے اس کو فئے سے تعبیر فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۳۰ - ۴۲۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ۔ یعنی بنو نضیر اور بنو قریظہ کے جو اموال اللہ تعالیٰ نے بغیر جنگ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹا دیے۔

سورۂ حشر کی ابتدائی آیات میں بنو نضیر کی ان جائیدادوں اور املاک کا ذکر ہو رہا ہے جو پہلے بنو نضیر کی ملک تھیں اور ان کی جلاوطنی کے بعد وہ اسلامی حکومت کے قبضہ میں آگئیں، ان آیات میں ان متروکہ جائیدادوں کے انتظام اور ان کے اموال میں تصرف کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ ایک علاقہ کے فتح ہونے کے بعد اس کے اسلامی مقبوضات میں شامل ہونے کا پہلا موقع تھا اور اس کے بعد بھی اس قسم کے بہت سے علاقے فتح ہونے والے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی میں اراضی مفتوحہ کا قانون بیان فرما دیا۔ اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے رسول کی طرف پلٹا دیا" ان الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زمین اور یہاں کی ساری چیزیں اللہ کے باغیوں کا حق نہیں ہیں، اگر وہ ان چیزوں پر متصرف ہیں تو اس کی مثال ایسے ہے جیسے ڈاکو اور باغی حکومت کے اموال پر قبضہ کر کے اس میں تصرف کرنے لگیں، درحقیقت تمام اموال میں اصل یہ ہے کہ ان اموال کو ان کے حقیقی مالک اللہ رب العالمین کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں خرچ کیا جائے اور ان اموال میں اس طرح کا خرچ صرف صالحین مؤمنین ہی کر سکتے ہیں۔ اس لیے جو اموال بھی ایک جائز اور صحیح جنگ کے نتیجے میں کفار کے قبضہ سے نکل کر اہل ایمان کے قبضہ میں آجائیں ان کی حقیقی حیثیت یہ ہے کہ ان کا مالک انھیں اپنے خائن ملازموں کے قبضہ سے نکال کر اپنے فرمانبردار ملازموں کی طرف پلٹاتا ہے۔ اس لیے ان املاک کو اسلامی قانون کی اصطلاح میں فئے (پلٹا کر لائے ہوئے اموال) کہا جاتا ہے۔

مال غنیمت اور مال فئے کا فرق

مال غنیمت وہ مال ہے جس کو مسلمان فوج دشمن سے جنگ کر کے اور مقابلہ میں فتحیاب ہو کر دشمن سے حاصل کرتی ہے لیکن فوج میں اس مال کو تقسیم کرنے کی صرف یہ وجہ نہیں ہے کہ چونکہ اس فوج نے لڑ کر یہ مال جیتا ہے اس وجہ سے یہ مال اس کا حق ہے، بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح عطا کی ہے اور درحقیقت یہ اس اسلامی نظام کی فتح ہے جس کو قائم کرنے کے لیے مسلمانوں نے جنگ کی تھی اس لیے مسلمانوں پر لازم ہے کہ خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کے عنوان سے ان کو جو مال دیا جائے اس مال کو وہ اللہ کے احکام اور اس کی اطاعت اور عبادت میں صرف کریں تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ جب کفار کے ہاتھ میں پیسہ ہو تو وہ اس کو کس طرح خرچ کرتے ہیں اور جب مسلمانوں کے ہاتھ میں پیسہ آئے تو وہ اس کو کس طرح صرف کرتے ہیں۔

مال غنیمت کے برخلاف مال فئے کی یہ نوعیت نہیں ہے کہ اس مال کو اسلامی فوج نے میدان جنگ میں لڑ کر جیتا ہے اور اس بناء پر اس مال کو اسلامی فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ بلکہ مال فئے کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اپنے رسول اور مسلمانوں کو کفار پر غالب کر دیا اور اسلام کے رعب اور ہیبت سے کفار اپنے اموال کو چھوڑ کر بھاگے اور بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں کفار کے اموال آگئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے: فما اوجفتم علیہ من خیل ولا رکاب۔ "یہ ایسے اموال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے ہوں" اس وجہ سے اموال فئے میں فوج کا حق نہیں ہے کہ مال غنیمت کی طرح مال فئے کو بھی ان میں تقسیم کر دیا جائے۔

اسلام میں غنیمت اور فئے کا حکم الگ الگ مقرر کیا ہے، غنیمت کا حکم سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۱ میں بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کیے جائیں، چار حصے لڑنے والی فوج میں تقسیم کر دیے جائیں اور ایک حصہ بیت المال میں داخل کر کے اس کو یتامیٰ، مساکین، مسافروں اور مسلمانوں کے عام رفاہی اُمور میں خرچ کیا جائے (اس کی تفصیل باب نمبر ۵۸۸ میں بیان کی جا چکی ہے) اور فئے کا حکم سورۂ حشر کی آیت نمبر ۷ تا ۱۰ میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اموال فئے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے قرابت داروں، یتامیٰ، مساکین اور مسافروں پر خرچ کیا جائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہو گیا، امام شافعی کے نزدیک یہ حصہ اب امام اور خلیفہ پر خرچ کیا جائے گا، اور آپ کے قرابت داروں کا حصہ فقراء اور مساکین میں آ گیا اور یہ تقسیم کی وہی صورت ہے جو خمس میں بیان کی گئی ہے۔ غنیمت اور فئے کا یہ ایک اجمالی فرق ہے اس کی تفصیل آئندہ سطور میں ہم فقہاء اسلام کے مذاہب کے ذکر میں بیان کریں گے اس سے پہلے کہ فئے اور غنیمت کی مزید وضاحت کریں پہلے سورۂ حشر کی ان آیات کو بیان کرتے ہیں جو فئے کے احکام کا اصل ماخذ ہیں۔

قرآن مجید سے اموال فئے کے وقف ہونے پر دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء ط والله على كل شيء قدير ما افاء الله على رسوله من اهل القرى فلله وللرسول ولذي القربى واليتمى والمسكين وابن السبيل لا كي لا يكون دولة بين الاغنياء منكم ط

(حشر: ۷-۶)

اور جو مال اللہ نے کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف لوٹا دیے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس چیز پر چاہتا ہے غلبہ عطا فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں کے لوگوں (بنو نضیر) سے اپنے رسول کی طرف لوٹا دیا وہ اللہ، رسول، (رسول کے) رشتہ داروں، یتامیٰ، مساکین، اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ یہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہے۔

اس کے بعد فرمایا:

والذين جاءو من بعدهم

(حشر: ۱۰)

اور (یہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو پہلوں کے بعد آئے ہیں۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ مال خمس اور مال فئے کے مصارف ایک جیسے ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال کسی شخص کی شخصی ملکیت میں نہیں دیے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے ان اموال کا شخصی مالک نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ اموال آپ کی ترکیت اور انتظام میں کر دیے اور ان کے مصارف متعین کر دیے تاکہ آپ ان اموال کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں، اپنے قرابت داروں میں صرف کریں اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کریں چنانچہ اس باب کی احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموال کو اسی طرح خرچ کرتے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے کہ

ان اموال کے یہ مصارف اس لیے مقرر کیے ہیں تاکہ یہ مال تمہارے مالداروں کے درمیان ہی گردش کرتا نہ رہے، اس سے واضح ہوگیا کہ مال فیٔ کا کوئی شخص شخصی مالک نہیں ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہوسکتی ہے نیز ان آیات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذین جاء و من بعدھم ۔ (اور یہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو پہلوں کے بعد آئے ہیں" اس آیت سے بھی یہ واضح ہوگیا کہ اموال فیٔ کسی شخص کی نجی اور شخصی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ یہ مسلمانوں کے مفاد عامہ اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے قیامت تک وقف ہوتے ہیں اور اموال فیٔ کے وقف ہونے پر سورۂ حشر کی یہ نصوص قطعیہ ناطق اور شاہد ہیں۔

احادیث آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے اموالِ فیٔ کے وقف ہونے پر دلائل

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرزاق عن الثوری قال، الفیٔ و الغنیمۃ مختلفان اما الغنیمۃ فما اخذ المسلمون فصار فی ایدیھم من الکفار و الخمس فی ذٰلک الی الامیر یضعہ حیث ما امر اللہ والاربعۃ الاخماس الباقیۃ للذین غنموا الغنیمۃ، و الفیٔ ما وقع من صلح بین الامام و الکفار، فی اعناقھم، و ارضھم، و زروعھم، وفیما صولحوا علیہ مما لم یاخذہ المسلمون عنوۃ، و لم یحوزوہ ولم یقھروہ علیہ، حتی وقع فیہ بینھم صلح، قال، فذٰلک الصلح الی الامام، یضعہ حیث امر اللہ۔[1]

امام عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ امام ثوری نے کہا کہ فیٔ اور غنیمت دو مختلف چیزیں ہیں، غنیمت وہ مال ہے جس کو مسلمان میدان جنگ میں کفار کے قبضہ سے حاصل کرتے ہیں۔ اس مال کا پانچواں حصہ نکال کر امیر کو دیا جاتا ہے اور وہ اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور باقی چار حصے (۴/۵) مجاہدین میں تقسیم کردیے جاتے ہیں، اور فیٔ کا مال وہ ہے جو مسلمانوں کے امیر اور کفار کے درمیان معاہدہ صلح سے حاصل ہوتا ہے، یہ مال کفار کی گردنوں، ان کی زمینوں، ان کی کھیتیوں اور دیگر ان چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے جن پر صلح ہو جائے اور یہ وہ اموال ہیں جن کو مسلمانوں نے بذریعہ جنگ حاصل نہ کیا ہو، حتیٰ کہ ان کی ان اموال پر صلح ہوگئی ہو، یہ صلح امام کی رائے پر موقوف ہے اور وہ ان اموال فیٔ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرے گا۔

اس حدیث میں اموال غنیمت اور اموال فیٔ کا وہی فرق بیان کیا ہے جو ہم اس سے پیشتر سورۂ انفال کی آیت نمبر ۴۱ اور سورۂ حشر کی آیت نمبر ۶ تا ۱۰ کے حوالوں سے بیان کرچکے ہیں۔

جب مسلمان، کفار کے کسی علاقے کو جنگ سے فتح کریں تو اس علاقہ کے مکان اور زمینیں لازمی طور پر مال غنیمت میں شمار نہیں ہوتیں، بلکہ مسلمانوں کے امیر کو یہ اختیار ہے کہ اس علاقہ کی زمینیں، مکانات اور دیگر اموال کو مسلمانوں کا امیر فیٔ کے احکام کے مطابق خرچ کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کرنے کے بعد اس علاقے کی زمینوں

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۳۱۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

کو یہودیوں کے ہاتھ مزارعت پر دے دیا اور اس کی آمدنی کو آپ نے کے احکام کے مطابق خرچ کرتے تھے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر اخبرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عامل اھل خیبر بشطر ما یخرج منھا من ثمر او زرع او ثمر وکان یعطی ازواجہ مأۃ وسق ثمانون وسق تمر وعشرون وسق شعیر وقسم عمر فخیر ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقطع لھن من الماء والارض او یمضی لھن فمنھن من اختار الارض _____ ومنھن من اختار الوسق وکانت عائشۃ اختارت الارض۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ خیبر کے کھیتوں اور باغات کی نصف آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آمدنی میں سے سو وسق (ایک وسق ۲۴۰ کلوگرام کے برابر ہے) ازواج مطہرات کو دیتے تھے، اسی وسق کھجوریں اور بیس وسق جو، حضرت عمر نے بھی اس تقسیم کو قائم رکھا سو انھوں نے ازواج کو یہ اختیار دیا کہ وہ زمین میں کھیتی باڑی کا انتظام خود سنبھال لیں اور چاہیں تو حسب دستور غلہ لیتی رہیں بعض ازواج نے غلہ لینا پسند کیا اور بعض نے زمین میں کاشتکاری کرانے کو پسند کیا، حضرت عائشہ ان ازواج میں سے تھیں جنھوں نے زمین میں کاشتکاری کرانے کو پسند کیا تھا۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [2]

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مفتوحہ علاقہ کی زمینوں کو لازماً مال غنیمت قرار نہیں دیا جاتا اور اس کو اسلامی فوج پر تقسیم نہیں کیا جاتا اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ خمس وقف ہوتا ہے کیونکہ خیبر کی بعض زمینوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو مالک نہیں بنایا بلکہ اس کی آمدنی کو خمس کے احکام کے مطابق خرچ کرتے رہے اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن مالک بن اوس بن الحدثان قال کان فیما احتج بہ عمر انہ قال کانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث صفایا بنو النضیر، وخیبر وفدک، فاما بنو النضیر فکانت لنوائبہ واما فدک فکانت حبسا

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مفتوحہ علاقے کی زمینوں کے فئی ہونے پر اس سے استدلال کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تین زمینیں مخصوص تھیں، بنونضیر، خیبر اور فدک، بنونضیر کی زمینوں کی آمدنی کو آپ اپنی ضروریات

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لابناء السبيل واما خيبر فجزاها رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة اجزاء جزئين بين المسلمين وجزء لنفقة اهله فما فضل عن نفقة اهله جعله بين الفقراء المهاجرين۔ [1]

پر خرچ کرتے تھے اور فدک کی زمینوں کو آپ نے مسافروں کے لیے وقف کر دیا تھا، اور خیبر کی زمینوں کی آمدنی کے آپ نے تین حصے کر دیے تھے، دو حصے آپ نے مسلمانوں کے لیے وقف کر دیے تھے اور ایک حصہ آپ نے ازواج مطہرات کے لیے وقف کر دیا تھا اور ازواج کے خرچ سے جو آمدنی بچتی اس کو آپ فقراء مہاجرین پر خرچ کرتے تھے۔

عن سهل بن ابي حثمة قال قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم خيبر نصفين نصفا لنوائبه وحاجته ونصفا بين المسلمين قسمها بينهم على ثمانية عشر سهما۔ [2]

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموال خیبر کے دو حصے کیے آدھا حصہ اپنی ضروریات کے لیے رکھا اور باقی آدھے حصہ کو مسلمانوں کے درمیان اٹھارہ حصوں پر تقسیم کر دیا۔

عن بشير بن يسار قال لما افاء الله على نبيه صلى الله عليه وسلم خيبر قسمها على ستة وثلاثين سهما جمع كل سهم مأة سهم فعزل نصفها لنوائبه وما ينزل به الوطيحة والكتيبة وما اجيز معهما وعزل نصف الآخر فقسمه بين المسلمين الشق والنطاة وما اجيز معهما وكان سهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما اجيز معهما۔ [3]

حضرت بشیر بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیبر کو پلٹا دیا (یعنی خیبر کی زمین بطور فئ عطا کی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چھتیس حصے کیے اور ہر حصے کے سو حصے کیے، اس میں سے نصف حصہ (یعنی اٹھارہ حصوں کو) کو اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیا، یہ وہ زمین تھی جو وطیحہ، کتیبہ اور ان دونوں سے ملحق تھی، اور باقی نصف کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم فرما دیا یہ وہ زمین تھی جو شق، نطاۃ اور ان دونوں سے ملحق تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی ان دونوں زمینوں سے ملحق تھا۔

عن بشير بن يسار مولى الانصار عن رجال من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما ظهر على خيبر قسمها على ستة و ثلاثين سهما فكان لرسول الله صلى الله عليه

بشیر بن یسار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح کیا تو آپ نے اس کو چھتیس حصوں میں تقسیم فرما دیا ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے اس میں سے نصف تھا اور

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان، ۱۴۰۶ھ

[2] " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۶۹، "

[3] " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۶۹ "

وسلم وللمسلمین النصف من ذلك وعزل النصف الباقی لمن نزل به من الوفود والامور ونوائب الناس۔ [1]

باقی نصف کو آپ نے وفود کے انجراجات، دیگر ضروری امور اور عام مسلمانوں کی ضروریات کے لیے الگ کر دیا۔

امام ابوداؤد نے ان کے علاوہ اور بھی کئی اسانید سے احادیث ذکر کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خیبر کی مفتوحہ زمینیں فئی تھیں اور ان کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف تھی۔

جس طرح خیبر کی بعض زمینیں وقف تھیں اسی طرح بنو نضیر، فدک اور دوسری زمینیں جو بطور فئی حاصل ہوئیں وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ضروریات کے لیے وقف تھیں جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن مالك بن اوس بن حدثان عن عمر قال كانت اموال بنی النضير مما افاء الله على رسوله مما لم يوجف المسلمون عليه بخيل ولا ركاب كانت لرسول الله صلى الله عليه وسلم خالصا ينفق على اهل بيته قال ابن عبدة ينفق على اهله قوت سنة فما بقی جعل فی الكراع وعدة فی سبيل الله قال ابن عبدة فی الكراع والسلاح۔ [2]

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بنو نضیر کے اموال کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر لوٹا دیا تھا مسلمانوں نے ان پر اپنے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ۔ یہ اموال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھے آپ ان اموال کو اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے تھے۔ ابن عبدہ نے کہا آپ اپنے اہل خانہ کو ان اموال میں سے ایک سال کا خرچ دیتے تھے۔ اور جو مال باقی بچتا اس کو جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری اور سواریوں پر خرچ کرتے تھے، ابن عبدہ نے کہا یعنی سواریوں اور ہتھیاروں میں خرچ کرتے تھے۔

عن الزهری فی قوله فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب قال صالح النبی صلى الله عليه وسلم اهل فدك وقرًى قد سماها ولا احفظها وهو محاصر قومًا آخرين فارسلوا اليه بالصلح قال فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب يقول بغير قتال قال الزهری وكانت بنو النضير للنبی صلى الله عليه وسلم خالصًا لم يفتحوها

اللہ تعالیٰ کے ارشاد "تم نے (ان اموال پر) گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ" کی تفسیر میں امام زہری نے کہا یہ اموال فدک اور دوسری بستیاں تھیں، امام زہری نے ان بستیوں کا نام بھی لیا تھا لیکن معمر کو یاد نہیں رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری بستیوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو اہل فدک اور ان بستیوں والوں نے آپ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم نے ان پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے، امام زہری

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۰، " " " "

عنوۃ افتحوھا علی صلح فقسمھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المھاجرین لم یعط الانصار منھا شیئا الا رجلین کانت بھما حاجۃ [1]

کہتے ہیں کہ بنو نضیر کی زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں ان کو مسلمانوں نے جنگ سے نہیں فتح کیا تھا بلکہ صلح سے فتح کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مہاجرین پر تقسیم فرمایا اور سوا دو ضرورت مند انصاریوں کے اور کسی انصاری کو ان میں سے کچھ نہیں دیا۔

عن الزھری وعبد اللہ بن ابی بکر وبعض ولد محمد بن مسلمۃ قالوا بقیت بقیۃ من اھل خیبر فتحصنوا فسألوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یحقن دماءھم وبیرھم فنعل فسمع بذلک اھل فدک فنزلوا علی مثل ذلک فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ لانہ لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب [2]

امام زہری حضرت عبد اللہ بن ابی بکر اور حضرت محمد بن مسلمہ کے بعض لڑکوں نے بیان کیا کہ اہل خیبر سے جو لوگ بچ گئے وہ قلعہ میں محصور ہو گئے پھر انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ آپ انھیں معاف کر دیں اور ان کو یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منظور کر لیا، جب اہل فدک نے یہ سنا تو انھوں نے بھی اس شرط پر اپنا قلعہ کھول دیا سو فدک اور خیبر کی یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص تھیں کیونکہ ان پر گھوڑے دوڑا کے گئے تھے نہ اونٹ۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بنو نضیر، خیبر کے بعض علاقے اور فدک کی زمینیں فئی تھیں اور ان کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ضروریات اور مفاد عامہ کے لیے وقف تھی اور ان زمینوں کو مال غنیمت میں شمار کیا گیا تھا نہ یہ کسی کی میراث تھیں۔ ان احادیث کو بیان کرنے کے بعد اب ہم عراق کی مفتوحہ زمینوں کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بیان کریں گے۔

سوادِ عراق اور دیگر مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

قرآن اور سنت کی تصریحات کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جب مسلمانوں کا لشکر کسی علاقے کو فتح کرے تو میدان جنگ میں جو سواریاں، سامان حرب اور مال و متاع مسلمانوں کے ہاتھ آئے وہ مال غنیمت ہے لہٰذا اس میں سے خمس نکالنے کے بعد وہ مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا اور اس علاقہ کی زمینیں اور نہریں وغیرہ مال فئی ہیں ان زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان زمینوں کو ان زمین والوں کے قبضہ میں رہنے دیا جائے گا اور

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۶ھ

[2] ۔ " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۷۰، " " "

ان پر خراج مقرر کر کے ان کی آمدنی کو بیت المال میں داخل کیا جائے گا تاکہ اس مال کو عام مسلمانوں کی ضروریات، جہاد کے ساز و سامان، مفاد عامہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی فلاح اور بہبود پر خرچ کیا جا سکے۔ بعض صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ سے اختلاف کیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن اور حدیث سے ٹھوس دلائل فراہم کر کے انہیں مطمئن کر دیا حتی کہ تمام صحابہ کا اس فیصلہ پر اجماع ہو گیا، حسب ذیل احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موقف اور ان کے دلائل کا بیان ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن یزید بن ابی حبیب قال کتب عمر الی سعد رضی اللہ عنہما حین افتتح العراق: اما بعد فقد بلغنی کتابك تذکر ان الناس سالوك ان تقسم بینهم مغانمهم وما افاء اللہ علیهم فاذا جاءك کتابی هذا فانظر ما اجلب الناس علیك الی العسکر من کراع او مال فاقسمه بین من حضر من المسلمین واترك الارضین والانهار لعمالها فیکون ذلك فی اعطیات المسلمین فانك ان قسمتها بین من حضر لم یکن لمن بقی بعدهم شیء [1]

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق فتح کر لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے خط کے جواب میں لکھا: حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ مجھے تمہارا خط ملا جس میں تم نے یہ لکھا کہ لوگ تم سے مال غنیمت اور مال فیٔ کی تقسیم کا مطالبہ کر رہے ہیں سو جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو مال غنیمت یعنی سواریوں اور دیگر اموال کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دو اور زمینوں اور نہروں کو ان کے کاشتکاروں کے پاس رہنے دو تاکہ ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کیا جا سکے، اگر تم نے اس کو بھی لشکر میں تقسیم کر دیا تو بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا۔

عن حارثة بن مضرب عن عمر رضی اللہ عنہ انہ اراد ان یقسم اهل السواد بین المسلمین وامر بهم ان یحصوا فوجدوا الرجل المسلم یصیبه ثلاثة من الفلاحین یعنی العلوج فشاور اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك فقال علی رضی اللہ عنہ دعهم یکونون مادة للمسلمین فبعث عثمان بن حنیف فوضع علیهم ثمانیة واربعین واربعة وعشرین و

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مفتوحہ زمینوں کے کاشتکاروں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیں سو آپ نے ان کو گننے کا حکم دیا تو ہر مسلمان (مجاہد) کے حصہ میں تین کسان آ رہے تھے، حضرت عمر نے اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مشورہ کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ان کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے رہنے دیجئے، پھر حضرت عمر نے عثمان بن حنیف کو بھیجا اور ان کسانوں پر حسب حیثیت اڑتالیس، چوبیس اور بارہ بارہ

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اثنی عشر۔ [1]

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال: قال عمر: اجتمعوا لھذا الفیٔ حتی ننظر فیہ۔ فالی قرأت آیات من کتاب اللہ استغنیت بھا قال اللہ: ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل الی قولہ واللہ شدید العقاب واللہ ما ھو لھؤلاء وحدھم، ثم قرا للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم الی قولہ ھم الصادقون واللہ ما ھو لھؤلاء وحدھم، ثم قرأ والذین جاءو من بعدھم الی آخر الآیۃ۔ [2]

درہم مقرر کر دیے۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ بیٹھ کر فیٔ کے معاملہ میں غور کریں، مجھے تو قرآن مجید کی چند آیات سے اس کا حکم معلوم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جن بستیوں (بنو نضیر، خیبر اور فدک وغیرہ) کا مال بطور فیٔ دیا ہے وہ اللہ کے لیے ہے اس کے رسول کے لیے ہے اور رسول کے رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ (اس کے بعد واللہ شدید العقاب تک یہ آیت پڑھی) بخدا! یہ اموال صرف لشکر اسلام کے لیے نہیں ہیں پھر پڑھا یہ اموال ان فقراء مہاجرین کے لیے ہیں جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے (اور ھم الصادقون تک یہ آیت پڑھی) پھر پڑھا یہ اموال ان مسلمانوں کے لیے بھی ہیں جو بعد میں آئیں گے۔

اس سے پہلے ہم سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۷۰) کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے موقف پر اس سے بھی استدلال فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر، خیبر کی بعض زمینوں اور فدک کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ آپ نے ان زمینوں کو وقف قرار دیا تھا اور اس آمدنی کو اپنے اہل و عیال اور فقراء مہاجرین پر خرچ کرتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ قرآن اور سنت کی حجت پر مبنی تھا۔

اس سلسلہ میں بعض احادیث سے شبہ ہو سکتا ہے کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید عن ابیہ انہ سمع عمر بن الخطاب یقول اما والذی نفسی بیدہ لولا ان اترک اٰخر الناس ببانا لیس لھم شیء ما فتحت قریۃ الا قسمتھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر

زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے یہ سنا "سنو! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر مجھے بعد میں لوگوں کے فقر اور احتیاج کا خوف نہ ہوتا تو جو علاقہ بھی فتح ہوتا میں اس کو (مجاہدین) میں اسی

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۹ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۲ ص ۳۵۲-۳۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ولکنی اترکھا خزانۃ لھم یقسمونھا[1]

طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا لیکن میں اس علاقہ کو وقف کر رہا ہوں تاکہ وہ اس کی آمدنی کو تقسیم کر سکیں۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر قال لولا اٰخر المسلمین ما فتحت علیھم قریۃ الا قسمتھا کما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر۔[2]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو جو علاقہ بھی فتح ہوتا میں اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دیتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا۔

ان حدیثوں سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا تھا، حالانکہ ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو مجاہدین پر تقسیم نہیں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی ان اراضی کو تقسیم کیا تھا جو جنگ کے بعد فتح ہوئی تھیں اور خیبر کی جو اراضی صلح سے حاصل ہوئی تھیں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ "جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا" امام طحاوی نے کہا ہے اس سے حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ آپ نے خیبر کے بعض علاقہ کو تقسیم کیا تھا کیونکہ حضرت بشیر بن یسار سے روایت ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تو آپ نے اس کے نصف حصہ کو اپنی ضروریات اور بعض دیگر امور کے لیے الگ کر لیا تھا اور باقی نصف حصہ کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا، اور چونکہ مسلمانوں کے پاس کاشتکاری کے لیے آدمی نہیں تھے اس لیے آپ نے یہودیوں کو وہ زمین نصف پیداوار کے عوض بٹائی پر دے دی۔ (الحدیث) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضرت بشیر بن یسار کی مراد یہ ہے کہ جو نصف علاقہ جنگ سے فتح ہوا تھا اس کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور جو نصف علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا اس کو آپ نے اپنی ضروریات اور مفاد عامہ کے لیے وقف کر دیا۔[3]

حافظ بدرالدین عینی نے اس بحث کو زیادہ تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی تمام اراضی کو تقسیم نہیں کیا تھا، خیبر کے بعض علاقوں کو تقسیم کیا اور بعض علاقوں کو تقسیم نہیں کیا، "شق" اور "نطاۃ" کو تقسیم کیا تھا اور باقی تمام اراضی کو وقف کر دیا تھا، سو امام کے لیے جائز ہے کہ مفتوحہ زمینوں میں جو مناسب سمجھے کرے۔

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۸، ۳۱۴، ۴۴۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۲۵، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ زمینوں کو تقسیم نہ کرنے پر سورۂ حشر کی آیات سے استدلال کیا آپ کا استدلال خصوصاً اس سے تھا "اور اموال فئ ان لوگوں کے لیے بھی ہیں جو بعد میں آئیں گے" حضرت عمر نے فرمایا اس آیت نے تمام مسلمانوں کا احاطہ کر لیا اور اس مال (فئ) میں ہر مسلمان کا حق ہے حتیٰ کہ میرے بعد آنے والے چرواہوں کا بھی اس مال میں حق ہوگا۔[1]

عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر اور بعض صحابہ کا مباحثہ | حضرت بلال اور

بعض دوسرے صحابہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ سے اختلاف کیا تھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس بحث کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت بلال اور ان کے اصحاب نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے عراق اور شام کے اموال فئ کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ان زمینوں کو بھی ہمارے درمیان اسی طرح تقسیم کر دو جس طرح لشکر کے مال غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور ان کے سامنے سورۂ حشر کی آیات تلاوت کیں اور خاص طور پر اس آیت سے استدلال کیا "اموال فئ میں بعد میں آنے والے مسلمانوں کا بھی حصہ ہے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو بھی اس فئ میں شریک کر دیا، اگر میں نے ان زمینوں کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیا تو تمہارے بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اور اگر میں زندہ رہا تو صنعاء کا چرواہا بھی اس فئ میں سے اپنا حصہ لے لیگا۔

امام ابو یوسف لکھتے ہیں کہ متعدد اسانید سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کے فئ (مفتوحہ زمینوں) کے متعلق صحابہ اور فقہاء تابعین سے مشورہ کیا، بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مفتوحہ زمینوں کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر آنے والے مسلمانوں کے لیے کیا بچے گا؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ زمین اور کسان مجاہدین کا حق ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف پلٹا دیے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عراق اور شام کی زمینیں کسانوں سمیت لشکر پر تقسیم کر دی گئیں تو سرحدوں کی حفاظت کا کیا ذریعہ ہوگا؟۔ اور شام، عراق اور اس شہر کی بیواؤں اور بچوں کی کفالت کا کیا ذریعہ ہوگا؟ ان لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا اور یہ کہا کیا آپ یہ فئ ان لوگوں کو دیں گے جو ہمارے ساتھ جہاد میں شریک نہ تھے نہ شہید ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری رائے یہی ہے، انھوں نے کہا آپ اس معاملہ میں مشورہ کریں، حضرت عمر نے مہاجرین اولین سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تو رائے یہی تھی کہ عراق کی مفتوحہ زمینوں کو لشکر میں تقسیم کر دیا جائے، اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی رائے حضرت عمر کے موافق تھی، پھر حضرت عمر نے انصار سے مشورہ کیا اور اوس اور خزرج سے پانچ، پانچ بزرگ صحابہ کو بلایا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا میں نے آپ لوگوں کو صرف اس لیے زحمت دی ہے کہ آپ ان امانتوں کی ادائیگی میں میرے شریک ہوں جو میرے سپرد کی گئی ہیں، کیونکہ میں آپ ہی کی طرح ایک شخص ہوں اور آپ لوگ اس زمانہ میں حق و صداقت کی علامت ہیں۔ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے میری موافقت

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کی اور بعض نے میری مخالفت کی، میں یہ چاہتا کہ آپ لوگ میری رائے کی حمایت کریں، آپ کے سامنے اللہ کی کتاب ہے جس میں حق بات کو بیان کیا گیا ہے اور میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے میرا ارادہ صرف حق بات کا اظہار ہے، انھوں نے کہا: اے امیر المومنین آپ اپنا موقف بیان کیجیے، حضرت عمر نے فرمایا: یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ان کی حق تلفی کر رہا ہوں! حالانکہ میں کسی کی حق تلفی کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، البتہ میرا یہ خیال ہے کہ کسریٰ کی فتح کے بعد اور کوئی علاقہ لائق فتح نہیں رہے گا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال، ان کی زمینیں اور ان کے کسان ہم کو بطور غنیمت عطا فرمائے ہیں، میں نے مال غنیمت میں سے خمس نکالنے کے بعد اس کو فوج میں تقسیم کر دیا، اور میری رائے یہ ہے کہ میں مفتوحہ زمینوں اور کسانوں کو وقف کر دوں اور ان زمینوں پر خراج مقرر کر دوں اور اہل ذمہ پر جزیہ مقرر کر دوں، تاکہ یہ آمدنی عام مسلمانوں، افواج اسلام اور یتیموں پر خرچ کرنے کا ذریعہ ہو اور اموال فئ میں اس کا شمار ہو، کیا آپ کے خیال میں سرحدوں کی حفاظت کے لیے فوج کا انتظام کرنا ضروری نہیں ہے؟ اور کیا شام، جزیرہ، کوفہ، بصرہ اور مصر ایسے اہم علاقوں کی حفاظت کے لیے افواج کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر بیت المال کی آمدنی کے وسائل تلاش نہ کیے جائیں اور ان زمینوں اور کسانوں کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے تو ان افواج کو تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟۔

حضرت عمر کی یہ تقریر سن کر تمام صحابہ نے بیک زبان کہا آپ کی رائے درست ہے اور آپ کا فیصلہ صحیح ہے! اگر اسلامی شہروں اور سرحدوں کا تحفظ نہ کیا گیا تو کفار ان شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔

امام ابو یوسف حبیب بن ابی ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کی یہ خواہش تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیبر کی زمینوں کو ان میں تقسیم کر دیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں خیبر کی زمینوں کو تقسیم کر دیا تھا، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت بلال بن ابی رباح رضی اللہ عنہما بڑی شدت سے یہ مطالبہ کر رہے تھے، حضرت عمر نے فرمایا اگر ایسا ہوا تو بعد کے مسلمانوں کے لیے کچھ نہیں بچے گا! پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! بلال اور اس کے ساتھیوں سے میرا پیچھا چھڑا دے۔

امام ابو یوسف زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف پر استدلال کرتے ہوئے سورۂ حشر کی آیت ۱۰ سے استدلال کیا، (ہم اس بحث کے شروع میں ان آیات کو مع ان کے ترجمہ کے بیان کر چکے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف کتاب اللہ کے مطابق تھا اور اسی میں تمام مسلمانوں کی بھلائی تھی اور اگر مفتوحہ زمینوں کی آمدنی کو مسلمانوں کے لیے وقف نہ کیا جاتا تو سرحدوں کا تحفظ نہ ہوتا اور جہاد کے لیے لشکر اسلام کی قوت کا سامان نہ ہوتا اور اسلامی مقبوضات کفار کے حملوں سے محفوظ نہ رہتے۔ [1]

سواد عراق کو وقف کرنے کے متعلق حضرت علی اور حضرت معاذ کی رائے

امام ابو عبید حارثہ بن مضرب سے

[1] ۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ ھ، کتاب الخراج ص ۲۷-۲۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے سواد عراق (کی مفتوحہ زمینوں) کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے مردم شماری کا حکم دیا، معلوم ہوا کہ فی کس تین کسان آتے ہیں، پھر انھوں نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا تو حضرت علی نے یہ رائے دی کہ ان زمینوں کو مسلمانوں میں تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو مسلمانوں کی مجموعی دولت قرار دیا جائے۔ فلہذا حضرت عمر نے ان زمینوں کو تقسیم نہیں کیا اور عثمان ابن حنیف کو ان زمینوں کا والی بنا کر بھیج دیا۔ انھوں نے ان مفتوح کسانوں پر حسب حیثیت اڑتالیس، چوبیس اور بارہ درہم جزیہ مقرر کیا۔

امام ابو عبید حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر جابیہ آئے تو انھوں نے مسلمانوں میں زمینوں کو تقسیم کرنے کا ارادہ کیا، اس موقع پر حضرت معاذ نے ان سے کہا: بخدا! اگر ایسا کیا گیا تو اس کے نتائج اچھے نہیں ہوں گے، اگر آپ نے یہ زمینیں تقسیم کر دیں تو لوگوں کے ہاتھ بے تحاشا دولت آجائے گی، پھر ان کے مرنے کے بعد ممکن ہے یہ دولت کسی ایک مرد یا عورت کو مل جائے اور ان کے بعد جو لوگ اسلام کی مدافعت میں حصہ لیں ان کو کچھ نہ مل سکے، اس لیے کوئی ایسی تدبیر کیجئے جس سے اس زمانہ کے لوگوں اور بعد کے مسلمانوں دونوں کو فائدہ پہنچ سکے۔

امام ابو عبید، عبداللہ بن ابی قیس سے ایک روایت ذکر کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عمر سے زمینوں کو تقسیم کرنے کے بارے میں سنا تھا لیکن حضرت معاذ کا یہ مشورہ سننے کے بعد حضرت عمر کی رائے حضرت معاذ کے موافق ہو گئی۔ [1]

اموال فئی کے متعلق امام ابو عبید کا نظریہ

امام ابو عبید، زید بن اسلم کے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر سے یہ سنا کہ اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر مفتوحہ علاقہ اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر تقسیم کر دیا تھا۔ [2]

امام ابو عبید، قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ قادسیہ میں قبیلہ بجیلہ کی تعداد تمام فوج کی چوتھائی تھی اس وجہ سے حضرت عمر نے ان کو سواد عراق کا چوتھائی حصہ دے دیا، اس پر وہ دو تین سال قابض رہے، اس کے بعد عمار بن یاسر، جریر بن عبداللہ کے ساتھ حضرت عمر کے پاس آئے تو حضرت عمر نے جریر بن عبداللہ سے کہا: اے جریر! اگر میں تقسیم کرنے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ نہ ہوتا تو میں اس علاقے کو تمہارے قبضہ ہی میں رہنے دیتا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ آبادی بڑھ گئی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم وہ علاقہ ان لوگوں (اہل قادسیہ) کو واپس دے دو، جریر نے حضرت عمر کی اس رائے پر عمل کیا اس پر حضرت عمر نے ان کو اسی دینار انعام میں دیے۔ [3]

ان تمام روایات کو بیان کرنے کے بعد امام ابو عبید لکھتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ صحیح بات وہی ہے جس کو سفیان نے بیان کیا ہے جس علاقہ پر فوجی طاقت کے ذریعہ قبضہ کیا جائے اس کا فیصلہ مسلمانوں کے امیر کی صواب دید پر ہے، وہ چاہے تو عامۃ المسلمین کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھتے ہوئے اس علاقہ کو غنیمت میں شمار کرے اور

---

[1] امام ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ، کتاب الاموال (مترجم) ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

[2] " " " ، کتاب الاموال (مترجم) ج ۱ ص ۱۸۲، " "

[3] " " " ، کتاب الاموال (مترجم) ج ۱ ص ۱۸۹، " "

وہ چاہے تو اس کو فئ قرار دے، اس چیز کی وضاحت خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار سے ہو رہی ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کر رہے ہیں کہ آپ نے خیبر کو تقسیم کر دیا تھا اور دوسری طرف وہ خود ہی یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اگر مجھے بعد میں آنے والے مسلمانوں کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر مفتوحہ علاقہ کو (مسلمان فاتحین میں) اسی طرح تقسیم کر دیتا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا۔

یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو زمینیں غلبہ اور فوجی طاقت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہیں ان میں مسلمانوں کے امیر کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی ایک طریقہ پر عمل کرے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت عمر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے دانستہ تجاوز نہ کرتے۔ [1]

مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی مطلقاً فئ ہیں خواہ ان پر جنگ سے قبضہ ہوا ہو یا صلح سے | خیبر کا بعض علاقہ جنگ

سے فتح ہوا تھا اس وجہ سے خیبر کی ساری زمین فئ نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین کے تین حصے کیے تھے دو حصے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور ایک حصہ اپنی ازواج کے خرچ کے لیے رکھ لیا اور ازواج کے خرچ سے جو بچ جاتا اس کو آپ فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دیتے (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵)۔ امام ابوعبید کا مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کے ساتھ "کلیتہً" غنیمت کا معاملہ کیا نہ "کلیتہً" مال فئ کا معاملہ کیا بلکہ اپنے خصوصی اختیارات سے خیبر کی زمینوں میں تصرف کیا، البتہ بنو نضیر اور فدک کی زمینیں جنگ سے حاصل نہیں ہوئی تھیں اس لیے وہ ساری زمینیں وقف تھیں، اور ان میں صرف وہی تصرف جائز تھے جو تصرف فئ میں جائز ہیں۔

جو اسلامی مقبوضات جنگ سے حاصل ہوئے ہوں ان میں اجماع صحابہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ میدان جنگ میں جو منقول اشیاء قبضہ میں آئیں وہ مال غنیمت ہیں مثلاً سامان حرب اور سواریاں، اور خمس نکالنے کے بعد ان کو اسلامی لشکر میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور جو اشیاء غیر منقول ہیں مثلاً قابل کاشت اراضی اور باغات وغیرہ وہ فئ ہیں اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو فئ کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جب مہاجرین اور انصار تمام صحابہ نے اس پر اجماع کر لیا کہ جنگ سے حاصل ہونے والی مفتوحہ زمینیں بھی فئ ہیں تو اب بعد کے لوگوں کو اس میں رد و بدل کرنے کا اختیار نہیں رہا کیونکہ اجماع صحابہ بھی حجت شرعیہ ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ کفار کے جو علاقے بغیر جنگ کے حاصل ہوئے ہوں وہ تو سورہ حشر کی آیات تقسیم کے بموجب فئ ہیں اور ان کی آمدنی یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سامان حرب اور مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہو گی جیسے بنو نضیر اور فدک کی زمینیں وقف تھیں اور کفار کے جو علاقے جنگ سے حاصل ہوئے ہوں جیسے عراق اور شام وغیرہ ان مفتوحہ علاقوں کی زمینیں اجماع صحابہ سے فئ ہو گئیں اور ان کی آمدنی بھی مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہو گئی۔

---

[1] امام ابوعبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ ھ، کتاب الاموال (مترجم) ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

سوادِ عراق کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر دلائل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظریہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو علاقے جنگ سے فتح ہوئے تھے ان میں سے کسی علاقہ کی زمینوں اور باشندوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت کا معاملہ نہیں کیا بایں طور کہ خمس نکالنے کے بعد ان زمینوں اور وہاں کے باشندوں کو فوج میں تقسیم کر دیا ہو، آپ کے زمانہ کی دو نمایاں ترین مثالیں فتح مکہ اور فتح خیبر کی ہیں ان میں سے مکہ کی مثال تو بالکل واضح ہے، کیونکہ مکہ فتح کرنے کے بعد آپ نے مکہ جوں کا توں وہاں کے باشندوں کے حوالہ کر دیا اور خیبر کے بارے میں سنن ابوداؤد کے حوالہ سے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ آپ نے خیبر کے ۳۶ حصے کیے ان میں سے ۱۸ حصے اجتماعی ضروریات کے لیے وقف کر کے باقی ۱۸ حصے فوج میں تقسیم فرما دیے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عمل سے یہ بات واضح ہو گئی جو مفتوحہ زمینیں جنگ سے حاصل ہوئی ہوں ان کا حکم غنیمت کا نہیں ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو بالکلیہ اہل مکہ کے حوالہ کر دیتے، اور خیبر سے صرف خمس نکالنے کے بجائے اس کا پورا نصف حصہ اجتماعی ضروریات کے لیے بیت المال کی تحویل میں دے کر وقف فرما دیتے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جو ممالک جنگ سے فتح ہوں ان کے بارے میں مسلمانوں کے امیر کو یہ اختیار ہے کہ ان کے متعلق حالات کے لحاظ سے اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ کرے، وہ ان علاقوں کو فوج میں تقسیم بھی کر سکتا ہے، اور ان علاقوں کے باشندوں پر احسان کر کے انھیں وہ علاقے واپس بھی دے سکتا ہے اور ان علاقوں کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر وقف بھی کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چونکہ بڑے بڑے ممالک فتح نہیں ہوئے تھے، اس لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑے بڑے ممالک فتح ہوئے تو صحابہ کرام کو یہ الجھن ہوئی کہ جنگ سے فتح ہونے والے ممالک پر غنیمت کا حکم لاگو ہوگا یا فئی کا؟ مصر کی فتح کے بعد حضرت زبیر نے حضرت عمرو بن العاص سے یہ مطالبہ کیا کہ اس پورے علاقہ کو اس طرح تقسیم کر دیجیے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو تقسیم کیا تھا،[1] شام اور عراق کے مفتوحہ علاقوں کے متعلق حضرت بلال بن ابی رباح نے یہ مطالبہ کیا کہ ان زمینوں کو ان کے فاتحین کے درمیان اسی طرح تقسیم کر دیجیے جس طرح مال غنیمت کو لشکر میں تقسیم کر دیا جاتا ہے،[2] دوسری طرف حضرت علی کی رائے یہ تھی کہ ان زمینوں کو ان کے کاشتکاروں کے پاس رہنے دیجیے تاکہ یہ مسلمانوں کی آمدنی کا ذریعہ بنی رہیں،[3] اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بھی یہ رائے تھی کہ اگر سوادِ عراق کو تقسیم کیا گیا تو اس کے نتائج بہت برے ہوں گے،[4] حضرت عثمان کی بھی یہی رائے تھی بالآخر تمام مہاجرین اور انصار صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ سوادِ عراق کو افواج پر تقسیم نہ کیا جائے تاکہ عراق کی زمینوں سے مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات پوری ہوتی رہیں اور دفاع کا انتظام ہو سکے۔

---

[1] امام ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ، کتاب الاموال ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

[2] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الخراج ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[3] امام ابو عبید قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ، کتاب الاموال ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

[4] " " " ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۵، " " "

میں کہتا ہوں کہ جنگ سے فتح ہونے والے ممالک کی زمینوں کے متعلق صحابہ کرام کے اس اجماع کی نظیر یہ ہے، جیسے شراب کی حد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کوئی معین سزا نہیں تھی، بعض دفعہ شراب پینے والے کو چند کوڑے لگائے جاتے اور بعض دفعہ اس کو چند جوتے مارے جاتے لیکن بعد میں صحابہ کرام نے غور و خوض اور کافی بحث اور تمحیص کے بعد اس پر اتفاق کر لیا کہ شرابی کی حد اسی کوڑے ہوگی سو اب اس پر اجماع ہو گیا اور اب شراب کی حد میں اسی کوڑوں سے کم مارنا جائز نہیں ہے اس طرح جنگ سے فتح ہونے والے علاقوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تین احکام تھے بعض علاقوں کو فوج پر تقسیم کیا گیا جیسا کہ خیبر کے بعض علاقے دیے گئے، بعض علاقے وہاں کے باشندوں کو بخش دیے گئے جیسے مکہ مکرمہ اہل مکہ کو دے دیا گیا اور بعض علاقوں کی زمینوں کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر وقف کیا گیا جس طرح خیبر کے نصف علاقہ کو مسلمانوں کی ضروریات کی خاطر وقف کر دیا گیا اور جب بعد میں صحابہ کرام کا ایک طویل بحث اور کافی غور و فکر کے بعد اس پر اجماع ہو گیا کہ عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا جائے تو اب یہی شکل معین ہو گئی اور اب ان زمینوں کو لشکر اسلام پر تقسیم کر دینا جائز نہیں ہے، امام مالک کا یہی مذہب ہے، اور باقی ائمہ ثلاثہ اس معاملہ کو مسلمانوں کے امیر کی صواب دید پر چھوڑتے ہیں۔

مفتوحہ علاقہ کی زمینوں کے متعلق فقہاء کی آراء

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں: کفار کی زمینوں کی تین قسمیں ہیں:

اوّل: جس علاقہ کو مسلمانوں نے جنگ سے فتح کیا ہو اس میں مسلمانوں کے امیر کو اختیار ہے خواہ اس زمین کو لشکر اسلام میں تقسیم کر دے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے نصف حصہ کو لشکر میں تقسیم فرما دیا تھا اور باقی نصف کو وقف کر دیا تھا (سنن ابوداؤد) اور اگر امیر مناسب سمجھے تو اس تمام زمین کو مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف کر دے جس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر، عراق، شام اور تمام مفتوحہ ممالک کی زمینوں کی آمدنی کو مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا۔

ثانی: جس علاقہ کے کفار مسلمانوں کے خوف سے بھاگ گئے ہوں اور اس علاقہ پر مسلمان قابض ہو گئے ہوں اس علاقہ کی زمینیں وقف ہو جاتی ہیں کیونکہ یہ فئے میں داخل ہیں۔

ثالث: جس علاقہ کے کفار سے مسلمانوں کے امیر نے اس شرط پر صلح کی ہو کہ وہ زمین مسلمانوں کی ملکیت ہوگی اور اگر کفار ان زمینوں پر کاشت کاری کریں گے تو ان کو خراج ادا کرنا ہوگا تو یہ زمین بھی وقف ہوگی کیونکہ یہ بھی فئے میں داخل ہے، اور اگر امام نے اس شرط پر صلح کی ہے کہ وہ زمینیں کفار کی ملکیت میں رہیں گی اور وہ کاشت کاری کر کے خراج ادا کریں گے تو یہ صلح صحیح ہے اور زمینیں ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان کا خراج وہ جزیہ کی طرح ادا کریں گے اور اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے خراج ساقط ہو جائے گا۔ [1]

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں: اس زمانہ میں اگر مسلمانوں کے امیر کے نزدیک مصلحت یہ ہو کہ جنگ سے فتح شدہ علاقہ

---

[1] علامہ منصور بن یونس بن منصور بن ادریس بھوتی من قرن الحادی العشر، کشاف القناع ج ۳ ص ۹۶-۹۴، مطبوعہ عالم الکتب بیروت۔

کی زمینوں کو وقف کیا جائے تو وہ وقف کر سکتا ہے بلکہ وہ منقول اشیاء کو بھی وقف کر سکتا ہے، بشرطیکہ لشکر اسلام اس پر راضی ہو جائے اور اس کی دلیل سواد عراق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی نے لکھا ہے کہ امام طحاوی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ جنگ سے فتح ہونے والی زمینوں کا معاملہ مسلمانوں کے امیر کے اجتہاد پر موقوف ہے خواہ وہ ان میں سے خمس نکال کر باقی کو مجاہدین پر تقسیم کر دے خواہ ساری زمین کو وقف کر دے، امام ابو عبید اور ثوری کی بھی یہی رائے ہے۔ [2]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں: کفار کی قابل کاشت اراضی پر جب مسلمان جنگ کے بعد قابض ہو جائیں تو وہ از خود مسلمانوں کے مفاد عامہ کے لیے وقف ہو جاتی ہیں، اس میں امیر کے فیصلہ کرنے کا دخل نہیں ہے اور نہ اس سلسلہ میں مجاہدین کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ [3]

غالباً فقہاء مالکیہ نے اپنے اس قول کی بنیاد اجماع صحابہ پر رکھی ہے اور اجماع صحابہ ایک قوی حجت ہے، ہمارے نزدیک یہی قول صحیح ہے یہاں تک جو ہم نے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے جو علاقے جنگ سے فتح ہوں ان کی زمینوں کے بارے میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں، لیکن کفار کے جو علاقے صلح سے حاصل ہوئے ہوں جیسے خیبر کے بعض علاقے، بنو نضیر کی اراضی اور فدک، ان کے بارے میں تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ یہ اراضی مسلمانوں کے مفاد عامہ، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے وقف ہیں، ان زمینوں کا کوئی شخص شخصی مالک نہیں ہے، ان کو بیچا جا سکتا ہے نہ خریدا جا سکتا ہے اور نہ ان میں وراثت جاری ہو سکتی ہے۔

مسئلہ فدک اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۶۲ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہو گئے تو تم دونوں حضرت ابوبکر کے پاس آئے، تم اپنے بھتیجے کی وراثت طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ (حضرت فاطمہ) کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کرتے تھے، حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، گنہ گار، خائن اور عہد شکن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ الحدیث۔

علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کے درمیان یہ ایک بہت معرکہ آراء مسئلہ ہے، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ فدک کا علاقہ حضرت فاطمہ کا حق تھا جو حضرت ابوبکر نے ان کو نہیں دیا، اس کی تفصیل میں کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ فدک کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں حضرت فاطمہ کو ملنا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۴۰ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵، ص ۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر،

[3] علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۰ھ، الشرح الکبیر علی ہامش الدسوقی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس ہبہ کے ثبوت میں حضرت علی اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس گواہی کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو فدک نہیں دیا، علماء اہل سنت کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا البتہ حضرت فاطمہ نے وراثت کی رو سے اپنا حصہ مانگا تھا کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ اہل بیت کی ضروریات کے بعد جو حضور کا ترکہ باقی بچے گا اس میں وراثت جاری ہوگی، وہ اس حدیث میں تخصیص کی قائل تھیں، اس کے برخلاف حضرت ابوبکر اس حدیث کو عموم پر رکھتے تھے، ابتداء میں حضرت فاطمہ نے اس سے اختلاف کیا، لیکن جب حضرت ابوبکر نے یقین دلایا کہ وہ فدک کی آمدنی کو اہل بیت کی ضروریات پر خرچ کرتے رہیں گے تو حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق میں پہلے ہم فدک کا جغرافیائی محل وقوع اور اس کی لغوی تحقیق بیان کریں گے، اس کے بعد قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور معتبر کتب شیعہ کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ فدک از قبیل فئی تھا اور فئی وقف ہوتا ہے اور جو چیز وقف ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی، وہ کسی کو ہبہ کی جا سکتی ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہو سکتی ہے پھر معتبر کتب شیعہ سے یہ بیان کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا فدک کے بطور وراثت ملنے کی بنیاد نہ رہی۔ علماء شیعہ نے اہل سنت کی جن کتابوں سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اس کا جواب بیان کریں گے اور اس سلسلہ میں تمام شبہات کا ازالہ کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی وضاحت کریں گے "سو تم دونوں (یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گنہ گار، خائن اور عہد شکن گمان کیا! فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

فدک کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

(فدك محركة بخيبر) فيها نخل وعين افاء الله على نبيه صلى الله عليه وسلم [1]

فدک خیبر کا ایک علاقہ ہے اس میں کھجور کے باغات اور چشمے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئی عطا کیا تھا۔

عام طور پر اس لفظ کو فِدک پڑھا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، صحیح لفظ فَدک ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

فدك قرية بخيبر وقيل بناحية الحجاز فيها عين ونخل افاءها الله على نبيه صلى الله عليه وسلم [2]

فدک خیبر کی ایک بستی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ حجاز کی سمت میں ہے، اس میں چشمے اور باغات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ بستی اپنے نبی کو بطور فئی عطا فرمائی تھی

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷، ص ۱۶۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰، ص ۳۴۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ اسماعیل جوہری لکھتے ہیں:

فَدَكُ : اسم قرية بخيبر[1] فدک خیبر کی ایک بستی کا نام ہے۔

علامہ شہاب الدین حموی لکھتے ہیں:

فدک کا معنی روئی دھنکنا ہے روئی دھنکنے کو اہل عرب فَدَكْتُ القطنَ کہتے ہیں، فدک حجاز کی ایک بستی ہے اور یہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات ہجری میں فدک صلح سے بطور فئی عطا فرمایا تھا، اور اس کا قصہ یوں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں پہنچے اور تین قلعوں کے سوا تمام قلعوں کو فتح کر لیا اور ان تین قلعوں کا بڑا سخت محاصرہ کیا تو ان قلعہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ انھیں یہاں سے جلاوطن ہونے دیں تو وہ قلعہ کے دروازے کھول دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتفاق کر لیا، جب اہل فدک کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ فدک کے پھلوں اور دیگر اموال کا نصف دے کر صلح پر تیار ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ فدک کا علاقہ ان علاقوں میں سے تھا جس کو فتح کرنے کے لیے مسلمان مجاہدین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے، اس میں بکثرت کھجور کے درخت اور بہتے ہوئے چشمے تھے، اور یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا۔

علامہ حموی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فدک میں کافی اختلاف ہوا اور اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں بہر حال میرے نزدیک جو چیز صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے جس کو بلاذری نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے تو آپ نے محیصہ بن مسعود کو فدک بھیجا اس وقت فدک کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، فدک والے خیبر کی خبریں سن کر پہلے ہی مرعوب ہو چکے تھے انھوں نے فدک کی آدھی زمین دینے پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور وہ زمین خاص آپ کے تصرف میں رہی کیونکہ اس کو جنگ سے حاصل نہیں کیا گیا تھا، آپ اس زمین کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔ فدک والے اس جگہ رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا اور باقی نصف کی قیمت یہودیوں کو ادا کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا اور اس پر حضرت علی بن ابی طالب اور ام ایمن کی گواہی پیش کی، حضرت ابوبکر نے کہا: اے بنت رسول اللہ! دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سوا گواہی مقبول نہیں ہوتی تو وہ واپس چلی گئیں، اور ام ہانی سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر سے پوچھا تمہارا کون وارث ہوگا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میری بیوی اور میری اولاد! حضرت فاطمہ نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو اور ہم نہ ہوں؟ حضرت ابوبکر نے کہا: اے بنت رسول اللہ! میں سونے، چاندی، یا فلاں فلاں چیز کا وارث نہیں ہوں، حضرت فاطمہ نے کہا خیبر میں جو ہمارا

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۴ ص ۱۶۰۲، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

حصہ ہے اور فدک میں جو ہمارے صدقات ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا اے بنت رسول اللہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں مجھے عطا کی ہیں اور میرے بعد یہ مسلمانوں پر صدقہ ہیں، اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ سے اپنی میراث کا سوال کیا حضرت ابوبکر نے یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے، اور یہ مال آل محمد کی ضروریات اور ان کے مہمانوں کے لیے ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو اس کا متولی وہ شخص ہوگا جو میرے بعد مسلمانوں کا والی ہوگا۔ اس حدیث کو سننے کے بعد ازواج مطہرات میراث کے سوال سے باز رہیں۔

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خطبہ دیا اور کہا کہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور اس کی آمدنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات پر خرچ کرتے تھے اور جو مال بچ جاتا اس کو مسافروں پر خرچ کرتے تھے اور یہ بیان کیا کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کو فدک ہبہ کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور فرمایا نہ تمہارے لیے فدک کو ہبہ کرنے کا سوال کرنا جائز ہے اور نہ میرے لیے اس کو دینا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی فدک کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرتے رہے، جب حضرت معاویہ حاکم ہوئے تو انھوں نے فدک مروان بن الحکم کو دے دیا اور جب مروان حاکم ہوا تو اس نے عبدالعزیز کو فدک ہبہ کر دیا اور عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو دے دیا پھر یہ مجھے، سلیمان اور ولید کو مل گیا اور جب ولید حاکم ہوا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا اس نے بھی مجھ کو اپنا حصہ دے دیا سو میں نے فدک کے تمام حصوں کو جمع کر لیا اور میرے نزدیک فدک سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی مال نہیں ہے اور میں تم تمام لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پھر فدک کو اسی طرح لوٹا دیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں فدک پر عمل ہوتا تھا (یعنی اس کو اپنی ملکیت سے نکال کر پھر وقف کر دیا۔ سعیدی غفرلہٗ) پھر عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلفاء اس کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے (یعنی اس کو بدستور وقف برقرار رکھا۔)

پھر ۲۱۰ھ میں مامون رشید نے حکم دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کی اولاد کو دے دیا جائے اور مدینہ کے گورنر قثم بن جعفر کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو فدک دے دیا تھا، اور ان پر فدک کو صدقہ کر دیا تھا اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں مشہور اور معروف تھی، پھر حضرت فاطمہ اس کا خلیفہ سے مطالبہ کرتی رہیں، مامون کی رائے یہ تھی کہ حضرت فاطمہ کے وارثوں میں سے محمد بن یحییٰ بن الحسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن طالب کے حوالے فدک کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی آمدنی کو اپنی ضروریات پر خرچ کریں۔

پھر جب جعفر متوکل خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فدک کو پھر اسی طرح لوٹا دیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد خلفاء کے زمانہ میں تھا، (یعنی حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت سے نکال کر اس کو پھر وقف کر دیا۔)

علامہ حموی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے مدینہ کے حاکم کو یہ لکھا کہ وہ اولادِ فاطمہ کو فدک واپس کر دیں، سو عمر بن عبدالعزیز کے ایام خلافت میں فدک اولاد فاطمہ کے تصرف میں رہا، پھر جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ بنو امیہ کے خلفاء میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہوئے تو انھوں نے یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دے دیا اور وہ اس کے متولی رہے اور حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد میں اس کی آمدنی تقسیم کرتے رہے اور جب منصور خلیفہ ہوا تو اس کے خلاف حضرت حسن کی اولاد نے خروج کیا تو پھر منصور نے فدک اولاد علی سے لے لیا پھر اس کے بعد موسیٰ ہادی نے اس پر قبضہ کیا اور پھر یہ اس کے بعد کے حکمرانوں کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ مامون رشید خلیفہ ہوا اس کے پاس اولاد علی بن ابی طالب کا نمائندہ آیا اور اس نے فدک کا مطالبہ کیا تو مامون نے یہ حکم دیا کہ فدک حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد کے حوالے کر دیا جائے۔

علامہ حموی نے اخیر میں یہ لکھا ہے کہ جب جعفر متوکل خلیفہ ہوئے تو انھوں نے فدک کو پھر اسی طرح لوٹا دیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد کے خلفاء کے عہد میں تھا یعنی اس کو پھر وقف کر دیا۔ [1]

علامہ حموی نے فدک کی تاریخ بیان کرنے کے لیے وہ تمام روایات بیان کر دیں جو ان کو اس سلسلہ میں دستیاب ہوئیں، وہ کوئی حدیث کے ماہر نہیں تھے جو روایات کی چھان پھٹک کرتے اسی وجہ سے انھوں نے متعارض اور باہم متصادم روایات بیان کر دیں مثلاً انھوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے میراث کا مطالبہ کیا اور میراث کا مطالبہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کسی کو ہبہ نہ کیا ہو اور وہ وقت وصال تک آپ کی ملکیت ہو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کسی کو ہبہ نہیں کیا تھا اس کے بعد علامہ حموی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ان کو ہبہ کر دیا تھا اور فدک پر ہبہ کا دعویٰ کرنا مطالبہ میراث کے بالکل مخالف اور متصادم ہے پھر علامہ حموی نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ ان کو فدک ہبہ کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ "تمہارے لیے اس کو مانگنا جائز ہے اور نہ میرے لیے اس کو دینا جائز ہے" اور اس کی وجہ یہی ہے کہ فدک از قبیل فئی تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فئی کے مصارف متعین کر دیے ہیں کہ فئی کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے ان مصارف کی یہ علت بیان کی ہے تاکہ یہ آمدنی تمہارے مالداروں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہ بن جائے اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فئی کو وقف قرار دیا ہے اور اس کو کسی کی شخصی ملکیت میں نہیں دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۰-۲۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ

علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد کے خلفاء نے فدک کے ساتھ وقف کا ہی معاملہ کیا ہے، اس لیے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے فدک پر ہبہ کا دعویٰ کیا تھا اور عنقریب ہم اس پر قوی دلائل قائم کریں گے اور ٹھوس شواہد پیش کریں گے، علامہ حموی نے مورخین کے عام اسلوب کے مطابق فدک کے سلسلہ میں تمام روایات کو جمع کر دیا، اللہ تعالیٰ علامہ حموی کی مغفرت فرمائے حضرت فاطمہ کا دامن اس سے پاک ہے کہ انھوں نے فدک پر ہبہ کا دعویٰ کیا ہو پھر اس کے ثبوت میں اپنے شوہر اور ایک عورت کی شہادت پیش کی ہو، حضرت فاطمہ بتول اور زاہدہ تھیں دنیا اور اس کی متاع سے مستغنی تھیں ان کا مقام اس سے بہت بلند تھا کہ وہ متاع دنیا کے حصول کے لیے اس قدر سعی اور جد و جہد کرتیں اور دنیا کا مال نہ ملنے پر خلیفہ رسول سے ترک تعلق کر لیتیں[۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کر دیا ہے اور حضرت فاطمہ مال دنیا نہ ملنے کے غم اور غصہ میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بات نہ کریں اور تادم مرگ یہ مقاطعہ جاری رکھیں یہ ان کی سیرت حمیدہ اور اسوۂ جمیلہ پر ایک ناروا تہمت اور بدنما داغ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلاموں اور مداحوں کے زمرہ میں قائم رکھے اور اسی گروہ میں ہمارا حشر کرے۔ (آمین)۔

امین اللہ دشیر لکھتے ہیں:

فَدَک: شمالی حجاز میں خیبر کے قریب ایک قدیم قصبہ جو یاقوت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ بظاہر اس نام کی کوئی بستی اب موجود نہیں ہے البتہ حافظ وہبہ نے بیان کیا ہے کہ الحویط کا گاؤں جو کہ حرۂ خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے، فدک ہی کی پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے، خیبر کی طرح فدک بھی یہودی کاشتکاروں کی ایک آبادی تھی، یہاں پانی کے چشمے تھے اور کھجور اور اناج کی پیداوار ہوتی تھی یہ قصبہ دستکاری کے لیے بھی مشہور تھا اور یہاں کمبل بننے کا کام کیا جاتا تھا۔ [۱]

شیعہ عالم مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا تھا تو اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوگا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے، وہ صدقہ ہوگا، حضرت فاطمۃ الزہراء نے گواہوں اور تقریر کے ذریعہ اپنے حق پر روشنی ڈالی (الاحتجاج، ص ۵۹ دلائل الامامۃ، ص ۳۱، ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغۃ، ۴: ۶۹)، لیکن حضرت ابوبکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتے رہے ہیں اس کو اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ یہ سن کر کبیدہ خاطر

---

[۱] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۳۹۵ھ

[۲] صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے قطع تعلق کر لیا۔ اس سے وہ ترک مراد نہیں جو شرعاً مذموم ہے کہ سلام و کلام بھی نہ کیا، بلکہ آپ گوشہ نشین ہو گئی تھیں، امام بیہقی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر آپ کی عیادت کے لیے آئے اور کہا میرا تمام مال، اور میری تمام اولاد سب اللہ، اس کے رسول اور اے اہل بیت آپ کی رضا کے لیے وقف ہے، یہ سن کر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں، امام بیہقی کہتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۱۰)۔ ملا باقر مجلسی نے بھی حضرت ابوبکر کی عیادت کرنے کا ذکر کیا ہے، (جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۴۴)

واپس چلی آئیں اور حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں (البخاری: جامع الصحیح مطبوعہ دہلی ۲: ۹۹۶، کتاب الغدیر، ۷: ۲۲۷)۔ حضرت عمر نے اجتہاد فرمایا اور فدک کی تولیت حضرت علی اور عباس کر دے دی (یاقوت معجم البلدان، ۳: ۸۵۵ تا ۸۵۸)۔ حضرت علی کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لیے صدقہ تھا (البخاری: جامع الصحیح، مطبوعہ دہلی ۱: ۴۳۶)۔ امیر معاویہ نے اپنے عہد میں یہ جاگیر مروان بن الحکم کو دے دی۔ مروان نے اپنے فرزند عبدالعزیز کو دے دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہوتے ہی یہ علاقہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب یا امام زین العابدین کو واپس کر دیا لیکن یزید بن عبدالملک نے پھر اسے واپس لے لیا (یاقوت حوالہ مذکور)۔

بنو عباس کے پہلے حکمران ابوالعباس السفاح نے فدک اہل بیت کے وارثوں کو دے دیا، لیکن المنصور نے ضبط کر لیا المہدی نے پھر واپس کر دیا (عمدۃ الاخبار ص ۳۹۵)۔ جب المامون خلیفہ ہوا تو اس نے فدک بنو ہاشم کو دے دیا (ابن ابی الحدید، ۴: ۸۱)۔ ۲۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر کے عبداللہ بن الباز یار کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد فدک ویران ہو گیا۔ [1]

شیعوں کے مشہور امام ابوجعفر کلینی لکھتے ہیں:

فقال له المهدی: یا ابا الحسن حد هالی، فقال حد منها جبل احد وحد منها عریش مصر، وحد منها سیف البحر وحد منها دومة الجندل، فقال له، کل هذا؟ قال: نعم یا امیر المؤمنین هذا کله مما لم یوجف علی اهله رسول الله صلی الله علیه وسلم بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر فیه۔ [2]

خلیفہ مہدی نے امام ابوالحسن سے کہا: اے ابوالحسن! فدک کی حدود بیان کیجئے، امام ابوالحسن نے کہا اس کی ایک حد احد پہاڑ ہے، اور ایک حد عریش مصر ہے اور ایک، حد سمندر کا کنارہ ہے اور ایک حد دومۃ الجندل ہے، مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے؟ امام ابوالحسن نے کہا ہاں! اے امیر المومنین! یہ تمام وہ علاقے ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے میں اس پر غور کروں گا۔

یہ ہے فدک کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک خیبر سے دو یا تین دن کی مسافت پر ایک دیہات تھا جس میں بکثرت باغات اور چشمے تھے، ۲۳۲ھ کے بعد فدک ویران ہو گیا اور اب اس نام کی وہاں کوئی بستی نہیں ہے البتہ حافظ دہبی کے بیان کے مطابق خیبر کے آخری سرے پر الحویط نامی ایک گاؤں ہے اور یہ اسی جگہ پر واقع ہے جہاں کسی زمانہ میں فدک تھا۔

علماء شیعہ نے فدک کی تحدید میں ناقابل فہم مبالغہ کیا ہے ابھی اصول کافی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوالحسن نے بتایا کہ احد سے لے کر مصر تک فدک ہے اور ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے ہارون رشید سے کہا کہ فدک

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۱۲-۲۱۳، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ؛ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۵۴۳، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، طبع رابع ۱۳۶۵ھ

کی ایک حد عدن ہے، دوسری سمر قند ہے تیسری حد افریقیہ ہے اور چوتھی حد سند کا وہ کنارہ ہے جو آرمینہ سے ملا ہوا ہے (کتاب الفتن بحث فدک، بحار الانوار)۔ شیعہ حضرات کے دیگر خلاف واقع دعاوی کی طرح یہ بھی ایک افسانوی دعویٰ ہے جس کا تاریخ اور جغرافیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا

فدک کے متعلق علماء شیعہ دو متضاد اور متصادم دعوے کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، ایک دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے حضرت فاطمہ نے اپنا حصہ مانگا اور فرمایا مجھے اپنے والد کی وراثت سے حصہ میں فدک دو، اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا اس دعویٰ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو اپنی زندگی میں فدک نہیں دیا تھا کیونکہ اگر زندگی میں فدک ہبہ کر دیا تھا تو بعد از وصال اس کی وراثت سے مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، لیکن اس کے برخلاف علماء شیعہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا اور جو چیز کسی کو زندگی میں دے دی گئی ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کو زندگی میں ہبہ نہ کیا ہو، فلہٰذا اگر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح ہے تو ہبہ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ہبہ کا دعویٰ صحیح ہے تو مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ دونوں دعوے ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ ایک صاف اور سیدھی بات ہے جس کو ہر صاحب عقل اور صاحب انصاف درست قرار دے گا۔

پہلے ہم علماء شیعہ کی معتبر تصانیف سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر سے فدک کا مطالبہ بطور میراث کیا تھا۔

شیخ ابو منصور طبرسی لکھتے ہیں:

روی عبد اللہ بن الحسن باسنادہ عن آبائہ علیہم السلام انہ لما اجمع ابوبکر وعمر علی منع فاطمۃ علیہا السلام فدکا و بلغہا ذلک .....

عبد اللہ بن الحسن اپنی سند کے ساتھ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک نہ دینے پر اتفاق کر لیا اور حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی۔۔۔

اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ دو بیٹوں کو لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گئیں درآں حالیکہ حضرت ابوبکر کے پاس مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے، حضرت فاطمہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور ایک بہت طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں اپنے فضائل اور مناقب بیان کیے اور اخیر میں فرمایا:

ایہا المسلمون اغلب علی ارثی یا ابن قحافۃ افی کتاب اللہ ترث اباک ولا

اے مسلمانو! کیا میں اپنی میراث پر مغلوب کی جاؤں گی؟ اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا کتاب اللہ میں

ارث ابی؛ لقد جئت شیئاً فریاً افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ و نبذتموہ وراء ظھورکم؟ اذ یقول و ورث سلیمان داؤد و قال: فیما اقتص من خبر یحیی بن زکریا اذ قال: فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی و یرث من آل یعقوب وقال اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ، وقال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین وقال ان ترک خیر الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین وزعمتم ان لا حظوۃ لی ولا ارث من ابی ولا رحم بیننا، افخصکم اللہ بآیۃ اخرج ابی منھا ام ھل تقولون ان اھل ملتین لا یتوارثان او لست انا و ابی من اھل ملۃ واحدۃ ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی وابن عمی؟ فدونکما مخطومۃ مرحولۃ تلقاک یوم حشرک فنعم الحکم اللہ والزعیم محمد الموعد القیامۃ وعند الساعۃ یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون من یاتیہ عذاب یخزیہ ویحل

یہ لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور میں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوں گی؟ یہ تو تم نے اپنے خدا پر جھوٹ باندھا ہے! کیا تم نے عمداً کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور اور اس کے احکام کو پس پشت پھینک دیا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلیمان داؤد کے وارث ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کا یہ قول نقل کیا ہے "اے اللہ! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو" اور فرمایا بعض رشتہ داروں کا حق بعض سے زیادہ ہے، اور فرمایا: اللہ تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے کہ مرد کو دو لڑکیوں کا حصہ ملے گا اور فرمایا اگر کسی شخص نے مال چھوڑا تو اس پر لازم ہے کہ وہ والدین اور رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے، یہ متقین پر فرض ہے، اور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میرا اپنے والد کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میراث کا کوئی خاص حکم بتایا ہے جس کی بناء پر تم نے میرے والد کو میراث کے احکام سے خارج کر دیا یا تم یہ کہتے ہو کہ میرا اور میرے والد کا ایک دین نہیں ہے اور جن کے دین مختلف ہوں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟ یا تم میرے والد اور میرے شوہر کی بہ نسبت قرآن کے خاص اور عام کو زیادہ جانتے ہو، سو آج تم فدک کو بغیر کسی معارض اور منازع کے لے لو کل حشر کے دن تم سے ملاقات ہو گی، سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور حق کو طلب کرنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، تم سے قیامت کا وعدہ ہے اور اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے

سے شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ نے احتجاج ص ۱۳۸ (مطبوعہ ایران) اور ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ نے حق الیقین ص ۱۹۹ (مطبوعہ ایران) میں حضرت فاطمہ کے خطبہ میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ بن زکریا نے دعا کی حالانکہ یہ دعا حضرت زکریا نے کی تھی جس کی مقبولیت کے بعد حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ سعیدی غفرلہٗ

علیہ عذاب مقیم۔ [1]

اور ہر چیز کی ایک قرار گاہ ہے اور تم عنقریب جان لوگے کہ دائمی اور ذلت والا عذاب کون اٹھائے گا۔

ملا باقر مجلسی نے بھی اس طویل خطبہ کو بعینہٖ ذکر کیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے:

پس چوں فاطمہ دید کہ از منافقاں صدائے بر نیامد، خطاب کرد با ابو بکر کہ بگیر امروز فدک را بے معارضے و منازعے تا روز حشر تو را ملاقات کنم الم [2]

جب (حضرت) فاطمہ نے یہ دیکھا کہ ان کی اس تقریر کر سن کر منافقوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی تو انھوں نے (حضرت) ابو بکر سے متوجہ ہوکر کہا آج تم بغیر کسی معارض اور فریق کے فدک لے لو کل روز حشر تم سے ملاقات ہوگی۔

اس کے علاوہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بھی یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ مانگا تھا اور حضرت ابو بکر نے یہ حصہ نہیں دیا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا، ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان سب نے مل کر باتفاق ایک حدیث وضع کی کہ حضرت رسول نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ [3]

اور حیاۃ القلوب میں لکھا ہے کہ: بعد وفات رسول خلیفہ اول و دوم نے یہ فدک غصب کر لیا۔ [4]

اور شیخ احمد بن ابی یعقوب اصفہانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ حضرت ابو بکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث میں سے اپنا حصہ مانگا، حضرت ابو بکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، حضرت فاطمہ نے کہا کیا یہ کتاب اللہ میں ہے کہ تمہارا باپ تو مورث ہوگا اور میرا باپ مورث نہیں ہوگا؟ اور کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرد اپنی اولاد کی رعایت کرتا ہے؟ [5]

متاخرین علماء شیعہ میں سے شیخ قمی لکھتے ہیں:

اینک مخالفتہائے ابو بکر با صریح قرآن بحسب نقل و تواریخ معتبرہ و اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ اہل سنت است۔

(حضرت) ابو بکر نے قرآن مجید کی جن صریح آیات کی مخالفت کی ہے وہ معتبر تواریخ اور اہل سنت کی کتب احادیث سے ثابت ہے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو

---

[1] شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ، الاحتجاج ص ۱۳۹ تا ۱۳۱، مطبوعہ دار النعمان ایران

[2] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۰، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ

[3] " " " ، جلاء العیون (مترجم) ج ۲ ص ۲۳۵، مطبوعہ انصاف پریس لاہور

[4] " " " ، حیاۃ القلوب (مترجم) ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور۔

[5] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۶۲۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

(۱) ۔ در تواریخ معتبرہ دکتابھای صحیح سنیاں نقل شدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبہ ارث پدر ش کرد ابوبکر گفت پیغمبر گفت انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ و این کلام ابوبکر کہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ است کہ پیغمبران ارث مے برند و ما بعض از آنہا را ذکر مے کنیم۔

پہنچی ہوئی ہیں۔

(۱)۔ معتبر تواریخ اور سنیوں کی صحیح کتب، حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ دختر پیغمبر (حضرت) ابوبکر کے پاس آئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا، (حضرت) ابوبکر نے کہا پیغمبر نے کہا ہے کہ "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے"، (حضرت) ابوبکر نے پیغمبر اسلام کی طرف جو اس حدیث کی نسبت کی ہے یہ قرآن مجید کی آیات صریحہ کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم ان آیات سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ خمینی نے وورث سلیمان داؤد (نمل: ۱۶) اور فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم: ۵) کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

اینک شما بگوید خدا را تکذیب کنیم یا بگوئیم پیغمبر اسلام برخلاف گفتہ ہائے خدا سخن گفتہ یا بگوئیم این حدیث از پیغمبر نیست و برائے استیصال اولاد پیغمبر پیدا شدہ [1]

اب یا تو تم یہ کہو کہ ہم خدا کی تکذیب کرتے ہیں (یعنی خدا کہتا ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم کہتے ہیں نہیں ہوتے) یا یہ کہو کہ پیغمبر خدا نے خدا کی کہی ہوئی بات کے خلاف کہا اور یا یہ کہو کہ یہ حدیث پیغمبر خدا کی کہی ہوئی نہیں ہے بلکہ اولاد پیغمبر کا حق غصب کرنے کے لیے اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے۔

علماء اہل سنت قرآن مجید کی ان آیات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے اور سورہ نمل کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے علم کے وارث ہوئے اور سورہ مریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث ہو لہٰذا نہ یہ لازم آیا کہ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی نہ یہ لازم آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف قرآن کوئی بات کہی اور نہ اس حدیث کا موضوع ہونا لازم آیا۔ بعض علماء شیعہ نے قرآن مجید کی ان آیات میں وراثت کو وراثت علمی پر محمول کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر مزید دلائل قائم کیے ہیں اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہیں:

حدیث "لا نورث" کو موضوع اور باطل قرار دینے پر علماء شیعہ کے دلائل

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

[1] شیخ روح اللہ موسیٰ خمینی متوفی ۱۴۰۹ھ، کشف الاسرار ص ۱۱۵، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران

(حضرت) ابوبکر نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ محض جھوٹ اور افترا ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں:

اوّل یہ حدیث قرآن مجید کی اُن آیات کے خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء میراث لیتے تھے حضرت یحییٰ نے زکریا سے میراث لی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ علم اور پیغمبری کی وراثت مراد ہے تو اس کے متعدد جوابات ہیں:

پہلا جواب لغت اور عرف میں جب میراث کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے خصوصاً اس آیت میں مال کی وراثت پر قرائن ہیں (کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے: واجعله رب رضیاً "اے میرے رب اس لڑکے کو پسندیدہ بنا") اس آیت میں یہ دعا کی ہے کہ اس لڑکے کو اچھے اور صالح کردار کا بنا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں (اس لیے اگر وراثت سے وراثت نبوت مراد ہو تو) یہ شرط بے فائدہ ہوگی، نیز حضرت زکریا کو اپنے رشتہ داروں کے بارے میں مال کے خدشہ کی وجہ تو تھی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مال کی وجہ سے وہ فسق اور فساد میں مبتلا ہو جائیں، اسی وجہ سے یہ حدیث اس آیت کے بھی خلاف ہے جس میں ہے کہ حضرت سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، اسی طرح یہ حدیث ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبوت رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کا سبب ہو۔

دوسرا جواب (حضرت) ابوبکر کی اس حدیث پر شہادت اس لیے مردود ہے کہ یہ حدیث ان کے حق میں حصول نفع کا سبب ہے اور وہ کئی وجہ سے اس حدیث کے سلسلہ میں متہم ہیں۔

پہلی وجہ (حضرت) ابوبکر چاہتے تھے کہ اس مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں جس کو چاہیں اس میں سے مال دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں جیسا کہ جامع الاصول میں ابوالطفیل سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ (حضرت) ابوبکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث طلب کی اور ابوبکر نے یہ کہا کہ میں نے پیغمبر سے یہ سنا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کو یہ طعمہ (خوراک یا غذا) دی ہے اور یہ ان کے بعد اس کے تصرف ہوگی جو ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔

دوسری وجہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس پر یقین ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کا اہل بیت کی طرف میلان تھا اور ابوبکر یہ چاہتے تھے کہ اہل بیت کمزور ہو جائیں تاکہ ان کے ساتھ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، اور یہی وجہ تہمت کے لیے کافی ہے اور باقی جن دوسرے لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابوبکر کی تصدیق کی ہے وہ سب اس صدقہ میں شریک تھے اور اہل بیت کی عداوت میں معروف تھے اور ان لوگوں پر یہ تہمت بالکل ظاہر ہے۔

دوم اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اخبار متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اس حدیث کو باطل اور موضوع گردانتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے یہ روایت ہے کہ (حضرت) عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے یہ کہا کہ حضرت ابوبکر نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی

کرنے والے تھے، پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہگار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے[1]، اور ابن ابی الحدید نے بھی اس مضمون کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے اور احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علی سے حق الگ نہیں ہوتا، اور آیت تطہیر، اخبار ثقلین اور حدیث سفینہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ کا بھی اس حدیث کا انکار اس حدیث کے موضوع ہونے پر حجت قاطعہ ہے۔

سوم اگر یہ حدیث حق ہوتی تو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو اس حدیث کی تعلیم کرتے تاکہ وہ ناحق دعویٰ نہ کرتیں اور حضرت علی کو بھی اس حدیث کی تعلیم کرتے جو آپ کے وصی اور معدن علم تھے اور کوئی صاحب عقل اس کو جائز نہیں کہے گا کہ سیدہ نساء عالمین نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا ہو اور اس کے باوجود مہاجرین اور انصار کے مجمع میں اس قدر شدت سے میراث کا مطالبہ کیا ہو اور مسلمانوں کے امیر پر ظلم اور بے انصافی کی تہمت لگائیں اور لوگوں کو اس کے خلاف قتال پر آمادہ کریں اور اس وجہ سے مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت نے ابوبکر کو ظالم اور غاصب گردانا ہو اور قیامت کے دن تک ابوبکر اور اس کے مددگاروں پر لعنت کریں اور اگر حضرت علی یہ جانتے کہ حضرت فاطمہ حق پر نہیں ہیں اور حق پر ابوبکر ہیں تو وہ کس طرح حضرت فاطمہ کو میراث کے مسئلہ میں ابوبکر کے پاس جانے کی اجازت دیتے۔ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور دین اور تبلیغ احکام میں اس طرح کا سہو اور تسامح کر سکتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور خصوصاً اپنے جزو بدن کو اس قدر ضروری حکم نہ بتلاتے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

چہارم اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جو چیز عرف اور عادت کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے والے متعدد افراد ہوتے ہیں اور حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک یہ سنت جاریہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی وراثت ملتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہے کہ انبیاء کے احوال اور ان کی سیرتوں کو اور ان کے خصائص کو منضبط کرنے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے سو اگر عام عرف اور عادت کے خلاف اگر انبیاء کے خصائص میں یہ ہوتا کہ وہ کسی کو وارث نہیں بناتے تو تمام تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ امر مذکور ہوتا اور جب صرف ابوبکر اور دو تین منافقوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس خلاف عادت حکم پر مطلع نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔ اور جیسا کہ صحاح سے ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سوائے ابوبکر کے اور کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں علی اور عباس نے ان کے سامنے منازعہ کیا اور عمر نے ——— طلحہ، زبیر، عبداللہ بن عوف (عبدالرحمٰن بن عوف، سعیدی) اور سعد بن ابی وقاص سے اس حدیث پر شہادت طلب کی اور ان سب نے بالاتفاق اس حدیث پر شہادت دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس حدیث پر شہادت دی تھی۔ [2]

---

[1] ہم صحیح مسلم کی اسی حدیث کی شرح کر رہے ہیں، صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تم نے ابوبکر کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہگار گمان کیا۔ ۱۲۔ سعیدی غفرلہٗ

[2] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۹۔۲۰۷، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو، ایران، ۱۳۴۷ھ

وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔!!

قرآن مجید میں ہے: حضرت زکریا نے دعا کی: فهب لی من لدنك ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب۔ علماء شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مال کی وارثت مراد نہیں ہے بلکہ علم کی وراثت مراد ہے۔ ملا باقر مجلسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ لغت اور عرف میں جب مطلقاً وراثت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کو بھی مال کی وراثت پر محمول کیا جائے گا اور اس کو علم کی وراثت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے ہے لغت میں ورث کا معنی انتقال اور بقاء ہے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الارث انتقال قنیة الیك من غیر عقد وقال علیه الصلوٰة والسلام اثبتوا علی مشاعركم فانكم علی ارث ابیكم ای اصله و بقیته۔[1]

کسی کی کمائی کا بغیر عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا وراثت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مشاعر پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی وراثت یعنی اس کی اصل اور بقیہ پر ہو۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الوارث الباقی، وفی التنزیل یرثنی و یرث من آل یعقوب ای یبقی بعدی وفی الدعاء النبوی اللهم امتعنی بسمعی و بصری واجعله الوارث منی ای ابقه معی حتی اموت۔[2]

وارث کا معنی ہے باقی، قرآن مجید میں حضرت یحییٰ کی دعا ہے "مجھے ایسا ولی دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو، یعنی اس کو میرے بعد باقی رکھ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، اے اللہ میرے کان اور آنکھ سے مجھے فائدہ پہنچا اور اس کو میرا وارث کر یعنی ان کو میرے ساتھ تاحیات باقی رکھ۔

اب ہم قرآن مجید کی ایسی آیات پیش کرتے ہیں جن میں وراثت کا معنی "مال کی وراثت" کسی حال میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانا لنحن نحی و نمیت و نحن الوارثون۔ (حجر، ۲۳)

زندگی اور موت ہم ہی دیتے ہیں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

وکنا نحن الوارثین۔ (قصص، ۵۸)

اور انجام کار ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

مذکور الصدر آیات سے یہ واضح ہوگیا کہ قرآن مجید میں وراثت کا لفظ صرف وراثت بالمال میں ہی استعمال نہیں

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۱۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ ایران، ۱۳۶۲ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۶۵۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وراثت کا لفظ بقاء کے لیے استعمال ہوا ہے اس لیے وورث سلیمان داؤد اور یرثنی ویرث من آل یعقوب میں علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے عین مطابق ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ملا مجلسی کے اعتراض کا جواب

ملا باقر مجلسی نے جس آیت میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر بحث کی ہے وہ یہ ہے: حضرت زکریا دعا کرتے ہیں:

فهب لی من لدنك ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیاً۔ (مریم: ۵-۶)

تو مجھے ایک وارث عطا کر دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے رب! اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

ملا باقر یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت زکریا کی دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ واجعلہ رب رضیاً۔ "اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا، کیونکہ ہر نبی اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے، اس لیے یہاں وراثت نبوت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے دعا کی اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔!

الجواب ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا نے اپنے فرزند کے لیے نبوت کی دعا کی تو پھر ان کے پسندیدہ ہونے کی دعا کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نبی تو ہوتا ہی پسندیدہ ہے، اس لیے کہ نبوت کے ذکر کے بعد بھی ان اوصاف کا ذکر تاکید اور توضیح کے لیے کیا جاتا ہے اور اس کی قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وبشرناہ باسحٰق نبیاً من الصّٰلحین۔ (الصّٰفّٰت: ۱۱۲)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق کی بشارت دی، ایک نبی تھے صالحین میں سے۔

کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین میں سے کہنے کی کیا ضرورت تھی!

فرشتوں نے حضرت زکریا کو ندا کی:

ان اللہ یبشرك بیحیی مصدقاً بکلمة من اللہ وسیداً وحصوراً ونبیاً من الصّٰلحین۔ (آل عمران: ۳۹)

اللہ آپ کو یحییٰ کی (ولادت کی) خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے، سردار ہوں گے، عورتوں سے بچنے والے ہوں گے، نبی ہوں گے صالحین میں سے

جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ حضرت یحییٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے؛ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے، قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں ہم نے صرف دو آیتوں پر اکتفاء کی ہے۔

اور جب ملا باقر مجلسی کا یہ اعتراض دور ہو گیا تو یرثنی اور یرث من آل یعقوب۔ میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینا بے غبار ہو گیا۔ اور وورث سلیمان داؤد میں بھی وراثت علم اور نبوت مراد لینے پر کوئی اشکال

ورہا، وللہ الحمد۔

ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت

انبیاء علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے سو داؤد علیہ السلام کے علم کا وارث حضرت سلیمان تھے علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کے علم کے وارث ہیں اور آپ کی امت کے اولیاء کاملین آپ کے علوم کے وارث ہیں، علماء اہل سنت یہ بات کہیں تو علماء شیعہ اس کو جھوٹ کہتے ہیں لیکن کریں کیا کہ شیعہ حضرات کے ایک بہت بڑے محدث شیخ کافی کلینی نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اہل بیت انبیاء سابقین کے علوم کے وارث ہوتے ہیں، اس قسم کی بکثرت روایات ذکر کی ہیں، شیخ کلینی نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے ان الائمۃ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء "ائمہ نبی علیہ السلام اور جمیع انبیاء کے علوم کے وارث ہیں"

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں

عن عبد اللہ بن جندب انہ کتب الیہ الرضاء علیہ السلام اما بعد فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم کان امین اللہ فی خلقہ فلما قبض صلی اللہ علیہ وسلم کنا اھل البیت ورثتہ الی قولہ فقد علمنا وبلغنا علم ما علمنا واستودعنا علمہ نحن ورثتہ اولی بہ[1]

عبد اللہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ کے وارث ہوئے، ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جو علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولوالعزم رسولوں کے وارث ہیں۔

اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ اہل بیت اولوالعزم رسولوں کے علوم کے وارث ہیں!

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ---- ان علی بن ابی طالب کان ھبۃ اللہ لمحمد وورث علم الاوصیاء وعلم من کان قبلہ واما ان محمدا ورث علم من کان قبلہ من الانبیاء والمرسلین۔[2]

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک علی بن ابی طالب اللہ کی عطا ہیں اور وہ وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سابقین انبیاء اور مرسلین کے علم کے وارث تھے!

اس روایت میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی تمام سابقین کے علم کے وارث ہیں۔

عن المفضل بن عمر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام: ان سلیمان ورث داؤد وان محمد ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا۔[3]

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا سلیمان، داؤد کے وارث تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان کے وارث تھے اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں۔

۱۳۷۵ھ

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الرابعۃ،

[2] " " " الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۴، " " " "

[3] " " " الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵، " " " "

لیجئے امام جعفر صادق نے صاف بیان کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد کے علم کے وارث تھے یہ لفظ وراثت کو وراثت علم میں استعمال کرنے کی نص صریح ہے اور ورث سلیمان داؤد کی تفسیر ہے اور اسی حقیقت کو بیان کرنے کے ہم درپے ہیں۔

عن ضریح الکنا سی قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام وعندہ ابو بصیر فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام: ان داؤد ورث علم الانبیاء۔ وان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم[1]

ضریح کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابوبصیر بھی تھے، ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد علوم انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمان داؤد کے وارث تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔

عن ابراھیم عن ابیہ عن ابی الحسن الاول علیہ السلام قال: قلت لہ جعلت فداک اخبرنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورث النبیین کلھم؟ قال نعم الی قولہ فنحن الذین اصطفانا اللہ عزوجل واورثنا ھذا الذی فیہ تبیان کل شیء[2]

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا: میں آپ پر قربان ہوں! یہ بتائیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنا دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے

اس روایت میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ تمام انبیاء کے مال کے وارث نہیں تھے بلکہ ان کے علم کے وارث تھے اور اس سے زیادہ واضح یہ ہے کہ ابوالحسن نے فرمایا کہ ہم اہلبیت قرآن مجید کے وارث ہیں اور یہ علم کی وراثت ہے۔ ان تمام روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ وراثت کا لفظ وراثت علمی میں استعمال ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت، وراثت علمی ہے، شیعہ علماء اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان روایات کو ائمہ شیعہ نے تقیۃً بیان کیا ہے کیونکہ ان روایات کو ائمہ نے اہل بیت کی فضیلت علم ظاہر کرنے کے لیے بیان کیا ہے، یہاں کسی ڈر اور خوف کا معاملہ نہ تھا۔

اس بات کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی

حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے اور اس روایت کی بناء پر حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے وراثت نہیں دی، اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں وراثت کے عام احکام بیان کیے گئے ہیں، سو اس وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔ نیز یہ خبر واحد اور ظنی ہے اور خبر واحد قرآن مجید

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۶، " " " "

کے احکام کے عموم کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے یہ حدیث خبر واحد اور ظنی نہیں تھی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ حدیث سنی تھی اور ان کے لیے یہ حدیث اسی طرح قطعی تھی جس طرح احکام میراث کی آیات قطعی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کے عموم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا مخصوص اور مستثنیٰ ہونا بیان کیا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ احکام میراث میں صرف اس حدیث کی وجہ سے تخصیص نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کے عموم سے اور بھی کئی چیزیں مستثنیٰ ہو چکی ہیں، دیکھئے کافر کی اولاد، باپ کی وارث نہیں ہوتی، غلام، باپ کا وارث نہیں ہوتا، قاتل، باپ کا وارث نہیں ہوتا ——

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر بفرض محال حضرت ابوبکر نے احکام میراث کی مخالفت کی اور حضرت فاطمہ کو ترکہ نہیں دیا تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اس کو کیوں برقرار رکھا؟ اور اولاد فاطمہ کو اس مال کا وارث کیوں نہیں بنایا؟

نبی کے ترکہ کے وارث نہ ہونے کی وجہ

ملا باقر مجلسی نے اعتراض کیا ہے کہ نبوت اپنی اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا سبب کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

علامہ بدرالدین حنفی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی میراث نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ انھوں نے اپنے رشتہ داروں کے لیے مال جمع کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ اور اشاعت دین کی تمام سعی حصول مال کے لیے تھی، ایک قول یہ ہے کہ کہیں ان کے اقرباء ان کی موت کی تمنا نہ کرنے لگیں اور ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جائیں، اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام امت ان کے لیے بمنزلہ اولاد ہوتی ہے اس لیے ان کا تمام مال ان کی تمام اولاد کے لیے صدقہ کر دیا جاتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے[1]

کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث کا نورد بیان کی تھی؟

زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دینے کے لیے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حدیث کی روایت میں دو وجہوں سے متہم ہیں، اول یہ کہ وہ اس مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے یہ حدیث گھڑ لی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ ان سے خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، یہ دونوں وجہیں باطل ہیں اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابوبکر پر تہمت تب ہوتی جب اس مال میں سے وہ کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرتے یا اپنی ذات یا اپنے اقارب پر اس مال کو خرچ کرتے، حالانکہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵، ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

نے اس مال سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھایا نہ بیت المال سے کوئی نفع حاصل کیا جو معمولی وظیفہ لیا تھا موت سے پہلے اس کو بھی بیت المال کو واپس کر دیا، اور فدک کے اموال میں حضرت ابوبکر نے اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں کیا، بلکہ وہی تصرف کیا جو تصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ نیز یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر سے تو مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی سمیت متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم عنقریب دلائل سے بیان کریں گے۔

دوسری وجہ کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کا منشاء اپنی خلافت کو مستحکم کرنا ہوتا تو ان کو چاہیے تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیتے تاکہ ان کو اہل بیت کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہوتا اور ان کے خلاف کوئی محاذ نہ بنتا نہ ان کا کوئی فریق ہوتا اور عام لوگ بھی خوش ہوتے اس کے برخلاف جب کہ عام لوگوں کا میلان اہل بیت کی طرف تھا اور پھر انھوں نے حضرت فاطمہ کا حق ان کو نہیں دیا تو اہل بیت بھی ناراض ہو کر ایک فریق بن گئے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی ان سے کٹ گئی، لہٰذا ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر نے اہل بیت کو فدک اس لیے نہیں دیا۔ تاکہ وہ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں بالکل الٹ اور برعکس ہے کیونکہ خلافت میں مناقشہ سے بچنے کے لیے تو انھیں چاہیے تھا کہ سیاسی رشوت کے طور پر ان کو فدک دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے اور فدک کا نہ دینا تو خلافت میں مناقشہ اور ناراضگی کا سبب ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ بے نفس اور نیک لوگ تھے حضرت فاطمہ کا مطالبہ میراث بھی نیک نیتی پر مبنی تھا اور حضرت ابوبکر کا فدک نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا اور خلافت کو کمزور یا مستحکم کرنا کسی فریق کا بھی مطمح نظر نہیں تھا۔

کیا حضرت علی نے حدیث لا نورث کی روایت میں حضرت ابوبکر اور عمر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا حضرت ابوبکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا، پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں! ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا گردانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کے باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی اس حدیث کی صداقت کے معترف تھے جیسا کہ مالک بن اوس کی اسی روایت میں ہے: حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا:

ثم اقبل علی العباس وعلی فقال انشدکما باللذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ قالا نعم۔[1]

پھر حضرت عمر، حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین اور آسمان قائم ہیں، کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا، ہاں! (ہمیں علم ہے۔)

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حدیث کا علم تھا اور جب انھیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقیناً علم ہوگا تو پھر ان حضرات نے حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو معترف تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا، ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ اور باقی متروکات میں وراثت جاری ہوگی اور خیبر کی بعض اراضی اور فدک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوگی اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے، اس کے برعکس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیم اور تخصیص میں ان کی آراء اور اجتہاد میں اختلاف ہو گیا، حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے موقف پر اصرار تھا اس وجہ سے پہلے انھوں نے حضرت ابوبکر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔[2]

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے ابوبکر کو اور پھر مجھے جھوٹا، عہد شکن اور خائن گمان کیا اس کا کیا محمل ہے؟ علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ باب تنزل سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت ابوبکر کے استدلال اور حجت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے، خلاصہ یہ ہے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جھوٹے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کو فی الواقع جھوٹا سمجھا۔ علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی افرایتما کاذبا غادرا اخائنا آثما۔ کیا تم نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار سمجھا تھا؟ اور یہ استفہام انکاری ہے، یعنی جب تم حضرت ابوبکر کو جھوٹا اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟[3]

---

[1] امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۷، (محصلا) مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۷۸-۷۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صواب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان اراضی کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدر ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابوبکر کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے کسی چیز میں وراثت جاری نہیں ہو گی۔

ہم نے جو اس حدیث کی تحقیق کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی اور حضرت عمر کا اس حدیث سے استدلال میں اختلاف تھا اور اس حدیث کی صحت میں اہل بیت کا اختلاف نہیں تھا نہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس میں سے کسی نے اس حدیث کا انکار کیا تھا جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے قسم کھا کر اس حدیث کا اعتراف کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لَا نُوْرَثُ پر مطلع نہیں فرمایا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر واقعی کوئی ایسی حدیث ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، اور حضرت فاطمہ کو اس پر ضرور مطلع فرماتے تاکہ وہ حضرت ابوبکر سے وراثت کے معاملہ میں ناحق جھگڑا نہ کرتے اور جب آپ نے ان کو اس حدیث پر مطلع نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افتراء اور جھوٹ ہے۔

الجواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پر حضرت علی اور حضرت عباس کو بھی مطلع کیا تھا کیونکہ امام مسلم نے حضرت مالک بن اوس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے تو حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے فرمایا: ہاں! اور جب حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث پر مطلع تھے تو یقیناً حضرت فاطمہ بھی اس حدیث پر مطلع تھیں اور اہل بیت کے نزدیک یہ حدیث ثابت اور غیر متنازع فیہ تھی کیونکہ ائمہ اہل بیت نے اس حدیث کو خود بیان کیا ہے چنانچہ شیخ کافی کلینی نے اس حدیث کو امام ابوعبداللہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے رہا یہ کہ جب حضرت فاطمہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت تھی تو انہوں نے پھر حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا تو اس کا جواب ہم ابھی ابھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام نہیں تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متروکات کو شامل ہو اور حضرت ابوبکر کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام تھا اور آپ نے تمام ترکہ کو شامل تھا۔

حدیث لَا نُوْرَثُ روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد اور تکثر

ملا باقر مجلسی نے اس حدیث پر آخری اعتراض یہ کیا ہے

کہ اگر یہ حدیث واقعۃً ہوتی تو اس کے روایت کرنے والے بکثرت ہوتے حالانکہ ابوبکر اور دو تین منافقوں کے سوا اس حدیث کا اور کوئی راوی نہیں ہے، اور اس سے یہ واضح ہوگیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے۔

الجواب یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ سے مروی ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس حدیث کو مستند کتب حدیث کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ام المؤمنین اخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالت ابا بکر الصدیق بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقسم لھا میراثھا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال لھا ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ الحدیث [1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فئی عطا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جو کچھ چھوڑا ہے اس میں ان کی میراث کو تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام ترمذی [3]، امام نسائی [4]، امام احمد [5]، امام بیہقی [6]، اور استاذ علی متقی [7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن مالک بن اوس بن حدثان ... فقال عمر اتئدوا انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن، حضرت زبیر اور حضرت سعد سے) کہا ٹھیرو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶-۴۳۵ ج ۲ ص ۹۹۵-۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲-۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰، ۹، ۶، ۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، ۳۰۱، ۳۰۰، ۲۹۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

قال لا نورث ما تركنا صدقة يريد بذلك نفسه قالوا قد قال ذلك [1]

اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے"؟ انھوں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام ابو داؤد [3]، امام نسائی [4]، امام احمد [5]، امام بیہقی [6]، اور شیخ علی متقی [7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، سو لکھتے ہیں:

وفي الباب عن عمر، وطلحة والزبير وعبد الرحمن بن عوف وسعد وعائشة وحديث ابي هريرة حديث حسن غريب [8]

اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد اور حضرت عائشہ سے بھی روایت ہے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عباس اور حضرت علی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا ورثہ نہیں بنایا جائے گا! امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال ملك انطلقت حتى ادخل على عمر اذا تاه حاجبه يرفأ فقال هل لك في عثمان وعبد الرحمن والزبير وسعد يستأذنون قال نعم فاذن لهم قال فدخلوا وسلموا فجلسوا ثم لبث

حضرت مالک بن اوس بن حدثان روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کا دربان یرفا آیا اور کہا حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان، حضرت زبیر اور حضرت سعد آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، آپ کا کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۷۵، ۵۷۶، ۶۰۹، ۸۰۶، ۹۹۶، ۱۰۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[4] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، ج ۱ ص ۲۹۱، ۴۰۸، ۱۷۹، ۱۶۴، ۱۶۲، ۶۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبری ج ۶ ص ۳۰۰، ۲۹۹، ۲۹۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[8] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۲۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

یرفأ قلیلا فقال لعمر هل لك فی علی وعباس قال نعم فاذن لهما فلما دخلا فسلما وجلسا فقال عباس یا امیر المؤمنین اقض بینی وبین هذا فقال الرهط عثمان واصحابه یا امیر المؤمنین اقض بینهما وارح احدهما من الآخر فقال عمر اتئدوا انشدکم بالله الذی باذنه تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقة یرید رسول الله صلی الله علیه وسلم نفسه قال الرهط قد قال ذلك فاقبل عمر علی علی وعباس فقال انشدکما بالله هل تعلمان ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ذلك قالا قد قال ذلك۔ [1]

کہا ہاں اور اجازت دی وہ لوگ آئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آیا اور کہنے لگا حضرت عباس اور حضرت علی کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں! اور ان کو اجازت دے دی پھر وہ دونوں آکر سلام کر کے بیٹھ گئے حضرت عباس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے اور اس شخص (حضرت علی) کے درمیان فیصلہ کیجئے، حضرت عثمان اور ان کے اصحاب نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت دلائیے حضرت عمر نے کہا ٹھہرو! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تمہیں یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، (اس سے حضور کی اپنی ذات مراد تھی) اس جماعت نے کہا ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا، پھر حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، حضرت علی اور حضرت عباس نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام بیہقی [3]، اور امام ابو داؤد [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن، حضرت سعد اور حضرت زبیر نے حضرت عمر کے خوف سے یہ شہادت دی تھی چونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لیے مردود ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا نورث ما ترکنا ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث نہیں بنایا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۲، ۵۷۵، ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۶ ص ۲۹۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

صدقۃ۔[1] جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام احمد[2]، امام بیہقی[3] اور شیخ علی متقی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکنا ہ صدقۃ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔[5]

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

اس حدیث کو شیخ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔[6]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن الی ابی بکر یسئلنہ میراثھن فقالت عائشۃ الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[8]، امام ابوداؤد[9]، امام مالک[10]، اور امام احمد[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[6] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

[7] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[8] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[9] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[10] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[11] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہم نے مستند کتب حدیث کے حوالہ جات سے اس حدیث کی روایت اور تصدیق کرنے والے جن صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت عباس (۵) حضرت علی (۶) حضرت طلحہ (۷) حضرت زبیر (۸) حضرت عبدالرحمان بن عوف (۹) حضرت سعد بن ابی وقاص (۱۰) حضرت ابوہریرہ (۱۱) حضرت حذیفہ (۱۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چونکہ تمام مہاجرین، انصار اور اہل بیت کے سامنے یہ حدیث روایت کی تھی اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس پر تمام صحابہ اور اہل بیت کا اجماع ہو گیا، امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن فضیل بن مرزوق قال قال زید بن علی بن الحسین بن علی انا انا فلو کنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحکمت بمثل ما حکم بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فی فدک۔[1]

فضیل بن مرزوق کہتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر نے کیا تھا۔

یہ اہل بیت کی شہادت ہے، اور بکثرت کتب احادیث میں حضرت علی کی تصدیق ہے نیز حضرت علی نے اپنی خلافت کے دوران حضرت ابوبکر اور عمر کے طریقہ کو برقرار رکھا سو یہ تمام امور اس حدیث کی صحت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موقف کی صداقت پر ٹھوس دلائل اور براہین ہیں، احادیث اہل سنت پیش کرنے کے بعد اب ہم اس حدیث کے ثبوت میں اہل تشیع کی احادیث پیش کر رہے ہیں۔

حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت

شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی البختری عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ان العلماء ورثۃ الانبیاء و ذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا، و انما اورثوا احادیث من احادیثھم۔[2]

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے، انبیاء علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی صرف ان کے علم میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

عن القداح عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلک طریقا یطلب فیہ علما

قداح بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے

---

[1] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

سلك الله به طريقا الى الجنة (الى قوله) وان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهمًا ولكن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔[1]

راستہ پر لے جاتا ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی شخص کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں، پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث سے بڑا حصہ حاصل کیا۔

اصول کافی اہل تشیع کی بہت معتبر اور مستند کتاب ہے اور اس کا ان کے ہاں وہی درجہ حاصل ہے جو اہل سنت کے ہاں صحیح بخاری کا مقام ہے، شیخ کلینی نے اس کتاب میں موجودہ قرآن کی تحریف اور تنقیص کے متعلق تمام روایات بیان کی ہیں اور یہ روایت درج کی ہے کہ موجودہ قرآن اصل قرآن کا ایک ثلث (۱/۳) ہے[2]۔ اور اس بھی بکثرت تحریف کی گئی ہے اور اس کے متعلق ایک مستقل باب قائم کیا ہے، اور فروع کافی میں یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی فرج کو غصب کر لیا تھا[3] اور فدک کو ہبہ کرنے کے متعلق روایت درج کی ہے[4]۔ اس لیے اہل تشیع حضرات اس حدیث سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ شیخ کلینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں تقیۃً درج کیا ہے کیونکہ اگر انھوں نے اہل سنت کی اس روایت کو تقیۃً درج کیا ہے تو پھر اہل سنت کے خلاف اس سے زیادہ شدید روایات کو اپنی کتاب میں کیوں درج کیا ہے!

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا تو حضرت زہراء خاموش ہو گئیں اور اس حدیث پر شیعہ علماء کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کیے، اس کے بعد اب ہم اہل سنت کے ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ فدک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

فدک میں وراثت نہ جاری ہونے پر قرآن مجید سے استدلال

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے صلح سے حاصل ہوا تھا اور جو علاقہ بغیر جنگ کے حاصل ہو وہ فیٔ ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ جو علاقہ فیٔ ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وقف ہوتا ہے اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا ثابت ہو گیا کہ فدک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔

رہا یہ کہ فدک فیٔ ہے تو اس پر علماء اہل تشیع کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

---

[1] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۶۳۴-۶۳۳، " " " "

[3] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، " " " "

[4] " " " " ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۵۴۳ " " " "

قال ابن عباس نزل قوله ما افاء الله على رسوله من اهل القرى الآية فى اموال كفار اهل القرى وهم قريضة وبنو النضير وهما بالمدينة وفدك وهى من المدينة على ثلاثة اميال وخيبر وقرى عرينة وينبع جعلها الله لرسوله يحكم فيها ما اراد واخبرانها كلها له [1]

(حضرت) ابن عباس نے فرمایا کہ: قرآن مجید کی آیت "ما افاء الله على رسوله من اهل القرى" کفار کی بستیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ بستیاں قریضہ اور بنو النضیر کی بستیاں ہیں جو مدینہ میں تھیں اور فدک، یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور خیبر ہے اور عرینہ کی بستی اور ینبع ہے، ان سب بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دیا، آپ ان میں جو چاہتے وہ تصرف فرماتے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ یہ تمام بستیاں آپ کے تصرف میں ہیں۔

شیخ محمد حسین طباطبائی نے بھی حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔ [2]

نیز شیخ طباطبائی لکھتے ہیں:

وفى التهذيب باسناده عن الحلبى عن ابى عبد الله عليه السلام قال: ما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه الآية قال الفئ ما كان من اموال لم يكن فيها هراقة دم او قتل [3]

تہذیب الاحکام میں اپنی سند کے ساتھ حلبی سے روایت ہے کہ امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت (ما افاء الله على رسوله الخ) کی تفسیر میں فرمایا فئی ان اموال کو کہتے ہیں جن کے حصول کے لیے جنگ کی گئی ہو نہ خون بہایا گیا ہو۔

شیخ محمد جواد مغنیہ لکھتے ہیں:

ومعنى الفئ فى اللغة الرجوع وفى اصطلاح الفقهاء ما اخذ من الكفار من غير قتال [4]

لغت میں فئی کا معنی لوٹانا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے جو چیز کفار سے بغیر جنگ کے حاصل کی گئی ہو۔

علماء شیعہ کی مذکور الصدر تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ فئی اس زمین کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہوئی ہو، اور فدک بھی فئی تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا تھا اب دیکھیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فئی کے کیا احکام نازل فرمائے ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما افاء الله على رسوله من اهل القرى

اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۲۶۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، طبع دوم ۱۳۸۰ھ

[2] سید محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۳۹۳ھ، المیزان ج ۹ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران، طبع چہارم، ۱۳۶۲ھ

[3] " " " ، المیزان ج ۹ ص ۲۴۱، " " " " " "

[4] شیخ محمد جواد مغنیہ، فقہ الامام جعفر الصادق ج ۲ ص ۲۷۶، دار العلم بیروت

فلله و للرسول ولذی القربٰی والیتٰمٰی و المسٰکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (الٰی قولہ تعالٰی) للفقراء المهاجرین الذین اخرجوا من دیارهم و اموالهم یبتغون فضلا من الله و رضوانا (الٰی قولہ تعالٰی) والذین تبوّؤ الدار والایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم (الٰی قولہ تعالٰی) والذین جاءوا من بعدهم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

(حشر: ۵۹/۱۰-۶)

اپنے رسول کی طرف لوٹا دے، وہ اللہ، رسول (رسول کے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ یہ مال تمہارے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے، اور یہ ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال دیے گئے۔ درآں حالیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے تھے، اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مہاجرین کے آنے سے پہلے دار ہجرت میں رہتے ہیں اور مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان (پہلوں) کے بعد آئیں گے اور یہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

سورہ حشر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ فئ کی آمدنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، فقرا مہاجرین، انصار صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کی جائے گی، اور جب علماء شیعہ کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ فدک بھی فئ ہے تو اور روئے قرآن مجید فدک کی آمدنی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقراء مہاجرین، انصار صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کیا جانا ضروری ہے اور جس جائیداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مہاجرین، انصار اور بعد کے مسلمانوں کا بھی حصہ ہو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کیسے جاری ہو سکتی ہے!۔

وراثت اس جائیداد میں جاری ہوتی ہے جو کسی شخص کی شخصی ملکیت ہو اور سورۂ حشر کی ان آیات سے واضح ہو گیا کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کی آمدنی عہد رسالت کے مستحق مسلمانوں سے لے کر بعد میں آنے والے مسلمانوں تک کے لیے وقف تھی اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ فدک کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت میں دے دیتا تب اس میں وراثت کا سوال اٹھ سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فدک کو شخصی ملکیت قرار نہیں دیا بلکہ شخصی ملکیت کی یہ فرما کر نفی فرمائی ہے کہ کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم۔ "تاکہ یہ مال تمہارے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے"۔ اگر علماء شیعہ کے قول کے مطابق فدک وراثت میں اہل بیت کی طرف منتقل کر دیا جاتا تو یہ جائیداد نسل در نسل اہل بیت کے دولت مندوں میں گردش کرتی رہتی اور یہ قطعاً صریح قرآن کے خلاف ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فدک کو شخصی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ اللہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے قرابت داروں اور اس وقف کے اور بعد کے عام مستحق مسلمانوں کی ضروریات کے لیے اس

سہ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خالص اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے مثلاً مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے۔

کے خرچ کو متعین کر دیا، اسی وجہ سے حضرت ابو بکر نے فدک میں آپ کی وراثت نہیں جاری کی اور اس کی آمدنی کو ازواجِ مطہرات، اہل بیت اور دیگر مستحق مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا اور کہا میں اس کی آمدنی کو انھی مدات پر خرچ کرتا رہوں گا جن مدات پر اس کی آمدنی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے، اور میں اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم نہیں کروں گا، اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵) اور حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی نے بھی حضرت ابو بکر کے طریق کار کو برقرار رکھا اور فدک بدستور قومی ملکیت میں رہا اور اس کی آمدنی ازواجِ مطہرات، اہل بیت اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہوتی رہی۔

ہمارے اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک فئ تھا اور فئ از روئے قرآن وقف ہوتا ہے لہٰذا فئ وقف ہوا اور فئ میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس لیے فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی، اخیر میں ہم فدک کے فئ ہونے پر علماء شیعہ کا ایک اور حوالہ پیش کر رہے ہیں۔:

مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی لکھتے ہیں:

و چوں فتح فدک بہ لشکر سوارہ و پیادہ نبود، تمامت خاص پیغمبر گشت، و ایں آیت مبارکہ مفاد ایں معنیٰ تواند بود۔

جب فدک شہسواروں اور پیادہ فوج کے بغیر فتح ہوا تو وہ پیغمبر کے ساتھ خاص ہو گیا، اور اس آیت مبارکہ کا مصداق ہو گیا۔

وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شئ قدير الخ [1]

اور جو مال اللہ تعالیٰ نے کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف لوٹا دیے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تصرف عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

میرزا محمد تقی نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ فدک فئ تھا اور سورۂ حشر کی ان آیات کا مصداق تھا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ سورۂ حشر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فئ کے یہ مصارف بیان کیے ہیں، اللہ کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت داروں کی ضروریات کے لیے، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مہاجرین انصار اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی ضروریات کے لیے، اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جس چیز میں ان مدات پر خرچ کرنا متعین ہو وہ شخصی ملکیت نہیں ہو سکتی، کیونکہ شخصی ملکیت میں یہ قید نہیں ہوتی کہ اس کو فلاں فلاں مد پر خرچ کیا جائے آدمی جس چیز کا شخصی طور پر مالک ہو وہ چاہے تو اس تمام کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرے اور چاہے تو وہ سارا مال اپنے قرابت داروں کو دے دے یا سب راہ خدا میں (جہاد وغیرہ پر) خرچ کر دے یا کسی ایک یتیم کو دے دے علیٰ ہذا القیاس اس پر یہ لازم نہیں ہے وہ اپنی جائیداد کو ان نو مذکور مدوں پر خرچ کرے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فئ کو ان نو مدات پر خرچ کرنا لازم کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فئ شخصی ملکیت نہیں ہوتی اور فدک بالاتفاق فئ ہی ہے تو ثابت ہو گیا کہ

---

[1] مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۰ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۶، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، ۱۳۶۳ھ

فدک کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہے اور جو چیز شخصی ملکیت نہ ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

سورۂ حشر کی ان آیات سے جس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو وراثت میں نہیں دیا جا سکتا اسی طرح ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو ہبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ فدک فئ ہے اور فئ وقف ہوتا ہے اور جو چیز وقف ہو اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا

فدک کے متعلق علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء کو اپنی حیات مبارکہ میں فدک ہبہ کر دیا تھا۔ ہم پہلے اس سلسلہ میں علماء شیعہ کی تصریحات پیش کریں گے پھر بکثرت دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا اور یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن اسباط قال: لما ورد ابوالحسن موسی علیہ السلام علی المهدی رآہ یرد المظالم فقال یا امیرالمؤمنین ما بال مظلمتنا لا ترد؟ فقال لہ: وما ذاك یا ابا الحسن؟ قال ان اللہ تبارك و تعالیٰ لما فتح علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فدك وما والاها لم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب فانزل اللہ علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم وآت ذا القربیٰ حقہ فلم یدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من هم فراجع فی ذلك جبرئیل وجبرئیل علیہ السلام ربہ فاوحی اللہ الیہ ان ادفع فدك الی فاطمۃ علیہا السلام فدعاها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لها یا فاطمۃ ان اللہ امرنی ان ادفع الیك فدك فقالت قد

علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ جب ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام (خلیفہ) مہدی کے پاس گئے اور یہ دیکھا کہ وہ لوگوں کے حقوق واپس کر رہے ہیں تو ان سے کہا اے امیر المؤمنین کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے حقوق واپس نہیں کرتے؟ مہدی نے کہا آپ کے کون سے حقوق ہیں؟ ابوالحسن نے کہا فدک اور اس کا قرب و جوار، جن پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے نہ اونٹ، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی "قرابت داروں کو ان کا حق دیجئے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہ چلا کہ کون سے قرابت دار مراد ہیں، آپ نے جبرئیل سے پوچھا اور جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ آپ حضرت فاطمہ کو فدک دے دیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فرمایا: اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو فدک دے دوں، حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ!

قبلت یا رسول اللہ من اللہ و منک [1]

میں نے اللہ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے فدک کو قبول کر لیا

احمد بن ابو یعقوب لکھتے ہیں:

حضرت حسنین کے فرزندوں میں سے ایک فرزند خلیفہ مامون رشید کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ پیغمبر نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا، پیغمبر کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے (حضرت) ابوبکر سے مطالبہ کیا کہ فدک ان کے حوالے کر دیں (حضرت) ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اپنے دعوی پر گواہ پیش کریں، انھوں نے گواہی میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور ام ایمن کو پیش کیا ——— [2]

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لما نزل قولہ وأت ذا القربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فدکا۔ [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قرابت داروں کو ان کا حق دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو فدک عطا کر دیا

شیخ علی بن ابراہیم قمی وأت ذا القربیٰ حقہ ——— کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

و انزلت فی فاطمۃ علیہا السلام فجعل لہا فدک۔ [4]

یہ آیت حضرت فاطمہ کے بارے میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ثم ان فاطمۃ علیہا السلام بلغہا ان ابا بکر قبض فدکا فخرجت فی نساء بنی ہاشم حتی دخلت علی ابی بکر فقالت یا ابا بکر تریدان تأخذ منی ارضا جعلہا لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تصدق بہا علی من الوجیف الذی لم یوجف المسلمون علیہ بخیل و لا رکاب۔ [5]

پھر جب حضرت فاطمہ علیہا السلام تک یہ خبر پہنچی کہ (حضرت) ابوبکر نے فدک پر قبضہ کر لیا تو وہ بنو ہاشم کی عورتوں کے ساتھ (حضرت) ابوبکر کے پاس گئیں اور کہا اے ابوبکر! تم مجھ سے وہ زمین لینا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے کر دی تھی اور مجھ پر صدقہ کر دی تھی۔ اور یہ وہ زمین ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ!

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۵۴۳، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] شیخ احمد بن ابو یعقوب متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۹۳ - ۴۹۲، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

[3] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۱۱۴، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، طبع دوم، ۱۳۸۰ھ

[4] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم القمی متوفی ۳۳۹ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ

[5] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، بحار الانوار ج ۲۸ ص ۳۰۲، مطبوعہ، المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۲۹ھ

(بقیہ آئندہ پر)۔

(فائدہ ۵) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی کی ایک بہت ضخیم کتاب ہے جس کی ایک سو جلدیں ہیں، اس کی انتیس ۲۹ سے چونتیس ۳۴

مورخ شہیر میرزا محمد تقی لکھتے ہیں:

چوں ایں فرمان برسید کہ حق خویشاں را بازدہ پیغمبر فرمود! ایں خویشاں کرا مند عرض کرد فاطمہ علیہا السلام است، حوائط فدک را باو گذار حق خویش مطلب، چہ خداوند نیز حق خود باو گذاشت، و ایں فدک حصاری در نشیب خیبر بود اگرچہ باستواری خیبر حصار نداشت، لکن خواستہ و خرماستا نہا بیش افزون بود،

جب یہ حکم پہنچا کہ "قرابت داروں کا حق ادا کیا جائے" تو پیغمبر نے فرمایا کہ وہ قرابت دار کون ہیں؟ تو بتایا کہ وہ فاطمہ علیہا السلام ہیں فدک کے باغات انھیں دے دو اور اپنا حق مت طلب کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا حق ان کے لیے چھوڑ دیا ہے، فدک خیبر کے نشیبی علاقے میں ایک قلعہ تھا ہر چند کہ خیبر جیسی اس کی فصیل نہ تھی لیکن اس کے محاصل اور اس کے ارد گرد کھجوروں کے باغات بہت زیادہ تھے۔

لاجرم رسول خدای فاطمہ را طلب داشت و ایں آیت را براو قرأت فرمود و اموالی کہ از فدک بدست کردہ بود، تسلیم داد و حوائط فدک را بدو گذاشت، فاطمہ عرض کرد آنچہ بفرمان خدا بہرہ من گشت، باتو گذاشتم پیغمبر فرمود ایں جملہ از بہر خویشتن و فرزندان خود بدار دانستہ باش کہ بعد از من ایں فدک را از تو بستانند و با تو منازعت و مناجزت آغازند۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور فدک سے جو اموال حاصل ہوتے تھے حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیے اور فدک کے باغات انھیں دے دیے۔ حضرت فاطمہ نے کہا اللہ کے حکم سے جو چیز میرا حصہ قرار پائی ہے وہ میں آپ کو دیتی ہوں، پیغمبر نے کہا یہ تمام علاقہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے رکھو اور یاد رکھو کہ میرے بعد یہ فدک تم سے لے لیا جائے گا اور اس کے سلسلہ میں تم سے جھگڑا کیا جائے گا۔

ایں وقت بفرمود تا صنادید صحابہ را انجمن کردند و در مجلس ایشاں حوائط فدک را باہر ملک دہرمان کہ از آنجا ماخوذ داشت، بہ تسلیم فاطمہ داد و وثیقہ بنگاشت کہ فدک باین خواستہ خاص فاطمہ و فرزندان او حسن و حسین

اس گفتگو کے بعد آپ نے اکابر صحابہ کو جمع کیا اور ان کی مجلس میں فدک کو اس کی ہر ملکیت اور اس کے تمام محاصل سمیت حضرت فاطمہ کو دے دیا اور یہ دستاویز لکھ دی کہ فدک ان تمام محاصل سمیت فاطمہ اور ان کے فرزندگان

(گذشتہ سے پیوستہ)

جلد میں کتاب الفتن ہے جس میں منافقین اور مرتدین کے احوال بیان کیے گئے ہیں، فدک پر بھی اس جلد میں بحث کی گئی ہے لیکن ملا ملا باقر مجلسی نے کتاب الفتن میں صحابہ کرام پر اس قدر شدید اور غلیظ تبرا کیا ہے کہ کتاب الفتن کو اب ایران اور بیروت کا کوئی پبلیشر نہیں چھاپتا اور تمام ناشروں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ اس کتاب کی ۲۹ سے کر ۳۴ جلد کو نہیں چھاپا جائے گا، ہمارے پیش نظر اس وقت ایران کا چھپا ہوا نسخہ ہے جس میں ۲۹ سے کر ۳۴ تک کی جلدیں نہیں ہیں۔ ۱۲ - سعیدی غفرلہ،

است، پس دست تصرف فرا داشت، و آں اموال
و انتقال بر مسلمین بخش کرد و ہر سال قوت خویش را
از فدک برمے گرفت، و آنچہ بر زیادات بود بر مسلمین
بذل میفرمود، چنانکہ از مستقصی و دیگر کتب مستفاد
مے شود و مردم شیعی و بسیار کس از اہل سنت و
جماعت بر ایں سخن متفق اند کہ رسول خدا فدک را
بفاطمہ بخشید و در روزگار خویش بتصرف او نہاد
و عامل فاطمہ ضبط فدک میکرد و بعد از آنکہ رسول خدا
از ایں جہاں رحلت نمود بنہضت ابوبکر عامل فاطمہ را
از فدک معزول داشت و خود مضبوط ساخت[1]

حسن اور حسین کا ہے اور آپ نے اس سے اپنا دست
تصرف اٹھا لیا اور اس کے اموال اور خزانے مسلمانوں کو
بخش دیئے، آپ ہر سال اپنی خوراک کو فدک کی آمدنی
سے لیتے تھے اور اس کی آمدنی سے جو کچھ بچتا اس کو
مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے، جیسا کہ مستقصی اور دوسری
کتابوں میں لکھا ہوا ہے، علماء شیعہ اور سنیوں کی بھی
ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول خدا نے فدک
حضرت فاطمہ کو عطا کر دیا تھا۔ اور اپنی زندگی میں فدک
کو حضرت فاطمہ کے تصرف میں دے دیا تھا، اور حضرت
فاطمہ کا مقرر کردہ عامل فدک کا حساب کرتا تھا۔ اور جب
رسول خدا نے اس جہان سے پردہ فرما لیا تو (حضرت) ابوبکر
نے حضرت فاطمہ کے عامل کو فدک سے معزول کر دیا اور فدک کو
اپنے قبضہ میں لے لیا

میرزا محمد تقی نے جو یہ تاریخی حقائق بیان کیے ہیں یہ خود متعارض اور متضاد ہیں، ایک طرف انھوں نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وآت ذا القربیٰ حقہ کے نازل ہونے کے بعد فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ ان کے تصرف میں آگیا تھا اور حضرت فاطمہ نے فدک پر اپنا عامل مقرر کر دیا تھا جو فدک کی آمدنی کو حساب سے وصول کرتا تھا اور دوسری طرف یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سال کے اخراجات فدک کی آمدنی سے لیتے تھے اور جو کچھ باقی بچتا وہ مسلمانوں کو عطا کر دیتے تھے اور اس عبارت کا یہی مطلب ہے کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل اور تصرف میں تھا آپ نے وہ کسی کو ہبہ نہیں کیا تھا اور آپ قرآن مجید کے حکم کے مطابق فدک کی آمدنی کو ان مدات پر خرچ کرتے تھے جن پر خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔

فدک کے دعوی ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں ایک جائزہ

ہم ابھی ابھی "فدک میں وراثت نہ جاری ہونے پر قرآن مجید سے استدلال" کے زیر عنوان یہ بیان کر چکے ہیں کہ علماء شیعہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ فدک فئی ہے اور سورۂ حشر کی آیات سے ثابت ہے کہ جو چیز فئی ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وقف ہوتی ہے، لہٰذا فدک وقف قرار پایا اور جو چیز وقف ہو اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے فدک کو ہبہ کرنے کا دعوی از روئے قرآن باطل قرار پایا۔ دعوی ہبہ کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء شیعہ نے وآت ذا القربیٰ حقہ سے فدک کو ہبہ

---

[1] مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۴ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۷-۳۰۶، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ طبع دوم / ۱۳۶۳ھ

کرنے پر استدلال کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے فدک حضرت فاطمہ کو دے دیا، یہ دلیل اس لیے باطل ہے کہ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ روم میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور مکہ میں فدک تھا کب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حضرت فاطمہ کو دے دیا ہو، مدینہ میں تشریف لانے کے سات سال بعد خیبر فتح ہوا ہے اور اس کے بعد صلح کے نتیجہ میں بغیر جنگ کے فدک حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض محققین شیعہ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس آیت سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

شیخ محمد حسین طباطبائی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وبالآية يظهر ان ايتاء ذى القربى والمسكين وابن السبيل ما شرع قبل الهجرة لانها آية مكية من سورة مكية۔[1]

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو دینا ہجرت سے پہلے مشروع ہو چکا تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہ سورۂ مکی کا جز ہے۔

شیخ طباطبائی نے دوسرے مفسروں کی طرح یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کو فدک دے دو بلکہ اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکی سورت کا جز ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کا حکم مکہ میں مشروع ہو چکا تھا۔

دعوی ہبہ کے بطلان کی از روئے قرآن تیسری وجہ یہ ہے کہ وات ذا القربی کا سیاق وسباق اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ اس آیت میں بالخصوص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں ہے بلکہ عام افراد امت سے خطاب ہے ملاحظہ کیجئے:

وقضى ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما ۝ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربينى صغيرا ۝ ربكم اعلم بما فى نفوسكم ان تكونوا صالحين فانه كان للاوابين غفورا ۝ وات ذا القربى حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا ۝ ان المبذرين كانوا اخوان الشيطين وكان الشيطن لربه كفورا ۝ واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا ۝ ولا تجعل يدك مغلولة الى

اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمہارے پاس والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے میں رہیں تو انھیں اُف تک نہ کہو اور ان کے سامنے نرمی اور رحم دلی کے ساتھ جھک کر رہو، اور یہ دعا کرو "اے پروردگار ان پر رحم فرما کیونکہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا، تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک چلنی اختیار کرو تو وہ توبہ کرنے اور رجوع کرنے والوں کو معاف فرمانے والا ہے، رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو، فضول خرچی نہ کرو، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے، اگر تم ان رشتہ داروں

عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا۔

(اسراء: ۱۷/ ۲۹-۲۳)

اور مسکینوں وغیرہ سے) اس وجہ سے اعراض کرو کہ ابھی تم اپنے رب کی اس رحمت کے منتظر ہو جس کی تمہیں امید ہے، تو انھیں نرمی سے جواب دے دو، نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے بندھا رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ حسرت زدہ اور ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔!

وآت ذا القربیٰ حقہ۔ جن آیات کی سلک میں منسلک ہے ان کے سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باقی آیات کی طرح اس آیت میں بھی عام انسان کو خطاب ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، نیک چلنی اختیار کرے، توبہ کرے، قرابت دار کو، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے، فضول خرچی نہ کرے، سائل کو نرمی سے جواب دے، بے مدد فراخی سے خرچ کرے نہ بہت تنگی سے۔ کوئی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے۔ ایران سے ایک جدید تفسیر آئی ہے جس کو علماء شیعہ کی ایک جماعت نے مرتب کیا ہے اس میں بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے، لکھتے ہیں:

در اینکہ منظور از ذی القربیٰ در اینجا ہمہ خویشاوندان است یا خصوص خویشاوندان پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم (زیرا مخاطب در آیت اوست) درمیان مفسران گفتگو است۔

آیت ذی القربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں یا بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں، اس بات میں مفسرین نے بحث کی ہے۔

در احادیث متعددی کہ در نکات، بحث آں خواہد آمد می خوانیم کہ ایں آیہ بہ ذوی القربائے پیامبر صلے اللہ علیہ وسلم تفسیر شدہ، و حتیٰ در بعضے می خوانیم کہ بہ داستان بخشیدن سرزمین فدک بہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نظر دارد۔

متعدد احادیث میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ خاص ہے، حتیٰ کہ بعض تفاسیر میں ہم نے اس آیت کے تحت حضرت فاطمہ کو فدک کی سرزمین بخشنے کی روایت بھی پڑھی ہے۔

دلی ہمانگونہ کہ بارہا گفتہ ایم اینگونہ تفسیرہا مفہوم وسیع آیات را محدود نے کند، و در واقع بیان مصداق روشن و واضح است۔

اور ہم نے بارہا بیان کیا ہے کہ اس قسم کی تفاسیر اور روایات آیت کے مفہوم عام کو مقید اور محدود نہیں کر سکتیں اور واقع میں اس کا مصداق بالکل ظاہر ہے۔

خطاب بہ پیامبر صلے اللہ علیہ وسلم در جملہ "وآت" دلیل بر اختصاص ایں حکم بہ او نیست، زیرا سائر احکامے کہ در ایں سلسلہ آیات وارد شدہ، مانند نہی از تبذیر یا مدارا ای سائل و مستمند و یا نہی از بخل و اسراف، ہمہ بہ صورت خطاب بہ پیامبر صلے اللہ علیہ وسلم ذکر شدہ در حالے کہ می دانیم ایں احکام جنبہ اختصاص ندارد، و مفہوم آں کاملاً عام است۔[1]

اس آیت میں وآت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنا اس حکم کے خاص ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان آیات کے باقی تمام احکام عام ہیں، مثلاً فضول خرچی سے منع کرنا، سائل اور محتاج کو نرمی سے جواب دینا اور بخل اور زیادہ خرچ کرنے سے منع کرنا اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ احکام اختصاص کا

[1] مجمع از زیسندگان، تفسیر نمونہ، ج ۱۲ ص ۸۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ

کا پہلو نہیں رکھتے اور ان تمام آیات کا مفہوم کلیۃً عام ہے۔

سورۂ روم میں بھی یہ آیت (وات ذاالقربیٰ حقہ) ہے لیکن شیعہ علماء نے صرف سورۂ اسراء کی آیت کی تفسیر میں فدک ہبہ کرنے کی روایات بیان کی ہیں، جبکہ سورۂ روم بھی مکی ہے اور وہاں بھی سیاق وسباق میں عام احکام بیان کیے گئے ہیں اور ہم چونکہ اختصار کے درپے ہیں اس لیے ہم ان آیات کا ذکر نہیں کر رہے قارئین سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۸ اور اس کے سیاق وسباق کو خود ملاحظہ فرمالیں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سورۂ حشر کی آیات سے واضح ہوگیا کہ فئ وقف ہوتا ہے اور وقف کو ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور چونکہ فدک بھی بالاتفاق فئ ہے لہٰذا اس کو بھی ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور (وات ذاالقربیٰ حقہ) سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں ہے اوّل یہ آیت مکی ہے دوم اس میں حکم عام ہے اور ان دونوں چیزوں کا علماء شیعہ نے بھی اعتراف کرلیا ہے۔ وللہ الحمد۔

فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان

علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ دعویٰ کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کردیا تھا یہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ خود علماء شیعہ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ نے فدک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے لینے کا مطالبہ کیا تھا اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جو کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو، لہٰذا مطالبہ میراث سے دعویٰ ہبہ باطل ہوگیا۔

فقیر سید محمد حسن قزوینی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ:

حضرت زہراء اپنے والد کی ملک سے ہبہ اور عطاء کے عنوان سے فدک کو نہیں لے سکتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے میراث کا مطالبہ کیا اور صاحب حق کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے حق کو ہر جائز طریقہ سے لینے کی جدوجہد کرے۔[1]

یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی طرف یہ منسوب کرنا کہ جو چیز میراث میں نہیں تھی آپ نے حصول دنیا کے لیے اس پر میراث کا دعویٰ کیا آپ کی طرف جھوٹ اور فریب کو منسوب کرنا ہے۔ العیاذ باللہ!۔

کیا زمانہ جہاد اور تنگی اور عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں خیبر کو فتح کیا اور اس کے بعد فدک آپ کے قبضہ اور تصرف میں آیا، اس زمانہ میں اشاعت اسلام، مسلمانوں کی حفاظت، ان کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے، ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے

[1] فقیر سید محمد حسن قزوینی، فدک ص ۳۲، مطبوعہ کتب خانہ مدرسہ چہل ستون مسجد جامع طہران، ۱۳۹۸ھ

اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی، اور عام مسلمان سخت تنگی اور افلاس میں مبتلا تھے، خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ کئی کئی روز فاقے سے رہتے اور ضروری حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی پیسہ نہ تھا۔ ان حالات میں عام مسلمانوں کی کفالت، اشاعت اسلام اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی کہا جاتا ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار سالانہ تھی، ان حالات میں کوئی ہوش مند یہ باور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر آئے اور آپ وہ تمام جاگیر اپنی ایک بیٹی کو بخش دیں! نہ اشاعت اسلام کا خیال کریں نہ جہاد کے ساز و سامان لینے کی فکر کریں نہ عام مسلمانوں کی ضروریات کا خیال کریں، سب کو نظر انداز کر کے یہ سارا مال و متاع اپنی بیٹی کو بخش دیں! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کا کردار ایسا ہی تھا؟

اس کے برعکس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کے پاس جب مال غنیمت آتا تو آپ دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو اس مال سے دیتے اور اپنے اہل بیت کو صبر اور ایثار و قربانی کی تلقین کرتے حتیٰ کہ ایک موقع پر سیدہ فاطمہ زہراء نے آپ سے خدمت کے لیے ایک کنیز مانگی تو وہ بھی نہیں دی اور ان کو تسبیح کرنے کی تلقین کی، ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں:

بہ سند معتبر جناب امیر سے روایت ہے جناب فاطمہ حضرت رسول کو محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھاتے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذاء ظاہر ہوا اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے اور اس قدر گھر میں جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے لہٰذا کثرت کاروبار سے جناب سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ کہ مجھے کام کاج کے لیے ایک کنیز مول لے دیجئے۔ جناب فاطمہ رسول خدا کے پاس گئیں لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ حضرت سے باتیں کر رہے ہیں اس وقت حیاء مانع ہوئی کہ حضرت سے بات کریں، گھر میں پھر (واپس) آئیں، جناب رسول خدا نے خیال فرمایا اور جانا کہ فاطمہ کسی کام کو آئی تھیں، دوسرے دن صبح کو حضرت ہمارے پاس آئے، اور ہم دونوں ایک لحاف میں تھے، دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اسے اوڑھ کر باہر آتے، حضرت نے فرمایا السلام علیکم، ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرت کے سلام کا جواب دیں، دوسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور ہم نے حیاء سے جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا ہم ڈرے اگر ہم جواب نہ دیں گے تو حضرت پھر جائیں گے اور حضرت کی یہی عادت تھی، میں نے کہا وعلیکم السلام یا رسول اللہ تشریف لائیے۔ پس حضرت تشریف لائے سرہانے بیٹھے اور فرمایا: اے فاطمہ کل میرے پاس کیوں آئی تھیں؟ جب جواب سیدہ نے مارے شرم کے نہ دیا، میں ڈرا اگر جواب نہ دیا تو حضرت اٹھ جائیں گے اس وقت میں نے لحاف سے سر نکالا اور جناب فاطمہ کا مطلب عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے کنیز سے بہتر ہو، پس فرمایا جب بستر خواب پر جاؤ تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، اس وقت جناب فاطمہ نے لحاف سے منہ نکال کر تین مرتبہ فرمایا میں خدا اور رسول سے راضی ہوں۔ [1]

یہ ائمہ شیعہ کی بیان کی ہوئی روایت ہے [2]، اور اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ

---

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیاۃ القلوب ج ۱ ص ۱۸۷ - ۱۸۶، (مترجم) مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

[2] اس سے ملتی جلتی روایت صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۸ - ۸۰۷ میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ - سعیدی غفرلہ

کے لیے مال دینا کو پسند نہیں کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو ایک کنیز تک نہیں دی تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کی ضروریات جہاد اور اشاعت اسلام کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر کے ستر ہزار سالانہ آمدنی کی جاگیر حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی ہو!

اب ہم ائمہ شیعہ کی بیان کردہ ایک اور روایت پیش کر رہے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کے پاس دنیاوی مال دیکھنا سخت ناپسند تھا، ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں:

مکارم اخلاق میں بہ سند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے جب جناب رسول خدا سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں جناب فاطمہ کو رخصت کرتے اور ان کے گھر سے متوجہ سفر ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ سے ملاقات کرتے۔ جناب امیر نے مال غنیمت میں کوئی چیز لڑائی میں پائی تھی اور وہ جناب سیدہ کو دے دی تھی، جب جناب رسول خدا سفر میں گئے تو جناب فاطمہ نے اس مال غنیمت سے دو چاندی کے کڑے بنوائے، ہاتھ میں پہنے اور کپڑا لے کر دروازہ پر پردہ ڈالا، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آئے اور داخل خانہ زہراء ہوئے، جناب فاطمہ خوش خوش استقبال کو آئیں حضرت نے جب کڑے اور پردہ دیکھا پھر (واپس) آئے اور مسجد میں جا کر بیٹھے، جناب سیدہ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور رو کر فرمانے لگیں اس سے پہلے حضرت نے کبھی ایسا نہیں کیا پس جناب حسن اور امام حسین کو بلایا اور پردہ کھول ڈالا، ایک صاحبزادے کو کڑے اور دوسرے کو پردہ دیا اور فرمایا ان کو میرے پدر بزرگوار کے پاس لے جاؤ اور میرا سلام کہو اور کہو کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے اس کے سوائے اور کوئی کام نہیں کیا جو آپ کے غصہ اور غضب کا باعث ہو، آپ ان چیزوں کو جو چاہیں فرمائیں، جب دونوں شاہزادوں نے اپنی مادر بزرگوار کا پیغام پہنچایا، حضرت نے دونوں فرزندوں کو گود میں لیا اور پیار کیا، دونوں کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا پھر حکم دیا کہ ان کڑوں کو توڑ کر اہل صفہ کے ان فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دو، جن کے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں تھے اور پردہ کو لنگی (تہمت) کے برابر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جن کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑا نہیں تھا، حضرت نے فرمایا خدا فاطمہ پر رحمت نازل کرے اور اس کو کپڑے کے عوض جامہ ہائے بہشت پہنائے۔ [1]

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے عین مطابق ہے، اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ مزاج شناسائے رسول تھیں اور جب آپ نے جان لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس متاع دنیا دیکھنا پسند نہیں ہے تو چاندی کے ان دونوں کڑوں اور کپڑے کے اس پردہ کو فوراً فقراء مہاجرین پر صدقہ کر دیا اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کی خوشحالی کی بہ نسبت فقراء مہاجرین کی ضروریات کا زیادہ احساس تھا، سو جیسے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کے پاس مال دنیا میں چاندی کے دو کڑے اور پردے کی ایک چادر بھی دیکھنا گوارہ نہ تھا اور آپ ان کے پاس یہ مال دیکھ کر غصہ میں آئے اور ان سے ملے بغیر واپس چلے گئے تو کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے مال دنیا میں ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی اراضی حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی ہو، اور جس زمانہ میں مسلمانوں کی غربت اور افلاس کا یہ عالم ہو کہ ان کو جہاد کے لیے سواریاں تک میسر ہوں، وہ نان شبینہ کے محتاج ہوں اس وقت اللہ نے جو مال فئ آپ کو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر

[1] ۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۶-۱۸۷۔ مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

خرچ کرنے کے لیے دیا ہو آپ اس مال کو بجائے حاجت مندوں اور غرباء پر تقسیم کرنے کے وہ تمام مال اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیں! کیا یہ عمل نبی کی سیرت کے مطابق ہے؟ خصوصاً اس نبی کی جس نے عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کے بجائے سادگی سے زندگی بسر کی ہو اور اسی کی امت کو تلقین کی ہو کیا یہ ممکن ہے کہ جو امت کو ویؤثرون علی انفسھم۔ (اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں) کا وعظ کرتا ہو وہ عین تنگی اور عسرت کے زمانہ میں جب لوگوں کو جہاد کے لیے سواریاں میسر نہیں تھیں ایسے میں وہ عام مسلمانوں کی ساری ضروریات اور اشاعت دین کے تمام تقاضوں سے صرف نظر کر کے اتنی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر دے!

آخر دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد

جس زمانہ میں فدک پر قبضہ ہوا ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سات ہجری میں فدک ملا اور دس ہجری میں حجۃ الوداع ہوا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حج سے واپس آئے تو اس وقت بھی آپ کے پاس غیر ملکی وفود کی ضیافت کے لیے کچھ نہ تھا۔ شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

فلما رجع رسول الله صلى الله عليه وسلم من حجة الوداع .... (الى قوله) فلما قدم المدينة اتته الانصار فقالوا يا رسول الله ان الله جل ذكره قد احسن الينا و شرفنا بك و بنزولك بين ظهرانينا فقد فرح الله صديقنا و كبت عدونا وقد يأتيك وفود، فلا تجد ما تعطيهم فيشمت بك العدو فنحب ان تأخذ ثلث اموالنا حتى اذا قدم عليك وفد مكة وجدت ما تعطيهم، فلم يرد رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا وكان ينتظر ما يأتيه من ربه فنزل جبرئيل عليه السلام، لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فى القربى ولم يقبل اموالهم[1]

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور مدینہ پہنچے تو آپ کے پاس انصار آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم میں مبعوث فرما کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے اور آپ کی تشریف آوری سے ہم کو مسرور فرمایا۔ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دوستوں کو خوش کیا اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا، آپ کے پاس باہر سے وفود آتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرمادیں، اس سے آپ کے دشمن ہنستے ہیں، اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا ایک تہائی مال قبول فرمالیں تاکہ جب آپ کے پاس مکہ سے وفود آئیں تو آپ ان پر خرچ کر سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اپنے رب کی وحی کا انتظار کرتے رہے، پھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ اور آپ نے ان کے مال کو قبول نہیں فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں اخیر زمانہ تک عسرت اور تنگی کا دور دورہ تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ

مہمانوں اور وفود کی خاطر مدارات کے لیے بھی کچھ نہ تھا، پھر کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ ایسی تنگی اور عسرت کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دی ہو اور تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ خیال نہ کیا ہو۔

حضرت فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے

۷ ہجری میں فدک حاصل ہوا اور ۹ ہجری میں غزوہ تبوک ہوا، اس غزوہ میں مسلمان بہت تنگی اور عسرت میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ جہاد میں شامل ہونے کے لیے مسلمانوں کے پاس سواریاں بھی نہ تھیں، اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد میں مالی امداد فراہم کرنے پر برانگیختہ کیا اور صحابہ کرام نے بڑی فراخدلی سے اس جہاد میں مالی صدقات دیے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ ہجری میں حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا تو چاہیے تھا کہ دیگر صحابہ کی طرح حضرت فاطمہ بھی غزوہ تبوک میں بیش بہا امداد کرتیں جب حضرت فاطمہ مال دنیاوی سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتیں تو اس موقع پر تو وہ ستر ہزار دینار سالانہ کی مالک تھیں چاہیے یہ تھا کہ وہ غزوہ تبوک کی امداد کے لیے ہزاروں دینار صدقہ کرتیں لیکن افسوس کہ تواریخ شیعہ میں بھی اس موقع پر حضرات صحابہ کرام کے صدقہ و خیرات کا تو بکثرت ذکر ہے لیکن حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی طرف سے غزوہ تبوک میں ایک دینار تک کے صدقہ کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ محض افسانہ اور داستان سرائی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اتنی بڑی جاگیر کی مالک ہونے کے باوجود غزوہ تبوک کی مالی مہم میں کوئی حصہ نہ لیتیں۔

اب ہم شیعہ مؤرخین کے حوالوں سے پہلے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا ذکر کریں گے اور پھر یہ بیان کریں گے کہ غزوہ تبوک میں درپیش مالی مہم میں حصہ لینے والے کون کون مسلمان تھے!

شیخ احمد بن ابی یعقوب لکھتے ہیں:

غزوہ تبوک میں رسول خدا ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تبوک شام کی طرف روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبیلوں کی طرف ان کے سرداروں کو روانہ کیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو جہاد کی رغبت دلائیں اور مالداروں کو آپ نے مالی صدقات دینے کی ترغیب دی، انھوں نے بہت صدقات دیے اور نادار لوگوں کو تو نگر کر دیا، اور خدا نے فرمایا افضل الصدقۃ جھد المقل۔ "بہترین صدقہ وہ ہے جس کو نادار مشکلات کے باوجود دیتا ہے" کئی مسلمان آپ کے پاس آکر رونے لگے اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جہاد کے لیے سواریاں دیں، ان میں عمرو بن عوف، سالم بن عمیر، عمرو بن حمام، عبدالرحمٰن بن کعب اور صخر بن سلیمان وغیرہ تھے آپ نے فرمایا لا اجد ما احملکم علیہ "تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواریاں نہیں ہیں" [1]

ایک اور شیعہ مؤرخ غزوہ تبوک کے بیان میں لکھتے ہیں:

---

[1] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۴۳۰-۴۲۹، مطبوعہ بیروت انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

جب پیغمبر نے جہاد کی تیاری پر برانگیختہ کیا تو مدینہ کے مسلمانوں میں جوش اور جذبہ پیدا ہوا، (حضرت) عثمان بن عفان نے اس وقت دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ (آٹھ ہزار درہم) چاندی شام کی تجارت کے لیے رکھی تھی، انھوں نے وہ تمام مال لاکر رسول اللہ کے سامنے اس لشکر کی تیاری کے لیے رکھ دیا، رسول اللہ نے فرمایا: لایضر عثمان ما عمل بعد هذا۔ "اس عمل کے بعد عثمان کو کسی عمل سے ضرر نہیں ہوگا" اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار مثقال سونے کے دینار پیش کیے، پیغمبر (علیہ السلام) نے فرمایا: اللّٰهم ارض عن عثمان فانی عنه راض "اے اللہ! عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں بھی اس سے راضی ہوں" اور ایک روایت میں ہے کہ لشکر تبوک میں تیس ہزار افراد تھے جن میں سے بیس ہزار افراد کو حضرت عثمان نے جہاد کا سامان فراہم کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهزهم عثمان۔ "جس نے تنگ دست لشکر کو ساز و سامان دیا اس کے لیے جنت ہے" پس (حضرت) عثمان نے اس لشکر کو ساز و سامان دیا۔

(حضرت) عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں آج ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا اور اپنے تمام مال و متاع کا نصف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے گئے، اس وقت (حضرت) ابوبکر آئے اور اپنا سارا مال و متاع لاکر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا رکھا ہے کہا ادخرت الله ورسوله "میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو رکھا ہے، عمر نے کہا: "اے ابوبکر! جس جگہ تم ہو گے وہاں میں تم پر سبقت نہیں کر سکتا"۔

(حضرت) عبدالرحمٰن بن عوف نے چالیس اوقیہ سونا پیش کیا، اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم پیش کیے کہنے لگے میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف صدقہ کی راہ میں دے دیے اور نصف اپنے اہل خانہ کے لیے رکھ لیے، خلاصہ یہ ہے عباس بن مطلب، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ ان میں سے ہر ایک نے ایک متاع پیش کی، عاصم بن عدی انصاری نے لشکر کی تیاری کے لیے ایک سو وسق (چوبیس ہزار کلو) کھجوریں پیش کیں، ابو عقیل انصاری ایک صاع (چار کلو) یا نصف صاع (۲ کلو) کھجور لے کر آئے اور کہا مجھے دو صاع اجرت ملی تھی آدھی اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لی اور آدھی لے کر حاضر ہوا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو باقی کھجوروں کے اوپر رکھ دیا، منافقوں نے اس صدقہ کے کم ہونے کی وجہ سے اس کی مذمت کی اور کہا یہ صدقہ اس لیے لایا ہے تاکہ صدقات کے مال سے کوئی چیز لے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون الا جهدهم فيسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب اليم۔ (توبہ: ۷۹)

جو لوگ برضا و رغبت صدقات دینے والے مسلمانوں کے صدقات میں عیب نکالتے ہیں اور ان لوگوں کے صدقات میں عیب نکالتے ہیں جن کے پاس صرف ان کی مزدوری کی اجرت ہوتی ہے، اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بہت سی مسلمان عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے زیورات بھیجے تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قیمت کو لشکر کی ضروریات میں صرف کریں، اس وقت سلم بن عمیر، عتبہ بن زید حارثی، ابو لیلی عبدالرحمٰن بن کعب، عمر بن عتبہ اسلمی، سلمہ بن صخر، عرباض بن ساریہ اسلمی، عبداللہ بن مغفل، مہدی بن عبدالرحمٰن، عمر بن الحمام بن الجموح، اور صخر بن خنساء نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جا سکیں، آپ ہمیں سواریاں دیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جا سکیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تمہیں سوار کرنے کے لیے سواریاں نہیں ہیں وہ لوگ واپس چلے گئے درآں حالیکہ جہاد پر نہ جا سکنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما احملکم علیہ تولوا و اعینہم تفیض من الدمع حزنا الا یجدوا ما ینفقون۔ (توبہ: ۹۲)

ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جو آپ کے پاس سواری (لینے) کے لیے حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا: تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو وہ لوگ واپس لوٹ گئے درآں حالیکہ اس غم کے سبب سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن یامین بن عمرو بن کعب نے ابو لیلی اور ابو مقتل کو ایک اونٹ دیا کہ اس پر باری باری بیٹھیں اور عباس بن عبدالمطلب نے دو شخصوں کو اور عثمان بن عفان نے تین شخصوں کو زاد راہ دیا، اور ان لوگوں میں سے عتبہ بن زید وہ شخص تھے کہ جب لوگ مختلف صدقات لا رہے تھے تو انھوں نے خود کو بطور صدقہ پیش کیا اور کہا یا رسول اللہ! لوگ صدقات لا رہے ہیں میرے پاس دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے میں اپنے آپ کو تصدق کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کر لیا، ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد کے لیے سواریاں مانگنے گیا آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں تم کو سوار نہیں کروں گا، ہم غمگین ہو کر واپس لوٹے، بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ہم میں سے چھ افراد کو سواریاں دیں، الغرض تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر تبوک روانہ ہوا جس میں ایک ہزار سوار تھے اور باقی پیادہ تھے۔[1]

شیعہ مؤرخ میرزا محمد تقی نے غزوہ تبوک میں صدقات دینے والوں کا تفصیلی بیان کیا ہے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تمام صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں جنھوں نے غزوہ تبوک میں صدقات دیے حتیٰ کہ جس نے دو کلو کھجوریں دیں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے، اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ دیتیں اور اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتیں تو وہ اس کا بڑے طمطراق سے ذکر کرتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شیعہ مؤرخ نے غزوہ تبوک میں حضرت فاطمہ کی طرف سے مالی مدد کا ذکر نہیں کیا، اور حضرت فاطمہ ایسی عابدہ، زاہدہ اور راہ خدا میں فیاضی سے خرچ کرنے والی خاتون جنت سے یہ کسی طور متصور نہیں ہے کہ ان کے قبضہ اور تصرف میں دو سال سے فدک کی اتنی بڑی جاگیر ہو جس کی آمدنی

---

[1] مورخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۷ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۸۸-۱۸۴، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، طبع دوم، ۱۳۶۳ھ

بقول شیعہ علماء چوبیس یا ستر ہزار دینار سالانہ ہو اور وہ ایسی تنگی اور عسرت کے وقت میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد میں مالی مدد کی بار بار اپیل کر رہے ہوں اور اس تنگ دست لشکر کے تیار کرنے والے کو جنت کی نوید سنا رہے ہوں ، وہ اس لشکر کی مدد کے لیے ایک پائی بھی نہ دیں۔ یقیناً سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دامن اس تہمت سے پاک ہے اور فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ محض داستان سرائی اور افسانہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ حضرت سیدہ فاطمہ پر ایک بڑی مکروہ تہمت لازم آئے گی جو خاتون مال دنیا میں سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ کا کپڑا بھی اپنے پاس رکھنے کی روادار نہیں ہیں اور اس کو ضرورت مندوں میں تقسیم کے لیے دے دیتی ہیں ان سے یہ کب متصور ہے کہ وہ اس آزمائش کے وقت میں جب ہر شخص پر کچھ نہ کچھ صدقہ دینے کی دھن سوار تھی اگر کسی کے پاس کوئی دو کلو کھجوریں تھیں تو وہ اسی کو لے کر چلا آرہا تھا اور جس کے پاس کچھ نہ تھا وہ خود اپنے آپ کو صدقہ کر رہا تھا صدقات وخیرات کا ایک سیل رواں تھا، ایک طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا اور ایسے میں حضرت فاطمہ کے پاس مفت میں ملی ہوئی اتنی بڑی جاگیر ہو اور وہ اس میں سے راہ خدا میں ایک حبہ بھی نہ دیں، وہ کریمہ بنت کریم ہیں بخدا یہ ان سے متصور نہیں ہے اور یہ کہنا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ہبہ کر دیا تھا اور اس کو ان کے قبضہ اور تصرف میں دے دیا تھا اور انھوں نے فدک پر اپنا ایک وکیل مقرر کر دیا تھا محض ایک جھوٹ ہے، دروغ بے فروغ ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ کی پاکیزہ سیرت پر ایک بدنما اور ناروا تہمت ہے!

اہل سنت کی کتابوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ کا استدلال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب وات ذا القربیٰ حقہ " (اسراء: ۱۷/ ۲۶) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔

یہ روایت حافظ نور الدین الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے ذکر کی ہے:

عن ابی سعید قال لما نزلت (وات ذا القربیٰ حقہ) دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔ رواہ الطبرانی وفیہ عطیۃ العوفی وھو ضعیف متروک۔[1]

ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ جب وآت ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کو فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف اور متروک ہے۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس حدیث کو علامہ سیوطی[1] نے اور حافظ الہیثمی نے امام بزار کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔[2]
یہ حدیث کنز العمال اور معارج النبوۃ میں بھی مذکور ہے۔

علماء شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان روایات سے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

شیعہ علماء کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ تفاسیر اور سیر میں اہل سنت کی جو کتابیں قلیل الاستعمال ہیں اور چنداں شہرت نہیں رکھتیں اور نہ زیادہ دستیاب ہوتی ہیں ان میں وہ ایسی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں جن سے شیعہ مذہب کا ثبوت ہو اور سنی مذہب کا بطلان ہو چنانچہ فدک کے ہبہ کا قصہ بعض تفاسیر میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وآت ذا القربیٰ حقہ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک دے دیا لیکن جھوٹے کا حافظہ کہاں ہوتا ہے ان کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں؟ پھر یہ بھی چاہیے تھا کہ آپ مساکین اور ابن سبیل کو بھی کچھ وقف فرماتے تاکہ تمام آیت پر عمل ہوتا اس کے علاوہ اعطاھا فدک سے ہبہ و تملیک ثابت نہیں ہوتی اس کی بجائے وھبھا کا لفظ گھڑنا چاہیے تھا۔[3]

فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فنی حیثیت

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ہم اس حدیث کو اس کی پوری سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ہر راوی کی فنی حیثیت پر اسماء رجال کی مستند کتابوں سے بحث کریں گے، حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حدثنا عباد بن یعقوب ثنا ابو یحیی تمیمی ثنا فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال: لما نزلت ھذہ الآیۃ (وآت ذا القربیٰ حقہ) دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک۔[4]

امام بزار عباد بن یعقوب سے وہ ابو یحییٰ تمیمی سے وہ فضیل بن مرزوق سے، وہ عطیہ سے وہ ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (وآت ذا القربیٰ حقہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا کر دیا۔

اس حدیث کے تمام راوی شیعہ ہیں آخری راوی جن کو ابو سعید لکھا ہے یہ محمد بن سائب کلبی ہے اس شخص نے دجل کے لیے کئی کنیتیں اختیار کی تھیں ان میں سے ایک ابو سعید ہے، شیعہ علماء نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ تفسیر مجمع البیان اور دیگر کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ
[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ
[3] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تحفہ اثنا عشریہ ص ۶۷-۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ
[5] اصل کتاب میں فاعطاک ہے لیکن یہ طباعت کی غلطی ہے ہم نے صحیح لفظ لکھا ہے۔ سیدی غفرلہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک عطا کر دیا، حالانکہ یہ روایت ابو سعید کلبی کی ہے ابو سعید خدری کی نہیں ہے کیونکہ عطیہ کی حضرت ابو سعید خدری سے کوئی روایت نہیں ہے، اس کی روایت محمد بن سائب ابو سعید کلبی سے ہے، یہ اس سند کے مردود ہونے کا ایک اجمالی بیان ہے اب ہم تفصیل سے ہر ایک راوی پر مفصل گفتگو کرتے ہیں، فاقول باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

عباد بن یعقوب اس حدیث کی سند کا پہلا راوی ہے عباد بن یعقوب، شیخ عبد الوہاب اس کے متعلق لکھتے ہیں: عباد بن یعقوب رواجنی متروک ہے، شیخ سیوطی نے کہا ہے کہ یہ کبار روافض میں سے ہے، اور منکر روایت کو بیان کرتا ہے۔ [1]

حافظ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی، انتہائی غالی شیعہ تھا اور اہل بدعت کا سرخیل تھا، عبدان اہوزی نے ثقات سے روایت کیا ہے کہ عباد بن یعقوب سلف کو گالیاں دیتا تھا اور صالح جزرہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن یعقوب حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے جنھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی۔ ابو نعیم نے حافظ محمد بن جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے عباد کو یہ کہتے ہوئے سنا جو شخص ہر روز نماز میں اعداء آل محمد سے تبری نہ کرے اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا ابن حبان نے کہا یہ شخص ۲۵۰ھ میں فوت ہوگیا، یہ رفض کی دعوت دیتا تھا اس کے باوجود مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا تھا یہ راوی ترک کیے جانے کا مستحق ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی عباد بن یعقوب کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ شخص سلف کو گالیاں دیتا تھا اور اس میں تشیع تھا، ابن عدی نے کہا عباد غالی شیعہ تھا اس نے فضائل اور مثالب میں منکر روایات بیان کی ہیں، صالح بن محمد نے کہا یہ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ اسی سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے، حالانکہ انھوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی۔

قاسم بن زکریا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے مشائخ سے احادیث سنیں پھر میں عباد بن یعقوب کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ اپنے شاگردوں سے امتحان لے رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اللہ نے، اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن اس کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا آپ بتائیں اس نے کہا حضرت علی نے، اس نے پھر پوچھا سمندر کو کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی دریاؤں کو جاری کرنے والا ہے، اس نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا آپ بتائیں، اس نے کہا حضرت حسین نے سمندر کو جاری کیا۔ اس کے گھر میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی میں نے پوچھا یہ تلوار کس لیے ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ تلوار مہدی کے ساتھ جہاد کے لیے تیار

---

[1] شیخ عبد الوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی، کشف الاحوال فی نقد الرجال ص ۵۷، مطبوعہ مطبع علوی، ۱۳۰۳ھ

[2] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

کی ہے، جب میں واپس جانے لگا تو اس نے مجھ سے پھر پوچھا کہ سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اس کو حضرت معاویہ نے کھودا اور حضرت عمرو بن العاص نے جاری کیا وہ اچھل پڑا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا اس فاسق اور اللہ کے دشمن کو پکڑو اور قتل کر دو، خطیب نے ذکر کیا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس سے آخر میں روایت لینے کو ترک کر دیا تھا، ابن حبان نے کہا کہ یہ رافضی تھا رفض کی دعوت دیتا تھا اور منکر احادیث کی روایت کرتا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کر کے یہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ [1]

ابو یحییٰ تمیمی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم الاحول ابو یحییٰ تمیمی کوفی ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہیں، ابن نمیر نے کہا یہ بہت ضعیف ہیں، امام بخاری نے کہا اس کو ابن نمیر نے بہت ضعیف قرار دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، نسائی نے کہا ضعیف ہے۔ ابن مدینی، مسلم اور دار قطنی نے کہا ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا یہ خطا کرتا تھا اور اس کی منفرد حدیث لائقِ استدلال نہیں، حاکم نے کہا یہ قوی نہیں ہے اور ابو داؤد نے کہا یہ شیعی ہے۔ [2]

فضیل بن مرزوق

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: فضیل بن مرزوق کوفی ہے، نسائی نے کہا یہ ضعیف ہے اسی طرح عثمان بن سعید نے اس کو ضعیف قرار دیا اور میں (یعنی حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ تشیع میں مشہور تھا، ابن حبان نے کہا یہ سخت منکر الحدیث تھا اور ثقات کی روایات بیان کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیہ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، میں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ عطیہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے، ابن معین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں فضیل بن مرزوق رقاشی کوفی، اس کی کنیت ابو عبدالرحمان ہے یہ بنی عنزہ کا مولیٰ تھا، ابن معین سے روایت ہے کہ یہ حدیث کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس میں بہت شدید تشیع تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے روایت کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیہ سے احادیث روایت کرتا تھا [4] (یہ حدیث بھی اس نے عطیہ سے روایت کی ہے۔)

عطیہ

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا نام عطیہ بن سعد عوانی کوفی تھا یہ مشہور تابعی تھا، حضرت ابن عباس، ابو سعید اور حضرت ابن عمر سے احادیث روایت کرتا تھا، سالم مرادی نے کہا عطیہ مرادی تشیع کرتا تھا، امام احمد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ یہ (ابو سعید) کلبی کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر کی روایات لے کر ان کو ابو سعید کی روایت سے لکھ لیتا اور کہتا کہ مجھ کو یہ حدیث ابو سعید نے بیان کی ہے اور سننے والوں کو یہ وہم ڈالتا کہ یہ حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے۔ امام نسائی نے کہا محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۰-۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۸ ، " " "

[3] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

[4] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۹۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۷ھ

قرار دیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ عطیہ بن سعد عوفی جدلی قیسی کوفی ہے، اس کی کنیت ابوالحسن ہے، امام احمد نے عطیہ عوفی کا ذکر کر کے فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے یہ کلبی کے پاس جاتا تھا اور اس سے تفسیر کے بارے میں پوچھتا تھا، اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور کہتا تھا کہ ابوسعید نے کہا ہے (زیر بحث حدیث کو عطیہ نے ابوسعید یعنی کلبی سے ہی روایت کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ۔) ہیثم عطیہ کی حدیث کو ضعیف کہتے تھے، امام احمد کہتے تھے کہ میں نے ابواحمد زبیری سے سنا وہ کہتے تھے کہ کلبی نے کہا کہ عطیہ نے میری کنیت ابوسعید رکھ دی، ابن عدی نے کہا اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا، امام ابن حبان نے کہا کہ اس نے حضرت ابوسعید خدری سے کچھ احادیث سنی تھیں جب وہ فوت ہو گئے تو یہ کلبی کے پاس بیٹھنے لگا اور جب کلبی یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو یہ اس کو یاد کر لیتا اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور ابوسعید کے نام سے روایت کرتا تھا، جب اس سے پوچھا جاتا تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی تو یہ کہتا کہ ابوسعید نے لوگوں کو یہ وہم ہوتا کہ اس کی مراد ابوسعید خدری ہے حالانکہ یہ کلبی کو مراد لیتا تھا، اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے، اور ابوخالد نے بیان کیا کہ کلبی نے کہا عطیہ نے مجھ سے کہا میں نے تمہاری کنیت ابوسعید رکھ دی ہے میں کہتا ہوں حدثنا ابوسعید، امام ابوبکر بزار نے کہا اس کا شیعوں میں شمار ہوتا تھا، امام ساجی نے کہا یہ حجت نہیں ہے یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر مقدم رکھتا تھا۔ [2]

ابوسعید حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں:

اس کا نام محمد بن سائب کلبی ہے، سفیان ثوری نے کہا کلبی حضرت ابن عباس سے جو تفسیر کی روایات بیان کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اس کو روایت نہ کرو، قرۃ بن خالد نے کہا کلبی جھوٹ بولتا ہے، مروان بن محمد نے کہا کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کلبی کی کچھ حیثیت نہیں۔ [3]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب کلبی ابوالنضر، یہ مفسر، نساب اور مؤرخ ہے، ابوصالح نے کہا یہ جو احادیث ابن عباس سے روایت کرتا ہے ان کو مت بیان کرو، سفیان کہتے ہیں کہ مجھ سے کلبی نے کہا جب میں ابوصالح سے حدیث روایت کروں تو وہ جھوٹ ہے، یزید بن زریع نے کہا کلبی سبائی تھا (یعنی عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب تھا یہ شخص فرقہ شیعہ کا بانی تھا۔ سعیدی) ابن حبان نے کہا کلبی سبائی تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور اس کو عدل سے بھر دیں گے، اور جب بادل دیکھتا تو کہتا اس میں امیرالمؤمنین ہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں کہ کلبی نے کہا کہ جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی لکھواتا تھا اور جب حضور بیت الخلاء چلے جاتے تو پھر حضرت علی

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۸۷، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۲۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ، کتاب الجرح والتعدیل ج ۲ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ

کو دجی لکھواتا تھا، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جوزجانی نے کہا کلبی کذاب ہے، امام دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا یہ متروک ہے، امام ابن حبان نے کہا اس کا مذہب دین میں جھوٹ پھیلانا ہے، ابوصالح نے کہا اس کی کتابوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن عبدالحارث بن عبد العزیٰ کلبی ابوالنضر کوفی نسابۃ مفسر: معتمر بن سلیمان نے کہا کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں سے ایک کلبی ہے، لیث بن ابی سلیم نے کہا کوفہ میں دو کذاب ہیں ان میں سے ایک کلبی اور دوسرا سُدّی ہے، یحییٰ بن معین نے کہا اس کی کوئی حیثیت نہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں میں نے کلبی سے ایسی روایات سنی ہیں جن کا کہنا کفر ہے، ابوجزہ نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے، یزید بن زریع کہتے ہیں کہ میں نے کلبی سے سُنا وہ کہتا تھا میں سبائی ہوں، میں سبائی ہوں، عقیلی نے کہا سبائی رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن سبا کا پیروکار ہے، ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا جب تک تم اس عقیدہ پر ہو ہمارے پاس نہ آنا اور یہ مرجئی تھا، ابوحاتم نے کہا اس کی احادیث کے ترک کرنے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے، یہ شخص کوفہ میں ۱۴۶ھ میں فوت ہوگیا، ابوصالح نے کہا اس کی روایات سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، ساجی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور یہ چونکہ تشیع میں بہت افراط کرتا تھا اس لیے یہ بہت ضعیف ہے، حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں یہ ابوصالح سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔ اور عطیہ کی سوانح میں یہ گذر چکا ہے کہ اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی تھی اور اس کنیت کے ساتھ اس سے احادیث روایت کرتا تھا۔ [2]

اسماء رجال کی ان مستند کتابوں کی تصریحات سے ظاہر ہوگیا کہ اس حدیث کے پانچوں راوی کوفہ کے کٹر شیعہ اور رافضی تھے، اور جھوٹی اور موضوع روایات بیان کرنے اور گھڑنے میں مشہور تھے اس لیے یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے اور امام بزار امام طبرانی، علامہ سیوطی، علامہ علی متقی اور ملا معین کاشفی نے اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام نہیں کیا ہے، ان لوگوں کو جس قسم کی سند سے بھی حدیث مل جائے یہ اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں اور حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا معاملہ اس کی سند پر موقوف ہے اس لیے صرف بعض اہل سنت کی کتابوں میں اس روایت کے مندرج ہونے سے اس کا مقبول ہونا لازم نہیں آتا اور شاہ عبدالعزیز کا یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ شیعہ علماء نے ان کتابوں میں یہ حدیث درج کردی ہے، نیز اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری کی طرف شیعہ علماء کا منسوب کرنا خالص تلبیس اور جھوٹ ہے، یہ شخص ابوسعید کلبی ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کے حوالوں سے واضح ہوچکا ہے۔

یہ اس روایت پر سند کے لحاظ سے بحث تھی، اور یہ روایت متن کے لحاظ سے اس لیے مردود ہے کہ حضرت فاطمہ کا میراث میں فدک مانگنا اس پر دلیل ہے کہ وہ آپ کو ہبہ نہیں کیا گیا تھا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۸۳ - ۲۸۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۸۱ - ۱۷۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

حضرت فاطمہ کے لیے مال دنیا کو پسند نہ فرمانا، اور فدک پر قبضہ کے بعد راہِ خدا میں امداد کے موقع پر حضرت فاطمہ کا راہِ خدا میں کسی چیز کو نہ دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فدک نہیں دیا تھا جیسا کہ ہم شروع میں وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

فدک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا، حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں

ملا باقر مجلسی اور دیگر علماء شیعہ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ میراث پر حضرت ابوبکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا" تو حضرت فاطمہ ناراض ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اس کے بعد آپ چھ ماہ زندہ رہیں اور تا دم مرگ حضرت ابوبکر سے بات نہیں کی، اگر فی الواقع یہ حدیث ہوتی تو حضرت فاطمہ یہ حدیث سن کر حضرت ابوبکر سے ناراض نہ ہوتیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور حضرت فاطمہ کے ناراض ہونے کا ذکر صرف عبدالعزیز کی روایت میں ہے، نیز حضرت فاطمہ نے خود تو نہیں فرمایا کہ میں ابوبکر سے ناراض ہوں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ کا قول ہے بلکہ بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے یہ قیاس آرائی کی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس راوی نے حالات کا تجزیہ کرنے میں مغالطہ کھایا ہو[1] پیر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے صحیح بخاری میں ایک جگہ نہیں دو جگہ پر دو مختلف سندوں کے ساتھ ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے ان کے علاوہ یہ حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اور یہ کسی اور راوی کی قیاس آرائی نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی قول ہے پہلے ہم ان روایات کے اقتباس ذکر کریں گے، جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ پیر صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے پھر اس کا صحیح جواب بیان کریں گے:

امام بخاری عبدالعزیز کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت ابا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور تا دم مرگ ان سے نہیں ملیں۔

امام بخاری یحییٰ ابن بکیر کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى

اس بات پر حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوئیں، ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور تا دم مرگ ان سے

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیاء حرم ص ۳۵۸-۳۵۶ محصلا، (مئی، جون ۱۹۷۴ء، فاروق اعظم نمبر، مطبوعہ لاہور

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

توفیت [1] بات نہیں کی۔

اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے محمد بن رافع کی سند سے بیان کیا ہے۔ [2]

دراصل بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی وجہ سے ناراض نہیں ہوئیں، کیونکہ وہ اس حدیث سے پہلے ہی باخبر تھیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت فاطمہ کا خیال یہ تھا کہ یہ حدیث عموم پر نہیں ہے اور فدک کی جاگیر اس کے عموم سے مستثنیٰ ہے، جبکہ حضرت ابوبکر کی رائے یہ تھی کہ حدیث اپنے عموم پر ہے، کیونکہ تخصیص پر کوئی قرینہ اور دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ میں اس حدیث کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ ان کے درمیان رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر تھی جبکہ حضرت فاطمہ کے نزدیک اس حدیث سے فدک کی جاگیر مستثنیٰ تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا حضرت ابوبکر پر یہ لازم تھا کہ اجتہادی امور میں بھی حضرت فاطمہ کی موافقت کریں تو اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی موافقت لازم نہیں ہے، دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں حضرت عائشہ سے اختلاف کیا، نہ صرف اختلاف کیا بلکہ ان سے جنگ کی، حالانکہ جس طرح حضرت فاطمہ کو ناراض کرنا حضور کو ناراض کرنا ہے، اسی طرح حضرت عائشہ کو ایذا دینا بھی حضور کو دینا ہے کیونکہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب بعض ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ سے حضور کے پاس یہ سفارش کرائی کہ لوگ صرف حضرت عائشہ کی باری کے دن حضور کو ہدیے اور تحفے نہ بھیجیں بلکہ حضور جس زوجہ کے ہاں بھی ہوں ہدیے اور تحفے دیں اور حضرت عائشہ کی تخصیص نہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا:

لاتوذینی فی عائشۃ فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امراۃ الا عائشۃ [3]

مجھے عائشہ کے سلسلہ میں اذیت مت دو کیونکہ کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی، البتہ عائشہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

دیکھیے اگر لوگوں کو حضرت عائشہ کی تخصیص سے منع کر دیا جاتا تو حضرت عائشہ کو اذیت پہنچتی لیکن آپ نے فرمایا مجھے اذیت مت دو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا حضور کو اذیت دینا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی نے وہی کیا جو ان کی رائے میں حق اور صواب تھا اور حضرت عائشہ کے اجتہاد کی موافقت نہیں کی حالانکہ جب حضرت علی نے حضرت عائشہ کی رائے کے خلاف فوری قصاص نہیں لیا بلکہ ان سے جنگ کی تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت پہنچی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے اختلاف کر سکتا ہے اور اس سلسلہ میں اذیت کا اعتبار نہیں ہے، اور یہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے:

عن المسور بن مخرمۃ ان رسول اللہ

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی [1]

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرا جزو ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ کو مطلقاً ناراض کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حضرت فاطمہ کو اذیت دینے اور ایذا پہنچانے کے قصد سے کوئی کام کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی اور جس نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کوئی جائز کام کیا اور بہ تقاضائے بشریت حضرت فاطمہ اس سے ناراض ہوئیں تو یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ اجتہاد اور رائے کے اختلاف سے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ناراض ہوئیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن المسور بن مخرمۃ ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جھل علی فاطمۃ فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی ذلک علی منبرہ ھذا وانا یومئذ لمحتلم فقال ان فاطمۃ منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینھا ثم ذکر صھرا لہ من بنی عبد شمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ ابدا۔ [2]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ پر ابوجہل کی دختر کو نکاح کا پیغام دیا، میں اس وقت بالغ تھا، میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ کسی دینی آزمائش میں پڑ جائے گی پھر آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا (یعنی عاص بن ربیع شوہر زینب) اور بحیثیت داماد اس کی تعریف کی فرمایا کہ اس نے مجھ سے سچ کہا اور وعدہ پورا کیا، اللہ میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے ایک سند سے اس طرح روایت ہے:

عن المسور بن مخرمۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یقول ان بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنوا ان ینکحوا ابنتھم من علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتھم فانما ابنتی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ ہشام بن مغیرہ کی اولاد نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابیطالب سے نکاح کر دیں، سو میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، ہاں اگر علی بن ابیطالب میری بیٹی

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۸ ، " " " ، " "

بضعة منی یریبنی ما اراہا ویوذینی ما اذاہا۔ [1]

کو طلاق دے دیں تو پھر ان کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا جزو ہے، جو چیز اس کو بے چین کرتی ہے وہ مجھے بے چین کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذاء دیتی ہے وہ مجھے ایذاء دیتی ہے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے اوپر دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا جس سے حضرت فاطمہ کو اذیت پہنچی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس اقدام سے حضرت فاطمہ کو اذیت دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک شرعی اباحت اور گنجائش پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ایک مسلمان بشرط عدل بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ بہ تقاضائے بشریت اس پر ناراض ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی دل جوئی کی خاطر ان کو اس ارادہ سے باز رکھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت علی نے کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں کیا تھا اس لیے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں، اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

کتاب علل الشرائع و بشارۃ المصطفیٰ و خوارزمی میں بسند ہائے معتبر ابوذر اور ابن عباس سے روایت کیا ہے: جب جعفر طیار مدینہ آئے ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی، ایک دن جناب فاطمہ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ جناب امیر کا سر اس کے دامن میں ہے، جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا: اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق قائم کیا ہے؟ جناب امیر نے فرمایا سوگند بخدا! اے دختر محمد! میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا، اب جو کچھ تم کو منظور ہو بیان کرو، میں بجا لاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو، جناب امیر نے فرمایا، میں نے اجازت دے دی، پس جناب فاطمہ نے چادر سر پر اوڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ جبرائیل از خداوند جلیل نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے، اس وقت فاطمہ تمہارے پاس علی کی شکایت کرنے آئی ہے تم حق علی میں فاطمہ کی کوئی شکایت قبول نہ کرنا، جب جناب فاطمہ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں، حضرت رسول نے فرمایا: فاطمہ علی کی شکایت لے کر آئی ہو؟ فاطمہ نے کہا ہاں برب کعبہ، حضرت رسول نے فرمایا علی کے پاس پھر جاؤ، اور کہو میں تم سے راضی ہوں، پس جناب فاطمہ جناب امیر کے پاس آئیں اور تین مرتبہ فرمایا میں تم سے راضی ہوں، جس میں تمہاری رضا ہے، جناب امیر نے فرمایا: تم نے میری شکایت میرے دوست، میرے حبیب اور میرے یار رسول خدا سے کی۔ رسول خدا کے سامنے اس شرمندگی پر مجھے افسوس ہے۔ اے فاطمہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور اس کنیز کو محض برضائے حق تعالیٰ میں نے آزاد کیا۔ [2]

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج، ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ شیعہ بک ایجنسی لاہور

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک جائز کام کیا اور اپنی کنیز کو خدمت سے مشرف کیا، حضرت فاطمہ اس کام سے بہ تقاضائے بشریت ناراض ہوئیں لیکن ان کی یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی پر منتج نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: علی کے پاس جاؤ اور کہو میں تم سے راضی ہوں، اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت فاطمہ کا مطلقاً ناراض ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت ہے جب کوئی شخص قصداً اور عمداً حضرت فاطمہ کو ناراض کرنے کے لیے کوئی کام کرے، علیٰ ہذا القیاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے پیش نظر ایک جائز اور صحیح کام کیا بلکہ وہ کام کیا جس کا کرنا ان پر بحیثیت خلیفہ فرض تھا اور حضرت فاطمہ اس پر بہ تقاضائے بشریت ناراض ہوئیں تو ان کی یہ ناراضگی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔

اس بحث میں ملا باقر مجلسی نے ایک نہایت عجیب اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا (صحیح مسلم) اور حضرت فاطمہ تادم مرگ حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور گویا ان کو امام نہیں مانا، اب یا کہو کہ حضرت فاطمہ جاہلیت کی موت مریں (العیاذ باللہ) اور یا کہو کہ حضرت ابوبکر خلیفہ نہیں تھے [1]

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کو امیر اور خلیفہ مانتی تھیں تبھی تو ان کے پاس مطالبہ میراث لے کر گئی تھیں، ناراض تو آپ حضرت علی سے بھی ہوئی تھیں لیکن کیا جس وقت آپ حضرت علی سے ناراض ہوئیں تو کیا اس وقت آپ نے حضرت علی کو امیر نہیں مانا تھا؟ نیز ملا باقر مجلسی اور دیگر شیعہ علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت علی مطالبہ میراث کے وقت بھی حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور امام کا ماننا کیا ہوتا ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ بہ تقاضائے بشریت وقتی طور پر حضرت فاطمہ کو اختلاف رائے کی وجہ سے ملال ہوا تھا، بعد میں آپ بیمار اور گوشہ نشین ہو گئیں اس سے راویوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے ترک تعلق کر لیا، حالانکہ سلام، کلام اور ملنا جلنا، آپ نے منقطع نہیں کیا تھا، امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اتاھا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ فاستاذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یا فاطمۃ ھذا ابوبکر یستاذن علیک فقالت تحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا یترضاھا وقال واللہ ما ترکت الدار و المال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ ومرضاۃ رسولہ ومرضاتکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت ھذا

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے ان سے ملنے کی اجازت طلب کی، حضرت علی نے کہا اے فاطمہ! ابوبکر آپ سے ملنے کی اجازت طلب کرتے ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علی نے کہا ہاں! حضرت فاطمہ نے اجازت دی، حضرت ابوبکر نے آکر حضرت فاطمہ کو راضی کیا اور کہا بخدا میرے ترکہ سے میرا مکان، میرا مال، میرے اہل اور میرے رشتہ دار اور جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی رضا کے لیے

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ خیابان شرکت سہامی، تہران، ۱۳۴۷ھ

مرسل حسن باسناد صحیح۔ [1]

ہے، اللہ کے لیے رسول کی رضا کے لیے اور اہل بیت آپ کی رضا کے لیے ہے، پھر حضرت فاطمہ کو راضی کیا حتی کہ وہ راضی ہو گئیں۔ یہ حدیث صحیح السند ہے۔

ہر چند کہ بعض احادیث اور علماء شیعہ کی روایات میں فدک کے معاملہ میں حضرت فاطمہ کی حضرت ابوبکر سے ناراضگی بیان کی گئی ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی بات نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ کی بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کے اس فیصلہ سے راضی ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے رغبتی تھی اس کے مطابق بھی یہی روایات ہیں۔

شیخ کمال الدین البحرانی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی گفتگو سننے کے بعد حضرت ابوبکر نے کہا:

اے تمام عورتوں سے بہتر! اے خیر الآباد کی دختر! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے سرمو تجاوز نہیں کیا، میں نے صرف آپ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے اپنی خوراک لیتے تھے اور باقی آمدنی کو مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، اسی آمدنی سے جہاد کے لیے سواریاں مہیا کرتے تھے، اور میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں اس کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کروں گا جس طرح اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اس پر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کا پختہ وعدہ کر لیا۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا اس معاملہ میں حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا اول تو قطعی اور یقینی نہیں ہے کیونکہ آپ کی رضامندی کے بارے میں روایات ہیں اور اگر بالفرض آپ ناراض بھی ہوئی ہوں تو یہ ناراضگی بہ تقاضائے بشریت ہے اور یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ ہم نے حضرت علی کی مثال سے واضح کر دیا ہے جبکہ آپ بالآخر حضرت ابوبکر سے راضی ہو گئی تھیں جیسا کہ امام بیہقی نے روایت کیا ہے، و للہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

کیا عمر بن عبدالعزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا

بعض علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "عمر بن عبدالعزیز نے فدک کی جاگیر آل فاطمہ کو واپس کر دی تھی، پس ثابت ہوا کہ اس کے بارے میں حضرت ابوبکر کا فیصلہ غلط تھا اور یہ حضرت فاطمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث تھی"۔ ایک شیعہ عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا میں نے کہا حیرت ہے کہ تم علی پر عمر بن عبدالعزیز کو ترجیح دیتے ہو! اگر فدک آل فاطمہ کا تھا تو حضرت علی نے اپنے پانچ سالہ دور خلافت میں حق داروں کو یہ حق کیوں نہیں دیا؟ حضرت فاطمہ کو فدک نہ دینے پر حضرت ابوبکر کو غاصب کہا جاتا ہے جبکہ حضرت علی نے بھی فدک پر خلفاء ثلاثہ کے عمل کو برقرار رکھا، یہ عجیب ناانصافی ہے، اگر حضرت علی کا طریق کار صحیح تھا تو خلفاء ثلاثہ کو غاصب کیوں کہا جاتا ہے!۔

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵، ص ۱۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۷ھ

دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے درحقیقت فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کی آمدنی کو اس کے مصارف سابقہ پر لوٹا دیا تھا کیونکہ مروانیوں نے فدک کو ذاتی جاگیر بنا لیا تھا، عمر بن عبد العزیز نے مروانیوں سے فدک کو واپس لے کر اس کو اسی طریقہ پر لوٹا دیا جس طریقہ پر یہ خلفاء راشدین کے عہد میں تھا۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منہا ویعود منہا علی صغیر بنی ہاشم ویزوج منہا ایمہم وان فاطمۃ سالتہ ان یجعلہا لہا فابی فکانت کذلک فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابو بکر عمل بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیہا بمثل ما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعہا مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز قال عمر یعنی ابن عبد العزیز فرایت امرا منعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشہدکم انی قد رددتہ علی ما کانت یعنی فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

مغیرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز نے خلیفہ بننے کے بعد بنو مروان کو جمع کیا اور یہ کہا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا اور آپ اس کی آمدنی سے خرچ کرتے تھے اور بنو ہاشم کے کم سنوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کی بیواؤں کی شادیاں کرتے تھے، اور حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فدک کا سوال کیا کہ آپ انھیں فدک دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسی پر عمل ہوتا رہا، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، پھر جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی اپنی زندگی میں اسی پر عمل کیا، حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی، پھر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی حضور اور حضرت ابو بکر کی طرح عمل کیا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر مروان نے فدک پر قبضہ کر لیا، پھر یہ عمر بن عبد العزیز کے حصے میں آیا، عمر بن عبد العزیز نے کہا میں نے یہ سوچا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو نہیں دیا اس پر میرا حق نہیں ہے اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی حال پر لوٹا دیا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا (یعنی وقف کر دیا۔)

امام ابو داؤد کی اس روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ عمر بن عبد العزیز نے فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو عہد رسالت کے مصارف پر لوٹا دیا تھا، باقی رہا یہ کہ حضرت علی نے بھی فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو خلفاء ثلاثہ کے دور کے دستور کے مطابق برقرار رکھا اس پر علماء شیعہ کی یہ تحریر دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے:

شیخ فقیر قزوینی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

در طول تاریخ اول کسی کہ فدک را اہل بیت پیغمبر (ص) برگردانید عمر بن عبدالعزیز بود، ہنگامیکہ بخلافت رسید اعلام کرد، اے مردم من فدک را بفرزندان رسول اللہ (ص)، وفرزندان علی بن ابی طالب (ع) رد کردم وما دامی کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بود فدک در دست آنہا بود، ابن ابی الحدید از ابابکر جوہری نقل میکند، ہنگامی کہ عمر بن عبدالعزیز حکومت رسید اولین دادخواہی کہ انجام داد: حسن بن حسن بن علی (ع) را طلبید وبعضی گفتہ اند مولی زین العابدین (ع) را طلبید وفدک را بآنحضرت رد کرد۔ [1]

طویل تاریخ میں اگر کسی شخص نے سب سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کے اہل بیت کو فدک واپس کیا تو وہ عمر بن عبدالعزیز تھے، جس وقت ان کو خلافت ملی تو انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! میں نے فرزندان رسول اور فرزندان علی بن ابی طالب کو فدک واپس کر دیا اور جب تک عمر بن عبدالعزیز خلیفہ رہے، فدک ان کے (اہل بیت کے) پاس رہا، ابن ابی الحدید، ابوبکر جوہری سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت عمر بن عبدالعزیز کو حکومت ملی تو انھوں نے سب سے پہلے یہ انصاف کیا کہ حسن بن حسن بن علی کو طلب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ مولیٰ زین العابدین کو طلب کیا اور فدک ان کو واپس کر دیا۔

نیز شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی لکھتے ہیں:

وکان یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعده کذلک الی ان ولی معاویة فاقطع مروان ثلثها بعد الحسن علیه السلام ثم خلصت له فی خلافته وتداولها اولاده الی انتهت الی عمر بن عبدالعزیز فردها فی خلافته علی اولاد فاطمة علیها السلام قالت الشیعة فکانت اول ظلامة ردها۔ [2]

حضرت ابوبکر فدک کی آمدنی وصول کرتے اور اس میں سے اہل بیت کو ان کی ضروریات کے مطابق دیتے، بعد میں خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا، حتیٰ کہ حضرت حسن کے بعد جب معاویہ کی حکومت آئی تو مروان نے تہائی فدک کو اپنی ملک میں لے لیا، اور جب مروان حکمران ہوا تو اس نے پورا فدک لے لیا اور پھر یہ اس کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتی کہ جب عمر بن عبدالعزیز کی حکومت آئی تو اس نے فدک اولاد فاطمہ کو واپس کر دیا، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے اس حق کو واپس کیا۔

شیخ قزوینی اور شیخ میثم کی ان عبارات میں یہ تصریح ہے اور فدک کی اس طویل تاریخ میں سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز نے اہل بیت کو فدک لوٹا دیا، اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں اہل بیت کو فدک واپس نہیں کیا تھا اور یہ اس پر قوی دلیل ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کے نزدیک فدک کی جاگیر حضرت فاطمہ کو ہبہ کی گئی تھی اور نہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی میراث تھی، ورنہ حضرت علی بھی عمر بن عبدالعزیز کی طرح فدک اولاد فاطمہ کو لوٹا دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دورِ خلافت میں فدک کو خلفاء ثلاثہ کے طریقہ اور ان کے دور کے دستور پر قائم رکھنا اس بات

---

[1] شیخ فقیر سید محمد حسن قزوینی، فدک ص ۲۸۸، مطبوعہ کتاب خانہ و مدرسہ چہل ستون مسجد جامع طہران

[2] شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۱۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۴ھ

کی بہت مضبوط شہادت ہے کہ فدک کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہی برحق تھا، وللہ الحمد۔

فدک کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ وہ آخری بات تھی جس کو ہم بیان کرنا چاہتے تھے، فدک کے متعلق علماء اہل سنت ہمیشہ سے اہل سنت کے موقف کی وضاحت کرتے رہے ہیں، متاخرین میں سے خاص طور پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور محسن الملک سید محمد مہدی علی خان نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور ہم نے بھی اس مضمون میں ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے ہم نے اس مسئلہ کو بہت تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید، علماء شیعہ کی تصانیف اور عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان صفحات کو طالبان حق کے لیے رشد و ہدایت کا سبب بنائے اور مصنف کے لیے اس تحریر کو مغفرت اور دارین کی فلاح کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو تاقیامت باقی رکھے اور قبول عام عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ و السلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مسئلہ خلافت اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۶۵ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہ کے وصال کے بعد مسجد میں آکر حضرت ابوبکر سے بیعت کی، اس کی تفصیل حضرت عائشہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی مسجد میں آئے، کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ تبلایا کہ انھوں نے بیعت میں (چھ ماہ کی) تاخیر اس وجہ سے نہیں کی کہ وہ حضرت ابوبکر کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابوبکر کی فضیلت کا انکار کرتے تھے، لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے اور چونکہ یہ حکومت ہمارے مشورہ کے بغیر بنائی گئی تھی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا، مسلمان اس بیان سے خوش ہو گئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا! اور جب حضرت علی نے اس معروف راستہ کو اختیار کر لیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے۔

شیعہ حضرات، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں ہیں، اس لیے ہم اس حدیث کی شرح میں قرآن مجید کی آیات اور عقلی دلائل کی روشنی میں حضرت ابوبکر کی خلافت کا حق ہونا بیان کریں گے اور مسئلہ خلافت میں علماء شیعہ کے اہم شبہات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال

(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے پھر جاتا ہے تو (وہ یہ سن لے کہ) عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی، یہ لوگ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

لائم ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله واسع عليم۔
(مائدہ ۵: ۵۴)

سخت ہوں گے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہتا ہے اس کو یہ عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت کا مالک اور علم والا ہے۔

اس آیت میں جس قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو محبوب ہوگی اور اس کو اللہ محبوب ہوگا، اس قوم سے حضرت ابوبکر اور ان کے موافقین مراد ہیں، کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے جہاد کیا اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کی۔

علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر اطراف عالم میں پھیلی تو بہت سارے عرب اسلام سے مرتد ہوگئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے قتال کے لیے تیار ہوگئے، حضرت عمر اور بعض دوسرے صحابہ نے حضرت ابوبکر کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اور فرمایا: بخدا اگر یہ لوگ اس رسی یا اس بکری کے بچے کو دینے سے بھی انکار کریں گے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اور فرمایا جس شخص نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے قتال کروں گا حتیٰ کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے اتفاق کر لیا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ کیا انہوں نے کچھ مرتدوں کو قتل کیا اور کچھ کو قید کر لیا اور باقی لوگ دوبارہ مسلمان ہوگئے، پھر حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو مسیلمہ کذاب سے جہاد کرنے کے لیے یمامہ بھیجا، جہاں کئی روز تک بہت خون ریز جنگ ہوئی حتیٰ کہ حضرت وحشی (قاتل حمزہ) نے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا، حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین کی طرف روانہ کیا اور حضرت مہاجر بن امیہ کو مرتدین کے ایک ٹولہ کی طرف روانہ کیا، حضرت زیاد بن لبید انصاری کو مرتدین کے ایک دوسرے ٹولہ کی طرف روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سات سو سواروں کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا۔

شیعہ مؤرخ شیخ احمد بن ابی یعقوب نے بھی بہت تفصیل سے مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جہاد کا ذکر کیا ہے۔[1]

اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور ان کے رفقاء نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا، اس لیے اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر اور ان کے متبعین ہیں اور سورۂ مائدہ کی یہ آیت اس مقصد میں نص صریح ہے کہ حضرت ابوبکر اور ان کے متبعین اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب ہیں، مسلمانوں پر نرم اور کفار پر سخت ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور نڈر ہیں اور ان پر اللہ کا فضل ہے، سو اگر حضرت ابوبکر بقول شیعہ غاصب اور ظالم ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں یہ آیت نازل نہ فرماتا۔

جہاد کا انتظام کرنا، مسلمانوں پر نرمی اور کفار پر سختی کرنا، ان صفات سے وہی شخص متصف ہوگا جو شخص صاحب اقتدار

---

[1] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۔۴، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

ہو کیونکہ سربراہ مملکت اور امیر ریاست کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہوتا، اس لیے اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو قوم مرتدین کے خلاف جہاد کرے گی وہ برسر اقتدار ہو گی اور اس قوم کا برسر اقتدار ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو گا اور چونکہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے جہاد کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر ہیں اور ان کا برسر اقتدار، اور امیر مملکت ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے وللہ الحمد علی ذلک۔

(۲)۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون ط فان تطیعوا یؤتکم الله اجرا حسنا ج وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما۔ (فتح: ۱۶)

(آپ (غزوہ حدیبیہ میں) پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہیے کہ: عنقریب تم کو ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) سے جنگ کے لیے بلایا جائے گا جو بہت جنگجو اور زور آور ہے، تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے اس وقت (احکام جہاد کی) اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر دے گا اور اگر تم نے (اس حکم جہاد سے) روگردانی کی جس طرح تم پہلے روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے ان بدوؤں کو جو حنیفہ مانعین زکوٰۃ اور دیگر مرتدین کے خلاف جنگ کے لیے بلایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان بدوؤں پر جہاد کی دعوت دینے والے امیر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور اس کی اطاعت پر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اس کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس امیر کی اطاعت واجب ہو گی اس کی خلافت واجب ہو گی اور جب ان بدوؤں کو جہاد کے لیے بلانے والے حضرت ابوبکر تھے تو ان کی خلافت واجب ہو گئی۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جنگجو قوم سے فارس اور روم مراد ہیں، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فارس اور روم کے خلاف لشکر کو حضرت ابوبکر نے تیار کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھوں یہ علاقے فتح ہوئے اور ان دونوں کی خلافت حضرت ابوبکر کی خلافت کی فرع ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں جس دعوت دینے والے کا ذکر ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کیوں مراد نہیں ہو سکتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مراد نہیں ہیں کہ اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعکم ط یریدون ان یبدلوا کلم الله قل لن تتبعونا کذلکم قال الله من قبل

(جب تم اموال غنیمت لینے جاؤ گے تو غزوہ حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدو عنقریب یہ کہیں گے: "ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو" یہ بدو اللہ کے کلام کو تبدیل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: تم

(فتح : ۱۵) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے" اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اس طرح فرمادیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لیے بلایا کیونکہ آپ کو قریش سے جنگ کا بھی احتمال تھا تو اس موقع پر عرب کے وہ بدو جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا جان چرا کر بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جائیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) آکر ان کے ساتھیوں کو قتل کر گئی ہے! حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر حملہ کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبر دی کہ جو بدو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اب وہ معرکہ خیبر میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور مال غنیمت ملنے کی توقع زیادہ ہے، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی یہ بتلا چکا ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے اب اگر تم ہمارے ساتھ جاؤ گے تو گویا اللہ کا کلام تبدیل ہو جائے گا اور یہ تو ہو نہیں سکتا لہٰذا تم ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں جائیں گے، ہاں عنقریب ان کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا اس وقت اگر انھوں نے اطاعت کی تو ان کو اچھا اجر ملے گا!

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ اس سخت جنگجو قوم سے جہاد کرنے کے داعی کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا ہے یہ بدو آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے اور اس داعی کا مصداق حضرت علی بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں دعوت اسلام کے لیے کوئی جنگ نہیں کی، حضرت علی نے اپنی زندگی میں جتنی لڑائیاں کیں وہ سب اپنی خلافت کی بقاء اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے تھیں اور بعد کے حکمران بالاجماع مراد نہیں ہیں، پس متعین ہو گیا کہ دعوت اسلام کے لیے ایک سخت قوم کے خلاف جس شخص نے بدوؤں کو جہاد کی دعوت دی اور جس داعی کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ نے اجر حسن اور جس کی حکم عدولی پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کو واجب کیا وہ خلفاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک شخص ہے اور ہر تقدیر پر یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوگی کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کا حق ہونا حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی فرع ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی قوی دلیل ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

(۳) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون. (حشر : ۸)

(نیز وہ مال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ صادق ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے صادق ہونے کی خبر دی ہے، اور حضرت ابوبکر کو مہاجرین نے خلیفہ بنایا تھا اور یہ کہا تھا کہ حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے اور کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے سو اگر حضرت ابوبکر کو خلیفہ برحق نہ مانا جائے تو مہاجرین جھوٹے قرار پائیں گے کیونکہ تمام مہاجرین نے کہا حضرت ابوبکر خلیفہ برحق ہیں اور

مہاجرین کا جھوٹا ہونا خلاف قرآن ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ برحق نہ ہونا بھی خلاف قرآن ہے۔ نیز اس آیت میں بلا تخصیص اور بلا استثناء تمام مہاجرین کو سچا فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر بھی مہاجر ہیں بلکہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے عظیم صحابی ہیں ـــــ اور اگر بقول شیعہ آپ خلیفہ برحق نہ ہوں بلکہ ظالم، غاصب اور کاذب ہوں تو تمام مہاجرین صادق نہیں رہیں گے اور یہ قرآن کے خلاف ہے اس لیے از روئے قرآن حضرت ابوبکر کو صادق ماننا واجب ہے اور حضرت ابوبکر کو صادق ماننا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو، پس اس آیت سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا حق ہونا دو طریقوں سے ثابت ہو گیا، وللہ الحمد

(۴)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري تحتها الانهر خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم۔

(توبہ: ۱۰۰)

وہ لوگ جو سب سے پہلے اور بڑھ چڑھ کر ہجرت کرنے والے اور نصرت کرنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ابد تک ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے اپنی رضا مندی اور اخروی انعامات کی بشارت دی ہے جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اور تمام سنی اور شیعہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت اور نصرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے سابق اور اول ہیں (ناسخ التواریخ کے حوالہ سے غزوہ تبوک میں حضرت ابوبکر کی سب سے زیادہ نصرت کا بیان گذر چکا ہے) پس اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہے اور جن کو اللہ نے عظیم کامیابی کی بشارت دی ہے ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں، سو اگر بقول شیعہ حضرت ابوبکر ظالم، غاصب اور فاسق یا کافر ہوتے تو وہ ان اخروی انعامات کا مصداق نہ ہو سکتے، لہٰذا اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے تبھی وہ اللہ کی رضا مندی اور آخرت کی عظیم کامیابی کے حامل ہوئے۔

اس آیت میں مہاجرین اور انصار صحابہ کے بعد میں آنے والے ان لوگوں کے لیے بھی اللہ کی رضا، جنت اور آخرت کی عظیم کامیابی کی بشارت ہے جو ان سابقین اولین کی نیکی کے ساتھ اتباع کریں یا ان کے حق میں کلمہ خیر کہیں سو جو لوگ اخروی انعامات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور دیگر خلفائے راشدین کے متعلق اچھے کلمات کہیں اور نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کریں اور ان کے متبعین بالاحسان میں شامل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلفاء راشدین کے متبعین بالاحسان میں شامل رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں راضی کر دے اور ہمیں وہ دائمی جنات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عظیم الشان کامیابی عطا فرمائے (آمین)

حضرت ابوبکر کے خلیفہ برحق ہونے پر عقلی دلائل

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت کا مستحق تین شخصوں میں سے کوئی ایک تھا، حضرت ابوبکر

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم، پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے اختلاف نہیں کیا بلکہ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی، پس تمام صحابہ کا حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہو گیا۔

نیز اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی حضرت ابوبکر سے اسی طرح جنگ کرتے جس طرح انھوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی جبکہ معاویہ بیس سال سے شام میں حکمران تھے اور ان کو فوج اور اسلحہ کی بڑی بھاری طاقت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ طویل عرصہ تک جنگ کرنے کے بعد بھی ان کو زیر نہیں کر سکے، اس کے برخلاف حضرت ابوبکر کو ایسی عسکری قوت حاصل نہیں تھی اور تمام بنو ہاشم حضرت علی کی پشت پر موجود تھے اور حضرت معاویہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے جنگ کرنا بہت آسان تھا پس اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی کبھی ان کی بیعت نہ کرتے جس طرح حضرت حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی اور ان سے ضرور جنگ کرتے جس طرح حضرت علی نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی۔

انعقاد بیعت کے وقت انصار نے یہ کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں (مہاجرین) سے ہو، حضرت ابوبکر نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الائمۃ من قریش "امام قریش میں سے ہوگا" انصار نے اس حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی، حضرت علی کے حامی انصار سے زیادہ تھے اور عام مسلمانوں کو بھی خانوادہ نبوت سے محبت اور ہمدردی تھی اگر ان کے پاس اپنی خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو انصار کی بہ نسبت وہ معارضہ کرنے کے زیادہ حقدار تھے اور ان کے حمایتی اور مددگار انصار سے بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ اس نص کو ضرور پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ وہ خلافت کے حقدار ہیں، اور تمام مسلمان ان کا ساتھ دیتے۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟

امام بخاری نے ابن

شہاب زہری کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی، پھر حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد انھوں نے حضرت ابوبکر سے صلح کر کے بیعت کر لی۔ [1]

امام مسلم نے بھی ابن شہاب زہری کی سند سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [2]

ہر چند کہ حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے وقت ابتدا ہی میں بیعت کر لی تھی، اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے الگ نہیں رہے تھے۔ امام بیہقی، امام بخاری اور امام مسلم کی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قال معمر قلت للزهری کم مکثت فاطمة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ستة اشهر فقال رجل للزهری فلم یبایع علی رضی اللہ عنہ حتی ماتت فاطمة رضی اللہ عنہا قال ولا احد من بنی هاشم رواہ البخاری فی الصحیح من وجهین عن معمر ورواہ مسلم عن اسحاق بن راهویه وغیرہ عن عبد الرزاق ۔ وقول الزهری فی قعوده علی عن بیعة ابی بکر رضی اللہ عنہ حتی توفیت فاطمة رضی اللہ عنہا منقطع وحدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فی مبایعته ایاہ حین بویع العامة بعد السقیفة اصح ولعل الزهری اراد قعوده عنها بعد البیعة ثم نهوضه الیها ثانیا وقیامه بواجباتها واللہ اعلم [1]

معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ کتنے دن زندہ رہیں؟ زہری نے کہا چھ ماہ، پھر ایک شخص نے زہری سے کہا: کیا حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی! اس حدیث کو امام بخاری نے معمر سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسحٰق بن راہویہ سے اور دوسروں نے عبدالرزاق سے روایت کیا ہے۔ اور زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ جس وقت عام بیعت ہو رہی تھی حضرت علی نے اسی وقت حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اور شاید کہ زہری کی یہ مراد ہو کہ حضرت علی بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر بیٹھے رہے اور اس کے بعد دوبارہ (چھ ماہ بعد) حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام خطباء الانصار فجعل الرجل منهم یقول یا معاشر المهاجرین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا استعمل رجلا منکم قرن معه رجلا منا فنری ان یلی هذا الامر رجلان احدهما منکم والآخر منا قال فتتابعت خطباء الانصار علی ذلک فقام زید بن ثابت فقال ان رسول اللہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو انصار کے خطباء کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے جماعت مہاجرین! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے اور اس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے، سو ہمارا خیال یہ ہے کہ اس خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے، پھر انصار کے سب خطیبوں نے

[1] ۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

صلی اللہ علیہ وسلم کان من المہاجرین و ان الامام یکون من المہاجرین ونحن انصارہ کما کنا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال جزاکم اللہ خیرا یا معشر الانصار وثبت قائلکم ثم قال اما لو فعلتم غیر ذلک لما صالحناکم ثم اخذ زید بن ثابت بید ابی بکر فقال ہذا صاحبکم فبایعوہ ثم انطلقوا فلما قعد ابوبکر علی المنبر نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیا فسأل عنہ فقام ناس من الانصار فاتوا بہ فقال ابوبکر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعہ ثم لم یر الزبیر بن العوام فسال عنہ حتی جاء و بہ فقال ابن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال مثل قولہ لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعاہ ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ [1]

اسی طرح کہنا شروع کیا، اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے اور تمہارے قائل کو ثابت قدم رکھے، اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے، پھر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمہارے صاحب ہیں ان سے بیعت کر لو، پھر سب نے بیعت کی، جب حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا، حضرت علی نظر نہیں آئے، آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا، انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو بلا کر لائے، حضرت ابوبکر نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور آپ کے داماد: کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں، حضرت علی نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں، سو آپ نے بیعت کر لی! پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام بھی نہیں ہیں تو ان کے متعلق دریافت کیا، پھر لوگ ان کو لائے، آپ نے فرمایا: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کے مددگار! کیا آپ مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہتے ہیں؟ حضرت زبیر نے بھی کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں پھر دونوں نے بیعت کی، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انھوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تھی اور یہ روایت بخاری اور مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر راجح ہے اور بر تقدیر تسلیم بخاری اور مسلم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی نے دوبارہ آکر بیعت کی، کیونکہ حضرت فاطمہ کی تیمارداری میں مشغولیت کے باعث وہ حضرت ابوبکر کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۳ ص ۷۶، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ

اطمینان کی خاطر دوبارہ آکر بیعت کی تجدید کی۔ [1]

حضرت ابو سعید کی روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال، قال علی لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابا بکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابا بکر۔ [2]

حسن کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصال کر گئے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم نے یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا تھا، پھر ہم اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ میں راضی تھے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابن سعد کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی اسی وقت بیعت کر لی تھی جب بیعت عام منعقد ہوئی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم نے معمر کے حوالے سے جو بیعت میں چھ ماہ تاخیر کی روایت بیان کی ہے وہ زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے اس لیے حجت نہیں ہے۔ اور بہ فرض محال اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت علی کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بیعت کی صحت کے لیے ہر ہر فرد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ارباب حل وعقد میں سے جو علماء اور رؤسا میسر ہوں ان کا بیعت کرنا صحت بیعت کے لیے کافی ہے، البتہ باقی لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت نہ کریں اور جماعت مسلمین سے باہر نہ ہوں، سو حضرت علی نے ایسا ہی کیا ہر چند کہ انھوں نے بیعت عام کے وقت بیعت نہیں کی لیکن انھوں نے اتحاد مسلمین کی لاٹھی کو نہیں توڑا اور نہ حضرت ابوبکر کی مخالفت کی اور جب ان کو حضرت فاطمہ کی تیمارداری سے فرصت ملی تو انھوں نے اطمینان سے آکر شرح صدر سے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے تاخیر بیعت کا خود یہ عذر بیان کیا ہے کہ ہمیں حضرت ابوبکر کی افضلیت اور خلافت میں ان کے استحقاق سے کوئی اختلاف نہیں ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا، حضرت ابوبکر، عمر اور دوسرے صحابہ کی طرف سے اس عذر کا یہ جواب ہے کہ خلافت کا معاملہ بے حد اہم تھا اور اس مسئلہ کو جلد از جلد طے کرنا مقصود تھا، اسی وجہ سے اس قضیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے اور تجہیز وتکفین میں مشغول تھے اس بناء پر ان کو مشورہ کے لیے نہیں بلایا جا سکا، بہرحال یہ توجیہات حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی بناء پر ہیں ورنہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی نے ابتداء میں بیعت عام کے وقت بیعت کر لی تھی، اہل تشیع کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۴۹۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حضرت ابوبکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ

حضرت علی کے نزدیک حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت صحیح تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے ان کی خلافت کے خلاف کوئی مناقشہ نہیں کیا، کوئی محاذ آرائی نہیں کی بلکہ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ وہ مسلسل تعاون اور ان کی حمایت کرتے رہے چوبیس سال تک لگاتار خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں، خلفاء ثلاثہ کی سونپی ہوئی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے پورا کیا اور ہمیشہ ایک رفیق اور حلیف کی حیثیت سے ان کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن علی انہ قال یوم الجمل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعھد الینا عھدا ناخذ بہ فی امارۃ ولکنہ شیء رایناہ من قبل انفسنا ثم استخلف ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ۔[1]

جنگ جمل کے دن حضرت علی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے متعلق ہمیں کوئی وصیت نہیں کی تھی جس پر ہم عمل کرتے، ہم نے خود اپنے اجتہاد سے خلیفہ مقرر کیا، پھر ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا، ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو انھوں نے خلافت کو درستگی کے ساتھ قائم کیا اور خود بھی راہِ راست پر رہے پھر عمر کو خلیفہ بنایا گیا، عمر پر اللہ کی رحمت ہو انھوں نے بھی کارِ خلافت کو صحیح رکھا اور خود بھی راہ استقامت پر گامزن رہے حتیٰ کہ دین کے تمام معاملات درست ہو گئے۔

اہل تشیع کی تصانیف میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقشہ

یہاں تک ہم نے علماء اہل سنت کی احادیث اور دیگر تصانیف سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے اب ہم تقابلی جائزہ کے لیے علماء اہل تشیع کی تصانیف سے حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

جب حضرت عمر نے دیکھا کہ جمیع مہاجرین و انصار نے بغیر حیدر کرار اور چار نفر خواص اصحاب رسول دین کو دنیا سے فروخت کر ڈالا اور حضرت ابوبکر سے بیعت کی، اس وقت ابوبکر سے کہا علی کو بیعت کے لیے کیوں نہیں بلاتے واللہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک تم پر خلافت قائم نہ رہے گی کہ وہ خلیفہ برحق رسول خدا ہیں اور عالم تر اور شجاع تر اور فاضل تر اس امت کے ہیں، لوگ ان کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں، ابوبکر نے جناب امیر کو بیعت کے لیے بلایا، جناب امیر نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

ہوا اور جمیع آیات وسورۂ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو، اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو، چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر خشمناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ [1]

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ علماء شیعہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پانچ اصحاب کے سوا باقی تمام صحابہ نے بیعت کی، اہل تشیع نے جس ذلت و رسوائی کے ساتھ حضرت علی کو مسجد میں بلوانے اور جبراً بیعت لینے کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت خاتون جنت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شدید توہین کی ہے اور حضرت علی کی انتہائی بزدلی بیان کی ہے۔ حضرت خاتون جنت پر دروازہ گرا کر ان کا حمل ساقط کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے، ایسا بھی کیا تقیہ! حضرت علی کو اپنی جان اتنی پیاری تھی کہ اپنی اور رسول اللہ کی عزت کو پامال ہوتے ہوئے دیکھتے رہے اور اسد اللہی قوت سے کوئی مزاحمت نہیں کی!۔

تقیہ کا جواب ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: ایک گروہ منافقین نے صلاح کی جناب امیر کو قتل کریں اور باہم کہا ہماری عملداری مستحکم نہ ہوگی جب تک علی کو قتل نہ کریں۔ جب ابوبکر نے ان سے کہا جب چہ چلایہ کوئی جرأت نہیں کر سکتا تو ثانی نے ایک آدمی کو بھیج کر خالد بن ولید کو بلایا اور کہا تم کو میں نے ایک امر عظیم کے لیے بلایا ہے، بولا جو کچھ کہو مجھ کو منظور ہے اگرچہ قتل علی ہی کیوں نہ ہو، کہا اسی لیے تم کو بلایا ہے، خالد نے پوچھا کس وقت علی کو قتل کر دوں۔ . . . . نے کہا وقت نماز میں علی کے پہلو میں کھڑا ہو جب میں سلام کہوں تو علی کو قتل کر۔ اسماء بنت عمیس کہ پہلے زن جعفر طیار تھیں اس وقت زوجہ ابوبکر تھیں جب اس نے لوگوں کے اس مشورہ کو سنا اپنی کنیزہ سے کہا علی اور فاطمہ کے گھر جا اور ان کے گھر میں پھرتی اور یہ آیت پڑھتی جا: ان الملأ یأتمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین" جب وہ کنیز آئی اور یہ آیت پڑھی۔ جناب امیر نے فرمایا اپنی بی بی سے کہدے خدا تجھ پر رحمت نازل کرے وہ لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے، اس لیے کہ اگر وہ مجھے قتل کریں گے تو ناثمین و قاسطین و مارقین سے کون لڑے گا پس جناب امیر نے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے۔ خالد بن ولید بھی پہلو میں آکھڑا ہوا اس وقت ابوبکر نماز پڑھاتے تھے۔ اور ڈرے کہ جناب امیر نے اگر تلوار کھینچ لی تو پہلے میں ہی نہ مارا جاؤں اس خیال سے تشہد کو بہت طول دیا یہاں تک کہ نزدیک ہوا آفتاب طلوع ہو جائے۔ خوف دوسرا یہ بھی تھا اگر سلام کہی اور خالد بن ولید اپنی حرکت ناپاک کرے فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے، پس قبل سلام ابوبکر نے کہا اے خالد! جس بات کا میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ نہ کرنا، اور اگر کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر سلام نماز کیا اس وقت جناب امیر نے خالد سے کہا تجھے ابوبکر نے کیا حکم دیا تھا اس نے کہا تمہارے قتل کا۔ فرمایا کیا تو مجھے قتل کرتا۔ خالد نے کہا ہاں واللہ! اگر ابوبکر منع نہ کرتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ یہ سن کر جناب امیر نے خالد کو بلند کر کے زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور تلوار اٹھائی کہ سر کاٹ لیں عمر نے چلا کر کہا بحق پروردگار کہ علی ابن ابیطالب خالد کو مارے ڈالتے ہیں۔ سب مل کر چھڑا لو۔ یہ سن کر تمام حاضرین مسجد میں جمع ہو گئے مگر جناب امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکتے تھے۔ [2]

---

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیاۃ القلوب مترجم ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

[2] " " " " ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۳۷، " " " "

ملا باقر مجلسی کے بیان کردہ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حضرت ابوبکر کی اقتدار میں نماز پڑھتے تھے اور یہ عذر بیان کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی نے تقیۃً یہ نمازیں پڑھی ہیں کیونکہ اسی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ حضرت علی اتنے زور آور تھے کہ انھوں نے حضرت خالد بن ولید کو پکڑ لیا تو تمام حاضرین مسجد مل کر بھی ان کو نہیں چھڑا سکتے تھے۔ اور جب حضرت علی کو اپنی جان کا خوف اور خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ بار بار فرماتے تھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو تقیہ کی کوئی وجہ نہ تھی اور جب ان کے نزدیک حضرت ابوبکر کافر تھے۔ (العیاذ باللہ) تو پھر کافر کے پیچھے نمازیں پڑھ کر نمازوں کو برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی!

نیز اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن ناتمام اور محرف ہے اصل قرآن اب تک غائب ہے، حتیٰ کہ حضرت علی نے اس قرآن کو اپنے دور خلافت میں بھی نہیں ظاہر کیا اور تمام امت مسلمہ کو اب تک اس سے محروم رکھا ہے جب قائم آل محمد (یعنی امام مہدی) کا ظہور ہوگا تب اس قرآن کا ظہور ہوگا۔!

ملا باقر مجلسی حضرت علی کو مسجد میں بلوانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثانی (حضرت عمر) نے کسی کو مسجد میں بھیج کر اپنے ساتھیوں سے اور کل منافقین سے نصرت و مددگاری چاہی یہ سن کر منافقین فوج فوج .... کی نصرت و مددگاری کو آئے۔ یہاں تک کہ ابوہ واژدھام ہو گیا۔ خالد بن ولید نے شمشیر کھینچ کر جناب امیر پر حملہ کیا۔ جناب امیر نے اس پر حملہ کر کے چاہا قتل کر دیں مگر لوگوں نے بحق رسول خدا جناب امیر کو قسم دی۔ جناب امیر نے خالد کو چھوڑ دیا۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی (رضوان اللہ علیہم) جناب امیر کی نصرت و مددگاری کو اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ فتنہ عظیم برپا ہو۔ جناب امیر نے ان کو منع کیا اور فرمایا مجھے ان اشقیاء کے ساتھ چھوڑ دو اس لیے کہ خدا نے مجھے حکم نہیں دیا کہ اس وقت ان سے جہاد کروں۔ وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ و بروایت دیگر۔ جب دروازہ در دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازو جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی صدمہ ضربت سے انتقال کیا۔ و بروایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم (حضرت عمر) دروازہ شکم محترم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا پھر جناب امیر کو مسجد میں لے گئے جفا کار و اشقیائے امت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی روتے پیٹتے اور کہتے تھے، کیا جلد حضرت رسول خدا سے تم لوگوں نے خیانت کی۔ کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا۔ اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا اے .... سب قریش تیری اصلیت و نسب کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں کہ کتنی مرتبہ کے .... سے تو پیدا ہوا ہے ایسا شخص خانۂ اہلبیت میں آئے اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے برادر اور وصی رسول کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے جب ابوبکر کی نظر جناب امیر پر پڑی لوگوں سے کہا چھوڑ دو۔ جناب امیر نے فرمایا اے ابوبکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل بحکم پیغمبر مجھ سے تو نے خم غدیر میں بیعت کی اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنان

تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر..... شمشیر غلاف سے کھینچ کر بالائے سر جناب امیر کھڑا ہو گیا اور کہا ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔ جناب امیر نے فرمایا اگر بیعت نہ کروں کیا کرے گا؟ ثانی نے کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کروں گا جناب امیر نے فرمایا رسول کے بھائی کو قتل کرے گا؟ بخدا سوگند اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت رسول نہ ہوتا تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ کون زیادہ ضعیف ہے۔ پس بریدہ اسلمی اٹھے اور کہا اے ابوبکر و عمر آیا تم نہیں تھے کہ جناب رسول خدا نے تمہیں اور ہمیں فرمایا کہ جا کر جناب امیر پر بامارت دباد شاہی سلام کریں۔ تم لوگوں نے پوچھا یہ حکم آپ از جانب حق تعالیٰ دیتے ہیں، حضرت رسول نے فرمایا ہاں بحکم خدا دیتا ہوں اس وقت ہم لوگ گئے اور سلام کیا اور کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! عمر نے کہا اے بریدہ تمہیں ان باتوں سے کیا۔ بریدہ نے کہا بخدا سوگند میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم لوگ امیر ہو اور خلیفۂ رسول معزول ہو۔ اس کلام کے بعد باجازت حضرت عمر بریدہ اسلمی کو مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعد ازاں سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابوبکر! خدا سے خوف کر اور جس جگہ بیٹھنے کا سزاوار نہیں وہاں سے اٹھ جا۔ اور حق خلافت اہل بیت کو دے اور جمیع امت کو جہالت و ضلالت میں تا روز قیامت نہ ڈال۔ یہ سن کر عمر نے آواز دی سلمان تم کو ان باتوں سے کیا کام۔ سلمان نے کہا بخدا! سوگند اگر میں جانتا اپنی تلوار سے اہل دین کی خدمت کرتا۔ بے شک تلوار کھینچ کر مردانہ راہ خدا میں جہاد کرتا کہ تم دعویٰ رسول سے ایسا سلوک نہ کر سکتے۔ پس اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا تم نے کیا کیا نہ کیا اور کیا نہ جانا۔ کیا دین میں آئے اور کیا دین میں سے خارج ہو گئے۔ اب میں تم کو بلا میں مبتلا ہونے اور نعمت فراخی سے ناامیدی کی بشارت دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ ایک گروہ ستمگار تم پر مسلط ہو گا اور بجور و ستم تم سے سلوک کرے گا۔ کتاب خدا اور اس کے احکام کو بدل ڈالے گا، اس کے بعد ابوذر، مقداد و عمار اٹھے اور ہر ایک نے حجت ہائے بالغہ اور دلیل ہائے کاملہ ان اشقیاء پر تمام کیں اور جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا، آپ کیا فرماتے ہیں اگر حکم دیں تو ہم شمشیر سے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کریں یہاں تک کہ ماسے جائیں جناب امیر نے فرمایا خدا تم پر رحمت کرے۔ ان اشقیاء سے دست بردار رہو اور وصیت رسول خدا یاد کرو۔ ابوبکر منبر پر چپ چاپ بیٹھے تھے..... نے کہا بیٹھا ہے علی زیر منبر مقام محاربہ میں ہے اور بیعت نہیں کرتے۔ مجھے اجازت دے کہ ان کو قتل کر دوں۔ اس وقت حسنین سر ہانے اپنے پدر بزرگوار کے کھڑے تھے۔ اس کلام سے رونے اور چلانے لگے۔ اور قبر رسول کی طرف منہ کر کے فریاد کرنے لگے۔ یا جداہ یا رسول اللہ ۔ ہم کو آپ اس حالت میں دیکھیں کہ ہم بے یار و مددگار ہیں پس جناب امیر نے حسنین کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا اے جانِ پدر! نہ رو۔ بخدا سوگند یہ اشقیاء تمہارے باپ کے قتل پر قادر نہیں اور اس سے زیادہ ذلیل و بے مقدار ہیں جو یہ ارادہ کر سکیں۔ پس ام سلمہ زوجۂ رسول خدا اور ام ایمن مربیہ آنحضرت اپنے اپنے مکان سے روتی ہوئی دوڑیں اور بولیں اے لوگو! تم نے بہت جلد اپنے کینہ ہائے دیرینہ کو بعد رسول ظاہر کیا۔ ثانی نے کہا ان عورتوں کو مسجد سے نکال دو اور ان کے کلام سے کیا کام۔ پس جناب امیر اٹھے اور مہاجرین و انصار سے اپنے فضائل و مناقب ایک ایک بیان کیے اور ان سے نصوص رسول خدا پر اپنی خلافت کے مقدمہ میں گواہی چاہی اور روز غدیر و دیگر مقامات متددہ الخیں یاد دلائے اور حجت الٰہی ان پر تمام کی۔ ان لوگوں نے کہا یا حضرت اگر آپ اس سے پہلے فرماتے تو ہم ابوبکر کی بیعت نہ کرتے اس گفتگو سے عمر کو خوف ہوا کہ لوگ ایسا نہ ہو ابوبکر کی خلافت سے منحرف ہو جائیں لہٰذا پھر جناب امیر سے کہا یا علی بیعت کرو ورنہ میں تم کو..... کر دوں گا۔ جناب امیر نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے۔ بخدا سوگند میرے اوپر تمہیں قدرت نہیں۔

یہ سن کر خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر بولا۔ بخدا سوگند بیعت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ جناب امیر نے گریبان پکڑ کر دور پھینک دیا اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی بعد اس کے ہر چند کوشش کی مگر جناب امیر نے بیعت نہ کی۔ لوگوں نے جن میں عمر بھی تھے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ لیا زبردستی۔ اور ابوبکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا احادیث معتبرہ میں منقول ہے جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرقد مطہر جناب رسول کی طرف منہ کر کے کہا: یا ابن عم ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی ۔ اے برادر من! تیری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔ سب نے کہا پہچان کر۔ یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی کہ سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی: یا ابا بکر اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سواک رجلا اے ابوبکر! کافر ہوا اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ [1]

ملا باقر مجلسی نے متعدد بار لکھا ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال مانع تھا ورنہ چار کے سوا تمام صحابہ کو مار ڈالتے۔ سوال یہ ہے کہ جب چار کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے تو رسول اللہ کا تو یہی حکم ہے کہ مرتد کو قتل کر دو اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار اور منافقین کو قتل کر دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ محض افترا ہے کہ آپ نے کافروں، مرتدوں، ظالموں اور غاصبوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا، اور یہ بھی ایک جھوٹا حیلہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ ایک جماعت نہ ہو ان سے جنگ نہ کرنا، جب حضرت علی تنہا ان سب پر بھاری تھے تو پھر جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں تھی تمام بنو ہاشم اور اہل بیت آپ کے ساتھ تھے اور اہل تشیع کے زعم کے مطابق یہ صحابہ کافر تھے تو پھر ان کافروں سے جنگ کرنا واجب تھا خصوصاً اس وقت جب کہ حضرت علی کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کو قتل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر عزت و کرامت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے ہم نوا، معاون اور حلیف رہے، ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے احکام پر خوش دلی سے عمل کرتے رہے، حضرت علی کا حضرت ابوبکر کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا جلاء العیون کی اس عبارت سے ثابت ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی تقیۃً نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

یہاں تک ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے پر قرآن مجید، احادیث، عقل صریح اور کتب شیعہ سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم حضرت ابوبکر کی خلافت پر اہل تشیع کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر میں شجاعت کی کمی تھی

اہل تشیع کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خلیفہ کو شجاع اور بہادر ہونا چاہیے اور حضرت ابوبکر شجاع اور بہادر نہیں تھے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

---

[1] ۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۲۳۳ - ۲۳۰، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

کو کسی مہم کی ذمہ داری نہیں سونپی۔

الجواب اہل تشیع کا یہ کہنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو کسی مہم کی قیادت نہیں دی، کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوا اور نو ایسی مہمات میں شریک ہوا جن میں سے بعض میں حضرت ابوبکر امیر تھے اور بعض میں حضرت اسامہ بن زید امیر تھے۔ اور ۹ ہجری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے، مسند بزار میں ہے حضرت علی نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہیں! حضرت علی نے فرمایا میں نے جس کو بھی مقابلہ کی دعوت دی میں اس سے برابر رہا، لیکن مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمیں علم نہیں! حضرت علی نے کہا جنگ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنایا، ہم نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اس چھپر میں کون رہے گا تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ نہ کر سکے! بخدا! ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس چھپر میں نہیں گیا، حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس برہنہ تلوار لیے کھڑے تھے، پس ابوبکر ہی صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت علی نے فرمایا میں نے دیکھا کفار قریش نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور آپ کو ایذاء پہنچانے لگے، اور کہنے لگے کہ تم ہی وہ شخص ہو جو ہمارے تمام معبودوں کو باطل معبود قرار دیتے ہو، حضرت علی کہتے ہیں کہ بخدا! حضرت ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور کے قریب نہیں پہنچا، حضرت ابوبکر ان کو مارتے اور ان کو روندتے اور کہتے تمہارا ناس جائے تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے! پھر حضرت علی نے اپنی چادر اٹھائی اور رونے لگے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر حضرت علی نے سوال کیا کہ آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا ابوبکر بہتر ہیں؟ جب لوگ خاموش رہے تو حضرت علی نے فرمایا بخدا ابوبکر کے ساتھ ایک لحظہ گزارنا آل فرعون کے مومن کی مثل سے بہتر ہے، کیونکہ آل فرعون کا مومن ایمان چھپاتا تھا اور ابوبکر نے اپنے ایمان کو مشتہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی میں سب سے مشکل مرحلہ سفر ہجرت تھا اور اس سفر میں آپ نے جس کی شجاعت پر اعتماد کیا وہ حضرت ابوبکر تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ایذا کب پہنچائی تھی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اس حالت میں عقبہ بن ابی معیط نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، اس وقت حضرت ابوبکر نے آکر اس کو دھکا دیا اور کہا تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں سے ظاہر امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کچھ عرب مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور دوسری طرف مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے ان تمام فتنوں کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ان تمام داخلی فتنوں کے باوجود حضرت ابوبکر نے حضرت اسامہ کی قیادت

میں شام کی طرف لشکر روانہ کیا، حالانکہ بعض صحابہ کی طرف سے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کی مخالفت کی گئی اور شام میں لشکر بھیجنے کی بھی سب نے مخالفت کی کہ اس وقت حالات ساز گار نہیں ہیں لیکن حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کردہ لشکر کے بھیجنے کو مقدم رکھا اور مصلحت وقت کا خیال نہیں کیا اور یہی حضرت ابوبکر کی بہت بڑی دلیری اور شجاعت ہے۔ حضرت ابوبکر کی شجاعت پر یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پرخطر سفر میں اپنی رفاقت اور حفاظت کے لیے تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت کی فتوحات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب شجر اسلام قوی اور ثمر آور ہو چکا تھا حضرت ابوبکر نے اس وقت اسلام کی خدمت کی ہے جب اسلام ایک چھوٹا سا پودا تھا مخالفین کی کثرت تھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی حضرت علی اس وقت کم سن تھے اس وقت کفار اور مخالفین کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جس قدر حملے کیے جاتے تھے ان کے سامنے صرف حضرت ابوبکر سینہ سپر ہوتے تھے۔ شیعہ حضرات کی مستند کتاب رجال کشی میں لکھا ہے حضرت علی نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دی میں اس کو کذاب اور مفتری کی سزا دوں گا۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اعلان برأت کے وقت حضور نے حضرت ابوبکر کو امارت سے معزول کر دیا تھا

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ نو ہجری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورۂ برأۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر کو معزول کر کے حضرت علی کو امیر بنا دیا تھا۔

الجواب حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ توڑنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب معاملہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور مؤثر ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابوبکر امیر تھے اور حضرت علی نے بھی حضرت ابوبکر کی امارت اور ان کی متابعت میں فریضہ حج انجام دیا تھا۔ اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کتاب الحج میں لکھا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے استدلال کا جواب

اہل تشیع کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر تمام صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا: کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب صحابہ نے اس کا اعتراف کیا اور تصدیق کی، پھر آپ نے حضرت علی کے ہاتھ اوپر اٹھا کر فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال — جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں اے اللہ

من والاہ وعاد من عاداہ [1]

اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مولی بمعنی اولیٰ ہے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس شخص پر اولی بالتصرف ہیں اس پر حضرت علی اولیٰ بالتصرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتصرف ہو وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے لہٰذا حضرت علی امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو امام قرار دے دیا تو ان کی موجودگی میں حضرت ابوبکر کی امامت صحیح نہیں ہوئی۔

الجواب یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بکثرت اسانید سے روایت کیا ہے، لیکن اہل تشیع کا اس حدیث سے حضرت علی کی امامت اور خلافت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اور ان کے اس استدلال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور اہل تشیع کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث میں ولی بمعنی اولیٰ ہے، اس لیے ہم پہلے دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغت میں کیا معنی ہیں۔ علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب ذیل معنی ذکر کیے ہیں: (۱) محب (۲) صدیق (دوست) (۳) نصیر (۴) سلطان (۵) مالک (۶) عبد (۷) آزاد کرنے والا (۸) آزاد کیا ہوا (۹) قریب (۱۰) مہمان (۱۱) شریک (۱۲) عصبہ (۱۳) رب (۱۴) منعم (۱۵) تابع (۱۶) سسرالی رشتہ دار (۱۷) بھانجہ۔ [2]

ولی کے یہ تمام حقیقی معانی ہیں اور ولی کا معنی اولیٰ بالتصرف نہیں ہے، اس لیے یہاں مولیٰ کے لفظ کو اولیٰ بالتصرف پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے نیز یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا مولیٰ ہے، یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص فلاں سے مولیٰ ہے، یعنی اولیٰ ہے۔

(۲) بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولی بالامامۃ کے معنی میں ہو بلکہ یہ اولیٰ بالاتباع اور اولیٰ بالقرب کے معنی میں ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ (آل عمران: ۶۸) "ابراہیم سے اولی بالقرب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے"

(۳) اگر یہ لفظ اولیٰ بالامامۃ کے معنی میں بھی مان لیا جائے تو اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت علی اولی بالامامۃ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی مآل کے اعتبار سے اولیٰ بالامامۃ ہیں یعنی جس وقت حضرت علی کی خلافت کا موقع ہوگا اس وقت وہی اولیٰ بالامامت ہوں گے اور خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ اور امیر ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۴) اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۹-۳۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۰۶ھ

(۵) مسند بزار میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

(۶) اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔ یہ دعا اس پر قرینہ ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف انھی جوابات پر اکتفار کی ہے۔

اس باب کی احادیث کی ہم نے بہت مبسوط شرح کی ہے اور خراج اور فئی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل فراہم کیے ہیں، اس کے بعد مسئلہ فدک اور مسئلہ خلافت پر نہایت بسط سے بحث کی ہے ہر چند کہ ان مسائل پر علماء اہل سنت نے کافی کچھ لکھ دیا ہے لیکن اس کی ترتیب اور تدوین ایسی نہیں ہے جس سے آج کا سہل پسند قاری استفادہ کر سکے، ہم نے اس دور کی تحریر کے اسلوب اور تصنیف و تالیف کے جدید تقاضوں کے پیش نظر لکھا ہے اور اہل سنت کے موقف کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو دلائل ہمیں القاء کیے ان کو بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بہت محنت کی ہے، مختلف لائبریریوں میں جا کر چھان پھٹک کر کے کتب شیعہ سے مواد فراہم کیا اور بہت محنت، عرق ریزی اور جانسوزی سے حوالہ جات تلاش کیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو نفع آور بنائے۔ اہل سنت کے لیے اس تحریر کو استقامت اور طمانیت کا سبب بنائے اور شیعہ حضرات کے لیے اس کو موجب رشد و ہدایت بنائے، اللہ تعالیٰ مصنف، ناشر، مصحح، کاتب، جملہ معاونین اور قارئین کو تعظیم صحابہ اور محبت اہل بیت پر قائم رکھے، اسلام پر زندہ اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، دنیا اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور اپنے فضل و کرم اور سرکار کے توسل سے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین وللمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

باب ۵۹۱ کیفیۃ قسمۃ الغنیمۃ بین الحاضرین

مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا طریقہ

۴۴۷۱۔ حدثنا یحییٰ بن یحییٰ وابو کامل فضیل بن حسین کلاھما عن سلیم قال یحییٰ اخبرنا سلیم بن اخضر عن عبید اللہ بن عمر حدثنا نافع عن عبد اللہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو مال غنیمت سے دو حصے دیے اور آدمی کو ایک حصہ دیا۔

بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِي النَّفَلِ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّجُلِ سَهْمًا۔

۴۴۷۲۔ حَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي النَّفَلِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اس میں غنیمت کا ذکر نہیں ہے۔

گھوڑے کو دو حصے دینے پر جمہور فقہاء کی احادیث

حافظ بدر الدین عینی لکھتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے دیے، ایک حصہ اس کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے، اور امام نسائی نے حضرت زبیر سے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو چار حصے دیے، ایک حصہ حضرت زبیر کو، ایک حصہ ذوی القربیٰ میں سے حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کو اور دو حصے گھوڑے کے لیے، اور امام احمد نے حضرت علی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے کے لیے دو حصے نکالتے تھے اور امام دار قطنی نے حضرت ابی رہم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں اور میرا بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لیے گئے اور ہمارے ساتھ دو گھوڑے تھے سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھ حصے عنایت کیے چار حصے ہمارے (دو) گھوڑوں کے لیے اور دو حصے ہمارے لیے۔ امام دار قطنی نے ابو کبشہ انماری، حضرت ابن عباس، حضرت ضباعۃ بنت الزبیر، حضرت مقداد، حضرت جابر، حضرت سہل بن ابی حثمہ اور حضرت ابو ہریرہ سے بھی اس مضمون کی احادیث روایت کی ہیں۔

جمہور فقہاء اسلام امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان احادیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ مال غنیمت سے گھوڑے سوار کو تین حصے دیے جائیں گے جس میں سے دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے اور ایک حصہ خود اس کے لیے۔

گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابو حنیفہ کی احادیث

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا اور ایک حصہ گھوڑے سوار کو ملے گا، امام ابو حنیفہ کا استدلال اس حدیث سے ہے، امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جنگ بدر کے دن مسبحہ نام کے ایک گھوڑے پر سوار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت سے دو حصے دیے، ایک حصہ ان کے لیے اور ایک حصہ ان کے گھوڑے کے لیے۔ نیز امام واقدی نے مغازی میں اپنی سند کے ساتھ جعفر بن خارجہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بنو قریظہ کے خلاف جنگ میں ایک گھوڑے پر سوار ہو کر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حصہ مجھے اور ایک حصہ میرے گھوڑے کو دیا، اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادے کو ایک حصہ دیا۔ اور ابن مردویہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو مصطلق کی عورتیں قید ہو کر ہاتھ آئیں آپ نے ان میں سے خمس نکال کر باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا، آپ نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادے کو ایک حصہ دیا' اور امام دار قطنی نے کتاب المؤتلف والمختلف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیتے تھے۔

گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کے عقلی دلائل

توضیح میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے تمام اگلے پچھلے علماء کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ گھوڑے کو صرف ایک حصہ ملے گا، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ گھوڑے کو دو حصے اور انسان کو ایک حصہ دینے میں انسان پر گھوڑے کی فضیلت ہے اور میں انسان پر جانور کو فضیلت دینا مکروہ سمجھتا ہوں، امام ابوحنیفہ کے اصحاب نے بھی ان کی مخالفت کی ہے اور تمام فقہاء کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ تنہا رہ گئے، علامہ ابن سحنون نے بھی کہا ہے کہ یہ صرف امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور وہ اس میں منفرد ہیں، علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ اس قول میں امام ابوحنیفہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔

احادیث ابی حنیفہ پر جرح کا جواب

امام ابوحنیفہ نے امام واقدی کی سند سے بھی استدلال کیا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام واقدی کی ثقاہت میں قیل وقال ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ امام واقدی پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے، مصعب زبیری سے ان کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا واقدی ثقہ اور مامون ہیں۔ اسی طرح مسیبی نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا اور ابوعبید القاسم بن سلام نے بھی کہا کہ واقدی ثقہ ہیں، داؤدی نے کہا کہ واقدی امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔

جمہور فقہاء کی احادیث پر جرح

جمہور فقہاء نے امام ابوداؤد کی جو روایت امام احمد سے بیان کی ہے اس میں ایک راوی مسعودی ہے اس پر جرح کی گئی ہے، اور امام دار قطنی نے جو حدیث ابورہم سے روایت کی ہے اس کی سند میں قیس بن ربیع ہے، تنقیح میں لکھا ہے اس کو بعض ائمہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابورہم کی صحابیت میں اختلاف ہے اور امام دار قطنی نے ابی کبشہ انماری سے جو روایت بیان کی ہے اس کی سند میں محمد بن عمران عبسی ہے اس کو امام نسائی نے ضعیف قرار دیا ہے اور اس میں ایک راوی عبداللہ بن بشر ہے، اس کو امام نسائی، یحییٰ قطان، ابوحاتم اور خود امام دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام دار قطنی نے مقداد سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں موسیٰ بن یعقوب ضعیف راوی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ عینی کے دلائل

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر چند کہ جمہور فقہاء کی حدیث بعض اسانید سے ضعیف ہے، لیکن یہ اسانید صحیحہ سے بھی مروی ہے چنانچہ امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے لہٰذا ان اسانید صحیحہ سے یہ حدیث امام ابوحنیفہ پر حجت ہو گی۔ علامہ بدرالدین عینی نے ان احادیث کے جواب میں لکھا ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ — اور جان لو! تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے

خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل۔ (الانفال، ۴۱)

اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول (رسول کے) رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کے لیے ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہیں: اس آیت میں تمام مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو مخاطب ہے اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ گھوڑے سوار اور پیادے کے درمیان مساوات ہو اور جن احادیث میں گھوڑے کے لیے دو حصہ دینے کا ذکر ہے وہ بطور عطیہ اور انعام پر محمول ہیں۔ [1]

علامہ عینی کے اس استدلال پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت کا کوئی لفظ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ گھوڑے سوار اور پیادہ کا حصہ مساوی ہو اور بفرض تسلیم یہ امام ابوحنیفہ کو بھی مضر ہے کیونکہ وہ بھی گھوڑے سوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دینے کے قائل ہیں۔

علامہ المرغینانی کے دلائل اور خلاصہ بحث

علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) نے ان احادیث صحیحہ کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ ان احادیث میں گھوڑے کے لیے دو حصے دینے کا ذکر ہے اور امام ابوحنیفہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان میں گھوڑے کے لیے ایک حصہ دینے کا ذکر ہے اور یہ دونوں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے متعلق ہیں جو آپس میں متعارض ہیں، اس کے برخلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی یہ قولی حدیث روایت کی ہے:

وقد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام للفارس سہمان وللراجل سہم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے سوار کے لیے دو حصے ہیں اور پیادہ کے لیے ایک حصہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: جب فعلی احادیث متعارض ہیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر عمل کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ گھوڑے سوار کو دو حصے دیے جائیں اور پیادہ کو ایک، اور اس سے امام ابوحنیفہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

علامہ المرغینانی کی یہ دلیل بہت قوی تھی بشرطیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ قولی حدیث موجود ہوتی، حافظ زیلعی لکھتے ہیں یہ حدیث بہت غریب ہے اور جس نے اس حدیث کی نسبت امام ابن شیبہ کی طرف کی ہے اس نے خطا کی ہے کیونکہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے سوار کو دو حصے دیے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔ [3]

حاصل بحث یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف اور امام محمد کا یہ نظریہ بہت قوی ہے کیونکہ انھوں نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان کی اسانید بلاشبہ ان احادیث کی اسانید سے زیادہ قوی ہیں جن سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳، ہدایہ اولین ص ۵۵۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۴۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند ۱۳۵۷ھ

بَابُ الْإِمْدَادِ بِالْمَلَائِكَةِ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَإِبَاحَةِ الْغَنَائِمِ

غزوہ بدر میں فرشتوں کی امداد اور غنیمت کے مباح ہونے کا بیان

۴۴۷۳ - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ هُوَ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ وَأَصْحَابُهُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ اللَّهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي اللَّهُمَّ إِنْ تَهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةُ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ حَتَّى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ الْتَزَمَهُ مِنْ وَرَائِهِ وَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ كَفَاكَ مُنَاشَدَتُكَ رَبَّكَ فَإِنَّهُ سَيُنْجِزُ لَكَ مَا وَعَدَكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو انیس مرد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر باآواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی: اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ! اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، آپ ہاتھ پھیلا کر باآواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر گر گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے، آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرماؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی ——— ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس نے یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا، اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ"۔ (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک

مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ فَأَمَدَّهُمُ اللَّهُ بِالْمَلَائِكَةِ قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ فَحَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِي أَثَرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَمَامَهُ إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهُ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُولُ أَقْدِمْ حَيْزُومُ فَنَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهُ فَخَرَّ مُسْتَلْقِيًا فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ وَشُقَّ وَجْهُهُ كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذَلِكَ أَجْمَعُ فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ فَحَدَّثَ بِذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقْتَ ذَلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَقَتَلُوا يَوْمَئِذٍ سَبْعِينَ وَأَسَرُوا سَبْعِينَ قَالَ أَبُو زُمَيْلٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا أَسَرُوا الْأُسَارَى قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مَا تَرَوْنَ فِي هَؤُلَاءِ الْأُسَارَى فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا نَبِيَّ اللَّهِ هُمْ بَنُو الْعَمِّ وَالْعَشِيرَةِ أَرَى أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُمْ فِدْيَةً فَتَكُونُ لَنَا قُوَّةً عَلَى الْكُفَّارِ فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُمْ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَى يَا ابْنَ الْخَطَّابِ قُلْتُ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَرَى الَّذِي رَأَى أَبُو بَكْرٍ وَلَكِنِّي أَرَى أَنْ تُمَكِّنَّا فَنَضْرِبَ أَعْنَاقَهُمْ فَتُمَكِّنَ عَلِيًّا مِنْ عَقِيلٍ فَيَضْرِبَ عُنُقَهُ وَتُمَكِّنِّي مِنْ فُلَانٍ نَسِيبًا لِعُمَرَ فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَإِنَّ هَؤُلَاءِ أَئِمَّةُ الْكُفْرِ وَصَنَادِيدُهَا فَهَوِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا، اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا، اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی، اس دن مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کر لیا، ابو زمیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سے کہا تمہارا ان قیدیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا یا نبی اللہ! یہ ہمارے عم زاد اور ہمارے قبیلہ کے لوگ ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہو گی اور شاید اللہ تعالیٰ انھیں اسلام کی ہدایت دے دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن الخطاب تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا نہیں، بخدا یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابو بکر کی رائے ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ انھیں ہمارے حوالے کیجئے تاکہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں، آپ عقیل کو حضرت علی کے حوالے کیجئے کہ وہ اس کی گردن اتار دیں، اور میرا فلاں رشتہ دار میرے حوالے کریں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ یہ لوگ کافروں کے بڑے اور ان کے سردار ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر کی رائے پسند آئی اور میری رائے پسند نہیں آئی، دوسرے دن جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کا صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں، اگر مجھے بھی رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يَسْهُ مَا قُلْتُ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جِئْتُ فَإِذَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَبُو بَكْرٍ قَاعِدَيْنِ يَبْكِيَانِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَبْكِي أَنْتَ وَصَاحِبُكَ فَإِنْ وَجَدْتُ بُكَاءً بَكَيْتُ وَإِنْ لَمْ أَجِدْ بُكَاءً تَبَاكَيْتُ لِبُكَائِكُمَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْكِي لِلَّذِي عَرَضَ عَلَيَّ أَصْحَابُكَ مِنْ أَخْذِهِمُ الْفِدَاءَ لَقَدْ عُرِضَ عَلَيَّ عَذَابُهُمْ أَدْنَى مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ شَجَرَةٍ قَرِيبَةٍ مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ إِلَى قَوْلِهِ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا فَأَحَلَّ اللهُ الْغَنِيمَةَ لَهُمْ۔

آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے ایسی صورت بنالوں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے مجھ پر پیش آیا ہے، بلاشبہ مجھ پر ان لوگوں کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا وہ درخت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کفار کا زمین پر خون بہانے سے پہلے ان کو قیدی بنالے ——— سو تم کو جو مال غنیمت حاصل ہے اس کو کھاؤ، درآں حالیکہ یہ حلال اور طیب ہے پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال کر دیا۔

بدر کا محل وقوع علامہ نووی لکھتے ہیں بدر وہ جگہ ہے جہاں پر ایک بہت عظیم اور مشہور جنگ واقع ہوئی، یہاں پر ایک مشہور پانی کی جگہ اور ایک بستی تھی یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھی اور مدینہ منورہ سے چار مرحلہ دور تھی، ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ بدر ایک شخص کا کنواں تھا اس شخص کا نام بھی بدر تھا، اسی کے نام پر اس کنواں کا نام بدر رکھ دیا گیا، ابوالیقظان نے کہا ہے کہ بنو غفار کے ایک شخص کا یہ کنواں تھا، غزوہ بدر سترہ رمضان دو ہجری کو جمعہ کے دن واقع ہوا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن غزوہ بدر ہوا وہ سخت گرم دن تھا[1]

جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے وعدہ فتح کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت گریہ وزاری سے دعا کی حکمت

اس باب کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی فتح اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ سے انتہائی

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

گریہ وزاری کے ساتھ دعا کی اس حال میں حضرت ابوبکر نے آپ کو تسلی دی اور کہا یا نبی اللہ آپ کی یہ دعا کافی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر شدت کے ساتھ اس لیے دعا کی تھی تاکہ آپ کے اصحاب آپ کو دعا کرتے ہوئے دیکھ لیں، اور آپ کی دعا کی وجہ سے ان کے دل قوی ہو جائیں، علاوہ ازیں دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر مانگنا عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آپ کو کفار کے لشکر ــــــ ــــ یا کفار کے قافلہ میں سے کسی ایک پر فتح عطا فرمائے گا، اور قافلہ نکل چکا تھا، اس لیے اب کفار کے لشکر پر آپ کو فتحیاب کرنا متعین ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اس لیے شدت سے دعا کی تاکہ یہ فتح جلد حاصل ہو اور مسلمانوں کو زیادہ ضرر پہنچے بغیر فتح حاصل ہو جائے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کسی شخص کے لیے یہ گمان کرنا جائز نہیں ہے کہ اس وقت حضرت ابوبکر اللہ کی نصرت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پُرامید تھے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر گریہ وزاری سے دعا کرنے کی وجہ آپ کی صحابہ پر شفقت اور ان کے دلوں کو تقویت دینا تھی کیونکہ یہ صحابہ کا پہلا جہاد تھا اس لیے آپ نے سخت آہ وزاری سے دعا کی کیونکہ صحابہ کو یہ یقین تھا کہ آپ کی دعا مستجاب ہوتی ہے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقام خوف میں تھے اور یہ بندہ کا انتہائی کامل مقام ہے اور آپ کے نزدیک یہ جائز تھا کہ اس دن مدد نہ آئے کیونکہ مدد کا وعدہ مجمل تھا بہرحال یہ وہم کرنا قطعاً باطل ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر کو زیادہ طمانیت حاصل تھی بلکہ حضرت ابوبکر کو یہ یقین تھا کہ حضور نے اس قدر شدت گریہ سے جو دعا کی ہے وہ ضرور بارآب ہو کر رہے گی۔ [2]

کیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا؟

اس باب کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی، اور حضرت ابن عباس نے فرمایا جنگ بدر کے دن ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا، اتنے میں اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا۔ اس کی ناک پر چوٹ تھی اور چہرہ پھٹ گیا تھا اور اس پر نیل کا سبز نشان تھا جیسے کوڑا لگا ہو، اس انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا عرض کیا، آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔

علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جنگ بدر میں فرشتوں نے بھی جنگ میں حصہ لیا تھا یا نہیں؟ صحیح مسلم کی اس صریح حدیث کے پیش نظر زیادہ تر مفسرین کی یہ رائے ہے کہ فرشتوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا، اور بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ فرشتوں کا نازل ہونا صرف مسلمانوں کو تقویت اور بشارت دینے کے لیے تھا کیونکہ قرآن مجید میں فرشتوں کے نازل کرنے کا ذکر سورہ آل عمران اور سورۂ انفال میں ہے اور دونوں جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے: وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ "اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے دلوں کو مطمئن کرنے اور تمہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۳ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

خوشخبری دینے کے لیے فرشتوں کو نازل کیا ہے۔" لہٰذا اس صریح آیت کے مقابلہ میں ان روایات کو ترک کر دیا جائے گا جن میں فرشتوں کے قتل کرنے اور جنگ کرنے کا ذکر ہے، ہمارے نزدیک یہی نظریہ راجح ہے اس بحث کو پوری طرح واضح کرنے کے لیے پہلے ہم قرآن مجید کی وہ آیات ذکر کریں گے جن میں فرشتوں کے نازل کرنے کا ذکر ہے پھر اس کے بعد مفسرین کی آراء کا ذکر کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اذ تقول للمؤمنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ آلاف من الملائکۃ منزلین ○ بلی ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورھم ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملئکۃ مسومین ○ وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ ط وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ○

(آل عمران: ۱۲۴-۱۲۶)

جب آپ مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار نازل کیے ہوئے فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔ کیوں نہیں اگر تم ٹھہرے رہو اور اللہ سے ڈرو اور وہ اسی وقت یکدم تم پر ٹوٹ پڑیں تو (اسی دن) تمہارا رب تمہاری پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں سے مدد فرمائے گا اور اللہ نے اس کو تمہارے لیے صرف خوشخبری بنایا ہے اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ غالب، حکمت والے کی طرف سے ہے

اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملئکۃ مردفین ○ وما جعلہ اللہ الا بشریٰ ولتطمئن بہ قلوبکم ط وما النصر الا من عند اللہ ط ان اللہ عزیز حکیم ○

(انفال: ۹-۱۰)

جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا سن لی کہ میں ایک ہزار لگاتار آنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرنے والا ہوں اور اس کو اللہ نے صرف خوشخبری بنایا ہے، اور اس لیے کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک اللہ بہت غالب، (اور) نہایت حکمت والا ہے۔

امام رازی سورہ آل عمران کی آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فرشتوں کی نصرت کی کیفیت میں مفسرین کا اختلاف ہے، بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فرشتوں نے مومنوں کے ساتھ قتال کیا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ صرف مسلمانوں کے دلوں کو تقویت دی تھی، اور ان کو یہ خبر دی تھی کہ ان کی نصرت ہو گی اور کافروں کے دلوں پر رعب ڈال دیا تھا، اور ظاہر یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑتی تو وہ لشکر کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے اور ہو سکتا ہے کہ جنگ میں ان کی ضرورت پیش نہ آئی ہو، اور مسلمانوں کے دلوں کی تقویت کے لیے صرف ان کا میدان جنگ میں حاضر ہونا کافی ہو اور زیادہ مفسرین کا یہ زعم ہے کہ فرشتوں نے صرف جنگ بدر میں قتال کیا تھا اور کسی جنگ میں قتال نہیں کیا۔ [1]

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام رازی سورۃ انفال کی آیات کے تحت لکھتے ہیں:

اس بات میں اختلاف ہے کہ فرشتوں نے جنگ بدر کے قتال میں حصہ لیا تھا یا نہیں، ایک قوم نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میمنہ پر تھے جس میں حضرت ابوبکر تھے، اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ میسرہ پر تھے جس میں حضرت علی بن ابیطالب تھے، یہ فرشتے سفید کپڑے پہنے ہوئے انسانوں کی صورت میں تھے، اور انھوں نے قتال کیا، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے صرف جنگ بدر میں قتال کیا اور جنگ احزاب اور جنگ حنین میں قتال نہیں کیا، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود سے ابوجہل نے کہا وہ آواز کہاں سے آرہی تھی جس کو میں سن رہا تھا، اور برسنے والا نظر نہیں آرہا تھا، حضرت ابن مسعود نے کہا وہ فرشتوں میں سے تھا۔ ابوجہل نے کہا پھر فرشتوں نے ہم کو شکست دی ہے نہ کہ تم نے! اور ایک روایت ہے کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا اچانک اس نے اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سنی۔ اس نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو وہ زمین پر چت گر پڑا درآں حالیکہ اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا، اس انصاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ آسمان سے مدد آئی تھی۔

دوسری قوم نے یہ کہا کہ فرشتوں نے قتال نہیں کیا وہ صرف لشکر کی تعداد میں اضافے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کے لیے آئے تھے ورنہ صرف ایک فرشتہ ہی تمام دنیا کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے، کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے اپنے صرف ایک پر سے مدائن میں قوم لوط کو ہلاک کر دیا تھا اور قوم صالح اور ثمود کے شہروں کو صرف ایک چیخ سے ہلاک کر دیا تھا، اور اس امداد کی کیفیت کا سورہ آل عمران میں تفصیلاً ذکر ہے، فرشتے قتال کے لیے نہیں آئے تھے اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما جعلہ اللہ الا بشریٰ "اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے نازل کرنے کو صرف خوشخبری کے لیے بنایا ہے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن ایک چھپر کے نیچے بیٹھ کر دعا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر آپ کی دائیں جانب تھے آپ کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا، اس وقت آپ کو اونگھ آ گئی، پھر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرت ابوبکر کی ران پر مارا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی مدد کی بشارت سنو، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جبرائیل ایک لشکر کی پیشوائی کر رہے ہیں"۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتوں کے نازل کرنے سے صرف اسی بشارت کا بھیجنا مقصود تھا، اور یہ حدیث فرشتوں کے قتال کرنے کی نفی کرتی ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما النصر الا من عند اللہ۔ "نصرت صرف اللہ کی جانب سے ہے"۔ اس آیت سے اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ ہر چند کہ فرشتے مسلمانوں کی موافقت کے لیے نازل ہوتے ہیں، لیکن مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ فرشتوں کے نزول پر اعتماد نہ کریں بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت اور اس کی ہدایت کو کافی سمجھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے جو کبھی مغلوب نہیں ہوتا اور وہی حکیم ہے اور جس جگہ مدد اور نصرت کی ضرورت ہو وہیں مدد پہنچاتا ہے[1]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے وما جعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ وما النصر الا من عند اللہ۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

اس میں یہ تنبیہ ہے کہ مسلمانوں کی نصرت کے لیے فرشتوں کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی مدد کا وعدہ مسلمانوں کو صرف بشارت دینے کے لیے کیا ہے اور ان کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لیے کیا ہے کیونکہ عام لوگوں کی نظر صرف اسباب کی طرف ہوتی ہے اور اس لیے کہ اگر کچھ لوگ جہاد میں ساتھ نہیں شامل ہوئے اور پیچھے رہ گئے ہیں تو اس کی پرواہ نہ کریں ان کے بدلہ میں فرشتے ان کے ساتھ ہیں۔ [1]

سورۂ انفال کی آیات کی تفسیر میں قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

واختلف فی مقاتلتهم وقد روی اخبار تدل علیها۔ [2]

فرشتوں کے قتال کرنے میں اختلاف ہے اور ایسی روایات بھی ہیں جو فرشتوں کے قتال کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

علامہ آلوسی سورۂ انفال میں وما جعله الله الا بشریٰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وفی الآیة اشعار بان الملائکة لم یباشروا قتالا وهو مذهب لبعضهم ویشعر ظاهرها بان النبی صلی الله علیه وسلم اخبرهم بذلك الامداد وفی الاخبار ما یؤیده۔ [3]

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ فرشتوں نے خود جنگ نہیں کی، اور یہ بعض محققین کا مذہب ہے اور ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امداد کی بشارت دی تھی اور بعض روایات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کے متعلق مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی صریح آیات اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر میں فرشتے صرف مسلمانوں کو بشارت دینے اور ان کو تقویت دینے کے لیے نازل ہوتے تھے اور انھوں نے خود جنگ نہیں کی اس کے برخلاف بعض دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے خود جنگ کی تھی، لیکن یہ احادیث چونکہ قرآن مجید کی ان صریح آیات سے معارض ہیں اس لیے ان کو ترک کر دیا جائے گا نیز اگر فرشتوں نے یہ لڑائی لڑی ہوتی تو پھر کوئی ایک صحابی بھی اس جنگ میں زخمی یا شہید نہ ہوتا، حالانکہ چودہ صحابی شہید ہوئے اور متعدد زخمی ہوئے، نیز اگر یہ فرشتوں کا کارنامہ تھا تو اصحاب بدر کا کوئی کمال نہ ہوا اور ان کی اس قدر فضیلت نہ ہوئی اور پھر ہزاروں فرشتوں کی کیا ضرورت تھی؟ تمام کافروں کو قتل کرنے کے لیے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا! علاوہ ازیں یہ کہ مجاہدین صحابہ میں سے ہر ایک کے متعلق معلوم اور ثابت ہے کہ فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا اور فلاں صحابی نے فلاں کافر کو قتل کیا پھر فرشتوں کو کس نے قتل کیا؟ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم [4]

تو (اے مسلمانو!) تم نے ان کافروں کو (حقیقۃً)

---

[1] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۴ ص ۶۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[2] " " " ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۴ ص ۲۵۶، " "

[3] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ (انفال: ۱۷)

قتل نہیں کیا، لیکن ان کو اللہ نے (حقیقۃً) قتل کیا ہے اور (اے محبوب) آپ نے (حقیقۃً خاک) نہیں پھینکی جس وقت (بظاہر) آپ نے (خاک) پھینکی تھی، وہ خاک اللہ نے پھینکی۔

بظاہر اصحاب بدر نے کافروں کو قتل کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم نے ان کو حقیقۃً قتل نہیں کیا، اللہ نے ان کو قتل کیا ہے، اگر فرشتوں نے بظاہر قتل کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ان کو فرشتوں نے حقیقۃً قتل نہیں کیا اللہ نے قتل کیا ہے اور اگر بظاہر اصحاب بدر نے قتل کیا ہوتا اور حقیقۃً فرشتوں نے قتل کیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اے مسلمانو! تم نے ان کافروں کو حقیقۃً قتل نہیں کیا ان کو تو درحقیقت فرشتوں نے قتل کیا ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی طرف قتل کی نسبت ظاہراً کی نہ حقیقۃً، تو معلوم ہوا کہ بدر کے کافروں کو قتل کرنے میں فرشتوں کا کوئی دخل نہیں ہے نہ ظاہراً نہ حقیقۃً اور بدر میں حملہ آور کافروں کو قتل کرنا صرف اور صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کارنامہ ہے اور بدر میں فرشتوں کا نزول صرف مسلمانوں کے اطمینان اور ان کو بشارت دینے کے لیے تھا، اور جو فرشتے بدر میں اترے انھیں دوسرے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہوئی، اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض فرشتوں کو عزت اور فضیلت دینے کے لیے بدر میں فرشتوں کو اتارا ہو!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن رفاعۃ الزرقی عن ابیہ وکان ابوہ من اھل بدر قال جاء جبرئیل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما تعدون اھل بدر فیکم قال من افضل المسلمین او کلمۃ نحوھا قال وکذلک من شھد بدرا من الملئکۃ۔[1]

حضرت معاذ بن رفاعہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں (ان کے والد اہل بدر سے تھے) کہ حضرت جبرائیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے! آپ اہل بدر کو کون سا درجہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں یا اس کی مثل کوئی اور کلمہ فرمایا، حضرت جبرائیل نے کہا ہم بھی اسی طرح فرشتوں میں بدری فرشتوں کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں۔

اس لیے فرشتوں کو بدر میں نازل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض فرشتوں کو عزت اور فضیلت دی جائے۔

قرآن مجید کی صریح آیات اور بعض احادیث سے ہم نے یہی سمجھا ہے کہ غزوہ بدر میں فرشتوں کا نزول صرف بشارت دینے یا مسلمانوں کی تائید اور تقویت کے لیے ہوا تھا اور فرشتوں نے قتال میں حصہ نہیں لیا، میں نے اس مسئلہ میں بہت چھان بین کی لیکن میں نے دیکھا کہ اکثر مفسرین نے اس مسئلہ کو بیان کرنے سے پہلو تہی کی ہے، اسی طرح شارحین حدیث اور مصنفین سیرت نے بھی اس مسئلہ پر بحث کرنے سے دامن بچایا ہے، قابل ذکر علماء میں سے صرف امام رازی نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، بہرحال میرے نزدیک جو حق تھا وہ میں نے بیان کر دیا۔ اگر یہ فی الواقع حق ہے تو یہ اللہ کی

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جانب سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فہم کا نقص ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔
اس حدیث کے اخیر میں مال غنیمت کے حلال ہونے کا بھی بیان ہے اس کی مفصل تحقیق ہم ابواب سابقہ میں بیان کر چکے ہیں۔

بَابُ رَبْطِ الْاَسِيْرِ وَحَبْسِهٖ وَجَوَازِ الْمَنِّ عَلَيْهِ

قیدیوں کو گرفتار کرنا اور ان کو احساناً رہا کرنے کا جواز

۴۴۷۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَآءَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ حَنِيْفَةَ يُقَالُ لَهٗ ثُمَامَةُ بْنُ اُثَالٍ سَيِّدُ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى كَانَ مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِيْ مَا قُلْتُ لَكَ اِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰى شَاكِرٍ وَاِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَاِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سواروں کو نجد کی طرف بھیجا، وہ لوگ بنو حنیفہ کے ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے، اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا اور وہ اہل یمامہ کا سردار تھا، انھوں نے اس کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: اے ثمامہ! تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیر ہے، اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے، اور اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار شخص پر احسان کریں گے، اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کیجئے، آپ جو مال چاہیں گے آپ کو مل جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ کر چلے گئے، دوسرے دن پھر آپ نے فرمایا: اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا وہی جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں، اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے، اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے، اور اگر آپ مال چاہتے ہیں تو آپ سوال کیجئے آپ جو مال چاہیں گے، وہ آپ کو مل جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کو چھوڑ کر چلے گئے، حتیٰ کہ اگلے روز پھر آپ نے فرمایا: اے ثمامہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میری وہی رائے ہے جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں، اگر آپ احسان کریں گے تو ایک شکر گزار

كُنْتَ تُرِيْدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْلِقُوْا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰى نَخْلٍ قَرِيْبٍ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا كَانَ عَلَى الْاَرْضِ وَجْهٌ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ وَّجْهِكَ فَقَدْ اَصْبَحَ وَجْهُكَ اَحَبَّ الْوُجُوْهِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِيْنٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ دِيْنِكَ فَاَصْبَحَ دِيْنُكَ اَحَبَّ الدِّيْنِ كُلِّهٖ اِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ اَبْغَضَ اِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَاَصْبَحَ بَلَدُكَ اَحَبَّ الْبِلَادِ كُلِّهَا اِلَيَّ وَاِنَّ خَيْلَكَ اَخَذَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرٰى فَبَشَّرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَهٗ اَنْ يَّعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهٗ قَائِلٌ اَصَبَوْتَ فَقَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَسْلَمْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا يَاْتِيْكُمْ مِّنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَاْذَنَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

شخص پر احسان کریں گے، اور اگر آپ قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے، اور اگر آپ مال کا ارادہ کرتے ہیں تو آپ سوال کریں آپ جو مال چاہیں گے وہ آپ کو دیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثمامہ کو کھول دو، وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے درخت کے پاس گیا اور غسل کر کے مسجد میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا: اشهد ان لا الہ الا اللہ واشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بخدا پہلے میرے نزدیک روئے زمین پر آپ کے چہرے سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چہرہ نہیں تھا اور اب آپ کا چہرہ انور مجھے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہے، بخدا! پہلے میرے نزدیک آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین ناپسندیدہ نہ تھا، اور اب مجھے آپ کا دین تمام دینوں سے زیادہ محبوب ہے، بخدا پہلے میرے نزدیک آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر ناپسندیدہ نہ تھا اور اب آپ کا شہر مجھے تمام شہروں سے زیادہ محبوب ہے، آپ کے سواروں نے مجھے گرفتار کر لیا درآں حالیکہ میرا ارادہ عمرہ کرنے کا تھا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں بشارت دی اور عمرہ کرنے کا حکم دیا، جب وہ مکہ پہنچے تو کسی شخص نے ان سے کہا: کیا تم نے دین بدل لیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، لیکن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں، اور سن لو، خدا کی قسم! اب تمہارے پاس اس وقت تک یمامہ سے گندم کا کوئی دانہ نہیں پہنچے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت نہ دیں۔

۴۴۷۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف گھوڑے سواروں کی ایک جماعت بھیجی، وہ لوگ ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے جس کا نام ثمامہ بن اثال حنفی تھا جو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ الْحَنَفِيُّ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ إِنْ تَقْتُلْنِي تَقْتُلْ ذَا دَمٍ۔

اہل یمامہ کا سردار تھا باقی حدیث حسب سابق ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اگر آپ "مجھے" قتل کریں گے تو ایک طاقتور شخص کو قتل کریں گے۔

اس حدیث میں جنگی قیدیوں کو احساناً آزاد کرنے کا ثبوت ہے۔ ابواب سابقہ میں ہم اس پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں قیدی کو باندھنے اور اس کو قید کرنے کا ثبوت ہے اور اس حدیث میں کافر کو مسجد میں داخل کرنے کے جواز کا بھی ثبوت ہے، امام شافعی کے نزدیک مسلمان کی اجازت سے کافر کو مسجد میں داخل کرنا جائز ہے، خواہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی، امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل کتاب کو داخل کرنا جائز ہے اور غیر کتابی کافر کو مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں ہے، ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ ثمامہ نے اسلام قبول کرنے سے پہلے غسل کیا، علامہ نووی لکھتے ہیں: جب کوئی کافر اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرے تو فوراً اسلام قبول کرے اور غسل کی وجہ سے اس کو مؤخر نہ کرے، اور نہ کسی شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کو غسل کی اجازت دے بلکہ اس کو فوراً اسلام لانے کا حکم دے، اور اس کے بعد وہ شخص غسل کرے، علامہ نووی کہتے ہیں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر زمانہ کفر میں وہ جنبی تھا تو اس پر غسل واجب ہوگا خواہ اس نے غسل کیا ہو یا نہ، بعض مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ اسلام کی وجہ سے اس سے غسل ساقط ہوگیا جیسا کہ دوسرے گناہ ساقط ہوجاتے ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے، اور اگر اسلام سے قبل وہ جنبی نہ ہو تو پھر اس کا غسل کرنا مستحب ہے، یہ ہمارا، امام مالک کا اور دوسرے فقہاء کا مذہب ہے، امام احمد اور دوسرے فقہاء نے کہا ہے کہ اس پر غسل کرنا واجب ہے۔[1]

تحقیق یہ ہے کہ قبول اسلام سے پہلے تو غسل کرکے اسلام قبول کرنے میں تاخیر جائز نہیں ہے لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنا فرض ہے، کیونکہ زمانہ کفر میں جو جنابت لاحق ہوئی ہے وہ ان کے غسل سے نہیں اترتی، امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان اور امام بزار نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اسلام لانے کے بعد حضرت ثمامہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرنے کا حکم دیا، اور امام حاکم نے تاریخ نیشاپور میں لکھا ہے: محمد بن عقیل اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے غسل کرنے کا حکم دیا، اور امام ابونعیم نے وائل سے روایت کیا ہے کہ جب میں مسلمان ہو گیا تو نبی صلی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں بیری کے پتوں کے پانی سے غسل کروں اور فرمایا زمانہ کفر کے بال کاٹ دو، اور کتاب قرطبی میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص مسلمان ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غسل کرنے کا حکم دیا۔[1]

طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں بلکہ خدشہ کفر ہے اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے یہ کہے کہ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں تو وہ اس میں تاخیر نہ کرے اور اس کو فوراً کلمہ پڑھا دے، عام طور پر لوگ اس شخص کو کسی عالم دین کے پاس لے جا کر کلمہ پڑھواتے ہیں یہ طریقہ غلط ہے کیونکہ اس کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اتنی دیر اس کے کفر پر راضی ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے اور اگر بالفرض وہ اس وقفہ میں مر گیا تو العیاذ باللہ کفر پر مرے گا۔ اس لیے جو شخص اسلام کا طالب ہو اس کو فوراً کلمہ پڑھا دینا چاہیے اور بعد میں اس کو غسل کرنے کا حکم دیں اور اس کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیں۔

بَابُ ۵۹۴ إِجْلَاءِ الْيَهُودِ مِنَ الْحِجَازِ

یہودیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دینے کا بیان

۴۴۷۶- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ إِذْ خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقُوا إِلَى يَهُودَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ حَتَّى جِئْنَا هُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ يَهُودَ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ أُرِيدُ أَسْلِمُوا تَسْلَمُوا فَقَالُوا قَدْ بَلَّغْتَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ أُرِيدُ فَقَالَ لَهُمُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اعْلَمُوا أَنَّمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اس اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور فرمایا یہودیوں کے پاس چلو، ہم آپ کے ساتھ اٹھ کر یہودیوں کے پاس گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان سے بہ آواز بلند فرمایا: اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ تم سلامت رہو گے، انھوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ نے تبلیغ کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں (کہ تم اعتراف کرو) اسلام لے آؤ اور سلامت رہو، انھوں نے کہا اے ابوالقاسم! آپ نے تبلیغ کر دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار فرمایا: میں بھی یہی چاہتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے، اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

الْاَرْضُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْهُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔

نکال دوں۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اپنے مال کو بیچنا چاہے اس کو بیچ دے ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

۴۴۷۷- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ یَهُوْدَ بَنِی النَّضِیْرِ وَقُرَیْظَةَ حَارَبُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَجْلٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنِی النَّضِیْرِ وَاَقَرَّ قُرَیْظَةَ وَمَنَّ عَلَیْهِمْ حَتّٰی حَارَبَتْ قُرَیْظَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَتَلَ رِجَالَهُمْ وَقَسَمَ نِسَآءَهُمْ وَاَوْلَادَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَّا اَنَّ بَعْضَهُمْ لَحِقُوْا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاٰمَنَهُمْ وَاَسْلَمُوْا وَاَجْلٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَهُوْدَ الْمَدِیْنَةِ كُلَّهُمْ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ وَهُمْ قَوْمُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَیَهُوْدَ بَنِیْ حَارِثَةَ وَكُلَّ یَهُوْدِیٍّ كَانَ بِالْمَدِیْنَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو جلا وطن کر دیا، اور بنو قریظہ کو برقرار رکھا، اور ان پر احسان فرمایا۔ اس کے بعد بنو قریظہ نے جنگ کی آپ نے ان کے مردوں کو قتل کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور ان کے اموال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ البتہ ان میں سے بعض یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملے آپ نے ان کو امن دے دیا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے تمام یہودیوں کو جلا وطن کر دیا، ان میں بنو قینقاع حضرت عبداللہ بن سلام کی قوم تھی اور بنو حارثہ کے یہودی تھے اور ہر وہ یہودی تھا جو مدینہ میں رہتا تھا۔

۴۴۷۸- وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ حَفْصُ ابْنُ مَیْسَرَةَ عَنْ مُوْسٰی بِهٰذَا الْاِسْنَادِ هٰذَا الْحَدِیْثَ وَحَدِیْثُ ابْنِ جُرَیْجٍ اَكْثَرُ وَاَتَمُّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۴۷۹- وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہود اور نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا اور سوا مسلمان کے وہاں

أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى أَدَعَ لَا إِلَّا مُسْلِمًا۔

کسی اور کو نہیں رہنے دوں گا۔

۴۴۸۰- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کی ہیں۔

ذمیوں کی عہد شکنی کی سزا

اس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ جس قوم سے معاہدہ ہو وہ لوگ یا ذمی اگر عہد توڑ دیں تو پھر وہ حربی ہو جاتے ہیں اور ان پر اہل حرب کے احکام جاری ہوتے ہیں اور امام کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے جس کو چاہے قید کر لے اور جس پر چاہے احسان کرے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر امام نے کسی قوم پر احسان کیا اور اس نے جنگ کی تو اس سے کیا ہوا معاہدہ ٹوٹ جائے گا، بنو قریظہ امان میں تھے پھر انھوں نے عہد شکنی کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ میں قریش کی مدد کی ان کے متعلق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

وانزل الذين ظاهروهم من اهل الكتاب من صياصيهم وقذف في قلوبهم الرعب فريقا تقتلون وتاسرون فريقا۔

(احزاب: ۲۶)

اور جن اہل کتاب نے ان حملہ آوروں (قریش مکہ) کی مدد کی تھی، اللہ نے انھیں ان کے قلعوں سے نکال لیا، اور ان کے دلوں میں (مسلمانوں کا) ایسا رعب ڈال دیا کہ تم ان میں سے ایک گروہ کو قتل کرتے ہو اور ایک گروہ کو قید کرتے ہو۔

باب ۵۹۵ جواز قتال من نقض العهد وجواز انزال اهل الحصن على حكم حاكم عدل اهل للحكم

عہد شکنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا جواز اور اہل قلعہ کو کسی عادل شخص کے فیصلہ پر قلعہ سے نکالنے کا جواز

۴۴۸۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اُمَامَةَ بْنَ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ قَالَ نَزَلَ اَهْلُ قُرَيْظَةَ عَلٰى حُكْمِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَاَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدٍ فَاَتَاهُ عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا دَنَا قَرِيْبًا مِّنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰى سَيِّدِكُمْ اَوْ خَيْرِكُمْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰؤُلَاءِ نَزَلُوْا عَلٰى حُكْمِكَ قَالَ تَقْتُلُ مُقَاتِلَتَهُمْ وَتَسْبِيْ ذُرِّيَّتَهُمْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَرُبَّمَا قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَرُبَّمَا قَالَ قَضَيْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

ہیں کہ بنو قریظہ، حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر قلعہ سے نکل آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو بلوایا، وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے افضل کی طرف کھڑے ہو، پھر فرمایا یہ لوگ تمہارے فیصلہ پر قلعہ سے نکلے ہیں، حضرت سعد بن معاذ نے کہا ان میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کر دیجئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیجئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے، اور کبھی کہا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ ابن مثنی نے یہ آخری جملہ ذکر نہیں کیا۔

۴۴۸۲- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيْهِمْ بِحُكْمِ اللّٰهِ وَقَالَ مَرَّةً لَقَدْ حَكَمْتَ بِحُكْمِ الْمَلِكِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی فرمایا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

۴۴۸۳- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اُصِيْبَ سَعْدٌ يَوْمَ الْخَنْدَقِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ يُقَالُ لَهُ ابْنُ الْعَرِقَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جنگ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ کو قریش کے ایک شخص نے تیر مارا، اس شخص کا نام ابن العرقہ تھا، یہ تیر آپ کے بازو کی ایک رگ میں لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوا دیا، اور وہیں قریب سے ان کی عیادت کرتے تھے، جب

رَمَاهُ فِي الْأَكْحَلِ فَضَرَبَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْمَةً فِي الْمَسْجِدِ يَعُودُهُ مِنْ قَرِيبٍ فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ فَاغْتَسَلَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ فَقَالَ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللهِ مَا وَضَعْنَاهُ اخْرُجْ إِلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْنَ فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ فَقَاتَلَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلُوا عَلَى حُكْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُكْمَ فِيهِمْ إِلَى سَعْدٍ قَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ فِيهِمْ أَنْ تُقْتَلَ الْمُقَاتِلَةُ وَأَنْ تُسْبَى الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ وَتُقْسَمَ أَمْوَالُهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے واپس لوٹے تو آپ نے ہتھیار اتار کر غسل کیا، اس وقت آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے درآں حالیکہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے انھوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دیے، بخدا ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے، ان کی طرف روانہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کہاں؟ تو انھوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر قلعہ سے نکل آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا فیصلہ حضرت سعد کی طرف مفوض کر دیا، انھوں نے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کیا جائے اور ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے۔

۴۴۸۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ قَالَ أَبِي فَأُخْبِرْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت سعد سے) فرمایا: تم نے اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

۴۴۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ سَعْدًا قَالَ وَتَحَجَّرَ كَلْمُهُ لِلْبُرْءِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنْ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أُجَاهِدَ فِيكَ مِنْ قَوْمٍ كَذَّبُوا رَسُولَكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْرَجُوهُ اللَّهُمَّ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنْ حَرْبِ قُرَيْشٍ شَيْءٌ فَأَبْقِنِي أُجَاهِدْهُمْ فِيكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سعد کا زخم بھرنے کے قریب تھا تو انھوں نے یہ دعا کی: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور آپ کو شہر سے نکالا مجھے تیری راہ میں ان کے خلاف جہاد کرنے سے کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں ہے، اے اللہ اگر قریش کے خلاف جنگ ابھی رہتی ہو تو مجھے ابھی زندہ رکھ تاکہ میں ان سے جہاد کر سکوں، کیونکہ میرا گمان یہ ہے کہ تو نے ہمارے

اَللّٰهُمَّ فَاِنِّیْ اَظُنُّ اَنَّكَ قَدْ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَاِنْ كُنْتَ وَضَعْتَ الْحَرْبَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَافْجُرْهَا وَاجْعَلْ مَوْتِیْ فِيْهَا فَانْفَجَرَتْ مِنْ لَبَّتِهٖ فَلَمْ يَرُعْهُمْ وَفِی الْمَسْجِدِ مَعَهٗ خَيْمَةٌ مِّنْ بَنِیْ غِفَارٍ اِلَّا وَالدَّمُ يَسِيْلُ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا يَا اَهْلَ الْخَيْمَةِ مَا هٰذَا الَّذِیْ يَاْتِيْنَا مِنْ قِبَلِكُمْ فَاِذَا سَعْدٌ جُرْحُهٗ يَغِذُّ دَمًا فَمَاتَ مِنْهَا۔

اور ان کے درمیان جنگ ختم کر دی ہے سو اگر تو نے ہماری اور ان کی جنگ ختم کر دی ہے تو تو اس زخم کو جاری کر دے اور اسی میں میری موت واقع کر دے! پس وہ زخم ہنسلی کے مقام سے بہنے لگا، مسجد میں ان کے ساتھ بنو غفار کا خیمہ تھا وہ خون ان کی طرف بہہ کر آ رہا تھا وہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور کہنے لگے اے خیمہ والو! یہ تمہاری طرف سے ہمارے پاس کیا چیز بہہ کر آ رہی ہے؟ پس دیکھا تو حضرت سعد کا زخم بہہ رہا تھا اور وہ اسی میں فوت ہو گئے۔

۴۴۸۔ وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ سُلَيْمَانَ الْكُوْفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَانْفَجَرَ مِنْ لَيْلَتِهٖ فَمَا زَالَ يَسِيْلُ حَتّٰی مَاتَ وَزَادَ فِی الْحَدِيْثِ قَالَ فَذَاكَ حِيْنَ يَقُوْلُ الشَّاعِرُ ؎

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے، اس روایت میں یہ ہے کہ اسی رات سے زخم جاری ہو گیا اور مسلسل وہ خون بہتا رہا حتیٰ کہ وہ فوت ہو گئے، اور حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ شاعر نے اس موقع پر کہا ؎

اَلَا يَا سَعْدُ سَعْدَ بَنِیْ مُعَاذٍ
فَمَا فَعَلَتْ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيْرُ
لَعَمْرُكَ اِنَّ سَعْدَ بَنِیْ مُعَاذٍ
غَدَاةَ تَحَمَّلُوْا لَهُوَ الصَّبُوْرُ
تَرَكْتُمْ قِدْرَكُمْ لَا شَیْءَ فِيْهَا
وَقِدْرُ الْقَوْمِ حَامِيَةٌ تَفُوْرُ
وَقَدْ قَالَ الْكَرِيْمُ اَبُوْ جَابٍ
اَقِيْمُوْا قَيْنُقَاعُ وَلَا تَسِيْرُوْا
وَقَدْ كَانُوْا بِبَلْدَتِهِمْ ثِقَالًا
كَمَا ثَقُلَتْ بِمَيْطَانَ الصُّخُوْرُ

سنو اے سعد! سعد بن معاذ۔ قریظہ اور بنو نضیر نے کیا کیا۔ اے سعد بن معاذ! تمہاری زندگی کی قسم۔ جس صبح کو انھوں نے مصائب برداشت کیے وہ بڑے صبر والی ہے۔ تم نے اپنی ہانڈی خالی چھوڑ دی ــــ اور قوم کی ہانڈی گرم ہے اور ابل رہی ہے ــــ نیک شخص ابو جاب نے کہا ــــ اے قینقاع! ٹھہرو۔ مت جاؤ ــــ حالانکہ وہ اپنے شہر میں وزن والے تھے ــــ جیسا کہ میطان پہاڑی کے پتھر وزنی ہیں۔

اوس، بنو قریظہ کے حلیف تھے اور حضرت سعد اوس کے سردار تھے، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد بن معاذ کو حکم بنایا۔

اس حدیث میں مسجد میں سونے کا جواز ہے، اور مریض کو مسجد میں ٹھہرانے کا جواز ہے خواہ وہ زخمی ہو، اس حدیث پر

یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ اس میں حضرت سعد بن معاذ کا موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے، حالانکہ موت کی تمنا کرنا منع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی آلام اور تکلیفوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا منع ہے اور حضرت سعد بن معاذ نے شہادت کے حصول کی وجہ سے موت کی تمنا کی تھی۔

مجلس میں آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء

اس حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا: قوموا الی سیدکم "اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو"۔ اس حدیث کو امام بخاری نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے [1] امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [2] اور امام ابوداؤد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ [3]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جب معزز لوگ آئیں تو ان کی تعظیم اور اکرام کے لیے قیام کیا جائے، اسی طرح جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے قیام کے استحباب پر استدلال کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام ممنوع یہ ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہو اور دوسرے لوگ اس کی تعظیم کے لیے جب تک وہ بیٹھا ہو کھڑے رہیں، (علامہ نووی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اہل فضل کے آنے کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔ اس کے متعلق احادیث موجود ہیں۔ اور اس کی ممانعت میں صراحت سے کوئی چیز ثابت نہیں، میں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں مانعین کے تمام شکوک اور شبہات کو زائل کیا ہے۔ [4]

علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ قوم کے رئیس اور اہل خیر اور اہل فضل کی تعظیم کے لیے قیام کرنا چاہیے، کیونکہ تحقیق سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سے زیادہ افراد کے لیے کھڑے ہوئے اور یہ وہ قیام نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے، قیام ممنوع یہ ہے جیسے عجمی بادشاہ بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ ان کی تعظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آپ نے صرف انصار کو حضرت سعد کے لیے قیام کا حکم دیا تھا یا تمام مہاجرین اور انصار کو یہ حکم دیا تھا۔ [5]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ سلطان یا حاکم مسلمانوں کے سردار کی تعظیم کا حکم دے، اور سلطان کی مجلس میں

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۷، ۳۴۶ ج ۲ ص ۹۲۶، ۵۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۲، ج ۳ ص ۱۷، ۲۲، ج ۶ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۹۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

اہل فضل کی تعظیم کرنا اور ان کی تعظیم کے لیے اٹھنا جائز ہے، اور تمام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے سید کی تعظیم کریں۔

ایک قوم نے قیام تعظیمی سے منع کیا ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے آئے، ہم آپ کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح کھڑے نہ ہو، علامہ طبری نے کہا یہ حدیث ضعیف اور مضطرب السند ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے، نیز مانعین کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے جس کو حاکم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد حضرت معاویہ کے پاس گئے اور ان کو یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو یہ پسند ہو کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں اس کے لیے جہنم واجب ہے۔ علامہ طبری نے کہا یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو قیام سے خوش ہوتا ہے، اس شخص کے لیے یہ وعید نہیں ہے جس کی تعظیم کے لیے قیام کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ امام عادل اور رئیس فاضل کے لیے قوم کو اور عالم کے لیے متعلم کو قیام کرنا مستحب ہے، ہاں جو شخص امام عادل اور عالم نہ ہو اس کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، علامہ نووی کے دلائل اور ان پر علامہ ابن الحاج کے اعتراضات ذکر کیے ہیں اور کہیں کہیں محاکمہ کیا ہے، انجیر میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اگر قیام کا ترک کرنا اہانت کا سبب ہو یا اس سے کوئی خرابی لازم آتی ہو تو قیام واجب ہوگا، علامہ ابن عبدالسلام نے بھی یہی کہا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بعض محققین سے یہ تفصیل نقل کی ہے: اگر قیام کو عادت بنا لیا جائے جیسا کہ عجمیوں کا طریقہ ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر کوئی شخص سفر سے آئے، یا حاکم کے لیے عدالت میں قیام کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر کسی شخص کو کوئی نعمت ملی ہو تو اس کو مبارکباد دینے کے لیے قیام کیا جائے یا عاجز کی اعانت کے لیے یا مجلس میں دست کرنے کے لیے یا اور کسی جائز مقصد کے لیے قیام کیا جائے تو قیام درست ہے، امام غزالی نے کہا ہے کہ کسی کی تعظیم کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے اور کسی کی عزت افزائی کے لیے قیام کرنا مکروہ نہیں ہے اور یہ بہت اچھی تفصیل ہے۔ [2]

ملا علی قاری حنفی نے بھی اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی شرح کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔ [3]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اس بحث میں وہی لکھا ہے جو ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ [4]

علامہ علاؤالدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

آنے والے کی تعظیم کے لیے اٹھنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے، جیسا کہ عالم کے سامنے پڑھنے والے کے لیے بھی تعظیماً

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۵۲-۲۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۴، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۸۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

کھڑے ہونا مستحب ہے۔ [1]

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں:

یعنی اگر وہ شخص تعظیم کا مستحق ہو (تو اس کے آنے پر کھڑے ہونا مستحب ہے)۔ قنیہ میں ہے جو شخص مسجد میں بیٹھا ہو اس کا آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید پڑھنے والے کا بھی آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا مکروہ نہیں ہے، البتہ جس شخص کے لیے قیام کیا جائے اس کا قیام کو پسند کرنا مکروہ ہے۔ علامہ ابن وہبان نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قیام مستحب ہے، کیونکہ قیام نہ کرنے سے کینہ، بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے خاص طور پر جس شخص کے لیے عموماً لوگ قیام کرتے ہوں وہاں قیام کرنا مستحب ہے، باقی قیام پر جو وعید ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں، جیسا کہ ترک اور عجمی کرتے ہیں اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عنایہ وغیرہ میں ہے کہ شیخ حکیم ابوالقاسم کے پاس جب کوئی غنی آتا تو اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے اور فقراء اور طلباء کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے، جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا غنی مجھ سے تعظیم کی توقع رکھتا ہے اگر میں اس کی تعظیم نہ کروں تو اس کو تکلیف ہوگی، اور فقراء اور طلباء مجھ سے صرف سلام کے جواب اور علمی مباحث میں گفتگو چاہتے ہیں۔ [2]

ایک قوم مصحف میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھ رہی ہو یا ایک اکیلا شخص پڑھ رہا ہو اور اس کے پاس معزز اور معظم لوگوں میں سے کوئی شخص آئے اور پڑھنے والا اس کی خاطر کھڑا ہو تو فقہاء نے کہا کہ اگر آنے والا عالم دین، اس کا والد یا اس کو علم دین سکھانے والا استاذ ہے تو اس کے لیے کھڑا ہونا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اشراف اور معزز لوگوں کے لیے قیام تعظیمی جائز ہے بلکہ مستحب ہے اور اگر کوئی شخص سفر سے واپس آئے، یا کسی کو مبارکباد دینی ہو یا اور کوئی جائز مقصد ہو تو پھر قیام کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، فقہاء مالکیہ میں سے علامہ ابن الحاج اور فقہاء حنبلیہ میں سے علامہ ابن قیم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن مذکر الذکر صورتوں میں وہ بھی قیام کو جائز کہتے ہیں۔

قوموا الی سیدکم سے قیام تعظیمی کے استدلال پر ایک اشکال کا جواب!!!

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ تورپشتی نے شرح المصابیح میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قوموا الی سیدکم کا معنی ہے "سعد کی اعانت اور اس کو سواری سے اتارنے کے لیے اس کی طرف کھڑے ہو" کیونکہ حضرت سعد بن معاذ بیمار تھے اور اگر تعظیم مراد ہوتی تو آپ قوموا لسیدکم فرماتے!۔

علامہ طیبی نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ علامہ تورپشتی نے الی اور لام کا جو فرق بیان کیا ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس جگہ 'الی' میں 'لام' سے زیادہ تعظیم ہے اور یہ حدیث اس تاویل میں ہے "قوموا امشوا الیہ تلقیا و اکراما"

---

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[3] علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف بہ قاضی خاں، متوفی ۵۹۲ھ فتاوی قاضی خاں ج ۳ ص ۴۲۲، علی ہامش الہندیہ مطبوعہ مصر، ۱۳۱۰ھ

"کھڑے ہو اور ان کی تکریم اور ان سے ملاقات کے لیے ان کی طرف جاؤ" اور یہ اس قاعدہ سے ماخوذ ہے کہ مشتق پر حکم کی علت اس کا مبدا اشتقاق ہوتا ہے اور یہاں سید کے لیے قیام کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس حکم کی علت سیادت ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ تعظیم اور تکریم کے قصد سے قیام کرنا جائز ہے جیسا کہ انصار نے حضرت سعد کے لیے قیام کیا اور حضرت عمر نے حضرت کعب کے لیے قیام کیا۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: علامہ نووی نے کتاب القیام میں لکھا ہے کہ امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے اس حدیث سے قیام کے جواز پر استدلال کیا ہے، امام مسلم نے فرمایا قیام کے جواز کے لیے میرے علم میں اس سے زیادہ اور کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔[2]

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ قیام تعظیمی کے جواز اور استحباب پر امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام بیہقی اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور ان عظیم ائمہ اور فقہاء کے مقابلہ میں علامہ ابن الحاج اور علامہ تورپشتی کا اختلاف کچھ وقعت نہیں رکھتا خصوصاً جب ان کے اعتراض کا جواب بھی دیا جا چکا ہے۔

قیام تعظیمی کے ثبوت میں دیگر احادیث و آثار

ہم ابھی ابھی امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، اور امام احمد کے حوالوں سے حدیث قوموا الی سیدکم کا ذکر کر چکے ہیں، جس سے جمہور فقہاء اسلام نے قیام تعظیمی کے جواز اور استحباب پر استدلال کیا ہے۔ اب ہم اس سلسلہ میں دیگر احادیث پیش کر رہے ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ام المؤمنین قالت ما رایت احدا اشبہ سمتا ولا هديا برسول الله فی قیامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم قالت وکانت اذا دخلت علی النبی صلی الله علیه وسلم قام الیها فقبلها واجلسها فی مجلسه وکان النبی صلی الله علیه وسلم اذا دخل علیها قامت من مجلسها فقبلته واجلسته فی مجلسها الحدیث۔[3]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے اور بیٹھنے میں مشابہ نہیں دیکھا۔ جب حضرت فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہوتے اور ان کو بوسہ دیتے اور ان کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے پاس جاتے تو وہ اپنی نشست سے کھڑی ہوتیں، آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔[4] نیز امام بخاری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[5]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۱، " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۴۴، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

امام بخاری نے قیام الرجل لاخیہ کے تحت قوموا السیدکم والی حدیث کو بھی روایت کیا ہے۔ [1]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عبداللہ بن کعب قال سمعت کعب بن مالک یحدث حدیثہ حین تخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن غزوۃ تبوک فتاب اللہ علیہ واذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتوبۃ اللہ علینا حین صلی صلوٰۃ الفجر فتلقانی الناس فوجا فوجا یھنونی بالتوبۃ یقولون لتھنک توبۃ اللہ علیک حتی دخلت المسجد فاذا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حولہ الناس فقام الی طلحۃ بن عبید اللہ یھرول حتی صافحنی وھنانی واللہ ما قام الی رجل من المھاجرین غیرہ۔ [2]

عبداللہ بن کعب بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ غزوۂ تبوک سے رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی تو ہمیں اللہ کے توبہ قبول فرمانے کی خبر دی تھی، اس وقت مجھ سے صحابہ فوج در فوج ملے اور مجھے توبہ قبول ہونے پر مبارکباد دینے لگے، وہ کہتے تھے کہ اللہ کا تمہاری توبہ قبول کرنا مبارک ہو، میں جب مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ (مجھے دیکھ کر) حضرت طلحہ بن عبیداللہ کھڑے ہوئے اور دوڑ کر آئے مجھ سے مصافحہ کیا، اور مجھے مبارکباد دی، بخدا مہاجرین میں سے ان کے سوا اور کوئی شخص میرے لیے نہیں کھڑا ہوا۔

امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں بھی روایت کیا ہے۔ [3]

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن محمد بن ھلال عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا خرج قمنا لہ حتی یدخل بیتہ رواہ البزار ورجال البزار ثقات [4]

محمد بن ہلال اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے جاتے تو ہم آپ کے گھر میں داخل ہونے تک آپ کے لیے کھڑے رہتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں اس حدیث کو امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ [5]

ان احادیث کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جو قیام تعظیمی پر دلالت کرتی ہیں، علامہ نووی نے ان کو کتاب القیام میں بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ان کا تفصیلاً ذکر کیا ہے، لیکن ہم نے بغرض اختصار صرف مذکور الصدر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۴۳، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[2] " " " ، الادب المفرد ص ۲۴۳، " " "

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[5] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

احادیث کے بیان پر اکتفاء کی ہے، ـــــ اب ہم ان احادیث کا ذکر کریں گے جن کو قیام تعظیمی کے مخالفین بیان کرتے ہیں اور ان احادیث کے جوابات بھی بیان کریں گے۔

قیام تعظیمی کے خلاف احادیث اور ان کے جوابات

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متوکئا علی عصی فقمنا الیہ فقال لا تقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضھا بعضا [1]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح مت کھڑے ہو، جو بعض، بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ امام طبرانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مضطرب السند ہے۔ اور اس کی سند میں مجہول راوی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح کی حدیث کے معارض ہے جن میں آپ نے قیام کا حکم دیا ہے اور خود بھی قیام کیا ہے، تیسری بات یہ ہے کہ اس میں مطلقاً قیام سے منع نہیں فرمایا بلکہ عجمیوں کے قیام سے منع فرمایا ہے جس میں سردار بیٹھا رہتا ہے اور لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے رہتے ہیں، اس کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال: اشتکی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا وراءہ وھو قاعد وابوبکر یسمع الناس تکبیرہ۔ فالتفت الینا فرآنا قیاما فاشار الینا فقعدنا فصلینا بصلوتہ قعودا فلما سلم قال ان کدتم لتفعلوا فعل فارس والروم یقومون علی ملوکھم وھو قعود فلا تفعلوا۔ الحدیث [2]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے، اور حضرت ابوبکر نماز کی تکبیریں کہہ رہے تھے، آپ نے ہم کو کھڑے ہوئے دیکھ لیا، پھر آپ نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا ہم بیٹھ گئے، جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ تم اہل روم اور فارس کی طرح کام کرنے لگو گے، جو اپنے بادشاہوں کے سامنے کھڑے رہتے ہیں درآں حالیکہ وہ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں سو ایسا نہ کرو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۴۴، مطبوعہ مکتبہ اشریہ سانگلہ ہل

راوہ لم یقوموا لما یعلمون من کراھتہ لذلک ھذا حدیث صحیح غریب[1]

نہیں تھا (اس کے باوجود) وہ حضور کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ انھیں علم تھا کہ آپ قیام کو ناپسند فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کے دو جواب نقل کیے ہیں، پہلا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کا قیام کرنا اس لیے ناپسند تھا کہ آپ کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں وہ تعظیم میں زیادہ افراط نہ کرنے لگیں یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: لا تطروني "میری تعظیم میں زیادہ مبالغہ نہ کرو" اور آپ نے آپس میں صحابہ کا قیام کرنا ناپسند نہیں کیا، کیونکہ بعض صحابہ کے لیے آپ نے خود قیام کیا اور آپ کے سامنے صحابہ دوسروں کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ ان کو مقرر اور ثابت رکھا اور اس کا حکم دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے آپ کے اور صحابہ کے درمیان اس قدر انس اور محبت تھی جس میں قیام تعظیمی کی گنجائش نہیں تھی، اور جب لوگ کمال محبت کے ساتھ آپس میں گھل مل کر رہنے لگیں تو پھر قیام کے تکلف کی ضرورت نہیں رہتی۔[2]

علامہ ابو حامد نے لکھا ہے: ہر چند کہ قیام، ثناء اور اعتذار وغیرہ محبت کے حقوق میں سے ہیں، لیکن ان میں ایک طرح کی اجنبیت اور تکلف ہے اور جب جانبین میں مکمل اتحاد ہوتا ہے تو تکلف کی بساط بالکلیہ لپیٹ دی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کا قیام کرنا اور قیام کو ترک کرنا یہ دونوں امر ثابت ہیں اور ان دونوں کا ثبوت از منہ، احوال اور اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی مجلز قال خرج معاویۃ فقام عبد اللہ بن الزبیر وابن صفوان حین راوہ فقال اجلسا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سرہ ان یتمثل الرجال قیاما فلیتبوا مقعدہ من النار[3]

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ آئے تو حضرت عبد اللہ بن الزبیر اور ابن صفوان ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے حضرت معاویہ نے کہا بیٹھ جاؤ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے جو اس سے خوش ہوتا ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی سے اس حدیث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قیام کی محبت سے ممانعت ہے اور اس میں مطلقاً قیام کی ممانعت کا بیان نہیں ہے، جس شخص کے دل میں قیام کی محبت نہ ہو، اس کے لیے لوگ قیام کریں یا نہ کریں اس پر کوئی ملامت نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے دل میں قیام کی محبت ہو تو وہ حرام کا مرتکب ہوگا خواہ لوگ اس کے لیے قیام کریں یا نہ کریں، لہٰذا اس حدیث سے ترک قیام پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قیام کی وجہ سے کوئی شخص اس کی محبت میں مبتلا ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ممنوع قیام کی محبت ہے قیام کرنا ممنوع نہیں ہے۔[4]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ ابن الحاج اور علامہ ابن قیم نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بہر حال اس حدیث سے ترک قیام پر استدلال کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت معاویہ کا اجتہاد ہے جو صحیح اور صریح احادیث کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی تصریح کے مطابق یہ حدیث حسن ہے اور جن احادیث میں قیام کا حکم اور قیام کا ثبوت ہے وہ احادیث صحیحہ ہیں اور حدیث حسن حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

نیز علامہ ابن قتیبہ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے اس حدیث میں اس قیام کی ممانعت پر وعید ہے جو عجمی بادشاہوں کے سامنے قیام کیا جاتا ہے بایں طور کہ جب تک بادشاہ بیٹھا رہے لوگ اس کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ [1]

یہاں تک ہم نے وہ احادیث بیان کیں جن سے قیام کے مخالفین استدلال کرتے ہیں اور جمہور کی طرف سے ان کے جوابات بیان کیے، اب اس بحث کے آخر میں ہم قیام کی اقسام بیان کر رہے ہیں۔:

قیام تعظیمی کی اقسام

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی نے قیام کی چار اقسام بیان کی ہیں:

(۱) جو شخص قیام کرنے والوں کے قیام کی وجہ سے تکبر کرتا ہو اس کے لیے قیام کرنا ممنوع ہے۔

(۲) جو شخص قیام کی وجہ سے تکبر تو نہ کرتا ہو لیکن قرائن سے اس پر تکبر کا خدشہ ہو اس کے لیے قیام کرنا مکروہ ہے۔

(۳) جس شخص پر تکبر کا خدشہ نہ ہو اس کی عزت افزائی کے لیے قیام جائز ہے۔

(۴) جو شخص سفر سے واپس آئے اس کے استقبال کے لیے قیام کرنا مستحب ہے، یا جس شخص کو کوئی نعمت ملی ہو اس کو مبارکباد دینے کے لیے قیام کرنا بھی مستحب ہے، اسی طرح جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہو اس کی تعزیت کے لیے قیام کرنا بھی مستحب ہے۔ [2]

ان چار قسموں کو علامہ بدرالدین عینی حنفی نے بھی بیان کیا ہے۔ [3]

میری تحقیق یہ ہے کہ یہاں تین قسموں کو اور شامل کر لیا جائے اور وہ یہ ہیں:

(۱) مشائخ، اساتذہ، علماء دین، والدین اور منعم اور محسن کی تعظیم کے لیے قیام کرنا مستحب ہے۔

(۲) اگر کوئی شخص قیام کے لائق نہ ہو لیکن اس کی تعظیم کرنے پر کوئی دینی کام موقوف ہو تو بطور مدارات اس کے لیے قیام کرنا جائز ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص لائق تعظیم نہ ہو لیکن دنیاوی منفعت کی خاطر مداہنت سے اس کے لیے قیام کیا جائے تو یہ قیام مکروہ تحریمی ہے۔

قیام تعظیمی کے سلسلہ میں یہ آخری بات تھی جس کو ہم لکھنا چاہتے تھے، اللہ تعالیٰ اس سعی کو مشکور فرمائے اور اس کتاب کو تا قیامت قبول عام عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ " " " " ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۲-۵۱، " " "

بَابُ الْمُبَادَرَةِ بِالْغَزْوِ وَتَقْدِيمِ أَهَمِّ الْأَمْرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ

جہاد میں سبقت اور اہم کام کی تقدیم کا بیان

۴۴۸۷۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَادَى فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْأَحْزَابِ أَنْ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الظُّهْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ فَصَلَّوْا دُونَ بَنِي قُرَيْظَةَ وَقَالَ آخَرُونَ لَا نُصَلِّي إِلَّا حَيْثُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ قَالَ فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِيقَيْنِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب ہم غزوہ احزاب سے واپس لوٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ندا کی کہ بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے کوئی شخص ظہر کی نماز نہ پڑھے، بعض صحابہ نے وقت ختم ہونے کے خوف سے بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے نماز پڑھ لی، اور دوسرے صحابہ نے کہا ہم اسی جگہ نماز پڑھیں گے جہاں نماز پڑھنے کا ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، خواہ نماز قضا ہو جائے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ملامت نہیں کی۔

بنو قریظہ میں نماز پڑھنے کی ہدایت میں روایات کا تعارض اور ان میں تطبیق

علامہ نووی لکھتے ہیں امام مسلم نے اس واقعہ میں ظہر کی نماز بنو قریظہ میں پہنچنے سے پہلے نہ پڑھنے کی ہدایت کو روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے (باب صلوٰۃ الخوف میں) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی اس واقعہ میں عصر کی نماز کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ احزاب سے لوٹے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے بعض صحابہ کو راستہ میں عصر کا وقت آگیا، بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچنے سے پہلے عصر نہیں پڑھیں گے، اور بعض نے کہا نہیں! ہم نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشاء نہیں تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا گیا تو آپ نے دونوں فریقوں میں سے کسی کو بھی ملامت نہیں کی۔

حضرت ابن عمر کی یہ دونوں روایتیں متعارض ہیں، صحیح بخاری میں عصر کی نماز کا ذکر ہے اور صحیح مسلم میں ظہر کی نماز کا ذکر ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ آپ نے بعض سے ظہر کی نماز کا فرمایا اور بعض سے عصر کی نماز کا فرمایا، کیونکہ آپ نے مدینہ میں ظہر کی نماز پڑھ لی تھی، اور بعض صحابہ نے آپ کے ساتھ ظہر پڑھ لی تھی اور بعض نے نہیں پڑھی تھی۔ جن صحابہ نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی ان کو عصر کے لیے تاکید فرمائی اور جنھوں نے ظہر نہیں پڑھی تھی ان کو یہ حکم دیا کہ اب وہ ظہر بنو قریظہ میں پڑھیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ظہر اور عصر دونوں نمازیں بنو قریظہ میں پڑھنے کا حکم دیا تھا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو پہلے روانہ ہو گئے تھے انھیں حکم دیا کہ وہ ظہر بنو قریظہ میں پڑھیں اور جو بعد میں روانہ ہوئے تھے ان کو حکم دیا کہ وہ عصر بنو قریظہ میں پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

صحابہ کرام کے اجتہاد کا ثبوت جب راستہ میں نماز کا وقت آگیا اور وقت تنگ ہونے لگا تو صحابہ کرام میں اس جگہ نماز پڑھنے یا نہ پڑھنے کا جو اختلاف ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ دلائل متعارض تھے اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد سے کام لیا، کیونکہ شریعت میں یہ حکم ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں پڑھی جائے اس لیے بعض صحابہ نے یہ اجتہاد کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز خواہ قضاء ہو جائے پھر بھی بنو قریظہ میں نماز پڑھنا بلکہ آپ کا منشاء یہ تھا کہ سفر جلدی طے کرنا حتیٰ کہ نماز عصر تک بنو قریظہ میں پہنچ جانا اور وہاں نماز پڑھنا، لیکن اب چونکہ نماز عصر کا وقت جا رہا ہے تو ہم کو نماز عصر راستہ میں ہی پڑھ لینی چاہیے اس کے برخلاف دوسرے صحابہ نے آپ کے ارشاد کے ظاہری معنی پر عمل کیا کہ نماز بنو قریظہ میں پڑھنی ہے خواہ قضا ہو جائے۔ گویا ایک فریق نے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے فریق نے ظاہر حدیث پر عمل کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی فریق کو ملامت نہیں کی کیونکہ دونوں مجتہد تھے اور دونوں نے دلیل شرعی پر عمل کیا۔

بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ہر فریق کی تصویب نہیں کی بلکہ کسی کو ملامت نہیں کی، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب مجتہد اپنی پوری صلاحیت صرف کر کے اجتہاد سے کوئی حکم حاصل کرے تو ہر چند کہ وہ حکم خطاء پر ہو اس کو ملامت نہیں کی جاتی۔ [1]

بَابُ رَدِّ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلَى الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمْ مِنَ الشَّجَرِ وَالثَّمَرِ حِيْنَ اسْتَغْنَوْا عَنْهَا بِالْفُتُوْحِ

مہاجرین کا غنی ہونے کے بعد انصار کے عطایا کو لوٹانا

۴۴۸۸۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ مِنْ مَكَّةَ الْمَدِيْنَةَ قَدِمُوْا وَلَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ وَكَانَ الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰى اَنْ اَعْطَوْهُمْ اَنْصَافَ ثِمَارِ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْنَهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ اُمُّ اَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ وَهِيَ تُدْعٰى اُمَّ سُلَيْمٍ وَكَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ كَانَ اَخًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ سے مدینہ آئے تو ان کے ہاتھ خالی تھے، اور انصار کھیتوں اور زمینوں کے مالک تھے تب انصار نے مہاجرین کو اپنی زمینیں دیں کہ وہ ہر سال پیداوار کا نصف انصار کو دے دیں اور باقی رکھ لیں اور زمینوں پر انصار کی جگہ کام کریں۔ حضرت انس بن مالک کی والدہ جن کو ام سلیم کہا جاتا تھا، وہ حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ کی والدہ بھی تھیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کھجور کا درخت دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ درخت اپنی آزاد کردہ باندی حضرت ام ایمن کو دے دیا جو حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں، ابن شہاب زہری

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لِاَنَسٍ لِاُمِّهٖ وَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهٗ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا فَرَغَ مِنْ قِتَالِ اَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ اِلَيْهِمَا الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَى الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِيْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اُمِّيْ عِذَاقَهَا وَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَكَانَهُنَّ مِنْ حَائِطِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَكَانَ مِنْ شَاْنِ اُمِّ اَيْمَنَ اُمِّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهَا كَانَتْ وَصِيْفَةً لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَكَانَتْ مِنَ الْحَبَشَةِ فَلَمَّا وَلَدَتْ اٰمِنَةُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا تُوُفِّيَ اَبُوْهُ فَكَانَتْ اُمُّ اَيْمَنَ تَحْضُنُهٗ حَتّٰى كَبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْتَقَهَا ثُمَّ اَنْكَحَهَا زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ ثُمَّ تُوُفِّيَتْ بَعْدَ مَا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَمْسَةِ اَشْهُرٍ۔

کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مجھے خبر دی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خیبر سے جہاد کر کے مدینہ واپس لوٹے تو مہاجرین نے انصار کو ان کے وہ عطایا واپس کر دیے جو انھوں نے پھلوں کی شکل میں ان کو دیے تھے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میری والدہ کو ان کا کھجور کا درخت واپس کر دیا، اور حضرت ام ایمن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے عوض اپنے باغ سے ایک اور درخت دے دیا۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرت ام ایمن جو حضرت اسامہ بن زید کی والدہ تھیں وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی تھیں، اور حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ام ایمن آپ کی پرورش کرتی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہوئے تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا اور پھر ان کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے پانچ ماہ بعد انتقال کر گئیں۔

۴۴۸۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا وَقَالَ حَامِدٌ وَابْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگ اپنے درخت پیش کرتے تھے حتیٰ کہ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر فتح ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے دیے ہوئے درخت واپس کر دیے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ میں نبی صلی اللہ

اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ يَجْعَلُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخَلَاتِ مِنْ اَرْضِهٖ حَتّٰى فُتِحَتْ عَلَيْهِ قُرَيْظَةُ وَالنَّضِيْرُ فَجَعَلَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَرُدُّ عَلَيْهِ مَا كَانَ اَعْطَاهُ قَالَ اَنَسٌ وَاِنَّ اَهْلِيْ اَمَرُوْنِيْ اَنْ اٰتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْاَلَهٗ مَا كَانَ اَهْلُهٗ اَعْطَوْهُ اَوْ بَعْضَهٗ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَعْطَاهُ اُمَّ اَيْمَنَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَانِيْهِنَّ فَجَاءَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَجَعَلَتِ الثَّوْبَ فِيْ عُنُقِيْ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَا يُعْطِيْكَهُنَّ وَقَدْ اَعْطَانِيْهِنَّ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ اَيْمَنَ اُتْرُكِيْهِ وَلَكِ كَذَا وَكَذَا وَتَقُوْلُ كَلَّا وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ كَذَا حَتّٰى اَعْطَاهَا عَشَرَةً اَمْثَالِهٖ اَوْ قَرِيْبًا مِّنْ عَشَرَةِ اَمْثَالِهٖ۔

علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤں اور یہ سوال کروں کہ ہمارے گھر والوں نے آپ کو جو درخت دیے تھے وہ سب یا اس میں سے بعض واپس کر دیں، درآں حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ درخت حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دے چکے تھے، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے وہ درخت مجھے دے دیے، اتنے میں حضرت ام ایمن آگئیں انھوں نے میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہا بخدا میں تم کو وہ درخت نہیں دوں گی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دے چکے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن وہ درخت چھوڑ دو، اور تم کو اتنے اور اتنے درخت مل جائیں گے، وہ کہنے لگیں ہرگز نہیں! قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ فرمانے لگے میں تم کو اتنا دوں گا، حتی کہ ان کو تقریباً دس گنے زیادہ درخت عطا فرمائے۔

انصار کا ایثار، مہاجرین کی خود داری اور حضرت ام ایمن کی ناز برداری

علامہ نووی لکھتے ہیں، علماء نے بیان کیا ہے کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو انصار نے بطور ایثار اپنے درخت مہاجرین کو دے دیے، بعض مہاجرین نے ان درختوں کو محض عطیہ کے طور پر قبول کیا اور بعض نے ان درختوں کو بطور مساقاۃ قبول کیا وہ ان درختوں کو پانی دیتے اور ان کے پھلوں کی نگہداشت کرتے آدھے پھل اجرت میں خود رکھتے اور آدھے انصار کو دیتے، اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے ساتھ انصار کے اس حسن سلوک اور ایثار کی تعریف فرمائی ہے، ارشاد باری ہے:

والذين تبوؤا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون في صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون۔
(حشر، ۹)

جو لوگ مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دار الہجرت اور دار الایمان (مدینہ منورہ) میں مقیم ہو گئے اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت رکھتے ہیں، اور انھوں نے (مہاجرین کو) جو کچھ دیا ان کے لیے اپنے دل میں طلب نہیں رکھتے، اور باوجود شدید ضرورت کے وہ اپنے اوپر ایثار کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے سو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

قرآن مجید کی اس آیت اور اس حدیث میں انصار صحابہ کی واضح فضیلت ہے، کیونکہ وہ اسلام سے محبت کرتے تھے، اور اہل اسلام کی عزت کرتے تھے اور انھوں نے جو مہاجرین کے لیے ایثار کیا اس سے ان کے اخلاق جمیلہ اور ان کی پاکیزہ فطرت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت ام سلیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو درخت دیے تھے وہ بطور مساقاۃ نہیں تھے، بلکہ اس کے پھل آپ کو ہبہ کر دیے تھے تاکہ آپ اس میں جو چاہیں تصرف کریں خواہ خود کھائیں، اپنے اہل وعیال کو کھلائیں اپنے مہمانوں کو کھلائیں یا کسی کو ہبہ کر دیں اور اگر ان پھلوں کو صرف آپ کے لیے مباح کیا ہوتا تو آپ حضرت ام ایمن کو یہ درخت عطا نہ فرماتے کیونکہ جو چیز فی نفسہ مباح نہ ہو اس کو دوسرے کے لیے مباح نہیں کیا جا سکتا۔

مہاجرین نے انصار کو جو درخت واپس کیے اس میں یہ دلیل ہے کہ ان درختوں کے پھلوں کا کھانا مہاجرین کے لیے مباح کیا گیا تھا اگر انصار نے مہاجرین کو ان درختوں کا مالک بنا دیا ہوتا تو پھر وہ ان کو واپس نہ لیتے، کیونکہ قبضہ کے بعد ہبہ لازم ہو جاتا ہے۔ اور اباحت میں بلا کراہت رجوع کیا جا سکتا ہے، اس کے باوجود انصار نے مہاجرین سے اس وقت تک رجوع نہیں کیا جب تک کہ وہ مرفہ الحال نہیں ہو گئے، فتح خیبر کے بعد جب ان میں وسعت اور خوشحالی آ گئی اور انھوں نے انصار کو ان کے عطیات واپس کیے تو پھر انھوں نے قبول کر لیا۔ اور اس سے مہاجرین کی خود داری اور بے نفسی کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ اول تو اکثر مہاجرین نے مساقاۃ کا معاہدہ کر کے انصار کی امداد کو قبول کیا اور محض عطیہ نہیں لیا اور جن مہاجرین نے محض عطیات لیے تھے تو انھوں نے بلا ضرورت بار احسان نہیں اٹھایا اور فراغت ملتے ہی انصار کے عطیات واپس کر دیے، اس سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ کچھ نیکی کرے تو اس کو بالکل مونڈ لینے کا قصد نہ کیا جائے۔

حضرت ام ایمن نے جو اس درخت کو دینے سے انکار کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے یہ سمجھا تھا کہ یہ وراثتی ہبہ ہے اور حضور نے ان کو اس درخت کا مالک بنا دیا ہے جبکہ ان کو اس درخت کے صرف پھل دیے گئے تھے، چونکہ حضرت ام ایمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اس لیے آپ نے ان کا مان رکھا اور اس درخت کے عوض میں اضافہ کرتے رہے حتیٰ کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں۔ [1]

باب ۵۹۸ جَوَازِ الْأَكْلِ مِنْ طَعَامِ الْغَنِيمَةِ فِي دَارِ الْحَرْبِ

دار الحرب میں مال غنیمت کے طعام سے کھانے کا جواز

۴۴۹۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ خیبر کے دن مجھے چربی کی ایک تھیلی ملی میں نے اس کو رکھ لیا، اور میں نے کہا کہ آج میں اس میں سے کسی کو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

قَالَ اَصَبْتُ جِرَابًا مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ فَالْتَزَمْتُهُ فَقُلْتُ لَا اُعْطِي الْيَوْمَ اَحَدًا مِنْ هٰذَا شَيْئًا قَالَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَسِّمًا۔

کچھ نہیں دوں گا، میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے مسکرا رہے تھے۔

۴۴۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُوْلُ رُمِيَ اِلَيْنَا جِرَابٌ فِيْهِ طَعَامٌ وَشَحْمٌ يَوْمَ خَيْبَرَ فَوَثَبْتُ لِاٰخُذَهُ قَالَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن کسی نے ہماری طرف ایک تھیلی پھینکی جس میں طعام اور چربی تھی میں اس کو اٹھانے کے لیے دوڑا، مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے، پھر مجھے شرم آئی۔

۴۴۹۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الطَّعَامَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔ اس میں تھیلی کے اندر چربی کا ذکر ہے، طعام کا ذکر نہیں ہے۔

دارالحرب میں حربیوں کا مال کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب تک مسلمان دارالحرب میں ہوں وہ حربیوں کے مال سے بقدر ضرورت کھا سکتے ہیں اور اس کے لیے مسلمانوں کے امیر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اور زہری کے سوا کسی نے بھی اس کے لیے امام سے اجازت لینے کی شرط نہیں لگائی، جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اس قسم کی چیز کو دارالاسلام میں لے جانا جائز نہیں ہے، اگر لے گیا تو اس کو واپس کرنا ہوگا، امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اس کو واپس کرنا لازم نہیں ہے، فقہاء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس قسم کی چیز کو بیچنا بھی جائز نہیں ہے، دارالحرب میں نہ دارالاسلام میں۔

حالت جنگ میں حربیوں کی سواریوں پر سواری کرنا، ان کے کپڑے پہننا اور ان کے ہتھیاروں کو استعمال کرنا بالاجماع جائز ہے اور اس میں امیر سے اجازت لینا شرط نہیں ہے، امام اوزاعی نے اس میں بھی امام سے اجازت لینے کی شرط عائد کی ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ یہودیوں کے ذبیحوں کی چربی حلال ہے، اگرچہ ان پر چربی حرام تھی، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کے نزدیک اس میں کراہت بھی نہیں ہے اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ ہے، علامہ شہاب مالکی اور علامہ ابن قاسم مالکی اور بعض فقہاء حنبلیہ کے نزدیک یہ حرام ہے

امام شافعی اور جمہور فقہاء کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم۔ "اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے" مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس طعام سے اہل کتاب کا ذبیحہ مراد ہے، اس آیت میں گوشت، چربی یا کسی اور چیز کا کوئی استثناء نہیں ہے، اور اسی آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے اور اس میں ما سوا شیعہ کے تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے، ہمارا اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ اس پر بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں (یعنی ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں یا نہ لیں) اور ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ اگر انھوں نے ذبح کے وقت بسم اللہ کا نام لیا تو ان کا ذبیحہ جائز ہے اور اگر انھوں نے ذبح کے وقت مسیح یا گرجے کا نام لیا تو پھر ہمارے نزدیک وہ ذبیحہ جائز نہیں ہے اور جمہور فقہاء اسلام کا بھی یہی نظریہ ہے۔ [1]

اہل کتاب کے ذبیحہ میں فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: فتاویٰ حامدیہ میں لکھا ہے کہ کیا یہودی کے ذبیحہ کے جواز کے لیے اس کا اسرائیلی ہونا شرط ہے اور نصرانی کے ذبیحہ کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو عبداللہ مانتا ہو، ہدایہ اور دوسری کتب فقہیہ نے جو اس مسئلہ کو مطلقاً لکھا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے، مستصفی میں لکھا ہے کہ عیسائی عورتوں سے نکاح کے جواز کی شرط یہ ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا اعتقاد نہ رکھتی ہوں، اور مبسوط میں ہے کہ اگر عیسائی حضرت مسیح کو خدا مانتے ہوں اور یہودی حضرت عزیر کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوں تو واجب ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کریں، اور شمس الائمہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ نصاریٰ کا ذبیحہ مطلقاً جائز ہے خواہ وہ تثلیث کے قائل ہوں یا نہیں۔ اور دلائل کا تقاضا بھی مطلقاً جواز ہے، جیسا کہ علامہ تمرتاشی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے ان کا ذبیحہ کھایا جائے نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، علامہ ابن ہمام کی بھی یہی تحقیق ہے، معراج میں ہے کہ اہل کتاب میں یہ شرط لگانا عام روایات کے خلاف ہے۔ [2]

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے البتہ اگر کوئی شخص ذبح کرنے والے سے ذبح کے وقت مسیح کا نام سن لے تو پھر جائز نہیں ہے۔ [3]

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص اس سے ذبح کے وقت اللہ کا نام سنے لیکن وہ حضرت مسیح کو اللہ اعتقاد کرتا ہو تب بھی فقہاء نے کہا ہے کہ اس کا ذبیحہ جائز ہے ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میں اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں جو تین میں سے تیسرا ہے تو پھر اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہے (ہندیہ) اس عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اس کے پاس نصرانی کا ذبح کیا ہوا گوشت لایا جائے تو اس کو کھایا جائے گا (عنایہ) جیسا کہ اس کے سامنے صرف اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا گوشت کھایا جاتا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹-۲۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: اگر یہودی اور عیسائی ذبح کے وقت غیر اللہ مثلاً عزیر اور عیسیٰ (علیہما السلام) کا نام لیں تو کیا ان کا ذبیحہ جائز ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یہی ربیعہ کا قول ہے، اور اکثر اہل علم نے کہا یہ جائز ہے اور یہ شعبی اور عطاء کا قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحوں کو حلال کر دیا حالانکہ اس کو علم تھا کہ وہ ذبح کے وقت کیا کہتے ہیں، حسن بصری نے کہا ہے کہ جب تم یہ سنو کہ یہودی یا نصرانی نے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا ہے تو اس ذبیحہ کو مت کھاؤ، اور جب تمہارے سامنے ذبح نہ کیا جائے تو کھاؤ، کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ [1]

اہل کتاب کے ذبیحہ میں مصنّف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک حسن بصری کا قول صحیح ہے اور شعبی اور عطاء کا قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے طعام کو حلال فرمایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق۔ (انعام: ۱۲۱) "جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ فسق ہے"۔ نیز فرمایا انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل بہ لغیر اللہ (بقرہ: ۱۷۳) "تم پر صرف مردار، خون، خنزیر کے گوشت اور اس جانور کو حرام کیا ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے"۔ اس لیے اگر اس کے سامنے اہل کتاب ذبح نہ کریں تو وہ طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم۔ کے پیش نظر ان کا کھانا کھالے خواہ انہوں نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہو، اور اگر اس کے سامنے اہل کتاب غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کریں تو ان آیات کے پیش نظر وہ اس ذبیحہ کو نہ کھائے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان۔ (مائدہ: ۵)

اسی طرح تمہارے لیے اہل کتاب کی آزاد اور پاکدامن عورتیں حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو، درآں حالیکہ تم ان کو نکاح کی قید میں لانے والے ہو نہ ظاہر اً بدکاری کرنے والے ہو اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے ہو۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حربی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے، یہ آیت ذمی عورتوں کے ساتھ خاص ہے، حضرت ابن عباس نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ۔ (مجادلہ: ۲۲)

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں: آپ ان لوگوں کو ان سے محبت کرنے والا نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

رکھتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ محبت اور مودت رکھنے سے منع فرمایا ہے اور نکاح مودت کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن اٰیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ (روم: ۲۱)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون پاؤ اور اللہ نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک اس دلیل سے کراہت ثابت ہوتی ہے اور ہمارے اصحاب حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ اور شیعہ حضرات حربی عورتوں سے نکاح کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔

ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مہاجر عورتوں کے سوا تمام عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسلام کے سوا کسی اور دین کی عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام فرمایا ہے، اور امام عبدالرزاق اور امام ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ہم نے فتح (مکہ) کے زمانہ میں جب مسلمان عورتیں کثرت سے دستیاب نہ تھیں، ان سے نکاح کیا اور جب ہم واپس لوٹے تو ان کو طلاق دے دی ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کیا ہے: ان سے پوچھا گیا کہ کیا کوئی شخص اہل کتاب کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے؟ انھوں نے کہا اس کا اہل کتاب سے کیا واسطہ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتیں بکثرت پیدا کی ہیں، اگر اس نے کتابیہ سے نکاح کرنا ہی ہو تو غیر مسافحہ سے نکاح کرے، پوچھا مسافحہ کون ہے؟ کہا جس کو مرد آنکھ سے اشارہ کرے تو وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ [1]

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہے اور دارالاسلام میں بلاضرورت مکروہ تنزیہی ہے، آج کل انگلینڈ اور امریکہ وغیرہ اس مسئلہ میں دارالحرب کے حکم میں ہیں، اس لیے وہاں حربی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ دارالاسلام میں کتابیہ کو مسلمان کرنا آسان ہے اور اس سے اسلامی احکام پر عمل کرانا بھی سہل ہے اور اولاد کو اسلام کے تابع کرنا اور مسلمان قرار دینا بھی کوئی مشکل نہیں اس کے برخلاف جہاں عیسائیوں کی حکومت ہو وہاں یہ تمام امور بے حد دشوار اور مشکل ہیں۔

---

[1] علامہ شہاب الدین ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۶۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

بَابُ ۵۹۹ كِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ يَدْعُوهُ إِلَى الْإِسْلَامِ

دعوت اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرقل کے نام مکتوب

۴۴۹۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ أَخْبَرَهُ مِنْ فِيهِ إِلَى فِيهِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِي الْمُدَّةِ الَّتِي كَانَتْ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَبَيْنَا أَنَا بِالشَّامِ إِذْ جِيءَ بِكِتَابٍ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى هِرَقْلَ يَعْنِي عَظِيمَ الرُّومِ قَالَ وَكَانَ دِحْيَةُ الْكَلْبِيُّ جَاءَ بِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَظِيمِ بُصْرَى فَدَفَعَهُ عَظِيمُ بُصْرَى إِلَى هِرَقْلَ فَقَالَ هِرَقْلُ هَلْ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ قَوْمِ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَدُعِيتُ فِي نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَدَخَلْنَا عَلَى هِرَقْلَ فَأَجْلَسَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ أَيُّكُمْ أَقْرَبُ نَسَبًا مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَقُلْتُ أَنَا فَأَجْلَسُونِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَجْلَسُوا أَصْحَابِي خَلْفِي ثُمَّ دَعَا بِتَرْجُمَانِهِ فَقَالَ لَهُ قُلْ لَهُمْ إِنِّي سَائِلٌ هٰذَا عَنِ الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ فَإِنْ كَذَبَنِي فَكَذِّبُوهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو سُفْيَانَ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ أَنْ يُؤْثَرَ عَلَيَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان نے مجھے خود روبرو بیان کیا کہ جس مدت میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا، اس دوران میں ملک شام گیا، شام میں قیام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بادشاہ روم ہرقل کے نام مکتوب پہنچا، حضرت دحیہ کلبی اس مکتوب کو لے کر گئے اور بصریٰ کے حاکم کو وہ مکتوب پہنچایا، اس نے وہ مکتوب ہرقل تک پہنچایا۔ ہرقل نے کہا کہ یہاں اس شخص کی قوم کا کوئی شخص حاضر ہے جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں؟ لوگوں نے کہا ہاں! حضرت ابوسفیان نے کہا پھر مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا پھر ہم ہرقل کے پاس گئے، ہرقل نے ہمیں اپنے سامنے بٹھایا، اس نے کہا تم میں سے اس شخص کا قریبی رشتہ دار کون ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں، حضرت ابوسفیان نے کہا میں ہوں، پھر انھوں نے مجھے ہرقل کے سامنے بٹھایا اور میرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا پھر اس نے مترجم کو بلایا اور اس نے کہا ان سے کہو میں اس شخص کے بارے میں سوال کر رہا ہوں جس کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نبی ہوں، اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم بتا دینا کہ یہ جھوٹا ہے، حضرت ابوسفیان نے کہا بخدا اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ یہ مجھ کو جھوٹا کہیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا، پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا اس سے پوچھو کہ ان کا تم میں حسب (خاندان) کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں اچھے حسب والے ہیں اس نے پوچھا کیا ان کے آباء میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا اس دعوے سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا ان کی پیروی اعلیٰ طبقے کے لوگ کرتے ہیں یا نچلے طبقے کے؟ میں نے کہا نچلے طبقے کے،

الْكَذِبُ لَكَذَبَتْ ثُمَّ قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ سَلْهُ كَيْفَ حَسَبُهٗ فِيكُمْ قَالَ قُلْتُ هُوَ فِينَا ذُوْ حَسَبٍ قَالَ فَهَلْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَقُوْلَ مَا قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ وَمَنْ يَتَّبِعُهٗ اَشْرَافُ النَّاسِ اَمْ ضُعَفَآؤُهُمْ قَالَ قُلْتُ بَلْ ضُعَفَآؤُهُمْ قَالَ اَيَزِيْدُوْنَ اَمْ يَنْقُصُوْنَ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يَزِيْدُوْنَ قَالَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْهِ سَخْطَةً لَهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ فَهَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ كَانَ قِتَالُكُمْ اِيَّاهُ قَالَ قُلْتُ تَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يُصِيْبُ مِنَّا وَنُصِيْبُ مِنْهُ قَالَ فَهَلْ يَغْدِرُ قُلْتُ لَا وَنَحْنُ مِنْهُ فِيْ مُدَّةٍ لَا نَدْرِيْ مَا هُوَ صَانِعٌ فِيْهَا قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَمْكَنَنِيْ مِنْ كَلِمَةٍ اُدْخِلُ فِيْهَا شَيْئًا غَيْرَ هٰذِهٖ قَالَ فَهَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ لِتَرْجُمَانِهٖ قُلْ لَهٗ اِنِّيْ سَاَلْتُكَ عَنْ حَسَبِهٖ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ فِيْكُمْ ذُوْ حَسَبٍ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْعَثُ فِيْ اَحْسَابِ قَوْمِهَا وَسَاَلْتُكَ هَلْ كَانَ فِيْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ كَانَ مِنْ اٰبَائِهٖ مَلِكٌ قُلْتُ رَجُلٌ يَّطْلُبُ مُلْكَ اٰبَائِهٖ وَسَاَلْتُكَ عَنْ اَتْبَاعِهٖ اَضُعَفَآؤُهُمْ اَمْ اَشْرَافُهُمْ فَقُلْتَ بَلْ ضُعَفَآؤُهُمْ وَهُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّهِمُوْنَهٗ بِالْكَذِبِ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْلَ مَا

اس نے پوچھا ان کے پیروکار زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ میں نے کہا نہیں بلکہ وہ (دن بدن) زیادہ ہو رہے ہیں، اس نے پوچھا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کیا کوئی ان سے ناراض ہو کر ان کے دین سے پلٹ (مرتد) جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں، اس نے پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا ہاں! اس نے پوچھا ان کا تمہارے ساتھ جنگ میں کیا نتیجہ رہا؟ میں نے کہا ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ایک ڈول کی طرح ہے کبھی وہ کھینچ لیتے ہیں اور کبھی ہم! اس نے پوچھا کبھی انھوں نے عہد شکنی کی؟ میں نے کہا نہیں، لیکن ہم دوران ہم یہاں ہیں ہمیں ان کا حال معلوم نہیں، حضرت ابوسفیان کہتے ہیں بخدا! اس ایک جملہ کے سوا مجھے اور کسی بات کو اپنی گفتگو میں داخل کرنے کی گنجائش نہیں ملی، اس نے پوچھا کیا ان سے پہلے کسی اور نے بھی یہ دعویٰ کیا تھا؟ میں نے کہا نہیں، پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا اس کو بتاؤ: میں نے تم سے ان کے حسب کے متعلق پوچھا تو تم نے یہ بتایا کہ وہ تم میں اچھے حسب والے ہیں، اور قاعدہ یہی ہے کہ انبیاء اپنی قوم کے سب سے اچھے حسب میں مبعوث ہوتے ہیں، پھر میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ تم نے کہا نہیں میں نے سوچا کہ اگر ان کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ انھوں نے اپنے آباء کی حکومت حاصل کرنے کے لیے یہ دعویٰ کیا ہے! پھر میں نے پوچھا کہ ان کے پیروکار پسماندہ ہیں یا ذی حیثیت؟ تم نے کہا بلکہ وہ پس ماندہ لوگ ہیں، اور رسولوں کے پیروکاروں میں پس ماندہ لوگ ہی ہوتے ہیں، پھر میں نے تم سے پوچھا کیا اس دعویٰ سے پہلے تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے کہا نہیں! اس سے میں نے جان لیا کہ جو شخص بندوں پر جھوٹ نہیں باندھتا وہ اللہ پر کب جھوٹ باندھے گا! اور میں نے تم سے

قَالَ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقَدْ عَرَفْتُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ لِيَدَعَ الْكَذِبَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ يَذْهَبَ فَيَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَرْتَدُّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَنْ دِيْنِهٖ بَعْدَ اَنْ يَّدْخُلَهٗ سَخْطَةً لَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ اِذَا خَالَطَ بَشَاشَةَ الْقُلُوْبِ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَزِيْدُوْنَ اَوْ يَنْقُصُوْنَ فَزَعَمْتَ اَنَّهُمْ يَزِيْدُوْنَ وَكَذٰلِكَ الْاِيْمَانُ حَتّٰى يَتِمَّ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَزَعَمْتَ اَنَّكُمْ قَدْ قَاتَلْتُمُوْهُ فَتَكُوْنُ الْحَرْبُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ سِجَالًا يَنَالُ مِنْكُمْ وَتَنَالُوْنَ مِنْهُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ تُبْتَلٰى ثُمَّ تَكُوْنُ لَهُمُ الْعَاقِبَةُ وَسَاَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ فَزَعَمْتَ اَنَّهٗ لَا يَغْدِرُ وَكَذٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ وَسَاَلْتُكَ هَلْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ فَزَعَمْتَ اَنْ لَّا فَقُلْتُ لَوْ قَالَ هٰذَا الْقَوْلَ اَحَدٌ قَبْلَهٗ قُلْتُ رَجُلٌ ائْتَمَّ بِقَوْلٍ قِيْلَ قَبْلَهٗ قَالَ ثُمَّ قَالَ بِمَ يَاْمُرُكُمْ قُلْتُ يَاْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّلَةِ وَالْعَفَافِ قَالَ اِنْ يَّكُنْ مَا تَقُوْلُ فِيْهِ حَقًّا فَاِنَّهٗ نَبِيٌّ وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهٗ خَارِجٌ وَّلَمْ اَكُنْ اَظُنُّهٗ مِنْكُمْ وَلَوْ اَنِّيْ اَعْلَمُ اَنِّيْ اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَاَحْبَبْتُ لِقَاءَهٗ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهٗ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ وَلَيَبْلُغَنَّ مُلْكُهٗ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهٗ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

کیا کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان سے ناراض ہو کر ان کے دین سے مرتد ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا نہیں اور دل میں ایمان کے رچ جانے کے بعد یہی رہتا ہے، میں نے تم سے سوال کیا ان کے پیروکار زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ تم نے کہا وہ زیادہ ہو رہے ہیں اور ایمان لانے کا یہی قاعدہ ہے حتیٰ کہ وہ اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کیا کبھی تم نے ان سے جنگ کی ہے؟ تم نے کہا ہاں جنگ کی ہے اور ہماری جنگ ڈول کی طرح ہے کبھی اس کو وہ کھینچ لیتے ہیں اور کبھی ہم، اور یہی قاعدہ ہے پہلے رسولوں کے ساتھ اسی طرح ہوتا رہا ہے پھر آخری فتح انہی کی ہوتی ہے، اور میں نے تم سے پوچھا کیا انھوں نے کبھی عہد شکنی کی ہے؟ تم نے کہا وہ عہد شکنی نہیں کرتے، اور یہی قاعدہ ہے رسول عہد شکنی نہیں کرتے، اور میں نے تم سے پوچھا کیا ان سے پہلے بھی کسی نے یہ دعویٰ کیا تھا، تم نے کہا نہیں، میں نے سوچا اگر ان سے پہلے کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا تو میں یہ کہتا کہ اس شخص نے اس پہلے قول کی اتباع کی ہے پھر ابوسفیان نے کہا کہ پھر ہرقل نے پوچھا وہ تم کو کن باتوں کا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، صلہ رحمی کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں، اس نے کہا اگر تم نے سچ بیان کیا ہے تو وہ واقعی نبی ہیں اور مجھے علم تھا کہ اس نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ اس کا تم میں ظہور ہوگا! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ جاؤں گا تو میں ان سے ملاقات کو پسند کرتا، اور اگر میں وہاں موجود ہوتا تو ان کے مبارک قدموں کو دھوتا، ان کی حکومت یہاں تک ضرور پہنچے گی، پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب منگوایا اور اس کو پڑھا اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام ہے جو

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ وَاَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ وَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَيَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَآءَةِ الْكِتَابِ اِرْتَفَعَتِ الْاَصْوَاتُ عِنْدَهٗ وَكَثُرَ اللَّغَطُ وَاُمِرْنَا فَاُخْرِجْنَا قَالَ فَقُلْتُ لِاَصْحَابِيْ حِيْنَ خَرَجْنَا لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنِ اَبِيْ كَبْشَةَ اِنَّهٗ يَخَافُهٗ مَلِكُ بَنِي الْاَصْفَرِ فَمَا زِلْتُ مُوْقِنًا بِاَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ سَيَظْهَرُ حَتّٰى اَدْخَلَ اللّٰهُ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ۔

ہدایت کا پیروکار ہے اس کو سلام ہو، اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ، سلامتی سے رہو گے، اسلام قبول کر لو، اللہ تعالیٰ تم کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا، اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہارے پیروکاروں کے اعراض کا گناہ بھی تم پر ہوگا، اے اہل کتاب آؤ اس بات کو قبول کر لو جو ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاقی ہے، یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کو معبود نہیں بنائے گا، اگر وہ اس سے اعراض کریں تو کہہ دو گواہ رہو ہم مسلمان ہیں، جب ہرقل اس مکتوب کو پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے سامنے شور مچ گیا اور بکثرت آوازیں آنے لگیں، اس نے ہمیں باہر نکالنے کا حکم دیا، اور ہم کو نکال دیا گیا، باہر آنے کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ابن ابی کبشہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت اب بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ روم کا بادشاہ بھی ان سے بہت ڈرتا ہے، اس کے بعد مجھے ہمیشہ یہ یقین رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عنقریب غلبہ حاصل ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام داخل کر دیا۔

۴۳۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ وَكَانَ قَيْصَرُ لَمَّا كَشَفَ اللّٰهُ عَنْهُ جُنُوْدَ فَارِسَ مَشٰى مِنْ حِمْصَ اِلٰى اِيْلِيَآءَ شُكْرًا لِمَا اَبْلَاهُ اللّٰهُ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَقَالَ اِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ وَقَالَ بِدَاعِيَةِ الْاِسْلَامِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بھی ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ فارس (ایران) کی افواج کو شکست دینے کے بعد جب قیصر روم حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) کی طرف روانہ ہوا تاکہ اس امتحان میں سرخروئی پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور اس حدیث میں ہے کہ محمد عبداللہ ورسولہ کی جانب سے اور الریسین کی جگہ پر یسیین کا لفظ ہے اور دعایۃ کی بجائے داعیۃ الاسلام کا لفظ ہے۔

حدیث ہرقل کے مسائل اور مباحث

اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱)۔ امام بخاری نے بھی اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہرقل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صادق ہونے کو جانتا تھا، لیکن جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ارادہ کو ظاہر کیا تو اس کے دربار کے تمام اراکین اور سردار اس سے متنفر ہو گئے اور بالآخر اس نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا اور روم کی حکومت پر قائم رہا، یہ نسبت حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے مقدر میں تھی وہ آپ پر ایمان لے آیا تھا۔

(۲)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روم کے بادشاہ کو اسلام کی دعوت دی اس میں یہ دلیل ہے کہ قتال اور جہاد سے پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور دعوت اسلام سے پہلے ان سے قتال کرنا حرام ہے اور اگر ان کو پہلے دعوت اسلام پہنچ چکی ہو تو پھر دوبارہ دعوت دینا مستحب ہے۔

(۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ کلبی کے ہاتھ پیغام بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۴)۔ کافر کی طرف لکھے جانے والے خط میں بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا جائز ہے، کیونکہ آپ نے اس مکتوب میں بسم اللہ لکھی۔

(۵)۔ بعض روایات میں ہے کہ امور عظیمہ کو بسم اللہ سے شروع کیا جائے اور بعض میں ہے کہ الحمد للہ سے شروع کیا جائے، اس مکتوب کو آپ نے بسم اللہ سے شروع کیا اس سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ سے مراد بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا نام ہے، کیونکہ یہ مکتوب بھی ایک عظیم امر تھا۔

(۶)۔ دوسرے انبیاء اور رسل کی نظر پہلے اپنی طرف اور پھر اللہ کی طرف ہوتی ہے اور آپ کی نظر پہلے اللہ کی طرف اور پھر اپنی طرف ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: ان معی ربی "میرے ساتھ میرا رب ہے" آپ نے فرمایا: ان اللہ معنا "اللہ ہمارے ساتھ ہے" حضرت سلیمان نے مکتوب میں لکھا: انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور آپ نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی ھرقل عظیم الروم حضرت موسیٰ اور سلیمان نے پہلے اپنا اور پھر اللہ کا نام لیا اور آپ نے پہلے اللہ کا اور پھر اپنا نام لیا۔

(۷)۔ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے علاقہ میں قرآن مجید لے کر جانے سے منع فرمایا ہے اور اس حدیث میں ہے کہ آپ نے ہرقل کی طرف مکتوب بھیجا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی تھیں، علامہ نووی نے اس کا یہ جواب لکھا ہے کہ دو تین آیات کو لے جانا ممنوع نہیں ہے اور پورے قرآن کو لے کر جانا ممنوع ہے، میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ جن کفار سے بالفعل جنگ ہو رہی ہو اور حالت حرب قائم ہو وہاں قرآن کو لے جانا ممنوع ہے اور کفار کے جو علاقے برسر جنگ نہ ہوں وہاں قرآن مجید لے کر جانا جائز ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا ہے دشمن کی سرزمین میں قرآن کو لے کر سفر نہ کیا جائے اور یہ معنی ان علاقوں کے مناسب ہے جہاں حالت جنگ موجود ہو۔

(۸)۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ کافر اور بے وضو کا کسی ایسی کتاب کو چھونا جائز ہے جس میں قرآن مجید کی چند آیات لکھی ہوئی ہوں۔

(۹)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو ملک روم نہیں لکھا کیونکہ ملک اور سلطنت اللہ اور اس کے رسول کی ہے یا جس کو اللہ اور رسول ملک اور سلطنت دے دیں یا جو کسی ملک پر اللہ اور اس کے رسول کی نیابت کرے۔ اور اس کو عظیم الروم اس لیے لکھا تاکہ اس کی دل جمئی اور حوصلہ افزائی ہو کیونکہ تبلیغ میں نرمی اور ملاطفت مطلوب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة (نحل ۱۲۵) "اپنے رب کے دین کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلائیے"۔

(۱۰)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا اسلم تسلم اس میں نہایت اختصار، جامعیت، بلاغت اور حسن عبارت ہے یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد تم دنیا میں اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لو گے، تمہارا ملک غارت گری سے محفوظ رہے گا اور اُخروی عذاب سے بھی سلامت رہو گے۔

(۱۱)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص دوسروں کی گمراہی کا سبب ہوگا، وہ ان کے عذاب کا بھی مستحق ہوگا کیونکہ آپ نے فرمایا اگر تم نے دعوت اسلام سے اعراض کیا تو تم کو اپنے پیروکاروں کے اعراض کا بھی گناہ ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے: ولیحملن اثقالهم واثقالا مع اثقالهم۔ (عنکبوت: ۲۹) "اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ بھی اٹھائیں گے"۔ اس آیت سے یہی مراد ہے۔

(۱۲)۔ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس کو دوہرا اجر ملے گا۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں خطبہ کے بعد اما بعد کہنے کا بھی ثبوت ہے۔

(۱۴)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کے لیے لکھا وسلام علی من اتبع الهدیٰ اور سلام علیك نہیں لکھا، اس میں یہ دلیل ہے کہ کافر کو ابتداءً سلام نہیں کرنا چاہیے، بعض متقدمین نے کافر کو ابتداءً سلام کرنے کو بھی جائز کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اگر کافر ابتداءً سلام کرے تو جواب میں کہے وعلیکم ما علیکم اور اگر فتنہ کا خوف ہو تو فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت سے وعلیك السلام کہنا جائز ہے۔

(۱۵)۔ بنو خزاعہ کا ایک شخص تھا جو شعریٰ (ایک ستارہ) کی عبادت کرتا تھا اور اہل عرب میں سے کوئی اس کے موافق نہیں تھا اس کا نام ابن ابی کبشہ تھا، ابوسفیان نے آپ کو ابن ابی کبشہ کے مشابہ قرار دے کر آپ کو ابن ابی کبشہ کہا کیونکہ اس وقت زیادہ تر عرب آپ کے دین کے مخالف تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ ابو کبشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا کا نام تھا اور ایک قول یہ ہے کہ ابو کبشہ حضرت حلیمہ کے والد کے چچا کا نام تھا اس وجہ سے آپ کو ابن ابی کبشہ کہا۔

(۱۶)۔ ہرقل نے کہا وکذلك الرسل تبعث فی احساب قومها۔ "اور اسی طرح قاعدہ ہے کہ رسول اپنی قوم کے سب سے اچھے نسب میں مبعوث ہوتے ہیں"۔ ۱۹۵۳ء میں جب پاکستان میں سب سے پہلے قادیانیوں کے خلاف تحریک چلی اور تمام مکاتب فکر کے علماء اکٹھے ہوئے تو ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے شیخ ادریس کاندھلوی سے کہا آپ نے اپنی کتاب علم الکلام میں لکھا ہے کہ نبی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا نسب اپنے زمانہ کے انساب سے افضل ہو اور یہ صحیح نہیں ہے، شیخ کاندھلوی نے کہا میں نے تو حدیث کا ترجمہ کیا ہے وکذلك الرسل تبعث فی احساب قومها۔ ، حضرت نے فرمایا حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ نبی

کا نسب اپنی قوم کے انساب سے افضل ہوتا ہے نہ کہ اپنے زمانہ کے انساب سے افضل ہوتا ہے، شیخ کاندھلوی نے کہا زمانہ کے انساب میں کیا اشکال ہے؟ حضرت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسماعیل و اصطفی من ولد اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفی من بنی کنانۃ قریشا واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم (جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کراچی) "اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد سے حضرت اسماعیل کو فضیلت دی، اور حضرت اسماعیل کی اولاد سے بنو کنانہ کو فضیلت دی اور بنو کنانہ سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل کا نسب حضرت اسحاق سے افضل تھا اور حضرت اسحاق کی اولاد میں انبیاء ہوئے اور جس وقت یہ انبیاء مبعوث ہوئے اس وقت حضرت اسماعیل کی اولاد بھی موجود تھی اور ان کا نسب ان انبیاء کے نسب سے افضل تھا، سو اگر نبی کے لیے یہ ضروری ہو کہ اس کا نسب اپنے زمانہ کے تمام انساب سے افضل ہو تو بنو اسرائیل کے کسی نبی پر نبی کی تعریف صادق نہیں آئے گی کیونکہ ان کا نسب اپنے زمانہ میں موجود اولاد اسماعیل سے افضل نہیں تھا، اس لیے نبی کی یہی تعریف ہے کہ اس کا نسب اپنی قوم کے انساب میں سے افضل ہوتا ہے۔ جب حضرت نے یہ اشکال قائم کیا تو شیخ کاندھلوی سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور تمام حاضرین دم بخود رہ گئے۔

بَابُ كُتُبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مُلُوكِ الْكُفَّارِ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

دعوت اسلام کے لیے کافر بادشاہوں کے نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط

۴۴۹۵ - حَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلٰى كِسْرٰى وَإِلٰى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلٰى كُلِّ جَبَّارٍ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کی طرف خط لکھا اور نجاشی کی طرف خط لکھا اور ہر حاکم کی طرف خط لکھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

۴۴۹۶ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّزِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُلْ وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں تھا جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اس میں بھی یہ جملہ نہیں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں

صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنِيهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَخْبَرَنِي أَبِي حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِي صَلَّى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تھا جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

مختلف اقوام کے بادشاہوں کے القاب

ہر قوم کے بادشاہ کا ایک خصوصی لقب ہوتا ہے جس سے اس قوم کے بادشاہ کو مراد لیا جاتا ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: فارس (ایرانیوں) کے بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے، روم کے بادشاہ کا لقب قیصر ہے، اور حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے اور ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان ہے اور قبطیوں کے بادشاہ کا لقب فرعون ہے اور مصر کے بادشاہ کا لقب عزیز ہے[1]

اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کے بادشاہ کا لقب راجہ اور مہاراجہ ہے، انگریزوں کے بادشاہ کا لقب جارج اور ایڈورڈ ہے اور مسلمانوں کے بادشاہ کا لقب سلطان ہے، تمام مسلم ریاستوں کے سربراہ کو خلیفہ کہا جاتا ہے اور کسی ایک مسلم ریاست کے سربراہ کو سلطان کہا جاتا ہے۔

اس حدیث میں حکمرانوں کی طرف خطوط لکھنے کا ثبوت ہے۔ اور یہ ثبوت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے تھے اور آپ کا لکھنا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ امی کا معنی ہے جس نے اپنی ماں سے پیدا ہونے کے بعد کسی دنیاوی استاذ سے لکھنا اور پڑھنا نہ سیکھا ہو، اور آپ نے دنیا کے کسی شخص سے لکھنا اور پڑھنا نہیں سیکھا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو باقی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا اسی طرح آپ کو لکھنے اور پڑھنے کا علم بھی عطا فرمایا، اور آپ نے وصال سے پہلے لکھا بھی اور پڑھا بھی اور یہ بھی آپ کا معجزہ ہے۔ اس کی مکمل تفصیل اور تحقیق انشاء اللہ باب نمبر ۶۰۵ میں بیان کی جائے گی۔

بَابُ ۶۱ فِي غَزْوَةِ حُنَيْنٍ

غزوہ حنین کا بیان

۴۴۹۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرُ بْنُ عَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ عَبَّاسٌ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَلَزِمْتُ أَنَا وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے، اور آپ سے بالکل الگ نہیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفید رنگ کی خچر پر سوار تھے جو آپ کو فروہ بن نفاثہ جذامی نے ہدیہ کی تھی، جب مسلمانوں اور کفار کا مقابلہ ہوا تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگے، رسول اللہ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَلَمْ نُفَارِقْهُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهُ بَيْضَاءَ اَهْدَاهَا لَهُ فَرْوَةُ بْنُ نُفَاثَةَ الْجُذَامِيُّ فَلَمَّا الْتَقَى الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ وَلّٰى الْمُسْلِمُوْنَ مُدْبِرِيْنَ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكُضُ بَغْلَتَهُ قِبَلَ الْكُفَّارِ قَالَ عَبَّاسٌ وَاَنَا اٰخِذٌ بِلِجَامِ بَغْلَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكُفُّهَا اِرَادَةَ اَنْ لَا تُسْرِعَ وَاَبُوْسُفْيَانَ اٰخِذٌ بِرِكَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ عَبَّاسُ نَادِ اَصْحَابَ السَّمُرَةِ فَقَالَ عَبَّاسٌ وَكَانَ رَجُلًا صَيِّتًا فَقُلْتُ بِاَعْلٰى صَوْتِيْ اَيْنَ اَصْحَابُ السَّمُرَةِ قَالَ فَوَاللّٰهِ لَكَاَنَّ عَطْفَتَهُمْ حِيْنَ سَمِعُوْا صَوْتِيْ عَطْفَةُ الْبَقَرِ عَلٰى اَوْلَادِهَا فَقَالُوْا يَا لَبَّيْكَ يَا لَبَّيْكَ قَالَ فَاقْتَتَلُوْا وَالْكُفَّارَ وَالدَّعْوَةُ فِي الْاَنْصَارِ يَقُوْلُوْنَ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ قَالَ ثُمَّ قُصِرَتِ الدَّعْوَةُ عَلٰى بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَقَالُوْا يَا بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ يَا بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ فَنَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلٰى بَغْلَتِهِ كَالْمُتَطَاوِلِ عَلَيْهَا اِلٰى قِتَالِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حِيْنَ حَمِيَ الْوَطِيْسُ قَالَ ثُمَّ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصَيَاتٍ فَرَمٰى بِهِنَّ وُجُوْهَ الْكُفَّارِ ثُمَّ قَالَ انْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ قَالَ فَذَهَبْتُ

صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر کو کفار کی جانب دوڑا رہے تھے، حضرت عباس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھام کر اس کو تیز بھاگنے سے روک رہا تھا، اور حضرت ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عباس! اصحاب سمرۃ کو آواز دو، حضرت عباس بلند آواز شخص تھے وہ کہتے ہیں میں نے باآواز بلند پکارا اصحاب سمرۃ کہاں ہیں؟ حضرت عباس نے کہا خدا کی قسم آواز سنتے ہی وہ اس طرح پلٹے جیسا کہ گائے اپنے بچوں کی طرف پلٹتی ہے، وہ یا لبیک، یا لبیک کہتے ہوئے دوڑے آئے اور انھوں نے کافروں سے لڑنا شروع کر دیا، اور انھوں نے انصار کو بلایا اور کہتے تھے اے انصار کی جماعت! اے انصار کی جماعت! پھر بنو حارث بن خزرج کو بلایا گیا اور کہا اے بنو حارث بن خزرج! اے بنو حارث بن خزرج پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا درآں حالیکہ آپ خچر پر سوار تھے، آپ ان کی جنگ کا منظر دیکھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تنور گرم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں اٹھائیں اور کفار کے چہروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا ربِ محمد کی قسم یہ ہار گئے، حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا لڑائی اسی تیزی کے ساتھ جاری تھی میں اسی طرح دیکھ رہا تھا کہ اچانک آپ نے کنکریاں پھینکیں بخدا! میں نے دیکھا کہ ان کا زور ٹوٹ گیا اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

اَنْظُرُ فَاِذَا الْقِتَالُ عَلٰی هَیْئَتِهٖ فِیْمَا اَرٰی فَقَالَ فَوَ اللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَمَاهُمْ بِحَصَیَاتِهٖ فَمَا زِلْتُ اَرٰی حَدَّهُمْ كَلِیْلًا وَ اَمْرَهُمْ مُدْبِرًا۔

۴۴۹۸ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَرْوَةُ بْنُ نُعَامَةَ الْجُذَامِیُّ وَ قَالَ اَنْهَزَمُوْا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ اَنْهَزَمُوْا وَ رَبِّ الْكَعْبَةِ وَ زَادَ فِی الْحَدِیْثِ حَتّٰی هَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ وَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْكُضُ خَلْفَهُمْ عَلٰی بَغْلَتِهٖ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم یہ ہار گئے، رب کعبہ کی قسم یہ ہار گئے، اور اس حدیث میں یہ اضافہ ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی، گویا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ ان کے پیچھے اپنا خچر دوڑا رہے ہیں۔

۴۴۹۹ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ كَثِیْرُ بْنُ الْعَبَّاسِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ حُنَیْنٍ وَ سَاقَ الْحَدِیْثَ غَیْرَ اَنَّ حَدِیْثَ یُوْنُسَ وَ حَدِیْثَ مَعْمَرٍ اَكْثَرُ مِنْهُ وَ اَتَمُّ۔

کثیر بن عباس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین میں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث روایت کی ہے البتہ یونس اور معمر کی روایت زیادہ تام ہے۔

۴۵۰۰ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلْبَرَآءِ یَا اَبَا عُمَارَةَ اَفَرَرْتُمْ یَوْمَ حُنَیْنٍ قَالَ لَا وَ اللّٰهِ مَا وَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ لٰكِنَّهٗ خَرَجَ شُبَّانُ اَصْحَابِهٖ وَ اَخِفَّاؤُهُمْ حُسَّرًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ سِلَاحٌ اَوْ كَثِیْرُ سِلَاحٍ فَلَقُوْا قَوْمًا رُمَاةً لَا یَكَادُ یَسْقُطُ لَهُمْ سَهْمٌ جَمْعَ هَوَازِنَ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براء سے کہا اے ابو عمارہ! کیا تم جنگ حنین کے دن بھاگ پڑے تھے، انھوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹھ نہیں پھیری تھی، بلکہ امر واقعہ یہ تھا کہ آپ کے اصحاب میں سے چند جلد باز اور نہتے نوجوان آگے نکلے اصحاب کا مقابلہ ہوازن اور بنو نصر کے تیر اندازوں سے ہوا جن کا کوئی تیر خطا نہیں جاتا تھا، انھوں نے اس طرح تاک تاک کر تیر

وَبَنِي نَضْرٍ فَرَشَقُوهُمْ رَشْقًا مَا يَكَادُونَ يُخْطِئُونَ فَأَقْبَلُوا هُنَاكَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَقُودُ بِهِ فَنَزَلَ فَاسْتَنْصَرَ وَقَالَ ؎

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ثُمَّ صَفَّهُمْ۔

برسائے کہ ان کا کوئی تیر خطا نہیں گیا، پھر یہ جوان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پلٹ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید خچر پر سوار تھے، اور ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اس کے آگے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خچر سے اترے اور اللہ سے مدد طلب کی اور آپ نے فرمایا: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، پھر آپ نے ان کی صف بندی کی۔

۴۵۰۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى الْبَرَاءِ فَقَالَ أَكُنْتُمْ وَلَّيْتُمْ يَوْمَ حُنَيْنٍ يَا أَبَا عُمَارَةَ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا وَلَّى وَلَكِنَّهُ انْطَلَقَ أَخِفَّاءُ مِنَ النَّاسِ وَحُسَّرٌ إِلَى هَذَا الْحَيِّ مِنْ هَوَازِنَ وَهُمْ قَوْمٌ رُمَاةٌ فَرَمَوْهُمْ بِرَشْقٍ مِنْ نَبْلٍ كَأَنَّهَا رِجْلُ جَرَادٍ فَانْكَشَفُوا فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ يَقُودُ بِهِ بَغْلَتَهُ فَنَزَلَ وَدَعَا وَاسْتَنْصَرَ وَهُوَ يَقُولُ ؎

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

اَللّٰهُمَّ نَزِّلْ نَصْرَكَ قَالَ الْبَرَاءُ كُنَّا وَاللهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ نَتَّقِي بِهِ وَإِنَّ الشُّجَاعَ مِنَّا لَلَّذِي يُحَاذِي بِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت براء کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوعمارہ کیا تم جنگ حنین کے دن بھاگ گئے تھے، انھوں نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے پشت نہیں پھیری، لیکن چند جلد باز اور نہتے نوجوان ہوازن کی طرف بڑھے وہ لوگ تیر انداز تھے انھوں نے تیروں کی اس طرح بوچھاڑ کی جیسے ٹڈی دل ہو تو یہ لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت ابوسفیان بن حارث آپ کے خچر کے آگے تھے، آپ خچر سے اترے، دعا کی اور اللہ سے مدد مانگی اور آپ یہ فرما رہے تھے، میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، اے اللہ اپنی مدد نازل فرما۔ حضرت براء نے کہا خدا کی قسم جب جنگ تیز ہوتی تو ہم خود کو آپ کی پناہ میں بچاتے تھے اور ہم میں بہادر وہ شخص ہوتا تھا جو جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

۴۵۰۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ مِّنْ قَيْسٍ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ الْبَرَاءُ وَلٰكِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفِرَّ وَكَانَتْ هَوَازِنُ يَوْمَئِذٍ رُمَاةً وَإِنَّا لَمَّا حَمَلْنَا عَلَيْهِمُ انْكَشَفُوا فَأَكْبَبْنَا عَلَى الْغَنَائِمِ فَاسْتَقْبَلُونَا بِالسِّهَامِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهِ الْبَيْضَاءِ وَإِنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ الْحَارِثِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَهُوَ يَقُولُ ؎

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ
أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ قبیلہ قیس کے ایک شخص نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا تم غزوہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ حضرت براء نے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کے سامنے سے نہیں ہٹے، ہوازن کے جوان اس دن تیر اندازی کر رہے تھے ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے اور جب ہم مال غنیمت لوٹنے لگے تو انھوں نے ہمیں تیروں پر رکھ لیا، اور میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور آپ فرما رہے تھے: میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

۴۵۰۳- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عُمَارَةَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَهُوَ أَقَلُّ مِنْ حَدِيثِهِمْ وَهُوَ لَا إِ أَتَمُّ حَدِيثًا.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک شخص نے کہا اے ابوعمارہ! اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اس روایت میں کم الفاظ ہیں اور دیگر روایات اس کی بہ نسبت مکمل ہیں۔

۴۵۰۴- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَلَمَّا وَاجَهْنَا الْعَدُوَّ وَتَقَدَّمْتُ فَأَعْلُوا ثَنِيَّةً

ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں گئے، جب ہمارا دشمن کے ساتھ مقابلہ ہوا تو میں آگے بڑھ کر ایک گھاٹی پر چڑھ گیا، دشمن کا ایک شخص سامنے سے آیا، میں نے اس کے تیر مارا، وہ چھپ گیا اور مجھ کو پتا نہ چل سکا اس نے کیا کیا،

فَاسْتَقْبَلَنِیْ رَجُلٌ مِّنَ الْعَدُوِّ فَاَرْمِیْهِ بِسَهْمٍ فَتَوَارٰی عَنِّیْ فَمَا دَرَیْتُ مَا صَنَعَ وَنَظَرْتُ اِلَی الْقَوْمِ فَاِذَا هُمْ قَدْ طَلَعُوْا مِنْ ثَنِیَّةٍ اُخْرٰی فَالْتَقَوْا هُمْ وَ صَحَابَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَلّٰی صَحَابَةُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَرْجِعُ مُنْهَزِمًا وَعَلَیَّ بُرْدَتَانِ مُتَّزِرًا بِاِحْدَاهُمَا مُرْتَدِیًا بِالْاُخْرٰی فَاسْتَطْلَقَ اِزَارِیْ فَجَمَعْتُهُمَا جَمِیْعًا وَمَرَرْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُنْهَزِمًا وَهُوَ عَلٰی بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَاٰی ابْنُ الْاَكْوَعِ فَزَعًا فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِّنْ تُرَابِ مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَاَ عَیْنَیْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَنَائِمَهُمْ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

میں نے قوم کی طرف دیکھا تو وہ دوسری گھاٹی سے چڑھ رہے تھے، ان کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا مقابلہ ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پشت پھیر کر بھاگے، میں بھی شکست خوردہ لوٹا، درآں حالیکہ مجھ پر دو چادریں تھیں، ایک میں نے باندھی ہوئی تھی اور دوسری اوڑھی ہوئی تھی، میرا تہبند کھل گیا تو میں نے دونوں چادروں کو اکٹھا کر لیا، اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکست خوردہ لوٹا، درآں حالیکہ آپ اپنے خچر شہباء پر سوار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن الاکوع خوف زدہ ہو کر دیکھ رہا ہے۔ جب دشمنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ خچر سے اترے اور زمین سے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمن کے چہروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ان کے چہرے قبیح ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مٹھی سے ان کے ہر انسان کی آنکھ میں مٹی بھر دی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، سو اللہ عزوجل نے ان کو شکست دی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

غزوہ حنین کا اجمالی ذکر

مکہ اور طائف کی درمیانی وادی کا نام حنین ہے، یہ غزوہ شوال آٹھ ہجری میں واقع ہوا، اس کی تفصیل باب نمبر ۵۸۹ میں گذر چکی ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ۝ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنودا لم

بے شک اللہ تعالیٰ نے بکثرت مواقع پر تمہاری مدد فرمائی اور غزوہ حنین کے دن تمہاری مدد کی جب تم اپنی کثرت پر اترا رہے تھے، اور یہ کثرت تم سے کسی ضرر کو ٹال نہ سکی، اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی، پھر تم پشت پھیرتے ہوئے واپس لوٹے۔

تروها وعذب الذين كفروا وذلك جزاء الكافرين ۔ (توبہ: ۲۶-۲۵)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر طمانیت قلب نازل فرمائی اور ایسے لشکر اتارے جن کو تم نے نہیں دیکھا، اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے غزوہ حنین کا وہ تمام ماجرا بیان فرمایا ہے، جس کی تفصیل اس باب کی احادیث میں ہے۔

کفار اور مشرکین سے ہدیے قبول کرنے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۹۷ میں ہے کہ غزوہ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فروہ بن نفاثہ کی ہدیہ کی ہوئی خچر پر سوار تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس شخص کے اسلام قبول کرنے میں اختلاف ہے، طبری نے کہا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے طویل عمر گذاری، اور دوسرے مورخین نے کہا ہے کہ یہ اسلام نہیں لایا، صحیح بخاری میں ہے کہ ایلہ کے بادشاہ نے آپ کو خچر ہدیہ کی تھی، اور اس کا نام بغفہ بن روبہ تھا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر سے ہدیہ قبول کیا اور دوسری احادیث میں آپ نے عاملوں کو ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ابن اللتبیہ کی حدیث میں ہے، اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے مشرکین کے ہدیے واپس کر دیے اور فرمایا ہم مشرکین کی بخشش قبول نہیں کرتے، سو ان احادیث میں تعارض ہے۔ قاضی عیاض نے کہا یہ احادیث ہدیہ قبول کرنے کے لیے ناسخ ہیں، اور جمہور فقہاء نے کہا یہ حدیث منسوخ نہیں ہے کیونکہ آپ کا اس ہدیہ کو قبول کرنا از قبیل فئی ہے اور آپ کی خصوصیت ہے، عام مسلمان مشرک سے ہدیہ قبول نہیں کر سکتے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مشرک سے ہدیہ قبول کرتے تھے جس کے اسلام کی توقع ہو یا ہدیہ قبول کرنے میں مسلمانوں کے لیے کوئی مصلحت ہو اور بعض کو آپ ہدیہ کا عوض دیتے تھے اور جس شخص کے اسلام لانے کی توقع نہ ہوتی یا جس کے ہدیہ قبول کرنے میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت نہ ہوتی اس کا ہدیہ آپ رد کر دیتے تھے، کیونکہ ہدیہ محبت اور مودت کو واجب کرتا ہے اور کفار اور مشرکین سے محبت اور مودت ممنوع ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جو عمال اور حکام ہیں ان کا اپنے لیے ہدیہ قبول کرنا جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور اگر انہوں نے قبول کر لیا تو وہ فئی قرار پائے گا، کیونکہ کافر نے ان کو وہ ہدیہ اس لیے دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے امام ہیں، اور جس قوم کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا ہے اگر اس کے کسی فرد نے ہدیہ دیا تو اس کا شمار مال غنیمت میں ہوگا، امام اوزاعی، امام محمد بن الحسن، ابن القاسم اور ابن حبیب کا یہی قول ہے، اور امام ابو یوسف اور مالکی فقہاء میں سے علامہ اشہب اور امام سحنون کا قول یہ ہے کہ وہ ہدیہ صرف امام کے لیے ہوگا۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے صرف ان ہدیوں کو رد کیا جو انہوں نے آپ کو ذاتی حیثیت سے دیے تھے اور جو ہدیے انہوں نے اس حیثیت سے نہیں دیے تھے ان کو آپ نے مسلمانوں کے مفاد کے لیے قبول کر لیا، اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مشرکین سے ہدیہ لینے کا جواز منسوخ ہو گیا، اور آپ کے بعد امام کو جو ہدیے دیے جائیں ان کا شمار بہ تقاضائے حال فئی یا غنیمت میں ہوگا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار اہل کتاب سے ہدیے قبول کیے ہیں مثلاً مقوقس اور شام کے بادشاہ وغیرہ جو دین نصرانیت پر تھے اور جن مشرکین کے ہدیے قبول کرنے سے منع فرمایا ہے وہ غیر اہل کتاب

ہیں لہٰذا آپ کے ہدیہ قبول کرنے اور اس سے منع فرمانے میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ہمارے لیے اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے اور بت پرست کافروں اور مشرکوں کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام کر دیا گیا ہے۔ [1]

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شعر کہا ہے؟

اس باب کی احادیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ، حالانکہ قرآن مجید میں ہے وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ "ہم نے آپ کو شعر گوئی کی تعلیم نہیں دی اور نہ یہ آپ کے مناسب ہے" قاضی عیاض مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں ہے اور یہی اخفش کا مذہب ہے، لیکن خلیل کا مذہب یہ ہے کہ رجز شعر ہے اس بناء پر جواب یہ ہے کہ جس کلام کو موزوں اور مسجع اور مقفیٰ بنانے کا قصد کیا جائے اور قصد اور ارادہ سے اس کلام کو موزوں اور مقفیٰ بنایا جائے وہ شعر ہوتا ہے اور جو کلام غیر ارادی طور پر موزوں ہو اس کو شعر نہیں کہا جاتا اور نہ اس متکلم کو شاعر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات ایک وزن پر ہیں حالانکہ قرآن مجید شعر کی کتاب نہیں ہے۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد المطلب کی طرف اپنی نسبت کیوں کی تھی؟

ایک سوال یہ ہے کہ کافر آباؤ اجداد کی طرف نسبت کر کے ان پر فخر کرنا عمل جاہلیت سے ہے پھر آپ نے اپنی نسبت عبد المطلب سے کر کے اس کو بطور افتخار کیسے بیان فرمایا؟ اس کا علامہ نووی نے یہ جواب دیا ہے کہ عبد المطلب مکہ والوں کے سردار تھے اور مکہ کی ایک مشہور شخصیت تھے اور آپ کے والد گرامی کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا اس لیے آپ کو عبد المطلب کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ عبد المطلب نے ایک خواب دیکھا تھا جو اس پر دلالت کرتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ حاصل ہو گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس خواب کو یاد دلانا تھا اور اس پر متنبہ کرنا تھا کہ آپ کو دشمنان اسلام پر غلبہ حاصل ہو گا اور اس میں یہ دلیل ہے کہ جنگ میں انسان یہ کہے کہ میں فلاں بن فلاں ہوں، جیسے حضرت سلمہ نے کہا کہ میں ابن الاکوع ہوں یا جیسے حضرت علی نے کہا کہ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ [3]

اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عبد المطلب کافر نہیں تھے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف نسبت کو کبھی فخریہ بیان نہ کرتے، بلکہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حضرت عبد المطلب مومن تھے اور دین ابراہیمی پر تھے اور اسی طرح آپ کے نسب میں تمام آباء اور تمام امہات مومن ہیں۔ شرح صحیح مسلم جلد ثانی کتاب الجنائز میں ہم نے اس مسئلہ پر مفصل اور مدلل گفتگو کی ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱، " " " "

[3] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۱، " " " "

بَابُ غَزْوَةِ الطَّائِفِ

غزوہ طائف کا بیان

۴۵۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ الشَّاعِرِ الْأَعْمَى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَاصَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْلَ الطَّائِفِ فَلَمْ يَنَلْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَقَالَ إِنَّا قَافِلُونَ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ أَصْحَابُهُ نَرْجِعُ وَلَمْ نَفْتَتِحْهُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْدُوا عَلَى الْقِتَالِ فَغَدَوْا عَلَيْهِ فَأَصَابَهُمْ جِرَاحٌ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا قَافِلُونَ غَدًا قَالَ فَأَعْجَبَهُمْ ذٰلِكَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کا محاصرہ کیا اور وہاں سے کچھ حاصل نہیں کیا تو فرمایا ہم انشاء اللہ لوٹ جائیں گے، آپ کے اصحاب نے کہا کیا ہم بغیر فتح کے لوٹ جائیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل صبح ان سے جنگ کرنا، صحابہ نے صبح حملہ کیا اور زخمی ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: ہم کل صبح واپس چلے جائیں گے، صحابہ اس سے خوش ہو گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

طائف کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

علامہ حموی لکھتے ہیں: طائف کا عرض بلد اکیس درجہ ہے۔ مکہ سے آتے ہوئے یہ ایک دن کی مسافت پر واقع ہے اور مکہ کی طرف جاتے ہوئے آدھے دن کی مسافت پر ہے۔ اس شہر کو حسین بن سلامہ نے آباد کیا تھا۔ علامہ حموی نے یہ بھی لکھا ہے کہ طائف ثقیف کے شہروں کی ایک وادی ہے اور یہ مکہ سے بارہ فرسخ (چھتیس شرعی میل) دور ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر حملہ کیا اور نو ہجری میں اس کو صلح سے فتح کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ ہجری میں جب وادی حنین سے لوٹے تو طائف میں اترے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کر لیا، اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق وغیرہ استعمال کیے گئے، بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے، صحابہ نے عرض کیا کہ آپ ان کی ہلاکت کے لیے دعا کریں، آپ نے یہ دعا دی: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو یہ توفیق دے کہ میرے پاس آجائیں" آپ کی یہ دعا قبول ہوئی اور اگلے سال بغیر جنگ کے اہل طائف نے اطاعت کر لی۔ [1]

۱۳۹۹ھ

[1] علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ، معجم البلدان ج ۴ ص ۱۲ - ۸ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

طائف: عرب کا ایک شہر، جو مکے کے جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں سے مکّے تک جانے والی سڑک چونکہ کئی پیچیدہ گھاٹیوں سے گزرتی ہے، اس لیے موٹر کو تقریباً پچھتر میل طے کرنا پڑتے ہیں۔ براہِ راست مسافت اس سے خاصی کم ہے۔ یہ ایک سطح مرتفع میں واقع ہے، جو سلسلۂ کوہ سراۃ میں سطح سمندر سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔ ایک دلچسپ بدوی افسانے کے مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ کے ساتھ شام سے صحرائے عرب روانہ ہوئے تو خدا نے مرغزار شام کا ایک ٹکڑا اساتھ کر دیا اور یہی طائف ہے۔ سردیوں میں یہاں بعض اوقات پانی جم جاتا ہے۔ قبل اسلام ہی سے طائف اور مکّہ توأم شہر رہے ہیں۔ طائف کی پیداوار کی مکے میں نکاسی ہوتی ہے۔ اگر ایک طرف مالدار اہل مکّہ، بالخصوص بنوامیہ، طائف میں زمینیں خریدنے اور گرمیاں گزارنے آیا کرتے تھے تو طائف کے مستقل باشندے بھی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں مکّے میں بود و باش رکھتے تھے۔ قرآن مجید ۴۳ [الزخرف:] ۳۱) میں مکّے اور طائف کو ملا کر " قریتین ـــــ " (دو شہر) کہا گیا ہے۔ آغاز اسلام کے وقت یہ مغربی عرب کے بڑے شہروں میں سے ایک تھا۔ یہاں کا بُت خانہ مکّے کا حریف تھا۔ اب سعودی دَور میں اس شہر نے گرمائی قیام گاہ کے طور پر بڑی ترقی کر لی ہے۔ یہاں کثرت سے یورپی، امریکی لوگ بھی نظر آیا کرتے ہیں۔ قبل اسلام یہاں سے میووں اور ترکاری کے علاوہ انگور کی شراب، گیہوں اور لکڑی، نیز دباغت شدہ کھالیں برآمد ہوتی تھیں۔ مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک میں، جو اہل طائف کے نام ہے، غبیراء (مکئی کی شراب) کو بھی حرام سمجھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

جیسا کہ مادۂ ثقیف میں بیان ہوا، طائف میں جسے اکثر فتح سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ شروع میں عامر بن الظرب کا قبیلہ عدوان بستا تھا۔ پھر ثقیف اور اَیاد آئے اور بعد ازاں بعض دیگر قبائل، جو اَحلاف کے نام سے مشہور ہیں۔

خاندان بنو ہاشم کی طائف میں رشتہ داریاں تھیں۔ بنو عبدہ یالیل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموؤں کا خاندان کہا جاتا ہے۔ ابولہب کی بیٹیوں کی اہل طائف سے شادیاں ہوئی تھیں۔ حضرت عباسؓ کا بھی طائف سے رقمی اور تجارتی کاروبار بہت تھا۔ اسی لیے کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہموطنان مکّہ سے مایوس ہوئے تو انھوں نے اپنے ماموؤں کا رخ کیا، اگرچہ ان سے طائف میں جسمانی اور روحانی تکلیف اور مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ ہجرت کے بعد جلد ہی رجب ۲ھ میں سریۂ نخلہ (مابین مکّہ و طائف) پیش آیا، جو اگرچہ خالصتاً اہل مکّہ پر معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے تھا، مگر مکّے سے تجارت میں رکاوٹ پڑنے پر طائف کا متاثر ہونا ناگزیر تھا۔ اور مدینے کی جنگوں میں طائف ہمیشہ اہل مکّہ کی تائید کرتا رہا۔ اُحد میں بھی چند باشندگان طائف فوجی عملے میں شریک تھے اور غزوۂ خندق میں تو (البلاذری: کتاب الانساب، ۱: ۱۶۵، کی صراحت کے مطابق) ثقیفیوں کا ایک پورا دستہ مدینہ کے محاصرے میں شریک تھا۔ اہل طائف کی تجارت یمن اور مکے کے علاوہ غالباً عرب کے شمالی حصے سے بھی اچھی خاصی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ابو عبیدہ نے صلح نامۂ حدیبیہ [رٹ باب] کا جو متن دیا ہے اس میں صراحت ہے کہ جو مسلمان تجارت کے لیے طائف یا یمن جاتے ہوئے مکّے سے گزریں انھیں امن و امان حاصل رہے گا

۸ھ میں اہل طائف اور ان کے بدوی رشتہ داروں (بنو ہوازن) نے فتح مکہ پر چراغ پا ہو کر شدید مخالفت دکھائی۔ غالباً انھیں مکے کی منڈی کے ہاتھ سے نکل جانے کا بھی صدمہ ہوگا۔ اس پر حنین [ارک ہاں] میں پہلی کشمکش ہوئی۔ پھر اس کا سلسلہ خود طائف میں جاری رہا، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ہفتوں تک محاصرہ رکھا۔ دبابے، منجنیق اور دیگر قلعہ شکن آلات کے استعمال کے باوجود قلعے نے کامیاب مدافعت کی۔ عام مؤرخوں کے بیان کے مطابق ایران کے کسی کسریٰ نے ایک طائفی تاجر نے دربار داری سے خوش ہو کر اس کی منہ مانگی مراد پوری کی اور ایک مہندس اس غرض سے بھیجا کہ اس کی بستی کے اطراف میں ایک فصیل تعمیر کرے (اور یہی طائف تھا) امام سہیلی نے ایک مختلف روایت بیان کی ہے، یعنی یہ کہ بعض یمنی معماروں نے یہ کام انجام دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید محاصرہ جاری رکھنے کے بجائے ثقیف کے بعض حریف قبائل کو، جو مسلمان ہو گئے تھے، اس پر مامور کیا کہ طائف پر مناسبی دباؤ ڈالتے رہیں۔ سال بھر بھی نہ گذرا تھا کہ اہل طائف نے پریشان ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ شروع میں تو اس کے وفد نے چاہا کہ نہ نماز پڑھیں، نہ زکوٰۃ دیں، نہ اپنا بت خانہ توڑیں اور نہ شراب و زنا و سود کی حرمت کو مانیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے پر وہ شرمائے اور اس پر اکتفا کی کہ عکاظ کے آنے والے میلے میں سابقہ سودی قرضوں کی ادائی کر کے آئندہ سود سے اجتناب کریں گے، زکوٰۃ و جہاد سے مستثنیٰ نہ رہیں گے اور ان کے شہر کو ایک حرم قرار دیا جائے گا، جہاں چرند و پرند کا شکار اور جنگل کی قطع و برید ممنوع رہے گی، نیز اپنا بت خانہ وہ اپنے ہاتھ سے مسمار نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ بن شعبہ الثقفی اور ابوسفیان کو بھیجا کہ بت خانہ لات کو مسمار کر دیں۔ کہتے ہیں کہ طائف کا موجودہ سرکاری مہمان خانہ اسی بت خانے کی جگہ تعمیر ہوا ہے۔ شہر طائف کی موجودہ فصیل ترکی دور کی ہے لیکن یقیناً اس کا کچھ حصہ قدیم دیوار ہی کی جگہ تعمیر ہوا ہے کیونکہ ابن ہشام کے قول کے مطابق مسجد ابن عباس اس جگہ تعمیر ہوئی ہے جہاں حصار طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈیرہ نصب ہوا تھا۔ یہ مسجد، نیز عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محاصرہ طائف کے شہداء کا قبرستان موجودہ فصیل کے باہر واقع ہے۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ بھی اسی میں دفن ہیں۔ ترکی دور میں مسجد ابن عباسؓ کا کتب خانہ ہزاروں مخطوطات پر مشتمل تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ہمیں وہاں بمشکل سو پچاس معمولی مخطوطے نظر آئے اور بتایا گیا کہ باقی مختلف لوگ ریاض لے گئے ہیں۔

عہد اسلام میں طائف کبھی بڑا سیاسی مرکز نہ رہا لیکن اس کی سرپرستی معاشی حیثیت سے ضرور جاری رہی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے [وتج سے تین میل کے فاصلے پر] وہط میں ایک بہت بڑا تاکستان لگایا اور پھر اسے وقف علی الاولاد کر دیا۔ یہ وقف نامہ ابن مجاور نے (المستبصر، مخطوطہ پیرس، ورق ۱۲/ب میں) نقل کیا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اس کے مضافات میں ایک بڑا تالاب تعمیر کیا، جس کا کتبہ مؤرخہ ۵۸ھ، عربی زبان کے قدیم ترین کتبوں میں شمار ہوتا ہے (دیکھیے .... EARLY ISLAMIC : GEORGE C. MITES JOURNAL (INSCRIPTIONS TAIF IN THE HIJAZ, USA. of - NEAR EASTARN STUDIES ج ۷/۴ (اکتوبر ۱۹۴۸ء): ۲۳۶ تا ۲۴۲)

روایت ہے کہ دور عباسیہ میں نہر زبیدہ کی تعمیر کے بعد اس کی نگہداشت کے لیے ملکہ زبیدہ نے طائف کے بعض رقبے وقف کر دیے تھے۔ مکے سے جبل کراء (ایک چشمے کا نام) ہو کر طائف کو جو راستہ جاتا ہے وہ مسلسل غفلت اور بارشوں کی وجہ سے خراب ہو جانے کے باوجود اب بھی گدھوں کے قافلوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور راقم کے رہنما نے بتایا کہ وہ عہد عباسی میں تعمیر ہوا تھا۔

چوتھی صدی ہجری اور بعد کے عرب جغرافیہ نگار اسے "بلیدۃ صغیرۃ" (ایک چھوٹا شہر) بتاتے ہیں۔ ترکی دور میں

شریف مکہ اور ترکی گورنر گرمیاں یہاں گزارتے تھے۔ ۱۸۰۲ء میں سعودی نجدیوں نے اس پر قبضہ کیا اور ۱۸۱۳ء میں طوسون پاشا کی سرکردگی میں مصری فوجوں نے اسے واپس لے لیا۔ ایک سال بعد برکہارٹ Burckhardt نے اس کی سیر کی۔ وہ لکھتا ہے آدھا شہر کھنڈر ہے۔ اس نے وہاں بڑے بڑے انگور کھائے جو نہایت لذیذ اور خوشبودار تھے۔ اس کے علاوہ بہی، انجیر اور انار کھائے، باشندے زیادہ تر ثقفی ہیں۔ یہاں بہت سے مالدار اہل مکہ کے مکان ہیں۔ غیر ملکیوں میں بہت سے ہندوستانی مسلمان ہیں۔

Doty ۱۹۱۸ء میں لکھتا ہے: کہ یہاں پانچ ہزار سے زیادہ آبادی نہیں، البتہ گرمیوں میں بیس ہزار تک پہنچ جاتی ہے' اپریل ۱۹۲۴ء میں شریف حسین سے جنگ کر کے نجدیوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور اب یہ سعودی مملکت کے بہت زیادہ ترقی یافتہ شہروں میں سے ہے، ۱۹۳۹ء میں مجھے یہاں پندرہ ہزار آبادی بتائی گئی، اور ۱۹۴۶ء میں چالیس ہزار کے لگ بھگ (موجودہ آبادی پچاس ہزار کے قریب ہے) شہر اب فصیل کے باہر دور دور تک پھیل گیا ہے۔ ٹیلی فون، لاسلکی' ہوائی اسٹیشن، شاندار مکانات اور ہر قسم کی جدید سہولتیں مہیا ہیں۔ مکے اور ریاض سے ڈاک کے محکمے نے بس سروس بھی جاری کر رکھی ہے۔ [1]

بَابُ غَزْوَةِ بَدْرٍ

غزوہ بدر

۴۵۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَهُ اِقْبَالُ اَبِيْ سُفْيَانَ قَالَ فَتَكَلَّمَ اَبُوْ بَكْرٍ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ تَكَلَّمَ عُمَرُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ اِيَّانَا تُرِيْدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا وَوَرَدَتْ عَلَيْهِ رَوَايَا قُرَيْشٍ وَفِيْهِمْ غُلَامٌ اَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ فَاَخَذُوْهُ فَكَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا، آپ نے ان سے بھی اعراض کیا، پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بلایا، لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے، وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے، ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا، صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۳۹۷۔ ۳۹۴، مطبوعہ زیر اہتمام پنجاب دانش گاہ، لاہور، طبع اوّل، ۱۳۹۳ھ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَهُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ وَأَصْحَابِهِ فَيَقُولُ مَالِي عِلْمٌ بِأَبِي سُفْيَانَ وَلٰكِنْ هٰذَا أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ وَأُمَيَّةُ ابْنُ خَلَفٍ فَإِذَا قَالَ ذٰلِكَ ضَرَبُوهُ فَقَالَ نَعَمْ أَنَا أُخْبِرُكُمْ هٰذَا أَبُو سُفْيَانَ فَإِذَا تَرَكُوهُ فَسَأَلُوهُ فَقَالَ مَالِي بِأَبِي سُفْيَانَ عِلْمٌ وَلٰكِنْ هٰذَا أَبُو جَهْلٍ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فِي النَّاسِ فَإِذَا قَالَ هٰذَا أَيْضًا ضَرَبُوهُ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ انْصَرَفَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَضْرِبُونَهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَتْرُكُونَهُ إِذَا كَذَبَكُمْ. قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ قَالَ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ أَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

کے بارے میں سوال کیا، اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں، جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا، اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابوسفیان کے متعلق بتاتا ہوں، جب انھوں نے اس کو چھوڑ کر ابوسفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں، لیکن یہاں لوگوں میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں، جب اس نے یہ کہا تو انھوں نے پھر مارنا شروع کر دیا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے، آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔

بدر کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولقد نصركم الله ببدر وأنتم أذلة (آل عمران: ۱۲۳)

اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح اور نصرت عطا کی، حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔

۲ھ میں غزوہ بدر واقع ہوا، بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا تھا، بدر مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کی مسافت پر واقع ہے۔ علامہ حموی لکھتے ہیں: بدر کا لغوی معنی ہے بھرنا، چودھویں رات کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھرا ہوا اور مکمل ہوتا ہے۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی میں مشہور کنواں ہے، ایک قول یہ ہے کہ بنو ضمرہ کا ایک شخص رہتا تھا اس کے نام پر اس وادی کا نام پڑ گیا۔ [1]

[1] علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ، معجم البلدان ج ۱ ص ۴۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ

قریش مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے، اسی اثناء میں حضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آگیا جس سے قریش اور غضب ناک ہو گئے، انہی دنوں میں مکہ مکرمہ میں یہ جھوٹی خبر پھیل گئی کہ مسلمان قریش کے قافلہ کو لوٹنے آرہے ہیں اس پر قریش مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے چل پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات کا علم ہوا تو آپ نے صحابہ کرام کو جمع کیا، مہاجرین صحابہ نے بڑی جانثارانہ تقریریں کیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھ رہے تھے، کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر چڑھ آئیں۔ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ نے اٹھ کر کہا، کیا آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے خدا کی قسم اگر آپ حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے اتار دیں گے۔ صحیح مسلم کے اس باب کی حدیث میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

کون کہاں مرے گا اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم

اس باب کی حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں پیشگی فرمادیا تھا کہ فلاں کافر اس جگہ مرے گا اور فلاں کافر اس جگہ مرے گا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جگہ جس کافر کا نام لے کر اشارہ کیا تھا وہ کافر اسی جگہ مرا اور اس سے سرمو تجاوز نہیں ہوا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے اور آپ کے علم کی وسعت کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم دیا تھا کہ کون کہاں مرے گا اور یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے وما تدری نفس باای ارض تموت (لقمان ۳۴) "اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا" کیونکہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے یعنی وہ علم جو از خود ہوتا ہے۔ اور حدیث میں اس علم کا ثبوت ہے جو اللہ کی عطا سے ہے۔

بَابُ فَتْحِ مَكَّةَ

فتح مکہ کا بیان

۴۵۰۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَفَدَتْ وُفُودٌ إِلَى مُعَاوِيَةَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ يَصْنَعُ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ الطَّعَامَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ مِمَّا يُكْثِرُ أَنْ يَدْعُونَا إِلَى رَحْلِهِ فَقُلْتُ أَلَا أَصْنَعُ طَعَامًا فَأَدْعُوهُمْ إِلَى رَحْلِي فَأَمَرْتُ بِطَعَامٍ يُصْنَعُ ثُمَّ لَقِيتُ أَبَا هُرَيْرَةَ مِنَ الْعَشِيِّ فَقُلْتُ الدَّعْوَةَ عِنْدِي اللَّيْلَةَ فَقَالَ سَبَقْتَنِي قُلْتُ نَعَمْ

عبداللہ بن رباح کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ ماہ رمضان میں متعدد جماعتیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں، ہم ایک دوسرے کے لیے کھانا تیار کرتے تھے، حضرت ابوہریرہ ہم کو اپنے ٹھکانے پر بکثرت بلایا کرتے تھے میں نے سوچا کہ میں بھی کھانا تیار کر کے ان حضرات کو اپنے ٹھکانے پر کھانے کی دعوت کیوں نہ دوں! میں نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا، پھر شام کے وقت میری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا آج رات میرے گھر دعوت ہے، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تم نے مجھ پر سبقت کرلی؟ میں نے کہا ہاں! میں نے ان سب کو بلایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا اے گروہ انصار میں تم کو

فَدَعَوْتُهُمْ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ اَلَا اُعْلِمُكُمْ بِحَدِيْثٍ
مِّنْ حَدِيْثِكُمْ يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ ثُمَّ ذَكَرَ
فَتْحَ مَكَّةَ فَقَالَ اَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَبَعَثَ
الزُّبَيْرَ عَلٰى اِحْدَى الْمُجَنِّبَتَيْنِ وَبَعَثَ
خَالِدًا عَلَى الْمُجَنِّبَةِ الْاُخْرٰى وَبَعَثَ اَبَا
عُبَيْدَةَ عَلَى الْحُسَّرِ فَاَخَذُوْا بَطْنَ الْوَادِيْ
وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ
كَتِيْبَةٍ قَالَ فَنَظَرَ فَرَاٰنِيْ فَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ
قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا يَاْتِيْنِيْ
اِلَّا اَنْصَارِيٌّ نَادِ غَيْرَ ضَيْبَانَ فَقَالَ
اهْتِفْ لِيْ بِالْاَنْصَارِ قَالَ فَاَطَافُوْا بِهٖ
وَنَبَشَتْ قُرَيْشٌ اَوْبَاشًا لَهَا وَاَتْبَاعًا
فَقَالُوْا نُقَدِّمُ هٰؤُلَاءِ فَاِنْ كَانَ لَهُمْ
شَيْءٌ كُنَّا مَعَهُمْ وَاِنْ اُصِيْبُوْا اَعْطَيْنَا الَّذِيْ
سُئِلْنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ تَرَوْنَ اِلٰى اَوْبَاشِ قُرَيْشٍ وَاَتْبَاعِهِمْ
ثُمَّ قَالَ بِيَدَيْهِ اِحْدٰاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى
ثُمَّ قَالَ حَتّٰى تُوَافُوْنِيْ بِالصَّفَا قَالَ
فَانْطَلَقْنَا فَمَا شَاءَ اَحَدٌ مِّنَّا اَنْ يَقْتُلَ
اَحَدًا اِلَّا قَتَلَهٗ وَمَا اَحَدٌ مِّنْهُمْ يُوَجِّهُ
اِلَيْنَا شَيْئًا قَالَ فَجَاءَ اَبُوْسُفْيَانَ فَقَالَ
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُبِيْحَتْ خَضْرَاءُ قُرَيْشٍ لَا قُرَيْشَ
بَعْدَ الْيَوْمِ ثُمَّ قَالَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِيْ سُفْيَانَ
فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ
اَمَّا الرَّجُلُ فَاَدْرَكَتْهُ رَغْبَةٌ فِيْ قَرْيَتِهٖ وَ
رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ وَجَاءَ
الْوَحْيُ وَكَانَ اِذَا جَاءَ الْوَحْيُ لَا يَخْفٰى عَلَيْنَا
فَاِذَا جَاءَ فَلَيْسَ اَحَدٌ يَرْفَعُ طَرْفَهٗ اِلٰى رَسُوْلِ

تمہارے بارے میں ایک حدیث کی خبر نہ دوں؟ پھر حضرت ابوہریرہ نے فتح مکہ کا ذکر کیا اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ آپ نے ایک جانب حضرت زبیر کو بھیجا اور دوسری جانب حضرت خالد کو روانہ کیا، اور حضرت ابو عبیدہ کو ان کا سردار مقرر کیا جو زرہوں سے خالی تھے۔ وہ بطن الوادی سے گذرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ایک حصہ میں تھے آپ نے مجھے دیکھا اور فرمایا: ابوہریرہ؛ میں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا میرے پاس صرف انصاری آتے ہیں! اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا انصار کو میرے پاس بلاؤ، وہ سب آپ کے گرد جمع ہو گئے، اور قریش نے بھی اپنے حمایتی اور تابع دار اکٹھے کر لیے اور کہا ہم ان لوگوں کو آگے بڑھاتے ہیں اگر ان کو کوئی فائدہ پہنچا تو ہم بھی اس میں شریک ہوں گے اور اگر یہ گرفتار ہو گئے تو ہم سے جس چیز کا سوال کیا جائے گا ہم اس کو حوالے کر دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قریش کی جماعتوں اور ان کے متبعین کو دیکھ رہے ہو پھر آپ نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھ کر اشارہ کیا، (ان کو مارو) پھر فرمایا حتی کہ تم مجھ سے صفا پر ملو، پھر ہم روانہ ہوئے اور ہم میں سے جو شخص کسی کو قتل کرنا چاہتا اس کو قتل کر دیتا اور ان کا کوئی شخص ہمارا مقابلہ نہیں کر پا رہا تھا، اتنے میں ابوسفیان آئے اور کہا: یارسول اللہ!! قریش کی جماعت ختم ہو رہی ہے اور آج کے بعد کوئی قریش باقی نہیں رہے گا! آپ نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے! پھر انصار نے آپس میں کہا حضور پر اپنے ہم وطنوں اور اپنے قرابت داروں کی محبت غالب آگئی، پھر آپ پر وحی آئی اور جب آپ پر وحی آتی تھی تو ہمیں پتا چل جاتا تھا! اور جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو کوئی شخص آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَنْقَضِيَ الْوَحْيُ فَلَمَّا انْقَضَى الْوَحْيُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ قُلْتُمْ أَمَّا الرَّجُلُ فَأَدْرَكَتْهُ رَغْبَةٌ فِي قَرْيَتِهِ قَالُوا قَدْ كَانَ ذَاكَ قَالَ كَلَّا إِنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ هَاجَرْتُ إِلَى اللهِ وَإِلَيْكُمْ وَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَبْكُونَ وَيَقُولُونَ وَاللهِ مَا قُلْنَا الَّذِي قُلْنَا إِلَّا الضِّنَّ بِاللهِ وَبِرَسُولِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ وَرَسُولَهُ يُصَدِّقَانِكُمْ وَيَعْذِرَانِكُمْ قَالَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ إِلَى دَارِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَغْلَقَ النَّاسُ أَبْوَابَهُمْ قَالَ وَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ إِلَى الْحَجَرِ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ قَالَ فَأَتَى عَلَى صَنَمٍ إِلَى جَنْبِ الْبَيْتِ كَانُوا يَعْبُدُونَهُ قَالَ وَفِي يَدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْسٌ وَهُوَ آخِذٌ بِسِيَةِ الْقَوْسِ فَلَمَّا أَتَى عَلَى الصَّنَمِ جَعَلَ يَطْعُنُهُ فِي عَيْنِهِ وَيَقُولُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ أَطْوَافِهِ أَتَى الصَّفَا فَعَلَا عَلَيْهِ حَتَّى نَظَرَ إِلَى الْبَيْتِ وَرَفَعَ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَحْمَدُ اللهَ وَيَدْعُو بِمَا شَاءَ أَنْ يَدْعُوَ۔

سکتا تھا حتیٰ کہ وحی منقطع ہو جائے۔ جب وحی منقطع ہو گئی تو آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! انھوں نے کہا لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تم نے کہا تھا کہ اس شخص پر اپنے ہم وطنوں کی محبت غالب آگئی ہے انھوں نے کہا ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں! میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے، میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔ انصار زار و قطار روتے ہوئے آپ کی طرف بڑھے اور کہا بخدا ہم نے جو کچھ کہا وہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہارا عذر قبول کرتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا پھر لوگ ابوسفیان کے گھر کی طرف لپکنے لگے اور لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے اور حجر اسود کے پاس پہنچے، آپ نے حجر اسود کی تعظیم کی اور پھر بیت اللہ کا طواف کیا، پھر ایک بت کے پاس گئے جو بیت اللہ کی ایک جانب تھا جس کی قریش پرستش کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ایک کمان تھی جس کا آپ ایک کونہ پکڑے ہوئے تھے، جب آپ اس بت کے پاس گئے تو آپ اس کی آنکھوں میں وہ کونہ چبھونے لگے اور فرمانے لگے حق آگیا اور باطل چلا گیا، جب آپ طواف سے فارغ ہوئے تو صفا پر آئے اور اس پر چڑھ کر بیت اللہ پر نظر ڈالی اور دونوں ہاتھ بلند کیے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر جو چاہا وہ دعا کرتے رہے۔

۴۵۰۸ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ قَالَ بِيَدَيْهِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا انھیں (کھیتی کی طرح) کاٹ دو اور ایک حدیث میں ہے صحابہ نے

احْصُدُوهُمْ حَصْدًا وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالُوا قُلْنَا ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَمَا اسْمِي إِذًا كَلَّا إِنِّي عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ ..

کہا یارسول اللہ! ہم نے یہ کہا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا نام کیا ہے؟ ہرگز نہیں، میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

۹۰۴۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ قَالَ وَفَدْنَا إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ وَفِينَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَكَانَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا يَصْنَعُ طَعَامًا يَوْمًا لِأَصْحَابِهِ فَكَانَتْ نَوْبَتِي فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ الْيَوْمَ نَوْبَتِي فَجَاءُوا إِلَى الْمَنْزِلِ وَلَمْ يُدْرِكْ طَعَامُنَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ لَوْ حَدَّثْتَنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يُدْرِكَ طَعَامُنَا فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَجَعَلَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ عَلَى الْمُجَنِّبَةِ الْيُمْنَى وَجَعَلَ الزُّبَيْرَ عَلَى الْمُجَنِّبَةِ الْيُسْرَى وَجَعَلَ أَبَا عُبَيْدَةَ عَلَى الْبَيَاذِقَةِ وَبَطْنِ الْوَادِي فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ ادْعُ لِي الْأَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ فَجَاءُوا يُهَرْوِلُونَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ هَلْ تَرَوْنَ أَوْبَاشَ قُرَيْشٍ قَالُوا نَعَمْ قَالَ انْظُرُوا إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ غَدًا أَنْ تَحْصُدُوهُمْ حَصْدًا وَأَخْفَى بِيَدِهِ وَوَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مَوْعِدُكُمُ الصَّفَا قَالَ فَمَا أَشْرَفَ يَوْمَئِذٍ لَهُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَنَامُوهُ قَالَ وَصَعِدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا وَجَاءَتِ الْأَنْصَارُ فَأَطَافُوا بِالصَّفَا فَجَاءَ أَبُو سُفْيَانَ

عبداللہ بن رباح بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے پاس گئے، ہم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، ہم میں سے ایک شخص ایک دن ساتھیوں کے لیے کھانا پکاتا تھا، جب میری باری آئی تو میں نے کہا اے ابوہریرہ آج میری باری ہے، سب لوگ میرے گھر آگئے، اور ابھی ہمارا کھانا تیار نہیں ہوا تھا، میں نے کہا اے ابوہریرہ! کاش آپ کھانا تیار ہونے تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث سنائیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا فتح مکہ کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو میمنہ پر، حضرت زبیر کو میسرہ پر اور حضرت ابوعبیدہ کو پیادوں پر مقرر کر کے وادی کے اندر روانہ کیا، پھر آپ نے فرمایا: ابوہریرہ، انصار کو بلاؤ، میں نے انصار کو بلایا وہ دوڑتے ہوئے آئے، آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت کیا تم قریش کے کمینے لوگوں کو دیکھ رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا ان کو دیکھو تو کل جب ان سے مقابلہ ہو تو ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر رکھ دینا، اور آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر اشارہ کیا۔ اب تم سے صفا پر ملاقات ہوگی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس دن ان کو جو آدمی بھی دکھائی دیا اس کو انھوں نے سلا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر چڑھے، انصار آئے اور انھوں نے صفا کو گھیر لیا، پھر ابوسفیان آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! قریش کی جماعت ختم ہوگئی، آج کے بعد کوئی قریش نہیں رہے گا۔ ابوسفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُبِيْدَتْ خَضْرَآءُ قُرَيْشٍ لَا قُرَيْشَ بَعْدَ الْيَوْمِ قَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِيْ سُفْيَانَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَلْقَى السِّلَاحَ فَهُوَ اٰمِنٌ وَمَنْ اَغْلَقَ بَابَهٗ فَهُوَ اٰمِنٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِيْ قَرْيَتِهٖ وَنَزَلَ الْوَحْيُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُمْ اَمَّا الرَّجُلُ فَقَدْ اَخَذَتْهُ رَاْفَةٌ بِعَشِيْرَتِهٖ وَرَغْبَةٌ فِيْ قَرْيَتِهٖ اَلَا فَمَا اسْمِيْ اِذًا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَنَا مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ هَاجَرْتُ اِلَى اللّٰهِ وَاِلَيْكُمْ فَالْمَحْيَا مَحْيَاكُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ مَا قُلْنَا اِلَّا ضِنًّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُصَدِّقَانِكُمْ وَيَعْذِرَانِكُمْ

داخل ہو جائے اس کو امان ہے! جو شخص ہتھیار پھینک دے گا اس کو امان ہے! جو شخص اپنے گھر کے دروازے بند کر لے گا اس کو امان ہے! انصار نے کہا حضرت پر اپنے رشتہ داروں کی محبت اور اپنے وطن کی الفت غالب آگئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی، آپ نے فرمایا تم نے یہ کہا تھا کہ اس شخص پر اپنے رشتہ داروں کی محبت اور اپنے وطن کی الفت غالب آگئی ہے۔ تم جانتے ہو میرا نام کیا ہے؟ آپ نے تین بار فرمایا میں محمد ہوں اور اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ کی طرف اور تمہاری طرف ہجرت کی ہے، میری زندگی تمہاری زندگی کے ساتھ اور میری موت تمہاری موت کے ساتھ ہے، انصار نے کہا بخدا ہم نے یہ صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں کہا تھا، آپ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تم کو معذور قرار دیتے ہیں

۴۵۱۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ نَجِيْحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ وَحَوْلَ الْكَعْبَةِ ثَلَاثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ نُصُبًا فَجَعَلَ يَطْعَنُهَا بِعُوْدٍ كَانَ بِيَدِهٖ وَيَقُوْلُ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ۔ زَادَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ يَوْمَ الْفَتْحِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے، وہاں کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ کے دست اقدس میں ایک لکڑی تھی، جو آپ بتوں کو چبھوتے تھے، اور فرماتے تھے حق آگیا اور باطل چلا گیا، بے شک باطل جانے والی چیز ہے۔ حق آگیا، باطل نہ کسی چیز کو بناتا ہے نہ لوٹاتا ہے۔

۴۵۱۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر

الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ هُبَلًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْآيَةَ الْأُخْرَى وَقَالَ مَدْلَ نُصُبًا صَنَمًا.

کی ہے، اس میں ذھوقا کے بعد والی آیت نہیں ہے اور نصب کی جگہ صنم کا لفظ ہے۔

۴۵۱۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَوَكِيعٌ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُطِيعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ لَا يُقْتَلُ قُرَشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

عبداللہ بن مطیع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا آج کے بعد قیامت تک کسی قریشی کو باندھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔

۴۵۱۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ وَلَمْ يَكُنْ أَسْلَمَ أَحَدٌ مِنْ عُصَاةِ قُرَيْشٍ غَيْرَ مُطِيعٍ كَانَ اسْمُهُ الْعَاصِيَ فَسَمَّاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُطِيعًا.

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ قریش کے جن لوگوں کا نام عاصی تھا ان میں سے عاص بن اسود کے سوا کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام مطیع رکھا۔

مکہ کے جنگ سے فتح ہونے پر دلائل اور دیگر فوائد

حدیث نمبر ۴۵۰۷ میں ہے "عبداللہ بن رباح بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ایک شخص سب ساتھیوں کا کھانا پکاتا تھا" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب ساتھیوں کا جمع ہو کر کھانا کھانا مستحب ہے، اور یہ کہ آپس میں مل بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے غزوات اور دیگر احوال کا بیان کرنا اور سننا مستحب ہے اور یہ کہ سفر وغیرہ میں دینی امور میں گفتگو کرنا چاہیے، تاکہ فضول باتوں اور ایک دوسرے کی غیبت وغیرہ سے محفوظ رہا جائے۔

اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کو امان ہے اس حدیث سے امام شافعی اور ان کے موافقین نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مکہ کے مکانات وغیرہ شخصی ملکیت ہوتے ہیں ان کو بیچنا اور ان کو کرائے پر دینا جائز ہے، کیونکہ اس حدیث میں مکان کی حضرت ابوسفیان کی طرف اضافت کی ہے، اور آدمی کی طرف جب کسی چیز کی اضافت ہو تو اس کا تقاضا ملکیت ہوتا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابوسفیان کی دل جوئی اور ان کے شرف اور فضیلت کا بیان ہے۔

اس حدیث میں ہے: انصار نے مکہ والوں کو امن دینے پر یہ کہا کہ حضور پر اپنے وطن اور وطن والوں کی محبت

غالب آگئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ انصار صحابہ کو یہ خدشہ ہوا کہ کہیں حضور مکہ میں ہی سکونت اختیار نہ کر لیں اور مدینہ منورہ چھوڑ دیں، اس لیے انھوں نے جو کچھ کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مغلوب ہو کر کہا، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے قول پر مطلع کر دیا اور آپ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور آخر میں جو فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، اس میں رسالت کا ذکر اس وجہ سے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہت رسالت سے آپ کو بذریعہ وحی مطلع کیا اور عبدیت کا ذکر اس لیے کیا کہ میں نے جو تم کو غیب کی خبر دی ہے اس سے تم کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جانا اور میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرنا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کیا، میں ان تمام کمالات کے باوجود جدا نہیں ہوں، خدا کا بندہ ہوں۔

اس حدیث میں ہے: آپ نے کفار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "ان کو کھیتی کی طرح کاٹ دو" اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ مکہ مکرمہ جنگ سے فتح ہوا ہے، اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد، جمہور فقہاء اور اہل سیرت نے یہ کہا ہے کہ مکہ جنگ سے فتح ہوا ہے، اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ مکہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور امام مازری نے یہ کہا ہے کہ امام شافعی اس قول میں منفرد ہیں، اور جمہور فقہاء کا استدلال اس حدیث سے ہے، نیز ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہتھیار پھینک دیے اس کو امان ہے اور جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوا اس کو امان ہے، اگر مکہ صلح سے فتح ہوا ہوتا اور جنگ نہیں ہوئی تھی تو پھر کسی کو امان دینے کی کیا ضرورت تھی؛ نیز حدیث میں ہے کہ حضرت ام ہانی نے دو ایسے شخصوں کو امان دی جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ قتل کرنا چاہتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو تم نے امان دی اس کو ہم نے امان دی، اگر سب کو امان ہوتی اور مکہ صلح سے فتح ہوا ہوتا تو حضرت علی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیوں کرتے! اور عام امان کے حصول کے بعد ان کو حضرت ام ہانی کی امان کی کیوں ضرورت پیش آتی؟۔

امام شافعی نے ان احادیث کی تاویلات کی ہیں کہ مکہ کے جن کفار نے لڑائی کی ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، اور حضرت ام ہانی نے مزید حفاظت کے لیے امان حاصل کی، لیکن یہ تاویلات ضعیف ہیں، اگر کسی حدیث میں عام صلح کا ذکر ہوتا تو ان تاویلات کی گنجائش تھی، اس کے برخلاف صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو حرم قرار دیا اور فرمایا اس شہر میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنگ کی تھی اس سے استدلال نہ کیا جائے، کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کو ایک ساعت کے لیے جنگ کی اجازت دی تھی اور تمہیں مکہ میں جنگ کی اجازت نہیں دی۔ [1]

بُرا نام بدل دینا

اس حدیث میں ہے: قریش میں سے جن لوگوں کا نام عاص تھا ان میں سے عاص بن اسود کے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہوا، قاضی عیاض نے کہا ہے یہ عاص اسماء اعلام میں سے ہے، یعنی جن لوگوں کا نام عاص تھا جیسے عاص بن وائل سہمی، عاص بن ہشام ابوالبختری، عاص بن سعید بن عاص بن امیہ، عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی اور عاص بن منبہ بن حجاج وغیرہ ان میں سے کسی نے اسلام نہیں قبول کیا۔ البتہ عاص بن اسود عذری نے اسلام

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قبول کر لیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام تبدیل کر کے مطیع رکھا۔ راوی نے ابو جندل بن سہیل بن عمرو کو ترک کر دیا ان کا نام بھی عاصی تھا۔ انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کے نام پر ان کی کنیت کا غلبہ تھا، اس وجہ سے راوی نے ان کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عاصی نام نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اس کا معنی "نافرمانی کرنے والا" ہے اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ بن اسود کا نام تبدیل کر کے مطیع رکھا، مطیع کا معنی "اطاعت کرنے والا" ہے اسی طرح پرویز نام نہیں رکھنا چاہیے پرویز وہ شخص تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک چاک کر دیا تھا، پھر چودھویں صدی میں غلام احمد پرویز نام کا شخص گذرا، یہ بھی پرویز کے لقب سے مشہور تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حجیت کا انکار کیا۔ غرض جس نام میں کوئی شرعی قبح ہو وہ نام نہیں رکھنا چاہیے۔ کتاب الادب میں انشاء اللہ اس کی زیادہ تفصیل آئے گی۔

بَابُ صُلْحِ الْحُدَيْبِيَةِ

صلح حدیبیہ کا بیان

۴۵۱۴ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الصُّلْحَ بَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فَكَتَبَ هٰذَا مَا كَاتَبَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ فَقَالُوا لَا تَكْتُبْ رَسُولُ اللهِ فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللهِ لَمْ نُقَاتِلْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ امْحُهُ، فَقَالَ مَا أَنَا بِالَّذِي أَمْحَاهُ فَمَحَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ، قَالَ وَكَانَ فِيمَا اشْتَرَطُوا أَنْ يَدْخُلُوا مَكَّةَ فَيُقِيمُوا بِهَا ثَلَاثًا وَلَا يَدْخُلُهَا بِسِلَاحٍ إِلَّا جُلُبَّانَ السِّلَاحِ قُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ وَمَا جُلُبَّانُ السِّلَاحِ قَالَ الْقِرَابُ وَمَا فِيهِ.

۴۵۱۴ - حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن حضرت علی بن ابی طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان صلح نامہ لکھا، انھوں نے لکھا، یہ وہ معاہدہ ہے جس کو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لکھا، قریش نے کہا رسول اللہ مت لکھو، اگر ہم کو یہ علم (یقین) ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ سے جنگ نہ کرتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اس لفظ کو مٹا دو، انھوں نے کہا میں اس لفظ کو مٹانے والا نہیں ہوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے اس لفظ کو مٹا دیا۔ حضرت براء کہتے ہیں قریش نے جو شرطیں عائد کی تھیں، ان میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہو کر صرف تین دن ٹھہریں اور ہتھیار لے کر نہ آئیں، البتہ ہتھیاروں کو غلاف میں رکھ کر لا سکتے ہیں۔

۴۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ یَقُوْلُ لَمَّا صَالَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَ الْحُدَیْبِیَةِ کَتَبَ عَلِیٌّ کِتَابًا بَیْنَهُمْ قَالَ فَکَتَبَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ ثُمَّ ذَکَرَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ مُعَاذٍ غَیْرَ اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ فِی الْحَدِیْثِ هٰذَا مَا کَاتَبَ عَلَیْهِ۔

۴۵۱۶ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ الْمِصِّیْصِیُّ جَمِیْعًا عَنْ عِیْسَی بْنِ یُوْنُسَ وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ اَخْبَرَنَا زَکَرِیَّآءُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ لَمَّا اُحْصِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْبَیْتِ صَالَحَهٗ اَهْلُ مَکَّةَ عَلٰی اَنْ یُّدْخِلَهَا فَیُقِیْمَ بِهَا ثَلَاثًا وَلَا یُدْخِلَهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ السَّیْفِ وَقِرَابِهٖ وَلَا یَخْرُجَ بِاَحَدٍ مَعَهٗ مِنْ اَهْلِهَا وَلَا یَمْنَعَ اَحَدًا یَمْکُثُ بِهَا مِمَّنْ کَانَ مَعَهٗ قَالَ لِعَلِیٍّ اُکْتُبِ الشَّرْطَ بَیْنَنَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذَا مَا قَاضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهُ الْمُشْرِکُوْنَ لَوْ نَعْلَمُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ تَابَعْنَاکَ وَلٰکِنِ اکْتُبْ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ فَاَمَرَ عَلِیًّا اَنْ یَّمْحَاهَا فَقَالَ عَلِیٌّ لَا وَاللّٰهِ لَا اَمْحَاهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرِنِیْ مَکَانَهَا فَاَرَاهُ مَکَانَهَا فَمَحَاهَا وَکَتَبَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فَاَقَامَ بِهَا ثَلَاثَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا اَنْ کَانَ الْیَوْمُ الثَّالِثُ قَالُوْا لِعَلِیٍّ هٰذَا اٰخِرُ یَوْمٍ مِّنْ شَرْطِ صَاحِبِکَ فَاْمُرْهُ

ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حدیبیہ سے صلح کی تو حضرت علی نے صلح نامہ لکھا، اور لکھا محمد رسول اللہ، یہ بھی حسب سابق حدیث ہے لیکن اس میں هٰذَا مَا کَاتَبَ عَلَیْهِ کے الفاظ نہیں ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہونے سے روک دیے گئے تو اہل مکہ نے آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ آپ مکہ میں صرف تین دن ٹھہریں اور مکہ میں ہتھیار لے کر نہ داخل ہوں، البتہ تلواروں کو میان میں رکھ کر جا سکتے ہیں اور اہل مکہ میں سے کسی شخص کو اپنے ساتھ لے کر نہ جائیں، اور جو شخص آپ کے ساتھ ہو اور مکہ میں رہنا چاہے، آپ اس کو مکہ میں رہنے سے منع نہ کریں، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہمارے درمیان یہ شرائط لکھو، بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فیصلہ کیا، اس پر مشرکین نے آپ سے کہا، اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی پیروی کر لیتے! البتہ آپ محمد بن عبداللہ لکھیے، آپ نے حضرت علی کو اس لفظ کے مٹانے کا حکم دیا، حضرت علی نے کہا، نہیں بخدا میں اس لفظ کو نہیں مٹاؤں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس لفظ کی جگہ دکھاؤ، حضرت علی نے وہ جگہ دکھائی، آپ نے وہ لفظ مٹا دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا، پھر آپ نے مکہ میں تین دن قیام کیا، جب تیسرا دن ہوا تو قریش نے حضرت علی سے کہا یہ تمہارے صاحب (نبی) کی شرط کا آخری دن ہے ان کو روانگی کے لیے کہو، حضرت علی نے آپ کو یہ پیغام پہنچایا، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اور روانہ ہو

فَلْيَخْرُجْ فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ فَقَالَ نَعَمْ فَخَرَجَ وَقَالَ ابْنُ جَنَابٍ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ تَابَعْنَاكَ بَايَعْنَاكَ۔

گئے، ایک روایت میں تابعناک کی جگہ بایعناک کا لفظ ہے۔

۴۵۱۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ قُرَيْشًا صَالَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ سُهَيْلُ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ قَالَ سُهَيْلٌ أَمَّا بِاسْمِ اللّٰهِ فَمَا نَدْرِي مَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَلٰكِنِ اكْتُبْ مَا نَعْرِفُ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ فَقَالَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ قَالُوا لَوْ عَلِمْنَا أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ لَاتَّبَعْنَاكَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ اِسْمَكَ وَاسْمَ أَبِيكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَاشْتَرَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ وَمَنْ جَاءَكُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوهُ عَلَيْنَا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَكْتُبُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اللّٰهُ وَمَنْ جَاءَنَا مِنْهُمْ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ فَرَجًا وَمَخْرَجًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، سہیل نے اعتراض کیا بسم اللہ تو ہم نہیں جانتے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کیا ہے، البتہ ہمارے ہاں باسمک اللھم معروف ہے وہ لکھو، آپ نے فرمایا لکھو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے، کفار قریش نے کہا اگر ہمیں یقین ہوتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کی ضرور پیروی کر لیتے، لیکن آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو محمد بن عبداللہ کی جانب سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط طے کی، جو شخص تمہارے پاس سے آئے گا ہم اس کو تمہیں واپس نہیں کریں گے، اور ہمارا جو شخص تمہارے پاس جائے گا وہ تم کو ہمیں واپس کرنا ہوگا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اس شرط کو لکھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! ہم میں سے جو شخص ان کے پاس جائے گا، اللہ ہم کو اس سے دور ہی رکھے، اور ہمارے پاس جو ان کا شخص آئے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے لیے فراخی اور کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

۴۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ سِيَاهٍ حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ يَوْمَ صِفِّينَ فَقَالَ

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ جنگ صفین کے دن حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اے لوگو! اپنے آپ کو قصور وار قرار دو، ہم حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اگر ہم جنگ کرنا چاہتے تو ضرور جنگ کرتے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان صلح کا

أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوا أَنْفُسَكُمْ لَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا وَذٰلِكَ فِي الصُّلْحِ الَّذِي كَانَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَسْنَا عَلَى حَقٍّ وَهُمْ عَلَى بَاطِلٍ قَالَ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَفِيمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللهُ أَبَدًا قَالَ فَانْطَلَقَ عُمَرُ فَلَمْ يَصْبِرْ مُتَغَيِّظًا فَأَتَى أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَلَسْنَا عَلَى حَقٍّ وَهُمْ عَلَى بَاطِلٍ قَالَ بَلَى قَالَ أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ قَالَ بَلَى قَالَ فَعَلَامَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِينِنَا وَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ إِنِّي رَسُولُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا قَالَ فَنَزَلَ الْقُرْآنُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفَتْحِ فَأَرْسَلَ إِلَى عُمَرَ فَأَقْرَأَهُ إِيَّاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَفَتْحٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ فَطَابَتْ نَفْسُهُ وَرَجَعَ۔

ذکر ہے، حضرت عمر بن الخطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور یہ باطل پر نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں! کہا پھر ہم اپنے دین میں جھکنا کیوں قبول کریں؟ اور واپس لوٹ جائیں، حالانکہ ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا، آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب! میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر چلے گئے، اور ان سے غصہ ضبط نہیں ہو سکا، وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہنے لگے: اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور یہ باطل پر نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! کہا کیا ہمارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ کہا کیوں نہیں! کہا پھر ہم اپنے دین میں جھکنا کیوں قبول کریں؟ (یعنی دب کر شرائط کیوں مانیں؟) اور ابھی تک اللہ نے ہمارے اور ان کے درمیان کوئی حکم صادر نہیں فرمایا، حضرت ابوبکر نے فرمایا: اے ابن الخطاب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کی سورہ فتح کی آیات نازل ہوئیں، پھر آپ نے حضرت عمر کو بلایا اور ان کو یہ سورت پڑھائی۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ فرمایا ہاں! پھر وہ خوش ہو کر لوٹ آئے۔

۴۵۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ يَقُولُ بِصِفِّينَ أَيُّهَا النَّاسُ اتَّهِمُوا رَأْيَكُمْ وَاللهِ

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے دن کہہ رہے تھے، اے لوگو! اپنی رائے کی غلطی مان لو! بخدا اگر تم مجھے ابو جندل کے دن دیکھتے (یعنی جس دن حضور نے معاہدہ کی رو سے ابو جندل کو مشرکین کی طرف لوٹا دیا تھا حالانکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہتے

لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَنِّيْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَرَدَدْتُهٗ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَا سُيُوْفَنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا اِلٰى اَمْرٍ قَطُّ اِلَّا اَسْهَلْنَ بِنَا اِلٰى اَمْرٍ نَعْرِفُهٗ اِلَّا اَمْرَكُمْ هٰذَا لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ نُمَيْرٍ اِلٰى اَمْرٍ قَطُّ۔

تھے) اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مسترد کرنے کی استطاعت رکھتا تو اس دن آپ کا حکم مسترد کر دیتا، بخدا ہم نے اپنی تلواریں اسی وقت اٹھائی ہیں جب ان سے کوئی امر معروف مقصود تھا، البتہ تم نے جو یہ آپس میں جنگ شروع کر رکھی ہے....

۴۵۲۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمَا اِلٰى اَمْرٍ يُفْظِعُنَا۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے الی امر یفظعنا۔

۴۵۲۱۔ وَحَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مِغْوَلٍ عَنْ اَبِيْ حَصِيْنٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ حُنَيْفٍ بِصِفِّيْنَ الْقَوْلُ اتَّهِمُوْا رَاْيَكُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ فَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ يَوْمَ اَبِيْ جَنْدَلٍ وَلَوْ اَسْتَطِيْعُ اَنْ اَرُدَّ اَمْرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَتَحْنَا مِنْهُ فِيْ خُصْمٍ اِلَّا انْفَجَرَ عَلَيْنَا مِنْهُ خُصْمٌ۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے دن فرمایا: اے لوگو تم اس دینی مسئلہ میں اپنی خطا تسلیم کر لو! کیونکہ میں نے ابو جندل کے دن دیکھا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مسترد کر سکتا تو اس دن رد کر دیتا، تمہاری رائے ایسی ہے کہ جب ہم اس کا ایک کونہ کھولتے ہیں تو اس کا دوسرا کونہ خود بخود کھل جاتا ہے۔

۴۵۲۲۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ اِلٰى قَوْلِهٖ فَوْزًا عَظِيْمًا مَرْجِعَهٗ مِنَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَهُمْ يُخَالِطُهُمُ الْحُزْنُ وَالْكَآبَةُ وَقَدْ نَحَرَ الْهَدْيَ بِالْحُدَيْبِيَّةِ فَقَالَ لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰيَةٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی انا فتحنا لك فتحًا مبينًا ليغفر لك الله۔
اس وقت آپ حدیبیہ سے لوٹ کر آ رہے تھے، اور صحابہ کرام کو بہت حزن و ملال تھا، آپ نے حدیبیہ میں ایک اونٹ ذبح کیا اور فرمایا مجھ پر یہ ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہے۔

هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيعًا.

۴۵۲۳۔ وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ.

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

حدیبیہ کا جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

علامہ حموی لکھتے ہیں: حدیبیہ میں دال پر تشدید بھی ہے اور تخفیف بھی، امام شافعی سے منقول ہے کہ حدیبیہ میں دال پر تشدید ہے اور جزانہ میں راء پر تخفیف ہے، اور میں نے حدیبیہ کو دال کی تخفیف سے پڑھا اس نے خطا کی، ایک قول یہ ہے کہ دونوں طرح صحیح ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مدینہ دال پر تشدید پڑھتے ہیں اور اہل عراق تخفیف۔

حدیبیہ ایک متوسط بستی ہے، یہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں تھا یہ اس درخت کے پاس تھا جس کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے بیعت رضوان لی تھی۔ یہ مکہ مکرمہ سے ایک مرحلہ (ایک دن کی مسافت) پر ہے، اور مدینہ منورہ سے نو مرحلہ پر ہے۔ حدیث میں ہے، حدیبیہ ایک کنواں ہے، اس کا بعض حصہ حرم ہے اور بعض خارج از حرم ہے۔ اور حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تمام حدیبیہ حرم ہے،، ہجرت نبوی کے ساڑھے پانچ سال بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ حدیبیہ کیا تھا۔ [1]

ادب حکم پر مقدم ہے یا حکم ادب پر؟

حدیث نمبر ۴۵۱۶ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے "رسول اللہ" کے الفاظ کاٹنے کے لیے فرمایا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں ان الفاظ کو کاٹنے والا نہیں ہوں!" علامہ نووی لکھتے ہیں حضرت علی نے جو کچھ کیا یہ ادب مستحب ہے، کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو کاٹ دینے کا وجوبی حکم نہیں دیا اور اگر آپ یہ وجوبی حکم دیتے تو حضرت علی سے آپ کی حکم عدولی ممکن نہ تھی۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے قول کو برقرار رکھا، اور اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کتابت کی غلطی سے "محمد رسول اللہ" لکھا گیا یعنی لکھنا کچھ اور چاہیے تھا اور لکھا یہ لفظ، تو اس لفظ کو کاٹنا جائز ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں الامر فوق الادب "یعنی حکم ادب پر مقدم ہے، جیسا کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھا رہے تھے اور اثنائے نماز میں حضور تشریف لے آئے اصحاب نے پیچھے ہٹنا چاہا حضور نے اشارہ فرمایا نماز پڑھاتے رہو تو حضرت عبدالرحمٰن

---

[1] علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی متوفی ۶۲۶ھ، معجم البلدان ج ۲ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بن عوف نماز پڑھاتے رہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں الادب فوق الامر یعنی حکم پر ادب مقدم ہے" جس طرح ایسے ہی ایک موقع پر حضرت ابوبکر کے نماز پڑھانے کے دوران جب حضور تشریف لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے آگئے، نماز کے بعد جب آپ نے پوچھا جب میں نے حکم دیا تھا کہ نماز پڑھاتے رہو تو پھر تم پیچھے کیوں ہٹے؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا: ابو قحافہ کے بیٹے سے یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے وہ نماز پڑھائے! اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے آپ کے حکم پر عمل کرنے کے بجائے آپ کے ادب اور آپ کی تعظیم کرنے کو مقدم رکھا۔ اور حضرت علی نے بھی ایسا ہی کیا، تاہم مقامات مختلف ہوتے ہیں بعض جگہ ادب کو مقدم کرنا افضل ہوتا ہے اور بعض جگہ حکم پر عمل کرنا اور اس کو مقدم کرنا افضل ہوتا ہے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا اور پڑھنا آپ کے اُمّی ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۴۵۱۶ میں ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: وہ جگہ دکھاؤ پھر آپ نے وہ لفظ مٹا دیا اور ابن عبداللہ لکھ دیا، علامہ نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے ان الفاظ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر استدلال کیا ہے، اور امام بخاری نے بھی ابو اسحاق سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکتوب لیا اور لکھا، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں آپ اچھا نہیں لکھتے تھے (یعنی لکھنے کے ماہر نہیں تھے) سو آپ نے لکھا، ان علماء نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر لکھائی کو جاری کر دیا یا تو آپ کی بے خبری میں قلم نے آپ کے ہاتھ سے لکھ دیا یا جس وقت آپ نے لکھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کا علم دے دیا اور یہ آپ کے معجزوں میں زیادتی ہے، کیونکہ آپ امی تھے (کسی سے پڑھنا لکھنا سیکھا نہ تھا) پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو پڑھا جن کو آپ نہیں پڑھتے تھے اور ان چیزوں کی تلاوت کی جن کی پہلے تلاوت نہ کی تھی، اسی طرح آپ لکھتے نہ تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنے کا علم دیا اور اعلان نبوت کے بعد آپ نے تحریر لکھی۔ ان علماء نے کہا ہے کہ لکھنا آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے اور انھوں نے اس سلسلہ میں متعدد آثار سے استدلال کیا ہے۔ شعبی اور بعض اسلاف سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے لکھا ہے، قاضی عیاض لکھتے ہیں، علامہ باجی بھی آپ کے لکھنے کے جواز کے قائل ہیں اور علامہ سمنانی نے اس کو ابوذر وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

اکثر علماء آپ کے لکھنے کے قائل نہیں ہیں اور یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا آپ کے لکھنے کے منافی ہے، اور قرآن مجید میں ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک "اس سے پہلے نہ آپ کوئی کتاب تلاوت کرتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب۔ ہم امی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں، اور اس حدیث میں کتب کا معنی ہے امر بالکتابۃ یعنی لکھنے کا حکم دیا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایت میں ہے آپ نے حضرت علی سے فرمایا محمد بن عبداللہ لکھو۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو علماء آپ کے لکھنے کے قائل ہیں انھوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ کی تعلیم سے پہلے آپ نے لکھا نہ پڑھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (من قبل) کی قید لگائی ہے، سو جس طرح تعلیم الٰہی سے

پڑھنا جائز ہے (تلاوت کرنا) اسی طرح تعلیم الٰہی سے لکھنا بھی جائز ہے اور یہ آپ کے امی ہونے کے منافی نہیں ہے، کیونکہ آپ کا فقط امی ہونا معجزہ نہیں ہے (بلکہ معجزہ یہ ہے کہ باوجود امی ہونے کے پڑھا اور لکھا) پھر آپ پر قرآن مجید نازل ہوا اور آپ نے وہ علوم بیان کیے جن کو لوگ نہیں جانتے تھے، اور صحیح بخاری کی روایت ولا یحسن ان یکتب فکتب آپ کے لکھنے پر نص صریح ہے اور اس کو لکھنے کے حکم دینے پر محمول کرنا مجاز ہے اور بلا ضرورت الفاظ کو مجاز پر محمول نہیں کیا جاتا[1]

امی کے معنی کی تحقیق

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امی کا لفظ دو جگہ مستعمل ہوا ہے۔

الذین یتبعون الرسول النبی الامی (الاعراف: ۱۵۸) — جو لوگ اس رسول، نبی امی کی پیروی کریں۔

فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی (اعراف: ۱۵۸) — اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہیں۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی۔ (بقرہ: ۷۸) — اور ان میں بعض لوگ ان پڑھ ہیں جو زبان سے لفظوں کو پڑھنے کے سوا (اللہ کی) کتاب (کے معانی) کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم۔ (جمعہ: ۲) — جس نے ان پڑھ لوگوں میں انہیں میں سے ایک عظیم رسول بھیجا۔

ان کے علاوہ سورت آل عمران میں دو جگہ (۷۵ و ۲۰) امیین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنے لیے امی کا لفظ استعمال کیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الحدیث[2] — ہم اہل عرب امی لوگ ہیں، لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں،

اس حدیث کو امام مسلم[3]، امام ابوداؤد[4] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۹-۱۲۲، ۵۲، ۴۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

اُمّی کے معنی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات

علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ لکھتے ہیں:

اُمّی وہ شخص ہے جو نہ لکھتا ہو اور نہ کتاب سے دیکھ کر پڑھتا ہو، اس آیت میں اُمّی کا یہی معنی ہے ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم قطرب نے کہا امیۃ کے معنی غفلت اور جہالت ہیں سو امی کا معنی قلیل المعرفۃ ہیں، اسی معنی میں ہے ومنھم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی۔ یعنی وہ اُمّی ہیں جب تک ان پر تلاوت نہ کی جائے وہ اس کو نہیں جانتے۔ قرّاء نے کہا یہ وہ عرب لوگ ہیں جن کے پاس کتاب نہ تھی، اور قرآن مجید میں ہے: والنبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّی اس لیے فرمایا ہے کہ آپ اُمّیین کے نبی تھے، ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے، اور یہ آپ کی فضیلت ہے کیونکہ آپ حفظ کرنے سے مستغنی تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر اعتماد تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنقرئک فلا تنسی "عنقریب ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ نہیں بھولیں گے، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو اُمّی اس لیے فرمایا کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔[1]

علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ لکھتے ہیں:

حدیث میں ہے انا امۃ لا نکتب ولا نحسب "ہم اہل عرب اُمّی ہیں لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں" آپ کی مراد یہ تھی کہ ہم اسی طرح ہیں جس طرح اپنی ماؤں سے پیدا ہوئے تھے، یعنی اپنی جبلت اولیٰ پر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امی وہ ہے جو لکھتا نہ ہو۔ نیز حدیث میں ہے: بعثت الی امۃ امیۃ "میں اُمّی امت کی طرف بھیجا گیا ہوں" یہاں اُمّی سے عرب مراد ہیں، کیونکہ عرب میں لکھنا بالکل نہ تھا یا بہت کم تھا۔[2]

علامہ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ لکھتے ہیں:

اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو لکھتا نہ ہو، زجاج نے کہا ہے امی وہ شخص ہے جو اپنی پیدائش اور جبلت کے مطابق ہو اور اس نے کتاب کا علم نہ حاصل کیا ہو، ابو اسحاق نے کہا امی کا معنی ہے جو اس چیز کی طرف منسوب ہو جس پر وہ اپنی ماں سے پیدا ہوا، یعنی لکھتا نہ ہو، تو وہ اپنے نہ لکھنے میں امی ہے کیونکہ لکھنا کسبی ہے اور امی اپنے حال ولادت پر ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُمّی کہا گیا ہے کیونکہ عرب کی قوم لکھتی تھی نہ کتاب کو پڑھتی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا درآں حالیکہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب سے پڑھتے تھے، اور یہ وصف آپ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، کیونکہ آپ نے بار بار قرآن مجید کی آیات کو پڑھا اور اس کے الفاظ میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں کیا، حالانکہ عرب کے خطباء جب فی البدیہہ کوئی خطبہ پڑھتے تو اس کو دوبارہ دہراتے وقت وہ اس میں کوئی نہ کوئی کمی یا زیادتی کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قرآن مجید اسی طرح یاد کرایا جس طرح اس کو آپ پر نازل کیا تھا اور اسی طرح آپ کو سب خطباء سے ممتاز اور الگ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون "آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا تو)

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۴-۲۳، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۲۴ھ

[2] علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ اسماعیلیان ۱۳۶۴ھ

کفار شک میں پڑ جاتے، کیونکہ وہ کہتے آپ جو مضامین بیان کرتے ہیں وہ آپ نے کسی کتاب میں پڑھے ہوں گے۔ [1]

علامہ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں:

قاموس میں ہے: امی وہ شخص ہے جو لکھتا نہ ہو یا اپنی ماں سے پیدائش کے حال پر باقی ہو، اور امی نبی اور قلیل الکلام کو بھی کہتے ہیں۔ اس کی تشریح میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو امی اس لیے کہا جاتا ہے کہ عرب قوم لکھتی تھی نہ پڑھتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا درآں حالیکہ آپ لکھتے تھے نہ کتاب کو پڑھتے تھے، اور یہ آپ کا معجزہ ہے، کیونکہ آپ نے بغیر کسی تغیر اور تبدل کے بار بار قرآن مجید کو پڑھا، قرآن مجید میں ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب الآیۃ حافظ ابن حجر عسقلانی نے احادیث رائمی کی تخریج میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھنے اور شعر گوئی کو حرام کر دیا گیا تھا، یہ اس وقت ہے مگر آپ شعر گوئی اور لکھنے کو اچھی طرح بروئے کار لاتے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر چند کہ آپ کو شعر اور خط میں مہارت تو نہیں تھی لیکن آپ اچھے اور برے شعر میں تمیز رکھتے تھے۔ اور بعض علماء کا یہ دعویٰ ہے کہ پہلے آپ لکھنا نہیں جانتے تھے لیکن بعد میں آپ نے لکھنا جان لیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وما کنت تتلوا من قبلہ الآیۃ آپ اس سے پہلے نہ کسی کتاب کو پڑھتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے" اور "اس سے پہلے" کی قید کا یہ معنی ہے کہ بعد میں آپ نے اس کو جان لیا، کیونکہ آپ کا پہلے نہ جاننا معجزہ کے سبب سے تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگوں کے شکوک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ نے اس کو جان لیا، اور امام ابن ابی شیبہ اور دیگر محدثین نے مجاہد سے روایت کیا ہے: ما مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی کتب وقرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک کہ آپ نے لکھ نہیں لیا، اور پڑھ نہیں لیا اور مجاہد نے شعبی سے کہا اس آیت میں اس کے خلاف نہیں ہے۔ ابن وھیبہ نے کہا کہ علامہ ابوذر، علامہ ابوالفتح بیشاپوری اور علامہ باجی مالکی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ باجی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، بعض افریقی علماء نے بھی علامہ باجی کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ امی ہونے کے بعد لکھنے کو جان لینا معجزہ کے منافی نہیں ہے، بلکہ یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے، کیونکہ بغیر کسی انسان کے سکھائے کتاب کو پڑھنا اور لکھنا بھی معجزہ ہے، ابو محمد بن معوذ نے علامہ باجی کی کتاب کا رد لکھا ہے اور علامہ سمنانی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ بغیر علم کے لکھتے تھے، جیسے بعض ان پڑھ بادشاہ بعض حروف لکھ لیتے ہیں حالانکہ ان کو حروف کی تمیز اور شناخت نہیں ہوتی۔ [2]

اُمّی کے معنی کے متعلق مفسرین کی آراء

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں:

اُمّی امت اُمیّہ کی طرف منسوب ہے، یہ ابن عزیز کا قول ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے، لکھتے تھے نہ کتاب کو پڑھتے تھے اور نہ گنتی کرتے تھے، قرآن مجید میں ہے: وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک۔ اور حدیث صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اہل عرب اُمّی

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس شرح القاموس ج ۸ ص ۱۹۱ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

لوگ ہیں لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں اور قیاس نے ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے ہیں۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں:

زجاج نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّی اس لیے کہا ہے کہ آپ امت عرب کی طرف منسوب ہیں جس کے اکثر افراد لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ ہم اُمّی لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ گنتی کرتے ہیں۔ امام باقر نے کہا ہے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ کے رہنے والے تھے اس لیے آپ کو اُمّی فرمایا، یا آپ اپنی ام (ماں) کی طرف منسوب تھے، یعنی آپ اسی حالت پر تھے جس حالت پر اپنی ماں سے پیدا ہوئے تھے، آپ کا یہ وصف اس تنبیہ کے لیے بیان کیا گیا ہے کہ آپ اپنی پیدائشی حالت پر قائم رہنے (یعنی کسی سے پڑھنا، لکھنا نہ سیکھنے) کے باوجود اس قدر عظیم علم رکھتے تھے سو یہ آپ کا معجزہ ہے۔ اُمّی کا لفظ صرف آپ کے حق میں مدح ہے اور باقی کسی کے لیے اَن پڑھ ہونا باعث فضیلت نہیں ہے، جیسا کہ تکبّر کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے باعث مدح ہے اور دوسروں کے حق میں باعث مذمت ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی وقت لکھنے کا صدور ہوا ہے یا نہیں؟ ایک قول یہ ہے کہ ہاں صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے صلح نامہ لکھا اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور احادیث ظاہرہ کا بھی یہی تقاضا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے بالکل نہیں لکھا اور آپ کی طرف لکھنے کی نسبت مجاز ہے، اور بعض اہل بیت سے روایت ہے کہ آپ لکھے ہوئے الفاظ کو دیکھ کر پڑھتے تھے لیکن اس روایت کی کوئی معتمد سند نہیں ہے، ہاں ابو الشیخ نے اپنی سند کے ساتھ عتبہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے پڑھا اور لکھا نہیں، شعبی نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔ [2]

شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

اور امی کے معنی یہ ہیں جیسے آدمی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے کہ کسی کا شاگرد نہیں ہوتا آپ نے عمر بھر کسی کی شاگردی نوشت و خواند میں نہیں کی اور پھر یہ علوم عالیہ اور حقائق فائقہ ظاہر فرمائے یہ کتنا بڑا کمال ہے الخ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون۔

اس (کتاب کے نزول) سے پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، اگر ایسا

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، بیان القرآن ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

(عنکبوت : ۴۸) ہوتا تو تو باطل پرستوں کو شبہ پڑ جاتا!

اس آیت کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاذ سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، قریش مکہ کے سامنے آپ کی پوری زندگی تھی، آپ کے اہل وطن اور رشتہ داروں کے سامنے، روز پیدائش سے اعلان نبوت تک آپ کی ساری زندگی گذری اور وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے کبھی کوئی کتاب پڑھی نہ قلم ہاتھ میں لیا اور یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آسمانی کتابوں کی تعلیمات، گذشتہ انبیاء و رسل کے حالات، قدیم مذاہب کے عقائد، تاریخ، تمدن، اخلاق اور عمرانی اور عائلی زندگی کے جن اہم مسائل کو یہ اُمّی شخص انتہائی فصیح و بلیغ زبان سے بیان کر رہے ہیں، اس کا وحی الٰہی کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہو سکتا، اگر انھوں نے کسی مکتب میں تعلیم پائی ہوتی اور گذشتہ مذاہب اور تاریخ کو پڑھا ہوتا تو پھر اس شبہ کی بنیاد ہو سکتی تھی کہ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں وہ دراصل ان کا حاصل مطالعہ ہے، ہر چند کہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی مل کر اور تمام علمی وسائل بروئے کار لا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے، تاہم اگر آپ نے اعلان نبوت سے پہلے لکھنے پڑھنے کا مشغلہ اختیار کیا ہوتا تو جھوٹوں کو ایک بات بنانے کا موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب آپ کا اُمّی ہونا فریق مخالف کو بھی تسلیم تھا تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی۔ اور یوں کہنے کو تو ضدی اور معاند لوگ پھر بھی یہ کہتے تھے:

وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ واصیلا۔ (فرقان: ۵)

اور انھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے لکھے ہوئے قصے ہیں جو اس (رسول) نے لکھوا لیے ہیں سو وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے کی قید سے مقید کیا ہے، اور یہی مقصود ہے کیونکہ اگر اعلان نبوت اور نزول قرآن سے پہلے آپ کا لکھنا پڑھنا ثابت ہوتا تو اس شبہ کی راہ نکل سکتی تھی اور اس آیت سے آپ کی نبوت اور قرآن مجید کے منزل من اللہ ہونے پر استدلال نہ ہو سکتا۔ اور اس قید لگانے کا یہ تقاضا ہے کہ اعلان نبوت کے بعد آپ سے لکھنے اور پڑھنے کا صدور ہو سکتا ہے اور بعد میں آپ کا لکھنا اور پڑھنا اس استدلال کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے بعض اجلہ علماء کا یہ قول نقل کیا ہے:

یفھم من ذلک انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان قادرا علی التلاوۃ والخط بعد انزال الکتاب ولولا ھذا الاعتبار لکان الکلام خلوا عن الفائدۃ۔

اس قید سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے اور پڑھنے پر قادر تھے اور اگر اس قید کا اعتبار نہ کیا جائے تو یہ قید بے فائدہ ہوگی۔

اس استدلال پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال معتبر نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف کا استدلال میں معتبر نہ ہونا اتفاقی

۱۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نہیں ہے، کیونکہ باقی ائمہ مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں، خصوصاً جب کہ بکثرت احادیث صحیحہ سے بعثت کے بعد آپ کا لکھنا ثابت ہے، جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

فکان ذلک خارقا للعادۃ، کما انہ علیہ السلام علم علم الاولین والاخرین من غیر تعلم ولا اکتساب فکان ذلک ابلغ فی معجزاتہ واعظم فی فضائلہ ولا یزال عنہ اسم الامی بن اللہ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا معجزہ ہے، کیونکہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی سے پڑھنے اور کسب کے علم اولین وآخرین کو جان لیا، اسی طرح آپ نے بغیر کسب کے لکھنا پڑھنا جان لیا، اور یہ آپ کا بہت بڑا معجزہ اور بہت عظیم فضیلت ہے اور لکھنے کی وجہ سے آپ کے امی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (اگر آپ نے مخلوق سے لکھنا پڑھنا سیکھا ہوتا تو یہ آپ کے امی ہونے کے منافی ہوتا۔)

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر علمی اور عملی کمالات عطا فرمائے ہیں، اسی طرح آپ کو لکھنے پڑھنے کا بھی کمال عطا فرمایا ہے، لکھنے کا علم ایک عظیم نعمت ہے، قرآن مجید میں ہے: الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان ما لم یعلم۔ (علق: ۹۶/۵-۴) "جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، اور انسان کو وہ علم دیا جس کو وہ جانتا نہ تھا" امت کے ان گنت افراد کو پڑھنے اور لکھنے کا کمال حاصل ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال حاصل نہ ہو! اور امی ہونے کا فقط اتنا مفاد ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہ راست یہ علم عطا فرمایا ہے، اور بعثت سے پہلے آپ لکھنے اور پڑھنے میں مشغول نہیں رہے تاکہ آپ کی نبوت میں کسی کو شبہ نہ ہو اور بعثت کے بعد آپ نے پڑھا اور لکھا اور یہ ایک الگ معجزہ ہے کیونکہ بغیر کسی مخلوق سے کسب فیض کے پڑھنا اور لکھنا خلاف عادت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر سید مودودی کے اعتراضات اور ان کے جوابات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر اعتراض کرتے ہوئے سید مودودی لکھتے ہیں:

ان لوگوں کی جسارت حیرت انگیز ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ بیان قرآن صاف الفاظ میں حضور کے ناخواندہ ہونے کو آپ کی نبوت کے حق میں ایک طاقتور ثبوت کے طور پر پیش کر رہا ہے، جن روایات کا سہارا لے کر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور لکھے پڑھے تھے یا بعد میں آپ نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا وہ اول تو پہلی ہی نظر میں رد کر دینے کے لائق ہیں، کیونکہ قرآن کے خلاف کوئی روایت بھی

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۳۵۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

قابل قبول نہیں ہو سکتی، پھر وہ بجائے خود بھی اتنی کمزور ہیں کہ ان پر کسی استدلال کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی ان میں سے ایک بخاری کی یہ روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب لکھا جا رہا تھا تو کفار مکہ کے نمائندے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے جانے پر اعتراض کیا۔ اس پر حضور نے کاتب (یعنی حضرت علی) کو حکم دیا کہ اچھا رسول اللہ کا لفظ کاٹ کر محمد بن عبداللہ لکھ دو، حضرت علی نے لفظ "رسول اللہ" کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور نے ان کے ہاتھ سے قلم لے کر وہ الفاظ خود کاٹ دیے اور محمد بن عبداللہ لکھ دیا (الی قولہ) ہو سکتا ہے کہ صحیح صورت واقعہ یہ ہو کہ جب حضرت علی نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تو آپ نے اس کی جگہ ان سے پوچھ کر اور پھر ان سے یا کسی دوسرے کاتب سے ابن عبداللہ کے الفاظ لکھوا دیے ہوں (الی قولہ) تاہم اگر واقعہ یہی ہو کہ حضور نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں باقی کوئی چیز نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ [1]

الجواب پہلی بات یہ ہے کہ سید مودودی کا یہ لکھنا غلط ہے کہ اعلان نبوت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا قرآن مجید کی اس آیت اور اس استدلال کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید نے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی مطلقاً نفی نہیں کی، بلکہ نزول قرآن سے پہلے آپ کے لکھنے اور پڑھنے کی نفی کی ہے، لہٰذا نزول قرآن کے بعد جن احادیث میں آپ کے لکھنے کا ثبوت ہے وہ روایات قرآن مجید کے خلاف نہیں ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر بکثرت کتب صحاح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنا ثابت ہے اور سید مودودی کا ان احادیث کو بجائے خود کمزور کہنا لائق التفات نہیں ہے، ثالثاً سید مودودی نے جو یہ تاویل کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی اور کاتب سے لکھوا دیا ہو سو یہ احتمال بلا دلیل ہے اور الفاظ کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ رابعاً اس بحث کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ سید مودودی نے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو عام ان پڑھ لوگوں پر قیاس کیا ہے اور لکھا ہے "اگر آپ نے اپنا نام اپنے ہی دست مبارک سے لکھا ہو تو ایسی مثالیں دنیا میں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ ان پڑھ لوگ صرف اپنا نام لکھنا سیکھ لیتے ہیں، باقی کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے نہ لکھ سکتے ہیں"، عام لوگوں کا ان پڑھ ہونا ان کا نقص اور ان کی جہالت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونا، آپ کا کمال ہے، کہ دنیا میں کسی استاذ کے آگے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا، کسی مکتب میں جا کر لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا اور بلا واسطہ خدائے لم یزل سے علم پا کر اولین اور آخرین کے علوم بیان فرمائے اور پڑھ کر بھی دکھایا اور لکھ کر بھی دکھایا ؎

تیغے کہ ناکردہ قرآں درست ۔ کتب خانہ چند ملت بشست

اب ہم قارئین کے سامنے بکثرت حوالہ جات کے ساتھ وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھنے کا اسناد کیا گیا ہے۔

---

[1] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۴۷۔۱۴۳، ملخصاً، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے ثبوت میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

(۱) عن انس بن مالك قال كتب النبي صلى الله عليه وسلم كتابًا او اراد ان يكتب فقيل له انهم لا يقرءون كتابًا الا مختومًا فاتخذ خاتمًا من فضة الحديث۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب لکھایا لکھنے کا ارادہ کیا، آپ کو بتایا گیا کہ وہ (عجمی) صرف مہر شدہ مکتوب کو پڑھتے ہیں تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی (مہر) بنوالی۔

(۲) عن ابن عباس قال لما اشتد بالنبي صلى الله عليه وسلم وجعه قال ائتوني بكتاب اكتب لكم كتابًا لا تضلوا بعده۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ درد ہوا تو فرمایا کتاب (قلم، دوات) لاؤ میں تم کو ایک ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے۔

(۳) عن البراء بن عازب قال اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم (الى قوله) فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب فكتب هذا ما قاضى محمد بن عبد الله الحديث۔[3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا (پھر معاہدہ حدیبیہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح نامہ لیا اور اس پر لکھ دیا یہ وہ ہے جس کا محمد بن عبد اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ....

(۴) عن البراء بن عازب قال اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم في ذي القعدة (الى قوله) فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم الكتاب وليس يحسن يكتب فكتب هذا ما قاضى محمد بن عبد الله لا يدخل مكة السلاح الحديث۔[4]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ میں عمرہ کیا... سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ صلح نامہ لیا حالانکہ آپ لکھنے کے ماہر نہیں تھے، آپ نے لکھا یہ وہ ہے جس کا محمد بن عبد اللہ نے فیصلہ کیا کہ مکہ میں کوئی شخص ہتھیاروں کے ساتھ داخل نہیں ہوگا۔

سید مودودی نے لکھا ہے کہ حضرت براء کی روایات میں اضطراب ہے اور راویوں نے حضرت براء کے جن کے تو ان الفاظ نقل نہیں کیے کسی روایت میں لکھنے کا مطلقاً ذکر نہیں کسی میں صرف کَتَبَ ہے اور کسی میں ہے لیس یحسن یکتب[5]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، " " " "

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۷۲، " " " "

[4] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۲، " " " "

[5] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۴۷، ملخصاً، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور

سید مودودی کا اس اختلاف کو اضطراب قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ ایسا اختلاف نہیں ہے جس کی وجہ سے ان روایات کا متن مضطرب ہو جائے اگر اس قسم کا اختلاف اضطراب ہو تو پھر تمام احادیث ساقط الاعتبار قرار پائیں گی۔

(۵) عن سهل بن ابی حثمة ان عبد الله بن سهل ومحيصة خرجا الى خيبر من جهد اصابهم فاخبر محيصة ان عبد الله قتل و طرح فی فقير او عين فاتى يهود (الى قوله) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ان يدوا صاحبكم واما ان يوذنوا بحرب فكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم اليهم به الحديث۔[1]

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ کسی کام سے خیبر گئے، پھر حضرت محیصہ کو خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، وہ یہود کے پاس گئے (اس کے بعد ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تو یہود تمہارے مقتول کی دیت ادا کریں گے اور یا وہ اعلانِ جنگ کو قبول کر لیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ (فیصلہ) یہود کی طرف لکھ کر بھیج دیا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]
اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]
اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]
اس حدیث کو امام مالک نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

(۶) عن ابی بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه عن جده ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كتب الى اهل اليمن كتابا فيه الفرائض والسنن والديات وبعث

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کی طرف ایک مکتوب لکھا جس میں فرائض، سنن اور دیت کے احکام بیان کیے، آپ

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[4] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۲، " " "
[6] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۱۸۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

به مع عمرو بن حزم الحدیث [1]

نے یہ مکتوب حضرت عمرو بن حزم کے ہاتھ روانہ کیا۔

امام نسائی نے اس حدیث کو اس باب میں پانچ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

• امام بخاری روایت کرتے ہیں:

(۷) عن انس بن مالك ان نبی الله صلی الله علیه وسلم اراد ان یکتب الی رهط او اناس من الاعاجم فقیل له انهم لا یقبلون الا علیه خاتم فاتخذ النبی صلی الله علیه وسلم خاتم من فضة نقشه محمد رسول الله الحدیث [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل عجم کی طرف مکتوب لکھنے کا ارادہ کیا آپ کو بتایا گیا کہ وہ لوگ صرف مہر شدہ خط کو قبول کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوالی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [4]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

(۸) عن ابی حمید الساعدی قال: بعث صاحب ایلة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم بکتاب واهدی له بغلة بیضاء، فکتب الیه رسول الله صلی الله علیه وسلم واهدی له بردا۔ [5]

حضرت ابو حمید ساعدی بیان کرتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا اور ایک سفید خچر آپ کو ہدیہ میں بھیجی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو خط لکھا اور اس کو ایک چادر ہدیہ میں بھیجی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

(۹) عن انس ان نبی الله صلی الله علیه وسلم کتب الی قیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوهم الی الله۔ [6]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر نجاشی اور ہر سردار کی طرف خط لکھا اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ ابو حیثم سے روایت کرتے ہیں:

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بلت

---

[1] ۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۳-۸۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ ھ

[5] ۔ امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان،

[6] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

اذا جاء اللیل فاین النهار ثم قال انی قد کتبت الی النجاشی فخرقة فخرقة الله ممزق الملك فقال عباد فقلت لابی خیثم الیس قد اسلم النجاشی وَ نعاه رسول الله صلی الله علیه وسلم بالمدینة الی اصحابه فصلی علیه فقال بلی وانما ذلك فلان بن فلان وهذا فلان بن فلان یعنی ان ذاك النجاشی غیر هذا النجاشی ثم قال وکتبت الی کسری کتابا فمزقه فمزقه الله ممزق الملك وکتبت الی قیصر کتابا الحدیث۔ [1]

آئے گی تو دن کہاں ہوگا، پھر فرمایا میں نے نجاشی کی طرف خط لکھا اور نجاشی نے اس خط کو پھاڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک توڑ دیا، (عباد نے ابی الخثیم سے کہا کیا نجاشی اسلام نہیں لایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کی خبر صحابہ کو نہیں دی تھی اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، حضرت ابو الخثیم نے فرمایا کیوں نہیں! لیکن وہ فلاں بن فلاں تھا اور یہ فلاں بن فلاں ہے یعنی یہ اور نجاشی ہے اور وہ اور نجاشی تھا۔) پھر آپ نے فرمایا میں نے کسریٰ کو خط لکھا اس نے اس خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، اللہ نے اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور میں نے قیصر کو خط لکھا.....

یہ وہ احادیث ہیں جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کا ثبوت ہے، ہم نے ان احادیث کی بکثرت اسانید بیان کی ہیں تاکہ انصاف پسند حضرات کے اطمینان کے لیے ایک ٹھوس بنیاد قائم ہو جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے بھی تھے اور ان تمام احادیث کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے اور عدل و انصاف سے بعید ہے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر دلائل قائم کرنے کے بعد ہم اس سلسلہ میں فقہاء اسلام کے اقوال پیش کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے کے بارے میں فقہاء اسلام کی عبارات

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قلت قد نقل انه علیه الصلوٰة والسلام کتب بیده۔ [2]

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:۔

وقد ثبت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کتب بیده۔ [3]

اور یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ حدیبیہ پر مشرکین کے اعتراض کے بعد محمد رسول اللہ کو کاٹ کر لکھ دیا ھذا ما قاضی محمد بن عبد الله حالانکہ آپ لکھنے کی مہارت نہیں رکھتے تھے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو امی فرمایا ہے پھر آپ نے کیسے لکھا؟ علامہ عینی نے اس کے تین جواب دیے ہیں:

---

[1] حافظ ابو القاسم علی بن حسین شامی المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تاریخ دمشق الکبیر ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۷ھ

[2] علامہ ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۷۱ " " " "

الاول ان الامی من لایحسن الکتابۃ لا من لا یکتب، الثانی ان الاسناد فیہ مجازی الثالث انہ کتب بنفسہ حرقا للعادۃ علی سبیل المعجزۃ۔ [1]

پہلا جواب یہ ہے کہ امی وہ شخص ہے جو مہارت سے نہ لکھتا ہو۔ نہ وہ جو کہ (بالکل) نہ لکھتا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں اسناد مجازی ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ لکھنا آپ کا معجزہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

علامہ ابوالولید باجی مالکی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر استدلال کیا ہے، جس میں ہے "پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا یہ محمد بن عبداللہ کا فیصلہ ہے، حالانکہ آپ مہارت سے نہیں لکھتے تھے" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۱۰، مطبوعہ کراچی) ان کے زمانہ کے علماء اندلس نے ان پر یہ اعتراض کیا اور کہا کہ یہ قول قرآن مجید کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید ہے وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک "آپ نزول قرآن سے پہلے نہ کتاب سے پڑھتے تھے نہ لکھتے تھے" علامہ باجی نے اس کے جواب میں کہا کہ قرآن مجید میں نزول قرآن سے پہلے آپ کے پڑھنے اور لکھنے کی نفی ہے، اور جب معجزات سے آپ کی نبوت ثابت ہو گئی اور آپ کی نبوت میں شک کا خطرہ نہ رہا تو پھر آپ کے لکھنے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی، اور یہ آپ کا دوسرا معجزہ ہے، علامہ ابن دحیہ نے کہا ہے کہ علماء کی ایک جماعت نے علامہ باجی کے موقف کی حمایت کی، ان میں شیخ ابوذر ہروی اور ابوالفتح نیشاپوری اور افریقہ اور دوسرے شہروں کے علماء شامل ہیں۔ بعض علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے پر امام ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: مجاہد، عون بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہیں ہوئے جب تک آپ نے لکھا اور پڑھ نہیں لیا، مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے اس روایت کا ذکر کیا انہوں نے کہا عون بن عبداللہ نے سچ کہا ہے، میں نے اس روایت کو سنا ہے، (حافظ ابن حجر لکھتے ہیں) سہل بن حنظلیہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ سے کہا کہ وہ اقرع اور عیینہ کے لیے لکھیں، عیینہ نے اس پر کہا تمہارا کیا خیال ہے کیا میں متلمس کا صحیفہ لے کر جاؤں گا؟[2] (یعنی تم نے کچھ کا کچھ تو نہیں لکھ دیا؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحیفہ پر نظر ڈالی اور فرمایا: معاویہ نے وہی لکھا ہے جو میں نے کہا تھا" یونس کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول قرآن کے بعد لکھا ہے (سہل بن حنظلیہ کی روایت مذکورہ میں آپ کے پڑھنے کا ثبوت ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض آثار سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے اور خوش خطی کی معرفت تھی، کیونکہ آپ نے کاتب سے فرمایا: قلم اپنے کان پر رکھو یہ تم کو یاد دلائے گا اور آپ نے حضرت معاویہ سے فرمایا دوات رکھو اور قلم ایک کنارے رکھو، بسم کو لمبا کر کے لکھو، سین دندانے دار لکھو اور میم کو کاتامت کرو (یعنی اس طرح نہ لکھو میم) قاضی عیاض نے کہا ہر چند کہ اس روایت سے آپ کا لکھنا ثابت نہیں ہوتا لیکن آپ کو لکھنے کا علم دیا جانا مستبعد نہیں ہے، کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابو محمد بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۶۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۵۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] متلمس نام کے ایک شاعر نے حیرہ کے بادشاہ کے اپنے لیے انعام کا خط لکھوایا اس نے خط میں لکھا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر اس کو قتل کر دیا جائے چنانچہ اس کو جلاد نے قتل کر دیا پھر خلاف مطلوب لکھنے کے لیے متلمس کا صحیفہ ضرب المثل بن گیا (معجم ص ۹۵۸ مطبوعہ کاتولیکیہ بیروت طبع ۱۹)

اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان دلائل کو کمزور قرار دیا ہے اور آخر میں یہی لکھا ہے کہ آپ کا لکھنا ثابت نہیں، لیکن ہماری رائے علامہ ابوالولید باجی اور قاضی عیاض وغیرہ کے ساتھ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کی تشریح میں نے بہت تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کی ہے کیونکہ میں نے دیکھا اس زمانہ میں بعض لوگ بہت بے باک اور گستاخ ہیں اور حضور کے اُمّی ہونے کا معنی "ان پڑھ" کرتے ہیں اور حضور کو اعلانِ نبوت کے بعد بھی لکھنے اور پڑھنے سے عاری کہتے ہیں، اس لیے میں نے قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے اقوال کی روشنی میں آپ کے اُمّی ہونے کا مطلب واضح کیا کہ آپ کا کوئی دنیاوی استاذ نہیں تھا اور اعلان نبوت سے پہلے آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے لیکن اعلانِ نبوت کے بعد آپ نے بعض مواقع پر لکھا اور پڑھا اور یہ آپ کا ایک الگ معجزہ ہے۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد الرسول النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اللھم اغفر للمصنف ولوالدیہ ومشائخہ ومعاونیہ اجمعین۔

بَابُ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ ۶۰۶ — عہد کو پورا کرنا

۴۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ قَالَ مَا مَنَعَنِي أَنْ أَشْهَدَ بَدْرًا إِلَّا أَنِّي خَرَجْتُ أَنَا وَأَبِي حُسَيْلٌ قَالَ فَأَخَذَنَا كُفَّارُ قُرَيْشٍ قَالُوا إِنَّكُمْ تُرِيدُونَ مُحَمَّدًا فَقُلْنَا مَا نُرِيدُهُ مَا نُرِيدُ إِلَّا الْمَدِينَةَ فَأَخَذُوا مِنَّا عَهْدَ اللَّهِ وَمِيثَاقَهُ لَنَنْصَرِفَنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ وَلَا نُقَاتِلُ مَعَهُ فَأَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْنَاهُ الْخَبَرَ فَقَالَ انْصَرِفَا نَفِي لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ وَنَسْتَعِينُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرے شامل نہ ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اور میرے والد حسیل دونوں نکلے تو ہمیں کفار قریش نے پکڑ لیا اور کہا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو، ہم نے کہا ان کے پاس جانا نہیں چاہتے، ہم تو صرف مدینہ منورہ جانا چاہتے ہیں، انھوں نے ہم سے یہ عہد اور میثاق لیا کہ ہم مدینہ جائیں گے اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ نہیں کریں گے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم لوٹ جاؤ ہم ان سے کیا ہوا عہد پورا کریں گے اور ان کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے۔

ضرورت کے وقت جھوٹ بولنے کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن اگر تعریض سے کام لینا ممکن ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ تاہم جنگ میں، لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اور بیوی کی رضاجوئی کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں اس کی تصریح ہے۔

کفار کے ساتھ کیے ہوئے عہد کے پورا کرنے میں مذاہب فقہاء

اگر کوئی مسلمان کفار کی قید میں ہو اور کفار اس سے یہ عہد لیں کہ وہ ان کے پاس سے نہیں جائے گا تو اس عہد کو پورا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور فقہاء کوفہ یہ کہتے ہیں اس

پر اس عہد کو پورا کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کو جب بھاگنے کا موقع ملے تو وہ بھاگ جائے، اور امام مالک کہتے ہیں اس پر اس عہد کو پورا کرنا لازم ہے، البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے اگر کفار نے مسلمان قیدی سے جبراً قسم لی کہ وہ نہیں بھاگے گا تو یہ قسم نہیں ہے، کیونکہ وہ مکرہ (جس پر جبر کیا گیا ہو) ہے۔

حضرت حذیفہ اور ان کے والد سے کفار نے یہ عہد لیا تھا کہ غزوہ بدر میں بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جنگ نہیں کریں گے اور ان سے اللہ کی قسم لے لی تھی۔ ہر چند کہ اس قسم کا پورا کرنا واجب نہیں تھا کیونکہ امام یا اس کے نائب کی معیت میں جہاد نہ کرنے کے عہد کو پورا کرنا لازم نہیں ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد کو اس لیے پورا کرایا کہ آپ کے صحابہ میں عہد شکنی کی رسم نہ پھیل جائے۔

بَابُ غَزْوَةِ الْاَحْزَابِ

غزوہ احزاب (جنگ خندق)

۴۵۲۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ فَقَالَ رَجُلٌ لَوْ اَدْرَكْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلْتُ مَعَهٗ وَاَبْلَيْتُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ اَنْتَ كُنْتَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْاَحْزَابِ وَاَخَذَتْنَا رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ وَقَرٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا رَجُلٌ يَاْتِيْنِيْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا اَحَدٌ ثُمَّ قَالَ اَلَا رَجُلٌ يَاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا اَحَدٌ ثُمَّ قَالَ اَلَا رَجُلٌ يَاْتِيْنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ جَعَلَهُ اللّٰهُ مَعِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَسَكَتْنَا فَلَمْ يُجِبْهُ مِنَّا اَحَدٌ فَقَالَ قُمْ يَا حُذَيْفَةُ فَاْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ فَلَمْ اَجِدْ بُدًّا اِذْ دَعَانِيْ بِاسْمِيْ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے کہا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوتا تو آپ کی معیت میں جہاد کرتا، اور خوب لڑتا، حضرت حذیفہ نے فرمایا: تم ایسا کرتے! مجھے وہ منظر یاد ہے کہ غزوہ احزاب کی رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ ایک سرد رات تھی اور بہت تیز چل رہی تھی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ایسا شخص ہے جو جا کر کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا، ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کی معلومات حاصل کر کے آئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا۔ ہم خاموش رہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے پھر فرمایا کوئی ایسا شخص ہے جو کفار کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آئے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو میری رفاقت عطا فرمائے گا، ہم خاموش ہے اور ہم میں سے کسی نے کوئی جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا: اے حذیفہ! تم جا کر کفار کی معلومات حاصل کر کے آؤ جب آپ نے میرا نام لے کر پکارا تو میرے لیے اٹھنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا، آپ نے فرمایا جاؤ کفار کی معلومات حاصل کرو اور انھیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا، جب میں آپ کے پاس سے اٹھ کر گیا تو یوں لگتا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، حتیٰ کہ میں ان کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ ابوسفیان اپنی پیٹھ کو آگ سے سینک رہا ہے، میں نے کمان پر تیر چڑھا کر اس

اَنْ اَقُوْمَ قَالَ اذْهَبْ فَاْتِنِیْ بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَلَا تُذْعِرْهُمْ عَلَیَّ فَلَمَّا وَلَّیْتُ مِنْ عِنْدِهٖ جَعَلْتُ کَاَنَّمَا اَمْشِیْ فِیْ حَمَّامٍ حَتّٰی اَتَیْتُهُمْ فَرَاَیْتُ اَبَا سُفْیَانَ یَصْلِیْ ظَهْرَهٗ بِالنَّارِ فَوَضَعْتُ سَهْمًا فِیْ کَبِدِ الْقَوْسِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَرْمِیَهٗ فَذَکَرْتُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُذْعِرْهُمْ عَلَیَّ وَلَوْ رَمَیْتُهٗ لَاَصَبْتُهٗ فَرَجَعْتُ وَاَنَا اَمْشِیْ فِیْ مِثْلِ الْحَمَّامِ فَلَمَّا اَتَیْتُهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ بِخَبَرِ الْقَوْمِ وَفَرَغْتُ فُرِرْتُ فَاَلْبَسَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَضْلِ عَبَاءَةٍ کَانَتْ عَلَیْهِ یُصَلِّیْ فِیْهَا فَلَمْ اَزَلْ نَائِمًا حَتّٰی اَصْبَحْتُ فَلَمَّا اَصْبَحْتُ قَالَ قُمْ یَا نَوْمَانُ۔

کو مارنے کا ارادہ کیا پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد آیا کہ انھیں میرے خلاف غصہ میں نہ لانا، اگر میں اس وقت تیر پھینک دیتا تو وہ بلاشبہ نشانہ پر لگتا، میں واپس لوٹا حالانکہ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں حمام میں چل رہا ہوں، پھر جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے آپ کو کفار کے احوال بیان کیے، جب میں فارغ ہوا تو مجھے ٹھنڈ لگنے لگی، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا ایک فالتو کمبل اڑھا دیا جس کو اوڑھ کر آپ نماز پڑھتے تھے، میں اس کو اوڑھ کر صبح تک سوتا رہا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے بہت سونے والے اٹھ جا!

غزوہ احزاب کا مختصر بیان ذوالقعدہ ۵ ہجری میں، عربوں اور یہودیوں کی متفقہ اور متحدہ قوت جو مدینہ پر حملہ آور ہوئی اس کو جنگ احزاب کہا جاتا ہے، حزب کے معنی جماعت اور گروہ ہیں، اس جنگ میں کفار کی تمام جماعتیں متحد ہو کر مسلمانوں سے لڑی تھیں اس لیے اس کو غزوہ احزاب کہتے ہیں، اس جنگ میں مسلمانوں نے شہر سے باہر نکل کر شمالی جانب خندق کھودی تھی اس لیے اس کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

بنو نضیر جب مدینہ سے جلاوطن کیے جانے کے بعد خیبر پہنچے تو انھوں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے مدینہ پر حملہ کرنے کی اسکیم بنائی، ان کے سردار مکہ مکرمہ گئے اور قریش سے کہا اگر تم ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جا سکتا ہے، قریش مکہ تو مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے پہلے ہی ادھار کھائے بیٹھے تھے، وہ فوراً تیار ہو گئے، اس کے بعد یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو خیبر کا نصف محاصل دینے کا لالچ دے کر ان کو بھی ساتھ ملا لیا، بنو اسد غطفان کے حلیف تھے وہ بھی تیار ہو گئے، بنو سلیم کی قریش سے رشتہ داری تھی وہ بھی ساتھ مل گئے، بنو سعد یہودیوں کے حلیف تھے انھوں نے بھی ساتھ دیا، غرض یہودیوں اور عرب کے تمام قبائل سے مل کر ایک لشکر گراں تیار ہو گیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے ان کی تعداد دس ہزار تھی، یہ لشکر تین حصوں پر منقسم تھا، غطفان کی فوجیں عیینہ بن فزاری کی کمان میں تھیں، بنو اسد طلیحہ کے پرچم تلے تھے، اور ابوسفیان سارے لشکر کا سپہ سالار تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبریں سنیں تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت کے خلاف ہے، ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کر

کے اس گے گرد خندق کھود لی جائے اس رائے کو سب نے پسند کر لیا، مدینہ کے تین جانب مکانات تھے اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا، صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اسی مقام پر خندق کی تیاریاں شروع کیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود حدود قائم کیں اور دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی خندق کا عمق پانچ گز رکھا گیا اور بیس دن میں تین ہزار مقدس ہاتھوں سے یہ خندق تیار ہوئی۔ [1]

خندق کھودنے کے دوران اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی جو کسی کی ضرب سے نہیں ٹوٹتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ تین دن کا فاقہ تھا اور شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے آپ نے اپنے دست مقدس سے ایک ضرب لگائی تو وہ چٹان ایک تودہ خاک تھی!

بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھلگ تھے لیکن بنو نضیر کے امیر حیی بن اخطب نے بسیار کوشش کے بعد ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ کو ان کے پاس بھیجا لیکن انھوں نے معاہدہ توڑ دیا اور کہا ہم نہیں جانتے کہ محمد کون ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور معاہدہ کیا چیز ہے۔

بنو قریظہ کے ملنے کے بعد کفار کی فوجی نفری میں اور اضافہ ہو گیا اور یہودیوں، قریش اور دیگر قبائل عرب پر مشتمل دس ہزار فوجیں تین حصوں میں پھیل کر مدینہ کی طرف اس زور و شور سے بڑھیں کہ مدینہ کی سرزمین دہل گئی، اللہ تعالیٰ متحدہ کفار کے اس حملہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم و اذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ہ ہنالک ابتلی المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا ہ (احزاب: ۱۰-۹)

جب دشمن کا لشکر اوپر سے اور نیچے سے تم پر چڑھ دوڑا، جب مارے خوف کے تمہاری آنکھیں پتھرانے لگیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے، اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے، اس وقت صاحبان ایمان کو آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ بری طرح دہل گئے تھے۔

افواج اسلام میں منافقین بھی تھے، سردی کی شدت، رسد کی قلت، متواتر فاقوں اور مسلسل جگ راتوں سے تنگ آکر انھوں نے کہا:

واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا ہ واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا ویستأذن فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارا۔

اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا یہ کہہ رہے تھے، اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے، اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیے اب ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے، واپس لوٹ چلو، اور

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۹۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

(احزاب: ۱۲-۱۳) جب ان کا ایک گروہ نبی سے جانے کی رخصت طلب کر رہا تھا کہ ہمارے گھر خطرے میں ہیں حالانکہ وہ خطرے میں نہ تھے دراصل وہ (محاذ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

اور حضرات صحابہ کرام کو جب اس آزمائش کی اس کسوٹی پر کسا گیا تو انھوں نے کہا:

ولما رأى المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما۔ (احزاب: ۲۲)

اور جب مسلمانوں نے حملہ آور لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا، اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور تسلیم میں زیادتی ہی کی۔

تقریباً ایک ماہ کفار کا محاصرہ اس قدر سختی سے قائم رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ پر مسلسل تین تین دن فاقے سے گذرے۔ ایک دن صحابہ نے بے تاب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ انھوں نے بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر ایک کی بجائے دو پتھر تھے۔ [1]

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لیے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں مقرر کر دی تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں ایک حصہ خود آپ کے زیر اہتمام تھا جب محاصرین کو اس طرح کامیابی نہیں ہوئی تو انھوں نے طے کیا کہ اب عام حملہ کیا جائے، خندق کا عرض ایک جگہ سے اتفاقاً کم تھا تو انھوں نے وہی جگہ عام حملہ کے لیے منتخب کی، عرب کے مشہور جنگجو، ضرار، جبیرہ، نوفل اور عمرو بن عبدوُد نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو بھگایا تو خندق کے پار پہنچ گئے، عمرو بن عبدوُد ایک مشہور جنگجو شخص تھا اس نے عرب کے عام دستور کے موافق مبارزت کی اور کہا میرے مقابلہ پر کون آئے گا، حضرت علی اس کی مبارزت کے جواب میں اٹھے کچھ بحث و تمحیص کے بعد عمرو نے حضرت علی پر تلوار کا وار کیا حضرت علی نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا لیکن تلوار ڈھال میں ڈوب کر نکلی اور حضرت علی کی پیشانی پر لگی، دشمن کے وار کے بعد حضرت علی نے اس پر ایک ضرب یداللہی لگائی اور آپ کی تلوار اس کا شانہ کاٹ کر نیچے اتر آئی اور اس کے ساتھ ہی حضرت علی نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور عمرو بن عبدوُد خاک پر لوٹنے لگا۔

حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برسا رہے تھے اور تیروں کی یہ موسلا دھار بارش ایک پل کے لیے بھی نہ رکتی تھی اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین مسلسل نمازیں قضا ہوئیں، کیونکہ مسلسل تیر اندازی اور سنگ باری کے باعث اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۴۰۴-۴۰۰، ملخصاً و محصلاً، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

محاصرہ جس قدر طول پکڑ رہا تھا، محاصرہ کرنے والوں کی کمر ہمت ٹوٹ رہی تھی، دس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا، پھر سخت سردی کے اس موسم میں اس زور سے آندھی چلی کہ طوفان آگیا، خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں، کھانے کی دیگچیاں چولھوں پر الٹ گئیں اور لشکر کفار میں زبردست ابتری پھیل گئی، قرآن مجید میں اسی آندھی کو لشکر الٰہی سے تعبیر فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَآءَتْکُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا۔ (احزاب: ۹)

اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم پر فوجیں چڑھ آئی تھیں تو ہم نے ان پر ایک سخت آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جو تم کو نظر نہ آتی تھیں۔

اس آندھی پر مستزاد یہ ہوا کہ کفار کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور یہود اس جنگ سے الگ ہو گئے، بہرحال سردی کی شدت، محاصرہ کا طول، آندھی کا زور، رسد کی قلت اور یہود کی علیحدگی یہ تمام عناصر ایسے جمع ہو گئے کہ اب قریش کے لیے جم کر لڑنا ممکن نہیں تھا، ابوسفیان نے فوج سے کہا ان حالات میں محاصرہ بے کار ہے اور کوچ کا طبل بجوا دیا اور مدینہ کا افق تقریباً ایک ماہ غبار آلود رہنے کے بعد صاف ہو گیا![1]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ۔ (الاحزاب: ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے کفار کا منہ پھیر دیا اور وہ کوئی فائدہ حاصل کیے بغیر اپنے دل کی جلن لیے یونہی پلٹ گئے اور مومنوں کے لڑنے کی طرف سے اللہ کافی ہو گیا۔

بَابُ غَزْوَۃِ اُحُدٍ

غزوہ احد کا بیان

۴۵۲۶ - وَحَدَّثَنَا ھُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدٍ وَّثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُفْرِدَ یَوْمَ اُحُدٍ فِیْ سَبْعَۃٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَرَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ فَلَمَّا رَھِقُوْہُ قَالَ مَنْ یَّرُدُّھُمْ عَنَّا وَلَہُ الْجَنَّۃُ اَوْ ھُوَ رَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، آپ کے ساتھ صرف سات انصاری اور دو قریشی تھے، جب کفار نے آپ کو گھیر لیا تو آپ نے فرمایا ان کو ہمارے پاس سے کون دور کرے گا؟ اس شخص کو جنت ملے گی، یا فرمایا وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا، پھر انصار میں سے ایک شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا، کفار نے پھر آپ کو گھیر

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۲۴-۱۰۴، ملخصاً و ملتقطاً، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ ثُمَّ رَهِقُوْهُ اَيْضًا فَقَالَ مَنْ يَرُدُّهُمْ عَنَّا وَلَهُ الْجَنَّةُ اَوْ هُوَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ فَتَقَدَّمَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَلَمْ يَزَلْ كَذٰلِكَ حَتّٰى قُتِلَ السَّبْعَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَاحِبَيْهِ مَا اَنْصَفْنَا اَصْحَابَنَا۔

یا، آپ نے فرمایا ان کو ہم سے کون دور کرے گا؟ اس کے لیے جنت ہو گی، یا وہ جنت میں میرا رفیق ہو گا، پھر انصار میں سے ایک اور شخص آگے بڑھ کر لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا اور پھر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا حتیٰ کہ وہ ساتوں انصاری شہید ہو گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (ان قریشی) ساتھیوں سے فرمایا: ہم نے اپنے اصحاب کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔

۴۵۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يُسْاَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهٗ وَهُشِمَتِ الْبَيْضَةُ عَلٰى رَاْسِهٖ فَكَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُ الدَّمَ وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ يَسْكُبُ عَلَيْهَا بِالْمِجَنِّ فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ اَنَّ الْمَاءَ لَا يَزِيْدُ الدَّمَ اِلَّا كَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةَ حَصِيْرٍ فَاَحْرَقَتْهُ حَتّٰى صَارَ رَمَادًا ثُمَّ اَلْصَقَتْهُ بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَكَ الدَّمُ۔

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے جنگ احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تھا اور سامنے کا ایک دانت ٹوٹ گیا تھا اور سر مبارک پر خود ٹوٹ گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ زہراء (آپ کے چہرہ سے) خون دھو رہی تھیں اور حضرت علی بن ابی طالب ڈھال میں پانی لا کر ڈال رہے تھے، جب حضرت فاطمہ نے یہ دیکھا کہ پانی ڈالنے سے تو خون زیادہ نکل رہا ہے تو انھوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلایا اور اس کی راکھ کو زخم پر لگا دیا، پھر خون بند ہو گیا۔

۴۵۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّهٗ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ وَهُوَ يُسْاَلُ عَنْ جُرْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْرِفُ مَنْ كَانَ يَغْسِلُ جُرْحَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ يَسْكُبُ الْمَاءَ وَبِمَاذَا دُوْوِيَ جُرْحُهٗ

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا سنو! خدا کی قسم! مجھے خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کو کون دھو رہا تھا اور کون پانی ڈال رہا تھا اور کس چیز سے آپ کے زخم کا علاج کیا گیا، عبد العزیز کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور ہشمت کی جگہ کسرت ہے۔

ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ غَيْرَ أَنَّهُ زَادَ وَجُرِحَ وَجْهُهُ وَقَالَ مَكَانَ هُشِمَتْ كُسِرَتْ۔

۴۵۲۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُطَرِّفٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي هِلَالٍ أُصِيبَ وَجْهُهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُطَرِّفٍ جُرِحَ وَجْهُهُ۔

امام مسلم نے تین سندوں کے ساتھ حضرت سہل بن سعد کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی ہے ابن ابی ہلال کی سند میں اصیب وجہہ ہے اور ابن مطرف کی سند میں جرح وجہہ کا لفظ ہے۔

۴۵۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُسِرَتْ رَبَاعِيَتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ وَشُجَّ فِي رَأْسِهِ فَجَعَلَ يَسْلُتُ الدَّمَ عَنْهُ وَيَقُولُ كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ وَكَسَرُوا رَبَاعِيَتَهُ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا اور آپ کے سر اقدس میں چوٹ لگی آپ اپنے سر سے خون پونچھ رہے تھے اور فرما رہے تھے وہ قوم کیسے فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا سر زخمی کر دیا اور سامنے کا دانت توڑ دیا، حالانکہ وہ ان کو اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیس لك من الامر شیء۔

۴۵۳۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں، آپ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے ان کی قوم نے ان کو

نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ضَرَبَهُ قَوْمُهُ وَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَيَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

زرد کو کب کیا وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے، اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما ان کو علم نہیں ہے۔

۴۵۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ جَبِينِهِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت ذکر کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے آپ اپنی پیشانی سے خون پونچھتے جاتے تھے۔

غزوہ اُحد کا مختصر بیان

بدر کی شکست کے بعد قریش انتقام لینے کے لیے بے چین تھے۔ قریش کے سردار ابوسفیان کی قیادت میں جمع ہوئے اور ایک لشکر جرار تیار کر کے مدینہ منورہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، پانچ شوال تین ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا ہے اور ان کے گھوڑوں نے مدینہ کی چراگاہوں کو صاف کر دیا ہے، چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا اس لیے ہر طرف پہرے بٹھا دیے گئے، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ مسلح ہو کر تمام رات مسجد نبوی پر پہرہ دیتے رہے۔ صبح کو آپ نے جنگ کے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ کیا، مہاجرین اور اکابرین انصار کی رائے یہ تھی کہ شہر میں پناہ گزین ہو کر مقابلہ کیا جائے، عبداللہ بن ابی ابن سلول کی بھی یہی رائے تھی لیکن نوجوان صحابہ کی رائے یہ تھی کہ شہر سے باہر نکل کر کفار پر حملہ کیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی کی خاطر اسی رائے کو اختیار کر لیا۔

قریش بدھ کے دن مدینہ منورہ کے قریب پہنچے، اور اُحد پہاڑ کے نزدیک پڑاؤ ڈالا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر نکلے، عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھی لے کر آیا تھا لیکن یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا مشورہ نہیں مانا، اس طرح آپ کے ساتھ صرف سات سو صحابہ رہ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد پہاڑ کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی، حضرت مصعب بن عمیر کو علم عنایت کیا، حضرت زبیر بن عوام کو ایک دستہ کا سالار مقرر کیا، اور حضرت حمزہ کو فوج کے اس دستہ کا افسر مقرر کیا جو زرہ پوش نہ تھے، پہاڑ کی پشت کی طرف سے دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لیے حضرت عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ مقرر کیا اور انھیں یہ حکم دیا کہ خواہ فتح ہو یا شکست وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔

عام جنگ شروع ہونے کے بعد حضرت حمزہ، حضرت علی اور حضرت ابودجانہ دشمن کی فوجوں کے اندر گھس گئے اور فوجوں کو چیرتے ہوئے لاشوں پر لاشیں گراتے ہوئے بڑھتے چلے گئے۔ جبیر بن مطعم نے اپنے غلام وحشی سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر اس نے حمزہ کو قتل کر دیا تو وہ آزاد کر دیا جائے گا وہ حضرت حمزہ کی تاک میں تھا جیسے ہی حضرت حمزہ اس کے نشانہ کی زد پر آئے اس نے حربہ (ایک چھوٹا نیزہ) پھینک کر مارا جو آپ کی ناف میں لگا اور پار ہو گیا، حضرت حمزہ لڑکھڑا کر گر گئے اور روح پرواز کر گئی۔

جنگ میں مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا، حضرت علی اور حضرت ابودجانہ کے حملوں کی وجہ سے دشمن کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے، انھوں نے بدحواسی سے پیچھے ہٹنا شروع کیا میدان صاف ہو گیا تو مسلمانوں نے مال غنیمت لوٹنا شروع

کر دیا اور جو تیر انداز احد کی پشت پر متعین کیے گئے تھے وہ مال غنیمت کی طرف لپکے، حضرت عبداللہ بن جبیر نے ان کو بہت منع کیا لیکن وہ نہ مانے۔ تیر اندازوں کی خالی جگہ دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا، حضرت عبداللہ بن جبیر چند جانثاروں کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہو گئے، اب راستہ صاف تھا، مسلمان مال لوٹنے میں مصروف تھے کہ اچانک ان کے سروں پر تلواریں برسنے لگیں، بدحواسی میں مسلمان خود ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے، حضرت مصعب بن عمیر جو علمبردار تھے وہ شہید کر دیے گئے اور یہ شور مچ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، اس افواہ سے اور بھی ابتری پھیل گئی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ [1]

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک نے آپ کو دیکھا چہرہ انور پر مغفر تھا لیکن آنکھیں دکھائی دیتی تھیں انھوں نے پہچان کر پکارا مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہیں یہ سن کر ہر طرف سے جانثار ٹوٹ پڑے کفار نے بھی اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر زور دیا۔ ایک دفعہ کفار نے ہلہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے؟ زیاد بن سکن پانچ انصاری ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور ایک ایک کر کے سب نے آپ پر اپنی جانیں فدا کر دیں۔ [2]

عبداللہ بن قمیہ نام کا ایک شقی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تلوار ماری اس کی چوٹ سے مغفر کی دو کڑیاں چہرہ انور میں چبھ گئیں، چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے، یہ دیکھ کر جانثاروں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا، حضرت ابو دجانہ آپ کی ڈھال بن گئے اب جو تیر بھی آتا تھا ان کی پیٹھ پر لگتا تھا، حضرت طلحہ آپ کی مدافعت میں تلواروں کو روک رہے تھے اسی عالم میں ان کا ایک ہاتھ ناکارہ ہو گیا، جس وقت دشمن آپ پر تیروں کی بارش کر رہا تھا آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل رہے تھے "اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون" "اے اللہ میری قوم کو بخش دے وہ بے علم ہیں۔ [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدمی کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے، کیونکہ دشمن اس طرف نہیں جا سکتا تھا، ابوسفیان نے دیکھ لیا فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا لیکن حضرت عمر اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔

قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا ان کے ناک، کان کاٹ لیے، ہند نے ان بریدہ اعضاء کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا، حضرت حمزہ کی لاش پر گئی اور ان کا پیٹ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکالا اور چبا گئی لیکن گلے سے نہ اتر سکا اس لیے اگل دینا پڑا۔

جنگ احد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے، اور ان میں انصار کی تعداد بہت زیادہ تھی، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق نے پینسٹھ شہداء کا شمار کیا ہے جس میں سے چار مہاجر تھے اور باقی انصار تھے، حضرت

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۴۷، مخصلا، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۵، مخصلا، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۴۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حمزہ، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت ثماس بن عثمان اور حضرت مصعب بن عمیر۔ ۱؎
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت کا ٹکڑا گر گیا تھا اور پورا دانت نہیں نکلا تھا۔ ۲؎

بَابُ ۶۰۹ اشْتِدَادِ غَضَبِ اللّٰهِ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کریں اس پر غضب الٰہی کا نازل ہونا

۴۵۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ فَعَلُوْا هٰذَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حِيْنَئِذٍ يُشِيْرُ إِلٰى رَبَاعِيَتِهِ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى رَجُلٍ يَقْتُلُهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس قوم پر سخت غضب ناک ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا کرے (آں حالیکہ) وہ اپنے دانت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر سخت غضب ناک ہوتا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہِ خدا میں قتل کر دیں۔

(ف) راہِ خدا کی قید کے ساتھ ان سے احتراز کیا ہے جن کو آپ حدیا قصاص میں قتل کریں۔

بَابُ ۶۱۰ مَا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَذَى الْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ

مشرکوں اور منافقوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تکلیف پہنچیں

۴۵۳۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيِّ عَنِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ـــــ ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دن پہلے ایک اونٹنی ذبح

۱؎۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۷۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
۲؎۔ " " " " ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۶۲، " "

ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْبَيْتِ وَاَبُوْ جَهْلٍ وَاَصْحَابٌ لَهٗ جُلُوْسٌ وَقَدْ نُحِرَتْ جَزُوْرٌ بِالْاَمْسِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى سَلَا جَزُوْرِ بَنِيْ فُلَانٍ فَيَاْخُذُهٗ فَيَضَعُهٗ فِيْ كَتِفَيْ مُحَمَّدٍ اِذَا سَجَدَ فَانْبَعَثَ اَشْقَى الْقَوْمِ فَاَخَذَهٗ فَلَمَّا سَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ فَاسْتَضْحَكُوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَمِيْلُ عَلٰى بَعْضٍ وَاَنَا قَائِمٌ اَنْظُرُ لَوْ كَانَتْ لِيْ مَنَعَةٌ طَرَحْتُهٗ عَنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ مَا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ حَتّٰى انْطَلَقَ اِنْسَانٌ فَاَخْبَرَ فَاطِمَةَ فَجَاءَتْ وَهِيَ جُوَيْرِيَةٌ فَطَرَحَتْهُ عَنْهُ ثُمَّ اَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَشْتِمُهُمْ فَلَمَّا قَضٰى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ رَفَعَ صَوْتَهٗ ثُمَّ دَعَا عَلَيْهِمْ وَكَانَ اِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَاِذَا سَاَلَ سَاَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا سَمِعُوْا صَوْتَهٗ ذَهَبَ عَنْهُمُ الضَّحِكُ وَخَافُوْا دَعْوَتَهٗ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَذَكَرَ السَّابِعَ وَلَمْ اَحْفَظْهُ فَوَالَّذِيْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ لَقَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْنَ سَمّٰى صُرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ۔ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْوَلِيْدُ بْنُ عُقْبَةَ غَلَطٌ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔

ہوئی تھی، ابوجہل نے کہا تم میں سے کوئی شخص جا کر فلاں محلہ سے اونٹنی کی اوجھ لے آئے اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ میں جائیں تو اس کو ان کے کندھوں پر رکھ دے، قوم کا سب سے بدبخت شخص (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو اس نے اس اوجھ کو آپ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ پھر وہ آپس میں مذاق کرتے اور ہنستے ہوئے ایک دوسرے پر گر جاتے۔ میں کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کاش مجھ میں اتنی طاقت ہوتی کہ میں اس اوجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہے اور اپنا سر نہیں اٹھایا، حتیٰ کہ ایک شخص نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا، حضرت فاطمہ نے وہ اوجھ اٹھا کر آپ کی پشت سے پھینکی، حالانکہ اس وقت آپ کم سن بچی تھیں، پھر آپ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر برا بھلا کہا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز مکمل کر لی تو آپ نے باآواز بلند ان کے خلاف دعا کی، آپ جب بھی دعا کرتے تھے تو تین مرتبہ دعا کرتے تھے، پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! قریش پر گرفت فرما، جب قریش نے آپ کی آواز سنی تو ان کی ہنسی جاتی رہی اور وہ آپ کی دعا سے خوف زدہ ہو گئے، پھر آپ نے دعا کی اے اللہ! ابوجہل بن ہشام کی گرفت فرما اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط کی گرفت فرما، راوی کہتے ہیں کہ حضور نے ساتویں شخص کا نام بھی لیا تھا لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہا، سو قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں نے جنگ بدر کے دن دیکھا کہ جن جن کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرفت کی دعا کی تھی وہ سب بدر کے کنوئیں میں اوندھے پڑے تھے، ابو اسحاق نے کہا ولید بن عقبہ کے نام میں راوی نے غلطی کی ہے (صحیح ولید بن عتبہ ہے)۔

۴۵۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِذْ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِي مُعَيْطٍ بِسَلَا جَزُورٍ فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَخَذَتْهُ عَنْ ظَهْرِهِ وَدَعَتْ عَلٰى مَنْ صَنَعَ ذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ الْمَلَأَ مِنْ قُرَيْشٍ أَبَا جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَعُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ وَشَيْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ أَوْ أُبَيَّ بْنَ خَلَفٍ شُعْبَةُ الشَّاكُّ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ قُتِلُوا يَوْمَ بَدْرٍ فَأُلْقُوا فِي بِئْرٍ غَيْرَ أَنَّ أُمَيَّةَ أَوْ أُبَيًّا تَقَطَّعَتْ أَوْصَالُهُ فَلَمْ يُلْقَ فِي الْبِئْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اور آپ کے گرد قریش بیٹھے ہوئے تھے، اچانک عقبہ بن ابی معیط اونٹنی کی اوجھڑی لے کر آیا اور اس اوجھڑی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر پھینک دیا سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پھر حضرت سیدہ فاطمہ نے اس اوجھڑی کو آپ کی پشت سے اٹھایا اور ان لوگوں کو بد دعا دی جنہوں نے یہ حرکت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! قریش کی جماعت پر گرفت فرما! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، شیبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کی گرفت فرما (شعبہ کو شک ہے) حضرت ابن مسعود کہتے ہیں: میں نے دیکھا کہ یہ سب جنگ بدر کے دن قتل کیے گئے اور ان کو وادی بدر کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا، البتہ امیہ بن خلف یا ابی بن خلف کو کنوئیں میں نہیں ڈالا گیا کیونکہ اس کے جوڑ جوڑ کٹ چکے تھے۔

۴۵۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ ثَلَاثًا يَقُولُ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلَاثًا وَذَكَرَ فِيهِمُ الْوَلِيدَ بْنَ عُتْبَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ وَلَمْ يَشُكَّ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ وَنَسِيتُ السَّابِعَ

امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ تین مرتبہ دعا کرنے کو پسند فرماتے تھے، اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما اور اس میں ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف کا ذکر ہے اور راوی کے شک کا ذکر نہیں ہے، ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں ساتویں شخص کا نام بھول گیا۔

۴۵۳۷ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے قریش کے چھ آدمیوں کے خلاف دعا کی، ان میں ابوجہل، امیہ بن خلف،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْتَ فَدَعَا عَلٰى سِتَّةِ نَفَرٍ مِّنْ قُرَيْشٍ فِيْهِمْ اَبُوْ جَهْلٍ وَ اُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ وَعُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَعُقْبَةُ بْنُ اَبِيْ مُعَيْطٍ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى عَلٰى بَدْرٍ قَدْ غَيَّرَتْهُمُ الشَّمْسُ وَكَانَ يَوْمًا حَارًّا۔

عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط تھے، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے ان سب کو بدر کے کنوئیں میں اوندھے پڑے ہوئے دیکھا، دھوپ کی شدت سے ان کے رنگ متغیر ہو گئے تھے اور وہ سخت گرم دن تھا۔

۴۵۳۸ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ اَشَدَّ مِنْ يَوْمِ اُحُدٍ فَقَالَ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْ قَوْمِكِ وَكَانَ اَشَدُّ مَا لَقِيْتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ اِذْ عَرَضْتُ نَفْسِيْ عَلٰى ابْنِ عَبْدِ يَالِيْلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِيْ اِلٰى مَا اَرَدْتُّ فَانْطَلَقْتُ وَاَنَا مَهْمُوْمٌ عَلٰى وَجْهِيْ فَلَمْ اَسْتَفِقْ اِلَّا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَاْسِيْ فَاِذَا اَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ اَظَلَّتْنِيْ فَنَظَرْتُ فَاِذَا فِيْهَا جِبْرِيْلُ فَنَادَانِيْ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ قَالَ فَنَادَانِيْ مَلَكُ الْجِبَالِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا جو جنگ اُحد سے زیادہ شدید تھا؟ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری قوم سے بہت زیادہ تکلیف پہنچی اور سب سے شدید تکلیف وہ تھی جو مجھے یوم عقبہ کو پہنچی، جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال پر پیش کیا (یعنی اس کو دعوت اسلام دی) لیکن اس نے وہ چیز قبول نہیں کی جو میں چاہتا تھا پس میں غمزدہ ہو کر واپس چلا آیا اور قرن ثعالب پر پہنچ کر مجھے افاقہ ہوا، اچانک میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا، میں نے دیکھا اس میں جبرائیل تھے انھوں نے مجھے آواز دی اور کہا آپ نے اپنی قوم سے جو کچھ کہا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور جو انھوں نے آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے تاکہ آپ اس کو ان کفار کے متعلق جو چاہیں حکم کریں حضور نے فرمایا پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھے سلام کیا پھر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا جواب سن لیا اور میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور مجھے آپ کے رب نے آپ کے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو ان پر بچھا دوں، رسول اللہ

عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ وَأَنَا مَلَكُ الْجِبَالِ وَقَدْ بَعَثَنِي رَبُّكَ إِلَيْكَ لِتَأْمُرَنِي بِأَمْرِكَ فَمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ان لوگوں کو پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

۴۵۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ دَمِيَتْ إِصْبَعُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْمَشَاهِدِ فَقَالَ۔

هَلْ أَنْتِ إِلَّا إِصْبَعٌ دَمِيتِ
وَفِي سَبِيلِ اللهِ مَا لَقِيتِ

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی خون آلود ہو گئی، آپ نے فرمایا: تو ایک انگلی ہے جو خون آلود ہو گئی ہے اور تو نے جو تکلیف اٹھائی ہے وہ اللہ کی راہ میں اٹھائی ہے۔

۴۵۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ فَكُبِتَتْ إِصْبَعُهُ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک لشکر میں تھے اور وہاں آپ کی انگلی زخمی ہو گئی تھی۔

۴۵۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ جُنْدُبًا يَقُولُ أَبْطَأَ جِبْرِيلُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ قَدْ وُدِّعَ مُحَمَّدٌ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالضُّحَى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَى۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل کے آنے میں تاخیر ہو گئی، مشرکین کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیا گیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی (ترجمہ): قسم ہے روز روشن کی، اور قسم ہے رات کی جب وہ اپنے گیسو پھیلا لے! (اے نبی) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔

۴۵۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبَ ابْنَ سُفْيَانَ يَقُولُ اشْتَكَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ شَيْطَانُكَ قَدْ تَرَكَكَ لَمْ أَرَهُ قَرِبَكَ مُنْذُ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ قَالَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور دو یا تین راتیں اٹھ نہیں سکے تو ایک عورت نے آکر کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یہ امید ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا کیونکہ وہ دو یا تین راتوں سے تمہارے پاس نہیں آیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ: قسم ہے روز روشن کی، اور قسم ہے رات کی جب وہ اپنے گیسو دراز کر لے! اے محبوب!) تمہارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا۔

(ف): یہ بدبخت عورت ابولہب کی بیوی تھی۔

۴۳۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

۴۳۴۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا عَلَيْهِ إِكَافٌ تَحْتَهُ قَطِيفَةٌ فَدَكِيَّةٌ وَأَرْدَفَ وَرَاءَهُ أُسَامَةَ وَهُوَ يَعُودُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فِي بَنِي الْحَارِثِ ابْنِ الْخَزْرَجِ وَذٰلِكَ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ حَتّٰى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دراز گوش پر سوار ہوئے جس پر پالان تھا اور اس کے نیچے فدک کی ایک چادر تھی، آپ کے پیچھے حضرت اسامہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے جا رہے تھے، یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے، آپ راستہ میں ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں مسلمان، بت پرست لوگ اور یہودی بیٹھے ہوئے تھے، ان میں عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن رواحہ بھی بیٹھے ہوئے تھے جب اس مجلس میں اس سواری کی گرد پہنچی تو عبداللہ بن ابی نے چادر سے اپنی ناک

وَالْمُشْرِكِيْنَ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ وَالْيَهُوْدِ فِيْهِمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ رَوَاحَةَ فَلَمَّا غَشِيَتِ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ خَمَّرَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ اَنْفَهٗ بِرِدَائِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُغَبِّرُوْا عَلَيْنَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَقَفَ فَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ اِلَى اللّٰهِ وَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُبَيٍّ اَيُّهَا الْمَرْءُ لَا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا اِنْ كَانَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا فَلَا تُؤْذِنَا فِيْ مَجَالِسِنَا وَارْجِعْ اِلٰى رَحْلِكَ فَمَنْ جَاءَكَ مِنَّا فَاقْصُصْ عَلَيْهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ اغْشَنَا فِيْ مَجَالِسِنَا فَاِنَّا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُوْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ وَالْيَهُوْدُ حَتّٰى هَمُّوْا اَنْ يَتَوَاثَبُوْا فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ ثُمَّ رَكِبَ دَابَّتَهٗ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ اَيْ سَعْدُ اَلَمْ تَسْمَعْ اِلٰى مَا قَالَ اَبُوْ حُبَابٍ يُرِيْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ قَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ اعْفُ عَنْهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاصْفَحْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اَعْطَاكَ اللّٰهُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ وَلَقَدِ اصْطَلَحَ اَهْلُ هٰذِهِ الْبُحَيْرَةِ اَنْ يُتَوِّجُوْهُ فَيُعَصِّبُوْهُ بِالْعِصَابَةِ فَلَمَّا رَدَّ اللّٰهُ ذٰلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِيْ اَعْطَاكَهٗ شَرِقَ بِذٰلِكَ فَذٰلِكَ فَعَلَ بِهٖ مَا رَاَيْتَ فَعَفَا عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۴۵۴۵۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ

ڈھانپ لی، اور کہنے لگا: ہم پر گرد نہ اڑاؤ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا، پھر ٹھہر گئے، آپ سواری سے اترے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ان پر قرآن مجید کی تلاوت کی، عبداللہ بن ابی نے کہا: اے شخص! اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہے کہ اگر جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے، تب بھی ہم کو ہماری مجلس میں آکر تکلیف نہ پہنچاؤ اور اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ اور ہم میں سے جو شخص تمہارے پاس آئے اس کو وعظ کرو، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا آپ ہماری مجلس میں آئیے ہم اس کو پسند کرتے ہیں، پھر مسلمان، یہود اور بت پرست ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور ایک دوسرے پر حملہ کے لیے تیار ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے اور فرمایا: اے سعد کیا تم نے نہیں سنا کہ ابوحباب یعنی عبداللہ بن ابی نے کیا کہا ہے؛ حضرت سعد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو معاف کیجئے اور اس سے درگذر کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو مرتبہ دیا ہے سو دیا ہے، اس شہر کے لوگوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ اس کو تاج پہنائیں گے اور اس کے سر پر (بادشاہت کا) عمامہ باندھیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کر کے اور آپ کو مرتبہ دے کر اس کو مسترد کر دیا اس وجہ سے یہ جل گیا اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے اس کا سبب یہی ہے، سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے درگذر کر لیا۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس وقت تک عبداللہ بن ابی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

وَزَادَ وَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ عَبْدُ اللّٰهِ۔

۴۵۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَتَيْتَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اُبَيٍّ قَالَ فَانْطَلَقَ اِلَيْهِ وَرَكِبَ حِمَارًا وَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ وَهِيَ اَرْضٌ سَبِخَةٌ فَلَمَّا اَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَيْكَ عَنِّيْ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ اٰذَانِيْ نَتْنُ حِمَارِكَ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ قَالَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ مِّنْ قَوْمِهٖ قَالَ فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهٗ قَالَ فَكَانَ بَيْنَهُمْ ضَرْبٌ بِالْجَرِيْدِ وَبِالْاَيْدِيْ وَبِالنِّعَالِ قَالَ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْهِمْ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ کاش آپ عبداللہ بن ابی کے پاس (دعوت اسلام کے لیے) تشریف لے جائیں! نبی صلے اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر سوار ہو کر اس کی طرف گئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ گئے، وہ زمین شور والی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا: ایک طرف ہٹو، بخدا تمہارے گدھے کی بو سے مجھے اذیت ہو رہی ہے، ایک انصاری نے کہا بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کی بو تم سے زیادہ خوشبو دار ہے، اس پر عبداللہ بن ابی کی قوم کا ایک شخص غضب ناک ہو گیا، پھر ہر طرف کے لوگ غصہ میں آ گئے اور وہ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ راوی کہتے ہیں اور ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔

لفظ "سلی" کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۳۴ میں ہے: مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر نماز کی حالت میں اونٹنی کی "سلی" رکھ دی:

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی سلی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السلی جلدۃ رقیقۃ یکون فیھا الولد من الناس والمواشی ان نزعت عن وجہ التفصیل ساعۃ یولد والا قتلتہ وکذلک اذا انقطع السلی فی البطن فاذا خرج السلی سلمت الناقۃ وسلم الولد وان انقطع فی بطنھا ھلکت وھلک الولد ھکذا ذکرہ الجوھری الا انہ خصہ بالمواشی کالازھری والشیمۃ للناس وھما ابن سیدہ

وہ باریک کھال جس میں انسان یا جانور کا بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے اس کو "سلی" کہتے ہیں جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت اس کھال کو اگر بچہ کے منہ سے ہٹا لیا جائے تو فبہا ورنہ اس کھال کی وجہ سے بچہ مر جاتا ہے اسی طرح اگر ماں کے پیٹ میں یہ کھال پھٹ جائے تو بچہ مر جاتا ہے اور جب یہ کھال نکال لی جائے تو اونٹنی اور اس کا بچہ دونوں سلامت رہتے ہیں، اور اگر اونٹنی

وتبعہ المصنف۔[1]

کے پیٹ میں یہ کھال کٹ یا پھٹ جائے تو ماں اور بچہ دونوں ہلاک ہو جاتے ہیں، علامہ جوہری نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے البتہ علامہ جوہری اور ازہری نے سلی کو مویشیوں کے ساتھ مختص کیا ہے اور مشیمہ کو انسانوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور علامہ ابن سید نے اس کو عام قرار دیا ہے اور مصنف بھی انہیں کے تابع ہے۔

علامہ نوویؒ[2]، علامہ ابی مالکیؒ[3]، علامہ ابن حجر عسقلانیؒ[4] اور علامہ بدرالدین عینیؒ[5] نے بھی "سلی" کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

اردو میں "سلی" کو جیلی کہتے ہیں، لیکن قرائن سے یہ متعین ہے کہ یہاں سلی سے مجازاً اوجھڑی مراد ہے، کیونکہ مشرکین کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت اور تکلیف پہنچانا تھا اور جیلی اس قدر خفیف اور باریک ہوتی ہے کہ اس کو پشت پر رکھنے میں کوئی ضرر اور تکلیف نہیں ہوتی، ثانیاً حدیث میں ہے کہ جب مشرکین نے آپ کی پشت پر سلی رکھ دی تو آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا تاوقتیکہ حضرت فاطمہ نے آکر اس کو آپ کی پشت سے اٹھا نہیں دیا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ سلی کوئی بھاری اور وزنی چیز تھی سو اس سے بھی متعین ہو گیا کہ وہ جیلی نہیں بلکہ اونٹنی کی اوجھ تھی، ثالثاً علامہ نوویؒ، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عینی اور دیگر شارحین نے سلی کے رکھنے سے جو مسائل مستنبط کیے ہیں اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اوجھڑی تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر آپ کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے؟ قاضی عیاض مالکی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ نجس نہیں تھی کیونکہ گوبر اور بدن کی رطوبت دونوں پاک ہیں ناپاک تو صرف خون ہے، (علامہ نووی لکھتے ہیں) یہ جواب صرف امام مالک اور ان کے موافقین کے مذہب پر صحیح ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت حلال ہے ان کی لید بھی پاک ہے اور امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک لید نجس ہے اور قاضی عیاض نے جو یہ جواب ذکر کیا ہے یہ باطل ہے کیونکہ سلی نجاست کو متضمن ہے کیونکہ اس سے عادۃً خون علیحدہ نہیں ہوتا، نیز وہ بت پرستوں کا ذبیحہ تھا اس لیے "سلی" بھی نجس تھی اور اس کا گوشت بھی نجس تھا اور اس کے تمام اجزاء نجس تھے، صحیح جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے اس لیے آپ نے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ نماز فرض تھی یا نہیں اور اس کا اعادہ واجب تھا یا نہیں اور اگر اس کا اعادہ واجب تھا تو وقت میں بہرحال گنجائش تھی۔[6]

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۸۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۳۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

[5] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حلال جانوروں کا گوبر پاک ہے، اور اس استدلال کو مسترد کر دیا گیا ہے کہ سلی میں صرف گوبر نہیں تھا بلکہ خون بھی تھا جیسا کہ اسرائیل کی روایت میں ہے اور خون بالاتفاق نجس ہے، اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ گوبر اور خون سلی کے اندر تھا اور سلی کی ظاہری جلد پاک تھی لیکن یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ یہ اونٹنی بہر حال بت پرستوں کا ذبیحہ تھی اور مردار تھی اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ واقعہ مردار کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں کہ بغیر تاریخی ثبوت کے صرف احتمال سے یہ نہیں کہا جا سکتا اور اس اشکال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ سلی رکھے جانے کے باوجود آپ بدستور نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا رکھا گیا اور آپ نے استصحاب حال کے اعتبار سے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا۔[1]

علامہ بدر الدین عینی نے اس تمام بحث کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ سلی گوبر وغیرہ کی وجہ سے ناپاک تھی لیکن آپ کو اس کا علم نہیں تھا اور آپ نماز میں اس لیے مشغول رہے کہ اس وقت تک بت پرستوں کا ذبیحہ حرام نہیں قرار دیا گیا تھا اور یہ محض احتمال نہیں ہے بلکہ آپ کا نماز میں بدستور مشغول رہنا اس پر قرینہ ہے کہ اس وقت تک اس کو حرام نہیں کیا گیا تھا کیونکہ آپ کسی ناجائز کام پر خود برقرار رہ سکتے ہیں نہ کسی اور کو برقرار رکھ سکتے ہیں آپ کی شان اس سے بلند ہے۔[2]

علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر جو "سلی" رکھی گئی تھی اس میں گوبر تھا اور گوبر جیلی میں نہیں ہوتا جانور کی اوجھڑی میں ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں سلی کا اطلاق اوجھڑی پر کیا گیا ہے۔

اوجھڑی کھانے کا حکم

اس حدیث میں چونکہ اوجھڑی کا ذکر آگیا ہے اس لیے ہم اوجھڑی کھانے کا شرعی حکم بیان کرنا چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح شدہ حیوان کے سات اجزاء کا کھانا حرام قرار دیا ہے اور ان کے ماسوا کو حلال قرار دیا ہے اور اوجھڑی چونکہ ان سات اعضاء میں شامل نہیں ہے اس لیے بظاہر اس کا کھانا حلال ہے، اسی طرح فقہاء نے بھی ذبح شدہ جانور کے صرف سات اجزاء کو حرام قرار دیا ہے اور ان میں اوجھڑی شامل نہیں ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی حلال ہے، لیکن نظر و تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اوجھڑی شانہ کی طرح مکروہ تحریمی ہے۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكره من الشاة سبعا الدم، والحيا والانثيين والغدة والذكر والمثانة والمرارة

مجاہد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کی سات چیزوں کو مکروہ (تحریمی) قرار دیتے تھے، (۱) خون (۲) فرج (۳) خصیتین (۴) غدود (۵) ذکر (۶) مثانہ

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

وکان یستحب من الشاۃ مقدمہا۔ [1]

(۱) پتہ اور بکری کے اگلے حصے کے گوشت کو پسند فرماتے تھے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]
علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: بکری کی سات چیزوں کو کھانا مکروہ تحریمی ہے، فرج، خصیہ، غدود، مثانہ، پتہ، بہنے والا خون اور ذکر، اس کے بعد ایک منظوم شعر لکھا ہے اس میں ہے جب تم بکری کو ذبح کرو تو اس کی سات چیزوں کے سوا کھاؤ۔ [4]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: مجاہد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے سات اجزاء کو مکروہ فرمایا ہے، ذکر، خصیتین، فرج، غدود، پتہ، مثانہ اور خون۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں خون حرام ہے اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں، کیونکہ خون کی حرمت قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ اور باقی چھ چیزیں مکروہ ہیں کیونکہ ان کو انسان مکروہ سمجھتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ویحرم علیہم الخبائث۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور یہ چھ چیزیں خبیث ہیں ان سے گھن آتی ہے، حضرت مجاہد کی روایت میں جو کراہت کا لفظ ہے اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ ان چھ چیزوں اور خون کو کراہت میں جمع کیا ہے۔ [5]

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی نے بھی ذبح شدہ جانور کے ان سات اجزاء کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ [6]

اور چونکہ اوجھڑی ان سات چیزوں میں شامل نہیں ہے اس لیے اس کا کھانا بظاہر مکروہ تحریمی نہیں ہے، البتہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مثانہ میں پیشاب ہوتا ہے اور اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح اوجھڑی میں گوبر ہوتا ہے اس لیے اس کا کھانا بھی مکروہ تحریمی ہونا چاہیے نیز ان چھ چیزوں کی کراہت کی یہ دلیل ہے کہ یہ اشیاء خبیث ہیں انسان ان سے گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اور قرآن مجید میں ہے ویحرم علیہم الخبائث نبی صلی اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں" اور اوجھڑی سے بھی انسان گھن کرتا ہے اور متنفر ہوتا ہے اس لیے یہ بھی خبیث اور مکروہ تحریمی ہے

میں نے مذاہب اربعہ کی کتب میں بالخصوص اوجھڑی کا حکم یہ تلاش کیا لیکن مجھ کو یہ جزیہ نہیں مل سکا اس لیے میں نے یہ بیان کیا ہے کہ بظاہر حدیث اور عبارات فقہاء کا تقاضا یہ ہے کہ یہ بلا کراہت حلال ہے اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مکروہ

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۵۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
[2] ۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۹، مطبوعہ اصح المطابع کراچی
[4] ۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۶۵۵-۶۵۴، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۷ھ
[5] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۶۵۵، مطبوعہ مطبع استنبول، ۱۳۲۷ھ
[6] ۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

تحریمی ہے لہٰذا تعارض ادلہ کی وجہ سے اوجھڑی کھانے کو مکروہ تنزیہی قرار دینا چاہیے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے دعاء ضرر کی اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی باب نمبر ۲۲۱ میں بیان کر چکے ہیں۔ اور اس جلد میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ضرر کو بددعا سے تعبیر کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔

بَابُ ۶۱۱ قَتْلِ اَبِیْ جَهْلٍ!

ابوجہل کے قتل کا بیان

۴۵۴۷ - حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ اَخْبَرَنَا اِسْمَاعِیْلُ یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّةَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّنْظُرُ لَنَا مَا صَنَعَ اَبُوْ جَهْلٍ فَانْطَلَقَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدَهٗ قَدْ ضَرَبَهٗ اِبْنَا عَفْرَآءَ حَتّٰی بَرَدَ قَالَ فَاَخَذَ بِلِحْیَتِهٖ فَقَالَ اَنْتَ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ اَوْ قَالَ قَتَلَهٗ قَوْمُهٗ قَالَ وَقَالَ اَبُوْ مِجْلَزٍ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ فَلَوْ غَیْرُ اَکَّارٍ قَتَلَنِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہل کی خبر کون لے کر آئے گا؟ حضرت ابن مسعود گئے تو دیکھا کہ عفراء کے دو بیٹے اس کو قتل کر چکے ہیں اور اس کا جسم ٹھنڈا ہونے کے قریب ہے، حضرت ابن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کہا: کیا تو ابوجہل ہے؟ ابوجہل نے کہا: کیا اتنے بڑے کسی اور شخص کو بھی تم نے قتل کیا ہے؟ یا کہا اس کی قوم نے اتنے بڑے شخص کو قتل کیا ہے؟ ابومجلز کہتے ہیں کہ ابوجہل نے یہ بھی کہا تھا کاش مجھے کسان کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا!

۴۵۴۸ - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَکْرَاوِیُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّعْلَمُ لِیْ مَا فَعَلَ اَبُوْ جَهْلٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ عُلَیَّةَ وَقَوْلِ اَبِیْ مِجَازٍ کَمَا ذَکَرَهٗ اِسْمَاعِیْلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کوئی شخص آکر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

قتل ابوجہل کے سلسلے میں مختلف روایات کا بیان

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنگ بدر کے دن میں ایک صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو مجھے انصار کے دو کم عمر لڑکے نظر آئے مجھے یہ خیال آیا کہ کاش میرے اردگرد ان سے زیادہ طاقت ور لوگ ہوتے! پھر ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ کر کے کہا: اے چچا کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے تم کو اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر میں نے اس

کو دیکھ لیا تو میں اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوں گا تاوقتیکہ ہم میں سے وہ مر جائے جس کی موت پہلے مقدر کر دی گئی ہو، مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا، پھر دوسرے نے مجھے اشارہ کیا اور اسی طرح کہا، ابھی کچھ دیر نہ گذری تھی کہ میں نے ابوجہل کو لشکر میں گھومتے ہوئے دیکھا، میں نے کہا سنو یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم دونوں مجھ سے سوال کر رہے تھے، وہ دونوں تلواریں لے کر اس پر جھپٹے اور اس پر تلواروں سے وار کیے حتیٰ کہ ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا، پھر ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے، آپ نے فرمایا کیا تم دونوں نے اپنی تلواروں کو صاف کر لیا ہے؟ ان دونوں نے کہا نہیں، آپ نے ان دونوں کی تلواروں کو دیکھ کر فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے اور اس کی سلب معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گی، اور یہ دونوں معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حارث تھا (عفراء ان کی والدہ کا نام ہے) انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صبح اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے، حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اپنے والد حضرت عمرو بن جموح کے ہمراہ لیلۃ العقبہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور جنگ بدر میں بھی اپنے والد کے ہمراہ تھے ان کے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ابن ہشام نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح نے ابوجہل پر تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی اور اس کو پھاڑ دیا تھا، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے حضرت معاذ کے کندھے پر تلوار ماری اور ہاتھ کاٹ دیا، پھر حضرت معوذ بن عفراء نے ابوجہل پر وار کیا اور اس کو اس حال میں چھوڑا کہ ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کو تلاش کرنے کا حکم دیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے پاس آئے اور اس کا سر کاٹ دیا۔[2] اس واقعہ کو حافظ ابن حجر نے بھی بیان کیا ہے۔[3]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوجہل کو کون شخص دیکھ کر آئے گا؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دیکھنے گئے اس وقت عفراء کے بیٹے اس کو قتل کر چکے تھے اور وہ ٹھنڈا ہونے کے قریب تھا، حضرت ابن مسعود نے اس کی داڑھی پکڑ کر کہا تو ابوجہل ہے؟ اس نے کہا کیا تم نے اس سے بڑے کسی شخص کو بھی قتل کیا ہے؟[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: حضرت انس کی روایت میں جو ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں نے ابوجہل کو قتل کیا تھا یہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۴، ج ۲ ص ۵۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۹۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

تغلیباً ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کی والدہ کا نام بھی عفراء ہو۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام حاکم سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابن مسعود ابوجہل کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے تو آپ نے تین بار فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت دی۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: عفراء کے دو بیٹے معاذ اور معوذ تھے یہ دونوں آپس میں بھائی تھے، یہ ابوجہل کو ڈھونڈ رہے تھے جیسے ہی انھوں نے ابوجہل کو دیکھا یہ عقاب کی مانند اس پر جھپٹے اور اس پر تلواروں سے حملہ کیا حتیٰ کہ اس کو زمین پر گرا دیا، حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے تلوار مار کر ابوجہل کی ٹانگ کاٹ کر پھینک دی، ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے مجھ پر تلوار ماری اور میرا ہاتھ کندھے سے الگ ہو گیا، میرا وہ ہاتھ میرے پہلو سے لٹک رہا تھا اور میں اسی حال میں جنگ کر رہا تھا آخر میں نے تنگ آ کر اس ہاتھ کو اپنے پیر کے نیچے دبا کر جھٹکے سے الگ کر دیا اس کے بعد حضرت معوذ بن عفراء نے ابوجہل پر وار کر کے اس کو نیچے گرا دیا لیکن ابھی اس میں کچھ رمق حیات باقی تھی، (بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹا)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: قاضی عیاض نے ابن وہب سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے درآں حالیکہ ان کا ہاتھ ان کی کھال کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن لگا کر اس کو بدن کے ساتھ جوڑ دیا اور بعد میں حضرت معاذ بن عفراء حضرت عثمان کے زمانہ تک زندہ رہے اور حضرت معوذ جنگ بدر ہی میں شہید ہو گئے تھے۔ [3]

ابوجہل کے قتل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ شکر ادا کرنا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: احادیث صحیحہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص جا کر ابوجہل کی خبر لے کر آئے، حضرت ابن مسعود گئے اور ابوجہل کو اس حال میں پایا کہ عفراء کے دو بیٹے اس کو قتل کر چکے تھے، حضرت ابن مسعود اس کے سینہ پر کینہ پر بیٹھ گئے اور اس کی ناپاک داڑھی پکڑ کر کہا اے دشمن خدا تو ہی ابوجہل ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے رسوا کر دیا! ابوجہل نے کہا مجھے اس کے علاوہ اور کوئی رنج نہیں ہے کہ مجھے میری قوم نے قتل نہیں کیا ہے، کاش مجھے کسان کے علاوہ کوئی اور قتل کرتا (اس کی مراد یہ تھی کہ انصار کاشتکاری کرتے تھے اور اس کو دو انصاری نوجوانوں نے قتل کیا تھا) کہتے ہیں کہ ابوجہل کو اس امت کا فرعون کہا گیا ہے لیکن یہ فرعون سے بدتر تھا کیونکہ جب فرعون غرق ہوا تو اس نے حق کا اعتراف کر لیا اور یہ بدبخت مرتے دم تک اسی حال پر رہا اور تکبر پر قائم رہا، لعنۃ اللہ علیہ۔ حضرت ابن مسعود اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے اے دشمن خدا تجھ کو رسوا کر دیا، ایک روایت میں ہے کہ آپ اس وقت سجدہ شکر بجا لائے، اسی وجہ سے بعض فقہاء اس کے قائل ہیں کہ جب کسی شخص کو نعمت حاصل ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہو تو اس کا سجدہ شکر بجا لانا مستحب ہے۔ سجدہ تلاوت کے علاوہ خارج نماز سجدہ کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسے سجدہ شکر یا سجدہ مناجات، جمہور علماء احناف اس کے قائل نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۹۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۹۵، " " "

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ہیں اور حدیث میں جو سجدہ شکر کا ذکر ہے اس کو سجدہ نماز پر محمول کرتے ہیں اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ [1]

علامہ حلبی لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں اپنی تلوار سے ابوجہل کا سر کاٹنے لگا تو اس تلوار سے اس کا سر نہیں کاٹ سکا، ابوجہل نے میرے منہ پر تھوک دیا اور کہا میری تلوار سے میری گردن کاٹو اور گردن کے نیچے سے میرا سر کاٹنا تاکہ جب میرا سر رکھا جائے تو سروں میں سب سے اونچا ہو، میں نے ایسا ہی کیا، پھر میں اس کا سر لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اللہ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے، آپ نے تین بار فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم نے ابوجہل کو قتل کر دیا؟ میں نے کہا ہاں قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا سر ڈال دیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور روایت ہے کہ آپ نے پانچ بار سجدہ شکر ادا کیا۔ [2]

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ روایت میں ہے آپ نے تین بار فرمایا الحمد للہ الذی اعز الاسلام و اھلہ اور سجدہ میں گر گئے اور پانچ سجدہ شکر ادا کیے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ [3]

سجدۂ شکر کی تحقیق

سجدۂ شکر اس موقع پر کیا جاتا ہے جب انسان کو کوئی خاص نعمت حاصل ہو یا اس سے کوئی خاص مصیبت دور ہوئی ہو، یوں تو ہر وقت انسان کو اللہ کی کوئی نہ کوئی نعمت حاصل ہے لیکن جب کسی نعمت کی تجدید ہو یا کوئی غیر متوقع نعمت حاصل ہو یا جب جس بلا کا خطرہ ہو وہ ٹل جائے تو اس وقت سجدہ شکر کرنا مستحب ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان وضو کر کے قبلہ رخ کھڑا ہو اور اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر جائے اور سجدہ میں اللہ کی تسبیح بیان کرے اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے اٹھ جائے۔

بکثرت احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے سجدہ شکر ادا کرنے کا ثبوت ہے، فقہاء اسلام میں سے امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل سجدہ شکر کے جواز اور استحباب کے قائل ہیں اور امام مالک سے سجدہ شکر کی کراہت منقول ہے۔ ہم پہلے سجدہ شکر کے متعلق احادیث بیان کریں گے، پھر آثار صحابہ کا ذکر کریں گے اور آخر میں سجدہ شکر کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء نقل کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

سجدۂ شکر کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا جاء امر السرور او بشر بہ خر ساجدا شاکرا للہ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی امر مسرت حاصل ہوتا یا آپ کو کوئی خوشخبری دی جاتی تو آپ اللہ کا شکر ادا کرنے

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۸۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی حلبی واولادہ مصر ۱۳۸۴ھ

[3] " " " " ، انسان العیون ج ۲ ص ۴۲۲، " " " "

کے لیے سجدہ میں گر جاتے تھے[1]

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے[2] اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان النبی صلی الله علیه وسلم بشر بحاجة فخر ساجدا۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کی خوشخبری دی گئی تو آپ سجدہ میں گر گئے۔

امام احمد بن حنبل نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے:

عن عبد الرحمن بن عوف قال خرج رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتبعته حتی دخل نخلا فسجد فاطال السجود حتی خفت او خشیت ان یکون الله قد توفاه او قبضه قال فجئت انظر فرفع فقال مالك یا عبد الرحمن قال فذکرت ذلك له فقال ان جبریل علیه السلام قال لی الا ابشرك ان الله عز وجل یقول لك من صلی علیك صلیت علیه و من سلم علیك سلمت علیه۔[5]

حضرت عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے میں بھی آپ کے پیچھے گیا، آپ کھجور کے باغ میں گئے اور سجدہ کیا اور بہت لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید اللہ نے آپ کی روح قبض کر لی، میں آکر آپ کو دیکھنے لگا، آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور پوچھا اے عبد الرحمان کیا بات ہے؟ میں نے اپنا اندیشہ بیان کیا آپ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو یہ بشارت نہ دوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ کہا کہ جو شخص آپ پر صلوٰۃ پڑھے گا میں اس پر صلوٰۃ پڑھوں گا اور جو آپ کو سلام عرض کرے گا میں اس کو سلام کروں گا، (یعنی اس نعمت پر اس قدر طویل سجدہ شکر کیا)۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔[6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۰-۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن البراء قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن الولید الی اھل الیمن یدعوھم الی الاسلام فلم یجیبوہ ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث علی بن ابی طالب وامرہ ان یقفل خالدًا ومن کان معہ الا رجل ممن کان مع خالد احب ان یعقب معہ علی رضی اللہ عنہ فلیعقب معہ قال البراء فکنت ممن عقب معہ فلما دنونا من القوم خرجوا الینا فصلی بنا علی رضی اللہ عنہ وصففنا صفا واحدا ثم تقدم بین ایدینا فقرأ علیھم کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاسلمت ھمدان جمیعًا فکتب علی رضی اللہ عنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسلامھم فلما قرء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکتاب خر ساجدًا ثم رفع رأسہ فقال السلام علی ھمدان السلام علی ھمدان۔

اخرج البخاری صدر ھذا الحدیث عن احمد بن عثمان ۔۔۔۔ فلم یسقہ بتمامہ وسجود الشکر فی تمام الحدیث صحیح علی شرطہ۔ [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کو دعوت اسلام دینے کے لیے حضرت خالد بن ولید کو بھیجا انھوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا، اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان کو یہ حکم دیا کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو واپس بھیج دیں البتہ اگر کوئی شخص ان کے ساتھ رہنا چاہے تو وہ رہ جائے، حضرت براء کہتے ہیں میں بھی ان کے ساتھ تھا جو حضرت علی کے ساتھ رہ گئے تھے، جب ہم اہل یمن کے پاس پہنچے تو وہ مقابلہ کے لیے نکلے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک صف میں کھڑا کر کے نماز پڑھائی پھر ہمارے آگے بڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھ کر سنایا، تو ہمدان کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام لانے کی خوشخبری لکھ کر بھیجی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خط پڑھا تو آپ فوراً سجدہ (شکر) میں گر گئے پھر آپ نے سر اٹھا کر فرمایا، ہمدان پر سلام ہو، ہمدان پر سلام ہو۔ امام بخاری نے اس حدیث کے شروع کا حصہ احمد بن عثمان سے روایت کیا ہے اور پوری حدیث کو روایت نہیں کیا، سجدہ شکر کا ذکر حدیث کے آخیر میں ہے اور یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس مضمون کی متعدد احادیث حضرت عمر اور حضرت عثمان کی روایات سے بیان کیں ہیں۔ [2]

حافظ نور الدین نے طبرانی کے حوالے سے ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک طویل سجدہ کیا:

فقال ابوبکر یا رسول اللہ اطلت السجود فقال سجدت لربی شکرا فیما اعطانی

حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت لمبا سجدہ کیا، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۲ ص ۳۶۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

من امتی سبعون الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب۔ [1]

کا سجدۂ شکر ادا کیا ہے کیونکہ اس نے میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب جنت میں داخل کرنے کی مجھے شفاعت عطا کی ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی طبرانی فی الکبیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن جریر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یبق من طواغیت الجاھلیۃ الا بیت ذی الخلصۃ فمن ینتدب للہ و لرسولہ قال جریر انا و انتدب معہ سبعمائۃ من احمس فلم یفجأ القوم الا بنواحی الجبل فقتلوا وحرقوا البیت و کتبوا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشارۃ و اخبروہ انہ لم یبق منہ الا کالبعیر الاجوب فخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساجدا ثم قال اللھم بارک لاحمس فی خیلھا و رجالھا۔ [2]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے سرکشوں میں سے صرف ذوالخلصہ باقی بچے ہیں سو (ان کو قتل کرنے کے لیے) اللہ اور رسول کی دعوت پر کون لبیک کہے گا؟ حضرت جریر نے کہا میں، اور ان کے ساتھ قبیلہ احمس کے سات سو سواروں نے بھی لبیک کہا، پھر اس قوم کو پہاڑی کی گھاٹیوں کے سوا اور کہیں جگہ نہیں ملی، مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے بت خانہ کو جلا دیا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف بشارت کا مکتوب لکھ کر بھیجا اور یہ لکھا کہ اب ان میں صرف خارش زدہ اونٹ کی طرح لوگ باقی بچے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے ہی سجدہ (شکر) میں گر گئے اور فرمایا اے اللہ احمس کے سواروں اور پیادوں میں برکت عطا فرما!۔

عن ابی موسیٰ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرایتہ سجد سجدۃ الشکر و قال سجدت شکرا رواہ الطبرانی فی الکبیر و فیہ جماعۃ بن مصعب ضعفہ یحیی بن معین و البخاری و جماعۃ و وثقہ علی بن یحیی و ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے میں نے آپ کو سجدۂ شکر ادا کرتے ہوئے دیکھا اور آپ نے فرمایا میں نے سجدہ شکر ادا کیا، امام طبرانی نے اس کو معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس حدیث کے ایک راوی جماعہ بن مصعب کی امام بخاری اور یحییٰ بن معین نے تضعیف کی ہے، اور علی بن یحییٰ نے اس کی توثیق کی ہے اور امام ابن حبان نے اس کا ثقات

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ۔

[2] " " " مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹، " " " "

میں ذکر کیا ہے۔[1]

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بہ رجل بہ زمانۃ فنزل وسجد ومر بہ ابو بکر فنزل وسجد ومر بہ عمر فنزل وسجد رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عبد العزیز بن عبید اللہ وھو ضعیف۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کبڑے شخص کے پاس سے گذر ہوا تو آپ نے سواری سے اتر کر سجدہ (شکر) ادا کیا، حضرت ابوبکر اس کے پاس سے گذرے تو انھوں نے بھی سواری سے اتر کر سجدہ (شکر) ادا کیا، حضرت عمر اس کے پاس سے گذرے تو انھوں نے بھی اتر کر سجدہ (شکر) کیا، اس حدیث کی سند میں عبد العزیز بن عبید اللہ نام کا ایک راوی ضعیف ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رای رجلا متغیر الخلق سجد رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ یوسف بن محمد بن المنکدر وثقہ ابوزرعۃ وضعفہ جماعۃ۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ایسے شخص کو دیکھتے جس کی خلقت میں کوئی عیب ہوتا تو آپ سجدہ (شکر) ادا کرتے، اس حدیث کی سند میں یوسف بن محمد بن منکدر ایک راوی ہے امام ابوزرعہ نے اس کی توثیق کی ہے اور ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

سجدۂ شکر کے متعلق آثار صحابہ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن عبد اللہ عن رجل لم یسمہ ان ابا بکر لما فتح الیمامۃ سجد۔[4]

محمد بن عبد اللہ ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جب یمامہ فتح کر لیا تو سجدہ (شکر) ادا کیا۔

عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر اتاہ فتح (من) قبل الیمامۃ فسجد۔[5]

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمامہ کی طرف سے فتح کی خبر آئی تو انھوں نے سجدہ (شکر) ادا کیا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۸۹، " " " "

[4] حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۸۳-۴۸۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] " " " " ، المصنف ج ۲ ص ۴۸۳، " " " "

عن ابی موسیٰ قال شهدت علیا لما اوتی بالمخدج سجد [1]

ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی کے پاس تھا جب آپ کے پاس ایک ناقص الخلقت شخص لایا گیا تو آپ سجدہ (شکر) ادا کیا۔

عن ابن عباس قال لما نزل نکاح زینب انطلق زید بن حارثة حتی استاذن علی زینب قال فقالت زینب مالی ولزید قال فارسل الیها فقال انی رسول، رسول الله صلی الله علیه وسلم الیك قال فاذنت له فبشرها ان الله قد زوجها من نبیه صلی الله علیه وسلم قال فخرت ساجدة لله شکرا۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب کے نکاح کے متعلق آیت نازل ہوئی تو حضرت زید بن حارثہ نے حضرت زینب کے گھر جا کر اجازت طلب کی، حضرت زینب نے کہا اب میرا زید سے کیا تعلق ہے؟ حضرت زید نے کہا میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہوں، حضرت زینب نے آنے کی اجازت دی، حضرت زید نے ان کو یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا ہے، حضرت زید کہتے ہیں کہ حضرت زینب اسی وقت سجدہ میں گر گئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن کعب بن مالك یحدث حدیثه حین تخلف عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فی غزوة تبوك فذکر الحدیث بطوله الی ان قال حتی کملت لنا خمسون لیلة من حین نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کلامنا فلما صلیت صلوٰة الفجر صبح خمسین لیلة وانا علی ظهر بیت من بیوتنا فبینما انا جالس علی الحال التی ذکر الله منا قد ضاقت علی نفسی وضاقت علی الارض بما رحبت سمعت صوت صارخ اوفی علی جبل سلع یا کعب بن مالك ابشر فخررت ساجدا وعرفت انه قد

حضرت کعب بن مالک نے ایک طویل حدیث میں یہ بیان کیا کہ جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ کلام کرنے سے روک دیا تھا حتیٰ کہ اسی طرح پچاس راتیں گزر گئیں، پھر پچاسویں دن کی صبح کو جب میں نے صبح کی نماز پڑھی اور میں اپنے گھر کی ایک چھت پر چڑھا، میں اس وقت بیٹھا ہوا تھا اور میرا قرآن مجید کے مطابق حال یہ تھا کہ میں اپنی جان سے عاجز آگیا تھا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی تھی، اچانک "سلع" پہاڑ سے ایک بلند آواز آئی "اے کعب بن مالک مبارک ہو!" میں اسی وقت سجدہ میں گر گیا اور میں سمجھ گیا کہ اب راحت آگئی ہے رسول اللہ صلی

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۸۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۲ ص ۴۸۳ ، " " " "

جاء الفرج واذن رسول الله صلى الله عليه وسلم بتوبة الله علينا حين صلى صلوة الفجر[1]

اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق انه لما قتل ابن الزبیر کان عندها شیء اعطاه ایاه النبی صلى الله عليه وسلم فی سفط ففقدته فاخذت تطلبه فلما وجدته خرت ساجدة رواه الطبرانی فی الکبیر واسناده حسن وفی بعض رجاله کلام[2]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈبیہ میں ان کو کوئی چیز دی تھی، جب حضرت ابن الزبیر شہید ہوئے تو وہ چیز گم ہو گئی، انھوں نے اس چیز کو ڈھونڈنا شروع کیا جب وہ چیز مل گئی تو وہ سجدہ میں گر گئیں۔

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء حنابلہ کی رائے

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جب تازہ تازہ کوئی نعمت حاصل ہو یا کوئی مصیبت دور ہو تو سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے، امام شافعی، اسحاق، ابو ثور اور ابن منذر کا بھی یہی قول ہے، اور نخعی، امام مالک اور امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں فتوحات ہوئیں اور آپ نے بارش کی دعا کی اور بارش نازل ہوئی لیکن آپ کا اس موقع پر سجدہ کرنا منقول نہیں ہے اور اگر سجدہ شکر مستحب ہوتا تو آپ ان مواقع پر سجدہ شکر ادا کرتے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خوشخبری آتی تو آپ سجدہ میں گر جاتے، (سنن ابو داؤد، جامع ترمذی) اور حضرت ابو بکر کے پاس جب یمامہ کی فتح کی خبر آئی تو وہ سجدہ میں گر گئے، اور حضرت علی نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ صفت کے مطابق ایک شخص کو خارجیوں میں دیکھا تو سجدہ شکر ادا کیا۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۷، سعیدی غفرلہٗ) اور صحابہ کرام کی جماعت میں سجدہ شکر ادا کرنے کا طریقہ مشہور اور معروف تھا لہٰذا اس کا انکار کرنا باطل ہے اور بعض مواقع پر آپ کا سجدہ شکر نہ کرنا اس کے استحباب کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ مستحب کام پر کبھی عمل کیا جاتا ہے اور کبھی اس کو ترک کر دیا جاتا ہے اور سجدہ شکر ادا کرنے کی وہی شرائط ہیں جو سجدہ تلاوت کی شرائط ہیں۔

نماز کے اندر سجدہ شکر کو ادا نہیں کیا جائے گا اگر اس نے کیا تو نماز باطل ہو جائے گی الا یہ کہ اس نے بھول کر یا لاعلمی کی بناء پر کیا ہو۔[3]

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء شافعیہ کی رائے

علامہ نووی لکھتے ہیں: سجدہ شکر نماز میں داخل نہیں ہے، یہ کسی نعمت کے تازہ حصول یا کسی مصیبت کے دور ہونے کے وقت مستحب ہے، یا کسی شخص کو کسی بیماری یا خلقی عیب میں مبتلاء دیکھنے کے وقت یا کسی فاسق معلن کو دیکھنے کے

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۷۰-۳۶۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۰-۲۸۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

وقت مستحب ہے، فاسق کو دکھا کر سجدہ کرے لیکن کسی بیماری میں مبتلا شخص کو دکھا کر سجدہ نہ کرے، سجدہ شکر کی وہی شرائط ہیں جو سجدہ تلاوت کی شرائط ہیں۔

علامہ شربینی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: نعمت کے حصول سے یہ مراد ہے مثلاً بچہ کا پیدا ہونا، کسی مرتبہ کا حاصل ہونا، یا مال کا حاصل ہونا، یا کسی گم شدہ یا غائب کا آنا یا دشمن کے خلاف مدد حاصل ہونا، اور مصیبت دور ہونے سے مراد یہ ہے مثلاً کوئی شخص ڈوبنے سے یا جلنے سے بچ جائے۔ کیونکہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خوشخبری آتی تو آپ سجدہ میں گر جاتے" اور امام ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے اپنے رب سے اپنی امت کی شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی میں نے اپنے رب کا سجدہ شکر ادا کیا، میں نے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی، میں نے اپنے رب کا سجدہ شکر ادا کیا، میں نے پھر سر اٹھا کر اپنے رب سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آخری تہائی کی بھی شفاعت عطا فرمادی" سجدہ شکر کی ادائیگی کے لیے کسی نعمت کے حدوث یا تازہ حصول کی جو قید لگائی گئی اس سے وہ نعمتیں نکل جاتی ہیں جو دوام اور استمرار کے ساتھ حاصل ہیں جیسے عافیت اور اسلام وغیرہ (یا جیسے ہوا، پانی، غذا اور صحت وغیرہ) کیونکہ اگر نعمتوں پر سجدہ شکر مستحب ہو تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ انسان ساری عمر سجدہ شکر میں پڑا رہے۔ علامہ نووی نے شرح المہذب میں نعمت کے حصول اور مصیبت کے دور ہونے کو ظاہر کے ساتھ مقید کیا ہے یعنی وہ نعمت ظاہری ہو تاکہ باطنی نعمتیں مثلاً علم اور معرفت وغیرہ نکل جائیں، اور محرر میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ نعمت غیر مترقبہ ہو یعنی ایسی نعمت حاصل ہو جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو تب سجدہ شکر ادا کرے۔ سجدہ شکر کی ادائیگی کی کیفیت اور شرائط سجدہ تلاوت کی طرح ہیں۔ یعنی یہ سجدہ باوضو قبلہ رخ ہو کر خارج از نماز ادا کیا جائے گا۔ بعض جاہل لوگ جو اپنے پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ حرام ہے خواہ قبلہ رخ ہو کر سجدہ کریں یا سجدہ میں اللہ کا قصد کریں بلکہ بعض صورتوں میں کفر کا اندیشہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور مامون رکھے۔ [1]

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء احناف کی آراء

علامہ ابراہیم حلبی حنفی لکھتے ہیں: فقیہ زاہدی نے لکھا ہے کہ سجدہ کی پانچ قسمیں ہیں سجدہ صلبیہ (نماز کا سجدہ) فرض ہے، سجدہ تلاوت اور سجدہ سہو واجب ہیں، اسی طرح سجدہ نذر بھی واجب ہے۔ (ایک قسم اور ہے وہ ہے سجدہ تحیت یا سجدہ تعظیمی یہ سجدہ حرام ہے۔ جیسا کہ علامہ شربینی نے ذکر کیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے اس کی حرمت کے بیان میں الزبدۃ الزکیہ فی حرمت سجدۃ التحیہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اور پانچویں قسم (بلکہ چھٹی) سجدہ شکر ہے، امام طحاوی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے "میرے خیال میں سجدہ شکر کوئی چیز نہیں ہے" علامہ ابوبکر رازی نے کہا ہے امام اعظم کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ شکر واجب یا مسنون نہیں ہے بلکہ مباح ہے بدعت نہیں ہے، امام محمد سے ایک روایت ہے کہ سجدہ شکر مکروہ ہے، لیکن ہم اس کو مستحب قرار دیتے ہیں جب انسان کو کسی نعمت کے حصول سے خوشی حاصل ہو یا جب کسی مصیبت کے دور ہونے سے خوشی ہو تو سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے، امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ سو ایسے موقع پر اللہ اکبر کہے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کرے اس میں

---

[1] شیخ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۱۹-۲۱۸، دار احیاء التراث العربی بیروت

اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرے اور تسبیح پڑھے، اور پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے (اس میں باوضو ہونا بھی شرط ہے۔ سیدی) اور بغیر کسی سبب کے سجدہ کرنا عبادت نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے، بعض جاہل لوگ نماز کے بعد جو سجدہ کرتے ہیں یہ مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کو سنت یا واجب گمان کرتے ہیں، اور ہر مباح کام جو کسی بدعقیدگی کی طرف پہنچائے وہ مکروہ ہوتا ہے۔ (یہاں تک علامہ ابوبکر رازی کی عبارت ہے اس کے بعد علامہ حلبی لکھتے ہیں:) حجت میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں اور ہر نعمت پر سجدہ کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہے، اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ سجدہ شکر جائز ہے۔ صاحب حجت نے کہا میرے نزدیک امام ابوحنیفہ کا قول ایجاب پر محمول ہے یعنی سجدہ شکر واجب نہیں ہے اور امام محمد کا قول جواز اور استحباب پر محمول ہے اس لیے ان دونوں قولوں پر عمل کیا جائے گا، ہر نعمت پر تو سجدہ شکر ادا کرنا واجب نہیں ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ نے فرمایا لیکن جس نعمت کے حاصل ہونے سے خوشی ہو اس پر سجدہ شکر ادا کرنا جائز ہے اور یہ استحباب سے خارج نہیں ہے، اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایات منقول ہیں، اس لیے اللہ کے بندوں کو سجدہ شکر ادا کرنے سے منع نہ کیا جائے کیونکہ اس میں خضوع اور خشوع ہے اور اللہ کی عبادت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مصفیٰ میں لکھا ہے اکثر فقہاء نے کہا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر عبادت نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے اس پر ثواب نہیں ملے گا اس لیے اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا کہ سجدہ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملے گا اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر سجدہ شکر کے لیے تیمم کیا تو آیا اس سے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ [1]

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے نزدیک سجدہ شکر ادا کرنا مکروہ ہے، علامہ قدوری اور علامہ ابن ہمام نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک ایک رکعت سے کم نماز، شرعاً عبادت نہیں ہے البتہ وہ چیز مستثنیٰ ہے جو نص سے ثابت ہو جیسے سجدہ تلاوت، لہٰذا سجدہ تلاوت کے سوا ایک رکعت سے کم نماز عبادت نہیں ہے۔ (یہاں علامہ ابن ہمام کی عبارت ختم ہوئی) امام محمد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے سجدہ شکر کو مکروہ کہا ہے اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ میرے خیال میں سجدہ شکر کوئی چیز نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اس کے جواز کی نفی نہیں کی اور اس کے عبادت مشروعہ ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں غیر متناہی ہیں اس لیے یہ مباح ہے، یا ان کی مراد یہ ہے کہ سجدہ شکر سے مکمل شکر ادا نہیں ہوتا مکمل شکر دو رکعت نماز پڑھنے سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن دو رکعت نماز پڑھی جیسا کہ سیر کبیر میں ہے۔ اور اکثر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر ادا کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ یہ مکروہ ہے اور اس پر کوئی ثواب نہیں ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدعلقمت کو دیکھ کر سجدہ شکر ادا کرنا منسوخ ہے۔ [2]

علامہ طحطاوی اس کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: سجدہ شکر کو منسوخ کہنا مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکابر صحابہ نے سجدہ شکر ادا کیا ہے، حضرت ابوبکر کے پاس جب یمامہ کی فتح اور مسیلمہ کذاب کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے

---

[1] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۵۷۳-۵۷۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

سجدہ شکر کیا، اور جب حضرت عمر کے پاس یرموک (شام کی ایک وادی) کی فتح کی خبر پہنچی تو انھوں نے سجدہ شکر کیا، حضرت علی نے ایک خارجی کو نہروان میں مرا ہوا دیکھ کر سجدہ شکر کیا، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور پھر سجدہ میں گر گئے اور تین بار اسی طرح کیا اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی میں نے اس پر اپنے رب کا سجدہ شکر کیا، اور میں نے پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اپنے رب سے اپنی امت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے تہائی امت کی شفاعت عطا کی میں نے پھر سجدہ شکر بجالایا، میں نے سجدہ سے سر اٹھا کر پھر اپنے رب سے اپنی امت کی شفاعت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آخری ثلث عطا کر دی تو پھر میں اپنے رب کے لیے سجدہ میں گر گیا۔ (سنن ابوداؤد) [1]

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں: امام ابویوسف اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر کرنا عبادت ہے اور اس پر ثواب ملے گا، کیونکہ نسائی کے علاوہ باقی صحاح ستہ میں یہ روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام پر خوش ہوتے یا آپ کے پاس کوئی خوشخبری پہنچتی تو آپ سجدہ شکر کرتے۔ [2]

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں امام ابویوسف اور امام محمد کے قول پر ہی فتویٰ ہے، درمختار میں ہے اسی پر فتویٰ ہے، ابن امیر حاج نے لکھا ہے یہی ظاہر ہے اور یہ قول کس طرح ظاہر اور مفتی بہ نہیں ہوگا جبکہ سجدہ شکر کے بارے میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ درمختار میں ہے کہ سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے، اسی پر فتویٰ ہے، البتہ نماز کے بعد سجدہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کو واجب یا سنت اعتقاد کرتے ہیں اور جو مکروہ مباح کام جو کسی بدعت کی طرف پہنچائے مکروہ ہوتا ہے۔ [3]

مصنف کہتا ہے کہ علامہ طحطاوی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء حنفیہ بکیر کے فقیر نہیں ہیں اور قول امام کے اوپر حدیث کو مقدم کرتے ہیں ہر چند کہ امام اعظم سے سجدہ شکر کی کراہت منقول ہے لیکن جب یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کا یہ قول بکثرت احادیث صحیحہ اور آثار ثابتہ کے خلاف ہے تو فقہاء احناف نے امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث کو اختیار کر لیا اور یہی صواب ہے، اور صراط مستقیم ہے اور سلامتی کی راہ ہے، ہم ایسی تقلید سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ احادیث اور آثار صحابہ کے واضح ہو جانے کے بعد بھی انسان اپنے امام کے قول سے چپکا رہے۔ اور بعض فقہاء نے امام ابوحنیفہ کے اس قول کی توجیہ کی اور اس کو حدیث کے موافق کرنے کی کوشش کی، علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

فروق الاشباہ میں لکھا ہے امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر جائز ہے، واجب نہیں ہے اور امام اعظم سے جو یہ مروی ہے کہ سجدہ شکر مشروع نہیں ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ سجدہ شکر واجب نہیں ہے، اور امام اعظم اور صاحبین کا خلاف اس کے مسنون ہونے یا نہ ہونے میں ہے جواز یا عدم جواز میں نہیں ہے۔ تاتارخانیہ میں بھی صاحب حجت کے حوالہ سے یہی لکھا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک سجدہ شکر واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک سجدہ شکر جائز اور مستحب ہے، علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر کے استحباب پر یہ قرینہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابوجہل کا

---

[1] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[3] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۰، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

سر کاٹ کر لایا گیا تو آپ نے پانچ مرتبہ سجدہ شکر ادا کیا، فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی ظاہری نعمت حاصل ہوئی ہو یا کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال یا اولاد دی ہو یا اس کی کوئی گم شدہ چیز مل گئی ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہو گئی ہو یا اس کا بیمار شفایاب ہو گیا ہو، یا کوئی غائب شخص آگیا ہو تو اس کے لیے سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے اور اس کی وہی شرائط ہیں جو سجدہ تلاوت کی شرائط ہیں [1] اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی نے درمختار میں لکھا ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ سجدہ شکر مستحب ہے جیسا کہ امام محمد نے اس کی تصریح کی ہے، کیونکہ بکثرت احادیث میں سجدہ شکر کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر اور عمر نے سجدہ شکر ادا کیا ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے۔ [2]

سجدہ شکر کے متعلق فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ ابو عبد اللہ حطاب مالکی مغربی لکھتے ہیں: سجدہ شکر مکروہ ہے سجدہ شکر کا قول کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ سجدہ شکر میں وضو کرنا ضروری ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سجدہ شکر میں وضو کرنا ضروری نہیں، کیونکہ جب اچانک کوئی مسرت حاصل ہو تو دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سجدہ شکر میں گر جائے اور جتنی دیر میں وہ وضو یا تیمم کر کے آئے گا وہ داعیہ سرد پڑ جائے گا۔ [3]

علامہ ابو عبد اللہ العبدری مالکی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی چیز سے خوشی حاصل ہوتی تو آپ سجدہ شکر میں گر جاتے تھے۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی نے کہا کہ اکثر اہل علم کا اس پر عمل ہے اور امام مالک اس کے قائل نہیں ہیں، ابن العربی مالکی نے کہا امام مالک کیوں سجدہ شکر کے قائل نہیں ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرنا ہمیشہ واجب ہے اگر سجدہ کرنے کا کوئی معمولی سبب بھی پایا جائے تو اس کو غنیمت شمار کرنا چاہیے۔ [4]

سجدہ شکر کے بارے میں حرف آخر

علامہ العبدری مالکی اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی کا کہنا برحق ہے اور جب بکثرت احادیث اور آثار صحابہ سے سجدہ شکر کا استحباب ثابت ہے تو محض اپنی رائے سے سجدہ شکر کو مکروہ کہنا غلط ہے اور لائق التفات نہیں ہے، الحمد للہ مالکی فقہاء میں بھی ایسے ارباب بصیرت علماء ہیں جو احادیث اور آثار کے مقابلہ میں اپنے امام کے قول کو اہمیت نہیں دیتے اور یہی تقلید کی صحیح روش ہے اور ائمہ نے اپنے مقلدین کو یہی تلقین کی ہے کہ اگر ہمارا کوئی قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرو اور ہمارے قول پر عمل نہ کرو، اور امام مالک کی طرف سے یہی توجیہ کی جائے گی کہ ان تک یہ احادیث نہیں پہنچ سکیں ہوں گی ورنہ جس چیز کا بکثرت احادیث

---

[1] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۷۳۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب مالکی المغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۲ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ، التاج والاکلیل ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[5] فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵، مطبوعہ مکتبہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

سے استحباب ثابت ہو وہ اس کو کبھی مکروہ نہ کہتے، اور امام ابو حنیفہ نے سجدہ شکر کو مکروہ نہیں کہا بلکہ اس کے وجوب کی نفی کی ہے اور اگر بالفرض انھوں نے اس کو مکروہ کہا ہو تو ان کا بھی یہ قول لائق التفات نہیں ہے اور غیر مسموع ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے قول پر فتویٰ نہیں دیا بلکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے جیسا کہ درمختار، شامی، غنیۃ المستملی، عالمگیری اور حاشیہ طحطاوی میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ فقہاء احناف اول آخر حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اپنے امام کی اندھی تقلید نہیں کرتے وللہ الحمد علی ذلک۔

نماز شکر کا حکم

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن شعثاء قالت رایت ابن ابی اوفیٰ صلی رکعتین وقال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الضحیٰ رکعتین حین بشر بالفتح او براس ابی جہل۔ [1]

شعثاء بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ کو دو رکعت نماز پڑھتے ہوئے دیکھا انھوں نے کہا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کی خوشخبری ملی تو آپ نے چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھی یا جب آپ کے پاس ابوجہل کا سر لایا گیا۔

ابوجہل کا سر کاٹ کر لانے کے موقع کے متعلق روایات مختلف ہیں بعض میں سجدہ شکر کا ذکر ہے اور بعض میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور ان میں کوئی منافات نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ آپ نے پانچ بار سجدہ شکر بھی کیا ہو اور نماز شکر بھی پڑھی ہو۔

نماز شکر پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ شکرانے کے نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا خلاف سنت ہے اور اگر ایک شخص کی اقتداء میں چار یا چار سے زیادہ افراد جماعت کے ساتھ نفل پڑھیں تو یہ فقہاء احناف کے نزدیک بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ نفل نہیں پڑھے۔

باب ۶۱۲ قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود!

یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا بیان

۴۵۴۹۔ حدثنا اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی وعبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمٰن المسوری الزہری کلاہما عن ابن عیینۃ واللفظ للزہری حدثنا سفیان عن عمرو سمعت جابرا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچائی ہے، سو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں! انھوں نے عرض کیا پھر

[1] امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۲۸۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّهٗ قَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُحِبُّ اَنْ اَقْتُلَهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاْذَنْ لِيْ فَلْاَ قُلْ قَالَ قُلْ فَاَتَاهُ فَقَالَ لَهٗ وَذَكَرَ مَا بَيْنَهُمَا وَقَالَ اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ قَدْ اَرَادَ صَدَقَةً وَقَدْ عَنَّانَا فَلَمَّا سَمِعَهٗ قَالَ وَاَيْضًا وَاللّٰهِ لَتَمَلَّنَّهٗ قَالَ اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاهُ الْاٰنَ وَنَكْرَهُ اَنْ نَدَعَهٗ حَتّٰى نَنْظُرَ اِلٰى اَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ اَمْرُهٗ قَالَ وَقَدْ اَرَدْتُّ اَنْ تُسْلِفَنِيْ سَلَفًا قَالَ فَمَا تَرْهَنُنِيْ قَالَ مَا تُرِيْدُ قَالَ تَرْهَنُنِيْ نِسَاءَكُمْ قَالَ اَنْتَ اَجْمَلُ الْعَرَبِ اَنَرْهَنُكَ نِسَاءَنَا قَالَ لَهٗ تَرْهَنُوْنِيْ اَوْلَادَكُمْ قَالَ يُسَبُّ ابْنُ اَحَدِنَا فَيُقَالُ رُهِنَ فِيْ وَسْقَيْنِ مِنْ تَمْرٍ وَلٰكِنْ نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ يَعْنِي السِّلَاحَ قَالَ فَنَعَمْ وَوَاعَدَهٗ اَنْ يَّاْتِيَهٗ بِالْحَارِثِ وَاَبِيْ عَبْسِ بْنِ جَبْرٍ وَعَبَّادِ بْنِ بِشْرٍ قَالَ فَجَاءَ وَا فَدَعَوْهُ لَيْلًا فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ قَالَ سُفْيَانُ قَالَ غَيْرُ عَمْرٍو قَالَتْ لَهٗ امْرَاَتُهٗ اِنِّيْ لَاَسْمَعُ صَوْتًا كَاَنَّهٗ صَوْتُ دَمٍ قَالَ اِنَّمَا هٰذَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَرَضِيْعُهٗ وَاَبُوْ نَائِلَةَ اِنَّ الْكَرِيْمَ لَوْ دُعِيَ اِلٰى طَعْنَةٍ لَيْلًا لَاَجَابَ قَالَ مُحَمَّدٌ اِنِّيْ اِذَا جَاءَ فَسَوْفَ اَمُدُّ يَدِيْ اِلٰى رَاْسِهٖ فَاِذَا اسْتَمْكَنْتُ مِنْهُ فَدُوْنَكُمْ قَالَ فَلَمَّا نَزَلَ نَزَلَ وَهُوَ مُتَوَشِّحٌ فَقَالُوْا نَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ الطِّيْبِ قَالَ نَعَمْ تَحْتِيْ فُلَانَةُ هِيَ اَعْطَرُ نِسَاءِ الْعَرَبِ قَالَ فَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اَشُمَّ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ فَشَمَّ فَنَاوَلَ

مجھے کچھ تعریضاً کہنے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور کا فرضی معاملہ بیان کیا اور کہا یہ شخص ہم سے صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا؛ خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا ہم اس کی اتباع کر چکے ہیں اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا مآل کار کیا ہوتا ہے، حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو، کعب نے کہا تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھو گے! حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا جو تم چاہو، کعب بن اشرف نے کہا تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، حضرت ابن مسلمہ نے کہا تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب نے کہا پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، حضرت ابن مسلمہ نے کہا پھر ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے گی کہ یہ دو وسق کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے، کعب نے کہا اچھا، حضرت ابن مسلمہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ حارث، ابوعبس بن جبر اور عباد بن بشر کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا، سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف جانے لگا، اس کی بیوی نے کہا مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو، کعب نے کہا یہ محمد بن مسلمہ، اس کا رضاعی بھائی اور ابونائلہ ہے اور معزز آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے، ادھر حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم اس وقت اس پر حملہ کر دینا

فَشَمَّ ثُمَّ قَالَ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اَعُوْدَ قَالَ فَاسْتَمْکَنَ مِنْ رَاْسِہٖ ثُمَّ قَالَ دُوْنَکُمْ قَالَ فَقَتَلُوْہُ۔

جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا، ان لوگوں نے کہا آپ سے تو عمدہ خوشبو کی مہک آرہی ہے اس نے کہا ہاں میرے پاس فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے معطر عورت ہے، حضرت ابن مسلمہ نے کہا کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا ہاں سونگھ لو، حضرت ابن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں سے کہا حملہ کرو اور انھوں نے اس کو قتل کر دیا۔

کعب بن اشرف کی مختصر سوانح

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ کعب بن اشرف یہودی عربی النسل تھا اور بنو نبہان کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا، اس کا باپ زمانہ جاہلیت میں مدینہ آیا اور بنو نضیر سے موالات کا حلف اٹھایا اور ان میں ذی حیثیت ہو گیا، اس نے عقیلہ بنت ابی الحقیق سے شادی کی اس سے کعب پیدا ہوا، یہ طویل القامت اور جسیم شخص تھا، اس کا سر اور پیٹ بڑا تھا، واقعہ بدر کے بعد اس نے مسلمانوں کی ہجو کرنا شروع کر دی یہ مکہ میں وداعہ سہمی کے پاس گیا، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس کی جواباً ہجو کی، یہ پھر مدینہ منورہ واپس آگیا اور اپنے اشعار میں مسلمان عورتوں کا ذکر کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس سے مسلمانوں کو اذیت پہنچی، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ کعب بن اشرف شاعر تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور آپ کے خلاف کفار قریش کو برانگیختہ کرتا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو سب مل جل کر رہتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح کرنا چاہی، جب کہ یہود اور مشرکین مسلمانوں کو انتہائی اذیت پہنچاتے تھے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صبر کا حکم دیا، لیکن جب کعب بن اشرف مسلمانوں کو اذیت پہنچانے سے باز نہیں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن سلمہ کے ساتھ ایک جماعت کو اسے قتل کرنے کے لیے بھیجا، امام ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ کعب بن اشرف کو ربیع الاول ۳ھ ہجری میں قتل کیا گیا تھا۔ [1]

کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم دینے کی وجوہات

اس باب کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچائی ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: ابن عائذ نے کلبی سے روایت کیا ہے کہ جب کعب بن اشرف کفار قریش کے پاس گیا تو اس نے غلاف کعبہ کو تھام کر یہ قسم کھائی کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرے گا، اور ابوالاسود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو کرتا تھا اور قریش

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۳۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کان کے خلاف برانگیختہ کرتا تھا، اور جب وہ قریش کے پاس گیا تو قریش نے اس سے پوچھا آیا ہمارا دین ہدایت پر ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین ہدایت پر ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ تمہارا دین ہدایت پر ہے، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا! کیونکہ اس نے ہم سے عداوت کا اعلان کر دیا ہے، عبداللہ ابن اسحاق خراسانی نے ایک سند ضعیف کے ساتھ عکرمہ سے ایک مرسل روایت بیان کی ہے کہ کعب بن اشرف نے یہودیوں کے ساتھ مل کر کھانا تیار کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی اور یہ طے کیا کہ جب آپ آجائیں تو اچانک آپ کو قتل کر دیا جائے، آپ بعض صحابہ کے ساتھ تشریف لے آئے، جب آپ بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو ان کی سازش سے مطلع کر دیا، آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور جبرائیل امین نے آپ کو اپنے پروں کی حفاظت میں لے لیا، اس طرح آپ نکل گئے جب انہوں نے آپ کو گم پایا تو ڈھونڈنے لگے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ بھی کعب بن اشرف کے قتل کا سبب ہو کیونکہ اس حکم کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔ [1]

حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا: یا رسول اللہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں، انہوں نے کعب بن اشرف سے جو کچھ کہا کہ اس شخص یعنی حضور نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے یہ سب اس کو قتل کرنے کی اسکیم اور حکمت عملی کی بنا پر تھا اور جنگ کی ضرورت کے پیش نظر ایسا کہنا جائز ہے اس پر تفصیل سے بحث گذر چکی ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ خَيْبَرَ ۶۱۳

غزوہ خیبر

۴۵۵۰ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا خَيْبَرَ قَالَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلَاةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ فَأَجْرَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــ فِي زُقَاقِ خَيْبَرَ وَإِنَّ رُكْبَتِي لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْحَسَرَ الْإِزَارُ عَنْ فَخِذِ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنِّي لَأَرَى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے جہاد کیا، ہم نے خیبر کے پاس رات اندھیرے نماز پڑھی، ـــ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت ابوطلحہ سوار ہوئے، میں حضرت ابوطلحہ کے پیچھے سوار تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی، میرا گھٹنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے چادر ہٹ گئی تھی، اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا، جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو وہ دن ان لوگوں کے لیے

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بِبَيَاضَ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ وَقَدْ خَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْمَالِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا وَالْخَمِيسُ قَالَ وَأَصَبْنَاهَا عَنْوَةً۔

جنھیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے بہت برا ہوتا ہے، یہ جملہ آپ نے تین بار فرمایا، اس وقت یہودی (اپنے گھروں سے) کام کاج کے لیے نکلے تھے، وہ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، بعض راویوں نے کہا لشکر کے ساتھ آگئے، حضرت انس نے کہا ہم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا تھا۔

۴۵۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ أَبِي طَلْحَةَ يَوْمَ خَيْبَرَ وَقَدَمِي تَمَسُّ قَدَمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَيْنَاهُمْ حِينَ بَزَغَتِ الشَّمْسُ وَقَدْ أَخْرَجُوا مَوَاشِيَهُمْ وَخَرَجُوا بِفُئُوسِهِمْ وَمَكَاتِلِهِمْ وَمُرُورِيهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ قَالَ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میں سواری پر حضرت ابوطلحہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور میرے قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں سے مس کر رہے تھے، ہم خیبر میں اس وقت پہنچے جب سورج نکل چکا تھا، اس وقت یہودیوں نے اپنے جانور نکالے تھے اور وہ خود درانتیاں ٹوکریاں اور درختوں پر چڑھنے کی رسیاں لے کر نکلے، انھوں نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر کے ساتھ آئے ہیں، آپ نے فرمایا خیبر تباہ ہو گیا ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو جن لوگوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ دن ان کے لیے بہت برا ہوتا ہے، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر اللہ عزوجل نے ان کو شکست دے دی۔

۴۵۵۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ قَالَ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے تو آپ نے فرمایا: ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اترتے ہیں تو جن لوگوں کو عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ دن ان کے لیے بہت برا ہوتا ہے۔

۴۵۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ قَالَا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر گئے،

حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ فَتَسَيَّرْنَا لَيْلًا فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لِعَامِرِ بْنِ الْأَكْوَعِ أَلَا تُسْمِعُنَا مِنْ هُنَيْهَاتِكَ وَكَانَ عَامِرٌ رَجُلًا شَاعِرًا فَنَزَلَ بِالْقَوْمِ يَقُولُ ؎

اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ مَا اقْتَفَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَتَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا السَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ قَالَ يَرْحَمُهُ اللهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْلَا أَمْتَعْتَنَا بِهِ قَالَ فَأَتَيْنَا خَيْبَرَ فَحَاصَرْنَاهُمْ حَتَّى أَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ شَدِيدَةٌ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ فَتَحَهَا عَلَيْكُمْ قَالَ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ مَسَاءَ الْيَوْمِ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهِ النِّيرَانُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ فَقَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ أَيُّ لَحْمٍ قَالُوا لَحْمُ حُمُرٍ الْإِنْسِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ أَوْ يُهْرِيقُوهَا وَيَغْسِلُوهَا فَقَالَ أَوْ ذَاكَ

ہم رات بھر سفر کرتے رہے، لشکر میں سے ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہمیں اپنے کچھ اشعار نہیں سنائیں گے؟ حضرت عامر شاعر تھے وہ سواری سے اتر کر حدی خوانی کرنے لگے:

اے اللہ اگر تیری مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔
ہم زکوٰۃ ادا کرتے نہ نماز پڑھتے۔
ہماری طلب بس یہی ہے کہ تو ہمیں معاف کر دے ہم تجھ پر فدا ہوں۔
اور دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ
اور ہم پر تسلی نازل فرما۔
جب ہم کو بلایا جاتا ہے تو ہم پہنچ جاتے ہیں۔
اور خدا میں لوگ ہم پر اعتماد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ حدی خواں کون ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ عامر ہیں، آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے، لشکر میں سے ایک شخص نے کہا اس پر رحمت واجب ہو گئی، کاش آپ ہم کو بھی اس سے متمتع فرماتے، حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ پھر ہم خیبر پہنچے اور ہم نے اہل خیبر کا محاصرہ کر لیا حتیٰ کہ ہم کو سخت بھوک لگ گئی، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر خیبر فتح کر دیا، پھر فتح کے دن شام کے وقت لوگوں نے بہت آگ روشن کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آگ کیسی ہے؟ کس چیز کو پکانے کے لیے آگ جلا رہے ہو؟ لوگوں نے کہا گوشت پکا رہے ہیں، آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت؟ لوگوں نے کہا پالتو گدھوں کا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہانڈیاں الٹ دو، اور ہانڈیاں توڑ دو، ایک شخص نے پوچھا، کیا ہانڈیاں الٹ کر ان کو دھو لیں؟ آپ نے فرمایا: یا ایسا ہی کر لو اچھا

قَالَ فَلَمَّا تَصَاۤفَّ الْقَوْمُ كَانَ سَيْفُ عَامِرٍ فِيْهِ قِصَرٌ فَتَنَاوَلَ بِهٖ سَاقَ يَهُوْدِيٍّ لِيَضْرِبَهٗ وَيَرْجِعُ ذُبَابُ سَيْفِهٖ فَاَصَابَ رُكْبَةَ عَامِرٍ فَمَاتَ مِنْهُ قَالَ فَلَمَّا قَفَلُوْا قَالَ سَلَمَةُ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِيْ قَالَ فَلَمَّا رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاكِتًا قَالَ مَالَكَ قُلْتُ لَهٗ فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ زَعَمُوْا اَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهٗ قَالَ مَنْ قَالَهٗ قُلْتُ فُلَانٌ وَفُلَانٌ وَاُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهٗ اِنَّ لَهٗ لَاَجْرَيْنِ وَجَمَعَ بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ اِنَّهٗ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشٰى بِهَا مِثْلَهٗ وَخَالَفَ قُتَيْبَةُ مُحَمَّدًا فِي الْحَدِيْثِ فِيْ حَرْفَيْنِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّادٍ وَاَلْقٰى سَكِيْنَةً عَلَيْنَا۔

لوگوں نے صف بنائی تو عامر کی تلوار چھوٹی تھی، انھوں نے ایک یہودی کے پاؤں پر تلوار ماری تو وہ پلٹ کر ان کے گھٹنے میں لگی، اور وہ اسی ضرب سے شہید ہو گئے، جب مسلمان واپس لوٹے تو حضرت سلمہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خاموش دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا آپ پر میرے ماں اور باپ قربان ہوں، لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ عامر کے سب عمل برباد ہو گئے! آپ نے پوچھا کس نے کہا ہے، میں نے کہا فلاں اور فلاں نے اور اسید بن حضیر انصاری نے آپ نے فرمایا جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے! عامر کے دو اجر ہیں، آپ نے اپنی دو انگلیوں کو جمع کر کے فرمایا: اس نے اس طرح جہاد کیا ہے کہ عربوں میں اس کی مثال بہت کم ہے، قتیبہ نے دو حرفوں میں راوی محمد کی مخالفت کی ہے اور ابن عباد کی روایت میں الق سکینۃ علینا ہے۔

۴۵۵۴- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَنَسَبَهٗ غَيْرُ ابْنِ وَهْبٍ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ سَلَمَةَ ابْنَ الْاَكْوَعِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ اَخِيْ قِتَالًا شَدِيْدًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهٗ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذٰلِكَ وَشَكُّوْا فِيْهِ رَجُلٌ مَاتَ فِيْ سِلَاحِهٖ وَشَكُّوْا فِيْ بَعْضِ اَمْرِهٖ قَالَ سَلَمَةُ فَقَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن میرے بھائی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بڑی شدید جنگ کی، مگر اتفاق سے اس کی تلوار پلٹ کر اس کو لگی اور وہ شہید ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اس پر کچھ نکتہ چینی کی اور جو شخص اپنے ہی ہتھیار سے قتل ہو جائے اس کی شہادت میں شک کیا، حضرت سلمہ نے کہا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس لوٹے تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے کچھ رجزیہ کلام پیش کرنے کی اجازت دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا سوچ سمجھ کر کہنا: پھر میں نے کہا:

خَيْبَرَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ اَنْ اَرْجُزَ لَكَ فَاَذِنَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَعْلَمُ مَا تَقُوْلُ قَالَ فَقُلْتُ ؎

وَاللّٰهِ لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقْتَ ؎

وَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا
وَالْمُشْرِكُوْنَ قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا

قَالَ فَلَمَّا قَضَيْتُ رَجَزِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ هٰذَا قُلْتُ قَالَهٗ اَخِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُهُ اللّٰهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ نَاسًا لَيَهَابُوْنَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ يَقُوْلُوْنَ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ ابْنًا لِسَلَمَةَ ابْنِ الْاَكْوَعِ فَحَدَّثَنِيْ عَنْ اَبِيْهِ مِثْلَ ذٰلِكَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ حِيْنَ قُلْتُ اِنَّ نَاسًا يَهَابُوْنَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبُوْا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ۔

خدا کی قسم! اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی۔ تو ہم زکوۃ ادا کرتے نہ نماز پڑھتے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے سچ کہا:

اور ہم پر اپنی رحمت نازل فرما۔

اور کفار سے مقابلہ کے وقت ہم کو ثابت قدم رکھ۔

بے شک کفار نے ہم پر حملہ ہوا کیا ہے۔

جب میں یہ رجز پورا کر چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کس کے اشعار ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ شعر میرے بھائی عامر نے کہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں ہچکچا رہے ہیں! اور کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے ہتھیار سے مرا ہے، آپ نے فرمایا وہ مجاہد ہے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے، زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ کے ایک بیٹے سے پوچھا تو اس نے اپنے والد سے یہ روایت اسی طرح بیان کی، البتہ انھوں نے کہا جب میں نے کہا کہ لوگ اس کی نماز جنازہ پڑھتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں! آپ نے فرمایا وہ مجاہد ہے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوا ہے، اور اس کو دوگنا اجر ملے گا اور پھر اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔

خیبر کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع، تاریخ اور غزوہ خیبر کے اہم واقعات

محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

خیبر: ایک نخلستان، (سطح سمندر سے ۲۸۰۰ فٹ بلند اور) جو مدینہ منورہ سے ۱۸۴ کلومیٹر (کچھ کم سوا سو میل) شمال میں تبوک کے راستے سے آنے والے حجاج کی شاہراہ پر واقع ہے۔ عہد نبوی میں خابہ یعنی جبل احد کے مغرب سے گزرتے تھے اب

جدید ہوائی اڈے (مطار) سے اتصال کی خاطر شرق سے گزرتے ہیں۔ تقریباً ایک سو کلو میٹر تک یہ راستہ تنگ اور پیچ دار دروں میں سے ہوتا ہوا جاتا ہے، جس کے دونوں طرف بلند پہاڑ ہیں، اس ساری مسافت میں پتھر ہوں یا مٹی، حرّہ یعنی آتش فشانی سے جلے ہوئے عناصر پر مشتمل ہیں۔ درخت اور پانی نام کو نہیں، اِکّا دُکّا بکریاں کہیں چرتی نظر آتی ہیں جو بہت پست قد ہوتی ہیں۔ ان کے دودھ نہیں ہوتا، البتہ ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ مدینے سے خیبر تک مشکل سے دو آبادیاں ملتی ہے۔ پہلی صلصال ہے جو ۱۲۸ کلو میٹر پر واقع ہے اور کافی سرسبز ہے۔ مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ بستی کے نصف حصے میں کنوؤں کا پانی کڑوا ہے اور نصف حصے میں شیریں ہے؛ ممکن ہے فدک یہی ہو۔ اس سے آگے ایک دوسری چھوٹی اور ویران سی بستی ہے۔

خیبر بھی ایک حرّہ (رک باں) ہے۔ مدینے سے آئیں تو شہر کے پندرہ بیس کلو میٹر کے فاصلے پر سفید اور قابل کاشت لیکن افتادہ زمینیں ملتی ہیں، جو دس بارہ کلو میٹر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ بعد ازاں پھر حرّہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس حرے میں شاہراہ کے دائیں جانب قدیم (یہودی) کھنڈر میلوں تک پھیلے ہوتے ہیں، جن میں کچھ تالابوں کے منہدم سے بند نظر آتے ہیں۔ گرمی میں پانی خشک ہو جاتا ہے تو ان کی تہہ میں جمی ہوئی مہین مٹی دور دور تک نظر آتی ہے، امریکی انجینئر ٹوپچل ... Tuchel، جو کبھی نے سعودی عرب کی زرعی پیمائش کی رپورٹ میں یہاں سدا لحمید اور پانچ دیگر تالابوں کا ذکر کیا ہے۔ غزوۂ خیبر میں آتے اور جاتے دونوں وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سد الصہباء میں قیام فرمایا تھا؛ وہ شاید یہیں کہیں ہو۔ اس کے آگے ایک پست اور وسیع وادی ہے، جس میں شہر خیبر آباد ہے۔ یہ نخلستانوں سے اس قدر پٹا ہوا ہے کہ کسی بلندی پر سے بھی شہر کے خط و خال بالکل نظر نہیں آتے۔ عہد نبوی میں محلہ الکتیبۃ میں کھجور کے چالیس ہزار پیڑ بیان کیے گئے ہیں (ابن الاثیر: البدایۃ ۴: ۲۰۲) آج کل بھی شہر کے جنوب میں ایک بلند پہاڑ کے دامن میں، کئی میل لمبا ایک گھنا نخلستان ہے۔

خیبر میں اب (۱۹۶۴ء میں) عنیزہ قبیلے کے عرب آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ فصل کٹنے کے زمانے میں ہنگامی آبادی پچیس تیس ہزار ہو جاتی ہے، ورنہ مستقل آبادی پانچ ہزار کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے۔ شہر میں کئی بلند ٹیلے اور پہاڑیاں ہیں جن میں سب سے ممتاز وہ ہے جسے قصر مرحب کہا جاتا اور یہودی عہد کی یادگار سمجھا جاتا ہے۔ ترکی دور میں غالباً یہاں فوجی چھاؤنی تھی، اب اس میں سعودی گورنر رہتا ہے۔

بعض مؤلفین کی رائے میں خیبر کے یہودیوں کی بولی میں "خیبر" کے معنی قلعے کے تھے۔ البکری نے سہل بن محمد الکاتب سے اور یاقوت نے الزجاجی سے روایت کی ہے کہ یہ اس بستی کے بانی خیبر بن قانیہ بن مہلائیل کے نام سے منسوب ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسباط یہود کے گم گشتہ قبائل نے یہاں اور پشاور سے آگے دہ خیبر میں بھی اپنی نشانہی کے لیے یہ نام دیا ہو۔؟

خیبر کا قدیم ترین ذکر بابل کے آخری کلدانی بادشاہ نبونعد (نبونید) (۵۵۶ یا ۵۳۹ ق م) کے میخی کتبے میں جو حران کی منہدم جامع مسجد کے فرش کے ایک پتھر پر لکھا تھا (میورخ کی مؤتمر مستشرقین عالم کی روداد، ص ۱۳۲) لکھا ہے کہ جب اس بادشاہ نے تیماء میں اپنا دیبی پاٹے تخت بسایا تو خیبر و فدک وغیرہ سے ہوتے ہوئے یثرب تک کی سیاحت کی۔ ایک دوسرا کتبہ بھی حران کے قریب لجہ میں دستیاب ہوا ہے، جو سیاقی ہندسوں کے ساتھ عربی میں ہے کہ "میں نے، یعنی شرحبیل بن طلو نے ذالرطول کو ۴۶۳ء میں خیبر کی تباہی (مفسدہ) کے ایک سال بعد تعمیر کرایا"۔ (R.S.O) Littmann

۱۹۱۱، ۱۹۱۲، ص ۱۹۳ ببعد) کے مطابق اس تاریخ سے مراد ۵۶۸ء ہے۔ ابن قتیبہ: کتاب المعارف، (ص ۳۱۳) کے مطابق غسانی حکمران الحارث بن ابی شمر جبلہ (۵۲۸ء تا ۵۷۰ء) نے اس رخ حملہ کیا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ خیبر والوں نے ایرانیوں اور حیرہ کے حکمران سے کچھ سازش کی ہو اور اس پر بوزنطی قیصر روم نے اپنے ماتحت حکمران کو ادھر روانہ کیا تھا۔ معلوم نہیں اس وقت خیبر میں کون لوگ تھے، لیکن ساٹھ سال بعد جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائے تو یہاں صرف یہودی بستے تھے، جو بہت خوش حال تھے؛ چنانچہ مکے میں شادی بیاہ کے موقع پر یہیں سے دیگیں اور زیور کرائے پر لیے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ زیور کھو گئے تو اہل مکہ نے دس ہزار دینار کا ہرجانہ ادا کیا (ابن سعد (۲/۱:۸۰، السرخسی: شرح السیر الکبیر، ۱/۱۸۶)۔ بہت ممکن ہے کہ معاشی روابط نے شادی بیاہ تک نوبت پہنچا دی ہو اور یہاں کی یہودنیں بے جھجک عربوں سے نکاح کرتی ہوں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم اور ان کے بھائی المطلب نے ایسا ہی کیا (ابن حبیب: المنمق، مخطوطہ لکھنؤ، ص ۳۲۵) یہاں کھجوریں بہت ہوتی ہیں، لیکن زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ یہاں کے ملیریا سے بہت گھبراتے تھے (بعض قصے القزوینی: الآثار، ۲، ۶۰ تا ۶۱ اور ابن قتیبہ: الانواء، ص ۳۰ تا ۳۱ میں ملیں گے) یہود خیبر کے لباس میں طیلسان بہت مشہور ہے (صحیح البخاری، کتاب ۶۴، باب ۴۰، حدیث ۱۲) عبدالمطلب نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر ان کے دس بیٹے ہوئے تو وہ ایک کی قربانی دیں گے۔ قرعہ فال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ پر پڑا۔ اس سلسلے میں جس کاہنہ سے مشورہ کیا گیا تھا وہ سال کا کچھ عرصہ مدینے میں اور کچھ خیبر میں رہتی تھی۔ ابن ہشام: السیرۃ، ص ۹۸ تا ۹۹)۔

یاقوت نے معجم البلدان میں مشاہیر خیبر میں سے ابن القاہر الخیبری اللخمی محدث کا خاص طور پر ذکر کیا ہے، لیکن عہد اسلامی کے جغرافیہ نگاروں میں سے البکری (معجم، ص ۳۳۱ تا ۳۳۳) نے کتاب الشکونی کا جو اقتباس دیا ہے وہ واقف حال شخص کا بیان معلوم ہوتا ہے: "یہ مدینے سے آٹھ برید پر ہے۔ پیدل تین دن میں آ سکتے ہیں۔ مدینے سے نکلو تو پہلے غابۂ علیہ، پھر سفلی کے بعد نقب یردوج آتا ہے، جہاں ایک مسجد نبوی ہے۔ پھر وادی الدومہ آتی ہے، جہاں کنوئیں ہیں۔ پھر جبل اشمد، پھر حرۃ الشقۃ، پھر نمار آتا ہے، جو خیبر سے آٹھ میل پر علاقہ خیبر کی سرحد پر واقع ہے اس سے آگے خیبر اور اس کے قلعے ہیں۔ خیبر کا بازار المرطلہ ہے، جسے حضرت عثمان نے بسایا تھا۔ وہاں کے قلعے میں کچھ پرانے لوگ باقی ہیں جو حضرت عمر کی نسل سے ہیں۔ اس سے آگے حصن وجدہ ہے جس میں کھجور وغیرہ کے درخت ہیں۔ یہ صرف خاص نبوی رہا ہے۔ پھر السلالم ہے، جس کا بڑا حصہ صرف خاص نبوی تھا۔ پھر جبل الاہیل آتا ہے، جس میں یہودی برج (آطام) ہیں۔ پھر مزرعے اور باغات ہیں، جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور بنو المطلب کے روزینے مقرر تھے۔ اس کو الوطیع کہتے ہیں۔ وطیع سے متصل خلص تک ایک وادی جاتی ہے، جسے الکتیبہ کہتے ہیں۔ یہ سب کی سب صرف خاص نبوی رہی ہے۔ یہ کتیبہ خیبر کے قلعہ بند مقاموں میں سے ہے۔ یہیں الصہباء ہے، جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈال کر رات گذاری تھی، یہ خیبر سے ایک برید کی مسافت پر ہے خیبر کا سب سے بڑا قلعہ القموص ہے، جسے حضرت علی نے فتح کیا تھا؛ اسی کے دامن میں مسجد نبوی ہے۔ وہیں نطاہ اور الشق دو وادیاں ہیں۔ ان دونوں کے مابین جو رقبہ ہے اسے السبخۃ اور المخاضۃ کہتے ہیں۔ وہ اس بڑی مسجد نبوی تک جاتا ہے جہاں خیبر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رہا۔ یہ مسجد عیسیٰ بن موسیٰ نے زر کثیر خرچ کر کے بنوائی، اس کی

بنام "طاقات معقودہ" پر ہوئی ہے، اس میں بڑے محن بھی ہیں۔ وہاں چٹان بھی ہے جسے ستر (رک باں) بنا کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے۔ آج کل یہاں عید کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ نطاۃ میں مرحب کا قلعہ اور قصر ہے۔ یہ قصر حضرت الزبیر بن العوام کے حصے میں آیا تھا۔ الشق میں الحیۃ نامی چشمہ ہے، جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "قسمۃ الملائکہ" کا نام دیا تھا۔ اس کا دو تہائی پانی ایک نالے میں جاتا ہے اور ایک تہائی دوسرے میں، حالانکہ نکلتا ایک ہی جگہ سے ہے۔ عہد نبوی سے لے کر اب تک یہ ایک عجوبہ رہا ہے۔ اس چشمے میں تین کھجوریں یا لکڑی کے تین ٹکڑے ڈالو تو دو اس نالے میں چلے جاتے ہیں جس میں دو تہائی پانی جاتا ہے اور ایک دوسرے نالے میں۔ یہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ اس میں تہائی سے زیادہ پانی لایا جائے۔ اگر کوئی اس نالے میں کھڑا ہو جائے جس میں دو تہائی پانی جاتا ہے تاکہ اسے دوسرے نالے میں لایا جائے تو پانی اس پر غالب آکر بہہ نکلتا ہے اور دوسرے نالے میں تہائی سے زیادہ پانی نہیں آسکتا۔ رہا النطاۃ، وہاں کا بڑا چشمہ الطیحۃ کہلاتا ہے۔ خیبر میں سب سے پہلے دار نبی قمۃ فتح ہوا، جو نطاۃ میں ہے اور اسی میں مرحب کا بھائی ایاس رہتا تھا۔ اسی کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ "دار نبی قمۃ کی فتح سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی اور کھجور پیٹ بھر کر نہیں کھائی تھی۔"

قصر مرحب کے دامن میں آج کل ایک چھوٹی سی مسجد رہ گئی ہے اس کے قریب جو چشمہ ہے وہ اب حضرت علی سے منسوب ہے کہ مرحب پر وار کرنے میں ان کی تلوار زمین میں اتر گئی اور یہ چشمہ پھوٹ بہا۔ اس سے کچھ فاصلے پر دوسرا بڑا چشمہ بھی باقی ہے دونوں سے نخلستان کی آبپاشی ہوتی ہے۔

تاریخ اسلام میں خیبر کی شہرت ۷ھ/۶۲۸ء کے غزوۂ نبوی کے باعث ہے۔ مدینے سے نکلے ہوئے بنو النضیر کے یہودی یہاں بسے تھے۔ محاصرہ خندق (رک باں) انھیں کی انگیخت پر ہوا تھا۔ یہ مسلمانوں کی نئی مملکت کے لیے ایک مستقل خطرہ بن گئے تھے۔ انھی سے نبٹنے کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ (رک باں) میں قریش کی منہ مانگی شرطوں پر صلح کی تھی اور قریش سے صرف یہ خواہش کی تھی کہ وہ مسلمانوں کی جگہوں میں غیر جانبدار ہیں۔ اس معاہدے کی تکمیل کے بعد واپس آتے ہی آپ نے خیبر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں اور بمشکل ایک مہینہ گزرا تھا کہ پندرہ سو کی جمعیت لے کر آپ مدینے سے روانہ ہوئے۔ جب الصہباء تک پہنچ گئے تو قبیلہ غطفان کے لوگ آپ کے راستے میں حائل ہوئے کیونکہ وہ خیبر کے یہودیوں کی امداد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب آپ نے الصہباء سے وادی الرجیع (دیار غطفان) کا رخ کیا تو وہ گھبرا کر فوراً اپنے مال و عیال کی حفاظت کے لیے خیبر سے واپس آگئے اور پھر انھیں نقل و حرکت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تین دن الرجیع میں ٹھہر کر آپ خیبر آگئے۔

اہل خیبر آپ کی پیش قدمی سے واقف اور مقابلے کے لیے تیار تھے۔ اس زمانے کی عربی بستیوں کی طرح خیبر بھی متعدد چھوٹے چھوٹے قبائلی محلوں پر مشتمل تھا۔ ہر محلہ دوسرے سے کچھ فاصلے پر آباد تھا اور ہر ایک کا نظام معیشت، یعنی کھیت، چراگاہیں، قلعے اور گڑھیاں مستقل تھیں۔ جہاں تک دفاع کا تعلق ہے وہ ایک تو اپنے سات بڑے اور متعدد چھوٹے قلعوں میں محفوظ تھے۔ جن میں سے بعض میں منجنیقیں بھی نصب تھیں؛ دوسرے الیعقوبی کے مطابق خیبر میں بیس ہزار مقاتل (جنگجو سپاہی) تھے۔ المقریزی (الامتاع) کے مطابق دس ہزار کا مقابلہ پندرہ سو مسلمانوں کو کرنا تھا؛ تیسرے وہ اپنے مرکز اور گھر میں ہونے کی وجہ سے حربی فوقیت بھی رکھتے تھے۔ آذوقہ اور ساز و سامان بھی ان کے پاس بہت تھا۔ السرخسی (شرح السیر الکبیر، باب خامس،

الرایات والالویۃ) نے لکھا ہے کہ خیبر کے ہر قلعے کو تین تین فصیلوں سے اس طرح گھیرا گیا تھا کہ سوار و فوج ان کے سامنے بے بس تھی۔

پرانے نام اب بھلا دیے گئے ہیں، اس لیے معلوم نہیں قلعہ ناعم کہاں تھا، جو مؤرخوں کے مطابق سب قلعوں سے پہلے سر ہوا۔ پھر اندرون شہر کا قلعہ قموص فتح ہوا، جو خاندان ابوالحقیق (اور ام المؤمنین حضرت صفیہ) کا مسکن تھا۔ اس کی فتح میں حضرت علی نے خاص کارگزاری دکھائی تھی۔ پھر حصن الشق اور حصن النطاۃ اور حصن الکتیبہ سر ہوئے۔ اس کے بعد حصن الوطیح اور حصن السلالم (دو آخری قلعے) کوئی دو ہفتوں کی کش مکش کے بعد فتح ہوئے بظاہر انھیں آخری دو قلعوں میں سارے یہودی باشندے جمع ہو گئے تھے۔ اگر یہودیوں کے ساتھ انھی کی توریت کے احکام کے مطابق برتاؤ کیا جاتا تو سارے بالغ مرد قتل اور عورتیں بچے غلام بنائے جا سکتے تھے، مگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمدلی اور درگذر سے کام لیا، سب کی جان بخشی کی کہ مال چھوڑ کر جسم کے کپڑوں کے ساتھ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ سیرۃ الشامی کے مطابق مدینے میں بنو نضیر کے پاس ایک کنز تھا، یعنی وہ مال جو وہ اتفاقی ضروریات (نوائب) کے لیے جمع کیا کرتے تھے۔ یہ شہر بدری پر نضیری یہ کنز خیبر میں ساتھ لائے تھے۔ حسب معاہدہ جب یہ مسلمانوں کے سپرد نہ ہوا تو آنحضرتؐ نے جواب طلبی کی تو صاحب الکنز نے یہ بہانہ کیا کہ جنگ کی تباہی میں ختم ہو گیا ہے، لیکن رات کو اسے کھنڈروں میں ادھر ادھر پھرتے دیکھ کر شبہ ہوا؛ چنانچہ وہاں کھدائی کی گئی تو خزانہ برآمد ہو گیا اور صاحب الکنز کو فریب کاری کی سزا بھگتنی پڑی۔

ابتدائی ناکامیوں ہی نے یہودیوں کا حوصلہ پست کر دیا تھا۔ سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حصن ناعم پر اپنے استحکام کے باعث اس لیے بآسانی فتح ہو گیا کہ پانی کے ذخیرے تک اس کا جو زمین دوز راستہ تھا اس کا پتا ایک مقامی یہودی ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا۔

جب قبضہ مکمل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرائط صلح میں مزید رعایت منظور فرمائی اور اجازت دی کہ وہ تا حکم ثانی خیبر ہی میں رہیں اور بٹائی پر کاشت کر کے نصف پیداوار لگان میں دیا کریں۔

یاقوت (معجم البلدان) نے صراحت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف علاقہ بحق حکومت محفوظ کر دیا اور اس میں کتیبہ اور سلالم داخل ہوئے، باقی فاتحوں میں بانٹ دیا اور شق و نطاۃ و متعلقات اس میں آئے (لشکر اسلام میں بارہ سو پیدل اور تین سو گھڑ سوار تھے۔ سواروں کو چونکہ دگنی غنیمت ملتی ہے اس لیے سارا علاقہ چھتیس حصوں میں بانٹا گیا۔ آدھا حکومت کے لیے وقف رہا۔ باقی اٹھارہ حصوں میں سے ہر ایک حصہ سو پیدل سپاہیوں یا پچاس سواروں میں بانٹا گیا)۔ الزہری کا جو بیان ابن کثیر (البدایۃ، ۴: ۲۰۲) نے نقل کیا ہے کہ کچھ خیبر بزور شمشیر فتح ہوا اور کچھ پرامن طور سے؛ اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ بغیر جنگ فتح شدہ علاقہ بحق حکومت وقف کر دیا گیا۔ لیکن عام مؤرخ یہ کہتے ہیں کہ زمین کو فاتحوں میں تقسیم کرتے ہوئے حسب معمول خمس حکومت کے لیے لیا گیا اور یہ کتیبہ کا نخلستان تھا۔ یہاں کے لگان میں ہر سال جو کھجوریں وغیرہ آتی تھیں ان سے کچھ روز رینے بھی مستقل طور پر مقرر ہوئے، جس کی ابن ہشام وغیرہ نے تفصیل دی ہے۔

یہودیوں کا بٹائی پر کام کرنا حضرت عمرؓ کی خلافت تک باقی رہا، پھر جب ان لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ کے قتل کا اقدام کیا تو ان کو وہاں سے شام منتقل کر دیا گیا اور مسلمان کسان ہی یہاں کاشت کرنے لگے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ کسی خیبری یہودی کے حبشی غلام نے، جو چرواہا تھا، اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ تقاضائے دیانت یہ ہے کہ ریوڑ کو مالک کے قلعے تک لے جاکر چھوڑ دو تاکہ وہ عادت کے مطابق خود ہی مالک کے گھر پہنچ جائے۔

المقریزی نے الامتاع میں لکھا ہے کہ مال غنیمت میں توریت کے جو نسخے ملے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو واپس دلا دیے۔

(اس جنگ سے یہودی سردار حُیَیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی جنگی قیدیوں میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ آپؐ نے انھیں حضرت دحیہ کو بخش دیا، مگر پھر بعض صحابہ کے مشورے سے سات قیدیوں کے معاوضے میں انھیں واپس لے لیا اور عدت پوری ہونے تک حضرت ام سلمہ کے پاس رکھا۔ صفیہ مسلمان ہوگئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا) اس کا فوری اثر یہ ہوا مسلمان سپاہیوں کا برتاؤ اپنے نبی کے سسرالیوں سے نرم ہوگیا۔ بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی نکاح سے یہی تھا۔ حضرت صفیہ اپنے غیر مسلم میکے والوں سے ہمیشہ عزیزانہ سلوک کرتی رہیں اور وفات پر وصیت کی کہ ان کے ترکے کا ایک تہائی، یعنی ایک لاکھ درہم، ان کے غیر مسلم بھانجے کر دیے جائیں۔ بعض مسلمانوں نے مخالفت کی تو حضرت عائشہ نے دخل دے کر وصیت کا نفاذ کرایا کہ اسلامی قانون ایسا ہی حکم دیتا ہے۔
(ابن سعد: طبقات، ۸: ۹۱ تا ۹۲)

صلح ہوجانے اور یہودیوں کو اپنے باغوں میں آجانے کی اجازت ملنے کے بعد بھی مسلمان سپاہی وہاں جاکر پھل، ترکاری چھیننے لگے اور شکایت آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً روکا اور بتایا کہ اب وہ غیر کا مال ہے جو بلا اجازت کھانا حرام ہے۔

(فتح خیبر کے موقع پر ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث زوجۂ اسلام بن مشکم نے ایک بریاں بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ نے ایک لقمہ اٹھایا اور چبا کر تھوک دیا اور فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے۔ آپ کے ساتھ حضرت بشیر بن البراء بن معرور نے زہر آلود گوشت کھا لیا جس کے اثر سے وہ مر گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی عورت کو بلا بھیجا۔ اس نے جرم کا اقرار کر لیا مگر اسے آپؐ نے قتل نہ کیا۔ ایک اور روایت (الامتاع، ص ۳۲۲) میں آیا ہے کہ آنحضرت نے اسے بشیر کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا، جنھوں نے اسے قتل کر دیا)۔

ران کے شرم گاہ ہونے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۵۰ میں ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے چادر ہٹ گئی تھی اور میں آپ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔" اس لیے یہاں یہ بحث غور طلب ہے کہ ران شرم گاہ ہے یا نہیں، امام مالک نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ ران شرم گاہ نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ران شرم گاہ ہے جمہور کا استدلال اس حدیث سے ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس وجرهد ومحمد بن جحش عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفخذ عورۃ[1]

حضرت ابن عباس، حضرت جرہد اور حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ران شرم گاہ ہے۔"

[1] - امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں اس باب کی حدیث سے فقہاء مالکیہ اور ان کے موافقین نے ران کے ستر میں نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، ہمارا اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ ران ستر میں ہے، کیونکہ ران کے ستر میں ہونے کے متعلق بکثرت احادیث مشہورہ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی تاویل یہ ہے کہ حملہ کرنے اور سواری دوڑانے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر ران سے ہٹ گئی تھی اور حضرت انس کی اس پر اتفاقاً نظر پڑ گئی، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ران کو اسی طرح کھلے رہنے دیا، اور صحیح بخاری میں حضرت انس سے جو یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کو ہٹایا وہ اس پر محمول ہے کہ چادر ہٹ گئی جیسا کہ صحیح مسلم کی اس روایت میں ہے۔

خیبر کا تمام علاقہ صلح سے فتح ہوا تھا یا بعض؟

اس حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام خیبر جنگ سے فتح ہوا ہے، اور امام مالک نے ابن شہاب سے یہ روایت کیا ہے کہ خیبر کا بعض حصہ جنگ سے فتح ہوا ہے اور بعض حصہ صلح سے فتح ہوا ہے، اور اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ آپ نے خیبر کے دو حصے کیے، نصف حصہ اپنی ضروریات اور حاجات کے لیے رکھا اور نصف حصہ مسلمانوں کو دیا، علامہ مازری نے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ خیبر کے اردگرد زمینیں اور بستیاں تھیں جن میں آپ نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا تھا، یہ زمینیں خاص طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھیں، اور ان کے علاوہ جو خیبر کی آمدنی تھی، وہ مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی، اور جن زمینوں اور بستیوں میں یہودیوں کو جلاوطن کیا گیا تھا وہ خیبر کا نصف تھیں اور جس حدیث میں ہے کہ خیبر کے دو حصے کیے ایک حصہ مسلمانوں کو دیا اور ایک حصہ آپ نے اپنے پاس رکھا اس حصہ سے یہی زمینیں مراد ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام خیبر جنگ سے فتح ہوا البتہ اس کے اردگرد کی بستیاں صلح سے فتح ہوئیں جیسے فدک وغیرہ، آپ نے خیبر کے تمام اموال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے اور اردگرد کی بستیوں کی آمدنی جو از قبیل فئی تھی اس کو صرف اپنے تصرف میں رکھا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے "میں فدا ہوں" کہنے کی توجیہ

اس حدیث میں حضرت عامر بن اکوع کے اشعار میں یہ مصرع بھی ہے: "اے اللہ! میں تجھ پر قربان ہوں، میرے گناہوں کو معاف کر دے" علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری نے کہا ہے کہ اس مصرعہ پر یہ اشکال ہے کہ یہ نہیں کہا جاتا کہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر فدا ہو جاؤں یا قربان ہو جاؤں، کیونکہ یہ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی مصیبت اور تکلیف میں کسی شخص کے مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو تو دوسرا شخص کہے تم پر قربان ہو کر اس مصیبت اور تکلیف میں میں مبتلاء ہو جاتا ہوں، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کو کسی مصیبت میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا اور ان کی مراد یہ تھی کہ میں ہر حال میں تیری رضا کے حصول کے لیے جدوجہد کروں گا، جیسے کہتے ہیں قاتلہ اللہ، اللہ اس کو قتل کر دے" اور اس سے حقیقی معنی مراد نہیں لیا جاتا، یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تربت یداك و تربت یمینك "تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہو جائیں" سو اسی طرح یہ بھی مجاز ہے۔ اگر کسی لفظ

کا اللہ تعالیٰ کی جناب پر تاویل سے اطلاق صحیح بھی ہو تب بھی جب تک کہ شریعت میں اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق کا ثبوت نہ ہو اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے۔ [1]

بَابُ غَزْوَةِ الْأَحْزَابِ وَهِيَ الْخَنْدَقُ

غزوہ خندق کے اہم واقعات

۴۵۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ يَنْقُلُ مَعَنَا التُّرَابَ وَلَقَدْ وَارَى التُّرَابُ بَيَاضَ بَطْنِهِ وَهُوَ يَقُولُ ؎

وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا
قَالَ وَرُبَّمَا قَالَ ؎
إِنَّ الْمَلَا قَدْ أَبَوْا عَلَيْنَا
إِذَا أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا
وَيَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ مٹی ڈھو رہے تھے درآں حالیکہ گرد و غبار کی کثرت سے آپ کے پیٹ کی سفیدی اٹی ہوئی تھی، اور آپ یہ فرما رہے تھے:

خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ تو ہم پر سکون نازل فرما۔ بے شک دشمن ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں۔

اور کبھی یوں فرماتے:

ان کافروں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جب وہ فساد کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔

جب آپ ابینا فرماتے تو آواز بلند فرماتے۔

۴۵۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الْأُلَى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت مروی ہے البتہ اس میں ان الالی قد بغوا علینا ہے۔

۴۵۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَنْقُلُ التُّرَابَ عَلٰى اَكْتَافِنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةِ. فَاغْفِرْ لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ۔

درآنحالیکہ ہم خندق کھود رہے تھے اور اپنے کندھوں پر مٹی ڈھو رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے سو تو مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما۔

۴۵۵۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ ؎

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے، سو تو انصار، اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

۴۵۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْاٰخِرَةِ. قَالَ شُعْبَةُ اَوْ قَالَ ؎

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَهْ
فَاكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: (شعبہ نے کہا یا فرمایا:) اے اللہ! زندگی تو بس آخرت ہی کی زندگی ہے۔ سو تو انصار اور مہاجرین پر کرم فرما۔

۴۵۶۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ شَيْبَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانُوْا يَرْتَجِزُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رجز کرتے تھے اور ان کے ساتھ آپ بھی رجز کرتے تھے اور صحابہ یہ کہتے تھے: اے اللہ! بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے، سو تو مہاجرین اور انصار کی مدد فرما۔ اور شیبان کی حدیث میں فانصر کی جگہ فاغفر ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ
وَفِي حَدِيْثِ شَيْبَانَ بَدَلَ فَانْصُرْ فَاغْفِرْ۔

۴۵۶۱ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ؎

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْاِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

اَوْ قَالَ عَلَى الْجِهَادِ شَكَّ حَمَّادٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ؎

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْاٰخِرَهْ
فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَهْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جنگ خندق کے دن یہ کہہ رہے تھے:

ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تاحیات اسلام پر بیعت کی ہے۔

حماد کو شک ہے کہ شاید اسلام کے بدلہ میں جہاد کہا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:

اے اللہ بھلائی تو صرف آخرت کی بھلائی ہے سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

(ف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے جو رجزیہ اشعار پڑھے ان میں ذکر بالجہر کرنے کا ثبوت ہے اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں گفتگو کی ہے، اور اس پر مفصل بحث ہمارے رسالہ "ذکر بالجہر" میں ہے۔

بَابُ غَزْوَةِ ذِيْ قَرَدٍ وَغَيْرِهَا ۶۱۵

غزوہ ذی قرد وغیرہ

۴۵۶۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ بْنَ الْاَكْوَعِ يَقُوْلُ خَرَجْتُ قَبْلَ اَنْ يُّؤَذَّنَ بِالْاُوْلٰى وَكَانَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْعٰى بِذِيْ قَرَدٍ قَالَ فَلَقِيَنِيْ غُلَامٌ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَالَ اُخِذَتْ لِقَاحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَنْ اَخَذَهَا قَالَ غَطَفَانُ قَالَ فَصَرَخْتُ ثَلَاثَ صَرَخَاتٍ يَا صَبَاحَاهْ قَالَ فَاَسْمَعْتُ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں پہلی اذان سے پہلے مدینہ سے باہر نکل گیا، وہاں مقام ذی قرد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چر رہی تھیں، وہاں مجھ سے عبدالرحمن بن عوف کا غلام ملا اور کہنے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں پکڑلی گئیں، میں نے پوچھا کس نے پکڑی ہیں؟ اس نے کہا غطفان نے، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں نے تین مرتبہ چیخ کر کہا: یا صباحاہ! میری یہ آواز مدینہ منورہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچی، پھر میں اپنی سیدھ میں چل پڑا اور میں نے غطفان کو مقام ذی قرد میں جالیا، درآں حالیکہ وہ لوگ

مَابَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ انْدَفَعْتُ عَلٰى وَجْهِيْ حَتّٰى اَدْرَكْتُهُمْ بِذِيْ قَرَدٍ وَقَدْ اَخَذُوْا يَسْقُوْنَ مِنَ الْمَآءِ فَجَعَلْتُ اَرْمِيْهِمْ بِنَبْلِيْ وَكُنْتُ رَامِيًا وَاَقُوْلُ ؎

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَارْتَجِزُ حَتّٰى اسْتَنْقَذْتُ اللِّقَاحَ مِنْهُمْ وَاسْتَلَبْتُ مِنْهُمْ ثَلَاثِيْنَ بُرْدَةً قَالَ وَجَآءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ حَمَيْتُ الْقَوْمَ الْمَآءَ وَهُمْ عِطَاشٌ فَابْعَثْ اِلَيْهِمُ السَّاعَةَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْاَكْوَعِ مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ قَالَ ثُمَّ رَجَعْنَا وَيُرْدِفُنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهٖ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ۔

پانی پلا رہے تھے، میں نے ان کو اپنے تیروں سے مارنا شروع کیا اور میں تیر مارتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا:

میں اکوع کا بیٹا ہوں!
اور آج کمینوں کی ہلاکت کا دن ہے۔

میں یہ رجز پڑھتا رہا حتیٰ کہ میں نے ان سے اونٹنیاں چھڑا لیں اور ان کی تیس چادریں بھی لے لیں، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ہمراہ تشریف لے آئے، میں نے کہا یا رسول اللہ میں نے ان کو پانی سے روک رکھا ہے حالانکہ وہ پیاسے ہیں، آپ اسی وقت کسی کو ان کے پاس بھیج دیجئے، آپ نے فرمایا: اے ابن اکوع تم اپنی چیزیں تو لے چکے ہو، اب رہنے دو، اس کے بعد ہم واپس لوٹے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی اونٹنی پر سوار کر لیا حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

۴۵۶۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَهٰذَا حَدِيْثُهٗ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِيْ اِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ قَدِمْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً وَعَلَيْهَا خَمْسُوْنَ شَاةً لَا تُرْوِيْهَا قَالَ فَقَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَبَا الرَّكِيَّةِ فَاِمَّا دَعَا وَاِمَّا بَصَقَ فِيْهَا قَالَ فَجَاشَتْ فَسَقَيْنَا وَ

ایاس بن سلمہ کہتے ہیں کہ میرے والد بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ گئے، ہم اس وقت چودہ سو افراد تھے، اور اس جگہ پانی کی اتنی کمی تھی کہ وہاں پچاس بکریاں بھی سیراب نہیں ہو سکتی تھیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر یا تو آپ نے کوئی دعا کی اور یا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا، سو کنوئیں کا پانی جوش میں آ گیا ہم نے خود بھی پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت کی جڑ میں بیٹھ کر ہم کو بیعت کے لیے بلایا، لوگوں میں سے سب سے پہلے میں نے آپ سے بیعت کی، پھر اور لوگوں نے بیعت کرنا شروع کر دی، حتیٰ کہ جب آدھے لوگوں نے بیعت کر لی تو آپ نے فرمایا: اے سلمہ بیعت کرو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں تو سب سے پہلے بیعت کر

اسْتَقَيْنَا قَالَ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانَا لِلْبَيْعَةِ فِي أَصْلِ الشَّجَرَةِ قَالَ فَبَايَعْتُهُ أَوَّلَ النَّاسِ ثُمَّ بَايَعَ وَبَايَعَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي وَسْطٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ بَايِعْ يَا سَلَمَةُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُولَ اللهِ فِي أَوَّلِ النَّاسِ قَالَ وَأَيْضًا قَالَ وَرَآنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزِلًا يَعْنِي لَيْسَ مَعَهُ سِلَاحٌ قَالَ فَأَعْطَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَفَةً أَوْ دَرَقَةً ثُمَّ بَايَعَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي آخِرِ النَّاسِ قَالَ أَلَا تُبَايِعُنِي يَا سَلَمَةُ قَالَ قُلْتُ قَدْ بَايَعْتُكَ يَا رَسُولَ اللهِ فِي أَوَّلِ النَّاسِ وَفِي أَوْسَطِ النَّاسِ قَالَ وَأَيْضًا قَالَ فَبَايَعْتُهُ الثَّالِثَةَ ثُمَّ قَالَ لِي يَا سَلَمَةُ أَيْنَ حَجَفَتُكَ أَوْ دَرَقَتُكَ الَّتِي أَعْطَيْتُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَقِيَنِي عَمِّي عَامِرٌ عَزِلًا فَأَعْطَيْتُهُ إِيَّاهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ إِنَّكَ كَالَّذِي قَالَ الْأَوَّلُ اللَّهُمَّ أَبْغِنِي حَبِيبًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي ثُمَّ إِنَّ الْمُشْرِكِينَ رَاسَلُونَا الصُّلْحَ حَتَّى مَشَى بَعْضُنَا فِي بَعْضٍ وَاصْطَلَحْنَا قَالَ وَكُنْتُ تَبِيعًا لِطَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ أَسْقِي فَرَسَهُ وَأَحُسُّهُ وَأَخْدِمُهُ وَآكُلُ مِنْ طَعَامِهِ وَتَرَكْتُ أَهْلِي وَمَالِي مُهَاجِرًا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَمَّا اصْطَلَحْنَا نَحْنُ وَأَهْلُ مَكَّةَ وَاخْتَلَطَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ أَتَيْتُ شَجَرَةً فَكَسَحْتُ شَوْكَهَا فَاضْطَجَعْتُ فِي أَصْلِهَا قَالَ فَأَتَانِي أَرْبَعَةٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَجَعَلُوا يَقَعُونَ فِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

چکا ہوں، آپ نے فرمایا دوبارہ کرو، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میرے پاس ہتھیار نہیں ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ڈھال عطا کی، اس کے بعد آپ نے پھر بیعت لینی شروع کی، حتیٰ کہ جب آپ سب سے بیعت لے چکے تو آپ نے مجھ سے پھر فرمایا: اے سلم تم مجھ سے بیعت نہیں کرو گے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں تو پہلی بار سب سے پہلے اور دوبارہ درمیان میں آپ سے بیعت کر چکا ہوں! آپ نے فرمایا پھر سہ بارہ، سو میں نے آپ سے پھر تیسری بار بیعت کی، پھر آپ نے مجھ سے فرمایا تمہاری وہ ڈھال کہاں ہے جو میں نے تم کو دی تھی؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے چچا عامر کے پاس ہتھیار نہیں تھے، میں نے وہ ڈھال ان کو دے دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا: تم بھی اس پہلے شخص کی طرح ہو جس نے کہا تھا اے اللہ مجھے ایسا دوست عطا فرما جو مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہو، پھر مشرکین نے ہماری طرف صلح کا پیغام بھیجا یہاں تک کہ ہر جانب سے ایک شخص دوسری جانب جانے لگا، اور ہم نے صلح کر لی، حضرت ابن اکوع نے کہا میں حضرت طلحہ بن عبیداللہ کی خدمت میں تھا، ان کے گھوڑے کو پانی پلاتا اور کھریرا کرتا، ان کی خدمت کرتا اور ان کے ساتھ کھانا کھاتا، کیوں کہ میں نے اہل وعیال اور مال کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، جب ہماری اہل مکہ سے صلح ہو گئی اور ہم ایک دوسرے سے ملنے لگے، تو میں ایک درخت کے پاس گیا اور اس کے نیچے سے کانٹے صاف کر کے اس کی جڑ میں لیٹ گیا، اتنے میں مشرکین مکہ میں سے چار شخص آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ کہنے لگے، مجھے ان پر غصہ آیا اور میں دوسرے

وَسَلَّمَ فَأَبْغَضْتُهُمْ فَتَحَوَّلْتُ إِلَى شَجَرَةٍ أُخْرَى وَعَلَّقُوا سِلَاحَهُمْ وَاضْطَجَعُوا فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ نَادَى مُنَادٍ مِنْ أَسْفَلِ الْوَادِي يَا لَلْمُهَاجِرِينَ قُتِلَ ابْنُ زُنَيْمٍ قَالَ فَاخْتَرَطْتُ سَيْفِي ثُمَّ شَدَدْتُ عَلَى أُولٰئِكَ الْأَرْبَعَةِ وَهُمْ رُقُودٌ فَأَخَذْتُ سِلَاحَهُمْ فَجَعَلْتُهُ ضِغْثًا فِي يَدِي قَالَ ثُمَّ قُلْتُ وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ لَا يَرْفَعُ أَحَدٌ مِنْكُمْ رَأْسَهُ إِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِي فِيهِ عَيْنَاهُ قَالَ ثُمَّ جِئْتُ بِهِمْ أَسُوقُهُمْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَجَاءَ عَمِّي عَامِرٌ بِرَجُلٍ مِنَ الْعَبَلَاتِ يُقَالُ لَهُ مِكْرَزٌ يَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَرَسٍ مُجَفَّفٍ فِي سَبْعِينَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعُوهُمْ يَكُنْ لَهُمْ بَدْءُ الْفُجُورِ وَثِنَاؤُهُ فَعَفَا عَنْهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ الْآيَةَ كُلَّهَا قَالَ ثُمَّ خَرَجْنَا رَاجِعِينَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَنِي لِحْيَانَ جَبَلٌ وَهُمُ الْمُشْرِكُونَ فَاسْتَغْفَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ رَقِيَ هٰذَا الْجَبَلَ اللَّيْلَةَ كَانَ طَلِيعَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ قَالَ سَلَمَةُ فَرَقِيتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ فَبَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِظَهْرِهِ مَعَ رَبَاحٍ

درخت کے نیچے جا کر لیٹ گیا، انھوں نے اپنے ہتھیار لٹکائے اور لیٹ گئے، اسی دوران وادی کے نشیب سے ایک آواز آئی: اے مہاجرو! ابن زنیم کو قتل کر دیا گیا، یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار نکالی اور ان سوئے چاروں آدمیوں پر حملہ کر دیا، ان کے ہتھیاروں پر میں نے قبضہ کر لیا اور ان کا ایک گٹھا بنا کر اپنے ہاتھ میں لے لیا، پھر میں نے کہا قسم اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے جس شخص نے بھی سر اٹھایا میں اس کے جسم کا وہ حصہ اڑا دوں گا، جس میں اس کی آنکھیں ہیں، پھر میں ان کو گھسیٹتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، ادھر میرے چچا حضرت عامر بھی قبیلہ عبلات کے ایک شخص کو ستر مشرکوں کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لائے، اس شخص کا نام مکرز تھا، حضرت عامر ایک جھول پوش گھوڑے پر سوار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ان کو چھوڑ دو، گناہ کی ابتداء اور تکرار ان کی طرف سے ہوئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "جس ذات نے ان کے ہاتھوں سے تم کو روکا اور تمہارے ہاتھوں سے ان کو، بچایا جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو مکہ میں ان پر غالب کر چکا تھا، پھر ہم مدینہ منورہ جانے کے لیے واپس لوٹے، ہم نے راستہ میں ایک منزل پر قیام کیا جہاں ہمارے اور بنو لحیان کے مشرکوں کے درمیان ایک پہاڑ حائل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے لیے دعائے مغفرت کی جو اس رات کو پہاڑ پر چڑھ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لیے پہرہ دے، حضرت سلمہ کہتے ہیں کہ میں اس رات کو اس پہاڑ پر دو یا تین بار چڑھا، جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رباح (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام) کے ساتھ اپنے

غُلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا مَعَهٗ وَخَرَجْتُ مَعَهٗ بِفَرَسِ طَلْحَةَ اَنْدِيْهِ مَعَ الظَّهْرِ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْفَزَارِيُّ قَدْ اَغَارَ عَلٰى ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاقَهٗ اَجْمَعَ وَقَتَلَ رَاعِيَهٗ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَبَاحُ خُذْ هٰذَا الْفَرَسَ فَاَبْلِغْهُ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَ اَخْبِرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ قَدْ اَغَارُوْا عَلٰى سَرْحِهٖ قَالَ ثُمَّ قُمْتُ عَلٰى اَكَمَةٍ فَاسْتَقْبَلْتُ الْمَدِيْنَةَ فَنَادَيْتُ ثَلَاثًا يَا صَبَاحَاهْ ثُمَّ خَرَجْتُ فِيْ اٰثَارِ الْقَوْمِ اَرْمِيْهِمْ بِالنَّبْلِ وَاَرْتَجِزُ اَقُوْلُ ؎

اَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

فَالْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَاَصُكُّ سَهْمًا فِيْ رَحْلِهٖ حَتّٰى خَلَصَ نَصْلُ السَّهْمِ اِلٰى كَتِفِهٖ قَالَ قُلْتُ خُذْهَا ؎

وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ
وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ

قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ اَرْمِيْهِمْ وَاَعْقِرُ بِهِمْ فَاِذَا رَجَعَ اِلَيَّ فَارِسٌ اَتَيْتُ شَجَرَةً فَجَلَسْتُ فِيْ اَصْلِهَا ثُمَّ رَمَيْتُهٗ فَعَقَرْتُ بِهٖ حَتّٰى اِذَا تَضَايَقَ الْجَبَلُ فَدَخَلُوْا فِيْ تَضَايُقِهٖ عَلَوْتُ الْجَبَلَ فَجَعَلْتُ اُرَدِّيْهِمْ بِالْحِجَارَةِ قَالَ فَمَا زِلْتُ كَذٰلِكَ اَتْبَعُهُمْ حَتّٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ بَعِيْرٍ مِّنْ ظَهْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا خَلَّفْتُهٗ وَرَاءَ ظَهْرِيْ وَخَلَّوْا بَيْنِيْ وَ

اونٹ روانہ کیے، میں بھی حضرت طلحہ کے گھوڑے پر ان اونٹوں کے ساتھ گیا، جب صبح ہوئی تو عبدالرحمن فزاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کو لوٹ لیا اور سب کو ہانکا کرلے گیا، اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے رباح یہ گھوڑا لو اور اس کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے پاس پہنچا دو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دو کہ مشرکین نے آپ کی اونٹنیوں کو لوٹ لیا ہے پھر میں نے ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف رُخ کیا اور تین بار بلند آواز سے چلایا یا صباحاہ پھر میں ان لٹیروں کے پیچھے تیر مارتا ہوا اور رجز کرتا ہوا بڑھا میں کہہ رہا تھا: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے، میں ان کے ہر شخص سے مقابلہ کرتا اور اس کو تیر مارتا حتیٰ کہ وہ تیر اس کے کندھے کو پار کر کے نکل جاتا، اور میں کہتا کہ اب اس وار کو سنبھالو، میں اکوع کا بیٹا ہوں، اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے، بخدا میں ان کو مسلسل تیر مارتا اور زخمی کرتا رہا، جب ان میں سے کوئی گھوڑے سوار میری طرف آتا تو میں درخت کے نیچے جا کر اس کی جڑ میں بیٹھ جاتا، پھر میں اس کو تیر مار کر زخمی کر دیتا، حتیٰ کہ جس جگہ پہاڑ تنگ ہو گیا تھا وہ اس جگہ سے ایک تنگ راستہ میں داخل ہو گئے، میں پہاڑ پر چڑھا اور ان کو پتھر مارنے شروع کیے، میں اسی طرح ان کا پیچھا کرتا رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سواریوں میں سے جس اونٹ کو بھی پیدا کیا تھا، میں نے اس کو پیچھے چھوڑ دیا، وہ میرے اور اونٹوں کے درمیان سے ہٹ گئے، میں تیر مارتا ہوا ان کے پیچھے لگا رہا، حتیٰ کہ انھوں نے وزن کم کرنے کے لیے تیس سے زیادہ چادریں اور تیس نیزے پھینک دیئے وہ جو چیز بھی پھینکتے تھے میں اس کے اوپر پتھر سے نشان رکھ دیتا تھا، تاکہ اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پہچان لیں، وہ چلتے

بَيْنَهُ ثُمَّ اتَّبَعْتُهُمْ أَرْمِيهِمْ حَتَّى
أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ بُرْدَةً وَثَلَاثِينَ
رُمْحًا يَسْتَخِفُّونَ وَلَا يَطْرَحُونَ شَيْئًا
إِلَّا جَعَلْتُ عَلَيْهِ أَرَامًا مِنَ الْحِجَارَةِ
يَعْرِفُهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَصْحَابُهُ حَتَّى أَتَوْا مُتَضَايِقًا مِنْ ثَنِيَّةٍ
فَإِذَا هُمْ قَدْ أَتَاهُمْ فُلَانُ بْنُ بَدْرٍ
الْفَزَارِيُّ فَجَلَسُوا يَتَضَحَّوْنَ يَعْنِي يَتَغَدَّوْنَ وَ
جَلَسْتُ عَلَى رَأْسِ قَرْنٍ قَالَ الْفَزَارِيُّ
مَا هَذَا الَّذِي أَرَى قَالُوا لَقِينَا مِنْ هَذَا
الْبَرْحَ وَاللهِ مَا فَارَقَنَا مُنْذُ غَلَسٍ يَرْمِينَا
حَتَّى انْتَزَعَ كُلَّ شَيْءٍ فِي أَيْدِينَا قَالَ
فَلْيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ أَرْبَعَةٌ قَالَ
فَصَعِدَ إِلَيَّ مِنْهُمْ أَرْبَعَةٌ فِي الْجَبَلِ قَالَ
فَلَمَّا أَمْكَنُونِي مِنَ الْكَلَامِ قَالَ قُلْتُ
هَلْ تَعْرِفُونِي قَالُوا لَا وَمَنْ أَنْتَ قَالَ
قُلْتُ أَنَا سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ وَالَّذِي كَرَّمَ
وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
أَطْلُبُ رَجُلًا مِنْكُمْ إِلَّا أَدْرَكْتُهُ وَلَا
يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِي قَالَ
أَحَدُهُمْ أَنَا أَظُنُّ قَالَ فَرَجَعُوا فَمَا بَرِحْتُ
مَكَانِي حَتَّى رَأَيْتُ فَوَارِسَ رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَلَّلُونَ الشَّجَرَ
قَالَ فَإِذَا أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ عَلَى
إِثْرِهِ أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ وَعَلَى
إِثْرِهِ الْمِقْدَادُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْكِنْدِيُّ قَالَ
فَأَخَذْتُ بِعِنَانِ الْأَخْرَمِ قَالَ فَوَلَّوْا
مُدْبِرِينَ قُلْتُ يَا أَخْرَمُ احْذَرْهُمْ لَا
يَقْتَطِعُوكَ حَتَّى يَلْحَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

چلتے ایک تنگ وادی پر پہنچے وہاں فلاں بن بدر فزاری بھی پہنچ گیا، وہ سب لوگ دوپہر کا کھانا کھانے بیٹھے ادھر میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، فزاری کہنے لگا یہ ہم کو کون دیکھ رہا ہے، وہ کہنے لگے اس شخص سے ہم نے بہت تکلیف اٹھائی ہے، خدا کی قسم! یہ منہ اندھیرے سے ہم کو تیر مار رہا ہے حتیٰ کہ ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ اس نے چھین لیا، فزاری نے کہا تم میں سے چار شخص اس کی طرف جائیں، پھر ان میں سے چار میری طرف آنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنے لگے، جب وہ اس قدر قریب آگئے کہ میری بات سن سکیں تو میں نے کہا کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ انھوں نے کہا نہیں تم کون ہو؟ میں نے کہا میں سلمہ بن اکوع ہوں، قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے، میں تم میں سے جس شخص کو بھی چاہوں گا۔ اپنے تیر کا نشانہ بنالوں گا، اور تم میں سے کوئی شخص مجھے نشانہ نہیں بنا سکتا، ان میں سے ایک شخص نے کہا میرا یہی گمان ہے! حضرت ابن اکوع نے کہا پھر وہ لوگ واپس لوٹ گئے، میں ابھی جگہ سے نہیں ہٹا تھا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار نظر آئے، وہ درختوں میں گھس گئے تھے، سب سے آگے حضرت اخرم اسدی تھے، ان کے پیچھے حضرت ابو قتادہ انصاری تھے اور ان کے پیچھے حضرت مقداد بن اسود کندی تھے، میں نے حضرت اخرم کے گھوڑے کی باگ تھام لی، حضرت ابن اکوع نے کہا وہ لٹیرے پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے، میں نے کہا اے اخرم ان سے محتاط رہنا یہ تم کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب تم سے آملیں، انھوں نے کہا اے سلمہ! اگر تم اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو اور یہ یقین رکھتے ہو کہ جنت حق ہے اور جہنم حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان مت حائل ہو، حضرت ابن اکوع

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ قَالَ يَا سَلَمَةُ اِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتَعْلَمُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ فَلَا تَحُلْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ الشَّهَادَةِ قَالَ فَخَلَّيْتُهُ فَالْتَقٰى هُوَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَعَقَرَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَرَسُهُ وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ وَتَحَوَّلَ عَلٰى فَرَسِهِ وَلَحِقَ اَبُوْ قَتَادَةَ فَارِسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَطَعَنَهُ فَقَتَلَهُ فَوَالَّذِيْ كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَبِعْتُهُمْ اَعْدُوْ عَلٰى رِجْلَيَّ حَتّٰى مَا اَرٰى وَرَائِيْ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا غُبَارِهِمْ شَيْئًا حَتّٰى يَعْدِلُوْا قِبَلَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلٰى شِعْبٍ فِيْهِ مَآءٌ يُقَالُ لَهُ ذُوْ قَرَدٍ لِيَشْرَبُوْا مِنْهُ وَهُمْ عِطَاشٌ قَالَ فَنَظَرُوْا اِلَيَّ اَعْدُوْ وَرَآءَهُمْ فَخَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ يَعْنِيْ اَجْلَيْتُهُمْ عَنْهُ فَمَا ذَاقُوْا مِنْهُ قَطْرَةً قَالَ وَيَخْرُجُوْنَ فَيَشْتَدُّوْنَ فِيْ ثَنِيَّةٍ قَالَ فَاَعْدُوْا فَاَلْحَقُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَاَصُكُّهُ بِسَهْمٍ فِيْ نُغْضِ كَتِفِهِ قَالَ قُلْتُ خُذْهَا وَاَنَا ابْنُ الْاَكْوَعِ وَالْيَوْمُ يَوْمُ الرُّضَّعِ قَالَ يَا ثَكِلَتْهُ اُمُّهُ اَكْوَعُهُ بُكْرَةً قَالَ قُلْتُ نَعَمْ يَا عَدُوَّ نَفْسِهِ اَكْوَعُكَ بُكْرَةً قَالَ وَاَرْدَدْتُ فَرَسَيْنِ عَلٰى ثَنِيَّةٍ قَالَ فَجِئْتُ بِهِمَا اَسُوْقُهُمَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَحِقَنِيْ عَامِرٌ بِسَطِيْحَةٍ فِيْهَا مَذْقَةٌ مِنْ لَبَنٍ وَسَطِيْحَةٍ فِيْهَا مَآءٌ فَتَوَضَّاْتُ وَشَرِبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ

نے کہا پھر میں نے ان کا راستہ چھوڑ دیا، پھر ان کا اور عبدالرحمٰن فزاری کا مقابلہ ہوا، حضرت اکوع نے عبدالرحمٰن کے گھوڑے کو زخمی کر دیا، عبدالرحمٰن فزاری نے حضرت اکوع پر نیزے سے وار کیا، اور ان کو شہید کر دیا، اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسوار حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے آ کر عبدالرحمٰن فزاری پر نیزہ مارا اور اس کو قتل کر دیا، پس قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے، میں ان کا پیچھا کرتا رہا اور پیدل ان کے پیچھے دوڑتا رہا حتیٰ کہ مجھے پیچھے کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بھی کسی نے مجھے نہیں دیکھا اور نہ ہی ان کا گرد و غبار نظر آیا، حتیٰ کہ غروب آفتاب سے کچھ پہلے وہ لٹیرے پانی کی ایک گھاٹی پر پہنچے اس گھاٹی کا نام ذوقرد تھا، وہ لوگ سخت پیاسے تھے اور پانی پینے کے لیے پہنچے تھے، پھر انھوں نے مجھے دیکھا کہ میں دوڑا ہوا چلا آ رہا ہوں، بالآخر میں نے ان کو پانی سے دور بھگا دیا اور وہ ایک قطرہ پانی بھی نہ پی سکے، اب وہ ایک گھاٹی کی جانب دوڑ پڑے، میں بھی ان کے پیچھے دوڑا اور ان میں سے ایک شخص کے کندھے پر تیر مارا جو کندھے کے پار نکل گیا، میں نے کہا لو اس کو سنبھالو میں ابن الاکوع ہوں اور آج کمینوں کی تباہی کا دن ہے، اس نے کہا اس پر اس کی ماں روئے کیا یہ وہی اکوع ہے جو صبح سے ہی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے، میں نے کہا ہاں اے اپنی جان کے دشمن یہ تمہارا وہی اکوع ہے جو صبح سے تمہارے پیچھے ہے، حضرت ابن اکوع نے کہا انھوں نے دو گھوڑے گھاٹی پر چھوڑ دیے، میں ان دونوں گھوڑوں کو ہنکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، وہاں مجھ سے حضرت عامر ملے، ان کے پاس ایک چھاگل میں دودھ تھا اور ایک مشکیزے میں پانی

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَآءِ الَّذِيْ حَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَخَذَ تِلْكَ الْاِبِلَ وَكُلَّ شَيْءٍ اسْتَنْقَذْتُهُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَكُلَّ رُمْحٍ وَبُرْدَةٍ وَاِذَا بِلَالٌ نَحَرَ نَاقَةً مِّنَ الْاِبِلِ الَّتِيْ اسْتَنْقَذْتُ مِنَ الْقَوْمِ وَاِذَا هُوَ يَشْوِيْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَبِدِهَا وَسَنَامِهَا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَلِّنِيْ فَاَنْتَخِبَ مِنَ الْقَوْمِ مِائَةَ رَجُلٍ فَاَتَّبِعُ الْقَوْمَ فَلَا يَبْقٰى مِنْهُمْ مُخْبِرٌ اِلَّا قَتَلْتُهُ قَالَ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ فِيْ ضَوْءِ النَّارِ فَقَالَ يَا سَلَمَةُ اَتُرَاكَ كُنْتَ فَاعِلًا قُلْتُ نَعَمْ وَالَّذِيْ اَكْرَمَكَ فَقَالَ اِنَّهُمُ الْاٰنَ لَيُقْرَوْنَ فِيْ اَرْضِ غَطَفَانَ قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ غَطَفَانَ فَقَالَ نَحَرَ لَهُمْ فُلَانٌ جَزُوْرًا فَلَمَّا كَشَفُوْا جِلْدَهَا رَاَوْا غُبَارًا فَقَالُوْا اَتَاكُمُ الْقَوْمُ فَخَرَجُوْا هَارِبِيْنَ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ خَيْرَ فُرْسَانِنَا الْيَوْمَ اَبُوْ قَتَادَةَ وَخَيْرُ رَجَّالَتِنَا سَلَمَةُ قَالَ ثُمَّ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَهْمَيْنِ سَهْمَ الْفَارِسِ وَسَهْمَ الرَّاجِلِ فَجَمَعَهُمَا اِلَيَّ جَمِيْعًا ثُمَّ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَآءَهُ عَلَى الْعَضْبَآءِ رَاجِعِيْنَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيْرُ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا يُسْبَقُ شَدًّا قَالَ فَجَعَلَ يَقُوْلُ اَلَا مُسَابِقٌ اِلَى الْمَدِيْنَةِ هَلْ مِنْ مُسَابِقٍ فَجَعَلَ يُعِيْدُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا سَمِعْتُ

تھا، میں نے وضو کیا اور وہ دودھ پیا، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اسی پانی کے پاس تھے جہاں سے میں نے لٹیروں کو بھگایا تھا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اونٹوں پر قبضہ کر لیا تھا، اور ان تمام چیزوں پر قبضہ کر لیا تھا جو میں نے مشرکین سے چھینی تھیں، اور تمام نیزے اور چادریں لے لی تھیں، جو اونٹ میں نے چھینے تھے ان میں سے ایک اونٹنی کو حضرت بلال نے ذبح کیا، وہ اس کی کلیجی اور کوہان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھون رہے تھے، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں لشکر میں سے سو آدمی چن کر ان لٹیروں کا پیچھا کروں اور میں ان میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا کہ وہ اپنی قوم میں جا کر مخبری کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں، پھر آپ نے فرمایا اے سلمہ! کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ایسا کر سکتے ہو؟ میں نے کہا جی! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو عزت دی ہے! آپ نے فرمایا ابھی تک وہ ارض غطفان میں ہوں گے! حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ اتنے میں غطفان سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا فلاں شخص نے ان کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا جب انھوں نے اس کی کھال اتاری تو ان کو گرد و غبار نظر آیا تو وہ کہنے لگے وہ حملہ آور لوگ آ گئے اور پھر وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے، بہرحال جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا سب سے بہترین گھوڑے سوار ابو قتادہ ہے اور بہترین پیادہ سلمہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو حصے عطا فرمائے، ایک حصہ گھوڑے سوار کا اور ایک پیادے کا، میں نے ان دونوں حصوں کو اکٹھا کر لیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی سواری عضباء پر اپنے پیچھے

كَلَامَهُ قُلْتُ أَمَا تُكْرِمُ كَرِيمًا وَلَا تُهَابُ شَرِيفًا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي وَأُمِّي ذُرْنِي فَلْأُسَابِقِ الرَّجُلَ قَالَ إِنْ شِئْتَ قَالَ قُلْتُ أَذْهَبُ إِلَيْكَ وَتَنَيَّتُ رِجْلَيَّ فَطَفَرْتُ فَعَدَوْتُ قَالَ فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ أَسْتَبْقِي نَفَسِي ثُمَّ عَدَوْتُ فِي إِثْرِهِ فَرَبَطْتُ عَلَيْهِ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ ثُمَّ إِنِّي رَفَعْتُ حَتَّى الْحَقَهُ قَالَ فَأَصُكُّهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ قُلْتُ قَدْ سُبِقْتَ وَاللهِ قَالَ أَنَا أَظُنُّ قَالَ فَسَبَقْتُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ فَوَاللهِ مَا لَبِثْنَا إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتَّى خَرَجْنَا إِلَى خَيْبَرَ فَمَرَرْتُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ عَمِّي عَامِرٌ يَرْتَجِزُ بِالْقَوْمِ ؎

تَاللهِ لَوْلَا اللهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
وَنَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا
فَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَذَا قَالَ أَنَا عَامِرٌ قَالَ غَفَرَ لَكَ رَبُّكَ قَالَ وَمَا اسْتَغْفَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ يَخُصُّهُ إِلَّا اسْتُشْهِدَ قَالَ فَنَادَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ عَلَى جَمَلٍ لَهُ يَا نَبِيَّ اللهِ لَوْلَا مَا مَتَّعْتَنَا بِعَامِرٍ قَالَ فَلَمَّا قَدِمْنَا خَيْبَرَ قَالَ خَرَجَ مَلِكُهُمْ مَرْحَبٌ يَخْطِرُ بِسَيْفِهِ وَيَقُولُ ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ

بٹھا دیا در آں حالیکہ ہم مدینہ کی طرف واپس جا رہے تھے انصار میں سے ایک ایسا شخص تھا جس کا دوڑنے میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اس نے کہا کوئی ایسا شخص ہے جو میرے ساتھ مدینہ تک دوڑ کر چلے، وہ بار بار چیلنج کرتا رہا، جب میں نے اس کی بات سنی تو میں نے کہا تم کو کسی بزرگ کی بزرگی کا خیال نہیں ہے اور تم کسی معزز آدمی کا لحاظ نہیں کرتے! اس نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا خیال نہیں کرتا، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں مجھے اس شخص سے دوڑنے میں مقابلہ کرنے دیجئے! آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو تو جاؤ، میں نے انصاری سے کہا میں تمہاری طرف آتا ہوں میں نے پیر ٹیڑھا کر کے (رکاب سے نکالا) اور سواری سے کود پڑا اور پھر میں نے دوڑنا شروع کر دیا، جب ایک یا دو چڑھائیاں باقی رہ گئیں تو میں دم لینے کے لیے رکا اور پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑا، پھر جب ایک یا دو چڑھائیاں رہ گئیں پھر میں بلند ہو کر اس سے جا ملا پھر میں نے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک گھونسا مارا اور کہا خدا کی قسم اب تم (مجھ سے) پیچھے رہ جاؤ گے، اس نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے پھر میں اس سے پہلے مدینہ پہنچ گیا، حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم! ابھی ہم مدینہ میں تین راتیں ہی ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر روانہ ہو گئے، اور میرے چچا حضرت عامر رضی اللہ عنہ قوم میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے خدا کی قسم اگر اللہ کی مدد نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ صدقہ ادا کرتے نہ نماز پڑھتے۔

ہم تیرے فضل سے مستغنی نہیں ہیں دشمن سے مقابلہ کے وقت تو ہم کو ثابت قدم رکھنا۔ اور ہم پر سکون نازل فرما۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا میں عامر ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تمہاری مغفرت

شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ
قَالَ وَبَرَزَ لَهُ عَمِّي عَامِرٌ فَقَالَ ؎
قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ
قَالَ فَاخْتَلَفَا ضَرْبَتَيْنِ فَوَقَعَ سَيْفُ
مَرْحَبٍ فِي تُرْسِ عَامِرٍ وَذَهَبَ عَامِرٌ يَسْفُلُ
لَهُ فَرَجَعَ سَيْفُهُ عَلَى نَفْسِهِ فَقَطَعَ أَكْحَلَهُ
فَكَانَتْ فِيهَا نَفْسُهُ قَالَ سَلَمَةُ فَخَرَجْتُ
فَإِذَا نَفَرٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُونَ بَطَلَ عَمَلُ عَامِرٍ قَتَلَ نَفْسَهُ
قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنَا أَبْكِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَطَلَ عَمَلُ
عَامِرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَالَ ذَلِكَ قَالَ قُلْتُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِكَ
قَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَ ذَلِكَ بَلْ لَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ
ثُمَّ أَرْسَلَنِي إِلَى عَلِيٍّ وَهُوَ أَرْمَدُ فَقَالَ
لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ
أَوْ يُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَأَتَيْتُ عَلِيًّا
فَجِئْتُ بِهِ أَقُودُهُ وَهُوَ أَرْمَدُ حَتَّى أَتَيْتُ
بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ وَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ
وَخَرَجَ مَرْحَبٌ فَقَالَ ؎
قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ
فَقَالَ عَلِيٌّ ؎
أَنَا الَّذِي سَمَّتْنِي أُمِّي حَيْدَرَهْ
كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيهِ الْمَنْظَرَهْ

فرمایا: حضرت ابن اکوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لیے بھی استغفار کرتے تھے وہ شہید ہو جاتا تھا، حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اور آں حالیکہ وہ اونٹ پر سوار تھے: اے اللہ کے نبی آپ نے ہمیں عامر سے فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا، جب ہم خیبر پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا نکلا:

خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔
ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور آزمودہ ہوں
جب لڑائی کی آگ بھڑکنے لگتی ہے۔

یہ سن کر میرے چچا عامر یہ رجز پڑھتے ہوئے اس کے مقابلہ کے لیے نکلے:

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور لڑائیوں میں گھسنے والا ہوں۔

حضرت ابن اکوع بیان کرتے ہیں کہ دونوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں، اچانک مرحب کی تلوار حضرت عامر کی ڈھال پر پڑی، حضرت عامر اس کو تلوار مارنے کے لیے نیچے جھکے مگر تلوار لوٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے ان کے بازو کی ایک رگ کٹ گئی اور وہ شہید ہو گئے، حضرت سلمہ کہتے ہیں میں باہر نکلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب یہ کہہ رہے تھے کہ عامر کا عمل اکارت گیا کیونکہ انھوں نے خود کو قتل کر لیا، حضرت ابن اکوع کہتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتا ہوا گیا اور کہا یا رسول اللہ کیا عامر کے اعمال رائیگاں ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون کہتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں، آپ نے فرمایا جس شخص نے یہ کہا ہے غلط کہا ہے، اس کو تو دوگنا اجر ملے گا! پھر آپ نے مجھے حضرت علی کی طرف بھیجا درآں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، آپ نے فرمایا میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا، یا فرمایا اس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتا ہوگا، پھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو لے کر آیا درآں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں،

أُوفِيهِمْ بِالصَّاعِ كَيْلَ السَّنْدَرَهْ

میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا وہ ٹھیک ہو گئیں اور آپ نے ان کو جھنڈا دیا مرحب مقابلہ کے لیے یہ کہتا ہوا نکلا:

خیبر خوب جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں،
ہتھیاروں سے لیس، بہادر اور آزمودہ ہوں
جب جنگ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

حضرت علی نے فرمایا:

میں وہ ہوں جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے۔ جو جنگلوں کے شیر کی طرح رعب اور دبدبہ والا ہے میں لوگوں کے ایک صاع کے بدلہ میں اس سے بڑا پیمانہ دیتا ہوں۔

پھر حضرت علی نے مرحب کے سر پر ایک ضرب لگائی اور اس کو ہلاک کر دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ ایک اور سند سے یہ روایت اس سے بھی زیادہ طوالت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

قَالَ فَضَرَبَ رَأْسَ مَرْحَبٍ فَقَتَلَهُ ثُمَّ كَانَ الْفَتْحُ عَلَى يَدَيْهِ قَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ بِطُولِهِ.

۴۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الزَّنْدِيُّ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ بِهَذَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حضرت علی کو حیدر کہنے کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے رجز میں فرمایا میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ حیدر کا معنی ہے شیر، جب حضرت علی پیدا ہوئے تو ابتداءً آپ کی والدہ نے آپ کا نام حیدر رکھا اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو شیر قتل کرے گا اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنا نام شیر ذکر کیا تاکہ مرحب خوف زدہ ہو، ایک قول یہ ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام ابتداءً اسد رکھا تھا کیونکہ آپ کے جد کا نام اسد بن ہشام بن عبد مناف تھا، اس وقت ابو طالب کہیں گئے ہوئے تھے جب وہ آئے تو انھوں نے آپ کا نام علی رکھا، حیدر کا معنی غلظ اور قوت ہے اور شیر بھی سخت قوی درندہ ہے اس لیے اس کو حیدر کہتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی قوت کے اعتبار سے اپنے آپ کو حیدر سے تعبیر فرمایا تھا۔

مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا یا حضرت محمد بن مسلمہ نے؟

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا، اور ایک قول یہ ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا، علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الدرر فی مختصر السیر میں لکھا ہے کہ محمد بن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ نے قتل کیا تھا۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ اس کو حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، علامہ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ اکثر محدثین اور سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ مرحب کو حضرت علی نے قتل کیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار معجزات کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار معجزات کا بیان ہے: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے کنوئیں میں لعاب دہن ڈالا تو اس کا پانی زیادہ ہوگیا۔ (۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا تو ان کی آنکھیں ٹھیک ہوگئیں، (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی فرمائی کہ آپ جس کو جھنڈا دیں گے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر خیبر فتح کرے گا (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی کہ کیسرے غطفان میں قیام کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ [1]

دیگر فوائد حدیث

اس حدیث کے دیگر فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) دشمن کے ساتھ صلح کرنے کا جواز جیسا کہ صلح حدیبیہ میں ہوا۔

(۲) لشکر سے پہلے مقدمۃ الجیش کو بھیجنا۔

(۳) حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابوقتادہ اور حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہم کے مناقب۔

(۴) جو شخص کوئی اچھا کام کرے اس کے سامنے اس کی تعریف کرنا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ اور حضرت سلمہ بن اکوع کے سامنے ان کی تعریف کی، اگر سامنے تعریف کرنے میں کوئی مصلحت ہو تو یہ مستحب ہے اور اگر اس میں کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر مکروہ ہے اور اگر کسی ناجائز فائدہ کے حصول کے لیے کسی کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو پھر حرام ہے۔

(۵) دشمن کے گھوڑوں کی کونچیں کاٹنے اور ان کو قتل کرنے کا جواز، اور جنگ میں رجز پڑھنے کا جواز۔

(۶) مال غنیمت سے کچھ کھانے کا جواز اور مال غنیمت سے عطیات دینے کا استحباب۔

(۷) اگر سواری متحمل ہو تو اس پر دوسرے شخص کو بٹھانے کا جواز، اور امام کی اجازت کے بغیر دشمن کو للکارنے کا جواز جس طرح حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے مرحب کو للکارا تھا۔

(۸) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت سے محبت اور حرص، اور اپنے آپ کو گھمسان کی جنگ میں داخل کرنا۔

(۹) جو شخص کفار کے خلاف لڑتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے خواہ کفار کی ضرب سے مرے یا اپنے ہتھیار کی ضرب لگنے سے مر جائے۔

(۱۰) امام کا لشکر کے سپاہیوں کی تحقیق کرنا اور جس کے پاس ہتھیار نہ ہو ان کو ہتھیار فراہم کرنا۔

(۱۱) اس حدیث میں دوڑ کے مقابلہ کا بھی ثبوت ہے، جبکہ اس میں کوئی شرط نہ لگائی جائے۔

(۱۲) اس حدیث میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ہے کہ صبح منہ اندھیرے سے دوڑتے دوڑتے رات ہو گئی، گھوڑے تھک گئے، اونٹ تھک گئے، لوگ سامان اور اسباب چھوڑ گئے، کتنے مر گئے پر حضرت سلمہ نہ تھکے، دن بھر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کچھ کھایا نہ پیا، بھوکے پیاسے دشمنوں کا تعاقب کرتے رہے، اس کے باوجود یہ ہمت تھی کہ اگلے روز صبح کو ایک تازہ دم انصاری کے ساتھ دوڑنے میں مقابلہ کیا اور بالآخر مقابلہ میں اس کو پیچھے چھوڑ دیا ذٰلك فضل الله یؤتیه من یشاء۔

بَابُ ۶۱ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمُ الْاٰیَةَ

اللہ تعالےٰ کا قول وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمُ الخ

۴۵۶۵ - حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ ثَمَانِیْنَ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَبَلِ التَّنْعِیْمِ مُتَسَلِّحِیْنَ یُرِیْدُوْنَ غِرَّةَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ فَاَخَذَهُمْ سِلْمًا فَاسْتَحْیَاهُمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے اسی آدمی جبل تنعیم سے مسلح ہو کر اترے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو دھوکہ دے کر غفلت میں حملہ کرنا چاہتے تھے، آپ نے ان کو پکڑ کر قید کر لیا اور بعد میں چھوڑ دیا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: جس ذات نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا اور مکہ میں ان پر تمہاری فتح کے بعد تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک لیا۔

بَابُ ۶۲ غَزْوَةِ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں کے ساتھ جہاد کرنا

۴۵۶۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ اتَّخَذَتْ یَوْمَ حُنَیْنٍ خِنْجَرًا فَكَانَ مَعَهَا فَرَاٰهَا اَبُوْ طَلْحَةَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ اُمُّ سُلَیْمٍ مَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذَا الْخِنْجَرُ قَالَتِ اتَّخَذْتُهُ اِنْ دَنَا مِنِّیْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ بَقَرْتُ بِهٖ بَطْنَهٗ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَضْحَكُ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْتُلْ مَنْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جنگ حنین کے دن ایک خنجر لیا جو ان کے پاس تھا، حضرت ابوطلحہ نے وہ خنجر دیکھ لیا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ ام سلیم ہیں اور ان کے پاس ایک خنجر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یہ خنجر کیسا ہے؟ حضرت ام سلیم نے عرض کیا میں نے یہ خنجر اس لیے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، حضرت ام سلیم نے کہا ہمارے بعد جو طلقاء ہیں جو آپ سے شکست کھا چکے ہیں ان کو قتل کر دیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام سلیم اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اس نے اچھا

بَعْدَنَا مِنَ الطُّلَقَآءِ اَنْهَزِمُوْا بِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَفٰى وَاَحْسَنَ۔

کیا ہے۔

(ف) فتح مکہ کے دن جو اہل مکہ مسلمان ہوئے ان کو طلقاء کہا جاتا ہے، حضرت ام سلیم نے ان کے قتل کا اس لیے مشورہ دیا تھا کہ ان کے خیال میں وہ لوگ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

۴۵۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَخْبَرَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِيْ قِصَّةِ اُمِّ سُلَيْمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيْثِ ثَابِتٍ۔

ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ام سلیم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قصہ روایت کیا ہے۔

۴۵۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِاُمِّ سُلَيْمٍ وَنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ مَعَهٗ اِذَا غَزَا فَيَسْقِيْنَ الْمَآءَ وَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد کرتے تھے تو آپ کے ساتھ حضرت ام سلیم اور انصار کی کچھ عورتیں بھی ہوتی تھیں، وہ پانی پلاتیں اور زخمیوں کو دوا دیتیں۔

۴۵۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ اَبُوْ مَعْمَرٍ الْمِنْقَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اِنْهَزَمَ نَاسٌ مِّنَ النَّاسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَوِّبٌ عَلَيْهِ بِحَجَفَةٍ قَالَ وَكَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ رَجُلًا رَامِيًا شَدِيْدَ النَّزْعِ وَكَسَرَ يَوْمَئِذٍ قَوْسَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَمُرُّ مَعَهٗ الْجَعْبَةُ مِنَ النَّبْلِ فَيَقُوْلُ انْثُرْهَا لِاَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ وَيُشْرِفُ نَبِيُّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن کچھ لوگوں نے شکست کھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے اور ایک ڈھال سے آپ پر آڑ کی ہوئی تھی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے زبردست تیر انداز تھے، اسی دن انھوں نے دو یا تین کمانیں توڑ دیں، جب کوئی شخص تیروں کا ترکش لے کر نکلتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے یہ تیر ابوطلحہ کے لیے رکھ دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گردن اٹھا کر کافروں کی طرف دیکھتے تو حضرت ابوطلحہ کہتے: اے اللہ کے نبی! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ گردن نہ اٹھائیے کہیں آپ کو کفار کے تیروں میں سے کوئی تیر نہ لگ جائے، میرا سینہ آپ کے سینہ کے سامنے رہے (تاکہ تیر مجھے لگے) حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ بنت

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَوْمِ فَيَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ يَا نَبِيَّ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي لَا تُشْرِفْ لَا يُصِبْكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِي دُونَ نَحْرِكَ قَالَ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَأُمَّ سُلَيْمٍ وَإِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا تَنْقُلَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِهِمْ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَأَنِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ وَلَقَدْ وَقَعَ السَّيْفُ مِنْ يَدَيْ أَبِي طَلْحَةَ إِمَّا مَرَّتَيْنِ وَإِمَّا ثَلَاثًا مِنَ النُّعَاسِ۔

ابی بکر اور حضرت ام سلیم اپنے پائنچے اوپر کیے ہوئے تھیں اور میں نے ان کی پنڈلیوں کی پازیب کو دیکھا، وہ دونوں اپنی پشت پر مشک لاد کر لاتی تھیں، پھر لوگوں کے منہ میں اس سے پانی ڈالتیں پھر لوٹ کر جاتیں، پھر ان مشکیزوں کو بھر کر پھر آ کر مشکیزوں کے منہ سے لوگوں کو پانی پلاتیں۔ اس دن حضرت ابو طلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار اونگھ کی وجہ سے تلوار گر گئی۔

(ف) اس حدیث میں حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے غزوہ اُحد میں شریک ہونے اور ان کی پازیب دکھائی دینے کا ذکر ہے لیکن یہ خیال رہے کہ غزوہ اُحد تین ہجری میں واقع ہوا ہے اور حجاب کے احکام پانچ ہجری میں غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئے ہیں۔

جہاد میں عورتوں کی شرکت کا بیان

اس حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں بھی جہاد میں جاتی تھیں اور عورتیں پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتیں جہاد کے لیے جا سکتی ہیں اور ان سے پانی پلوانے اور دوا وغیرہ میں استفادہ کیا جا سکتا ہے، عورتوں کا یہ علاج کرنا ان کے شوہروں اور محرموں کے ساتھ خاص تھا اور اگر غیر محرم کے علاج میں اس کے جسم کو مس کرنا پڑے تو وہ بھی ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۶۹ میں ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے پائنچے اوپر کیے ہوئے تھیں، میں نے ان کی پنڈلیوں کی پازیب کو دیکھا، وہ دونوں اپنی پشت پر مشکیزے لاد کر لاتی تھیں۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صرف پازیب کو دیکھا تھا کیونکہ یہ جنگ اُحد کا واقعہ ہے اور حجاب کے احکام غزوہ احزاب کے بعد نازل ہوئے ہیں، اس وقت تک عورتوں کی طرف دیکھنا حرام نہیں کیا گیا تھا، نیز اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت انس نے ان کی طرف قصداً دیکھا تھا یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کی پازیب کی طرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نظر اچانک بلا قصد پڑ گئی تھی لیکن انہوں نے ان کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھا۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

اس قسم کی احادیث سے بعض متجدد علماء عورتوں کی آزادی اور تعلیم، معیشت، کاروبار اور زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مردوں کے ساتھ مساوات پر استدلال کرتے ہیں، اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی روشنی میں عورتوں کے ستر اور حجاب کے شرعی احکام بیان کر دیے جائیں، سو اب ہم ستر اور حجاب کے مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔ فنقول باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ستر اور حجاب کی تحقیق

عورت کے ستر اور حجاب کے احکام الگ الگ ہیں، ستر کا تعلق عورت کے جسم کے اس حصہ اور ان اعضاء سے ہے جن کو شوہر کے سوا ہر شخص سے چھپانا واجب ہے خواہ وہ شخص اس عورت کا محرم ہو یا غیر محرم، اور وہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ اس کا پورا جسم ہے اور پیروں میں اختلاف ہے، چہرے اور ہاتھوں کے سوا باقی جسم کو عورت نہ اپنے محارم (مثلاً باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ) پر ظاہر کر سکتی ہے اور نہ اجنبی مردوں پر، اور حجاب کا تعلق عورت کے پورے جسم سے ہے اور یہ اجنبی مردوں کے لحاظ سے ہے سو اجنبی مردوں کے لحاظ سے عورت کا پورا جسم واجب الستر (چھپانے کی چیز) ہے اور عورت باقی جسم کے علاوہ اپنا چہرہ اور ہاتھ بھی اجنبی مردوں پر ظاہر نہیں کر سکتی البتہ ضروریات مستثنیٰ ہیں جن کی تفصیل آئے گی، اسی طرح ستر کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک نماز کے اعتبار سے ستر ہے اور یہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ عورتوں کا پورا جسم ہے، سو اجنبی مردوں کے لحاظ سے عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے اور اس کو چھپانا واجب ہے، سورۂ نور کی آیات میں عورتوں کے ستر کا ذکر ہے اور سورۂ احزاب میں عورت کے حجاب کا بیان ہے۔

متقدمین فقہاء میں سے بعض فقہاء نے ستر اور حجاب میں فرق نہیں کیا اور عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو حجاب سے مستثنیٰ رکھا ہے، لیکن جمہور فقہاء اسلام نے ستر اور حجاب میں فرق کیا ہے اور اجنبی مردوں کے لحاظ سے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے چھپانے کو بھی واجب قرار دیا ہے اور یہی چیز قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہے، امام شافعی، امام احمد اور متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک اجنبی مردوں کا عورتوں کے چہرے کو دیکھنا مطلقاً ناجائز ہے، اور امام مالک اور متقدمین فقہاء احناف کے نزدیک اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو عورت کے چہرے کو دیکھنا حرام ہے اور اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے، لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے جیسا کہ انشاء اللہ عنقریب دلائل سے واضح ہو جائے گا۔

پہلے ہم قرآن اور حدیث سے عورت کے ستر اور حجاب کا محل اور اس کا حکم بیان کریں گے، پھر عورت سے سلام و کلام اور اس کی آواز کا حکم بیان کریں گے پھر عورت کے گھر سے باہر نکلنے اور عورت کی سربراہی کا حکم بیان کریں گے....

فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

عورت کے ستر کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن

اور مسلمان عورتیں اپنے بناؤ سنگھار (میک اپ) کو نہ دکھائیں بجز اس چیز کے جو خود ظاہر ہو اور اپنے سینوں کو اپنے دوپٹوں سے ڈھانک کر رکھیں، وہ اپنے بناؤ سنگھار کو صرف ان لوگوں پر ظاہر کر سکتی ہیں! عورتوں کے شوہر،

او بنی اخوانھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔

(نور: ۳۱)

ان کے باپ، ان کے شوہروں کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے شوہروں کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھائیوں کے بیٹے، ان کی بہنوں کے بیٹے، دیگر مسلمان عورتیں ان کی لونڈیاں اور ایسے غلام یعنی مرد خدمت گار، جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں، مسلمان عورتیں اپنے پیروں کو زمین پر مار نہ کر چلائیں جس سے ان کی پوشیدہ زینت کا لوگوں کو علم ہو جائے، اور اے مؤمنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ!۔

سورۂ نور مدنی ہے اس میں واقعہ افک سے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں، واقعہ افک غزوہ بنو مصطلق یا غزوہ مریسیع سے واپسی کے موقعہ پر پیش آیا تھا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں امام ابن اسحاق کے قول کے مطابق یہ غزوہ چھ ہجری میں پیش آیا تھا اور موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ غزوہ چار ہجری میں پیش آیا تھا۔[1]

ہمارے نزدیک چار ہجری کا قول صحیح ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ سورۂ نور چار ہجری میں نازل ہوئی اور اسی سال عورتوں کے ستر کا حکم نازل ہوا اس ستر کا تعلق محارم سے ہے اور یہ نماز اور حالت احرام کے اعتبار سے ستر کا حکم ہے۔

عورت کے ستر کے متعلق مفسرین احناف کا نظریہ

سورۂ نور کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عورتیں اپنی زینت کو کسی پر ظاہر نہ کریں، البتہ جو زینت ظاہر ہو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے، علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اس زینت سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں، کیونکہ سرمہ چہرہ کی زینت ہے اور مہندی اور انگوٹھی ہاتھوں کی زینت ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا (ضرورت کے وقت) مباح کر دیا ہے تو اس کا لامحالہ تقاضا یہ ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا بھی مباح ہو، چہرے اور ہاتھوں کے واجب الستر نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ عورت چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھتی ہے اور اگر یہ واجب الستر (عورت یا شرمگاہ) ہوتے تو ان کو چھپانا بھی فرض ہوتا، اور جب عورت کا چہرہ اور ہاتھ ستر نہیں ہیں تو اجنبی شخص کے لیے عورت کے ہاتھوں اور اس کے چہرہ کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے، اور شہوت سے دیکھنا جائز نہیں۔[2]

عورت کے ستر کے متعلق مفسرین شافعیہ کا نظریہ

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اجنبی مرد کے حق میں آزاد عورت کا تمام جسم عورت (واجب الستر) ہے اور چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا اس کے جسم

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۴۲۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۲-۳۱۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

کی طرف بلاضرورت دیکھنا جائز نہیں ہے[1]

عورت کے ستر کے متعلق مفسرین مالکیہ کا نظریہ

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو زینت ظاہرہ نہ کرنے کے حکم سے اس زینت کو مستثنیٰ کیا ہے جو از خود ظاہر ہو اور اس کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا زینت ظاہرہ سے مراد لباس ہے، ابن جبیر نے کہا اس سے مراد چہرہ ہے اور سعید بن جبیر، عطاء، اور اوزاعی نے کہا اس سے چہرہ، ہتھیلیاں اور لباس مراد ہے، حضرت ابن عباس، قتادہ اور حضرت مسور بن مخرمہ نے کہا زینت سے مراد سرمہ، کنگن، نصف کلائیوں تک ہاتھوں کا رنگ اور کانوں کی بالیاں اور بندے وغیرہ ہیں، سو عورت کے لیے آنے والے لوگوں کے سامنے اس زینت کو ظاہر کرنا جائز ہے، علامہ طبری نے نصف کلائیوں کو ظاہر کرنے کے متعلق یہ حدیث ذکر کی ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر اذا عرکت ان تظھر الا وجھھا ویدیھا الی ھٰھنا وقبض علی نصف الذراع۔

جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لائی ہو اس کے لیے بالغ ہونے کے بعد چہرے اور یہاں تک ہاتھوں کے سوا ظاہر کرنا جائز نہیں ہے پھر آپ نے آدھی کلائیوں تک ہاتھوں کو پکڑا۔

ابن عطیہ نے کہا میرے نزدیک اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ عورت کو اپنے تمام جسم کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے البتہ کام کاج کرتے وقت یا کسی اور مجبوری سے اس کا چہرہ اور ہاتھ اگر کھل جائیں تو وہ چھپانے کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ (علامہ قرطبی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ بہت اچھا قول ہے کیونکہ کام کاج کرتے وقت عادۃً اور نماز اور حج وغیرہ کو ادا کرتے وقت غالباً چہرہ اور ہاتھ کھل جاتے ہیں، اس لیے یہ استثناء انھیں کی طرف راجع ہے، امام ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء سے فرمایا: اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس سے اس کے سوا اور کسی عضو کا نظر آنا جائز نہیں ہے، اور آپ نے چہرہ اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا، (یہ حدیث ضعیف ہے۔ سعیدی) اور ہمارے فقہاء میں سے ابن خویز منداد نے یہ کہا ہے کہ جب کوئی عورت خوب صورت ہو اور اس کے چہرہ اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس پر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا بھی واجب ہے، اور بوڑھی یا بدصورت عورت کے لیے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کا ظاہر کرنا جائز ہے۔[2]

عورت کے ستر کے متعلق مفسرین حنبلیہ کا نظریہ

زینت ظاہرہ کی سات تفسیریں ہیں: (۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں (۲) حضرت ابن مسعود سے دوسری روایت ہے اس سے مراد چادر ہے (۳) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ سرمہ اور انگوٹھی ہے۔ (۴) حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ یہ کنگن، انگوٹھی اور سرمہ ہے (۵) مجاہد سے روایت ہے کہ یہ سرمہ، انگوٹھی اور مہندی کا رنگ ہے (۶) حسن بصری نے کہا یہ انگوٹھی اور کنگن ہے (۷) ضحاک نے کہا کہ یہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۲ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۲۲۹-۲۲۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

قاضی ابو یعلیٰ نے کہا کہ پہلا قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔ اور امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ زینت ظاہرہ کپڑے ہیں ورنہ عورت کی ہر چیز ستر ہے حتیٰ کہ اس کے ناخن بھی ستر ہیں۔ امام احمد کے اس قول سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بغیر عذر کے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے، ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً اس سے نکاح کا ارادہ ہو یا اس کو گواہ بنانا چاہتا ہو تو صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بغیر عذر کے اس کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھے یا جسم کے کسی اور حصہ کی طرف۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ پھر چہرہ کھولنے سے اس کی نماز کیوں باطل نہیں ہوتی تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ چہرہ چھپانے میں مشقت ہے اس لیے اس کو کھولنے کی رخصت دی گئی ہے۔ [1]

قرآن مجید کی اس آیت میں عورت کے ستر سے اس زینت کو مستثنیٰ کیا ہے جو از خود ظاہر ہو، اور صحیح یہ ہے کہ اس زینت سے مراد لباس ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف: ۳۱/۱۷) "ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو" اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو خود اپنی زینت کا اظہار اور نمائش نہیں کرنی چاہیے البتہ جو زینت از خود ظاہر ہو جائے وہ مستثنیٰ ہے جیسے چادر یا دوپٹہ کا ہوا سے اڑ جانا، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حسن بصری، ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے، اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے، اور جن بعض مفسرین نے یہاں زینت سے چہرہ اور ہاتھ مراد لیا ہے۔ ان کے قول کی تقدیر پر چہرہ اور ہاتھ عورت کے ستر سے مستثنیٰ ہیں، حجاب سے مستثنیٰ نہیں ہیں، اور یہ نماز اور احرام کے ستر کا بیان ہے نظر کے ستر کا بیان نہیں ہے۔ امام شافعی اور احمد نے عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنے کو مواضع ضرورت کے سوا مطلقاً حرام کہا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے شہوت سے دیکھنے کو حرام کہا ہے۔

عورت کے ستر کے متعلق احادیث

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لی المراة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطان هذا حدیث حسن صحیح غریب [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: عورت واجب الستر ہے، جب عورت (گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان اپنے ابرو پر ہاتھ رکھ کر اس کو دیکھتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں عورت کے واجب الستر ہونے کی روشن اور واضح دلیل ہے۔

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیها ثیاب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زادالمسیر ج ۶ ص ۳۲-۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

رقاق فاعرض عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال يا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح لها ان يرى منها الا هذا وهذا و اشار الى وجهه وكفيه قال ابوداؤد هذا مرسل۔[1]

کی خدمت میں حاضر ہوئیں، درآنحالیکہ انھوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کی صرف یہ چیز اور یہ چیز دکھائی دینی چاہیے، آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ امام ابوداؤد نے کہا یہ حدیث مرسل، یعنی منقطع ہے۔

جو فقہاء اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے دیکھنے کو جائز کہتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ خالد بن دُرَیک نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا اور اس کا حضرت عائشہ سے سماع نہیں ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، ثانیاً اس کی سند میں سعید بن بشیر ضعیف راوی ہے، علاوہ ازیں یہ حدیث احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کے واقعہ پر محمول ہے، نیز ہم یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نماز اور حالت احرام کے ستر کا بیان ہے، حجاب اور نظر کے ستر کا بیان نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اس کا ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال لا تقبل صلوة حائض الا بخمار۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بالغہ عورت کی نماز دوپٹہ کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

اس حدیث کو امام نسائی کے سوا تمام ائمہ ستہ نے روایت کیا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ام سلمة انها سالت النبى صلى الله عليه وسلم اتصلى المرأة فى درع وخمار ليس عليها ازار فقال اذا كان الدرع سابغا يغطى ظهور قدميها۔[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا عورت تہبند کے بغیر دوپٹہ اور قمیص میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس کے قدموں کی پشت کو چھپا لے!

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۱، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۹۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

هٰذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاہ۔ [1]

یہ حدیث امام بخاری کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

آزاد عورت کا چہرہ اور ہاتھوں کے سوا پورا جسم ستر ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: المرأۃ عورۃ مستورۃ۔ "عورت چھپائے جانے کی چیز ہے" اور ہاتھوں اور چہرے کا استثناء اس لیے ہے کہ کام کاج اور ادائے شہادت کے وقت اس کو انھیں ظاہر کرنا پڑتا ہے، علامہ المرغینانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عورت کے قدم بھی ستر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ عورت کے قدم ستر نہیں ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ [3]

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ عورت کے قدم کو ستر سے اس لیے مستثنیٰ کیا ہے کہ آنے جانے اور چلنے پھرنے میں قدموں کے اظہار کی ضرورت پڑتی ہے، تاہم احادیث اور آثار میں عورت کے ستر سے قدموں کا استثناء نہیں ہے بلکہ سنن ابوداؤد اور سنن بیہقی میں حضرت ابوسلمہ کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ عورت کے قدم بھی ستر ہیں۔

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے ستر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی طرف دیکھنا جائز ہے، کیونکہ دیکھنے کا جواز اس پر موقوف ہے کہ وہ چیز نہ ستر ہو نہ اس کے دیکھنے سے شہوت کا خدشہ ہو، اس وجہ سے جب شہوت کا خدشہ ہو تو عورت اور بے ریش لڑکے کے چہرے کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ [4]

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز میں چہرہ ظاہر کرنا عورت کے لیے جائز ہے اور چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کے کسی حصہ کو نماز میں ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ نماز میں عورت پر سر ڈھانپنا واجب ہے، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ عورت کے قدم ستر نہیں ہیں کیونکہ پیروں کو بھی چہرے کی طرح ظاہر کرنا پڑتا ہے۔

چہرے اور ہاتھوں کے ستر نہ ہونے پر دلائل قائم کرتے ہوئے علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا (نور: ۳۱) اور حضرت ابن عباس نے الا ما ظھر منھا۔ کی تفسیر میں فرمایا ہے اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہیں، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حالت احرام میں دستانے اور نقاب پہننے سے منع فرمایا ہے اگر عورت کا چہرہ اور اس کے ہاتھ ستر ہوتے اور ان کا چھپانا واجب ہوتا تو آپ ان کو چھپانے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[2] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۲۲۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

سے منع نہ فرماتے، نیز خرید و فروخت کے وقت چہرہ کھولنا پڑتا ہے اور لین دین کے وقت ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے ضرورت کا تقاضا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر نہ ہوں۔ (یہ تمام بحث نماز اور احرام کے ستر میں ہے ستر نظر اور حجاب میں نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں بعض فقہاء حنبلیہ نے کہا ہے کہ عورت کا پورا جسم ستر ہے کیونکہ امام ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ "المرأۃ عورۃ" "عورت واجب الستر ہے" امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، لیکن چہرے اور ہاتھوں کو کھولنے کی رخصت دی گئی ہے کیونکہ ان کو ظاہر کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کھولنے میں مشقت ہے، اور جو شخص کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے، کیونکہ چہرہ مجمع المحاسن ہے۔ (اس بحث کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورت کے وقت چہرہ کھولنا جائز ہے اس سے مطلقاً چہرے کا بے حجاب کرنا لازم نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: عورت کے پیروں کے ستر ہونے پر یہ دلیل ہے کہ امام ابو داؤد نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا عورت بغیر تہبند کے (صرف) دوپٹہ اور قمیص سے نماز پڑھ سکتی ہے، آپ نے فرمایا ہاں بشرطیکہ اس کی قمیص اس کے پیروں کی پشت کو ڈھانپ لے، اور امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر سے لٹکاتا ہو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرماتا۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا پھر عورتیں اپنے کپڑوں کے دامن کو کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اس کو ایک بالشت تک لٹکالیں، حضرت ام سلمہ نے کہا پھر تو ان کے پیر کھل جائیں گے، آپ نے فرمایا پھر وہ ایک ہاتھ تک کپڑا لٹکالیں اور اس سے زیادہ نہ کریں، امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کے قدموں کو چھپانا واجب ہے، کیونکہ احرام میں پیروں کا کھولنا ضروری نہیں ہے، لہٰذا پنڈلیوں کی طرح عورت کے قدموں کو بھی نماز میں چھپانا واجب ہے۔ [1]

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں: چہرے اور ہاتھوں کے سوا آزاد عورت کا تمام بدن واجب الستر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا حضرت ابن عباس نے فرمایا اس آیت میں چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانے کے حکم سے مستثنیٰ کیا ہے، نیز اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو حالت احرام میں نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے، اگر چہرہ اور ہاتھ واجب الستر ہوتے تو ان کا چھپانا ممنوع نہ ہوتا، اور عورت کو خرید و فروخت کے وقت چہرے کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور کوئی چیز لینے یا دینے کے وقت ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا عورت کا تمام بدن واجب الستر ہے، ہتھیلیاں ہاتھ کے پہنچوں تک ستر سے مستثنیٰ ہیں، خراسان کے بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت کا باطن قدم ستر نہیں ہے اور مزنی نے کہا ہے کہ عورت کا قدم واجب الستر نہیں ہے۔ لیکن مختار مذہب یہی ہے کہ عورت کا قدم واجب الستر ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۵۰ - ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۳ ص ۱۶۸ - ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

(یہ بحث بھی نماز اور احرام کے ستر میں ہے ستر نظر میں نہیں ہے۔)

عورت کے ستر کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا آزاد عورت کا پورا جسم ستر ہے حتیٰ کہ اس کے سر کے بال بھی ستر ہیں یہ ستر اجنبی مسلمان کے اعتبار سے ہے، اور اجنبی کافر کے اعتبار سے اس کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی ستر ہیں۔ اور لذت اور لطف اندوزی کے ساتھ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا حرام ہے اور لذت اور لطف اندوزی کے بغیر دیکھنا جائز ہے۔ [1]

یہاں تک ہم نے عورت کے ستر کے متعلق قرآن مجید کی آیت، احادیث، آثار اور مذاہب اربعہ کے مفسرین اور فقہاء کی تصریحات پیش کی ہیں۔ جن سب کا حاصل یہ ہے کہ آزاد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا اس کا پورا جسم واجب الستر ہے اور اس کا چھپانا فرض ہے۔ ضرورت کی بناء پر چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ضرورت کی بناء پر عورت کے چہرے کو بلا شہوت دیکھنا جائز ہے اور شہوت کے ساتھ عورت کے چہرے کو دیکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ اس جگہ شہوت سے مراد یہ ہے کہ دیکھنے والا عورت کے چہرے کو میلان نفس کے ساتھ دیکھے اور اس کو دیکھ کر لطف اور لذت حاصل کرے۔

ستر سے مراد عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور شخص پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور محرم اور غیر محرم ہر شخص سے جسم کے اس حصہ کو چھپانا فرض ہے اور یہ عورت کے چہرے اور پہنچوں تک ہاتھوں کے علاوہ اس کا پورا جسم ہے۔ قرآن مجید، احادیث، آثار اور جمہور مفسرین اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے ہم نے اس چیز کو صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا آزاد عورت کا تمام جسم واجب الستر ہے باقی رہا یہ کہ آزاد عورت اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا چھوڑ دے یا ان کو بھی مستور اور حجاب میں رکھے سو اس کی وضاحت ہم حجاب کی بحث میں کریں گے۔

عورت کے حجاب کی تحقیق

ستر سے مراد عورت کے جسم کا وہ حصہ ہے جس کو شوہر کے علاوہ کسی اور پر ظاہر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا جسم ہے، رہا چہرہ اور ہاتھ تو عورت ان کو اپنے محارم کے سامنے کھول سکتی ہے مثلاً باپ، دادا، چچا، ماموں، بیٹا، پوتا، بھتیجا اور بھانجا وغیرہ۔ اور جو اجنبی مرد غیر محرم ہیں ان کے سامنے اس کو چہرے اور ہاتھوں کو بھی حجاب میں رکھنا لازم ہے اور چونکہ عورت کا چہرہ فتنہ کا محل ہے اور اس کے چہرے کو دیکھنا متعدد مفاسد کا سبب اور پیش خیمہ ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ اپنے چہرے کو حجاب میں رکھے اور لوگوں کو دعوت ابتلاء نہ دے۔

امام موسیٰ بن عقبہ کی تصریح کے مطابق سورۂ نور ۶ ہجری میں نازل ہوئی جس میں عورت کے ستر کے احکام نازل ہوئے، مدینہ منورہ میں ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتیں اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے باہر آتی جاتی تھیں اور ستر کے احکام کے مطابق ہی باہر نکلتیں تھیں، ان کا چہرہ اور ہاتھ کھلے ہوتے تھے اور باقی جسم ڈھکا ہوا ہوتا تھا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار عرض کرتے تھے یا رسول اللہ! آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آپ

---

[1] ۔ علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اپنی ازواج کو حجاب (پردہ کرنے) کا حکم دیجئے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب میں ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں کے لیے حجاب کے احکام نازل فرما دیے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل اذا تبرزن المناصع وھی صعید افیح وکان عمر یقول للنبی صلی اللہ علیہ وسلم احجب نساءک فلم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل فخرجت سودۃ بنت زمعۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من اللیالی عشاء وکانت امرأۃ طویلۃ فناداھا عمر الا قد عرفناک یا سودۃ حرصا علی ان ینزل الحجاب فانزل اللہ الحجاب۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات قضاء حاجت کے لیے رات کو وسیع میدانوں میں جاتی تھیں (ادھر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نزول وحی کے انتظار میں) ایسا نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت سودا بنت زمعہ کسی رات کو عشاء کے وقت قضاء حاجت کے لیے گئیں، وہ دراز قد عورت تھیں، حضرت عمر نے انھیں آواز دی: سنیے اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے، حضرت عمر نے یہ اس لیے کہا تھا تاکہ عورتوں کے باہر نکلنے کے متعلق پردہ کے احکام نازل ہو جائیں سو اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل کر دیے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال عمر یا رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر فلو امرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ آیۃ الحجاب۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں کاش آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دے دیں، پس اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب نازل کر دی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

یہ تو ایک کھلی ہوئی بدیہی بات ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے مسلمان عورتیں جب کسی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلتی تھیں تو چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ ان کا سارا جسم مستور ہوتا تھا خصوصاً سورۂ نور میں احکام ستر نازل ہونے کے بعد تو اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اب سورہ احزاب میں احکام حجاب نازل ہونے کے بعد بھی اگر مسلمان عورتیں اسی طرح کھلے منہ پھرتی رہتیں یا ان کا اسی طرح کھلے منہ پھرنا جائز ہوتا تو احکام حجاب نازل ہونے کا کیا ثمرہ مرتب ہوا اور آیات حجاب کو نازل کرنے سے کیا مقصد حاصل ہوا؟ اس لیے لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آیات حجاب میں عورتوں کو اپنے منہ اور ہاتھوں کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور حجاب ستر سے زائد چیز ہے، ستر عورت کے جسم کے اس حصہ کو چھپانا ہے، جس کو شوہر کے سوا کسی اور شخص کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہاتھوں اور چہرے کے سوا عورت کا سارا جسم ہے، عورت اپنے محارم (باپ، بھائی وغیرہ) کے سامنے صرف چہرہ اور ہاتھ ظاہر کر سکتی ہے اور باقی جسم چھپائے گی اور حجاب کا تقاضا یہ ہے کہ عورت غیر محرم اجنبیوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائے گی، چونکہ پہلے مسلمان عورتیں اور ازواج مطہرات اجنبی مردوں کے سامنے چہرے کو نہیں چھپاتی تھیں اسی لیے حضرت عمر مضطرب رہتے تھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آیات حجاب نازل کر دیں تو ازواج مطہرات اور عام مسلمان عورتوں نے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کو حجاب میں مستور کر لیا۔

عورت کے حجاب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب ط ذٰلك اطھر لقلوبكم وقلوبھن (احزاب: ۵۳)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو، یہ تمہارے اور ان کے لیے بہت ہی پاکیزگی کا سبب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ط ذٰلك ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین ط وکان اللہ غفورا رحیما۔ (احزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل، پلّو یا گھونگٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں، یہ پردہ ان کی اس شناخت کے لیے بہت قریب ہے (کہ یہ پاکدامن آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

احکام حجاب نازل ہونے کی تاریخ

سورت احزاب مدنی ہے اس سورت میں غزوہ احزاب (غزوہ خندق) کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے کہ غزوہ احزاب ۴ھ میں ہوا، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ قول خلاف تحقیق ہے اور جمہور ارباب مغازی اور سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ غزوہ احزاب ۵ھ میں واقع ہوا۔ [1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں: امام ابن اسحاق نے کہا غزوہ احزاب ۵ھ میں ہوا، امام ابن سعد نے کہا غزوہ احزاب ۸ ذی القعدہ ۵ھ کو پیر کے دن ہوا۔ [1]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں: غزوہ خندق (غزوہ احزاب) صحیح قول کے مطابق شوال ۵ھ میں واقع ہوا کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غزوہ اُحد شوال ۳ھ میں ہوا تھا، مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیلنج کیا تھا کہ وہ اگلے سال یعنی ۴ھ میں آکر پھر حملہ کریں گے لیکن اگلے سال وہ قحط کا شکار ہو گئے، پھر ایک سال کے بعد ۵ھ میں مشرکین حملہ کے لیے آئے تمام اہل سیر اور مغازی کا اسی پر اتفاق ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے جمہور کی مخالفت کی ہے۔ [2]

ان ٹھوس حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ غزوہ احزاب ۵ھ میں واقع ہوا اور سورۂ احزاب میں چونکہ غزوہ احزاب کا ذکر ہے اس سے ظاہر ہوا کہ سورۂ احزاب ۵ھ میں نازل ہوئی اور اس سورت میں احکام حجاب نازل کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ احکام حجاب ۵ھ میں نازل کیے گئے تھے۔

جلباب کی تحقیق

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ازواج مطہرات، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں اور مسلمان عورتیں اپنی جلابیب (چادروں) کا کچھ حصہ اپنے (چہروں) پر ڈال لیں۔ جلابیب جلباب کی جمع ہے اس لیے دیکھنا چاہیے کہ جلباب کا معنی کیا ہے:

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری لکھتے ہیں:

والجلباب الملحفة [3] — جلباب ملحفہ ہے یعنی لحاف اور کمبل کی طرح وسیع و عریض چادر ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

هو ما تغطي به المرأة الثياب من فوق كالملحفة (الى قوله) قال ابوعبيد قال الازهري معنى قول ابن الاعرابي الا ازار لم يرد به ازار الحقو، ولكنه اراد ازارا يشتمل به فيجلل جميع الجسد۔ [4]

جلباب وہ چادر ہے جس کو عورت کمبل کی طرح اوپر سے اوڑھ لیتی ہے، ابو عبید نے کہا ہے کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاعرابی نے جو یہ کہا ہے کہ جلباب ازار (تہبند) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جلباب سے مراد وہ وسیع و عریض چادر ہے جس سے عورت تمام جسم کو ڈھانپ لیتی ہے۔

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۹۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۷، ص ۱۷۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۲ ص ۱۱۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ

[4] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، صحاح ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

چہرہ ڈھانپنے کی تحقیق

اس آیت میں یہ الفاظ ہیں یدنین علیھن من جلا بیبھن. اور یہ من تبعیضیہ ہے، یعنی عورتیں اپنی جلباب کا کچھ حصہ اپنے اوپر ڈال لیں مفسرین نے لکھا ہے کہ علیھن میں حذف مضاف ہے یعنی علی وجوھھن "چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر ڈال لیں" یعنی چادر کا ایک پلو یا آنچل یا گھونگھٹ اپنے چہروں پر اس طرح ڈال لیں کہ چہرہ ڈھک جائے اور یہی حجاب کا تقاضا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

حدثنی علی ثنا ابو صالح، قال حدثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس قولہ (یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلا بیبھن) امر اللہ نساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتھن فی حاجۃ ان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بالجلا بیب ویبدین عینا واحدۃ۔

امام ابن جریرؒ حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بنا پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔

علامہ ابن جریر نے اس تفسیر کو عبیدہ اور ابن سیرین سے بھی نقل کیا ہے۔ [1]

علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی نے اس تفسیر کو عبیدہ سے نقل کیا ہے۔ [2]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس تفسیر کو حضرت ابن عباس کے حوالہ سے ذکر کیا ہے [3]

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یغطین وجوھھن وابدانھن اذا برزن لحاجۃ ومن للتبعیض فان المرأۃ ترخی بعض جلبابھا وتتلفع ببعض۔ [4]

جب عورتیں کسی کام سے باہر نکلیں تو اپنے چہرے اور بدن کو ڈھانپ لیں، من تبعیض کے لیے ہے کیونکہ عورتیں چادر کے بعض حصے کو (چہرہ پر) لٹکا لیتی ہیں اور بعض کو بدن کے گرد لپیٹ لیتی ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

کشاف میں ہے کہ اس آیت کے دو محمل ہیں یا تو ایک چادر کو پورے بدن پر لپیٹنے کا حکم دیا ہے یا چادر کے ایک حصہ سے سر اور چہرے کو ڈھانپ لیں اور دوسرے حصہ سے باقی بدن ڈھانپ لیں۔ [5]

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس تفسیر کو نقل کیا ہے۔ [6]

---

[1] علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۲ ص ۴۶، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ھ

[2] علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۱۶، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[4] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۷، ص ۱۸۴، مطبوعہ دار صادر بیروت

[5] علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۷، ص ۱۸۵، مطبوعہ دار صادر بیروت

[6] علامہ شہاب الدین ابو الفضل محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۸۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:
آزاد عورتیں چادروں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ معلوم ہو جائے وہ آزاد عورتیں ہیں۔ [1]

علامہ ابو سعود حنفی لکھتے ہیں:

یغطین بها وجوههن وابدانهن اذا برزن لداعیته [2]	عورتیں جب کسی کام سے جائیں تو چادروں سے اپنے چہروں اور بدنوں کو چھپالیں۔

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:
ابو عبیدہ سلیمانی بیان کرتے ہیں کہ جب ان سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ تم چادر کو اپنی پیشانی پر رکھ کر چہرے کے اوپر لپیٹ لو، سدی نے کہا ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ لو (علامہ ابو الحیان کہتے ہیں) اندلس کے شہروں کا بھی یہی طریقہ ہے عورتیں ایک آنکھ کے سوا باقی چہرے کو ڈھانپ کر رکھتی ہیں، حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا چادر سے چہرے سے ڈھانپ لے اور دونوں آنکھوں کو کھلا رکھے۔ من جلابیبهن کا مطلب یہ ہے کہ چادر کے ایک پلو سے چہرہ کو ڈھانپ لیا جائے یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے کیونکہ جب آزاد عورتیں اپنے چہرے کو ڈھانپ لیں گی تو وہ بے پردہ پھرنے والی بے حیا باندیوں سے ممتاز ہو جائیں گی اور فساق اور فجار کی ایذا رسانی اور چھیڑ خوانی سے محفوظ رہیں گی۔ [3]

مشہور شیعہ مفسر شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

قال الحسن: الجلابیب الملاحف تدنیها المرأة علی وجهها [4]	حسن نے کہا کہ جلابیب سے مراد وہ چادریں ہیں جن کو عورتیں اپنے چہروں پر ڈال لیتی ہیں۔

جلباب کی تفسیر جو ہم نے معتمد مفسرین اسلام سے نقل کی ہے، ان میں علامہ ابن جریر طبری، علامہ ابو بکر رازی جصاص حنفی، علامہ ابن کثیر حنبلی، علامہ ابن جوزی حنبلی، قاضی بیضاوی شافعی، علامہ ابو سعود حنفی، علامہ خفاجی حنفی، علامہ آلوسی حنفی، علامہ ابو الحیان اندلسی اور شیعہ مفسر شیخ طوسی وغیرہ سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج، آپ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر گھر سے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کا پلو اپنے چہرے پر ڈال کر اپنے چہروں کو ڈھانپ لیں۔

ان تفاسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ سورۂ نور میں عورتوں کو جو چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم کے ستر کا حکم دیا گیا تھا اس آیت میں اس سے زائد حکم بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

---

[1] علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۶ ص ۴۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت
[2] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی سکلیبی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر ج ۷، ص ۴۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ
[3] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷، ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۳ھ
[4] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ التبیان فی تفسیر القرآن ج ۸ ص ۳۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ذالک ادنی ان یعرفن سے چہرہ ڈھانپنے پر استدلال

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین ۔
(احزاب : ۵۱)

یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذا نہ دی جائے۔

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

جب کوئی باندی راستہ سے گذرتی تھی تو فساق فجار اس کو ایذا پہنچاتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو باندیوں کی مشابہت سے منع فرما دیا، مجاہد نے یدنین علیہن من جلابیبہن کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آزاد عورتیں اپنے چہروں پر آنچل ڈال لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور فساق ان کو آواز سے کس کر یا چھیڑ خوانی کر کے اذیت نہ پہنچائیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین "یہ ان کو باندیوں سے) شناخت کے زیادہ قریب ہے تاکہ ان کو ایذاء نہ پہنچائی جائے۔ [1]

امام فخر الدین رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور باندیاں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور فساق فجار ان کے پیچھے دوڑتے تھے تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر سے چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ [2]

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:

کان داب الجاھلیۃ ان تخرج الحرۃ والامۃ مکشوفتی الوجہ فی درع وخمار وکان الزناۃ یتعرضون اذا خرجن باللیل لقضاء حوائجھن فی النخیل والغیطان للاماء وربما تعرضوا للحرۃ بعلۃ الامۃ یقولون حسبناھا امۃ فامرن ان یخالفن بزیھن عن زی الاماء یلبسن الاردیۃ والملاحف وستر الرؤس والوجوہ لیحتشمن ویھبن فلا یطمع فیھن ۔ [3]

زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹے میں چہرہ کھول کر نکلتی تھیں، اور جب وہ رات کے وقت قضاء حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ بھی ان کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورت پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔ تب آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ باندیوں سے مختلف وضع قطع اختیار کریں بایں طور کہ بڑی چادروں اور کمبلوں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تاکہ وہ باحیاء اور معزز رہیں اور کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔

---

[1] ۔ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۲۲ ص ۴۶، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۳ھ

[2] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷، ص ۲۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

مصنف یہ کہتا ہے کہ آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی اس پر کوئی بری نظر ڈالتا ہے نہ کوئی آوازہ کستا ہے، نہ اس کا پیچھا کرتا ہے اور جو عورت بے پردہ تنگ اور چست لباس پہن کر سُرخی پاؤڈر سے میک اَپ کر کے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر کے خوشبوؤں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے وہ تمام ہوسناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے، اوباش لوگ اس پر آوازے کستے ہیں اور چھیڑ خوانی کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عزت لٹ جاتی ہے۔ العیاذ باللہ! ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام عورت کو پردے کی بربریت نانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ ہے نہ کوئی حدود و قیود ہیں لڑکیاں نیم عریاں لباس میں برسر عام پھرتی ہیں اور راہ چلتے برسر عام مرد اور عورت بوس وکنار کرتے ہیں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں بغیر کسی پردے اور حجاب کے جیوانوں کی طرح مرد اور عورتیں ہم آغوش ہوتے ہیں اور جنسی عمل کرتے ہیں، ایک لڑکی کئی کئی برائے فرینڈز رکھتی ہے، دفتروں، کارخانوں، ہوٹلوں اور سیر گاہوں میں ہر جگہ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ایک ساتھ کام کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی بھرمار رہتی ہے اور اس جنسی بے راہ روی سے ان کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور وہ لوگ مالیخولیائی کیفیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں پھر وہ سکون اور نروان کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں۔ پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے تھے لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملا، اب وہ چرس، کوکین، ہیروئن، اور راکٹ کی پناہ لیتے ہیں وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لیے سُلا دے، بے حس کر دے اور دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دے۔ مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندیاں لگا رہی ہیں اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے، پابندیوں سے کام نہیں چلے گا لوگ سکون چاہتے ہیں ان کو سکون مہیا کیجئے راکٹ اور مافیا کا سکون ناپائیدار اور عارضی ہے، صحت کے لیے تباہ کن ہے، حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے:

الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔

(انعام: ۸۲)

جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ انھوں نے گناہ نہ کیے (یعنی اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے بغاوت نہیں کی) انھی کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی انسان کے ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے، اس لیے اگر ہم دنیا کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جنسی بے راہ روی اور بد چلنی کو ختم کرنا ہوگا اور اس کی پہلی بنیاد پردہ اور حجاب ہے! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یؤذین

(احزاب: ۵۹)

یہ پردہ ان کی شناخت کے بہت قریب ہے (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں) سو ان کو ایذا نہ دی جائے۔

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں: سدی نے اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ مدینہ کے فساق فجار رات کے اندھیرے میں مدینہ کے گلی کوچوں میں پھیل جاتے اور عورتوں کے پیچھے لگ جاتے، اہل مدینہ کے مکانات تنگ تھے، رات کو عورتیں

قضاء حاجت کے لیے باہر نکلتیں، تو فساق ان کو ڈھونڈنے نکلتے جب وہ کسی عورت کے اوپر چادر دیکھتے تو کہتے کہ یہ آزاد عورت ہے اور اس سے احتراز کرتے اور جب کسی عورت کو بے پردہ دیکھتے تو کہتے کہ یہ باندی ہے اور اس کو پکڑ لیتے۔ [1]

علامہ ابن جوزی حنبلی نے بھی سدی سے اسی تفسیر کو نقل کیا ہے۔ [2]

علامہ محمد امین بن مختار جکنی شنقطی لکھتے ہیں:

صحابہ کرام اور مابعد کے تمام مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اہل مدینہ کی خواتین رات کو قضاء حاجت کے لیے گھروں سے باہر نکلتی تھیں اور مدینہ میں بعض فساق تھے جو باندیوں کے پیچھے پڑ جاتے تھے اور آزاد عورتوں سے تعرض نہیں کرتے تھے، اور بعض آزاد عورتیں ایسی وضع میں نکلتی تھیں جس سے وہ باندیوں سے متاز نہیں ہوتی تھیں، سو وہ فساق ان کو بھی باندیاں سمجھ کر ان کے پیچھے پڑ جاتے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی ازواج، اپنی صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ اپنی وضع قطع میں باندیوں سے متاز رہیں بایں طور کہ چادروں سے اپنا چہرہ چھپائے رکھیں، اور جب وہ ایسا کریں گی تو فساق کو پتا چل جائے گا کہ یہ آزاد عورتیں ہیں اور ان کو ستایا نہیں جائے گا، اہل علم نے اس کی یہی تفسیر کی ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فساق کا باندیوں کو چھیڑنا اور ان سے فحش حرکات کرنا جائز ہے بلکہ یہ حرام ہے اور ان فحش کاموں کے درپے وہی لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں میں بیماری ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں داخل ہیں والذین فی قلوبھم مرض "وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے" [3]

مذاہب اربعہ کے بعض متقدمین فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت کے چہرہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بلا شہوت دیکھنا جائز ہے اسی طرح انھوں نے کہا کہ عورت پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب نہیں ہے اس کے برخلاف بعض دوسرے فقہاء اور مفسرین نے یہ کہا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے۔ اور یہی قول قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے کیونکہ چہرہ کے علاوہ باقی جسم کو چھپانا تو عورت پر پہلے بھی فرض تھا جیسا کہ سورۂ نور میں ستر کے احکام نازل ہونے سے ظاہر ہو گیا ہے اور اس کے بعد سورہ احزاب میں جو حجاب کی آیات نازل ہوئیں ان میں ستر سے ایک زائد حکم بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ غیر محرم اور اجنبی مردوں کے سامنے عورتیں اپنے چہروں کو بھی ڈھانپ کر رکھیں۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی، مجتہد فی المسائل ہیں، وہ لکھتے ہیں:

قال ابوبکر فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان المرأۃ الشابۃ مامورۃ بستر وجھھا عن الاجنبیین واظھار الستر والعفاف عند الخروج

ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، اور گھر سے باہر نکلتے وقت پردہ کرنے اور

---

[1] حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۵۱۷، مطبوعہ دار الاندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۶ ص ۴۲۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[3] علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقطی، اضواء البیان ج ۶ ص ۵۸۸-۵۸۷، مطبوعہ عالم الکتب لاہور

لئلا یطمع اھل الریب فیھن۔[1]

پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں بُری خواہش پیدا نہ ہو۔

چونکہ بوڑھی عورتوں کے حجاب کے متعلق قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے اس لیے علامہ ابوبکر رازی نے حجاب کی اس آیت کو جوان عورتوں پر محمول کیا ہے اور اس عبارت میں یہ تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جوان عورتوں کو چہرہ ڈھانپنے کا امر کیا ہے اور امر کا تقاضا وجوب ہے اس لیے جو عورتیں بوڑھی نہ ہوں ان پر اپنے چہرہ کو چھپانا واجب ہے۔

بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف سے عمومی حجاب پر استدلال

جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کے حجاب میں تخفیف کی ہے وہ یہ ہے:

والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ ط وان یستعففن خیر لھن واللہ سمیع علیم۔

(نور: ۶۰)

وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے درآں حالیکہ وہ اپنی زینت دکھاتی نہ پھریں اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب نہ اتاریں) تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو جن کپڑوں کے اتارنے کی اجازت دی ہے اس سے مراد وہ چادریں ہیں جن سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت سے یہ تو ہرگز مراد نہیں ہے کہ بوڑھی عورت قمیص اور شلوار اتار کر بالکل برہنہ ہو جائے کیونکہ یہ کھلی بے حیائی ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ بوڑھی عورت سینہ سے دوپٹہ اتار کر اپنے سینہ کا ابھار لوگوں کو دکھاتی پھرے کیونکہ غیر متبرجات بزینۃ میں اس سے منع کر دیا ہے تو پھر متعین ہو گیا کہ اس آیت میں بوڑھی عورتوں کو چہرہ سے صرف نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے یا اس چادر کو اتارنے کی اجازت دی ہے جس سے آیت جلباب میں چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ ان کے لیے بھی افضل اور مستحب یہی ہے کہ وہ اس چادر کو نہ اتاریں اور چہرہ ڈھانپ کر رکھیں۔ اور اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو عورتیں سن ایاس کو پہنچی ہوں ان پر چہرہ چھپانا لازم اور واجب ہے۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص الحنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال ابن مسعود ومجاھد والقواعد اللاتی لا یرجون نکاحا اللاتی لا یردنہ وثیابھن جلابیبھن وقال ابراھیم وابن جبیر الرداء وقال الحسن الجلباب والمنطق وعن جابر بن زید یضعن الخمار والرداء — قال ابوبکر لا خلاف فی

حضرت ابن مسعود اور مجاہد نے بیان کیا کہ یہاں وہ بوڑھی عورتیں مراد ہیں جو نکاح کا ارادہ نہ رکھتی ہوں اور جن کپڑوں کو اتارنے کی اجازت دی اس سے مراد جلابیب (وہ چادریں جن کے پلّو سے چہرہ ڈھانپتے ہیں) ہیں جس نے کہا جلابیب اور پلّے مراد ہیں ابراہیم اور ابن جبیر نے کہا چادر مراد ہے جابر بن زید سے چادر اور دوپٹے کی روایت

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۲۷۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

ان شعر العجوز عورۃ لایجوز للاجنبی النظر الیہ کشعر الشابۃ و انہا ان صلت مکشوفۃ الراس کانت کالشابۃ فی فساد صلاتہا فغیر جائز ان یکون المراد وضع الخمار بحضرۃ الاجنبی۔ فان قیل انما اباح اللہ تعالیٰ بھذہ الآیۃ ان تضع خمارھا فی الخلوۃ بحیث لا یراھا احد، قیل لہ فاذ الامعنی لتخصیص القواعد بذلک اذ کان للشابۃ ان تفعل ذلک فی الخلوۃ وفی ذلک دلیل علی انہ انما اباح للعجوز وضع رداءھا بین یدی الرجال بعد ان تکون مغطاۃ الرأس و اباح لھا بذلک کشف وجھھا و یدھا لانہا لا تشتھی۔[1]

ہے، علامہ ابوبکر اس روایت کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بوڑھی عورت کے بال بالاتفاق ستر ہیں جس طرح جوان عورت کے بال ستر ہیں، اس لیے اجنبی شخص کا بوڑھی عورت کے بالوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے، اور اگر بوڑھی عورت نے ننگے سر نماز پڑھی تو جوان کی طرح اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اس لیے اس آیت سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ بوڑھی عورت اجنبی مردوں کے سامنے اپنا دوپٹہ اتار دے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورت کو تنہائی میں دوپٹہ اتارنے کی اجازت دی ہے، جبکہ اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ پھر بوڑھی عورتوں کی تخصیص کی کیا ضرورت ہے کیونکہ جوان عورت بھی تنہائی میں اپنا دوپٹہ اتار سکتی ہے، اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ جب بوڑھی عورت کا سر ڈھکا ہوا ہو تو وہ لوگوں کے سامنے اپنی جلباب اتار سکتی ہے اور اس کے لیے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے کیونکہ اس پر شہوت نہیں آتی۔

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

والصحیح انہا کالشابۃ فی التستر الا ان الکبیرۃ تضع الجلباب الذی یکون فوق الدرع والخمار قالہ ابن مسعود و ابن جبیر و غیرھما۔[2]

صحیح یہ ہے کہ وہ بوڑھی عورت بھی ستر میں جوان عورت کی طرح ہے مگر بوڑھی عورت اس جلباب کو اتار سکتی ہے جو قمیص اور دوپٹہ کے اوپر اوڑھا ہوا ہوتا ہے حضرت ابن مسعود اور ابن جبیر وغیرہ کا یہی قول ہے۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

و شبھۃ انہ تعالیٰ لم یأذن فی ان یضعن ثیابھن اجمع لما فیہ من کشف کل عورۃ فلذلک قال المفسرون المراد بالثیاب ھھنا الجلباب و البرد والقناع

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو تمام کپڑے اتارنے کی اجازت نہیں دی کیونکہ اس سے ہر ستر کا کھولنا لازم آئے گا اس لیے مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں کپڑے سے مراد وہ جلباب چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جن

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۳۰۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

الذی فوق الخمار۔[1]

کر دوپٹہ کے اوپر اوڑھا جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

ویعنی بالثیاب الجلباب والرداء والقناع الذی فوق الخمار، ھذا المراد بالثیاب لاجمیع الثیاب (الی قولہ) قال القاضی ابو یعلی، فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی انہ یجوز للعجوز کشف وجھھا ویدیھا بین یدی الرجال، واما شعرھا، فیحرم النظر الیہ کشعر الشابۃ۔[2]

اس آیت میں کپڑوں سے مراد وہ جلباب، چادریں اور اوڑھنیاں ہیں جو دوپٹہ کے اوپر ہوتی ہیں، تمام کپڑے اتارنا مراد نہیں ہیں، قاضی ابو یعلیٰ نے کہا بوڑھی عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کھولنا جائز ہے اور اس کے بالوں کو دیکھنا جوان عورت کے بالوں کو دیکھنے کی طرح ناجائز ہے۔

مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ بوڑھی عورت جس کو نکاح کی امید نہ ہو اور جو سن یاس کو پہنچ چکی ہو صرف اس کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے وہ جلباب اتار سکتی ہے جس کے آنچل سے چہرے کو ڈھانپا جاتا ہے اور اپنے چہرے اور ہاتھوں کو ظاہر کر سکتی ہے پھر بھی اس کے لیے افضل اور مستحب یہی ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رکھے۔

اب اگر بوڑھی عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا جائز ہو تو بتلائیے اس آیت میں بوڑھی عورتوں کی تخصیص کا کیا فائدہ ہوا؟ اور جب بوڑھی عورتوں کے لیے بھی اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ چھپانا مستحب ہے تو جوان عورتوں کے چہرہ چھپانے کے واجب ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے!

علامہ محمد امین جکنی شنقطی لکھتے ہیں:

فقولہ جل وعلا فی ھذہ الآیۃ الکریمۃ: (وان یستعففن خیر لھن) دلیل واضح علی ان المرأۃ التی فیھا جمال ولھا طمع فی النکاح لا یرخص لھا فی وضع شیء من ثیابھا ولا الاخلال بشیء من التستر بحضرۃ الاجانب۔[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر وہ اس سے بچیں تو ان کے لیے بہتر ہے" اس میں یہ واضح دلیل ہے کہ جو عورت حسین ہو اور جس عورت سے نکاح کی امید کی جا سکتی ہو اس کو اپنے کسی کپڑے کے اتارنے کی اجازت نہیں ہے اور اجنبی مردوں کے سامنے اس کو ذرا سا بھی حجاب کھولنے کی اجازت نہیں ہے (الا یہ کوئی شرعی عذر ہو۔ سعیدی)

ازواج مطہرات کے حجاب کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب۔ (احزاب، ۵۳)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۶ ص ۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[3] علامہ محمد امین بن مختار جکنی شنقطی، اضواء البیان ج ۶ ص ۵۹۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

قرآن مجید کی اس نص صریح میں ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ بغیر حجاب کے ازواج مطہرات سے کوئی سوال نہ کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پانچ ہجری کے بعد ازواج مطہرات کبھی لوگوں کے سامنے نہیں آئیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ازواج مطہرات سے جو سوال کرتے وہ پردے کی اوٹ سے کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای وکما نھیتکم عن الدخول علیھن کذلک لاتنظروا الیھن بالکلیۃ۔ ولو کان لاحدکم حاجۃ یریدنا ولھا منھن، فلا ینظر الیھن ولا یسئلھن حاجۃ الا من وراء حجاب۔ [1]

یعنی جس طرح میں نے تمہیں نبی کی ازواج کے گھر جانے سے منع کر دیا ہے، اسی طرح ان کی طرف دیکھنے سے بھی مطلقاً منع کر دیا ہے۔ سو اگر کسی کو ازواج مطہرات سے کوئی کام ہو تو حجاب کی اوٹ سے ان سے سوال کرے۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

فبعد اٰیۃ الحجاب لم یکن لاحد ان ینظر الی امرأۃ من نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتقبۃ کانت او غیر منتقبۃ۔ [2]

آیت حجاب نازل ہونے کے بعد کسی شخص کے لیے ازواج مطہرات کی طرف دیکھنا جائز نہیں رہا، خواہ وہ نقاب پہنے ہوں یا بے نقاب ہوں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی [3] اور علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔ [4]

علامہ ابو عبداللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

فی ھذہ الاٰیۃ دلیل علی ان اللہ تعالیٰ اذن فی مسئلتھن من وراء حجاب او مسئلۃ لیستفتین فیھا۔ [5]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے پردہ کی اوٹ سے سوال کرنے کی اجازت دی ہے خواہ کسی چیز کا سوال کیا جائے یا کسی دینی مسئلہ کا سوال کیا جائے۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

قد تضمن حظر رؤیۃ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [6]

حجاب کے حکم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو دیکھنے کی ممانعت شامل ہے۔

قرآن مجید کی اس نص صریح اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تفاسیر سے یہ واضح ہو گیا کہ آیت حجاب نازل ہونے کے

---

[1] حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۹۲، مطبوعہ دار الاندلس، بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۷، ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۷، ص ۳۷۲، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[5] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۲۲۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[6] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

بعد ازواج مطہرات پردہ کرتی تھیں اور صحابہ کرام جو ان سے احادیث روایت کرتے تھے اور دینی مسائل پوچھتے تھے وہ حجاب اور پردہ کی اوٹ سے پوچھتے تھے، اس کی وضاحت میں نے اس لیے کی ہے تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ صحابہ کرام ازواج مطہرات سے بے پردہ سوال کرتے تھے، اس کی مزید وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے:

امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ افک کی روایت کرتے ہیں:

فبینا انا جالسة فی منزلی غلبتنی عینی فنمت وکان صفوان بن معطل السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش فادلج فاصبح عند منزلی فرأی سواد انسان نائم فاتانی فعرفنی حین رآنی وکان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی فخمرت وجهی بجلبابی۔ [1]

میں اپنے پڑاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھ پر نیند غالب آگئی، اور میں سو گئی اور حضرت صفوان بن معطل السلمی رضی اللہ عنہ لشکر کے پیچھے تھے، وہ رات کے آخری حصہ میں چلے اور صبح کے وقت میرے پڑاؤ پر پہنچے تو انھوں نے ایک انسانی ہیولی دیکھا جب وہ میرے پاس آئے تو انھوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ انھوں نے حجاب کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا ہوا تھا انھوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں یہ سن کر بیدار ہو گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

یہ حدیث اس بات کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ احکام حجاب نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں ــــ وللہ الحمد۔

ازواج مطہرات کے حجاب سے عام مسلمان خواتین کے حجاب پر استدلال

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیہ کریمہ اذا سئلتموھن متاعًا فسئلوھن من وراء حجاب جب تم نبی کی ازواج سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرو، آیا یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے یا اس حکم میں باقی عورتیں بھی شامل ہیں۔ ہمارے نزدیک انھی مفسرین کی رائے صحیح اور قرآن مجید اور احادیث کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں ازواج مطہرات سے خطاب ہے لیکن اس کا حکم تمام مسلمان عورتوں کو عام ہے اور تمام مسلمان عورتوں پر حجاب لازم ہے اور پردہ کرنا اور اجنبیوں سے چہرہ چھپانا واجب ہے البتہ ضروریات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص الحنفی لکھتے ہیں:

وھذا الحکم وان نزل خاصا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وازواجه فالمعنی عام فیه وفی غیرہ اذ کنا مامورین باتباعه والاقتداء به الا ما خصه اللہ به دون امته۔ [2]

ہر چند کہ یہ حکم خصوصیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج کے متعلق نازل ہوا لیکن معنیً یہ حکم تمام مسلمان عورتوں کو شامل ہے، کیونکہ ماسوا ان احکام کے جو صرف آپ کے ساتھ خاص ہیں باقی احکام میں ہمیں آپ کی اتباع اور اقتداء کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

علامہ ابو عبد اللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

ویدخل فی ذلک جمیع النساء بالمعنی، وبما تضمنته اصول الشریعة من ان المرأة کلها عورة بدنها وصوتها، کما تقدم، فلا یجوز کشف ذلک الا لحاجة کالشهادة علیها او داعٍ یکون ببدنها او سوالها عما یعرض وتعین عندها۔ [1]

اس حکم میں تمام مسلمان خواتین معنیً شامل ہیں اور اس لیے بھی کہ احکام شریعت کا یہ تقاضا ہے کہ عورت کا سارا وجود یعنی اس کا بدن اور آواز سب کا پردے میں رہنا لازمی ہے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ اس لیے ضرورت شرعیہ کے بغیر اس کے لیے بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے، مثلاً اس کے خلاف شہادت ہو۔ یا اس کے بدن میں کوئی بیماری ہو یا اس سے کسی ایسی بیماری کے بارے میں سوال کیا جائے جو اسے لاحق ہے اور وہ اسی کو معلوم ہے۔

علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی لکھتے ہیں:

آیت حجاب کا حکم عام ہے کیونکہ اصول میں یہ مقرر ہے کہ ایک شخص سے خطاب کا حکم بھی تمام امت کو عام ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر امت کے کسی ایک فرد کو حکم دیں تو وہ حکم تمام امت کو شامل ہوتا ہے کیونکہ تمام امت احکام تکلیفیہ میں مساوی ہے، الا یہ کہ کسی دلیل سے اس حکم کی اس شخص کے ساتھ خصوصیت ثابت ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انی لا اصافح النساء، وما قولی لامرأة واحدة الا کقولی لمأة امرأة۔ "میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میرا ایک عورت کو حکم دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ میں سو عورتوں کو حکم دوں (سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۶۲) نیز حدیث میں ہے حکمی علی الواحد حکمی علی الجماعة "میرا ایک شخص کو حکم دینا پوری جماعت کو حکم دینا ہے" امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس اصولی قاعدہ کی بناء پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر چند کہ آیت حجاب کے الفاظ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس کا حکم عام ہے کیونکہ آپ کا ایک عورت کو حکم دینا خواہ وہ زوجہ مطہرہ ہو یا غیر ہو عورتوں کو حکم دینے کے مساوی ہے۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ آیت حجاب کا حکم عام ہے تو اس میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں پر یہ واجب ہے کہ وہ اپنے تمام بدن کو اجنبی مردوں سے چھپائیں، اور اگر بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ ازواج مطہرات تمام مسلمان عورتوں میں افضل اور بہتر ہیں اور حجاب کے احکام میں ان کی پیروی کرنے میں ہی سلامتی ہے تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے ان کی نظر بازی اور چھیڑ خوانی سے عورتیں محفوظ رہیں۔

احادیث صحیحہ سے بھی اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ حجاب کا یہ حکم عام ہے کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ حدیث روایت کی ہے:۔

عن عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والدخول

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجنبی عورتوں کے پاس

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۲۲۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

علی النساء فقال رجل من الانصار: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) افرایت الحمو؟ قال الحمو الموت۔

مت جاؤ، ایک انصاری شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا دیور بھی نہ جائے؟ آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے!

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۸۷، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۶)

اس صحیح اور صریح حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے احتراز کا حکم دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے، اس لیے اگر اجنبی عورتوں سے کوئی سوال کرنا ہو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرنا لازم ہے، کیونکہ اگر اس نے بلا حجاب اور بے پردہ ان سے کوئی سوال کیا تو وہ ان پر داخل ہو گیا اور اجنبی عورتوں پر داخل ہونے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور اس سے احتراز کی تلقین کی ہے۔ دیور شوہر کی جانب سے عورت کا رشتہ دار ہوتا ہے اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کے پاس دیور کے داخل ہونے کو بھی موت قرار دیا ہے اور یہ شدید تحذیر ہے تو پھر کسی اور اجنبی شخص کے داخل ہونے کی ممانعت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟ اس سے ثابت ہو گیا کہ آیت کریمہ فسئلوھن من وراء حجاب کا حکم تمام عورتوں کو شامل ہے کیونکہ اگر یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہوتا تو مسلمانوں کے اجنبی عورتوں کے پاس جانے پر اتنی شدید وعید نہ ہوتی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے ایاکم والدخول حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا یہ ایسا ہے جیسے ایاکم والاسد یعنی اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے بچو! اس سے واضح ہوا کہ ان کے پاس جانا حرام ہے۔[1]

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے اور غیر مردوں کو کسی کے گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں آیت اگرچہ خاص ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہے لیکن حکم اس کا تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے۔[2]

ان تمام مستند مفسرین کی تفسیروں سے یہ واضح ہو گیا کہ حجاب یعنی چہرہ چھپانے اور پردہ کرنے کا حکم تمام مسلم خواتین کو دیا گیا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا آیت حجاب میں یہ حکم ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے یا اس حکم میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں، ہمارے نزدیک مؤخر الذکر نظریہ ہی درست اور برحق ہے اور اس کے دلائل وہ ہیں جو علامہ ابوبکر رازی اور علامہ شنقیطی نے فراہم کیے ہیں اور اس کی تائید قرآن اور حدیث سے ہوتی ہے:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک و نساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین وکان اللہ غفورا رحیما۔

(احزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو یہ حکم دیں کہ وہ (گھر سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ (آنچل، پلو یا گھونگھٹ) اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں یہ پردہ ان کی اس شناخت کے بہت قریب ہے (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں آوارہ گرد باندیاں نہیں ہیں)

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۵۹۳-۵۸۹ ملخصاً مطبوعہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۶۷۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

سو ان کو ایذاء نہ دی جائے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور صاحبزادیوں کے علاوہ تمام مسلمان خواتین کو بھی چہرہ چھپانے اور حجاب کا حکم دیا ہے۔ اور اسی طرح حدیث میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لی المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشیطن هذا حدیث حسن صحیح غریب [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا عورت (سرتاپا) واجب الستر ہے۔ جب عورت (گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان ابرو پر ہاتھ رکھ کر اس کو دیکھتا ہے۔

عہد رسالت میں نقاب اور حجاب کا معمول

۵ ہجری میں حجاب کے احکام نازل ہو گئے تھے اور ازواج مطہرات اور عام مسلمان خواتین جب کسی ضرورت سے باہر نکلتی تھیں تو چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں اور اپنی چادروں سے چہرہ کو چھپاتی تھیں یا نقاب استعمال کرتی تھیں، اس سلسلہ میں صحیح بخاری کے حوالے یہ روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر چادر سے اپنا چہرہ چھپالیا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشة لما قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة وهو عروس لصفیة بنت حیی جئن نساء الانصار فاخبرن عنها قالت فتنکرت وتنقبت فذهبت فتظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی عینی فعرفنی قالت فاسرعت المشی فادرکنی فاختضنی فقال کیف رایت قالت قلت ارسل یهودیة وسط یهودیات۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (خیبر سے) مدینہ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے شادی کی ہوئی تھی انصار کی عورتوں نے آکر حضرت صفیہ کے متعلق بیان کیا، میں نے اپنا حلیہ بدلا اور نقاب پہن کر (انھیں دیکھنے) گھر سے نکلی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کو دیکھ کر پہچان لیا، میں واپس تیزی سے دوڑی، آپ نے مجھے پکڑ کر گود میں اٹھالیا اور فرمایا: تم نے (ان کو) کیسا پایا، میں نے کہا اس یہودی عورت کو یہودیوں میں بھیج دیجئے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقاب پہننے کا ذکر ہے اور یہ کہ ازواج مطہرات اور مسلم خواتین جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو نقاب پہنتی تھیں یا چادروں سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتی تھیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن عروۃ عن عائشۃ قالت لقد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الفجر فشھد معہ نساء من المؤمنات متلفعات بمروطھن ثم یرجعن الی بیوتھن مایعرفھن احد۔[1]

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھاتے اور آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں درآں حالیکہ وہ چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں پھر وہ اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اور (حجاب کی وجہ سے) انھیں کوئی نہیں پہچانتا تھا

اس حدیث شریف کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث نے بیان کیا ہے :۔

امام مسلم[2] ، امام ابوداؤد[3]، امام ترمذی[4]، امام نسائی[5]، اور امام احمد[6] رحمہم اللہ تعالیٰ۔

جو علماء پردہ اور حجاب کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں منہ اندھیرے نماز پڑھتی تھیں جیسا کہ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں من الغلس کے الفاظ سے ظاہر ہے، ہر چند کہ وہ منہ کھول کر آتی جاتی تھیں لیکن اندھیرے کی وجہ سے کوئی پہچانتا نہیں تھا یہ دلیل کئی وجہ سے مخدوش ہے اولاً اس لیے کہ امام بخاری کا من الغلس کے الفاظ کو روایت نہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ زیادتی کم از کم مشکوک ضرور ہے ثانیاً اس لیے کہ سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان، معجم طبرانی، مسند بزار وغیرہا کتب حدیث میں اسانید صحیحہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر صبح روشن ہونے اور سپیدہ سحر پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھو، ثالثاً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں عموماً بہت لمبی قرأت کرتے تھے اس لیے اگر آپ اول وقت صبح کی نماز پڑھتے ہوں تب بھی واپسی کے وقت اتنا اجالا ہو جاتا تھا کہ جس کا منہ کھلا ہوا ہو اس کو پہچانا جا سکتا تھا۔ آخر صحابہ کرام ایک دوسرے کو بھی تو صبح کی نماز میں پہچانتے تھے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے، حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک میدان میں قضاء حاجت کے لیے گئے، میں فجر کی نماز سے پہلے آپ کے ساتھ مشکیزہ لے کر گیا جب آپ قضاء حاجت سے واپس آئے تو میں نے آپ کو وضو کرایا پھر جب میں آپ کے ساتھ پڑاؤ پر واپس آیا تو دیکھا کہ صحابہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا کر نماز پڑھنی شروع کر دی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ ایک رکعت نماز مل گئی اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیر لیا تو آپ نے کھڑے ہو کر باقی ایک رکعت پڑھی، صحابہ پر یہ بہت شاق گذرا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۵۹، ۲۴۸، ۱۷۹، ۳۶، ۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

علیہ وسلم کے آنے کے بعد بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھاتے رہے) اس لیے انھوں نے بار بار سبحان اللہ کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کرنے کے بعد فرمایا تم نے صحیح کیا یا فرمایا تم نے اچھا کیا اور اس بات پر ان کی تعریف کی کہ انھوں نے وقت پر نماز پڑھ لی۔ [1]

دیکھئے یہ نماز فجر ہے اور صحابہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنایا ظاہر ہے پہچان کر بنایا، حضرت مغیرہ بن شعبہ جب پڑاؤ پر پہنچے تو انھوں نے دیکھ کر کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نماز پڑھا رہے ہیں اور فجر کے وقت ان کو پہچان لیا، صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا اور آپ کے ہوتے ہوئے حضرت عبدالرحمان کے نماز پڑھاتے رہنے پر افسوس کیا اور اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ صحابہ نے یہ نماز اپنے معروف وقت میں پڑھی تھی، ان تمام شواہد سے یہ واضح ہو گیا کہ عہد رسالت میں جس وقت صبح کی نماز پڑھی جاتی تھی اس وقت اتنا اندھیرا نہیں ہوتا تھا کہ کسی کا چہرہ نہ دکھائی دے سکے اور وہ پہچانا نہیں جا سکے۔ جس وقت سحری ختم ہوتی ہے یہ فجر کا اول ہوتا ہے اس وقت بھی انسان ایک دوسرے کو پہچان لیتا ہے اس لیے احادیث میں جو یہ ہے کہ عورتیں چادروں میں لپٹی ہوئی صبح کی نماز پڑھنے آتی تھیں اور اسی طرح واپس جاتی تھیں اور ان کو کوئی نہیں پہچانتا تھا تو ان کو نہ پہچاننا اندھیرے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ چہرے کے حجاب کی وجہ سے تھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك الانصاری ان ابا بكر يصلی فی وجع النبی صلی الله علیه وسلم الذی توفی فیه حتی اذا كان يوم الاثنين وهم صفوف فی الصلوٰة فكشف النبی صلی الله علیه وسلم ستر الحجرة ينظر الينا وهو قائم كان وجهه ورقة مصحف ثم تبسم يضحك فهممنا ان نفتتن من الفرح برؤية النبی صلی الله علیه وسلم فنكص ابو بكر علی عقبيه ليصل الصف وظن ان النبی صلی الله علیه وسلم خارج الی الصلوٰة فاشار الينا النبی صلی الله علیه وسلم ان اتموا صلوٰتكم وارخی الستر فتوفی من يومه صلی الله علیه وسلم۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اس مرض کے ایام میں حضرت ابوبکر مسلمانوں کو نماز پڑھاتے تھے، پیر کے دن (نماز فجر میں) جس دن آپ کا وصال ہوا مسلمان صف باندھے (فجر کی) نماز پڑھ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ کا پردہ اٹھا کر ہماری طرف دیکھنے لگے آپ کا چہرہ یوں لگ رہا تھا جیسے ورق قرآن ہو آپ کھڑے مسکراتے رہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوئے کہ لگتا تھا کہ ہمارے خوشی کے نماز توڑ دیں گے، حضرت ابوبکر نے سمجھا کہ آپ نماز میں آ رہے ہیں وہ پچھلی صف میں جانے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا اور اسی دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

یہ نماز فجر کی تھی اس پر دلیل یہ حدیث ہے، امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وقد ذهب موسى بن عقبة في مغازيه الى ان ابا بكر صلى من صلوٰة الصبح يوم الاثنين ركعة وهو اليوم الذى توفى فيه النبى صلى الله عليه وسلم فوجد النبى صلى الله عليه وسلم فى نفسه خفة فخرج فصلى مع ابى بكر ركعة فلما سلم ابوبكر قام فصلى الركعة الاخرى۔ [1]

امام موسیٰ بن عقبہ نے اپنی مغازی میں بیان کیا ہے کہ پیر کے روز جس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا حضرت ابوبکر فجر کی نماز پڑھا رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن مرض میں تخفیف محسوس ہوئی تو آپ نے آکر ایک رکعت نماز حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیر دیا تو آپ نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پڑھی۔

پہلی حدیث جو میں نے پیش کی اس میں سفر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے اور اس حدیث میں حضر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے، اور ان حدیثوں سے یہ واضح ہو گیا کہ سفر ہو یا حضر فجر کی نماز جس وقت پڑھی جاتی تھی سب ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے اور عورتوں کو کوئی اس لیے نہیں پہچانتا تھا کہ ان کا چہرہ چادروں کے حجاب میں ہوتا تھا، و للہ الحمد

رابعاً اگر عورتیں منہ کھول کر نماز کے لیے جاتی تھیں تو اس کے لیے دوپٹہ کافی تھا وہ چادروں میں کیوں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں! اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان عورتیں جلباب کے آنچل میں سر اور چہرہ ڈھانپ کر گھروں سے نکلتی تھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب میں حکم دیا ہے۔ الحمد للہ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ احادیث صحیحہ کے مطابق عہد رسالت میں مسلمان عورتیں چادروں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر گھر سے باہر نکلتی تھیں۔

عہد رسالت میں عورتوں کے حجاب میں مستور رہنے کی یہ دلیل ہے کہ بکثرت احادیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ احرام میں چہرہ پر نقاب نہ پہنیں، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں اپنے چہروں پر نقاب ڈالا کرتی تھیں تبھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو احرام میں نقاب ڈالنے سے منع کیا اگر عورتوں میں کھلے چہرے کے ساتھ پھرنے کا معمول اور رواج ہوتا تو آپ کو انھیں نقاب ڈالنے سے منع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال يا رسول الله ماذا تامرنا ان نلبس من الثياب فى الاحرام فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا تلبسوا القمص ولا السراويلات ولا العمائم ولا البرانس الا ان يكون احد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع اسفل من الكعبين

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ! آپ احرام میں ہمیں کون سے کپڑے پہننے کا حکم دیتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قمیصیں اور شلواریں نہ پہنو، عمامے اور ٹوپیاں نہ پہنو، البتہ اگر کسی کے پاس جوتیاں نہ ہوں تو وہ موزے پہن سکتا ہے لیکن ان کو ٹخنوں کے نیچے

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۳ ص ۸۳ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ولا تلبسوا شیئاً مسہ زعفران ولا الورس ولا تنتقب المرأۃ المحرمۃ ولا تلبس القفازین۔[1]

سے کاٹ لے، اور کوئی ایسا کپڑا نہ پہنو جس کو زعفران یا ورس (ایک گھاس جس سے سرخ رنگ نکلتا ہے) سے رنگا ہوا ہو اور احرام کی حالت میں عورت نقاب ڈالے نہ دستانے پہنے۔

اس حدیث کو امام داؤد[2]، امام ترمذی[3]، امام نسائی[4]، اور امام احمد[5] نے روایت کیا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں مسلم خواتین عموماً نقاب ڈالتی تھیں ورنہ حالت احرام میں نقاب کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

عہد رسالت میں پردے کا عام رواج تھا اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

استمرار العمل علی جواز خروج النساء الی المساجد والاسواق والاسفار منتقبات لئلا یراھن الرجال۔[6]

عہد میں مساجد، بازار اور سفروں میں ہمیشہ نقاب پہن کر جایا کرتی تھیں تاکہ ان کو مرد نہ دیکھیں۔

علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے۔[7]

اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

قالت لا تلثم ولا تبرقع ولا تلبس ثوبا بورس ولا زعفران۔[8]

احرام میں عورت نہ منہ ڈھانپے نہ برقع پہنے، نہ سرخ یا زرد رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں عورتوں کے برقع پہننے کا رواج تھا ورنہ حالت احرام میں برقع پہننے کی ممانعت کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

ہر چند کہ مسلمان خواتین عہد رسالت میں حالت احرام میں نقاب نہیں پہنتی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ اجنبی مردوں سے اپنے چہرہ کو حجاب میں رکھتی تھیں، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان الرکبان یمرون بنا ونحن محرمات مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابا من رامھا علی وجھھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے ساتھ سوار گذرتے تھے درآں حالیکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے جا رہی ہوتی تھیں جب لوگ ہمارے سامنے ہوتے تو ہم اپنی چادروں کو اپنے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب لاہور

[4] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب لاہور

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۳۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[7] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۲۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[8] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

فاذا جاوزنا کشفناہ۔[1]

سروں سے اپنے چہروں پر لٹکا لیتے اور جب وہ گذر جاتے تو ہم اپنے چہروں کو کھول دیتے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت المنذر انہا قالت کنا نخمر وجوہنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق فلا تنکرہ علینا۔[2]

فاطمہ بنت منذر بیان کرتی ہیں کہ ہم حالت احرام میں اپنا چہرہ ڈھانپ لیا کرتی تھیں، ہمارے ساتھ حضرت اسماء بنت ابی بکر بھی تھیں وہ ہم کو منع نہیں کرتی تھیں۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے عہد مبارک میں مسلم خواتین حالت احرام میں بھی چہرہ کو ظاہر نہیں کرتی تھیں اور پردے اور حجاب کے ساتھ رہتی تھیں۔ غور کیجئے حالت احرام میں عورتوں کو نقاب پہننا منع ہے پھر بھی مسلمان عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کیا کرتی تھیں تو عام حالات میں ستر اور حجاب میں ان کی پابندیوں کا کیا عالم ہوگا؟ اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے!

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن شماس قال جاءت امرأۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقال لہا ام خلاد وہی منتقبۃ تسأل عن ابنہا وہو مقتول فقال لہا بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم جئت تسئلین عن ابنک وانت منتقبۃ فقالت ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی۔[3]

حضرت شماس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام خلاد نام کی ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی درآں حالیکہ اس نے نقاب پہنی ہوئی تھی اس کا بیٹا شہید ہو گیا تھا وہ اس کے متعلق پوچھنے آئی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا: تم اپنے بیٹے کے متعلق پوچھ رہی ہو اور اس حال میں بھی تم نے نقاب پہنی ہوئی ہے! اس نے کہا میں نے اپنا بیٹا کھویا ہے اپنی حیا نہیں کھوئی۔

یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ جب حجاب لازم ہے تو صحابہ نے یہ سوال کیوں کیا کہ تم اس حال میں بھی نقاب پہنے ہوئی ہو؟ کیونکہ عورت کا ستر غلیظ چہرہ اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم ہے اس کو چھپانا فرض قطعی ہے۔ اور چہرہ اور ہاتھ ستر غلیظ نہیں ہیں نہ ان کو چھپانا فرض قطعی ہے لیکن ان کو حجاب میں رکھنا لازم ہے تاہم بعض حالات میں چہرہ کھولنے کی اجازت بھی ہے، مثلاً گواہی دینے کے لیے، نماز اور حج میں بھی چہرہ اور ہاتھ ظاہر کرنے کا حکم ہے اور چونکہ چہرہ چھپانے کا باقی جسم کی طرح سخت حکم نہیں ہے اور بعض حالات میں اس حکم میں تخفیف بھی کی جاتی ہے اس وجہ سے صحابہ حیران ہوئے کہ اس گھبراہٹ اور پریشانی کے موقع پر بھی جب لوگوں کے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور گھبراہٹ

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۳۳۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۳۷-۳۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اور بے صبری کے عالم میں ان سے کچھ غیر شرعی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ایسے میں بھی وہ کمال صبر وضبط کے ساتھ نقاب اور حجاب کے ساتھ آئی ہیں۔

عہد رسالت میں عورتوں کے حجاب اور نقاب پہننے کے معمول اور رواج پر یہ واقعہ بھی دلیل ہے کہ علامہ زرقانی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی ایک عورت چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے بنو قینقاع کے بازار میں گئی، یہودیوں نے اس کا چہرہ کھولنا چاہا، اس عورت نے انکار کیا انھوں نے اس کی چادر کو پیچھے سے کسی چیز کے ساتھ اس طرح اٹکا دیا کہ جب وہ اٹھی تو اس کا چہرہ کھل گیا، اس کے نتیجہ میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ ہوئی اور غزوہ بنو قینقاع واقع ہوا۔ [1]

عورت کے حجاب پر اس واقعہ سے بھی روشنی پڑتی ہے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت اومأت امراة من وراء ستر بيدها كتاب الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده فقال ما ادرى ايد رجل امريد امرأة قالت بل يد امرأة قال لو كنت امرأة لغيرت اظفارك يعنى بالحناء۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پردے سے پیچھے ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا درآں حالیکہ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا: مجھے پتا نہیں چلا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اس نے کہا یہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ہاتھ کو رنگتیں آپ کی مراد مہندی تھی۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يبايع النساء بالكلام بهذه الآية ان لا تشركن بالله شيئا وما مست يد رسول الله صلى الله عليه وسلم يد امرأة قط الا يد امرأة يملكها۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں سے کلام کے ساتھ اس آیت پر بیعت کرتے تھے ان لا تشرکن باللہ شیئا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ یا باندی کے سوا کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔

امام عبدالرزاق نے حضرت امیمہ بنت رقیقہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں

---

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۵۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

سے بیعت لی تو انھوں نے عرض کیا:

الا نصافحك يا رسول الله! فقال انی لا اصافح النساء انما قولی لامرأة كقولی لمأة امرأة۔[1]

یارسول اللہ! کیا ہم آپ سے مصافحہ نہ کریں! آپ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا اور میرا ایک عورت کے لیے کوئی بات کہنا سو عورتوں سے کہنے کی مثل ہے۔

ان احادیث میں اس بات کی صریح وضاحت ہے کہ عہدِ رسالت میں مسلم خواتین اپنی ضروریات کی بناء پر حجاب اور نقاب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلتی تھیں۔ اور آپ نے کبھی کسی نامحرم عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا نہ اس سے مصافحہ کیا۔

عہدِ توریت میں نقاب اور حجاب کا معمول

اسلام سے پہلے دوسرے آسمانی مذاہب میں بھی حجاب اور نقاب کے ساتھ گھروں سے باہر نکلنے کی ہدایت کی جاتی تھی، توریت میں ہے:

اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اونٹ سے اتر پڑی۔ اور اس نے نوکر سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آرہا ہے؟ اس نوکر نے کہا یہ میرا آقا ہے۔ تب اس نے برقع لے کر اپنے اوپر ڈال لیا۔[2]

(پیدائش: باب ۲۴، آیت: ۶۶-۶۵)

اور تم کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کے لیے تمنت کو جارہا ہے۔ تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے کو ڈھانکا۔[3]

(پیدائش: باب ۳۸، آیت ۱۵-۱۴)

پھر وہ اٹھ کر چلی گئی اور برقع اتار کر رنڈاپے کا جوڑا پہن لیا۔[4]

(پیدائش: باب ۳۸، آیت ۲۰)

اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم ان الله خبير بما يصنعون ۝ وقل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن

آپ مسلمان مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، بلاشبہ اللہ ان کے سب کاموں سے باخبر ہے۔ اور آپ مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی عفت کی حفاظت کریں اور اپنے بناؤ سنگھار کو ظاہر نہ کریں سوا اس

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] توریت (پرانا عہدنامہ) ص ۲۴، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور

[3] توریت (پرانا عہدنامہ) ص ۴۰، " " "

او اٰبائھن او اٰباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔

(نور: ۳۱-۳۰)

چیز کے جو ان سے خود ظاہر ہو، اور اپنے سروں پر اوڑھے ہوئے دوپٹوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں، اور اپنی زیبائش صرف ان لوگوں کے سامنے ظاہر کریں: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، اپنے بھائی، بھتیجے، بھانجے، مسلمان عورتیں، باندیاں، ایسے نوکر جنھیں عورتوں کی خواہش نہ ہو، اور وہ لڑکے جو عورتوں کی شرم کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتے، ——— اور وہ اپنے پاؤں سے اس طرح نہ چلیں جس سے ان کی اس زینت کا لوگوں کو علم ہو جائے جس کو وہ چھپا کر رکھتی ہیں، اور اے مسلمانو تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح کو پہنچ جاؤ۔

اجنبی مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ کتب علی ابن اٰدم حظہ من الزنا ادرک ذٰلک لا محالۃ فزنی العین النظر وزنی اللسان النطق والنفس تمنی وتشتھی والفرج یصدق ذٰلک ویکذبہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم پر ان کی زنا کاری کا حصہ لکھ دیا ہے جس کو وہ لامحالہ پائیں گے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا کرتا ہے اور شہوت کرتا ہے اور اس کی شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب کرتی ہے۔

اس حدیث میں تصریح ہے کہ مردوں کا اجنبی عورتوں کو دیکھنا اور عورتوں کا اجنبی مردوں کا دیکھنا ان کی آنکھوں کا زنا ہے اور زنا حرام ہے اس لیے یہ دیکھنا بھی حرام ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والجلوس فی الطرقات قالوا یا رسول اللہ مالنا بد من مجالسنا نتحدث فیھا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! راستوں پر

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۳-۹۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقہ قالوا وما حقہ قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔ [1]

بیٹھے بغیر ہمارا گزارا نہیں ہوگا، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں راستوں پر بیٹھنا ہی ہو تو راستوں کا حق ادا کرنا، صحابہ نے پوچھا راستوں کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جریر بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجأۃ فامرنی ان اصرف بصری۔ [3]

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کا حکم پوچھا آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں نظر ہٹا لوں (یعنی اگر اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لی جائے۔ سعیدی غفرلہ)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے [4]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس من ترکھا من مخافتی ابدلتہ ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ رواہ الطبرانی وفیہ عبد اللہ بن اسحاق الواسطی وھو ضعیف۔ [5]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر، شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، جس نے میرے خوف سے (پرائی عورت کے) دیکھنے کو ترک کر دیا تو میں اس کے بدلہ میں اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن بریدۃ رفعہ قال یا علی لا تتبع النظرۃ

حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۳، ج ۲ ص ۹۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

النظرۃ فان لک الاولی ولیس لک الاخرۃ[1] نے فرمایا اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالو کیونکہ تمہارے لیے پہلی نظر معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں ہے۔

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے بھی امام احمد کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔[2]

اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ام سلمۃ انہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و میمونۃ قالت فبینما نحن عندہ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ و ذلک بعد ما امرنا بالحجاب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ہو اعمی لا یبصرنا ولا یعرفنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ ہذا حدیث حسن صحیح۔[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ اور حضرت میمونہ حاضر تھیں، اسی اثناء میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حجاب کے احکام نازل ہو چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے پردہ کرو، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہے، ہم کو دیکھے گا نہ پہچانے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں؟۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنا جائز ہے اسی طرح عورتوں کے لیے مردوں کو دیکھنا بھی جائز ہے۔

اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کے جواز کی استثنائی صورتیں

امام رازی شافعی لکھتے ہیں کہ اجنبی عورت کے چہرے کی طرف بغیر کسی غرض صحیح کے دیکھنا جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کی نظر اچانک کسی عورت کے چہرے پر پڑ جائے تو وہ اپنی نظریں نیچی کر لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارہم۔ اور امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر محل فتنہ نہ ہو تو ایک بار دیکھنا جائز ہے لیکن لگاتار دیکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا ——— "سمع، بصر اور دل ان میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار کے بعد دوبارہ نظر نہ ڈالنا اور حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا تو آپ نے انہیں نظر ہٹانے کا حکم دیا اور اس لیے کہ عموماً پہلی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

بار نظر پڑ جانے سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے پہلی نظر معاف ہے خواہ قصداً ہو یا بلا قصد۔
جس اغراض صحیحہ کی بناء پر اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱)۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کو دیکھنا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اس کو دیکھنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۲)۔ خرید و فروخت کے وقت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ نزاعی صورت میں دوکاندار بتا سکے کہ اس نے کس عورت کو کیا بیچا تھا۔

(۳)۔ جب کسی عورت کو کسی معاملہ پر گواہ بنایا جائے تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے تاکہ ادائے شہادت کے موقع پر اس کو پہچان سکے۔

(۴)۔ علاج کی غرض سے کسی نیک طبیب کا عورت کے جسم کو دیکھنا جائز ہے۔

(۵)۔ زنا کے واقعہ پر گواہی دینے کے لیے زانیوں کی فرج کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(۶)۔ رضاعت پر گواہی دینے کے لیے عورت کے پستان کی طرف دیکھنا جائز ہے۔

(۷)۔ اگر عورت ڈوب رہی ہو یا جل رہی ہو یا کسی اور حادثہ میں مبتلا ہو تو اس کو بچانے کے لیے اس کے جسم کو دیکھنا اور چھونا جائز ہے۔ [1]

چہرے کے حجاب پر شبہات اور ان کے جوابات

بعض احادیث بظاہر حجاب کے خلاف ہیں جن میں اجنبی مردوں کے عورتوں کی طرف دیکھنے اور عورتوں کے اجنبی مردوں کی طرف دیکھنے کا ثبوت ہے اسی لیے ہم ان احادیث کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں، امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کی طرف دیکھ رہی تھی درآں حالیکہ وہ (جنگی کھیل) کھیل رہے تھے، میں اس وقت لڑکی تھی، سوچو کہ کم عمر شائقہ لڑکی کے شوق کا کیا عالم ہوگا! [2]

اس حدیث میں مردوں کے کھیل کی طرف دیکھنے کا جواز ہے، جبکہ مردوں کے بدن کی طرف (پسندیدگی سے) نہ دیکھا جائے۔
اور عورتوں کا اجنبی مرد کے چہرہ کی طرف شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور بغیر شہوت کے دیکھنے میں دو قول ہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن "آپ مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ (بلکہ حضرت میمونہ) سے فرمایا "تم دونوں تو نابینا نہیں ہو، تم اس سے (یعنی حضرت ابن ام مکتوم سے) پردہ کرو"۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو امام ترمذی اور دوسرے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت کے دو جواب ہیں، قوی جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہ نے ان

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۶۱ - ۲۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲ - ۲۹۱ - مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کے چہروں اور بدنوں کی طرف (بالذات) دیکھا تھا اس حدیث میں صرف یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان کے کھیل اور ان کی جنگ کی طرف دیکھا تھا اور ان کی جنگی مشقوں کے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت عائشہ نے ان کے بدن کی طرف دیکھا ہو اور اگر بالفرض حضرت عائشہ کی نظر بلا قصد ان کے بدن پر پڑ گئی تو آپ نے فوراً نظر کو ہٹا لیا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ واقعہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا ہو اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت کمسن تھیں اور حد بلوغ کو نہیں پہنچیں تھیں۔ [1]

دوسری حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے سوال کیا آپ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہاں! اگر میں اس وقت کم سن نہ ہوتا تو حاضر نہ ہوتا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (عیدگاہ) گئے اور آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اور اذان کا ذکر کیا نہ اقامت کا پھر آپ عورتوں کے پاس گئے، ان کو وعظ و نصیحت کی اور ان کو صدقہ دینے کا حکم دیا پھر میں نے دیکھا کہ انھوں نے اپنے کانوں اور گلوں کی طرف ہاتھ بڑھائے اور حضرت بلال کو زیورات دے دیے۔ [2]

اس حدیث سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت بلال نے اس موقع پر اجنبی عورتوں کو دیکھا، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کا جواب تو خود اس حدیث میں ہے کہ وہ کم سن تھے، اور حضرت بلال اگرچہ اس وقت آزاد ہو چکے تھے لیکن وہ عورتیں حجاب میں لپٹی ہوئی تھیں اور اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا یا ان کے چہرے کھلے ہوئے اور بے حجاب تھے۔ [3]

ایک اور حدیث جس سے حجاب کے خلاف شبہ پیش کیا جاتا ہے یہ ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عباس قال کان الفضل ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرأۃ من خثعم فجعل الفضل ینظر الیھا وتنظر الیہ وجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصرف وجہ الفضل الی الشق الآخر فقالت یا رسول اللہ ان فریضۃ اللہ علی عبادہ فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا لا یثبت علی الراحلۃ افاحج عنہ قال نعم و ذلک فی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت فضل بن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا، حضرت فضل اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا، اس عورت نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا ہے، اور

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۹۲-۲۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۳۴۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حجة الوداع۔ [1]

میرا باپ بہت بوڑھا ہے سواری پر بیٹھ کر حج نہیں کر سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرہ پر نقاب ڈالنا اور حجاب کرنا واجب نہیں ہے ورنہ وہ عورت بے پردہ نہ آتی اور اگر آ ہی گئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چہرہ چھپانے کا حکم دیتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ عورت محرمہ تھی [2]، البتہ اس کے برخلاف اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ اجنبی عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے حضرت فضل بن عباس کی گردن پھیر دی، جامع ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا" اس وجہ سے آپ نے حضرت فضل بن عباس کی گردن کو دوسری طرف پھیر دیا۔ [3] اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے معاملہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام پر اعتماد نہیں تھا حالانکہ خوف خدا اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں ان کا سب سے اونچا مقام تھا تو پھر بعد کے لوگوں پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اگر ان کو شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر وہ اجنبی عورتوں کو دیکھ سکتے ہیں اس لیے جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر شہوت کا خطرہ نہ ہو تو اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے، یہ صحیح نہیں ہے، صحیح یہی ہے کہ اجنبی عورتوں کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے البتہ ضرورت کے مواقع اس سے مستثنیٰ ہیں جن کو ہم نے اس سے پہلے تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اس لیے اس حدیث پر غور کرنا چاہیے:

فقال العباس یارسول اللہ لم لویت عنق ابن عمك قال رایت شابا وشابة فلم آمن الشیطان علیهما۔ [4]

حضرت عباس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے اپنے عم زاد کی گردن کیوں پھیر دی آپ نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور میں ان پر شیطان (کے حملہ) سے بے خوف نہیں ہوا۔

بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غض بصر "نگاہیں نیچی رکھنے کا" حکم دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ چھپانا ضروری نہیں ہے بس نگاہیں نیچی کر لینا کافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں صرف غض بصر کا حکم نہیں ہے چہرہ چھپانے کا بھی حکم ہے جیسا کہ ہم نے آیات حجاب میں اس کا بیان کر دیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ جب عورتوں کو کھلے منہ پھرنے کی اجازت ہی نہیں ہے تو پھر غض بصر کے حکم کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عورت کے نقاب اور حجاب میں رہنے کے باوجود ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں جب اچانک کسی مرد

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۰، ج ۱ ص ۲۵۰، ج ۱ ص ۲۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۱۲۹، " " "

اور عورت کا سامنا ہو جائے، اور ایک باپردہ عورت کو بھی نماز اور حج کے مواقع پر چہرہ کھولنے سے سابقہ پڑ جاتا ہے سو ایسے تمام مواقع پر مردوں اور عورتوں دونوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اجنبی مردوں کے سامنے عورت کے چہرہ اور ہاتھ کھولنے کے دلائل کا ایک جائزہ !

متقدمین فقہاء احناف اس کے قائل ہیں کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ چنانچہ علامہ سرخسی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے آپ کو (نکاح کے لیے) پیش کیا۔ آپ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا اور اس میں کوئی رغبت نہیں کی، دوسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ "بہت زیادہ مہر نہ رکھا کرو"، تو ایک سیاہ چہرے والی عورت نے کہا یہ آپ اپنی رائے سے کہہ رہے ہیں یا اس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیونکہ آپ کے قول کے خلاف قرآن مجید میں ہے: وآتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا (نساء: ۲۰) "تم ان میں سے کسی کو بہت مال دے چکو تو واپس مت لو"، یہ جواب سن کر حضرت عمر حیران رہ گئے، اور کہا ہر شخص کو عمر سے زیادہ دین کا علم ہے حتیٰ کہ گھروں میں رہنے والی عورتوں کو بھی عمر سے زیادہ علم ہے، اس واقعہ میں راوی نے کہا ہے کہ وہ سیاہ رخساروں والی عورت تھی اس سے معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے ہاتھ دیکھے جو رنگے ہوئے نہیں تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ مرد کا ہاتھ ہے؟ اور جب حضرت فاطمہ نے اپنے کسی ایک بچہ کو حضرت انس یا حضرت بلال کو دیا تو حضرت انس نے حضرت فاطمہ کے ہاتھ کو دیکھ کر کہا گویا یہ چاند کا ٹکڑا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا جائز ہے اور چہرہ سرمہ لگانے کا محل ہے اور ہاتھ انگوٹھی اور مہندی کا محل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوا اس کے جو از خود ظاہر ہو، اور حضرت علی اور حضرت عباس وغیرہ سے منقول ہے کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ چہرہ اور ہاتھ زینت ظاہرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے زینت باطنہ کو چھپانے کا حکم دیا ہے اور زینت ظاہرہ یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو ظاہر کرنے کی اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ واجب الستر نہیں ہیں اور ان کو ظاہر کرنا جائز ہے۔[1]

ہم علامہ سرخسی کی گرد نعلین کو بھی نہیں پہنچتے، فقہ حنفی کی عظیم خدمت کر کے علامہ سرخسی نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ سرخسی کے تمام علم و فضل کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۰ ص ۱۵۳-۱۵۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان ھذا حدیث حسن صحیح غریب [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت سرتاپا واجب الستر ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو گردن اٹھا کر دیکھتا ہے، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

اس حدیث کو امام ابن شیبہ [2] اور الہیثمی نے امام طبرانی کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے۔ [3]

اور ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا میں جو زینت ظاہری کی تفسیر چہرہ اور ہاتھوں سے کی گئی ہے یہ قطعی نہیں ہے، علامہ ابن جوزی حنبلی نے لکھا ہے کہ زینت ظاہرہ میں سات تفسیریں ہیں۔ (۱) حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ اس سے مراد کپڑے ہیں (۲) حضرت ابن مسعود سے دوسری روایت ہے کہ اس سے مراد چادر ہے۔ (۳) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سے مراد سرمہ اور انگوٹھی ہے۔ (۴) حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ اس سے مراد کنگن، انگوٹھی اور مہندی کا رنگ ہے (۵) مجاہد سے روایت ہے کہ اس سے مراد سرمہ، انگوٹھی اور مہندی کا رنگ ہے۔ (۶) حسن بصری نے کہا یہ انگوٹھی اور کنگن ہے۔ (۷) ضحاک نے کہا اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں مراد ہیں۔ [4]

اور جب زینت ظاہری میں اس قدر مختلف اور متضاد آراء ہیں تو ان کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کو کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ عورت مکمل واجب الستر ہے جس طرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: المرأۃ عورۃ اور زینت ظاہرہ سے مراد اس کا لباس ہے۔

ثانیاً بر تقدیر تنزل ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر زینت ظاہرہ سے چہرہ اور ہاتھ بھی مراد ہوں تو چہرہ اور ہاتھ نماز اور احرام کے ستر سے مستثنیٰ ہیں۔ ستر نظر اور حجاب سے مستثنیٰ نہیں ہیں اور ستر اور حجاب میں یہ فرق ہے کہ ستر کا تعلق عورت کے ان اعضاء سے ہے جن کو شوہر کے سوا ہر شخص سے چھپانا واجب ہے خواہ وہ محرم ہو یا اجنبی شخص اور حج اور نماز ہر حالت میں ان اعضاء کا چھپانا واجب ہے۔ اور حجاب کا تعلق اجنبی مردوں کے لحاظ سے عورت کے پورے جسم کے ساتھ ہے۔ سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے عورت کے ستر کے احکام بیان کیے اور اس کے بعد سورۂ احزاب میں عورت کے حجاب کے احکام بیان کیے اور فرمایا: یدنین علیھن من جلابیبھن ° (عورتیں گھروں سے نکلتے وقت) اپنی چادروں کا کچھ حصہ اپنے چہروں پر لٹکائے رہیں ° اس صریح آیت میں عورتوں کو چہرہ چھپانے کا قطعی حکم دیا گیا ہے اور مواضع ضرورت کے سوا عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ ظاہر کرنے کی کوئی اجازت نہیں ہے۔

علامہ سرخسی نے عورت کے چہرہ کھولنے کے جواز پر جو حدیث پیش کی ہے کہ ایک عورت نے نکاح کے لیے اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو یہ حدیث موضوع بحث سے خارج ہے کیونکہ یہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۶ ص ۳۲ - ۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

مواضع ضرورت سے ہے اور نکاح کے قصد سے عورت کو دیکھنا جائز ہے اور ایک اثر پیش کیا ہے کہ ایک سیاہ فام عورت نے حضرت عمر سے بات کی اور راوی کا یہ کہنا کہ وہ سیاہ چہرے والے عورت تھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا چہرہ کھلا ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس اثر کی سند کی حیثیت ہمیں معلوم نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح بھی ہو تو اس میں یہ قوت نہیں ہے کہ یہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کی صریح ممانعت کے مزاحم ہو سکے تاہم ہمارے نزدیک اس کی یہ تاویل ہے کہ یہ عورت ان بوڑھی عورتوں میں سے تھی جن کو اللہ تعالیٰ نے حجاب سے مستثنیٰ کر دیا ہے یا سیاہ رخسار اور بدصورت اور غیر مشتہاۃ ہونے کی وجہ سے ان عورتوں میں سے تھی جن سے نکاح کی امید نہیں ہوتی اس وجہ سے یہ حجاب سے مستثنیٰ تھی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والقواعد من النساء التی لا یرجون نکاحًا فلیس علیھن جناح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ ط وان یستعففن خیر لھن۔ (نور: ۶۰)

وہ بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں ہے اگر وہ اپنے (چہرہ ڈھانپنے کے) کپڑے اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، درآں حالیکہ وہ اپنی زینت دکھانے والی نہ ہوں اور اگر وہ اس سے بچیں (یعنی نقاب نہ اتاریں) تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

لہٰذا یہ سیاہ فام عورت انھیں عورتوں پر محمول ہے جو بوڑھی ہوں یا بے حد بدصورت ہونے کی وجہ سے نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں اور اس کا بے پردہ گھر سے نکلنا موضوع بحث سے خارج ہے۔

علامہ سرخسی نے تیسری دلیل یہ پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے ہاتھ دیکھے جو رنگے ہوئے نہیں تھے تو آپ نے فرمایا کیا یہ مرد کا ہاتھ ہے۔ علامہ سرخسی نے یہ حدیث پوری بیان نہیں کی، پوری حدیث اس طرح ہے: امام ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا درآں حالیکہ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ کر فرمایا مجھے پتا نہیں چلا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا، اس نے کہا یہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا اگر تم عورت ہوتیں تو اپنے ہاتھوں کو رنگتیں، آپ کی مراد مہندی تھی۔ [1]

یہ حدیث تو عورت کے حجاب اور چہرہ چھپانے کی دلیل ہے کیونکہ اس عورت نے حجاب میں مستور ہو کر آپ کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ سرخسی نے ہاتھ کھلا رکھنے کے جواز پر چوتھی دلیل یہ قائم کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے اپنا کوئی ایک بچہ حضرت انس یا حضرت بلال کو دیا، حضرت انس نے حضرت فاطمہ کے ہاتھ دیکھ کر کہا گویا یہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

حضرت فاطمہ کا نکاح دو ہجری میں ہوا اور ۱۵ رمضان تین ہجری میں حضرت حسن کی ولادت ہوئی اور اس کے نو ماہ بعد چار ہجری میں حضرت حسین کی ولادت ہوئی (الاصابہ ج ۱ ص ۳۳۲-۳۲۸) اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت انس کی گود میں بچہ دینے کا واقعہ تین یا چار ہجری کا ہے اور حجاب کے احکام پانچ ہجری میں نازل ہوئے، لہٰذا اس واقعہ سے بھی اجنبی کے سامنے عورت کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ہاتھ کھولنے پر استدلال نہیں ہو سکتا، یہ بھی خیال رہے کہ حضرت انس کی عمر ہجرت کے وقت دس سال تھی اور اس واقعہ کے وقت حضرت انس کی عمر تیرہ یا چودہ سال تھی۔

عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو اجنبی مردوں کے سامنے کھولنے کے جواز پر جو زیادہ سے زیادہ دلائل پیش کیے جا سکتے تھے وہ علامہ سرخسی نے پیش کر دیے اور ہم نے ان دلائل کی حقیقت قارئین کے سامنے بیان کر دی ہے اور یہ کہنا کہ عورت کو دیکھنے سے شہوت کا خطرہ نہ ہو تو پھر دیکھنا جائز ہے بالکل غلط اور مردود ہے کیونکہ فیضان نبوت کو بلاواسطہ حاصل کرنے والے صحابہ بھی جب اس خطرہ سے مامون نہیں تھے تو پھر کوئی اور شخص اس خطرہ سے مامون ہونے کا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل کا چہرہ عورت کی طرف سے پھیر دیا اور فرمایا "میں ان پر شیطان سے مطمئن نہیں ہوں" اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فضل پر اطمینان نہیں تھا تو کسی شخص کو بھی اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی نہ کسی عورت کو حجاب سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے، محققین فقہاء اسلام نے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کو مطلقاً ناجائز کہا ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو اب ہم قارئین کے سامنے محققین فقہاء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں۔

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

ذهب كثير من العلماء الى انه لا يجوز للمرأة النظر الى الرجال الاجانب بشهوة ولا بغير شهوة اصلاً۔ [1]

کثیر علماء کا یہ مذہب ہے کہ عورت کا اجنبی مردوں کی طرف دیکھنا بالکل جائز نہیں ہے خواہ شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے۔

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

ان كان لعذر مثل ان يريد ان يتزوجها ويشهد عليها فانه ينظر فى الحالين الى وجهها خاصة فاما النظر اليها لغير عذر فلا يجوز لا لشهوة ولا لغيرها وسواء فى ذلك الوجه والكفان وغيرهما من البدن۔ [2]

اگر مرد کا کوئی عذر ہو مثلاً وہ کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف گواہی دینا چاہتا ہے تو دونوں صورتوں میں صرف اس کے چہرے کی طرف دیکھ سکتا ہے اور بغیر عذر کے عورت کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے خواہ شہوت ہو یا نہ ہو، اس میں چہرہ، ہاتھ اور بدن سب برابر ہیں۔

---

[1] ۔ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۸۸، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۶ ص ۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد کے ظاہر مذہب کے مطابق مرد کا اجنبی عورت کی طرف بغیر کسی عذر کے دیکھنا جائز نہیں ہے، جب مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے اجنبی ہے اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ وہ کس طرح کھانا کھا رہی ہے اور قاضی نے یہ کہا ہے کہ چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی بدن کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ وہ ستر ہے اور اگر شہوت سے مامون ہو تو اس کے چہرے کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء باریک کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: اے اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کا صرف یہ اور یہ دکھائی دینا جائز ہے یہ کہہ کر آپ نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کیا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب۔ "جب تم ان سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کی اوٹ سے سوال کرو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا مکاتب غلام نصاب کتابت کا مالک ہو جائے تو اس سے پردہ کرو اور حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت ابن ام مکتوم آگئے تو آپ نے فرمایا اس سے پردہ کرو، اور حضرت جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے مجھے نظر ہٹانے کا حکم دیا، یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے علی ایک بار کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا کیونکہ پہلی نظر معاف ہے اور دوسری معاف نہیں ہے، اور نکاح کے ارادہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کی اجازت دی ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت کی طرف دیکھنا مطلقاً مباح نہیں ہے ورنہ اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے، اور حضرت اسماء کی روایت میں کلام ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو یہ احکام حجاب سے پہلے کا حکم ہے۔ [1]

علامہ ابن قیم جوزیہ حنبلی لکھتے ہیں:

یہ کہنا کہ آزاد بوڑھی اور بدصورت عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور جوان اور خوب صورت باندی کی طرف دیکھنا جائز ہے شریعت پر افترا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو کہاں حرام کیا ہے اور اس کو کہاں جائز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو صرف یہ فرمایا ہے قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم "مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں" اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ خوب صورت باندیوں کو تکتے رہو۔ یہ شبہ اس سے پیدا ہوا کہ شریعت نے آزاد عورتوں کو اجنبی مردوں سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہے اور باندیوں پر یہ واجب نہیں کیا لیکن یہ اجازت گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے بارے میں ہے اور جو باندیاں بازاروں میں پھرتی ہیں ان کو چہرہ کھولنے کا کہاں حکم دیا ہے اور مردوں کو انہیں دیکھنے کا کہاں حکم دیا ہے، یہ چیز شریعت پر محض افترا ہے یہ مغالطہ اس وجہ سے اور پیدا ہوا کہ بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ آزاد عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا تمام جسم واجب الستر (چھپانے کی چیز) ہے، اور باندی کا صرف پیٹ، پشت اور پنڈلیاں واجب الستر ہیں، حالانکہ یہ حکم صرف نماز کے متعلق ہے۔ کیونکہ ستر

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

(چھپانے کی چیز) کی دو قسمیں ہیں ایک ستر نماز کا ہے اور ایک ستر نظر کا ہے، آزاد عورت کا نماز میں ستر چہرے اور ہاتھوں کے ماسوا ہے اس لیے وہ چہرے اور ہاتھوں کو کھول کر نماز پڑھ سکتی ہے اور آزاد عورت کا نظر میں ستر پورا جسم ہے اس لیے وہ بازاروں میں اور اجنبی لوگوں کی مجلسوں میں نہیں جا سکتی اور اس کے چہرے اور ہاتھوں سمیت پورے جسم کو اجنبی مردوں کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

قاضی بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

فان کل بدن الحرۃ عورۃ لایحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شیء منھا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ۔ [2]

ہر آزاد عورت کا بدن واجب الستر ہے اور شوہر اور محرم کے سوا عورت کے بدن کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں ہے البتہ ضروریات مستثنیٰ ہیں جیسے علاج اور گواہ بنانے کا معاملہ۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی لکھتے ہیں:

علاج اور گواہی کے لیے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہے اور بغیر ضرورت کے نہ مرد کے لیے اجنبی عورت کو دیکھنا جائز ہے نہ عورت کے لیے اجنبی مرد کو دیکھنا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم "آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور فرمایا قل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن "آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں"۔ اور حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ وہ اور حضرت میمونہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت ابن ام مکتوم آگئے آپ نے فرمایا اس سے پردہ کرو، ہم نے عرض کیا یہ تو نابینا ہے ہمیں دیکھتا ہے نہ ہم کو پہچانتا ہے آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سواری پر) اپنے پیچھے حضرت فضل بن عباس کو بٹھایا ہوا تھا کہ خثعم کی ایک عورت آئی آپ نے حضرت فضل کی گردن دوسری طرف پھیر دی، حضرت عباس نے پوچھا آپ نے اپنے عم زاد کی گردن کیوں پھیری ہے آپ نے فرمایا میں نے جوان مرد اور جوان عورت کو دیکھا اور ان پر شیطان سے بے خوف نہیں ہوا۔ [3]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ متقدمین شافعیہ نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے کی طرف

---

[1] علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار الحدیث مصر

[2] قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۶ ص ۳۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت

[3] شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۱۶ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

دیکھنا مکروہ ہے اور علامہ اصطخری، شیخ ابو محمد، امام اور صاحب مہذب (علامہ شیرازی) نے کہا ہے کہ عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا مطلقاً حرام ہے اور امام نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کا منہ کھول کر باہر نکلنا ممنوع ہے اور عورت کو دیکھنا فتنہ کا محل ہے اور شہوت کا محرک ہے اس لیے شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ کا سد باب کیا جائے۔ [1]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

فقہاء مالکیہ کے نزدیک اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورت کا چہرہ چھپانا مستحب ہے اور اگر فتنہ کا خوف ہو تو چہرہ چھپانا واجب ہے اور یہی حکم اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کا ہے۔

علامہ ابو عبد اللہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین تزنی "آنکھ زنا کرتی ہے" علماء نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب عورت بازار میں جائے تو اس پر چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ البتہ مرد پر واجب ہے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھے، اور بغیر کسی غرض صحیح کے عورت کی طرف نہ دیکھے مثلاً شہادت کے لیے یا منگنی کے لیے یا علاج کے لیے۔ [2]

علامہ ابی مالکی اور قاضی عیاض مالکی نے اور دیگر مالکی فقہاء نے اجنبی مردوں کے لیے عورت کے چہرہ چھپانے کے وجوب کے دلائل سے بالکل صرف نظر کر لیا، یہ دلائل ہم سابقہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لذت اندوزی کے لیے اجنبی عورت کے چہرے کی طرف دیکھے تو یہ حرام ہے اس صورت میں عورت پر پردہ واجب ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس پر پردہ واجب ہے اور مشہور یہ ہے کہ واجب نہیں ہے اور علامہ زرقانی مالکی نے یہ کہا ہے کہ خوب صورت عورت پر پردہ کرنا واجب ہے اور بدصورت عورت پر پردہ کرنا واجب نہیں، مستحب ہے۔ [3] علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے کہ خوبصورت عورت پر پردہ واجب ہے اور بدصورت پر نہیں ہے۔ [4]

فقہاء احناف کے نزدیک اجنبی مردوں اور عورتوں کے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور حجاب کا حکم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین ج ۷، ص ۳۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۴۳۰-۴۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۲۲۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

متقدمین فقہاء احناف نے تو یہی لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب نہیں ہے، اور اجنبی عورتوں کو بغیر شہوت کے دیکھنا جائز ہے اور شہوت ہو تو دیکھنا حرام ہے جیسا کہ علامہ سرخسی کے حوالے سے گذر چکا ہے لیکن متاخرین فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ عورت پر اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے اور اس کی طرف دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے، یہی قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔

علامہ زاہد الکوثری حنفی لکھتے ہیں:

نماز اور حج کے احرام میں عورت کے لیے چہرہ کھولنا جائز ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بلا ضرورت گھر سے منہ کھول کر نکل سکتی ہے، کیونکہ آیت جلباب میں عورت کو چادر سے چہرہ چھپانے کا حکم دیا اور نماز، حج اور دیگر ضروریات مثلاً شہادت وغیرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ اور سنن ابوداؤد میں جو حضرت عائشہ سے چہرہ اور ہاتھوں کے استثناء کی روایت ہے اول تو وہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث کو خالد بن دریک نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے اور اس نے حضرت عائشہ کا زمانہ نہیں پایا اور اس کی سند میں سعید بن بشر ایک ضعیف راوی ہے اور اس میں بعض مدلسین کا عنعنہ بھی ہے اس کے علاوہ حضرت عائشہ نے خود اس پر عمل کو ترک کر دیا۔ (علامہ ابن قدامہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کا حکم ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ الکوثری لکھتے ہیں چونکہ قرآن اور احادیث کی نصوص صریحہ سے عورتوں کے حجاب کا حکم ثابت ہے اس لیے زمانہ قدیم سے روئے زمین کے مشرق اور مغرب میں تمام مسلمان عورتیں پردہ کی انتہائی پابندی کرتی ہیں، حجاز، یمن، بلاد فلسطین، شام، حلب، عراق، بلاد مغرب، مصر، سوڈان، بلاد فارس، افغان، ہند اور سندھ غرضیکہ تمام روئے زمین پر سفر اور حضر میں تمام مسلمان عورتیں پردہ اور حجاب میں رہتی ہیں، البتہ وہ اقوام مغرب جو اپنی عورتوں کو معاملہ میں بے غیرت ہیں اور جو اپنی بیویوں کو دوسرے مردوں کی پناہوں میں دیکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، ان کا معاملہ جداگانہ ہے، سلطان عبدالحمید الثانی سے بعض یورپی محققین نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے مشرقی عورتیں تمام عمر اپنے گھروں میں پردے کے پیچھے گزار دیتی ہیں اور اجنبی مردوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتیں تو سلطان نے فی الفور جواب دیا: اس لیے کہ وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور شخص کا بچہ جننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتیں اس جواب کے سنتے ہی وہ شخص بالکل خاموش ہو گیا۔[1]

علامہ قہستانی حنفی لکھتے ہیں:

وینظر الرجل من الحرۃ الاجنبیۃ الی الوجہ۔ وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ۔[2]

مرد آزاد اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھ سکتا ہے۔ یہ حکم فقہاء متقدمین کے زمانہ کے اعتبار سے ہے اور اب جوان عورت کو دیکھنے سے منع کیا جائے گا۔

نیز علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

وفیہ اشارۃ الی انہ یحل النظر الی وجہ الاجنبیۃ الا انہ مکروہ کما فی ایمان الولوالجی

اس میں یہ اشارہ ہے کہ اجنبی عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ ولوالجی

---

[1] علامہ محمد زاہد الکوثری حنفی متوفی ۱۳۷۱ھ مقالات الکوثری ص ۲۵۰-۲۴۶ ملخصاً، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی حنفی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۲ ص ۴۳۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ

وھذا اذا لم یکن عن شھوۃ والا فحرام [1]

کی کتاب الایمان میں ہے یہ اس وقت ہے کہ جب شہوت سے نہ دیکھے اور اگر شہوت سے دیکھے تو حرام ہے۔

علامہ الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فحل النظر مقید بعدم الشھوۃ والا فحرام وھذا فی زمانھم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ [2]

اجنبی عورت کی طرف دیکھنے کا جواز عدم شہوت کے ساتھ مشروط ہے اگر شہوت سے دیکھے تو حرام ہے یہ حکم متقدمین کے زمانہ کے اعتبار سے ہے اب جوان عورت کو دیکھنے سے مطلقاً منع کیا جائے گا۔

علامہ شامی نے بھی اس حکم کو برقرار رکھا ہے۔ [3]

مذاہب فقہاء کا حاصل خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مرد کا اجنبی عورت کو اور عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنا مطلقاً جائز نہیں ہے خواہ شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے اور عورت پر اجنبی مردوں سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو چھپانا واجب ہے اور قرآن مجید اور سنت کی نصوص صریحہ کے مطابق یہی قول صحیح ہے اور امام مالک کے نزدیک شہوت کے اندیشہ سے یا خوبصورت عورت پر حجاب واجب ہے اور جب شہوت نہ ہو یا عورت بدصورت ہو تو عورت پر حجاب مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ اور فقہاء متقدمین کے نزدیک عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا ستر واجب نہیں ہے البتہ اس کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور متاخرین فقہاء احناف کے نزدیک عورت کو مطلقاً دیکھنا جائز نہیں ہے اور اس پر پردہ کرنا واجب ہے اور یہی قول صحیح ہے، جیسا کہ ہم قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے بصراحت بیان کر چکے ہیں۔

قرآن، سنت اور فقہاء اسلام کی آراء کی روشنی میں عورت کی آواز کا حکم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔ (نور: ۲۴/۳۱)

اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اس زینت کا لوگوں کو علم ہو جائے جو انھوں نے چھپا رکھی ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں، کیونکہ پازیب کی آواز سے اس کی اپنی آواز زیادہ فتنہ انگیز ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے عورت کی اذان کو مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ محمد خراسانی قہستانی حنفی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۲ ص ۴۳۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، ۱۲۹۱ھ

[2] علامہ علاؤالدین الحصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۱۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام حنفی نے کہا ہے کہ نوازل میں تصریح ہے کہ عورت کی آواز عورت واجب الستر ہے اور اس پر یہ متفرع کیا ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے۔ [1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کی آواز کو کان لگا کر سننا حرام ہے اور جب عورت کے دروازے پر دستک دی جائے تو وہ نرم آواز سے جواب نہ دے بلکہ کرخت آواز سے جواب دے۔ [2]

علامہ ابو عبداللہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

عورتوں کا آواز بلند کرنا مکروہ ہے، عورتوں کا اذان دینا، بلند آواز سے نماز پڑھنا اور بلند آواز سے حج میں اللھم لبیک کہنا سب مکروہ ہے، علامہ لخمی نے کہا ہے کہ عورتوں کی اذان ممنوع ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے۔ علامہ حطاب مالکی کہتے ہیں کہ علامہ ابن یونس اور علامہ ابن ناجی وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ عورت کا آواز بلند کرنا عورت ہے کیونکہ صحابہ کرام امہات المومنین اور دیگر صحابیات سے احادیث روایت کرتے تھے۔ [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت یزید روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورتوں پر اذان اور اقامت نہیں ہے" کیونکہ اذان اصل میں خبر دینے کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے خبر دینا مشروع نہیں ہے، اور اذان میں آواز بلند کی جاتی ہے اور عورتوں کے لیے آواز بلند کرنا مشروع نہیں ہے۔ [4]

ہر چند کہ فقہاء شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن عورت کا آواز کو بلند کرنا ان کے نزدیک بھی ناجائز اور حرام ہے، شافعی مفسرین نے زیر بحث آیت کے تحت یہی لکھا ہے۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں کیونکہ عورت کی اپنی آواز پازیب کی آواز سے زیادہ فتنہ انگیز ہے اسی وجہ سے عورت کو اذان دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ [5]

علامہ بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۷ ص ۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب مالکی مغربی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۱ ص ۴۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۷ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

پازیب کی آواز سنانے سے منع کرنا عورت کے آواز کو بلند کرنے کی ممانعت پر زیادہ دلالت کرتا ہے۔ [1]
جس طرح قرآن مجید میں عورت کے آواز بلند کرنے کی ممانعت بطور کنایہ اور مبالغہ ہے سو اسی طرح حدیث میں بھی عورت کے آواز بلند کرنے کو کنایہ اور مبالغہ سے منع کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم التصفيق للنساء والتسبيح للرجال۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نماز میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے) عورتیں ہاتھ کی پشت پر ہاتھ ماریں اور مرد سبحان اللہ کہیں۔

اس حدیث کو امام مسلم [3] اور امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]
نماز میں امام کو متنبہ کرنے کے لیے بلند آواز سے سبحان اللہ کہا جاتا ہے اور چونکہ عورت کا نماز میں آواز بلند کرنا شرعاً ممنوع اور مذموم ہے اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سبحان اللہ کہنے کی بجائے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم دیا ہے۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
شارع علیہ السلام نے عورت کے سبحان اللہ کہنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اس لیے اس کو اذان، امامت اور نماز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا جاتا ہے۔ [5]
ملا علی قاری حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
عورت کو تصفیق (ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے) کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس کی آواز عورت ہے۔ [6]
خلاصہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید میں عورت کو زمین پر پیر مارنے سے منع کیا ہے تاکہ اس کی پازیب کی آواز اجنبی مردوں کو نہ سنائی دے اور حدیث میں عورت کو نماز میں سبحان اللہ کہنے کی بجائے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ مارنے کا حکم دیا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عورت کا آواز کو بلند کرنا بھی ممنوع ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک عورت کی آواز عورت ہے اور جس طرح ماسوا ضرورت کے وہ اجنبیوں پر چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی اسی طرح وہ بغیر ضرورت کے اجنبی مردوں پر اپنی آواز بھی ظاہر نہیں کر سکتی اور فقہاء مالکیہ، فقہاء حنبلیہ اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورت کا آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور پست اور کرخت آواز کے ساتھ وہ بوقت ضرورت اجنبی مردوں سے کلام کر سکتی ہے۔

---

[1] علامہ ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۳۷۴ مطبوعہ دار صادر بیروت
[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[5] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[6] ملا علی سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بوقت ضرورت عورت کا اجنبی مردوں سے کلام کرنے کا جواز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا سئلتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب (احزاب: ۵۳)

اور جب تم نبی کی ازواج (مطہرات) سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے سوال کرو۔

اس آیت میں یہ ہدایت ہے کہ مسلمان مرد امہات المؤمنین سے دینی مسائل کا سوال کر سکتے ہیں اور ان پر لازم ہے کہ وہ پردے کے پیچھے اور حجاب کی اوٹ سے یہ سوالات کریں، اس سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت مسلم خواتین سے بھی پردے کی اوٹ سے سوالات کیے جا سکتے ہیں، لیکن مسلم خواتین پر لازم ہے کہ وہ اجنبی مردوں سے نرم اور لچکدار لہجہ میں بات نہ کریں تاکہ کسی بیمار دل میں غلط خواہش نہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا نساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا۔ (احزاب: ۳۲)

اے نبی کی ازواج! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو اگر تم کو خدا کا خوف ہے تو نرم لہجے میں بات نہ کیا کرو جس سے بیمار دل میں کوئی (بری) خواہش پیدا ہو، صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔

ہر چند کہ ان آیات میں امہات المؤمنین کو خطاب ہے لیکن اس کے حکم میں تمام مسلم خواتین شامل ہیں، علامہ ابوبکر رازی حنفی لکھتے ہیں: اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ باقی عورتیں بھی اجنبی مردوں سے ایسے لہجہ میں بات نہ کریں جس سے بداطوار شخص کے دل میں بری خواہش پیدا ہو، اور وہ ان کے نرم اور لچک دار لہجہ سے یہ سمجھے کہ وہ اس کی طرف مائل ہیں اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ عورت گھر میں اتنی بلند آواز سے بات نہ کرے کہ اس کو اجنبی مرد سن لیں اور اس میں یہ دلیل ہے کہ عورت کے لیے اذان دینا ممنوع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔ اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اس زینت کا لوگوں کو علم ہو جائے جو انھوں نے چھپا رکھی ہے، اور جب اس کے پائل کی جھنکار بھی ممنوع ہے تو اس کی آواز تو زیادہ فتنہ انگیز ہے اور جوان عورت کا اپنی آواز سنانا بطریق اولیٰ ممنوع ہے۔[1]

قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جوان عورتوں کا بلاضرورت اجنبی مردوں سے کلام کرنا ممنوع ہے البتہ اگر شوہر یا محرم میسر نہ ہو تو ضروریات زندگی کی خرید و فروخت کے لیے یا علاج معالجہ یا گواہی کی ضرورت ہو یا دینی مسائل معلوم کرنے کی احتیاج ہو تو جوان عورت پردے کی اوٹ سے یعنی چہرے پر نقاب ڈال کر اجنبی مردوں سے گفتگو کر سکتی ہے، البتہ سیر و تفریح اور بلاضرورت خریداری یا تفریحاً گپ شپ کے لیے کسی جوان اور خوبصورت عورت کا اجنبی مردوں سے گفتگو کرنے کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔ اور بوڑھی عورتوں کو چونکہ اسلام نے چہرے سے نقاب اتارنے کی اجازت دی ہے اس لیے ان سے گفتگو کے معاملہ میں بھی اس قدر سختی نہیں ہے۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۵۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

عورتوں کو سلام کرنے یا ان کے سلام کا جواب دینے کا شرعی حکم

بوڑھی عورتوں کو ابتداءً سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا دونوں امر

جائز ہیں، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سهل قال كنا نفرح بيوم الجمعة قلت ولم قال كانت عجوز لنا ترسل الى بضاعة قال ابن مسلمة نخل بالمدينة فتأخذ من اصول السلق فتطرحه فى قدر وتكركر حبات من شعير فاذا صلينا الجمعة انصرفنا نسلم عليها فتقدم الينا فنفرح من اجله وما كنا نقيل ولا نتغدى الا بعد الجمعة۔ [1]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے راوی نے پوچھا کیوں؟ کہا ایک بوڑھی عورت بضاعہ سے کچھ منگواتی (ابن مسلمہ نے کہا بضاعہ مدینہ منورہ میں کھجوروں کا ایک باغ ہے) وہ بوڑھی عورت چقندروں کو دیگچی میں ڈالتی اور اس میں جَو کے دانے بھی پیس کر ڈالتی، جب ہم نماز جمعہ پڑھ کر فارغ ہوتے تو اس کے پاس جا کر اس کو سلام کرتے وہ اس طعام کو پیش کرتی، ہم اس کھانے سے بہت خوش ہوتے تھے اور ہم جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے۔

اس حدیث میں بوڑھی عورت کو صحابہ کے سلام کرنے کا ذکر ہے، سو بوڑھی عورت کو سلام کرنے اور اس کے سلام کا جواب دینے اور اس سے بات چیت میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں سے حجاب کے احکام میں تخفیف کی ہے اور یہ حدیث اس کے جواز کی دلیل ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جوان عورتوں کے علاوہ دیگر عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے، کیونکہ جوان عورتوں سے گفتگو کرنے میں نظر کے بہک جانے اور شیاطین کے پھسلانے کا خدشہ ہے، یہ قتادہ کا قول ہے اور یہی امام مالک اور دوسرے فقہاء کا مسلک ہے۔ کوفہ کے فقہاء (یعنی فقہاء حنفیہ) نے کہا ہے کہ مرد غیر محرم عورتوں کو سلام نہ کریں۔ [2]

علامہ الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

اجنبی عورت سے کلام نہ کرے ہاں اگر بوڑھی عورت ہو تو اس کو چھینک آئے یا وہ سلام کرے تو اس کو چھینک کا اور سلام کا جواب دے اور اگر بوڑھی عورت نہ ہو تو اس سے سلام اور کلام نہ کرے۔ [3]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

خانیہ میں ہے جب اجنبی عورت کسی مرد کو سلام کرے تو اگر وہ عورت بوڑھی ہو تو مرد اس کو بلند آواز کے ساتھ زبانی جواب

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ،

دے جس کو وہ سن لے اور اگر وہ عورت جوان ہو تو اس کا دل میں جواب دے اسی طرح جب مرد کسی اجنبی عورت کو سلام کرے تو اب معاملہ برعکس ہوگا (یعنی اگر وہ مرد بوڑھا ہو تو زبانی جواب دے ورنہ دل میں جواب دے۔) اگر مرد کو چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اگر وہ بوڑھا ہو تو عورت زبان سے جواب دے ورنہ دل سے جواب دے۔ نیز علامہ شامی لکھتے ہیں حدیث میں عورتوں سے غیر ضروری باتیں کرنے کا بھی ثبوت ہے لیکن یہ بوڑھی عورتوں پر محمول ہے کیونکہ راجح یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی واجب الستر ہے[1]

بوڑھی عورت کو سلام کرنے کے جواز اور جوان کو سلام کرنے کے عدم جواز پر حسب ذیل احادیث و آثار سے استدلال کیا جاتا ہے:

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر قال، بلغنی انہ یکرہ ان یسلم الرجال علی النساء و النساء علی الرجال۔[2]

یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

عن قتادۃ قال اما امرأۃ من القواعد فلا باس ان یسلم علیھا، و اما الشابۃ فلا۔[3]

قتادہ کہتے ہیں کہ بوڑھی عورت کو سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن جوان عورت کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض لوگ عورتوں کو سلام کرنے کے جواز پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن اسماء بنت یزید تحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر فی المسجد یوما و عصبۃ من النساء قعود فالوی بیدہ بالتسلیم واشار عبد الحمید بیدہ ھذا حدیث حسن۔[4]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد سے گذرے وہاں عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی آپ نے ہاتھ اٹھا کر ان کو سلام کیا، راوی عبدالحمید نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا یہ حدیث حسن ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن اسماء بنت یزید مر علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نسوۃ فسلم علینا۔[5]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے پاس گذر ہوا تو آپ نے ہم پر سلام کیا۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۴۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

[3] " " " ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۸۹، " " "

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

یہ حدیث احکام حجاب نازل ہونے سے پہلے کے واقعہ پر محمول ہے، یا بوڑھی عورتوں پر محمول ہے یا پھر یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے: حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ سے مامون تھے، پس جس شخص کو اپنے نفس پر سلامتی کا اعتماد ہو وہ سلام کرے ورنہ خاموش رہے۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ فتنہ سے مامون تھے، آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے، ہاں ایسی بوڑھی عورت جو فتنہ کا محل نہ ہو اس کو سلام کیا جا سکتا ہے، اگر جوان عورت سلام کرے تو اس کو جواب نہ دیا جائے یہی صحیح قول ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ جوان عورت کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا یا اس سے بلا ضرورت گفتگو کرنا جائز نہیں ہے، اور بوڑھی عورت کو سلام کرنا اس کے سلام کا جواب دینا اور اس سے غیر ضروری گفتگو کرنا جائز ہے، اسی طرح بوڑھی عورت کا جوان مرد سے اور جوان عورت کا بوڑھے مرد سے معاملہ ہے، عورت سے سلام و کلام کی بحث کے بعد اب ہم عورت کے گھر سے نکلنے کے متعلق احکام شرعیہ بیان کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کے متعلق قرآن مجید کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ۔ (احزاب: ۳۳)

اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور پرانی جاہلیت کی بے پردگی کے ساتھ نہ رہو

لفظ قرن یا قرار سے بنا ہے یا وقار سے یعنی عورتوں سے فرمایا ہے کہ وہ گھروں میں ٹھہری رہیں یا چین اور سکون سے گھروں میں رہیں، دونوں اعتبار سے اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہے اس کو اسی دائرے میں رہ کر سکون سے اپنی فرائض داریاں پوری کرنی چاہئیں اور بغیر شرعی ضرورت کے گھر سے نہیں نکلنا چاہیے، امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ساری فضیلت تو مردوں نے لوٹ لی وہ جہاد کرتے ہیں اور راہ خدا میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں ہم کیا عمل کریں جس سے ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل جائے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو عورت گھر کے اندر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے برابر اجر پائے گی [1] اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مجاہد میدان جہاد میں اسی وقت دل جمعی کے ساتھ لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے گھر کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو کہ اس کی بیوی گھر میں اس کی عزت کی امین ہے اور امور خانہ داری کی صحیح نگہداشت کر رہی ہے اور عورت مرد کو جو یہ اطمینان فراہم کرتی ہے اس وجہ سے وہ بھی مرد کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہے، نیز امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عورت مکمل واجب الستر ہے جب وہ

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۴-۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۵۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

(گھر سے) نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، اور وہ اللہ کی رحمت سے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو[1] اس جگہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب کسی شرعی ضرورت کے بغیر عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ جمل کے موقع پر گھر سے باہر کیوں نکلی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی غلطی تھی، انھوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ امام ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ جب قرآن مجید کی تلاوت کے دوران وقرن فی بیوتکن پر پہنچتی تھیں تو اس قدر روتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔[2] نیز امام ابن ابی شیبہ قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عائشہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ دفن کر دو کیونکہ میں نے آپ کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے۔[3]

حنبلی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں پابند رہیں اور بغیر کسی حاجت شرعیہ کے گھر سے باہر نہ نکلیں، حوائج شرعیہ میں سے مسجد میں نماز کے لیے جانا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو اور عورتیں خوشبو لگائے بغیر مسجد میں جائیں احسان کا گھروں میں نماز پڑھنا ان کے لیے زیادہ بہتر ہے حافظ ابوبکر بزار نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! زیادتی اجر اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت کو تو مرد لے گئے، ہمارے لیے ایسا کون سا عمل ہے جس سے ہم راہِ خدا کے مجاہدین کے اجر کو حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں بیٹھے گی وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے اجر کو پائے گی! نیز امام بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے، جب وہ (گھر سے) نکلتی ہے تو اس کو شیطان تاکتا ہے، اس کا اپنے گھر کے اندر بیٹھنا اپنے رب کی رحمت کے حصول کے زیادہ قریب ہے، اور امام ابو داؤد نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا اپنے دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، الحدیث، حافظ ابن کثیر نے تبرج کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ عورت اپنے سر پر دوپٹہ ڈالے اور اس کو لپیٹے نہیں اور اس کا ہار اور دیگر زیورات کھلے ہوئے ہوں یعنی وہ اپنے بناؤ سنگھار کی نمائش کرے۔[4]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو دو حکم دیے ہیں بلا ضرورت شرعیہ گھر سے باہر نہ نکلیں اور اپنا بناؤ سنگھار اجنبی مردوں پر ظاہر نہ کریں۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری ج ۸ ص ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

[3] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۵ ص ۲۶۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[4] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۵۲۔ ۴۵۱، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

مالکی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت

علامہ ابو عبد اللہ مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں گھروں میں پابند رہیں ہر چند کہ اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے خطاب ہے لیکن دوسری عورتیں اس آیت کے حکم میں متنی داخل ہیں اور تمام عورتیں اس حکم میں کیونکر داخل نہیں ہوں گی جب کہ شریعت نے تمام عورتوں کو گھر میں پابند رہنے کا حکم دیا ہے، اور بغیر ضرورت کے ان کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی، اور تبرج کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ ثعلبی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب اس آیت کو پڑھتیں تو اس قدر روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔ اور ثعلبی نے یہ ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے کہا آپ حج اور عمرہ کیوں نہیں کرتیں جس طرح آپ کی دیگر بہنیں کرتی ہیں؟ حضرت سودہ نے فرمایا میں حج اور عمرہ کر چکی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے، راوی نے کہا خدا کی قسم حضرت سودہ اپنے گھر کے دروازے سے نہیں نکلیں حتیٰ کہ ان کا جنازہ نکلا۔ علامہ ابن عطیہ نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام جمل میں اپنے سفر کے سبب سے روتی تھیں، جس وقت حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے۔ رافضی حضرت عائشہ پر یہ طعن کرتے ہیں کہ انھوں نے جنگ جمل میں شمولیت کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی، حضرت عثمان کے محاصرے کے ایام میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ روانہ ہوئیں تو مروان نے آپ سے کہا اے ام المومنین آپ یہیں ٹھہریے کیونکہ لوگوں میں صلح کرانا آپ کے حج کرنے سے بہتر ہے، علامہ ابن العربی نے کہا ہے کہ فتنہ سے پہلے حضرت عائشہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اس لیے آپ نے حج کیا تھا اور جنگ جمل میں آپ کی شمولیت کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے آپ سے مسلمانوں کے قتل عام اور اس عظیم فتنہ کی شکایت کی، اور آپ کی برکت کی طمع میں آپ سے جنگ میں شامل ہونے کی درخواست کی ان کو یہ امید تھی کہ جب آپ لوگوں کے سامنے آئیں گی تو لوگ آپ سے حیاء کریں گے، آپ کا بھی یہی گمان تھا اس لیے آپ نے ان کی درخواست منظور کر لی اس وقت آپ کے پیش نظر قرآن مجید کی یہ آیات تھیں:

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ط ومن یفعل ذٰلک ابتغآء مرضات اللہ فسوف نؤتیہ اجرًا عظیمًا۔ (نساء، ۱۱۴)

لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں (عموماً) کوئی خیر نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ اور خیرات کا حکم دے، یا چپکے سے کسی نیکی کا حکم دے، یا مسلمانوں کے مناقشات میں اصلاح کے لیے کسی سے کچھ کہے (تو یہ اچھی بات ہے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا،

اور چونکہ اصلاح بین الناس ایک عظیم الشان عبادت ہے اس لیے حضرت عائشہ میدان میں آئیں کہ ممکن ہے ان کے اس اقدام سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہو جائے، مسلمان آپ کے مقام کا لحاظ کر کے جنگ سے باز آجائیں لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔ (حجرات: ۹)

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو۔

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صلح کرائیں اور یہ حکم تمام مردوں اور عورتوں کو شامل ہے، اس وجہ سے حضرت عائشہ مسلمانوں میں صلح کرانے کی غرض سے میدان میں آئیں لیکن تقدیر میں صلح نہ ہونا مقدر تھا اور جنگ جاری رہی اور فریقین کا خون بہتا رہا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں جس پر آپ سوار تھیں اور جب اونٹ اپنے پہلو پر گر گیا تو محمد بن ابی بکر نے حضرت عائشہ کو سنبھالا اور ان کو تیس عورتوں کی معیت میں بصرہ لے گئے، حضرت علی نے ان کو ٹھہرایا پھر عزت اور احترام کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجتہدہ تھیں ان کی نیت خیر اور صالح تھی اور ان کا اجتہاد برحق تھا اور قرآن مجید کی جن آیات میں اجتہاد کر کے وہ میدان میں آئی تھیں اس کی وجہ سے ان کو انشاء اللہ اجر ملے گا[1]

بعد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منکشف ہو گیا کہ ان کا یہ فیصلہ صحیح نہیں تھا اس لیے وہ اس پر ہمیشہ نادم رہیں اور جب اس آیت کی تلاوت کرتیں تو بے اختیار روتی تھیں۔

شافعی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قرن کا لفظ قرار یا وقار سے ماخوذ ہے یعنی عورتیں گھروں میں پابند رہیں، اور تبرج کی ممانعت سے یہ مراد ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔[2]

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں پابند رہیں اور تبرج کی ممانعت سے یہ مراد ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنی زینت اور محاسن کو ظاہر نہ کریں۔[3]

حنفی مفسرین کے نزدیک عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا حکم اور واقعہ جمل میں حضرت عائشہ کے باہر نکلنے کی وضاحت

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۲-۱۷۹ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۴۹۹-۴۹۸، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھروں میں پابند رہنے کا حکم دیا ہے اور باقی عورتوں سے بھی یہی مطلوب ہے کیونکہ امام ترمذی اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے، جب وہ اپنے گھر کے اندر ہو، نیز امام بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عورتوں نے حاضر ہو کر کہا مرد فضیلت اور جہاد فی سبیل اللہ کے اجر کر لے گئے ہمارے لیے بھی ایسا کوئی عمل ہے جس سے ہم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے اجر کو حاصل کر لیں ؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جو عورت اپنے گھر کے اندر بیٹھے گی وہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے مجاہدوں کے اجر کو پائے گی، عورتوں پر (بلا ضرورت) گھر سے باہر نکلنا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے، اگر عورتیں زیارت قبور کے لیے جائیں تو اس کا فساد زیادہ ہے، اور اگر وہ معطر اور مزین ہو کر مساجد میں جائیں تو یہ مکروہ ہے، البتہ عورتوں کے لیے حج اور والدین کی زیارت، بیماروں کی عیادت اور رشتہ داروں کی تعزیت کے لیے جانا جائز ہے اور اس کے لیے حجاب اور دیگر شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شیعہ نے اس آیت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر طعن کیا ہے کہ وہ مدینہ سے مکہ کی طرف گئیں اور مکہ سے بصرہ گئیں اور وہیں پر واقعہ جمل پیش آیا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو گھر میں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اور گھر سے نکلنے سے منع فرمایا تھا اور حضرت عائشہ نے اس حکم کی مخالفت کی، اس کا جواب یہ ہے کہ گھر کے اندر رہنے کا حکم مطلقاً ہے نہ گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت مطلقاً ہے، اگر یہ ممانعت مطلقاً ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حج، عمرہ اور غزوات میں اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور ان کو والدین کی زیارت، بیماروں کی عیادت اور رشتہ داروں کی تعزیت کی اجازت نہ دیتے، اور یہ تمام امور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے سوا دیگر ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حج کیا اور حضرت علی اور دیگر صحابہ میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا: تمہیں اپنی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کو گلیوں اور بازاروں میں گھومنے سے منع کیا ہے اور حج یا کسی اور دینی مصلحت کی بناء پر ستر اور حجاب کے ساتھ ان کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ سے مکہ حج کے لیے گئی تھیں جیسا کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ بھی حج کے لیے جا چکی تھیں، مکہ میں جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان کے قتل کی خبر سنی اور یہ معلوم ہوا کہ قاتلین عثمان حضرت علی کے پاس جمع ہو گئے ہیں، اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت شدید رنج ہوا اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب مسلمانوں کی جمعیت ٹوٹ جائے گی اور ان میں فتنہ اور فساد برپا ہو گا، اسی اثناء میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت کعب بن عجرہ اور دیگر معزز صحابہ قاتلین عثمان کے برپا کیے ہوئے فتنوں کے سبب مدینہ منورہ سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے، کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ قاتلین عثمان اپنے اس فعل قبیح پر بہت فخر کر رہے تھے، اور انھوں نے

حضرت عثمانؓ کو برسرِ عام برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا، جس کی وجہ سے ان صحابہ کرام کے دل بہت آزردہ ہوتے تھے اور جب ان صحابہ نے یہ دیکھا کہ وہ ان لوگوں کو اس برائی سے روکنے پر قادر نہیں ہیں تو وہ مکہ میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پناہ میں آ گئے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان تمام حالات اور واقعات سے مطلع کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرے نزدیک مصلحت اس میں ہے کہ تم لوگ اس وقت تک مدینہ منورہ واپس نہ جاؤ جب تک یہ ظالم حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کی مجلس کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضرت علی ان لوگوں کو اپنی مجلس سے دور کرنے اور حضرت عثمان کا قصاص لینے پر قادر نہیں ہیں سو تم اس عرصہ کسی اور شہر میں قیام کرو اور اس وقت کا انتظار کرو جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قوت اور شوکت حاصل ہو اور وہ ان لوگوں سے انتقام لے سکیں، ان صحابہ نے اس رائے کو پسند کیا اور انھوں نے بصرہ جانے کی تجویز پیش کی کیونکہ وہاں لشکر اسلام کی چھاؤنی تھی اور انھوں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی شدید اصرار کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بصرہ چلیں اور جب تک فتنہ دور نہیں ہو جاتا ان کے ساتھ بصرہ میں رہیں، ان کا خیال تھا کہ بصرہ میں حضرت عائشہ کا زیادہ احترام ہوگا، حضرت عائشہ مصلحت وقت اور ان صحابہ کی حفاظت کے خیال سے بصرہ روانہ ہو گئیں، آپ کے ساتھ آپ کے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر اور ان کے علاوہ دیگر بھانجے بھی تھے جو حضرت ام کلثوم زوجہ طلحہ اور حضرت اسماء زوجہ زبیر کے بیٹے تھے بلکہ اس سفر میں جو بھی آپ کے ساتھ تھے وہ سب آپ کے محرم اور آپ کے روحانی فرزند تھے، آپ لوہے کے ایک ہودج میں سوار تھیں۔

قاتلین عثمان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بصرہ جانے کی خبر کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ آپ کے خلاف جنگ کرنے جا رہے ہیں اور حضرت علی کو ان پر حملہ کرنے اور ان کو سزا دینے پر برانگیختہ کیا، اس کے برخلاف حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ ان پر اس وقت تک حملہ نہ کیا جائے جب تک کہ صورت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے، حضرت علی نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا اور تقدیر کا لکھا ہوا پورا ہو کر رہا، حضرت علی روانہ ہوئے درآں حالیکہ آپ کے ساتھ یہ تمام اشرار اور اہل فتنہ تھے۔ جب آپ بصرہ کے قریب پہنچے تو آپ نے قعقاع کو حضرت ام المؤمنین، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان کے عزائم معلوم کر کے حضرت امیر المؤمنین کو بتلائیں، قعقاع نے حضرت ام المؤمنین سے کہا اے ام المؤمنین آپ کس مقصد سے اس شہر میں آئی ہیں؟ آپ نے فرمایا اے بیٹے! میں لوگوں میں صلح کرانے آئی ہوں! پھر آپ نے قعقاع کو حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے پاس بھیج دیا، قعقاع نے ان سے پوچھا مجھے بتلاؤ کہ صلح کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان دونوں نے کہا کہ قاتلین عثمان پر حد قائم کی جائے اور ان کے وارثوں کے دلوں کو ٹھنڈا کیا جائے، اس سے امن قائم ہوگا اور ان کو سزا دینا بعد کے لوگوں کے لیے عبرت کا سبب ہوگا، قعقاع نے کہا یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام مسلمان متفق اور متحد نہ ہو جائیں اور امن اور سکون قائم نہ ہو جائے سو تم اس وقت تک انتظار کرو، ان دونوں نے کہا تم نے ٹھیک کہا اور صحیح فیصلہ کیا، قعقاع حضرت امیر المؤمنین کے پاس واپس پہنچا اور ان کو اس جواب سے مطلع کیا، حضرت علی یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے واپس چلنے کے لیے کہا اور تین دن ٹھیرے تاکہ صلح کے معاملہ میں کسی کو شک نہ رہے، چوتھے دن کی رات تھی جس کی صبح کو حضرت طلحہ حضرت زبیر کی حضرت علی سے صلح کے معاملات پر حتمی بات چیت ہونے والی تھی، ادھر قاتلین عثمان

پر یہ صلح بہت گراں تھی اور وہ بہت مضطرب اور بے چین تھے ان کو اپنا انجام صاف نظر آرہا تھا انھوں نے یہ سازش کی کہ حضرت علی کی طرف سے اچانک حضرت عائشہ کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا جائے تاکہ یہ ظاہر ہو کہ حضرت علی نے دھوکا دیا اور عہد شکنی کی پھر وہ حضرت علی کے لشکر پر حملہ کریں گے اور لوگ یہ گمان کریں گے کہ انھوں نے عہد شکنی کی ہے، پھر ان میں جنگ چھڑ جائے گی سو انھوں نے اس سازش کے مطابق کارروائی کی، پھر حضرت عائشہ کے ساتھیوں نے حضرت علی کے لشکر پر حملہ کر دیا اور ان قاتلوں نے شور مچایا کہ حضرت عائشہ کے ہمراہیوں نے عہد شکنی کی ہے اور پھر جنگ چھڑ گئی اس واقعہ کو طبری اور جمہور ثقہ مؤرخین نے اسانید متعددہ کے ساتھ حضرت حسن، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی بار جو گھر سے نکلیں تو اپنے محارم کے ساتھ حج کے لیے گئی تھیں، اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا، اور دوسری بار جب آپ مکہ سے بصرہ گئی تھیں تو آپ مسلمانوں کی صلح کے قصد سے گئی تھیں اور مسلمانوں میں صلح کرانا نفلی حج سے کم نہیں ہے اور اس سفر میں جو کچھ پیش آیا وہ حضرت عائشہ کے وہم و گمان میں نہیں تھا اس کے باوجود حضرت عائشہ کو اپنے سفر پر انتہائی ندامت رہی، روایت ہے کہ آپ ایام جمل کو یاد کر کے اس قدر روتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا بلکہ عبداللہ بن احمد نے زوائد زہد میں اور ابن منذر، ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب وقرن فی بیوتکن کی تلاوت کرتیں تو آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا، کیونکہ اس آیت کو پڑھنے سے آپ کو وہ واقعہ یاد آتا جب دونوں طرف سے بہت سارے مسلمان شہید ہو گئے تھے، اسی طرح حضرت علی بھی اس حادثہ پر افسوس کرتے تھے کیونکہ جنگ کے بعد جب حضرت علی نے طرفین کی لاشیں دیکھیں تو افسوس سے اپنے زانو پر ہاتھ مارتے اور کہتے کاش میں اس سے پہلے مر جاتا اور بھولا بسرا ہو جاتا!۔

حضرت عائشہ جو اس آیت کو پڑھ کر روتی تھیں اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشمول حضرت عائشہ اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا تم میں سے کسی ایک پر حوأب کے کتے بھونکیں گے، حضرت عائشہ نے بصرہ روانگی کے وقت یہ نہیں پوچھا تھا کہ راستہ میں مقام حوأب آئے گا یا نہیں، حتی کہ راستہ میں ایک جگہ پانی کے پاس کتے بھونکنے لگے، آپ نے محمد بن طلحہ سے پوچھا اس پانی کا کیا نام ہے؟ انھوں نے کہا حوأب، آپ کو وہ حدیث یاد آگئی اور آپ نے فرمایا مجھے واپس لے چلو اور آپ نے آگے روانہ ہونے سے انکار کیا اور واپسی کا قصد کیا لیکن آپ کے ہمراہیوں میں سے اکثریت اس سے متفق نہیں ہوئی اور جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا، پس حضرت عائشہ اس لیے افسوس کرتی تھیں کہ انھوں نے روانہ ہونے سے پہلے یہ معلوم کیوں نہ کر لیا کہ راستہ میں مقام حوأب آئے گا یا نہیں۔ [1]

عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری ج ۸ ص ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

[2] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۱۵ ص ۲۶۰-۲۵۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۱، ملخصاً مفہوماً، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأۃ عورۃ وانہا إذا خرجت استشرفہا الشیطان وانہا اقرب ما تکون الی اللہ وھی فی قعر بیتہا رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون [1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت واجب الستر ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے، وہ اپنے رب کی رحمت کے اس وقت زیادہ قریب ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کی کوٹھڑی میں ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل عین زانیۃ والمراۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا یعنی زانیۃ وھذا حدیث حسن صحیح۔ [3]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر آنکھ زنا کار ہے اور جب کوئی عورت خوشبو لگا کر کسی مجلس سے گذرے تو وہ ایسی ایسی ہے یعنی زنا کار ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما امرأۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا من ریحہا فھی زانیۃ [4]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرے تاکہ انھیں اس کی خوشبو آئے وہ زانیہ ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال انما النساء عورۃ وان المرأۃ لتخرج من بیتہا ومالہا من بأس فیستشرفہا الشیطان فیقول انک لاتمرین بأحد الا اعجبتیہ وان المراۃ لتلبس

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عورتیں واجب الستر ہیں جو عورت اپنے گھر سے بلا حجاب نکلتی ہے شیطان اس کو تاکتا ہے اور یہ کہتا ہے تو جس شخص کے پاس سے بھی گزرے گی اس کے دل

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۲۹۶، " " "

[4] ۔ امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ثیابھا فیقال این تریدین فتقول اعود مریضا او اشھد جنازۃ او اصلی فی مسجد و ما عبدت امرأۃ ربھا مثل ان تعبد فی بیتھا رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ ثقات [1]

کو لبھائے گی، اور عورت اپنے کپڑے پہن کر نکلتی ہے اس سے کہا جاتا ہے تم کہاں جا رہی ہو؟ وہ کہتی ہے میں بیمار کی عیادت کرنے جا رہی ہوں یا جنازہ پڑھنے جا رہی ہوں یا مسجد میں نماز پڑھنے جا رہی ہوں، اور عورت کے گھر میں نماز پڑھنے کی مانند اس کی کوئی عبادت نہیں ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اوائل اسلام میں زخمیوں کی تیمارداری اور بیماروں کو پانی پلانے کے لیے عورتیں حجاب کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں لیکن بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو غزوات میں جانے سے منع کر دیا۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام کبشۃ انھا قالت یا رسول اللہ اتأذن ان اخرج فی جیش کذا و کذا؟ قال لا قالت یا رسول اللہ انہ لیس ارید ان اقاتل انما ارید اداوی الجرحی والمرضی او اسقی المرضی قال لو لا ان تکون سنۃ ویقال فلانۃ خرجت لاذنت لک و لکن اجلسی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط و رجالھما رجال الصحیح۔ [3]

حضرت ام کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے فلاں فلاں لشکر میں جانے کی اجازت دیتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں! انھوں نے کہا یا رسول اللہ میرا لڑنے کا ارادہ نہیں ہے میں تو صرف زخمیوں اور بیماروں کو دوا دوں گی یا بیماروں کو پانی پلاؤں گی، آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ آگے چل کر یہ چیز امر شرعی بن جائے گی اور اس سے یہ استدلال کیا جانے لگے گا کہ فلاں عورت جہاد میں گئی تھی تو میں تم کو اجازت دے دیتا لیکن تم اپنے گھر میں) بیٹھو، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۴۴-۲۴۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

قال اذا استاذنکم نساءکم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن ۔ [1]

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دو۔

اس حدیث میں رات کو اجازت دینے کا حکم دیا ہے۔ اس سے علی الاطلاق عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دینے کا ثبوت لازم نہیں آتا۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن زید بن خالد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ ولیخرجن وھن تفلات ۔ [2]

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو، عورتوں کو چاہیے کہ وہ بغیر خوشبو لگائے جائیں۔

ہر چند کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت خوشبو لگائے بغیر عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت دی ہے لیکن آپ نے عورتوں کے گھر میں نماز پڑھنے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام سلمۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر مساجد النساء قعر بیوتھن رواہ احمد وابو یعلی ۔ [3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی بہترین مسجد ان کے گھروں کا اندرونی حصہ ہے۔

عن ام حمید قالت قلت یا رسول اللہ یمنعنا ازواجنا ان نصلی معک ونحب الصلوٰۃ معک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوتکن فی بیوتکن افضل من صلاتکن فی حجرکن وصلاتکن فی حجرکن افضل من صلاتکن فی دورکن وصلاتکن فی دورکن افضل من صلاتکن فی الجماعۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ ابن لھیعۃ وفیہ کلام ۔ [4]

ام حمید بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے شوہر ہم کو آپ کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا گھروں میں نماز پڑھنا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا بیرونی کمروں میں نماز پڑھنا حویلیوں میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا حویلیوں میں نماز پڑھنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۱ ص ۲۲۲، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴، " " " "

امام ابن ابی شیبہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال صلوة المرأة فی بیتها افضل فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن سلیمان ابن ابی حثمة عن امه قالت رایت النساء القواعد یصلین مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه عبدالکریم بن مخارق وهو ضعیف [3]

سلیمان بن ابی حثمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا بوڑھی عورتیں مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت لو ادرك رسول الله صلی الله علیه وسلم ما احدثت النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل فقلت لعمرة او منعن قالت نعم۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو (بناؤ سنگھار) اب ایجاد کیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے اس طرح روک دیتے جس طرح بنو اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ راوی نے عمرہ سے پوچھا: کیا ان کو روک دیا گیا تھا؟ فرمایا: ہاں!

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۴، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
عورتوں کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عورتیں نماز پڑھتی تھیں درآں حالیکہ وہ چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتی تھیں اور اندھیرے میں ان کو پہچانا نہیں جاتا تھا، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور وہ بغیر خوشبو لگائے نماز کے لیے جائیں، نیز امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو اور ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور امام ابوداؤد نے روایت کیا کہ عورتوں کا گھر میں نماز پڑھنا، حویلی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، علامہ ابن قدامہ نے ایک قول ذکر کیا ہے، دوسرے قول کے متعلق علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا مسجد میں فرض پڑھنا مکروہ ہے، اور نفل جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا مسجد میں نماز پڑھنا مطلقاً غیر مستحب ہے اور ایک روایت ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے جب وہ اکیلی نماز پڑھیں۔

رہا عورتوں کا مردوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا تو مشہور مذہب یہ ہے کہ جوان عورتوں کے لیے مکروہ ہے، اسی طرح فروع میں ہے، یہی قاضی اور ابن تمیم کا مختار ہے، مذہب اور مسبوک الذہب میں بھی اسی پر جزم ہے، رعایۃ کبری میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، ہدایہ، خلاصہ، رعایۃ صغری، حاویین وغیرہا سب کتابوں میں یہی لکھا ہے اور بوڑھی عورتوں کے لیے مردوں کے ساتھ جانا جائز ہے، محرر میں بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

نیز علامہ مرداوی لکھتے ہیں:

علامہ ابن قدامہ نے ظاہر احادیث کے مطابق یہ کہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ دینا مکروہ ہے اور علامہ مجد نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ مرد کو جب فتنہ یا ضرر کا حدشہ ہو تو وہ عورت کو مسجد میں جانے سے منع کر دے، اور مجمع البحرین میں ہے کہ جب فتنہ یا ضرر کا خوف ہو تو عورت کو منع کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا، قاضی نے کہا ہے کہ جب فتنہ کا خوف ہو تو عورت کو نکلنے سے منع کیا جائے گا، ابن تمیم اور ابن حمدان نے رعایت کبری اور حاوی کبیر میں یہ لکھا ہے کہ جب فتنہ اور ضرر کا حدشہ نہ ہو تو پھر عورت کو منع کرنا مکروہ ہے، نصیحۃ میں لکھا ہے کہ عید کے دن عورت کو نکلنے سے سختی سے منع کیا جائے گا اور یہ کہا ہے کہ اس وقت میں ان کو روکنا خود ان کے لیے فائدہ کی وجہ سے ہے اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ ان کو مسجد میں جانے سے روکنا مکروہ ہے (جب ضرر اور فتنہ کا خوف نہ ہو) اس وقت

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی مع شرح الکبیر ج ۲ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ انصاف ج ۲ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۶ھ

بھی ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ [1]

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ احمد دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ایسی بوڑھی عورت جس پر مردوں کو عموماً شہوت نہ ہوتی ہو اس کا عید، نماز استسقاء اور فرائض پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے، اور اگر جوان عورت خوشبو نہ لگائے اور زینت کا اہتمام نہ کرے اور سادے اور دبیز کپڑے پہنے اور اس کے جانے میں کسی فتنہ کا خوف نہ ہو اور راستہ میں مردوں کی بھیڑ نہ ہو اور نہ ہی کسی قسم کے فساد کا خطرہ ہو تو اس کا بھی فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور قرابت داروں کے نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جانا جائز ہے اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اس کا گھر سے نکلنا حرام ہے، اگر عورت اپنے خاوند سے مسجد میں جانے کا مطالبہ کرے تو اس کے خاوند کے خلاف فیصلہ نہیں کیا جائے گا خواہ وہ عورت بوڑھی ہو اگرچہ اس کے خاوند کے لیے اولیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرے اور اگر فتنہ کا خدشہ ہو تو عورت کے نکلنے کی ممانعت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ [2]

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ دردیر مالکی نے جوان عورت کے نکلنے کی جو شرائط ذکر کی ہیں یہ اس جوان عورت کے متعلق ہیں جو خوبصورت نہ ہو اور جو عورت خوبصورت ہو وہ بالکل نہ نکلے۔ اور جوان عورت کے لیے جو فرائض میں جانے کا لکھا ہے اس سے مراد جمعہ کے علاوہ باقی فرائض ہیں، جمعہ، عید اور نماز استسقاء کے لیے جوان عورت بالکل نہ نکلے، کیونکہ ان میں لوگوں کا اژدہام زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح وعظ کی محفلوں میں بھی جوان عورتوں کا جانا شدید مکروہ ہے خواہ ان کے لیے بیٹھنے کا الگ انتظام ہو۔ [3]

نیز علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

بوڑھی عورت کا جانا جمعہ جائز ہے یہ بھی خلاف اولیٰ ہے، علامہ ابن رشد مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ میرے نزدیک عورتوں کی چار قسمیں ہیں (اوّل) ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو بالکل ضرورت نہیں ہوتی یہ عورتیں بالکل مردوں کی طرح ہیں یہ مسجد میں فرائض پڑھنے کے لیے اور ذکر اور وعظ کی محفلوں میں جا سکتی ہیں اور میدان میں عیدین، نماز استسقاء اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جا سکتی ہیں، اسی طرح اپنی دیگر ضروریات پوری کرنے بھی جا سکتی ہیں، (ثانی) ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو حاجت ہو سکتی ہے، یہ مسجد میں فرائض پڑھنے جا سکتی ہیں اور ذکر اور علم کی مجالس میں بھی جا سکتی ہیں لیکن اپنی دیگر حاجات میں زیادہ باہر نہ نکلیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے، (ثالث) جوان عورت جو خوبصورت نہ ہو یہ مسجد میں فرائض کی جماعت اور اپنے اہل اور اقارب کی نماز جنازہ میں جا سکتی ہے، لیکن نماز عید، نماز استسقاء اور علم اور ذکر کی مجالس میں نہ جائے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ، انصاف ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۶ھ

[2] علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی - ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] " " " - " ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۳۶، " "

(رابع) ایسی جوان عورت جو خوبصورت ہو وہ گھر سے بالکل باہر نہ نکلے۔ [1]

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

عورتوں کو مساجد میں جانے سے روکنے کو احادیث میں منع کیا ہے لیکن عورتوں کے مسجد میں جانے کا جواز چند شرائط سے مشروط ہے اور یہ شرائط بھی احادیث سے ماخوذ ہیں، عورت نے خوشبو نہ لگائی ہو، بناؤ سنگھار نہ کیا ہو، پازیب نہ پہنی ہو جس کی آواز سنائی دے، شوخ لباس نہ پہنا ہو، مردوں کے ساتھ مخلوط نہ ہو، جوان یا خوبصورت عورت نہ ہو جس سے فتنہ کا خدشہ ہو اور راستے میں کسی خرابی اور فساد کا خوف نہ ہو۔ حدیث میں جو عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کے لیے منع کیا ہے، یہ ممانعت تنزیہی ہے اور یہ اس وقت مکروہ ہے جب عورت کا شوہر ہو اور یہ تمام شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر عورت کا مسجد میں جانا حرام ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا حکم تمام عورتوں کو شامل ہے لیکن فقہاء نے اس حکم کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے، ایک شرط یہ ہے کہ وہ خوشبو نہ لگائے کیوں کہ سنن ابوداؤد کی روایات میں ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائے اور اچھے کپڑے اور زیورات کا نہ پہننا بھی اسی سے ماخوذ ہے اسی طرح مردوں کے ساتھ مخلوط ہونا بھی اسی سے ماخوذ ہے، بعض مالکی اور دوسرے فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورت کا بھی فرق کیا ہے، لیکن اگر جوان عورت بھی ان چیزوں سے اجتناب کرے اور خصوصاً رات کو باپردہ ہو کر جائے تو فتنہ سے محفوظ رہے گی۔ بکثرت احادیث میں عورت کے حق میں گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اس صورت میں فتنہ سے محفوظ رہتی ہے، اس کی تاکید اس سے ہوتی ہے کہ عورتوں نے بناؤ سنگھار کے بہت شوخ و شنگ طریقے اختیار کر لیے ہیں، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عورتوں نے جو اب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے، بعض علماء نے اس حدیث کی وجہ سے عورتوں کے مساجد میں جانے کو مطلقاً منع کیا ہے، لیکن یہ رائے مخدوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو بہرحال علم تھا کہ آپ کے وصال کے بعد عورتوں نے کیا کرنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ آپ پر وحی نازل فرما دیتا کہ آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع کر دیں، اس لیے صرف ان عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع کرنا چاہیے جو بناؤ سنگھار کا اہتمام کرتی ہوں، اور اصل یہ ہے کہ اس پر غور کیا جائے کہ آیا عورتوں کے مسجدوں میں جانے سے کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے یا نہیں! اگر کوئی فساد اور خرابی لازم آتی ہے تو ان کو منع کیا جائے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ بغیر خوشبو کے جائیں اور ان کی اجازت کو رات کے وقت کے ساتھ مقید کیا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر ان کے مسجد

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی۔ ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۵، دار الفکر بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

میں جانے میں کوئی خرابی ہو تو پھر ان کو اجازت نہ دی جائے۔ [1]

مصنف یہ کہتا ہے کہ اصول شریعت میں یہ بات مسلم ہے کہ جب کسی معاملہ میں دو خرابیاں لازم ہوں تو کم تر خرابی کو اختیار کر لینا چاہیے اور بڑی خرابی سے احتراز کرنا چاہیے، اب اگر عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے تو صرف ان کی مسجد کی نماز کی فضیلت فوت ہوگی اور اگر عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی عام اجازت دی جائے تو عورتوں کی عزت و ناموس کو خطرہ ہوگا بلکہ مسجد میں فتنہ و فساد اور مسجد کے تقدس کے مجروح ہونے کا اندیشہ ہوگا، ایک طرف ایک فضیلت کا حاصل ہونا ہے اور دوسری طرف ایک فحشاء اور حرام کے ارتکاب کا اندیشہ ہے، اس لیے اصول شریعت کے مطابق فحشاء اور حرام سے بچنا چاہیے اور ایک فضیلت کے حصول کو ترک کر دینا چاہیے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ اس فضیلت کو ترک کرنا اس سے بڑی فضیلت کے حصول کو مستلزم ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر چند کہ عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کا گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا اس سے زیادہ افضل ہے جیسا کہ ہم بکثرت احادیث کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

جوان یا خوبصورت عورتوں کا مردوں کے ساتھ مسجد میں جانا مکروہ ہے اور شوہر اور ولی کا ان کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا بھی مکروہ ہے، کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عورتوں نے جو اب بناؤ سنگھار ایجاد کر لیا ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا نیز جوان یا خوبصورت عورتوں کے جانے میں فتنہ ہے۔ ہاں جو عورتیں جوان یا خوبصورت نہ ہوں ان کا جانا مکروہ نہیں ہے اور ان کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا مستحب ہے۔ [2]

فقہاء حنبلیہ، فقہاء مالکیہ اور فقہاء شافعیہ سب نے جوان یا خوب صورت عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے مطلقاً منع کیا ہے اور ان کے شوہر اور ولی کو بھی جانے کی اجازت دینے سے منع کیا ہے اور ایسی بوڑھی عورتیں جن کی مردوں کو ضرورت نہیں ہوتی نہ ان پر شہوت ہوتی ہے ان کو جانے کی اجازت دی ہے۔ اور جب جوان یا خوبصورت عورتوں کو مسجدوں میں جانے کی اجازت نہیں ہے تو بلا ضرورت گھر سے نکلنے کی اجازت بطریق اولیٰ نہیں ہے۔

مساجد میں عورتوں کے جانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی لیکن اب صرف بوڑھی عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے گی۔ [3]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۳۵۰-۳۴۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ

[2] علامہ محمد شربینی شافعی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۳۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت [لاہور، ۱۴۰۱ھ]

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

نیز امام محمد بن حسن شیبانی لکھتے ہیں:

قلت ارءیت النساء هل علیهن خروج فی العیدین؟ قال قد کان یرخص لهن فی ذلك فاما الیوم فانی اکره لهن ذلك، قلت: افتکره لهن ان یشهدن الجمعة والصلوٰة المکتوبة فی جماعة؟ قال نعم قلت فهل ترخص لشیء منهن قال: ارخص للعجوز الکبیرة ان تشهد العشاء والفجر والعیدین فاما غیر ذلك فلا۔[1]

میں نے (امام اعظم سے) پوچھا کیا آپ عورتوں کو عیدین میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں، فرمایا پہلے ان کو یہ اجازت دی جاتی تھی لیکن اب میں اس کو مکروہ قرار دیتا ہوں، میں نے پوچھا کیا آپ عورتوں کے جمعہ اور فرض باجماعت کو بھی مکروہ کہتے ہیں فرمایا ہاں! میں نے پوچھا کیا آپ کسی عورت کو اجازت دیتے ہیں؟ فرمایا جو بہت بوڑھی عورت ہو وہ عشاء، فجر اور عیدین کی نمازوں میں جا سکتی ہے اور اس کے سوا اور کسی نماز میں نہیں جا سکتی۔

شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

عیدین کے لیے جانا عورتوں پر لازم نہیں ہے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ پہلے عورتوں کو عیدین کے لیے رخصت دی جاتی تھی لیکن میں اب جوان عورتوں کے لیے اس کو مکروہ کہتا ہوں، کیوں کہ ان کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور باہر نکلنے سے روکا گیا ہے، کیونکہ اس میں فتنہ ہے، البتہ بوڑھی عورتوں کو عیدین اور مغرب، عشاء اور فجر کی باجماعت نماز پڑھنے کے لیے گھر سے جانے کی اجازت ہے اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بوڑھی عورتوں کو بھی ظہر، عصر اور جمعہ کے لیے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے بوڑھی عورتوں کو تمام نمازوں، اور نماز استسقاء اور نماز کسوف کے لیے گھر سے نکلنے کی اجازت دی ہے، کیونکہ بوڑھی عورتوں کے نکلنے میں کوئی فتنہ نہیں ہے کیونکہ بوڑھی عورتوں کی طرف مرد کم رغبت کرتے ہیں، اور بوڑھی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، بیماروں کا علاج کرتی تھیں، ان کو پانی پلاتی تھیں اور ان کو کھانا پکا کر دیتی تھیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بوڑھی عورتوں کو رات کی نمازوں میں گھر سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں بشرطیکہ وہ پردے میں چھپی ہوئی جائیں اور رات کا اندھیرا ان کے اور مردوں کی نگاہوں کے درمیان حائل ہو اور دن کی نمازوں میں اور جمعہ میں چونکہ شہر میں بھیڑ ہوتی ہے اس کو دھکے لگیں گے اور بسا اوقات وہ گر پڑے گی اور اس میں فتنہ ہے کیونکہ بوڑھی عورت میں ہر چند کہ جوان مرد رغبت نہیں کرتے لیکن بوڑھے مرد ان میں رغبت کرتے ہیں اور کبھی جوان مرد بھی شدت شہوت کے غلبہ سے اس کے ساتھ چھیڑ خوانی کر سکتے ہیں اور اس کو دھکا دے سکتے ہیں اور عید کی نماز چونکہ کھلے میدانوں میں پڑھی جاتی ہے اس لیے بوڑھی عورتیں مردوں سے الگ کسی راستہ سے جانے پر قادر ہوں گی تاکہ ان کو دھکے نہ لگیں۔ باقی اس میں امام اعظم سے دو روایتیں ہیں کہ وہ عیدگاہ جا کر نماز

[1] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۰۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

پڑھیں یا صرف مسلمانوں کی جمعیت میں اضافہ کے لیے عیدگاہ جائیں جیسا کہ عہد رسالت میں حائضہ عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ عورتوں کا جماعات میں جانا مکروہ ہے اور شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ اس سے جوان عورتیں مراد ہیں اور جماعت سے جمعہ، عید، کسوف اور استسقاء کی نماز با جماعت مراد ہے، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ ان کا نماز با جماعت کے لیے گھروں سے نکلنا جائز ہے اور ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور یہ حرام کا سبب ہے اور جو چیز حرام کا سبب ہو وہ بھی حرام ہوتی ہے، خاص طور پر اس زمانہ میں جب کہ فتنہ اور فساد عام ہو گیا ہے تو عورتوں کے گھر سے باہر نکلنے کی حرمت زیادہ واضح ہے، البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء پڑھنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بوڑھی عورتیں تمام نمازوں کے لیے جا سکتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن عورتوں کو کنکر مارتے اور ان کو مسجد سے نکال دیتے۔[2] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عورت نے مسجد میں جمعہ پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تمہارا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔[3] ابراہیم نخعی عورتوں کو جمعہ اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے، حضرت حسن بصری سے پوچھا گیا کہ ایک عورت بصرہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھتی ہے تو حسن بصری نے کہا اگر حضرت عمر ہوتے تو اس کا سر پھوڑ دیتے۔[4]

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عورتوں نے جو بناؤ سنگھار اب ایجاد کیا ہے اگر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجد میں جانے سے اس طرح منع کر دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجدوں سے روک دیا گیا تھا۔[5]

علامہ بدرالدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان بدعات اور منکرات (برائیوں) کو دیکھ لیتیں جن کو اس زمانے میں عورتوں نے ایجاد کیا ہے تو وہ عورتوں کے گھر سے نکلنے پر اس سے بھی زیادہ شدت سے انکار کرتیں کیونکہ آج کل کی عورتوں نے بناؤ سنگھار میں جن خرافات کو ایجاد کر لیا ہے وہ بیان سے باہر ہیں، وہ انواع و اقسام کے ریشمی کپڑے پہنتی ہیں اور مختلف اطوار سے بالوں کی آرائش کرتی ہیں، تیز عوشبوئیں لگا کر ناز نخرے کے ساتھ بن ٹھن کر مردوں کے اڈہ دھام میں بازاروں میں چلتی ہیں اور اکثر اوقات ان کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے، بعض عورتیں مختلف سواریوں پر سوار ہو کر چلتی ہیں اور بعض عورتیں بلند

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۶ ص ۱۵۷-۱۵۶، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابن ابی شیبہ نے اس اثر کی حضرت ابن مسعود کی طرف نسبت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۴)

[3] امام ابن ابی شیبہ نے اس اثر کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۸۴)

[4] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۷-۱۵۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

آواز سے گانا گاتی ہیں، بعض عورتیں فحش کاروبار کرتی ہیں، بعض عورتیں مردوں کے ساتھ مل جل کر رہتی ہیں، بعض عورتیں دکانوں پر بیٹھ کر سودا بیچتی ہیں، بعض عورتیں عورتوں کی دلالی کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر نوحہ کرتی ہیں، بعض عورتیں اجرت پر گاتی بجاتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کو تھوڑا سا عرصہ گذرا تھا تو عورتوں نے اتنی آزادی اور بے راہ روی اختیار کرلی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان چیزوں کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع کر دیتے تو اب تو آپ کے وصال کو آٹھ سو سال گذر چکے ہیں اور اس طویل عرصہ میں عورتیں اپنی بے راہ روی اور بے حیائی میں کہاں سے کہاں تک پہنچ چکی ہیں۔!

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے کیسے کہہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عورتوں کی موجودہ روش کو دیکھ لیتے تو ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کر دیتے حالانکہ ان کو منع کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالیٰ پر موقوف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قواعد شرعیہ معلوم تھے جن کا تقاضا یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کے مادے کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جائے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں اس طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ نے خوشبو لگا کر مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ اگر عورتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو منع نہ کرو، جس کا مفہوم ہے دن میں ان کو نکلنے سے منع کیا جائے گا اور رات کو چونکہ اندھیرا ہوتا ہے اس لیے ان کے نکلنے میں دیکھے جانے کا احتمال نہیں ہے۔[1] (خیال رہے کہ اب تو شہروں میں راتیں بھی دن بنی ہوئی ہیں۔ سعیدی)

عورتوں کے گھر سے نکلنے کے متعلق مصنف کی تحقیق

علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ نے عورتوں کی بے راہ روی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ ان کے زمانہ کا حال ہے اب تو حال یہ ہے کہ عورتیں باریک تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں، پورے بازو اور آدھا سینہ برہنہ ہوتا ہے، بعض عورتیں ساڑھی باندھتی ہیں جس سے پیٹ اور کمر کھلی ہوتی ہے اور نیم عریاں بلاؤز پہنتی ہیں، سر کے بال کٹواتی ہیں اور بیوٹی پارلر میں جا کر میک اپ کراتی ہیں، سرخی پاؤڈر سے مزین ہو کر اور تیز خوشبوئیں لگا کر گھر سے نکلتی ہیں، اسکولوں، کالجوں اور دفتروں میں مخلوط تعلیم اور مخلوط کاروبار کا نظام ہے اور اس اختلاط کے سائے میں رومان پرورش پاتے ہیں اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کے کیسز کی بھرمار رہتی ہے! اب عورتیں ریڈیو پر اپنی آواز کا جادو جگاتی ہیں اور فلم اور ٹی۔ وی کے ذریعہ اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں جس کی وجہ سے بچوں اور نوجوان نسلوں کے ذہنوں پر برے اثرات پڑتے ہیں اور آئے دن اغوا، عصمت دری اور دیگر فواحش کی خبریں چھپتی رہتی ہیں، ان تمام مصائب اور مسائل کا حل صرف یہ ہے کہ عورتوں کو پردے اور حجاب میں مستور رکھا جائے۔

عورتوں کے مساجد میں جانے کے متعلق ہم نے فقہاء اربعہ کی آراء تفصیل سے پیش کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد، امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد جوان یا خوبصورت عورت کو مسجد میں جانے سے مطلقاً منع کرتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو تمام اوقات میں مسجد میں جانے کی اجازت دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ بوڑھی عورتوں کو بھی صرف رات کے اندھیرے میں مسجد میں جانے کی اجازت دیتے ہیں (خیال رہے کہ اب شہروں میں راتوں کو اندھیرا

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۵۹-۱۵۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں ہوتا اور اب راتیں بھی دن کی طرح چکا چوند ہوتی ہیں) اور دن کے اجالے میں بوڑھی عورتوں کو بھی مسجد میں جانے سے منع کرتے ہیں۔ اور جب عورتوں کا مسجد میں جانا ممنوع قرار پایا تو اسکولوں، کالجوں، دفتروں، کارخانوں، اسمبلیوں، اجنبی مردوں کی دعوتوں اور محفلوں اور عمومی تقریبات میں ان کا جانا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

فقہاء نے عورتوں کے گھر سے نکلنے کی ممانعت پر عورتوں کی بے راہ روی اور فتنہ اور فساد کے خوف سے استدلال کیا ہے اور اس استدلال کی صحت اور قوت میں کوئی شک نہیں ہے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وقرن فی بیوتکن (احزاب: ۳۳) "اپنے گھروں میں ٹھیری رہو" اس آیت سے استدلال بہت واضح ہے، یہ آیت عورتوں کے گھروں سے نکلنے کی ممانعت میں نص صریح ہے اور بغیر کسی ضرورت کے عورتوں کا گھروں سے نکلنا جائز نہیں ہے اور نماز کے لیے مسجد میں جانا عورتوں کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ عورتوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ افضل اور بہتر ہے، اور جن احادیث میں عورتوں کو رات کے وقت میں جانے کے لیے روکنے سے منع فرمایا ہے وہ سب اخبار احاد ہیں اور قرآن مجید کی اس نص قطعی سے مزاحم اور متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ ثانیاً ان احادیث میں سورہ احزاب کی ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے کا حکم ہے اور سورہ احزاب کی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد وہ حکم منسوخ ہو گیا، ثالثاً احادیث میں جن عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دینے کا حکم ہے وہ بوڑھی عورتوں پر محمول ہے اور بوڑھی عورت کے حجاب کے معاملہ میں قرآن مجید میں تخفیف کی گئی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ "وقرن فی بیوتکن" کا حکم ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولىٰ کے ساتھ مقید ہے یعنی عورتوں کو گھروں سے نکلنے سے مطلقاً منع نہیں کیا، بلکہ اس چیز سے منع کیا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار کر کے اور اپنے محاسن کو ظاہر کرتے ہوئے گھروں سے نکلیں اور حجاب اور نقاب کے ساتھ ان کو نکلنے کی بالعموم اجازت ہے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو الگ الگ حکم دیے ہیں اور کوئی حکم دوسرے حکم کے ساتھ مقید نہیں ہے، ایک حکم یہ ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں اور بغیر ضرورت کے گھروں سے نہ نکلیں، اور دوسرا حکم یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کی طرح اپنے محاسن اور زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں کہ بغیر دوپٹہ کے کھلے گریبان اور کھلے سینے کے ساتھ رہیں خواہ وہ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر۔

ہر چند کہ حضرت عائشہ کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی لیکن اصول یہ ہے کہ قرآن مجید کا حکم احادیث اور آثار پر مقدم ہے اور جب قرآن مجید نے مطلقاً عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے تو قرآن مجید کے حکم پر عمل کیا جائے گا اور جو احادیث اور آثار صریح قرآن کے خلاف ہوں ان کو ترک کر دیا جائے گا باقی ضروریات مستثنیٰ ہیں، ضروریات کی بناء پر عورتیں گھر سے باہر حجاب میں مستور ہو کر جا سکتی ہیں، حج اور عمرہ کے لیے، علاج کے لیے، عدالت میں استغاثہ کے لیے، گواہی دینے کے لیے، والدین اور دیگر محارم کی زیارت، عیادت اور تعزیت کے لیے، محرم رشتہ داروں کی شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں شرکت کے لیے جوان یا عمر رسیدہ عورت شوہر یا ولی کی اجازت سے حجاب اور نقاب میں مستور ہو کر گھر سے باہر جا سکتی ہے، اور مسافت قصر سے کم سفر ہو (یعنی اکسٹھ میل یا ۹۸،۴۳۲ کلومیٹر سے کم ہو) تو عورت بغیر زوج اور محرم کے

بھی سفر کر سکتی ہے اور اگر سفر مسافت قصر سے زیادہ ہو تو بغیر زوج اور محرم کے سفر نہیں کر سکتی، اسی طرح عورت کا زوج یا ولی کی اجازت کے بغیر بھی کہیں جانا جائز نہیں ہے، عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا اور ان سے بلا ضرورت شرعی بات کرنا اسلام میں جائز نہیں ہے، اس لیے اجنبی مردوں کی تقریبات اور ان کی محافل میں جانا جائز نہیں ہے خواہ خاوند یا ولی کہے پھر بھی جائز نہیں، البتہ رشتہ داروں یا اجنبی عورتوں کے ہاں شادی بیاہ یا دیگر تقریبات میں یا کسی غرض صحیح سے مثلاً عیادت یا تعزیت یا کسی اور کام سے شوہر یا ولی کی اجازت سے جانا جائز ہے اور ضرورت شرعیہ یا غرض صحیح کے بغیر کسی کے ہاں جانا جائز نہیں ہے۔ اگر عورت کے معاش کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور کوئی شخص اس کا کفیل بھی نہ ہو تو وہ حجاب میں مستور ہو کر کوئی ایسا کام کر سکتی ہے جو اس کی عزت، عفت اور اسلام کی ہدایات کے خلاف نہ ہو اور اس مقصد کے لیے بھی اس کا حجاب میں مستور رہ کر گھر سے نکلنا جائز ہے۔ یہ تمام قیود اور شرائط جوان اور خوبصورت عورتوں کے لیے ہیں، رہیں بوڑھی عورتیں تو قرآن مجید نے ان کے احکام حجاب کے معاملہ میں تخفیف کی ہے سو ان کے گھر سے نکلنے کے معاملہ میں بھی تخفیف ہے اور اس قدر سخت احکام نہیں ہیں چنانچہ فقہاء اسلام نے ان کو ان سخت احکام سے مستثنیٰ کیا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

اسلام کے عمومی احکام سے عورت کی سربراہی کے عدم جواز پر استدلال

قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے ارشادات کے مطابق

عورت کے حسب ذیل احکام ہیں:

(ا) ۔ عورت کا اذان دینا اور اقامت پڑھنا جائز نہیں ہے۔
(ب) عورت کا امام کو سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دینا جائز نہیں ہے۔
(ج) عورت کا حج میں بلند آواز سے تلبیہ کہنا جائز نہیں ہے۔
(د) عورت کا نماز کی امامت کرانا جائز نہیں ہے۔
(ہ) عورت کا اجنبی مردوں سے بلا ضرورت بات کرنا اور ان کے سامنے چہرہ ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔
(و) عورت کا بلا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔
(ز) بغیر شوہر یا محرم کے عورت کا (مسافت قصر سے زائد) سفر کرنا جائز نہیں ہے۔
(ح) عورت کا بغیر شوہر یا محرم کے حج کرنا جائز نہیں ہے۔
(ط) جوان اور خوبصورت عورت کا مطلقاً مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانا اور بوڑھی عورت کا دن میں مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔
(ی) ۔ اجنبی مردوں کی محفلوں اور دعوتوں میں عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے خواہ ان کو شوہر یا ولی اس کا حکم دیں۔
(ک) عورت کا اجنبی مردوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔
(ل) عورت کا اجنبی مردوں کے سامنے خطاب کرنا اور تقریر کرنا جائز نہیں ہے۔
(م) جوان اور خوبصورت عورت کا اجنبی مردوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔
(ن) عورت کا اجنبی مردوں سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

جب عورت اسمبلی کی ممبر ہو، وزیر یا مشیر ہو یا سربراہ مملکت وحکومت ہو تو وہ بعض اوقات شوہر یا محرم کے بغیر مسافت قصر سے زائد سفر کرتی ہے، اجنبی مردوں سے بات چیت کرتی ہے، بسا اوقات مصافحہ کرتی ہے بے پردہ لوگوں سے ملاقات کرتی ہے، اسمبلی میں تقریر اور خطاب کرتی ہے، اجنبی لوگ اس کو دیکھتے ہیں اور وہ ان کو دیکھتی ہے، اجنبی مردوں کی محفلوں اور دعوتوں میں شریک ہوتی ہے، ان سے سلام اور کلام کرتی ہے، بلاضرورت شرعیہ گھر سے باہر نکلتی ہے اور یہ تمام امور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ کے خلاف ہیں، اس لیے عورت کا اسمبلی کا ممبر بننا، وزارت ــــ، سفارت ومشاورت یا ریاست یا انتظامیہ کی سربراہی کرنا ان عمومی احکام کی مخالفت کی وجہ سے جائز نہیں ہے اور بالخصوص منصب امارت کے عدم جواز پر متعدد احادیث صحیحہ شاہد ہیں جن کو ہم پیش کر رہے ہیں۔

قرآن مجید سے عورت کی سربراہی کا عدم جواز

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضہم علی بعض۔ (النساء: ۳۴)

مرد عورتوں پر قوام (نگران حاکم) ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے فریق پر فضیلت دی ہے

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

اس آیت میں قوام کا معنی ہے کسی چیز کی رعایت اور حفاظت کرنا۔ [1]

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

یہاں قوام کا معنی کفالت کرنا اور خرچ اٹھانا ہے۔ [2]

علامہ زبیدی نے بھی قوام کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورتوں کی تادیب اور ان کے معاملات کی تدبیر کرنا مردوں کا حق ہے، اور ان کا یہ حق ہے کہ وہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھیں اور ان کو باہر نکلنے سے منع کریں۔ اور جب تک مرد کسی گناہ کا حکم نہ دیں عورت پر اس کے احکام کی اطاعت لازم ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ مرد عورت کا خرچ اٹھاتا ہے اور اس کی نگہداشت کرتا ہے، اور عقل اور قوت میں مرد کو عورت پر فضیلت ہے، وراثت میں اس کا حصہ زیادہ ہے اور نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے اور جہاد کے احکام کو اسی وجہ سے مرد کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۱۶، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۵۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران،

[3] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۳۵ مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر ۱۳۰۷ھ ۱۳۸۷ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۱۶۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مرد عورت پر مسلط کیا گیا ہے اور عقل میں فراوانی، میراث میں حصہ کی زیادتی، غنیمت، جمعہ، جماعت، خلافت، حکومت اور جہاد کو مردوں کے ساتھ مخصوص کر کے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔[1]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے غلبہ اور حاکمیت کی دو وجہیں بیان کی ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک فریق کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر طبعاً اور شرعاً متعدد وجوہ سے فضیلت عطا کی ہے، طبعاً فضیلت اس طرح دی ہے کہ عقل و دانش اور قوت و طاقت کے اعتبار سے چند مستثنیات سے قطع نظر مرد عورتوں سے افضل ہوتے ہیں، اسی وجہ سے علم اور حکمت اور شجاعت اور بہادری کے کارناموں کا زیادہ ظہور مردوں سے ہوتا ہے اور شرعاً فضیلت یہ ہے کہ انبیاء اور رسل مردوں سے مبعوث ہوئے ہیں اور حکومت، خلافت، نماز کی امامت، جہاد کی امارت، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود و قصاص میں شہادت یہ تمام احکام بالاتفاق مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور وراثت اور دیت میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے، طلاق دینے، رجوع کرنے اور متعدد عورتوں سے نکاح کرنے کا حق بھی مردوں کو دیا ہے، ان تمام وجوہ سے مردوں کی عورتوں پر برتری اور فضیلت واضح ہے۔ اور عورتوں پر مردوں کی حاکمیت کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ وبما انفقوا من اموالھم "اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں" کیونکہ مرد عورت کو مہر دیتا ہے اور اس کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

الرجال قوامون کا معنی یہ ہے کہ جس طرح حاکم رعایا پر اپنے احکام نافذ کرتا ہے، اسی طرح مرد عورتوں پر احکام نافذ کرتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت حاصل ہے، کیونکہ نبوت، رسالت، حکومت، امامت، اذان، اقامت، خطبات اور تکبیرات تشریق وغیرہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔[3]

مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے، ہر چند کہ یہ آیت براہ راست خانگی امور سے متعلق ہے لیکن اول تو اس آیت میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو اس آیت کو خانگی امور کے ساتھ خاص کرتا ہو، ثانیاً جب اللہ تعالیٰ نے ایک گھر کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی تو پورے ملک کی ذمہ داری اس پر کیسے ڈالی جا سکتی ہے؟ اس لیے اول تو اپنے عموم کی بناء پر یہ آیت عبارۃ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا حاکم یا سربراہ نہیں بنایا جا سکتا اور ثانیاً دلالۃ النص سے اس پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو ملک کا بلکہ کسی شعبہ کا بھی سربراہ نہیں بنایا جا سکتا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں کا قوام یعنی نگران اور کفیل بنایا ہے اور یہ ایک بدیہی بات

---

[1] علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۵ ص ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہے کہ ملک کا سربراہ اور حاکم ملک کے مردوں اور عورتوں سمیت تمام عوام کا قوام یعنی نگراں اور کفیل ہوتا ہے پس اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو وہ عورت ملک کے تمام مردوں کی نگراں اور کفیل ہو گی اور یہ چیز صراحۃً قرآن مجید کے خلاف ہے، اسی طرح اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں سے افضل قرار دیا ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ حاکم محکوم سے منصب حکومت کے اعتبار سے افضل ہوتا ہے سو اگر عورت کو ملک کا سربراہ اور حاکم بنا دیا جائے تو اسے اپنے شوہر سمیت سب مردوں پر افضلیت حاصل ہو گی۔ اور یہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہے، لہٰذا اگر عورت کو ملک کا سربراہ بنایا جائے خواہ ریاست کی سربراہ ہو یا انتظامیہ کی تو ان دو وجہوں سے قرآن مجید کی مخالفت لازم آئے گی!

احادیث سے عورت کی سربراہی (بشمول اپنے شوہر کے) کا عدم جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ سمعتہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام الجمل بعد ما کدت ان الحق باصحاب الجمل فاقاتل معہم قال لما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل فارس قد ملکوا علیہم بنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولّوا امرہم امراۃً۔[1]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایام جمل میں قریب تھا کہ میں اصحاب جمل (حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے رفقاء) کے لشکر کے ساتھ لاحق ہو جاتا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا، اس موقع پر مجھے اس حدیث نے فائدہ پہنچایا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، جب اہل فارس نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم ہرگز فلاح (اخروی) نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات میں عورت کو حاکم بنا لیا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے[2] نیز اس حدیث کو امام ترمذی[3]، امام حاکم[4]، امام بیہقی[5]، امام طبرانی[6] اور امام ابن ابی شیبہ[7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۲، ۶۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۱، ۴۷، ۴۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی مکہ مکرمہ۔

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۵۲۵-۵۲۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱۰ ص ۱۱۸-۱۱۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[7] حافظ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۲ھ۔

علیہ وسلم اذا کانت امراءکم خیارکم و اغنیاءکم سمحاءکم و امورکم شوریٰ بینکم فظہر الارض خیر لکم من بطنہا واذا کانت امراءکم شرارکم و اغنیاءکم بخلاءکم و امورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا۔[1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکام نیک ہوں، تمہارے اغنیاء سخی ہوں اور تمہاری حکومت باہمی مشورے سے ہو تو تمہارے لیے زمین کے اوپر کا حصہ اس کے نچلے حصہ سے بہتر ہے اور جب تمہارے حکام بدکار ہوں اور تمہارے اغنیاء بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے سپرد ہوں تو تمہارے لیے زمین کا نچلا حصہ اس کے اوپر کے حصہ سے بہتر ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتاہ بشیر یبشرہ بظفر خیل لہ وہو اسمہ فی حجر عائشۃ رضی اللہ عنہا فقام فخر للہ تعالیٰ ساجدا فلما انصرف انشاء یسأل الرسول فحدثہ فکان فیما حدثہ من امر العدو وکانت تلیہم امراۃ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلکت الرجال حین اطاعت النساء ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔[2]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جگہ لشکر بھیجا تھا وہاں سے کوئی شخص فتح کی خوشخبری لے کر آیا در آں حالیکہ آپ کا سر حضرت عائشہ کی گود میں تھا، آپ یہ خوش خبری سن کر کھڑے ہوئے اور سجدۂ شکر میں گر گئے، اس کے بعد آپ نے اس شخص سے فتح کی تفصیلات معلوم کیں ان تفصیلات میں اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ دشمن کی سربراہی ایک عورت کر رہی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں گے تو وہ تباہ اور برباد ہو جائیں گے۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ذہبی نے اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔[3]

ان احادیث صحیحہ سے یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں عورت کو سربراہ بنانا جائز نہیں ہے۔

عورت کی سربراہی کے متعلق فقہاء اسلام کی آراء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

واحتج بہ من منع قضاء المرأۃ وہو قول الجمہور وخالف الطبری فقال یجوز ان تقتضی فیما تقبل شہادتہ فیہ واطلق بعض المالکیۃ

جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کی بناء پر عورت کے قاضی بنانے کو ممنوع قرار دیا ہے، علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن معاملات میں عورت

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۲۹۱، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۴ ص ۲۹۱ " " "

الجواب۔[1]

شہادت دے سکتی ہے وہ قضاء بھی کر سکتی ہے اور بعض مالکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً جائز کہا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو منصب قضاء سونپنا جائز نہیں ہے اور علامہ طبری نے جمہور کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ قضاء بھی کر سکتی ہے، اور بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ عورت کی قضاء مطلقاً جائز ہے۔[2]

ہر چند کہ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے یہ لکھا ہے کہ علامہ طبری نے بعض امور میں اور بعض مالکیہ نے عورت کی قضاء کو مطلقاً جائز قرار دیا ہے لیکن اول تو یہ ثابت نہیں اور ثانیاً ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی نصوص قطعیہ، احادیث صحیحہ، اسلام کے عمومی احکام اور جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے سامنے ان اقوال کی کوئی وقعت نہیں ہے اور یہ بھی خیال رہے کہ علامہ طبری اور بعض مالکیہ نے عورت کی عمومی سربراہی کو جائز نہیں کہا بلکہ بعض امور میں عورت کی صرف قضاء کو جائز کہا ہے۔

علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے بغیر کسی ثبوت کے علامہ طبری اور بعض مالکیہ کی طرف عورت کی قضاء کے جواز کی نسبت کر دی، حقیقت یہ ہے کہ علامہ طبری اور مالکی فقہاء دونوں اس تہمت سے بری ہیں، علامہ ابوبکر ابن العربی مالکی اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکرہ کی روایت کردہ حدیث میں تصریح ہے کہ عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے البتہ علامہ محمد بن جریر طبری سے یہ منقول ہے کہ ان کے نزدیک عورت کا قاضی ہونا جائز ہے، لیکن ان کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ ان کی طرف اس قول کی نسبت ایسے ہی غلط ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ کی طرف یہ غلط منسوب کر دیا گیا ہے کہ جن امور میں عورت گواہی دے سکتی ہے ان میں وہ فیصلہ بھی کر سکتی ہے۔

نیز قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں:

عورت سربراہی کی اس لیے اہل نہیں ہے کہ حکومت اور سربراہی سے یہ غرض ہوتی ہے کہ سرحدوں کی حفاظت کی جائے، قومی معاملات کو سلجھایا جائے، ملت کی حفاظت کی جائے اور مالی محاصل کو حاصل کر کے ان کو مستحقین میں تقسیم کیا جائے اور یہ تمام امور مرد انجام دے سکتا ہے، عورت یہ کام انجام نہیں دے سکتی کیونکہ عورت کے لیے مردوں کی مجالس میں جانا اور ان سے اختلاط کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ عورت جوان ہے تو اس کی طرف دیکھنا اور اس سے کلام کرنا حرام ہے اور اگر وہ سن رسیدہ عورت ہے تب بھی اس کا بھیڑ بھاڑ میں جانا مخدوش ہے[3]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی کی اس تمام بحث کو نقل کیا ہے اور اس کی تائید کی ہے، علامہ ابن العربی مالکی اور علامہ قرطبی مالکی کا یہ جملہ قابل غور ہے:

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴، ص ۲۰۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۱۴۵۸-۱۴۵۷، ملخصاً، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

ان المرأۃ لا تکون خلیفۃ ولا خلاف فیہ۔ [1]

عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

مالکی فقہاء اور مفسرین کی ان عبارات کو پڑھنے سے یہ واضح ہو گیا کہ مالکی فقہاء کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ وہ عورت کی قضاء کے قائل ہیں اسی طرح علامہ طبری کی طرف یہ نسبت صحیح نہیں ہے کیونکہ ان کی کسی تصنیف میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر نے بھی بعض فقہاء احناف کی طرف جو یہ نسبت کی ہے وہ بھی غلط ہے [2] صحیح یہ ہے کہ اسلامی مکاتب فکر کے تمام فقہاء، مفسرین اور محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ عورت کو قضاء یا امارت کا منصب سونپنا جائز نہیں ہے۔

امام بغوی لکھتے ہیں:

اتفقوا علی ان المرأۃ لا تصلح ان تکون اماما ولا قاضیا لان الامام یحتاج الی الخروج لاقامۃ امر الجہاد، والقیام بامور المسلمین والقاضی یحتاج الی البروز لفصل الخصومات والمرأۃ عورۃ لا تصلح البروز۔ [3]

امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت حکومت یا انتظامیہ کی سربراہ یا قاضی نہیں بن سکتی، کیونکہ سربراہ مملکت کو جہاد قائم کرنے اور مسلمانوں کے معاملات نمٹانے کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی کو مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے باہر جانے کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت واجب الستر ہے اس کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

ملکہ بلقیس کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد پسند علماء ملکہ بلقیس کے واقعہ سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ جس زمانہ میں وہ ملک سبا کی ملکہ تھی اس وقت وہ کافرہ تھی، قرآن مجید میں ہے:

وجدتہا وقومہا یسجدون للشمس من دون اللہ وزین لہم الشیطان اعمالہم فصدہم عن السبیل فہم لا یہتدون۔ (نمل: ۲۴)

میں نے دیکھا کہ وہ عورت (ملکہ سبا) اور اس کی قوم اللہ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتی ہے، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے اور ان کو سیدھے راستے سے روک دیا ہے اس وجہ سے وہ ہدایت نہیں پاتے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بلقیس کافروں کی حکمران تھی اس لیے اس کی حکمرانی ہم پر حجت نہیں ہے، حضرت سلیمان

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ، شرح السنۃ ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۰ھ

علیہ السلام نے اس کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور اس کے نام جو خط بھیجا وہ قرآن مجید کے مبارک الفاظ میں یہ تھا:

الا تعلوا علی واتونی مسلمین. (نمل: ۳۱)

تم میرے مقابلہ میں سر نہ اٹھاؤ اور میرے فرمانبردار بن کر میرے پاس آجاؤ۔

اور جب ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے کہا:

رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمان للہ رب العلمین. (نمل: ۴۴)

اے میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں (حضرت) سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کے حضور جھک گئی۔

اس واقعہ میں کہیں بھی یہ شائبہ نہیں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا یا اس کے اسلام لانے کے بعد اس کو جائز قرار دیا، بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کر کے اس کو واپس یمن بھیج دیا تھا اور بعض میں ہے کہ حضرت سلیمان نے اس سے نکاح کر کے ان کو اپنے پاس رکھا، اور بعض میں ہے کہ ان کا نکاح ہمدان کے بادشاہ کے ساتھ کر دیا تھا، یہ تمام روایات باطل اور متضاد ہیں، علامہ قرطبی ان پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال قوم لم یرد فیہ خبر صحیح لا فی انہ تزوجہا ولا فی انہ زوجہا۔[1]

اس بارے میں کوئی روایت صحیح نہیں ہے نہ یہ کہ انھوں نے خود اس سے نکاح کیا تھا اور نہ یہ کہ انھوں نے کسی اور سے اس کا نکاح کر دیا تھا۔

قرآن کریم نے ملکہ بلقیس کے واقعہ کا جس قدر ذکر کیا ہے اس میں اس کی حکومت کے خاتمہ کا ذکر ہے، اسلام قبول کرنے کے بعد پھر اس کی حکومت کے تسلسل کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس واقعہ میں عورت کی سربراہی کا ادنیٰ جواز بھی موجود نہیں ہے اور اگر بالفرض بلقیس کے اسلام لانے کے بعد اس کی حکومت کا ثبوت ہو بھی تو وہ شریعت سابقہ ہے، ہم پر حجت نہیں ہے۔

جنگ جمل کے واقعہ سے عورت کی سربراہی پر استدلال کا جواب

بعض متجدد علماء جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت سے عورت کی سربراہی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے، اول تو حضرت عائشہ امارت اور خلافت کی مدعیہ نہیں تھیں، ہاں وہ امت میں اصلاح کے قصد سے اپنے گھر سے باہر نکلیں لیکن یہ ان کی اجتہادی خطا تھی اور وہ اس پر تاحیات نادم رہیں، ہم ابن سعد کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وقرن فی بیوتکن "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو" کی تلاوت کرتیں تو اس قدر روتیں کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا۔[2]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۱۱۔ ۲۱۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عائشہ اپنے بصرہ کے سفر اور جنگ جمل میں حاضری سے کلی طور پر نادم ہوئیں۔ [1]

حافظ ذہبی ابن عبدالبر کے حوالے سے لکھتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرمایا: تم نے مجھے اس سفر میں جانے سے کیوں منع نہیں کیا؟ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں نے دیکھا کہ ایک صاحب (یعنی حضرت ابن الزبیر) کی رائے آپ کی رائے پر غالب آچکی تھی۔ [2]

امام حاکم نیشاپوری قیس بن ابی حازم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے دل میں سوچتی تھیں کہ انھیں ان کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے ساتھ دفن کیا جائے لیکن بعد میں انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بدعت کا ارتکاب کیا ہے، اب مجھے آپ کی دوسری ازواج کے ساتھ بقیع میں دفن کر دینا، چنانچہ آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا، امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے [3]

حافظ ذہبی ان کے اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں: بدعت سے حضرت عائشہ کی مراد ان کا جنگ جمل میں جانا تھا، وہ اپنے اس فعل پر کلی طور پر نادم ہوئیں اور انھوں نے اس پر توبہ کر لی اگرچہ ان کا یہ اقدام اجتہاد پر مبنی تھا اور ان کی نیت نیک تھی۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اجتہاد سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کے قصد سے گھر سے نکلی تھیں لیکن بعد میں انھوں نے اپنے اس فعل کو بدعت اور خطاء قرار دیا اور اس پر اس قدر نادم ہوئیں کہ روضہ رسول میں حضور کے جوار میں دفن ہونے سے بھی آپ کو شرم آئی اور تاحیات اس فعل پر ندامت سے آنسو بہاتی رہیں، لہٰذا حضرت عائشہ کے بصرہ کے سفر سے عورتوں کے گھروں سے نکلنے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، عورت کی سربراہی کا تو اس واقعہ میں کوئی ذکر ہی نہیں ہے، نہ آپ سربراہی کی مدعیہ تھیں نہ جنگ میں پیشوائی کر رہی تھیں، جنگ جمل تو ایک اتفاقی حادثہ تھا جو قاتلین عثمان کی سازش کے نتیجہ میں واقع ہوا جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ آلوسی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔

ستر اور حجاب کے سلسلے میں حرف آخر

عورت کے ستر اور حجاب کے سلسلے میں ہم نے قرآن مجید کے صریح احکام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فقہاء اسلام کے فتاویٰ بیان کر دیے ہیں جن کے مطابق عورت کا پورا جسم واجب الستر ہے، وہ اجنبی مردوں کے سامنے اپنا چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی نہ بغیر شرعی ضرورت کے ان سے بات کر سکتی ہے، اسلام نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے اور بغیر شدید ضرورت کے باہر نکلنے سے روک دیا ہے، ان صاف اور صریح احکام کے ہوتے ہوئے اس

---

[1] حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۷۰، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[4] حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۴۰۲ھ

بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمان عورتیں اسمبلیوں کی ممبر بنیں، یا وزیر اور مشیر بنیں اور ریاست یا انتظامیہ کی سربراہ بنیں، بیرون خانہ سماجی کارکن بنیں اور سماجی سرگرمیوں میں دوڑتی پھریں، اثیر ہوسٹس اور نرس بن کر مسافروں اور مریضوں کا دل بہلائیں، نجی اور سرکاری دفاتر میں اجنبی مردوں کے ساتھ کام کریں، اسکولوں اور کالجوں میں لڑکوں کے ساتھ تعلیم حاصل کریں، سیکرٹری اور استقبالیہ کے فرائض انجام دیں، فوج اور پولیس میں بھرتی ہوں اور تعلیم و تربیت کے لیے امریکہ اور انگلستان بھیجی جائیں اور نیشنل کونسل آرٹ کونسل، ریڈیو، ٹی۔وی اور فلم اسٹوڈیو میں کام کریں اور اپنی آواز اور حسن کی نمائش کریں۔

مغربی ملکوں میں جہاں عورت پر ستر اور حجاب کی قیود نہیں ہیں، ان کے معاشرے اور ماحول میں ہر وقت اور ہر جگہ عورت اور مرد کا عام آزادانہ میل جول اور اختلاط ہے، ہوٹلوں، کلبوں، تفریحی گاہوں، شراب خانوں اور رقص گاہوں میں مرد نامحرم عورتوں کے ساتھ آزادانہ گھومتے ہیں، شراب پیتے ہیں، چرس اور ہیروئن کا دم لگاتے ہیں، ناچتے گاتے ہیں اور داد عیش دیتے پھرتے ہیں، شاہراہوں اور دیگر کھلے مقامات پر مرد اور عورت برسر عام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں، ساحل سمندر پر، پارکوں اور تفریح گاہوں میں عریاں جوڑے حیوانوں کی طرح کھلے عام جنسی عمل کرتے ہیں، اور ان کی شرمگیں ناجائز بچوں سے بھری رہتی ہیں، بیویوں کی خیانت اور شوہروں کی بدکاریوں کی خبروں سے ان کے اخبارات اور رسائل کے کالم سیاہ رہتے ہیں اور بدچلنی اور بدعنوانی کے مقدمات سے عدالتیں بھری رہتی ہیں۔

آزادئ نسواں اور بے پردگی کی تحریک سے ہمارا معاشرہ بھی قدم بہ قدم یورپ کی شاہراہ کی طرف بڑھ رہا ہے، اس سے پہلے کہ ہماری نوجوان نسل عریانی اور فحاشی کی اس منزل پر پہنچ جائے جہاں سے اس کو واپس لانا مشکل ہو جائے ہمیں بے پردگی اور آزادئ نسواں کو خیرباد کہہ کر ستر اور حجاب کے معاملہ میں اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنا چاہیے، اسی میں ہمارے لیے دنیا اور آخرت کی عزت اور نیک نامی ہے، امن، اطمینان اور سکون ہے، یہی اسلام کا تقاضا اور ہمارے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔

میں نے ستر اور حجاب کے مسئلہ پر اس لیے انتہائی مفصل اور مدلل گفتگو کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں دنیا دار اور مغرب زدہ لوگ تو الگ رہے، تجدد پسند علماء دین کا ایک طبقہ بھی عورت کے چہرے کو حجاب سے مستثنیٰ قرار دے رہا ہے، اور بازاروں اور محافل میں اس کے آنے جانے، اجنبی مردوں سے گفتگو کرنے اور اسمبلی کی ممبری، وزارت اور حکومت کی سربراہی کرنے اور مخلوط تعلیم اور مخلوط ملازمتیں کرنے کو اسلام کے خلاف نہیں سمجھتا بلکہ اس کے خلاف اس بے حجابی کو اسلامی احکام کے عین مطابق قرار دیتا ہے، اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ ستر اور حجاب کے مسئلہ میں اسلام کے احکام کو قرآن، سنت اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی روشنی میں واضح کروں اور اس سلسلہ میں جو شبہات ہیں ان کے مفصل جوابات بیان کروں۔

الٰہ العالمین میری اس سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرما، اس میں اثر آفرینی پیدا فرما اور رہتی دنیا تک تمام مسلمانوں کے لیے اس کو نفع آور بنا، میری، میرے والدین کی اس کتاب کے جملہ معاونین کی اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، اور دنیا، برزخ اور آخرت میں ہر مصیبت اور بلاء سے محفوظ اور مامون فرما اور دارین کی سعادتوں اور جنت الفردوس کو ہمارا مقدر کردے، واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین آمین۔

بَابُ النِّسَآءِ الْغَازِيَاتِ يُرْضَخُ لَهُنَّ وَلَا يُسْهَمُ وَالنَّهْيُ عَنْ قَتْلِ صِبْيَانِ اَهْلِ الْحَرْبِ

جہاد میں شریک ہونے والی عورتوں کو مالِ غنیمت میں باقاعدہ حصہ دینے کی ممانعت اور کچھ عطیہ دینے کا حکم اور بچوں کو قتل کرنے کی ممانعت۔

۴۵۷۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ هُرْمُزَ اَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْاَلُهٗ عَنْ خَمْسِ خِلَالٍ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْلَا اَنْ اَكْتُمَ عِلْمًا مَا كَتَبْتُ اِلَيْهِ كَتَبَ اِلَيْهِ نَجْدَةُ اَمَّا بَعْدُ فَاَخْبِرْنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِالنِّسَآءِ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ وَهَلْ كَانَ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ وَمَتٰى يَنْقَضِيْ يُتْمُ الْيَتِيْمِ وَعَنِ الْخُمُسِ لِمَنْ هُوَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ ابْنُ عَبَّاسٍ كَتَبْتَ تَسْاَلُنِيْ هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوْ بِالنِّسَآءِ وَقَدْ كَانَ يَغْزُوْ بِهِنَّ فَيُدَاوِيْنَ الْجَرْحٰى وَيُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيْمَةِ وَاَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْيَانَ وَكَتَبْتَ تَسْاَلُنِيْ مَتٰى يَنْقَضِيْ يُتْمُ الْيَتِيْمِ فَلَعَمْرِيْ اِنَّ الرَّجُلَ لَتَنْبُتُ لِحْيَتُهٗ وَاِنَّهٗ لَضَعِيْفُ الْاَخْذِ لِنَفْسِهٖ ضَعِيْفُ الْعَطَآءِ مِنْهَا فَاِذَا اَخَذَ لِنَفْسِهٖ مِنْ صَالِحِ مَا يَاْخُذُ النَّاسُ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ الْيُتْمُ وَكَتَبْتَ تَسْاَلُنِيْ عَنِ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ (حروریوں کے سردار) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر ان سے پانچ چیزوں کے متعلق دریافت کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر مجھے علم چھپانے پر عذاب کا خوف نہ ہوتا تو میں اس شخص کو جواب نہ لکھتا، نجدہ نے آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ: حمد و صلوٰۃ کے بعد، مجھے یہ بتلائیے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کو شریک کرتے تھے؟ کیا ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیتے تھے؟ کیا آپ بچوں کو قتل کرتے تھے؟ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ اور خمس کس کا حق ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں لکھا: تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کو شریک کرتے تھے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں عورتوں کو شریک کرتے تھے، وہ جہاد میں جاتی تھیں اور زخمیوں کی دوا دارو کرتی تھیں، ان کو مالِ غنیمت میں سے عطیہ دیا جاتا تھا لیکن ان کا حصہ مقرر نہیں تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے سو تم بھی بچوں کو قتل نہ کرنا، اور تم نے خط میں یہ سوال کیا کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوتی ہے؟ سو مجھے اپنی زندگی کی قسم! بعض لوگوں کی ڈاڑھی نکل آتی ہے لیکن انھیں نہ کسی سے کوئی چیز لینے کا سلیقہ ہوتا ہے، نہ کسی کو کوئی چیز دینے کا شعور ہوتا ہے، اور جب وہ باشعور لوگوں کی طرح ٹھیک ٹھیک کام کرنے لگیں تو ان کی یتیمی ختم ہو جائے گی اور تم نے مجھ سے خط

الْخُمُسِ لِمَنْ هُوَ وَإِنَّا كُنَّا نَقُولُ هُوَ لَنَا فَأَبَى عَلَيْنَا قَوْمُنَا ذَاكَ۔

میں خمس کے متعلق سوال کیا ہے کہ اس کا کون مستحق ہے؟ سو ہم یہ کہتے ہیں کہ خمس پر ہمارا حق ہے لیکن ہماری قوم نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔

۴۵۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ حَاتِمِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ أَنَّ نَجْدَةَ كَتَبَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ خِلَالٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ حَاتِمٍ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَقْتُلُ الصِّبْيَانَ فَلَا تَقْتُلِ الصِّبْيَانَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تَعْلَمُ مَا عَلِمَ الْخَضِرُ مِنَ الصَّبِيِّ الَّذِي قَتَلَ۔ وَزَادَ إِسْحٰقُ فِي حَدِيثِهِ عَنْ حَاتِمٍ وَتُمَيِّزَ الْمُؤْمِنَ فَتَقْتُلَ الْكَافِرَ وَتَدَعَ الْمُؤْمِنَ۔

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر چند چیزوں کا سوال کیا یہ حدیث مثل سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے سو تم بچوں کو قتل نہ کرنا، الا یہ کہ تم کو ایسا علم ہو جس کی بناء پر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک بچہ کو قتل کر دیا تھا اور زیاد کی روایت میں یہ ہے کہ یا تم یہ تمیز کر لو کہ یہ بچہ مومن ہوگا یا کافر سو جو کافر ہو اس کو قتل کر دو اور جو مومن ہو اس کو چھوڑ دو۔

۴۵۷۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ بْنُ عَامِرٍ الْحَرُورِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ يَحْضُرَانِ الْمَغْنَمَ هَلْ يُقْسَمُ لَهُمَا وَعَنْ قَتْلِ الْوِلْدَانِ وَعَنِ الْيَتِيمِ مَتَى يَنْقَطِعُ عَنْهُ الْيُتْمُ وَعَنْ ذَوِي الْقُرْبَى مَنْ هُمْ فَقَالَ لِيَزِيدَ اكْتُبْ إِلَيْهِ فَلَوْلَا أَنْ يَقَعَ فِي أُحْمُوقَةٍ مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ اكْتُبْ إِنَّكَ كَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يَحْضُرَانِ الْمَغْنَمَ هَلْ يُقْسَمُ لَهُمَا شَيْءٌ وَإِنَّهُ لَيْسَ لَهُمَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُحْذَيَا وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنْ قَتْلِ الْوِلْدَانِ وَإِنَّ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ بن عامر حروری (خارجی) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھ کر یہ معلوم کیا کہ اگر جہاد میں غلام اور عورت شریک ہوں تو کیا ان میں مال غنیمت تقسیم کیا جائے گا اور بچوں کو قتل کرنے کے متعلق پوچھا اور یہ پوچھا کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہوگی؟ اور ذوی القربی (جن کا خمس کے بیان میں قرآن مجید نے ذکر کیا ہے) کون ہیں؟ حضرت ابن عباس نے یزید سے فرمایا اس کو جواب لکھو اور اگر وہ حماقت میں پڑنے والا نہ ہوتا تو میں اس کو جواب نہ لکھتا، اس کو یہ لکھو کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ اگر عورت اور غلام جہاد میں شریک ہوں تو آیا ان کو مال غنیمت سے حصہ ملے گا یا نہیں؟ ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہیں ہے البتہ ان کو عطیہ دیا جا سکتا ہے اور تم نے مجھ سے بچوں کو قتل کرنے کے متعلق سوال کیا ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقْتُلْهُمْ وَأَنْتَ فَلَا تَقْتُلْهُمْ إِلَّا أَنْ تَعْلَمَ مِنْهُمْ مَا عَلِمَ صَاحِبُ مُوسٰى مِنَ الْغُلَامِ الَّذِي قَتَلَهُ وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنِ الْيَتِيمِ مَتَى يَنْقَطِعُ عَنْهُ اسْمُ الْيُتْمِ وَإِنَّهُ لَا يَنْقَطِعُ عَنْهُ اسْمُ الْيُتْمِ حَتَّى يَبْلُغَ وَيُؤْنَسَ مِنْهُ رُشْدٌ وَكَتَبْتَ تَسْأَلُنِي عَنْ ذَوِي الْقُرْبٰى مَنْ هُمْ وَإِنَّا زَعَمْنَا أَنَّا هُمْ فَأَبٰى ذٰلِكَ عَلَيْنَا قَوْمُنَا۔

قتل نہیں کیا سو تم بھی ان کو مت قتل کرو، الا یہ کہ کسی بچے کے متعلق تم کو ایسا علم ہو جیسا حضرت خضر علیہ السلام کو اس بچہ کے بارے میں علم تھا جس کو انھوں نے قتل کر دیا تھا، اور تم نے مجھ سے یہ پوچھا کہ یتیم سے یتیمی کا نام کب ختم ہوتا ہے؟ جب تک بچہ بالغ نہ ہو جائے اور اس کو عقل اور آگہی حاصل نہ ہو اس وقت تک اس کو یتیم کہا جائے گا، اور تم نے یہ پوچھا ہے کہ ذوی القربیٰ کون ہیں؟ ہماری رائے یہ ہے کہ ذوی القربیٰ ہم لوگ ہیں، لیکن ہماری قوم نے اس کا انکار کیا۔

۴۵۷۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِطُولِهِ۔

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت ابن عباس کی طرف خط لکھا اور اسی طرح حدیث بیان کی۔

۴۵۷۴۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ قَيْسًا يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ كَتَبَ نَجْدَةُ بْنُ عَامِرٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَشَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ حِينَ قَرَأَ كِتَابَهُ وَحِينَ كَتَبَ جَوَابَهُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاللّٰهِ لَوْلَا أَنْ أَرُدَّهُ عَنْ أُنَاسٍ يَقَعُ فِيهِ مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ وَلَا نُعْمَةَ عَيْنٍ قَالَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنَّكَ سَأَلْتَ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ یزید بن ہرمز سے روایت کیا کہ نجدہ بن عامر نے حضرت ابن عباس کو خط لکھا، جس وقت حضرت ابن عباس نے اس خط کو پڑھا اور اس کا جواب لکھا میں اس وقت موجود تھا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: بخدا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ وہ بدبو (کسی برے کام) میں پڑ جائے گا تو میں اس کو جواب نہ لکھتا، پھر حضرت ابن عباس نے اس کو لکھا تم نے مجھ سے ان ذوی القربیٰ کے متعلق سوال کیا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے، ہماری رائے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہم ہیں لیکن ہماری قوم نے اس کا انکار کیا، اور تم نے یہ پوچھا ہے کہ یتیم کی یتیمی کب ختم ہو گی؟ بچہ جب نکاح کے قابل ہو جائے

عَنْ سَهْمِ ذِی الْقُرْبَی الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰهُ مَنْ هُمْ وَاِنَّا کُنَّا نَرٰی اَنَّ قَرَابَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هُمْ نَحْنُ فَاَبٰی ذٰلِكَ عَلَیْنَا قَوْمُنَا وَسَاَلْتَ عَنِ الْیَتِیْمِ مَتٰی یَنْقَضِیْ یُتْمُهٗ وَاِنَّهٗ اِذَا بَلَغَ النِّکَاحَ وَاٰنَسَ مِنْهُ رُشْدٌ دُفِعَ اِلَیْهِ مَالُهٗ فَقَدِ انْقَضٰی یُتْمُهٗ وَسَاَلْتَ هَلْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْتُلُ مِنْ صِبْیَانِ الْمُشْرِکِیْنَ اَحَدًا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یَقْتُلُ مِنْهُمْ اَحَدًا وَاَنْتَ فَلَا تَقْتُلْ مِنْهُمْ اَحَدًا اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تَعْلَمُ مِنْهُمْ مَا عَلِمَ الْخَضِرُ مِنَ الْغُلَامِ حِیْنَ قَتَلَهٗ وَسَاَلْتَ عَنِ الْمَرْاَةِ وَالْعَبْدِ هَلْ کَانَ لَهُمَا سَهْمٌ مَعْلُوْمٌ اِذَا حَضَرُوا الْبَاْسَ فَاِنَّهُ لَمْ یَکُنْ لَهُمْ سَهْمٌ مَعْلُوْمٌ اِلَّا اَنْ یُّحْذَیَا مِنْ غَنَآئِمِ الْقَوْمِ۔

اور وہ عقل اور شعور کے کام کرنے لگے تو اس کو اس کا مال دے دیا جائے گا اور اس کی یتیمی ختم ہو جائے گی، اور تم نے یہ سوال کیا ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے بچوں میں سے کسی کو قتل کرتے تھے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے بچوں میں کسی کو قتل نہیں کیا سو تم بھی ان کے بچوں میں سے کسی کو قتل نہ کرنا، الا یہ کہ کسی بچے کے بارے میں تم کو ایسا علم ہو جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اس بچہ کے متعلق علم تھا جس کو انھوں نے قتل کر دیا تھا، اور تم نے عورت اور غلام کے متعلق پوچھا ہے کہ اگر وہ جہاد میں جائیں تو کیا مال غنیمت میں ان کا حصہ مقرر ہے؟، ان کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے، البتہ ان کو مال غنیمت میں سے عطیہ دیا جا سکتا ہے۔

۴۵۷۵ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ الْاَعْمَشُ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَیْفِیٍّ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ هُرْمُزَ قَالَ کَتَبَ نَجْدَةُ اِلَی ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَکَرَ بَعْضَ الْحَدِیْثِ وَلَمْ یُتِمَّ الْقِصَّةَ کَاِتْمَامِ مَنْ ذَکَرْنَا حَدِیْثَهُمْ۔

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں کہ نجدہ نے حضرت ابن عباس کی طرف خط لکھا اور اس حدیث کا کچھ حصہ بیان کیا اور اس راوی نے پورا قصہ بیان نہیں کیا جیسا کہ دوسری حدیثوں میں ہے۔

خارجیوں کو حروری کہنے کی وجہ نجدہ بن عامر حروری خارجی تھا، اور خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ صغیرہ کا ارتکاب بھی کفر ہے یہ لوگ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کی تکفیر کرتے تھے کیونکہ بقول ان کے انھوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو حکم بنا کر ان الحکم الا للہ (یوسف: ۴۰) "حاکمیت صرف اللہ کی ہے" کی مخالفت کی ہے یہ لوگ مستحبات کو فرائض کا درجہ دیتے تھے، اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مصداق تھے "یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے"۔

اس باب کی احادیث میں نجدہ بن عامر کو حروری لکھا ہے، علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں حروراء کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے، واقعہ تحکیم کے بعد پہلی بار اس جگہ خوارج جمع ہوئے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی

اور چونکہ خارجیوں کی داغ بیل اسی جگہ سے پڑی تھی اس لیے خارجیوں کو حروری کہا جانے لگا۔ [1]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج کو ان کی بدعات کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے لیکن جب انھوں نے آپ سے دین کا ایک مسئلہ پوچھا تو آپ نے علم چھپانے کو ناپسند کیا اور قرآن مجید میں علم چھپانے پر جو وعید ہے اس سے ڈرے اور ان کے سوالات کے جوابات لکھوا کر بھیج دیے۔

جہاد میں شریک ہونے والے غلام اور عورت کو مال غنیمت سے حصہ دینے میں مذاہب فقہاء

امام ابوحنیفہ، امام شافعی، ثوری، لیث اور جمہور فقہاء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ عورت اور غلام کا مال غنیمت میں حصہ مقرر نہیں ہے، البتہ اس کو عطیہ دیا جائے گا، جیسا کہ اس باب کی احادیث صحیحہ میں ہے، امام اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت زخمیوں کا علاج کرے یا جنگ میں حصہ لے اور قتال کرے تو اس کا اس میں حصہ بھی مقرر ہوگا، اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ عورت کو عطیہ بھی نہیں دیا جائے گا اسی طرح امام مالک غلام کو بھی عطیہ دینے کے قائل نہیں ہیں اور حسن، ابن سیرین اور نخعی یہ کہتے ہیں کہ غلام اگر قتال کرے تو مال غنیمت سے اس کو حصہ ملے گا۔ امام مالک اور اوزاعی وغیرہ کے مذاہب چونکہ احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اس لیے مردود ہیں۔ [2]

عورتوں کے جہاد میں شریک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے محارم کے علاج کے لیے جا سکتی ہیں اور اگر شدید ضرورت ہو تو ستر اور حجاب کے ساتھ اجنبی مردوں کو بھی دوا دارو اور پانی وغیرہ دے سکتی ہے۔ اس حدیث میں مشرکین کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں حصہ نہ لیں اور اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں تو پھر ان کو قتل کرنا جائز ہے۔

کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کے بارے میں مذاہب فقہاء

اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ بلوغ کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے، بشرطیکہ یتیم عقل اور شعور کے کام کرنے لگے، علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ امام شافعی، امام مالک اور جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ محض بالغ ہو جانے یا زیادہ عمر ہو جانے سے یتیمی کا حکم منقطع نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ دین اور مال میں اس سے عقل اور شعور کے آثار ظاہر ہوں، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ جب اس کی عمر پچیس سال کی ہو جائے تو اس سے بچپن کا حکم منقطع ہو جائے گا اور اسے اس کے مال کے تصرف میں رشید (صحیح تصرف کرنے والا) قرار دیا جائے گا اور یتیم کے ولی پر واجب ہے کہ اتنی عمر میں یتیم کا مال اس کے سپرد کر دے خواہ وہ اس مال کو ٹھیک طور پر خرچ نہ کرے، اور بڑی عمر کا شخص جب اپنے

---

[1] ۔ علامہ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ معجم البلدان ج ۲ ص ۲۲۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲، ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مال میں فضول خرچی کرے تو امام مالک اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اس کو مالی تصرفات سے روک دینا واجب ہے امام ابوحنیفہ کہتے ہیں اس کو نہیں روکا جائے گا، ابن قصار وغیرہ نے کہا ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اس پر تقریباً اجماع ہے[1]۔

کم عقل والے بالغ شخص کو مال میں تصرف کرنے سے روکنے کے بارے میں فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص آزاد، بالغ، عاقل اور لاابالی ہو اس کا اپنے مال میں تصرف کرنا جائز ہے، خواہ وہ فضول خرچ کرتا ہو اور اپنے مال کو عبث اور بے فائدہ امور میں خرچ کرتا ہو۔ امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ بے وقوف شخص کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنے مال کو فضول خرچ کرتا ہے اور بغیر کسی مصلحت اور عاقبت محمودہ کے اپنے مال کو صرف کرتا ہے، سو جس طرح نابالغ بچہ کو مال میں تصرف کرنے سے روکا جاتا ہے اسی طرح اس کو بھی روکا جائے گا بلکہ اس کو روکنا اولیٰ ہے، کیونکہ بچہ کے بارے میں تو یہ احتمال ہے کہ شاید وہ مال کو غلط جگہ پر خرچ کر دے اور اس کے متعلق تو یقین ہے کہ یہ مال کو بے فائدہ خرچ کر کے ضائع کرے گا اس وجہ سے اس کو مال نہیں دیا جائے گا۔ (یہ بحث اس وقت ہے جب وراثت یا ہبہ کی شکل میں کسی کا مال اس کے ولی کے پاس امانت ہو، علامہ خوارزمی حنفی لکھتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ جب تک اس کی عمر پچیس سال کی نہیں ہو جاتی اس وقت تک اس کا مال اس کی تحویل میں نہیں دیا جائے گا اور امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب تک یہ بے وقوف ہے اس کا مال اس کو نہیں دیا جائے گا۔ (کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۱۹۲)۔

امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ وہ شخص احکام شرعیہ کا مکلف اور مخاطب ہے اور صاحب عقل ہے اس لیے وہ رجل رشید ہے اور اس کے مال پر پابندی نہیں لگائی جائے گی نیز اس کے مالی تصرفات کو سلب کرنا اس کو آدمیت سے نکال کر حیوانات کے ساتھ لاحق کرنا ہے، اور یہ اس کی فضول خرچی کے ضرر سے بڑا ضرر ہے اس لیے بغیر کسی اشد ضرورت کے اس کو تصرفات سے نہیں روکا جائے گا، ہاں اگر اس پر پابندی لگانے سے کسی ضرر عام کو دفع کرنا مقصود ہو تو پھر اس پر پابندی لگائی جائے گی۔ مثلاً ایک جاہل طبیب ہے (یا غیر سند یافتہ ڈاکٹر ہے جو غلط سلط دوائیں دے کر لوگوں کی جانوں سے کھیلتا ہے) یا نیم خواندہ مفتی ہے (جو لوگوں کو علم اور تحقیق کے بغیر مسائل بتا کر ان کو غلط راہ پر لگاتا ہے) یا لوگوں سے کسی چیز کو کرائے پر دینے کے لیے پیسے لیتا ہے اور اس کے پاس وہ چیز نہیں ہے اور اس طرح لوگوں کے پیسے ہڑپ کر جاتا ہے تو ایسے لوگوں کو علاج کرنے، مسئلہ بتلانے اور کرائے کے بہانے پیسے لینے سے روکا جائے گا کیونکہ اگر ان لوگوں کو تصرفات سے نہ روکا گیا تو اس سے عام لوگوں کو ضرر ہوگا اور یہ ان کے تصرفات پر پابندی لگانے کے ضرر سے زیادہ بڑا ضرر ہے۔

امام ابویوسف اور امام محمد نے بے وقوف شخص کو بچہ پر قیاس کیا تھا اور کہا تھا جس طرح بچہ کو مالی تصرفات سے روکا جاتا ہے اسی طرح بڑی عمر کے بے وقوف شخص کو بھی روکا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بچہ غور و فکر کی صلاحیت نہیں رکھتا اور پچیس سالہ انسان غور و فکر پر قادر ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے عقل اور فہم عطا کی ہے وہ اپنی غلط تدبیر اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے صحیح تصرف نہیں کرتا اور پچیس سال سے پہلے اس کو مال نہ دینا مفید ہے کیونکہ جب اس کے قبضہ میں مال نہیں ہوگا تو یہ بے مقصد ہبہ اور صدقہ نہیں کرے گا۔ [1]

بَابُ ۶۱۹ عَدَدِ غَزَوَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد

۴۵۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ الْأَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُهُمْ فِي رِحَالِهِمْ فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَأُدَاوِي الْجَرْحَى وَأَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى.

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں سات غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئی تھی، میں مجاہدین کے عقب میں خیموں میں رہتی تھی۔ مجاہدین کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کو دوا دیتی اور بیماروں کی عیادت کرتی۔

۴۵۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۴۵۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ يَزِيدَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي بِالنَّاسِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اسْتَسْقٰى قَالَ فَلَقِيتُ يَوْمَئِذٍ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ وَقَالَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ غَيْرُ رَجُلٍ أَوْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ رَجُلٌ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ كَمْ غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تِسْعَ عَشْرَةَ فَقُلْتُ كَمْ غَزَوْتَ أَنْتَ مَعَهُ قَالَ سَبْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ فَقُلْتُ فَمَا أَوَّلُ غَزْوَةٍ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن یزید نماز استسقاء پڑھانے گئے، دو رکعت نماز استسقاء پڑھا کر انھوں نے بارش کے لیے دعا کی، اس دن میری حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میرے اور ان کے درمیان صرف ایک آدمی تھا، میں نے ان سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنے غزوات میں تشریف لے گئے تھے؟ انھوں نے کہا انیس[19] غزوات میں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کتنے غزوات میں حضور کے ساتھ تھے؟ انھوں نے کہا سترہ غزوات میں، میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا غزوہ کون سا تھا؟ انھوں نے ذات العسیر یا ذات العشیر کہا۔

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۲۵۲ - ۲۵۳، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

غَزَاهَا قَالَ ذَاتُ الْعُسَيْرِ أَوِ الْعُشَيْرِ۔

۴۵۷۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ سَمِعَهُ مِنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزَا تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَحَجَّ بَعْدَ مَا هَاجَرَ حَجَّةً لَمْ يَحُجَّ غَيْرَهَا حَجَّةَ الْوَدَاعِ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انیس ۱۹ غزوات میں گئے اور ہجرت کے بعد آپ نے ایک حج کیا اور حجۃ الوداع کے سوا اور کوئی حج نہیں کیا۔

۴۵۸۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَالَ جَابِرٌ لَمْ أَشْهَدْ بَدْرًا وَلَا أُحُدًا مَنَعَنِي أَبِي فَلَمَّا قُتِلَ عَبْدُ اللّٰهِ يَوْمَ أُحُدٍ لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ قَطُّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں انیس غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا، البتہ بدر اور احد میں شریک نہیں تھا، مجھے میرے والد نے روک دیا تھا، اور جب جنگ احد میں عبداللہ (میرے والد) شہید ہو گئے تو پھر میں نے کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

۴۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ ح وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً قَاتَلَ فِي ثَمَانٍ مِنْهُنَّ وَلَمْ يَقُلْ أَبُوبَكْرٍ مِنْهُنَّ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس غزوات میں گئے، آپ نے ان میں سے آٹھ غزوات میں جنگ کی، راوی ابوبکر نے "ان میں سے" کا ذکر نہیں کیا اور "عن" کی بجائے حدثنی عبداللہ بن بریدہ کہا۔

۴۵۸۲ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ كَهْمَسٍ

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ عَشْرَةَ غَزْوَةً۔

شریک رہا۔

۴۵۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَةَ يَقُوْلُ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَخَرَجْتُ فِيْمَا يَبْعَثُ مِنَ الْبُعُوْثِ تِسْعَ غَزَوَاتٍ مَرَّةً عَلَيْنَا اَبُوْ بَكْرٍ وَمَرَّةً عَلَيْنَا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک تھا، اور جو لشکر آپ نے روانہ کیے ان میں نو مرتبہ شریک رہا۔ ایک مرتبہ ہمارے سردار حضرت ابوبکر تھے اور ایک مرتبہ حضرت اسامہ بن زید تھے۔

۴۵۸۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فِيْ كِلْتَيْهِمَا سَبْعَ غَزَوَاتٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں دونوں جگہ سات کا عدد مذکور ہے۔

غزوات اور سرایا کی تحقیق اس باب میں حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہم کی روایات کا ذکر ہے، ان میں بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انیس[۱۹] غزوات میں تشریف لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور دیگر لشکروں کی تعداد میں اہل مغازی کا اختلاف ہے، امام ابن سعد وغیرہ نے تفصیل اور ترتیب کے ساتھ ستائیس[۲۷] غزوات اور چھپن[۵۶] دیگر لشکروں کا ذکر کیا ہے، اور یہ بیان کیا ہے کہ نو[۹] غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ قتال کیا ہے، وہ غزوات یہ ہیں، بدر، اُحد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، مکہ، حنین اور طائف۔ [۱]

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۸۱ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آٹھ غزوات میں قتال کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ قریظہ اور احزاب (خندق) دونوں کو ایک غزوہ بھی شمار کیا گیا ہے، اس وجہ سے حضرت بریدہ نے یہ کہا کہ آپ نے آٹھ غزوات میں قتال کیا۔ [۲]

---

[۱] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۲۸۱ھ، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کا تاریخ وار بیان

امام محمد بن سعد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا کا ترتیب وار بیان کیا ہم یہاں اس کو اختصار کے ساتھ نقل کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	غزوہ کا نام	تاریخ	نمبر شمار	غزوہ کا نام	تاریخ
۱	غزوہ الابواء	ہجرت کے بارہ ماہ بعد صفر میں	۱۳	غزوہ بنو نضیر	ہجرت کے سینتیس ماہ بعد، ربیع الاوّل ۴ ہجری
۲	غزوہ بواط	ہجرت کے تیرہ ماہ بعد ربیع الاوّل میں۔	۱۴	غزوہ بدر الموعد	ہجرت کے پینتالیس ۴۵ ماہ بعد، ذوالقعدہ میں۔
۳	غزوہ طلب کرز بن جابر فہری	ہجرت کے ۱۳ ماہ بعد ربیع الاوّل میں۔	۱۵	غزوہ ذات الرقاع	ہجرت کے سینتالیس ۴۷ ماہ بعد محرم میں۔
۴	غزوہ ذی العشیرہ	ہجرت کے سولہ ماہ بعد جمادی الآخرہ میں	۱۶	غزوہ دومۃ الجندل	ہجرت کے انچاس ۴۹ ماہ بعد، ربیع الاوّل میں۔
۵	غزوہ بدر	سترہ رمضان سنہ ۲	۱۷	غزوہ المریسیع	شعبان ۵ ہجری
۶	غزوہ بنو قینقاع	ہجرت کے بیس ماہ بعد نصف شوال میں۔	۱۸	غزوہ الاحزاب	ذوالقعدہ ۵ ہجری
۷	غزوۃ السویق	ہجرت کے بائیس ماہ بعد	۱۹	غزوہ بنو قریظہ	ذوالقعدہ ۵ ہجری
۸	غزوہ قرقرہ الکدر	پانچ ذوالحجہ ہجرت کے تئیس ماہ	۲۰	غزوہ بنی لحیان	ربیع الاوّل ۶ ہجری
			۲۱	غزوہ الغابہ	ربیع الاوّل ۶ ہجری
		بعد، ۱۵ محرم	۲۲	غزوہ الحدیبیہ	ذوالقعدہ ۶ ہجری
۹	غزوہ غطفان	ہجرت کے پچیس ماہ	۲۳	غزوہ خیبر	جمادی الاوّل ۷ ہجری
۱۰	غزوہ بنی سلیم	بعد، ربیع الاوّل میں۔ ہجرت کے ستائیس ماہ	۲۴	غزوہ فتح مکہ	رمضان ۸ ہجری
			۲۵	غزوہ حنین	شوال ۸ ہجری
		بعد، چھ جمادی الاوّل۔	۲۶	غزوہ طائف	شوال ۸ ہجری
۱۱	غزوہ احد	ہجرت کے تینتیس ماہ	۲۷	غزوہ تبوک	رجب ۹ ہجری
		بعد، سات شوال۔	..	..	..
۱۲	غزوہ حمراء الاسد	ہجرت کے چونتیس ماہ بعد ۸ شوال	..	..	..
			..	..	..

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۷ غزوات کی تاریخ وار تفصیل ہے، جن کو امام محمد بن سعد نے طبقات کبری کی جلد ثانی میں بیان کیا ہے۔ امام ابن سعد نے چھپن سرایا کا بھی تفصیل سے تاریخ وار ذکر کیا ہے، اس باب کی احادیث میں چونکہ صرف غزوات کا ذکر ہے اس لیے ہم نے غزوات کی تعداد کو بیان کیا ہے۔ جو حضرات سرایا کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں وہ طبقات کبری جلد ثانی کا مطالعہ کریں۔

بَابُ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ ۶۳

غزوہ ذات الرقاع

۴۵۸۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ عَامِرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ وَنَحْنُ سِتَّةُ نَفَرٍ بَيْنَنَا بَعِيْرٌ نَعْتَقِبُهُ قَالَ فَنَقِبَتْ اَقْدَامُنَا فَنَقِبَتْ قَدَمَايَ وَسَقَطَتْ اَظْفَارِيْ وَكُنَّا نَلُفُّ عَلٰى اَرْجُلِنَا الْخِرَقَ فَسُمِّيَتْ غَزْوَةَ ذَاتِ الرِّقَاعِ لِمَا كُنَّا نُعَصِّبُ عَلٰى اَرْجُلِنَا مِنَ الْخِرَقِ قَالَ اَبُوْ بُرْدَةَ فَحَدَّثَ اَبُوْ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ كَرِهَ ذٰلِكَ قَالَ كَاَنَّهُ كَرِهَ اَنْ يَّكُوْنَ شَيْئًا مِّنْ عَمَلِهٖ اَفْشَاهُ قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ وَزَادَنِيْ غَيْرُ بُرَيْدٍ وَاللّٰهُ يَجْزِيْ بِهٖ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے، ہم میں سے چھ آدمیوں کے حصہ میں ایک اونٹ تھا، جس پر ہم باری باری سوار ہوتے تھے، ہمارے پیر زخمی ہوگئے، اور میرے ناخن نکل گئے، ہم نے ان زخموں پر چیتھڑے لپیٹے، اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع پڑ گیا، حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ نے یہ حدیث بیان کی پھر ان کو اس حدیث کا بیان کرنا ناگوار ہوا، شاید وہ اپنے کسی عمل کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے، ابو اسامہ بیان کرتے ہیں کہ بریدہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے اس حدیث میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کا اجر دے گا۔

غزوہ ذات الرقاع کی وجہ تسمیہ

اس باب کی حدیث میں ہے کہ ہم نے زخموں پر چیتھڑے لپیٹے اس وجہ سے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع پڑ گیا، اس غزوہ کو ذات الرقاع کہنے کی یہی وجہ صحیح ہے، ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہاں ایک پہاڑ تھا جس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی تھی، اس وجہ سے اس کو ذات الرقاع کہتے ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ وہاں ذات الرقاع نام کا ایک درخت تھا، ایک قول یہ ہے کہ ان کے جھنڈوں میں پیوند لگے ہوئے تھے اس وجہ سے اس کو غزوہ ذات الرقاع کہتے ہیں۔ رقاع رقعہ کی جمع ہے جس کا معنی پیوند ہے۔

نیک اعمال کے اخفاء کا استحباب حضرت ابوموسیٰ نے یہ حدیث بیان کی اور پھر ان کو اس حدیث کا بیان کرنا ناگوار ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس حدیث میں ان کے نیک اعمال کا ذکر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں بندے کو جو مشقت پیش آئے اور دیگر اعمال صالح کو چھپانا مستحب ہے اور بغیر کسی مصلحت کے اپنے کسی نیک عمل کو ظاہر نہ کرے، ہاں اگر اپنے کسی نیک عمل کا حکم بیان کرنا ہو، یا اس کی اقتداء پر کسی کو ابھارنا ہو تو پھر اس عمل کا اظہار کرنا استحباب کے خلاف نہیں ہے۔

بَابُ كَرَاهَةِ الْاِسْتِعَانَةِ فِي الْغَزْوِ بِكَافِرٍ

جہاد میں کافر سے مدد لینے کی کراہت

۴۵۸۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكٍ ح وَ حَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ أَبِي عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ يَسَارٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ بَدْرٍ فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ قَدْ كَانَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ فَفَرِحَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ وَأُصِيبَ مَعَكَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ قَالَ لَا قَالَ فَارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ قَالَتْ ثُمَّ مَضَى حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالشَّجَرَةِ أَدْرَكَهُ الرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف گئے، جب آپ حرۃ الوبرہ (مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ایک جگہ) میں پہنچے تو آپ کو ایک شخص ملا جس کی بہادری اور دلیری کا بہت چرچا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جب اس کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے، جب وہ آپ سے ملا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کے ہمراہ لڑوں اور جو مال ملے اس سے حصہ پاؤں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ، میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا، آپ آگے چلے گئے حتیٰ کہ جب ہم شجرہ پر پہنچے تو وہ شخص پھر آپ سے ملا، اور اس نے وہی درخواست کی جو پہلے کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا، اور فرمایا لوٹ جاؤ میں کسی مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا، وہ لوٹ گیا اور پھر آپ سے مقام بیداء میں ملا، آپ نے فرمایا کیا تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہے اس نے کہا ہاں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب چلو۔

لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ قَالَ فَارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ قَالَ ثُمَّ رَجَعَ فَأَدْرَكَهُ بِالْبَيْدَاءِ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلِقْ ۔

جہاد میں کفار سے مدد حاصل کرنے کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا، علامہ نووی لکھتے ہیں دوسری حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کے اسلام لانے سے پہلے ان سے مدد لی، بعض علماء نے پہلی حدیث پر علی الاطلاق عمل کیا اور مشرک سے مدد لینے کو مطلقاً ناجائز کہا اور امام شافعی اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا کہ اگر کافر کی مسلمانوں کے متعلق اچھی رائے ہو اور اس سے مدد لینے کی ضرورت ہو تو اس سے مدد لی جائے گی ورنہ اس سے مدد لینا مکروہ ہے، محدثین نے ان دونوں حدیثوں کو دو مختلف حالوں پر محمول کیا ہے اور جب مسلمانوں کی اجازت سے کافر جہاد میں حاضر ہو تو اس کو عطیہ اور انعام وغیرہ دیا جائے گا اور مال غنیمت میں اس کا حصہ نہیں ہوگا۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے اور زہری اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ مال غنیمت سے ان کا حصہ ہوگا۔ [1]

آج بروز بدھ مورخہ ۱۰ رجب ۱۴۱۰ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۹۰ء کتاب الجہاد اختتام کو پہنچی۔ الہ العالمین جس طرح تو نے کرم فرمایا اور یہاں تک صحیح مسلم کی شرح لکھنے کی توفیق دی اسی طرح تو اپنے بے پایاں کرم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے صحیح مسلم کی باقی احادیث کی بھی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرما، میری اس حقیر سعی کو اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما، اور اس کے فیضان کو تا قیامت جاری رکھ، میری، میرے والدین کی شرح صحیح مسلم کے ناشر، جملہ معاونین اور قارئین کی مغفرت فرما، دنیا، برزخ اور آخرت میں ہر بلا، ہر مصیبت اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو ہمارا مقدر کر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتہدین اجمعین ۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الامارۃ

حکومت اور سلطنت کا وجود انسانوں کی اجتماعی زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے، اور سلطنت اور حکومت کا قیام غلبہ اور قہر کے بغیر متصور نہیں ہے، کیونکہ ہر شخص کو دوسرے شخص سے کسی نہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے، اور بسا اوقات طاقتور شخص کمزور شخص سے اپنی ضرورت کی چیزیں بزور حاصل کر لیتا ہے، اس لیے ظلم اور جور کو دور کرنے اور عدل اور انصاف کو حاصل کرنے کے لیے کسی قوت حاکمہ کی ضرورت ہوتی ہے، عدل اور انصاف کے قیام کے لیے قوانین کا وجود ناگزیر ہے یہ قوانین اگر انسانوں کے بنائے ہوئے ہوں تو یہ سیاست عقلی کہلائے گی اور اگر یہ قوانین شرعی ہوں تو یہ سیاست شرعی ہوگی، اللہ کا نبی زمین پر اللہ کا نائب اور خلیفہ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے براہ راست احکام حاصل کرتا ہے اور ان احکام کی تفصیل اور تشریح کر کے ان احکام کو بندوں پر نافذ کرتا ہے اور یہی احکام شریعت کہلاتے ہیں، دنیاوی حکام جو احکام نافذ کرتے ہیں وہ قانون کہلاتے ہیں اور اللہ اور رسول کے احکام شریعت کہلاتے ہیں، انسانوں کے بنائے ہوئے قانون ناقص اور ناپائیدار ہوتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کامل اور دائمی ہے۔ نبی اللہ کا خلیفہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جو شخص نبی کی شریعت پر عمل کراتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق کارِ حکومت سرانجام دیتا ہے وہ نبی کا خلیفہ کہلاتا ہے اور اس کی حکومت کو خلافت کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

خلافت کا لغوی اور شرعی معنی

استخلاف کا معنی ہے کسی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا اور خلافت کا معنی ہے امارت، امامت اور جانشینی۔ [1]

علامہ راغب الاصفہانی لکھتے ہیں:

والخلافۃ النیابۃ عن الغیر اما لغیبۃ المنوب عنہ واما لموتہ واما لعجزہ واما تشریف المستخلف وعلی ھذا الوجہ الاخیر استخلف اللہ اولیاءہ فی الارض۔ وھو الذی جعلکم خلائف الارض۔ وقال یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ

خلافت کا معنی ہے کسی شخص کا قائم مقام ہونا اور اس کی چار قسمیں ہیں (۱) اصل شخص کے غائب ہونے کی وجہ سے دوسرا اس کا قائم مقام ہو (۲) اصل شخص کی موت کے بعد دوسرا شخص اس کا قائم مقام ہو (۳) اصل شخص کے عاجز ہونے کی وجہ سے دوسرا اس کے قائم مقام ہو (۴) دوسرے شخص کو اپنی نیابت سے مشرف کرنے کے لیے اس کو اپنا قائم مقام

[1] المنجد ص ۲۹۳، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

فی الارض ۔ وجعلکم خلفاء من بعد قوم نوح ۔[1]

بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کو زمین پر اسی آخری وجہ سے خلیفہ بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جس ذات نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، نیز فرمایا: اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور فرمایا ہم نے تم کو قوم نوح کے بعد خلیفہ بنایا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنًا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔

(النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان میں بعض کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انھیں ضرور زمین میں خلافت عطا کرے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے اس دین کو بھی غالب کرے گا جس کو اللہ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ضرور ان کے خوف کو امن اور چین سے بدل دے گا، کہ وہ صرف میری عبادت کریں کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں اور جس نے اس کے بعد ناشکری کی سو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ خلافت ارضی کی یہ بشارت مسلمانوں کے لیے امن اور سکون کا پیغام ہے، قرآن مجید کی ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے خلافت کے یہ فرائض بیان فرمائے ہیں:

الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔

(الحج: ۴۱)

اگر ہم ان لوگوں کو زمین میں غلبہ اور اقتدار عطا کر دیں، تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سب چیزوں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے بعد اپنے نائبین کے لیے خلفاء کا لفظ استعمال کیا ہے، امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن العرباض بن ساریۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سترون من بعدی اختلافا کثیرًا شدیدًا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔[2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عنقریب میرے بعد بہت اختلاف دیکھو گے اس وقت تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

---

[1] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۵۶، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ

[2] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزًا الی اثنی عشر خلیفۃ (الی قولہ) کلھم من قریش۔[1]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "بارہ خلیفہ پورے ہونے تک اسلام کو غلبہ رہے گا اور فرمایا وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حیثیتیں تھیں ایک حیثیت سے آپ مہبط وحی الٰہی تھے اس حیثیت سے آپ احکام الٰہی کی تبلیغ کرتے ــــ اور فرائض رسالت بجالاتے اور دوسری حیثیت سے آپ مسلمانوں کے امیر، قائد اور رہنما تھے اس حیثیت سے آپ اسلامی ریاست کے خارجی اور داخلی امور کی تدبیر فرماتے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد فرماتے، مختلف ملکوں کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھواتے اور اندرون ملک احکام الٰہیہ کو عملی طور پر نافذ فرماتے، آپ کے وصال کے بعد آپ کی پہلی حیثیت کا سلسلہ بطور نبوت تو منقطع ہوگیا لیکن آپ کی دوسری حیثیت خلفاء کے روپ میں قائم و دائم رہی اور آپ کی اسی حیثیت کی جانشینی کا نام خلافت ہے۔

آیت استخلاف کی تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ (النور: ۵۵)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان میں سے بعض کے ساتھ اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ انھیں ضرور زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اللہ تعالیٰ ان کے اس دین کو بھی غالب کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے خوف کو ضرور امن اور چین سے بدل دے گا۔

خلافت کے موضوع پر اس آیت کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، اس لیے ہم خلافت کی تحقیق میں اس آیت کی تشریح کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں پر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ہر ہر مسلمان سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے یا بعض مسلمانوں سے؟ ہر ہر مسلمان سے اس وعدہ کا ہونا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ واقع میں ہر ہر مسلمان کو روئے زمین کا ــــ خلیفہ نہیں بنایا گیا ــــ مثلاً جس طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو خلیفہ بنایا گیا یا جس طرح فرعون کے بعد بنی اسرائیل کو زمین پر غلبہ دیا گیا اس طرح ہر ہر مسلمان کو زمین کا خلیفہ نہیں بنایا گیا یا اس طور کہ امت مسلمہ کا ہر ہر فرد زمین پر خلیفہ اور صاحب اقتدار ہو، ثانیاً یہ عقلاً بھی باطل ہے کیونکہ جب ہر شخص خلیفہ، صاحب اقتدار اور حاکم ہو تو پھر محکوم کون ہوگا؟ بلکہ اس سے ہر شخص کا حاکم اور محکوم ہونا لازم آئے گا اور یہ بداہتہً باطل ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت میں خلافت سے اقتدار مراد نہیں ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے تصرف

---

[1] ۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

کرنا مراد ہے۔ تو اس معنی میں مسلمانوں اور نیکوکاروں کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ اس معنی میں تمام اولاد آدم اللہ کی خلیفہ ہے ثالثاً اس آیت میں من تبعیضیہ ہے کیونکہ من ابتدائیہ، بیانیہ یا زائدہ یہاں متصور نہیں ہے اور یہ اس بات کی واضح نص ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بعض صالح مومنوں سے فرمایا ہے نہ کہ سب مسلمانوں سے اور اس آیت کے بلاواسطہ مخاطب حضرات صحابہ کرام تھے، اور جس وقت سورۂ نور نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں پر حالت خوف طاری تھی کیونکہ اس وقت تک سرزمین حجاز میں اسلام کی جڑیں مضبوط نہیں ہوئی تھیں، اس کے کچھ عرصہ بعد یہ وعدہ پورا ہوا جب نہ صرف یہ کہ اسلام سرزمین حجاز میں پھیلا بلکہ خطہ عرب سے لے کر براعظم افریقہ، براعظم ایشیا اور براعظم یورپ میں اندلس تک اذانیں گونجنے لگیں۔ اور اسلام کا یہ عظیم الشان غلبہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں حاصل ہوا اس لیے آیت استخلاف کے اوّلین مصداق خلفاء ثلاثہ ہیں کیونکہ انہی کے دور میں اسلام کو فتوحات حاصل ہوئیں، حضرت علی کا دورِ خلافت مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال میں گذرا اور ان کے دور میں اسلام کو فتوحات کے ذریعہ غلبہ حاصل نہیں ہو سکا۔

اگر من تبعیضیہ سے صرف نظر کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ کو خلافت عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے تو یہ تو بالکل ظاہر ہے کہ امت مسلمہ کا ہر فرد اقتدار اعلیٰ کا حامل نہیں ہو سکتا، اس لیے اب یہ معنی مراد ہوگا کہ ہر مومن اپنی جگہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہر شخص فرداً فرداً اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی، مرد اپنے اہل خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی، اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی اور نوکر اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے اور اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی، سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق پرچھ گچھ ہوگی[1] اس معنی کے لحاظ سے اس آیت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اسلامی حکومت میں تمام مسلمان اقتدار میں شریک ہوتے ہیں اور مسلمانوں کا امیر صرف انتظامی سربراہ ہوتا ہے، ریاست کا یا مسلمانوں کا مالک نہیں ہوتا، اور یہ کہ ریاست کا ہر باشندہ خلافت اور حکومت میں برابر کا شریک ہوتا ہے، ریاست میں نسلی یا طبقاتی امتیازات کا کوئی تصور نہیں ہوتا، اس لیے ریاست کے تمام باشندے ایک دوسرے کے مساوی ہوں گے اور جس شخص میں ترقی کی جس قدر صلاحیت اور قابلیت ہوگی وہ اس قدر آگے بڑھ سکے گا۔

خلافت کی تعریف

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

قال قوم من اصحابنا الامامۃ ریاسۃ عامۃ فی امور الدین والدنیا ونقض ھذا التعریف بالنبوۃ والاولی ان یقال ھی خلافۃ الرسول فی اقامۃ الدین وحفظ حوزۃ الملۃ بحیث

ہمارے بعض علماء نے امامت کی یہ تعریف کی ہے کہ دین اور دنیا کی ریاست کو امامت کہتے ہیں لیکن یہ تعریف نبوت پر بھی صادق آتی ہے اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ دین کے قائم کرنے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرنے میں

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اتباعہ علی کافۃ الامۃ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کو امامت کہتے ہیں اس حیثیت سے کہ تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی خلافت عامہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ھی الرياسة العامة فی التصدی لاقامة الدين باحياء العلوم الدينية واقامة اركان الاسلام والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة واعطائهم من الفئ والقيام بالقضاء واقامة الحدود ودفع المظالم والامر بالمعروف والنهی عن المنكر نيابة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2]

علوم دینیہ کی ترویج اور اشاعت سے دین کو قائم کرنے، ارکان اسلام کو قائم کرنے، جہاد اور اس کے متعلق امور یعنی لشکروں کو ترتیب دینے، مجاہدین کے حصے مقرر کرنے اور مال غنیمت سے ان کو حصے دینے، قاضیوں کے تقرر کرنے، ظالموں کو سزا دینے اور حدود قائم کرنے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی امارت عامہ کو خلافت کہتے ہیں۔

پھر ریاست عامہ کی تفصیل کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن اور سنت کی تعلیم دیتے تھے اور وعظ و نصیحت کرتے تھے، جمعہ، عید اور پانچوں نمازوں کی جماعت کراتے تھے، ہر محلہ میں نماز کا امام مقرر کرتے تھے، مالداروں سے زکوٰۃ وصول کر کے مستحقین پر خرچ کرتے تھے، ہلال رمضان اور ہلال عید کی شہادت قبول کرتے اور اس کے مطابق رمضان اور عید کا اعلان فرماتے تھے، حج کو قائم کرتے، نو ہجری میں حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا اور مسلمانوں کے حج کا انتظام فرمایا، جہاد کا اہتمام فرماتے اور لشکر تیار کرتے اس کا امیر مقرر فرماتے، لوگوں کے مقدمات میں فیصلہ فرماتے، اسلامی شہروں میں قاضی مقرر کر کے بھیجتے، حدود قائم فرماتے، نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے، اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے واصل ہو گئے تب بھی دین کو اسی تفصیل کے ساتھ قائم کرنا واجب ہے اور دین کو اس تفصیل کے ساتھ قائم کرنا اس پر موقوف ہے کہ ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جائے جو ان احکام کو نافذ کرنے کا اہتمام کرے اور اپنے نائبین کو دیگر شہروں میں بھیجے اور ان کی کارگزاری سے باخبر رہے اور وہ نائبین اس کے احکام سے تجاوز نہ کریں اور اس کی ہدایات کے مطابق کام کریں اور ایسا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور آپ کا نائب مطلق ہوگا اور ہم نے جو خلافت کی تعریف میں کہا ہے کہ خلیفہ کو اقامت دین کے لیے ریاست عامہ حاصل ہو اس سے ہماری یہی مراد ہے۔ نیز ہم نے خلافت کی تعریف میں جو یہ کہا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہو کر ریاست عامہ کا حامل ہو اس قید سے ہم نے نبوت سے احتراز کیا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام استقلالاً ریاست عامہ کے حامل ہوتے ہیں نیابۃً نہیں ہوتے۔ ہر چند کہ قرآن مجید میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ فرمایا ہے لیکن اس سے خلافت الٰہیہ مراد ہے کیونکہ اللہ کا خلیفہ نبی ہوتا ہے

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۷۹۲، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[2] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ، ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

اور ہماری بحث خلافت نبوت میں ہے اس لیے حضرت ابوبکر فرماتے تھے مجھے اللہ کا خلیفہ نہ کہو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ [1]

علامہ میر سید شریف جرجانی اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے جو خلافت کی تعریف کی ہے وہ امامت کبری اور ریاست عامہ ہے جس میں امام اور خلیفہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا فرمانروا اور تمام ممالک اسلامیہ کا امیر ہوتا ہے اور تمام امت مسلمہ پر اس کی اتباع واجب ہوتی ہے خیال رہے کہ ممالک اسلامیہ میں سے ہر ملک کا سربراہ خلیفہ نہیں ہوتا اور نہ وہ امامت کبری اور ریاست عامہ کا حامل ہوتا ہے جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ بیان کریں گے۔

خلافت کی شرائط

علامہ ابوالحسن علی ماوردی لکھتے ہیں:

امامت کی اہلیت کے لیے سات شرطیں معتبر ہیں:

۱۔ عدالت اپنی جامع شرائط کے ساتھ (یعنی وہ شخص مسلمان ہو اور فرائض اور واجبات پر دائما عمل کرتا ہو، سنن اور مستحبات پر بکثرت عمل کرتا ہو اور محرمات اور مکروہات تحریمیہ سے دائما اجتناب کرتا ہو اور مکروہات تنزیہہ سے بکثرت بچتا ہو۔ سعیدی غفرلہ)

۲۔ اس کو اس قدر علم حاصل ہو جس سے وہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے اجتہاد کر سکتا ہو۔

۳۔ اس کے حواس سلامت ہوں، یعنی سماعت، بصارت اور گویائی پوری طرح کام کرتی ہو۔

۴۔ اس کے اعضاء صحیح اور سلامت ہوں تاکہ وہ بخوبی کام کر سکے۔

۵۔ وہ صاحب رائے ہو جس سے وہ ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھا سکے۔

۶۔ وہ شجاع اور بہادر ہو تاکہ ملت بیضاء کی حفاظت اور دشمنوں سے جہاد میں دلیری سے حصہ لے سکے۔

۷۔ وہ شخص نسباً قریش ہو کیونکہ بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ [2]

علامہ تفتازانی نے ان شرطوں کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی بیان کی ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ وہ شخص آزاد ہو، کیونکہ غلام اپنے مولی کی خدمت میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہوتا ہے

۲۔ وہ شخص مرد ہو، کیونکہ (حدیث صحیح کے مطابق) عورتیں ناقصات عقل اور ناقصات دین ہیں۔

۳۔ وہ شخص عاقل اور بالغ ہو کیونکہ بچہ اور مجنون ملک اور عوام کی مصلحتوں کو سمجھنے اور ان میں تصرف کرنے سے قاصر ہے۔

۴۔ خلیفہ کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں ہے، کیونکہ خلفاء راشدین معصوم نہیں تھے۔

۵۔ خلیفہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہو کیونکہ حضرت عمر نے انتخاب خلیفہ کے لیے چھ شخص مقرر کیے تھے اور ان میں بعض، بعض سے افضل تھے۔

علامہ تفتازانی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ خلیفہ فسق و فجور کے ارتکاب سے معزول ہونے کا مستحق نہیں ہوتا

---

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ، ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۳-۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ الاحکام السلطانیہ ص ۶، مطبوعہ مطبعۃ المصطفی البابی مصر ۱۳۹۳ھ

کیونکہ خلفاء راشدین کے بعد ائمہ (خلفاء) اور حکام سے ظلم اور فسق ظاہر ہوا اور صحابہ اور اخیار تابعین ان کی اطاعت کرتے تھے اور ان کی اجازت سے جمعہ اور عید کی نمازوں کو قائم کرتے تھے اور ان کے خلاف خروج (بغاوت) کرنے کو ناجائز کہتے تھے۔ [1]

واضح رہے کہ یہ امام اور خلیفہ کی شرائط ہیں جو تمام ممالک اسلامیہ اور تمام عالم اسلام کا سربراہ ہوتا ہے کسی ایک ملک کے سربراہ کے تقرر کے لیے یہ شرائط نہیں ہیں، ہمارے زمانے میں بعض ثقہ علماء نے بھی اس معاملہ میں دھوکا کھایا اور خلافت کبریٰ کی شرائط کو ایک ملک کی سربراہی پر محمول کیا اور مملکت پاکستان کی سربراہی کے لیے بھی قریشی ہونے کو لازمی شرط قرار دیا حالانکہ قریشی ہونا تمام عالم اسلام کی سربراہی کے لیے شرط ہے، کسی ایک ملک کی سربراہی کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے۔

خلافت منعقد کرنے کے طریقے

شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

خلافت کا انعقاد چار طریقوں سے ہوتا ہے:

۱۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ علماء، قضاۃ، امراء اور دیگر قابل ذکر لوگوں میں جو لوگ حل وعقد کے اہل ہوں وہ کسی ایسے شخص کو منتخب کر کے اس کی بیعت کر لیں جو شرائط خلافت کے مطابق ہو، اس کے لیے ان لوگوں کا بیعت کرنا ضروری ہے جو اس وقت میسر ہوں اور تمام ممالک اسلامیہ کے ارباب حل وعقد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ یہ عادۃً محال ہے اور ایک دو آدمیوں کا بیعت کرنا کافی نہیں ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس طریقہ سے بیعت کی گئی تھی۔

۲۔ خلیفۂ وقت کسی ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کر دے جو شرائط خلافت کے مطابق ہو اور لوگوں کو جمع کر کے اس کو خلیفہ بنانے کی تصریح کر دے اور لوگوں کو اس کی اتباع کی وصیت کر دے اور قوم پر اس شخص کو خلیفہ بنانا لازم ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طریقہ سے ثابت ہے۔

۳۔ تیسرا طریقہ شوریٰ کا ہے یعنی خلیفہ چند اہل لوگوں کی ایک جماعت کو منتخب کرے اور یہ کہے کہ اس جماعت میں سے جس فرد کو بھی منتخب کر لیا جائے گا وہ خلیفہ ہوگا، یعنی خلیفۂ وقت کی موت کے بعد لوگ مشورہ کریں اور کسی ایک کو خلافت کے لیے معین کریں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب اسی طرح ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلافت کے لیے چھ افراد کا اعلان کر دیا تھا اور ان چھ افراد نے یہ معاملہ حضرت عبدالرحمان بن عوف کے سپرد کر دیا اور انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو منتخب کر لیا۔

۴۔ چوتھا طریقہ غلبہ کا ہے یعنی ایک شخص بغیر بیعت کے اور بغیر کسی کے خلیفہ بنانے کے از خود خلافت پر قابض ہو جائے، اور تمام لوگوں کو تالیف قلوب یا جبر اور طاقت کے ذریعہ اپنا تابع کر لے، اس طرح بھی خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور لوگوں پر اس کے احکام کی اطاعت لازم ہوتی ہے بشرطیکہ وہ احکام خلاف شرع نہ ہوں، اور اس کی (یعنی متغلب کی) پھر دو قسمیں ہیں:

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۱۰-۱۰۸ ملخصاً، مطبوعہ مکتبہ رحیمیہ دیوبند۔

(ا) متغلب ایسا شخص ہو جو شرائط خلافت کے مطابق ہو، اور وہ صلح اور حسن تدبیر سے اپنے مخالفین کو تابع کرے اور اس کے لیے کسی امر حرام کا ارتکاب نہ کرے، خلافت کی یہ قسم جائز ہے اور اس میں رخصت ہے۔ حضرت علی کی شہادت اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت اسی قسم کی تھی۔

(ب) متغلب شرائط خلافت کے مطابق نہ ہو اور محرمات کا ارتکاب کر کے اور بزور جنگ لوگوں کو تابع کرے۔ خلافت کی یہ قسم جائز نہیں ہے اور اس کا مرتکب گنہگار ہے، لیکن اگر اس کے احکام شریعت کے مطابق ہوں تو ان کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر صاحب اقتدار لوگ اس کے کارندوں کو زکوٰۃ دیں تو ان سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اس کے مقرر کردہ قاضیوں کے فیصلے نافذ ہوں گے اور اس کی معیت میں جہاد کرنا جائز ہوگا، اس خلافت کو منعقد قرار دینا ضرورت کی بناء پر ہے، کیونکہ اس کے معزول کرنے کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو اس سے قتل و غارت اور خونریزی ہوگی اور اس کی کیا ضمانت ہے کہ بسیار قتل و غارت کے بعد اگر اس کو معزول کر بھی دیا جائے تو دوسرا متغلب شرائط خلافت کا اہل ہوگا، بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا متغلب پہلے متغلب سے زیادہ برا ہو اس لیے اس کو معزول کرنے میں فتنہ اور فساد یقینی ہے اور خیر اور صلاح کا حصول موہوم ہے عبدالملک بن مروان اور خلفاء عباسیہ میں سے اوائل کی خلافت اسی قسم کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی ایک شخص یا چند اشخاص کی جماعت اپنے زمانہ میں خلافت کی شرائط کے حامل ہوں یا ایک شخص سب سے افضل ہو تب بھی اس کی خلافت اس وقت تک منعقد نہیں ہوگی جب تک اس کی بیعت نہ کر لی جائے یا وہ غلبہ سے حکومت حاصل نہ کر لے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اعلیٰ کی طرف منتقل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور فقط ان کے افضل ہونے پر اکتفاء نہیں کی۔ اہل علم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ حضرت علی کی خلافت ان طریقوں میں سے کس طریقہ سے منعقد ہوئی ہے؛ اکثر علماء کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں جو مہاجرین اور انصار موجود تھے انہوں نے حضرت علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ حضرت علی شوریٰ کے فیصلہ کے نتیجہ میں خلیفہ منتخب ہوئے، کیونکہ شوریٰ کا فیصلہ یہ تھا کہ خلیفہ یا عثمان ہوں گے یا علی اور جب حضرت عثمان کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی خلافت کے لیے متعین ہو گئے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں ہے۔ [1]

خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے شرائط

علامہ ابوالحسن ماوردی نے خلیفہ کو منتخب کرنے والوں کے لیے بھی تین شرطیں مقرر کی ہیں:

۱۔ انتخاب کرنے والے عادل ہوں (یعنی فرائض وغیرہ پر دائمی عمل کرنے والے اور محرمات سے دائما بچنے والے سعیدی غفرلہ)

۲۔ ان کو اس قدر علم ہو کہ استحقاق خلافت کی کیا شرائط ہیں اور کون شخص منصب کا اہل ہے اور کون نہیں۔

---

[1] ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ، ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۶-۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۲ھ

۳۔ وہ صحیح رائے اور حسن تدبیر کے حامل ہوں تاکہ وہ صحیح تر اور موزوں تر شخص کو منتخب کر سکیں۔ [1]

موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کا فرق

موجودہ مغربی جمہوریت اور اسلامی ریاست کے درمیان کئی وجہ سے فرق ہے جس کو ہم یہاں اختصار سے بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ مغربی جمہوریت میں طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں، جبکہ اسلام میں اقتدار اور حاکمیت صرف اللہ کی ہے، سربراہ مملکت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام نافذ کرنے کے مجاز ہے۔

۲۔ مغربی جمہوریت میں قانون وضع کرنے کی اتھارٹی اور معیار "اکثریت" ہے اور اسلام میں معیار "حق" ہے جس کا فیصلہ امام اور مستند علماء کتاب، سنت، اجماع اور اقوال مجتہدین کی روشنی میں کریں گے۔

۳۔ مغربی جمہوریت میں مدت انتخاب پوری ہونے کے بعد یا اس سے پہلے اکثریت کے فیصلہ کی بنا پر سربراہ مملکت کو معزول کیا جا سکتا ہے، اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہے گا جب تک وہ اسلام پر قائم ہے۔

۴۔ جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ دار کو منتخب کرنے کے لیے کوئی معیار نہیں اور ہر کس و ناکس کو ووٹ دینے کا حق ہے جب کہ اسلام میں یہ حق صرف ارباب حل وعقد کو حاصل ہے۔

۵۔ جمہوری طریقہ انتخاب میں عہدہ کے امیدوار کے لیے کوئی معیار نہیں ہے۔ تعلیمی اہلیت اور صالحیت کی کوئی شرط نہیں ہے جس کے نتیجہ میں عورت ہو یا مرد، پڑھا لکھا ہو یا جاہل، نیک ہو یا بدمعاش پیسے اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر قانون ساز اتھارٹی کا ممبر بن جاتا ہے، اسی طرح وزارت عظمیٰ کے امیدوار کے لیے بھی کوئی معیار نہیں ہے اور قومی اسمبلی میں پہنچنے والا ہر ممبر وزارت عظمیٰ کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے، دفتر میں کلرک بھرتی ہونے کے لیے بھی کم از کم میٹرک پاس ہونے کا معیار ہے اور ملک کے اتنے بڑے عہدے کے لیے کوئی معیار نہیں رکھا گیا اس کے برخلاف اسلام میں سربراہ مملکت کے لیے شرائط مقرر کی گئی ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں

۶۔ مغربی جمہوریت کے طریقہ انتخاب میں امیدوار اپنے آپ کو منصب کے لیے پیش کرتا ہے اور اس کے لیے کنوینسنگ کرتا ہے جبکہ اسلام میں منصب کو طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ ابواب میں آئے گی۔

ہر چند کہ مغربی جمہوریت اور اس کا طریقہ انتخاب متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے لیکن اگر اس طریقہ سے کوئی شخص منتخب ہو کر حکمران بن جاتا ہے تو اس کی حکومت صحیح ہوگی جس طرح متغلب کی حکومت صحیح ہوتی ہے اور اس کے جو احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں ان میں اس کی اطاعت لازم ہوگی۔

خلافت کی تاریخ عہد بہ عہد

اس سے پہلے ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو تمام عالم اسلام کا سربراہ ہو، خلافت کا یہ نظام اسلام میں ایک سو چوبیس سال تک رہا ہے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ الاحکام السلطانیہ ص ۶، مطبوعہ مطبعۃ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۹۳ھ

اس کے بعد خلافت ختم ہوگئی اور خلافت کے نام سے بادشاہت آگئی اور مسلمانوں کی حکومتیں مختلف ریاستوں میں بٹ گئیں پھر تاریخ نے ایسا دور بھی دیکھا کہ مسلمان حکمران ایک دوسرے کے خلاف اپنی دفاعی قوتوں کو صرف کرتے رہے اور کفار کے خلاف جنگ اور جہاد ایک قصہ پارینہ بن گیا، ہم یہاں اختصار کے ساتھ خلفاء کے عہد کا ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں فنقول وباللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیق بارہ ربیع الاول پیر کے دن ۱۱ھ کو منتخب ہوئے اور منگل کی رات بائیس جمادی الاخرۃ ۱۳ھ میں وصال فرمایا، آپ نے حضرت اسامہ کی قیادت میں شام کی طرف لشکر بھیجا جو رومیوں سے جنگ کر کے کامیاب لوٹا، مسیلمہ کذاب کو قتل کیا، حضرت علاء بن حضرمی کو بھیج کر بحرین کے مرتدین کی سرکوبی کی، مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا، حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو بھیج کر عمان کے مرتدوں کو سرکوبی کی، حضرت خالد بن ولید کو بصرہ بھیجا اور ابلہ شہر فتح کیا، عراق کے مشہور شہر مدائن کسری کو فتح کیا، حضرت عمرو بن عاص کے ساتھ شام کی طرف لشکر بھیجا اور اجنادین فتح ہوا۔

(۲) حضرت عمر فاروق، حضرت ابوبکر کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوئے، ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ کو آپ پر حملہ کیا گیا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ شہید ہو گئے، آپ کی خلافت میں ۱۴ھ میں دمشق صلح اور جنگ سے فتح ہوا، پھر حمص اور بعلبک پر صلح سے قبضہ کیا۔ اسی سال بصرہ اور ابلہ فتح ہوئے۔ ۱۶ ہجری میں اہواز اور مدائن فتح ہوئے، تکریت اور بیت المقدس فتح ہوا، قنسرین، حلب اور انطاکیہ فتح ہوئے، جندیسابور اور حلوان جنگ سے فتح ہوئے، ۱۹ھ میں قیساریہ پر قبضہ ہوا، ۲۰ھ میں مصر جنگ سے فتح ہوا اور تستر فتح کیا ۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند فتح ہوئے، ۲۲ھ میں آذربائیجان فتح ہوا اس کے بعد دینور اور ہمدان جنگ سے فتح ہوا، طرابلس الغرب فتح ہوا، عسکر اور قومس فتح ہوئے اور رے (طہران) فتح ہوا، ۲۳ھ میں کرمان، سجستان اور مکران فتح ہوئے اور بلاد جبل سے اصفہان تک کے علاقے فتح ہوئے۔

(۳) حضرت عثمان شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ کو شہید کیے گئے، آپ کے عہد میں ۲۴ھ میں مکمل رے (طہران) فتح ہوا، روم کا وسیع علاقہ فتح ہوا، ۲۷ھ میں قبرص فتح ہوا، افریقہ فتح ہوا اور اسی سال اندلس فتح ہوا، ۳۰ھ میں جور، خراسان اور پورا نیشاپور صلح سے فتح ہوئے، ایران کے چند شہر طوس، سرخس، مرو اور بیہق بھی صلح سے فتح ہوئے۔

(۴) حضرت علی اہل مدینہ کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے اور ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے، آپ کے عہد میں جنگ جمل اور جنگ صفین ہوئی۔

(۵) حضرت حسن بن علی اہل کوفہ کی بیعت سے خلیفہ ہوئے، جمادی الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

(۶) حضرت حسن سے صلح کے نتیجہ میں حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اور ۲۲ رجب ۶۰ھ کو انتقال ہوا (اصابہ) ان کے عہد میں ۵۱ ہجری میں بلخ فتح ہوا، ۵۳ھ میں جزیرہ رودس اور بخارا فتح ہوا۔

(۷) حضرت معاویہ کے ولی عہد مقرر کرنے کی وجہ سے یزید خلیفہ ہوا اور ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک ہوگیا، یزید کے عہد میں سانحہ کربلا رونما ہوا، میدان حرہ میں اہل مدینہ سے جنگ کی گئی اور ان کا قتل عام کیا گیا، اور خانہ کعبہ جلایا گیا۔

(۸) معاویہ بن یزید، یزید کا جانشین ہوا اور چالیس دن یا دو ماہ بعد ۶۴ھ میں ہلاک ہوگیا۔

(۹) یزید کی موت کے بعد حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے مسلمانوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کے ہاتھ پر (۶۴ھ) میں بیعت کرلی اور شام اور مصر کے لوگوں نے یزید بن معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن اس کی موت کے بعد شام اور مصر کے لوگوں نے بھی حضرت ابن الزبیر کے ہاتھ پر بیعت کرلی پھر مروان بن الحکم نے ان کے خلاف بغاوت کی اور شام اور مصر پر غلبہ حاصل کرلیا، ۶۵ھ میں مروان مرگیا اور اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان ولی عہد ہوا اس نے حجاج بن یوسف سے حضرت ابن الزبیر پر حملہ کرایا اور ۱۷ جمادی الاول ۷۳ھ میں حضرت ابن الزبیر کو شہید کردیا گیا، اس طرح نو سال کے بعد حضرت ابن الزبیر کی خلافت ختم ہوگئی، اور عبدالملک بن مروان تمام ممالک اسلامیہ پر غلبہ سے قابض ہوگیا، حضرت ابن الزبیر نے اپنے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے مطابق کعبہ کی تعمیر کی۔

(۱۰) عبدالملک بن مروان ۷۳ھ میں غلبہ سے خلافت پر قابض ہوا اور شوال ۸۶ھ میں اس نے وفات پائی، اس کے عہد میں زیادہ تر خارجیوں سے جنگ ہوتی رہی، ۸۱ھ میں تالیقان فتح ہوا اور ۸۴ھ میں قلعہ باز غیس کی تسخیر ہوئی۔

(۱۱) ولید بن عبدالملک کو عبدالملک نے اپنی زندگی میں نامزد کردیا تھا، اس نے ۱۵ جمادی الاخری ۹۶ھ میں وفات پائی، اس کے عہد میں بیقند، بخارا، سروانیہ، طمورہ، قیم اور بحیرۃ الغرسان فتح ہوئے۔

(۱۲) سلیمان بن عبدالملک بھی عبدالملک کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، اس کی خلافت صفر ۹۹ھ تک رہی، اس کے عہد میں جرجان، قلعہ حدید، سردا، شغا، طبرستان اور شہر سغانیہ فتح ہوئے۔

(۱۳) عمر بن عبدالعزیز، سلیمان کی وصیت سے خلیفہ ہوئے، ان کی خلافت ۲۵ رجب ۱۰۱ھ تک رہی ان کو خلیفہ راشد قرار دیا گیا، ان کے عہد میں زیادہ تر داخلی اصلاحات ہوئیں۔

(۱۴) یزید بن عبدالملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلیفہ ہوا، شعبان ۱۰۵ھ میں اس کی وفات ہوگئی۔

(۱۵) ہشام بن عبدالملک اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کے ولی عہد کی حیثیت سے خلیفہ ہوا، ربیع الآخر ۱۲۵ھ میں اس کی وفات ہوگئی، اس کی حکومت کے ساتویں سال روم جنگ و جدال سے فتح ہوا، آٹھویں سال میں خنجرہ فتح ہوا اور بارھویں سال میں خرشتہ فتح ہوا۔

(۱۶) ولید بن یزید بن عبدالملک اپنے باپ کی وصیت کے مطابق جانشین ہوا، یہ انتہائی بدکار، شرابی اور لوطی تھا، لوگوں نے اس کے فسق و فجور سے تنگ آکر جمادی الاخری ۱۲۶ھ میں اس کو قتل کردیا۔ ؎

(۱۷) یزید ناقص ابوخالد بن ولید، یہ اپنے عم زاد ولید بن یزید کو قتل کرکے خلافت پر قابض ہوا، یہ قدری تھا اور لوگوں کو قدریت کی طرف دعوت دیتا تھا، خلافت کے چھ ماہ بعد، ذوالحجہ ۱۲۶ھ میں فوت ہوگیا۔

(۱۸) ابراہیم بن ولید بن عبدالملک، اس کے ولی عہد ہونے میں اختلاف ہے، اس نے صرف ستر دن حکومت کی اس

؎ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے لکھا ہے کہ ولید بن یزید بن عبدالملک پر بارہ خلفاء پورے ہوگئے اور اس کے بعد خلافت ختم ہوگئی، کیونکہ ولید بن یزید بن عبدالملک کے بعد سے لے کر اب تک امت کسی ایک خلیفہ پر متفق نہیں ہوسکی اس کے بعد صرف خلافت کا نام تھا حقیقت میں ملوکیت اور سلطنت تھی (الصواعق المحرقہ ص ۲۱۰-۲۰، مطبوعہ مصر)

کے خلاف مروان بن محمد نے خروج کیا اور یہ اس کے حق میں دستبردار ہو گیا۔

(۱۹) مروان بن محمد بن مروان بن الحکم الحمار، ۱۲۷ھ میں غلبہ سے خلافت پر قابض ہوا، اس کے خلاف عباسیوں نے خروج کیا اور ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا، یہ بنو امیہ کا آخری خلیفہ تھا۔

(۲۰) ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم، اس کا لقب سفاح تھا، یہ پہلا عباسی خلیفہ تھا، سفاح کے دور میں مسلمانوں میں تفرقہ پڑ گیا تھا اس لیے سفاح کے قبضہ سے طاہرہ وطنبہ سے لے کر سوڈان اور اندلس تک کے تمام علاقے نکل گئے، ان علاقوں کے علاوہ اور بھی کئی شہر اس کے ہاتھ سے جاتے رہے، ذوالحجہ ۱۳۲ھ میں سفاح فوت ہو گیا۔

(۲۱) المنصور ابوجعفر عبداللہ، اس کو سفاح نے اپنا ولی عہد بنایا تھا، ۱۴۸ھ تک تمام مقبوضہ ممالک پر اس کا قبضہ ہو گیا، البتہ اندلس پر قبضہ نہیں کر سکا، کیونکہ اندلس میں عبدالرحمان بن معاویہ اموی مروانی نے اپنی سلطنت قائم کر لی تھی، اس کے عہد میں خراسان میں بغاوت ہوئی، ذوالحجہ ۱۵۸ھ میں منصور فوت ہو گیا۔

۱۳۴ھ کے بعد تمام عالم اسلام ایک حکمران کے تحت نہیں رہا کیونکہ اندلس میں ایک الگ حکومت قائم ہو گئی تھی۔ اور عملاً خلافت ختم ہو چکی تھی، کیونکہ اب تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ نہیں تھا۔

(۲۲) مہدی ابوعبداللہ محمد بن منصور، اس کو منصور نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، اس کے عہد میں روم کے اکثر علاقے فتح ہوئے، ۱۶۹ھ میں مہدی کا انتقال ہو گیا۔

(۲۳) ابومحمد موسیٰ بن المہدی المعروف بالہادی، یہ مہدی کی وصیت کے مطابق خلیفہ ہوا، ۱۷۰ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۴) الرشید ہارون بن مہدی، اس کو مہدی نے ہادی کے بعد نامزد کیا تھا، اس کے عہد میں ۱۷۶ھ میں دبستہ شہر فتح ہوا، ۱۸۱ھ میں صنصاف کا قلعہ فتح ہوا، ۱۸۳ھ میں آرمینیہ میں بغاوت شروع ہو گئی، ۱۹۰ھ میں ہارون نے روم کا شہر ہرقلہ فتح کیا۔ ۱۹۳ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۵) الامین محمد ابوعبداللہ بن رشید، اس کو ہارون نے ولی عہد بنایا تھا، ہارون نے اس کے بعد مامون بن رشید کو ولی عہد بنایا تھا، ۱۹۴ھ میں امین نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کر دیا، مامون نے امین کے خلاف بغاوت کر کے ۱۹۸ھ میں خلافت پر قبضہ کر لیا، امین قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل تھا، گانے بجانے، شراب نوشی اور اغلام کا عادی تھا، ۱۹۸ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

(۲۶) مامون عبداللہ ابوالعباس بن رشید، اس نے غلبہ سے خلافت پر قبضہ کر لیا، ۲۱۱ھ میں اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی سب سے افضل ہیں، ۲۱۲ھ میں اس نے خلق قرآن کے عقیدے کا اظہار کیا۔ ۲۱۵ھ میں اس نے روم کے بعض شہروں کو فتح کیا، جن علماء نے خلق قرآن کے عقیدہ میں اس کی ہمنوائی نہیں کی ان کو مروا دیا یا سخت آزمائش میں مبتلا کیا۔ ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو مر گیا۔

(۲۷) المعتصم باللہ ابواسحاق محمد بن الرشید، مامون کے بعد اس کی بیعت کی گئی یہ بھی معتزلی تھا، اس نے بہت سے علماء کو قتل کیا، ۲۲۳ھ میں اس نے روم پر لشکر کشی کی اور عموریہ کو فتح کیا، ۱۹ ربیع الاول ۲۲۷ھ میں فوت ہو گیا۔

(۲۸) الواثق باللہ ہارون ابوجعفر بن معتصم، اس کو معتصم نے ولی عہد مقرر کیا، یہ بھی خلق قرآن کے عقیدے کا حامل تھا، اور

اس نے بھی علماء کو آزمائش میں ڈالا، یہ ۲۴ ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو فوت ہو گیا۔

(۲۹) المتوکل علی اللہ جعفر ابوالفضل بن معتصم بن ہارون، یہ واثق کی موت کے بعد خلیفہ ہوا، اس نے امام حسین کی قبر کھدوا دی تھی، یہ ایک عیاش شخص تھا اس نے پہلے اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہد مقرر کیا بعد میں اس کو بدلنا چاہا منتصر نے سازش کر کے اس کو ۵ شوال ۲۴۷ھ میں قتل کرا دیا۔

(۳۰) محمد ابوجعفر المنتصر باللہ۔ یہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد غلبہ سے خلیفہ ہوا۔ ۵ ربیع الاخر ۲۴۸ھ میں فوت ہو گیا۔

(۳۱) المستعین باللہ ابوالعباس احمد بن معتصم بن رشید، اس کو ترک سرداروں نے مشاورت کے ذریعہ خلافت پر بٹھایا بعد میں اس کی ترکوں سے مناقشت ہو گئی جس کے نتیجہ میں اس کو ۲۵۲ھ میں خلافت سے دستبردار ہونا پڑا، ۳ شوال ۲۵۲ھ میں قتل کر دیا گیا۔

(۳۲) المعتز باللہ محمد ابوعبداللہ بن المتوکل بن المعتصم بن الرشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا تھا، ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے مالی مطالبہ کو پورا نہ کر سکا جس کے نتیجہ میں ترک سرداروں نے اس کو مار پیٹ کر اس سے خلافت سے دستبرداری لکھوالی، شعبان ۲۵۵ھ میں یہ ترکوں کے ظلم سے پیاسا مر گیا۔

(۳۳) المہتدی باللہ ابوعبداللہ بن واثق بن معتصم بن رشید، اس کو ترکوں نے خلافت پر بٹھایا، اس نے ترکوں سے جنگ کی لیکن اس نے شکست کھائی اسے گرفتار کر کے اور اس کے چھپے دبا کر اس کو رجب ۲۵۶ھ میں مار ڈالا گیا۔

(۳۴) المعتمد علی اللہ احمد بن متوکل بن معتصم بن رشید، اس کو جیل خانے سے نکال کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، ۱۲ رجب ۲۷۹ھ میں مر گیا۔

(۳۵) المعتضد باللہ احمد بن موفق بن معتصم بن رشید، اس کو معتمد نے ولی عہد بنایا تھا، یہ فلسفہ کے خلاف تھا، ۲۲ ربیع الآخر ۲۷۹ھ میں فوت ہو گیا۔

(۳۶) المکتفی باللہ علی بن معتضد، اس کو اس کے باپ نے اپنی زندگی میں نامزد کر دیا تھا، ۲۹۱ھ میں روم کا شہر انطاکیہ فتح ہوا، یہ نیک اور عادل خلیفہ تھا۔ ۲۲ ذوالقعدہ ۲۹۵ھ میں فوت ہوا۔

(۳۷) المقتدر باللہ جعفر بن المعتضد، اس کو اس کے بھائی نے اپنی بیماری کے ایام میں خلیفہ نامزد کیا تھا، ۳۰۱ھ میں مہدی فاطمی، اسکندریہ اور قیروم پر قابض ہو گیا، ۳۱۲ھ حاکم خراسان کے ہاتھوں فرغانہ فتح ہوا، ۳۱۴ھ میں سسلیہ پر رومیوں نے قبضہ کر لیا، ۳۱۵ھ میں رومیوں نے دمیاط پر قبضہ کر لیا، ۳۱۶ھ میں قرامطہ کی یورش سے بہت سے مقبوضات مقتدر کے ہاتھوں سے نکل گئے، ۳۱۷ھ میں مقتدر بغاوت سے گھبرا کر روپوش ہو گیا لیکن دوبارہ اقتدار پر بحال ہو گیا، ۳۲۰ھ میں مقتدر کی بربریوں سے جنگ ہوئی ایک بربر نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ بدھ کا دن تھا اور شوال کی ۲۷ تاریخ تھی۔

(۳۸) القاہر باللہ ابومنصور محمد بن المعتضد، اس کو استصواب کے بعد خلیفہ بنایا گیا، یہ رقص و سرود کا رسیا اور عادی شرابی تھا، ۳۲۲ھ میں ابن بویہ نے فارس پر قبضہ کر لیا پھر اس نے مزید شہروں پر قبضہ کیا اور خراسان اور فارس بنو عباس کے قبضہ سے نکل گئے، القاہر انتہائی ظالم اور سفاک تھا، اس کے ظلم اور خونریزی کی بنا پر ۳۲۲ھ میں اس سے خلافت سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کیا گیا اور انکار پر گرم سلاخوں سے اس کی آنکھیں نکال دی

گئیں، ۳۳۳ھ تک یہ قید رہا، پھر اس کو رہائی ملی، مکتفی کے دور حکومت میں یہ نظر بند رہا اور جمادی الاولیٰ ۳۲۹ میں فوت ہوگیا۔

(۳۹) الراضی باللہ ابوالعباس محمد بن مقتدر بن معتضد، یہ قاہر باللہ کی معزولی کے بعد ۳۲۲ھ میں تخت نشین ہوا، ۳۲۴ھ میں محمد بن یاتق نے واسط اور اس کے تمام نواحی علاقوں پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کے قبضہ سے تمام ملکی اور مالی امور نکل گئے، ۳۲۵ھ میں متعدد شہروں پر خارجیوں کا قبضہ ہوگیا، ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور راضی باللہ کے قبضہ میں بغداد اور نواحی بغداد کے سوا کچھ نہ رہا، اس صورت حال سے اسپین کے بادشاہ امیر عبدالرحمان بن محمد اموی نے فائدہ اٹھایا اور اس نے دعویٰ کیا کہ خلافت کا سب سے زیادہ میں حقدار ہوں اس نے امیر المومنین ناصر دین اللہ کا لقب اختیار کیا، یہ بلند ہمت مجاہد تھا اندلس کے وسیع حصہ کو اس نے فتح کیا اور ستر شہروں پر قبضہ کیا، ۳۲۵ھ میں خلافت کے تین دعویدار تھے، اندلس میں عبدالرحمٰن، بغداد میں راضی باللہ اور قیروان میں مہدی۔ ربیع الثانی ۳۲۹ھ میں راضی باللہ طویل علالت کے بعد مر گیا۔

(۴۰) المتقی للہ ابواسحاق ابراہیم بن المقتدر بن المعتضد، یہ اپنے بھائی راضی کی موت کے بعد تخت سلطنت پر بیٹھا، یہ عابد و زاہد حکمران تھا یہ صرف نام کا بادشاہ تھا تمام امور حکومت ابوعبداللہ احمد بن الکوفی سیکرٹری کے اختیار میں تھے، ۳۳۰ھ میں بغداد میں ایک ہولناک قحط پڑا، ۳۳۳ھ میں اس کو اندھا کر کے اس سے خلافت لے لی گئی۔

(۴۱) المستکفی باللہ ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد، صفر ۳۳۳ھ میں تخت پر بیٹھا، اس نے ابوبویہ کو معزالدولہ کا خطاب دیا۔ معزالدولہ تمام سلطنت پر قابض ہوگیا، ۳۳۴ھ میں المستکفی کو قید کرا دیا، اس کو خلافت سے دستبردار کر لیا اور اس کی آنکھیں نکلوا لیں، ۳۴۸ھ میں یہ قید خانہ کے اندر مر گیا۔

(۴۲) المطیع للہ ابوالقاسم الفضل بن مقتدر، ۳۳۴ھ میں تخت نشین ہوا، یہ بھی اپنے پیشرو کی طرح اختیارات سے کلیۃً محروم تھا، ۳۴۰ھ میں مغرب میں منصوری بادشاہ مر گیا اور اس کا بیٹا سعد حکمران ہوا، اس کا لقب معز لدین اللہ تھا، ۳۴۳ھ میں خراسان کے بادشاہ نے خطبوں میں مطیع للہ کا نام پڑھوایا۔ ۳۵۱ھ معزالدولہ نے حضرت امیر معاویہ اور صحابہ پر علی الاعلان لعنت کرانی شروع کی، ۳۵۶ھ میں قرامطی دمشق پر قابض ہوگئے، اب شیعوں کی حکومت اقلیم مغرب، مصر اور عراق تک پھیل گئی، ربیع الآخر ۳۵۹ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی بنیاد پڑی جو دو سال میں مکمل ہوئی، ۳۶۲ھ میں المطیع اور معزالدولہ میں اختلاف ہوگیا، معزالدولہ کا ایک غلام مارا گیا اس نے طیش میں آکر بغداد میں ایک جگہ آگ لگوا دی جس سے سینکڑوں گھر جل گئے، ۳۶۳ھ میں المطیع پر فالج گرا، معزالدولہ نے حکم دیا کہ وہ اپنے بیٹے الطائع للہ کے حق میں دستبردار ہو جائے چنانچہ ۲۳ ذوالقعدہ ۳۶۳ھ کو اس حکم کی تعمیل کی گئی اور الطائع للہ کو خلیفہ بنا دیا گیا۔ مطیع للہ ۳۶۴ میں فوت ہوگیا۔

(۴۳) الطائع للہ ابوبکر عبدالکریم بن مطیع، اس کی تخت نشینی کے لیے اس کے باپ کو خلافت سے دستبردار کرایا گیا تھا، ۳۶۵ھ میں رکن الدولہ بن بویہ نے اپنے ممالک محروسہ کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اس نے عضدالدولہ کو فارس و کرمان، مؤیدالدولہ کو رے اور اصبہان اور فخرالدولہ کو ہمدان اور دینور دے دیے۔ اسی سال المعز لدین اللہ شاہ مصر کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا نزار بادشاہ ہوا، اس کا لقب عزیز تھا، ۳۶۶ھ میں المستنصر باللہ الحکم بن ناصر الدین اموی بادشاہ اندلس کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا المؤید باللہ ہشام تخت نشین ہوا، ۳۶۷ھ میں عزالدولہ اور عضدالدولہ

کامیاب ہوا اور الطائع للہ نے اس کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا، ۳۶۸ھ میں طائع کے حکم سے خطبوں میں عضد الدولہ کا نام لیا جانے لگا، ۳۷۲ھ میں عضد الدولہ کا انتقال ہو گیا، ۳۷۹ھ میں طائع نے ابو نصر کو بہاء الدولہ کا خطاب دیا، ۳۸۱ھ میں بہاؤ الدولہ نے الطائع کو گرفتار کر لیا اور اس سے کہا اپنے بیٹے قادر باللہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جاؤ، ۳۹۳ھ میں قادر باللہ فوت ہو گیا۔

(۴۴) القادر باللہ ابو العباس احمد بن اسحاق المقتدر، اس کو ۳۸۱ھ میں خلافت پر بٹھایا گیا، ۳۸۷ھ میں سلطان فخر الدولہ کا انتقال ہو گیا، اس کا چار سالہ بیٹا تخت پر بٹھایا گیا۔ قادر باللہ نے اس کے لیے مجد الدولہ کا لقب تجویز کیا، ۳۹۶ھ میں بغداد میں زبردست شیعہ سنی فساد ہوا، ۴۲۲ھ میں القادر باللہ انتقال کر گیا۔

(۴۵) القائم بامر اللہ ابو جعفر عبد اللہ بن القادر، اسے اس کے باپ القادر باللہ نے اپنی زندگی میں خلیفہ نامزد کر دیا تھا، ۴۵۰ھ میں ایک ترک سردار بساسیری کی القائم سے جنگ ہوئی اور بساسیری کامیاب ہوا اس نے القائم کو گرفتار کر کے خانہ بھجوا دیا، ۴۵۱ھ میں القائم رہا ہوا اور بساسیری قتل کر دیا گیا، ۴۶۷ھ میں القائم کا انتقال ہوا اس نے اپنے پوتے عبد اللہ بن محمد کو خلیفہ نامزد کیا۔

(۴۶) المقتدی بامر اللہ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن القائم بامر اللہ، یہ بطور ولی عہد خلیفہ ہوا، ۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشفین والی مراکش نے مقتدی سے درخواست کی کہ جو ممالک اس کے قبضہ میں ہیں ان پر اس کے اقتدار کو تسلیم کر کے اس کو سلطان کا لقب عطا کیا جائے، مقتدی نے یہ درخواست منظور کر لی اور اس کو امیر المسلمین کا لقب عطا فرمایا، ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود سبکتگین والی غزنی کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا جلال الدین تخت نشین ہوا، ۴۸۵ھ میں ملک شاہ بغداد آیا اور مقتدی سے کہا بغداد خالی کر دو، مقتدی نے دس دن کی مہلت مانگی اور ان دس دنوں میں ملک شاہ کا انتقال ہو گیا اور یہ مقتدی کی کرامت سمجھی گئی، ۴۸۷ھ میں مقتدی کا انتقال ہو گیا

(۴۷) المستظہر باللہ ابو العباس احمد بن المقتدی باللہ، یہ اپنے والد کی وفات کے بعد تخت پر بیٹھا، ۴۹۰ھ میں سلطان ارغون سلجوقی والی عراق قتل کر دیا گیا اور سلطان برکیاروق نے اس کے تمام ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا، اسی سال عیسائیوں نے شام کے شہر انیقیہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۲ھ میں قرامطہ پورے اصفہان پر چھا گئے، اور اسی سال عیسائیوں نے ڈیڑھ سال کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا، اور ستر ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ ۴۹۴ھ میں عیسائیوں نے شہر سروج، حیفہ، ارسوف اور قیساریہ پر قبضہ کر لیا، ۴۹۵ھ المستعلی والی مصر کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا جو آمر باحکام اللہ کا لقب یافتہ تھا، ۵۰۳ھ میں فرنگیوں نے دو سال کے محاصرے کے بعد طرابلس کو فتح کر لیا، ۵۰۳ھ میں فرانس کے بادشاہ اور ابن تاشفین والی اندلس میں جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ۵۱۲ھ میں المستظہر باللہ فوت ہو گیا۔

(۴۸) المسترشد باللہ ابو المنصور الفضل بن المستظہر باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، ۵۲۵ھ میں مسعود نے المسترشد کو گرفتار کر کے قید کر لیا، اور قرامطہ نے المسترشد کو قتل کر دیا۔

(۴۹) الراشد باللہ ابوجعفر منصور بن مسترشد، یہ المسترشد کے بعد جانشین ہوا، ۵۳۰ھ میں سلطان مسعود کے اشارے سے اس کو معزول کیا گیا اور اس کے چچا محمد مستظہر کو المقتفی لامر اللہ کا خطاب دے کر خلیفہ مان لیا گیا، ۵۳۲ھ میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

(۵۰) المقتفی لامر اللہ ابوعبد اللہ۔ ۵۴۳ھ میں فرنگیوں نے دمشق کا محاصرہ کر لیا، نور الدین محمود بن زنگی والی حلب نے ان کا مقابلہ کیا اور فرنگیوں سے تمام شہر واپس لے لیے، ۵۴۴ھ میں الحافظ لدین اللہ والی مصر کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا اسماعیل تخت نشین ہوا، ۵۴۷ھ میں سلطان مسعود کا انتقال ہو گیا، ۵۴۳ھ میں ترکان غز نے سلطان سنجر پر حملہ کر دیا اور تمام ممالک محروسہ اس کے قبضے سے نکل گئے، ۵۴۹ھ میں والی مصر الظاہر باللہ فوت ہو گیا اور المقتفی نے نور الدین زنگی سے کہا مصر پر قبضہ کرو اور اس کو الملک العادل کا خطاب دیا۔ نور الدین زنگی اس وقت دمشق کا حکمران تھا، ۵۴۸ھ میں المقتفی کا انتقال ہو گیا۔

(۵۱) المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المقتفی، اس کو المقتفی نے ولی عہد نامزد کیا تھا، ۵۶۴ھ میں فرنگیوں نے مصر پر حملہ کیا اور شہر بلبیس پر قبضہ کر لیا اور قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نور الدین مسلمانوں کی مدد کے لیے آیا اور فرنگی بھاگ کھڑے ہوئے، ۸ ربیع الثانی ۵۶۶ھ میں مستنجد کا انتقال ہو گیا۔

(۵۲) المستضیٔ بامر اللہ حسن بن المستنجد باللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں مصر میں بنو عبید کی حکومت ختم ہو گئی، اور مصر میں المستضیٔ کا نام خطبوں میں پڑھا جانے لگا، ۵۷۲ھ میں سلطان صلاح الدین کا انتقال ہو گیا، ۵۷۵ھ میں المستضیٔ کا انتقال ہو گیا۔

(۵۳) الناصر لدین اللہ احمد ابو العباس بن المستضیٔ بامر اللہ، یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ مذہباً شیعہ تھا، الناصر نے ایک بار علامہ ابن جوزی سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل ہے، ابن جوزی نے کہا "من کانت ابنتہ تحتہ" اس جملہ کے دو معنی ہیں، جن کی بیٹی آپ کے عقد میں تھی یعنی حضرت ابوبکر اور دوسرا معنی ہے جن کے عقد میں آپ کی صاحبزادی تھی، یعنی حضرت علی ۶۲۲ھ میں الناصر فوت ہو گیا۔

(۵۴) الظاہر بامر اللہ ابو نصر محمد بن الناصر لدین اللہ، اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، اور ۶۲۳ھ میں فوت ہو گیا۔

(۵۵) المستنصر باللہ ابو جعفر منصور بن الظاہر بامر اللہ، الظاہر کے بعد تخت نشین ہوا اور ۶۴۰ھ میں فوت ہو گیا۔

(۵۶) المستعصم باللہ ابو احمد عبد اللہ بن المستنصر اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا، یہ عراق میں عباسیوں کا آخری خلیفہ تھا، ۶۵۵ھ میں تاتاریوں نے عباسی سلطنت پر حملے شروع کر دیے، اسی سال ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر دیا، چالیس روز تک تاتاری بغداد میں مسلمانوں کو قتل کرتے رہے، لاکھوں مسلمان قتل کر دیے گئے، المستعصم کی لاش کو دفن ہونا بھی نصیب نہیں ہوا، ۶۵۵ھ میں کوئی بھی خلیفۃ المسلمین کے نام سے سلطان نہیں تھا، مصر میں المنصور علی بن معز والی تھا لیکن یہ کمسن تھا اس کا اتالیق سیف الدین تھا، ۶۵۸ھ میں بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا اور تاتاری دمشق تک پہنچ گئے تھے، ۵۶۹ھ میں بھی بغداد کا تخت خلافت سے خالی تھا۔

۶۶۱ھ میں الحاکم بامر اللہ ابو العباس سلطان بیبرس (ملک الظاہر) کی مدد سے مصر میں خلیفہ ہو گیا، ۶۶۳ھ میں سلطان ابو عبد اللہ بن الاحمر بادشاہ اندلس کو فرانسیسیوں پر فتح حاصل ہوئی، ۶۷۶ھ میں سلطان بیبرس کا انتقال ہو گیا، ۷۰۱ھ میں الحاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کا بیٹا المستکفی باللہ ولی عہد نامزد ہوا، مصر اور شام میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا

تھا، ۷۳۶ھ میں المستکفی گرفتار ہونے کے بعد قید میں فوت ہوگیا، اس کے بعد الحاکم بامر اللہ خلیفہ ہوا، اور ۷۵۲ھ میں فوت ہوگیا، پھر المعتضد باللہ خلیفہ ہوا اور ۷۶۳ھ میں فوت ہوگیا، پھر المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا، ۷۸۵ھ میں المتوکل کو گرفتار کر کے معزول کر دیا گیا، اس کے بعد واثق باللہ خلیفہ ہوا، اور ۷۸۸ھ میں فوت ہوگیا، اس کے بعد اس کے بھائی المعتصم باللہ زکریا کی بیعت کی گئی لیکن ۷۹۱ھ میں اس کو معزول کر دیا گیا، اس کے بعد متوکل پھر تخت نشین ہوگیا، ۸۰۸ھ میں المستعین باللہ ابوالفضل کی بیعت کی گئی۔ ۸۱۴ھ میں غیاث الدین شاہ ہندوستان نے مستعین کی خدمت میں حاضر ہو کر سلطان کا خطاب حاصل کیا، ۸۱۵ھ میں مستعین کو گرفتار کر کے معزول کر دیا گیا اور اس کا بھائی معتضد باللہ خلیفہ ہوگیا، ۸۴۵ھ میں معتضد فوت ہوگیا، اس کے بعد المستکفی باللہ بطور ولی عہد نامزد ہوگیا، اور ۸۵۴ھ میں فوت ہوگیا، اس کے بعد القائم بامر اللہ کی بیعت کی گئی، ۸۵۹ھ میں اس کو سلطان نے قید کر لیا اور یہ ۸۶۲ھ میں قید خانہ میں ہی مر گیا، اس کی معزولی کے بعد المستنجد باللہ خلیفہ ہوا اور ۸۸۴ھ میں فوت ہوگیا، اس کے بعد المتوکل علی اللہ خلیفہ ہوا اور ۹۰۳ھ میں فوت ہوگیا یہاں تک کی تفصیل ہم نے علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء سے حاصل کی ہے، جس کو ہم نے اختصار سے بیان کیا ہے، اب ہم خلافت کے آخری عہد کو اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں۔

تیرھویں صدی عیسوی سے مغرب میں بھی سنی خلیفہ نظر آنے لگا: اسلامی دنیا کے مشرقی حصے میں بھی وقتاً فوقتاً بہت سے امیروں نے اس لقب کو اختیار کر لیا تھا، جیسے سلجوق، تیموری، ترکمان، ازبک اور عثمانی حکمران (مگر انھیں بھی وہ مرکزی اہمیت نہ مل سکی) بہت سے خود مختار امیر ایسے تھے جو اپنی رعایا سے عہد وفاداری کے جواز کے لیے اپنے مرتبے کو خلیفہ سے منوا کر اس سے خطاب حاصل کرنا چاہتے تھے، مثلاً جنوبی ایران میں مظفریہ خاندان کے دو بادشاہ (۱۳۱۳ تا ۱۳۸۴ء)، ہندوستان میں محمد بن تغلق (۱۳۲۵ تا ۱۳۵۱ء) اور اس کے جانشین فیروز شاہ تغلق (۱۳۵۱ تا ۱۳۸۸ء) نے بھی یہی کیا، بلکہ کہا جاتا ہے کہ ترکیہ کے عثمانی سلطان بایزید اول (رک بآں) نے بھی ۱۳۹۴ء میں قاہرہ کے عباسی خلیفہ سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ اسے سلطان کا خطاب باقاعدہ رسمی طور پر عطا کرے (Gesch. D. Osman Reiches: V. Hammer، بار دوم، ۱: ۱۹۵)، مگر اس روایت کے بارے میں شک کیا جاتا ہے کیونکہ چودھویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے اور نہ (رک بآں) اور فیلیپوپولس وغیرہ کی فتح کے بعد اس کے باپ مراد اول نے اپنے آپ کو خلیفۃ اللہ المختار (: خدا کا منتخب خلیفہ) کہلوانا شروع کر دیا تھا (فریدون، ۱: ۹۳ س ۲۲) اور اس کے بعد عثمانی سلاطین نے خلیفہ کا لقب اختیار کر لیا اور ان کی رعایا اور دوسرے ملکوں میں ان کے وقائع نگار یا دوسرے خط و کتابت کرنے والے لوگ ان کے اس دعوے کو تسلیم کر لیتے تھے۔ اس زمانے تک پہنچتے پہنچتے امام کے لیے قرشی ہونے کی شرط نظر انداز ہو چکی تھی اور قرآن مجید کی آیات (مثلاً: یداود انا جعلنک خلیفۃ فی الارض (ہم نے تجھ کو زمین پر خلیفہ بنایا ہے) سے جواز حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اسی طرح دوسری آیتوں (مثلاً وھو الذی جعلکم خلیف الارض۔ الانعام ——

کا حوالہ بھی اس زمانے کی سیاسی خط و کتابت میں برابر نظر آتا ہے، چنانچہ جب سلطان سلیم اول (رک بآں) جنوری ۱۵۱۷ء میں فاتحانہ قاہرہ میں داخل ہوا اور وہاں کی عباسی خلافت کو ختم کر کے اس خاندان کے آخری نمائندے المتوکل کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا تو اس وقت وہ پہلے ہی سے نہ صرف اپنے آپ کو خلیفہ کہلواتا تھا بلکہ اپنے آباؤ اجداد کو بھی جو ڈیڑھ سو برس

قبل گذرے تھے، خلیفہ کہلوا رہا تھا۔ ایک روایت یہ ہے کہ المتوکل نے اپنا منصب سلیم کو منتقل کر دیا تھا جس کا ذکر ..... Mouradgea D 'Ohsson Constantine نے ۱۷۸۸ء میں کیا تھا Tableau General de l'Empire Othoman (پیرس ۱۷۸۸-۱۸۲۴ء، ۱:۲۶۹ تا ۲۷۰)۔ جن دوسرے ہم عصر مستند مصنفین نے مصر کی فتح کا ذکر کیا ہے، ان میں سے کسی نے منصب خلافت کے اس طرح منتقل کیے جانے کا ذکر نہیں کیا (تاہم اس انتقالِ خلافت کا امکان اس لیے ہے کہ المتوکل سلطان سلیم کی زندگی میں قسطنطنیہ میں بہ عزت و احترام رہا) سلیم کی وفات کے بعد المتوکل کو مصر واپس جانے کی اجازت مل گئی تھی اور وہ وہاں اپنی وفات (۱۵۴۳ء) تک خلیفہ رہا۔ (بہرحال بیسویں صدی کے آغاز تک عثمانی سلاطین ہی منصب خلافت پر فائز رہے، اگرچہ صفوی اور دوسرے ایرانی بادشاہوں نے اور ہندوستان کے مغل شہنشاہوں نے یا تو انھیں اپنا ہم مرتبہ تصور کیا یا حریف خیال کیا)۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں مغل سلطنت کے زوال کے بعد اسلامی دنیا میں عثمانی سلاطین بظاہر سب سے بڑے حکمران رہ گئے تھے، مگر ان کی طاقت کو بھی اپنے دراز دست شمالی ہمسائے کی طرف سے خطرہ پیدا ہو چلا تھا۔ روس سے ان کی جنگ (۱۷۶۸-۱۷۷۴ء) کے بعد انھیں بحر اسود کے شمالی ساحل والے علاقوں کو روس کے حوالے اور قریم کے تاتاریوں کی خود مختاری کو تسلیم کرنا پڑا۔ اس پر کیتھرائن دوم نے عثمانی مملکت کی حدود میں رہنے والے ان عیسائیوں کی سرپرستی کا دعویٰ کیا، جو راسخ العقیدہ کلیسا کے پیرو تھے، مگر عثمانی دکلائے مختار نے، جنھوں نے کوچک قینارجہ کا صلحنامہ ۱۷۷۴ء میں مکمل کیا، خلیفہ کے خطاب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسی قسم کا دعویٰ سلطان کی طرف سے بھی پیش کر دیا (کہ مسلمان جہاں بھی ہیں ان پر سلطان کا مذہبی اقتدار تسلیم کیا جائے)؛ چنانچہ صلحنامے میں ایک دفعہ بڑھا دی گئی جس کی رو سے خلیفۃ المسلمین کا مذہبی اقتدار ان تاتاریوں پر تسلیم کر لیا گیا جو دنیوی حیثیت سے اسے اپنا بادشاہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ میں خلیفہ اسی طرح مسلمانوں کا مذہبی پیشوا سمجھا جانے لگا جس طرح کہ پوپ تمام عیسائیوں کا مذہبی پیشوا ہے اور اس کا روحانی اقتدار اس کے سب ہم مذہبوں پر ہے، خواہ بطور سلطان ترکیہ وہ اس کی دنیوی حکمرانی اور سیاسی اقتدار کے تابع ہوں یا نہ ہوں۔ عثمانی سلاطین کو خود بھی اپنے اس منصب کا احساس تھا اور سلطان عبدالحمید ثانی (۱۸۷۶ تا ۱۹۰۹ء) کے زمانے میں تو انھیں (تمام عالم اسلام کا) خلیفہ تسلیم کیے جانے پر زور دیا گیا اور ان کے عہد میں جو آئین نشر کیا گیا اس میں اس بات کی تائید کی گئی کہ "اعلیٰ حضرت سلطان خلیفہ کی حیثیت سے اسلام کے محافظ (حامی) اور علمبردار ہیں"۔ سلطان عبدالحمید نے اسلامی دنیا کے مختلف حصوں میں اپنے سفیر بھیجے تاکہ خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے جملہ مسلمانان عالم کی طرف سے تنظیم و تکریم حاصل کی جائے اور یہ کوشش کسی حد تک بار آور بھی ہوئیں، کیونکہ بعض مفکر اور صاحب نظر مسلمانوں نے (خاص طور سے ان ارباب علم نے جو اسلامی دنیا میں یورپی طاقتوں کے بڑھتے ہوئے اثر سے پریشان تھے) یہ تسلیم کیا کہ صرف ترکیہ ہی ایک ایسی خود مختار مسلم سلطنت ہے جس کا دنیا میں احترام باقی ہے، مگر سلطان عبدالحمید کو داخلی طور پر اپنے ہی ملک کے اصلاح پسندوں اور تجدد پسندوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور جب ۱۹۰۹ء میں اسے تخت سے اتارا گیا تو ترکیہ کے معاملات ایسی تجدد پسند جماعت کے ہاتھوں میں آ گئے جو حکومت کی دینی اساس ہی کے قائل نہ تھے، نومبر ۱۹۲۲ء میں ترکیہ ایک جمہوریہ بن گیا۔ خلیفہ کا بحیثیت سلطان سارا دنیوی اختیار و اقتدار چھین لیا گیا، مگر اس سے قبل کہ اس امر کا فیصلہ ہوتا کہ اس جمہوریہ میں خلیفہ (یا سلطان) کے

کے منصب کی کیا نوعیت ہوگی، مارچ ۱۹۲۴ء میں اس منصب کو بے ضرورت قرار دے دیا گیا اور خلافت بھی ختم ہوگئی۔ [1]

تمام مسلمانوں کے لیے ایک سربراہ ہونے کی بحث

ہمارے فقہاء اور متکلمین نے تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے کو واجب کہا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلافت صرف تیس ہجری تک قائم رہی اس کے بعد ملوک اور سلاطین خلیفہ کے نام سے حکومت کرتے رہے ۱۳۴ھ تک تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ تھا، ۱۳۴ھ کے بعد عبدالرحمان بن معاویہ الاموی المروانی نے اندلس میں اپنی الگ حکومت قائم کرلی اور عملی طور پر تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ نہیں رہا، ۳۲۵ھ میں خلافت کے تین دعویدار تھے، اندلس میں عبدالرحمن (ثانی) بغداد میں راضی باللہ اور قیروان میں مہدی، ۵۶۹ھ میں بغداد میں خلفاء عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا، اور ۹۰۳ھ میں مصر سے بھی خلفاء عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا، اور دنیا میں نام کے خلفاء بھی نہ رہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی الگ الگ حکومتیں قائم تھیں، اگر یہ کہا جائے کہ تمام عالم اسلام میں ایک سربراہ کو مقرر کرنا واجب ہے تو ۱۳۴ھ کے بعد تمام مسلمانوں کو اجتماعی طور پر معصیت میں مبتلا ہونا پڑے گا، جو علماء ایک خلیفہ مقرر کرنے کے وجوب کے قائل ہیں ان کو بھی یہ مشکل پیش آئی کہ جب چھٹی صدی ہجری میں ہلاکو نے بغداد کو تاراج کر دیا اور خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا تو پھر خلافت نہ ہونے سے تمام دنیا کے مسلمان معصیت کے مرتکب قرار پائے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو آسان اور ہر دور کے مسلمانوں کے لیے قابل عمل بنایا ہے، اور تمام عالم اسلام کا ایک سربراہ مقرر کرنا بے حد دشوار اور ناقابل عمل ہے، جب مسلمانوں کی جغرافیائی سرحدیں محدود اور سمٹی ہوئی تھیں اس وقت تک تو ان کا ایک فرمان روا کے تابع ہو کر رہنا ممکن تھا، لیکن جب اسلام کی سرحدیں مشرق اور مغرب میں پھیل گئیں تو ان تمام ریاستوں کو عملی طور پر ایک امیر کے ماتحت رکھنا ممکن نہ رہا، یہی وجہ ہے کہ ۱۳۴ھ میں مغرب میں عبدالرحمان اموی نے الگ حکومت قائم کرلی، اور خلافت عباسیہ کے دوران ہی دمشق، طرابلس، خراسان، مصر اور ہندوستان وغیرہ میں آزاد ریاستیں قائم ہوگئیں یہ عملی طور پر بالکل آزاد اور خود مختار ریاستیں تھیں صرف رسمی طور پر بعض ریاستیں تبرکاً خلیفہ سے برداۃ تقرری لیتی تھیں اور چھٹی صدی ہجری کے بعد یہ رسم بھی ختم ہوگئی۔

ہر خطہ زمین میں مسلمانوں کا جماعت کے ساتھ رہنا اور ایک امیر کے ماتحت رہنا لازم ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو جو اجتماعی احکام دیے ہیں ان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی ریاست ہو اور اس میں اجتماعی احکام نافذ کیے جائیں مثلاً جمعہ اور عید قائم کرنا، باجماعت نماز ادا کرنا، امراء سے زکوٰۃ وصول کر کے اس کو مستحقین پر صرف کرنا، عدل اور انصاف کے قیام کے لیے حکام اور قاضیوں کا تقرر کرنا، حدود، قصاص اور تعزیرات کا نظام قائم کرنا، مسلمانوں کے ملک کی سرحدوں کا تحفظ کرنا اور بوقت ضرورت جہاد کرنا، اس وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مسلمان دنیا کے جس خطہ میں بھی آباد ہوں ان کا ایک امیر ہو اور اس خطہ کے تمام مسلمان اجتماعی احکام اس امیر کی امارت میں ادا کریں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۱ ص ۹۹۷-۹۹۶، مطبوعہ پنجاب دانش گاہ لاہور، ۱۳۹۵ھ

یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (النساء: ۴/۵۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس شخص نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

عن عبداللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علی اھل بیت زوجھا وولدہ وھو مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی، پس امیر لوگوں کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی، اور مرد اپنے اہل خانہ کا حاکم ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پرسش ہوگی اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی حاکم ہے اور اس سے ان کے بارے میں پرسش ہوگی اور نوکر اپنے مالک کے مال میں حاکم ہے اور اس سے اس کے بارے میں پرسش ہوگی، سنو! تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے بارے میں پرسش ہوگی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، خواہ تم پر ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا جائے جس کا

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۷، " " " "

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

راسہ زبیبۃ [1]

عن ابن عباس یرویہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئا فکرھہ فلیصبر فانہ لیس احد یفارق الجماعۃ شبرا فیموت الا مات میتۃ جاھلیۃ۔ [2]

عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب وکرہ مالم یومر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ۔ [3]

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [4]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود انہ قال یا ایھا الناس علیکم بالطاعۃ والجماعۃ فانھا حبل اللہ الذی امر بہ وان ما تکرھون فی الجماعۃ خیر مما تحبون فی الفرقۃ [5]

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ قیس او قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ ومن مات ولیس علیہ امام فمیتۃ میتۃ جاھلیۃ ومن مات تحت رایۃ عصبیۃ فقتلۃ قتلۃ جاھلیۃ رواہ

سرانگور کے برابر ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے امیر کا کوئی حکم ناگوار معلوم ہو اس کو صبر کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان شخص پر حاکم کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش، جب تک کہ اس کو گناہ کا حکم نہ دیا جائے، اور جب وہ گناہ کا حکم دے تو اس کو سننے نہ اس کی اطاعت کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو امیر کی اطاعت اور جماعت کو لازم رکھو کیونکہ یہی اللہ کی وہ رسی ہے جس کا حکم دیا گیا ہے، اور تم جماعت میں جس چیز کو ناپسند کرتے ہو، وہ علیحدگی کی اس چیز سے بہتر ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک بالشت کے برابر جماعت سے الگ ہوا، اس نے اپنے گلے سے اسلام کا پھندا اتار دیا اور جو شخص کسی امام سے بیعت کیے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے، اور جو شخص عصبیت کے جھنڈے تلے لڑتا ہوا مرا، وہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۰۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۰۵۷، " " " "

[3] " " " صحیح بخاری، ج ۲ ص ۱۰۵۷، " " " "

[4] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

البزار والطبرانی فی الاوسط وفیہ خلید بن دعلج وھو ضعیف [1]

جاہلیت کی موت مرا، اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کا ایک راوی خلید بن دعلج ضعیف ہے۔

عن عبداللہ قال اذا کنتم ثلاثۃ فی سفر فأمروا علیکم احدکم رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم تین شخص سفر کرو تو اپنے اوپر ایک شخص کو حاکم بنالو۔

قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے یہ واضح ہوگیا کہ مسلمان دنیا کے جس خطہ میں بھی آباد ہوں ان پر یہ لازم ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور کسی ایک شخص کو اپنا امیر بنالیں اور اجتماعی معاملات میں امیر کے احکام کے پابند ہوں، بشرطیکہ وہ احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں، قرآن مجید کی کسی آیت اور کسی حدیث صحیح میں یہ حکم نہیں ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر ایک امیر کی بیعت کرنا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے، خلافت نبوت کا معاملہ الگ ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اس کی تحدید تیس سال کے ساتھ فرمادی ہے، اس وقت دنیا میں انچاس [49] اسلامی ملک ہیں اور اکثر و بیشتر اسلامی ملکوں کی جغرافیائی سرحدیں ایسی ہیں جن کے درمیان بحری، بری اور فضائی قسم کا رابطہ نہیں ہے، براعظم یورپ، براعظم افریقہ، شرق اوسط اور شمالی اور جنوبی ایشیاء کے مختلف ٹکڑوں میں اسلامی ممالک اس طرح بکھرے ہوئے ہیں ان کے درمیان جغرافیائی وحدت ممکن نہیں ہے اور یہ کہنا کہ ان تمام اسلامی ملکوں کا ایک خلیفہ ہونا واجب ہے، ان کی ایک کرنسی ہو، ایک فوج ہو اور ان کے تمام داخلی اور خارجی مسائل ایک امیر کی پالیسی کے مطابق ہوں، اس لیے دنیا کے تمام اسلامی ملکوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کو توڑ دیں اور اپنے امراء کو معزول کردیں اور تمام دنیا کے مسلمان اسلامی ملکوں کا ایک خلیفہ منتخب کریں، ورنہ تمام دنیا کے مسلمان فرض کے تارک اور حرام کے مرتکب ہوں گے، اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ۱۳۴۲ھ کے بعد سے لے کر اب تک تمام امت مسلسل معصیت اور ضلالت پر مجتمع رہی ہو، یہ چیز بداہۃً باطل ہے، تمام دنیا کے مسلمانوں اور تمام اسلامی ریاستوں کا ایک خلیفہ یا امام کے زیر حکومت رہنا بے حد دشوار اور ناقابل عمل ہے اور اسلام کے تمام احکام آسان اور قابل عمل ہیں۔

اسلام دین یسر ہے

اسلام نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا جس سے پوری امت حرج اور دشواری میں مبتلا ہوجائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج (المائدہ: ۶) — اللہ تعالیٰ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (الحج: ۷۸) — اللہ تعالیٰ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات میں حرج کی نفی کی گئی ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ — حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۲۴، مطبعہ دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۴۹، " " " "

وسلم قال ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ [1]

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے جو شخص بھی دین پر غالب آنے کی کوشش کرے گا (بایں طور کہ آسان طریقہ کو چھوڑ کر مشکل اختیار کرے) دین اس پر غالب آجائے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [2]۔ نیز اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو اور ان کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [4] ان کے علاوہ اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن ابی بردۃ قال سمعت ابی قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابی و معاذ بن جبل الی الیمن فقال یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا۔ [5]

سعید بن ابی بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا (لوگوں کے لیے) آسانی کرنا، (انہیں) مشکل میں نہ ڈالنا اور (ان کو) متنفر نہ کرنا اور (آپس میں) موافقت کرنا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسیٰ قال کان رسول اللہ صلی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۸۲، ۲۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ علیہ وسلم اذا بعث احدا من اصحابہ فی بعض امرہ قال: بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا۔ [1]

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے کسی شخص کو اپنے کسی کام کے لیے بھیجتے تو یہ فرماتے: (لوگوں کو) خوشخبری دینا، متنفر نہ کرنا، آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما کانت تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سددوا وقاربوا ویسروا۔ [2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درست اور ٹھیک کام کرو اور آسانی کرو۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان خیر دینکم الیسرۃ ان خیر دینکم الیسرۃ ان خیر دینکم الیسرۃ۔ [3]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو، تمہارا بہترین دینی عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ انہا قالت ما خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اخذ ایسرہما مالم یکن اثما فان کان اثما کان ابعد الناس منہ۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ اس پر عمل کرتے جو زیادہ آسان ہوتا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ بچنے والے تھے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے [5] نیز اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [6]۔ ان کے علاوہ اس حدیث کو امام مالک نے بھی روایت کیا ہے [7]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] " " مسند احمد ج ۴ ص ۳۳۸، ج ۵ ص ۳۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۲ ص ۱۰۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۹۸ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۲۳، ۲۰۹، ۱۹۱، ۱۸۹، ۱۸۲، ۱۶۲، ۱۳۰، ۱۱۴، ۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[7] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۴۰۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفۃ السمحۃ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو باطل ادیان سے الگ ہو اور آسان اور سہل ہو۔

عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ رجلا سمحا اذا باع و اذا اشتری و اذا اقتضی [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو خرید نے، بیچنے اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے میں آسانی اور سہولت کو اختیار کرتا ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:
عن ابی امامۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی لم ابعث بالیھودیۃ ولا بالنصرانیۃ ولکنی بالحنیفیۃ السمحۃ [3]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہودیت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں نہ نصرانیت کے ساتھ لیکن میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو باطل ادیان سے الگ ہے اور سہل ہے۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ لتعلم یھود ان فی دیننا فسحۃ انی ارسلت بحنیفیۃ سمحۃ۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو تبلانے کی خاطر فرمایا: ہمارے دین میں وسعت اور کشادگی ہے اور میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو باطل ادیان سے الگ ہے اور سہل اور آسان ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل رجل الجنۃ بسماحتہ قاضیا و متقاضیا۔ [5]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص فیصلہ کرنے اور تقاضا کرنے میں آسان روی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو گیا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸، " " " "
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ
[4] " " " " ، مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۶، " " " "
[5] " " " " ، مسند احمد ج ۲، ص ۱۱۰، " " " "

اسلامی ملکوں کی ایک فیڈریشن کا استحسان اور استحباب

قرآن مجید کی متعدد آیات اور بکثرت احادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ پر مشکل اور دشوار احکام کے لاگو کرنے سے منع فرمایا ہے اور سہل اور آسان احکام لاگو کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ دین اسلام آسان اور سہل ہے، اس میں وسعت، کشادگی اور گنجائش ہے، مشکل اور دشواری نہیں ہے۔ اور تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ کے تقرر کو فرض اور واجب قرار دینا انتہائی مشکل اور دشوار ہے اور آج کی دنیا میں عملی طور سے تقریباً ناممکن ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ دوسری صدی کے بعد سے اب تک تمام امت مسلمہ معصیت اور گمراہی پر جمع رہی ہو، البتہ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ تمام ممالک اسلامیہ کی ایک فیڈریشن بنا لینا اور ایک اسلامی بلاک قائم کرنا مستحسن اور مستحب ہے اور اگر تمام ممالک اسلامیہ کی ایک فیڈریشن بن گئی تو یہ خلافت راشدہ کے قریب تر ہوگی اور یہ کچھ ایسا مشکل بھی نہیں ہے، اس کے لیے تمام اسلامی ملکوں کے وزراء خارجہ کو مل کر کوشش اور جد وجہد کرنی چاہیے اس سے تمام اسلامی ممالک کو قوت حاصل ہوگی، مسلمانوں کی وحدت کا ظہور ہوگا اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (آل عمران: ۱۰۳) "تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور متفرق نہ ہو" کا منشاء پورا ہوگا، لیکن تمام عالم اسلام کے لیے ایک سربراہ اور ایک حاکم کا فرض اور واجب ہونا، قرآن اور حدیث میں کہیں منصوص نہیں ہے اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرض اور واجب نہ کیا ہو اس کو فرض اور واجب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے کے وجوب کے دلائل کا جائزہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اس بات پر اجماع ہے کہ امام کا مقرر کرنا واجب ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اللہ پر واجب ہے یا مخلوق پر اور یہ وجوب دلیل سمعی سے ہے یا دلیل عقلی سے، اور مذہب یہ ہے کہ یہ مخلوق پر دلیل سمعی سے واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ [1]

جو شخص مر گیا اور اس نے اپنے زمانے کے امام کو نہیں پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

علامہ تفتازانی کا اس حدیث سے استدلال کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں ہے اول تو اس لیے کہ یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں ہیں، البتہ اس کے قریب قریب دوسری احادیث ہیں لیکن ان میں امام زمان کا لفظ نہیں ہے اور تمام عالم اسلام کے ایک خلیفہ کے ثبوت کے لیے امام زمان کا لفظ ضروری ہے،

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو تو

---

[1] ۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۰۶ مطبوعہ مطبعہ رحیمیہ دیوبند سہارنپور

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

وعن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ وفی روایۃ من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ رواہ الطبرانی و اسنادھما ضعیف [1]

وہ جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر امام کے مرا وہ جاہلیت کی موت مرا، اور ایک روایت میں ہے جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تھی وہ جاہلیت کی موت مرا، ان دونوں حدیثوں کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان کی سند ضعیف ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اصبح لیس لامیر جماعۃ علیہ طاعۃ بعثہ اللہ یوم القیمۃ من میتۃ جاھلیۃ رواہ الطبرانی و فیہ عمر بن اویبۃ وھو متروک [2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس حال میں صبح کی کہ اس پر امیر جماعت کی اطاعت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو زمانہ جاہلیت میں مرنے والوں سے اٹھائے گا، اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی ہے۔

ان احادیث میں سے امام مسلم کی روایت صحیح ہے لیکن اس میں امام زمان تو کجا امام کا لفظ بھی نہیں ہے، باقی طبرانی کی روایات میں امام کا لفظ ہے لیکن وہ ضعیف احادیث ہیں اگرچہ صرف امام کا لفظ بھی مفید مدعا نہیں ہے۔

علامہ شمس الدین خیالی، زیر بحث حدیث سے علامہ تفتازانی کے استدلال کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں امام سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا: انی جاعلک للناس اماما۔ "میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں" اور یہاں امامت سے نبوت مراد ہے [3] (لہٰذا اس حدیث سے خلافت پر استدلال نہ ہو سکا۔)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے اگر کسی زمانہ میں امام ہو اور پھر کوئی شخص اس امام کو نہ پہچانے تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ [4]

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۹، " " " "

[3] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

[4] مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ حاشیہ عبدالحکیم علی خیالی ص ۳۲۲ مع الحواشی البہیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کا پہچاننا اس وقت واجب ہوگا جب تمام عالم اسلام میں ایک امام موجود ہو۔

تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے پر علامہ تفتازانی دوسری دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت نے سب سے اہم کام خلیفہ کے تقرر کو قرار دیا حتیٰ کہ خلیفہ کے تقرر کو صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا اسی طرح ہر امام کی موت کے بعد اس کے خلیفہ کو مقرر کرنا مقدم ہے[1] اس دلیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک امیر کی موت کے بعد دوسرے امیر کا تقرر کرنا واجب ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام عالم اسلام کا ایک خلیفہ ہو۔

علامہ تفتازانی اس مسئلہ پر تیسری دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کے لیے ایک امام کا ہونا ضروری ہے جو ان میں احکام شرعیہ نافذ کرے، حدود قائم کرے، ان کی سرحدوں کی حفاظت کرے، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرے، زکوٰۃ اور صدقات کو وصول کرے، چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دے، جمعہ اور عید پڑھانے کا انتظام کرے، مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرے، حقوق میں شہادت کو قبول کرے، مال غنیمت کی تقسیم کرے اور ایسے بہت سے کام جو عام لوگوں کے دائرۂ اختیار میں نہیں ہوتے، ان کو بروئے کار لائے (اس کے بعد علامہ تفتازانی اس دلیل کا ضعف ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہر ملک کے ایک متعدد امیر سے بھی یہ مقاصد پورے ہو سکتے ہیں، اس دلیل سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تمام عالم اسلام کا ایک خلیفہ ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مختلف ملکوں کے الگ الگ متعدد سربراہ ہوئے تو ان کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہوں گے جس سے دین اور دنیا کے معاملات میں خلل لازم آئے گا! جیسا کہ ہم اپنے اس زمانہ میں مشاہدہ کر رہے ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک شخص کو تمام ملکوں کا سربراہ بنا دیا جائے خواہ وہ امام ہو یا نہ ہو پھر بھی یہ مقصد پورا ہو جائے گا کیونکہ وہ سربراہ اپنے ملک کا نظام چلا سکتا ہے جس طرح ترکوں کے دور میں ہو رہا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح دنیاوی نظام تو چل جائے گا لیکن مذہبی مقصد پورا نہیں ہوگا۔[2]

علامہ عبدالعزیز اس بحث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بات مخفی نہ رہے کہ تمام اسلامی ملکوں میں ایک خلیفہ کا مقرر کرنا مشکل ہے، میں اس پر بہت تعجب کرتا تھا حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ مواقف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو علاقے (یا ملک) آپس میں ملے ہوئے اور سمٹے ہوئے ہوں ان میں دو اماموں کی بیعت کرنا جائز نہیں ہے، لیکن رہے وہ زمین کے پھیلے ہوئے علاقے جو ایک خلیفہ کی ولایت میں نہیں آسکتے ان میں ایک سے زائد سربراہوں کے تقرر کے لیے اجتہاد کرنا چاہیے[3] (مواقف کی عبارت ختم ہوئی) اور میرا گمان یہ ہے کہ ایک سے زائد سربراہوں کے تقرر کا جواز زیادہ راجح ہے۔[4]

---

[1] علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۰۶ مطبوعہ مطبع رحیمیہ دیوبند۔

[2] " " " " ، شرح عقائد ص ۱۰۶ " "

[3] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۱۳، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] شرح مواقف ص ۷۳۴-۷۳۳، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

علامہ تفتازانی اپنی بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ کے تقرر کے وجوب پر یہ اعتراض ہوگا کہ خلافت کی مدت تو تیس ۳۰ سال ہے (جیسا کہ سنن ابوداؤد میں ہے) اور اس حدیث کے مطابق خلفاء راشدین کے بعد کا زمانہ خلیفہ سے خالی ہوگا اور اس سے تمام امت کا معصیت میں مبتلاء ہونا لازم آئے گا اور ان کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ حدیث میں خلافت سے خلافت کاملہ مراد ہے، یا پھر حدیث میں خلافت کی مدت بیان کی گئی ہے اور امامت کی مدت بیان نہیں کی اور امامت خلافت سے عام ہے، البتہ یہ شیعہ کی اصطلاح ہے، لیکن جب خلفاء عباسیہ کے بعد خلفاء باقی نہیں رہے تو پھر خلیفہ کے تقرر کے وجوب پر اشکال زیادہ قوی ہو جائے گا۔[1]

علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں بھی اس مسئلہ پر بحث کی ہے، لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اگر امام کو مقرر کرنا واجب ہو تو یہ لازم آئے گا کہ امت مسلمہ نے بکثرت ادوار میں واجب کو ترک کیا ہو کیونکہ امام کے لیے جو صفات واجب ہیں ان صفات کا حامل امام اکثر ادوار میں نہیں رہا۔ خاص طور پر دولت عباسیہ ختم ہونے کے بعد، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر (ایک دوسرے کو) کاٹنے والے بادشاہ ہو جائیں گے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت ختم ہو گئی، اور حضرت معاویہ اور ان کے بعد کے حکمران ملوک اور امراء تھے ائمہ اور خلفاء نہ تھے، لہٰذا یہ لازم آیا کہ اکثر ادوار میں امت نے واجب کو ترک کر دیا اور واجب کو ترک کرنا معصیت اور گمراہی ہے اور یہ امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ امت کا گمراہ ہونا تب لازم آتا جب یہ امت اپنی قدرت اور اختیار سے خلیفہ کے تقرر کو ترک کر دیتی درآنحالیکہ عاجز اور اضطرار ہے اور جو حدیث پیش کی ہے اول تو وہ خبر واحد ہے ثانیاً اس میں یہ احتمال ہے کہ حدیث میں خلافت سے خلافت کاملہ مراد ہو۔[2]

علامہ تفتازانی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ تفتازانی نے خلیفہ کے تقرر کے وجوب پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاہلیۃ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس کے برخلاف جس حدیث کو علامہ تفتازانی نے خبر واحد قرار دے کر اس کی تاویل کی ہے وہ حدیث صحیح ہے جو جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور مسند احمد میں موجود ہے، حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت نبوت تیس سال رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک عطا کر دے گا۔[3] اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تیس سال خلافت کے بعد ملوکیت ہوگی اس لیے اس حدیث میں یہ تاویل کرنا صحیح نہیں ہے کہ تیس سال کی خلافت، خلافت کاملہ ہے اور اس کے بعد خلافت غیر کاملہ ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ تصریح ہے کہ تیس سال کے بعد ملوکیت ہوگی نہ کہ خلافت غیر کاملہ۔

علامہ تفتازانی اور ہمارے دیگر علماء اور متکلمین نے تقرر خلیفہ یا نصب امام کے وجوب پر جو دلائل پیش کیے ہیں ان کا ذکر کیا جا چکا ہے، اس سلسلہ میں صحیح مسلم کی ایک حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے:

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۰۷-۱۰۶، مطبوعہ مطبع رحیمیہ دیوبند۔

[2] " " " شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا بویع للخلیفتین فاقتلوا الاخر منھما۔[1]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خلیفہ کا ایک ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیا اور ان سے جنگ کی، لیکن خلیفہ کا ہونا ابتدائی تیس سال میں ضروری تھا، اور تیس سال گزرنے کے بعد خلافت ختم ہو گئی اور ملوکیت کا دور آ گیا۔

قرآن مجید کی روشنی میں ملوکیت کا حکم

قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء ط بیدک الخیر۔ (آل عمران: ۲۶)

آپ کہیے: اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے، تو جس کو چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے، بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ملوکیت کے لیے دعا کی تلقین کی ہے اور ملوکیت کو خیر قرار دیا ہے۔

آل ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے ملک عطا کیا اور اس کو اپنے احسانات میں سے شمار فرمایا۔

فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتاب والحکمۃ و اٰتیناھم ملکا عظیما۔ (نساء: ۵۴)

بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا فرمایا

حضرت سلیمان علیہ السلام نے حصول ملک کے لیے دعا کی:

قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ (ص: ۳۵)

حضرت سلیمان نے کہا اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔

بنو اسرائیل نے اپنے نبی سے بادشاہ کے لیے درخواست کی:

اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ۔ (بقرۃ: ۲۴۶)

جب انھوں نے اپنے نبی سے کہا ہمارے لیے ایک بادشاہ بھیج دیجیے جو اللہ کی راہ میں قتال کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ملوکیت کو نعمت فرمایا:

واذ قال موسیٰ لقومہ اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ (مائدہ: ۲۰)

اور یاد کرو جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا: اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم کو عطا کی تھی، اس نے تم میں نبی پیدا کیے اور تم کو بادشاہ بنایا

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

نیز فرمایا:

واللہ یؤتی ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ (بقرہ: ۲۴۷)

اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک (بادشاہت) جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت رکھتا ہے اور علم والا ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ملوکیت اور بادشاہت بھی حکومت کا ایک جائز اور صحیح طریقہ ہے۔

ملوکیت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سفینۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء۔ [1]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خلافت نبوت کے تیس ۳۰ سال ہیں پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا فرمادے گا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سفینۃ الخلافۃ فی امتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک۔ [2]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری امت میں خلافت تیس ۳۰ سال ہوگی اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]، نیز اس حدیث کو امام علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔ [4]

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافۃ نبوۃ ثم یؤتی اللہ تبارک وتعالیٰ الملک من یشاء۔ [5]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت کی خلافت ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا فرما دے گا۔

اور امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اذا شاء ان یرفعھا ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ فتکون ما شاء اللہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا نبوت کو اٹھالے گا، پھر جب تک اللہ چاہے گا منہاج

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۲۱، ۲۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ امام علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۸۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

ان تکون ثم یرفعها اذا شاء الله ان یرفعها ثم تکون ملکا عاضًا فیکون ما شاء الله أن یکون ثم یرفعها اذا شاء ان یرفعها ثم تکون ملکا جبریة فتکون ما شاء الله ان تکون ثم یرفعها اذا شاء ان یرفعها ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة۔ [1]

نبوت پر خلافت رہے گی، اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا خلافت کو اٹھالے گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا ایک دوسرے کو کاٹنے والے بادشاہ ہوں گے، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا بادشاہت کو اٹھالے گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا جبری حکومت ہوگی، (مثلاً متغلب حاکم یا مارشل لاء) پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا جبری حکومت کو اٹھالے گا اور پھر منہاج نبوت پر خلافت ہوگی۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ خلافت کی مدت تیس سال ہے اور اس کے بعد ملوکیت قائم ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوکیت کو اللہ تعالیٰ کا عطیہ قرار دیا ہے اور یہ حدیث اس کی مشروعیت کی واضح دلیل ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله یقول انا الله لا الٰه الا انا مالك الملوك وملك الملوك قلوب الملوك بیدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکهم بالرافة والرحمة وان العباد اذا عصونی حولت قلوبهم علیهم بالسخط والنقمة فساموهم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوك ولکن اشغلوا انفسکم بالذکر والتضرع اکفکم ملوککم رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه ابراهیم بن راشد وهو متروك۔ [2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، میں بادشاہوں کا مالک ہوں اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب اطاعت کرتے ہیں تو میں ان کی طرف بادشاہوں کے دل رحمت اور شفقت کے ساتھ متوجہ کر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں بادشاہوں کے دلوں میں ان کے خلاف غصہ اور غضب بھر دیتا ہوں اور پھر وہ ان کو برا عذاب چکھاتے ہیں، لہٰذا بادشاہوں کو بددعا نہ دو بلکہ آہ وزاری اور ذکر میں مشغول رہو میں تم کو بادشاہوں سے کفایت کروں گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔

علامہ ابن حجر مکی بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول ھذا الامر نبوۃ ورحمۃ ثم یکون خلافۃ ورحمۃ ثم یکون ملکا ورحمۃ ثم یکون امارۃ ورحمۃ ثم یتکادمون علیھا تکادم الحمیر فعلیکم بالجھاد وان افضل جھادکم الرباط وان افضل رباطکم عسقلان رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امر کا اول نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہے، پھر ملوکیت اور رحمت ہے، پھر امارت اور رحمت ہے، پھر لوگ گدھوں کی طرح حکومت کو دانتوں سے کاٹیں گے، اس وقت تم پر جہاد لازم ہے اور تمہارا سب سے افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی ہے اور تمہاری سب سے افضل سرحد عسقلان ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوکیت کو بھی رحمت قرار دیا ہے، اور تاریخ اسلام میں عادل بادشاہوں کا جو زمانہ گذرا ہے وہ سب رحمت ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کا افضل ترین طریقہ خلافت نبوت ہے اور اسلام کے غلبہ کا وہی زمانہ ہوگا جب بارہ خلیفے پورے ہوں گے اور ان بارہ خلفاء میں بہترین زمانہ خلفاء راشدین کا تھا لیکن ان بارہ خلفاء کے درمیان جب بھی ملوکیت اور بادشاہت آئی تو وہ بھی اسلامی حکومت تھی اور بادشاہ کی حکومت کو تسلیم کرنا اور احکام شرع کی حدود میں اس کی اطاعت کرنا بھی اسلام کے مطابق ہے، اسی طرح امارت بھی رحمت ہے اور سلطنت بھی رحمت ہے اور مسلمانوں پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ ایسے امام کی بیعت کریں جو پوری دنیا کے مسلمانوں کا سربراہ ہو، ہر چند کہ اسلامی فیڈریشن کو قائم کرنا مستحب ضرور ہے لیکن فرض اور واجب نہیں ہے، یہاں تک ہم نے ملوکیت کے متعلق احادیث بیان کی تھیں اور اب ہم سلطان کے متعلق احادیث بیان کریں گے۔

سلطان کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السلطان ولی من لا ولی لہ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی سلطان ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی [3]، امام دارمی [4] اور امام احمد [5] نے بھی بیان کیا ہے

---

[1] علامہ احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۶، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اعطاء السلطان قال ما اتاک اللہ منہ من غیر مسئلۃ ولا اشراف فخذہ وتمولہ۔[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سلطان کی بخشش کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعہ تم کو جو چیز بغیر سوال اور طلب کے دے اس کو لے لو اور اس سے تونگری حاصل کرو۔

عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اموال السلطان فقال ما اتاک اللہ منہ من غیر مسئلۃ ولا اشراف فکلہ وتمولہ۔[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سلطان کے اموال کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سلطان کے ذریعہ جو چیز تم کو بغیر سوال اور طلب کے دے اس کو کھالو اور اس سے تونگری حاصل کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کرہ من امیرہ شیئا فلیصبر فانہ من خرج من السلطان شبرا مات میتۃ جاھلیۃ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے امیر کی کوئی بات ناگوار ہو وہ صبر کرے، کیونکہ جو شخص سلطان کی اطاعت سے ایک بالشت بھی نکلا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اس حدیث کو امام مسلم[4] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اکرم سلطان اللہ تبارک وتعالیٰ فی الدنیا اکرمہ اللہ یوم القیامۃ ومن اھان

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سلطان کی دنیا میں عزت کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عزت دے گا، اور جس نے

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[2] " " مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۵، ج ۶ ص ۴۵۲ " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

سلطان اللہ عز وجل فی الدنیا اھانہ اللہ یوم القیامۃ۔ [1]

اللہ عزوجل کے سلطان کی دنیا میں توہین کی اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن رسوا کرے گا۔

عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من قوم مشوا الی سلطان اللہ لیذلوہ الا اذلھم اللہ قبل یوم القیامۃ۔ [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اللہ کے سلطان کو رسوا کرنے کے لیے اس کے پاس گئے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو قیامت سے پہلے رسوا کر دے گا۔

عن رجل ان اباذر قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا وقال انہ کائن بعدی سلطان فلا تذلوہ فمن اراد ان یذلہ فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ الحدیث۔ [3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا میرے بعد سلطان ہوگا اس کو ذلیل نہ کرنا جس شخص نے اس کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اتار دیا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے اور باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام علی متقی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [4]

نیز امام علی متقی امام بخاری کی تاریخ کبیر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ سیکون بعدی سلطان فاعزوہ فانہ من اراد ذلہ ثغر ثغرۃ فی الاسلام ولیست لہ توبۃ الا ان یسدھا ولیس بسادلھا الی یوم القیامۃ۔ [5]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد سلطان ہوگا اس کی عزت کرنا، کیونکہ جس شخص نے سلطان کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسلام کی سرحد میں رخنہ ڈال دیا، اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوگی جب تک وہ اس کی تلافی نہ کرے اور وہ قیامت تک اس کی تلافی نہیں کر سکے گا۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ اسلام میں ملک، سلطان اور امیر کی حکومت جائز ہے اور ان حکومتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمت اور رحمت قرار دیا ہے، ۱۳۴۲ھ تک تمام عالم اسلام میں

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۶، " " " "

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۶، " " " "

[4] امام علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] " " " کنز العمال ج ۶ ص ۵۶، " " " "

ایک خلیفہ کی حکومت تھی۔ اس کے بعد اندلس میں الگ خلافت قائم ہوئی اور بغداد میں الگ خلافت قائم ہوئی اور ان میں سے کوئی بھی حقیقی خلافت نہیں تھی، کیونکہ حقیقی خلافت میں تمام مسلمانوں کا ایک سربراہ ہونا ضروری ہے، ۶۵۸ھ میں بغداد کی خلافت ختم ہوگئی، ۹۰۳ھ میں مصر کی خلافت ختم ہوئی، ۸۵۴ھ (۱۴۵۰ء) میں اندلس کی خلافت ختم ہوچکی تھی (بلکہ پورے اسپین پر عیسائیوں نے قبضہ کرلیا تھا) یہ سب جزوی خلافتیں تھیں اور درحقیقت ان علاقوں کے حکمران خلیفہ نہیں بلکہ سلطان تھے، مصر اور بغداد کے خلفاء بھی دراصل سلاطین تھے جو خلفاء کے عنوان سے حکومت کرتے تھے اس بحث کو شرح صدر سے سمجھنے کے لیے خلیفہ اور سلطان کا فرق جاننا ضروری ہے۔

خلیفہ، مَلِک اور سلطان کا فرق

خلیفہ: جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو کر تمام دنیا کے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی اُمور کا انتظام کرے اور تمام دنیا کے مسلمانوں پر اس کا اتباع واجب ہو (یہ تعریف شرح مواقف، شرح مقاصد، شرح عقائد اور الاحکام السلطانیہ للماوردی سے ماخوذ ہے)

مَلِک: علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: مَلِک کی دو قسمیں ہیں، اوّل: جو کسی ملک کا والی اور مالک ہو، ثانی: جو ولایت کی صلاحیت رکھتا ہو بالفعل والی ہو یا نہ ہو، ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا "جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں" یہ قسم اول کے متعلق ہے۔ واذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا۔ "اللہ تعالیٰ نے تم میں نبی پیدا کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا" یہ قسم ثانی سے متعلق ہے، یہاں مَلِک کا معنی ایسی قوت ہے جس میں ملک کے انتظام کی صلاحیت ہو، کیونکہ سب کو والی بنا دینا حکمت کے خلاف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ مَلِک وہ شخص ہے جو ملک کے انتظام کا مالک ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ مَلِک وہ شخص ہے جو کسی ملک کا والی ہو اور وہاں کے انتظام کا مالک ہو۔ [1]

سلطان: علامہ زبیدی لکھتے ہیں: سلطان والی کو کہتے ہیں یعنی جس شخص میں بادشاہ کی طرح قدرت ہو، ابوبکر نے کہا سلطان میں دو قول ہیں۔ اوّل: اس کو تسلط کی وجہ سے سلطان کہتے ہیں، ثانی: سلطان کا معنی حجت ہے اور سلطان بھی اللہ کی حجتوں میں سے ایک حجت ہے۔ علامہ زبیدی کہتے ہیں اس کی تائید میں یہ حدیث ہے: السلطان ظل اللہ فی الارض یأوی الیہ کل مظلوم۔ "سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہے ہر مظلوم اس کی پناہ میں آتا ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مَلِک عام ہے اور سلطان خاص ہے، مَلِک مطلقاً والی اور حکمران کو کہتے ہیں عام ازیں کہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو اور سلطان کسی مسلم ریاست کے مسلمان والی کو کہتے ہیں۔ الغرض دنیا کی تمام مسلم ریاستوں کا ایک سربراہ ہو تو اس کو خلیفہ کہتے ہیں اور کسی ایک مسلم ریاست یا چند ریاستوں پر مشتمل مسلم ملک کے مسلمان والی کو سلطان کہتے ہیں اس کو مجازاً خلیفہ بھی کہا جاتا ہے جیسے اندلس، بغداد اور مصر کے والیوں کو خلفاء کہا جاتا تھا۔

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۴۷۲، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ عبدالحی کتانی لکھتے ہیں:

ابن فضل اللہ نے مسالک میں یہ کہا ہے کہ اصطلاح میں سلطان صرف اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کی ولایت میں کئی ملک ہوں پس سلطان وہ ہوگا جو ملک الملوک ہو، (یعنی کئی بادشاہوں کا بادشاہ ہو) مثلاً اس کی ملکیت میں مصر اور شام ہو، یا اس کی ملکیت میں افریقہ اور اندلس ہو اور اس کا لشکر تقریباً دس ہزار سواروں پر مشتمل ہو، اگر اس کی ملکیت میں اس سے زیادہ شہر ہوں یا اس کے پاس اس سے بڑا لشکر ہو تو اس کی سلطنت زیادہ عظیم ہوگی اور اس پر سلطان اعظم کا اطلاق کرنا درست ہوگا، اور اگر مصر، شام، جزیرہ، خراسان، عراق، عجم، فارس، افریقہ، وسطی مغرب کے خطبوں میں اس کا نام پڑھا جائے تو اس کو سلطان السلاطین کہا جائے گا جیسا کہ سلجوقی حکمران تھے۔ [1]

علامہ کتانی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک ریاست کے والی کو ملک کہتے ہیں اور متعدد ریاستوں کے امیر کو سلطان کہتے ہیں نیز علامہ کتانی نے ملک اور خلیفہ میں یہ فرق کیا ہے کہ جو شخص اپنی رائے اور اپنی مرضی کے مطابق حکمرانی کرے وہ ملک ہے اور جو شخص احکام شرعیہ کے مطابق حکمرانی کرے وہ خلیفہ ہے، لیکن ان کے درمیان صحیح فرق وہ ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے خلیفہ اور سلطان میں متعدد وجوہ سے فرق بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

۱۔ خلیفہ حکمرانی وجہانبانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام امت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے (خلافتہم) ای نیابتہم عن الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یجب علی کافۃ الامم الانقیاد مدخودسر کافر کا اوسے نہ ماننا شرعاً اوسکی ولایت عامہ میں مخل نہیں، جس طرح اونکا خود نبی کو نہ ماننا یہ ہیں روئے زمین کے مسلمانوں میں جو اوسے نہ مانے گا اوسکی خلافت میں خلاف نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو، چھوٹے چھوٹے والیان ملک اوسکے زیر حکم ہوں، کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسالک عن علی بن سعید۔ یہ دو قسم ہے مولّی جسے خلیفہ نے والی کیا، ہو اس کی ولایت حسب عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے، دوسرا متغلب کہ بزور شمشیر ملک دبا بیٹھا، اس کی ولایت اپنی قلم رو پر ہوگی

۲۔ کہ اول پر متفرع ہے (یعنی دوسرا فرق پہلے فرق کی فرع ہے) خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام امت پر فرض ہے جس کا منشاء خود اس کا منصب ہے کہ نائب رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلم رو میں پھر اگر مولّی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے ہے کہ اوس کا امر امر خلیفہ ہے اور امر خلیفہ امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اوس کے منصب سے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اپنے تحفظ کے لیے، مع الباری میں درباره سلطان متغلب ہے طاعتہ خیر من الخروج علیہ کما فی ذلک من حقن الدماء وتسکین الدھماء (متغلب کی اطاعت کرنا اس کے خلاف بغاوت کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اس سے لوگوں کی جانیں محفوظ رہیں گی۔)

۳۔ کہ دوم پر متفرع ہے (یعنی تیسرا فرق دوسرے فرق کی فرع ہے) خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا،

---

[1] علامہ عبدالحی کتانی، الترتیب الاداریہ ج ۱ ص ۱۴، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا، یہاں تک کہ تنہائی و خلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے ایک زمانہ میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ دینے سے منع کر دیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح در کنار فرض کفایہ پر غالب ہے جب کہ دوسرے اس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اس کا ترک معصیت نہیں تو حکم خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا حکم ظلم کہ امام کو فتویٰ سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً اس تحقیق سے مصنف کو اختلاف ہے کیونکہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے جیسا کہ بکثرت احادیث صحیحہ میں ہے اور ظلم میں خلیفہ کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے، امام ابو حنیفہ کی طرف اس واقعہ کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ سیدی غفرلہٗ) اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب و حرام نہ ہو جائیں گے، تنہائی میں اس طور پر کہ اوسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا، علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نسیم الریاض وعنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے لوگوں کو حقہ پینے سے منع کیا تھا، یہ پردہ ڈال کر پیتے امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں میں نہ خود حقہ پیتا ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العماد میں فرماتے ہیں لیت شعری ای امر من امر بہ یتمسک بہ امرہ الناس بترکہ او امرہ باعطاء الکس علیہ علی ان المراد من اولی الامر فی الآیۃ العلماء کما ذکرہ العینی فی اٰخر مسائل شتی من شرح الکنز وایضا ھل منع السلاطین الظلمۃ یثبت حکما شرعیا وقد قالوا من قال لسلطان ظالمنا عادل کفر۔

یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں؟ معاذ اللہ آیت کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے، نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم، حکم شرعی ہو جائے گا حالانکہ اللہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائے گا، انتہی یہ ارشاد امام علم المہدی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے زمانے کے سلطان میں ہے جنہیں ہزار برس سے زائد ہوئے نہ کہ اب نسأل اللہ العفو والعافیہ (جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق سے یہ ثابت ہوگیا کہ تمباکو انسان کی صحت کے لیے مضر ہے، تمباکو سے کھانسی، ہائی بلڈ پریشر، کینسر اور کئی دیگر مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور جو چیز انسان کی صحت کے لیے مضر ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اس لیے جو چیز انسان کی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے علامہ شامی نے بھی تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۶ میں یہی لکھا ہے[1] سیدی غفرلہ)

۴۔ میز دوم پر متفرع ہے خلیفہ ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔

۵۔ کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں ہے مگر ہر سلطان اذن خلیفہ کا محتاج

[1] علامہ شامی لکھتے ہیں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ تمباکو پینے میں محض ضرر ہے اور کوئی نفع نہیں ہے تو اس کی تحریم کا فتویٰ دینا جائز ہے اور اگر اس کا نفع دینا ثابت نہ ہو تو پھر اصل میں یہ مباح ہے، (تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ المطبعۃ المیمنہ مصر ۱۳۰۶ھ

ہے کہ بے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی۔

۶۔ خلیفہ بلاوجہ شرعی کہ بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کیے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش قوا آد ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو قتل کر کے خلفاً پر حاوی ہو گئے تھے جب ان میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اوسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفا دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا میں نے تجھے معزول کیا اوس کے عزل کو بس ہے۔

۷۔ سلطنت[1] کے لیے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں ہے، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے۔

جمہوری ملک کے صدر اور خلیفہ کا فرق

یہاں تک ہم نے سلطان اور خلیفہ کا فرق بیان کیا ہے، ہمارے علماء کے زمانہ میں خلافت تو ختم ہو چکی تھی اور مختلف جگہوں پر مسلمانوں کی ریاستیں تھیں جہاں مسلمان سلاطین حکومت کرتے تھے اب سلاطین بھی صرف دو چار جگہ رہ گئے ہیں اور ہر جگہ مغربی جمہوریت ہے، مغربی جمہوریت میں جو شخص ریاست کا سربراہ ہوتا ہے اس کی حیثیت اور اس کے اختیارات سلطان سے بھی بہت کم ہوتے ہیں، مغربی جمہوریت میں ایک صدارتی نظام ہے جیسے امریکہ میں ہے اور ایک پارلیمانی نظام ہے جیسے برطانیہ اور ہندوستان وغیرہ میں ہے، صدارتی نظام میں ریاست کا سربراہ اور صدر مملکت اتنی مدت کے لیے برسر اقتدار رہتا ہے جتنی مدت کے لیے اس کو منتخب کیا جاتا ہے، لیکن وہ ملک کے نظم و نسق میں با اختیار ہوتا ہے اور پارلیمانی نظام میں صدر کی حیثیت محض ذمی کی ہوتی ہے وہ صرف ریاست کا سربراہ ہوتا ہے انتظامیہ کا سربراہ ملک کا وزیر اعظم ہوتا ہے لیکن اگر اسمبلی کی دو تہائی اکثریت اس کو مدت انتخاب سے پہلے مسترد کر دے تو وہ معزول ہو جاتا ہے، اس تفصیل کے بیان کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مغربی جمہوریت میں جو شخص ریاست کا یا انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے اس کی حیثیت اور اختیارات سلطان سے بھی کہیں کم ہوتے ہیں خلیفہ تو بہت دور کی چیز ہے، اس لیے مغربی جمہوریت کے طرز کی حکومت کے سربراہ کو سلطان یا خلیفہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا نہ اس پر سلطان یا خلیفہ کی شرائط کو عائد کیا جا سکتا ہے، ہم نے اپنے اس زمانہ میں دیکھا کہ بعض علماء مغربی جمہوریت کی طرز حکومت کے سربراہ کے لیے بھی خلیفہ اسلام کی شرائط کو لازمی قرار دیتے ہیں حالانکہ خلیفہ اسلام کی شرائط تو سلطان کے لیے بھی ضروری نہیں ہیں جمہوری مملکت کا صدر تو بہت دور کی بات ہے اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض علماء اس زمانہ میں خلیفہ اسلام کے تقرر کو واجب قرار دیتے ہیں اور خلیفہ اسلام کے مقرر نہ کرنے پر موت علی الجاہلیۃ کی وعید سناتے ہیں، حالانکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث کی کسی نص صریح میں اس کے وجوب کا ذکر نہیں ہے اور جن علماء نے وجوب کا قول نقل کیا مثلاً علامہ تفتازانی وغیرہ انھوں نے بھی بالآخر یہ کہا کہ اب حالت اضطرار ہے اور اب خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے، علامہ خیالی اور علامہ سیالکوٹی وغیرہ نے بھی یہی لکھا ہے، علامہ پرہاروی بھی فرماتے ہیں یہ بہت مشکل ہے۔

تقرر خلیفہ کے وجوب کا محل

ہر چند کہ ہمارے فقہاء اور متکلمین نے یہ لکھا ہے کہ امام اور خلیفہ کا مقرر کرنا واجب ہے، (یعنی تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک امام اور خلیفہ ہو) لیکن ان کی عبارات کا

---

[1] امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص ۲۰-۵۶ مطبوعہ مکتبہ قادریہ رضویہ لاہور، ۱۴۰۰ھ

بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو امام اور خلیفہ کے مقرر کرنے کا اختیار ہو تب ان پر خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے ورنہ یہ واجب نہیں ہے، اور جب روئے زمین کے مختلف علاقوں پر ملوک اور سلاطین متغلب ہو کر حکمرانی کریں اور ان کو سلطنت سے معزول کرنا عام مسلمانوں کے اختیار میں نہ ہو تو پھر امام اور خلیفہ کو مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ سلطان اور متغلب کی حکومت صحیح ہے اور غیر معصیت میں مسلمانوں پر اس کی اطاعت لازم ہے۔ نیز ہمارے فقہاء اور متکلمین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد خلافت اور امامت نہیں رہی اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ خلفاء عباسیہ کے بعد خلافت نہیں رہی۔

علامہ رافعی حنفی لکھتے ہیں:

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ خلافت نبوت تیس ۳۰ سال رہی ہے اس کے بعد جو حکمران تھے وہ خلفاء نہیں تھے بلکہ ملوک اور امراء تھے، اور اگر یہ اشکال ہو کہ امت کے ارباب حل وعقد خلفاء عباسیہ کی خلافت پر متفق رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں خلافت نبوت سے خلافت کاملہ مراد ہے جس سے حق میں بالکل عدول نہ ہو اور خلافت راشدہ کے بعد ایسی خلافت کبھی ہوئی اور کبھی (بکثرت) نہیں ہوئی، کیونکہ (صرف) مہدی عباسی کے بارے میں یہ وارد ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ تھا، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ خلفاء عباسیہ پر لغوی اعتبار سے خلیفہ کا اطلاق ہوتا تھا نہ کہ حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں قریش کی حکومت نہیں ہے تو اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب ملکوں میں قریش میں خلافت ہے، اسی طرح مصر میں خلیفہ ہے۔ (علامہ کرمانی کی عبارت ختم ہوئی، علامہ عینی اس کو مسترد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) علامہ کرمانی کا جواب صحیح نہیں ہے، عرب میں خلافت کا قول کس نے کیا ہے؟ اور وہاں کون خلیفہ ہے؟ اور مصر میں بھی صرف نام کا خلیفہ ہے، اگر ہم اس جواب کو صحیح مان لیں تو اس سے خلفاء کا تعدد لازم آئے گا، حالانکہ خلیفہ صرف ایک ہوتا ہے، کیونکہ شارع علیہ السلام نے یہ حکم دیا ہے کہ امام کی بیعت کرو اور اس کو پورا کرو اور جو شخص اس کی امامت سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو، اور امام احمد، امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس ۳۰ سال ہوگی پھر ملوک (بادشاہ) ہوں گے اور ایک روایت میں ہے پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک عطا کر دے گا اور واقع میں ایسا ہی ہوا۔ [2]

علامہ عینی کی عبارت کا خلاصہ یہی ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد جو حکمران تھے وہ خلفاء نہیں بلکہ ملوک اور سلاطین تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی لکھا ہے کہ وہ صرف نام کے خلفاء تھے۔ [3]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ عبد القادر رافعی حنفی مفتی الدیار المصریہ، التحریر المختار لرد المحتار ج ۱ ص ۶۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ مصر، ۱۳۲۴ھ

[2] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۶ ص ۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۶، ج ۱۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ طارق نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ جب تک حکمران سنت کے مطابق عمل کرتے رہے تو ان کی حکومت خلافت تھی، اور جب انھوں نے سنت کی مخالفت کی تو پھر وہ خلفاء نہیں رہے بلکہ وہ ملوک (بادشاہ) تھے، اگرچہ ان کا نام خلیفہ ہوتا تھا، اور جو شخص مسلمانوں کا حکمران ہو اس کو امیر المومنین کہنا جائز ہے اور لغوی اعتبار سے اس کو خلیفہ کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ خلیفہ کا لغوی معنی جانشین اور پیچھے آنے والا ہے اور یہ حکمران ایک دوسرے کے جانشین تھے۔ [1]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

سید جمال الدین کہتے ہیں کہ جامع ترمذی میں ہے "میرے بعد میری امت میں تیس ۳۰ سال تک خلافت رہے گی اس کے بعد ملوکیت (بادشاہت) ہوگی" اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی، امام ابو یعلی اور امام ابن حبان نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور ملوکیت شام میں ہوگی اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ خلافت حقیقۃً وہی ہوگی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو کیونکہ جمہور صحابہ اور ارباب حل وعقد مدینہ میں تھے، اور کسی اور جگہ کے ارباب حل وعقد کا اعتبار نہیں ہے اس کے بعد غلبہ سے جو حکومتیں قائم ہوئیں وہ ملوکیت تھیں کیونکہ عام مسلمانوں کا نظام قائم کرنے کے لیے حکومت کی ضرورت ہے تاکہ فتنہ اور فساد برپا نہ ہو۔ [2]

ملا علی قاری کی ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ خلفاء راشدین کے بعد جو حکمران تھے وہ صرف لغوی معنی میں خلیفہ (جانشین) تھے اور حقیقت میں وہ ملوک اور سلاطین تھے اور چونکہ خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمانوں کا نظام قائم کرنے کے لیے حکومت ضروری ہے اسی لیے ملوک اور سلاطین کی حکومت بھی صحیح مانی گئی، اس سے یہ واضح ہوگیا کہ خلیفہ کا مقرر کرنا اس وقت ضروری ہے جب مسلمانوں کو اس کے مقرر کرنے کا اختیار ہو ورنہ ملوک اور سلاطین کی حکومت بھی صحیح ہے اسی طرح موجودہ دور کی جمہوری حکومتیں بھی صحیح ہیں۔

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

اما فی زماننا فقد زال (الا خلیفۃ الآن والذی یکون بمصر فانما یکون خلیفۃ اسما لا معنیً۔ [3]

ہمارے زمانہ میں خلیفہ کے حکم کے مطابق عید کی تکبیریں پڑھنے کا حکم زائل ہوچکا ہے، کیونکہ اب کوئی خلیفہ نہیں ہے، اور وہ جو مصر میں خلیفہ ہے وہ صرف نام کا خلیفہ ہے، حقیقت میں خلیفہ نہیں ہے۔

علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

وتصح سلطنۃ متغلب للضرورۃ وکذا صبی وینبغی ان یفوض امور التقلید علی

جو شخص جبراً اور غلبہ سے حکمرانی کرے اس کی حکومت ضرورت کی بنا پر صحیح ہے (تاکہ فتنہ نہ ہو) شلبی

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۴۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " مرقات ج ۳ ص ۱۴۳، " "

[3] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۵۲۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

وال تابعہ والسلطان فی الرسم هوالولد و فی الحقیقۃ هوالوالی لعدم صحۃ اذنہ بقضاء وجمعۃ کما فی الاشباہ عن البزازیۃ۔ [1]

اسی طرح بچہ کی سلطنت بھی صحیح ہے، لیکن مناصب دینے کا کام بچہ کے ولی کے سپرد کر دیا جائے جو بچہ کے تابع ہو، اور بظاہر وہ بچہ سلطان ہوگا اور حقیقت میں اس کا ولی سلطان ہوگا، کیونکہ بچہ کا قاضی مقرر کرنا اور جمعہ کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔ اشباہ میں بزازیہ سے اسی طرح منقول ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لا یخفی اولئك کانوا ملوکا تغلبوا والمتغلب تصح منہ هذہ الامور للضرورۃ ولیس من شرط صحۃ الصلوٰۃ خلف امام عدالتہ وصار الحال عند التغلب کما لم یوجدا او وجد ولم یقدر علی تولیۃ لغلبۃ الجورۃ کلام المسایرۃ للمحقق ابن الهمام۔ [2]

یہ مخفی نہ رہے کہ بنوامیہ کے خلفاء درحقیقت ملوک (بادشاہ) تھے جو غلبہ سے حکمران بن گئے تھے اور متغلب کا نماز اور جمعہ پڑھانا اور دیگر کار حکومت انجام دینا ضرورت کی بناء پر صحیح ہے اور صحت نماز کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ امام عادل ہو، اور جب کوئی شخص غلبہ اور جبر سے حاکم بن جائے تو یہ فرض کیا جائے گا کہ خلیفہ (امام عادل) موجود نہیں ہے یا موجود تو ہے لیکن ظالموں کے غلبہ کی وجہ سے حکمرانی پر قادر نہیں ہے یہ محقق ابن ہمام کی عبارت ہے جو مسایرہ سے نقل کی گئی ہے۔

علامہ حصکفی اور علامہ شامی اور جن فقہاء احناف کے انھوں نے حوالے دیے ہیں ان کی عبارات سے یہ واضح ہوگیا کہ تمام دنیا میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ مقرر کرنا مطلقاً واجب نہیں ہے بلکہ یہ اس وقت واجب ہے، جب مسلمان تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے پر قادر ہوں اور جب غلبہ اور جبر سے زمین کے کسی بھی خطہ پر مسلمانوں کی کوئی حکومت قائم ہو جائے تو فتنہ سے بچنے کے لیے اس کی حکومت کو صحیح قرار دیا جائے گا اور وہاں کے مسلمانوں پر اس کی اطاعت واجب ہوگی، اسی طرح اگر متعدد خطہ ہائے زمین پر متعدد ملوک اور سلاطین ہوں یا موجودہ زمانے کے جمہوری حکمران ہوں تو اپنے علاقوں میں ان کی حکومت صحیح ہوگی اور غیر معصیت میں ان کی اطاعت واجب ہوگی۔

علامہ رافعی لکھتے ہیں:

قال الحموی فی الاشباہ قال الامام و اصحابہ لا یشترط فی صحۃ تولیۃ السلطان ان یکون قرشیا ولا مجتهدا او

علامہ حموی نے الاشباہ والنظائر میں یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ سلطان کی حکمرانی کی صحت کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ قرشی

---

[1] علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۳-۵۱۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

لاعدلا۔[1]

ہو اور نہ ہی اس کا مجتہد یا متقی ہونا شرط ہے۔

علامہ رافعی نے علامہ حموی کے حوالے سے جو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا قول پیش کیا ہے اس سے خلیفہ اور سلطان کا فرق بھی ظاہر ہوا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلیفہ کے بغیر سلطان کی حکومت بھی صحیح ہوتی ہے اور سلطان کی حکومت کا صحیح ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ خلیفہ کا مقرر کرنا مسلمانوں پر مطلقاً واجب اور ضروری نہیں ہے بلکہ یہ مسلمانوں پر اسی وقت ضروری ہے جب وہ تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ کے مقرر کرنے پر قادر ہوں اور جب زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے تمام عالم اسلام کے لیے ایک خلیفہ مقرر کرنے پر مسلمان قادر نہ ہوں اور روئے زمین کے مختلف علاقوں میں مختلف حکمرانوں کی مختلف حکومتیں ہوں تو ان کی حکومتیں صحیح ہیں اور ان علاقوں کے مسلمانوں پر غیر معصیت میں ان حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں علامہ تفتازانی نے یہ اشکال قائم کیا ہے کہ جب خلفاء راشدین کے بعد کا زمانہ خلیفہ سے خالی ہو گیا تو تمام امت معصیت میں مبتلا ہو گی۔

علامہ شمس الدین خیالی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

لان ترك الواجب معصية والمعصية ضلالة والامة لا تجتمع على الضلالة وقد يجاب بانه انما يلزم المعصية لو تركوه عن قدرة واختيار لا عن عجز واضطرار فلا اشكال اصلاً۔[2]

یہاں یہ اشکال ہے کہ خلیفہ کا تقرر کرنا واجب ہے اور واجب کا ترک گناہ اور گمراہی ہے اور ساری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ معصیت اس وقت لازم آتی جب مسلمان قدرت اور اختیار کے باوجود خلیفہ مقرر نہ کرتے اور جب وہ تقرر خلیفہ سے عاجز ہیں تو کوئی معصیت نہیں اور نہ کوئی اشکال ہے۔

خود علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں بھی یہی جواب دیا ہے۔[3]

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، علامہ خیالی کے جواب کی وضاحت کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

حاصله تخصيص الحديث بان المراد من مات ولم يترك فيه نصب الامام بعجز واضطرار بدليل ان الضروريات تبيح المحذورات وبهذا التقرير يندفع الاشكال بعد الخلفاء الراشدين العباسية ايضاً۔[4]

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں تخصیص ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص مر گیا اور اس نے عجز اور اضطرار کی وجہ سے خلیفہ مقرر کرنے کو ترک نہیں کیا بلکہ قدرت اور اختیار کے باوجود خلیفہ کو مقرر نہیں کیا تو وہ شخص جاہلیت کی موت مرا (بشرطیکہ یہ حدیث ہو حالانکہ یہ حدیث نہیں ہے۔ سیدی غفرلہ) کیونکہ انطرا

---

[1] علامہ عبدالقادر رافعی حنفی مفتی الدیار المصریہ، التحریر المختار لرد المحتار ج ۱ ص ۶۸، مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ مصر، ۱۳۲۴ھ

[2] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیہ الخیالی ص ۱۴۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنو

[3] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۷۵، دار المعارف النعمانیہ لاہور

[4] علامہ محمد عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ علی الخیالی ص ۳۴۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ

کی حالت میں ممنوع چیزیں مباح ہو جاتی ہیں اور اسی تقریر سے سلطنت عباسیہ کے خلفاء کے بعد خلیفہ نہ ہونے سے جو اشکال لازم آتا ہے وہ بھی دور ہو جائے گا۔

علامہ تفتازانی، علامہ خیالی اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے یہ بیان کیا ہے کہ امت پر تمام عالم اسلام میں ایک خلیفہ مقرر کرنا اس وقت واجب ہے جب ان کی قدرت اور اختیار میں ایک خلیفہ کا مقرر کرنا ممکن ہو اور خلفاء راشدین کے بعد جب غلبہ اور جور سے مروانی حکومت پر قابض ہو گئے تو اس وقت خلیفہ کو نصب کرنا مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں نہیں تھا، اس لیے یہ ان پر واجب نہیں رہا۔ اسی طرح بنو امیہ میں سے عمر بن عبدالعزیز اور بنو عباس میں سے مہدی عباسی خلیفہ تھے لیکن ان کے بعد غلبہ اور جور سے ملوک اور سلاطین حکمران بن گئے اور اس وقت بھی ایک خلیفہ کو مقرر کرنا مسلمانوں کی قدرت میں نہیں تھا، اس لیے مسلمانوں پر ایک خلیفہ مقرر کرنا واجب نہ رہا، علیٰ ہذا القیاس اب براعظم ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں کے پچاس ملک ہیں اور بیشتر ممالک کے درمیان بحری، بری اور فضائی کوئی رابطہ نہیں ہے، اکثر ممالک اسلامیہ میں مغربی طرز کی جمہوری حکومت ہے، بعض ممالک میں ملوک اور سلاطین کی حکومت ہے اور بعض جگہ فوجی حکومت ہے اور اب مسلمانوں کی قدرت اور اختیار میں یہ نہیں ہے کہ دنیا میں ان تمام ممالک کے حکمرانوں کو معزول کر کے ان تمام ممالک اسلامیہ میں ایک حکومت قائم کر دیں اور کسی ایک ملک میں مرکزی خلافت بنا کر تمام ممالک کو اس ملک کے صوبے بنا دیں اور ان ممالک اسلامیہ کی ایک فوج ہو، ایک کرنسی ہو اور تمام ملکوں میں حکمرانوں کا تقرر خلیفہ کے حکم سے ہو اور تمام ملکوں میں اس ایک خلیفہ کا خطبہ پڑھا جائے ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قوت اور طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، اس لیے اب مسلمانوں پر خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے اور دنیا کے جن جن علاقوں میں مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں، وہاں کے مسلمانوں پر غیر معصیت میں ان حکمرانوں کی اطاعت لازم ہے۔

امارت اور خلافت کے سلسلہ میں حرف آخر

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر صرف امیر کا مقرر کرنا واجب ہے اور اسلامی حکومت جہاں پر جس شکل میں بھی قائم ہے صحیح ہے اور مسلمانوں پر اپنے اپنے امیر کی اطاعت کرنا واجب ہے، ہاں اگر امیر خلاف شرع حکم دے تو اس میں اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی، البتہ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک اسلامی بلاک بنائیں اور اسلامی ممالک کی ایک فیڈریشن قائم کر لیں اور اس کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہیے اگر مسلمانوں کا ایک اسلامی بلاک بن گیا یا ایک فیڈریشن قائم ہو گئی تو یہ نظام خلافت اسلام کے قریب تر ہو گا۔

کتاب الامارۃ کے تحت ہم جن ضروری خواقیت پر بحث کرنا چاہتے تھے اور ان الجھے ہوئے مسائل میں اسلام کے جن احکام اور ہدایات کو بیان کرنا چاہتے تھے، ان سب کو ہم نے اختصاراً بیان کر دیا ہے۔

قرآن اور سنت سے جو کچھ ہم نے سمجھا اس کو دیانت داری سے بلا خوف لومۃ لائم پیش کر دیا ہے، اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ کی جانب سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میری فہم کی کوتاہی اور میرے مطالعہ کا نقص ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، الہ العلمین میری

اس حقیر کوشش کو قبول فرما، گناہوں کی فراوانی اور علم وعمل کی تہی دامنی کی وجہ سے میں اس لائق تو نہ تھا کہ ان مضامین عالیہ کی تحقیق کے لیے قلم وقرطاس کو ہاتھ لگاتا اور اس سلسلہ میں نکات علمیہ بیان کرنے کی جسارت کرتا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تیری قدرت کا عجب معاملہ ہے تو گندگی کے ڈھیر سے طیب وطاہر اور حسین وجمیل پھول پیدا کردیتا ہے اور رات کی ظلمتوں کی کوکھ سے نور سحر نکال لاتا ہے اور ایک بے قیمت صدف کے اندر گہر آب دار پیدا کر دیتا ہے الالہ العالمین میری کوتاہیوں، غلط کاریوں اور برائیوں کو معاف فرما، میرے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور مشائخ کی، شرح صحیح مسلم کے قارئین اور معاونین کی مغفرت فرما، دنیا برزخ اور آخرت میں ہر مصیبت، ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور دارین کی سعادتوں اور کامرانیوں کو ہمارا مقدر کر دے، اس کتاب کو تاقیامت باقی رکھ اور اس کی نفع رسانیوں کو تمام دنیائے اسلام میں عام کر دے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین، افضل الانبیاء والمرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ ۶۲۲ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ وَالْخِلَافَةُ فِي قُرَيْشٍ

خلافت کا قریش کے ساتھ اختصاص

۴۵۸۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِيَانِ الْحِزَامِيَّ) ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَمْرٌو وَرِوَايَةً النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هَذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ لِكَافِرِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس (خلافت یا حکومت) میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان قرشی مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر قرشی کافروں کے تابع ہیں۔

۴۵۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث بیان کیں، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس (خلافت یا حکومت) میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان قرشی مسلمانوں کے تابع ہیں اور کافر قرشی کافروں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ فِي هٰذَا الشَّأْنِ مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ.

کے تابع ہیں۔

۴۵۸۹- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَيْشٍ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قریش کی پیروی کرتے ہیں۔

۴۵۹۰- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِي قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ چیز (خلافت) ہمیشہ قریش میں رہے گی، خواہ لوگوں میں سے صرف دو شخص رہ جائیں۔

۴۵۹۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ح وَحَدَّثَنَا فَاعِنَةُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الطَّحَّانَ) عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِي حَتَّى يَمْضِيَ فِيهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ خَفِيَ عَلَيَّ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا یہ خلافت اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ بارہ خلیفہ پورے نہ ہو جائیں پھر آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا جو مجھ پر مخفی رہا، میں نے اپنے والد سے پوچھا آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا سب کے سب قریش ہی سے ہوں گے۔

۴۵۹۲- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا ثُمَّ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ خَفِيَتْ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خلافت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک کہ بارہ خلیفہ حکمران رہیں گے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے کوئی بات کہی، میں نے اپنے

عَلَيَّ فَسَأَلْتُ أَبِي مَاذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

والد سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۴۵۹۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَمْ يَذْكُرْ لَا يَزَالُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا۔

حضرت جابر بن سمرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں یہ نہیں ہے "یہ حکومت ہمیشہ جاری رہے گی"

۴۵۹۴- حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً لَمْ أَفْهَمْهَا فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارہ خلیفہ ہونے تک اسلام غالب رہے گا، پھر آپ نے ایک کلمہ فرمایا جس کو میں نہیں سمجھ سکا، میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا "سب قریش سے ہوں گے"

۴۵۹۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً قَالَ ثُمَّ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ فَقَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارہ خلیفہ پورے ہونے تک اسلام غالب رہے گا، پھر آپ نے کوئی بات کہی جس کو میں نہیں سمجھ سکا میں نے اپنے والد سے کہا آپ نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۴۵۹۶- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَزْهَرُ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِيَ أَبِي فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّينُ عَزِيزًا مَنِيعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً فَقَالَ كَلِمَةً صَغَّبَنِيهَا النَّاسُ فَقُلْتُ لِأَبِي مَا قَالَ قَالَ كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا بارہ خلیفہ پورے ہونے تک یہ دین غالب رہے گا، پھر آپ نے کوئی کلمہ فرمایا جسے لوگوں نے مجھے سننے نہیں دیا، میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور نے کیا فرمایا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۴۵۹۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ) عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ مَعَ غُلَامِي نَافِعٍ أَنْ أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَتَبَ إِلَيَّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ جُمُعَةٍ عَشِيَّةَ رُجِمَ الْأَسْلَمِيُّ يَقُولُ لَا يَزَالُ الدِّينُ قَائِمًا حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُونَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ عُصَيْبَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَفْتَتِحُونَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ بَيْتَ كِسْرَى أَوْ آلِ كِسْرَى وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِينَ فَاحْذَرُوهُمْ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ إِذَا أَعْطَى اللهُ أَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ أَنَا فَرَطٌ عَلَى الْحَوْضِ۔

نے اپنے غلام نافع کے ہاتھ حضرت جابر بن سمرہ کے پاس خط روانہ کیا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ کر بھیجیں جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو! انھوں نے میری طرف لکھا کہ جمعہ کی شام کو جس دن حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو رجم کیا گیا تھا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ قیامت تک یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا حتیٰ کہ مسلمانوں کے بارہ خلیفہ ہوں گے، اور وہ سب قریش سے ہوں گے

اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت کسریٰ یا آل کسریٰ کے سفید محل کو فتح کرے گی، اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ قرب قیامت میں کذاب ظاہر ہوں گے ان سے بچنا، اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ جب اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو کوئی اچھی چیز دے تو پہلے اس کو اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر خرچ کرے اور میں نے آپ سے یہ سنا کہ میں تمہارا حوض پر پیش رو ہوں گا۔

۴۵۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُهَاجِرِ ابْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ سَمُرَةَ الْعَدَوِيِّ حَدِّثْنَا مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَاتِمٍ۔

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابن سمرہ عدوی کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہو وہ بتلائیے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے .... پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص پر مزید احادیث

اس حدیث کو امام مسلم کے علاوہ اور دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی اسانید سے روایت کیا ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاوية قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان هذا الامر في قريش معاديهم احد الا كبه الله وجهه

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک قریش دین پر قائم رہیں گے یہ خلافت ان میں رہے گی جو شخص بھی ان سے عداوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو منہ

ما اقاموا الدین۔ [1]

کے بل گرا دے گا۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال ھذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک قریش میں دو فرد بھی باقی رہیں گے خلافت ان میں رہے گی۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفۃ کلھم تجتمع علیہ الامۃ فسمعت کلاما من النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم افھمہ فقلت لابی ما یقول قال کلھم من قریش۔ [3]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک تم پر بارہ خلفاء (یکے بعد دیگرے) حاکم ہوں گے جن پر تمام امت متفق ہو گی، پھر میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا جس کو میں نہیں سمجھا میں نے اپنے والد سے پوچھا آپ نے کیا فرمایا، انھوں نے کہا آپ نے فرمایا، وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون من بعدی اثنا عشر امیرا ثم تکلم بشیء لم افھمہ فسالت الذی یلینی فقال قال کلھم من قریش ھذا حدیث حسن صحیح۔ [4]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بارہ امیر ہوں گے، پھر آپ نے کچھ فرمایا جس کو میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے قریب والے شخص سے پوچھا اس نے کہا آپ نے فرمایا وہ سب قریش سے ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قریش ولاۃ الناس فی الخیر والشر الی یوم القیامۃ ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ [5]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر اور شر میں قیامت تک لوگوں کے حکمران قریش ہوں گے، یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۷، ج ۲ ص ۱۰۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۷، ج ۲ ص ۱۰۵۷، " " " "

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲، ص ۲۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] " " " جامع ترمذی ص ۳۲۴، ۳۲۳، " " "

اس مضمون کی احادیث کو امام احمد نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام طیالسی، امام بزار، امام طبرانی اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے الائمۃ من قریش ما اذا حکموا عدلوا "جب تک نیکی سے حکومت کریں قریش ہی حاکم ہوں گے" اور امام نسائی، امام ابو یعلیٰ اور امام بخاری نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ان الملک فی قریش "ملک قریش میں ہوگا" امام احمد نے بھی ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام احمد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے الائمۃ من قریش کو روایت کیا ہے اس حدیث کی سند کے تمام راوی صحیح ہیں، لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے، امام حاکم، اور امام طبرانی نے بھی ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو حضرت علی سے روایت کیا ہے۔[2]

خلافت کے قریش کے ساتھ اختصاص میں فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں: ان احادیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ خلافت قریش کے ساتھ مخصوص ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ تمام فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ خلیفہ ہونے کے لیے قرشی ہونا شرط ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اسی حدیث سے یوم سقیفہ میں انصار پر حجت قائم کی تھی اور کسی شخص نے اس کا انکار نہیں کیا، اس مسئلہ کو علماء نے مسائل اجماع سے شمار کیا ہے، اور اس کے خلاف علماء سلف سے کوئی قول اور فعل منقول نہیں ہے۔ نظام معتزلی، خوارج اور اہل بدعت نے یہ کہا ہے کہ غیر قرشی کو بھی خلیفہ بنانا جائز ہے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہے اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ خیر اور شر میں لوگ قریش کے تابع ہیں، اس سے یہ مراد ہے کہ اسلام اور جاہلیت میں لوگ قریش کے تابع ہیں، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں بھی قریش عرب کے سردار تھے اور کعبہ اور حج بیت اللہ کے متولی تھے اور عرب ان کے اسلام کے منتظر تھے جیسے ہی مکہ فتح ہوا اور قریش اسلام لائے تمام لوگوں نے اسلام میں ان کی پیروی کی اور فوج در فوج عرب اسلام میں داخل ہو گئے، اسی طرح اسلام میں بھی وہی خلفاء ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت تک یہی حکم رہے گا جب تک کہ قریش کے دو فرد بھی باقی ہوں۔[3]

بارہ خلفاء اور تیس سال تک خلافت کی احادیث کے تعارض کا جواب

اس باب کی حدیث نمبر ۴۵۹۵ میں ہے اس وقت تک اسلام غالب رہے گا جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ سب قریش سے ہوں گے، اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس حدیث کے خلاف بعض احادیث میں ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی اور تیس سال میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کو شامل کر کے صرف پانچ خلفاء ہوتے تھے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸، ۴۰۶، ج ۵ ص ۸۶، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۸، ۹۹، ۱۰۱، ۱۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سفینۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ ثم یؤتی اللہ الملک من یشاء قال سعید قال لی سفینۃ امسک علیک ابا بکر سنتین وعمر اعشرا و عثمان اثنی عشر و علی کذا۔ [1]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت نبوت تیس سال رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا کرے گا، حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابو بکر کے دو سال شمار کرو اور حضرت عمر کے دس سال، حضرت عثمان کے بارہ سال اور حضرت علی کے اتنے سال (یعنی پانچ سال نو ماہ، اور چھ ماہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت رہی۔)

اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2] [3]

الجواب ان احادیث میں تعارض نہیں ہے کیونکہ جن احادیث میں بارہ خلفاء تک اسلام کے غلبہ اور خلافت قائم رہنے کا ذکر ہے ان میں مطلقاً خلافت کا ذکر ہے عام ازیں کہ وہ خلافت علی منہاج النبوۃ ہو یا ایسی خلافت تو نہ ہو لیکن اس خلافت میں غلبہ اسلام ہو اور جن احادیث میں تیس سال تک خلافت کا ذکر ہے ان میں خلافت نبوت کی تخصیص ہے، جیسا کہ ہم جامع ترمذی، سنن ابو داؤد اور مسند احمد کے حوالوں سے ذکر کر چکے ہیں۔

بارہ خلفاء کی تفصیل اور تعیین امام مسلم اور دیگر ائمہ حدیث نے اسانید صحیحہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ جب تک بارہ خلیفہ ہوں گے اس وقت تک اسلام کو غلبہ رہے گا، ان بارہ خلفاء سے کون سے خلفاء مراد ہیں اس کی تفصیل اور تعیین میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ لکھتے ہیں:

ان بارہ خلفاء سے وہ خلفاء مراد ہیں جن کے عہد خلافت میں اسلام کو قوت اور شوکت حاصل رہی اور مسلمان متحد رہے اور مجتمع رہے، اور اجتماع سے یہ مراد ہے کہ ان کی بیعت کی گئی اور ان کی حکومت تسلیم کی گئی، وہ بارہ خلفاء یہ ہیں:

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، یزید بن معاویہؒ، عبد الملکؒ بن مروان، ولیدؒ بن عبد الملک، سلیمانؒ بن عبد الملک، عمرؒ بن عبد العزیز، یزیدؒ بن عبد الملک، اور ولیدؒ بن یزید بن عبد الملک۔

ولید بن یزید بن عبد الملک نے چار سال حکومت کی پھر اس کو قتل کر دیا گیا، اس کے بعد فتنے برپا ہوئے اور امت میں خلفشار ہو گیا اور ولید بن یزید کے بعد کسی ایک خلیفہ پر آج تک پوری امت متفق نہیں ہو سکی، کیونکہ بنو امیہ کے باقی افراد کی طرف سے فتنے شروع ہو گئے تھے اور اندلس میں عباسیوں کے خلاف مروانیوں نے غلبہ حاصل کر لیا تھا حتیٰ کہ خلافت کا صرف نام باقی رہ گیا تھا، جبکہ پہلے مشرق، مغرب، شمال جنوب ہر طرف مسلمانوں کا غلبہ تھا اور خلیفہ کی اجازت کے بغیر کسی جگہ کا کوئی حاکم نہیں ہو سکتا تھا اور سب جگہ خطبات میں ایک ہی خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۲، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۲، ج ۵ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بارہ خلفاء کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے ایسے خلفاء مراد ہیں جو نیک مسلمان اور عادل تھے اور حق اور انصاف پر عمل کرتے تھے اگرچہ یہ خلفاء متصل اور متوالی نہیں تھے اور ان کے درمیان فترت اور انقطاع آتا رہا، یہ بارہ خلفاء تمام مدت اسلام میں پورے ہوں گے، اس صورت میں ان کی تفصیل یہ ہوگی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن الزبیر، عمر بن عبدالعزیز، مہدی عباسی، ظاہر عباسی اور دو خلیفہ منتظر ہیں ان میں سے ایک مہدی ہیں جن کا اہل بیت سے ظہور ہوگا۔ [1]

بعض لوگ علامہ ابن حجر مکی کی تفصیل اور تعیین پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ علامہ ابن حجر مکی نے بارہ خلفاء میں یزید بن معاویہ کو بھی شامل کیا ہے اور بعض غالی شیعہ کہتے ہیں کہ سنیوں کے بارہ اماموں میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہیں لیکن اس پر غور نہیں کرتے کہ علامہ ابن حجر مکی نے خلفاء حق میں یزید بن معاویہ کو شامل نہیں کیا بلکہ ان خلفاء میں یزید کو شامل کیا ہے جن کی حکومت بالعموم تسلیم کی گئی اور ان کی بیعت کر لی گئی اور ان کے عہد میں اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل رہا۔ خواہ وہ خلفاء نیک ہوں یا بد۔

بارہ خلفاء سے زیادہ خلفاء کی توجیہات

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں بارہ خلفاء کا ذکر ہے حالانکہ اب تک (یعنی علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ کے زمانہ تک) بارہ سے زیادہ حکمران گزر چکے ہیں۔ قاضی عیاض مالکی نے کہا یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف بارہ خلفاء ہوں گے، آپ نے بارہ خلفاء کا ذکر کیا اور یہ عدد پورا ہو گیا اور اس سے زیادہ خلفاء کا ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ بارہ خلفاء سے حکمران مراد نہیں ہیں، حتیٰ کہ یہ اعتراض وارد ہو، بلکہ خلفاء سے مراد مستحقین خلافت ہیں جو عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کریں ایسے کچھ خلفاء تو گذر گئے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ وقوع قیامت سے پہلے گذر جائیں گے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوا اور باقی اس کے متعین تھے کیونکہ ۳۰۰ھ کے بعد اندلس میں تین حکمران ہوئے اور ہر ایک کا لقب خلیفہ تھا اور اسی زمانے میں مصر میں ایک اور شخص خلیفہ تھا اور اسی وقت بغداد میں جماعت عباسیہ کا خلیفہ ایک اور شخص تھا، اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، عنقریب بکثرت خلفاء ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو پہلا خلیفہ ہو اس کی بیعت کرو، چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بارہ خلفاء تک اسلام غالب رہیگا۔ اس غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جس خلیفہ کی بیعت پر تمام مسلمان متحد ہوں جیسا کہ سنن ابوداؤد میں ہے امت ان پر مجتمع ہوگی، اور یزید بن ولید سے پہلے ایسے بارہ حکمران گذر گئے جن پر تمام مسلمان متفق تھے حتیٰ کہ یزید بن ولید کے زمانہ میں بنو امیہ کی ہوا اکھڑ گئی اور بنو عباس نے ان کے خلاف خروج کیا، اور اس حدیث کی اور توجیہات بھی ممکن ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد تھی اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ [2]

---

[1] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، الصواعق المحرقہ ص ۲۱، ۲۰، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵

[3] حافظ ابن حجر ہیتمی مکی نے بھی یہی جواب اختیار کیا ہے اور اس کا مفاد یہ ہے ولید بن یزید بن عبدالملک متوفی ۱۲۶ھ کے بعد خلافت نہیں رہی اور جو خلفاء کے نام سے حکومت کرتے تھے وہ ملوک اور سلاطین تھے۔ سعیدی غفرلہ

حافظ ابن حجر عسقلانی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: یہ ٹھیک ہے کہ اب تک بارہ سے بہت زیادہ خلفاء آچکے ہیں لیکن ان حکمرانوں میں خلیفہ کا صرف نام تھا، یہ حقیقت میں خلیفہ نہیں تھے، اور حدیث میں جو ہے خلافت قریش میں ہوگی یہ خبر نہیں ہے حکم ہے، یعنی خلیفہ کو قریش میں سے ہونا چاہیے ورنہ بہت سے ملکوں میں غیر قرشی حکمران رہے ہیں اور جو غیر قرشی غلبہ سے حکمران بن گئے وہ بھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ خلیفہ قرشی ہونا چاہیے۔ [1]

غیر قرشی خلفاء کی توجیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلافت قریش میں ہوگی، علامہ عینی لکھتے ہیں کہ علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں تو حکومت غیر قرشیوں کے ہاتھ میں ہے علامہ عینی اس جواب کو مسترد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ لوگ صرف نام کے خلیفہ تھے ارباب حل وعقد نہ تھے، اور اگر ان کو خلیفہ مان بھی لیا جائے تو ایک زمانہ میں متعدد خلفاء کا ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ایک زمانہ میں صرف ایک خلیفہ ہی ہو سکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک امام کی بیعت کرنے اور اس کی بیعت پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص اس کی خلافت کے خلاف خروج کرے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اور امام احمد، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی اور ایک روایت میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا ملک عطا کر دے گا اور ایسا ہی ہوا، کیونکہ خلفاء اربعہ اور حضرت حسن کی خلافت کو ملا کر تیس سال پورے ہو گئے۔ [2]

علامہ عینی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے وہ خلافت راشدہ ہے اور بعد میں جو مسلمان حکمران آتے رہے ہر چند کہ ان میں غیر قرشی بھی تھے لیکن وہ صرف نام کے خلفاء تھے حقیقی خلفاء نہ تھے وہ درحقیقت ملوک اور سلاطین تھے۔

قریش کے ساتھ خلافت کے اختصاص کی حکمت اور بحث ونظر

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ امام اور خلیفہ کے لیے قرشی ہونے کی شرط لگانے کی ایک وجہ تو آپ کے نسب کے ساتھ نسبت قائم کرنا اور اس سے برکت حاصل کرنا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قبیلہ قریش اس وقت تمام قبائل پر فوقیت رکھتا تھا اور عرب کے تمام قبائل اس کی برتری تسلیم کرتے تھے، اگر کسی اور قبیلہ کا فرد خلیفہ ہوتا تو اس کو وہ زور اور طاقت حاصل نہ ہوتی جو قریش کو حاصل ہو سکتی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے کہا ہے کہ اسلام کے احکام قیامت تک کے لیے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر زمانہ میں قریش کے خاندان ہی کو برتری اور عصبیت کی قوت حاصل رہے اس لیے اگر کسی زمانہ میں کسی اور خاندان کی عصبیت غالب اور لوگوں کی اکثریت اس خاندان کی حمایت کرتی ہو تو اس زمانہ میں اس خاندان کے فرد کو خلیفہ اور امام بنانا جائز ہوگا۔ قاضی ابوبکر بلقانی نے بھی امامت کے لیے قرشیت کو شرط قرار نہیں دیا کیونکہ ان کے زمانہ میں قرشی عصبیت

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۵۳۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۵ ص ۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کا خاتمہ ہو چکا تھا اور ملوک عجم خلفاء پر مسلط ہو گئے تھے۔ [1]

علامہ ابن خلدون کا یہ نظریہ بکثرت احادیث صحیحہ اور جمہور فقہاء اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے، میرے نزدیک خلافت میں قرشیت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بعض احکام صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کو ظاہر کرنے کے لیے مشروع کیے ہیں، مثلاً قرآن عربی میں نازل فرمایا کیونکہ آپ عربی تھے، قیامت تک مسلمانوں کی مختلف زبانیں ہوں گی لیکن کسی زبان کی تعبیر کو قرآن کا درجہ نہیں دیا جائے گا نہ اس پر قرآن کے احکام لاگو ہوں گے، حائضہ عورت اور جنبی شخص کسی آیت کا ترجمہ اپنی زبان سے کر سکتا ہے لیکن حالت حیض اور جنابت میں عربی الفاظ یعنی قرآن مجید کے نازل شدہ الفاظ نہیں پڑھ سکتا، نماز اللہ تعالیٰ سے دعا اور مناجات ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی زبان میں دعا اور مناجات کرے تو نماز نہیں ہو گی، اس کی نماز اسی وقت ہو گی جب وہ نماز میں عربی الفاظ کو پڑھے گا خواہ ان کا مطلب اور معنی نہ سمجھے، حالانکہ اگر کوئی غیر عربی اپنی زبان میں نماز پڑھے تو یہ زیادہ معقول ہے کیونکہ اس کو علم ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کیا حمد و ثناء کر رہا ہے اور اس سے کیا مانگ رہا ہے، لیکن اس کی نماز شرعاً باطل ہو گی اور نماز میں عربی زبان کی شرط کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی، اسی لیے کوئی شخص کسی علاقہ اور کسی زبان کا بولنے والا ہو نماز عربی میں پڑھے گا کیونکہ یہ آپ کی زبان ہے، اسی طرح خلیفہ چونکہ آپ کا نائب ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے (آپ کی وساطت سے) یہ شرط رکھی ہے کہ خلیفہ آپ کے خاندان اور آپ کے نسب سے ہو، نماز میں آل محمد پر درود پڑھنا اور آل محمد پر صدقہ کا حرام ہونا یہ بھی وہ احکام ہیں جو صرف آپ کے اعزاز و اکرام کو ظاہر کرنے کے لیے مشروع کیے گئے ہیں، سو میرے نزدیک خلافت میں قرشیت کی شرط بھی صرف آپ کے اعزاز و اکرام کو ظاہر کرنے کے لیے مشروع کی گئی ہے۔

بَابُ ۶۲۳ الْاِسْتِخْلَافِ وَتَرْكِهِ

خلیفہ بنانے اور اس کو ترک کرنے کا بیان

۴۵۹۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَضَرْتُ اَبِيْ حِيْنَ اُصِيْبَ فَاَثْنَوْا عَلَيْهِ وَقَالُوْا جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا فَقَالَ رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ قَالُوْا اسْتَخْلِفْ فَقَالَ اَتَحَمَّلُ اَمْرَكُمْ حَيًّا وَّمَيِّتًا لَوَدِدْتُ اَنَّ حَظِّيْ مِنْهَا الْكَفَافُ لَا عَلَيَّ وَلَا لِيْ فَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ (يَعْنِيْ اَبَا بَكْرٍ) وَاِنْ اَتْرُكْكُمْ فَقَدْ تَرَكَكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) زخمی ہوئے تو میں اس وقت موجود تھا، لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا "اللہ آپ کو اچھی جزا دے!" حضرت عمر نے کہا مجھے اللہ کی رحمت کی امید ہے اور اس کے عذاب کا خوف ہے، لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ (جانشین) بنا دیجئے، حضرت عمر نے فرمایا میں زندگی میں تمہارا بوجھ اٹھاتا رہا اب مرنے کے بعد بھی تمہارا بوجھ اٹھاؤں؟ مجھے صرف یہ خواہش ہے کہ خلافت کی خدمات میرے لیے برابر سرابر ہو جائیں۔ کار خلافت

[1] ۔ علامہ عبدالرحمان بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۰، ۱۹۹، ملخصاً (مترجم) مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ حِينَ ذَكَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ۔

کی وجہ سے نہ مجھے کوئی عذاب ہو اور نہ ثواب ہو، اگر میں خلیفہ بناؤں تو جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی حضرت ابوبکر) انھوں نے خلیفہ بنایا تھا اور اگر میں تم کو اسی حال پر چھوڑ دوں تو جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) انھوں نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تو میں نے جان لیا کہ آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

۴۶۰۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ إِسْحٰقُ وَعَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ فَقَالَتْ أَعَلِمْتَ أَنَّ أَبَاكَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ قَالَ قُلْتُ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ قَالَتْ إِنَّهُ فَاعِلٌ قَالَ فَحَلَفْتُ أَنِّي أُكَلِّمُهُ فِي ذٰلِكَ فَسَكَتُّ حَتّٰى غَدَوْتُ وَلَمْ أُكَلِّمْهُ قَالَ فَكُنْتُ كَأَتَمَّا أَحْمِلُ بِيَمِينِي جَبَلًا حَتّٰى رَجَعْتُ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلَنِي عَنْ حَالِ النَّاسِ وَأَنَا أُخْبِرُهُ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَهُ إِنِّي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ مَقَالَةً فَآلَيْتُ أَنْ أَقُولَهَا لَكَ زَعَمُوا أَنَّكَ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ وَإِنَّهُ لَوْ كَانَ لَكَ رَاعِي إِبِلٍ أَوْ رَاعِي غَنَمٍ ثُمَّ جَاءَكَ وَتَرَكَهَا رَأَيْتَ أَنْ قَدْ ضَيَّعَ فَرَعَايَةُ النَّاسِ أَشَدُّ قَالَ فَوَافَقَهُ قَوْلِي فَوَضَعَ رَأْسَهُ سَاعَةً ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَيَّ فَقَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَحْفَظُ دِينَهُ وَإِنِّي لَئِنْ لَا أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَإِنْ أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ قَالَ فَوَاللهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ ذَكَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَعْدِلَ بِرَسُولِ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حفصہ کے پاس گیا، حضرت حفصہ نے کہا کیا تم کو علم ہے کہ تمہارے والد کسی کو خلیفہ نہیں بنا رہے ہیں نے کہا وہ ایسا نہیں کریں گے، حضرت حفصہ نے کہا وہ ایسا ہی کریں گے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھائی کہ میں ان سے اس مسئلہ میں بات کروں گا، پھر میں خاموش ہو گیا حتی کہ صبح ہو گئی اور میں نے ان سے اس معاملہ میں بات نہیں کی، اور قسم کھانے کے سبب مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں نے اپنے ہاتھ پر پہاڑ اٹھایا ہوا ہو، آخر کار میں حضرت عمر کے پاس گیا انھوں نے مجھ سے لوگوں کا حال دریافت کیا، میں نے آپ کو حالات سے باخبر کیا، پھر میں نے ان سے کہا میں نے لوگوں سے ایک بات سنی تھی اور وہ سن کر میں نے قسم کھائی کہ میں آپ سے اس کو ضرور بیان کروں گا، لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے، اور بات یہ ہے کہ اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کا کوئی چرواہا ہو اور وہ ان اونٹوں یا بکریوں کو چھوڑ کر آپ کے پاس چلا آئے تو آپ یہی کہیں گے کہ اس نے ان اونٹوں یا بکریوں کو ضائع کر دیا ہے سو لوگوں کی نگہبانی زیادہ اہم ہے، حضرت عمر نے میری اس رائے کی موافقت کی کچھ دیر تک سر جھکائے رہے پھر میری طرف سر اٹھا کر فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت فرمائے گا، اور اگر میں نے کسی کو خلیفہ نہیں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا وَاَنَّهٗ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ۔

بنایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تھا، اور اگر میں نے کسی کو خلیفہ بنا دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنا چکے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا بخدا جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا تو میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں اور وہ کسی کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔

خلیفہ مقرر کرنے کے متعلق مذاہب اور تحقیق مبحث

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب خلیفۂ وقت قریب المرگ ہو تو اس کے لیے اپنا خلیفہ بنانا اور نہ بنانا دونوں امر جائز ہیں، اگر وہ خلیفہ نہ بنائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہوگا اور اگر خلیفہ بنائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل ہوگا، اگر خلیفہ کسی کو خلیفہ نہ بنائے تو ارباب حل وعقد اور شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے، اس پر بھی اجماع ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کا مقرر کرنا واجب ہے اور یہ وجوب شرعی ہے عقلی نہیں ہے، امام اصم نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ خلیفہ کا مقرر کرنا واجب نہیں ہے، اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ وجوب عقلی ہے شرعی نہیں ہے، امام اصم کی دلیل یہ ہے کہ جب صحابہ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے تو اس وقت کوئی خلیفہ نہیں تھا اسی طرح جب شوریٰ انتخاب میں مشغول تھی اس وقت بھی کوئی خلیفہ نہیں تھا، لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس وقت خلیفہ کو منتخب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور اس کا وجوب عقلی نہیں ہے، کیونکہ عقل کسی چیز کو واجب نہیں کرتی، اس لیے اس کا وجوب شرعی ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا، اور رافضیوں کا یہ ادعا باطل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو خلیفہ مقرر کیا تھا، اس طرح بعض نے حضرت عباس اور بعض نے حضرت ابوبکر کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا دعویٰ کیا، لیکن یہ تمام دعاوی باطل ہیں، کیونکہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی اپنے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا دعویٰ نہیں کیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ نہ بنانے کے متعلق حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت ابوبکر سب متفق ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے[1]

علامہ نووی نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ بنانے کے وجوب پر سب کا اجماع ہے اور یہ وجوب شرعی ہے، اگر خلیفہ سے ان کی مراد امیر ہے تو یہ صحیح ہے، دلائل شرعیہ سے یہ ثابت ہے کہ مسلمان جس خطۂ زمین پر بھی ہوں ان کا ایک امیر ہو اور وہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک امیر ہو تو یہ چیز کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ۱۳۴۲ھ کے بعد سے لے کر اب تک تمام امت مسلمہ معصیت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پر مجتمع رہی ہو اور یہ عین ضلالت ہے اور تمام امت معصیت اور گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، کتاب الامارۃ کے مقدمہ میں ہم اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔

شوریٰ مقرر کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم پر مشتمل شوریٰ بنائی تھی، اور فرمایا ان کو ہمارے گھر میں تین دن تک رکھو، اگر یہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں تو فبہا ورنہ ان کی گردنیں اتار دینا۔ اور اگر حضرت ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بنا دیتا اور اگر میرا رب مجھ سے ان کے متعلق سوال کرتا تو میں کہتا میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں اور اگر ابو حذیفہ کے مولیٰ سالم زندہ ہوتے تو ان کو امیر بنا دیتا اور اگر میرا رب ان کے متعلق سوال کرتا تو میں کہتا میں نے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سالم کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اگر اس کو اللہ کا خوف نہ ہوتا تو پھر بھی اس کی نافرمانی نہ کرتا، حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو خلیفہ کیوں نہیں بنا دیتے، وہ اسلام میں سبقت اور دین کی خدمت اور ذاتی فضیلت کی وجہ سے اس منصب کے اہل ہیں، حضرت عمر نے فرمایا آل خطاب کے لیے یہ کافی ہے کہ اس امت کے معاملات کے متعلق ان کے خاندان کے صرف ایک شخص سے سوال کیا جائے اور میری تو صرف یہ خواہش ہے کہ اس خلافت کا بدلہ برابر برابر ہو جائے نہ مجھے ثواب ہو نہ عذاب، لوگ حضرت عمر کے پاس سے چلے گئے پھر دوبارہ آئے اور کہنے لگے اے امیر المؤمنین! کاش آپ کسی شخص کے متعلق وصیت کر دیتے، حضرت عمر نے کہا میں نے بعد میں یہ سوچا تھا کہ ان کو امیر بنا دوں، حضرت عمر کا اشارہ حضرت علی کی طرف تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں زندگی میں تو تمہارا بوجھ اٹھاتا رہا اب مرنے کے بعد اس بوجھ کو نہ اٹھاؤں، سو تم اس جماعت کو لازم رکھو جن کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ اہل جنت ہیں، سعید بن زید بھی اہل جنت میں سے ہے، لیکن میں نے ان چھ میں ان کو داخل نہیں کیا وہ چھ یہ ہیں علی اور عثمان یہ بنو عبد مناف ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں، زبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری ہیں اور طلحہ اچھے انسان ہیں تم ان میں سے کسی ایک شخص کو اختیار کر لو۔ حضرت عمر نے فرمایا اگر پانچ شخص ایک پر متفق ہو جائیں اور ایک اختلاف کرے تو اس کی گردن اڑا دو اور اگر چار ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور دو اختلاف کریں تو ان دو کی گردنیں اڑا دو اور اگر تین کی رائے ایک طرف ہو اور تین کی رائے دوسری طرف ہو تو ان کے درمیان عبداللہ بن عمر کو حکم بنا لینا اور اگر وہ عبداللہ پر راضی نہ ہوں تو اس گروہ کو ترجیح دی جائے گی جس میں عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں خلیفہ نہیں بنایا اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت ابوبکر نے خلیفہ کیوں بنایا اور حضور کی اقتداء کیوں نہیں کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے نزدیک خلافت کے تمام اوصاف حضرت عمر میں مجتمع تھے اس لیے انھوں نے حضرت عمر کو خلیفہ بنا دیا اور اگر اس پر یہ اعتراض ہو

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بھی خلافت کے تمام اوصاف حضرت ابوبکر میں تھے پھر آپ نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیوں نہیں بنایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علوم نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا لیا جائے گا اس لیے آپ نے اپنے علم پر اکتفاء کی۔ [1]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اس لیے مقرر نہیں کیا تاکہ خلیفہ بنانا لازم نہ ہو جائے، نیز آپ نے خلیفہ کے تقرر کو امت کے اجتہاد اور اس کی صواب دید پر چھوڑ دیا۔ تاکہ جس زمانہ میں جیسے حالات ہوں اس کے مطابق حکومت بنا لی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں حکومت بنانے کا کوئی ایک طریقہ مقرر نہیں ہے اور مختلف طریقوں سے حکومتیں بنائی جاتی رہیں اور یہ سب اسلامی حکومتیں تھیں۔

علامہ ابی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر نے شوریٰ بنا دی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کیسے ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کسی ایک شخص کو خلیفہ نہ بنانے میں ہے۔

شوریٰ کے عمل کی کیفیت

حضرت عمر کی تجہیز و تکفین کے بعد انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا، اور دو دن تک اس پر بحث ہوتی رہی لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا، آخر تیسرے دن حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا کہ وصیت کے مطابق خلافت چھ آدمیوں میں دائر ہے لیکن اس کو تین شخصوں میں محدود کر دینا چاہیے اور جو اپنے خیال میں جس کو مستحق سمجھتا ہو اس کا نام لے، حضرت زبیر نے حضرت علی کا نام لیا، حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا اور حضرت طلحہ نے حضرت عثمان کا نام لیا، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے کہا میں اپنے حق سے دستبردار ہوتا ہوں، اس لیے اب یہ معاملہ صرف دو آدمیوں میں منحصر ہے، ان دونوں میں سے جو کتاب اللہ، سنت رسول اور سنت شیخین کی پابندی کا عہد کرے گا اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی، پھر حضرت عبدالرحمان بن عوف نے ان دونوں صاحبوں سے کہا آپ دونوں یہ معاملہ میرے سپرد کر دیں، بعد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مسجد میں ایک مؤثر تقریر کی اور حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اس کے بعد حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی اور پھر تمام حاضرین نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

بَابُ ۶۲۴ النَّهْيِ عَنْ طَلَبِ الْإِمَارَةِ وَالْحِرْصِ عَلَيْهَا

امارت کو طلب کرنے کی ممانعت

۴۶۰۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَا تَسْأَلِ الْإِمَارَةَ فَإِنَّكَ إِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ مَسْأَلَةٍ وُكِلْتَ إِلَيْهَا وَإِنْ أُعْطِيتَهَا عَنْ غَيْرِ مَسْأَلَةٍ أُعِنْتَ

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن امارت کا سوال نہ کرنا کیونکہ اگر تم کو سوال کے بعد امارت ملی تو تم اس کے سپرد کر دیے جاؤ گے (یعنی تمہارے ساتھ تائید خداوندی نہیں ہوگی) اور اگر تمہیں سوال کے بغیر امارت ملی تو تمہاری (منجانب اللہ)

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۶۸، مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ، بیروت

عَلَيْهَا

۴۶۰۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يُونُسَ وَمَنْصُورٍ وَحُمَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ عَطِيَّةَ وَيُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ وَهِشَامِ بْنِ حَسَّانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ.

مدد کی جائے گی۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ تین مختلف سندوں کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے۔

۴۶۰۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَرَجُلَانِ مِنْ بَنِي عَمِّي فَقَالَ أَحَدُ الرَّجُلَيْنِ يَا رَسُولَ اللهِ أَمِّرْنَا عَلَى بَعْضِ مَا وَلَّاكَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ الْآخَرُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنَّا وَاللهِ لَا نُوَلِّي عَلَى هٰذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو عم زاد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دو میں سے ایک نے کہا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو ملک آپ کو دیے ہیں آپ ان میں سے کسی ملک کی حکومت ہم کو عطا کیجئے اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا، آپ نے فرمایا بخدا ہم کسی ایسے شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کا سوال کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔

۴۶۰۴ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَاتِمٍ) قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ قَالَ قَالَ أَبُو مُوسَى أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِي وَالْآخَرُ عَنْ يَسَارِي فَكِلَاهُمَا سَأَلَ الْعَمَلَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا مُوسَى أَوْ يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسٍ قَالَ فَقُلْتُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَطْلَعَانِي عَلَى مَا فِي أَنْفُسِهِمَا وَمَا شَعَرْتُ أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ وَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى سِوَاكِهِ تَحْتَ شَفَتِهِ وَقَدْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو اشعری شخصوں کے ساتھ حاضر ہوا، ایک میری دائیں جانب تھا اور دوسرا میری بائیں جانب تھا ان دونوں نے کسی منصب کا سوال کیا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے آپ نے فرمایا اے ابوموسیٰ تم کیا کہتے ہو یا آپ نے اے عبداللہ بن قیس فرمایا، میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے ان دونوں نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کے دل میں کیا ہے؟ اور نہ مجھے یہ پتا تھا کہ یہ منصب کا سوال کریں گے، حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا گویا کہ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کے ہونٹوں کے نیچے مسواک تھی جو گھس چکی تھی، آپ نے فرمایا جو

قَلَصَتْ فَقَالَ لَنْ اَوْ لَا نَسْتَعْمِلُ عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَهٗ وَ لٰکِنِ اذْهَبْ اَنْتَ یَا اَبَا مُوْسٰی اَوْ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَیْسٍ فَبَعَثَهٗ عَلَی الْیَمَنِ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَیْهِ قَالَ انْزِلْ وَ اَلْقٰی لَهٗ وِسَادَةً وَاِذَا رَجُلٌ عِنْدَهٗ مُوْثَقٌ قَالَ مَا هٰذَا قَالَ هٰذَا کَانَ یَهُوْدِیًّا فَاَسْلَمَ ثُمَّ رَاجَعَ دِیْنَهٗ دِیْنَ السَّوْءِ فَتَهَوَّدَ قَالَ لَا اَجْلِسُ حَتّٰی یُقْتَلَ قَضَآءُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَقَالَ اِجْلِسْ نَعَمْ قَالَ لَا اَجْلِسُ حَتّٰی یُقْتَلَ قَضَآءُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَاَمَرَ بِهٖ فَقُتِلَ ثُمَّ تَذَاکَرَ الْقِیَامَ مِنَ اللَّیْلِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا مُعَاذٌ اَمَّا اَنَا فَاَنَامُ وَ اَقُوْمُ وَ اَرْجُوْا فِیْ نَوْمَتِیْ مَا اَرْجُوْا فِیْ قَوْمَتِیْ۔

شخص منصب کا سوال کرے گا ہم اس کو ہرگز منصب پر فائز نہیں کریں گے، لیکن اے ابوموسیٰ یا فرمایا اے عبداللہ بن قیس تم یمن جاؤ، اور ان کو یمن بھیج دیا۔ اور پھر ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل کو بھیج دیا، جب حضرت معاذ بن جبل وہاں پہنچے تو حضرت ابوموسیٰ نے کہا آیئے اور ان کے لیے ایک گدا بچھا دیا، وہاں اس وقت ایک شخص رسیوں سے بندھا ہوا تھا، حضرت معاذ نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا یہ ایک یہودی ہے یہ مسلمان ہو گیا تھا اور پھر اپنے بُرے دین کی طرف لوٹ گیا اور یہودی ہو گیا، حضرت معاذ نے کہا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے مطابق اس کو قتل نہ کر دیا جائے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا ہم اس کو قتل کرتے ہیں آپ بیٹھئے، حضرت معاذ نے کہا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس شخص کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق قتل نہیں کر دیا جائے گا، تین مرتبہ یہی مکالمہ ہوا، بالآخر اس شخص کو قتل کر دیا گیا، پھر ان دونوں میں رات کے قیام کے متعلق گفتگو ہونے لگی، حضرت معاذ نے کہا میں سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور میں اپنے قیام میں جس اجر کی امید رکھتا ہوں اسی اجر کی میں اپنی نیند میں بھی توقع رکھتا ہوں۔

طلب منصب کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ طالب منصب کو منصب نہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ طالب منصب کے ساتھ اللہ کی توفیق اور تائید شامل نہیں ہوتی۔[1] بعض لوگ کہتے ہیں کہ منصب کو طلب کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مزید مصر سے اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

قال اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ (یوسف: ۵۵)

حضرت یوسف نے (عزیز مصر سے) کہا ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے، میں حفاظت کرنے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔

یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے، اور شریعت سابقہ کے جو احکام ہماری شریعت کے خلاف ہوں وہ ہم پر حجت نہیں ہوتے، ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا! ہم اس شخص کو عامل نہیں بنائیں گے جو اس کو طلب کرے گا اور نہ اس شخص کو عامل بنائیں گے جو اس کی حرص کرے گا۔ جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۰۳ میں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے اور نبی کا تقویٰ قطعی اور یقینی ہوتا ہے، نبی کو وحی کی تائید حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے افعال کے متعلق اللہ کی رضا سے مطلع رہتے ہیں جبکہ عام آدمی کا تقویٰ قطعی اور یقینی نہیں ہوتا اور غیر قطعی کو قطعی پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عہدہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھا جو ان کو وحی سے حاصل ہوئی اور عام آدمی کے حق میں یہ متصور نہیں ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب کوئی منصب کا اہل نہ ہو تو جو شخص اہل ہو اس کا محض خدمت کے لیے منصب کو طلب کرنا ضرورت کی بنا پر جائز ہے۔ ہمیں اس قاعدہ کی صحت سے انکار نہیں ہے، لیکن جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز کی گئی ہو اس کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھنا صحیح ہے اس کو عام رواج اور معمول بنا لینا صحیح نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی حلال چیز کھانے کے لیے دستیاب نہ ہو تو ضرورت کی بنا پر شراب اور خنزیر کی حرمت ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی شخص ضرورت کے حوالے سے خنزیر اور شراب کو کھانے پینے کا عام معمول بنا لے تو یہ صحیح نہیں ہے۔

موجودہ طریقہ انتخاب کا غیر اسلامی ہونا

پاکستان میں انتخاب کے موقع پر ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار از خود کھڑے ہوتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے اپنے لیے کنوینسنگ کرتے ہیں اور مخالف امیدوار کی کردار کشی کرتے ہیں، اور اس سلسلے میں غیبت، افتراء اور تہمت کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ اسلام میں بالکل ناجائز ہے۔ اور ہر امیدوار کے متعلق یہ کہنا کہ یہ ضرورت کی بنا پر کھڑا ہوا ہے بداہتہً باطل ہے، کیونکہ ہر حلقہ انتخاب سے بکثرت امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ چونکہ اور کوئی اہل نہیں تھا اس لیے یہ سب امیدوار کھڑے ہو گئے ہیں!

امیدوار کے لیے شرائط اہلیت نہ ہونے کے غلط نتائج

درحقیقت پاکستان کے آئین میں طلب منصب کی اجازت دینا ہی غیر اسلامی دفعہ ہے، جو امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں انھیں امیدواروں میں سے صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ اور دیگر وزراء کا انتخاب ہوتا ہے اور یہی امیدوار اسمبلی میں جا کر کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتے ہیں، ملک کے سربرآوردہ علماء اور دانشوروں پر مشتمل اسلامی نظریاتی کونسل اتفاق رائے سے کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرتی ہے لیکن وہ اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتا جب تک کہ قومی اسمبلی اس کو منظور نہ کرے اور قومی اسمبلی کے ممبروں کے لیے، اسلامی علوم یا مروجہ علوم میں سے کسی علم کی کوئی شرط نہیں ہے، نیکی اور تقویٰ کی

سیاسی تجربہ اور تدبر کی حتیٰ کہ مرد ہونے کی بھی کوئی شرط نہیں ہے، دفتر میں کلرک بھرتی ہونے کے لیے بھی کم از کم میٹرک پاس ہونے کی شرط ہوتی ہے، بس چلانے والے ڈرائیور کے لیے بھی تجربہ کی شرط ہوتی ہے لیکن اس ملک کو چلانے کے لیے امیدواروں کے لیے علم اور تجربہ کی کوئی شرط نہیں ہے، ہر فاسق و فاجر، جاہل اور ناتجربہ کار شخص خواہ مرد ہو یا عورت انتخاب کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے اور پیسہ اور اثر و رسوخ کے زور پر اسمبلی میں پہنچ کر صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ یا کسی بھی محکمہ کا وزیر بن سکتا ہے اور وہ علم، تجربہ اور اچھے کردار کے بغیر بھی اسلامی نظریاتی کونسل کی پیش کردہ سفارشات کو مسترد کر سکتا ہے اور کسی بھی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

مرتد کے احکام اس باب کی احادیث میں قتل مرتد کا بھی ذکر ہے، مرتد کو قتل کرنے پر تمام فقہاء اسلام کا اتفاق ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس سے توبہ طلب کرنا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اور کتنی بار توبہ طلب کرنی چاہیے اور یہ کہ عورت اگر مرتد ہو تو اس کا حکم بھی مردوں کی طرح ہے یا نہیں؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے گی، ابن قصار مالکی نے کہا ہے کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، طاؤس، حسن بصری، ماجشون مالکی، امام ابو یوسف اور اہل الظاہر نے یہ کہا ہے کہ مرتد سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی، اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ توبہ قبول ہو جائے گی لیکن اس کو قتل کرنے کا حکم ساقط نہیں ہوگا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من بدل دینہ فاقتلوہ۔ "جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو" عطاء نے کہا کہ اگر مرتد مسلمان کی اولاد ہو تو اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی اور اگر وہ پہلے کافر تھا پھر مسلمان ہوا اور اس کے بعد مرتد ہو گیا تو اس سے توبہ طلب کی جائے گی۔ پھر فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اس سے توبہ طلب کرنا آیا واجب ہے یا مستحب ہے؟ امام شافعی اور ان کے اصحاب کا زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس سے اسی وقت توبہ طلب کرنا واجب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ تین دن تک توبہ طلب کی جائے، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور حضرت علی سے ایک یہ روایت ہے کہ ایک ماہ تک توبہ طلب کی جا سکتی ہے۔ جمہور فقہاء اسلام یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مرتد ہو جائے اور توبہ نہ کرے تو اس کو بھی مرد کی طرح قتل کر دیا جائے گا، اور اس کو لونڈی بنانا جائز نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابو حنیفہ اور فقہاء کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ عورت کو قید کیا جائے گا، قتل نہیں کیا جائے گا، حسن اور قتادہ یہ کہتے ہیں کہ اس کو لونڈی بنا لیا جائے گا، حضرت علی سے بھی اس سلسلے میں ایک روایت ہے۔ مرتد کے احکام کی تفصیل جلد رابع میں ہم نے تفصیل سے بیان کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

حد قائم کرنے کا اختیار قاضی کو ہے یا سلطان کو قاضی عیاض نے کہا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہروں کے امیروں کے لیے حدود قائم کرنا اور حدود میں مجرموں کو قتل کرنا جائز ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور تمام علماء کا یہی مسلک ہے، کوفہ کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ صرف شہروں کے فقہاء حدود قائم کر سکتے ہیں اور شہروں کے عامل حدود قائم نہیں کر سکتے، اور قاضیوں میں اختلاف ہے جبکہ ان کی ولایت عام ہو اور کسی نوع کے احکام کے ساتھ خاص نہ ہو، جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ قاضی حدود قائم کریں گے اور تمام چیزوں میں غور و فکر کریں گے، البتہ ملت اسلامیہ کی حفاظت کے

لیے فوج کا انتظام کرنا اور خراج وغیرہ وصول کرنا امراء کے ذمہ ہوگا اور امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ حدود قائم کرنا قاضی کی ولایت میں نہیں ہے۔ [1]

بَابُ كَرَاهَةِ الْإِمَارَةِ بِغَيْرِ ضَرُورَةٍ ۶۲۵

طلب امارت کی کراہت

۴۶۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي شُعَيْبُ بْنُ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَزِيدَ الْحَضْرَمِيِّ عَنِ ابْنِ حُجَيْرَةَ الْأَكْبَرِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي قَالَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّكَ ضَعِيفٌ وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے عامل نہیں بنائیں گے؟ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوذر! تم کمزور ہو اور یہ امارت امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی، البتہ جو امارت کے حقوق ادا کرے اور اس کی ذمہ داریاں پوری کرے (وہ مستثنیٰ ہوگا)۔

۴۶۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُقْرِئِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ الْقُرَشِيِّ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! میں تم کو کمزور پاتا ہوں اور میں تمہارے لیے وہی چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور نہ یتیم کے مال کا ولی بننا۔

منصب قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کا محل

اس حدیث میں اس بات کی اصل عظیم ہے کہ انسان کو کسی منصب کے قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، خصوصاً اس شخص کو جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے، اور منصب قبول کرنے سے قیامت کے دن شرمندگی اور رسوائی اس شخص کو ہوگی جو منصب کا اہل نہ ہو اور منصب کو قبول کر لے، یا منصب کا اہل ہو اور اس کی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرے اور اس کے حقوق ادا نہ کرے، ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رسوا اور شرمندہ کرے گا۔ اور اس وقت اس کو اپنی تقصیر پر ندامت اور افسوس ہوگا۔ لیکن جو شخص منصب کا اہل ہو اور اس کی ذمہ داریوں کو

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پورا کرے اور عدل وانصاف سے کام لے اس کی احادیث صحیحہ میں بڑی فضیلت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے سات آدمی اس دن اللہ کے سائے تلے ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اور ان میں سے ایک شخص امام عادل ہے، نیز اس باب کے بعد حدیث میں ہے عدل کرنے والے نور کے منبروں پر ہوں گے، وغیرہ لیکن اس فضیلت کے باوجود چونکہ منصب کے قبول کرنے میں خطرات زیادہ ہیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے، اسی طرح علماء نے بھی اس سے دور رہنے کی وصیت کی ہے اور سلف صالحین حکومت کے مناصب کو قبول نہیں کرتے تھے اور انھوں نے اس سلسلہ میں بہت تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائی ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے منصب قضا کو قبول نہیں کیا اور اس کی سزا میں قید خانہ کی اذیتیں برداشت کیں اور بالآخر قید خانہ ہی میں وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

بَابُ فَضِيلَةِ الْإِمَامِ الْعَادِلِ وَعُقُوبَةِ الْجَائِرِ

عادل حاکم کی فضیلت اور ظالم حاکم کی مذمت

۴۶۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو (يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ) عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو بَكْرٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدل کرنے والے اللہ کے نزدیک اللہ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اہل وعیال اور اپنی رعایا میں عدل سے فیصلے کریں گے۔

۴۶۰۸۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ مِمَّنْ أَنْتَ فَقُلْتُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ فَقَالَتْ كَيْفَ كَانَ صَاحِبُكُمْ لَكُمْ فِي غَزَاتِكُمْ هٰذِهِ فَقَالَ مَا نَقَمْنَا مِنْهُ شَيْئًا إِنْ كَانَ لَيَمُوتُ لِلرَّجُلِ مِنَّا الْبَعِيرُ فَيُعْطِيهِ الْبَعِيرَ وَالْعَبْدُ فَيُعْطِيهِ الْعَبْدَ وَيَحْتَاجُ إِلَى النَّفَقَةِ فَيُعْطِيهِ النَّفَقَةَ فَقَالَتْ أَمَا إِنَّهُ لَا يَمْنَعُنِي الَّذِي فَعَلَ فِي مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَخِي أَنْ أُخْبِرَكَ مَا سَمِعْتُ مِنْ

عبدالرحمٰن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کے لیے گیا، حضرت عائشہ نے پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو؟ میں نے کہا میں مصر والوں میں سے ہوں، حضرت عائشہ نے پوچھا تمہارا حاکم جہاد میں تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے؟ میں نے کہا ہمیں اس کی کوئی بات ناگوار نہیں گذری، اگر ہمارے کسی شخص کا اونٹ مر جائے تو وہ اس کو اونٹ دے دیتا ہے، اور اگر غلام مر جائے تو وہ اس کو غلام دے دیتا ہے اور اگر کسی کو خرچ کی ضرورت ہو تو وہ اس کو خرچ دے دیتا ہے، حضرت عائشہ نے فرمایا میرے بھائی

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا اللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ اَمْرِ اُمَّتِيْ شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ بِهِ۔

عمر بن ابی بکر کے ساتھ اس نے جو کچھ کیا بعد وہ مجھے اس حدیث کو بیان کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حجرے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "اے اللہ! میری امت کا جو شخص بھی کسی پر والی اور حاکم ہو اور وہ ان پر سختی کرے تو تُو بھی ان پر سختی کر اور اگر وہ ان پر نرمی کرے تو تُو بھی ان پر نرمی کر۔

۴۶۰۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ حَرْمَلَةَ الْمِصْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

عبدالرحمٰن بن شماسہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور روایت بھی اسی طرح بیان کی ہے۔

۴۶۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاَمِيْرُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، سو جو امیر لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا، اور مرد اپنے اہل خانہ پر حاکم ہے اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں پر حاکم ہے اس سے ان کے متعلق سوال ہوگا اور نوکر اپنے مالک کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا، سنو تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔

۴۶۱۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنِي الْقَطَّانَ) كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ جَمِيْعًا عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ

امام مسلم نے اس حدیث کی آٹھ مزید اسانید بیان کیں۔

بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ) ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ أَبُو إِسْحَقَ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِهٰذَا مِثْلَ حَدِيثِ اللَّيْثِ عَنْ نَافِعٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد اپنے باپ کے مال کا محافظ ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال ہوگا۔

۴۶۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمَعْنَى حَدِيثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَدْ قَالَ الرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۴۶۱۳ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ سَمَّاهُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنَى۔

حسن بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس مرض میں عیادت کرنے کے لیے گیا جس میں ان کی وفات ہوگئی، حضرت معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ میں ابھی اور زندہ رہوں گا تو یہ حدیث نہ

۴۶۱۴ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ الْمُزَنِيَّ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلٌ إِنِّي مُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّ لِي حَيَاةً مَا حَدَّثْتُكَ إِنِّي سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهٖ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔

سنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کسی رعایا کا حاکم بنایا ہو اور وہ شخص جس دن مرے اس دن وہ اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرتا ہو مرے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔

۴۶۱۵- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ يُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ زِيَادٍ عَلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَهُوَ وَجِعٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِي الْأَشْهَبِ وَزَادَ قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِيْ هٰذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ مَا حَدَّثْتُكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِأُحَدِّثَكَ۔

حسن کہتے ہیں کہ ابن زیاد حضرت معقل کے پاس گیا درآں حالیکہ ان کو درد تھا، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے البتہ اس میں یہ زائد ہے، ابن زیاد نے کہا آپ نے آج سے پہلے یہ حدیث مجھے کیوں نہیں بیان کی؟ حضرت معقل نے فرمایا میں نے نہیں بیان کی یا فرمایا میں تمہارے لیے نہیں بیان کرتا۔

۴۶۱۶- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْمَلِيْحِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ زِيَادٍ دَخَلَ عَلٰى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ فِيْ مَرَضِهٖ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ إِنِّيْ مُحَدِّثُكَ بِحَدِيْثٍ لَوْلَا أَنِّيْ فِي الْمَوْتِ لَمْ أُحَدِّثْكَ بِهٖ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ أَمِيْرٍ يَلِيْ أَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ لَا يَجْهَدُ لَهُمْ وَيَنْصَحُ إِلَّا لَمْ يَدْخُلْ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ۔

ابوالملیح بیان کرتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بیماری میں ان کے پاس گیا حضرت معقل نے کہا میں تم کو ایک حدیث بیان کروں گا اور اگر میں مرض الموت میں نہ ہوتا تو پھر تم کو یہ حدیث بیان کرتا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو امیر مسلمانوں پر حاکم ہو اور ان کی خیر خواہی میں جد وجہد نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

۴۶۱۷- وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِسْحٰقَ أَخْبَرَنِيْ سَوَادَةُ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ أَنَّ مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ مَرِضَ فَأَتَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ زِيَادٍ يَعُوْدُهٗ نَحْوَ حَدِيْثِ الْحَسَنِ عَنْ مَعْقِلٍ۔

ابوالاسود بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ حضرت معقل بن یسار بیمار ہو گئے تو عبیداللہ بن زیاد ان کی عیادت کے لیے گیا۔

۴۶۱۸- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں وہ عبیداللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا اے بیٹے! میں نے رسول اللہ

دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ فَقَالَ اَيْ بُنَيَّ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ فَاِيَّاكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ فَقَالَ لَهٗ اِجْلِسْ فَاِنَّمَا اَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ اِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ وَفِيْ غَيْرِهِمْ۔

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے "بدترین حاکم ظالم بادشاہ ہے تم اس سے بچنا، اس نے کہا بیٹھو! تم تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا تلچھٹ (بھوسی یا آخر میں بچنے والا میل کچیل) ہو، انھوں نے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں تلچھٹ بھی ہے؟ تلچھٹ تو بعد کے لوگوں میں ہوگا یا غیر صحابہ میں ہوگا!

اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ یا دائیں جانب سے کیا مراد ہے؟

حدیث نمبر ۴۶۰۷ میں ہے: عدل کرنے والے اللہ کے نزدیک اللہ کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔

اس حدیث میں نور کے منبروں سے یا حقیقت مراد ہے یا مجازاً بلند مراتب مراد ہیں۔

اللہ کی دائیں جانب سے کیا مراد ہے؟ بعض متکلمین نے کہا ہم ان الفاظ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی تاویل نہیں کرتے، ہرچند کہ ہم کو یہ علم نہیں کہ اللہ کی دائیں جانب کا کیا معنی ہے لیکن بہرحال اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اور اس لفظ کا کوئی ایسا معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جمہور اسلاف اور بعض متکلمین کا یہی نظریہ ہے، جمہور متکلمین یہ کہتے ہیں کہ اس لفظ کا کوئی ایسا معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، قاضی عیاض نے کہا دائیں جانب سے اچھی حالت اور بلند مرتبہ مراد ہے، ابن عرفہ نے کہا اہل عرب افعال محمودہ اور جہت محمودہ کو یمین سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی ضد کو یسار سے تعبیر کرتے ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ یمین ہیں اس میں یہ تنبیہ ہے کہ یمین سے مراد عضو نہیں ہے، کیونکہ اعضاء کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

محمد بن ابوبکر کے قتل کی تفصیل

حدیث نمبر ۴۶۰۸ میں محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کو قتل کر دیا گیا تھا، اور قتل کے طریقہ میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ معرکہ (میدانِ جنگ) میں قتل کیے گئے، دوسرا قول یہ ہے کہ جنگ کے بعد ان کو قید کی حالت میں قتل کیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ جنگ کے بعد یہ ایک ویرانے میں گدھے کی کھال میں مُردہ پائے گئے اور پھر ان کو جلا دیا گیا۔[1]

حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن ابی بکر کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد بن ابی بکر کے والد حضرت ابوبکر عبداللہ بن عثمان ہیں، ان کی والدہ اسماء بنت عمیس خثعمیہ ہیں، یہ حجۃ الوداع کے موقع پر مدینہ سے مکہ کو جانے والے راستے میں پیدا ہوئے، حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد ان کی والدہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حضرت علی سے شادی کر لی اور انھوں نے حضرت علی کے ہاں پرورش پائی، حضرت علی کے ہمراہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے، پھر ماہِ رمضان ۳۷ھ میں حضرت علی نے ان کو مصر کا حاکم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مقرر کر دیا۔ پھر حضرت علی نے ان کو حضرت عمرو بن عاص کے خلاف جنگ کے لیے ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا، محمد بن ابی بکر نے اس جنگ میں شکست کھائی اور ۴۸ھ صفر کے مہینہ میں ان کو قتل کر دیا گیا۔ [1]

حافظ ابو عمر ابن عبد البر، محمد بن ابی بکر کے متعلق لکھتے ہیں:

محمد بن ابی بکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پروردہ تھے، حضرت علی کے ہمراہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہوئے، پھر حضرت علی نے ان کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور مصر میں معاویہ بن خدیج نے ان کو قتل کر دیا، یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے، ان سے پہلے حضرت علی نے مالک بن حارث اشتر نخعی کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد محمد بن ابی بکر کو گورنر بنایا، حضرت عمرو بن عاص نے محمد بن ابی بکر پر حملہ کیا، محمد بن ابی بکر نے شکست کھائی وہ ایک ویرانے میں جا کر مردہ گدھے کے پیٹ میں چھپ گئے اور ان کو گدھے کے پیٹ ہی میں جلا دیا گیا، ایک قول یہ ہے کہ معاویہ بن خدیج نے ان کو میدان جنگ میں قتل کیا پھر بعد میں مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا، ایک قول یہ ہے کہ ان کو حضرت عمرو بن عاص کے پاس لایا گیا اور انھوں نے ان کو قتل کر دیا۔ حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ محمد بن ابی بکر کی بہت تعریف اور توصیف کرتے تھے، محمد بن ابی بکر ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے گئے تھے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ان کو قتل کرنے میں شریک تھے، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن حاضر تھے لیکن یہ حضرت عثمان کے قتل میں ملوث نہیں تھے، محمد بن طلحہ کہتے ہیں میں نے کنانہ سے پوچھا یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا، کنانہ نے کہا معاذ اللہ! وہ صرف حضرت عثمان کے پاس گئے تھے، حضرت عثمان نے فرمایا اے میرے بھتیجے کیا تم میرے ساتھی نہیں ہو؟ پھر کچھ گفتگو فرمائی تو یہ واپس چلے گئے، میں نے کنانہ سے پوچھا پھر حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا تھا، انھوں نے کہا وہ مصر کا رہنے والا ایک شخص تھا اس کا نام جبلہ بن الہیم تھا۔ [2]

مرتکب کبیرہ پر جنت حرام ہونے کی توجیہات

حدیث نمبر ۴۶۱۰ میں ہے، تم میں سے ہر شخص راعی ہے، راعی اس شخص کو کہتے ہیں جو حافظ اور امین ہو اور اپنے ماتحت لوگوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہو، حدیث نمبر ۴۶۱۴ میں ہے جو حاکم اپنی رعایا کے ساتھ خیانت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا، اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ رعایا کے ساتھ خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے، پھر جنت کے حرام ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اس کے تین جواب ہیں اول یہ ہے کہ جو شخص حلال سمجھ کر خیانت کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اس پر جنت حرام ہو جائے گی۔ ثانی: ایسا شخص اپنے گناہ کی سزا پا کر جنت میں جائے گا اس پر جنت میں ابتداءً داخل ہونا حرام کر دیا جائے گا۔ ثالث اس کے حساب میں تاخیر کی جائے گی اس وجہ سے اس پر ابتداءً دخول حرام ہوگا۔

حدیث ۴۶۱۸ میں ہے کہ: عبید اللہ بن زیاد نے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو صحابہ کی بھوسی کہا ہے یہ اس

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ، ج ۳ ص ۴۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء

[2] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۳ ص ۳۴۹-۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

خبیث کی بارگاہ صحابیت میں گستاخی تھی، تمام صحابہ امت کے پسندیدہ افراد ہیں اور اس امت کے سردار ہیں اور بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں اور تمام صحابہ عادل اور نیک ہیں، صحابہ کرام میں سے کوئی شخص بھوسی اور تلچھٹ کا مصداق نہیں ہے۔

بَابُ غِلْظِ تَحْرِيمِ الْغُلُولِ ۶۲۷

مال غنیمت میں خیانت کرنے پر عذاب کی وعید

۴۶۱۷- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے اور آپ نے مال غنیمت میں خیانت کرنے کی بہت مذمت کی اور اس پر سخت سزا کا ذکر کیا اور فرمایا: میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ سوار ہو کر بڑبڑا رہا ہو، اور وہ شخص کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں، میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر گھوڑا سوار ہو کر ہنہنا رہا ہو، وہ شخص کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے اور میں کہوں گا کہ میں تمہاری لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں، میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر بکری سوار کر ممنا رہی ہو، وہ کہے یارسول اللہ میری مدد کیجئے میں کہوں گا میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کی گردن پر کسی شخص کی جان سوار ہو اور وہ چیخ رہا ہو وہ شخص کہے یارسول اللہ! میری مدد کیجئے، میں کہوں گا میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر کپڑے لدے ہوئے ہل رہے ہوں اور وہ کہے: یارسول اللہ! میری مدد کیجئے میں کہوں گا میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں میں تم میں سے کسی شخص کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر سونا چاندی لدا ہوا ہو، وہ کہے یارسول اللہ! میری مدد

کیجئے، میں کہوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میں تم کو تبلیغ کر چکا ہوں۔

۴۶۲۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ وَعُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کی ہیں۔

۴۶۲۱- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيْ ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيْرٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُلُوْلَ فَعَظَّمَهٗ وَاَقْتَصَّ الْحَدِيْثَ قَالَ حَمَّادٌ ثُمَّ سَمِعْتُ يَحْيَى بَعْدَ ذٰلِكَ يُحَدِّثُهٗ فَحَدَّثَنَا بِنَحْوِ مَا حَدَّثَنَا عَنْهُ اَيُّوْبُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں خیانت کا ذکر فرمایا اور اس کی سخت سزا بیان کی اور پوری حدیث بیان کی، حماد کہتے ہیں کہ یحییٰ نے بھی اس حدیث کو ایوب کی طرح بیان کیا ہے۔

۴۶۲۲- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی طرح حدیث مروی ہے۔

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے دنیوی اور اُخروی احکام

غُلّ کے معنی ہتھکڑی یا طوق ڈالنا ہے، پھر اس لفظ کو خیانت میں استعمال کیا گیا کیونکہ خیانت کرنے سے ہاتھوں کو شرعاً روکا گیا ہے اور بعد میں اس لفظ کا استعمال مال غنیمت میں خیانت کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

حدیث نمبر ۴۶۱۹ میں ہے آپ مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کے لیے فرمائیں گے میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر میں تمہارے لیے شفاعت کرنے کا یا تم کو معاف کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، کیونکہ اس شخص نے آپ کی مخالفت کی تھی اس لیے آپ ابتداءً عفو میں اس طرح فرمائیں گے، اس کے بعد آپ تمام موحدین کی شفاعت فرمائیں گے۔

مال غنیمت میں خیانت کرنا گناہ کبیرہ ہے، مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مال غنیمت سے چرائی ہوئی چیز کو واپس

کرنا واجب ہے، اگر لشکر متفرق ہو جائے اور ہر شخص تک اس کا حق پہنچانا مشکل ہو تو پھر اس کے حل میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی فرماتے ہیں باقی اموال مغصوبہ کی طرح اس کو بھی امام یا حاکم تک پہنچانا واجب ہے، اور حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حسن، زہری، اوزاعی، امام مالک، ثوری، لیث، امام احمد اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس میں سے خمس امام کو دیا جائے اور باقی مال کو اپنے ذمہ سے بری ہونے کی نیت کر کے صدقہ کر دیا جائے (اور اس صدقہ کا ثواب اس مال کے حقدار کو پہنچا دے) مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ امام اپنی صواب دید کے مطابق اس کو سزا دے، اور اس کا مال جلایا نہ جائے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور بکثرت صحابہ اور فقہاء تابعین کا یہی نظریہ ہے، اور مکحول، حسن اور اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ اس کا خیمہ اور اس کا تمام مال جلا دیا جائے، اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ اس کے کپڑوں اور اس کے ہتھیاروں کے سوا اس کا باقی سامان جلا دیا جائے، حسن بصری نے گھوڑے اور قرآن مجید کا استثناء کیا ہے، ان فقہاء نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سے استدلال کیا ہے، جمہور کہتے ہیں، کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی صالح بن محمد ضعیف ہے، امام طحاوی نے کہا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کا محمل یہ ہے کہ بطور سزا اس کا آدھا مال ضبط کر لیا جائے جس طرح زکوٰۃ ..... نہ دینے والے کا مال ضبط کر لیا جاتا ہے۔ [1]

ناجائز مال کے ذمہ سے بری ہونے کا طریقہ

جس شخص نے کسی بھی طریقہ سے کوئی ناجائز مال حاصل کیا ہو، خواہ چوری سے، یا رشوت سے یا سود سے یا کسی کا مال غصب کیا ہو یا خیانت کی ہو اور اب وہ اس پر نادم ہو اور اس کی تلافی کرنا چاہتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مال اس کے مالک کو لوٹا دے اور اگر وہ مر گیا ہو تو اس کے وارثوں کو واپس کر دے۔ اور اگر کسی کا پتا نہ چلے تو اپنے ذمہ سے بری ہونے کی نیت کر کے اس کو کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس صدقہ کا ثواب اس کے مالک کو پہنچا دے، اور اگر اس نے حکومت کا مال ناجائز طریقہ سے لیا ہے تو حکومت کو واپس کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ریل یا ہوائی جہاز کے ٹکٹ خرید کر ان کو استعمال نہ کرے یا حکومت کے کسی فنڈ میں اتنے پیسے داخل کر دے۔

بَابُ تَحْرِيمِ هَدَايَا الْعُمَّالِ ۶۲۸

سرکاری ملازمین کو ہدیہ لینے کی ممانعت

۴۶۲۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اسد کے ایک شخص کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، اس کا نام ابن اللتبیہ تھا، جب وہ (زکوٰۃ وصول کر کے) آیا تو اس نے کہا یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ

الْاَسْدِ يُقَالُ لَهُ ابْنُ التَّبِيَّةِ قَالَ عَمْرٌو وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ لِيْ قَالَ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ مَا بَالُ عَامِلٍ اَبْعَثُهُ فَيَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ لِيْ اَفَلَا قَعَدَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ اَوْ فِيْ بَيْتِ اُمِّهٖ حَتّٰى يَنْظُرَ اَيُهْدٰى اِلَيْهِ اَمْ لَا وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا يَنَالُ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا اِلَّا جَاءَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَحْمِلُهُ عَلٰى عُنُقِهٖ بَعِيْرٌ لَهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٌ لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٌ تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رَاَيْنَا عُفْرَتَيْ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ مَرَّتَيْنِ۔

ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء بیان کی اور فرمایا ان عاملوں کا کیا حال ہے؟ میں ان کو زکوٰۃ وصول کرنے) بھیجتا ہوں اور یہ آکر کہتے ہیں کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ کیا گیا ہے، یہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا پھر ہم دیکھتے کہ اس کو کوئی چیز ہدیہ کی جاتی ہے یا نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم میں سے جو شخص بھی ان اموال میں سے کوئی چیز بھی لے گا، قیامت کے دن وہ مال اس کی گردن پر سوار ہوگا۔ (کسی شخص کی گردن پر) اونٹ بڑبڑا رہا ہوگا، یا گائے ڈکرا رہی ہوگی یا بکری ممنا رہی ہوگی، پھر آپ نے اپنے ہاتھ اتنے بلند کیے کہ ہم نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد آپ نے دو مرتبہ فرمایا، اے اللہ میں نے تبلیغ کر دی ہے۔

۴۶۲۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ اللُّتْبِيَّةِ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ عَلٰى الصَّدَقَةِ فَجَاءَ بِالْمَالِ فَدَفَعَهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِيْ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا قَعَدْتَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْكَ وَاُمِّكَ فَتَنْظُرَ اَيُهْدٰى اِلَيْكَ اَمْ لَا ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ابن اللتبیہ نام کے ایک شخص کو زکوٰۃ کی وصول یابی کے لیے عامل بنایا، اس نے مال لاکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور کہا یہ آپ کا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جاکر کیوں نہیں بیٹھے، پھر ہم دیکھتے کہ تمہیں ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں! پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، پھر حسب سابق حدیث ہے۔

۴۶۲۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ عَلٰى صَدَقَاتِ بَنِيْ سُلَيْمٍ يُدْعٰى ابْنَ الْاَتَبِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهٗ قَالَ هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذَا هَدِيَّةٌ

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ ازد کے ایک شخص کو بنو سلیم کے صدقات وصول کرنے کے لیے عامل بنایا، اس کو ابن اللتبیہ کہا جاتا تھا، جب وہ مال وصول کر کے لایا تو حساب کرنے لگا، یہ تمہارا مال ہے اور یہ ہدیہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اپنے

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَلَّا جَلَسْتَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْكَ وَاُمِّكَ حَتّٰى تَاْتِيَكَ هَدِيَّتُكَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا ثُمَّ خَطَبَنَا فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْ اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ عَلَى الْعَمَلِ مِمَّا وَلَّانِي اللّٰهُ فَيَاْتِيْ فَيَقُوْلُ هٰذَا مَالُكُمْ وَهٰذَا هَدِيَّةٌ اُهْدِيَتْ لِيْ اَفَلَا جَلَسَ فِيْ بَيْتِ اَبِيْهِ وَاُمِّهٖ حَتّٰى تَاْتِيَهٗ هَدِيَّتُهٗ اِنْ كَانَ صَادِقًا وَاللّٰهِ لَا يَاْخُذُ اَحَدٌ مِنْكُمْ مِنْهَا شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ تَعَالٰى يَحْمِلُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَاَعْرِفَنَّ اَحَدًا مِنْكُمْ لَقِيَ اللّٰهَ يَحْمِلُ بَعِيْرًا لَهٗ رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةً لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةً تَيْعَرُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ بَيَاضُ اِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ بَصُرَ عَيْنِيْ وَسَمِعَ اُذُنِيْ۔

باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہ بیٹھ گئے تاکہ تمہارے پاس تمہارے ہدیے آتے! پھر آپ نے ہمیں خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا اما بعد! میں تم میں سے کسی شخص کو کسی ایسے کام کے لیے عامل بناتا ہوں جس کی تولیت (انتظام) اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے، اور وہ آ کر یہ کہتا ہے کہ یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، وہ شخص اگر سچا ہے تو وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر میں جا کر کیوں نہیں بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس کے پاس اس کا ہدیہ آتا، بخدا تم میں سے جو شخص بھی اس مال میں سے کوئی ناحق چیز لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ چیز اس کی گردن پر سوار ہو گی، میں تم میں سے کسی شخص کو ضرور پہچان لوں گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ بڑبڑاتا ہوا اونٹ یا ڈکراتی ہوئی گائے یا ممیاتی ہوئی بکری کو اٹھائے ہوئے ہو گا، پھر آپ نے اپنے ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دی اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے! اس واقعہ کو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔

۴۶۲۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ عَبْدَةَ وَابْنِ نُمَيْرٍ فَلَمَّا جَاءَ حَاسَبَهٗ كَمَا قَالَ اَبُوْ اُسَامَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ تَعْلَمُنَّ وَاللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ شَيْئًا وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ قَالَ بَصُرَ عَيْنِيْ وَسَمِعَ اُذُنَايَ وَسَلُوْا زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاِنَّهٗ كَانَ حَاضِرًا مَعِيَ۔

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ روایت کرتے ہیں، جب وہ شخص آیا تو اس نے حساب کیا، اور ابن نمیر کی روایت میں ہے تم جان لو گے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے جو شخص بھی اس مال میں سے کسی چیز کو لے گا .... سفیان کی روایت میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا، تم لوگ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو کیونکہ وہ بھی اس موقع پر میرے ساتھ تھے۔

۴۶۲۷ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ذَكْوَانَ (وَهُوَ اَبُو الزِّنَادِ) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ فَجَآءَ بِسَوَادٍ كَثِيْرٍ فَجَعَلَ يَقُوْلُ هٰذَا لَكُمْ وَهٰذَا اُهْدِيَ اِلَيَّ فَذَكَرُوْهُ قَالَ عُرْوَةُ فَقُلْتُ لِاَبِيْ حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ اَسَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فِيْهِ اِلٰى اُذُنِيَّ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو صدقات کا عامل بنایا، وہ بہت زیادہ مال لے کر آیا اور کہنے لگا یہ تمہارا مال ہے اور یہ مجھے ہدیہ ملا ہے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو حمید ساعدی سے پوچھا کیا تم نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے یہ حدیث آپ کے منہ سے اپنے کانوں سے سنی ہے۔

۴۶۲۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ عُمَيْرَةَ الْكِنْدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مَخِيْطًا فَمَا فَوْقَهُ كَانَ غُلُوْلًا يَاْتِيْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ اَسْوَدُ مِنَ الْاَنْصَارِ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اقْبَلْ عَنِّيْ عَمَلَكَ قَالَ وَمَا لَكَ قَالَ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا قَالَ وَاَنَا اَقُوْلُهُ الْاٰنَ مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيْلِهٖ وَكَثِيْرِهٖ فَمَا اُوْتِيَ مِنْهُ اَخَذَ وَمَا نُهِيَ عَنْهُ انْتَهٰى۔

حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، ہم تم میں سے جس شخص کو کسی کام پر عامل بنائیں اور وہ ایک سوئی یا اس سے بھی کم چیز چھپالے تو یہ خیانت ہوگی اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا، حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا پھر ایک سیاہ رنگ کا انصاری کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے اپنا کام واپس لے لیجئے! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ نے فرمایا میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی کام کا عامل بنایا وہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو لے کر آئے، اس کے بعد جو چیز اس کو دی جائے وہ لے لے اور جو نہ دی جائے اس سے باز رہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو دو اور سندوں سے ذکر کیا ہے۔

۴۶۲۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

۴۶۳۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ

حضرت عدی بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

أَبِي خَالِدٍ أَخْبَرَنَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ عُمَيْرَةَ الْكِنْدِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ.

ہوئے سنا ہے، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

ف: اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عمال کا اپنے کام کے سلسلہ میں ہدیہ لینا حرام ہے، اگر کسی شخص نے ہدیہ لیا اور اب اس پر نادم ہے تو وہ ہدیہ دینے والے کو واپس کر دے اور اگر اس کا پتا نہ چلے تو برأت عن الذمہ کی نیت سے کسی فقیر پر اس کو صدقہ کر دے اور اس کا ثواب ہدیہ دینے والے شخص کو پہنچا دے۔

بَابُ وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ

غیر معصیت میں حاکم کی اطاعت کرنے کا وجوب اور معصیت میں تحریم

۴۶۳۱- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ نَزَلَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فِي عَبْدِ اللهِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ السَّهْمِيِّ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

ابن جریج نے بیان کیا کہ قرآن مجید کی آیت (ترجمہ:) "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی" حضرت عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ کیا تھا، ابن جریج نے اپنی سند کے ساتھ اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

۴۶۳۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس شخص نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

۴۶۳۳- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي.

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ نہیں ہے "جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی"۔

۴۶۳۴- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰى اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ۔

کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

۴۶۳۵- وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مَكِّیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ زِیَادٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ سَوَآءً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد اس کی مثل ہے۔

۴۶۳۶- وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ یَعْلَى بْنِ عَطَآءٍ عَنْ اَبِیْ عَلْقَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ هُرَیْرَةَ مِنْ فِیْهِ اِلٰی فِیَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ یَعْلَى بْنِ عَطَآءٍ سَمِعَ اَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِیْثِهِمْ۔

امام مسلم نے کہا ہے کہ میں مختلف سندوں کے ساتھ اس حدیث کی مثل حضرت ابوہریرہ کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

۴۶۳۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِهِمْ۔

ایک اور سند کے ساتھ اس حدیث کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔

۴۶۳۸- وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَیْوَةَ اَنَّ اَبَا یُوْنُسَ مَوْلٰی اَبِیْ هُرَیْرَةَ حَدَّثَهٗ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ وَقَالَ مَنْ اَطَاعَ الْاَمِیْرَ وَلَمْ یَقُلْ اَمِیْرِیْ وَكَذٰلِكَ فِیْ حَدِیْثِ هَمَّامٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا... اور فرمایا جس نے امیر کی اطاعت کی، یہ نہیں فرمایا جس نے میرے امیر کی اطاعت کی۔

۴۶۳۹- وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ یَعْقُوْبَ قَالَ سَعِیْدٌ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشکل اور آسانی میں،

يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ مَوْلَى أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِي عُسْرِكَ وَيُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثَرَةٍ عَلَيْكَ۔

خوشی اور ناخوشی میں اور جب تم پر کسی اور کو ترجیح دی جائے (ان تمام حالات میں) تم پر امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

۴۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ خَلِيلِي أَوْصَانِي أَنْ أَسْمَعَ وَأُطِيعَ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی ہے کہ سنو اور اطاعت کرو خواہ ایک اعضاء بریدہ غلام تم پر حاکم ہو۔

۴۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا فِي الْحَدِيثِ عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ہے خواہ اعضاء بریدہ حبشی غلام حاکم ہو۔

۴۶۴۲ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْأَطْرَافِ۔

ایک اور سند کے ساتھ ہے خواہ اعضاء بریدہ غلام ہو۔

۴۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَدَّتِي تُحَدِّثُ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ يَقُولُ وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا۔

یحییٰ بن حصین کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم پر ایک غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے موافق احکام بیان کرے تو اس کے احکام سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۴۶۴۴ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَبْدًا حَبَشِيًّا۔

ایک اور سند کے ساتھ حبشی غلام کا ذکر ہے۔

۴۶۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ

ایک اور سند کے ساتھ نکٹے حبشی غلام کا ذکر ہے۔

عَبْدًا حَبَشِيًّا مُجَدَّعًا۔

۴۶۴۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ حَبَشِيًّا مُجَدَّعًا وَزَادَ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَوْ بِعَرَفَاتٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ نکٹے حبشی کا ذکر ہے اور یہ اضافہ ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ یا عرفات میں سنا۔

۴۶۴۷ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ حُصَيْنٍ عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ الْحُصَيْنِ قَالَ سَمِعْتُهَا تَقُولُ حَجَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلًا كَثِيرًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنْ أُمِّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ حَسِبْتُهَا قَالَتْ أَسْوَدُ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا۔

حضرت ام حصین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی باتیں فرمائیں، پھر میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا اگر تم پر ایک نکٹے غلام (میرا گمان ہے آپ نے سیاہ بھی فرمایا) کو بھی حاکم بنا دیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

۴۶۴۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ إِلَّا أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان شخص پر حاکم کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازم ہے خواہ اس کی بات اس کو پسند ہو یا ناپسند، البتہ معصیت کا حکم مستثنیٰ ہے اگر اس کو معصیت کا حکم دیا جائے تو اس میں سماع ہے نہ طاعت۔

۴۶۴۹ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۶۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ایک شخص کو اس کا امیر بنایا اس شخص نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس میں داخل ہو، بعض لوگوں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا اور بعض نے کہا ہم آگ ہی سے تو بھاگے ہیں،

عَلَيْهِمْ رَجُلًا فَأَوْقَدَ نَارًا وَقَالَ ادْخُلُوهَا فَأَرَادَ نَاسٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالَ الْآخَرُونَ إِنَّا قَدْ فَرَرْنَا مِنْهَا فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا لَوْ دَخَلْتُمُوهَا لَمْ تَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَقَالَ لِلْآخَرِينَ قَوْلًا حَسَنًا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جو آگ میں داخل ہونا چاہتے تھے "اگر تم آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اسی میں رہتے اور دوسروں کی تعریف فرمائی اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف نیکی اور معروف چیز میں ہے۔

۴۶۵۱- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَتَقَارَبُوا فِي اللَّفْظِ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا فَأَغْضَبُوهُ فِي شَيْءٍ فَقَالَ اجْمَعُوا لِي حَطَبًا فَجَمَعُوا لَهُ ثُمَّ قَالَ أَوْقِدُوا نَارًا فَأَوْقَدُوا ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْمُرْكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَسْمَعُوا لِي وَتُطِيعُوا فَقَالُوا بَلَى قَالَ فَادْخُلُوهَا قَالَ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالُوا إِنَّمَا فَرَرْنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَكَانُوا كَذٰلِكَ وَسَكَنَ غَضَبُهُ وَطُفِئَتِ النَّارُ فَلَمَّا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوهَا مَا خَرَجُوا مِنْهَا إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور ایک انصاری کو اس لشکر کا امیر بنایا اور لشکر کو یہ حکم دیا کہ وہ امیر کے احکام سنیں اور اس کی اطاعت کریں، (اتفاق سے) اہل لشکر کی کسی بات سے امیر غضب ناک ہو گیا، اس نے کہا میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔ لشکر نے لکڑیاں جمع کیں، پھر اس نے کہا اس میں آگ جلاؤ۔ انھوں نے آگ جلائی، پھر کہا کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے احکام سننے اور ان پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا انھوں نے کہا کیوں نہیں، اس نے کہا اس آگ میں داخل ہو جاؤ، بعض نے بعض کی طرف دیکھا اور یہ کہا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آگ سے بھاگ کر ہی تو آئے ہیں وہ اسی موقف پر قائم رہے، حتیٰ کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بجھا دی گئی جب وہ واپس لوٹے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا آپ نے فرمایا، اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے نکل نہ سکتے، اطاعت صرف نیک کاموں میں کی جاتی ہے۔

۴۶۵۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۶۵۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ وَعُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشکل اور آسانی میں، اور خوشی اور ناخوشی میں اور خود پر ترجیح دیے

عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَمَا کُنَّا لَا نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔

جانے کی صورت میں، سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی شخص سے اس کے اقتدار کے خلاف جھگڑا نہیں کریں گے، اور ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

۴۶۵۴ - وَحَدَّثَنَاہُ ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ (یَعْنِی ابْنَ اِدْرِیْسَ) حَدَّثَنَا ابْنُ عَجْلَانَ وَعُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الْوَلِیْدِ فِی ھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۶۵۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ) عَنْ یَزِیْدَ (وَھُوَ ابْنُ الْھَادِ) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِیْہِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ اِدْرِیْسَ۔

امام مسلم نے کہا کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت سے اس کی مثل روایت ہے۔

۴۶۵۶ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَھْبِ بْنِ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَمِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنِیْ بُکَیْرٌ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ جُنَادَۃَ بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ وَھُوَ مَرِیْضٌ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا اَصْلَحَکَ اللّٰہُ بِحَدِیْثٍ یَنْفَعُ اللّٰہُ بِہٖ سَمِعْتَہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعَانَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَبَایَعْنَاہُ فَکَانَ فِیْمَا اَخَذَ عَلَیْنَا اَنْ بَایَعَنَا عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِیْ مَنْشَطِنَا وَمَکْرَھِنَا وَعُسْرِنَا وَیُسْرِنَا وَاَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَاَنْ لَا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَھْلَہٗ قَالَ اِلَّا اَنْ تَرَوْا کُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَکُمْ مِنَ اللّٰہِ فِیْہِ بُرْھَانٌ۔

جنادہ بن ابی امیہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، در آں حالیکہ وہ بیمار تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے ہم کو ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اور وہ ہم کو نفع دے، حضرت عبادہ بن صامت نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو بلایا، ہم نے آپ سے بیعت کی، آپ نے ہم سے جن چیزوں پر بیعت لی تھی وہ یہ تھیں کہ ہم خوشی اور ناخوشی میں اور مشکل اور آسانی میں اور ہم پر ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کریں اور جو شخص صاحب اقتدار ہو اس کے خلاف جھگڑا نہ کریں ہاں اگر تم کو اس میں کھلم کھلا کفر نظر آئے جس کے کفر ہونے پر تمہارے پاس قرآن اور سنت

سے واضح دلیل ہو تو یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ غیر معصیت میں امراء اور حکام کی اطاعت کرنا واجب ہے اور معصیت میں ان کی اطاعت کرنا حرام ہے۔ جمہور سلف اور خلف مفسرین، فقہاء اور دیگر علماء کا یہی قول ہے، اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی۔

جمہور سلف اور خلف مفسرین فقہاء اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ صاحبان امر سے مراد امراء اور حکام ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد علماء اور فقہاء ہیں، قرآن مجید کے بعد اس باب کی احادیث میں اس پر دلیل ہے کہ غیر معصیت میں حکام اور امراء کی اطاعت واجب ہے اور معصیت میں ان کی اطاعت کرنا حرام ہے۔

خلیفہ کے خلاف خروج (جنگ) کرنے کی تحقیق

اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ امام اور خلیفہ کے خلاف اس وقت تک جنگ نہ کی جائے جب تک تم اس میں کھلا کھلا کفر نہ دیکھو اور اس کے کفر پر تمہارے پاس قرآن اور سنت سے واضح دلیل ہو، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہاں کفر سے معاصی مراد ہیں اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ اگر خلفاء اور حکام ظالم اور فاسق ہوں تو ان کے خلاف خروج اور جنگ کرنا حرام ہے، اس کی تائید میں بکثرت احادیث ہیں اور اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ فسق سے سلطان معزول نہیں ہوتا، علماء نے بیان کیا ہے کہ اس کے معزول نہ ہونے اور اس کے خلاف خروج کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف جنگ کرنے سے فتنہ اور فساد پھیلے گا اور بکثرت خونریزی ہوگی اور اس صورت میں جو فساد پھیلے گا وہ اس کو معزول نہ کرنے سے زیادہ برا ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی، (قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین (نساء ۱۴۴) "اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو ولی نہ بناؤ" سعیدی غفرلہٗ) اور اس پر بھی اجماع ہے کہ خلیفہ کافر ہو جائے (العیاذ باللہ) تو وہ معزول کر دیا جائے گا، اسی طرح اگر اس نے اقامت صلوٰۃ کو ترک کر دیا یا کسی بدعت کو اختیار کر لیا پھر بھی معزول کر دیا جائے گا، بعض بصریین نے کہا ہے کہ بدعتی کی حکومت باقی رہے گی کیونکہ وہ تاویل کرتا ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اگر خلیفہ کافر ہو جائے یا شریعت کو تبدیل کرے یا بدعت کا ارتکاب کرے تو اس کی ولایت اور اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کو منصب سے اتار کر کسی امام عادل کو مقرر کریں اور اگر ان سے یہ ممکن نہ ہو تو جس جماعت سے یہ ممکن ہو وہ اس کے اتارنے کی جدوجہد کرے، کافر کو معزول کرنا تو مطلقاً واجب ہے اور بدعتی کو اتارنا اس وقت واجب ہے جب ان کو اس پر غلبہ کا یقین ہو اور اگر ان کا عجز متحقق ہو جائے تو اس کے خلاف خروج (جنگ) واجب نہیں ہے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس جگہ سے ہجرت کریں اور اپنے دین کو بچائیں۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ فاسق کو ابتداءً خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے اور اگر خلیفہ بعد میں فاسق ہو جائے تو بعض

علماء نے کہا کہ اگر فتنہ اور جنگ کا خدشہ نہ ہو تو اس کو معزول کرنا واجب ہے، اور جمہور اہل سنت فقہاء، محدثین اور متکلمین نے یہ کہا ہے کہ ظلم اور فسق سے خلیفہ معزول نہیں ہوتا، اس کی بیعت کو توڑنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے خلاف خروج اور جنگ کرنا جائز ہے البتہ اس کو وعظ اور نصیحت کرنی چاہیے اور اس کو خدا سے ڈرانا چاہیے اور تابعین کی ایک عظیم جماعت نے حجاج بن یوسف کے خلاف جو خروج کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے شریعت کو تبدیل کر دیا تھا اور اس سے کھلا کھلا کفر ظاہر ہو گیا تھا۔[1] (علامہ دشتانی نے لکھا ہے کہ وہ خلیفہ کو نبی سے زیادہ درجہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ حکام کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے زیادہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت استطاعت کے ساتھ مقید ہے اور حکام کی اطاعت مطلقاً ہے اور یہ واضح کفر ہے)

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام کے خلاف خروج یا جنگ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے، جب تک اس کے خلاف صریح قرآن یا کسی ایسی حدیث صحیح سے دلیل نہ ہو جس کی تاویل نہ کی جا سکتی ہو، علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد معصیت ہے اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امام کے خلاف اس وقت تک اعتراض نہ کرو جب تک کہ تم اس میں کوئی ایسی برائی نہ دیکھ لو جو قواعد اسلام کے خلاف ہو، اور دوسرے علماء نے کہا یہاں اثم سے مراد کفر اور معصیت ہے، اس لیے جب تک سلطان سے واضح کفر صادر نہ ہو اس پر اعتراض جائز نہیں؛

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ امام کے خلاف اس وقت تک خروج نہ کیا جائے جب تک تم اس میں کفر بواح نہ دیکھ لو اور امام احمد اور امام ابن حبان نے حضرت جنادہ سے روایت کیا ہے: امام کی اس وقت تک مخالفت نہ کرو جب تک اس میں کھلی کھلی اللہ کی معصیت نہ دیکھ لو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ان روایتوں میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں: جس روایت میں یہ ہے کہ اس وقت تک مخالفت نہ کی جائے جب تک کفر بواح نہ ظاہر ہو وہ امام اور خلیفہ پر محمول ہے یعنی خلیفہ اور امام کی معصیت کے ظہور میں مخالفت نہ کی جائے ہاں اگر اس سے کفر بواح ظاہر ہو پھر اس کی مخالفت کی جائے اور معصیت کے ظہور میں اس کو نرمی اور ملائمت سے سمجھایا جائے بشرطیکہ اس پر قادر ہو، اور جس روایت میں ہے کہ اس وقت تک مخالفت نہ کرو جب تک تم اس میں کھلم کھلا اللہ کی معصیت نہ دیکھ لو۔ وہ خلیفہ اور امام سے کم درجہ کے حاکم پر محمول ہے مثلاً کسی صوبہ کا گورنر ہو یا کسی شہر کا کمشنر ہو۔

علامہ ابن التین نے علامہ داؤدی سے نقل کیا ہے کہ اگر ظالم حکام کو فتنہ اور ظلم کے بغیر ان کے منصب سے اتارنے پر قدرت ہو تو ان کو منصب سے اتارنا واجب ہے اور اگر اس پر قدرت نہ ہو تو پھر صبر کرنا واجب ہے، اور بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ فاسق کو ابتداءً امام بنانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر وہ پہلے نیک تھا اور بعد میں اس نے ظلم کیا تو پھر اس کے خلاف خروج کرنے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اس سے کفر بواح صادر ہو تو پھر اس کے خلاف خروج کرنا واجب ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا اس حدیث میں کفر سے مراد معصیت ہے، اور علامہ کرمانی نے کہا صحیح یہ ہے کہ یہاں کفر سے کفر ہی مراد ہے، اس کے بعد علامہ عینی نے علامہ داؤدی کی وہی عبارت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک امام اور خلیفہ سے کفر صادر نہ ہو اس وقت تک اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔[1]

حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے خروج کا محمل

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب تک امام اور خلیفہ کا کفر بواح ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی خلافت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کی بناء پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی مخالفت کی، حالانکہ تمام صحابہ اس کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی خلافت منعقد ہو چکی تھی اور اس کا کفر بواح ثابت نہیں ہوا تھا، پھر ان حضرات کی مخالفت کا کیا جواز تھا، علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات بیان کیے ہیں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے اس شق کی اطاعت کرنا غیر معقول تھا کیونکہ آپ فرزند رسول تھے، لیکن یہ جواب قواعد شرع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ارباب حل وعقد میں سے ایک شخص بھی بیعت کرے تو امامت منعقد ہو جاتی ہے اور امام خواہ فاسق ہو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ کوفہ میں رہائش اختیار کرنے گئے تھے لیکن یہ جواب روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ اس کی خلافت صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ کو اس شرط پر خلافت تفویض کی تھی کہ ان کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد میں منتقل نہیں ہوگی بلکہ اس کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا جائے گا، اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ شرط ختم ہو گئی، اگر یہ کہا جائے کہ ہر چند کہ حضرت معاویہ کا یزید کو ولی عہد بنانا صحیح نہ تھا لیکن جب بقول صحابہ سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس کی خلافت منعقد ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ سے جبراً بیعت لی گئی تھی اور اگر انھوں نے اختیاراً بیعت کی تھی تب بھی اس کی خلافت ولی عہد بنانے کی صحت پر موقوف ہے، جب ولی عہد بنانا صحیح نہیں تھا تو پھر خلافت کی بیعت بھی صحیح نہیں تھی، اسی وجہ سے (۶۳ھ میں) اہل مدینہ کا یزید کی بیعت توڑنا صحیح تھا اور ان میں صحابہ اور فقہاء تابعین بھی تھے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا اور یہ فرمایا جو شخص یزید کی بیعت توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کر لوں گا، (بخاری ومسلم) اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مجتہد کا حکم دوسرے مجتہد پر لازم نہیں ہے، اگر یہ سوال ہو کہ اگر یزید کے خلاف خروج کرنا اجتہادی امر تھا تو حضرت حسین کے قاتلین کی اس قدر مذمت

---

[1] حافظ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے کسی اجتہادی امر کی بنا پر حضرت حسین کو شہید نہیں کیا تھا بلکہ محض ہوائے نفسانیہ کی بنا پر آپ کو شہید کیا اور آپ کی عترت مجروح کی اور آپ کی ذریت کو نہایت بے حرمتی سے شام کی طرف لے گئے، نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس سے بیعت کر لوں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں اس کی تحقیق کی ہے۔ سیدی غفرلہٗ) لیکن وہ شقی نہیں مانے اور آپ کو قتل کر دیا۔

۴۔ ہو سکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کفر ثابت ہو اس وجہ سے آپ نے اس کے خلاف خروج کیا ہو۔

۵۔ ہو سکتا ہے جس وقت حضرت معاویہ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا اس وقت وہ فاسق ہو اس وجہ سے اس کی خلافت اصلاً منعقد نہیں ہوئی جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے، (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔) اور حضرت معاویہ نے اس امید سے اس کو ولی عہد بنایا تھا کہ شاید اس کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ روایت ہے انھوں نے یہ دعا کی "اے اللہ! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو فبہا ورنہ تو اس کو جلد ہلاک کر دینا" حضرت معاویہ کی دعا قبول ہوئی اور اس کی خلافت زیادہ دیر نہ رہ سکی۔ [1]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کفر سے مراد معاصی ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک خلفاء اور حکام سے ایسی برائی صادر نہ ہو جس کا معصیت ہونا دلائل شرعیہ سے تم کو معلوم اور محقق ہو اس وقت تک تم ان کی مخالفت نہ کرو اور جب کفر کو معاصی پر محمول کر دیا گیا تو حضرت حسین، حضرت ابن الزبیر اور اہل مدینہ کا یزید کی مخالفت کرنا اس کے فسوق کی وجہ سے تھا، کفر کی وجہ سے نہیں تھا۔ [2]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک علامہ دشتانی مالکی کا جواب زیادہ قوی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین نے یزید کے خلاف خروج میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہری معنی یعنی کفر پر ہی محمول تھی بہرحال دونوں جانب مجتہد تھے اور ہر فریق نے حسن نیت کے ساتھ اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور چونکہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی اتباع لازم نہیں ہے اس لیے کسی فریق کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔ نیز اس جواب سے ایک اور اشکال کا جواب بھی واضح ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت عرفجہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تمہارے پاس (بیعت کے لیے) آئے درآں حالیکہ تم سب ایک شخص (کی بیعت یا حکومت) پر متفق ہو چکے تھے اور وہ تمہاری (اتحاد کی) لاٹھی کو توڑنے کی کوشش کرے یا تمہاری جماعت کو متفرق کرنے کی کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو [3]، ان احادیث کی بنا پر

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی مکاتی، نبراس ص ۵۴۱۔ ۵۴۰، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۱۔ ۱۸۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہ اشکال ہوگا کہ تمام لوگ یزید کی بیعت پر متفق تھے اس کے باوجود حضرت حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ سے بیعت لینے کے لیے روانہ ہوئے تو آیا وہ اپنے اس اقدام سے اس حدیث کے حکم میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ حکم اس وقت تھا جب خلیفہ سے کوئی علانیہ معصیت ظاہر نہ ہو اور جب یزید کا نمازوں کو ترک کرنا، گانا بجانا، شراب پینا اور دیگر محرمات کا ارتکاب کرنا بالکل عام اور ظاہر ہو گیا تو اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، میں اس اشکال کے جواب پر برسوں سے غور و فکر کرتا رہا ہوں اور اس کے حل کے لیے مسلسل کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا ہوں میں نے اپنے زمانے کے جید علماء اور فضلاء سے اور اپنے معاصر علماء سے بھی اس مسئلہ پر گفتگو کی لیکن کوئی شخص اس اشکال کا جواب نہ دے سکا اور جب یہ لوگ میرے اشکالات کا جواب نہ دے سکے تو انھوں نے میرے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ شخص یزید کا حامی ہے (العیاذ باللہ، میں عترتِ رسول کے قاتل اور ان کے قتل پر اظہار مسرت کرنے والے شخص کی حمایت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) بہرحال اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا اور مجھ پر یہ نکتہ واضح کیا کہ احادیث میں کفر کا اطلاق معصیت پر بھی آتا ہے امام ترمذی نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے[1]: فمن ترك الصلوٰة فقد كفر۔ "جس نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا" اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2] نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بين الرجل وبين الشرك والكفر ترك الصلوٰة۔ "انسان کے کفر اور شرک کے درمیان فرق نماز کا ترک کرنا ہے۔ [3] نیز آپ نے فرمایا: ايما عبد ابق من مواليه فقد كفر "جو غلام اپنے مولیٰ کے پاس سے بھاگا وہ کافر ہو گیا، [4] اور آپ نے فرمایا: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر [5] "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے" اور صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اريت النار فاذا اكثر اهلها النساء يكفرن قيل ايكفرن بالله قال يكفرن العشير۔ [6] "مجھ کو جہنم دکھایا گیا تو جہنم میں کفر کی وجہ سے عورتیں بکثرت تھیں، آپ سے پوچھا گیا کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی تھیں؟ آپ نے فرمایا وہ اپنے خاوند کے ساتھ کفر کرتی تھیں، (یعنی اس کی نافرمانی کرتی تھیں)، ان احادیث میں نماز کے ترک کرنے، غلام کے بھاگنے، مسلمانوں سے قتال کرنے اور خاوند کی نافرمانی کرنے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کفر سے تعبیر فرمایا ہے، حالانکہ یہ معاصی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ احادیث میں معاصی پر بھی کفر کا اطلاق آتا ہے، اور زیر بحث حدیث میں ہے کہ جب تک امام سے ایسا کفر بواح صادر نہ ہو جس پر دلیل شرعی قائم ہو اس وقت تک اس کی مخالفت نہ کرو، امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] ۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[4] ۔ " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸، " " " "
[5] ۔ " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۸، " " " "
[6] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کفر بواح سے علانیہ معصیت مراد لی کیونکہ معصیت پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دلائل سے ہم نے ابھی بیان کیا ہے اور یزید چونکہ علانیہ معصیت کا مرتکب تھا، اس لیے اس کی مخالفت کرنا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز قرار پایا، اور اب امام حسین پر یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ وہ ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے بیعت خلافت لینے کے لیے کوفہ کیوں گئے کیونکہ یہ اس وقت ناجائز ہے جب خلیفہ عادل ہو اور معصیت کا مرتکب نہ ہو، الٰہ العالمین جس طرح تو نے مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ سے اعتراض دور کرنے کی سعادت عطا کی ہے اسی طرح اپنے کرم سے قیامت کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ کے جد مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے مجھے بہرہ مند فرمانا تاکہ آپ کی شفاعت سے میرے سارے گناہ دھل جائیں، مجھے قیامت کے دن شرمندگی اور رسوائی سے بچالینا اور اپنے عفو وکرم سے مجھے مالا مال کر دینا! آمین یارب العالمین!

فاسق کی خلافت اور قضاء کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

فسق اور ظلم سے امام معزول نہیں ہوتا، کیونکہ خلفاء راشدین کے بعد ائمہ اور امراء سے فسق اور فجور ظاہر ہوا، اور سلف صالحین ان کی اطاعت کرتے رہے، اور ان کی اجازت سے جمعہ اور عید قائم کرتے رہے اور وہ ان کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے، نیز امامت کے لیے عصمت ابتداءً شرط نہیں ہے تو اس کا بقاءً شرط نہ ہونا زیادہ لائق ہے، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ فسق اور ظلم سے امام معزول ہو جاتا ہے اسی طرح ہر قاضی اور امیر فسق اور ظلم سے معزول ہو جاتا ہے، اصل مسئلہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک فاسق ولی بننے کا اہل نہیں ہے، کیونکہ وہ خود احکام شرع پر عمل نہیں کرتا تو کسی اور کو کیا عمل کرائے گا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق ولی بننے کا اہل ہے حتیٰ کہ اگر باپ فاسق ہو تو وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کر سکتا ہے۔ (امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کو امام اور خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے، اور اس کی امامت منعقد نہیں ہوتی، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے اور باپ کی ولایت پر امام کی ولایت کو قیاس کرنا درست نہیں ہے، البتہ متاخرین فقہاء احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ فاسق کی امامت منعقد ہو جاتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور فقہاء شافعیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ قاضی فسق سے معزول ہو جاتا ہے، اور امام فسق سے معزول نہیں ہوتا اور اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ امام کو معزول کر کے دوسرے شخص کو خلیفہ بنانے سے فتنہ، فساد اور خونریزی ہوگی کیونکہ امام کے پاس شوکت اور فوجی طاقت ہوتی ہے اس کے برعکس قاضی کے پاس کوئی فوجی طاقت نہیں ہوتی، اور نوادر میں علماء ثلاثہ (امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر) سے یہ روایت ہے کہ فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے اور بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ اگر ابتداءً فاسق کو منصب سونپ دیا تو صحیح ہے اور اگر منصب سونپتے وقت وہ عادل (صالح) تھا تو پھر وہ فسق کی وجہ سے معزول ہو جائے گا، کیونکہ منصب سونپنے والے نے اس کی صالحیت پر اعتماد کیا تھا اور وہ فاسق کی قضاء پر راضی نہیں ہوگا اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ اگر قاضی نے رشوت لی تو اس کی قضاء نافذ نہیں ہوگی اور اگر قاضی نے قضاء کا منصب رشوت دے کر حاصل کیا تو وہ قاضی نہیں ہوگا اور اس کے فیصلے نافذ نہیں ہوں گے۔ [1]

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

فقہاء حنبلیہ کا یہ نظریہ ہے کہ جس شخص کی امامت پر تمام مسلمان متفق ہو جائیں اس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے اور اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے خواہ وہ شخص عادل ہو یا فاسق۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کی امامت اور بیعت پر مسلمان متفق ہو جائیں، اس کی امامت ثابت ہو جاتی ہے اور اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص امام کے خلاف خروج کرے اور امام اور تمام لوگوں پر غالب آجائے حتیٰ کہ سب اس کی بیعت کر لیں اور اس کی اطاعت کا اقرار کر لیں، تو وہ بھی امام ہو جاتا ہے اور اس سے جنگ کرنا اس کے خلاف خروج کرنا حرام ہو جاتا ہے، کیونکہ عبد الملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیر کے خلاف خروج کر کے ان کو قتل کر دیا اور تمام شہروں اور اس کے باشندوں پر غالب ہو گیا حتیٰ کہ خوشی یا ناخوشی سے سب نے اس کی بیعت کر لی، تو پھر وہ امام ہو گیا اور اس کے خلاف خروج حرام ہو گیا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خلاف خروج کرنے سے مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت ٹوٹ جائے گی اور مسلمانوں کا خون بہے گا اور ان کا مال ضائع ہو گا، اور حدیث میں ہے جب میری امت کسی شخص پر متفق ہو پھر کوئی شخص اس کے خلاف خروج کرے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی شخص بھی ہو، لہٰذا جو شخص بھی کسی امام کے خلاف خروج کرے گا وہ باغی ہو گا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ [1]

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

فقہاء شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ فاسق کو ابتداءً امام اور خلیفہ بنانا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ پہلے عادل اور صالح تھا اور خلیفہ بننے کے بعد اس نے فسق اور ظلم کیا تو اب اس میں ان کا اختلاف ہے لیکن قول راجح یہ ہے کہ وہ فسق سے معزول نہیں ہو گا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

قاضی بیضاوی شافعی قال لا ینال عھدی الظالمین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان الفاسق لا یصلح للامامۃ [2] ... فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء اور متکلمین یہ کہتے ہیں: فاسق کو ابتداءً امام بنانا جائز نہیں ہے، اور اگر وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس کی امامت باطل ہو گی یا نہیں؟ جمہور نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فاسق کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ [3]

علامہ نووی شافعی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی کی جو عبارات ہم نے پہلے نقل کی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فقہاء شافعیہ کا مختار یہ ہے کہ اگر خلیفہ پہلے عادل ہو تو پھر بعد کے فسق سے وہ معزول نہیں ہوتا اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے۔

---

[1] علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار صادر بیروت۔

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

فاسق کی خلافت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ امام عادل اور صالح ہونا چاہیے اور اس کو ملک چلانے کی طاقت بھی ہو، اور ایسے ہی امام کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے جو شخص خلافت کا اہل ہو اس کی خلافت میں اختلاف اور نزاع نہ کیا جائے اور جو لوگ فاسق اور ظالم ہوں وہ خلافت کے اہل نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا ینال عھدی الظالمین "میرا وعدہ ظالموں سے متعلق نہیں ہے"؛ اسی وجہ سے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر نے خروج کیا اور عراق کے علماء اور اخیار نے حجاج بن یوسف کے خلاف خروج کیا اور اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا، اور اسی وجہ سے مسلم بن عقبہ کے ہاتھوں واقعہ حرہ برپا ہوا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں: تاہم اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ظالم امام کے خلاف خروج کرنے سے اس کی اطاعت کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ خروج کرنے میں امن کو خوف سے بدلنا ہے اور خون بہانا ہے اور زمین میں فتنہ اور فساد برپا کرنا ہے۔ اور پہلا قول معتزلہ اور خوارج کا مذہب ہے۔[1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ابتداءً فاسق کی امامت منعقد نہیں ہوتی، اور اگر وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو جمہور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اس کی بیعت نہ توڑی جائے اور اس کے خلاف خروج نہ کیا جائے، کیونکہ حدیث میں ہے:

اطعھم وان اکلوا مالک وضربوا ظھرک ما اقاموا الصلوٰۃ صلوا خلف کل بر و فاجر۔	جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کی اطاعت کرو، خواہ وہ تمہارا مال کھالیں یا تمہاری پیٹھ پر کوڑے ماریں۔ ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔

بعض علماء یہ اشکال وارد کرتے ہیں کہ اگر خلیفہ کے فسق کے بعد اس کے خلاف خروج ناجائز ہوتا تو حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم یزید کے خلاف خروج نہ کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے اس مسئلہ میں مجتہدین کا خلاف تھا لیکن بعد میں اس پر سب کا اجماع ہو گیا کہ خلیفہ فسق سے معزول نہیں ہوگا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے۔[2]

فاسق کی خلافت کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ

علامہ ابوبکر رازی حنفی لاینال عھدی الظالمین۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو شخص ظالم ہو وہ نبی ہو سکتا ہے نہ نبی کا خلیفہ ہو سکتا ہے نہ قاضی ہو سکتا ہے نہ مفتی ہو سکتا ہے نہ گواہ ہو سکتا ہے نہ حدیث بیان کر سکتا ہے کیونکہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دین کے کسی شعبہ کی بھی امامت اور امارت ظالم اور فاسق کو نہیں دی جا سکتی، اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کی امامت بھی فاسق اور ظالم کو نہیں دی جا سکتی اور نماز کے امام کا بھی صالح ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر دینی منصب کی امامت کے لیے عدالت

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۰۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۱-۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

اور صالحیت ضروری ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ فساق اللہ تعالیٰ کے اوامر اور احکام کے امین نہیں ہیں اس لیے وہ دین کے امام نہیں بن سکتے، اس لیے اس آیت سے دلالۃً یہ ثابت ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا، اور اگر فاسق نے اپنے آپ کو اس منصب پر خود فائز کر لیا تو لوگوں پر اس کی اتباع اور اطاعت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالق کی معصیت میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے نیز یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فاسق حاکم نہیں ہو سکتا اور اگر اس نے کسی منصب پر قبضہ کر لیا تو اس کے احکام نافذ نہیں ہوں گے، اور نہ اس کی شہادت قبول ہوگی اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی نہ اس کا فتویٰ قبول کیا جائے گا اور نہ اس کو نماز کا امام بنایا جائے گا، اور اگر وہ امام بن گیا اور کسی نے اس کی اقتداء کی تو نماز ہو جائے گی، قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ ان تمام معانی پر محیط ہے۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہے اور وہ خلیفہ اور حاکم میں فرق کرتے ہیں کہ حاکم اگر فاسق ہو تو اس کا حکم نافذ نہیں ہوگا اور خلیفہ فاسق ہو تو اس کے احکام نافذ ہوں گے اور بعض متکلمین نے بھی امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب بیان کیا ہے (جیسا کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں بیان کیا ہے) حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک خلیفہ اور قاضی کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ان کے نزدیک دونوں کے لیے عدالت شرط ہے اور فاسق خلیفہ ہو سکتا ہے نہ قاضی ہو سکتا ہے اور نہ حاکم ہو سکتا ہے، اسی طرح نہ اس کی شہادت قبول ہو سکتی ہے نہ حدیث قبول ہو سکتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کس طرح صحیح ہوگا کہ ان کے نزدیک فاسق کی خلافت اور حکومت جائز ہے، جبکہ بنو امیہ کے دور خلافت میں ان کو ابن ہبیرہ نے عہدہ قضاء قبول کرنے پر مجبور کیا اور ان کو کوڑے مارے لیکن انہوں نے عہدہ قضاء قبول نہیں کیا، پھر ان کو قید کر لیا، ابن ہبیرہ ہر روز ان کے پاس جاتا اور ان کو کوڑے مارتا اور جب ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو گیا تو فقہاء نے ان سے کہا آپ کوئی اور کام قبول کر لیجئے تاکہ کوڑوں کی سزا کا یہ سلسلہ ختم ہو، تو پھر آپ نے بھوسہ کے گٹھوں کو شمار کرنے کی ڈیوٹی قبول کر لی اس کے بعد ابن ہبیرہ نے آپ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پھر خلیفہ منصور نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کی دعوت دی آپ نے پھر انکار کیا جس کے نتیجہ میں منصور نے آپ کو قید کر لیا حتیٰ کہ پھر آپ نے اینٹیں گننے کے کام کو قبول کر لیا، امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب مشہور تھا کہ ظالم اور فاسق الٹہ سے قتال کرنا چاہیے، اسی وجہ سے امام اوزاعی نے یہ کہا کہ ہم نے ابوحنیفہ کی ہر بات برداشت کی حتیٰ کہ وہ ظالم حکام سے قتال کے لیے تلوار لے کر اٹھے تو یہ بات ہم نے برداشت نہیں کی، امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ زبان سے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا فرض ہے اور اگر اس کی بات نہ مانی جائے تو پھر تلوار سے جہاد کرنا فرض ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں روایت ہے، اہل خراسان کے فقہاء میں سے ابراہیم سے پوچھا گیا کہ نیکی کا کام کرنے اور برائی سے روکنے کا کیا حکم ہے تو انہوں نے کہا فرض ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب ہیں، اور وہ شخص ہے جس نے کسی ظالم حاکم کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا تو اس کو شہید کر دیا گیا، ابومسلم ایک ظالم حاکم کے پاس گئے اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا، اس حاکم نے کئی بار برداشت

کیا پھر بالآخر ان کو قتل کر دیا، اور زید بن علی کے خروج کے معاملہ میں امام ابوحنیفہ کا واقعہ مشہور ہے کہ آپ ان کے پاس مال پہنچاتے تھے اور خفیہ طریقہ سے لوگوں کو یہ فتویٰ دیتے تھے کہ زید بن علی کی مدد کرنا اور ان کی رفاقت میں جنگ کرنا واجب ہے (زید بن علی، ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں خلافت کے مدعی تھے، ۱۲۲ھ میں انھوں نے کوفہ میں خروج کیا اور شکست کھائی اور قتل کر دیے گئے۔) اس طرح امام ابوحنیفہ نے عبداللہ بن حسن کے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم کا ساتھ دیا۔[1] (یہ بھی خلافت کے مدعی تھے) ابواسحٰق فزاری (محدث) نے امام ابوحنیفہ سے کہا تم نے میرے بھائی کو ابراہیم کے ساتھ مل کر خروج کرنے کا اشارہ کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا، امام ابوحنیفہ نے کہا تمہارے بھائی کی بہ نسبت تمہارے بھائی کا خروج مجھے زیادہ محبوب ہے، ابواسحٰق بصرہ کی طرف نکل گئے تھے، اس اعتراض کی وجہ یہ تھی کہ وہ محدثین امام ابوحنیفہ کی سیاسی رائے سے اختلاف کرتے تھے جو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو کھو چکے تھے حتیٰ کہ ظالم حکام حکومت اسلامیہ پر غالب آ گئے، سو جس شخص کا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے میں ایسا نقطۂ نظر ہو وہ فاسق کی خلافت کو کس طرح جائز کہہ سکتا ہے، اس لیے فاسق کی امامت بیان کرنے کے سلسلہ میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہ پر صراحۃً جھوٹ نہیں باندھا تو اس نے مزور مغالطہ کھایا ہے۔

عراقی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر ظالم خلیفہ نے کسی عادل شخص کو قاضی مقرر کر دیا تو یہ تقرر صحیح ہے اور اس کے احکام اور فیصلے نافذ ہو جائیں گے، اور خلفاء کے ظالم اور فاسق ہونے کے باوجود ان کے پیچھے نماز جائز ہے، یہ مذہب صحیح ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاسق کی خلافت جائز ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہوگا اور وہ قاضی بن جائے گا تو اس کے پاس اقتدار ہوگا اور اپنے احکام نافذ کرنے کی قدرت ہوگی اور جو شخص اس کا حکم نہیں مانے گا وہ اپنے احکام کو اس سے جبراً منوا سکے گا، اور اس میں اس شخص کا کوئی اعتبار نہیں ہے جس نے اس کو قاضی بنایا ہے کیونکہ جس نے اس کو قاضی بنایا ہے وہ اس کے اعوان اور انصار کے منزلہ میں ہے اور قاضی کے اعوان اور انصار کے لیے عادل ہونا لازم نہیں ہے، اور اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ کسی شہر میں کوئی سلطان نہ ہو اور اس شہر کے لوگ ایک عادل شخص کو قاضی بنا دیں اور جو شخص اس قاضی کا حکم نہ مانے اس سے جبراً قاضی کے فیصلہ پر عمل کرائیں سو اس قاضی کے فیصلے نافذ ہوں گے حالانکہ اس کو کسی سلطان یا خلیفہ نے قاضی مقرر نہیں کیا، اسی بنا پر شریح اور دیگر فقہاء تابعین نے بنوامیہ سے قضاء کا عہدہ قبول کیا، شریح، حجاج کے زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے اور تمام جزیرہ عرب میں عبدالملک بن مروان سے بڑا ظالم، ملحد اور فاجر اور کوئی نہیں تھا اور اس کے حکام میں حجاج سے بڑا کوئی ظالم اور فاجر نہیں تھا، عبدالملک پہلا وہ شخص تھا جس نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی بناء پر لوگوں کی زبانیں کاٹ دیں، اس نے منبر پر چڑھ کر کہا بخدا! میں عثمان کی طرح کمزور خلیفہ ہوں نہ معاویہ کی طرح نرمی کرنے والا ہوں، تم لوگ مجھے

---

[1] ۱۴۵ھ میں عبداللہ بن حسن بن علی بن ابیطالب کے دو فرزندوں محمد اور ابراہیم نے خلیفہ منصور کے خلاف خروج کیا، منصور نے ان دونوں بھائیوں کو شکست دی اور ان کو قتل کرا دیا، اور ان کے ساتھ بہت سے اہل بیت شہید کر دیے گئے، عباسیوں اور علویوں کے درمیان یہ پہلا عظیم تنازعہ تھا، منصور نے ان علماء کو بھی سخت اذیتیں پہنچائیں، جنھوں نے محمد اور ابراہیم کی دعوت خروج میں تعاون کیا تھا، اور منصور کے خلاف خروج پر جواز کا فتویٰ دیا تھا، ان علماء میں امام ابوحنیفہ، امام عبدالحمید بن جعفر (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، بجا! آج کے بعد جو شخص بھی مجھے اللہ سے ڈرنے کا حکم دے گا میں اس کی گردن اڑا دوں گا، یہ لوگ بیت المال سے مال کھاتے تھے، اور مختار کذاب حضرت ابن عباس، محمد بن حنفیہ اور حضرت ابن عمر کے پاس مال بھیجتا تھا اور وہ اس کو قبول کرتے تھے، عبدالعزیز بن مروان نے حضرت ابن عمر کو لکھ کر بھیجا آپ اپنی ضروریات بیان کیجئے تو حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، میں تم سے کسی چیز کا سوال کروں گا نہ کسی ایسی چیز کو واپس کروں گا جو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے مجھے عطا کرے گا، والسلام۔ اور حسن بصری، سعید بن جبیر، شعبی اور باقی فقہاء تابعین ان ظالم حکام کے ہاتھوں سے عطا قبول کرتے تھے، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان لوگوں نے ان کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور نہ یہ وجہ تھی کہ وہ ان کی خلافت کو جائز سمجھتے تھے بلکہ وہ ان وظائف کو اس وجہ سے ان سے قبول کرتے تھے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ وظائف ان کے حقوق ہیں جو ان ظالموں کے قبضہ میں ہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان سے محبت کی وجہ سے ان وظائف کو لیتے تھے حالانکہ انہیں میں سے ایک نے حجاج کے چہرے پر تلوار ماری اور اخیار تابعین میں سے چار ہزار قراء اور فقہاء نے حجاج کے خلاف خروج کیا اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کی معیت میں اہواز میں اس کے خلاف جنگ کی پھر بصرہ میں جنگ کی پھر دیر الجماجم میں پھر کوفہ کے قریب فرات کی جانب اس کے خلاف جنگ کی، ان لوگوں نے عبدالملک بن مروان کی بیعت توڑ دی تھی، اس کو لعنت کرتے تھے اور اس سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت معاویہ متغلب ہو گئے تو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا بھی یہی طریقہ تھا وہ عطایا اور وظائف کو قبول کرتے تھے، اسی طرح اس زمانہ میں صحابہ بھی عطایا قبول کرتے تھے، حالانکہ انہوں نے حضرت معاویہ کو خلیفہ نہیں بنایا تھا، بلکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے، موتے ان سے بری تھے، لہٰذا ظالم حکام سے قضاء کے منصب قبول کرنے اور ان سے عطایا لینے میں یہ دلیل نہیں ہے کہ ان کی خلافت جائز ہے۔ [1]

علامہ ابوبکر جصاص کی اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے اور جو شخص فاسق ہو اس کی خلافت اور امامت منعقد نہیں ہوتی اس لیے اگر مسلمانوں کی قدرت میں ہو تو وہ فاسق خلیفہ کے خلاف جنگ کر کے کسی عادل اور صالح شخص کو خلیفہ اور امام مقرر کریں، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ نے ظالم خلفاء کے خلاف جہاد میں حصہ لیا اور جب ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے دور میں زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں خروج کیا تو امام ابوحنیفہ نے اس کو پورا پورا ساتھ دیا [2] اور ۱۴۵ھ میں جب عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب کے دو بیٹوں نے منصور کے خلاف خروج کیا تو امام ابوحنیفہ نے ان کا بھی پورا پورا ساتھ دیا اور اس کی پاداش میں امام ابوحنیفہ نے سخت تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں اور بالآخر آپ کو زبردستی زہر پلایا گیا اور آپ ۱۵۰ھ میں شہید کر دیے گئے، اگر امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہوتی اور ظالم خلیفہ کے خلاف خروج

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ابن عجلان اور امام مالک بن انس پیش پیش تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۶۱)۔

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۷۲-۶۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] تاریخ طبری (مترجم) ج ۶ ص ۲۲۷، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۱۹، طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۳۱۶

ناجائز ہوتا تو آپ کبھی زید بن علی اور محمد اور ابراہیم کے خروجوں میں ان کا ساتھ نہ دیتے بلکہ ان کو ان خروجوں سے روکتے اور منع کرتے اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عین موافق تھا کہ فتح ہو یا شکست ظالم خلفاء اور حکام کو معزول کرنے اور خلیفہ برحق کو مقرر کرنے کی مقدور بھر سعی اور جہاد کرنا چاہیے۔ اور امام ابوحنیفہ کی طرف یہ منسوب کرنا غلط ہے کہ ان کے نزدیک فاسق کی امامت اور خلافت جائز ہے جیسا کہ شرح عقائد اور بعض دوسری کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ امام رازی نے بھی علامہ ابوبکر جصاص کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز نہیں اور اگر قدرت ہو تو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ [1] اور علامہ شہاب الدین خفاجی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

ہم نے اس سلسلہ میں طویل بحث اس لیے کی ہے کہ ہمارے زمانے میں علماء اور مشائخ میں یہ مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز ہے بلکہ میں نے بعض اساتذہ کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ یزید کو ہم اس لیے کافر کہتے ہیں اگر ہم اس کو فاسق مسلمان کہیں تو یہ لازم آئے گا کہ امام حسین کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز نہ ہو۔ حالانکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق کی خلافت جائز ہے اس طرح امام ابوحنیفہ کا مذہب امام حسین کے خلاف قرار پائے گا چنانچہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کے مطابق قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ یزید کو کافر مانا جائے۔ ان اساتذہ نے غور نہیں کیا کہ اس طرح امام حسین کے موقف اور امام ابوحنیفہ کے (خود ساختہ) مذہب میں تو مطابقت ہو گئی لیکن دوسری طرف یہ لازم آئے گا کہ جمہور صحابہ نے ایک کافر کی بیعت پر قناعت کر لی! دراصل ان مشائخ نے یہ مغالطہ اس لیے کھایا ہے کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق باپ اپنی نابالغ لڑکی کا دلی بھنے کا اہل ہے اور اس سے انہوں نے یہ استدلال کیا کہ پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک فاسق امامت اور خلافت کا بھی اہل ہے، حالانکہ ایک لڑکی پر ولایت اور چیز ہے اور تمام عالم اسلام کی ولایت اور چیز ہے، ان اکابرین کے مغالطہ کی دوسری وجہ یہ ہے کہ متاخرین فقہاء احناف نے ہرچند کہ خلیفہ کو مقرر کرنے کے لیے عدالت اور صالحیت کی شرط عائد کی ہے لیکن انہوں نے (امام اعظم کے موقف کے برخلاف) یہ تصریح کی ہے کہ فسق سے خلیفہ معزول نہیں ہوگا، اور مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کا بھی یہ نظریہ اور اب تقریباً اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

اسلام کے بعد امام کو نصب کرنے کی پانچ شرطیں ہیں (۱) مرد ہو (۲) عادل اور صالح ہو (۳) عالم ہو (۴) قادر ہو۔ (۵) قرشی ہو۔ [3]

علامہ کمال الدین ابن شریف شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ ابن ہمام نے خلیفہ کے لیے عدالت کی شرط قائم کرنے میں حجۃ الاسلام امام غزالی کی اتباع کی ہے، امام غزالی

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۲۳۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۳ھ

[3] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ ص ۳۱۹-۳۱۸، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر،

نے احیاء العلوم میں عدالت کے کئی درجات اور مراتب بیان کیے ہیں، عدالت کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ مسلمان ان کاموں کو ترک کر دے جن کے کرنے سے وہ فسق سے متصف ہوتا ہے، اور یہاں پر یہی مراد ہے۔ [1]

اس کے بعد علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

جو شخص منصب خلافت پر قابض ہوا، اگر اس میں علم اور عدالت نہ ہو (بایں طور کہ جاہل یا فاسق غلبہ سے امام بن گیا ہو اور اس کو خلافت سے ہٹانے میں ایسے فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جو لوگوں کی برداشت سے باہر ہو تو ہم اس کی امامت کے منعقد ہونے کا حکم لگائیں گے، اور اگر اس پر دوسرا فاسق غالب آگیا تو پہلا فاسق معزول ہو جائے گا، اور دوسرا فاسق امام ہو جائے گا۔ [2]

نیز علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

فقہاء احناف کے نزدیک عدالت صحت خلافت کی شرط نہیں ہے اس لیے فاسق کو بھی کراہت کے ساتھ خلیفہ بنانا جائز ہے، اور اگر کسی عادل شخص کو خلیفہ بنایا گیا، اور وہ بعد میں ظالم اور فاسق ہو گیا تو وہ معزول نہیں ہو گا، البتہ وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہو گا بشرطیکہ اس کو معزول کرنے سے کوئی فتنہ پیدا نہ ہو، اس کو وعظ اور نصیحت کرنا واجب ہے لیکن اس کے خلاف خروج واجب نہیں ہے، امام ابوحنیفہ سے اسی طرح منقول ہے کیونکہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ صحابہ نے بعض بنو امیہ کے پیچھے نمازیں پڑھیں، اور ان سے عہدے قبول کیے (اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے) لیکن یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ (اکثر بنو امیہ) ملوک (بادشاہ) تھے اور جو شخص غلبہ سے حکومت پر قبضہ کر لے، اس کی امارت اور اس سے عہدہ قضاء وغیرہ قبول کرنا ضرورت کی بناء پر صحیح ہے اور امام (خلیفہ) کے پیچھے نمازیں پڑھنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ وہ عادل ہو، کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر امیر کے ساتھ جہاد کرنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اور ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد خواہ وہ گناہ کبیرہ کرتا ہو، لہٰذا جب کوئی شخص غلبہ سے خلافت پر قبضہ کر لے تو یہ فرض کیا جائے گا کہ کوئی عادل قرشی موجود نہیں تھا، یا موجود تھا لیکن ظالموں کے غلبہ کی وجہ سے اس کو خلیفہ نہیں بنایا جا سکا۔ [3]

علامہ کمال الدین ابن ابی شریف شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرشی یا عادل اور صالح خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں غیر قرشی اور فاسق کی حکومت کو ضرورت کی بناء پر صحیح قرار دیا جائے گا، ورنہ امت کا شیرازہ بکھر جائے گا کیونکہ مقدمات کا فیصلہ کرنے، نابالغ کا نکاح کرنے اور کفار سے جہاد کرنے کے لیے لامحالہ کسی امیر اور حاکم کی ضرورت ہے۔ [4]

علامہ ابن ہمام کی مذکور الصدر عبارت سے علامہ ابن عابدین شامی نے بھی فاسق کی خلافت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ [5]

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ ص ۳۲۸-۳۲۷، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر

[3] ۔ " " ، مسایرہ ص ۳۲۳-۳۲۲ ، " " " "

[4] ۔ علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۰۶ھ، مسامرہ ص ۳۲۳، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر

[5] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

یہ بات واضح رہے کہ فاسق کی خلافت کا منعقد ہونا، امام ابوحنیفہ کا مسلک نہیں ہے، ان کا مسلک یہ ہے کہ فاسق کی خلافت میں جہاد کرنے کی تگ و دو میں لگے رہنا چاہیے اور جب مسلمان اس کے خلاف جنگ پر قادر ہوں انھیں اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا چاہیے جیسے امام ابوحنیفہ نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج میں زید بن علی کے ساتھ تعاون کیا۔ اور پھر منصور کے خلاف خروج میں محمد بن عبداللہ بن حسن اور ابراہیم بن عبداللہ بن حسن کا ساتھ دیا اور خفیہ طریقے سے فساق کے خلاف ان کی تحریکوں میں ساتھ دیتے رہے۔ البتہ متاخرین فقہاء احناف نے ظالم اور غیر قرشی کی خلافت کو ضرورت کی بنا پر صحیح قرار دیا ہے اور جمہور فقہاء مالکیہ، فقہاء شافعیہ اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ ہم ان کی تصانیف سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔

فاسق کی خلافت میں ائمہ اور فقہاء کے مذاہب بیان کرنے میں اور خصوصاً امام ابوحنیفہ کے نظریہ کو واضح کرنے میں میں نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے، کیونکہ میں نے دیکھا کہ یہ مسئلہ علماء پر مشتبہ ہو گیا حتیٰ کہ علامہ ابن ہمام ایسے محقق نے بھی امام ابوحنیفہ کا مسلک سمجھنے میں مغالطہ کھایا اور میں نے اپنے زمانہ کے اکثر علماء کو اس مسئلہ میں غلط فہمی میں مبتلا پایا، اس لیے میں نے حق واضح کرنے کی بھرپور سعی کی، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس شرح کو دائمی اور ہمہ گیر مقبولیت عطا فرمائے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء

بَابُ الْإِمَامُ جُنَّةٌ ۶۳ — امام مسلمانوں کی ڈھال ہے

۴۶۵۷- حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ فَإِنْ أَمَرَ بِتَقْوَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَعَدَلَ كَانَ لَهُ بِذَلِكَ أَجْرٌ وَإِنْ يَأْمُرْ بِغَيْرِهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام (خلیفہ) ڈھال ہے اس کی پشت پناہی میں جنگ کی جاتی ہے، اور وہ ذریعۂ امان ہے، اگر امام اللہ عزوجل سے ڈرنے کا حکم دے اور عدل و انصاف سے کام لے تو اسے اس کا اجر ملے گا اور اگر اس نے اس کے خلاف کچھ کیا تو اس کا اس پر وبال ہوگا۔

امام کے ڈھال ہونے کی وضاحت

اس باب کی حدیث میں ہے: امام ڈھال ہے، ڈھال حملہ سے بچانے کے آلہ کو کہتے ہیں اور امام (خلیفہ) دشمنوں کے حملہ سے مسلمانوں کو محفوظ رکھتا ہے اور ملک کے داخلی اہل فساد سے لوگوں کو بچاتا ہے اور ملت بیضاء کی حفاظت کرتا ہے اس لیے اس کو ڈھال سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی پشت پناہی میں جنگ سے یہ مراد ہے کہ مسلمان فوجیں اس کی قیادت میں کفار، باغیوں اور دیگر اہل فساد سے جنگ کرتی ہیں اور اس کے ذریعہ امان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام کی سیاسی تدبیروں کی وجہ سے مسلمان مفسدوں اور ظالموں کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

بَابُ ۶۳ وُجُوبِ الْوَفَاءِ بِبَيْعَةِ الْخَلِيفَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ!

جس شخص کی خلافت پر پہلے بیعت کر لی جائے اس کو پورا کرنا واجب ہے

۴۶۵۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَاعَدْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ خَمْسَ سِنِينَ فَسَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَسَتَكُونُ خُلَفَاءُ فَتَكْثُرُ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ فُوا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ وَأَعْطُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

ابو حازم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ سال رہا، میں نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی انتظام کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا، اور بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد بکثرت خلفاء ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جس شخص کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو، اس بیعت کو پورا کرو، اور حکام کا حق ادا کرو، اور جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے حکام کے سپرد کی اس کے متعلق وہ خود ان سے سوال کرے گا۔

۴۶۵۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ فُرَاتٍ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے اس حدیث کی مثل روایت ہے۔

۴۶۶۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ بَعْدِي أَثَرَةٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَأْمُرُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَّا

امام مسلم پانچ سندوں کے ساتھ حضرت عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب میرے بعد لوگوں کی (حق تلفیاں) ہوں گی، اور برائیوں کا ظہور ہوگا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے جو شخص کو یہ حالات پیش آئیں اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم پر جو (حکام کا) حق ہے تم اس کو ادا کرنا اور تمہارے حقوق کے متعلق اللہ ان سے سوال کرے گا۔

ذٰلِكَ قَالَ تُؤَدُّوْنَ الْحَقَّ الَّذِيْ عَلَيْكُمْ وَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَكُمْ۔

۴۶۶۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ فِيْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَاءَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِيْ جَشَرِهِ إِذْ نَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِيْ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هٰذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِيْ أَوَّلِهَا وَسَيُصِيْبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُوْرٌ تُنْكِرُوْنَهَا وَتَجِيْءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهِ مُهْلِكَتِيْ ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيْءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُوْلُ الْمُؤْمِنُ هٰذِهِ هٰذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِيْ يُحِبُّ أَنْ يُؤْتٰى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوْا عُنُقَ الْآخَرِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عبدالرحمن بن عبدرب الکعبۃ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور لوگ ان کے گرد مجتمع تھے، میں ان کے پاس جاکر بیٹھ گیا، حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گئے، ہم نے ایک جگہ قیام کیا، بعض مسلمان اپنا خیمہ درست کرنے لگے، بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض اپنے مویشیوں میں رہے، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک منادی نے آواز دی کہ "نماز تیار ہے"، ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکٹھے ہوئے، آپ نے فرمایا بلاشبہ مجھ سے پہلے ہر نبی پر یہ فرض تھا کہ وہ اپنے علم کے مطابق اپنی امت کو فلاح اور خیر کی رہنمائی کرے اور جو چیز اس کے علم میں بری ہو اس سے ڈرائے، اور تمہاری اس امت کے سابقین میں عافیت ہے، اور بعد کے لوگوں میں مصیبتیں، بلائیں اور برائیاں ہوں گی، اور ایسے فتنوں کا ظہور ہوگا جن کے مقابلہ میں دوسرے فتنے کم معلوم ہوں گے، ایک فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا اس فتنہ میں تو میری تباہی ہے، پھر وہ فتنہ دور ہو جائے گا اور ایک اور فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا یہی اصل فتنہ ہے، سو جو شخص جہنم سے دور ہونا اور جنت میں داخل ہونا چاہتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ حیات اس پر قائم رہے) حتی کہ جب اس کو موت آئے تو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے ایمان پر اس کا خاتمہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ جس معاملہ کو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہو وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ کرے، اور جو شخص ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دل کی گہرائیوں سے کسی امام کے ہاتھ پر بیعت کرے اس پر لازم ہے کہ مقدور بھر اس کی اطاعت کرے، اور اگر دوسرا شخص

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاهْوٰى إِلٰى أُذُنَيْهِ وَ قَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي فَقُلْتُ لَهُ هٰذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللّٰهُ يَقُوْلُ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَاعْصِهِ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

اس کی امامت سے اختلاف کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو، راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے قریب ہوا اور ان سے عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے؟ حضرت عبداللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میں نے اپنے کانوں سے سنا اور اپنے دل میں اس کو یاد رکھا، میں نے ان سے کہا: یہ تمہارے عم زاد معاویہ ہیں جو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے (اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ، ہاں باہمی رضامندی سے تجارت مستثنیٰ ہے، اور تم ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحیم ہے، راوی نے کہا پھر حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ایک لمحہ خاموش رہے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں ان کی نافرمانی کرو۔

۴۶۶۲- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُوْ سَعِيْدِ الْأَشَجُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۶۶۳- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُثَنّٰى إِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ أَبِيْ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ الصَّائِدِيِّ قَالَ رَأَيْتُ جَمَاعَةً عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ الْأَعْمَشِ

عبدالرحمن بن عبدرب کعبہ کہتے ہیں میں نے ایک جماعت کو کعبہ کے پاس دیکھا پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

سیاست کی تعریف

اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۵۸ میں ہے، کہ بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی انتظام کرتے تھے۔

علامہ زبیدی نے لکھا ہے سیاست کا معنی ہے کسی چیز کی اصلاح کا انتظام کرنا۔ [1]

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۱۶۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: ساس کا معنی ہے اَمر (حکم دیا) حدیث میں ہے بنو اسرائیل کے انبیاء ان کی سیاست کرتے تھے، یعنی ان کے معاملات کے متولی تھے، جس طرح امراء اور حکام رعیت کے معاملات کے متولی ہوتے ہیں سیاست کے معنی ہیں: کسی چیز کی اصلاح کے لیے اقدامات کرنا، سیاست سائس کا فعل ہے، سائس مویشیوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کرنے والے کو کہتے ہیں، والی اور حاکم بھی اپنی رعیت کا دیکھ بھال اور نگرانی کرتا ہے، سوس کا معنی ہے کسی کے لیے کسی چیز کو مزین کرنا۔ [1]

اصطلاح میں سیاست کا معنی ہے: ملک کے داخلی اور خارجی استحکام کے لیے غور و فکر اور تدبیر کرنا، الجھے ہوئے اور پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنا، قوم کے دکھ درد دور کرنے اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے لائحہ عمل بنانا، لیکن ہمارے ملک میں عملی سیاست یہ ہے کہ ہر جماعت اپنی جماعت کو مستحکم اور دوسری جماعت کو بے اثر کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جو جماعت بھی برسر اقتدار آتی ہے وہ ملک کے وسائل کو زیادہ سے زیادہ حاصل کر کے اپنی جماعت کے افراد تک پہنچانا چاہتی ہے، مختلف سیاسی جماعتوں میں یہی چیز ایک قدر مشترک ہے۔

دو خلیفوں کی بیعت کرنے کا حکم

اس حدیث میں ہے: جس شخص کے ہاتھ پر پہلے بیعت کر لو اس کو پورا کرو۔ علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب ایک خلیفہ کے بعد دوسرے خلیفہ کی بیعت کی جائے تو پہلے خلیفہ کی بیعت صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا واجب ہے اور دوسرے خلیفہ کی بیعت باطل ہے اور اس کو پورا کرنا حرام ہے، خواہ ان کو دوسرے امام کی بیعت کرتے وقت پہلے امام کی بیعت کا علم ہو یا نہ ہو، اور خواہ وہ دو امام الگ الگ شہروں میں ہوں یا ایک شہر میں ہوں۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ایک زمانہ میں دو اماموں کی بیعت کرنا واجب نہیں ہے اور بعض اصولیین کا یہ مذہب ہے کہ جب دار اسلام وسیع ہو جائے اور بعض دور دراز علاقوں میں امام کے احکام اور اس کی تدابیر نہ پہنچتی ہوں تو ان کے لیے دوسرا امام مقرر کرنا جائز ہے، علامہ نووی نے اس مذہب پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ یہ احادیث کے خلاف ہے اور علماء متقدمین کے موقف کے بھی خلاف ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اگر ایک وقت میں دو اماموں کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کون سا امام سابق ہے تو محققین کے نزدیک وہ زیادہ حقدار ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو دونوں کی بیعت فسخ کر دی جائے، ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب ارباب حل و عقد پر چھوڑ دیا جائے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں قرعہ اندازی کی جائے۔ [2]

تثویب کا ثبوت

حدیث نمبر ۴۶۶۱ میں ہے کہ: ایک سفر میں ہم لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے آواز دی "الصلوٰۃ جامعۃ"

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۶ ص ۱۰۸، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

(جماعت تیار ہے)، اس حدیث میں تثویب کا ثبوت ہے، علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

آج کل موذن اذان دینے کے بعد جو دوبارہ لوگوں کو جماعت کھڑی کرنے پر متنبہ کرتے ہیں اور الصلوٰۃ جامعۃ یا الصلوۃ، الصلوۃ۔ کہتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے اور یہ بدعت نہیں ہے اس کے برخلاف تونس کے بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔ [1]

علامہ قدوری حنفی لکھتے ہیں:

صبح کی اذان اور اقامت کے دوران تثویب کرنا (یعنی دوبارہ نماز کا اعلان کرنا اور لوگوں کو جماعت کی طرف بلانا) اور دوبار حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کہنا مستحب ہے، کیونکہ یہ نیند اور غفلت کا وقت ہے۔

اس کی شرح میں المرغینانی لکھتے ہیں

تثویب میں عرف اور عادت کے مطابق کلمات کہے جاتے ہیں، تثویب کو علماء کوفہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد کے بعد ایجاد کیا ہے، کیونکہ لوگوں کے احوال متغیر ہو گئے تھے، اور صبح کی تخصیص نیند اور غفلت کی وجہ سے کی ہے، اور متاخرین نے تمام نمازوں میں تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے، کیونکہ عبادات اور امور دینیہ میں لوگوں کی غفلت اور سستی زیادہ ہو گئی تھی، امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ موذن تمام نمازوں میں امیر سے یہ کہے کہ: السلام علیک ایہا الامیر ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یرحمک اللہ اور امام محمد نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ جماعت سے نماز پڑھنے میں تمام لوگ برابر ہیں، اور امام ابو یوسف نے امراء کی تخصیص اس لیے کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے معاملات میں مشغول رہتے ہیں، اس لیے ان کو دوبارہ جماعت کی اطلاع دی جاتی ہے تاکہ ان کی جماعت نہ چھوٹ جائے، قاضی اور مفتی بھی چونکہ مسلمانوں کے امور میں مشغول رہتے ہیں اس وجہ سے ان کے لیے بھی پانچوں نمازوں میں تثویب کرنا مستحب ہے۔ [2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

علماء کوفہ نے اذان کے بعد تثویب (دوبارہ اعلان کرنے) کو لاحق کیا ہے، یعنی دوبار حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔ کہا جائے، ہر شہر کی تثویب اس کے عرف اور رواج کے مطابق ہوگی خواہ الصلوٰۃ، الصلوٰۃ کہا جائے یا قامت قامت کہا جائے، متاخرین نے تمام نمازوں میں تثویب کو اس لیے مستحسن قرار دیا ہے کہ اب لوگوں میں سستی اور غفلت زیادہ ہو گئی ہے اور اذان سننے کے بعد بہت کم لوگ جماعت کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ [3]

فقہاء مالکیہ اور فقہاء حنفیہ کی ان تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس کام میں فی نفسہ خیر ہو اور وہ اصول اسلام سے متصادم نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے خواہ اس کام کا ثبوت عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہ ہو، تاہم اس کام کے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے اور کبھی کبھی اس کو ترک بھی کر دینا چاہیے۔ ہمارے زمانے میں لوگوں نے فرائض اور واجبات کو ترک کر دیا ہے اور مستحبات اور بدعات حسنہ پر دائمی اور لازمی عمل کرتے ہیں فیا للاسف

حضرت علی کی خلافت سے حضرت معاویہ کے اختلاف کی بحث

حدیث نمبر ۴۶۶۱ میں ہے: عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ نے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تمہارے عم زاد معاویہ ہم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کا ناجائز مال کھائیں اور ہم ایک دوسرے کو ناحق قتل کریں۔ علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں، سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جو مال اپنے لشکر پر خرچ کرتے ہیں یہ مال ناجائز ہے اور ان کے لشکر والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جو قتل کرتے ہیں وہ قتل بھی ناجائز ہے، سائل کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور حضرت معاویہ کا ان کے مقابلہ میں خلافت کا دعویٰ کرنا باطل ہے اور حضرت معاویہ نے چونکہ حضرت علی کی بیعت نہیں کی بلکہ ان سے خلافت میں اختلاف کیا اور ان کے خلاف جنگ کی اس لیے اس حدیث کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کو پورا کرنا اور حضرت معاویہ کو قتل کرنا واجب تھا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کی اس روایت میں ہے کہ جب ایک شخص کی بیعت کر لی جائے تو اس کی اطاعت کرو اور جو اس سے اختلاف کرے اس کی گردن اڑا دو، ابتداء میں اہل شام نے حضرت معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی اور حضرت معاویہ نے صرف حضرت عثمان کے قاتلوں کا مطالبہ کیا تھا، اور حضرت معاویہ نے حضرت علی کی بیعت سے انکار کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ پہلے تم حضرت عثمان کے قاتلوں کو میرے حوالے کرو پھر میں تمہاری بیعت کروں گا، اس کے جواب میں حضرت علی نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا، حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ تم شام میں ہو اور اہل مدینہ نے میری بیعت کر لی ہے، اور یہ بیعت تم پر لازم ہو گئی ہے کیونکہ ان لوگوں نے میری بیعت کی ہے جنہوں نے میرے پیش رو (حضرت عثمان) کی بیعت کی تھی اس لیے اب حاضر کے لیے انتخاب کی گنجائش ہے نہ غائب کے لیے اس کو مسترد کرنے کا موقع ہے، یہ شوریٰ صرف مہاجرین اور انصار میں منحصر ہے اگر وہ کسی شخص کو منتخب کر کے بالاتفاق امام مقرر کر دیں تو اس کی امامت لازم ہو جائے گی، سو جو شخص اس کی خلافت سے خروج کرے اس کو واپس لوٹنے پر مجبور کرو، اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے طریق مسلمین کی اتباع کرانے کے لیے جنگ کرو، لہٰذا تم بھی اس شخص کی خلافت کو مان لو جس کی امامت کو تمام مسلمانوں نے مان لیا ہے، تم نے قاتلین عثمان کو حوالے کرنے میں بہت مبالغہ کیا ہے اگر تم نے اپنی رائے واپس لے لی اور اپنے اختلاف سے رجوع کر لیا اور تمام مسلمانوں کے طریقہ کو اختیار کر لیا تو میں تمہارے اور تمہاری قوم کے ساتھ کتاب اللہ کے مطابق سلوک کروں گا اور اگر تم اپنی ہوائے نفس کی بجائے عقل سلیم سے غور کرو تو تم کو معلوم ہو گا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ خون عثمان سے بری ہوں، اور تم یہ سمجھ لو کہ تم ان طلقاء میں سے ہو جن کے لیے خلافت جائز نہیں ہے، اور میں نے تمہارے پاس جریر بن عبداللہ کو بھیجا ہے، یہ اہل ایمان اور اہل ہجرت میں سے ہیں تم ان کے ہاتھ پر (میری) بیعت کر لو، اور اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر نیکی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

اب اشکال یہ ہے کہ واقعہ تحکیم کے بعد اہل شام کا حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا کس طرح صحیح ہو گا جبکہ حضرت علی کی خلافت پہلے منعقد ہو چکی تھی اور اس کے بعد حضرت معاویہ نے اپنی خلافت پر بیعت لی اور حدیث میں

ہے جب ایک خلیفہ کی بیعت ہو جائے اور دوسرا شخص اس سے اختلاف کرے تو اس کو قتل کر دو، اس اشکال سے چھٹکارے کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متاول اور مجتہد تھے۔ [1]

بَابُ ٦٣٢ الْأَمْرِ بِالصَّبْرِ عِنْدَ ظُلْمِ الْوُلَاةِ وَاسْتِئْثَارِهِمْ

حکام کے ظلم پر صبر کرنے کا حکم

۴۶۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَلَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي كَمَا اسْتَعْمَلْتَ فُلَانًا فَقَالَ إِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِي أَثَرَةً فَاصْبِرُوا حَتَّى تَلْقَوْنِي عَلَى الْحَوْضِ۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا، کیا آپ مجھے عامل نہیں بنائیں گے؟ جس طرح آپ نے فلاں شخص کو عامل بنایا ہے، آپ نے فرمایا میرے بعد تم کو اپنے اوپر ترجیح کا سامنا ہوگا، تم اس پر صبر کرنا حتی کہ تمہاری مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات ہو۔

۴۶۶۵ - وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَلَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۶۶۶ - وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُلْ خَلَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں راوی نے یہ نہیں کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں عرض کیا۔

۴۶۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلَ سَلَمَةُ بْنُ

علقمہ بن وائل حضرمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سلمہ بن یزید جعفی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! یہ بتلائیے کہ اگر ہم پر ایسے حاکم مسلط ہوں جو ہم سے اپنے حقوق کا مطالبہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبّی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

يَزِيْدَ الْجُعْفِيُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَرَءَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَسْاَلُوْنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهُ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَاَلَهُ فِي الثَّانِيَةِ اَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَجَذَبَهُ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ وَقَالَ اسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ.

کریں اور ہمارے حق ہمیں نہ دیں، تو اس صورت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں، آپ نے اس سائل سے اعراض کیا، اس نے دوبارہ سوال کیا، آپ نے پھر اعراض کیا، پھر جب اس نے دوسری یا تیسری بار سوال کیا تو اس کو اشعث بن قیس نے کھینچ لیا، آپ نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، کیونکہ ان کا بار ان پر ہے اور تمہارا بوجھ تم پر ہے۔

۴۶۶۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ فَجَذَبَهُ الْاَشْعَثُ بْنُ قَيْسٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ.

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے اشعث بن قیس نے سائل کو کھینچ لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو اور اطاعت کرو، ان پر صرف ان کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارا بوجھ ہے۔

بَابُ الْاَمْرِ بِلُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُوْرِ الْفِتَنِ وَتَحْذِيْرِ الدُّعَاةِ اِلَى الْكُفْرِ

فتنے کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنے کا حکم

۴۶۶۹- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِيْ بُسْرُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْحَضْرَمِيُّ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ يَقُوْلُ كَانَ النَّاسُ يَسْاَلُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْاَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ فَجَاءَنَا اللّٰهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ فَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کرتے تھے، اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا، اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا، کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں لیکن اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی، میں نے عرض کیا وہ کدورت کیسی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے، اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے ان میں اچھی اور بری دونوں باتیں ہوں گی، میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

دُعَاةٌ إِلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا تَرَى إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ فَقُلْتُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ۔

ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور لوگوں کو بلائیں گے جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی صفت بیان کیجیے، آپ نے فرمایا ان لوگوں کا رنگ ہماری طرح ہوگا اور وہ ہماری زبان بولتے ہوں گے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ اگر میں ان کا زمانہ پاؤں تو میرے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کے امام اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنا، میں نے عرض کیا اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت اور امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا تم ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تم کو تاحیات درخت کی جڑیں چبانی پڑیں اور اسی حال میں تمہاری موت آئے۔

۴۶۷۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى (وَهُوَ ابْنُ حَسَّانَ) حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ (يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ) حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ أَبِي سَلَّامٍ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَمَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا بِشَرٍّ فَجَاءَ اللهُ بِخَيْرٍ فَنَحْنُ فِيهِ فَهَلْ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الشَّرِّ خَيْرٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَهَلْ وَرَاءَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ كَيْفَ قَالَ يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينِ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلْأَمِيرِ وَإِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَأُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَأَطِعْ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم شر میں مبتلا تھے، پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس اس خیر کو لے آیا کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا، آپ نے فرمایا: ہاں!، میں نے عرض کیا، کیا اس شر کے بعد خیر ہوگا، آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے بعد شر ہوگا؟ فرمایا ہاں! میں نے پوچھا اس کی کیا کیفیت ہوگی؟ آپ نے فرمایا: میرے بعد ایسے ائمہ ہوں گے جو میری ہدایت پر عمل نہیں کریں گے، اور نہ میری سنت پر چلیں گے اور عنقریب ان میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل شیطانوں کی طرح اور بدن انسانوں کی مانند ہوں گے، راوی کہتے ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ اگر میں ان کو پاؤں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: امیر کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، خواہ تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں اور تمہارا مال چھین لیا جائے پھر بھی (احکام) سننا اور اطاعت کرنا۔

۴۶۷۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ) حَدَّثَنَا غَيْلَانُ (ابْنُ جَرِيرٍ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (حاکم کی)

عَنْ اَبِیْ قَیْسِ بْنِ رِیَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَایَةٍ عُمِّیَّةٍ یَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ اَوْ یَدْعُوْ اِلٰی عَصَبَةٍ اَوْ یَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِیَّةٌ وَمَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ یَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ۔

اطاعت سے نکل جائے اور جماعت کو چھوڑ دے تو وہ جاہلیت کی موت مرا، اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے جنگ کرے یا کسی عصبیت کی بنا پر غضب ناک ہو یا عصبیت کی طرف دعوت دے، یا عصبیت کی خاطر جنگ کرے اور مارا جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور جس شخص نے میری امت پر خروج کیا اور اچھوں اور بروں سب کو قتل کیا، کسی مومن کا لحاظ کیا نہ کسی سے کیا ہوا عہد پورا کیا وہ میرے دین پر نہیں ہے اور نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔

۴۶۷۲ - وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ غَیْلَانَ بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ زِیَادِ بْنِ رِیَاحٍ الْقَیْسِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ وَقَالَ لَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں لایتحاشی من مؤمنہا۔ کے الفاظ ہیں۔

۴۶۷۳ - وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ حَدَّثَنَا مَهْدِیُّ بْنُ مَیْمُوْنٍ عَنْ غَیْلَانَ بْنِ جَرِیْرٍ عَنْ زِیَادِ بْنِ رِیَاحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً وَمَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَایَةٍ عُمِّیَّةٍ یَغْضَبُ لِلْعَصَبَةِ وَیُقَاتِلُ لِلْعَصَبَةِ فَلَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ وَمَنْ خَرَجَ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ یَضْرِبُ بَرَّهَا وَفَاجِرَهَا لَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ عَهْدَهٗ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ جو شخص (امیر کی) اطاعت سے نکلا اور اس نے جماعت کو چھوڑ دیا پھر مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا، اور جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے مارا جائے، عصبیت کی بنا پر غضب ناک ہو، اور عصبیت کی بنا پر جنگ کرے وہ میری امت میں سے نہیں ہے، اور میری امت میں سے جو شخص میری امت پر خروج کرے، نیک اور بد ہر شخص کو قتل کرے، مومن کا لحاظ کرے نہ ذمی کا عہد پورا کرے وہ میرے دین پر نہیں ہے۔

۴۶۷۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ غَیْلَانَ بْنِ جَرِیْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اَمَّا ابْنُ الْمُثَنّٰی

ایک اور سند سے یہ حدیث ہے ابن مثنیٰ نے اپنی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، اور ابن بشار نے دوسروں کی روایت کی طرح کہا رسول اللہ

فَلَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَدِيثِ وَأَمَّا ابْنُ بَشَّارٍ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۴۶۷۵- حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَرْوِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ فَمِيتَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے امیر کی کوئی چیز ناگوار گذرے وہ صبر کرے کیونکہ جو شخص ایک بالشت برابر بھی جماعت سے الگ ہوگا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

۴۶۷۶- وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْجَعْدُ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَرِهَ مِنْ أَمِيرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا فَمَاتَ عَلَيْهِ إِلَّا مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنے امیر کی کوئی بات ناگوار گذرے وہ اس پر صبر کرے کیونکہ لوگوں میں سے جو شخص بھی سلطان (کی اطاعت) سے ایک بالشت بھی نکلا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

۴۶۷۷- حَدَّثَنَا هُرَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ۔

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص اندھی تقلید میں کسی کے جھنڈے تلے مارا گیا، جو عصبیت کی دعوت دیتا تھا اور عصبیت کی مدد کرتا تھا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

۴۶۷۸- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَاصِمٌ (وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ) عَنْ زَيْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ جَاءَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُطِيعٍ حِينَ كَانَ مِنْ أَمْرِ الْحَرَّةِ مَا كَانَ زَمَنَ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ اطْرَحُوا لِأَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

نافع بیان کرتے ہیں کہ یزید بن معاویہ کے دور حکومت میں جب واقعہ حرا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عبداللہ بن مطیع کے پاس گئے، ابن مطیع نے کہا حضرت ابو عبدالرحمن (یہ حضرت ابن عمر کی کنیت تھی) کے لیے فالیچہ بچھاؤ، حضرت ابن عمر نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا، میں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں

وِسَادَةً فَقَالَ إِنِّي لَمْ آتِكَ لِأَجْلِسَ أَتَيْتُكَ لِأُحَدِّثَكَ حَدِيثًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

کہ تم کو ایک حدیث سناؤں جس کو میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (امام کی) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے حق میں کوئی حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں تھی وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

۴۶۷۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَتَى ابْنَ مُطِيعٍ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ابن مطیع کے پاس گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی۔

۴۶۸۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔

ایک اور سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی حدیث حضرت ابن عمر سے مروی ہے۔

خیر اور شر کے اعتبار سے ادوار اُمّت کی تقسیم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۶۹ میں ہے: زمانۂ جاہلیت کے بعد خیر ہوگی اور پھر شر ہوگا، اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی لیکن اس میں کچھ میل ہوگا اور اس کے بعد پھر شر ہوگا، اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جو تین احوال بیان کیے گئے ہیں یہ خلافت کے تین احوال ہیں، پہلی قسم خیر محض ہے اور یہ خلفاء راشدین کی خلافت ہے جو خلافت علی منہاج النبوت ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کے متعلق آپ نے فرمایا: اس خیر کے بعد شر ہوگا، یہ ملوکیت کا دور ہے جو خلافت راشدہ کے بعد عمر بن عبدالعزیز تک رہا، تیسری قسم وہ ہے جس کے متعلق فرمایا: اس شر کے بعد خیر ہوگی لیکن اس میں میل کی آمیزش ہوگی اس کی تفسیر عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت سے کی گئی ہے، اس کے بعد جو ملوک اور سلاطین آئے ان کو آپ نے شر کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ [1]

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

یزید کی بیعت کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا موقف

امام بخاری نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد اور اپنے اقارب کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، اور ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہ) سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت کی ہے اور میں اس سے بڑھ کر کوئی اور بدعہدی اور عہد شکنی نہیں جانتا کہ کسی شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ شروع کی جائے، اور مجھے جس شخص کے متعلق بھی یہ علم ہوا کہ اس نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے یا اس معاملہ میں کسی کا ساتھ دیا ہے تو میرا اور اس کا تعلق منقطع ہو جائے گا۔ [1]

اور اس باب کی حدیث نمبر ۴۶۷۸ میں ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت توڑنے والوں کے پاس جا کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جس شخص نے (امام کی) اطاعت سے ہاتھ نکال لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بغیر حجت کے ملاقات کرے گا، علامہ ابی مالکی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مسلک یہ تھا کہ اگر امام کی بیعت کے بعد اس میں فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی بیعت توڑنا اور اس کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اکثر بلکہ تمام فقہاء کا مسلک یہی ہے جیسا کہ ابن مجاہد نے ذکر کیا ہے، اور جو فقہاء فاسق امام کے خلاف اٹھنے اور خروج کو جائز سمجھتے ہیں وہ حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر کے خروج سے استدلال کرتے ہیں، اور جمہور فقہاء ان احادیث کی بناء پر اس کو منع کرتے ہیں نیز کبھی یہ قیام اور خروج زبردست فتنہ فساد اور خونریزی پر منتج ہوتا ہے، جیسا کہ واقعہ حرّہ میں ہوا، اور ایک قول یہ ہے یہ اختلاف ابتداء میں تھا بعد میں سب کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ فاسق امام کے خلاف قیام اور خروج جائز نہیں ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اختلاف اس صورت میں ہے جب امام پہلے عادل ہو اور پھر فاسق ہو جائے، لیکن جو شخص انعقاد امامت سے پہلے ہی فاسق ہو اور اس کی بیعت کر لی جائے تو اس کے متعلق اتفاق ہے کہ اس کی امامت منعقد نہیں ہوتی، اور یزید امامت کے منعقد ہونے سے پہلے ہی فاسق تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ابتداءً فاسق ہو تو اس کی امامت منعقد نہیں ہوتی، لیکن اگر اس کی بیعت کر لی جائے تو پھر اس کی امامت منعقد ہو جاتی ہے اور وہ امام اس امام کے حکم میں ہو جاتا ہے جو پہلے عادل ہو اور بعد میں فاسق ہو جائے اور اس کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ابن مطیع کو یزید کی بیعت توڑنے سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس امام کی بیعت منعقد ہو گئی اس کی اطاعت واجب ہے اور اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے خواہ وہ لوگوں پر ظلم کرے اور یہ کہ فسق سے امام معزول نہیں ہوتا۔ [3]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۰۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۷۲، مطبوعہ دارنشر الکتب اسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اس حدیث میں واقعہ حرّہ کا بھی ذکر ہے، واقعہ حرّہ کی تفصیل شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۳۱۰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ حُكْمِ مَنْ فَرَّقَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ وَهُوَ مُجْتَمِعٌ

۶۳۴ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کرنے والے کا حکم

۴۶۸۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهَا سَتَكُونُ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعٌ فَاضْرِبُوهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ۔

۴۶۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ شَيْبَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْخَثْعَمِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُخْتَارِ وَرَجُلٌ سَمَّاهُ كُلُّهُمْ عَنْ زِيَادِ بْنِ عَلَاقَةَ عَنْ عَرْفَجَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا فَاقْتُلُوهُ۔

۴۶۸۳ - وَحَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يَعْفُورٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَرْفَجَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں سب روایات میں "فاقتلوا" ہے۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم ایک شخص کی امامت پر متفق ہو پھر کوئی شخص تمہارے اتحاد کی لاٹھی کو توڑنے کی کوشش کرے یا تمہاری جماعت میں تفریق کی کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو۔

بَاب ۶۳۵ إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ

دو خلیفوں سے بیعت کا حکم

۴۶۸۴ - وَحَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْآخَرَ مِنْهُمَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔

ف: اس حدیث کی شرح ہم نے کتاب الامارۃ کے مقدمہ میں بیان کر دی ہے، وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

بَاب ۶۳۶ وُجُوْبِ الْإِنْكَارِ عَلَى الْأُمَرَاءِ فِيْمَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ وَتَرْكِ قِتَالِهِمْ مَا صَلَّوْا وَنَحْوِ ذٰلِكَ

خلاف شرع امور میں حکام کا رد کرنا واجب ہے اور جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ممنوع ہے

۴۶۸۵ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تم پر ایسے حاکم مقرر ہوں گے جو اچھے اور برے کام کریں گے سو جس نے برے کاموں کو پہچان لیا وہ بری ہو گیا، اور جس نے برے کاموں کو مسترد کیا وہ سلامت رہا، البتہ جس شخص نے برے کاموں کو پسند کیا اور ان کی پیروی کی (وہ سلامت نہیں رہے گا) صحابہ نے عرض کیا: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔

۴۶۸۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُعَاذٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي غَسَّانَ) حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ) حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ صَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهُ يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُوْنَ وَتُنْكِرُوْنَ فَمَنْ كَرِهَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر ایسے امیر مقرر کیے جائیں گے جس سے تم اچھائیاں بھی دیکھو گے اور برائیاں بھی، سو جو برے کام کو ناپسند کرے گا وہ بری ہو جائے گا اور جو اس کو مسترد کر دے گا وہ سلامت رہے گا، البتہ جو شخص ان کو پسند کرے گا اور ان کی اتباع کرے گا (وہ سلامت نہیں رہے گا یا

فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ سَلِمَ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَلَا نُقَاتِلُهُمْ قَالَ لَا مَا صَلَّوْا (أَيْ مَنْ كَرِهَ بِقَلْبِهٖ وَأَنْكَرَ بِقَلْبِهٖ)

بری نہیں ہوگا) صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم ان سے جہاد نہ کریں، آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں، برا جاننے سے دل سے برا جاننا اور مسترد کرنے سے دل سے مسترد کرنا مراد ہے۔

۴۶۸۷ - وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا الْمُعَلَّى ابْنُ زِيَادٍ وَهِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ ذٰلِكَ غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ فَمَنْ أَنْكَرَ فَقَدْ بَرِئَ وَمَنْ كَرِهَ فَقَدْ سَلِمَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں جس نے انکار کیا وہ بری ہوگیا اور جس نے ناپسند کیا وہ سلامت رہا۔

۴۶۸۸ - وَحَدَّثَنَاهُ حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ الْبَجَلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ صَبَّةَ بْنِ مِحْصَنٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ إِلَّا قَوْلَهٗ وَلٰكِنْ مَنْ رَضِيَ وَتَابَعَ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔ البتہ اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "ولکن من رضی وتابع"۔

حکام کے خلاف شرع کاموں پر عوام کی کیا ذمہ داری ہے؟

جب عوام حاکموں کے خلاف شرع کاموں کو دیکھیں تو اگر وہ ان برائیوں کی عملی اصلاح کرسکتے ہوں تو عملی اصلاح کریں ورنہ زبان سے ان کاموں کا رد کریں اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہوں تو دل سے ان کاموں کو برا جانیں۔

حدیث نمبر ۴۶۸۵ میں ہے فمن عرف فقد برئ اور ایک روایت میں ہے فمن کرہ فقد برئ، دوسری روایت کی بناء پر معنی یہ ہے کہ جس نے برائی کو مکروہ جانا وہ اس کے عذاب سے بری ہوگیا، اور یہ اس کے حق میں ہے جو برائی کو ہاتھ سے مٹا سکتا ہو نہ زبان سے اس کا انکار کرسکتا ہو تو اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ برائی کو دل سے برا جانے تاکہ وہ عذاب سے بری ہوجائے، اور پہلی روایت کی بناء پر معنی یہ ہے جس نے برائی کو پہچان لیا اور وہ اس پر مشتبہ نہیں ہوئی تو اس کو عذاب سے نجات کا طریقہ معلوم ہوجائے گا بایں طور کہ وہ اپنے ہاتھ سے برائی کو بدل لے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کا انکار کرے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو برا جانے اور جو شخص کسی برائی کو زائل کرنے سے عاجز ہو تو وہ اس پر محض سکوت سے گنہ گار نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اس برائی کو دل سے پسند نہ کرے یا اس کی پیروی نہ کرے، جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا: البتہ جس شخص نے برے کاموں کو پسند کیا اور ان کی پیروی کی۔

ظالم اور فاسق خلفاء کے خلاف خروج نہ کرنے کی دلیل

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا کیا ہم ایسے حاکموں سے

جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب تک خلفاء قواعد اسلام میں کوئی تغییر نہ کریں ان کے خلاف خروج جائز نہیں ہے اور یہ کہ محض ظلم اور فسق سے خلفاء کے خلاف خروج کرنا جائز نہیں ہے۔

بَاب ۶۳ خِيَارِ الْأَئِمَّةِ وَشِرَارِهِمْ

اچھے اور بُرے حاکموں کا بیان

۴۶۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي رُهْمٍ السَّمَّانِ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قَرَظَةَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ فَقَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلٰوةَ وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین امام (خلیفہ) وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعاء مغفرت کرو اور وہ تمہارے لیے دعاء مغفرت کریں، اور تمہارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ کیا ہم ان کو تلوار کے زور سے معزول نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں! جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں، اور جب تم اپنے حکمرانوں کی کوئی برائی دیکھو تو ان کے اس عمل کو برا جانو اور ان کی اطاعت سے دستکش نہ ہو۔

۴۶۹۰ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ (يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ أَخْبَرَنِي مَوْلًى لِبَنِي فَزَارَةَ وَهُوَ زُرَيْقُ بْنُ حَيَّانَ) أَنَّهُ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ قَرَظَةَ ابْنَ عَمِّ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ قَالُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ قَالَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلٰوةَ لَا مَا أَقَامُوا فِيكُمُ

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعاء مغفرت کرو اور وہ تمہارے لیے دعاء مغفرت کریں اور تمہارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں، اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں، صحابہ نے کہا ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم ایسے موقع پر ان کو تلوار سے معزول نہ کر دیں، آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں، نہیں، جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں، سنو! جن لوگوں پر کسی شخص کو حاکم بنایا گیا پھر وہ لوگ اس حاکم کو اللہ کی کسی معصیت

الصَّلٰوةَ اَلَا مَنْ وَلِیَ عَلَیْهِ وَالٍ فَرَاٰهُ یَاْتِیْ شَیْئًا مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ فَلْیَكْرَهْ مَا یَاْتِیْ مِنْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا یَنْزِعَنَّ یَدًا مِنْ طَاعَةٍ قَالَ ابْنُ جَابِرٍ فَقُلْتُ (یَعْنِیْ لِزُرَیْقٍ) حِیْنَ حَدَّثَنِیْ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اللّٰهِ یَا اَبَا الْمِقْدَامِ لَحَدَّثَكَ بِهٰذَا اَوَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ مُسْلِمِ بْنِ قَرَظَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَوْفًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَثَا عَلٰی رُكْبَتَیْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ اَیْ وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَسَمِعْتُهٗ مِنْ مُسْلِمِ بْنِ قَرَظَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَوْفَ ابْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

میں مبتلا دیکھیں تو وہ اللہ کی اس معصیت کو برا جانیں اور اس کی اطاعت سے دست کش نہ ہوں، ابن جابر بیان کرتے ہیں کہ جب زریق بن حیان نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی تو میں نے کہا، ابو مقدام میں تم کو خدا کی قسم دے کر یہ سوال کرتا ہوں آیا تم کو یہ حدیث کسی نے بیان کی، یا تم نے مسلم بن قرظہ سے یہ حدیث خود سنی ہے، جنھوں نے اس کو عوف سے سنا اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہ سن کر زریق گھٹنوں کے بل گر گئے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا: اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، میں نے مسلم بن قرظہ سے یہ حدیث سنی اور انھوں نے حضرت عوف بن مالک سے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

۴۶۹۱ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ زُرَیْقٌ مَوْلٰی بَنِیْ فَزَارَةَ قَالَ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ مُعَاوِیَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قَرَظَةَ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عوف بن مالک کی اس روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ مُبَایَعَةِ الْاِمَامِ الْجَیْشَ عِنْدَ اِرَادَةِ الْقِتَالِ وَبَیَانِ بَیْعَةِ الرِّضْوَانِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

جنگ کے وقت مجاہدین سے بیعت لینے کا استحباب اور بیعت رضوان کا بیان

۴۶۹۲ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثُ بْنُ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ اَلْفًا وَّاَرْبَعَ مِائَةٍ فَبَایَعْنَاهُ وَعُمَرُ اٰخِذٌ بِیَدِهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم چودہ سو تھے، ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی درآں حالیکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک درخت کے نیچے آپ کا ہاتھ پکڑے

تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ سَمُرَةٌ وَقَالَ بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَّ وَلَمْ نُبَايِعْهُ عَلَى الْمَوْتِ۔

ہوئے تھے، ہم نے فرار نہ ہونے پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت نہیں کی۔

۴۶۹۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمْ نُبَايِعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمَوْتِ إِنَّمَا بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَّ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت نہیں کی ہم نے آپ سے صرف اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔

۴۶۹۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ سَمِعَ جَابِرًا يُسْأَلُ كَمْ كَانُوا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ كُنَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً فَبَايَعْنَاهُ وَعُمَرُ آخِذٌ بِيَدِهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ سَمُرَةٌ فَبَايَعْنَاهُ غَيْرَ جَدِّ بْنِ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيِّ اخْتَبَأَ تَحْتَ بَطْنِ بَعِيرِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حدیبیہ کے دن آپ کی کتنی تعداد تھی؟ آپ نے فرمایا: ہم چودہ سو تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی درآں حالیکہ حضرت عمر ایک درخت کے نیچے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، (وہ درخت سمرہ کا تھا) ہم نے آپ سے بیعت کی لیکن جد بن قیس انصاری نے آپ سے بیعت نہیں کی، وہ اپنے اونٹ کے پیٹ کے نیچے چھپ گیا۔

۴۶۹۵ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْوَرُ مَوْلَى سُلَيْمَانَ بْنِ مُجَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا يُسْأَلُ هَلْ بَايَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَقَالَ لَا وَلَكِنْ صَلَّى بِهَا وَلَمْ يُبَايِعْ عِنْدَ شَجَرَةٍ إِلَّا الشَّجَرَةَ الَّتِي بِالْحُدَيْبِيَةِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بِئْرِ الْحُدَيْبِيَةِ۔

ابوالزبیر کہتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں بیعت لی تھی؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے وہاں نماز پڑھی تھی، اور حدیبیہ کے درخت کے سوا آپ نے کسی درخت کے نیچے بیعت نہیں لی، ابن جریج کہتے ہیں کہ انھیں ابوالزبیر نے یہ بتایا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما یہ کہتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے کنوئیں پر دعا کی تھی۔

۴۶۹۶ - وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ (وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ) قَالَ سَعِيدٌ وَإِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَأَرْبَعَ مِائَةٍ فَقَالَ لَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس وقت تم تمام روئے زمین کے بہترین افراد ہو، حضرت جابر نے کہا اگر میری بینائی ہوتی تو میں تم کو اس درخت کی جگہ دکھاتا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرُ اَهْلِ الْاَرْضِ وَقَالَ جَابِرٌ لَوْ كُنْتُ اُبْصِرُ لَاَرَيْتُكُمْ مَوْضِعَ الشَّجَرَةِ۔

۴۶۹۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَقَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا اَلْفًا وَّخَمْسَمِائَةٍ۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اصحاب شجرہ (اصحاب بیعت رضوان) کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔

۴۶۹۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ ح وَحَدَّثَنَا رِفَاعَةُ ابْنُ الْهَيْثَمِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) كِلَاهُمَا يَقُوْلُ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا لیکن ہم پندرہ سو تھے

۴۶۹۹۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ اَبِي الْجَعْدِ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ اَلْفًا وَّاَرْبَعَمِائَةٍ۔

سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا اس دن تم کتنے تھے؟ انھوں نے کہا چودہ سو۔

۴۷۰۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرٍو (يَعْنِي ابْنَ مُرَّةَ) حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِي اَوْفٰى قَالَ كَانَ اَصْحَابُ الشَّجَرَةِ اَلْفًا وَّثَلَاثَمِائَةٍ وَكَانَتْ اَسْلَمُ ثَمَنَ الْمُهَاجِرِيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب شجرہ تیرہ سو تھے اور قبیلہ اسلم کے لوگ مہاجرین کا آٹھواں حصہ تھے۔

۴۷۰۱۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۴۷۰۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ خَالِدٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَعْرَجِ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي يَوْمَ الشَّجَرَةِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ النَّاسَ وَأَنَا رَافِعٌ غُصْنًا مِنْ أَغْصَانِهَا عَنْ رَأْسِهِ وَنَحْنُ أَرْبَعَ عَشْرَةَ مِائَةً قَالَ لَمْ نُبَايِعْهُ عَلَى الْمَوْتِ وَلَكِنْ بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَفِرَّ۔

میں نے بیعت رضوان کے دن دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور میں درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ کو آپ کے سر انور سے ہٹا رہا تھا، ہم اس وقت چودہ سو تھے، انھوں نے کہا ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی، لیکن ہم نے یہ بیعت کی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔

۴۷۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ يُونُسَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۷۰۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ طَارِقٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ كَانَ أَبِي مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَانْطَلَقْنَا فِي قَابِلٍ حَاجِّينَ فَخَفِيَ عَلَيْنَا مَكَانُهَا فَإِنْ كَانَتْ تَبَيَّنَتْ لَكُمْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میرے والد بھی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، انھوں نے کہا جب ہم اگلے سال حج کے لیے گئے تو ہم کو وہ جگہ نہیں مل سکی، اگر تم کو وہ جگہ معلوم ہو جائے تو تم زیادہ جانتے ہو۔

۴۷۰۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ قَالَ وَقَرَأْتُهُ عَلَى نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الشَّجَرَةِ قَالَ فَنَسُوهَا مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ۔

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بیعت رضوان کے سال وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر اگلے سال وہ اس درخت کو بھول گئے۔

۴۷۰۶۔ وَحَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ الشَّاعِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الشَّجَرَةَ ثُمَّ أَتَيْتُهَا بَعْدُ فَلَمْ أَعْرِفْهَا۔

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو دیکھا تھا میں بعد میں پھر اس درخت کے پاس گیا تو اس درخت کو نہ پہچان سکا۔

۴۷۰۷۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قُلْتُ لِسَلَمَةَ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ بَايَعْتُمْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ

حضرت سلمہ بن اکوع کے مولیٰ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ سے پوچھا کہ حدیبیہ کے دن تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کس چیز کی بیعت کی تھی؟ انھوں نے کہا موت پر۔

الْحُدَيْبِيَةِ قَالَ عَلَى الْمَوْتِ۔

۴۷۰۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ عَنْ سَلَمَةَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۷۰۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدٍ قَالَ أَتَاهُ آتٍ فَقَالَ هٰذَاكَ ابْنُ حَنْظَلَةَ يُبَايِعُ النَّاسَ فَقَالَ عَلَى مَاذَا قَالَ عَلَى الْمَوْتِ قَالَ لَا أُبَايِعُ عَلَى هٰذَا أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص آیا اور کہنے لگا: ابن حنظلہ لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں، پوچھا کس چیز پر؟ کہا موت پر، کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کے ہاتھ پر موت کی بیعت نہیں کروں گا۔

حدیبیہ میں صحابہ کی تعداد کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

حدیث نمبر ۴۶۹۱ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے، اور حدیث نمبر ۴۶۹۶ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ اس دن پندرہ سو صحابہ تھے، اور حدیث نمبر ۴۶۹۹ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیرہ سو صحابہ تھے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اکثر روایات میں چودہ سو صحابہ کا ذکر ہے اور ان مختلف روایات میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ واقع میں چودہ سو سے کچھ زیادہ تھے، جس نے چودہ سو بیان کیے اس نے کسر کو ترک کر دیا، اور جس نے پندرہ سو کی روایت کی اس نے اس کسر کو تغلیباً ایک سو قرار دیا اور جس نے تیرہ سو کی روایت کی اس کے نزدیک یہ عدد متحقق نہیں تھا۔ علامہ ابی نے کہا ہے کہ اصل میں یہ ایک اندازہ تھا اور اندازے میں کمی اور بیشی ہو سکتی ہے۔[1]

حدیبیہ میں بیعت کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

حدیث نمبر ۴۶۹۱ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر فرار نہ ہونے کی بیعت کی تھی، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ صحابہ نے حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تھی، اور مجاشع بن مسعود کی روایت ہے کہ صحابہ نے ہجرت پر بیعت کی اور اسلام اور جہاد پر بیعت کی اور حضرت ابن عمر اور حضرت عبادہ کی روایت ہے کہ ہم نے سمع اور طاعت پر بیعت کی اور اس پر بیعت کی کہ ہم کسی حاکم کی حکومت کے خلاف خروج نہیں کریں گے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں یہ بھی ہے کہ ہم نے صبر پر بیعت کی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے بیان کیا ہے کہ ان تمام احادیث کا معنی واحد ہے اور ان تمام روایات کا مقصود مشترک ہے۔ عدم فرار پر بیعت کا معنی یہ ہے کہ ہم صبر کریں گے تاوقتیکہ ہم دشمن پر غلبہ پالیں یا پھر شہید ہو جائیں، اور یہی موت پر بیعت کرنے کا معنی ہے یعنی ہم صبر کرتے رہیں گے اگرچہ اس سے ہماری موت واقع ہو جائے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ موت فی نفسہٖ مقصود ہے، اور جہاد اور صبر پر بیعت کرنے کا بھی یہی معنی ہے۔[2] (حاشیہ ۲ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن سے کنویں کے پانی کا زیادہ ہوجانا

حدیث نمبر ۴۷۹۶ میں ہے اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوجاتا، لیکن ہم پندرہ سو تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب صحابہ حدیبیہ میں پہنچے تو اس کے کنویں کا پانی جوتی کے تسمہ جتنا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی تو وہ پانی جوش کھانے لگا اور زیادہ ہوگیا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جابر سے سوال کرنے والا اصل حدیث کو تو جانتا تھا اور اس موقع پر پانی زیادہ ہونے کا اسے علم تھا، لیکن اس کو صحابہ کی تعداد کا علم نہیں تھا اس لیے حضرت جابر نے کہا ہر چند کہ ہم پندرہ سو تھے لیکن اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کافی ہوتا۔

بیعت رضوان والے درخت کے مخفی ہوجانے کی حکمت

حدیث نمبر ۴۷۰۲ میں ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت رضوان کی گئی تھی بعد میں صحابہ اس درخت کو شناخت نہیں کرسکے، علماء نے لکھا ہے کہ اس کے مخفی ہونے میں یہ حکمت تھی کہ چونکہ اس درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی اور خیر و برکت اور سکینہ کا نزول ہوا، اور اگر یہ درخت اسی طرح معلوم اور متعین رہتا تو یہ محشر تھا کہ ناواقف اور دیہاتی لوگ اس کی تعظیم اور عبادت کرتے، پس اس درخت کا مخفی ہوجانا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا۔[1]

ابن حنظلہ کے بیعت لینے کی وضاحت

حدیث نمبر ۴۷۰۹ میں عبداللہ بن حنظلہ کی بیعت لینے کا ذکر ہے، جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی اور یزید کے بھیجے ہوئے لشکر سے لڑنے کی تیاری کی تو اس وقت ابن حنظلہ نے یزید کے خلاف لڑنے پر بیعت لی، ابن حنظلہ کی یہ بیعت، بیعت خلافت نہیں تھی۔[2]

باب ۶۳۹ تحریم رجوع المہاجر الی استیطان وطنہ، ہجرت کے بعد پھر اس جگہ کو وطن بنانے کی ممانعت

۴۷۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الْحَجَّاجِ فَقَالَ يَا ابْنَ الْأَكْوَعِ ارْتَدَدْتَ عَلَى عَقِبَيْكَ تَعَرَّبْتَ قَالَ لَا وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ لِي فِي الْبَدْوِ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حجاج کے پاس گئے، اس نے کہا اے ابن الاکوع کیا تم دوبارہ اپنی پہلی روش کے مطابق جنگلوں میں رہنے لگے؟ انھوں نے کہا نہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگلوں میں رہنے کی اجازت دی تھی۔

---

[2] ۔ (حاشیہ سابقہ) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[1] ۔ " " شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۰، " " " "

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہجرت کے بعد وطن لوٹنے کا حکم قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ مہاجر کا اپنی جائے ہجرت کو ترک کرنا اور واپس اپنے وطن لوٹنا حرام ہے اور یہ کہ مہاجر کا دوبارہ جنگلوں اور دیہاتوں میں لوٹ جانا حرام ہے، حجاج بن یوسف نے اسی وجہ سے حضرت سلمہ پر اعتراض کیا تھا، اور حضرت سلمہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ ان کا دوبارہ دیہات میں رہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی اجازت کی بناء پر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلمہ نے اپنے وطن کی بجائے کسی اور جگہ رہائش اختیار کی ہو، یا یہ کہ ہجرت کے بعد واپس وطن لوٹنے کی حرمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھی تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور آپ کی نصرت حاصل ہو سکے، یا پھر یہ ممانعت فتح مکہ سے پہلے تھی اور جب مکہ فتح ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب اور کفر کو مغلوب کر دیا اور مسلمانوں کو عزت اور سربلندی حاصل ہو گئی تو پھر ہجرت کی فرضیت ساقط ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اور فرمایا اہل ہجرت کی ہجرت ختم ہو گئی، یعنی جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت اور نصرت اور دین کی نشر و اشاعت اور شریعت کی حفاظت اور اس کو منضبط کرنے کی خاطر ہجرت کی تھی، وہ ہجرت اب ختم ہو گئی، قاضی عیاض نے کہا کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ سے پہلے اہل مکہ پر ہجرت فرض تھی اور دوسرے مسلمانوں کے متعلق اختلاف ہے، ابو عبید نے کتاب الاموال میں ذکر کیا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے جو آپ کے پاس وفود آتے تھے آپ انہیں ہجرت کرنے کا حکم دیتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے لیے ہجرت کرنا مستحب تھی، اور ایک قول یہ ہے کہ جس شہر کے تمام لوگ اسلام نہ لائے ہوں ان پر ہجرت فرض تھی، تاکہ وہ کفار کی اطاعت پر مجبور نہ ہوں۔ [1]

بَابُ الْمُبَايَعَةِ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ وَبَيَانِ مَعْنَى لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

فتح مکہ کے بعد اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرنا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہونے کی تاویل

۴۷۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ أَبُو جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ حَدَّثَنِي مُجَاشِعُ ابْنُ مَسْعُودٍ السُّلَمِيُّ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُبَايِعُهُ عَلَى الْهِجْرَةِ فَقَالَ إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا وَلَكِنْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ۔

حضرت مجاشع بن مسعود سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کے لیے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل ہجرت کی ہجرت ختم ہو چکی ہے، تاہم اسلام، جہاد اور خیر پر بیعت کرو۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۷۱۲۔ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنِي مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُودٍ السُّلَمِيُّ قَالَ جِئْتُ بِأَخِي أَبِي مَعْبَدٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْفَتْحِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ بَايِعْهُ عَلَى الْهِجْرَةِ قَالَ قَدْ مَضَتِ الْهِجْرَةُ بِأَهْلِهَا قُلْتُ فَبِأَيِّ شَيْءٍ تُبَايِعُهُ قَالَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ قَالَ أَبُو عُثْمَانَ فَلَقِيتُ أَبَا مَعْبَدٍ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ مُجَاشِعٍ فَقَالَ صَدَقَ۔

مجاشع بن مسعود سلمی بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد میں اپنے بھائی ابو معبد کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس سے ہجرت پر بیعت لے لیجئے، آپ نے فرمایا ہجرت والوں کی ہجرت ختم ہو چکی ہے، میں نے عرض کیا پھر آپ کس چیز پر اس کی بیعت لیں گے؟ آپ نے فرمایا اسلام، جہاد اور خیر پر۔ ابو عثمان کہتے ہیں میری حضرت ابو معبد سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو حضرت مجاشع کی حدیث سنائی، انھوں نے کہا اس نے سچ کہا ہے۔

۴۷۱۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فَلَقِيتُ أَخَاهُ فَقَالَ صَدَقَ مُجَاشِعٌ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا مَعْبَدٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے اس میں ہے میری حضرت مجاشع کے بھائی سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا اس نے سچ کہا اور ابو معبد کا ذکر نہیں ہے۔

۴۷۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے وقت جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو چلے آؤ۔

۴۷۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ يَعْنِي ابْنَ مُهَلْهِلٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ كُلُّهُمْ عَنْ مَنْصُورٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۷۱۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے، لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم کو جہاد کے لیے بلایا جائے تو فوراً چل پڑو۔

۴۷۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ لَشَدِيدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: ہجرت تو بہت مشکل چیز ہے، کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا سمندر کے پار عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کو ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔

۴۷۱۸- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ فَهَلْ تَحْلُبُهَا يَوْمَ وِرْدِهَا قَالَ نَعَمْ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی چیز کو ضائع نہیں کرے گا اور یہ اضافہ ہے کہ اونٹنیاں پانی پینے کے لیے اکھاڑ یا چشمہ پر جس دن آتی ہیں تو کیا تم (لوگوں کو) ان کا دودھ دوہنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں!

غیر اسلامی ملکوں میں رہنے کا حکم اور ہجرت کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: فقہاء شافعیہ اور دیگر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا قیامت تک باقی ہے اور اس باب کی حدیث میں ہے "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے" اس کی دو تاویلیں ہیں ایک تاویل یہ ہے کہ مکہ فتح ہونے کے بعد دارالاسلام ہوگیا، اس لیے اب اس جگہ سے ہجرت کرنا متصور نہیں ہے، دوسری تاویل یہ ہے کہ جس ہجرت میں فضیلت تھی اور جو مقصود اور اہم تھی وہ ہجرت مکہ فتح ہونے کے بعد منقطع ہوگئی اور جن مسلمانوں نے مدینہ ہجرت کی تھی وہ ہجرت ان پر ختم ہوگئی کیونکہ فتح مکہ کے بعد اسلام قوی اور غالب ہوگیا۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہجرت کی تعریف ہے دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین توفاھم الملائکۃ ظالمی انفسھم۔ جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (یعنی جنہوں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جھنم وساءت مصیرا۔ (نساء: ۹۷)

نے ہجرت نہیں کی تھی) جب فرشتوں نے ان کی روحوں کو قبض کرتے وقت پوچھا: تم کیا کرتے رہے؟ انہوں نے کہا ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے، فرشتوں نے کہا: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بُرا ٹھکانا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے انا بریٔ من مسلم بین مشرکین لاتراء نارھما (ابوداؤد) "میں اس مسلمان سے بیزار ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے، ان دونوں کی آگ (ایک جگہ) دکھائی نہ دے" یعنی مسلمان ایسی جگہ نہ رہیں جہاں سے ان کی آگ مشرکوں کو دکھائی دے اور مشرکوں کی آگ مسلمانوں کو دکھائی دے اس موضوع کے متعلق بکثرت احادیث ہیں، جمہور فقہاء کے نزدیک قیامت تک ہجرت کا حکم باقی ہے اور بعض فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے" نیز آپ نے فرمایا ہجرت منقطع ہو چکی ہے اور جہاد اور نیت باقی ہے۔

روایت ہے کہ جب صفوان بن اُمیہ اسلام لائے تو ان سے کہا گیا کہ جو شخص ہجرت نہ کرے اس کا دین نہیں ہے، سو وہ مدینہ آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: اے ابووہب تم یہاں کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ "جو ہجرت نہ کرے اس کا کوئی دین نہیں ہے" آپ نے فرمایا: اے ابووہب مکہ کی وادیوں میں لوٹ جاؤ اور اپنے گھروں میں رہو کیونکہ اب ہجرت ختم ہو چکی ہے تاہم جہاد اور نیت باقی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی جب تک توبہ منقطع نہیں ہوگی، اور جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو توبہ منقطع نہیں ہوگی، (ابوداؤد)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے جب تک جہاد ہے ہجرت منقطع نہیں ہوگی اس کے علاوہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث ہجرت کے عموم اور اطلاق پر دلالت کرتی ہیں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہجرت ہر زمانہ میں مشروع ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شہر فتح ہو گیا اس سے ہجرت نہیں ہے اور صفوان کی جس روایت میں ہے ہجرت منقطع ہو گئی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مکہ سے ہجرت منقطع ہو گئی، کیونکہ ہجرت کا معنی ہے کفار کے شہر سے نکلنا اور جب کوئی شہر فتح ہو گیا تو پھر وہ کافروں کا شہر نہیں رہا، اس لیے اب اس شہر سے ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا، ہر شہر کا یہی حکم ہے اس لیے ہجرت کے اعتبار سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) جو لوگ کفار کے شہر میں ہوں اور اس شہر سے ہجرت پر قادر ہوں، اور ان کے لیے ان کافروں کے ساتھ رہتے ہوئے دین کا اظہار کرنا اور فرائض و واجبات کو ادا کرنا ممکن نہ ہو، ان لوگوں پر ہجرت کرنا واجب ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماوٰھم جھنم وساءت مصیرا (نساء، ۹۷) کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر لیتے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ برا ٹھکانا ہے" اور یہ بہت شدید وعید ہے

جو وجوب پر دلالت کرتی ہے نیز اس لیے کہ واجب کا مقدمہ واجب ہوتا ہے اور واجبات کی ادائیگی ہجرت پر موقوف ہو تو ہجرت واجب ہو جائے گی۔

(۲) جو شخص کفار کے ملک میں فرائض وغیرہ کے ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور کسی عذر کی بنا پر ہجرت نہ کر سکتا ہو مثلاً بیمار ہو، یا اس کو جبراً ٹھہرایا گیا ہو یا عورتوں اور بچوں کا ضعف ہو، اس پر ہجرت واجب نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

الا المستضعفین من الرجال والنساء و الولدان لا یستطیعون حیلة ولا یهتدون سبیلا ۝ فاولئك عسی الله ان یعفو عنهم و کان الله عفوا غفورا۔

(نساء: ۹۹-۹۸)

ہاں! جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہوں اور (کفار کے شہروں سے) نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، ان سے شاید اللہ تعالیٰ درگذر فرمائے، اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا اور بہت درگذر کرنے والا ہے۔

(۳) جو لوگ دار الکفر میں رہتے ہیں اور اس شہر سے ہجرت کرنے پر قادر ہوں لیکن وہ دار الکفر میں دین کے اظہار اور فرائض و واجبات کی ادائیگی بھی بخوبی کر سکتے ہوں، ان کے لیے ہجرت کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے، اور یہ استحباب اس وجہ سے ہے کہ وہ دار الاسلام میں رہ کر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شامل ہو سکیں گے، اور مسلمانوں کی افرادی قوت میں اضافہ کا سبب بنیں گے اور دیگر معاملات میں ان کے معاون ہوں گے اور کفار کے ساتھ اختلاط، ان کی عددی قوت میں اضافہ اور ان کے فواحش اور منکرات کو دیکھنے سے بچے رہیں گے اور ان پر ہجرت کرنا واجب اس لیے نہیں ہے کہ وہ ہجرت کے بغیر بھی فرائض اور واجبات کو ادا کر سکتے ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے باوجود مکہ میں مقیم رہے اور روایت ہے کہ حضرت نعیم نحام نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم (بنو عدی) ان کے پاس گئی اور کہا تم اپنے دین پر قائم رہو اور ہمارے پاس ٹھہرو، اور جو شخص تمہیں اذیت پہنچانے کا ارادہ کرے گا ہم تم کو اس سے محفوظ رکھیں گے اور تم جو ہماری کفالت کیا کرتے تھے وہ کرتے رہنا (حضرت نعیم بنو عدی کے یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے تھے) سو ایک مدت تک انھوں نے ہجرت نہیں کی اور کافی عرصہ کے بعد انھوں نے ہجرت کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہاری قوم میری قوم سے بہتر ہے، میری قوم نے مجھے وطن سے نکال دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا، اور تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت اور حمایت کی اور تمہیں جانے نہیں دیا، حضرت نعیم نے کہا یا رسول، بلکہ آپ کی قوم نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دشمن کے خلاف جہاد کی طرف نکالا اور میری قوم نے مجھے ہجرت اور اللہ کی عبادت سے روک لیا۔ [1]

علامہ ابن قدامہ نے جو ہجرت کی تیسری قسم بیان کی ہے آج کل اس کا مصداق وہ مسلمان ہیں جو معاشی ضروریات کی بنا پر ترک وطن کر کے انگلینڈ، آسٹریلیا، امریکہ، ہالینڈ، مغربی جرمنی اور افریقہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر چکے ہیں اور

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۳۷-۲۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

انھوں نے ان علاقوں کی مستقل شہریت اختیار کر لی ہے، کتاب الجہاد میں ہم نے اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے۔

بَابُ ۶۴ کَیْفِیَّةِ بَیْعَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کو بیعت کرنے کا طریقہ

۴۷۱۹ - حَدَّثَنِیْ اَبُوالطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ابْنُ یَزِیْدَ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَتِ الْمُؤْمِنَاتُ اِذَا هَاجَرْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُمْتَحَنَّ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ اَقَرَّ بِهٰذَا مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ فَقَدْ اَقَرَّ بِالْمِحْنَةِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْرَرْنَ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِهِنَّ قَالَ لَهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقْنَ فَقَدْ بَایَعْتُكُنَّ وَلَا وَاللّٰهِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَ امْرَاَةٍ قَطُّ غَیْرَ اَنَّهُ یُبَایِعُهُنَّ بِالْكَلَامِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ مَا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی النِّسَاءِ قَطُّ اِلَّا بِمَا اَمَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَمَا مَسَّتْ كَفُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَفَّ امْرَاَةٍ قَطُّ وَكَانَ یَقُوْلُ لَهُنَّ اِذَا اَخَذَ عَلَیْهِنَّ قَدْ بَایَعْتُكُنَّ كَلَامًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ اس آیت کی بنا پر ان کا امتحان لیتے تھے، (ترجمہ:) اے نبی جب آپ کے پاس مسلمان عورتیں آئیں اور آپ سے اس پر بیعت کریں کہ وہ اللہ کے سوا کسی کو شریک نہیں بنائیں گی، نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مسلمان عورتوں میں سے جو عورت ان باتوں کا اقرار کر لیتی، اس کا امتحان منعقد ہو جاتا اور جب وہ ان باتوں کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: جاؤ میں تمہیں بیعت کر چکا ہوں! بخدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا، ہاں! نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زبان سے بیعت کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے انھی باتوں کا عہد لیا جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کبھی کسی عورت کی ہتھیلی سے مس نہیں ہوئی، آپ جب کبھی ان سے بیعت لیتے تو زبانی فرما دیتے میں نے تم سے بیعت کر لی۔

۴۷۲۰ - وَحَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ وَاَبُوالطَّاهِرِ قَالَ اَبُوالطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا وَقَالَ هٰرُوْنُ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ عَنْ بَیْعَةِ النِّسَاءِ قَالَتْ مَا مَسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی بیعت کے متعلق بتایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی عورت کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوا البتہ آپ ان سے زبانی عہد لیتے تھے اور جب وہ عہد کر لیتیں تو آپ فرماتے جاؤ میں نے تم کو بیعت کر لیا۔

امْرَاَةً قَطُّ اِلَّا اَنْ يَّاْخُذَ عَلَيْهَا فَاِذَا اَخَذَ عَلَيْهَا فَاَعْطَتْهُ قَالَ اِذْهَبِيْ فَقَدْ بَايَعْتُكِ ۔

ف: اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت کا ہاتھ پکڑے بغیر ضرورت کی بناء پر اس سے کلام کرنا جائز ہے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ مردوں سے ہاتھ پکڑ کر بیعت کرنا چاہیے، اور یہ کہ ضرورت کے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے، اور یہ کہ ضرورت شرعی کے بغیر عورت کے بدن کو چھونا جائز نہیں ہے، اس میں علاج معالجہ کی ضروریات داخل ہیں۔

بَاب ۶۴۲ الْبَيْعَةِ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيمَا اسْتَطَاعَ

حسب استطاعت احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت

۴۷۲۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَيُّوْبَ) قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ كُنَّا نُبَايِعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ يَقُوْلُ لَنَا فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تھے، اور آپ ہم سے فرماتے تھے "جن کاموں کی تم میں استطاعت ہو"۔

ف: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر انتہائی شفقت ہے کہ آپ بیعت کے وقت امت کو یہ تلقین فرماتے کہ کہو جن کاموں کی ہمیں استطاعت ہے" تاکہ بیعت کے عموم میں ایسی چیزیں نہ داخل ہوں جن کی استطاعت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ اپنی قدرت اور طاقت سے زیادہ کسی چیز کا التزام کر رہا ہے تو اسے منع کرے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من الاعمال ما تطیقون "وہ کام کرو جو ہمیشہ کر سکو"۔

بَاب ۶۴۳ بَيَانِ سِنِّ الْبُلُوْغِ

سن بلوغ کا بیان

۴۷۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ عَرَضَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ فِي الْقِتَالِ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْنِيْ وَعَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے غزوہ احد کے دن اپنے آپ کو جہاد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا، اس وقت میری عمر چودہ سال تھی، آپ نے مجھے اجازت نہیں دی۔ غزوہ خندق میں میری عمر پندرہ سال تھی اس وقت مجھ

خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِيْ قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ فَكَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ كَانَ ابْنَ خَمْسَ عَشَرَةَ سَنَةً وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَاجْعَلُوْهُ فِي الْعِيَالِ۔

نے اپنے آپ کو پیش کیا تو آپ نے مجھے اجازت دے دی، نافع کہتے ہیں جس زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ تھے میں نے ان کے پاس جاکر یہ حدیث بیان کی، تو انھوں نے کہا یہ صغیر اور کبیر کے درمیان حد ہے پھر انھوں نے اپنے عاملوں کو یہ لکھ دیا کہ جو شخص پندرہ سال کا ہو اس کا حصہ مقرر کریں اور جو اس سے کم کا ہو اس کو بچوں میں شمار کریں۔

۴۷۲۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَعَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) جَمِيْعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ وَاَنَا ابْنُ اَرْبَعَ عَشَرَةَ سَنَةً فَاسْتَصْغَرَنِيْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔ اس میں ہے کہ جب میں چودہ سال کا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے صغیر سمجھا۔

بلوغت کے معیار میں مذاہب فقہاء

یہ ہے کہ جب کسی لڑکے یا لڑکی کی عمر کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو اس کو بالغ قرار دیا جائے گا خواہ لڑکے کو ابھی احتلام نہ ہوا ہو، اور لڑکی کو حیض نہ آیا ہو، اور اسحاق نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں داخل ہوتے ہی اس کو بالغ قرار دیا جائے گا خواہ بلوغ کی علامات ظاہر نہ ہوئی ہوں، امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں صرف جہاد میں قتال کی اجازت دی جائے گی اور مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا جائے گا، ان کے نزدیک اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں:

(۱) جہاد میں شرکت اور مال غنیمت سے حصہ لینے کے لیے پندرہ سال کی عمر کا ہونا ضروری ہے۔

(۲) اگر علامات بلوغ ظاہر نہ ہوں تو امام مالک کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے احکام کا مکلف ہونے کے لیے سترہ سال عمر ہونا ضروری ہے خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک لڑکے کے لیے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لیے سترہ سال عمر کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) جنگ میں کافر کو قتل کرنے کے جواز کے لیے اس کا اتنی عمر کو پہنچنا کافی ہے کہ اس کے زیر ناف بال نکل آئے ہوں۔ یہ امام شافعی کا قول ہے۔

(۴) جس عمر میں اللہ اور بندے دونوں کے حقوق متعلق ہوتے ہیں جیسے حد زنا، حد سرقہ اور حد قذف وغیرہ، امام مالک کا اس میں ایک قول یہ ہے کہ اس کے زیر ناف بال واضح طور پر آگئے ہوں کیونکہ اس پر ہم یہ تہمت لگا سکتے ہیں کہ وہ حد ساقط کرنے کے لیے علامات بلوغ کو چھپا رہا ہے، اور زہری، عطا اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کو

علامہ ابی مالکی قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے لکھتے ہیں: امام شافعی، امام احمد، اور فقہاء مالکیہ میں سے ابن وہب کا مسلک

احتلام نہ ہوا ہو اس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، امام مالک کا ایک قول یہ بھی ہے اور بعض فقہاء مالکیہ نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں کہ مذہب مختار یہ ہے کہ لڑکا احتلام سے بالغ ہوتا ہے یا موئے زیر ناف آجانے سے یا عمر سے اور عمر میں اختلاف ہے، ایک قول میں پندرہ سال ہے، ایک قول میں سترہ سال ہے اور ایک قول میں اٹھارہ سال ہے اور لڑکی میں بھی عمر کے متعلق یہی اقوال ہیں، باقی لڑکی حیض یا حاملہ ہونے سے بالغ ہوتی ہے۔[1]

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

لڑکا احتلام سے یا کسی لڑکی کو حاملہ کر دینے سے یا وطی کے بعد انزال سے بالغ ہوتا ہے، اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو اٹھارہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ ہوتا ہے، اور لڑکی حیض، احتلام اور حاملہ ہونے سے بالغ ہوتی ہے، اور اگر ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو پھر وہ سترہ سال مکمل ہونے کے بعد بالغ ہوگی، یہ امام ابوحنیفہ کا نظریہ ہے، اور امام ابویوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب لڑکے اور لڑکی کے پندرہ سال مکمل ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں، امام ابوحنیفہ سے بھی اس قول کی ایک روایت ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ لڑکا انیس سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے، اس کی تقریح یہ کی گئی ہے کہ وہ اٹھارہ سال مکمل کرنے کے بعد انیسویں سال میں شروع ہو، پھر امام شافعی کا امام ابوحنیفہ سے کوئی اختلاف نہیں رہتا، لڑکے کے لیے بالغ ہونے کی کم از کم مدت بارہ سال فرض کی گئی ہے اور لڑکی کے بالغ ہونے کی کم از کم حد نو سال فرض کی گئی ہے، امام ابوحنیفہ جو لڑکے کے بلوغ کے لیے اٹھارہ سال کی عمر کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے حتی یبلغ اشدہ۔ اور شدت اور پختگی اٹھارہ سال کی عمر میں آتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر مروی ہے، اور لڑکیوں کی نشو و نما لڑکوں کی بہ نسبت زیادہ سرعت سے ہوتی ہے اس لیے ہم نے ان کے حق میں ایک سال کم کر دیا۔[2]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ پندرہ سال کی عمر بالغ ہونے کی حد ہے اور یہی امام شافعی، امام اوزاعی، ابن وہب اور امام احمد کا مسلک ہے اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانے کے بعد انسان بالغ ہو جاتا ہے، خواہ اس کو احتلام نہ ہوا ہو، اس پر عبادات وغیرہ کے احکام جاری ہو جائیں گے، اور وہ مال غنیمت میں سے حصہ کا مستحق ہوگا، اور اگر اہل حرب کے ساتھ میدان جنگ میں ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔[3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

لڑکے اور لڑکی کا بالغ ہونا تین چیزوں میں سے کسی چیز کے ثبوت سے متحقق ہوتا ہے، یہ تین علامتیں دونوں میں مشترک ہیں اور بلوغ کی دو علامتیں لڑکی کے ساتھ مخصوص ہیں، جو تین علامتیں لڑکے اور لڑکی میں مشترک ہیں

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۱۶ - ۲۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۵۸ - ۳۵۷، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وہ یہ ہیں:

(۱) شرمگاہ سے منی کا نکلنا (یعنی تیزی اور دھار سے وہ پانی نکلنا جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے) خواہ وہ منی نیند میں نکلے یا بیداری میں؛ جماع سے نکلے یا احتلام سے یا اور کسی طریقہ سے بھی نکلے تو اس سے بھی بلوغت متحقق ہو جائے گی اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا بلغ الاطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلھم۔ (النور: ۵۹)

اور جب تم میں سے لڑکے احتلام (بلوغت) کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ (بھی) اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح ان سے پہلے (بالغ ہونے والے) مردوں نے اجازت طلب کی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتی یحتلم الحدیث۔ (جامع ترمذی وسنن ابوداؤد)

تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا ہے، بچہ سے حتیٰ کہ اسے احتلام ہو۔۔۔۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے فرمایا:

خذ من کل حالم دینارًا (سنن ابوداؤد)

ہر وہ شخص جس کو احتلام ہوتا ہو (یعنی بالغ ہو) اس سے ایک دینار لو۔

علامہ ابن منذر نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ فرائض اور احکام اس شخص پر واجب ہوتے ہیں، جو عاقل اور محتلم ہو، اور عورت پر احکام اس وقت واجب ہوتے ہیں جب اس کو حیض آجائے۔

(۲) انبات:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کے ذکر پر یا عورت کی فرج پر سخت بال اُگ جائیں جن کو اُسترے سے صاف کیا جاتا ہے۔ امام مالک نے بھی لڑکے اور لڑکی کی بلوغت میں اس علامت کا اعتبار کیا ہے اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مشرکین کے بلوغ کی علامت ہے اور کیا مسلمانوں کے بلوغ کی بھی یہ علامت ہے؟ سو اس میں دو قول ہیں؛ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ موئے زیر ناف کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ بدن کے اور بالوں کی طرح بال ہیں، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنی قریظہ کو حکم بنایا تو انھوں نے کہا کہ ان کے جنگجو افراد کو قتل کیا جائے اور ان کے بچوں کو قید کر لیا جائے اور یہ حکم دیا کہ ان کے تہبند کھولے جائیں، سو جس کے بال اُگ آئے تھے اس کو جنگجو افراد میں شامل کیا اور جن کے بال نہیں اُگے تھے ان کو بچوں میں شامل کیا، اور عطیہ قرظی کہتے ہیں کہ یوم قریظہ کو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا، لوگوں کو میری بلوغت کے متعلق شک تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ اس کے بال اُگے ہیں یا نہیں؛ لوگوں نے دیکھا تو میرے بال ابھی نہیں اُگے تھے سو مجھ کو بچوں میں شامل کر دیا گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو یہ لکھا کہ صرف اس شخص سے جزیہ لو جو استرا استعمال کرتا ہو، نیز اس لیے کہ ان بالوں کا اُگنا بلوغت کو لازم ہے، اور یہ علامت مذکر اور مؤنث دونوں کو لازم ہے سو یہ بھی احتلام کی طرح بلوغت کی علامت ہے اور اس لیے کہ ایک چیز خارجِ متصل ہے اور ایک چیز خارج منفصل ہے سو جب خارج متصل بلوغت کی علامت

ہے تو خارج منفصل کو بھی بلوغت کی علامت ہونا چاہیے، نیز جملہ انبیاء و مشرکین کے حق میں بلوغت کی علامت ہے وہ مسلمانوں کے حق میں بھی بلوغت کی علامت ہونی چاہیے۔

(۳) مذکر اور مونث میں بلوغت کی تعیین کی مشترک علامت عمر ہے اور لڑکا اور لڑکی دونوں جب پندرہ سال کے ہو جائیں تو وہ بالغ ہو جاتے ہیں، امام اوزاعی، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کا یہی قول ہے اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ بلوغت میں عمر کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین شخصوں سے قلم تکلیف اٹھا لیا گیا، بچے سے حتیٰ کہ اسے احتلام ہو جائے الحدیث۔ اس لیے بغیر احتلام کے بلوغت کا اعتبار کرنا حدیث کے خلاف ہے، یہ امام مالک کا قول ہے، اور فقہاء مالکیہ نے سترہ یا اٹھارہ سال کا اعتبار کیا ہے۔ لڑکے کے متعلق امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں ایک سترہ سال کی ہے اور دوسری اٹھارہ سال کی ہے، اور لڑکی کے لیے ہر حال میں سترہ سال کا اعتبار کیا ہے، کیونکہ حد بغیر توقیف اور اتفاق کے ثابت نہیں ہوتی اور اس مسئلہ میں نہ کوئی نص وارد ہے اور نہ اتفاق ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے چودہ سال کی عمر میں خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، تو آپ نے مجھے جہاد میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی اور جب میری عمر پندرہ سال تھی تو آپ نے اجازت دے دی، (صحیح بخاری و صحیح مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب بچہ کے پندرہ سال پورے ہو جائیں تو اس پر احکام فرض ہو جاتے ہیں اور اس پر حدود نافذ ہو جاتی ہیں، نیز جس طرح انزال کی وجہ سے بلوغت میں مذکر اور مونث برابر ہیں اس طرح عمر کے لحاظ سے بلوغت میں بھی دونوں کو مساوی ہونا چاہیے، ہم نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان سے اصحاب ابو حنیفہ کے دلائل کا جواب واضح ہو جاتا ہے اور جس حدیث سے داؤد ظاہری نے استدلال کر کے بلوغت میں عمر کو ساقط الاعتبار قرار دیا ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں دوسری علامتوں کی نفی نہیں ہے، اسی وجہ سے موئے زیر ناف کا بلوغت میں اعتبار کیا گیا ہے حالانکہ اس حدیث میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

رہا حیض تو یہ بلوغت کی ایسی علامت ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دوپٹہ کے بغیر حائضہ (بالغہ) کی نماز کو قبول نہیں کرتا، اور حمل بھی بلوغت کی علامت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ مرد اور عورت کے پانی کے بغیر بچہ کو پیدا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلینظر الانسان مم خلق ۝ خلق من ماء دافق یخرج من بین الصلب والترائب۔ (طارق: ۷-۵)

پھر انسان ذرا یہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

اور احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا ہے کہ جب لڑکی حاملہ ہو جائے تو وقت حمل سے اس کی بلوغت کا حکم لگایا جائے گا۔ [1]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۲۹۸-۲۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُسَافِرَ بِالْمُصْحَفِ إِلَى أَرْضِ الْكُفَّارِ إِذَا خِيفَ وُقُوعُهُ بِأَيْدِيهِمْ

کفار کے ہاتھ لگنے کا ڈر ہو تو قرآن مجید کو ارض کفار میں لے جانے کی ممانعت

۴۷۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے ملک میں قرآن مجید کو لے کر سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۴۷۲۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی سرزمین میں قرآن مجید کو لے کر سفر کرنے سے منع فرماتے تھے، اس خوف سے کہ دشمن کے ہاتھ قرآن مجید لگ جائے گا۔

۴۷۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسَافِرُوا بِالْقُرْآنِ فَإِنِّي لَا آمَنُ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ قَالَ أَيُّوبُ فَقَدْ نَالَهُ الْعَدُوُّ وَخَاصَمُوكُمْ بِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کو لے کر سفر نہ کرو، کیونکہ میں اس سے بے خوف نہیں ہوں کہ وہ دشمن کے ہاتھ پڑ جائے گا۔ راوی ایوب نے کہا قرآن مجید دشمن کے ہاتھ لگ گیا تو وہ قرآن مجید کے ساتھ تم سے مقابلہ کرے گا۔

۴۷۲۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَالثَّقَفِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ) جَمِيعًا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَالثَّقَفِيِّ فَإِنِّي أَخَافُ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَحَدِيثِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، ایک سند کے ساتھ حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خوف ہے، اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: دشمن کے ہاتھ لگنے کے خوف سے۔

ارض کفار میں قرآن کے ساتھ سفر کرنے اور کفار کو خطوط میں آیات قرآن لکھنے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں قرآن مجید کو ارض کفار میں لے جانے سے منع فرمایا ہے، اور اس کی علت حدیث میں یہ بیان کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کفار کے ہاتھ لگ جائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں، اور جب یہ علت نہ ہو بایں طور کہ مسلمانوں کا لشکر غلبہ کے ساتھ ارض کفار میں داخل ہو تو پھر اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور علت نہ ہونے کی وجہ سے ممانعت نہیں ہے، یہی قول صحیح ہے، امام ابو حنیفہ، امام بخاری، اور دیگر فقہاء اور محدثین کا یہی قول ہے، امام مالک اور بعض فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت مطلقاً ہے، اور ابن منذر نے امام ابو حنیفہ سے مطلقاً جواز کی روایت نقل کی ہے، اور امام ابو حنیفہ کا صحیح قول وہی ہے جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ نیز فقہاء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ کفار کی طرف ایسا مکتوب روانہ کرنا جائز ہے جس میں قرآن مجید کی چند آیات لکھی ہوئی ہوں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی تھیں، امام مالک اور دیگر فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جن دراہم اور دینار وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا نام یا اس کا ذکر لکھا ہوا ہو ان کا کفار کے ساتھ معاملہ کرنا مکروہ ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو ساتھ لے کر سفر کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور ان کے قدیم اصحاب اس سے منع کرتے تھے، خواہ لشکر بڑا ہو، اس لیے کہ کبھی انسان بھول جاتا ہے اور کبھی مصحف کریم گر جاتا ہے، ابن منذر نے امام ابو حنیفہ سے مطلقاً جواز کی روایت نقل کی ہے اور ان کا صحیح قول یہ ہے کہ بڑے لشکروں میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اور چھوٹے لشکروں میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ بڑے لشکروں میں دشمن کے ہاتھ قرآن مجید کا لگ جانا، نادر الوقوع ہے سو یہ لائق توجہ نہیں ہے، فقہاء نے ان کی طرف خطوط میں قرآن مجید کی آیات لکھنے کو جائز کہا ہے، لہٰذا ان کو خطوط میں اسلام کی دعوت دی جا سکتی ہے البتہ امام مالک نے ان کو قرآن مجید کی تعلیم دینے سے منع کیا ہے، اور امام ابو حنیفہ نے اس کو جائز کہا ہے۔ امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، جو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کافر اس وجہ سے اسلام قبول کر لے اور جو ناجائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ فی الحال کافر نجس ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کا دشمن ہے اور کافر کو خط میں قرآن مجید کی آیات کو لکھنا، ان آیات کو توہین کے خطرہ میں ڈالنا ہے، امام مالک کے نزدیک جن درہموں اور دیناروں پر اللہ کا نام لکھا ہوا انہیں کفار کو دینا مکروہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس طرح کے درہم اور دینار نہیں تھے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی حدیث ہرقل کے تحت لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دشمن کی سرزمین میں سفر کرنے کی ممانعت مصحف یا بڑی سورتوں پر محمول ہے، ایک آیت یا دو آیتوں کو ارض کفار میں بھیجنا ممنوع نہیں ہے، علامہ ابن بطال نے کہا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں ہرقل کی طرف خط لکھا تھا جس میں قرآن مجید کی آیات لکھی تھیں، کیونکہ اس وقت اسلام کی دعوت عامہ دینا ضروری تھا، بعد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا اور علماء (مالکیہ) نے کہا ہے کہ جن سکوں پر قرآن مجید کی آیات کندہ ہوں وہ مشرکین کو نہ دیے جائیں، (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ علامہ خطابی کا کلام زیادہ صحیح ہے، کیونکہ علامہ ابن بطال کے کلام سے نسخ لازم آتا ہے، اور ارض کفار میں قرآن مجید کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت اس صورت میں ہے جب یہ خطرہ ہو کہ قرآن مجید مشرکوں کے ہاتھ لگ جائے گا اور وہ اس کی بے حرمتی کریں گے۔ [1]

بَابُ الْمُسَابَقَةِ بَيْنَ الْخَيْلِ وَتَضْمِيرِهَا

گھڑ دوڑ میں مقابلہ اور اس کی تیاری کا بیان

۴۷۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَابَقَ بِالْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں میں حفیاء سے ثنیہ الوداع تک دوڑ کا مقابلہ کرایا اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں میں ثنیہ سے مسجد بنو زریق تک مقابلہ کرایا۔ حضرت ابن عمر نے بھی اس دوڑ میں حصہ لیا تھا۔

ف: اضمار کا معنی یہ ہے کہ گھوڑے کا چارہ کم کرکے اسے ایک گرم جھول پہنا کر کسی کوٹھری میں بند کردیں تاکہ اس کو خوب پسینا آئے اور اس کا گوشت کم ہو اور وہ زیادہ تیز دوڑ سکے۔

۴۷۲۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی نو سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں یہ انداز ہے کہ میں آگے نکل گیا اور گھوڑا مجھے لے کر مسجد میں چڑھ گیا۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح
وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ وَابْنُ
اَبِي عُمَرَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ
بْنِ اُمَيَّةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا
عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي مُوْسَى
ابْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ
حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي اُسَامَةُ (يَعْنِي ابْنَ
زَيْدٍ) كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمَعْنٰى
حَدِيْثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَزَادَ فِي حَدِيْثِ اَيُّوْبَ
مِنْ رِوَايَةِ حَمَّادٍ وَابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ
فَجِئْتُ سَابِقًا فَطَفَّفَ بِي الْفَرَسُ الْمَسْجِدَ

دوڑ کا مقابلہ (ریس) منعقد کرانے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرایا، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرانا جائز ہے اور گھوڑوں کو اضمار کرنا بھی جائز ہے، اضمار سے یہ مراد ہے کہ پہلے گھوڑوں کو کھلایا پلایا جائے، پھر ان کا کھانا بتدریج کم کیا جائے یا ان کا چارہ کم کر کے ان کو ایک کوٹھڑی میں رکھا جائے اور ان پر جھول ڈال دی جائے تاکہ ان کو خوب پسینہ آئے اور ان کے دوڑنے کی صلاحیت بڑھ جائے۔

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ گھوڑوں میں دوڑ کا مقابلہ کرانا مباح ہے یا مستحب ہے، ہمارے اصحاب (فقہاء شافعیہ) کا مذہب یہ ہے کہ مسابقت یعنی دوڑ کا مقابلہ کرانا مستحب ہے، اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ بلا عوض دوڑ کا مقابلہ کرانا گھوڑوں کی تمام اقسام میں جائز ہے خواہ ان کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو یا نہ ہو اور عوض کے بدلہ میں بھی مسابقت بالاجماع جائز ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ مقابلہ کرنے والوں کے علاوہ کوئی تیسرا شخص عوض ادا کرے، اور اگر عوض مقابلہ کرنے والوں کے درمیان ہو تو پھر اس کے جواز کے لیے ان کے درمیان کسی تیسرے شخص کا بحیثیت محلل[1] ہونا ضروری ہے۔ اس باب کی احادیث میں عوض کا ذکر نہیں ہے۔[2]

دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ مسابقت یہ ہے کہ ایک مقام مقرر کر دیا جائے پھر دو فریقوں میں سے ہر ایک اس مقام تک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] محلل کی وضاحت فقہاء مالکیہ اور فقہاء احناف کے حوالوں میں آ رہی ہے۔ منہ

مسابقت گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے میں ہوتی ہے، کسی ہدف پر تیر سے نشانہ لگانے میں ہوتی ہے، اور دو انسانوں کے دوڑنے میں بھی ہوتی ہے، پہلی تین چیزوں میں مسابقت کا ثبوت اس حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاسبق الا فی خف او حافر او نصل (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸) "مسابقت صرف اونٹوں میں یا گھوڑوں میں یا تیر اندازی میں ہے" اور انسانوں کے دوڑنے میں مسابقت کا ثبوت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے (حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری سے دوڑنے میں مقابلہ کیا اور جیت گئے، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، سعیدی غفرلہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو دوڑنے میں مقابلہ کیا تھا اس سے بھی جواز ثابت ہوتا ہے۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ انہا کانت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر قالت فسابقت فسبقتہ علی رجلی فلما حملت اللحم سابقتہ فسبقتی فقال ھذہ بتلک السبقۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، وہ کہتی ہیں میں نے حضور سے دوڑنے میں مقابلہ کیا اور میں پہلے پہنچ گئی پھر جب میرا بدن فربہ ہو گیا، تو میں نے پھر مقابلہ کیا اس دفعہ حضور مجھ پر سبقت لے گئے، آپ نے فرمایا یہ سبقت، اس سبقت کے جواب میں ہے۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان۔)

اس حدیث سے انسانوں کے آپس میں دوڑ کے مقابلہ کا ثبوت ہے، بعض فقہاء شافعیہ نے خچروں اور گدھوں میں بھی مسابقت کو جائز کہا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ دوڑ کے مقابلہ اور تیر اندازی کے مقابلہ میں کامیاب ہونے والے شخص کو انعام دینے میں اور اس پر شرط لگانے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (بشرطیکہ یہ شرط جانبین سے نہ ہو مثلاً ہر فریق اس کا اقرار کرے کہ غالب ہونے والے شخص کو مغلوب اتنی رقم ادا کرے گا، یہ قمار اور جوا ہے اور قرآن مجید کی نص قطعی سے حرام ہے، اور اگر ایک فریق دوسرے سے کہے کہ تم کامیاب ہو گئے تو میں تم کو یہ انعام دوں گا اور دوسرا فریق اس کے مقابلہ میں کسی چیز کا التزام نہ کرے تو پھر جائز ہے یا تیسرا شخص دونوں سے کہے تم میں سے جو بھی کامیاب ہو گیا میں اس کو یہ انعام دوں گا، یہ بھی جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک مسابقت اور تیر اندازی کے علاوہ اور کسی مقابلہ میں انعام کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، کیونکہ سنن ابوداؤد کی جو روایت گذر چکی ہے اس میں صرف اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ اور تیر اندازی میں مسابقت کا انحصار بیان کیا گیا ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک انعام کی شرط رکھنے کا جواز صرف گھوڑوں کی دوڑ میں ہے، کیونکہ گھوڑوں کی دوڑ میں انعام رکھنا اہل عرب کا معروف طریقہ تھا۔ عطاء نے کہا ہے کہ ہر چیز میں مسابقت جائز ہے، اور شاید ان کی مراد یہ ہے کہ انعام کی شرط کے بغیر ہر چیز میں مسابقت جائز ہے ورنہ یہ جمہور کے قول کے خلاف ہے، اور اس میں قمار اور جوا ہے، جس کی ممانعت ہے اور ناجائز طریقہ سے دوسرے کا مال کھانا ہے (علامہ ابی مالکی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ جوا تو ہر چیز میں ناجائز ہے، حتی کہ گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ کی مسابقت اور تیر اندازی کی مسابقت میں جانبین سے شرط لگانا قمار اور جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے، ہاں اس میں ایک جانب سے شرط لگانا جائز ہے اسی طرح باقی چیزوں کی مسابقت میں بھی ایک جانب سے شرط لگانا جائز ہے

اور یہ قمار نہیں ہے ورنہ اس میں ناجائز طریقہ سے دوسرے کا مال کھانا لازم آتا ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: کہ مسابقت کی چار صورتیں ہیں، ایک صورت بالاتفاق جائز ہے اور ایک صورت بالاتفاق ممنوع ہے اور دو صورتیں مختلف فیہ ہیں۔

(۱) جو شخص گھوڑا دوڑانے میں حصہ نہیں لے رہا وہ ایک انعام مقرر کرے اور یہ اعلان کر دے کہ جس شخص کا گھوڑا اوّل آئیگا اس کو یہ انعام دیا جائے گا یا تین پوزیشنوں کے تین اعلان کر دے، اور اعلان کے مطابق انعام دیا جائے، اس صورت کے جواز میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کیونکہ اس میں قمار اصلاً نہیں ہے۔

(۲) گھوڑا دوڑانے والوں میں سے ہر شخص ایک انعام رکھے (مثلاً دس آدمیوں میں سے ہر شخص پانچ روپے انعام رکھے) اور جس کا گھوڑا اوّل آئے وہ سب کے انعام سمیٹ کر لے جائے، مثلاً اس صورت میں وہ پچاس روپے لے جائے) یہ صورت تمام فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے کیونکہ اس میں غرر اور خطر (دھوکا اور خطرہ، Risk) ہے اور یہ وہ قمار اور میسر ہے جس کو قرآن مجید نے حرام کر دیا ہے۔

(۳) دو گھوڑا دوڑانے والے ایک تیسرے شخص کو اپنے درمیان داخل کر لیں، اس کو محلل کہتے ہیں، دو مقابلہ کرنے والے انعام کی شرط رکھیں، اور یہ شخص کوئی شرط نہ رکھے اور یہ طے کریں کہ اگر محلل کا گھوڑا اوّل آگیا تو وہ ان دونوں کے رکھے ہوئے انعام لے جائے گا اور اگر محلل کے علاوہ ان دونوں میں سے کسی کا گھوڑا اوّل آگیا تو وہ دونوں انعام لے جائے گا، ابن مسیب اور امام شافعی نے اس کو جائز کہا ہے اور امام مالک کے اس میں دو قول ہیں اور زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے۔

(۴) گھوڑا دوڑانے والے مثلاً دو شخصوں میں سے ایک شخص ایک معین انعام کی شرط رکھے اور دوسرا شخص کوئی شرط نہ رکھے اور یہ طے کیا جائے کہ جس شخص کا گھوڑا اوّل آئے گا وہ انعام لے جائے گا خواہ یہ وہ شخص ہو جس نے انعام رکھا تھا یا دوسرا شخص ہو، اس کو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ نے جائز کہا ہے اور امام مالک کے اس میں بھی دو قول ہیں۔ [1]

دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مسابقت (یعنی گھوڑوں اور اونٹوں میں دوڑ کا مقابلہ کرانا) سنت اور اجماع سے جائز ہے، سنت کے ثبوت میں علامہ ابن قدامہ نے صحیح مسلم کی وہ حدیث ذکر کی ہے جس کی ہم تشریح کر رہے ہیں، نیز لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا مسابقت کے جواز پر اتفاق ہے، مسابقت کی دو قسمیں ہیں ایک عوض کے ساتھ اور ایک بلاعوض، جو مسابقت بلاعوض ہو، وہ مطلقاً جائز ہے، خواہ انسانوں کا دوڑ میں مقابلہ ہو، یا گھوڑوں اور اونٹوں وغیرہ کا مقابلہ کرایا جائے، یا کشتیوں وغیرہ کا مقابلہ ہو، یا پہلوانی میں مقابلہ ہو۔

جس مسابقت میں عوض ہو (یعنی اس پر کسی انعام کی شرط رکھی جائے) وہ گھوڑوں، اونٹوں اور تیر اندازی کے سوا اور کسی چیز میں جائز نہیں ہے، ان تین چیزوں میں عوض کو اس لیے جائز قرار دیا گیا ہے کہ یہ آلات جنگ میں سے ہیں اور

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۱۸-۲۱۷، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

ان کو سیکھنے اور ان کی مشق حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب ان چیزوں پر انعام کی شرط رکھ کر ان میں مقابلہ کرایا جائے گا تو ان میں مشق اور مہارت حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے گی، اور شریعت میں ان کی مشق کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم۔ (انفال: ۶۰)

جس قدر تم سے ہو سکے دشمن کے خلاف اس قدر طاقت حاصل کرو اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو تاکہ اس کے ذریعہ اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کرو۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الا ان القوة الرمی الا ان القوة الرمی۔

سنو! قوت تیر اندازی میں ہے، سنو! قوت تیر اندازی میں ہے۔

امام احمد کے علاوہ زہری اور امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے کہ ان تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں مسابقت بالعوض جائز نہیں ہے اور اہل عراق نے کہا ہے کہ انسانوں کے دوڑنے اور پہلوانی کے مقابلہ میں بھی انعام رکھ کر مسابقت جائز ہے، کیونکہ ان دونوں کے متعلق بھی احادیث ہیں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے دوڑنے میں مسابقت کی، (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۲، مسند احمد ج ۶ ص ۱۳۲، ۱۳۹، ۳۹، اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑنے میں مقابلہ کیا، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، سعیدی غفرلہ) اور حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے کشتی میں مقابلہ کیا، فقہاء شافعیہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، اسی طرح پرندوں اور کشتیوں میں مسابقت کے متعلق بھی ان کے دو قول ہیں۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیر اندازی، اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ کے سوا کسی چیز میں مسابقت (جائز) نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تین چیزوں کے سوا ہر چیز میں مسابقت کی نفی کر دی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ انعام کی شرط کے ساتھ ان تین کے علاوہ اور کسی چیز میں مسابقت جائز نہیں ہے، اور چونکہ انعام کی شرط کے بغیر تمام چیزوں میں مسابقت کے جواز پر اجماع ہے اس لیے یہ متعین ہو گیا کہ حدیث میں انعام اور شرط کے ساتھ ان تین کے علاوہ باقی چیزوں میں مسابقت (کے جواز) کی نفی کی ہے اور یہ ہمارے موقف پر واضح دلیل ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ان تینوں کے علاوہ باقی چیزوں کی جہاد میں ضرورت نہیں ہوتی (علامہ ابن قدامہ کے زمانے میں ایسا ہی ہو گا لیکن اس زمانہ میں آلات جہاد کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے اور اس علت کی بناء پر مسابقت کا دائرہ بھی وسیع ہو جائے گا، سعیدی غفرلہ) فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ ہر فوک دار ہتھیار میں مسابقت جائز ہے اور نیزہ اور تلوار میں ان کے دو قول ہیں، اسی طرح گدھوں اور خچروں کی مسابقت میں بھی ان کے دو قول ہیں۔ [1]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۶۹-۳۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

دوڑ کا مقابلہ منعقد کرانے میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: تیر اندازی، گھوڑا یا اونٹ دوڑانے اور قدموں کے ساتھ دوڑنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ یہ چیزیں جہاد کے اسباب سے ہیں، اس لیے ان میں مسابقت مستحب ہے، ملتقی اور مجمع میں ہے کہ خچر اور گدھے میں بھی مسابقت مستحب ہے، مصنف نے یہاں تو اس کو جائز لکھا ہے اور مسائل شتی میں اس کے خلاف لکھا ہے (وہاں مسابقت کو صرف تیر اندازی، گھوڑے یا اونٹ یا قدموں کی مسابقت کے ساتھ مخصوص کیا ہے، یعنی خچر اور گدھے میں مسابقت کو وہاں ناجائز لکھا ہے۔ شامی) امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرط لگا کر قدموں کے ساتھ مسابقت جائز نہیں ہے، اور بغیر شرط کے تمام کھیلوں میں مسابقت جائز ہے، مسابقت میں شرط کے ذریعہ جو مال حاصل ہو وہ جائز ہے بشرطیکہ شرط ایک جانب سے ہو (مثلاً حامد محمود سے کہے اگر میرا گھوڑا یا اونٹ تمہارے گھوڑے یا اونٹ سے آگے نکل جائے تو تم کو مجھے سو روپے دینے ہوں گے، اور اگر تمہارا گھوڑا یا اونٹ میرے گھوڑے یا اونٹ سے آگے نکل جائے تو مجھ پر کچھ لازم نہیں ہوگا، شامی) اور اگر مسابقت میں دونوں جانب سے شرط لگائی گئی تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ قمار اور جوا ہے، ہاں اس صورت میں حرام نہیں ہے جب وہ دونوں تیسرے شخص کو بطور محلل اپنے درمیان داخل کرلیں بشرطیکہ اس کا گھوڑا دوڑنے میں ان کے گھوڑوں کے برابر ہو اور دوڑ میں آگے بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو، خلاصہ میں ہے کہ مسابقت کرنے والے دونوں شخص تیسرے شخص کو اس مقابلہ میں داخل کریں اور اس سے یہ کہیں کہ اگر تم دونوں پر سبقت کر جاؤ تو ہم دونوں کا مال تمہارا ہے اور اگر ہم تم پر سبقت کر جائیں تو ہم تم سے کچھ نہیں لیں گے، عالمگیری میں ہے کہ جب دو شخص اپنے درمیان محلل کو داخل کرلیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید، عمرو سے یہ کہے کہ اگر تم مجھ پر سبقت کر جاؤ تو میں تم کو دس روپے دوں گا، اور اگر میں تم سے آگے نکل گیا تو میں تم سے دس روپے لے لوں گا اور اگر تیسرا شخص یعنی محلل آگے نکل گیا تو اس کو کچھ نہیں ملے گا، اس سے معلوم ہوا کہ محلل کو داخل کرنے کی دو صورتیں ہیں، علامہ ذیلعی نے کہا ہے کہ اس صورت کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تیسرے شخص یعنی محلل کو کچھ ملنا لازمی اور یقینی نہیں ہے ہوسکتا ہے ملے یا نہ ملے اس وجہ سے یہ صورت قمار سے خارج ہوگئی۔ شامی) کشتی کرنا بدعت نہیں ہے لیکن اگر کشتی سے جہاد میں قوت حاصل کرنا ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے محض کھیل کود مقصود ہو تو مکروہ ہے، اور مال کی شرط کے بغیر ہر چیز میں مسابقت کرنا جائز ہے علامہ ابن حجر نے کہا چنانچہ لڑانے اور پہیلیاں بوجھنے میں مسابقت جائز ہے، اسی طرح کسی ماہر اور تجربہ کار شخص کے لیے خطرناک کھیل دکھانا بھی جائز ہے، مثلاً سانپ پکڑ کر دکھانا وغیرہ۔ [1]

مسابقت کی اس بحث میں چونکہ قمار اور میسر (جوا) کا ذکر آگیا ہے اس لیے ہم یہاں اختصار کے ساتھ قمار اور میسر کا لغوی معنی اور شرعی معنی اور اس کے احکام ذکر کریں گے۔

جوئے کی تعریف

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

صحاح میں قمار کا معنی یہ بیان کیا ہے: کسی شخص کا کھیل میں دوسرے شخص پر غالب آنا۔ [2]

---

[1] علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۶-۲۵۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۵۰۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

نیز علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

میسر کا معنی ہے تیروں سے جوا کھیلنا، میسر اس اونٹ کو کہتے ہیں جس پر عرب جوا کھیلتے تھے، جب وہ لوگ جوا کھیلنے کا ارادہ کرتے تو ایک اونٹ ادھار خریدتے اور اس کو ذبح کر کے اس کے دس یا اٹھائیس حصے کرتے، پھر تیروں سے قرعہ اندازی کرتے جس شخص کے نام پر نشان زدہ تیر نکلتا وہ کامیاب ہوتا اور جس شخص کے نام پر بے نشان تیر نکلتا وہ ناکام قرار دیا جاتا اور اس کو اونٹ کی پوری قیمت دینی پڑتی، اونٹ کو میسر اس لیے کہتے تھے کہ وہ تقسیم کا محل بنتا تھا، میسر جوسر کو بھی کہتے ہیں، حضرت علی سے روایت ہے کہ شطرنج عجمیوں کا جوا ہے، ہر وہ چیز جس میں جوا ہو وہ میسر ہے حتیٰ کہ بچوں کا اخروٹ کے ساتھ کھیلنا بھی میسر ہے[1] (بشرطیکہ اس کھیل میں یہ طے کیا جائے کہ ہارنے والا جیتنے والے کو فلاں چیز دے گا۔ سعیدی غفرلہ)

رئیس معلوف لکھتے ہیں: قمار ہر وہ کھیل ہے جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ مغلوب غالب کو، کوئی معین چیز ادا کرے گا خواہ وہ چیز چاندی ہو یا کوئی اور چیز ہو۔[2]

میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

قمار ہر وہ کھیل ہے جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی۔[3]

جوئے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما۔ (بقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ شراب اور جوئے کا کیا حکم ہے؟ آپ کہیے ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے، ہر چند کہ ان میں لوگوں کے لیے (دنیاوی) منافع بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون۔ (مائدہ: ۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے، (فال نکالنے والے تیر) یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون (مائدہ: ۹۱)

شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، کیا تم ان چیزوں سے باز آنے والے ہو۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۶۲۸-۶۲۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

[2] لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد ص ۶۵۳، المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت، الطبعۃ التاسعۃ العشرۃ، ۱۹۲۷ء

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۷۷، المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

جوئے کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر وان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الخمر والمیسر والکوبة والغبیراء ۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کی شراب، جوئے، طبل اور جوار کی شراب سے منع فرمایا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال حرمت الخمر ثلاث مرات قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة وهم یشربون الخمر ویاکلون المیسر فسالوا رسول الله صلی الله علیه وسلم عنها فانزل الله علی نبیه صلی الله علیه وسلم یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما الحدیث ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شراب کو تین بار حرام کیا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے درآں حالیکہ وہ لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہیے ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کا (دنیاوی) نفع بھی ہے اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔

جوئے کے حکم میں فقہاء احناف کی رائے

علامہ نسفی حنفی لکھتے ہیں:

گھوڑے سواری، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی میں مسابقت کا مقابلہ کرنا جائز ہے اور جانبین سے شرط مقرر کرنا حرام ہے اور ایک جانب سے شرط مقرر کرنا حرام نہیں ہے۔[3]

علامہ زیلعی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جانبین سے شرط مقرر کرنے کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہے اگر تمہارا گھوڑا آگے نکل گیا تو میں تم کو اتنے روپے دوں گا اور اگر میرا گھوڑا آگے نکل گیا تو تمہیں مجھ کو اتنے روپے دینے ہوں گے، یہ قمار ہے اس لیے جائز نہیں ہے، اور اگر ایک جانب سے شرط ہو تو یہ قمار نہیں ہے، مثلاً ایک شخص دوسرے سے یہ کہے اگر تم مجھ سے آگے نکل گئے تو میں تم کو اتنے روپے دوں گا، اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم پر کچھ لازم نہیں ہے، چونکہ اب نقصان اور فائدہ دونوں فریقوں میں لازم نہیں ہے، بلکہ ایک کو صرف فائدہ ہوگا اور دوسرے کو فقط نقصان ہوگا (یا فائدہ نہیں ہوگا) اس لیے اب یہ مقامرہ نہیں ہے، کیونکہ مقامرہ باب مفاعلہ سے ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر دو فریقوں

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ، کنز الدقائق ص ۴۳۰، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

میں نفع اور نقصان دائر ہو، اور جب اس صورت میں قمار کا معنی نہیں پایا گیا تو یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استحساناً جائز قرار پایا: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط (انعام) رکھ کر گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرایا، اور قیاس کے تقاضے سے یہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں تملیک خطر (RISK) پر موقوف ہے، اس لیے ان چار (گھڑ دوڑ، شتر سواری، پیدل چلنے اور تیر اندازی) کے سوا اور کسی چیز میں ایک جانب سے شرط رکھ کر بھی مسابقت جائز نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اہل علم کا قمار کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: باہم شرط لگانا بھی قمار ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ پہلے اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم نازل ہو گئی، جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے رومیوں کے ایرانیوں پر غلبہ کی شرط لگائی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو، پھر بعد میں آپ نے اس سے منع فرما دیا، اور قمار کی حرمت نازل ہو گئی اور اس کے حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ شتر سواری، گھڑ دوڑ اور نیزے بازی میں سابقیت کے مقابلہ پر شرط لگانے کی رخصت ہے، جبکہ ایک شخص مستحق ہو اور سابق ہونے پر دوسرا شخص مستحق نہ ہو اور اگر یہ شرط لگائی کہ جو آگے نکل گیا وہ لے گا جو پیچھے رہ جائے گا وہ دے گا تو یہ شرط باطل ہے اور اگر ان دونوں نے درمیان میں کسی تیسرے شخص کو اس شرط سے داخل کر لیا کہ اگر وہ آگے نکل گیا تو انعام کا مستحق ہو گا اور اگر پیچھے رہ گیا تو اس پر کوئی جرمانہ نہیں ہو گا تو یہ امر جائز ہے اور اس تیسرے شخص کو بھی صلے اللہ علیہ وسلم نے محلل فرمایا ہے۔ [2]

جوئے کے حکم میں فقہاء شافعیہ کی رائے

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

ابن سیرین، مجاہد اور عطاء سے روایت ہے کہ جس چیز میں بھی شرط لگائی جائے وہ میسر (جوا) ہے، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب شطرنج کے کھیل میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ فحش گفتگو کی جائے اور نہ نماز سے غفلت کی جائے تو وہ حرام نہیں ہے، اور میسر سے خارج ہے کیونکہ میسر مال دینے یا مال لینے کو واجب کرتا ہے، اس لیے شطرنج قمار سے نہ میسر ہے۔ [3]

جوئے کے حکم میں فقہاء مالکیہ کی رائے

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک شخص اپنی بیوی اور مال کی شرط لگاتا تھا اور جو شخص اس شرط کو جیت لیتا وہ ہارنے والے کے مال اور اس کی بیوی کو لے جاتا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یہ لوگ

---

[1] علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۲۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۲۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ اُن سے کہیے کہ ان میں بڑا گناہ ہے (بقرہ: ۲۱۹)[1]
نیز علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے فرمایا: میسر کی دو قسمیں ہیں، میسر اللھو اور میسر القمار، میسر اللھو میں نرد، شطرنج اور تمام کھیل داخل ہیں، اور میسر القمار ہر وہ عقد ہے جس میں لوگ شرط لگائیں۔[2]

جوئے کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کی رائے

علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے، خواہ کسی قسم کا کھیل ہو اور یہ اس میسر میں داخل ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اجتناب کا حکم دیا ہے، اور جو شخص بار بار ایسا کھیل کھیلے اس کی شہادت مردود ہے، اور قمار سے خالی وہ کھیل ہوتا ہے جس میں جانبین سے کوئی عوض ہو نہ کسی ایک جانب سے، ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں، چوسر سے کھیلنا امام ابو حنیفہ اور اکثر فقہاء شافعیہ کے نزدیک حرام ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔[3]

معمہ، لاٹری اور سٹہ کا شرعی حکم

ہمارے زمانے میں معمہ اور لاٹری کا رواج ہے، معمہ میں یہ ہوتا ہے کہ ایک مقررہ فیس ادا کر کے لوگ اس معمے کو حل کر کے صاحب معمہ کے پاس قسمت آزمائی کے لیے بھیج دیتے ہیں اور لاکھوں شرکاء کی فیسوں کے ذریعہ جو رقوم جمع ہوتی ہیں اس میں سے تین یا چار انعام مقرر کیے جاتے ہیں، علمی حیثیت سے تو اس معمے کے بہت سے حل صحیح ہو سکتے ہیں لیکن انعام اس شخص کو ملتا ہے جس کا حل کسی معقول کوشش کی بنا پر نہیں بلکہ محض اتفاق سے کسی پلڑ کے حل کے مطابق ہو، چونکہ معمے میں بھی تمسک کا مدار خطر (RISK) پر ہے اس لیے یہ بھی میسر اور قمار ہے اور شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔

اسی طرح لاٹری بھی جوا ہے، لاٹری میں بڑے بڑے انعامات کا لالچ دے کر لاکھوں ٹکٹ فروخت کیے جاتے ہیں اور ٹکٹوں کے ذریعہ جو رقوم جمع ہوتی ہیں اس میں سے قرعہ اندازی کے ذریعہ چند لاکھ روپے تقسیم کر دیے جاتے ہیں، ہمارے زمانہ میں ہلال احمر اور فاطمید فاؤنڈیشن کے ریفل ٹکٹ کا کاروبار عام ہے، یہ کاروبار خاص جوا ہے، اگر کوئی شخص تپ دق کے مریضوں کی مدد اور غریب بیماروں کے لیے خون مہیا کرنا چاہتا ہے تو سیدھے اور صاف طریقہ سے اگر ان اداروں میں عطیات جمع کرائے، لاٹری کے ٹکٹ خرید کر قسمت آزمائی کے راستہ سے غریب اور نادار مریضوں کے لیے جوئے کی رقوم مہیا نہ کرے، اسی طرح وہ سارے کھیل اور کام جوئے میں داخل ہیں جن میں اشیاء کی تقسیم کا مدار حقوق اور خدمات اور عقلی فیصلوں پر رکھنے کے بجائے محض کسی اتفاقی امر پر رکھ دیا جائے، گھوڑ دوڑ کے مقابلوں میں اور بین الاقوامی کھیلوں میں ہار جیت پر جانبین سے شرط لگانا، اسی طرح بارش ہونے یا نہ ہونے

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن، ج ۳ ص ۵۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ
[2] ۔ " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ص ۵۴، " " " "
[3] ۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

پر یا کسی بھی اتفاقی امر پر جانبین سے شرط لگانا بالاجماع سٹہ اور جوا ہے اور ناجائز اور حرام ہے۔

بیمہ کیا چیز ہے؟ ہمارے دور میں بیمہ کا بہت رواج ہے اور اس پر بحث و تمحیص ہوتی رہتی ہے کہ آیا بیمہ میں قمار ہے یا نہیں؟ اور یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیمہ کا شرعی جائزہ لینے سے پہلے یہ ضروری ہوگا کہ پہلے ہم یہ جان لیں کہ بیمہ کیا چیز ہے؟ بیمہ کے ذریعے کسی فرد یا ادارہ کو پیش آنے والے متوقع نقصان کی تلافی کی جاتی ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ مثلاً بیمہ کمپنی زید کی زندگی کا بیمہ کرتی ہے اور یہ زید بیمہ کمپنی سے دس سال کے لیے دس ہزار کی پالیسی خریدتا ہے، اب چاہیے تھا کہ بیمہ کمپنی اس سے دس سال تک ہر سال ایک ہزار روپیہ بطور قسط وصول کرتی، لیکن وہ ایک ہزار دو سو روپیہ سالانہ وصول کرتی ہے، اور یہ جو زائد دو سو روپے سالانہ ہیں ان میں سے ایک سو روپیہ اس کے دفتر اور اسٹاف کے اخراجات کے ہیں اور ایک سو روپیہ امدادی فنڈ میں داخل کر دیا جاتا ہے اس طرح ہر پالیسی ہولڈر ایک سو روپیہ سالانہ امدادی فنڈ میں داخل کرتا ہے اور اگر کوئی پالیسی ہولڈر اپنی میعاد پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائے تو اگر اس کی موت طبعی ہو تو اس کی پالیسی کی مساوی رقم اس کے نامزد وارث کو دے دی جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی بس، کارخانے یا جہاز کا بیمہ کیا جائے اور بس کسی حادثہ میں تباہ ہو جائے، یا کارخانے میں آگ لگ جائے، یا جہاز ڈوب جائے تو پہلے سے طے شدہ پالیسی کے مطابق رقم اس بس، کارخانے یا جہاز کے مالک کو دے دی جاتی ہے اور اس کے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے۔ پالیسی ہولڈر اپنی اقساط کے ذریعہ جو پیسہ بیمہ کمپنی میں داخل کرتے ہیں کمپنی اس پیسے کو منجمد نہیں رکھتی بلکہ اس پیسے کو گردش میں رکھتی ہے، بڑی بڑی عمارتیں خرید کر یا بنوا کر ان کو کرائے پر دیتی ہے، پالیسی ہولڈرز اور تجارتی اداروں کو سود پر قرضہ فراہم کرتی ہے اور ہوائی کمپنیوں اور صنعتی اور تجارتی اداروں کے حصص خریدتی ہے اور اس طریقہ سے جو اس کو نفع حاصل ہوتا ہے اس کو پالیسی ہولڈرز میں تقسیم کرتی ہے، اس نفع کی شرح ہر سال مختلف ہوتی رہتی ہے اور یہ رقم پالیسی ہولڈرز کے کھاتوں میں جمع کر دی جاتی ہے۔

بیمہ کی تاریخ اور ارتقاء بیمہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ابتداء میں اس کی زیادہ تر شکلوں میں باہمی تعاون کی روح کارفرما تھی، کسی بھی شعبہ میں نقصان کا اوسط معلوم کیے بغیر انسانی گروہوں نے ایسے خطرات کے مقابلے یا ایسی ضروریات کی تکمیل کے لیے جو اچانک گروہ کے کسی فرد کو پیش آسکتی ہیں یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ گروہ کا ہر فرد عام حالات میں ایک مشترکہ فنڈ میں کچھ رقم جمع کرتا رہے تاکہ گروہ کے کسی فرد کو اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو بوقت ضرورت اس کی مدد کی جا سکے، رومن دور حکومت میں اسی اصول پر چندہ کر کے تجہیز و تکفین کی جاتی تھی، سترھویں صدی عیسوی میں انگلستان میں بیماروں کی امداد کے لیے یہی طریقہ اختیار کیا گیا، اٹھارہویں صدی عیسوی میں تاجروں نے اپنی انجمنیں قائم کیں اور تاجر برادری کا جو فرد کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا اس کی مشترکہ فنڈ سے مدد کی جاتی تاہم انگلستان سے متعلق قدیم ترین بحری انشورنس کی تاریخ ۱۵۴۷ء بتائی جاتی ہے۔

مجوزین بیمہ کے عقلی اور شرعی دلائل بیمہ کی ماہیت میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بازار میں کبھی کبھی کسی دکان میں آگ لگ جاتی ہے، ایسے بازار بہت سے ہیں اور ان سب میں

یہ حادثہ پیش آتا رہتا ہے اگر بہبھل سے بازاروں میں آگ لگنے کے ایک طویل مدت کے واقعات کا جائزہ لے کر اوسط نکالا جائے تو معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ایک سال میں ایک لاکھ دکانوں میں سے کتنی دکانیں آگ لگنے کے حادثے سے دوچار ہوتی ہیں اگر اس حادثہ سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی غیر معمولی حفاظتی اور انسدادی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو آئندہ چند برسوں کا تجربہ بتا دے گا کہ یہ اوسط کس حد تک درست ثابت ہوا۔

کسی ایک آدمی کی موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں، جو آدمی آج عمر کے اکیسویں سال میں داخل ہوا ہے وہ یہ سال پورا کر کے بائیسویں سال میں قدم رکھے گا یا نہیں؟ اس سوال کا یقین کے ساتھ جواب نہیں دیا جا سکتا، مگر یہ بات تقریباً یقین کے ساتھ متعین کی جا سکتی ہے کہ اسی جیسے ایک لاکھ افراد جو عمر کے اکیسویں سال میں داخل ہو رہے ہیں ان میں سے کتنے افراد عمر کے بائیسویں سال میں قدم رکھنے کے لیے زندہ رہیں گے، اس تعین کی بنیاد ماضی کا طویل تجربہ ہے، انسانوں کی بہت بڑی تعداد کے متعلق ریکارڈ کے مطالعہ سے عمر کے اکیسویں سال میں وفات کے امکان کی اور اس امکان میں غلطی کے امکان کی پیمائش کی جا چکی ہے، مزید برآں اس پیمائش پر بعد کے تجربات کی روشنی میں نظر ثانی کی جاتی رہتی ہے۔ اس تعین کی عملی اہمیت یہ ہے کہ عمر کے اکیسویں سال میں وفات کے مالی عواقب سے عہدہ برا ہونا ان معلومات کی روشنی میں زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا پیمائش سے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ افراد گروہوں کی شکل میں چھوٹی چھوٹی رقمیں ادا کر کے مذکورہ بالا قسم کے قابل پیمائش خطرات کے زبردست مالی عواقب سے عہدہ برآ ہونے کا اہتمام کر سکیں، مثلاً اگر بحری سفر میں غرقابی کا اوسط ہر دس ہزار جہازوں میں سے ایک جہاز فی سال ہے اور ایک بحری جہاز کی اوسط قیمت دس لاکھ ہے تو اگر ہر جہاز راں سو روپیہ سالانہ ادا کرے تو سارے جہاز راں مل کر سال بھر میں ایک جہاز کی قیمت جمع کر سکتے ہیں جو باہمی راضی نامے کے مطابق اس جہاز راں کو دی جا سکتی ہے جس کا جہاز ڈوب جائے یا اہتمام پورے گروہ کے ہر فرد کو اس خطرے سے بے نیاز کر سکتا ہے کہ بحری سفر میں جہاز کے ڈوب جانے سے اسے دس لاکھ کا نقصان اٹھانا پڑ سکتا ہے یہ بے نیازی کسی فرد کے لیے کسی انفرادی کوشش کے ذریعہ ممکن نہیں ہو سکتی۔ یہ مذکور الصدر اہتمام دس ہزار جہاز راں اجتماعی راضی نامے سے کریں، یا کوئی تیسرا فریق ان کو یہ پیش کش کرے کہ اگر ان دس ہزار جہاز رانوں میں سے ہر شخص اس کو سو روپے ادا کرے تو وہ ڈوبنے والے جہاز کی قیمت ادا کر دیا کرے گا یا حکومت بطور خود تمام جہاز رانوں کو اس کا پابند کرے کہ وہ سالانہ سو روپے ادا کریں اور ڈوبنے والے جہاز کی قیمت ادا کرنا اپنے ذمہ لے لے، تینوں صورتوں میں یہ نتیجہ یکساں طور پر حاصل ہوگا کہ ہر جہاز راں، جہاز ڈوبنے کے اندیشہ اور اس سے وابستہ نقصان سے بے نیاز ہو کر جہاز رانی کر سکے گا یہی طریقہ انشورنس کہلاتا ہے، مکان یا دکان میں آگ لگنے، سامان چوری ہو جانے موٹر کے حادثہ کا شکار ہو جانے وغیرہ دوسرے قابل پیمائش خطرات کے سلسلہ میں بھی اسی طرح انشورنس کر کے تحفظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

جہاز رانی ایک مفید سماجی عمل ہے جس سے بہت سے انفرادی اور اجتماعی مفادات وابستہ ہیں مثلاً افراد کا بحری سفر کر کے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا، تجارت خارجہ وغیرہ، اگر ہر جہاز راں کو ہر بحری سفر میں اس اندیشہ کا سامنا ہو کہ جہاز ڈوب سکتا ہے تو زبردست مالی نقصان کا یہ اندیشہ جہاز رانی کے عمل میں رکاوٹ بنے گا،

اور اس کا بین الممالک سفر اور تجارت پر برا اثر پڑے گا، ایسی صورت میں اگر ہر جہاز ران ایک چھوٹی سی رقم ادا کر کے یہ اطمینان حاصل کر سکے کہ جہاز ڈوب جانے کی صورت میں اسے جہاز کی قیمت مل جائے گی تو یہ رکاوٹ دور ہو جائے گی، آمدورفت سہولت کے ساتھ جاری رہے گی تجارت کو فروغ حاصل ہو گا اور ملک ترقی کرے گا، آگ لگنے کا خطرہ مول لے کر دکان کھولنے، حادثہ کا خطرہ مول لے کر موٹر چلانے، صنعتی حادثات کے خطرے کے باوجود صنعتی کارخانوں میں کام کرنے اور بیشتر دوسرے اقتصادی کاموں پر یہی وجہ صادق آتی ہے۔ حادثے کی صورت میں جو مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے اگر اس کا سارا بوجھ اسی شخص پر ڈال دیا جائے جس کی دکان، کار، ہوائی جہاز، بحری جہاز یا جسم و جان اس حادثے میں شکار ہوئے تو لوگ ان خطرات کو مول لے کر ان کاموں کو انجام دینے کی ہمت کم ہی کریں گے اور سماج کو اس قدر فراوانی کے ساتھ یہ اقتصادی خدمات میسر نہیں آسکیں گی اس کے برعکس اگر انشورنس کا طریقہ اختیار کر کے ہر فرد کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ تھوڑی سی لاگت برداشت کر کے ان خطرات کے مالی عواقب کی تلافی کا اہتمام کر سکے تو اس قسم کے کام کرنے والوں کو حوصلہ بڑھے گا اور دنیا والے ان کی خدمات سے بہرہ مند اور مستفید ہو سکیں گے۔

انشورنس کی شرعی نظیر کے سلسلہ میں مجوزین دیت کا ذکر کرتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطأً قتل کر دے تو اس پر دیت لازم آتی ہے دیت کی مقدار سو اونٹ یا ایک ہزار مثقال سونا ہے (۴۲۵ء۴ گلوگرام) یا دس ہزار درہم چاندی (۳۰۶۱۸ء کلوگرام) ہے جو قاتل کی عاقلہ کو تین سال میں ادا کرنا ہوتی ہے، قتل تو ایک شخص نے کیا ہے لیکن چونکہ اس شخص پر ایک غیر معمولی بوجھ آپڑا ہے اس لیے اسلام نے اس کے قبیلہ والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اس ناگہانی آفت میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور سب مل کر اس کی دیت ادا کریں، قتل خطا بھی دراصل ایک حادثہ ہے جس کے مالی عواقب کی تلافی کے لیے ایک بڑے گروہ کو ذمہ دار بنایا گیا ہے، اس طرح ایک فرد کو جس کے ہاتھوں یہ سانحہ واقع ہوا زبردست مالی صدمہ سے بچایا گیا ہے اور اس گروہ کے دوسرے افراد کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ اگر انہیں بھی کبھی اس صدمہ کا ہدف بننا پڑا تو ان کا بھی اسی طرح تحفظ کیا جائے گا البتہ اس تحفظ کے بدلے ہر ایک کو کچھ نہ کچھ لاگت ادا کرنی ہو گی یعنی بوقت ضرورت دیت کا متناسب حصہ اپنی جیب سے ادا کرنا ہو گا، اور تھوڑے سے فرق کے ساتھ انشورنس بھی اسی قیاس پر ہے۔

مجوزین بیمہ کی طرف سے بیمہ میں عنصر قمار اور سود کی وضاحت

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں:

قمار میں جو خرابی ہے وہ یہ ہے کہ جوا کھیلنے والا بازی لگا کر یا شرط بد کر اپنے لیے ایک ایسا خطرہ مول لیتا ہے جو پہلے سے موجود نہ تھا، یا اگر موجود تھا تو خود اس کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لاٹری کے ٹکٹ خریدنا، گھوڑوں کی دوڑ یا فٹ بال کے مقابلہ میں یا تاش شطرنج وغیرہ کے کھیلوں میں ہار جیت پر بازی لگانا اس کی عام مثالیں ہیں۔ قمار کی تمام ممکن شکلوں اور اس کی تمام مروجہ قسموں میں یہ بات مشترک ہے کہ وہ شخص جو بازی لگا کر ایک رقم ہار جانے کا خطرہ مول لیتا ہے اگر چاہتا تو بازی نہ لگاتا اور اگر وہ بازی نہ لگاتا یا شرط نہ بدتا تو اس کو اس رقم کے نقصان کا خطرہ پیش نہ آتا۔ انشورنس کا معاملہ اس سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ جس خطرے کے پیش نظر انشورنس کرنے والا انشورنس کراتا ہے، اس کا وجود، اور اس فرد سے اس کا تعلق اس کے انشورنس کرانے یا نہ کرانے پر منحصر نہیں ہے بلکہ ہر حال میں پایا

پایا جاتا ہے۔ یہ خطرہ زندگی کی کسی نارمل سرگرمی، اقتصادی عمل، پیشہ یا حرفہ سے لازمی طور پر وابستہ ہوتا ہے جس کا مکمل ازالہ انشورنس کے سوا کوئی اور تدابیر اختیار کرنے سے نہیں ہو سکتا۔ ان تمام خطرات سے مالی نقصان بھی وابستہ ہوتا ہے اس کی سب سے نمایاں مثال موت ہے جس کا خطرہ زندگی کے ساتھ لگا ہوا ہے اور جس سے ہمیشہ نہیں مگر اکثر، بالخصوص اگر متوفی جوان ہو، اس کے متعلقین کو مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔ آدمی اس نقصان کی تلافی کے لیے انشورنس کرائے یا نہ کرائے اس نقصان کا اندیشہ بہرحال موجود رہتا ہے کیونکہ اس کا تعلق موت سے ہے جو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود کسی وقت بھی واقع ہو سکتی ہے اور کبھی نہ کبھی ضرور واقع ہو کر رہتی ہے۔ اسی طرح موٹر کار، بحری جہاز، ہوائی جہاز اور دوسری سواریوں کے مالکوں کو کسی حادثے کے نتیجے میں ان سواریوں کی بربادی یا ان کی ٹوٹ پھوٹ کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے یہ اندیشہ ان کے استعمال کے ساتھ لازمی طور پر وابستہ ہے اور حادثے کی صورت میں مالی نقصان یقینی ہے۔ اسی طرح ہر مسافر کو جو ان سواریوں کے ذریعہ سفر کرتا ہے، یہ خطرہ مول لینا پڑتا ہے کہ سواری کا حادثہ پیش آنے کی صورت میں اس کی جان چلی جائے یا وہ مجروح ہو جائے، جس سے اکثر حالات میں مالی نقصان وابستہ ہوتا ہے۔ مکان دکان، سامانِ تجارت، کھیت، کارخانہ اور دوسری املاک کے ساتھ بھی آتش زدگی وغیرہ حوادث کے نتیجے کے طور پر بربادی کا اندیشہ وابستہ ہے بہ خلاف قمار باز کے مسافر، سواری کا مالک یا مکان وغیرہ کا مالک متعلقہ حادثے کا اور اس سے وابستہ مالی نقصان کا خطرہ جان بوجھ کر نہیں مول لیتے، سفر، سواری رکھنا اور اسے استعمال کرنا، مکان، کارخانہ کھیت، سامان تجارت وغیرہ اثاثوں کی ملکیت اور ان کا استعمال، عام کاروباری زندگی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں جن سے دستبرداری ممکن نہیں۔ صنعتی مزدور مشینوں کے درمیان نقل و حرکت کے لیے اور ایسے کارخانوں میں کام کرنے کے لیے مجبور ہے جن میں آتش گیر مادے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ سرگرمی روزی کمانے کے لیے ضروری ہے مگر اس کے ساتھ یہ خطرہ بھی لگا ہوا ہے کہ شاید صنعتی حادثے کے نتیجے میں اعضاء مجروح ہو جائیں اور معذوری کے سبب مدت العمر مالی نقصان اٹھانے پڑیں۔ ان تمام صورتوں میں خطرے کا اور اس سے وابستہ مالی صدمے کا احتمال بہرحال موجود ہوتا ہے، خواہ انشورنس کرایا جائے یا نہ کرایا جائے۔

جوئے بازی اور انشورنس کے درمیان دوسرا بنیادی فرق نفع کی امید سے تعلق رکھتا ہے، جوئے بازی کا مالی محرک اس مالی منفعت کا حصول ہے جو بازی جیت جانے کی صورت میں ہوگی جبکہ انشورنس کرانے کا مالی محرک اس نقصان کی تلافی ہے جو متعلقہ خطرہ پیش آجانے کی صورت میں ہوگا۔ جس حادثے کے اندیشے سے انشورنس کرایا گیا ہے اگر وہ واقعتاً پیش آجائے تو معاہدے کے مطابق انشورنس کرانے والے کو جو رقم ملے گی اس کی حیثیت کسی نفع کی نہیں ہے۔ یہ رقم صرف اس مالی نقصان کی تلافی کرتی ہے جو عملاً واقع ہو چکا۔ اس رقم کے ملنے سے حادثے کا شکار ہونے والے کی دولت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ صرف اس کمی کی تلافی ہوتی ہے جو حادثے کے نتیجے میں واقع ہو چکی۔ اس کے برعکس بازی جیتنے کی صورت میں جوئے باز کو جو رقم ملتی ہے وہ اس کی دولت میں اضافہ کرتی ہے۔ اس کے لیے اس رقم کی حیثیت خالص نفع کی ہے۔ جوئے باز اور انشورنس کرنے والے کے محرکات یکسر مختلف ہیں۔ اول الذکر کی نظر اس خالص نفع پر ہے۔ دوسرے کی نظر اس نقصان کی تلافی پر ہے جس کا اسے اندیشہ ہے۔ لاٹری کا ٹکٹ خریدنے والا جو دس لاکھ روپے کا انعام پاتا ہے۔ اس کا مقابلہ بحری جہاز کے مالک سے کیجئے جس کو جہاز ڈوب جانے

کی صورت میں انشورنس کے معاہدے کے مطابق اس جہاز کی قیمت کے طور پر دس لاکھ روپے ملتے ہیں۔ جہاز کے مالک کی مالی حیثیت اب بھی وہی ہے جو جہاز ڈوبنے اور انشورنس کی رقم ملنے سے پہلے تھی وہ انشورنس سے ملنے والی رقم کے نتیجے میں پہلے سے زیادہ دولت مند نہیں ہو گیا ہے اس کے برعکس لاٹری میں انعام پانے والا اب پہلے سے زیادہ دولت مند ہے اس کی دولت میں دس لاکھ کا اضافہ ہو گیا ہے۔

اب معاملے کے دوسرے پہلو کا جائزہ لیجئے۔ جوئے باز بازی ہار جاتا ہے تو اسے مالی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لاٹری کے ٹکٹ کے دام ضائع جاتے ہیں، یا شرط کے مطابق بازی جیتنے والا اس سے ایک رقم وصول کرتا ہے۔ اس رقم کی ادائیگی ایک خالص نقصان ہے اس کے بالمقابل جوئے باز کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے مقابلے میں صرف اس امید کا ذکر کیا جا سکتا ہے کہ جوئے میں جیت بھی ہو سکتی تھی اور ایک رقم ہاتھ آ سکتی تھی۔ مگر یہ امید معروضی طور پر ہارنے اور خسارہ برداشت کرنے سے وابستہ نہیں ہے اس سے الگ وجود رکھتی ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی جوئے باز عرصے تک بازی نہ ہارے، مسلسل جیتتا چلا جائے۔ انشورنس کرانے والا معاہدے کے مطابق ایک پریمیم ادا کرتا ہے۔ اس ادائیگی کے عوض اسے اس بات کی ضمانت حاصل ہوتی ہے کہ اگر متعلقہ حادثہ پیش آگیا تو اس کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصان کی تلافی کی جائے گی۔ یہ تحفظ اسے معاہدہ کراتے ہی حاصل ہو جاتا ہے خواہ حادثہ واقع ہو نہ ہو۔ پریمیم اسی تحفظ کی لاگت ہے یہ تحفظ دور رس اقتصادی اہمیت کا حامل ہے اور اس کی افادیت پر اس کا اثر نہیں پڑتا کہ حادثہ واقع ہوتا ہے اسے نقصان ہوتا ہے اور اس نقصان کی تلافی کے لیے اسے رقم ملتی ہے یا حادثہ واقع نہیں ہوتا۔ اقتصادی سرگرمیوں کی انجام دہی اور معاشی کارکردگی کی خاطر اس تحفظ کی اہمیت پر پریمیم ادا کرنے کی ایک معقول بنیاد ہے۔ پریمیم گھاٹا نہیں لاگت ہے۔ اس کے برعکس جوئے میں ہاری ہوئی رقم سراسر گھاٹا ہے۔ پریمیم ادا کرنا ایک مجبوری کے تحت ہے، مجبوری یہ ہے کہ جن خطرات سے نقصان کا اندیشہ وابستہ ہے ان سے مفر نہیں اور اندیشۂ نقصان سے تحفظ کی واحد صورت یہ ہے کہ پریمیم ادا کیا جائے۔ لاٹری کے ٹکٹ کے دام ادا کرنے یا بازی ہارنے کی صورت میں طے شدہ رقم ادا کرنے کے ساتھ ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جوئے باز اپنے اختیار سے یہ گھاٹا مول لیتا ہے۔

انشورنس کرانے والا اگر انشورنس نہ کراتے تو اس کو وہ حادثہ جس کا خطرہ تھا واقع ہونے کی صورت میں زبردست مالی نقصان کا اندیشہ لگا رہے گا یہ اندیشہ اس کے فیصلوں پر بہرحال اثر انداز ہوگا خواہ آئندہ وہ خطرہ واقع ہو یا نہ ہو کیونکہ فیصلہ کا وقت پہلے آتا ہے۔ بحری جہاز کا مالک اپنے جہاز کو بحری سفر پر بھیجے یا نہ بھیجے اس فیصلہ پر اس اندیشہ کا گہرا اثر پڑے گا کہ جہاز ڈوب سکتا ہے اور اس حادثے کے نتیجے میں دس لاکھ روپے کا نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ بات کہ اس سفر میں یہ جہاز ڈوبا یا نہیں ڈوبا، بعد میں معلوم ہوگی۔ یہی حال ان تمام اقتصادی اعمال اور عام سرگرمیوں کا ہے جن کے ساتھ خطر محض وابستہ ہو۔ ان تمام صورتوں میں مالی نقصان کی تلافی کی ضمانت حاصل ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ پر گہرا اثر پڑنا لازمی ہے اور یہ اثر اس سے بے نیاز ہے کہ عملاً یہ نقصان واقع ہوتا ہے یا نہیں۔

اس حقیقت کی روشنی اس پر غور کیجئے کہ جوئے کی ہاری ہوئی بازی سے وابستہ مالی خسارہ اور حادثہ واقع نہ ہونے کی صورت میں ادا کیا جانے والا پریمیم ایک ہی نوعیت کے حامل ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر انشورنس کرانے والے

کو عملاً وہ حادثہ پیش نہ آیا جس کا اندیشہ تھا، نہ کوئی مالی نقصان ہوا اور نہ اس کی تلافی میں کوئی رقم ملی تو اس نے جتنا پریمیم ادا کیا وہ اس کے لیے سراسر گھاٹا ہے اگر وہ انشورنس نہ کراتا تو پریمیم نہ ادا کرنا پڑتا اور یہ گھاٹا نہ ہوتا۔ جس طرح جوئے باز اگر بازی نہ لگاتا تو نہ ہارتا اور اسے گھاٹا نہ ہوتا۔ اوپر ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ معاہدہ انشورنس سے یہ ضمانت حاصل ہوتی ہے کہ اگر نقصان ہوا تو اس کی تلافی کی جائے گی اور خود یہ ضمانت اقتصادی اعمال اور ان تمام سرگرمیوں کے لیے جن سے خطر محض وابستہ ہے ایک قدر و قیمت رکھتی ہے۔ لاٹری کے ٹکٹ کی قیمت یا جوئے میں ہاری ہوئی رقم کے ساتھ اس طرح کی کوئی قابل قدر چیز وابستہ نہیں ہے۔ انعام پانے یا بازی جیتنے کی امید اس سے وابستہ ہے وہ کسی اقتصادی فیصلہ پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ دراصل اس کا کوئی تعلق کسی اقتصادی عمل یا سرگرمی سے نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ بازی جیتنے کے بعد ملنے والی رقم سے جوئے باز کوئی مفید کاروبار کرنے کا خواہش مند ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خواہش کے باوجود وہ صرف امید کی بنا پر مستقبل کاروباری فیصلے بازی لگاتے وقت نہیں کر سکتا۔ انشورنس کا معاملہ بالکل مختلف ہے، یہاں فیصلہ کا موقع پہلے آتا ہے، انشورنس کا سوال بعد میں پیدا ہوتا ہے اور انشورنس کرانے یا نہ کرانے کا اس فیصلے پر گہرا اثر پڑتا ہے جوئے میں بازی لگانے یا نہ لگانے کا اس کاروباری فیصلے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جس کی مالی بنیاد ابھی فراہم بھی نہیں ہو سکی ہے نہ اس کی فراہمی یقینی ہے، واقعہ یہ ہے کہ بازی جیتنے کی امید صرف بازی لگانے کے فیصلے پر اثر انداز ہو سکتی ہے اور اس کا محرک بن سکتی ہے۔ یہ امید کسی دوسرے فیصلے سے نہ کوئی تعلق رکھتی ہے نہ اسی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

انشورنس کو قمار قرار دینے والوں کی غلط فہمی کا سبب بعض ایسی باتیں ہیں جو بظاہر دونوں معاملوں میں مشترک نظر آتی ہیں جوئے باز اور انشورنس کرانے والے دونوں کو بعض اوقات ایک بڑی رقم ملتی ہے جس کے مساوی کوئی معاوضہ ان کی طرف سے نہیں ادا کیا گیا ہے۔ بعض انشورنس کرانے والے مسلسل پریمیم ادا کرتے ہیں۔ مگر ان کو اس کے عوض کوئی بڑی رقم نہیں ملتی، جس طرح کہ بعض جوئے باز بازی ہارتے ہی چلے جاتے ہیں، یا ایک شخص لاٹری کے متعدد ٹکٹ مسلسل خرید تا رہتا ہے مگر انعام نہیں پاتا۔ اوپر کی بحث سے یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے۔ مزید اطمینان کے لیے ہم ان دونوں بظاہر یکساں امور کے سیاق میں انشورنس اور قمار کا جامع موازنہ بھی کریں گے، پہلے اس بڑی رقم کو لیجئے جو انشورنس کرانے والے کو پریمیم کے طور پر تھوڑی رقم ادا کرنے پر بھی مل جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ رقم واقع شدہ نقصان کی تلافی کرتی ہے اس طرح نقصانات کی تلافی کا طریقہ اختیار کرنے سے سماج میں اقتصادی اعمال کی انجام دہی کے لیے ایک محفوظ و مامون فضا برقرار رکھی جاتی ہے خطر محض بعض ایسے حوادث کا اندیشہ جن سے نقصان وابستہ ہے، اقتصادی سرگرمیوں کے لیے از حد ہمت شکن ہتھیار ہے اس کا اقتصادی کردار اس کاروباری خطرے یکسر مختلف ہے۔ جن کے ساتھ نقصان کا اندیشہ اور نفع کی امید دونوں ہی وابستہ ہیں۔ سماج اپنے کارکنوں کو انشورنس کے ذریعے خطر محض کے مالی صدمات سے محفوظ کر کے ان خطرات کے سماج دشمن اور ہمت شکن اقتصادی اثرات سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔

خطر محض سے وابستہ نقصانات سماج میں دولت اور آمدنی کی عادلانہ تقسیم کے دشمن ہیں اور اس میں خلل انداز ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا تعلق غیر اختیاری اور بخت و اتفاق پر مبنی امور سے ہے جبکہ دولت اور آمدنی کی نارمل تقسیم محنت، صلاحیت و استعداد اور اختیاری اعمال پر مبنی ہوتی ہے انشورنس کے ذریعہ خطر محض سے وابستہ مالی نقصانات

کی تلافی کا طریقہ اختیار کر کے سماج دولت اور آمدنی کی تقسیم میں اس خلل اندازی کا مقابلہ کرتا ہے اور تقریباً اسی تقسیم کو بحال کر دیتا ہے جو ان کے بغیر پائی جاتی۔

انھی دونوں باتوں کے نتیجے میں یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ وہ اقتصادی اعمال اور سماجی خدمات جن میں بخت واتفاق کے دخل سے کارکنوں کو زبردست مالی صدمات سے دوچار ہونے کا احتمال ہے، تسلسل، استقلال اور اندیشۂ صدمہ سے بے نیاز ہو کر اطمینان کے ساتھ انجام پا سکیں۔

اس کے برعکس وہ بڑی رقم جو بازی جیتنے والے جوئے باز کو ملتی ہے نہ صرف یہ کہ کسی واقع شدہ نقصان کی تلافی نہیں کرتی بلکہ کوئی بھی مفید سماجی یا اقتصادی عمل نہیں انجام دیتی۔ اس طرح بازی جیتنے پر رقم دینے کا طریقہ اختیار کرنے سے سماج میں محنت ومنفعت اور خدمت واجرت کا وہ عادلانہ نظام درہم برہم ہو جاتا ہے جو اقتصادی اعمال کی متوازن انجام دہی کے لیے ضروری ہے۔ اس طریقہ کے عام ہونے کی صورت میں سماج کے کارکنوں کی توجہ دولت حاصل کرنے کے لیے پیدا آور خدمات انجام دینے کی بجائے بازی لگانے اور بخت واتفاق کا سہارا لینے کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس طریقے کا رواج سماج کو اور اس کے نظام پیداوار دولت کو بہت سے لائق، باصلاحیت اور مال دار افراد کی خدمات سے محروم کر دیتا ہے، انسانی تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ محنت وصلاحیت کے سہارے کمائی ہوئی دولت کے برعکس جو دولت محض بخت واتفاق کے طفیل مل ہو وہ مفید پیدا آور کاموں میں لگنے کے بجائے سٹہ بازی، عیش کوشی اور اسراف وتبذیر کی نذر ہوتی ہے۔

بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ دولت کا اس طرح انتقال اور اس کی یہ نئی تقسیم جو جوئے میں ہار جیت کے نتیجے میں عمل میں آتی ہے عدل وانصاف کے منافی ایک اندھی تقسیم ہے انشورنس کرانے والے جن افراد کو پریمیم ادا کرنے کے عوض کوئی رقم اس لیے نہیں ملی کہ ان کے ساتھ متعلقہ حادثہ عملاً نہیں پیش آیا ان کی ادا کی ہوئی رقمیں ان انشورنس کرانے والوں کو منتقل ہو گئیں جن کے ساتھ حادثہ پیش آیا اور جنھیں مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ سماج کو نہ ان حادثات سے مفر تھا نہ ان کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصانات سے۔ پورے سماج کو مجموعی طور پر وہ مالی نقصانات ہر حال برداشت کرنے تھے جو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود آتش زدگی، غرقابی، صنعتی حادثات، سواریوں کو پیش آنے والے حادثات اور عمر طبیعی سے پہلے موت کے نتیجے میں واقع ہوتے سوال صرف یہ تھا کہ ان نقصانات کا بار تمام تر صرف انھی افراد پر ڈالا جائے جو عملاً ان حادثات کا شکار ہوں یا ان کو برداشت کرنے میں وہ تمام لوگ شریک ہوں جن کے ساتھ ایسے حادثات پیش آسکتے تھے اور پیش آسکتے ہیں۔ دوسری راہ اختیار کرنے کے حق میں متعدد اخلاقی اور اقتصادی فوائد کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ وسیع پیمانے پر پریمیم جمع کر کے حادثات کا شکار ہونے والوں کے نقصان کی تلافی کر دینے کے جن فوائد پر روشنی ڈالی جا چکی ہے ان کے ماسوا یہاں ہمارا مرکز توجہ اس کا وہ پہلو ہے جو سماجی عدل اور سماج میں دولت کی تقسیم سے متعلق ہے۔ حادثات کا شکار نہ ہونے والوں سے حادثات کا شکار ہونے والوں کی طرف جو دولت منتقل ہوتی ہے اس کے نتیجے میں دولت کی کوئی نئی تقسیم نہیں عمل میں آتی بلکہ تقریباً وہ تقسیم بحال کی جاتی ہے جو حادثات رونما ہونے سے پہلے پائی جاتی تھی جن افراد کی دولت کا ایک حصہ ان کی کسی نالائقی، کوتاہی، خطا یا جرم کے بغیر اتفاقاً ضائع ہو گیا تھا ان کی یہ کمی پوری کر دی جاتی

ہے انشورنس کے نتیجے میں کسی بھی فرد کو بغیر استحقاق مزید دولت حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو دولت اسے کسی استحقاق کی بناء پر ملی تھی مگر حادثہ کے نتیجہ میں ضائع ہوگئی تھی وہی واپس مل جاتی ہے۔

قمار اور انشورنس کی نوعیت، ان کے محرکات، ان کے وہ اثرات جو اقتصادی اثرات، سرگرمیوں اور سماج میں دولت کی تقسیم پر پڑتے ہیں نیز دونوں کے نفسیاتی پس منظر اور اثرات کا جامع موازنہ اس شبہ کے ازالہ کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ دونوں یکساں ہیں یا انشورنس قمار کو مستلزم ہے، یا ان کے بعض پہلو ایک دوسرے کے مماثل ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں اعمال کے درمیان نہ کوئی اشتراک ہے نہ مماثلت اور اپنے سماجی اور اقتصادی کردار کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔

انشورنس اور سود

انشورنس کرانے والے جو پریمیم ادا کرتے ہیں ان سے انشورنس کمپنیوں کے پاس ایک کثیر سرمایہ جمع ہوجاتا ہے، یہ سرمایہ کسی متعین وقت پر، اس رقم سے زیادہ ہوتا ہے جو ان انشورنس کرانے والوں کو نقصانات کی تلافی کے لیے کمپنی ادا کرتی ہے۔ اس کے حاصل سبب تین ہیں، ایک سبب برابر نئے افراد کا انشورنس کرتے رہنا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ انشورنس کا پریمیم احتیاطاً اس کم سے کم رقم سے زیادہ رکھا جاتا ہے جو انشورنس کرانے والے افراد کے پورے گروہ کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی کے لیے درکار ہوتی ہے۔ ایک تیسرا سبب یہ بھی ہے کہ پریمیم کی رقمیں ایک معلوم و متعین حساب کے مطابق ہر سہ ماہی پر آتی رہتی ہیں جبکہ ادا کی جانے والی رقموں کے بارے میں اوقات کی زیادہ پابندی نہیں ہوتی۔ انشورنس کمپنیاں اپنا فاضل سرمایہ اس طرح مشغول رکھنا چاہتی ہیں کہ نقصان کا اندیشہ کم سے کم ہو اور اصل سرمایہ کے تحفظ کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا رہے۔ مروجہ نظام میں اس کی عملی شکل سودی تمسکات کی خریداری ہے۔ انشورنس کمپنیاں عام تجارتی حصص کی خریداری میں کم ہی ہاتھ ڈالتی ہیں۔

چونکہ پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے میں اس طرح اضافہ ہوتا رہتا ہے اس لیے انشورنس کرانے والوں کے لیے واجب الادا پریمیم کا حساب لگاتے ہیں بھی اس اضافہ کی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ پریمیم کی مقدار اس سے کم رکھی جاتی ہے جو پریمیم کے ذریعے حاصل ہونے والے سرمائے کو مشغول کرکے اس میں اضافہ نہ کرنے بلکہ بیکار جمع رکھنے کی صورت میں رکھنی پڑتی۔ اس طرح پریمیم کا حساب لگانے میں بھی سود اور اس کی مروجہ شرحوں کا دخل ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے کو مشغول کرکے اس میں اضافہ کرنے کی کوئی ایسی صورت ممکن ہو جو سود سے پاک ہو تو انشورنس کا نظام سود سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک خود طریقۂ انشورنس کا تعلق ہے اسے اس طرح بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ پریمیم سے حاصل ہونے والے سرمائے کو صرف جمع رکھا جائے، مشغول نہ کیا جائے مگر اس طرح انشورنس کرانے والوں کو زیادہ مقدار میں پریمیم ادا کرنا ہوگا اور انشورنس کی لاگت بڑھ جائے گی۔ سرمائے کی ایک کثیر مقدار کو بیکار جمع رکھنا قومی وسائل کے ضیاع کا ہم معنی ہوگا۔ مختلف انفرادی اور اجتماعی مصالح کا تقاضا ہے کہ اس سرمایہ کو مزید سرمایہ کاری کے لیے استعمال کیا جائے تاکہ قومی دولت میں اضافہ ہو اور انشورنس کی لاگت بھی کم کی جا سکے۔ اس لیے انشورنس پریمیم سے

سے حاصل ہونے والے فاضل سرمائے کو مشغول کر کے اس میں اضافہ کرنا چاہیے۔

اصل سوال یہ ہے کہ غیر سودی نظام میں انشورنس کے سرمایہ کا نفع اور استعمال کس طرح عمل میں آئے کہ متعلقہ فوائد حاصل کیے جا سکیں۔ اس سوال کے جواب پر غور کرتے وقت اس اہم حقیقت کو سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ سوال جس صورت میں انشورنس کے نجی کاروباری اداروں کے لیے پیدا ہوتا ہے اس صورت میں ریاست کے زیر اہتمام انشورنس میں نہیں پیدا ہوتا۔ ریاست کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس سرمایہ کو ایسے کاموں میں استعمال کرے جن کی پیداآوری یقینی ہے اور سرمائے کے ڈوبنے یا اس میں نقصان اٹھانے کا سوال نہیں پیدا ہوتا جیسا کہ آئندہ واضح کیا جائے گا، ہماری تجویز یہ ہے کہ اسلامی نظام میں معیشت کے ایک وسیع دائرہ میں انشورنس کی تنظیم پوری طرح ریاست کے ہاتھوں میں ہو۔[1] اس دائرہ کی حد تک اس سوال کا جواب آسانی کے ساتھ ممکن ہے۔

جس چھوٹے سے دائرہ میں نجی کاروبار کے طور پر انشورنس کی اجازت دی جائے گی اس کی حد تک، فاضل سرمائے کے نفع بخش استعمال کی نسبتاً محفوظ راہیں ایک غیر سودی معیشت میں بھی میسر آ سکیں گی۔

غیر سودی معیشت میں انشورنس کے نجی کاروباری اداروں کے لیے یہ ممکن ہوگا کہ وہ اپنا فاضل سرمایہ حکومتی حصص شرکت یا اونچی ساکھ کے نجی کاروباری اداروں کے حصص خریدنے میں صرف کریں۔ بنکوں کے مضاربت کھاتہ میں رقم جمع کرنا بھی ان کے نفع اور استعمال کی ایک محفوظ شکل ہوگی کیونکہ ان کھاتوں سے دانستہ اندیشۂ نقصان کو عملاً ختم کر دیا جائے گا۔ تجربے کی روشنی میں ان مختلف راہوں میں سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والی اوسط شرح نفع کا ایک قابل اعتماد اندازہ لگانا ممکن ہوگا جسے پریمیم کا حساب لگانے میں استعمال کیا جا سکے۔ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ بازار میں سود کی شرح ایک متعین اور معلوم مقدار ہوتی ہے جب کہ غیر سودی نظام میں نفع کی شرح کے ایک محتاط اندازے کو مذکورہ بالا حساب کی بنیاد بنانا ہوگا لیکن ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیے کہ بازار میں سود کی شرح بھی بدلتی رہتی ہے اور انشورنس کمپنیاں پریمیم کا حساب لگانے میں سود کی مروجہ شرح میں ممکن تبدیلیوں کے پیش نظر اس کے ایک محتاط اندازے کو بنیاد بناتی ہیں کیونکہ پریمیم کی مقدار بازار میں شرح سود کی ہر تبدیلی کے ساتھ تبدیل نہیں کی جا سکتی۔

انشورنس کے سرمایہ کے نفع آور استعمال سے عملاً اس سے زیادہ نفع ہو سکتا ہے جس کو پریمیم کا حساب لگانے کی بنیاد بنایا گیا ہو۔ اس فاضل نفع سے ایک ایسا ریزرو فنڈ قائم کیا جا سکتا ہے جو سرمائے کے استعمال میں نقصان کے نظری اندیشہ سے تحفظ کا کام کر سکے جس سال عملاً نقصان سے دوچار ہونا پڑے، اس سال نقصان کی تلافی اس ریزرو فنڈ سے کی جا سکتی ہے تاکہ نقصان کے نتیجہ میں انشورنس کرانے والوں سے پریمیم کی مقدار بڑھانے کا مطالبہ نہ کرنا پڑے۔ اس طرح کے احتیاطی ریزرو موجودہ نظام میں بھی ضروری ہوتے ہیں۔ اس ریزرو کے ذریعہ عرصۂ طویل میں پریمیم کی مقدار کو واقعی شرح نفع کے مطابق رکھنے کا کام لیا جا سکتا ہے۔

چونکہ انشورنس کا تعلق سود سے صرف ضمنی طور پر سرمایہ کے نفع آور استعمال میں قائم ہوتا ہے اس لیے یہ تعلق ایک ایسی معیشت میں خود بخود ختم ہو جائے گا جس کی تنظیم سود کے بغیر کی گئی ہو، جہاں سرمایہ کے نفع آور استعمال کی غیر سودی راہیں

[1] اب ہمارے ملک میں پاکستان میں تمام انشورنس کمپنیوں کو قومی تحویل میں لے لیا گیا ہے اور مجوزہ نظام اس میں جاری کرنا زیادہ آسان ہے۔ سعیدی

میسر ہوں۔ مگر بعض اوقات یہ رائے بھی ظاہر کی جاتی ہے کہ خود معاہدۂ انشورنس ربا کو مستلزم ہے کیونکہ پریمیم ادا کرنے والے کو اس سے زیادہ رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے جتنی وہ حادثہ کے وقوع کے وقت تک بالاقساط جمع کر چکا ہو۔ اس رائے کی بنیاد اس مفروضہ پر ہے کہ ہر اضافہ ربا ہے۔ یہ ایک بے بنیاد مفروضہ ہے۔ شریعت میں ہر اضافہ کو علی الاطلاق ربا نہیں قرار دیا گیا ہے۔ پریمیم کے طور پر ادا کی جانے والی رقم قرض نہیں ہے کہ اس کے بالمقابل زیادہ رقم کی ادائیگی کو اصل پر اضافہ کے ساتھ واپسی قرض قرار دے کر ربا کا حکم لگایا جا سکے۔ اپنی حقیقی روح کے اعتبار سے پریمیم کی نوعیت زر تعاون یا چندہ کی ہے جو ایک مفید اجتماعی خدمت کی فراہمی کے لیے دیا جا رہا ہو۔ تعاونی انشورنس .... Mutual Insurance. اور ریاست کے زیر اہتمام انشورنس میں اس کی یہ نوعیت بالکل واضح ہے۔ اگر ہم انشورنس کی نجی کاروباری تنظیم کو سامنے رکھ کر بھی غور کریں تو بھی پریمیم کو قرض نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسے ایک ایسی خدمت کی قیمت سمجھا جا سکتا ہے جس کی انجام دہی اس کی ضرورت پڑنے پر موقوف ہے۔

بہ خلاف عام سودی قرض کے انشورنس میں ملنے والی رقم کا انحصار نہ تو مدت کے طول پر ہوتا ہے نہ اس کی مقدار اس مجموعی رقم پر منحصر ہوتی ہے جو پریمیم ادا کرنے والے نے حادثہ واقع ہونے کے وقت تک مجموعی طور پر ادا کی ہو۔ اس رقم کا انحصار اصلاً متعلقہ حادثہ کے نتیجے میں واقع ہونے والے مالی نقصان پر ہوتا ہے۔ انشورنس کی بعض شکلوں مثلاً آتش زدگی وغیرہ میں یہ رقم پہلے سے متعین نہیں ہوتی بلکہ نقصان واقع ہو جانے پر نقصان کے مطابق متعین کی جاتی ہے۔ بعض دوسری شکلوں میں اس کی پیشگی تعیین کی بنیاد یہ ہوتی ہے کہ نقصان واقع ہونے پر اس کی مالیت بھی پہلے سے معلوم ہوتی ہے مثلاً بحری جہاز کا ڈوب جانا۔

زندگی کے بیمے میں ایک مشکل سوال یہ سامنے آتا ہے کہ کسی خاص عمر میں کسی آدمی کی موت سے (اس کے اہل خاندان کو) مالی طور پر کتنا نقصان واقع ہوگا اس کا اندازہ کس طرح لگایا جائے۔ مال و املاک کے سلسلے میں مالیت کی تعیین معروضی پیمانوں کے مطابق آسانی سے ممکن ہے۔ مگر جان کے سلسلے میں تعیین کے معروضی پیمانے صرف جزئی طور پر ہی میسر ہیں۔ ایسی صورت میں ایک حد کے اندر رہتے ہوئے اس بات کا فیصلہ متعلق فرد یا افراد کی صواب دید پر چھوڑنا ضروری تھا کہ وہ اس نقصان کا کیا اندازہ قائم کرتے ہیں اور اس کے پیش نظر کس رقم کی پالیسی خریدنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں اس فرد یا افراد کی حال میں بچت کرنے کی صلاحیت اور اس پر آمادگی بھی اہمیت رکھتی ہے اور اس سوال کو بھی اس پر چھوڑا جا سکتا تھا، ان تمام باتوں پر نظر ثانی ممکن ہے، مگر ان کی موجودگی میں صرف یہ بات، کہ بیمہ زندگی کرانے والے کو اپنی ادا کردہ رقم سے زیادہ رقم مل سکتی ہے۔ اس مزید رقم کو سود قرار دینے کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اگر انشورنس کی خالص شکل یعنی تعاونی محدود نظیم کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو انشورنس کرانے والے افراد پریمیم کے طور پر مجموعی طور پر جو رقم ادا کرتے ہیں انتی ہی رقم افراد کے اس گروہ کو مجموعی طور پر واپس دی جاتی ہے نہ کم نہ زیادہ۔ کیونکہ پریمیم کا حساب قانون اعداد کثیر اور قانون اوسط کی روشنی میں، اس اصول پر مبنی ہے کہ وہ پورے گروہ کے نقصان کی تلافی کر سکے۔ اگرچہ کسی ایک فرد نے جو رقم ادا کی ہے اس میں اور اس فرد کو جو رقم ملتی ہے اس میں فرق ہوگا مگر ان تمام افراد پر مشتمل مجموعہ کے لیے دونوں رقموں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اس وضاحت میں ہم نے تنظیم انشورنس پر آنے والے انتظامی اخراجات اور انشورنس کے سرمائے کے نفع آور استعمال سے ہونے والے اضافہ دونوں کو نظر انداز کر دیا ہے تاکہ

مسئلہ کی اصل نوعیت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔ عملاً مذکورہ بالا احتیاجات کے پیش نظر انشورنس کرانے والوں کی ادا کردہ رقوم ان کو مجموعی طور پر دی جانے والی رقوم سے زیادہ ہوں گی۔ مگر دوسری طرف سرمایہ کے نفع آور استعمال سے ہونے والے اضافہ کے پیش نظر ان کو دی جانے والی رقم ان سے لی جانے والی رقم سے زیادہ ہوگی۔ عملاً اس اضافے کا پیشگی حساب کر کے اس نسبت سے انشورنس کرانے والوں سے (پریمیم کے طور پر) نسبتاً کم رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ مسئلہ کی اس نوعیت پر غور کرنے سے واضح ہے کہ انشورنس کا معاملہ ربا سے یکسر مختلف ہے۔ سودی قرض میں قرض لینے والے کو انفرادی طور پر لی ہوئی رقم سے زیادہ رقم واپس دینی ہوتی ہے اور یہی صورت حال ان تمام افراد کے مجموعہ کے لیے بھی قائم رہتی ہے جو سودی قرض لیتے ہیں۔ انشورنس میں انشورنس کرانے والے افراد کو مجموعی طور پر اتنی ہی رقم واپس ملتی ہے جتنی انھوں نے ادا کی ہوتی ہے، اگرچہ انفرادی سطح پر صورتِ حال مختلف ہوتی ہے۔

انشورنس کے سلسلے میں دوسری خرابیوں کا احتمال

یہ دیکھ لینے کے بعد کہ انشورنس اصلاً قمار اور ربا سے پاک ہے اور انشورنس کا نظام اس طور پر چلایا جا سکتا ہے کہ اس کی تفصیلات ان خرابیوں سے آلودہ ہوں ہمیں اس بات کا بھی اطمینان حاصل کرنا ہے کہ یہ طریقہ ان دوسری خرابیوں سے بھی پاک ہے جن سے شریعت عام معاملات زندگی، بالخصوص لین دین کے معاملات کو پاک دیکھنا چاہتی ہے قمار اور ربا کے علاوہ دوسری خرابیاں یہ ہیں:

(۱) اکراہ۔
(۲) اضطرار سے بے جا فائدہ اٹھانا۔
(۳) غش و غبن
(۴) غرر فاحش اور جہل مفضی الی النزاع
(۵) ضرر۔

کتاب اللہ یا سنت نبویؐ نے جن معاملات کو ممنوع قرار دیا ہے ان میں یہی خرابیاں پائی جاتی ہیں اور یہی ان کے ممنوع ہونے کا سبب ہیں۔ فقہ اسلامی میں معاملات کے جواز یا عدم جواز کا حکم اسی بنیاد پر لگایا گیا ہے کہ وہ ان خرابیوں سے پاک ہیں یا ان سے آلودہ ہیں۔ جو معاملات ان خرابیوں سے پاک ہوں وہ مباح ہیں اگر وہ معتبر انسانی مصالح کے خادم ہوں تو پسندیدہ اور مطلوب بھی ہیں۔ انشورنس کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان تمام خرابیوں سے پاک ہے اور ساتھ ہی اہم انفرادی اور اجتماعی مصالح کا خادم بھی ہے۔

پہلی تین خرابیوں سے عام حالات میں انشورنس کا پاک ہونا کسی بحث کا محتاج نہیں معلوم ہوتا اگر کسی مخصوص معاہدہ میں ان میں سے کوئی خرابی پائی جائے تو قانون کی مداخلت سے اس کی اصلاح ممکن ہوگی اور اصلاح کے بعد بھی انشورنس کا طریقہ اختیار کیا جا سکے گا۔ انشورنس کے نجی کاروباری ادارے اگر معقول مقدار سے زیادہ پریمیم وصول کریں تو اسے غبن قرار دیا جا سکتا ہے، انشورنس کرانے والا فرد اپنی عمر، صحت، مالی حیثیت یا جن املاک کا انشورنس کرا یا جا رہا ہو ان کی ملکیت کے بارے میں غلط بیانی سے کام لے تو یہ غش کی تعریف میں آئے گا، وغیرہ۔

اسی طرح پانچویں خرابی، یعنی ضرر سے بھی انشورنس کا طریقہ پاک ہے۔ انشورنس کے معاہدے سے کسی تیسرے فریق کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا نہ اس طریقہ کو اختیار کرنے سے کوئی اجتماعی مفاد مجروح ہوتا ہے، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

شریعت کا منشاء یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر معاملہ میں فریقین متعلقہ امور سے پوری طرح آگاہ ہو کر معاہدہ کریں تاکہ وہ اپنے نفع نقصان یا حقوق و فرائض کے بارے میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں اور آئندہ آگاہی ہونے پر جھگڑے نہ کھڑے ہوں اور ایک دوسرے کے خلاف غم و غصہ نہ پیدا ہو۔ خرید و فروخت کے معاملات میں قیمت، خریدی جانے والی چیز اور دوسرے متعلق امور کے بارے میں جب ایسا عدم علم پایا جائے جو آئندہ جھگڑے کی بنیاد بن سکتا ہو تو معاملہ کرنے سے روکا گیا ہے۔

غرر سے مراد دھوکہ ہے جس کی بنیاد عدم علم اور عدم تعیین ہے۔ سنت میں ممنوع بیع غرر کی چند مثالیں یہ ہیں تالاب میں جتنی مچھلیاں ہوں، ان کی ایک متعین قیمت کے عوض فروخت، حاملہ اونٹنی کے بچہ جننے سے پہلے اس بچہ کی فروخت درخت پر بور آنے پر ان پھلوں کی فروخت جو ابھی تیار نہیں ہوئے ہیں۔ جب فروخت کی جانے والی چیز وصف اور مقدار سے معلوم اور متعین نہ ہو تو معاہدہ بیع میں غرر کا عنصر داخل سمجھا جائے گا۔ خدمات کی فروخت اور لین دین کے دوسرے معاملات میں بھی جب فریقین کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں اس نوع کے عدم تعیین یا عدم علم کا شکار ہوں تو معاملہ غرر پر مبنی ہوگا۔

سنت میں غرر کی بنا پر ممنوع معاملات کے درمیان ایک قدر مشترک یہ بھی ہے کہ مقصد کا حصول غرر سے بچتے ہوئے بھی ممکن ہو۔ مثلاً مذکورہ بالا مثالوں میں یہ ممکن ہے کہ ادا کی جانے والی قیمت کی مقدار مچھلیوں کی اس مقدار پر منحصر ہو جو تالاب سے نکلیں۔ یا اونٹنی کے بچہ جننے کے بعد اس کو خریدا جائے، یا درختوں کے پھل تیار ہونے پر ان کی فروخت عمل میں آئے۔ ہمارے علم کی حد تک سنت میں غرر کی بنیاد پر کسی ایسے معاملے سے نہیں روکا گیا ہے جو کسی ضرورت کی تکمیل یا مصلحت کے حصول کے لیے ناگزیر ہو، مگر اسے غرر، یعنی عدم علم اور عدم تعیین سے پاک کرنا کسی طرح ممکن نہ ہو، فقہاء نے عام طور پر یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تمدنی ضرورت کے جن معاملات کو عدم علم سے پوری طرح پاک نہ کیا جا سکتا ہو، ان کی اجازت ہے اور ان کی ضرورت کے پیش نظر تھوڑے غرر کو گوارا کیا جائے گا۔ البتہ اگر غرر زیادہ ہے تو معاملہ سے روک دیا جائے گا ظاہر ہے کہ اس تھوڑے اور بہت کی تعیین میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا مثالوں میں سے پہلے اور تیسرے معاملہ کا عدم جواز مختلف فیہ ہے اور متعدد فقہاء متعلقہ غرر کو قابل درگزر سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا ازالہ زحمت طلب ہے۔

جہاں تک انسورنش کرنے والے ادارے کا تعلق ہے وہ رقوم معلوم اور متعین ہوتی ہیں جو اسے انشورنس کرانے والے افراد کے مجموعہ سے ملیں گی اور انھیں ادا کرنی ہوگی۔ یہ علم اور تعیین قانون اوسط، اور اس امر پر مبنی ہے کہ پریمیم کا حساب اسی بنیاد پر لگایا جاتا ہے کہ پورے گروہ کو بحیثیت مجموعی کتنی ادائیگی کرنی، قانون اوسط کی روشنی میں، لازم آئے گی۔ ان حسابات میں غلطی کی گنجائش کم ہے اور جو غلطی رہ جائے اس کی تلافی تعاونی اور ریاستی انشورنس کی صورتوں میں بآسانی ممکن ہے۔ انشورنش کرانے والے کسی ایک فرد کے اعتبار سے البتہ یہ بات معلوم اور متعین نہیں ہے کہ اسے کوئی رقم ملے گی یا نہیں، یا کتنی رقم ملے گی اور پریمیم کی صورت میں اسے مجموعی طور پر کتنی رقم ادا کرنی پڑے گی اس عدم علم اور عدم تعین کا سبب یہ ہے

کہ جس حادثے اور اس سے مالی نقصان کے پیش نظر انشورنس کرایا جاتا ہے اس کا وقوع کسی ایک فرد کے ساتھ معلوم و متعین نہیں ہے۔ یہ عدم علم اور عدم تعین کہ کسی فرد کو کوئی متعین حادثہ پیش آئے گا یا نہیں، انسانی زندگی سے دور کرنا ممکن نہیں ہے۔ انسان اس عدم علم اور عدم تعین کے سلسلے میں معذور ہے۔ یہی صورت حال انشورنس کا طریقہ اختیار کرنے کی داعی بنتی ہے۔ انفرادی سطح پر اس عدم علم اور عدم تعین کو اگر غرر قرار دیا جائے تو بھی اس کی بنیاد پر انشورنس کے طریقے کو ممنوع قرار دینا مناسب نہ ہوگا، کیونکہ ایسے ممنوع قرار دینے کی صورت میں متعلقہ ضرورت کی تکمیل اور مصالح کا تحفظ کسی صورت ممکن نہ رہ جائے گا۔ مزید برآں یہ معاملہ اپنی مخصوص نوعیت رکھتا ہے۔ اس کی اجتماعی نوعیت کو نظر انداز کر کے صرف انفرادی سطح پر موجود غرر کی بناء پر اسے ممنوع نہیں قرار دینا چاہیئے۔

انشورنس ایک نیا معاملہ ہے اس کی نوعیت عین دین کے دوسرے معاملات سے بالکل مختلف ہے۔ اس معاملہ میں عدم علم اور عدم تعین جہاں اور جس قدر پایا جاتا ہے اس کی نوعیت سادہ خرید و فروخت میں پائے جا سکنے والے اس عدم علم یا عدم تعین سے مختلف ہے جس کی مثالیں سنت میں ممنوع بیع غرر کے معاملات میں ملتی ہیں یہ معاملہ اجتماعی سطح پر معلوم و متعین اور انفرادی سطح پر غیر معلوم و غیر متعین ہے۔

انشورنس میں جس نوع کا عدم علم اور عدم تعین پایا جاتا ہے وہ آگے چل کر فریقین کے درمیان جھگڑے کی بنیاد نہیں بنتا کیونکہ انشورنس کرانے والا اس عدم علم اور عدم تعین سے پوری آگاہی کے ساتھ انشورنس کراتا ہے۔ اسے اس بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں ہوتی۔ وہ جانتا ہے کہ وہ ایک حادثے کے اندیشے کی بناء پر انشورنس کرا رہا ہے اور عین ممکن ہے کہ وہ حادثہ واقع نہ ہو۔ آگے چل کر اگر اسے وہ حادثہ پیش نہیں آتا جس کے اندیشے سے انشورنس کرایا گیا تھا تو یہ بات اس میں نہ انشورنس کرنے والوں کے خلاف غم و غصہ پیدا کر سکتی ہے، نہ یہ احساس کہ اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا یا اس کی لاعلمی سے بے جا فائدہ اٹھایا گیا۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے، انشورنس کرنے والا فرد جو پریمیم ادا کرتا ہے اسے متعلقہ حادثے کے مالی نقصان سے تحفظ کی قیمت قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ تحفظ ایک معلوم اور متعین امر ہے جو اسے معاہدۂ انشورنس کے تحت ہر صورت حاصل ہوتا ہے خواہ متعلقہ حادثہ پیش آئے یا نہ آئے۔ قطع نظر اس سے کہ کس فرد کو یہ تحفظ نقصان کی تلافی میں ملنے والی رقم سے حاصل ہوتا ہے اور کس فرد کو اس طور پر کہ اسے سرے سے نقصان ہی نہیں ہوتا، اور کس فرد کو پریمیم کی کتنی قسطیں عملاً ادا کرنا پڑتی ہیں، اگر اس تحفظ کو مرکز توجہ بنایا جائے تو اس معاملے میں انفرادی سطح پر بھی غرر کا وجود مشتبہ ہے۔ معاملے کے دونوں فریقوں کے حقوق و فرائض بالکل معلوم اور متعین ہیں، البتہ ان کی مالی تعبیریں ایسے حوادث پر منحصر ہیں جو عدم علم اور عدم تعین کا شکار ہیں۔

جیسا کہ بعض معاصر اسلامی مفکرین نے اشارہ کیا ہے۔ سنت میں غرر کی بناء پر بعض معاملات سے اسی صورت میں روکا گیا ہے جب غرر بہت زیادہ ہو[1]۔ نیز اس میں بیع غرر کی ممانعت آئی ہے نہ کہ مجرد غرر کی خواہ وہ زندگی کے کس

---

[1] مصطفیٰ احمد الزرقاء: عقد التامین (السوکرہ) و موقف الشریعۃ الاسلامیہ ص ۴۵، مطبعۃ جامعۃ دمشق، ۱۹۶۲ء نیز ملاحظہ ہو ڈاکٹر محمد البہی: نظام التامین فی ضوء احکام الاسلام و ضرورات المجتمع المعاصر طبع قاہرہ، ۱۹۶۵ء

معاملے میں پایا جائے[1] اگر جائزہ لیا جائے تو متعدد امور زندگی میں شریعت نے ایسے فیصلوں اور معاہدات کو روا رکھا ہے جو تمام متعلقہ باتوں کے پورے علم پر مبنی نہیں ہوتے یا مبنی نہیں ہو سکتے، مثلاً عقد نکاح، اجارہ، انتخاب امیر، حکم کے ذریعہ نزاعات کا فیصلہ چاہنا وغیرہ۔[2]

بیمہ کے متعلق علامہ ابن عابدین حنفی شامی کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:
ہم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ دارالاسلام میں اگر کوئی کافر مستامن (پاسپورٹ لے کر) آئے تو اس کے ساتھ بھی سود اور قمار کا معاملہ جائز نہیں ہے، اس جواب سے بیمہ کا مسئلہ بھی واضح ہو گیا، جس کے متعلق ہمارے زمانہ میں بہ کثرت سوالات کیے جاتے ہیں کیونکہ اب لوگوں میں یہ معمول بن گیا ہے کہ تجار جب کسی حربی سے کوئی جہاز کرائے پر لیتے ہیں تو اس کو کرایہ دینے کے علاوہ، دارالحرب میں رہنے والے کسی باشندہ کو ایک معین رقم اس شرط پر دیتے ہیں کہ اگر جہاز ڈوب گیا یا جل گیا یا اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا یا کسی اور ناگہانی آفت کا شکار ہو گیا تو یہ شخص اس رقم کے بدلہ میں اس نقصان کا ضامن ہوگا، اس رقم کو "سوکرہ" "بیمہ کی رقم" کہا جاتا ہے، اس حربی (انشورنس کمپنی کا مالک) کا ایک وکیل (ایجنٹ) سلطان اسلام کی اجازت سے ہمارے ملک کے ساحلی شہروں میں مستامن بن کر (پاسپورٹ کے ساتھ) رہتا ہے جو تاجروں سے بیمہ کی رقم وصول کرتا ہے اور اگر سمندر میں تاجر کا مال ضائع ہو جائے تو وہ تاجروں کو اس کا پورا پورا معاوضہ ادا کر دیتا ہے۔

علامہ شامی اس مسئلہ میں اپنی تحقیق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس مسئلہ میں مجھ پر جو چیز منکشف ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تاجروں کے لیے اس مستامن وکیل سے اپنے نقصان کا بدل لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اس چیز کا التزام ہے جو اس پر لازم نہیں ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امانت رکھنے والا اگر امانت رکھنے کی اجرت لے تو امانت ضائع ہو جانے کی صورت میں اس پر امانت کا معاوضہ لازم ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بیمہ کو امانت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، یہ مال بیمہ کرانے والے کی تحویل میں نہیں تھا، بلکہ جہاز والوں کی تحویل میں تھا، اور اگر بالفرض جہاز بھی بیمہ کمپنی کا ہو تب بھی مالی نقصان کا معاوضہ لینا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس صورت میں بیمہ کمپنی اجیر مشترک متصور ہوگی جس نے مال پہنچانے اور مال کی حفاظت کرنے دونوں کی اجرت لی ہے، اور غرقابی وغیرہ ناگہانی آفت سے مال تلف ہونے کی صورت میں امانت دار اور اجیر مشترک دونوں ضامن نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ باب الکفالہ میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے یہ کہا کہ اس راستہ پر سفر کرو اس راستہ میں کوئی خطرہ نہیں ہے، اس شخص نے اس راستہ پر سفر کیا اور اس راستہ میں اس کا مال لوٹ لیا گیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ یہ راستہ بے خطر ہے اور اگر تمہارا مال لوٹا گیا تو اس کا میں ضامن ہوں گا تو اس صورت میں اس کو ضامن قرار دیا جائے گا، علامہ الحصکفی صاحب درمختار نے ان دونوں صورتوں میں اس طرح فرق کیا ہے کہ دوسری صورت میں اس نے ضمانت کا التزام کر لیا ہے اور پہلی صورت میں اس نے ضمانت نہیں دی اور جامع الفصولین میں یہ فرق اس طرح بیان کیا ہے کہ دھوکا کھانے والا، دھوکا دینے والے سے اس وقت ضمان لے گا جب اس کو کسی عقد معاوضہ کے

---

[1] سید محمد صادق الحسینی الروحانی، المسائل المستحدثہ۔ جلد اس ۷۲، دارالفکر قم ایران، ۱۳۸۴ھ

[2] ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی۔ انشورنس اسلامی معیشت میں ص ۵۰-۳۴، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، اکتوبر ۱۹۸۴ء

ضمن میں دھوکا دیا جائے یا دھوکا دینے والا، دھوکا کھانے والے شخص کے حق میں سلامتی کی ضمانت دے (جیسا کہ زیر بحث صورت میں ہے) عقد میں دھوکے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی چکی والے کے پاس گندم پسوانے کے لیے لایا چکی والے نے اس شخص سے کہا کہ اس برتن میں ڈال دو، اتفاق سے اس برتن میں سوراخ تھا جس سے چکی والا واقف تھا، اور اس کے باوجود اس نے اس برتن میں گندم ڈالنے کے لیے کہا جس کی وجہ سے سب گندم ضائع ہو گی تو اب چکی کا مالک اس نقصان کا ضامن ہو گا کیونکہ اس نے عقد اجارہ میں دھوکا دیا ہے، جب کہ اس عقد کا تقاضا یہ تھا کہ اس مال کی حفاظت کی جائے (علامہ شامی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ یہ اس وقت ہے جب دھوکا دینے والا اس نقصان سے واقف ہو اور دھوکا کھانے والا اس نقصان سے واقف نہ ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیمہ کمپنیوں کا مقصد تاجروں کو دھوکا دینا نہیں ہوتا اور نہ ان کو جہاز کے ڈوبنے یا اس میں آگ لگنے کا علم ہوتا ہے، رہا علم خطرہ تو اس کا بیمہ کمپنی اور تاجر دونوں کو علم ہوتا ہے کیونکہ تاجر اسی وقت بیمہ کراتے ہیں جب ان کو خطرہ ہو اور نقصان کی تلافی کی امید ہو لہٰذا بیمہ کے مسئلہ کو اس مسئلہ پر بھی قیاس نہیں کیا جا سکتا۔[1]

علامہ شامی نے بیمہ کی جس صورت پر بحث کی ہے اب وہ صورت حال نہیں ہے، جس صورت سے علامہ شامی نے بحث کی ہے اس میں قمار ہونا بالکل نمایاں ہے کیونکہ بحری جہاز کا ہر مسافر بیمہ کمپنی کو ایک خاص رقم ادا کرتا ہے کہ اگر ایک یا چند مسافروں کا نقصان ہو گیا تو بیمہ کمپنی اس کی تلافی کر دے گی اور اگر نقصان نہیں ہوا تو بیمہ کمپنی ان تمام رقموں کی مالک ہو جائے گی اور چونکہ اس عقد میں جانبین کو نفع یا نقصان لازم ہے اور یہ کھلا ہوا قمار ہے اسی لیے علامہ شامی نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

بیمہ زندگی کے متعلق علماء مصر کا نظریہ

علماء مصر سے سوال کیا گیا کہ:
ایک شخص نے کسی بیمہ کمپنی سے اپنی زندگی میں یہ عقد کیا کہ اگر وہ (اقساط پوری کرنے سے پہلے مر جائے تو) اتنی رقم اس کی اولاد دی جائے تو اب اس کے مرنے کے بعد بیمہ کی اس رقم کو اس کی اولاد میں تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب احکام شرعیہ کا تقاضا یہ ہے کہ مذکور الصدر عقد، عقد شرعی نہ ہو، حتیٰ کہ بیمہ کی رقم کو اس کے ورثاء میں تقسیم کرنا صحیح ہو، ہاں متوفی نے جس قدر اقساط جمع کرا دی تھیں وہ اقساط اس کی جائز ملکیت ہیں وہ تمام اقساط بیمہ کمپنی سے واپس لے کر اس کے وارثوں میں تقسیم کر دی جائیں، اور جمع شدہ اقساط سے جو زائد رقم بیمہ کمپنی اپنی خوشی سے محض تبرعاً اور احساناً دیتی ہے اور ورثاء بھی اس کو قبول کرنے پر راضی ہوں تو شریعت میں بطور احسان اور تبرع کے کسی عطیہ لینے کی ممانعت نہیں ہے[2]

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بیمہ کمپنی جمع شدہ اقساط سے زائد جو رقم دیتی ہے اس کو تبرع اور احسان کے طور پر لینا جائز ہے اور اپنا حق سمجھ کر وصول کرنا ناجائز ہے، جیسا کہ آج کل بیمہ کی رقم کو عدالت کے ذریعہ جبراً وصول کیا جاتا ہے، اس جواب کی روشنی میں یہ طریقہ کار ناجائز نہیں ہے۔

آتش زنی اور دیگر ناگہانی آفات سے تحفظ کی خاطر بیمہ کرانے کے متعلق علماء مصر کا نظریہ

علماء مصر سے سوال کیا گیا کہ:

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۴۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۴ ص ۱۴۰۰-۱۳۹۹، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ

بعض کمپنیاں آتش زنی سے تحفظ کے لیے بیمہ کرتی ہیں، ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ مثلاً کسی دکان کے مالک سے سالانہ ایک معین قسط وصول کرتی ہیں، اور اس کے بدلہ میں وہ یہ ضمانت فراہم کرتی ہیں کہ اگر دکان میں آگ لگ گئی تو جس قدر نقصان ہوگا وہ اس کا معاوضہ ادا کریں گی بہت سے لوگ اپنی زمینوں کا بھی ان کمپنیوں میں بیمہ کراتے ہیں، یہ بتلائیے کہ آیا اس قسم کا بیمہ احکام شرعیہ کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور یہ بتائیں کہ کسی وقف کا متولی اوقاف ملوکہ کا بیمہ کرا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب سوال مذکور میں بیمہ کمپنیوں کا جو طریقہ کار بیان کیا گیا ہے وہ شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق نہیں ہے اور کسی شخص کے لیے اس قسم کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے خواہ وہ شخص کسی وقف کا متولی ہو یا نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کا قاعدہ یہ ہے کہ ضمانت صرف دو شکلوں میں ہوتی ہے۔ (۱) کوئی شخص کسی مقروض کے قرض کا ضامن ہو کہ اگر اس نے قرض ادا نہیں کیا تو وہ اس رقم کو ادا کرے گا اس کو ضمان بطریق الکفالۃ کہتے ہیں (ب) کوئی شخص تعدی یا تجاوز کر کے کسی شخص کی کوئی چیز تلف اور ضائع کر دے تو وہ اس بات کا ضامن ہوگا کہ وہ اس شخص کو اس چیز کے بدلہ میں اس جیسی چیز یا اس کی قیمت فراہم کرے اس کو ضمان بطریق التعدی والاتلاف کہتے ہیں بیمہ کمپنی آتش زنی کے بعد جو رقم ادا کرتی ہے وہ ضمان الکفالۃ کے تحت بالکل نہیں آتی، کیونکہ کفالت میں یہ شرط ہے کہ مکفول بہ (جس چیز یا جس رقم کی ضمانت دی گئی ہے۔) دین (قرض یا واجب الادا حق مثلاً مہر یا تنخواہ) صحیح ہو جو بجز ادا کرنے یا معاف کر دینے کے ساقط نہ ہو، یا کوئی ایسی معین چیز ہو جسے مکفول لہ (طالب حق) کے سپرد کرنا مکفول عنہ (مقروض یا جس پر کسی کا حق ادا کرنا لازم ہو) پر واجب ہو، (مثلاً کسی شخص سے عاریۃً کوئی چیز لی تو اس کو واپس کرنا مستعیر پر واجب ہے، یا بیع سلم میں بائع نے پیشگی قیمت لے کر کوئی چیز فروخت کر دی تو اس پر مبیع کا ادا کرنا واجب ہے) اگر وہ چیز تلف ہو گئی تو مکفول عنہ اس کا ضامن ہوگا کہ اس چیز کی مثل مکفول لہ کو ادا کرے اور اگر اس کی مثل نہیں ہے تو اس کی قیمت ادا کرے، مثلاً کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ فروخت کی گئی یا بدل خلع یا فلق عمد میں بدل خون، بدائع الصنائع اور دیگر فقہ کی معتبر کتابوں میں اس کی تصریح کی گئی ہے، اس قاعدہ کے مطابق عقد کفالت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے، (۱) کفیل: یعنی جس شخص پر کسی کی طرف سے کسی چیز کی ضمانت واجب ہو، (۲) مکفول لہ: یعنی جس شخص کے سپرد وہ مال کیا جائے جس کی ضمانت لی گئی تھی، (۳) مکفول عنہ: جس شخص پر اصالۃً ضمانت شدہ مال کو سپرد کرنا واجب ہے، ۔۔۔۔

(۴) مکفول بہ: یہ وہ مال ہے جس کو طالب حق کے سپرد کرنا واجب ہے۔ ان چار امور کے بغیر عقد کفالت متصور نہیں ہوتا، اور بیمہ کمپنیاں جو آتش زدگی سے تحفظ کی خاطر دکان وغیرہ کا بیمہ کرتی ہیں اس میں یہ امور نہیں پائے جاتے اس لیے ان میں عقد کفالت متحقق نہیں ہوگا، کیونکہ بیمہ کرانے والا جس مال کو بیمہ کمپنی کی ضمانت میں دیتا ہے وہ اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوا اور کسی شخص پر یہ واجب نہیں کہ وہ اس مال کو اس کے سپرد کرے اور نہ ہی کوئی چیز بنفسہٖ کسی کی ضمانت میں داخل ہوئی جیسا کہ مال کمپنی کی ضمانت میں نہیں ہے کیونکہ بیمہ کرانے والے کے مال کا بیمہ کمپنی پر کوئی حق نہیں ہے اور نہ کسی چیز کی ادائیگی کمپنی کے ذمہ ہے لہٰذا کمپنی بیمہ کرانے والے کی کسی چیز کی ضامن نہیں ہوئی اور بغیر کسی ضمانت کے عقد کفالت کس طرح متصور ہو سکتا ہے؟۔

اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ بیمہ کمپنی جو ادائیگی کرتی ہے وہ ضمان تعدی یا ضمان اتلاف کے تحت بھی داخل نہیں ہے، کیونکہ جس مال کی انشورنس کی گئی ہے اس مال پر کمپنی والوں نے کوئی تعدی کی ہے نہ اس کو تلف کیا ہے بلکہ اس مال کو کوئی معمولی سا ضرر بھی نہیں پہنچایا، ہاں وہ مال قضاء و قدر سے ضائع ہو جاتا ہے یا کسی اور تیسرے شخص

کی تعدی اور تجاوز کے نتیجے میں تلف ہو جاتا ہے، پھر بیمہ کمپنی کو اس مال کا ضامن کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اور کمپنی جو اس نقصان کے بدلہ میں پریمیم وصول کرتی ہے اس کے جواز کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے۔

بیمہ کمپنی جس عقد کے تحت بیمہ کی رقم ادا کرتی ہے اس کو عقد مضاربت بھی نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ عقد مضاربت میں یہ لازم ہے کہ رب المال کی جانب سے مال ہو اور مضارب کی جانب سے عمل ہو اور نفع پہلے سے طے شدہ شرائط کے مطابق تقسیم کیا جائے، اور بیمہ کمپنی والے بیمہ کی رقم کے عوض جو پریمیم وصول کرتے ہیں وہ اپنے لیے وصول کرتے ہیں اور اس رقم کو اپنے مصارف میں خرچ کرتے ہیں، اس میں بیمہ کرنے والوں کا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔

ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ جس عقد کے تحت بیمہ کمپنی پالیسی خریدنے والوں کو بیمہ کی رقم ادا کرتی ہے وہ عقد فاسد ہے اور احکام شریعت کے مطابق نہیں ہے، اس لیے زمین، دکان یا کسی بھی چیز کا بیمہ کرانا جائز نہیں ہے خواہ وہ چیز وقف ہو یا نہ ہو، اور کسی مسلمان کو بیمہ نہیں کرانا چاہیے کیونکہ بیمہ کا عمل خطر (Risk) پر مبنی ہے اور جس چیز کا بیمہ کرایا گیا ہے کبھی اس کو ضرر اور نقصان لاحق ہوتا ہے اور کبھی لاحق نہیں ہوتا سو یہ عمل معنیً قمار ہے اس لیے بھی بیمہ کرانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ [1]

مصری علماء نے جن دلائل سے بیمہ کا غیر شرعی اور ناجائز ہونا بیان کیا ہے ان کی تہذیب اور متانت میں کوئی شک نہیں ہے اور جن نکات پر بحث کی ہے وہ قابل تحسین ہیں تاہم اس بحث میں انھوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اگر بیمہ کمپنی والے بیمہ کی رقم کو بیمہ کرانے والے کا حق قرار دیں نہ اس کو ضمان قرار دیں بلکہ محض تبرع اور احسان کے طور پر وہ رقم بیمہ کرانے والے کو ادا کر دیں تو پھر اس میں کیا حرج ہے بلکہ ان کے پہلے فتویٰ کی روشنی میں یہ جائز قرار پاتا ہے اب اس پر یہ سوال ہوگا کہ تبرع اور احسان کرنا واجب تو نہیں ہے بیمہ کمپنی چاہے تو نقصان کا معاوضہ ادا کرے اور چاہے نہ کرے حالانکہ بیمہ کی رقم کی ادائیگی کا وجوب اس نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر بیمہ کمپنی نقصان کی ادائیگی کا ذمہ نہ لے تو پھر کوئی شخص بیمہ نہیں کرائے گا اس نکتہ پر ہم ان شاء اللہ اس بحث کے آخری حصہ میں گفتگو کریں گے۔

بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

مسئلہ ۱۲، ۲۹ ربیع الاول شریف یوم دوشنبہ ۱۳۳۳ھ از کلکتہ نمبر ۴۵ کورٹ اسٹریٹ۔ ایک خاص کمپنی جس کے مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں اُن کا اعلان ہے کہ جو شخص تیس ۳۰ برس کی عمر سے پینتالیس ۴۵ سال کی عمر تک یعنی کامل پندرہ سال تک ہر سال چھہتر ۷۶ روپیہ آٹھ آنے کمپنی کو دیا کرے تو پندرہ برس کی مدت گذرنے کے بعد اس کو کمپنی ایک ہزار دے گی، معاہدہ ہونے کے بعد مدت معینہ ختم ہونے سے پہلے مثلاً دو مہینے یا دو سال یا چار سال کے بعد وہ شخص مر گیا تو بھی کمپنی اس کے وارثوں کو پورے ایک ہزار روپیہ دے گی۔ رقم معینہ مذکورہ سالانہ کی تعداد کامل پندرہ سال کی مجموعہ گیارہ سو پینتالیس روپیہ آٹھ آنے ہوتی ہے ایسی صورت میں روپیہ جمع کرنا اور کمپنی سے مذکورہ شرط کے ساتھ روپیہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب یہ صورت قمار کی ہے اور میعاد عمر وہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے حدیث میں ہے اعمار امتی ما بین الستین الی السبعین اور بحال حیات ظاہر ہے کہ ایک سو پینتالیس روپے آٹھ آنے کا نقصان ہے کافر کے ساتھ ایسا معاملہ جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائز نہیں کما نص علیہ فی

---

[1] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۴ ص ۱۴۰۳۔۱۴۰۱، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ۔

فتح القدیر۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

بیمہ کے متعلق سید مودودی کا نظریہ

سوال: انشورنش کے مسئلے میں مجھے تردد لاحق ہے اور صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکا کہ آیا بیمہ کرانا اسلامی نقطۂ نظر سے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر بیمے کا موجودہ کاروبار ناجائز ہو تو پھر اسے جائز بنانے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔ اگر موجودہ حالات میں ہم اسے ترک کر دیں تو اس کے نتیجے میں معاشرے کے افراد بہت سے فوائد سے محروم ہو جائیں گے۔ دنیا بھر میں یہ کاروبار جاری ہے ہر قوم وسیع پیمانے پر انشورنس کی تنظیم کر چکی ہے اور اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ مگر ہمارے ہاں ابھی تک اس بارے میں تامل اور تذبذب پایا جاتا ہے۔ آپ اگر اس معاملے میں صحیح صورت میں رہنمائی کریں تو ممنون ہوں گا۔

جواب: انشورنس کے بارے میں شرع اسلامی کی رُو سے تین اسلامی اعتراضات ہیں جن کی بنا پر اسے جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

اوّل یہ کہ انشورنس کمپنیاں جو روپیہ پریمیم (Praemium) کی شکل میں وصول کرتی ہیں اس کے بہت بڑے حصے کو سُودی کاموں میں لگا کر فائدہ حاصل کرتی ہیں اور اس ناجائز کاروبار میں وہ لوگ آپ سے آپ حصہ دار بن جاتے ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اپنے آپ کو یا اپنی کسی چیز کو ان کے پاس انشور کراتے ہیں۔

دوم یہ کہ موت یا حوادث یا نقصان کی صورت میں جو رقم دینے کی ذمہ داری کمپنیاں اپنے ذمہ لیتی ہیں اس کے اندر قمار کا اصول پایا جاتا ہے۔

سوم یہ کہ ایک آدمی کے مر جانے کی صورت میں جو رقم ادا کی جاتی ہے، اسلامی شریعت کی رُو سے اس کی حیثیت مرنے والے کے ترکے کی ہے جسے شرعی وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ اگر یہ رقم ترکے کی حیثیت میں تقسیم نہیں کی جاتی بلکہ اُس شخص یا ان اشخاص کو مل جاتی ہے جن کے لیے پالیسی ہولڈر نے وصیت کی ہو۔ حالانکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت ہی نہیں کی جاسکتی۔

رہا یہ سوال کہ انشورنس کے کاروبار کو اسلامی اصول پر کس طرح چلایا جاسکتا ہے تو اس کا جواب اتنا آسان نہیں جتنا یہ سوال آسان ہے اس کے لیے یہ ضرورت ہے کہ ماہرین کی ایک مجلس جو اسلامی اصول کو بھی جانتی ہو اور انشورنس کے معاملات کو بھی سمجھتی ہو، اس پورے مسئلہ کا جائزہ لے اور انشورنس کے کاروبار میں ایسی اصلاحات تجویز کرے جن سے کاروبار بھی چل سکتا ہو اور شریعت کے اصولوں کی خلاف ورزی بھی نہ ہو۔ جب تک یہ نہیں ہوتا ہمیں کم از کم یہ تسلیم تو کرنا چاہیے کہ ہم ایک غلط کام کر رہے ہیں۔ غلطی کا احساس بھی اگر ہم میں باقی نہ رہے تو پھر اصلاح کی کوشش کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔

بے شک موجودہ زمانے میں انشورنس کی بڑی اہمیت ہے، اور ساری دنیا میں اس کا چلن ہے مگر نہ اس دلیل سے کوئی حرام چیز حلال ہو سکتی ہے اور نہ کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب حلال ہے یا اسے اس بنا پر حلال ہونا چاہیے کہ دنیا میں اس کا چلن ہو گیا ہے۔ ایک مسلمان قوم ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم جائز و ناجائز میں فرق کریں اور اپنے معاملات کو جائز طریقوں سے چلانے پر اصرار کریں۔[2] (ترجمان القرآن۔ اگست ۱۹۶۲ء)

---

[1] ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۵۱ - ۵۰، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

[2] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل، ج ۳ ص ۳۱۴ - ۳۱۲، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور

بیمہ کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ

شیخ روح اللہ خمینی لکھتے ہیں:

(۲۸۵۸) بیمہ ایک قرارداد اور عقد ہے جو بیمہ کرانے والے اور موسسہ یا بیمہ کی کمپنی یا مسئول بیمہ کے درمیان ہوا کرتا ہے اور یہ عقد باقی تمام عقود کی طرح ایجاب و قبول کا محتاج ہے اور موجب و قابل عقد کے شرائط جو باقی عقود میں معتبر ہیں وہ اس میں بھی معتبر ہیں اور یہ عقد ہر زبان میں ہو سکتا ہے۔

(۲۸۵۹) بیمہ میں علاوہ ان شرائط کے جو باقی عقود میں ہیں کہ وہ شخص بالغ، عاقل، مختار وغیرہ ہو، چند اور شرائط بھی معتبر ہیں:

۱۔ مورد محل بیمہ کا تعین کہ وہ فلاں شخص یا فلاں تجارت خانہ یا فلاں کشتی، موٹر یا ہوائی جہاز ہے۔

۲۔ عقد کرنے والے جانبین کا تعین کہ وہ اشخاص ہیں یا ادارے یا کمپنیاں یا حکومت ہے۔

۳۔ رقم کا تعین جو کہ اس کو ادا کرنی ہے۔

۴۔ قسطوں کا تعین کہ جو دینی ہیں اور ان کے وقت کا تعین۔

۵۔ وقت بیمہ کا تعین کہ فلاں مہینے یا سال سے چند مہینوں یا سالوں تک۔

۶۔ وہ خطرے کہ جو نقصان کا سبب بنتے ہیں ان کا تعین مثلاً جل جانا، غرق ہونا، چوری ہو جانا یا مر جانا یا مریض ہونا اور وہ تمام آفتیں جو نقصان کا باعث بنتی ہیں انہیں قرارداد میں داخل کیا جا سکتا ہے۔

(۲۸۶۰) یہ ضروری نہیں کہ قرارداد بیمہ میں میزانِ نقصان کو مقرر کیا جائے پس اگر یہ قرارداد ہو کہ جتنا نقصان ہو اس کا جبران کریں گے تو صحیح ہے۔

(۲۸۶۱) عقد بیمہ کی کئی ایک صورتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ بیمہ کرانے والا کہے کہ میرے ذمے اتنی رقم ہے کہ فلاں وقت تک ہر ماہ اتنی رقم ادا کروں گا اور اس کے مقابلے میں جو نقصان میرے کارخانے کو جلنے یا چوری ہونے کی وجہ سے پہنچے تم اس کا جبران کرو گے اور مدِ مقابل قبول کرے یا مدِ مقابل کہے کہ تمہارے ادارے کو جو نقصان پہنچے گا جلنے یا چوری ہونے سے تو وہ میرے ذمہ ہے اور اس کے مقابلے میں اتنی رقم تجھے ادا کرنی ہو گی اور تمام شرائط جو گذشتہ مسئلہ میں بیان ہو چکے ہیں وہ معلوم اور ان کے مطابق قرار داد ہونی چاہیے۔

(۲۸۶۲) ظاہراً بیمے کی تمام قسمیں ان شرائط کے ساتھ جو ذکر ہو چکی ہیں صحیح ہیں چاہے زندگی کا بیمہ ہو یا تجارتی کارخانوں کا یا مکانات کشتیوں اور ہوائی جہازوں کا یا حکومت اور اداروں میں کام کرنے والوں کا یا ایک بستی یا شہر کا بیمہ ہو۔ بیمہ ایک مستقل عہد ہے اور اسے دوسرے بعض عقود کے عنوان سے مثلاً صلح میں بھی اجرا کیا جا سکتا ہے۔ [1]

شیخ ابوالقاسم موسوی خوئی لکھتے ہیں:

(۲۸۷۹)۔ اگر حکومت یا کسی بیمہ کمپنی اور پالیسی ہولڈر کے درمیان یہ طے ہو جائے کہ وہ ہر ماہ یا ہر سال ایک خاص رقم دیتا رہے گا تاکہ اُسے اگر کوئی نقصان پہنچے اور حکومت یا کمپنی اس کا تدارک کرے تو یہ بیمہ یا انشورنس کہلاتا ہے۔ کبھی بیمہ زندگی کا ہوتا ہے۔ کبھی مال کا، کبھی آگ لگنے کا، کبھی ہوائی جہاز کا، کبھی کشتی وغیرہ کا۔ بیمہ کی دوسری اقسام بھی ہیں جن کا وہی حکم ہے جو اس کی مذکورہ اقسام کا ہے لہٰذا ان کا ذکر ضروری نہیں۔

---

[1] شیخ روح اللہ خمینی متوفی ۱۴۰۹ھ، توضیح المسائل ص ۴۵۱۔۔۴۵۵ مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی تہران، ۱۴۰۴ھ

(۲۸۸۰) اس معاملے کے مندرجہ ذیل اجزاء ہیں:

(۱) - کمپنی کی پیش کش۔ (۲) پالیسی ہولڈر کا قبول کرنا۔ (۳) وہ چیز جس کا بیمہ کیا گیا ہو یعنی زندگی وغیرہ۔ (۴) اقساط جو پالیسی ہولڈر ہر سال یا ہر ماہ ادا کرتا رہے گا۔

(۲۸۸۱) یہ ضروری ہے کہ جس چیز کا بیمہ کیا گیا ہو وہ معین ہو اور یہ بھی بیان کیا جانا چاہیے کہ حکومت یا بیمہ کمپنی کس قسم کے نقصان کا تدارک کرنے کی ذمہ داری اٹھائے گی مثلاً غرق ہونا، آگ لگنا، چوری ہو جانا، مریض ہو جانا، مر جانا وغیرہ اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قسط کی کیا مقدار ہوگی۔ ساتھ ہی ابتداء اور انتہا کے لحاظ سے بیمے کی مدت بھی معین ہونی چاہیے۔

(۲۸۸۲) بیمہ کی تمام اقسام کو مشروط بخشش قرار دیا جا سکتا ہے یعنی پالیسی ہولڈر بیمہ کمپنی کو اس شرط پر اقساط کی صورت میں ایک معین رقم بخشش (پریمیم) کے طور پر ادا کرے گا کہ معاملہ کے ضمن میں مذکور نقصانات اگر پیش آئیں تو کمپنی ان کا تدارک کرے گی۔ اس صورت میں کمپنی پر واجب ہے کہ اس شرط پر عمل کرے۔ پس بیمہ کی تمام اقسام مذکورہ طریقہ پر شرعاً صحیح ہیں۔

(۲۸۸۳) اگر حکومت یا بیمہ کمپنی شرط پر عمل نہ کرے تو پالیسی ہولڈر کو حق حاصل ہوگا کہ معاملے کو ختم کر کے اقساط واپس لے لے۔

(۲۸۸۴) اگر پالیسی ہولڈر اقساط پابندی سے ادا نہ کرے تو بیمہ کمپنی کے لیے واجب نہیں ہے کہ وہ حادثے کی صورت میں اسے ہرجانہ ادا کرے اور نہ ہی پالیسی ہولڈر اپنی اقساط واپس لے سکتا ہے۔

(۲۸۸۵) عقد بیمہ کی صحت کے لیے کوئی خاص مدت معتبر نہیں ہے بلکہ بیمہ کمپنی اور پالیسی ہولڈر جتنی مدت پر متفق ہو جائیں، درست ہے۔

(۲۸۸۶) اگر کمپنی کے حصے دار اس شرط پر کمپنی میں سرمایہ لگائیں کہ اگر ان میں سے کسی کو خاص نقصان پہنچا تو کمپنی اس کا تدارک کرے گی تو کمپنی پر لازم ہے کہ اس شرط پر عمل کرے۔ [1]

بیمہ کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر

مصنف کے نزدیک بیمہ کی اسکیم انسانی معاشرہ کے لیے مفید اور لائق عمل ہے اگر بیمہ کے نظام کو شریعت اسلامیہ کے احکام کے مطابق نافذ کیا جائے تو اس کی افادیت اور استحسان میں کوئی شبہ نہیں ہے بلکہ یہ عمل اسلامی اخوت اور مواسات کے قریب تر ہے، لیکن بیمہ کا موجودہ نظام اور طریق کار متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے، اس لیے احکام شریعت کے مطابق اس نظام کی تطہیر اور اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے ہم بیمہ کے موجودہ نظام کی خرابیاں بیان کریں گے پھر اس نظام کی تطہیر اور اصلاح کے اصول اور احکام بیان کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد

(۱) بیمہ کمپنی اپنے جمع شدہ سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لیے دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور سود حرام قطعی ہے۔

(۲) - بیمہ کرانے والے کو اگر قرض لینا ہو تو بیمہ کمپنی اس کو بھی سود پر قرض دیتی ہے۔

---

[1] - شیخ ابوالقاسم الخوئی، توضیح المسائل ص ۴۳۸-۴۴۷، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی پاکستان، کراچی

(۳)۔ بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے تو اس کی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

(۴)۔ بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والے کو اس کی اصل رقم مع سود کے لوٹاتی ہے، اور سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۵)۔ مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مر جائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائے تو اس کو پہلی صورت میں پوری مدت کی رقم اور دوسری صورت میں دگنی رقم دی جاتی ہے اب اس کو اس کی جمع شدہ اقساط سے زائد رقم جو دی جاتی ہے اس کو اگر شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملاً اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو تبرع اور احسان قرار دیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے۔

(۶)۔ زندگی کا بیمہ کرانے والا اپنے کسی وارث کے نام بیمہ کی رقم نامزد کر دیتا ہے اور وہ رقم مرنے کے بعد اس وارث کو ملتی ہے اور یہ نامزدگی وصیت ہے اور اسلام میں وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ورثاء کے حصص مقرر کر دیے ہیں، اور امام دار قطنی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں لا وصیۃ لوارث[1] "وارث کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے"۔

کیا بیمہ قمار کو مستلزم ہے؟

اکثر علماء نے بیمہ کے عدم جواز کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ بیمہ میں قمار کا دخل ہے، لیکن ہمارے نزدیک بیمہ میں قمار کا دخل نہیں ہے، قمار کی تعریف یہ ہے کہ جس کھیل یا عقد میں دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو نفع اور دوسرے کو نقصان لازم ہو، ابتداء میں یہ نفع اور نقصان مبہم ہو لیکن کھیل یا عقد کے اختتام پر نفع اور نقصان معلوم اور متعین ہو جائے اور بیمہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہر شخص اپنی مقررہ پالیسی کا مثلاً سالانہ پریمیم ادا کرتا ہے اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کو اپنی جمع کردہ اقساط کی مجموعی رقم مل جاتی ہے، یہ اس کو ابتداءً معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی نقصان ہے اور نہ خطرہ، بیمہ کمپنی ہر بیمہ کرانے والے سے ہر قسط پر ایک متعین رقم بطور چندہ وصول کرتی ہے اور اس چندہ کو ایک امدادی فنڈ میں جمع کر دیا جاتا ہے اس فنڈ سے اس شخص کی مدد کی جاتی ہے جو اقساط کی مدت پوری ہونے سے پہلے فوت ہو جائے اور اس کے نامزد کردہ کو پالیسی کی پوری رقم دے دی جاتی ہے یا جس شخص کی مثلاً دکان کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو گئی تو اس کو بیمہ کی رقم اس فنڈ سے دی جاتی ہے، اب جب بیمہ کرانے والے نے اس فنڈ میں چندہ داخل کر دیا اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کو اس کی دی ہوئی مجموعی رقم چندہ وضع کرنے کے بعد ملی تو اس کو بیمہ کرانے والے کا نقصان نہیں کہا جائے گا اور نہ اس رقم سے بیمہ کمپنی کو کوئی فائدہ حاصل ہوا کیونکہ یہ رقم امدادی فنڈ میں داخل کر دی جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی ناگہانی حادثہ کے شکار ہونے والے کو بیمہ کمپنی کوئی رقم ادا کرتی ہے تو اس سے بیمہ کمپنی کو کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ کمپنی اپنی جیب سے وہ رقم ادا نہیں کرتی بلکہ امدادی فنڈ سے ادا کرتی ہے۔ اس لیے اس عمل پر قمار اور جوئے کی تعریف صادق نہیں آتی۔

---

[1] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

بیمہ کے موجودہ نظام کے لیے قابل عمل اصلاحی ترامیم

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ بیمہ کے موجودہ نظام میں کیا خرابیاں ہیں اور کیا نہیں ہیں اس کے بعد ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ ان خرابیوں کو کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔

(۱)۔ پہلی خرابی ہم نے یہ ذکر کی تھی کہ بیمہ کمپنی اپنے سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لیے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سود پر قرضہ فراہم کرتی ہے، اس کا حل یہ ہے کہ بیمہ کمپنی شرکت اور مضاربت کے اصول پر اپنا سرمایہ لگائے، مقالات سعیدی میں ہم نے بلاسود معیشت کے عنوان سے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے علاوہ مختلف کاروباری اداروں کے حصص بھی خریدے جا سکتے ہیں، اور بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ان کو کرائے پر دیا جا سکتا ہے۔

(۲)۔ بیمہ کرانے والے کو سود پر قرض نہ دیا جائے۔

(۳)۔ جو شخص دو یا تین قسطیں جمع کرا کر باقی اقساط جمع نہ کرے اس کی رقم واپس کر دی جائے، البتہ اس سے دفتری اخراجات وضع کر لیے جائیں۔

(۴)۔ بیمہ کرانے والوں کو بیمہ کمپنی حصہ دار قرار دے اور ان کے سرمایہ کو حصص قرار دے اور ان کے حصص کا جس قدر اوسط منافع بنتا ہے وہ ان کو دے دیا جائے البتہ کمپنی اپنا کمیشن مقرر کر کے اس کو وضع کر سکتی ہے۔

(۵)۔ بیمہ کمپنیوں کو حکومت اپنی تحویل میں لے لے اور یہ جبری قانون بنا دے کہ بیمہ پالیسی پر اتنے فی صد امدادی فنڈ کی رقم کاٹی جائے گی اور اس جمع شدہ فنڈ سے ان بیمہ کرانے والوں کی مدد کی جائے گی جو کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جائیں یا کسی پالیسی کی مدت پوری کرنے سے پہلے فوت ہو جائیں، لوگوں کی فلاح اور بہبود کے لیے حکومت ایسا قانون بنا سکتی ہے، کیونکہ امداد فنڈ میں چندہ دینا ہر چند کہ مستحب ہے اور فی نفسہ واجب نہیں لیکن قاعدہ یہ ہے کہ امام اگر کسی مباح کام کا بھی حکم دے تو وہ واجب ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی فلاح کے لیے حکومت کسی امر مباح کو واجب کر سکتی ہے

علامہ شامی لکھتے ہیں:

اذا امر الامام بالصیام فی غیر الایام المنهیة وجب لما قدمناه فی باب العید من ان طاعة الامام فیما لیس بمعصیة واجبة۔[1]

جب امام (اسلامی حکومت کا سربراہ) ایام ممنوعہ کے علاوہ کسی دن میں روزہ رکھنے کا حکم دے تو اس دن روزہ رکھنا واجب ہے، کیونکہ ہم باب العید میں بیان کر چکے ہیں کہ غیر معصیت میں امام کی اطاعت واجب ہے۔

اور باب العید میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

فتجب علیه متابعته وترک رایه برای الامام لقوله علیه الصلوٰة والسلام انما جعل الامام لیؤتم به فلا تختلفوا علیه فما لم

نماز کے امام پر سربراہ مملکت کی اطاعت کرنا واجب ہے اس پر لازم ہے کہ وہ سربراہ مملکت کی رائے کے مقابلہ میں اپنے امام مجتہد کی رائے کو ترک کر دے، کیونکہ نبی صلی اللہ

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۷۹۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

یظهر خطئوہ بیقین کان اتباعہ واجبًا۔[1]

علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کسی شخص کو امام (سربراہ مملکت) اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے سو تم اس (کی رائے) سے اختلاف نہ کرو! لہٰذا جب تک سربراہ مملکت کی رائے کا یقینی طور پر غلط ہونا ظاہر نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی اتباع کرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی لکھتے ہیں:

واما النوائب فان اراد بها ما یکون بحق ککری النهر المشترك واجر الحارث والموظف لتجهیز الجیش وفداء الاسارٰی وغیرها جازت الکفالة بها علی الاتفاق۔[2]

جائز اور صحیح کاموں کے لیے حکومت کا ہنگامی ٹیکس وصول کرنا بالاتفاق صحیح ہے مثلاً کسی مشترک نہر کو کھودنا مقصود ہو، یا پولیس کو تنخواہیں دینا ہوں، یا لشکر تیار کرنے کے لیے فوج کو تنخواہیں دینا ہوں، یا مسلمان قیدیوں کو چھڑانا ہو، وغیرہا، ان ٹیکسوں کی ادائیگی میں ایک شخص کا دوسرے کی طرف سے ضامن بننا بالاتفاق صحیح ہے۔

علامہ بابرتی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

والضمان فیه جائز بالاتفاق لوجوب اداۂ علی کل مسلم اوجبه الامام علیه لوجوب طاعته فیما یجب النظر للمسلمین۔[3]

ان ٹیکسوں کی ادائیگی کی ضمانت دینا بالاتفاق جائز ہے، کیونکہ جن ٹیکسوں کا ادا کرنا امام (اسلامی حاکم) نے واجب قرار دیا ہو اس کا ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے کیونکہ مسلمانوں کی خیر خواہی میں حکمران کی اطاعت کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

لانها واجبة علی کل مسلم موسر بایجاب طاعة ولی الامر فیما فیه مصلحة للمسلمین۔[4]

کیونکہ ان ناگہانی ٹیکسوں کا ہر خوشحال مسلمان پر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ جن کاموں میں مسلمانوں کی مصلحت ہو ان میں حکمران کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

علامہ ابوالحسن المرغینانی نے حکومت کے ٹیکس تین قسم کے بیان کیے ہیں، ایک وہ ٹیکس ہیں جو معمول کے مطابق ہوں، جن کو حکومت ہر ماہ یا ہر تین ماہ کے بعد وصول کرتی ہے اس کو "قسمۃ" کہتے ہیں دوسرے "نوائب" ہیں جو

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۲۵، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۶ ص ۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۶ ص ۳۳۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

حکومت کسی جائز مقصد کے لیے ہنگامی بنیاد پر وصول کرتی ہے، ان دونوں ٹیکسوں کو ادا کرنا واجب ہے اور ایک وہ ٹیکس ہیں جن کو حکومت ظلماً وصول کرتی ہے ان کو "جبایات" کہتے ہیں مثلاً حکومت کسی مزدور کی اجرت پر ٹیکس عائد کر دے، ان کی ادائیگی کی ضمانت میں فقہاء کا اختلاف ہے، فخر الاسلام امام بزدوی نے ان کی ادائیگی کی کفالت کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

بہرحال فقہاء احناف کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر حکومت مسلمانوں کی خیر خواہی کے لیے کوئی ٹیکس لگائے تو اس کا ادا کرنا واجب ہے اور اس کا ضامن ہونا بالاتفاق صحیح ہے، علیٰ ہذا القیاس اگر حکومت یہ قانون بنائے کہ ہر بیمہ دار پر اپنی پالیسی کے تناسب سے اتنے فی صد رقم بطور چندہ امدادی فنڈ میں جمع کرانا واجب ہے اور اس فنڈ سے ان بیمہ داروں کی امداد کرنا واجب ہے جو کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہو گئے ہوں تو یہ قانون شریعت اسلام کی روشنی میں جائز اور صحیح ہو گا اور اب نقصان زدہ بیمہ دار کا بیمہ کی رقم حاصل کرنا تبرع اور احسان نہیں ہو گا بلکہ یہ اس کا قانونی حق ہو گا جس کو وہ عدالت کے ذریعہ بھی حاصل کر سکے گا۔

(۶)۔ زندگی کا بیمہ کرانے والا بیمہ کی رقم کی ملکیت کے لیے کسی شخص کو نامزد نہ کرے، بلکہ عدالت کے کسی جج یا درجہ اوّل کے مجسٹریٹ کو بیمہ کی رقم کی وصولیابی اور کے ورثاء میں تقسیم کے لیے نامزد کرے، اور جب بیمہ کی رقم تمام وارثوں میں تقسیم کی جائے گی تو اور بہت سے جرائم اور خطرات کم ہو جائیں گے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس شخص کو بیمہ کی رقم کی ملکیت کے لیے نامزد کیا جاتا ہے وہی شخص بالآخر بیمہ کرانے والے کو ہلاک کر دیتا ہے تاکہ اس کے مرنے کے بعد وہ رقم اس کو مل جائے۔

باہمی تعاون اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے کی ہدایات سے بیمہ پر استدلال

بیمہ کے عمل کے ذریعہ ناگہانی نقصان اٹھانے والے تاجروں کی مدد کی جاتی ہے، اور ایک بیمہ دار کے نقصان کے بار کو تمام بیمہ داروں پر اس طرح پھیلا دیا جاتا ہے کہ اس برادری کا ہر فرد ایک خفیف سی قربانی دے کر تمام شرکاء کے لیے مالی تحفظ فراہم کرتا ہے، یہ مقصد قرآن اور سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ (مائدہ ۵ ۲)

نیکی اور خدا ترسی میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ط ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون ۵

(حشر ۹)

اور جو کچھ بھی ان کو دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ ان کو خود سخت ضرورت ہو، اور جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1]۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۲۵ مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

علیہ وسلم انا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن مات وترک مالاً فمالہ لموالی العصبۃ ومن ترک کلا او ضیاعًا فانا ولیہ فلادعی لہ۔[1]

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر ان کے نفوس سے زیادہ میرا حق ہے، سو جو شخص مال چھوڑ کر مرے گا وہ مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا اور جو شخص ناوار یتیم بچے اور نقصان چھوڑ کر مرا تو اس کا ولی میں ہوں اس کے لیے مجھے بلایا جائے۔

اس حدیث میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ یتیم بچوں کی کفالت اور مرنے والے کے نقصان کی تلافی کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے اور کاروباری اداروں اور زندگی کا بیمہ اس نقصان کی تلافی اور کفالت کی ایک عملی صورت ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا اولی بالمؤمنین من انفسھم فمن مات وعلیہ دین ولم یترک وفاءً فعلینا قضاءہ ومن ترک مالا فلورثتہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں پر اس کے نفوس سے زیادہ میرا حق ہے، سو جو شخص قرض چھوڑ کر مرا اور اس کو ادا کرنے کے لیے اس کے پاس مال نہیں تھا تو اس قرض کو ادا کرنا ہم پر لازم ہے اور جو شخص مال چھوڑ کر مرا وہ اس کے وارثوں کا ہے۔

شیخ عبدالحی کتانی لکھتے ہیں:

وفی سنن ابی داؤد والبیھقی عن عبداللہ الھوزنی قال لقیت بلالاً بحلب فقلت یا بلال حدثنی کیف کانت نفقۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ما کان لہ شیء وکنت انا الذی الی ذلک منہ منذ بعثہ اللہ حتی توفی وکان علیہ السلام اذا اتاہ الانسان مسلما یراہ عاریا یامرنی فانطلق فاستقرض فاشتری لہ البردۃ فاکسوہ واطعمہ وروی ابن المنذر فی الاشراف فی کتاب النفقات بسندہ عن مسروق عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انفق بلالا ولا تخش

سنن ابوداؤد اور بیہقی میں عبداللہ ہوزنی سے روایت ہے کہ میری حلب میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے کہا: اے بلال! یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا کیفیت تھی؟ حضرت بلال نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز نہ تھی، اور بعثت سے لے کر وفات تک آپ کے تمام اخراجات کی میں ہی نگرانی کرتا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مسلمان کو برہنہ دیکھتے تو آپ مجھے حکم دیتے اور میں جا کر کسی شخص سے قرض لیتا پھر اس رقم سے کپڑے خرید کر اس کو پہناتا اور کھانا خرید کر اس کو کھلاتا اور ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۹-۹۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۷، " " " "

من ذی العرش اقلالاً [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا اے بلال خرچ کرو اور عرش والے پر بھروسہ کرکے تنگی سے نہ ڈرو۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعھم عالۃ یتکففون الناس فی ایدیھم۔ [2]

تہائی مال کی وصیت کرو، تہائی مال بہت ہے، اگر تم نے اپنے وارثوں کو خوشحال چھوڑا تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو تنگ دست چھوڑو اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے رہیں۔

مذکور الصدر احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوسرے تنگ دست اور مفلوک الحال مسلمانوں کی خبر گیری رکھنا ریاست کی بھی ذمہ داری ہے اور عام مسلمانوں کا بھی فریضہ ہے اور ایک مسلمان پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے پس ماندگان کو خوشحال چھوڑنے کی تدبیر کرے اور بیمہ کی تمام صورتیں جو امداد باہمی کے اصول پر مبنی ہیں ان کی اصل اور اساس یہی احادیث ہیں۔

قتل خطاء کی دیت سے بیمہ کے جواز پر استدلال

جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا تھا کہ اسلام میں دیت کا حکم بیمہ کی اصل اور اساس ہے، اب ہم قرآن مجید احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں دیت کے احکام بیان کریں گے جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ بیمہ کا نظریہ دیت کے حکم سے انتہائی مماثل ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبۃ مؤمنۃ ودیۃ مسلمۃ الی اھلہ الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وھو مؤمن فتحریر رقبۃ مؤمنۃ وان کان من قوم بینکم وبینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الی اھلہ وتحریر رقبۃ مؤمنۃ فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین توبۃ من اللہ وکان اللہ علیما حکیما۔

(نساء: ۹۲)

اور جس شخص نے کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دیا، تو اس پر ایک مسلمان گردن (غلام یا باندی) کا آزاد کرنا لازم ہے اور دیت کا ادا کرنا لازم ہے جو اس کے وارثوں کو دی جائے گی، الا یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر وہ قاتل اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ مقتول مسلمان ہو تو اس پر ایک مسلمان گردن کا آزاد کرنا لازم ہے اور وہ قاتل اس قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے اور ایک مسلمان گردن کو آزاد کیا جائے اور جس شخص کو (غلام یا باندی) نہ ملے تو اس پر بطور توبہ مسلسل دو ماہ کے روزے لازم ہیں اور اللہ بہت جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں قتل خطاء پر دیت لازم کی ہے اور دیت کی مقدار کا بیان اس حدیث میں ہے:

دیت کی مقدار

امام محمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

---

[1] شیخ عبدالحی کتانی التراتیب الاداریہ (نظام الحکومۃ النبویہ) ج ۱ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال علی اھل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درھم وعلی اھل الذھب الف دینار وعلی اھل البقر مائتا بقرۃ وعلی اھل الابل مأۃ من الابل وعلی اھل الغنم الفا شاۃ وعلی اھل الحلل مائتا حلۃ قال محمد وبھذا کلہ ناخذ وکان ابو حنیفۃ یاخذ من ذلک بالابل والدراھم والدنانیر۔ [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاندی والوں پر دس ہزار درہم (۳۰۶۱۸ کلوگرام چاندی) دیت ہے، اور سونے والوں پر ایک ہزار دینار (۴۳۷۴ کلوگرام سونا) دیت ہے اور گائے والوں پر دو سو گائیں دیت ہے اور اونٹ والوں پر سو اونٹ دیت ہے اور بکریوں والوں پر دو ہزار بکریاں دیت ہے اور حلّے (ایک قسم کی دو چادریں) والوں پر دو سو حلّے دیت ہے، امام محمد کہتے ہیں ہمارے نزدیک ان تمام اجناس سے دیت ہو سکتی ہے اور امام ابو حنیفہ ان میں سے صرف اونٹ، درہم اور دینار کا دیت میں اعتبار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں دیت کی مقدار بیان کی گئی ہے اور دوسری احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دیت قاتل کی عاقلہ یعنی عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر لازم ہوتی ہے،

عاقلہ کا مصداق

امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن المغیرۃ بن شعبۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرأۃ یعقلھا عصبتھا ویرثھا بنوھا۔ [2]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کی دیت اس کے عصبات ادا کریں گے اور اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی۔

حافظ الہیثمی طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابی المُلیح عن ابیہ قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میراث المرأۃ لزوجھا وولدھا وان العقل علی عصبۃ القاتلۃ۔ [3]

ابو المُلیح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عورت کی میراث اس کے خاوند اور اس کی اولاد کو ملے گی اور قتل کرنے والی عورت کی دیت اس کے عصبات پر لازم ہے۔

اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیت کی ادائیگی کے امر کو پورے قبیلہ اور گروہ پر پھیلا دیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۹۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۱۱ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۳۰۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

عن ابن عباس، قال کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابا بین المھاجرین والانصار ان یعقلوا معاقلھم وان یفدوا عانیھم بالمعروف والاصلاح بین المسلمین۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے لیے ایک تحریر لکھوائی کہ مہاجرین اور انصار اپنی اپنی دیت ادا کریں اور دستور کے مطابق اپنے اپنے قیدی چھڑائیں اور مسلمانوں کی آپس میں صلح کرائیں۔

عن الشعبی قال: جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل قریش علی قریش وعقل الانصار علی الانصار۔ [2]

شعبی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کی دیت قریش پر مقرر کی اور انصار کی دیت انصار پر مقرر کی۔

عن ابراھیم قال العقل علی اھل الدیوان۔ [3]

ابراہیم کہتے ہیں کہ دیت کا ادا کرنا ان پر لازم ہے جن کو بیت المال سے وظیفہ ملتا ہو

عن الحکم قال، عمر اول من جعل الدیۃ عشرۃ عشرۃ فی المطیات المقاتلۃ دون الناس۔ [4]

حکم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر پہلے وہ شخص تھے جنھوں نے عام لوگوں کی بجائے لڑنے والے سوار افراد پر دس دس دیت مقرر کی۔

ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ قتل خطاء میں مقتول کی دیت قاتل کی عاقلہ پر لازم آتی ہے اور عاقلہ میں قاتل کے عصبات اس کے آباء اور اس کی برادری اور گروہ کے تمام لوگ شامل ہیں جو اس آڑے وقت میں اس کے کام آتے ہیں۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

والعاقلۃ اھل الدیوان ان کان القاتل من اھل الدیوان یؤخذ من عطایاھم فی ثلاث سنین واھل الدیوان اھل الرایات وھم الجیش الذین کتبت اسامیھم فی الدیوان وھذا عندنا وقال الشافعی علی اھل العشیرۃ لانہ کان کذلک علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نسخ

اگر قاتل اہل دیوان میں سے ہو تو اس کی عاقلہ اہل دیوان ہیں، ان کے وظیفوں میں سے تین سال میں دیت کو وضع کیا جائے گا، اہل دیوان وہ فوجی ہیں جن کو جھنڈے دیے جاتے ہیں اور وظیفوں کے رجسٹروں میں ان کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ہمارا موقف ہے، اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ قاتل کا قبیلہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہی معمول تھا، اور اس کے بعد

---

[1] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۹ ص ۳۱۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] ۔ " " " " ، المصنف ج ۹ ص ۳۱۹، " " " "

[3] ۔ " " " " ، المصنف ج ۹ ص ۲۶۱، " " " "

[4] ۔ " " " " ، المصنف ج ۹ ص ۲۶۱، " " " "

بعده ولانه صلة والاولى بها الاقارب ولنا قضية عمر رضى الله عنه فانه لما دون الدواوين جعل العقل على اهل الديوان وكان ذلك لمحضر من الصحابة رضى الله عنهم من غير نكير منهم وليس ذلك بنسخ بل هو تقرير معنى لان العقل كان على اهل النصرة وقد كانت بانواع بالقرابة والحلف والولاء والعدو في عهد عمر رضى الله عنه قد صارت بالديوان فجعله على اهله اتباعا للمعنى ولهذا قالوا لو كان اليوم تناصرهم بالحرف فعاقلتهم اهل الحرفة وان كان بالحلف فاهله والدية صلة كما قال لكن ايجابها فيما هو صلة وهو العطاء اولى منه في اصول اموالهم والتقدير بثلاث سنين مروى عن النبي صلى الله عليه وسلم ومحكى عن عمر رضى الله عنه ولان الاخذ من العطاء للتخفيف والعطاء يخرج في كل سنة مرة[1]

یہ عمل منسوخ نہیں ہوا، نیز دیت کی ادائیگی صلہ رحمی ہے اور اس کا تعلق رشتہ داروں سے زیادہ مناسب ہے اور ہماری دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ہے کہ جب انھوں نے رجسٹر مرتب کیے تو انھوں نے اہل دیوان پر دیت مقرر کی، حضرت عمر نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ فیصلہ کیا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، اور یہ طریقہ عہد رسالت کے لیے ناسخ نہیں ہے بلکہ اس کا موید اور مؤکد ہے، کیونکہ دیت قاتل کی حمایت اور نصرت کرنے والوں پر مقرر کی جاتی ہے اور حمایت اور نصرت رشتہ داری سے بھی ہوتی ہے، حلف اٹھانے سے بھی ہوتی ہے، ولاء سے بھی ہوتی ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اہل دیوان آپس میں ایک دوسرے کی حمایت کرتے تھے، اسی وجہ سے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر اس زمانہ میں ہم پیشہ ہونے کی وجہ سے حمایت اور نصرت ہونے لگے تو پھر قاتل کی عاقلہ اس کے ہم پیشہ لوگ ہوں گے۔ (جیسا کہ آج کل بزاز، موچی اور گوالوں وغیرہ کو ایک برادری سمجھا جاتا ہے۔) اور اگر حلف اٹھانے سے حمایت اور نصرت ہو تو پھر حلف اٹھانے والے عاقلہ قرار پائیں گے اور ہر چند کہ دیت صلہ رحمی ہے لیکن جو لوگ وظیفہ لیتے ہوں ان پر دیت مقرر کرنے میں زیادہ صلہ رحمی ہے، اور تین سال کی مدت نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر سے منقول ہے اور وظیفوں سے دیت کی رقم وضع کرنے میں تخفیف ہے اور وظیفہ سال میں ایک بار ملتا ہے۔

عاقلہ پر دیت مقرر کرنے کی حکمت

مقتول کی دیت قاتل کی عاقلہ پر مقرر کرنے کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے علامہ شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

حمدان بن مالک بن نابغہ روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں آپس میں لڑیں ایک عورت نے دوسری عورت کے پیٹ

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۶۴۶-۶۴۵، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

پر خیمہ کی چوب ماری جس سے اس کے پیٹ سے مردہ بچہ نکلا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے والی عورت کے ورثاء سے فرمایا اس بچہ کی دیت ادا کرو، الحدیث (علامہ سرخسی لکھتے ہیں) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ دیت قاتل کی عاقلہ پر واجب ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ قاتل کسی شخص کو قتل کرنے کی جرأت اور ہمت اس وقت کرتا ہے جب اس کو یہ اعتماد ہو کہ اس کی پشت پر اس کے مددگار اور حامی موجود ہیں اور اس مدد اور حمایت کے کئی اسباب ہوتے ہیں ایک سبب یہ ہے کہ قاتل اہل دیوان کے گروہ کا ایک فرد ہوتا ہے، دوسرا سبب یہ ہے کہ قاتل ایک قبیلہ کا فرد ہوتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ وہ ایک محلہ کا فرد ہوتا ہے چوتھا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے ہم پیشہ لوگوں کا ایک فرد ہوتا ہے، اور قاتل کو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر اس کے اہل دیوان یا اس کا قبیلہ یا اس کا محلہ یا اس کے ہم پیشہ برادری کے لوگ موجود ہیں جو اس کی حمایت اور مدد کریں گے، اسی وجہ سے مال کی ادائیگی ان پر لازم کی گئی ہے تاکہ وہ اپنی برادری کے کسی احمق شخص کو اس حماقت سے باز رکھیں اور اگر وہ کسی کو قتل کرنے کا پروگرام بنائے تو اس کو روکیں، تاکہ قتل شبہ عمد اور قتل خطاء کا ارتکاب نہ ہو سکے، کیونکہ قتل ایسا عظیم جرم بے پرواہی سے یا بغیر ارادہ کے بہت کم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں انسان لاپرواہی اسی وقت برتے گا جب اسے اپنی پشت پر کسی قوت کی مدد کا بھروسہ ہو، اور لاپرواہی کے نتیجے ہی میں قتل خطاء کا تحقق ہوتا ہے، اور دیت ایک بہت بڑی مالی مقدار ہے اگر یہ تمام مقدار قاتل پر واجب کر دی جائے تو قاتل برباد ہو جائے گا۔ اس وجہ سے شریعت نے قاتل کی عاقلہ پر دیت واجب کی ہے تاکہ قاتل کو بربادی کے ضرر سے بچایا جا سکے جس طرح صلہ رحمی کی وجہ سے رشتہ داروں پر ضرورت کے وقت نفقہ واجب کیا ہے، اسی وجہ سے ان پر قلیل مقدار میں قسط وار دیت واجب کی ہے تاکہ ہر شخص آسانی اور سہولت کے ساتھ وہ قسط ادا کر سکے، نیز ہر شخص اس بات سے ڈرے گا کہ اگر اس نے کسی شخص کو خطاءً قتل کر دیا تو اسے بھی اپنے رشتہ داروں کی مدد کی ضرورت ہوگی اس لیے اگر آج وہ کسی کی دیت ادا کرے گا تو کل کوئی اس کی دیت ادا کرے گا، اس لیے ہر شخص قاتل کو بربادی کے نقصان سے بچانے کے لیے مدد کرے گا اور مقتول کا خون رائیگاں چلے جانے سے بچ جائے گا، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عاقلہ پر دیت ڈالنا صلہ رحمی، امداد باہمی اور مصیبت میں ایک دوسرے کے کام آنے کی بناء پر ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک شخص کی غلطی کی سزا دوسرے شخص کو دی جائے[1]

بیمہ کے مسئلہ میں حرف آخر

دیت کے مسئلہ میں ہم نے جن نکات کو قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں بیان کیا ہے ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(ا)۔ قتل خطاء میں دیت لازم آتی ہے۔

(ب)۔ دیت کی مقدار سو اونٹ، ایک ہزار دینار (۴۲۵ء۳ کلو سونا) یا دس ہزار درہم (۳۰ء۲۱۸ کلو چاندی) ہے۔

(ج)۔ دیت کو تین سال میں قسط وار ادا کرنا قاتل کی عاقلہ پر لازم ہے۔

(د)۔ عاقلہ سے مراد قاتل کے حامی اور مددگار ہیں، یہ اس کے اہل قبیلہ، اہل محلہ اور اہل صنعت و حرفت ہو سکتے ہیں۔

(ہ)۔ قاتل کی عاقلہ پر دیت کا وجوب صلہ رحمی، امداد باہمی اور مصیبت کے وقت ایک دوسرے کے کام آنے کی

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۶ ص ۶۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

بنیاد پر ہے تاکہ قاتل کو برباد ہونے کے ضرر سے بچایا جا سکے۔

بالکل یہی صورت حال بیمہ میں بھی درپیش ہے ہر بیمہ کمپنی کے تمام بیمہ دار بمنزلہ عاقلہ ہیں اور جب کوئی بیمہ دار کسی حادثہ کا شکار ہو جائے مثلاً اس کا جہاز ڈوب جائے یا اس کی دکان جل جائے یا وہ کسی گاڑی کے نیچے آکر کام کاج کے قابل نہ رہے تو اس کو بربادی کے ضرر سے بچانے کے لیے تمام بیمہ داروں کو مل کر امداد باہمی اور مصیبت میں کسی کے کام آنے کے جذبہ سے اس کے نقصان کی تلافی کرنی چاہیے اسی جذبہ سے ہر بیمہ دار کو امدادی فنڈ میں چندہ جمع کرانا چاہیے تاکہ بوقت ضرورت اس فنڈ سے کسی بیمہ دار کے ناگہانی نقصان کی تلافی کی جا سکے۔

ہم نے بیمہ کے جواز پر جو دلائل دیے ہیں وہ بیمہ کی اصولی بحث سے متعلق ہیں باقی رہا بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سو وہ متعدد وجوہ سے ناجائز اور فاسد ہے جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی اصلاح کے لیے تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ الہ العالمین میں نے بیمہ کے متعلق یہ جو کچھ لکھا ہے اگر یہ حق و صواب ہے تو یہ آپ کی تائید و توفیق سے ہے اور آپ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے ہے اور اگر یہ غلط اور فاسد ہے تو یہ میرے مطالعہ کا نقص اور میری فہم کی کوتاہی ہے آپ اور آپ کا رسول اس سے بری ہیں۔ رب العالمین! مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی ہمت اور توفیق دے، مجھے دین پر استقامت عطا فرما، اور اس کتاب کو قبولیت عامہ اور بقاء دوام عطا فرما، الہ العالمین ہمارا ایمان پر خاتمہ کر اور آخرت میں اپنی رحمت اور بخشش اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے نواز۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت مرکوز ہونا

۴۷۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْلُ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے برکت رکھ دی گئی ہے۔

۴۷۳۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں ذکر کی ہیں۔

حَدَّثَنِي أُسَامَةُ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ

۴۷۳۲ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَصَالِحُ بْنُ حَاتِمِ ابْنِ وَرْدَانَ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ قَالَ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ ابْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْوِي نَاصِيَةَ فَرَسٍ بِإِصْبَعِهِ وَهُوَ يَقُولُ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْغَنِيمَةُ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے گھوڑے کی پیشانی کے بال مل رہے تھے، اور فرماتے تھے کہ خیر اور برکت قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی میں مرکوز ہے، یعنی اجر اور غنیمت۔

۴۷۳۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۴۷۳۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ

حضرت عروہ بارقی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر اور برکت قیامت تک کے لیے گھوڑے کی پیشانی میں مرکوز ہے، یعنی اجر اور غنیمت۔

۴۷۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ وَابْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَيْرُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِي الْخَيْلِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ بِعَذَاكَ قَالَ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

حضرت عروہ بارقی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر مرکوز ہے، آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت تک اجر اور غنیمت۔

۴۷۳۶ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ حُصَيْنٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

عُرْوَةَ بْنُ الْجَعْدِ.

۴۷۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ جَمِيعًا عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَجْرَ وَالْمَغْنَمَ وَفِي حَدِيثِ سُفْيَانَ سَمِعَ عُرْوَةَ الْبَارِقِيَّ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور روایت کی سند بیان کی۔

۴۷۳۸ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْجَعْدِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَجْرَ وَالْمَغْنَمَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں اجر اور غنیمت کا ذکر نہیں ہے۔

۴۷۳۹ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرَكَةُ فِي نَوَاصِي الْخَيْلِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ برکت گھوڑوں کی پیشانی میں ہے۔

۴۷۴۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ سَمِعَ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

ف: ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعداء دین سے قتال اور جہاد کرنے کے لیے گھوڑوں کو رکھنا مستحب ہے اور ان کی فضیلت اور ان کی خیر اور ان کے ذریعہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا، بعض احادیث میں ہے کہ کبھی گھوڑوں میں نحوست بھی ہوتی ہے اس سے وہ گھوڑے مراد ہیں جن کو جہاد کے لیے نہ رکھا ہو، بعض احادیث میں ہے کہ گھوڑے

کی تین اقسام ہیں ایک گھوڑا اجر ہوتا ہے، دوسرا ستر ہے اور تیسرا گناہ اور بوجھ ہوتا ہے، اس کی تشریح یہ ہے کہ جو گھوڑا جہاد کے لیے ہو وہ اجر ہوتا ہے اور جو اپنے آرام اور دنیاوی کاموں کے لیے ہو وہ ستر ہوتا ہے اور جو گھوڑا ریاکاری اور نام ونمود کے لیے ہو وہ گناہ کا باعث ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہاں گھوڑے سے مراد مطلقاً جہاد کی سواری ہو خواہ وہ گھوڑا ہو یا کوئی اور چیز، اس صورت میں فوجی ٹرک، فوجی جیپ، فوجی طیارے اور فوجی بحری جہاز وغیرہ بھی قیامت تک کے لیے خیر اور برکت کا محل قرار پائیں گے۔

باب ۶۴ مَا یُکْرَہُ مِنْ صِفَاتِ الْخَیْلِ

گھوڑے کی بُری قسمیں کون سی ہیں؟

۴۷۴۱ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سَلْمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَکْرَهُ الشِّکَالَ مِنَ الْخَیْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشکل گھوڑے کو ناپسند کرتے تھے۔

۴۷۴۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَالشِّکَالُ اَنْ یَّکُوْنَ الْفَرَسُ فِیْ رِجْلِهِ الْیُمْنٰی بَیَاضٌ وَفِیْ یَدِهِ الْیُسْرٰی اَوْ فِیْ یَدِهِ الْیُمْنٰی وَرِجْلِهِ الْیُسْرٰی۔

عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ جس گھوڑے کا داہنا پاؤں اور بایاں ہاتھ سفید ہو یا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں سفید ہو وہ گھوڑا اشکل ہوتا ہے۔

۴۷۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (یَعْنِیْ ابْنَ جَعْفَرٍ) ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنِیْ وَهْبُ بْنُ جَرِیْرٍ جَمِیْعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ النَّخَعِیِّ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ وَکِیْعٍ وَفِیْ رِوَایَةِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ وَلَمْ یَذْکُرِ النَّخَعِیَّ۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔

ف: قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ اشکل گھوڑا وہی ہوتا جس کا حدیث میں ذکر ہے، ابن درید نے کہا ہے کہ جس گھوڑے کا ایک ہاتھ اور ایک پیر سفید ہو وہ اشکل ہوتا ہے، ابوعبید نے کہا ہے کہ جس گھوڑے کے تین پیروں میں سفیدی ہو اور ایک عام ہو، یا ایک پیر میں سفیدی ہو اور تین عام ہوں، مظرزی نے کہا ہے کہ ایک قول یہ ہے کہ جس

کے دو ہاتھ سفید ہوں، اور ایک قول ہے کہ جس کے دو پیر سفید ہوں وہ اشکل ہوتا ہے۔ علامہ خطابی نے کہا کہ اشکل گھوڑے کو ناپسند کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے پیروں میں دوڑنے کی زیادہ قوت نہیں ہوتی، اور اس ناپسندیدگی سے شرعی کراہت مراد نہیں ہے۔

بَابُ ۶۴۸ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالْخُرُوجِ فِي سَبِيلِ اللهِ

اللہ کی راہ میں نکلنے اور جہاد کی فضیلت

۴۷۴۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ (وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ) عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللهُ لِمَنْ خَرَجَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَإِيمَانًا بِي وَتَصْدِيقًا بِرُسُلِي فَهُوَ عَلَيَّ ضَامِنٌ أَنْ أُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ أَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ نَائِلًا مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ كَلْمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهِ حِينَ كُلِمَ لَوْنُهُ لَوْنُ دَمٍ وَرِيحُهُ مِسْكٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مَا قَعَدْتُ خِلَافَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ أَبَدًا وَلَكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً وَيَشُقُّ عَلَيْهِمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي أُغْزَى فِي سَبِيلِ اللهِ فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُغْزَى فَأُقْتَلُ ثُمَّ أُغْزَى فَأُقْتَلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلے اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو جاتا ہے، جو شخص صرف میرے راستے میں جہاد کے لیے اور صرف مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کی وجہ سے نکلتا ہو تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ (اگر وہ شہید ہو گیا تو) اس کو جنت میں داخل کروں گا، یا اس کو اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کے گھر لوٹاؤں گا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اللہ کی راہ میں جو زخم لگے گا قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اٹھے گا جس حالت میں وہ زخم لگا تھا، اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہو گی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لشکر کا ساتھ کبھی نہ چھوڑتا، لیکن میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے کہ میں سب مسلمانوں کو سواریاں مہیا کر سکوں، اور نہ مسلمانوں کے پاس اتنی گنجائش ہے، اور مسلمانوں کا میرے پیچھے رہ جانا ان کے لیے دشوار ہو گا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور پھر قتل کیا جاؤں۔

۴۷۴۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۴۷۴۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِي سَبِيلِهِ لَا يُخْرِجُهُ مِنْ بَيْتِهِ إِلَّا جِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ وَتَصْدِيقُ كَلِمَتِهِ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيمَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرے درآں حالیکہ اس کا گھر سے نکلنا صرف اللہ کی راہ میں جہاد اور اس کے دین کی تصدیق کی خاطر ہو تو اللہ اس کے لیے اس بات کا ضامن ہو جاتا ہے کہ (اگر وہ شہید ہو گیا تو) اس کو جنت میں داخل کرے گا یا اجر اور غنیمت کے ساتھ اس کو اس کے مسکن میں واپس کر دے گا جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا۔

۴۷۴۷ - حَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُكْلَمُ أَحَدٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِي سَبِيلِهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهُ يَثْعَبُ اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے اور اللہ کو خوب علم ہے کہ اس کی راہ میں کون زخمی ہو رہا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کا زخم بہہ رہا ہوگا اس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

۴۷۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلْمٍ يُكْلَمُهُ الْمُسْلِمُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ثُمَّ تَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهَا إِذَا طُعِنَتْ تَفَجَّرُ دَمًا اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالْعَرْفُ عَرْفُ الْمِسْكِ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ فِي يَدِهِ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ مَا قَعَدْتُ خَلْفَ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لَا أَجِدُ سَعَةً فَأَحْمِلَهُمْ وَلَا يَجِدُونَ سَعَةً فَيَتَّبِعُونِي وَلَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَقْعُدُوا بَعْدِي۔

ہمام بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے ایک حدیث یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو اللہ کے راستہ میں جو زخم بھی لگے گا قیامت کے دن وہ زخم اسی حال پر ہوگا جیسا کہ زخم لگنے کے وقت تھا، اس سے خون ابل رہا ہوگا اس کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور خوشبو مشک کی طرح ہوگی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑنے والے کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا، لیکن میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے کہ میں سب مسلمانوں کو سواریوں پر سوار کر سکوں اور نہ سب مسلمانوں کے پاس سواریاں ہیں کہ وہ میرے ساتھ جا سکیں اور وہ میرے پیچھے رہ جانے پر بھی خوش نہیں ہیں۔

۴۷۴۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مَا قَعَدْتُّ خِلَافَ سَرِیَّةٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِهِمْ وَبِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنِّیْ اُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰی بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا (یعنی ہر لشکر کے ساتھ جاتا) اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۷۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (یَعْنِی الثَّقَفِیَّ) ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ كُلُّهُمْ عَنْ یَحْیٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَّا اَتَخَلَّفَ خَلْفَ سَرِیَّةٍ نَحْوَ حَدِیْثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو مجھے یہ پسند تھا کہ میں کسی لشکر کے پیچھے نہ رہتا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۷۵۱ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَضَمَّنَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِیْ سَبِیْلِهٖ اِلٰی قَوْلِهٖ مَا تَخَلَّفْتُ خِلَافَ سَرِیَّةٍ تَغْزُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تَعَالٰی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اللہ اس کے لیے ضامن ہے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا:) جو لشکر اللہ کی راہ میں لڑنے کے لیے نکلے میں اس سے پیچھے نہ رہتا۔

اللہ تعالیٰ پر جنت عطا کرنے کے وجوب کا محمل

اس باب کی حدیث نمبر ۴۷۴۴ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے راہ خدا میں جہاد کرنے والوں کو جنت کی ضمانت دے دی ہے اور جس چیز کو دینے کی ضمانت دے دی جائے اس کا دینا واجب ہوجاتا ہے، اس لیے اب اللہ تعالیٰ پر ان کو جنت کا دینا واجب ہوگیا، اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (توبہ: ۱۱۱) "اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا" اور خریدنے والے پر ثمن کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا اس آیت کا بھی یہ تقاضا ہے کہ مومنوں کو جنت دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، لیکن یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بناء پر ہے، بندوں کے عمل اور ان کے استحقاق کی بناء پر نہیں ہے اور اہل سنت اور معتزلہ کے درمیان یہی فرق ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ بندے کے ایمان اور اعمال صالحہ

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر اس کو جنت میں داخل کرنا واجب ہے، اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ بندے کے عمل کا کوئی دخل اور استحقاق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے چونکہ جنت کا وعدہ کر لیا ہے اس لیے جنت واجب ہوگئی کیونکہ کریم جب کسی کو کچھ دینے کا وعدہ کر لے تو وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔

جنّت کی بشارت میں شہداء کا عام مسلمانوں سے امتیاز

اس حدیث میں ہے کہ راہ خدا میں جہاد کرنے والے مومن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی ضمانت دے دی ہے، اس پر یہ سوال ہے کہ عام مومنوں سے بھی اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے پھر شہداء کی اس میں کیا تخصیص ہے؟ قاضی عیاض نے اس کے جواب دیے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ راہ خدا میں لڑنے والے کو اللہ تعالیٰ مرتے ہی جنت میں داخل کر دے گا جیسا کہ شہداء کے متعلق ارشاد ہے: جب کہ دوسرے مسلمان قیامت کے دن حساب وکتاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے، اور ان سے کوئی حساب وکتاب نہیں ہوگا اور شہادت کی وجہ سے ان کے گناہوں کو مٹا دیا جائے گا۔

نیکی یا بدی پر مرنے والوں کا حشر

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ شہید قیامت کے دن اسی حال میں اٹھے گا جس حال میں وہ شہید ہوا تھا اور اس کے زخم سے اسی طرح خون بہہ رہا ہوگا، شہید کو اسی حال میں اٹھانا اس کی عزت افزائی کے لیے ہوگا تاکہ قیامت کے دن سب لوگ شہداء کو پہچان لیں۔ اسی طرح حدیث میں ہے کہ ایک شخص ایام حج میں احرام باندھے ہوئے اونٹنی سے گر کر فوت ہوگیا، آپ نے فرمایا یہ قیامت کے دن اسی طرح تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۴) ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو کوئی نیکی کرتے ہوئے یا عبادت کرتے ہوئے موت آئے وہ اس نیکی اور عبادت کے حال میں قیامت کے دن اٹھے گا، اے اللہ ہمیں بھی حسن خاتمہ عطا فرما اور نیکی اور عبادت کے حال میں ہماری روح قبض کرنا! (آمین) باقی رہا یہ کہ جو شخص کسی برائی کا ارتکاب کرتے ہوئے فوت ہوا تو کیا اس کا حشر اس برائی کے ساتھ ہوگا؟ یہ چیز تحقیق طلب ہے بہرحال اللہ تعالیٰ کریم ہے اور امید ہے کہ وہ ستر فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ نیکی کا اجر دس گنا بڑھا دیتا ہے سات سو گنا کر دیتا ہے پھر اس کو بھی دوگنا کر دیتا ہے، بعض اوقات بے حساب اجر بھی دیتا ہے، لیکن برائی کی سزا میں کوئی اضافہ نہیں کرتا اور بسا اوقات معاف فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس کریمانہ اسلوب کے پیش نظر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ نیکی پر مرنے والوں کا اسی نیکی میں حشر فرمائے گا اور برائی پر مرنے والوں سے درگزر فرمائے گا۔

موت کی تمنا کی ممانعت کے باوجود شہادت کی تمنا کیوں جائز ہے؟

اس حدیث میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ پسند ہے کہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں، پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں اور پھر جہاد کروں اور قتل کیا جاؤں۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود موت کی تمنا کیوں کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا منع ہے لیکن اللہ کے دین کی سربلندی کے

لیے جان دینے اور لقاء الٰہی کے اشتیاق میں موت کی تمنا کرنا اور موت کو بصورت شہادت طلب کرنا مستحسن اور مستحب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اے اللہ! اپنے دین کے راستہ میں ہمیں شہادت کی موت عطا فرما، (آمین)۔

بَابُ ۶۴۹ فَضْلِ الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی فضیلت

۴۷۵۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ وَحُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَفْسٍ تَمُوتُ لَهَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ يَسُرُّهَا أَنَّهَا تَرْجِعُ إِلَى الدُّنْيَا وَلَهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا إِلَّا الشَّهِيدُ فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ فَيُقْتَلَ فِي الدُّنْيَا لِمَا يَرَى مِنْ فَضْلِ الشَّهَادَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو فوت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اچھا اجر ہو وہ دنیا میں واپس جانے کو پسند نہیں کرتا اور نہ دنیا و مافیہا کو پسند کرتا ہے البتہ شہید جب شہادت کی فضیلت کو دیکھے گا تو صرف وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ پھر دنیا میں واپس جائے اور اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے۔

۴۷۵۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يُحِبُّ أَنْ يَرْجِعَ إِلَى الدُّنْيَا وَأَنَّ لَهُ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ غَيْرَ الشَّهِيدِ فَإِنَّهُ يَتَمَنَّى أَنْ يَرْجِعَ فَيُقْتَلَ عَشْرَ مَرَّاتٍ لِمَا يَرَى مِنَ الْكَرَامَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ دنیا میں واپس جانا پسند نہیں کرے گا خواہ اس کو روئے زمین کی تمام چیزیں مل جائیں، البتہ شہید جب اپنی عزت اور وجاہت دیکھے گا تو صرف وہ یہ تمنا کرے گا کہ وہ پھر دنیا میں جائے اور دس بار راہ خدا میں قتل کیا جائے۔

۴۷۵۴۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْوَاسِطِيُّ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعْدِلُ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لَا تَسْتَطِيعُونَهُ قَالَ فَأَعَادُوا عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ لَا تَسْتَطِيعُونَهُ وَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ مَثَلُ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْقَانِتِ بِآيَاتِ اللهِ لَا يَفْتُرُ مِنْ صِيَامٍ وَلَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کے برابر بھی کوئی عبادت ہے، آپ نے فرمایا تم اس عبادت کی استطاعت نہیں رکھتے، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے سوال پھر دہرایا، یا تین بار پوچھا آپ نے ہر بار فرمایا تم اس کی طاقت نہیں رکھتے، تیسری بار فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا جہاد سے واپسی تک اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار ہو، قیام کرنے والا ہو، اللہ کی آیات پر عمل کرنے والا ہو، روزے اور نماز سے تھکتا یا اکتاتا نہ ہو۔

صَلَاةٍ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۷۵۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۴۷۵۶۔ حَدَّثَنِيْ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْتَوْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاسَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ مَا اُبَالِيْ اَنْ لَّا اَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اَنْ اُسْقِيَ الْحَاجَّ وَقَالَ اٰخَرُ مَا اُبَالِيْ اَنْ لَّا اَعْمَلَ عَمَلًا بَعْدَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اَنْ اَعْمُرَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَقَالَ اٰخَرُ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِمَّا قُلْتُمْ فَزَجَرَهُمْ عُمَرُ وَقَالَ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَلٰكِنْ اِذَا صَلَّيْتُ الْجُمُعَةَ دَخَلْتُ فَاسْتَفْتَيْتُهٗ فِيْمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ الْاٰيَةَ اِلٰى اٰخِرِهَا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا، ایک شخص نے کہا اسلام لانے کے بعد اگر میں صرف حجاج کو پانی پلاؤں اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، دوسرے شخص نے کہا اگر اسلام لانے کے بعد میں صرف مسجد حرام کو آباد کروں اور اس کے سوا اور کوئی عمل نہ کروں تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے، تیسرے نے کہا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا تمہاری کہی ہوئی عبادتوں سے افضل ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس آواز اونچی نہ کرو، اس دن جمعہ تھا، میں جمعہ کی نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور جس مسئلہ میں تمہارا اختلاف تھا اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کیا تم حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دیتے ہو جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا؟۔

۴۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ اَخْبَرَنِيْ زَيْدٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَّامٍ قَالَ حَدَّثَنِي النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بیٹھا تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ تَوْبَۃَ۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی وجوہات

اس باب کی احادیث میں شہادت کی بہت عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے کہ شہادت کا اجر و ثواب دیکھ کر شہید کے سوا اور کوئی شخص دوبارہ دنیا میں واپس جانے کی تمنا نہیں کرے گا۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں، نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ ان کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ زندہ ہوتے ہیں اور ان کی ارواح اسی وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہیں، اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی ارواح قیامت کے دن جنت میں شاہد ہوں گی، ابن الانباری نے کہا ان کو شہید اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ان کے حق میں جنت کی شہادت دیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کے بدن سے روح نکلتے ہی ان کی روح اس عزت اور اجر و ثواب پر شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے، ایک قول یہ ہے موت کے وقت ان کے پاس ملائکہ شاہد (حاضر) ہوتے ہیں اور ان کی روح کو لے جاتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا ظاہر حال ان کے ایمان اور خاتمہ بالخیر پر شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن یہی لوگ سابقہ امتوں کے سامنے یہ گواہی دیں گے کہ ان کے انبیاء علیہم السلام نے انکو تبلیغ کر دی تھی، لیکن یہ وصف شہداء کے ساتھ خاص نہیں ہے[1]

باب ۶۵ فَضْلِ الْغَدْوَۃِ وَالرَّوْحَۃِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

صبح یا شام کو راہِ خدا میں نکلنے کی فضیلت

۴۷۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح یا شام اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۴۷۵۹۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْغَدْوَۃُ یَغْدُوْھَا الْعَبْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کے وقت بندے کا خدا کی راہ میں نکلنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے

۴۷۶۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ عَنِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح یا شام کو اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ غَدْوَةٌ أَوْ رَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت میں ایسے لوگ نہ ہوتے ——— اس کے بعد فرمایا اللہ کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

۴۷۶۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ ذَكْوَانَ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ رِجَالًا مِنْ أُمَّتِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ وَلَرَوْحَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی راہ میں صبح یا شام کو نکلنا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

۴۷۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَإِسْحَقَ) قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ شَرِيكٍ الْمَعَافِرِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوبَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۴۷۶۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ وَحَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ قَالَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدَّثَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ سَوَاءً۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

بَابُ ۶۵۱ بَيَانِ مَا أَعَدَّهُ اللهُ تَعَالَى لِلْمُجَاهِدِ فِي الْجَنَّةِ مِنَ الدَّرَجَاتِ

۶۵۱ باب جنت میں مجاہد کے درجات کا بیان

۴۷۶۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَعَجِبَ لَهَا أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ أَعِدْهَا عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَفَعَلَ ثُمَّ قَالَ وَأُخْرَى يَرْفَعُ بِهَا الْعَبْدُ مِائَةَ دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ وَمَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوسعید! جو شخص اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو گیا اور اسلام کے دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی، حضرت ابوسعید کو یہ بات اچھی لگی تو کہنے لگے یا رسول اللہ! اس بات کو دوبارہ فرمائیں آپ نے دوبارہ اسی طرح فرمایا پھر فرمایا: ایک بات اور بھی ہے جس کی وجہ سے بندے کے سو درجات بلند ہوتے ہیں اور ہر دو درجوں میں زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ وہ درجہ کس چیز سے ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ۔

ف: قاضی عیاض نے کہا یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور درجات سے مراد منازل ہیں جو بعض، بعض سے بلند ہیں اور جنت کی ایسی ہی صفت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے جنتی اپنے بالاخانوں سے چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح نظر آئیں گے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ بلندی سے یہاں یہ مراد ہو کہ ان کو اتنی کثیر اور عظیم نعمتیں ملیں گی جن کا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے نہ بیان کر سکتا ہے اور ان کو عزت و کرامت کی اس قدر انواع و اقسام حاصل ہوں گی جن کی بہت زیادہ فضیلت ہوگی یا یہ کہ ان کی فضیلت کا ہر درجہ اتنا بڑا ہو گا جتنا زمین اور آسمان میں فاصلہ ہے۔

بَابُ ۶۵۲ مَنْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كُفِّرَتْ خَطَايَاهُ إِلَّا الدَّيْنَ

جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے اس کے قرض کے سوا تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں

۴۷۶۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْإِيمَانَ بِاللّٰهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تُكَفِّرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام میں کھڑے ہو کر یہ ذکر کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اللہ پر ایمان لانا تمام اعمال میں افضل ہے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! یہ بتلایئے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ہاں اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کیے جاؤ درآں حالیکہ تم صبر کرنے والے ہو (یعنی جم کر مقابلہ کرنے والے ہو) ثواب کی نیت رکھنے والے ہو، پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم

ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَتُكَفِّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنَ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ۔

نے کیا کہا تھا؟ اس نے عرض کیا میں نے کہا تھا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا اس سے میرے گناہوں کی معافی ہو جائے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں درآں حالیکہ تم صبر کرنے والے ہو اور ثواب کی نیت رکھنے والے ہو آگے بڑھ کر حملہ کرنے والے ہو اور پیٹھ پھیرنے والے نہ ہو، تو قرض کے سوا تمہارے باقی گناہ معاف کر دیے جائیں گے، کیونکہ (حضرت) جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ ابھی بتایا ہے۔

۴۷۶۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا يَحْيٰى (يَعْنِيْ ابْنَ سَعِيْدٍ) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں ...، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۷۶۷۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِزِيْدُ اَحَدُهُمَا عَلٰى صَاحِبِهٖ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اَرَاَيْتَ اِنْ ضُرِبْتُ بِسَيْفِيْ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ الْمَقْبُرِيِّ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کچھ کمی اور زیادتی کے ساتھ یہ روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا درآں حالیکہ آپ منبر پر تھے اس نے کہا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں اپنی تلوار سے مارا جاؤں پھر حسب سابق ہے۔

۴۷۶۸۔ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ صَالِحٍ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ (يَعْنِيْ ابْنَ فَضَالَةَ) عَنْ عَيَّاشٍ (وَهُوَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرض کے سوا شہید کا ہر گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ۔

۴۷۶۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ الْقِتْبَانِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا قرض کے سوا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

ف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید کے گناہوں کی معافی سے قرض کو جو مستثنیٰ کیا ہے اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جہاد، شہادت اور دوسرے نیک اعمال صرف حقوق اللہ کا کفارہ ہو سکتے ہیں، بندوں کے حقوق کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔

بَابٌ ۶۵۳ فِي بَيَانِ أَنَّ أَرْوَاحَ الشُّهَدَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَّهُمْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

شہداء کی ارواح جنت میں ہوتی ہیں اور شہداء زندہ ہیں اور انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

۴۷۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَعِيسَى بْنُ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْنَا عَبْدَ اللهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ قَالَ أَمَا إِنَّا قَدْ سَأَلْنَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ أَرْوَاحُهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ ثُمَّ تَأْوِي إِلَى تِلْكَ الْقَنَادِيلِ فَاطَّلَعَ إِلَيْهِمْ رَبُّهُمُ اطِّلَاعَةً فَقَالَ هَلْ تَشْتَهُونَ شَيْئًا قَالُوا أَيَّ شَيْءٍ نَشْتَهِي وَنَحْنُ نَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْنَا فَفَعَلَ ذٰلِكَ بِهِمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمَّا رَأَوْا أَنَّهُمْ لَنْ يُتْرَكُوا مِنْ أَنْ يُسْأَلُوا قَالُوا يَا رَبِّ نُرِيدُ أَنْ تَرُدَّ أَرْوَاحَنَا فِي أَجْسَادِنَا

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی «جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔" حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہم نے بھی اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا، آپ نے فرمایا ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں ان کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ روحیں جنت میں جہاں چاہیں چرتی پھرتی ہیں پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں، ان کا رب ان کی طرف مطلع ہو کر فرماتا ہے: کیا تم کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں ہم کو کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے! ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں، ان سے تین بار اللہ تعالیٰ یہ دریافت فرماتا ہے، پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو سوال کے بغیر نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے حتیٰ کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کیے جائیں، پھر جب اللہ تعالیٰ نے

حَتّٰی نُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِكَ مَرَّةً اُخْرٰی فَلَمَّا رَاٰی اَنْ لَّیْسَ لَهُمْ حَاجَةٌ تُرِكُوْا۔

یہ دیکھے گا کہ ان کو کوئی حاجت نہیں ہے تو پھر ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

ارواحِ شہداء کے سبز پرندوں میں متمثل ہونے کی تحقیق

اس باب کی حدیث میں ہے: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہتی ہیں، علامہ نووی لکھتے ہیں سبز پرندوں میں رہتی ہیں، موطا میں ہے مومن کی روح پرندے میں ہوتی ہے، ایک اور حدیث میں حضرت قتادہ سے روایت ہے۔ شہید کی روح سفید پرندے کی صورت میں ہوتی ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ روح پرندہ ہوتی ہے یا پرندے کی صورت میں ہوتی ہے، اکثر روایات سے یہی ثابت ہے خصوصاً جب کہ روایات میں یہ بھی ہے کہ روحیں عرش کے نیچے قندیلوں میں آکر ٹھہرتی ہیں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس امر کو مستبعد قرار دیا ہے اور بعض دوسرے علماء نے اس کا انکار نہیں کیا اور نہ اس میں کوئی چیز لائق انکار ہے، اور دونوں حدیثوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ جس روایت میں پرندے یا پرندے کے پیٹ کا ذکر ہے وہ از روئے معنی کے زیادہ صحیح ہے اور اس امر میں قیاس اور عقل کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ تمام امور جائز ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ مومن یا شہید کی روح کو قندیلوں میں یا پرندوں کے پیٹوں میں کرنا چاہتا ہے تو کر دیتا ہے اور یہ کوئی بعید از قیاس نہیں ہے خصوصاً ان لوگوں کے نزدیک جو ارواح کو اجسام مانتے ہیں، قاضی عیاض یہ کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ جب جسم سے روح نکلتی ہے تو وہ جسم کے ایک جز میں باقی رہتی ہے اور اس جز کو درد یا عذاب ہوتا ہے اور وہی جز لذت اور ثواب حاصل کرتا ہے اور وہی جز یہ کہتا ہے کہ اے رب مجھے دنیا میں واپس بھیج دے اور وہی جز جنت کے درختوں میں چرتا ہے، اور یہ کوئی محال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جز کو پرندہ بنا دے یا پرندے کے پیٹ میں رکھے یا عرش کے نیچے قندیلوں میں رکھے یا جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کو رکھے۔[1]

سبز پرندوں میں ارواح شہداء کے منتقل ہونے پر تناسخ کے اشکال کا جواب

بعض ملحدین ان حدیثوں میں تناسخ پر استدلال کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اچھے انسان کی روح مرنے کے بعد خوب صورت جسموں میں منتقل ہو جاتی ہے اور برے لوگوں کی روح مرنے کے بعد بری صورتوں میں منتقل ہو جاتی ہے اور یہی ثواب اور عقاب ہے اور یہ لوگ جنت اور دوزخ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، ہندوؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے وہ اس کو آواگون سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن ان حدیثوں سے ان کے موقف پر استدلال نہیں ہو سکتا، کیونکہ تناسخ اور آواگون کا حاصل یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح کسی اور جسم میں آجاتی ہے اور وہ اس جسم کی حیات کا سبب ہوتی ہے اور جسم میں ایسے ہی سرایت کر جاتی ہے جیسے پہلے جسم میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ اس کے برخلاف جن احادیث میں ہے کہ شہداء کی روحیں پرندوں میں ہوتی ہیں ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ان پرندوں میں سرایت کر جاتی ہیں اور ان پرندوں کی حیات ان روحوں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ء

کے سبب سے ہوتی ہے بلکہ وہ روحیں ان پرندوں میں بمنزلہ سوار اور مسافر ہیں اور وہ پرندے بمنزلہ سواری ہیں اور ان پرندوں کی اپنی الگ روح ہوتی ہے جس سے ان کی حیات ہوتی ہے جیسے لوگ ہوائی جہاز میں اڑتے ہیں، اسی طرح ارواح شہداء پرندوں میں اڑتی ہیں، اور جن احادیث میں یہ ہے کہ اللہ ان روحوں کو پرندوں کی شکل میں متشکل کر دیتا ہے یعنی وہ روح سبز پرندہ بن جاتی ہے ان پر کوئی اشکال نہیں ہے کیونکہ تناسخ تب ہوتا جب روح الگ ہوتی اور پرندے کا جسم الگ ہوتا اور وہ روح اس جسم میں سرایت کر جاتی اور اس روح سے اس جسم کی حیات ہوتی اور یہاں اس طرح نہیں ہے بلکہ بنفسہ اس روح کو سبز پرندہ بنا دیا جاتا ہے لہٰذا یہ تناسخ نہیں ہے تماثل ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ امروہہ میں ان کے زمانہ تعلیم میں ان کا ایک ہندو مناظر پنڈت رام چند سے مناظرہ ہوا اس نے کہا قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو بندر اور خنزیر بنا دیا اور یہ تناسخ ہے حضرت نے فرمایا تناسخ تب ہوتا کہ وہ بنی اسرائیل مر جاتے اور مرنے کے بعد ان کی ارواح کو بندروں اور خنزیروں میں منتقل کیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ ان بنی اسرائیل کی اسی حالت حیات میں شکل تبدیل کر دی اور ان کی صورت بندر اور خنزیر کی صورت سے بدل دی ہو، سو یہ تناسخ نہیں ہے۔ یعنی ان کی صورتیں مسخ کر دیں، وہ کہنے لگا، میں آئندہ سال آکر پھر اسی جگہ مناظرہ کروں گا، حضرت نے فرمایا موت اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اگر تم درمیان سال میں مر گئے تو کس صورت اور کس جون میں آکر مناظرہ کرو گے؟ وہ آپ کی اس حاضر جوابی سے بہت خوش ہوا اور اپنی گھڑی اتار کر انعام میں دے گیا، اس واقعہ کو اس سے زیادہ تفصیل سے ہم نے مقالات سعیدی میں بیان کیا ہے۔

روح کی ماہیت میں فقہاء اسلام کے نظریات

اس باب، کی حدیث میں شہداء کی ارواح کا ذکر ہے، علامہ نووی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں،

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ علماء کا روح کی ماہیت میں بہت زیادہ اختلاف ہے جس کو ضبط اور حصر کے ساتھ بیان کرنا مشکل ہے، بہرحال اس سلسلہ میں چند اقوال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) جمہور علماء اور متکلمین نے یہ کہا ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں اور اس کا بیان کرنا صحیح نہیں ہے ان کا استدلال اس آیت سے ہے قل الروح من امر ربی۔ "آپ کہیے کہ روح آپ کے رب کے امر سے ہے" فلاسفہ نے اس میں بہت غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ روح نہیں ہے۔

(۲) جمہور اطباء نے کہا ہے کہ روح ایک لطیف بخار (سٹیم) ہے جو بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

(۳) ہمارے اکثر شیوخ نے کہا ہے کہ روح حیوٰۃ ہے۔

(۴) بعض علماء نے کہا کہ روح ایک جسم لطیف ہے جو اس جسم عنصری کے مشابہ ہے اس کی حیات سے یہ جسم زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ جب یہ جسم لطیف اس جسم عنصری سے نکل جاتا ہے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

(۵) بعض علماء نے کہا کہ روح ایک جسم ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ روح نکل گئی، اس کو قبض کر لیا وہ حلقوم تک پہنچ گئی اور یہ جسم کی صفات ہیں معانی کی نہیں۔

(۶) ہمارے بعض متقدمین ائمہ نے کہا ہے کہ روح انسانی صورت پر ایک جسم لطیف ہے جو اسی جسم عنصری میں داخل ہے۔

(۷) بعض علماء نے کہا روح خون ہے۔ یہ قاضی عیاض کے بیان کردہ اقوال ہیں۔
(۸) علامہ نووی شافعی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک روح ایک جسم لطیف ہے جو بدن میں سرایت کیے ہوئے ہے اور اس کے الگ ہونے سے انسان مر جاتا ہے۔
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ روح اور نفس میں بھی اختلاف ہے بعض علماء نے کہا یہ دو لفظ ہیں اور ان کا معنی ایک ہے، بعض نے کہا نفس آنے جانے والے سانس کو کہتے ہیں، بعض نے کہا نفس حیات کو کہتے ہیں بعض نے کہا نفس خون کو کہتے ہیں۔ [1]
علامہ بدرالدین عینی حنفی نے روح کی بحث میں حسب ذیل اقوال بیان کیے ہیں:
(۱) علامہ مازری مالکی لکھتے ہیں کہ روح کے مباحث بہت دقیق ہیں اور اس میں بکثرت کتابیں لکھی گئی ہیں، اس سلسلہ میں امام اشعری کا مشہور قول یہ ہے کہ روح وہ سانس ہے جو آ رہا ہے۔
(۲) قاضی ابوبکر نے کہا ہے کہ روح سانس اور حیات کے درمیان ایک امر متردد ہے۔
(۳) ایک قول یہ ہے کہ روح اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں ایک امر مشترک ہے۔
(۴) ایک قول یہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پیدا کیا اور اللہ سبحانہ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ وہ اس جسم لطیف کے بغیر جسم عنصری میں حیات جاری نہیں کرتا، اور یہ روح اس عالم میں بھی ہوتی ہے اور سبز پرندوں کے پوٹوں میں بھی ہوتی ہے۔
(۵) اس میں بھی اختلاف ہے کہ روح اور نفس ایک چیز ہیں یا الگ الگ حقیقتیں ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ متغائر ہیں کیونکہ نفس انسانی وہ حقیقت ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے، اکثر فلاسفہ نے نفس اور روح میں فرق نہیں کیا انھوں نے کہا نفس وہ لطیف بخار ہے جو حیاۃ حس، اور حرکت ارادیہ کا حامل ہے اور یہ جوہر ہے اس کو وہ روح حیوانی کہتے ہیں اور یہ قلب یعنی نفس ناطقہ اور بدن کے درمیان واسطہ ہے۔
(۶) امام غزالی نے کہا کہ نفس مجرد ہے یعنی جسم اور جسمانیات سے نہیں ہے اور روح وہ جوہر ہے جو بنفسہ قائم ہے غیر متحیز ہے، جسم میں داخل ہے نہ جسم سے خارج ہے، متصل ہے نہ منفصل ہے۔
(۷) ایک قول یہ ہے کہ روح عرض ہے، کیونکہ اگر وہ جوہر ہو تو تمام جواہر مساوی ہیں پھر لازم آئے گا کہ اس جوہر کے لیے بھی ایک روح ہو۔
(۸) ایک قول یہ ہے کہ وہ جوہر فرد ہے (یعنی جزلا یتجزیٰ) وہ جسم حیوانی کی حیات کے خلاف ہے اور صفات متضادہ کا حامل ہے۔
(۹) ایک قول یہ ہے کہ وہ جسم کی صورت لطیفہ کے مطابق ایک صورت لطیف ہے اس کی دو آنکھیں ہیں، دو کان ہیں، دو ہاتھ ہیں، دو پیر ہیں اور جسم کے ہر عضو کے مقابلہ میں اس کا ایک عضو ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(۱۰) جمہور متکلمین اہل سنت کا یہ نظریہ ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے جس کا بدن میں اس طرح حلول ہے جس طرح پانی کا پھول میں حلول ہوتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اکثر علماء اہلسنت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو مبہم رکھا ہے اور اس کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی روح کا علم نہیں ہے (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب اور سید خلق ہیں اور آپ کا منصب اس بات سے بہت بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ احسان فرمایا ہے وعلمك ما لم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ "آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم دے دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے"۔ [1]

قاضی عیاض اور دوسرے علماء نے روح کی تعریف میں جو اقوال نقل کیے ہیں۔ علامہ دشتانی مالکی ان پر علامہ خطابی کا تبصرہ نقل کرتے ہیں:

یہ تمام اقوال ہیں اور لوگوں کے ملتے چلتے گمان ہیں، جن کو لوگوں نے بغیر کسی بصیرت، کے بیان کیا ہے، درحقیقت، روح کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قل الروح من امر ربی۔ اور تحقیق یہ ہے کہ روح ایک امر ہے جس کو جسم میں پھونک دیا جاتا ہے اور اس کو جسم سے قبض کر لیا جاتا ہے، اور یہ روح مومن بھی ہوتی ہے اور کافر بھی ہوتی ہے، عالم بھی ہوتی ہے اور جاہل بھی ہوتی ہے، خوش بھی ہوتی ہے اور غمگین بھی ہوتی ہے اس کو لذت بھی حاصل ہوتی ہے اور ایک اذیت بھی ہوتی ہے، اور یہ تو واضح ہے کہ یہ عرض نہیں ہے کیونکہ ان معانی کا عرض کے ساتھ قیام محال ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ ایک ایسا امر ہو جو قائم بنفسہ ہو اور ان اعراض اور صفات کا محل اور قابل ہو، پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ جواہر متحیزہ سے ہے یا غیر متحیزہ سے، لیکن علم تحیز چونکہ اللہ تعالیٰ کا خاصا ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ جواہر متحیزہ سے ہے نیز اہل تحقیق کا اس پر اتفاق ہے کہ روح حادث ہے کیونکہ ارواح متغیر ہوتی ہیں اور ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور قدیم صرف اللہ عزوجل کی ذات اور صفات ہیں۔ [2]

علامہ سید آلوسی حنفی روح کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ روح کی کنہ ممکن ہے برخلاف اللہ عزوجل کی کنہ کے، اور کشف میں ہے کہ روح کو جاننے کی سبیل یہ ہے کہ دل کی آنکھوں میں اللہ عزوجل کے کلام کا سرمہ لگا کر اس ناواقفیت کے پردے ہٹا دیے جائیں جو جن کے دلوں کی آنکھوں میں یہ سرمہ ہے ان کے لیے روح جلی اور واضح ہے، اور جو اس سے محروم ہیں ان کے لیے روح مخفی ہے، لیکن اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا گیا اور آپ کو روح کا علم نہیں تھا، اس کی تاویل یہ ہے کہ ہو

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۳۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

سکتا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے نزدیک روح کا علم ممتنع ہو ورنہ ہر وہ چیز جس کا علم ممکن ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حصول کے بعد ہوا ہے جیسا کہ امام احمد اور ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک رات کو میں اٹھا اور جو نماز میرے مقدر میں تھی وہ میں نے پڑھی پھر مجھے نماز میں نیند آگئی اور جب (میری پلکیں) بوجھل ہوگئیں تو میں نے اپنے رب عزوجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، میرے رب نے فرمایا ملأ اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں، میں نے کہا اے میرے رب، میں نہیں جانتا! پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دست اقدس میرے شانوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اس کی پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی و تجلی لی کل شی و عرفت ۔ پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا۔ [1]

حیات شہداء کے حیات حقیقی ہونے پر امام رازی کے دلائل

اس باب کی حدیث میں حیات شہداء کا بھی ذکر ہے، اور اس سلسلے میں قرآن مجید کی اس آیت کو بیان کیا گیا ہے:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربھم یرزقون ۰ فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (آل عمران: ۱۷۰ - ۱۶۹)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ اللہ کے دیے ہوئے فضل پر خوش ہیں اور ان کے بعد میں آنے والے لوگ جو ابھی ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہوتے ہیں کہ ان پر (ابھی) کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوگیا کہ شہداء زندہ ہیں، معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حیات مجازی ہے یعنی وہ آخرت میں زندہ ہوں گے لیکن ان کا یہ قول باطل ہے کیونکہ اس آیت کا ظاہر یہ ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت راہ خدا میں قتل ہونے والے زندہ تھے، دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے اغرقوا فادخلوا نارا "قوم نوح غرق کی گئی اور فوراً آگ میں داخل کر دی گئی" نیز قرآن مجید میں ہے النار یعرضون علیھا غدوا و عشیا "آل فرعون کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ کفار کو مرنے کے بعد قیامت سے پہلے زندہ کر کے ان کو عذاب دیتا ہے _____ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل عذاب اور عقاب پر راجح ہے، اور جب وہ اہل عذاب کو قیامت سے پہلے زندہ کر کے عذاب دیتا ہے تو قیامت سے پہلے اہل ثواب کو زندہ کرنا اس کے فضل اور احسان کے زیادہ لائق ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہو کہ شہداء قیامت میں زندہ ہوں گے تو پھر یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ ان کو مردہ گمان نہ کرو کیونکہ قیامت کی زندگی کے بارے میں تو کسی مسلمان کو کوئی تردد نہیں تھا نیز قیامت کی حیات میں شہداء کی کیا تخصیص ہے وہ تو سب مسلمانوں کو حاصل ہوگی! چوتھی دلیل یہ ہے کہ اس آیت

---

[1] ۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

میں ہے کہ ان شہداء کے بعد میں آنے والے مرگ جو ابھی فوت نہیں ہوئے ان کے متعلق بشارت پاکر شہداء خوش ہوتے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو یہ خوشی اس دنیا میں قیامت سے پہلے حاصل ہو، کیونکہ قیامت میں تو وہ لوگ مرکر شہداء کو لاحق ہو چکے ہوں گے اور اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ابھی وہ ان کو لاحق نہیں ہوئے اس لیے ضروری ہے کہ یہ خوشی ان کو اس دنیا میں قیامت سے پہلے حاصل ہو اور یہ اس کو مستلزم ہے کہ شہداء زندہ ہوں۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

شہداء جنت میں زندہ ہوتے ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے ہر چند کہ وہ فوت ہو گئے اور ان کے اجسام مٹی میں دفن ہو گئے، لیکن ان کی ارواح باقی مومنوں کی ارواح کی طرح زندہ ہوتی ہیں، اور ان کو قتل کے وقت سے لے کر تا حیات رزق کی فضیلت دی جاتی ہے۔

شہداء کی حیات میں علماء کا اختلاف ہے لیکن جمہور علماء کا وہی نظریہ ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے، پھر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ شہداء کی قبروں میں ان کی روحیں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ ثواب حاصل کرتے ہیں جس طرح کفار کو قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے، مجاہد نے کہا ہے کہ انہیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں یعنی وہ ان پھلوں کی خوشبو سونگھتے ہیں، اور بعض علماء نے کہا یہ مجاز ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنت کی نعمتوں کے مستحق ہیں، جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص مرا نہیں یعنی اس کا ذکر زندہ ہے، یعنی شہداء کو نیک نامی اور ثنائے جمیل کا رزق دیا جاتا ہے، اور بعض علماء نے کہا کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور انہیں جنت میں رزق دیا جاتا ہے وہ وہاں کھاتے ہیں اور نعمتیں پاتے ہیں، اور یہی صحیح قول ہے کیونکہ یہ احادیث کے مطابق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ شہداء کی ارواح قیامت تک عرش کے نیچے رکوع اور سجود کرتی رہتی ہیں جس طرح ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو وضو کر کے سوتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ شہید کا جسم قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتا اور نہ اس کو زمین کھاتی ہے اور ہم نے "تذکرۃ" میں لکھا ہے کہ انبیاء، شہداء، علماء، ثواب کے لیے اذان دینے والوں اور قرآن کے حافظوں کے اجسام کو قبر نہیں کھاتی، [2] اللھم اجعلنی منھم۔ آمین

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

شہداء زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت میں چرتی ہیں، سو شہداء اس اعتبار سے زندہ ہوتے ہیں، اگرچہ روح نکلنے کے لحاظ سے وہ مردہ ہوتے ہیں، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس طرح کی حیات تو ہر مسلمان کو مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے اور ان کو ثواب ہوتا ہے پھر اس میں شہداء کی کیا تخصیص ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شہداء کی دوسرے مسلمانوں پر یہ فضیلت ہے کہ شہداء کو جنت کے کھانوں سے رزق دیا جاتا ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کو دوسری انواع کا ثواب دیا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] ۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

حیات شہداء کی کیفیت میں فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:
شہداء کی حیات کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے، اکثر متقدمین نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات حقیقی ہے اور جسم اور روح کے ساتھ ہے لیکن ہم اس زندگی میں اس کا ادراک نہیں کر سکتے، ان کا استدلال اس آیت سے ہے عند ربھم یرزقون "انھیں ان کے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے" نیز صرف روحانی حیات میں شہداء کی کوئی تخصیص نہیں ہے کیونکہ یہ حیات تو عام مسلمانوں بلکہ کفار کو بھی مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے پھر ان کا دوسروں سے کیا امتیاز ہوگا؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ شہداء کی حیات صرف روحانی ہوتی ہے اور ان کو رزق دیا جانا اس کے منافی نہیں ہے، کیونکہ حسن سے مروی ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہوتے ہیں اور ان کی روحوں کو رزق پیش کیا جاتا ہے جس سے ان کو فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے، جس طرح آل فرعون پر صبح و شام آگ پیش کی جاتی ہے جس سے ان کو تکلیف اور اذیت ہوتی ہے، سو رزق سے مراد یہ فرحت اور مسرت ہے، اور شہداء کا باقی مسلمان روحوں سے صرف حیات میں امتیاز نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا جو خصوصی قرب حاصل ہے اور جو ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں خصوصی عزت اور وجاہت حاصل ہوگی اس سے ان کا باقی مسلمانوں سے امتیاز ہوگا۔

بلخی نے شہداء کی حیات کا مطلقاً انکار کیا ہے اور اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ شہداء کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا اور ان کو اچھی جزا دی جائے گی اور بعض معتزلہ نے یہ کہا ہے کہ حیات سے مراد یہ ہے کہ ان کا ذکر زندہ رہے گا اور دنیا میں ان کی تعریف ہوتی رہے گی اور اصم سے منقول ہے کہ حیات سے مراد ہدایت اور موت سے مراد گمراہی ہے یعنی یہ نہ کہو کہ شہداء گمراہ ہیں بلکہ وہ ہدایت پر ہیں، لیکن یہ تمام اقوال نہایت ضعیف ہیں بلکہ باطل ہیں اور شہداء کی حیات جسمانی کا قول ہی صحیح ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، مجاہد، حسن، عمرو بن عبید، واصل بن عطاء، جبائی، رمانی اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہی مختار ہے۔

جو علماء شہداء کی جسمانی حیات کے قائل ہیں ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ان کا وہی جسم زندہ ہوتا ہے جس کو قتل کیا گیا تھا یا وہ کسی اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں، جو علماء اس کے قائل ہیں کہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں جس کو قتل کیا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس قتل شدہ جسم میں ایسی حیات پیدا کر دے جس کی وجہ سے ان کو احساس اور ادراک حاصل ہو جائے اگرچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے اجسام زمین میں مدفون ہیں اور کوئی تصرف نہیں کر رہے اور ان میں زندہ جسموں کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی، کیونکہ حدیث میں ہے کہ انتہاء بصر تک مومن کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ تم دلہن کی طرح سو جاؤ، حالانکہ ہم اس کا مشاہدہ نہیں کرتے کیونکہ برزخ کے امور اور واقعات ہمارے ذہنوں اور ادراک و شعور سے بہت دور ہیں۔

جسمانی حیات کے بعض قائلین نے کہا کہ شہداء کی حیات ایک اور جسم کے ساتھ ہوتی ہے جو پرندوں کی صورت پر ہوتا ہے اور ان کی روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہوتی ہے ان کی دلیل اس حدیث سے ہے، امام عبدالرزاق، عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کی صورت میں جنت کی قندیلوں پر معلق رہتی ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان

کو ـــــ ٹوٹا دے گا، اگر یہ سوال ہو کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے کہ امام مالک، امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں اور جنت کے پھلوں یا درختوں پر معلق رہتی ہیں اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء کی روحیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور جنت میں جہاں چاہیں چرتی ہیں پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھہرتی ہیں، کیونکہ پرندوں کے پیٹوں میں یا ان کے پوٹوں میں ہونے کا یہی مطلب ہے کہ وہ پرندوں کی صورت پر ہوتی ہیں کیونکہ دیکھنے والا ان کو صرف پرندوں کی صورتوں میں دیکھتا ہے۔

بعض امامیہ کا یہ مسلک ہے کہ شہداء اپنے دنیاوی جسم کی صورت پر ایک اور جسم کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں (یعنی جسم مثالی کے ساتھ) حتیٰ کہ اگر ان کو کوئی شخص دیکھ لے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کو دیکھا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ابو جعفر یونس بن ظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابو عبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو انھوں نے کہا مومنین کی ارواح کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ عرش کے نیچے سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہوں گی، ابو عبداللہ نے کہا سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح کو سبز پرندے کے پوٹے میں رکھے، اللہ تعالیٰ جب مومن کی روح کو قبض کر لیتا ہے تو وہ اس روح کو ایسے قالب (جسم) میں رکھتا ہے جو اس کے دنیاوی قالب کی مثل ہوتا ہے پھر وہ کھاتے پیتے رہتے ہیں پھر جب ان کے پاس کوئی شخص آتا ہے تو وہ اس کو ان کی اسی دنیاوی صورت میں پہچان لیتا ہے[1] اگر اس حدیث میں مومنوں سے مراد شہداء ہوں پھر تو وجہ استدلال بالکل ظاہر ہے، اور اگر اس سے مراد عام مومن ہو تو پھر شہید کا حال اس سے بطریق اولیٰ معلوم ہو گا[2]۔

شہید اپنے دنیاوی جسم کے ساتھ زندہ ہوتا ہے یا جسم مثالی کے ساتھ یا سبز پرندوں کے جسم کے ساتھ؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں میرے نزدیک ہر مرنے والے کے لیے برزخ میں حیات ثابت ہے خواہ وہ شہید ہو یا نہ ہو، اور اس بات سے کوئی مانع نہیں ہے کہ اس دنیاوی بدن کے علاوہ کسی اور برزخی بدن کے ساتھ اس کی روح کا تعلق ہو اور ارواح شہداء کا بھی برزخی ابدان کے ساتھ اس طرح تعلق ہوتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ممتاز رہتے ہیں اور علاوہ ازیں ان کو ایسی فرحت اور مسرت حاصل ہوتی ہے اور ایسی نعمتیں اور ثواب حاصل ہوتا ہے جو ان کے مقام کے لائق ہے اور ان برزخی ابدان لطیفہ کی دنیاوی اجسام کثیفہ کے ساتھ مکمل مشابہت ہوتی ہے

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الفروع من الکافی ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۱ھ

[2] علامہ آلوسی ایسے متعصب سنی عالم کا احادیث اہل سنت کے خلاف امامیہ کی روایت سے استدلال کرنا باعث حیرت ہے۔ سعیدی غفرلہ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ احادیث میں شہداء کے لیے جو سبز پرندوں کا ذکر ہے وہ بر بنائے تشبیہ ہو، یعنی یہ اجسام برزخیہ اس قدر سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں کہ ان کو سبز پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اور صورت کا معنی صفت ہو جیسا کہ اس حدیث میں ہے خلق آدم علی صورۃ الرحمان "آدم صورت رحمان پر پیدا کیا گیا ہے" یعنی رحمان کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے، اور حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جو مومن کی روح کے سبز پرندوں کے پوٹوں میں رہنے کو مستبعد قرار دیا وہ اس کے ظاہری معنی کے اعتبار سے تھا اور ہم نے جو بیان کیا ہے کہ سبز پرندوں سے مراد ان کے تیزی سے اڑنے کی صفت ہے اس بنا پر یہ اشکال لازم نہیں آئے گا کہ ایک جسم کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو گئیں ایک پرندے کی روح اور ایک شہید کی روح، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شہید کی روح بنفسہ پرندہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے، کیونکہ ارواح انتہائی لطیف ہوتی ہے اور ان میں کسی جسم کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل نے حضرت دحیہ کلبی کی شکل اختیار کر لی تھی، رہا یہ کہنا کہ دنیاوی جسم جو بوسیدہ ہو جاتا ہے جس کے اجزاء بکھر جاتے ہیں اور جس کی ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے، شہید کا یہی جسم زندہ رہتا ہے تو ہر چند کہ اس جسم کا زندہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں ہے لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے اور نہ اس میں شہید کی کوئی فضیلت اور عظمت ہے، بلکہ اس کی وجہ سے ضعیف الایمان مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اتنے سال پہلے شہید ہوا تھا اور اس کے جسم کے زخم اب بھی تر و تازہ ہیں اور اس کے زخم سے پٹی ہٹائی تو اسی طرح خون بہہ رہا تھا تو یہ محض قصہ کہانیاں اور خرافات ہیں۔ [1]

شہداء کی حیات جسمانی میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر

علامہ آلوسی کے عظیم علم و فضل کے باوجود ہمیں علامہ آلوسی کی اس رائے سے اختلاف ہے کیونکہ یہ امر تسلسل اور تواتر سے منقول ہے کہ کسی وجہ سے بعض شہداء کی قبریں ایک بڑے عرصہ کے بعد کھل گئیں اور ان کے اجسام اسی طرح تر و تازہ پائے گئے اور ان کے زخموں سے اسی طرح خون رس رہا تھا،

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

عن مالك عن عبد الرحمن بن عبد الله بن صعصعة انه بلغه ان عمرو بن الجموح وعبد الله بن عمرو الانصاريين كانا قد حفر السيل قبرهما وكان قبرهما مما يلي السيل وكانا في قبر واحد وهما ممن استشهد يوم احد فحفر عنهما ليغيرا من مكانهما فوجد لم يتغيرا كانما ماتا

امام مالک بیان کرتے ہیں کہ انھیں عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن صعصعہ سے یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمرو بن الجموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما ان دونوں کی قبروں تک سیلاب کا پانی پہنچ گیا تھا، یہ دونوں جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اور ایک قبر میں مدفون تھے ان کی قبر کھودی گئی تاکہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جا سکے، جب ان کو قبر سے نکالا گیا تو ان کے جسم بالکل متغیر

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲ ص ۲۲۔ ۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بالامس وکان احدھما قد جرح ——
—— ویدہ علی جرحہ فدفن وھو کذلک فامیطت یدہ عن جرحہ ثم ارسلت فرجعت کما کانت وکان بین احد وبین الحضر عنھما ست واربعون سنۃ۔[1]

نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں، ان میں سے ایک زخمی تھا اور دفن کے وقت اس کا ہاتھ اس کے زخم پر تھا اور اس کا ہاتھ اب بھی اسی طرح زخم پر تھا۔ جب اس کا ہاتھ زخم سے ہٹا کر چھوڑا گیا تو وہ پھر اسی طرح زخم پر آگیا۔ غزوہ احد اور اس قبر کو کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا۔

امام مالک کی یہ روایت بعد کی روایتوں پر راجح ہے۔

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال دفن مع ابی رجل یوم احد فلم تطب نفسی حتی اخرجتہ ودفنتہ علی حدۃ وعن جابر قال فاستخرجتہ بعد ستۃ اشھر فما ذا ھو کیوم وضعتہ ھنیۃ غیر اذنہ۔[2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا، میں اس سے خوشی نہیں ہوا حتیٰ کہ میں نے اپنے والد کو اس قبر سے نکال کر علیحدہ دفن کیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں نے اپنے والد کو چھ ماہ بعد نکالا تھا اور ان کے کان کے سوا ان کا پورا جسم اسی طرح تر و تازہ تھا جیسے ابھی دفن کیا ہو۔

ایک اور سند سے امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال دفن ابی مع رجل فکان فی نفسی من ذلک حاجۃ فاخرجتہ بعد ستۃ اشھر فما انکرت منہ شیئا الا شعیرات کن فی لحیتہ مما یلی الارض۔[3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کے ساتھ ایک شخص کو دفن کیا گیا، اس سے میرے دل میں کچھ بات تھی پھر میں نے چھ ماہ کے بعد اپنے والد کے جسم کو نکالا تو ان کی ڈاڑھی کے چند بالوں کے سوا جو زمین کے ساتھ لگے ہوئے تھے، باقی پورا جسم اسی طرح تازہ تھا۔

خیال رہے کہ حضرت جابر کے والد، حضرت عبداللہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔

ان قوی آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بسا اوقات شہداء کے یہی دنیاوی اجسام باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان اجسام کو زندہ رکھتا ہے اور گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے اور مرور زمانہ کے باوجود یہ اجسام اسی طرح تر و تازہ رہتے ہیں اور ان کے زخم اسی طرح خون آلود رہتے ہیں البتہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں جو مسلمان قتل کیے جاتے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸-۵۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] 〃 〃 〃 〃، سنن کبریٰ ج ۴ ص ۵۸، 〃 〃

ہیں کچھ عرصہ کے بعد ان کے اجسام پھول جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں اور ان سے بدبو آنے لگتی ہے، ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی حیات جسمانی اس دنیاوی جسم کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیاوی جسم کے بدلہ ان کو کوئی اور جسم دے دیا ہے جو ان کے دنیاوی جسم کی مثل ہے۔

شہداء کی حیات جسمانی کے سلسلہ میں تمام احادیث اور آثار کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کے درجات اور مراتب کے اعتبار سے شہداء کی حیات جسمانیہ کے متعدد اعتبار ہوتے ہیں، صحابہ کرام اور دوسرے مقربین اور صالحین اگر شہید ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اسی جسم کے ساتھ زندہ رکھتا ہے، اور بعض شہداء کو جسم مثالی عطا فرما دیتا ہے کیونکہ جو مسلمان اللہ کی راہ میں ایک چیز خرچ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کی دس مثلیں عطا فرماتا ہے تو اس لیے ہو سکتا ہے کہ جب شہداء اللہ کی راہ میں اپنے جسم کو خرچ کریں اور وہ جسم قتل کے بعد بوسیدہ اور مٹی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس جیسے کئی اجسام مثالیہ عطا فرما دے، اور بعض شہداء کی روحوں کو اللہ تعالیٰ سبز پرندوں کی صورت میں متمثل فرما دیتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی صراحت ہے اور بعض شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں اڑتی پھرتی ہیں، جنت کی کیاریوں میں چرتی ہیں اور عرش کے نیچے قندیلوں میں لٹکتی رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں بکثرت احادیث ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

باب ۵۴ فَضْلِ الْجِهَادِ وَالرِّبَاطِ

سرحدوں پر پہرہ دینے اور جہاد کی فضیلت

۴۷۷۱۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ فَقَالَ رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ اللهَ رَبَّهُ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر یہ سوال کیا کہ لوگوں میں سے کون سا شخص افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے، اس نے پوچھا اس کے بعد پھر کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا پھر وہ مومن افضل ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں رہتا ہو وہ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے اور اپنے رب عزوجل کی عبادت کرے۔

۴۷۷۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے، اس

مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَعْبُدُ رَبَّهُ وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ۔

نے پوچھا کہ پھر کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا پھر وہ شخص ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں تنہا بیٹھ کر اللہ کو یاد کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔

۴۷۷۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فَقَالَ وَرَجُلٌ فِي شِعْبٍ وَلَمْ يَقُلْ ثُمَّ رَجُلٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اس میں ہے ورجل فی شعب ثم رجل۔ نہیں ہے۔

۴۷۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَعْجَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ لَهُمْ رَجُلٌ مُمْسِكٌ عِنَانَ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ يَطِيرُ عَلَى مَتْنِهِ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً أَوْ فَزْعَةً طَارَ عَلَيْهِ يَبْتَغِي الْقَتْلَ وَالْمَوْتَ مَظَانَّهُ أَوْ رَجُلٌ فِي غُنَيْمَةٍ فِي رَأْسِ شَعَفَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشَّعَفِ أَوْ بَطْنِ وَادٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَوْدِيَةِ يُقِيمُ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَيَعْبُدُ رَبَّهُ حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْيَقِينُ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ إِلَّا فِي خَيْرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی بہترین زندگی کا طریقہ یہ ہے کہ ایک شخص گھوڑے کی لگام پکڑ کر اللہ کی راہ میں نکل جائے وہ اس کی پشت پر اڑا جا رہا ہو جس طرف دشمن کی آہٹ یا خوف محسوس کرے اسی طرف گھوڑے کا رخ کر دے اور قتل یا موت کی تلاش میں نکل جائے، یا اس آدمی کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی کسی چوٹی یا کسی وادی میں نکل جائے وہاں نماز پڑھے، زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے حتیٰ کہ اسی حال میں اس کو موت آ لے اور بھلائی کے سوا وہ لوگوں کے کسی معاملہ میں نہ پڑے۔

۴۷۷۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ وَيَعْقُوبَ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَدْرٍ وَقَالَ فِي شُعْبَةٍ مِنْ هٰذِهِ الشِّعَابِ خِلَافَ رِوَايَةِ يَحْيَى۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں من ھذہ الشعاب کا لفظ ہے۔

۴۷۷۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ بَعْجَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْجُهَنِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ بَعْجَةَ وَقَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی حسب سابق ہے اور اس میں فی شعب من الشعاب کے الفاظ ہیں۔

فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ۔

شہر میں رہ کر اجتماعی اور تمدنی زندگی گزارنا افضل ہے یا پہاڑ کے دامنوں گھاٹیوں اور وادیوں میں خلوت گزینی افضل ہے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس باب کی احادیث میں شہروں کی اجتماعی اور تمدنی زندگی پر جنگلوں اور پہاڑوں کے دامنوں اور گھاٹیوں میں زندگی گزارنے کی فضیلت کا بیان ہے، اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف مشہور ہے، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اجتماعی اور تمدنی زندگی خلوت گزینی سے افضل ہے، بشرطیکہ شہروں کی اجتماعی زندگی میں فتنوں سے سلامت رہنے کی امید ہو، ان احادیث کی بناء پر بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ خلوت گزینی افضل ہے، جمہور علماء ان احادیث کو جنگ اور فتنوں کے زمانہ پر محمول کرتے ہیں (جیسا کہ یزید کے دور میں واقعہ حرّہ کا فتنہ تھا، مسلم بن عقبہ مدینہ میں ہر شخص کے سر پر تلوار لے کر کھڑا ہو جاتا کہ میرے ہاتھ پر یزید کی بیعت کرو کہ تم یزید کے غلام ہو خواہ وہ تم کو قتل کر دے یا بیچ ڈالے اور جو شخص یہ بیعت نہ کرتا اس کو قتل کر دیتا، اس وقت بہت سے صحابہ اور اخیار تابعین پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔ سعیدی غفرلہ) انبیاء علیہم السلام، جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین علماء اور زہاد لوگوں سے مل جل کر رہتے تھے اور تمدنی زندگی کے فوائد حاصل کرتے تھے، مثلاً پانچ وقت کی نماز کا جماعت سے پڑھنا، جمعہ اور عید ادا کرنا، نماز جنازہ پڑھنا، مریضوں کی عیادت کرنا، ذکر و فکر کے حلقے قائم کرنا، علم پڑھنا اور پڑھانا، دینی کتب کی تصانیف اور اشاعت کرنا، مظلوموں کے حقوق کے لیے دادرسی کا انتظام کرنا، حدود و تعزیرات کا نظام، زکوٰۃ کا نظام اور حج اور عمرہ کا بندوبست، اسلام کے یہ تمام احکام شہر میں اجتماعی اور تمدنی زندگی کا تقاضا کرتے ہیں اور بغیر کسی ناگزیر وجہ کے اسلام میں خلوت گزینی کی اجازت نہیں ہے۔ [1]

بَابُ بَيَانِ الرَّجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ يَدْخُلَانِ الْجَنَّةَ

قاتل اور مقتول کے جنت میں داخل ہونے کا بیان

۴۷۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَضْحَكُ اللهُ إِلَى رَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ يُقَاتِلُ هٰذَا فِي سَبِيلِ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے، کیونکہ ایک آدمی دوسرے کو قتل کرے گا اور یہ دونوں جنت میں داخل ہو جائیں گے، صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک شخص راہ خدا میں شہید کیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۰۶ھ

عَزَّ وَجَلَّ فَيُسْتَشْهَدُ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الْقَاتِلِ فَيُسْلِمُ فَيُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَيُسْتَشْهَدُ

اس کے قاتل کو توبہ کی توفیق دے گا، وہ اسلام قبول کر کے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید ہو جائے گا، (جیسا کہ حضرت حمزہ اور وحشی رضی اللہ عنہما)۔

۴۷۷۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۴۷۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ اللّٰهُ لِرَجُلَيْنِ يَقْتُلُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ كِلَاهُمَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فَيَلِجُ الْجَنَّةَ ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَى الْآخَرِ فَيَهْدِيهِ إِلَى الْإِسْلَامِ ثُمَّ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُسْتَشْهَدُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ دو شخصوں کی طرف دیکھ کر ہنستا ہے ان میں سے ایک شخص دوسرے کو قتل کرے گا اور وہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کس طرح ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ شخص قتل کیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس دوسرے شخص کو اسلام کی ہدایت دے گا وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا اور شہید کر دیا جائے گا۔

ف: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ہنسنے سے مراد انسانوں کی متعارف ہنسی نہیں ہے کیونکہ اس ہنسی کا محل اجسام ہوتے ہیں اور وہ چیزیں ہوتی ہیں جن میں تغیر راہ پا سکے، یہاں ہنسی سے مراد ہے، ان دو بندوں کے فعل پر اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا، ان کو ثواب عطا کرنا، ان کی تعریف و تحسین کرنا اور اللہ کے رسولوں کی ان سے محبت کے ساتھ ملاقات کرنا، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے اللہ کی ہنسی سے مراد یہاں پر فرشتوں کی ہنسی ہو۔ کیونکہ بعض اوقات فرشتوں کے افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر دی جاتی ہے۔

بَابُ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا ثُمَّ سُدِّدَ ۶۵۶

کافر کو قتل کرنے کے بعد نیک عمل پر قائم رہنا

۴۷۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر اور اس کو قتل کرنے والا مسلمان جہنم میں کبھی بھی جمع نہیں رہیں گے۔

۴۷۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الْفَزَارِیُّ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَجْتَمِعَانِ فِی النَّارِ اِجْتِمَاعًا یَضُرُّ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ قِیْلَ مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مُؤْمِنٌ قَتَلَ کَافِرًا ثُمَّ سَدَّدَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شخص جہنم میں اس طرح جمع نہیں ہوں گے کہ ایک شخص دوسرے کو ضرر پہنچائے، عرض کیا گیا! یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مومن جو کسی کافر کو قتل کرنے کے بعد نیکی پر قائم رہے۔

ف: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جو مومن کسی کافر کو قتل کرنے کے بعد نیکی پر قائم رہے گا وہ جہنم میں داخل ہی نہیں ہوگا پھر جہنم میں ان کے اجتماع کی نفی سے کیا مراد ہے! اس کا جواب یہ ہے کہ نیکی پر قیام سے مراد ہے ایمان پر قائم رہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے ایمان پر قائم رہنے کے بعد اور گناہ کیے ہوں تو اس لیے اس کو ان گناہوں کی سزا دی جائے گی لیکن وہ ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں گے اور ایمان پر قائم رہنے والا مسلمان جہنم میں عارضی طور پر رہے گا اور بالآخر اس کو جہنم سے نجات حاصل ہو جائے گی۔

بَابُ ۶۵ فَضْلِ الصَّدَقَةِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی فضیلت

۴۷۸۲۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّیْبَانِیِّ عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَکَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ کُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص اونٹنی کی مہار پکڑ کر لایا اور کہنے لگا یہ اللہ کی راہ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس کے بدلہ قیامت کے دن سات سو اونٹنیاں ملیں گی اور ان سب کے نکیل ڈلی ہوگی۔

۴۷۸۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (یَعْنِیْ ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ کِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

بَابُ ۶۵۸ فَضْلِ اِعَانَةِ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِمَرْکُوْبٍ وَغَیْرِهٖ

غازی اور مجاہد کی سواری وغیرہ کے ساتھ مدد کرنے کی فضیلت

۴۷۸۴۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ کُرَیْبٍ) قَالُوْا

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اُبْدِعَ بِيْ فَاحْمِلْنِيْ فَقَالَ مَا عِنْدِيْ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَدُلُّهٗ عَلٰى مَنْ يَحْمِلُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ۔

کر عرض کیا، یا رسول اللہ میرا جانور ضائع ہو گیا، آپ مجھے کسی جانور پر سوار کر دیجئے، آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے، ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں آپ کو ایسا شخص بتاتا ہوں جو اس کو سوار کر دے گا، آپ نے فرمایا جو شخص کسی نیکی کا راستہ بتائے گا، اس کو بھی نیکی کرنے والے کا اجر ملے گا۔

۴۷۸۵ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں۔

۴۷۸۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ فَتًى مِّنْ اَسْلَمَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْغَزْوَ وَلَيْسَ مَعِيْ مَا اَتَجَهَّزُ قَالَ ائْتِ فُلَانًا فَاِنَّهٗ قَدْ كَانَ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ فَاَتَاهُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اَعْطِنِي الَّذِيْ تَجَهَّزْتَ بِهٖ قَالَ يَا فُلَانَةُ اَعْطِيْهِ الَّذِيْ تَجَهَّزْتُ بِهٖ وَلَا تَحْبِسِيْ عَنْهُ شَيْئًا فَوَاللّٰهِ لَا تَحْبِسِيْ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارَكَ لَكِ فِيْهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا جہاد کرنے کا ارادہ ہے اور میرے پاس جہاد کا سامان نہیں ہے، آپ نے فرمایا: فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے جہاد کا سامان تیار کیا تھا لیکن وہ بیمار ہو گیا، وہ آدمی اس شخص کے پاس گیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے تم مجھ کو وہ سامان دے دو جو تم نے تیار کیا ہے اور اس میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھو۔ انھوں نے کہا اے فلانی! اس کو وہ چیز دے دو جو میں نے تیار کی ہے اور اس سے کچھ مت روکو۔ بخدا! اگر تم نے اس میں سے کوئی چیز بھی اپنے پاس رکھی تو اس میں برکت نہیں ہو گی۔

۴۷۸۷ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُوْ الطَّاهِرِ قَالَ اَبُوْ الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ وَقَالَ سَعِيْدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُوْلِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں کسی غازی کو سامان مہیا کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس شخص نے غازی کے گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کی تو اس نے بھی جہاد کیا۔

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فِی سَبِیْلِ اللہِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَهٗ فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ فَقَدْ غَزَا۔

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی مجاہد کے لیے سامان مہیا کیا اور جس نے مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال رکھی اس نے بھی جہاد کیا۔

۴۷۸۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّهْرَانِیُّ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ (یَعْنِی ابْنَ زُرَیْعٍ) حَدَّثَنَا حُسَیْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُهَنِیِّ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَهَّزَ غَازِیًا فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو لحیان (یہ ہذیل کی ایک شاخ ہے) کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا ہر (گھر کے) دو مردوں میں سے ایک مرد نکلے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔

۴۷۸۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّةَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمُبَارَکِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَبِیْ کَثِیْرٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ مَوْلَی الْمَهْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰی بَنِیْ لِحْیَانَ مِنْ هُذَیْلٍ فَقَالَ لِیَنْبَعِثْ مِنْ کُلِّ رَجُلَیْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَیْنَهُمَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۷۹۰۔ وَحَدَّثَنِیْهِ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ (یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الْوَارِثِ) قَالَ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ عَنْ یَحْیٰی حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ مَوْلَی الْمَهْرِیِّ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا بِمَعْنَاهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۴۷۹۱۔ وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللہِ (یَعْنِی ابْنَ مُوْسٰی) عَنْ شَیْبَانَ عَنْ یَحْیٰی بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو لحیان کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک آدمی

۴۷۹۲۔ وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللہِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ

مَوْلَى الْمَهْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى بَنِيْ لِحْيَانَ لِيَخْرُجَ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ اَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ بِخَيْرٍ كَانَ لَهٗ مِثْلُ نِصْفِ اَجْرِ الْخَارِجِ۔

جائے اور فرمایا تم میں سے جو شخص بھی (جہاد پر) جانے والے کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے اور اس کے گھر اور اس کے مال کی نگہبانی کے لیے بیٹھے گا، اس کو جہاد کے لیے جانے والے شخص کا آدھا اجر ملے گا۔

باب ۶۵۹ حُرْمَةِ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِيْنَ وَاِثْمِ مَنْ خَانَ فِيْهِنَّ

مجاہدین کی عورتوں کی عزت اور ان میں خیانت کا گناہ

۴۷۹۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُرْمَةُ نِسَآءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ اُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِّنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهٗ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَاْخُذُ مِنْ عَمَلِهٖ مَا شَآءَ فَمَا ظَنُّكُمْ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں بیٹھنے والوں پر مجاہدین کی عورتوں کی عزت ان کی ماؤں کی عزت کی طرح ہے اور گھروں میں بیٹھنے والوں میں سے جو شخص مجاہدین کے گھر بار کی دیکھ بھال رکھے اور پھر اس میں خیانت کرے تو اس کو قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور مجاہد اس کے عمل میں سے جو چاہے گا لے لے گا اب تمہارا کیا خیال ہے؟

۴۷۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ (يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) بِمَعْنٰى حَدِيْثِ الثَّوْرِيِّ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۷۹۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَعْنَبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهٖ مَا شِئْتَ فَالْتَفَتَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَمَا ظَنُّكُمْ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں ہے مجاہد سے کہا جائے گا کہ تم اس کی نیکیوں میں سے جو چاہو لے لو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اب تمہارا کیا خیال ہے؟

باب ۶۶۰ سُقُوْطِ فَرْضِ الْجِهَادِ عَنِ الْمَعْذُوْرِيْنَ

معذوروں سے فرضیت جہاد کا ساقط ہونا

۴۷۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت کریمہ

بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا فَجَآءَ بِكَتِفٍ يَكْتُبُهَا فَشَكَا اِلَيْهِ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ ضَرَارَتَهٗ فَنَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ قَالَ شُعْبَةُ وَاَخْبَرَنِيْ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الْبَرَآءِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ۔

(ترجمہ:) گھر بیٹھنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے مسلمان برابر نہیں ہیں کی تفسیر میں حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک شانہ کی ہڈی لے کر آئیں اور اس پر یہ آیت لکھ دیں، اس موقع پر حضرت ابن ام مکتوم نے اپنی نابینائی کی شکایت کی، تب اس آیت کے بعد غیر اولی الضرر "ماسوا معذوروں کے" یہ الفاظ نازل ہوئے، ایک اور سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی کی مثل مروی ہے، حضرت زید بن ثابت سے ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے۔

۴۷۹۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَلَّمَهُ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَنَزَلَتْ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ "گھر بیٹھنے والے مسلمان جہاد کرنے والے مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں" تو حضرت ابن ام مکتوم نے آپ سے گفتگو کی، تب غیر اولی الضرر "ماسوا معذوروں کے" یہ الفاظ نازل ہوئے۔

ف: اس باب کی احادیث میں یہ ثبوت ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے اور اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ عہد رسالت میں جہاد فرض عین تھا اور اب فرض کفایہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ جہاد جب سے مشروع ہوا ہے فرض کفایہ ہے۔

بَاب ٦٦١ ثُبُوْتِ الْجَنَّةِ لِلشَّهِيْدِ

شہید کے لیے جنت کا ثبوت

۴۷۹۸ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِسَعِيْدٍ) اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ اَيْنَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ قُتِلْتُ قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَاَلْقٰى تَمَرَاتٍ كُنَّ فِيْ يَدِهٖ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ وَفِيْ حَدِيْثِ سُوَيْدٍ فَاَلْقٰى رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو میرا کہاں ٹھکانا ہوگا؟ فرمایا جنت میں! اس شخص کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں اس نے ان کو پھینکا اور پھر لڑنا شروع کر دیا حتی کہ وہ شہید ہو گیا اور سوید کی روایت میں یہ ہے کہ اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ احد میں یہ سوال کیا تھا۔

۴۷۹۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْاُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّآءَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي النَّبِيْتِ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ الْمِصِّيْصِيُّ حَدَّثَنَا عِيْسٰى (يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ) عَنْ زَكَرِيَّآءَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِي النَّبِيْتِ قَبِيْلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمِلَ هٰذَا يَسِيْرًا وَاُجِرَ كَثِيْرًا۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو نبیت سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور بلاشبہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر میدان میں آگے بڑھ کر اس نے لڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ وہ قتل کر دیا گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے عمل کم کیا اور اس کو اجر زیادہ دیا گیا۔

۴۸۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِي النَّضْرِ وَهٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيْرَةِ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُسَيْسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيْرُ اَبِيْ سُفْيَانَ فَجَآءَ وَمَا فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اَدْرِيْ مَا اسْتَثْنٰى بَعْضُ نِسَآئِهٖ قَالَ فَحَدَّثَهُ الْحَدِيْثَ قَالَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَكَلَّمَ فَقَالَ اِنَّا لَنَا طَلِبَةٌ فَمَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ حَاضِرًا فَلْيَرْكَبْ مَعَنَا فَجَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَاْذِنُوْنَهٗ فِيْ ظُهْرَانِهِمْ فِيْ عُلْوِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَا اِلَّا مَنْ كَانَ ظَهْرُهٗ حَاضِرًا فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ حَتّٰى سَبَقُوا الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى بَدْرٍ وَجَآءَ الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُقَدِّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلٰى شَيْءٍ حَتّٰى اَكُوْنَ اَنَا دُوْنَهٗ فَدَنَا الْمُشْرِكُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی خبر لانے کے لیے بسیسہ کو جاسوس بنا کر بھیجا، جس وقت وہ واپس آیا تو گھر میں میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں تھا، (راوی کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت انس نے آپ کی ازواج میں سے کسی کا استثناء کیا تھا) حضرت انس کہتے ہیں کہ اس جاسوس نے آکر اپنی رپورٹ پیش کی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: ہمیں ایک چیز کی طلب ہے سو جس کے پاس سواری ہے وہ ہمارے ساتھ سوار ہو کر چلے، کچھ لوگوں نے مدینہ کی چڑھائی سے اپنی سواریاں لانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: نہیں صرف وہی لوگ ساتھ چلیں جن کی سواریاں یہاں موجود ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب چل پڑے اور مشرکین سے پہلے "بدر" پر پہنچ گئے، ادھر مشرکین بھی آپہنچے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں نہ کہوں تم میں سے کوئی شخص کسی چیز پر پیش قدمی نہ کرے، جب مشرکین قریب آگئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس جنت کی طرف بڑھو جس کی پہنائی آسمان اور زمین ہیں۔ حضرت عمیر

قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَيْرُ بْنُ الْحَمَامِ الْاَنْصَارِيُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ نَعَمْ قَالَ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا رَجَاءَةَ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِهَا قَالَ فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهٖ فَجَعَلَ يَاْكُلُ مِنْهُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَيِيْتُ حَتّٰى اٰكُلَ تَمَرَاتِيْ هٰذِهٖ اِنَّهَا لَحَيٰوةٌ طَوِيْلَةٌ قَالَ فَرَمٰى بِمَا كَانَ مَعَهٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ۔

بن حمام انصاری نے کہا: یارسول اللہ! جنت کا عرض آسمان اور زمین ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں؟ اس نے کہا: آفرین آفرین! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس کلمہ کی تحسین کہنے کی کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ! بخدا میں نے یہ کلمہ اس امید سے کہا ہے کہ میں جنت کا اہل ہو جاؤں! آپ نے فرمایا بلاشبہ تم اہل جنت میں سے ہو، حضرت عمیر نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکال کر انھیں کھانا شروع کیا، پھر کہا اگر میں ان کھجوروں کو ختم کرنے تک زندہ رہا تو زندگی بڑی لمبی ہو جائے گی (یعنی جنت ملنے میں دیر ہو جائے گی) پھر اس نے ان کھجوروں کو پھینکا اور لڑائی میں گھس گیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔

ف: سبحان اللہ! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ کون جنتی ہے اور کون نہیں ہے۔

۴۸۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ وَهُوَ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْهَيْئَةِ فَقَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَرَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ اَقْرَاُ عَلَيْكُمُ السَّلَامَ ثُمَّ كَسَرَ جَفْنَ سَيْفِهٖ فَاَلْقَاهُ ثُمَّ مَشٰى بِسَيْفِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دشمن کے سامنے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں، یہ سن کر ایک خستہ حال شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے ابوموسیٰ! کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ شخص اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور کہنے لگا میں تم کو السلام علیکم کہتا ہوں، پھر اس نے اپنی تلوار کی نیام توڑ کر پھینک دی اور اپنی تلوار لے کر دشمنوں میں گھس گیا حتیٰ کہ قتل کر دیا گیا۔

۴۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ نَاسٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ چند آدمی بھیج دیجئے جو

وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَنِ ابْعَثْ مَعَنَا رِجَالًا يُعَلِّمُوْنَا الْقُرْاٰنَ وَالسُّنَّةَ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ سَبْعِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّآءُ فِيْهِمْ خَالِيْ حَرَامٌ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيَتَدَارَسُوْنَ بِاللَّيْلِ يَتَعَلَّمُوْنَ وَكَانُوْا بِالنَّهَارِ يَجِيْئُوْنَ بِالْمَآءِ فَيَضَعُوْنَهُ فِي الْمَسْجِدِ وَيَحْتَطِبُوْنَ فَيَبِيْعُوْنَهُ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ الطَّعَامَ لِاَهْلِ الصُّفَّةِ وَلِلْفُقَرَآءِ فَبَعَثَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ فَعَرَضُوْا لَهُمْ فَقَتَلُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَبْلُغُوا الْمَكَانَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا قَالَ وَاَتَى رَجُلٌ حَرَامًا خَالَ اَنَسٍ مِّنْ خَلْفِهٖ فَطَعَنَهٗ بِرُمْحٍ حَتّٰى اَنْفَذَهٗ فَقَالَ حَرَامٌ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَصْحَابِهٖ اِنَّ اِخْوَانَكُمْ قَدْ قُتِلُوْا وَاِنَّهُمْ قَالُوا اللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اَنَّا قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا۔

ہم کو قرآن اور سنت کی تعلیم دیں، سو آپ نے ان کے ساتھ ستر انصاری بھیجے جن کو قراء کہا جاتا تھا، ان میں میرے ماموں حضرت حرام بھی تھے، انصار کے یہ لوگ قرآن مجید پڑھتے تھے، یہ لوگ رات قرآن مجید کے درس، تدریس اور تعلیم میں گزارتے اور دن میں مسجد میں پانی لاکر رکھتے اور جنگل سے لکڑیاں لاکر فروخت کرتے اور اس کے عوض اصحاب صفہ اور فقراء کے لیے کھانا خریدتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کفار کی طرف بھیجا اور کفار نے منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی ان پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا، اس وقت انھوں نے کہا: اے اللہ! ہماری طرف سے ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ "ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی ہے اور ہم تجھ سے راضی ہو گئے ہیں اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے۔" اس سانحہ میں ایک شخص نے پیچھے سے آکر میرے ماموں کے اس طرح نیزہ مارا کہ وہ آر پار ہو گیا اور میرے ماموں نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہارے بھائی قتل کر دیے گئے اور انھوں نے کہا: "اے اللہ! ہمارے نبی کو یہ پیغام پہنچا دے کہ ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی سو ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔"

۴۸۰۳- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ عَمِّيَ الَّذِيْ سُمِّيْتُ بِهٖ لَمْ يَشْهَدْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا فَقَالَ فَشَقَّ عَلَيْهِ قَالَ اَوَّلُ مَشْهَدٍ شَهِدَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِبْتُ عَنْهُ وَاِنْ اَرَانِيَ اللّٰهُ مَشْهَدًا فِيْمَا بَعْدُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَرَانِيَ اللّٰهُ مَا اَصْنَعُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے وہ چچا جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں حاضر نہیں تھے، اور یہ غیر حاضری ان پر بہت شاق گزری تھی، انھوں نے کہا یہ پہلا معرکہ تھا جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور میں نہیں تھا، خیر اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی معرکہ دکھایا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا دے گا

قَالَ فَهَابَ اَنْ يَّقُوْلَ غَيْرَهَا قَالَ فَشَهِدَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ قَالَ فَاسْتَقْبَلَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ لَهٗ اَنَسٌ يَا اَبَا عَمْرٍو اَيْنَ فَقَالَ لَهٗ وَاهًا لِرِيْحِ الْجَنَّةِ اَجِدُهٗ دُوْنَ اُحُدٍ قَالَ فَقَاتَلَهُمْ حَتّٰى قُتِلَ قَالَ فَوُجِدَ فِيْ جَسَدِهٖ بِضْعٌ وَّثَمَانُوْنَ مِنْ بَيْنِ ضَرْبَةٍ وَّطَعْنَةٍ وَّرَمْيَةٍ قَالَ فَقَالَتْ اُخْتُهٗ عَمَّتِيْ الرُّبَيِّعُ بِنْتُ النَّضْرِ فَمَا عَرَفْتُ اَخِيْ اِلَّا بِبَنَانِهٖ وَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا قَالَ فَكَانُوْا يَرَوْنَ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْهِ وَفِيْ اَصْحَابِهٖ۔

کہ میں کیا کہتا ہوں، وہ ان کلمات کے علاوہ کوئی اور بات کہنے سے ڈرے، پھر غزوۂ اُحد میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے، ان کے سامنے سے حضرت سعد بن معاذ آرہے تھے، حضرت انس (میرے چچا) نے کہا اے ابوعمرو کہاں جارہے ہو؟ مجھے تو اُحد پہاڑ کی جانب سے جنت کی خوشبو آرہی ہے، پھر وہ کفار کے خلاف لڑائی میں گھس گئے حتیٰ کہ شہید ہو گئے، ان کی لاش پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اَسّی سے زیادہ زخم تھے، پھر میری پھوپھی حضرت ربیع بنت نضر نے کہا میں نے اپنے بھائی کی لاش کو صرف ان کی پوروں سے پہچانا تھا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "مسلمانوں میں سے بعض ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا، ان میں سے کوئی (جہاد میں شہید ہو کر) اپنی نذر پوری کر چکا اور ان میں سے کوئی (ہنوز) منتظر ہے اور ان لوگوں نے (اپنے وعدے میں) کوئی ردّ و بدل نہیں کیا" (احزاب: ۳۳: ۲۳) صحابہ کرام کا یہ خیال تھا کہ یہ آیت حضرت انس اور ان کے اصحاب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ف: اس باب کی احادیث میں شہداء کے لیے جنت کا ثبوت ہے، کسب حلال کی اور علم دین کے طلبہ پر صدقہ کرنے کی فضیلت ہے، اصحاب صفہ کا ذکر ہے، یہ وہ فقراء اور غرباء تھے جو مسجد میں نبوی میں رہتے تھے اور ان کے لیے مسجد کے آخر میں ایک چبوترہ بنا دیا گیا تھا جو مسجد سے علیحدہ تھا اس میں ایک سائبان ڈال دیا گیا تھا، یہ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اس چبوترہ میں رہتے تھے، یہ اسلام میں پہلا دینی مدرسہ تھا، باقی ستر قاریوں کی شہادت کی تفصیل اور تحقیق اور اس کے تمام مباحث ہم شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کر چکے ہیں، اس باب کی احادیث میں کفار کے خلاف جاسوسی کرنے کا بھی ثبوت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علم کا بیان ہے کہ کون شخص شہید ہوگا اور کون جنتی ہوگا اور مسجد میں طلباء کے لیے کھانے پینے کے لیے صدقات لانے کا بیان ہے۔

بَابُ ۶۶۲ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

جو شخص دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرے اسی کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۴۸۰۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

(وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ أَعْلَى فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر کہا: یارسول اللہ! ایک شخص مال غنیمت کی خاطر لڑتا ہے، ایک شخص نام آوری کے لیے لڑتا ہے، اور ایک شخص اظہار شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کے لیے لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کرے وہی درحقیقت اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

۴۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُقَاتِلُ شَجَاعَةً وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً وَيُقَاتِلُ رِيَاءً أَيُّ ذٰلِكَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص شجاعت کے لیے لڑتا ہے، ایک شخص تعصب کی وجہ سے لڑتا ہے اور ایک شخص نمود و نمائش کے لیے لڑتا ہے، ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے لڑے درحقیقت وہی اللہ کے لیے لڑنے والا ہے۔

۴۸۰۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ مِنَّا شَجَاعَةً فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم میں سے ایک شخص اظہار شجاعت کے لیے لڑتا ہے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۸۰۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مُوسَى

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ

الْاَشْعَرِيِّ اَنَّ رَجُلًا مَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَ الرَّجُلُ يُقَاتِلُ غَضَبًا وَيُقَاتِلُ حَمِيَّةً قَالَ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَيْهِ وَمَا رَفَعَ رَأْسَهٗ إِلَيْهِ إِلَّا اَنَّهٗ كَانَ قَائِمًا فَقَالَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

کی راہ میں جنگ کرنے کے متعلق سوال کیا اور کہا کہ ایک شخص غضب کی وجہ سے جنگ کرتا ہے، اور ایک شخص تعصب کی وجہ سے جنگ کرتا ہے، آپ نے اس شخص کی طرف سر اٹھا کر دیکھا، آپ نے صرف اس لیے سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ شخص کھڑا تھا، آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جنگ کرتا ہے وہی درحقیقت اللہ کی راہ میں جنگ کرتا ہے۔

بَابُ ۶۶۲ مَنْ قَاتَلَ لِلرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ اِسْتَحَقَّ النَّارَ

دکھاوے اور نام ونمود کی خاطر جہاد کرنے والا جہنمی ہے۔

۴۸۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ فَرَّقَ النَّاسُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَهٗ نَائِلٌ اَهْلِ الشَّامِ اَيُّهَا الشَّيْخُ حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ جَرِيْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهٗ وَقَرَاْتُ فِيْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے چھٹ گئے تو اہل شام میں سے نائل نامی ایک شخص نے کہا: اے شیخ آپ مجھے وہ حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، آپ نے فرمایا: ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے قیامت کے دن سب سے پہلے جس شخص کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اس کو بلایا جائے گا اور اسے اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ شہید ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، بلکہ تو نے اس لیے قتال کیا تھا تاکہ تو بہادر کہلائے سو تجھے بہادر کہا گیا، پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، حتیٰ کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص نے علم حاصل کیا اور لوگوں کو تعلیم دی اور قرآن مجید پڑھا اس کو بلایا جائے گا اور اس کو اس کی نعمتیں دکھائی جائیں گی، جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے

هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلَكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔

کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور اس علم کو سکھلایا اور تیرے لیے قرآن مجید پڑھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اس لیے علم حاصل کیا تھا تاکہ تو عالم کہلائے اور تو نے قرآن پڑھا تاکہ تو قاری کہلائے سو تجھے (عالم اور قاری) کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، حتیٰ کہ اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور ایک شخص پر اللہ نے وسعت کی اور اس کو ہر قسم کا مال عطا کیا اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور وہ نعمتیں دکھائی جائیں گی اور جب وہ ان نعمتوں کو پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ کہے گا میں نے ہر اس راستہ میں خرچ کیا جس راستہ میں مال خرچ کرنا تجھ کو پسند ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے یہ کام اس لیے کیے تاکہ تجھ کو سخی کہا جائے سو تجھ کو سخی کہا گیا پھر اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، اور پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

۴۸۰۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ قَالَ تَفَرَّجَ النَّاسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَهُ نَائِلٌ الشَّامِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ۔

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ جب لوگ حضرت ابوہریرہ کے پاس سے چھٹ گئے تو شام کے ایک نائل نامی شخص نے کہا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

قیامت کے دن کن لوگوں کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا؟

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۰۸ میں ہے: قیامت کے دن جس شخص کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے عبد مسلم کے عمل سے نماز کا حساب کیا جائے گا، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قتل کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، یہاں پر یہ اشکال ہے کہ جس چیز کے متعلق سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ تو ایک ہی چیز ہوگی، اور احادیث میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اولیت اضافی ہے اور ہر چیز کی اولیت اس کی نوع کے اعتبار سے ہے، جن اعمال کو شہرت اور نام آوری کے لیے کیا جاتا رہا ان میں سب سے پہلے شہید، عالم اور مالدار کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا، اور ارکان

دین میں سے جس رکن کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہے، اور مظالم میں سے جس ظلم کا سب سے پہلے حساب کیا جائے گا وہ قتل ہے۔

کیا قیامت کے دن بھی جھوٹ بولنا ممکن ہے؟

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب مثلاً شہید یہ کہے گا کہ میں نے تیری راہ میں جہاد کیا حتیٰ کہ میں شہید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کذب معصیت ہے اور قیامت کے دن کوئی وسوسہ ڈالنے والا نہیں ہوگا اور اس دن کوئی معصیت نہیں کرے گا، پھر اس شخص کا قول جھوٹ کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ جھوٹ کا صدور کبھی دانستہ ہوتا ہے اور کبھی خوف اور دہشت کی وجہ سے اور اس جھوٹ کا صدور خوف اور دہشت کی وجہ سے ہوگا۔

کیا نیکی کرنے والا اپنی نیکی پر خوشی یا تعریف کی خواہش کر سکتا ہے؟

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے کار خیر پر کوئی مدح کی گئی تو اس کار خیر کرنے والے کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اگر یہی معاملہ ہو تو پھر کوئی مسلمان جہنم میں جانے سے نہیں بچ سکے گا، کیونکہ ہر نیک کام کرنے والے کی کوئی نہ کوئی تعریف کرتا ہے، اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے، اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی نیک کام کو محض فخر اور ریا کاری کی وجہ سے کیا ہو اور اس کام سے اس کی غرض صرف شہرت کو حاصل کرنا ہو، لیکن جس شخص کی کسی کام سے غرض نمائش اور نام و نمود نہیں تھی بلکہ اس کی نیکی صرف اللہ کے لیے تھی، اور اس کے قصد اور ارادے کے بغیر لوگوں نے اس نیکی کی جو تعریف کی اور اس تعریف سے اس کو فطری خوشی حاصل ہوئی تو وہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے حکم کی تعمیل کے قصد سے نیک کام کرنے میں لگا رہے اور اگر اس کے دل میں یہ خطرات اور وسوسے پیدا ہوں کہ لوگ اس کے نیک کاموں کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے اس کو خوشی ہوتی ہے اور لوگوں کی تعریف و توصیف کی وجہ سے اس کے کام میں ذوق و شوق بڑھتا ہے تو اس وسوسہ کی وجہ سے اس نیک کام کرنے کو ترک نہ کرے بلکہ اپنی نیت میں رضا الٰہی کی پھر سے تجدید کرے۔

جو شخص محض رضا الٰہی کے لیے کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ دنیا میں اس کی نیکی کی تعریف کرنے لگتے ہیں تو اس کی تعریف سے گھبرانا نہیں چاہیے یہ دراصل اس کی نیکیوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں صلہ ہے اور اخروی جزا کی بشارت ہے امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:۔

عن ابی ذر قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت الرجل یعمل العمل من الخیر ویحمدہ الناس علیہ قال تلک عاجل بشری المؤمن [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یہ بتلائیے کہ ایک شخص نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس نیکی پر اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ مومن کی دنیا میں بشارت ہے

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یعنی لوگوں کی یہ تعریف دنیا میں اس کے لیے آخرت کی خیر کی بشارت ہے اور یہ دنیاوی بشارت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے اور اس سے محبت کرتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دی ہے اور وہ اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، اس معنی کی تصدیق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا۔ (مریم: ۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

اس آیت کی تفسیر اور تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ اذا احب عبدًا دعا جبرائیل علیہ السلام فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرائیل ثم ینادی فی السماء فیقول ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السماء قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض الحدیث[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: "میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو"، پھر جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے، پھر جبرئیل آسمان میں ندا کر کے کہتا ہے: "اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت کرو، پھر آسمان والے اس شخص سے محبت کرتے ہیں پھر زمین والوں (کے دلوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اس لیے جس شخص کے نیک کاموں کی اہلِ زمین تعریف کرتے ہیں تو یہ اس کا دلیل ہے کہ آسمان کے فرشتے، حضرت جبرائیل علیہ السلام اور اللہ عزوجل سب اس سے محبت کرتے ہیں، اسی لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: انتم شھداء اللہ فی الارض[2] "تم زمین پر اللہ کے گواہ ہو۔"

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل یعمل الخیر فیسرّ بہ فاذا اطلع علیہ اعجبہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہ اجران اجر السر واجر العلانیۃ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! ایک آدمی نیک کام کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور جب اس نیکی کی (لوگوں کو) اطلاع ہو جاتی ہے تو اس کو اچھا لگتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو دو اجر ملیں گے، ایک اجر اخفاء کا اور ایک اجر اظہار کا۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

نیز قرآن مجید میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ۔ (الشعراء: ۸۴)

(اے اللہ) میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ!

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سے کیا غرض تھی کہ ان کی ثنا اور مدح کی جائے تو اس کے دو جواب ہیں۔ (۱) جب ایک انسان کی بہت سے لوگ تعریف کریں تو ان کی تعریفیں اس کے کمال کی زیادتی کا سبب بن جاتی ہیں (۲) جو شخص اپنے فضائل کی وجہ سے لوگوں میں ممدوح ہو تو اس کی مدح اور شہرت لوگوں کے دلوں میں ان فضائل کے حصول کا سبب اور محرک بن جاتی ہے۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو یہ خواہش ہو کہ اس کی نیکی کی تعریف کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ اس نیکی کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کرتا ہو۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر کوئی شخص اس نیت سے اپنی نیکی کی شہرت چاہے کہ اس وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس نیکی کی رغبت ہو اور وہ بھی اس نیک کام کو کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ حدیث میں ہے جس شخص نے کسی نیک کام کی ابتداء کی تو اسے اس نیکی کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو لوگ اس نیکی کو کرتے رہیں گے ان کی نیکیوں کا اجر بھی اس کو ملے گا" لیکن یہ بات مخفی نہ رہے کہ ہر کام میں کام کرنے والے کی نیت اور قصد کا اعتبار ہوتا ہے۔ [3]

بَابُ بَيَانِ قَدْرِ ثَوَابِ مَنْ غَزَا فَغَنِمَ وَمَنْ لَمْ يَغْنَمْ

جس غازی کو غنیمت ملی اور جس کو غنیمت نہیں ملی، دونوں کے فرق کا بیان

۴۸۱۰ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِي هَانِئٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُصِيبُونَ الْغَنِيمَةَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لشکر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے جاتا ہے اور مال غنیمت حاصل کر لیتا ہے، اسے اجر آخرت کا دو تہائی حصہ مل جاتا ہے اور اس کا صرف ایک تہائی حصہ اجر رہ جاتا ہے اور اگر ان کو مال غنیمت نہ ملے تو ان کا مکمل اجر ہوتا ہے۔

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۸۵ھ، تفسیر الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۱۱۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] ۔ علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۹۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اِلَّا تَعَجَّلُوْا ثُلُثَیْ اَجْرِهِمْ مِنَ الْاٰخِرَةِ وَیَبْقٰی لَهُمُ الثُّلُثُ وَاِنْ لَمْ یُصِیْبُوْا غَنِیْمَةً تَمَّ لَهُمْ اَجْرُهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس غزوہ یا لشکر کے لوگ جہاد کریں اور مال غنیمت حاصل کر کے سلامتی سے لوٹ آئیں تو وہ دنیا میں ہی اپنے اجر کا دو تہائی حصہ حاصل کر لیتے ہیں، اور جس غزوہ یا لشکر کے لوگ خالی لوٹیں اور نقصان اٹھائیں ان کو آخرت میں پورا اجر ملے گا۔

۴۸۱۱۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِیْمِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ اَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ یَزِیْدَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْهَانِیٍٔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ غَازِیَةٍ اَوْ سَرِیَّةٍ تَغْزُوْ فَتَغْنَمُ وَتَسْلَمُ اِلَّا كَانُوْا قَدْ تَعَجَّلُوْا ثُلُثَیْ اُجُوْرِهِمْ وَمَا مِنْ غَازِیَةٍ اَوْ سَرِیَّةٍ تُخْفِقُ وَتُصَابُ اِلَّا تَمَّ اُجُوْرُهُمْ۔

باب ۶۶۵ قَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ وَاَنَّهٗ یَدْخُلُ فِیْهِ الْغَزْوُ وَغَیْرُهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ

اعمال کا مدار نیّت پر ہے، ان اعمال میں جہاد بھی شامل ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کے عمل پر اس کی نیت کا پھل ملتا ہے، سو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی معتبر ہے، اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف معتبر ہو گی جس کی طرف اس نے ہجرت کی ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چھ سندیں ذکر کی ہیں۔ بعض اسانید سے یہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی۔

۴۸۱۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّةِ وَاِنَّمَا لِامْرِئٍ مَّا نَوٰی فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ لِدُنْیَا یُصِیْبُهَا اَوِ امْرَاَةٍ یَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰی مَا هَاجَرَ اِلَیْهِ۔

۴۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الْعَتَكِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (یَعْنِی الثَّقَفِیَّ) ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَالِدٍ

الْاَحْمَرُ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) وَيَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى ابْنِ سَعِيْدٍ بِاِسْنَادِ مَالِكٍ وَمَعْنٰى حَدِيْثِهٖ وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلَى الْمِنْبَرِ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث "انما الاعمال بالنیات" کی اہمیت اور عظمت

علامہ نووی لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس حدیث کی اہمیت اور عظمت پر اجماع اور اتفاق ہے، اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں، فقہاء اسلام نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ثلث اسلام ہے، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں فقہ کے ستر ابواب ہیں، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث ربع اسلام ہے، عبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ نے کہا ہے کہ جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے وہ اس حدیث سے اپنی کتاب کی ابتداء کرے تاکہ اس کی نیت صحیح ہو، علامہ خطابی نے اس قول کو مطلقاً ائمہ سے نقل کیا ہے، امام بخاری اور دیگر ائمہ نے اسی وجہ سے اس حدیث سے اپنی اپنی تصانیف کی ابتداء کی ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات مقامات پر ذکر کیا ہے، حفاظ حدیث نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے دو سو سے زیادہ راوی ہیں اور ان میں اکثریت ائمہ حدیث کی ہے البتہ شروع میں اس کے صرف ایک راوی ہیں اور وہ حضرت عمر ہیں اور ان سے صرف علقمہ نے روایت کیا، اسی بناء پر اس حدیث کو متواتر نہیں قرار دیا گیا، ہر چند کہ یہ عوام اور خواص میں مشہور ہے۔ [1]

آیا نیت کرنا عمل کی صحت کے لیے ضروری ہے یا عمل کی فضیلت کے لیے!

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:۔ نیت کا معنی قصد اور ارادہ سے کسی کام کو معین کرنا، اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اعمال کے تحقق اور ثبوت کا مدار نیت پر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعمال کا شرعاً معتبر ہونا نیت پر موقوف ہے، اور کسی فعل سے پہلے اس کی نیت نہ ہو تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگا، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وضو، غسل، تیمم، نماز، روزہ، حج، اعتکاف اور تمام عبادات نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتیں، باقی نجاست کا زائل ہونا ہمارے نزدیک نیت پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ باب ترک سے ہے اور ترک میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور اس پر فقہاء شافعیہ کا اجماع ہے، طلاق، عتاق اور قذف میں بھی نیت کا دخل ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کنایۃً طلاق دی تو اس میں نیت کا دخل ہے اور طلاق صریح میں نیت کا دخل نہیں ہے، اگر کسی شخص نے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

طلاق صریح دی پھر کہا اس سے میری نیت کچھ اور تھی تو اس کا قول قبول نہیں کیا جائے گا۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ان علماء کا رد ہے جو طہارت اور بعض دیگر عبادات کو بغیر نیت کے جائز قرار دیتے ہیں، اور یہ بات اپنے مقام پر بادلائل بیان کی جا چکی ہے کہ جس شخص نے وضو سیکھنے یا وضو سکھانے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے وضو کیا درآں حالیکہ اس فعل سے رفع حدث (طہارت حاصل کرنا) اس کا مقصد نہیں تھا، تو اس کی عبادات کے لیے یہ وضو کافی نہیں ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ قسم، طلاق اور عتاق وغیرہ کے الفاظ بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوتے، علماء کا اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے، ہمارے نزدیک حقوق العباد میں طلاق اور عتاق کے الفاظ میں ظاہری معنی کا اعتبار ہوگا اور اگر کوئی شخص صریح طلاق اور عتاق کے الفاظ بول کر یہ کہے میری مراد اس سے طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں تھی، تو اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے صریح الفاظ سے جو معنی ظاہر ہوگا اس کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے وضو اور غسل میں نیت کے وجوب پر استدلال کیا ہے، وہ اس حدیث کا یہ معنی کرتے ہیں کہ اعمال کی صحت کا مدار نیت پر ہے، اور اس میں الف لام استغراق کا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور تمام عبادات میں نیت مطلوب ہے، اسی طرح طلاق اور عتاق میں بھی نیت ضروری ہے۔

اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد اور امام زفر کے نزدیک وضو اور غسل میں نیت ضروری نہیں ہے، ایک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول ہے، فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اعمال کا کامل ہونا یا ان کا ثواب نیات پر موقوف ہے، کیونکہ نیت نہ ہونے سے اصل عمل باطل نہیں ہوتا اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد فرمایا ہے: ولکل امرأ ما نوٰی ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے، اور سے ثواب ہی مراد ہے، نیز اگر اس سے مراد صحت لی گئی یعنی بغیر نیت کے عمل صحیح نہیں ہوتا تو لامحالہ بعض عبادات میں تخصیص کرنی پڑے گی، کیونکہ قرض کا ادا کرنا، امانتوں کا واپس کرنا، اذان دینا، تلاوت کرنا، وعظ و نصیحت کرنا، راستہ دکھانا، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ سب کام عبادات ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ یہ تمام کام بغیر نیت کے صحیح ہوتے ہیں، لہٰذا وضو اور غسل بھی بغیر نیت کے صحیح ہونے چاہئیں۔

تحقیق یہ ہے کہ یہ بات تو عقلاً باطل ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہو کہ ہر عمل کا شرعاً صحیح ہونا نیت پر موقوف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اعمال بغیر نیت کے شرعاً صحیح ہوتے ہیں، جیسا کہ بیع، شراء، اجارہ، نکاح، طلاق وغیرہا، اس لیے لامحالہ اس حدیث کو کمال اور ثواب پر موقوف کرنا ہوگا، یعنی ہر عمل کا کمال اور ثواب نیت پر موقوف ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۵۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اگر نیّت کیے بغیر عبادات بجالائے تو ان عبادات پر ثواب ہوگا یا نہیں؟

ابن سمعانی نے یہ کہا ہے کہ جو اعمال عبادات سے خارج ہیں اگر ان میں بھی عبادات کی نیت کر لی جائے تو ان پر بھی ثواب ملتا ہے، مثلاً کوئی شخص کھانے پینے سے عبادت میں تقویت حاصل کرنے کی نیت کرے، اور سونے میں یہ نیت کرے کہ اس کی تھکاوٹ زائل ہو جائے اور اس کو مزید عبادت کے لیے توانائی حاصل ہو، اور مجامعت میں یہ نیت کرے تاکہ وہ گناہ اور بے حیائی کے کاموں سے بچا رہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ میں بھی صدقہ ہے" بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ جو افعال عبادات محضہ ہیں جب کوئی شخص ان کو عادۃً کرے اور ان میں عبادت کی نیت نہ کرے تو ہر چند کہ وہ افعال شرعاً صحیح ہیں لیکن ان پر ثواب نہیں ملتا، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی مباضعتک اھلک صدقۃ فقال ابوذر ایؤجر احدنا فی شھوتہ قال ارأیت لو وضعتہ فی غیر حل اکان علیک وزر قال نعم قال افتحتسبون بالشر ولا تحتسبون بالخیر۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا اپنی بیویوں سے جماع کرنا بھی صدقہ ہے، حضرت ابوذر نے پوچھا اگر ہم محض شہوت سے یہ کام کریں کیا پھر بھی یہ صدقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تم حرام طریقہ سے یہ کام کرتے تو تم گناہ کے مستحق ہوتے؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تو کیا تمہارا صرف شر پر حساب ہوگا اور خیر پر تمہارا حساب نہیں ہوگا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے کتاب الزکاۃ میں اور امام ابوداؤد نے کتاب التطوع اور کتاب الادب میں بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مسلمان کو ہر جائز اور صحیح کام پر اجر ملتا ہے خواہ وہ اس کام میں عبادت کی نیت کرے یا نہ کرے، کیونکہ مسلمان کا ناجائز اور حرام کام کو ترک کر کے جائز اور صحیح کام کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے حرام کام سے بچ کر حلال اور جائز کام کر رہا ہے اور یہ اس کے صدق نیت اور اخلاص کی علامت ہے، ہاں اگر وہ اس کام میں اطاعت اور عبادت کی نیت کرے گا تو اس کو اضافی اجر ملے گا۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے: سو جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے سو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہے، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی خاطر ہجرت کرے گا تو اس کو ہجرت کا اجر و ثواب ملے گا، اور جو شخص دنیا کی کسی چیز یا کسی عورت کی خاطر ہجرت کرے گا تو اس کو دنیا میں

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۶۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۸-۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

اپنا حصہ مل گیا اور آخرت میں اس کا اس ہجرت کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں دنیا کے ساتھ عورت کا ذکر دو وجہ سے کیا گیا ہے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ ایک شخص نے ام قیس نامی ایک عورت سے شادی کرنے کے لیے ہجرت کی تھی اس وجہ سے اس شخص کو مہاجر ام قیس کہا جاتا تھا، دوسری وجہ عورت کے فتنہ پر خصوصی تنبیہ کرنا ہے تاکہ لوگ عورتوں کے فتنوں سے محفوظ رہیں، ہجرت پر مفصل بحث ہم اس کتاب میں باب "لا ھجرۃ بعد الفتح" کے تحت بیان کر چکے ہیں، ہجرت کے مباحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

اگر ایک عمل میں متعدد اعمال کی نیات کر لی جائیں تو اس ایک عمل سے ان تمام اعمال کا ثواب مل جاتا ہے۔

اس حدیث میں ہے انما لامرأ ما نوٰی "مرد کو وہی پھل ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے" اس حدیث کی تشریح میں فقہاء اسلام نے یہ بیان کیا ہے کہ مسلمان اگر ایک کام میں متعدد چیزوں کی نیت کرے تو اس کو ان متعدد چیزوں کا اجر اور ثواب مل جاتا ہے مثلاً مسلمان مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہے یہ ایک عمل ہے وہ اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) مجھے راستہ میں جو مسلمان ملے گا اس کو سلام کروں گا (۲) اگر کسی نے سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دوں گا، (۳) اگر کوئی ضرورت مند شخص نظر آیا تو اس کی مدد کروں گا (۴) کسی نابینا کو سڑک پار کرا دوں گا (۵) کسی سائل کو حسب استطاعت خیرات دوں گا (۶) اگر کسی شخص کو برا کام کرتے دیکھوں گا تو اس کو منع کروں گا (۷) حسب توفیق نیکی کا حکم دوں گا (۸) اگر راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ملی تو اٹھا کر ایک طرف رکھ دوں گا (۹) راستہ میں اگر عورتیں نظر آئیں تو نیچی نظر کر کے گزروں گا، (۱۰) کسی مسلمان سے بات کرنی پڑی تو شائستگی اور ملائمت سے بات کروں گا (۱۱) کسی مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو اس کو یرحمک اللہ کہوں گا (۱۲) اگر راستہ میں کوئی جنازہ ملا تو اس کی تنظیم کے لیے سواری سے اتر جاؤں گا یا کھڑا ہوں گا (۱۳) اگر کوئی بیمار ملا تو اس کی عیادت کروں گا (۱۴) اگر کہیں سے میوزک کی آواز آئی تو وہاں سے جلدی گزر جاؤں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کانوں میں انگلیاں دے کر گزروں گا (۱۵) مسجد میں جانے کے لیے طویل مسافت کی راہ اختیار کروں گا تاکہ زیادہ چلنے کی وجہ سے زیادہ اجر و ثواب ملے (۱۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پیر رکھوں گا، (۱۷) داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھوں گا "اللھم افتح لی ابواب رحمتک" (۱۸) مسجد میں جتنی دیر ٹھہروں گا اعتکاف کی نیت سے ٹھہروں گا، (۱۹) ایک روایت میں ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور جو شخص مسجد میں آتا ہے وہ اللہ کی زیارت کرنے اور اس سے ملاقات کے لیے آتا ہے، اور اپنے مہمانوں کی ضیافت کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ وہ اس حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ضیافت حاصل کرے گا (۲۰) جو شخص نماز باجماعت کے انتظار میں جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے اس کا شمار نماز میں ہوتا ہے سو وہ یہ نیت کرے کہ میں مسجد میں جا کر جماعت کے انتظار میں بیٹھوں گا، (۲۱) جب تک کوئی مسلمان مسجد میں باوضو رہتا ہے فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، سو وہ فرشتوں کی دعا کے حصول کی نیت کرے (۲۲) قرآن مجید میں ہے: یا ایھا الذین امنوا اصبروا وصابروا ورابطوا ——— "اے ایمان والو! صبر کرو، دوسروں کو صبر کی تلقین کرو اور

اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کرو، بعض مفسرین نے ورابطوا کی تفسیر انتظار نماز سے کی ہے کیونکہ نماز کا انتظار کرنا بھی شیطان سے مدافعانہ جنگ اور اسلام کی حفاظت ہے۔ (۲۳) ایک حدیث میں ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا خطاؤں کے مٹنے، گناہوں کے معاف ہونے اور درجات بلند ہونے کا موجب ہے، (۲۴) ایک حدیث میں ہے فذلك الرباط فذلك الرباط "نماز کا انتظار کرنا ہی سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ہے، (۲۵) یہ نیت کرے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھا رہوں گا تمام ممنوعات شرعیہ اور حواس اور مشاعر کے گناہوں سے بچا رہوں گا مثلاً کوئی بری چیز دیکھوں گا نہ کوئی بری بات سنوں گا، (۲۶) مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کروں گا (۲۷) خلوت میں بیٹھ کر یاد خدا میں مشغول رہوں گا، (۲۸) قرآن مجید کی تلاوت کروں گا، (۲۹) اگر مسجد میں وعظ ہو رہا ہوگا تو وعظ سنوں گا، (۳۰) حدیث میں ہے جو شخص وضو کر کے مسجد میں جائے اور نماز ادا کرے اس کو حج اور عمرہ کا ثواب مل جاتا ہے، اس کی نیت کرے، (۳۱) سنت الوضو پڑھنے کی نیت کرے، (۳۲) تحیۃ المسجد پڑھنے کی نیت کرے، (۳۳) علمی افادہ اور استفادہ کی نیت کرے، (۳۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نیت کرے، (۳۵) مسلمان بھائیوں کی زیارت اور حسب استطاعت ان کی مدد کی نیت کرے، (۳۶) مسجد میں موجود مسلمانوں کو سلام کرنے اور دعا دینے کی نیت کرے۔ (۳۷) مسجد میں بیٹھ کر امور آخرت میں غور وفکر اور توبہ واستغفار کرنے کی نیت کرے۔ (۳۸) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی نیت کرے، (۳۹) مسجد سے جاتے وقت پہلے بایاں پیر باہر نکالے، (۴۰) مسجد سے جاتے وقت یہ دعا کرے "اللھم انی اسئلك من فضلك"

اسی طرح خوشبو لگانا ایک عمل ہے اس میں یہ نیت کرے کہ (۱) آپ خوشبو پسند کرتے تھے اس لیے خوشبو لگاتا ہوں، (۲) خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم کا اظہار ہو۔ (۳) مسجد میں بیٹھنے والوں کو اس کے جسم سے بری بو نہ آئے، (۴) اگر اس کے جسم سے بری بو آئی تو نمازیوں کو تکلیف ہوگی اور ممکن ہے کہ وہ اس کی غیبت کر کے گناہ میں پڑ جائیں (۵) نمازیوں اور فرشتوں کو خوشبو سے راحت ہو، (۶) خوشبو سے دماغ کو راحت پہنچتی ہے اور فکر وفکر میں تقویت حاصل ہوتی ہے، اور اس کے علاوہ بھی خوشبو کی اچھی وجہات تلاش کر کے ان کی نیت کرے۔

بَابُ ۶۶۶ اِسْتِحْبَابِ طَلَبِ الشَّهَادَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

شہادت فی سبیل اللہ طلب کرنے کا استحباب

۴۸۱۴ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الشَّهَادَةَ صَادِقًا أُعْطِيَهَا وَلَوْ لَمْ تُصِبْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدق دل سے شہادت کا طالب ہو، اس کو شہادت کا اجر دیا جاتا ہے خواہ وہ شہید نہ ہو۔

۴۸۱۵ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى (وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ) قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي

سہل بن حنیف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صدق دل سے شہادت کا سوال کرے اس کو اللہ تعالیٰ شہداء کے مرتبہ پر

أَبُوْ شُرَيْحٍ اَنَّ سَهْلَ بْنَ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ حَدَّثَهُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ اَبُو الطَّاهِرِ فِيْ حَدِيْثِهٖ بِصِدْقٍ

پہنچا دیتا ہے، خواہ وہ اپنے بستر پر فوت ہو۔ ابو الطاہر نے اپنی روایت میں صدق کا ذکر نہیں کیا۔

اس سوال کا جواب کہ شہادت کی دعا تو کافر کے ہاتھوں مسلمان کے مرنے کی دعا ہے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے شہادت کے حصول کی دعا کا ثبوت ہے، اب سے تقریباً پندرہ سال پہلے کی بات ہے میں لاہور میں لال کھوہ کی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیتا تھا، وہاں ایک بزرگ نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ شہادت کا مفہوم یہ ہے کہ کافر مسلمان پر غلبہ پاکر اس کو قتل کر دے تو شہادت کی دعا کرنے کا یہ مطلب ہوا کہ ہم کافر کے ہاتھوں مسلمانوں کے مرنے اور کفر کے غلبہ کی دعا کرتے ہیں، میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ جب اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے مسلم افواج کافروں سے جنگ کریں گی تو یہ تو عادۃً محال ہے کہ کسی ایک مسلمان کے بھی مرے بغیر مسلمان کافروں کو شکست دے دیں اس لیے اس جنگ میں لامحالہ کچھ مسلمان بھی راہ حق میں قتل کیے جائیں گے اور مسلمانوں کو اجتماعی اور آخری فتح حاصل کرنے کے لیے چند افراد کی لازماً قربانی دینا ہوگی اور جو لوگ اس قربانی کے لیے تیار ہو کر میدانِ جہاد میں اتریں گے اور قضاء الٰہی سے راہ حق میں مارے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ان کا بہت بڑا مرتبہ اور نہایت عظیم اجر اور انعام رکھا ہے، اس لیے شہادت کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ "اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے اگر جان کا نذرانہ دینا پڑے تو اے خدا اس راہ میں میری جان کا نذرانہ قبول فرمانا اور مسلمانوں کی اجتماعی فتح اور غلبہ اسلام کے لیے جس انفرادی قربانی کی ضرورت ہے اس انفرادی قربانی کے لیے مجھے چن لینا اور آخرت میں مجھے شہادت کا اجر عظیم عطا فرمانا" شہادت قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہے جیسے وضو کرنا فی ذاتہ پانی ضائع کرنا ہے لیکن چونکہ یہ عمل نماز کا وسیلہ ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے اسی طرح شہادت میں فی نفسہ مسلمان کا کافر کے ہاتھوں مرنا ہے اور یہ قبیح لذاتہ ہے لیکن چونکہ یہ انفرادی قربانی مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور غلبہ اسلام کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لیے یہ حسن لغیرہ ہے اور ہم جو شہادت کی دعا کرتے ہیں تو وہ اس کے حسن لغیرہ کے اعتبار سے کرتے ہیں یا آخرت میں جو شہادت کا عظیم اجر ہے، اس پر نظر رکھتے ہوئے شہادت کی دعا کرتے ہیں، اور پھر جان تو ہر حال جانی ہے اور اگر یہ جان راہ حق میں جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی! الٰہ العالمین ہمیں وہ جرأت، ہمت اور حوصلہ عطا فرما جو شہادت کا بنیادی عنصر ہے اور راہ حق میں شہادت عطا فرما! آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجہ الف الف صلوٰت و تحیات وتسلیمات۔

بَابُ ذَمِّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ

اس شخص کی مذمت کا بیان جو جہاد یا اس کی تمنا کیے بغیر مر گیا

۴۸۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ الْأَنْطَاكِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ وُهَيْبٍ الْمَكِّيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ قَالَ ابْنُ سَهْلٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ فَنَرَى أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مر گیا درآں حالیکہ اس نے جہاد کیا تھا نہ جہاد کی تمنا کی تھی اس کی موت نفاق کے ایک شعبہ پر ہوگی، عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ہمارے خیال میں یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا۔

جہاد یا اس تمنا کیے بغیر مرنے والے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں: یہ عبداللہ بن المبارک کا قول ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص جہاد اور اس کی تمنا کیے بغیر مر گیا وہ ان منافقوں کے مشابہ ہے جو بہانے کر کے جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے کسی فعل کی نیت کی اور اس فعل کو کرنے سے پہلے مر گیا تو اس شخص کی ایسی مذمت نہیں ہوگی جیسی اس شخص کی ہوتی ہے جو اس فعل کی نیت کیے بغیر مر گیا ہو۔

نیت کے باوجود فعل کیے بغیر مرنے والے کا حکم

فقہاء شافعیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک شخص اول وقت میں نماز پر قادر تھا، پھر اس نے اس نیت سے نماز کو مؤخر کر دیا کہ وہ اس نماز کو درمیان یا آخر وقت میں پڑھے گا، یا وہ اس سال حج کرنے پر قادر تھا اور اس نے اگلے سال تک حج کو مؤخر کر دیا اور وہ نماز پڑھنے یا حج کرنے سے پہلے فوت ہو گیا، آیا وہ شخص گنہ گار ہوگا یا نہیں اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ حج مؤخر کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگا اور نماز مؤخر کرنے کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوگا، کیونکہ نماز کی مدت قریب اور کم ہے اس لیے اس میں تاخیر تقصیر نہیں ہوگی، اس کے برخلاف حج میں تاخیر کی مدت زیادہ ہے، اس لیے اس میں تاخیر کرنا تقصیر میں شمار ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی تاخیر میں گنہ گار ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی تاخیر میں گنہ گار نہیں ہوگا، اور ایک قول یہ ہے کہ حج کی تاخیر کرنے میں بوڑھا شخص گنہ گار ہوگا اور جوان شخص گنہ گار نہیں ہوگا، لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ [1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اگر اس کا گمان یہ ہو کہ وہ نماز کے آخر وقت تک زندہ نہیں رہے گا اور پھر نماز نہیں پڑھی تو گنہگار ہوگا اور اگر اس کو نماز کے آخر وقت تک مرنے کا گمان نہ ہو اور اس نے نماز میں تاخیر کی اور قضاء مر گیا تو گنہگار نہیں ہوگا اور اگر حج میں ایک سال کی تاخیر کی اور قضاء مر گیا تو گنہگار ہوگا، امام ابو حنیفہ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۵۹)

بَابُ ثَوَابِ مَنْ حَبَسَهُ عَنِ الْغَزْوِ وَمَرَضٍ أَوْ عُذْرٍ آخَرَ

جو شخص بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے جہاد نہ کر سکے اس کے ثواب کا بیان

۴۸۱۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَقَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ لَرِجَالًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا وَلَا قَطَعْتُمْ وَادِيًا إِلَّا كَانُوا مَعَكُمْ حَبَسَهُمُ الْمَرَضُ.

۱۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِلَّا شَرِكُوكُمْ فِي الْأَجْرِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، آپ نے فرمایا مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ تم جس جگہ سے گزرتے ہو یا جس وادی کو طے کرتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مرض کی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے وہ تمہارے ساتھ ثواب میں شریک ہوتے ہیں۔

عبادات کے چھوٹ جانے پر حزن وملال کا مرتبہ اور مقام

اس حدیث میں نیک کام میں نیت کرنے کی فضیلت کا بیان ہے کہ جس شخص نے جہاد کرنے یا کسی اور عبادت کی نیت کی پھر اس کو ایسا عذر لاحق ہو گیا جس کے سبب سے وہ اس عبادت کو نہیں کر سکا تو اس کو اپنی نیت کی وجہ سے اس عبادت کا اجر مل جائے گا، اور اس شخص کو اس جہاد میں شریک ہونے کا یا اس عبادت کے نہ کرنے کا جس قدر زیادہ افسوس ہوگا اور جتنی زیادہ اس جہاد میں شرکت کی یا اس عبادت کی تمنا کرے گا اس کا اجر و ثواب اس قدر زیادہ ہوگا، عبادت کے کرنے کا شوق اور اس کی تمنا کرنا اور کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر رنج و ملال کرنا یہی وہ وصف ہے جو انسان میں ہے اور فرشتوں میں نہیں ہے یہی انسان کا مابہ الامتیاز ہے اور اسی وصف سے شرف انسانیت ہے۔ اے اللہ ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے اور دیگر عبادات کا ذوق و شوق اور محبت عطا فرما اور کسی اطاعت کے رہ جانے یا کسی عذر کی وجہ سے عبادت کے چھوٹ جانے پر تاسف اور حزن و ملال عطا فرما! یوں تو ہم زندگی میں اپنے نقصانات پر آنسو بہاتے رہتے ہیں، لیکن کسی عبادت کے چھوٹ جانے پر آنسو بہانے کا

لہ۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ)۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

کچھ اور مقام ہے! اس وادی کی امام، ام المومنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں جب مناسک حج کے دوران آپ کو حیض آگیا اور اس وجہ سے آپ خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکیں تو بے اختیار رو رہی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو تسلیاں دے رہے تھے!

بَابُ ۶۶۹ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ

سمندر پار کر کے جہاد کرنے کی فضیلت

۴۸۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ ثُمَّ جَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ (شَكَّ إِسْحٰقُ أَيَّتُهُمَا قَالَتْ) فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُولَى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ فَرَكِبَتْ أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ الْبَحْرَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ام حرام بنت ملحان (یہ حضور کی رضاعی خالہ تھیں اور آپ کی محرم تھیں) کے پاس تشریف لے جاتے، اور وہ آپ کو طعام پیش کرتی تھیں، حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے انھوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور پھر آپ کے سر میں جوئیں دیکھنے لگیں (آپکا سر جوؤں سے پاک تھا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے، پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، حضرت ام حرام کہتی ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کس چیز کے باعث تبسم فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے (خواب میں) میری امت کے کچھ مجاہدین دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں سمندر میں بادشاہوں کے تختوں کی مثل سواری پر سوار ہو کر جا رہے تھے، حضرت ام احرام کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان مجاہدین میں شامل کر دے، آپ نے ان کے لیے دعا کی اور پھر اپنا سر رکھ کر سو گئے، پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ آپ کس چیز کے باعث ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے (خواب میں) اپنی امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے جس طرح پہلے فرمایا تھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے! آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو، پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت

۴۸۲۰ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُمِّ حَرَامٍ وَهِيَ خَالَةُ أَنَسٍ قَالَتْ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عِنْدَنَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي قَالَ أُرِيتُ قَوْمًا مِنْ أُمَّتِي يَرْكَبُونَ ظَهْرَ الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ فَقُلْتُ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ فَأَنْتِ مِنْهُمْ قَالَتْ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ أَيْضًا وَهُوَ يَضْحَكُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقُلْتُ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ قَالَ فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ بَعْدُ فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ فَلَمَّا جَاءَتْ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ فَرَكِبَتْهَا فَصَرَعَتْهَا فَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا۔

ام حرام بنت ملحان سمندر کے جہاد میں سوار ہوئیں اور جب سمندر سے نکلیں تو سواری سے گر ہو کر ہلاک ہو گئیں۔

حضرت انس بن مالک کی خالہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے (خواب میں) میری امت کا ایک گروہ دکھایا گیا جو بادشاہوں کے تختوں کی مثل پر سمندر میں سواری کر رہا تھا، میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے! آپ نے فرمایا تم بھی انھی میں سے ہو، حضرت ام حرام کہتی ہیں کہ آپ پھر سو گئے اور دوبارہ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور میں نے پھر آپ سے سوال کیا اور آپ نے پہلے کی طرح جواب دیا، میں نے عرض کیا: آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے! آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں سے ہو، پھر اس کے بعد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا، انھوں نے سمندر کے راستہ جہاد کیا اور حضرت ام حرام کو اپنے ساتھ لے گئے، جب وہ واپس لوٹیں تو ان کے پاس ایک خچر لایا گیا وہ اس پر سوار ہوئیں لیکن خچر نے ان کو گرا دیا جس سے ان کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

۴۸۲۱ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ وَيَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ حَبَّانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ خَالَتِهِ أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ أَنَّهَا قَالَتْ نَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب سو گئے پھر آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھے (خواب میں) میری امت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو اس سبز سمندر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

يَرْكَبُونَ ظَهْرَ هٰذَا الْبَحْرِ الْأَخْضَرِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ۔

۴۸۲۰- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَتَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةَ مِلْحَانَ خَالَةَ أَنَسٍ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عِنْدَهَا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ إِسْحٰقَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ وَمُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی خالہ بنت ملحان کے پاس تشریف لے گئے، اور ان کے پاس سر رکھ کر سو گئے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

حضرت ام حرام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا رشتہ تھا؟

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۱۹ میں ہے: کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان کے پاس جایا کرتے تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی محرم تھیں، لیکن اس کی کیفیت میں اختلاف ہے، علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رضاعی خالاؤں میں سے ایک رضاعی خالہ تھیں اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ آپ کے والد یا دادا کی طرف سے خالہ تھیں کیونکہ حضرت عبدالمطلب کی والدہ بنو نجار سے تھیں۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزات کا بیان ہے، ایک یہ کہ آپ نے یہ غیب کی خبر دی کہ آپ کے بعد آپ کی امت باقی رہے گی، اور ان کو نصرت اور اقتدار حاصل ہوگا، اور وہ سمندر کے راستہ جہاد کریں گے، اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس وقت تک زندہ رہیں گی اور وہ مجاہدین کے پہلے گروہ میں شامل ہوں گی اور الحمدللہ آپ کی دی ہوئی خبروں میں سے ہر چیز اسی طرح واقع ہوئی جس طرح آپ نے خبر دی تھی۔

سمندری سفر کے حکم میں مذاہب فقہاء

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت ام حرام نے سمندری سفر کب کیا تھا، صحیح مسلم کی اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سمندری سفر کیا اور سواری سے گر کر فوت ہوگئیں، قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ اکثر مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں ہوا، اور اس موقع پر حضرت ام حرام اپنے خاوند کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور اس سے گر کر ہلاک ہوگئیں اور اسی جگہ دفن کر دی گئیں، اس بناء پر حدیث میں جو حضرت معاویہ کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت معاویہ کے ایام جہاد ہیں نہ کہ حضرت معاویہ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایام خلافت مراد ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہی ظہور پذیر ہوا، اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے، اس حدیث سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے بحری سفر کا جواز ثابت ہوتا ہے، جمہور فقہاء کا یہی قول ہے، امام مالک نے عورتوں کے بحری سفر سے منع کیا ہے کیونکہ اس سفر میں مردوں کے لیے اپنی نگاہیں نیچی رکھنا اور عورتوں کا اپنی زینت کو چھپانا بہت دشوار ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عمر بن عبدالعزیز سے یہ روایت ہے کہ وہ بحری سفر سے منع کرتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ تجارت اور طلب دنیا کے لیے بحری سفر سے منع کرتے تھے عبادات کے لیے بحری سفر سے منع نہیں کرتے تھے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے حج، عمرے اور جہاد کے سوا بحری سفر سے منع فرمایا ہے، لیکن امام ابوداؤد نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں۔

اللہ کے راستہ میں مرنا یا قتل کیا جانا دونوں شہادت ہیں

بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا اور اللہ کی راہ میں موت کا آجانا، اجر و ثواب میں دونوں مساوی ہیں کیونکہ حضرت ام حرام فوت ہوئی تھیں اور قتل نہیں کی گئی تھیں، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ کے متعلق یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ شہداء ہیں بلکہ یہ فرمایا تھا کہ یہ مجاہد ہیں، البتہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اللہ کے راستہ میں مر گیا وہ بھی شہید ہے، اور یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق ہے:

ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ (نساء: ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلتا ہے اور پھر اس کو موت آلیتی ہے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔

پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام کے گھر گئے تو اس وقت وہ حضرت عبادہ بن صامت کے نکاح میں تھیں اور دوسری روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے بعد میں حضرت عبادہ سے نکاح کیا، اس لیے پہلی روایت کو دوسری روایت پر محمول کیا جائے گا بایں طور کہ راوی نے بعد میں ہونے والے نکاح کی پہلے خبر دے دی[1]

باب ۶۷ فضل الرباط فی سبیل اللہ عزوجل

خدا کے راستہ میں پہرہ دینے کی فضیلت

۴۸۲۳۔ حدثنا عبداللہ بن عبدالرحمن بن بہرام الدارمی حدثنا ابوالولید الطیالسی حدثنا لیث (یعنی ابن سعد) عن ایوب بن موسی عن مکحول عن شرحبیل بن السمط عن

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کا وہ عمل جاری رہے گا،

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رِبَاطُ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّ قِيَامِهٖ وَاِنْ مَاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهٗ وَاُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ وَاَمِنَ الْفُتَّانَ۔

اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو قبر کے فتنوں سے محفوظ جائے گا۔

۴۸۲۴۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ عُقْبَةَ عَنْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ السَّمْطِ عَنْ سَلْمَانَ الْخَيْرِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ عَنْ اَيُّوْبَ بْنِ مُوْسٰى۔

حضرت سلمان خیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی ایک روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث میں اسلام کی سرحدوں پر پہرہ دینے والوں کی ظاہر فضیلت ہے، کیونکہ ان کی موت کے بعد بھی ان کا عمل جاری رہتا ہے، اس فضیلت میں ان کا کوئی اور شریک نہیں ہے اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں صراحۃً ہے سرحد پر پہرہ دینے والے کے سوا ہر شخص کا عمل موت کے بعد منقطع ہو جاتا ہے، اور سرحدی محافظ کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے۔

بَابُ ۶۷ بَيَانِ الشُّهَدَآءِ

شہیدوں کا بیان

۴۸۲۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَّمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ فَقَالَ الشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ الْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کہیں جا رہا تھا اس نے راستہ میں ایک خار دار شاخ دیکھی تو اس کو راستہ سے ایک طرف ہٹا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کر لیا اور اس کو بخش دیا، پھر آپ نے فرمایا: پانچ شخص شہید ہیں، (۱) طاعون کی بیماری میں مرنے والا۔ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، (۳) ڈوبنے والا، (۴) کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا۔ (۵) اور جو شخص اللہ عزوجل کی راہ میں شہید ہو۔

۴۸۲۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم شہید کس کو سمجھتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو شخص اللہ عزوجل

الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ قَالَ اِنَّ شُهَدَآءَ اُمَّتِيْ اِذًا لَقَلِيْلٌ قَالُوْا فَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ قَالَ ابْنُ مِقْسَمٍ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِيْكَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ قَالَ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ.

کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، آپ نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، اور جو شخص اللہ کی راہ میں مر جائے وہ شہید ہے، جو شخص طاعون میں مرے وہ شہید ہے، جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرے وہ شہید ہے، ابن مقسم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے باپ نے یہ بھی کہا تھا کہ جو ڈوب جائے وہ شہید ہے۔

۴۸۲۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ سُهَيْلٌ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ اَشْهَدُ عَلٰى اَخِيْكَ اَنَّهٗ زَادَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَنْ غَرِقَ فَهُوَ شَهِيْدٌ.

عبید اللہ بن مقسم نے کہا کہ میں تیرے بھائی پر گواہی دیتا ہوں اور اس حدیث میں یہ زیادہ ہے کہ جو غرق ہو جائے وہ شہید ہے۔

۴۸۲۸۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مِقْسَمٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَزَادَ فِيْهِ وَالْغَرِقُ شَهِيْدٌ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے اس میں ہے کہ جو شخص غرق ہو جائے وہ شہید ہے۔

۴۸۲۹۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِيْ ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيْرِيْنَ قَالَتْ قَالَ لِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ بِمَ مَاتَ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ قَالَتْ قُلْتُ بِالطَّاعُوْنِ قَالَتْ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.

حفصہ بنت سیرین کہتی ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک نے پوچھا کہ یحییٰ بن ابی عمرہ کس سبب سے فوت ہوئے تھے؟ میں نے کہا طاعون سے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ہر مسلمان کی شہادت ہے۔

۴۸۳۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

بمثلہ۔

علامہ سیوطی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی نے کتاب التبشیت میں حکمی شہداء کی تعداد کو تیس تک پہنچایا ہے انھوں نے کہا: (۱) جو شخص پیٹ کی بیماری (خواہ اسہال ہو یا استسقاء) میں فوت ہو جائے (۲) ڈوب جائے (۳) کسی چیز کے نیچے دب جائے (۴) نمونیہ ہو جائے (۵) عورت دردِ زہ میں مر جائے (۶) پھیپھڑوں کی بیماری ہو (۷) سفر ہو (۸) مرگی ہو (۹) بخار ہو (۱۰) اہل کی حفاظت کر رہا ہو (۱۱) مال کی حفاظت کر رہا ہو (۱۲) جان کی حفاظت کر رہا ہو (۱۳) مظلوم ہو یعنی ظلماً مارا جائے (۱۴) کسی سے عشق ہو اور اس کو مخفی رکھے اور حرام سے بچے (۱۵) جس شخص کے گلے میں پانی وغیرہ کا پھندا لگنے سے اچھو ہو اور اس سے مر جائے (۱۶) درندے نے پھاڑ کھایا ہو (۱۷) بادشاہ نے ظلماً قید کیا ہو (۱۸) یا زبردستی پٹوایا ہو۔ (۱۹) بادشاہ کے خوف سے روپوشی میں مر گیا ہو، (۲۰) سانپ، بچھو وغیرہ نے کاٹا ہو (۲۱) علم شرعی کی طلب میں مرا ہو (۲۲) ثواب کی نیت سے اذان دیتا ہو (۲۳) سچا تاجر (۲۴) جو شخص اپنے اہل، اولاد اور دیگر ماتحت لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری کرتا ہو اور ان کو حلال کمائی کھلاتا ہو (۲۵) جہاز میں متلی اور قے سے مر جائے (۲۶) جو عورت سوکن یا کسی دوسری عورت سے غیرت پر صبر کر کے مرے (۲۷) جو شخص ہر روز پچیس بار یہ دعا مانگے اللھم بارک لی فی الموت وفیما بعد الموت (۲۸) جو شخص نماز چاشت پڑھے، ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر حضر میں کبھی وتر کو ترک نہ کرے (۲۹) جو شخص امت کے فساد کے وقت سنت نبوی پر مضبوطی سے قائم رہے، (۳۰) جو شخص اپنے مرض موت میں چالیس بار کہے لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

بعض مالکی علماء اور علامہ شامی کے تتبع سے حکمی شہداء کی تعداد کا بیان

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بعض مالکی علماء نے اس تعداد پر چند شہداء کا مزید اضافہ کیا ہے، (۱) جو شخص جل کر مر جائے (۲) جو شخص گھوڑا تیار کر کے جہاد کا منتظر رہے (۳) جو شخص ہر شب سورۂ یٰسین پڑھے (۴) جو شخص سواری سے گر کر مر جائے (۵) جو رات کو باوضو سوئے اور اس کو باوضو موت آئے (۶) جو شخص تمام زندگی لوگوں کی خاطر مدارات کرتا رہے (۷) جو شخص ہر روز سو بار درود شریف پڑھے (۸) جو شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے کی دعا کیا کرے (۹) جو شخص ضرورت کے وقت مسلمانوں کے کسی شہر میں غلہ پہنچانے کا انتظام کرے (۱۰) جو شخص جمعہ کے دن وفات پائے (۱۱) جو شخص صبح کو تین بار پڑھے: اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے اور اسی دن وفات پائے، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی نے دو قسمیں ذکر کی ہیں، (۱) جو طاعون کی جگہ پر صبر کر کے ٹھیرا رہے، (۲) عورت نفاس میں مر جائے[1]

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد تیس بیان کی، بعض مالکی علماء نے ان پر مزید گیارہ کا اضافہ کیا اور علامہ شامی نے بھی ان کے علاوہ دو قسمیں بیان کیں اور یہ کل تینتالیس اقسام ہو گئیں، لیکن علامہ شامی نے ان میں سے صرف دو، تین قسموں کے ثبوت میں احادیث پیش کی ہیں اور باقی تمام اقسام کے متعلق احادیث پیش نہیں کیں اور فرمایا

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۸۵۳-۸۵۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کو ہم نے اختصار کی وجہ سے دلائل کو حذف کر دیا ہے۔

ہم نے اس سلسلہ میں احادیث اور آثار سے تتبع کر کے حکمی شہداء کی تعداد پینتالیس ۴۵ تک پہنچا دی ہے اور ان تمام اقسام کو ہم نے جن احادیث اور آثار سے تلاش کیا ہے ان کو اب ہم پیش کر رہے ہیں، فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

مصنّف کے تتبّع سے حکمی شہداء کی تعداد کا احادیث اور آثار کے حوالوں سے بیان

ایک حدیث میں پانچ شہداء کا بیان ہے؛ طاعون میں مرنے والا، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا، ڈوبنے والا، دب کر مرنے والا اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشھداء خمسۃ المطعون والمبطون، والغرق وصاحب الھدم والشھید فی سبیل اللہ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء پانچ ہیں، طاعون زدہ، پیٹ کی بیماری والا، ڈوبنے والا، دب کر مرنے والا اور شہید فی سبیل اللہ۔

اس حدیث میں پانچ شخصوں پر شہید کا اطلاق کیا گیا ہے اور سنن ابوداؤد کی روایت میں تین اور شخصوں کا اضافہ ہے اور آٹھ شخصوں پر شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ روایت یہ ہے:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عتیک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وما تعدون الشھادۃ، قالوا القتل فی سبیل اللہ تعالیٰ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشھادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللہ المطعون شھید، والغرق شھید وصاحب ذات الجنب شھید والمبطون شھید، و صاحب الحریق شھید والذی یموت تحت الھدم شھید والمرأۃ تموت بجمع شھید۔ [2]

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا، تم لوگ کس چیز کو شہادت شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ عزوجل کی راہ میں قتل ہونے کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل فی سبیل اللہ کے سوا شہادت کی سات قسمیں اور ہیں، طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔ غرق ہونے والا شہید ہے، ذات الجنب میں مرنے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے اور اگر (حاملہ) عورت دردِ زہ میں مبتلا ہو کر مر جائے تو شہید ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

ان آٹھ قسموں کے علاوہ امام بخاری نے ایک اور قسم بیان کی ہے:

عن عبد اللہ بن عمر وقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قتل دون مالہ فھو شھید۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

اس مفہوم کی حدیث امام مسلم نے بھی حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ [2]

امام ترمذی نے مال کے علاوہ، جان کی حفاظت، بیوی، بچوں کی حفاظت اور دین کی حفاظت میں قتل کیے جانے والے شخص کے متعلق بھی حدیث روایت کی ہے، اس طرح بارہ قسمیں ہو گئیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن زید قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید۔ [3]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے "جو شخص مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے، جو دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے اور جو اپنے بیوی اور بچوں کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

امام احمد نے ایک روایت بیان کی ہے اس میں سواری سے گرنے والے کو بھی حضور نے شہید فرمایا ہے، اس طرح تیرہ اقسام ہو گئیں۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما تعدون الشھید قالوا الذی یقاتل فی سبیل اللہ حتی یقتل قال ان الشھید فی امتی اذا لقلیل القتیل فی سبیل اللہ شھید، والطعین فی سبیل اللہ شھید والغریق فی سبیل اللہ شھید، والخار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم لوگ کس شخص کو شہید شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے حتیٰ کہ قتل ہو جائے، آپ نے فرمایا پھر تو میری امت میں شہید بہت کم ہوں گے! اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید ہے، طاعون میں مرنے والا شہید ہے، جو شخص اللہ کی راہ میں غرق ہوا وہ ــــ

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن دابتہ فی سبیل اللہ شھید والمجنوب فی سبیل اللہ شھید ۔[1]

شہید ہے، جو شخص اللہ کی راہ میں سواری سے گر کر مرا وہ شہید ہے اور جو شخص اللہ کی راہ میں نمونیہ سے مرا وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ کے راستہ میں مرگیا وہ شہید ہے، اللہ کے راستہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص علم دین پڑھتے ہوئے یا پڑھاتے ہوئے مرگیا یا نماز کو جاتے ہوئے راستہ میں مرگیا، یا حج کو جاتے ہوئے یا دینی کتب کی تصنیف وتالیف کے دوران مرگیا یا اللہ کی رضا جوئی میں کسی بھی نیک کام کو جاتے ہوئے یا نیک کام کرتے ہوئے مرگیا تو وہ شہید ہے، اس طرح چودہ اقسام ہوگئیں اور یہ چودھویں قسم متعدد اقسام کو متضمن ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن نوفل قال: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المیت فی سبیل اللہ شھید ۔[2]

حضرت عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات فی سبیل اللہ فھو شھید ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے راستہ میں مرجائے وہ شہید ہے۔

ایک روایت میں پہاڑ سے گر کر مرنے والے اور جس کو درندے کھالیں اس کو بھی شہید فرمایا ہے، اس طرح سولہ اقسام ہوگئیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال ان من یتردی من رؤوس الجبال وتاکلہ السباع، ویغرق فی البحر یشھد عند اللہ ۔[4]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص پہاڑ کی چوٹیوں سے گر کر مرجائے اور جس کو درندے کھا جائیں اور جو سمندر میں ڈوب جائے وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہید ہیں۔

ایک روایت میں حالتِ نفاس میں مرنے والی عورت کو بھی شہید فرمایا ہے اس طرح سترہ اقسام ہوگئیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال، قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

علیہ وسلم ما تعدون الشهید فیکم؟ قالوا من قتل فی سبیل الله، قال ان شهداء امتی لقلیل اذا القتل فی سبیل الله شهادة، والغرق شهادة والطاعون شهادة و النفساء شهادة۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کس شخص کو شہید شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے کہا جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، آپ نے فرمایا پھر تو میری امت کے شہداء بہت کم ہوں گے، اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا شہادت ہے، ڈوبنا شہادت ہے، طاعون شہادت ہے اور حالت نفاس میں مرنا شہادت ہے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے یا اپنے اہل کے لیے رزق حلال کی طلب میں مر جائے تو وہ شہید ہے اور ان دو کو ملا کر انیس اقسام ہو گئیں۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ایوب قال: اشرف علی النبی صلی الله علیہ وسلم واصحابہ رجل من قریش من راس تلّ، فقالوا ما اجلد هذا الرجل! لو کان جلدہ فی سبیل الله، ——— فقال النبی صلی الله علیہ وسلم او لیس فی سبیل الله الا من قتل؟ ثم قال من خرج فی الارض یطلب حلالاً یکف به اهله فهو فی سبیل الله و من خرج یطلب حلالاً یکف به نفسه فهو فی سبیل الله ومن خرج یطلب التکاثر فهو فی سبیل الشیطان۔[2]

حضرت ایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے ٹیلہ کی چوٹی سے قریش کے ایک آدمی کو آتے دیکھا، صحابہ نے کہا یہ شخص کتنا طاقتور ہے، کاش اس کی طاقت اللہ کے راستے میں خرچ ہوتی، اس پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا صرف وہی شخص اللہ کے راستہ میں ہے جو قتل کر دیا جائے؟ پھر فرمایا جو شخص اپنے اہل کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے اور جو شخص اپنے آپ کو سوال سے روکنے کے لیے حلال کی طلب میں نکلے وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہے، البتہ جو شخص مال کی کثرت کی طلب میں نکلے وہ شیطان کے راستہ میں ہے۔

ایک روایت میں ہے جو شخص بھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو کر فوت ہو وہ شہید ہے، اس کے ساتھ بیس اقسام ہو گئیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن مسروق قال: الطاعون والبطن والنفساء والغرق وما اصیب به مسلم فهو له شهادة۔[3]

مسروق بیان کرتے ہیں کہ طاعون، پیٹ کی بیماری، نفاس میں عورت کا مرنا، ڈوبنا اور مسلمان کو جس مصیبت (حادثہ) کی وجہ سے بھی موت آئے وہ شہادت ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۷۱-۲۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۵ ص ۲۷۲-۲۷۱ ، " " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۳۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے صدق دل کے ساتھ شہادت کی دعا کرے تو اس کو بھی شہادت کا مرتبہ ملتا ہے اور یہ اکیسویں قسم ہے۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك رضی الله عنه ان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال، من سأل الله القتل فی سبیل الله صادقاً ثم مات اعطاه الله اجر شهید۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے صدق دل سے اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا سوال کیا اور پھر مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سهل بن حنیف ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال، من سأل الله الشهادة صادقاً من قلبه بلغه الله منازل الشهداء و ان مات علی فراشه۔[2]

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کو طلب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو شہداء کے درجات پر پہنچائے گا خواہ وہ شخص بستر پر فوت ہو۔

صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۸۱۵ میں بھی یہی ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پھیپھڑوں کی بیماری (مثلاً تپ دق) اور سفر میں مرنے والا بھی شہید ہے، ان دو کو ملا کر تئیس قسمیں ہو گئیں۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الملك بن هارون بن عنترة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قتل فی سبیل الله فهو شهید والمتردی شهید، والنفساء شهید والغرق شهید وذات الجلوانی والسل شهید والحریق شهید والغریب شهید۔[3]

عبدالملک بن ہارون اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، پہاڑ سے گر کر مرنے والا شہید ہے، نفاس میں مرنے والی عورت شہید ہے، ڈوب کر مرنے والا شہید ہے، علوانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پھیپھڑوں کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے، جل کر مرنے والا شہید ہے، اور سفر میں مرنے والا شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص دن میں پچیس بار یہ دعا کرے اللهم بارك فی الموت و فیما بعد الموت، پھر وہ فوت ہو اللہ تعالیٰ اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا، اس کے ساتھ چوبیس قسمیں ہو گئیں۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

علیہ وسلم من قال فی یوم خمسًا وعشرین مرۃ اللّٰھم بارك فی الموت و فیما بعد الموت ثم مات علی فراشہ اعطاہ اللہ اجر شھید ۔[1]

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ایک دن میں پچیس بار یہ دعا کی، "اللّٰھم بارك فی الموت وفیما بعد الموت" اس کو اللہ تعالیٰ شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ نیزہ کی ضرب سے مرنا بھی شہادت ہے، اور یہ پچیس قسمیں ہو گئیں۔

امام علی متقی ابن تانع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ربیع الانصاری الطعن والطاعون و الھدم واکل السبع والغرق والحرق والبطن وذات الجنب شھادۃ ۔[2]

حضرت ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ نیزہ کی ضرب، طاعون، کسی چیز کے نیچے دب کر مرنا درندوں کا کھانا، آگ میں جلنا، پیٹ کی بیماری میں مرنا اور نمونیہ شہادت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور حرام سے بچا وہ بھی شہید ہے، اور یہ چھبیس قسمیں ہو گئیں۔

علامہ علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن عائشۃ من عشق فعف ثم مات مات شھیدًا ۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جو شخص کسی پر عاشق ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو حرام کاری سے بچایا، پھر مر گیا وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص بخار کی بیماری میں مرے وہ شہید ہے اور یہ ستائیس اقسام ہو گئیں۔

امام علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن انس الحمی شھادۃ ۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بخار شہادت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر جائے وہ شہید ہے، اب اٹھائیس قسمیں ہو گئیں۔

امام علی متقی سنن ابن ماجہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ من مات مرابطًا مات شھیدا ۔[5]

جو شخص سرحد کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا وہ شہید ہے۔

ایک روایت میں ہے جو شخص کسی گڑھے میں گر کر مر گیا وہ شہید ہے، اب انتیس قسمیں ہو گئیں۔

امام علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن عبید اللہ بن جبیر وما تعدون الشھادۃ

حضرت عبد اللہ بن جبیر سے روایت ہے "کیا تم صرف

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] امام علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۴، ص ۴۱۶، " " " "

[4] " " " " ، کنز العمال ج ۴، ص ۴۱۶، " " " "

[5] " " " " ، کنز العمال ج ۴، ص ۴۱۸، " " " "

الا من قتل فی سبیل اللہ ؟ ان شہداء کم اذا لقلیل؛ القتل فی سبیل اللہ شہادۃ ، والبطن شہادۃ والحرق شہادۃ والغرق شہادۃ ، والمغموم یعنی الہدم شہادۃ والمحقور شہادۃ والمرأۃ تموت بجمع شہادۃ ۔[1]

اس کو شہید سمجھتے ہو جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا جائے، پھر تو تمہارے شہداء بہت کم ہوں گے، اللہ کی راہ میں قتل کیا جانا شہادت ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنا شہادت ہے، جل کر مرنا شہادت ہے، ڈوب کر مرنا شہادت ہے، کسی چیز کے نیچے دب کر مرنا شہادت ہے، گڑھے میں گر کر مرنا شہادت ہے، عورت کا دردِ زہ میں مرنا شہادت ہے۔

ایک حدیث میں ہے جس شخص کو ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے اور یہ تیسویں قسم ہے۔

امام علی متقی مسند احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عمر وما من مسلم یظلم مظلمۃ فیقاتل الا قتل شہیدا ۔[2]

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص پر ظلم کیا جائے وہ لڑے اور مارا جائے تو وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اپنے حق کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور یہ اکتیسویں قسم ہے۔

امام علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن سوید بن مقرن من قتل دون مظلمتہ فہو شہید ۔[3]

حضرت سوید بن مقرن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے حق کی خاطر مارا جائے وہ شہید ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں بستر پر فوت ہو وہ بھی شہید ہے اور جس کو سانپ یا بچھو ڈس لے وہ بھی شہید ہے، جو اچھو سے مر جائے وہ شہید ہے، اس طرح چونتیس قسمیں ہو گئیں۔

امام علی متقی، طبرانی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المقتول فی سبیل اللہ شہید و المرء یموت علی فراشہ فی سبیل اللہ شہید والمبطون شہید، والمدوغ شہید، والغریق شہید، والشریق شہید، والذی یفترسہ السبع شہید والخار عن دابتہ شہید وصاحب الہدم شہید وصاحب ذات الجنب شہید، والنفساء یقتلہا ولدہا یجرہا بسرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں قتل کیا جانے والا شہید ہے، جو شخص اللہ کی راہ میں بستر پر مرے وہ شہید ہے، سانپ یا بچھو سے ڈسا جانے والا شہید ہے، ڈوبنے والا شہید ہے، اچھو سے مرنے والا شہید ہے، جس کو درندے پھاڑ کھائیں وہ شہید ہے، جو سواری سے گر جائے وہ شہید ہے جو دب کر مر جائے وہ شہید ہے، جو نمونیہ سے مر جائے وہ شہید ہے اور جو عورت نفاس میں مر جائے اس کا بچہ اس

---

[1] امام علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۱۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۰، " " " "

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۰، " " " "

الی الجنۃ۔ [1]

کو اپنی ناف سے گھسیٹ کر جنت میں لے جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص پڑوسی کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے، یہ پینتیسویں قسم ہے۔

امام علی متقی ابن نجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس من قتل دون اهله ظلمًا فهو شهيد، ومن قتل دون ماله ظلمًا فهو شهيد ومن قتل دون جاره ظلمًا فهو شهيد ومن قتل فی ذات الله فهو شهيد۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اہل کی حفاظت کرتے ہوئے ظلماً مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا ظلماً مارا گیا وہ شہید ہے، جو شخص اپنے پڑوسی کی حفاظت کرتے ہوئے ظلماً مارا گیا وہ شہید ہے، اور جو شخص اللہ کی ذات کی وجہ سے مارا گیا وہ شہید ہے۔

بعض احادیث میں ہے کہ جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے وہ مر جائے وہ شہید ہے جس شخص کے اوپر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے، جو عورت اپنے خاوند پر (کسی عورت کی وجہ سے) غیرت کرتی ہو اس کو شہید کا اجر ملے گا اور جو نیکی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو وہ بھی شہید ہے، اور جو اپنے بھائی کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے اور یہ چالیس قسمیں ہو گئیں۔

امام علی متقی ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغريق شهيد، والحريق شهيد، و الغريب شهيد، والمدنوغ شهيد، والمبطون شهيد، ومن يقع عليه البيت فهو شهيد، ومن يقع من فوق البيت فتندق رجله او عنقه فيموت فهو شهيد، ومن تقع عليه الصخرة فهو شهيد والغيرى على زوجها كالمجاهد فی سبيل الله فلها اجر شهيد، ومن قتل دون ماله فهو شهيد و من قتل دون نفسه فهو شهيد ومن قتل دون اخيه فهو شهيد ومن قتل دون جاره فهو شهيد والامر بالمعروف والناهی عن المنكر شهيد۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غرق ہونے والا شہید ہے، جلنے والا شہید ہے مسافر شہید ہے سانپ سے ڈسا جانے والا شہید ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے جس کے اوپر پتھر گر جائے وہ شہید ہے، جو شخص چھت سے گرے اور ٹانگ یا گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر جائے وہ شہید ہے جس پر پتھر گرے اور وہ مر جائے وہ شہید ہے، جو عورت اپنے خاوند پر غیرت کرتی ہو وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور اس کے لیے شہید کا اجر ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے بھائی کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے پڑوسی کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے

---

[1] ۔ امام علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۵، " " " "

[3] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۴ ص ۴۲۵، " " " "

جو شخص نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے وہ شہید ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص اللہ کی راہ میں ہو اور اس کو سواری گرا دے وہ شہید ہے (اس میں ٹریفک کے ہر قسم کے حادثات شامل ہیں اور اللہ کی راہ میں ہونا اس سے عام ہے کہ وہ جہاد کے لیے جائے یا رزق کمانے کے لیے یا کسی عبادت کے لیے یا کسی بھی نیک کام کے لیے) یا اس کو حشرات الارض میں سے کوئی ڈس لے یا اس کو کسی بھی طرح موت آجائے وہ شہید ہے (یہ تینتالیس اقسام ہوگئیں۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالك الاشعری قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من فصل فی سبیل الله عز وجل فمات او قتل فهو شهید او وقصه فرسه او بعیر او لدغته هامة او مات علی فراشه وبای حتف شاء الله فانه شهید وان له الجنة۔[1]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ عزوجل کے راستہ میں نکلا پھر مر گیا یا قتل کر دیا گیا وہ شہید ہے یا جس شخص کو گھوڑے یا اونٹ نے گرا دیا یا جس شخص کو حشرات الارض میں سے کسی نے ڈس لیا یا جو شخص (اس کی راہ میں) بستر پر مر گیا، یا جس طرح بھی اللہ نے چاہا اس کو موت آگئی تو وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت ہے۔

ایک حدیث میں ہے جو شخص طاعون کی جگہ سے نہ بھاگے اس کو شہید کا اجر ملے گا، اور یہ چوالیسویں قسم ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة انها سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الطاعون فقال کان عذابا یبعثه الله علی من یشاء فجعله الله رحمة للمؤمنین ما من عبد یکون فی بلدة یکون فیه ویمکث فیه لا یخرج من البلدة صابرا محتسبا یعلم انه لا یصیبه الا ما کتب الله له الا کان له مثل اجر شهید۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا طاعون ایک عذاب ہے جسے اللہ تعالیٰ جس قوم پر چاہتا ہے بھیج دیتا ہے، اور مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے طاعون کو رحمت بنا دیا، سو جو مسلمان کسی ایسے شہر میں ہو جس میں طاعون پھیلا ہوا ہو وہ اسی شہر میں ٹھہرا رہے اور صبر اور ثواب کی نیت کر کے اس شہر سے نہ نکلے اور اس پر یقین رکھے کہ جو چیز اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دی ہے وہ ہو کر رہے گی تو اس کو شہید کا اجر ملے گا۔

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مطبعۃ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ایک اور حدیث میں ہے جو شخص کسی بھی بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے اور اب شہداء کی پینتالیس قسمیں ہو گئیں۔
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات مریضًا مات شھیدا ووقی فتنۃ القبر وغدی ویراح علیہ برزقہ من الجنۃ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیماری میں مرا وہ شہید ہو کر مرا اس کو قبر کے فتنہ سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کو صبح و شام جنت سے رزق دیا جائے گا۔

میں نے بعض حواشی میں پڑھا تھا کہ علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث اور آثار سے تیس حکمی شہداء کا بیان کیا ہے، مجھے وہ رسالہ دستیاب نہیں ہو سکا، تاہم میں نے توکلاً علی اللہ کتب احادیث میں ایسی احادیث کو تلاش کیا جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص عمل پر شہادت کی بشارت دی ہو، اور "من جد وجد" کے مصداق الحمد للہ مجھے ایسی صریح احادیث مل گئیں جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پینتالیس مختلف عملوں پر شہادت کی بشارت دی ہے، اس سے پہلے میرے علم میں ایسی کوئی تصنیف نہیں ہے جس میں احادیث کے حوالوں سے حکمی شہداء کی تعداد کو بیان کیا گیا ہو، روایات میں علامہ سیوطی کی نظر بہت وسیع ہے لیکن انھوں نے بھی بقول علامہ شامی احادیث کے حوالوں سے تیس شہداء کا بیان کیا ہے اور میں ان کے سامنے طفل مکتب اور بالکل تہی دامن ہوں اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مجھے احادیث کے حوالوں سے پینتالیس شہداء کا بیان کرنے کی توفیق دی، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ہر مومن کامل شہید ہے

حکمی شہداء کی تعداد کے سلسلہ میں تتبع اور چھان بین کرتے ہوئے مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہر مومن کامل شہید ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ (الحدید: ۱۹)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے، وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے رب کے پاس ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

فقہاء تابعین میں سے حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ہر مومن شہید ہے۔
امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن مجاھد کل مؤمن شھید ثم تلا والذین آمنوا باللہ ورسلہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم۔ [2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر مومن شہید ہے پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی (ترجمہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے، وہی اللہ کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،
[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۵ ص ۲۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ لوگ اپنے رب عزوجل کے نزدیک یعنی اس کے علم اور اس کے حکم میں صدیق اور شہید ہیں، اور اس آیت سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے درجات اور مقامات کی بلندیوں میں صدیقین اور شہداء کے درجہ میں ہیں، بعض علماء نے کہا ہے کہ یہاں شہداء سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ لوگ دوسری امتوں اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق گواہی دیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وکذلک جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس لیکن پہلی تفسیر کی تائید میں بکثرت احادیث اور آثار مروی ہیں، اس لیے وہی تفسیر راجح ہے۔

امام ابن جریر نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے مومن شہداء ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی لوگ اللہ کے نزدیک صدیق اور شہداء ہیں" اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابوہریرہ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا "تم میں سے ہر شخص صدیق اور شہید ہے" کہا گیا اے ابوہریرہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا قرآن مجید کی یہ آیت پڑھو والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ (الآیۃ) اور امام عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ہر مومن شہید ہے اور اس پر انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا، عبد بن حمید نے عمرو بن میمون سے اس کی مثل روایت کی ہے اور امام ابن حبان نے عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کیا: یارسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر میں یہ گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اور پانچ نمازیں پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور رمضان میں قیام کروں تو پھر میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ نے فرمایا صدیقین اور شہداء میں سے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: مناسب یہ ہے کہ اس آیت میں مومن سے مراد وہ شخص ہو جس کا ایمان کامل اور قابل شمار ہو اور یہ وہی شخص ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی قابل ذکر عبادت کرتا ہو ورنہ یہ بات بہت بعید ہے کہ جو شخص نفسانی تقاضوں اور شہوات میں ڈوبا ہوا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادات سے غافل ہو وہ قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کے زمرہ میں ہو! اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے لوگوں سے کہا یہ بتاؤ کہ جو شخص لوگوں کی عزت و ناموس کی پردہ دری کرتا ہو تم اس کی مذمت کیوں نہیں کرتے، لوگوں نے کہا ہم اس کی بدزبانی سے ڈرتے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا پھر تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو قیامت کے دن ان امتوں کے خلاف گواہی دیں گے جنہوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی تھی! اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللعانون لا یکونون شھداء "لعنت کرنے والے گواہی نہیں دیں گے" اور امام ابن مردویہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنی جان اور اپنے دین پر فتنہ کے خوف سے اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف بھاگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جب وہ مر جائے تو اللہ تعالیٰ شہید کی طرح اس کی روح کو قبض کرتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء پھر آپ نے فرمایا وہ شخص ان میں داخل ہے، پھر آپ نے فرمایا جو لوگ اپنے دین کو بچانے کے لیے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کی طرف بھاگتے ہیں وہ قیامت کے دن جنت میں

حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے درجہ میں ہوں گے، علامہ آلوسی لکھتے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا ہے کہ وہ شخص ان صدیقین اور شہداء میں داخل ہے، اس سے یہ مراد ہو کہ وہ ان میں سب سے پہلے داخل ہوگا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درجہ سے مراد اس جیسا درجہ ہے۔

ضحاک سے ایک یہ روایت بھی منقول ہے کہ یہ آیت ابتداءً اسلام میں سبقت کرنے والے آٹھ صحابہ کے حق میں نازل ہوئی وہ یہ ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم، لیکن اہل علم پر مخفی نہیں ہے مورد کی خصوصیت کے مقابلہ میں الفاظ کے عموم کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

بعض مفسرین نے کہا اولئک ھم الصدیقون۔ تک ایک جملہ پورا ہو گیا اور والشھداء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم۔ سے نیا جملہ شروع ہے پھر اس تقدیر پر یہ بھی اختلاف ہے کہ شہداء سے مراد شہداء فی سبیل اللہ ہیں یا انبیاء مراد ہیں جو قیامت کے دن شہادت دیں گے، علامہ ابوالحیان اندلسی نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، (علامہ آلوسی فرماتے ہیں) جو شخص انصاف سے کام لے گا اس کو اس پر یقین ہوگا کہ ہم نے احادیث اور آثار کی روشنی میں جو پہلی تفسیر بیان کی ہے وہی صحیح تفسیر ہے۔ [1]

شہداء کی تعداد کے بیان کے سلسلہ میں میں نے کافی محنت کی ہے اور اس سلسلہ میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور مجھے بھی درجہ شہادت پر فائز فرمائے، آمین یا رب العالمین بحرمۃ نبیک محمد خاتم النبیین سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔

شہید کی وجہ تسمیہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: نضر بن شمیل نے کہا ہے کہ اللہ کی راہ قتل کیے جانے والے کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوتا ہے اور اس کی روح جنت میں شاہد اور موجود ہوتی ہے اس کے برخلاف دوسرے مسلمانوں کی ارواح صرف قیامت کے دن جنت میں شاہد اور موجود ہوں گی، اور ابن الانباری نے کہا کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے حق میں جنت کی شہادت دیتے ہیں سو یہاں پر شہید مشہود لہ بالجنۃ کے معنی میں ہے، ایک قول یہ ہے اس کو اس لیے شہید کہتے ہیں کہ اس کی روح جسم سے نکلتے ہی اس اجر و ثواب پر شاہد اور موجود ہو جاتی ہے جو اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ شہادت کے وقت رحمت کے فرشتے اس کے پاس شاہد اور موجود ہوتے ہیں اور وہ اس کی روح لے جاتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس کا شہید ہونا اس کے ایمان اور خاتمہ بالخیر کی شہادت دیتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کے شہید ہونے پر اس کا خون اور اس کے زخم شاہد اور گواہ ہوتے ہیں، ازہری وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ قیامت کے دن دوسری امتوں پر شہادت اور گواہی دے گا لیکن یہ چیز صرف شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ [2]

حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء شافعیہ کا مسلک

علامہ نووی شافعی لکھتے

---

[1] علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۱۸۴-۱۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں، شہید کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔ جو شخص کفار کے خلاف جنگ میں کسی بھی سبب سے قتل کیا جائے، یہ شخص شہید الدنیا والآخرۃ ہے۔ اخروی شہادت کا ثمرہ اجر و ثواب اور عزت و کرامت ہے اور دنیاوی شہادت کا ثمرہ یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲)۔ جو شخص پیٹ کی بیماری یا طاعون میں مر جائے یا دب کر مر جائے یا اپنے مال وغیرہ کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے یا اور کسی ایسی وجہ سے مارا جائے جس کو احادیث میں شہید فرمایا گیا ہے، یہ صرف اخروی ثواب کے اعتبار سے شہید ہے دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں ہے، اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں اس کا اجر و ثواب پہلی قسم کے شہید سے کم ہوگا۔

(۳)۔ جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی یا اور کوئی ایسا کام کیا جس کی بناء پر احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع فرمایا ہے ایسا شخص جب کفار کے خلاف جنگ میں قتل کیا جائے تو یہ صرف دنیاوی احکام کے اعتبار سے شہید ہے یعنی اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور اخروی احکام کے اعتبار سے شہید نہیں اور اس کو شہداء کا کامل ثواب نہیں ملے گا۔ [1]

حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء مالکیہ کا مسلک

امام مالک اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو غسل دیا گیا، کفن پہنایا گیا اور وہ اللہ کی رحمت سے شہید تھے۔ امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ اہل علم سے ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو جائیں، ان کو غسل دیا جائے گا نہ اس ان میں سے کسی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور جن کپڑوں میں وہ قتل کیے گئے ہیں انھیں میں ان کو دفن کر دیا جائے گا، امام مالک فرماتے ہیں جو مسلمان میدان کارزار میں قتل کر دیا جائے اور موت تک اس کا پتا نہ چلے اس کے بارے میں یہی سنت ہے، لیکن جس شخص کو میدان جنگ سے اٹھا کر لایا گیا اور جب تک اللہ نے چاہا وہ زندہ رہا تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ [2]

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

شہادت ایک ایسی فضیلت ہے جس کی بناء پر، غسل میت کی فرضیت، اس کو نئے کفن پہنانے کا حکم اور اس کی نماز جنازہ کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، امام شافعی کا بھی یہی مسلک ہے اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا لیکن اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ علامہ باجی فرماتے ہیں یہ حکم اس مقتول کے بارے میں ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا ہو، لیکن جس شخص نے اپنے گھر کے اندر کسی دشمن سے مدافعت میں جنگ کی اور وہ

---

[1]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2]۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ مؤطا امام مالک ص ۴۷۹۔ ۴۷۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

قتل کر دیا گیا تو ابن قاسم یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اور ابن وہب اور اشہب یہ کہتے ہیں کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس نے اپنی مدافعت میں جنگ کی ہو اور اگر اس نے مدافعت نہیں کی اور دشمن نے بغیر مزاحمت کے اس کو قتل کر دیا، مثلاً اچانک دشمن آکر اس پر ٹوٹ پڑے یا اس کو سوتے میں قتل کر دیا یا قید کرنے کے بعد قتل کر دیا تو اشہب کہتے ہیں کہ اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور سحنون اور ابن مبشر کہتے ہیں کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی حال تھا ان کو جنگ میں نہیں بلکہ غفلت میں قتل کیا گیا تھا اور اس قتل میں ان کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں تھی اور ان کو غسل بھی دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور یہ عمل تمام صحابہ کے سامنے ہوا اس پر اجماع ہو گیا۔ (علامہ ابوالولید نے امام سحنون اور ابن مبشر کی طرف سے جو دلیل پیش کی ہے وہ ان کے قول کے بالکل برعکس ہے۔ سعیدی غفرلہ) [1]

حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء حنبلیہ کا مسلک

علامہ ابن قدامہ حنبلی

لکھتے ہیں:

شہید جب میدان جہاد میں قتل کیا گیا ہو تو اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، غسل کے مسئلہ میں تمام اہل علم کا اتفاق ہے، البتہ حسن بصری اور سعید بن مسیب کا قول یہ ہے کہ شہید کو غسل دیا جائے گا کیونکہ ہر میت موت کے وقت جنبی ہوتا ہے، تاہم شہید کو غسل نہ دینے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کی اقتداء کرنا زیادہ لائق ہے۔

شہید کی نماز جنازہ کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، امام مالک، امام شافعی اور اسحاق کا یہی قول ہے اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، اس قول کو علال نے اختیار کیا ہے اور یہی ثوری اور امام ابوحنیفہ کا قول ہے، امام احمد کے اس قول کی تشریح یہ ہے کہ شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے، ایک جگہ امام احمد نے کہا اگر شہید کی نماز جنازہ پڑھ لی تو کوئی حرج نہیں۔ اور ایک جگہ کہا کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنا اچھا ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بھی ٹھیک ہے، ان دونوں روایتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام احمد کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ مستحب ہے واجب نہیں ہے، استحباب کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد کی طرف تشریف لے گئے اور شہداء احد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر پر لوٹ آئے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نماز جنازہ پڑھی۔

(علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ شہداء احد کو ان کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے، آپ نے ان کو غسل دیا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی، اور حضرت عقبہ کی حدیث شہداء احد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ آپ نے آٹھ سال بعد ان کی قبروں پر نماز پڑھی تھی حالانکہ ان کی قبریں

---

[1] علامہ ابوالولید سلیمان بن عبدالملک باجی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، المنتقی ج ۳ ص ۲۱۰، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

پر نماز بالکل نہیں پڑھی جاتی تھی، شہید کو غسل نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بدن سے شہادت کے آثار نہ دھل جائیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تم میں سے جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا اور اللہ کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہو رہا ہے، وہ قیامت کے دن جب آئے گا تو اس کے خون کا رنگ خون کی طرح ہوگا اور اس سے خوشبو مشک کی آرہی ہوگی، اور شہید سے نماز جنازہ ساقط ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور نماز جنازہ مُردوں کی پڑھی جاتی ہے (اس دلیل پر یہ اعتراض ہوگا کہ پھر شہید کو دفن بھی نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دفن مُردوں کو کیا جاتا ہے اور شہداء زندہ ہوتے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نماز جنازہ میں میت کی شفاعت کی جاتی ہے اور شہید شفاعت سے مستغنی ہوتا ہے کیونکہ وہ خود اپنے گھر کے ستر افراد کی شفاعت کرتا ہے (اس دلیل پر بھی یہ اعتراض ہے کہ شہید سے حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے اس لیے اس کو بھی بہر حال شفاعت کی احتیاج ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہ۔) [1]

جو شخص ظلماً قتل کیا گیا یا اپنے مال یا اپنی جان یا اپنے اہل وعیال کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے قتل کیا گیا۔ اس کے متعلق امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا، خلال نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ اس کا مرتبہ اس شخص کے مرتبہ سے کم ہے جو میدان جہاد میں شہید ہوتا ہے، امام احمد کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیونکہ یہ اس شخص کے مشابہ ہے جو میدان جہاد میں شہید ہوا ہو، شعبی، اوزاعی اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مال کے پاس قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔

جو شخص بغیر قتل کے شہید ہو مثلاً جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرا یا طاعون میں مرا یا ڈوب کر مرا یا چھت یا دیوار کے نیچے آکر مرا یا عورت نفاس میں مری تو ان سب کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، ہمارے علم میں کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، البتہ حسن بصری سے یہ قول منقول ہے کہ نفاس میں مرنے والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے کیونکہ وہ شہید ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ایک عورت نفاس میں فوت ہو گئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے وسط میں کھڑے ہوئے (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور حضرت سعد بن معاذ شہید ہوئے اور آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، اور حضرت عمر اور حضرت علی شہید ہوئے اور مسلمانوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ [2]

حقیقی اور حکمی شہید کے غسل، نماز جنازہ اور دیگر احکام میں فقہاء احناف کا مسلک اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " ، المغنی ج ۲، ص ۲۰۷، " " " "

جب کسی شہید (مسلمان شخص) کو میدان جنگ میں قتل کر دیا جائے تو ہمارے نزدیک اس کو غسل نہیں دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، حسن بصری یہ کہتے ہیں کہ شہید کو غسل بھی دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کے متعلق فرمایا "انہیں ان کے خون کے ساتھ کپڑوں میں لپیٹ دو اور ان کو غسل مت دو کیونکہ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی رگوں سے خون بہ رہا ہو گا اس کا رنگ خون کی طرح ہو گا اور خوشبو مشک کی طرح ہو گی۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے (اسی طرح امام مالک کا مذہب ہے اور امام احمد کا ایک قول ہے) کہا ہے کہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد میں سے کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، نیز شہداء شہادت کی بناء پر گناہوں سے پاک ہو گئے اور نماز جنازہ میت کے لیے دعا اور شفاعت ہے اور وہ اس دعا اور شفاعت سے اس طرح مستغنی ہیں جس طرح غسل سے مستغنی ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے شہداء کو زندہ قرار دیا ہے اور نماز جنازہ مردے کی پڑھی جاتی ہے زندہ کی نہیں پڑھی جاتی۔

(علامہ سرخسی فرماتے ہیں:) ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ پڑھی، حتیٰ کہ روایت ہے کہ آپ نے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی، اور اس کی تاویل یہ ہے کہ حضرت حمزہ کا جسد آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا، آپ کے سامنے ایک ایک کر کے شہید کو لایا جاتا اور آپ اس کی نماز جنازہ پڑھتے اس سے راوی نے یہ گمان کر لیا کہ آپ نے حضرت حمزہ کی ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے کہ شہداء احد میں سے کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی سو یہ ضعیف روایت ہے، اور اس کی یہ بھی تاویل ہے کہ حضرت جابر اس دن بہت مشغول تھے کیونکہ ان کے والد، ان کے بھائی اور ان کے ماموں سب شہید ہو گئے تھے اس لیے وہ مدینہ واپس چلے گئے تھے کہ ان لاشوں کو مدینہ لے جانے کی تدبیر کریں، سو جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نماز جنازہ پڑھی وہ اس وقت حاضر نہ تھے، اس وجہ سے انھوں نے نماز نہ پڑھنے کی روایت کی اور جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز جنازہ پڑھنے کا مشاہدہ کیا تو انھوں نے یہ حدیث روایت کی کہ آپ نے شہداء اُحد کی نماز جنازہ پڑھی (اور قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے متعلق نفی اور اثبات کی روایات متعارض ہوں تو اثبات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نماز جنازہ پڑھ لی، پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی سے یہ سنا "جس جگہ لاشیں گری ہیں ان کو اسی جگہ دفن کیا جائے" پھر حضرت جابر لوٹ آئے اور اپنے والد، بھائی اور ماموں کو اُحد میں دفن کر دیا، نیز نماز جنازہ میت کے اعزاز اور اکرام کے لیے وضع کی گئی ہے اسی وجہ سے یہ مسلمانوں کے لیے خاص ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اسباب کرامت کے ساتھ متصف ہونے کے شہید زیادہ لائق ہے اور بندے کے گناہ ہر چند کہ شہادت سے دُھل جاتے ہیں لیکن وہ کسی درجہ میں بھی دعا سے مستغنی نہیں ہوتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور بلاشبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ شہداء کے درجہ سے بہت زیادہ ہے، باقی رہا شہید کا زندہ ہونا سو وہ احکام آخرت میں زندہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بل احیاء عند ربھم۔ "بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں" اور احکام دنیا میں شہید مُردہ ہوتا ہے، اس کی میراث تقسیم کی جاتی ہے اور

عدت وفات پوری کرنے کے بعد اس کی عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے اور نماز جنازہ کی فرضیت دنیاوی احکام کے اعتبار سے ہے اور اس اعتبار سے شہید مُردہ ہے اس لیے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

شہید کو اسی کے کپڑوں میں دفن کیا جائے گا (یعنی الگ سے کفن نہیں پہنایا جائے گا) کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو ان کے خون اور زخموں میں لپیٹ دو، اور جو شخص میدان جہاد سے زندہ اٹھا کر لایا گیا پھر وہ لوگوں کے ہاتھوں میں یا گھر آ کر مر گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ اب وہ مرتث ہے (یعنی ایسا زخمی ہے جس میں رمق حیات باقی ہے) اور جو شخص میدان جنگ سے اٹھا کر مُردہ لایا گیا درآں حالیکہ اس کے جسم پر قتل کیے جانے کا کوئی اثر نہیں ہے اس کو بھی غسل دیا جائے گا۔

جس شخص کو ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے مال سے مدافعت کی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اپنے مال کے پاس مارا گیا وہ شہید ہے" اس لیے اس کو غسل نہیں دیا جائے گا۔

جس شخص کو شہر میں کسی ہتھیار سے ظلماً قتل کر دیا گیا (جیسا کہ ہمارے زمانہ میں تخریب کار موٹر سائیکل سوار راہ چلتے مسلمانوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیتے ہیں) ہمارے نزدیک اس کو بھی غسل نہیں دیا جائے گا، امام شافعی کے نزدیک اس کو غسل دیا جائے گا، ان کے نزدیک قتل عمد دیت کا موجب ہے اور جب اس کی جان کے بدلہ میں مال ادا کرنا واجب ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا ہمارے نزدیک قتل عمد مال کو واجب نہیں کرتا اور یہ شخص ظلماً قتل کیا گیا ہے اور اس کا کوئی مالی عوض واجب نہیں ہے (مالی عوض یعنی دیت قتل خطاء میں واجب ہے) لہٰذا یہ شہید ہے اور قصاص بدل محض نہیں ہے بلکہ ایک طرح کی سزا ہے اور ہمارا اعتماد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ہے، حضرت عثمان کو شہر میں قتل کیا گیا تھا (یعنی میدان جہاد میں نہیں قتل کیا گیا تھا) اور آپ شہید تھے اور آپ کو غسل نہیں دیا گیا تھا۔ اور اگر کسی شخص کو شہر میں کسی ہتھیار کے بغیر قتل کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ قتل خطاء ہے اور اس میں دیت واجب ہے، امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو پتھر یا بڑی لاٹھی سے مار کر قتل کیا گیا تو صاحبین کے نزدیک وہ ہتھیار سے قتل کرنے کے برابر ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس صورت میں غسل دیا جائے گا، اس کا مبنیٰ یہ ہے کہ پتھر اور لاٹھی سے قتل کرنے میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا وجوب قصاص میں اختلاف ہے، صاحبین کے نزدیک اس صورت میں قصاص ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس میں دیت ہے۔

اگر کسی شخص کو قصاص میں قتل کیا گیا یا رجم کیا گیا تو اس کو غسل دیا جائے گا کیونکہ روایت ہے کہ جب حضرت ماعز کو رجم کیا گیا تو ان کے چچا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ماعز کو کتے کی طرح قتل کر دیا گیا اب آپ اس کے متعلق مجھے کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو ماعز نے اتنی عظیم توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام روئے زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گی، جاؤ اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو، نیز اس لیے کہ شہید اللہ کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان خرچ کرتا ہے اور یہ بات حد اور قصاص میں قتل کیے جانے والے میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ اس کو دوسروں کے حق کی بناء پر قتل کیا جاتا ہے۔

جس مسلمان کو درندوں نے پھاڑ کھایا، یا جو آگ میں جل گیا، یا پہاڑ سے گر کر مر گیا یا دیوار یا چھت کے نیچے

اگر مر گیا یا ڈوب گیا (تو ہر چند کہ یہ لوگ حکماً شہید ہیں لیکن) ان کو دوسرے مُردوں کی طرح غسل دیا جائے گا کیونکہ یہ امور احکام دنیا میں شرعاً معتبر نہیں ہیں، اس طرح مرنے والے اور طبعی موت سے مرنے والے برابر ہیں، اسی طرح جو شخص محلہ میں مقتول پایا گیا اور اس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو کسی نے قتل کیا ہے، اسے غسل دیا جائے گا کیونکہ وہ اپنی جان کے عوض مالی بدل کا مستحق ہے اور قسامت اور اس کی دیت اہل محلہ پر واجب ہے۔ [1]

معصیت کے دوران اسباب شہادت سے مرنے اور معصیت کے سبب سے مرنے کا فرق اور مصنف کی بحث و نظر

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ اجھوری نے "عارضۃ" میں لکھا ہے جو شخص ڈاکہ ڈالنے گیا اور پانی میں ڈوب گیا وہ شہید ہے اور اس پر اس معصیت کا گناہ ہوگا، اور ہر وہ شخص جو کسی معصیت کے سبب سے مر جائے وہ شہید نہیں ہوگا (مثلاً ایک شخص نے مسافروں پر ڈاکہ ڈالا، مسافروں نے مقابلہ کیا اور مقابلہ میں ڈاکو مارا گیا تو وہ شہید نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اگر معصیت کے دوران کوئی شخص شہادت کے اسباب میں سے کسی سبب سے مر جائے تو پھر وہ شہید ہے مثلاً کوئی شخص کسی کا گھوڑا غصب کر کے جہاد کے لیے گیا اور مارا گیا، یا کچھ لوگ کسی معصیت کا ارتکاب کر رہے تھے کہ اچانک چھت گری اور وہ لوگ مر گئے تو وہ شہید ہوں گے، اور اپنی معصیت کی وجہ سے یہ لوگ عذاب کے مستحق ہوں گے، پھر علامہ اجھوری نے اس مسئلہ میں بحث کی ہے کہ اگر کسی شخص کو شراب پیتے ہوئے اچھو ہو گیا اور وہ اس اچھو سے مر گیا تو پھر وہ شہید ہے یا نہیں، بعض مشائخ نے کہا کہ وہ شہید ہے کیونکہ وہ معصیت کے دوران مرا ہے معصیت کے سبب سے نہیں مرا لیکن علامہ اجھوری نے کہا وہ مطلقاً اچھو لگنے سے نہیں مرا بلکہ خاص شراب کے اچھو لگنے سے مرا ہے اس لیے شہید نہیں ہوگا اسی طرح اس مسئلہ میں بھی بحث کی ہے کہ ایک عورت کے ہاں زنا سے بچہ پیدا ہوا اور وہ ولادت میں مر گئی، آیا وہ شہید ہو گی یا نہیں؟ علامہ رملی نے کہا اس کی موت کا سبب ولادت ہے اس لیے شہید ہو گی اور علامہ اجھوری نے کہا کہ اس ولادت کا سبب زنا ہے اور سبب کا سبب بھی سبب ہوتا ہے اس لیے وہ عورت معصیت کے سبب سے مری ہے، علامہ رملی شافعی نے اس مسئلہ کو اس پر قیاس کیا ہے کہ کوئی شخص کسی کی معصیت کے لیے سمندر میں سفر کرے اور ڈوب جائے یا کوئی عورت اپنے خاوند کی نافرمانی کر کے کسی سفر میں جائے اور ہلاک ہو جائے تو اس کو شہید قرار دیا جاتا ہے علامہ شامی نے علامہ رملی کے جواب میں یہ کہا ہے کہ سمندر میں ڈوبنے سے یا سفر میں مرنے سے اس وقت شہید ہو گا جب وہ سفر معصیت کے لیے نہ ہو۔ [2]

علامہ شامی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ پھر معصیت کے دوران مرنے اور معصیت کے سبب سے مرنے

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۵۲-۴۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۵۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

میں کوئی فرق نہیں ہوگا، اس لیے یا تو اس قاعدہ کا انکار کیا جائے ورنہ اس قاعدہ کے اعتبار سے یہ لازم ہے کہ جو شخص شراب کا اچھو لگنے سے مرا یا زنا سے ولادت میں عورت مر گئی یا سفر معصیت میں کوئی شخص ڈوب گیا یا مر گیا تو یہ سب بھی شہید قرار پائیں گے اور ان پر ان کی معصیت کا وبال ہوگا، معصیت کے سبب سے مرنے کی ایک مثال ہم نے ڈاکہ کی دی ہے دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے نسلی یا لسانی تعصب کی بنا پر لڑ رہا تھا اور لڑائی میں مارا گیا تو یہ معصیت کے سبب سے مرا اس لیے شہید نہیں ہوگا جو لوگ اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے مارے جائیں تو یہ لوگ معصیت کے سبب سے مرے ہیں اس لیے شہید نہیں ہوں گے یا جو مسلمان کافروں کی فوج میں بھرتی ہو کر مسلمان ملک کے خلاف جنگ کریں اور مارے جائیں تو یہ معصیت کے سبب سے مرے ہیں، شہید نہیں ہوں گے، اسی طرح اگر کوئی شخص خودکشی کی نیت سے سمندر میں چھلانگ لگائے اور ڈوب کر مر جائے یا کوئی شخص خودکشی کی نیت سے اپنے آپ کو آگ میں جلا لے، یا پہاڑ کی چوٹی سے یا چھت سے گرا دے تو یہ سب لوگ معصیت کے سبب سے مرے ہیں اس لیے شہید نہیں ہوں گے، دراصل معصیت کے سبب سے مرنے اور معصیت کے دوران مرنے میں بہت باریک فرق ہے، علامہ شامی بہت باریک بین اور نکتہ رس فقیہ ہیں اس کے باوجود وہ اس جگہ یہ فرق نہیں کر سکے حالانکہ اس بحث کے شروع میں خود انھوں نے علامہ انجوری سے یہ نقل کیا ہے کہ "جو شخص ڈاکہ ڈالنے گیا اور پانی میں ڈوب گیا تو وہ شہید ہے" اگر سفر میں شہادت کے لیے یہ قید ضروری ہو کہ وہ سفر معصیت کا نہ ہو تو پھر یہ ڈاکو کیسے شہید ہوگا؟

اس جگہ تحقیق طلب بات یہ ہے کہ سبب سے کیا مراد ہے؟ سبب عام اور اغلب یا جو چیز فی الجملہ سبب ہو (یعنی اس پر کبھی کبھی اثر مرتب ہوتا ہو) اگر سبب سے مراد عام اور اغلب ہے تو شراب کے اچھو لگنے سے مرنے والے کو شہادت سے نکالنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات لازم یا اکثری نہیں ہے کہ انسان کو جب بھی شراب پینے میں اچھو لگے تو وہ مر جائے لہٰذا اس موت کو معصیت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہوگا، اسی طرح جس عورت کے ہاں زنا سے بچہ پیدا ہو اور وہ عورت ولادت میں مر گئی تو ولادت کی وجہ سے مرنے کو موت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات لازم اور اکثری نہیں ہے کہ جب بھی عورت کے ہاں ولادت ہو تو وہ عورت مر جائے، لہٰذا ولادت سے زانیہ کی موت کو معصیت کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہے اور نہ اس کی موت کو شہادت سے خارج کرنا صحیح ہے، اسی طرح جو عورت خاوند کی نافرمانی کر کے سفر کرے اور اس سفر میں مر جائے یا کوئی شخص سفر معصیت میں دریا میں ڈوب جائے تو یہ سفر بھی موت کا سبب عام یا سبب اغلب نہیں ہے لہٰذا ان کو بھی شہادت سے نکالنا صحیح نہیں ہوگا، اور اگر سبب سے فی الجملہ سبب مراد ہے (یعنی جس کی طرف فعل کی نسبت صحیح ہو اور کبھی کبھار اس پر فعل مرتب ہوتا ہو خواہ اکثر نہ ہوتا ہو) تو جس شخص نے کسی کا گھوڑا غصب کر کے جہاد کیا اور مارا گیا تو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اس غصب شدہ گھوڑے کی وجہ سے مارا گیا اس لیے اس کی موت کو شہادت نہیں کہنا چاہیے، اسی طرح جو شخص ڈاکہ ڈالنے گیا اور ڈوب کر مر گیا تو کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ ڈاکہ ڈالنے نہ جاتا تو نہ ڈوبتا لہٰذا اس کی موت کو بھی شہادت نہیں کہنا چاہیے حالانکہ علامہ شامی اور علامہ انجوری ان دونوں نے یہ کہا ہے کہ یہ معصیت میں موت ہے معصیت کے سبب سے موت نہیں ہے، اور اس موت کو شہادت قرار دیا ہے۔

شہید حقیقی اور شہید حکمی کی اقسام اور ان کے احکام کو میں نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مجھے درجۂ شہادت پر فائز فرمائے۔ اس کتاب کو لوگوں کے لیے نافع کر دے اس کو عام کر دے اور اس کو قبولیت عامہ عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین افضل المرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ ۶۷۲ فَضْلِ الرَّمْيِ

تیر اندازی کی فضیلت

۴۸۳۱۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ ثُمَامَةَ بْنِ شَفِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ۔ "کفار کے خلاف زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کرو" سنو قوت تیر اندازی ہے، سنو قوت تیر اندازی ہے، سنو قوت تیر اندازی ہے۔

۴۸۳۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ أَرَضُونَ وَيَكْفِيكُمُ اللهُ فَلَا يَعْجِزُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَلْهُوَ بِأَسْهُمِهِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب تم کو فتوحات حاصل ہوں گی اور تمہارے لیے اللہ کافی ہے، سو تم میں سے کوئی شخص تیر اندازی کی مشق سے غافل نہ ہو۔

۴۸۳۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ دَاوُدُ بْنُ رَشِيدٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۴۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شُمَاسَةَ أَنَّ فُقَيْمًا اللَّخْمِيَّ قَالَ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ تَخْتَلِفُ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْغَرَضَيْنِ وَأَنْتَ كَبِيرٌ يَشُقُّ عَلَيْكَ قَالَ عُقْبَةُ لَوْلَا كَلَامٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمٰن بن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ فقیم لخمی نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ کہا آپ بوڑھے ہونے کے باوجود ان دو نشانوں کے درمیان آتے جاتے ہیں یہ چیز آپ پر دشوار ہوگی! حضرت عقبہ بن عامر نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں یہ مشقت نہ اٹھاتا: حارث کہتے ہیں میں نے ابن شماسہ

لَمْ أُعَانِهِ قَالَ الْحَارِثُ فَقُلْتُ لِابْنِ شُمَاسَةَ وَمَا ذَاكَ قَالَ إِنَّهُ قَالَ مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَلَيْسَ مِنَّا أَوْ قَدْ عَصَى۔

سے پوچھا: وہ کیا حدیث ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا: جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس کو ترک کر دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا فرمایا اس نے نافرمانی کی۔

ف: ان احادیث میں تیر اندازی سیکھنے اور اس میں مشق اور مہارت حاصل کرنے کی ترغیب اور فضیلت ہے، اور تیر اندازی سیکھنے کے بعد اس کے بھلانے پر وعید ہے سو یہ مکروہ تحریمی ہے، اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے اس کا مطلب وہ ہمارے طریقہ کا ملہ پر نہیں ہے تیر اندازی سے مراد ہر اس اسلحہ اور ہتھیاروں کی مشق ہے جن کا اس دور میں رواج ہو اس لیے اس دور کے مسلمانوں پر جدید فوجی تکنیک کو سیکھنا اور اس کی مشق کرنا ضروری ہے جس طرح پہلے تیر اندازی کا سیکھنا ضروری تھا۔

بَابُ ۶۷۳ قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ: "میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اسے کسی کی مخالفت سے نقصان نہیں ہوگا"

۴۸۳۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ كَذَلِكَ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ وَهُمْ كَذَلِكَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ اسی حال پر رہیں گے حتی کہ قیامت آجائے گی۔

۴۸۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَعَبْدَةُ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِي الْفَزَارِيَّ) عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ يَزَالَ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى النَّاسِ حَتَّى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گا حتی کہ قیامت آجائے گی درآں حالیکہ وہ غالب ہوں گے۔

۴۸۳۷ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَرْوَانَ سَوَاءً۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا..... اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۴۸۳۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَنْ يَبْرَحَ هَذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی خاطر قیامت تک جنگ کرتی رہے گی۔

۴۸۳۹۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر جنگ کرتا رہے گا وہ (ہمیشہ) لوگوں پر غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

۴۸۴۰۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ هَانِئٍ حَدَّثَهُ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ۔

عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جو شخص ان کو رسوا کرنا چاہے گا یا ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا وہ (ہمیشہ) لوگوں پر غالب رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔

۴۸۴۱۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ (وَهُوَ ابْنُ بُرْقَانَ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ الْأَصَمِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ ذَكَرَ حَدِيثًا رَوَاهُ عَنِ

یزید بن اصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کو ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جو میں نے کسی اور سے منبر پر نہیں سنی، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس شخص

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ أَسْمَعْهُ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِنْبَرِهِ حَدِيثًا غَيْرَهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے، مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق کی خاطر جنگ کرتا رہے گا اور اپنے مخالفین پر قیامت تک غالب رہے گا۔

---

۴۲ ۳۸۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمِّي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ شُمَاسَةَ الْمَهْرِيُّ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ مَسْلَمَةَ بْنِ مُخَلَّدٍ وَعِنْدَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ الْخَلْقِ هُمْ شَرٌّ مِنْ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يَدْعُونَ اللهَ بِشَيْءٍ إِلَّا رَدَّهُ عَلَيْهِمْ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلَى ذَلِكَ أَقْبَلَ عُقْبَةُ ابْنُ عَامِرٍ فَقَالَ لَهُ مَسْلَمَةُ يَا عُقْبَةُ اسْمَعْ مَا يَقُولُ عَبْدُ اللهِ فَقَالَ عُقْبَةُ هُوَ أَعْلَمُ وَأَمَّا أَنَا فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللهِ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ آجَلْ ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا كَرِيحِ الْمِسْكِ مَسُّهَا مَسُّ الْحَرِيرِ فَلَا تَتْرُكُ نَفْسًا فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبَضَتْهُ ثُمَّ يَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ عَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ۔

عبدالرحمن بن شماسہ مہری بیان کرتے ہیں کہ میں مسلمہ بن مخلد کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کی مجلس میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیٹھے تھے، حضرت عبداللہ نے کہا قیامت صرف بدترین مخلوق پر قائم ہوگی جو زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے بھی بدتر لوگ ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی بھی دعا کریں گے اللہ تعالیٰ اس کو رد کر دے گا، اسی اثناء گفتگو میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے مسلمہ نے کہا اے عقبہ سنیے عبداللہ کیا بیان کر رہے ہیں، حضرت عقبہ نے کہا وہ زیادہ جانتے ہیں لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا اور دشمنوں کی مخالفت ان کو ضرر نہیں دے گی، وہ (ہمیشہ) اسی حال پر رہیں گے حتیٰ کہ قیامت آ جائے گی، حضرت عبداللہ نے کہا ہاں، اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہوا بھیجے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی اور چھونے میں ریشم کی طرح ہوگی اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ ہوا اس ایمان کو قبض کر لے گی، پھر بدترین لوگ رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔

۴۳ ۳۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل غرب ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

قیامت تک حق پر قائم رہنے والا کون سا گروہ ہے؟

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: "مسلمانوں کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا اور حق کی خاطر جنگ کرتا رہے گا"، امام بخاری نے کہا اس سے اہل علم کا گروہ مراد ہے، امام احمد بن حنبل نے کہا اگر اس سے محدثین کا گروہ مراد نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں، قاضی عیاض نے کہا اس سے اہل سنت و جماعت اور محدثین مراد ہیں۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: مسلمانوں کے اس گروہ کی کئی اقسام ہیں، ان میں بہادر مجاہد ہیں، فقہاء ہیں محدثین ہیں زہاد ہیں نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے ہیں، اسی طرح نیکی اور خیر کے اور متعدد شعبوں کے لوگ ہیں، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ تمام اقسام کسی ایک جگہ جمع ہوں بلکہ یہ تمام اقسام روئے زمین کے مختلف حصوں میں رہیں گی، کہیں محدث ہوں گے، کہیں فقیہ ہوں گے کہیں قرآن کے قاری ہوں گے کہیں واعظ ہوں گے اور کہیں اولیاء اللہ ہوں گے، اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر یہ وصف آج تک قائم ہے۔

نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اور حجیت اجماع پر اس حدیث سے استدلال کرنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ "میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی" ضعیف ہے[1]

علم فقہ کی فضیلت

حدیث نمبر ۴۱ ۲۸ میں ہے: "جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرما دیتا ہے اس میں علوم دین کے ماہرین اور فقہاء کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں خیر کا ارادہ کر لیا ہے۔

فقہ کا لغوی معنی ہے فہم، اور عرف میں فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو فروع کے دلائل تفصیلیہ سے حاصل کیا گیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے نماز کا قطعی حکم دیا کیونکہ فرمایا واقیموا الصلوٰۃ اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے قطعی حکم دیا ہو وہ فرض ہے سو معلوم ہوا کہ نماز فرض ہے اور اللہ عزوجل کا قول اقیموا الصلوٰۃ دلیل تفصیلی ہے جس سے فرضیت نماز کا حکم حاصل کیا گیا ہے، حسن بصری نے کہا جو شخص دنیا میں زاہد اور آخرت کی طرف راغب، دین کی بصیرت رکھتا ہو اور دائمی عبادت کرتا ہو وہ فقیہ ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا فقہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان یہ جان لے کہ کیا چیز اس کے لیے فائدہ مند ہے اور کیا چیز نقصان دہ ہے۔

اس حدیث میں علم فقہ کی فضیلت ہے کیونکہ فقہ کی وجہ سے انسان میں خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ عبادت الٰہی کی کوشش کرتا ہے اور لوگوں کو حلال اور حرام کے مسائل بتاتا ہے، لوگ اس کی وجہ سے حلال کام کرتے ہیں اور حرام سے بچتے ہیں۔

بَابُ ۶۷ مُرَاعَاةِ مَصْلِحَةِ الدَّوَابِّ فِي السَّيْرِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّعْرِيسِ فِي الطَّرِيقِ

سفر میں جانوروں کی رعایت کرنا اور آخر شب کو راستہ میں اترنے کی ممانعت

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۴۸۴۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَاسْرِعُوا عَلَيْهَا السَّيْرَ وَإِذَا عَرَّسْتُمْ بِاللَّيْلِ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ فَإِنَّهَا مَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ہریالی میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشک سالی (یا قحط) کے موسم میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گذرو، اور جب تم اخیر شب میں اترو تو راستہ سے ہٹنا کیونکہ رات کو وہ جگہ حشرات الارض کا ٹھکانا ہے۔

۴۸۴۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي السَّنَةِ فَبَادِرُوا بِهَا نِقْيَهَا وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوا الطَّرِيقَ فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تم ہریالی (یعنی جب زمین میں ہر طرف سبزہ اگا ہوا ہو) میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو، اور جب تم خشک سالی میں سفر کرو تو تیز چلو تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم اخیر شب میں قیام کرو تو راستہ میں ٹھہرنے سے احتراز کرنا کیونکہ رات کے وقت وہ جگہ جانوروں اور حشرات الارض کی آماجگاہ ہوتی ہے۔

ف: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کرنے کے اور سفر میں قیام کرنے کے آداب بتلائے ہیں، کیونکہ حشرات الارض زہریلے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں اور رات کو درندے بھی پھرتے ہیں اس لیے آپ نے رات کے وقت جنگل کے راستہ میں قیام کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ الْمُسَافِرِ إِلَى أَهْلِهِ بَعْدَ قَضَاءِ شُغْلِهِ

سفر عذاب کا ٹکڑا ہے اور فراغت کے بعد جلد گھر لوٹنے

۴۸۴۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ وَأَبُو مُصْعَبٍ الزُّهْرِيُّ وَمَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) قَالَ قَرَأْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ سُمَيٌّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمَهُ وَطَعَامَهُ وَشَرَابَهُ فَإِذَا قَضَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے وہ تم کو سونے اور کھانے پینے سے روک دیتا ہے، جب تم میں سے کسی شخص کا کام پورا ہو جائے تو وہ اپنے گھر آنے میں جلدی کرے۔

اَحَدُكُمْ نَهْمَتَهٗ مِنْ وَجْهِهٖ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ
قَالَ نَعَمْ۔

بَابُ ٦٧ كَرَاهَةِ الطُّرُوْقِ وَهُوَ الدُّخُوْلُ لَيْلًا

رات کے وقت گھر واپس لوٹنے کی کراہت

۴۸۴۷ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَيْلًا وَكَانَ يَاْتِيْهِمْ غُدْوَةً اَوْ عَشِيَّةً۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے گھر نہیں آتے تھے، آپ صبح یا شام کو تشریف لاتے تھے۔

۴۸۴۸ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ كَانَ لَا يَدْخُلُ۔

ایک اور سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس روایت کی مثل مروی ہے البتہ اس میں لا یطرق کی جگہ لا یدخل ہے۔

۴۸۴۹ - حَدَّثَنِيْ اِسْمَاعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ اَخْبَرَنَا سَيَّارٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ اَمْهِلُوْا حَتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا اَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جب ہم مدینہ پہنچے تو ہم شہر میں جانے لگے آپ نے فرمایا کچھ توقف کرو حتیٰ کہ ہم رات کے وقت یعنی عشاء کے وقت جائیں تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوئے ہیں وہ اپنے بال درست کرلے اور جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ اب اپنے موئے زیر ناف صاف کرلے۔

۴۸۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ اَحَدُكُمْ لَيْلًا فَلَا يَاْتِيَنَّ اَهْلَهٗ طُرُوْقًا حَتّٰى تَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ وَتَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو گھر واپس آئے تو رات کو (اچانک) جاکر گھر کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے (بلکہ اتنی دیر توقف کرے) کہ جس عورت کا شوہر غائب تھا وہ اپنے موئے زیر ناف صاف کرلے اور جس کے بال پراگندہ ہوں وہ اپنے بال ٹھیک کرلے۔

۴۸۵۱ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۸۵۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَالَ الرَّجُلُ الْغَيْبَةَ أَنْ يَأْتِيَ أَهْلَهُ طُرُوقًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب کسی انسان کی گھر سے غیر حاضری طویل ہو جائے تو وہ (اچانک) رات کو اپنے گھر نہ جائے۔

۴۸۵۳ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۸۵۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَطْرُقَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ لَيْلًا يَتَخَوَّنُهُمْ أَوْ يَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِمْ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ انسان رات کو (اچانک) گھر جا پہنچے اور گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو۔

۴۸۵۵ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ سُفْيَانُ لَا أَدْرِي هٰذَا فِي الْحَدِيثِ أَمْ لَا يَعْنِي أَنْ يَتَخَوَّنَهُمْ أَوْ يَلْتَمِسَ عَثَرَاتِهِمْ.

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث ہے اس میں راوی نے یہ کہا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ "گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو" یہ الفاظ حدیث میں ہیں یا نہیں۔

۴۸۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَرَاهَةِ الطُّرُوقِ وَلَمْ يَذْكُرْ يَتَخَوَّنُهُمْ وَيَلْتَمِسُ عَثَرَاتِهِمْ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اچانک) رات کو گھر آنے کی کراہت نقل کرتے ہیں، اور اس حدیث میں یہ جملہ نہیں ہے "گھر کے حالات کا تجسس کرے اور گھر والوں کی کمزوریوں پر مطلع ہو۔"

سفر سے رات کو گھر واپس آنے کی ممانعت کا محمل

علامہ نووی لکھتے ہیں: ان تمام روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی لمبے سفر پر جائے وہ رات کو اچانک گھر واپس نہ آئے، لیکن جو شخص کسی قریب کی جگہ گیا ہو اور اس کی بیوی کو رات میں اس کے واپس آنے کی توقع ہو اس کے رات کو گھر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ حدیث نمبر ۴۸۵۲ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ جب کسی انسان کی غیر حاضری طویل ہو جائے تو وہ (اچانک) رات کو اپنے گھر نہ جائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس کی غیر حاضری طویل نہ ہو تو پھر رات کو اس کی واپسی میں کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر وہ کسی بڑے قافلہ یا بڑے

لشکر کے ساتھ گیا ہو اور ان کے آنے اور پہنچنے کی شہرت ہو جائے اور اس کی بیوی اور اس کے گھر والوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ اب آنے والے ہیں تو پھر اگر وہ رات کو آئے تو کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اب وہ علت نہیں رہی جس کی بناء پر رات کو آنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس ممانعت سے مقصد یہ تھا کہ گھر والے اس کے استقبال کے لیے ذہنی طور پر تیار ہوں اور جب اس کے آنے کی پہلے خبر مل جائے گی تو یہ مقصد حاصل ہو گیا، اور اس کی تائید حدیث نمبر ۴۸۴۹ سے ہوتی ہے جس میں مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے صحابہ کو اپنے گھروں میں جانے سے منع کیا اور فرمایا کہ شام تک توقف کرو حتیٰ کہ جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں وہ اپنے بال سنوار لے اور جس عورت نے اپنے زیر ناف بالوں کو صاف کرنا ہو وہ ان بالوں کو صاف کر لے اور اس روایت میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ دن کے اوائل میں گھروں کو جانا چاہتے تھے لیکن آپ نے یہ حکم دیا کہ وہ شام ہونے تک صبر اور انتظار کریں۔ [1]

ہمارے زمانہ میں جب کہ ابلاغ اور مواصلات کے ذرائع بہت وسیع ہو گئے ہیں تو لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنے میں بہت سہولت ہو گئی ہے، وہ براہ راست ٹیلی فون کر کے اپنے آنے کی خبر دے سکتے ہیں، تار یا خط کے ذریعہ اطلاع دے سکتے ہیں، کسی آنے جانے والے شخص کے ہاتھ پیغام بھجوا سکتے ہیں بہر حال کسی لمبے سفر سے رات کو گھر لوٹنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے اگر اپنے آنے کی پیشگی اطلاع دی ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر گھر قریب ہو اور گھر والوں کو توقع ہو کہ وہ رات کو کسی وقت واپس آجائے گا تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے۔

❄

اختتامی کلمات

شرح صحیح مسلم کی جلد خامس، میں نے ۱۹ رمضان ۱۴۰۹ھ بمطابق ۲۶ اپریل ۱۹۸۹ء کو شروع کی تھی اور الحمد للہ علیٰ احسانہ آج ۲۰ رمضان ۱۴۱۰ھ بمطابق ۱۶ اپریل ۱۹۹۰ء کو یہ جلد اختتام کو پہنچ گئی، دار العلوم نعیمیہ کراچی میں آنے کے بعد جب سے شرح صحیح مسلم کے کام کی نشأۃ ثانیہ ہوئی ہے، جلد ثانی سے اب تک یہی معمول رہا ہے کہ ہر جلد رمضان المبارک کی کسی مبارک شب میں ختم ہوئی اور اگلی جلد شروع کرنے کی سعادت بھی رمضان المبارک ہی میں حاصل ہوئی، چونکہ مجھے ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کا عارضہ ہے اس لیے درمیان میں ایام فترت بھی آتے ہیں جب تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے کام منقطع ہو جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ غیب سے مدد فرماتا ہے اور میری خواہش کے مطابق رمضان المبارک ہی میں وہ جلد ختم ہو جاتی ہے، کوشش کروں گا کہ اس کے بعد دو جلدوں میں شرح صحیح مسلم مکمل ہو جائے، اس کے بعد ان شاء اللہ جلد اوّل کو دوبارہ لکھنے کا پروگرام ہے، بہت سے احباب کی خواہش ہے کہ شرح صحیح مسلم کے بعد قرآن مجید

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

کی تفسیر پر بھی کام شروع کر دوں، میں نے اس کارِ خیر کی نیت کر لی ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے لیے مقدر کر دیا ہے تو پھر ان شاء اللہ یہ کام ہو جائے گا، اور اگر کسی وجہ سے یہ کام نہ ہو سکا تو اللہ تعالیٰ مجھے حسنِ نیت کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اس جلد میں میں نے ویسے تو تمام مباحث ہی میں بہت محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے، لیکن خاص طور پر پردہ، فدک اور عورت کی شہادت پر بہت محنت اور غور و خوض سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور فرمائے، اور جس طرح مجھے یہ پانچ جلدیں لکھنے کی توفیق دی ہے، اسی طرح شرح صحیح مسلم کی باقی مائدہ جلدیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائے بارِ الٰہ مجھے اس شرح میں وہی حقائق لکھنے کی توفیق دے جو حق و صواب ہوں، اور میری تحریر میں اثر آفرینی کر، اور اس کتاب کو تا دیر باقی رکھ اور اس کے فیض کو زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک پہنچا دے، الٰہ العالمین اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول فرما اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ بنا دے، الٰہ العالمین میری مغفرت فرما، میرے والدین، میرے اساتذہ اور مشائخ اور میرے احباب اور متعلقین کی مغفرت فرما۔ اس کتاب کے قارئین، معاونین، اس کے ناشر، کاتب اور مصحح کی مغفرت فرما، الٰہ العالمین دارین کی خیر، سعادت اور فلاح کو ہم سب کا مقدر بنا دے، ہمیں دنیا و آخرت کی ہر تکلیف اور پریشانی سے محفوظ اور مامون رکھ، ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، رب العالمین تمام مسلمانان عالم پر دنیا اور آخرت میں رحم فرما، و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید الانبیآء والمرسلین خاتم النبیین قائد الغر المحجلین اول الشافعین و المشفعین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی اصحابہ الکاملین الراشدین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المفسرین والمحدثین والفقہاء والمجتہدین اجمعین۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ماخذ و مراجع

کتبِ الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ انجیل

کتبِ احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۸۱ھ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
۷۔ سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ
۱۱۔ مؤطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۱۳۔ مؤطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبۃ اثریہ سانگلہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
۱۶۔ مصنف عبد الرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ
۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۸۳ھ، امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ
۲۰۔ سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۲۸۵ھ
۲۱۔ شمائل ترمذی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ
۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ
۲۳۔ سنن کبریٰ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ
۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ
۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔
۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ
۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ، سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ
۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۳۰۔ مراسیل ابی داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث، متوفی ۲۷۵ھ
۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہر دار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ
۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ
۳۳۔ خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۳۴۔ الجوہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ
۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ
۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ
۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۲ھ
۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ
۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ۔
۴۰۔ مسند طیالسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۳ھ
۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ الملاح بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ
۴۲۔ المسند مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ
۴۳۔ مسند ابو یعلی الموصلی، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

کتب تفسیر

۴۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ
۴۵۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ

۴۶۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبیؒ متوفی ۶۶۸ھ

۴۷۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ

۴۸۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۴۹۔ تفسیر ابو سعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی سکیبی، متوفی ۹۸۲ھ

۵۰۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ

۵۱۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ

۵۲۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ

۵۳۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ

۵۴۔ فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۵۵۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ و مطبعۃ مصطفےٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۷۳ھ، ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۵۶۔ التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، ۳۸۵ھ

۵۷۔ رضوۃ البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی۔

۵۸۔ الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ علیم شیخ طنطاوی جوہری۔

۵۹۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ

۶۰۔ تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۴ھ، علامہ احمد مصطفےٰ مراغی

۶۱۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفےٰ البابی و اولادہٗ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ

۶۲۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۶۳۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابو الخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ

۶۴۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ

۶۵۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۶۶۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ ادارہ ندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۶۷۔ فتح البیان، مطبوعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپال متوفی ۱۳۰۷ھ

۶۸۔ خزائن العرفان، تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

۶۹۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۷۰۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۷۱۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۷۲۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ،

۷۳۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطیؒ متوفی ۷۵۴ھ

۷۴۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری۔

۷۵۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ
۷۶۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ
۷۷۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۷۸۔ نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ
۷۹۔ ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری،
۸۰۔ مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علوم قرآن

۸۱۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ
۸۲۔ الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتب شروح حدیث

۸۳۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۰ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۸۴۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۸۵۔ فتح الباری، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۸۶۔ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
۸۷۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ
۸۸۔ فیوض الباری مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی، لاہور
۸۹۔ تفہیم البخاری مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ، فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد
۹۰۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ
۹۱۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ
۹۲۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ
۹۳۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۹۴۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ
۹۵۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی
۹۶۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری، متوفی ۱۳۲۵ھ
۹۷۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۴۶ھ
۹۸۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ
۹۹۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ

۱۰۰۔ مرقات، مطبوعہ مکتبۂ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۰۱۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع نیج کمار، لکھنؤ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۰۲۔ منتقی، مطبوعہ مطبع السعادۃ، مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۶۴ھ
۱۰۳۔ شرح المؤطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۰۴۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی
۱۰۵۔ شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۰۶۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۱۰۷۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۱۰۸۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی، ۱۳۳۹ھ

اسماء رجال

۱۰۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ ۸۵۲ھ
۱۱۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی،
۱۱۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ،
۱۱۲۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی،
۱۱۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ
۱۱۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی، متوفی ۳۵۴ھ
۱۱۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی، متوفی ۳۲۷ھ
۱۱۶۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۵۴ھ
۱۱۷۔ المقاصد الحسنہ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ
۱۱۸۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۱۹۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبۂ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۲۰۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علوی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالواب بن مولوی محمد غوث مدراسی،

لغت

۱۲۱۔ المفردات، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی، ۵۰۲ھ
۱۲۲۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجذری، متوفی ۶۰۲ھ،
۱۲۳۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۲ھ
۱۲۴۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی۔

۱۲۵۔ لسان العرب، مطبوعہ، نشر ادب الحوزہ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ
۱۲۶۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۲۷۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۲۸۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۲۹۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ
۱۳۰۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۳۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۵۰ء
۱۳۲۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرین، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۳۳۔ الصحاح، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ
۱۳۴۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکۃ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق
۱۳۵۔ معجم البلدان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
۱۳۶۔ منتہی الادب، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
۱۳۷۔ معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۴۸ء
۱۳۸۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الجبر
۱۳۹۔ کتاب العین، مطبوعہ دار الہجرت، قم ایران، ۱۴۰۵، امام ابو عبدالرحمٰن الخلیل بن احمد فراہیدی، متوفی ۱۷۵ھ
۱۴۰۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی

فضائل و سیرت

۱۴۱۔ شفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ
۱۴۲۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۴۳۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۴۴۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت، ۱۳۱۲ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۴۵۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۴۶۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۴۷۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہٗ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر متوفی ۷۵۱ھ المعروف بابن قیم جوزیہ،
۱۴۸۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
۱۴۹ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۵۰۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۵۱۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۸۴ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ

۱۵۲۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ

۱۵۳۔ حجت اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۵۴۔ نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ،

۱۵۵۔ دلائل النبوت، مطبوعہ دار النفائس، امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ

۱۵۶۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی

۱۵۷۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۵۸۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ

۱۵۹۔ استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ

۱۶۰۔ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۱۶۱۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۶۲۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۷ھ،

۱۶۳۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری

۱۶۴۔ الروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ

۱۶۵۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبدالله بن محمد بن عبدالوہاب نجدی، ۱۲۰۶ھ

۱۶۶۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی، متوفی ۹۴۲ھ

۱۶۷۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج، متوفی ۷۳۲ھ

۱۶۸۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۶۹۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۱۷۰۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ، علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۱۷۱۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۲۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی، بیروت، علامہ عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۶۸ھ

۱۷۳۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۴۔ الجوہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۴ھ

۱۷۵۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ، مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۷۶۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ

۱۷۷۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ

۱۷۸۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ

۱۷۹۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ
۱۸۰۔ الحدیقۃ الندیہ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء، علامہ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ
۱۸۱۔ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ
۱۸۲۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ ۔

کتبِ فقہ حنفی

۱۸۳۔ کتاب الخراج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ
۱۸۴۔ مبسوط (کتاب الاصل) مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ
۱۸۵۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ
۱۸۶۔ کتاب الحجۃ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، " " " " "
۱۸۷ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ للشرکۃ الاسلامیۃ افغانستان، ۱۴۰۵ھ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ
۱۸۸۔ مبسوط (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، " " " " "
۱۸۹۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ، برلاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ
۱۹۰۔ فتاویٰ النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابواللیث سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ
۱۹۱۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ
۱۹۲۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ
۱۹۳۔ ہدایہ اخرین، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان، " " " " "
۱۹۴۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ
۱۹۵۔ کفایہ، مطبوعہ " " " علامہ جلال الدین خوارزمی،
۱۹۶۔ فتح القدیر، مطبوعہ " " " علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۱۹۷۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی، ۸۵۵ھ
۱۹۸۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ
۱۹۹۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۰۰۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی، متوفی ۷۴۳ھ
۲۰۱۔ درمختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ، علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ
۲۰۲۔ رد المحتار، مطبوعہ " " " ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۰۳۔ حاشیۃ الطحطاوی، علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ
۲۰۴۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۰۵۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ

۲۰۶۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ

۲۰۷۔ صغیری، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، " " "

۲۰۸۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، متوفی ۸۸۵ھ

۲۰۹۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مولانا عبدالحلیم

۲۱۰۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ

۲۱۱۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ

۲۱۲۔ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱ھ

۲۱۳۔ فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ " " " علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ

۲۱۴۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۱۵۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور، ۱۳۹۶ھ، " " " " " "

۲۱۶۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۲ھ، شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ

۲۱۷۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۱۸۔ فتاویٰ غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب،

۲۱۹۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۲۲۰۔ اخبار القضاۃ، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء، امام وکیع محمد بن خلف حیان، متوفی ۳۰۶ھ

۲۲۱۔ معین الاحکام، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی،

۲۲۲۔ منحۃ الاہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی ۱۰۷۸ھ

۲۲۳۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۲۴۔ حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شبلی

۲۲۵۔ تکملہ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری،

۲۲۶۔ خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی

۲۲۷۔ المنتقی علی ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین من علماء قرن حادی عشر ۱۱۰۰ھ

۲۲۸۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف النعمانیہ، مصر، ۱۳۱۷ھ، علامہ مین الدین الہروی المعروف بمحمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ

۲۲۹۔ فتاویٰ عبدالحیؒ، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ، مولانا عبدالحیؒ لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ

۲۳۰۔ فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۳۱۔ الزبدۃ الزکیۃ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی، " " " "

۲۳۲۔ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۳۳۔ فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی " " "

۲۳۴۔ اسلام میں عورت کی وجاہت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۲ھ

۲۳۵۔ بہارِ شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ
۲۳۶۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان و مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۳۷۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۳۸۔ حاشیہ ابی السعود، علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ
۲۳۹۔ فتاویٰ مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۴۰۔ جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں
۲۴۱۔ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۴۲۔ امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۲۴۳۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۴۴۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۴۵۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۴۶۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، " " " "
۲۴۷۔ اوزانِ شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۴۸۔ رسائل و مسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۴۹۔ ۵۔ اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز ۱۹۷۵ء، سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۵۰۔ برجندی علی شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو، ۱۳۲۴ھ، علامہ عبد العلی برجندی
۲۵۱۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۵۲۔ مقالاتِ کوثری، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ زاہد الکوثری، متوفی ۱۳۷۱ھ
۲۵۳۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ

کتب فقہ شافعی

۲۵۴۔ کتاب الام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۲۵۵۔ المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ ابو اسحاق شیرازی، متوفی ۴۵۵ھ
۲۵۶۔ شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۲۵۷۔ تکملہ شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
۲۵۸۔ فتح العزیز شرح الوجیز، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو القاسم عبدالکریم رافعی، متوفی ۶۲۳ھ
۲۵۹۔ منہی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
۲۶۰۔ احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۲۶۱۔ الحاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۲۶۳۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۲۶۳۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۲۶۴۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کتب فقہ مالکی

۲۶۵۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی، متوفی ۲۵۶ھ
۲۶۶۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
۲۶۷۔ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر ۱۳۴۸ھ، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ
۲۶۸۔ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۲۶۹۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ
۲۷۰۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، متوفی ۱۲۱۹ھ
۲۷۱۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۴۷ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۲۷۲۔ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ

کتب فقہ حنبلی

۲۷۳۔ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
۲۷۴۔ المغنی، " " ۱۴۰۵ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۲۷۵۔ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۲۷۶۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۸۲ھ
۲۷۷۔ انصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۴ھ، علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۲۷۸۔ مجموع الفتاویٰ، مطبوعہ بإمر فہد بن عبدالعزیز آل سعود، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ
۲۷۹۔ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی، متوفی ۷۶۳ھ
۲۸۰۔ تصحیح الفروع، مطبوعہ " " ۱۳۸۸ھ، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۲۸۱۔ کشاف القناع، " " " علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، ۱۰۵۱ھ

کتب فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۲۸۲۔ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بمصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۲۸۳۔ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۲۸۴۔ مسک الختام، " نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۲۸۵۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ نعمانیہ کتب خانہ لاہور۔
۲۸۶۔ کتاب الاموال، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، امام ابو عبید قاسم بن سلام، متوفی ۲۲۴ھ

مذاہب اربعہ

۲۸۷۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۲۸۸۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ عبدالرحمٰن الجزیری
۲۸۹۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ
۲۹۰۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی۔
۲۹۱۔ التشریع الجنائی، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالقادر عودہ

کتب شیعہ (حدیث وفقہ)

۲۹۲۔ الاصول من الکافی، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ
۲۹۳۔ الفروع من الکافی، مطبوعہ " " " " "
۲۹۴۔ من لا یحضرہ الفقیہ، مطبوعہ " شیخ ابوجعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ
۲۹۵۔ تہذیب الاحکام، مطبوعہ " " شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ
۲۹۶۔ الاستبصار، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران، " " " "
۲۹۷۔ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۲ھ، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۲۹۸۔ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، شیخ ابوالقاسم الخوئی،
۲۹۹۔ احتجاج، مطبوعہ دارالنعمان ایران، شیخ ابومنصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی، متوفی ۶۲۰ھ
۳۰۰۔ حق الیقین، مطبوعہ منیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۰۱۔ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انصاف پریس لاہور، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۰۲۔ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۰۳۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۶۰ھ
۳۰۴۔ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۰۵۔ مجمع البیان، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، ایران، ۱۳۸۰ھ، شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی، متوفی ۵۴۸ھ
۳۰۶۔ المیزان، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، ایران، ۱۳۶۲ھ، شیخ محمد حسین طباطبائی، متوفی ۱۲۹۳ھ
۳۰۷۔ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دارالعلم بیروت، شیخ محمد جواد مغنیہ،
۳۰۸۔ ناسخ التواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ھ، میرزا محمد تقی مؤرخ شہیر، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۰۹۔ تفسیر قمی، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ، شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۲۹ھ

۳۱۰۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ، طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۱۱۔ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ، جمعے از نویسندگان،
۳۱۲۔ فدک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تہران، ۱۳۹۸ھ، فقیر سید محمد حسن قزوینی
۳۱۳۔ شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۶۷۹ھ

کتب عقائد و کلام

۳۱۴۔ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی، ۷۶۱ھ
۳۱۵۔ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۲ھ
۳۱۶۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۱۷۔ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ عبد الحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی، متوفی ۸۷۰ھ
۳۱۸۔ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی، متوفی، ۵۰۵ھ
۳۱۹۔ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ، مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۲۰۔ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبد العزیز پرہاروی
۳۲۱۔ حاشیہ عبد الحکیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی الہیہ، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ، مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
۳۲۲۔ شرح المقاصد، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۲۳۔ الاحکام السلطانیہ، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی، متوفی ۴۵۰ھ
۳۲۴۔ مسائر، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۳۲۵۔ مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف القدسی الشافعی، متوفی ۹۰۶ھ
۳۲۶۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلشنگ کمپنی کراچی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب اصول حدیث

۳۲۷۔ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
۳۲۸۔ لقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکۃ مصطفی البابی حلبی واولادہ، مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبد اللہ بن حسین خاطر
۳۲۹۔ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۳۰۔ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۳۳۱۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتب اصول فقہ

۳۳۲۔ مستصفی، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۲۴ھ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ

۳۳۳۔ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۲۹۴ھ، بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۳۴۔ الرسالۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۳۳۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۳۳۶۔ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۳۳۷۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

۳۳۸۔ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
۳۳۹۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ
۳۴۰۔ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۴۷ھ
۳۴۱۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبد الحی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۳۴۲۔ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۴۳۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ
۳۴۴۔ بوادر النوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
۳۴۵۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی، ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ۔
۳۴۶۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری
۳۴۷۔ المہند علی المنفد، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۳۴۸۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۳۴۹۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ
۳۵۰۔ حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ
۳۵۱۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود۔
۳۵۲۔ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ
۳۵۳۔ تکمیل الایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۳۵۴۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ
۳۵۵۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ
۳۵۶۔ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبۂ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ء
۳۵۷۔ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۳۵۸۔ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ
۳۵۹۔ امداد المشتاق، مکتبۂ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ

۳۶۰- فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ
۳۶۱- المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، ۱۰۱۴ھ
۳۶۲- ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبۂ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۳۶۳- الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
۳۶۴- روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمن (مدیر اعلیٰ)
۳۶۵- جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۳۶۶- التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
۳۶۷- ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جشن پیر محمد کرم شاہ الازہری
۳۶۸- الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
۳۶۹- احسن الفتاوی، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد
۳۷۰- ابریز من کلام سیدی عبد العزیز، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبد المبارک
۳۷۱- تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۷۲- ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۳۷۳- صراط مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۳۷۴- میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔
۳۷۵- رمز ایمان، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق۔
۳۷۶- فتاوی رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ
۳۷۷- التراتیب الاداریہ (نظام الحکومت النبویہ)، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبد الحی الکتانی
۳۷۸- انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
۳۷۹- شرح جامی، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، مولانا عبد الرحمن جامی
۳۸۰- اعانۃ الطالبین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف بالسید البکری
۳۸۱- مختصر المعانی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۲ھ
۳۸۲- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷ھ
۳۸۳- مقالات کاظمی، مطبوعہ مکتبہ قریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ
۳۸۴- ہدایۃ النحو مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ ابو الحیان اندلسی، متوفی ۷۴۵ھ
۳۸۵- المرأۃ فی فکر الاسلامی، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۲ء، علامہ جمال محمد فتحی رسول الباجوری
۳۸۶- اعلام الموقعین، مطبوعہ حارۃ حریک لبنان، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۳۸۷- اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ

شرح صحیح مسلم

از رشحات قلم

علامہ غلام رسول سعیدی

شرح صحیح مسلم کی خصوصیات

۱۔ احادیث کا آسان اور بامحاورہ اردو ترجمہ۔

۲۔ متقدمین کی شروح کی روشنی میں ہر باب کی احادیث کی مختصر اور واضح تشریح۔

۳۔ علم اصول حدیث کی روشنی میں احادیث پر فنی گفتگو۔

۴۔ ائمہ اربعہ کی اتباعات کتب سے ان کے مذاہب کا مع دلائل بیان۔

۵۔ فقہ حنفی کی ترجیح کا بیان۔

۶۔ منکرین حدیث کے شبہات کے جوابات اور حجیت حدیث پر دلائل کا انبار۔

۷۔ انتقالی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔

۸۔ مسائل حاضرہ مثلاً فوٹو گراف، ریڈیو، ٹی۔ وی، وڈیو، ریل اور ہوائی جہاز میں نماز، پوسٹ مارٹم، ایمرجنسی ادویہ، انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، استقاط حمل، ضبط تولید، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، رویت ہلال کمیٹی کے اعلان، پاکستان اور دیگر بعید ممالک میں اختلاف رویت ہلال کے اثر سے مختلف احکام، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، میعادی قرضوں کی ادائیگی پر زکوٰۃ، قطبین میں روزے اور نماز کے احکام، ٹیلیفون پر نکاح، بیمۂ اسلام میں کفو کی حیثیت، ایک مجلس میں تین طلاقیں، عدالتی طلاق، نوٹ، سود اور حدود و تعزیرات، انعامی بانڈز، بنک نوٹ، افراط زر کی پیچیدگیاں، مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے بہت سے مسائل پر محققانہ بحث۔

۹۔ مصنف نے ہر مسئلہ میں معروضی بحث کی ہے۔ قرآن مجید، احادیث، آثار، اقوال تابعین، جمہور فقہاء اسلام اور فقہاء احناف کے ارشادات کی روشنی میں ہر مسئلہ کو لکھا ہے، کسی لگی بندھی فکر کے تابع ہو کر نہیں لکھا۔

۱۰۔ اس شرح میں شائستگی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کسی کے خلاف مبتذل لہجہ اختیار نہیں کیا گیا۔

ملنے کا پتا: فرید بک سٹال۔ ۳۸۔ اردو بازار لاہور

علّامہ غلام رسول سعیدی کی تصانیف

۱	حیات اُستاذ العلماء
۲	فاضل بریلوی کا فقہی مقام
۳	توضیح البیان
۴	ذکر بالجہر
۵	ضیائے کرم الایمان
۶	تذکرۃ المحدثین
۷	مقالات سعیدی
۸	مقام ولایت ونبوّت
۹	معاشرے کے ناسور
۱۰	لفظ خدا کی تحقیق
۱۱	نظامِ مصطفےٰ کی شرعی حیثیت، ضرورت اور اہمیّت
۱۲	شرح صحیح مسلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تمہیں جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

جلد سادس

الصید والذبائح، الاضاحی، الاشربۃ اللباس والزینۃ،
الاداب السلام، قتل الحیات وغیرہا، الشعر، الرویا، الفضائل

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الطبع الثامن : ربیع الاوّل 1421ھ/جون 2000ء
الطبع التاسع : شوال 1423ھ/دسمبر 2002ء
تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، فاضل علوم شرقیہ
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور
قیمت : -/395 روپے

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اردو بازار، لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مُسلم جلد سادس

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	معروضات	۳۸
۲	آراء و تاثرات	۴۰
	کتاب الصید والذبائح	
۳	لائق شکار حلال جانوروں اور ذبیحوں کا بیان۔	۴۳
۴	حلال جانوروں کو کھانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۴
۵	اس اعتراض کا جواب کہ ذبح کرنا عقلاً مذموم ہے کیونکہ اس سے جانور کو اذیت پہنچتی ہے۔	۴۵
۶	ذبح کا لغوی اور شرعی معنیٰ اور ذبح کی اقسام۔	۴۵
۷	شکار کی شرائط کا بیان۔	۴۶
	باب: ۶۷	
۸	سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرنے کا حکم۔	۴۷
۹	شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام	۵۲
۱۰	شکاری کتے کے از خود شکار کرنے کا حکم۔	۵۳
۱۱	شکار کرنے والے جانوروں کا بیان۔	۵۳
۱۲	شکاری کتے کے معلّم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط۔	۵۴
۱۳	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۵۵
۱۴	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۵۶
۱۵	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۵۷
۱۶	جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۵۸
۱۷	جس کتے کو شکار پر چھوڑا اگر اس کے ساتھ دوسرا کتا شریک ہو جائے تو آیا شکار حلال ہے یا نہیں؟	۶۱
۱۸	"معراض" سے کیے ہوئے شکار کے حکم میں مذاہب فقہاء	۶۲
۱۹	غلیل اور کمان کی گولی اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم۔	۶۴
۲۰	بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق	۶۶
۲۱	بندوق سے مارے ہوئے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل۔	۶۶
۲۲	بندوق سے مارے ہوئے شکار کو حلال کہنے والے علماء کے دلائل۔	۶۷
۲۳	فقہائے مالکیہ کے دلائل۔	۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۴	فقہائے احناف کے دلائل۔	۶۸
۲۵	علمائے ظاہریہ (غیر مقلدین) کے دلائل۔	۶۹
۲۶	علامہ رشید رضا مصری کے دلائل	۷۰
۲۷	سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دلائل	۷۰
۲۸	علمائے شیعہ کے دلائل	۷۲
۲۹	بندوق سے مارے ہوئے شکار کے متعلق مصنف کی تحقیق اور بحث و نظر۔	۷۲
۳۰	اہلِ کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم۔	۷۸
	باب: ۶۷۸	
۳۱	کچلیوں والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو کھانے کی ممانعت۔	۷۸
۳۲	کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۸۱
۳۳	کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۱
۳۴	کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۲
۳۵	حشرات الارض اور بجو وغیرہ کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ۔	۸۲
۳۶	گھوڑے کے گوشت کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ۔	۸۳
۳۷	پانی کے جانوروں کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ۔	۸۳
۳۸	جھینگے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی رائے۔	۸۴
۳۹	جھینگے کی بحث میں حرفِ آخر۔	۸۵
	باب: ۶۷۹	
۴۰	سمندر میں مرے ہوئے جانور کی اباحت۔	۸۵
۴۱	باب مذکور کی حدیث کے فوائد اور مسائل۔	۸۸
۴۲	سمندری جانوروں کے متعلق فقہائے شافعیہ کا نظریہ۔	۸۹
۴۳	سمندر میں طبعی موت مر کر سطحِ آب پر آنے والی مچھلی کے متعلق فقہائے شافعیہ کا نظریہ۔	۹۰
۴۴	سمندری جانوروں کے متعلق فقہائے مالکیہ کا نظریہ۔	۹۰
۴۵	سمندری جانوروں کے متعلق فقہائے حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۱
۴۶	سمندری جانوروں کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ اور بحث و نظر۔	۹۲
۴۷	پانی میں طبعی موت سے مر کر سطحِ آب پر آنے والی مچھلی کی تحریم کی حدیث پر فنی اعتراضات کے جوابات۔	۹۳
۴۸	ائمہ ثلاثہ کے استدلال پر علامہ سرخسی کا تعاقب اور بحث و نظر۔	۹۴
۴۹	ساحلِ سمندر پر صحابۂ کرام جس جانور کو اٹھارہ دن تک کھاتے رہے، آیا وہ مچھلی تھی یا کوئی اور جانور؟	۹۵
	باب: ۶۸۰	
۵۰	پالتو گدھوں کے کھانے کی ممانعت۔	۹۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۱	پالتو گدھے کی تحریم میں مذاہب فقہاء	۱۰۰
۵۲	نجاست سے آلودہ برتنوں کے دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۰
	باب: ۶۸۱	
۵۳	گھوڑوں کا گوشت کھانا	۱۰۱
۵۴	گھوڑے کا گوشت کھانے کے متعلق فقہائے اسلام کے نظریات۔	۱۰۲
۵۵	گھوڑے کا گوشت کھانے کے متعلق فقہائے احناف کے نظریات۔	۱۰۳
	باب: ۶۸۲	
۵۶	گوہ کے گوشت کی اباحت	۱۰۵
۵۷	گوہ کیا چیز ہے؟	۱۱۱
۵۸	گوہ کھانے کے متعلق فقہائے شافعیہ کا نظریہ	۱۱۱
۵۹	گوہ کھانے کے متعلق فقہائے مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۱
۶۰	گوہ کھانے کے متعلق فقہائے حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۲
۶۱	گوہ کھانے کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ۔	۱۱۲
	باب: ۶۸۳	
۶۲	ٹڈی کھانے کا جواز۔	۱۱۳
۶۳	ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہائے مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۳
۶۴	ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہائے شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۴
۶۵	ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہائے حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۴
۶۶	ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہائے احناف کا نظریہ۔	۱۱۵
	باب: ۶۸۴	
۶۷	خرگوش کھانے کا جواز	۱۱۵
۶۸	خرگوش کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۱۶
	باب: ۶۸۵	
۶۹	شکار اور دوڑ میں مدد حاصل کرنے کا جواز اور کنکر پھینکنے کی کراہت۔	۱۱۶
۷۰	کنکر مارنے سے ممانعت کی حکمت	۱۱۷
۷۱	اہل بدعت اور اہل فسق سے قطع تعلق کرنے کا وجوب اور حضرت کعب بن مالک سے متارکہ کی وضاحت۔	۱۱۷
	باب: ۶۸۶	
۷۲	چھری تیز کرنے اور احسن طریقہ سے ذبح اور قتل کرنے کا حکم۔	۱۱۹
۷۳	ذکاۃ کی اقسام	۱۲۰
۷۴	ذکاۃ اختیاریہ کی تعریف۔	۱۲۰
۷۵	ذکاۃ اضطراریہ کی تعریف۔	۱۲۰
۷۶	ذکاۃ کی شرائط۔	۱۲۰
۷۷	کتنی رگوں کے کاٹنے پر ذکاۃ کا مدار ہے	۱۲۱
۷۸	ذبح فوق العقدہ کی تحقیق۔	۱۲۱
۷۹	ذبح کرنے والے آلے کی اقسام اور ان کے احکام۔	۱۲۲
۸۰	برقی اور مشینی آلات سے ذبح کرنے کا حکم	۱۲۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
٨١	درآمد شدہ ڈبوں میں بند گوشت کا حکم۔	١٢٤
	باب: ٦٨٧	
٨٢	جانوروں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت۔	١٢٤
	کتاب الاضاحی	
٨٣	قربانی کے حکم میں فقہائے شافعیہ کا نظریہ۔	١٢٧
٨٤	قربانی کے حکم میں فقہائے حنبلیہ کا نظریہ۔	١٢٧
٨٥	قربانی کے حکم میں فقہائے مالکیہ کا نظریہ۔	١٢٨
٨٦	قربانی کے حکم میں فقہائے احناف کا نظریہ۔	١٢٨
٨٧	قربانی کرنے کے اول وقت میں مذاہب فقہاء	١٣٠
٨٨	قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہائے شافعیہ کا نظریہ۔	١٣٠
٨٩	قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہائے حنبلیہ کا نظریہ۔	١٣٠
٩٠	قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہائے مالکیہ کا نظریہ۔	١٣١
٩١	قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہائے احناف کا نظریہ۔	١٣١
	باب: ٦٨٨	
٩٢	قربانی کے وقت کا بیان۔	١٣١
٩٣	قربانی کا وجوب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اختیارات	١٣٦
	باب: ٦٨٩	
٩٤	قربانی کے جانوروں کی عمریں۔	١٣٧
٩٥	قربانی کے جانوروں کی قسموں اور عمروں کا بیان۔	١٣٨
٩٦	ضأن کا لفظ دنبہ اور مینڈھے دونوں کو عام ہے یا دنبہ کے ساتھ خاص ہے۔	١٣٨
٩٧	ضأن کو دنبہ کے ساتھ خاص کرنے کے متعلق بعض متاخرین فقہائے احناف کی تصریحات۔	١٣٩
٩٨	کتب لغت کے حوالوں سے ضأن کے معنی کا بیان۔	١٤٠
٩٩	قرآن مجید میں ضأن کے لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے؟	١٤١
١٠٠	مذاہب اربعہ کے مفسرین کی ضأن کے معنی کی تحقیق۔	١٤٢
١٠١	مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک ضأن کے معنی کی تحقیق۔	١٤٢
١٠٢	بعض متاخرین فقہاء احناف سے ضأن کے معنی کی وضاحت۔	١٤٣
١٠٣	ضأن کے معنی کی بحث میں حرف آخر۔	١٤٤
	باب: ٦٩٠	
١٠٤	بسم اللہ اور تکبیر پڑھ کر اپنے ہاتھ سے قربانی کا استحباب۔	١٤٤
١٠٥	قربانی کرنے پر اجر وثواب کے متعلق احادیث	١٤٦
١٠٦	قربانی کے جانور کے عیوب اور نقائص سے بری ہونے کے بارے میں احادیث۔	١٤٧
١٠٧	قربانی کے جانور کی صفات کے متعلق احادیث	١٤٨
١٠٨	قربانی کے مسائل کے بارے میں احادیث۔	١٥٠
١٠٩	فقہائے احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار۔	١٥١

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۱۰	فقہائے احناف کے نزدیک افضل قربانی کا بیان اور قربانی کے گوشت کے احکام۔	۱۵۲
۱۱۱	قربانی کے دیگر مسائل۔	۱۵۳
۱۱۲	قربانی کی کھال کو دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق اور بحث ونظر۔	۱۵۴
۱۱۳	مسجد میں قربانی کی کھال نہ لگنے کے دلائل اور ان کا جائزہ	۱۵۵
۱۱۴	شخصیت معنویہ کی تفصیل اور تحقیق۔	۱۵۸
	باب: ۶۹۱	
۱۱۵	دانت، ناخن اور ہڈی کے سوا ہر خون بہانے والی چیز سے ذبح کرنے کا جواز۔	۱۶۰
۱۱۶	آلاتِ ذبح کے بارے میں مذاہبِ فقہاء۔	۱۶۱
۱۱۷	ذبح کی رگوں کے بارے میں مذاہبِ فقہاء۔	۱۶۲
۱۱۸	ذبح اور نحر کا ایک دوسرے کے قائمقام ہونا۔	۱۶۲
۱۱۹	ذکاۃِ اضطراری کی تفصیل اور مذاہبِ فقہاء۔	۱۶۳
	باب: ۶۹۲	
۱۲۰	ابتداءِ اسلام میں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت اور پھر اس کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۱۶۳
۱۲۱	تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے میں مذاہبِ فقہاء۔	۱۶۸
	باب: ۶۹۳	
۱۲۲	فرع اور عتیرہ کا حکم۔	۱۶۹
۱۲۳	فرع اور عتیرہ کا معنیٰ	۱۶۹
۱۲۴	فرع اور عتیرہ کے متعلق دیگر احادیث۔	۱۷۰
۱۲۵	فرع اور عتیرہ کے متعلق احادیث کی وضاحت۔	۱۷۱
۱۲۶	فرع اور عتیرہ کے متعلق مذاہبِ فقہاء۔	۱۷۱
	باب: ۶۹۴	
۱۲۷	قربانی کرنے والے کیلئے قربانی کرنے سے پہلے بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت۔	۱۷۲
۱۲۸	عشرہ ذوالحجہ میں قربانی سے پہلے قربانی کرنیوالے کے بال اور ناخن کاٹنے میں مذاہبِ فقہاء۔	۱۷۴
	باب: ۶۹۵	
۱۲۹	غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کرنے کی حرمت اور ذبح کرنے والے پر لعنت کا بیان۔	۱۷۵
۱۳۰	غیر اللہ کی خاطر یا غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا حکم۔	۱۷۶
۱۳۱	امراء کی خاطر جانور ذبح کرنے کا حکم۔	۱۷۷
۱۳۲	ایصالِ ثواب کے لیے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم۔	۱۷۷
	کتاب الاشربہ	
	(نشہ آور مشروبات کا بیان)	
۱۳۳	خمر کا لغوی معنی۔	۱۷۹
۱۳۴	خمر کی حرمت پر قرآن مجید سے دلائل۔	۱۷۹
۱۳۵	خمر کی حرمت پر احادیث اور آثار سے دلائل	۱۸۱
۱۳۶	گذشتہ امتوں میں شراب کے حلال ہونے اور اس امت میں شراب کے حرام ہونے کی وجہ۔	۱۸۲
		۱۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۷	تحریم خمر کی تاریخ اور اس کے تدریجاً نازل ہونے کا بیان۔	۱۸۳
۱۳۸	خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق مذاہب فقہاء	۱۸۴
۱۳۹	ہر نشہ آور مشروب کے خمر ہونے اور مطلقاً حرام ہونے پر جمہور فقہاء کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۱۸۴
۱۴۰	خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۱۸۵
۱۴۱	خمر کے احکام کے متعلق دس ابحاث۔	۱۸۶
۱۴۲	بحث اول ۱: خمر کی حقیقت کا بیان۔	۱۸۷
۱۴۳	بحث ثانی ۲: لفظِ خمر کی تعریف کا بیان۔	۱۸۷
۱۴۴	بحث ثالث ۳: خمر کے بعینہٖ حرام ہونے کا بیان۔	۱۸۷
۱۴۵	بحث رابع ۴: خمر کی نجاست۔	۱۸۸
۱۴۶	بحث خامس ۵:	۱۸۸
۱۴۷	بحث سادس ۶: مسلمان کے حق میں خمر کا مال متقوم نہ ہونا۔	۱۸۸
۱۴۸	بحث سابع ۷: خمر سے نفع حاصل کرنے کی حرمت کا بیان۔	۱۸۸
۱۴۹	بحث ثامن ۸: خمر کی حد کا بیان۔	۱۸۸
۱۵۰	بحث تاسع ۹: خمر کو پکانے کا بیان۔	۱۸۸
۱۵۱	بحث عاشر ۱۰: خمر کو سرکہ بنانے کا بیان۔	۱۸۹
۱۵۲	غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۸۹
۱۵۳	غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کی حلت کے متعلق احادیث۔	۱۹۰
۱۵۴	جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملانے کے بعد اس کو پینے کا جواز۔	۱۹۲
۱۵۵	جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۹۵
۱۵۶	نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۹۷
۱۵۷	مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہائے احناف کے دلائل۔	۱۹۸
۱۵۸	جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر امام ابو یوسف اور علامہ سرخسی کے دلائل۔	۱۹۹
۱۵۹	حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار پینے کا جواز۔	۲۰۰
۱۶۰	تیز نبیذ پینے کی ممانعت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۲۰۱
۱۶۱	کبارِ صحابہ اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کے جواز کا بیان۔	۲۰۱
۱۶۲	حدیث ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے) کی تحقیق	۲۰۳
۱۶۳	کچے نبیذ کے حلال ہونے پر دلائل۔	۲۰۵
۱۶۴	بھنگ کا لغوی معنیٰ اور اس کی تاثیرات کا بیان	۲۰۶
۱۶۵	بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء۔	۲۰۶
۱۶۶	حشیش کی تحقیق۔	۲۰۹
۱۶۷	افیون کی تعریف اور تحقیق۔	۲۱۰
۱۶۸	افیون کا شرعی حکم۔	۲۱۰
۱۶۹	سکون آور دواؤں کا شرعی حکم۔	۲۱۱
۱۷۰	تمباکو نوشی کی تاریخ۔	۲۱۱
۱۷۱	تمباکو نوشی کے نقصانات	۲۱۲
۱۷۲	تمباکو نوشی کے نقصانات کے متعلق جدید تحقیق۔	۲۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۷۳	خواتین میں تمباکو نوشی کے مضر اثرات۔	۲۱۴
۱۷۴	تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب۔	۲۱۵
۱۷۵	تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب۔	۲۱۶
۱۷۶	تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب۔	۲۱۷
۱۷۷	تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب۔	۲۱۷
۱۷۸	تمباکو نوشی کے متعلق علامہ شامی اور مصری علماء کی رائے	۲۱۷
۱۷۹	تمباکو نوشی کے سلسلہ میں مصنف کا موقف۔	۲۱۸
۱۸۰	الکوحل اور اسپرٹ کی تحقیق۔	۲۲۰
۱۸۱	الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلوپیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کے جواز کا بیان	۲۲۱
	باب: ۶۹۶	
۱۸۲	شراب کی حرمت اور اس بات کا بیان کہ شراب انگور کے شیرہ سے بنتی ہے۔	۲۲۳
۱۸۳	اہلِ کتاب کے اشتراک سے کسب معاش کا جواز	۲۲۹
۱۸۴	کیا حضرت حمزہ کا نشہ میں حضرت علی کی اونٹنیوں کو کاٹنا لائق مواخذہ تھا۔؟	۲۲۹
۱۸۵	نشہ میں دی ہوئی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء	۲۳۰
۱۸۶	ہر نشہ آور چیز کے خمر ہونے پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کے جوابات۔	۲۳۰
	باب: ۶۹۷	
۱۸۷	خمر کو سرکہ بنانے کی ممانعت۔	۲۳۲
۱۸۸	خمر کو سرکہ بنانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۲۳۲
۱۸۹	خمر کو سرکہ بنانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ اور ان کی دلیل۔	۲۳۳
۱۹۰	خمر کو سرکہ بنانے کی ممانعت کا محل۔	۲۳۳
	باب: ۶۹۸	
۱۹۱	خمر سے علاج کرنے کی حرمت	۲۳۳
۱۹۲	خمر سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۲۳۴
۱۹۳	خمر سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۲۳۴
۱۹۴	خمر سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۲۳۵
۱۹۵	خمر سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۲۳۵
۱۹۶	اس حدیث کی تحقیق کہ حرام چیز میں شفاء نہیں ہے۔	۲۳۶
	باب ۶۹۹	
۱۹۷	کھجور اور انگور سے بنی ہوئی شراب کا خمر ہونا۔	۲۳۷
۱۹۸	کھجور اور انگور سے خمر بنائی جاتی ہے اس حدیث کی تشریح میں ائمہ اربعہ کے نظریات	۲۳۸
	باب: ۷۰۰	
۱۹۹	چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے کا حکم۔	۲۳۹
۲۰۰	دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کے متعلق جمہور فقہاء کا نظریہ۔	۲۴۳
۲۰۱	دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۲۴۳
	باب: ۷۰۱	
۲۰۲	روغن قیر اور کھوکھلے کدو کے برتنوں سبز گھڑوں اور کھوکھلی لکڑی کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اور اس کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۲۴۴
۲۰۳	ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی حکمت اور اس حکم کے منسوخ ہونے کی وجوہات۔	۲۵۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۰۲	
۲۰۴	ہر نشہ آور مشروب کے خمر ہونے اور ہر خمر کے حرام ہونے کا بیان۔	۲۵۴
	باب: ۷۰۳	
۲۰۵	جو نبیذ تیز اور نشہ آور نہ ہو اس کی اباحت کا بیان۔	۲۵۸
۲۰۶	نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح دینے کے بعد رجوع کر لینا۔	۲۶۲
۲۰۷	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک کا ثبوت۔	۲۶۲
۲۰۸	کچے نبیذ کو پینے کے دلائل۔	۲۶۳
	باب: ۷۰۴	
۲۰۹	دودھ پینے کا جواز	۲۶۳
۲۱۰	بلا اجازت مشرکوں کی بکری کا دودھ پینے کی تحقیق۔	۲۶۴
۲۱۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور خلق عظیم۔	۲۶۴
	باب: ۷۰۵	
۲۱۲	سوتے وقت برتنوں کے ڈھکنے، مشکوں کا منہ باندھنے، دروازے بند کرنے، چراغ گل کرنے اور آگ بجھانے کا استحباب۔	۲۶۵
۲۱۳	برتن ڈھانکنے کے فوائد۔	۲۶۹
	باب: ۷۰۶	
۲۱۴	کھانے پینے کے آداب اور احکام	۲۶۹
۲۱۵	کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تفصیل۔	۲۷۳
۲۱۶	دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی تفصیل۔	۲۷۴
۲۱۷	مشک سے منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت کی تفصیل۔	۲۷۴
۲۱۸	کھانے پینے کے شرعی احکام اور آداب۔	۲۷۴
۲۱۹	چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۲۷۶
۲۲۰	چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق فقہاء کے نظریات۔	۲۷۷
۲۲۱	چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق مصنف کا موقف۔	۲۷۹
	باب: ۷۰۷	
۲۲۲	کھڑے ہو کر پانی پینے کی کراہت۔	۲۷۹
۲۲۳	بھول کر کھڑے ہو کر پینے والے کے لیے قے کرنے کے حکم کی وضاحت۔	۲۸۱
۲۲۴	کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت والی احادیث کی فنی حیثیت۔	۲۸۱
۲۲۵	جوتے پہن کر اور میز کرسی پر کھانے پینے کا حکم۔	۲۸۱
	باب: ۷۰۸	
۲۲۶	پانی کے برتن میں سانس لینے کی کراہت اور برتن کے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب	۲۸۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۰۹	
۲۲۷	دودھ یا پانی وغیرہ کو دائیں طرف سے پلانے کا اِستحباب۔	۲۸۳
۲۲۸	تبرکات اور عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار نہیں کیا جاتا۔	۲۸۵
	باب: ۷۱۰	
۲۲۹	انگلیاں اور برتن چاٹنے کا استحباب	۲۸۵
	باب: ۷۱۱	
۲۳۰	اگر مہمان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی مل جائیں تو وہ کیا کرے؟	۲۸۸
	باب: ۷۱۲	
۲۳۱	اگر میزبان کی رضامندی معلوم ہو تو اس کے ہاں بن بلائے شخص کو لیجانے میں حرج نہیں۔	۲۹۰
۲۳۲	کثرت فتوحات اور مالِ غنیمت کی بہتات کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کی زاہدانہ زندگی۔	۲۹۷
۲۳۳	مہمان نوازی۔	۲۹۸
۲۳۴	تکثیر طعام کے معجزات	۲۹۹
	باب: ۷۱۳	
۲۳۵	شوربہ کھانے کا جواز اور کدو (لوکی) کھانے کا اِستحباب۔	۲۹۹
۲۳۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا۔	۳۰۰
	باب: ۷۱۴	
۲۳۷	کھجور کھاتے وقت گٹھلیاں الگ رکھنے کا جواز، مہمان کا گھر والوں کے لیے دعا کرنے کا استحباب اور نیک مہمان سے دعا کرانے کا بیان۔	۳۰۱
	باب: ۷۱۵	
۲۳۸	کھجور کے ساتھ ککڑی کھانے کا بیان۔	۳۰۱
	باب: ۷۱۶	
۲۳۹	کھاتے وقت تواضع کا استحباب اور کھانے کے لیے بیٹھنے کا طریقہ۔	۳۰۲
	باب: ۷۱۷	
۲۴۰	جماعت کے ساتھ دو دو کھجوریں کھانے کی ممانعت۔	۳۰۲
۲۴۱	دو دو کھجوریں ملا کر کھانے کا شرعی حکم۔	۳۰۳
	باب: ۷۱۸	
۲۴۲	کھجور اور دیگر طعام وغیرہ کو اپنے اہل وعیال کے ذخیرہ کرنے کا بیان۔	۳۰۴
	باب: ۷۱۹	
۲۴۳	مدینہ منورہ کی کھجوروں کی فضیلت کا بیان	۳۰۴
۲۴۴	عجوہ کھجوروں کے شفا بخش ہونے پر اشکال کا جواب	۳۰۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۲۰	
۲۴۵	کُھنبی کی فضیلت اور اُس سے آنکھ کا علاج۔	۳۰۶
	باب: ۷۲۱	
۲۴۶	پیلو کے سیاہ پھل کی فضیلت۔	۳۰۸
	باب: ۷۲۲	
۲۴۷	سرکہ کی فضیلت اور اس کو سالن کی جگہ استعمال کرنا۔	۳۰۸
	باب: ۷۲۳	
۲۴۸	لہسن کھانے کے جواز کا بیان۔	۳۱۰
	باب: ۷۲۴	
۲۴۹	مہمان کی تعظیم و تکریم اور اس کے لیے ایثار کرنے کا بیان۔	۳۱۲
۲۵۰	اپنے آپ اور بچوں کو بھوکا رکھ کر مہمانوں کو کھانا کھلانا۔	۳۱۸
۲۵۱	علم دین کے طلبہ کا اعزاز و اکرام اور آدابِ ضیافت۔	۳۱۹
	باب: ۷۲۵	
۲۵۲	طعام کی کمی کے باوجود مہمان نوازی کرنا۔	۳۲۰
	باب: ۷۲۶	
۲۵۳	مومن کا ایک آنت میں اور کافر کا سات آنتوں میں کھانا۔	۳۲۲
	باب: ۷۲۷	
۲۵۴	کھانے میں عیب نہ نکالنا۔	۳۲۴
	کتاب اللباس والزینت	۳۲۶
۲۵۵	لباس کا لغوی معنیٰ۔	۳۲۶
۲۵۶	زینت کا لغوی معنیٰ	۳۲۶
۲۵۷	لباس کے متعلق قرآنِ مجید کی آیات۔	۳۲۷
۲۵۸	زینت کے متعلق قرآنِ مجید کی آیات۔	۳۲۷
۲۵۹	لباس کے متعلق علماءِ مالکیہ کا نظریہ۔	۳۲۷
۲۶۰	لباس کے متعلق علماءِ شافعیہ کا نظریہ۔	۳۲۹
۲۶۱	لباس کے متعلق علماءِ حنبلیہ کا نظریہ۔	۳۳۰
۲۶۲	لباس کے متعلق علماءِ احناف کا نظریہ۔	۳۳۰
	باب: ۷۲۸	
۲۶۳	سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کا مردوں اور عورتوں پر حرام ہونا۔	۳۳۱
۲۶۴	سونے اور چاندی کی حرمت کے متعلق مذاہبِ ائمہ۔	۳۳۲
۲۶۵	سونے اور چاندی کے استعمال کی صورتوں میں مذاہبِ ائمہ۔	۳۳۳
	باب: ۷۲۹	
۲۶۶	مردوں اور عورتوں پر سونے اور چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا، مردوں پر سونے کی انگوٹھی	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اور ریشم کا حرام ہونا اور عورتوں کے لیے اس کی اباحت۔	۳۳۴
۲۶۷	کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟	۳۴۶
۲۶۸	مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل۔	۳۴۷
۲۶۹	سونے، چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم۔	۳۴۷
	باب: ۷۳۰	
۲۷۰	خارش یا کسی عذر کی بنا پر مرد کے لیے ریشم پہننے کا جواز	۳۵۰
	باب: ۷۳۱	
۲۷۱	زرد رنگ کے کپڑے پہننے کی مردوں کو ممانعت۔	۳۵۱
۲۷۲	فقہاء شافعیہ کے نزدیک مردوں کے لیے سرخ اور زرد رنگ کے لباس کا حکم۔	۳۵۳
۲۷۳	فقہاء احناف کے نزدیک مردوں کے لیے سرخ اور زرد رنگ کے لباس کا حکم۔	۳۵۳
۲۷۴	سرخ رنگ کے لباس کے جواز میں احادیث۔	۳۵۶
۲۷۵	سرخ رنگ کے لباس کی ممانعت کی احادیث۔	۳۵۷
۲۷۶	سرخ رنگ کے ثبوت کی احادیث کا سرخ رنگ سے ممانعت کی احادیث پر ترجیح۔	۳۵۹
۲۷۷	زرد رنگ کے لباس کے جواز میں احادیث۔	۳۵۹
۲۷۸	زرد رنگ کے لباس کی ممانعت کی احادیث۔	۳۶۲
۲۷۹	زرد لباس سے ممانعت کی احادیث کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۶۳
۲۸۰	سبز رنگ کے لباس پہننے کے متعلق احادیث۔	۳۶۳
۲۸۱	سیاہ رنگ کے لباس پہننے کے متعلق احادیث	
	اور عمامہ پہننے کا بیان۔	۳۶۴
۲۸۲	سفید رنگ کا لباس پہننے کے متعلق احادیث۔	۳۶۶
۲۸۳	ٹوپی پہننے کے متعلق احادیث آثار صحابہ وتابعین اور اقوال علماء	۳۶۸
۲۸۴	قمیص، شلوار، جبہ اور قبا پہننے کے متعلق احادیث	۳۷۲
۲۸۵	اسلام میں لباس پہننے کی وسعت۔	۳۷۲
۲۸۶	غیر اسلامی ملکوں میں بنے ہوئے لباس پہننے کا جواز۔	۳۷۴
۲۸۷	نیم عریاں اور فساق وفجار کے مخصوص لباس کی ممانعت اور کراہت۔	۳۷۵
۲۸۸	حدیث من تشبہ بقوم فہو منہم کی تخریج۔	۳۷۵
۲۸۹	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں علامہ مناوی کی تحقیق۔	۳۷۶
۲۹۰	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں علامہ حنفی کی تحقیق۔	۳۷۷
۲۹۱	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں ملا علی قاری کی تحقیق۔	۳۷۸
۲۹۲	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں شیخ عبدالحق دہلوی کی تحقیق۔	۳۷۸
۲۹۳	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تحقیق۔	۳۷۸
۲۹۴	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں فقہاء احناف کی تحقیق۔	۳۷۹
۲۹۵	کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں مصنف کی تحقیق۔	۳۸۰
۲۹۶	کیا سبز عمامہ دیندار جماعت کا شعار ہے۔؟	۳۸۲
۲۹۷	کیا سیاہ عمامہ رافضیوں کا شعار ہے؟	۳۸۲
۲۹۸	لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	دنیاوی حکم لاگو ہوگا۔	۳۸۳
۲۹۹	بدعقیدگی، بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر، گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا۔	۳۸۳
	باب: ۳۲ ۷	
۳۰۰	دھاری دار یمنی چادروں کی فضیلت	۳۸۳
	باب: ۳۳ ۷	
۳۰۱	لباس میں انکسار اور موٹے کپڑے پہننے کا بیان	۳۸۴
	باب: ۳۴ ۷	
۳۰۲	غالیچہ یا قالین کے جواز کا بیان۔	۳۸۵
	باب: ۳۵ ۷	
۳۰۳	ضرورت سے زیادہ بستر اور لباس بنانے کی کراہت۔	۳۸۶
	باب: ۳۶ ۷	
۳۰۴	تکبر سے کپڑا لٹکا کر چلنے کی ممانعت	۳۸۶
۳۰۵	مردوں کے ٹخنے سے نیچے لٹکنے والے لباس کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۳۸۹
۳۰۶	تکبر کے بغیر یا اتفاقاً ٹخنے کے نیچے لٹکنے والے لباس کی رخصت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۳۹۱
۳۰۷	ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاءِ شافعیہ کی آراء۔	۳۹۲
۳۰۸	ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاءِ مالکیہ کی آراء	۳۹۳
۳۰۹	ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کی آراء۔	۳۹۳
۳۱۰	ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاءِ احناف کی آراء۔	۳۹۴
	باب: ۳۷ ۷	
۳۱۱	کپڑوں پر اترانے یا اکڑ کر چلنے کی ممانعت۔	۳۹۵
	باب: ۳۸ ۷	
۳۱۲	مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت۔	۳۹۶
۳۱۳	مردوں پر سونے کی انگوٹھی حرام ہونے کا بیان۔	۴۰۲
۳۱۴	چاندی کی انگوٹھی پہننے اور اس پر نقش کندہ کرانے کا بیان۔	۴۰۲
۳۱۵	دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاءِ شافعیہ اور فقہاءِ مالکیہ کے نظریات۔	۴۰۳
۳۱۶	دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاءِ احناف کا نظریہ۔	۴۰۴
۳۱۷	چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننے کا حکم۔	۴۰۴
	باب: ۳۹ ۷	
۳۱۸	جوتیاں پہننے کا استحباب۔	۴۰۵
	باب: ۴۰ ۷	
۳۱۹	دائیں پاؤں میں پہلے جوتی پہننے اور بائیں پاؤں سے پہلے جوتی اتارنے کا استحباب اور ایک جوتی پہن کر چلنے کی کراہت۔	۴۰۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۴۱	
۳۲۰	ایک کپڑے میں ضمّا اور اِحتبار کی ممانعت۔	۴۰۷
	باب: ۷۴۲	
۳۲۱	مردوں کو زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے سے منع کرنا۔	۴۰۹
	باب: ۷۴۳	
۳۲۲	سفید بالوں کو سُرخ یا زرد رنگ سے رنگنے کا استحباب اور سیاہ رنگ کی ممانعت۔	۴۰۹
۳۲۳	سفید بالوں کو برقرار رکھنے کے متعلق احادیث و آثار۔	۴۱۰
۳۲۴	سفید بالوں پر خضاب لگانے کے متعلق احادیث و آثار۔	۴۱۱
۳۲۵	سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۴۱۳
۳۲۶	سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کے جواز کے متعلق آثارِ صحابہ اور تابعین۔	۴۱۵
۳۲۷	سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ۔	۴۱۷
۳۲۸	سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ۔	۴۱۹
۳۲۹	سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ	۴۲۰
۳۳۰	سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاءِ احناف کا نظریہ۔	۴۲۱
۳۳۱	سفید بالوں کا معیار	۴۲۱
۳۳۲	بالوں کے رنگ کی تحقیق۔	۴۲۲
۳۳۳	خضاب لگانے کے سلسلہ میں مذاہب اربعہ کا علامہ	۴۲۳
۳۳۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کی تحقیق	
۳۳۵	ڈاڑھی کا معنیٰ	۴۲۳
۳۳۶	ڈاڑھی دراز کرنے کے متعلق احادیث۔	۴۲۷
۳۳۷	ڈاڑھی ترشوانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۴۲۷
۳۳۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کا بیان۔	۴۳۰
۳۳۹	ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاءِ شافعیہ کا نظریہ۔	۴۳۳
۳۴۰	ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاءِ مالکیہ کا نظریہ۔	۴۳۴
۳۴۱	ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ۔	۴۳۵
۳۴۲	ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاءِ احناف کا نظریہ۔	۴۳۶
۳۴۳	فقہائے احناف کی عبارات کی روشنی میں قبضہ پر بحث۔	۴۳۶
۳۴۴	واجب کی تعریف۔	۴۳۹
۳۴۵	وجوب کو ثابت کرنے کے طریقے۔	۴۴۰
۳۴۶	نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟۔	۴۴۱
۳۴۷	ڈاڑھی میں قبضہ کے وجوب کو ثابت کرنے کے دلائل کا جائزہ۔	۴۴۲
۳۴۸	ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا موقف۔	۴۵۰
۳۴۹	مونچھیں ترشوانے کے حکم میں مذاہبِ فقہاء	۴۵۱
	باب: ۷۴۴	
۳۵۰	جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت۔	۴۵۳
۳۵۱	تصویر یا کُتّے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے؟	۴۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵۲	کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے اِستثناء کی تحقیق۔	۴۶۳
۳۵۳	مصوّروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق۔	۴۶۴
۳۵۴	تصویر کے متعلق فقہاءِ شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ۔	۴۶۴
۳۵۵	تصویر کے متعلق فقہاءِ حنبلیہ کا نظریہ۔	۴۶۵
۳۵۶	تصویر کے متعلق فقہاءِ احناف کا نظریہ۔	۴۶۶
۳۵۷	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماءِ اَزہر کا نظریہ۔	۴۶۹
۳۵۸	تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف	۴۷۰
	باب: ۷۴۵	
۳۵۹	سفر میں گھنٹی اور کُتّا رکھنے کی ممانعت۔	۴۷۳
۳۶۰	سفر میں کتّا یا گھنٹی رکھنے کا حکم۔	۴۷۳
	باب: ۷۴۶	
۳۶۱	اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار ڈالنے کی ممانعت	۴۷۴
۳۶۲	اونٹ کی گردن میں ہار ڈالنے کی ممانعت کی وضاحت۔	۴۷۴
	باب: ۷۴۷	
۳۶۳	جانوروں کے منہ پر مارنے اور منہ کو داغنے کی ممانعت۔	۴۷۴
۳۶۴	چہرے پر مارنے اور داغ کر علامت لگانے کا حکم۔	۴۷۵
	باب: ۷۴۸	
۳۶۵	حیوانوں کے منہ کے علاوہ جسم کے کسی اور حصّہ کو داغنے کا جواز۔	۴۷۶
۳۶۶	حیوانوں کے جسم کو داغ کر علامت بنانے میں مذاہب فقہاء۔	۴۷۷
	باب: ۷۴۹	
۳۶۷	سر پر کچھ بال رکھنے اور کچھ کٹانے کی ممانعت	۴۷۸
۳۶۸	قزع کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۴۷۸
	باب: ۷۵۰	
۳۶۹	راستوں پر بیٹھنے کی ممانعت اور راستوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید۔	۴۷۹
۳۷۰	راستوں پر بیٹھنے کے آداب اور احکام۔	۴۷۹
	باب: ۷۵۱	
۳۷۱	مصنوعی بال لگانے، لگوانے، گودنے، گدوانے اور بلکوں کے بال نوچنے، نچوانے، دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے کی ممانعت۔	۴۸۱
۳۷۲	مصنوعی بال لگانے، گدوانے اور چٹلا وغیرہ لگانے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۴۸۶
	باب: ۷۵۲	
۳۷۳	جو عورتیں ملبوس ہونے کے باوجود عریاں ہوں گی اور راہِ حق سے متجاوز ہوں گی۔	۴۸۷
۳۷۴	ملبوس ہونے کے باوجود عُریاں ہونے کی تشریح۔	۴۸۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۵۳ ۷	
۳۷۵	جھوٹا لباس پہننے اور جھوٹے اوصاف ظاہر کرنے ممانعت۔	۴۸۸
۳۷۶	جھوٹا لباس پہننے کی وضاحت۔	۴۸۹
	کتاب الآداب	
۳۷۷	ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۴۹۰
	باب: ۵۴ ۷	
۳۷۸	ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت اور اچھے ناموں کا بیان۔	۴۹۱
۳۷۹	ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق مذاہب کی تفصیل۔	۴۹۵
۳۸۰	کنیت رکھنے کی تحقیق۔	۴۹۵
۳۸۱	انبیاء اور صالحین کے نام رکھنے کا جواز	۴۹۶
	باب: ۵۵ ۷	
۳۸۲	برے نام رکھنے کی کراہت۔	۴۹۶
۳۸۳	برے نام رکھنے کے حکم کی تفصیل۔	۴۹۸
	باب: ۵۶ ۷	
۳۸۴	برے ناموں کو اچھے ناموں کے ساتھ بدلنے کا استحباب۔	۴۹۸
	باب: ۵۷ ۷	
۳۸۵	شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت۔	۵۰۰
	باب: ۵۸ ۷	
۳۸۶	بچے کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنے کا استحسان۔	۵۰۱
۳۸۷	کسی عالم اور صالح شخص سے بچے کو گھٹی دلوانے اور نام رکھوانے کا بیان۔	۵۰۴
۳۸۸	حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضاء الٰہی ہونے کا بیان۔	۵۰۵
	باب: ۵۹ ۷	
۳۸۹	لاولد شخص کے لیے کنیت رکھنے کا جواز۔	۵۰۵
۳۹۰	پرندوں کو گھر میں رکھنے اور ان کے ساتھ بچوں کے کھیلنے کا بیان۔	۵۰۶
	باب: ۶۰ ۷	
۳۹۱	کسی اور کے بیٹے کو بطور شفقت بیٹا کہنے کا جواز	۵۰۶
	باب: ۶۱ ۷	
۳۹۲	اجازت طلب کرنے کا بیان۔	۵۰۷
۳۹۳	پرائے گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کی تفصیل۔	۵۱۱
۳۹۴	اجازت طلب کرنے اور سلام کرنے میں تقدیم و تاخیر کی بحث۔	۵۱۲
۳۹۵	اجازت طلب کرنے کی حکمت۔	۵۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۹۶	اجازت طلب کرنے کی کیفیت اور اس کے عدم کی بحث۔	۵۱۳
۳۹۷	خبر واحد کی حجیت پر ایک اشکال کا جواب۔	۵۱۳
	باب: ۷۶۲	
۳۹۸	اجازت طلب کرنے والے کا "کون ہے" کے جواب میں "میں" کہنا مکروہ ہے۔	۵۱۴
۳۹۹	"میں ہوں" کہنے کے مکروہ ہونے کی وجہ۔	۵۱۵
	باب: ۷۶۳	
۴۰۰	اجنبی کے مکان میں جھانکنے کی ممانعت۔	۵۱۵
	باب: ۷۶۴	
۴۰۱	اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کا حکم۔	۵۱۷
۴۰۲	اجنبی عورت کو دیکھنے کا حکم	۵۱۷
	کتاب السّلام	۵۱۹
۴۰۳	سلام کا لغوی اور شرعی معنی	۵۱۹
۴۰۴	انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر اللہ تعالیٰ کے سلام کا بیان۔	۵۱۹
۴۰۵	قرآن مجید میں سلام کرنے کے احکام اور آداب۔	۵۲۰
۴۰۶	احادیث میں سلام کرنے کے احکام اور آداب۔	۵۲۱
۴۰۷	سلام کے فضائل۔	۵۲۳
۴۰۸	سلام کے مسائل	۵۲۴
۴۰۹	مصافحہ کا شرعی حکم	۵۲۴
...	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۶۵	
۴۱۰	سوار پیدل کو، اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔	۵۲۵
۴۱۱	سلام کے احکام	۵۲۶
	باب: ۷۶۶	
۴۱۲	راستہ میں بیٹھنے کا حق یہ ہے کہ سلام کا جواب دے	۵۲۷
۴۱۳	راستہ میں بیٹھنے کی فتنہ سامانیاں۔	۵۲۷
	باب: ۷۶۷	
۴۱۴	سلام کا جواب دینا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے	۵۲۸
	باب: ۷۶۸	
۴۱۵	اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے کی ممانعت اور	۵۲۹
۴۱۶	ان کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ۔	
۴۱۷	کفار اور بدعقیدہ لوگوں کو سلام کرنے کا حکم اور مذاہب فقہاء۔	۵۳۲
	باب: ۷۶۹	
۴۱۸	بچوں کو سلام کرنے کا استحباب۔	۵۳۳
۴۱۹	بچوں کو سلام کرنے کے احکام۔	۵۳۴
۴۲۰	عورتوں کو سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء۔	۵۳۴
	باب: ۷۷۰	
۴۲۱	پردہ اٹھانے کو اجازت دینے کی علامت مقرر کرنا۔	۵۳۵

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۷۱	
۴۲۲	قضاء حاجت کے لیے عورتوں کو باہر جانے کی اجازت۔	۵۳۶
۴۲۳	حجاب کے تین مراحل۔	۵۳۷
۴۲۴	قضاء حاجت کے لیے ازواج مطہرات کے گھر سے باہر نکلنے کے تین احوال۔	۵۳۸
۴۲۵	حدیث الباب کے مسائل۔	۵۳۸
	باب: ۷۷۲	
۴۲۶	اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں جانے کی ممانعت۔	۵۳۹
۴۲۷	محرم کی تعریف۔	۵۴۰
	باب: ۷۷۳	
۴۲۸	جو شخص اپنی بیوی یا محرم کے ساتھ تنہا ہو تو وہ بدگمانی کے ازالہ کے لیے دیکھنے والوں کو بتا دے یہ فلاں ہے۔	۵۴۰
۴۲۹	بدگمانی کے مواقع پر عذر صحیح بیان کرنے کا استحباب۔	۵۴۱
۴۳۰	شیطان کے رگوں میں دوڑنے کی تحقیق۔	۵۴۲
	باب: ۷۷۴	
۴۳۱	مجلس میں جہاں گنجائش ہو وہاں بیٹھے ورنہ پیچھے بیٹھ جائے۔	۵۴۲
۴۳۲	علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام۔	۵۴۴
	باب: ۷۷۵	
۴۳۳	اگر کوئی شخص مجلس میں سے اٹھ جائے اور پھر آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔	۵۴۵
...	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۷۶	
۴۳۴	مخنث کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے منع کرنا۔	۵۴۶
۴۳۵	مخنث کی اقسام۔	۵۴۷
	باب: ۷۷۷	
۴۳۶	راستہ میں تھکی ہوئی اجنبی عورت کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھانے کا جواز۔	۵۴۷
۴۳۷	بیوی کے لیے کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کام کاج کا شرعی حکم۔	۵۴۹
۴۳۸	سرکاری زمین کا کسی کو مالک بنانے میں مذاہب فقہاء۔	۵۴۹
۴۳۹	اجنبی عورت کو اپنے ساتھ سوار کرنے کا بیان۔	۵۴۹
	باب: ۷۷۸	
۴۴۰	تیسرے شخص کی موجودگی میں اس کی رضامندی کے بغیر دو آدمیوں کو سرگوشی کرنے کی ممانعت۔	۵۵۰
۴۴۱	تیسرے شخص کی موجودگی میں دو آدمیوں کی سرگوشی کرنے میں مذاہب	۵۵۱
	باب: ۷۷۹	
۴۴۲	طب، بیماری اور جھاڑ پھونک۔	۵۵۱
۴۴۳	دم کرنے کی تحقیق۔	۵۵۳
۴۴۴	تعویذات لٹکانے کی تحقیق۔	۵۵۴
۴۴۵	خون اور کسی دوسری نجس چیز کے ساتھ تعویذ لکھنے کا شرعی حکم	۵۵۶
	باب: ۷۸۰	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۴۶	جادو کا بیان	۵۵۷
۴۴۷	جادو کی تحقیق۔	۵۵۸
۴۴۸	نبی پر جادو کیا جانا منصب نبوت کے خلاف نہیں ہے۔	۵۵۹
۴۴۹	جادو کا دائرہ کار اور جادو اور معجزہ میں فرق۔	۵۵۹
۴۵۰	جادو کے احکام شرعیہ۔	۵۵۹
	باب: ۷۸۱	
۴۵۱	زہر کا بیان۔	۵۶۰
۴۵۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زہر آلود گوشت کھانے کا بیان۔	۵۶۱
	باب: ۷۸۲	
۴۵۳	مریض پر دم کرنے کا استحباب۔	۵۶۱
	باب: ۷۸۳	
۴۵۴	نظر لگنے، پھوڑے پھنسی، زہریلے ڈنک وغیرہ کی تکلیف میں دم کرانے کا استحباب۔	۵۶۴
	باب: ۷۸۴	
۴۵۵	قرآن مجید اور اذکار مسنونہ سے دم کرنے اور اس پر اجرت لینے کا بیان۔	۵۶۸
۴۵۶	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز۔	۵۷۰
۴۵۷	تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق آثار صحابہ و تابعین	۵۷۰
۴۵۸	تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۵۷۱
۴۵۹	تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۵۷۲
۴۶۰	تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۵۷۲
۴۶۱	تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۵۷۳
۴۶۲	تعلیم قرآن، امامت، اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق مصنف کا موقف۔	۵۷۵
	باب: ۷۸۵	
۴۶۳	دعا کے وقت اپنا ہاتھ درد کی جگہ رکھنے کا استحباب	۵۷۹
	باب: ۷۸۶	
۴۶۴	نماز میں شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کا بیان۔	۵۸۰
	باب: ۷۸۷	
۴۶۵	ہر بیماری کی دوا ہے اور علاج کرنے کے مستحب ہونے کا بیان۔	۵۸۰
۴۶۶	علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔	۵۸۸
۴۶۷	احادیث میں مذکور بعض دواؤں کی تاثیر پر اعتراض کا جواب۔	۵۸۸
۴۶۸	عود ہندی اور کلونجی کے نفع آور ہونے کا بیان	۵۸۹
	باب: ۷۸۸	
۴۶۹	طاعون اور بدفالی وغیرہ کا بیان۔	۵۸۹
۴۷۰	فوائد حدیث۔	۵۹۵
	باب: ۷۸۹	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۷۱	مرض کے متعدی ہونے، بدشگونی، الو اور صفر (کی نحوست)، ستارے (کے سبب سے بارش) اور غول کی کوئی اصل نہیں ہے۔	۵۹۶
۴۷۲	مرض کے متعدی ہونے کا بیان۔	۵۹۹
	باب: ۷۹۰	
۴۷۳	بدشگونی، نیک شگون اور جن چیزوں میں نحوست ہے۔	۶۰۰
۴۷۴	نیک فال اور بدفال کا بیان۔	۶۰۳
	باب: ۷۹۱	
۴۷۵	کہانت اور کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت	۶۰۴
۴۷۶	کہانت کا بیان۔	۶۰۷
	باب: ۷۹۲	
۴۷۷	جذامی سے اجتناب کا بیان۔	۶۰۸
۴۷۸	جذامی کے احکام کا بیان۔	۶۰۸
	کتاب قتل الحیات وغیرہا	۶۱۰
۴۷۹	سانپ اور دیگر حشرات الارض کو مارنے کے شرعی احکام کا بیان۔	۶۱۰
	باب: ۷۹۳	
۴۸۰	سانپ مارنے کے حکم کی تفصیل۔	۶۱۶
	باب: ۷۹۴	
۴۸۱	گرگٹ کو مارنے کا استحباب۔	۶۱۶
۴۸۲	گرگٹ کو مارنے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کی حکمت	۶۱۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۷۹۵	
۴۸۳	چیونٹی کو مارنے کی ممانعت	۶۱۹
۴۸۴	آگ میں جلا کر سزا دینے کا حکم۔	۶۲۰
	باب: ۷۹۶	
۴۸۵	بلی کو مارنے کی ممانعت۔	۶۲۰
۴۸۶	جانوروں کو عذاب دینے کا حکم۔	۶۲۱
	باب: ۷۹۷	
۴۸۷	جانوروں کو کھلانے اور پلانے کی فضیلت۔	۶۲۲
۴۸۸	جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کی تفصیل۔	۶۲۳
	کتاب الالفاظ من الادب وغیرہا	۶۲۴
	باب: ۷۹۸	
۴۸۹	زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت۔	۶۲۴
۴۹۰	اللہ تعالیٰ پر دہر کے اطلاق کی توجیہ۔	۶۲۵
	باب: ۷۹۹	
۴۹۱	عنب (انگور) کو کرم کرنے کی کراہت۔	۶۲۵
۴۹۲	انگور پر کرم کے اطلاق کی ممانعت کی وجہ۔	۶۲۶
	باب: ۸۰۰	
۴۹۳	لفظ عبد، امۃ، مولیٰ اور سید کے اطلاق کرنے کا حکم۔	۶۲۷
۴۹۴	لفظ عبد اور رب کے اطلاق کی تفصیل۔	۶۲۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب : ۸۰۱	
۴۹۵	"میرا نفس خبیث ہو گیا" کہنے کی ممانعت۔	۶۲۹
۴۹۶	مسلمان کو علی التعیین خبیث کہنے کی ممانعت۔	۶۲۹
	باب : ۸۰۲	
۴۹۷	مشک کا استعمال اور ریحان اور خوشبو کو مسترد کرنے کی کراہت۔	۶۳۰
	کتاب الشعر	۶۳۲
	باب : ۸۰۳	
۴۹۸	شعر کا لغوی اور عرفی معنیٰ	۶۳۵
۴۹۹	شعر پڑھنے اور سننے کا شرعی حکم	۶۳۵
	باب : ۸۰۴	
۵۰۰	نرد شیر (چوسر) کی حرمت۔	۶۳۶
۵۰۱	چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی تحقیق۔	۶۳۶
۵۰۲	چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تحقیق	۶۳۷
۵۰۳	چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تحقیق۔	۶۳۷
۵۰۴	چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء احناف کی تحقیق۔	۶۳۸
۵۰۵	کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر۔	۶۳۸
	کتاب الرؤیا	۶۴۳
۵۰۶	خوابوں کا بیان۔	۶۴۳
۵۰۷	خواب کی حقیقت اور اس کی اقسام کے متعلق علماء	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اسلام کی آراء۔	۶۴۳
	باب : ۸۰۵	۶۴۵
۵۰۸	بُرے خواب کے احکام	۶۵۷
۵۰۹	سچے خوابوں کے مراتب اور درجات۔	۶۵۸
۵۱۰	خواب کے اجزاء نبوت سے ہونے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق۔	۶۵۸
۵۱۱	اس کی تحقیق کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے	۶۵۹
۵۱۲	خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مختلف صفات اور مختلف صورتوں میں دیکھنے کی تحقیق	۶۶۲
۵۱۳	خواب اور بیداری میں کسی شخص سے ملاقات کا سبب۔	۶۶۳
۵۱۴	نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات کی توجیہات۔	۶۶۴
۵۱۵	کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنے والا صحابی ہو جاتا ہے؟	۶۶۵
۵۱۶	بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات۔	۶۶۶
۵۱۷	وصال کے بعد صحابہ کرام کو بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیوں نہیں ہوئی؟	۶۶۷
۵۱۸	خواب دیکھنے اور اس کی تعبیر بیان کرنے کے آداب۔	۶۶۸
۵۱۹	حضرت ابوبکر کے تعبیر بیان کرنے میں خطا اور صواب کا بیان۔	۶۶۸
	کتاب الفضائل	۶۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۰۶	۶۷۰
۵۲۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت اور اعلانِ نبوت سے پہلے آپ کو ایک پتھر کے سلام کرنے کا بیان۔	۶۷۰
۵۲۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب۔	۶۷۱
۵۲۲	قریش کی وجہ تسمیہ۔	۶۷۱
۵۲۳	قبیلہ قریش کا مصداق	۶۷۲
۵۲۴	قریش کے دو بڑے گروہ	۶۷۲
۵۲۵	قریش کی مذمات۔	۶۷۳
۵۲۶	حضرت عبدالمطلب کی سیرت۔	۶۷۳
۵۲۷	قریش کے چند مشہور خاندانوں کا تذکرہ۔	۶۷۴
۵۲۸	قریش کا مذہب۔	۶۷۷
۵۲۹	قریش میں دعوت اسلام	۶۷۷
۵۳۰	خرق عادت کے اقسام	۶۷۹
	باب: ۸۰۷	۶۷۹
۵۳۱	ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الخلق ہونے کا بیان۔	۶۷۹
۵۳۲	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت کے بیان میں یوم قیامت کی قید کی وجہ۔	۶۸۰
۵۳۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی سیادت بیان کرنے کا سبب۔	۶۸۰
۵۳۴	آپ کی امت میں تمام انبیاء کے تقدیراً اور حکماً دخول کی وجہ سے آپ کی افضلیت۔	۶۸۰
۵۳۵	رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۱
۵۳۶	تمام اوصاف انبیاء کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۱
۵۳۷	آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۲
۵۳۸	آپ کی رسالت کے عموم اور شمول کی وجہ سے آپ کی افضلیت۔	۶۸۳
۵۳۹	آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت۔	۶۸۳
۵۴۰	خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۴
۵۴۱	مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت۔	۶۸۴
۵۴۲	اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۴
۵۴۳	کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۸۵
۵۴۴	دنیا میں اعلانِ مغفرت ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت۔	۶۸۶
۵۴۵	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کے اسناد کے محامل۔	۶۸۸
۵۴۶	عطاء خراسانی کے قول کا بطلان۔	۶۹۰
۵۴۷	خالق اور خلق کے محبوب ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت	۶۹۸
۵۴۸	خلیل اور حبیب میں فرق کا بیان۔	۷۰۰
۵۴۹	کلیم اور حبیب میں فرق کا بیان۔	۷۰۲
۵۵۰	انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی افضلیت۔	۷۰۳
۵۵۱	سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والی حدیث کا حضرت موسیٰ کے پہلے اٹھنے والی حدیث سے تعارض کا جواب	۷۰۵
۵۵۲	جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے اس کے جوابات۔	۷۰۵
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۰۸	
۵۵۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات۔	۷۰۶
۵۵۴	معجزہ کی تعریف	۷۱۰
۵۵۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے کم چیز زیادہ ہوتی، معدوم چیز موجود کیوں نہیں ہوتی۔	۷۱۱
۵۵۶	جس چیز میں برکت ہو اس کا حساب کرنے سے اس کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟	۷۱۲
۵۵۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا۔	۷۱۲
	باب: ۸۰۹	
۵۵۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ پر توکل۔	۷۱۲
۵۵۹	توکل کا لغوی معنی۔	۷۱۴
۵۶۰	کیا اسباب اور وسائل کا حصول توکل کے منافی ہے؟	۷۱۴
	باب: ۸۱۰	
۵۶۱	جس علم اور ہدایت کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا ہے اس کی مثال۔	۷۱۷
۵۶۲	علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت۔	۷۱۷
	باب: ۸۱۱	
۵۶۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت۔	۷۱۸
	باب: ۸۱۲	
۵۶۴	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان۔	۷۲۰
۵۶۵	خاتم کے معنی۔	۷۲۱
۵۶۶	ختم نبوت پر قرآن مجید سے دلائل۔	۷۲۲
۵۶۷	نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث۔	۷۲۵
۵۶۸	امتی اور ظلی کی اختراع کا جواب۔	۷۲۹
۵۶۹	قرآن مجید سے اجراء نبوت پر دلائل کے جوابات۔	۷۳۰
۵۷۰	احادیث سے اجراء نبوت پر دلائل کے جوابات۔	۷۳۲
۵۷۱	جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے اس کے نبی کو اٹھا لیتا ہے	۷۳۴
	باب: ۸۱۴	
۵۷۲	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض اور آپ کی صفات کا بیان۔	۷۳۵
۵۷۳	میدان حشر میں حوض کا محل وقوع اور حوض کو کوثر کہنے کی وجہ۔	۷۴۵
۵۷۴	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حوض کی وجہ اختصاص	۷۴۵
۵۷۵	حوض کے متعلق احادیث معنیً متواتر ہیں۔	۷۴۶
۵۷۶	حوض کا پانی پینے کے بعد پیاس نہ لگنے کی تحقیق۔	۷۴۶
۵۷۷	جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال	۷۴۶
	باب: ۸۱۵	
۵۷۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں فرشتوں کی جنگ کا اعزاز	۷۵۳
۵۷۹	غیر نبی کے لیے فرشتوں کو دیکھنے کی تحقیق۔	۷۵۴
	باب: ۸۱۶	
۵۸۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شجاعت	۷۵۵
	باب: ۸۱۷	
۵۸۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخاوت۔	۷۵۶
	باب: ۸۱۸	
۵۸۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق۔	۷۵۷
۵۸۳	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ کے سلسلہ میں احادیث کے تعارض کا جواب۔	۷۵۹
۵۸۴	خلق کا لغوی معنی۔	۷۵۹
۵۸۵	خلق کا اصطلاحی معنی۔	۷۵۹
۵۸۶	حسن اخلاق کی فضیلت۔	۷۶۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۸۷	خلق جبلی صفت ہے یا اختیاری؟	۷۶۱
۵۸۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے متعلق احادیث۔	۷۶۲
	باب: ۸۱۹	
۵۸۹	رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جود وسخا۔	۷۶۴
	باب: ۸۲۰	
۵۹۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت اور آپ کی تواضع کا بیان۔	۷۶۶
	باب: ۸۲۱	
۵۹۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بکثرت حیاء کا بیان۔	۷۶۹
۵۹۲	حیاء کا لغوی اور شرعی معنی۔	۷۷۰
	باب: ۸۲۲	
۵۹۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تبسم اور حسن معاشرت۔	۷۷۱
۵۹۴	تبسم، ہنسی اور قہقہہ کی تعریفات	۷۷۱
۵۹۵	تبسم اور ہنسی کا حکم۔	۷۷۱
۵۹۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تبسم اور ہنسی کے مواقع اور اسباب۔	۷۷۲
	باب: ۸۲۳	
۵۹۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عورتوں پر رحمت۔	۷۷۲
	باب: ۸۲۴	
۵۹۸	لوگوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تبرک اور قرب حاصل کرنا، اور آپ کا تواضع فرمانا۔	۷۷۴
۵۹۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تبرک حاصل کرنا	۷۷۵
۶۰۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا۔	۷۷۵
	باب: ۸۲۵	
۶۰۱	اپنی ذات کا انتقام نہ لینا اور حدودِ الٰہی میں سختی کرنا۔	۷۷۶
۶۰۲	مفتیوں کو چاہیے کہ فتویٰ دیتے وقت مسلمانوں کی سہولت اور آسانی کو پیش نظر رکھیں۔	۷۷۷
۶۰۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقام نہ لینے کے شواہد۔	۷۷۸
۶۰۴	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز کلام کفر ہے، خواہ توہین کی نیت نہ ہو اور آپ کے خود معاف کرنے کی وجوہات۔	۷۷۹
	باب: ۸۲۶	
۶۰۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی ملائمت اور خوشبو۔	۷۸۰
۶۰۶	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی خوشبو۔	۷۸۱
۶۰۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت	۷۸۱
۶۰۸	فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات۔	۷۸۳
۶۰۹	فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف	۷۸۸
	باب: ۸۲۷	
۶۱۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو اور اس سے تبرک حاصل کرنا۔	۷۸۹
۶۱۱	حضرت ام سلیم کے گھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کے سونے کی وجہ۔	۷۹۱
۶۱۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خوشبو پھیلنے کے متعلق احادیث۔	۷۹۱
۶۱۴	وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور نزول وحی کی صورتیں۔	۷۹۲
۶۱۴	نزول وحی کے وقت پسینہ آنے کی وجہ۔	۷۹۳
۶۱۵	نزول وحی کی صرف دو صورتیں بیان کرنے کی وجہ۔	۷۹۳
۶۱۶	فرشتہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی سننے کی کیفیت۔	۷۹۴
۶۱۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین کیسے ہوا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے؟	۷۹۴
	باب: ۸۲۸	
۶۱۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بال، آپ کی صفات اور آپ کے حلیہ کا بیان۔	۷۹۵
۶۱۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق۔	۷۹۷
۶۲۰	اہل کتاب کی موافقت کرنے کی تحقیق۔	۷۹۸
۶۲۱	مانگ نکالنے کا حکم۔	۷۹۸
۶۲۲	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سرخ لباس پہننے کی تحقیق۔	۷۹۸
	باب: ۸۲۹	
۶۲۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کا ذکر۔	۷۹۹
۶۲۴	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے متعلق علماء کے نظریات۔	۸۰۱
۶۲۵	خضاب لگانے یا نہ لگانے کے متعلق علماء کے نظریات۔	۸۰۳
۶۲۶	سیاہ خضاب لگانے کے متعلق علماء کے نظریات۔	۸۰۴
	باب: ۸۳۰	
۶۲۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان۔	۸۰۴
	باب: ۸۳۱	
۶۲۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا بیان۔	۸۰۶
۶۲۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق اور محاکمہ۔	۸۱۰
۶۳۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آوازیں سننے اور روشنی دیکھنے کا بیان۔	۸۱۱
	باب: ۸۳۲	
۶۳۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ۔	۸۱۱
۶۳۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک "محمد" کی تشریح۔	۸۱۲
۶۳۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک "احمد" کی تشریح۔	۸۱۵
	باب: ۸۳۳	
۶۳۴	اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ علم اور سب سے زیادہ خوف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے۔	۸۱۵
۶۳۵	دین میں سہولت اور رخصت کے پسندیدہ ہونے کا بیان۔	۸۱۶
۶۳۶	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صغائر اور مکروہات سے مجتنب ہونے کا بیان۔	۸۱۶
۶۳۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کا حکم	۸۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۳۴	
۶۳۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب۔	۸۱۷
۶۳۹	حجیت حدیث۔	۸۱۸
	باب: ۸۳۵	
۶۴۰	بلاضرورت زیادہ سوال کرنے کی کراہت۔	۸۱۸
۶۴۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات۔	۸۲۴
۶۴۲	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مجھ سے جو چاہو سوال کرو" کی تشریح۔	۸۲۴
۶۴۳	آپ کو جنت اور دوزخ حقیقتاً دکھانے اور ان کی تصویر دکھانے کے الگ الگ محل۔	۸۲۵
	باب: ۸۳۶	
۶۴۴	احکام شرعیہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب اور احکام دنیویہ میں عمل کا اختیار۔	۸۲۵
۶۴۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیوند کاری کے متعلق صحابہ سے فرمانا "دنیاوی معاملات کو تم زیادہ جانتے ہو"	۸۲۷
	باب: ۸۳۷	
۶۴۶	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی تمنا کرنے کی فضیلت۔	۸۲۸
...	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۳۸	
۶۴۷	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل۔	۸۲۹
	باب: ۸۳۹	
۶۴۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل۔	۸۳۱
۶۴۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیر البریہ ہونے کی توجیہ۔	۸۳۳
۶۵۰	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین (ظاہری) جھوٹ بولنے کی توجیہ۔	۸۳۴
۶۵۱	گناہوں پر قدرت انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔	۸۳۴
	باب: ۸۴۰	
۶۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل۔	۸۳۵
۶۵۳	پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑوں کو لے کر بھاگنا۔	۸۴۱
۶۵۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی وجہ۔	۸۴۱
۶۵۵	صالحین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب۔	۸۴۳
	باب: ۸۴۱	
۶۵۶	حضرت یوسف علیہ السلام کے فضائل۔	۸۴۳
	باب: ۸۴۲	
۶۵۷	حضرت زکریا علیہ السلام کی فضیلت	۸۴۴
...	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۴۳	
۶۵۸	حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت۔	۸۴۴
۶۵۹	حضرت موسیٰ کا نام ونسب اور عمر کا بیان۔	۸۵۲
۶۶۰	حضرت خضر کا نام، لقب اور کینیت	۸۵۲
۶۶۱	حضرت خضر کے نبی ہونے کی تحقیق۔	۸۵۳
۶۶۲	حضرت خضر کی حیات کے متعلق علمائے امت کی آراء۔	۸۵۳
۶۶۳	حیاتِ خضر کی نفی پر دلائل۔	۸۵۴
۶۶۴	حیاتِ خضر کے ثبوت پر دلائل۔	۸۵۶
۶۶۵	حیاتِ خضر کے حق میں اور اس کے خلاف دلائل پر بحث ونظر۔	۸۵۷
۶۶۶	حیاتِ خضر کے سلسلہ میں حرفِ آخر۔	۸۵۹
۶۶۷	حدیثِ خضر سے استنباط شدہ مسائل۔	۸۵۹
	کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم	۸۶۱
۶۶۸	صحابی کی تعریف	۸۶۱
۶۶۹	تعدادِ صحابہ کے متعلق رافضیوں کا عقیدہ۔	۸۶۱
۶۷۰	تعدادِ صحابہ کے متعلق اہلِ سنت کا عقیدہ۔	۸۶۱
۶۷۱	صحابہ کرام کے اخلاص سے ان کے دین میں استقلال اور ثابت قدمی پر استدلال۔	۸۶۲
۶۷۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تبلیغ سے کثرتِ صحابہ پر استدلال۔	۸۶۲
۶۷۳	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور افضل المرسلین ہونے سے کثرتِ صحابہ پر استدلال	۸۶۳
۶۷۴	قرآن مجید کی آیات سے کثرتِ صحابہ پر استدلال	۸۶۴
۶۷۵	فضیلت صحابہ پر کتب شیعہ سے استدلال۔	۸۷۴
	باب: ۸۴۴	
۶۷۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۸۷۶
۶۷۷	صحابہ کرام کی ایک دوسرے پر افضلیت کے متعلق علماء کے مسالک اور نظریات۔	۸۸۱
۶۷۸	صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہلسنت کا نظریہ	۸۸۲
۶۷۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۸۸۳
۶۸۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا۔	۸۸۳
۶۸۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت۔	۸۸۴
۶۸۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت۔	۸۸۶
۶۸۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب	۸۸۶
۶۸۴	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم۔	۸۸۸
۶۸۵	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد، تواضع اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔	۸۸۸
۶۸۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت۔	۸۸۹
۶۸۷	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اہم کارنامے۔	۸۸۹
۶۸۸	سفرِ ہجرت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی وجوہ۔	۸۹۱
۶۸۹	خلت اور محبت کا معنیٰ۔	۸۹۵
۶۹۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی کو شخصی طور پر متعین کر کے خلیفہ نامزد نہ کرنا۔	۸۹۶
۶۹۱	حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر دلیل۔	۸۹۷
۶۹۲	خلفائے ثلاثہ کی خلافت کی صحت اور حقانیت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	پر قرآن مجید سے استدلال۔	۸۹۷
۶۹۳	استدلالِ مذکور پر شیعہ علماء کے اعتراضات کے جوابات۔	۸۹۸
۶۹۴	قرآنِ مجید کی آیات سے شیعہ تفسیر کے مطابق حضرت ابوبکر کے فضائل۔	۸۹۹
۶۹۵	حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر حضرت علی کے بیعت کرنے کا کتبِ شیعہ سے ثبوت۔	۹۰۲
	باب: ۸۴۵	
۶۹۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان۔	۹۰۷
۶۹۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۱۳
۶۹۸	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا۔	۹۱۴
۶۹۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا	۹۱۶
۷۰۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت۔	۹۱۶
۷۰۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم۔	۹۱۷
۷۰۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہد اور تواضع۔	۹۱۷
۷۰۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب۔	۹۱۸
۷۰۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت۔	۹۱۹
۷۰۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انفرادی اور اجتماعی (بحیثیت خلیفہ) سیرت۔	۹۲۰
۷۰۶	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت۔	۹۲۱
۷۰۷	حضرت عمر کے لیے حضرت علی کی دعاءِ خیر۔	۹۲۳
۷۰۸	حضرت عمر کی دینداری میں سابقیت۔	۹۲۳
۷۰۹	حضرت عمر کا محدث (صاحب الہام) ہونا۔	۹۲۴
۷۱۰	عبداللہ ابن اُبی کے کفن کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قمیص دینے کی وجہ۔	۹۲۴
۷۱۱	حضرت عمر کی رائے کے مطابق بعض آیات کے نازل ہونے پر شیعہ علماء کی تائید۔	۹۲۵
۷۱۲	کتب شیعہ سے حضرت عمر کے فضائل کا بیان	۹۲۶
۷۱۳	نہج البلاغۃ کے حوالے سے حضرت علی کے بیان کردہ حضرت عمر کے فضائل۔	۹۲۷
۷۱۴	ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر کے فضائل میں احادیث۔	۹۲۹
۷۱۵	ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر پر اعتراضات کے جوابات۔	۹۲۹
۷۱۶	ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر کے خاتمہ بالخیر پر حضرت ابن عباس اور حضرت علی کی گواہی۔	۹۳۰
	باب: ۸۴۶	
۷۱۷	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۳۲
۷۱۸	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۳۷
۷۱۹	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۹۳۸
۷۲۰	حضرت عثمان کے فضائل کا کتب شیعہ سے ثبوت۔	۹۳۹
۷۲۱	نہج البلاغۃ کے حوالے سے حضرت عثمان کے متعلق حضرت علی کے ستائشی کلمات۔	۹۴۰
۷۲۲	تقیہ کا جواب۔	۹۴۱
۷۲۳	شیعہ فرقوں کا حکم۔	۹۴۲
۷۲۴	حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں فتوحات۔	۹۴۳
۷۲۵	فتنہ اور اس کے اسباب۔	۹۴۳
۷۲۶	اصلاح کی کوشش۔	۹۴۵
۷۲۷	انقلاب کی کوشش۔	۹۴۵
۷۲۸	باغیوں کی شورش۔	۹۴۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۲۹	جانثار صحابہ کے مشورے۔	۹۴۶
۷۳۰	شہادت۔	۹۴۷
۷۳۱	عظمت عثمان رضی اللہ عنہ	۹۴۸
	باب: ۸۴۷	
۷۳۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۵۰
۷۳۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح	۹۵۶
۷۳۴	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام	۹۵۷
۷۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت۔	۹۵۸
۷۳۶	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت۔	۹۵۹
۷۳۷	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم	۹۵۹
۷۳۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد۔	۹۶۰
۷۳۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۶۰
۷۴۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت۔	۹۶۱
۷۴۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت	۹۶۲
۷۴۲	حضرت علی کو حضرت ہارون سے تشبیہ دینا ان کے استحقاق خلافت کو مستلزم نہیں ہے۔	۹۶۳
۷۴۳	حضرت معاویہ کا حضرت سعد سے حضرت علی کو بُرا نہ کہنے کی وجہ دریافت کرنا۔	۹۶۴
۷۴۴	اہلِ بیت کی اقسام	۹۶۴
	باب: ۸۴۸	
۷۴۵	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۶۵
۷۴۶	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۷۰
	باب: ۸۴۹	
۷۴۷	حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے فضائل	۹۷۱
۷۴۸	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۷۳
۷۴۹	حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۷۵
	باب: ۸۵۰	
۷۵۰	حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے فضائل	۹۷۶
۷۵۱	حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سوانح	۹۷۷
	باب: ۸۵۱	
۷۵۲	حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل	۹۷۸
۷۵۳	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۸۰
۷۵۴	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب۔	۹۸۰
۷۵۵	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت۔	۹۸۲
۷۵۶	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۸۲
۷۵۷	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب۔	۹۸۲
۷۵۸	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت۔	۹۸۳
۷۵۹	حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کا محمل۔	۹۸۴
۷۶۰	یزید کی بیعت توڑنے اور اپنی بیعت لینے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات اور ان کی توجیہ۔	۹۸۵
	باب: ۸۵۲	
۷۶۱	حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۹۹۰
۷۶۲	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۹۱
۷۶۳	حضرت زید کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں باپ اور چچا کو چھوڑ دینا۔	۹۹۲
۷۶۴	حضرت زید کے دیگر فضائل ومناقب۔	۹۹۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۶۵	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۹۹۴
	باب: ۸۵۳	
۷۶۶	حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۹۹۵
۷۶۷	حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی سوانح۔	۹۹۶
	باب: ۸۵۴	
۷۶۸	ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل۔	۹۹۷
۷۶۹	ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۰۰۰
	باب: ۸۵۵	
۷۷۰	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل۔	۱۰۰۱
۷۷۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۰۱۰
	باب: ۸۵۶	
۷۷۲	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل۔	۱۰۱۲
۷۷۳	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۰۱۷
	باب: ۸۵۷	
۷۷۴	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل	۱۰۱۸
۷۷۵	حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۰۱۹
	باب: ۸۵۸	
۷۷۶	حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضائل۔	۱۰۱۹
۷۷۷	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خصوصیات	۱۰۲۰
۷۷۸	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۰۲۰
۷۷۹	کفو کا لغوی معنی۔	۱۰۲۳
۷۸۰	کفو کا اصطلاحی معنی۔	۱۰۲۳
۷۸۱	کفو کی تحقیق۔	۱۰۲۳
۷۸۲	غیر کفو میں نکاح کی بحث۔	۱۰۲۴
۷۸۳	قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان۔	۱۰۲۵
۷۸۴	جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا۔	۱۰۲۷
۷۸۵	احل لکم ماوراء ذالکم میں ما کا عموم۔	۱۰۲۹
۷۸۶	احل لکم ماوراء ذالکم کے عموم سے فقہاء کا استدلال۔	۱۰۳۰
۷۸۷	فانکحوا ماطاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال۔	۱۰۳۱
۷۸۸	وانکحوا الایامیٰ منکم الآیۃ۔ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۳۲
۷۸۹	غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے۔	۱۰۳۴
۷۹۰	ولاجناح علیکم ان تنکحوھن الآیۃ۔ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۳۵
۷۹۱	آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۳۶
۷۹۲	ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۳۷
۷۹۳	استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب۔	۱۰۳۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۹۴	وما کان لمؤمن ولامؤمنۃ الآیۃ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۴۰
۷۹۵	ولعبد مؤمن خیر من مشرک ——— سے استدلال (غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے صریح جزئیہ)	۱۰۴۲
۷۹۶	ولعبد مؤمن الآیۃ میں "عبد" سے غلام مراد ہونے پر جمہور مفسرین کی تصریحات۔	۱۰۴۳
۷۹۷	اہلسنت مترجمین کے حوالوں سے ولعبد مؤمن الآیۃ کا ترجمہ۔	۱۰۴۵
۷۹۸	دیگر مشہور مترجمین کے حوالوں سے ولعبد مؤمن الآیۃ کا ترجمہ۔	۱۰۴۶
۷۹۹	افنجعل المسلمین کالمجرمین سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۴۶
۸۰۰	فلا تزکوا انفسکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۴۶
۸۰۱	وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال۔	۱۰۴۸
۸۰۲	عہد رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان۔	۱۰۵۲
۸۰۳	غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب۔	۱۰۵۶
۸۰۴	اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل۔	۱۰۵۷
۸۰۵	اسلام اور اچھے اخلاق کی بنا پر رشتہ دینے کا حکم عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو۔	۱۰۶۰
۸۰۶	بالخصوص غیر کفو میں رشتہ دینے کا حکم۔	۱۰۶۳
۸۰۷	غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک اور توجیہ کا جواب۔	۱۰۶۴
۸۰۸	سیدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان۔	۱۰۶۴
۸۰۹	حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان۔	۱۰۶۵
۸۱۰	حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان۔	۱۰۶۶
۸۱۱	حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی صاحبزادیوں کے نکاحوں کا بیان۔	۱۰۶۸
۸۱۲	حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب (زین العابدین) رضی اللہ عنہم کی صاحبزادیوں کے نکاحوں کا بیان۔	۱۰۶۹
۸۱۳	سیدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان۔	۱۰۷۰
۸۱۴	سیدہ کے غیر سید سے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقف۔	۱۰۷۱
۸۱۵	نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق۔	۱۰۷۳
۸۱۶	غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے روئے زمین کے تمام اولیاء کا راضی ہونا ضروری ہے یا صرف ولی اقرب کا راضی ہونا کافی ہے۔؟	۱۰۷۵
۸۱۷	اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت۔	۱۰۷۷
۸۱۸	حدیث والایم اذا وجدت لہا کفوا، کی تحقیق۔	۱۰۷۷
۸۱۹	حدیث تخیروا لنطفکم کی تحقیق	۱۰۷۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۲۰	پہلی سند۔	۱۰۷۹
۸۲۱	دوسری سند۔	۱۰۸۰
۸۲۲	تیسری سند۔	۱۰۸۰
۸۲۳	چوتھی سند۔	۱۰۸۰
۸۲۴	حدیث لا تنکحوا الا الاکفاء کی تحقیق۔	۱۰۸۲
۸۲۵	حدیث الاحائك او حجام کی تحقیق	۱۰۸۳
۸۲۶	پہلی سند۔	۱۰۸۳
۸۲۷	دوسری سند	۱۰۸۳
۸۲۸	تیسری سند	۱۰۸۴
۸۲۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر کی تحقیق۔	۱۰۸۴
۸۳۰	حضرت سلمان فارسی کی طرف منسوب اثر کی تحقیق	۱۰۸۸
۸۳۱	روایات ضعیفہ کی بنا پر کسی چیز کی حرمت ثابت کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔	۱۰۸۹
۸۳۲	تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔	۱۰۹۱
۸۳۳	نکاح غیر کفو میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۰۹۲
۸۳۴	نکاح غیر کفو میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۰۹۳
۸۳۵	نکاح غیر کفو میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۰۹۵
۸۳۶	نکاح غیر کفو میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۰۹۵
۸۳۷	نوادر کی روایت سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق۔	۱۰۹۷
۸۳۸	ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جزیہ	۱۱۰۱
۸۳۹	نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جزیہ۔	۱۱۰۱
۸۴۰	نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام۔	۱۱۰۲
۸۴۱	نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر۔	۱۱۰۵
	باب: ۸۵۹	
۸۴۲	حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے فضائل۔	۱۱۰۶
۸۴۳	حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح	۱۱۰۷
	باب: ۸۶۰	
۸۴۴	حضرت ام سلیم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۱۱۰۸
۸۴۵	حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۱۱۱
۸۴۶	حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۱۱
۸۴۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنے آگے حضرت بلال کے جوتوں کی آہٹ سنی، اس کی توجیہ	۱۱۱۲
۸۴۸	اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور دیگر معمولات اہل سنت پر ایک دلیل	۱۱۱۳
۸۴۹	حدیث الباب کے بقیہ فوائد اور مسائل۔	۱۱۱۵
	باب: ۸۶۱	
۸۵۰	حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۱۱۱۷
۸۵۱	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۲۱
۸۵۲	حضرت عبداللہ بن مسعود کے مصحف کا بیان۔	۱۱۲۲
۸۵۳	حضرت ابن مسعود کی اپنی علمی فضیلت بیان کرنے کی توجیہ۔	۱۱۲۳
	باب: ۸۶۲	
۸۵۴	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت کے فضائل۔	۱۱۲۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۵۵	حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۲۵
	باب: ۸۶۳	
۸۵۶	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۲۶
۸۵۷	حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۲۷
	باب: ۸۶۴	
۸۵۸	حضرت ابو دُجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۲۹
۸۵۹	حضرت ابو دُجانہ کی سوانح۔	۱۱۲۹
	باب: ۸۶۵	
۸۶۰	حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۱۱۳۰
۸۶۱	حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کی سوانح۔	۱۱۳۱
	باب: ۸۶۶	
۸۶۲	حضرت جُلَیبیب رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۳۲
۸۶۳	حضرت جُلَیبیب رضی اللہ عنہ کی سوانح	۱۱۳۲
	باب: ۸۶۷	
۸۶۴	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۳۳
۸۶۵	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۳۹
	باب: ۸۶۸	
۸۶۶	حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۴۰
۸۶۷	حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۴۲
۸۶۸	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل	۱۱۴۳
۸۶۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سوانح۔	۱۱۴۴
	باب: ۸۷۰	
۸۷۰	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۱۱۴۶
۸۷۱	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سوانح۔	۱۱۴۷
	باب: ۸۷۱	
۸۷۲	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۴۸
۸۷۳	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۵۰
	باب: ۸۷۲	
۸۷۴	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۵۱
۸۷۵	حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۵۴
	باب: ۸۷۳	
۸۷۶	حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۵۵
۸۷۷	حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۶۰
	باب: ۸۷۴	
۸۷۸	حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۱۶۱
۸۷۹	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۶۵
	باب: ۸۷۵	
۸۸۰	اہل بدر رضی اللہ عنہم کے فضائل اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا عذر	۱۱۶۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۸۱	کفار کے لیے جاسوسی کرنے والے کا حکم۔	۱۱۶۷
۸۸۲	(اے اہل بدر!) تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہارے لیے مغفرت کر دی ہے۔"	۱۱۶۸
۸۸۳	حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ایمان پر خاتمہ اور اسلام پر استقامت پر علماء عقیدہ کی روایات سے استدلال اور روافض کی ارتداد کا بطلان۔	۱۱۷۱
	باب: ۸۷۶	
۸۸۴	اصحاب شجرہ یعنی اہل بیعت رضوان رضی اللہ عنہم کے فضائل۔	۱۱۷۲
۸۸۵	بیعت رضوان سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سمیت چودہ سو سے زائد صحابہ کے ایمان اور اسلام کی استقامت پر استدلال۔	۱۱۷۳
۸۸۶	اہل سنت اور اہل تشیع کی متفق علیہ روایات سے اصحاب بیعت رضوان کی تعداد کا بیان۔	۱۱۷۳
۸۸۷	بیعت رضوان سے حضرت ابوبکر کی فضیلت پر شیخ طوسی کے اعتراضات۔	۱۱۷۵
۸۸۸	شیخ طوسی کے اعتراضات کے جوابات۔	۱۱۷۶
۸۸۹	بیعت رضوان کے واقعہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل۔	۱۱۷۷
	باب: ۸۷۷	
۸۹۰	حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہما کے فضائل۔	۱۱۷۸
۸۹۱	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۰
۸۹۲	حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۱
	باب: ۸۷۸	
۸۹۳	اشعریین رضی اللہ عنہم کے فضائل۔	۱۱۸۱
	باب: ۸۷۹	
۸۹۴	حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے فضائل	۱۱۸۲
۸۹۵	حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۳
	باب: ۸۸۰	
۸۹۶	حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت اسماء بنت عمیس اور ان کی کشتی والوں کے فضائل۔	۱۱۸۴
۸۹۷	حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۶
۸۹۸	حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی سوانح۔	۱۱۸۷
	باب: ۸۸۱	
۸۹۹	حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے فضائل۔	۱۱۸۷
۹۰۰	حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۸
۹۰۱	حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی سوانح۔	۱۱۸۹
	باب: ۸۸۲	
۵۰۲	انصار کے فضائل۔	۱۱۹۰
	باب: ۸۸۳	
۹۰۳	غفار، اسلم، جہینہ، اشجع، مزینہ، تمیم، دوس اور طیٔ کے فضائل۔	۱۱۹۵
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۸۸۴	
۹۰۴	بہترین لوگ۔	۱۲۰۱
۹۰۵	سامنے تعریف اور پس پشت برائی کرنے کا حکم۔	۱۲۰۱
	باب: ۸۸۵	
۹۰۶	قریش کی خواتین کے فضائل۔	۱۲۰۲
	باب: ۸۸۶	
۹۰۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بنانا۔	۱۲۰۴
۹۰۸	حلف بالتوارث کا منسوخ ہونا۔	۱۲۰۴
	باب: ۸۸۷	
۹۰۹	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بقاء کا صحابہ کے لیے اور صحابہ کی بقاء کا امت کے لیے امان ہونا۔	۱۲۰۵
	باب: ۸۸۸	
۹۱۰	صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فضائل۔	۱۲۰۶
۹۱۱	قرن کی تعریف۔	۱۲۱۰
۹۱۲	بغیر طلب کے شہادت دینے سے متعلق احادیث کے تعارض کا جواب۔	۱۲۱۰
	باب: ۸۸۹	
۹۱۳	"جو لوگ اس وقت زندہ ہیں، سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہوگا" کا مطلب۔	۱۲۱۲
	باب: ۸۹۰	
۹۱۴	سب صحابہ کی تحریم	۱۲۱۳
۹۱۵	سب صحابہ کرنے والے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۲۱۴
۹۱۶	سب صحابہ کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۲۱۵
۹۱۷	سب صحابہ کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۲۱۶
۹۱۸	سب صحابہ کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۲۱۷
۹۱۹	روافض کی تکفیر کے متعلق میر سید شریف جرجانی کا نظریہ۔	۱۲۱۸
۹۲۰	مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ	۱۲۱۹
۹۲۱	روافض کی تکفیر کے متعلق علامہ شامی کا نظریہ۔	۱۲۲۲
۹۲۲	روافض کی تکفیر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ۔	۱۲۲۴
۹۲۳	سب صحابہ پر مشتمل شیعہ علماء کی چند عبارات۔	۱۲۲۹
۹۲۴	قرآن مجید میں تحریف پر شیعہ ائمہ کی روایات اور تصریحات	۱۲۳۳
۹۲۵	قرآن مجید میں عدم تحریف پر شیعہ علماء کی تصریحات۔	۱۲۳۳
۹۲۶	روافض کی تکفیر میں مصنف کا موقف۔	۱۲۳۴
	باب: ۸۹۱	
۹۲۷	حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۲۳۴
	باب: ۸۹۲	
۹۲۸	اہل مصر کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت۔	۱۲۳۷
	باب: ۸۹۳	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۲۹	اہلِ عمان کی فضیلت	۱۲۳۸
	باب: ۸۹۴	
۹۳۰	قبیلہ ثقیف کا کذاب اور اس کا ظالم۔	۱۲۳۸
۹۳۱	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی سوانح۔	۱۲۴۰
	باب: ۸۹۵	
۹۳۲	اہلِ فارس کی فضیلت۔	۱۲۴۱
۹۳۳	حدیث رسول اللہ میں امام اعظم کی بشارت۔	۱۲۴۱
	باب: ۸۹۶	
۹۳۴	انسان اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سو میں سے ایک بھی سواری کے لائق نہیں ہے۔	۱۲۴۲
۹۳۵	کامل انسان کی کامل اونٹ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ۔	۱۲۴۲
۹۳۶	اختتامی کلمات۔	۱۲۴۳
۹۳۷	ماخذ و مراجع	۱۲۴۵

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معروضات

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا بے حد وحساب کرم ہے اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت ہے کہ شرح صحیح مسلم کی جلد سادس قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اس جلد میں ۱۵۲۰ احادیث کی شرح کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے یہ سب سے ضخیم جلد ہے، اس جلد میں جو اہم ابحاث آگئی ہیں وہ یہ ہیں:

بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق، برقی اور مشینی آلات سے ذبح کرنے کا حکم، درآمد شدہ ڈبوں میں بند گوشت کا حکم، چھ ماہ کے نر بہ دنبہ کی قربانی کی اجازت آیا مینڈھے کو بھی شامل ہے یا نہیں؟ قربانی کی کھال دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق، سکون آور دواؤں کا شرعی حکم، تمباکو نوشی کا شرعی حکم، الکوحل اور اسپرٹ کی تحقیق، دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کا شرعی حکم، سونے چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم، غیر اسلامی ملکوں میں بنے ہوئے لباس پہننے کا جواز، کفار اور فساق کی مشابہت کی تحقیق، سبز عمامہ کی تحقیق، ٹخنوں کے نیچے تک لباس پہننے کی تحقیق، بالوں کو رنگنے (خضاب) کی تحقیق، ڈاڑھی کی مقدار اور قبضہ کی تحقیق، تصویر اور فوٹو گراف کی تحقیق، مصنوعی بال لگانے کا شرعی حکم، تعویذات لٹکانے کی تحقیق، تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ پر اجرت لینے کا بیان، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کا دنیا میں اعلان آپ کی عظیم خصوصیت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت، حضرت خضر کے نبی ہونے کا بیان، حیات خضر کی تحقیق، کثرت صحابہ پر دلائل، حضرت ابوبکر صدیق کے فضائل، حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلائل، خلفائے ثلاثہ پر شیعوں کے اعتراضات کے جوابات، غیر کفو میں نکاح کے جواز کی تحقیق، روافض کے تکفیر کی تحقیق۔

شرح صحیح مسلم کی آخری جلد، جلد سابع ہوگی، یہ نصف سے زیادہ لکھی جا چکی ہے، اس کی چند خصوصی ابحاث یہ ہیں:

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام اور انبیاء کرام کی ذوات سے توسل، ندائے غیر اللہ، جاسوسی کا نظام، غیبت، چغلی، تکبر، تقدیر، عصمت ملائکہ اور عصمت انبیاء، علم کی فضیلت، خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا، دعاؤں کا بیان، حضرت عائشہ پر تہمت کے واقعہ کا بیان، عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھانے کا بیان، بدشگونی کا شرعی حکم، روح کی تحقیق، انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف کی بحث، عذاب قبر کی تحقیق، زیارت قبور کا شرعی حکم، قبر میں سوال کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق، روحوں کا زندوں کے احوال پر مطلع ہونا، سماع موتیٰ کی تحقیق، یاجوج ماجوج کا بیان اور بہت سے مسائل۔

ڈاڑھی کی مقدار میں قبضہ کے استحباب کے متعلق شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی میں اجمالی طور پر لکھا گیا تھا اور یہ کہا تھا کہ ان شاء اللہ

کتاب اللباس میں اس پر مفصل بحث آئے گی اللہ کے کرم سے یہ وعدہ پورا ہوگیا اور اس جلد میں یہ بحث آگئی اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اعلان مغفرت اور غیر کفو میں نکاح کو بھی اس جلد میں زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ جن ذہنوں میں ان مباحث کے متعلق کوئی خلش اور الجھن اگر تھی تو وہ انشاء اللہ دور ہو جائے گی!

میں نے اس کتاب میں جو مباحث لکھے ہیں وہ خوب غور وخوض کر کے لکھے ہیں اور بعض مسائل میں اپنے معاصر علماء کی آراء سے بھی استفادہ کیا ہے، اس کے باوجود میں انسان ہوں اور اپنے آپ کو فکری غلطیوں اور اجتہادی خطاؤں سے مبرا نہیں سمجھتا، صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین نے بھی بعض امور میں اپنی آراء سے رجوع کیا ہے اور یہی للّٰہیت کی نشانی ہے بعض چیزوں میں مجھ پر فکری غلطی واضح ہوئی اور میں نے ان سے رجوع کر لیا، حضرت علامہ سیالوی مدظلہ نے رجم کی بحث میں میری ایک فکری غلطی کی طرف توجہ دلائی تو میں نے اس سے رجوع کر لیا اور جلد رابع کے دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی۔ میں نے جلد ثالث میں حضرت زینب بنت جحش کو غلطی سے ہاشمی لکھ دیا تھا، بعض دوستوں نے اس پر متنبہ کیا کہ وہ تو بنو اسد سے ہیں تو میں نے دوسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی، اسی جلد ثالث کے دوسرے ایڈیشن میں، میں نے روزے میں انجکشن لگوانے کے مسئلہ میں اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا، بعض علماء نے متنبہ کیا کہ جلد اول میں میں نے ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب لکھا ہے سو میں نے اس سے رجوع کر لیا اور اس کے چوتھے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی، بہر حال میں شرح صحیح مسلم پر مسلسل غور وفکر کرتا رہتا ہوں اور قبول حق کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہوں، کسی مسئلہ میں میرا کوئی ذاتی نظریہ نہیں ہے، جو کچھ لکھتا ہوں جو مجھ پر قرآن اور سنت سے منکشف ہوتا ہے میں نے جو کچھ پہلے لکھا تھا وہ بھی اللہ کے لیے لکھا تھا اور جس رائے سے رجوع کیا وہ بھی اللہ کے لیے رجوع کیا ہے، کچھ کتابت کی اغلاط بھی علم میں آتی رہتی ہیں اور بعد والے ایڈیشنوں میں ان کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔ میں اپنی طرف سے اس کتاب کی صحت اور درستگی کی بہت کوشش کرتا ہوں لیکن یہ ایک بندے اور بشر کی کوشش ہے اور اغلاط اور نقائص سے منزہ نہیں ہے، کامل ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے!

آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تا روز قیامت باقی اور فیض آفریں رکھے اور اس کو میرے لیے ذریعۂ نجات اور صدقہ جاریہ کر دے اور مجھ سمیت اس کتاب کے ناشر، کاتب، مصحح اور قارئین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی اور بلا سے محفوظ رکھے اور ہم سب کو دارین کی بے حساب برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند فرمائے! آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ

خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

۲۷، الربیع الثانی، ۱۴۱۳ھ

۲۵، اکتوبر ۱۹۹۲ء

آراء وتاثرات

حضرت استاذ العلماء علامہ ابو الحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی دامت فیوضہم
شیخ الحدیث ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

حضرت علامہ سعیدی صاحب نے ازراہ برادر نوازی اپنی مایہ ناز اور بلند پایہ شرح صحیح مسلم کی جلد رابع اور جلد خامس ارسال فرمائیں، بندہ کو اس شرح کے مطالعہ کا مدت سے اشتیاق تھا سو ان کی اس عنایت سے وہ پورا کیا ہوا ایسا بڑھ گیا ہے کہ جی چاہتا ہے یہ عظیم شرح جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچے اور ہر وقت اسے مطالعہ میں رکھ کر استفادہ کیا جائے۔

علامہ سعیدی نے اس عظیم شرح میں صرف اپنے زور بیان اور منفرد اسلوب نگارش کا لوہا ہی نہیں منوایا بلکہ تحقیق وتدقیق کے جواہر نفیسہ کے خزائن کی بے دریغ سخاوت کی ہے اور کتاب کے ہر صفحہ کو طالبان تحقیق کے لیے خوان یغما بنا دیا ہے اور تشنگان حقائق ومعارف کے لیے اس کے ہر باب کو چشمہ آب حیواں بنا دیا ہے، آپ نے اس لاثانی شرح کے ذریعہ جہاں علماء اہل سنت کی لاج رکھ لی ہے وہاں عوام اہل سنت پر بالخصوص اور عالم اسلام پر بالعموم احسان عظیم فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ بہ طفیل مقربان بارگاہ ناز ان کی اس سعی جمیل کو قبول عام بخشے اور سرچشمہ فیض عام بنائے۔

قدیم شارحین میں سے علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں جس طرح انوکھا نرالا اور دل فریب ودلکش ودل ربا اور روح پرور انداز واسلوب اختیار کیا تھا، اس دور کے شارحین میں علامہ موصوف نے اردو زبان میں اس طرز نگارش کا احیاء فرمایا ہے، آپ کی معلومات میں علامہ سیوطی ایسی وسعت اور علامہ عسقلانی جیسی پختگی اور ضبط واتقان کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، مخالف کے نقطۂ نظر اور اس کے دلائل کی تقریر پھر اس پر مواخذہ وگرفت اور جوابی کارروائی اور نقض وابرام میں علامہ سعد الدین تفتازانی کے انداز تلویح کا عکس نظر آتا ہے، بلاشبہ اس شرح نے لکھنے والوں کو نئی راہ وروش دکھائی ہے اور نیا اسلوب بیان سکھایا ہے اور یہ شرح ہر شارح کے لیے مشعل راہ ہے بلکہ مینارہ نور ہے اور علامہ موصوف نے اس عظیم ورفیع شرح کے ذریعہ صرف اپنا محدث ومفسر اور اصولی ومتکلم ہونا ہی تسلیم نہیں کرایا بلکہ جدید وقدیم پیچیدہ اور گھمبیر مسائل پر گہری نظر رکھنے والا فقیہ اور محقق ہونا بھی تسلیم کرا لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ سعیدی صاحب کے علمی مدارج میں مزید رفعت وترقی عطا فرمائے اور عالم اسلام کو بالعموم اور اہلسنت کو بالخصوص ان سے بیش از بیش استفادہ کی توفیق بخشے اور انھیں جملہ امراض واسقام اور بلیات وآفات سے محفوظ اور مامون رکھے اور وہ جن عظیم علمی کارناموں کو سرانجام دینے کا عزم وارادہ رکھتے ہیں انھیں باحسن وجوہ پایہ تکمیل تک پہنچانے کی سعادت بخشے۔

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ کسی بھی مصنف کے ساتھ ہر قاری تمام مندرجات میں متفق نہیں ہو سکتا، نہ پہلے اس کی مثال ملتی ہے اور نہ ہی آئندہ اس کی توقع کی جا سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ ہر باب میں تحقیق حق اور اتفاق صواب خطاء و نسیان کے پتلے انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو باہم اتحاد و اتفاق اور اخوت و مودت کے جذبہ سے دین قویم کی خدمت اور اس کی ترویج و اشاعت میں مقدور بھر سعی اور جد و جہد کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

احقر الانام ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی
دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

محمد بلال احمد ایم۔اے جنوبی افریقہ

آپ کی شرح صحیح مسلم کا مطالعہ کیا، اب اس کی جلد رابع مکمل کرنے والا ہوں، اس شرح کو پڑھنے کے بعد کسی اور شرح کے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ نے اسلام کے اقتصادی نظام پر قلم اٹھایا ہے اور بہت سے ان جدید مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے، جن کو ابھی تک کسی نے نہیں چھیڑا تھا۔ آپ ایسا انداز بیان شاید ہی کسی اور کو ملا ہو جب آپ مخالفین کے نظریات اور ان کے دلائل پیش کرنے کے بعد ان کا رد کرتے ہیں تو کسی قاری کی تشنگی باقی نہیں رہتی، وہ تمام جدید فقہی مسائل جن کے متعلق جاننے کے لیے کب سے لوگ منتظر تھے آپ نے ان کی تحقیق کا حق ادا کر دیا، میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ میں اپنے مافی الضمیر اور دلی تاثرات کو کما حقہ بیان کر سکوں، اللہ تعالیٰ آپ کی تمام علمی خدمات کو مشکور اور ماجور فرمائیں اور آپ کی تصنیفات کو آپ کے لیے صدقہ جاریہ کر دیں، آپ کو دین اور دنیا میں ہر رنج اور تکلیف سے محفوظ رکھیں اور آپ کو دارین میں سرخ روئی عطا فرمائیں۔ آمین۔

محمد بلال ایم۔اے
جنوبی افریقہ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله حمد الشاکرین والصلوٰة والسلام علی
خاتم النّبیین سید الانبیآء والمرسلین اکرم الاوّلین و
الاٰخرین حامل لواء الحمد یوم الدین اوّل الشافعین
والمشفعین صاحب المقام المحمود بین المحشورین
الذی نطقه وحی ربّ العالمین والذی خلقه معیار
للحسن فی الاوّلین والاٰخرین رحمة للعالمین حبیب
ربّ العالمین سیّدنا محمد وعلیٰ اٰله الطیّبین الطّاهرین
واصحابه الرّاشدین المهدیّین وازواجه الطّاهرات
المطهّرات امّهات المؤمنین واولیآء امّته الواصلین
الکاملین وعلمآء امّته الرّاسخین من المفسّرین
والمحدّثین والائمة المجتهدین اجمعین ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب الصید والذبائح

وما یؤکل من الحیوان

لائق شکار حلال جانوروں اور ذبیحوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو اَن گنت انعامات اور احسانات فرمائے ہیں، ان میں سے ایک عظیم احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کے لیے بعض جانور حلال کر دیئے ہیں اور ان کے لیے شکار کرنا بھی حلال کر دیا ہے، اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہی جانور حلال کیے ہیں جن کا کھانا انسان کی صحت اور سلامتی کا ضامن ہے۔ اور جن کا کھانا اس کی صحت یا اس کے اخلاق کے لیے مُضر ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، مثلاً مُردار جانور کو حرام کر دیا ہے، کیونکہ جب کوئی جانور طبعی موت سے مر جائے تو اس کی رگوں اور شریانوں میں خون جم جاتا ہے اور اس کے جسم میں ایک فاسد مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کو کھانا انسانی صحت کے لیے مضر ہے، اس لیے انسان کو حکم دیا کہ جانور کو ذبح کر کے کھاؤ تاکہ جانور کے خون کا ایک ایک قطرہ اس کی شریانوں کے راستہ بہہ جائے اور اس کا جسم تمام مضر اثرات سے پاک ہو جائے، پھر اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرر کر دیا تاکہ دنیا کے جس خطہ زمین پر اور جس جگہ بھی مسلمان کسی جانور کو ذبح کریں تو اسی ایک طریقہ سے ذبح کریں تاکہ ذبح کرنے کے عمل میں تمام مسلمانوں کے اندر اتحاد اور یگانگت ہو اس معاملہ کو یونہی نہیں چھوڑا کہ جو شخص جانور کے جس عضو کو چاہے کاٹ کر اس کا سارا خون بہا دے اور سب الگ الگ طریقہ سے جانوروں کو ذبح کر کے انتشار اور تفریق کا شکار ہوں، بلکہ سب کو ذبح کرنے کا ایک معین طریقہ بتایا کہ وہ جانور کی گردن پر چھری پھیر کر اس کی چار رگیں (حلقوم، مَری اور ودجان یعنی حلقوم کے دائیں بائیں کی دو رگیں) کاٹ دیں نیز یہ حکم دیا کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں تاکہ اسلام اور کفر کے ذبیحہ میں فرق اور امتیاز ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پھاڑنے والے درندوں اور پنجوں اور ناخنوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو حرام کر دیا ہے، کیونکہ انسان جس جانور کا گوشت کھاتا ہے اس کے طبعی اوصاف اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور چونکہ ان جانوروں میں ظلم اور بہ بریت کی صفت ہوتی ہے اس لیے ان کا گوشت کھانا حرام کر دیا، اسی طرح خنزیر کا گوشت حرام کر دیا کیونکہ خنزیر میں بے حیائی اور بے غیرتی ہوتی ہے، باقی جانوروں کی سرشت کے برخلاف جب خنزیر اپنی مادہ سے جفتی کر رہا ہو تو باقی خنزیر ایک لائن میں سکون سے کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہیں اور ایک نر کے فارغ ہونے کے بعد دوسرا نر جفتی شروع کرتا ہے، خنزیر کی اس بے شرمی اور بے غیرتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو بہت سختی سے حرام کر دیا، علاوہ ازیں خنزیر کا گوشت کھانے سے بہت مہلک بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، اور اس کی تصدیق یہ ہے کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کی جو اقوام خنزیر کا گوشت بہت شوق اور رغبت سے کھاتی ہیں ان کے ہاں بے غیرتی اور بے حیائی

بھی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے، سو اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے ہم پر خنزیر کا گوشت حرام کر کے ہم کو بے غیرتی اور بے حیائی کے تعر مذلت میں گرنے سے بچالیا۔ اب ہم پہلے قرآن مجید کی وہ آیات بیان کریں گے جن میں اللہ تعالیٰ نے حلال جانوروں کے کھانے اور شکار کرنے کی اجازت دی ہے، اس کے بعد اس سلسلہ میں بعض شبہات کا ازالہ کریں گے۔ شکار اور ذبح کے فقہی احکام بیان کریں گے فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

حلال جانوروں کو کھانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

احلت لکم بھیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی الصید وانتم حرم۔ (مائدہ ۵:۱/۵)

تمہارے لیے تمام قسم کے مویشی حلال کیے گئے ہیں ماسوا ان جانوروں کے جن کا حکم تم کو بیان کیا جائے گا لیکن حالت احرام میں تم شکار کو حلال نہ کر لینا۔

ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر۔ (حج ۲۲:۲۸/۲۲)

ان معین دنوں میں ان مویشیوں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو دیے ہیں تو ان میں سے تم خود بھی کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلاؤ۔

واحلت لکم الانعام الا ما یتلی علیکم۔ (حج ۲۲:۳۰/۲۲)

اور تمہارے لیے مویشی حلال کیے گئے ہیں بجز ان جانوروں کے جن کا حکم تم کو بیان کیا جائے گا۔

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام۔ (حج ۲۲:۳۴/۲۲)

اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کی ہے تاکہ وہ اللہ کے دیے ہوئے جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں۔

اور شکار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

احل لکم صید البحر وطعامہ متاعا لکم وللسیارۃ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما۔ (مائدۃ ۵:۹۶/۵)

سمندر میں شکار کرنا (یا سمندر میں پکڑی ہوئی مچھلی) اور سمندر کا طعام (یعنی سمندر کی پھینکی ہوئی مچھلی) تمہارے اور مسافروں کے لیے حلال ہے اور جب تک تم احرام باندھے ہوئے ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا ہے۔

واذا حللتم فاصطادوا۔ (مائدہ ۵:۲/۵)

اور جب تم احرام کھول دو تو تم شکار کر سکتے ہو۔

یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ واتقوا اللہ ان اللہ سریع الحساب۔ (مائدۃ ۵:۴/۵)

آپ سے لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کے لیے حلال کی گئی ہیں، آپ فرما دیجئے! تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھا لیا ہے جن کو خدا کے دیے ہوئے علم کے مطابق تم شکار کی تعلیم دیتے ہو، وہ جس شکار کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں اس کو بھی تم کھا سکتے ہو، البتہ (شکار پر چھوڑتے وقت) تم اس

شکاری جانور پر اللہ کا نام لو اور اللہ سے ڈرتے رہو
بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اس اعتراض کا جواب کہ ذبح کرنا عقلاً مذموم ہے کیونکہ اس سے جانور کو اذیت پہنچتی ہے۔

بعض مذاہب میں جانوروں کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ جانوروں کو ذبح کرنا ان کو درد اور اذیت پہنچانا ہے اور درد اور اذیت پہنچانا امر قبیح ہے اور امر قبیح سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور جس فعل سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو وہ جائز نہیں ہے، لہٰذا جانوروں کو ذبح کرنا بھی جائز نہیں ہے، امام رازی فرماتے ہیں: فقہاء اسلام نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیے ہیں، بعض فقہاء نے کہا ہم یہ نہیں مانتے کہ ذبح کے وقت جانوروں کو درد ہوتا ہے بلکہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ ان سے درد کو اٹھا لیتا ہے، لیکن یہ جواب بداہت کے خلاف ہے، معتزلہ نے کہا اذیت پہنچانا مطلقاً قبیح نہیں ہے، اذیت پہنچانا اس وقت قبیح ہے جب وہ کسی جرم کی سزا ہو یا اس کے عوض آخرت میں کوئی اجر ہو، اور چونکہ اللہ تعالیٰ اس ذبح کے بدلہ میں جانوروں کو آخرت میں اجر دیتا ہے اس لیے یہ قبیح نہیں ہے، جس طرح مریض کا آپریشن کرتے ہیں اور اس سے اس کو تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے لیکن صحت کے اہم فائدہ کی خاطر اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عظیم منافع کی خاطر تھوڑی سی تکلیف کو برداشت کرنا ایک امر معقول ہے، اسی طرح ذبح کا معاملہ ہے، اور فقہاء اہل سنت نے اس شبہ کے جواب میں یہ کہا ہے کہ جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جانور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور مالک اپنی ملک میں جس طرح چاہے تصرف کرے یہ اس کا حق ہے اس کو ظلم یا امر قبیح کہنا صحیح نہیں ہے۔[1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ہمارے مشائخ رحمہم اللہ میں سے بعض عراقی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ حیوانات کو ذبح کرنا عقلاً ممنوع ہے کیونکہ اس فعل سے حیوان کو اذیت پہنچتی ہے اور میرے نزدیک یہ نظریہ باطل ہے، کیونکہ بعثت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گوشت کھاتے تھے، اور آپ کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ آپ مشرکین کا ذبیحہ کھاتے تھے، کیونکہ مشرکین بتوں کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپ جانور شکار کر کے خود ذبح کرتے تھے اور آپ ایسا کوئی فعل نہیں کر سکتے تھے جو عقلاً ممنوع ہو جیسے ظلم کرنا، جھوٹ بولنا اور جہالت کے کام کرنا عقلاً ممنوع ہیں اور اس قسم کے تمام افعال نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے منتفی ہیں۔

حیوانات کو ذبح کرنے سے انسان کے لیے غذا حاصل ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی منفعت ہے جو مقصود بالذات ہے، اس لیے یہ ایک مباح کام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً "وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لیے پیدا کیا" اور اس مقصود کو حاصل کرنے کے لیے اگر جانور کو کچھ اذیت پہنچتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے جس طرح فصد، حجامت (مثلاً آپریشن) اور کڑوی دواؤں کو صحت کے حصول کے لیے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[2]

ذبح کا لغوی اور شرعی معنی اور ذبح کی اقسام

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[2] شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ۔

کسی دھار والی چیز کے مس کرنے سے حیوان میں جو حدت اور جلن پیدا ہوتی ہے اس کو لغت میں ذکاۃ (ذبح) کہتے ہیں، جس طرح سورج کی شدت حرارت کو ذکاۃ کہتے ہیں، اسی طرح جس شخص کے ذہن میں حدت اور تیزی ہو اس کو بھی ذکی کہتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ذکوٰۃ کی شرط طبعی نوعیت کی بنا پر ہے، کیونکہ یہ گوشت کو پکانے کی ایک قسم ہے، یہی وجہ ہے کہ ذبح شدہ گوشت مردار گوشت سے زیادہ پاکیزہ اور لذیذ ہوتا ہے، اور فساد اور خرابی سے زیادہ دور ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ نجس اور فاسد خون کے بہانے کو ذکوٰۃ کہتے ہیں، کیونکہ حیوان میں بہنے والا خون حرام ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے محرمات کے ضمن میں فرمایا إودما مسفوحًا۔ (یا بہنے والا خون) پس خبث کے ازالہ کرنے اور طاہر کو نجس سے متمیز کرنے کا نام ذکوٰۃ ہے۔ پھر ذکوٰۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) قدرت اور اختیار کے وقت مذبح (وہ جگہ جس میں جانور ذبح کیا جاتا ہے) میں ذبح کرنا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین "دو جبڑوں اور سینہ کے بالائی حصہ کی درمیانی جگہ کو کاٹنا ذبح ہے" اس کو ذکوٰۃ اختیاری کہتے ہیں۔ (۲) اگر مذبح (وہ جگہ جس میں جانور ذبح کیا جاتا ہے) میں ذبح کرنا دشوار ہو تو جانور کی جو جگہ بھی قابو میں آئے اس کو زخمی کر دینا اور اگر وہ مذبح میں ذبح کرنے پر قادر ہو تو جب تک جانور کے مذبح میں ذبح نہیں کرے گا اس وقت تک ذبح متحقق نہیں ہوگا اور جب جانور کو مذبح میں ذبح کرنا دشوار ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اس کو ذکوٰۃ اضطراری کہتے ہیں۔ [1]

شکار کی شرائط کا بیان

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

شکار کا جواز چند شرائط کے ساتھ مختص ہے:

۱۔ جس جانور کے ساتھ شکار کیا جائے وہ سدھایا ہوا ہو۔

۲۔ جانور جس کے ساتھ شکار کیا جائے وہ زخمی کرنے والا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ۔ اور جن شکاری جانوروں (زخمی کرنے والے) کو تم نے سدھایا ہے جن کو خدا کے دیے ہوئے علم کے مطابق تم شکار کی تعلیم دیتے ہو" جوارح (زخمی کرنے والے) کے متعلق دو قول ہیں (۱) وہ جانور اپنے دانتوں اور پنجوں سے حقیقۃً زخم ڈالے (۲) وہ شکار کو پکڑ کر لانے والے جانور ہوں کیونکہ جرح کا معنی کسب بھی ہے ویعلم ما جرحتم بالنھار ای کسبتم۔

۳۔ شکاری جانور کو بھیجا جائے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تم نے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو بھیجا اور اس پر بسم اللہ پڑھ لی تو اس کو کھالو، اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ کوئی اور کتا شریک ہو گیا تو پھر اس (شکار) کو مت کھاؤ اور جب دو کتوں میں سے اگر ایک کتا بھیجا ہوا نہ ہو تو کھانا حرام ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ کتے کو بھیجنا شرط ہے نیز ذکوٰۃ حلت کا سبب اس وقت ہوتی ہے جب اس کا حصول کسی آدمی سے ہوا ہو اس لیے شکار کے آلہ کو آدمی کا قائم مقام بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس میں آدمی کا فعل داخل ہو اور یہ صرف شکاری جانور کو بھیجنے سے ہو سکتا ہے، اور کتے کے لیے سدھائے ہونے کی شرط بھی اس میں بھیجنے کے تحقق کے لیے لگائی گئی ہے۔

۴۔ بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو بھیجے۔

---

[1] شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

۵۔ جس جانور کا شکار کیا جائے اس کا کھانا جائز ہو اور فی نفسہ وہ شکار وحشی اور غیر مانوس جانور ہو۔

۶۔ شکاری جانور شکار کرنے والے کی نظر سے غائب نہ ہو یا وہ اس کو ڈھونڈنے سے تھک نہ جائے، کیونکہ جب وہ اس کی نظر سے غائب ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ شکار کی موت شکار کرنے والے جانور کے زخم سے نہ ہوئی ہو بلکہ کسی اور سبب سے ہوئی ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس کو تم نے دیکھا ہے اس کو کھا لو اور جو تمہاری نظر سے غائب ہے اس کو مت کھاؤ۔ اور جب وہ اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک کر بیٹھ گیا تو اس کو یہ پتا نہیں ہے کہ اگر وہ اس کا پیچھا کرتا تو ہو سکتا ہے کہ وہ شکار زندہ اس کے ہاتھ لگ جاتا اور وہ اس کو اصل طریقہ (مذبح میں) کے مطابق مذبح کرنے پر قادر ہوتا، اور باوجود قدرت کے مذبح میں ذبح کرنے کو ترک کرنا حرام ہے اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ جب شکار میں "شاید" اور "ہو سکتا ہے" جمع ہو جائیں تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اس چیز کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں اشارہ ہے، جب آپ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تمہارا شکار پانی میں گر جائے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ اب تم کو پتا نہیں کہ تمہارا وہ شکار تیر سے مرا ہے یا پانی سے مرا ہے۔

اسی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ جس طرح شکاری جانور کے لیے زخمی کرنے کی شرط ہے اسی طرح تیر کے لیے بھی شرط ہے کیونکہ ابراہیم رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ جب تیر کا پھل شکار کو چھید دے (زخمی کر دے) تو اس کو کھاؤ اور جب اس کو نہ چھیدے تو مت کھاؤ، اگر تیر کا عرض شکار کو لگے تو اس سے شکار کو چوٹ لگتی ہے وہ چھدتا نہیں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اگر شکار تیر کی دھار سے زخمی ہو جائے تو کھا لو اور شکار تیر کے عرض لگنے سے مر جائے تو پھر مت کھاؤ۔" اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حلت کا مدار بہنے خون کے بہنے پر ہے اور خون اسی وقت بہے گا جب تیر کا پھل شکار کو چھید دے یا پھاڑ دے اور جب تیر کے عرض سے شکار کے جسم کو چوٹ لگے اور وہ چھیدے یا پھٹے نہیں تو وہ موقوذہ (چوٹ کھایا ہوا) کے معنی میں ہے اور وہ اس نص سے حرام ہے[1]

بَابُ الصَّيْدِ بِالْكِلَابِ الْمُعَلَّمَةِ

سدھائے ہوئے کتوں سے شکار کرنے کا حکم

۴۸۵۷۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أُرْسِلُ الْكِلَابَ الْمُعَلَّمَةَ فَيُمْسِكْنَ عَلَيَّ وَأَذْكُرُ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَقَالَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ الْمُعَلَّمَ وَذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلْ قُلْتُ وَإِنْ قَتَلْنَ قَالَ وَإِنْ قَتَلْنَ مَا لَمْ يَشْرَكْهَا كَلْبٌ لَيْسَ مَعَهَا قُلْتُ لَهُ فَإِنِّي

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سدھائے کتوں کو چھوڑتا ہوں، وہ میرے لیے شکار کو روک کر رکھتے ہیں، اور میں اس پر بسم اللہ بھی پڑھتا ہوں، آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو پھر اس کو کھا لیا کرو، میں نے کہا خواہ وہ شکار کو مار ڈالے؟ آپ نے فرمایا خواہ وہ شکار کو مار ڈالے بشرطیکہ کوئی اور کتا اس کے ساتھ شریک نہ ہوا ہو، میں نے عرض کیا میں شکار پر بغیر پھر (یا پیکان) کا تیر مارتا ہوں جس سے وہ مر جاتا ہے، آپ نے فرمایا

[1] شمس الائمہ ابو الطفیل محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۲۔۲۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اَرْمِیْ بِالْمِعْرَاضِ الصَّیْدَ فَاُصِیْبُ فَقَالَ اِذَا رَمَیْتَ بِالْمِعْرَاضِ فَخَزَقَ فَکُلْهُ وَاِنْ اَصَابَهُ بِعَرْضِهٖ فَلَا تَاْکُلْهُ۔

جب تم بغیر پر (پیکان) کا تیر مارو اور وہ اس کے جسم میں نفوذ کر جائے تو اس کو کھالو، اور اگر تیر کے عرض سے شکار مرے تو اس کو مت کھاؤ۔

۴۸۵۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ بَیَانٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ اِنَّا قَوْمٌ نَصِیْدُ بِهٰذِهِ الْکِلَابِ فَقَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ کِلَابَکَ الْمُعَلَّمَةَ وَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ فَکُلْ مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکَ وَاِنْ قَتَلْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْکُلَ الْکَلْبُ فَاِنْ اَکَلَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّکُوْنَ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ وَاِنْ خَالَطَهَا کِلَابٌ مِنْ غَیْرِهَا فَلَا تَاْکُلْ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ: ہم لوگ ان کتوں سے شکار کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو کتے نے جو شکار تمہارے لیے روکا ہے اس کو کھالو خواہ کتے نے اس شکار کو مار ڈالا ہو، البتہ اگر کتے نے بھی اس شکار سے کچھ کھالیا ہے تو پھر مت کھاؤ، کیونکہ پھر یہ خدشہ ہے کہ کتے نے شاید اپنے لیے اس کو شکار کیا ہے اور اگر تمہارے کتے کے ساتھ اور کتے بھی مل جائیں تو پھر اس شکار کو مت کھاؤ۔

۴۸۵۹- وَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ اِذَا اَصَابَ بِحَدِّهٖ فَکُلْ وَاِذَا اَصَابَ بِعَرْضِهٖ فَقَتَلَ فَاِنَّهٗ وَقِیْذٌ فَلَا تَاْکُلْ وَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْکَلْبِ فَقَالَ اِذَا اَرْسَلْتَ کَلْبَکَ وَذَکَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ فَکُلْ فَاِنْ اَکَلَ مِنْهُ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنَّهٗ اِنَّمَا اَمْسَکَ عَلٰی نَفْسِهٖ قُلْتُ فَاِنْ وَجَدْتُّ مَعَ کَلْبِیْ کَلْبًا اٰخَرَ فَلَا اَدْرِیْ اَیُّهُمَا اَخَذَهٗ قَالَ فَلَا تَاْکُلْ فَاِنَّمَا سَمَّیْتَ عَلٰی کَلْبِکَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلٰی غَیْرِهٖ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغیر پر کے تیر کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا اگر شکار تیر کی دھار سے مرا ہو تو اس کو کھالو، اور اگر تیر کا عرض لگنے سے مرا ہو تو وہ موقوذہ (چوٹ کھایا ہوا) ہے اس کو نہ کھاؤ، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کتے کے شکار کا حکم معلوم کیا، آپ نے فرمایا جب تم (شکار پر) اپنے کتے کو چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو اس کو کھالو، اگر کتے نے اس شکار میں سے کچھ کھالیا ہے تو اس کو مت کھاؤ، کیونکہ اب کتے نے اس شکار کو اپنے لیے روکا ہے، میں نے کہا اگر میں اپنے کتے کے ساتھ ایک اور کتے کو بھی دیکھوں اور مجھے پتا نہ ہو کہ کس کتے نے شکار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا پھر تم مت کھاؤ، کیونکہ تم نے صرف اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

۴۸۶۰- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَیَّةَ قَالَ فَاَخْبَرَنِیْ شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِی السَّفَرِ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِیَّ یَقُوْلُ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغیر پر کے تیر کے متعلق سوال کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ فَذَكَرَ مِثْلَهُ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر) کے متعلق سوال کیا، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۴۸۶۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ وَعَنْ نَاسٍ ذَكَرَ شُعْبَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر) کے شکار کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا اگر شکار اس کی دھار سے مرا ہوا ہو تو کھالو اور اگر اس کے عرض سے شکار مرا ہو تو نہ کھاؤ، کیونکہ اب وہ وقیذ (چوٹ کھایا ہوا) ہے اور میں نے آپ سے کتے کے شکار کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا: اگر کتا تمہارے لیے شکار کو روک رکھے اور اس سے خود نہ کھاتے تو اس کو کھالو، کیونکہ اس شکار کو کتے کا پکڑ لینا ہی اس کا ذبح کرنا ہے، اور اگر تم شکار کے پاس ایک اور کتے کو دیکھو اور تمہیں یہ خدشہ ہو کہ دوسرے کتے نے بھی اس کے ساتھ پکڑا ہوگا اور مار ڈالا ہوگا تو پھر اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

۴۸۶۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْهُ وَمَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَهُوَ وَقِيذٌ وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ فَقَالَ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ فَإِنَّ ذَكَاتَهُ أَخْذُهُ فَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا آخَرَ فَخَشِيتَ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ وَقَدْ قَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ إِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَذْكُرْهُ عَلَى غَيْرِهِ

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے معراض (بغیر پر کا تیر) کے شکار کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا اگر شکار اس کی دھار سے مرا ہوا ہو تو کھالو اور اگر اس کے عرض سے شکار مرا ہو تو نہ کھاؤ، کیونکہ اب وہ وقیذ (چوٹ کھایا ہوا) ہے اور میں نے آپ سے کتے کے شکار کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا: اگر کتا تمہارے لیے شکار کو روک رکھے اور اس سے خود نہ کھاتے تو اس کو کھالو، کیونکہ اس شکار کو کتے کا پکڑ لینا ہی اس کا ذبح کرنا ہے، اور اگر تم شکار کے پاس ایک اور کتے کو دیکھو اور تمہیں یہ خدشہ ہو کہ دوسرے کتے نے بھی اس کے ساتھ پکڑا ہوگا اور مار ڈالا ہوگا تو پھر اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

۴۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۴۸۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ وَكَانَ لَنَا جَارًا وَدَخِيلًا وَرَبِيطًا بِالنَّهْرَيْنِ أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نہرین میں ہمارے ہمسایہ اور شریک کار تھے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ میں شکار پر اپنا کتا چھوڑتا ہوں پھر اپنے کتے کے ساتھ ایک اور کتا بھی دیکھتا ہوں اور مجھے یہ پتا نہیں چلتا کہ ان میں سے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرْسِلُ كَلْبِي فَأَجِدُ مَعَ كَلْبِي كَلْبًا قَدْ أَخَذَ لَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ قَالَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ۔

کس نے شکار کو پکڑا ہے، آپ نے فرمایا پھر تم اس کو مت کھاؤ، کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی۔

۴۸۶۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت کی ہے۔

۴۸۶۶- حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ السَّكُونِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرْسَلْتَ كَلْبَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَأَدْرَكْتَهُ حَيًّا فَاذْبَحْهُ وَإِنْ أَدْرَكْتَهُ قَدْ قَتَلَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ فَكُلْهُ وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ وَقَدْ قَتَلَ فَلَا تَأْكُلْ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهُمَا قَتَلَهُ وَإِنْ رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ غَابَ عَنْكَ يَوْمًا فَلَمْ تَجِدْ فِيهِ إِلَّا أَثَرَ سَهْمِكَ فَكُلْ إِنْ شِئْتَ وَإِنْ وَجَدْتَهُ غَرِيقًا فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا جب تم اپنا کتا بھیجو تو بسم اللہ پڑھو، اگر وہ تمہارے لیے شکار کو روک لے اور تم شکار کو زندہ پاؤ تو اس کو ذبح کر دو، اور اگر تم شکار کو اس حال میں پاؤ کہ کتے نے مار ڈالا ہو اور اس سے کچھ کھایا نہ ہو تو اس کو کھا لو، اور اگر تم اپنے کتے کے ساتھ ایک اور کتے کو پاؤ اور شکار کو کتے نے مار ڈالا ہو تو اس کو نہ کھاؤ، کیونکہ تم کو پتا نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کتے نے اس کو مارا ہے، اور اگر تم تیر پھینکو تو بسم اللہ پڑھو، پھر اگر ایک دن تک تمہارا شکار غائب رہے اور تمہیں اس میں اپنے تیر کے علاوہ اور کوئی نشان نہ ملے تو اگر تم چاہو تو اس کو کھا لو، اور اگر تم کو شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو پھر اس کو مت کھاؤ۔

۴۸۶۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّيْدِ قَالَ إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ فَإِنْ وَجَدْتَهُ قَدْ قَتَلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءُ قَتَلَهُ أَوْ سَهْمُكَ۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکار کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنا تیر پھینکو تو بسم اللہ پڑھو، پھر اگر تم کو شکار مرا ہوا ملے تو اس کو کھا لو، اور اگر تم کو شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملے تو مت کھاؤ کیونکہ تم کو پتا نہیں کہ وہ پانی سے مرا ہے یا تمہارے تیر سے مرا ہے

۴۸۶۸- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ قَالَ سَمِعْتُ رَبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدِّمَشْقِيَّ يَقُولُ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِذُ

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں، اور ان کے برتنوں میں

اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ يَقُوْلُ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضِ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ نَاْكُلُ فِيْ اٰنِيَتِهِمْ وَاَرْضِ صَيْدٍ اَصِيْدُ بِقَوْسِيْ وَاَصِيْدُ بِكَلْبِيَ الْمُعَلَّمِ وَبِكَلْبِيَ الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَاَخْبِرْنِيْ مَا الَّذِيْ يَحِلُّ لَنَا مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتَ اَنَّكُمْ بِاَرْضِ قَوْمٍ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ تَاْكُلُوْنَ فِيْ اٰنِيَتِهِمْ فَاِنْ وَجَدْتُّمْ غَيْرَ اٰنِيَتِهِمْ فَلَا تَاْكُلُوْا فِيْهَا وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاغْسِلُوْهَا ثُمَّ كُلُوْا فِيْهَا وَاَمَّا مَا ذَكَرْتَ اَنَّكَ بِاَرْضِ صَيْدٍ فَمَا اَصَبْتَ بِقَوْسِكَ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ ثُمَّ كُلْ وَمَا اَصَبْتَ بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَاذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ ثُمَّ كُلْ وَمَا اَصَبْتَ بِكَلْبِكَ الَّذِيْ لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ فَاَدْرَكْتَ ذَكَاتَهٗ فَكُلْ۔

کھاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں شکار کیا جاتا ہے، میں اپنی کمان اپنے سدھائے ہوئے کتے اور غیر سدھائے ہوئے کتے سے شکار کرتا ہوں، آپ مجھے یہ بتلائیے کہ ان میں سے کون سا شکار ہمارے لیے حلال ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے جو یہ کہا ہے کہ ہم اہل کتاب کے ملک میں رہتے ہیں، اور ان کے برتنوں میں کھاتے ہیں تو اگر تم کو اور برتن مل سکیں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ اور اگر اور برتن نہ مل سکیں تو پھر ان کے برتنوں کو دھو کر ان میں کھالو، اور تم نے جو یہ کہا ہے کہ تمہارے ملک میں شکار کیا جاتا ہے تو تم جب اپنی کمان سے شکار کرو تو اس پر بسم اللہ پڑھ لو پھر اس کو کھالو اور تم نے جو اپنے سدھائے ہوئے کتے کا شکار پایا ہے تو اس پر بسم اللہ پڑھو اور کھالو، اور غیر سدھائے ہوئے کتے سے اگر تم نے شکار کیا ہے تو اگر تم نے شکار کو زندہ پایا ہے تو اس کو ذبح کر کے کھالو۔ (ورنہ نہیں)۔

۴۸۶۹۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ كِلَاهُمَا عَنْ حَيْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ الْمُبَارَكِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ وَهْبٍ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ صَيْدَ الْقَوْسِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔ البتہ ابن وہب نے اپنی روایت میں کمان کے شکار کا ذکر نہیں کیا۔

۴۸۷۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَمَيْتَ بِسَهْمِكَ فَغَابَ عَنْكَ فَاَدْرَكْتَهٗ فَكُلْهُ مَا لَمْ يُنْتِنْ۔

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم (شکار پر) اپنا تیر مارو اور پھر شکار تم سے اوجھل ہو جائے پھر تم کو وہ مل جائے تو جب تک وہ بدبودار نہ ہو اس کو کھالو۔

۴۸۷۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنِيْ مُعَاوِيَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اپنا شکار تین دن کے بعد ملے تو وہ اس میں بدبو پیدا ہونے سے پہلے اس کو کھا سکتا ہے۔

اَبِیْ ثَعْلَبَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الَّذِیْ یُدْرِكُ صَیْدَهٗ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَكُلْهُ مَا لَمْ یُنْتِنْ۔

۴۸۷۲ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ مَكْحُوْلٍ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَهٗ فِی الصَّیْدِ ثُمَّ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِیٍّ عَنْ مُعَاوِیَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَیْرٍ وَاَبِی الزَّاهِرِیَّةِ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ نُفَیْرٍ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیِّ بِمِثْلِ حَدِیْثِ الْعَلَاءِ غَیْرَ اَنَّهٗ لَمْ یَذْكُرْ نُتُوْنَتَهٗ وَقَالَ فِی الْكَلْبِ كُلْهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ اِلَّا اَنْ یُّنْتِنَ فَدَعْهُ۔

امام مسلم نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور سند سے روایت ذکر کی ہے اور اس میں بدبو کا ذکر نہیں ہے اور کتے کے شکار کے بارے میں فرمایا تین دن کے بعد بھی اس کو کھالو البتہ اگر اس سے بدبو آئے تو پھر اس کو چھوڑ دو۔

شکار کی اقسام اور ان کے شرعی احکام

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شکار کرنا مباح ہے، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، کتاب، سنت اور اجماع سے اس پر بکثرت دلائل ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ جو شخص کسب معاش کے لیے شکار کرے یا ضرورت کی بنا پر شکار کرے یا شکار یا اس کی قیمت سے نفع حاصل کرنے کے لیے شکار کرے تو ان تمام صورتوں میں شکار کرنا جائز ہے، البتہ جو شخص بطور لہو ولعب کے شکار کھیلے لیکن اس کا قصد اس شکار کو ذبح کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہو اس کے جواز میں اختلاف ہے، امام مالک نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے اور لیث اور ابن عبدالحکم نے اس کو جائز کہا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص ذبح کی نیت کے بغیر شکار کھیلے تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ زمین میں فساد کرنا ہے اور ایک جاندار کو بے مقصد ضائع کرنا ہے۔[1]

علامہ دشتانی اُبی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ لخمی نے شکار کے حکم کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں۔ (۱) زندگی برقرار رکھنے کے لیے یعنی کھانے پینے کے لیے شکار کرنا مباح ہے۔ (۲) اہل وعیال کی تنگی کے وقت یا سوال سے بچنے کے لیے شکار کرنا مستحب ہے۔ (۳) اپنے آپ کو بھوک کی ہلاکت سے بچانے کے لیے شکار کرنا واجب ہے۔ (۴) لہو ولعب کے لیے شکار کرنا مکروہ ہے جبکہ شکار کے بعد جانور کو ذبح کر کے کھالیا جائے۔ (۵) ذبح کرنے اور کھانے کی نیت کے بغیر شکار کرنا حرام ہے۔

علامہ اُبی مالکی فرماتے ہیں: بلاضرورت محض لہو ولعب کے لیے شکار کرنے میں بہت مفاسد ہیں: اس میں گھوڑے کو کتے کے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

پیچھے بھاگ کر تھکاتا ہے اور اگر باز سے شکار کیا جائے تو نظر کو اس کے پیچھے لگا کر تھکاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھوڑا اس کو کسی کھائی یا کنویں میں گرا دے۔ [1]

شکاری کُتّے کے از خود شکار کرنے کا حکم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۵۷ میں ہے: جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا بھیجو

الحدیث، علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی قید کے کتا بھیجنے کا ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تمام اقسام کے سدھائے ہوئے کتوں کے ساتھ شکار کرنا جائز ہے خواہ وہ سیاہ رنگ کے ہوں یا کسی اور رنگ کے، امام مالک، امام شافعی، امام ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء اسلام کا یہی نظریہ ہے، اور حسن بصری، نخعی، قتادہ، امام احمد اور اسحاق کا یہ مسلک ہے کہ سیاہ رنگ کے کتے کے ساتھ شکار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کتے کے ساتھ شکار کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ جس کتے کو بھیجا جائے وہ سدھایا ہوا ہو، اور اس کو بھیجنا بھی شرط ہے، پس اگر ایسا کتا بھیجا جو سدھایا ہوا نہ تھا یا سدھایا ہوا کتا بغیر بھیجے از خود شکار کے لیے چلا گیا تو پھر اگر اس کتے نے شکار کو مار ڈالا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، جو کتا سدھایا ہوا نہ ہو اس کے شکار کے عدم جواز پر تو سب کا اتفاق ہے، اور جو کتا سدھایا ہوا ہو لیکن وہ بغیر بھیجے از خود چلا جائے اس کے مارے ہوئے شکار کا کھانا ہمارے اور جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ البتہ امم نے اس کے کھانے کو جائز کہا ہے اور علامہ ابن منذر نے عطاء اور اوزاعی سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس کتے کو شکار کے لیے نکالا تھا تو پھر اس کے مارے ہوئے شکار کا کھانا جائز ہے خواہ اس کو بھیجا نہ ہو۔ [2]

شکار کرنے والے جانوروں کا بیان

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی لکھتے ہیں:

سدھائے ہوئے کتے، چیتے، تمام زخمی کرنے والے اور سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کرنا جائز ہے اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام سدھائے ہوئے اور پھاڑنے والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں سے شکار کرنا جائز ہے، اور سدھائے ہوئے جانور کے سوا کسی اور جانور سے شکار کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو ذبح کر لیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وما علمتم من الجوارح مکلبین "تم نے جو (شکار کا) کسب کرنے والے جانور سدھائے ہیں درآں حالیکہ وہ شکار پر مسلط ہونے والے ہیں"۔ یہ آیت اپنے عموم کے اعتبار سے تمام شکار کرنے والے جانوروں کو شامل ہے اور حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے ہر چند کہ حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں کلب کا ذکر ہے لیکن لغت کے اعتبار سے ہر درندے پر کلب کا اطلاق ہوتا ہے حتیٰ کہ شیر پر بھی کلب کا اطلاق ہوتا ہے۔ امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے ان جانوروں سے شیر اور ریچھ کا استثناء کیا ہے کیونکہ یہ جانور دوسروں کے لیے کام نہیں کرتے، شیر اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے اور ریچھ اپنی خساست کی وجہ سے، بعض علماء نے چیل کا بھی اس کی خساست کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ خنزیر بھی ان جانوروں سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ نجس العین ہے، اس لیے اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، پھر ان شکاری جانوروں کو تعلیم دینا اور سدھانا نہایت ضروری ہے، کیونکہ قرآن مجید کی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نص صریح (وما علمتم) میں تعلیم کی شرط کا ذکر ہے اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں بھی تعلیم کی شرط کا ذکر ہے، اور جانور کو چھوڑنا بھی ضروری ہے، کیونکہ یہی تعلیم کا معیار ہے کہ جب جانور کو چھوڑا جائے تو وہ چلا جائے اور اپنے مالک کے لیے شکار کو پکڑ کر رکھے۔[1]

شکاری کتے کے معلّم (سدھائے ہوئے) ہونے کا معیار اور شرائط

شمس الائمہ سرخسی نے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کی حسب ذیل شرائط ذکر کی ہیں۔

۱۔ اپنے مالک کے پیچھے حملہ کرنے کے لیے نہ دوڑے۔

۲۔ مارسے نہ سکھائے بلکہ شکاری دوسرے کتے کو شکار کھانے پر مارے تاکہ اس سے وہ کتا سیکھ لے کہ شکار کو نہیں کھانا چاہیے، اسی طرح ہر عقلمند دوسرے شخص سے نصیحت حاصل کرتا ہے۔

۳۔ کتا شکار پر تین بار یا پانچ بار حملہ کرے اگر اتنی بار حملہ کرنے سے وہ شکار کو پکڑ لے تو فبہا ورنہ اس کو سکھانا چھوڑ دے اور کہے کہ میں دوسرے شخص کے لیے اپنے آپ کو پریشانی میں نہیں ڈالتا، اور ہر عقل مند شخص کو اسی طرح کرنا چاہیے۔

۴۔ جب کتا شکار میں سے کچھ کھالے تو پھر وہ سدھایا ہوا نہیں رہے گا۔ کیونکہ سدھائے ہوئے کتے کی علامت یہ ہے کہ وہ خود نہ کھائے، اور سدھائے ہوئے باز کی علامت یہ ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو وہ فوراً آجائے، سو جس طرح اگر باز بلانے پر نہ آئے بلکہ بھاگ جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ سدھایا ہوا نہیں ہے، اسی طرح جب کتا شکار سے کچھ کھالے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ سدھایا ہوا نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کے پہلے کیے ہوئے (موجود) شکار بھی حرام ہوں گے اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک وہ حرام نہیں ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ کا قول احتیاط کے زیادہ قریب ہے اور اسی پر حلت اور حرمت کی مدار ہے۔ اور اس کے بعد اس کا شکار کیا ہوا حلال نہیں ہے حتیٰ کہ وہ معلّم (سدھایا ہوا) ہو جائے۔ بایں طور کہ وہ تین بار شکار کرے اور شکار کو نہ کھائے تو امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس کا چوتھی بار کیا ہوا شکار حلال ہو جائے گا، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس میں وقت کی کوئی قید نہیں لگائی، امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جب مالک کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ سدھایا ہوا ہے تو پھر وہ اس کا کیا ہوا شکار کھا سکتا ہے، ابتداء کلب معلّم کی تعلیم میں بھی یہی اختلاف ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک تعلیم اس وقت متحقق ہو جائے گی جب وہ اس کے بلانے پر آجائے اور جب وہ اس کو شکار پر چھوڑے تو وہ جانور کو شکار کرے اور شکار کو خود نہ کھائے، جب تین بار ایسا ہو جائے گا تو وہ کتا سدھایا ہوا قرار دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ نے اس میں کسی وقت اور قید کا اعتبار نہیں کیا، وہ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ شکاری کے اجتہاد پر موقوف ہے، اگر شکاری کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ کتا اب سیکھ گیا ہے تو پھر اس کو سدھایا ہوا قرار دیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کتے کو دوسرے شکاریوں کے پاس لے جایا جائے اگر دوسرے شکاری یہ کہہ دیں کہ یہ کتا سدھایا ہوا ہے تو پھر اس کو سدھایا ہوا قرار دیا جائے گا۔

اس مسئلہ میں صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ سدھایا ہوا کتا شکار کو اپنے مالک کے لیے روک کر رکھتا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ خود اس میں سے نہ کھائے، البتہ یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ شاید اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا اس لیے اس نے شکار نہیں کھایا۔ لیکن جب

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۰۲، مطبوعہ شرکت علمیہ ملتان۔

وہ متعدد بار اس کو نہ کھائے تو پھر یہ احتمال زائل ہو جاتا ہے اور اس پر یقین ہو جاتا ہے کہ وہ کلب معلّم ہے اور اس نے اپنے مالک کے لیے شکار روک رکھا ہے، اور ہم نے متعدد بار کو تین مرتبہ میں منضبط کیا ہے کیونکہ یہ اختیار کرنے کی عمدہ صورت ہے اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے جب تیسری بار حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمادیا تھا "هٰذا فراق بيني وبينك" یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کی ساعت ہے، اسی طرح شریعت میں بیع اور شراء کی مدت اختیار تین دن ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تین بار آنے کی اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ لوٹ جائے اور حضرت عمر نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کسی تجارت میں تین بار نفع نہ ہو تو پھر وہ کسی اور تجارت کی طرف رجوع کرے، ان نظائر سے یہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کا تجربہ کرنے یا کسی چیز پر یقینی حکم لگانے میں تین کے عدد کا اعتبار کیا جاتا ہے، سو کتے پر بھی سدھائے ہوئے کا حکم لگانے کے لیے اس کا تین مرتبہ امتحان لینا کافی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی عدد او ر کا تعین رائے سے نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس میں قیاس کا کوئی دخل ہے لہٰذا کتے کے سدھائے ہونے کی معرفت اجتہاد پر موقوف ہوگی اور اس کے سدھائے ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس معاملہ میں شکار کے ماہرین سے پوچھا جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔ اور صاحبین کی دلیل اس لیے بھی محذوش ہے کہ تین بار شکار کو نہ کھانے سے اس کتے کا سدھا ہوا ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے تینوں بار اس لیے نہ کھایا ہو کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا۔

حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے صاحبین کی طرح تین دن کا ایک قول بھی روایت کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہ نے اس روایت میں یہ کہا ہے کہ تیسری بار کا شکار کھا لیا جائے، جب کہ صاحبین یہ کہتے ہیں کہ تیسری بار کا شکار نہیں کھایا جائے گا، کیونکہ جب کتا تیسری بار کے شکار کو مالک کے لیے روک کے رکھے گا تو اس کا یہ تیسری بار روکنا اس کے معلّم (سدھائے ہوئے) ہونے پر دلیل ہوگا اور اس کے بعد جب وہ چوتھی بار شکار کو روکے گا تو پھر اس شکار کا کھانا جائز ہوگا۔ [1]

علامہ سرخسی حنفی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا ہے۔

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۵۸ میں

ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو پھر اس کو کھا لیا کرو" اس حدیث کی شرح میں علامہ شافعی نووی لکھتے ہیں۔

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شکار پر کتے کو بھیجتے وقت اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم واجب ہے یا سنت؟ امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ حکم سنت ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے سہواً یا عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو شکار یا ذبیحہ حلال ہوگا، امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک یہی روایت ہے اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنے سے شکار یا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا خواہ عمداً ترک کیا ہو یا سہواً، شکار کے متعلق امام احمد سے بھی یہی روایت

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۴۴ - ۲۴۲ ملخصاً، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ ھ

صحیح ہے، ابن سیرین اور ابی ثور سے بھی یہی روایت ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، ثوری اور جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر بسم اللہ کو سہواً ترک کر دیا تو شکار اور ذبیحہ دونوں جائز ہیں، اور اگر اس کو عمداً ترک کیا ہے تو پھر یہ دونوں جائز نہیں ہیں اور اصحاب شافعیہ کے نزدیک بسم اللہ کو ترک کرنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے بلکہ خلافِ اولیٰ ہے اور صحیح کراہت کا قول ہے۔

جمہور فقہاء اسلام جو بسم اللہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق۔ — جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ بیشک اس کا کھانا گناہ ہے۔

اس آیت کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال اس باب کی احادیث سے بھی ہے، اور فقہاء شافعیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے:

حرمت علیکم المیتۃ (الیٰ قولہ تعالیٰ) الا ما ذکیتم۔ — مردار کو تم پر حرام کیا گیا ہے، ماسوا اس کے کہ تم جانور کو ذبح کر لو،

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیے بغیر ذبح کیے جانے سے جانور کو حلال قرار دیا ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ذبح تو بسم اللہ سے ہی ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ذبح کا شرعی معنی ہے اور ذبح کا لغوی معنی کاٹنا اور شق کرنا ہے، فقہاء شافعیہ نے قرآن مجید کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے: "وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" "اہلِ کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے، اور اہل کتاب اپنے ذبیحہ پر بسم اللہ نہیں پڑھتے، اور صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے: حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! لوگ نئے نئے جاہلیت سے نکلے ہیں یہ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں کہ انھوں نے بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں، ہم ان کا لایا ہوا گوشت کھائیں یا نہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھو اور کھالو، لہٰذا کھانے پینے کے وقت جس بسم اللہ کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد یہ بسم اللہ ہے، اور قرآن مجید میں جو ہے ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ "جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ"، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ "جس جانور کو بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو اس کو مت کھاؤ" جیسا کہ ایک اور جگہ قرآن مجید میں ہے: وما ذبح علی النصب "جن جانوروں کو بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو" نیز اللہ تعالیٰ نے اس کو فسق فرمایا ہے اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص بسم اللہ کو ترک کر دے وہ فاسق نہیں ہے، اس لیے آیت کریمہ: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ "کو بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے جانور پر حمل کرنا واجب ہے تاکہ ان آیات میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں موافقت اور مطابقت ہو، اور بعض فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کو ترک کرنا مترک تنزیہی ہے اور جن احادیث میں ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، ان کو استحباب پر محمول کیا ہے[1]

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جب تم (شکار پر) اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو پھر اس کو کھا لیا کرو۔" قاضی عیاض مالکی نے فرمایا یہ حدیث شکار اور ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنے کے وجوب پر دلیل ہے، اور ذکاۃ کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ قصداً بسم اللہ پڑھے، اور اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شکار یا ذبیحہ پر قصداً بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اور اگر بھول کر بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر ذبیحہ کھایا جائے گا۔ بعض فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے بسم اللہ کو معمولی سمجھ کر قصداً ترک کیا تو پھر اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔

اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے یہ کہا ہے کہ ذبیحہ یا شکار پر بسم اللہ کو خواہ عمداً ترک کیا جائے یا سہواً، اس ذبیحہ کو نہیں کھایا جائیگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ "جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ۔" اور حضرت عدی بن حاتم کی روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، (علامہ ابی غیر مقلدین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:) ہمارے نزدیک یہ آیت مُردار پر محمول ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں کفار شریعت پر یہ اعتراض کرتے تھے، جس جانور کو ہم نے قتل کیا ہے اس کو کھائیں اور جس کو اللہ نے قتل کیا ہے (یعنی مُردار) اس کو نہ کھائیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے ان کا رد کیا، اور ہمارے فقہاء کے نزدیک اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلب ہے، یعنی جب کوئی شخص شکار پر کتا چھوڑے تو اس کا مقصد شکار کرنا ہو، اور لہو ولعب اس کا مقصد نہ ہو اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جس شخص کا مقصد شکار کرنا نہ ہو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، ہمارے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث میں اس پر دلیل نہیں ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے بسم اللہ کو ترک کر دیا تو اس کا شکار اور ذبیحہ بھی نہیں کھایا جائے گا۔

کیونکہ حدیث میں ہے میری امت سے خطا اور نسیان (پر مواخذہ کو) اٹھا لیا گیا۔" اور امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم لوگ زمانہ جاہلیت سے تازہ تازہ نکلے ہیں اور لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہمیں پتا نہیں ہوتا کہ انھوں نے اس پر بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں آپ نے فرمایا تم اس پر بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے بھول کر بسم اللہ کو ترک کر دیا تو اس کا ذبیحہ جائز ہے۔ (کیونکہ صحابہ کرام سے یہ متصور نہیں تھا کہ وہ عمداً بسم اللہ کو ترک کریں گے۔ سعیدی غفرلہ) [1]

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب شکار کرنے والا کسی شکاری جانور کو شکار پر چھوڑے تو اس کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھے، اگر اس نے بسم اللہ کو عمداً یا سہواً ترک کر دیا تو پھر وہ شکار جائز نہیں ہے، حنبلی مذہب میں یہی تحقیق ہے، اور شعبی، ابوثور اور ابوداؤد (ظاہری) کا بھی یہی قول ہے، حنبلی نے امام احمد سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اگر اس نے شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ کو بھولے سے ترک کر دیا، لیکن خلال نے کہا ہے کہ حنبلی کو اس روایت کے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا مذہب یہی ہے کہ اگر بلا قصد بھولے سے بسم اللہ کو ترک کر دیا تو شکار اور ذبیحہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے: "میری امت سے نسیان اور خطا معاف ہے۔" اور امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ بسم اللہ کو عمداً ترک کیا ہو یا نسیاناً ترک کیا ہو ہر صورت میں شکار اور ذبیحہ جائز ہے، کیونکہ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی أبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۷۱ - ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

المسلم یذبح علی اسم اللہ سمی اولم یسم۔

مسلمان اللہ کے نام پر ہی ذبح کرتا ہے، خواہ وہ بسم اللہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ:

ارأیت الرجل منا یذبح وینسی ان یسمی اللہ فقال اسم اللہ فی قلب کل مسلم۔

یہ بتائیے کہ ہم میں سے ایک شخص ذبح کرتا ہے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی اپنے نظریہ پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ (انعام: ۱۲۱)

جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ۔

فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ۔ (مائدۃ: ۴)

سو اس (شکار) سے کھاؤ، جسے وہ (شکاری جانور مار کر) تمہارے لیے روک رکھیں اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر اللہ کا نام لو۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (حضرت عدی بن حاتم سے) فرمایا: جب تم (شکار پر) اپنے کتے کو چھوڑو تو بسم اللہ پڑھو اور پھر کھاؤ، میں نے کہا میں اپنے کتے کو بھیجتا ہوں، پھر اس کے ساتھ دوسرے کتے کو پاتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: (پھر شکار کو) مت کھاؤ کیونکہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے اور دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی، (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اس مضمون کی بکثرت روایات ہیں اور ان نصوص میں بسم اللہ پڑھنے کے وجوب کی صراحت ہے۔

فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "میری امت سے نسیان اور خطا معاف ہے"۔ لیکن اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ نسیان اور خطا کی بناء پر اگر بسم اللہ نہیں پڑھی تو اس وجہ سے آخرت میں مواخذہ نہیں ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ فعل صحیح ہو جائے گا، مثلاً اگر کسی شخص نے بھولے سے بغیر وضو کے نماز پڑھ لی تو اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن اس نماز کا اعادہ کرنا فرض ہے۔ اور وہ نماز صحیح نہیں ہوتی، اور شکار اور ذبیحہ میں فرق یہ ہے، کیونکہ ذبح اپنے محل میں واقع ہوتا ہے اس لیے اس میں تسامح جائز ہے برخلاف شکار کے، اور فقہاء شافعیہ نے جو احادیث پیش کی ہیں ان کو اصحاب سنن مشہورہ نے ذکر نہیں کیا، اور اگر بالفرض یہ احادیث صحیح ہوں تو یہ ذبیحہ کے بارے میں ہیں، اور شکار کو ان پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ شکار کے خصوصی احکام الگ ہیں (علامہ ابن قدامہ کا یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک ذبیحہ میں بھی اگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا، تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے ـــــ سعیدی غفرلہٗ۔) [1]

جس شکار یا ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ اور ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ ابو بکر جصاص الحنفی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) امام مالک، اور حسن بن صالح نے یہ کہا ہے کہ اگر مسلمان (شکار یا ذبیحہ پر) عمداً بسم اللہ ترک کر دے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، اور اگر نسیاناً بسم اللہ کو ترک کر دیا تو پھر اس کو کھا لیا جائے گا، امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں ذبیحہ کو کھا لیا جائے گا، امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے، نسیاناً بسم اللہ کو ترک کرنے میں اختلاف ہے، حضرت علی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، عطاء بن ابی رباح، سعید بن مسیب، ابن شہاب اور طاؤس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر بسم اللہ کو نسیاناً ترک کر دیا جائے، اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت ابن عباس نے کہا مسلمان کے دل میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے، جس طرح مشرک کا ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا سود مند نہیں ہے، اسی طرح مسلمان کا بھولے سے نام نہ لینا مضر نہیں ہے، ابن سیرین نے کہا اگر مسلمان نسیاناً بھی بسم اللہ کو ترک کر دے تو وہ ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ ابراہیم نے کہا ایسے ذبیحہ کو نہ کھانا مستحب ہے۔

علامہ ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف کا استدلال اس آیت سے ہے:

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق۔ (انعام: ۱۲۱/۶)

جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ، بلاشبہ اس کو کھانا گناہ ہے۔

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس (شکار یا ذبیحہ) پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کا کھانا حرام ہے، خواہ اللہ کا نام عمداً ترک کیا ہو یا نسیاناً، لیکن دلائل سے یہ ثابت ہے کہ یہاں نسیان مراد نہیں ہے، البتہ اس شخص کا قول اس آیت کے خلاف ہے جس نے یہ کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ کو ترک کر دیا گیا اس کا کھانا بھی جائز ہے اور اس شخص کا یہ قول بکثرت آثار اور احادیث کے بھی خلاف ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت میں مشرکین کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا گیا ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ مشرکوں نے کہا جس جانور کو تمہارے رب نے قتل کیا اور وہ مر گیا تو تم اس کو نہیں کھاتے اور جس جانور کو تم نے قتل کیا یعنی ذبح کیا اس کو تم کھا لیتے ہو، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی "جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اس کو مت کھاؤ"، حضرت ابن عباس نے فرمایا یعنی مردار پر، اور جب اس آیت میں مردار اور مشرکین کا ذبیحہ مراد ہے تو اس میں مسلمانوں کا ذبیحہ داخل نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ قاعدہ معروف ہے کہ جب کسی آیت کا مورد نزول خاص ہو اور اس کے الفاظ عام ہوں، تو پھر خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہے اور خصوصیت مورد کا لحاظ نہیں ہے، اور اگر یہاں مشرکین کے ذبیحے مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، اور صرف بسم اللہ کے ترک کرنے پر اقتصار نہ فرماتا، اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مشرکین اگر اپنے ذبیحوں پر بسم اللہ پڑھ بھی لیں تب بھی ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے مراد نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ مشرکوں کا ذبیحہ کسی صورت میں حلال نہیں ہے خواہ وہ بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں مشرکوں کے ذبیحوں کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے وہ ہے وما ذبح علی النصب۔ "اور جس جانور کو بتوں کے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکوں کا ذبیحہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جس جانور پر ذبح کے وقت بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیائہم لیجادلوکم (انعام: ۱۲۱/۶) بلاشبہ شیطان تم سے جھگڑا کرنے کے لیے اپنے دوستوں

کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں" اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالتے تھے کہ جس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو کھالو، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (الانعام: ۶/۱۲۱) "جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ" اس حدیث میں حضرت ابن عباس نے یہ بتایا ہے کہ مشرکوں کا جھگڑا بسم اللہ کے ترک کرنے میں تھا اور یہ آیت بسم اللہ کو واجب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مشرکوں کے ذبیحوں کے متعلق نازل ہوئی ہے نہ مُردار کے بارے میں، نیز بسم اللہ کو عمداً ترک کرنے سے ذبیحہ یا شکار کے حرام ہونے پر یہ آیت دلیل ہے:

یسئلونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبٰت وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ۔

(مائدہ ۵: ۴/۵)

وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کون سی چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں، اور تم نے جو شکاری جانور سدھا لیے ہیں درآں حالیکہ تم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق انھیں شکار کا طریقہ سکھانے والے ہو، سو وہ (شکاری جانور) جس شکار کو تمہارے لیے روک رکھیں اس کو کھاؤ اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر بسم اللہ پڑھو۔

اس آیت میں بسم اللہ پڑھنے کا امر کیا گیا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اور یہ بداہتہً معلوم ہے کہ کھانا کھانے والے پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور اس کی تائید حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لو تو اس کو کھالیا کرو، (یہ اس باب کی پہلی حدیث ہے) اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس چیز کا کھانا ممنوع ہو جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اور اس آیت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ بسم اللہ کو ترک کرنا ممنوع ہو، اور اس ممانعت کی یہ تاکید آیت کے اس جزو سے ہوتی ہے وانہ لفسق "جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو) اس کا کھانا گناہ ہے" یا بسم اللہ کو ترک کرنا گناہ ہے اور اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ بسم اللہ کو عمداً ترک کرنا گناہ ہے، کیونکہ بھول کر کوئی کام کرنا یا نہ کرنا گناہ نہیں ہوتا، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حدیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! دیہاتی لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں .... اور وہ نئے نئے کفر سے نکلتے ہیں، ہم کو پتا نہیں کہ انھوں نے اس پر اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں، آپ نے فرمایا "تم اس پر اللہ کا نام لو اور کھالو، اگر بسم اللہ کو پڑھنا ذبح کی شرط نہ ہوتا تو آپ یہ فرماتے کہ اگر انھوں نے بسم اللہ کو نہیں پڑھا تو پھر کیا ہوا، لیکن آپ نے فرمایا تم اس کو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ کیونکہ اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے افعال کو جواز اور صحت پر محمول کیا جاتا ہے اور بغیر کسی دلیل کے مسلمانوں کے امور اور افعال کو فساد پر محمول نہیں کیا جاتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہ مراد ہو کہ بسم اللہ کو نہ پڑھنا گناہ ہے تو جو شخص ذبیحہ پر بسم اللہ نہ پڑھے وہ گنہ گار ہوگا حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ وہ گناہ گار نہیں ہوتا اس لیے اس آیت میں مشرکین کے ذبیحے یا مردار مراد ہونے چاہئیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں یہ اجماع تسلیم نہیں ہے اور جو شخص ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ کو ترک کرے گا وہ بہرحال گنہ گار ہوگا۔

باقی رہا یہ کہ جو مسلمان بھول کر بسم اللہ ترک کر دے اس کا ذبیحہ جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ جس

جانور پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اس کو مت کھاؤ اور اس کو گناہ فرمایا ہے، اور یہ گناہ اسی وقت ہوگا جب وہ عمداً اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا کیونکہ یہ چیز انسان کی قدرت اور استطاعت میں نہیں ہے کہ وہ بھول کر بھی کوئی غلط کام نہ کرے اور انسان اپنی قدرت کے مطابق ہی مکلف ہوتا ہے۔ اور امام اوزاعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء، نسیان اور جبر سے درگذر فرمایا ہے، اور جب وہ نسیان کی حالت میں بسم اللہ پڑھنے کا مکلف نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا ذبیحہ فاسد نہیں ہوگا، حالتِ نسیان میں بسم اللہ ترک کرنے کو حالت نسیان میں شرائط نماز (مثلاً تکبیر اور وضو وغیرہ) ترک کرنے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ جب انسان کو یاد آجائے کہ اس نے بغیر وضو کے نماز پڑھی ہے تو اس پر اس کا تدارک فرض ہے، بایں طور کہ وہ وضو کرکے دوبارہ نماز پڑھے اور جب اس نے بھول کر بسم اللہ پڑھے بغیر جانور کو ذبح کر دیا تو اب اس کا تدارک نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس کا ذبیحہ درست قرار پائے گا اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے بھولے سے روزہ میں کچھ کھایا پی لیا تو اس کا روزہ صحیح برقرار رہے گا کیونکہ وہ اس کا مکلف ہے کہ وہ اپنے قصد اور ارادے سے روزہ میں کھانے پینے سے اجتناب کرے، اور حالت نسیان میں بھی کھانے پینے سے اجتناب کرنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے اسی طرح حالتِ نسیان میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا اس کی استطاعت میں نہیں ہے۔ [1]

جس کتے کو شکار پر چھوڑا اگر اس کے ساتھ دوسرا کتا شریک ہو جائے تو آیا شکار حلال ہے یا نہیں؟

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۵ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "بشرطیکہ (شکار میں) تمہارے شکاری کتے کے ساتھ کوئی اور کتا نہ شریک ہوا ہو"، علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اگر شکار میں کوئی اور کتا بھی شریک ہو جائے گا تو پھر وہ شکار حلال نہیں ہے، دوسرے کتے سے مراد وہ کتا ہے جو از خود شکار کرنے میں شریک ہو گیا ہو، یا دوسرے کتے کو کسی اور شخص نے چھوڑا ہو جو اہل ذکوٰۃ میں سے نہ ہو، یا یہ امر مشکوک ہو، ان تمام صورتوں میں اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اہل ذکوٰۃ میں سے کسی شخص نے دوسرے کتے کو چھوڑا ہے تو پھر اس کا کھانا جائز ہے۔ [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو شکار پر چھوڑا اور اس نے اپنے کتے کے ساتھ ایک اور کتے کو دیکھا جس کا حال اسے معلوم نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس میں شکار کرنے کی شرائط پائی جاتی تھیں یا نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان میں سے کس نے اس شکار کو ہلاک کیا ہے، یا اس کو یہ معلوم ہو کہ ان دونوں نے مل کر اس کو ہلاک کیا ہے یا اس کو یہ علم ہو کہ اس نامعلوم کتے نے اس کو ہلاک کیا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس شکار کو کھانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر اس نے شکار کو زندہ پایا تو پھر اس کو ذبح کرکے کھانا جائز

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸ ۔ ۵، ملخصاً، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہے، عطاء، قاسم بن مخیمرہ، امام مالک، امام شافعی، ابوثور اور اصحاب رائے (فقہائے احناف) کا یہی مسلک ہے، ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اس کی دلیل حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی (زیر بحث) روایت ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

جب شکار میں کوئی ایسا کتا شریک ہو گیا جو سدھایا ہوا نہیں تھا تو پھر اس شکار کا کھانا جائز نہیں ہے اور اس کی دلیل حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی (زیر بحث) روایت ہے، اور اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ اس میں ایک سبب موجب حلت ہے اور ایک سبب موجب حرمت ہے پس موجب حرمت کو ترجیح دی جائے گی، باز کا حکم بھی کتے کی طرح ہے، کیونکہ جو جانور سدھایا ہوا نہ ہو اس کا فعل شکار کو حرام کر دیتا ہے۔ [2]

"معراض" سے کیے ہوئے شکار کے حکم میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۸۵۷ میں ہے: حضرت عدی بن حاتم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں شکار پر "معراض" مارتا ہوں جس سے وہ مر جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم معراض مارو اور وہ شکار کو کاٹتا ہوا (یا چھیدتا ہوا) آر پار ہو جائے تو اس کو کھا لو اور اگر شکار اس کی عرض کی جانب سے مرے تو پھر اس کو مت کھاؤ، کیونکہ وہ چوٹ کھایا ہوا ہے۔ (یعنی وقیذ ہے جس کو قرآن مجید نے حرام کر دیا ہے۔)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی "معراض" کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

معراض بھاری لکڑی کو کہتے ہیں یا اس لاٹھی کو کہتے ہیں جس کی ایک طرف لوہا ہو یا بغیر لوہے کی لاٹھی ہو، معراض کی یہی تفسیر ہے عودی نے کہا معراض بغیر پر اور پیکان کے تیر کو کہتے ہیں، خلیل اور اصمعی کا بھی یہی قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراض اس لکڑی کو کہتے ہیں جس کے دونوں سرے باریک ہوں اور درمیان سے موٹی ہو، جب اس کو پھینکا جائے تو وہ سیدھا ہو جاتا ہے، ابن درید نے کہا معراض اس لمبے تیر کو کہتے ہیں جس کے چار پر ہوں جب اس کو پھینکا جائے تو وہ چوڑا ہو جاتا ہے، اور موقوذ اس مرے ہوئے جانور کو کہتے ہیں جو بغیر دھار والی کسی چیز سے مر جائے مثلاً لکڑی یا پتھر لگنے سے مر جائے۔

امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور فقہاء اسلام کا مسلک یہ ہے کہ جب کسی شخص نے معراض سے شکار کیا اور شکار معراض کی دھار سے مرا تو حلال ہے اور اگر معراض کی جانب عرض سے مرا تو پھر وہ اس حدیث کی رو سے حلال نہیں ہے۔ اور مکحول اوزاعی اور بعض دیگر فقہاء شام نے کہا کہ وہ مطلقاً حلال ہے، اسی طرح انھوں نے اور ابن ابی لیلیٰ نے یہ کہا کہ اگر خلیل کی گولی سے شکار مر جائے تو حلال ہے۔ سعید بن مسیب سے بھی یہی قول منقول ہے، اور جمہور فقہاء اسلام نے یہ کہا کہ خلیل کی گولی سے مرا ہوا شکار حلال نہیں ہے، کیونکہ وہ موقوذ ہے یعنی بغیر دھار والی چیز کی چوٹ سے مرا ہے۔ [3]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد نے یہ کہا ہے کہ معراض ایک چیز ہے جو تیر کے مشابہ ہوتی ہے بسا اوقات جانور اس کی دھار سے زخمی ہو کر مر جاتا ہے،

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۹۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس صورت میں یہ مباح ہے، بسا اوقات جانور معراض کے عرض کے ثقل سے ٹکرا کر مرتا ہے، اس صورت میں یہ موقوذہ ہے اور مباح نہیں ہے، یہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت عمار اور حضرت ابن عباس کا نظریہ ہے، نخعی، حکم، امام مالک، ثوری، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، اسحاق اور ابو ثور کی بھی یہی رائے ہے، اوزاعی اور فقہاء شام یہ کہتے ہیں کہ معراض سے شکار کرنا مطلقاً حلال ہے۔ خواہ جانور اس کی دھار سے مرے یا اس کے عرض سے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہیں کہ جو شکار معراض سے مرے وہ موقوذہ ہے۔

شکار کے باقی آلات کا حکم بھی معراض کی طرح ہے۔ اگر اس آلہ کی دھار سے شکار مرے تو پھر حلال ہے اور اگر اس کے عرض سے شکار مرے اور زخمی نہ ہو تو پھر حلال نہیں ہے، اسی طرح اگر اس آلہ کی دھار سے شکار مرے لیکن اس کو زخمی نہ کرے بلکہ اس کے ثقل سے جانور مرے پھر بھی جانور حلال نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو چیرا جائے یا پھاڑا جائے اس کو کھالو"، نیز اس لیے کہ جب وہ اس آلہ سے نہیں مرے گا تو وہ اس کے ثقل سے مرے گا اور یہ موقوذہ ہے۔ [1]

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جس جانور کو معراض سے شکار کیا ہو، اس کے کھانے میں اختلاف ہے، جمہور یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ معراض کے عرض سے مرگیا تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور مکحول، اوزاعی اور فقہاء شام اس کو جائز کہتے ہیں۔ اور یہ حدیث صحیح ان کے صراحۃً خلاف ہے، اسی طرح غلیل سے شکار کیے ہوئے جانور کا بھی یہی حکم ہے، ابن ابی لیلیٰ اور ابن مسیب کا فتویٰ اہل شام کے موافق ہے، باقی فقہاء اس کے خلاف ہیں اور ان کی دلیل حدیث معراض ہے، کیونکہ معراض کا عرض لگنے سے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے بلکہ اس کے جسم پر چوٹ لگتی ہے اور اس کا کوئی عضو ٹوٹ جاتا ہے، اس کو وقیذ کہتے ہیں، اور یہ قرآن مجید کی نص صریح سے حرام ہے۔ [2]

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

امام محمد نے کہا ہے کہ غلیل، پتھر، معراض، لاٹھی اور ان کے مشابہ دوسری چیزوں سے کیا ہوا شکار جائز نہیں ہے خواہ ان سے زخم آجائے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ یہ چیزیں جانور کو کاٹتی اور چھیدتی نہیں ہیں الا یہ کہ ان میں سے کوئی چیز تیر کی طرح لمبی اور دھار والی ہو اور اس کو پھینکنا ممکن ہو، سو جب اس قسم کے آلہ کو پھینکا جائے اور اس کی دھار سے جانور کٹ جائے تو پھر وہ حلال ہے، کیونکہ ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ ذکاۃ سے مقصد خون بہانا ہے اور جسم کو کاٹنے اور چھیدنے سے یہ مقصود حاصل ہوتا ہے، لیکن جسم کے اندر کی ٹوٹ پھوٹ سے جو اندرونی زخم پیدا ہوتا ہے اور ظاہری جسم کے اوپر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ حکماً موقوذہ (کسی چیز کی ضرب یا چوٹ کھانے سے مرا ہوا) ہے اور موقوذہ قرآن مجید کی نص صریح سے حرام ہے، لوہے کی وزنی چیز ہو یا کسی اور دھات کی اس میں سب برابر ہیں، اسی طرح اگر کسی شخص نے شکار پر چھری پھینکی تو اگر چھری کی دھار والی جانب شکار کے لگی اور وہ زخمی ہوگیا تو اس کو کھالیا جائے گا اور اگر چھری کی دوسری جانب اس جانور کے لگی یا چھری کا دستہ لگا تو پھر اس کو نہیں کھایا جائے گا، اور اگر اس نے پتھر کی دھار تیز کی اور اس سے شکار کو ذبح کرلیا تو جائز ہے کیونکہ اس آلہ کی دھار سے خون کا بہانا حاصل ہوگیا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے دو خرگوشوں کو پکڑا اور ان کو تیز دھار والے پتھر سے ذبح کردیا۔ پھر میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلے

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۰۶ - ۳۰۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۷۲ - ۲۷۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے مجھے ان کے کھانے کی اجازت دے دی۔ [1]

غلیل اور کمان کی گولی اور دیگر آلات سے شکار کرنے کا حکم

جن آلات سے شکار کیا جاتا ہے ان تمام آلات کے لیے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر جانور اس آلہ کی ضرب سے دب کر یا چوٹ کھا کر مر گیا یا گلا گھٹنے سے مر گیا تو وہ حرام ہو گیا اور اگر جانور اس آلے سے کٹ کر یا چھد کر مرا، اس کے زخم آیا اور خون بہا تو پھر وہ جانور حلال ہے اور بسم اللہ پڑھ کر ایسا آلہ پھینکنا جس سے جانور کا جسم کٹے اور خون بہے ذکوٰۃ اضطراری ہے اختیاری ذکوٰۃ یہ ہے کہ جانور کو پکڑ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اس کے گلے پر اس طرح چھری پھیریں کہ اس کی چاروں رگیں کٹ جائیں، اور جب جانور دور بیٹھا ہو یا بھاگ رہا ہو یا اڑ رہا ہو اور اس کو پکڑ کر معروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو بسم اللہ پڑھ کر اس پر تیر یا کوئی اور آلہ جارحہ پھینک دیا جائے جس سے زخمی ہو کر وہ جانور مر جائے تو وہ حلال ہو گا اور یہ ذکوٰۃ اضطراری ہے۔ اور اگر اس جانور پر لاٹھی، پتھر یا کسی اور وزنی چیز کی ضرب لگائی جائے جس سے وہ دب کر مر جائے یا اس کے گلے میں کوئی پھندا ڈالا جائے جس سے وہ گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر یہ جانور حرام ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستفاد ہے:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم۔

(مائدہ ۵:۳)

تم پر یہ حرام کیے گئے ہیں: مردار، خون، خنزیر کا گوشت، جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو جس کا گلا گھونٹا گیا ہو، جو کسی ضرب سے دب کر مرا ہو، اوپر سے گرا ہو، سینگ مارا ہوا ہو اور جس کو درندہ نے کھایا ہو، البتہ ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کر لیا وہ حلال ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ موقوذہ (جو کسی چیز کی ضرب سے دب کر اور چوٹ کھا کر مرا ہو) اور منخنقہ (جو گلا گھٹ کر مرا ہو) حرام ہے، اس لیے اگر کسی ایسے آلہ سے شکار کیا جائے جس سے دب کر جانور مر جائے یا گلا گھٹنے سے مر جائے تو پھر وہ جانور حرام ہو گا۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

موقوذہ وہ جانور ہے جو بغیر ذکوٰۃ کے لاٹھی یا پتھر مارنے سے مر جائے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اس طرح جانور کو مار کر کھا لیتے تھے، صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب تم "معراض" کو پھینکو اور وہ جانور کے آر پار ہو جائے تو اس کو کھا لو اور اگر جانور اس کے عرض سے مرے تو پھر اس کو مت کھاؤ، اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ وقیذ (موقوذہ) ہے، علامہ ابو عمرو نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ بندقہ (یعنی مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جس کو غلیل یا کمان سے پھینکا جاتا ہے، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۹۶، رد المحتار ج ۵ ص ۴۱، تفسیر المنار ج ۶ ص ۱۳۸، نیل الاوطار

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی کی اس عبارت کا خلاصہ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے، (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

ج ۱۰، ص ۸۴، اور آج کل کی متعارف بندوق کی گولی جو سیسہ کی ہوتی ہے اور اس میں بارود بھرا ہوا ہوتا ہے اس کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں ـــــ سعیدی غفرلہٗ) پتھر اور معراض سے جس جانور کو مار دیا جائے آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ موقوذ ہے اگر یہ مر گیا تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں ہے، حضرت ابن عمر، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور ثوری کا یہی نظریہ ہے، فقہاء شام اور امام اوزاعی نے یہ کہا ہے کہ معراض سے مارا ہوا جانور حلال ہے خواہ وہ جانور کے آر پار گذرے یا نہیں، حضرت ابو الدرداء، حضرت فضالہ بن عبید اور مکحول اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، لیکن اس مسئلہ میں قول فیصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ "اگر جانور معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ وہ وقیذ ہے" [1]

علامہ ابو الحسن المرغینانی حنفی اس مسئلہ میں لکھتے ہیں:

جس جانور کو معراض کے عرض سے مارا گیا ہو اس کو کھانا جائز نہیں ہے اور اگر معراض نے اس جانور کو زخمی کر دیا تو پھر اس جانور کو کھانا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جانور معراض کی دھار سے مرا اس کو کھا لو اور جو جانور معراض کے عرض سے مرا اس کو مت کھاؤ نیز شکار کے حلال ہونے کے لیے اس کا زخمی ہونا ضروری ہے تاکہ اس میں ذکوۃ کا معنی متحقق ہو سکے، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں (علامہ المرغینانی نے پہلے یہ بیان کیا ہے کہ: ظاہر الروایۃ کے مطابق شکار میں زخمی کرنا ضروری ہے تاکہ ذکوۃ اضطراری متحقق ہو اور ذکوۃ اضطراری کی تعریف یہ ہے کہ شکاری کے آلہ استعمال کرنے کی وجہ سے شکار کے بدن کے کسی حصہ میں بھی زخم آجائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما علمتم من الجوارح اور تم نے زخمی کرنے والے شکاری جانور سدھائے ہیں" اس آیت میں شکار کو زخمی کرنے کی شرط کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جوارح جرح سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے "زخمی کرنے والے" ہدایہ اخیرین ص ۵۰۳) اور جو جانور غلیل یا کمان کی گولی سے مرا ہو اس کو بھی کھانا جائز نہیں، کیونکہ یہ گولی شکار کے جسم کو کوٹتی ہے اور توڑتی ہے اور اس کو زخمی نہیں کرتی، سو یہ معراض کی طرح ہے جو شکار کے آر پار نہ ہو، اسی طرح اگر پتھر سے شکار کو مار ڈالا تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، اگر پتھر بھاری اور دھار والا ہو تو اس سے مرنے والے جانور کو کھانا جائز نہیں ہے خواہ وہ جانور کو زخمی کر دے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ وہ جانور اس پتھر کے ثقل کی وجہ سے مرا ہو اور اگر وہ پتھر خفیف ہو اور اس میں دھار ہو اور جانور زخمی ہو جائے تو اس کا کھانا جائز ہے، کیونکہ اب یہ متعین ہو گیا کہ جانور کی موت زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور اگر پتھر خفیف ہو اور وہ اس کو تیر کی طرح لمبا کرے اور اس میں دھار ہو تو اس سے کیا ہوا شکار حلال ہے کیونکہ اس پتھر سے جانور زخمی ہو کر مرے گا، اگر شکاری نے دھار والے سنگ مرمر کو پھینکا اور اس نے جانور کو کاٹا نہیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے

(حاشیہ صفحہ سابقہ) "جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہاء نے موقوذہ میں داخل کیا ہے اور اس دلیل میں علامہ جصاص کی یہ عبارت نقل کی ہے المقتولۃ بالبندقۃ تلک الموقوذۃ امام اعظم امام شافعی امام مالک وغیرہ سب اس پر متفق ہیں (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۹) عربی میں بندوقۃ کا معنی ہے مٹی کی خشک کی ہوئی گولی جیسا کہ ہم نے بحوالہ بیان کیا ہے اور بندوق کی گولی کو عربی میں بندوقۃ الرصاص کہتے ہیں۔ نیز بندوق کی ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے، اور امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ امام مالک ۱۷۹ھ، امام شافعی ۲۰۴ھ، علامہ جصاص ۳۷۰ھ، اور علامہ قرطبی ۶۸۵ میں فوت ہوئے، سو یہ ائمہ اور علماء بندوق کی گولی کے شکار کے متعلق کیسے رائے دے سکتے ہیں جو ان کے بہت بعد کی ایجاد ہے، مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بندقہ کا معنی بندوق کی گولی کرنے میں بہت سخت مغالطہ کھایا ہے فتاویٰ دار العلوم ج ۲ ص ۹۵۵ میں بھی انھوں نے یہی مغالطہ کھایا ہے۔ ۱۲ منہ

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

کیونکہ اب جانور اس کے کوٹنے سے مرا ہے، اسی طرح اگر اس پتھر کے پھینکنے سے اس کا سر الگ ہو گیا یا اس کی گردن کی رگیں الگ ہو گئیں تو وہ جانور حلال نہیں ہے کیونکہ جس طرح پتھر کی دھار سے رگیں کٹتی ہیں اسی طرح پتھر کے ثقل سے بھی رگیں کٹ جاتی ہیں، اس لیے اب شک واقع ہو گیا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رگوں کے کٹنے سے پہلے وہ جانور مر گیا ہو۔ اور اگر جانور کو لاٹھی یا لکڑی سے مار ڈالا تو وہ حلال نہیں ہے کیونکہ وہ لاٹھی یا لکڑی کے ثقل سے مرا ہے، ہاں اگر اس لکڑی یا لاٹھی کی دھار ہو اور اس سے جانور کٹ جائے تو اب اس جانور کو کھانا جائز ہے کیونکہ اب وہ لاٹھی تلوار اور نیزے کے حکم میں ہے، اور ان تمام مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ شکار کی موت زخم کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حلال ہے اور جب یہ یقین ہو کہ موت ثقل کی وجہ سے ہوئی ہے تو شکار حرام ہے اور جب یہ شک ہو اور یہ پتا نہ چلے کہ موت زخم سے ہوئی ہے یا ثقل سے تو پھر شکار کا حرام ہونا احتیاطاً ہے۔ [1]

بندوق سے مارے ہوئے شکار کی تحقیق

آٹھویں صدی ہجری سے پہلے دنیا بارودی بندوق سے متعارف نہیں ہوئی تھی۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے:

دستی بندوق کا استعمال یورپ میں ۱۳۶۵ء میں شروع ہوا تھا اور مسلمان ممالک میں اس کی ابتداء سلطان قایتبائی کے عہد میں ۸۹۵ھ/۱۴۹۰ء میں ہوئی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ ص ۸۸۷، مطبوعہ لاہور)

بہرحال دسویں صدی تک بندوق کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بارھویں صدی سے پہلے علماء نے بندوق سے کیے ہوئے شکار کے حکم پر بحث نہیں کی، بارھویں صدی میں علماء نے اس مسئلہ پر بحث کی اور یہ بحث ہنوز جاری ہے۔ بعض علماء بندوق سے کیے ہوئے شکار کو اس بنا پر ناجائز کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار ٹوٹتا ہے کٹتا نہیں اور جانور اس کے ثقل سے مرتا ہے اس لیے یہ موقوذہ ہے اور حرام ہے اس کے برخلاف دوسرے علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی سے شکار زخمی ہوتا ہے اس کا خون بہتا ہے اور بعض اوقات گولی شکار کے آر پار ہو جاتی ہے اور ذکاۃ اضطراری کا مدار زخم لگنے اور خون بہنے پر ہے اور وہ بندوق کے شکار سے حاصل ہو جاتا ہے اس لیے بندوق سے کیا ہوا شکار جائز ہے۔ ہم پہلے مانعین کے دلائل پیش کریں گے، اس کے بعد مجوزین کے دلائل پیش کریں گے اور آخر میں اپنی رائے کا ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

بندوق سے مارے ہوئے شکار کو حرام کہنے والے علماء کے دلائل

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ھو بالاھراق والثقل بواسطۃ ان دفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم [2]

یہ بات واضح رہے کہ بندوق کی گول پرییشر سے نکلنے کی بنا پر جلاتی ہے اور اس کے بوجھ کی وجہ سے زخم پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس میں دھار نہیں ہوتی اس بنا پر بندوق سے کیا ہوا شکار حلال نہیں ہے، علامہ ابن نجیم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۵۱۲-۵۱۱، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۱۷، مطبوعہ مطبعہ ثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اگر تکبیر کہہ کر بندوق ماری اور ذبح کرنے سے پیشتر مر گیا تو حرام ہے اس واسطے کہ بندوق میں توڑ ہے، کاٹ نہیں اور تیر میں کاٹ ہے۔ [1]

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

بندوق کا شکار مر جائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا آلہ جارحہ نہیں بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔ [2]

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے، کھانا اس کا حلال نہیں ہے۔ [3]

بندوق سے مارے ہوئے شکار کو حلال قرار دینے والے علماء کے دلائل

فقہاء مالکیہ کے دلائل

علامہ ابوالبرکات احمد بن دردیر مالکی لکھتے ہیں:

واما صیدہ بالرصاص فیوکل بہ لانہ اقوی من السلاح کما افتی بہ بعض الفضلاء واعتمدہ بعضھم [4]

بندوق کی گولی سے کیے ہوئے شکار کو کھایا جائیگا کیونکہ وہ ہتھیاروں سے زیادہ قوی ہے جیسا کہ بعض فضلاء نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور بعض نے اس پر اعتماد کیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی اس عبارت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے شکار کے متعلق متقدمین کی تصانیف میں کوئی تصریح نہیں ہے کیونکہ بارودی بندوق کا ایجاد آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے، بعض علماء نے فلیل کی (رسی کی خشک) گولی پر قیاس کر کے اس کو ناجائز کہا اور بعض علماء نے جائز کہا۔ چنانچہ ابوعبداللہ القروی، ابن غازی اور سید عبدالرحمن فاسی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ بندوق کے ذریعے خون بہایا جاتا ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کام تمام کر دیا جاتا ہے جس کے سبب سے ذکاۃ مشروع کیا گیا ہے۔ [5]

علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی کی اسی عبارت پر علامہ دسوقی مالکی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے:

بندوق سے کیے ہوئے شکار کے متعلق متقدمین کی تصانیف میں کوئی تصریح نہیں ہے اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے بعض

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۱۷ ص ۲۲، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

[3] مفتی محمد شفیع دیوبندی متوفی ۱۳۹۶ھ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۹۵۵، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

[4] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک، مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۳۸۴ھ

[5] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۹۴۷ء

علماء نے غلیل کی گولی پر قیاس کر کے اس کو ناجائز کہا ہے اور بعض علماء نے جائز کہا ہے چنانچہ ابو عبداللہ القوری، علامہ ابن غازی، علامہ شیخ میجور سیدی عبدالرحمن فاسی اور شیخ عبدالقادر فاسی نے اس کو جائز کہا ہے کیونکہ یہ خون بہاتی ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کام تمام کر دیتی ہے جس کی بناء پر ذکاۃ کو مشروع کیا گیا ہے۔ بندوق کی گولی کو غلیل کی گولی پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سیسہ کی گولی جسم کو پھاڑتی ہے اور اس کے آر پار گذر جاتی ہے جبکہ مٹی کی گولی میں اس طرح نہیں ہوتا مٹی کی خشک گولی جسم کو کوٹتی ہے اور توڑتی ہے (یہاں پر پرندوں کا جسم مراد ہے۔ ——— سعیدی غفرلہٗ) اور جو جسم ٹوٹ جائے وہ وقیذ ہے اور وقیذ نص قرآن سے حرام ہے۔ [1]

علامہ الجزیری فقہاء مالکیہ کا مسلک نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

متاخرین مالکیہ میں سے بہت سے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ بندوق سے کیے ہوئے شکار کا کھانا جائز ہے کیونکہ بندوق خون بہاتی ہے اور بہت سرعت کے ساتھ شکار کا کام تمام کر دیتی ہے اور ذکاۃ شرعی کو اس لیے مشروع کیا گیا ہے تاکہ جانور کو جلد از جلد عذاب اور تکلیف سے نجات دی جائے۔ سو جس آلہ سے جس قدر جلد شکار کا کام تمام ہوگا وہ اس قدر زیادہ بہتر ہوگا، اور زخم کے لیے چیرنا شرط نہیں ہے بلکہ پھاڑنے سے بھی زخم متحقق ہو جاتا ہے۔ [2]

فقہاء احناف کے دلائل

علامہ رافعی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خادمی نے درر کے حواشی میں علامہ علی آفندی کے فتاوی سے یہ نقل کیا ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے، اور انھوں نے اس کی یہ دلیل بیان کی ہے کہ آگ بھی حیوان میں ذکوٰۃ کا عمل کرتی ہے، حتیٰ کہ اگر آگ کو مذبح میں پھینکا جائے اور اس سے رگیں جل جائیں تو اس حیوان کا کھانا جائز ہے، لیکن اس میں خون بہنے کی قید لگانی چاہیے حتیٰ کہ اگر خون منجمد ہو جائے اور نہ بہے تو پھر وہ حیوان حلال نہیں ہوگا، اور محشی (علامہ شامی) نے جنایات میں یہ لکھا ہے کہ بندوق سے قتل کرنا قتل عمد ہے کیونکہ یہ لوہے کی جنس سے ہے، زخمی کرتی ہے سو اس سے قصاص لیا جائے گا لیکن اگر یہ زخمی نہ کرے تو پھر اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، جیسا کہ علامہ طحاوی نے لکھا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہونا چاہیے، اور علامہ سندی نے جو اس مقام پر لکھا ہے وہ بھی حلت کا مؤید ہے، وہ کہتے ہیں کہ بندوق کے زخمی کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہے، البتہ ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ حیوان ثقل سے مرا ہے تو حرام ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ حیوان زخمی ہو کر مرا ہے تو حلال ہے اور جب اس کے ثقل یا زخم سے مرنے میں شک ہو تو پھر حرام ہے (ہدایہ نے اس صورت کو احتیاطاً حرام لکھا ہے، ——— سعیدی غفرلہٗ)۔ یہ عبارت حرمت کا تقاضا کرتی ہے۔ اس میں غور کرنا چاہیے۔ [3]

یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بندوق کی گولی سے جو جانور مرتا ہے وہ زخم سے مرتا ہے اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ بندوق کی گولی کھا کر کوئی جانور مرے اور اس کا نہ خون بہے اور نہ زخم آئے اور یہ بھی بالکل بدیہی بات ہے کہ بندوق کی گولی کے ثقل سے جانور نہیں مرتا کیونکہ گولی اتنی بھاری نہیں ہوتی کہ اس کے نیچے دب کر جانور مر جائے بلکہ گولی یا چھرے جب پریشر سے نکلتے ہیں تو وہ اپنی راہ میں

---

[1] ۔ شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی ۔ ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۰۴-۱۰۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] ۔ علامہ عبدالرحمان الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۸-۲۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[3] ۔ علامہ عبدالقادر رافعی حنفی فاروقی، التحریر المختار لرد المحتار ج ۲ ص ۳۱۶-۳۱۵۔ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

مزاحم ہونے والے جسم کو چیرتے اور پھاڑتے ہوئے اس جسم سے آر پار ہو جاتے ہیں اور اگر ان کی فورس اور پریشر کم ہو تو بعض اوقات وہ گولی اور چھرے جسم میں رہ جاتے ہیں لیکن زخم ڈالنے، جسم کو پھاڑنے اور خون بہنے کا عمل ہر حال میں واقع ہوتا ہے اور اضطاری ذکاۃ اور حلت کا مدار یہی چیز ہے۔

علامہ الجزیری احناف کا مسلک نقل کرتے ہوتے ہوئے لکھتے ہیں۔:

جب یہ امر متحقق ہو جائے کہ حیوان زخم سے مرا ہے اور ثقل سے نہیں مرا تو وہ حلال ہے، چھروں کا حکم بھی گولی کی طرح ہے، سو جب کسی بڑے جانور کا چھروں سے شکار کیا جائے تو یہ متصور نہیں ہوگا کہ وہ جانور چھرے کے ثقل اور بوجھ سے مرا ہے اس لیے وہ بلاشبہ حلال ہے، کیونکہ اس کی موت بلاشک وشبہ زخم سے واقع ہوئی ہے، ہاں اگر چڑیا کی طرح کوئی بہت چھوٹا اور کمزور جانور چھرے سے مر جائے تو اس میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ چھرے کے ثقل سے مرا ہوگا اور حلال نہیں ہوگا، لیکن اگر یہ متحقق ہو جائے کہ وہ زخم سے مرا ہے تو پھر وہ بھی بلاشبہ حلال ہے۔[1]

ثقل سے مرنے کا معیار یہ ہے کہ جانور کی کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور خواہ اس کے جسم کے اندر زخم ہو لیکن جسم کی بیرونی سطح سے خون نہ نکلے لیکن جب جسم کی بیرونی سطح سے خون نکلے تو یہ اس کے زخمی ہونے کی واضح دلیل ہے اور ایسا شکار بلاشبہ جائز ہے۔

دکتور احمد شرباصی لکھتے ہیں:

محققین فقہاء احناف میں سے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ بندوق کی گولی شکار کے جسم کو فقط دباتی نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ اس کی کھال کاٹتی ہے اور جسم کو پھاڑتی ہے اور خون بہاتی ہے، اس طرح بندوق کی گولی سے جو قتل متحقق ہوتا ہے وہ پتھر یا لاٹھی کی چوٹ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ حقیقت میں بندوق کی گولی شکار کو زخمی کرتی ہے اور اس کے جسم کو پھاڑ کر خون بہاتی ہے لہٰذا بندوق سے کیا ہوا شکار موقوذہ نہیں ہے بلکہ اس آلہ سے ذبح کیے ہوئے جانور کی طرح ہے جس سے خون بہتا ہے، سو بندوق سے جس جانور یا پرندہ کو مارا جائے وہ حلال ہوگا اور اس کا کھانا حرام نہیں ہے۔[2]

علماء ظاہریہ (غیر مقلدین) کے دلائل

شیخ شوکانی لکھتے ہیں:

لوہے کی وہ بندوقیں جو آج کل متعارف ہیں جن میں بارود سے بھرے ہوئے سیسہ کے کارتوس ہوتے ہیں ان سے جو شکار مارا جاتا ہے اس کے متعلق متقدمین اہل علم نے بحث نہیں کی کیونکہ ان کی ایجاد بعد میں ہوئی ہے، اور یمن کے ممالک میں یہ بندوقیں دسویں صدی ہجری میں پہنچی ہیں، مجھ سے اہل علم کی ایک جماعت نے بندوق سے مارے ہوئے شکار کے متعلق سوال کیا، مجھ پر جو جواب ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ یہ شکار حلال ہے کیونکہ بندوق کی گولی شکار کو پھاڑتی ہے اور عموماً ایک جانب سے داخل ہو کر دوسری جانب سے نکل جاتی ہے، اور حدیث صحیح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: جب تم معراض پھینکو اور وہ پھاڑ دے تو اس کو کھالو" سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے حلال ہونے میں اس کے پھاڑنے کا اعتبار فرمایا ہے[3]

نواب صدیق حسن بھوپالی شیخ شوکانی کی مذکور الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ عبدالرحمان الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[2] ۔ دکتور احمد شرباصی (الاستاذ بجامعہ الازہر) یسئلونک فی الدین والحیاۃ، ج ۲ ص ۲۹۱، مطبوعہ دارالجیل بیروت

[3] ۔ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

خلاصہ یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے جانور کے جسم میں جو زخم پیدا ہوتا ہے، وہ تیر، نیزے اور تلوار کے زخم سے زیادہ کاری ہوتا ہے بلکہ بندوق کا عمل ہر آلہ کے عمل سے زیادہ کاری ہوتا ہے، اس لیے اس کو چوٹ سے مارنے والے آلہ پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور بندوق سے مارے ہوئے شکار کے کھانے کو ناجائز کہنا عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔ [1]

علامہ رشید رضا مصری کے دلائل

علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خذف (پتھر پھینکنے) سے منع کیا ہے اور فرمایا: "اس سے نہ جانور شکار ہوتا ہے اور نہ دشمن کا خون بہتا ہے، البتہ پتھر دانت توڑ دیتا ہے یا آنکھ پھوڑ دیتا ہے"، کنکر یا پتھر کو ہاتھ سے پھینکا جائے یا کسی آلہ (مثلاً غلیل یا کمان) سے یہ وقذ (توڑنے اور چوٹ مارنے) کے معنی میں ہے کیونکہ یہ فعل حیوان کو عذاب دیتا ہے اور اس کو عذاب پہنچاتا ہے اور اس فعل سے جانور مرتا نہیں ہے، پس کنکر یا پتھر سے مارنے کی ممانعت کی علت حدیث میں خود صراحۃً مذکور ہے اور وہ ہے حیوان کو عذاب دینا اور اس کو عذاب پہنچانا نیز جانور کو کنکر یا پتھر اس کی موت کا کلی یا غالب سبب نہیں ہے۔ اس کے برخلاف آج کل جو بندوق کی گولی سے شکار کیا جاتا ہے اس سے جانور شکار ہوتا ہے اور اس کا خون بہتا ہے، اسی وجہ سے متاخرین فقہاء میں سے محققین نے بندوق سے مارے ہوئے شکار کے کھانے کو جائز قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی طریقہ ذبح کی حکمت یہ ہے کہ اس طریقہ سے جانور کو نسبتاً کم ایذاء پہنچتی ہے اور بندوق سے شکار میں بھی جانور کو نسبتاً کم ایذاء پہنچتی ہے، نیز کنکر اور پتھر یا غلیل کی گولی سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کلی اور عمومی طور پر جانور مرتا نہیں ہے اور نہ اس کا خون بہتا ہے اس کے برخلاف بندوق سے جانور عمومی طور پر مر جاتا ہے اور اس کا خون بہتا ہے اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔ [2]

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دلائل

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

جن جانوروں میں ذکاۃ اضطراری شرط ہے تو ان کا سارا جسم مقام ذبح ہے اور کسی چیز سے خواہ وہ کوئی ہو ان کے جسم میں اتنا خرق (Puncture) کر دینا کافی ہے کہ خون بہہ جائے اس سلسلہ میں جو نصوص کتاب و سنت سے ہمیں ملتی ہیں وہ ترتیب وار درج ذیل ہیں۔

احل لکم الطیبات وما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونھن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ۔	حلال کر دی گئیں تمہارے لیے ساری پاک چیزیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھایا ہو، جن کو تم خدا کے دیے ہوئے علم کی بنا پر شکار کی تعلیم دیا کرتے ہو وہ جس جانور کو تمہارے لیے پکڑ رکھیں، اس کو تم کھا لو اور اس پر اللہ کا نام لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ سدھائے ہوئے شکاری جانور کو اگر خدا کا نام لے کر چھوڑا گیا ہو تو اس کے پنجوں اور کچلیوں سے جو زخم وحشی جانور کو لگ جاتا ہے اور جو خون اس طرح نکل جاتا ہے اس سے "اضطراری ذکات" کی شرط پوری ہو جاتی ہے اور اگر ایسا جانور

---

[1] ۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۳ ص ۱۱ ۔ ۱۰، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ

[2] ۔ شیخ محمد رشید رضا متوفی ۱۳۵۴ھ، المنار ج ۶ ص ۱۳۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

زندہ نہ ملے اور اسے باقاعدہ ذبح نہ کیا جا سکا ہو تب بھی وہ حلال ہے۔

(۲) حضرت عدی بن حاتم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم معراض پھینک کر شکار کرتے ہیں، حضور نے جواب دیا:

کل ما خرق وما اصاب بعرضہ فقتل فانہ وقیذ فلا تاکلہ۔ (متفق علیہ)

اگر وہ چھید دے تو کھالو لیکن اگر معراض اپنی عرض کی طرف سے جانور کو لگی ہو اور اس سے وہ مر گیا ہو تو وہ چوٹ کھایا ہوا جانور (موقوذہ) ہے، اسے نہ کھاؤ۔

معراض ایک بھاری لکڑی یا عصا کو کہتے ہیں جس کے سرے پر یا تو لوہے کی انی لگی ہو یا ویسے ہی لکڑی کو نوک دار بنا دیا گیا ہو اس کی چوٹ سے جسم کے کسی حصہ کا اس حد تک پھٹ جانا کہ اس سے خون بہہ جائے شرط ذکاۃ پوری کرنے کے لیے کافی ہے۔

(۳)۔ رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کل دشمن سے ہمارا مقابلہ ہے اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں ہیں کہ ہم جانوروں کو ذبح کر سکیں، تو ہم پھٹے ہوئے بانس کی کھپچی سے ذبح کر سکتے ہیں؟ حضور نے فرمایا: ما انھر الدم وذکر اسم اللہ فکل لیست السن والظفر۔ (متفق علیہ) یعنی خدا کا نام لے کر جس چیز سے بھی خون بہا دیا جائے ایسے جانور کو کھالو، البتہ دانتوں اور ناخنوں سے یہ کام نہ لیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصل چیز وہ آلہ نہیں ہے جس سے کام لیا جا رہا ہو بلکہ شرط ذکات پوری کرنے میں صرف یہ بات معتبر ہے کہ خون بہا دیا جائے، اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم نے پوچھا "یا رسول اللہ! اگر ہم میں سے کسی شخص کو شکار مل جائے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ پتھر کی دھار یا پھٹی ہوئی لکڑی سے ذبح کر سکتا ہے؟ حضور نے فرمایا: امرر الدم بما شئت واذکر اسم اللہ "یعنی خون بہا دو جس چیز سے چاہو اور اللہ کا نام لو۔

(۴)۔ ابو العشراء اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ذبح کا مقام صرف حلق یا لبہ ہی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: لو طعنت فی فخذھا لاجزأ عنک (ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) یعنی اگر تو اس کی ران میں بھی چبھو دے تو کافی ہے۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ ایسے جانور کی ذکات ہے جو کسی گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہو، ترمذی کہتے ہیں کہ تمام ضرورت کے موقعوں کے لیے یہی ذکات ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو جانور ہمارے قابو میں نہیں ہے اس کے جسم کا ہر حصہ مقام ذبح ہے، نیز اصل شی وہ آلہ نہیں ہے جس سے کام لیا جائے بلکہ صرف جسم کو چھید دینا ہے تاکہ خون بہہ جائے۔

(۵)۔ کعب بن مالک کہتے ہیں کہ ہماری بکریاں مقام سلع میں چر رہی تھیں، کہ یکایک ہماری لونڈی نے دیکھا کہ ایک بکری مرنے کے قریب ہے اس نے فوراً ایک پتھر توڑا اور اسے ذبح کر دیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ (بخاری) عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ بنی حارثہ میں سے ایک شخص احد کے قریب ایک گھاٹی میں ایک اونٹنی چرا رہا تھا۔ یکایک اس نے دیکھا کہ اونٹنی مر رہی ہے مگر اسے کوئی چیز ایسی نہیں ملی جس سے وہ ذبح کر سکتا، آخر اس نے خیمہ گاڑنے کی ایک میخ لی اور اسے اونٹنی کے لبہ میں چبھو دیا، یہاں تک کہ اس کا خون بہہ گیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی اور آپ نے اسے کھا لینے کی اجازت دی۔ (ابو داؤد، موطا)۔

ٹوٹے ہوئے پتھر کی دھار تو پھر بھی دھار کی تعریف میں آتی ہے لیکن لکڑی کی نوک دار میخ کو دھار دار آلے کی تعریف میں

جس حد تک لایا جا سکتا ہے ظاہر ہے۔

مذکورہ بالا نصوص کو سامنے رکھنے کے بعد بندوق کے مسئلہ پر غور کیجیے۔ بندوق کی گولی کو غلیل کے ٹھنڈے غلہ پر قیاس کرنا اور اس کی بنا پر یہ سمجھنا کہ اس سے جو جانور مرتا ہے وہ دراصل اس طرح کی چوٹ کھا کر مرتا ہے جیسی پتھر یا لکڑی کے عرض سے لگتی ہے، صحیح نہیں ہے، گولی جس قوت سے بندوق سے نکلتی ہے اور پھر جس تیز رفتار سے نشانہ تک (تقریباً ۵۰۰ گز فی سیکنڈ) راستہ طے کرتی ہے، اس کی بنا پر وہ کوئی ٹھنڈا سنگریزہ نہیں رہتی، بلکہ اچھی خاصی گرم اور تقریباً نوکدار ہو کر جسم کو چھیدتی ہوئی اس میں گھستی ہے اور پھر اس سے خون بہہ کر جانور مرتا ہے، یہ عمل شکاری جانور کے ناخنوں اور کچلیوں اور معراض یا لکڑی کی تیز کا سرا چبھنے سے کچھ بہت زیادہ مختلف نہیں ہوتا، بلکہ خون بہانے میں بعید نہیں کہ ان سے زیادہ ہی کارگر ہو۔

ان وجوہ سے میری رائے میں اگر خدا کا نام لے کر بندوق چلائی جائے اور اس کی گولی یا چھرے سے جانور مر جائے تو اس کے حلال نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص کا اس پر اطمینان نہ ہو اور وہ اس کو حرام ہی سمجھتا ہو تو مجھے اس پر بھی اصرار نہیں کہ وہ اسے ضرور حلال مانے اور واجب ہے کہ اسے کھائے۔ میرا اجتہاد میرے لیے قابل عمل ہے اور دوسروں کا اجتہاد یا کسی مجتہد کا اتباع ان کے لیے، اس اجتہادی اختلاف سے اگرچہ میرے اور ان کے درمیان حرام و حلال کا اختلاف ہو جاتا ہے، مگر اس کے باوجود دونوں فریق ایک ہی دین میں رہتے ہیں، الگ الگ دینوں کے پیرو نہیں ہو جاتے۔ [1]

علمار شیعہ کے دلائل

سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی لکھتے ہیں:

یہ کہ شکار کا ہتھیار چھری اور تلوار کی طرح کاٹنے والا ہو یا نیزے اور تیر کی طرح تیز ہوتا کہ تیز ہونے کی وجہ سے حیوان کے بدن کو چاک کر دے اور اگر حیوان کا شکار جال یا لکڑی یا پتھر یا ایسی جیسی چیزوں کے ذریعہ کیا جائے تو وہ پاک نہیں ہوتا اور اس کا کھانا حرام ہے اور اگر حیوان کا شکار بندوق سے کیا جائے اور اس کی گولی اتنی تیز ہو کہ حیوان کے بدن میں گھس جائے اور اسے چاک کر دے تو وہ حیوان پاک اور حلال ہے اور گولی تیز نہ ہو بلکہ دباؤ کے ساتھ حیوان کے بدن میں داخل ہو اور اسے مار دے یا اپنی گرمی کی وجہ سے اس کا بدن جلا دے اور اس جلنے کے اثر سے حیوان مر جائے تو اس حیوان کے پاک اور حلال ہونے میں اشکال ہے۔ [2]

شیخ خمینی نے بھی اس مسئلہ میں بالکل یہی لکھا ہے۔ [3]

بندوق سے مارے ہوئے شکار کے متعلق مصنّف کی تحقیق اور بحث و نظر

قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء احناف کے قواعد کی روشنی میں مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے، قرآن مجید نے شکار کی حلت کا مدار شکار کو زخمی کرنا قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل احل لکم الطیبٰت وما علمتم من الجوارح مکلبین۔ (مائدہ ۵: ۴)

آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی گئی ہیں اور جو تم نے زخمی کرنے والے جانور سدھا لیے ہیں

---

[1] ۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۱ ص ۹۹ - ۹۵، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ستمبر ۱۹۸۹ء

[2] ۔ شیخ ابوالقاسم الخوئی، توضیح المسائل ص ۳۸۸ - ۳۸۷، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی کراچی۔

[3] ۔ شیخ روح اللہ خمینی متوفی ۱۴۰۹ھ توضیح المسائل ص ۳۹۹، سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ

الجوارح، جارحۃ کی جمع ہے اور جارحۃ زخمی کرنے والے جانور کو کہتے ہیں اور شکاری جانور کا کیا ہوا شکار اسی وقت حلال ہوتا ہے جب وہ شکار کو زخمی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جوارح کے کیے ہوئے شکار کو کھانے کا حکم دیا ہے اور جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو مشتق کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اس لیے شکار کے حلال ہونے کی علت اس کو زخمی کرنا ہے اور بندوق کی گولی یا اس کے چھروں سے بھی چونکہ شکار زخمی ہوتا ہے، اس لیے آیت کی تصریح کے مطابق بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور یہ موقوذہ نہیں ہے کیونکہ موقوذہ وہ ہوتا ہے جو چوٹ سے مرے، اس کو زخم آئے اور نہ اس سے خون بہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں بھی بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے، امام مسلم، حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا رمیت بالمعراض فخزق فکلہ واذا اصابہ بعرضہ فلا تاکلہ [1]

جب تم شکار پر معراض پھینکو اور معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو اس کو کھاؤ، اور اگر شکار معراض کے عرض سے مرے تو اس کو مت کھاؤ۔

اور بندوق کی گولی اور چھرے بھی شکار میں نفوذ کر جاتے ہیں اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار جائز ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فان قیل بالرای فھوان یثقبہ [2]

اگر یہ کہا جائے کہ یہ لفظ فخزق "ز" کے ساتھ ہے تو اس کا معنی ہے جانور میں سوراخ کرنا

خلاصہ یہ ہے کہ یہ لفظ "ذ" کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے نفوذ کرنا اور بندوق کی گولی شکار میں نفوذ کر جاتی ہے اور اگر یہ لفظ "ز" کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے سوراخ کرنا اور پھاڑنا اور بندوق کی گولی شکار کو پھاڑ دیتی ہے اور اس میں سوراخ کر دیتی ہے لہٰذا اس حدیث کے مطابق ہر تقدیر پر بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے جس آلہ سے بھی جانور کا خون بہہ جائے وہ جائز ہے اور ذبیحہ اور شکار حلال ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عن رافع بن خدیج قال قلت یا رسول اللہ انا لاقو العدو غدا او لیست معنا مدی فقال اعجل او ارن ما انھر الدم و ذکر اسم اللہ علیہ فکل لیس السن والظفر وساحدثک اما السن فعظم واما الظفر فمدی الحبشۃ واصبنا نھب ابل وغنم فند منھا بعیر فرماہ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں آپ نے فرمایا جلدی کرنا یا فرمایا اس کو جلدی ذبح کرنا (تاکہ وہ طبعی موت نہ مر جائے) جس چیز کا خون بہایا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس کو کھالو، مگر دانت اور ہڈی نہ ہوں، دانت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے، (اس غزوہ میں)

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

رجل بسهم فحبسه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لهذه الابل اوابد كاوابد الوحش فاذا غلبكم منها شيء فاصنعوا به هكذا۔ [1]

ہم کو مالِ غنیمت میں بکریاں اور اونٹ ملے، ان میں سے ایک اونٹ بھاگ نکلا، ایک شخص نے اس کو تیر مارا سو (اللہ نے) اس اونٹ کو روک دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہیں، جب ان میں سے کوئی تم پر غالب آجائے تو اسی طرح کیا کرو۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن رافع بن خديج قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل يعني ما انهر الدم الا السن والظفر۔ [2]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دانت اور ناخن کے سوا جو چیز بھی خون بہادے اس (کے مارے ہوئے) کو کھالو۔

بندوق کی گولی ناخن اور ہڈی نہیں ہے اور جانور کا خون بہا دیتی ہے، لہٰذا اس حدیث کے مطابق اس کا مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

بندوق سے مارے ہوئے شکار کے حلال ہونے پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حدیث میں ہے:

اذا اصاب بحده فكل واذا اصاب بعرضه فقتل فانه وقيذ فلا تاكل [3]

جب جانور "معراض" کی دھار سے مرے تو اس کو کھالو اور جب وہ معراض کے عرض سے مرے تو وہ وقیذ ہے اس کو مت کھاؤ۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ بندوق کی گولی اور چھروں میں چونکہ دھار نہیں ہوتی اس لیے بندوق سے مارا ہوا جانور وقیذ ہے اور حلال نہیں ہے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوذہ کی یہ تفسیر نقل کی ہے:

الموقوذة تضرب بالخشب يوقذها [4]

موقوذہ وہ جانور ہے جس کو لکڑیوں کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جاتے۔

"اور جو جانور معراض کے عرض سے مارا جائے وہ وقیذ ہے" اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

لانه في معنى الخشبة الثقيلة والحجر ونحو ذلك من المثقل [5]

کیونکہ اس صورت میں وہ معراض بھاری لکڑی، پتھر اور بھاری چیز کے حکم میں ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۸، " " " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۶۰۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

خلاصہ یہ ہے کہ موقوذہ وہ جانور ہے جس کو کسی بھاری اور وزنی چیز کی ضرب سے مار کر ہلاک کیا جائے، اور بندوق کی گولی یا چھرے بھاری اور وزنی نہیں ہوتے اس لیے ان سے مارا ہوا جانور موقوذہ نہیں ہے، بندوق کی گولی نوکدار ہوتی ہے اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں ہے البتہ بندوق کے چھروں میں نوک نہیں ہوتی لیکن چونکہ وہ گوشت کو پھاڑتے ہیں اور خون بہاتے ہیں اس لیے وہ دھار والی چیز کے حکم میں ہیں۔ اس لیے بندوق کی گولی یا چھروں سے مارا ہوا شکار حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی جائز اور حلال کہتے ہیں جبکہ غلیل کی گولی سے جانور کے زخم آتا ہے نہ خون بہتا ہے اور ہمارے نزدیک اس کے وقیذ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس کے باوجود جب غلیل کی گولی سے مارے ہوئے شکار کی حرمت متفق علیہ نہیں ہے تو بندوق کی گولی یا چھروں سے مارے ہوئے شکار کو حرام کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن المسیب قال: کل وحشیة قتلتها بحجر او ببندقة او بحجر فکلها[1]

ابن مسیب کہتے ہیں کہ جس وحشی جانور کو تم نے پتھر، غلیل کی گولی یا پتھر سے مارا اس کو کھا لو۔

عن ابن المسیب عن عمار بن یاسر قال: اذا رمیت بالحجر او بالبندقة ثم ذکرت اسم الله فکل[2]

ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر نے کہا کہ جب تم پتھر یا غلیل کی گولی مارو اور بسم اللہ پڑھ لو تو پھر کھا لو۔

قال ابن عیینة: واخبرنی اخر لابن ابی لیلی قال رمیت طائرا او قال صیدا ببندقة فقتل فسالت عبد الرحمٰن بن ابی لیلی فامرنی باکله[3]

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی کے بھائی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے غلیل کے ساتھ ایک پرندہ یا شکار مارا، پھر میں نے عبدالرحمان بن ابی لیلی سے اس کے متعلق سوال کیا انھوں نے مجھے اس کو کھانے کا حکم دیا۔

عن ابن طاؤس عن ابیه قال فی صید المعراض:

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے معراض کے شکار کے متعلق یہ کہا:

اذا خزق فلا باس به، وان رمیت بسهم فیه حدید فسقط فکله[4]

جب معراض شکار میں نفوذ کر جائے تو پھر اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر تم نے ایسا تیر مارا جس میں لوہا یا دھار نہیں تھا اور شکار گر گیا تو اس کو کھا لو۔

ان آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ بعض صحابہ اور فقہاء تابعین غلیل کی گولی اور بغیر لوہے کے تیر سے مارے ہوئے شکار کو حلال اور جائز کہتے تھے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ غلیل کی گولی اور بغیر دھار کے تیر سے مارے ہوئے شکار کی حرمت بھی قطعی، یقینی اور اتفاقی نہیں ہے، اور بندوق کی گولی سے مارے ہوئے شکار کو بھی اگرچہ بعض متاخرین فقہاء نے موقوذہ قرار دے کر حرام کہا ہے، لیکن یہ ان کی اجتہادی خطاء ہے، تحقیق یہ ہے کہ بندوق کی گولی سے مارا ہوا شکار قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں حلال اور طیب ہے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۴۷۵-۴۷۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] " " " المصنف ج ۴ ص ۴۷۵، " " " "

[3] " " " المصنف ج ۴ ص ۴۷۵، " " " "

[4] " " " المصنف ج ۴ ص ۴۷۷، " " " "

قرآن مجید اور احادیث سے بندوق سے مارے ہوئے شکار کا حکم واضح کرنے کے بعد اب ہم فقہاء احناف کے اصول اور قواعد کی روشنی میں اس مسئلہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں:

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

الذکاۃ عبارۃ عن تسییل الدم الفاسد النجس وھو نوعان الذبح فی المذبح عند القدرۃ وبالجرح فی ای موضع اصابہ عند تعذر الذبح والتکلیف بحسب الوسع ففی کل موضع یکون الذبح فی المذبح مقدوراً لہ لا یثبت الحل الا بہ وفی کل موضع تعذر یقوم الجرح مقامہ[1]

ذکاۃ (ذبح) کا معنی ہے فاسد اور نجس خون کو بہانا اور اس کی دو قسمیں ہیں، ذبح اختیاری اور ذبح اضطراری ذبح اختیاری یہ ہے کہ قدرت اور اختیار کے وقت حیوان کے گلے پر چھری پھیرنا اور جب گردن پر چھری پھیرنا ممکن نہ ہو تو جانور کے جسم کے کسی حصہ پر بھی زخم ڈال دینا، ذبح اضطراری ہے کیونکہ انسان اپنی قدرت کے اعتبار سے مکلف ہوتا ہے سو جس صورت میں وہ حیوان کے گلے پر چھری پھیر سکتا ہو تو اس کے گلے پر چھری پھیرے بغیر ذکاۃ حاصل نہیں ہوگی اور جہاں اس پر قدرت نہ ہو وہاں جانور کے جسم میں کہیں پر بھی زخم ڈالنا اس ذکوٰۃ کے قائم مقام ہے۔

لاٹھی اور پتھر وغیرہ سے مارے ہوئے شکار کو اسی لیے ناجائز کہا گیا ہے کہ عادتاً لاٹھی اور پتھر سے اس وقت مارا جاتا ہے جب جانور قریب ہو، اور جب جانور قریب ہو تو اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح کیا جا سکتا ہے، اس لیے یہاں ذبح اختیاری ہے، اضطراری نہیں ہے اور جب جانور دور ہو اور اس کو پکڑ کر اس کے گلے پر چھری پھیرنا قدرت میں نہ ہو مثلاً کسی درخت پر بیٹھا ہو یا اڑ رہا ہو یا بھاگ رہا ہو اور بندوق سے فائر کر کے ان جانوروں کا شکار کر لیا جائے اور گولی یا چھرے لگنے سے وہ جانور زخمی ہو جائیں اور ان کے جسم سے خون بہہ جائے تو ان کا زخمی ہونا اور خون بہنا ذکوٰۃ اضطراری ہے اور فقہاء کے اس بیان کردہ قاعدہ کے مطابق حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

نیز علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

عن ابراھیم رحمہ اللہ اذا خرق المعراض فکل واذا لم یخرق فلا تاکل والمعراض سھم لا نصل لہ الا ان یکون راسہ محدداً وقیل سھم لا ریش لہ فربما یصیب السھم عرضاً یندق ولا یخرق وھو مروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اصاب بحدہ فجرح فکل وما اصاب بعرضہ فلا تاکل وقد بینا ان الحل

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب معراض شکار کو پھاڑ دے تو کھا لو اور جب نہ پھاڑے تو نہ کھاؤ، معراض اس تیر کو کہتے ہیں جس کا پیکان نہ ہو اور یہ کہ اس کا سر ادھار والا ہو، ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر پر کا تیر ہے، بسا اوقات بغیر عرض کی جانب سے لگتا ہے اور شکار کو پھاڑتا نہیں توڑ دیتا ہے، اسی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اگر شکار تیر کی دھار سے مرے اور زخمی ہو تو کھا لو اور اگر تیر کے عرض سے مرے تو مت کھاؤ اور ہم یہ بیان کر چکے

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

باعتبار تسییل الدم النجس وذلك يحصل اذا خرق ولا يحصل اذا ادق ولم يخرق فان ذلك في معنى الموقوذة وهو حرام بالنص۔ [1]

ہیں کہ علت کا مدار نجس خون کے بہنے پر ہے اور یہ اس وقت ہو گا جب معراض شکار کو پھاڑ دے اور اگر شکار کو پھاڑے بغیر توڑ دے تو خون نہ بہے گا (مثلاً اس کی ضرب سے ہڈی یا ٹانگ ٹوٹ جائے) اور یہ حکماً موقوذہ ہے اور یہ نص قطعی سے حرام ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ موقوذہ وہ جانور ہے جو کسی بھاری اور وزنی چیز سے ٹوٹ جائے (یعنی اس کی ہڈی ٹوٹ جائے) اس کے جسم میں زخم آئے اور نہ خون بہے اور اگر کوئی آلہ جانور کے جسم کو پھاڑ دے اور اس کا خون بہائے تو یہ حلال ہے، اور بندوق سے مارا ہوا شکار ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں زخم آئے نہ خون بہے اس لیے وہ موقوذہ نہیں ہے بلکہ بندوق کی گولی اس کے جسم کو پھاڑ دیتی ہے، اس کے جسم میں سوراخ ہو جاتا ہے، بسا اوقات گولی آر پار ہو جاتی ہے اس کے جسم میں زخم آتا ہے اور خون بہتا ہے (یاد رہے کہ ذکوٰۃ اضطراری میں پورے جسم سے خون بہنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ کتے کے مارے ہوئے شکار کے جسم سے بسا اوقات سارا خون نہیں بہتا) اس لیے بندوق سے مارا ہوا شکار حلال اور طیب ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور فقہاء اسلام کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ بندوق سے مارا ہوا شکار حلال ہے میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ اس زمانہ میں بعض اہل علم یہ کہتے ہیں کہ بندوق سے مارا ہوا شکار موقوذہ ہونے کی بنا پر حرام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان علماء نے نیک نیتی سے یہ فتویٰ دیا ہے لیکن یہ علماء اس مسئلہ میں زیادہ گہرائی اور گیرائی میں نہیں گئے اور ان کو اس مسئلہ میں اجتہادی خطاء لاحق ہوئی، آج کل بندوق سے شکار عام ہو گیا ہے اور بکثرت لوگ اس میں مبتلاء ہیں اور اگر گولی یا چھرہ لگنے سے جانور مر جائے تو اس کو اس فتویٰ کی بناء پر مردار اور حرام قرار دیا جاتا ہے، جب کہ قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے مطابق یہ حلال اور طیب ہے، اور اجتہادی مسائل میں میرا ذہن یہ ہے کہ امت مسلمہ کے لیے آسان اور سہل احکام بیان کیے جائیں اور قرآن مجید، احادیث اور فقہاء اسلام کے اصول اور قواعد سے امت مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ یسر اور آسانی کو حاصل کیا جائے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، آسانی کرو اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالو، شرح صحیح مسلم میں میرا یہی اسلوب رہا ہے کہ اجتہادی مسائل میں قرآن، سنت اور فقہاء اسلام کے قواعد میں مسلمانوں کے عمل کے لیے مجھے جہاں بھی کوئی یسر اور آسانی کی دلیل اور سبیل ملی میں نے اس کو اختیار کر لیا اور امت کی دشواری اور عسر کی راہ کو ترک کر دیا اور میں نے جب بھی کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے قلم اٹھایا تو قرآن مجید، سنت اور فقہاء اسلام کی تصریحات کو مقدم رکھا ہے اور مشکل پسند اور فقہاء عسر کے اقوال کو ترک کر دیا۔

بہر حال میں نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کو بھی نیک نیتی، اخلاص اور للہیت سے لکھا ہے اگر یہ حق اور صواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میرے مطالعہ کا نقص اور میری فہم کی کمی ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں، واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اہلِ کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم

اس باب کی حدیث نمبر ۴۸۶۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کے برتنوں کے متعلق فرمایا: اگر تم کو اور برتن مل سکیں تو ان کے برتنوں میں مت کھاؤ اور اگر اور برتن نہ مل سکیں تو ان کے برتنوں کو دھو کر استعمال کر لو، علامہ نووی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد میں یہ روایت اس طرح ہے کہ ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں وہ اپنی دیگچیوں میں خنزیر کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کو دوسرے برتن مل جائیں تو کھانے پینے کے لیے ان کو استعمال کرو، اور اگر تم کو دوسرے برتن نہ ملیں تو پانی سے دھونے کے بعد ان کو کھانے پینے کے لیے استعمال کر لو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے برتن مل جائیں تو کفار کے برتنوں کو دھو کر استعمال کرنا بھی ممنوع اور مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جن برتنوں میں نجاست ڈالنا کفار کی عادت ہو اس کو استعمال کرنے سے مسلمانوں کو گھن آتی ہے جیسے اگر لال کو دھو کر اسے کھانے پینے کے لیے استعمال کرنا مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ [1]

اس حدیث میں اہل کتاب کے برتنوں کو استعمال کرنے کے طریقہ کا بیان ہے۔ دیگر کفار اور بت پرستوں کا بیان نہیں ہے، امام بخاری نے مجوسیوں کے برتنوں کو بھی اہل کتاب کے برتنوں پر قیاس کیا ہے اس لیے آنیۃ المجوس "مجوسیوں کے برتن" کا عنوان قائم کر کے حضرت ابو ثعلبہ کی مذکور الصدر حدیث بیان کی ہے، علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اہل کتاب اور مجوسیوں (آتش پرستوں) دونوں کے برتنوں کا حکم واحد ہے کیونکہ دونوں نجاسات سے نہیں بچتے، تاہم یہ برتن دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں، کیونکہ امام بخاری نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فتح خیبر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے پتیلیوں میں کیا پکایا ہے؟ صحابہ نے کہا پالتو گدھوں کا گوشت، آپ نے فرمایا جو کچھ دیگچیوں میں ہے اس کو گرا دو اور دیگچیاں توڑ دو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا جو کچھ دیگچیوں میں ہے گرا دیتے ہیں اور دیگچیاں دھو لیتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے!

امام بخاری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جب گدھے کے پکے ہوئے سالن والی دیگچیاں دھو کر استعمال کی جا سکتی ہیں تو دوسری نجاست سے آلودہ دیگچیاں بھی دھو کر استعمال کی جا سکتی ہیں۔ [2]

باب ۶۷۸ تحریم اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر

کچلیوں والے درندوں اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندوں کو کھانے کی ممانعت

۴۸۷۳ - حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ واسحٰق بن ابراھیم وابن ابی عمر قال اسحٰق اخبرنا وقال الاخران حدثنا سفیان بن عیینۃ عن

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی (نوک دار دانت) والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے، اسحاق اور ابن ابی عمر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ زہری

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السَّبُعِ زَادَ اِسْحٰقُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَمْ نَسْمَعْ بِهٰذَا حَتّٰى قَدِمْنَا الشَّامَ۔

نے بیان کیا کہ ملک شام میں آنے تک ہم نے اس حدیث کو نہیں سنا۔

۴۸۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ اَسْمَعْ ذٰلِكَ مِنْ عُلَمَآئِنَا بِالْحِجَازِ حَتّٰى حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اِدْرِيْسَ وَكَانَ مِنْ فُقَهَآءِ اَهْلِ الشَّامِ۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ہم نے حجاز میں اپنے علماء سے یہ حدیث نہیں سنی حتیٰ کہ شام کے فقہاء میں سے ابو ادریس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔

۴۸۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنَا عَمْرٌو (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِيْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ كُلِّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر کچلی والے درندے کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۸۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ وَابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ وَيُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ وَغَيْرُهُمْ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا يُوْسُفُ بْنُ الْمَاجِشُوْنِ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ وَكُلُّهُمْ ذَكَرَ الْاَكْلَ اِلَّا صَالِحًا

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں ذکر کیں سب نے کھانے کا ذکر کیا ہے مگر صالح اور یوسف کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ہر کچلی والے درندے سے منع فرمایا ہے۔

وَيُوسُفَ فَإِنَّ حَدِيثَهُمَا نَهَى عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبُعِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کچلیوں والے درندے کو کھانا حرام ہے۔

۴۸۷۷- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ) عَنْ مَالِكٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ عَنْ عُبَيْدَةَ ابْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ فَأَكْلُهُ حَرَامٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۴۸۷۸- وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام کچلیوں والے درندوں اور ناخنوں والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۸۷۹- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۴۸۸۰- وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام کچلیوں والے درندوں اور ناخنوں والے پرندوں کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۸۸۱- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ وَأَبُو بِشْرٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۴۸۸۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَبُو بِشْرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ مَيْمُونِ

بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهٰى ح وَحَدَّثَنِيْ
اَبُوْ كَامِلِ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ
اَبِيْ بِشْرٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمِثْلِ حَدِيْثِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ

کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ تمام کچلیوں والے درندے اور ناخنوں والے پرندے حرام ہیں، اور ان احادیث میں جمہور کی دلیل ہے، ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ کچلیوں والے درندوں سے مراد وہ درندے ہیں جو دانتوں سے شکار کرتے ہیں، امام مالک کے نزدیک ان درندوں اور پرندوں کا کھانا مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ [1]

کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک درندوں سے مراد وہ جانور ہیں جو چیرتے پھاڑتے ہوں اور گوشت کھاتے ہوں، امام مالک اور امام شافعی نے بلی، جنگلی چوہا، گورہ اور قنفذ (بلی کے برابر ایک خاردار جانور) کو کھانے کی اجازت دی ہے، اگرچہ یہ بھی کچلیوں والے جانور ہیں، کیونکہ یہ درندے نہیں ہیں اور حسن نے ہاتھی کے کھانے کو بھی جائز کہا ہے اور ابن حبیب نے کہا ہے کہ چوہا کھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ یہ حدیث کچلیوں سے شکار کرنے والے پرندوں کی تحریم میں نص صریح ہے، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا یہی مسلک ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے دو قول ہیں، تحریم اور کراہت، ہمارے فقہاء نے ان جانوروں کی کراہت پر قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

قل لا اجد فی ما اوحی الی محرما علی طاعم — آپ ان سے کہیے کہ جو وحی میرے پاس آئی ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا او لحم خنزیر فانہ رجس او فسقا اھل لغیر اللہ بہ۔ (انعام:۶/۱۴۵)

اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کسی کھانے والے پر حرام ہو ماسوا ان چیزوں کے: مُردار، بہایا ہوا خون، سؤر کا گوشت، یا فسق ہو جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

اس آیت کے مستثنیات میں درندوں کا ذکر نہیں کیا گیا، لیکن اس دلیل پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تحریم کے نازل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی تحریم نازل نہ ہوئی ہو، جب کہ احکام دن بدن نازل ہوتے رہتے تھے، اور اس حدیث میں بھی اغنی احکام کا بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ آیت مکی[1] ہے اور یہ حدیث مدنی ہے۔

کچلیوں سے پھاڑنے والے درندوں اور ناخنوں سے مارنے والے پرندوں کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں پھاڑنے والے درندے اور پرندے مُراد ہیں یہ مراد نہیں ہے کہ ہر دانت اور ناخن والا درندہ اور پرندہ حرام ہے، سَبُعٌ (پھاڑنے والا درندہ یا پرندہ) سے مراد ہر وہ جانور ہے جو جھپٹتا ہو، لوٹ مار کرتا ہو، عادۃً زخمی کرتا ہو، مارتا ہو اور زیادتی کرتا ہو، ان جانوروں کو بنی آدم کی کرامت کی وجہ سے حرام کیا گیا ہے، کیونکہ ان جانوروں کا گوشت کھانے سے انسان میں ان جانوروں کے اوصاف پیدا ہو جانے کا احتمال ہے، ان جانوروں میں بجو اور لومڑی بھی داخل ہیں (کیونکہ یہ بھی دانتوں سے چیرتی پھاڑتی ہیں) اور یہ حدیث امام شافعی (اسی طرح امام مالک) کے خلاف حجت ہے، کیونکہ وہ لومڑی اور گوہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور اغنی بھی کچلیوں والا جانور ہے اس لیے مکروہ ہے اور جنگلی چوہا اور نیولہ جنگلی درندوں میں سے ہے، اور گدھ اور بناث (گدھ کی طرح ایک پرندہ) مکروہ ہیں کیونکہ وہ مُردار کھاتے ہیں، اور کھیتوں کے کوّے کو کھانے میں کوئی حرج نہیں[2] ہے کیونکہ وہ دانہ کھاتا ہے اور مُردار نہیں کھاتا اور وہ پھاڑنے والے درندوں میں سے نہیں ہے، وہ سیاہ و سفید کوّا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ عقعق کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ وہ دانہ اور گندگی کو ملا کر کھاتا ہے۔ اس لیے مرغی کے مشابہ ہے، اور امام ابویوسف سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ زیادہ تر مُردار کھاتا ہے۔

حشرات الارض اور بجو وغیرہ کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

بجو، گوہ، کچھوے، بھڑ (زنبور) اور تمام کیڑے مکوڑوں کا کھانا مکروہ (تحریمی) ہے، بجو تو دانتوں سے چیرنے اور پھاڑنے والا جانور ہے، اور گوہ کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے اس کے کھانے سے منع فرمایا، یہ حدیث امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ وہ گوہ کو حلال کہتے ہیں، اور بھڑ موذی جانوروں سے ہے اور کچھوا خبیث کیڑے مکوڑوں میں سے ہے، حشرات الارض کی تحریم کو گوہ پر قیاس کیا گیا ہے، پالتو گدھوں اور خچروں کو کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۷۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] کھیتوں کے کوّے کی تعریف اور شناخت کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثالث صفحہ ۳۵۱ کا مطالعہ کریں۔

وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمادیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔

گھوڑے کے گوشت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے، امام مالک کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی، اور امام ابوحنیفہ کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ۔ (نحل:۸/۱۶)

اللہ تعالیٰ نے تمہاری سواری اور سجاوٹ کے لیے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کیے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے پیدا کرنے کو اپنا احسان قرار دیا ہے اور کسی چیز کو کھانا سب سے بڑا نفع ہے اور حکیم سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ چیز کے احسان کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز کے احسان کو ذکر کرے، سو اگر ان جانوروں کو کھانا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ فرماتا کہ ہم نے ان جانوروں کو تمہارے کھانے کے لیے پیدا کیا ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ گھوڑوں سے دشمن کو ڈرایا جاتا ہے اس لیے بربنا احترام ان کا کھانا مکروہ ہے، اور یہی وجہ ہے کہ مال غنیمت میں سے گھوڑے کا حصہ بھی دیا جاتا ہے، نیز اگر گھوڑوں کے کھانے کو مباح کر دیا جائے تو جہاد کے آلات کم ہو جائیں گے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معارض ہے (حضرت خالد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے گوشت کے کھانے سے منع فرمایا تھا لیکن حضرت جابر کی حدیث صحیح ہے اور حضرت خالد کی حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خالد جنگ خیبر کے بعد اسلام لائے تھے۔ ——— سعیدی غفرلہٗ) اور جب تعارض ہو تو محرم کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے حضرت خالد کی روایت راجح ہے، ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مکروہ تحریمی ہے اور ایک قول ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے، اور گھوڑیوں کے دودھ میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ان کا دودھ پینے سے آلات جہاد میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (آج کل چونکہ جہاد میں گھوڑوں کی ضرورت نہیں پڑتی اس لیے اب کراہت کی وجہ ہٹ گئی۔ ——— سعیدی غفرلہٗ)

خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھنا ہوا خرگوش ہدیہ کیا گیا، آپ نے اس کو خود بھی کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس سے کھانے کا حکم دیا نیز خرگوش درندوں میں سے ہے نہ مردار خور ہے اس لیے وہ ہرن کے مشابہ ہے۔

پانی کے جانوروں کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کا کھانا جائز ہے امام مالک اور اہل علم کی ایک جماعت نے کہا کہ سمندر کے تمام جانوروں کو کھانا مطلقاً جائز ہے، اور بعض فقہاء نے خنزیر، کتے اور انسان کا استثناء کیا، امام شافعی سے ایک روایت یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام جانوروں کو مطلقاً حلال کہا ہے ان جانوروں کے کھانے اور ان کی بیع میں ایک جیسا اختلاف ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی استثناء کے فرمایا: احل لکم صید البحر۔ "تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کیا گیا ہے"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے متعلق فرمایا: ھو الطھور ماؤہ والحل میتتہ "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے" نیز سمندری جانوروں میں خون نہیں ہوتا کیونکہ خون والا جانور پانی میں نہیں رہتا، اور حرام کرنے والا خون ہے لہٰذا یہ جانور مچھلی کے

مشابہ ہو گئے، اور ہماری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ویحرم علیھم الخبائث "نبی تم پر خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں" اور مچھلی کے سوا باقی جانور خبیث ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوا سے منع فرمایا ہے جس میں مینڈک ڈالا جائے اور آپ نے کیکڑے کو فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، اور احل لکم صید البحر میں شکار کرنے کی اجازت دی ہے اور شکار حرام چیز کا بھی کیا جاتا ہے اور حدیث میں جو ہے کہ سمندر کا مردار حلال ہے اس مُردار سے مراد مچھلی ہے اور وہ حلال ہے اور تمام مرداروں سے مستثنیٰ ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے وہ دو مُردار مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔ جو مچھلی اپنی طبعی موت سے مُر کر پانی کی سطح پر آجائے اس کو کھانا مکروہ ہے اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ نے فرمایا سمندر کا مردار حلال ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جو مچھلی پانی کے زمین میں جذب ہونے سے مر جائے اس کو کھا لو، اور جس چیز کو پانی باہر پھینک دے اس کو کھا لو اور جو مُر کر سطح آب پر ابھر آئے اس کو مت کھاؤ اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

سیاہ مچھلی، مار ماہی (سانپ کی شکل کی مچھلی) اور مچھلی کی تمام اقسام اور ٹڈی کو بغیر ذبح کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام مالک نے کہا کہ ٹڈی حلال نہیں ہے الا یہ کہ ٹڈی پکڑنے والا اس کا سر کاٹ کر اس کو بھون لے کیونکہ وہ خشکی کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو قتل کرنے سے محرم پر فدیہ لازم آتا ہے، ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے، اور مچھلی کے متعلق ہمارا مسلک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی آفت سے مر جائے وہ حلال ہے اور جو مچھلی طبعی موت سے مرے وہ حرام ہے۔ [1]

جھینگے کے متعلق اعلیٰ حضرت کی رائے

اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں تو جن بعض کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں۔ ان کے نزدیک حرام ہونا ہی چاہیے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قاموس میں ہے الاربیان بالکسر سمک کالدود و صحاح و تاج العروس میں ہے الاربیان بیض من السمک کالدود و یکون بالبصرۃ صراح میں ہے نوعے از ماہی منتہی الارب میں ہے اربیان نوعے از ماہی ست کہ آنرا بہندی جھینگا مے گویند، مخزن میں ہے اربیان وار بیان نیز آمدہ بفارسی ماہی رو بیان و ماہی میگ و بہندی جھینگا مچھلی نامند، تحفۃ المومنین میں ہے بفارسی ماہی رو بیان نامند، تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے رو بیان اسم لضرب من السمک یکثر بہجر العراق والقام احر کثیر الارجل نحو السرطان لکنہ اکثر لحماً، حیاۃ الحیوان الکبری میں ہے: الرو بیان ھو سمک صغیر جداً احمر، تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہیے کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں، امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، رد المحتار میں ہے: ولو وجدت سمکۃ فی حوصلۃ طائر توکل وعند الشافعی لا توکل لانہ کالرجیع ورجیع الطائر عندہ نجس وقلنا انما یعتبر رجیعاً اذا تغیر وفی السمک الصغار التی تقلی من غیر ان یشق جوفہ فقال اصحابہ لا یحل اکلہا لان رجیعہ نجس وعند ابی حنیفۃ یحل مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے حیث قال السمک الصغار کلہا مکروھۃ کراھۃ التحریم ھو الاصح۔ جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جدا اور کنگھے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۴۳-۴۴۰، مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ ملتان

ہے اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے، جیسے ماہی سقنقور حالانکہ وہ ناکہ کا بچہ ہے کہ سواحل نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے، اور ہمارے ائمہ سے حلت ربیان میں کوئی نص معلوم نہیں اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی بہرحال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اولیٰ ہے۔ [1]

جھینگے کی بحث میں حرف آخر

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جھینگا چھوٹی مچھلی ہے اور ہر چند کہ تمام ائمہ اور فقہاء کے نزدیک چھوٹی مچھلی کا کھانا بلا کراہت جائز ہے لیکن چونکہ صاحب جواہر اخلاطی نے چھوٹی مچھلی کھانے کو مکروہ تحریمی کہا ہے، اس لیے اس کا نہ کھانا اولیٰ اور افضل ہے۔

گویا اعلیٰ حضرت کے نزدیک جھینگا کھانا خلاف اولیٰ ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب جھینگا چھوٹا ہو، اور واضح رہے کہ جھینگا چھوٹی جسامت کا بھی ہوتا ہے اور بڑی جسامت کا بھی ہوتا ہے اور بڑے جھینگے میں خلاف اولیٰ کی وجہ بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ جھینگا مچھلی ہے۔

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

الاربیان بالکسر السمک۔

اربیان (جھینگا) مچھلی ہے۔

رئیس معلوف لکھتے ہیں:

الاربیان: جھینگا مچھلی۔ [3]

علامہ دمیری لکھتے ہیں:

الروبیان هو سمك صغير جدا [4]

روبیان (جھینگا) سرخ رنگ کی بہت چھوٹی مچھلی ہے۔

بہرحال اہل لغت اور علم الحیوانات کے ماہرین کی تصریح کے مطابق جھینگا مچھلی ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مچھلی کی تمام اقسام بلا کراہت جائز ہیں اور باقی مکاتب فقہ میں بھی جھینگا حلال ہے اور اعلیٰ حضرت کے نزدیک چھوٹے جھینگے کا کھانا خلاف اولیٰ ہے اور بڑے جھینگے کے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

۶۷۹ بَابُ إِبَاحَةِ مَيْتَةِ الْبَحْرِ

سمندر میں مرے ہوئے جانور کی اباحت

۴۸۸۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابو عبیدہ کے زیر کمان کفار قریش کے قافلے کے خلاف بھیجا، اور کھجوروں کی ایک بوری ہمیں بطور

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، احکام شریعت ص ۲-۱، مطبوعہ برقی پریس مراد آباد

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

[3] رئیس معلوف الیسوعی، المنجد (مترجم) ص ۵۲

[4] علامہ محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّرَ عَلَيْنَا اَبَا عُبَيْدَةَ نَتَلَقّٰى عِيْرًا لِقُرَيْشٍ وَزَوَّدَنَا جِرَابًا مِنْ تَمْرٍ لَمْ يَجِدْ لَنَا غَيْرَهٗ فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِيْنَا تَمْرَةً تَمْرَةً قَالَ فَقُلْتُ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِهَا قَالَ نَمَصُّهَا كَمَا يَمَصُّ الصَّبِيُّ ثُمَّ نَشْرَبُ عَلَيْهَا مِنَ الْمَآءِ فَتَكْفِيْنَا يَوْمَنَا اِلَى اللَّيْلِ وَكُنَّا نَضْرِبُ بِعِصِيِّنَا الْخَبَطَ ثُمَّ نَبُلُّهٗ بِالْمَآءِ فَنَاْكُلُهٗ قَالَ وَانْطَلَقْنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَرُفِعَ لَنَا عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ كَهَيْئَةِ الْكَثِيْبِ الضَّخْمِ فَاَتَيْنَاهُ فَاِذَا هِيَ دَابَّةٌ تُدْعَى الْعَنْبَرَ قَالَ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ مَيْتَةٌ ثُمَّ قَالَ لَا بَلْ نَحْنُ رُسُلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدِ اضْطُرِرْتُمْ فَكُلُوْا قَالَ فَاَقَمْنَا عَلَيْهِ شَهْرًا وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ حَتّٰى سَمِنَّا قَالَ وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا نَغْتَرِفُ مِنْ وَقْبِ عَيْنِهٖ بِالْقِلَالِ الدُّهْنَ وَنَقْتَطِعُ مِنْهُ الْفِدَرَ كَالثَّوْرِ اَوْ كَقَدْرِ الثَّوْرِ فَلَقَدْ اَخَذَ مِنَّا اَبُوْ عُبَيْدَةَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاَقْعَدَهُمْ فِيْ وَقْبِ عَيْنِهٖ وَاَخَذَ ضِلْعًا مِنْ اَضْلَاعِهٖ فَاَقَامَهَا ثُمَّ رَحَلَ اَعْظَمَ بَعِيْرٍ مَعَنَا فَمَرَّ مِنْ تَحْتِهَا وَتَزَوَّدْنَا مِنْ لَحْمِهٖ وَشَائِقَ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ هُوَ رِزْقٌ اَخْرَجَهُ اللّٰهُ لَكُمْ فَهَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهٖ شَيْءٌ فَتُطْعِمُوْنَا قَالَ فَاَرْسَلْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ فَاَكَلَهٗ۔

زادِ راہ عنایت فرمائی، اس کے علاوہ آپ کو اور کوئی چیز نہیں ملی، حضرت ابو عبیدہ ہر روز ہمیں ایک ایک کھجور دیا کرتے تھے (راوی کہتے ہیں) میں نے پوچھا تم ایک کھجور پر کس طرح گذارہ کرتے تھے، حضرت جابر نے کہا ہم اس کھجور کو بچہ کی طرح چوستے تھے، پھر اس کے اوپر پانی پیتے تھے، وہ کھجور ہمیں رات تک کافی ہوتی تھی، اور ہم لاٹھیوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے پھر ان کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے، ایک دن ہم ساحل سمندر پر گئے وہاں کنارے پر ایک بڑے ٹیلے کی مانند کوئی چیز پڑی ہوئی تھی، ہم اس کے پاس گئے دیکھا تو وہ ایک جانور ہے، جس کو عنبر کہا جاتا تھا، حضرت ابو عبیدہ نے کہا یہ مردار ہے، پھر کہا نہیں! ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نمائندے ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں اور تم لوگ حالت اضطرار میں ہو سو اس کو کھالو، ہم لوگ تین سو تھے اور وہاں ایک ماہ ٹھہرے اور اس کو کھا کھا کر ہم موٹے ہو گئے تھے، مجھے یاد ہے کہ ہم نے اس کی آنکھ کے ڈھیلے سے مشکوں سے بھر بھر کر اس جانور سے چربی نکالی تھی، اور اس میں سے بیل کے برابر گوشت کے ٹکڑے کاٹتے تھے، حضرت ابو عبیدہ نے ہم میں سے تیرہ آدمیوں کو لے کر اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں بٹھا دیے اور اس کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور سب سے بڑے اونٹ کی پیٹھ پر کجاوہ کس کر اس کے نیچے سے گذار لیا، اور اس کے گوشت کو ابال کر ہم نے زادِ راہ تیار کر لیا، مدینہ پہنچنے کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس کے گوشت میں سے کچھ ہے؟ اگر ہے تو ہمیں کھلاؤ، حضرت جابر کہتے ہیں پھر ہم نے اس میں سے کچھ گوشت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے اس کو تناول فرمایا۔

۴۸۸۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین سو سواروں کے ساتھ ہمیں بھیجا اور ہمارے امیر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح تھے، ہم قریش کے قافلہ

ثَلَاثُ مِائَةٍ رَاكِبٍ وَاَمِيرُنَا اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ تَرْصُدُ عِيْرًا لِقُرَيْشٍ فَاَقَمْنَا بِالسَّاحِلِ نِصْفَ شَهْرٍ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِيْدٌ حَتّٰى اَكَلْنَا الْخَبَطَ فَسُمِّيَ جَيْشَ الْخَبَطِ فَاَلْقَى لَنَا الْبَحْرُ دَابَّةً يُقَالُ لَهَا الْعَنْبَرُ فَاَكَلْنَا مِنْهَا نِصْفَ شَهْرٍ وَادَّهَنَّا مِنْ وَدَكِهَا حَتّٰى ثَابَتْ اَجْسَامُنَا قَالَ فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ ضِلْعًا مِنْ اَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى اَطْوَلِ رَجُلٍ فِي الْجَيْشِ وَاَطْوَلِ جَمَلٍ فَحَمَلَهُ عَلَيْهِ فَمَرَّ تَحْتَهُ قَالَ وَجَلَسَ فِي حَجَاجِ عَيْنِهِ نَفَرٌ قَالَ وَاَخْرَجْنَا مِنْ وَقْبِ عَيْنِهِ كَذَا وَكَذَا قُلَّةَ وَدَكٍ قَالَ وَكَانَ مَعَنَا جِرَابٌ مِنْ تَمْرٍ فَكَانَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ يُعْطِي كُلَّ رَجُلٍ مِنَّا قَبْضَةً قَبْضَةً ثُمَّ اَعْطَانَا تَمْرَةً تَمْرَةً فَلَمَّا فَنِيَ وَجَدْنَا فَقْدَهُ۔

کی گھات میں تھے، ہم نصف ماہ تک ساحل سمندر پر ٹھیرے رہے، ہم کو شدید بھوک کا سامنا تھا، حتیٰ کہ ہم نے درختوں کے پتے کھائے اور اس لشکر کا نام ہی "پتوں کا لشکر" پڑ گیا، سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور نکال کر پھینکا جس کو عنبر کہتے تھے، ہم نصف ماہ تک اس کو کھاتے رہے اور بدن پر اس کا تیل لگاتے رہے، یہاں تک کہ ہم خوب فربہ ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ نے اس کی ایک پسلی نصب کی اور لشکر کے سب سے طویل آدمی کو سب سے اونچے اونٹ پر سوار کیا تو وہ اونٹ اس پسلی کے نیچے سے گذر گیا، اور اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں کئی آدمی بیٹھ گئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی آنکھ کے ڈھیلے میں سے اتنے اتنے گھڑے چربی نکالی، ہمارے ساتھ کھجوروں کی ایک بوری تھی، حضرت ابو عبیدہ پہلے ہر شخص کو ایک ایک مٹھی کھجور دیتے تھے، پھر ایک ایک کھجور دینے لگے اور جب کھجور ملنا بند ہو گئی تو ہم نے جان لیا کہ اب کھجوریں ختم ہو گئیں۔

۴۸۸۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْجَبَّارِ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرًا يَقُوْلُ فِي جَيْشِ الْخَبَطِ اِنَّ رَجُلًا نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرَ ثُمَّ ثَلَاثًا ثُمَّ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَاهُ اَبُوْ عُبَيْدَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "پتوں کے لشکر" میں ایک دن ایک شخص نے تین اونٹ ذبح کیے، پھر تین ذبح کیے، پھر تین ذبح کیے، اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے اس کو منع کر دیا۔

۴۸۸۶۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ (يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ) عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَعَثَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ نَحْمِلُ اَزْوَادَنَا عَلٰى رِقَابِنَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ کیا اس وقت ہم تین سو تھے، ہم اپنے اپنے زادِ راہ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔

۴۸۸۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَهُ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین سو کا ایک لشکر بھیجا اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو اس کا امیر بنایا، جب ان کا زادِ راہ ختم ہو گیا تو حضرت ابو عبیدہ نے سب کے زادِ راہ جمع کیے اور ہم کو کھجوریں کھلاتے تھے اور آخر میں

سَرِيَّةً ثَلَاثَ مِائَةٍ وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَفَّى زَادُهُمْ فَجَمَعَ أَبُو عُبَيْدَةَ زَادَهُمْ فِي مِزْوَدٍ فَكَانَ يُقَوِّتُنَا حَتَّى كَانَ يُصِيبُنَا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ۔

ہر روز ایک ایک کھجور دیتے تھے۔

۴۸۸۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ (يَعْنِي ابْنَ كَثِيرٍ) قَالَ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً أَنَا فِيهِمْ إِلَى سِيفِ الْبَحْرِ وَسَاقُوا جَمِيعًا بَقِيَّةَ الْحَدِيثِ كَنَحْوِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ وَأَبِي الزُّبَيْرِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ فَأَكَلَ مِنْهَا الْجَيْشُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سمندر کے کنارے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ میں بھی اس لشکر میں تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ وہب بن کیسان کی روایت میں یہ ہے کہ لشکر نے اٹھارہ دن تک اس (مچھلی) کا گوشت کھایا۔

۴۸۸۹ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ الْقَزَّازُ كِلَاهُمَا عَنْ دَاوُدَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا إِلَى أَرْضِ جُهَيْنَةَ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارض جہینہ کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور ایک شخص کو اس کا امیر بنایا۔

باب مذکور کی حدیث کے فوائد اور مسائل

(۱) علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کو رجب آٹھ ہجری میں روانہ فرمایا تھا۔ [1]

(۲)۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ صحابہ کرام دنیا سے بے رغبتی رکھتے تھے اور دنیا سے بہت کم فائدہ اٹھاتے تھے، اور سخت کوشی اور محنت پر صبر کرتے تھے اور ہر حال میں جہاد کے لیے تیار رہتے تھے۔

(۳)۔ اس حدیث میں دشمنانِ اسلام کے قافلوں کی گھات میں رہنے اور بطور غنیمت ان کا مال لوٹنے کا ثبوت ہے۔

(۴)۔ اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ نے تمام لشکریوں کے زادِ راہ کو جمع کیا، یہ فعل اہل لشکر کی رضا مندی پر محمول ہے

[1] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۱۴۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تاکہ سب کا مال اکٹھا ہونے پر برکت حاصل ہو، اشعری اسی طرح کیا کرتے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی تقریب کرتے تھے۔ ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر کچھ لوگ مل کر سفر کریں تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے کھانوں کو جمع کر لیں اور مل کر کھائیں۔

(۵)۔ پہلے حضرت ابو عبیدہ نے اس مچھلی کو مُردار کہا اور انھوں نے اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ مردار حرام ہے پھر ان کا اجتہاد متغیر ہوا کہ ہم لوگ حالتِ اضطرار میں ہیں اور حالتِ اضطرار میں مُردار کھانا جائز ہے، بعد میں اپنے فتویٰ کی تصدیق کے لیے انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی قیاس اور اجتہاد جائز اور معمول تھا جیسا کہ آپ کے وصال کے بعد اجتہاد جائز اور معمول ہے، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت جابر سے یہ فرمایا "اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ گوشت ہے تو ہمیں کھلاؤ" اس میں تین چیزوں کی تعلیم مقصود تھی۔ (ا) مفتی کے لیے مستحسن ہے کہ وہ اپنے فتویٰ پر خود عمل کر کے دکھائے تاکہ مستفتی کو تسلی ہو۔ (ب) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مچھلی کے گوشت کو کھا کر یہ تعلیم دی کہ اگر سمندر کسی مری ہوئی مچھلی کو باہر پھینک دے تو وہ حلال ہے یعنی اس کو بغیر اضطرار کے بھی کھانا حلال ہے۔ (ج) اگر استاذ اپنے شاگرد سے اس کے کسی مال کا سوال کرے تو یہ سوال جانبین سے انس کی بناء پر ہوتا ہے۔ اس سوال کی ممانعت نہیں ہے۔ ممانعت اس سوال کی ہے کہ کسی اجنبی شخص سے مال حاصل کرنے کی غرض سے سوال کیا جائے۔

(۶)۔ ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اس مچھلی کے گوشت کو پندرہ[۱] دن تک کھاتے رہے، حالانکہ پندرہ دن میں تو گوشت خراب ہو جاتا ہے اور سڑ جاتا ہے۔ علامہ دشتانی مالکی نے اس کے دو جواب دیے ہیں، ایک یہ ہے کہ اس مچھلی میں چربی بہت تھی اور چربی اور تیل کی وجہ سے گوشت سڑنے سے محفوظ رہتا ہے، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ گوشت ہوا لگنے سے خراب ہوتا ہے اور وہ چونکہ بہت بڑی مچھلی تھی، اس میں گوشت کی کمی نہیں تھیں تو جس تہہ پر ہوا نہیں پہنچتی تھی وہ ٹھیک رہتا تھا۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ خرقِ عادت ہے اور صحابہ کرام کی کرامت ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں صحابہ کرام کی قوت ایمان کا ثبوت ہے کیونکہ اگر بالفرض ان کا ایمان کمزور ہوتا تو ایک بوری کھجوروں کے زادِ راہ پر اتنے لمبے سفر کے لیے نہ نکلتے۔

(۸)۔ اس حدیث میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی فضیلت ہے اور ان کے علم، فراست اور قوت اجتہاد کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں قوم کے مسائل اور مشکلات حل کرنے کا ثبوت ہے۔

(۱۰)۔ اس میں تقدیر پر راضی اور شاکر رہنے اور امیر کی اطاعت کرنے کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ اس حدیث میں زادِ راہ جمع کرنے اور مل کر کھانے کا ثبوت ہے۔

سمندری جانوروں کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں۔
اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مُردار جانور

---

[۱] امام مسلم نے ایک روایت میں ایک ماہ تک کھانے کا ذکر کیا ہے، ایک روایت میں نصف ماہ تک اور ایک روایت میں اٹھارہ دن تک اور امام بخاری نے کتاب الشرکۃ اور کتاب المغازی میں اٹھارہ دن کا ذکر کیا ہے اور کتاب الصید میں نصف ماہ کا، محدثین نے ان مختلف روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اصل میں اٹھارہ دن تھے، بعض راویوں نے کسر کو حذف کر کے اس کو نصف ماہ سے تعبیر کیا اور بعض نے اس کو تغلیباً ایک ماہ سے تعبیر کیا۔ ——— سعیدی غفرلہٗ)

حلال ہیں خواہ وہ اپنی طبعی موت سے مرے ہوں یا ان کو شکار کیا جائے اور مچھلی کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، ہمارے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مینڈک حرام ہے کیونکہ حدیث میں اس کو قتل کرنے کی ممانعت ہے، اور مینڈک کے علاوہ باقی جانوروں کے متعلق تین قول ہیں: (۱) تمام سمندری جانور حلال ہیں، یہ قول زیادہ صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے (۲) حلال نہیں ہیں۔ (۳) جس جانور کی نظیر خشکی میں حلال ہے وہ سمندر میں بھی حلال ہے اس قول کی بناء پر سمندری گھوڑے، ہرن اور بکریاں کھائی جائیں گی اور سمندری کتا، خنزیر اور گدھا نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ سمندر کے تمام جانور حلال ہیں، اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ مچھلی کے سوا کوئی اور جانور حلال نہیں ہے[1]

سمندر میں طبعی موت مر کر سطح آب پر آنے والی مچھلی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: جو مچھلی سمندر میں کسی خارجی سبب کے بغیر مر جائے وہ ہمارے مذہب (شافعی) میں حلال ہے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہما، عطاء، مکحول، نخعی، امام مالک، امام احمد، ابوثور، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء اسلام کا بھی یہی موقف ہے۔ اس کے برخلاف حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت جابر بن زید، طاؤس اور امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ یہ مچھلی حلال نہیں ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: احل لکم صید البحر و طعامہ (مائدہ: ۹۶) "سمندر میں شکار کرنا اور اس کا طعام تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے"، حضرت ابن عباس نے فرمایا سمندر کا شکار وہ ہے جس کو تم شکار کرتے ہو اور سمندر کا طعام وہ ہے جس کو سمندر پھینک دیتا ہے (یہ تفسیر امام ابوحنیفہ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جس مچھلی کو سمندر پھینک دے وہ ان کے نزدیک حلال ہے، جیسا کہ ہدایہ کے حوالے سے گذر چکا ہے، اختلاف اس مچھلی میں ہے جو مر کر سطح آب پر آجائے، سعیدی غفرلہٗ) اور حضرت جابر کی یہ حدیث بھی ہماری (شافعیہ کی) دلیل ہے، (یہ حدیث بھی فقہاء احناف کے خلاف نہیں ہے، ——— سعیدی غفرلہٗ) اور اس حدیث سے بھی فقہاء شافعیہ نے استدلال کیا ہے: ھو الطھور ماؤہ والحل میتتہ "سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے"، یہ حدیث صحیح ہے (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حدیث میں مردار سے مراد مچھلی ہے۔ ——— سعیدی غفرلہٗ)۔ اس کے علاوہ اور بھی دلائل ہیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو سمندر پھینک دے یا جس چیز سے سمندر ہٹ جائے اس کو کھالو اور جو چیز سمندر میں مر کر سطح آب پر ابھر آئے اس کو مت کھاؤ" (یہ امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے) سو یہ حدیث ائمہ حدیث کے اتفاق سے ضعیف ہے اس حدیث سے استدلال جائز نہیں ہے، جب کہ یہ قرآن اور حدیث کے معارض بھی ہے (قرآن مجید کی جو تفسیر علامہ نووی نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے اس میں سمندر میں مرنے والی مچھلی کا ذکر نہیں ہے اور نہ اس باب کی حدیث میں ہے اور بحث اسی میں ہے، اس لیے اس حدیث کا قرآن مجید اور حدیث سے تعارض نہیں ہے اور ضعف کا جواب عنقریب آرہا ہے، ——— سعیدی غفرلہٗ)[2]

سمندری جانوروں کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دشتانی اُبّی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک کے نزدیک تمام اقسام کے سمندری جانور حلال ہیں،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،
[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۸، " " " " "

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: احل لکم صید البحر وطعامہ ۔ "تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام حلال کیا گیا ہے" البتہ سمندری خنزیر میں امام مالک نے توقف کیا ہے مدونہ کی کتاب الصید میں لکھا ہے امام مالک نے فرمایا تم اس کو خنزیر کہتے ہو؟ اور ایک قول یہ ہے کہ امام مالک نے توقف نہیں کیا بلکہ اس کو خنزیر کہنے سے انکار کیا ہے۔ سمندر کے جو جانور خشکی میں بھی رہتے ہیں جیسے مینڈک، کچھوا اور کیکڑا، ان میں اختلاف ہے۔ مدونہ میں لکھا ہے کہ یہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور ان کا مردار حلال ہے اور ابن نافع اور باجی نے محمد بن دینار سے یہ روایت کیا ہے کہ ان کو بغیر ذبح کے کھانا جائز نہیں ہے اور ان کا مردار کھانا جائز نہیں ہے اور ابن قاسم نے یہ فرق کیا ہے کہ جن جانوروں کے رہنے کی اصل جگہ پانی ہے وہ اگر خشکی میں ہوں تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور جن کے رہنے کی اصل جگہ خشکی ہے وہ اگر پانی میں ہوں تو ان کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے۔ علامہ ابن رشد نے کہا یہ امام مالک کے مذہب کی تفسیر ہے، اور جو جانور بغیر کسی خارجی سبب کے پانی میں مر کر سطح آب پر آجائے وہ حلال ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔ [1]

سمندری جانوروں کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو سمندری جانور خشکی میں رہتے ہیں وہ بغیر ذبح کے حلال نہیں ہیں، جیسے سمندری پرندے، کچھوا، اور پانی کا کتا، ہاں جس جانور میں خون نہ ہو وہ بغیر ذبح کے بھی حلال ہے، جیسے کیکڑا، امام احمد نے کہا کیکڑے کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ذبح سے مقصود خون نکالنا ہوتا ہے اور جس میں خون نہیں ہے اس کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور باقی پانی کے جانوروں (جو خشکی میں رہتے ہوں) کو ذبح کرنا ضروری ہے اور ایک قوم نے کہا ان کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو الطهور ماؤه والحل ميتة (سنن ابن ماجہ ص ۲۳۳) "سمندر پاک کرنے والا ہے اور اس کا مرا ہوا حلال ہے" اس لیے مچھلی اور کیکڑا وغیرہ بغیر ذبح کے حلال ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سمندر کے تمام جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كل شيء في البحر مذبوح "سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے" اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله ذبح كل شيء في البحر لابن آدم "اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لیے سمندر میں ہر چیز کو ذبح کر دیا" اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حیوان خشکی میں رہتا ہے اس کا بہنے والا خون ہوتا ہے اس لیے وہ پرندوں کی طرح بغیر ذبح کے حلال نہیں ہوتا، اور جو احادیث بیان کی گئی ہیں وہ خشکی میں نہ رہنے والے سمندری جانوروں پر محمول ہیں۔

جو سمندری جانور صرف پانی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی اور اس کی مثل وہ بغیر ذبح کے حلال ہیں اور ہمارے علم کے مطابق اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے، رہے دو مردار تو وہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ اور ان کے اصحاب نے ساحل سمندر پر عنبر نام کا ایک جانور مرا ہوا دیکھا وہ ایک ماہ تک اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کا تیل لگاتے رہے حتیٰ کہ خوب فربہ ہو گئے اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے، کیا تمہارے پاس اس میں سے ہمارے کھلانے کے لیے کچھ ہے؟ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی اُبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ہماری دلیل قرآن مجید کی آیت کا عموم ہے، (یعنی تمہارے لیے سمندر کا شکار اور طعام مباح کر دیا گیا ہے، ــ مائدہ: ۹۶) اسی طرح حدیث میں بھی عموم ہے (یعنی سمندر میں مرا ہوا حلال ہے، ــــ ابن ماجہ) عبداللہ کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے سمندری کتے کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سمندر کی ہر چیز مذبوح ہے" ابوعبداللہ نے کہا ہم سمندری کتے کو ذبح کریں گے، امام احمد نے کہا اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کے پیٹ میں پائی جائے تو وہ بھی حلال ہے جیسے سمندر میں مری ہوئی مچھلی اگر سطح آب پر آجائے تو حلال ہے۔ [1]

سمندری جانوروں کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ اور بحث ونظر

علامہ ابوبکر الجصاص الحنفی لکھتے ہیں: ہمارے فقہاء (احناف) نے یہ کہا ہے کہ پانی کے جانوروں میں سے صرف مچھلی کو کھانا جائز ہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سمندر کے تمام جانور مباح ہیں ان کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لیے دو مردار اور دو خون حلال کیے گئے، مچھلی اور ٹڈی، قرآن مجید میں ہے: حرمت علیکم المیتۃ "تم پر مردار حرام کیے گئے"، ان میں سے صرف دو مرے ہوئے جانوروں مچھلی اور ٹڈی کا استثناء کیا گیا ہے، اور حضرت عبدالرحمان بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ ایک طبیب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دوا کا ذکر کیا، اور یہ کہا کہ اس دوا میں مینڈک ڈالا جاتا ہے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کرنے سے منع فرمایا، اور جب حدیث سے مینڈک کی تحریم ثابت ہو گئی تو مچھلی کے سوا پانی کے باقی جانوروں کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مینڈک اور باقی دریائی جانوروں میں فرق کرتا ہو۔ [2]

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ مچھلی کے سوا باقی دریائی جانور خبیث ہیں اور قرآن مجید میں ہے: ویحرم علیھم الخبائث "نبی صلے اللہ علیہ وسلم خبیث چیزوں کو تم پر حرام کرتے ہیں"، سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے سوا تمام پانی کے جانور خبیث ہیں۔ [3]

خبیث سے مراد یہ ہے کہ جس چیز کو طبیعت ناپسند کرتی ہو اور اس سے متنفر ہوتی ہو اور اس سے گھن آتی ہو، لیکن اس پر اعتراض یہ ہے کہ بہت سی حلال چیزوں سے بھی گھن آتی ہے اور طبیعت متنفر ہوتی ہے لیکن وہ چیزیں حرام نہیں ہیں، مثلاً گندی نالیوں کا پانی پینے والی مرغیوں اور بطخوں سے گھن آتی ہے، بعض آدمیوں کو کسی چیز کے کھانے سے قے آجاتی ہے ان کی طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے لیکن اس کراہت کی وجہ سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی، اگر آپ کسی بڑے ہوٹل یا بیکری میں آٹا گوندھنے والے شخص کو دیکھیں تو عام طور پر وہ ایک لنگوٹ باندھ کر پیروں سے آٹا گوندھتا ہے اور گرمیوں کے مہینوں میں اس کے میلے کچیلے بدن سے سر سے پاؤں تک پسینہ بہہ کر اس آٹے میں جذب ہوتا رہتا ہے اور میں نے کئی جگہ روٹی پکانے والے نانبائی کو دیکھا وہ قمیص اتار کر روٹی پکاتا ہے اور روٹیوں میں اس کا پسینہ جذب ہوتا رہتا ہے۔ بیکری کے بنے ہوئے خوش نما رنگ برنگ کیک اور پیسٹریاں اور انواع واقسام کی لذیذ مٹھائیاں سب انھی مراحل سے گذرتی ہیں اور مٹھائی کے کارخانوں، بیکریوں اور نانبائیوں کی مصنوعات کو دیکھ کر ہر سلیم الطبع شخص کی طبیعت متنفر ہوگی لیکن اس طبعی کراہت، نفرت اور گھن کی وجہ سے وہ چیزیں حرام تو نہیں ہو جاتیں!

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۳۹ - ۳۳۷، ملخصاً، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۴۲، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ طبعی تنفر اور ناپسندیدگی ایک اضافی چیز ہے ایک شخص کو ایک چیز ناپسند ہوتی ہے اور دوسرے شخص کو وہی چیز پسند ہوتی ہے، اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فقہاء احناف کو مچھلی کے سوا باقی سمندری جانور طبعاً ناپسند ہوں اور ائمہ ثلاثہ کے ان ناپسندیدہ ہوں! دراصل یحرم علیھم الخبائث "خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں" اس سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا مثلاً کتا، گدھا، سانپ، بچھو، چیل، کوا اور مذبوح جانور کے وہ سات اجزاء جن کو آپ نے حرام کر دیا ہے (مثلاً ذکر، خصیتین، حرام مغز اور مثانہ وغیرہ) اور یہ کہ کسی چیز کے خبیث ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ افراد امت کی صواب دید پر موقوف نہیں ہے، خبیث صرف وہی اشیاء ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حرام کر دیا اور بس! کسی چیز کے طیب اور خبیث اور حلال اور حرام کو متعین کرنا صرف شارع علیہ السلام کا منصب ہے اور امت کے علماء کا کام صرف ابلاغ ہے، جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کی ممانعت ثابت نہ ہو تو اس کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہہ سکتے حرام تو بہت دور کی بات ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذلا بد لھا من دلیل خاص۔ [1]

مستحب کے ترک سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکروہ کے لیے خاص دلیل ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: احل لکم صید البحر وطعامہ (مائدۃ: ۹۶) "سمندر کا شکار اور طعام تمہارے لیے حلال کر دیا" اور طعام کا لفظ عام ہے جو سمندر کے ہر جانور کو شامل ہے اور اس کو بعض روایات سے مچھلی کے ساتھ مقید کرنا قرآن مجید کے عموم کو اخبار آحاد سے مقید کرنا ہے اور یہ خود احناف کے اصول کے خلاف ہے، نیز فقہاء احناف کا اصول ہے کہ وہ قرآن مجید کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں اور اس مسئلہ میں فقہاء احناف نے بعض روایات (جن کو ہم نے ابھی علامہ جصاص کے حوالے سے بیان کیا ہے۔) کی بنا پر سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی تقیید کی ہے حالانکہ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کا طعام مطلقاً حلال ہے عام ازیں کہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور۔

پانی میں طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آنے والی مچھلی کی تحریم کی حدیث پر فنی اعتراضات کے جوابات۔

ائمہ ثلاثہ اس مری ہوئی مچھلی کو حلال کہتے ہیں جو بغیر کسی خارجی سبب کے طبعی موت سے مر کر سطح آب پر آجائے اور امام ابوحنیفہ اس مچھلی کو حرام کہتے ہیں، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے، امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما القی البحر او جزر عنہ فکلوہ وما مات فیہ وطفا فلا تاکلوہ۔ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو سمندر پھینک دے، یا جس سے سمندر ہٹ جائے اس کو کھالو اور جو سمندر میں مر کر سطح آب پر آجائے اس کو مت کھاؤ۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی ہے یحییٰ بن سلیم وہ بہت وہمی تھا اور اس کا حافظہ خراب تھا، اور اس کے سوا دوسرے راویوں نے اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یحییٰ بن سلیم ثقہ راوی ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کی احادیث کو روایت کیا ہے، اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہے اس حدیث کا ایک راوی ہے اسماعیل بن امیہ، علامہ ابن جوزی نے اس کو متروک لکھا ہے لیکن اس معاملہ میں علامہ ابن جوزی کو غلط فہمی ہوئی ہے، کیونکہ جو راوی متروک الحدیث ہے وہ اسماعیل بن امیہ ابو الصلت الزراع ہے اور یہ راوی اسماعیل بن امیہ قرشی اموی ہے اور ابو الصلت الزراع اس کے طبقہ کا نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ ثوری، ایوب اور حماد نے ابو الزبیر سے اس حدیث کو حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا ہے (یعنی یہ حضور کا ارشاد نہیں حضرت جابر کا قول ہے) اور ابن ابی الذئب از ابی الزبیر از جابر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کو بہ طریق ضعیف روایت کیا ہے، امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اور حضرت جابر نے اس کے خلاف روایت کی ہے، اور میں ابن ابی الذئب کی ابو الزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا (علامہ عینی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ امام بخاری کا یہ کہنا کہ میں ابن ابی الذئب کی ابو الزبیر سے کوئی روایت نہیں پہچانتا ان کے اس مذہب کی بنا پر ہے کہ وہ حدیث معنعن کے لیے سماع کی شرط عائد کرتے ہیں، امام مسلم نے ان کی اس شرط پر شدید انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ من گھڑت قول ہے اور حدیث معنعن کے اتصال کے لیے صرف ملاقات اور سماع کا امکان کافی ہے، اور ابن ابی الذئب نے ابو الزبیر کا زمانہ پایا ہے اور ان کا اس سے سماع ممکن ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو عبد العزیز بن عبد اللہ نے وہب بن کیسان سے اور انھوں نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور عبد العزیز ضعیف ہے اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حاکم نے مستدرک میں اس سے ایک حدیث روایت کی ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اس حدیث کو امام طحاوی نے احکام القرآن میں روایت کیا ہے۔ نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ۔ "تم پر مردار حرام کیا گیا ہے" اور جو مچھلی کسی خارجی سبب (مثلاً شکار) سے مری ہو یا جو مچھلی سمندر کے باہر پھینکنے سے مر گئی ہو، اس آیت کے عموم سے بالاتفاق خاص کر لی گئی ہے اور جو مچھلی طبعی موت سے مر کر سطح آب پر ابھر آئی ہو وہ مختلف فیہ ہے اور جو مختلف فیہ ہو اس کو اس آیت کے عموم سے خاص نہیں کیا جا سکتا لہٰذا وہ اس عموم میں شامل رہ کر بدستور حرام رہے گی اور یہ نہایت قوی دلیل ہے۔ [2]

ائمہ ثلاثہ کے استدلال پر علامہ سرخسی کا تعاقب اور بحث و نظر

اس باب کی حدیث میں ہے کہ عنبر نامی ایک جانور کو سمندر نے لاکر کنارے پر پھینک دیا اور اس کو صحابہ اٹھارہ دن تک کھاتے رہے، ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرام کا اتنے دنوں تک عنبر نامی جانور کو کھاتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ مچھلی کے علاوہ دوسرے سمندری جانوروں کو کھانا بھی جائز ہے، شمس الائمہ علامہ سرخسی نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ انھوں نے اس کو حالت اضطرار میں کھایا تھا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ویحرم علیھم الخبائث۔ کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور جب یہ آیت نازل ہوگئی تو خبیث جانور حرام ہو گئے اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبیث ہیں اس لیے وہ عنبر نامی جانور بھی خبیث ہے اور حرام ہے۔ [1]

شمس الائمہ سرخسی کے دونوں جواب صحیح نہیں ہیں پہلا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس سفر سے واپسی کے بعد صحابہ کرام نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس جانور کے گوشت کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

ھو رزق اخرجہ اللہ لکم فھل معکم من لحمہ شیء فتطعمونا قال فارسلنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ فاکلہ۔ [2]

یہ وہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے (سمندر سے) نکالا ہے کیا تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت ہے جو ہمیں کھلاؤ؟ حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں سے کچھ گوشت بھیجا سو آپ نے اس کو کھایا۔

اگر یہ جانور حرام ہوتا اور صحابہ کرام کا اس کو کھانا صرف اضطرار کی وجہ سے جائز تھا تو اب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو اضطرار میں نہیں تھے۔ آپ نے اس کو منگوا کر کیوں کھایا؟

دوسرا جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابو عبیدہ کی قیادت میں صحابہ کرام کا اس غزوہ میں جانا مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے اور ویحرم علیھم الخبائث "نبی ان پر خبیث چیزیں حرام کرتے ہیں" سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ ہے اور سورۂ اعراف مکی ہے اور ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے، اس لیے علامہ سرخسی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے بلکہ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ یہ واقعہ اس آیت کے نزول کے بعد کا ہے اور اب یہ ائمہ ثلاثہ کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر یہ جانور خبیث ہوتا تو صحابہ کرام اس کو نہ کھاتے یا بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرما دیتے۔ سو معلوم ہوا کہ مچھلی کے علاوہ باقی جانور بھی حلال ہیں!

ساحل سمندر پر صحابہ کرام جس جانور کو اٹھارہ دن تک کھاتے رہے آیا وہ مچھلی تھی یا کوئی اور جانور ہر چند کہ صحیح مسلم میں اس جانور

کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے: دابۃ تدعی العنبر [3] "وہ ایک جانور تھا جس کو عنبر کہتے تھے" مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: فالقی لنا البحر دابۃ یقال لھا العنبر [4] "سمندر نے ہمارے لیے ایک جانور نکال پھینکا جس کو عنبر کہتے تھے"

لیکن بعض روایات میں اس جانور کو مچھلی سے بھی تعبیر کیا گیا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۴۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] " " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۷، " " " "

[4] " " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۸، " " " "

فاذا هی حوت مثل الظرب۔[1] وہ پہاڑی کی طرح ایک مچھلی تھی۔

امام بخاری نے دوسری سند کے ساتھ بھی یہی الفاظ روایت کیے ہیں۔[2]

البتہ امام بخاری نے تیسری سند کے ساتھ اس حدیث کو جہاں ذکر کیا ہے وہاں یہ الفاظ ہیں:

فالقی البحر حوتا یقال له العنبر۔[3] پھر سمندر نے ایک مچھلی نکال پھینکی جس کو عنبر کہتے تھے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مچھلی ہی کی قسم کا ایک جانور تھا اور اس کو عنبر کہا جاتا تھا اس لیے ائمہ ثلاثہ کا "اس حدیث" سے یہ استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ تمام سمندری جانور حلال ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ أَكْلِ لَحْمِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ

پالتو گدھوں کے کھانے کی ممانعت

۴۸۹۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِمَا عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمادیا۔

۴۸۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ يُونُسَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کو چار سندوں کے ساتھ روایت کیا یونس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

۴۸۹۲۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَعْقُوبَ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۲۵، " " " "

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۲۶، " " " "

بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا اِدْرِیْسَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔

۴۸۹۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ وَسَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ اَكْلِ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا۔

۴۸۹۴ - وَحَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبِیْ وَمَعْنُ بْنُ عِیْسٰى عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَكْلِ الْحَمَارِ الْاَهْلِیِّ یَوْمَ خَیْبَرَ وَكَانَ النَّاسُ اِحْتَاجُوْا اِلَیْهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرما دیا حالانکہ لوگوں کو اس کی ضرورت تھی۔

۴۸۹۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ قَالَ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اَوْفٰى عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَهْلِیَّةِ فَقَالَ اَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ یَوْمَ خَیْبَرَ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَصَبْنَا لِلْقَوْمِ حُمُرًا خَارِجَةً مِّنَ الْمَدِیْنَةِ فَنَحَرْنَاهَا فَاِنَّ قُدُوْرَنَا لَتَغْلِیْ اِذْ نَادٰى مُنَادِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنِ اكْفَؤُا الْقُدُوْرَ وَلَا تَطْعَمُوْا مِنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ شَیْئًا فَقُلْتُ حَرَّمَهَا تَحْرِیْمَ مَاذَا قَالَ تَحَدَّثْنَا بَیْنَنَا فَقُلْنَا حَرَّمَهَا اَلْبَتَّةَ وَحَرَّمَهَا مِنْ اَجْلِ اَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ۔

شیبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پالتو گدھوں کے گوشت کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے بتایا کہ خیبر کے دن ہمیں بھوک لگی ہوئی تھی، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ہم نے شہر سے باہر نکلنے والے یہودیوں کے گدھوں کو پکڑ لیا، ہم نے ان کو ذبح کر دیا، ہماری دیگچیوں میں ان کا گوشت پک رہا تھا، اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ دیگچیاں الٹ دو اور گدھوں کے گوشت کو بالکل نہ کھاؤ، میں نے پوچھا کہ آپ نے اس کو حرام کرتے ہوئے کیا فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا آپ نے اس کو یقینی طور پر حرام کیا اور اس وجہ سے حرام کیا کہ اس میں خمس نہیں نکالا گیا تھا۔

۴۸۹۶ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (یَعْنِیْ ابْنَ زِیَادٍ) حَدَّثَنَا

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کی راتوں میں ہمیں بھوک لگی، ہم پالتو گدھوں

سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ أَصَابَتْنَا مَجَاعَةٌ لَيَالِيَ خَيْبَرَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ وَقَعْنَا فِي الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ فَانْتَحَرْنَاهَا فَلَمَّا غَلَتْ بِهَا الْقُدُورُ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ اكْفِئُوا الْقُدُورَ وَلَا تَأْكُلُوا مِنْ لُحُومِ الْحُمُرِ شَيْئًا قَالَ فَقَالَ نَاسٌ إِنَّمَا نَهَى عَنْهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهَا لَمْ تُخَمَّسْ وَقَالَ آخَرُونَ نَهَى عَنْهَا أَلْبَتَّةَ۔

پر ٹوٹ پڑے، جس وقت ان کا گوشت ہماری دیگچیوں میں پک رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ دیگچیاں الٹ دو، پالتو گدھوں کے گوشت بالکل نہ کھاؤ۔ اس وقت بعض صحابہ نے یہ کہا کہ ان کو اس لیے حرام کیا ہے کہ ان کا خمس نہیں نکالا گیا، اور بعض نے کہا کہ ان کو حتمی طور پہ حرام کر دیا گیا۔

۴۸۹۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولَانِ أَصَبْنَا حُمُرًا فَطَبَخْنَاهَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْفِئُوا الْقُدُورَ۔

حضرت براء اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ دیگچیاں الٹ دو۔

۴۸۹۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ قَالَ الْبَرَاءُ أَصَبْنَا يَوْمَ خَيْبَرَ حُمُرًا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِ اكْفِئُوا الْقُدُورَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن ہم نے گدھے پکڑ لیے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ اعلان کیا کہ دیگچیاں الٹ دو۔

۴۸۹۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ نُهِينَا عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کر دیا گیا۔

۴۹۰۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُلْقِيَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ نِيئَةً وَنَضِيجَةً ثُمَّ لَمْ يَأْمُرْنَا بِأَكْلِهِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پالتو گدھوں کے گوشت کو پھینکنے کا حکم دیا خواہ کچا ہو یا پکا، اور پھر ہمیں اس کے کھانے کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۹۰۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۹۰۲ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا أَدْرِي إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُ كَانَ حَمُولَةَ النَّاسِ فَكَرِهَ أَنْ تَذْهَبَ حَمُولَتُهُمْ أَوْ حَرَّمَهُ فِي يَوْمِ خَيْبَرَ لُحُومَ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کا گوشت کھانے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ وہ بوجھ اٹھانے کے کام آتے ہیں سو آپ نے اسے ناپسند کیا کہ بوجھ اٹھانے کا ذریعہ ختم ہو جائے یا آپ نے جنگ خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا۔

۴۹۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْبَرَ ثُمَّ إِنَّ اللهَ فَتَحَهَا عَلَيْهِمْ فَلَمَّا أَمْسَى النَّاسُ لَيْلَةَ الْيَوْمِ الَّذِي فُتِحَتْ عَلَيْهِمْ أَوْقَدُوا نِيرَانًا كَثِيرَةً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذِهِ النِّيرَانُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ تُوقِدُونَ قَالُوا عَلَى لَحْمٍ قَالَ عَلَى أَيِّ لَحْمٍ قَالُوا عَلَى لَحْمِ حُمُرٍ إِنْسِيَّةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْرِيقُوهَا وَاكْسِرُوهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْ نُهَرِيقُهَا وَنَغْسِلُهَا قَالَ أَوْ ذَاكَ.

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیبر فتح کر دیا۔ فتح کے دن لوگوں نے شام کو بہت آگ جلائی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیسی آگ جل رہی ہے، کیا پکا رہے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم گوشت پکا رہے ہیں! آپ نے پوچھا کس چیز کا گوشت پکا رہے ہو؟ صحابہ نے کہا پالتو گدھوں کا گوشت پکا رہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیگچیاں الٹ دو اور ان کو توڑ دو، ایک شخص نے عرض کیا اگر ہم دیگچیاں انڈیل کر دھو لیں؟ آپ نے فرمایا ایسا کر لو۔

۴۹۰۴ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ وَصَفْوَانُ بْنُ عِيسَى ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّبِيلُ كُلُّهُمْ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۹۰۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا فَتَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ أَصَبْنَا حُمُرًا خَارِجًا مِنَ الْقَرْيَةِ فَطَبَخْنَا مِنْهَا فَنَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنَّ اللهَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کر لیا تو ہم نے بستی سے باہر نکلنے والے گدھوں کو پکڑ لیا، اور ان کا گوشت پکایا اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی نے یہ آواز دی: سنو!! اللہ اور اس کا رسول تم کو اس سے منع کرتے ہیں! کیونکہ

وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْهَا فَاِنَّهَا رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا وَاِنَّهَا لَتَفُوْرُ بِمَا فِيْهَا۔

یہ نجس ہے اور عمل شیطان سے ہے، پھر ان دیگچیوں کو الٹ دیا گیا در آں حالیکہ ان میں گوشت ابل رہا تھا۔

۴۹۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ابْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ جَاءَ جَاءٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُكِلَتِ الْحُمُرُ ثُمَّ جَاءَ اٰخَرُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُفْنِيَتِ الْحُمُرُ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا طَلْحَةَ فَنَادٰى اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَنْهَيَانِكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ فَاِنَّهَا رِجْسٌ اَوْ نَجِسٌ قَالَ فَاُكْفِئَتِ الْقُدُوْرُ بِمَا فِيْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! گدھوں کا گوشت کھا لیا گیا، پھر ایک اور نے آکر کہا: یارسول اللہ! گدھوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ کو حکم دیا: اور انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تم کو پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ وہ ناپاک ہیں پھر دیگچیوں کو گوشت سمیت الٹ دیا گیا۔

پالتو گدھے کی تحریم میں مذاہب فقہاء

علامہ نووی لکھتے ہیں:

پالتو گدھے کی تحریم میں اختلاف ہے، جمہور صحابہ، فقہاء تابعین اور بعد کے علماء نے ان احادیث صحیحہ کی بناء پر یہ کہا ہے کہ پالتو گدھا حرام ہے، حضرت ابن عباس نے کہا کہ حرام نہیں ہے، امام مالک کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ یہ بہت شدید مکروہ تنزیہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرام ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ مباح ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ حرام ہے جیسا کہ ان احادیث صحیحہ کی بناء پر جمہور فقہاء اسلام کا مذہب ہے۔ امام ابوداؤد نے حضرت خالد الجبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک سال ہم قحط میں مبتلاء ہوئے اور پالتو گدھوں کے سوا میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے اور کوئی چیز نہیں تھی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پالتو گدھوں کو حرام کر چکے تھے، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! ہم قحط میں مبتلاء ہو گئے اور میرے پاس اپنے بال بچوں کو کھلانے کے لیے ماسوا فربہ گدھوں کے اور کوئی چیز نہیں ہے، اور آپ نے پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام کر دیا ہے، آپ نے فرمایا تم اپنے بال بچوں کو اپنا فربہ گدھا کھلا دو، میں نے اس بستی کے گندگی کھانے والے گدھوں کو حرام کیا تھا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مطلقاً پالتو گدھوں کو حرام نہیں کیا بلکہ کسی عارضہ کی بناء پر صرف خیبر کے گدھوں کو حرام کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس حدیث کی سند میں شدید اضطراب ہے اور اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو یہ حالت اضطرار پر محمول ہے[1]

نجاست سے آلودہ برتنوں کے دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۹۰۳ میں ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا: اگر ہم دیگچیاں دھو کر صاف کر لیں؟ آپ نے فرمایا: یا ایسا کر لو، اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جس برتن میں نجاست لگی ہو اس کو دھونا واجب

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہے، (یعنی اس کو دھوئے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے) اور یہ کہ نجس برتن ایک بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، اور جب کتے اور خنزیر کے علاوہ اور کوئی نجاست ہو تو اس کو سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، یہ امام شافعی اور جمہور کا مذہب ہے (امام ابو حنیفہ کے نزدیک کتے اور خنزیر کا جھوٹا برتن بھی تین بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، اور سات بار کی روایت استحباب پر محمول ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔ مشہور روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک برتن کسی قسم کی نجاست سے بھی آلودہ ہو اس کو سات بار دھونا ضروری ہے۔ جمہور کے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاست سے آلودہ برتنوں کو دھونے کا حکم دیا اور عدد کی قید نہیں لگائی اور ایک مرتبہ دھونے سے بھی اس حدیث پر عمل ہو جاتا ہے، اگر ایک سے زیادہ مرتبہ دھونا واجب ہوتا تو اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے برتن توڑنے کا جو حکم دیا تھا وہ وحی سے تھا یا اجتہاد سے تھا اور جب برتنوں کو دھونے کا حکم دیا تو برتن توڑنے کا حکم منسوخ ہو گیا اور اب برتن توڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں مال کو ضائع کرنا ہے۔ [1]

بَابُ ۶۸۱ فِیْ اَکْلِ لُحُوْمِ الْخَیْلِ

گھوڑوں کا گوشت کھانا

۴۹۰۷۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُو الرَّبِیْعِ الْعَتَکِیُّ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ (وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی) قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی یَوْمَ خَیْبَرَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَھْلِیَّۃِ وَاَذِنَ فِیْ لُحُوْمِ الْخَیْلِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا اور گھوڑوں کا گوشت کھانے کی اجازت دی۔

۴۹۰۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ اَکَلْنَا زَمَنَ خَیْبَرَ الْخَیْلَ وَحُمُرَ الْوَحْشِ وَنَھَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحِمَارِ الْاَھْلِیِّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دنوں میں ہم نے جنگلی گدھوں اور گھوڑوں کا گوشت کھایا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔

۴۹۰۹۔ وَحَدَّثَنِیْہِ اَبُو الطَّاھِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ ح وَحَدَّثَنِیْ یَعْقُوْبُ الدَّوْرَقِیُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ کِلَاھُمَا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۹۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ وَحَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ وَوَکِیْعٌ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم نے ایک گھوڑا ذبح کر کے کھایا۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَآءَ قَالَتْ نَحَرْنَا فَرَسًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَكَلْنَاهُ۔

۴۹۱۱ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

گھوڑے کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:
گھوڑوں کے گوشت کی اباحت میں علماء کا اختلاف ہے:

امام شافعی اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا مسلک یہ ہے کہ گھوڑوں کا گوشت مباح ہے، اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت فضالہ بن عبید، حضرت انس بن مالک، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہم، علقمہ، اسود، عطاء، شریح بن جبیر، حسن بصری، ابراہیم نخعی، حماد بن سلیمان، امام احمد، اسحاق، ابوثور، امام ابویوسف، امام داؤد ظاہری، اور جمہور محدثین وغیرہ کا یہی مسلک ہے، اس کے برخلاف حضرت ابن عباس، حکم، امام مالک اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے، اس کا کھانا گناہ ہے لیکن یہ حرام (قطعی) نہیں ہے، امام ابوحنیفہ کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے۔

والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق ما لا تعلمون۔ (النحل: ۸/۱۶)

(اللہ تعالیٰ نے) گھوڑوں کو، خچروں کو، اور گدھوں کو پیدا کیا تاکہ تم ان پر سواری کرو اور (ان سے) زینت (حاصل کرو) اور وہ ان چیزوں کو پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات اور احسانات کا ذکر کیا ہے جو اس نے جانوروں میں رکھے ہیں اور کھانے کا ذکر نہیں کیا اگر گھوڑوں کا کھانا بھی جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا کہ گھوڑوں، گدھوں اور خچروں کو تمہارے کھانے کے لیے پیدا کیا، جب کہ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جانوروں کا ذکر کیا اور اس میں ان کو کھانے کا ذکر فرمایا ہے وہ آیت یہ ہے:

والانعام خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون۔ (النحل: ۵/۱۶)

اللہ تعالیٰ نے تمہارے نفع کے لیے چوپایوں کو پیدا فرمایا، ان میں تمہارے لیے گرم لباس اور (دیگر) فوائد ہیں اور انھی جانوروں میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

اس آیت کے علاوہ امام ابوحنیفہ کا دوسرا استدلال سنن ابوداؤد کی اس حدیث سے ہے: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں، گدھوں اور تمام پھاڑنے والے درندوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے،

امام ابوحنیفہ نے اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ائمہ حدیث اس حدیث کے ضعف پر متفق ہیں، اور بعض محدثین نے کہا کہ یہ حدیث منسوخ ہے، امام دارقطنی، اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ روایت کیا اور کہا یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں ایک راوی ہے صالح بن یحییٰ یہ دونوں باپ بیٹے غیر معروف ہیں، امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں اعتراض ہے، امام بیہقی نے کہا اس حدیث کی سند مضطرب ہے، اس کی سند میں نظر ہے، امام ابوداؤد نے کہا

یہ حدیث منسوخ ہے، امام نسائی نے بھی اس کو منسوخ قرار دیا، جمہور کا استدلال گھوڑوں کو کھانے کے جواز کی ان احادیث سے ہے جن کو امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے،

امام ابو حنیفہ نے قرآن مجید کی جس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں سواری اور زینت کا ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ گھوڑوں کے منافع الفی کے ساتھ مختص ہیں اور سواری اور زینت کا ذکر اس لیے فرمایا کہ گھوڑے رکھنے کا زیادہ مقصود سواری اور زینت ہی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر۔ "تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت تم پر حرام کیا گیا ہے" اس آیت میں صرف خنزیر کے گوشت کا ذکر فرمایا ہے، حالانکہ خنزیر کا خون، اس کی ہڈیاں اور تمام اجزاء حرام ہیں، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز سورہ نحل کی اس آیت میں گھوڑوں پر بوجھ لادنے کا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ اس سے پہلی آیت میں جہاں چوپایوں کا ذکر فرمایا ہے وہاں بوجھ لادنے کا ذکر بھی فرمایا ہے وہ آیت یہ ہے:

وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس۔ (نحل ۱۶/۷)

اور وہ چوپائے تمہارا وزنی سامان اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

تو کیا اب اس سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ گھوڑوں کے ساتھ بوجھ لادنے کا ذکر نہیں کیا تو پھر ان پر بوجھ لادنا جائز نہیں ہے حالانکہ یہ بالاتفاق جائز ہے، اسی طرح اگر گھوڑوں کے ساتھ کھانے کا ذکر نہیں فرمایا تو اس سے بھی کھانے کا عدم جواز لازم نہیں آئے گا۔ [1]

گھوڑے کا گوشت کھانے کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑے کا گوشت کھایا ہے، جو فقہاء گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دیتے ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ گھوڑے کے گوشت کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کتاب الصید کی ظاہری عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ بعض علماء رحمہم اللہ نے گھوڑے کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے، لیکن مجھے اس کا کھانا اچھا نہیں لگتا، اور جامع صغیر میں ہے امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں گھوڑے کے گوشت کو مکروہ قرار دیتا ہوں، یہ قول کراہۃ تحریم پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا جب آپ کسی چیز کو مکروہ کہتے ہیں تو اس سے آپ کی کیا مراد ہوتی ہے، آپ نے فرمایا مکروہ تحریمی۔ جو فقہاء گھوڑے کے گوشت کو مباح کہتے ہیں وہ مسلمانوں کے تعامل ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ بازاروں میں بغیر کسی اعتراض اور انکار کے گھوڑوں کا گوشت فروخت ہوتا ہے اور اس لیے بھی کہ گھوڑے کا جھوٹا مطلقاً پاک ہے اور اس کا پیشاب ان جانوروں کے پیشاب کے حکم میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑا اور چوپایوں کی طرح کھایا جاتا ہے اور اگر اس کو کھانے کی کراہت ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت گھوڑے کم تھے اور مسلمانوں کو جنگ میں گھوڑوں کی ضرورت پڑتی تھی اس وجہ سے اس کا گوشت کھانے سے منع فرمایا نہ کہ اس کی حرمت کی وجہ سے، اس کے بعد علامہ سرخسی نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸ کو امام ابوحنیفہ کی طرف سے استدلال میں پیش کیا ہے جس کو ہم پہلے ہدایہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں لیکن علامہ نووی نے اس دلیل کو نہایت معقول طریقہ سے رد کر دیا ہے، علامہ سرخسی نے دوسری دلیل سنن ابوداؤد سے حدیث پیش کی ہے، جس کی سند نہایت ضعیف ہے جیسا کہ علامہ نووی نے بیان کیا ہے باقی علامہ سرخسی کا یہ فرمانا بھی صحیح نہیں ہے کہ جب حلت اور حرمت کے دلائل میں تعارض ہو تو حرمت کے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ یہ اس وقت ہوتا جب دونوں دلائل مساوی قوت کے ہوں اور یہاں حرمت کی دلیل سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ کی ضعیف السند روایت ہے اور حلت کی دلیل صحیح مسلم کی احادیث صحیحہ ہیں اور جب دونوں حدیثیں مساوی قوت کی نہیں ہیں تو پھر ترجیح اس حدیث کو دی جائے گی جس کی سند قوی اور صحیح ہے۔ سعیدی غفرلہ)۔

نیز علامہ سرخسی لکھتے ہیں: جن فقہا نے یہ کہا کہ یہ کراہت تنزیہہ کے لیے ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ گھوڑا بعض اعتبار سے انسانوں کے حکم میں ہے کیونکہ گھوڑے سے بھی دشمن کو مرعوب کیا جاتا ہے اور مال غنیمت سے گھوڑے کا حصہ نکالا جاتا ہے اور انسان کا کھانا اس کی عزت اور کرامت کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ اس کی نجاست ہے، اسی طرح گھوڑے کا کھانا بھی اس کی کرامت کی وجہ سے ممنوع ہے لہٰذا یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ گھوڑا نجس نہیں ہے اسی وجہ سے گھوڑوں کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا پیشاب ان جانوروں کے پیشاب کے حکم میں ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے [1]

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی موت سے تین دن پہلے گھوڑے کی تحریم سے رجوع کر لیا تھا اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ (عمادیہ)۔ [2]

علامہ شامی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

لہٰذا گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں ہے اور فخر الاسلام وغیرہ کی تصحیح کے مطابق یہی صحیح ہے، (قہستانی)۔ (ہم نے مبسوط سرخسی کی جو عبارت نقل کی ہے اس سے بھی کراہت تنزیہی ظاہر ہوتی ہے اور مبسوط کتب ظاہر الروایہ کا خلاصہ ہے) البتہ خلاصہ، ہدایہ، محیط، منتقی، قاضی خاں، عمادی اور دیگر متون میں کراہت تحریمی کی تصریح ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں کہ کتب ظاہر الروایہ کے مقابلہ میں ان متون کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لیے صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ کراہت تنزیہی بھی اس بنا پر تھی کہ جہاد میں گھوڑوں کی ضرورت پڑتی تھی اور اب جبکہ ٹینک، توپ، ٹرک اور جیپ کا دور ہے اور گھوڑوں کی جہاد میں مطلقاً ضرورت نہیں ہے تو اب امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق بھی گھوڑوں کا گوشت کھانا مکروہ تنزیہی نہیں ہے اور قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ گھوڑا پاک اور طیب جانور ہے اسی بنا پر فقہاء احناف نے بھی گھوڑے کا جھوٹا پاک قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احل لکم الطیبات۔ تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اس باب میں

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۶، " " " " "

جو احادیث صحیحہ وارد ہیں وہ سب گھوڑے کی حلت میں نصوص صریحہ ہیں اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت کے بعد پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں ہے!

بَابُ ۶۸۲ إِبَاحَةِ الضَّبِّ

گوہ کے گوشت کی اباحت

۴۹۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ لَسْتُ بِآكِلِهِ وَلَا مُحَرِّمٍ لَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا میں اس کو کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔

۴۹۱۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گوہ کھانے کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا میں اس کو کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔

۴۹۱۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ عَنْ أَكْلِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا آكُلُهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے گوہ کھانے کے متعلق سوال کیا درآں حالانکہ آپ منبر پر تھے، آپ نے فرمایا میں اس کو کھاتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔

۴۹۱۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۹۱۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ سَمِعْتُ مُوسَى بْنَ

امام مسلم نے چھ مختلف اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی، البتہ ایوب کی روایت میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی تو آپ نے اس کو نہیں کھایا، اور نہ اس کو حرام کیا، اور اسامہ کی روایت میں ہے کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا ہوا درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔

عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الضَّبِّ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اللَّيْثِ عَنْ نَافِعٍ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ اَيُّوْبَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضَبٍّ فَلَمْ يَاْكُلْهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهُ وَفِيْ حَدِيْثِ اُسَامَةَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کچھ اصحاب تھے جن میں حضرت سعد بھی تھے، اتنے میں گوہ کا گوشت لایا گیا اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ نے یہ آواز دی کہ یہ گوہ کا گوشت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ، کیونکہ یہ حلال ہے لیکن یہ میرا طعام نہیں ہے۔

۴۹۱۷۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ سَمِعَ الشَّعْبِيَّ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مَعَهٗ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فِيْهِمْ سَعْدٌ وَاُتُوْا بِلَحْمِ ضَبٍّ فَنَادَتِ امْرَاَةٌ مِّنْ نِّسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَحْمُ ضَبٍّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوْا فَاِنَّهٗ حَلَالٌ وَّلٰكِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ طَعَامِيْ۔

۴۹۱۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي الشَّعْبِيُّ اَرَاَيْتَ حَدِيْثَ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَاعَدْتُ ابْنَ عُمَرَ قَرِيْبًا مِنْ سَنَتَيْنِ اَوْ سَنَةٍ وَنِصْفٍ فَلَمْ اَسْمَعْهُ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ هٰذَا قَالَ كَانَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ سَعْدٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مُعَاذٍ۔

عنبری کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبی نے کہا تم نے حسن کی وہ حدیث سنی ہے جس کو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ڈیڑھ یا دو سال بیٹھا رہا لیکن میں نے ان سے اس حدیث کے علاوہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور روایت نہیں سنی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت سعد بھی اس کی مثل روایت کرتے ہیں۔

۴۹۱۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ فَاُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوْذٍ فَاَهْوٰى

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے، اتنے میں ایک بھنی ہوئی گوہ لائی گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کا قصد کیا، حضرت میمونہ رضی

اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي فِي بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ اَخْبِرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّاْكُلَ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقُلْتُ اَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ۔

اللہ عنہا کے گھر جو عورتیں تھیں ان میں سے کسی نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو چیز کھانا چاہتے ہیں وہ آپ کو بتلاؤ، (یہ سنتے ہی) آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، لیکن یہ جانور ہماری زمین میں نہیں ہوتا اس بنا پر مجھے اس سے کراہت آتی ہے حضرت خالد کہتے ہیں پھر میں نے اس گوہ کو اپنی طرف کھینچا اور کھا لیا در آں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے۔

۴۹۲۰- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ حَرْمَلَةُ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ الَّذِيْ يُقَالُ لَهٗ سَيْفُ اللّٰهِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالَتُهٗ وَخَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْنُوْذًا قَدِمَتْ بِهٖ اُخْتُهَا حُفَيْدَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ فَقَدَّمَتِ الضَّبَّ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قَلَّمَا يُقَدَّمُ اِلَيْهِ طَعَامٌ حَتّٰى يُحَدَّثَ بِهٖ وَيُسَمّٰى لَهٗ فَاَهْوٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ اِلَى الضَّبِّ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنَ النِّسْوَةِ الْحُضُوْرِ اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَدَّمْتُنَّ لَهٗ قُلْنَ هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ اَحَرَامٌ الضَّبُّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید جنھیں سیف اللہ کہا جاتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، حضرت میمونہ، حضرت خالد اور حضرت ابن عباس دونوں کی خالہ تھیں۔ وہاں ان کی بہن حضرت حفیدہ بنت الحارث نجد سے لائی ہوئی ایک بھنی ہوئی گوہ لے کر آئیں اور اس گوہ کو رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب بھی کوئی طعام پیش کیا جاتا تو بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو بتایا نہ جاتا ہو (کہ وہ کیا چیز ہے) رسول اللہ صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گوہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانے کا قصد کیا تو اس مجلس میں جو خواتین حاضر تھیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ انھوں نے کیا چیز پیش کی ہے سو انھوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ گوہ ہے؟ (یہ سن کر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا گوہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! لیکن یہ ہم لوگوں کے علاقہ کا جانور نہیں ہے، اس لیے مجھے اس سے کراہت معلوم ہوتی ہے، حضرت خالد کہتے ہیں پھر میں نے اس کو گھسیٹ کر کھا لیا در آں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے اور آپ نے مجھے اس سے منع نہیں فرمایا۔

فَلَمْ يَنْهَنِيْ۔

۴۹۲۱- وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنِيْ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ وَهِيَ خَالَتُهٗ فَقُدِّمَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمُ ضَبٍّ جَآءَتْ بِهٖ اُمُّ حُفَيْدٍ بِنْتُ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ وَكَانَتْ تَحْتَ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ جَعْفَرٍ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَاْكُلُ شَيْئًا حَتّٰى يَعْلَمَ مَا هُوَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَزَادَ فِيْ اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَحَدَّثَهُ ابْنُ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ وَكَانَ فِيْ حَجْرِهَا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے، وہ ان کی خالہ تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوہ کا گوشت لایا گیا، اس گوہ کو ام حفید بنت الحارث نجد سے لائی تھیں، یہ بنو جعفر کے ایک شخص کے نکاح میں تھیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت تک کوئی چیز نہیں کھاتے تھے جب تک کہ آپ یہ جان نہ لیں کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت خالد حضرت میمونہ کی زیر پرورش تھے۔

۴۹۲۲- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ بِضَبَّيْنِ مَشْوِيَّيْنِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ يَزِيْدَ بْنَ الْاَصَمِّ عَنْ مَيْمُوْنَةَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں دو بھنی ہوئی گوہ لائی گئیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یزید بن اصم نے میمونہ کا ذکر نہیں کیا۔

۴۹۲۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ خَالِدُ بْنُ يَزِيْدَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ هِلَالٍ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّ اَبَا اُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ اَخْبَرَهٗ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ وَعِنْدَهٗ خَالِدٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، اور ان کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے، اتنے میں گوہ کا گوشت لایا گیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بْنُ الْوَلِيدِ بِلَحْمِ ضَبٍّ فَذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ۔

۴۹۲۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ أَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَهْدَتْ خَالَتِي أُمُّ حُفَيْدٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضُبًّا فَأَكَلَ مِنَ السَّمْنِ وَالْأَقِطِ وَتَرَكَ الضَّبَّ تَقَذُّرًا وَأُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا مَا أُكِلَ عَلَى مَائِدَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۴۹۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ دَعَانَا عَرُوسٌ بِالْمَدِينَةِ فَقَرَّبَ إِلَيْنَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ ضَبًّا فَأَكَلَ وَتَارِكٌ فَلَقِيتُ ابْنَ عَبَّاسٍ مِنَ الْغَدِ فَأَخْبَرْتُهُ فَأَكْثَرَ الْقَوْمُ حَوْلَهُ حَتَّى قَالَ بَعْضُهُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آكُلُهُ وَلَا أَنْهَى عَنْهُ وَلَا أُحَرِّمُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِئْسَ مَا قُلْتُمْ مَا بُعِثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا مُحِلًّا وَمُحَرِّمًا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَعِنْدَهُ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَامْرَأَةٌ أُخْرَى إِذْ قُرِّبَ إِلَيْهِمْ حَنَوَانٌ عَلَيْهِ لَحْمٌ فَلَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْكُلَ قَالَتْ لَهُ مَيْمُونَةُ إِنَّهُ لَحْمُ ضَبٍّ فَكَفَّ يَدَهُ وَقَالَ هَذَا لَحْمٌ لَمْ آكُلْهُ قَطُّ وَقَالَ لَهُمْ كُلُوا فَأَكَلَ مِنْهُ الْفَضْلُ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَالْمَرْأَةُ وَقَالَتْ مَيْمُونَةُ لَا آكُلُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَيْءٍ يَأْكُلُ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ ام حفید رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گھی، پنیر اور گوہ کو بھیجا، آپ نے گھی اور پنیر کو کھالیا، اور گوہ کو ناپسند کرتے ہوئے ترک کر دیا، اور گوہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی تھی اگر یہ حرام ہوتی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہ کھائی جاتی۔

یزید بن اصم بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک دولہا نے ہماری دعوت کی اور ہمارے سامنے تیرہ عدد (پکے ہوئے) گوہ رکھے، ہم میں سے بعض نے گوہ کھالی اور بعض نے ترک کر دی، دوسرے دن میری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، اور میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا اس وقت حضرت ابن عباس کے گرد بہت سے لوگ تھے، ایک شخص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں اس کو کھاتا ہوں نہ منع کرتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں، حضرت ابن عباس نے کہا تم نے بری بات کہی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو صرف حلال یا حرام کرنے ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ جس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے اور آپ کے پاس حضرت فضل بن عباس اور خالد بن ولید اور ایک عورت تھی، اتنے میں سب کے سامنے ایک دسترخوان پیش کیا گیا، جس میں گوشت تھا، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھانے کا ارادہ کیا تو حضرت میمونہ نے کہا یہ گوہ کا گوشت ہے، آپ نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا یہ وہ گوشت ہے جس کو میں نے کبھی نہیں کھایا، اور لوگوں سے فرمایا کھاؤ، سو اس گوہ سے (حضرت) فضل اور حضرت خالد بن ولید اور ایک عورت نے کھایا اور حضرت میمونہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

نے کہا میں تو صرف اس چیز سے کھاؤں گی جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھائیں گے۔

۴۹۲۶۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِضَبٍّ فَاَبٰی اَنْ یَّاْکُلَ مِنْہُ وَقَالَ لَا اَدْرِیْ لَعَلَّہٗ مِنَ الْقُرُوْنِ الَّتِیْ مُسِخَتْ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوہ لائی گئی۔ آپ نے اس کو کھانے سے انکار فرمایا اور یہ فرمایا میں (از خود) نہیں جانتا شاید یہ ان قوموں میں سے ہو جن کو مسخ کر دیا گیا تھا۔

۴۹۲۷۔ وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَۃُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ قَالَ سَاَلْتُ جَابِرًا عَنِ الضَّبِّ فَقَالَ لَا تَطْعَمُوْہُ وَقَذِرْتُہٗ وَقَالَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یُحَرِّمْہُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْفَعُ بِہٖ غَیْرَ وَاحِدٍ فَاِنَّمَا طَعَامُ عَامَّۃِ الرِّعَاءِ مِنْہُ وَلَوْ کَانَ عِنْدِیْ طَعِمْتُہٗ۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے گوہ کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا اس کو مت کھاؤ اور اس سے اظہار نفرت کیا، اور بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گوہ کو حرام نہیں کیا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بہتوں کو نفع پہنچاتا ہے، عام چرواہوں کی غذا صرف یہی ہے، اگر یہ میرے پاس ہوتی تو میں اس کو کھاتا۔

۴۹۲۸۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ دَاوٗدَ عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا بِاَرْضٍ مَضَبَّۃٍ فَمَا تَاْمُرُنَا اَوْ فَمَا تُفْتِیْنَا قَالَ ذُکِرَ لِیْ اَنَّ اُمَّۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ مُسِخَتْ فَلَمْ یَاْمُرْ وَلَمْ یَنْہَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ قَالَ عُمَرُ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَیَنْفَعُ بِہٖ غَیْرَ وَاحِدٍ وَاِنَّہٗ لَطَعَامُ عَامَّۃِ ھٰذِہِ الرِّعَاءِ وَلَوْ کَانَ عِنْدِیْ لَطَعِمْتُہٗ اِنَّمَا عَافَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم ایسے علاقہ میں رہتے ہیں جہاں گوہ بکثرت ہوتی ہے، آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں یا کہا کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مجھے بتایا گیا کہ بنو اسرائیل کا ایک گروہ مسخ کر کے گوہ بنا دیا گیا، آپ نے مجھے گوہ کھانے کا حکم دیا اور نہ اس سے روکا، اس واقعہ کے بعد حضرت عمر نے کہا اللہ عزوجل گوہ سے بہتوں کو نفع دیتا ہے، عام چرواہوں کی غذا یہی جانور ہے، اگر یہ میرے پاس ہوتی تو میں تم کو اس سے کھلاتا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو اس سے صرف کراہت کا اظہار فرمایا تھا۔

۴۹۲۹۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَہْزٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَقِیْلٍ الدَّوْرَقِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ نَضْرَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ اَعْرَابِیًّا اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ فِیْ غَائِطٍ مَّضَبَّۃٍ وَاِنَّہٗ عَامَّۃُ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں ایک نشیبی علاقہ میں رہتا ہوں جہاں پر گوہ بکثرت ہوتی ہے اور میرے گھر والوں کی عام غذا یہی ہے۔ آپ نے اس کو کوئی جواب

طَعَامِ اَهْلِیْ قَالَ فَلَمْ یُجِبْهُ فَقُلْنَا عَاوِدْهُ فَعَاوَدَهٗ فَلَمْ یُجِبْهُ ثَلَاثًا ثُمَّ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الثَّالِثَةِ فَقَالَ یَا اَعْرَابِیُّ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ اَوْ غَضِبَ عَلٰی سِبْطٍ مِنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ فَمَسَخَهُمْ دَوَآبَّ یَدِبُّوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا اَدْرِیْ لَعَلَّ هٰذَا مِنْهَا فَلَسْتُ اٰکُلُهَا وَلَا اَنْهٰی عَنْهَا۔

نہیں دیا، ہم نے اس سے کہا دوبارہ عرض کرو، اس نے دوبارہ عرض کی، مگر آپ نے تین بار تک کوئی جواب نہیں دیا، پھر تیسری بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو آواز دی اور فرمایا: اے اعرابی! اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کسی گروہ پر لعنت کی یا غضب فرمایا اور ان کو زمین پر چلنے والے جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ مجھے علم نہیں، شاید یہ انھیں جانوروں میں سے ہو، سو میں اس کو کھاتا ہوں نہ اس سے روکتا ہوں۔

گوہ کیا چیز ہے؟

علامہ کمال الدین دمیری لکھتے ہیں:

گوہ جنگل کا ایک مشہور جانور ہے، یہ کبھی پانی کے گھاٹ پر نہیں جاتی، اہل عرب کا محاورہ ہے میں اس کام کو اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک کہ گوہ پانی پر نہ چلی جائے، ابن خالد نے یہ لکھا ہے کہ گوہ پانی نہیں پیتی اور سات سو یا اس سے زیادہ سال تک زندہ رہتی ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ چالیس دن بعد ایک قطرہ پیشاب کرتی ہے اور اس کا دانت نہیں گرتا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے دانت الگ الگ نہیں ہوتے بلکہ سالم ایک ٹکڑا ہوتا ہے، پانی کے اعتبار سے مچھلی اور گوہ بالکل متضاد ہوتی ہیں، گرگٹ، چھپکلی، سانپ کی چھتری اور گوہ سب کی شکل ملتی جلتی ہے۔ گوہ میں نر کے دو ذکر ہوتے ہیں اور مادہ کی دو فرج ہوتی ہیں، اس کی بہت لمبی عمر ہوتی ہے اور اس لحاظ سے یہ سانپ کے مشابہ ہوتی ہے۔ [1]

نشتر جالندھری لکھتے ہیں:

گوہ: مونث چھپکلی جیسا ایک جانور، سوسمار، [2]

مولوی فیروز دین لکھتے ہیں:

سوسمار: گوہ جو چھپکلی کی قسم کا بڑا سا جانور ہے۔ [3]

گوہ کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ گوہ بلا کراہت حلال ہے، البتہ اصحاب ابو حنیفہ سے اس کی کراہت منقول ہے، اور قاضی عیاض نے ایک قوم کا یہ مذہب نقل کیا ہے کہ گوہ حرام ہے، میرے نزدیک یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ کسی کا مذہب ہو تو سابقین کے اجماع اور نصوص صریحہ سے مردود ہے۔ [4]

گوہ کھانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث گوہ کھانے کی اباحت میں ظاہر ہیں یا نص ہیں اور

---

[1] ۔ علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۶۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[2] ۔ شیخ ابو نعیم عبد الحکیم خان نشتر جالندھری، قاموس اللغات ص ۷۸۳، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور

[3] ۔ الحاج فیروز الدین، فیروز اللغات (فارسی) ج ۲ ص ۵۱، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۶۸ء

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اگر یہ احادیث نہ ہوتیں تو پھر گوہ کا کم سے کم درجہ کراہت تھا، بعض علماء نے گوہ کھانے کو مکروہ کہا ہے یہ قول ان احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے۔ [1]

گوہ کھانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ بھوتی حنبلی لکھتے ہیں:

گوہ مباح ہے، حضرت ابو سعید نے کہا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مرغی کی بہ نسبت گوہ کے ہدیہ سے زیادہ خوش ہوتے تھے۔ [2]

گوہ کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک گوہ کا ہدیہ آیا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے اس کو ناپسند فرمایا پھر ایک سائل آیا، حضرت عائشہ نے چاہا کہ اس سائل کو وہ گوہ کھلا دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم وہ چیز کھلا رہی ہو جس کو تم خود نہیں کھاتیں" (علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں) ہم اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ گوہ کا کھانا جائز نہیں ہے اور شافعی رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں کہ گوہ حلال ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے گوہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ہماری قوم کا طعام نہیں ہے، اس وجہ سے میں اپنے نفس میں اس سے کراہت پاتا ہوں، میں اس کو حلال کرتا ہوں نہ حرام کرتا ہوں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کو کھایا گیا اور کھانے والوں میں حضرت ابوبکر بھی تھے، اور ہمارا اعتماد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر ہے، جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گوہ نہ کھانا اس کی حرمت کی بناء پر تھا نہ اس بناء پر کہ آپ اس کو ناپسند کرتے تھے (علامہ سرخسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو روایت بیان کی ہے، اس میں حرمت کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ کراہت کے الفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ علامہ سرخسی پر رحمت فرمائے یہاں ان سے تسامح ہو گیا۔ سعیدی غفرلہٗ) کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے حضرت عائشہ کو گوہ صدقہ کرنے سے منع فرمایا اور اگر کھانے کی کراہت حرمت کی وجہ سے نہ ہوتی تو آپ اس کو صدقہ کرنے کا حکم دیتے، جیسا کہ آپ نے انصاری کی بکری کو صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا اسے قیدیوں کو کھلا دو، اور جس حدیث میں اباحت کی دلیل ہے وہ ثبوت حرمت سے پہلے کے واقعہ پر محمول ہے، نیز قاعدہ یہ ہے کہ جب دو دلیلیں متعارض ہوں، ایک حرمت کو واجب کرتی ہو اور دوسری اباحت کو تو حرمت والی دلیل کو ترجیح دینا واجب ہے، بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ گوہ مسخ کیے جانے کی وجہ سے حرام ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ بعض نافرمانی کرنے والے یہودیوں کو بندر، خنزیر اور گوہ بنا دیا گیا، لیکن یہ روایت غیر مشہور ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ جن کو مسخ کیا جاتا ہے ان کی نسل آگے نہیں چلتی، پس یہ گوہ جو اب پائی جاتی ہے یہ ان میں سے نہیں ہے اگرچہ اس کی جنس میں مسخ کیا گیا تھا، لیکن یہ خبیث ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا، اور گوہ کے حرام ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ یہ خبیث ہے اور باقی حشرات الارض کی طرح طبیعت اس سے متنفر ہوتی ہے، لہٰذا یہ یحرم علیھم الخبائث سے حرام ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، کشاف القناع ج ۶ ص ۱۹۲، مطبوعہ عالم الکتب بیروت

[3] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۳۲-۲۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن شبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن اکل الضب[1]

حضرت عبد الرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

ہر چند کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں ایسی احادیث بکثرت ہیں جن سے گوہ کھانے کے جواز کا پتا چلتا ہے لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ یہ احادیث متقدم ہوں اور ممانعت کی حدیث موخر ہو۔ اور یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ یہ بات کسی حدیث میں نہیں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود گوہ کو تناول فرمایا ہو بلکہ اس کے برعکس گوہ سے آپ کی کراہت اور ناپسندیدگی کا ذکر بکثرت احادیث میں ہے، علاوہ ازیں اس کا حشرات الارض میں سے ہونا اور طبائع سلیمہ کے نزدیک اس کا متنفر اور خبیث ہونا بھی بدیہی ہے۔ اس لیے دیگر حشرات الارض کی طرح اس کا مکروہ تحریمی ہونا ہی صحیح قول ہے۔

باب ۶۸۳ اِبَاحَةِ الْجَرَادِ

ٹڈی کھانے کا جواز

۴۹۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَاْكُلُ الْجَرَادَ۔

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں گئے جس میں ہم ٹڈیاں کھاتے رہے۔

۴۹۳۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِیْ رِوَایَتِهٖ سَبْعَ غَزَوَاتٍ وَقَالَ اِسْحٰقُ سِتَّ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ سِتًّا اَوْ سَبْعًا۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے، اس میں ابن عمر نے چھ یا سات غزوات کا ذکر کیا۔

۴۹۳۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ۔

ابو یعفور نے اس حدیث کو اسی سند سے روایت کیا ہے، اس میں سات غزوات کا ذکر ہے۔

ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں حضرت سلمان سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی کثیر التعداد مخلوق ہے، ہم اس کو

---

[1] امام ابو الاشعث سلیمان بن داؤد متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۱۷۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور پاکستان ۱۴۰۵ھ

کھاتے ہیں نہ حرام کرتے ہیں، اور ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ٹڈی نہیں کھائی سو اس باب کی حدیث میں جو ہے کہ ہم سات غزوات میں ٹڈی کھاتے رہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ ٹڈی نہ کھائی ہو، لیکن بعض روایات میں یہ ہے کہ ہم آپ کے ساتھ ٹڈی کھاتے تھے۔ بعض شافعیہ نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ صحابہ نے آپ کے ساتھ ٹڈی کھائی اور آپ نے اس پر انکار نہیں کیا اور آپ کا انکار نہ فرمانا اس کی اباحت کی دلیل ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ ٹڈی کی اباحت میں اختلاف نہیں ہے (علامہ اُبی کہتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ ابن بزیزہ نے ٹڈی کی اباحت اور کراہت میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، کیونکہ اس بارے میں احادیث مختلف ہیں، علامہ خطابی نے کہا کہ اختلاف اس میں ہے کہ ٹڈی کو ذبح کرنا ضروری ہے یا نہیں، علامہ مازری مالکی لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: حرمت علیکم المیتۃ "تم پر مُردار حرام کیے گئے ہیں" مطرف نے کہا ہے کہ جمہور متقدمین کے نزدیک اس کو ذبح کرنے کی احتیاج نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے "ہمارے لیے دو مُردار حلال کیے گئے ہیں مچھلی اور ٹڈی" علامہ مازری مالکی لکھتے ہیں کہ جو علماء یہ کہتے ہیں کہ ٹڈی کو ذبح کرنا ضروری ہے ان میں بھی اختلاف ہے، ابن وہب یہ کہتے ہیں کہ اس کو پکڑ لینا ہی اس کی ذکاۃ ہے اس قول کی بنا پر زندہ پکڑنے اور مردہ پکڑنے میں فرق ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ٹڈی میں کوئی ایسا فعل کرنا ضروری ہے جس سے اس کی جلد موت واقع ہو جائے، مثلاً اس کا سر کاٹ دیا جائے اس کو آگ میں ڈال دیا جائے یا اس کو گرم پانی میں ڈال دیا جائے تو یہ اس کی اتفاقاً ذکاۃ ہے۔ ابن قصار نے کہا اگر ٹڈی از خود آگ یا دیگچی میں مر جائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، یا ایسا فعل کیا جائے جس سے جلد موت واقع نہ ہو پھر بھی اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ مدونہ میں اسی طرح ہے اور سحنون مالکی کا رجحان اس طرف ہے کہ مُردہ ٹڈی کو کھانا جائز ہے۔ [1]

ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں ٹڈی کی اباحت کا ثبوت ہے، اس کی اباحت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، پھر امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ ٹڈی خواہ ذبح کرنے سے مرے، یا مسلمان یا مجوسی کے شکار کرنے سے مرے یا طبعی موت مرے، یا اس کے بعض اجزاء کٹ جائیں یا اس میں کوئی سبب حادث کیا جائے ہر صورت میں ٹڈی حلال ہے، امام مالک کا مشہور قول اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر ٹڈی کسی سبب کے نتیجے میں مرے بایں طور کہ اس کے بعض اعضاء کو کاٹ دیا جائے، یا پانی میں جوش دیا جائے یا زندہ کو آگ میں ڈال دیا جائے یا بھون لیا جائے تو حلال ہے، اور اگر وہ طبعی موت مر جائے یا کسی برتن میں مر جائے تو پھر حلال نہیں ہے۔ [2]

ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ ٹڈی کھانا مباح ہے، امام احمد، امام شافعی، محدثین، اصحاب الرائے (فقہاء احناف) ابن منذر اور جمہور اہل علم کے نزدیک، ٹڈی کسی سبب سے مرے یا بغیر کسی سبب کے مرے ہر صورت میں حلال ہے اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر وہ ٹھنڈک سے مرے تو پھر جائز نہیں اور اگر بغیر سبب کے مرے پھر بھی اس کا کھانا جائز نہیں ہے، امام مالک کا یہی مذہب ہے اور سعید بن مسیب سے بھی

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵، ص ۲۸۷۔ ۲۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

یہی مروی ہے۔

ہماری (یعنی جمہور کی) دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی فرق کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دو مُردار ہمارے لیے حلال کر دیے، مچھلی اور ٹڈی اور جب مردہ ٹڈی کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں ہے تو مارنے کے لیے سبب کی کیوں ضرورت ہو گی؟[1]

ٹڈی کھانے اور اس کو ذبح کرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مچھلی اور ٹڈی کی ذکاۃ (ذبح) ان کو پکڑنا ہے۔ اس روایت سے مراد یہ ہے کہ مچھلی اور ٹڈی میں ذبح کرنا شرط نہیں ہے، بلکہ بغیر ذبح کے ان کو پکڑ لینا ہی ان کے حلال ہونے کے لیے کافی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ مجوسی یا بت پرست کے پکڑنے سے یہ حرام نہیں ہوتیں حالانکہ جس چیز میں ذکاۃ شرط ہے اس میں ذبح کرنے والے کی اہلیت بھی شرط ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہمارے لیے دو مُردار اور دو خون حلال کیے گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص زمین سے ٹڈیاں پکڑتا ہے اور اس میں مری ہوئی ٹڈیاں بھی ہوتی ہیں؟ حضرت علی نے فرمایا ان سب کو کھا لو، ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے، اور ٹڈی خواہ مری ہوئی ہو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، ٹڈی کھانے کی اباحت پر یہ دلیل ہے کہ روایت میں ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے گوشت کھانے کا سوال کیا تو ان کو ٹڈی دی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹڈی کھانے کے بہت شوقین تھے، حتیٰ کہ ایک دن فرمایا: کاش! ہمارے پاس کھانے کے لیے ٹڈیوں کا ایک پیالہ ہوتا![2]

بَابُ ۶۸ إِبَاحَةِ الْأَرْنَبِ

خرگوش کھانے کا جواز

۴۹۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَرْنَا فَاسْتَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهَا فَغَلَبُوا قَالَ فَسَعَيْتُ حَتَّى أَدْرَكْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَيْهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم (ایک جگہ) جا رہے تھے، ہم نے مرالظہران کے مقام پر ایک خرگوش کا پیچھا کیا، لوگ دوڑے اور تھک گئے، پھر میں دوڑا حتیٰ کہ میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ کے پاس لایا انھوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی سرین اور دو رانیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں، میں ان کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو قبول کر لیا۔

۴۹۳۴ - حَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى بِوَرِكِهَا أَوْ فَخِذَيْهَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے اس میں سرین اور رانوں کو "او" (کلمہ شک) کے ساتھ ذکر کیا ہے

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۱ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

خرگوش کھانے کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں :
امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور تمام علماء کے نزدیک خرگوش حلال ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اور ابن ابی لیلیٰ اس کو مکروہ کہتے ہیں، جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے اور دیگر کتب احادیث میں بھی اس قسم کی احادیث ہیں اور اس کی ممانعت میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۶۸۵ إِبَاحَةِ مَا يُسْتَعَانُ بِهِ عَلَى الِاصْطِيَادِ وَالْعَدْوِ وَكَرَاهَةِ الْخَذْفِ!

شکار اور دوڑ میں مدد حاصل کرنے کا جواز اور کنکر پھینکنے کی کراہت

۴۹۳۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ رَأَى عَبْدُ اللهِ ابْنُ الْمُغَفَّلِ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ لَا تَخْذِفْ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ أَوْ قَالَ يَنْهَى عَنِ الْخَذْفِ فَإِنَّهُ لَا يُصْطَادُ بِهِ الصَّيْدُ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ الْعَدُوُّ وَلَكِنَّهُ يَكْسِرُ السِّنَّ وَيَفْقَأُ الْعَيْنَ ثُمَّ رَآهُ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْذِفُ فَقَالَ لَهُ أُخْبِرُكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ أَوْ يَنْهَى عَنِ الْخَذْفِ ثُمَّ أَرَاكَ تَخْذِفُ لَا أُكَلِّمُكَ كَذَا وَكَذَا۔

ابن بریدہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو کنکر پھینکتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کنکر مت پھینکو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے تھے، یا کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنکر پھینکنے سے منع فرماتے تھے، کیونکہ کنکر سے کسی چیز کو شکار نہیں کیا جاتا اور نہ اس سے دشمن ہلاک ہوتا ہے لیکن یہ دانت توڑتا ہے اور آنکھ پھوڑتا ہے، اس واقعہ کے بعد پھر حضرت عبداللہ نے اس شخص کو کنکر پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا میں نے تم کو بتایا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (اس کو) ناپسند کرتے تھے، یا کہا تھا کہ آپ کنکر پھینکنے سے منع فرماتے تھے، پھر میں تم کو کنکر پھینکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، میں تم سے اتنی مدت تک بات نہیں کروں گا۔

۴۹۳۶ - حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا كَهْمَسٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۴۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى

[1] حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا ہے، ابن جعفر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ کنکر نہ دشمن کو ہلاک کرتا ہے نہ شکار مارتا ہے لیکن یہ دانت توڑتا ہے یا آنکھ پھوڑتا ہے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ قَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ فِیْ حَدِیْثِہٖ وَقَالَ اِنَّہٗ لَا یُنْکَأُ الْعَدُوَّ وَلَا یَقْتُلُ الصَّیْدَ وَلٰکِنَّہٗ یَکْسِرُ السِّنَّ وَیَفْقَأُ الْعَیْنَ وَقَالَ ابْنُ مَہْدِیٍّ اِنَّہَا لَا تَنْکَأُ الْعَدُوَّ وَلَمْ یَذْکُرْ تَفْقَأُ الْعَیْنَ۔

اور ابن مہدی نے کہا یہ دشمن کو ہلاک نہیں کرتا اور آنکھ پھوڑنے کا ذکر نہیں کیا۔

۴۹۳۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ اَنَّ قَرِیْبًا لِعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ خَذَفَ قَالَ فَنَہَاہُ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّہَا لَا تَصِیْدُ صَیْدًا وَلَا تَنْکَأُ عَدُوًّا وَلٰکِنَّہَا تَکْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَیْنَ قَالَ فَعَادَ فَقَالَ اُحَدِّثُکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْہُ ثُمَّ تَخْذِفُ لَا اُکَلِّمُکَ اَبَدًا۔

ابن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے کسی رشتہ دار نے کنکر پھینکا، انھوں نے اس کو منع فرمایا اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ کنکر نہ کسی جانور کو شکار کرتا ہے، نہ دشمن کو ہلاک کرتا ہے لیکن یہ دانت توڑتا ہے اور آنکھ پھوڑتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ اس شخص نے دوبارہ کنکر مارا، حضرت عبد اللہ بن مغفل نے فرمایا میں نے تم کو حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اور تم پھر کنکر پھینک رہے ہو! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

۴۹۳۸۔ وَحَدَّثَنَاہُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا الثَّقَفِیُّ عَنْ اَیُّوْبَ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

کنکر مارنے سے ممانعت کی حکمت

اس باب کی احادیث میں کنکر پھینکنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ کنکر مارنے میں کوئی مصلحت نہیں ہے، اور اس کے مفاسد کا خدشہ رہتا ہے، اور ہر وہ چیز جس میں کوئی خیر نہ ہو اور اس کے شر کا خدشہ ہو اس کا یہی حکم ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن کے قتل کرنے میں یا شکار کو پکڑنے میں جس چیز کی ضرورت ہو یا اس میں مصلحت ہو وہ چیز جائز ہے، اس وجہ سے بڑے بڑے پرندوں کا غلیل سے شکار کرنا جائز ہے جب کہ غلیل کی گولی سے پرندہ مرے نہیں اور اس کو بعد میں ذبح کیا جا سکے[1] (اسی طرح بارودی بندوق سے شکار کرنا جائز ہے خواہ شکار مر جائے کیونکہ بندوق کی گولی شکار کو زخمی کرتی ہے اور اس کا خون بہاتی ہے اور یہی ذکاۃ اضطراری ہے، اس پر تفصیلی بحث ہم کر چکے ہیں ـــــ سعیدی غفرلہٗ)

اہل بدعت اور اہل فسق سے قطع تعلق کرنے کا وجوب اور حضرت کعب بن مالک سے متارکہ کی وضاحت۔

جب حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ دار کو حدیث سنا کر کنکر مارنے سے منع کیا اس کے باوجود وہ شخص کنکر مارتا رہا تو حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا، علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اہل بدعت، اہل فسق اور تارکین سنت سے دائماً قطع تعلق کر لینا جائز ہے اور تین دن سے

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

زیادہ قطع تعلق کرنے کی ممانعت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اپنے نفس یا کسی دنیاوی وجہ کی بناء پر قطع تعلق کریں، اور اہل بدعت اور اہل فسق سے دائما تعلق منقطع کرنا چاہیے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرت کعب بن مالک کا واقعہ ہے۔ [1]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو اس کی نظیر بنانا صحیح نہیں ہے، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ طبعی سستی کی بناء پر غزوۂ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے۔ انھوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور منافقین کی طرح جھوٹا عذر نہیں تراشا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عارضی طور پر تادیباً ان سے مقاطعہ اور ان کی توبہ کا معاملہ مؤخر کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور قرآن مجید میں ان کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت و ضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجأ من اللہ الا الیہ ط ثم تاب علیھم لیتوبوا ط ان اللہ ھو التواب الرحیم۔ (توبہ: ۱۱۸/۹)

اور اللہ تعالیٰ نے ان تین (حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم) کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کے معاملہ کو مؤخر کر دیا گیا تھا، حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گی اور خود ان کی جانیں بھی ان پر بوجھ بن گئیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا کہ اللہ (کے عذاب) سے بچنے کے لیے خود اللہ کے (دامن رحمت کے) سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں ہے، تو پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آئیں اور بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ علامہ نووی پر رحم فرمائے بھلا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ مؤخر کرنے کا معاملہ اہل بدعت، اہل فسق اور تارکین سنت سے دائمی مقاطعہ کی نظیر کیسے بن سکتا ہے! البتہ اہل بدعت اور اہل فسق سے دائمی مقاطعہ پر قرآن مجید اور احادیث میں دیگر دلائل ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون۔ (ھود: ۱۱۳/۱۱)

اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں (بھی) جہنم عذاب پہنچے گا، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہو گا پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ ط و اما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸/۶)

اور اے مخاطب! جب تم ہماری آیات میں کج بحثی کرنے والے لوگوں کو دیکھو تو ان سے اعراض کرو۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور کام میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس نہ بیٹھنا۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم فایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخیر زمانہ میں دجال اور کذاب ظاہر ہوں گے وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور رہیں، کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اور امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ خالد بن ابی عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا تعلیم کی:

نخلع ونترک من یکفرک[2]

اے اللہ! جو شخص تیرا انکار کرے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور اس سے الگ ہوتے ہیں۔

علامہ شرنبلالی نے اس دعا کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

ونخلع ونترک من یفجرک[3]

جو شخص تیری ناشکری اور نافرمانی کرے ہم اس کو چھوڑتے ہیں اور اس سے الگ ہوتے ہیں۔

بہرحال قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی نصوص صریحہ سے یہ بات واضح ہے کہ جو شخص علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی معصیت کرے اور اس پر اصرار کرے اس سے قطع تعلق کرنا واجب ہے اور اس سے گھل مل کر رہنا گناہ اور موجب عذاب ہے۔

بَابُ ۶۸۶ الْاَمْرِ بِاِحْسَانِ الذَّبْحِ وَالْقَتْلِ وَتَحْدِیْدِ الشَّفْرِ

چھری تیز کرنے اور احسن طریقہ سے ذبح اور قتل کرنے کا حکم

۴۹۴۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ عُلَیَّۃَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَبِی الْاَشْعَثِ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ ثِنْتَانِ حَفِظْتُھُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ فَلْیُرِحْ ذَبِیْحَتَہٗ۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دو باتیں یاد رکھی ہیں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، سو جب تم کسی کو قتل کرو تو احسن طریقہ سے قتل کرو اور جب تم ذبح کرو تو احسن طریقہ سے ذبح کرو، تم میں سے کسی شخص کو چاہیے کہ وہ چھری تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

۴۹۴۱- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ كُلُّهُمْ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ بِإِسْنَادِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَمَعْنَى حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں ذکر کیں۔

ذکاۃ کی اقسام فقہاء نے ذبح کی دو قسمیں کی ہیں ذکاۃ اضطراری اور ذکاۃ اختیاری، جب مسلمان شخص جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کی قدرت رکھتا ہو اور بسم اللہ پڑھ کر اس کو ذبح کر سکتا ہو تو یہ ذکاۃ اختیار ہے اور اگر وہ اس کے گلے پر چھری پھیر کر ذبح نہ کر سکے تو پھر یہ ذکاۃ اضطرار ہے، مثلاً وہ وحشی جانور ہو اور اس کی گرفت میں نہ آتے یا پالتو جانور ہو لیکن بھاگ گیا ہو مثلاً مرغی درخت پر چڑھ گئی ہو، یا جانور بھاگ جائے اور اس کی گرفت میں نہ آئے یا جانور کنوئیں یا کسی گڑھے میں گر جائے یا جانور کے مرنے کا خطرہ ہو اور بروقت ذبح کا آلہ دستیاب نہ ہو، یہ تمام اضطرار کی صورتیں ہیں، ایسی صورتوں میں کسی بھی دستیاب آلہ سے جانور کے بدن کے کسی حصہ کو زخمی کر کے خون بہا دیا جائے تو وہ جانور حلال ہوگا، البتہ ناخن اور ہڈی سے احتراز ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ذکاۃ اختیاریہ کی تعریف ذکاۃ اختیاریہ کا رکن ذبح اور نحر ہے، یعنی بکری اور گائے کو ذبح کیا جائے اور اونٹ کو نحر کیا جائے جبکہ ذبح اور نحر پر قدرت ہو، ذبح کی تعریف یہ ہے کہ سینہ کے بالائی حصہ اور جبڑوں کے درمیان جو رگیں ہیں ان کو کاٹ دیا جائے، اور نحر کی تعریف یہ ہے کہ آخر حلق کی رگوں کو کاٹ دیا جائے، اور اگر نحر کی جگہ ذبح اور ذبح کی جگہ نحر کر دیا جائے تب بھی جانور حلال ہوگا لیکن یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ سنت یہ ہے کہ اونٹ کو نحر کیا جائے اور باقی جانوروں کو ذبح کیا جائے (بدائع الصنائع) جامع الصغیر میں لکھا ہے کہ جانور کے بالائی حصہ یا درمیانی حصہ یا نچلے حصہ غرض حلق کو کسی جگہ سے بھی کاٹ دیا جائے تو ذبح صحیح ہے۔ [1]

ذکاۃ اضطراریہ کی تعریف ذکاۃ اضطراریہ کا رکن یہ ہے کہ جانور کے بدن کے کسی بھی حصہ کو زخمی کر دیا جائے، ذکاۃ اضطرار شکار میں ہوتی ہے یا اگر اونٹ، گائے یا بکری بھاگ جائے اور انسان اس کے پکڑنے پر قادر نہ ہو، ہر چند کہ یہ پالتو جانور ہیں لیکن اس صورت میں یہ بھی شکار کے حکم میں ہیں، خواہ یہ پالتو جانور شہر میں بھاگیں یا جنگل میں، امام محمد سے اسی طرح مروی ہے، اسی طرح اگر جانور کنوئیں میں گر جائے اور اس کو نکال کر ذبح یا نحر کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس صورت میں بھی اس کی اضطراری ذکاۃ جائز ہے۔

ذکاۃ کی شرائط (۱) ذکاۃ کا فاعل عاقل ہو، اس لیے پاگل اور ناسمجھ بچے کا ذبیحہ جائز نہیں ہے، اور اگر بچہ کو ذبح

[1] علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۲۸۵، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

کرنے کی سمجھ ہے تو پھر اس کا ذبیحہ جائز ہے اسی طرح نشہ میں مبتلا شخص کا ذبیحہ بھی جائز ہے۔

(۲)۔ ذکاۃ کا فاعل مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو، اس لیے مشرک اور مرتد کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ اہل کتاب کا ذبیحہ اس وقت جائز ہے جب مسلمان شخص ذبح کے وقت موجود نہ ہو، یا وہ موجود تو تھا لیکن اس نے کتابی سے کوئی کلمہ نہیں سنا، یا اس سے ذبح کے وقت صرف اللہ کا نام سنا، اور اگر اس نے ذبح کے وقت مسیح کا نام لیا یا اللہ اور مسیح کا نام لیا یا یہ کہا اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں جو تین میں سے ایک ہے تو ان صورتوں میں اس کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔

(۳)۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اور شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا اللہ کا نام لے اگر کسی اور نے اللہ کا نام لیا اور ذابح عمداً چپ کھڑا رہا تو ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر بھول گیا تو پھر جائز ہے۔

(۴)۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بسم اللہ ذبح کے قصد سے پڑھے اگر کام شروع کرنے کے ارادہ سے بسم اللہ پڑھی تو پھر ذبیحہ جائز نہیں ہے۔

(۵)۔ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ اور کوئی نام نہ لیا جائے، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بھی نہ لیا جائے۔

(۶)۔ اللہ کا نام بالخصوص اس کی تعظیم کے لیے لیا جائے اس میں دعا کا ملحوظ نہ ہو مثلاً اللھم اغفرلی نہ کہے۔

(۷)۔ ذکاۃ اختیاریہ میں یہ ضروری ہے کہ ٹھیک ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے اس میں تقدیم تاخیر نہ ہو۔

(۸)۔ ذکاۃ اضطراریہ میں تیر پھینکتے وقت (یا بندوق سے فائر کرتے وقت) یا شکار پر جانور چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھے۔

(۹)۔ جس وقت جانور کو ذبح کیا جائے اس وقت اس میں حیاۃ کا ہونا ضروری ہے۔ کیا ذبح کے بعد خون کا نکلنا بھی ضروری ہے۔ اس میں ہمارے فقہاء سے کوئی روایت نہیں ہے، تاہم دو چیزوں میں سے ایک ضروری ہے یا جانور حرکت کرے یا اس کا خون نکلے ورنہ ذبیحہ جائز نہیں ہے۔ [1]

کتنی رگوں کے کاٹنے پر ذکاۃ کا مدار ہے؟

ذکاۃ میں جن رگوں کو کاٹا جاتا ہے وہ چار رگیں ہیں (۱) حلقوم (یہ سانس کی نالی ہے) (۲) مری (یہ خوراک کی نالی ہے) (۳-۴) ودجان یہ گردن کے دائیں اور بائیں جانب خون کی دو نالیاں ہیں اگر یہ چاروں نالیاں کٹ جائیں تو ذبیحہ بالاتفاق حلال ہے اور اگر اکثر رگیں کٹ جائیں تب بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک حلال ہے، اور امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ حلقوم، مری اور ودجان میں سے کسی ایک رگ کا کٹنا ضروری ہے امام ابوحنیفہ کا قول صحیح ہے کیونکہ اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے، اگر بکری کو گدی کی جانب سے کاٹا جائے اور اس کے مرنے سے پہلے اس کی اکثر رگیں کٹ جائیں تو وہ حلال ہے، اور اگر وہ رگیں کٹنے سے پہلے مر جائے تو حلال نہیں ہے، لیکن یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اور اس فعل سے جانور کو زیادہ اذیت پہنچتی ہے۔ اور حلقوم کی جانب سے ذبح کرنا مستحب ہے اور گدی کی جانب سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور تمام رگوں کا کاٹنا مستحب ہے۔ اور بعض رگوں کا ترک کر دینا مکروہ ہے، ذبح کرتے ہوئے سر الگ نہ کرے اگر کیا تو مکروہ ہے۔ [2]

ذبح فوق العقدہ کی تحقیق

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

جامع صغیر میں لکھا ہے کہ حلق کے درمیان میں، اس کے اوپر اور اس کے نیچے، ہر جگہ ذبح کرنے میں کوئی

---

[1]۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۲۸۴-۲۸۵، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2]۔ 〃 〃 〃 فتاوی ہندیہ ج ۵ ص ۲۸۷، 〃 〃 〃

حرج نہیں ہے اور مبسوط میں ہے کہ سینہ کے بالائی حصہ اور جبڑوں کے درمیان کو کاٹنا ذبح ہے جیسا کہ حدیث میں ہے (الذبح بین اللبۃ واللحیین) نہایہ میں لکھا ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں اختلاف ہے، کیونکہ اگر فوق العقدہ (حلقوم کی گرہ کے اوپر) ذبح کر دیا تو مبسوط کی عبارت کے لحاظ سے ذبح ہو جائے گا کیونکہ یہ سینہ کے بالائی حصہ اور جبڑوں کے درمیان ذبح ہے اور جامع صغیر کی عبارت کے اعتبار سے ذبح نہیں ہوگا کیونکہ جب فوق العقدہ ذبح ہوا تو حلق محل ذبح نہیں بنا، ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس صورت میں ذبح صحیح نہیں ہے، لیکن علامہ رستغفنی نے کہا ہے کہ یہ قول غیر معتبر ہے اور ذبیحہ حلال ہے خواہ حلقوم کی گرہ سر کی جانب رہے یا سینہ کی جانب کیونکہ ہمارے نزدیک اکثر رگوں کا کاٹنا معتبر ہے، اور وہ کٹ گئیں، عنایہ میں لکھا ہے کہ مبسوط کی عبارت حدیث کے مطابق ہے، اور ذخیرہ کی عبارت ظاہر حدیث کے خلاف ہے، علامہ قہستانی نے جامع صغیر کی عبارت کی توجیہ میں لکھا ہے کہ گردن پر بھی حلق کا اطلاق ہوتا ہے، اور علامہ رستغفنی نے ذخیرہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ یا حلقوم کے اوپر سے کاٹ دے اور جب حلقوم کے اوپر سے کاٹے گا تو حلقوم کی گرہ لازماً نیچے رہ جائے گی اور گرہ کاٹنے کا حکم قرآن میں ہے نہ حدیث میں بلکہ حدیث میں یہ ہے کہ ذکاۃ سینہ کے بالائی حصہ اور جبڑوں کے درمیان ہے اور وہ حاصل ہو گئی۔ خصوصاً اس لیے کہ امام اعظم کا قول بھی یہ ہے کہ چار رگوں میں سے تین رگوں کا کاٹنا ضروری ہے، اور جب حلقوم کو بالکل ترک کر دینا جائز ہے تو جب حلقوم کے اوپر سے کاٹا جائے اور گرہ نیچے رہ جائے تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ سے تین رگیں کٹ جاتی ہیں تو ذبیحہ جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ [1]

ذبح کرنیوالے آلے کی اقسام اور ان کے احکام

آلہ ذبح کی دو اقسام ہیں، ایک کاٹنے والا، دوسرا فسخ کرنے والا، کاٹنے والے آلہ کی پھر دو قسمیں ہیں تیز دھار والا آلہ اور کند آلہ جو تیز دھار والا آلہ ہو اس سے بغیر کراہت کے ذبح کرنا جائز ہے، خواہ وہ لوہے کا ہو یا نہ ہو مثلاً کھپچی سے ذبح کرے یا سنگ مرمر سے یا لاٹھی کی ایک طرف سے یا ہڈی سے (ہڈی سے ذبح کرنا حدیث میں ممنوع ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) کند دھار والے آلے سے ذبح کرنا مکروہ ہے، اگر اکھاڑے ہوئے دانت یا ناخن سے ذبح کیا تو حلال ہے لیکن مکروہ ہے، جو دانت اور ناخن جسم کے ساتھ قائم ہوں یہ فسخ کرنے والے آلات ہیں ان کے ساتھ ذبح کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے، اور اگر ذبح کیا تو وہ مردار ہوگا۔ اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا الٹا پیر باندھ کر نحر کرنا چاہیے اور اگر لٹا دیں تو پھر بھی جائز ہے اور افضل کھڑا کرنا ہے، گائے اور بکری کو لٹا کر قبلہ رخ ذبح کریں۔ (جوہرہ نیرہ) لوہے کے تیز دھار والے آلہ سے دن کے وقت ذبح کرنا مستحب ہے، جیسے چھری، تلوار یا اس کی مثل کوئی چیز اگر لوہے کا آلہ نہ ہو یا لوہے کا کند آلہ ہو تو اس سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔ [2]

برقی اور مشینی آلات سے ذبح کرنے کا حکم

مصری علماء سے یہ سوال کیا گیا کہ اکثر ممالک میں آج کل برقی آلہ سے جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، مصری علماء نے جو اس سوال کا جواب لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذبح کی صحت کے لیے حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱) ذبح کرنے کا آلہ تیز اور دھار والا ہو جو خون بہا دے، البتہ ناخن اور ہڈی نہ ہو اور نہ ہی جانور کی موت کا باعث آلہ کا ثقل ہو۔

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۷، ۲۵۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ ہندیہ ج ۵ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

(۲)۔ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو، جمہور ائمہ کے نزدیک بسم اللہ کو عمداً ترک نہ کرنا بھی شرط ہے، البتہ امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں ہے۔

(۳)۔ جمہور ائمہ کے نزدیک سینہ کے بالائی حصہ اور جبڑوں کے درمیان سے کاٹنا شرط ہے، فقہاء احناف کے نزدیک کم از کم تین رگوں کا کاٹنا ضروری ہے۔ فقہاء مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور خون کی دو رگوں کا کاٹنا شرط ہے۔ طعام کی نالی (مری) کا کاٹنا شرط نہیں ہے، اور فقہاء شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک حلقوم اور مری کا کاٹنا شرط ہے۔

چونکہ سائل نے برقی آلہ سے ذبح کرنے کے طریقہ کار کا سوال میں ذکر نہیں کیا اس لیے ہم یہ قاعدہ کلیہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر مدیر الآلہ (مشینی ذبیحہ کا آپریٹر) مسلمان ہو یا اہل کتاب سے ہو اور مشین میں چھری لگی ہو جس سے مذکور الصدر رگیں کٹ جائیں (اس جگہ یہ شرط بھی ہونی چاہیے کہ مدیر الآلہ ہر جانور کے ذبح کے وقت الگ الگ بسم اللہ پڑھے۔ سعیدی غفرلہٗ) تو اس برقی آلہ کو ذابح کے ہاتھ میں چھری کے قائم مقام قرار دیا جائے گا اور یہ ذبیحہ حلال ہوگا، اور جب یہ شرائط پوری نہ ہوں تو ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، اور اگر جانور بجلی کے جھٹکے سے مرجائے یا گلا گھٹنے سے مرجائے یا مذکور الصدر رگوں کے کٹنے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مرجائے تو پھر ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔[1]

فقیہ العصر حضرت مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا:

یہاں ناروے میں جانوروں کو ذبح کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ لوہے کا ایک ہتھوڑا رسّی کے ذریعہ اوپر لٹک رہا ہوتا ہے، جانور کو عین وسط میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اور رسی کھول دی جاتی ہے اور وہ ہتھوڑا اچانک جانور کے سر پر آلگتا ہے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اس کے بعد اس کو حلال کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔

حضرت فقیہ العصر علامہ بصیر پوری اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر وہ جانور بے ہوش ہو جانے کے بعد زندہ رہ جاتا ہو اور زندگی ہی میں اس کو شریعت کے مطابق ذبح کیا جاتا ہو تو اس کا گوشت حلال ہے اور اس کا کھانا بلاشبہ جائز ہے اور اگر وہ ذبح کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو پھر ناجائز ہے۔[2]

ہمارے دوست مفتی محمد رفیق حسنی زید لطفہم دو سال پہلے آسٹریلیا کے شہر ملبورن اس غرض سے گئے تھے کہ وہاں جاکر یہ دیکھیں کہ مشینی ذبیحہ کا کیا طریقہ کار ہے اور آیا مشینی ذبیحہ حلال ہے یا نہیں! انھوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ وہاں کی ایک کمپنی جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے ملکوں میں گوشت بھیجتی ہے اس نے مسلمانوں کے لیے ایک مسلمان ذابح رکھا ہوا ہے اور عیسائیوں کے لیے ایک عیسائی ذابح رکھا ہوا ہے، نیز چھوٹے جانور مثلاً بکرے، دنبہ اور بچھڑے کو ذبح کرنے کا اور بڑے جانوروں مثلاً گائے، بیل اور بھینس کو ذبح کرنے کا الگ الگ طریقہ ہے، چھوٹے جانوروں کا ایک ریوڑ مشین میں اس طرح داخل کیا جاتا ہے کہ اس کا خانہ بتدریج تنگ ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ آخر میں اس خانے کے اندر صرف ایک جانور رہ جاتا ہے وہاں مشینی عمل سے اس کے سر میں ایک سوئے کی ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور وہاں ایک مسلمان شخص کھڑا ہوتا ہے جو اس کے بے ہوش ہوتے ہی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس کے اگلے پر چھری پھیر دیتا ہے، چھری پھیرنے سے باقاعدہ اس کی رگیں کٹتی ہیں اور اس کا خون بہتا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے یہ بھی اطمینان کر لیا کہ وہ جانور اس سوئے کی ضرب سے صرف بے ہوش ہوتا ہے مرتا نہیں ہے، انھوں نے اس بے ہوش شدہ جانور کو

---

[1]۔ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۷ ص ۲۶۱۴ - ۲۶۱۵، ملخصاً، مطبوعہ مصر

[2]۔ مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاوی نوریہ ج ۳ ص ۳۰۹ - ۳۰۸، ملخصاً، مطبوعہ بصیر پور، ۱۹۸۳ء

مشین سے نکلوایا تو وہ تھوڑی دیر بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑے جانوروں کو سوا مار کر بے ہوش نہیں کیا جاتا بلکہ مشینی عمل سے جانور کا صرف سر ایک خانہ میں پھنس کر باہر نکل آتا ہے درآں حالیکہ اس کا سر آسمان کی جانب ہوتا ہے اور مسلمان ذابح اس کے گلے پر طولاً چھری پھیرتا ہے جس سے اس کی مطلوبہ رگیں کٹ جاتی ہیں اور خون بہہ جاتا ہے۔ مفتی صاحب موصوف نے اس طریقہ کار کے جواز کا فتویٰ اس کمپنی کو لکھ کر دے دیا اور ہماری معلومات کے مطابق آج کل تمام دنیا میں مشینی ذبیحہ کا یہی طریقہ کار ہے سو اگر ایسا ہی ہے تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

درآمد شدہ ڈبوں میں بند گوشت کا حکم مصری علماء سے یہ سوال کیا گیا کہ درآمد شدہ گوشت، ڈبوں میں پیک مرغیوں اور پرندوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں انھوں نے یہ لکھا کہ یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ ان جانوروں کو اسلامی طریقہ سے ذبح نہیں کیا جاتا، ان کا طریقہ یہ ہے کہ بھاری لوہے سے جانوروں کے سر پر ضرب لگاتے ہیں یا اس کے سر پر پستول سے گولی مارتے ہیں، یا بجلی کے تار سے جھٹکا لگاتے ہیں، پھر ان جانوروں کو ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیتے ہیں جس سے ان کی کھال وغیرہ اتر جاتی ہے اور یہ جانور منخنقہ (گلا گھونٹ کر مارا گیا) اور موقوذہ (چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا) میں داخل ہیں اور قرآن مجید کی نص قطعی نے منخنقہ اور موقوذہ کو حرام کر دیا ہے۔ [1]

ڈبہ میں بند مرغیوں اور دیگر پرندوں کو اگر اسی طرح ذبح کیا جاتا ہے جس طرح مصری علماء نے بیان کیا ہے تو ان کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اگر ان کو مسلمان شخص بسم اللہ پڑھ کر اسلامی طریقہ سے ذبح کرے تو پھر ان کے جواز میں کوئی کلام نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں اس وقت تک کوئی قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ ان کے ذبیحہ کی پوری تحقیق نہ کر لی جائے۔

۶۸ باب النَّهْيِ عَنْ صَبْرِ الْبَهَائِمِ — جانوروں کو باندھ کر مارنے کی ممانعت

۴۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ زَيْدِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ جَدِّي أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ دَارَ الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ فَإِذَا قَوْمٌ قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا قَالَ فَقَالَ أَنَسٌ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ۔

ہشام بن زید بن انس کہتے ہیں کہ میں اپنے دادا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ حکم بن ایوب کے گھر آیا، وہاں کچھ لوگ ایک مرغی کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

۴۹۴۳ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں بیان کی ہیں۔

---

[1] ۔ الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۱۰ ص ۳۶۰۴، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۴ھ

۴۹۴۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتَّخِذُوا شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی جاندار کو ہدف مت بناؤ۔

۴۹۴۵ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۴۹۴۶ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو كَامِلٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ مَرَّ ابْنُ عُمَرَ بِنَفَرٍ قَدْ نَصَبُوا دَجَاجَةً يَتَرَامَوْنَهَا فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا چند لوگوں پر گذر ہوا جو ایک مرغی کو نصب کر کے تیر اندازی کر رہے تھے جب انھوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا تو ادھر اُدھر ہو گئے، حضرت ابن عمر نے کہا یہ کون کر رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کام کرنے والے پر لعنت کی ہے۔

۴۹۴۷ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ مَرَّ ابْنُ عُمَرَ بِفِتْيَانٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ نَصَبُوا طَيْرًا وَهُمْ يَرْمُونَهُ وَقَدْ جَعَلُوا لِصَاحِبِ الطَّيْرِ كُلَّ خَاطِئَةٍ مِنْ نَبْلِهِمْ فَلَمَّا رَأَوُا ابْنَ عُمَرَ تَفَرَّقُوا فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَنْ فَعَلَ هٰذَا لَعَنَ اللهُ مَنْ فَعَلَ هٰذَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کا قریش کے چند جوانوں پر گذر ہوا جو ایک پرندے کو باندھ کر اس پر تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے اور انھوں نے پرندے والے سے یہ طے کر لیا تھا کہ جس کا تیر نشانہ پر نہیں لگے گا وہ اس کو کچھ دے گا، جب انھوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا تو ادھر اُدھر ہو گئے، حضرت ابن عمر نے فرمایا جو شخص اس طرح کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، جو شخص کسی جاندار کو ہدف بنائے، بلا شبہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

۴۹۴۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْتَلَ شَيْءٌ مِنَ الدَّوَابِّ صَبْرًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی جانور کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

ف : جانور کو باندھ کر تیر اندازی کی مشق کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر لعنت کی ہے، نیز اس میں جان اور مال کو بغیر کسی منفعت کے ضائع کرنا ہے۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاضاحی

قربانی کرنے کے حکم میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

امیر پر اضحیہ (قربانی) کے وجوب میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور فقہاء یہ کہتے ہیں کہ امیر کے حق میں قربانی کرنا سنت ہے، اگر اس نے بلا عذر قربانی کو ترک کر دیا تو گنہ گار نہیں ہوگا، اور نہ اس پر قضا لازم ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت بلال، حضرت ابومسعود البدری، سعید بن مسیب، علقمہ، اسود، عطاء، امام مالک، امام احمد (اسی طرح امام شافعی) امام ابویوسف، اسحٰق، ابوثور، مزنی، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری وغیرہ کا یہی مسلک ہے، اس کے برخلاف ربیعہ، اوزاعی، امام ابوحنیفہ اور لیث نے کہا کہ امیر آدمی (صاحب نصاب) پر قربانی کرنا واجب ہے، لیث مالکیہ کا بھی یہی نظریہ ہے، نخعی نے کہا امیر آدمی پر قربانی واجب ہے البتہ حج کرنے والے امیر پر منیٰ میں قربانی واجب نہیں ہے، اور محمد بن حسن نے کہا کہ شہروں میں رہنے والوں پر قربانی واجب ہے، امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو (یعنی مسافر نہ ہو) اور صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ [1]

قربانی کرنے کے حکم میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اکثر اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ اضحیہ (قربانی کرنا) سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں ہے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت بلال، حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، اسی طرح سوید بن غفلہ، علقمہ، اسود، عطاء، امام شافعی، اسحٰق، ابوثور اور ابن منذر کا بھی یہی مسلک ہے، اس کے برخلاف ربیعہ، امام مالک، ثوری، اوزاعی، لیث اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ واجب ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے" اور مخنف بن سلیم سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اہل بیت پر ہر سال میں قربانی اور عتیرہ ہے (رجب کے پہلے عشرہ میں جس جانور کو ذبح کیا جائے اسے عتیرہ یا رجبیہ کہتے ہیں، تفصیل آگے آئے گی، انشاء اللہ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں ایسی ہیں جو مجھ پر فرض کی گئی ہیں اور تم پر وہ نفل ہیں: وتر، قربانی اور فجر کی دو رکعات (یعنی سنتیں) نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص قربانی کا ارادہ کرے اور عشرہ (ذی الحج) داخل ہو جائے تو وہ اپنے بال کاٹے نہ ناخن تراشے" (اس حدیث میں قربانی کرنے کو ارادہ پر موقوف کیا ہے اور واجب ارادہ پر موقوف نہیں ہوتا، نیز قربانی کے گوشت کو تقسیم کرنا

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واجب نہیں ہے سو یہ عقیقہ کی طرح ہے اور جس حدیث سے فقہاء احناف نے استدلال کیا ہے اس کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو ہم اس کو استحباب کی تاکید پر محمول کرتے ہیں جس طرح آپ نے فرمایا "ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے، نیز آپ نے فرمایا: "جس شخص نے ان دو درختوں (لہسن اور پیاز) سے کھایا وہ ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے" اور امام احمد سے یتیم کے متعلق یہ روایت ہے کہ اگر وہ امیر ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے قربانی کرے" لیکن یہ حکم عید کے دن بطور توسع ہے بطور ایجاب نہیں ہے۔[1]

قربانی کے حکم میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

ابن حبیب نے امام مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ مرد پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنی طرف سے قربانی دے اور اس کی اولاد میں سے جن کا خرچ اس پر واجب ہے (یعنی کم سن اور نابالغ بچے) بیوی کی طرف سے قربانی کرنا اس پر لازم نہیں اور نہ غلام کی طرف سے۔[2]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے، اور امام ابوحنیفہ نے صاحب نصاب کے لیے قربانی کو واجب کہا ہے، مدونہ کی ایک عبارت سے ہمارے نزدیک بھی قربانی کے وجوب کی تخریج کی گئی ہے وہ عبارت یہ ہے: جس شخص کے پاس قربانی ہو اور وہ اس کو مؤخر کر دے حتیٰ کہ ایام نحر گذر جائیں، تو وہ شخص گنہ گار ہوگا، اسی طرح ابن المواز نے لکھا ہے کہ یہ سنت واجبہ ہے، اسی طرح اصحاب مالکیہ میں سے بہت بڑے فقیہ ابن حبیب نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے قربانی کو ترک کیا وہ گنہ گار ہوگا، علامہ ابی مالکی نے مدونہ کی عبارت کی یہ توجیہ کی ہے کہ خرید نے سے اس شخص پر قربانی واجب ہو گئی، اور ابن المواز نے جو سنت واجبہ کہا ہے اس سے مراد سنت مؤکدہ ہے، اور ابن حبیب نے جو کہا ہے کہ قربانی کو ترک کرنے والا گنہ گار ہوگا، تو ہو سکتا ہے کہ یہ اس قول کی بناء پر ہو کہ ترک سنت بھی گناہ ہے اور بظاہر اس عبارت میں وجوب کی تصریح ہے اس کے بعد علامہ وشتانی نے قربانی کے سنت ہونے پر وہی دلائل پیش کیے ہیں جن کو علامہ نووی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کے حکم میں فقہاء مالکیہ کے دو قول ہیں متقدمین مالکیہ قربانی کے وجوب کے قائل ہیں اور متاخرین کے نزدیک قربانی سنت مؤکدہ ہے۔

قربانی کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

مالی عبادات دو قسم کی ہیں ایک بہ طریق تملیک ہے جیسے صدقات اور ایک بہ طریق اتلاف ہے جیسے آزاد کرنا، قربانی میں یہ دونوں قسمیں جمع ہو جاتی ہیں، اس میں جانور کا خون بہا کر تقرب حاصل کیا جاتا ہے، یہ اتلاف ہے، اور اس گوشت کو صدقہ کیا جاتا ہے یہ تملیک ہے۔ ہمارے نزدیک قربانی امیروں پر اور اقامت گزینوں (غیر مسافروں) پر واجب ہے، جامع میں امام ابویوسف سے ایک یہ روایت ہے کہ یہ سنت ہے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تین چیزوں کے ساتھ خاص کیا گیا ہوں اور تمہارے لیے وہ سنت ہیں، قربانی چاشت کی نماز اور وتر، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۴۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۹۴ھ، منتقی ج ۳ ص ۴۸، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

قربانی کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک سال اور دو سال تک قربانی نہیں کرتے تھے ان کو یہ خدشہ تھا کہ مسلسل قربانی کرتے رہنے سے لوگ قربانی کو واجب سمجھ لیں گے، اور حضرت ابو مسعود انصاری نے کہا میرے پاس صبح و شام ہزار بکریاں ہوتی ہیں لیکن میں اس خدشہ سے قربانی نہیں کرتا کہ لوگ قربانی کو واجب سمجھ لیں گے، نیز قربانی مسافر پر واجب نہیں ہے اور مسافر پر جو خون بہانا واجب نہ ہو وہ مقیم پر بھی واجب نہیں ہوتا، اور عبادات مالیہ میں مسافر اور مقیم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوتا، جیسے زکوٰۃ اور صدقہ فطر، کیونکہ مسافر اور مقیم میں مال کی تملیک کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، ان میں فرق بدن کی مشقت کے اعتبار سے ہے، نیز قربانی کرنے والا قربانی کے گوشت کو خود بھی کھا سکتا ہے اور غنی کو بھی کھلا سکتا ہے اگر قربانی واجب ہوتی تو اس سے خود کھانا جائز نہ ہوتا جیسا کہ شکار کی جزاء یا نذر وغیرہ کے صدقہ واجبہ سے خود کھانا جائز نہیں ہے، نیز اس لیے کہ اتلاف کے ساتھ تقرب حاصل کرنا ابتداءً واجب نہیں ہے بلکہ غلام کے سبب سے ہوتا ہے جیسا کہ کفارات میں غلام کو آزاد کرنا واجب ہے، اسی وجہ سے ہم نے نذر کے سبب سے قربانی کو واجب کیا ہے۔

قربانی کو واجب قرار دینے کے سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فصل لربك وانحر۔ "اپنے رب کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے" اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے" اور قربانی نہ کرنے پر وعید کا لاحق کرنا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قربانی واجب ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عید سے پہلے قربانی کی وہ قربانی کو دہرائے اور جس نے قربانی نہیں کی وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے، اس حدیث میں قربانی کا امر کیا ہے اور امر وجوب کے لیے ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ضحوا "قربانی کرو" یہ امر ہے اور آپ نے جو یہ فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے تو اس سنت سے مراد دین میں طریقہ ہے، اور یہ وجوب کی نفی نہیں کرتا، اور وہ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "تم پر قربانی فرض نہیں کی گئی" اس میں مخالفین کی دلیل نہیں ہے کیونکہ ہم قربانی کو فرض نہیں کہتے واجب کہتے ہیں، مکتوب فرض کو کہتے ہیں جس کا انکار کفر ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ پر قربانی فرض تھی، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے جو ایک سال یا دو سال تک قربانی نہیں کی اس کی وجہ ان کا افلاس تھا یا ان کا حال سفر میں ہونا، انھوں نے قربانی اس لیے نہیں کی کہ لوگوں کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ افلاس یا سفر میں بھی قربانی واجب ہوتی ہے اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے قول کی بھی یہی تاویل ہے، نیز یہ ایک ایسی عبادت ہے جس کی طرف ان ایام کی نسبت کی جاتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے یہ یوم الاضحیٰ ہے یعنی قربانی کا دن ہے سو جس طرح جمعہ کی طرف اضافت کی وجہ سے جمعہ کی نماز واجب ہے اسی طرح ان ایام میں قربانی کی اضافت کی وجہ سے قربانی واجب ہے رہا یہ اعتراض کہ اگر قربانی واجب ہے تو پھر قربانی والا قربانی سے کس طرح کھا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے نے یہ قربانی اللہ کے لیے کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود قربانی کے گوشت سے کھانے کی اجازت دی ہے اور فرمایا ہے: فکلوا منها "اس سے کھاؤ" اور نذر ماننے سے جو قربانی واجب ہوتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کی جنس سے ایک واجب شرعی ہے اور وہ قربانی ہے کیونکہ جس عبادت کی جنس سے واجب شرعی نہ ہو اس کی نذر ماننا صحیح نہیں ہے جیسا کہ مریض کی عیادت کرنا۔ [1]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۹، ۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

قربانی کرنے کے اوّل وقت میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے کے بعد قربانی کو ذبح کرنا چاہیے اور اس وقت قربانی کرنا بالاجماع جائز ہے، ابن المنذر نے کہا کہ اس پر اجماع ہے کہ یوم نحر کو طلوع فجر سے پہلے قربانی کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے، اور اس کے بعد میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ، داؤد، ابن منذر اور دوسرے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جب نماز عید اور دو خطبوں کی مقدار کا وقت گذر جائے تو قربانی کرنے کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اور عطاء اور امام ابوحنیفہ نے یہ کہا ہے کہ گاؤں اور دیہات والوں کے حق میں فجر ثانی طلوع ہونے کے بعد قربانی کا وقت داخل ہو جاتا ہے، اور شہر والوں کے حق میں جب تک امام نماز اور خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے قربانی کا وقت داخل نہیں ہوتا، اور اگر کسی نے اس سے پہلے ذبح کر دیا تو قربانی جائز نہیں ہے، اور امام مالک نے یہ کہا کہ جب تک امام نماز اور خطبہ سے فارغ ہو کر خود ذبح نہ کرے اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں ہے، امام احمد نے کہا امام کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے اور اس کی نماز کے بعد جائز ہے خواہ امام نے ذبح نہ کیا ہو، اور ان کے نزدیک اس مسئلہ میں شہر والوں اور دیہات والوں کا حکم برابر ہے، حسن بصری، اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہی مسلک ہے، ثوری نے کہا امام کی نماز کے بعد اور اس کے خطبہ سے پہلے اور خطبہ کے درمیان قربانی کرنا جائز ہے، ربیعہ نے کہا جہاں کوئی امام نہ ہو وہاں طلوعِ شمس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ طلوع شمس سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

قربانی کے آخر وقت کے بارے میں امام شافعی کا قول یہ ہے کہ یوم نحر اور اس کے بعد تین دن تک قربانی کرنا جائز ہے، حضرت علی بن ابیطالب، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم ان کے علاوہ عطاء، حسن بصری، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان بن موسیٰ الاسدی، مکحول، داؤد ظاہری (امام غیر مقلدین) وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔ اور امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد نے یہ کہا ہے کہ قربانی کرنا یوم نحر اور اس کے بعد دو دن تک خاص ہے، حضرت عمر بن الخطاب، حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، سعید بن جبیر نے کہا کہ شہر والوں کو بالخصوص یوم نحر کو قربانی کرنا چاہیے اور دیہات والوں کو ایام نحر اور ایام تشریق میں ذبح کرنا چاہیے۔ اور امام محمد بن سیرین نے کہا یوم نحر کے علاوہ کسی دن بھی کسی کے لیے ذبح کرنا جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ جمیع ذوالحجہ میں قربانی کرنا جائز ہے، ایام ذبح کی راتوں میں قربانی کرنے کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ، امام احمد، اسحاق، ابوثور اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ رات میں قربانی کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ رات کو قربانی کرنا جائز نہیں۔ دوسرا ذبیحہ کا گوشت ہے، امام احمد سے بھی ایک ہی روایت ہے۔ [2]

قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قربانی کا آخری وقت ایام تشریق کا دوسرا دن ہے اور ایام نحر تین دن ہیں، عید اور اس کے بعد دو دن، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابی ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۳، " " ، " "

عنہم کا یہی نظریہ ہے، امام احمد فرماتے ہیں کہ بکثرت صحابہ سے یہ منقول ہے کہ قربانی تین دن ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور ثوری کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت آخر ایام تشریق کی بھی ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے کیونکہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام منی کلھا منحر۔ "تمام ایام منیٰ قربانی کے دن ہیں، نیز ان تمام دنوں میں تکبیریں پڑھی جاتی ہیں اور روزہ نہیں رکھا جاتا۔ پس یہ تمام ایام قربانی کا محل ہیں، ابن سیرین نے کہا قربانی کرنا صرف یوم نحر میں جائز ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جس دن گوشت کو ذخیرہ کرنا جائز نہیں اس دن قربانی کرنا بھی جائز نہیں ہوگا، نیز چوتھے دن رمی کرنا بھی واجب نہیں ہے، لہٰذا اس دن قربانی کرنا بھی جائز نہیں ہے اور انھوں نے جو حدیث روایت کی ہے: "منی کلھا منحر۔" اس میں ایام کا ذکر نہیں اور تکبیر قربانی سے عام ہے اسی طرح روزہ نہ رکھنا بھی قربانی سے عام ہے کیونکہ ایام تشریق کا پہلا دن جو یوم عرفہ ہے وہ بھی تکبیرات اور روزہ رکھنے کا دن ہے حالانکہ اس دن قربانی جائز نہیں ہے۔ [1]

قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قربانی کے آخر وقت میں اختلاف ہے، امام مالک نے کہا کہ تیسرا دن قربانی کا آخری دن ہے، امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: لیذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات۔ ایام جمع کا صیغہ ہے اور جمع کے افراد کم از کم تین ہوتے ہیں لہٰذا یہ تین افراد مراد ہوں گے، کیونکہ یہ محقق ہیں اور زیادتی میں دلیل کی احتیاج ہے، لہٰذا بغیر دلیل کے تین سے زیادہ افراد مراد نہیں لیے جا سکتے۔ [2]

قربانی کے ایام کے متعلق ہم نے "مقالات سعیدی" میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے بحث کی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔

قربانی کرنے کے آخر وقت میں فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

قربانی کا ادا کرنا صرف ایام نحر میں جائز ہے، اور ہمارے نزدیک ایام نحر صرف تین دن ہیں کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایام نحر تین دن ہیں ان میں پہلا دن افضل ہے، اور جب تیسرے دن سورج غروب ہو جائے تو پھر اس کے بعد قربانی جائز نہیں ہے، اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چوتھے دن بھی قربانی جائز ہے، اور یہ ضعیف ہے، کیونکہ یہ قربانی ایام نحر کے ساتھ خاص ہے نہ کہ ایام تشریق کے ساتھ، کیا تم نہیں دیکھتے کہ پہلے دن یعنی دس ذوالحجہ کو قربانی کرنا افضل ہے اور وہ یوم نحر ہے۔ [3]

بَابُ وَقْتِهَا ۶۸۸ قربانی کے وقت کا بیان

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۵۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۹۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۹، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴۹۴۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْاَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوخَيْثَمَةَ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ حَدَّثَنِي جُنْدَبُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ شَهِدْتُّ الْاَضْحٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعُدْ اَنْ صَلّٰى وَفَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ سَلَّمَ فَاِذَا هُوَ يَرٰى لَحْمَ اَضَاحِيَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهٖ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ اُضْحِيَّتَهٗ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ اَوْنُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا اُخْرٰى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ ـ

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، ابھی آپ نے نماز سے فارغ ہو کر سلام نہیں پھیرا تھا کہ آپ نے ذبح شدہ قربانیوں کا گوشت دیکھا، آپ نے فرمایا جس شخص نے اپنی یا ہماری نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

۴۹۵۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوالْاَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ شَهِدْتُّ الْاَضْحٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ بِالنَّاسِ نَظَرَ اِلٰى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ فَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللّٰهِ ـ

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ کے دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ لوگوں کو نماز پڑھا کر فارغ ہوئے، تو آپ نے ذبح کی ہوئی بکری کو دیکھا، آپ نے فرمایا جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی ہے وہ اس کی جگہ دوسری بکری کو ذبح کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔

۴۹۵۱ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوعَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَابْنُ اَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ كَحَدِيثِ اَبِي الْاَحْوَصِ ـ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۹۵۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَسْوَدِ سَمِعَ جُنْدَبًا الْبَجَلِيَّ قَالَ شَهِدْتُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى يَوْمَ اَضْحٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰهِ ـ

حضرت جندب بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا، آپ نے نماز پڑھا کر خطبہ دیا، پھر فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا ہے وہ اس کی جگہ دوسری قربانی ذبح کرے، اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے،

۴۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۴۹۵۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ ضَحّٰى خَالِيْ اَبُوْ بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ شَاةُ لَحْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِيْ جَذَعَةً مِّنَ الْمَعْزِ فَقَالَ ضَحِّ بِهَا وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ ثُمَّ قَالَ مَنْ ضَحّٰى قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَاِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهٗ وَاَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز سے پہلے قربانی کر دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک بکری کا گوشت ہے، حضرت ابو بردہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس بکری کا ایک چھ ماہ کا بچہ ہے، آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کر دو اور تمہارے سوا کسی اور کے لیے اس کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے، پھر آپ نے فرمایا: جس شخص نے نماز سے پہلے ذبح کیا اس نے اپنے نفس کے لیے ذبح کیا ہے اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا اس کی قربانی پوری ہو گئی، اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کو پا لیا۔

۴۹۵۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ اَنَّ خَالَهٗ اَبَا بُرْدَةَ بْنَ نِيَارٍ ذَبَحَ قَبْلَ اَنْ يَّذْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيْهِ مَكْرُوْهٌ وَاِنِّيْ عَجَّلْتُ نَسِيْكَتِيْ لِاُطْعِمَ اَهْلِيْ وَجِيْرَانِيْ وَاَهْلَ دَارِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعِدْ نُسُكًا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عِنْدِيْ عَنَاقَ لَبَنٍ هِيَ خَيْرٌ مِّنْ شَاتَيْ لَحْمٍ فَقَالَ هِيَ خَيْرُ نَسِيْكَتَيْكَ وَلَا تَجْزِيْ جَذَعَةٌ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کر دی، اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس میں (قربانی کے علاوہ) گوشت کی خواہش رکھنا مکروہ ہے، اور میں نے اپنے بچوں، ہمسایوں اور گھر والوں کو کھلانے کے لیے قربانی کو جلدی ذبح کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی قربانی کو دہراؤ! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک کم عمر کی دودھ پیتی بکری ہے جس میں دو بکریوں سے زیادہ گوشت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہاری دونوں قربانیوں میں بہتر ہے اور تمہارے بعد کسی کے لیے بھی ایک سال سے کم کی بکری کی قربانی کرنا کافی نہیں ہو گا۔

۴۹۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ دَاوٗدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ لَا يَذْبَحَنَّ اَحَدٌ حَتّٰى يُصَلِّيَ قَالَ فَقَالَ خَالِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا يَوْمٌ اللَّحْمُ فِيْهِ مَكْرُوْهٌ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم النحر کو خطبہ دیا، اور فرمایا کوئی شخص نماز سے پہلے قربانی نہ کرے، میرے ماموں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ وہ دن ہے جس میں (قربانی کے علاوہ) گوشت کی خواہش کرنا مکروہ ہے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

هُشَيْمٍ۔

۴۹۵۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَوَجَّهَ قِبْلَتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يُصَلِّيَ فَقَالَ خَالِي يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ نَسَكْتُ عَنِ ابْنِي فَقَالَ ذَاكَ شَيْءٌ عَجَّلْتَهُ لِأَهْلِكَ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي شَاةً خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ قَالَ ضَحِّ بِهَا فَإِنَّهَا خَيْرُ نَسِيكَةٍ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہماری طرح قربانی کی وہ نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے، میرے ماموں نے کہا: یارسول اللہ! میں اپنے بیٹے کی طرف سے قربانی کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا تم نے اپنے گھر والوں کے لیے اس کو جلد ذبح کر لیا، انھوں نے کہا میرے پاس ایک بکری ہے جو دو بکریوں سے بہتر ہے! آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کر دو، وہ تمہاری بہتر قربانی ہے۔

۴۹۵۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ الْإِيَامِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا نُصَلِّي ثُمَّ نَرْجِعُ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ وَكَانَ أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ قَدْ ذَبَحَ فَقَالَ عِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کے دن ہم جس کام کو سب سے پہلے کریں گے وہ یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں گے، اس کے بعد ہم قربانی کریں گے سو جس نے اس طرح کیا اس نے ہماری سنت کو پالیا، اور جس نے (پہلے) ذبح کر لیا تو یہ وہ گوشت ہے جس کو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے تیار کیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں ہے، حضرت ابو بردہ بن نیار اس سے پہلے ذبح کر چکے تھے، انھوں نے کہا میرے پاس ایک چھ ماہہ بکری ہے جو ایک سال کی بکری سے بہتر ہے، آپ نے فرمایا تم اس کو ذبح کر دو، اور تمہارے بعد یہ کسی اور کے لیے درست نہیں ہوگا۔

۴۹۵۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ زُبَيْدٍ سَمِعَ الشَّعْبِيَّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل روایت ہے۔

۴۹۶۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا، پھر اس کے بعد اس کی مثل حدیث ہے۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو ہمیں خطبہ میں فرمایا: کوئی شخص نماز پڑھنے سے پہلے قربانی نہ کرے، ایک شخص نے کہا میرے پاس ایک سال سے کم عمر کی بکری ہے، جس میں دو بکریوں سے زیادہ بہتر گوشت ہے، آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کر لو اور تمہارے بعد کسی کے لیے چھ ماہہ بکری کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

۴۹۶۱۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنِ الشَّعْبِيِّ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ نَحْرٍ فَقَالَ لَا يُضَحِّيَنَّ أَحَدٌ حَتَّى يُصَلِّيَ قَالَ رَجُلٌ عِنْدِي عَنَاقُ لَبَنٍ هِيَ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ قَالَ فَضَحِّ بِهَا وَلَا تَجْزِي جَذَعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبردہ نے نماز سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں دوسری قربانی کرو، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے پاس ایک سال سے کم کا بچہ ہے (شعبہ کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے انھوں نے کہا:) وہ ایک سال کی بکری سے بہتر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی جگہ اس کو ذبح کر دو، اور تمہارے بعد یہ کسی اور سے کفایت نہیں کرے گا۔

۴۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْدِلْهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ قَالَ شُعْبَةُ وَأَظُنُّهُ قَالَ وَهِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں راوی کا یہ شک مذکور نہیں ہے کہ یہ ایک سالہ بکری سے بہتر ہے۔

۴۹۶۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّكَّ فِي قَوْلِهِ هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو فرمایا: جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کر لی وہ اس کو دہرائے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ اس دن میں گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور اس نے اپنے پڑوسی کی حاجت کا ذکر کیا، گویا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی، اس نے کہا میرے پاس ایک سال سے کم عمر کی بکری ہے اس میں دو بکریوں سے زیادہ پسندیدہ گوشت ہے، کیا

۴۹۶۴۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هٰذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ هَنَةً مِنْ جِيرَانِهِ كَأَنَّ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَّقَهُ قَالَ وَعِنْدِيْ جَذَعَةٌ هِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتَيْ لَحْمٍ أَفَأَذْبَحُهَا قَالَ فَرَخَّصَ لَهُ فَقَالَ لَا أَدْرِيْ أَبَلَغَتْ رُخْصَتُهُ مَنْ سِوَاهُ أَمْ لَا قَالَ وَانْكَفَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى كَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا فَقَامَ النَّاسُ إِلَى غُنَيْمَةٍ فَتَوَزَّعُوْهَا أَوْ قَالَ فَتَجَزَّعُوْهَا۔

میں اس کو ذبح کر لوں؟ آپ نے اس کو اجازت دے دی، راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ یہ اجازت ان کے ماسوا کو شامل ہے یا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی جانب متوجہ ہوئے اور ان کو ذبح کیا، پھر لوگ ایک بکری کی طرف گئے اور اس کا گوشت تقسیم کیا۔

۴۹۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ وَهِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيْدَ ذَبْحًا ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر آپ نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے قربانی کی وہ اس کو دہرائے، اس کے بعد ابن علیہ کی مثل حدیث ہے۔

۴۹۶۶۔ وَحَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ وَرْدَانَ) حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أَضْحًى قَالَ فَوَجَدَ رِيْحَ لَحْمٍ فَنَهَاهُمْ أَنْ يَذْبَحُوْا قَالَ مَنْ كَانَ ضَحَّى فَلْيُعِدْ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عید اضحیٰ کے دن خطبہ دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گوشت کی بُو آئی، آپ نے ان کو ذبح کرنے سے منع کیا، اور فرمایا جو شخص قربانی کر چکا ہے وہ دہرائے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

قربانی کا وجوب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصوصی اختیارات

حدیث نمبر ۴۹۵۵ میں ہے: یہ وہ دن ہے جس میں گوشت مکروہ ہے، یعنی ذبح کو ترک کرنا اور گھر والوں کو بغیر گوشت کے چھوڑنا حتیٰ کہ وہ گوشت کی خواہش کریں، یہ کام مکروہ ہے، اس کا دوسرا معنی ہے جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کو گوشت کی خاطر ذبح کرنا مکروہ ہے اور ایک معنی ہے اس دن میں گوشت کو طلب کرنا مکروہ ہے۔

اس باب کی احادیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ عید کے دن نماز کے بعد خطبہ پڑھنا مشروع ہے، اور یہ کہ یوم نحر کھانے پینے کا دن ہے لیکن عید کی نماز سے پہلے کچھ کھانا خلاف مستحب ہے۔ لیکن اس سے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے ذبح کرنے پر حضرت براء کی تحسین کی، نہ مذمت کی۔ البتہ ان کو یہ بتلایا کہ عید کے دن طریقہ یہ ہے کہ نماز کے بعد ذبح کیا جائے اور ان کو اس لیے معذور قرار دیا کہ انھوں نے اپنے پڑوسیوں کے فقر اور فاقہ کی وجہ سے انھیں کھلانے کے لیے پہلے ذبح کیا تھا۔ اس حدیث میں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی تلقین ہے۔ اس باب کی احادیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو ایک سال سے کم عمر کی بکری ذبح کرنے کی اجازت دی اور یہ اجازت ان کے ساتھ مخصوص

تھی اور کسی شخص کے لیے ایک سال سے کم عمر کی بکری کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ اس باب کی احادیث میں امام ابوحنیفہ کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ قربانی واجب ہے، کیونکہ جن لوگوں نے عید سے پہلے قربانی کرلی ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قربانی کرنے کا حکم دیا اگر قربانی واجب نہ ہوتی، تو آپ قربانی کو دہرانے کا حکم نہ دیتے۔

بَابُ ۶۸۹ سِنِّ الْأُضْحِيَّةِ

قربانی کے جانوروں کی عمریں

۴۹۶۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف مسنہ (ایک سال کی بکری)، دو سال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ) کی قربانی کرو، ہاں اگر تم کو دشوار ہو تو بھیڑ سات ماہ کا دنبہ یا مینڈھا ذبح کر دو۔

۴۹۶۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ بِالْمَدِينَةِ فَتَقَدَّمَ رِجَالٌ فَنَحَرُوا وَظَنُّوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَحَرَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ نَحَرَ قَبْلَهُ أَنْ يُعِيدَ بِنَحْرٍ آخَرَ وَلَا يَنْحَرُوا حَتَّى يَنْحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کو مدینہ میں ہمیں نماز پڑھائی کچھ لوگوں نے جلدی سے (نماز سے پہلے) نحر کر لیا اور یہ گمان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی نحر کر لیا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے آپ سے پہلے نحر کیا ہے وہ دوبارہ نحر کرے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قربانی سے پہلے کوئی قربانی نہ کرے۔

۴۹۶۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى أَصْحَابِهِ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَحِّ بِهِ أَنْتَ قَالَ قُتَيْبَةُ عَلَى صَحَابَتِهِ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ بکریاں عطا کیں تاکہ وہ ان کو صحابہ میں قربانی کے لیے تقسیم کر دیں، آخر میں بکری کا ایک سالہ بچہ رہ گیا، انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کی تم قربانی کر دو، قتیبہ کی روایت میں ہے: علی صحابتہ۔

۴۹۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ هِشَامِ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ عَنْ عُقْبَةَ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قربانی کے جانور تقسیم کیے مجھے ایک، ایک سال سے کم عمر کا بچہ ملا، میں نے عرض کیا:

بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِينَا ضَحَايَا فَأَصَابَنِي جَذَعٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ أَصَابَنِي جَذَعٌ فَقَالَ ضَحِّ بِهِ۔

یارسول اللہ مجھے تو ایک ایک سال سے کم عمر کا بچہ ملا ہے، آپ نے فرمایا تم اس کی قربانی کر دو۔

۴۹۷۱- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ) أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ (وَهُوَ ابْنُ سَلَّامٍ) حَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي بَعْجَةُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَسَمَ ضَحَايَا بَيْنَ أَصْحَابِهِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں قربانی کے جانور تقسیم کیے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

قربانی کے جانوروں کی قسموں اور عمروں کا بیان

حدیث نمبر ۴۹۶۷ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: صرف مسنہ کی قربانی کرو، ہاں اگر تم کو دشوار ہو تو چھ سات ماہ کا دنبہ یا مینڈھا ذبح کرو؛ قاضی خاں اور جندی لکھتے ہیں:

چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز ہے: دنبہ کی، بکرے کی، گائے اور اونٹ کی، اسی طرح بھینس کی قربانی بھی جائز ہے کیونکہ وہ پالتو گائے کی قسم میں سے ہے، اور وحشی گائے کی قربانی جائز نہیں ہے۔

ثنی (جس جانور کے سامنے کے دانت گر گئے ہوں) کے علاوہ کسی اونٹ گائے یا بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے، اونٹ پانچ سال کی عمر میں ثنی ہوتا ہے، یعنی جب پورے پانچ سال کا ہو کر چھٹے میں لگ جائے اور گائے اس وقت ثنی ہوتی ہے جب اس کے دو سال پورے ہو جائیں، اور بکرا اس وقت ثنی ہوتا ہے جب اس کا ایک سال پورا ہو جائے اور وہ دوسرے سال میں لگ جائے، اور ضأن (دنبہ یا مینڈھا) اگر چھ سات ماہ کا ہو لیکن دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے اور ضأن کے سوا اور کسی جانور میں یہ رعایت نہیں ہے۔ [1]

ضأن کا لفظ دنبہ اور مینڈھے دونوں کو عام ہے یا دنبہ کے ساتھ خاص ہے

صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث میں ضأن کا لفظ ہے، از روئے لغت ضأن بکرے کے بالمقابل وہ جانور ہے جس کے جسم پر اون ہو خواہ اس کے چکتی ہو یا نہ ہو (چکتی والے جانور کو دنبہ اور بغیر چکتی والے جانور کو مینڈھا کہتے ہیں) اور چونکہ الفاظ کو ان کے معانی لغویہ اور معانی متبادرہ پر محمول کیا جاتا ہے اس لیے ضأن سے مراد یہاں اون والا جانور ہے عام ازیں کہ وہ مینڈھا ہو یا دنبہ، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء نے بھی یہاں ضأن کا لفظ استعمال کیا ہے اور ضأن کے لیے کسی نئی فقہی اصطلاح کا ذکر نہیں کیا جس سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک ضأن کا وہی لغوی اور معروف معنی مراد ہے۔ اکثر فقہاء احناف نے بھی ضأن کا لفظ مطلقاً ذکر کیا ہے، البتہ بعض متاخرین فقہاء احناف نے قربانی

[1] ۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی (قاضی خان) متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خاں علی ہامش الہندیہ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

کی بحث میں ضأن کی تفسیر "مالہ الیۃ" یعنی چکتی والے جانور کے ساتھ کی ہے لیکن چونکہ انھوں نے اس تفسیر کی کوئی عقلی یا نقلی وجہ بیان نہیں کی اس لیے ہمارے نزدیک یہ تفسیر صحیح نہیں ہے، نیز بلاوجہ دین میں تنگی پیدا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب شریعت نے ایک سال سے کم عمر کے لیکن ایک سال کے لگنے والے ضأن کے لیے عام رخصت دی ہے اور زبان رسالت نے اس کو مالہ الیۃ (چکتی) کے ساتھ مقید نہیں کیا تو پھر بلا دلیل اس کو محض اپنی رائے سے چکتی والے جانور کے ساتھ مقید کرکے شریعت کی دی ہوئی عام رخصت کو محدود کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس کی کب وسعت اور گنجائش ہے؟ اگر اہل عرب سے یہ شہادت منقول ہوتی کہ چکتی والے جانور کو ضأن کہتے ہیں یا قربانی کے موقع پر ضأن اسی جانور کو کہا جاتا جس کی چکتی ہوتی ہے تو اس قید کی کوئی گنجائش تھی، لیکن جب لغت میں اس قید پر کوئی قرینہ ہے نہ کسی حدیث میں اس کی تخصیص ہے نہ اس پر فقہاء کا اجماع ہے تو پھر محض بعض متاخرین فقہاء احناف کے کہہ دینے سے شریعت کی دی ہوئی اس عام رخصت کو کیسے محدود کیا جا سکتا ہے؟ نیز حدیث میں چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ اون والا جانور بکرے کی بہ نسبت زیادہ جسیم ہوتا ہے اور اس کی نشو ونما نسبتہً زیادہ سرعت کے ساتھ ہوتی ہے، اس لیے چھ سات ماہ کا ضأن اگر زیادہ فربہ ہو اور سال کا لگتا ہو تو اس کی قربانی کی اجازت دی گئی ہے اور یہ وجہ جس طرح دنبہ میں پائی جاتی ہے اسی طرح مینڈھے میں بھی پائی جاتی ہے، کیونکہ مینڈھے اور دنبہ دونوں کی نشو ونما بکرے کی بہ نسبت زیادہ سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ دونوں بکرے سے فربہ ہوتے ہیں، سو اس وجہ سے بھی ضأن کی دنبہ کے ساتھ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں پہلے ہم ضأن کے معنی میں بعض متاخرین فقہاء کی آراء کا ذکر کریں گے، اس کے بعد مستند کتب لغت سے ضأن کا معنی بیان کریں گے اور مذاہب اربعہ کے حوالہ سے بیان کریں گے کہ انھوں نے یہ مسئلہ ذکر کرتے ہوئے ضأن کی کوئی نئی تفسیر نہیں کی، اور اخیر میں ضأن کے عموم کی وضاحت کرنے کے لیے بعض قرائن پیش کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

ضأن کو دنبہ کے ساتھ خاص کرنے کے متعلق بعض متاخرین فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

(من الضان) هو مالہ الیۃ منح قید به لانه لایجوز الجذع من المعز وغیرہ بلاخلاف کما فی المبسوط فهستانی [1]

ضأن وہ جانور ہے جس کی چکتی ہو (منح) یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ چھ سات ماہ کے بکرے وغیرہ کی قربانی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے، جیسا کہ مبسوط میں ہے (قہستانی)۔

علامہ طحطاوی کی بھی یہی عبارت ہے۔ [2]

صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود حنفی لکھتے ہیں:

وصح الجذع من الضان ۔ والضأن ما تکون له الیۃ۔ [3]

چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی جائز ہے ——— اور ضأن وہ ہے جس کی چکتی ہو۔

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۱، مطبوعہ مطبوعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۴ ص ۶۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ

[3] ۔ صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعۃ ——— ۷۴۷ھ، شرح وقایہ ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۲۷ھ

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مجھ پر یہ منکشف نہیں ہوا کہ مینڈھا ضأن کی جنس سے ہے یا بکرے کی جنس سے ہے، ضأن میں جب چکتی کی قید لگائی گئی تو اس سے مینڈھا خارج ہو گیا کیونکہ مینڈھے کی چکتی نہیں ہوتی، اور ایک قول یہ ہے کہ ضأن اون والا جانور ہے اب اس میں مینڈھا داخل ہو گیا، اور اب تک مجھ پر یہ ظاہر نہیں ہوا کہ مینڈھا بکرے میں داخل ہے یا ضأن میں ہے، میں نے ایک بار علماء کی جماعت سے یہ سوال کیا تو کسی شخص نے اس کا شافی جواب نہیں دیا، اس لیے ہم نے اس کو احتیاطاً بکرے کے ساتھ لاحق کر دیا[1]۔ (عمدۃ الرعایۃ)۔

ملا خسرو حنفی لکھتے ہیں:

صح للتضحیۃ الجذع من الضأن ۔ والضأن مایکون لہ الیۃ [2]

چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی جائز ہے، اور ضأن وہ جانور ہے جس کی چکتی ہو۔

مولوی الیاس لکھتے ہیں:

وصح الجذع من الضأن ۔ وھو مایکون لہ الیۃ [3]

چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی جائز ہے اور ضأن وہ جانور ہے جس کی چکتی ہو۔

بسیار تتبع کے بعد متاخرین فقہاء احناف میں سے صدر الشریعۃ، علامہ طحطاوی، علامہ شامی، ملا خسرو اور مولوی الیاس صرف ان پانچ علماء کی تصریحات ملی ہیں جنھوں نے ضأن کی تعریف میں چکتی کی قید لگائی ہے۔ اب ہم کتب لغت سے ضأن کا معنی بیان کرتے ہیں۔

کتب لغت کے حوالوں سے ضأن کے معنی کا بیان

ضأن وہ ہے جو بکرے کا مغائر ہو اور اس کی جمع ضأن ہے، بکرے کا خلاف دنبہ اور مینڈھے دونوں کو شامل ہے۔ [4]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ضوائن ذات صوف ۔ الضوائن جمع ضائنۃ وھی الشاۃ من الغنم خلاف المعز۔ [5]

ضوائن اون والے جانور، ضائنۃ کی جمع ضوائن ہے یہ بکرے کا مغائر ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

ضأن ۔ الضائن من الغنم ذو الصوف، ویوصف بہ فیقال کبش ضائن، والانثی ضائنۃ والضائن خلاف الماعز والجمع الضأن، [6]

ضأن بکری کی جنس سے اون والا جانور ہے، مینڈھے کی صفت میں ضائن کہا جاتا ہے، ضأن بکرے کا مغائر ہے اس کی جمع ضأن ہے۔

---

[1] ۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، عمدۃ الرعایہ برشرح وقایہ ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[3] ۔ مولوی الیاس، حاشیہ مولوی الیاس برشرح نقایہ ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید کمپنی، کراچی، ۱۹۰۸ء

[4] ۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۶ ص ۲۱۵۳، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[5] ۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۶۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[6] ۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۳ ص ۲۵۱، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الضائن خلاف الماعز ضوائن ذات صوف۔[1] ضائن بکرے کا مغائر ایک جانور یہ اون والے جانور ہیں۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں:

الضأن ذوات الصوف من الغنم۔[2] بکریوں کی جنس سے اون والے جانوروں کو ضأن کہتے ہیں۔

حیاۃ الحیوان اس موضوع کے فن کی کتاب ہے، اور اس کے مصنف علامہ دمیری نے تصریح کی ہے کہ ضأن اون والے جانوروں کو کہتے ہیں اور یہ معنی مینڈھے اور دنبہ کو عام ہے۔

قرآن مجید میں ضأن کے لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے؟

قرآن مجید میں بھی ضأن کا لفظ مذکور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ثمانیۃ ازواج من الضأن اثنین ومن المعز اثنین۔(انعام: ۱۴۳/۶)

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
آٹھ نر اور مادہ، ایک جوڑ بھیڑ کا اور ایک بکری کا۔
علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
اللہ نے پیدا کیے آٹھ جوڑے، بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو۔
پیر محمد کرم شاہ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:
(پیدا فرمائے) آٹھ جوڑے۔ بھیڑ سے دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو نر و مادہ
شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:
آٹھ نر و مادہ، یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم۔
سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:
یہ آٹھ نر و مادہ ہیں، دو بھیڑ کی قسم سے اور دو بکری کی قسم سے۔
ان تمام مترجمین نے ضأن کا ترجمہ بھیڑ کیا ہے اور اردو میں بھیڑ اون والے جانور کو کہتے ہیں جو مینڈھے اور دنبہ دونوں کو عام ہے۔
سید احمد دہلوی لکھتے ہیں:
بھیڑ: اسم مونث، مادہ میش، گاڈر، بھیڑی، ایک قسم کی بکری جس کے بالوں سے کمبل وغیرہ بنتے ہیں۔[3]
نشتر جالندھری لکھتے ہیں:

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۶۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[2] علامہ محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ، حیاۃ الحیوان الکبریٰ ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ
[3] مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ ج ۱ ص ۴۵۰، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم،

بھیڑ، مونث، ایک قسم کا چوپایہ جس کے بالوں سے کمل بنائے جاتے ہیں۔ [1]

اردو مترجمین نے ضأن کا معنی بھیڑ کر کے یہ واضح کر دیا کہ قرآن مجید میں ضأن کا لفظ مینڈھے اور دنبے دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے، نیز ضأن کو معز کے مقابلہ میں استعمال کرنا بھی اسی مفہوم پر قرینہ ہے۔

مذاہب اربعہ کے مفسرین کی ضأن کے معنی کی تحقیق

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

والضأن ذات الصوف من الغنم [2]

بکریوں کی جنس سے اون والے جانور کو ضأن کہتے ہیں۔

علامہ علاؤ الدین خازن شافعی لکھتے ہیں:

والضأن ذات الصوف من الغنم [3]

بکریوں کی جنس سے اون والے جانور کو ضأن کہتے ہیں۔

قاضی محمد ثناء اللہ حنفی لکھتے ہیں:

اسم جنس وهي ذات صوف من الغنم [4]

یہ اسم جنس ہے اور بکریوں کی قسم میں سے اون والا جانور ہے

قاضی ابوالفرج ابن الجوزی حنبلی لکھتے ہیں:

الضأن ذات الصوف من الغنم [5]

بکریوں کی جنس سے اون والے جانور کو کہتے ہیں۔

مذاہب اربعہ کے فقہا کے نزدیک ضأن کے معنی کی تحقیق

لغت عرب، لغت حدیث، ترجمہ قرآن اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تفسیر سے یہ واضح ہو گیا کہ ضأن کا معنی بکریوں کی جنس سے اون والا جانور ہے، مذاہب اربعہ کے فقہاء نے بھی قربانی کا یہ مسئلہ ذکر کیا ہے کہ ضأن اگر چھ سات ماہ کا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور انھوں نے ضأن کے معنی کو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ضأن کا یہی متعارف لغوی معنی مراد ہے۔

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

تسن بجذع ضأن [6]

چھ سات ماہ کے ضأن کے ساتھ قربانی مسنون ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ولا يجزئ من الضأن الا الجذع او الجذعة [7]

ضأن میں سے چھ سات ماہ سے کم عمر کی قربانی نہیں ہو سکتی۔

---

[1] نشتر جالندھری، قاموس اللغات ص ۲۳۷، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۱۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو قم ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ پشاور

[4] قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۹۷، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[5] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۳ ص ۱۴۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت

[6] علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی م ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[7] علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۱۹۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ولا یجزئ الا الجذع من الضأن والثنی من غیرہ۔[1]

صرف ضأن کی جنس سے چھ یا سات ماہ کے جانور کی قربانی جائز ہے اور باقی اجناس سے ثنی (جس کے سامنے کے دانت گر گئے ہوں) ضروری ہے۔

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

فاما الجذع من الضان یجزی (الی قولہ) ولا خلاف ان الجذع من المعز لا یجوز وانما ذلک من الضان خاصۃ۔[2]

چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی ہوسکتی ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ چھ سات ماہ کے بکرے کی قربانی نہیں ہوسکتی یہ حکم صرف ضأن کے ساتھ خاص ہے۔

علامہ سرخسی کا ضأن کو بکرے کے بالمقابل ذکر کرنا بھی اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہاں ضأن کا حقیقی معنی مراد ہے۔

علامہ کاسانی حنفی لکھتے ہیں:

الا الجذع من الضان خاصۃ لقولہ علیہ السلام نعمت الاضحیۃ الجذع من الضأن۔[3]

صرف چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی ہوسکتی ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: چھ سات ماہ کے ضأن کی قربانی کیا خوب ہے۔!

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

الا الضأن فان الجزع منہ یجزئ۔[4]

صرف ضأن چھ سات ماہ کا ہو تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے۔

تمام فقہاء احناف نے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے اور چار پانچ علماء احناف کو چھوڑ کر اور کسی نے ضأن کی کوئی نئی تفسیر ذکر نہیں کی اور نہ اس کے عام مفہوم کو مقید کرنے کے لیے کسی اختراعی قید کا اضافہ کیا ہے اس سے واضح ہوا کہ ان چار پانچ متاخر علماء کے علاوہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء اور فقہاء کے نزدیک قربانی کے اس مسئلہ میں ضأن کا لغوی معنی اور متعارف معنی ہی مراد ہے، یعنی بھیڑ یا بکریوں کی جنس سے اون والے جانور خواہ مینڈھے ہوں یا دنبے۔

بعض متاخرین فقہاء احناف سے ضأن کے معنی کی وضاحت

ضأن کا لغوی معنی ہے "بکریوں کی جنس سے اون والے جانور" اور ہر چند کہ لغوی اور حقیقی معنی پر کسی قرینہ کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن ہم مزید وضاحت کے لیے اس مسئلہ میں بعض علماء احناف کی تصریحات پیش کر رہے ہیں:

ملا علی قاری حنفی صحیح مسلم کی حدیث مذکور (فتذبحوا جذعۃ من الضان) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۴۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱۲ ص ۱۰، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۵ ص ۷۰، مطبوعہ ایچ، ایم، سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۴۹ مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

خلاف المعز من الغنم وهو ما یکون قبل السنة۔[1] — ایک سال سے کم عمر کا عام بکروں سے مختلف بکریوں کی جنس سے ایک جانور۔

اور یہ تعریف مینڈھے اور دنبہ دونوں پر صادق آتی ہے، اسی طرح علامہ ابوسعود حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

والضأن خلاف المعز[2] — ضأن بکرے کا مغائر ہے۔

اور علامہ شامی، علامہ طحطاوی اور صاحب شرح وقایہ کے مقابلہ میں ملا علی قاری اور علامہ ابوسعود کی توضیحات زیادہ اہم ہیں۔

ضأن کے معنی کی بحث میں حرف آخر

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ "اگر بعض ائمہ سے ایسی قید منقول ہو جو متقدمین نے نہ لگائی ہو تو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے" اللہ جانے اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

بہرحال ضأن کی تعریف میں چکتی کی قید "بعض ائمہ" نے نہیں لگائی، کیونکہ صاحب شرح وقایہ، علامہ طحطاوی اور علامہ شامی ائمہ نہیں ہیں بلکہ خود علامہ شامی کی مہیا کردہ تفصیل کے مطابق چھٹے درجہ کے علماء ہیں اور چھٹے درجہ کے بعض علماء کا یہ حق نہیں ہے کہ قرآن، حدیث، اجماع فقہاء، مذاہب اربعہ، لغت اور علم الحیوانات کی تصریحات کے خلاف کسی لفظ کے متعارف معنی میں اپنی طرف سے کسی اختراعی قید کا اضافہ کریں اور شریعت نے مسلمانوں کے عمل کے لیے جو رخصت فراہم کی ہے اس کو محدود اور تنگ کر دیں۔

زیر بحث مسئلہ میں طالب علمی کے زمانہ سے سن رہا تھا، اور بعض علماء کو اس مسئلہ میں میں نے بہت سخت موقف اختیار کرتے ہوئے دیکھا، ظاہر ہے ان علماء کا اس مسئلہ میں شدت کو اختیار کرنا محض للّٰہیت کی بناء پر تھا، لیکن ان علماء کی نظر سے وہ تمام حقائق اوجھل رہے جن کو میں نے اس بحث میں پیش کیا ہے۔ میں نے اس مسئلہ میں بھی بہت تفصیل کی ہے اور زبان رسالت سے مسلمانوں کے عمل کے لیے جو "یسر" فراہم ہوا تھا اس کو قائم رکھنے کی بھرپور سعی کی ہے، میری یہ تمام سعی اللہ اور اس کے رسول کی منشاء پوری کرنے اور اس کی رضا جوئی کے لیے ہے، اگر میری رائے صائب اور فکر برحق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کے رسول کا فیض ہے اور اگر میرا یہ نظریہ غلط ہے تو یہ میری فہم کا قصور اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ ۶۹ اِسْتِحْبَابِ الضَّحِيَّةِ وَذَبْحِهَا مُبَاشَرَةً بِلَا تَوْكِيلٍ وَالتَّسْمِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ

بسم اللہ اور تکبیر پڑھ کر اپنے ہاتھ سے قربانی کا استحباب

۴۹۷۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو گندمی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی اپنے ہاتھ سے قربانی کی، آپ نے بسم اللہ پڑھی اور اللہ اکبر کہا اور اپنا قدم مبارک ان کے ایک پہلو پر رکھا۔

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوالسعود محمد بن عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیۃ ابی السعود علی شرح الکنز لملا مسکین ج ۳ ص ۳۸۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر ۱۲۸۷ھ

۴۹۷۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ قَالَ وَرَأَيْتُهُ يَذْبَحُهُمَا بِيَدِهِ وَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا قَالَ وَسَمَّى وَكَبَّرَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو گندمی رنگ کے سینگ والے مینڈھوں کی قربانی کی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، ان کے پہلوؤں پر اپنا قدم مبارک رکھا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہا،

۴۹۷۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ ضَحَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ قَالَ قُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ نَعَمْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی اس کے بعد اس کی مثل حدیث ہے، میں نے راوی سے کہا کیا تم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں!

۴۹۷۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَيَقُولُ بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی البتہ انھوں نے یہ کہا کہ آپ فرماتے تھے: بسم اللہ، اللہ اکبر۔

۴۹۷۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ حَيْوَةُ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ فَقَالَ لَهَا يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحَّى بِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگوں والا مینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے ہاتھ پیر اور آنکھیں سیاہ ہوں سو قربانی کرنے کے لیے ایسا مینڈھا لایا گیا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! چھری لاؤ، پھر فرمایا: اس کو پتھر سے تیز کرو، میں نے اس کو تیز کیا، پھر آپ نے چھری لی، مینڈھے کو پکڑا، اس کو لٹایا اور ذبح کرنے لگے، پھر فرمایا: اللہ کے نام سے، اے اللہ! محمد، آل محمد اور امت محمد کی طرف سے اس کو قبول فرما، پھر اس کی قربانی کی۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا مستحب ہے، کیونکہ یہ وہ خون ہے جو اللہ کی راہ میں بہایا جاتا ہے، لہٰذا اپنے ہاتھ سے یہ خون بہانا مستحب ہے، اور اگر کوئی شخص دوسرے شخص کو ذبح کرنے کی اجازت دے دے تو یہ بھی جائز ہے، اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گندمی اور سیاہ رنگ کے مینڈھوں کو ذبح کیا۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے قربانی کے فضائل کا ذکر کریں گے اس کے بعد قربانی کے جانوروں کا جن عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے اس کو بیان کریں گے اور آخر میں قربانی کے ضروری مسائل بیان کریں گے۔

قربانی کرنے پر اجر وثواب کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما عمل آدمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم انہ لیاتی یوم القیامۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع من الارض فطیبوا بھا نفسا۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم الاضحی کو کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، اپنے بالوں اور اپنے کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے پس تم خوشی سے قربانی کرو۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

حافظ نور الدین الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ قومی الی اضحیتک فاشھدیھا فان لک بکل قطرۃ تقطر من دمھا ان یغفر لک ما سلف من ذنوبک قالت یا رسول اللہ! النا خاصۃ اھل البیت اولنا وللمسلمین قال بل لنا و للمسلمین۔ رواہ البزار۔ [3]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ کھڑی ہو، اپنی قربانی پر حاضر ہو کیونکہ قربانی کے ہر خون کے قطرہ کے بدلہ میں تمہارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا، حضرت فاطمہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ اجر ہم اہل بیت کے لیے خاص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

وعن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایھا الناس ضحوا واحتسبوا بدمائھا فان الدم وان وقع فی الارض فانہ یقع فی حرز اللہ عزوجل۔ رواہ الطبرانی۔ [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! قربانی کرو اور قربانی کے خون میں ثواب کی نیت کرو! کیونکہ قربانی کا خون ہر چند کہ زمین پر گرتا ہے لیکن وہ اللہ عزوجل کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

عن حسن بن علی رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضحی طیبۃ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ثواب کی نیت سے اور

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷، " " " "

نفسه محتسبا لاضحیته کانت لہ حجابا من النار [1]

علامہ علی متقی ذکر کرتے ہیں:

عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ، قومی یا فاطمۃ فاشہدی اضحیتک اما ان لک باول قطرۃ تقطر من دمہا مغفورۃ کل ذنب اصبتہ اما انہ یجاء بہا یوم القیامۃ بلحومہا ودمائہا سبعین ضعفا ثم توضع فی میزانک قال ابو سعید الخدری ای رسول اللہ، اھذہ لآل محمد خاصۃ فہم اھل لما خصوا بہ من خیر؟ ام لآل محمد وللناس عامۃ؟ قال بل ھی لآل محمد وللناس عامۃ (رواہ ابن ابی الدنیا) [2]

خوشی کے ساتھ قربانی کی وہ اس کے لیے آگ سے حجاب ہو جائیگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: اے فاطمہ! کھڑی ہو! اور اپنی قربانی پر حاضر ہو، بے شک قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے ہر پچھلے گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی اور سنو! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائیگا اور اس کو ستر درجہ بڑھا کر تیرے میزان میں وزن کیا جائے گا، حضرت ابو سعید خدری نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ اجر صرف آل محمد کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ وہ اس خیر کے اہل ہیں یا یہ آل محمد اور تمام لوگوں کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ یہ اجر آل محمد اور تمام لوگوں کے لیے ہے۔

قربانی کے جانور کے عیوب اور نقائص سے بری ہونے کے بارے میں احادیث

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اربع لا تجوز فی الاضاحی فی العوداء بین عورہا والمریضۃ بین مرضہا والعرجاء بین ظلعہا والکبیرۃ التی لا تنقی [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، کانا جس کا کانا ہونا ظاہر ہو، بیمار جس کا مرض ظاہر ہو، لنگڑا جس کا لنگڑا ہونا ظاہر ہو اور بوڑھا جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو

اس حدیث کو امام ترمذی [4]، امام بیہقی [5] اور امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں

عن عتبۃ بن عبد السلمی قال انما نہی

حضرت عتبہ بن عبد السلمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۱۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ علاؤ الدین علی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۲۲۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۵۶۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المصفرۃ والمستاصلۃ والتجفاء والمشیعۃ والکسراء[1]

علیہ وسلم نے اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا کان اکھاڑ لیا جائے اور اس کا سوراخ ظاہر ہو جائے، اور اس جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کے سینگ جڑ سے اکھاڑ لیے جائیں، اور جس کی آنکھ میں روشنی نہ رہے اور جو اس قدر دُبلا ہو کہ بکریوں کے ریوڑ کے ساتھ چل نہ سکے اور جس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن علی قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نستشرف العین والاذن ولا نضحی بعوراء ولا مقابلۃ ولا مدابرۃ ولا خرقاء ولا شرقاء۔[3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کی آنکھوں اور کانوں کو بغور دیکھ لیا کریں، اور کانے جانور کی قربانی نہ کریں اور نہ اس کی جس کے کان کی اگلی جانب کٹی ہوئی ہو، اور نہ اس کی جس کے کان کی پچھلی جانب کٹی ہوئی ہو اور نہ اس کی جس کے کان میں بطور علامت سوراخ ہو اور نہ اس کی جس کا کان چرا ہوا ہو۔

اس حدیث کو امام ترمذی[4] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یضحی بعضباء الاذن والقرن۔[6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [7]

قربانی کے جانور کی صفات کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبداللہ قال ذبح النبی صلی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[5] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[6] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[7] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین۔[1]

صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو سرمئی رنگ کے سینگوں والے خصی مینڈھے ذبح کیے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدریؓ قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکبش اقرن فحیل یاکل فی سواد ویمشی فی سواد وینظر فی سواد۔[3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا نر مینڈھا ذبح کیا جو سیاہی میں کھاتا تھا، سیاہی میں چلتا تھا اور سیاہی میں دیکھتا تھا۔ (یعنی مکمل سیاہ تھا)۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال دم عفراء احب الی اللہ من دم سوداوین۔[5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید رنگ کے جانور کی قربانی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سیاہ رنگ کے دو جانوروں کی قربانی سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (اس سے پہلی حدیث بیان جواز کا ذکر ہے۔)

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال الثنی احب الی اللہ من الفرم۔[6]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بوڑھے جانور کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثنی (جس کے سامنے کے دانت گر گئے ہوں) کی قربانی زیادہ پسندیدہ ہے۔ (یعنی ایک سال کا بکرا، دو سال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ)۔

عن بقیۃ قال، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان احب الضحایا الی اللہ اغلاھا و اسمنھا۔[7]

حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو۔

---

[1] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] ۔ 〃 〃 〃 〃 سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۳، 〃 〃

[6] ۔ 〃 〃 〃 〃 سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۳، 〃 〃

[7] ۔ 〃 〃 〃 〃 سنن کبری ج ۹ ص ۲۷۲، 〃 〃

قربانی کے مسائل کے بارے میں احادیث

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن مغیرۃ بن حذف العبسی قال کنا مع علی رضی اللہ عنہ بالرحبۃ فجاء رجل من همدان یسوق بقرۃ معها ولدها فقال انی اشتریتها اضحی بها وانها ولدت قال فلا تشرب من لبنها الا فضلا عن ولدها فاذا کان یوم النحر فانحرها علی ولدها علی سبعۃ۔ [1]

مغیرہ بن حذف عبسی کہتے ہیں کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک کھلے میدان میں تھے، اتنے میں ہمدان سے ایک شخص ایک گائے اور اس کے بچہ کو ہنکاتا ہوا آیا، اس نے کہا میں نے قربانی کے لیے اس گائے کو خریدا تھا اب اس نے بچہ دے دیا ہے! حضرت علی نے فرمایا اس گائے کا دودھ نہ پیو، البتہ جو بچہ سے بچ جائے، اور جب قربانی کا دن آئے تو گائے اور اس کے بچہ کو سات افراد کی طرف سے ذبح کر دو۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا باس بالاضحیۃ المقطوعۃ الذنب [2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قربانی کے جانور کی دم کٹی ہوئی ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابی حصین ان ابن الزبیر رضی اللہ عنہما رای هدایا له فیها ناقۃ عوراء فقال ان کان اصابها بعد ما اشتریتموها فامضوها وان کان اصابها قبل ان تشتروها فابدلوها۔ [3]

ابو الحصین کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے کچھ ہدی کے جانور دیکھے جن میں ایک اونٹنی کانی تھی، انھوں نے فرمایا اگر یہ خریدنے سے پہلے کانی تھی تو اس کو تبدیل کر لو اور خریدنے کے بعد میں اس میں یہ عیب پیدا ہوا تو چلنے دو

عن نافع قال کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یقول ایما رجل اهدی هدیۃ فضلت فان کانت نذرا ابدلها وان کانت تطوعا فان شاء ابدلها وان شاء ترکها [4]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما یہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی ہدی کا جانور لیا اور وہ گم ہو گیا تو اگر وہ نذر کا ہو تو دوسرا لے لے اور اگر وہ نفلی ہو تو اس کو اختیار ہے خواہ اسی کے بدلہ میں دوسرا جانور لے اور خواہ اس کو ترک کر دے۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقوم علی بدنہ وان اقسم جلودها وجلالها وامرنی ان لا اعطی الجازر منها شیئا وقال نحن نعطیہ من

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ میں آپ کے اونٹوں کی طرف جاؤں، اور یہ کہ میں ان کی کھالوں اور جل کو تقسیم کر دوں اور آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کی کھال سے قصاب کی اجرت نہ دوں

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۸۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۸۹، " "

[3] " " " " ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۸۹، " "

[4] " " " " ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۸۹، " "

عندنا [1]

اور حضرت علی نے بتایا کہ ہم قصاب کی اجرت اپنے پاس سے دیتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من باع جلد اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قربانی کی کھال فروخت کر دی اس کی کوئی قربانی نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک قربانی کے جانور کا معیار

عالم گیری میں ہے:

- قربانی کا جانور تمام عیوب فاحشہ سے سلامت ہونا چاہیے۔ (بدائع الصنائع)۔
- جس جانور کا خلقتہً سینگ نہ ہو یا اس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ (کافی)
- اگر سینگ کی ٹوٹ ہڈی کے جوڑ تک پہنچ گئی تو پھر قربانی جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع)۔
- اگر جانور اندھا، کانا یا لنگڑا ہو اور اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں یا جس کی چکتی یا دم بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں، جس کا کان چھوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے، جس کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر کان، چکتی، دُم اور آنکھ کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور کم ضائع ہوا ہو تو پھر جائز ہے، تہائی یا اس سے کم حصہ اگر ضائع ہوا تو جائز ہے اور تہائی سے زیادہ حصہ ضائع ہو گیا تو ناجائز ہے۔ (جامع صغیر و کافی)
- جس جانور کے دانت نہ ہوں تو اگر وہ چارا کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (محیط سرخسی)
- جس جانور کے دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اگر اتنے دانت باقی ہیں جن سے وہ چارا کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (قاضی خاں برحاشیہ عالمگیری ج ۳ ص ۳۵۳)
- جو جانور مجنون ہو گیا ہو تو اگر وہ چارا کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں، خارش زدہ جانور اگر فربہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ جس جانور کا کان طول کی جانب سے چیرا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے اسی طرح جس کے کان کا اگلا حصہ یا پچھلا حصہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا جس کا کان پھٹا ہوا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ حدیث میں جو ایسے جانوروں کی قربانی کی ممانعت ہے وہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔ (بدائع الصنائع)۔
- جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (ظہیریہ)
- جو جانور بھینگا ہو یا جس کا اُون کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ (قاضی خاں)
- جس کے تھن کاٹ لیے گئے ہوں، یا جس کے تھن خشک ہو گئے ہوں یا جو اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکے اس کی قربانی جائز نہیں (محیط سرخسی)
- اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ (تتارخانیہ)۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۲۹۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] 〃 〃 〃

- اگر بکری کی زبان نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے کی زبان نہ ہو تو پھر جائز نہیں۔ (خلاصہ)
- (جلالہ) جو جانور لید اور گوبر وغیرہ کھاتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اگر جلالہ اونٹ ہو تو اس کو چالیس دن بند کرنا ضروری ہے، گائے کو بیس دن، بکری کو دس دن اور مرغی کو تین دن۔ (قاضی خاں)
- جس جانور کی چار ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ (خزانہ وتتارخانیہ)
- مشائخ نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو کسی منفعت کو بالکل زائل کر دے یا جمال کو بالکل ضائع کر دے اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کم درجہ کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں ہے۔
- صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خریدا یا خریدنے کے بعد اس میں ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ (محیط) [1]

فقہاء احناف کے نزدیک افضل قربانی کا بیان اور قربانی کے گوشت کے احکام

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

- خصی جانور کی قربانی نر کی بہ نسبت افضل ہے کیونکہ اس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ (محیط)
- اس میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ اونٹ کا ساتواں حصہ افضل ہے یا بکری؟ تحقیق یہ ہے کہ جس کی قیمت زیادہ ہو وہ افضل ہے۔ (ظہیریہ)۔
- اگر قیمت برابر ہو تو گائے کے ساتویں حصہ سے بکری افضل ہے کیونکہ بکری کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ (خلاصہ)۔
- زیادہ فربہ، زیادہ حسین اور زیادہ عظیم جانور کی قربانی مستحب ہے اور بکریوں کی جنس میں سرمئی رنگ کا سینگوں والا خصی مینڈھا افضل ہے نیز یہ مستحب ہے کہ چھری تیز ہو اور گلے پر چھری پھیرنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اس کے تمام اعضاء ٹھنڈے ہو جائیں اور اس کے تمام جسم سے جان نکل جائے اور اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا مکروہ ہے۔ (بدائع الصنائع)۔
- قربانی کے جانور سے خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ تیسرا حصہ صدقہ کرے اور تیسرے حصہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کرے اور باقی تیسرے حصہ کو ذخیرہ کرے اور غنی اور فقیر سب کو کھلائے۔ (بدائع الصنائع)۔
- قربانی کے گوشت کو جسے چاہے ہبہ کرے، غنی کو، فقیر کو، مسلم کو اور ذمی کو (غیاثیہ)۔
- اگر قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا یا سارا گوشت اپنے لیے رکھ لیا تو جائز ہے، اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ بھی گوشت کو ذخیرہ کر کے رکھے لیکن اس کو کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے البتہ اگر کوئی شخص کثیر العیال ہو تو اس کے لیے افضل اپنے اہل وعیال کو کھلانا ہے۔ (بدائع الصنائع)۔
- اگر قربانی کے جانور کی نذر مانی تھی تو پھر اس کے گوشت کو خود کھانا جائز ہے اور نہ اس میں سے اغنیاء کو کھلانا جائز ہے عام ازیں

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۹۹۔۲۹۷ ملخصا، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

کہ نذر ماننے والا امیر ہو یا فقیر ہو، کیونکہ اس کا طریقہ اس کو صدقہ کرنا ہے اور صدقہ کرنے والے کے لیے اپنے صدقہ کو خود کھانا جائز ہے نہ اغنیاء کو کھلانا جائز ہے۔ [1]

قربانی کے دیگر مسائل

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

(۱) قربانی کرنے سے چند ایام پہلے قربانی کے جانور کو باندھنا اس کے گلے میں ہار ڈالنا اور اس پر جل ڈالنا مستحب ہے۔ اس کو آہستہ آہستہ قربان گاہ کی طرف لے جایا جائے اس کو سختی سے یا گھسیٹ کر قربان گاہ کی طرف نہ لے جایا جائے۔ (بدائع الصنائع)۔

۲۔ قربانی کے بعد اس کے ہار اور اس کی جل کو صدقہ کر دے۔ (سراجیہ)۔

۳۔ جب کوئی بکری (یا گائے) قربانی کے لیے خریدے تو اس کا دودھ دوہ کر یا اس کے بال کاٹ کر نفع حاصل کرنا مکروہ ہے، بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ حکم اس کے لیے ہے جو صاحب نصاب نہ ہو اور صاحب نصاب کے لیے قربانی کے جانور کے دودھ یا اون سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، (بدائع) اور صحیح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں صاحب نصاب اور غیر نصاب دونوں برابر ہیں۔ (غیاثیہ)۔

۴۔ قربانی کی کھال کو صدقہ کر دے یا اس کی مشک یا جراب بنالے (یا مصلے اور موزے بنالے) اور قربانی کی کھال کو فروخت کر کے کسی ایسی چیز کو خریدنا استحساناً جائز ہے جس کو بعینہٖ کام میں لایا جا سکے (مثلاً کتاب یا پنکھا خرید لے) اور اس سے ایسی چیز خریدنا جائز نہیں ہے جس کو بعینہٖ کام میں نہ لایا جا سکے بلکہ اس کو خرچ کرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے جیسے طعام اور گوشت وغیرہ اور اگر کھال کو پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تاکہ صدقہ کیا جا سکے تو یہ جائز ہے، کیونکہ یہ بھی کھال کی طرح صدقہ کرنا ہے۔ (تبیین الحقائق)۔

۵۔ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں جراب (چمڑے کا ظرف) خریدنا جائز نہیں ہے البتہ قربانی کے گوشت کے بدلہ میں دانے یا گوشت خریدنا جائز ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں)۔

۶۔ قربانی کرنے کے بعد اس کی چربی، اس کی سری پائے اس کا اون، اس کے بال اور دودھ وغیرہ کو ایسی چیز کے عوض فروخت نہ کرے جس سے بعینہٖ فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے روپے پیسے اور کھانے پینے کی چیزیں، اسی طرح ان چیزوں کو قصاب کی اجرت میں بھی نہ دے، اور اگر اس نے ان چیزوں کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرے۔ (بدائع الصنائع)۔

۷۔ اگر قربانی کے جانور کے بچہ ہو جائے تو اس بچہ کو بھی اس جانور کے ساتھ ذبح کر دیا جائے، اور اگر اس کو فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہے، اور اگر ایام نحر گذر گئے تو اس بچہ کو زندہ صدقہ کر دیا جائے اور اگر بچہ کو ماں کے ساتھ ذبح کیا تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے اور امام ابوحنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ اس کا گوشت صدقہ کر دیا جائے۔ (خلاصہ)

۸۔ صاحب نصاب قربانی کے جانور کو فروخت کر کے اس کے بدلہ میں دوسرا جانور خرید سکتا ہے اور اگر کچھ پیسے بچ جائیں تو ان کو صدقہ کر دے۔ [2] (سراجیہ)

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۰ - ۲۹۹، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] " " فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۲ - ۳۰۰، " " " "

قربانی کی کھال کو دینی مدارس اور مساجد میں دینے کی تحقیق اور بحث ونظر

اس مسئلہ میں متاخرین علماء کا اختلاف ہے کہ قربانی کی کھال مساجد اور دینی مدارس کو بغیر حیلہ کے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ ہمارے اکثر علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے اور بعض علماء ناجائز کہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے سوال کیا گیا کہ: قیمت جلد قربانی یا عقیقہ براہِ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہیں، یا تملیک مساکین کی ضرورت واقع ہوگی؟

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

ہاں جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتجروا۔ (امام ابو داؤد حضرت نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کے متعلق فرمایا: اس کو کھاؤ، ذخیرہ کرو، اور اس میں اجر طلب کرو، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۳، سعیدی غفرلہ) اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے کے لیے داموں کو فروخت کی تو دام بھی براہِ راست صرف کیے جاسکتے ہیں، تبیین الحقائق میں ہے: لانہ قربۃ کالتصدق ان صورتوں میں تملیک ضروری جاننا شرع مطہر میں زیادت کرنا، جس پر کوئی دلیل شرعی نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد وایجاب ہوا، ما انزل اللہ بھا من سلطٰن۔ ہاں اپنے خرچ میں لانے کے لیے داموں کو بیچی تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک نہیں ہے براہِ راست مسجد و مدرسہ میں نہ دے۔ [1]

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے۔ [2]

یہ جواز اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ مسجد کی انتظامیہ مسجد کی وکیل ہوتی ہے اور وہ مسجد کی طرف سے کھال کو وصول کرتی ہے اور چونکہ کھال اغنیاء اور احباء کو ہدیۃً دی جاسکتی ہے اس لیے لوگ مسجد کو کھال ہبہ کرتے ہیں اور انتظامیہ مسجد کی طرف سے یہ کھال ہدیۃً وصول کرتی ہے۔

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ قربانی کی کھال کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور قربانی کی جو کھالیں مسجد کو دی جاتی ہیں ان کو فروخت کر دیا جاتا ہے سو فروخت کے بعد ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوا، اور صدقہ واجبہ بغیر حیلہ کے مسجد یا مدرسہ پر نہیں لگتا، لیکن یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قربانی کی کھال کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا اس وقت واجب ہوتا جب اس کھال کو قربانی کرنے والا خود فروخت کرے لیکن اگر قربانی کرنے والے نے وہ کھال کسی فقیر کو صدقۃً دے دی یا کسی غنی کو ہدیۃً دے دی اور اس فقیر یا اس غنی نے اس کھال کو فروخت کر دیا تو اب ان پر اس کھال کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے علیٰ ہذا القیاس جب مسجد یا مدرسہ کو قربانی کی کھال ہدیۃً دے دی گئی اور مسجد کی انتظامیہ نے اس کو مسجد کی طرف سے فروخت کر دیا تو اب انتظامیہ پر اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔

فتاویٰ مظہریہ میں لکھا ہے:

(سوال نمبر ۵) قربانی کی کھالوں کو امام مسجد، مؤذن یا مسجد کے خدمت گاروں کو دینا جائز ہے یا نہیں، اگر مسجد کی صفوں وغیرہ کے

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، عرفان شریعت ج ۲ ص ۱۶، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، بار دوم

[2] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ، بہار شریعت ج ۱۵، ص ۱۴۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

لیے ضرورت ہو تو اس کی رقم مسجد کے اخراجات پر لگائی جا سکتی ہے یا نہیں ؟

الجواب :۔ قربانی کی کھالیں معاوضہ میں تو کسی خدمت کے نہیں دی جا سکتیں اور بلا معاوضہ جس کو چاہیں دے سکتے ہیں خواہ امام ہو یا مؤذن یا اور کوئی ، اور جب ان کو دے دی جاوے تو یہ لوگ اپنی طرف سے مسجد کی ضروریات میں صرف کر سکتے ہیں۔ فقط محمد مظہر اللہ غفرلہ (۱)

مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

قربانی کی کھال مسجد پر جائز ہے مگر زکوٰۃ جائز نہیں۔ (۲)

مسجد میں قربانی کی کھال نہ لگنے کے دلائل اور ان کا جائزہ

شیخ عزیز الرحمان دیوبندی لکھتے ہیں :

اگر کھال کو مسجد کے متولیان یا پیش اماموں کو مسجدیں بنانے کے لیے دے دی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مسجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہو گا کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی ، کیونکہ تملیک کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مالک بنا دینا تاکہ وہ بعد مالک ہونے کے جو چاہے کرے ، اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ دینے والے اس لیے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مساجد میں صرف کی جاوے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے ، قربانی کرنے والے کو ایسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیر مسجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو یہ بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اسے صرف کرنے کو وکیل بنا دے کیونکہ جس تصرف کے لیے خود مؤکل کو مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے ——— .... خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کر دی گئی پھر اس کی قیمت کا مساجد وغیرہ میں تصرف کرنا شرعاً ممنوع ہے اور نہ اسے دوسرے کو اس لیے دینا جائز ہے کہ بعد فروخت اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔ (۳)

شیخ عزیز الرحمان دیوبندی کی یہ دلیل اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ قربانی کی کھال دینے والے کی وکیل ہوتی ہے اور جب قربانی کرنے والا خود کھال فروخت کر کے اس کی رقم کو مسجد کی تعمیر پر صرف نہیں کر سکتا تو اس کا وکیل یعنی انتظامیہ بھی کھال فروخت کرنے کے بعد اس کو مسجد پر صرف نہیں کر سکتی !۔

لیکن یہ مفروضہ صحیح نہیں ہے ، مساجد اور مدارس کو جو عطیات اور چندے کی رقوم دی جاتی ہیں ان میں انتظامیہ مساجد اور مدارس کی وکیل ہوتی ہے ۔ چندہ دینے والوں کی وکیل نہیں ہوتی ، اگر انتظامیہ چندہ دینے والوں کی وکیل ہو تو پھر یہ لازم ہو گا کہ چندہ کی رقوم کو چندہ دینے والوں کے احکام کے مطابق خرچ کیا جائے ۔ اور ان رقوم کے خرچ کرنے میں انتظامیہ کی تجاویز اور ان کی صواب دید اور فیصلوں کا کوئی دخل نہ ہو ، حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہوتا چندہ کی ان رقوم کو منتظمین ، مساجد یا مدارس کی ضروریات اور ان کے تقاضوں کے اعتبار سے خرچ کرتے ہیں ، اور اس سلسلہ میں چندہ دینے والوں سے مطلقاً مشورہ یا اجازت نہیں لیتے ، نیز مساجد اور مدارس کے منتظمین مساجد اور مدارس کی ضروریات کے اعتبار سے چندہ کرتے ہیں ، مثلاً مسجد کے لیے مینار بنانا ہے یا مسجد کے لیے غسلخانے بنانے ہیں یا اس کے صحن کو وسیع کرنا ہے یا اس کی ضروریات کے لیے دکانیں بنانی ہیں یا امام اور خطیب کے لیے مکان بنانا ہے یا طلبہ کے لیے

---

(۱) مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ ، فتاویٰ مظہری ص ۱۵۸ ، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی ، ۱۳۹۰ھ

(۲) مولانا نور اللہ بصیر پوری فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۳۸۸ ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور ، ۱۹۸۳ء

(۳) شیخ عزیز الرحمٰن ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۷۱۲ ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی

رہائشی کمرے بنانے ہیں یا لائبریری بنانی ہیں یا اور کوئی تعمیر اور توسیع کرنی ہیں یا اساتذہ اور اسٹاف کو تنخواہیں دینی ہیں، مساجد اور مدارس کی یہ ضروریات اور مسائل مصالح ہیں جن کے لیے منتظمین اہل ثروت حضرات سے تعاون کی اپیل کرتے ہیں اور چندہ کرتے ہیں اور یہ بات بالکل بدیہی اور ظاہر ہے کہ اس عمل میں منتظمین مساجد اور مدارس کے وکیل ہوتے اور متمول حضرات سے چندہ حاصل کرکے اس کو مساجد اور مدارس کی ضرورت اور مصالح پر خرچ کرتے ہیں۔ سو اسی طرح قربانی کی کھالیں جب مساجد یا مدارس کے منتظمین کو دی جاتی ہیں تو وہ ان کھالوں کو مساجد اور مدارس کے وکیل ہونے کی حیثیت سے وصول کرتے ہیں اور عرف بھی اس پر شاہد ہے کہ جب کھال دینے والے آکر مسجد یا مدرسہ میں انتظامیہ کو کھال دیتے ہیں تو ان کا یہ قصد اور ارادہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنے کسی نمائندہ اور وکیل کو کھال دے رہے ہیں جو ان کے احکام کے مطابق اس کھال میں تصرف کرے گا، بلکہ وہ فی الحقیقت مسجد یا مدرسہ کو کھال دے کر جاتے ہیں اور انتظامیہ مسجد یا مدرسہ کی نمائندہ یا وکیل ہونے کی حیثیت سے ان سے کھال وصول کرتی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اہل ثروت منتظمین مدرسہ یا مسجد کو چندہ دیتے ہیں اور وہ منتظمین کو اس چندہ میں تصرف کرنے کی عام اجازت دے دیتے ہیں کہ منتظمین اپنی صواب دید کے مطابق اس ادارہ میں جہاں چاہیں اس رقم کو خرچ کریں لہٰذا اس اعتبار سے انتظامیہ چندہ دینے والوں کی وکیل قرار پائی نہ کہ مسجد یا مدرسہ کی وکیل ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ جب تک انتظامیہ چندہ کی رقم کو مستحقین پر خرچ نہ کر دے اس وقت تک وہ رقم ادا شدہ نہ سمجھی جائے بعض اوقات چندہ دینے والوں کی رقمیں کئی کئی سال تک متعلقہ اداروں کے اکاؤنٹ میں پڑی رہتی ہیں اور منتظمین کسی مصلحت کی بناء پر ان کو خرچ نہیں کرتے یوں چندہ دینے والوں کی رقمیں چندہ دینے کے بعد بھی معلق رہیں گی اور ان کو ادا نہیں سمجھا جائے گا حالانکہ جب کوئی شخص مدرسہ میں کوئی عطیہ یا زکوٰۃ دے کر آتا ہے تو اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس نے زکوٰۃ ادا کر دی ہے یا صدقہ یا عطیہ دے دیا ہے، اور اس مفروضہ پر وہ تا حال ادا نہیں ہوا بلکہ تعلیق اور تعویق میں پڑا ہوا ہے، نیز یہ مفروضہ عرف اور عادت کے بھی خلاف ہے کیونکہ عرف، عادت اور لوگوں کا تعامل یہی ہے کہ مسجد اور مدرسہ کی انتظامیہ مسجد اور مدرسہ ہی کے وکیل ہوتے ہیں چندہ دینے والوں کے وکیل نہیں ہوتے، مسجد اور مدارس کی ضروریات اور مصالح کی بناء پر منتظمین اہل خیر کو چندہ دینے کے لیے بلاتے ہیں، اہل خیر اپنی زکوٰۃ وصدقات اور چرم قربانی کی تقسیم کے لیے ان اداروں کے منتظمین کو اپنا وکیل نہیں بناتے بلکہ اپنی خیرات اور صدقات کا ایک حصہ مساجد اور مدارس کی انتظامیہ کو دیتے ہیں جو مدارس اور مساجد کے وکیل اور نمائندے ہوتے ہیں۔ کھال دینے والوں کا وکیل اس شخص کو کہا جا سکتا ہے مثلاً قربانی کرنے والا اپنی قربانی کی کھال کسی شخص کو دے اور اس کو یہ کہے کہ جاؤ فلاں مدرسہ، فلاں مسجد یا فلاں غریب شخص کو یہ کھال جا کر دے آؤ تو اب یہ شخص کھال دینے والے کا وکیل ہے۔ اور جو شخص کسی مسجد یا مدرسہ کے لیے اس کی انتظامیہ کو کھال دے کر آتا ہے وہ انھیں کسی کو کھال دینے کے لیے وکیل نہیں بناتا اور یہ بالکل واضح ہے۔

اس بحث میں ایک اہم اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ مؤکل کی شرط یہ ہے کہ وہ عاقل اور جاندار ہو، عالم گیری میں ہے:

وهوان يكون ممن يملك فعل ما وكل به بنفسه فلا يصح التوكيل من المجنون والصبي الذي لا يعقل اصلاً وكذا من الصبي العاقل بما لا يملكه بنفسه كالطلاق والعتاق والهبة والصدقة ونحوها من التصرفات الضارة المحضة ويصح

مؤکل اس شخص کو ہونا چاہیے جو اس فعل پر قادر ہو جس کا اس نے کسی کو وکیل بنایا ہے اس لیے مجنون اور ناسمجھ بچے کا کسی کو وکیل بنانا صحیح نہیں ہے اسی طرح وہ سمجھدار بچہ جو کسی فعل پر خود قادر نہ ہو وہ اس فعل کے لیے کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا، مثلاً طلاق دینا، آزاد کرنا، ہبہ کرنا، صدقہ کرنا اور اس قسم کے دوسرے

بالتصرفات النافعة كقبول الهبة والصدقة من غير اذن الولی۔ [1]

تصرفات جو ضرر محض سے عبارت ہیں جن کو سمجھ دار بچہ خود نہیں کر سکتا ان میں وہ کسی کو وکیل بھی نہیں بنا سکتا، اور جو تصرفات فائدہ مند ہوں جیسے ہبہ اور صدقہ کو قبول کرنا جن کو وہ ولی کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے ان میں وہ کسی کو وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

اور جب یہ واضح ہوگیا کہ مؤکل کے لیے جاندار اور عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے تو مسجد یا مدارس کو مؤکل، اور منتظمین کو ان کا وکیل نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ اگر منتظمین مسجد کے وکیل ہوں گے تو لامحالہ مسجد موکل ہوگی اور مؤکل کے لیے جاندار اور عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے، اور مسجد یا مدرسہ ایک بے جان اور جامد چیز ہے، عاقل اور بالغ نہیں ہے۔

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ کی حیثیت بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں، مسجد اور مدارس کے منتظمین دراصل متولی، قیم یا ناظر ہوتے ہیں اور ان کے فرائض میں سے یہ ہے کہ وہ مدرسہ، مسجد یا کسی بھی وقف کی ضروریات اور مصالح کے حصول کے لیے انتظامات اور اقدامات کریں۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وللمتولی ان یستاجر من یخدم المسجد بکنسه و نحو ذلك باجرة مثله او زیادة یتغابن فیها فان کان اکثر فالاجارة له وعلیه الدفع من مال نفسه ویضمن لو دفع من مال الوقف وله ان یشتری من غلة المسجد دهنا وحصیرا واجرا وجصا لفرش المسجد ان کان الواقف وسع فقال یفعل ما یراه مصلحة۔ [2]

متولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کی صفائی کے لیے کسی شخص کو مقرر کرے یا اس سے کچھ زائد اجرت پر رکھے اور اگر اس نے بہت زیادہ اجرت پر کسی کو رکھا تو اس کو یہ اجرت اپنے پاس سے دینی ہوگی اور اگر اس نے مسجد کے فنڈ سے دیا تو وہ ضامن ہوگا، اور متولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ مسجد کی آمدنی سے تیل، چٹائی، اینٹیں اور چونا خریدے تاکہ مسجد کا فرش بنایا جا سکے بشرطیکہ واقف نے اس کو یہ اجازت دی ہو کہ وہ مسجد کے مصالح کے لیے تصرف کر سکتا ہے۔

یہ واضح کرنے کے بعد کہ مسجد کے منتظمین متولی اور قیم ہوتے ہیں، اور وہ مسجد اور مدرسہ کی ضروریات اور مصالح کے کفیل ہوتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ نمازیوں کی نمائندہ ہوتی ہے اور مدارس کی انتظامیہ طلبہ کی نمائندہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ منتظمین نمازیوں اور طلبہ کی ضروریات اور ان کے مسائل اور مصالح کے حصول کے لیے کوشش کرتے ہیں اس وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ مسجد اور مدرسہ کے وکیل ہوتے ہیں حالانکہ یہ لوگ مسجد کے نمازیوں اور مدرسہ کے طلبہ کے وکیل ہوتے ہیں اور نمازی اور طلبہ چونکہ عاقل اور جاندار ہیں اس لیے یہ اعتراض ساقط ہوگیا کہ اگر انتظامیہ کو مسجد اور مدرسہ کا وکیل قرار دیا گیا تو یہ لازم آئے گا کہ کسی بے جان اور بے عقل چیز نے انتظامیہ کو وکیل بنایا ہے حالانکہ موکل کا عاقل اور جاندار ہونا ضروری ہے۔

اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام میں شخصیات معنویہ کا بھی تصور ہے جو حکماً عاقل اور جاندار ہیں اور ان کے حقوق اور فرائض ایسے ہی ہیں جیسے جاندار اور عاقل کے حقوق اور فرائض ہیں مثلاً حکومت، بیت المال، ٹرسٹ کے تحت چلنے والے ادارے مثلاً

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۳ ص ۵۶۱، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۴۵۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر

مدارس، مساجد، ہسپتال، قومی ملکیت میں لیے ہوئے ادارے مثلاً بینک، بیمہ کمپنی، ریلوے، ایئر لائنز، اسکول اور کالج وغیرہ اسی طرح مختلف تجارتی کمپنیاں کسی بھی ایسے ادارے پر وہ تمام احکام لاگو ہوتے ہیں جو کسی زندہ شخص پر عائد ہوتے ہیں، مثلاً بجلی، پانی اور گیس کے بل ان اداروں کے نام آتے ہیں، اسی طرح مختلف قسم کے ٹیکس ان اداروں کے نام آتے ہیں، بعض اوقات ان اداروں پر کوئی مقدمہ کر دیا جاتا ہے، اس قسم کے تمام احکام میں یہ ادارہ مسئول ہوتا ہے اور جو شخص بھی اس ادارہ کا منتظم ہو وہ اس ادارہ کا وکیل ہوتا ہے اور اس کے تمام معاملات اور مقدمات کی پیروی کرتا ہے اسی طرح مسجد اور مدرسہ کے جس قدر حقوق اور فرائض ہیں ان کا تعلق اس کے متولی قیم یا ناظر کے ساتھ ہوتا ہے اور وہی مسجد یا مدرسہ کے تمام معاملات کی وکالت کرتا ہے اور چونکہ مسجد اور مدرسہ بھی ایک شخص معنوی ہے اس لیے اس کی طرف سے وکالت کی جاسکتی ہے۔

میں نے اس مسئلہ پر بہت غور وخوض کیا بہر حال اس مسئلہ میں مجھ پر یہی واضح ہوا کہ مسجد اور مدرسہ کو کھال دی جاسکتی ہے اور بغیر کسی حیلہ کے اس کھال کو مسجد پر لگایا جاسکتا ہے، اگر یہ رائے صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میرے مطالعہ کی کمی اور فہم کی کوتاہی ہے، اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

شخصیت معنویہ کی تفصیل اور تحقیق

چونکہ اس بحث میں شخصیت معنویہ کا ذکر آگیا ہے، اس لیے ہم اس موضوع پر دلائل کی روشنی میں اسلامی نقطہ نظر بیان کرنا چاہتے ہیں، شخصیت معنویہ ایک وہمی اور تصوراتی وجود ہے، جس کا تعلق کسی نہ کسی مادی اور محسوس چیز سے ہوتا ہے، یہ مادی چیز کبھی تنظیم یا جمعیت کی شکل میں ہوتی ہے جیسے ہسپتال، یونیورسٹی، یا حکومت کو چلانے والے ادارے اور تنظیمیں اور یا یہ کبھی مال کے ایک مجموعہ کی شکل میں ہوتی ہے جس کو کسی معین اور مخصوص غرض کے لیے جمع کیا جاتا ہے، جیسے مختلف مقاصد کے لیے فنڈز (Funds) جمع کیے جاتے ہیں اور کبھی یہ مادی چیز ایک حقیقی شخص سے عبارت ہوتی ہے خواہ وہ ایک شخص ہو یا چند اشخاص، اس لحاظ سے شخصیت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ تنظیم اس کو قانون کی اصطلاح میں انسٹی ٹیوشن (Institution) کہا جاتا ہے، مثلاً کسی ہسپتال یا کسی یونیورسٹی کو چلانے والی تنظیم۔

۲۔ نقود، یعنی مال کا مجموعہ جس کو کسی معین مقصد کے لیے جمع کیا گیا ہو خواہ وہ منقول ہو، جیسے فنڈز یا غیر منقول ہو جیسے زمین وغیرہ (Estate) لیکن شخصیت معنویہ کی یہ قسم لوگوں کی ایک جماعت کے بغیر قائم نہیں ہوسکتی اس جماعت کو اصطلاح میں ٹرسٹ (Trust) کہا جاتا ہے، قانون کی نظر میں نقود کی بجائے لوگوں کی اس جماعت کو شخصیت معنویہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔

۳۔ مؤسسہ (Corporation) اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کا بانی صرف ایک شخص ہو، اور ایک کے بعد دوسرا اور پھر اس کے بعد تیسرا شخص آتا ہے، یا اس کی بانی ایک جماعت ہو، اور ایک جماعت کے بعد دوسری اور پھر تیسری آتی رہے، اس کی پھر دو قسمیں ہیں:

(ا)۔ (CORPORATION SOLE.) مثلاً سربراہ حکومت، صدر یا وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ وغیرہ۔

(ب)۔ (CORPORATION AGGREGATE.) اس کی مثال کمپنی ہے۔

ہر چند کہ ان تمام صورتوں میں شخصیت معنوی کو ایک شخص کی احتیاج ہوتی ہے لیکن اس کو کسی معین اور مخصوص شخص کی احتیاج نہیں ہوتی، ممکن ہے کہ ایک شخص ختم ہو جائے اور دوسرا شخص اس کی جگہ لے لے جیسے سربراہ مملکت، یہ ایک شخصیت معنوی ہے،

جو کسی خاص شخص میں متحقق ہوتا ہے اور اس خاص شخص کے مرنے سے سربراہ مملکت نہیں مرتا بلکہ ایک جسد عنصری مرتا ہے اور اس کی جگہ دوسرا شخص یا دوسرا جسد عنصری سربراہ مملکت ہو جاتا ہے، جیسے انگلستان میں کہتے ہیں کہ ۔۔ The King Never dies "بادشاہ کبھی نہیں مرتا"

جب ہم اس لحاظ سے کمپنی کو دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ خود اس کا وجود دائمی ہے، اگر حصہ داروں (SHARE HOLDERS) میں سے کوئی اپنا حصہ نکال لے یا اپنے حصہ کو مارکیٹ میں بیچ دے یا وہ حصہ دار مر جائے تو کمپنی پھر بھی باقی رہتی ہے، اور نہ ہی یہ ہوتا ہے کہ کمپنی کے حصہ دار کمپنی کے مالک بن جائیں، کمپنی کی ذمہ داری صرف اتنی ہوتی ہے کہ حصہ دار کا جو مال کمپنی میں جمع ہے وہ اس کو مطالبہ کی صورت میں واپس کر دے، اور جو ذمہ داریاں (LIABILITIES) اور حقوق و فرائض ہوتے ہیں ان کا تعلق صرف کمپنی سے ہوتا ہے الگ الگ حصہ داروں سے نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر عیسیٰ عبدہ لکھتے ہیں:

شخصیت اعتباریہ کی سند کتب اسلامیہ میں موجود نہیں ہے لیکن عرب (جدید) اور عام مسلمانوں کی تصانیف میں اس کا بکثرت ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت معنویہ ایک لائق اعتبار چیز ہے، (العقود الشرعیہ المحاکمۃ ص ۲۵)۔

علامہ عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

اسلامی شریعت ابتداء ہی سے معنوی شخصیات سے متعارف ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے بیت المال کو ایک جہت اور وقف کو دوسری جہت قرار دیا ہے، یعنی اس کو شخص معنوی قرار دیا ہے، یہی حال مدرسہ، ہسپتال اور دارالامان وغیرہ کا ہے، ان اداروں کو مالکانہ حقوق اور تصرف کا اہل قرار دیا گیا ہے لیکن ان پر مسئولیت جنائیہ نہیں ہے، کیونکہ مسئولیت جنائیہ ادراک اور اختیار پر موقوف ہے جو بلاشبہ ان میں موجود نہیں ہے، ہاں اگر کسی ادارہ کا متولی یا قیم کسی جرم کا مرتکب ہو تو اسے اس جرم کی سزا ضرور ملے گی خواہ وہ متولی اس شخص معنوی کی بہتری کے لیے عمل کر رہا ہو۔ [1]

ہر چند کہ ہماری عام فقہی کتابوں میں شخصیت معنویہ سے مستقل طور پر بحث نہیں کی گئی اور اس اصطلاح کو اختیار نہیں کیا گیا، لیکن حکومت، بیت المال، وقف، مدرسہ اور مسجد وغیرہ کے جو احکام اسلام میں بیان کیے گئے ہیں ان سے شخصیت معنویہ کی تعریف اور خصوصیات معلوم ہوتی ہیں، مثلاً حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نماز کا نظام قائم کرے، زکوٰۃ کی وصولیابی کرے ملک میں امن و امان قائم کرے، عدالتیں مقرر کرے، ملک کے دفاع کے لیے فوج اور اسلحہ کا بندوبست کرے، دیگر ممالک سے تجارت کرے، لوگوں کو شہری سہولتیں پہنچانے کے لیے ٹیکس وصول کرے وغیرہ وغیرہ، یہ حکومت کے فرائض اور حقوق ہیں جن کا تعلق حکومت کے کسی خاص سربراہ سے نہیں ہے بلکہ نفسِ حکومت سے ہے، مثلاً بیرونی تجارت، زکوٰۃ اور ٹیکسوں سے جو دولت حاصل ہوگی وہ سربراہِ حکومت کی جیب میں نہیں جائے گی اور نہ اس کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی بلکہ حکومتی ذرائع سے جس قدر مال و دولت حاصل ہوگا وہ سب بیت المال میں جمع ہوگا اور حکومت کی ملکیت قرار پائے گا، اسی طرح حکومت ترقیاتی کاموں کے لیے جو دیگر ممالک سے قرض لیتی ہے اس قرض کی ادائیگی حکومت پر ہے سربراہ مملکت پر نہیں ہے، اگر سربراہِ مملکت مر گیا تو قرض دینے والے ممالک اس سربراہ کے وارثوں کی طرف رجوع نہیں کریں گے، علیٰ ہذا القیاس تمام فرائض کی ادائیگی اور

---

[1] ۔ علامہ عبدالقادر عودہ مصری، التشریع الجنائی ج ۱ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

حقوق کا حاصل کرنا حکومت سے متعلق ہوتا ہے، حکومت کا سربراہ مرجائے یا معزول ہو یا مستعفی ہو اس سے حکومت کے حقوق اور فرائض میں کوئی فرق نہیں پڑتا حکومت بدستور اپنے فرائض کے بارے میں مسئول بھی ہوتی ہے اور اپنے حقوق کی طالب بھی ہوتی ہے۔

یہی حال مسجد اور مدرسہ کا ہے، مسجد کی آمدنی کے لیے مثلاً جو دکانیں وغیرہ بنائی جاتی ہیں ان کا کرایہ مسجد کے فنڈ میں جمع ہوتا ہے اور جو عطیات اور چندے وغیرہ دیے جاتے ہیں وہ بھی مسجد کی آمدنی ہیں، مسجد کے متولی یا قیم کی ذاتی اور نجی ملکیت نہیں ہیں، اگر کوئی دکاندار کرایہ دینے سے انکار کر دے تو اس پر مسجد کی طرف سے مقدمہ قائم کیا جائے گا اور متولی صرف اس کی وکالت کرتا ہے، اس طرح مسجد میں جو بجلی خرچ ہوتی ہے اس کی ادائیگی بھی مسجد کے ذمہ ہے اس سے واضح ہوگیا کہ مسجد اپنے حقوق کی طالب ہے اور اپنے فرائض پر مسئول ہے اور ہر وہ ادارہ جو اپنے حقوق کا طالب ہو اور اپنے فرائض پر جواب دہ ہو اس کو شخصیت معنویہ یا شخصیت اعتباریہ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

تجارتی کمپنیاں بھی شخصیات معنویہ ہیں اور ان کے ساتھ بھی حقوق اور فرائض متعلق ہوتے ہیں ان کے مجموعی اثاثے پر زکوٰۃ وصول کرنی چاہیے اور اگر کسی کمپنی میں غیر مسلم بھی شریک ہو تو اس سے زکوٰۃ کی مقدار کو بطور ٹیکس وصول کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ ۶۹ جَوَازِ الذَّبْحِ بِكُلِّ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَائِرَ الْعِظَامِ!

دانت، ناخن اور ہڈی کے سوا ہر خون بہانے والی چیز سے ذبح کرنے کا جواز

۴۹۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا لَاقُو الْعَدُوِّ غَدًا وَلَيْسَتْ مَعَنَا مُدًى قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْجِلْ أَوْ أَرِنِي مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللهِ فَكُلْ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكَ أَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ وَأَمَّا الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ قَالَ وَأَصَبْنَا نَهْبَ إِبِلٍ وَغَنَمٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَإِذَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَاصْنَعُوا بِهِ هٰكَذَا۔

۴۹۷۷۔ محمد بن مثنی عنزی، یحییٰ بن سعید، سفیان، عبایہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کل دشمن سے مقابلہ کریں گے اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، آپ نے فرمایا جس چیز سے بھی خون بہ جائے جلدی کرنا، جس چیز پر بھی خدا کا نام لیا جائے سو اس کو کھالو، بشرطیکہ دانت اور ناخن سے ذبح نہ کیا جائے، اور میں عنقریب تم کو بتاؤں گا رہے دانت تو وہ ہڈی ہیں اور رہے ناخن تو وہ حبشیوں کی چھری ہے، حضرت رافع کہتے ہیں کہ ہمیں مال غنیمت میں اونٹ اور بکریاں حاصل ہوئیں ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا ایک شخص نے اس کے تیر مارا اس تیر نے اس کو ٹھہرا لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی ہوتے ہیں اگر ان میں سے کوئی اونٹ تمہاری گرفت میں نہ آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔

۴۹۷۸۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ذوالحلیفہ کے مقام تہامہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اَبِیْہِ عَنْ عَبَایَۃَ بْنِ رِفَاعَۃَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ مِنْ تِہَامَۃَ فَاَصَبْنَا غَنَمًا وَاِبِلًا فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَاَغْلَوْا بِہَا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِہَا فَکُفِئَتْ ثُمَّ عَدَلَ عَشْرًا مِّنَ الْغَنَمِ بِجَزُوْرٍ وَذَکَرَ بَاقِیَ الْحَدِیْثِ کَنَحْوِ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ۔

کے ہمراہ تھے، ہم کو مال غنیمت میں کچھ بکریاں اور اونٹ حاصل ہوئے، لوگوں نے جلدی سے ہانڈیوں میں ان کا گوشت چڑھا دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دیگچیوں کو الٹنے کا حکم دیا، پھر آپ نے دس بکریوں کو ایک اونٹ کے مساوی قرار دیا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۴۹۷۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَایَۃَ عَنْ جَدِّہٖ رَافِعٍ ثُمَّ حَدَّثَنِیْہِ عُمَرُ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبَایَۃَ بْنِ رِفَاعَۃَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ وَغَدًا وَلَیْسَ مَعَنَا مُدًی فَنَذْکِیْ بِالْلِیْطِ وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ بِقِصَّتِہٖ وَقَالَ فَنَدَّ عَلَیْنَا بَعِیْرٌ مِّنْہَا فَرَمَیْنَاہُ بِالنَّبْلِ حَتّٰی وَھَصْنَاہُ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کل ہمارا دشمن سے مقابلہ ہوگا اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں، کیا ہم بانس کی کھپچیوں سے ذبح کر سکتے ہیں، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ہمارا ایک اونٹ بھاگ گیا تو ہم نے اس کو تیر مار مار کر گرا دیا۔

۴۹۸۰ - وَحَدَّثَنِیْہِ الْقَاسِمُ بْنُ زَکَرِیَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنْ زَائِدَۃَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ الْحَدِیْثَ اِلٰی اٰخِرِہٖ بِتَمَامِہٖ وَقَالَ فِیْہِ وَلَیْسَتْ مَعَنَا مُدًی اَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ۔

ایک اور سند میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارے پاس چھری نہیں ہے، کیا ہم بانس سے ذبح کر لیں۔؟

۴۹۸۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِیْدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِیْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَایَۃَ ابْنِ رِفَاعَۃَ بْنِ رَافِعٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَاقُوا الْعَدُوِّ وَغَدًا وَلَیْسَ مَعَنَا مُدًی وَسَاقَ الْحَدِیْثَ وَلَمْ یَذْکُرْ فَعَجِلَ الْقَوْمُ فَاَغْلَوْا بِہَا الْقُدُوْرَ فَاَمَرَ بِہَا فَکُفِئَتْ وَذَکَرَ سَائِرَ الْقِصَّۃِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کل ہم دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اور ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوں گی، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، البتہ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ قوم نے جلدی سے ہانڈیاں چڑھا دیں اور آپ نے ہانڈیاں گرانے کا حکم دیا۔

آلات ذبح کے بارے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ہر وہ چیز جو خون بہا

دے! فقہاء یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ذکاۃ (ذبح) میں وہ چیز کافی ہے جو خون بہادے، اور کسی ایسی چیز سے چوٹ لگا کر جانور کو مارنا جائز نہیں ہے جو خون نہ بہائے، بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ ذبح میں خون بہانے کی جو شرط لگائی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ حلال اور حرام گوشت میں تمیز ہو اور یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جس مردہ جانور میں خون باقی رہ جائے وہ حرام ہے، اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر کاٹنے والی دھار دار چیز سے ذبح کرنا جائز ہے، البتہ ناخن، دانت اور ہر قسم کی ہڈی سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے تلوار، چھری، نیزے، پتھر، اینٹ، شیشہ، بانس، ٹھیکری، پیتل اور باقی تمام دھار والی اشیاء کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے۔

ناخن سے جو ذبح کرنا منع ہے اس سے مراد عام ہے خواہ انسان کے ناخن ہوں یا حیوان کے اور خواہ انگلیوں میں ہوں یا نہ ہوں۔ پاک ہوں یا ناپاک ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ذبح کرنا جائز نہیں ہے، اس طرح دانت میں بھی عموم مراد ہے خواہ انسان کے دانت ہوں یا حیوان کے متصل ہوں یا منفصل اور باقی ہڈیاں بھی اس کے ساتھ لاحق ہیں خواہ متصل ہوں یا منفصل، پاک ہوں یا ناپاک ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ذبح کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، امام احمد، اسحٰق، ابوثور، داؤد ظاہری اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے، البتہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین یہ کہتے ہیں متصل ناخن اور ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ناخن اور ہڈی جسم سے جدا ہوں تو ان کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے، (مبسوط میں لکھا ہے کہ یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے تاہم حدیث کے تقاضے سے یہ ناجائز ہونا چاہیے جیسا کہ جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ ہے، سعیدی غفرلہٗ) امام مالک کے اس مسئلہ میں متعدد اقوال ہیں اور مشہور قول یہ ہے کہ ہڈی کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے اور دانت کے ساتھ ذبح کرنا جائز نہیں ہے، خواہ ہڈی اور دانت کسی قسم کے ہوں، دوسرا قول جمہور کے مطابق ہے، تیسرا قول امام ابوحنیفہ کی طرح ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ ہر چیز کے ساتھ ذبح کرنا جائز ہے حتیٰ کہ دانت اور ہڈی کے ساتھ بھی ذبح کرنا جائز ہے، یہ اور اس سے پہلا قول باطل ہے اور سنت کے خلاف ہے۔ [1]

ذبح کی رگوں کے بارے میں مذاہب فقہاء

امام شافعی اور ان کے موافقین یہ کہتے ہیں کہ جب تک حلقوم (سانس کی نالی) اور مری (طعام کی نالی) کو کاٹ نہ دیا جائے اس وقت تک ذبح کرنا صحیح نہیں ہے اور ودجان (خون کی دو رگیں) کا کاٹنا مستحب ہے، امام احمد کی بھی یہی روایت زیادہ صحیح ہے، علامہ ابن منذر نے یہ کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ودجان، حلقوم اور مری کو کاٹ دیا جائے اور خون بہہ جائے تو ذکاۃ حاصل ہو جائے گی، اور اگر حلقوم اور ودجین (یعنی تین رگیں کٹ جائیں اور ایک مری رہ جاتے) تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، لیث، ابوثور اور داؤد بن منذر یہ کہتے ہیں کہ تمام رگوں کا کاٹنا شرط ہے، امام ابوحنیفہ نے یہ کہا کہ اگر چار میں سے تین رگیں کٹ جائیں تو ذبیحہ جائز ہے، امام مالک نے یہ کہا کہ حلقوم اور ودجین کا کاٹنا واجب ہے اور مری کا کاٹنا شرط نہیں ہے، امام مالک سے منقول دوسری روایت یہ ہے کہ صرف ودجین کا کاٹ دینا بھی کافی ہے اور تیسری روایت یہ ہے کہ چاروں رگوں کا کاٹنا شرط ہے، امام ابویوسف کے تین قول ہیں ایک قول امام ابوحنیفہ کی طرح ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ حلقوم اور کوئی سی دو رگیں کاٹ دی جائیں تو جائز ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ حلقوم، مری اور ودجین میں سے کسی ایک رگ کا کاٹ دینا واجب ہے، اور امام محمد نے یہ کہا ہے کہ اگر چار میں سے اکثر رگیں کاٹ دیں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ [2]

ذبح اور نحر کا ایک دوسرے کے قائم مقام ہونا

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے:

"ہر وہ چیز جس کا خون بہا دیا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۶، " " ، " "

کو کھالو ـــــ اس میں اس پر دلیل ہے کہ جس میں نحر ہے اس کو ذبح کیا جا سکتا ہے اور جس میں ذبح ہے اس کو نحر کیا جا سکتا ہے، یہ تمام علماء کے نزدیک جائز ہے، البتہ داؤد ظاہری اس کو ممنوع کہتے ہیں اور امام مالک کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور ایک روایت میں مکروہ تحریمی ہے اور ایک روایت میں مباح ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے اور گائے اور بکری میں ذبح کرنا سنت ہے۔

ذکاۃ اضطراری کی تفصیل اور مذاہب فقہاء

اس باب کی حدیث نمبر ۴۹۷۷ میں ہے: ایک اونٹ بھاگ گیا ایک شخص نے اس کے تیر مارا سو اس تیر نے اس کو ٹھیرا لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اونٹوں میں سے بعض اونٹ وحشی ہوتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی اونٹ تمہاری گرفت میں نہ آئے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔"

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جو جانور بھاگ جائے اور اس کو ذبح یا نحر کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس کے جسم کے کسی حصہ کو بھی زخمی کر دیا جائے تو یہ جائز ہے (یہ ذکاۃ اضطراری ہے) اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے جس کے ذبح پر قدرت ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو وحشی جانور ہو پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ جب تک اس کو حلق اور لبہ درمیان سے نہ کاٹا جائے وہ حلال نہیں ہے، خواہ وہ پالتو جانور ہو یا وحشی ہو مثلاً کسی شخص نے شکار یا وحشی جانور کو پکڑ لیا تو اب وہ حلق اور لبہ کے درمیان کاٹے بغیر حلال نہیں ہے، اور جو جانور وحشی ہو مثلاً شکار (جب وہ گرفت میں نہ آئے) تو اس کا پورا جسم مقام ذبح ہے لہٰذا اس کے جسم کے کسی حصہ پر بھی تیر لگ جائے یا اس پر کوئی زخم کرنے والا جانور چھوڑا جائے اور اس سے وہ جانور مر جائے تو اس کا کھانا بالاجماع جائز ہے (بندوق کی گولی کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے باوضاحت بیان کر چکے ہیں ـــــ سعیدی غفرلہٗ)۔

اسی طرح اگر پالتو جانور بھاگ جائے تو وہ شکار کی طرح ہے، یا کوئی پالتو جانور (مثلاً بیل یا اونٹ) کنویں میں گر جائے اور اس کو معروف طریقہ سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے جسم کے کسی بھی حصہ کو زخمی کر دیا تو وہ حلال ہے، حضرت علی بن ابیطالب، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، طاؤس، عطاء، شعبی، حسن بصری، اسود بن یزید، حکم، حماد، نخعی، ثوری، امام ابوحنیفہ، امام احمد، امام شافعی، مزنی، داؤد ظاہری اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے، امام مالک کہتے ہیں کہ ان صورتوں میں بھی حلق اور لبہ کے درمیان ذبح کیے بغیر حلال نہیں ہے اور جمہور فقہاء کی دلیل حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے۔ [1]

بَابُ بَيَانِ مَا كَانَ مِنَ النَّهْيِ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ بَعْدَ ثَلَاثٍ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ وَبَيَانِ نَسْخِهِ وَإِبَاحَتِهِ إِلَى مَتَى شَاءَ

باب ۶۹۲: ابتداء اسلام میں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت اور پھر اس کے منسوخ ہونے کا بیان

۴۹۸۲ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ شَهِدْتُ

ابو عبید کہتے ہیں کہ میں عید میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، حضرت علی نے خطبہ سے پہلے نماز

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْعِيدَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَأْكُلَ مِنْ لُحُومِ نُسُكِنَا بَعْدَ ثَلَاثٍ۔

پڑھائی اور کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد ہمیں اپنی قربانیوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔

۴۹۸۳۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ فَصَلّٰى لَنَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَاكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا لُحُومَ نُسُكِكُمْ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَلَا تَأْكُلُوا۔

ابن ازہر کہتے ہیں کہ وہ عید کے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے پھر انھوں نے حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی حضرت علی نے پہلے ہمیں نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم کو تین راتوں سے زیادہ اپنی قربانیوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، سو تم مت کھاؤ۔

۴۹۸۴۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین مزید سندیں بیان کی ہیں۔

۴۹۸۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَأْكُلُ أَحَدٌ مِنْ لَحْمِ أُضْحِيَّتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ کھائے۔

۴۹۸۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ) كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۴۹۸۷۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ تُؤْکَلَ لُحُوْمُ الْاَضَاحِیِّ بَعْدَ ثَلَاثٍ قَالَ سَالِمٌ فَکَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا یَاْکُلُ لُحُوْمَ الْاَضَاحِیِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَقَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ بَعْدَ ثَلَاثٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، سالم نے کہا حضرت ابن عمر تین دن سے اوپر قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور ابن ابی عمر نے تین دن کے بعد کا لفظ کہا۔

۴۹۸۸- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعَمْرَۃَ فَقَالَتْ صَدَقَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ تَقُوْلُ دَفَّ اَھْلُ اَبْیَاتٍ مِنْ اَھْلِ الْبَادِیَۃِ حَضْرَۃَ الْاَضْحٰی زَمَنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ادَّخِرُوْا ثَلَاثًا ثُمَّ تَصَدَّقُوْا بِمَا بَقِیَ فَلَمَّا کَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ النَّاسَ یَتَّخِذُوْنَ الْاَسْقِیَۃَ مِنْ ضَحَایَاھُمْ وَیَجْمِلُوْنَ مِنْھَا الْوَدَکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا نَھَیْتَ اَنْ تُؤْکَلَ لُحُوْمُ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثٍ فَقَالَ اِنَّمَا نَھَیْتُکُمْ مِنْ اَجْلِ الدَّافَّۃِ الَّتِیْ دَفَّتْ فَکُلُوْا وَادَّخِرُوْا وَتَصَدَّقُوْا۔

حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین (دن) کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا، عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے اس حدیث کا ذکر کیا، عمرہ نے کہا انھوں نے سچ کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الاضحیٰ کے موقع پر دیہات سے کچھ لوگ آئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تین دن تک گوشت کو جمع کرو اس کے بعد جو باقی بچے اس کو صدقہ کر دو، اس کے بعد صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ اپنی قربانی (کی کھالوں) سے مشکیں بناتے تھے اور اس (قربانی) کی چربی رکھتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب کیا ہوا؟ صحابہ نے کہا آپ نے تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا ہے، آپ نے فرمایا میں نے تم کو ان محتاجوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو اس وقت آئے تھے، اب قربانیوں کو کھاؤ، جمع کرو اور صدقہ کرو۔

۴۹۸۹- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ نَھٰی عَنْ اَکْلِ لُحُوْمِ الضَّحَایَا بَعْدَ ثَلَاثٍ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ کُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا وَادَّخِرُوْا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین (دن) کے بعد قربانیوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا اس کے بعد فرمایا: کھاؤ اور زادِ راہ بناؤ اور اکٹھا کرو۔

۴۹۹۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلَاثٍ بِمِنًى فَأَرْخَصَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا وَتَزَوَّدُوا قُلْتُ لِعَطَاءٍ قَالَ جَابِرٌ حَتَّى جِئْنَا الْمَدِينَةَ قَالَ نَعَمْ.

کہ ہم منیٰ کے تین دنوں سے زیادہ اپنے اونٹوں کی قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رخصت دی اور فرمایا کھاؤ اور زادِ راہ بناؤ، (راوی کہتے ہیں) میں نے عطاء سے کہا حضرت جابر نے یہ کہا تھا کہ حتیٰ کہ ہم مدینہ آگئے؟ انھوں نے کہا ہاں!۔

۴۹۹۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا لَا نُمْسِكُ لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَزَوَّدَ مِنْهَا وَنَأْكُلَ مِنْهَا (يَعْنِي فَوْقَ ثَلَاثٍ)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم تین (دن) سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے، پھر ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم اس کو زادِ راہ بنائیں اور اس سے کھاتے رہیں یعنی تین (دن) سے زیادہ۔

۴۹۹۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا نَتَزَوَّدُهَا إِلَى الْمَدِينَةِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قربانیوں کا گوشت بطور زادِ راہ مدینہ منورہ لے جاتے تھے۔

۴۹۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ لَا تَأْكُلُوا لُحُومَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَشَكَوْا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَخَدَمًا فَقَالَ كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَاحْبِسُوا وَادَّخِرُوا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى شَكَّ عَبْدُ الْأَعْلَى.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اہل مدینہ! تین (دن) سے زیادہ قربانیوں کا گوشت نہ کھاؤ، ابن مثنیٰ کی روایت میں تین دن ہے، پھر حضرات صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ ہمارے بال بچے اور نوکر چاکر ہیں، آپ نے فرمایا کھاؤ اور کھلاؤ، اور اس کو رکھو یا ذخیرہ کرو، ابن المثنیٰ نے کہا کہ عبدالاعلیٰ کو ان الفاظ میں شک ہے۔

۴۹۹۴ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَحّٰى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ فِي بَيْتِهِ بَعْدَ ثَالِثَةٍ شَيْئًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ أَوَّلَ فَقَالَ لَا إِنَّ ذَاكَ عَامٌ كَانَ النَّاسُ فِيهِ بِجَهْدٍ فَأَرَدْتُ أَنْ يُفْشُوا فِيهِمْ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے قربانی کرے تو تین دن کے بعد اس کے گھر میں (اس میں سے) کوئی چیز نہ رہے جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی طرح کریں جس طرح پہلے سال کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس سال لوگوں کو (گوشت کی) زیادہ احتیاج تھی تو میں نے یہ چاہا کہ گوشت ان میں پھیل جائے۔

۴۹۹۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ ذَبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ يَا ثَوْبَانُ أَصْلِحْ لَحْمَ هٰذِهِ فَلَمْ أَزَلْ أُطْعِمُهُ مِنْهَا حَتّٰى قَدِمَ الْمَدِينَةَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو ذبح کیا، پھر فرمایا اے ثوبان اس گوشت کو سنبھال کر رکھو! پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو برابر اس گوشت میں سے کھلاتا رہا حتی کہ آپ مدینہ آ گئے

۴۹۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ جُنَابٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۴۹۹۷ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَصْلِحْ هٰذَا اللَّحْمَ قَالَ فَأَصْلَحْتُهُ فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتّٰى بَلَغَ الْمَدِينَةَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے یہ فرمایا اس گوشت کو ٹھیک ٹھاک کر کے رکھو! پھر میں نے اس کو ٹھیک ٹھاک کیا اور آپ مدینہ منورہ پہنچنے تک اس گوشت میں سے کھاتے رہے۔

۴۹۹۸ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُلْ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں حجۃ الوداع کے الفاظ نہیں ہیں۔

۴۹۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ عَنْ أَبِيْ سِنَانٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ أَبُوْ سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَأَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ إِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْأَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا.

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو پہلے زیارت قبور سے منع کیا تھا، لیکن اب تم زیارت کیا کرو، اور میں نے پہلے تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا، اب تمہارا جب تک جی چاہے قربانی کا گوشت رکھ لیا کرو، اور میں نے تم کو مشک کے علاوہ تمام برتنوں میں نبیذ کے استعمال سے منع کیا تھا، اب تم تمام برتنوں میں نبیذ استعمال کرو، البتہ نشہ آور چیز کو نہ پینا۔

۵۱۴۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ أَبِيْ سِنَانٍ.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو پہلے منع کیا تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث سے احکام مستنبط کرنے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ قربانی کے گوشت کو جمع کرنا اور تین دن کے بعد اس سے کھانا حرام ہے، اور یہ کہ تحریم کا حکم اب بھی باقی ہے، حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی نظریہ ہے، اور جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ قربانی کے گوشت کو جمع کرنا اور تین دن کے بعد اس کو کھانا جائز ہے، اور بعض احادیث میں جو ممانعت کی گئی ہے وہ دوسری احادیث صریحہ سے منسوخ کر دی گئی ہے، خصوصاً حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ممانعت کی واضح تصریح ہے، اور یہ سنت سے ثابت شدہ حکم کی سنت سے منسوخ ہونے کی مثال ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ نسخ نہیں ہے بلکہ پہلے تین دن سے زیادہ گوشت رکھنے کی ممانعت ایک علت کی بنا پر کی گئی تھی اور جب وہ علت زائل ہو گئی تو وہ ممانعت منسوخ ہو گئی جیسا کہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے، ایک قول یہ ہے کہ پہلے جو ممانعت کی گئی تھی وہ تنزیہاً تھی اور یہ کراہت تنزیہی اب بھی باقی ہے لیکن حرام نہیں ہے، اور اگر وہ علت آج بھی پیدا ہو جائے اور لوگوں میں فقر اور گوشت کی احتیاج زیادہ ہو جائے تو اب بھی گوشت کو جمع کرنا مکروہ ہی ہوگا، انھوں نے کہا کہ حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کے قول کا بھی یہی محمل ہے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ ممانعت اب مطلقاً منسوخ ہو گئی ہے اور اب گوشت رکھ لینا حرام ہے نہ مکروہ، لہٰذا اب گوشت رکھ لینا بھی جائز ہے اور تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانا بھی جائز ہے، جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمہ وغیرہ کی احادیث میں اس کی تصریح ہے، اور حضرت

ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت (۴۹۹۵) میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا گوشت کو سنبھال کر رکھو پھر مدینہ منورہ پہنچنے تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس گوشت کو کھاتے رہے ان احادیث سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ کھانے پینے کی چیزوں کو جمع کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ [1]

اس باب کی آخری حدیث میں ہے کہ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا اور بعد میں اس کی اجازت دے دی، زیارت قبور پر مفصل بحث شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الجنائز میں گذر چکی ہے، اسی طرح نسخ پر مفصل بحث بھی شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی میں گذر چکی ہے۔

بَابُ الْفَرْعِ وَالْعَتِيرَةِ

فرع اور عتیرہ کا حکم

۵۰۰۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيرَةَ زَادَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ فَيَذْبَحُونَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرع کوئی چیز ہے نہ عتیرہ اور ابن رافع کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ فرع اونٹنی کے پہلے بچہ کو کہتے ہیں جس کو مشرک ذبح کیا کرتے تھے۔

فرع اور عتیرہ کا معنی

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل لغت نے کہا ہے کہ فرع اور عتیرہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جس کو رجب کے پہلے عشرہ میں ذبح کیا جاتا تھا اس کو رجبیہ بھی کہتے ہیں، عتیرہ کی اس تفسیر پر علماء کا اتفاق ہے اور فرع کی یہ تفسیر بھی کی ہے کہ یہ اونٹنی کا نومولود بچہ ہے جس کو (اہل جاہلیت) ذبح کرتے تھے، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے کہا ہے کہ وہ جانور کا نومولود بچہ ہے جس کو وہ ذبح کرتے تھے اور اس کی ماں میں برکت اور کثرت نسل کی امید سے اس بچہ کو ملکیت میں نہیں رکھتے تھے، بہ کثرت اہل لغت وغیرہ نے اسی طرح تفسیر کی ہے اور بہ کثرت علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ فرع اس نومولود بچہ کو کہتے ہیں جس کو وہ بتوں اور طواغیت کے لیے ذبح کرتے تھے، صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں یہی تفسیر ہے، ایک قول یہ ہے کہ جس شخص کے اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ جائے وہ اس کے بعد جس نومولود بچہ کو ذبح کرے اس کو نتاج کہتے ہیں، ابو مالک نے بیان کیا ہے کہ جس شخص کے اونٹ سو ہو جاتے تو وہ ایک جوان اونٹ کر لے کر آتا اور

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۵۹-۱۵۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اپنے بت کے لیے اس کو نحر کرتا، اس کو وہ لوگ فرع کہتے تھے۔

فرع اور عتیرہ کے متعلق دیگر احادیث فرع اور عتیرہ کے متعلق اس حدیث میں بھی حکم ہے اور اس کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث میں اس کے بارے میں حکم ہے، حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ندا کی اور کہا ہم زمانہ جاہلیت میں رجب کے مہینہ میں عتیرہ ذبح کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا جس ماہ میں چاہو اللہ کے لیے ذبح کرو اور اللہ کے لیے نیک کام کرو اور کھلاؤ، کہا ہم زمانہ جاہلیت میں فرع کو ذبح کرتے تھے، آپ ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہر رطب قدرتی گھاس چرنے والے جانوروں میں ایک ذبیحہ ہے، تمہارے مویشی چرتے رہیں حتیٰ کہ جب وہ بوجھ اٹھانے (یا حاجیوں کے سفر کے) قابل ہو جائیں تو تم ان کو ذبح کرو اور ان کے گوشت کو صدقہ کر دو۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پچاس جانوروں میں سے ایک جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر پچاس بکریوں میں سے ایک بکری (کے ذبح) کا حکم دیا ہے، ابن منذر نے کہا کہ حضرت عائشہ کی حدیث صحیح ہے، اور سنن ابو داؤد میں از عمرو بن شعیب از والد از جد روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرع کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا فرع حق ہے اور اگر تم اس کے ذبح کرنے کو ترک کر دو حتیٰ کہ وہ جوان ہو جائے یا ایک یا دو سال کا ہو جائے اور تم وہ کسی ہبہ کر دے دو یا اس کو اللہ کی راہ میں دے دو تو وہ اس کو اس طرح ذبح کرنے سے بہتر ہے، جس ذبح میں اس کا گوشت اس کی کھال سے چپکا ہوا ہوتا ہے (اور تم ایسا کر کے) اپنا برتن اوندھا کر دیتے ہو، اور اونٹنی کو بے چین کر دیتے ہو، ابو عبید نے اس حدیث کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فرع حق ہے، لیکن وہ اس کو پیدا ہوتے ہی ذبح کر دیتے تھے۔ اور اس میں کوئی قربانی نہیں ہوتی تھی، اسی لیے فرمایا کہ تم اس کو ذبح کرتے ہو درآں حالیکہ اس کا گوشت اس کی کھال سے چپکا ہوا ہوتا ہے، اور اس حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ بچہ کے چلے جانے سے اس اونٹنی کا دودھ منقطع ہو جاتا ہے، اس طرح تم گویا اپنا دودھ بہا کر اپنے برتن کو اوندھا کر دیتے ہو اور اونٹنی کو بے چین کر دیتے ہو۔ اس طرح آپ نے یہ اشارہ فرمایا کہ فرع (نومولود) بچہ کو ذبح کرنا ترک کر دو، حتیٰ کہ وہ ایک سال کا یا دو سال کا ہو جائے اور اس کو اس وقت ذبح کیا جائے جب اس کا گوشت لذیذ ہو چکا ہو اور اس کی ماں سے دودھ حاصل کیا جا چکا ہو اور اس کی جدائی اس کی ماں کے لیے رنج کا باعث نہ ہو اور وہ اس سے مستغنی ہو چکی ہو۔ امام بیہقی نے حضرت حارث بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرفات یا منیٰ میں حاضر ہوا آپ سے ایک شخص نے عتیرہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: "جو شخص چاہے عتیرہ کرے اور جو شخص چاہے نہ کرے اور جو شخص چاہے فرع کرے (یعنی نومولود جانور کو ذبح کرے) اور جو شخص چاہے نہ کرے"۔ اور حضرت ابن سیرین سے روایت ہے انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں جانور ذبح کرتے تھے اور اس کا گوشت خود کھاتے تھے اور لوگوں کو کھلاتے تھے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور حضرت مخنف بن سلیم سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان عرفات میں وقوف کیے ہوئے تھے، اس وقت میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو! ہر گھرانے پر ہر سال میں قربانی اور عتیرہ ہے، کیا تم جانتے ہو کہ عتیرہ کیا ہے؟ عتیرہ وہ ہے جس کو رجبیہ کہا جاتا ہے (یعنی جس جانور کو رجب میں ذبح کیا جائے) اس حدیث کو امام ابو داؤد امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور علامہ خطابی نے کہا یہ حدیث ضعیف

ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابورملہ مجہول ہے

فرع اور عتیرہ کے متعلق احادیث کی وضاحت

فرع اور عتیرہ کے متعلق جو احادیث آئی ہیں یہ ان کا مختصر بیان ہے، امام شافعی نے کہا کہ فرع وہ چیز ہے جس کو ذبح کر کے اہل جاہلیت اپنے اموال میں برکت کو حاصل کرتے تھے، کوئی شخص اپنی جوان اونٹنی یا بکری کو ذبح کرتا اور برکت کی امید سے اس کو خود نہیں کھاتا تھا دوسروں کو کھلاتا تھا، پھر صحابہ کرام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو ذبح کر لیا کرو، ان کا سوال اس لیے تھا کہ زمانہ جاہلیت میں جو وہ ذبح کرتے تھے کہیں وہ اسلام میں مکروہ تو نہیں ہے سو آپ نے ان کو یہ خبر دی کہ یہ فعل مکروہ نہیں ہے اور ان سے یہ فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ وہ اس جانور کو کھلا پلا کر بڑا کریں پھر اس کو اللہ کی راہ میں دے دیں، امام شافعی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ فرع حق ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہ باطل نہیں ہے کیونکہ سائل کا مقصد یہی تھا کہ یہ کہیں باطل تو نہیں ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا: "کوئی فرع ہے نہ عتیرہ" اس کا مطلب یہ ہے کہ فرع واجب ہے نہ عتیرہ، امام شافعی نے کہا دوسری حدیث اسی معنی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سائل کو ذبح کرنے کی اجازت دی اور اس بات کو ترجیح دی کہ وہ اس جانور کو بڑا کر کے کسی بیوہ کو دے دے یا اللہ کی راہ میں دے دے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عتیرہ کے متعلق فرمایا جس مہینہ میں چاہو اللہ کے لیے ذبح کر دو، یعنی اگر تم چاہو تو کسی بھی مہینہ میں اللہ کے لیے جانور کو ذبح کر دو اور اس کو رجب کے مہینہ میں ذبح کرنے کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔

فرع اور عتیرہ کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: کہ ہمارے فقہاء کا صحیح قول یہ ہے کہ فرع اور عتیرہ مستحب ہے، امام شافعی نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور لا فرع ولا عتیرۃ۔ "کوئی فرع ہے نہ عتیرہ" کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں وجوب کی نفی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جو مشرکین اپنے بتوں کے تقرب کے لیے ذبح کرتے تھے اس حدیث میں اس کی نفی ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کا قربانی کی طرح ثواب نہیں ہے، البتہ مساکین پر گوشت تقسیم کرنا نیکی اور صدقہ ہے، یہ ہمارے مذہب کی تفصیل ہے اور قاضی عیاض مالکی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فرع اور عتیرہ کا امر منسوخ ہو چکا ہے۔ [1]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

فرع اور عتیرہ دونوں اسلام میں ممنوع ہیں اور ممانعت کی علت بتوں کے لیے ذبح کرنا ہے اگر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ذبح کیا جائے تو پھر ممنوع نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں عتیرہ ذبح کرتے تھے، اب آپ ہمیں اس کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "اللہ کے لیے ذبح کرو خواہ کسی ماہ میں ذبح کرو، اور اللہ کے لیے نیکی کرو اور لوگوں کو کھلاؤ" یہ حدیث ابتداء اسلام پر محمول ہے بعد میں آپ نے لا فرع ولا عتیرۃ۔ "کوئی فرع ہے نہ عتیرہ" فرما کر ان سے بالعموم منع فرما دیا کیونکہ اس میں بہر حال بت پرستوں کے عمل سے مشابہت ہے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۰ - ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۱۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

حدیث میں ہے لا فرع ولا عتیرۃ "کوئی فرع ہے نہ کوئی عتیرہ" امام شافعی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ فرع اور عتیرہ واجب نہیں ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل سنن نسائی کی اس روایت سے مردود ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الفرع و العتیرۃ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے۔

فرع اور عتیرہ کے سلسلہ میں متعدد متعارض روایات ہیں، امام نسائی نے حارث بن عمرو سے یہ روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی.... ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ عتائر اور فرائع کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: جو چاہے عتیرہ کو ذبح کرے اور جو چاہے نہ ذبح کرے اور جو چاہے فرع کو ذبح کرے اور جو چاہے نہ کرے نیز امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر بن لقیط بن عامر عقیلی نے کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں رجب میں ایک جانور ذبح کرتے، خود بھی اس سے کھاتے تھے اور جو شخص ہمارے پاس آتا اس کو بھی کھلاتے تھے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر علامہ عینی نے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن کو ہم علامہ نووی کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں، اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں: یہ تمام احادیث فرع اور عتیرہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں، علامہ ابن بطال نے لکھا ہے کہ علماء میں سے علامہ ابن سیرین رجب میں عتیرہ کو ذبح کرتے تھے اور امام طحاوی نے آثار میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر عتیرہ ذبح کرتے تھے، فقہاء شافعیہ نے اس کو مستحب لکھا ہے، اور قاضی عیاض اور علامہ حازمی نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں آپ نے فرع اور عتیرہ سے منع فرمایا ہے وہ جواز کی احادیث کی ناسخ ہے اور جمہور علماء کا اسی پر عمل ہے۔ [1]

باب ۲۹۴ نہی من دخل علیہ عشر ذی الحجۃ وھو یرید التضحیۃ ان یاخذ من شعرہ او اظفارہ شیئا

قربانی کرنے والے کے لیے قربانی کرنے سے پہلے بال اور ناخن کٹوانے کی ممانعت

۵۰۰۲۔ حدثنا ابن ابی عمر المکی حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن حمید بن عبد الرحمن بن عوف سمع سعید بن المسیب یحدث عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا دخلت العشر وارادا احدکم ان یضحی فلا یمس من شعرہ وبشرہ شیئا قیل لسفیان فان بعضھم لا یرفعہ قال لکنی ارفعہ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عشرہ ذوالحج شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے، تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کاٹے، سفیان (راوی) سے کہا گیا کہ بعض راوی اس حدیث کو مرفوعاً بیان نہیں کرتے، انھوں نے کہا میں اس کو مرفوعاً بیان کرتا ہوں۔

۵۰۰۳۔ وحدثناہ اسحق بن ابراھیم اخبرنا سفیان حدثنی عبد الرحمن بن حمید بن عبد الرحمن بن عوف عن سعید بن المسیب

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عشرہ ذوالحج داخل ہو جائے تو جس شخص کے پاس قربانی ہو اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ تَرْفَعُهُ، قَالَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَ عِنْدَهُ اُضْحِيَّةٌ يُرِيْدُ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلَا يَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفْرًا۔

ہو وہ اپنے بالوں کو کاٹے نہ ناخنوں کو۔

۵۰۰۴۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ الْعَنْبَرِيُّ اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَاَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهٖ وَ اَظْفَارِهٖ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذوالحجہ کا ہلال دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بالوں اور ناخنوں کو اسی حال پر رہنے دے۔

۵۰۰۵۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ عُمَرَ اَوْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۰۰۶۔ وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو اللَّيْثِيُّ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ اُكَيْمَةَ اللَّيْثِيِّ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ ذِبْحٌ يَذْبَحُهٗ فَاِذَا اُهِلَّ هِلَالُ ذِي الْحِجَّةِ فَلَا يَاْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ اَظْفَارِهٖ شَيْئًا حَتّٰى يُضَحِّيَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لیے کوئی ذبیحہ ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے تو وہ قربانی کرنے تک اپنے بالوں اور ناخنوں کو بالکل نہ کاٹے۔

۵۰۰۷۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عَمَّارٍ اللَّيْثِيُّ قَالَ كُنَّا فِي الْحَمَّامِ قُبَيْلَ الْاَضْحٰى فَاطَّلٰى فِيْهِ نَاسٌ فَقَالَ بَعْضُ اَهْلِ الْحَمَّامِ اِنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ

عمرو بن مسلم بن عمار لیثی بیان کرتے ہیں کہ عید الاضحیٰ سے کچھ پہلے ہم حمام میں تھے، بعض لوگوں نے چونے سے اپنے بال صاف کیے، بعض اہل حمام نے کہا کہ سعید بن مسیب اس فعل کو مکروہ کہتے ہیں یا اس سے منع کرتے ہیں، میری سعید بن مسیب سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے اس بات کا ذکر کیا انھوں

بَكْرَةُ هٰذَا أَوْ يُنْهٰى عَنْهُ فَلَقِيتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ نُسِيَ وَتُرِكَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ سَلَمَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو۔

نے کہا اے بھتیجے یہ حدیث بھلا دی گئی اور ترک کر دی گئی مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۵۰۰۸- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَخِي ابْنِ وَهْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ أَخْبَرَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ الْجُنْدَعِيِّ أَنَّ ابْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ وَذَكَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِهِمْ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

عشرۂ ذوالحجہ میں قربانی سے پہلے قربانی کرنے والے کے بال اور ناخن کاٹنے میں مذاہب فقہاء۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

عشرہ ذوالحج داخل ہونے کے بعد قربانی کرنے والے کے لیے اپنے بال اور ناخن کاٹنے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، سعید بن مسیب، ربیعہ، امام احمد، اسحاق، داؤد (ظاہری) اور بعض اصحاب شافعی نے یہ کہا ہے کہ عشرہ ذوالحج میں قربانی کرنے والے پر قربانی سے پہلے اپنے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا حرام ہے، اور امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے، اور امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نفلی قربانی میں یہ حرام ہے اور جو قربانی واجب ہو اس میں حرام نہیں ہے، جو فقہاء اس کو حرام قرار دیتے ہیں ان کا استدلال ان احادیث سے ہے امام شافعی اور دوسرے فقہاء، جو حرمت کے قائل نہیں ہیں ان کا استدلال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدی (قربانی کا جانور) کے لیے ہار بنتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہار اس کے گلے میں ڈال کر اس کو روانہ کر دیتے اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کی تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ کی ہدی کی قربانی ہو جاتی۔" امام شافعی فرماتے ہیں ہدی کو بھیجنا قربانی کرنے کے ارادہ سے زیادہ قوی ہے اور جب ہدی بھیجنے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی تو قربانی کرنے کے ارادہ سے کوئی چیز کیسے حرام ہو جائے گی؟ اس وجہ سے امام شافعی نے اس باب کی احادیث کو کراہت تنزیہ پر محمول کیا ہے۔

بال کاٹنے کی ممانعت سے مراد عام ہے خواہ کسی طریقہ سے یا جسم کے کسی حصہ کے بال بھی کاٹے جائیں، ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ بال کاٹنے کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اجزاء کے ساتھ مکمل طور پر باقی رہے تاکہ مکمل جہنم سے آزاد

ہو، بعض علماء نے کہا یہ ممانعت اس وجہ سے ہے کہ قربانی کرنے والے کی محرم کے ساتھ مشابہت ہو لیکن یہ غلط ہے کیونکہ بال اور ناخن نہ کاٹ کر وہ محرم کے ساتھ مشابہ نہیں ہوتا کیونکہ نہ وہ عورتوں سے پرہیز کرتا ہے نہ خوشبو اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کو ترک کرتا ہے حالانکہ محرم ان چیزوں کو ترک کرتا ہے[1] (یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ مشابہت صرف بعض اوصاف میں اشتراک سے ہو جاتی ہے مشابہت کے لیے مکمل اشتراک ضروری نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک عشرہ ذوالحج میں قربانی کرنے والے کے لیے قربانی سے پہلے بالوں اور ناخنوں کو کاٹنے کی رخصت ہے اور یہ ممانعت تنزیہی ہے یعنی قربانی کے ایام میں بالوں اور ناخنوں کو کاٹنا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے اور یہی مذہب شافعی ہے۔[2]

بَابُ تَحْرِيْمِ الذَّبْحِ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَعْنِ فَاعِلِهٖ

غیر اللہ کی تعظیم کے لیے ذبح کرنے کی حرمت اور ذبح کرنے والے پر لعنت کا بیان

۵۰۰۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ مَرْوَانَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ إِلَيْكَ قَالَ فَغَضِبَ وَقَالَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسِرُّ إِلَيَّ شَيْئًا يَكْتُمُهُ النَّاسَ غَيْرَ أَنَّهُ قَدْ حَدَّثَنِي بِكَلِمَاتٍ أَرْبَعٍ قَالَ فَقَالَ مَا هُنَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهُ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوَى مُحْدِثًا وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ۔

عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے سرگوشیوں میں کیا کہتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہوئے اور فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی راز نہیں بتایا جس کو اور لوگوں سے چھپایا ہو، البتہ آپ نے مجھے چار باتیں ارشاد فرمائی ہیں اس نے پوچھا اے امیر المومنین وہ کیا باتیں ہیں، آپ نے کہا حضور نے فرمایا جو شخص اپنے والد پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو شخص زمین (کی حدبندی) کے نشانات کو مٹائے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

۵۰۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

ابو الطفیل کہتے ہیں ہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۰۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

اَبُوْخَالِدِ الْاَحْمَرُ سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْنَا لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَخْبِرْنَا بِشَيْءٍ اَسَرَّهُ اِلَيْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اَسَرَّ اِلَيَّ شَيْئًا كَتَمَهُ النَّاسَ وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ الْمَنَارَ۔

۵۰۱۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ اَبِيْ بَزَّةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ اَخَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ كَافَّةً اِلَّا مَا كَانَ فِيْ قِرَابِ سَيْفِيْ هٰذَا قَالَ فَاَخْرَجَ صَحِيْفَةً مَكْتُوْبٌ فِيْهَا لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰى مُحْدِثًا۔

اللہ عنہ سے کہا ہمیں وہ راز بتائیے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بتلایا ہے، آپ نے فرمایا حضور نے مجھے کوئی ایسی چیز نہیں بتائی جس کو لوگوں سے چھپایا ہو لیکن میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جس نے کسی بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جس نے اپنے والدین پر لعنت کی اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جس نے زمین (کی حدبندی) کے نشانات تبدیل کیے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کسی چیز کے ساتھ خاص کر لیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی ایسی چیز کے ساتھ خاص نہیں کیا جس کی خبر اور لوگوں کو نہیں دی، البتہ میری اس تلوار کی نیام میں کچھ احکام ہیں پھر آپ نے ایک صحیفہ نکالا جس میں لکھا ہوا تھا جو شخص غیر اللہ کے لیے ذبح کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص زمین کی (حدبندی کی) نشانی چرائے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص اپنے والد پر لعنت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو اور جو شخص کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

غیر اللہ کی خاطر یا غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنے کا حکم

والدین کو لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے، کتاب الایمان میں اس کی مکمل وضاحت ہو چکی ہے، اور بدعت کی مکمل بحث شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی میں گذر چکی ہے، باقی رہا غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا سو اس کے متعلق علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

غیر اللہ کے لیے ذبح کرنے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا جائے، مثلاً کوئی شخص بت یا پیغمبر کے نام پر جانور ذبح کرے یا ذبح کے وقت حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ یا کعبہ کا نام لے، اس قسم کے تمام ذبیحے حرام ہیں اور یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا یہودی یا عیسائی ہو، امام شافعی نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے اصحاب شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے اور جس کے نام پر ذبح کیا ہے اگر اس کی تعظیم اور عبادت کا قصد کیا تو یہ کفر ہے اگر ذبح کرنے والا پہلے مسلمان تھا تو اس طرح ذبح کرنے کے بعد مرتد ہو جائے گا، شیخ ابراہیم مروزی شافعی نے ذکر کیا ہے کہ بادشاہ کے استقبال کے وقت اس

کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اہل بخارا نے اس کی تحریم کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ ما اہل بہ لغیر اللہ کا مصداق ہے اور علامہ رافعی نے کہا کہ وہ لوگ بادشاہ کے آنے کی خوشی میں ذبح کرتے ہیں سو یہ ذبیحہ عقیقہ کی طرح ہے اور اس کے حرام ہونے کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہے۔ [1]

امراء کی خاطر جانور ذبح کرنے کا حکم

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

امیر یا کسی اور بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ یہ اھلال لغیر اللہ - (غیر اللہ کے لیے آواز بلند کرنا) ہے خواہ اس میں ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا جاتے یا نہیں، اور اگر اس نے مہمان کی خاطر جانور ذبح کیا تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت ہے، اور مہمان کی عزت کرنا اللہ کی عزت کرنا ہے وجہ فرق یہ ہے کہ اگر وہ خود کھانے یا مہمان کو کھلانے کے لیے ذبح کرتا ہے تو یہ ذبح کرنا اللہ کے لیے ہوگا اور اس کی منفعت مہمان کے لیے ہوگی یا دعوت کے لیے یا قصاب کو اس کا نفع ہوگا اور اگر کھانے کے لیے ذبیحہ پیش نہیں کیا (یعنی نہ خود کھایا نہ امیر کو کھلایا) بلکہ کسی اور کو دے دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی اور یہ ذبیحہ حرام ہوگا۔ اور کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ اس میں دو قول ہیں، (بزازیہ و شرح وہبانیہ) میں کہتا ہوں کہ منیہ کی کتاب المصید میں یہ لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور وہ کافر نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کسی مسلمان کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح کے ساتھ کسی انسان کا تقرب حاصل کرے گا۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں: کسی انسان کا تقرب بطور عبادت حاصل کرنا کفر ہے اور مسلمان کے حال سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ کسی آدمی کا بطور عبادت تقرب حاصل کرے اس لیے جو شخص کسی امیر کے آنے پر جانور ذبح کرتا ہے اس کا اس ذبح سے دنیاوی فائدہ حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے یا اس کی محبت کو حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے ایک جانور کا فدیہ دے رہا ہے لیکن چونکہ اس ذبیحہ میں اس امیر کی تعظیم مقصود ہوتی ہے اس لیے حکماً ذبح کے وقت ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا محض اللہ کے لیے نہیں رہتا اور یہ ایسا ہے جیسے ذبح کے وقت کوئی کہے "اللہ کے نام پر اور فلاں کے نام پر" سو یہ ذبیحہ حرام ہے لیکن حرمت کو کفر لازم نہیں ہے۔ [3]

ایصال ثواب کے لیے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم

مسلمانوں کا معمول ہے کہ وہ بزرگانِ دین کے ایصال ثواب کے لیے جانور کو ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کرتے ہیں یا گوشت کو پکا کر کھانے کو فقراء پر صدقہ کرتے ہیں اور اس صدقہ کا ثواب کسی اللہ کے ولی کو پہنچاتے ہیں، بعض لوگ اس عمل کو ناجائز کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کا بکرا ہے (یعنی فلاں بزرگ کو ثواب پہنچانے کے لیے یہ بکرا ہے) یہ اھلال لغیر اللہ ہے (غیر اللہ کے نام پر پکارنا ہے) اور اھلال لغیر اللہ - شرک ہے لہٰذا جس شخص نے کسی جانور کو کسی بزرگ کے ساتھ نامزد کیا وہ مشرک ہو گیا اور وہ ذبیحہ حرام ہے۔

اس باب کی حدیث اور فقہاء کی عبارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی تعظیم کی خاطر کسی جانور کو ذبح کرے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۰، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا تاہم یہ کفر نہیں ہے، کفر اس وقت ہوگا جب وہ اس بزرگ کی تعظیم بطور عبادت کرے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے کہ وہ کسی بزرگ کی بطور عبادت تعظیم کرے، اور اگر جانور کو ذبح کرنے سے اس بزرگ کی تعظیم مقصود نہیں ہے، مقصود تو اس جانور کے گوشت یا اس گوشت سے تیار شدہ کھانے کو صدقہ کرنا ہے اور جانور کو ذبح کرنا صرف اس کے گوشت کے حصول کے لیے ہے تو یہ بلاشبہ جائز ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے مہمان کے لیے جانور ذبح کرتا ہے اس لیے عام مسلمانوں کے متعلق بدگمانی نہیں کرنی چاہیے اور ان کے افعال کو صحیح وجہ پر محمول کرنا چاہیے، ہاں اگر اولیاء اللہ کو ایصال ثواب کرنے والا کوئی شخص راہ اعتدال اور صحیح طریقہ سے ہٹا ہوا ہو تو اس کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے وہ صرف گوشت کے حصول کے لیے ذبح کرے اور اس ذبح سے اللہ کے سوا اور کسی کی تعظیم کا قصد نہ کرے البتہ جب اس گوشت کو صدقہ کر کے اس صدقہ کا ایصال ثواب کرے اور اس میں اولیاء اللہ کی تعظیم کا قصد کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الاشربۃ

(نشہ آور مشروبات کا بیان)

خمر کا لغوی معنی قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع فقہاء سے خمر حرام ہے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیقت میں خمر انگور کے اس کچے شیرہ کو کہتے ہیں جو پڑے پڑے سڑ کر جھاگ چھوڑ دے، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں لغت میں خمر کا یہی معنی ہے اور یہی حقیقت ہے البتہ مجازاً ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا جاتا ہے، احادیث اور آثار میں جہاں ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہا گیا ہے وہ اطلاق مجازی ہے اس کے برعکس ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ خمر کا معنی ڈھانپنا ہے شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے اور ہر نشہ آور مشروب حقیقۃً خمر ہے۔ اب ہم لغت کے حوالوں سے خمر کا معنی بیان کرتے ہیں اس سے صورت حال کو جاننے میں آسانی ہو گی۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والخمر ما اسکر من عصیر العنب لانها خامرت العقل وقال ابوحنیفة قد تکون الخمر من الحبوب فجعل الخمر من الحبوب قال ابن سیده واظنه تسمحا منه لان حقیقة الخمر انما هی العنب دون سائر الاشیاء..... والعرب تسمی العنب خمرا قال واظن ذلك لکونها منه، حکاها ابوحنیفة قال وهی لغة یمانیة وقال فی قوله تعالیٰ انی ارانی اعصر خمرا ان الخمر هی العنب وقال ابن عرفة اعصر خمرا ای استخرج الخمر واذا عصر العنب فانما یستخرج به الخمر فلذلك قال اعصر خمرا قال ابوحنیفة: زعم بعض

خمر انگور کے اس شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے، ابوحنیفہ دینوری نے یہ کہا کہ دانوں سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کو خمر کہتے ہیں، ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں یہ علامہ دینوری کا تسامح ہے کیونکہ خمر کی حقیقت انگور ہیں نہ کہ دوسری اشیاء، اور عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں، ابن سیدہ نے کہا میرے گمان میں انگوروں کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ خمر انگوروں سے بنائی جاتی ہے ابوحنیفہ دینوری نے اس قول کی حکایت کی ہے اور کہا کہ یہ یمن کی لغت ہے، نیز انہوں نے کہا کہ قرآن مجید میں ہے انی ارانی اعصر خمرا۔ "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خمر نچوڑ رہا ہوں" یہاں خمر سے مراد انگور ہیں، ابن عرفہ نے کہا کہ خمر نچوڑنے کا معنی ہے انگور نچوڑ

الرواة انه راى يمانيا فقد حمل عنبا فقال له: ماتحمل؟ فقال: خمرًا: فسمى العنب خمرًا۔ [1]

کہ خمر حاصل کرنا اور جب انگور نچوڑ لیے جائیں تو اس سے خمر حاصل ہوتی ہے اس لیے اس نے کہا میں خمر نچوڑ رہا ہوں۔ ابو حنیفہ نے کہا کہ بعض راویوں نے کہا کہ انھوں نے یمن کے ایک شخص کو دیکھا جو انگور اٹھائے جا رہا تھا اس سے پوچھا تم نے کیا اٹھایا ہوا ہے؟ اس نے کہا خمر! سو اس نے انگوروں پر خمر کا اطلاق کیا۔

علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

الخمر ما اسكر من عصير العنب خاصة وهو مذهب ابى حنيفة رحمه الله تعالى و الكوفيين مراعاة لفقه اللغة اوعام اى ما اسكر من عصير كل شيء لان المدار على السكر و غيبوبة العقل وهو الذى اختاره الجماهير وقال ابو حنيفة الدينورى وقد تكون الخمر من الحبوب قال ابن سيده واظنه تسمحا منه لان حقيقة الخمر انما هى للعنب دون سائر الاشياء .... والعرب تسمى العنب خمرا قال ابن سيده واظن ذلك لكونها منه۔ [2]

خمر صرف انگور کے اس شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور کوفیین کا یہی مذہب ہے، کیونکہ اس میں لغت کی رعایت ہے۔ یا ہر چیز کے نشہ آور شیرہ کو خمر کہتے ہیں، کیونکہ خمر ہونے کا مدار نشہ پر اور عقل کے غائب ہونے پر ہے، اسی کو جمہور نے اختیار کیا ہے ابو حنیفہ دینوری نے یہ کہا ہے کہ دانوں سے جو شراب بنائی جاتی ہے اس کو خمر کہتے ہیں، ابن سیدہ نے کہا میرے خیال میں یہ ان کا تسامح ہے، کیونکہ خمر حقیقت میں انگور سے بنتی ہے نہ کہ باقی اشیاء سے، عرب انگوروں کو خمر کہتے ہیں ابن سیدہ نے کہا کہ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ انگوروں سے خمر بنائی جاتی ہے۔

علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی لکھتے ہیں:

الخمر ما اسكر من عصير العنب وفى المصباح الخمر اسم لكل مسكر خامر العقل اى غطاه وفى القرآن انى ارانى اعصر خمرا اى عنبا۔ [3]

خمر انگور کے اس شیرہ کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو، اور مصباح میں ہے خمر ہر اس نشہ آور چیز کا نام ہے جو عقل کو ڈھانپ لے، قرآن مجید میں ہے "میں نے خواب میں اپنے آپ کو خمر نچوڑتے ہوئے دیکھا، یعنی انگور نچوڑتے ہوئے دیکھا۔

کتب لغت کو بہ طریق انصاف دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خمر انگور کے نشہ آور (کچے) شیرہ کو کہتے ہیں، عرب کا یہی محاورہ تھا اور قرآن مجید میں چونکہ لغت عرب میں نازل ہوا ہے اس لیے قرآن مجید میں بھی انگوروں پر خمر کا اطلاق کیا گیا ہے، اس لیے اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ ہی کی رائے صحیح ہے، ائمہ ثلاثہ اور دیگر فقہاء کی رائے میں ہر نشہ آور مشروب کو خمر کہتے ہیں، اس اختلاف کا حاصل یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک خمر یعنی انگور کے نشہ آور کچے شیرہ کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور اس کی حرمت قطعی ہے، یہ واضح رہے کہ اس اختلاف کے باوجود

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ: لسان العرب ج ۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ: تاج العروس ج ۳ ص ۱۸۷-۱۸۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۳۰۴ھ

تمام ائمہ اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے البتہ حرمت کی نوعیت میں اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک خمر کی حرمت قطعی ہے اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے، خواہ نشہ ہو یا نہ ہو اور اس کے پینے پر حد مطلقاً واجب ہے خواہ خمر کو بہ قدر نشہ پیا جائے یا اس سے کم اور باقی مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں پیئے جائیں تو حرام ہیں اور نشہ ہونے پر حد واجب ہے اور اگر نشہ آور مشروبات کو اس سے کم مقدار میں پیا جائے تو حرام ہیں نہ نجس اور نہ ان پر حد واجب ہے، اس کے برخلاف باقی ائمہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور اس کو پینا مطلقاً حرام ہے خواہ بہ قدر نشہ پیا جائے یا اس سے کم۔

خمر کے سلسلہ میں لغوی وضاحت کرنے کے بعد پہلے ہم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے خمر کی حرمت پر دلائل بیان کریں گے، پھر خمر کے بارے میں مذاہب فقہاء بیان کریں گے اور جمہور فقہاء کے دلائل کا ذکر کریں گے اور آخر میں خمر کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو دلائل سے پیش کریں گے۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

خمر کی حرمت پر قرآن مجید سے دلائل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۰ انما یرید الشیطٰن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۰

(مائدہ ۵:۹۰-۹۱)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو سکو، شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کو یاد کرنے اور نماز پڑھنے سے روک دے، تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آنے والے ہو۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں شراب جوئے، بت اور فال کے تیروں کو نجس اور شیطانی کام قرار دیا ہے، اور ان کا شیطانی کام ہونا بھی ان کی نجاست کو مؤکد کرتا ہے کیونکہ شیطان نجس اور خبیث ہے کیونکہ وہ کافر ہے اور کفار نجس ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انما المشرکون نجس "مشرکین نجس ہیں" اور جو نجس ہو وہ نجاست کی دعوت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب ان کاموں سے اجتناب کا حکم دیا تو ان کی دو خرابیاں بیان کیں ایک دنیاوی خرابی اور ایک اخروی خرابی دنیاوی خرابی شراب اور جوئے کی وجہ سے بغض اور عداوت ہے اور اخروی خرابی اللہ کی یاد اور نماز سے محرومی ہے، شراب اور جوئے سے بغض اور عداوت پیدا ہونے کی تفصیل یہ ہے کہ: جو شخص اپنے ساتھیوں کے ساتھ شراب پیتا ہے اس کا مقصد اپنے ساتھیوں کے ساتھ تکلف و محبت کے ساتھ وقت گذارنا ہوتا ہے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے اور عقل زائل ہونے کے بعد شہوت اور غضب کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس بنا پر ساتھیوں سے لڑائی ہو جاتی ہے اور آپس میں عداوت اور بغض پیدا ہو جاتا ہے، اور جوئے میں جب ایک امیر آدمی اپنے کسی ساتھی سے جوا کھیل کے اپنی تمام پونجی ہار کر مفلس اور قلاش ہو جاتا ہے اور اس کا ساتھی اس کی تمام دولت پر قابض ہو جاتا ہے تو ہارنے والے کے دل میں جیتنے والے کے خلاف بغض اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

شراب اور جوئے کا اللہ کی یاد اور نماز سے روکنا بھی واضح ہے، کیونکہ شراب پی کر انسان لذات دنیاویہ میں مستغرق ہو

جاتا ہے اور جب انسان دنیاوی لذتوں میں منہمک اور مستغرق ہو جاتے تو دل میں خدا کی یاد رہتی ہے نہ نماز پڑھنے کی کوئی تحریک ہوتی ہے اور جو شخص جوئے کا رسیا ہو جائے اسے مخالف سے جیتنے کی دھن کے سوا اور کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا۔ [1]

خمر کی حرمت پر احادیث اور آثار سے دلائل

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال حرمت الخمر حین حرمت وما نجد یعنی بالمدینۃ خمر الاعناب الا قلیلا وعامۃ خمرنا البسر والتمر۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شراب حرام کی گئی اس وقت مدینہ منورہ میں انگوروں سے بنی ہوئی شراب بہت کم تھی اور ہماری عام شرابیں کچی کھجوروں اور چھواروں سے بنی ہوئی ہوتی تھیں۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الخمر وشاربھا وساقیھا وبائعھا ومبتاعھا وعاصرھا ومعتصرھا وحاملھا والمحمولۃ الیھا۔ [4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے شراب پر، شراب پینے والے پر، شراب پلانے والے پر، شراب فروخت کرنے والے پر، شراب خرید نے والے پر، شراب نچڑوانے والے پر، شراب نچوڑنے والے پر، شراب اٹھا کر لانے والے پر، اور شراب منگوانے والے پر لعنت کی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شرب الخمر لم تقبل لہ صلاۃ اربعین صباحا فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد لم یقبل اللہ صلوٰۃ اربعین صباحا فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد لم یقبل اللہ صلوٰۃ اربعین صباحا فان تاب تاب اللہ علیہ فان عاد الرابعۃ لم یقبل اللہ صلوٰۃ اربعین صباحا فان تاب لم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے شراب پی اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کی جائیں گی، اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلے گا اور اگر اس نے دوبارہ شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کرے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا، اور اگر اس نے پھر شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۴۶ - ۴۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[4] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ ھ

یتب اللہ علیہ وسقاہ من نہر الخبال قیل یا ابا عبدالرحمٰن وما نہر الخبال قال نہر من صدید اھل النار۔ [1]

کرے گا اور اگر اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا اور اگر اس نے چوتھی بار شراب پی تو اللہ تعالیٰ اس کی چالیس روز کی نمازیں قبول نہیں کرے گا، اور اس نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا اور اس کو نہر خبال سے پلائے گا کہا گیا کہ اے ابو عبدالرحمان! نہر الخبال کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ وہ جہنمیوں کی پیپ کی نہر ہے۔

گذشتہ امتوں میں شراب کے حلال ہونے اور اس امت میں شراب کے حرام ہونے کی وجہ

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

نشہ آور مشروبات کی تحریم کی حرمت بالکل واضح ہے کیونکہ یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے جس سے خطاب الٰہی متعلق ہوتا ہے اور جس پر احکام کا مکلف ہونا موقوف ہے، البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی شرائع سابقہ میں شراب کو کیوں حلال قرار دیا گیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ گذشتہ امتوں کی عمریں بہت لمبی تھیں اور ان کے اجسام بہت مضبوط تھے ان کے جسموں میں ایسی قوت مدافعت رکھی گئی تھی جو شراب کی خرابیوں کا توڑ کر لیتی تھی، اس کے برخلاف اس امت کی عمریں کم ہیں اور اجسام کمزور ہیں اس وجہ سے وہ شراب کی فتنہ انگیزیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس لیے ان کی بھلائی اسی میں تھی کہ ان پر شراب کلیتہً حرام کر دی جاتے، اور ابتداء اسلام میں شراب کو حرام نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ شراب کی خرابیوں کا خود مشاہدہ کر لیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام نے احکام تدریجاً نازل کیے تاکہ لوگوں پر ان کا عمل کرنا دشوار نہ ہو۔ [2]

تحریم خمر کی تاریخ اور اس کے تدریجاً نازل ہونے کا بیان

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۱-۹۰ نازل ہونے سے پہلے خمر حرام نہیں تھی، اس کی تحریم تین ہجری میں غزوہ احد کے بعد نازل ہوئی اور غزوۂ احد تین ہجری شوال کے مہینہ میں ہوا تھا، خمر کی تحریم تدریجاً کئی حادثات کے بعد نازل ہوئی، کیونکہ عرب کے لوگ شراب پینے کے خوگر اور رسیا تھے، اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس۔ (بقرہ: ۲۱۹)

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہیے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان کے فائدے سے ان کا گناہ زیادہ بڑا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا اور کہنے لگے ہمیں اس کام کو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جس میں بڑا گناہ ہو، اور بعض دوسرے لوگوں نے شراب کو ترک نہیں کیا اور کہا ہم اس کے گناہ کو ترک کریں گے اور اس کی منفعت کو حاصل کریں گے تب یہ آیت نازل ہوئی:

لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا

اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۲۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ما تقولون۔ (نساء: ۴/۴۳) جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔

پھر بعض لوگوں نے شراب کو ترک کر دیا اور کہا جس چیز کی وجہ سے ہم کو نماز ترک کرنی پڑے ہمیں اس کو پینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور بعض دوسرے لوگ اوقات نماز کے علاوہ شراب پیتے رہے حتیٰ کہ پھر یہ آیت نازل ہو گئی۔

یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ: ۵/۹۰) اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہو سکو۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد شراب کلیتہً حرام ہو گئی، ابو میسرہ نے کہا شراب کی تحریم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سبب سے نازل ہوئی ہے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شراب کی خرابیاں بیان کیں، اور یہ بیان کیا کہ شراب پینے سے لوگوں کی کیا حالت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے شراب کی تحریم نازل کرنے کی دعا کی اور کہا: اللھم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا "اے اللہ ہمارے لیے شراب کے متعلق واضح حکم نازل فرما، تب یہ آیات نازل ہوئیں۔[1]

خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق مذاہب فقہاء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابی بن کعب، حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، فقہاء تابعین میں سے عطاء، طاؤس، مجاہد، قاسم، قتادہ، اور عمر بن عبد العزیز، ائمہ میں سے امام احمد، امام مالک اور امام شافعی کا یہ مسلک ہے کہ ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے، اور اس کا حکم وہی ہے جو انگور کے کچے شیرہ (جب کہ وہ سڑ جائے اور جھاگ چھوڑ دے) کا ہے اور اس کے پینے پر حد واجب ہے، اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ انگور کا شیرہ جب پکا لیا جائے اور اس کا دو ثلث اڑ جائے اور چھواروں اور منقیٰ کا پکا ہوا پانی خواہ اس کا دو ثلث نہ اڑا ہو، اور گندم، جوار، جو وغیرہ کا نبیذ خواہ کچا ہو یا پکا یہ تمام مشروبات اگر نشہ آور نہ ہوں تو حلال ہیں (یعنی اتنی کم مقدار جو نشہ نہ دے وہ حلال ہے اور جس مقدار میں یہ نشہ آور ہوں وہ حرام ہے اور نشہ پر حد واجب ہے۔ (سعیدی غفرلہ) لیکن انگور کا کچا شیرہ جب گاڑھا ہو جائے اور جھاگ چھوڑ دے یا جوش دینے کے بعد اس کا دو تہائی سے کم اڑ جائے یا چھواروں اور منقیٰ کا کچا پانی جب گاڑھا ہو جائے تو یہ مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حرمت الخمرۃ لعینھا والمسکر من کل شراب۔[2] خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا اور باقی مشروبات بشرط نشہ حرام کیے گئے ہیں۔

ہر نشہ آور مشروب کے خمر ہونے اور مطلقاً حرام ہونے پر جمہور فقہاء کے دلائل اور ان کے جوابات

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز خمر

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۸۶ - ۲۸۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ہے اور ہر خمر حرام ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چیز کثیر (مقدار میں) نشہ آور ہو وہ قلیل (مقدار میں) بھی حرام ہے، ان دونوں حدیثوں کو امام ابو داؤد اور اثرم وغیرہ نے روایت کیا ہے (حضرت ابن عمر کی روایت ہر نشہ آور چیز خمر ہے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، موطا امام مالک اور مسند احمد میں ہے اور حضرت جابر کی روایت: جو چیز کثیر مقدار میں حرام ہو وہ قلیل مقدار میں بھی حرام ہے سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی اور مسند احمد میں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور آپ نے فرمایا جس چیز کا ایک فرق (بارہ کلو) نشہ آور ہو اس کا ایک چلّو بھی حرام ہے، اس حدیث کو امام ابو داؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خمر کی تحریم نازل ہوئی اور وہ انگور چھواروں، شہد، گندم اور جو سے بنتی تھی اور خمر وہ چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لیتی ہے یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے نیز اس لیے کہ یہ چیزیں نشہ آور ہیں سو یہ انگور کے شیرہ کے مشابہ ہیں (فقہاء احناف بھی یہی کہتے ہیں کہ انگور کے کچے شیرہ کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کو احادیث اور آثار میں بربنا مشابہت مجازاً خمر فرمایا ہے یعنی حقیقت میں انگور کا سڑا ہوا کچا شیرہ خمر ہے اور باقی نشہ آور مشروبات تشبیہاً اور مجازاً خمر ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) اور فقہاء احناف نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے اور باقی مشروبات بشرط نشہ حرام کیے گئے ہیں) اس کے متعلق امام احمد نے فرمایا نشہ آور چیز کی رخصت میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے (نشہ آور چیز کی رخصت کے فقہاء احناف قائل نہیں ہیں البتہ خمر کے علاوہ جو چیز کم مقدار میں نشہ آور نہ ہو اس کی رخصت کے قائل ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) حضرت ابن عباس کی حدیث کو سعید نے مسعر سے روایت کیا ہے، اور ابو عون نے ابن شداد سے اور انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا ہر مشروب سے نشہ آور حرام ہے اور ابن منذر نے کہا کہ اہل کوفہ نے احادیث معولہ سے استدلال کیا ہے، ہم نے ان احادیث کو ان علل کے ساتھ بیان کیا ہے اور اثرم نے بیان کیا کہ فقہاء کوفہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی احادیث سے استدلال کرتے ہیں اور اس نے ان تمام روایات کا ضعف بیان کیا، ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی روایت موقوف ہے[1]

فقہاء احناف نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "خمر بعینہٖ حرام کی گئی ہے اور باقی مشروبات بقدر نشہ حرام کیے گئے ہیں"۔ اس حدیث کا مرفوعاً ہونا تو صحیح نہیں ہے لیکن اس کا موقوف ہونا صحیح ہے اور یہ حکماً مرفوع ہے اور یہ حدیث اسانید متعددہ سے روایت کی گئی ہے جس کا اظہار علامہ ابن قدامہ نے بھی کیا ہے اور ہم بھی اس کو ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے اور جو حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو وہ ضعیف نہیں رہتی بلکہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے اور اس سے استدلال کرنا صحیح ہوتا ہے علاوہ ازیں جمہور فقہاء کا استدلال جس حدیث سے ہے یعنی "جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے۔" دراصل اس حدیث کی سند ضعیف ہے نیز اس حدیث میں ایک اور احتمال بھی ہے لہٰذا اس سے استدلال صحیح نہیں ہے، عنقریب ہم اس کو ان شاء اللہ وضاحت سے بیان کریں گے۔

خمر اور دیگر نشہ آور مشروبات کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ

امام ابو حنیفہ کے نزدیک چار شرابیں حرام ہیں (۱) خمر (۲) طلاء یا بادق (۳) سکر (۴) نقیع الزبیب،

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۹ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

.....

ان میں خمر حرام قطعی ہے اور باقی تین حرام ظنی ہیں، خمر کا ایک قطرہ پینا بھی حرام اور حد کا موجب ہے اور باقی تین شرابیں اگر بقدر نشہ پی جائیں تو حرام اور حد کی موجب ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام اور نجس نہیں ہیں، ان کی تعریفات حسب ذیل ہیں:

خمر: انگور کا کچا شیرہ جو سڑ کر جھاگ چھوڑ دے۔

طلاء، بازق انگور کا پکا ہوا شیرہ جو پکنے کے بعد دو تہائی سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو۔

سکر جس کچے پانی میں تازہ کھجوروں کو ڈالا گیا ہو، وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے، اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

نقیع الزبیب جس کچے پانی میں کشمش کو ڈالا گیا ہو وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔

یہ تعریفات علامہ علاؤ الدین حصکفی[1] اور ملا نظام الدین[2] کی عبارات سے ماخوذ ہیں۔

امام محمد لکھتے ہیں:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہم قال الخمر حرام قلیلھا وکثیرھا والسکر وھوالنیٔ من ماء التمر ونقیع الزبیب اذا اشتد حرام مکروہ والطلاء وھوالذی ذھب اقل من ثلثیہ من ماء العنب وماسوی ذٰلک من الاشربۃ فلا باس بہ۔[3]

امام محمد، امام ابو یوسف سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور سکر چھواروں کا کچا پانی ہے اور نقیع الزبیب (یعنی کشمش کا کچا پانی سڑ کر) جب گاڑھا ہو جائے تو مکروہ تحریمی ہے (اور اسی طرح) طلاء اور یہ وہ ہے کہ انگوروں کا شیرہ پکایا جائے اور اس کا دو تہائی سے کم اڑ جائے، اور اس کے سوا باقی مشروبات حلال ہیں (یعنی جب نشہ آور نہ ہوں)

جامع صغیر کی اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چار شرابوں کے علاوہ ہر شراب جائز ہے خواہ وہ نشہ آور ہو، صاحب ہدایہ، ہدایہ کے شارحین اور بعض دوسرے فقہاء نے اس عبارت سے یہی مغالطہ کھایا ہے لیکن درحقیقت امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب بہ قدر نشہ حرام ہے اور اس کا پینا حد کا موجب ہے اس کی بادلائل وضاحت ہم نے شرح صحیح مسلم جلد رابع ص ۳۲۲، ۳۲۰، ص ۸۵۱ - ۸۴۸ میں کر دی ہے، اس بحث کو وہاں دیکھ لیا جائے۔

خمر کے احکام کے متعلق دس ابحاث

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

خمر میں دس وجوہ سے بحث ہے:

---

[1] - علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۵ ص ۳۹۶ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] - ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۴۱۰ - ۴۰۹، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] - امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۵۴، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

بحث اوّل: خمر کی حقیقت کا بیان انگور کا کچا پانی جب نشہ آور ہو جائے تو اس کو خمر کہتے ہیں، یہ تعریف ہمارے نزدیک ہے اور اہل لغت اور اہل علم کے نزدیک بھی خمر کا یہی معنی معروف ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ ہر نشہ آور چیز کو خمر کہتے ہیں کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ہر نشہ آور چیز خمر ہے" اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "خمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے" یہ فرما کر آپ نے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کیا، نیز خمر کا لفظ مخامرۃ العقل (عقل کو ڈھانپ لینا) سے ماخوذ ہے اور یہ وجہ اشتقاق ہر نشہ آور چیز میں پائی جاتی ہے، اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ انگور کے نشہ آور شیرہ کو خمر کہتے ہیں اسی بنا پر خمر کا استعمال صرف اسی معنی میں مشہور ہے، نیز خمر کی حرمت قطعی ہے اور باقی نشہ آور مشروبات کی حرمت ظنی ہے اور ان کی حرمت کے دلائل بھی ظنی ہیں، اور باقی نشہ آور مشروبات کو جو خمر کہا جاتا ہے وہ مخامرۃ العقل کی وجہ سے نہیں کہا جاتا بلکہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا ذائقہ بھی خمر کی طرح کڑوا ہوتا ہے (یعنی اطلاق بطور مجاز و استعارہ ہے۔) نیز اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ خمر کا لفظ مخامرۃ العقل سے ماخوذ ہے تب بھی یہ وجہ اشتقاق اس بات کے منافی نہیں ہے کہ خمر انگور کے ساتھ مخصوص ہو، کیونکہ نجم کا لفظ نجوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی ظہور ہے اس کے باوجود نجم کا لفظ ثریا کے ساتھ مخصوص ہے اور ہر ظاہر چیز کو نجم نہیں کہا جاتا، ائمہ ثلاثہ نے جو پہلی حدیث پیش کی ہے (یعنی ہر نشہ آور چیز خمر ہے) اس کو یحییٰ بن معین نے مطعون قرار دیا ہے۔ (یحیی بن معین نے کہا یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور یحییٰ بن معین امام، حافظ اور ثقہ ہیں حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے کہا جس حدیث کو یحیی بن معین نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے۔ عنایہ) اور دوسری حدیث (یعنی خمر ان دو درختوں سے بنائی جاتی ہے) اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا کھجور کی شراب کا حکم بیان کرنا تھا اور یہی بیان منصب رسالت کے لائق ہے (یعنی جب کھجور کی شراب کی مقدار کثیر نشہ آور ہو تو وہ بھی خمر کی طرح ہے یعنی حرام ہے اور اس سے حد لازم آتی ہے۔ عنایہ)

بحث ثانی: لفظ خمر کی تعریف کا بیان خمر کی مذکور الصدر تعریف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہ ہے کہ جب انگور کا شیرہ گاڑھا ہو جائے تو وہ خمر ہے وہ جھاگ چھوڑنے کی شرط نہیں لگاتے کیونکہ خمر کا لفظ فقط اتنی تعریف سے ثابت ہو جاتا ہے، اسی طرح محرم ہونے کا سبب جو فساد میں مؤثر ہے اس کا مفہوم گاڑھا ہونے کی قید سے واضح ہو جاتا ہے، اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ شیرہ کا جوش کھانا گاڑھے ہونے کی ابتداء ہے اور اس کی تکمیل جھاگ چھوڑنے سے ہوتی ہے اور جھاگ سے ہی صاف مکدر سے ممتاز ہوتا ہے اور احکام شرعیہ قطعی ہیں لہٰذا ان کی حد متعین ہونی چاہیے اور وہ جھاگ چھوڑنا ہے سو جھاگ چھوڑنے کے بعد کوئی انگور کے کچے شیرہ کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہو گا اور اس کو فروخت کرنا حرام ہو گا وغیرہ وغیرہ۔

بحث ثالث: خمر کے بعینہٖ حرام ہونے کا بیان خمر بعینہٖ حرام ہے اس کا حرام ہونا نشہ پر موقوف نہیں ہے، بعض لوگوں نے خمر کے بعینہٖ حرام ہونے کا انکار کیا اور یہ کہا کہ جو خمر نشہ آور ہو وہ حرام ہے کیونکہ اسی خمر کے پینے سے فساد ہوتا ہے اور وہی اللہ کی یاد سے روکتی ہے، اور یہ قول کفر ہے، کیونکہ یہ کتاب اللہ کا انکار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو (مطلقاً) رجس (نجس) قرار دیا ہے اور رجس بعینہٖ حرام ہوتا ہے اور سنت متواترہ سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر کو حرام قرار دیا اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، نیز خمر کی قلیل مقدار زیادہ پینے پر ابھارتی ہے اور یہ خمر کی خصوصیت ہے، یہی وجہ ہے کہ زیادہ خمر پینے سے زیادہ لذت حاصل ہوتی ہے اور اس کی زیادہ طلب ہوتی ہے اس کے

برعکس کھانے پینے کی دوسری چیزوں کی یہ خصوصیت نہیں ہے، پھر ہمارے نزدیک خمر کی حرمت نشہ کی وجہ سے نہیں ہے (بلکہ خمر فی نفسہ حرام ہے نشہ دے یا نہ دے) اور باقی نشہ آور چیزوں پر اس کا حکم لاگو نہیں ہوتا (کہ ان کا بھی ایک قطرہ حرام اور نجس ہو اور معمولی مقدار پینے سے بھی حد واجب ہو اگرچہ ان کا بقدر نشہ پینا حرام ہے جس کا ثبوت دیگر احادیث صحیحہ سے ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اس کے برعکس امام شافعی (بلکہ ائمہ ثلاثہ) باقی نشہ آور مشروبات پر بھی خمر کا حکم عائد کرتے ہیں۔ اور یہ قول بعید ہے کیونکہ یہ سنت مشہورہ کے خلاف ہے (کیونکہ حضرت ابن عباس نے فرمایا خمر بعینہٖ حرام ہے اور باقی مشروبات بہ قدر نشہ حرام ہیں) امام شافعی مخامرۃ العقل کے اشتراک کی بناء پر اس کا حکم ہر نشہ آور مشروب پر عائد کرتے ہیں حالانکہ کسی اسم کی وجہ اشتقاق کی بناء پر حکم متعدی نہیں کیا جاتا۔

بحث رابع: خمر کی نجاست خمر کی نجاست غلیظہ ہے، جس طرح پیشاب کی نجاست ہے کیونکہ جس طرح ہم بیان کر چکے ہیں اس کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے۔

بحث خامس: خمر کو حلال سمجھنے والا کافر ہے کیونکہ وہ دلیل قطعی کا انکار کرتا ہے۔

بحث سادس: مسلمان کے حق میں خمر کا مال متقوم نہ ہونا اگر مسلمان نے کسی شخص کی خمر تلف کر دی یا غصب کر لی تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا، اور خمر کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو نجس قرار دیا تو اس کو بے وقعت اور بے قیمت قرار دیا، اور کسی چیز کا قیمت والا ہونا اس کی عزت اور کرامت پر دلالت کرتا ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: "جس ذات نے خمر کے پینے کو حرام کیا ہے اسی نے اس کو فروخت کرنے اور اس کی قیمت کھانے کو حرام قرار دیا ہے، خمر کی مالیت کے سقوط میں اختلاف ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ خمر مال ہے، کیونکہ طبائع خمر کی طرف میلان کرتی ہے سو کسی شخص نے اگر مسلمان کی کوئی رقم دینی ہو تو وہ اس کو خمر نہیں دے سکتا نہ مسلمان کا لینا جائز ہے اور اگر ذمی کو کوئی رقم دینی ہو تو وہ اس کے بدلہ میں خمر دے سکتا ہے کیونکہ ان کے ہاں خمر کی خرید و فروخت جائز ہے۔

بحث سابع: خمر سے نفع حاصل کرنے کی حرمت کا بیان خمر سے نفع حاصل کرنا حرام ہے کیونکہ خمر نجس ہے اور نجس چیز سے نفع حاصل کرنا حرام ہے اور نفع حاصل کرنے میں خمر سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

بحث ثامن: خمر کی حد کا بیان خمر پینے والے پر حد لگائی جائے گی خواہ اس کو نشہ نہ ہو، کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے: جو شخص خمر پیئے اس کو کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پیئے تو پھر کوڑے لگاؤ اگر سہ بار پیئے تو پھر کوڑے لگاؤ اور اگر پھر خمر پیئے تو اس کو قتل کر دو، البتہ قتل کرنے کا حکم منسوخ ہو گیا اور کوڑے لگانے کا حکم باقی ہے (کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کا خون صرف تین وجوہ سے جائز ہے: قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے یا شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے یا جو شخص مرتد ہو جائے، عنایہ) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس پر اجماع ہے اور اجماع صحابہ سے خمر کی حد اسی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ (اس کا مکمل بیان ہم کتاب الحدود میں کر چکے ہیں)

بحث تاسع: خمر کو پکانے کا بیان خمر کو (آگ پر) پکانا اس میں مؤثر نہیں ہے (یعنی اس کے باوجود خمر حرام رہے گی) البتہ اگر کسی نے خمر کو آگ پر جوش دے کر پیا اور اس کو نشہ نہیں ہوا تو اس پر حد واجب نہیں ہے، کیونکہ قلیل مقدار پینے پر حد، انگور کے کچے شیرہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اور اس کو پکایا جا چکا ہے۔

بحث عاشر: خمر کو سرکہ بنانے کا بیان

خمر کو سرکہ بنانے میں امام شافعی کا اختلاف ہے اور ہمارے نزدیک خمر کو سرکہ بنانا جائز ہے، کتاب البیوع میں ہم اس کو تفصیلاً بیان کر چکے ہیں۔ [1]

غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کے جواز پر قرآن مجید سے استدلال

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرًا و رزقًا حسنًا۔ (نحل: ۶۷)

اور کھجور اور انگور کے کچھ پھل ہیں (کہ پانی میں ڈال کر) تم ان سے نبیذ اور اچھا رزق بناتے ہو۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبیذ کی غیر نشہ آور مقدار کو پینا جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے پیدا کرنے کو اپنے بندوں پر احسان قرار دیا ہے اور احسان اسی چیز کا ہو سکتا ہے جو حلال ہو، لہٰذا یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ جب تک نبیذ نشہ آور نہ ہو اس کا پینا جائز ہے اور جب وہ نشہ کی حد کو پہنچ جائے تو پھر اس کا پینا جائز نہیں ہے اس استدلال کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: امام دار قطنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) کو حرام کیا گیا ہے، ابراہیم نخعی، امام ابو جعفر طحاوی اور سفیان ثوری وغیرہ کا یہ مذہب ہے کہ نبیذ جب تک نشہ کی حد کو نہ پہنچے اس کا پینا جائز ہے۔ [2]

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ۝ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ فھل انتم منتھون ۝ (مائدہ: ۹۱-۹۰)

اے ایمان والو! شراب، جوا، بُت اور فال کے تیر صرف شیطانی کام ہیں سو تم ان کاموں سے بچو! تاکہ تم کامیاب ہو سکو، شیطان تو صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کو یاد کرنے اور نماز پڑھنے سے روک دے، تو کیا تم (ان کاموں سے) باز آنے والے ہو!

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ نشہ آور چیز کی قلیل مقدار حرام نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو حرام کرنے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ خمر اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور بغض اور عداوت پیدا کرتی ہے اور نشہ آور مشروب کو قلیل مقدار میں پینے سے یہ اوصاف پیدا نہیں ہوتے، اور اگر ہم ظاہر آیت کا لحاظ کریں تو قلیل مقدار میں خمر بھی حرام نہیں ہونی چاہیے، لیکن ہم نے خمر کی قلیل مقدار میں اس قیاس کو چھوڑ دیا، کیونکہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ خمر مطلقاً حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ البتہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات میں ظاہر آیت کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ان کی قلیل مقدار اللہ کے ذکر سے روکتی ہے نہ نماز سے اور نہ بغض و عداوت پیدا کرتی ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۵ - ۴۹۲، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، نہایہ ج ۴ ص ۳۴۳، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

غیر خمر نشہ آور مشروبات کی قلیل مقدار کی حلت کے متعلق احادیث

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر نشہ آور مشروب مطلقاً حرام ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک خمر تو مطلقاً حرام ہے اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات جس مقدار میں نشہ آور ہوں اس مقدار میں حرام ہیں اور اس سے کم مقدار میں حرام ہیں نہ نجس اور ان کا پینا حلال ہے، امام ابوحنیفہ کا استدلال ان احادیث سے ہے:

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں:

ابوحنیفة عن ابی عون محمد الثقفی عن عبداللہ بن شداد عن ابن عباس انہ قال حرمت الخمر قلیلها وکثیرها والسکر من کل شراب۔ [1]

امام ابوحنیفہ، ابوعون اور عبداللہ بن شداد کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ خمر کو (مطلقاً) حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

امام ابویوسف نے بھی اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابوبکر قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا مسعر عن ابی عون عن ابن شداد قال: قال ابن عباس: حرمت الخمر بعینها قلیلها وکثیرها والسکر من کل شراب۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

حافظ نورالدین الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینها القلیل منها والکثیر والسکر من کل شراب۔ قلت عزاہ صاحب الاطراف الی النسائی ولم اره۔ (رواه الطبرانی باسانید ورجال بعضها رجال الصحیح) [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے، صاحب اطراف نے اس حدیث کی امام نسائی کی طرف نسبت کی ہے لیکن میں نے اس حدیث کو سنن نسائی میں نہیں دیکھا، اس حدیث کو امام طبرانی کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور بعض اسانید کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

---

[1] ۔ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم ص ۳۵۴ (مترجم) مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] ۔ امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۲۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[3] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۵ ص ۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۵۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۳، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو سنن نسائی میں نہیں دیکھا، لیکن یہ حدیث سنن نسائی میں پانچ سندوں کے ساتھ موجود ہے جن کو ہم سطور ذیل میں پیش کر رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ تقاضائے بشری سے حافظ الہیثمی کا تسامح ہے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابوبکر بن علی قال اخبرنا الغواریری قال ثنا عبد الوارث قال سمعت ابن شبرمۃ یذکرہ عن عبد اللہ بن شداد بن الھاد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب۔[1]

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے، خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

اخبرنا ابوبکر بن علی قال ثنا سریج بن یونس قال ثنا ھشیم عن ابن شبرمۃ قال حدثنی الثقۃ عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والسکر من کل شراب۔[2]

امام نسائی دوسری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن الحکم قال ثنا محمد ح واخبرنا الحسین بن منصور قال ثنا احمد بن حنبل قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن معبد عن ابی عون عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینھا قلیلھا وکثیرھا والمسکر من کل شراب۔[3]

امام نسائی دو سندوں کے ساتھ (یعنی تیسری اور چوتھی) حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

اخبرنا الحسین بن منصور قال ثنا احمد بن حنبل قال ثنا ابراھیم بن ابی العباس قال ثنا شریک عن عباس بن ذریح عن ابی عون عن عبد اللہ بن شداد عن ابن عباس قال حرمت الخمر قلیلھا وکثیرھا وما اسکر من کل شراب۔[4]

امام نسائی پانچویں سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال حرمت الخمر بعینھا القلیل منھا والکثیر والسکر من کل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب

---

[1] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹، " "

[3] " " " " ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹، "

[4] " " " " ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹، "

شراب [1] میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے۔

ہم نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کے مستند کتب احادیث سے دس طرق بیان کیے ہیں، لہٰذا اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اس حدیث کی بعض اسانید کے تمام راوی صحیح ہیں، جیسا کہ حافظ الہیثمی نے تصریح کی ہے اور یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اس لیے فقہاء احناف کا اس حدیث سے یہ استدلال بالکل صحیح ہے کہ جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حلال ہے اور اس کا پینا جائز ہے۔

جس مشروب کی تیزی سے نشہ کا خدشہ ہو اس میں پانی ملانے کے بعد اس کو پینے کا جواز

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے جائز ہونے پر فقہاء احناف نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس نبیذ میں شدت اور حدت ہو اور وہ اس شدت کی بناء پر نشہ آور ہو اس نبیذ میں پانی ملا کر اس کی شدت کو کم کر کے اور اس کی حدت کو توڑ کر پینا جائز ہے اور یہ عمل خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بکثرت صحابہ اور فقہاء تابعین سے ثابت ہے:

امام محمد روایت کرتے ہیں:

محمد قال: اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم ان عمر رضی اللہ عنہ اتی بأعرابی قد سکر فطلب لہ عذرا فلما اعیاہ الاذھاب عقل قال احبسوہ فاذا صحا فاجلدوہ، ودعا بفضلۃ فضلت فی اداوتہ، فذاقھا فاذا نبیذ شدید ممتنع فدعا بماء فکسرہ (وکان عمر رضی اللہ عنہ یحب الشراب الشدید) فشرب وسقی جساءہ ثم قال ھذا فکسروہ بالماء اذا غلبکم شیطانہ قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ [2]

امام محمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نشہ میں مدہوش اعرابی کو لایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے عذر طلب کیا، جب وہ اپنی مدہوشی کی وجہ سے کچھ نہ بتا سکا تو آپ نے فرمایا اس کو باندھ دو، جب اس کو ہوش آجائے تو اس کو کوڑے لگا دینا، پھر حضرت عمر نے اس اعرابی کے مشکیزہ میں بچے ہوئے مشروب کو منگوایا، پھر آپ نے اس کو چکھا تو وہ بہت تیز اور سخت (تلخ) نبیذ تھا، آپ نے پانی منگوا کر اس کی شدت اور حدت کو توڑا، پھر آپ نے اس کو پیا اور اپنے ساتھیوں کو پلایا، پھر آپ نے فرمایا جب اس کی تیزی اور نشہ تم پر غالب آجائے تو اس کو پانی سے توڑ لیا کرو، امام محمد کہتے ہیں ہمارا اسی پر عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے۔

اس حدیث کو امام ابو یوسف نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

نیز اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۸ ص ۲۹۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۸۴ - ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[3] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۲۶، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[4] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۲۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال: عمد النبی صلی الله علیه وسلم الی السقایة سقایة زمزم فشرب من النبیذ فشد وجهه ثم امر به الثانیة فکسر بالماء ثم شرب منه فشد وجهه ثم امر به الثالثة فکسر بالماء ثم شرب [1]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زمزم کی سبیل سے پانی پینے کا ارادہ کیا پھر آپ نے نبیذ پیا اور آپ کے چہرہ پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے، پھر آپ نے اس کو دوبارہ منگوایا اور اس کی شدت کو پانی سے توڑا، پھر آپ نے اس کو پیا اور پھر آپ کو ناگوار ہوا پھر آپ نے تیسری مرتبہ اس کی تیزی کو پانی سے توڑنے کا حکم دیا اور پھر اس کو پی لیا۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو زیادہ وضاحت سے روایت کیا ہے:

عن عکرمة عن ابن عباس قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم السقایة فقال اسقونی من هذا فقال العباس الا نسقیك مما نصنع فی البیوت؟ قال لا ولکن اسقونی مما یشرب الناس قال فاتی بقدح من نبیذ فذاقه فقطب ثم قال هلموا ماءً فصبه علیه ثم قال زد فیه مرتین او ثلاثا قال: اذا اصابکم هذا فاصنعوا به هکذا۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سبیل پر آئے اور فرمایا مجھے اس سے پانی پلاؤ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم آپ کو وہ چیز نہ پلائیں جس کو ہم اپنے گھر میں تیار کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا انہیں مجھے وہ چیز پلاؤ جس کو لوگ پیتے ہیں، حضرت عباس نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آئے، آپ نے اس کو چکھا، پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا پانی لاؤ پھر اس میں پانی ملایا پھر دو یا تین بار فرمایا اور زیادہ ملاؤ، اور فرمایا جب تم کو تیز لگے تو اس کو اس طرح کرو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [3]

نیز امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: کنا عند النبی صلی الله علیه وسلم فاتی بقدح فیه شراب فقربه الی فیه ثم رده فقال له بعض جلسائه احرام هو یا رسول الله! قال: فقال ردوه فردوه ثم دعا بماء فصبه علیه ثم شرب ثم قال انظروا هذه الاشربة اذا اغتلمت علیکم فاقطعوا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس ایک پیالے میں ایک مشروب (سخت حدت والا نبیذ) لایا گیا، آپ اس کو منہ کے قریب لے گئے پھر واپس کر دیا، بعض شرکاء مجلس نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو واپس کرو سو اس کو واپس کر دیا گیا۔ پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پی لیا، پھر آپ نے فرمایا ان مشروبات کو غور سے دیکھا کرو جب یہ مشروبات

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۲۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ صنعانی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۳۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

متونها بالماء [1]

جوش کھا رہے ہوں تو ان میں پانی ملا کر ان کی قوت کو کم کیا کرو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطش وھو یطوف بالبیت حول الکعبۃ فاستسقی فاتی بنبیذ من السقایۃ فشمہ فقطب فقال: علی بذنوب زمزم فصب علیہ و شرب فقال رجل: حرام ھو یا رسول اللہ؟ قال: لا۔ [3]

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے گرد طواف کر رہے تھے، آپ کو پیاس لگی اور آپ نے پانی مانگا، آپ کے پاس ایک برتن سے نبیذ لایا گیا، آپ نے اس کو سونگھا اور پھر ماتھے پر شکن ڈال کر فرمایا میرے پاس زمزم کا ڈول لاؤ، پھر آپ نے اس میں پانی ملا کر اس کو پی لیا، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں!

اس حدیث کو امام بیہقی نے تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے [4] نیز اس حدیث کو امام نسائی [5] اور امام دار قطنی [6] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن میمون قال: قال عمر: انا نشرب ھذا الشراب الشدید لنقطع بہ لحوم الابل فی بطوننا ان یؤذینا فمن رابہ شیء فلیمزجہ بالماء۔ [7]

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا ہم یہ تیز مشروب (نبیذ) پیتے ہیں تاکہ اس کی حدت سے ہمارے پیٹوں میں جو اونٹوں کا گوشت ہے وہ گل جائے اور ہمیں اس سے تکلیف نہ ہو جس شخص کو اس نبیذ کی تیزی سے (نشہ کا) خدشہ ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔

اس حدیث کو امام دار قطنی نے بھی روایت کیا ہے۔ [8]

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۴۰-۱۳۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۳۰۵-۳۰۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۴۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۸ ص ۳۰۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۶۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[8] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۷۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن همام قال اتی عمر بنبیذ زبیب من نبیذ الطائف قال فلما ذاقه قطب فقال: ان لنبیذ زبیب الطائف لغراما (لعله لعراما سعیدی غفرله) ثم دعا بماء فصبه علیه فشرب وقال اذا اشتد علیکم فصبوا علیه بالماء واشربوا[1]

عن سعید بن المسیب ان قوما من ثقیف لقوا عمر بن الخطاب وهو قریب من مکة فدعاهم بانبذتهم فاتوه بقدح من نبیذ فقربه من فیه ثم دعا بماء فصبه علیه مرتین او ثلاثا فقال اکسروه بالماء[2]

ہمام کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس طائف کی کشمش کا نبیذ لایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو چکھ کر تیوری چڑھائی اور فرمایا طائف کی کشمش کے نبیذ میں شدت اور حدت ہوتی ہے، پھر آپ نے پانی منگا کر اس میں ڈال دیا اور فرمایا جب تم کو کوئی نبیذ شدید لگے تو اس میں پانی ڈال کر پی لو۔

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے قریب ثقیف کے لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے، آپ نے کہا تم لوگ اپنے اپنے نبیذ لے کر آؤ وہ لوگ ایک پیالہ میں نبیذ لے کر آئے، آپ نے اس کو منہ کے قریب لگایا پھر پانی منگا کر اس پر دو یا تین بار ڈالا پھر فرمایا اس کی تیزی کو پانی سے توڑ لیا کرو۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے[3] نیز اس حدیث کو امام نسائی[4] اور امام دارقطنی[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

ہر چند کہ امام نسائی اور امام دارقطنی نے ان میں سے بعض احادیث کی اسانید کو ضعیف کہا ہے لیکن تعدد طرق اور کثرت اسانید کی وجہ سے یہ احادیث لائق استدلال اور قابل احتجاج ہیں اور ان احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ جو نبیذ یا کوئی اور مشروب اپنی تیزی کی وجہ سے نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار جائز ہے اور اس میں پانی ملا کر اس کو کثیر مقدار میں پینا بھی حلال ہے کیونکہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تیز مشروبات کو گرانے کا حکم دیتے لیکن آپ نے اس کے برعکس ان میں پانی ملا کر ان کو استعمال کرنے کی اجازت دی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو نبیذ اپنی تیزی کی وجہ سے نشہ آور ہو اس میں پانی ملا کر اور اس کی تیزی توڑ کر اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔

اور یہی فقہاء احناف کثر ہم اللہ کا نظریہ ہے نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن دواؤں میں قلیل مقدار میں الکوحل شامل ہو (خواہ وہ ایلوپیتھک دوائیں ہوں یا ہومیو پیتھک) ان کا پینا جائز ہے کیونکہ اول تو ان میں الکوحل کی مقدار بہت کم ہوتی ہے ثانیاً یہ کہ دوسری دواؤں کی آمیزش کے بعد الکوحل کی شدت یا حدت ختم ہو جاتی ہے صرف اس کا اتنا اثر رہتا ہے جس سے اس دوا کو طویل عرصہ تک محفوظ کیا جاتا ہے۔

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل!

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۴۴-۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۱۴۴، " " " "

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ مکتب علمیہ بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۹۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۶۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن عائشۃ قالت اشربوا ولا تسکروا [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیو اور نشہ نہ کرو۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال بینا نحن نزول مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالابطح فذکر الحدیث وقال فیہ انی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا تذکرکم اٰخرتکم ونہیتکم عن لحوم الاضاحی ان تاکلوھا فوق ثلاث فکلوا وادخروا ونہیتکم عن الاوعیۃ، وان الاوعیۃ لا تحرم شیئا فاشربوا ولا تسکروا۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابطح (ایک وادی) میں گئے، وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات فرمائے ان میں یہ بھی فرمایا کہ میں نے تم کو (پہلے) قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سو اب ان کی زیارت کیا کرو یہ تم کو آخرت کی یاد دلائیں گی، اور میں نے تم کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے سے منع کیا تھا سو اب تم کھاؤ اور ذخیرہ کرو، اور میں نے تم کو (چند) برتنوں (کے استعمال) سے منع کیا تھا، حالانکہ برتن کسی چیز کو حلال نہیں کرتے اب تم ان برتنوں میں پیو اور نشہ نہ کرو۔

علامہ ابوبکر رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبردہ بن نیار بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "برتنوں میں پیو اور نشہ نہ کرو"۔ آپ کا یہ ارشاد کہ برتنوں میں پیو ان مشروبات کے پینے کی طرف راجع ہے جن کا پینا پہلے ممنوع تھا، آپ نے اس حدیث میں ان کے پینے کو مباح کر دیا، اور یہ معلوم اور مقرر تھا کہ اس سے آپ کی مراد ان مشروبات کا پینا تھا جن کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے کیونکہ یہ کہنا تو صحیح نہیں ہے کہ پانی پیو اور نشہ نہ کرو، کیونکہ پانی کسی حال میں نشہ آور نہیں ہے سو اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار پینا جائز ہے۔ بکثرت صحابہ کرام سے نبیذ شدید کو پینا ثابت ہے، بعض آثار یہ ہیں:

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے ہم کو نبیذ شدید پلایا۔

نعیم بن حماد بیان کرتے ہیں کہ ہم یحییٰ بن سعید قطان کے پاس کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ ہمیں نبیذ کی تحریم کے متعلق حدیث بیان کر رہے تھے اتنے میں ابوبکر بن عیاش آ گئے انھوں نے یہ سن کر کہا: اے لڑکے خاموش ہو! اور کہا اعمش از ابراہیم نے علقمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ہم کو سخت تیز نبیذ پلایا جس کا آخر نشہ آور تھا۔

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضرت عمر کے مشروب سے کچھ پی لیا تو حضرت عمر نے اس کو کوڑے لگائے، اعرابی نے کہا میں نے تو آپ کے مشروب سے پیا ہے، حضرت عمر نے اپنے مشروب کو منگایا اور پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑا پھر اس سے پیا اور فرمایا جس شخص کو اپنے مشروب کی تیزی سے (نشہ دینے) کا خدشہ ہو وہ اس میں پانی ملا لے، ابراہیم نخعی نے بھی حضرت عمر سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور اس روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اس اعرابی کو مارنے کے بعد اس مشروب کو پیا ہے [3]

---

[1] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۸۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۵۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] اس واقعہ کے متعلق امام دارقطنی نے یہ روایت بیان کی ہے: ——— (بقیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں) ———

عطاء بن ابی میمونہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس نے فرمایا کہ حضرت ام سلیم اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہما کشمش اور چھواروں کو ملا کر ان کا نبیذ پیتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ اے ابوطلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، (یعنی کشمش اور چھواروں کے مخلوط نبیذ سے) انھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں تنگی کی بناء پر اس سے منع فرمایا تھا، جس طرح کھجوروں کو ملا کر کھانے سے منع فرمایا تھا۔[1]

علامہ جصاص فرماتے ہیں: اس سلسلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بکثرت روایات ہیں جن کو ہم نے کتاب الاشربہ میں بیان کیا ہے اور یہاں دوبارہ اس کی تطویل سے ہم نے اجتناب کیا ہے۔ ہمارے فقہاء احناف نے جن مشروبات کو حلال قرار دیا ہے ہمارے علم میں صحابہ اور تابعین میں سے کسی نے ان کو حرام نہیں کیا، صحابہ کرام اور فقہاء تابعین سے صرف نقیع الزبیب (کچے پانی میں کشمش کو ڈال دیا جاتے وہ پانی سڑ کر جھاگ چھوڑ دے اور اس کی مٹھاس چلی جائے۔ سعیدی غفرلہٗ) کو حرام کہا ہے، اور انگور کے پکے ہوئے اس شیرہ کو حرام کہا ہے جو پکنے کے بعد دو ثلث سے کم اڑ جائے اور نشہ آور ہو، (اس کو طلاء اور باذق کہتے ہیں) صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کے بعد ایک قوم نے نبیذ (پانی میں انگوروں یا کھجوروں کو ڈال کر معمولی جوش دیا جائے حتیٰ کہ پانی میں ان کی مٹھاس آجائے) کے معاملہ میں تشدد کی اور اس کو حرام قرار دیا، حالانکہ اگر نبیذ حرام ہوتا تو اس کی حرمت تواتر سے منقول ہوتی جیسا کہ خمر کی تحریم منقول ہے کیونکہ اس کے پینے میں عام لوگ مبتلا رہتے کیونکہ عام لوگوں کا مشروب کچی کھجوروں اور چھواروں کا مشروب تھا اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو لوگ نبیذ کو حرام کہتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔[2]

نبیذ کی تعریف اور اس کا حکم

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:
نبیذ چھواروں، کشمش، شہد اور گندم وغیرہ سے بنایا جاتا ہے بایں طور کہ ان کو پانی میں

(حاشیہ صفحہ سابقہ)

عن عامر ان اعرابیا شرب من اداوۃ عمر نبیذا فسکر فضربہ عمر الحد۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۶۱)

عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے حضرت عمر کے مشکیزہ سے نبیذ پیا، اس کو نشہ ہو گیا تو حضرت عمر نے اس کو حد لگائی۔

نیز امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی ان رجلا شرب من اداوۃ علی نبینا بصفین فسکر فضربہ علی علیہ السلام الحد۔ (سنن دارقطنی ج ۴ ص ۲۶۱)

شعبی بیان کرتے ہیں کہ صفین میں ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام کے مشکیزہ سے نبیذ پیا جس سے اس کو نشہ ہو گیا، تو حضرت علی نے اس کو حد لگائی۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت علی اور حضرت عمر ایسا تیز نبیذ پیتے تھے جس کی کثیر مقدار نشہ آور تھی، انھوں نے اعرابی اور اس شخص کو حد اس لیے لگائی کہ اس نے وہ نبیذ زیادہ مقدار میں پیا اگر وہ کم مقدار میں پیتا جس سے نشہ نہ ہوتا تو کوئی حرج نہ تھا۔ امام دارقطنی کا ان روایات کو غیر ثابت کہنا ان کے مسلکی تعصب کی بناء پر ہے، تاہم انھوں نے ان کو باطل یا موضوع نہیں کہا، اور یہ آثار متعدد اسانید سے ثابت ہیں اور ہمارے ائمہ نے ان سے استدلال کیا ہے اس لیے ان کا ضعف جاتا رہا۔ سعیدی غفرلہٗ

[1] علامہ جصاص نے ان تمام آثار کو مکمل اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے، ہم نے اختصار کی وجہ سے ان اسانید کو حذف کر دیا۔ سعیدی غفرلہٗ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۵-۴۶۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

ڈال کر آگ پر معمولی جوش دے لیا جائے، جوش دینے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ جس کو آگ پر پکایا نہ جائے، وہ اجماع صحابہ سے حرام ہے، یعنی کشمش یا چھواروں کو پانی میں ڈال دیا جائے اور وہ گاڑھا ہو کر جھاگ چھوڑ دے۔ چھواروں کے نبیذ کی حرمت اور حلت دونوں کے متعلق احادیث آئی ہیں اور جب حرمت کی احادیث کو کچے نبیذ پر اور حلت کی احادیث کو پکائے ہوئے نبیذ پر محمول کیا جائے تو ان میں تطبیق ہو جاتی ہے اور تعارض اٹھ جاتا ہے۔[1] (کچے نبیذ کا حرام ہونا اور پکے ہوئے کا حلال ہونا نوادر کی روایت ہے، ظاہر الروایہ میں دونوں حلال ہیں۔ سیدی غفرلہٗ)

مثلث اور نبیذ شدید کے حلال ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

مثلث: انگور کے شیرہ کو آگ پر پکایا جائے حتیٰ کہ دو ثلث اڑ جائے اور ایک ثلث باقی رہ جائے۔ (اس کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے۔)

نبیذ شدید: کشمش یا چھواروں کے پانی کو آگ پر پکا کر گاڑھا کر لیا جائے اور اس کا ذائقہ تلخ اور تیز ہو جائے (اس کی بھی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی ہے۔)

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

جابر بن حصین اسدی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب آیا جس میں انھوں نے یہ حکم دیا کہ وہ کھانے کو ہضم کرنے کے لیے مشروب مثلث پیا کریں، اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ میں اس کے پینے کو ترک نہیں کروں گا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بھی مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خمر کی تحریم کا خود سوال کیا تھا، اس لیے ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ جس چیز کی تحریم کو نص قرآن شامل ہے (جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں) اس کو حضرت عمر خود بھی پیتے تھے اور لوگوں کو بھی پلاتے تھے!۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عمر میٹھا مثلث پیتے تھے اور ایسا مثلث نہیں پیتے تھے جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو، کیونکہ حضرت عمر یہ کہتے تھے کہ پکانے سے شیطان کا حصہ اور جنون ختم ہو جاتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کھانا ہضم کرنے کے لیے مثلث پیتے تھے اور مثلث اس وقت ہاضم ہوتا ہے جب کہ وہ تلخ اور تیز ہو نہ کہ میٹھا ہو، اس کی دلیل وہ آثار ہیں جن کو امام محمد نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:

زیاد کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایسا مشروب پلایا کہ قریب تھا مجھے اپنے گھر کا راستہ نہ ملتا، میں نے صبح ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انھوں نے کہا ہم نے تمہیں عجوہ (ایک قسم کی عمدہ کھجور) اور کشمش کے نبیذ کے سوا اور کوئی چیز نہیں پلائی دیکھئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ اور تفقہ معروف اور مسلم ہے، ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایسی چیز پیتے یا پلاتے ہوں گے جس کے بارے میں تحریم نازل ہو چکی ہو، حضرت ابن عمر نے زیاد کو تیز نبیذ پلایا تھا جس کا ان کے ذہن پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو گھر کا راستہ ملنا مشکل ہو گیا، اس واقعہ کو اس طرح تعبیر کرنا ان کا مبالغہ تھا یہ نشہ نہیں تھا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کشمش اور کھجور کا معمولی جوش دیا ہوا تیز قسم کا نبیذ پینا جائز ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کشمش اور کھجور کا مخلوط نبیذ پینا بھی جائز ہے اس کے برخلاف بعض متشدد لوگ یہ کہتے ہیں کہ مخلوط مشروب

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کو پینا جائز نہیں ہے خواہ وہ میٹھا کیوں نہ ہو، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مخلوط مشروب (اس کو خلیطین کہتے ہیں) پینے سے منع فرمایا ہے، ہمارے نزدیک اس کی تاویل یہ ہے کہ یہ ممانعت تنگی اور قحط کے زمانہ پر محمول ہے، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اغنیاء کے لیے ان دو نعمتوں کے جمع کرنے کو ناپسند فرمایا تھا۔ اور بعض احادیث میں دو نعمتوں کے ملانے کی ممانعت کی تصریح بھی ہے، اور خوش حالی کے زمانہ میں مخلوط مشروب پینے کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے چھواروں کا نبیذ بنایا آپ کو وہ اچھا نہیں لگا تو آپ نے مجھے اس میں کشمش ڈالنے کا حکم دیا، نیز جب ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا جائز ہے تو ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہوگا۔ [1]

محمد بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رقیق مشروب کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا، ایک علیسائی نے کہا ہم اپنے گرجے میں ایک مشروب تیار کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں سے کچھ میرے پاس لاؤ! وہ اس کی کچھ مقدار لے کر آیا، حضرت عمر نے پوچھا تم اس کو کس طرح تیار کرتے ہو؟ اس نے کہا ہم انگور کے شیرہ کو پکاتے ہیں حتیٰ کہ اس کا دو تہائی اڑ جاتا ہے اور ایک تہائی رہ جاتا ہے، حضرت عمر نے اس پر پانی ڈال کر پی لیا، پھر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو وہ مشروب پینے کے لیے دیا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خیال میں آگ کسی چیز کو حلال نہیں کرتی، حضرت عمر نے فرمایا: کیا تم نہیں دیکھتے کہ عمر سرکہ بن جاتی ہے اور پھر ہم اس کو پیتے ہیں! اس حدیث میں مثلث کو پینے کے جواز کی دلیل ہے خواہ وہ تیز کیوں نہ ہو، کیونکہ حضرت عمر نے تلخ مثلث کے متعلق مشورہ کیا تھا نہ کہ شیریں مثلث کے لیے، یہ کھانے کو ہضم کرتا ہے اور رمضان کی راتوں میں عبادت کرنے کی طاقت دیتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کے معاملات میں غور و فکر کرتے رہتے تھے اور دینی معاملات میں مشورہ کرتے رہتے تھے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر مثلث گاڑھا ہو تو اس میں پانی ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کی دلیل یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پانی مانگا، وہ آپ کے پاس ایک مشروب لے کر آئے، جب آپ اس کو منہ کے پاس لے گئے تو آپ کے چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہوا، پھر آپ نے پانی منگا کر اس میں ڈالا اور اس کو پی لیا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب ان (تیز) مشروبات میں سے کسی کے متعلق (نشہ آور ہونے کا) شک ہو تو پانی ملا کر اس کی طاقت کو توڑ دیا کرو۔ [2]

جس مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار کے حلال ہونے پر امام ابو یوسف اور علامہ سرخسی کے دلائل

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خمر کو بعینہٖ حرام کیا گیا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور کو حرام کیا گیا ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ محرم کسی مشروب کا وہ آخری گھونٹ ہے جس سے نشہ پیدا ہو، اور خمر بعینہٖ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر، اور مثلث اور کشمش اور چھواروں کے پکے ہوئے پانی (یعنی نبیذ) میں قلیل اور کثیر کا فرق ہے اس کی قلیل مقدار حلال ہے

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۵-۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " ، المبسوط ج ۲۴ ص ۸-۷، " " " "

اور جس گھونٹ کے بعد نشہ پیدا ہو وہ حرام ہے اور وہ کثیر مقدار کا آخری گھونٹ ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا جو پیالہ نشہ آور ہو صرف وہ حرام ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا: اس کی مثال کپڑے میں خون کی طرح ہے اگر کپڑے میں قلیل خون ہو تو اس کے ساتھ نماز جائز ہے اور اس کی مثال نفقہ کی طرح ہے اگر انسان اپنی کمائی سے اپنے اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرے تو جائز ہے اور اگر خرچ میں اسراف کرے (یعنی ناجائز محل پر خرچ کرے) تو یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح نبیذ ہے اگر اس کو کھانے کے بعد پیا تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس کو بہ قدر نشہ پیا تو ناجائز ہے کیونکہ یہ اسراف ہے اس لیے نبیذ پیتے ہوئے جب نشہ ہونے لگے تو اس کو چھوڑ دے۔ دیکھئے مثلاً دودھ حلال ہے لیکن اگر کسی شخص کو زیادہ دودھ پینے سے نشہ ہونے لگے تو وہ زیادتی ناجائز ہوگی، نیز غور کیجئے کہ بھنگ سے علاج کرنا جائز ہے لیکن اگر بھنگ سے کسی شخص کی عقل ماؤف ہونے لگے تو وہ ناجائز ہوگی، اور اس تمام تفصیل سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حرمت کا مدار نشہ لانے والے جز پر ہے البتہ خمر مطلقاً حرام ہے، نیز خمر کو تھوڑی مقدار میں پینا زیادہ پینے کا محرک ہوتا ہے اس لیے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، اس کے برخلاف مثلث کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی بلکہ اس کی قلیل مقدار کھانے کو ہضم کرتی ہے اور عبادت کرنے کی قوت دیتی ہے اور اس کی کثیر مقدار سر میں درد کر دیتی ہے، کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ جو لوگ نشہ آور مشروبات کو پیتے ہیں وہ مثلث میں بالکل رغبت نہیں کرتے۔ [1]

حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار پینے کا جواز

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اعرابی لایا گیا جو نشہ میں تھا، اس کے پاس نبیذ مثلث کا ایک مشکیزہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے چھٹکارے کی کسی سبیل کا ارادہ کیا مگر وہ شخص بالکل مدہوش تھا، آپ نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا، جب اس کے ہوش وحواس درست ہو گئے، تو آپ نے اس کے مشکیزے کو منگایا اس میں نبیذ تھا اس کو چکھا اور کہا اوہ! اس نے یہ کام کیا، پھر اس نبیذ کو ایک برتن میں ڈالا اور اس میں پانی ملا کر خود پیا اور اپنے اصحاب کو پلایا اور کہا جب تم کو کسی نبیذ کے بارے میں (نشہ آور ہونے کا) شک ہو تو اس میں پانی ملا کر اس کی تیزی کو توڑ لو، اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ پکے ہوئے نبیذ کو پینے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ وہ تیز ہو کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خود پیا اور احباب کو پلایا بلکہ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ نشہ آور مشروب کو قلیل مقدار میں پینا جائز ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ نبیذ نشہ آور تھا اس کو چکھا، اگر خمر کی طرح اس کی قلیل مقدار بھی نجس اور حرام ہوتی تو حضرت عمر اس کو کیسے پیتے جن کے بابار اصرار کے بعد تحریم خمر نازل ہوئی تھی! (سعیدی غفرلہٗ) نیز روایت ہے کہ اس اعرابی نے پوچھا کیا آپ نے مجھے نبیذ پینے پر حد لگائی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے تم کو صرف نشہ کی بنا پر حد لگائی ہے۔

حماد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابراہیم رحمہ اللہ کے پاس گیا وہ صبح کے وقت ناشتہ کر رہے تھے، انھوں نے نبیذ منگا کر پیا اور مجھے پلایا، جب انھوں نے میرے چہرے پر کراہت کے آثار دیکھے تو کہا مجھے علقمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس جاتے اور ان کے پاس ناشتہ کرتے اور ان کے پاس گھڑے میں رکھا ہوا نبیذ پیتے تھے اور روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبیذ کی عادت تھی حتیٰ کہ ابو عبیدہ نے روایت کیا ہے کہ انھوں نے وہ سبز گھڑا دکھایا جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے نبیذ بنایا جاتا تھا! اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تیز نبیذ پیتے تھے اور نبیذ پینے کے عادی تھے۔ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیذ پلایا اور جب انھوں نے مجھ میں تغیر کے آثار دیکھے تو انھوں نے میری رہنمائی کے لیے میرے ساتھ قنبر کو بھیجا۔ (یعنی جب ان میں نشہ کی ابتدائی کیفیات دیکھیں۔)

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۹-۸، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک قوم حلال مشروب پر جمع ہوتی ہے اور اس کو اس حد تک پیتی ہے کہ وہ ان پر حرام ہو جاتا ہے، یعنی جب وہ نشہ کی حد تک پیتی ہے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ مثلث پیتے تھے اور لوگوں کو مثلث بنانے کا حکم دیتے تھے اور لوگوں کو تیز مثلث پلاتے تھے اور چونکہ مثلث پینے کی اباحت میں بہ کثرت آثار مروی ہیں اسی لیے امام ابوحنیفہ نے مذہب اہل سنت وجماعت کی خصوصیات میں سے یہ شمار کیا ہے کہ گھڑے میں بناتے ہوئے نبیذ کو حرام نہ کہا جائے اور بعض سلف سے مروی ہے کہ اگر آسمان سے گر کر میرے دو ٹکڑے ہو جائیں تو میرے نزدیک یہ نبیذ کو حرام کہنے سے بہتر ہے، کیونکہ نبیذ کو حرام کہنے سے ان آثار مشہورہ کو رد کرنا لازم آتا ہے اور بڑے بڑے اولوالعزم صحابہ کے اقوال کو برا کہنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے، اور نبیذ کو حلال کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر شخص اس کو پیئے۔ نبیذ پینے کی رخصت تحریم کے بعد دی گئی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیذ کی تحریم کے وقت میں بھی اسی طرح موجود تھا جس طرح تم موجود تھے، پھر میں اس کو حلال قرار دیے جانے کے وقت بھی حاضر تھا اور میں نے اس کی تحلیل کو یاد رکھا اور تم بھول گئے، حضرت ابن مسعود کے اس ارشاد سے واضح ہو گیا کہ نبیذ کی حرمت کے متعلق جس قدر آثار مروی وہ سب اس کی رخصت کے حکم کے بعد منسوخ ہو گئے۔ [1]

تیز نبیذ پینے کی ممانعت کے منسوخ ہونے کا بیان

ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے، صرف وہ گھونٹ حرام ہے جس سے نشہ ہو، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں گئے، وہاں آپ کا ایسے لوگوں پر گذر ہوا جو کشتی پر رال لگا رہے تھے، آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا گیا یہ اپنی شراب پینے سے بیمار ہو گئے تو آپ نے ان لوگوں کو کدو کے بنے ہوئے برتن، سبز گھڑوں اور تارکول لگے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع کر دیا۔ (ان برتنوں میں نبیذ بنایا جاتا تھا) جب آپ اس غزوہ سے واپس لوٹے تو ان لوگوں نے بدہضمی کی شکایت کی، آپ نے ان کو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی اور نشہ آور (مقدار) سے منع فرمایا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبیذ پینے کی ممانعت پہلے تھی اور رخصت بعد میں دی گئی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں نشہ آور نبیذ سے مطلقاً منع فرمایا تھا اور بعد میں اس کی قلیل مقدار پینے کی اجازت دی بہ شرطیکہ اس کو نشہ آور حد تک نہ پیا جائے۔ [2]

کبار صحابہ اور فقہاء تابعین سے نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کے جواز کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم یہ تیز نبیذ اس لیے پیتے ہیں کہ ہمارے پیٹ میں جو اونٹ کا گوشت ہے وہ گل جائے۔ اور ہم کو ایذا نہ دے جس شخص کو اپنے نبیذ کے بارے میں (نشہ آور ہونے کا) شک ہو وہ اس میں پانی ملا لے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ داؤد بن ابی ہند نے سعید ابن المسیب سے پوچھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کس مشروب کی اجازت دی تھی؟ انھوں نے کہا طلاء کی یعنی انگور کے شیرہ کو پکایا جائے جس کا دو ثلث اڑ جائے اور ایک ثلث باقی رہ جائے۔

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۱۲-۱۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " المبسوط ج ۲۴ ص ۱۳-۱۲، " " "

علی بن مسہر اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہم طلاء پیتے تھے۔

انس بن سیرین روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں کوئی بیماری تھی، انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے لیے طلاء تیار کروں اور وہ کھانے کے بعد طلاء پیتے تھے۔

شریح بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شام میں طلاء پیتے تھے۔

صاحب الاستذکار نے کہا ہے کہ ہمارے علم میں طلاء (جس شیرہ کا پکنے کے بعد ایک ثلث باقی رہ جائے، ان تمام روایات میں طلاء سے مراد مثلث ہے) پینے کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہو ان آثار سے معلوم ہوا کہ جس حدیث میں یہ ہے کہ جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے، اس حدیث میں قلیل سے وہ قلیل مراد ہے جو نشہ آور ہو، تاکہ ان آثار میں تضاد نہ ہو، پس آپ نے ملاحظہ کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ مثلاً حضرت عمر، حضرت علی اور دیگر اہل بدر سب نبیذ پینے کو جائز کہتے تھے اسی طرح بعد کے کبار تابعین بھی نبیذ کو جائز کہتے تھے مثلاً شعبی اور ان کی مثل، ابراہیم نخعی اور ان کی مثل، علقمہ، اسود، ابن ابی لیلیٰ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود اور سفیان ثوری یہ اپنے زہد و تقویٰ کے باوجود تیز نبیذ پیتے تھے حتیٰ کہ ان کے رخسار سرخ ہو جاتے تھے اور وکیع رمضان کی راتوں میں عبادت پر طاقت حاصل کرنے کے لیے نبیذ پیتے تھے۔ [1]

بعض جاہل لوگ تیز نبیذ کو خمر کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے خمر کو حلال کر دیا، درحقیقت یہ اعتراض امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب پر نہیں ہے بلکہ یہ اعتراض کبار صحابہ اور فقہاء تابعین پر ہے کیونکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے اس مسئلہ میں کسی قول کو ایجاد نہیں کیا، بلکہ انھوں نے وہی کہا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور زہاد تابعین نے کہا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور علقمہ، اسود اور ابراہیم نخعی کے بارے میں کیا کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ یہ فقہاء اور زہاد خمر پینے والے تھے اور نشہ کرنے والے تھے؟ یہی وجہ ہے کہ امام زاہد نجم الدین عمر نسفی نے یہ کہا ہے کہ چھواروں اور کشمش کے نبیذ کی حلت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے تاکہ صحابہ اور تابعین کو فاسق قرار دینا لازم نہ آئے اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اہلسنت وجماعت کی علامت یہ ہے کہ چھواروں کے نبیذ کو حرام نہ کہا جائے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: معراج میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا اگر مجھے تمام روئے زمین کی دولت دی جائے تو میں پھر بھی گھڑے میں بناتے ہوئے نبیذ کی حرمت کا فتویٰ نہیں دوں گا کیونکہ اس سے صحابہ کو فاسق کہنا لازم آتا ہے اور اگر مجھے روئے زمین کی تمام دولت دی جائے پھر بھی میں اس کو پیوں گا نہیں کیونکہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ [3]

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۴۴، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] " " " ، بنایہ ج ۴ ص ۳۴۵-۳۴۴، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول۔

حدیث ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے) کی تحقیق

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: یہ حدیث آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:

الاوّل: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے عبید اللہ بن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے، اور امام عبد الرزاق نے بھی اپنی مصنف میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

الثانی: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما امام ابو داؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ ان کی حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: عن داؤد بن بکیر عن محمد بن منکدر عن جابر مرفوعا، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے، امام ابن حبان نے اپنی مسند میں اس حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: عن موسی بن عقبۃ عن محمد بن منکدر عن جابر۔

الثالث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ امام نسائی نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: عن محمد بن عبد اللہ بن عمار الموصلی عن الولید بن کثیر عن الضحاک بن عثمان عن بکیر بن عبد اللہ بن الاصم عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن سعد۔ نیز اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

الرابع: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امام دار قطنی نے ان کی حدیث اس سند کے ساتھ روایت کی ہے: عن عیسی بن عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اس سند میں عیسیٰ بن عبد اللہ متروک راوی ہے۔

الخامس: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے ان کی حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے: عن ابی عثمان عن عمر بن سالم الانصاری عن القاسم عن محمد عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے جس چیز کا ایک فرق (آٹھ کلو کا پیمانہ) نشہ آور ہو اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔ اس حدیث کی سند میں عمر و بن سالم ضعیف ہے، امام دار قطنی نے اس حدیث کو متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور وہ سب ضعیف اسانید ہیں۔

السادس: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام اسحاق بن راہویہ نے ان کی حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اس کی یہ سند ہے: اخبرنا ابو عامر العقدی حدثنا ابو معمر عن موسی بن عقبۃ عن سالم بن عبد اللہ بن محمد عن ابیہ مرفوعا، اس کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

السابع: خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ ان کی حدیث کو حاکم نے مستدرک کی کتاب الفضائل میں روایت کیا اور سند کے متعلق سکوت اختیار کیا۔

الثامن: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ [1]

ان تمام روایات کا جواب یہ ہے کہ یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں، اور امام احمد نے کہا ہے کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانتے ہوں وہ حدیث نہیں ہے، ثانیاً یہ حکم منسوخ ہو گیا، ابتدا میں جب شراب کے معاملے میں سختی کی گئی تھی تو نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو بھی حرام کر دیا تھا، بعد میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نبیذ بنانے والے برتنوں میں پینے کی اجازت دی اور فرمایا پیو اور نشہ نہ کرو تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور بکثرت صحابہ سے تیز نبیذ کی قلیل مقدار کا پینا ثابت ہے۔ یہ تمام بحث ہم نے اس سے پہلے باحوالہ بیان کر دی ہے۔ ثالثاً نشہ آور مشروب کا وہ آخری گھونٹ حرام ہے جو نشہ لانے کا موجب ہوا اور اس حدیث میں قلیل سے مراد وہی آخری گھونٹ ہے، اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

امام دار قطنی علقمہ سے روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل مسکر حرام قال عبد اللہ ھی الشربۃ التی اسکرتک [2]

علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور (مشروب) حرام ہے، حضرت عبداللہ نے کہا حرام وہ گھونٹ ہے جو تم کو نشہ میں لائے۔

امام دار قطنی، ابراہیم سے روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم عن ابن مسعود قال: کل مسکر حرام ھی الشربۃ التی تسکرک [3]

ابراہیم ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں، کہ ہر نشہ آور (مشروب) حرام ہے، اور حرام وہ گھونٹ ہے جو تم کو نشہ میں لائے

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

خمر قلیل اور کثیر ہر صورت میں حرام ہے، کیونکہ خمر کی قلیل مقدار کثیر کی محرک ہوتی ہے، لیکن دوسرے مشروبات (مثلاً نبیذ وغیرہ) باوجود تیز اور گاڑھے ہونے کے ان کی قلیل مقدار کثیر کی محرک نہیں ہوتی، اس لیے ان کی قلیل مقدار مباح ہے البتہ جو مقدار نشہ آور ہو وہ حرام ہے، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ نشہ آور آخری گھونٹ یا آخری پیالہ ہوتا ہے اور اس کا حکم اس مقدار کے خلاف ہے جو نشہ آور ہو، اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے چند پیالے پانی پیا پھر اس نے ایک پیالہ خمر پی، تو اس پر خمر کی وجہ سے حد لازم آئے گی نہ کہ خمر سے پہلے پیتے ہوئے پیالوں کی وجہ سے، سو اس کی بھی یہی مثال ہے، اگر کسی مشروب کی کثیر مقدار نشہ آور ہوتی

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۴۲، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۵۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] " " " سنن دار قطنی ج ۴ ص ۲۵۱، " "

ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی قلیل مقدار بھی حرام ہو جیسا کہ بھنگ اور گھوڑی کے دودھ کا حکم ہے، حدیث میں جو ہے کہ ہر نشہ آور حرام ہے یہ ہم کو تسلیم ہے اور اس سے مراد وہ آخری گھونٹ ہے جو نشہ آور ہوتا ہے، امام ابو یوسف نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مشروب کو نشہ کے ارادہ سے پیئے تو اس مشروب کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص کھانا ہضم کرنے کے لیے کسی نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو پیتا ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے اس کی نظیر چلنا ہے زنا کے قصد سے چلنا حرام ہے اور عبادت کے قصد سے چلنا عبادت ہے، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے: "جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے" وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس آخری پیالہ پر محمول ہے جو نشہ کا موجب ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر۔

علاوہ ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ حکم ابتداء میں تھا جب شراب کے معاملہ میں سختی کی گئی تھی، پھر اس کے بعد قلیل مقدار پینے کی رخصت دے دی گئی اور جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ بعض احادیث پر عمل کیا جائے اور بعض کو ترک کر دیا جائے۔ [1]

کچے نبیذ کے حلال ہونے پر دلائل

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے یا ان میں سے کسی ایک کا نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے بہ شرطیکہ ان کو پکا لیا جائے، کیونکہ کچی کھجور بھی چھواروں کی ایک قسم ہے، اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ چھواروں کا پکا ہوا نبیذ حلال ہے اور اس کی جو مقدار نشہ آور ہو وہ حرام ہے، اسی طرح چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا یا کچی کھجوروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانا حلال ہے اس نبیذ کو خلیطین کہتے ہیں اور ہم اس کے جواز پر دلائل بیان کر چکے ہیں، اسی طرح شہد، جوار، گندم، جو، کشمش اور چھواروں میں سے ہر ایک کا نبیذ بنانا جائز ہے، ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنانا بھی جائز ہے اور ان کو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہے، چھواروں اور کشمش کے نبیذ کا حکم ہم بیان کر چکے اور باقی چیزوں کے نبیذ کے متعلق ظاہر حکم یہ ہے کہ ان کا نبیذ جائز ہے خواہ کچا ہو یا پکا۔ اور نوادر میں ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ گاڑھا ہو جانے کے بعد کچا نبیذ پینا جائز نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خمر پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے کھجور، انگور، گندم، جو اور جوار۔" اس حدیث سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان چیزوں سے حقیقتاً خمر بنی ہے، اس سے ان چیزوں کو خمر سے تشبیہ دینا مراد ہے، یعنی ان چیزوں کی شراب کا پینا بھی خمر کی طرح حرام ہے، اور یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ چھواروں اور کشمش کا کچا پانی اگر گاڑھا ہو تو اس کا پینا حلال نہیں ہے، اسی طرح باقی چیزوں کا کچا پانی بھی اگر گاڑھا ہو تو حرام ہے (یہ نوادر کی روایت تھی)، اور ظاہر الروایہ کے مطابق کچا پانی ہو یا جوش دیا ہوا ہر صورت میں حلال ہے) ظاہر الروایہ کی دلیل یہ ہے کہ شہد، جوار اور جو حلال ہیں خواہ وہ پک کر متغیر ہوں یا غیر متغیر، سو اگر ان کو پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ پانی بھی حلال ہونا چاہیے، خواہ اس کو پکا کر متغیر کیا جائے یا نہیں، کیونکہ طعام کا تغیر اور گاڑھا ہونا حرمت میں مؤثر نہیں ہے۔ [2]

ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ خمر (انگور کا سڑا ہوا شیرہ جو جھاگ چھوڑ چکا ہو) بعینہٖ حرام ہے، خواہ اس کی مقدار کم ہو

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۱۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۱۸۔ ۱۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

یا زیادہ اور خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات کو اتنی مقدار میں پینا حرام ہے جتنی مقدار میں وہ نشہ آور ہوں اور اس سے کم مقدار میں (جس میں وہ نشہ آور نہیں ہے) اس کا پینا جائز ہے۔ اس مقدار میں وہ حرام ہیں نہ نجس۔ اس تفصیل سے اس اہم مسئلہ پر بحث کرنا مقصود ہے کہ ایلوپیتھک اور ہومیوپیتھک دوائیں جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے اور انجکشن وغیرہ لگانے کے سلسلہ میں اسپرٹ استعمال ہوتی ہے اور اسی طرح پرفیوم وغیرہ میں بھی الکوحل استعمال ہوتی ہے، آیا ان کا استعمال شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں پہلے ہم دیگر اسلامی مفکرین کی آراء پیش کریں گے اس کے بعد دلائل سے اپنا نقطہ نظر واضح کریں گے۔ لیکن پہلے ہم دیگر مروجہ نشہ آور اشیاء کا حکم بیان کریں گے۔

بھنگ کا لغوی معنی اور اس کی تاثیرات کا بیان

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بھنگ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بھنگ ایک مشہور بوٹی ہے جو اعضاء کو بے حس کر دیتی ہے، یہ حشیش کی غیر ہے یہ عقل کو ماؤف کر دیتی ہے، جنون لاتی ہے، ورم، چھالوں اور دردوں میں سکون مہیا کرتی ہے۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھنگ کے نقصانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بعض حکماء نے بھنگ کے دنیاوی اور دینی نقصانات کی تعداد ایک سو بیس تک گنوائی ہے، یہ تفکرات اور اندیشوں کو جنم دیتی ہے، جسمانی رطوبتوں کو خشک کر دیتی ہے اور جسم کو گرم بیماریوں کی آماجگاہ بنا دیتی ہے، دنیائے اسلام کے مشہور طبیب محمد بن ذکریا نے کہا بھنگ کو کھانا دردِ سر کا باعث ہے، منی کو خشک کر دیتا ہے، تفکرات، علل دماغ، دق، سل، علت المشائخ (مفعولیت)، استسقاء اور اچانک موت آنے کا سبب ہے بعض علماء نے کہا کہ شراب کے تمام نقصانات حشیش میں موجود ہیں، بھنگ نشہ آور ہے اور عقل کو برباد کرتی ہے۔ اس سے گفتگو کا توازن بگڑ جاتا ہے اور دل میں پوشیدہ رکھنے والی باتیں زبان پر آجاتی ہے، ابوالعباس بن تیمیہ نے کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ بھنگ شراب کی طرح نشہ آور ہے کیونکہ اس کے کھانے سے نشہ اور دماغی فتور لاحق ہو جاتا ہے۔ [2]

بھنگ کے شرعی حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

تاج الشریعہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص لاعلمی میں بھنگ پیئے اور اسی حال میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن اگر کوئی شخص عمداً بھنگ پیئے اور نشہ میں طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی، صاحب المحیط نے کہا یہ تفصیل امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے نیز صاحب المحیط نے بیان کیا کہ بھنگ کا نشہ حرام ہے اور بھنگ کے نشہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی۔ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح میں لکھا ہے کہ سقمونیا اور بھنگ کو علاج کی غرض سے قلیل مقدار میں کھانا جائز ہے، اور اگر وہ مقدار سے زیادہ اور عقل کو فاسد کرے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے۔ [3]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

البحر الرائق کی کتاب الطلاق میں لکھا ہے کہ: اگر کوئی شخص لھو ولعب کے قصد سے بھنگ یا افیون کھائے اور اس کی عقل ماؤف ہو جائے تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ یہ معصیت ہے، اور اگر اس نے علاج کی غرض سے بھنگ یا افیون کھائی تھی تو اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ اب ان کو کھانا معصیت نہیں ہے، فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ بغیر غرض علاج

---

[1] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۸، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

[3] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ مکہ سنز فیصل آباد

کے بھنگ یا افیون کھانا حرام ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ اس علت سے معلوم ہوا کہ علاج کی غرض سے بھنگ اور افیون کا کھانا جائز ہے۔ (البحر الرائق کی عبارت ختم ہوئی۔) النہر الفائق میں بھی اس تفصیل کو لکھنے کے بعد اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بھنگ کی کثیر اور نشہ آور مقدار کو استعمال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس کی قلیل مقدار کو بطور لہو ولعب کے استعمال کرنا بھی حرام ہے اور اگر اس سے نشہ ہو گیا اور نشہ میں طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور قلیل مقدار کو بغرض علاج استعمال کرنا جائز ہے اور اگر اس سے نشہ ہو گیا اور نشہ میں طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ [1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

حشیش، افیون اور بھنگ طاہر ہیں کیونکہ یہ جامد چیزیں ہیں اور ان کو استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ یہ عقل کو معطل کر دیتی ہیں، البتہ ان کا بدن میں خارجی استعمال جائز ہے۔ [2]

علامہ صاوی مالکی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز عقل کو بے کار کر دے وہ مسکر (نشہ آور) ہوتی ہے، اور جو حواس کو سلا دے اور کیف وسرور پیدا کرے اس کو مخدر (مسکن) کہتے ہیں، پہلی چیز نجس اور حرام ہے اور دوسری چیز طاہر اور حرام ہے۔ [3]

ہر چند کہ علامہ دردیر مالکی اور علامہ صاوی مالکی نے بھنگ اور حشیش وغیرہ کے کھانے کو مطلقاً حرام کہا ہے لیکن علامہ دسوقی مالکی نے یہ لکھا ہے کہ ان کو بہ مقدار نشہ کھانا حرام ہے اور اس سے کم مقدار میں کھانا جائز ہے، علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

حشیش، بزر (ایک قسم کی گھاس) اور افیون محذرات (مسکن اشیاء) میں سے ہیں، علامہ قرافی کی یہی تحقیق ہے اور یہی مختار ہے، اس کے برخلاف علامہ منوفی نے ان کو نشہ آور قرار دیا ہے، ان کی جو مقدار عقل کو معدوم نہ کرے اس کا استعمال جائز ہے۔ [4] علامہ دسوقی کی یہ عبارت فقہاء احناف کے نظریہ کی موید ہے۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

ماسوا اشیاء میں سے جو چیز عقل کو زائل کر دے اس کے استعمال پر حد نہیں ہے جیسے بھنگ اور حشیش کیونکہ ان میں کوئی قوت ہے نہ سرور اور ان کو کم مقدار میں پینا زیادہ مقدار میں پینے کا محرک نہیں ہوتا۔ البتہ ان میں تعزیر ہے۔ [5]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

قال الرویانی والنبات الذی یسکر ولیس فیہ شدۃ مطربۃ یحرم اکلہ ولا حد علی اکلہ قال

علامہ رویانی نے کہا ہے کہ جو جڑی بوٹی نشہ آور ہو اور سرور لانے والی نہ ہو، اس کا کھانا حرام ہے اور اس کے کھانے

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۵-۴۰۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ فیصل آباد

[2] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد دردیر مالکی، الشرح الصغیر علی اقرب المسالک ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ھ

[3] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۸۴ھ

[4] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] علامہ محمد شربینی شافعی الخطیب من قرن العاشر مغنی المحتاج ۴ ص ۱۸۷، دار احیاء التراث العربی بیروت

ویجوز استعمالہ فی الدواء وان افضی الی السکر مالم یکن منہ بد قال ومایسکر مع غیرہ ولا یسکر بنفسہ ان لم ینتفع بہ فی دواء وغیرہ فھو حرام وان کان ینتفع بہ فی التداوی حل التداوی بہ واللہ اعلم۔ [1]

دوائے پر حد نہیں ہے اور یہ کہا کہ دوا میں اس کا استعمال کرنا جائز ہے خواہ اس سے نشہ پیدا ہو، بہ شرطیکہ اس دوا کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ ہو، اور جو جڑی بوٹی بنفسہ نشہ نہ دیتی ہو لیکن دوسری چیز کے ساتھ مل کر نشہ دیتی ہو اگر اس سے کسی دوا میں فائدہ حاصل نہ کیا جائے تو وہ اور دوسری چیز حرام ہے اور اگر اس سے کسی دوا میں فائدہ حاصل کیا جائے تو جائز ہے

علامہ نووی نے علامہ رویانی کی یہ عبارت روضۃ الطالبین میں بھی نقل کی ہے۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آیا حرام است قلیل کہ سکر نیارد، تصریح کردہ است نووی در شرح مہذب کہ حرام نیست اکل قلیل از حشیش (الی قولہ) پوشیدہ نماند کہ این مشکل شود بر مذہب شافعیہ بر قول کسے کہ گوید از ایشاں کہ وے مسکر است وحالانکہ نزد ایشاں ہر چیہ کثیر وے مسکر باشد قلیل وے حرام است [3]

بھنگ کی قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو آیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ علامہ نووی نے شرح المہذب میں تصریح کی ہے کہ حشیش کی قلیل مقدار کھانا حرام نہیں ہے، اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ مذہب شافعی کا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے تو جن شافعی علماء کے نزدیک بھنگ نشہ آور ہے، ان کے نزدیک اس کی قلیل مقدار کیسے جائز ہو گی؟

غالباً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے خود شرح المہذب کو نہیں دیکھا اور کسی کا حوالہ دیکھ کر علامہ نووی کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ وہ بھنگ کی قلیل مقدار کو شرح المہذب میں جائز لکھتے ہیں، حالانکہ علامہ نووی شافعی نے شرح المہذب اور روضۃ الطالبین دونوں کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ نشہ آور جڑی بوٹی کو کھانا حرام ہے البتہ اضطرار کی صورت میں بطور دوا اس کا استعمال جائز ہے اور یہ ایک الگ بات ہے۔

ہم نے حضرت شیخ کی اس عبارت کی اس لیے وضاحت کی ہے کہ کوئی شخص اس عبارت کو پڑھ کر فقہاء شافعیہ کے مسلک کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو حشیش نشہ آور ہو اس کے پینے پر حد واجب ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ یہ نجس ہے، کیونکہ جس طرح انگور کی کچی شراب نشہ دیتی ہے (یعنی خمر) اسی طرح یہ بھی نشہ دیتی ہے، برخلاف اس چیز کے جو نشہ نہ دے بلکہ صرف عقل کو ماؤف کر دے جیسے بھنگ، اور جس شخص نے یہ گمان کیا کہ حشیش نشہ نہیں دیتی بلکہ بغیر لذت کے صرف عقل کو ماؤف کرتی ہے اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۳۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[2] " " روضۃ الطالبین ج ۳ ص ۲۸۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

نے حشیش کی حقیقت کو نہیں جانا، کیونکہ اگر حشیش میں لذت نہ ہوتی تو لوگ اس کو کیوں کھاتے؟ البتہ بھنگ اس کے خلاف ہے، کیونکہ اس میں کوئی لذت نہیں ہے اور شارع نے لذت دینے والی حرام چیزوں اور لذت نہ دینے والی حرام چیزوں میں فرق کیا ہے اول میں حد لازم کی ہے اور ثانی میں تعزیر اور حشیش پہلی قسم سے ہے اور بھنگ دوسری قسم سے ہے۔ [1]

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہر وہ چیز جو عقل کو زائل کر دے وہ حرام ہے خواہ اس سے لذت اور سرور حاصل نہ ہو، کیونکہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عقل کو ماؤف کرنا حرام ہے، البتہ بھنگ کی اتنی مقدار جو نشہ دے نہ عقل کو غائب کرے، اس میں تعزیر ہے۔ [2]

حشیش کی تحقیق علامہ سید مرتضیٰ زبیدی حشیش کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حشیش ایک قسم کی سوکھی ہوئی گھاس ہے، بعض لوگوں نے کہا سبز گھاس کو حشیش کہتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ [3]

علامہ بدرالدین عینی حنفی حشیش کے متعلق لکھتے ہیں:

حشیش، بھنگ کے علاوہ ایک قسم کی گھاس ہے، یہ ہلاک نہیں کرتی لیکن اعضاء کو بے حس کر دیتی ہے، اور سستی اور کاہلی پیدا کرتی ہے اور اس کی تاثیرات مذموم ہیں، اس لیے اس کے کھانے کے حرام ہونے پر متاخرین کا اجماع ہے [4]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اگر نشہ آور چیز مشروبات کی جنس سے نہ ہو (یعنی جامد چیز ہو) جیسے حشیش تو اس کے کھانے والے کو تادیباً سزا دی جائے گی، لیکن اس میں حد نہیں ہے، اس کی طہارت میں تین اقوال ہیں جن کو قرافی نے ذکر کیا ہے، کیونکہ نشہ سے مراد وہ کیفیت ہے جس سے عقل فاسد ہو جائے اور اس سے بھی عقل فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح بھنگ بھی حرام ہے خواہ اس میں لذت نہ ہو۔ [5]

شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں:

حشیش حرام ہے خواہ وہ نشہ دے یا نہ دے، حشیش کی جو مقدار نشہ آور ہو اس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اور جو شخص اس کو حلال کہے اس سے توبہ طلب کرنی چاہیے اگر وہ توبہ کرے تو فبہا ورنہ اس کو بطور مرتد قتل کرنا لازم ہے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو عبادت سمجھے اور کہے کہ یہ ذکر و فکر میں معاون ہے (جیسا کہ آج کل کے بناوٹی درویش جو مزارات پر بیٹھ کر بھنگ پیتے ہیں چرس کے دم لگاتے ہیں اور حق ہو کے نعرے بلند کرتے ہیں) تو یہ اللہ کے دین پر بڑی جرأت ہے، یہ امر نصاریٰ کے دین میں ہے وہ لوگ شراب کو عبادت سمجھ کر پیتے ہیں [6] یہ فواحش کو عبادت بنا دینا ہے، قرآن مجید میں ہے:

واذا فعلوا فاحشة قالوا وجدنا عليها اٰباءنا جب یہ لوگ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۳۴ ص ۱۹۸، مطبوعہ سعودی عربیہ

[2] " " " " ، مجموع الفتاوی ج ۳۴، ص ۲۱۱، "

[3] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی حنفی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۲۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۴ ص ۳۳۷-۳۳۶، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

[5] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۳۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

واللہ امرنا بھا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون (اعراف: ۲۸)

ہیں یہ ہمارے باپ دادا سے ہوتا آیا ہے، اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے، آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ پر ایسی باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

اور جس شخص نے یہ جان لیا کہ یہ حرام ہے اور پھر اس کی حرمت کا اقرار نہیں کیا وہ کافر اور مرتد ہے۔ [1]

افیون کی تعریف اور تحقیق

افیون (افیم) یہ لفظ یونانی زبان سے ماخوذ ہے، افیون اس خشک شدہ لیس دار عرق کا نام ہے جو پوست (خشخاش) کے کچے ڈوڈے سے نکالا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے زمانہ میں افیون طبی ضروریات کے لیے اور بطور مخدر استعمال کی جاتی تھی، بالائی مصر میں پوست کی کاشت بہت قدیم زمانہ سے ہوتی تھی ساتویں صدی ہجری (تیرھویں صدی عیسوی) میں بہترین افیون ابوتیج میں تیار کی جاتی تھی جو اسیوط کے جنوب میں ہے، پوست کی کاشت اور افیون کی تیاری کا کام مصر میں انیسویں صدی میلادی کے اوائل تک فروغ پر رہا، ایشائے کوچک میں پوست کی کاشت کا رواج صلیبی جنگوں کے بعد عام ہوا اور ترکوں کے عہد میں اس پودے کو قرہ حصار کے قرب وجوار کی آب وہوا خصوصیت سے بہت راس آئی چنانچہ اس شہر کا عرف ہی افیون قرہ حصار ہو گیا، یہ شہر انیسویں صدی میلادی تک پوست کی کاشت اور افیون کی تیاری اور برآمد کا مرکز بنا رہا۔

ایران اور ترکی میں افیون کو تریاق (دافع زہر) بھی کہتے ہیں، یزد اور اصفہان سے افیون ہندوستان اور ترکی کو برآمد کی جاتی تھی، افیون نے ہندوستان میں خاصا اہم کردار ادا کیا، یہاں ان ڈوڈوں کو جن سے افیون نکالی جاتی ہے پوست کہتے ہیں، اور انھیں جوش دے کر عرق نکال لیا جاتا ہے، افیون تیار کرنے کا علم اہل چین کو ازمنہ وسطی کے ہندوستان سے حاصل ہوا۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

افیون خشخش کا عرق ہے، اگر کوئی شخص مسلسل چار دن افیون کھائے تو اس کا عادی ہو جاتا ہے، اور اس کو چھوڑنے سے اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، یہ جسم میں ایک سوراخ کر دیتی ہے جو افیون کے سوا اور کسی چیز سے نہیں بھرتا۔ [3]

افیون کا شرعی حکم

افیون نشہ آور ہے اور اعضاء کو سست اور اعصاب کو ڈھیلا کر دیتی ہے، اور ہر وہ چیز جو نشہ آور ہو اور اعضاء کو سست اور ڈھیلا کر دے اس کو کھانا یا پینا حرام ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر۔ [4]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ دینے والی اور اعضاء کو ڈھیلا کرنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی، ج ۳۴ ص ۲۱۱-۲۱۰، مطبوعہ سعودی عربیہ

[2] اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ج ۳ ص ۳-۲، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اس حدیث کو امام احمد نے بھی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ [1]

علامہ علاؤ الدین الحصکفی حنفی لکھتے ہیں:

افیون کھانا حرام ہے کیونکہ یہ عقل کو فاسد کرتی ہے اور اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے، لیکن اس کی حرمت خمر سے کم ہے، سو اگر کسی نے افیون کھائی تو اس پر حد نہیں ہوگی خواہ اس کو افیون سے نشہ ہو گیا ہو، بلکہ اس کو حد سے کم تعزیر لگائی جائے گی۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

بھنگ اور ستمونیا کو علاج کی غرض سے کھانا جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے، اسی طرح دیگر جامد اشیاء جو عقل کو فاسد کرتی ہیں ان کو علاج کی غرض سے اتنی مقدار میں استعمال کرنا جائز ہے جس سے نفع ہو اور اس سے زیادہ مقدار میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے جو نقصان کا باعث ہو۔ [3]

سکون آور دواؤں کا شرعی حکم

سکون آور ادویہ مثلاً اے۔ ٹی۔ ون، ڈائز دیپام، والیم، لبریم اور تفرانیل وغیرہ کو بھی مرض کی حالت میں ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کرنا جائز ہے، بے خوابی، بے چینی، مالیخولیا اور دیگر دماغی امراض میں ان ادویہ کا استعمال صحیح ہے، لیکن ان دواؤں کو بطور عادت یا نشہ استعمال کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح راکٹ اور مینڈرس کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ یہ تمام دوائیں وقتی طور پر اعصابی ہیجان کو دور کرتی ہے لیکن ان کے مابعد اثرات زندگی اور صحت کے لیے بہت مضر ہیں سکون آور ادویہ استعمال کرنے والے شخص کے پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں اور اخیر عمر میں اس پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔

تمباکو نوشی کی تاریخ

کولمبس نے صرف امریکہ ہی نہیں دریافت کیا اس نے تمباکو بھی دریافت کی۔ انڈین لوگ اسے چباتے بھی تھے۔ نسوار کی طرح پھانکتے بھی تھے۔ انہیں اس کی کاشت کا طریقہ بھی آتا تھا۔ یہ طریقہ نو واردوں نے بھی سیکھ لیا۔ مشکل سے چالیس سال بعد ہی اس کی کاشت ویسٹ انڈیز میں ہونے لگی۔ ۱۵۶۰ء میں یہ یورپ میں بھی اگائی جانے لگی ۱۶۰۰ء میں یہ پودا برازیل میں بھی پہنچ گیا۔

۱۶۰۰ء میں ہی والٹر ریلے نے تمباکو نوشی کو انگلینڈ میں عام کر دیا۔ یہاں سے یہ پیرس میں بھی اگایا جانے لگا۔ اور پھر یہ اتنا مقبول ہو گیا کہ مقبولیت کاشت سے بھی بڑھ گئی۔ اٹھارویں صدی تک اس کی بڑی تعداد ورجینیا اور میری لینڈ سے برآمد ہو رہی تھی۔

سگریٹ سترھویں صدی میں متعارف ہوا۔ ۱۹۰۰ء تک یہ زیادہ مقبول نہ تھا۔ تاہم پہلی جنگ عظیم میں اس کی مقبولیت تیزی سے بڑھی حتیٰ کہ عورتوں نے بھی سگریٹ پینا شروع کر دیا۔

چونکہ اس کے اثرات پر کوئی تحقیق نہیں ہوئی تھی، لہٰذا اس کا استعمال عام ہوتا چلا گیا اور کسی جانب سے کوئی اعتراض نہ اٹھا۔

اس وقت تقریباً ۷۰۰۰۰۰ کاشت کار صرف امریکہ میں اس پودے کی کاشت کرتے ہیں۔ آمدنی کا حساب بلین ڈالروں میں کیا جاتا ہے۔ امریکہ میں تمباکو کی صنعت ایک بڑی صنعت ہے۔ اگر صرف ان سگریٹوں کو جو امریکہ میں سال بھر استعمال ہوتی ہیں۔ ایک

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ علامہ سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

ساتھ رکھ کر جوڑا جائے تو یہ نیویارک سے لندن تک کے فاصلے کو گیارہ ہزار چھ سو اسی مرتبہ گھیر سکتی ہیں۔

تمباکو نوشی کے نقصانات

تمباکو نوشی بمقابلہ وزن:۔ بھاری بھر کم تمباکو نوشوں کی تعداد ان لوگوں سے کم ہے۔ جو تمباکو نوشی نہیں کرتے مگر موٹے ہیں۔ تمباکو نوشی وزن بڑھنے سے روکتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ تمباکو نوشی چھوڑ کر موٹا ہوا جاسکے۔

زکام: ایک سگریٹ پینے سے بدن میں تقریباً ۵ ڈگری حرارت کم ہو جاتی ہے۔ خون کی نالیاں سکڑتی ہیں۔ آکسیجن کی سپلائی کم ہو جاتی ہے جس سے زکام ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے اور آگے چل کر نقرہ وغیرہ بھی ہو سکتا ہے۔

تمباکو نوشی بمقابلہ زندگی

جو تمباکو نوشی نہیں کرتے ان کے مقابلہ میں تمباکو پینے والوں میں موت زیادہ پائی گئی ہے۔ یہ شرح اموات ۷۰٪ زائد بتلی ہیں۔

جب نکوٹین خون میں مل جاتی ہے تو دل کی دھڑکنیں تقریباً ۴۰٪ بڑھ جاتی ہیں۔

نکوٹین کے نشہ آور اثرات کو ختم کرنے کے لیے بدن کو شکر زیادہ جلانی پڑتی ہیں۔ ڈاکٹر لائنس نے جنھیں دوبار نوبل پرائز مل چکا ہے تحقیق سے بتایا ہے کہ اگر آپ دن میں بیس سگریٹیں پیتے ہیں اور آپ کی عمر پچاس سال ہو تو آپ جان لیں کہ آپ کی حالت ۵۸ سالہ بوڑھے جیسی ہو گی جو سگریٹ نہیں پیتا۔ گویا ہر سگریٹ آپ کی زندگی میں سے ۱۲، ۱۴ منٹ کی کمی کرتی چلی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ سگریٹ نوشی سے جو نکوٹین ہمارے اندر جاتی ہے۔ وہ ہمارے بدن میں کولیسٹرول کی بڑی مقدار پیدا کرتی ہے سگریٹ نوشی سے بدن کے اندر پیدا ہونے والے نشہ آور عناصر ہمارے مثانے میں جمع ہوتے رہتے ہیں اس سے تمباکو نوشوں کے ہاں مثانے کے کینسر کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

اگر آپ کی عمر تیس سے پچاس سال کے درمیان ہے۔ اور آپ سگریٹ بھی بہت پیتے ہیں تو ان کے مقابلے میں جو سگریٹ نہیں پیتے آپ کی زندگی کو ۹۸٪ موت کا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

امریکہ کے سرجن جنرل کا دعویٰ ہے کہ سگریٹ پینے والوں کی بڑی تعداد (سگریٹ نہ پینے والوں کے مقابلے میں) خون کی شریانیں سکڑنے، پھیپھڑوں کے کینسر، کھانسی، دمے، اور امراض قلب سے مرتی ہے۔

آپ کی ہر معیاری سگریٹ کے کش میں کاربن مونو آکسائیڈ اور ہائیڈروجن سائینائیڈ ہوتا ہے۔ یہ دونوں گیسیں زہریلی ہیں۔ یاد رکھیں کہ نکوٹین ایسا زہر ہے جو کیڑے مکوڑے مارنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

نکوٹین ایک قسم کی تحریک دیتی ہے اور بعد میں یہی ڈپریشن کا باعث بنتی ہے۔ اس کے باعث جو شکر بدن میں بنتی ہے۔ اور اثرات اعصاب پر مرتب ہوتے ہیں وہ بھوک کو ختم کر دیتے ہیں تاہم اس کو چھوڑنے کے بعد بھوک پھر چمک اٹھتی ہے، (سگریٹ نوشی چھوڑیئے، ص ۱۲-۹، مطبوعہ کراچی)۔

تمباکو نوشی کے نقصانات کے متعلق جدید تحقیق

اگر یہ کہا جائے سگریٹ نوشی ایک خوبصورت اور میٹھا زہر ہے تو بے جا نہ ہو گا! آج کل زیادہ تر اموات براہ راست تمباکو نوشی سے ہیں۔ امریکہ اور برطانیہ کے سائنس داں برسہا برس تمباکو نوشی پر تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ:

۹۰ فیصد اموات پھیپھڑوں کے سرطان سے۔

۶۵ فی صد دل کے امراض سے۔
۵، فی صد دمے اور نظام تنفس کی خرابیوں سے واقع ہوتی ہیں۔
وطن عزیز میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر سال پانچ سے دس لاکھ افراد سگریٹ نوشی کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں برطانیہ میں ہر سال چالیس ہزار افراد جو ساٹھ برس سے کم عمر رکھتے ہیں، سگریٹ نوشی سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں اور جو زندہ بچتے ہیں وہ دردِ سر، حافظے کی کمزوری، سکتہ، فالج، بے خوابی، دیوانگی، کھانسی، دمہ اور یرقان جیسی مہلک بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔

آج کل ساری دنیا میں تمباکو نوشی کے خلاف شور وغوغا بلند ہو رہا ہے۔ سگریٹ نوشی کے مضر اثرات پر جو تحقیقات ہو رہی ہیں، ان میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق سگریٹ نوشی سے جگر بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ سگریٹ کے تمباکو کے دھوئیں میں ہائیڈروسائنک ایسڈ، کاربن مونو آکسائڈ اور دوسے پانچ فی صد نکوٹین کی زیادہ مقدار استعمال کرنے سے دانت فرسودہ اور پیلے ہونے کے ساتھ ساتھ قوت ذائقہ متاثر ہونے کا بھی خطرہ رہتا ہے۔ اس سے سینے میں گرمی اور جلن کا احساس پیدا ہو جاتا ہے جو بعض اوقات معدے تک پھیل جاتا ہے جس کی وجہ سے قے اور السر (زخم معدہ) کی شکایات پیدا ہو سکتی ہیں، تمباکو کا سب سے پہلا اثر آنکھوں پر ہوتا ہے، پکے اور عادی سگریٹ نوشوں کی بصارت شاذ و نادر ہی درست رہتی ہے۔ بعض اوقات آدمی بالکل ہی اندھا ہو جاتا ہے۔ تمباکو نوشی کے اثرات جہاں تمام جسم انسانی پر مرتب ہوتے ہیں وہاں خون بھی اس کے عتاب سے محفوظ نہیں رہتا۔ جدید تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ تمباکو نوشی سے جسم پیلا، سست اور رنگت زردی مائل پڑ جاتی ہے۔ زبان پر مسلسل سنسناہٹ اور میٹھی میٹھی کھجلی کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ نکوٹین کا زہر اپنا اثر دکھا رہا ہے۔ اس کیفیت کے جاری رہنے کی صورت میں زبان کا سرطان پیدا ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اتنے مہلک اثرات کا پتا لگ جانے کے بعد اگر یہ کہا جائے کہ نوع انسانی کو ایٹم و ہائیڈروجن بموں سے اتنا خطرہ نہیں جس قدر سگریٹ نوشی سے ہے تو غلط نہ ہوگا۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں سگریٹ نوشی فیشن کے طور پر اپنائی جا رہی ہے۔ چائے خانہ ہو کہ کتب خانہ، اسٹیشن ہو کہ کالج یونیورسٹی کا احاطہ اسپورٹس کمپلیکس حتیٰ کہ قبرستان، ریل، بس، گاڑی اور اب تو ہوائی جہاز میں بھی آپ کو تمباکو نوشی کے دلدادہ نظر آئیں گے۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق تیس سے چالیس فی صد طلبہ وطالبات اور ساٹھ سے ستر فی صد مزدور طبقہ اس بری لت یعنی تمباکو نوشی میں مبتلا ہے۔ (سائنس میگزین کراچی جولائی ۱۹۹۱ء)۔

۱۹۶۴ء میں پہلی بار محکمہ صحت کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ سگریٹ نوشی پھیپھڑوں کے سرطان کا سبب ہے، نیز سگریٹ نوشی سے اعصاب اور اعضاء بہت کمزور ہو جاتے ہیں اور اس سے دل کے دورے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں، سگریٹ نوشی سے دو مہلک چیزیں پیدا ہوتی ہیں، کاربن مونو آکسائڈ اور نکوٹین۔

سگریٹ نوشی کے اثرات فی الفور رونما نہیں ہوتے، بلکہ اس کے اثرات بہ تدریج رگ ورلیشہ میں سرایت کر جاتے ہیں کیونکہ کاربن مونو آکسائڈ تین سے پانچ فی صد تک صرف دھوئیں سے اخذ ہوتا ہے یہ سب سے پہلے آکسیجن کو تباہ و برباد کرتا ہوا خون کے سرخ خلیوں پر حاوی ہو کر ان کو ختم کر دیتا ہے اس کے بعد تباہ شدہ آکسیجن کا دل کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

نکوٹین ایک زہر ہلاہل ہے جو دھوئیں کی شکل میں سانس میں مل جاتی ہے اور دل کو جو شیلا کرتے ہوئے دل کی دھڑکن کو تیز سے تیز

کرتی ہے اور یہی چیز بلڈ پریشر کی ابتداء ہے۔

تحقیق اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ زیادہ اموات کا سبب سگریٹ نوشی ہے۔ امریکہ میں سگریٹ نوشی کرنے والوں کی سالانہ اموات کی تعداد تین لاکھ ۹۰ ہزار ہے، جن میں سے ایک تہائی لوگ دل کی بیماریوں سے مرتے ہیں، دھوئیں کے اثرات سے رگ وریشے اس حد تک ناکارہ ہو جاتے ہیں کہ بائی پاس آپریشن کرانا پڑتا ہے، فی الحال امریکہ میں سالانہ تمباکو نوشی کرنے والے دو لاکھ پینتیس ہزار افراد کا بائی پاس آپریشن کیا جاتا ہے۔ ("دی نیوز انٹرنیشنل" ۲۴ مئی ۱۹۹۱ء)

خواتین میں تمباکو نوشی کے مضر اثرات

۱۹۸۵ء میں پھیپھڑوں کا سرطان، پستانوں کے سرطان سے ہلاکت خیزی میں نمبر لے گیا اور یہ رجحان برقرار رہے گا۔ مردوں میں پھیپھڑوں کا سرطان سب سے زیادہ مہلک ہے۔ سرطان کی انجمن کے مطابق اس سے ۱۹۸۷ء میں ۸۷ ہزار اموات اور ۱۹۸۶ء میں ۸۹ ہزار اموات ہیں۔

سگریٹ نوشی پھیپھڑوں کے سرطان کے علاوہ سب سے پرانے امراض سے وابستہ ہے ان میں دل کے بیماریاں حمل اور بچہ کی پیدائش سے متعلق مسائل شامل ہیں۔

عورتوں کی طبی انجمن کی سابق صدر ڈاکٹر کانسٹینس بٹیل نے کہا کہ ہم نے عورتوں کی صحت کے مسائل کے بارے میں آواز اٹھائی ہے۔

سگریٹ نوشی عورتوں کی بہبود کے بہت سے پہلوؤں کو متاثر کرتی ہے اور ان کی اور ان کے بچوں کی زندگیوں کے لیے خطرہ ہے، مہم کے لیے سگریٹ نوشی کا انتخاب اس خطرہ کے پیش نظر کیا گیا کہ اس سال پھیپھڑوں کے سرطان سے ۴۱ ہزار عورتیں ہلاک ہو جائیں گی۔ واشنگٹن میں بیمار بچوں کے ہسپتال کی ڈائریکٹر ڈاکٹر بیل نے کہا ہے کہ اگر آج سے ہر عورت سگریٹ نوشی ترک بھی کر دے تب بھی ۲۰۱۶ء میں ۴۱ ہزار اموات سالانہ ہوں گی۔

برطانیہ میں مختلف پیشوں سے منسلک ۵ فی صد خواتین اور ۳۷ فی صد غیر ہنر مند خواتین سگریٹ نوشی کرتی ہیں۔ بے روزگار، بیوہ اور مطلقہ خواتین شوہروں سے علیحدگی کے بعد زیادہ سگریٹ نوشی کرتی ہیں۔ سگریٹ نوشی سے عورتوں کو نہ صرف ان خطرات کا سامنا کرنا ہوتا ہے جو مردوں کو لاحق ہوتے ہیں بلکہ کچھ دوسرے خطرات سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جو ان کی جنس کے باعث ان کے لیے مخصوص ہیں۔ جو عورتیں سگریٹ نوشی کرتی ہیں ان میں شرح اموات عام عورتوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ عالمی ادارہ صحت نے اندازہ لگایا ہے کہ ان ممالک میں جن کے سرطان کے اعداد وشمار قابل اعتماد ہیں، عورتوں میں ہر سال ۲۷ ہزار پھیپھڑوں کے سرطان کے کیس ہوتے ہیں۔ انگلستان اور ویلز میں ۶۵ سال سے کم عمر کے مردوں میں پھیپھڑوں کے سرطان میں کمی ہو رہی ہے لیکن عورتوں میں اس مرض سے اضافہ ہو رہا ہے۔ پھیپھڑے کے سرطان سے مردوں میں ہونے والی اموات سرفہرست ہیں جبکہ عورتوں میں سینہ کے سرطان کے بعد پھیپھڑے کے سرطان سے سب سے زیادہ اموات ہوتی ہیں۔

عورتیں سگریٹ نوشی سے پیدا شدہ سرطان کی دوسری قسموں سے بھی محفوظ نہیں ہیں جن کا شکار مرد ہوا کرتے ہیں۔ لیکن حالیہ ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ سگریٹ نوشی کا اہم اور آزاد اثر رحم کے سرطان کی پیچیدہ وجوہات پر بھی پڑتا ہے۔ ریاست ہائے متحدہ کے سرجن جنرل نے کہا ہے کہ سگریٹ نوشی پھیپھڑے کی بیماری کی بڑی وجہ ہے جو امریکہ میں مردوں اور عورتوں دونوں کو ہوا کرتی ہے۔

زیادہ تر ممالک میں پرانے دمہ اور پھیپھڑے کی بیماریوں کے بعد دل کی بیماری مردوں میں عام ہو رہی ہے لیکن نیپال میں

یہ بیماری مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو ہوا کرتی ہے۔ نیپال عورتیں نہ صرف یہ کہ سگریٹ نوشی کرتی ہیں بلکہ وہ کھانا پکانے کی آگ کے دھوئیں کی کثافت سے بھی متاثر ہوتی ہیں۔ سگریٹ کا دھواں اور کھانا پکانے والی آگ کا دھواں مل کر خاص مضر صحت ہو جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۵۵ سال سے کم عمر کی عورتوں میں سگریٹ نوشی سے دل کی بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

مانع حمل ادویات اور سگریٹ نوشی سے سانس کی بیماریوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ عورتوں میں فالج کا تعلق بھی سگریٹ نوشی سے ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے والی خواتین کی دوگنی تعداد پانچ سال تک حاملہ ہونے سے محروم رہتی ہے۔ سگریٹ نوشی کرنے والی عورتوں کی ماہواری بھی جلد بند ہو جاتی ہے۔ اگر حاملہ عورت سگریٹ نوشی کرتی ہے تو اس کے غیر کامیاب حمل کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ ہونے والا بچہ کا وزن کم ہو جاتا ہے اور اس کے اثرات خاص طور پر مضر ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے ایک جائزے سے معلوم ہوا ہے کہ سگریٹ نوشی کرنے والی ماؤں کے پیدا ہونے والے بچوں کی اموات کی تعداد بہ مقابلہ ان ماؤں کے بچوں کی اموات کے جو سگریٹ نوشی نہیں کرتی تھیں، دوگنا تھیں۔ اگر والدین سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو شیر خوار اور کم عمر بچوں کو سینہ کی بیماریوں کے ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے پھر اس بات کا امکان بڑھ جاتا ہے کہ وہ خود بھی سگریٹ نوشی کرنے لگیں۔ ماں کی مثال خصوصاً لڑکیوں کے لیے خاص طور پر اہم ہوتی ہے۔

جن اسباب کی بناء پر لڑکے اور لڑکیاں سگریٹ نوشی کرتی ہیں ہو سکتا ہے وہ مختلف نہ ہوں لیکن ایک برطانوی جائزہ سے معلوم ہوا ہے کہ لڑکیاں یہ یقین کرتی ہیں کہ سگریٹ نوشی کرنے سے ان کا وزن کم ہو جائے گا۔ نوجوان مرد اور عورتیں دونوں ہی موڈ کو کنٹرول کرنے کے لیے سگریٹ نوشی کرتے ہیں اور ان کا موقف یہ ہوتا ہے کہ اس سے انہیں سکون ملتا ہے۔

بہر حال سگریٹ نوشی خواہ خواتین میں ہو یا مردوں میں دونوں کے لیے مضر اثرات مرتب کرتی ہے اور سگریٹ نوشی کی وبا کو پھیلانے میں ذرائع ابلاغ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ سگریٹ نوشی صحت کے لیے مضر ہے، دوسری جانب پرکشش اشتہاروں سے لوگوں کو اس جانب مائل کرتے ہیں۔

(سائنس ڈائجسٹ کراچی، مئی، جون ۱۹۹۱ء)

موسوعۃ الفقہ الاسلامی میں تمباکو نوشی کا شرعی حکم بیان کے متعلق بہت تفصیل سے لکھا گیا ہے، ہم یہاں اس بحث کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

دخان (دھواں کشید کرنا) کو عربی میں تبغ اور تنباک کہتے ہیں، بعض فقہاء اس کو نتن (بدبودار چیز) سے بھی تعبیر کرتے ہیں، یہ ۱۰۰۰ھ کے بعد پیدا ہوا، اس لیے اس کے سلسلہ میں آراء محدود ہیں۔

تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

علامہ حصکفی لکھتے ہیں: تمباکو نوشی ۱۰۱۵ھ میں دمشق میں شروع ہوئی، اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس سے نشہ نہیں ہوتا، اگر یہ مان لیا جائے تب بھی یہ سستی اور کمزوری پیدا کرتی ہے، اس لیے حرام ہے، کیونکہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر نشہ آور اور سستی پیدا کرنے والی چیز سے منع فرمایا، تاہم ایک یا دو بار دھواں کشید کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے۔ (درمختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۵)

علامہ ابن عابدین نے اس کے حاشیہ میں لکھا: بعض فقہاء نے تمباکو نوشی کو مکروہ کہا، بعض نے کہا حرام ہے اور بعض نے اس کو مباح لکھا ہے، علامہ شرنبلالی نے شرح الوھبانیہ میں لکھا ہے تمباکو نوشی کرنے اور اس کو فروخت

کرنے سے منع کیا جائے گا اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور علامہ نابلسی نے لکھا ہے کہ شوہر کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی زوجہ کو لہسن، پیاز اور ہر بدبودار چیز کے کھانے سے منع کرے، اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ اس کو تمباکو نوشی سے بھی منع کرے کیونکہ اس سے منہ سے بدبو آتی ہے، خصوصاً جبکہ خاوند تمباکو نوشی نہ کرتا ہو۔ علامہ شیخ اجھوری مالکی اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے تمباکو نوشی کی اباحت پر رسالے لکھے ہیں (یہ علماء اس لیے معذور ہیں کہ ان کے زمانہ میں تمباکو نوشی کے مضر اثرات کے متعلق اتنی تحقیق نہیں ہوئی تھی۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ عمادی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمباکو نوشی مکروہ تحریمی ہے اور تمباکو نوشی کرنے والا فاسق ہے، کیونکہ انھوں نے جماعت کی فصل میں لکھا ہے: جو شخص سود خوری میں معروف ہو، یا کسی اور حرام کام میں مشہور ہو، یا کسی بدعت مکروہہ پر اصرار کرتا ہو، جیسے اس زمانے میں تمباکو نوشی کرنا، اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، اور انصاف یہ ہے کہ اس کو کچی پیاز اور کچا لہسن کھانے کے ساتھ لاحق کرنا چاہیے۔

علامہ ابوسعود نے کہا تمباکو نوشی مکروہ تنزیہی ہے اور یہ اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اور بعض فقہاء نے کہا تمباکو نوشی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ مسجد میں کچا لہسن، کچی پیاز کھا کر آنے سے منع فرمایا ہے اور یہ ان کے ساتھ لاحق ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت تمباکو نوشی مکروہ ہے کیونکہ اس سے قرآن مجید کی تعظیم میں خلل آتا ہے۔ (ردالمحتار ج ۵ ص ۳۰۶)۔

تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب

شیخ علیش اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں، ہمارے شیخ علامہ سالم سنہوری سے تمباکو نوشی کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے اس کی تحریم کا فتویٰ دیا۔ اور تاحیات اس فتویٰ پر قائم رہے، اور ان کے معاصرین علماء میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی، اور فقہاء احناف وغیرہ نے بھی ان کی موافقت کی۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تمباکو نوشی ہر بیماری کی دوا ہے، یہ محض شیطان کا وسوسہ ہے کیونکہ دھوئیں کی کثافت سے پیٹ کی کئی بیماری اور امراض پیدا ہوتے ہیں اور اس سے کئی مزمن اور مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقتلوا انفسکم "اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو"

بعض علماء روم نے تمباکو نوشی کی تحریم کا فتویٰ دیا اور اس پر ایک رسالہ لکھا اور یہ کہا کہ اس میں قطعاً کوئی شفا نہیں ہے اور اکثر تمباکو پینے والوں میں اس کے نقصانات کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔

تمباکو نوشی کا حکم معلوم کرنے کے لیے یہ لازم ہے کہ کسی ماہر طبیب سے دریافت کیا جائے اگر تمباکو نوشی کرنا انسان کے بدن میں فوراً یا کچھ عرصہ بعد کسی ضرر یا نقصان کا موجب ہو تو پھر تمباکو نوشی حرام ہے کیوں کہ انسان پر اپنے بدن کی حفاظت کرنا واجب ہے۔

اگر تمباکو نوشی سے صاف کپڑے اور بدن سیاہ ہوں، اور اس سے ناگوار بدبو آئے تب بھی تمباکو نوشی سے منع کیا جائے گا خاص طور پر جب آدمی کسی محفل میں جائے یا جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جائے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گرم کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو آگ نہیں کھلائی، اور آپ نے فرمایا جس چیز میں شک ہو اس کو ترک کر کے اس

چیز کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو، اور تمباکو نوشی بہرحال حرمت کے شک اور اضطراب سے خالی نہیں ہے۔ (فتاوی الشیخ علیش ج ۱ ص ۱۱۸)۔

تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء شافعیہ کا مذہب

فقہاء شافعیہ نے تمباکو نوشی کو بھنگ اور حشیش کے ساتھ لاحق کیا ہے، انھوں نے کہا یہ جسم کے مسامات کو کھول کر ان میں مضر صحت اثرات کو قبول کرنے کی استعداد پیدا کرتی ہے، اس سے نظر کمزور ہوتی ہے، سر میں چکر آتے ہیں اور یہ اتنا بڑا ضرر ہے جس کی وجہ سے اس کو حرام قرار دینا ضروری ہے۔ (قلیوبی وعمیرہ علی شرح العلامۃ جلال الدین المحلی علی منہاج الطالبین للنووی ج ۱ ص ۶۹، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ و شربینی علی شرح البہجۃ ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ المطبعۃ المیمنۃ مصر)۔

تمباکو نوشی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا مذہب

بعض علماء حنبلیہ نے اس مسئلہ میں سکوت کیا، بعض نے اس کو مباح کہا اور بعض نے اس کو مکروہ کہا، اور حق یہ ہے کہ اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، کیوں کہ یہ صحت کے لیے مضر ہے، اس سے مال ضائع ہوتا ہے، اس کے پینے سے منہ سے بدبو آتی ہے اور یہ انسان کے وقار کے خلاف ہے۔ (مطالب اولی النہی فی شرح دار احیاء غایۃ المنتہی ج ۶ ص ۲۲۰ - ۲۱۷، مطبوعہ ۱۳۸۱)۔ [1]

تمباکو نوشی کے متعلق علامہ شامی اور مصری علماء کی رائے

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: تمباکو نوشی میں علماء کی آراء مختلف ہیں، بعض علماء نے اس کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے اس کو حرام کہا ہے اور بعض علماء نے اس کو مباح کہا ہے۔ سیدی عبد الغنی نابلسی نے تمباکو نوشی کے جواز پر "الصلح بین الاخوان فی اباحۃ شرب الدخان" کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے اور جو لوگ تمباکو نوشی کو حرام یا مکروہ کہتے ہیں، ان پر سخت تنقید کی ہے، کیونکہ حرمت اور کراہت دونوں حکم شرعی ہیں اور بغیر دلیل کے کسی چیز کی حرمت یا کراہت ثابت نہیں ہو سکتی، اور تمباکو نوشی کی حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ نہ اس کا نشہ آور ہونا ثابت ہے نہ اس کا اعضاء کو سست کرنا ثابت ہے نہ اس کا نقصان دینا ثابت ہے (علامہ نابلسی کے زمانہ میں تمباکو نوشی کا نقصان دینا ثابت نہ ہوگا، لیکن اب جدید میڈیکل سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ تمباکو نوشی سے کھانسی، ہائی بلڈ پریشر اور کینسر ایسے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں، حفظنا اللہ تعالی عنہا) بلکہ اس کے منافع ثابت ہیں (حقیقت یہ ہے کہ تمباکو نوشی میں کوئی نفع نہیں ہے چند عطائی قسم کے حکیم البتہ کہتے ہیں کہ تبخیر معدہ کے لیے تمباکو نوشی مفید ہے، لیکن یہ علم سے خالی اور محض بے سند بات ہے۔ سیدی غفرلہ) اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اس لیے تمباکو نوشی بھی اصل کے اعتبار سے مباح ہے، اور اگر فرض کر لیا جائے کہ بعض لوگوں کو تمباکو نوشی سے نقصان ہوا ہے تو اس سے یہ

---

[1] موسوعۃ الفقہ الاسلامی ج ۱۲ ص ۷۰ - ۶۵، ملخصا، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۱۰ھ

لازم نہیں آتا کہ ہر شخص پر تمباکو پینا حرام کر دیا جائے، کیونکہ صفراوی مزاج والوں کو شہد نقصان دیتا ہے اور بسا اوقات ان کو بیمار کر دیتا ہے، حالانکہ اس کا شفاء ہونا نص صریح سے ثابت ہے اور کسی چیز کو بلا دلیل حرام یا مکروہ کہہ کر اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے میں کوئی احتیاط نہیں ہے البتہ اس کے مباح ہونے پر دلیل ہے کیونکہ اشیاء میں اصل اباحت ہے، دیکھئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم شارع ہیں، اس کے باوجود آپ نے خمر کو حرام قرار دینے میں توقف کیا، حالانکہ خمر ام الخبائث ہے اور جب تک قرآن مجید میں اس کی صریح ممانعت نازل نہیں ہوئی آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس لیے انسان کو میری طرح یہ کہنا چاہیے کہ تمباکو نوشی مباح ہے، البتہ اس کی بدبو طبیعت کو ناپسندہ ہے اس لیے یہ طبعاً مکروہ ہے شرعاً مکروہ نہیں ہے۔ [1]

مصری علماء لکھتے ہیں:

علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ تمباکو نوشی فی نفسہٖ مباح ہے لیکن کسی عارضہ کی بنا پر مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے مثلاً مسجد میں تمباکو پینا کیونکہ تمباکو سے بدبو آتی ہے اور بدبو کی وجہ سے مسجد میں لہسن اور پیاز کھا کر جانا ممنوع ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ غزوہ خیبر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اس درخت یعنی لہسن سے کھایا وہ ہماری مسجد میں نہ آئے" اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے لہسن یا پیاز کھائی وہ ہماری مساجد سے دور رہے اور اپنے گھر بیٹھے"، اس ممانعت کی علت لہسن اور پیاز کی بدبو ہے اور مسلمانوں کو اس بدبو سے ایذا پہنچانا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمباکو کی بہت کریہہ بدبو ہوتی ہے۔ اس وجہ سے مسجد میں تمباکو پینا ممنوع ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کے پڑھنے اور سننے کے درمیان بھی تمباکو نوشی ممنوع ہے اور علامہ غزی شافعی نے تمباکو نوشی کو مکروہ تحریمی کہا ہے، لیکن فقہاء شافعیہ نے اس قول کو ضعیف قرار دیا ہے، ان کے نزدیک تمباکو نوشی مکروہ تنزیہی ہے، البتہ کسی عارضہ کی وجہ سے اس کی کراہت تحریمی ہو گی، اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمباکو نوشی کا کاروبار اور تجارت جائز ہے اور اس کا نفع حلال اور طیب ہے۔ [2]

تمباکو نوشی کے سلسلہ میں مصنّف کا مؤقف

مصنف کی رائے یہ ہے کہ اگر انسان کبھی کبھی تمباکو پی لے تو یہ مباح ہے لیکن تمباکو نوشی کو عادت بنا لینا اور مستقل تمباکو پینا جائز نہیں ہے،

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ، ج ۴ ص ۱۳۰۹، ۱۳۰۸، مطبوعہ قاہرہ، ۱۴۰۰ھ

.....

کیونکہ اب جدید میڈیکل سائنس کی اس تحقیق کو تمام دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ تمباکو نوشی انسانی صحت کے لیے مضر ہے، تمباکو سے بالعموم لوگوں کو کھانسی ہو جاتی ہے یہ ایک عام مشاہدہ ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تمباکو سے پھیپھڑوں کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے، اور کینسر ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ اور بہت امراض ہوتے ہیں جن کی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔! ہمارے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، ہمیں اس جسم کو نقصان پہنچانے کا کوئی حق نہیں ہے اور ہر وہ چیز جس سے اس جسم کو نقصان پہنچے اس سے احتراز لازم ہے اور اس کا ارتکاب کرنا ممنوع ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

فما یضرہ لا یحل اکلہ کالسم والزجاج والتراب والحجر والدلیل علیہ قولہ تعالیٰ ولا تقتلوا انفسکم وقولہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واکل ھذہ الاشیاء تھلکۃ فوجب ان لا یحل [1]

جو چیزیں نقصان دہ ہوں ان کا کھانا جائز نہیں ہے مثلاً زہر، شیشہ، مٹی اور پتھر، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (ترجمہ) "اپنے آپ کو قتل نہ کرو" اور یہ ارشاد ہے: "اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" اور ان چیزوں کا کھانا ہلاکت ہے، اس لیے ان کا حلال نہ ہونا واجب ہے۔

علامہ عبدالغنی نابلسی نے کہا ہے کہ تمباکو نوشی بعض لوگوں کو نقصان ہوتا ہے۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ تمباکو نوشی سب پر حرام ہو جائے، جیسا کہ جس شخص پر صفراء کا غلبہ ہو اس کو شہد نقصان دیتا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سب لوگوں پر شہد کھانا حرام ہو جائے، اس اعتراض کے دو جواب ہیں:

پہلا جواب: مٹی کھانا بالاتفاق ممنوع ہے، حالانکہ بعض عورتیں ایام حمل میں مٹی کھاتی ہیں اور انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی، ہو سکتا ہے کہ بعض کو مٹی کھانے سے ضرر ہوا ہو تو سب کے لیے مٹی کھانا کیسے حرام ہو گیا؟

دوسرا جواب: تمباکو نوشی کا شہد پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، شہد فی نفسہ سب کے لیے شفاء ہے جس انسان پر صفراء کا غلبہ ہو اس کے لیے شہد کا نقصان دہ ہونا ایک عارضہ کی بناء پر ہے اگر اس کی صفراء اعتدال پر آ جائے تو شہد اس کے لیے بھی شفاء بخش ہے اس کے برعکس تمباکو نوشی فی نفسہ نقصان دہ ہے، تمباکو نوشی کا نقصان پہنچانا کسی عارضہ کی بناء پر نہیں ہے کہ کسی شخص کے مزاج میں فلاں خرابی ہو تو اس کو تمباکو نقصان دے گا، اگر ایک صحیح اور صحت مند شخص عادتہً تمباکو پینا شروع کر دے تو وہ گلے کی خرابی، کھانسی، دمہ یا پھیپھڑوں کی دیگر بیماریوں کا شکار ہو جائے گا اس کا فشار خون بلند ہو جائے گا اور اس کو کینسر کا خطرہ لاحق رہے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شہد فی نفسہ شفاء کا سبب ہے اور تمباکو نوشی فی نفسہ بیماری کا سبب ہے اور یہ سمجھنا کہ تمباکو نوشی میں انسانی صحت کے لیے کوئی فائدہ ہے محض خود فریبی اور جہالت ہے۔ علامہ نابلسی کو ہم معذور سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے زمانہ میں تمباکو نوشی پر اس قدر تحقیقات نہیں ہوئی تھیں۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

نقصان پہنچانے والی چیزوں میں قاعدہ یہ ہے کہ وہ حرام اور ممنوع ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "لاضرر ولا ضرار فی الاسلام" اسلام میں کسی کو تکلیف دینا اور نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔" نیز فقہاء نے بیان کیا ہے کہ تحریم کا مدار یا تو کسی چیز کے نشہ آور ہونے پر ہے جیسے بھنگ، یا بدن انسانی کو نقصان پہنچانے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۹ ص ۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پر ہے جیسے مٹی اور تریاق، یا کسی چیز کے گھناؤنے ہونے پر ہے جیسے ناک اور تھوک اور یہ تمام اسباب حلال چیزوں میں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اگر تمباکو نوشی میں ضرر محض ہو اور نفع بالکل نہ ہو تو اس کی تحریم کا فتویٰ دینا جائز ہے اور اگر اس کا نفع دینا ثابت نہ ہو (جب کہ وہ نقصان دہ نہ ہو) تو پھر اس کا حلال ہونا اصل ہوگا، ہاں اگر کسی شخص کی طبیعت کے لیے یہ مضر ہو تو پھر اس کے حق میں یہ حرام ہوگا۔ [1]

الکوحل اور اسپرٹ کی تحقیق میتھے نول کو وسیع پیمانے پر محلل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس سے فارم ایلڈی ہائیڈ (FORMALDEHYDE) تیار کی جاتی ہے یہ بہت زہریلا مرکب ہے اس سے اندھاپن بلکہ بعض اوقات موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لیے میتھے نول (METHANOL) کو ایتھے نول (ETHANOL) میں شامل کر دینے سے ایتھے نول (ETHANOL) پینے کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی ڈینیچر (DENATURED) ہو جاتا ہے۔

ایتھے نول (ETHANOL): زمانہ قدیم سے ایتھے نول (ETHANOL) چینی کے محلول یا ملتے کے نشاستے کی تخمیر سے تیار کیا جاتا رہا ہے۔ تخمیر (FERMENTATION) ایک حیاتی کیمیائی (BIOCHEMICAL) عمل ہے جو خمیر (Yeast) یا دیگر باریک جراثیموں (MICRO ORGANISMS) میں پائے جانے والے اینزائمز (ENZYMES) کی موجودگی میں واقع ہوتا ہے۔ یہ اینزائمز (ENZYMES) پیچیدہ نامیاتی عمل انگیز ہیں جن کا عمل مخصوص ہوتا ہے۔

عمل تخمیر سے محلول میں ۱۲ فی صد ایتھے نول (ETHANOL) پیدا ہوتا ہے۔ تخمیر شدہ محلول کی کسری کشید ... (FRANCTIONAL DISTILLATION) سے ۹۵ فی صد ایتھے نول حاصل ہوتی ہے جسے ریکٹی فائیڈ اسپرٹ (RECTIFIED SPIRITE) بھی کہتے ہیں۔ مکمل طور پر غیر آبیدہ الکحل (سو فی صد خالص) حاصل کرنے کے لیے ۹۵ فی صد ایتھے نول میں CaO ملا کر آمیزے کو کشید کر لیتے ہیں۔ ڈسٹیلیٹ یعنی حاصل کشید کو خالص یا مطلق الکحل ... (ABSOLTUTE ALCOHOL) کہتے ہیں۔ ایتھے نول کو ناقابل استعمال مشروب بنا دینے کے لیے اس میں میتھے نول.... (METHANOL) جیسی زہریلی اشیاء ملا دی جاتی ہیں۔ یہ الکحل کو ڈینیچر کرنا (DENATNRING OF ALCOHOL) کہلاتا ہے۔ جب ایتھائل الکحل میں میتھائل الکحل ملا کر اسے ڈینیچر کر دیا جاتا ہے تو اسے میتھیلیٹیڈ سپرٹ..... (METHYLATED SPIRIT) کہتے ہیں۔ [2]

شہد، شیرہ، مختلف دانوں، جو، انناس، گندم، ادرک کی جڑ اور دیگر نشاستہ دار اجزاء سے الکوحل کو تیار کیا جاتا ہے، اس نشاستہ میں پانی شامل کر کے اسے جوش دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ رقیق کرتے ہیں، پھر اس میں مختلف کیمیکلز شامل کرتے ہیں جس کے بعد یہ مرکب ایک مرتبہ میں الکحل بن جاتا ہے اور اس کی ایک خاص مقدار نشہ آور ہوتی ہے اسی طرح اسپرٹ بھی ایک خاص مقدار میں نشہ دیتی ہے، اور قلیل مقدار میں الکوحل نشہ دیتی ہے نہ اسپرٹ۔

ہم اس بحث کے شروع میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، اقوال تابعین اور ائمہ احناف کی تصریحات سے بیان کر چکے ہیں کہ خمر کے علاوہ باقی نشہ آور مشروبات قلیل مقدار میں جائز ہیں اس لیے ایلوپیتھک اور ہومیو پیتھک دوائیں جائز ہیں

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۶، دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ

[2] ۔ کیمیا ص ۳۵۳ - ۳۵۲، مطبوعہ کراچی

جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح قلیل مقدار میں طبی ضروریات کی بناء پر اسپرٹ کا استعمال بھی جائز ہے اور سینٹ اور پرفیوم وغیرہ جن میں الکوحل ملی ہوتی ہے ان کا استعمال بھی جائز ہے۔

الکوحل کی قلیل مقدار کے جواز کا محل اور ایلوپیتھک دواؤں اور پرفیوم وغیرہ کے جواز کا بیان

یہ امر ملحوظ رہے کہ الکوحل اور اسپرٹ کا قلیل مقدار میں استعمال اس وقت جائز ہے جب ان کو طبی ضروریات کے لیے استعمال کیا جائے یا قوت حاصل کرنے کے لیے بطور ٹانک استعمال کیا جائے اور اگر ان کا استعمال بطور لہو ولعب یا عیش وطرب ہو تو پھر یہ استعمال ناجائز ہے، اگر کوئی شخص ناجائز نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لیے ان کو بطور ٹانک استعمال کرتا ہے تو یہ بھی ناجائز ہے البتہ نیکی اور جائز کاموں کے لیے ان دواؤں کو بطور ٹانک استعمال کرنا جائز ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وعصیر العنب اذا طبخ حتی ذهب ثلثاه وبقی ثلثه حلال وان اشتد وهذا عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد ومالك والشافعی حرام وهذا الخلاف فیما اذا قصد به التقوی اما اذا قصد به التلهی لا یحل بالاتفاق وعن محمد مثل قولهما وعنه انه کره ذلك وعنه انه توقف فیه لهم فی اثبات الحرمة قوله علیه السلام کل مسکر خمر وقوله علیه السلام ما اسکر کثیره فقلیله حرام ویروی عنه علیه السلام ما اسکر الجرة منه فالجرعة منه حرام ولان المسکر یفسد العقل فیکون حراما قلیله وکثیره کالخمر ولهما قوله علیه السلام حرمت الخمر لعینها ویروی بعینها قلیلها وکثیرها والسکر من کل شراب خص السکر بالتحریم فی غیر الخمر اذا لعطف للمخاشرة لان المفسد هو القدح المسکر وهو

انگور کے شیرہ کو جب پکا لیا جائے اور اس کا دو تہائی اڑ جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو وہ حلال ہے خواہ وہ گاڑھا اور تیز ہو، یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا نظریہ ہے، اور امام محمد، امام مالک اور امام شافعی نے کہا یہ حرام ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب اس تیز شیرہ سے قوت حاصل کرنے کا قصد کیا جائے اور اگر اس شیرہ کو لہو ولعب کے قصد سے پیا جائے تو پھر یہ بالاتفاق حرام ہے، امام محمد کا ایک قول شیخین کے قول کی مثل ہے اور ایک قول کراہت کا ہے اور ایک قول توقف کا ہے۔ امام محمد اور باقی ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور فرمایا جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے جس کا ایک مٹکا نشہ دے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے، اور اس لیے کہ نشہ آور چیز عقل کو فاسد کرتی ہے، اس لیے خمر کی طرح اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہوگی، اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خمر بعینہٖ حرام ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر اور ہر مشروب میں سے نشہ آور (مقدار) حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر

حَرَام عندنا وانما یحرم القلیل منه لانه یدعو لرقته ولطافته الی الکثیر فاعطی حکمه والمثلث لغلظه لا یدعو وهو فی نفسه غذاء فبقی علی الاباحة و الحدیث الاول غیر ثابت لما بیناه ثم هو محمول علی القدح الاخیر اذ هو المسکر حقیقة۔ [1]

خمر مشروبات میں سے بالخصوص نشہ آور مقدار کو حرام کیا ہے کیونکہ عطف تغائر کو چاہتا ہے نیز فساد عقل کا سبب وہ آخری پیالہ ہے جو نشہ دیتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک حرام ہے، اور خمر کی قلیل مقدار اس لیے حرام کی ہے کہ وہ اپنی رقت اور لطافت کی وجہ سے زیادہ مقدار میں پینے کی محرک ہوتی ہے اس لیے قلیل خمر کو بھی کثیر خمر کا حکم دیا گیا ہے، اور مثلث اپنے گاڑھے ہونے اور حدت کی وجہ سے زیادہ پینے کا محرک نہیں ہوتا، نیز وہ فی نفسہ غذا ہے اس لیے وہ اپنی اباحت پر باقی ہے، ائمہ ثلاثہ کی پیش کردہ پہلی حدیث (جس کی کثیر مقدار نشہ آور ہو اس کی قلیل مقدار حرام ہے) ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں نیز ہمارے نزدیک وہ آخری پیالہ پر محمول ہے کیونکہ وہی حقیقۃً نشہ آور ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی کی اس عبارت میں تصریح ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک طاقت حاصل کرنے کے لیے خمر کے علاوہ نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کو پینا جائز ہے البتہ لہو ولہب کے لیے پینا جائز نہیں ہے اور امام محمد کے اس مسئلہ میں چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی حرام ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ مباح ہے اور چوتھا قول توقف کا ہے۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی کا مختار امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کا قول ہے اور وہ اصحاب ترجیح میں سے ہیں اسی لیے انھی کی ترجیح کا اعتبار ہوگا۔

ہرچند کہ بعد کے مشائخ نے امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ بعد کے مشائخ کے مقابلہ میں علامہ ابوالحسن مرغینانی صاحب ہدایہ کی ترجیح کا اعتبار کرنا ہی صحیح ہے، کیونکہ ان مشائخ کے برخلاف علامہ مرغینانی صاحب ترجیح ہیں جبکہ امام محمد کا ایک قول بھی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے مطابق ہے، اور قرآن مجید، احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کا بھی یہی منشاء ہے کہ خمر کے علاوہ دیگر نشہ آور مشروبات کی صرف وہ مقدار حرام ہے جو نشہ آور ہو اور وہ قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو وہ حلال ہے، البتہ ان مشروبات کو بطور لہو ولہب استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور وہ دوائیں جن میں الکوحل استعمال کی جاتی ہے اور وہ خوشبویات جن میں الکوحل یا اسپرٹ استعمال ہوتی ہے ان دلائل کی روشنی میں ان کا استعمال جائز ہے، کیونکہ ان مرکبات میں الکوحل یا اسپرٹ بہت قلیل مقدار میں ہوتی ہے۔

میں نے اس مسئلہ میں کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اس سے میرا مقصد شریعت کی دی ہوئی گنجائش کی روشنی میں مسلمانوں کے لیے یُسر اور آسانی فراہم کرنا ہے، کیونکہ اب علاج کے عام ذرائع میں الکوحل اور اسپرٹ استعمال کی جاتی ہے، بعض علماء نے

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۴۹۸-۴۹۷، مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان

[2] اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: انگریزی رقیق دوائیں جو ٹنچر کہلاتی ہیں ان میں عموماً اسپرٹ پڑتی ہے اور اسپرٹ یقیناً شراب بلکہ شراب کی نہایت بدتر قسموں میں سے ہے وہ نجس ہے، ان کا کھانا حرام، بدن یا کپڑے یا دونوں کی مجموع پر (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

الکوحل اور اسپرٹ آمیز دواؤں کو حرام لکھا ہے اور ان کے اس فتویٰ سے شاید ہی کوئی مسلمان حرام خوری کے مصداق سے بچ سکا ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: یسروا ولا تعسروا ۔ "آسانی فراہم کرو اور مسلمانوں کو مشکل میں نہ ڈالو" سو جہاں احکام شرعیہ میں مسلمانوں کے لیے وسعت اور گنجائش ہو، میں دلائل شرعیہ کے ساتھ آسان احکام بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے، میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر دارین میں رحمتوں کے دروازے کھول دے! وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین قائد الغر المحجلین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین ۔

باب ۶۹۶ تحریم الخمر وبیان انہا تکون من عصیر العنب

شراب کی حرمت اور اس بات کا بیان کہ شراب انگور کے شیرہ سے بنتی ہے

۵۰۱۲ ۔ حدثنا یحیی بن یحیی التمیمی اخبرنا حجاج بن محمد عن ابن جریج حدثنی ابن شہاب عن علی بن حسین بن علی عن ابیہ حسین بن علی عن علی بن ابی طالب قال اصبت شارفا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مغنم یوم بدر واعطانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شارفا اخری فاناختہما یوما عند باب رجل من الانصار وانا اریدان احمل علیہما اذخرا لابیعہ ومعی صائغ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بدر کے مال غنیمت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھے ایک اونٹنی ملی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک اونٹنی اور عطا فرمائی۔ ایک دن میں نے ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری کے دروازہ پر بٹھایا، میں یہ ارادہ رکھتا تھا کہ میں ان پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) لاد کر لاؤں اور اس کو فروخت کروں، اس وقت میرے ساتھ بنو قینقاع کا ایک سنار بھی تھا، میں اس (گھاس کی آمدنی سے) حضرت فاطمہ کے ولیمہ کی تیاری کرنا چاہتا تھا، اس گھر میں حضرت حمزہ بن

ہ (حاشیہ صفحہ گذشتہ) ڈاکٹر اگر ایک روپیہ بھر جگہ سے زیادہ میں ایسی شے لگی ہو نہ تارنہ ہوگی، (الی قولہ) انگریزی عطروں کا حال فقیر کو معلوم نہیں ہوا اس کے کہ بہت بد بودار کریہ الرائحہ ہوتی ہیں۔ رقیق اشیاء میں ان کی قوت رکھنے کے لیے ڈاکٹری نسخوں میں اسپرٹ ہی کا مطلقاً استعمال ہے لہٰذا ان سے احتراز ہی چاہیے اور اگر ثابت ہو جائے کہ ان میں اسپرٹ ہے تو ان کا نہ صرف لگانا بلکہ سونگھنا بھی ناجائز ہے کو شراب کے مول لینے والے، اٹھانے والے پر بھی لعنت فرماتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی)

اعلیٰ حضرت نے اس فتویٰ میں اسپرٹ پر خمر کا حکم لاگو کیا ہے اور یہ امام شافعی وغیرہ کا مذہب ہے، امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذاہب کے لحاظ سے اسپرٹ کی قلیل مقدار جائز ہے اور علاج کے معاملہ میں امام محمد کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ ہدایہ کے حوالہ سے ہم نے ابھی بیان کیا ہے، علاوہ ازیں صاحب ہدایہ نے امام اعظم اور امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے اور اصحاب ترجیح سے ہیں لہٰذا بہ کے مشائخ کے مقابلہ میں انہی کا قول واجب الاعتبار ہے۔ منہ

مِنْ بَنِيْ قَيْنُقَاعَ فَاسْتَعْبَنَ بِهٖ عَلٰى وَلِيْمَةِ فَاطِمَةَ وَحَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَشْرَبُ فِيْ ذٰلِكَ الْبَيْتِ مَعَهٗ قَيْنَةٌ تُغَنِّيْهِ فَقَالَتْ اَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَثَارَ اِلَيْهِمَا حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَجَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا ثُمَّ اَخَذَ مِنْ اَكْبَادِهِمَا قُلْتُ لِابْنِ شِهَابٍ وَمِنَ السَّنَامِ قَالَ قَدْ جَبَّ اَسْنِمَتَهُمَا فَذَهَبَ بِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ قَالَ عَلِيٌّ فَنَظَرْتُ اِلٰى مَنْظَرٍ اَفْظَعَنِيْ فَاَتَيْتُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَاَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ وَخَرَجَ وَمَعَهٗ زَيْدٌ وَانْطَلَقْتُ مَعَهٗ فَدَخَلَ عَلٰى حَمْزَةَ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ حَمْزَةُ بَصَرَهٗ فَقَالَ هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاٰبَائِيْ فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَهْقِرُ حَتّٰى خَرَجَ عَنْهُمْ.

عبد المطلب شراب پی رہے تھے اور ان کے پاس ایک باندی گا رہی تھی، اس نے کہا: "اے حمزہ ان فربہ اونٹنیوں کو ذبح کرنے کے لیے اٹھو، حضرت حمزہ تلوار لے کر ان اونٹنیوں پر جھپٹے، اور ان کے کوہانوں اور کوکھوں کو کاٹ ڈالا اور پھر ان کی کلیجیاں نکال لیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کیا کوہان سے بھی کچھ لے گئے؟ انھوں نے کہا وہ ان کے کوہانوں کو کاٹ کر لے گئے ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے یہ اندوہناک منظر دیکھا تو میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ حضرت زید کے ساتھ چلے، اور میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا، آپ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان پر غضب ناک ہوئے، حضرت حمزہ نے اپنی نظر اٹھا کر حضور کی طرف دیکھا اور کہا: "تم لوگ میرے اجداد کے غلام ہی تو ہو" یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الٹے پیر لوٹ گئے اور واپس چلے آئے۔

۵۰۱۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۰۱۴۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ اَخْبَرَنَا سَعِيْدُ بْنُ كَثِيْرِ بْنِ عُفَيْرٍ اَبُوْ عُثْمَانَ الْمِصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِيْ شَارِفٌ مِّنْ نَّصِيْبِيْ مِنَ الْمَغْنَمِ يَوْمَ بَدْرٍ وَّكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ شَارِفًا مِّنَ الْخُمُسِ يَوْمَئِذٍ فَلَمَّا اَرَدْتُّ اَنْ اَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَعْدَتْ رَجُلًا صَوَّاغًا مِّنْ بَنِيْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بدر کے مال غنیمت کے حصہ میں سے ایک اونٹنی ملی تھی، اور ایک اونٹنی اس دن مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے عطا فرمائی، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزارنے کا ارادہ کیا، تو میں نے بنو قینقاع کے ایک سنار سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے گا اور ہم اذخر (ایک قسم کی گھاس) لے کر آئیں گے، میرا ارادہ تھا کہ میں وہ گھاس سناروں کو فروخت کر دوں گا، اور اس کی آمدنی سے شادی کے ولیمہ کی تیاری کروں گا سو جس وقت میں اپنی اونٹنیوں

قَيْنُقَاعَ يَرْتَحِلُ مَعِيَ فَنَاتِي بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَاغِينَ فَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي فَبَيْنَا أَنَا أَجْمَعُ لِشَارِفَيَّ مَتَاعًا مِنَ الْأَقْتَابِ وَالْغَرَائِرِ وَالْحِبَالِ وَشَارِفَايَ مُنَاخَتَانِ إِلَى جَنْبِ حُجْرَةِ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَجَمَعْتُ حِينَ جَمَعْتُ مَا جَمَعْتُ فَإِذَا شَارِفَايَ قَدِ اجْتُبَّتْ أَسْنِمَتُهُمَا وَبُقِرَتْ خَوَاصِرُهُمَا وَأُخِذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَلَمْ أَمْلِكْ عَيْنَيَّ حِينَ رَأَيْتُ ذَلِكَ الْمَنْظَرَ مِنْهُمَا قُلْتُ مَنْ فَعَلَ هَذَا فَقَالُوا فَعَلَهُ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَهُوَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي شَرْبٍ مِنَ الْأَنْصَارِ غَنَّتْهُ قَيْنَةٌ وَأَصْحَابَهُ فَقَالَتْ فِي غِنَائِهَا أَلَا يَا حَمْزُ لِلشُّرُفِ النِّوَاءِ فَقَامَ حَمْزَةُ بِالسَّيْفِ فَاجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا فَأَخَذَ مِنْ أَكْبَادِهِمَا فَقَالَ عَلِيٌّ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ قَالَ فَعَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِي الَّذِي لَقِيتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ قَطُّ عَدَا حَمْزَةُ عَلَى نَاقَتَيَّ فَاجَبَّ أَسْنِمَتَهُمَا وَبَقَرَ خَوَاصِرَهُمَا وَهَا هُوَ ذَا فِي بَيْتٍ مَعَهُ شَرْبٌ قَالَ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرِدَائِهِ فَارْتَدَاهُ ثُمَّ انْطَلَقَ يَمْشِي وَاتَّبَعْتُهُ أَنَا وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ حَتَّى جَاءَ الْبَابَ الَّذِي فِيهِ حَمْزَةُ فَاسْتَأْذَنَ فَأَذِنُوا لَهُ فَإِذَا هُمْ شَرْبٌ فَطَفِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُومُ حَمْزَةَ فِيمَا فَعَلَ فَإِذَا حَمْزَةُ مُحْمَرَّةٌ عَيْنَاهُ فَنَظَرَ حَمْزَةُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے سامان یعنی پالان کے تختے، بوریاں اور رسیاں جمع کرنے لگا اور میری دونوں اونٹنیاں اس وقت ایک انصاری کے حجرہ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، جب میں وہ سامان جمع کر چکا تو اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دونوں اونٹنیوں کے کوہان کٹے ہوئے ہیں اور ان کی کوکھیں کٹی ہوئی ہیں اور ان کی کلیجیاں نکلی ہوئی ہیں، یہ منظر دیکھ کر میں اپنی آنکھوں پہ قابو نہ رکھ سکا، میں نے پوچھا یہ کام کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے اور وہ اس گھر میں چند شراب خور انصار کے ساتھ ہیں، انھیں اور ان کے ساتھیوں کو ایک گانے والی نے ایک شعر سنایا تھا: سنو اے حمزہ! ان فربہ اونٹنیوں کو ذبح کرنے کے لیے اٹھو، سو حضرت حمزہ تلوار لے کر گئے اور ان اونٹنیوں کے کوہانوں کو کاٹ ڈالا اور ان کی کوکھوں کو بھی کاٹ دیا، اور ان کی کلیجیاں نکال لیں، حضرت علی نے کہا پھر میں وہاں سے لوٹا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے کو دیکھ کر میرے دل کی کیفیت کو جان لیا، سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آج سے پہلے اتنا اندوہناک منظر نہیں دیکھا، حضرت حمزہ نے میری اونٹنیوں پر حملہ کر کے ان کے کوہانوں کو کاٹ ڈالا اور ان کی کوکھیں چیر دیں اور وہ اس گھر میں چند شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنی چادر منگوائی اور چادر اوڑھ کر پیدل ہی چل دیئے اور میں اور حضرت زید بن حارثہ آپ کے پیچھے چل پڑے اور اس دروازہ پر جا پہنچے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے، آپ نے اجازت مانگی انھوں نے آپ کو اجازت دے دی درآں حالیکہ وہ لوگ شراب پیئے ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کو ان کی کارستانی پر ملامت کرنی شروع کی، حضرت حمزہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى سُرَّتِهِ ثُمَّ صَعَّدَ النَّظَرَ فَنَظَرَ إِلَى وَجْهِهِ فَقَالَ حَمْزَةُ وَهَلْ أَنْتُمْ إِلَّا عَبِيدٌ لِأَبِي فَعَرَفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ثَمِلٌ فَنَكَصَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَقِبَيْهِ الْقَهْقَرَى وَخَرَجَ وَخَرَجْنَا مَعَهُ۔

پر نظر ڈالی پھر حضور کے گھٹنوں کی طرف دیکھا، پھر حضور کی ناف کی طرف دیکھا، پھر اوپر نظر اٹھائی اور حضور کے چہرے کی طرف دیکھا، پھر حضرت حمزہ نے کہا: تم لوگ میرے باپ کے غلام ہی تو ہو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ اس وقت حضرت حمزہ نشہ میں ہیں، پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُلٹے پاؤں لوٹ گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چلے آئے۔

۵۰۱۵- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۰۱۶- حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ سَاقِيَ الْقَوْمِ يَوْمَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فِي بَيْتِ أَبِي طَلْحَةَ فَمَا شَرِبَهُمْ إِلَّا الْفَضِيخُ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ فَإِذَا مُنَادٍ يُنَادِي فَقَالَ اخْرُجْ فَانْظُرْ فَخَرَجْتُ فَإِذَا مُنَادٍ يُنَادِي أَلَا إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ قَالَ فَجَرَتْ فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ اخْرُجْ فَاهْرِقْهَا فَهَرَقْتُهَا فَقَالُوا أَوْ قَالَ بَعْضُهُمْ قُتِلَ فُلَانٌ قُتِلَ فُلَانٌ وَهِيَ فِي بُطُونِهِمْ قَالَ فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن شراب حرام کی گئی اس دن میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر لوگوں کو شراب پلا رہا تھا، وہ شراب صرف کشمش اور چھواروں سے بنی ہوئی تھی، اتنے میں کسی منادی کی آواز سنائی دی، حضرت ابو طلحہ نے کہا جاؤ دیکھو، میں نے جا کر دیکھا تو ایک منادی یہ ندا کر رہا تھا سنو! خمر (انگوری شراب) حرام کر دی گئی ہے، اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی۔ حضرت ابو طلحہ نے مجھ سے کہا اٹھو اور تمام شراب بہا دو، سو میں نے شراب کو بہا دیا، اس وقت کسی نے کہا فلاں اور فلاں شہید ہوئے تھے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی، (راوی کہتے ہیں کہ مجھے پتا نہیں کہ یہ حضرت انس کی حدیث کا حصہ ہے یا نہیں!) تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اعمال صالحہ کیے ان سے ان کی کھائی ہوئی چیزوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے تھے اور وہ ایمان لا چکے تھے اور انھوں نے اعمال صالحہ کیے تھے۔

۵۰۱۷- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَأَلُوا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْفَضِيخِ فَقَالَ مَا كَانَتْ لَنَا خَمْرٌ غَيْرَ

عبدالعزیز بن صہیب کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فضیخ (کھجوروں کا کچا شیرہ جو پڑے پڑے جوش کھا کر جھاگ چھوڑ دے) کے متعلق سوال کیا،

فَضِيخِكُمْ هٰذَا الَّذِي تُسَمُّونَهُ الْفَضِيخَ إِنِّي لَقَائِمٌ أَسْقِيهَا أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا أَيُّوبَ وَرِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِنَا إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ هَلْ بَلَغَكُمُ الْخَبَرُ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ يَا أَنَسُ أَرِقْ هٰذِهِ الْفِلَالَ قَالَ فَمَا رَاجَعُوهَا وَلَا سَأَلُوا عَنْهَا بَعْدَ خَبَرِ الرَّجُلِ۔

انھوں نے فرمایا تمہارے اس فضیخ کے علاوہ ہماری کوئی خمر (شراب) تھی ہی نہیں، یہ وہی شراب ہے جس کو تم فضیخ کہتے ہو، میں حضرت ابو طلحہ، حضرت ابو ایوب اور دیگر اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں کھڑے ہو کر یہی شراب پلا رہا تھا، اچانک ایک شخص نے آ کر کہا: کیا تم کو خبر معلوم ہوئی؟ ہم نے کہا نہیں! اس نے کہا خمر حرام کر دی گئی، حضرت ابو طلحہ نے کہا: اے انس! ان مشکوں کو بہا دو، اس خبر کے بعد انھوں نے کبھی شراب نہیں پی اور نہ انھوں نے اس کے بعد پھر اس خبر کے متعلق کوئی سوال کیا۔

۵۰۱۸۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنِّي لَقَائِمٌ عَلَى الْحَيِّ عَلَى عُمُومَتِي أَسْقِيهِمْ مِنْ فَضِيخٍ لَهُمْ وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ سِنًّا فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّهَا قَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ فَقَالُوا اكْفِئْهَا يَا أَنَسُ فَكَفَأْتُهَا قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَا هُوَ قَالَ بُسْرٌ وَرُطَبٌ قَالَ فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سُلَيْمَانُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے عم زاد قبیلہ والوں کو فضیخ پلا رہا تھا، اور میں ان میں سب سے کم سن تھا، اتنے میں ایک شخص نے آ کر کہا "خمر حرام کر دی گئی"، صحابہ نے کہا اے انس اس کو بہا دو، سو میں نے بہا دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس سے پوچھا وہ کس چیز کی شراب تھی؟ انھوں نے کہا وہ کچی اور پکی ہوئی کھجوروں کی شراب تھی، ابو بکر بن انس نے کہا ان دنوں ان کی یہی خمر (شراب) تھی ایک روایت یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک نے بھی یہی فرمایا تھا۔

۵۰۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ أَسْقِيهِمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَنَسٍ كَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ وَأَنَسٌ شَاهِدٌ فَلَمْ يُنْكِرْ أَنَسٌ ذٰلِكَ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ مَنْ كَانَ مَعِي أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں کھڑا ہوا اپنے قبیلہ کو شراب پلا رہا تھا، اس کے بعد ابن علیہ کی روایت کی مثل ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ ابو بکر بن انس نے کہا ان دنوں ان کی شراب یہی تھی، اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود تھے اور انھوں نے اس کا انکار نہیں کیا اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ان دنوں ان کی خمر (شراب) یہی تھی۔

۵۰۲۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَأَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ أَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو طلحہ، حضرت ابو دجانہ، حضرت معاذ بن جبل اور انصار کی ایک جماعت کو شراب پلا رہا تھا، اسی وقت ایک آنے والے

اَبَا دُجَانَةَ وَمَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فِي رَهْطٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا دَاخِلٌ فَقَالَ حَدَثَ خَبَرٌ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ فَاكْفَاْنَاهَا يَوْمَئِذٍ وَاِنَّهَا لَخَلِيْطُ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ قَالَ قَتَادَةُ وَقَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَكَانَتْ عَامَّةُ خُمُوْرِهِمْ يَوْمَئِذٍ خَلِيْطَ الْبُسْرِ وَالتَّمْرِ

سنے آکر کہا ایک نئی خبر آئی ہے، خمر کی تحریم نازل ہو گئی ہے، یہ سنتے ہی ہم نے اسی دن شراب کو بہا دیا، وہ کچی کھجوروں اور چھواروں کی شراب تھی، قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک نے کہا کہ خمر حرام کر دی گئی اور ان دنوں ان کی عام شرابیں کچی کھجوروں اور چھواروں سے بنائی جاتی تھی۔

۵۰۲۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا اَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنِّيْ لَاَسْقِيْ اَبَا طَلْحَةَ وَاَبَا دُجَانَةَ وَسُهَيْلَ بْنَ بَيْضَاءَ مِنْ مَزَادَةٍ فِيْهَا خَلِيْطُ بُسْرٍ وَّتَمْرٍ بِنَحْوِ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو طلحہ، حضرت ابو دجانہ اور حضرت سہیل بن بیضاء کو ایک مشک سے شراب پلا رہا تھا، جس میں گدری کھجوروں اور چھواروں کی شراب تھی۔

۵۰۲۲ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ قَتَادَةَ بْنَ دِعَامَةَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يُّخْلَطَ التَّمْرُ وَالزَّهْوُ ثُمَّ يُشْرَبَ وَاِنَّ ذٰلِكَ كَانَ عَامَّةَ خُمُوْرِهِمْ يَوْمَ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گدری کھجوروں اور چھواروں کو ملا کر بھگونے اور پھر اس کو پینے سے منع فرمایا ہے اور جس دن خمر (شراب) حرام ہوئی اس دن ان کی عام شراب یہی ہوتی تھی۔

۵۰۲۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ اَسْقِيْ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ وَاَبَا طَلْحَةَ وَاُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ شَرَابًا مِّنْ فَضِيْخٍ وَّتَمْرٍ فَاَتَاهُمْ اٰتٍ فَقَالَ اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اَنَسُ قُمْ اِلٰى هٰذِهِ الْجَرَّةِ فَاكْسِرْهَا فَقُمْتُ اِلٰى مِهْرَاسٍ لَنَا فَضَرَبْتُهَا بِاَسْفَلِهِ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح، حضرت ابو طلحہ، اور حضرت ابی بن کعب کو فضیخ اور چھواروں کی شراب پلا رہا تھا، اس وقت ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ اب خمر حرام کر دی گئی ہے، حضرت ابو طلحہ نے کہا اے انس! اس گھڑے کو توڑ دو، میں نے پتھر کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اس گھڑے کو نیچے سے مارا حتیٰ کہ وہ ٹوٹ گیا۔

۵۰۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ (يَعْنِي الْحَنَفِيَّ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جس میں خمر (شراب)

جَعْفَرٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَقُوْلُ لَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ الْاٰیَۃَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْھَا الْخَمْرَ وَمَا بِالْمَدِیْنَۃِ شَرَابٌ یُشْرَبُ اِلَّا مِنْ تَمْرٍ۔

کو حرام کیا تھا اس وقت مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی شراب نہیں پی جاتی تھی۔

اہلِ کتاب کے اشتراک سے کسب معاش کا جواز

حدیث نمبر ۵۰۱۲ میں ہے: حضرت علی بنو قینقاع کے ایک شخص کو لے کر اذخر لینے گئے، تاکہ اس کی آمدنی سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ کر سکیں، علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: بنو قینقاع یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا، اس حدیث میں یہودیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے اور کسب معاش کی دلیل ہے، (دوسرے اہل کتاب اور ذمی بھی اسی حکم میں ہیں، البتہ کفار اور مشرکین سے محبت کے ساتھ میل جول ناجائز اور حرام ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اس حدیث میں جنگل سے لکڑیاں چننے اور ان کو فروخت کرنے کا جواز ہے اور یہ کہ یہ کام وقار اور رکھ رکھاؤ کے خلاف نہیں ہے، نیز اس میں ولیمہ کرنے کا بھی ثبوت ہے خواہ اس شخص کے پاس مال ہو یا نہ ہو، اس کی تفصیل کتاب النکاح میں گذر چکی ہے۔ [1]

کیا حضرت حمزہ کا نشہ میں حضرت علی کو اونٹنیوں کو کاٹنا لائق مواخذہ تھا؟

اس حدیث میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شراب کے نشہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنیوں کے کوہان اور کوکھیں کاٹ ڈالیں، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر ملامت کی تو انھوں نے کہا تم لوگ میرے باپ دادا کے غلام ہی تو ہو! علامہ نووی لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے جو یہ افعال صادر ہوئے اس میں ان کا کوئی گناہ ہے نہ ان سے ان افعال پر مواخذہ ہوا، کیونکہ شراب پینا اور نشہ حاصل کرنا اس وقت تک مباح تھا، کیونکہ اس وقت تک خمر کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، بعض علماء نے یہ کہا کہ نشہ ہمیشہ حرام رہا ہے، یہ قول بالکل باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے جس حال میں یہ افعال سرزد ہوئے اس حال میں وہ غیر مکلف تھے، جیسے کوئی شخص ضرورت کی بنا پر کوئی دوا پیئے اور اس سے اس کی عقل زائل ہو جائے، یا کوئی شخص خمر (شراب) کو سرکہ سمجھ کر پی لے یا کسی شخص کو زبردستی شراب پلائی اور اس کو نشہ ہو گیا تو وہ اس نشہ میں غیر مکلف ہے اور اس نشہ میں جو افعال صادر ہوں ان پر اس سے بالاتفاق کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، البتہ وہ نشہ میں جو کسی کا نقصان کرے گا اس کا تاوان ادا کرنا اس کو لازم ہوگا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی جو اونٹنیاں تلف کر دی تھیں، ان کا تاوان ان کے مال سے ادا کرنا لازم تھا، لیکن یا تو حضرت علی نے اس تاوان کو معاف کر دیا تھا یا بعد میں حضرت حمزہ نے ان اونٹنیوں کی قیمت ادا کر دی تھی، یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی طرف سے وہ تاوان ادا کر دیا تھا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہ سے بہت محبت تھی اور آپ کے دل میں ان کا بہت احترام تھا، اور کتاب عمر بن ابی شیبہ میں ابوبکر بن عیاش سے یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی طرف سے تاوان میں دو اونٹنیاں ادا کیں اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص نشہ میں کسی کا مال ضائع کر دے تو اس پر بھی مجنون کی طرح تاوان لازم آتا ہے، کیونکہ تاوان کے لیے مکلف ہونا لازم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قتل خطاء پر دیت اور کفارہ کو لازم کیا ہے، باقی زندہ جانور سے جو گوشت کاٹ لیا جائے اس کا کھانا حلال نہیں ہے، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جو زندہ اونٹنیوں کی کلیجیاں کاٹ لی تھیں ان کا کھانا بھی حلال نہ تھا لیکن چونکہ وہ نشہ میں تھے اس لیے ان کا گناہ نہیں ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۱، " " "

نشہ میں دی ہوئی طلاق کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے نشہ میں جو افعال سرزد ہوئے اور اس پر ان سے مواخذہ نہیں ہوا، اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص نشہ میں طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوتی، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور بعض سلف صالحین کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ نشہ میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے، امام احمد نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، جمہور فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے نشہ کیا اس نے اپنے آپ کو اللہ کی معصیت میں داخل کیا اس لیے اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اس کے برخلاف جو شخص کسی اکراہ یا کسی اور عارضہ سے نشہ میں سو گیا اس کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، جس طرح مجنون کی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص نشہ میں کسی چیز کو فاسد کر دے وہ اس کا ضامن ہوتا ہے اور نشہ میں ہونے سے تاوان کا مکلف ہونا ساقط نہیں ہوتا، اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت حمزہ کو اونٹنیوں کے نقصان کا ضامن کیا گیا اور نہ یہ ہے کہ ان سے تاوان ساقط کیا گیا اور کتب حدیث میں سے کسی کتاب میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے البتہ عمر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں ابوبکر بن عیاش کی یہ روایت ذکر کی ہے، حضور نے حضرت حمزہ کو اس نقصان کا ضامن کیا تھا، اور وہ اس پر محمول ہے کہ حضرت علی نے حضرت حمزہ سے اس ضمانت کو طلب نہیں کیا یا حضور نے اس ضمانت کو حضرت حمزہ کی طرف سے ادا کر دیا تھا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نشہ کرنا ہر شریعت میں حرام ہے کیونکہ نشہ سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور تمام نیکیوں کی اصل عقل ہے اور حضرت حمزہ نے نشہ کے لیے شراب نہیں پی تھی بلکہ ان کو اتفاقاً نشہ ہو گیا، اور علامہ قرطبی نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نشہ کی تحریم پر تمام اہل ملل متفق ہیں یہ وہ نشہ ہے جس میں انسان کو زمین اور آسمان کی تمیز نہ رہے اور حضرت حمزہ کو ایسا نشہ نہیں ہوا تھا البتہ ان کو بعض چیزوں کی تمیز نہیں رہی تھی اور کلیتہً تمیز ختم نہیں ہوئی تھی، اس لیے صحیح یہی ہے کہ نشہ کرنا ہر شریعت میں حرام ہے تمام اصولیین کا اس پر اتفاق ہے اور علامہ نووی کا اس کو باطل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ [1]

مصنف کے نزدیک صحیح جواب یہ ہے کہ اگر نشہ ہر شریعت میں حرام ہے، تب بھی حضرت حمزہ کے شراب پینے اور نشہ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ اس وقت تک نشہ کی حرمت کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور خطابی اور علامہ قرطبی نے جو توجیہات کی ہیں وہ انتہائی ضعیف ہیں۔

ہر نشہ آور چیز کے خمر ہونے پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کے جوابات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

ابراہیم حربی نے فضیخ کی یہ تعریف کی ہے کہ کچی پکی کھجوروں کو پانی میں ڈال کر چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ اس میں جوش آجائے، اور اس پانی کو آگ پر نہ رکھا جائے اور اگر اس پانی میں چھوارے بھی ڈال دیے جائیں تو اس کو خلیط کہتے ہیں، صحیح مسلم کی ان تمام احادیث میں یہ تصریح ہے کہ تمام نشہ آور نبیذ حرام ہے اور ان سب کو خمر کہا جاتا ہے اس میں فضیخ، چھواروں، تازہ پکی ہوئی کھجوروں، منقیٰ، جَو، جوار اور شہد کا نبیذ سب برابر ہیں (نبیذ کی تعریف یہ ہے کہ کھجور وغیرہ کو پانی میں ڈال دیا جس سے پانی میں اس کا ذائقہ آجائے عام ازیں کہ اس کو پانی میں جوش دیا جائے یا نہیں (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۰۱، مطبوعہ استنبول) اور ان تمام اقسام کو خمر کہا جاتا ہے، یہ ہمارا مذہب

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۱۱ - ۳۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

ہے، امام مالک، امام احمد اور جمہور متقدمین اور متاخرین کا بھی یہی مذہب ہے، اور بصرہ کے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ انگور کا شیرہ اور منقی کا کچا پانی (جب پڑے پڑے جوش کھا کر جھاگ چھوڑ دے) حرام ہے اور اگر ان کو پکا لیا جائے یا دوسری چیزوں کا کچا پانی یا پکا ہوا شیرہ حلال ہے بشرطیکہ وہ نشہ نہ دے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ کھجوروں اور انگوروں کا شیرہ حرام ہے، انگور کا رس خواہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے البتہ اگر انگور کے رس کو پکا لیا جائے اور اس کا دو تہائی اڑ جائے، (اس کو مثلث کہتے ہیں) تو یہ حلال ہے اور چھواروں اور منقی کا پکا ہوا شیرہ حلال ہے خواہ اس کو معمولی سا پکایا ہو اور ان کا کچا پانی حرام ہے لیکن ان کے پینے والے کو حد نہیں لگائی جائے گی یہ تمام احکام اس وقت ہیں جب یہ مشروب نشہ آور نہ ہوں اور اگر یہ مشروب نشہ آور ہوں تو پھر ان کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف ہے کہ ہر نشہ آور مشروب خمر ہے اور انھوں نے اس پر قرآن اور سنت سے استدلال کیا ہے قرآن مجید سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ کی ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتی ہے اور یہ علت تمام نشہ آور مشروبات میں پائی جاتی ہے، لہٰذا تمام نشہ آور مشروبات خمر قرار پائیں گے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علت اسکار (نشہ دینے) کی ہے اور نشہ آور چیزیں بالاجماع حرام ہیں تو ہم کہیں گے کہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ انگور کا شیرہ (بشرطیکہ وہ پڑے پڑے جھاگ چھوڑ دے) اگر نشہ نہ دے پھر بھی حرام ہے اور اللہ تعالیٰ نے خمر کے حرام ہونے کی علت نماز اور ذکر اللہ سے روکنا بیان کی ہے اور جب خمر کا ماسوا بھی ذکر سے روکنے کا سبب ہو تو اس کا حکم ان سب کو شامل ہوگا۔[1] (یا للعجب! علامہ نووی کی اس دلیل سے تو تمام مسکرات کا حرام ہونا لازم آرہا ہے نہ کہ خمر ہونا، سعیدی غفرلہٗ) اور یہ تحریم جنس مسکر کے لیے ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے جنس کے اس فرد کی (یعنی خمر کی) علت بیان کی ہے جس کو عادۃً استعمال کیا جاتا ہے علامہ مازری نے کہا کہ اس مسئلہ میں یہ استدلال سب سے قوی ہے۔

علامہ مازری نے کہا اس مسئلہ پر ہماری ایک اور دلیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص انگور نچوڑ کر اس کا رس پیئے درآں حالیکہ وہ میٹھا ہو اور نشہ آور نہ ہو تو وہ بالاجماع حلال ہے اور اگر وہ گاڑھا ہو کر نشہ آور ہو جائے تو بالاجماع حرام ہے اور اگر پھر وہ بغیر کسی انسانی عمل کے سرکہ بن جائے تو حلال ہے اور جب ہم نے ان مختلف احکام پر غور کیا تو ہم کو معلوم ہوا کہ ان احکام کا اختلاف اس مشروب کی صفات کے اختلاف کی وجہ سے ہے، اور اس سے معلوم ہو گیا کہ تحریم کا مدار اسکار (نشہ آور ہونے) پر ہے لہٰذا ہر نشہ آور چیز حرام ہوگی۔ (حالانکہ علامہ نووی اور علامہ مازری کا مدعا ہر نشہ آور چیز کو خمر ثابت کرنا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہ کا اختلاف اسی میں سے رہا ہر نشہ آور چیز کا حرام ہونا تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یہ جمہور کے مذہب پر استدلال کا پہلا طریقہ ہے یعنی قرآن مجید سے استدلال، اور دوسرا طریقہ سنت سے استدلال ہے۔

سنت سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ امام مسلم نے بکثرت اسانید کے ساتھ یہ احادیث ذکر کی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل مسکر حرام "ہر نشہ آور حرام ہے" اور فرمایا: کل مسکر خمر وکل خمر حرام۔

---

[1] علامہ عینی نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکنا ہے اور قلیل مقدار میں نشہ آور مشروبات نماز اور ذکر سے نہیں روکتے اس لیے وہ حرام نہیں ہوں گے، البتہ خمر کا معاملہ جدا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے، اور ہمارا مقصود صرف اتنا ہے کہ دواؤں اور پرفیوم میں جو قلیل مقدار میں الکوحل شامل ہوتی ہے، وہ حرام نہیں ہے، اور ان دواؤں اور پرفیوم کا استعمال کرنا جائز ہے۔

"ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے"، اس حدیث سے بہ صراحت ثابت ہو گیا کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے۔ [1]

فقہاء احناف اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہر نشہ آور چیز کو مجازاً اور تشبیہاً خمر فرمایا ہے سو یہ اطلاق بطور مجاز اور استعارہ ہے، لہٰذا اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ کا مدعا ثابت نہیں ہوا، اسی طرح اس باب کی احادیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جس میں خمر کو حرام کیا تھا اس وقت مدینہ میں کھجور کے علاوہ اور کوئی شراب نہیں پی جاتی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ مبالغۃً فرمایا ہے کیونکہ دوسری احادیث میں اس وقت انگوری شراب کے بنانے کا بھی ذکر ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال حرمت علینا الخمر حین حرمت وما نجد یعنی بالمدینۃ خمر الاعناب الا قلیلا وعامۃ خمرنا البسر والتمر۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت خمر کو حرام کیا گیا اس وقت مدینہ میں انگور سے بنی ہوئی شراب بہت کم ہوتی تھی اور ہماری عام شرابیں کچی کھجوروں اور چھواروں سے بنائی جاتی تھیں۔

ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ خمر صرف انگور کی شراب ہوتی تو صحابہ کرام اہل لسان تھے وہ صرف انگور کی شراب کو بہاتے، حالانکہ احادیث میں ہے انھوں نے شراب کے تمام مٹکوں کو توڑ دیا اور ہر قسم کی شراب بہادی خواہ وہ انگور کی ہو یا کچی کھجوروں اور چھواروں کی، اس کا جواب یہ ہے کہ خمر کے حرام ہونے کی علت اس کا نشہ آور ہونا تھا اور چونکہ اس وقت مدینہ میں موجود جتنی شرابیں تھیں وہ سب نشہ آور تھیں اس سے صحابہ کرام نے ان سب شرابوں کو بہا دیا۔

بَابُ تَحْرِيمِ تَخْلِيلِ الْخَمْرِ!

خمر کو سرکہ بنانے کی ممانعت

۵۰۲۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ تُتَّخَذُ خَلًّا فَقَالَ لَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کو سرکہ بنانے کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: نہیں!

WWW.NAFSEISLAM.COM

خمر کو سرکہ بنانے کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امام شافعی اور جمہور فقہاء کی دلیل ہے کہ خمر کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے جب روٹی، پیاز اور خمیرہ وغیرہ کو خمر میں ڈال کر سرکہ بنایا جائے، اس صورت میں خمر حسب سابق نجس رہتی ہے، اور جو چیز اس میں ڈال دی جائے وہ بھی نجس ہو جاتی ہے اور یہ سرکہ بعد میں کبھی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

بھی پاک نہیں ہوتا، دھونے سے نہ کسی اور طریقہ سے، ہاں اگر خمر کو دھوپ سے سائے میں یا سائے سے دھوپ میں منتقل کر دیا جائے تو پھر اس کی طہارت کے متعلق دو قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ پاک ہے۔

ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ خمر میں کوئی چیز ڈال دی جائے تو وہ طاہر نہیں ہوتی، یہ امام شافعی، امام احمد اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے۔ امام اوزاعی، لیث اور امام ابوحنیفہ یہ کہتے ہیں کہ اس طرح خمر پاک ہو جاتی ہے، امام مالک سے اس سلسلہ میں تین روایات ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ خمر کو سرکہ بنانا حرام ہے اگر سرکہ بنائے گا تو گنہ گار ہوگا، لیکن خمر طاہر ہو جائے گی دوسرا قول یہ ہے کہ اس صورت میں خمر حرام اور نجس طاہر ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ سرکہ بننے کے بعد خمر حلال اور طاہر ہے اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر خمر خود بخود سرکہ بن جائے تو وہ طاہر ہے، اور سحنون مالکی سے یہ روایت ہے کہ اس طرح بھی خمر طاہر نہیں ہوتی لیکن یہ قول اجماع کے خلاف ہے۔ [1]

خمر کو سرکہ بنانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ اور ان کی دلیل

علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں: جب خمر سرکہ بن جائے تو حلال ہے، خواہ خمر خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کسی چیز کو ڈال کر اسے سرکہ بنا لیا جائے، خمر کو سرکہ بنانا مکروہ نہیں ہے، اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ (تحریمی) ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم الادام الخل۔ سرکہ کیا خوب سالن ہے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۲، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۹، جامع ترمذی ۲۷۶، سنن ابن ماجہ ۲۳۸، مستدرک ج ۴ ص ۵)

نیز سرکہ بن جانے کے بعد خمر کا وصف مفسد زائل ہو جاتا ہے اور اس میں اصلاح کی صفت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ وہ صفراء کو سکون دیتا ہے اور شہوت کو توڑتا ہے اور سرکہ سے غذا حاصل کرنا اور اصلاح کرنا مباح ہے، اور جو چیز ان مصالح اور فوائد کی صلاحیت رکھتی ہو وہ بھی مباح ہونی چاہیے جس طرح فی نفسہ سرکہ مباح ہے۔ [2]

خمر کو سرکہ بنانے کی ممانعت کا محمل

اس باب کی حدیث میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر کو سرکہ بنانے سے منع فرمایا، یہ ممانعت ابتداء پر محمول ہے، کیونکہ ابتداء میں شراب کے معاملہ میں شدت کی گئی تھی، یا اس کا مطلب یہ ہے کہ شراب کے ساتھ سرکہ کا معاملہ نہ کیا جائے بایں طور کہ شراب کو سرکہ کی طرح دسترخوان پر رکھا جائے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ ۶۹۸ تَحْرِيمِ التَّدَاوِي بِالْخَمْرِ!

خمر سے علاج کرنے کی حرمت

۵۰۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ

حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے خمر کے متعلق سوال کیا، آپ نے اس سے منع فرمایا یا اس کے بنانے کو ناپسند

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین مطبوعہ شرکۃ علمیہ ملتان۔

عَلْقَمَةَ بْنِ وَآئِلٍ عَنْ اَبِيْهِ وَآئِلِ الْحَضْرَمِيِّ اَنَّ طَارِقَ بْنَ سُوَيْدِ الْجُعْفِيَّ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَهَاهُ اَوْ كَرِهَ اَنْ يَّصْنَعَهَا فَقَالَ اِنَّمَا اَصْنَعُهَا لِلدَّوَآءِ فَقَالَ اِنَّهٗ لَيْسَ بِدَوَآءٍ وَلٰكِنَّهٗ دَآءٌ۔

فرمایا، انھوں نے کہا میں اس کو دوا کے لیے بناتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دوا نہیں ہے، البتہ یہ بیماری ہے۔

خمر سے علاج کرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خمر دوا نہیں ہے، لہٰذا خمر کے ساتھ علاج کرنا حرام ہے، ہمارے فقہاء شافعیہ کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ خمر سے علاج کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی شخص کے گلے میں لقمہ پھنس جائے اور اس کو نیچے اتارنے کے لیے اور کوئی مشروب دستیاب نہ ہو تو خمر کے ذریعہ اس کو نیچے اتارنا جائز ہے، کیونکہ اس وقت خمر سے شفاء کا حصول یقینی ہے اور علاج ظنی ہے۔ [1]

خمر سے علاج کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
اگر کسی شخص نے پیاس کی وجہ سے خمر کو پیا تو اگر اس نے خمر میں کسی ایسی چیز کو ملایا تھا جس سے پیاس بجھ جاتی ہے، تو ضرورت کی بناء پر اس کے لیے خمر پینا مباح ہے، جس طرح کوئی شخص حالت اضطرار میں ہو یا کسی کے گلے میں لقمہ اٹک جائے تو اس کے لیے خمر پینا مباح ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی بیان کرتے ہیں کہ ان کو رومیوں نے گرفتار کر لیا، جس گھر میں ان کو بند کیا تھا اس میں خمر میں ملا ہوا پانی اور بھنا ہوا خنزیر کا گوشت تھا، انھوں نے حضرت عبداللہ کو تین دن تک اس گھر میں بند رکھا، لیکن انھوں نے خمر اور خنزیر کو ہاتھ نہیں لگایا۔ جب رومیوں کو ان کی موت کا خدشہ ہوا تو انھوں نے حضرت عبداللہ کو اس مکان سے نکالا، حضرت عبداللہ نے کہا، میں چونکہ مضطر ہوں اس لیے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے شراب اور خنزیر کو حلال کر دیا، لیکن میں اسلام کی اس رخصت پر عمل کر کے دشمنانِ اسلام کو یہ موقع نہیں دونگا کہ وہ اپنے منصوبہ کی کامیابی پر خوشی سے بغلیں بجائیں۔

اگر کسی شخص نے پیاس کی بناء پر محض خمر کو یا پانی میں ملی ہوئی خمر کو پیا یا علاج کے لیے خمر کو پیا تو یہ مباح نہیں ہے اور اس پر حد لازم ہو گی، امام ابوحنیفہ نے کہا پیاس اور علاج دونوں میں ضرورت کی بناء پر خمر پینا مباح ہے، اور امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، ایک جواز کا اور ایک عدم جواز کا، میسرا قول یہ ہے کہ دوا کے لیے جائز ہے اور پیاس کی بناء پر ناجائز ہے، اور لقمہ حلق سے نیچے اتارنے کے لیے خمر پینا جائز ہے جیسا کہ باقی ضروریات میں جائز ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:) ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت طارق بن سوید نے دوا کے لیے خمر تیار کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: یہ دوا نہیں ہے، البتہ یہ بیماری ہے، (مسند احمد) نیز امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مخارق سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے درآں حالیکہ انھوں نے ایک گھڑے میں نبیذ بنایا ہوا تھا، وہ نبیذ گھڑے میں جوش کھا رہا تھا، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے، انھوں نے کہا فلاں

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عورت کے پیٹ میں تکلیف تھی تو اس نے یہ نبیذ بنایا تھا، آپ نے پیر کی ٹھوکر سے اس گھڑے کو توڑ دیا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں شفاء نہیں رکھی جو تم پر حرام کی ہے"۔ نیز خمر حرام بعینہٖ ہے اس لیے اس کو بھی خنزیر کی طرح دوا میں استعمال نہیں کیا جا سکتا، نیز اس سے ضرورت اٹھ نہیں سکتی اس لیے وہ مباح نہیں ہے۔ [1]

خمر سے علاج کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ علاج کے قبیل سے ہے اور غذا کی جنس سے نہیں ہے، اسی وجہ سے انھوں نے کہا اگر کسی شخص کو سخت پیاس لگی ہو تو وہ شراب پی سکتا ہے، یا اگر کسی کے گلے میں نوالہ پھنس جائے تو وہ اس کو حلق سے نیچے اتارنے کے لیے شراب پی سکتا ہے۔ [2]

خمر سے علاج کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

بچوں کو بطور دوا کے خمر پلانا جائز نہیں ہے اور اس کا گناہ پلانے والے پر ہوگا، کیونکہ وہی دراصل مخاطب ہے اس کی اصل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، انھوں نے کہا: "تمہاری اولاد فطرت پر پیدا کی گئی ہے، سو خمر سے ان کا علاج نہ کرو اور نہ خمر کو ان کی غذا بناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نجس چیز میں شفاء نہیں رکھی"۔ اسی طرح کسی شخص کا خمر کے ساتھ اپنے بدن کے زخم کا علاج کرنا جائز نہیں ہے، اور نہ خمر کے ساتھ اپنی سواری کا علاج کرنا جائز ہے، کیونکہ یہ بھی ایک طرح سے خمر سے فائدہ حاصل کرنا ہے اور خمر سے فائدہ حاصل کرنا شریعت میں بالکلیہ ممنوع ہے اور اس صورت میں ضرورت متحقق نہیں ہوئی اس پر لازم ہے کہ وہ علاج کے لیے دوسری حلال چیزوں کو حاصل کرے۔ [3]

متقدمین فقہاء احناف نے خمر کے ساتھ علاج کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو ناجائز کہا ہے لیکن متاخرین فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر خمر کے ساتھ علاج کرنے کو جائز کہا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

جب شفاء کے حصول کا یقین ہو تو حرام چیزوں سے شفاء حاصل کرنا جائز ہے، جیسے شدید بھوک کے وقت مردار کھانا، شدید پیاس کے وقت اور حلق سے لقمہ نیچے اتارنے کے لیے خمر کو پینا جائز ہے۔ [4]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے جیسا کہ بحر الرائق کی کتاب الرضاع میں ہے، لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی سے نقل کیا ہے کہ جب حرام چیز میں شفاء کا یقین ہو اور اس کے علاوہ اور کسی دوا پر یقین نہ ہو تو پھر رخصت ہے جس طرح پیاسے کے لیے خمر کی رخصت ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ [5]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲۴ ص ۲۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۸۸ھ

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اطباء کے قول سے یقین حاصل نہیں ہوتا، اور ظاہر یہ ہے کہ تجربہ سے یقین کے بجائے غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے، ہاں! علماء کی عبارات میں یقین کے لفظ سے بالعموم غلبہ ظن مراد ہوتا ہے۔ [1] (یعنی جس چیز میں شفاء کے حصول کا ظن غالب ہے اس کو کھانا اور اس کا استعمال کرنا جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یہ تمام بحث خمر کے متعلق ہے۔ آج کل مروجہ انگریزی دواؤں میں قلیل الکحل شامل ہوتی ہے اور ائمہ احناف کے نزدیک نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار جائز ہے لہٰذا انگریزی دوائیں جائز ہیں۔

اس حدیث کی تحقیق کہ حرام چیز میں شفاء نہیں ہے

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

وقال ابن مسعود فی السکر ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کھجور کے تیز نبیذ کے متعلق فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جو تم پر حرام کر دی ہیں۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق [3] اور امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے جریر سے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، امام احمد نے اس کو کتاب الاشربہ میں اور امام طبرانی نے اپنی کبیر میں اس کو ابووائل سے روایت کیا ہے، نیز امام ابویعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میری لڑکی بیمار ہو گئی، میں نے اس کے لیے ایک کوزہ میں نبیذ تیار کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس وقت وہ نبیذ جوش کھا رہا تھا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے آپ کو بتایا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جس کو تم پر حرام کر دیا ہے، امام ابن حبان نے اس حدیث کو سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

ابن التین نے داؤدی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول حق ہے کہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمر کا ذکر کیا اور ضرورت کی بناء پر اس کا استثناء نہیں کیا، اس کے برخلاف مردار اور خون وغیرہ سے علاج کا ضرورت کی بناء پر استثناء کا ذکر کیا ہے، کیونکہ خمر کے ساتھ علاج کرنے پر انسان مجبور نہیں ہے اور بہت سی دوائیں موجود ہیں، البتہ اضطرار کی حالت میں مردار کھا کر رمق حیات کو برقرار رکھا جا سکتا ہے اور خمر سے شفاء کا حصول قطعی نہیں ہے، ہاں اگر نوالہ گلے میں پھنس جائے اور خمر کے سوا اور کوئی چیز نوالہ نیچے اتارنے کے لیے نہ ہو تو خمر پی کر نوالہ نیچے اتارنا جائز ہے، کیونکہ خمر کے گھونٹ سے نوالہ کا نیچے اترنا یقینی ہے اور اس سے علاج یقینی نہیں ہے۔ [5]

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۱۹۴، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت، ۱۳۹۰ھ

[4] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۳۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۷۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

یہ خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بالخصوص خمر کے متعلق ہے، خمر کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات قلیل مقدار میں جائز ہیں اور آج کل کی مروجہ انگریزی ادویات میں الکوحل قلیل مقدار میں شامل ہوتی ہے اور وہ خمر نہیں ہے۔ نیز شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی میں ہم نے بہ کثرت حوالہ جات سے اس حدیث کا مکمل بیان کر دیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث خمر سے متعلق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے سند صحیح کے ساتھ مسروق سے روایت کیا ہے کہ:

قال عبداللہ بن مسعود لاتسقوا اولادکم الخمر فانھم ولدوا علی الفطرۃ، وان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے بچوں کو خمر نہ پلاؤ کیونکہ وہ فطرت (اسلام) پر پیدا کیے گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے اس چیز میں تمہاری شفاء نہیں رکھی جو تم پر حرام کر دی ہے۔

اس حدیث کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

باب ۲۹ بیان ان جمیع ما ینبذ مما یتخذ من النخل والعنب یسمی خمرا

کھجور اور انگور سے بنی ہوئی شراب کا خمر ہونا

۵۰۲۷۔ حدثنی زھیر بن حرب حدثنا اسماعیل بن ابراھیم اخبرنا الحجاج بن ابی عثمان حدثنی یحیی بن ابی کثیر ان ابا کثیر حدثہ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخمر من ھاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور اور انگور ان دو درختوں سے خمر بنتی ہے۔

۵۰۲۸۔ وحدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر حدثنا ابی حدثنا الاوزاعی حدثنا ابو کثیر قال سمعت اباھریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الخمر من ھاتین الشجرتین النخلۃ والعنبۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور اور انگور ان دو درختوں سے خمر تیار ہوتی ہے۔

۵۰۲۹۔ وحدثنا زھیر بن حرب وابوکریب قالا حدثنا وکیع عن الاوزاعی وعکرمۃ بن عمار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگور اور کھجور ان دو درختوں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۹ ص ۲۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

وَعُقْبَةَ بْنِ النَّوْأَمِ عَنْ اَبِیْ كَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْخَمْرُ مِنْ هَاتَیْنِ الشَّجَرَتَیْنِ الْكَرْمَةِ وَالنَّخْلَةِ وَفِیْ رِوَایَةِ اَبِیْ كُرَیْبٍ الْكَرْمِ وَالنَّخْلِ۔

سے خمر بنائی جاتی ہے۔

"کھجور اور انگور سے خمر بنائی جاتی ہے" اس حدیث کی تشریح میں ائمہ اربعہ کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ چھواروں اور منقیٰ وغیرہ سے جو نبیذ بنایا جاتا ہے اس کو بھی خمر کہتے ہیں، اور جب وہ نشہ آور ہو تو حرام ہے اور یہی جمہور فقہاء کا نظریہ ہے، [1]

بہ ظاہر یہ حدیث فقہاء احناف کے خلاف ہے، کیونکہ فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ خمر صرف انگور سے بنائی جاتی ہے، علامہ ابوبکر جصاص حنفی اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک سے خمر بنائی جاتی ہے۔

اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم۔ (انعام ۶/۱۳۰)

اے جن اور انس کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے؟

حالانکہ جنات میں سے کوئی رسول نہیں آیا، تمام رسول انسانوں میں سے مبعوث ہوئے اس لیے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے ایک جماعت سے رسول نہیں آئے؟۔ اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان۔ (الرحمٰن: ۵۵/۲۲)

ان دونوں (سمندروں) سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں

حالانکہ موتی اور مونگے صرف ایک سے نکلتے ہیں، یہاں بھی ان دونوں سے مراد ان میں سے ایک ہے، سو اس طرح اس حدیث میں بھی انگور اور کھجور ان دونوں سے مراد ان میں سے ایک ہے اور وہ انگور ہے۔ اور صرف انگور کے کچے شیرہ کے خمر ہونے اور دوسری اجناس کے نشہ آور مرکبات کے خمر نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص بغیر اضطرار کے انگور کے نشہ آور مشروب کو حلال کہے اس کے کفر پر اتفاق ہے اور جو شخص باقی اجناس کے نشہ آور مشروبات کو حلال کہے اس کے کفر پر اتفاق نہیں ہے اگر یہ مشروبات بھی خمر ہوتے تو ان کو حلال کہنے والے کے کفر پر بھی اتفاق ہوتا۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی نے اس حدیث کے جواب میں ایک جواب تو یہ لکھا ہے کہ دونوں سے مراد ایک ہے یعنی انگور اور دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ اگر کھجور اور انگور دونوں درخت مراد ہوں، یعنی دونوں سے خمر بنتی ہے تو انگور سے بنائی ہوئی شراب پر خمر کا اطلاق حقیقی ہے اور کھجور سے بنائی ہوئی شراب پر خمر کا اطلاق مجازی ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۴۶۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

تاہم اس جواب پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ ایک لفظ سے حقیقت اور مجاز دونوں کا ارادہ کرنا فقہاء احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

بَابُ كَرَاهَةِ انْتِبَاذِ التَّمْرِ وَالزَّبِيبِ مَخْلُوطَيْنِ!

چھواروں اور کشمش کو ملاکر نبیذ بنانے کا حکم

۵۰۳۰- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُخْلَطَ الزَّبِيبُ وَالتَّمْرُ وَالْبُسْرُ وَالتَّمْرُ.

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھواروں اور کشمش، اور کچی کھجوروں اور چھواروں کو ملاکر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۳۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُنْبَذَ التَّمْرُ وَالزَّبِيبُ جَمِيعًا وَنَهَى أَنْ يُنْبَذَ الرُّطَبُ وَالْبُسْرُ جَمِيعًا.

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھواروں اور کشمش کو ملاکر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور تازہ کھجوروں اور کچی کھجوروں کو ملاکر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۳۲- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قَالَ لِي عَطَاءٌ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ الرُّطَبِ وَالْبُسْرِ وَبَيْنَ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ نَبِيذًا.

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تازہ کھجوروں اور کچی کھجوروں کو، اور کشمش اور چھواروں کو ملاکر نبیذ نہ بناؤ۔

۵۰۳۳- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ مَوْلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يُنْبَذَ الزَّبِيبُ وَالتَّمْرُ جَمِيعًا وَنَهَى أَنْ يُنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا.

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کشمش اور چھواروں کو ملاکر نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور کچی کھجوروں اور چھواروں کو ملاکر نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الثَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ اَنْ يُّخْلَطَ بَيْنَهُمَا وَعَنِ التَّمْرِ وَالْبُسْرِ اَنْ يُّخْلَطَ بَيْنَهُمَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھواروں اور کشمش کو ملانے سے منع فرمایا، اور چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملانے سے منع فرمایا۔

۵۰۳۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ يَزِيْدَ اَبُوْ مَسْلَمَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّخْلِطَ بَيْنَ الزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَاَنْ نَّخْلِطَ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کشمش اور چھواروں کے ملانے سے اور کچی کھجوروں اور چھواروں کو ملانے سے منع فرمادیا ہے۔

۵۰۳۶ - وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِيْ ابْنَ مُفَضَّلٍ) عَنْ اَبِيْ مَسْلَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے اس کی مثل روایت ہے۔

۵۰۳۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ النَّبِيْذَ مِنْكُمْ فَلْيَشْرَبْهُ زَبِيْبًا فَرْدًا اَوْ تَمْرًا فَرْدًا اَوْ بُسْرًا فَرْدًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے نبیذ پیئے وہ صرف کشمش کا نبیذ پیئے یا صرف چھواروں کا نبیذ پیئے یا صرف کچی کھجور کا نبیذ پیئے۔

۵۰۳۸ - وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّخْلِطَ بُسْرًا بِتَمْرٍ اَوْ زَبِيْبًا بِتَمْرٍ اَوْ زَبِيْبًا بِبُسْرٍ وَقَالَ مَنْ شَرِبَهٗ مِنْكُمْ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچی کھجوروں کو چھواروں کے ساتھ ملانے سے، یا کشمش کو چھواروں یا کشمش کو کچی کھجوروں کے ساتھ ملانے سے منع فرمادیا ہے اور فرمایا تم میں سے جو شخص نبیذ پیئے۔۔۔۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۵۰۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ اَخْبَرَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گدری کھجوروں اور تازہ کھجوروں کو ملاکر نبیذ نہ بناؤ اور کشمش اور چھواروں کو ملاکر نبیذ نہ بناؤ اور ہر جنس کا الگ الگ نبیذ بناؤ۔

وَسَلَّمَ لَا تَنْتَبِذُوا الزَّهْوَ وَالرُّطَبَ جَمِيعًا وَلَا تَنْتَبِذُوا الزَّبِيبَ وَالتَّمْرَ جَمِيعًا وَانْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَتِهِ۔

۵۰۴۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے اس کی مثل روایت ہے۔

۵۰۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ (وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ) عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَنْتَبِذُوا الزَّهْوَ وَالرُّطَبَ جَمِيعًا وَلَا تَنْتَبِذُوا الرُّطَبَ وَالزَّبِيبَ جَمِيعًا وَلٰكِنِ انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ وَزَعَمَ يَحْيَى أَنَّهُ لَقِيَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي قَتَادَةَ فَحَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گدری کھجوروں اور تازہ کھجوروں کو ملا کر نبیذ نہ بناؤ، اور تازہ کھجوروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ نہ بناؤ، البتہ ہر جنس کا الگ الگ نبیذ بناؤ، یحییٰ کہتے ہیں کہ ان کی حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۵۰۴۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ الرُّطَبَ وَالزَّهْوَ وَالتَّمْرَ وَالزَّبِيبَ۔

ایک اور سند سے بھی اس حدیث کی مثل روایت ہے، البتہ اس میں تازہ کھجور اور گدری کھجور اور چھواروں اور کشمش کا ذکر ہے۔

۵۰۴۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ خَلِيطِ التَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَعَنْ خَلِيطِ الزَّبِيبِ وَالتَّمْرِ وَعَنْ خَلِيطِ الزَّهْوِ وَالرُّطَبِ وَقَالَ انْتَبِذُوا كُلَّ وَاحِدٍ عَلَى حِدَتِهِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملانے سے منع فرمایا، اور کشمش اور چھواروں کو ملانے سے، اور گدری کھجوروں اور تازہ کھجوروں کو ملانے سے منع فرمایا اور فرمایا ہر جنس کا الگ الگ نبیذ بناؤ۔

۵۰۴۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيثِ۔

ایک اور سند سے اس حدیث کی مثل روایت ہے۔

۵۰۴۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ اَبِيْ كَثِيْرٍ الْحَنَفِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الزَّبِيْبِ وَالتَّمْرِ وَالْبُسْرِ وَالتَّمْرِ وَقَالَ يُنْبَذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلٰى حِدَتِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کشمش اور چھواروں اور کچی کھجوروں اور چھواروں کو (ملانے سے) منع فرمایا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ نبیذ بنایا جائے۔

۵۰۴۶۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اُذَيْنَةَ (وَهُوَ اَبُوْ كَثِيْرٍ الْغُبَرِيُّ) حَدَّثَنِيْ اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل روایت کی۔

۵۰۴۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّخْلَطَ التَّمْرُ وَالزَّبِيْبُ جَمِيْعًا وَاَنْ يُّخْلَطَ الْبُسْرُ وَالتَّمْرُ جَمِيْعًا وَكَتَبَ اِلٰى اَهْلِ جُرَشَ يَنْهَاهُمْ عَنْ خَلِيْطِ التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھواروں اور کشمش کو ملا کر اور کچی کھجوروں اور پکی کھجوروں کو ملا کر (نبیذ بنانے سے) منع فرمایا، اور آپ نے اہل جرش کی طرف لکھا کہ چھواروں اور کشمش کو ملا کر (نبیذ) نہ بنائیں۔

۵۰۴۸۔ وَحَدَّثَنِيْهِ وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ اَخْبَرَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) عَنِ الشَّيْبَانِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِي التَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ۔

اسی سند کے ساتھ چھواروں اور کشمش کے متعلق ایک اور روایت ہے، اور اس میں کچی کھجوروں اور چھواروں کا ذکر نہیں ہے۔

۵۰۴۹۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ قَدْ نُهِيَ اَنْ يُّنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيْعًا وَالتَّمْرُ وَالزَّبِيْبُ جَمِيْعًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچی کھجوروں اور تازہ کھجوروں، چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

۵۰۵۰۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قَالَ قَدْ نُهِيَ اَنْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کچی کھجوروں اور تازہ کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانے سے اور چھواروں اور کشمش کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع کیا گیا ہے۔

يُنْبَذَ الْبُسْرُ وَالرُّطَبُ جَمِيعًا وَالتَّمْرُ وَالزَّبِيبُ جَمِيعًا۔

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کے متعلق جمہور فقہاء کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ چھواروں اور کشمش، تازہ کھجوروں اور چھواروں یا چھواروں اور کچی کھجوروں کو ملا کر نبیذ بنانا ممنوع ہے۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جب تک یہ مشروب نشہ آور نہ ہو حرام نہیں ہے، اور بعض مالکیہ نے اس کو حرام کہا ہے، اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب ان کا الگ الگ نبیذ بنانا جائز ہے تو ملا کر نبیذ بنانا بھی جائز ہونا چاہیے، لیکن جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اس قول سے احادیث صحیحہ کو ترک کرنا لازم آتا ہے اور چونکہ احادیث میں مخلوط چیزوں کے نبیذ سے منع کیا گیا ہے تو اس ممانعت کو کم از کم مکروہ تنزیہی پر محمول کرنا چاہیے۔ [1]

دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
امام ابوحنیفہ پر احادیث صحیحہ کے ترک کرنے کا الزام غلط ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ نے جو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے کو جائز کہا ہے تو یہ محض اپنی رائے سے نہیں کہا بلکہ امام ابوحنیفہ نے احادیث کی بناء پر اس کو جائز کہا ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

(۱) ۔ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش اور چھواروں کو پانی میں ڈال کر نبیذ تیار کیا جاتا تھا۔

(۲) ۔ امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عطیہ قبیلہ عبدالقیس کی عورتوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے چھواروں اور کشمش کے متعلق سوال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں ایک مٹھی میں چھوارے لیتی اور ایک مٹھی میں کشمش لیتی اور ان کو پانی میں ڈال کر نبیذ بناتی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پلاتی۔

(۳) ۔ امام محمد بن حسن اپنی سند کے ساتھ کتاب الآثار میں روایت کرتے ہیں: کہ ایک دن ابن زیاد نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس روزہ افطار کیا، حضرت ابن عمر نے ان کو ایک مشروب پلایا، دوسرے دن ابن زیاد نے کہا آپ نے مجھے کیا پلایا تھا؟ لگتا تھا کہ مجھے اپنے گھر کا رستہ بھی نہیں ملے گا! حضرت ابن عمر نے فرمایا ہم نے تم کو صرف عجوہ (سب سے عمدہ کھجور) اور کشمش کا نبیذ پلایا تھا۔

شیخ ابن حزم نے ان احادیث کی اسانید پر جرح کی ہے، لیکن تعدد اسانید کی وجہ سے یہ احادیث ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے اس کی حکمت میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ جب شروع شروع میں تنگی تھی اس وقت آپ نے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانے سے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

منع فرمایا، اور ایک قول یہ ہے کہ جب ایک چیز سے نبیذ بن سکتا ہے تو دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا اسراف ہے اور آپ کا منع فرمانا اسراف کی جہت سے ہے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ دوسری وجہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خود جناب رسالت مآب کے لیے دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنایا جاتا تھا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الِانْتِبَاذِ فِي الْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَبَيَانِ أَنَّهُ مَنْسُوخٌ

روغن قیر اور کھوکھلے کدو کے برتنوں، سبز گھڑوں اور کھوکھلی لکڑی کے برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اور اس کے منسوخ ہونے کا بیان

۵۰۵۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور روغن قیر ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۵۲- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ أَنْ يُنْتَبَذَ فِيهِ قَالَ وَأَخْبَرَهُ أَبُو سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتَبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ وَلَا فِي الْمُزَفَّتِ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاجْتَنِبُوا الْحَنَاتِمَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور روغن قیر ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، اور ابوسلمہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھوکھلے کدو میں نبیذ نہ بناؤ اور نہ روغن قیر ملے ہوئے برتن میں، پھر حضرت ابوہریرہ یہ کہتے تھے کہ سبز گھڑوں سے اجتناب کرو۔

۵۰۵۳- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ قَالَ قِيلَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ مَا الْحَنْتَمُ قَالَ الْجِرَارُ الْخُضْرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے روغن قیر ملے ہوئے برتنوں، سبز گھڑوں اور کھوکھلی لکڑی کے برتنوں سے منع فرمایا، حضرت ابوہریرہ سے پوچھا گیا کہ حنتم کا کیا معنی ہے انھوں نے بتایا کہ سبز گھڑے۔

۵۰۵۴- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَخْبَرَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبدالقیس کے وفد سے فرمایا: میں تم کو کھوکھلے

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِوَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ اَنْهَاکُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِیْرِ وَالْمُقَیَّرِ وَالْحَنْتَمُ الْمَزَادَةُ الْمَجْبُوْبَةُ وَلٰکِنِ اشْرَبْ فِیْ سِقَائِكَ وَاَوْکِ عَلَیْهِ۔

کدو کے برتن، سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی کے برتنوں، روغن کیے ہوئے برتنوں اور جن مشکوں کے منہ کٹے ہوئے ہوں، سے منع کرتا ہوں، صرف اپنے مشکیزوں سے پیا کرو اور ان کا منہ باندھ دیا کرو۔

۵۰۵۵۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (یَعْنِی ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ شُعْبَةَ کُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّنْتَبَذَ فِی الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ هٰذَا حَدِیْثُ جَرِیْرٍ وَفِیْ حَدِیْثِ عَبْثَرٍ وَشُعْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، شعبہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا۔

۵۰۵۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ کِلَاهُمَا عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ قُلْتُ لِلْاَسْوَدِ هَلْ سَاَلْتَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ عَمَّا یُکْرَهُ اَنْ یُّنْتَبَذَ فِیْهِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبِرِیْنِیْ عَمَّا نَهٰی عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّنْتَبَذَ فِیْهِ قَالَتْ نَهَانَا اَهْلَ الْبَیْتِ اَنْ نَّنْتَبِذَ فِی الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ قُلْتُ لَهَا اَمَا ذَکَرَتِ الْحَنْتَمَ وَالْجَرَّ قَالَتْ اِنَّمَا اُحَدِّثُکَ بِمَا سَمِعْتُ اُحَدِّثُکَ مَا لَمْ اَسْمَعْ۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اسود سے کہا کیا تم نے ام المومنین سے پوچھا تھا کہ کن برتنوں میں نبیذ بنانا مکروہ ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! میں نے عرض کیا: اے ام المومنین! مجھے بتایئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کن برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ نے ہم اہل بیت کو کھوکھلے کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا، میں نے پوچھا کیا آپ نے حنتم اور گھڑے کا ذکر نہیں کیا تھا؟ راوی نے کہا..... میں تم کو وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے سنی ہے! کیا میں وہ بات بیان کروں جو میں نے نہیں سنی؟

۵۰۵۷۔ وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْمُزَفَّتِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا۔

۵۰۵۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ قَالَا حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ وَسُلَيْمَانُ وَحَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۰۵۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ (يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ) حَدَّثَنَا ثُمَامَةُ بْنُ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ لَقِيتُ عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنِ النَّبِيذِ فَحَدَّثَتْنِي أَنَّ وَفْدَ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدِمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيذِ فَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْتَبِذُوا فِي الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ وَالْحَنْتَمِ

قشیری بیان کرتے ہیں کہ میری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، میں نے حضرت عائشہ سے نبیذ کے متعلق سوال کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عبدالقیس کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نبیذ کے متعلق سوال کیا، آپ نے ان کو کھوکھلے کدو، کھوکھلی لکڑی، روغن کیے ہوئے برتنوں اور سبز گھڑوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۶۰ - وَحَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی اور روغن کیے ہوئے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا۔

۵۰۶۱ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ سُوَيْدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا أَنَّهُ جَعَلَ مَكَانَ الْمُزَفَّتِ الْمُقَيَّرَ

ایک اور سند سے یہ روایت ہے البتہ اس میں مزفت کی جگہ مقیر کا لفظ ہے۔

۵۰۶۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْهَاكُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبدالقیس کا وفد حاضر ہوا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تم کو کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع کرتا ہوں، حماد کی روایت میں مقیر کی بجائے مزفت کا لفظ ہے۔

الْمُقَيَّرِ وَفِي حَدِيثِ حَمَّادٍ جَعَلَ مَكَانَ الْمُقَيَّرِ الْمُزَفَّتِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں اور کھوکھلی لکڑی سے منع فرمایا۔

۵۰۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں، روغن کیے ہوئے برتنوں سے، اور کچی اور گدری کھجوروں کو ملانے سے منع فرمایا۔

۵۰۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ وَأَنْ يُخْلَطَ الْبُسْرُ بِالزَّهْوِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، کھوکھلی لکڑی اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا۔

۵۰۶۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى الْبَهْرَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، کھوکھلی لکڑی اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا۔

۵۰۶۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنِ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْجَرِّ أَنْ يُنْبَذَ فِيهِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۶۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالنَّقِيرِ وَالْمُزَفَّتِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں، کھوکھلی لکڑی اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا۔

۵۰۶۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا

قتادہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى أَنْ يُنْتَبَذَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

نبیذ بنانے سے منع فرمایا.... اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۵۰۶۹- وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ فِي الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز گھڑوں، کھوکھلے کدو اور کھوکھلی لکڑی میں پینے سے منع فرمایا۔

۵۰۷۰- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا شَهِدَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الدُّبَّاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيرِ.

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق شہادت دی کہ آپ نے کھوکھلے کدو، سبز گھڑوں، روغن کیے برتنوں اور کھوکھلی لکڑی (کے استعمال) سے منع فرمایا۔

۵۰۷۱- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ) حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ حَكِيمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ نَبِيذِ الْجَرِّ فَقَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ أَلَا تَسْمَعُ مَا يَقُولُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ وَمَا يَقُولُ قُلْتُ قَالَ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَقَالَ صَدَقَ ابْنُ عُمَرَ حَرَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيذَ الْجَرِّ فَقُلْتُ وَأَيُّ شَيْءٍ نَبِيذُ الْجَرِّ فَقَالَ كُلُّ شَيْءٍ يُصْنَعُ مِنَ الْمَدَرِ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے گھڑے میں نبیذ بنانے کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے میں بنائے ہوئے نبیذ کو حرام فرمایا ہے، میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت ابن عمر کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے کہا وہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے میں نبیذ بنانے کو حرام کر دیا ہے! حضرت ابن عباس نے کہا حضرت ابن عمر نے سچ فرمایا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے میں نبیذ بنانے کو حرام کر دیا ہے، میں نے پوچھا کہ گھڑے کا نبیذ کیا ہوتا ہے؟ انھوں نے کہا ہر وہ برتن جو مٹی سے بنایا جائے۔

۵۰۷۲- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَأَقْبَلْتُ نَحْوَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی غزوہ میں لوگوں کو خطبہ دیا، حضرت ابن عمر نے کہا میں بھی اس کی طرف چل دیا لیکن میرے پہنچنے سے پہلے آپ کا خطبہ ختم ہو گیا، میں نے پوچھا آپ نے کیا فرمایا تھا؟ لوگوں

فَانْصَرَفَ قَبْلَ اَنْ اَبْلُغَهٗ فَسَاَلْتُ مَاذَا قَالَ قَالُوْا نَهٰى اَنْ يُّنْتَبَذَ فِي الدُّبَّآءِ وَالْمُزَفَّتِ۔

نے کہا آپ نے کھوکھلے کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۷۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ جَمِيْعًا عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ عَنِ الثَّقَفِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ فُدَيْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِيْ ابْنَ عُثْمَانَ) ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ الْاَيْلِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ كُلُّ هٰؤُلَآءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَذْكُرُوْا فِيْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ اِلَّا مَالِكٌ وَاُسَامَةُ۔

امام مسلم نے سات سندیں ذکر کرنے کے بعد کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مثل سابق مروی ہے اور سوائے مالک اور اسامہ کے اور کسی نے کسی غزوہ کا ذکر نہیں کیا۔

۵۰۷۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيْذِ الْجَرِّ قَالَ فَقَالَ قَدْ زَعَمُوْا ذٰلِكَ قُلْتُ اَنَهٰى عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ زَعَمُوْا ذٰلِكَ۔

ثابت کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے گھڑے کے نبیذ سے منع فرما دیا تھا، حضرت ابن عمر نے کہا لوگوں کا یہی کہنا ہے میں نے پھر پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے گھڑے کے نبیذ سے منع فرمایا تھا، حضرت ابن عمر نے کہا لوگوں کا یہی کہنا ہے۔

۵۰۷۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ طَاوٗسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ اَنَهٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَبِيْذِ الْجَرِّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ طَاوٗسٌ وَاللّٰهِ اِنِّيْ سَمِعْتُهٗ مِنْهُ۔

طاؤس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے کے نبیذ سے منع فرمایا تھا، انھوں نے کہا ہاں، طاؤس نے کہا: ہاں بخدا میں نے حضرت ابن عمر سے اسی طرح سنا ہے۔

۵۰۷۶۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ طَاوٗسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا جَآءَهٗ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص نے آ کر پوچھا: کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے گھڑے اور کھوکھلے کدو میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا، انھوں نے کہا ہاں!

فَقَالَ اَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّنْبَذَ فِي الْجَرِّ وَالدُّبَّآءِ قَالَ نَعَمْ۔

۵۰۷۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْجَرِّ وَالدُّبَّآءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے گھڑے اور کھوکھلے کدو میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا۔

۵۰۷۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ طَاوُسًا يَقُوْلُ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَجَآءَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ اَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَّبِيْذِ الْجَرِّ وَالدُّبَّآءِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ نَعَمْ۔

طاؤس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر آپ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑے، کھوکھلے کدو اور روغن ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا ہے۔ انھوں نے فرمایا ہاں!

۵۰۷۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَنْتَمِ وَالدُّبَّآءِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ سَمِعْتُهٗ غَيْرَ مَرَّةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز گھڑوں، کھوکھلے کدو، روغن ملے ہوئے برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا اور کہا میں نے آپ سے یہ بارہا سنا ہے۔

۵۰۸۰۔ وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ قَالَ وَاَرَاهُ قَالَ وَالنَّقِيْرِ۔

محارب کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی اور میرا گمان ہے کہ کھوکھلی لکڑی کا بھی ذکر کیا۔

۵۰۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرِّ وَالدُّبَّآءِ وَالْمُزَفَّتِ وَقَالَ انْتَبِذُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے گھڑے، کھوکھلے کدو اور روغن ملے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا اور فرمایا مشکیزوں میں نبیذ بناؤ۔

۵۰۸۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَبَلَةَ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز گھڑوں سے منع فرمایا، راوی کہتے ہیں

ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَنْتَمَةِ فَقُلْتُ مَا الْحَنْتَمَةُ قَالَ الْجَرَّةُ۔

میں نے پوچھا حنتمہ کیا ہیں؟ فرمایا سبز گھڑے۔

۵۰۸۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدَّثَنِي زَاذَانُ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ حَدِّثْنِي بِمَا نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَشْرِبَةِ بِلُغَتِكَ وَفَسِّرْهُ لِي بِلُغَتِنَا فَإِنَّ لَكُمْ لُغَةً سِوَى لُغَتِنَا فَقَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْحَنْتَمِ وَهِيَ الْجَرَّةُ وَعَنِ الدُّبَّاءِ وَهِيَ الْقَرْعَةُ وَعَنِ الْمُزَفَّتِ وَهُوَ الْمُقَيَّرُ وَعَنِ النَّقِيرِ وَهِيَ النَّخْلَةُ تُنْسَحُ نَسْحًا وَتُنْقَرُ نَقْرًا وَأَمَرَ أَنْ يُنْتَبَذَ فِي الْأَسْقِيَةِ۔

زاذان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے کہا کہ شراب کے برتنوں کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجیے، پہلے اپنی زبان میں بیان کریں پھر میری زبان میں اس کا مطلب بیان کریں کیونکہ آپ کی اور ہماری زبان الگ الگ ہے، حضرت ابن عمر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز گھڑوں، کھوکھلے کدو، روغن کیے ہوئے برتنوں اور کھوکھلی لکڑی سے منع فرمایا یعنی کھجور کی لکڑی کو اندر سے چھیل کر ایک برتن بنا لیا ہو، اور آپ نے مشک میں نبیذ بنانے کا حکم دیا۔

۵۰۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۰۸۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُوْنَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْخَالِقِ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ عِنْدَ هٰذَا الْمِنْبَرِ وَأَشَارَ إِلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوْهُ عَنِ الْأَشْرِبَةِ فَنَهَاهُمْ عَنِ الدُّبَّاءِ وَالنَّقِيرِ وَالْحَنْتَمِ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ وَالْمُزَفَّتِ وَظَنَنَّا أَنَّهُ نَسِيَهُ فَقَالَ لَمْ أَسْمَعْهُ يَوْمَئِذٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَدْ كَانَ يَكْرَهُهُ۔

سعید بن مسیب نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر کی طرف اشارہ کر کے کہا میں نے اس منبر کے پاس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا اور انھوں نے آپ سے مشروبات (کے برتنوں) کے متعلق سوال کیا، آپ نے ان کو کھوکھلے کدو، کھوکھلی لکڑی اور سبز گھڑوں سے منع فرمایا میں نے کہا اے ابو محمد! اور روغن ملے ہوئے برتنوں سے بھی؟ ہمارا خیال تھا کہ شاید آپ ان کو بیان کرنا بھول گئے! سعید بن مسیب نے کہا میں نے یہ لفظ حضرت عبد اللہ بن عمر سے نہیں سنا اور وہ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔

۵۰۸۶۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ وَ

حضرت جابر اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھوکھلی لکڑی، روغن کیے ہوئے برتنوں اور کھوکھلے کدو سے منع فرمایا۔

ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ النَّقِيْرِ وَالْمُزَفَّتِ وَالدُّبَّآءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑے، کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا، ابوالزبیر نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے، روغن کیے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی سے منع فرمایا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبیذ بنانے کے لیے کوئی برتن نہ ملتا تو پتھر کے برتن میں آپ کے لیے نبیذ بنایا جاتا۔

۵۰۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنِ الْجَرِّ وَالدُّبَّآءِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ وَسَمِعْتُ جَابِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَرِّ وَالْمُزَفَّتِ وَالنَّقِيْرِ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا لَمْ يَجِدْ شَيْئًا يُنْتَبَذُ لَهٗ فِيْهِ نُبِذَ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑے، کدو اور روغن کیے ہوئے برتنوں سے منع فرمایا، ابوالزبیر نے کہا میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھڑے، روغن کیے ہوئے برتن اور کھوکھلی لکڑی سے منع فرمایا اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبیذ بنانے کے لیے کوئی برتن نہ ملتا تو پتھر کے برتن میں آپ کے لیے نبیذ بنایا جاتا۔

۵۰۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنْتَبَذُ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے پتھر کے ایک برتن میں نبیذ بنایا جاتا تھا۔

۵۰۸۹۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ يُنْتَبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَآءٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَآءً نُبِذَ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِّنْ حِجَارَةٍ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ وَاَنَا اَسْمَعُ لِاَبِي الزُّبَيْرِ مِنْ بِرَامٍ قَالَ مِنْ بِرَامٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشک میں نبیذ بنایا جاتا تھا، اور جب مشک نہ ملتی تو پتھر کے ایک برتن میں نبیذ بنایا جاتا تھا، کسی شخص نے کہا میں نے ابوالزبیر سے سنا ہے وہ برام یعنی پتھر کا ایک برتن تھا۔

۵۰۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ سِنَانٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُحَارِبٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا ضِرَارُ بْنُ مُرَّةَ اَبُوْ سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو مشک کے سوا باقی برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا، اب سب برتنوں میں پیو اور نشہ آور چیز نہ پیو۔

عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنِ النَّبِیْذِ اِلَّا فِیْ سِقَآءٍ فَاشْرَبُوْا فِی الْاَسْقِیَۃِ کُلِّہَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْکِرًا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو کچھ برتنوں سے منع فرمایا تھا، حالانکہ برتن کسی چیز کو حلال کرتے ہیں نہ حرام کرتے ہیں۔ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

۵۰۹۱۔ وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا ضَحَّاکُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَہَیْتُکُمْ عَنِ الظُّرُوْفِ وَاِنَّ الظُّرُوْفَ اَوْظَرْفًا لَا یُحِلُّ شَیْئًا وَلَا یُحَرِّمُہٗ وَکُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں سے منع کیا تھا، اب ہر برتن میں پیو، البتہ نشہ آور چیز نہ پیو۔

۵۰۹۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنِ الْاَشْرِبَۃِ فِیْ ظُرُوْفِ الْاَدَمِ فَاشْرَبُوْا فِیْ کُلِّ وِعَآءٍ غَیْرَ اَنْ لَّا تَشْرَبُوْا مُسْکِرًا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برتنوں میں نبیذ سے منع فرمایا تو صحابہ نے کہا ہر شخص کے پاس تو مشک نہیں ہے جب آپ نے مٹی کے اس گھڑے میں پینے کی اجازت دی جس پر روغن کیا ہوا نہ ہو۔

۵۰۹۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ مُجَاہِدٍ عَنْ اَبِیْ عِیَاضٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیْذِ فِی الْاَوْعِیَۃِ قَالُوْا لَیْسَ کُلُّ النَّاسِ یَجِدُ فَرَخَّصَ لَہُمْ فِی الْجَرِّ غَیْرِ الْمُزَفَّتِ۔

ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی حکمت اور اس حکم کے منسوخ ہونے کی وجوہات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ان برتنوں میں نبیذ بنانا ابتدائے اسلام میں ممنوع تھا، تاکہ نبیذ نشہ آور حد کو نہ پہنچ جائے، کیونکہ بسا اوقات انسان یہ سمجھ کر نبیذ پیتا ہے کہ وہ نشہ آور نہیں ہوگا، حالانکہ وہ نبیذ نشہ آور ہوتا ہے اور چونکہ نشہ آور مشروب کی اباحت کا زمانہ قریب تھا۔ اس لیے ان برتنوں میں نبیذ بنانا منسوخ کر دیا گیا اور جب کافی عرصہ گذر گیا تو نشہ آور مشروبات کی تحریم مشہور ہو گئی اور ان کے دلوں میں نشہ آور مشروبات کی حرمت راسخ ہو گئی تو پھر ان کے لیے ہر برتن میں نبیذ بنانے کی رخصت دے دی گئی بشرطیکہ وہ نشہ آور مشروب کو نہ پییں، جیسا کہ حضرت بریدہ کی روایت (حدیث نمبر ۵۰۹۰) میں اس کا صراحۃً بیان ہے۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت اس وقت تھی جب لوگوں کو ان برتنوں کی ضرورت نہ تھی، اور جب یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کو ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی، یا سابق حکم دی سے منسوخ ہو گیا، یا سابق حاکم آپ کی رائے کی طرف مفوض تھا۔ علامہ ابن بطال نے کہا ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت شراب کا بالکلیہ سد باب کرنے کے لیے تھی تاکہ شراب پینے کا ہر ذریعہ اور وسیلہ ختم ہو جائے، لیکن جب صحابہ نے کہا ہمیں ان برتنوں کے استعمال کی ضرورت ہے تو آپ نے اس کی اجازت دے دی، اور ہر وہ چیز جس کی ممانعت لذاتہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے اس کی ممانعت ہو اس کی حیثیت اسی طرح ہوتی ہے، مثلاً آپ نے راستہ میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور جب صحابہ نے کہا کہ بعض اوقات ان کا راستہ پر بیٹھنا ضروری ہوتا ہے تو آپ نے اس شرط کے ساتھ اجازت دے دی کہ راستہ کا حق ادا کرنا۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا مباح ہے اور ممانعت کی احادیث، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے منسوخ ہو گئی ہیں۔ [1]

علامہ ابو بکر جصاص حنفی اور علامہ سرخسی حنفی نے حضرت جابر اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما کی احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ نشہ آور مشروب کی قلیل مقدار کا پینا جائز ہے اور اس مشروب کو نشہ کی حد تک پینا منع ہے، کتاب الاشربہ کے مقدمہ میں ہم نے اس کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّ كُلَّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَّاَنَّ كُلَّ خَمْرٍ حَرَامٌ

ہر نشہ آور مشروب کے خمر ہونے اور ہر خمر کے حرام ہونے کا بیان

۵۰۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شہد کی شراب کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا جو مشروب بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

۵۰۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى التُّجِيْبِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِتْعِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَرَابٍ اَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شہد کی شراب کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا جو مشروب بھی نشہ آور ہو وہ حرام ہے۔

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۵-۱۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۷۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۵۰۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَصَالِحٍ سُئِلَ عَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ شَرَابٍ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

۵۰۹۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا شَرَابًا يُصْنَعُ بِأَرْضِنَا يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ مِنَ الشَّعِيرِ وَشَرَابٌ يُقَالُ لَهُ الْبِتْعُ مِنَ الْعَسَلِ فَقَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہمارے ہاں جَو سے ایک مشروب بنایا جاتا ہے اس کو مِزر کہتے ہیں اور ایک مشروب شہد سے بنایا جاتا ہے اس کو بِتع کہتے ہیں، آپ نے فرمایا ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔

۵۰۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَسَمِعَهُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ لَهُمَا بَشِّرَا وَيَسِّرَا وَعَلِّمَا وَلَا تُنَفِّرَا وَأُرَاهُ قَالَ وَتَطَاوَعَا قَالَ فَلَمَّا وَلَّى رَجَعَ أَبُو مُوسَى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ لَهُمْ شَرَابًا مِنَ الْعَسَلِ يُطْبَخُ حَتَّى يَعْقِدَ وَالْمِزْرُ يُصْنَعُ مِنَ الشَّعِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَا أَسْكَرَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهُوَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت معاذ کو یمن بھیجا اور فرمایا لوگوں کو بشارت دینا اور آسان احکام بیان کرنا، ان کو علم دین سکھانا اور متنفر نہ کرنا، اور میرا گمان ہے آپ نے فرمایا دونوں اتفاق سے رہنا، جب حضرت موسیٰ واپس آئے تو انھوں نے کہا یارسول اللہ! وہاں شہد کو جوش دے کر ایک مشروب تیار کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ بندھ جاتا ہے، اور ایک مشروب جَو سے تیار کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مشروب جو نماز سے مدہوش کر دے وہ حرام ہے۔

حرام ہے۔

۵۰۹۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي خَلَفٍ) قَالَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ (وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو) عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ ادْعُوَا النَّاسَ وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَيَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفْتِنَا فِي شَرَابَيْنِ كُنَّا نَصْنَعُهُمَا بِالْيَمَنِ الْبِتْعِ وَهُوَ مِنَ الْعَسَلِ يُنْبَذُ حَتّٰى يَشْتَدَّ وَالْمِزْرِ وَهُوَ مِنَ الذُّرَةِ وَالشَّعِيرِ يُنْبَذُ حَتّٰى يَشْتَدَّ قَالَ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُعْطِيَ جَوَامِعَ الْكَلِمِ بِخَوَاتِيمِهِ فَقَالَ أَنْهٰى عَنْ كُلِّ مُسْكِرٍ أَسْكَرَ عَنِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور حضرت معاذ کو یمن بھیجا، آپ نے فرمایا لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، ان کو خوشخبری دینا اور متنفر نہ کرنا، آسان احکام بیان کرنا اور لوگوں کو مشکل میں نہ ڈالنا، میں نے کہا یا رسول اللہ! ہم کو دو مشروبوں کے متعلق بتائیے جن کو ہم یمن میں تیار کرتے ہیں، ایک بتع ہے جو شہد سے تیار کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گاڑھا ہو جاتا ہے، اور ایک مزر ہے جو جو اور جوار سے تیار کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ گاڑھا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو انتہائی جامع مانع کلام کا ملکہ عطا کیا گیا تھا، آپ نے فرمایا میں ہر اس نشہ آور چیز سے منع کرتا ہوں جو نماز سے مدہوش کر دے۔

۵۱۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا قَدِمَ مِنْ جَيْشَانَ وَجَيْشَانُ مِنَ الْيَمَنِ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرَابٍ يَشْرَبُونَهُ بِأَرْضِهِمْ مِنَ الذُّرَةِ يُقَالُ لَهُ الْمِزْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَمُسْكِرٌ هُوَ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَهِدَ لِمَنْ يَشْرَبُ الْمُسْكِرَ أَنْ يَسْقِيَهُ مِنْ طِينَةِ الْخَبَالِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا طِينَةُ الْخَبَالِ قَالَ عَرَقُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ عُصَارَةُ أَهْلِ النَّارِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص جیشان سے آیا، جیشان یمن کا ایک شہر ہے اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے علاقہ کے ایک مشروب کے متعلق سوال کیا جس کو جوار سے بنایا جاتا تھا، اس کا نام مزر تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا، کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے کہا جی! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کر لیا ہے کہ جو شخص نشہ آور مشروب پیئے گا اس کو طینۃ الخبال پلائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! طینۃ الخبال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جہنمیوں کا پسینہ یا فرمایا جہنمیوں کا نچوڑ۔

۵۱۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ وَمَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَمَاتَ وَهُوَ يُدْمِنُهَا لَمْ يَتُبْ لَمْ يَشْرَبْهَا فِي الْآخِرَةِ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور جس شخص نے دنیا میں خمر پی اور مر گیا درآں حالیکہ وہ شراب کا عادی تھا اور اس نے توبہ نہیں کی تو وہ آخرت میں شراب نہیں پیئے گا۔

۵۱۰۲۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحِ بْنِ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

۵۱۰۳۔ وَحَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ السُّلَمِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

۵۱۰۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ وَكُلُّ خَمْرٍ حَرَامٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس بات کا مجھ کو صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے علم ہے کہ ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر خمر حرام ہے۔

۵۱۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا حُرِّمَهَا فِي الْآخِرَةِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی وہ آخرت میں شراب سے محروم رہے گا۔

۵۱۰۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا فَلَمْ يَتُبْ مِنْهَا حُرِّمَهَا فِي الْآخِرَةِ فَلَمْ يَسْقِهَا قِيلَ لِمَالِكٍ رَفَعَهُ قَالَ نَعَمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں شراب پی اور اس سے توبہ نہیں کی وہ اس سے آخرت میں محروم رہے گا، اس کو نہیں پلا سکے گا، مالک سے پوچھا گیا کیا یہ حدیث مرفوع ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

۵۱۰۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں خمر کو پیا وہ آخرت میں اس کو نہیں پیئے گا الا یہ کہ وہ توبہ کر لے۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِی الدُّنْیَا لَمْ یَشْرَبْہَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا اَنْ یَّتُوْبَ۔

۵۱۰۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ (یَعْنِی ابْنَ سُلَیْمَانَ الْمَخْزُوْمِیَّ) عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ مُوْسَی بْنُ عُقْبَۃَ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ عُبَیْدِ اللّٰہِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

فقہاء شافعیہ اس باب کی احادیث سے ہر نشہ آور مشروب کے خمر ہونے پر استدلال کرتے ہیں ہم نے کتاب الاشربہ کا جو مفصل مقدمہ لکھا ہے اس میں ان احادیث کی وضاحت کر دی ہے۔

بَابُ اِبَاحَۃِ النَّبِیْذِ الَّذِیْ لَمْ یَشْتَدَّ وَلَمْ یَصِرْ مُسْکِرًا

جو نبیذ تیز اور نشہ آور نہ ہو اس کی اباحت کا بیان

۵۱۰۹۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ یَحْیَی بْنِ عُبَیْدٍ اَبِیْ عُمَرَ الْبَھْرَانِیِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنْتَبَذُ لَہٗ اَوَّلَ اللَّیْلِ فَیَشْرَبُہٗ اِذَا اَصْبَحَ یَوْمَہٗ ذٰلِکَ وَاللَّیْلَۃَ الَّتِیْ تَجِیْءُ وَالْغَدَ وَاللَّیْلَۃَ الْاُخْرٰی وَالْغَدَ اِلَی الْعَصْرِ فَاِنْ بَقِیَ شَیْءٌ سَقَاہُ الْخَادِمَ اَوْ اَمَرَ بِہٖ فَصُبَّ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ابتدائی شب میں نبیذ بنایا جاتا تھا اور آپ اس کو صبح پیتے تھے، پھر اس کے بعد والی شب میں اور صبح پیتے تھے اور پھر رات کو پیتے تھے پھر اگلے روز عصر تک پیتے تھے، پھر اگر کچھ بچ جاتا تو خادم کو پلا دیتے یا اس کو بہانے کا حکم دیتے۔

۵۱۱۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ یَحْیَی الْبَھْرَانِیِّ قَالَ ذَکَرُوا النَّبِیْذَ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنْتَبَذُ لَہٗ فِیْ سِقَاءٍ قَالَ شُعْبَۃُ مِنْ لَیْلَۃِ الْاِثْنَیْنِ فَیَشْرَبُہٗ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالثَّلَاثَاءِ اِلَی الْعَصْرِ فَاِنْ فَضَلَ مِنْہُ شَیْءٌ سِقَاہُ الْخَادِمَ اَوْ صَبَّہٗ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے (بروایت شعبہ) پیر کی رات کو نبیذ بنایا جاتا، آپ اس کو پیر کے دن پیتے اور منگل کو عصر تک پیتے اور اگر اس میں سے کچھ بچ جاتا تو خادم کو پلا دیتے یا اس کو بہا دیتے۔

۵۱۱۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ وَأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْقَعُ لَهُ الزَّبِيبُ فَيَشْرَبُهُ الْيَوْمَ وَالْغَدَ وَبَعْدَ الْغَدِ إِلَى مَسَاءِ الثَّالِثَةِ ثُمَّ يَأْمُرُ بِهِ فَيُسْقَى أَوْ يُهْرَاقُ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کشمش کو پانی میں ڈال دیا جاتا، آپ اس نبیذ کو اس دن پیتے اور اس کے دوسرے دن اور تیسرے دن شام تک آپ خود پیتے یا کسی کو پلا دیتے پھر اگر کچھ بچ جاتا تو اس کو بہانے کا حکم دیتے۔

۵۱۱۲۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْبَذُ لَهُ الزَّبِيبُ فِي السِّقَاءِ فَيَشْرَبُهُ يَوْمَهُ وَالْغَدَ وَبَعْدَ الْغَدِ فَإِذَا كَانَ مَسَاءُ الثَّالِثَةِ شَرِبَهُ وَسَقَاهُ فَإِنْ فَضَلَ شَيْءٌ أَهْرَاقَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مشک میں کشمش کو ڈال دیا جاتا، آپ اس کو اس دن پیتے اور اس کے بعد دو دن تک پیتے، اور جب تیسرے دن کی شام ہوتی تو آپ اس کو خود پیتے اور کسی کو پلا دیتے پھر اگر کچھ بچ جاتا تو اس کو بہا دیتے۔

۵۱۱۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ يَزِيدَ عَنْ يَحْيَى أَبِي عُمَرَ النَّخَعِيِّ قَالَ سَأَلَ قَوْمٌ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ بَيْعِ الْخَمْرِ وَشِرَائِهَا وَالتِّجَارَةِ فِيهَا فَقَالَ أَمُسْلِمُونَ أَنْتُمْ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَإِنَّهُ لَا يَصْلُحُ بَيْعُهَا وَلَا شِرَاؤُهَا وَلَا التِّجَارَةُ فِيهَا قَالَ فَسَأَلُوهُ عَنِ النَّبِيذِ فَقَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ ثُمَّ رَجَعَ وَقَدْ نَبَذَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِي حَنَاتَمَ وَنَقِيرٍ وَدُبَّاءٍ فَأَمَرَ بِهِ فَأُهْرِيقَ ثُمَّ أَمَرَ بِسِقَاءٍ فَجُعِلَ فِيهِ زَبِيبٌ وَمَاءٌ فَجُعِلَ مِنَ اللَّيْلِ فَأَصْبَحَ فَشَرِبَ مِنْهُ يَوْمَهُ ذٰلِكَ وَلَيْلَتَهُ الْمُسْتَقْبِلَةَ وَمِنَ الْغَدِ حَتَّى أَمْسَى فَشَرِبَ وَسَقَى فَلَمَّا أَصْبَحَ أَمَرَ بِمَا بَقِيَ مِنْهُ فَأُهْرِيقَ۔

ابو عمر نخعی کہتے ہیں کہ ایک قوم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے خمر کے بیچنے، خریدنے اور اس کی تجارت کے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم لوگ مسلمان ہو، انھوں نے کہا ہاں! حضرت ابن عباس نے فرمایا: شراب کا بیچنا، خریدنا اور اس کی تجارت کرنا جائز نہیں ہے، پھر انھوں نے نبیذ کے متعلق سوال کیا، حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں گئے اور پھر واپس آگئے، اس وقت لوگوں نے سبز گھڑوں میں، کھوکھلی لکڑیوں میں اور کھوکھلے کدو میں نبیذ تیار کیا ہوا تھا، آپ نے اس نبیذ کو بہانے کا حکم دیا، پھر آپ نے ایک مشک میں کشمش اور پانی ڈالنے کا حکم دیا، رات میں وہ پانی ڈالا گیا، آپ نے اس مشک سے صبح کو نبیذ پیا اور اس دن نبیذ پیا، آنے والی رات کو نبیذ پیا پھر دوسرے روز شام تک نبیذ پیا اور پلایا، اور جب صبح ہوئی تو آپ نے باقی ماندہ کو پھینکنے کا حکم دیا۔

۵۱۱۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ (يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيَّ) حَدَّثَنَا

ثمامہ کہتے ہیں کہ میری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے نبیذ کے متعلق سوال کیا، حضرت

ثُمَامَةَ (يَعْنِي ابْنَ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيَّ) قَالَ لَقِيتُ عَائِشَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنِ النَّبِيذِ فَدَعَتْ عَائِشَةُ جَارِيَةً حَبَشِيَّةً فَقَالَتْ سَلْ هٰذِهِ فَإِنَّهَا كَانَتْ تَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ الْحَبَشِيَّةُ كُنْتُ أَنْبِذُ لَهُ فِي سِقَاءٍ مِنَ اللَّيْلِ وَأُوكِيهِ وَأُعَلِّقُهُ فَإِذَا أَصْبَحَ شَرِبَ مِنْهُ.

عائشہ نے ایک حبشی باندی کو بلایا اور فرمایا: اس سے پوچھو کیونکہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نبیذ بناتی تھی، اس حبشی عورت نے کہا میں حضور کے لیے رات کو مشک میں نبیذ بنا کر اس مشک کا منہ باندھ کر اس کو لٹکا دیا کرتی تھی، جب صبح ہوتی تو آپ اس سے نبیذ پی لیتے تھے۔

۵۱۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ يُونُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّا نَنْبِذُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سِقَاءٍ يُوكَى أَعْلَاهُ وَلَهُ عَزْلَاءُ نَنْبِذُهُ غُدْوَةً فَيَشْرَبُهُ عِشَاءً وَنَنْبِذُهُ عِشَاءً فَيَشْرَبُهُ غُدْوَةً.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مشک میں نبیذ بناتے، اس کے اوپر والے حصے کو باندھ دیتے، اس مشک میں سوراخ تھے، ہم صبح نبیذ بنا کر کرتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسے شام کو پیتے تھے، اور شام کو نبیذ بناتے تو آپ اس کو صبح پیتے تھے۔

۵۱۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَعَا أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عُرْسِهِ فَكَانَتِ امْرَأَتُهُ يَوْمَئِذٍ خَادِمَهُمْ وَهِيَ الْعَرُوسُ قَالَ سَهْلٌ تَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمَرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ نے اپنی شادی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، اس دن ان کی بیوی کام کاج کر رہی تھیں حالانکہ وہ خود دلہن تھیں، سہل نے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا پلایا تھا، اس نے رات کو ایک برتن میں پانی کے اندر کچھ چھوارے ڈال دیے تھے اور جب آپ کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے آپ کو وہی پلایا تھا۔

۵۱۱۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُلْ فَلَمَّا أَكَلَ سَقَتْهُ إِيَّاهُ.

سہل بیان کرتے ہیں کہ ابو اسید ساعدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ جب آپ نے کھانا کھا لیا تو اس نے آپ کو نبیذ پلایا۔

۵۱۱۸ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي أَبَا غَسَّانَ) حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

حضرت سہل بن سعد سے یہی روایت ہے اور اس میں پتھر کے برتن کا ذکر ہے، اور یہ ذکر ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے خصوصیت

بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَقَالَ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الطَّعَامِ اَمَاثَتْهُ فَسَقَتْهُ تَخُصُّهُ بِذٰلِكَ ۔

۵۱۱۹۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (وَهُوَ ابْنُ مُطَرِّفٍ اَبُوْ غَسَّانَ) اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةٌ مِنَ الْعَرَبِ فَاَمَرَ اَبَا اُسَيْدٍ اَنْ يُّرْسِلَ اِلَيْهَا فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَقَدِمَتْ فَنَزَلَتْ فِيْ اُجُمِ بَنِيْ سَاعِدَةَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى جَآءَهَا فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَاِذَا امْرَاَةٌ مُنَكِّسَةٌ رَاْسَهَا فَلَمَّا كَلَّمَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ قَالَ قَدْ اَعَذْتُكِ مِنِّيْ فَقَالُوْا لَهَا اَتَدْرِيْنَ مَنْ هٰذَا فَقَالَتْ لَا فَقَالُوْا هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَكِ لِيَخْطُبَكِ قَالَتْ اَنَا كُنْتُ اَشْقٰى مِنْ ذٰلِكَ قَالَ سَهْلٌ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِيْ سَقِيْفَةِ بَنِيْ سَاعِدَةَ هُوَ وَاَصْحَابُهُ ثُمَّ قَالَ اسْقِنَا يَا سَهْلُ قَالَ فَاَخْرَجْتُ لَهُمْ هٰذَا الْقَدَحَ فَاَسْقَيْتُهُمْ فِيْهِ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَاَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا فِيْهِ قَالَ ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ بَعْدَ ذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَوَهَبَهُ لَهُ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اِسْحٰقَ قَالَ اَسْقِنَا يَا سَهْلُ ۔

۵۱۲۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَقَدْ

کے ساتھ صرف آپ کو نبیذ پلایا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرب کی ایک عورت کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے ابو اُسید کو پیغام دینے کا حکم دیا، حضرت ابو اُسید نے اس کو پیغام دیا، وہ عورت آکر بنو ساعدہ کے قلعوں میں ٹھہری، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، جب آپ اس کے پاس گئے تو وہ عورت سر جھکائے بیٹھی تھی، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے گفتگو کی تو وہ عورت کہنے لگی میں آپ سے اللہ کی پناہ میں آتی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو مجھ سے محفوظ کر لیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم جانتی ہو یہ کون ہیں! اس نے کہا نہیں، لوگوں نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور تمہیں نکاح کا پیغام دینے تمہارے پاس آئے تھے، اس نے کہا تب تو میں بہت بدنصیب رہی، سہل کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت تشریف لے آئے، حتیٰ کہ آپ اور آپ کے صحابہ بنو ساعدہ کے چبوترہ میں بیٹھ گئے، پھر آپ نے حضرت سہل سے کہا مجھے پلاؤ! پھر میں نے آپ کے لیے یہ پیالہ نکالا پھر میں نے ان کو اس میں پلایا۔ ابو حازم نے کہا سہل نے ہمارے لیے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے بھی اس میں سے پی لیا، پھر عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل سے وہ پیالہ مانگ لیا، حضرت سہل نے وہ پیالہ ان کو دے دیا، ابوبکر بن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ اے سہل ہم کو پلاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے اس پیالہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام مشروبات پلائے ہیں، شہد، نبیذ، پانی اور دودھ۔

سَقَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِقَدَحِيْ هٰذَا الشَّرَابَ كُلَّهُ الْعَسَلَ وَالنَّبِيْذَ
وَالْمَاءَ وَاللَّبَنَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح دینے کے بعد رجوع کر لینا

حدیث نمبر ۵۱۱۹ میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، جب آپ نے اس سے گفت گو کی تو اس نے کہا میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو مجھ سے اللہ کی پناہ میں کر لیا۔ اس حدیث میں ہے کہ وہ عورت آپ کو پہچانتی نہیں تھی اور جب اس کو علم ہوا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو اس کو اس پر بہت ندامت اور افسوس ہوا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا معنی یہ ہے میں نے تم کو ترک کر دیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس لیے نکاح کا ارادہ ترک کیا کہ وہ عورت آپ کو پسند نہیں آئی، یا اس کی صورت پسند نہیں آئی یا اس کے اخلاق پسند نہیں آئے، یا کسی اور وجہ سے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ منگنی کرنے والا شخص عورت کو دیکھ سکتا ہے، نیز حدیث مشہور میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم سے اللہ کی پناہ مانگے اس کو پناہ دو، لہٰذا اس عورت نے جب آپ سے اللہ کی پناہ مانگی تو آپ کے پاس اس کو پناہ دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا، پھر جب آپ نے اللہ کے لیے ایک چیز کو ترک کر دیا تو دوبارہ اس میں رجوع نہیں کیا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک کا ثبوت

اسی حدیث میں ہے کہ حضرت سہل بن سعد نے جس پیالے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پلایا تھا انھوں نے اس پیالہ کو سنبھال کر رکھا، حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہل بن سعد سے وہ پیالہ بطور تبرک مانگ لیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے، جس چیز کو آپ نے چھوا ہو، جس کپڑے کو پہنا ہو یا جس برتن سے کچھ پیا ہو، یا اس قسم کی اور کوئی چیز ہو، اس پر سب کا اجماع ہے اور تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلّے پر نماز پڑھنا اور روضہ کریمہ اور جس غار میں آپ داخل ہوئے تھے اس غار میں داخل ہونا آپ کے تبرکات کے حصول کی انواع ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطلحہ کو تقسیم کے لیے اپنے بال عطا فرمانا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کے لیے اپنا تہبند عطا فرمانا تاکہ اس میں ان کو کفن دیا جائے اور دو قبروں پر درخت کی دو شاخیں رکھنا اور حضرت بنت ملحان کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کرنا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو صحابہ کا ہاتھ میں لے کر اسے اپنے بدن پر ملنا اور اس قسم کی دوسری چیزیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں ان سب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] ۔ " " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۹، " " " "

کچے نبیذ کو پینے کے دلائل اس باب کی تمام احادیث میں کچے نبیذ کو پینے کا ثبوت ہے، یعنی کشمش یا چھواروں کو کچے پانی میں ڈال دیا جائے حتیٰ کہ ان کی مٹھاس پانی میں منتقل ہو جائے، باقی ان احادیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ یہ نبیذ تیز تھا یا ہلکا، فقہاء احناف تیز نبیذ کو بھی قلیل مقدار میں پینے کے قائل ہیں اور اس کے ثبوت میں بکثرت احادیث موجود ہیں جن کو ہم نے کتاب الاشربہ کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے اور علامہ شامی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ کچا نبیذ حرام ہے اور پکا ہوا حلال ہے[1]، کیونکہ ان تمام احادیث میں کچے نبیذ ہی کے پینے کا ذکر ہے۔

بَابُ ۷۰۴ جَوَازِ شُرْبِ اللَّبَنِ !

دودھ پینے کا جواز

۵۱۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ لَمَّا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ مَرَرْنَا بِرَاعٍ وَقَدْ عَطِشَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَلَبْتُ لَهُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو ہمارا ایک چرواہے پر گذر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی ہوئی تھی، حضرت ابوبکر نے کہا میں نے حضور کے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا، پھر میں آپ کے پاس وہ دودھ لایا، آپ نے اس کو پیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔

۵۱۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ لَمَّا أَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ تَبِعَهُ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَتْ فَرَسُهُ فَقَالَ ادْعُ اللهَ لِي وَلَا أَضُرُّكَ قَالَ فَدَعَا اللهَ قَالَ فَعَطِشَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِرَاعِي غَنَمٍ قَالَ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ فَأَخَذْتُ قَدَحًا فَحَلَبْتُ فِيهِ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فَأَتَيْتُهُ بِهِ فَشَرِبَ حَتّٰى رَضِيتُ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کا پیچھا کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، اس نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا سو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، حضرت براء کہتے ہیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی اور آپ کا اور حضرت ابوبکر کا بکریوں کے ایک چرواہے پر گذر ہوا، حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میں نے ایک پیالہ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا اور اس کو آپ کے پاس لے کر آیا، آپ نے اس کو (اس قدر) پیا کہ میں راضی ہو گیا۔

۵۱۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شب

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۴۰۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

(وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ بِإِيلِيَاءَ بِقَدَحَيْنِ مِنْ خَمْرٍ وَلَبَنٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا فَأَخَذَ اللَّبَنَ فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ لَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کی سیر کرائی گئی، اس شب بیت المقدس میں آپ کو دو پیالے پیش کیے گئے ایک پیالہ خمر کا تھا اور ایک دودھ کا، آپ نے ان کی طرف دیکھا اور آپ نے دودھ لے لیا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کو فطرت کی ہدایت دی، اگر آپ خمر (شراب) کا پیالہ لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

۵۱۲۴۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ بِإِيلِيَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (دو پیالے) لائے گئے، یہ حدیث مثل سابق ہے اور اس میں ایلیا (بیت المقدس) کا ذکر نہیں ہے۔

بلا اجازت مشرکوں کی بکری کا دودھ پینے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۱۲۱ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت میں ایک چرواہے پر گذر ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی بکری کا دودھ دوہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پلایا۔ اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس بکری کا مالک موجود نہیں تھا، اس کی اجازت کے بغیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی بکری کا دودھ کیسے پی لیا؟ علامہ نووی نے اس اشکال کے متعدد جواب دیئے ہیں:

۱۔ اس بکری کا مالک حربی کافر تھا، اور حربی کے مال کی کوئی امان اور حفاظت نہیں ہے، اس لیے ان کا مال چھین کر کھانا جائز ہے۔ (یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ اسلام مکارم اخلاق کا داعی ہے اور کسی کا مال چھین کر کھانا مکارم اخلاق کے خلاف ہے، البتہ جب کفار کو دعوت اسلام دی جائے اور اس کے قبول نہ کرنے پر ان کے خلاف جنگ کی جائے اور اس جنگ میں کفار کے مغلوب ہونے کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آئے، وہ جائز ہے اور ظاہر ہے کہ اس چرواہے کے ساتھ اس قسم کا معاملہ نہیں ہوا تھا۔ ــــ سعیدی غفرلہٗ)

۲۔ ہو سکتا ہے کہ مسافروں کے لیے دودھ پینا ان بکریوں کے مالکوں نے مباح کر دیا ہو اور یہ چیز ان کے ہاں مشہور اور معروف ہو۔

۳۔ ہر چند کہ بلا اجازت پرائی بکری کا دودھ پینا جائز نہیں ہے، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیاس کی شدت کی وجہ سے حالت اضطرار میں تھے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور خلق عظیم

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا بیان ہے آپ کی دعا سے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سراقہ بن مالک کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین سے فرمایا: اسے زمین! اس کو پکڑ لے، سو زمین نے اس کو پکڑ لیا۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ زمین کو آپ کی معرفت تھی اور وہ آپ کے تابع فرمان تھی، اور جب سراقہ نے زمین کی گرفت سے نکلنے کے لیے آپ سے دعا کی و درخواست کی تو آپ نے اس کے لیے نجات کی دعا کی، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم خلق کا بیان ہے کہ جو شخص سو اونٹوں کے انعام کے لالچ میں آپ کا (العیاذ باللہ) سر اتارنے آیا تھا اور آپ کو قتل کرنے کے لیے وار کر رہا تھا، جب وہ ایک مصیبت میں پھنس گیا اور آپ سے دعا کا طالب ہوا تو آپ نے اس کے لیے دعا کر دی اور وہ زمین کی گرفت سے آزاد ہو گیا، سو غور کرنا چاہیے اگر جانی دشمن بھی مصیبت میں آپ سے دعا اور امداد کا طالب ہو تو آپ اسے مایوس نہیں کرتے تو اگر آپ کو ماننے والا آپ کا غلام اور امتی آپ سے کسی مصیبت میں دعا اور امداد کا طالب ہو تو آپ اس کو کب محروم کریں گے؟ دوستاں را کجا کنی محروم۔ ترکہ با دشمناں نظر داری۔ پھر کرم بالائے کرم یہ ہے کہ سراقہ نے کہا آپ مجھے امان لکھ کر دے دیجئے، آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر سراقہ کو امان لکھ کر دے دی [2]، اللہ اکبر یہ امان اس شخص کو لکھ کر دی ہے جو آپ کا سر اتارنے آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمایا: انک لعلی خلق عظیم "بلاشبہ آپ کا خلق عظیم ہے۔"

۷۰۵ بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَخْمِيرِ الْاِنَاءِ وَاِيكَاءِ السِّقَاءِ وَاِغْلَاقِ الْاَبْوَابِ وَاِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِنْدَ النَّوْمِ!

سوتے وقت برتنوں کے ڈھکنے، مشکوں کا منہ باندھنے، دروازے بند کرنے، چراغ گل کرنے اور آگ بجھانے کا استحباب

۵۱۲۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ اَبِي عَاصِمٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ اَخْبَرَنِي اَبُو حُمَيْدٍ السَّاعِدِيُّ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِ لَبَنٍ مِنَ التَّقِيعِ لَيْسَ مُخَمَّرًا فَقَالَ اَلَا خَمَّرْتَهُ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَيْهِ عُودًا قَالَ اَبُو حُمَيْدٍ اِنَّمَا اُمِرَ بِالْاِسْقِيَةِ اَنْ تُوكَأَ لَيْلًا وَبِالْاَبْوَابِ اَنْ تُغْلَقَ لَيْلًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوحمید ساعدی نے بیان کیا کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مقام نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ لے کر حاضر ہوا جو ڈھکا ہوا نہیں تھا، آپ نے فرمایا تم نے اس کو ڈھانکا کیوں نہیں؟ تم اس پر ایک لکڑی ہی رکھ دیتے، حضرت ابوحمید نے کہا رات کو صرف مشکوں کا منہ باندھنے اور دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

---

[1] ۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۸۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان،

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۵۱۲۶۔ وَحَدَّثَنِیْ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ دِیْنَارٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ وَزَكَرِیَّاءُ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیُّ اَنَّهٗ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحِ لَبَنٍ بِمِثْلِهٖ قَالَ وَلَمْ یَذْكُرْ زَكَرِیَّاءُ قَوْلَ اَبِیْ حُمَیْدٍ بِاللَّیْلِ۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لائے، یہ حسب سابق روایت ہے، راوی زکریا نے حضرت ابوحمید کی حدیث میں رات کا ذکر نہیں کیا۔

۵۱۲۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ كُرَیْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَسْقِیْ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا نَسْقِیْكَ نَبِیْذًا فَقَالَ بَلٰی قَالَ وَخَرَجَ الرَّجُلُ یَسْعٰی فَجَآءَ بِقَدَحٍ فِیْهِ نَبِیْذٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَهٗ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَیْهِ عُوْدًا فَقَالَ فَشَرِبَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ نے پانی مانگا ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! ہم آپ کو نبیذ نہ پلائیں؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں! پھر وہ شخص دوڑتا ہوا گیا اور ایک پیالے میں نبیذ لے کر آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے اسے ڈھانکا کیوں نہیں! تم اس کے اوپر ایک لکڑی ہی رکھ دیتے! راوی نے کہا پھر آپ نے پی لیا۔

۵۱۲۸۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ وَاَبِیْ صَالِحٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ یُقَالُ لَهٗ اَبُوْ حُمَیْدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ النَّقِیْعِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا خَمَّرْتَهٗ وَلَوْ تَعْرُضُ عَلَیْهِ عُوْدًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوحمید نام کا ایک شخص مقام نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ لے کر آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم نے اس کو ڈھانکا کیوں نہیں؟ تم اس کے عرض پر ایک لکڑی رکھ دیتے!

۵۱۲۹۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ غَطُّوا الْاِنَآءَ وَاَوْكُوا السِّقَآءَ وَاَغْلِقُوا الْبَابَ وَاَطْفِئُوا السِّرَاجَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَحُلُّ سِقَآءً وَلَا یَفْتَحُ بَابًا وَلَا یَكْشِفُ اِنَآءً فَاِنْ لَمْ یَجِدْ اَحَدُكُمْ اِلَّا اَنْ یَعْرُضَ عَلٰی اِنَآئِهٖ عُوْدًا وَیَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ فَلْیَفْعَلْ فَاِنَّ الْفُوَیْسِقَةَ تُضْرِمُ عَلٰی اَهْلِ الْبَیْتِ بَیْتَهُمْ وَلَمْ یَذْكُرْ قُتَیْبَةُ فِیْ حَدِیْثِهٖ وَاَغْلِقُوا الْبَابَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: برتنوں کو ڈھانکو، مشکوں کا منہ بند کرو، دروازہ بند کرو، اور چراغ بجھا دو، کیونکہ شیطان مشک کو نہیں کھولتا، دروازہ نہیں کھولتا، اور برتن نہیں کھولتا، اگر تم میں سے کسی کو برتن ڈھکنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو وہ برتن کے عرض پر ایک لکڑی رکھ دے اور بسم اللہ پڑھ لے، کیونکہ چوہا لوگوں کے گھر جلا دیتا ہے، قتیبہ نے اپنی حدیث میں دروازہ بند کرنے کا ذکر نہیں کیا

۵۱۳۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَاكْفِئُوا الْإِنَاءَ أَوْ خَمِّرُوا الْإِنَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ تَعْرِيضَ الْعُودِ عَلَى الْإِنَاءِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے، البتہ انھوں نے اکفؤا الاناء کہا یا خمروا الاناء کہا اور اس حدیث میں برتن پر لکڑی رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۱۳۱ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْلِقُوا الْبَابَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَخَمِّرُوا الْإِنَاءَ وَقَالَ تُضْرِمُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ بُيُوتَهُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دروازہ بند کرو، اس کے بعد لیث کی حدیث کی طرح ہے البتہ اس میں ہے برتن ڈھانک دو اور فرمایا چوہا گھر والوں کے کپڑے جلا دیتا ہے۔

۵۱۳۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَقَالَ وَالْفُوَيْسِقَةُ تُضْرِمُ الْبَيْتَ عَلَى أَهْلِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کی مثل حدیث روایت کی ہے، اور فرمایا: چوہیا مکینوں سمیت گھر جلا دیتا ہے۔

۵۱۳۳ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ أَوْ أَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَخَلُّوهُمْ وَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا وَأَوْكُوا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَخَمِّرُوا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللهِ وَلَوْ أَنْ تَعْرُضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کی تاریکی پھیل جائے یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو باہر نہ نکلنے دو، کیونکہ اس وقت شیطان باہر نکلتے ہیں، اور جب رات کی ایک ساعت گذر جائے تو پھر ان کو چھوڑ سکتے ہو، اور دروازے بند کر دو اور اللہ کو یاد کرو، کیونکہ شیطان کوئی بند دروازہ نہیں کھولتا اور اپنی مشکوں کا منہ بند کرو اور اللہ کو یاد کرو اور اپنے برتنوں کو ڈھک دو اور اللہ کو یاد کرو اور نہ ہو تو ان کے اوپر کچھ رکھ دو اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔

۵۱۳۴ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ ابْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ نَحْوًا مِمَّا أَخْبَرَ عَطَاءٌ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَقُولُ اذْكُرُوا اسْمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حسب سابق حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ اللہ عزوجل کا نام لو۔

اللہِ عَزَّوَجَلَّ۔

۵۱۳۵۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ عَنْ عَطَآءٍ وَعَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ بِکُلِّ وَاحِدٍ رَوَایَۃِ رَوْحٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۱۳۶۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُھَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْخَیْثَمَۃَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُرْسِلُوْا فَوَاشِیَکُمْ وَصِبْیَانَکُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی تَذْھَبَ فَحْمَۃُ الْعِشَآءِ فَاِنَّ الشَّیَاطِیْنَ تَنْبَعِثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی تَذْھَبَ فَحْمَۃُ الْعِشَآءِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج غروب ہونے کے بعد اپنے جانوروں اور بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو، حتیٰ کہ شام کا اندھیرا چھٹ جائے، کیونکہ سورج غروب ہونے کے بعد شیاطین پھیل جاتے ہیں حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو جائے۔

۵۱۳۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِیْثِ زُھَیْرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۱۳۸۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا ھَاشِمُ ابْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِیْ یَزِیْدُ ابْنُ عَبْدِ اللہِ بْنِ اُسَامَۃَ بْنِ الْھَادِ اللَّیْثِیُّ عَنْ یَحْیَی ابْنِ سَعِیْدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ بْنِ الْحَکَمِ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَکِیْمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ غَطُّوا الْاِنَآءَ وَاَوْکُوا السِّقَآءَ فَاِنَّ فِی السَّنَۃِ لَیْلَۃً یَنْزِلُ فِیْھَا وَبَآءٌ لَا یَمُرُّ بِاِنَآءٍ لَیْسَ عَلَیْہِ غِطَآءٌ اَوْ سِقَآءٍ لَیْسَ عَلَیْہِ وِکَآءٌ اِلَّا نَزَلَ فِیْہِ مِنْ ذٰلِکَ الْوَبَآءِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے برتنوں کو ڈھکو اور مشکوں کا منہ باندھ دو، کیونکہ سال میں ایک رات ایسی آتی ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے اور وہ اس برتن اور مشک میں سرایت کر جاتی ہے جو ڈھکا ہوا نہ ہو یا جس کا منہ کھلا ہوا ہو۔

۵۱۳۹۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیِّ الْجَھْضَمِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا لَیْثُ بْنُ سَعْدٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَاِنَّ فِی السَّنَۃِ یَوْمًا یَنْزِلُ فِیْہِ وَبَآءٌ وَزَادَ فِیْ اٰخِرِ الْحَدِیْثِ قَالَ اللَّیْثُ فَالْاَعَاجِمُ عِنْدَنَا یَتَّقُوْنَ ذٰلِکَ فِیْ کَانُوْنَ الْاَوَّلِ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت ہے اس میں ہے سال میں ایک ایسا دن ہے جس میں وبا نازل ہوتی ہے، لیث نے کہا ہمارے ہاں کے عجمی لوگ اس وبا سے کانون اوّل (یعنی دسمبر) میں بچتے ہیں۔

۵۱۴۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَتْرُكُوا النَّارَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ حِيْنَ تَنَامُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوتے وقت اپنے گھروں میں (جلتی ہوئی) آگ نہ چھوڑا کرو۔

۵۱۴۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ عَامِرٍ) قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ احْتَرَقَ بَيْتٌ عَلٰى اَهْلِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا حُدِّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاْنِهِمْ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ النَّارَ اِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَّكُمْ فَاِذَا نِمْتُمْ فَاطْفِئُوْهَا عَنْكُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک گھر کے لوگ رات کو جل گئے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے جب تم سوو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

برتن ڈھانکنے کے فوائد

علامہ یحییٰ بن شرف نووی نے برتن ڈھانکنے کے حسب ذیل فوائد لکھے ہیں:

(۱)۔ جو برتن ڈھکا ہوا ہو وہ شیطان کی شر انگیزی سے محفوظ رہتا ہے، کیونکہ شیطان کسی ڈھکے ہوئے برتن کو نہیں کھولتا۔

(۲)۔ جو برتن ڈھکا ہوا ہو وہ اس بلا کے سرایت کرنے سے محفوظ رہتا ہے جو سال میں ایک بار نازل ہوتی ہے۔

(۳)۔ ڈھکا ہوا برتن نجاست اور گندگی کے گرنے سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴)۔ ڈھکا ہوا برتن حشرات الارض (مثلاً مکھی، مچھر، چھپکلی، لال بیگ وغیرہ) کے گرنے سے محفوظ رہتا ہے، بسا اوقات ان میں سے کوئی جانور برتن میں گر جاتا ہے انسان اس کو بے خبری یا اندھیرے میں پی لیتا ہے اور نقصان اٹھاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سلامتی کے اسباب میں سے یہ بھی بیان فرمایا کہ برتن پر اللہ کا نام لو اللہ کا نام لینے سے انسان شیطان کی ایذاء سے محفوظ رہتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب انسان گھر داخل ہوتے وقت اللہ کا نام لے تو شیطان کہتا ہے اس گھر میں ہمارا کوئی ٹھکانا ہے یعنی اس گھر پر ہمارا کوئی تسلط نہیں ہے، اسی طرح جب کوئی شخص جماع کے وقت یہ کہے:

اللّٰهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا "اے اللہ! ہم کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ اور ہم کو جو اولاد عطا فرمائے گا اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھنا، تو پھر اس کی اولاد شیطان کے ضرر سے محفوظ رہتی ہے۔ [1]

بَابُ ۳۶ آدَابِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَاَحْكَامِهَا

کھانے پینے کے آداب اور احکام

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۱۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَیْثَمَةَ عَنْ بَنِیْ حُذَیْفَةَ عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ كُنَّا اِذَا حَضَرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لَمْ نَضَعْ اَیْدِیَنَا حَتّٰی یَبْدَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیَضَعَ یَدَهٗ وَاِنَّا حَضَرْنَا مَعَهٗ مَرَّةً طَعَامًا فَجَاءَتْ جَارِیَةٌ كَاَنَّهَا تُدْفَعُ فَذَهَبَتْ لِتَضَعَ یَدَهَا فِی الطَّعَامِ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهَا ثُمَّ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ كَاَنَّمَا یُدْفَعُ فَاَخَذَ بِیَدِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَا یُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ جَاءَ بِهٰذِهِ الْجَارِیَةِ لِیَسْتَحِلَّ بِهَا فَاَخَذْتُ بِیَدِهَا فَجَاءَ بِهٰذَا الْاَعْرَابِیِّ لِیَسْتَحِلَّ بِهٖ فَاَخَذْتُ بِیَدِهٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ اِنَّ یَدَهُ فِیْ یَدِیْ مَعَ یَدِهَا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تو جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شروع نہ کرتے ہم کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے، ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک لڑکی اس طرح بھاگتی ہوئی آئی جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو، اس نے آتے ہی اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھانا چاہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک اعرابی بھی اسی طرح دوڑتا ہوا آیا اور اس نے آتے ہی اپنا ہاتھ کھانے کی طرف بڑھانا چاہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کھانے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے شیطان اس کھانے کو حلال کر لیتا ہے، سو وہ اس لڑکی کو کھانا حلال کرنے کے لیے لایا، تو میں نے اس لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر کھانا حلال کرنے کے لیے وہ اس اعرابی کو لایا، تو میں نے اس اعرابی کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے شیطان کا ہاتھ اس لڑکی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں تھا۔

۵۱۴۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ اَخْبَرَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ خَیْثَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ حُذَیْفَةَ الْاَرْحَبِیِّ عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ قَالَ كُنَّا اِذَا دُعِیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی طَعَامٍ فَذَكَرَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ وَقَالَ كَاَنَّمَا یُطْرَدُ وَفِی الْجَارِیَةِ كَاَنَّمَا تُطْرَدُ وَقَدَّمَ مَجِیْءَ الْاَعْرَابِیِّ فِیْ حَدِیْثِهٖ قَبْلَ مَجِیْءِ الْجَارِیَةِ وَزَادَ فِیْ اٰخِرِ الْحَدِیْثِ ثُمَّ ذَكَرَ اسْمَ اللّٰهِ وَاَكَلَ۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے کی دعوت دی جاتی، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس حدیث میں لڑکی کے آنے سے پہلے اعرابی کے آنے کا تذکرہ ہے اور وہ دونوں اس طرح آئے جیسے کوئی ان کا پیچھا کر رہا ہو، اور اس حدیث کے آخر میں ہے پھر ہم نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا۔

۵۱۴۴۔ وَحَدَّثَنِیْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَدَّمَ مَجِیْءَ الْجَارِیَةِ قَبْلَ مَجِیْءِ الْاَعْرَابِیِّ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں اعرابی کے آنے سے پہلے لڑکی کا آنا بیان کیا ہے۔

۵۱۴۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی الْعَنَزِیُّ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ (یَعْنِیْ اَبَا عَاصِمٍ) عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے اور گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا شروع کرتے

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهُ فَذَكَرَ اللهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ وَعِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَإِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ دُخُوْلِهِ قَالَ الشَّيْطَانُ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَإِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللهَ عِنْدَ طَعَامِهِ قَالَ أَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ۔

وقت اللہ کا نام لے، تو شیطان کہتا ہے یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ ہے نہ کھانے کی، اور جب کوئی شخص گھر جائے اور داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے تم نے اپنا ٹھکانا پالیا، اور جب وہ کھانے کے وقت اللہ کا نام نہ لے تو شیطان کہتا ہے تم نے ٹھکانا اور کھانا دونوں پالیے۔

۵۱۴۶ - وَحَدَّثَنِيْهِ إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُوْلُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ عَاصِمٍ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَإِنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عِنْدَ طَعَامِهِ وَإِنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ عِنْدَ دُخُوْلِهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس نے کھانے کے وقت اللہ کا نام نہ لیا اور اگر اس نے داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا۔

۵۱۴۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَأْكُلُوْا بِالشِّمَالِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔

۵۱۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِيْنِهِ وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِيْنِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب تم میں سے کوئی شخص پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

۵۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں ہیں۔

(وَهُوَ الْقَطَّانُ) كِلَاهُمَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ سُفْيَانَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیئے، کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے، اور نافع کی روایت میں یہ اضافہ ہے، بائیں ہاتھ سے کوئی چیز نہ لے نہ دے، اور ابو الطاہر کی روایت میں ہے: تم میں سے کوئی شخص (بائیں ہاتھ سے) ہرگز نہ کھائے۔

۵۱۵۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَهُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِشِمَالِهِ وَلَا يَشْرَبَنَّ بِهَا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَيَشْرَبُ بِهَا قَالَ وَكَانَ نَافِعٌ يَزِيدُ فِيهَا وَلَا يَأْخُذُ بِهَا وَلَا يُعْطِي بِهَا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي الطَّاهِرِ لَا يَأْكُلَنَّ أَحَدُكُمْ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا تم دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، آپ نے فرمایا تو اس کی طاقت نہیں رکھ سکے گا، اس کو دائیں ہاتھ کے ساتھ کھانے سے تکبر کے سوا اور کسی چیز نے نہیں منع کیا تھا، راوی کہتے ہیں پھر وہ اپنا ہاتھ منہ تک نہیں لے جا سکا۔

۵۱۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي إِيَاسُ ابْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ رَجُلًا أَكَلَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِمَالِهِ فَقَالَ كُلْ بِيَمِينِكَ قَالَ لَا أَسْتَطِيعُ قَالَ لَا اسْتَطَعْتَ مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيهِ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھا، اور میرا ہاتھ پیالہ کی تمام اطراف میں گھوم رہا تھا: آپ نے مجھ سے فرمایا: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔

۵۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ سَمِعَهُ مِنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ فِي حَجْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ لِي يَا غُلَامُ سَمِّ اللهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ۔

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا، میرا ہاتھ تمام پیالہ میں گھوم رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۵۱۵۳۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ عَنْ

وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ قَالَ أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ آخُذُ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ۔

نے فرمایا: اپنے آگے سے کھاؤ۔

۵۱۵۴۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشکوں کو منہ لگا کر پانی سے منع فرمایا۔

۵۱۵۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اخْتِنَاثِ الْأَسْقِيَةِ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ أَفْوَاهِهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشکوں کو الٹ کر ان کے منہ سے پانی پینے کو منع فرمایا ہے۔

۵۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَاخْتِنَاثُهَا أَنْ يُقْلَبَ رَأْسُهَا ثُمَّ يُشْرَبَ مِنْهُ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے البتہ اس میں یہ کہا ہے کہ اختناث کا معنی یہ ہے کہ مشک کا منہ الٹ کر اس سے پانی پیا جائے۔

کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی تفصیل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۵۱۵۴ میں کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر ہے، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح کھانے کے بعد بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح کسی مشروب کو پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، بلکہ ہر اہم اور ذی حیثیت کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، علماء کہتے ہیں بہ آواز بلند بسم اللہ پڑھے تاکہ دوسرے شخص کو بھی بسم اللہ پڑھنے پر تنبیہ ہو، اگر کسی شخص نے کھانے سے پہلے عمداً یا نسیاناً یا جہالت سے یا عجز سے یا کسی اور عارضہ کی وجہ سے بسم اللہ پڑھنے کو ترک کر دیا پھر کھانے کے درمیان میں اس کو بسم اللہ پڑھنے کا خیال آیا تو بِسْمِ اللهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ کہنا مستحب ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھے، اور اگر وہ کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یہ کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ، اس حدیث کو امام ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور پانی، دودھ، شہد، شوربہ، دوا اور تمام مشروبات پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، بسم اللہ پڑھنے سے بھی یہ حکم ادا ہو جاتا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا مستحسن ہے، اس حکم میں جنبی اور حائض سب برابر ہیں اور بسم اللہ پڑھنا سب کے لیے مستحب ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ اگر کھانا کھانے والا بسم اللہ نہ پڑھے تو شیطان اس کے کھانے میں شامل ہو جاتا ہے اور جمہور

متقدمین اور متاخرین علماء کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور شیطان حقیقۃً کھاتا ہے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے کھانے کا ذکر کیا ہے تو اس کا اعتبار کرنا واجب ہے۔

دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کی تفصیل

حدیث نمبر ۵۱۴۸ میں دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم ہے اور فرمایا بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے، علماء نے کہا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا مستحب ہے البتہ اگر کسی شخص کے دائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو، کوئی مرض یا زخم ہو تو پھر بائیں ہاتھ سے کھانے میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان کے دو ہاتھ ہیں اور شیطانی کاموں سے جو کام مشابہ ہوں ان سے بچنا مستحب ہے۔

جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے پر یہ کہا کہ میں (دائیں ہاتھ سے کھانے کی) طاقت نہیں رکھتا اس کا نام بسر بن راعی العیر تھا۔ اس کا ذکر متعدد علماء نے صحابہ کرام میں کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا اس کا حضور کا کہنا نہ ماننا اس کے نفاق پر دلالت کرتا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ محض تکبر اور مخالفت نفاق کی دلیل نہیں ہے، البتہ یہ معصیت ہے، اس اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ جو شخص بلا عذر حکم شرعی کی مخالفت کرے اس کے خلاف دعا کرنا جائز ہے، نیز اس حدیث میں ہر حال میں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی دلیل ہے حتیٰ کہ کھانا کھاتے وقت بھی نیکی کا حکم دینے کی دلیل ہے۔

مشک سے منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت کی تفصیل

حدیث نمبر ۵۱۵۲ میں مشک سے منہ لگا کر پانی پینے سے ممانعت ہے، لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے، اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مشک میں کوئی موذی یا مضر چیز ہو اور وہ لاعلمی میں اس کے پیٹ میں چلی جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص مشک سے منہ لگا کر پانی پیئے گا تو دوسرے شخص کو اس مشک سے پانی پینے میں گھن آئے گی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے منہ میں بدبو ہو (یا اس کو کوئی متعدی بیماری لاحق ہو) امام ترمذی نے سند حسن صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھڑے ہو کر لٹکی ہوئی مشک سے منہ لگا کر پانی پیا۔ مشک میں جس جگہ حضور کا منہ لگا تھا اس جگہ کو حضرت کبشہ نے کاٹ کر رکھ لیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان جواز کے لیے تھا، باقی رہا حضرت کبشہ کا مشک کی اس جگہ کو کاٹ لینا جس جگہ حضور کا منہ لگا تھا سو اس کی دو وجہیں ہیں (۱) جس جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک لگا تھا وہ جگہ ہر شخص کے منہ لگنے سے محفوظ رہے۔ (۲) حضرت کبشہ نے مشک کا وہ ٹکڑا کاٹ کر برکت، اور اس سے شفاء حاصل کرنے کے لیے رکھ لیا۔ [1]

کھانے پینے کے شرعی احکام اور آداب

کھانا کھانے کے تین شرعی حکم ہیں، فرض، مباح اور حرام۔

فرض: رمق حیات کو قائم رکھنے کے لیے کھانا فرض ہے، اگر کسی شخص نے کھانے پینے کو بالکل ترک کر دیا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو گیا تو وہ گنہ گار ہو گا، اور اتنی مقدار میں کھانا جس سے وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور آسانی سے روزے رکھ سکے باعث اجر ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۳ - ۱۷۱، ملخصاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مباح: قدر ضرورت سے زیادہ سیر ہو کر کھانا تاکہ بدن کی قوت زیادہ ہو اس میں کوئی اجر ہے نہ گناہ، اس پر معمولی حساب لیا جائیگا۔ بشرطیکہ رزق حلال کھایا ہو۔

حرام: سیر ہونے سے زیادہ کھانا حرام ہے، ہاں اگر اس سے اگلے دن کے روزہ کا قصد ہو یا اس لیے زیادہ کھائے کہ مہمان شرم نہ کرے تو پھر سیر ہونے کے بعد بھی کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت سیر ہونے سے زیادہ کھانے کو مکروہ کہا جائے اور رزق حرام کھانے کو حرام کہا جائے۔ سعیدی غفرلہٗ)

کھانے کے مزید احکام یہ ہیں:

- کھانے کو کم کرنے کی ریاضت کرنا جس کی وجہ سے فرض کی ادائیگی میں ضعف لاحق ہو جائز نہیں ہے۔
- دسترخوان پر ضرورت سے زیادہ طرح طرح کے کھانے رکھنا اسراف ہے، ہاں اگر مہمان زیادہ ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔
- روٹی کا درمیانی حصہ کھانا اور کناروں کو چھوڑ دینا یا روٹی کا پھولا ہوا حصہ کھانا اور باقی چھوڑ دینا بھی اسراف ہے، ہاں اگر کوئی دوسرا شخص اس کو کھالے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔
- اگر لقمہ ہاتھ سے گر جائے اور اس کو نہ کھائے تو یہ بھی اسراف ہے۔ (الا یہ کہ اس میں مٹی یا نجاست لگ گئی ہو۔ سعیدی غفرلہٗ)
- روٹی آنے کے بعد کھانے کا انتظار نہ کیا جائے۔
- کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔
- کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ہاتھوں کو تولیہ سے نہ پونچھے تاکہ کھانے کے وقت دھونے کا اثر باقی رہے اور کھانے کے بعد جب ہاتھ دھوئے تو ہاتھوں کو تولیہ سے پونچھ لے تاکہ کھانے کا اثر بالکلیہ ختم ہو جائے۔ (خزانۃ المفتین)
- عورت یا مرد اگر جنبی ہو تو اس کا ہاتھ دھونے اور کلی کرنے سے پہلے کسی چیز کو کھانا اور پینا مکروہ ہے، البتہ حائضہ کے لیے مکروہ نہیں ہے۔
- کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد خود پانی ڈال کر ہاتھ دھوئے اور کسی سے نہ دھلوائے۔
- کھانے کی سنت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھے اور کھانے کے بعد الحمد للہ کہے، (بعض احادیث میں یہ الفاظ ہیں: الحمد للہ الذی رزقنیہ عن غیر حول منی ولا قوۃ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے مجھے یہ رزق دیا حالانکہ اس کے حصول میں میری کوئی قوت اور کوئی دخل نہ تھا۔) اگر ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو جب یاد آئے یوں کہے:

بسم اللہ علی اولہ وآخرہ۔

- اگر کھانا حلال ہو تو اس کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے، (یعنی اگر خدانخواستہ وہ حرام کھا رہا ہے تو پھر بسم اللہ اور الحمد للہ نہ کہے)
- جب تک تمام ساتھی کھانے سے فارغ نہ ہو جائیں بہ آواز بلند الحمد للہ نہ کہے۔
- ہاتھ دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹنا سنت ہے۔
- جو چیز دسترخوان سے گر جائے اس کو اٹھا کر کھانا سنت ہے۔
- راستہ میں کھانا مکروہ ہے، ننگے سر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (خلاصہ)
- اگر تکبر نہ ہو تو تکیہ لگا کر (یعنی ٹیک لگا کر) کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ظہیریہ، جواہر الاخلاطی)۔

ٹیک لگا کر یا بایاں ہاتھ زمین پر ٹکا کر یا کسی چیز کے سہارے سے ٹک کر کھانا پینا مکروہ ہے (یعنی اگر بطور تکبر ہو اور اگر کسی عذر کی بنا پر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ـــــ سعیدی غفرلہٗ (فتاوی غیاثیہ) [1]

چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق احادیث اور آثار

آج کل شادی بیاہ کی دعوتوں میں کھڑے ہو کر کھانے کا عام رواج ہو گیا ہے، بعض لوگ اس کو مطلقاً جائز کہتے ہیں اور بعض اس کو مکروہ تحریمی کہتے ہیں، ہم احادیث اور اقوال فقہاء کی روشنی میں کھڑے ہو کر کھانے کا شرعی حکم بیان کریں گے، ہماری تحقیق کے مطابق کھڑے ہو کر کھانا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے، یہی حکم پینے کا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے پینے سے منع بھی فرمایا ہے اور بعض اوقات کھڑے ہو کر کھایا پیا بھی ہے اس لیے آپ کا منع فرمانا تنزیہ پر محمول ہے اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الشرب قائما وعن الاكل قائما وعن المجثمة والجلالة والشرب من فى السقاء۔

رواه البزار وابو يعلى باختصار ورجاله ثقات رجال الصحيح خلا المغيرة بن مسلم وهو ثقة۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے اور کھڑے ہو کر کھانے سے منع فرمایا، اور کسی جانور کو نصب کر کے قتل کرنے سے اور اس جانور کو کھانے سے منع فرمایا جو گندگی اور گوبر کھاتا ہو اور مشک کے منہ سے پینے سے منع فرمایا۔ اس حدیث کو بزار اور ابو یعلیٰ نے اختصار سے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں اور حدیث صحیح کے راوی ہیں، ماسوا مغیرہ بن مسلم کے لیکن وہ بھی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم حائطا لبعض الانصار فجعل يتناول من الرطب فيأكل وهو يمشى وانا معه فالتفت الى فقال يا ابن عباس لا تأكل باصبعين فانها اكلة الشيطان وكل بثلاث اصابع۔

رواه الطبراني وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وبقية رجاله رجال الصحيح۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی انصاری کے باغ میں گئے اور تازہ کھجوریں کھانے لگے، درآں حالیکہ آپ چل رہے تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابن عباس! دو انگلیوں کے ساتھ نہ کھاؤ کیونکہ یہ شیطان کے کھانے کا طریقہ ہے، اور تین انگلیوں کے ساتھ کھایا کرو، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے، اس کی حدیث حسن ہے اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۷-۳۳۶، مطبوعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۵، " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال کنا نا کل علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ونحن نمشی ونشرب و نحن قیام۔

(هذا حدیث صحیح غریب) [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کھاتے اور پیتے تھے، حالانکہ ہم چلتے تھے اور کھڑے ہوتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ [2]، امام دارمی [3] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]
شیخ تبریزی نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ [5]

چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے شمائل ترمذی میں روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پانی پیتے تھے، اس حدیث کی سند حسن ہے اور امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ مسروق سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہے، اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، ایک مشک لٹکی ہوئی تھی، آپ نے کھڑے ہو کر مشک کے منہ سے پانی پیا، اسی طرح شیخ زین الدین نے فوائد ابوبکر میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا، امام طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیتے ہوئے دیکھا ہے، امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے گھر میں مشک لٹکی ہوئی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اس مشک کے منہ سے پانی پیا، اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے اور وہ ایک لٹکی ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی پیا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پانی پیتے ہوئے دیکھا اور محمد بن ابی حاتم رازی سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سائب نے اپنے والد اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کر کے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو ایک گھڑے سے پانی پیا۔
بعض احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی ہے، امام مسلم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۲۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] ۔ امام عبداللہ بن احمد دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۲ ص ۴۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۰۸، ۲۹، ۲۴، ۱۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[5] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۱، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور جس شخص نے بھول کر کھڑے ہو کر پانی پی لیا وہ قے کر دے، اور حضرت انس اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے سختی کے ساتھ منع کیا، اور امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع کیا۔

اہل ظاہر (یعنی غیر مقلدین) نے ممانعت کی ان احادیث کے ظاہری معنی کو دیکھ کر کھڑے ہو کر پانی پینے کو حرام قرار دیا۔ اور چونکہ کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق جواز اور ممانعت دونوں قسم کی احادیث ہیں اسی لیے ان میں تطبیق دینے کے متعلق علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱)۔ علامہ خطابی مالکی، علامہ ابو محمد بغوی، علامہ محمد مازری مالکی، قاضی عیاض مالکی، علامہ ابو العباس قرطبی مالکی اور علامہ ابو ذکریا نووی شافعی رحمہم اللہ کا قول یہ ہے کہ یہ ممانعت تنزیہہ پر محمول ہے اور حضور کا عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

(۲)۔ علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت سے چلتے ہوئے پانی پینے کی ممانعت مراد ہے (اس توجیہہ پر یہ اعتراض ہے کہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم عہد رسالت میں کھڑے ہو کر اور چلتے ہوئے کھاتے اور پیتے تھے۔ ـــــ سعیدی)

(۳)۔ علامہ ابو الولید باجی مالکی اور علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس صورت پر محمول ہیں کہ کوئی شخص اپنے اصحاب کے پاس کوئی مشروب لے کر آئے اور ان کے پینے سے پہلے کھڑے ہو کر پی لے۔

(۴)۔ علامہ ابو عمر و ابن عبد البر اور دیگر مالکی علماء نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث ضعیف ہیں۔ (اس توجیہ پر بھی اعتراض ہے۔)

(۵)۔ علامہ ابو حفص شاہین اور علامہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث منسوخ ہیں۔

(۶)۔ شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ ممانعت کی احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی ناسخ ہیں۔

(۷)۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہی پر محمول ہیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہو کر پانی پینا بیان جواز کے لیے ہے۔ سو اب کوئی اشکال اور تعارض نہیں ہے، اور جس شخص نے یہ کہا کہ ان میں سے ایک حدیث دوسرے کی ناسخ ہے، اس نے سخت غلطی کی، کیونکہ جب ان احادیث کو جمع کیا جا سکتا ہے تو پھر نسخ کی کیا ضرورت ہے؟ اور تاریخ کے علم کے بغیر نسخ کا قول کرنا کس طرح صحیح ہے؟ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) یہاں علامہ نووی نے کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ (تنزیہی) لکھا ہے اور روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ (تحریمی) ہے۔

علامہ رافعی کا بھی یہی مختار ہے۔ [1]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چلتے پھرتے کھاتے تھے اور کھڑے ہو کر پیتے تھے، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا اور پینا بلا کراہت جائز ہے، لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے اس کو مقرر رکھا ہو، ورنہ ائمہ کا مختار یہ ہے کہ سوار ہو کر، چلتے ہوئے اور کھڑے ہو کر نہ کھائے۔

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۱۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

جیسا کہ ابن ملک نے تصریح کی ہے۔ [1]

چل پھر کر اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق مصنف کا موقف

ان تمام احادیث، آثار اور اقوال علماء کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانا، پینا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور مستحب یہی ہے کہ بیٹھ کر کھانا پینا چاہیے، کیونکہ کسی حدیث میں بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر کھانے پینے کا حکم نہیں دیا، کھڑے ہو کر کھانے پینے کے متعلق جس قدر احادیث ہیں سب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر کھانے پینے کے فعل کا ذکر ہے اور جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو ترجیح قول کو دی جاتی ہے اور کھڑے ہو کر کھانے پینے کی ممانعت کی احادیث کو ہم نے کراہت تنزیہی پر اس لیے محمول کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ممانعت پر کوئی وعید نہیں بیان کی نیز ممانعت کی احادیث معلول ہیں جیسا کہ ہم انشاء اللہ اگلے باب میں علامہ دشتانی کے حوالے سے بیان کریں گے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الشُّرْبِ قَائِمًا!

کھڑے ہو کر پانی پینے کی کراہت

۵۱۵۷۔ حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر ڈانٹا۔

۵۱۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا قَالَ قَتَادَةُ فَقُلْنَا فَالْأَكْلُ فَقَالَ ذَاكَ أَشَرُّ أَوْ أَخْبَثُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا، قتادہ کہتے ہیں ہم نے پوچھا اور (کھڑے ہو کر) کھانا؟ تو کہا یہ زیادہ برا اور خراب ہے۔

۵۱۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ قَتَادَةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی ہے۔

۵۱۶۰۔ حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي عِيسَى الْأَسْوَارِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَجَرَ عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے پر ڈانٹا۔

۵۱۶۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ المفاتیح ج ۸ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ وَابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي عِيسَى الْأُسْوَارِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشُّرْبِ قَائِمًا۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

۵۱۶۲ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِي الْفَزَارِيَّ) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ أَخْبَرَنِي أَبُو غَطَفَانَ الْمُرِّيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشْرَبَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ قَائِمًا فَمَنْ نَسِيَ فَلْيَسْتَقِئْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر نہ پیئے، اور جس نے بھول کر کھڑے ہو کر پی لیا وہ قے کر دے۔

۵۱۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا تو آپ نے کھڑے ہو کر پیا۔

۵۱۶۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ مِنْ دَلْوٍ مِنْهَا وَهُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زمزم کے ایک ڈول سے پانی لے کر کھڑے ہو کر پیا۔

۵۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ ح وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ وَإِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ قَالَ إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ وَمُغِيرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آب زمزم کھڑے ہو کر پیا۔

۵۱۶۶ - وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ سَمِعَ الشَّعْبِيَّ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ قَائِمًا وَاسْتَسْقَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زمزم سے پلایا سو آپ نے کھڑے ہو کر پیا، آپ نے بیت اللہ کے پاس پانی مانگا۔

وَهُوَ عِنْدَ الْبَيْتِ۔

۵۱۶۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا فَأَتَيْتُهُ بِدَلْوٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، دونوں حدیثوں میں ہے میں ڈول لے کر آیا۔

بھول کر کھڑے ہو کر پینے والے کے لیے قے کرنے کے حکم کی وضاحت

اس باب کی حدیث نمبر ۵۱۶۲ میں ہے: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور اگر کسی نے بھول کر کھڑے ہو کر پانی پی لیا تو وہ قے کر دے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث استحباب اور ندب پر محمول ہے، لہٰذا جو شخص کھڑے ہو کر پانی پیے اس کے لیے قے کرنا مستحب ہے، کیونکہ اس حدیث صحیح میں اس کا صراحۃً حکم دیا گیا ہے، اور جب امر کو وجوب پر محمول کرنا متعذر ہو تو اس کو استحباب پر محمول کیا جاتا ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے اس حدیث کو اس وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ اس میں قے کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے اور قے کرنے کے مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو شخص کھڑا ہو کر پانی پیئے اس کے لیے قے کرنا مستحب ہے خواہ اس نے عمداً کھڑے ہو کر پانی پیا ہو یا نسیاناً، بلکہ عمداً کھڑے ہو کر پانی پینے والا اس حکم کا بہ طریق اولیٰ مخاطب ہے۔[1]

کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت والی احادیث کی فنی حیثیت

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت کی احادیث کو امام بخاری اور امام مالک نے روایت نہیں کیا، کیونکہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح نہیں ہیں، البتہ انھوں نے کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کی احادیث روایت کی ہیں، امام مسلم نے ممانعت کی تین احادیث روایت کی ہیں اور یہ تینوں معلول ہیں، پہلی حدیث قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اور شعبہ قتادہ کی روایت سے اس وقت تک اجتناب کرتے تھے جب تک وہ حدثنا نہ کہتے، دوسری حدیث قتادہ کی ابو عیسیٰ اسواری سے مروی ہے، اور یہ عیسیٰ غیر مشہور ہے، اور قتادہ کا اس سند میں اضطراب ہی اس سند کے معلول ہونے کے لیے کافی ہے، علاوہ ازیں اس کی احادیث اباحت کے خلاف ہیں جس پر سلف اور خلف کا اتفاق ہے، تیسری حدیث عمرو بن حمزہ از ابی غطفان از ابوہریرہ ہے (جس میں قے کرنے کا ذکر ہے) اس حدیث کا مرفوع ہونا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ موقوف ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔[2]

جوتے پہن کر اور میز کرسی پر کھانے پینے کا حکم

اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

کھانا کھاتے وقت جوتا اتار لینا سنت ہے، دارمی، طبرانی و ابو یعلیٰ و حاکم بافادہ تصحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کھانا کھانے بیٹھو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۳۷-۳۳۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی

تو جوتے اتار لو کہ اس میں تمہارے پاؤں کے لیے زیادہ راحت ہے، اور یہ اچھی سنت ہے، شرعۃ الاسلام میں ہے کھاتے وقت جوتے اتارے، جوتا پہنے کھانا اگر اس عذر سے ہو کہ زمین پر بیٹھا کھا رہا ہے اور فرش نہیں جب تو صرف ایک سنت مستحبہ کا ترک ہے، اس کے لیے بہتر یہی تھا کہ جوتا اتارے، اور اگر میز پر کھانا ہے اور یہ کرسی پر جوتا پہنے تو یہ وضع خاص نصاریٰ کی ہے، اس سے دور بھاگے اور رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد یاد کرے من تشبہ بقوم فھو منھم وہ انہیں میں سے ہے،

(رواہ احمد وابوداؤد وابویعلی والطبرانی فی الکبیر عن عمرو فی الاوسط عن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن [1]

تاہم اس پر یہ اشکال ہے کہ اس حدیث میں مشابہت سے وہ مشابہت مراد ہے جو کفار اور مشرکین کے دینی شعائر میں ہو اور ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہو جیسے گلے میں صلیب ڈالنا، مطلقاً مشابہت مراد نہیں ہے ورنہ کھانا پینا، بدن ڈھانپنا حتیٰ کہ زندہ رہنے میں بھی ان کی مشابہت ہے۔

اس حدیث کی تخریج، تحقیق اور تفصیل ان شاء اللہ ہم کتاب اللباس میں بیان کریں گے، فانتظرہ

بَابُ ۷۰۸ كَرَاهَةِ التَّنَفُّسِ فِي نَفْسِ الْإِنَاءِ وَاسْتِحْبَابِ التَّنَفُّسِ ثَلَاثًا خَارِجَ الْإِنَاءِ

پانی کے برتن میں سانس لینے کی کراہت، اور برتن کے باہر تین مرتبہ سانس لینے کا استحباب۔

۵۱۶۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَنَفَّسَ فِي الْإِنَاءِ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۶۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے۔

۵۱۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي عِصَامٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا وَيَقُولُ إِنَّهُ أَرْوَى وَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پینے میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے، اور فرماتے تھے، اس سے خوب سیری ہوتی ہے، پیاس بجھتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے، حضرت انس نے کہا میں پینے میں تین مرتبہ سانس لیتا ہوں۔

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ افریقہ ص ۵۳-۵۲، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی

أَبْرَأُ وَأَمْرَأُ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا۔

۵۱۷۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ أَبِي عِصَامٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَقَالَ فِي الْإِنَاءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے اور اس میں برتن کا ذکر ہے۔

ف: حدیث نمبر ۵۱۶۹ میں، برتن میں سانس لینے کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ پینے کے درمیان تین بار سانس لیتے تھے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ إِدَارَةِ الْمَاءِ وَاللَّبَنِ وَنَحْوِهِمَا عَنْ يَمِينِ الْمُبْتَدِئِ

دودھ یا پانی وغیرہ کو دائیں طرف سے پلانے کا استحباب

۵۱۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی ملا ہوا دودھ پیش کیا گیا، اور آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا اور بائیں جانب حضرت ابوبکر تھے، آپ نے دودھ پی کر اعرابی کو دے دیا، اور فرمایا دائیں طرف سے (ابتدا کرو) دائیں طرف سے!

۵۱۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ، قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَأَنَا ابْنُ عَشْرٍ وَمَاتَ وَأَنَا ابْنُ عِشْرِينَ وَكُنَّ أُمَّهَاتِي يَحْثُثْنَنِي عَلَى خِدْمَتِهِ فَدَخَلَ عَلَيْنَا دَارَنَا فَحَلَبْنَا لَهُ مِنْ شَاةٍ دَاجِنٍ وَشِيبَ لَهُ مِنْ بِئْرِ فِي الدَّارِ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ شِمَالِهِ يَا رَسُولَ اللهِ أَعْطِ أَبَا بَكْرٍ فَأَعْطَاهُ أَعْرَابِيًّا عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْمَنَ فَالْأَيْمَنَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت میری عمر دس سال تھی، اور جس وقت آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اس وقت میری عمر بیس سال تھی، میری مائیں مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے پر برانگیختہ کرتی رہتی تھیں، ایک مرتبہ آپ ہمارے گھر تشریف لائے، ہم نے آپ کے لیے اپنی پالتو بکری کا دودھ دوہا اور اس میں اپنے گھر کے کنوئیں سے پانی ملایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پیا، اس وقت حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب تھے، حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر کو دے دیجئے، آپ نے اپنے دائیں جانب اعرابی کو دے دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے۔

۵۱۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرِ بْنِ حَزْمٍ أَبِي طُوَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ ابْنَ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ قَالَ أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِنَا فَاسْتَسْقَى فَحَلَبْنَا لَهُ شَاةً ثُمَّ شُبْتُهُ مِنْ مَاءِ بِئْرِي هٰذِهِ قَالَ فَأَعْطَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ وَعُمَرُ وُجَاهَهُ وَأَعْرَابِيٌّ عَنْ يَمِينِهِ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ شُرْبِهِ قَالَ عُمَرُ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ يُرِيهِ إِيَّاهُ فَأَعْطَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَعْرَابِيَّ وَتَرَكَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ الْأَيْمَنُونَ قَالَ أَنَسٌ فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ فَهِيَ سُنَّةٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے، آپ نے پانی مانگا، ہم نے آپ کے لیے بکری کا دودھ دوہا، پھر میں نے اس میں اپنے اس کنوئیں سے پانی ملایا، پھر وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ پی لیا، اس وقت حضرت ابوبکر آپ کی بائیں جانب، حضرت عمر آپ کے سامنے اور ایک اعرابی آپ کی دائیں جانب تھا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دودھ پی کر فارغ ہوتے تو حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! ابوبکر یہاں ہیں، اور آپ کو دکھایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ اس اعرابی کو دے دیا، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو نہ دیا، — رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دائیں طرف والے، دائیں طرف والے، دائیں طرف والے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہی سنت ہے، یہی سنت ہے، یہی سنت ہے۔

۵۱۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَ مِنْهُ وَعَنْ يَمِينِهِ غُلَامٌ وَعَنْ يَسَارِهِ أَشْيَاخٌ فَقَالَ لِلْغُلَامِ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَ هٰؤُلَاءِ فَقَالَ الْغُلَامُ لَا وَاللهِ لَا أُوثِرُ بِنَصِيبِي مِنْكَ أَحَدًا قَالَ فَتَلَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی لایا گیا، آپ نے اس پانی کو پیا، آپ کی دائیں طرف ایک لڑکا تھا اور بائیں جانب بڑے لوگ، آپ نے لڑکے سے کہا کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں ان لوگوں کو دے دوں، اس لڑکے نے کہا: نہیں خدا کی قسم! آپ کا تبرک جو مجھے ملے گا میں اس پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ پر پیالہ رکھ دیا۔

۵۱۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي حَازِمٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے

يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَقُولَا فَتَلَهُ وَلٰكِنْ فِي رِوَايَةِ يَعْقُوبَ قَالَ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ۔

اس کے ہاتھ پر پیالہ رکھ دیا، البتہ یعقوب کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے اس کو پیالہ عطا کر دیا۔

تبرکات اور عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار نہیں کیا جاتا

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں یہ بیان ہے کہ اس حدیث میں جس لڑکے کا ذکر ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے، اور بڑے لوگوں میں سے جو تھے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس سے تو بائیں طرف بیٹھے ہوئے بڑی عمر کے لوگوں کو اپنا تبرک دینے کی اجازت طلب کی اور بائیں جانب بیٹھے ہوئے حضرت ابوبکر کے لیے اعرابی سے اجازت طلب نہیں کی، اس کی وجہ یہ تھی کہ اعرابی عموماً سخت دل ہوتے تھے اور وہ نو مسلم تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کے حال کی رعایت کی کہ کہیں وہ آپ کی اجازت طلب کرنے سے اپنے دل میں حضور کے خلاف کوئی بدگمانی نہ لائے، نیز اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا، کہ دائیں طرف سے ابتدا کرنا اصل ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے حصہ کا تبرک حضرت خالد بن ولید کے لیے ایثار نہیں کیا اور حضور نے اس پر کوئی ملامت نہیں کی، اس میں یہ دلیل ہے کہ ایثار کا تعلق دنیاوی چیزوں میں ہے قربت اور عبادت میں ایثار نہیں ہوتا۔ [1]

۱۰۷۔ بَابُ اسْتِحْبَابِ لَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالْقَصْعَةِ

انگلیاں اور برتن چاٹنے کا استحباب

۵۱۷۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ طَعَامًا فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اس وقت تک ہاتھوں کو صاف نہ کرے، جب تک اپنی انگلیوں کو خود چاٹ نہ لے یا کسی سے چٹوا نہ لے۔

۵۱۷۸۔ حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو عَاصِمٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءً يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو وہ اس وقت تک اپنے ہاتھ صاف نہ کرے، جب تک ان کو خود نہ چاٹ لے یا کسی سے چٹوا نہ لے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَبَّاسٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ مِنَ الطَّعَامِ فَلَا يَمْسَحْ يَدَهُ حَتّٰى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا۔

۵۱۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ مِنَ الطَّعَامِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ حَاتِمٍ الثَّلَاثَ وَقَالَ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيْهِ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھانے کے بعد اپنی تین انگلیاں چاٹ رہے تھے، ابن ابی حاتم نے تین کا ذکر نہیں کیا، اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں عبدالرحمان بن کعب عن ابیہ کے الفاظ ہیں۔

۵۱۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَيَلْعَقُ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يَمْسَحَهَا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور ان کو صاف کرنے سے پہلے چاٹ لیتے تھے۔

۵۱۸۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَوْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيْهِ كَعْبٍ أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ فَإِذَا فَرَغَ لَعِقَهَا۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ان تین انگلیوں سے کھاتے تھے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ان کو چاٹتے تھے۔

۵۱۸۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ حَدَّثَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا عَنْ أَبِيْهِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۱۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِلَعْقِ الْأَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگلیاں اور پیالہ چاٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا تم کو معلوم نہیں ان میں سے کس میں برکت ہے۔

وَقَالَ اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّهِ الْبَرَكَةُ۔

۵۱۸۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَقَعَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيَاْخُذْهَا فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَلَا يَمْسَحْ يَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهٖ الْبَرَكَةُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس کو اٹھالے اور اس پر جو مٹی وغیرہ لگی ہے اس کو صاف کرلے اور اس لقمہ کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب تک اپنی انگلیوں کو چاٹ نہ لے اس وقت تک اپنے ہاتھ کو تولیہ سے صاف نہ کرے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ طعام کے کس جز میں برکت ہے۔

۵۱۸۵۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الْحَضْرَمِيُّ ح وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ حَدِيْثِهِمَا وَلَا يَمْسَحْ يَدَهٗ بِالْمِنْدِيْلِ حَتّٰى يَلْعَقَهَا اَوْ يُلْعِقَهَا وَمَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے کہا دو سندوں سے اس حدیث کی مثل روایت ہے اور ان دونوں روایتوں میں یہ ہے کہ اس وقت تک اپنے ہاتھ تولیہ سے صاف نہ کرے جب تک انگلیوں کو خود نہ چاٹ لے یا کسی سے نہ چٹوالے۔

۵۱۸۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ شَاْنِهٖ حَتّٰى يَحْضُرَهٗ عِنْدَ طَعَامِهٖ فَاِذَا سَقَطَتْ مِنْ اَحَدِكُمُ اللُّقْمَةُ فَلْيُمِطْ مَا كَانَ بِهَا مِنْ اَذًى ثُمَّ لِيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ فَاِذَا فَرَغَ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهٗ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيِّ طَعَامِهٖ تَكُوْنُ الْبَرَكَةُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر کام کے وقت تمہارے پاس شیطان آجاتا ہے، حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی آجاتا ہے جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس پر لگی ہوئی مٹی وغیرہ کو صاف کرے، پھر وہ لقمہ کھالے اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے طعام کے کس جز میں برکت ہے۔

۵۱۸۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوَّلَ الْحَدِيْثِ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَحْضُرُ اَحَدَكُمْ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر پڑے، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے پاس شیطان حاضر ہوتا ہے۔

۵۱۸۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَاَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ

یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور اس میں لقمہ کا ذکر ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذِكْرِ اللَّعْقِ وَعَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ اللُّقْمَةَ تَحْوَ حَدِيْثِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت کھانا کھاتے تو اپنی تین انگلیوں کو چاٹتے، اور فرماتے جب تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو وہ اس سے مٹی دور کر کے کھالے، اور اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑے، اور آپ نے ہمیں پیالہ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ طعام کے کس جز میں برکت ہے۔

۵۱۸۹۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاَبُوْ بَكْرِ ابْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ اَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ قَالَ وَقَالَ اِذَا سَقَطَتْ لُقْمَةُ اَحَدِكُمْ فَلْيُمِطْ عَنْهَا الْاَذٰى وَلْيَاْكُلْهَا وَلَا يَدَعْهَا لِلشَّيْطَانِ وَاَمَرَنَا اَنْ نَسْلُتَ الْقَصْعَةَ قَالَ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ ان میں سے کس میں برکت ہے۔

۵۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْعَقْ اَصَابِعَهُ فَاِنَّهُ لَا يَدْرِيْ فِيْ اَيَّتِهِنَّ الْبَرَكَةُ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں ہے، تم میں سے ہر شخص پیالہ کو صاف کرے، اور فرمایا تمہارے کس کھانے میں برکت ہے؟ یا فرمایا کس کھانے میں تمہارے لیے برکت ہوتی ہے۔

۵۱۹۱۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِيْ ابْنَ مَهْدِيٍّ) قَالَ اَحَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَلْيَسْلُتْ اَحَدُكُمُ الصَّحْفَةَ وَقَالَ فِيْ اَيِّ طَعَامِكُمُ الْبَرَكَةُ اَوْ يُبَارَكُ لَكُمْ۔

بَابُ مَا يَفْعَلُ الضَّيْفُ اِذَا تَبِعَهُ غَيْرُ مَنْ دَعَاهُ صَاحِبُ الطَّعَامِ

اگر مہمان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی مل جائیں تو وہ کیا کرے؟

۵۱۹۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ اَبُوْ شُعَيْبٍ وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَّامٌ فَرَاٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، انصار میں ابو شعیب نام کا ایک شخص تھا، اس کا ایک لڑکا تھا جو گوشت فروخت کرتا تھا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے چہرے سے بھوک کا اندازہ کیا، اس نے اپنے لڑکے سے کہا، جاؤ پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو، میرا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ فِي وَجْهِهِ الْجُوعَ فَقَالَ لِغُلَامِهِ وَيْحَكَ اصْنَعْ لَنَا طَعَامًا لِخَمْسَةِ نَفَرٍ فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ قَالَ فَصَنَعَ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَاهُ خَامِسَ خَمْسَةٍ وَاتَّبَعَهُمْ رَجُلٌ فَلَمَّا بَلَغَ الْبَابَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هٰذَا اتَّبَعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ رَجَعَ قَالَ لَا بَلْ أَذِنْ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ۔

ارادہ ہے کہ میں پانچ آدمیوں سمیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دعوت دوں، اُس نے کھانا تیار کر لیا، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو بہ شمول پانچ آدمیوں کے دعوت دی، آپ کے ساتھ ایک اور شخص بھی چل پڑا، جب وہ شخص دروازہ پر پہنچا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ہمارے ساتھ چل پڑا، اگر تم چاہو تو اس کو اجازت دے دو اور اگر تم چاہو تو یہ شخص لوٹ جائے، اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! بلکہ میں اس کو اجازت دیتا ہوں۔

۵۱۹۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ فِي رِوَايَتِهِ بِهٰذَا الْحَدِيثِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا شَقِيقُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ وَسَاقَ الْحَدِيثَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں ذکر کیں، اس میں ابو وائل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت ہے۔

۵۱۹۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ حَدَّثَنَا عَمَّارٌ (وَهُوَ ابْنُ رُزَيْقٍ) عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ان میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مثل سابق روایت ہے۔

جَابِرٍ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

۵۱۹۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ جَارًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارِسِيًّا كَانَ طَيِّبَ الْمَرَقِ فَصَنَعَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ وَهٰذِهٖ لِعَائِشَةَ فَقَالَ لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا فَعَادَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذِهٖ قَالَ لَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا ثُمَّ عَادَ يَدْعُوْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهٰذِهٖ قَالَ نَعَمْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَامَا يَتَدَافَعَانِ حَتّٰى اَتَيَا مَنْزِلَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ایک فارسی رہتا تھا، وہ شوربا بہت اچھا بناتا تھا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے شوربا بنایا، پھر آکر آپ کو دعوت دی، آپ نے حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ان کی بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: پھر نہیں، وہ دوبارہ دعوت دینے آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر میں بھی نہیں آتا، وہ سہ بارہ دعوت دینے کے لیے آیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی دعوت بھی ہے؟ سو تیسری بار اس نے کہا، ہاں پھر آپ دونوں اٹھ کر اس کے مکان میں گئے۔

ف: اس باب کی پہلی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس شخص کو دعوت نہ دی گئی ہو اس کو میزبان کے ہاں بغیر اجازت کے نہیں جانا چاہیے اور اگر اس شخص کو دعوت دینے میں کوئی خرابی نہ ہو تو میزبان کو چاہیے کہ اس کو بھی اجازت دے دے، اور اگر اس شخص کو اجازت دینے میں کوئی خرابی ہو مثلاً وہ حاضرین کو ایذا دے یا وہ شخص فسق و فجور میں معروف ہو اور لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں تو پھر اس کو اجازت نہ دے۔

دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کی دعوت قبول کرنے سے کوئی عذر مانع ہو تو پھر اس کی دعوت قبول نہ کرے، اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی دعوت اس لیے قبول نہیں کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھوکی تھیں اور آپ نے اس کو محبت اور حسنِ معاشرت کے خلاف جانا کہ حضرت عائشہ کے بغیر کھانا کھا آئیں۔

بَابُ جَوَازِ اسْتِتْبَاعِهٖ غَيْرَهٗ اِلٰى دَارِ مَنْ يَّثِقُ بِرِضَاهُ بِذٰلِكَ

اگر میزبان کی رضامندی معلوم ہو تو اس کے ہاں بن بلائے شخص کو لے جانے میں حرج نہیں

۵۱۹۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ لَيْلَةٍ فَاِذَا هُوَ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ فَقَالَ مَا اَخْرَجَكُمَا مِنْ بُيُوْتِكُمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن یا ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے، اچانک آپ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ملے، آپ نے فرمایا اس وقت تمہارے اپنے گھروں سے نکلنے کا کیا سبب ہے؟ ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ بھوک لگی ہے! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے

هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَا الْجُوْعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَخْرَجَنِيَ الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا قُوْمُوْا فَقَامُوْا مَعَهٗ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاِذَا هُوَ لَيْسَ فِيْ بَيْتِهٖ فَلَمَّا رَاَتْهُ الْمَرْاَةُ قَالَتْ مَرْحَبًا وَاَهْلًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ فُلَانٌ قَالَتْ ذَهَبَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا مِنَ الْمَاءِ اِذْ جَاءَ الْاَنْصَارِيُّ فَنَظَرَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَا اَحَدٌ اَلْيَوْمَ اَكْرَمَ اَضْيَافًا مِنِّيْ قَالَ فَانْطَلَقَ فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيْهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ فَقَالَ كُلُوْا مِنْ هٰذِهٖ وَاَخَذَ الْمُدْيَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِيَّاكَ وَالْحَلُوْبَ فَذَبَحَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوْا فَلَمَّا اَنْ شَبِعُوْا وَرَوُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُسْاَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُخْرِجُكُمْ مِنْ بُيُوْتِكُمُ الْجُوْعُ ثُمَّ لَمْ تَرْجِعُوْا حَتّٰى اَصَابَكُمْ هٰذَا النَّعِيْمُ۔

قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، میرے نکلنے کا بھی وہی سبب ہے جو تمہارے نکلنے کا سبب ہے اٹھو! سو وہ دونوں آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، پھر آپ ایک انصاری کے گھر گئے وہ اس وقت گھر میں نہیں تھے، جب اس کی بیوی نے دیکھا تو کہا مرحبا اور خوش آمدید، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: فلاں شخص کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ ہمارے لیے میٹھا پانی لینے گئے ہیں، اتنے میں وہ انصاری آگیا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں صاحبوں کو دیکھا، اس نے کہا: الحمد للہ آج میرے مہمانوں سے بڑھ کر کسی کے معزز مہمان نہیں ہیں، پھر وہ چلے گئے اور کھجوروں کا ایک خوشہ لے کر آئے اس میں ادھ پکی کھجوریں، چھوارے اور تازہ کھجوریں تھیں، اس نے کہا ان کو کھائیے اور اس نے چھری پکڑ لی، آپ نے فرمایا دودھ دینے والی (بکری) سے اجتناب کرنا، اس نے ایک بکری ذبح کی، اور سب نے اس بکری کا گوشت اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا، جب وہ سب کھا پی کر سیر ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا، تم کو گھروں سے بھوک باہر لے آئی تھی کہ تم کو یہ نعمتیں مل گئیں۔

۵۱۹۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ هِشَامٍ (يَعْنِي الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَلَمَةَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ بَيْنَا اَبُوْ بَكْرٍ قَاعِدٌ وَعُمَرُ مَعَهٗ اِذْ اَتَاهُمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا اَقْعَدَكُمَا هٰهُنَا قَالَا اَخْرَجَنَا الْجُوْعُ مِنْ بُيُوْتِنَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ خَلَفِ بْنِ خَلِيْفَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا تم یہاں کس سبب سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم بھوک کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلے ہیں، اس کے بعد یہ حدیث مثل سابق ہے۔

۵۱۹۸۔ حَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ مِنْ رُقْعَةٍ عَارَضَ لِيْ بِهَا ثُمَّ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھوک

قَرَأَهُ عَلَيَّ قَالَ اَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ اَبِي سُفْيَانَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَمَّا حُفِرَ الْخَنْدَقُ رَاَيْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا فَانْكَفَاْتُ اِلَى امْرَاَتِي فَقُلْتُ لَهَا هَلْ عِنْدَكِ شَيْءٌ فَاِنِّي رَاَيْتُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمَصًا شَدِيدًا فَاَخْرَجَتْ اِلَيَّ جِرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ وَلَنَا بُهَيْمَةٌ دَاجِنٌ قَالَ فَذَبَحْتُهَا وَطَحَنَتْ فَفَرَغَتْ اِلَى فَرَاغِي فَقَطَّعْتُهَا فِي بُرْمَتِهَا ثُمَّ وَلَّيْتُ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَا تَفْضَحْنِي بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ مَعَهُ قَالَ فَجِئْتُهُ فَسَارَرْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنَّا قَدْ ذَبَحْنَا بُهَيْمَةً لَنَا وَطَحَنَتْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ كَانَ عِنْدَنَا فَتَعَالَ اَنْتَ فِي نَفَرٍ مَعَكَ فَصَاحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَا اَهْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا قَدْ صَنَعَ لَكُمْ سُورًا فَحَيَّهْلًا بِكُمْ وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِينَتَكُمْ حَتَّى اٰتِيَ فَجِئْتُ وَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُمُ النَّاسَ حَتَّى جِئْتُ امْرَاَتِي فَقَالَتْ بِكَ وَبِكَ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ الَّذِي قُلْتِ لِي فَاَخْرَجَتْ لَهُ عَجِينَتَنَا فَبَصَقَ فِيهَا وَبَارَكَ ثُمَّ عَمَدَ اِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهَا وَبَارَكَ ثُمَّ قَالَ ادْعِي خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعَكِ وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَلَا تُنْزِلُوهَا وَهُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَاَكَلُوا حَتَّى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَاِنَّ عَجِينَتَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ۔

۵۱۹۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ

کے آثار دیکھے، میں اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں شدید بھوک کے آثار دیکھے ہیں! اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں چار کلو جَو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی، میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ ساتھ فارغ ہو گئی، میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگا، میری بیوی نے کہا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا، میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا: یارسول اللہ ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع (چار کلو گرام) جَو پیس لیے ہیں، جو ہمارے پاس تھے، آپ چند ساتھیوں کو لے کر ہمارے ہاں چلیے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ آواز بلند فرمایا: اے اہل خندق جابر نے تمہاری دعوت کی ہے! سو تم لوگ چلو، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میں نہ آؤں تم ہانڈی اتارنا نہ روٹی پکانا، پھر میں آیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ساتھ تشریف لے آئے۔ میں اپنی بیوی کے پاس گیا، اس نے کہا تمہاری ہی رسوائی اور فضیحت ہو گی، میں نے کہا میں نے وہی کیا ہے جو تم نے مجھ سے کہا تھا، پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا، آپ نے اس میں لعاب دہن ڈال دیا اور برکت کی دعا کی، پھر آپ نے ہماری دیگچی کا قصد کیا اور اس میں لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی، پھر فرمایا ایک اور روٹی پکانے والی کو بلا لو جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے، دیگچی میں سے سالن نکالنا لیکن اس کو (چولھے سے) نیچے نہ اتارنا، اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے، اللہ کی قسم! ان سب نے کھانا کھایا اور بچا دیا اور جس وقت وہ واپس آ گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ لِاُمِّ سُلَيْمٍ قَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيْفًا اَعْرِفُ فِيْهِ الْجُوْعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَاَخْرَجَتْ اَقْرَاصًا مِنْ شَعِيْرٍ ثُمَّ اَخَذَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ دَسَّتْهُ تَحْتَ ثَوْبِيْ وَرَدَّتْنِيْ بِبَعْضِهٖ ثُمَّ اَرْسَلَتْنِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهٖ فَوَجَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَكَ اَبُوْ طَلْحَةَ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهٗ قُوْمُوْا قَالَ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى جِئْتُ اَبَا طَلْحَةَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاسِ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ فَقَالَتِ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَتّٰى لَقِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّيْ مَا عِنْدَكِ يَا اُمَّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْ بِذٰلِكَ الْخُبْزِ فَاَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ عَلَيْهِ اُمُّ سُلَيْمٍ عُكَّةً لَهَا فَاَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَاَكَلُوْا حَتّٰى شَبِعُوْا ثُمَّ خَرَجُوْا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ

حضرت ابو طلحہ نے حضرت اُم سلیم سے کہا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز میں نقاہت محسوس کی، لگتا ہے آپ کو بھوک لگی ہے، کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے، انھوں نے کہا ہاں! پھر انھوں نے جَو کی کچھ روٹیاں نکال کر ان کو اپنے دوپٹہ میں لپیٹا، اور ان کو میرے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا، اور کپڑے کا کچھ حصہ مجھ پر ڈال دیا، پھر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا، حضرت انس کہتے ہیں میں ان روٹیوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا، میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ کچھ صحابہ بھی تھے، میں ان کے پاس کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کیا کھانے کے لیے؟ میں نے کہا ہاں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے کہا، چلو، حضرت انس کہتے ہیں حضور روانہ ہوئے اور میں ان کے آگے آگے چل پڑا، حتیٰ کہ میں نے حضرت ابو طلحہ کے پاس جا کر ان کو یہ خبر دی، حضرت ابو طلحہ نے کہا: اے ام سلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کو لے کر آ گئے ہیں، اور ہمارے پاس اتنا کھانا نہیں ہے کہ ان کو کھلا سکیں، انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ آئے حتیٰ کہ وہ دونوں گھر میں داخل ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اُم سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ، وہ جا کر ان روٹیوں کو لے آئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کو توڑنے کا حکم دیا، سو ان کو توڑا گیا (یعنی ان کے ٹکڑے کیے گئے) حضرت ام سلیم کے پاس گھی کا ایک کپہ تھا وہ انھوں نے ان روٹیوں پر نچوڑ دیا وہ سالن کے قائم مقام ہو گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ دعائیہ کلمات کہے، اور جو اللہ نے چاہا وہ پڑھتے رہے، پھر آپ نے فرمایا، دس آدمیوں کو آنے کی اجازت دو، سو انھوں نے دس آدمیوں کو اجازت

لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ حَتَّى أَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ رَجُلًا أَوْ ثَمَانُونَ۔

دی انھوں نے کھانا کھایا حتیٰ کہ سیر ہو گئے اور پھر چلے گئے، پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو، پھر انھوں نے کھایا اور سیر ہو کر چلے گئے، آپ نے پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو (یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا) حتیٰ کہ پوری قوم کھا کر سیر ہو گئی، اور ان کی کل تعداد ستر یا اسی تھی۔

۵۲۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَدْعُوَهُ وَقَدْ جَعَلَ طَعَامًا قَالَ فَأَقْبَلْتُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ النَّاسِ فَنَظَرَ إِلَيَّ فَاسْتَحْيَيْتُ فَقُلْتُ أَجِبْ أَبَا طَلْحَةَ فَقَالَ لِلنَّاسِ قُومُوا فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا صَنَعْتُ لَكَ شَيْئًا قَالَ فَمَسَّهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا فِيهَا بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ ادْخُلْ نَفَرًا مِنْ أَصْحَابِي عَشَرَةً وَقَالَ كُلُوا وَأَخْرَجَ لَهُمْ شَيْئًا مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا فَخَرَجُوا فَقَالَ ادْخُلْ عَشَرَةً فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا فَمَا زَالَ يُدْخِلُ عَشَرَةً وَيُخْرِجُ عَشَرَةً حَتَّى لَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَ فَأَكَلَ حَتَّى شَبِعَ ثُمَّ هَيَّأَهَا فَإِذَا هِيَ مِثْلُهَا حِينَ أَكَلُوا مِنْهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لیے مجھے آپ کے پاس بھیجا، درآں حالیکہ انھوں نے کھانا تیار کر رکھا تھا۔ حضرت انس کہتے ہیں میں گیا اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے، آپ نے جب میری جانب دیکھا تو مجھے شرم آئی، میں نے کہا حضرت ابوطلحہ کی دعوت قبول کیجیے، آپ نے لوگوں سے کہا اٹھو چلو، حضرت ابوطلحہ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے تو آپ کے لیے تھوڑا سا کھانا تیار کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے کو چھوا اور اس پر برکت کی دعا کی، پھر فرمایا میرے اصحاب میں سے دس صحابہ کو بلاؤ، اور فرمایا: کھاؤ، اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے کچھ نکالا، سو انھوں نے کھایا اور سیر ہو گئے، پھر وہ چلے گئے، آپ نے فرمایا دس آدمیوں کو بلاؤ، پھر انھوں نے کھایا اور سیر ہو گئے اور چلے گئے، پھر اسی طرح دس دس آتے اور جاتے رہے، حتیٰ کہ ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا اور سب نے کھا لیا اور سیر ہو گئے، پھر آپ نے کھانا منگوایا تو وہ اتنا ہی تھا جتنا ان کے کھانے کے وقت تھا۔

۵۲۰۱۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فِي آخِرِهِ ثُمَّ أَخَذَ مَا بَقِيَ فَجَمَعَهُ ثُمَّ دَعَا فِيهِ بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَعَادَ كَمَا كَانَ فَقَالَ دُونَكُمْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوطلحہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے بعد جو کھانا بچا آپ نے اس کو جمع کیا اور اس میں برکت کی دعا فرمائی، وہ کھانا پھر پہلے جتنا ہو گیا، آپ نے فرمایا لو یہ کھانا لے لو۔

هٰذَا۔

۵۲۰۲۔ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّیُّ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَمَرَ اَبُوْ طَلْحَةَ اُمَّ سُلَیْمٍ اَنْ تَصْنَعَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا لِنَفْسِهٖ خَاصَّةً ثُمَّ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْهِ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ وَقَالَ فِیْهِ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ وَسَمّٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَاَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا فَقَالَ كُلُوْا وَسَمُّوا اللّٰهَ فَاَكَلُوْا حَتّٰی فَعَلَ ذٰلِكَ بِثَمَانِیْنَ رَجُلًا ثُمَّ اَكَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَهْلُ الْبَیْتِ وَتَرَكُوْا سُؤْرًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے حضرت ام سلیم سے یہ کہا کہ تم بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کرو، پھر مجھے حضور کی طرف بھیجا، اس کے بعد وہی بیان ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (کھانے پر) اپنا ہاتھ رکھا اور بسم اللہ پڑھی، پھر فرمایا دس آدمیوں کو اجازت دو، انھوں نے دس آدمیوں کو اجازت دی، وہ آئے آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ سو انھوں نے کھایا حتیٰ کہ اسی آدمیوں نے کھایا، اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور گھر والوں نے کھایا اور (پھر بھی) کھانا بچا دیا۔

۵۲۰۳۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ فِیْ طَعَامِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِیْهِ فَقَامَ اَبُوْ طَلْحَةَ عَلَی الْبَابِ حَتّٰی اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا كَانَ شَیْءٌ یَسِیْرٌ قَالَ هَلُمَّهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ سَیَجْعَلُ فِیْهِ الْبَرَكَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوطلحہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرنے کا قصہ بیان کیا، اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، حضرت ابوطلحہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ صرف تھوڑا سا کھانا ہے، آپ نے فرمایا لے آؤ، عنقریب اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔

۵۲۰۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَجَلِیُّ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ وَقَالَ فِیْهِ ثُمَّ اَكَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَكَلَ اَهْلُ الْبَیْتِ وَاَفْضَلُوْا مَا اَبْلَغُوْا اِجْیَرَانَهُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہی قصہ روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور اہل بیت نے کھایا، اور باقی ماندہ پڑوسیوں کو دے دیا۔

۵۲۰۵ - وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ زَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَى أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي الْمَسْجِدِ يَتَقَلَّبُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ فَأَتَى أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي الْمَسْجِدِ يَتَقَلَّبُ ظَهْرًا لِبَطْنٍ وَأَظُنُّهُ جَائِعًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ ثُمَّ أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ وَأُمُّ سُلَيْمٍ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَفَضَلَتْ فَضْلَةٌ فَأَهْدَيْنَاهُ لِجِيرَانِنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا آپ کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا، پھر وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں لیٹے ہوئے دیکھا ہے، آپ کا پیٹ پیٹھ سے لگ رہا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ حضور بھوکے ہیں، اس کے بعد حدیث بیان کی، اور اس میں یہ کہا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوطلحہ، اور حضرت ام سلیم اور انس بن مالک نے کھانا کھایا اور کچھ کھانا بچ گیا جو ہم نے اپنے پڑوسیوں کو دے دیا۔

۵۲۰۶ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ جِئْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا مَعَ أَصْحَابِهِ يُحَدِّثُهُمْ وَقَدْ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ قَالَ أُسَامَةُ وَأَنَا أَشُكُّ عَلَى حَجَرٍ فَقُلْتُ لِبَعْضِ أَصْحَابِهِ لِمَ عَصَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَطْنَهُ فَقَالُوا مِنَ الْجُوعِ فَذَهَبْتُ إِلَى أَبِي طَلْحَةَ وَهُوَ زَوْجُ أُمِّ سُلَيْمٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَقُلْتُ يَا أَبَتَاهُ قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَصَبَ بَطْنَهُ بِعِصَابَةٍ فَسَأَلْتُ بَعْضَ أَصْحَابِهِ فَقَالُوا مِنَ الْجُوعِ فَدَخَلَ أَبُو طَلْحَةَ عَلَى أُمِّي فَقَالَ هَلْ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ عِنْدِي كِسَرٌ مِنْ خُبْزٍ وَتَمَرَاتٌ فَإِنْ جَاءَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، آپ مسجد میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، درآنحالیکہ آپ کے پیٹ پر ایک پٹی بندھی ہوئی تھی میں نے آپ کے بعض اصحاب سے پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا یہ بھوک کی وجہ سے ہے، پھر میں ابوطلحہ کے پاس گیا، وہ حضرت ام سلیم بنت ملحان کے خاوند تھے، میں نے ان سے کہا: اے ابا جان! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے پیٹ پر پٹی بندھی ہوئی ہے، میں نے آپ کے بعض اصحاب سے پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ انھوں نے کہا بھوک! پھر حضرت ابوطلحہ میری ماں کے پاس گئے اور پوچھا، کیا کوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا ہاں میرے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا اور کچھ کھجوریں ہیں، اگر صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے ہمارے پاس آئے تو ہم آپ کو سیر کر دیں گے، اور اگر آپ کے ساتھ کوئی اور بھی آیا تو یہ کھانا کم ہوگا اس کے بعد باقی حدیث ہے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحْدَهُ أَشْبَعَنَاهُ وَإِنْ جَاءَ آخَرُ مَعَهُ تَلَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ذَكَرَ سَائِرَ الْحَدِيثِ بِقِصَّتِهِ۔

۵۲۰۷۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ مَيْمُونٍ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَعَامِ أَبِي طَلْحَةَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت انس بن مالک نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوطلحہ کی دعوت کا واقعہ روایت کیا ہے۔

کثرت فتوحات اور مال غنیمت کی بہتات کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ کی زاہدانہ زندگی

حدیث نمبر ۵۱۹۶ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، باہر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ وہ بھوک کی شدت کی بناء پر گھر سے نکلے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا میں بھی اسی وجہ سے باہر آیا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور کبار صحابہ اپنے پاس دنیاوی مال بہت کم رکھتے تھے، اور اکثر اوقات تنگ دستی اور بھوک میں مبتلا رہتے تھے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ واقعہ فتوحات کی کثرت اور مال غنیمت وغیرہ کے حصول سے پہلے کا ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور وہ فتح خیبر کے بعد اسلام لائے تھے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث مراسیل صحابہ میں سے ہو، یعنی یہ واقعہ حضرت ابوہریرہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یا کسی اور صحابی سے سنا ہو اور اس کو بطور خود روایت کر دیا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احتمال ظاہر کے خلاف ہے اور بلا ضرورت خلاف ظاہر پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور صحیح امر واقعہ اس کے خلاف ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقت وصال تک تنگ دستی اور کشادہ حالی میں متقلب ہوتے رہتے تھے، کبھی آپ کے پاس مال زیادہ ہوتا اور کبھی آپ کے پاس مال ختم ہو جاتا، جیسا کہ حدیث صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپ نے کبھی جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب سے ہم مدینہ میں آئے کبھی لگاتار تین راتیں ایسی نہیں آئیں کہ آل محمد نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال اس حال میں ہوا کہ آپ کی زرہ گھر والوں کی ضروریات کے لیے جَو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی، اس قسم کی بکثرت روایات ہیں جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی وقت کشادہ دست ہوتے پھر چند دنوں میں آپ کا مال ختم ہو جاتا تھا، کیونکہ آپ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کرتے تھے اور ضرورت مندوں، مہمانوں اور مسافروں کے لیے بہت ایثار کرتے تھے، اور جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے رہتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور آپ کے اکثر اصحاب کا بھی یہی طریقہ تھا اور مہاجرین اور انصار صحابہ میں سے جو خوش حال اصحاب تھے ان کو بعض اوقات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کا علم نہیں ہوتا تھا، کیونکہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور مہمان نوازی کرتے ہوئے اور نیکی اور بھلائی کے راستوں میں مال خرچ کرتے ہوئے بکثرت دیکھتے تھے، اس لیے بعض اوقات نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح حضرت ابوبکر اور عمر پر سخت تنگی کا حال آجاتا

اور صحابہ کو خبر نہ ہوتی، اگر کسی صحابی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی ضرورت کا پتا چل جاتا تو وہ فوراً اس ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتا، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم تنگ دستی کو برداشت کرنے اور مصائب پر صبر کرنے کو ترجیح دیتے اور کسی شخص پر اپنے حال کا اظہار نہیں کرتے تھے، لیکن اگر کسی صحابی کو آپ کو ضرورت کا پتہ چل جاتا تو وہ اس کو فوراً پورا کرتا تھا جس طرح حدیث نمبر ۵۱۹۸ میں ہے کہ حضرت جابر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بھوک کے آثار دیکھے تو فوراً کھانا تیار کر کے حضور کو بلایا، اور حدیث نمبر ۵۱۹۹ میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے آپ میں بھوک کے آثار دیکھے تو فوراً کھانا تیار کر کے آپ کو بلایا، اسی طرح اس سے پہلے باب کی حدیث نمبر ۵۱۹۲ میں ہے کہ حضرت ابوشعیب انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ میں بھوک کے آثار دیکھے تو فوراً کھانا تیار کرا کے آپ کو کھانے کی دعوت دی، اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر ہے صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کرتے رہتے تھے، اور جس صحابی کو بھی دوسرے کی کسی حاجت کا علم ہوتا تو وہ اس کو پورا کرنے کی فوراً کوشش کرتا تھا۔ یونہی تو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (حشر: ۹/۵۹) "اور وہ (دوسروں کو) اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود شدید حاجت ہو" نیز فرمایا: رحماء بینھم (فتح: ۲۹/۴۸) وہ آپس میں بڑے نرم دل ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جو بھوک کی شدت سے باہر نکلے اس کی وجہ یہ تھی کہ شدید بھوک کی بنا پر بشری تقاضے سے انسان کامل یکسوئی اور طمانیت قلب کے ساتھ عبادت نہیں کر سکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو استغراق اور انہماک کے ساتھ ادا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جسم کو کوئی ایسا عارضہ لاحق نہ ہو جس کی بنا پر عبادت سے توجہ ہٹ جائے، یہی وجہ ہے کہ جب انسان کو بول و براز (پیشاب وغیرہ) کی سخت حاجت ہو تو آپ نے اس کی فراغت سے پہلے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح جب کھانا حاضر ہو اور اس کو سخت بھوک لگی ہو تو کھانے سے پہلے نماز پڑھنے سے آپ نے منع فرمایا، اسی طرح نقش و نگار والے لباس پہن کر اور جو لوگ باتیں کر رہے ہوں ان کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تاکہ نمازی کی توجہ نماز کی طرف سے نہ ہٹے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جب انسان شدید غصہ میں ہو، یا اس کو سخت بھوک لگی ہو یا بہت خوشی ہو تو وہ اس حالت میں مقدمات کا فیصلہ نہ کرے۔

مہمان نوازی اس حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر گئے وہ گھر میں نہیں تھے ان کی بیوی نے آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کے پوچھنے پر بتایا کہ وہ پانی لینے گئے ہیں، اس انصاری نے آکر کھجوروں سے آپ کی ضیافت کی اور آپ کو کھلانے کے لیے بکری ذبح کی۔

اس حدیث میں مہمان کی عزت کرنے کا بیان ہے اور یہ کہ مہمان کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے اور خوش آمدید ایسے کلمات کہہ کر مسرت سے اس کا استقبال کرنا چاہیے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو مہمان کی عزت کرنی چاہیے، اس حدیث میں اجنبی عورت کی گفتگو سننے کا جواز ہے اور ضرورت کی بنا پر اس سے بات چیت کرنے اور سوال کرنے کا بھی جواز ہے، اور یہ کہ اگر یہ معلوم ہو کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کے گھر جانا اس کو ناپسندیدہ نہ ہوگا تو وہ اس کی غیر موجودگی میں بھی اس کے گھر جا سکتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ پھل وغیرہ کھانے سے پہلے کھانے چاہییں یا ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ فوری طور پر مہمان نوازی کے لیے وہ پھل موجود تھے سو ان کو پیش کر دیا، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب سب نے سیر ہو کر کھا لیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم سے قیامت کے دن ان نعمتوں کے متعلق ضرور سوال کیا جائے گا: اس میں یہ دلیل ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا جائز ہے اور جن روایات میں پیٹ بھر کر کھانے کی کراہت کا ذکر ہے وہ اس شخص کے بارے

میں ہیں جو ہمیشہ پیٹ بھر کر کھائے کیونکہ اس سے دل سخت ہو جاتا ہے، اور انسان ضرورت مندوں کی تکالیف کو بھول جاتا ہے، باقی ان نعمتوں کے متعلق جو قیامت میں سوال ہوگا اس کا مطلب قاضی عیاض نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے ان نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا؟ اور علامہ نووی نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں اور احسانات کو گنوانے کے لیے فرمائے گا کہ بتاؤ ہم نے تم کو کیا نعمتیں دی ہیں اور ان نعمتوں پر محاسبہ کا سوال نہیں ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تکثیر طعام کے معجزات حدیث نمبر ۵۱۹۸ میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس تھوڑے سے جَو تھے اور ایک بکری کا بچہ تھا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے آئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام اہل خندق کو لے کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر آگئے، اور گندھے ہوئے آٹے اور سالن میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ معمولی سا کھانا تمام اہلِ خندق کے لیے کافی ہو گیا بلکہ بچ رہا، اور حدیث نمبر ۵۱۹۹ میں ہے حضرت ابوطلحہ نے کچھ جَو کی روٹیاں پکوائیں اور حضرت انس کو بھیج کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلوایا آپ نے برکت کی دعا کی اور وہ قلیل کھانا سب کے لیے کافی ہو گیا، کم کھانے کا زیادہ لوگوں کے لیے پورا ہو جانا اور اس قسم کے دوسرے معجزات حد تواتر کے ساتھ مروی ہیں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ان سب معجزات کو جمع کر دیا ہے، ان احادیث میں علم نبوت کا بھی بیان ہے، کیونکہ آپ کو علم تھا کہ ان کے گھر کھانا کم ہے اور آپ کو یہ بھی علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور آپ کی دعا سے وہ کھانا سب کو کافی ہو جائے گا بلکہ بچ رہے گا۔

بَابُ جَوَازِ اَكْلِ الْمَرَقِ وَاسْتِحْبَابِ اَكْلِ الْيَقْطِيْنِ

شوربہ کھانے کا جواز اور کدو (لوکی) کھانے کا استحباب

۵۲۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِّنْ شَعِيْرٍ وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ قَالَ اَنَسٌ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الصَّحْفَةِ قَالَ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مُنْذُ يَوْمَئِذٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کچھ کھانا تیار کیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جَو کی روٹی اور شوربہ رکھا، اس میں کدو اور گوشت تھا، حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیالہ میں سے کدو تلاش کر رہے تھے، حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اسی دن سے کدو سے محبت رکھتا ہوں۔

۵۲۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، میں بھی آپ کے ساتھ گیا، آپ کے لیے شوربے والا کدو لایا گیا، رسول اللہ صلے اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَانْطَلَقْتُ مَعَہٗ فَجِیْءَ بِمَرَقَۃٍ فِیْھَا دُبَّاءٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ مِنْ ذٰلِکَ الدُّبَّاءِ وَیُعْجِبُہٗ قَالَ فَلَمَّا رَاَیْتُ ذٰلِکَ جَعَلْتُ اُلْقِیْہِ اِلَیْہِ وَلَا اَطْعَمُہٗ قَالَ فَقَالَ اَنَسٌ فَمَا زِلْتُ بَعْدُ یُعْجِبُنِی الدُّبَّاءُ۔

علیہ وسلم اس میں سے کدو کھا رہے تھے، کدو آپ کو پسند تھا، جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے خود کدو نہیں کھائے اور حضور کے سامنے رکھنے لگا، حضرت انس کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد سے مجھے کدو بہت پسند ہے۔

۵۲۱۰ - وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِیِّ وَعَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا خَیَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَزَادَ قَالَ ثَابِتٌ فَسَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ فَمَا صُنِعَ لِیْ طَعَامٌ بَعْدُ اَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یُّصْنَعَ فِیْہِ دُبَّاءٌ اِلَّا صُنِعَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص درزی تھا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دعوت دی، ..... ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس نے کہا اس دعوت کے بعد جب میں سالن پکواتا تو اگر ممکن ہوتا تو اس میں کدو ضرور ڈلواتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا

ف: اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں:

۱۔ دعوت قبول کرنا۔ ۲۔ درزی کے پیشہ کا جواز۔ (۳) شوربہ کھانے کا جواز (۴) کدو کھانے کی فضیلت۔ ۵۔ کدو سے محبت رکھنے کا استحباب۔ ۶۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہوں، اس سے محبت رکھنے کا استحباب اور اس کو حاصل کرنے کی حرص کرنا۔ ۷۔ اور یہ کہ دستر خوان پر رکھے ہوئے کھانے میں سے شیخ اور استاذ کی پسند پر اپنی پسند پر ترجیح دینا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اپنے قریب سے کھاؤ اور اس موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیالہ کے اردگرد سے کدو کے قتلے تلاش کیے، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اس لیے منع فرمایا ہے کہ جب انسان پیالہ میں ہر طرف ہاتھ ڈالے گا تو اس کے ساتھ کھانے والے کو گھن آئے گی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے سے کوئی گھن نہیں کرتا بلکہ حضور کے جھوٹے کو تبرک سمجھا جاتا ہے، صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن اور آب بینی کو تبرک سمجھ کر لیتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے، بعض صحابہ نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، بعض نے آپ کا پیشاب پی لیا، اس کے علاوہ حضور کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کے اور بہت سے واقعات ہیں (مثلاً حضور کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے حصول کے لیے صحابہ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے، جس کو وہ پانی نہیں ملتا تھا وہ دوسرے شخص کے جسم پر لگی ہوئی اس پانی کی تری کو اپنے جسم پر لگا لیتا تھا، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۹[1])

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ اِسْتِحْبَابِ وَضْعِ النَّوٰى خَارِجَ التَّمْرِ وَاسْتِحْبَابِ دُعَاءِ الضَّيْفِ لِاَهْلِ الطَّعَامِ وَطَلَبِ الدُّعَاءِ مِنَ الضَّيْفِ الصَّالِحِ

کھجور کھاتے وقت گٹھلیاں الگ رکھنے کا جواز، مہمان کا گھر والوں کے لیے دعا کرنے کا استحباب اور نیک مہمان سے دعا کرانے کا بیان

۵۲۱۱- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بُسْرٍ قَالَ نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ قَالَ فَقَرَّبْنَا اِلَيْهِ طَعَامًا وَّوَطْبَةً فَاَكَلَ مِنْهَا ثُمَّ اُتِيَ بِتَمْرٍ فَكَانَ يَاْكُلُهُ وَيُلْقِي النَّوٰى بَيْنَ اِصْبَعَيْهِ وَيَجْمَعُ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطٰى قَالَ شُعْبَةُ هُوَ ظَنِّيْ وَهُوَ فِيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اِلْقَاءُ النَّوٰى بَيْنَ الْاِصْبَعَيْنِ ثُمَّ اُتِيَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ ثُمَّ نَاوَلَهُ الَّذِيْ عَنْ يَمِيْنِهِ قَالَ فَقَالَ اَبِيْ وَاَخَذَ بِلِجَامِ دَابَّتِهِ اُدْعُ اللّٰهَ لَنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے والد کے پاس تشریف لائے، ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا، پنیر اور برنی کھجور کا حلوہ پیش کیا، آپ نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا، پھر آپ کے پاس کھجوریں لائی گئیں، آپ کھجوریں کھاتے اور دو انگلیوں کے درمیان گٹھلیاں ڈالتے، اور شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو جمع کرتے، شعبہ کہتے ہیں کہ میرا یہی گمان ہے اور اس حدیث میں ہے ان شاء اللہ گٹھلیوں کو دو انگلیوں کے درمیان ڈالنا، پھر آپ کے پاس ایک مشروب لایا گیا، آپ نے اس کو پی کر دائیں جانب والے کو دے دیا، پھر میرے والد نے آپ کی سواری کی لگام پکڑ کر کہا: ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں برکت فرما، ان کی بخشش فرما اور ان پر رحم فرما۔

۵۲۱۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَمَّادٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَشُكَّا فِيْ اِلْقَاءِ النَّوٰى بَيْنَ الْاِصْبَعَيْنِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، اس میں گٹھلیوں کو دو انگلیوں کے درمیان ڈالنے کے متعلق شعبہ کے شک کا ذکر نہیں ہے۔

ف: اس حدیث میں مہمان کی ضیافت اور مہمان سے دعا طلب کرنے اور مہمان کے دعا کرنے کا بیان ہے۔

بَابُ اَكْلِ الْقِثَّاءِ بِالرُّطَبِ

کھجور کے ساتھ ککڑی کھانے کا بیان

۵۲۱۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے ساتھ ککڑی کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْکُلُ اَلْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ۔

ف: اس میں یہ مصلحت ہے کہ کھجور گرم ہوتی ہے اور ککڑی ٹھنڈی اور دونوں کے امتزاج سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔

بَابُ ۱۶ اِسْتِحْبَابِ تَوَاضُعِ الْاٰکِلِ وَصِفَةِ قُعُوْدِہٖ!

کھاتے وقت تواضع کا استحباب اور کھانے کے لیے بیٹھنے کا طریقہ

۵۲۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ کِلَاھُمَا عَنْ حَفْصٍ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِیَاثٍ عَنْ مُصْعَبِ ابْنِ سُلَیْمٍ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُقْعِیًا یَاْکُلُ تَمْرًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بر طریق اقعاء بیٹھے ہوئے کھجوریں کھا رہے تھے۔ (اقعاء کا مطلب ہے انسان دونوں گھٹنے کھڑے کرے سرین کے بل بیٹھ جائے اور دونوں گھٹنوں کے گرد ہاتھ باندھ لے۔)

۵۲۱۵۔ وَحَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَیْمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْسِمُہٗ وَھُوَ مُحْتَفِزٌ یَاْکُلُ مِنْہُ اَکْلًا ذَرِیْعًا وَفِیْ رِوَایَةِ زُھَیْرٍ اَکْلًا حَثِیْثًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کو تقسیم کرنے لگے، آپ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے جیسے کوئی شخص جلدی میں بیٹھتا ہے اور جلدی جلدی کھا رہے تھے۔

ف: نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جلدی اس لیے تھی کہ آپ نے کھانے کے بعد کوئی اہم کام کرنا تھا، اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کے لیے بر طریق اقعاء بیٹھنا سنت ہے، بعض احادیث میں ٹیک لگا کر بیٹھ کے کھانے سے منع فرمایا ہے بعض علماء نے اس حدیث کو چار زانو یعنی آلتی پالتی بیٹھ کر کھانے کی ممانعت پر محمول کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ دو زانو بیٹھ کر یا اکڑوں بیٹھ کر کھانا، صحیح طریقہ ہے۔

بَابُ ۱۷ نَھْیِ الْاٰکِلِ مَعَ جَمَاعَةٍ عَنْ قِرَانِ تَمْرَتَیْنِ!

جماعت کے ساتھ دو، دو کھجوریں کھانے کی ممانعت

۵۲۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ جَبَلَةَ بْنَ سُحَیْمٍ قَالَ کَانَ ابْنُ الزُّبَیْرِ یَرْزُقُنَا

جبلہ بن سحیم بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں لوگ قحط سالی میں مبتلا تھے، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما ہمیں کھجوریں کھلاتے تھے، جس وقت ہم کھجوریں کھا رہے تھے، اس وقت

التَّمْرَ قَالَ وَقَدْ كَانَ اَصَابَ النَّاسَ يَوْمَئِذٍ جُهْدٌ وَكُنَّا نَاْكُلُ فَيَمُرُّ عَلَيْنَا ابْنُ عُمَرَ وَنَحْنُ نَاْكُلُ فَيَقُوْلُ لَا تُقَارِنُوْا فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ اِلَّا اَنْ يَسْتَاْذِنَ الرَّجُلُ اَخَاهُ قَالَ شُعْبَةُ لَا اَرٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةَ اِلَّا مِنْ كَلِمَةِ ابْنِ عُمَرَ يَعْنِي الْاِسْتِئْذَانَ۔

حضرت ابن عمر تشریف لے آئے، حضرت ابن عمر نے فرمایا: دو، دو کھجوریں ملا کر مت کھاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ملا کر کھجوریں کھانے سے منع فرمایا ہے، ہاں اگر کوئی شخص اپنے بھائی سے اجازت لے لے تو پھر کوئی حرج نہیں، شعبہ کہتے ہیں، کہ میرے خیال میں اجازت لینے کا قول حضرت ابن عمر کا ہے۔

۵۲۱۷ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيْثِهِمَا قَوْلُ شُعْبَةَ وَلَا قَوْلُهُ وَقَدْ كَانَ اَصَابَ النَّاسَ يَوْمَئِذٍ جُهْدٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں، ان دونوں حدیثوں میں شعبہ کا قول نہیں ہے اور نہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا تھے۔

۵۲۱۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَقْرِنَ الرَّجُلُ بَيْنَ التَّمْرَتَيْنِ حَتّٰى يَسْتَاْذِنَ اَصْحَابَهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے اجازت لیے بغیر دو، دو کھجوروں کو ملا کر کھائے

دو، دو کھجوریں ملا کر کھانے کا شرعی حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ساتھ کھانے والوں کی اجازت کے بغیر دو، دو کھجوریں ملا کر کھانا ممنوع ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) کے نزدیک یہ ممانعت تحریمی ہے، اور دوسرے علماء کے نزدیک تنزیہی ہے، لیکن اس مسئلہ کے صحیح حکم میں تفصیل ہے، اگر کھانے والوں کی مشترک کھجوریں ہوں تو پھر ان کی اجازت کے بغیر دو، دو کھجوریں ملا کر کھانا حرام ہے (کھانے کی چیز کھجور ہو یا کوئی اور چیز، مثلاً انگور وغیرہ سب کا یہی حکم ہے) اور اگر دوسرے کھانے والوں کی اجازت اور رضامندی معلوم ہو جائے خواہ صراحۃً یا کنایۃً اور اس بات کا علم یقینی یا ظن قوی حاصل ہو جائے کہ وہ ایک شخص کے دو، دو کھجوریں ملا کر کھانے پر راضی ہیں تو پھر صحیح ہے اور اگر اس میں شک ہو تو پھر یہ حرام ہے، اور اگر کھجوریں کسی اور شخص کی ہوں یا کھانے والوں میں سے کسی ایک کی ہوں تو پھر مالک کی اجازت کے بغیر دو، دو کھجوریں ملا کر کھانا جائز نہیں ہے اور اس وقت مستحب یہ ہے کہ باقی کھانے والوں سے اجازت طلب کر لی جائے، اور اگر کھجوریں اس کی اپنی ملکیت ہوں اور کھانے والے اس کے مہمان ہوں تو پھر اگر وہ ملا کر کھائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

اگر کھانا (یا کھجوریں) کم ہوں تو دو دو چیزوں کو ملا کر نہ کھانا مستحب ہے اور اگر کھانا ضرورت سے زیادہ ہو تو پھر ملا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، پھر بھی ادب کا تقاضا یہ ہے کہ انسان حرص کو ترک کر دے اور ایک ایک کھجور کھائے ہاں اگر اس کو کسی کام

کی جلدی ہو تو پھر معاملہ جدا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ حکم اس وقت تھا کہ جب کھانے کی چیزوں کی تنگی تھی لیکن اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت اور فراخی عطا کر دی ہے تو اب اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح وہی تفصیل ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، کیونکہ حدیث میں مذکور الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے، خصوصیت سبب معتبر نہیں ہے، اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ یہ ثابت ہو کہ آپ نے تنگی کے زمانہ میں یہ حکم دیا تھا اور یہ ثابت نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۱۸ فِی اِدْخَارِ التَّمْرِ وَنَحْوِہٖ مِنَ الْاَقْوَاتِ لِلْعِیَالِ !

کھجور اور دیگر طعام وغیرہ کو اپنے اہل وعیال کے لیے ذخیرہ کرنے کا بیان

۵۲۱۹۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ اَخْبَرَنَا یَحْیَی بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَجُوْعُ اَھْلُ بَیْتٍ عِنْدَھُمُ التَّمْرُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں کھجوریں ہوں وہ لوگ بھوکے نہیں ہوتے۔

۵۲۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ طَحْلَاءَ عَنْ اَبِی الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اُمِّہٖ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَائِشَۃُ بَیْتٌ لَا تَمْرَ فِیْہِ جِیَاعٌ اَھْلُہٗ یَا عَائِشَۃُ بَیْتٌ لَا تَمْرَ فِیْہِ جِیَاعٌ اَھْلُہٗ اَوْ جَاعَ اَھْلُہٗ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں، اے عائشہ! جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں وہ لوگ بھوکے ہیں۔ آپ نے یہ کلمات دو یا تین بار فرمائے۔

ف: اس حدیث میں کھجور کی فضیلت ہے اور گھر میں طعام کو جمع کر کے رکھنے کا جواز ہے اور ان لوگوں کا رد ہے جو مال جمع کرنے کو توکل کے خلاف کہتے ہیں۔

بَابُ ۱۹ فَضْلِ تَمْرِ الْمَدِیْنَۃِ !

مدینہ منورہ کی کھجوروں کی فضیلت کا بیان

۵۲۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ (یَعْنِی ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مدینہ کے دو پتھریلے کناروں کے درمیان صبح کے وقت سات کھجوریں کھائیں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَقَّاصٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ يَضُرَّهُ سَمٌّ حَتّٰى يُمْسِيَ۔

اس کو شام تک کوئی زہر نقصان نہیں پہنچائے گا۔

۵۲۲۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هَاشِمِ ابْنِ هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرَ بْنَ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کو مدینہ منورہ کی سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس کو اس دن زہر نقصان پہنچا سکے گا نہ جادو۔

۵۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ ح وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيْدِ كِلَاهُمَا عَنْ هَاشِمِ ابْنِ هَاشِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَلَا يَقُوْلُ اِنْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

۵۲۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنْ شَرِيْكٍ (وَهُوَ ابْنُ اَبِيْ نَمِرٍ) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَتِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِيْ عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً اَوْ اِنَّهَا تِرْيَاقٌ اَوَّلَ الْبُكْرَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مدینہ کے) بالائی حصہ کی عجوہ کھجوروں میں شفا ہے یا صبح کے وقت ان کا استعمال شفا کا سبب ہے۔

عجوہ کھجوروں کے شفا بخش ہونے پر اشکال کا جواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں مدینہ منورہ کی کھجوروں کی فضیلت کا ذکر ہے اور خصوصاً عجوہ کھجور کی فضیلت کا بیان ہے، باقی اس حدیث میں مدینہ منورہ کی کھجوروں کی اور سات عدد کھجوروں کی جو تخصیص ہے، یہ ان امور میں سے ہے جن کی حکمت کا صرف شارع علیہ السلام کو علم ہے، ہمیں اس کی حکمت کا علم نہیں لیکن ہمیں اس پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی فضیلت کا اعتقاد رکھنا لازم ہے، جس طرح ہمیں نمازوں کی رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقدار کی حکمت کا علم نہیں ہے لیکن اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ طبی نقطہ نظر سے مدینہ منورہ اور عجوہ کھجوروں کی تخصیص کی وجہ نہیں معلوم ہو سکی، ہو سکتا ہے کہ عجوہ کھجوروں کی یہ تاثیر عہد رسالت کے ساتھ خاص ہو، کیونکہ ہمارے زمانہ میں عجوہ کھجوروں سے شفاء کا حصول دوام و استمرار کے ساتھ ثابت نہیں ہو سکا، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عجوہ کھجوروں کی یہ تاثیر مدینہ منورہ کے ساتھ خاص ہو کیونکہ بعض جڑی بوٹیوں کی تاثیرات کسی خاص علاقے کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ [1]

بَابُ ۷۲۰ فَضْلُ الْكَمْأَةِ وَمُدَاوَاةِ الْعَيْنِ بِهَا

کھنبی کی فضیلت اور اس سے آنکھ کا علاج

۵۲۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَعَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

حضرت عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھنبی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

۵۲۲۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

۵۲۲۷ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ ابْنُ عُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شُعْبَةُ لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أُنْكِرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: .... شعبہ بیان کرتے ہیں کہ جب مجھ سے حکم نے یہ روایت بیان کی تو میں نے عبدالملک کی روایت کی وجہ سے اس کا انکار نہ کیا۔

۵۲۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ

حضرت عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت،

أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی اس من سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل پر نازل کیا تھا اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

۵۲۲۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ عَلَى مُوسٰى وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی اس من سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

۵۲۳۰- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو ابْنَ حُرَيْثٍ يَقُولُ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ الَّذِي أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی اس من سے ہے جس کو اللہ عزوجل نے نبی اسرائیل پر نازل کیا تھا اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

۵۲۳۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْمَحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سَمِعْتُهُ مِنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ فَلَقِيتُ عَبْدَ الْمَلِكِ فَحَدَّثَنِي عَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھنبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ کھنبی کا پانی آنکھوں کے لیے شفاء ہے، میں نے اور بہت سے لوگوں نے اپنے زمانہ میں دیکھا ہے کہ جن لوگوں کی بصارت حقیقۃً چلی گئی تھی انھوں نے کھنبی نچوڑ کر اس کا پانی آنکھ میں ڈالا تو ان کو شفاء ہوگئی اور ان کی بینائی لوٹ

آئی، ان شفاء پانے والوں میں سے شیخ کمال بن عبداللہ محدث دمشق بھی ہیں۔ لہ

بَابُ فَضِيلَةِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْكِبَاشِ

پیلو کے سیاہ پھل کی فضیلت

۵۲۳۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ وَنَحْنُ نَجْنِي الْكَبَاثَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَأَنَّكَ رَعَيْتَ الْغَنَمَ قَالَ نَعَمْ وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ رَعَاهَا أَوْ نَحْوَ هٰذَا مِنَ الْقَوْلِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم مرالظہران (ایک مقام) میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہم پیلو چن رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیاہ پیلو، تلاش کرو، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یوں لگتا ہے جیسے آپ نے بکریاں چرائی ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں! ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

ف: انبیاء علیہم السلام سے بکریاں چروانے میں یہ حکمت تھی تاکہ ان میں تواضع پیدا ہو، اور خلوت گزینی سے ان کے دلوں کی صفائی برقرار رہے اور بکریوں کی حفاظت اور ان پر شفقت کرنے سے انہیں امت کو ہدایت دینے اور ان کے مسائل حل کرنے کا تجربہ ہو۔

بَابُ فَضِيلَةِ الْخَلِّ وَالتَّأْدُمِ بِهِ۔

سرکہ کی فضیلت اور اس کو سالن کی جگہ استعمال کرنا

۵۲۳۳۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْأُدُمُ أَوِ الْإِدَامُ الْخَلُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرکہ بہترین سالن ہے۔

۵۲۳۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُوسَى بْنُ قُرَيْشِ بْنِ نَافِعٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْوَحَاظِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ نِعْمَ الْأُدُمُ وَلَمْ يَشُكَّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں الادم کا لفظ بغیر شک کے مذکور ہے۔

لہ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۲۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدُمَ فَقَالُوا مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ فَدَعَا بِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ بِهِ وَيَقُولُ نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن مانگا، انھوں نے کہا: ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہے، آپ نے سرکہ منگا کر روٹی کھانا شروع کر دی، اور آپ فرماتے جاتے تھے: سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ بہترین سالن ہے۔

۵۲۳۶۔ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) عَنِ الْمُثَنَّى بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي ذَاتَ يَوْمٍ إِلَى مَنْزِلِهِ فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ فَلَقَمًا مِنْ خُبْزٍ فَقَالَ وَمَا مِنْ أُدُمٍ فَقَالُوا لَا إِلَّا شَيْءٌ مِنْ خَلٍّ قَالَ فَإِنَّ الْخَلَّ نِعْمَ الْأُدُمُ قَالَ جَابِرٌ فَمَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ طَلْحَةُ مَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ جَابِرٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، آپ کے سامنے روٹی کے ٹکڑے لائے گئے، آپ نے پوچھا کوئی سالن ہے؟ انھوں نے کہا تھوڑا سا سرکہ ہے! آپ نے فرمایا سرکہ تو بہترین سالن ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جس دن سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے میں سرکہ سے محبت کرتا ہوں، اور حضرت طلحہ کہتے ہیں جس دن سے میں نے حضرت جابر سے یہ حدیث سنی ہے میں بھی سرکہ کو پسند کرتا ہوں۔

۵۲۳۷۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ نَافِعٍ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِهِ إِلَى مَنْزِلِهِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ إِلَى قَوْلِهِ فَنِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، یہ بھی حسب سابق ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے اور اس کے بعد کا حصہ نہیں ہے۔

۵۲۳۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ أَبِي زَيْنَبَ حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ طَلْحَةُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِي دَارِي فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَانْطَلَقْنَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا، آپ نے میری طرف اشارہ کیا، میں اٹھ کر آپ کے پاس آیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے، حتیٰ کہ آپ ازواج مطہرات کے حجروں میں سے کسی کے حجرے پر آئے، آپ وہاں داخل ہو گئے اور مجھے بھی آنے کی اجازت دی ازواج مطہرات

حَتّٰى اَتٰى بَعْضَ حُجَرِ نِسَآئِهٖ فَدَخَلَ ثُمَّ اَذِنَ لِيْ فَدَخَلْتُ الْحِجَابَ عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ مِنْ غَدَآءٍ فَقَالُوْا نَعَمْ فَاُتِيَ بِثَلَاثَةِ اَقْرِصَةٍ فَوُضِعْنَ عَلٰى نَبِيٍّ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرْصًا فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَخَذَ قُرْصًا اٰخَرَ فَوَضَعَهٗ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ اَخَذَ الثَّالِثَ فَكَسَرَهٗ بِاِثْنَيْنِ فَجَعَلَ نِصْفَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ وَنِصْفَهٗ بَيْنَ يَدَيَّ ثُمَّ قَالَ هَلْ مِنْ اُدْمٍ قَالُوْا لَآ اِلَّا شَيْءٌ مِنْ خَلٍّ قَالَ هَاتُوْهُ فَنِعْمَ الْاُدْمُ هُوَ۔

نے پردہ کرلیا، آپ نے فرمایا کچھ کھانے کو ہے، گھر والوں نے کہا، ہے! اور تین روٹیاں لائی گئیں، اور ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی اپنے سامنے رکھی اور ایک روٹی میرے سامنے رکھی پھر آپ نے تیسری روٹی کے دو ٹکڑے کیے، آدھی میرے سامنے رکھی اور آدھی اپنے سامنے رکھ لی: پھر آپ نے پوچھا: کچھ سالن بھی ہے؟ گھر والوں نے کہا سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، آپ نے فرمایا لے آؤ، سرکہ کیا خوب چیز ہے۔

ف: اس باب کی احادیث میں سرکہ کی فضیلت کا بیان ہے اور کھانے کے درمیان بات چیت کرنے کا ثبوت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے دوران فرمایا، سرکہ بہترین سالن ہے۔ اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زہد کا بیان ہے اور آپ کی سادگی اور انکساری کا ذکر ہے کہ آپ صرف سرکہ سے روٹی کھا لیتے تھے۔

۲۳/۷۲ بَابُ اِبَاحَةِ اَكْلِ الثُّوْمِ !

لہسن کھانے کے جواز کا بیان

۵۲۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِيَ بِطَعَامٍ اَكَلَ مِنْهُ وَبَعَثَ بِفَضْلِهٖ اِلَيَّ وَاِنَّهٗ بَعَثَ اِلَيَّ يَوْمًا بِفَضْلَةٍ لَمْ يَاْكُلْ مِنْهَا لِاَنَّ فِيْهَا ثُوْمًا فَسَاَلْتُهٗ اَحَرَامٌ هُوَ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهٗ مِنْ اَجْلِ رِيْحِهٖ قَالَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ مَا كَرِهْتَ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے تناول فرماتے اور جو بچ جاتا اس کو میرے پاس بھیج دیتے، ایک دن آپ نے میرے پاس کھانا بھیجا، جس میں سے آپ نے بالکل نہیں کھایا تھا، کیونکہ اس میں (کچا) لہسن تھا، میں نے آپ سے پوچھا کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن میں اس کو اس کی بدبو کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں، میں نے عرض کیا جو آپ کو ناپسند ہے وہ مجھے بھی ناپسند ہے۔

۵۲۴۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَاَحْمَدُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ سَعِيْدِ بْنِ صَخْرٍ (وَاللَّفْظُ مِنْهُمَا قَرِيْبٌ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ فِيْ رِوَايَةِ حَجَّاجِ بْنِ يَزِيْدَ اَبُوْ زَيْدٍ الْاَحْوَلُ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَفْلَحَ مَوْلٰى اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَلَيْهِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّفْلِ وَاَبُوْ اَيُّوْبَ فِي الْعُلْوِ قَالَ فَاَتَتْهُ اَبُوْ اَيُّوْبَ لَيْلَةً فَقَالَ نَمْشِيْ فَوْقَ رَاْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَحَّوْا فَبَاتُوْا فِيْ جَانِبٍ ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّفْلُ اَرْفَقُ فَقَالَ لَا اَعْلُوْ سَقِيْفَةً اَنْتَ تَحْتَهَا فَتَحَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُلْوِ وَاَبُوْ اَيُّوْبَ فِي السُّفْلِ فَكَانَ يَصْنَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا فَاِذَا اُتِيَ بِهٖ اِلَيْهِ سَاَلَ عَنْ مَوْضِعِ اَصَابِعِهٖ فَيَتَتَبَّعُ مَوْضِعَ اَصَابِعِهٖ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فِيْهِ ثُوْمٌ فَلَمَّا رُدَّ اِلَيْهِ سَاَلَ عَنْ مَّوْضِعِ اَصَابِعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيْلَ لَهٗ لَمْ يَاْكُلْ فَفَزِعَ وَصَعِدَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَحَرَامٌ هُوَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُهٗ قَالَ فَاِنِّيْ اَكْرَهُ مَا تَكْرَهُ اَوْ مَا كَرِهْتَ قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى۔

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے اور نچلی منزل میں رہے اور حضرت ابوایوب اوپر والی منزل میں تھے، ایک رات حضرت ابوایوب بیدار ہوئے تو خیال کیا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے اوپر چل رہے ہیں، سو وہ آپ کی جانب سے ایک طرف ہٹ گئے اور دوسری جانب سو گئے، پھر صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نچلی منزل میں زیادہ سہولت ہے، حضرت ابوایوب نے کہا میں اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں، تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کی منزل میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوایوب نچلی منزل میں آگئے، حضرت ابوایوب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کرتے تھے (جب سرکار کا پس خوردہ) ان کے پاس لایا جاتا تو وہ پوچھتے کہ حضور نے کسی جانب سے کھایا تھا اور کس جگہ آپ کی انگلیاں لگی تھیں؛ پھر وہ آپ کی انگلیوں کے لگنے کی جگہ سے کھاتے، ایک دن انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا تیار کیا جس میں کچا لہسن تھا، جب وہ کھانا ان کے پاس لوٹایا گیا تو انھوں نے دریافت کیا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں کہاں لگی تھیں، حضرت ابوایوب کو بتایا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نہیں کھایا، حضرت ابوایوب گھبرا گئے اور اوپر جا کر عرض کیا: کیا یہ حرام ہے؛ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، لیکن میں اس کو ناپسند کرتا ہوں، حضرت ابوایوب نے کہا جس کو آپ ناپسند کرتے ہیں اس کو میں بھی ناپسند کرتا ہوں، حضرت ابوایوب بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائی جاتی تھی۔

ف: اس باب کی آخری حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لائی جاتی تھی، یعنی آپ کے پاس فرشتے آتے تھے، ایک اور حدیث میں ہے میں ان سے مناجات کرتا ہوں جن سے تم مناجات نہیں کرتے، اور یہ کہ جن چیزوں سے بنو آدم کو ایذاء پہنچتی ہے ان سے ملائکہ کو بھی ایذاء پہنچتی ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کچے لہسن کو ہمیشہ ترک فرماتے تھے کیونکہ آپ کو ہر وقت فرشتوں کے آنے کی اور نزول وحی کی امید رہتی تھی۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں ہمارے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے لہسن کھانے کا شرعی حکم کیا تھا، بعض علماء نے کہا ہے کچا لہسن اور کچی پیاز کھانا آپ پر حرام تھا، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ حرام نہیں مکروہ تنزیہی تھا کیونکہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؛ تو آپ نے فرمایا نہیں!

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری کے پاس جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ لایا جاتا تو وہ پوچھتے کہ حضور کی انگلیاں کس جگہ لگی تھیں، اس سے حضرت ابوایوب کی کمال محبت ظاہر ہوتی ہے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنے کا بھی ثبوت ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوایوب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ادب سے نچلی منزل میں آگئے اور حضور سے درخواست کی کہ آپ اوپر کی منزل میں آجائیں، اس سے حضرت ابوایوب کا کمال ادب ظاہر ہوتا ہے، اور اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مشائخ اور بزرگان دین کو اوپر کی منزل میں ٹھہرا کر خود نچلی منزل میں رہنا ادب کا تقاضا ہے۔

بَابُ ۷۲۴ اِكْرَامِ الضَّيْفِ وَفَضْلِ اِيْثَارِهٖ۔

مہمان کی تعظیم وتکریم اور اس کے لیے ایثار کرنے کا بیان

۵۲۴۲۔ حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ الْاَشْجَعِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ مَجْهُوْدٌ فَاَرْسَلَ اِلٰی بَعْضِ نِسَآئِهٖ فَقَالَتْ وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰی اُخْرٰی فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ حَتّٰی قُلْنَ كُلُّهُنَّ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا عِنْدِیْ اِلَّا مَآءٌ فَقَالَ مَنْ يُّضِيْفُ هٰذَا اللَّيْلَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰی رَحْلِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ هَلْ عِنْدَكِ شَیْءٌ قَالَتْ لَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِیْ قَالَ فَعَلِّلِيْهِمْ بِشَیْءٍ فَاِذَا دَخَلَ ضَيْفُنَا فَاَطْفِئِی السِّرَاجَ وَاَرِيْهِ اَنَّا نَاْكُلُ فَاِذَا اَهْوٰی لِيَاْكُلَ فَقُوْمِیْ اِلَی السِّرَاجِ حَتّٰی تُطْفِئِيْهِ قَالَ فَقَعَدُوْا وَاَكَلَ الضَّيْفُ فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا میں فاقہ سے ہوں، آپ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا، انھوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں ہے، پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا، انھوں نے بھی اسی طرح کہا، حتیٰ کہ سب نے یہی کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں، بالآخر آپ نے فرمایا: جو شخص اس کو آج رات مہمان بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! اس کو میں مہمان بناؤں گا، وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا، اور بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس (کھانے کی) کوئی چیز ہے؟ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے! اس نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو، جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا، اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں، جب وہ کھانا کھانے لگے تو تم چراغ کے پاس جا کر اس کو بجھا دینا، پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھا لیا، جب صبح کو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے مہمان کے ساتھ جو (حسن) سلوک کیا، اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش ہوا۔

۵۲۴۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ بَاتَ بِهٖ ضَيْفٌ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ اِلَّا قُوْتُهٗ وَ قُوْتُ صِبْيَانِهٖ فَقَالَ لِامْرَاَتِهٖ نَوِّمِي الصِّبْيَةَ وَاَطْفِئِ السِّرَاجَ وَقَرِّبِي لِلضَّيْفِ مَا عِنْدَكِ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کے پاس ایک مہمان نے رات گذاری، اس انصاری کے پاس قوت اپنا اور اپنے بچوں کا کھانا تھا، اس نے اپنی بیوی سے کہا بچوں کو سلا دو اور چراغ بجھا دو، اور تمہارے پاس جو کھانا ہے وہ مہمان کے آگے رکھ دو، تب یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ محتاج ہونے کے باوجود اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں"۔

۵۲۴۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُضَيِّفَهٗ فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهٗ مَا يُضَيِّفُهٗ فَقَالَ اَلَا رَجُلٌ يُضَيِّفُ هٰذَا رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى رَحْلِهٖ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَذَكَرَ فِيْهِ نُزُوْلَ الْاٰيَةِ كَمَا ذَكَرَهٗ وَكِيْعٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بطور مہمان آیا اور آپ کے پاس اس کی مہمانی کے لیے کچھ نہ تھا آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص اس کو مہمان نہیں بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا، انصار میں سے ابوطلحہ نام کے ایک شخص اٹھے، اور وہ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۵۲۴۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ اَقْبَلْتُ اَنَا وَصَاحِبَانِ لِيْ وَقَدْ ذَهَبَتْ اَسْمَاعُنَا وَاَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ اَنْفُسَنَا عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنْهُمْ يَقْبَلُنَا فَاَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِنَا اِلٰى اَهْلِهٖ فَاِذَا ثَلَاثَةُ اَعْنُزٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْتَلِبُوْا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا قَالَ فَكُنَّا نَحْتَلِبُ فَيَشْرَبُ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنَّا نَصِيْبَهٗ وَنَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيْبَهٗ قَالَ فَيَجِيْءُ مِنَ

حضرت مقداد بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دونوں ساتھی آئے اس وقت (مسلسل) مشقت کرنے سے ہماری سماعت اور بصارت جاتی رہی تھی، ہم خود کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر پیش کرتے لیکن ہم کو، کوئی قبول نہیں کرتا تھا، پھر ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے، وہاں پر تین بکریاں تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے سامنے ان کا دودھ نکالو، ہم ان کا دودھ نکالتے اور ہر شخص اپنا حصہ پی لیتا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حصہ کا دودھ اٹھا کر رکھ دیتے، آپ رات کو تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے جس سے کوئی سونے والا بیدار نہ ہو، اور جاگنے والا سن لے، پھر آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے، پھر اپنے حصہ کا دودھ پیتے، ایک رات کو شیطان میرے پاس آیا، اس وقت میں اپنے حصہ کا دودھ پی چکا تھا، اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انصار

اللَّيْلِ فَيُسَلِّمُ تَسْلِيمًا لَا يُوقِظُ نَائِمًا وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ قَالَ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَأْتِي شَرَابَهُ فَيَشْرَبُ فَأَتَانِي الشَّيْطَانُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدْ شَرِبْتُ نَصِيبِي فَقَالَ مُحَمَّدٌ يَأْتِي الْأَنْصَارَ فَيَتُحْفُونَهُ وَيُصِيبُ عِنْدَهُمْ مَا بِهِ حَاجَةٌ إِلَى هٰذِهِ الْجُرْعَةِ فَأَتَيْتُهَا فَشَرِبْتُهَا فَلَمَّا أَنْ وَغَلَتْ فِي بَطْنِي وَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ إِلَيْهَا سَبِيلٌ قَالَ نَدِمَنِي الشَّيْطَانُ فَقَالَ وَيْحَكَ مَا صَنَعْتَ أَشَرِبْتُ شَرَابَ مُحَمَّدٍ فَيَجِيءُ فَلَا يَجِدُهُ فَيَدْعُو عَلَيْكَ فَتَهْلِكُ فَتَذْهَبُ دُنْيَاكَ وَآخِرَتُكَ وَعَلَيَّ شَمْلَةٌ إِذَا وَضَعْتُهَا عَلَى قَدَمَيَّ خَرَجَ رَأْسِي وَإِذَا وَضَعْتُهَا عَلَى رَأْسِي خَرَجَ قَدَمَايَ وَجَعَلَ لَا يُجِيئُنِي النَّوْمُ وَأَمَّا صَاحِبَايَ فَنَامَا وَلَمْ يَصْنَعَا مَا صَنَعْتُ قَالَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُسَلِّمُ ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلَّى ثُمَّ أَتَى شَرَابَهُ فَكَشَفَ عَنْهُ فَلَمْ يَجِدْ فِيهِ شَيْئًا فَرَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ الْآنَ يَدْعُو عَلَيَّ فَأَهْلَكُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي وَاسْقِ مَنْ أَسْقَانِي قَالَ فَعَمَدْتُ إِلَى الشَّمْلَةِ فَشَدَدْتُهَا عَلَيَّ وَأَخَذْتُ الشَّفْرَةَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى الْأَعْنُزِ أَيُّهَا أَسْمَنُ فَأَذْبَحُهَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ حَافِلَةٌ وَإِذَا هُنَّ حُفَّلٌ كُلُّهُنَّ فَعَمَدْتُ إِلَى إِنَاءٍ لِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانُوا يَطْمَعُونَ أَنْ يَحْتَلِبُوا فِيهِ قَالَ فَحَلَبْتُ فِيهِ حَتَّى عَلَتْهُ رَغْوَةٌ فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشَرِبْتُمْ شَرَابَكُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اشْرَبْ فَشَرِبَ ثُمَّ نَاوَلَنِي فَلَمَّا عَرَفْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

کے پاس جاتے ہیں اور وہ ان کو ان کی ضروریات کے مطابق ہدیے اور تحفے دیتے ہیں اور یہ جو دو چار گھونٹ دودھ پڑا ہے اس کی آپ کو کیا حاجت ہو گی، سو میں نے جا کر اس دودھ کو پی لیا، اور جب وہ دودھ میرے پیٹ میں سما گیا اور میں نے جان لیا کہ اب اس کی کوئی سبیل نہیں ہے تو شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور کہا تم پر افسوس ہے! یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حصے کا دودھ پی لیا، اب جب وہ آئیں گے اور ان کو دودھ نہیں ملے گا تو وہ تم پر دعاء ضرر کریں گے، پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے تمہاری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی میرے پاس ایک چادر تھی میں اگر اس کو پیروں پر ڈالتا تو سر کھل جاتا اور اگر سر پر ڈالتا تو پیر کھل جاتے، مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اور میرے دونوں ساتھی سو رہے تھے، انھوں نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے کیا تھا، آخر کار نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور آپ نے حسب معمول سلام کیا، پھر آپ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی، پھر آپ دودھ کے پاس آئے برتن کھولا تو اس میں کچھ بھی نہ تھا، پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا میں نے دل میں سوچا اب آپ میرے لیے دعاءِ ضرر کریں گے، اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ! جو مجھے کھلائے اس کو کھلا اور جو مجھے پلائے اس کو پلا، یہ سن کر میں نے چادر کو مضبوط باندھا اور چھری لے کر چلا کہ جو موٹی سی بکری ہو اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ذبح کروں، میں نے دیکھا اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں بلکہ سب بکریوں کے تھن بھرے ہوئے ہیں میں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے برتنوں میں سے وہ برتن لیا جس میں وہ دودھ دوہتے تھے، پھر میں نے اس میں دودھ دوہا حتیٰ کہ وہ جھاگ سے بھر گیا، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، آپ نے فرمایا تم نے رات کو اپنے حصہ کا دودھ پی لیا تھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پی لیجئے، آپ نے دودھ پی لیا پھر مجھے دیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پی لیجئے، آپ نے پی

وَسَلَّمَ قَدْ رَوِیَ وَاَصَبْتُ دَعْوَتَهٗ ضَحِكْتُ حَتّٰى اَلْقِيْتُ اِلَى الْاَرْضِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْدٰى سَوْاٰتِكَ يَا مِقْدَادُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَانَ مِنْ اَمْرِيْ كَذَا وَكَذَا وَفَعَلْتُ كَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هٰذِهٖ اِلَّا رَحْمَةٌ مِنَ اللّٰهِ اَفَلَا كُنْتَ اٰذَنْتَنِيْ فَنُوْقِظَ صَاحِبَيْنَا فَيُصِيْبَانِ مِنْهَا قَالَ فَقُلْتُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اُبَالِيْ اِذَا اَصَبْتُهَا وَاَصَبْتُمُوْهَا مَعَكَ مَنْ اَصَابَهَا مِنَ النَّاسِ۔

کر پھر مجھے دیا، جب میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں اور میں نے آپ کی دعا کو پا لیا ہے تو میں کھلکھلا کر ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے مقداد! یہ تمہاری ایک بری خصلت ہے! میں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے ساتھ یہ معاملہ ہوا اور میں نے ایسے ایسے کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دودھ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا، تم نے مجھے اس وقت کیوں نہیں بتایا میں تمہارے دو ساتھیوں کو بھی جگا دیتا اور وہ بھی اس رحمت سے حصہ لے لیتے! میں نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، جب یہ دودھ آپ نے پی لیا اور آپ کے بعد میں نے بھی پی لیا تو اب مجھے کوئی پروا نہیں کہ کوئی اور اس دودھ کو پیئے یا نہ پیئے۔!

۵۲۴۶- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۲۴۷- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى جَمِيْعًا عَنِ الْمُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ) حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ (وَحَدَّثَنَا اَيْضًا) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِيْنَ وَمِائَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَ اَحَدٍ مِنْكُمْ طَعَامٌ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُهٗ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌ طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایک سو تیس آدمی تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کے پاس کھانا ہے؟ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا اس کے پاس تقریباً ایک صاع (چار کلوگرام) آٹا تھا، وہ آٹا گوندھا گیا، پھر ایک پراگندہ بالوں والا دراز قد مشرک آیا، جو اپنی بکریوں کو چرا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بکریاں فروخت کرو گے یا یونہی بطور عطیہ یا ہبہ دو گے؟ اس نے کہا نہیں! بلکہ فروخت کروں گا، آپ نے اس سے ایک بکری خرید لی، اس کا گوشت تیار کیا گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا، حضرت عبدالرحمان

وَسَلَّمَ اَبَيْعٌ اَمْ عَطِيَّةٌ اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةٌ قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ وَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُشْوٰى قَالَ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا مِنَ الثَّلَاثِيْنَ وَمِائَةٍ اِلَّا حَزَّ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُزَّةً حُزَّةً مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهُ وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَّاَ لَهُ قَالَ وَجَعَلَ قَصْعَتَيْنِ فَاَكَلْنَا مِنْهُمَا اَجْمَعُوْنَ وَشَبِعْنَا وَفَضَلَ فِي الْقَصْعَتَيْنِ فَحَمَلْتُهُ عَلَى الْبَعِيْرِ اَوْ كَمَا قَالَ۔

کہتے ہیں کہ بخدا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ایک سو تیس آدمیوں میں سے ہر شخص کو اس کلیجی سے ایک حصہ دیا، جو شخص موجود تھا اس کو حصہ دے دیا اور جو موجود نہیں تھا اس کا حصہ رکھ لیا گیا آپ نے وہ گوشت دو پیالوں میں ڈالا اور ہم سب نے اس میں سے کھایا اور سیر ہو گئے، ان پیالوں میں کھانا پھر بھی بچ گیا میں نے اس کو اونٹ پر رکھ لیا یا جس طرح راوی نے بیان کیا۔

۵۲۴۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِيُّ كُلُّهُمْ عَنِ الْمُعْتَمِرِ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ) حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ اَنَّهُ حَدَّثَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّ اَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوْا نَاسًا فُقَرَاءَ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَرَّةً مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَلَاثَةٍ وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اَرْبَعَةٍ فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ بِسَادِسٍ اَوْ كَمَا قَالَ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَانْطَلَقَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ وَاَبُوْ بَكْرٍ بِثَلَاثَةٍ قَالَ فَهُوَ وَاَنَا وَاَبِيْ وَاُمِّيْ وَلَا اَدْرِيْ هَلْ قَالَ وَامْرَاَتِيْ وَخَادِمٌ بَيْنَ بَيْتِنَا وَبَيْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ وَاِنَّ اَبَا بَكْرٍ تَعَشّٰى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَتّٰى صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتّٰى نَعَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضٰى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللّٰهُ قَالَتْ لَهُ امْرَاَتُهُ مَا حَبَسَكَ عَنْ اَضْيَافِكَ اَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقراء لوگ تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ (ان میں سے) تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو بھی لے جائے، حضرت ابوبکر تین کو لے گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے، حضرت ابوبکر تین کو لائے تھے، حضرت عبدالرحمان نے کہا (گھر میں) میں میرے والد (یعنی حضرت ابوبکر) اور میری والدہ تھیں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یاد نہیں شاید انھوں نے کہا تھا اور میری بیوی تھی اور ایک خادم تھا جو میرے اور حضرت ابوبکر کے گھر مشترک تھا، حضرت ابوبکر شام کا کھانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تھے، پھر آپ کے پاس ٹھہرتے حتیٰ کہ عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی، پھر واپس لوٹتے، پھر آپ کے پاس ٹھہرتے، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند آ لیتی، پھر جب رات کا اتنا حصہ گذر گیا جتنا اللہ کو منظور تھا تب حضرت ابوبکر گھر آئے، حضرت ابوبکر سے ان کی بیوی نے کہا: آپ اپنے مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں رہ گئے تھے، حضرت ابوبکر نے کہا کیا تم نے ان کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی نے کہا انھوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا، ان کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، مگر وہ نہیں مانے، حضرت عبدالرحمان

قَالَ اَوَمَا عَشَّيْتِهِمْ قَالَتْ اَبَوْا حَتّٰى تَجِيْءَ قَدْ عَرَضُوْا عَلَيْهِمْ فَغَلَبُوْهُمْ قَالَ فَذَهَبْتُ اَنَا فَاخْتَبَاْتُ وَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوْا لَاهَنِيْئًا وَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَطْعَمُهٗ اَبَدًا قَالَ فَايْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَاْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ حَتّٰى شَبِعْنَا وَصَارَتْ اَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا اَبُوْ بَكْرٍ فَاِذَا هِيَ كَمَا هِيَ اَوْ اَكْثَرُ قَالَ لِامْرَاَتِهٖ يَا اُخْتَ بَنِيْ فِرَاسٍ مَا هٰذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِثَلَاثِ مِرَارٍ قَالَ فَاَكَلَ مِنْهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ اِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِيْ يَمِيْنَهٗ ثُمَّ اَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحَتْ عِنْدَهٗ قَالَ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْاَجَلُ فَعَرَّفْنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ اُنَاسٌ اَللّٰهُ اَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ اِلَّا اَنَّهٗ بَعَثَ مَعَهُمْ فَاَكَلُوْا مِنْهَا اَجْمَعُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ۔

سکتے ہیں میں (ڈر سے) بھاگ کر چھپ گیا، حضرت ابوبکر نے کہا او جاہل! اللہ تیری ناک کاٹ ڈالے! اور مجھے برا بھلا کہنے لگے، اور مہمانوں سے کہا کھانا کھاؤ، اللہ کرے تمہارے لیے یہ کھانا خوش گوار نہ ہو، اور فرمایا بخدا میں (یہ کھانا) اب کبھی بھی نہیں کھاؤں گا! حضرت عبدالرحمان کہتے ہیں کہ بخدا ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے، نیچے سے اور نکل آتا تھا، اور کھانا پہلے سے زیادہ ہو جاتا تھا، حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے اور وہ کھانا پہلے سے زیادہ ہو گیا، حضرت ابوبکر نے جب کھانے کو دیکھا تو وہ پہلے جتنا بلکہ اس سے زیادہ تھا، حضرت ابوبکر نے اپنی بیوی سے کہا اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا زیادہ ہے! پھر حضرت ابوبکر نے اس کھانے میں سے کھایا اور کہا ان کا وہ قسم کھانا محض شیطانی فعل تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کھانا لے گئے، آپ کے پاس صبح تک وہ کھانا رہا، ان دنوں ہمارا ایک قوم سے معاہدہ تھا اور اب وہ مدت ختم ہو چکی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارہ افسر مقرر کیے اور ہر افسر کے ساتھ ایک جماعت تھی، اللہ جانے ان کی کتنی تعداد تھی، آپ نے وہ کھانا ان کے پاس بھیج دیا اور ان سب نے وہ کھانا کھایا۔

۵۲۴۹۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ الْعَطَّارُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ نَزَلَ عَلَيْنَا اَضْيَافٌ لَنَا قَالَ وَكَانَ اَبِيْ يَتَحَدَّثُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَانْطَلَقَ وَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اُفْرُغْ مِنْ اَضْيَافِكَ قَالَ فَلَمَّا اَمْسَيْتُ جِئْنَا بِقِرَاهُمْ قَالَ فَاَبَوْا فَقَالُوْا حَتّٰى يَجِيْءَ اَبُوْ مَنْزِلِنَا فَيَطْعَمَ مَعَنَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُمْ اِنَّهٗ رَجُلٌ حَدِيْدٌ وَاِنَّكُمْ اِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا خِفْتُ اَنْ يُصِيْبَنِيْ مِنْهُ اَذًى

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر کچھ مہمان آئے اور میرے والد رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے تھے، وہ چلے گئے اور مجھ سے فرمایا: اے عبدالرحمان! تم اپنے مہمانوں کی خدمت کرنا، جب شام ہوئی تو ہم نے ان کے سامنے کھانا پیش کیا، انھوں نے کہا جب تک گھر والے ہمارے ساتھ کھانا نہیں کھائیں گے ہم کھانا نہیں کھائیں گے، میں نے کہا وہ (میرے ابو) بہت تیز مزاج آدمی ہیں، اگر تم نے کھانا نہیں کھایا تو مجھے خدشہ ہے کہ مجھے ان کی ڈانٹ سننی پڑے گی، لیکن وہ نہیں مانے، جب حضرت ابوبکر آئے تو سب سے پہلے انھوں نے مہمانوں کے متعلق پوچھا

قَالَ فَأَبَوْا فَلَمَّا جَاءَ لَمْ يَبْدَأْ بِشَيْءٍ أَوَّلَ مِنْهُمْ فَقَالَ أَفَرَغْتُمْ مِنْ أَضْيَافِكُمْ قَالُوا لَا وَاللّٰهِ مَا فَرَغْنَا قَالَ أَلَمْ آمُرْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ وَتَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَقَالَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَتَنَحَّيْتُ عَنْهُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ أَقْسَمْتُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ تَسْمَعُ صَوْتِي إِلَّا جِئْتَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَا لِي ذَنْبٌ هٰؤُلَاءِ أَضْيَافُكَ فَسَلْهُمْ قَدْ أَتَيْتُهُمْ بِقِرَاهُمْ فَأَبَوْا أَنْ يَطْعَمُوا حَتّٰى نَجِيءَ قَالَ فَقَالَ مَا لَكُمْ أَنْ لَا تَقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ قَالَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ لَا أَطْعَمُهُ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقَالُوا فَوَاللّٰهِ لَا نَطْعَمُهُ حَتّٰى تَطْعَمَهُ قَالَ فَمَا رَأَيْتُ كَالشَّرِّ كَاللَّيْلَةِ قَطُّ وَيْلَكُمْ مَا لَكُمْ أَنْ لَا تَقْبَلُوا عَنَّا قِرَاكُمْ قَالَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا الْأُولٰى فَمِنَ الشَّيْطَانِ هَلُمُّوا قِرَاكُمْ قَالَ فَجِيءَ بِالطَّعَامِ فَسَمّٰى فَأَكَلَ وَأَكَلُوا قَالَ فَلَمَّا أَصْبَحَ غَدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَرُّوا وَحَنِثْتُ قَالَ أَخْبَرَهُ فَقَالَ بَلْ أَنْتَ أَبَرُّهُمْ وَأَخْيَرُهُمْ قَالَ وَلَمْ تَبْلُغْنِي كَفَّارَةٌ

کیا تم مہمانوں کو کھلا کر فارغ ہو گئے، گھر والوں نے کہا بخدا ابھی ہم فارغ نہیں ہوئے، حضرت ابوبکر نے کہا کیا میں نے عبدالرحمان کو اس کے متعلق نہیں کہا تھا؟ حضرت عبدالرحمان نے کہا میں ایک طرف ہٹ گیا، انھوں نے آواز دی اے عبدالرحمان! میں کھسک گیا پھر انھوں نے کہا اے بیوقوف! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سن رہا ہے تو آجا، حضرت عبدالرحمان نے کہا میں آگیا اور میں نے کہا بخدا میرا کوئی قصور نہیں ہے یہ آپ کے مہمان موجود ہیں ان سے پوچھ لیجئے میں ان کے پاس کھانا لایا تھا، انھوں نے آپ کے بغیر کھانے سے انکار کر دیا، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا، کیا سبب ہے تم نے ہمارا پیش کیا ہوا کھانا کیوں نہیں کھایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا خدا کی قسم میں آج رات کھانا نہیں کھاؤں گا! مہمانوں نے کہا بخدا ہم بھی آپ کے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے، حضرت ابوبکر نے کہا آج سے بدترین رات میں نے کبھی نہیں دیکھی تم لوگوں پر افسوس ہے تم لوگ ہماری دعوت کیوں نہیں قبول کرتے، پھر حضرت ابوبکر نے کہا میرا قسم کھانا شیطانی کام تھا، چلو کھانا لاؤ، حضرت عبدالرحمان نے کہا پھر کھانا لایا گیا حضرت ابوبکر نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور مہمانوں نے بھی کھایا، صبح کو حضرت ابوبکر، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، اور کہا یا رسول اللہ! مہمانوں کی قسم تو پوری ہو گئی اور میری قسم پوری نہیں ہوئی، پھر حضرت ابوبکر نے پورا واقعہ سنایا، حضور نے فرمایا: نہیں تمہاری قسم سب سے زیادہ پوری ہوئی اور تم سب سے بہتر ہو، حضرت عبدالرحمان نے کہا مجھے یہ پتا نہیں کہ حضرت ابوبکر نے اس قسم کا کفارہ دیا تھا یا نہیں!

اپنے آپ اور بچوں کو بھوکا رکھ کر مہمانوں کو کھانا کھلانا

حدیث نمبر ۵۲۴۲ میں یہ ذکر ہے کہ ایک انصاری صحابی اپنے ساتھ ایک مہمان کو لے گئے ان کے گھر میں صرف بچوں کے لیے کھانا تھا، انھوں نے بچوں کو بہلا کر سلا دیا اور چراغ بجھا کر مہمان کو کھانا کھلایا تو ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: ویؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ (حشر: ۹/۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے زاہدانہ زندگی گزارتے تھے اور بھوک پر صبر کرتے تھے کیونکہ اس مہمان کو کھانا کھلانے کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ کے گھر میں کوئی چیز نہیں تھی، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی مہمان نوازی کے لیے قوم کے رئیس کو ابتداء کرنی چاہیے اور یہ کہ کسی شخص کی مصیبت میں اس کی غم خواری کرنی چاہیے اور مہمان کی تعظیم و توقیر اور اس کے لیے ایثار کرنا چاہیے، اس حدیث میں اس انصاری صحابی اور ان کی بیوی کی بھی فضیلت ہے، نیز انھوں نے چراغ اس لیے بجھایا کہ مہمان یہ سمجھے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں اس میں حیلہ کرنے کا جواز اور ثبوت ہے، نیز انھوں نے بچوں کو بھوکا سلا دیا حالانکہ بچوں کو کھانا کھلانا واجب ہے، یہ

اس پر محمول ہے کہ بچوں کو شدید بھوک نہ تھی، ان کے اس ایثار کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی اور ان کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت نازل فرمائی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مال دنیاوی مثلاً کھانے وغیرہ میں دوسروں کے لیے ایثار کرنا مستحسن ہے، البتہ عبادات میں دوسروں کے لیے ایثار کرنا جائز نہیں ہے۔

علم دین کے طلباء کا اعزاز اور اکرام اور آداب ضیافت

حدیث نمبر ۵۲۴۸ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا شخص اصحاب صفہ (یہ لوگ دین کے طالبعلم تھے) سے لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں شخص کو لے جائے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تین آدمیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو لے گئے، حضرت ابوبکر نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبدالرحمان کے ذمہ لگایا کہ وہ ان مہمانوں کو کھانا کھلائیں، مہمانوں نے حضرت ابوبکر کے بغیر کھانا نہیں کھایا، حضرت ابوبکر آکر حضرت عبدالرحمان پر ناراض ہوئے اور کھانا نہ کھانے کی قسم کھائی، لیکن جب کھانے میں برکت کے آثار دیکھے تو قسم توڑ دی، بعد میں وہ کھانا حضور کی خدمت میں پیش کیا جس کو بڑی تعداد میں لوگوں نے کھایا۔ اس حدیث کے فوائد حسب ذیل ہیں:۔

- سربراہ مملکت جب کچھ لوگوں میں فقر و فاقہ کر دیکھے تو ان کی کفالت کو حسب حیثیت، خوشحال لوگوں میں تقسیم کر دے۔
- متعدد علماء نے یہ کہا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی لوگوں پر مالی حقوق ہیں اور اس حدیث میں ان کی دلیل ہے۔
- جن لوگوں کے پاس دو، تین یا چار آدمیوں کا کھانا تھا حضور نے انھیں ایک آدمی لے جانے کا حکم دیا، اور جن کے ہاں زیادہ آدمیوں کا کھانا تھا انھیں مکلف نہیں کیا، اس میں کثیر العیال لوگوں کی رعایت ہے۔
- جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ تنگی کا دور تھا اس لیے خوش حال لوگوں پر فاقہ زدہ لوگوں کی غم گساری کرنا واجب تھا۔
- نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو ایک مہمان لے جانے کا حکم دیا تاکہ کسی شخص پر مہمان نوازی بار خاطر نہ ہو۔
- اگر مہمان زیادہ ہوں تو ایثار اور قربانی سے کام لینا چاہیے جس طرح حضرت ابوبکر اپنے ساتھ تین مہمانوں کو لے گئے۔
- نبی صلے اللہ علیہ وسلم جود و سخا میں سبقت کرتے تھے (کیونکہ آپ اپنے ساتھ دس اصحاب صفہ کو لے گئے تھے۔) اور افضل امور پر عمل کرتے تھے۔
- جب گھر میں مہمان کی ضیافت کرنے والے موجود ہوں تو میزبان کا مسجد یا کسی اور کے ہاں کھانا کھانے کا جواز۔
- اولاد اور گھر والوں پر لازم ہے کہ وہ صاحب خانہ کے مہمان کی تعظیم و تکریم اور ضیافت کریں۔
- جس کھانے میں برکت کے آثار ظاہر ہوتے ہوں اس کو کھانے کا جواز، سو وہ کھانا سب نے کھایا۔
- مہمانوں کو چاہیے کہ وہ صاحب خانہ کا انتظار کریں اور اس کے بغیر کھانا نہ کھائیں۔
- جس چیز میں برکت ظاہر ہوئی ہو اسے اہل فضل کو ہدیہ کرنے کا جواز، جس طرح حضرت ابوبکر وہ کھانا لے کر حضور کے پاس گئے۔
- نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا کسی اور کے ہاتھ پر ظہور، کیونکہ کھانے کا بڑھ جانا دراصل حضور کا معجزہ تھا جو حضرت ابوبکر کے ہاں ظاہر ہوا۔
- حضرت ابوبکر کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت، دن اور رات کے اکثر و بیشتر وقت کا حضور کے پاس گزارنا، اور اپنے گھر والوں اور مہمانوں پر حضور کو ترجیح دینے کا بیان۔
- حضرت ابوبکر صدیق کی کرامت سے کھانے کا بڑھ جانا۔

• اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت، اور یہی اہلِ سنت وجماعت کا مذہب ہے۔
• لشکر کے امیروں کے انتخاب کا بیان۔
• اولاد کا والد کی ڈانٹ کے ڈر سے چھپ جانا، جس طرح حضرت عبدالرحمٰن چھپ گئے تھے۔
• اولاد کو ان کے قصور پر، بے وقوف، نالائق اور تمہاری ناک کٹ جائے وغیرہ کلمات کے ساتھ ڈانٹنے کا جواز۔
• عذر کی بنا پر جماعت کو ترک کرنا، (کیونکہ عشاء کی نماز کے وقت حضرت عبدالرحمان اور مہمان گھر پر تھے۔)
• بیوی کو نام لے کر پکارنا، حضرت ابوبکر نے اپنی بیوی سے کہا: اے بنو فراس کی بہن۔
• تعظیم اور محبت کی بنا پر غیر اللہ کی قسم کھانا، حضرت ابوبکر کی بیوی نے حضرت ابوبکر سے کہا میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم۔
• مہمانوں کا دل خوش کرنے اور ان کی تعظیم وتکریم کی خاطر میزبان کا مشقت برداشت کرنا، جس طرح حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت ابوبکر کی ڈانٹ سنی اور حضرت ابوبکر نے قسم توڑ کر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔
• صبح کے لیے کھانا بچا کر رکھنا، کیونکہ حضرت ابوبکر وہ کھانا صبح کو حضور کے پاس لے گئے تھے۔
• میزبان کی غیر موجودگی میں مہمانوں کے کھانا کھانے کا جواز، کیونکہ حضرت ابوبکر اس بات پر ناراض ہوئے کہ مہمانوں نے کھانا کیوں نہیں کھایا۔
• عشاء کی نماز کے بعد اپنے اہل وعیال اور مہمانوں سے باتیں کرنے کا جواز، البتہ اتنی دیر تک جاگنا مکروہ ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو۔
• دین کے طالب علم خواہ مسکین اور فقیر ہوں ان کی تنظیم وتکریم کا بیان، کیونکہ اصحاب صفہ دین کے طالب علم تھے۔

بَابُ ۷۲۵ فَضِيلَةِ الْمُوَاسَاةِ فِي الطَّعَامِ الْقَلِيلِ

طعام کی کمی کے باوجود مہمان نوازی کرنا

۵۲۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الِاثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمیوں کا کھانا تین آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اور تین کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔

۵۲۵۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى ابْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الِاثْنَيْنِ وَطَعَامُ الِاثْنَيْنِ يَكْفِي الْأَرْبَعَةَ وَطَعَامُ الْأَرْبَعَةِ يَكْفِي الثَّمَانِيَةَ وَفِي رِوَايَةِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہوتا ہے اور اسحٰق کی روایت میں سمعت کا لفظ نہیں ہے۔

اِسْحٰقَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَذْکُرْ سَمِعْتُ۔

۵۲۵۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ جُرَیْجٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

۵۲۵۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْوَاحِدِ یَکْفِی الْاِثْنَیْنِ وَطَعَامُ الْاِثْنَیْنِ یَکْفِی الْاَرْبَعَۃَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے۔

۵۲۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ طَعَامُ الرَّجُلِ یَکْفِیْ رَجُلَیْنِ وَطَعَامُ رَجُلَیْنِ یَکْفِیْ اَرْبَعَۃً وَطَعَامُ اَرْبَعَۃٍ یَکْفِیْ ثَمَانِیَۃً۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کے لیے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ف: ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ خواہ طعام کم ہو پھر بھی ایک دوسرے کی غم خواری کرنی چاہیے۔ بعض حدیثوں میں ہے کہ دو آدمیوں کا طعام تین کے لیے کافی ہوتا ہے اور بعض میں ہے کہ دو کا طعام چار کے لیے کافی ہوتا ہے، دراصل یہ کفایت کے مختلف درجات ہیں، اعلیٰ درجہ کی کفایت دو آدمیوں کے طعام کا چار کے لیے کافی ہونا اور اس سے کم درجہ کی کفایت دو آدمیوں کے طعام کا تین کے لیے کافی ہونا ہے، کفایت سے مراد یہ ہے کہ رمق حیات برقرار رکھنے کے لیے کھانا اور نفس غذا حاصل کرنے کے لیے کھانا، یعنی جس طعام سے دو آدمی پیٹ بھر کر اور سیر ہو کر کھا سکتے ہوں اس طعام کو تین یا چار آدمی کھا کر اپنی رمق حیات قائم رکھ سکتے ہیں۔

بَابُ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

مومن کا ایک آنت میں اور کافر کا سات آنتوں میں کھانا

۵۲۵۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

۵۲۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۲۵۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ نَافِعًا قَالَ رَأَى ابْنُ عُمَرَ مِسْكِينًا فَجَعَلَ يَضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَيَضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ فَجَعَلَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا قَالَ فَقَالَ لَا يُدْخِلَنَّ هَذَا عَلَيَّ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مسکین کو دیکھا، انھوں نے اس کے سامنے کھانا رکھا، وہ شخص بہت زیادہ کھا رہا تھا، حضرت ابن عمر نے فرمایا یہ شخص میرے پاس نہ آئے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

۵۲۵۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

۵۲۵۹ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عُمَرَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے، اس روایت میں حضرت ابن عمر کا ذکر نہیں ہے۔

۵۲۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

۵۲۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۲۶۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَافَهُ ضَيْفٌ وَهُوَ كَافِرٌ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَحُلِبَتْ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ ثُمَّ أُخْرَى فَشَرِبَهُ حَتَّى شَرِبَ حِلَابَ سَبْعِ شِيَاهٍ ثُمَّ إِنَّهُ أَصْبَحَ فَأَسْلَمَ فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ فَشَرِبَ حِلَابَهَا ثُمَّ أَمَرَ بِأُخْرَى فَلَمْ يَسْتَتِمَّهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَشْرَبُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَشْرَبُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا، وہ شخص کافر تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کو بھی پی لیا، حتیٰ کہ اس نے اسی طرح سات بکریوں کا دودھ پی لیا، پھر صبح کو وہ اسلام لے آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر دوسری بکری کا دودھ دوہنے کا حکم دیا، وہ اس کا سارا دودھ نہ پی سکا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔

ف: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس معین کافر کے بارے میں تھا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے یہ بطور تمثیل بیان فرمایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ ہے کہ مومن درمیانہ روی سے کھاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھتا ہے، اس لیے اس کے کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا اور کافر بسم اللہ نہیں پڑھتا اس لیے اس کے کھانے میں شیطان شریک ہو جاتا ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بعض مومنوں اور بعض کافروں کے بارے

میں ہو، ایک قول یہ ہے کہ سات آنتوں سے مراد کافر کی سات صفات ہیں، حرص، لالچ، لمبی اُمید، طمع، بدخلقی، حسد اور موٹاپا، ایک قول یہ ہے کہ مومن سے مراد مومن کامل ہے جو شہوات سے مجتنب ہو اور صدر رمق کے لیے کھاتا ہو، اور مختار قول یہ ہے کہ بعض مسلمان ایک آنت میں کھاتے ہیں، اور اکثر کفار سات آنتوں میں کھاتے ہیں۔

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ دنیا سے کم حصہ لیا جائے اور قلیل مقدار پر قناعت کی جائے اور انسان کے محاسن اخلاق سے یہ چیز ہے کہ وہ کم کھاتا ہو، حضرت ابن عمر نے بسیار خور کو اپنے ہاں آنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ اس کی یہ خصلت کفار کے مشابہ تھی، اور آخری حدیث میں جس شخص کا ذکر ہے کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا اور اسلام لانے کے بعد صرف ایک بکری کا دودھ پی سکا، اس کا نام ثمامہ بن اثال تھا، ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام جہجاہ غفاری تھا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام نضرہ بن ابی نضرہ غفاری تھا۔

۷۲ بَابُ لَا يَعِيبُ الطَّعَامَ ! کھانے میں عیب نہ نکالنا

۵۲۶۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا عَابَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ كَانَ إِذَا اشْتَهٰى شَيْئًا أَكَلَهُ وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کا عیب نہیں نکالا، اگر کوئی چیز آپ کو پسند آتی تو آپ اس کو کھا لیتے اور اگر ناپسند ہوتی تو اس کو ترک کر دیتے۔

۵۲۶۴ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَعْمَشُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے

۵۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو وَعَمْرُو بْنُ سَعْدٍ أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۲۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالُوا أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي يَحْيَى مَوْلَى آلِ جَعْدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَابَ طَعَامًا قَطُّ كَانَ إِذَا اشْتَهَاهُ أَكَلَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی کھانے میں کبھی عیب نکالتے نہیں دیکھا، اگر آپ کو کبھی کوئی کھانا اچھا لگتا تو اس کو کھا لیتے اور اچھا نہ لگتا تو اس کو ترک کر دیتے۔

وَاِنْ لَّمْ يَشْتَهِهِ سَكَتَ۔

۵۲۶۷- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

ف: کھانے کے آداب میں سے یہ ہے کہ کھانے کا عیب نہ بیان کیا جائے، یہ کہنا کہ کھانے میں نمک کم ہے یا زیادہ ہے، یا اس میں شوربا پتلا ہے یا گاڑھا ہے یہ بھی کھانے کا عیب بیان کرنا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لہسن کے متعلق فرمایا یہ شجر خبیثہ ہے، یہ کھانے کا عیب نہیں ہے، آپ کا یہ ارشاد کچے لہسن کے متعلق ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

کتاب اللباس والزینۃ

لباس کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

لَبَسَ الثوب کا معنی کپڑا پہننا یا پہنانا ہے اس کا مصدر لُبس ہے اور لباس کا لفظ مشہور ہے، اور لِبسہ کا معنی کپڑا پہننے کی ایک حالت ہے حدیث صحیح میں لِبستین سے ممانعت ہے، یعنی لباس کی دو حالتیں ممنوع ہیں، جو کپڑا کثرت استعمال کی وجہ سے بہت پرانا ہو جائے اس کو لبیس کہتے ہیں۔ [1]

زینت کا لغوی معنی علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

صحاح میں لکھا ہے کہ جس چیز سے تزین حاصل کیا جائے اس کو زینت کہتے ہیں تہذیب میں ہے کہ: ہر وہ چیز جس سے تزین حاصل کیا جائے وہ زینت ہے، کسی چیز کو دوسری چیز سے حسین بنانا زینت ہے، خواہ لباس سے حسین بنایا جائے، زیورات سے یا ہیئت کذائی سے، ایک قول یہ ہے کہ ظاہری حسن و جمال اور رونق کو زینت کہتے ہیں امام راغب نے کہا ہے کہ زینت حقیقت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے دنیا اور آخرت کا کوئی حال معیوب نہ ہو، لیکن جس چیز میں کسی وجہ سے حسن ہو اور دوسری وجہ سے قبح ہو تو وہ علی الاطلاق یا حقیقی زینت نہیں ہے، زینت کی تین قسمیں ہیں: زینت نفسیہ جیسے علم اور اچھے اعتقادات، زینت بدنیہ جیسے قوت، طویل قامت اور اچھی شکل وصورت اور زینت خارجیہ جیسے مال، عزت اور وجاہت وغیرہ۔ ان سب کی مثالیں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ [2]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

زینت نفسیہ کی مثال قرآن مجید کی اس آیت میں ہے: حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم (حجرات: ۴۹/۷) "اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب کر دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں مزین کر دیا" اور زینت بدنی کی یہ مثال ہے: قل من حرم زینت اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق (اعراف ۷/۳۲) آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے اور جو پاکیزہ رزق پیدا کیے ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟" کچھ لوگ بیت اللہ میں ننگے طواف کرتے تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اور زینت خارجیہ یا زینت دنیویہ کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: فخرج علی قومہ فی زینتہ (قصص: ۲۸/۷۹) تو وہ (قارون) اپنی زینت اور زیبائش میں اپنی قوم کے پاس گیا" مال، مرتبہ اور عورتوں وغیرہ کو دنیا وی زینت میں شمار کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

---

[1] سید محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ تاج العروس شرح القاموس ج ۴ ص ۲۳۹-۲۳۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] " " " تاج العروس شرح القاموس ج ۹، ۲۲۹، " " " " "

قرآن مجید میں ہے "زین للناس حب الشهوات من النساء والبنین، والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث (آل عمران ۳/۱۴)" عورتوں، بیٹوں، سونے اور چاندی کے جمع شدہ خزانوں (پسندیدہ) گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتوں کی خواہش کی محبت کو لوگوں کے لیے مزین کر دیا گیا۔" [1]

لباس کے متعلق قرآن مجید کی آیات

یٰبنی اٰدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنة ینزع عنهما لباسهما لیریهما سواٰتهما (اعراف ۷/۲۷)۔

اے اولاد آدم! (کہیں) شیطان تم کو فتنہ میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا تھا، اس نے ان کا لباس اتروا دیا تاکہ انھیں ان کی شرم گاہیں دکھائے۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ لباس کی وضع شرم گاہ کو چھپانے کے لیے ہے۔

یحلون فیها من اساور من ذهب ولؤلؤاً ولباسهم فیها حریر۔ (حج: ۲۲/۲۳)

جنت میں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ جنت میں ریشم کا لباس پہنایا جائے گا اور سونے کے زیورات پہنائے جائیں گے۔

زینت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

یٰبنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انه لا یحب المسرفین ۝ قل من حرم زینة الله التی اخرج لعباده والطیبٰت من الرزق قل هی للذین اٰمنوا فی الحیوٰة الدنیا خالصة یوم القیامة کذٰلك نفصل الاٰیات لقوم یعلمون۔

(اعراف: ۷/۳۲-۳۱)

اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت (یعنی لباس) پہن لیا کرو، اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، آپ کہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت پیدا کی ہے اور جو پاک اور لذیذ چیزیں پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ آپ فرما دیں یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں دنیا کی زندگی میں (بھی اور) قیامت کے دن تو خاص انہی کیلئے ہیں اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتیں علم والوں کیلیے۔

لباس کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

یہ آیات عمدہ اور نفیس کپڑوں کے پہننے پر دلالت کرتی ہیں، عید، جمعہ، لوگوں سے ملاقات اور رشتہ داروں کی ملاقات کے وقت قیمتی اور خوبصورت لباس پہننا چاہیے، ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب ایک دوسرے کی زیارت کرتے تھے تو خوبصورت لباس پہنتے تھے، صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! اگر آپ جمعہ اور وفود سے ملاقات کے وقت پہننے کے لیے یہ حلہ خرید لیتے تو اچھا ہوتا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کپڑے کو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لباس کے خوبصورت ہونے کی بناء پر اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کے ریشمی ہونے کی وجہ سے منع فرمایا تھا، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۱۹-۲۱۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ

نے ایک ہزار درہم کا ایک حلّہ خریدا جس کو پہن کر وہ نماز پڑھتے تھے، اور مالک بن دینار عدن کی ایک نہایت قیمتی پوشاک منگا کر پہنتے تھے، امام احمد بن حنبل ایک دینار کا لباس خرید کر پہنتے تھے، یہ حضرات کب قیمتی کپڑوں سے اعراض کر کے موٹے جھوٹے کپڑوں کو ترجیح دینے والے تھے؛ اور "لباس التقوی ذالک خیر" کا معنی معمولی اور گھٹیا کپڑے پہننا نہیں ہے، ورنہ یہ نفوس قدسیہ لباس التقویٰ کو ترک کرنے والے نہیں تھے، بلکہ یہی لوگ اصحاب علم، ارباب معرفت اور اہل تقویٰ تھے، اور ٹاٹ اور گاڑھا پہننے والے دوسرے لوگ تو فقط اہل دعویٰ ہیں اور ان کے دل تقویٰ سے خالی ہیں، خالد بن شوذب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن بصری کے پاس گیا، ان سے فرقد ملنے کے لیے آئے، حسن بصری نے ان کی چادر دیکھ کر کہا اے ام فرقد کے بیٹے! نیکی اس چادر میں نہیں ہے، نیکی سینے میں ہوتی ہے اور اس کی تصدیق عمل سے ہوتی ہے، اسی طرح معروف کرخی کے بھتیجے ابو محمد، ابوالحسن کے پاس اونی جبہ پہن کر گئے، ابوالحسن نے ان سے کہا اے ابو محمد! یا تم نے اپنے دل کو صوفی بنایا ہے یا اپنے جسم کو؟ اپنے دل کو صاف رکھو خواہ لباس کسی قسم کا پہنو!، علامہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کہا: میں معمولی اور پیوند لگا ہوا لباس چار وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ (۱) یہ سلف صالحین کا لباس نہیں ہے اور سلف صالحین بلا ضرورت لباس میں پیوند نہیں لگاتے تھے۔ (۲) اس قسم کے لباس سے غربت کا اظہار ہوتا ہے، حالانکہ انسان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے آثار کو ظاہر کرے، (۳) اس قسم کا لباس پہننے سے زہد کا اظہار ہوتا ہے حالانکہ ہمیں زہد کو چھپانے کا حکم دیا گیا ہے، (۴) اس قسم کا لباس عموماً ان لوگوں کا شعار ہے جو ظاہر شریعت سے خارج ہیں اور جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے اس کا شمار اسی قوم سے ہوتا ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ جس شخص نے بالوں اور اون کے لباس کو سوتی لباس کے حصول کے باوجود ترجیح دی، اس نے خطاء کی، اسی طرح اس شخص نے بھی خطاء کی جس نے گوشت ترک کر کے دال اور سبزی کھانا شروع کر دی، (یہاں اون کے کپڑوں سے یہ مراد ہے کہ بعض لوگ صوفیت کا اظہار کرنے کے لیے اون والی کھال کا لباس بنا لیتے تھے، جس کی ہیئت کذائی آج کل کے گاڑھے اور ٹاٹ سے بھی زیادہ بدنما ہوتی تھی، آج کل کپڑے کی صنعت بہت ترقی کر چکی ہے اور ان کو متعدد کیمیائی مراحل سے گذار کر اس کا نہایت صاف شفاف اور قیمتی لباس تیار کیا جاتا ہے، ایسا لباس اس حکم میں داخل نہیں ہے، سعیدی غفرلہٗ) بشر بن حارث سے اون پہننے کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کو برا لگا اور ان کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، انھوں نے کہا شہروں میں اونی کپڑے پہننے سے میرے نزدیک زرد رنگ کا اور ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا پہننا بہتر ہے۔

علامہ ابوالفرج نے کہا سلف صالحین متوسط کپڑوں کا لباس پہنتے تھے، بہت قیمتی لباس پہنتے تھے، نہ بہت گھٹیا کپڑے پہنتے تھے، اور جمعہ، عید اور رشتہ داروں سے ملاقات کے وقت بہت عمدہ لباس پہنتے تھے، اور بہت معمولی اور حقیر کپڑے پہننا فقر اور زہد کے اظہار کو متضمن ہے، اور یہ ایک طرح سے اللہ تعالیٰ سے شکایت کرنا ہے، اور اس قسم کے لباس سے لباس پہننے والے کی تحقیر ہوتی ہے اور یہ تمام باتیں مکروہ اور ممنوع ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ عمدہ لباس پہننا خواہش نفس کی پیروی ہے، اور ہمیں نفسانی خواہشوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، نیز اس میں مخلوق کو اپنی زیبائش دکھانا ہے، حالانکہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے تمام افعال اللہ کے لیے ہوں مخلوق کے لیے نہ ہوں، اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کی ہر خواہش مذموم نہیں ہے اور نہ مخلوق کے لیے ہر زینت مکروہ ہے، اس چیز سے اس وقت ممانعت کی جائے گی جب شریعت نے اس سے منع کیا ہو یا اس کی بنیاد دین اور عبادات میں ریاکاری ہو، انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ خوبصورت دکھائی دے، اور اس چیز میں شریعت نے اس پر ملامت نہیں کی، اسی وجہ سے بالوں میں کنگھی کی جاتی ہے اور آئینہ دیکھا جاتا ہے

اور عمامہ درست کیا جاتا ہے اور اندر معمولی کپڑے اور اوپر قیمتی پوشاک پہنی جاتی ہے، اور ان میں سے کوئی چیز مکروہ اور مذموم نہیں ہے اور مکحول نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان کی ہے کہ کچھ صحابہ دروازہ کے باہر حضور کے منتظر تھے، آپ ان سے ملنے کے لیے جانا چاہتے تھے، گھر میں ایک چھاگل میں پانی تھا، آپ پانی میں دیکھ کر اپنی داڑھی اور بالوں کو درست کرتے، میں نے کہا: یارسول اللہ! آپ بھی ایسا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جب کوئی شخص اپنے بھائیوں سے ملنے جائے تو اپنے آپ کو تیار کر کے جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل (خوب رو) ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، اور امام مسلم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا، ایک شخص نے کہا: ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کے جوتے اچھے ہوں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، تکبر حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے، اس معنی میں بہ کثرت احادیث ہیں جو صفائی اور حسن و جمال کے حصول پر دلالت کرتی ہیں، حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنگھی، آئینہ، تیل، مسواک اور سرمہ کو ساتھ لے کر سفر میں جاتے تھے، امام ابن سعد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سر میں بہت تیل لگاتے تھے، اور پانی سے داڑھی کو درست کرتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اور آپ سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ [1]

لباس کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

اس آیت میں زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(۱)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ زینت سے مراد لباس ہے جس سے انسان اپنی شرمگاہ کو چھپا سکے۔

(۲)۔ زینت سے مراد عام ہے اور اس میں زینت کی تمام اقسام شامل ہیں، اس میں بدن کو صاف کرنا، سواریاں رکھنا اور انواع و اقسام کے زیورات شامل ہیں اور اگر مردوں پر سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق نص نہ آئی ہوتی تو وہ بھی اس عموم میں شامل ہوتے، اور پاکیزہ رزق سے مراد بھی عام ہے اس میں تمام پسندیدہ اور لذیذ کھانے پینے کی چیزیں داخل ہیں اور اس میں ازواج سے لذت اندوزی اور خوشبو لگانا بھی داخل ہے، روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں گوشت نہ کھاؤں، آپ نے فرمایا: نرم روی اختیار کرو، کیونکہ مجھے جب گوشت مل جاتا ہے تو میں گوشت کھاتا ہوں، اور اگر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ مجھے ہر روز گوشت کھلائے تو وہ ایسا کرے گا، حضرت عثمان بن مظعون نے کہا میرے دل میں آتا ہے کہ میں خوشبو نہ لگاؤں! آپ نے فرمایا: "سختی نہ کرو، کیونکہ جبرائیل نے مجھے کبھی کبھی خوشبو لگانے کا حکم پہنچایا ہے اور یہ کہا ہے کہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے کو ترک نہ کریں"۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عثمان! میری سنت سے اعراض نہ کرو، کیونکہ جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اور توبہ سے پہلے مر گیا تو فرشتے اس کا چہرہ میرے حوض سے پھیر دیں گے" یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں زینت کی تمام اقسام جائز ہیں اور ان سے متصف ہونے کی اجازت ہے، ماسوا ان چیزوں کے جن کی کسی دلیل سے ممانعت ہو اسی لیے ہم نے کہا کہ قل من حرم زینۃ اللہ الخ میں زینت

---

[1]۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۱۹۸-۱۹۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

کی تمام اقسام داخل ہیں۔ [1]

لباس کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن جوزی حنبلی "یا بنی ادم خذوا زینتکم عند کل مسجد" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زینت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

۱۔ زینت سے مراد کپڑے ہیں اور اس کی تفسیر میں تین قول ہیں (ا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا اس سے یہ مراد ہے کہ کپڑے پہن کر طواف کیا کرو، (ب) مجاہد اور زجاج وغیرہ نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں شرمگاہ کو ڈھانپا جائے۔ (ج) علامہ ماوردی نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جمعہ اور عید وغیرہ میں خوب صورت اور دیدہ زیب لباس پہنا جائے۔

(۲) ابو رزین نے کہا زینت سے کنگھی وغیرہ کرنا مراد ہے۔ [2]

لباس کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "خذوا زینتکم عند کل مسجد" یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجد میں جانے کے لیے زینت والا لباس پہننا مستحب ہے، اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ اور عید میں اس کو میرے لیے مستحب کیا گیا ہے۔ [3]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے: "خذوا زینتکم عند کل مسجد" بعض مفسرین نے یہاں زینت سے خوبصورت لباس مراد لیا ہے، کیونکہ اس لفظ سے یہی معنی متبادر ہے، امام باقر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہی تفسیر منسوب ہے، روایت ہے کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے جاتے تو نہایت عمدہ لباس پہنتے، ان سے کہا گیا کہ اے ابن رسول اللہ! آپ اس قدر عمدہ لباس کیوں پہنتے ہیں؟ فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے تو میں اپنے رب کے لیے جمال اختیار کرتا ہوں، ظاہر ہے کہ یہ زینت سنت ہے واجب نہیں ہے۔ [4]

قل من حرم زینۃ اللہ الخ الایۃ کی تفسیر میں علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ جس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انھوں نے خز (ریشم اور اون کا مخلوط کپڑا) کا جبہ پہنا ہوا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خوارج کی طرف بھیجا تو انھوں نے سب سے افضل کپڑے پہنے سب سے اچھی خوشبو لگائی اور سب سے اچھی سواری پر سوار ہوئے اور جب خوارج نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ آپ ہم میں سب سے افضل ہیں اور آپ متکبرین کا لباس پہن کر اور ان کی سواری پر بیٹھ کر آئے ہیں، تو حضرت ابن عباس نے یہ آیت پڑھی: قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔ اور حق بات یہ ہے کہ جس زینت کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں ہے وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمان بن علی بن محمد جوزی حنبلی متوفی ۵۹۷ھ، زاد المسیر ج ۳ ص ۱۸۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[3] ۔ علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۳، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[4] ۔ علامہ سید ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۸ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اور اس کے استعمال میں کوئی توقف نہیں کیا جائے گا، الا یہ کہ اس میں تکبر کا دخل ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہزار درہم کی چادر اوڑھ کر تشریف لے گئے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چار سو دینار کی چادر اوڑھتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے، اور امام محمد بھی بہت قیمتی لباس پہنتے تھے اور فرماتے تھے میں اس لیے زیب وزینت کے ساتھ رہتا ہوں کہ میری بیویاں کسی اور کی زیب وزینت کی طرف نہ دیکھیں، اور فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ خوبصورت لباس پہننا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو کوئی نعمت دیتا ہے تو وہ یہ چاہتا ہے کہ اس بندے پر اس نعمت کے آثار نظر آئیں، اگر یہ کہا جائے کہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیوند لگی ہوئی قمیص نہیں پہنتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمال ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ خدشہ تھا کہ اگر آپ نے قیمتی لباس پہنا تو آپ کے عمال بھی قیمتی لباس پہنیں گے اور اگر ان کے پاس پیسے نہ ہوئے تو پھر وہ لوگوں سے یا اموال مسلمین سے ناجائز طور پر پیسے حاصل کریں گے۔ [1]

یہاں تک ہم نے لباس کے متعلق علماء مذاہب کی آراء بیان کی ہیں، باقی سونے، چاندی اور دیگر دھاتوں کے احکام اور ان کی بحث ان شاء اللہ متعلقہ ابواب کے تحت بیان کریں گے۔

بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ أَوَانِي الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فِي الشُّرْبِ وَغَيْرِهِ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کا مردوں اور عورتوں پر حرام ہونا

۵۲۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِي يَشْرَبُ فِي آنِيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں غٹا غٹ جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

۵۲۷۲ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی سات سندیں ذکر کی ہیں، ساتویں سند میں یہ اضافہ ہے جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے، اور ابن مسہر کی روایت کے علاوہ اور کسی حدیث میں کھانے اور سونے کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ سید ابوالفضل شہاب الدین محمود الوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۸ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي بَكْرِ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ (يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السَّرَّاجِ كُلُّهُمْ لَاءٍ عَنْ نَافِعٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ نَافِعٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ الَّذِي يَاْكُلُ اَوْ يَشْرَبُ فِي اٰنِيَةِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ اَحَدٍ مِنْهُمْ ذِكْرُ الْاَكْلِ وَالذَّهَبِ اِلَّا فِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ۔

۵۲۷۳۔ وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ يَزِيدَ اَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ (يَعْنِي ابْنَ مُرَّةَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ خَالَتِهٖ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ فِي اِنَاءٍ مِنْ ذَهَبٍ اَوْ فِضَّةٍ فَاِنَّمَا يُجَرْجِرُ فِي بَطْنِهٖ نَارًا مِنْ جَهَنَّمَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں غٹا غٹ جہنم کی آگ بھرتا ہے۔

سونے اور چاندی کے برتنوں کی حرمت کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو سونے اور چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے، یہ ممانعت مسلمانوں اور کافروں دونوں کو شامل ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ کفار بھی احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں، (بعض احناف کے نزدیک کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں، سعیدی غفرلہٗ) اور تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام مردوں اور عورتوں پر سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا حرام ہے، البتہ داؤد ظاہری اور امام شافعی کا قول قدیم اس کے خلاف ہے اور یہ دونوں قول مردود ہیں، کیونکہ یہ دونوں قول نصوص صریحہ اور اجماع کے خلاف ہیں، نیز امام شافعی نے اپنے قول قدیم سے رجوع کر لیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سونے اور چاندی کے برتنوں کو استعمال کرنا مطلقاً ممنوع ہے، ان میں کھانا پینا، ان کا چمچہ بنانا، ان میں دھونی دینا، ان میں بول براز کرنا غرض یہ کہ ان میں ہر قسم کا استعمال ممنوع ہے، ان کی سرمہ دانی بنانا، سرمہ دانی کی سلائی بنانا (اسی طرح قلم دوات وغیرہ) سونے چاندی کی ہر چیز مردوں اور عورتوں پر حرام ہے، البتہ عورتوں کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات کو استعمال کرنا جائز ہے۔ اگر کسی شخص نے سونے یا چاندی کے برتن سے وضو یا غسل کیا تو وہ گنہ گار ہوگا لیکن اس کا وضو صحیح ہے، اسی طرح اگر کسی نے سونے یا چاندی کے برتنوں میں کھانا کھایا تو وہ گنہ گار ہوگا لیکن وہ کھانا حرام نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور تمام علماء کا یہی نظریہ ہے، البتہ داؤد ظاہری کا اس میں اختلاف ہے۔ سونے اور چاندی

کے برتنوں کو بنانا اور استعمال نہ کرنا اس میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں، اصح قول یہ ہے کہ یہ بھی حرام ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ مکروہ ہے، کراہت کے قول کی تقدیر پر اس کو بنانے والا اجرت کا مستحق ہوگا، اور جس نے ان برتنوں کو توڑا اس پر تاوان لازم ہوگا، اور شیشہ کے نفیس برتن بالاجماع حرام نہیں ہیں، اور یاقوت، زمرد اور فیروزہ کے برتنوں میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو حرام بھی کہا ہے۔ [1]

سونے اور چاندی کے استعمال کی صورتوں میں مذاہب ائمہ

ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

سونے اور چاندی کے استعمال کی چند چیزیں ضرورت اور حاجت کی بناء پر مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ اگر کسی شخص کی ناک کٹ جائے یا اس کا دانت ٹوٹ جائے، تو سونے یا چاندی کی ناک یا دانت بنانا جائز ہے، جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے، امام محمد بن حسن شیبانی اور ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے، اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ دانتوں کو سونے کی بجائے چاندی سے باندھا جائے، فقہاء احناف نے یہ بھی کہا ہے کہ چاندی کی انگوٹھی میں نگینہ لگانے کے لیے سونے کی کیل ٹھوکنا جائز ہے، کیونکہ یہ کیل نگینے کے تابع ہے، اور فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ مرد پر سونے کا دانت لگانا حرام ہے۔

(۲)۔ دوات (اسی طرح قلم وغیرہ) پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھانا جائز ہے بایں طور کہ اس سے سونے یا چاندی کو مادی طور سے الگ نہ کیا جا سکے۔

(۳)۔ جس برتن کو چاندی سے مزین کیا گیا ہو، امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس میں پینا اور وضو کرنا جائز ہے، اسی طرح چاندی سے مزین کی ہوئی زین پر سوار ہونا اور چاندی سے مزین کیے ہوئے تخت پر بیٹھنا جائز ہے، جس برتن کے بنانے میں سونا یا چاندی ملایا گیا ہو، یا جس کرسی کے مادہ میں سونا یا چاندی کو شامل کیا گیا ہو، اس کو بھی امام ابو حنیفہ نے جائز کہا ہے، اسی طرح اگر تلوار یا آئینے کے حلقہ میں سونا یا چاندی لگایا گیا ہو یا قرآن مجید کو سونے یا چاندی سے بنایا گیا ہو تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح لگام یا رکاب کا حکم ہے، اور جس کپڑے میں سونے یا چاندی سے لکھا گیا ہو تو یہ سب امور جائز ہیں، مسجد کے نقش و نگار اور مصحف کو سونے کے پانی سے مزین کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس سے تعظیم مقصود ہو اور اگر ریاکاری مقصد ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

فقہاء مالکیہ نے یہ کہا ہے کہ مصحف، تلوار اور انگوٹھی کو چاندی سے مزین کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور لگام، زین اور چھری وغیرہ میں چاندی نہ لگائی جائے، اور سونے کے پانی چڑھانے یا چاندی اور سونے کو ملا کر بنانے میں ان کے دو قول ہیں، ایک قول میں ممنوع کہا ہے اور ایک قول میں مکروہ کہا ہے۔

فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ چاندی اور سونے کا پانی کسی چیز پر اس طرح چڑھانا جائز نہیں ہے جس سے مادی طور پر سونے یا چاندی کو الگ کیا جا سکے اور اگر چاندی یا سونے کو الگ نہ کیا جا سکے تو پھر جائز ہے، اور بطور زینت کے کسی مادے میں چاندی بھر کر برتن بنانا جائز نہیں ہے اور اگر اس کی ضرورت ہو تو کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور کسی مادے میں سونا بھر کر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۸-۱۸۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کوئی چیز بنانا مطلقاً حرام ہے، خواہ وہ چیز بڑی ہو یا چھوٹی، ضرورت کی بنا پر بنایا جائے یا زینت کی بنا پر، کل مادے میں سونا بھرا جائے یا بعض میں، حتیٰ کہ اس طرح سرمہ دانی بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

مرد اور عورت کے لیے مصحف کو چاندی سے آراستہ کرنا جائز ہے اور آلات جنگ مثلاً نیزے اور منطقہ وغیرہ کو مرد کے لیے چاندی سے مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس سے کفار جلیں گے، اور یہ عمل عورتوں کے لیے جائز نہیں ہے، جن آلات کو مرد پہنتے نہیں ہیں جیسے زین اور لگام وغیرہ ان کو بھی چاندی سے مزین کرنا جائز نہیں ہے، اور عورت کے لیے مصحف کو سونے سے مزین کرنا جائز ہے، یعنی سونے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے مصحف میں لگا لیے جائیں، دیواروں اور چھتوں کو سونے اور چاندی کے پانی سے مزین کرنا جائز نہیں ہے، خواہ سونے اور چاندی کو مادی طور پر الگ کیا جا سکے یا نہیں۔ کعبہ اور باقی مساجد کو سونے اور چاندی سے مزین کرنا جائز نہیں ہے، جس طرح کعبہ میں ریشم کے پردے لگانا جائز نہیں ہے۔

فقہاء حنابلہ کے اقوال بھی فقہاء شافعیہ کی طرح ہیں، ان کے نزدیک بھی کسی مادے میں سونا، چاندی بھر کر کوئی چیز بنانا جائز نہیں، خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو، اور قلیل مقدار میں سونے کا استعمال بغیر ضرورت کے جائز نہیں ہے، مثلاً سونے کی ناک لگانا یا سونے سے دانت باندھنا جائز ہے، اسی طرح قلیل مقدار میں چاندی کا استعمال بھی جائز ہے۔

فقہاء نے بیان کیا ہے کہ سونے اور چاندی کے استعمال کی حرمت کی علت فضول خرچی اور تکبر ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کی حرمت کی علت ان کا خلقتہً ثمن ہونا ہے، اگر ان کے استعمال کو مباح کیا جائے تو پھر ان کا بازار میں زیادہ رواج ہو جائیگا جس سے اضطراب اور قلق پیدا ہوگا۔

سونے اور چاندی کے علاوہ دوسرے نفیس برتنوں کا استعمال جائز ہے، جیسے یاقوت، شیشے، بلور، عقیق، زمرد، مرجان، پیتل اور سیسہ وغیرہ کے برتن، کیونکہ یہ مادے سونے اور چاندی کے حکم میں نہیں ہیں اور اشیاء میں اصل اباحت ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پیتل کے برتن سے وضوء کیا ہے۔ [1]

۲۹/۷ بَابُ تَحْرِيمِ اسْتِعْمَالِ إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ عَلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ وَالْحَرِيرِ عَلَى الرَّجُلِ وَإِبَاحَتِهِ لِلنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں پر سونے اور چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا، مردوں پر سونے کی انگوٹھی اور ریشم کا حرام ہونا اور عورتوں کے لیے اس کی اباحت

۵۲۷۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ سُوَيْدِ بْنِ مُقَرِّنٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ

سوید بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے اور سات چیزوں سے روکا ہے، مریض کی عیادت کرنے، جنازہ کے ساتھ جانے، چھینک کا جواب دینے، قسم پوری کرنے

---

[1] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۳ ص ۵۴۶، ۵۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَازَةِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ اَوِ الْمُقْسِمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِيْ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيْمَ اَوْ عَنْ تَخَتُّمٍ بِالذَّهَبِ وَعَنْ شُرْبٍ بِالْفِضَّةِ وَعَنِ الْمَيَاثِرِ وَعَنِ الْقَسِّيِّ وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّيْبَاجِ۔

منظلوم کی مدد کرنے، دعوت قبول کرنے اور بکثرت سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔ انگوٹھی پہننے، یا سونے کی انگوٹھی پہننے، چاندی کے برتنوں میں پینے، ریشمی گدوں پر بیٹھنے، قسی (ریشم کی ایک قسم) پہننے، ریشمی کپڑا پہننے، استبرق (ریشم کی ایک قسم) اور دیباج (ریشم کی ایک قسم) پہننے سے منع فرمایا ہے۔

۵۲۷۵۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ اِلَّا قَوْلَهُ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ اَوِ الْمُقْسِمِ فَاِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ هٰذَا الْحَرْفَ فِي الْحَدِيْثِ وَجَعَلَ مَكَانَهُ وَاِنْشَادِ الضَّالِّ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے، اس میں قسم پوری کرنے کا ذکر نہیں ہے، اس کی بجائے گم شدہ چیز کو تلاش کرانے کا ذکر ہے۔

۵۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ زُهَيْرٍ وَقَالَ اِبْرَارِ الْقَسَمِ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ وَعَنِ الشُّرْبِ فِي الْفِضَّةِ فَاِنَّهُ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، اس میں قسم کو پورا کرنے کا ذکر ہے، اور چاندی کے برتن میں پینے کے متعلق یہ ہے کہ جس نے دنیا میں چاندی کے برتن میں پیا وہ آخرت میں چاندی کے برتن میں نہیں پیئے گا۔

۵۲۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ الشَّيْبَانِيُّ وَلَيْثُ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمٍ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِي الشَّعْثَاءِ بِاِسْنَادِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ زِيَادَةَ جَرِيْرٍ وَابْنِ مُسْهِرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں مؤخر الذکر زیادتی کا ذکر نہیں ہے۔

۵۲۷۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنِيْ بَهْزٌ قَالُوْا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ سُلَيْمٍ بِاِسْنَادِهِمْ وَمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ اِلَّا قَوْلَهُ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ فَاِنَّهُ قَالَ بَدَلَهَا وَرَدِّ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کی ہیں، اس میں سلام کی اشاعت کی جگہ سلام کے جواب دینے کا ذکر ہے، اور کہا کہ آپ نے ہمیں سونے کی انگوٹھی یا سونے کے چھلے سے منع فرمایا۔

السَّلَامِ وَقَالَ نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ أَوْ حَلْقَةِ الذَّهَبِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں افشاء السلام اور خاتم الذہب کے الفاظ بغیر شک کے ذکر ہیں۔

۵۲۷۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ وَعَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَشْعَثَ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ بِإِسْنَادِهِ وَقَالَ وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ وَخَاتَمِ الذَّهَبِ مِنْ غَيْرِ شَكٍّ۔

۵۲۸۰ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَهْلِ بْنِ إِسْحٰقَ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْأَشْعَثِ ابْنِ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ سَمِعْتُهُ يَذْكُرُهُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُكَيْمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ فَاسْتَسْقَى حُذَيْفَةُ فَجَاءَهُ دِهْقَانٌ بِشَرَابٍ فِي إِنَاءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ وَقَالَ إِنِّي أُخْبِرُكُمْ أَنِّي قَدْ أَمَرْتُهُ أَنْ لَا يَسْقِيَنِي فِيهِ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي إِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا الدِّيبَاجَ وَالْحَرِيرَ فَإِنَّهُ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَهُوَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

عبداللہ بن عکیم بیان کرتے ہیں کہ ہم مدائن (ایک شہر) میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، حضرت حذیفہ نے پانی مانگا، ایک کسان چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس برتن کو پھینک دیا اور فرمایا میں تم کو بتا رہا ہوں کہ میں پہلے اس سے کہہ چکا تھا کہ مجھے چاندی کے برتن میں نہ پلائے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چاندی اور سونے کے برتن میں نہ پیو اور دیباج اور حریر نہ پہنو کیونکہ یہ چیزیں کافروں کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے قیامت کے دن یہ چیزیں آخرت میں ہونگی۔

۵۲۸۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي فَرْوَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُكَيْمٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

عبداللہ بن عکیم کہتے ہیں کہ ہم مدائن میں حضرت حذیفہ کے پاس تھے، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی، اس حدیث میں قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

۵۲۸۲ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ الْعَلَاءِ وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ أَوْ لَا عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ ثُمَّ حَدَّثَنَا بَزِيدُ سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ ثُمَّ حَدَّثَنَا أَبُو فَرْوَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُكَيْمٍ فَظَنَنْتُ أَنَّ ابْنَ أَبِي لَيْلَى إِنَّمَا سَمِعَهُ مِنِ ابْنِ عُكَيْمٍ قَالَ كُنَّا مَعَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَقُلْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ابن عکیم کہتے ہیں کہ ہم مدائن میں حضرت حذیفہ کے پاس تھے، پھر اس کی مثل حدیث ہے، اس میں قیامت کے دن کا ذکر نہیں ہے۔

۵۲۸۳ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ أَنَّهُ سَمِعَ

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں مدائن میں حضرت حذیفہ کے پاس گیا ان کے پاس ایک شخص چاندی کا برتن لے

عَبْدَ الرَّحْمٰنِ (یَعْنِی ابْنَ اَبِی لَیْلٰی) قَالَ شَهِدْتُ حُذَیْفَةَ اسْتَسْقٰی بِالْمَدَآئِنِ فَاَتَاهُ اِنْسَانٌ بِاِنَآءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَذَکَرَهٗ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عُکَیْمٍ عَنْ حُذَیْفَةَ۔

کر آیا، اس کے بعد ابن عکیم کی روایت کی مثل ہے۔

۵۲۸۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ ح وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ کُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مُعَاذٍ وَاِسْنَادِهٖ وَلَمْ یَذْکُرْ اَحَدٌ مِنْهُمْ فِی الْحَدِیْثِ شَهِدْتُ حُذَیْفَةَ غَیْرُ مُعَاذٍ وَحْدَهٗ اِنَّمَا قَالُوْا اِنَّ حُذَیْفَةَ اسْتَسْقٰی۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، ان میں معاذ کے علاوہ اور کسی کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ میں حضرت حذیفہ کے پاس گیا، ان میں صرف اتنا ذکر ہے کہ حضرت حذیفہ نے پانی مانگا۔

۵۲۸۵۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ کِلَاهُمَا عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ مَنْ ذَکَرْنَا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۵۲۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا سَیْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ اسْتَسْقٰی حُذَیْفَةُ فَسَقَاهُ مَجُوْسِیٌّ فِیْ اِنَآءٍ مِنْ فِضَّةٍ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَلْبَسُوا الْحَرِیْرَ وَلَا الدِّیْبَاجَ وَلَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِهَا فَاِنَّهَا لَهُمْ فِی الدُّنْیَا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو ان کو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں پانی پلایا، حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے ریشم پہنو نہ دیباج پہنو، اور سونے اور چاندی کے برتن میں نہ پیو، اور نہ ان کی رکابیوں (پلیٹوں) میں کھاؤ، کیونکہ یہ برتن کفار کے لیے دنیا میں ہیں۔

۵۲۸۷۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰی حُلَّةَ سِیَرَآءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک ریشمی حُلّہ (یعنی ایک قسم کی دو چادریں) بک رہا ہے، انھوں نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوِ اشْتَرَيْتَ هٰذِهِ فَلَبِسْتَهَا لِلنَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا حُلَلٌ فَأَعْطٰى عُمَرَ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَوْتَنِيهَا وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاهَا عُمَرُ أَخًا لَهُ مُشْرِكًا بِمَكَّةَ۔

کہ یارسول اللہ! کاش آپ اس حلّہ کو خرید لیں اور عام لوگوں کے لیے جمعہ کے دن پہنیں اور اس وقت پہنیں جب آپ سے کوئی وفد ملاقات کے لیے آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ ریشمی حلّے آئے، آپ نے حضرت عمر کو بھی ان میں سے ایک حلّہ دیا، حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ! آپ نے مجھے یہ حلّہ پہننے کے لیے دیا ہے، حالانکہ آپ نے عطارد کے حلّہ میں ایسا، ایسا فرمایا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ حلّہ تم کو پہننے کے لیے نہیں دیا، پھر حضرت عمر نے وہ حلّہ مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو دے دیا۔

۵۲۸۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ ذکر کیا کہ حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۵۲۸۹۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَى عُمَرُ عُطَارِدًا التَّمِيمِيَّ يُقِيمُ بِالسُّوقِ حُلَّةً سِيَرَاءَ وَكَانَ رَجُلًا يَغْشَى الْمُلُوكَ وَيُصِيبُ مِنْهُمْ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي رَأَيْتُ عُطَارِدًا يُقِيمُ فِي السُّوقِ حُلَّةً سِيَرَاءَ فَلَوِ اشْتَرَيْتَهَا فَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْوَفْدِ الْعَرَبِ إِذَا قَدِمُوْا عَلَيْكَ وَأَظُنُّهُ قَالَ وَلَبِسْتَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ عطارد تمیمی بازار میں ایک ریشمی حلّہ لیے بیٹھا ہے، یہ شخص بادشاہوں کے پاس جاتا تھا اور ان سے داد و دہش وصول کرتا تھا، حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! میں نے دیکھا بازار میں عطارد ریشمی حلہ بیچ رہا ہے کاش آپ اس سے حلّہ خرید لیتے اور جب عرب کے وفود آپ سے ملنے کے لیے آتے تو آپ اس کو زیب تن فرماتے! حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے حضرت عمر نے کہا تھا اور آپ اس کو جمعہ کے دن پہنتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں ریشم کو صرف وہ شخص پہنتا ہے، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا،

أُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُلَلٍ سِيَرَاءَ فَبَعَثَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ وَبَعَثَ إِلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ بِحُلَّةٍ وَأَعْطَى عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ حُلَّةً فَقَالَ شَقِّقْهَا خُمُرًا بَيْنَ نِسَائِكَ قَالَ فَجَاءَ عُمَرُ بِحُلَّتِهِ يَحْمِلُهَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهٰذِهِ وَقَدْ قُلْتَ بِالْأَمْسِ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا وَلٰكِنِّي بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُصِيْبَ بِهَا وَأَمَّا أُسَامَةُ فَرَاجَعَنِي فِي حُلَّتِهِ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرًا عَرَفَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَنْكَرَ مَا صَنَعَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا تَنْظُرُ إِلَيَّ فَأَنْتَ بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَا فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا وَلٰكِنِّي بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُشَقِّقَهَا خُمُرًا بَيْنَ نِسَائِكَ۔

اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی ریشمی حلّے آئے، آپ نے ایک حلّہ حضرت عمر کے پاس بھیجا، ایک حضرت اسامہ بن زید کے پاس بھیجا اور ایک حلّہ حضرت علی بن ابیطالب کے پاس بھیجا اور فرمایا اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے دوپٹے بنا دو، حضرت عمر اپنے حلّہ کو اٹھا کر لائے اور کہا یا رسول اللہ! آپ نے یہ حلّہ میرے پاس بھیجا ہے، حالانکہ آپ نے کل عطارد کے حلّہ کے متعلق کیا فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے پاس یہ حلّہ اس لیے نہیں بھیجا کہ اس کو تم خود پہنو، لیکن میں نے تمہارے پاس یہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس سے فائدہ حاصل کرو، رہے حضرت اسامہ تو وہ حلّہ پہن کر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس طرح دیکھا جس سے انھوں نے یہ جان لیا کہ آپ کو یہ پہننا ناگوار ہوا ہے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے کیوں اس طرح دیکھ رہے ہیں حالانکہ آپ نے خود اس حلّہ کو میرے پاس بھیجا تھا، آپ نے فرمایا میں نے اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم خود اس کو پہنو، لیکن میں نے تمہارے پاس اس حلّہ کو اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں کے دوپٹے بنا لو۔

۵۲۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى (وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ) قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ وَجَدَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حُلَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ تُبَاعُ بِالسُّوْقِ فَأَخَذَهَا فَأَتَى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ابْتَعْ هٰذِهِ فَتَجَمَّلْ بِهَا لِلْعِيْدِ وَلِلْوَفْدِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا هٰذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ قَالَ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے بازار میں استبرق کا ایک حلہ فروخت ہوتے ہوئے دیکھا، وہ اس حلّہ کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا یا رسول اللہ! اس کو خرید لیجئے اور عید کے موقعہ پر اور آنے جانے والوں کے موقع پر اظہار زینت کے لیے اس کو پہنا کیجئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ صرف ان لوگوں کا لباس ہے، جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر جب تک خدا کو منظور تھا حضرت عمر ٹھہرے رہے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس دیباج کا ایک جبہ بھیجا، حضرت عمر اس کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور کہا یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا یہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحُبَّةِ دِيْبَاجٍ فَاَقْبَلَ بِهَا عُمَرُ حَتّٰى اَتٰى بِهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْتَ اِنَّمَا هٰذِهٖ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ اَوْ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذِهٖ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ ثُمَّ اَرْسَلْتَ اِلَيَّ بِهٰذِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبِيْعُهَا وَتُصِيْبُ بِهَا حَاجَتَكَ۔

ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، پھر آپ نے یہی میرے پاس بھیج دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کو فروخت کر کے ان پیسوں کو اپنے کام میں لے آؤ۔

۵۲۹۱ - وَحَدَّثَنَاهُ هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۲۹۲ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ رَاٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ عُطَارِدٍ قَبَاءً مِّنْ دِيْبَاجٍ اَوْ حَرِيْرٍ فَقَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوِ اشْتَرَيْتَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا يَلْبَسُ هٰذَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهٗ فَاُهْدِيَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةٌ سِيَرَاءُ فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَيَّ قَالَ قُلْتُ اَرْسَلْتَ بِهَا اِلَيَّ وَقَدْ سَمِعْتُكَ قُلْتَ فِيْهَا مَا قُلْتَ قَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے آل عطارد کے کسی آدمی کے پاس دیباج یا ریشم کی قبا دیکھی، حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کاش! آپ اس کو خرید لیں، آپ نے فرمایا اس کو صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی حلہ ہدیہ کیا گیا، آپ نے وہ حلہ میرے پاس بھیج دیا، میں نے کہا آپ نے وہ حلہ میرے پاس بھیج دیا، حالانکہ میں آپ سے اس کے متعلق وہ سن چکا ہوں جو آپ نے فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے اس کو تمہارے پاس صرف اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

۵۲۹۳ - وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ عَنْ سَالِمِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَاٰى عَلٰى رَجُلٍ مِّنْ اٰلِ عُطَارِدٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتَنْتَفِعَ بِهَا وَلَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آل عطارد کے ایک شخص کے پاس (حلہ) دیکھا، اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ میں نے تمہارے پاس یہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ اور تمہارے پاس اس کو پہننے کے لیے نہیں بھیجا۔

۵۲۹۴ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ قَالَ حَدَّثَنِيْ

یحییٰ بن ابی اسحاق بیان کرتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ نے مجھ سے استبرق کے متعلق دریافت کیا، میں نے کہا وہ موٹا

يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ قَالَ لِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي الْإِسْتَبْرَقِ قَالَ قُلْتُ مَا غَلُظَ مِنَ الدِّيبَاجِ وَخَشُنَ مِنْهُ فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ رَأَى عُمَرُ عَلَى رَجُلٍ حُلَّةً مِنْ إِسْتَبْرَقٍ فَأَتَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ إِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مَالًا۔

اور سخت دیباج ہے، میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس استبرق کا حلہ دیکھا، وہ اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے یہ جبہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس سے مالی فائدہ حاصل کرو۔

۵۲۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ خَالَ وَلَدِ عَطَاءٍ قَالَ أَرْسَلَتْنِي أَسْمَاءُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ فَقَالَتْ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَرِّمُ أَشْيَاءَ ثَلَاثَةَ الْعَلَمَ فِي الثَّوْبِ وَمِيثَرَةَ الْأُرْجُوَانِ وَصَوْمَ رَجَبٍ كُلِّهِ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰهِ أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ رَجَبٍ فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الْأَبَدَ وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْعَلَمِ فِي الثَّوْبِ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَخِفْتُ أَنْ يَكُونَ الْعَلَمُ مِنْهُ وَأَمَّا مِيثَرَةُ الْأُرْجُوَانِ فَهٰذِهِ مِيثَرَةُ عَبْدِ اللّٰهِ فَإِذَا هِيَ أُرْجُوَانٌ فَرَجَعْتُ إِلَى أَسْمَاءَ فَخَبَّرْتُهَا فَقَالَتْ هٰذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةً طَيَالِسَةً كِسْرَوَانِيَّةً لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ فَقَالَتْ هٰذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى

حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق کے غلام کا نام عبداللہ تھا، وہ عطاء کے لڑکے کے ماموں تھے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء نے مجھے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس بھیجا، اور یہ کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ تین چیزوں کو حرام کہتے ہیں، کپڑوں کے نقش و نگار کو، سرخ گدوں کو اور ماہ رجب کے تمام روزے رکھنے کو، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: آپ نے جو رجب کے متعلق ذکر کیا ہے تو جو شخص دائمی روزے رکھتا ہو (وہ رجب کے روزوں کو حرام کیسے کہہ سکتا ہے) باقی رہا کپڑوں کے نقش و نگار کا مسئلہ تو بات یہ ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشم کو صرف وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور مجھے یہ اندیشہ تھا کہ نقش و نگار بھی شاید ریشم سے بنائے جاتے ہیں، رہا سرخ گدا تو عبداللہ بن عمر کا گدا بھی سرخ رنگ کا ہے، راوی کہتے ہیں میں یہ جوابات لے کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، اور ان کو وہ جوابات بتلائے، حضرت اسماء نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے انھوں نے ایک طیالسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، حضرت اسماء نے کہا یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات تک ان کے پاس تھا، اور جب ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پر قبضہ کر لیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس جبہ کو پہنتے تھے، ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں اور اس جبہ سے ان کے

يُسْتَشْفَى بِهَا۔

۵۲۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ كَعْبٍ أَبِي ذُبْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ يَقُولُ أَلَا لَا تُلْبِسُوا نِسَاءَكُمُ الْحَرِيرَ فَإِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْبِسُوا الْحَرِيرَ فَإِنَّهُ مَنْ لَبِسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ۔

خلیفہ بن کعب ابی ذبیان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خطبہ میں کہا: سنو اپنی عورتوں کو ریشم نہ پہناؤ کیونکہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریشم نہ پہنو، کیونکہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔

۵۲۹۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ وَنَحْنُ بِأَذْرَبِيجَانَ يَا عُتْبَةَ بْنَ فَرْقَدٍ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّكَ وَلَا مِنْ كَدِّ أَبِيكَ وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ فَأَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ فِي رِحَالِهِمْ مِمَّا تُشْبِعُ مِنْهُ فِي رَحْلِكَ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ وَزِيَّ أَهْلِ الشِّرْكِ وَلُبُوسَ الْحَرِيرِ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبُوسِ الْحَرِيرِ قَالَ إِلَّا هَكَذَا وَرَفَعَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْبَعَيْهِ الْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةَ وَضَمَّهُمَا قَالَ زُهَيْرٌ قَالَ عَاصِمٌ هَذَا فِي الْكِتَابِ قَالَ وَرَفَعَ زُهَيْرٌ إِصْبَعَيْهِ۔

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم آذربائیجان میں تھے، حضرت عمر نے ہمیں لکھا: اے عتبہ بن فرقد! تمہارے پاس جو مال ہے اس میں تمہاری کوشش کا دخل ہے نہ تمہارے باپ کی کوشش کا دخل ہے نہ تمہاری ماں کی کوشش کا دخل ہے، سو مسلمانوں کو ان کے گھروں پر ان چیزوں سے پیٹ بھر کر کھلاؤ جن سے تم اپنے گھر پر پیٹ بھر کر کھاتے ہو اور تم عیش و عشرت، مشرکین کے لباس اور ریشم پہننے سے بچتے رہنا، کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، مگر ریشم کی اتنی مقدار جائز ہے، یہ فرما کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں، درمیانی انگلی اور انگشت شہادت ملا کر بلند فرمائیں زہیر نے بھی اپنی دو انگلیاں بلند کیں۔

۵۲۹۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ابْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَرِيرِ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۲۹۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَهُوَ عُثْمَانُ) وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحَقَ) أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ كُنَّا مَعَ عُتْبَةَ بْنِ فَرْقَدٍ فَجَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

ابو عثمان کہتے ہیں کہ ہم عتبہ بن فرقد کے ساتھ تھے کہ ہمارے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ریشم کو صرف وہی شخص پہنے گا جس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ملے گا، البتہ ریشم کی اتنی مقدار جائز ہے، ابو عثمان نے اپنے انگوٹھے کے ساتھ ملی ہوئی دو انگلیوں

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَلْبَسُ الْحَرِیْرَ اِلَّا مَنْ لَیْسَ لَہٗ مِنْہُ شَیْءٌ فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا ھٰکَذَا وَقَالَ اَبُوْ عُثْمَانَ بِاَصْبَعَیْہِ اللَّتَیْنِ تَلِیَانِ الْاِبْھَامَ فَرَاَیْتُھُمَا اَزْرَارَ الطَّیَالِسَۃِ حَتّٰی رَاَیْتُ الطَّیَالِسَۃَ۔

کے ساتھ اشارہ کیا، پھر جب میں نے طیالسہ کی چادر کو دیکھا تو ان انگلیوں کو طیالسہ کی چادر میں دیکھا۔

۵۳۰۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِیْہِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ قَالَ کُنَّا مَعَ عُتْبَۃَ بْنِ فَرْقَدٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۳۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰی) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عُثْمَانَ النَّھْدِیَّ قَالَ جَاءَنَا کِتَابُ عُمَرَ وَنَحْنُ بِاَذْرَبِیْجَانَ مَعَ عُتْبَۃَ بْنِ فَرْقَدٍ اَوْ بِالشَّامِ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْحَرِیْرِ اِلَّا ھٰکَذَا اِصْبَعَیْنِ قَالَ اَبُوْ عُثْمَانَ فَمَا عَتَّمْنَا اَنَّہٗ یَعْنِی الْاَعْلَامَ۔

ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عمر کا مکتوب آیا، درآں حالیکہ اس وقت ہم آذربائیجان میں عتبہ بن فرقد کے پاس تھے، یا شام میں تھے، اس میں یہ لکھا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے لیکن دو انگلیوں کی مقدار کا استثناء کیا ہے، ابو عثمان نے کہا ہم نے اس سے نقش و نگار سمجھے۔

۵۳۰۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (وَھُوَ ابْنُ ھِشَامٍ) حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ وَلَمْ یَذْکُرْ قَوْلَ اَبِیْ عُثْمَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے، اس میں ابو عثمان کے قول کا ذکر نہیں ہے۔

۵۳۰۳۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِیْرِیُّ وَاَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ عَامِرٍ الشَّعْبِیِّ عَنْ سُوَیْدِ بْنِ غَفَلَۃَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ بِالْجَابِیَۃِ فَقَالَ نَھٰی نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ اِلَّا مَوْضِعَ اِصْبَعَیْنِ اَوْ ثَلَاثٍ اَوْ اَرْبَعٍ۔

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا ہے، البتہ دو یا تین یا چار انگلیوں کا استثناء فرمایا ہے۔

۵۳۰۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۳۰۵- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَبِيبٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَبِسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَبَاءً مِنْ دِيبَاجٍ أُهْدِيَ لَهُ ثُمَّ أَوْشَكَ أَنْ نَزَعَهُ فَأَرْسَلَ بِهِ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقِيلَ لَهُ قَدْ أَوْشَكَ مَا نَزَعْتَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ نَهَانِي عَنْهُ جِبْرِيلُ فَجَاءَهُ عُمَرُ يَبْكِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ فَمَا لِي قَالَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهُ لِتَلْبَسَهُ إِنَّمَا أَعْطَيْتُكَهُ تَبِيعُهُ فَبَاعَهُ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دیباج کی قباء پہنی جو آپ کو ہدیہ کی گئی تھی، پھر آپ نے اس کو اتار دیا اور حضرت عمر کے پاس بھیج دیا، آپ سے کہا گیا: یارسول! آپ نے اس کو بہت جلد اتار دیا، آپ نے فرمایا مجھ کو جبرئیل نے اس سے منع کیا، پھر حضرت عمر نے روتے ہوئے کہا کہ یارسول اللہ! آپ نے جو چیز ناپسند کی وہ مجھے دے دی! اب میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: میں نے تم کو پہننے کے لیے نہیں دی، میں نے تم کو یہ فروخت کرنے کے لیے دی ہے، پھر حضرت عمر نے اس کو دو ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

۵۳۰۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يُحَدِّثُ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ سِيَرَاءَ فَبَعَثَ بِهَا إِلَيَّ فَلَبِسْتُهَا فَعَرَفْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتَشُقَّهَا خُمُرًا بَيْنَ النِّسَاءِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ریشمی حلہ ہدیہ کیا گیا، آپ نے وہ میرے پاس بھیج دیا، میں نے اس کو پہن لیا، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے، آپ نے فرمایا میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہن لو، میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس کو پھاڑ کر عورتوں کے دوپٹے بنا دو۔

۵۳۰۷- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عَوْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ مُعَاذٍ فَأَمَرَنِي فَأَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے، اس میں یہ ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے اس کو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا، اور دوسری سند میں یہ ہے کہ میں نے اس کو اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا، اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے مجھے حکم دیا۔

جَعْفَرٍ فَاَطَرْتُهَا بَيْنَ نِسَآئِيْ وَلَمْ يَذْكُرْ فَاَمَرَنِيْ۔

۵۳۰۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ اَبِيْ عَوْنٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ الْحَنَفِيِّ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَ حَرِيْرٍ فَاَعْطَاهُ عَلِيًّا فَقَالَ شَقِّقْهُ خُمُرًا بَيْنَ الْفَوَاطِمِ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ بَيْنَ الْفَاطِمَةِ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدر دومہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشم کا ایک کپڑا ہدیہ بھیجا، آپ نے وہ کپڑا حضرت علی کو دیا اور فرمایا: اس کو پھاڑ کر فاطمہ بنت رسول اللہ، فاطمہ بنت اسد (حضرت علی کی والدہ) اور فاطمہ بنت حمزہ کی اوڑھنیاں بنا دو، دوسری روایت میں عورتوں کا لفظ ہے۔

۵۳۰۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ كَسَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً سِيَرَآءَ فَخَرَجْتُ فِيْهَا فَرَاَيْتُ الْغَضَبَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ فَشَقَقْتُهَا بَيْنَ نِسَآئِيْ۔

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ریشمی حلہ دیا، میں وہ پہن کر نکلا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر غضب کے آثار دیکھے پھر میں نے اس کو پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

۵۳۱۰۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَاَبُوْ كَامِلٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عُمَرَ بِجُبَّةِ سُنْدُسٍ فَقَالَ عُمَرُ بَعَثْتَ بِهَا اِلَيَّ وَقَدْ عَلِمْتُ فِيْهَا مَا قُلْتَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اَبْعَثْ بِهَا اِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا وَاِنَّمَا بَعَثْتُ بِهَا اِلَيْكَ لِتَنْتَفِعَ بِثَمَنِهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس ایک سندس کا جبہ بھیجا، حضرت عمر نے کہا آپ نے میرے پاس یہ جبہ بھیجا ہے، حالانکہ آپ اس کے متعلق ایسا ایسا فرما چکے ہیں! آپ نے فرمایا میں نے یہ تمہارے پاس اس لیے نہیں بھیجا کہ تم اس کو پہنو، میں نے تمہارے پاس یہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کی قیمت سے فائدہ اٹھاؤ۔

۵۳۱۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْاٰخِرَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

۵۳۱۲- وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَقَ الدِّمَشْقِيُّ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو أُسَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَبِسَ الْحَرِيرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہنے گا۔

۵۳۱۳- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوجُ حَرِيرٍ فَلَبِسَهُ ثُمَّ صَلَّى فِيهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهُ نَزْعًا شَدِيدًا كَالْكَارِهِ لَهُ ثُمَّ قَالَ لَا يَنْبَغِي هٰذَا لِلْمُتَّقِينَ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ریشم کی ایک قبا ہدیہ میں دی گئی، آپ نے اس کو پہن کر نماز پڑھی پھر کراہت کے ساتھ اس کو زور سے کھینچ کر اتارا، پھر فرمایا کہ یہ متقیوں کے لیے مناسب نہیں ہے۔

۵۳۱۴- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

کفار فروع کے مخاطب ہیں یا نہیں؟

حدیث نمبر ۵۲۸۷ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریشمی حلہ فروخت ہوتے دیکھا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے خریدنے کا مشورہ دیا، آپ نے فرمایا: اس کو وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، بعد میں حضور نے حضرت عمر کی طرف ایک ریشمی حلہ بھیجا اور حضرت عمر کے استعجاب پر فرمایا میں نے یہ تم کو پہننے کے لیے نہیں دیا، حضرت عمر کا ایک بھائی مکہ میں مشرک تھا، حضرت عمر نے اس کو یہ حلہ پہنا دیا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کافر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور انھیں ہدیہ دینے کی دلیل ہے اور اس حدیث میں مردوں کو ریشم کے کپڑوں کا ہدیہ دینے کی دلیل ہے، کیونکہ کپڑا دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کپڑے کو پہنیں، بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کافر مردوں کے لیے ریشم کے کپڑے پہننا جائز ہے، لیکن یہ وہم باطل ہے، کیونکہ حدیث میں صرف کافر کی طرف ہدیہ دینے کا ذکر ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر نے اس کافر کو وہ کپڑا پہننے کی اجازت دی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہم کے پاس ریشم کے کپڑے بھیجے اور اس سے ان کے پہننے کا جواز لازم نہیں آیا، بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تصریح کی کہ آپ نے ان کو یہ کپڑے اس لیے دیے ہیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں نہ یہ کہ ان کپڑوں کو پہنیں، اور مذہب صحیح یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ کے بھی مخاطب ہیں اور ان پر ریشم پہننا حرام ہے۔ [1]

علامہ نووی شافعی نے اس حدیث کی یہ تشریح اپنے مذہب کے مطابق کی ہے، فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ کفار فروع کے مخاطب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۰ - ۱۸۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نہیں ہیں اور ان کا استدلال حدیث کے ان الفاظ سے ہے: فکساھا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اخاہ بمکۃ مشرکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ ریشمی کپڑا مکہ میں اپنے ایک مشرک بھائی کو پہنا دیا، علامہ نووی کی تقریر تب صحیح ہوتی جب اس مشرک کو کپڑا دینے کا ذکر ہوتا، یہاں دینے کا نہیں پہنانے کا ذکر ہے۔

مردوں پر ریشم حرام ہونے کی تفصیل اور دیگر مسائل

اس حدیث سے جو باقی مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مردوں پر ریشم حرام ہے، البتہ حدیث نمبر ۵۳۰۳ میں حضرت عمر نے جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ریشم کی حرمت سے دو یا تین، چار انگلیوں کا استثناء فرمایا، اور حدیث نمبر ۵۲۹۵ میں ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طیالسی کسروانی جبہ تھا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ان احادیث سے جمہور فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کپڑے پر چار انگل ریشم کا کام بنانا جائز ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ یہ حکم مردوں کے لیے ہے اور عورتوں کے لیے ریشم پہننا مطلقاً جائز ہے، کیونکہ حدیث نمبر ۵۳۰۶ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی سے یہ خطاب ہے کہ تم اس کپڑے کو پھاڑ کر عورتوں کے دوپٹے بنا لو۔

(۲)۔ مسجد کے دروازہ پر خرید و فروخت کا جواز۔

(۳)۔ صالحین اور شرفاء کا خرید و فروخت کرنا۔

(۴)۔ جس چیز کا پہننا جائز نہ ہو اس کی ملکیت کا صحیح ہونا، اور اس کا ہدیہ دینا۔

(۵)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جود و سخا اور صحابہ کو ہدیے دینے کا بیان۔

(۶)۔ کفار کو ہدیہ دینا اور ان سے حسن سلوک کرنا۔

(۷)۔ مردوں کو ریشم کے کپڑے ہدیہ میں دینا۔

(۸)۔ جمعہ اور عیدین کے دن اچھے کپڑے پہننے کا جواز اور استحسان، امام ابوداؤد نے حضرت ابن سلام سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے دو کپڑے خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ اگر کسی شخص کے پاس گنجائش ہو اور وہ کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ جمعہ کے لیے دو کپڑے خرید لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب جمعہ کا دن ہو تو مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ مسواک کرے، اور اپنے اچھے کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے۔

سونے، چاندی کے بٹن اور گھڑی کے چین کا حکم

حدیث نمبر ۵۲۹۵ میں ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک کسروانی جبہ تھا جس کی آستینوں اور گریبان پر ریشم کے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اس حدیث سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کپڑے پر چار انگل ریشم کا کام بنوانا جائز ہے اور چونکہ یہ نقش و نگار کپڑے میں بالتبع ہوتے ہیں اس لیے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ کپڑے پر سونے اور چاندی کا بالتبع کام بنوانا یا سونے اور چاندی کے بٹن بنوانا بھی جائز ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

شرح الوہبانیہ میں منتقی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ریشم سے قمیص کے کاج اور بٹن بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وہ قمیص کے تابع ہیں اور تتارخانیہ میں سیر کبیر سے منقول ہے کہ دیباج اور سونے کے بٹن بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور تتارخانیہ میں مختصر الطحاوی سے منقول ہے کہ کپڑے پر چاندی کے نقش و نگار بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور سونے کے نقش و نگار بنانا مکروہ ہے، فقہاء نے کہا کہ اس پر اشکال ہے کیونکہ شریعت میں آستینوں پر کام کی اجازت ہے، اور آستینوں پر کبھی سونے کا کام بھی کروایا جاتا ہے۔ [1]

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہے کہ شارع علیہ السلام نے ایسا جبہ پہنا ہے جس کی آستینوں یا دامن پر ریشم کا کام تھا، اس میں چاندی یا سونے کے کام کا ذکر نہیں ہے، لہٰذا اس کے جواب میں غور و فکر اور تتبع کرنا چاہیے (علامہ شامی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ کپڑے کی آستینوں یا دامن پر ریشم کے بیل بوٹے صرف اس لیے جائز کیے گئے ہیں کہ وہ قلیل، تابع اور غیر مقصود ہوتے ہیں، چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے، اور سونا، چاندی اور ریشم حرام ہونے میں سب برابر ہیں اور جب جبہ کی آستینوں پر ریشم کے نقش و نگار بنانے کی اجازت دی گئی تو اس سے سونے اور چاندی کے نقش و نگار بنانے کی بھی اجازت حاصل ہو گئی، کیونکہ حرمت میں یہ سب مساوی ہیں۔ [2]

میرے استاذ محترم حضرت مولانا عطا محمد بندیالوی متنا اللہ بطول حیاتہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح کلائی کی گھڑی کا چین بھی جائز ہے کیونکہ وہ بھی تابع اور غیر مقصود ہے کیونکہ اصل مقصود گھڑی ہے۔ گلٹ جس میں چاندی ملی ہوئی ہو اور غالب تانبا ہو اگر اس کی چین انگرکھے میں لگائی جائے تو اگر وہ پہننے کے مشابہ نہ ہو تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر پہننے میں مشابہ ہو تو مکروہ ہے، علامہ شامی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہننے کے مشابہ نہیں ہے لیکن اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں فقیر کو اس میں تامل ہے اور علامہ شامی کو خود بھی اس پر یقین نہیں تو بہتر اس سے احتراز ہی ہے۔ [3]

ہر چند کہ اعلیٰ حضرت کا یہ فتویٰ انگرکھے میں لگی ہوئی جیبی گھڑی کے چین کے متعلق ہے، لیکن اس سے کلائی کی گھڑی کی چین کا بھی حکم معلوم ہو گیا، کیونکہ اس گھڑی کا باندھنا بھی زیادہ سے زیادہ پہننے کے مشابہ ہے لہٰذا وہ بھی اس عبارت کے مطابق خلاف اولیٰ ہو گا ناجائز اور حرام نہیں ہو گا۔

حضرت مولانا نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۲ھ لکھتے ہیں:

سونے اور چاندی کے علاوہ تمام دھاتوں کا چین، زنجیر، چمچ وغیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں۔

قرآن کریم کا ارشادِ مبین ہے:

خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ (بقرہ: ۲۹)

جس نے تمہارے نفع کے لیے زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔

بلکہ ہر وہ چیز جس سے شرعِ مطہر میں ممانعت نہیں آئی دھات ہو یا کوئی اور چیز اس کا استعمال جائز و حلال ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز ص ۱۴ ملخصاً، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، ۱۳۰۹ھ

قرآنِ کریم میں ہے۔

عفا اللہ عنھا۔ (مائدہ: ۱۰۱) اللہ نے ان سے درگذر کیا

سنن ترمذی ص۲۱۹ جلد ۱، ابنِ ماجہ ص۲۴۹ میں حضرتِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پُرنور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحلال ما حل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ۔

جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے اللہ نے سکوت کیا وہ معاف ہے۔

نیز مستدرک ص۳۷۵ جلد ۲، سنن بیہقی ص۱۲ جلد ۱۰ میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مرفوع میں ہے۔

وماسکت عنہ فھو عافیۃ فاقبلوا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیًا۔

جس سے اللہ نے سکوت کیا اس میں عافیت ہے پس اللہ سے عافیت کو قبول کرو، کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں ہے۔

پھر آیت تلاوت فرمائی وما کان ربک نسیا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا جسے ذہبی نے برقرار رکھا اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

شامی ص۹۳ جلد ۱ میں "تحریر" سے ہے: المختار ان الاصل الاباحۃ عند الجمھور من الحنفیۃ والشافعیۃ۔

فتاویٰ قاضی خان ص۸۰۰ وغیرہا میں بھی یہ تصریح ہے۔ اور اسی سے گیارہویں شریف، میلاد مبارک، اولیائے کرام کے عرس، تیجہ، ساتواں، چہلم وغیرہ صدہا مسائل ثابت ہوتے ہیں، تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ چین وغیرہ بھی جائز الاستعمال ہیں کیونکہ کسی آیت یا حدیث میں یا کسی ہمارے مجتہد امام کے قول میں انگوٹھی کے ماسوا کسی چیز سے ممانعت نہیں آئی۔

رہا یہ خیال کہ جب لوہے وغیرہ کی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں تو کوئی چیز بھی جائز نہیں رہے گی، یہ ہرگز صحیح نہیں، آیات واحادیث مذکورہ اور قاعدۂ مسلمہ کا یہی تقاضا ہے کہ باقی چیزیں جائز الاستعمال ہیں۔ قرآن کریم سے صراحۃً ثابت ہے کہ شرائعِ سابقہ میں بھی لوہا، تانبا جائز الاستعمال تھے (دیکھو سورۂ کہف وسورۂ سباء) اور قرآنِ کریم نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ لوہے میں ہمارے لیے بہت سے فائدے ہیں۔ سورۃ الحدید میں ہے:

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس۔

ہم نے لوہا اتارا اس میں بہت قوت ہے اور لوگوں کے اور بھی فائدے ہیں۔

اسی بناء پر تلوار، تیر، خود، زرہیں، بندوقیں، توپیں، تلوار، چھری، قلم، دوات، گھڑی، بٹن وغیرہ ہزارہا قسم کی اشیاء مستعملہ بلا روک ٹوک ہر ایک دکھات کی استعمال ہو رہی ہیں۔ اور یہ خیال کہ کڑا سکھوں کا شعار ہے لہٰذا چین منع ہے، یہ محض بے جا ہے اگر یوں ہوتا تو سکھوں کا شعار کرپان بھی ہے لہٰذا مسلمان تلوار اور خنجر استعمال نہ کر سکتا، بلکہ صرف کڑا اور کرپان جو ان کا شعار ہیں ان سے بچنا ضروری ہے جیسے چاندی کی انگوٹھی مرد کے لیے جائز ہے مگر زنانہ یا فاسقانہ طرز کی ہو تو ناجائز ہے بلکہ کپڑا، جوتا وغیرہ مردانہ طرز کے عورت استعمال نہ کرے اور زنانہ طرز کے ہوں

تو مرد پرہیز کرے یہی کافی ہے اور یہ نہیں کہ مرد مردانہ انگوٹھی یا مردانہ جوتا بھی نہ پہنے جب کہ فاسقانہ نہ ہوں۔
پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھات کے چین زیورات کا سامان ہیں لہٰذا ناجائز ہیں حالانکہ یہ کہنا بھی ظلم ہے،
ہمارا رب جل وعلا ارشاد فرماتا ہے:

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ (الاعراف: ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے تو اپنے بندوں کے لیے زینت کی چیزیں پیدا فرمائیں تو اور کون ہے جو ان کو حرام بنا سکے۔

ایسی خام خیالیوں سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ شامی ص ۲۷۱ جلد ۵ میں ہے:

لیس کل حلی حراما علی الرجال بدلیل حل الخاتم والعلم والثوب المنسوج بالذھب اربعۃ اصابع وحلیۃ السیف والمنطقۃ۔

مردوں پر ہر زیور حرام نہیں ہے، کیونکہ انگوٹھی، علم اور کپڑے پر چار انگل کی مقدار سونے کی بیل بوٹے تلوار اور منطقہ کے زیور حلال ہیں۔

اور قرآن کریم میں بھی سورۃ النحل اور سورۃ الفاطر میں ہے:

حلیۃ تلبسونھا۔

وہ زیور جن کو تم پہنتے ہو۔

بہرحال مردانہ طرز کی کوئی چیز بھی اگرچہ اس میں زیب وزینت ہو صرف زیب وزینت کی وجہ سے مرد پر ہرگز ہرگز حرام نہیں ہو سکتی۔ چین ہو یا گھڑی، عینک ہو یا چھڑی، مایا لگائی ہوئی دستار یا اچکن وغیرہ جن میں زیب وزینت پایا جاتا ہے سب جائز الاستعمال ہیں، ہاں سونے اور چاندی کا حکم معلوم ہی ہے کہ ان کا پہننا حرام ہے تو ان کے برتن، قلم، دوات وغیرہ اشیاء کا استعمال بھی حرام ہے اور یہ نہیں کہ پہننا حرام ہو اور باقی استعمال جائز ہوں، یونہی اگر دھاتوں کا پہننا حرام ہوتا تو ان کی سب استعمالی چیزیں جو پہنی نہیں جاتیں حرام ہوتیں، لاری، گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چمٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں، جو صاحب سب چیزوں کو حرام بتائے، یا پہننے اور دوسرے استعمال میں تفریق کرے تو اس پر لازم ہے کہ اپنے اس مدعا پر قرآن پاک اور حدیث پاک یا تصریحات ائمہ مجتہدین سے کوئی دلیل قائم کرے ورنہ اس آیت پاک پر نظر رکھے

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب۔

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کی نسبت نہ کہو یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم جھوٹ بول کر اللہ پر افترا باندھو۔

اور جب چین جائز ہوا تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہو سکتا ہے، لہٰذا نماز بھی جائز ہوگی۔

(فتاوی نوریہ رضویہ ج ۱ ص ۵۲۱ مطبوعہ لاہور ۱۴۱۲ھ)

بَابُ ۳۰ إِبَاحَةِ لُبْسِ الْحَرِيرِ لِلرَّجُلِ إِذَا كَانَ بِهِ حِكَّةٌ أَوْ نَحْوُهَا

خارش یا کسی اور عذر کی بنا پر مرد کے لیے ریشم پہننے کا جواز

۵۳۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَنْبَأَهُمْ أَنَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام کو ایک سفر میں ریشم پہننے کی اجازت دی، کیونکہ ان

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ فِی الْقُمُصِ الْحَرِیْرِ فِی السَّفَرِ مِنْ حِکَّۃٍ کَانَتْ بِھِمَا اَوْ وَجَعٍ کَانَ بِھِمَا۔

کو خارش یا کوئی اور تکلیف لاحق ہو گئی تھی۔

۵۳۱۶۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ یَعْنِیْ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ فِی السَّفَرِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔ اور اس میں سفر کا ذکر نہیں ہے۔

۵۳۱۷۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ رُخِّصَ لِلزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِکَّۃٍ کَانَتْ بِھِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبد الرحمان بن عوف کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی۔

۵۳۱۸۔ وَحَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۳۱۹۔ وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا ھَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ اَنَّ اَنَسًا اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرَ بْنَ الْعَوَّامِ شَکَوَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَمْلَ فَرَخَّصَ لَھُمَا فِیْ قُمُصِ الْحَرِیْرِ فِیْ غَزَاۃٍ لَھُمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ان کو جنگ کے دنوں میں ریشم پہننے کی اجازت دے دی۔

ف: جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ خارش یا کسی اور عذر کی بناء پر ریشم کا پہننا جائز ہے خواہ سفر ہو یا حضر، نیز ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ علاج کی وجہ سے کسی امر حرام کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

۷۲۶ بَابُ النَّھْیِ عَنْ لُبْسِ الرَّجُلِ الثَّوْبَ الْمُعَصْفَرَ

زرد رنگ کے کپڑے پہننے کی مردوں کو ممانعت

۵۳۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیٰی حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ ابْنَ مَعْدَانَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ جُبَیْرَ بْنَ نُفَیْرٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَخْبَرَہٗ قَالَ رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ کفار کے کپڑے ہیں ان کو مت پہنو۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ ثَوْبَیْنِ مُعَصْفَرَیْنِ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ مِنْ ثِیَابِ الْکُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْھَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۵۳۲۱ وَحَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا ھِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمُبَارَکِ کِلَاھُمَا عَنْ یَحْیٰی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ۔

۵۳۲۲۔ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَیْدٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ اَیُّوْبَ الْمَوْصِلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ سُلَیْمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ طَاوٗسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ ثَوْبَیْنِ مُعَصْفَرَیْنِ فَقَالَ اُمُّکَ اَمَرَتْکَ بِھٰذَا قُلْتُ اَغْسِلُھُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْھُمَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا کیا تمہاری ماں نے تمہیں ان کپڑوں کو پہننے کا حکم دیا ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ان کو دھو ڈالوں؟ آپ نے فرمایا: بلکہ ان کو جلا دو۔

۵۳۲۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ لُبْسِ الْقَسِّیِّ وَالْمُعَصْفَرِ وَعَنْ تَخَتُّمِ الذَّھَبِ وَعَنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الرُّکُوْعِ۔

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریشم کے کپڑے پہننے سے، رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے اور زرد رنگ کا لباس پہننے سے منع فرمایا۔

۵۳۲۴۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ حَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ حُنَیْنٍ اَنَّ اَبَاہُ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ یَقُوْلُ نَھَانِیْ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقِرَاءَۃِ وَاَنَا رَاکِعٌ وَعَنْ لُبْسِ الذَّھَبِ وَالْمُعَصْفَرِ۔

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے، اور سونا اور زرد رنگ کا لباس پہننے سے منع فرمایا۔

۵۳۲۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ نَھَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّخَتُّمِ

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے سے، ریشم کے کپڑے پہننے سے، رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے سے اور زرد رنگ کا لباس پہننے سے منع فرمایا۔

بِالذَّهَبِ وَعَنْ لِبَاسِ الْقَسِّيِّ وَعَنِ الْقِرَاءَةِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَعَنْ لِبَاسِ الْمُعَصْفَرِ۔

فقہاء شافعیہ کے نزدیک مردوں کے لیے سرخ اور زرد رنگ کے لباس کا حکم

اس باب کی احادیث میں زرد رنگ کے لباس کی ممانعت ہے، اس سلسلہ میں علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

زرد رنگ سے رنگے ہوئے کپڑوں کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، صحابہ کرام، تابعین عظام اور بعد کے لوگوں میں سے اہل علم نے اس کو جائز کہا ہے، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی نظریہ ہے، البتہ امام مالک نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور کپڑا پہننا افضل ہے، اور ایک روایت ہے کہ ان کپڑوں کو گھر میں پہننا جائز ہے اور بازاروں اور مجالس میں اس کو پہننا مکروہ ہے، علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور جن احادیث میں ممانعت ہے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے، کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہے، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے ہوئے دیکھا، علامہ خطابی نے کہا کہ ممانعت کا محل یہ ہے کہ کپڑا بننے کے بعد اس کو رنگا جائے، اور اگر پہلے سے دھاگا رنگا ہوا ہو پھر کپڑا بنا جائے تو یہ جائز ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ ممانعت کا محل احرام ہے یعنی جو شخص احرام باندھے ہوئے ہو وہ کپڑے کو نہ رنگے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے محرم کو ورس (لال اور پیلا ملا جلا رنگ) اور زعفران (پیلا رنگ) میں اپنے کپڑے کو رنگنے سے منع فرمایا، امام بیہقی نے اس مسئلہ میں امام شافعی سے اختلاف کیا ہے۔ [1]

فقہاء احناف کے نزدیک مردوں کے لیے سرخ اور زرد رنگ کے لباس کا حکم

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے محرم کو ورس (لال اور پیلا ملا جلا رنگ) یا زعفران کے رنگ سے کپڑا رنگنے کو منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۹)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ورس اور زعفران سے رنگنے کی ممانعت محرم کے ساتھ مقید ہے اور محرم کے ساتھ مقید کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ غیر محرم کے لیے زعفران میں کپڑے کو رنگنا جائز ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ امام مالک اور علماء کی ایک جماعت نے غیر محرم کے لیے زعفران کے رنگ میں کپڑے کو رنگنے کی اجازت دی ہے، اور یہ کہا ہے کہ یہ ممانعت محرم کے ساتھ خاص ہے، اور امام شافعی اور کوفیوں (فقہاء احناف) نے اس ممانعت کو محرم اور غیر محرم دونوں کے حق میں عام قرار دیا ہے، نیز اس باب کے بعد باب النعال السبتیہ میں یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں زرد رنگ میں کپڑے اسی لیے رنگتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ میں کپڑے رنگتے ہوئے دیکھا ہے، اس لیے میں زرد رنگ میں کپڑا رنگنا پسند کرتا ہوں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰) یہ حدیث زعفران اور زرد رنگ میں کپڑا رنگنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اور امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن جعفر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس کی سند میں عبداللہ بن مصعب بن زبیر ضعیف راوی ہے۔ [1]

نیز امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا متوسط قد تھا، میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلہ میں ملبوس دیکھا، میں نے آپ سے زیادہ حسین شخص کوئی نہیں دیکھا، (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں سرخ رنگ کے لباس کو پہننے سے منع کیا گیا ہے:

(۱)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے، اور آپ نے فرمایا جنت میں سرخ رنگ نہیں ہے۔

(۲)۔ ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سبز رنگ کو پسند کرتے تھے، اور سرخ رنگ کو ناپسند کرتے تھے۔

(۳)۔ حسن بن ابی الحسن روایت کرتے ہیں کہ سرخ رنگ شیطان کی زینت ہے اور شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ ان تمام روایات کی اسانید غیر مستقیم ہیں اور ان میں سے اکثر روایات مراسیل ہیں، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گہرے زرد رنگ سے منع فرمایا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جب کپڑے میں صرف زرد رنگ ہو، علاوہ ازیں امام ابن ماجہ کی یہ روایت امام بخاری کی حضرت براء سے مروی زیر بحث روایت کے پائے کی نہیں ہے

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سرخ رنگ کے متعلق علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱)۔ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت عبداللہ بن جعفر اور متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء تابعین میں سے سعید بن مسیب، نخعی، شعبی، ابو قلابہ، ابو وائل اور متعدد فقہاء یہ کہتے ہیں کہ سرخ رنگ مطلقاً جائز ہے۔

(۲)۔ بعض علماء مذکور الصدر احادیث کی بناء پر کہتے ہیں کہ سرخ رنگ مطلقاً منع ہے۔

(۳)۔ عطاء، طاؤس اور مجاہد کہتے ہیں کہ گہرا سرخ رنگ مکروہ ہے اور ہلکا رنگ مکروہ نہیں ہے۔

(۴)۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ زینت کے قصد سے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز نہیں ہے اور اگر گھر میں کام کاج کے لیے سرخ رنگ کا لباس جائز ہے۔

(۵)۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ کپڑا پہننے کے بعد سرخ رنگ میں رنگنا منع ہے، اور سرخ دھاگے سے کپڑا بننا جائز ہے۔

(۶)۔ زرد رنگ میں کپڑا رنگنا منع ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں احادیث ہیں، اس کے علاوہ کسی رنگ میں کپڑا رنگنا منع نہیں ہے۔

(۷)۔ ممانعت پورے کپڑے کو رنگنے کے ساتھ خاص ہے، لیکن اگر اس میں سرخ رنگ کے علاوہ کالا یا سفید وغیرہ بھی ہو تو پھر جائز ہے اور جن احادیث میں سرخ رنگ کے حلہ کا ذکر ہے اس سے سرخ دھاری دھار رنگ مراد ہے، کیونکہ یمنی چادروں میں سرخ اور دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوتی تھیں [2] (علامہ ابن قیم حنبلی نے بھی زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۵ (مطبوعہ مصر) میں

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۱۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

یہی موقف اختیار کیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زرد، زعفرانی، سرخ اور پیلے رنگ کا لباس مردوں کے لیے مکروہ ہے، اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ عورتوں کے لیے یہ رنگ مکروہ نہیں ہیں، ان کے علاوہ باقی رنگوں میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مجتبیٰ، قہستانی اور ابو المکارم کی شرح النقایہ میں یہ لکھا ہے کہ سرخ رنگ کے کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے لیکن تحفہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ حرام ہیں یعنی مکروہ تحریمی ہیں، علامہ شرنبلالی نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے، جس میں اس مسئلہ میں آٹھ اقوال ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہیں۔ [1]

علامہ شرنبلالی نے یہ آٹھ اقوال فتح الباری یا ارشاد الساری سے لیے ہیں، ان میں سے سات اقوال تو وہ ہیں جو ہم علامہ عینی کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں، اور آٹھواں قول علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت سے مستفاد ہے:

علامہ طبری نے ان میں سے اکثر اقوال ذکر کرنے کے بعد یہ کہا میرے نزدیک کپڑے کو ہر رنگ میں رنگ کر پہننا جائز ہے لیکن میں گہرے سرخ رنگ کے کپڑے کو پہننا پسند نہیں کرتا، اور کپڑوں کے اوپر سرخ رنگ کے کپڑے پہننے کو مطلقاً پسند نہیں کرتا، کیونکہ یہ ہمارے زمانے میں اہل مروت (شرفاء) کا لباس نہیں ہے، اور اس عبارت سے آٹھواں قول مستفاد ہوتا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اگر سرخ لباس پہننا کسی زمانہ میں کفار کا شعار ہو تو اس سے اجتناب کرنا چاہیے، اور اگر اس رنگ کا لباس پہننے سے عورتوں کے ساتھ تشبہ ہو پھر بھی اس سے اجتناب لازم ہے، ورنہ امام مالک کا مذہب قوی ہے کہ گھروں میں سرخ رنگ کا لباس پہن لیا جائے اور مجالس میں اس سے اجتناب کیا جائے۔ [2]

علامہ حصکفی حنفی نے تحفہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ سرخ لباس پہننا مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی اس پر حاشیہ لکھتے ہیں:

جامع الفتاوی میں ہے، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے کہا کہ زرد لباس پہننا جائز ہے اور علماء کی ایک جماعت نے کہا یہ مکروہ تنزیہی ہے اور منتخب الفتاوی میں ہے کہ صاحب روضۃ نے کہا کہ مردوں اور عورتوں کے لیے سرخ اور سبز لباس پہننا بلا کراہت جائز ہے اور زاہدی میں ہے کہ مردوں کے لیے زرد، زعفرانی اور سرخ لباس پہننا اس وقت مکروہ ہے جب اس کے رنگنے میں خون کی آمیزش ہو، ورنہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، زاہدی نے اس قول کو متعدد کتابوں سے نقل کیا ہے اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ سرخ لباس پہننا مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک مکروہ نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ اگر سرخ رنگ میں نجاست ملا کر رنگ کیا جائے تو پھر مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں ہے، "واقعات" میں بھی اس کی مثل یہ لکھا ہے کہ اگر اخروٹ کے چھلکے سے سرخ رنگ میں رنگا جائے تو پھر اس کا پہننا بالاجماع مکروہ نہیں ہے، یہ تمام تصریحات علامہ حصکفی کے نقل کردہ کراہت تحریمی کے خلاف ہیں، ہاں اس کی تصحیح کا محمل یہ ہے کہ اگر سرخ رنگ میں نجاست ملا کر رنگ کیا جائے تو پھر اس کا پہننا مکروہ تنزیہی ہے ورنہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۱۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۰۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ شامی فرماتے ہیں، علامہ شرنبلالی نے سرخ رنگ کے لباس پہننے کے جواز پر بکثرت نقول پیش کی ہیں، جن میں سے بعض کا ہم نے ذکر کیا ہے، علامہ شرنبلالی نے لکھا ہے کہ سرخ رنگ کا لباس پہننے کی حرمت پر ہم کو کوئی نص قطعی نہیں ملی، ہاں اگر عورتوں کے ساتھ تشبہ، یا عجمیوں کے ساتھ تشبہ یا تکبر کی وجہ سے اس کو مکروہ کہا جائے تو الگ بات ہے اور جب یہ علت نہ ہو اور کوئی شخص محض اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے یہ لباس پہنے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اور اگر نجس چیز میں رنگنے کی وجہ سے کراہت ہو تو کپڑا دھونے کے بعد یہ کراہت زائل ہو جائے گی، اور ہمارے پاس سرخ رنگ کا کپڑا پہننے کے جواز پر امام اعظم کی صریح عبارت ہے اور اس کی اباحت پر دلیل قطعی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے زینت حاصل کرنے کا مطلقاً حکم دیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کی دلیل ہے (کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور اس سے حرمت اور کراہت کی نفی ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس میں چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے، اس لیے سرخ لباس پہننا مستحب ہے، علامہ شرنبلالی کا یہ قول نقل کرنے کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں، لیکن زیادہ کتابوں میں سرخ رنگ کے لباس کو مکروہ لکھا ہے، مثلاً سراج، محیط، اختیار، ملتقی اور ذخیرہ وغیرہ میں۔ علامہ قاسم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ [1]

یہاں تک ہم نے رنگ دار لباس کے متعلق فقہاء کی عبارات پیش کی ہیں اب ہم اس مسئلہ کو احادیث کی روشنی میں واضح کرتے ہیں۔

سرخ رنگ کے لباس کے جواز میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مربوعا وقد رایتہ فی حلۃ حمراء ما رایت شیئا احسن منہ۔ [2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قد متوسط تھا، میں نے آپ کو سرخ رنگ کے حلہ (ایک قسم کی دو چادریں) میں دیکھا میں نے آپ سے زیادہ کسی شخص پر سرخ حلہ سجتے نہیں دیکھا۔

اس حدیث کو امام احمد [3]، امام نسائی [4] اور امام ابن ماجہ [5] نے بھی حضرت براء سے روایت کیا ہے نیز امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت براء کے علاوہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابو رمثہ اور حضرت ابو جحیفہ سے بھی مروی ہے۔ [6]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ھلال بن عامر عن ابیہ قال رایت

حضرت عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ج ۳۱۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۹۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۷، " " "

[6] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنی یخطب علی بغلۃ وعلیہ بردا حمر وعلی امامہ یعبر عنہ۔ [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں ایک خچر پر خطبہ دے رہے تھے اور آپ کے اوپر ایک سرخ چادر تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے آگے کھڑے ہوئے آپ کے الفاظ آگے پہنچا رہے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ حلۃ حمراء کانی انظر الی بریق ساقیہ [2]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سرخ حلہ پہنے ہوئے دیکھا، گویا کہ میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک کو دیکھ رہا تھا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [3] نیز امام احمد روایت کرتے ہیں

عن ابی جحیفۃ عن ابیہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی قبۃ لہ حمراء الی ان قال فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ جبۃ لہ حمراء او حلۃ حمراء۔ [4]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ ایک سرخ خیمہ میں تھے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سرخ رنگ کا جبہ یا سرخ رنگ کا حلہ پہن کر تشریف لائے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن جابر قال ما رایت احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ حمراء۔ [6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سرخ حلہ کسی پر سجتے ہوئے نہیں دیکھا۔

سرخ رنگ کے لباس کی ممانعت کی احادیث

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل علیہ ثوبان احمران فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا جس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے، اس نے آپ کو سلام کیا، نبی صلے

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۲۷، ۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] " " مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۹-۳۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۶-۱۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

وسلم ۔[1]

عن رافع بن خدیج قال خرجنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فرای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رواحلنا وعلی ابلنا اکسیۃ فیھا خیوط عھن حمر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ھذا الحمرۃ قد علتکم فقمنا سراعا لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نقرجعض ابلنا فاخذنا الاکسیۃ فنزعناھا عنھا۔[2]

عن السلیمی ان امراۃ من بنی اسد قالت کنت یوما عند زینب امراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نصبغ ثیابا لھا بمغرۃ فینبا نحن کذلک اذ طلع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رای المغرۃ رجع فلما رأت ذلک زینب علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد کرہ ما فعلت فاخذت فغسلت ثیابھا ودامت کل حمرۃ ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطلع فلما لم یر شیئا دخل۔[3]

اللہ علیہ وسلم نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری سواریوں اور ہمارے اونٹوں پر سرخ سوتی دھاگوں کی چادریں دیکھیں، سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! یہ سرخ رنگ تم پر غالب آگیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر ہم جلدی سے اٹھے حتیٰ کہ ہمارے بعض اونٹ بھاگ گئے اور ہم نے جلدی سے اونٹوں کی چادریں اتار لیں۔

سلیمی سے روایت ہے کہ بنو اسد کی ایک عورت نے یہ بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے کپڑوں کو گیرو (سرخ مٹی) کے ساتھ رنگ رہے تھے، اسی دوران نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جب آپ نے گیرو کو دیکھا تو آپ واپس لوٹ گئے، جب حضرت زینب کو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے گیرو سے رنگنے کو ناپسند فرمایا ہے تو اس نے ان سب کپڑوں کو دھو ڈالا اور جتنی بھی سرخی تھی وہ مٹ گئی، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے کوئی چیز نہیں دیکھی تو پھر آپ تشریف لے آئے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرخ لباس عورتوں کے لیے بھی مکروہ ہے۔

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والحمرۃ فانھا احب الزینۃ الی الشیطان۔[4] رواہ الطبرانی باسنادین فی احدھما یعقوب بن خالد ولم اعرفہ وفی الاخر بکر بن محمد وبقیۃ رجالھما ثقات۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آپ کو سرخی سے بچاؤ، کیونکہ سرخی شیطان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ زینت ہے، اس حدیث کو طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، " " " "

[3] ۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۷، " " " "

[4] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

عن رافع بن یزید الثقفی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الشیطن یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ وکل ذی ثوب شھرۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ ابوبکر الھذلی وھو ضعیف۔ [1]

حضرت رافع بن یزید ثقفی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان سرخ رنگ کو پسند کرتا ہے، تم سرخی سے اور ہر شہرت والے لباس سے بچو، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابوبکر ہذلی ضعیف راوی ہیں۔

سرخ رنگ کے ثبوت کی احادیث کی سرخ رنگ سے ممانعت کی احادیث پر ترجیح

سرخ رنگ پہننے کے جواز کی احادیث سند کے اعتبار سے زیادہ قوی ہیں، وہ بخاری، مسلم سمیت صحاح ستہ اور دیگر مسانید اور مصنفات میں قوی اسانید کے ساتھ مذکور ہیں، اور ممانعت کی احادیث کتب صحاح ستہ میں سے صرف سنن ابوداؤد میں ہیں اور ان کی اسانید صحاح کے پائے کی نہیں ہیں، اور طبرانی کی روایات ضعیف ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی کی بھی یہی تحقیق ہے کہ سرخ رنگ سے ممانعت کی تمام احادیث سنداً ضعیف ہیں۔ علاوہ ازیں سنن ابوداؤد کی روایت میں عورتوں کے لیے بھی سرخ رنگ کو مکروہ قرار دیا ہے حالانکہ عورتوں کے لیے سرخ رنگ بالاجماع مکروہ نہیں ہے۔ بہرحال سرخ رنگ کے لباس پہننے کی احادیث ممانعت والی احادیث پر قوت سند اور کثرت طرق کے اعتبار سے راجح ہیں۔

زرد رنگ کے لباس کے جواز میں احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابن عمر واما الصفرۃ فانی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بھا فانا احب ان اصبغ بھا۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رہا زرد رنگ سے کپڑوں کو رنگنا تو اس کی وجہ یہ ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے دیکھا ہے، سو میں زرد رنگ میں رنگنا پسند کرتا ہوں۔

عن ابن عمر نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یلبس المحرم ثوبا مصبوغا بزعفران او ورس [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے محرم کو زعفران یا ورس (زرد رنگ کی ایک گھاس ہے جس سے زرد اور سرخ رنگ کا درمیانی رنگ نکلتا ہے) سے رنگے ہوئے لباس پہننے سے منع فرمایا۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ محرم کے ساتھ تقیید کا مفہوم یہ ہے کہ غیر محرم زعفران اور ورس سے رنگا ہوا لباس پہن سکتا ہے اور اس کی تائید میں بکثرت احادیث ہیں۔

---

[1] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰، " " " "

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن اسلم ان ابن عمر کان یصبغ لحیتہ بالصفرۃ حتی تمتلی ثیابہ من الصفرۃ فقیل لہ لم تصبغ بالصفرۃ فقال انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ بھا ولم یکن شیء احب الیہ منھا وقد کان یصبغ بھا ثیابہ کلھا حتی عمامتہ [1]

ابن اسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی کو زرد رنگ سے رنگتے تھے، حتیٰ کہ ان کے کپڑوں پر بھی زرد رنگ لگ جاتا تھا، ان سے پوچھا گیا کہ آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے رنگتے دیکھا ہے، اور آپ کو اس سے زیادہ اور کوئی رنگ محبوب نہیں تھا، آپ تمام کپڑوں کو اس رنگ میں رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی زرد رنگ میں رنگتے تھے۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابن زید ان ابن عمر کان یصبغ ثیابہ بالزعفران فقیل لہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصبغ۔ [2]

ابن زید بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زعفران سے کپڑے رنگتے تھے، ان سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی رنگتے تھے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام سلمۃ قالت ربما صبغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردائہ و ازارہ بزعفران او ورس ثم یخرج فیھما رواہ الطبرانی۔ [3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر یا ازار کو زعفران یا ورس میں رنگتے تھے، پھر ان کپڑوں کو پہن کر باہر تشریف لے جاتے تھے۔

عن قیس التمیمی قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ ثوب اصفر ورایتہ یسلم علی نساء، رواہ الطبرانی وفیہ جابر الجعفی وھو ضعیف [4]

قیس تمیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا اور آپ کو عورتوں کو سلام کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جابر جعفی ضعیف راوی ہیں۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال رایت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبین واصفرین [5] (رواہ الطبرانی)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۹، " " " "

[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۹، " " " "

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن یحیی بن عبد اللہ بن مالك ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصبغ ثیابہ بالزعفران حتی العمامۃ۔ [1]

یحییٰ بن عبداللہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو زعفران کے ساتھ رنگتے تھے حتیٰ کہ عمامہ کو بھی رنگتے تھے۔

عن عمرو بن میمون ان عمر کان علیہ یوم اصیب ثوب اصفر [2]

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ جس دن حضرت عمر شہید ہوئے انھوں نے زرد رنگ کے کپڑے ہوئے تھے۔

عن ابی ظبیان قال رایت علی علیؓ قمیصًا وازارا اصفر [3]

ابو ظبیان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو زرد رنگ کی قمیض اور ازار پہنے ہوئے دیکھا۔

عن اسمٰعیل بن ابی خالد قال، رایت علی مصعب بن سعد ازارًا اصفر وھو یجلس مع المساکین [4]

اسماعیل بن ابی خالد بیان کرتے ہیں کہ میں نے مصعب بن سعد کو زرد رنگ کی ازار پہنے ہوئے دیکھا اور وہ مساکین کے ساتھ بیٹھتے تھے۔

عن عمرو بن مروان قال رایت علی ابراھیم ازارًا اصفر [5]

عمرو بن مروان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم کو زرد رنگ کی ازار پہنے ہوئے دیکھا۔

عن مالك بن مغول قال: رایت حمادًا یصلی وعلیہ ازار اصفر [6]

مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

عن حسین بن علی: قال رایت علی عبد اللہ بن الحسین ملحفۃ صفرأ یحتبی بھا فی المسجد الحرام [7]

حسین بن علی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن حسین مسجد حرام میں زرد رنگ کا لحاف اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے۔

حافظ الہیثمی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن جعفر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوبان مصبوغان بالزعفران رداء وعمامۃ۔ رواہ ابو یعلی [8]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے تھے، ایک چادر اور ایک عمامہ۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۸۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۵، " " " "

[3] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۶، " " " "

[4] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۶، " " " "

[5] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۷، " " " "

[6] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۷، " " " "

[7] " " " " المصنف ج ۸ ص ۱۸۷، " " " "

[8] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

عن عائشۃ قالت کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوب مصبوغ بورس کان یلبسہ فی بیتہ ویدور فیہ علی نسائہ ویصلی فیہ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ مقدام بن داؤد وھو ضعیف [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جو ورس میں رنگا ہوا تھا، آپ اس کو گھر میں پہنتے تھے، اور انھی کپڑوں میں ازواج کے پاس جاتے تھے اور انھی کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، اس حدیث کو طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا اور وہ ضعیف ہے۔

عن عمران بن مسلم قال رایت علی انس بن مالک ازارا صفرا رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح [2]

عمران بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو زرد چادر پہنے ہوئے دیکھا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

زرد رنگ کے لباس کی ممانعت کی احادیث

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص اخبرہ قال رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال ان ھذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسھا [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا ان کپڑوں کو نہ پہنو، یہ کفار کے کپڑے ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ثوبین معصفرین فقال امک امرتک بھذا قلت اغسلھما قال بل احرقھما [4]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دو زرد کپڑے پہنے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں نے تمہیں یہ کپڑے پہننے کا حکم دیا ہے، میں نے پوچھا کیا میں کپڑوں کو دھولوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ ان کو جلا دو۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال رانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ثوب مصبوغ بعصفر مورد فقال ما ھذا فانطلقت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے زرد اور گلابی رنگ کا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ تو میں نے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰-۱۲۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۰، " " " ، ۱۴۰۲

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، الصحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] " " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۳، " " " ، " "

فاحرقته فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماصنعت بثوبك فقلت احرقته قال افلا کسوتہ بعض اھلك [1]

جاکر اس کپڑے کو جلادیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کپڑے کو کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے اس کپڑے کو جلادیا، آپ نے فرمایا تم نے اپنے گھر میں کسی عورت کو پہنا دیا ہوتا!

زرد لباس سے ممانعت کی احادیث کے منسوخ ہونے کا بیان

ہر چند کہ بعض احادیث میں زرد رنگ کے لباس کی ممانعت ہے، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تابعین سے زرد رنگ کا لباس پہننا بہ کثرت احادیث سے ثابت ہے، اس لیے ممانعت کی احادیث منسوخ سمجھی جائیں گی، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی حضرات صحابہ اور تابعین زرد رنگ کے کپڑے پہنتے رہے ہیں، جیسا کہ ہم اس سے پہلے احادیث سے واضح کر چکے ہیں۔

سبز رنگ کے لباس پہننے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی رمثۃ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ بردان اخضران [2]

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں پہنے ہوئے دیکھا۔

اس حدیث کو امام نسائی [3] اور امام احمد [4] نے بھی کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔

نیز امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی رمثۃ قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوبان اخضران [5]

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سلیمان بن ابی عبد اللہ قال ادرکت المہاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود وبیض وحمر وخضر وصفر یضع احدھما العمامۃ علی راسہ ویضع القلنسوۃ فوقھا ثم العمامۃ ھکذا یعنی علی کورہ۔ [6]

سلیمان بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں میں نے مہاجرین اولین کو دیکھا ہے وہ سیاہ، سفید، سرخ، سبز اور زرد رنگ کا عمامہ سر کے اوپر رکھتے اور اس کے اوپر ٹوپی پہنتے تھے۔ پھر ٹوپی کے گرد عمامہ کو لپیٹ دیتے تھے۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴ ج ۴ ص ۱۶۲، ج ۵ ص ۲۲۲، ج ۵ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

سیاہ رنگ کے لباس پہننے کے متعلق احادیث اور عمامہ پہننے کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ام خالد بنت خالد قالت اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بثیاب فیھا خمیصۃ سوداء فقال من ترون نکسو ھذہ الخمیصۃ فاسکت القوم فقال ائتونی بام خالد فاتی بی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فالبسنیھا بیدہ وقال ابلی واخلقی مرتین الحدیث [1]

ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے آئے جن میں کالا جبہ بھی تھا آپ نے فرمایا تمہارے خیال میں ہم کس کو یہ جبہ پہنائیں، صحابہ خاموش رہے، آپ نے فرمایا: ام خالد کو میرے پاس لاؤ، پھر مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ہاتھ سے وہ کالا جبہ پہنایا اور دو بار فرمایا: (اس کو پہن پہن کر) پرانا اور بوسیدہ کرو۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال استسقیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ خمیصۃ لہ سوداء۔ [2]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز استسقاء پڑھائی درآں حالیکہ آپ نے سیاہ جبہ پہنا ہوا تھا۔

اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود۔ [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک صبح کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ آپ نے سیاہ بالوں کا ایک کمبل اوڑھا ہوا تھا جس پر پالان کی تصویریں بنی ہوئی تھیں (یا دھاری دار تھا)

اس حدیث امام ابوداؤد [5] اور امام ترمذی [6] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۳۹۹ھ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

علیہ وسلم دخل یوم فتح مکۃ وعلیہ عمامۃ سوداء [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے، درآں حالیکہ آپ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

اس حدیث کو امام ترمذی[2] اور امام نسائی[3] نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن جعفر بن عمرو بن امیۃ عن ابیہ قال کانی انظر الساعۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارخی بین کتفیہا [4]

جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میری نظروں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیاہ عمامہ باندھے منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ نے (اس کا شملہ) دو کندھوں کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن حریث عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب وعلیہ عمامۃ سوداء [5]

عمرو بن حریث اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ باندھ کر خطبہ دیا۔

عن ابی جعفر الانصاری قال رایت علی علی عمامۃ سوداء یوم قتل عثمان [6]

ابو جعفر انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے حضرت علی کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن سلمۃ بن وردان قال رایت علی انس عمامۃ سوداء علی غیر قلنسوۃ وقد ارخاہا من خلفہ نحوا من ذراع [7]

سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بغیر ٹوپی کے سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا ان کے پیچھے اس عمامہ کا ایک ہاتھ کا شملہ تھا۔

عن عثمان بن ابی ہند قال رایت علی ابی عبید عمامۃ سوداء [8]

عثمان بن ابی ہند کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبید کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن ملحان بن شروان قال رایت علی

ملحان بن شروان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار کو سیاہ

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۶۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶۰، " " "

[5] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[6] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۴، " " "

[7] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۵، " " "

[8] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۵، " " "

عمار عمامۃ سوداء [1]

عن دینار بن عمار قال: رایت علی الحسن عمامۃ سوداء [2]

دینار بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن ابی صخرۃ قال رایت علی عبد الرحمان عمامۃ سوداء [3]

ابو صخرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد الرحمان کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن ابن ایمن قال رایت علی ابن الحنفیۃ عمامۃ سوداء [4]

ابن ایمن کہتے ہیں کہ میں نے ابن الحنفیہ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن سالم قال رایت علی ابی الدرداء عمامۃ سوداء [5]

سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو درداء کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن الخثعمی قال رایت علی البراء عمامۃ سوداء [6]

خثعمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن عطاء قال رایت علی عبد الرحمن بن عوف عمامۃ سوداء [7]

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد الرحمان بن عوف کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن حسین بن یونس قال رایت علی واثلۃ عمامۃ سوداء [8]

حسین بن یونس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت واثلہ کو سیاہ عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن ابی زرین قال: خطبنا الحسین بن علی یوم الجمعۃ وعلیہ عمامۃ سوداء [9]

ابو زرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی نے ہمیں جمعہ کے دن خطبہ دیا درآں حالیکہ وہ سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے۔

سفید رنگ کا لباس پہننے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۵، " " " "

[3] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۶، " " " "

[4] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۶، " " " "

[5] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۶، " " " "

[6] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۷، " " " "

[7] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۷، " " " "

[8] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۷، " " " "

[9] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۷، " " " "

عن ابی ذر قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ ثوب ابیض [1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، درآں حالیکہ آپ نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا من ثیابکم البیض فانھا من خیر ثیابکم وکفنوا فیھا موتاکم الحدیث [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو، کیونکہ یہ تمہارا بہترین لباس ہے، اور انھی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

اس حدیث کو امام ابن حبان [3] اور امام حاکم [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البسوا البیاض فانھا اطھر و اطیب وکفنوا فیھا موتاکم [5]

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید لباس پہنو، کیونکہ یہ زیادہ صاف اور پاکیزہ ہیں اور انھی کپڑوں میں اپنے مردوں کو کفن دو۔

اس حدیث کو امام نسائی [6] اور امام ابن ماجہ [7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن بن صالح عن ابیہ قال رایت علی الشعبی عمامۃ بیضاء [8]

حسن بن صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے شعبی کو سفید عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

عن اسماعیل بن عبد الملک قال رایت علی سعید بن جبیر عمامۃ بیضاء [9]

اسماعیل بن عبد الملک بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر کو سفید عمامہ باندھے ہوئے دیکھا۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۶-۸۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[3] امیر علاؤ الدین علی بن فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۸ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۵۸، " "

[7] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[8] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۳۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[9] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۳۸، " " " "

ٹوپی پہننے کے متعلق احادیث، آثار صحابہ وتابعین اور اقوال علماء

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کان علی موسٰی یوم کلمہ ربہ کساء صوف وجبۃ صوف وکمۃ صوف وسراویل صوف وکانت نعلاہ من جلد حمار، الکمۃ القلنسوۃ الصغیرۃ۔[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے کلام کیا اس دن انھوں نے ایک اُون کی چادر، اُون کا جُبّہ، اون کی ٹوپی اور اُون کی شلوار پہنی ہوئی تھی اور دراز گوش کی کھال کی دو جوتیاں پہنی ہوئی تھیں۔

عن عمر بن الخطاب یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الشھداء اربعۃ رجل مؤمن جید الایمان لقی العدو فصدق اللہ حتی قتل فذاک الذی یرفع الناس الیہ اعینھم یوم القیمۃ ھکذا ورفع راسہ حتی وقعت قلنسوتہ فلا ادری قلنسوۃ عمر ام قلنسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحدیث۔[2]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء چار قسم کے ہیں، ایک وہ شخص جس کا ایمان مضبوط ہو وہ دشمن سے مقابلہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کرے حتیٰ کہ شہید ہو جائے، یہی وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھیں گے، آپ نے سر اوپر اٹھایا، حتیٰ کہ آپ کی ٹوپی گر گئی، راوی کہتے ہیں مجھے پتا نہیں اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی مراد ہے یا حضرت عمر کی ٹوپی۔

امام احمد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس میں اس طرح الفاظ ہیں:

حتی سقطت قلنسوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او قلنسوۃ عمر[3]

حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی گر گئی یا حضرت عمر کی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال الحسن کان القوم یسجدون علی العمامۃ والقلنسوۃ ویداہ فی کمہ[4]

حسن بصری کہتے ہیں کہ (گرمی کی وجہ سے) لوگ (یعنی صحابہ اور تابعین) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے (یعنی پیشانی عمامہ کے بل اور ٹوپی سے ڈھکی ہوئی ہوتی تھی) اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

وضع ابو اسحاق قلنسوتہ فی الصلوۃ ورفعھا۔[5]

ابو اسحاق نے نماز میں اپنی ٹوپی کو رکھا اور اونچا کیا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۶۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۲۵۴، " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۹، " " "

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا سالہ ما یلبس المحرم فقال لا یلبس القمیص ولا العمامۃ ولا السراویل ولا البرنس ولا ثوبا مسہ الزعفران [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا: کہ محرم کیا لباس پہنے؟ آپ نے فرمایا قمیص، عمامہ، شلوار اور ٹوپی نہ پہنے اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

اس حدیث میں حالتِ احرام میں ٹوپی پہننے سے منع فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ غیر حالتِ احرام میں ٹوپی پہننے کا صحابہ میں عام رواج تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سفیان بن عیینۃ قال رایت شریکا صلی بنا فی جنازۃ العصر فوضع قلنسوتہ بین یدیہ [2]

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا شریک نے ہمیں ایک جنازہ کے بعد نماز عصر پڑھائی اور ٹوپی اپنے سامنے رکھ دی۔

اس حدیث کو پیش کرنے سے ٹوپی پہننے کے رواج اور تعامل کو بیان کرنا ہے، ٹوپی اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو ثابت کرنا مقصود نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

عن ہلال بن یساف قال قدمت الرقۃ فقال لی بعض اصحابی ھل لک فی رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قلت غنیمۃ فدفعنا الی دابصۃ قلت لصاحبی نبدا فننظر الی دلہ فاذا علیہ قلنسوۃ لاطیۃ ذات اذنین وبرنس خز اغبر واذا ھو معتمد علی عصا فی صلاتہ [3]

ہلال بن یساف بیان کرتے ہیں کہ ہم رقہ (شام کا ایک شہر) گئے، ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے ملاقات کریں؟ میں نے کہا یہ تو بڑی غنیمت ہے، پھر ہم حضرت دابصہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، میں نے کہا دیکھو پہلے ہم ان کے طور طریق کو دیکھتے ہیں، پھر ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے سر سے ایک دو کانوں والی ٹوپی چمٹی ہوئی ہے اور ایک غبار آلود لمبی ٹوپی (اس کے اوپر) پہنی ہوئی ہے اور وہ عصا کے سہارے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء رواہ الطبرانی وفیہ عبد اللہ بن خراش وثقہ ابن حبان وقال ربما اخطأ وضعفہ جمھور الائمۃ وبقیۃ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عبد اللہ بن خراش ہے، امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی اور کہا کہ یہ بعض اوقات

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۔ ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۷۔ ۱۳۶، " " " "

رجالہ ثقات [1]

خطار بھی کرتا ہے، جمہور ائمہ نے اس کو ضعیف کہا ہے، اس سند کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس کمۃ بیضاء رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ محمد بن حنیفۃ الواسطی وھو ضعیف لیس بالقوی [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنا کرتے تھے، اس کی سند میں محمد بن حنیفہ ضعیف راوی ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن سعید قال: رایت علی علی بن الحسین قلنسوۃ بیضاء مصریۃ [3]

عبد اللہ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین (حضرت زین العابدین) کو سفید مصری ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

عن ھشام قال: رایت علی ابن الزبیر قلنسوۃ لھا رب کان یستظل بھا اذا طاف بالبیت [4]

ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن الزبیر کو ایک چھجے والی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا وہ بیت اللہ کا طواف کرتے وقت اس کا سایہ کر لیتے تھے۔

عن یزید قال: رایت علی ابراھیم قلنسوۃ مکفوفۃ بثعالب او سمور [5]

یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم (نخعی) کو لومڑی یا سمور کی کھال کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

عن الاجلح قال رایت علی الضحاک قلنسوۃ ثعالب۔ [6]

اجلح بیان کرتے ہیں کہ میں نے ضحاک کو لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

عن اشعث عن ابیہ ان ابا موسی خرج من الخلاء وعلیہ قلنسوۃ فمسح علیھا [7]

اشعث اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ بیت الخلاء سے آئے درآں حالیکہ انھوں نے ٹوپی ہوئی پہنی ہوئی تھی، پھر انھوں نے اس ٹوپی پر مسح کیا۔

علامہ علی متقی ہندی ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن عائشۃ: قالت کان رسول اللہ صلی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۲۱، " " " " "

[3] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۲، " " " "

[5] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۲، " " " "

[6] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۲-۲۱۳، " " " "

[7] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۳، " " " "

اللہ علیہ وسلم یلبس قلنسوۃ بیضاء لاطئۃ [1]

صلے اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے جو آپ کے سر پر جمی رہتی تھی۔

علامہ علی متقی ہندی ابن عساکر اور رویانی کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم ویلبس العمائم بغیر القلانس وکان یلبس القلانس الیمانیۃ و یلبس ذوات الاذان فی الحرب وکان ربما نزع قلنسوتہ فجعلھا سترۃ بین یدیہ وَ ھو یصلی الحدیث [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور عمامہ بغیر ٹوپی کے بھی پہنتے تھے، اور آپ یمنی ٹوپی پہنتے تھے اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے۔ بعض اوقات اپنی ٹوپی اتار کر اس کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔

مؤخر الذکر ان تینوں حدیثوں کو علامہ عزیزی [3] اور علامہ مناوی [4] نے جامع الصغیر کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

قال الحافظ العراقی فی شرح الترمذی واجود اسناد فی القلانس ما رواہ ابو الشیخ عن عائشۃ کان یلبس القلانس فی السفر ذوات الاذان وفی الحضر المضرۃ یعنی الشامیۃ [5]

حافظ عراقی نے ترمذی کی شرح میں لکھا ہے کہ ٹوپیوں کے متعلق سب سے عمدہ سند کی حدیث یہ ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے، اور حضر میں شامی ٹوپی پہنتے تھے۔

علامہ زبیدی نے بھی یہی لکھا ہے [6]

ملا نظام الدین حنفی لکھتے ہیں:

ولا باس بلبس القلانس وقد صح انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یلبسھا کذا فی الوجیز للکردری [7]

ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے، علامہ کردری نے وجیز میں اسی طرح لکھا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۱، " " " "

[3] علامہ علی بن الشیخ احمد عزیزی، سراج منیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۱۶۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۵ھ

[4] علامہ عبد الرؤف مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۴۷ - ۲۴۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

[5] " " " فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۴۶، " " " "

[6] علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف سادۃ المتقین ج ۷، ص ۱۲۷، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[7] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۳۰، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ٹوپی پہننے کا ذکر امام غزالی شافعی[1]، علامہ ابن الحاج[2] مالکی، علامہ ابن قیم[3] حنبلی، علامہ زرقانی[4] مالکی اور علامہ علی بن برہان الدین[5] حلبی وغیرہ نے بھی کیا ہے۔

امام شعرانی لکھتے ہیں:

وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یامر بستر الراس فی الصلوۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی عن کشف الراس فی الصلوۃ۔[6]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع کرتے تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وآں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم گاہ عمامہ بے کلاہ مے پوشد وگاہ باکلاہ وگاہ کلاہ بے عمامہ۔[7]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ٹوپی کے ساتھ اور کبھی بغیر ٹوپی کے عمامہ پہنتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنتے تھے۔

علامہ نور اللہ بصیر پوری لکھتے ہیں:

ٹوپی پہ عمامہ کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بننا یہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ ہر علامت اسلام ہی فرق ہے، تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی زمانہ میں علامت اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی، چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامت اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناح کیپ، تو ایسی ٹوپی کا پہننا جبکہ علامت اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشاء کے مخالف کیسے ہو سکتا ہے؟ ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعار کفر ہیں وہ چونکہ علامت کفر ہیں لہٰذا ممنوع ہیں۔[8]

قمیص، شلوار، جبہ اور قبا پہننے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ قال لما توفی عبداللہ بن ابی جاء ابنہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن اُبی مر گیا تو اس کے بیٹے رسول اللہ صلے اللہ

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش الزبیدی ج ۲، ص ۱۲۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد المشہور بابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ، المدخل ج ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ مصر

[3] علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم جوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی مصر، ۱۳۶۱ھ

[4] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۱۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان العیون ج ۳ ص ۴۵۲، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی مصر، ۱۳۸۴ھ

[6] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ ج ۱ ص ۸۷، مطبوعہ مصر

[7] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح سفر السعادۃ ص ۴۳۶، مطبوعہ مطبع منشی نول الکشور لکھنؤ

[8] علامہ نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاوی نوریہ ج ۱ ص ۳۸۰، مطبوعہ انجمن حزب الرحمان بصیر پور، ۱۴۰۱ھ

یا رسول اللہ اعطنی قمیصک اکفنہ فیہ وصل علیہ واستغفر لہ فاعطاہ قمیصہ۔[1]

یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قمیص عطا فرمائیے میں اس میں ابن ابی کو کفن دوں گا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کے لیے استغفار کریں سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص عطا فرمادی۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا استجد ثوبا سماہ باسمہ اما قمیصا او عمامۃ ثم یقول اللھم لک الحمد انت کسوتنیہ اسئلک من خیرہ وخیر ما صنع لہ واعوذ بک من شرہ وشر ما صنع لہ۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی نیا کپڑا پہنتے تو بسم اللہ پڑھتے خواہ قمیص ہو یا عمامہ پھر فرماتے: اے اللہ! تیری حمد ہے کہ تو نے مجھے یہ کپڑا پہنایا، میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جس لیے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس کے شر سے اور جس کے لیے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ام سلمۃ قالت کان احب الثیاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القمیص[3]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ قمیص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس تھی

عن المغیرۃ بن شعبۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبس جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین[4]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جبہ پہنا۔

اس حدیث میں غیر مسلموں کے بنائے ہوئے کپڑے پہننے کا بھی ثبوت ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن سوید بن قیس قال اتانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فساء منا سراویل[5]

حضرت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شلوار کی قیمت لگائی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۶۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " " ، جامع ترمذی ص ۲۶۸، " " "

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول بعرفات فقال من لم یجد ازارًا فلیلبس السراویل ومن لم یجد نعلین فلیلبس خفین [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں فرمایا: جس شخص کو ازار (چادر یا تہبند) نہ ملے وہ شلوار پہن لے اور جس کو جوتے میسر نہ ہوں وہ موزے پہن لے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی منصور قال: رایت علی الشعبی سراویل [2]

ابو منصور کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کو شلوار پہنے ہوئے دیکھا۔

عن مہدی قال: کان الحسن اذا کان الشتاء لبس سراویل حبرۃ وقباء حبرۃ [3]

مہدی بیان کرتے ہیں کہ سردیوں کے موسم میں حسن بصری منقش شلوار اور منقش قباء (شیروانی) پہنتے۔

عن ابی خلدۃ رایت ابا عالیۃ علیہ سراویل [4]

ابو خلدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو العالیہ کو شلوار پہنے ہوئے دیکھا۔

اسلام میں لباس پہننے کی وسعت

احادیث اور آثار میں انواع و اقسام کے کپڑے پہننے کا ثبوت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفید اور مختلف رنگوں کے حلے (ایک قسم کی دو چادریں) پہنی ہیں، جبہ اور فروج (ایک قسم کا کوٹ) زیب تن کیا ہے، قباء (ایک قسم کی شیروانی) پہنی ہے، آپ نے قمیص پہنی ہے اور یہ آپ کا پسندیدہ لباس تھا، سیاہ رنگ کا عمامہ باندھا ہے اور کھال اور کپڑے کی مختلف قسم کی ٹوپیاں پہنی ہیں، پوستین [5] پہنی ہے اور بیل بوٹوں والی نقشین اور سادہ چادریں اور اونی کمبل اوڑھے ہیں، ایسا جبہ اور پوستین پہنی ہیں جن کی آستینوں پر ریشم کا کام کیا گیا تھا، آپ نے شلوار خریدی ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے شلوار پہنی بھی ہے [6] آپ نے جنگ کے دوران خود اور زرہ بھی پہنی ہے، آپ نے اونی، سوتی، باریک اور موٹے ہر قسم کے کپڑے پہنے ہیں۔

غیر اسلامی ملکوں میں بنے ہوئے لباس پہننے کا جواز

غیر اسلامی ملکوں کے بنے ہوئے کپڑے بھی آپ نے پہنے ہیں، علامہ ابن قیم نے امام احمد اور امام ابو داؤد کے حوالے سے لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ نے آپ کو ایک پوستین ہدیہ کی تھی جس کی آستینوں پر ریشم کا کام کیا ہوا تھا، صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کا ایک کسروانیہ (ایران کا بنا ہوا) جبہ تھا جس کی آستینوں پر ریشم کا کام تھا، آپ کے وصال کے بعد یہ حضرت عائشہ اور پھر حضرت اسماء

---

[1] ۔ امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ۔ " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۷، " " " "

[4] ۔ " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۱۸، " " " "

[5] ۔ علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ زاد المعاد ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۸۴ھ۔

[6] ۔ بالوں والے چمڑے کا لباس مثلاً چغہ وغیرہ۔

کے پاس رہا وہ اس کو پانی سے دھو کر اس کے دھوون کو بیماروں کو پلا کر شفاء طلب کرتی تھیں۔ اسی طرح شام، مصر اور یمن کی بنی ہوئی چادریں بھی آپ نے پہنی ہیں[1] اور جامع ترمذی (ص ۲۶۸) میں ہے کہ آپ نے رومی جبہ پہنا ہے۔

نیم عریاں اور فساق، فجار کے مخصوص لباس کی ممانعت اور کراہت

لباس کا مقصد ستر ڈھانپنا اور زینت ہے تاہم ایسا لباس پہننا ممنوع ہے جس سے لباس پہن کر بھی انسان عریاں دکھائی دے، علامہ شامی نے لکھا ہے: جسم کے جن اعضاء کا ستر واجب ہے اگر کپڑوں سے ان اعضاء کی ساخت اور ابھار دکھائی دے تو ان کو دیکھنا بھی ممنوع ہے[2]، آج کل فیشن زدہ لوگ کسی ہوئی پتلونیں پہنتے ہیں اور قمیص پتلون کے اندر کی ہوئی ہوتی ہے، جس سے ان کی سرین کی ساخت اور ابھار نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، اس قسم کا لباس پہننا جائز نہیں ہے، نیز لباس کی جو قسم فساق فجار کے ساتھ خاص اور ان کی علامت اور ان کا شعار ہو، اس کا پہننا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص جس گروہ کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا اسی گروہ میں شمار ہوگا۔

حدیث من تشبہ بقوم فھو منھم کی تخریج

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی کریمۃ قال سمعت علی بن ابی طالب وھو یخطب علی منبر الکوفۃ وھو یقول یا ایھا الناس انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایاکم ولباس الرھبان فانہ من ترھب او تشبہ فلیس منی۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ علی بن سعید الرازی وھو ضعیف۔[5]

ابو کریمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے کوفہ میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: راہبوں کا لباس پہننے سے اجتناب کرو، کیونکہ جس شخص نے رہبانیت اختیار کی یا راہبوں کے مشابہ بنا وہ میرے طریقہ (محمودہ یا میرے دین کامل) پر نہیں ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی علی بن سعید رازی ضعیف ہے۔

---

[1] علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد لمختصر، ج ۱ ص ۳۶-۳۴، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر ۱۳۸۴ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۲۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن جابر بن عبد اللہ قال قالوا یا رسول اللہ! ان المشرکین یتسروالون ولا تیزرون قال فتسروالوانتم وا تزروا قالوا یا رسول اللہ! فان المشرکین یختفون ولا ینتعلون قال فاختفوا انتم وانتعلوا و خالفوا اولیاء الشیطان بکل ما استطعتم رواہ الطبرانی فی الاوسط عن علی بن سعید الرازی وھو ضعیف۔[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مشرکین شلوار پہنتے ہیں اور تہبند نہیں باندھتے، آپ نے فرمایا تم شلوار بھی پہنو اور تہبند بھی باندھو، صحابہ نے عرض کیا مشرکین موزے پہنتے ہیں اور جوتی نہیں پہنتے، آپ نے فرمایا تم موزے بھی پہنو اور جوتی بھی اور جس قدر کر سکتے ہو شیطان کے دوستوں کی مخالفت کرو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کا ایک راوی علی بن سعید رازی ضعیف ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس منا من تشبہ بغیرنا لا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاریٰ وان تسلیم الیھود الاشارۃ بالاصابع وتسلیم النصاریٰ الاشارۃ بالاکف[2]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے غیر کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، یہود کی مشابہت کرو نہ نصاریٰ کی، انگلیوں سے اشارہ کرنا یہود کا سلام ہے اور ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا نصاریٰ کا سلام ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں علامہ مناوی کی تحقیق

علامہ مناوی "من تشبہ بقوم فھو منھم" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

یعنی جو شخص اپنے ظاہری لباس میں کسی قوم کے لباس کی، اپنے افعال اور عادات میں کسی قوم کی عادات کی اور اپنی سیرت اور خصلت میں کسی قوم کی سیرت کی مشابہت اختیار کرے حتیٰ کہ اس کا ظاہر اور باطن اس قوم کے موافق ہو جائے تو اس کا شمار اس قوم سے ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص صالحین کی مشابہت اختیار کرے گا اس کی ان کی طرح عزت کی جائے گی اور جو شخص فساق کی مشابہت اختیار کرے اس کی ان کی طرح رسوائی ہوگی، علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اگر اہل فسق کسی خاص لباس کو اختیار کر لیں تو دوسروں کو اس لباس کے پہننے سے منع کیا جائے گا تاکہ ناواقف شخص ان کو بھی فاسق گمان نہ کرے، اور اس بدگمانی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا نہ ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ تشبہ امور قلبیہ یعنی اعتقادات میں بھی ہوتا ہے اور امور خارجیہ یعنی اقوال اور افعال میں بھی ہوتا ہے اور اقوال اور افعال کی دو قسمیں ہیں عبادات اور عادات، عادات میں کھانا پینا،

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵، ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۹۹-۳۵۶-۲۶۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

لباس کی وضع قطع، جائے سکونت، نکاح، تمدن اور ثقافت (یعنی کسی قوم کے رہن سہن اور طرز معاشرت کے اجتماعی آداب) سفر اور اقامت کے طور طریقے۔ اعتقادات اور عبادات میں تو کفار کا تشبہ اختیار کرنا کفر اور حرام ہے ہی شریعت اسلامیہ نے تمدن اور ثقافت اور دیگر عادات میں بھی کفار کے تشبہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ ظاہر اور باطن میں ربط اور مناسبت ہوتی ہے اور ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے تمدن اور ثقافت کے لیے ایسے امور بیان فرمائے جو کفار کے تمدن اور ثقافت سے الگ اور ممتاز ہیں، اور اس حدیث میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسلمان اپنے ظاہری طور طریقہ میں بھی کفار کی مخالفت کریں، کیونکہ اگر مسلمان کفار کی تہذیب اور تمدن کو اختیار کریں گے تو اس کا اثر ان کے اخلاق، عبادات اور عقائد پر بھی پڑے گا، اور اس کا عام مشاہدہ ہے جن لوگوں نے مغربی تہذیب کو اختیار کر لیا، ان کے اخلاق سے پاکیزگی کا عنصر ختم ہو گیا، وہ لوگ عبادات سے دور ہو گئے اور ان کے عقائد کمزور پڑ گئے اور جن لوگوں نے دین داروں کی وضع قطع اختیار کی ان میں مداخرتی کا غلبہ ہوا اور ان کا دین مستحکم ہو گیا، اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کفار پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے اور جب مسلمان اپنے ظاہری اطوار میں کفار کے مخالف رہیں گے تو اسباب غضب سے بچے رہیں گے اور گمراہی کے اسباب سے مجتنب رہیں گے، تیسری وجہ یہ ہے کہ جب کفار اور مسلمانوں کا لباس، وضع قطع، ان کی بود و باش اور طرز معاشرت ایک جیسی ہو گی تو ہدایت یافتہ اور گمراہوں میں ظاہری تمیز نہیں رہے گی، اس لیے مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ کفار کے تمدن اور ثقافت سے الگ رہیں اور ان کی مشابہت اختیار نہ کریں۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کفار کی مشابہت اختیار کرے گا وہ کافر ہو جائے گا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ومن یتولھم منکم فانہ منھم (مائدہ ۵: ۵۱/۵) "تم میں سے جس شخص نے یہود اور نصاریٰ سے دوستی رکھی اس کا انھی سے شمار ہو گا"، لیکن اس حدیث کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ کفار کی مشابہت حرام ہو، حضرت ابن عمر کا ارشاد ہے جس شخص نے کفار کی سرزمین پر گھر بنایا اور ان کے نیروز اور مہرجان (یعنی ان کے تہواروں سے مثلاً کرسمس اور دسہرہ) کو منایا اور مرتے دم تک ان کے مشابہ رہا تو اس کا قیامت کے دن انھی کے ساتھ حشر ہو گا، یعنی کفار سے بالکلیہ مشابہ ہونا کفر ہے اور بعض امور میں مشابہ ہونا حرام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کفر میں ان کی مشابہت اختیار کرنا کفر ہے اور معصیت میں مشابہت اختیار کرنا معصیت ہے اور ان کے شعار میں ان کی مشابہت اختیار کرنا مکروہ تحریمی ہے۔[1]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں علامہ حنفی کی تحقیق

علامہ حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص فاسقوں کی وضع قطع اختیار کرے گا اس کی اہانت کی جائے گی خواہ وہ واقعہ میں فاسق نہ ہو، اور جو شخص سبز عمامہ باندھے گا اس کی عزت اور توقیر کی جائے گی خواہ وہ شخص سادات ہاشمیہ سے نہ ہو، اس لیے سادات کرام کے نسب پر طعن کر کے شیطان کی اتباع نہیں کرنی چاہیے، (اس پر) یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ تم سید ہو؟ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک سید پر یہ اعتراض کیا وہ سید گھر گیا اور گھر جا کر سبز عمامہ اتار دیا اور کہا میں اس وقت تک سبز عمامہ نہیں باندھوں گا جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے

---

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵ ص ۱۰۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

ہوں، پھر اس شخص نے خواب دیکھا کہ ایک جماعت ورق گردانی کر رہی ہے اور وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ اس شخص کا نسب معلوم کرو پھر انھوں نے کہا کہ اس کا نسب حضرت جعفر صادق سے ثابت ہے، جب وہ شخص بیدار ہوا تو اس نے اس خواب کے سلسلہ میں بعض علماء سے سوال کیا، انھوں نے کہا جعفر صادق سے بڑھ کر اور کس کا نسب ہوگا! جاؤ جا کر سبز عمامہ باندھو[1]

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سبز عمامہ باندھنا سادات کرام کا شعار ہے۔

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں ملا علی قاری کی تحقیق

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

یعنی جس شخص نے لباس وغیرہ میں کفار کی مشابہت کی یا فساق اور فجار کی مشابہت کی، یا صالحین کی مشابہت کی تو اس کا شمار انھی کے گروہ سے ہوگا، علامہ طیبی نے کہا کہ یہ حدیث خُلق، خَلق اور شعار میں عام ہے اور جبکہ شعار میں تشبیہ زیادہ واضح ہوتی ہے تو اس باب میں شعار کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی جو شخص جس قوم کے شعار کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا، (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہاں پر صرف شعار (یعنی کسی قوم کی تہذیب اور اس کے دین کی مخصوص اقدار اور روایات) ہی مراد ہے اور اس کے علاوہ کوئی چیز مراد نہیں ہے، کیونکہ خلق اور خَلق میں تشبہ مراد نہیں لیا جا سکتا۔[2]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں شیخ عبدالحق دہلوی کی تحقیق

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ہر وہ شخص جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا اس کا شمار اسی قوم سے ہوگا، چونکہ حدیث میں تشبہ کو مطلقاً فرمایا ہے: لہٰذا یہ تشبہ اخلاق، اعمال اور لباس کو شامل ہے خواہ میکوں کے ساتھ مشابہ ہو یا بُرے لوگوں کے ساتھ مشابہ ہو، اگر اخلاق اور اعمال میں مشابہ ہوگا تو اس کا حکم ظاہر اور باطن دونوں میں جاری ہوگا، اور اگر صرف لباس میں مشابہ ہوگا تو اس کا حکم صرف ظاہر میں ہوگا (یعنی اگر کوئی شخص مثلاً سکھوں کا سا لباس اور ان کی وضع اور قطع اختیار کرے تو اس کا بظاہر سکھوں میں شمار ہوگا وہ حقیقت میں سکھ نہیں ہو جائے گا اور نہ قیامت کے دن سکھوں میں اٹھے گا، البتہ اس ظاہر لباس اور وضع و قطع کو دیکھ کر دیکھنے والے اس کو سکھ خیال کریں گے۔ سعیدی غفرلہٗ) زیادہ تر عرف میں اسی مشابہت کو لباس پر محمول کرتے ہیں اسی وجہ سے اس حدیث کو کتاب اللباس میں ذکر کرتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز جس کے مشابہ ہوگی وہ اس چیز کے حکم میں ہوگی اگر ظاہر میں مشابہت ہے تو ظاہر میں اس چیز کے حکم میں ہوگی اور اگر باطن میں اس کے مشابہ ہے تو باطن میں اس چیز کے حکم میں ہوگی۔[3]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تحقیق

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو چیز کفار کے ساتھ مخصوص ہو اور اس کو مسلمان استعمال کرتے ہوں خواہ وہ چیز از قبیل لباس ہو یا طعام سو وہ چیز تشبہ میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے، اور جو چیز کفار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اگرچہ کفار اس چیز کو زیادہ استعمال کرتے

---

[1] علامہ شیخ علی ابن الشیخ احمد عزیزی، سراج منیر ج ۳ ص ۳۱۲، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۵ھ،

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۵۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۵۴۷، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنو

ہوں اور مسلمان اس کو کم استعمال کرتے ہوں تو اس چیز کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی طرح اگر بعض امور کفار کے ساتھ کسی فائدہ کی بناء پر یا کسی آرام کی وجہ سے یا کسی دوا کے سبب سے مخصوص ہوں تو ان امور کو ان فوائد کے حصول کی وجہ سے حاصل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس میں ان کے ساتھ تشبہ کی نیت نہ ہو۔ ہاں جو تشبہ مطلقاً ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو ان کی جماعت میں داخل کرے اور ان کے ساتھ دل میں محبت رکھے اسی طرح ان کی مشابہت کے قصد سے ان کی زبان اور ان کی طرز تحریر کو سیکھنا ممنوع ہے، اور ان کی عبادات اور ان کے تہواروں (مثلاً عید وغیرہ) میں تشبہ اختیار کرنا بھی مطلقاً ممنوع ہے۔ اس مفہوم پر بکثرت احادیث دلالت کرتی ہیں اگر ان سے تشبہ کی غرض ہو تو ہر چیز میں تشبہ منع ہے، اسی طرح اگر کسی بدنی فائدہ کی بناء پر ان کا لباس پہنتا ہے (جبکہ ان کی مشابہت مقصود نہیں ہے، سیدی غفرلہ) تو کوئی حرج نہیں ہے۔ [1]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلے میں فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

اعلم ان التشبیہ باھل الکتاب لا یکرہ فی کل شیء فانا نا کل ونشرب کما یفعلون انما الحرام ھو التشبہ فیما کان مذموما وفیما یقصد بہ التشبیہ کذا ذکرہ قاضی خان فی شرح الجامع الصغیر۔ [2]

جان لو کہ اہل کتاب کے ساتھ ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ہم بھی کھاتے پیتے ہیں جس طرح وہ کھاتے پیتے ہیں، البتہ صرف مذموم کاموں میں ان کے ساتھ تشبہ ممنوع ہے، یا جس کام کو ان کے ساتھ تشبہ کے قصد کے ساتھ کیا جائے وہ ممنوع ہے اسی طرح قاضی خان نے جامع صغیر کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

فان التشبہ بھم لا یکرہ فی کل شیء بل فی المذموم وفیما یقصد بہ التشبہ۔ [3]

اہل کتاب کے ساتھ ہر چیز میں تشبہ مکروہ نہیں ہے، بلکہ مذموم چیزوں میں تشبہ مکروہ ہے اور جن کاموں میں تشبہ کا قصد کیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ویویدہ ما فی الذخیرۃ قبیل کتاب التحری قال ھشام رایت علی ابی یوسف نعلین مخصوفین بمسامیر، فقلت اتری بھذا الحدید باسا قال لا، قلت سفیان وثور بن یزید کرھا ذلک لان فیہ تشبھا بالرھبان فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلبس النعال التی لھا شعر وانھا من لباس الرھبان فقد اشار الی ان صورۃ المشابھۃ فیما تعلق بہ صلاح العباد لا یضر

اس کی تائید میں "ذخیرہ" کی کتاب التحری سے ذرا پہلے یہ مذکور ہے کہ ہشام نے امام ابو یوسف کو دو ایسی جوتیاں پہنے دیکھا جس میں کیلیں ٹھکی ہوئی تھیں (ہشام) نے پوچھا کیا آپ ان لوہے کی کیلوں میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں، میں نے کہا کہ سفیان اور ثور بن یزید اس کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں راہبوں کے ساتھ تشبہ ہے، امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالوں والی جوتیاں پہنتے تھے اور وہ بھی راہبوں کا لباس ہے، امام ابو یوسف نے اپنے اس قول میں یہ اشارہ کیا ہے کہ جس کام میں صورۃً مشابہت ہو، اور اس کام

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلوی، ۱۳۱۱ھ،

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱، مطبوعہ مطبوعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۱ ص ۵۸۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فان الارض مما لایمکن قطع المسافۃ البعیدۃ فیھا الا بھذا النوع اھ وفیہ اشارۃ ایضا الی ان المراد بالتشبہ اصل الفعل ای صورۃ المشابھۃ بلا قصد۔[1]

میں لوگوں کا نفع اور فائدہ ہو تو اس مشابہت میں ضرر نہیں ہے کیونکہ اس قسم کی جوتیوں کے بغیر زمین میں دور دراز کی مسافت کو طے نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو یوسف کے اس قول میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اس قسم کی مشابہت میں اسوقت حرج نہیں ہے جب اس کام میں کفار کے ساتھ مشابہت کا قصد نہ کیا جائے صرف صورۃً مشابہت ہو۔

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر کی ہے۔[2]

کفار اور فساق کی مشابہت کے سلسلہ میں مصنف کی تحقیق

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت سے مطلقاً کوئی کام کرنا ممنوع ہے، مثلاً ان سے مشابہت کی قصد سے کھانا پینا، یا سانس لینا بھی ممنوع ہے اور جب کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت نہ ہو بلکہ کسی اور مصلحت اور فائدہ کا حصول مقصود ہو مثلاً فوج اور پولیس، کفار کے مخصوص ہتھیاروں کو ان کی افادیت کی بناء پر استعمال کرے، یا پولیس اور فوج کی وردی کو اس لیے پہنے کہ اس کو پہن کر جسم چاق و چوبند رہتا ہے اور اس لباس کے ساتھ فوجی مشقتیں اور دیگر فرائض آسانی کے ساتھ انجام دیے جا سکتے ہیں (البتہ قمیض پتلون سے باہر نکالیں تاکہ سرین کا ابھار دکھائی نہ دے) اس صورت میں ان چیزوں کا استعمال جائز ہے، اس طرح میز کرسی پر کھانا، چھری کانٹے اور چمچوں کو کھانے میں استعمال کرنا، اگر ان میں کفار کے ساتھ تشبہ کی نیت نہ ہو بلکہ دوسرے فوائد اور سہولتوں کی بناء پر استفادہ کرتے ہوں اور اس میں ہماری نیت کفار سے مشابہت نہیں ہوتی، مثلاً بجلی کی روشنی اور پنکھوں کو استعمال کرنا، موٹر کار، بس، ٹرین اور ہوائی جہاز سے سفر کرنا، ٹیلیفون پر بات کرنا، ریڈیو اور ٹی۔ وی کے اعلانات اور جائز پروگراموں سے استفادہ کرنا اور تمام صنعتوں اور کارخانوں میں ان کی تکنیک سے استفادہ کرنا یہ سب امور جائز ہیں اور تمام مسلمان بغیر کسی انکار کے ان پر عمل کرتے ہیں۔

کفار کے وہ اعتقادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں، اسی طرح ان کی وہ عبادات جو اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اسی طرح ان کی وہ تہذیب اور ثقافت جو ان کا مخصوص شعار گردانی جاتی ہے یعنی وہ چیزیں جو ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہیں مثلاً عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا گیا اس لیے وہ گلے میں صلیب ڈالتے ہیں، یا رسّی کا پھندہ ڈالتے ہیں یا اسی کی علامت کے طور پر ٹائی[3] لگاتے ہیں، یہ تمام چیزیں مطلقاً ممنوع اور حرام ہیں اور ان میں سے بعض چیزیں کفر ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے کہ ان کو سولی دی گئی تھی۔

عورتوں کی بے پردگی، مردوں اور عورتوں کا آزادانہ میل جول، کلبوں میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا گپ شپ کرنا رقص و سرود میں حصہ لینا، وڈیو اور سینما کی فلمیں بنانا ان کو دیکھنا موسیقی سننا خواہ بھارت کی موسیقی ہو، پاکستان کی ہو

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۸۴-۵۸۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۲ ص ۱۱، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] ابتداءً ٹائی عیسائیوں کے ساتھ مخصوص تھی لیکن اب یہ فیشن میں داخل ہو چکی ہے اور تقریباً دنیا کی تمام فیشن زدہ اقوام ٹائی باندھتی ہیں، اس لیے اب یہ عیسائیت کی نہیں بلکہ فیشن کی علامت ہے۔ منہ

یا مغربی لڑکیوں کا چست اور نیم عریاں لباس پہننا، ہپیوں کی وضع قطع اختیار کرنا، ان تمام امور میں مغربی تہذیب کی مشابہت ہے، بعض امور میں ہندوؤں کے طریقے اور ان کی رسموں کا رواج ہے ان چیزوں میں تشبہ مطلقاً ممنوع ہے اور ان کاموں میں خواہی نخواہی تشبہ ہے خواہ تشبہ کی نیت ہو یا نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبہ ان امور میں ممنوع ہے جو امور کفار کے عقائد فاسدہ اور اعمال باطلہ کے ساتھ مخصوص ہوں، یا جو امور کتاب اور سنت کی تصریحات کے خلاف ہوں اور جو امور ہمارے اور کفار کے درمیان مشترک ہوں یا جو امور نافعہ ہوں ان میں اگر کفار کے ساتھ تشبہ واقع ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ احادیث میں اس قسم کے امور کو اختیار کرنے کی بہ کثرت مثالیں ہیں، دیکھئے دفاعی جنگ میں شہر کے گرد خندق کھودنا کفار عجم کا طریقہ تھا، لیکن جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے غزوہ احزاب کے وقت مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ کو قبول کر لیا، امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

فلما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصولهم من مكة ندب الناس واخبرهم خبر عدوهم وشاورهم في امرهم فاشار عليه سلمان الفارسي بالخندق فاعجب ذلك المسلمين [1]

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو دشمن کی خبر دی، اور ان سے جنگ کے متعلق مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور مسلمانوں کو یہ تجویز بہت پسند آئی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال سلمان للنبي صلى الله عليه وسلم انا كنا بفارس اذا حوصرنا خندقنا علينا فامر النبي صلى الله عليه وسلم بحفر الخندق حول المدينة وعمل فيه بنفسه ترغيبا للمسلمين [2]

حضرت سلمان فارسی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب ہم فارس میں تھے اور ہمارا محاصرہ کیا جاتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیتے تھے، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو رغبت دینے کے لیے آپ نے خود خندق کھودی۔

خندق کھودنا کفار کا طریقہ تھا، لیکن اس کے فائدہ مند ہونے کی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اختیار کر لیا، اسی طرح خط کے اوپر مہر لگانا بھی کفار کا طریقہ تھا، لیکن اس کی افادیت کی بناء پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مہر بنوالی، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان نبي الله صلى الله عليه وسلم اراد ان يكتب الى رهط او اناس من الاعاجم فقيل له انهم لا يقبلون كتابا الا عليه خاتم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کی ایک جماعت کو خط لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ بغیر مہر کے کسی خط کو قبول نہیں

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری، ج ۲ ص ۶۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ،

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۹۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

فاتخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتما من فضۃ نقشہ محمد رسول اللہ [1]

کرتے، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوالی جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

اسی طرح پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ روم اور فارس کے لوگ ایام رضاعت میں جماع کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا تو آپ نے یہ ارادہ ترک کر دیا، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جدامۃ بنت وھب الاسدیۃ انھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لقد ھممت ان انھی عن الغیلۃ حتی ذکرت ان الروم والفارس یصنعون ذلک فلا یضر اولادھم [2]

جدامہ بنت وہب اسدیہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دودھ پلانے والی عورت کے ساتھ جماع سے منع کرنے کا ارادہ کیا پھر مجھے خیال آیا کہ روم اور فارس کے لوگ یہ عمل کرتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کو ضرر نہیں ہوتا۔

ان مثالوں سے واضح ہوگیا کہ کفار کے طریقوں میں سے کسی نفع دینے والے طریقہ کو اختیار کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ کام ہماری شریعت میں ممنوع نہ ہو یا ان کی کسی بدعقیدگی یا بدعملی کے ساتھ خاص نہ ہو۔

کیا سبز عمامہ دیندار جماعت کا شعار ہے؟

لباس کے معاملے میں اسلام نے کوئی قید نہیں لگائی الا یہ کہ گہرے سرخ یا گہرے زرد رنگ کے لباس کی بعض روایات میں ممانعت ہے، اور ان کو فقہاء نے مکروہ کہا ہے یا ایسا تنگ اور چست لباس جس سے جسم کے اس عضو کا ابھار نمایاں ہو جس کو شریعت نے چھپانے کا حکم دیا ہے ایسے لباس کا پہننا ناجائز ہے، لباس کی بعض اقسام لوگوں کے ساتھ مخصوص ہیں جیسا کہ سبز عمامہ باندھنا سادات کرام کے ساتھ مخصوص ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سبز رنگ کا حلہ پہنا ہے، مہاجرین اولین صحابہ کرام سبز عمامہ باندھتے تھے، اب ایک گمراہ فرقہ یعنی دیندار جماعت نے بھی سبز عمامہ باندھنا شروع کر دیا ہے اور اس کو اپنی علامت بنا لیا ہے اس فرقہ کی تعداد بہت کم ہے اور یہ لوگ خال خال نظر آتے ہیں، سو اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ سبز عمامہ باندھنا دیندار جماعت کا طریقہ ہے اس لیے اس میں ان کا تشبہ ہے اور اب یہ ناجائز ہے، کیونکہ اول تو سبز عمامہ ان کا شعار اور ان کی خصوصیت نہیں ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سبز رنگ کا حلہ ثابت ہے، مہاجرین اولین سبز عمامہ باندھتے تھے اور بعد میں سبز عمامہ اشراف اور سادات ہاشمیہ کا شعار رہا ہے تو یہ دیندار لوگ کا شعار اور ان کی خصوصیت کہاں سے ہوگیا؟ اگر دیندار قرآن مجید اور احادیث کو پڑھیں تو کیا اب قرآن اور احادیث کا پڑھنا بھی ممنوع ہوگا؟ یا نماز، روزہ، حج اور باقی ارکان اگر وہ ادا کریں تو کیا وہ ناجائز ہوں گے؟

کیا سیاہ عمامہ رافضیوں کا شعار ہے؟

سیاہ لباس میں سے سیاہ عمامہ باندھنا اور سیاہ چادر اوڑھنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، فقہاء اور تابعین کا بھی طریقہ ہے اب چونکہ محرم کے مہینہ میں شیعہ لوگ ماتم کی نیت سے کالے کپڑے پہنتے ہیں اس وجہ سے ہمارے بعض علماء نے محرم کے مہینہ میں سیاہ لباس پہننے سے منع کیا ہے اس کی ممانعت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص سنت کے قصد سے سیاہ لباس پہنے تب بھی اللہ اور اس کے رسول کے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۳ - ۸۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نزدیک اس کا شمار رافضیوں میں ہوگا، بلکہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ محرم میں سیاہ لباس پہننے کی وجہ سے اس کے متعلق شیعہ ہونے کی بدگمانی کی جائے گی تو اس بدگمانی سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے محرم کے مہینہ میں سیاہ لباس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

لباس میں مشابہت کی وجہ سے صرف ظاہری اور دنیاوی حکم لاگو ہوگا

لباس کی جو وضع کسی کافر یا فاسق قوم کا شعار ہو یا وہ وضع ان کی کسی بدعقیدگی پر مبنی ہو اس لباس کو پہننا اس قوم کے ساتھ تشبہ ہے اور اس سے اجتناب لازم ہے ورنہ ظاہری طور پر جو لباس جس گروہ کی علامت ہو اس لباس کے پہننے والے کا ظاہری طور پر اسی گروہ میں شمار ہوگا، مثلاً عمامہ، جبہ اور شلوار پہننا یا ٹوپی، شیروانی اور شلوار اور قمیض پہننا عرف میں علماء کا لباس ہے، اس لباس کے پہننے والے کا علماء میں شمار ہوگا خواہ وہ عالم نہ ہو لیکن اگر وہ جبہ و دستار میں ملبوس ہو تو لوگ اس کو عالم سمجھیں گے، اسی طرح مخصوص قسم کی خاکی وردی فوجی لباس ہے، اگر ایک غیر فوجی بھی اس لباس کو پہن لے تو لوگ اس کو فوجی سمجھیں گے، اسی طرح کوٹ پینٹ اور ہیٹ وغیرہ بابوؤں کا لباس ہے اگر کوئی عالم بھی یہ لباس پہنے تو لوگ اس کو بابو سمجھیں گے، یہ صرف ظاہری اور دنیاوی حکم ہے اس کا آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے الا یہ کہ وہ ——— صلیب پہنے، اگر کوئی شخص ہندوؤں کی طرز کی دھوتی باندھے اور گاندھی ٹوپی پہنے تو لباس کی اس مشابہت کی وجہ سے لوگ اس کو ہندو سمجھیں گے لیکن محض اس لباس کی وجہ اس کا آخرت میں ہندوؤں میں شمار نہیں ہوگا، البتہ اس لباس سے اس لیے اجتناب لازم ہے کہ لوگ اس کے متعلق ہندو ہونے کی بدگمانی نہ کریں۔

بدعقیدگی، بدعات اور بداعمالیوں میں مشابہت کی وجہ سے کفر، گمراہی اور حرمت کا حکم لاگو ہوگا۔

مشابہت کی وجہ سے اخروی حکم صرف اس وقت لاگو ہوگا جب کوئی شخص کفار کے باطل عقائد کو اختیار کرے، تو پھر وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کسی قوم کی بدعات سیئہ کو اختیار کرے جیسے سیاہ علم اور تعزیہ داری اور سینہ کوبی وغیرہ تو گمراہ ہوگا اور کسی قوم کے ناجائز افعال یا بدعقیدگی پر مبنی اعمال میں مشابہت کو اختیار کرے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا۔

لباس کے موضوع پر میں نے کافی تفصیل سے لکھا ہے اور ہمارے زمانہ میں لباس کے متعلق جو غلط نظریات مشہور ہیں اور من تشبہ بقوم والی حدیث کے جو غلط سلط معنی بیان کیے جاتے ہیں اس کے ازالہ کی میں نے بھرپور سعی کی ہے، اللہ تعالیٰ ان سطور کو نافع بنائے اور لباس کے معاملہ میں جن لوگوں کے غلط نظریات یا غلط روش ہے ان کی اصلاح فرمائے وما ذلک علی اللہ بعزیز اللھم اجعل ھذا الکتاب مقبولا عندک وعند رسولک واجعلہ لی صدقۃ جاریۃ۔ اے اللہ! اس کتاب کو اپنی اور اپنے رسول کی بارگاہ میں مقبول کر دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین قائد الغر المحجلین افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وعلماء ملتہ واولیاء امتہ اجمعین۔

باب ۳۲ فَضْلِ لِبَاسِ ثِيَابِ الْحِبَرَةِ

دھاری دار یمنی چادروں کی فضیلت

۵۳۲۶۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ قُلْنَا لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَيُّ اللِّبَاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قسم کا لباس زیادہ پسندیدہ یا محبوب تھا، انھوں نے کہا دھاری دار یا نقشین

وَسَلَّمَ اَوْ اَعْجَبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحِبَرَۃُ ۔

یمنی چادر ۔

۵۳۲۷ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ھِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ اَحَبَّ الثِّیَابِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْحِبَرَۃُ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ دھاریدار یا نقشین یمنی چادر تھی ۔

ف ! اس حدیث میں دھایدار یا نقشین لباس پہننے کے جواز کی دلیل ہے ۔

بَابُ ۳۳ التَّوَاضُعِ فِی اللِّبَاسِ وَالْاِقْتِصَارِ عَلَی الْغَلِیْظِ مِنْہُ !

لباس میں انکسار اور موٹے کپڑے پہننے کا بیان

۵۳۲۸ ۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیْرَۃِ حَدَّثَنَا حُمَیْدٌ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَۃَ فَاَخْرَجَتْ اِلَیْنَا اِزَارًا غَلِیْظًا مِمَّا یُصْنَعُ بِالْیَمَنِ وَکِسَآءً مِنَ الَّتِیْ یُسَمُّوْنَھَا الْمُلَبَّدَۃَ قَالَ فَاَقْسَمَتْ بِاللّٰہِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فِیْ ھٰذَیْنِ الثَّوْبَیْنِ ۔

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا حضرت عائشہ نے یمن کا بنا ہوا ایک موٹے کپڑے کا تہبند نکالا، اور ایک چادر نکالی جس کو ملبدہ کہا جاتا ہے پھر انھوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھی دو کپڑوں میں داعی اجل کو لبیک کہا تھا۔

۵۳۲۹ ۔ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَیَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ عُلَیَّۃَ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ حُمَیْدِ بْنِ ھِلَالٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ اِزَارًا وَکِسَآءً مُّلَبَّدًا فَقَالَتْ فِیْ ھٰذَا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ فِیْ حَدِیْثِہٖ اِزَارًا غَلِیْظًا ۔

ابو بردہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک تہبند اور ایک پیوند لگی ہوئی چادر نکالی اور فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انھی کپڑوں میں وفات ہوئی تھی، ایک روایت میں موٹے کپڑے کے تہبند کا ذکر ہے ۔

۵۳۳۰ ۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ وَقَالَ اِزَارًا غَلِیْظًا ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں موٹے کپڑے کے تہبند کا ذکر ہے ۔

۵۳۳۱ ۔ وَحَدَّثَنِیْ سُرَیْجُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ زَکَرِیَّآءَ بْنِ اَبِیْ زَائِدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ ح وَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کالے بالوں کا بنا ہوا کمبل اوڑھ

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ۔

کر باہر آئے جس پر پالان کے نقشے بنے ہوئے تھے۔

۵۳۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ ابْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ وِسَادَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي يَتَّكِئُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ تکیہ جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے تھے، چمڑے کا تھا اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۵۳۳۳ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ أَدَمًا حَشْوُهُ لِيفٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ بستر (گدا) جس پر آپ سوتے تھے، چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔

۵۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا ضِجَاعُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ يَنَامُ عَلَيْهِ۔

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے اس میں بستر کے لیے ضجاع کا لفظ ہے۔

---

۳۴ - باب جَوَازِ اتِّخَاذِ الْأَنْمَاطِ

باب ۳۴ - غالیچہ یا قالین کے جواز کا بیان

۵۳۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَ عَمْرٌو وَقُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تَزَوَّجْتُ اتَّخَذْتَ أَنْمَاطًا قُلْتُ وَأَنَّى لَنَا أَنْمَاطٌ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے شادی کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے غالیچے بنائے ہیں؟ میں نے عرض کیا ہمارے پاس غالیچے کہاں؟ آپ نے فرمایا اب عنقریب ہوں گے۔

۵۳۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا تَزَوَّجْتُ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذْتَ أَنْمَاطًا قُلْتُ وَأَنَّى لَنَا أَنْمَاطٌ قَالَ أَمَا إِنَّهَا سَتَكُونُ قَالَ جَابِرٌ وَعِنْدَ امْرَأَتِي نَمَطٌ فَأَنَا أَقُولُ نَجِّيهِ عَنِّي وَتَقُولُ قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا سَتَكُونُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میری شادی ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: کیا تم نے غالیچے بنائے ہوئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: ہمارے پاس غالیچے کہاں؟ آپ نے فرمایا: اب ہو جائیں گے! حضرت جابر نے کہا میری بیوی کے پاس ایک غالیچہ (قالین) ہے۔ میں نے اس سے کہا اس کو مجھ سے دور رکھیو، اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا عنقریب قالین ہوں گے۔

۵۳۳۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فَأَدَعُهَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

باب ۳۵۔ كَرَاهَةِ مَا زَادَ عَلَى الْحَاجَةِ مِنَ الْفِرَاشِ وَاللِّبَاسِ

ضرورت سے زیادہ بستر اور لباس بنانے کی کراہت

۵۳۳۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ فِرَاشٌ لِلرَّجُلِ وَفِرَاشٌ لِامْرَأَتِهِ وَالثَّالِثُ لِلضَّيْفِ وَالرَّابِعُ لِلشَّيْطَانِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بستر مرد کے لیے ہے، ایک اس کی بیوی کے لیے اور تیسرا بستر مہمان کے لیے اور چوتھا بستر شیطان کے لیے ہے۔

ف: قاضی عیاض نے کہا ہے جو چیز ضرورت سے زائد ہوگی وہ بڑائی کے اظہار اور تکبر کے لیے ہوگی، اس لیے ضرورت سے زائد چیز مکروہ اور مذموم ہے، اور ہر مذموم چیز کی شیطان کی طرف نسبت ہوتی ہے اس لیے اس حدیث میں چوتھے بستر کی شیطان کی طرف نسبت ہے، اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو ضرورت سے زائد ہو وہ مکروہ اور مذموم ہے۔

باب ۳۶۔ تَحْرِيمِ جَرِّ الثَّوْبِ خُيَلَاءَ

تکبر سے کپڑا لٹکا کر چلنے کی ممانعت

۵۳۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ وَزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ كُلُّهُمْ يُخْبِرُهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْظُرُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تکبر سے کپڑا گھسیٹ کر چلے اللہ تعالیٰ اس کی طرف (نظر رحمت سے) نہیں دیکھتا۔

اللّٰہ اِلٰی مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَآءَ۔

۵۳۴۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَعُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا یَحْیٰی (وَھُوَ الْقَطَّانُ) کُلُّھُمْ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ وَاَبُوْ کَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ کِلَاھُمَا عَنْ اَیُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ھٰرُوْنُ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَھْبٍ حَدَّثَنِیْ اُسَامَۃُ کُلُّ ھٰؤُلَآءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مَالِکٍ وَزَادُوْا فِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی سات سندیں بیان کیں، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ قیامت کے دن نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

۵۳۴۱۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ وَسَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَنَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ یَجُرُّ ثِیَابَہٗ مِنَ الْخُیَلَآءِ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر سے کپڑا لٹکا کر (یا گھسیٹ کر) چلتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

۵۳۴۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ کِلَاھُمَا عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ وَجَبَلَۃَ بْنِ سُحَیْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِھِمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۵۳۴۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا حَنْظَلَۃُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر سے کپڑا لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

۵۳۴۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَهٗ غَيْرَ أَنَّهٗ قَالَ ثِيَابَهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے، پھر اس کی مثل روایت ہے، البتہ اس میں ثیاب کا لفظ ہے۔

۵۳۴۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُسْلِمَ بْنَ يَنَّاقَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهٗ رَأٰى رَجُلًا يَجُرُّ إِزَارَهٗ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ فَانْتَسَبَ لَهٗ فَإِذَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي لَيْثٍ فَعَرَفَهٗ ابْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأُذُنَيَّ هَاتَيْنِ يَقُولُ مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ لَا يُرِيدُ بِذٰلِكَ إِلَّا الْمَخِيلَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

مسلم بن یناق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو چادر گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا، حضرت ابن عمر نے اس سے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے اپنا نسب بیان کیا، وہ شخص بنو لیث سے تھا حضرت ابن عمر نے اس کو پہچان لیا اور کہا میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے: جو شخص محض تکبر کے ارادہ سے چادر لٹکائے گا (یا گھسیٹ کر چلے گا) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

۵۳۴۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ (يَعْنِي ابْنَ أَبِي سُلَيْمَانَ) ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ نَافِعٍ) كُلُّهُمْ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ أَبِي يُونُسَ عَنْ مُسْلِمٍ أَبِي الْحَسَنِ وَفِي رِوَايَتِهِمْ جَمِيعًا مَنْ جَرَّ إِزَارَهٗ وَلَمْ يَقُولُوا ثَوْبَهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی ہے، ایک روایت میں ہے جس نے اپنی چادر گھسیٹی اور کپڑے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۳۴۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَابْنُ أَبِي خَلَفٍ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوا حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ يَقُولُ

عباد بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے نافع بن عبد الحارث کے غلام مسلم بن یسار کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کریں کہ جو شخص تکبر سے چادر لٹکاتا ہو کیا انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ سُنا ہے؟ انھوں نے

اَمَرْتُ مُسْلِمَ بْنَ يَسَارٍ مَوْلٰى نَافِعِ بْنِ عَبْدِ الْحَارِثِ اَنْ يَّسْاَلَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ وَاَنَا جَالِسٌ بَيْنَهُمَا اَسَمِعْتَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَجُرُّ اِزَارَهٗ مِنَ الْخُيَلَاءِ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔

۵۳۴۸ ۔ حَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ وَاقِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَرَرْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي اِزَارِي اسْتِرْخَاءٌ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اِرْفَعْ اِزَارَكَ فَرَفَعْتُهٗ ثُمَّ قَالَ زِدْ فَزِدْتُ فَمَا زِلْتُ اَتَحَرَّاهَا بَعْدُ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلٰى اَيْنَ فَقَالَ اَنْصَافِ السَّاقَيْنِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا درآں حالیکہ میری چادر لٹک رہی تھی آپ نے فرمایا اے عبداللہ! اپنی چادر اوپر کر لو۔ میں نے اپنی چادر اوپر کی آپ نے فرمایا اور زیادہ کر لو، میں نے اور زیادہ اوپر کی، پھر میں اس کو اوپر کرتا رہا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہاں تک اوپر کرے، آپ نے فرمایا: نصف پنڈلیوں تک۔

۵۳۴۹ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدٍ (وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ) قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَرَاٰى رَجُلًا يَجُرُّ اِزَارَهٗ فَجَعَلَ يَضْرِبُ الْاَرْضَ بِرِجْلِهٖ وَهُوَ اَمِيْرٌ عَلَى الْبَحْرَيْنِ وَهُوَ يَقُوْلُ جَاءَ الْاَمِيْرُ جَاءَ الْاَمِيْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى مَنْ يَّجُرُّ اِزَارَهٗ بَطَرًا ۔

محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے ایک شخص کو چادر گھسیٹ کر چلتے ہوئے دیکھا، وہ شخص بحرین کا امیر تھا، وہ شخص زمین پر پیر مار مار کر کہہ رہا تھا: امیر آگیا، امیر آگیا! حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اترا تے ہوئے اپنی چادر لٹکائے گا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں کرے گا۔

۵۳۵۰ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِي حَدِيْثِ ابْنِ جَعْفَرٍ كَانَ مَرْوَانُ يَسْتَخْلِفُ اَبَا هُرَيْرَةَ وَفِي حَدِيْثِ ابْنِ الْمُثَنّٰى كَانَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ يُسْتَخْلَفُ عَلَى الْمَدِيْنَةِ ۔

ابن جعفر کی روایت میں ہے مروان نے حضرت ابوہریرہ کو مدینہ کا حاکم بنایا تھا، اور ابن مثنیٰ کی روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہ مدینہ کے حاکم تھے۔

مردوں کے ٹخنے سے نیچے لٹکنے والے لباس کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم قال ما اسفل من الكعبين من الازار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ

فی النار۔ [1]

جہنم میں ہوگا۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینما رجل یجر ازارہ خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے تہبند کو گھسیٹ کر چلتا تھا، اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سلیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارفع ازارک الی نصف الساق فان ابیت فالی الکعبین وایاک و اسبال الازار فانھا من المخیلۃ وان اللہ لایحب المخیلۃ [3]

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے تہبند کو آدھی پنڈلیوں تک اونچا رکھو، اور اگر ایسا نہ کرو، تو ٹخنوں تک اونچا رکھو، اور تہبند لٹکانے سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

عن ابی ھریرۃ قال بینما رجل یصلی مسبلاً ازارہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال اذھب فتوضأ فقال لہ رجل یارسول اللہ مالک امرتہ ان یتوضأ ثم سکت عنہ ثم قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ وان اللہ تعالیٰ لایقبل صلوۃ رجل مسبل۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص تہبند لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جاکر وضو کرو، اس نے جاکر وضو کیا، اور پھر آیا، آپ نے فرمایا جاؤ وضو کرو، ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں دیا ہے! آپ خاموش ہوگئے پھر آپ نے فرمایا: یہ شخص تہبند لٹکا کر نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کی نماز قبول نہیں کرتا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن مجاھد قال من مس ازارہ کعبیہ لم تقبل لہ صلوتہ [5]

مجاہد کہتے ہیں جس شخص کا تہبند ٹخنوں کو چھوئے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۱، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۹، " " " "

[5] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[1] اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ جو شخص تکبر سے کپڑا گھسیٹ کر چلے اس کے ٹخنوں کا نچلا حصہ جہنم میں ہوگا یا یہ اہل جہنم کا طریقہ ہے۔ منہ

[2] یہ حدیث بھی تکبر پر محمول ہے یا یہ تشدید اور تغلیظ کے قبیل سے ہے۔ منہ

عن حذیفۃ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسفل عضلۃ ساقی او ساقہ فقال ھذا موضع الازار فان ابیت فاسفل فان ابیت فاسفل فان ابیت فلا حق للازار فی الکعبین [1]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی یا اپنی پنڈلی کے پٹھوں کو پکڑ کر فرمایا: یہ تہبند کی جگہ ہے، اگر تم ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا نیچے، اور اگر ایسا نہ کرو تو اس سے ذرا اور نیچے اور اگر تم ایسا نہ کرو تو ٹخنوں پر تہبند کا کوئی حق نہیں ہے۔

عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازرۃ المؤمن الی نصف الساق فما کان الی الکعب فلا باس وما کان تحت الکعب ففی النار [2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے تہبند کی حد پنڈلیوں کے نصف تک ہے، اگر ٹخنوں تک ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے۔

تکبّر کے بغیر یا اتفاقاً ٹخنے کے نیچے لٹکنے والے لباس کی رخصت کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ فقال ابوبکر الصدیق یا رسول اللہ ان احد شقی ازاری یسترخی الا ان اتعاھد ذلک منہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لست ممن یصنعہ خیلاء [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں خیال نہ رکھوں تو میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبّر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔

عن ابی بکرۃ قال خسفت الشمس ونحن عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام یجر ثوبہ مستعجلا حتی اتی المسجد وثاب الناس فصلی رکعتین الحدیث [4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سورج کو گہن لگ گیا، آپ جلدی سے اٹھے درآں حالیکہ آپ کا تہبند زمین پر گھسیٹ رہا تھا، آپ مسجد میں آئے اور لوگ بھی پلٹ کر آ گئے پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی

---

[1] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۰۳-۲۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] ۔ " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۰۳ ۔ " " " "

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۶۱، " " " "

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی وائل عن ابن مسعود انہ کان یسبل ازارہ فقیل لہ (فی ذٰلک) فقال انی رجل حمش الساقین [1]

ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند لٹکتا رہتا تھا، ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا انھوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پتلی ہیں۔

عن عکرمۃ قال رایت ابن عباس یاتزر فارسل ازارہ من بین یدیہ حتی تقع حاشیتہ علی ظہر قدمیہ یرفع من مؤخرہ [2]

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس کو اس طرح تہبند باندھتے دیکھا کہ وہ اپنے آگے سے تہبند کو لٹکا دیتے حتیٰ کہ تہبند کے کنارے قدموں کی پشت سے لگتے اور پشت کی جانب سے تہبند کو اونچا رکھتے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلوا واشربوا والبسوا وتصدقوا فی غیر اسراف ولا مخیلۃ وقال ابن عباس کل ما شئت والبس ما شئت ما اخطاتک اثنتان سرف او مخیلۃ [3]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھاؤ، پیو، پہنو اور صدقہ کرو، حضرت ابن عباس نے کہا جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پہنو بشرطیکہ اسراف اور تکبر نہ ہو۔

ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاء شافعیہ کی آراء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

تہبند، قمیض اور عمامہ ان میں سے ہر ایک کو ٹخنوں کے نیچے تکبر سے لٹکانا منع ہے، اور بغیر تکبر کے لٹکانا مکروہ ہے، چونکہ احادیث میں کپڑا لٹکانے کی ممانعت کو تکبر کے ساتھ مقید کیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ تحریم تکبر کے ساتھ مخصوص ہے، امام شافعی نے اس فرق کی تصریح کی ہے اور عورتوں کے لیے کپڑا لٹکانے کی اجازت ہے اس کے جواز کی احادیث میں تصریح ہے اور اس کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔، حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے کہ مومن کا تہبند پنڈلیوں کے نصف سے لے کر ٹخنوں تک نیچے ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے، لہٰذا پنڈلیوں کے نصف تک تہبند لٹکانا مستحب ہے، اور ٹخنوں تک نیچے کرنا بلا کراہت جائز ہے اور تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور جن احادیث میں مطلقاً آیا ہے کہ جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو تکبر کی وجہ سے لٹکایا گیا ہو، کیونکہ یہ احادیث مطلق ہیں اور مطلق کو مقید پر حمل کرنا واجب ہے۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۰۶، " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تکبر سے تہبند لٹکانا گناہ کبیرہ ہے، اور بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا بھی بظاہر احادیث سے حرام ہی معلوم ہوتا ہے لیکن احادیث میں جو تکبر کی قید لگائی گئی ہے اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جن احادیث میں تہبند لٹکانے سے مطلقاً منع کیا ہے وہ بھی تکبر سے لٹکانے پر محمول ہیں، لہٰذا بغیر تکبر کے تہبند لٹکانا حرام نہیں ہے، علامہ ابن عبدالبر (مالکی) نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر تکبر کے تہبند لٹکانے پر وعید نہیں ہے البتہ قمیص اور دیگر کپڑوں کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا ہر حال میں مذموم ہے۔ [1]

علامہ کرمانی شافعی لکھتے ہیں:

تہبند گھسیٹ کر چلنا اس وقت حرام ہے جب تکبر کی وجہ سے ہو اور جب تکبر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، فقہاء نے کہا ہے کہ قمیص اور تہبند کی لمبائی میں مستحب یہ ہے کہ پنڈلیوں کے نصف تک ہو، اور ٹخنوں تک بلا کراہت جائز ہے اور اگر ٹخنوں سے نیچے ہو تو یہ تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے اور بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے۔ [2]

ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاء مالکیہ کی آراء

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کی ممانعت تکبر کی وجہ سے ہے، سو جو شخص جلدی کی وجہ سے کپڑا گھسیٹ کر چلا یا اس کا تہبند قائم نہیں رہتا اور پھسل کر نیچے آجاتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح میدانِ جنگ میں کفار کے سامنے تکبر سے تہبند لٹکانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں اسلام کی عزت اور دشمن اسلام کی تحقیر ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہر حال میں کراہت منقول ہے۔ [3]

علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے جس شخص کے لباس کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ جہنم میں ہوگا بہ شرطیکہ وہ تکبر کی بناء پر ہو، کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اس لیے اس کو مقید پر محمول کیا جائے گا اور اگر تکبر کی بناء پر لباس نہ لٹکایا گیا ہو تو پھر وہ مکروہ (تنزیہی) ہے۔ [4]

ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاء حنبلیہ کی آراء

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

قمیصوں، تہبندوں اور شلواروں کو تکبر سے لٹکانا مکروہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے کپڑوں کو تکبر سے لٹکایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز میں تکبر کی وجہ سے کپڑا لٹکایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال میں ہے نہ حرام میں۔ [5]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۶۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ محمد بن یوسف کرمانی شافعی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکوکب الدراری شرح البخاری ج ۲۱ ص ۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۸۵-۳۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۵ ص ۳۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[5] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

ٹخنوں کے نیچے تک لمبے لباس کے متعلق فقہاء احناف کی آراء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:
جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے رکھا اس میں کوئی کراہت ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی لباس لٹکانا جائز ہے مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو، یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر مکھیاں اور دیگر حشرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو، اور لمبی قمیص یا لمبے تہبند کے علاوہ اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ علاج کے لیے شرمگاہ کو کھولنا جائز ہے، ہمارے شیخ زین الدین نے کہا اگر کوئی عذر نہ ہو اور نہ ہی تکبر کا قصد ہو تو پھر علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے۔ [1]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر نے اپنے تہبند کے ایک جانب ڈھلکنے کا ذکر کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد ڈھلک جائے اس پر کوئی حرج نہیں ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے، اس کے جواب میں علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدیدات میں سے ہے، ورنہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔! [2]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلدی سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند تکبر کی وجہ سے نہ لٹکایا گیا ہو تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [3]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تکبر سے یا ازار کر تہبند گھسیٹ کر چلا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، ابن الملک نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ [4]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ بلا قصد تہبند لٹکانا مضر نہیں ہے خاص طور پر جس شخص کی خصلت میں تکبر نہ ہو، البتہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا افضل ہے، اسی لیے یہ واضح ہو گیا کہ چادر گھسیٹ کر چلنے کی حرمت کا سبب تکبر ہے، جیسا کہ احادیث میں اس حکم کو تکبر کی شرط سے مقید کیا گیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۱، ۲۹۶، " " " "

[3] " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۱، ۲۹۶، " " " "

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۳۸، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[5] " " " ، مرقات ج ۸ ص ۲۶۴ " "

عالم گیری میں ہے:

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء فقیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب۔

مرد کا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے فقہاء کے نزدیک بغیر قصد تکبر کے تہبند یا شلوار وغیرہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ تنزیہی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ التَّبَخْتُرِ فِي الْمَشْيِ مَعَ إِعْجَابِهِ بِثِيَابِهِ

کپڑوں پر اترانے یا اکڑ کر چلنے کی ممانعت

۵۳۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ (يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي قَدْ أَعْجَبَتْهُ جُمَّتُهُ وَبُرْدَاهُ إِذْ خُسِفَ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے سر کے بالوں اور اپنی پہنی ہوئی چادروں پر اتراتا ہوا جا رہا تھا، اچانک اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہیگا۔

۵۳۵۲ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالُوا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هٰذَا۔

امام مسلم نے کہا تین سندوں کے ساتھ اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

۵۳۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ يَمْشِي فِي بُرْدَيْهِ قَدْ أَعْجَبَتْهُ نَفْسُهُ فَخَسَفَ اللّٰهُ بِهِ الْأَرْضَ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنی دو چادریں پہن کر اتراتا ہوا جا رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا۔

۵۳۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص دو چادروں میں اتراتا

لہ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ ہندیہ ج ۵ ص ۳۳۳، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَتَبَخْتَرُ فِيْ بُرْدَيْنِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهٖ۔

ہوا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس کی مثل ہے۔

۵۳۵۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ يَتَبَخْتَرُ فِيْ حُلَّةٍ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص ایک حلہ میں اتراتا ہوا چل رہا تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

باب ۳۸۔ تَحْرِيْمِ خَاتَمِ الذَّهَبِ عَلَى الرِّجَالِ

مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی ممانعت

۵۳۵۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ بَشِيْرِ بْنِ نَهِيْكٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے منع فرمایا۔

۵۳۵۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ اَنَسٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۳۵۸۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ وَقَالَ يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِّنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَمَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور اس سے نفع حاصل کرو، اس نے کہا خدا کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو اس کو میں کبھی نہیں

خُذْ خَاتَمَكَ انْتَفِعْ بِهِ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا آخُذُهُ أَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اٹھاؤں گا۔

۵۳۵۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَمُحَمَّدُ ابْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَكَانَ يَجْعَلُ فَصَّهُ فِي بَاطِنِ كَفِّهِ إِذَا لَبِسَهُ فَصَنَعَ النَّاسُ ثُمَّ إِنَّهُ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ إِنِّي كُنْتُ أَلْبَسُ هٰذَا الْخَاتَمَ وَأَجْعَلُ فَصَّهُ مِنْ دَاخِلٍ فَرَمَى بِهِ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَنَبَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ وَلَفْظُ الْحَدِيثِ لِيَحْيَى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنوائی آپ اس کو پہنتے وقت اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کر لیا کرتے تھے سو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور اس انگوٹھی کو اتار ـــــ دیا، آپ نے فرمایا میں اس انگوٹھی کو پہنتا تھا تو نگینہ کا رخ اندر کی طرف کر لیتا تھا، پھر آپ نے اس کو پھینک دیا اور فرمایا! بخدا میں اس کو کبھی نہیں پہنوں گا، پھر لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

۵۳۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فِي خَاتَمِ الذَّهَبِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عُقْبَةَ بْنِ خَالِدٍ وَجَعَلَهُ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى۔

امام مسلم نے چار سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سونے کی انگوٹھی کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے اس کو دائیں ہاتھ میں پہنا تھا۔

۵۳۶۱۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أُسَامَةَ جَمَاعَتُهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاتَمِ الذَّهَبِ نَحْوَ حَدِيثِ اللَّيْثِ۔

امام مسلم نے یمن سندوں کے ساتھ سونے کی انگوٹھی کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی۔

۵۳۶۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ حَتَّى وَقَعَ مِنْهُ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرٍ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهُ

صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی، پہلے وہ آپ کے ہاتھ میں تھی، پھر حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں رہی، پھر حضرت عمر کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عثمان کے ہاتھ میں رہی حتیٰ کہ حضرت عثمان کے ہاتھ سے وہ اریس کے کنویں میں گر گئی، اس انگوٹھی پر یہ نقش تھا محمد رسول اللہ، ابن نمیر کی روایت میں ہے وہ ایک کنویں میں گر گئی اور اس کنویں کا نام نہیں لیا۔

۵۳۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ ثُمَّ أَلْقَاهُ ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَقَالَ لَا يَنْقُشُ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِ خَاتَمِي هٰذَا وَكَانَ إِذَا لَبِسَهُ جَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي بَطْنَ كَفِّهِ وَهُوَ الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيبٍ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی بنائی، پھر آپ نے اس کو پھینک دیا، پھر آپ نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنائی اس میں یہ نقش تھا "محمد رسول اللہ" اور فرمایا کوئی شخص میری اس انگوٹھی کے نقش کی طرح نہ کھدوائے، جب آپ اس انگوٹھی کو پہنتے تو انگوٹھی کے نگینہ کو ہتھیلی کے رخ کر لیا کرتے تھے، اور یہی وہ انگوٹھی تھی جو معیقیب کے ہاتھ سے چاہ اریس میں گر گئی تھی۔

۵۳۶۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَقَالَ لِلنَّاسِ إِنِّي اتَّخَذْتُ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَنَقَشْتُ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَلَا يَنْقُشْ أَحَدٌ عَلَى نَقْشِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی، اس میں نقش تھا "محمد رسول اللہ" اور لوگوں سے فرمایا میں نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنائی ہے اور اس میں "محمد رسول اللہ" کا نقش کرایا ہے، سو اس نقش کی طرح کوئی شخص نقش کندہ نہ کرائے۔

۵۳۶۵ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں ہے۔

وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ۔

۵۳۶۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الرُّومِ قَالَ قَالُوا إِنَّهُمْ لَا يَقْرَءُونَ كِتَابًا إِلَّا مَخْتُومًا قَالَ فَاتَّخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (شاہ) روم کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا وہ لوگ اُس خط کو نہیں پڑھتے جس پر مہر نہ ہو، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی گویا میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں وہ سفید انگوٹھی ہے اور اس پر محمد رسول اللہ کا نقش کندہ ہے۔

۵۳۶۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ قَالَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي يَدِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عجمیوں کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف اس خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر ہو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اس میں محمد رسول اللہ کا نقش کندہ تھا۔

۵۳۶۸۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ أَخِيهِ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى كِسْرٰى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيلَ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر اور نجاشی کی طرف خط لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ لوگ صرف اس خط کو قبول کرتے ہیں جس پر مہر لگی ہو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اس میں محمد رسول اللہ کا نقش کندہ تھا۔

۵۳۶۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو عُمَرَ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَبْصَرَ فِي يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا قَالَ فَصَنَعَ النَّاسُ الْخَوَاتِمَ مِنْ وَرِقٍ فَلَبِسُوهُ فَطَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی ایک انگوٹھی دیکھی، پھر لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی کو پھینک دیا اور لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیوں کو پھینک دیا۔

خَاتَمَهٗ فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

۵۳۷۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِيْ زِيَادٌ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهٗ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَخْبَرَهٗ أَنَّهٗ رَأَى فِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ يَوْمًا وَاحِدًا ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اصْطَرَبُوا الْخَوَاتِيمَ مِنْ وَرِقٍ فَلَبِسُوهَا فَطَرَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَهٗ فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ انھوں نے ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی ایک انگوٹھی دیکھی، تو سب لوگوں نے چاندی کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی کو پھینک دیا تو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

۵۳۷۱۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۳۷۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فَصُّهٗ حَبَشِيًّا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چاندی کی انگوٹھی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

۵۳۷۳۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَبَّادُ بْنُ مُوْسٰى قَالَا حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى (وَهُوَ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ الزُّرَقِيُّ) عَنْ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ خَاتَمَ فِضَّةٍ فِيْ يَمِيْنِهٖ فِيْهِ فَصٌّ حَبَشِيٌّ كَانَ يَجْعَلُ فَصَّهٗ مِمَّا يَلِيْ كَفَّهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہاتھ میں ایک چاندی کی انگوٹھی تھی، اس میں حبشی نگینہ تھا، آپ نگینہ کو ہتھیلی کے رخ رکھا کرتے تھے۔

۵۳۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِيْ إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ حَدِيْثِ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۳۷۵۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس انگلی میں تھی یہ کہہ کر انھوں نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا۔

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلَى الْخِنْصِرِ مِنْ يَدِهِ الْيُسْرٰى.

۵۳۷۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ اِدْرِيْسَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ نَهَانِيْ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَجْعَلَ خَاتَمِيْ فِيْ هٰذِهٖ اَوِ الَّتِيْ تَلِيْهَا لَمْ يَدْرِ عَاصِمٌ فِيْ اَيِّ الثِّنْتَيْنِ وَنَهَانِيْ عَنْ لُبْسِ الْقَسِّيِّ وَعَنْ جُلُوْسٍ عَلَى الْمَيَاثِرِ قَالَ فَاَمَّا الْقَسِّيُّ فَثِيَابٌ مُضَلَّعَةٌ يُؤْتٰى بِهَا مِنْ مِصْرَ وَالشَّامِ فِيْهَا شِبْهُ كَذَا وَاَمَّا الْمَيَاثِرُ فَشَيْءٌ كَانَتْ تَجْعَلُهُ النِّسَاءُ لِبُعُوْلَتِهِنَّ عَلَى الرَّحْلِ كَالْقَطَائِفِ الْاُرْجُوَانِ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس انگلی اور اس کے پاس والی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، راوی کو یہ یاد نہیں رہا کہ حضرت علی نے کون سی دو انگلیاں بتائی تھیں، اور مجھے قسی (ریشم کی ایک قسم) پہننے سے اور ریشمی گدوں پر بیٹھنے سے منع فرمایا، قسی وہ چار خانے والے کپڑے ہیں جو مصر اور شام سے آتے ہیں اس میں کچھ شبیہیں ہوتی ہیں اور ریشمی گدے وہ ہیں جن کو عورتیں اپنے شوہروں کے لیے پالان پر بچھاتی ہیں جیسے ارجوانی چادریں ہوتی ہیں۔

۵۳۷۷ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنِ ابْنٍ لِاَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا فَذَكَرَ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ.

ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

۵۳۷۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ نَهٰى اَوْ نَهَانِيْ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ.

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۵۳۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ نَهَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَتَخَتَّمَ فِيْ اِصْبَعِيْ هٰذِهٖ اَوْ هٰذِهٖ قَالَ فَاَوْمَاَ اِلَى الْوُسْطٰى وَالَّتِيْ تَلِيْهَا.

ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، حضرت علی نے درمیانی اور اس کے ساتھ والی انگلی کی طرف اشارہ فرمایا۔

مردوں پر سونے کی انگوٹھی حرام ہونے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ عورتوں کے لیے سونے کی انگوٹھی جائز ہے اور مردوں پر سونے کی انگوٹھی حرام ہے، البتہ شیخ ابن حزم ظاہری نے مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی کو بھی جائز کہا ہے اور بعض علماء نے مکروہ کہا ہے لیکن یہ دونوں قول باطل ہیں، اس باب میں امام مسلم نے جو احادیث روایت کی ہیں وہ احادیث اور تمام مسلمانوں کا اجماع ان کے رد کے لیے کافی ہے، نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ریشم اور سونے کے متعلق یہ ارشاد ہے: یہ میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

اس باب کی حدیث نمبر ۵۳۵۸ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ نے اس کو اتار کر پھینک دیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی برائی کو اپنے ہاتھ سے زائل کرنا چاہیے۔ نیز اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد صحابہ نے اس شخص سے کہا اس انگوٹھی کو اٹھالو اور اس سے نفع حاصل کرو، اس شخص نے کہا خدا کی قسم جس چیز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو میں اس کو کبھی نہیں اٹھاؤں گا! اس شخص کے اس قول سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت میں انتہائی مبالغہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ جس چیز کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا اس نے تاویلات کر کے اس چیز کے اٹھانے کو اچھا نہیں سمجھا، اس شخص نے اس انگوٹھی کو بطور اباحت نہیں اٹھایا تھا، فقراء میں سے کوئی شخص اس کو اٹھا کر کام میں لے آئے تو یہ جائز ہے، اور اگر وہ شخص اس کو اٹھا لیتا تو وہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لا سکتا تھا، اس شخص نے اس انگوٹھی کو خود اٹھانے سے اجتناب کیا اور یہ ارادہ کیا کہ وہ کسی محتاج شخص پر صدقہ ہو جائے۔

حدیث نمبر ۵۳۵۹ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی پہنی، لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے اور اس انگوٹھی کو پھینک دیا سو لوگوں نے بھی اپنی اپنی انگوٹھیوں کو پھینک دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے پہلے مردوں کے لیے سونا پہننا مباح تھا بعد میں حرام کر دیا گیا، اور یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شارع بنایا ہے اور آپ کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار دیا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء اور اتباع کرنے میں اور آپ کے احکام کی اطاعت کرنے میں بہت جلدی کرتے تھے۔

چاندی کی انگوٹھی پہننے اور اس پر نقش کندہ کرانے کا بیان

حدیث نمبر ۵۳۶۲ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی پہلے وہ آپ کے پاس رہی، پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس رہی، پھر حضرت عمر کے پاس رہی، پھر حضرت عثمان کے پاس رہی، حتیٰ کہ حضرت عثمان کے ہاتھ سے وہ چاہ اریس میں گر گئی، اس انگوٹھی پر محمد رسول اللہ کا نقش کندہ تھا۔

اس حدیث میں آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنے اور ان کا لباس پہننے کا ثبوت ہے اور چاندی کی انگوٹھی پہننے کا ثبوت ہے اور یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اپنا وارث نہیں بنایا، کیونکہ آپ کی انگوٹھی آپ کے ورثاء کو ترکہ میں نہیں ملی، بلکہ آپ کی انگوٹھی، آپ کا پیالہ اور آپ کے ہتھیار وغیرہ مسلمانوں پر صدقہ کر دیے گئے تھے، اور مسلمان حسب ضرورت اور حسب مصلحت ان چیزوں میں تصرف کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمات کے عوض ان کو آپ کا پیالہ دے دیا گیا تھا، اور وہ کسی شخص کو اس سے تبرک لینے سے منع نہیں کرتے تھے، اور باقی اثاثہ دوسرے معروف لوگوں کو دے دیا گیا تھا، اور

آپ کی انگوٹھی خلفاء کی ضرورت کی بناء پر خلفاء کو دے دی گئی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انگوٹھی پر نام لکھوانا جائز ہے اور اللہ کے نام کو نقش کرانا بھی جائز ہے، فقہاء شافعیہ، سعید بن مسیب، امام مالک، اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے، ابن سیرین اور بعض فقہاء نے اللہ کا نام نقش کرانے کو مکروہ کہا ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے، انگوٹھی پر اللہ کا نام، اپنا نام یا کوئی اور حکمت آمیز کلمہ نقش کرانا جائز ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر میرا نقش کندہ نہ کرائے، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ملوک عجم کی طرف لکھے ہوئے خطوط پر مہر لگانے کے لیے انگوٹھی پر نقش کرایا تھا، اگر دوسرے لوگ بھی یہ نقش کرا لیتے تو پھر آپ کی مہر کا امتیاز نہ رہتا۔

حدیث نمبر ۵۳۶۹ میں ہے لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی دیکھی انھوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگوٹھی پھینک دی، سو لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ تمام محدثین کے نزدیک یہ ابن شہاب کا وہم ہے دراصل یہاں سونے کی انگوٹھی کا لفظ ہے جیسا کہ ابن شہاب کے علاوہ دوسرے راویوں کی روایات میں حضرت انس سے سونے کی انگوٹھی پھینکنے کا ذکر ہے، بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ آپ نے چاندی کی انگوٹھی پہنی اور سونے کی انگوٹھی پھینک دی، سو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوائیں اور سونے کی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاء شافعیہ اور فقہاء مالکیہ کے نظریات

حدیث نمبر ۵۳۷۵ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہنتے تھے اور حدیث نمبر ۵۳۷۹ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے درمیانی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا، اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں ہے کہ انگشت شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مرد کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ چھنگلی میں انگوٹھی پہنے، اور عورت تمام انگلیوں میں انگوٹھی پہن سکتی ہے، اور چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی حکمت یہ ہے کہ یہ انگلی ایک کنارے پر ہوتی ہے اور کام کاج کے وقت اس انگلی میں انگوٹھی مختلف چیزوں کے ساتھ ٹکرانے سے بچی رہتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر مرد کے لیے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے، باقی دائیں اور بائیں ہاتھ دونوں میں انگوٹھی پہننے کے متعلق صحیح حدیثیں ہیں، اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں انگوٹھی پہننا صحیح ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ افضل کس ہاتھ میں پہننا ہے، اکثر متقدمین نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو افضل کہا ہے، اور امام مالک نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو افضل کہا اور دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ قرار دیا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے کیونکہ انگوٹھی زینت کے لیے ہوتی ہے اور دایاں ہاتھ اپنے شرف کی وجہ سے زینت کا زیادہ مستحق ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۷-۱۹۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دائیں یا بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں، امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، نیز امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام ابوداؤد، امام بزار اور ابوالشیخ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، اور امام دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے تاآنکہ آپ کا وصال ہوگیا۔

علامہ عینی لکھتے ہیں کہ بعض احادیث میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا بھی ذکر ہے، ابوالشیخ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے، امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا، اور امام ترمذی نے جعفر بن محمد سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ابوزرعہ سے ان احادیث کے اختلاف کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا یہ ثابت ہیں نہ یہ لیکن دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کے متعلق بکثرت احادیث ہیں اور فقہاء شافعیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے اور امام مالک کے نزدیک بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور وہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ کہتے ہیں اور احناف کا مذہب اجناس میں اس طرح لکھا ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا چاہیے۔ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے نہ چھنگلی کے سوا بائیں ہاتھ کی کسی اور انگلی میں پہنے، فقیہ ابواللیث نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ دایاں اور بایاں ہاتھ دونوں برابر ہیں، اور ہمارے بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ ہرچند کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں لیکن بعد میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے پر اتفاق ہوگیا، اور یہی قول برحق ہے، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بغوی نے شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی پھر بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنی، اور یہی آپ کا آخری عمل تھا، اگر یہ سوال کیا جائے کہ چھنگلی کے علاوہ کسی اور انگلی میں انگوٹھی پہننے کا کیا حکم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شدید مکروہ ہے اور سنت کی مخالفت ہے صاحب کافی نے چھنگلی کے علاوہ کسی اور انگلی میں انگوٹھی پہننے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے دو قول نقل کیے ہیں، اور علامہ رافعی شافعی کہا ہے کہ عورت چھنگلی کے علاوہ بھی کسی اور انگلی میں انگوٹھی پہن سکتی ہے۔ [1]

چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننے کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننے کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں پر سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، اسی طرح لوہے، سیسے اور پیتل کی انگوٹھی پہننا بھی مطلقاً حرام ہے اور عقیق (کے نگینہ) کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہمارے اصحاب نے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عقیق کی انگوٹھی پہنتے تھے، اور فرمایا اس کی انگوٹھی پہنو کیونکہ یہ برکت والا ہے

لیکن اس میں اعتراض ہے، ابن منجویہ نے ابراہیم سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے زرد یاقوت کی انگوٹھی پہنی اس پر فقر نہیں آئے گا اور زمرد فقر کو دور کرتا ہے اور جس شخص نے عقیق پہنا اس کے لیے سعادت لکھ دی جائے گی کیونکہ یہ مبارک ہے اور عقیق کی انگوٹھی پہننے میں اسّی درجہ ثواب ہے، صاحب توضیح نے کہا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عقیق کی انگوٹھی پہنی اور اس پر یہ نقش کندہ کرایا وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہر خیر کی توفیق دے گا اور دو فرشتے اس کے وکیل بنا دیے جائیں گے جو اس سے محبت کریں گے، امام ابن جوزی نے اس روایت کا موضوعات میں ذکر کیا ہے۔[1]

بَابُ ۷۳۹ اِسْتِحْبَابِ لُبْسِ النِّعَالِ!

جوتیاں پہننے کا استحباب

۵۳۸۰۔ حَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَوْنَاهَا اسْتَكْثِرُوْا مِنَ النِّعَالِ فَاِنَّ الرَّجُلَ لَا يَزَالُ رَاكِبًا مَّا انْتَعَلَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں گئے وہاں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بہ کثرت جوتیاں پہنا کرو کیونکہ جب تک کوئی شخص جوتیاں پہنے رہے وہ (حکماً) سوار رہتا ہے۔

ف: یعنی جو شخص جوتیاں پہنے گا وہ مشقت اور تھکاوٹ کے کم ہونے اور پیروں کی سلامتی میں سوار کے مشابہ ہوگا، کیونکہ جوتیاں پہننے سے اس کے پیر کیل کانٹے اور تکلیف دہ چیزوں کے چبھنے سے محفوظ رہیں گے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر کے لیے لشکر کی خیر خواہی کرنا مستحب ہے۔

بَابُ ۷۴۰ اِسْتِحْبَابِ لُبْسِ النِّعَالِ فِي الْيُمْنٰى اَوَّلًا وَّالْخَلْعِ مِنَ الْيُسْرٰى اَوَّلًا وَّكَرَاهَةِ الْمَشْيِ فِيْ نَعْلٍ وَّاحِدٍ

دائیں پاؤں میں پہلے جوتی پہننے اور بائیں پاؤں سے پہلے جوتی اتارنے کا استحباب اور ایک جوتی پہن کر چلنے کی کراہت

۵۳۸۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا الرَّبِيْعُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ (يَعْنِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ،

ابْنَ زِيَادٍ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيُمْنَى وَإِذَا خَلَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ وَلْيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا۔

تو دائیں پیر سے ابتداء کرے اور جب جوتی اتارے تو بائیں (پیر) سے ابتداء کرے اور دونوں جوتیاں پہنے یا دونوں جوتیاں اتار دے۔

۵۳۸۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْشِ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيَخْلَعْهُمَا جَمِيعًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتی میں نہ چلے، دونوں جوتیاں پہنے یا دونوں جوتیاں اتار دے۔

۵۳۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي زَبْيَانَ قَالَ خَرَجَ إِلَيْنَا أَبُو هُرَيْرَةَ فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى جَبْهَتِهِ فَقَالَ أَلَا إِنَّكُمْ تُحَدِّثُونَ أَنِّي أَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِتَهْتَدُوا وَتَضِلَّ أَلَا وَإِنِّي أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ فَلَا يَمْشِ فِي الْأُخْرَى حَتَّى يُصْلِحَهَا۔

ابوزبیان بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے انھوں نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر فرمایا: سنو! کیا تم یہ بیان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ منسوب کرتا ہوں تاکہ تم ہدایت پاجاؤ اور میں گمراہ ہو جاؤں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ اس کو ٹھیک کرنے سے پہلے دوسری جوتی نہ پہنے۔

۵۳۸۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي زَبْيَانَ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں ان احادیث سے تین مسائل معلوم ہوئے:

(۱)۔ جوتی پہننے میں دائیں پیر سے ابتداء کرے، اسی طرح ہر مکرم چیز میں دائیں طرف سے ابتداء کرے، مثلاً موزہ یا شلوار پہننے میں، سر منڈانے میں، کنگھی کرنے میں، مونچھیں کاٹنے میں، مسواک کرنے، سرمہ لگانے اور ناخن کاٹنے میں، اسی طرح وضو، غسل اور تیمم میں، مسجد میں دخول اور بیت الخلاء سے خروج میں، صدقہ دینے میں اور اچھی چیز دینے یا لینے میں دائیں جانب سے ابتداء کرے۔

(۲)۔ جو چیز عزت اور کرامت کی ضد ہو اس میں بائیں طرف سے ابتداء کرے، مثلاً جوتی، موزہ اور شلوار اتارنے میں، مسجد سے خروج اور بیت الخلاء میں دخول کے وقت اور اسی طرح کے دیگر ناپسندیدہ کاموں میں۔

(۳) بلا عذر ایک جوتی یا ایک موزہ پہننا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ وقار کے خلاف ہے اور یہ سب امور مستحب ہیں۔[1]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

ایک کپڑے میں صمّاء اور احتباء کی ممانعت

۵۳۸۵ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ الرَّجُلُ بِشِمَالِهِ أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ كَاشِفًا عَنْ فَرْجِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھانے اور ایک جوتی پہن کر چلنے صماء پہننے اور ایک کپڑے میں احتباء سے منع فرمایا درآں حالیکہ اس کی شرمگاہ کھل جائے۔

ف: صماء کا معنی یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص تہبند باندھ کر اس کے پلو کو سامنے یا پیچھے سے اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لے جس سے اس کی شرمگاہ کھل جائے، اور احتباء کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص صرف ایک کپڑا (تہبند یا قمیص) پہن کر اکڑوں بیٹھ جائے بایں طور کہ اس کی سرین زمین پر ہو اور گھٹنوں کے گرد ہاتھوں کا حلقہ باندھ لے اس طرح بیٹھنے سے بھی شرم گاہ کھلنے کا احتمال ہے۔

۵۳۸۶ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ أَحَدِكُمْ أَوْ مَنِ انْقَطَعَ شِسْعُ نَعْلِهِ فَلَا يَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ حَتَّى يُصْلِحَ شِسْعَهُ وَلَا يَمْشِ فِي خُفٍّ وَاحِدٍ وَلَا يَأْكُلْ بِشِمَالِهِ وَلَا يَحْتَبِي بِالثَّوْبِ الْوَاحِدِ وَلَا يَكْتَحِفِ الصَّمَّاءَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک جوتی کو پہن کر نہ چلے حتیٰ کہ اس جوتی کو ٹھیک کر لے، اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے اور بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور ایک کپڑے میں احتباء نہ کرے اور نہ ایک کپڑے کو بطور صماء پہنے۔

۵۳۸۷ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَأَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں صماء اور احتباء سے منع فرمایا اور چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے سے منع فرمایا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۸-۱۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۳۸۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ ابْنُ حَاتِمٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْشِ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ وَلَا تَحْتَبِ فِي إِزَارٍ وَاحِدٍ وَلَا تَأْكُلْ بِشِمَالِكَ وَلَا تَشْتَمِلِ الصَّمَّاءَ وَلَا تَضَعْ إِحْدَى رِجْلَيْكَ عَلَى الْأُخْرَى إِذَا اسْتَلْقَيْتَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک جوتی پہن کر نہ چلو، اور ایک چادر میں بطور احتباء نہ بیٹھو اور بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ اور بطور صماکپڑا نہ پہنو، اور چت لیٹ کر ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پہ نہ رکھو۔

۵۳۸۹ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الْأَخْنَسِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتَلْقِيَنَّ أَحَدُكُمْ ثُمَّ يَضَعُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص چت لیٹ کر اپنی ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر نہ رکھے۔

۵۳۹۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى۔

عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا درآں حالیکہ آپ نے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی۔

۵۳۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

ف: حدیث نمبر ۵۳۸۷، ۵۳۸۸ اور ۵۳۸۹ میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چت لیٹ کر ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھنے سے منع فرمایا، اور حدیث نمبر ۵۳۹۰ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں چت لیٹے ہوئے تھے درآں حالیکہ آپ نے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ممانعت اس حال پر محمول ہے جب اس طرح لیٹنے سے شرمگاہ کھل جائے اور جب یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس طرح لیٹنا جائز ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا لیٹنا اسی طرح تھا، اس حدیث میں مسجد میں چت لیٹنے یا ٹیک لگا کر بیٹھنے کا بھی ثبوت ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کی بنا پر مسجد میں لیٹے تھے یا تھکاوٹ کی بنا پر یا طلب راحت کے لیے یا کسی اور وجہ سے ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عام طور پر مساجد میں اس طرح

نہیں بیٹھتے تھے، آپ کی نشست عام طور پر چار زانو ہوتی تھی یا آپ اکثر دوں یا دو زانو بیٹھتے تھے۔ [1]

باب ۴۲ النَّهْيِ عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ

مردوں کو زعفران میں رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے سے منع کرنا

۵۳۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ التَّزَعْفُرِ قَالَ قُتَيْبَةُ قَالَ حَمَّادٌ يَعْنِي لِلرِّجَالِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زعفرانی رنگ سے منع فرمایا حماد نے کہا یعنی مردوں کو۔

۵۳۹۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرد کو زعفرانی رنگ سے منع فرمایا۔

مردوں کے لیے زعفرانی اور دوسرے رنگوں کے لباس کے متعلق ہم نے باب نمبر ۳۱، میں مفصل احکام بیان کر دیے ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۴۳ اِسْتِحْبَابِ خِضَابِ الشَّيْبِ بِصُفْرَةٍ وَحُمْرَةٍ وَتَحْرِيمِهِ بِالسَّوَادِ

سفید بالوں کو سرخ یا زرد رنگ سے رنگنے کا استحباب اور سیاہ رنگ کی ممانعت

۵۳۹۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ أَوْ جَاءَ عَامَ الْفَتْحِ أَوْ يَوْمَ الْفَتْحِ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ مِثْلُ الثَّغَامَةِ أَوِ الثَّغَامَةِ فَأَمَرَ أَوْ فَأُمِرَ بِهِ إِلَى نِسَائِهِ قَالَ غَيِّرُوا هَذَا بِشَيْءٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال یا فتح مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ کو لایا گیا یا خود وہ آئے اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں) کی طرح سفید تھے، تو آپ نے ان کی عورتوں کو یہ حکم دیا کہ ان کی سفیدی کو کسی چیز سے متغیر کرو۔

۵۳۹۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵

بْنُ وَهْبٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ أُتِيَ بِأَبِي قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا هٰذَا بِشَيْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ۔

مکہ کے دن حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا گیا، ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال ثغامہ (سفید پھولوں) کی طرح سفید تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کو کسی چیز سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

۵۳۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے (یعنی بال نہیں رنگتے) سو تم ان کی مخالفت کرو۔

سفید بالوں کو برقرار رکھنے کے متعلق احادیث و آثار

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتنفوا الشيب فما من مسلم يشيب شيبة فى الاسلام قال عن سفيان الا كانت له نورا يوم القيامة وقال فى حديث يحيى الا كتب الله بها حسنة وحط عنه بها خطيئة۔[1]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سفید بالوں کو نہ اکھاڑو، جس شخص کے بال بھی اسلام میں سفید ہوں گے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائیں گے، یحییٰ کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ ان بالوں کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا اور ایک برائی مٹا دے گا۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن فضالة بن عبيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من شاب شيبة فى الاسلام كانت له نورا يوم القيامة فقال له رجل عند ذلك فان رجالا ينتفون الشيب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شاء فلينتف نوره رواه البزار والطبرانى وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف وبقية

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے بال اسلام میں سفید ہوئے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور بن جائیں گے، اس وقت ایک شخص نے کہا کچھ لوگ سفید بال اکھاڑتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو چاہے اپنے نور کی نفی کرے۔ اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابن لہیعہ ہے، اس کی روایت

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

رجالہ ثقات [1]

حسن ہے، تاہم اس میں کچھ ضعف ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تبارک وتعالیٰ انی لاستحیی من عبدی وامتی فتشیب لحیۃ عبدی وراس امتی فی الاسلام اعذبھما بعد ذلک رواہ ابویعلی وفیہ نوح بن ذکوان وغیرہ من الضعفاء [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے اس بندے اور اس بندی سے حیا کرتا ہوں کہ میرے جس بندے کی ڈاڑھی اسلام میں سفید ہوگئی اور میری جس بندی کا سر اسلام میں سفید ہوگیا میں ان کو اس کے بعد عذاب دوں۔ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں نوح بن ذکوان اور دوسرے راوی ضعیف ہیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال: رایت علیا ابیض الراس واللحیۃ قد ملأت ما بین منکبیہ [3]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے اور ان کے بال کندھوں تک تھے۔

عن عبد العزیز بن ابی سلیمان قال: رایت السائب بن یزید ابیض الراس واللحیۃ [4]

عبد العزیز بن ابی سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید کو دیکھا ان کا سر اور ڈاڑھی سفید تھی۔

عن فطر قال رایت مجاھدا شدید البیاض الراس واللحیۃ ورایت سعید بن جبیر ابیض اللحیۃ [5]

فطر کہتے ہیں میں نے مجاہد کو دیکھا ان کا سر اور ڈاڑھی بہت سفید تھی اور میں نے دیکھا کہ سعید بن جبیر کی ڈاڑھی سفید تھی۔

سفید بالوں پر خضاب لگانے کے متعلق احادیث وآثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم [6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے سو تم ان کی مخالفت کرو۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۵۹، " " " "

[3] ۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] ۔ " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۸، " " " "

[5] ۔ " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۷، " " " "

[6] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم غیروا الشیب ولا تشبهوا بالیهود وفی الباب عن الزبیر وابن عباس وجابر وابی ذر وانس وابی رمثة والجهدمة وابی الطفیل وجابر بن سمرة وابی جحیفة وابن عمر وحدیث ابی هریرة حدیث حسن صحیح وقد روی من غیر وجه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو، اس باب میں حضرت زبیر، حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابوذر، حضرت انس، حضرت ابی رمثہ، حضرت جہدمہ، حضرت ابی الطفیل، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت ابوجحیفہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث مروی ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت دیگر متعدد اسانید سے بھی مروی ہے۔

عن ابی ذر عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان احسن ما غیر به الشیب الحنا والکتم هذا حدیث حسن صحیح۔ [3]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں سے سفید بالوں کو متغیر کیا جاتا ہے ان میں سب سے اچھی چیز مہندی اور کتم ہے (ایک قسم کی گھاس جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے، یعنی سرخ اور سیاہ کا آمیزہ جس کو عنابی رنگ یا ڈارک براؤن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال اتی بابی قحافة یوم فتح مکة ورأسه ولحیته کالثغامة بیاضا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم غیروا هذا بشیء واجتنبوا السواد۔ [5]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ کو لایا گیا درآں حالیکہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید پھپھوں کی طرح سفید تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۲۶۶۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تاجران کتب کراچی

[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۲۶۷، " "

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، " " " "

عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس النعال السبتیۃ ویصفر لحیتہ بالورس والزعفران وکان ابن عمر یفعل ذلک۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے اور اپنی ڈاڑھی کو سرخ اور زرد رنگ سے رنگتے تھے۔ ابن عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال مر علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل قد خضب بالحناء فقال ما احسن ھذا قال فمر آخر قد خضب بالحناء والکتم فقال ھذا احسن من ھذا فمر آخر قد خضب بالصفرۃ فقال ھذا احسن من ھذا کلہ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گذرا جس نے مہندی سے بالوں کو رنگا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: یہ کتنا اچھا ہے، پھر ایک شخص مہندی اور کتم (ایک جڑی بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) سے بالوں کو رنگے ہوئے گذرا، آپ نے فرمایا یہ اس سے بھی اچھا ہے، پھر ایک شخص زرد رنگ سے بالوں کو رنگے ہوئے گذرا، آپ نے فرمایا یہ سب سے اچھا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر الانصاری قال رایت ابابکر لکان راسہ ولحیتہ کانھا جمر الغضی۔[3]

ابوجعفر انصاری کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر اور ڈاڑھی روشن انگارے کی طرح سرخ تھی۔

عن اسماعیل قال: رایت انسا یخضب بالحناء۔[4]

اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے۔

عن اسماعیل قال: رایت انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفی وخضابھما احمر۔[5]

اسماعیل کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا وہ سرخ خضاب لگاتے تھے۔

عن العیزار بن حریث قال: کان الحسین بن علی یخضب بالحناء والکتم۔[6]

عیزار بن حریث کہتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما مہندی اور کتم (کو ملا کر) خضاب لگاتے تھے۔

سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " " المصنف ج ۸ ص ۲۴۵، " " " "

[5] " " " " المصنف ج ۸ ص ۲۴۷، " " " "

[6] " " " " المصنف ج ۸ ص ۲۴۷، " " " "

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون قوم یخضبون فی اٰخر الزمان بالسواد کحواصل الحمام لا یریحون رائحۃ الجنۃ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ بالوں کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگے گی وہ (میدانِ حشر میں) جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی اٰخر الزمان قوم یسودون اشعارھم لا ینظر اللہ الیھم رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ جید۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگے گی، اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خضب بالسواد سود اللہ وجھہ یوم القیامۃ رواہ الطبرانی وفیہ الوضین بن عطاء وثقہ احمد وابن معین وابن حبان وضعفہ من ھو دونھم فی المنزلۃ وبقیۃ رجالہ ثقات۔[3]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ہے، وضین بن عطا، امام احمد، امام ابن معین اور امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور ان سے کم درجہ کے لوگوں نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الصفرۃ خضاب المؤمن، والحمرۃ خضاب المسلم والسواد خضاب الکافر۔[4]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زرد رنگ مومن کا خضاب ہے، سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے، اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۳، " " " "

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۳، " " " "

عن مجاهد انه كره الخضاب بالسواد وقال اول من خضب به فرعون [1]

مجاہد سیاہ خضاب کو مکروہ قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا۔

عن ايوب قال سمعت سعيد بن جبير ونسئل عن الخضاب بالوسمة فكرهه فقال يكسو الله العبد في وجهه النور ثم يطفئه بالسواد [2]

ایوب بیان کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ بندے کے چہرے میں نور کا لباس پہناتا ہے اور وہ اس نور کو سیاہی سے چھپا دیتا ہے

سفید بالوں کو سیاہ خضاب سے رنگنے کے جواز کے متعلق آثار صحابہ و تابعین

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عامر بن سعد ان سعدا كان يخضب بالسواد رواه الطبراني وفيه سليم بن مسلم ولم اعرفه [3]

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں سلیم بن مسلم ہے جس کو میں نہیں پہچانتا۔

عن محمد بن علي ان الحسين بن علي رضي الله عنهما كان يخضب بالسواد رواه الطبراني ورجاله رجال الصحيح [4]

محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ثقات کیا ہے اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبد الرحمان بن بزرج قال رايت الحسن والحسين ابني فاطمة يخضبان بالسواد وكان الحسين يدع العنفقة رواه الطبراني وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن وفيه ضعف وبقية رجاله ثقات [5]

عبدالرحمان بن بزرج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ کے فرزندان حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو دیکھا وہ سیاہ خضاب لگاتے تھے اور حضرت حسین عنفقہ کو چھوڑ دیتے تھے (نیچے والے ہونٹ کے نچلے بال) اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ہے ابن لہیعہ اس کی حدیث حسن ہے اور اس میں کچھ ضعف ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن قيس مولى خباب قال: دخلت على الحسن والحسين وهما يخضبان

خباب کے غلام قیس بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا وہ دونوں سیاہ

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۵۲، " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۲، " " "

[5] " " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۳، " " "

بالسواد [1]

عن عمرو بن عثمان قال رایت موسی بن طلحۃ یختضب بالوسمۃ [2]

عن عبد اللہ بن عبد الرحمان قال: رایت نافع بن جبیر یختضب بالسواد [3]

عن سعد بن ابراھیم عن ابی سلمۃ انہ کان یخضبون بالسواد [4]

عن حماد عن ابراھیم قال لا باس بالوسمۃ [5]

عن عبد الاعلی قال: سالت ابن الحنفیۃ عن الخضاب بالوسمۃ فقال: ھی خضابنا اھل البیت [6]

عن ابی عشانۃ قال: رایت عقبۃ بن عامر یخضب بالسواد ویقول نسود اعلاھا وقال اصولھا [7]

عن عبد الاعلی عن ابن الحنفیۃ قال وکان یختضب بالوسمۃ [8]

خضاب لگاتے تھے۔

عمرو بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ کو سیاہ خضاب لگاتے دیکھا۔

عبداللہ بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے نافع بن جبیر کو سیاہ خضاب لگاتے دیکھا۔

سعد بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ ابوسلمہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

حماد کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ سیاہ خضاب لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عبدالاعلیٰ کہتے ہیں میں نے محمد بن حنفیہ سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا یہ ہم اہل بیت کا خضاب ہے۔

ابوعشانہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت عقبہ بن عامر ڈاڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس کے بالائی حصہ کو کالا کرتے ہیں اور اس کی جڑیں انکار کرتی ہیں۔

عبدالاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

محمد قال: اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد قال: سالت ابراھیم عن الخضاب بالوسمۃ قال بقلۃ طیبۃ ولم یر بذلک باسا قال محمد:

امام محمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حماد نے ابراہیم نخعی سے سیاہ خضاب کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا یہ اچھا سبزہ ہے اور میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، امام محمد کہتے ہیں ہم بھی

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۹، " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۹، " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۹، " " "

[5] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۹، " " "

[6] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۰، " " "

[7] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۰، " " "

[8] " " " " ، المصنف ج ۸ ص ۲۵۰، " " "

وبہ فاخذ وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ [1]

اس پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ہمارا مذہب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے لیے زرد اور سرخ رنگ سے سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ رنگ سے رنگنا حرام ہے، یہی قول زیادہ صحیح ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیاہ رنگ سے اجتناب کرو، یہی ہمارا مذہب ہے، قاضی نے کہا کہ صحابہ اور تابعین میں سے متقدمین اور متاخرین کا بالوں کے رنگنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ رنگنے کو ترک کرنا افضل ہے، اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بالوں کے نہ رنگنے کے سلسلہ میں ایک حدیث روایت کی ہے اور یہ کہ آپ نے خود سفید بالوں کو متغیر نہیں کیا۔ یہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی اور دوسروں سے مروی ہے، اور دوسرے گروہ نے کہا کہ بالوں کو رنگنا افضل ہے، صحابہ اور تابعین کی جماعت اور بلد کے فقہاء نے بالوں کو رنگا ہے، جیسا کہ امام مسلم اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے، پھر رنگ میں اختلاف ہے، اکثر زرد رنگ سے رنگتے ہیں، حضرت ابن عمر، حضرت ابوہریرہ اور دوسرے صحابہ کا یہی طریقہ ہے، حضرت علی سے بھی یہی مروی ہے، اور ایک جماعت نے مہندی اور کتم (سیاہ) سے رنگا ہے اور بعض نے زعفران کے ساتھ رنگا ہے، ایک جماعت نے سیاہ رنگ کے ساتھ رنگا ہے، حضرت عثمان، حضرت حسن بن علی اور حضرت حسین بن علی اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہم، ابن سیرین، ابی بردہ اور فقہاء تابعین سے یہی مروی ہے، قاضی نے کہا ہے کہ امام طبرانی کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سفید بالوں کو متغیر کرنے اور اس سے منع کرنے دونوں کے متعلق احادیث صحیحہ موجود ہیں اور اس میں کوئی تناقض یا تضاد نہیں ہے، حضرت ابوقحافہ کی طرح جس شخص کے سارے بال سفید ہو جائیں اس کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جس کے بال کالے اور سفید ہوں اس کو نہ رنگنے کا حکم دیا ہے اور متقدمین کا اس میں اختلاف رہا ہے باوجود اس کے کہ احادیث میں رنگنے کا حکم اور رنگنے کی ممانعت وجوب کے لیے نہیں ہے، اسی وجہ سے ایک پر عمل کرنے والے دوسرے پر اعتراض نہیں کرتے، اور ان حکموں میں سے ایک کو ناسخ اور دوسرے کو منسوخ کہنا صحیح نہیں ہے، قاضی نے کہا یہ دونوں عرف اور عادت پر بھی موقوف ہیں، جس علاقہ میں رنگنے کا دستور ہو وہاں رنگنے کو ترک کرنا مکروہ ہے اور یہ خوبصورتی پر بھی موقوف ہے، اگر کسی شخص پر سفید ڈاڑھی اچھی لگتی ہو تو اس کا رنگنا خلاف اولیٰ ہے اور اگر کسی پر رنگی ہوئی ڈاڑھی اچھی لگتی ہو تو اس کا نہ رنگنا خلاف اولیٰ ہے۔ یہ قاضی عیاض مالکی کی تقریر ہے اور زیادہ صحیح اور احادیث کے مطابق وہ تقریر ہے جس کو ہم نے پہلے اپنے مذہب کے بیان میں ذکر کر دیا ہے۔ [2]

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا انصار کے بعض بوڑھوں سے گذر ہوا جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انصار کی جماعت سرخ یا زرد رنگ میں بال رنگو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، امام طبرانی نے حضرت عقبہ بن عبد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عجمیوں

---

[1] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۹۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کی مخالفت میں بالوں کو رنگنے کا حکم دیتے تھے، بعض علماء نے اس حدیث سے سیاہ خضاب کے جواز پر استدلال کیا ہے، بعض علماء نے جہاد کے موقع پر سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور بعض علماء نے مطلقاً سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے، اور اولیٰ یہ ہے کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے اور علامہ نووی نے اس کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، سلف صالحین میں سے حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت حسن بن علی، حضرت حسین بن علی، حضرت جریر رضی اللہ عنہم اور متعدد صحابہ نے سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور علامہ ابوعاصم نے کتاب الخضاب میں اسی کو مختار قرار دیا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو مرفوعاً مروی ہے کہ "سیاہ خضاب لگانے والی قوم جنت کی خوشبو نہیں پائے گی"، اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث میں سیاہ خضاب کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس میں جنت کی خوشبو نہ پانے والی ایک قوم کی صفت کو بیان کیا ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے "سیاہ خضاب سے اجتناب کرو"، اس کا یہ جواب دیا ہے یہ حکم ان لوگوں کے متعلق ہے جن کے سر کے سفید بال بدشکل ہو جائیں اور یہ حکم ہر شخص کے لیے عام نہیں ہے، علامہ ابوعاصم کے یہ جوابات ان دونوں حدیثوں کے معنی متبادر کے خلاف ہیں، البتہ ان کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جب ہمارا چہرہ تر و تازہ تھا تو ہم سیاہ خضاب لگاتے تھے اور جب ہمارے چہرے اور دانتوں کی رونق اجڑ گئی تو ہم نے سیاہ خضاب ترک کر دیا"، اور امام طبرانی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے "جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا"، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اور بعض علماء نے مرد اور عورت میں فرق کیا ہے، عورتوں کو سیاہ خضاب کی اجازت دی ہے اور مردوں کو منع کیا ہے، علامہ حلیمی کا بھی یہی مختار ہے۔

ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ عرب میں جس نے سب سے پہلے خضاب لگایا وہ عبد المطلب تھے، اور مطلقاً سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا، بالوں کے رنگنے اور نہ رنگنے میں بھی اختلاف ہے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر وغیرہ نے بالوں کو رنگا، اور حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت انس اور صحابہ کی ایک جماعت نے بالوں کو نہیں رنگا، علامہ طبری نے یہ تطبیق دی ہے کہ جنہوں نے بالوں کو رنگا ان پر سفید بال اچھے نہیں لگتے تھے اور جنہوں نے بالوں کو نہیں رنگا ان پر سفید بال اچھے لگتے تھے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کا بھی یہی محمل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید دیکھے تو فرمایا ان کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو، (صحیح مسلم و سنن ابو داؤد) سو جس شخص کے بال حضرت ابو قحافہ کے بالوں کی طرح ہوں اس کے لیے رنگنا مستحب ہے اور جس کے بال اس طرح نہ ہوں اس کے لیے رنگنا مستحب نہیں ہے۔ لیکن رنگنا مطلقاً اولیٰ ہے کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل ہے جس میں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے، بعض احادیث میں ہے جس شخص کے بال سفید ہو گئے وہ اس کے لیے نور ہوں گے، اور بعض احادیث میں سفید بالوں کو اکھاڑنے سے منع فرمایا ہے، امام طحاوی کا رجحان یہ ہے کہ یہ احادیث رنگنے کی احادیث سے منسوخ ہیں، کیونکہ جب تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا، آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، اور جب کوئی حکم نازل ہو جاتا تو آپ ان کی مخالفت کرتے اور ان کی مخالفت پر برانگیختہ کرتے تھے اور علامہ ابن عربی نے یہ کہا ہے کہ آپ نے سفید بال اکھاڑنے سے منع کیا ہے رنگنے سے منع نہیں فرمایا کیونکہ بال اکھاڑنے میں خلقت کو بالکلیہ بدلنا ہے اس کے برخلاف رنگنے میں دیکھنے والے کو خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں معلوم ہوتی۔ [1]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۵۵-۳۵۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

امام مالک ابوسلمہ بن عبدالرحمان سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے ایک دن وہ ان کے پاس آئے درآں حالیکہ انھوں نے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو سرخ رنگ سے رنگا ہوا تھا، لوگوں نے کہا یہ بہت اچھا ہے، انھوں نے کہا میری ماں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ نے کل میرے پاس اپنی ایک کنیز نخیلہ کو بھیجا اور اس نے مجھے قسم دی کہ میں بالوں کو ضرور رنگوں اور انھوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق بھی بالوں کو رنگتے تھے۔

یحییٰ کہتے ہیں کہ سیاہ رنگ سے بالوں کو رنگنے کے متعلق امام مالک یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث نہیں سنی اور میرے نزدیک سیاہ کی بجائے کسی اور رنگ سے رنگنا مستحب ہے، اور اگر مطلقاً رنگنے کو ترک کر دیا جائے تو اس میں بھی وسعت ہے اور اس میں لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے، یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے یہ سنا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا، اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہوتا تو حضرت عائشہ عبدالرحمان بن اسود کے پاس یہ پیغام بھیجتیں (کہ چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہے اس لیے تم بال رنگو۔) [1]

علامہ ابوالولید باجی مالکی اندلسی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر مہندی اور کتم (ایک بوٹی جس سے سیاہ رنگ نکلتا ہے) سے بالوں کو رنگتے تھے، اسی طرح حضرت عثمان بن عفان اور صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، اور اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا، کیونکہ اگر آپ نے بالوں کو رنگا ہوتا تو حضرت عائشہ اپنے والد کے بال رنگنے کے بجائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال رنگنے سے استدلال کرتیں اور مؤطا کے علاوہ دوسری جگہ امام مالک نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر بن الخطاب حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابی بن کعب، حضرت ساتب بن یزید رضی اللہ عنہم اور سعید بن مسیب اور ابن شہاب نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا، اور عثمان بن موہب یہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگے ہوئے بال دکھائے، اور محمد بن علی سے پوچھا گیا کہ کیا حضرت علی بالوں کو رنگتے تھے؟ انھوں نے کہا جو ان سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہ بالوں کو رنگتے تھے، ہوسکتا ہے کہ ان کے آثار کی یہ توجیہ ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بالوں کو سفید ہونے کی وجہ سے نہ رنگتے ہوں بلکہ ان کو ملائم کرنے یا ان کی تحسین کی خاطر ان کو رنگتے ہوں اور جن آثار میں آپ کے رنگنے کی نفی ہے کہ آپ کے بال ایسے سفید نہیں تھے جن کو رنگنے کی ضرورت ہو، اور عبداللہ بن ہمام کہتے ہیں میں نے حضرت ابودرداء سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالوں کو رنگتے تھے؟ انھوں نے کہا اے بھتیجے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اتنے بال سفید نہیں ہوئے تھے جن کو رنگنے کی ضرورت ہو، آپ کے چند بال سفید تھے جن کو آپ مہندی اور بیری کے پتوں سے دھوتے تھے۔

امام مالک نے کہا ہے کہ میں نے سیاہ رنگ کے متعلق کوئی حدیث نہیں سنی، حالانکہ (مسلم وغیرہ میں) روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقحافہ کو سیاہ رنگ سے اجتناب کا حکم دیا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے، اس کو

---

[1] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۴۲۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

لیث بن ابی سلیم نے روایت کیا ہے، اور صحابہ کرام میں سے حضرت عقبہ بن عامر، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم سیاہ خضاب لگاتے تھے، اور محمد بن علی بن ابی طالب اور تابعین کی ایک جماعت سیاہ خضاب لگاتی تھی اور پہلے قول پر زیادہ عمل ہے۔[1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امام مالک نے سیاہ خضاب کو حرام نہیں کہا اور نہ رنگنے کو واجب کہا ہے، اور جس حدیث میں سیاہ خضاب سے اجتناب کا حکم ہے وہ ان کے نزدیک استحباب پر محمول ہے اور رنگنے کا امر اس حال پر محمول ہے جب کسی شخص کے سارے بال سفید ہو جائیں۔ عبدالوہاب نے کہا کہ سیاہ رنگ مکروہ ہے کیونکہ اس میں عورتوں کو دھوکا دینا ہے۔ بالوں کو رنگنے میں اختلاف ہے، امام مالک اور متقدمین کی ایک جماعت کے نزدیک اس کا ترک کرنا افضل ہے۔ اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت کی حدیث روایت کی ہے اور یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بالوں کو نہیں رنگا، اور دوسرے فقہاء یہ کہتے ہیں کہ رنگنا افضل ہے، متقدمین، متاخرین اور ان کے بعد والوں نے بالوں کو رنگا ہے۔

علامہ وشتانی کہتے ہیں کہ رنگ کی جنس میں اختلاف ہے، حضرت علی، حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ مہندی اور کتم سے رنگتے تھے اور بعض زعفران سے رنگتے تھے اور بعض سیاہ رنگ سے رنگتے تھے، حضرت عمر، حضرت عثمان اور صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سیاہ رنگ سے رنگتی تھی، حضرت عمر فرماتے تھے سیاہ رنگ بیوی کو اچھا لگتا ہے اور دشمن پر رعب ڈالتا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ بالوں کو نہیں رنگتے تھے، اہل علم نے کہا ہے کہ رنگنے کے دو فائدے ہیں، ایک تو گرد و غبار وغیرہ سے بال میلے نہیں ہوتے، دوسرے اس میں اہل کتاب کی مخالفت ہے اور ہمیں اہل کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کی مشابہت نہ ہو نیز اس میں دشمن پر رعب ہے اور بیوی کے حقوق کی رعایت ہے۔[2]

سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سفید بالوں کو کالے رنگ کے سوا کسی اور رنگ سے رنگنا مستحب ہے، امام احمد نے کہا میں کسی شخص کے بال رنگے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ امام احمد نے ایک شخص سے بحث کی اور کہا تم بالوں کو کیوں نہیں رنگتے؟ اس نے کہا مجھے حیاء آتی ہے، امام احمد نے کہا: سبحان اللہ! یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو تبدیل کرو، اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور مہاجرین بالوں کو رنگتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل نہ کرے اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس سلسلہ میں حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابورمثہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم کی روایات ہیں۔

مہندی اور کتم کے ساتھ بالوں کو رنگنا مستحب ہے، کیونکہ خلال اور ابن ماجہ نے اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ تمیم بن عبداللہ بن موہب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے تو حضرت ام سلمہ نے مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بال نکالے اور حضرت ابوبکر نے مہندی اور کتم (یعنی ڈارک براؤن) سے بالوں کو رنگا اور ورس (زردی مائل سرخ)

---

[1] ۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۷۴ھ، منتقی ج ۷، ص ۲۷۰، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر، ۱۳۳۲ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۹۳، ۳۹۲۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

اور زعفران سے رنگنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ ابو مالک اشجعی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ورس اور زعفران کے ساتھ رنگتے تھے، اور سیاہ رنگ کے ساتھ رنگنا مکروہ ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو بال رنگنے کا حکم دیا اور سیاہ رنگ سے اجتناب کا حکم دیا، اور اسحاق نے عورت کو سیاہ رنگ سے رنگنے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ اپنے مرد کے لیے مزین ہو۔ [1]

سفید بالوں کو رنگنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے، تم ان کی مخالفت کرو، (بخاری) حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے بال مہندی اور کتم کے ساتھ رنگے ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رنگ سے تم (سفید بالوں) کو متغیر کرو اس میں سب سے اچھا رنگ، مہندی اور کتم ہے، حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت عبد اللہ بن بریدہ نے بھی اپنے والد سے اسی طرح روایت کیا ہے، امام احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابو امامہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بعض بوڑھوں کی سفید ڈاڑھیاں دیکھیں تو فرمایا اے انصار کی جماعت بالوں کو سرخ یا زرد رنگ کے ساتھ رنگو، اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو، اور امام اوزاعی نے روایت کیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ نہیں رنگتے تم اپنے بالوں کو رنگ کرو۔ اس مقام پر دو چیزوں کی تحقیق مطلوب ہے ایک یہ کہ جن سفید بالوں کو رنگنے کا حکم دیا ہے ان کا کیا معیار ہے اور دوسری چیز یہ کہ کس رنگ میں رنگنا چاہیے۔

سفید بالوں کا معیار

علامہ عینی لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند کرتے تھے، امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوئے وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوں گے الا یہ کہ وہ ان کو اکھاڑ دے یا رنگ لے، اور حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے مہندی اور کتم (عنابی رنگ) کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگا، اور حضرت عمر مہندی کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے، اور حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت مغیرہ، حضرت جریر بجلی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور عطاء، ابو وائل، حسن بصری، طاؤس اور سعید بن مسیب زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے تھے۔

محب طبری نے کہا ہے کہ بالوں کو متغیر نہ کرنے اور بالوں کو رنگنے کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جو آثار مروی ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں، بالوں کو رنگنے کی جو احادیث ہیں وہ خاص ہیں یعنی جس شخص کے حضرت ابو قحافہ کی طرح تمام بال سفید ہو جائیں اس کو رنگنے کا حکم دیا ہے اور جس کے بال مخلوط ہوں اس کو سفیدی متغیر نہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دو متضاد حکم دیں اور چونکہ کوئی حدیث ناسخ نہیں ہے اس لیے ان احادیث کو جمع کرنا متعین ہے، سو جن صحابہ نے سفید بالوں کو رنگا وہ اس پر محمول ہے کہ ان کے تمام بال سفید تھے اور جنھوں نے نہیں رنگا ان کے

---

[1] ۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۷-۶۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بال سیاہ اور سفید مخلوط تھے، علاوہ ازیں بالوں کو رنگنے کا حکم فرضیت کے لیے نہیں ہے، استحباب کے لیے ہے اور سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت بھی تنزیہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں ہے، اور امام طحاوی رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ سفید بالوں کو متغیر کرنے کی ممانعت اس حدیث سے منسوخ ہو گئی جس میں سفید بالوں کو رنگنے کا اور اہل کتاب کی مخالفت کرنے کا حکم ہے (علاوہ ازیں رنگنے کے حکم کی احادیث کی اسانید زیادہ صحیح اور قوی ہیں یہ احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں اور سفیدی متغیر نہ کرنے کی احادیث سنن ابوداؤد اور طبرانی وغیرہ میں ہیں جو صحیحین کے پائے کی نہیں ہیں، سعیدی غفرلہ)

بالوں کے رنگ کی تحقیق

علامہ عینی لکھتے ہیں:

جمہور کا موقف یہ ہے کہ سیاہ رنگ کے سوا لال یا پیلے رنگ سے بالوں کو رنگا جائے، کیونکہ سیاہ رنگ پر احادیث میں وعید ہے، حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب سے بالوں کو رنگے گی، یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے، اور عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا، حضرت ابو درداء سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا، حضرت انس سے مرفوعاً روایت ہے کہ سیاہ رنگ سے اپنے بالوں کو متغیر نہ کرو اور ابن ابی العاصم نے اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سیاہ خضاب لگاتے تھے، ابن شہاب بھی سیاہ خضاب لگاتے تھے، عنبسہ بن سعید نے کہا تمہارے بال کپڑوں کی مانند ہیں جس رنگ میں چاہو ان کو رنگ لو، اور اسماعیل بن ابی عبداللہ سیاہ خضاب لگاتے تھے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگانے کا حکم دیتے تھے، اور فرماتے تھے اس میں بیوی کی تسکین ہے اور دشمن پر رعب ہے، اور ابن ابی ملیکہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان سیاہ خضاب لگاتے تھے اور حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سیاہ خضاب لگاتے تھے، اور تابعین میں سے ابن عبداللہ بن عباس، عروہ بن زبیر، ابن سیرین اور ابوبردہ سیاہ خضاب لگاتے تھے۔ [1]

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

مرد کے لیے اپنے سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو رنگنا مستحب ہے خواہ غیر حالت جنگ میں ہو، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بالوں کو نہیں رنگا، (کیونکہ آپ کو رنگنے کی ضرورت پیش نہیں آئی، صحیح بخاری میں ہے جس وقت آپ کی وفات ہوئی اس وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی کے کل سترہ بال سفید ہوئے تھے۔ شامی) اور سیاہ رنگ سے رنگنا مکروہ ہے اور ایک قول میں مکروہ نہیں ہے۔ [2]

علامہ شامی لکھتے ہیں:

غیر حالتِ جنگ میں سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے، اور جنگ میں سیاہ خضاب لگانا بالاتفاق مستحسن ہے تاکہ دشمن پر رعب طاری ہو اور اپنے آپ کو ازواج کے لیے مزین کرنا مکروہ ہے، عام مشائخ کا یہی مختار ہے اور بعض نے اس کو بلا کراہت

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

جائز کہا ہے، امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جس طرح مجھے بیوی کی زینت اچھی لگتی ہے اسی طرح بیوی کو بھی میری زینت اچھی لگتی ہے۔ [1]

خضاب لگانے کے سلسلہ میں مذاہب اربعہ کا خلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی کے نزدیک سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے، اور سیاہ خضاب مکروہ تحریمی ہے، امام مالک کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب خلاف اولی ہے، امام احمد کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب مکروہ ہے، فقہاء احناف کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک سیاہ خضاب مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

چونکہ احادیث میں سیاہ خضاب پر وعید آئی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ غیر حالت جنگ میں سیاہ خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے، بعض صحابہ اور تابعین سے جو سیاہ خضاب لگانا منقول ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی توجیہ اور تاویل ہو، بہرحال ہمارے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مقدم ہیں، امام اعظم کا یہی مذہب ہے کہ جب احادیث رسول اور آثار صحابہ میں تعارض ہو تو احادیث کو آثار پر ترجیح دی جائے گی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کی تحقیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کے جو بال سفید ہوئے ان کی تعداد بیس سے کم تھی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۶ مطبوعہ کراچی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سفید بالوں کو رنگا تھا یا نہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے ان بالوں کو نہیں رنگا اور دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے ان بالوں کو رنگا ہے، اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی روایت ہے کہ آپ نے ان بالوں کو رنگا ہے، اس لیے تحقیق یہی ہے کہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا ہے اور بعض اوقات نہیں رنگا، حضرت انس کی روایت ان بعض اوقات پر محمول ہے جن میں آپ نے بالوں کو نہیں رنگا، اور حضرت ابن عمر کی روایت ان اوقات پر محمول ہے جن میں آپ نے بالوں کو رنگا ہے، جن علماء نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کی نفی کی ہے ان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مغالطہ ہوا ہے، ہم سطور ذیل میں حضرت انس کی وہ روایت اور حضور کے خضاب لگانے سے متعلق دوسری روایات پیش کر رہے ہیں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں

عن محمد بن سیرین قال سالت انسا اخضب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لم یبلغ الشیب الا قلیلا۔ [2]

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ انھوں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت کم بال سفید ہونے کو پہنچے تھے۔

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خضاب نہیں لگایا لیکن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت اس کے خلاف ہے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۷۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن عثمان بن عبد الله بن موهب قال دخلت على ام سلمة فاخرجت الينا شعرا من شعر النبي صلى الله عليه وسلم مخضوبا [1]

عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال نکال کر دکھایا جس پر خضاب لگا ہوا تھا۔

عن ابن موهب ان ام سلمة ارته شعر النبي صلى الله عليه وسلم احمر [2]

ابن موہب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا سرخ بال دکھایا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يلبس النعال السبتية ويصفر لحيته بالورس والزعفران وكان ابن عمر يفعل ذلك [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بغیر بالوں کے چمڑے کی جوتی پہنتے تھے، اور اپنی ڈاڑھی کو سرخ اور زرد رنگ سے رنگتے تھے۔ حضرت ابن عمر بھی ایسا کرتے تھے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے: [4]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابي رمثة قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مع ابن لي فقال ابنك هذا فقلت نعم اشهد به قال لا يجني عليك ولا تجني عليه ورايت الشيب احمر [5]

حضرت ابورمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوا، آپ نے فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ میں نے کہا جی! میں اس کی گواہی دیتا ہوں، آپ نے فرمایا، یہ تم پر ظلم نہیں کرے گا تم اس پر ظلم نہیں کروگے، میں نے دیکھا آپ کے سفید بال سرخ تھے

عن عثمان بن موهب قال سئل ابوهريرة هل خضب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم [6]

عثمان بن موہب کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا، کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں!

عن انس قال رايت شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم مخضوبا [7]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں کو رنگا ہوا دیکھا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] " " " شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۱، " " "

[7] " " " شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۱، " " "

عن الجهدمة قالت انا رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من بيته ينفض راسه وقد اغتسل وبراسه ردغ من حنا ۔[1]

جہدمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد گھر سے نکلے اور آپ کے سر پر کچھ گندھی ہوئی مہندی لگی ہوئی تھی۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن يزيد قال قلت لابي جعفر، هل خضب النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال قد مس شيئا من الحنا والكتم ۔[2]

یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا: کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا تھا، انھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ مہندی اور کتم کو لگایا تھا۔

عن عثمان بن حكم قال رايت عند آل ابي عبيدة بن زمعة شعرات من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم مصبوغا بالحنا ۔[3]

عثمان بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبیدہ بن زمعہ کی آل کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال دیکھے جو مہندی سے رنگے ہوئے تھے۔

ان ابن جريج سال ابن عمر: رايتك تصفر لحيتك بالورس فقال ابن عمر اما تصفيري لحيتي فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصفر لحيته ۔[4]

ابن جریج نے حضرت ابن عمر سے سوال کیا میں دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی ڈاڑھی زرد رنگ سے رنگتے ہیں؟ حضرت ابن عمر نے فرمایا میں اپنی ڈاڑھی زرد رنگ سے اس لیے رنگتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے ڈاڑھی کو رنگتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[5] اور امام بیہقی[6] نے بھی روایت کیا ہے (اس سے قبل ہم اس حدیث کو امام بخاری اور امام ابوداؤد کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں۔)

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يخضب اخذ شيئا من دهن وزعفران فرشه بيده ثم يمر مه على لحيته ۔ رواه الطبراني[7]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب خضاب لگانے کا ارادہ کرتے تو کچھ مہندی لے کر اس پر زعفران چھڑکتے پھر اس کو اپنی ڈاڑھی پر ملتے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۲۴۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۴۷، " " "

[4] " " " المصنف ج ۸ ص ۲۵۵، " " "

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۳۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[7] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار الکتب العربی، ۱۴۰۲ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عبد اللہ بن موھب القرشی قال دخلنا علی ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخرجت الینا من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھو احمر مصبوغ بالحناء والکتم [1]

عثمان بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے ہمارے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بال نکالا وہ سرخ رنگ کا تھا اس پر مہندی اور کتم سے خضاب لگا ہوا تھا۔

اس حدیث کو ہم نے پہلے امام بخاری کے حوالہ سے بیان کیا تھا نیز اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

عن ابی رمثۃ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ بردان اخضران وله شعر قد علاہ الشیب وشیبہ احمر مخضوب بالحناء [3]

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دو سبز چادریں پہنی ہوئی تھیں (یعنی حلہ) آپ کے بالوں پر سفید آ رہی تھی اور آپ کے سفید بال مہندی کے خضاب سے سرخ تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام احمد، امام ابن ابی شیبہ، امام بیہقی اور امام طبرانی ایسے محدثین نے قوی اسانید کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کی روایات کو اپنی تصانیف میں درج کیا ہے، اب رہا یہ سوال کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا، اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے متعلق دو صحابہ کی روایات ہوں ایک کسی چیز کو ثابت کرتی ہو اور دوسری نفی کرتی ہو تو ثبوت والی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ نفی کرنے والا راوی اصل حال کے اعتبار سے نفی کر رہا ہے اور ثبوت کرنے والا ایک وصف زائد کی حکایت کر رہا ہے لہٰذا اس کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸) اور حضرت بلال کہتے ہیں کہ آپ نے خانہ کعبہ میں نماز پڑھی ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸ ص ۶۷) اور ترجیح حضرت بلال کی روایت کو دی گئی ہے کیونکہ وہ ایک وصف زائد کی حکایت کر رہے ہیں اور حضرت ابن عباس اصل حال کے اعتبار سے نفی کر رہے ہیں، اسی طرح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حالتِ احرام میں نکاح نہیں کیا جائے گا (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۵) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حالتِ احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۵۵ مطبع مجتبائی لاہور) اور ترجیح اس روایت کو دی گئی ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں لگایا اور حضرت ام سلمہ ام المومنین، حضرت ابن عمر، حضرت ابن رمثہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جہذمہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب لگایا ہے تو اس قاعدہ کے مطابق اثبات کی روایات کو ترجیح دی جائے گی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ نے خضاب لگایا اور بعض اوقات خضاب نہیں لگایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۳۶-۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۲۲، ۳۱۹، ۲۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۳۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حال دیکھ کر اس کی روایت کی اور دوسرے صحابہ نے دوسرے حال کی روایت کی بلکہ امام ترمذی نے خود حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی خضاب لگانے کی روایت بیان کی ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

مختار یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات میں بالوں کو رنگا، اور اکثر اوقات میں رنگنے کو ترک کر دیا، سو ہر شخص نے اپنے مشاہدہ کے مطابق بیان کیا، اور یہ تاویل حکماً متعین ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بالوں کو زرد رنگ کے ساتھ رنگنے کی جو روایت ہے اس کو ترک کرنا ممکن نہیں ہے اور نہ اس کی کوئی تاویل ممکن ہے۔[1]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خضاب لگانے کی احتیاج نہیں تھی اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت کے منافی نہیں ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات اپنے سفید بالوں پر خضاب لگایا اور اکثر اوقات خضاب نہیں لگایا لہٰذا ہر شخص نے اپنے مشاہدہ کے مطابق روایت کی اور ہر ایک اپنے قول میں صادق ہے۔[2]

ڈاڑھی کا معنی

علامہ زبیدی نے ڈاڑھی کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا:

اللحیۃ شعر الخدین والذقن۔ (تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۲۳)

رخساروں اور ٹھوڑی کے بالوں کو لحیہ (ڈاڑھی) کہتے ہیں۔

ڈاڑھی دراز کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب واعفوا اللحی۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھوں کو بہت کم کرو اور ڈاڑھیوں کو (اپنے حال پر) چھوڑ دو، یعنی بڑھاؤ۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔[4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھوں کو بہت کم کرو اور ڈاڑھیوں کو چھوڑ دو (یعنی مت کاٹو)

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۰۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کو امام ترمذی[1]، امام نسائی[2]، امام احمد[3]، اور امام ابن ابی شیبہ[4] نے روایت کیا ہے اور علامہ علی متقی ہندی[5] اور حافظ الہیثمی[6] نے بھی اسی حدیث کا طبرانی وغیرہ کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحیۃ[7]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو بہت کم کرنے اور ڈاڑھی کے بڑھانے کا حکم دیا۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[8]، امام ترمذی[9] اور امام مالک[10] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عبید اللہ بن عتبۃ قال: جاء رجل من المجوس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحلق لحیتہ واطال شاربہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ھذا؟ قال، ھذا فی دیننا قال: فی دیننا ان نجز الشارب وان نعفی اللحیۃ[11]

عبید اللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مجوسی آیا درآں حالیکہ اس نے ڈاڑھی منڈائی ہوئی تھی اور مونچھیں لمبی رکھی ہوئی تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ ہمارے دین میں ہے! آپ نے فرمایا ہمارے دین میں یہ ہے کہ ہم مونچھیں کم کرائیں اور ڈاڑھی بڑھائیں۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اھل الشرک یعفون شواربھم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین مونچھیں بڑھاتے ہیں، اور

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۸۷، ۳۶۶، ۳۶۵، ۲۲۹، ۱۵۶، ۵۲، ۱۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۶۵۳، ۶۵۲، ۶۵۰، ۶۴۹، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[6] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[7] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[8] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[9] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[10] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۷۲۱، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[11] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۹، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

ویحفون لحاھم فخالفوھم فاعفوا اللحیٰ واحفوا الشوارب رواہ الطبرانی باسنادین فی احدھما عمر بن ابی سلمۃ وثقہ ابن معین وغیرہ وضعفہ شعبۃ وغیرہ وبقیۃ رجالہ ثقات [1]

ڈاڑھیاں بہت زیادہ کترواتے ہیں سو تم ان کی مخالفت کرو ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں بہت زیادہ کم کراؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، ایک سند میں ایک راوی عمر بن ابی سلمہ ہے اس کی ابن معین وغیرہ نے توثیق کی ہے اور شعبہ وغیرہ نے تضعیف کی ہے، اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا المجوس جزوا الشوارب واوفروا اللحی رواہ البزار وفیہ الحسن بن ابی جعفر وھو ضعیف متروک [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجوس کی مخالفت کرو، مونچھیں کم کراؤ، اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی حسن بن ابی جعفر ضعیف اور متروک ہے۔

عن ابن عباس قال لما فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ قال ان اللہ ورسولہ حرم شرب الخمر وثمنھا وقال وقصوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تتشبھوا فی الاسواق الا وعلیکم الازار انہ لیس منا من عمل سنۃ غیرنا [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے شراب پینے اور اس کی قیمت لینے کو حرام کر دیا اور فرمایا مونچھیں کم کراؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور بغیر تہبند پہنے بازاروں میں مت چلو، کیونکہ جو شخص ہمارے غیر کے طریقہ پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں تراشو اور ڈاڑھی کو دراز کرو، اور مجوس کی مخالفت کرو۔

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک واستنشاق الماء ــــــ وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء قال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں، مونچھیں کاٹنا، ڈاڑھی دراز کرنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن کاٹنا، جوڑوں کو دھونا، بغلوں کے بال نوچنا، زیر ناف بال مونڈنا اور پانی سے استنجاء کرنا، مصعب

---

[1] حافظ نورالدین الہیثمی علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۶، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۶، " " " "

[3] " " مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۶۹-۱۶۸، " " " "

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مصعب ونسیت العاشرۃ الا تکون المضمضۃ [۱]

کہتے ہیں دسویں چیز میں بھول گیا، الا یہ کہ وہ کلی کرنا ہو۔

اس حدیث امام ابوداؤد[۲]، امام نسائی[۳]، امام ابن ماجہ[۴] اور امام بیہقی[۵] نے بھی روایت کیا اور اس کا علامہ علی متقی[۶] نے بھی ذکر کیا ہے۔

امام ابن حبان روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجوس فقال انھم یوفون سبالھم ویحلقون لحاھم فخالفوھم۔ [۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا وہ لمبی مونچھیں رکھتے ہیں اور ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں سو تم ان کی مخالفت کرو۔

ڈاڑھی ترشوانے کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابوحنیفہ روایت کرتے ہیں:

ابو حنیفۃ عن الھیثم عن رجل ان ابا قحافۃ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولحیتہ قد انتشرت قال فقال لو اخذتم واشار الی نواحی لحیتہ۔ [۸]

امام ابوحنیفہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابوقحافہ حاضر ہوئے درآں حالیکہ ان کی ڈاڑھی کے بال منتشر تھے راوی کہتے ہیں آپ نے فرمایا: کاش تم (یہ بال) کم کر لو اور ان کی ڈاڑھی کے اطراف کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو یوسف نے بھی روایت کیا ہے۔ [۹]

نیز امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال: لا باس ان یاخذ الرجل من لحیتہ ما لم یتشبہ باھل الشرک۔ [۱۰]

ابراہیم نخعی نے کہا مرد کے ڈاڑھی کم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] امام داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۳] امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۵، " " "

[۵] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۶] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۷ ص ۶۵۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۷] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۴۰۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۷ھ

[۸] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ، مسند امام اعظم (مترجم) ص ۳۵۹، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[۹] امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل،

[۱۰] " " " " ، کتاب الآثار ص ۲۳۵، " "

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔ [1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں باریک کرو اور ڈاڑھی بڑھاؤ، حضرت ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مقدار فاضل ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

اس حدیث کو امام ابو یوسف[2]، امام محمد[3]، امام ابن ابی شیبہ[4] اور امام ابو داؤد[5] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا حلق فی حج او عمرۃ اخذ من لحیتہ وشاربہ۔ [6]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ میں سر منڈاتے تو ڈاڑھی اور مونچھوں کو کاٹتے۔

مالک انہ بلغہ ان سالم بن عبد اللہ کان اذا اراد ان یحرم دعا بالجلمین فقص شاربہ واخذ من لحیتہ قبل ان یرکب وقبل ان یھل محرما۔ [7]

امام مالک تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ سالم بن عبد اللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو سوار ہونے اور احرام باندھنے سے پہلے قینچی منگا کر اپنی مونچھوں کو کم کرتے اور ڈاڑھی کاٹتے۔

امام ابو یوسف روایت کرتے ہیں:

یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یاخذ من لحیتہ۔ [8]

نافع کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی ڈاڑھی سے کچھ کم کرتے تھے۔

اس حدیث میں قبضہ کی قید نہیں ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مطلق مقید پر محمول نہیں ہوتا۔

یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ اکتوی واسترقی من الحمۃ وکان یاخذ من لحیتہ۔ [9]

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لوہا گرم کر کے جسم پر داغ لگاتے تھے اور زہر کی وجہ سے دم کراتے تھے، اور ڈاڑھی سے کچھ کم کرتے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[3] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۹۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

[4] ۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۲۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۲۴۱ھ، مؤطا امام مالک ص ۴۲۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[7] ۔ " " ، مؤطا امام مالک ص ۴۳۲، " " "

[8] ۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ، کتاب الآثار ص ۲۳۴، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[9] ۔ " " " ، کتاب الآثار ص ۲۳۵، " " "

WWW.NAFSEISLAM.COM

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن سماك بن يزيد قال: كان علي ياخذ من لحيته مما يلي وجهه [1]

سماک بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کے قریب سے ڈاڑھی کاٹتے تھے (یعنی خط بناتے تھے)

عن ابي زرعة قال كان ابوهريرة يقبض على لحيته ثم ياخذ ما فضل عن القبضة [2]

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیتے۔

عن عطاء بن ابي رباح قال: كانوا يحبون ان يعفوا اللحية الا في حج او عمرة وكان ابراهيم ياخذ من عارض لحيته [3]

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ (فقہاء تابعین) حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی بڑھانے کو پسند کرتے تھے (یعنی مستحب قرار دیتے تھے) اور ابراہیم اپنے رخسار سے ڈاڑھی کاٹتے تھے۔

عن ابن طاؤس عن ابيه انه كان ياخذ من لحيته ولا يوجبه [4]

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی ڈاڑھی کو کم کراتے تھے اور اس کو واجب نہیں کہتے تھے۔

عن افلح قال: كان القاسم اذا حلق راسه اخذ من لحيته [5]

افلح بیان کرتے ہیں کہ قاسم جب اپنا سر منڈواتے تو اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کو کم کراتے۔

عن قتادة قال: قال جابر لا ناخذ من طولها الا في حج او عمرة [6]

قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت جابر نے کہا ہم حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو طول میں کم نہیں کراتے

عن ابي هلال قال: سالت الحسن وابن سيرين فقالا لا باس بان تاخذ من طول لحيتك [7]

ابوالہلال کہتے ہیں کہ میں نے حسن اور ابن سیرین سے پوچھا تو ان دونوں نے کہا لمبی ڈاڑھی کم کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم كان ياخذ من لحيته من عرضها وطولها۔ [8]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کم کرتے تھے۔

اس حدیث کے ایک راوی عمر بن ہارون پر جرح کی گئی ہے، لیکن امام بخاری اس کے متعلق اچھی رائے رکھتے تھے۔ امام ترمذی

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۴، " " "

[3] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۵، " " "

[4] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۵، " " "

[5] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۵، " " "

[6] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۵، " " "

[7] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۶، " " "

[8] " " " ، المصنف ج ۸ ص ۳۷۴، " " "

لکھتے ہیں وروایتہ حسن الوای فی عمر بن ھارون اور چونکہ دیگر احادیث اور آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے اس لیے ہمارے نزدیک یہ حدیث لائق استدلال ہے۔ باقی اس حدیث کا محل یہ ہے کہ آپ اطراف سے چھوٹے بڑے بالوں کو کاٹ کر داڑھی ہموار کرتے تھے، ورنہ آپ کی ڈاڑھی مبارک بڑی اور گھنی تھی۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال کانوا یاخذون من جوانبھا وینظفونھا یعنی اللحیۃ۔ [۲]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ لوگ ڈاڑھی کو اطراف سے کاٹ کر منزہ کرتے تھے۔ (یعنی کم کرتے تھے)۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من عرض لحیتہ وطولھا بالسویۃ۔ [۳]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کو طول اور عرض سے برابر کاٹ کر کچھ کم کرتے تھے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال: رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجفل الراس واللحیۃ فقال علیما شوہ احدکم امس قال واشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی لحیتہ وراسہ یقول خذ من لحیتک وراسک۔ [۴]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے سر اور ڈاڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے دیکھے، آپ نے فرمایا تم میں سے ایک شخص گذشتہ دنوں میں کیوں بدشکل بنا رہا ہے؛ حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی اور سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اپنی ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کاٹ کر کم کرو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کا بیان

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضخم الراس واللحیۃ۔ [۵]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر اور ڈاڑھی بڑی تھی۔

کان ضخم الھامۃ عظیم اللحیۃ۔ [۶]

آپ کا سر بڑا اور ڈاڑھی عظیم تھی۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کث اللحیۃ۔ [۷]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گھنی ڈاڑھی تھی۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۲۔ امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۲۱، " "

۴۔ " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۲۱، " "

۵۔ امام ابوبکر حسین بن احمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶۔ " " ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۶، " "

۷۔ " " ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۶، " "

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

قاضی عیاض مالکی نے لکھا ہے:

کث اللحیۃ تملاء صدرہ [2] آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی جو سینہ مبارک کو بھر لیتی تھی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نے لکھا ہے کہ مصنف کی مراد یہ ہے کہ آپ کی ڈاڑھی سینہ کے بالائی حصہ کو بھر لیتی تھی۔ [3]

ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام غزالی شافعی لکھتے ہیں:

لمبی ڈاڑھی میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ قبضہ (ایک مشت) سے زائد ڈاڑھی کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت ابن عمر اور تابعین کی ایک جماعت نے ایسا ہی کیا ہے، اور شعبی اور ابن سیرین نے اس کو مستحسن کہا ہے، اور حسن اور قتادہ نے اس کو مکروہ کہا ہے، انھوں نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دینا (نہ کاٹنا) مستحب ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "ڈاڑھی بڑھاؤ" اور اقرب بالحق ڈاڑھی کو کم کرنا ہے بشرطیکہ بہت زیادہ نہ کاٹا جائے، کیونکہ بہت لمبی ڈاڑھی سے شکل بدنما ہو جاتی ہے اور لوگوں کو غیبت کرنے کا موقع ملتا ہے، لہٰذا اس نیت سے اس کے طول سے احتراز کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نخعی کہتے ہیں جو شخص عقلمند ہو اور لمبی ڈاڑھی رکھتا ہو مجھے اس پر تعجب ہوتا ہے وہ اپنی ڈاڑھی کم کر کے اس کو دو جبڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا! کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی مستحسن ہے، اسی لیے یہ کہا گیا ہے کہ جب کسی شخص کی ڈاڑھی لمبی ہوتی ہے تو اس کی عقل کم ہوتی ہے۔ [4]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

ظاہر احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے اور کاٹا نہ جائے، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا، کاٹنا اور جلانا مکروہ ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کاٹنا مستحسن ہے، ڈاڑھی کو زیادہ لمبا کر کے حد تمسخ تک رکھنا کاٹنے کی طرح مکروہ ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ متقدمین کا اس میں اختلاف تھا کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں، بعض علماء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی البتہ انھوں نے کہا ڈاڑھی اتنی دراز نہ کرے جس سے تمسخ کی حد کو پہنچے اور اس حد سے ڈاڑھی کم رکھے، امام مالک نے ڈاڑھی کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے کہا اس کی حد قبضہ ہے اور قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دی جائے، اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے موقع کے سوا ڈاڑھی کاٹنا مکروہ ہے۔ [5]

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا مطلقاً مکروہ ہے بلکہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے خواہ ڈاڑھی کتنی بڑی ہو، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے واعفوا اللحی "ڈاڑھیوں کو چھوڑ دو" اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۰۱، ۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[3] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۲۰-۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صلے اللہ علیہ وسلم طولاً وعرضاً ڈاڑھی کاٹ کر کم کرتے تھے، سو یہ حدیث ضعیف ہے لائقِ استدلال نہیں، [1]

علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو یوسف نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو قحافہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی منتشر ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹ کر کم کریں، اور حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ اور دیگر اخیار تابعین کا لمبی ڈاڑھی کو کم کرنا ثابت ہے، اس لیے ڈاڑھی کم کرنے کو مطلقاً مکروہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے: ڈاڑھی منڈوانا اور (جڑ سے) کٹوانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی مذمت ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح ڈاڑھی کٹوانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تمسخر تک نہ چھوڑا جائے، اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا اور بعض علماء نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔

علامہ اُبی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کرکے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ "ڈاڑھی چھوڑ دو" اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے یا بڑھانے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہوگی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹ لی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ ابو الولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے، جس سے ان کا پیدائشی جمال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹ دینا مثلہ ہے جیسے عورت کے سر کے بال کاٹنا مثلہ ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکلیہ کاٹنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلہ کا ارتکاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوب صورتی کی حد سے نکل جائے اور بکھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلہ ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۶۴ھ، المنتقیٰ ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادۃ مصر ۱۳۳۲ھ

ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقد حرم المالکیۃ والحنابلۃ حلقھا ولا یکرہ ما زاد علی القبضۃ ولا اخذ ما تحت حلقہ لفعل ابن عمر۔[1]

فقہاء حنبلیہ اور مالکیہ نے ڈاڑھی مونڈنے کو حرام قرار دیا ہے، اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنا مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے ـــــ کے بالوں کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ بال کاٹے تھے۔

ڈاڑھی کی مقدار میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ کاکی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی مقدار ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابوموسیٰ اسحاق نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، ہاں اس سلسلہ میں دو اثر مروی ہیں، امام ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے یہ مراد ہے کہ ساری ڈاڑھی کو منڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتی کہ ڈاڑھی گھنی اور بڑی ہوجائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔[2]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ اعفوا اللحی کا کیا معنی ہے، کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعفاء اکثار ہے اور جب ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے، کہ جب ڈاڑھی طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا، آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس قینچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے بالوں کو سنوارو یا خراب کرو، تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں

---

[1] ۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۴۵-۱۳۴۴، مطبوعہ مطبعہ منشی نولکشور لکھنؤ

میں سے ایک درندہ ہو"، اور حضرت ابوہریرہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹے، اور انھوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عرف اور لوگوں کی عادت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹے اور عطاء نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طول اور عرض سے تھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم طولاً وعرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ [1]

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل به الجمهور على ان الاولى ترك اللحية على حالها وان لا يقطع منها شئ وهو قول الشافعي واصحابه وقال عياض يكره حلقها وقصها وتحريقها وقال القرطبي في المفهم لا يجوز حلقها ولا نتفها ولا قص الكثير منها قال عياض واما الاخذ من طولها فحسن قال ويكره الشهرة في تعظيمها كما يكره في قصها وجزها وقد اختلف السلف هل لذلك حد فمنهم من لم يحدد شيئا في ذلك الا انه لا يترك بحد الشهرة و يأخذ منها وكره مالك طولها جدا ومنهم من حدد بما زاد على القبضة فيزال ومنهم من كره الاخذ منها الا في حج او عمرة۔ [2]

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے جمہور نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مفہم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو طولاً کاٹنا مستحسن ہے اور اس کو حد تمسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے (یعنی زیادہ کاٹنا) متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ حد تمسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے، بعض نے اس کی حد قبضہ مقرر کی ہے اور کہا ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے اور بعض نے کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے مورچ کے سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷-۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حسینی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول یہ قدر قبضہ ہے اور ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹتے تھے۔ اس حدیث کو ابو عیسیٰ (ترمذی) نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے، اور مرد کی سعادت اس کی ڈاڑھی کے کم ہوتے میں ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ صاحب نہایہ کا ڈاڑھی کاٹنے کو واجب کہنا مناسب کے معنی میں ہے یا پھر یہ سنت مؤکدہ کے معنی میں ہے ورنہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کو مطلقاً واجب کہنا صحیح نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

نہایہ میں ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کو طولاً وعرضاً کاٹتے تھے، اگر یہ اعتراض ہو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مونچھیں کم کراؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ" اور ڈاڑھی کاٹنا، ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر ہیں اور وہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹتے تھے، اس حدیث کو امام محمد نے کتاب الآثار میں اور امام ابو داؤد اور امام نسائی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے، اور امام بخاری نے اس کا تعلیقاً ذکر کیا ہے، اور امام ابن شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، یہاں راوی کا عمل اسی کی روایت کے خلاف ہے، سو اگر اس کو نسخ پر محمول نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارا قاعدہ ہے تو واعفوا اللحی کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ پوری ڈاڑھی منڈانے یا ڈاڑھی کا غالب حصہ یا کل ڈاڑھی کاٹنے کے بجائے اس کو چھوڑ دیا جائے ــــــ، جیسا کہ عجم کے مجوسیوں کا طریقہ ہے کہ وہ ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں اور ہندوؤں اور فرنگیوں (یورپی باشندوں) میں بھی اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور اب عام مسلمانوں نے بھی یہ روش اختیار کر لی ہے کہ وہ ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں اور بعض حضور کے فرمان کے بالکل برعکس مونچھیں لمبی رکھتے ہیں اور ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون!) اس طریقہ سے ان روایات میں تطبیق ہو جائے گی (یعنی تھوڑی سی ڈاڑھی کاٹنا واعفوا اللحی کے خلاف نہیں ہو گا کیونکہ واعفوا اللحی کا مطلب مطلقاً ڈاڑھی بڑھانا نہیں ہے بلکہ پوری ڈاڑھی رکھنا یا ڈاڑھی کا اکثر حصہ رکھنا ہے اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ، مجوس کی مخالفت کرو"، سو یہ جملہ (یعنی مجوس کی مخالفت کرو) بہ منزلہ علت ہے، اور اس (یعنی ڈاڑھی کے اکثر حصے) سے مزید ڈاڑھی کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے کرتے ہیں سو اس کو کسی نے مباح نہیں کہا۔ [2]

علامہ ابن نجیم نے بھی اس عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نہایہ میں جو لکھا ہے کہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی نے ڈاڑھی کو چھوڑ دیا (یعنی نہیں کاٹا) تو وہ گنہ گار ہو گا۔ [3]

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

فقہاء احناف کی عبارات کی روشنی میں قبضہ پر بحث

بعض متاخرین علماء نے قبضہ کو واجب کہا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سب سے پہلے قبضہ کو واجب لکھا لیکن یہ شیخ محقق کی انفرادی رائے ہے، ورنہ ہمارے تمام فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے اور علامہ ابن ہمام نے جو یہ لکھا ہے:

واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد [1]

اور اس (یعنی ڈاڑھی کے اکثر حصہ) سے مزید ڈاڑھی کم کرنا جیسا کہ بعض مغاربہ اور ہیجڑے کرتے ہیں اس کو کسی نے مباح نہیں کہا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس عبارت میں علامہ ابن ہمام نے قبضہ کو واجب کہا ہے یہ صحیح نہیں ہے اول تو یہ عبارت قبضہ کے متعلق نہیں ہے، یہ ڈاڑھی کے اکثر اور غالب حصے کے متعلق ہے اور وہ قبضہ سے عام ہے ثانیاً یہ ٹھیک ہے کسی نے اس کو مباح نہیں کہا لیکن کسی نے قبضہ سے کم ڈاڑھی کاٹنے کو حرام یا مکروہ تحریمی بھی نہیں کہا حتی کہ قبضہ کا وجوب ثابت ہو، ثالثاً علامہ ابن ہمام نے اسی صفحہ پر یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے، اور یہ اس بات پر نص ہے کہ قبضہ سنت ہے واجب نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

وهو اى القدر المسنون فى اللحية القبضة۔ [2]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

اس لیے علامہ ابن ہمام کی اس دوسری عبارت میں تاویل کرنا ضروری ہے تاکہ ان کی دو عبارتیں متعارض نہ ہوں اور وہ تاویل یہ ہے کہ اباحت تحسین کے معنی میں ہے اور فلم يبحه احد اس کو کسی نے مباح نہیں کہا" کا معنی ہے لم يحسنه احد" اس کی کسی نے تحسین نہیں کی" یعنی قبضہ سے کم ڈاڑھی کاٹنے کو کسی نے مستحسن نہیں کہا۔ کیونکہ مستحسن طریقہ یہی ہے کہ قبضہ تک ڈاڑھی رکھی جائے بلکہ سنت یہ ہے کہ اتنی لمبی ڈاڑھی رکھی جائے جو سینہ کے بالائی حصہ کو بھر لے، جیسا کہ احادیث میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک سینہ کو بھر لیتی تھی۔ اور بعض علماء کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ لمبی ڈاڑھی کم عقلی پر دلالت کرتی ہے، یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی حلاوت سے محروم ہو، اس طرح علامہ عینی، علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم نے جو نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کا کاٹنا واجب ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے، الا یہ کہ اس میں یہ تاویل کی جائے کہ واجب بمعنی ثابت ہے جیسا کہ علامہ علاؤالدین حصکفی نے یہ تاویل کی ہے [3] اسی طرح سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں کہ "میرے نزدیک کسی کی ڈاڑھی کے چھوٹے یا بڑے ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا (الی قولہ) مگر جانثاری و وفاداری قصیر ہے تو یقین رکھیے کہ ڈاڑھی کا طول کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔" [4]

قرآن مجید میں ہے:

فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ۝ ومن يعمل

سو جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس (کی جزا) دیکھے گا،

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، " "

[3] علاء محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور

مثقال ذرۃ شرا یرہ ۔ (الزلزال: ۸-۷)

اور جس شخص نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس (کی سزا) دیکھے گا۔

اس لیے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سنت کی نیت سے لمبی ڈاڑھی رکھی اسے اس کی جزا ملے گی اور اگر اس نے شامت نفس اور اغواء شیطان سے کچھ گناہ کیے ہوں تو وہ ان کی سزا کا مستحق ہوگا۔ سید مودودی کی یہ عبارت صریح قرآن کے خلاف ہے۔

بعض علماء نے قبضہ کے وجوب پر درمختار کی اس عبارت سے استدلال کیا ہے:

ولذا قال یحرم علی الرجل قطع لحیتہ والمعنی الموثر التشبہ بالرجال۔ [1]

اور اسی لیے صاحب بزازیہ نے کہا کہ مرد پر اپنی ڈاڑھی کا کاٹنا حرام ہے، اور اس کی علت مردوں کے ساتھ تشبہ کرنا ہے۔

اور جب ڈاڑھی کا کاٹنا حرام ہے تو قبضہ واجب ہوگیا، یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس عبارت میں قبضہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور مطلقاً ڈاڑھی کا کاٹنا حرام نہیں ہے۔ علامہ ابن بزاز کردری نے یہ عبارت اس سیاق میں ذکر کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ تشبہ کرنا حرام ہے، اسی طرح مردوں کا عورتوں کے ساتھ تشبہ حرام ہے[2]۔ اور ڈاڑھی کاٹنے سے عورتوں کے ساتھ تشبہ اس وقت ہوگا جب پوری ڈاڑھی کاٹ لی جائے اور پوری ڈاڑھی کاٹنا ہمارے نزدیک بھی حرام ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔

واجب کی تعریف

امام غزالی واجب اور فرض کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس کام کے ترک پر اُخروی عذاب کے استحقاق کی خبر دی گئی ہو اگر یہ خبر ظنی ذریعہ سے ہو تو وہ کام واجب ہے اور اگر یہ خبر قطعی ذریعہ سے دی گئی ہو تو وہ کام فرض ہے، یہ خبر کبھی خطاب صریح سے ہوگی، کبھی کسی قرینہ سے کبھی معنی مستنبط سے کبھی فعل سے اور کبھی اشارہ سے۔ [3]

مولانا عبدالعلی مسلم الثبوت کی شرح میں لکھتے ہیں:

(والحنفیۃ قالوا ان ثبت الطلب الجازم بقطعی فالافتراض) ان کان ذلک الطلب للفعل (والتحریم) ان کان ذلک للکف (او ثبت الطلب الجازم بظنی فالایجاب) ان کان ذلک الطلب للفعل (وکراھۃ التحریم) ان کان ذلک للکف والوجوب وکراھۃ التحریم (یشارکانھما) ای الافتراض والتحریم (فی استحقاق العقاب بالترک)۔ [4]

فقہاء احناف نے کہا ہے کہ اگر دلیل قطعی کے ساتھ کسی فعل کی حتمی طلب ہو تو وہ فرض ہے اور اگر دلیل قطعی کے ساتھ کسی کام کو ترک کرنے کی حتمی طلب ہو تو وہ حرام ہے اور اگر دلیل ظنی کے ساتھ کسی فعل کی حتمی طلب ہو تو وہ واجب ہے اگر دلیل ظنی کے ساتھ کسی کام کو ترک کرنے کی حتمی طلب ہو تو وہ مکروہ تحریمی ہے، وجوب اور مکروہ تحریمی، دونوں فرض اور حرام کے ساتھ اس چیز میں شریک ہیں کہ دونوں کے ترک پر اخروی عذاب کا استحقاق ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۱ھ

[2] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۴۹، مطبوعہ مطبعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، المستصفیٰ ج ۱ ص ۶۸ محصلہ، مطبوعہ مطبع بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

[4] بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۱ ص ۵۸، مطبوعہ مطبع بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

اگر فعل کی طلب راجح ہو تو وہ فعل مستحب ہے، اور اگر ترک کی طلب راجح ہو تو وہ فعل مکروہ تنزیہی ہے اور فعل یا ترک کی حتمی طلب کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کو کرنا یا اس کا ترک لازم اور ضروری ہو اور نہ کرنے پر اخروی عذاب کا استحقاق ہو اور راجح طلب کا مطلب یہ ہے کہ اس فعل کے کرنے پر ثواب ہو اور نہ کرنے پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ اور جس کام کے کرنے کی طلب ہو نہ اس کے نہ کرنے کی طلب ہو وہ فعل مباح ہے۔ اس کی تفصیل کے بعد واجب کی تعریف اس طرح ہوگی: جس کام کا کرنا دلیل ظنی کے ساتھ شرعاً لازم اور ضروری ہو، بایں طور کہ اس کے نہ کرنے پر اخروی عذاب کا استحقاق ہو۔

وجوب کو ثابت کرنے کے طریقے

واجب کے ثبوت کے پانچ طریقے ہیں:

(۱) اللہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کا امر کیا ہو، اور امر میں اصل وجوب ہے بشرطیکہ اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو، اور اس امر کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، اس کی شریعت میں بہت مثالیں ہیں۔

(۲)۔ کسی فرض یا واجب کو شریعت میں کسی کام پر موقوف کر دیا ہو اور اس کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو، جیسے نماز سورہ فاتحہ پڑھنے پر موقوف ہے اور اس کا ثبوت خبر واحد سے ہے اور وہ ظنی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب "سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی" لہٰذا نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

(۳)۔ جس کام کے ترک پر وعید ہو۔

(۴)۔ جس کام کی قضا واجب ہو، قضا کا واجب ہونا اصل کے وجوب کی دلیل ہے، جس طرح وتر کی قضا واجب ہے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص وتر پڑھنے سے پہلے سو گیا یا بھول گیا اس کو جب وتر یاد آئے یا بیدار ہو تو وتر کی نماز پڑھ لے[1]، اس سے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے۔

(۵)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کام کو صیغہ علی کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا ہو، علامہ مرغینانی سجدہ تلاوت کے وجوب کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لقولہ علیہ السلام السجدۃ علی من سمعھا وعلی من تلاھا وھی کلمۃ ایجاب[2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص آیت سجدہ کو سنے یا اس کی تلاوت کرے اس پر سجدہ واجب ہے، یہ (یعنی علی) کسی کام کو واجب کرنے کا کلمہ ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

آیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے بھی وجوب ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟، علامہ تفتازانی اس بحث میں لکھتے ہیں کہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو سہواً کیا ہو یا طبعاً کیا ہو (جیسے طعام اور لباس) یا وہ فعل آپ کی خصوصیت ہو تو اس فعل سے اجماعاً وجوب ثابت نہیں ہوتا، اور اگر آپ کا وہ فعل قرآن مجید کے کسی مجمل کا بیان ہو (جیسے پیشانی کی مقدار پر سر کا مسح کرنا، یا موزوں پر مسح کرنا) تو بالاجماع اس کی اتباع واجب ہے، اگر وہ فعل ان کے علاوہ ہو تو پھر اس میں اختلاف ہے، بعض نے کہا اس صورت میں آپ کے افعال کی اتباع واجب ہے اور اکثر نے کہا نہیں ہوگی اور یہی مختار ہے آگے چل کر

---

[1]۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2]۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں: نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف قول موجب ہے فعل موجب نہیں ہے، پھر اس پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ "حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے، اثناء نماز میں آپ نے اپنی نعلین اتار کر بائیں جانب رکھ دیں، یہ دیکھ کر صحابہ نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا تم نے جوتیاں کیوں اتار دیں، صحابہ نے کہا ہم نے آپ کو جوتیاں اتارتے دیکھا تھا، آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل نے آکر خبر دی تھی کہ ان جوتیوں میں گھناؤنی چیز ہے" علامہ تفتازانی فرماتے ہیں اگر آپ کا فعل موجب ہوتا تو آپ صحابہ پر اعتراض کیوں کرتے؟ اسی طرح صوم وصال پر انکار نہ فرماتے، امام غزالی نے فرمایا صحابہ کرام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال کی اتباع نہیں کی، سو بعض افعال میں اتباع کرنا اگر وجوب کی دلیل ہو تو بعض افعال میں اتباع نہ کرنا وجوب کے خلاف کی دلیل کیوں نہیں ہوگا؟ [1]

ملا جیون لکھتے ہیں:

ولا یثبت الوجوب الا من الامر دون الفعل. [2]

وجوب صرف امر سے ثابت ہوتا ہے فعل سے ثابت نہیں ہوتا۔ [2]

ڈاڑھی میں قبضہ کے وجوب کو ثابت کرنے کے دلائل کا جائزہ

وجوب کی تعریف اور اثبات وجوب کے طریقوں کو جاننے کے بعد آئیے دیکھیں کہ ڈاڑھی میں قبضہ کے وجوب کی کیا دلیل ہے؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں ڈاڑھی کو قبضہ تک رکھنے کا حکم نہیں دیا نہ آپ نے قبضہ سے کم یا زیادہ ڈاڑھی رکھنے پر کوئی وعید فرمائی تو بغیر کسی دلیل شرعی کے قبضہ کا وجوب کیسے ثابت ہوگا؟

بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ نے قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹی ان کا یہ فعل اس بات کا بیان ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا قبضہ تک واجب ہے، یہ قول درست نہیں ہے، صحابہ کرام کے افعال سے کسی چیز کا وجوب کیسے ثابت ہوگا؛ جبکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی صرف اقوال موجب ہیں اور آپ کے صرف انہی افعال سے وجوب ثابت ہوتا ہے جو مجمل کتاب کا بیان ہوں اور باقی افعال میں اختلاف ہے اور جمہور کا قول اور مختار یہ ہے کہ آپ کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ ہم ابھی توضیح تلویح اور نور الانوار کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔ ثانیاً ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو ہریرہ نے قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹی (بعض روایات میں حضرت ابن عمر کے مطلقاً ڈاڑھی کاٹنے کا ذکر ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) ان کے اس فعل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا تھا ان کے نزدیک وہ حکم وجوب کے لیے نہیں تھا، اگر ان کے نزدیک یہ حکم وجوب کے لیے ہوتا اور ڈاڑھی بڑھانا واجب ہوتا تو وہ اپنی ڈاڑھیوں کو ہرگز نہ کاٹتے۔

بعض علماء "واعفوا اللحی" میں امر کے صیغہ سے استدلال کرتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے لہٰذا ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ امر وجوب کے لیے اس وقت ہوتا ہے جب اس کے خلاف کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو، اور یہاں ایک سے زائد قرائن ہیں، امام اعظم اور امام ابو یوسف نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ، توضیح تلویح ص ۳۲۷-۳۲۱، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[2] ملا محمد جیون جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۲۵، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

حضرت ابو قحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا، امام ترمذی نے حضور کے طولاً و عرضاً ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنے کو روایت کیا اور اس حدیث سے ہمارے فقہاء (مثلاً صاحب نہایہ، علامہ عینی، علامہ ابن ہمام وغیرہ) نے استدلال کیا ہے اور حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ اور فقہاء تابعین کے ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنے کے واقعات ہیں جن کو ہم نے شروع میں باحوالہ بیان کر دیا ہے۔

بعض علماء نے مجھ سے کہا ڈاڑھی بڑھانے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور ڈاڑھی کاٹنے کے بارے میں اتنی کثیر احادیث نہیں ہیں، میں نے کہا کسی مطلوب کے اثبات کے لیے حدیث کا صحیح اور قوی سند کے ساتھ مروی ہونا کافی ہوتا ہے ورنہ شافعی کہہ سکتے ہیں کہ اثبات رفع یدین اور اثبات فاتحہ خلف الامام کے متعلق اسی طرح کندھوں تک ہاتھ اٹھانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کے متعلق جتنی کثیر روایات ہیں اتنی روایات ترک رفع یدین اور ترک فاتحہ خلف الامام، کانوں تک ہاتھ اٹھانے اور ناف پر ہاتھ باندھنے کے متعلق نہیں ہیں۔

بعض علماء نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو، اور مجوس کی مخالفت واجب ہے اس لیے ڈاڑھی بڑھانا واجب ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ قرائن صارفہ کو دیکھے بغیر اگر محض مخالفت کے حکم سے ڈاڑھی بڑھانا واجب ہو سکتا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ڈاڑھی کو رنگو اور یہود کی مخالفت کرو، سو اس حدیث سے ڈاڑھی کا رنگنا واجب ہوگا اور جب دیگر قرائن کی بنا پر ڈاڑھی کا رنگنا واجب نہیں ہے تو اسی طرح متعدد قرائن کی بنا پر ڈاڑھی کا بڑھانا بھی واجب نہیں ہے، کیونکہ اگر ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہوتا تو کاٹنا اصلاً جائز نہ ہوتا حالانکہ ہم کاٹ کر کم کرنے کے جواز کو بادلائل بیان کر چکے ہیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک قبضہ ڈاڑھی رکھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت کی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس کام کو دائمی کریں وہ واجب ہوتا ہے یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال سے وجوب ثابت نہیں ہوتا علاوہ ازیں اس میں بحث ہے کہ ڈاڑھی رکھنا سنن زوائد میں سے ہے یا سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ (الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۹ ص ۳۰۸۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اعضاء وضو میں ہمیشہ دائیں عضو کو دھونے سے ابتداء کی اس کا خلاف کہیں ثابت نہیں، اس کے باوجود دائیں عضو کو پہلے دھونا مستحب ہے، واجب نہیں، حالانکہ یہ بالاتفاق سنن ہدیٰ میں سے ہے، اسی طرح مسجد میں پیر رکھنے، جوتی پہننے اور کنگھی کرنے میں آپ نے ہمیشہ دائیں جانب سے ابتداء کی، ہمیشہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا اور ان کا خلاف کہیں ثابت نہیں، اس کے باوجود یہ امور مستحب ہیں واجب نہیں حالانکہ یہ امور بھی سنن ہدیٰ میں سے ہیں۔ البتہ صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اور اس کے ترک پر انکار کیا ہو۔ وہ واجب ہے (ردالمحتار ص ۱۷۔ طبع بیروت) اور قبضہ کا معاملہ اس طرح نہیں ہے

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو فقہاء نے واجب کہا ہے، سو یہ بھی صحیح نہیں ہے، ہمارے علم کے مطابق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پہلے کسی نے قبضہ کو واجب نہیں لکھا سب نے اس کو سنت لکھا ہے یا کہا ہے کہ قدر مسنون قبضہ ہے[1]، اب ہم اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات پیش کر رہے ہیں۔

---

[1] البتہ صاحب نہایہ نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کو واجب کہا ہے جس کو علامہ ابن ہمام اور علامہ عینی نے بلا تردید نقل کیا ہے، اور علامہ ابن نجیم نے کہا اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ جس نے قبضہ کے بعد ڈاڑھی کو نہیں کاٹا، وہ گنہ گار ہوگا (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰) اور علامہ شامی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وجوب بمعنی ثبوت ہو (منحۃ الخالق ج ۲ ص ۲۸۰ علی حاشیۃ البحر (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولایفعل لتطویل اللحیۃ اذا کانت بقدر المسنون وھو القبضۃ [1]

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا جائے جبکہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وھو ای القدر المسنون فی اللحیۃ القبضۃ [2]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [3]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [4]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [5]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وھو القبضۃ [6]

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول ینبغی ان یدرج فی اخذھا لتصیر مقدار قبضۃ علی ما ھو السنۃ والاعتدال المتعارف [7]

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

علامہ علاؤالدین الحصکفی لکھتے ہیں

بقدر المسنون وھو القبضۃ [8]

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۴۴، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ،

[4] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[5] علامہ عثمان بن زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق، ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[6] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[7] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[8] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۲ ص ۱۵۵، ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[9] (حاشیہ صفحہ سابقہ) لیکن یہ تاویل بعید ہے، صاحب ہدایہ کے اس قول پر یہ لازم آئے گا کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی رکھنے والے لوگ فاسق ہوں۔ منہ

علامہ شامی لکھتے ہیں

(والسنۃ فیھا القبضۃ) وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فما زاد منھا علی قبضۃ قطعہ۔[1]

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے: اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو کاٹ دے۔

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

واما اللحیۃ فذکر محمد فی الاثار عن الامام ان السنۃ ان یقطع ما زاد علی قبضۃ یدہ۔[2]

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

والقص سنۃ فیھا وھو ان یقبض الرجل لحیتہ فان زاد منھا علی قبضۃ قطعہ کذا ذکر محمد رحمہ اللہ فی کتاب الاثار عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی وقال بہ ناخذ کذا فی محیط السرخسی۔[3]

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں لے اور مٹھی سے زائد کاٹ دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات صریحہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متعارف اور مسنون طریقہ ہے اس کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے۔ ملا علی قاری نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کا کاٹنا عجمیوں، فرنگیوں اور بے دین قلندروں کا طریقہ ہے[4] اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو سنت اور مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقدیر لواخذت من نواحی لحیتہ طولا وعرضا وترکتھا قدر المستحب وھو مقدار القبضۃ وھی الحد المتوسط بین الطرفین المذمومین من ارسالھا مطلقا ومن حلقھا وقصھا علی وجہ استیصالھا۔[5]

(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقحافہ کو ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا) اس میں حکماً یہ ارشاد ہے کہ اگر تم ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً لو اور قدر مستحب چھوڑ دو (تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑ سے کاٹنے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانبوں میں حد متوسط ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے لکھتے ہیں:

واستدل بہ الجمھور علی ان الاولی ترک

اس حدیث میں (واعفوا اللحی) سے جمہور نے یہ

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۱۶، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ۔

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] " " " ، شرح مسند امام اعظم ص ۳۱۰، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ

اللحیۃ علی حالھا وان لا یقطع منھا شیء[1]

استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ کاٹا جائے۔

امام ابوحنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلّم فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے محض اپنی رائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے[2] اور بعد کے بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی۔ (واضح رہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی۔)

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت ہوتی جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے جبکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا لحاظ کیے بغیر اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی اصطلاحی تصریحات بازیچہ اطفال بن جائیں گی، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر سکے گا، واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حرام نہیں ہے، لہٰذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہٰذا اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ العیاذ باللہ!۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام تر علمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ تھے، ان کی رائے میں خطاء ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقیہ نہیں مانا گیا، نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاویٰ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب بمعنی ثابت ہے، اور یہ جو لکھا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔

اس سلسلہ میں ایک یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ جن حضرات نے قبضہ بھر ڈاڑھی کو سنت کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ اگرچہ واجب ہے مگر اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسا کہ بعض فقہاء نے نماز عید کو باوجود واجب ہونے کے اسی بناء پر سنت کہا ہے۔

اس دلیل میں سخت مغالطہ آفرینی کی گئی ہے، نماز عید کا معاملہ یہ ہے کہ نماز عید کے متعلق امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں، ایک میں نماز عید کو واجب کہا ہے اور ایک میں سنت، بعض فقہاء (مثلاً صاحب ہدایہ) نے واجب کے قول کو ترجیح دی اور سنت کے قول کی یہ تاویل کی کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے، سو اگر ڈاڑھی میں قبضہ کے متعلق بھی امام اعظم کے دو قول

---

[1] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

ہوتے ایک وجوب کا اور دوسرا سنت کا تب یہ بات درست ہوتی، اس کے برخلاف امام اعظم سے لے کر علامہ شامی تک تمام فقہاء نے قبضہ کو سنت یا مستحب لکھا ہے اور علامہ زبیدی حنفی کی تصریح کے مطابق جمہور ائمہ اور فقہاء کا ڈاڑھی بڑھانے کے استحباب پر اتفاق ہے اور ان تصریحات کے برخلاف گیارہویں صدی میں شیخ رحمہ اللہ نے بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے قبضہ کو واجب لکھا ہے اور شیخ کے قول اور امام اعظم کے قول میں کیا نسبت ہے؟ جو امام اعظم اور جمہور فقہاء کے قول کو شیخ رحمہ اللہ کے قول کے تابع کیا جائے۔!

دوسرا جواب یہ ہے کہ عید کی نماز کو متاخرین فقہاء نے اتفاقاً واجب نہیں کہا، بعض نے اس کو بہ منزلہ واجب کہا اور بعض نے سنت کے قول کو ترجیح دی کیونکہ وہ بعد کا قول ہے اور بعض نے کہا ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے اور وہ بہ منزلہ واجب ہے۔ اب ہم اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے فقہاء کی عبارات پیش کر رہے ہیں:

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

واشتبه المذهب فی صلاة العيد انها واجبة ام سنة فالمذكور فی الجامع الصغير انها سنة لانه قال فی العيدين يجتمعان فی يوم واحد فالاولى منهما سنة وروى الحسن عن ابی حنيفة رحمهما الله تعالى انه تجب صلوٰة العيد على من تجب عليه صلوٰة الجمعة وقال فی الاصل ولا يصلى التطوع فی الجماعة ما خلا قيام رمضان وكسوف الشمس فهو دليل على ان صلوٰة العيد واجبة والاظهر انه سنة۔ [1]

نماز عید کے متعلق مذہب مشتبہ ہے آیا یہ سنت ہے یا واجب؟ امام محمد نے جامع صغیر میں یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، کیونکہ انھوں نے کہا اگر عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوں تو پہلی نماز سنت ہے، اور حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہ سے یہ روایت کیا ہے کہ جس پر جمعہ کی نماز واجب ہے اس پر عید کی نماز واجب ہے اور امام محمد نے کتاب الاصل (مبسوط) میں یہ کہا ہے کہ تراویح اور نماز کسوف کے سوا کوئی نفل نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جائے، اس قول میں یہ دلیل ہے کہ عید کی نماز واجب ہے اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عید کی نماز سنت ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں:

قال فی غاية البيان وهذا اظهر ولم يعلله وهو كذلك لوجهين احدهما ان الجامع الصغير صنفه بعد الاصل فما فيه هو المعول عليه وثانيهما انه صرح بالسنة بخلاف ما فی الاصل والظاهر انه لا خلاف فی الحقيقة لان المراد من السنة السنة المؤكدة بدليل قوله لا يترك

غایۃ البیان میں لکھا ہے کہ نماز عید کا سنت ہونا زیادہ ظاہر ہے، بات یہی ہے لیکن انھوں نے اس کی وجہ نہیں بیان کی، اور اس کی دو وجہیں ہیں، پہلی وجہ یہ ہے، کہ جامع الصغیر، کتاب الاصل کے بعد کی تصنیف ہے، لہٰذا جو اس میں مذکور ہے وہی معتمد ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جامع صغیر میں سنت کی تصریح کی ہے، اس کے برخلاف کتاب الاصل میں واجب کی تصریح نہیں ہے اس کو مستنبط

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

واحد منهما وكما صرح به في المبسوط وقد ذكرنا مرارًا انها بمنزلة الواجب عندنا۔ [1]

کیا ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ امام محمد نے لکھا ہے جمعہ اور عید میں سے کسی کو ترک نہ کیا جائے اور یہی مبسوط سرخسی میں ہے اور ہم نے کئی بار ذکر کیا ہے کہ ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ بمنزلہ واجب ہے۔

فقہاء کی ان عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ نماز عید کے سنت یا واجب ہونے کا جو اختلاف ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام اعظم کا یہ مذہب ذکر کیا کہ عید کی نماز سنت ہے اور حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے یہ نقل کیا کہ عید کی نماز واجب ہے اور متاخرین میں سے بعض فقہاء نے سنت کے قول کو ترجیح دی اور بعض نے واجب کے قول کو ترجیح دی اور سنت کے قول کی یہ تاویل کی کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کے برخلاف ڈاڑھی کے متعلق امام اعظم کے اس طرح دو قول منقول نہیں ہیں، بلکہ امام اعظم اور جمہور ائمہ اور فقہاء کا قول یہ ہے کہ قبضہ سنت یا مستحب ہے۔

قبضہ کو واجب قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ سے ایک انگلی کے برابر بھی ڈاڑھی کم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس کے ارتکاب پر اصرار کرنے والا فاسق معلن ہے، اور یاد رکھیے جب تک کراہت تنزیہی پر کوئی مخصوص دلیل موجود نہ ہو۔ اس وقت تک کسی کام کو مکروہ تنزیہی بھی نہیں کہا جا سکتا، مکروہ تحریمی تو بہت دور کی بات ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

صرح في البحر في صلوة العيد عند مسئلة الاكل بانه لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بد لها من دليل خاص. (الى قوله) لان الكراهة حكم شرعي فلا بد له من دليل [2]

البحر الرائق میں نماز عید کے باب میں کھانے کے مسئلہ میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ مستحب کو نہ کرنے سے کسی چیز کا مکروہ تنزیہی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکروہ تنزیہی کے لیے بھی مخصوص دلیل کی ضرورت ہے، کیونکہ کراہت ایک حکم شرعی ہے اور یہ حکم بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوگا۔

غور فرمائیے کہ جب مکروہ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتا تو قبضہ سے کم داڑھی کاٹنے کا مکروہ تحریمی ہونا یا قبضہ کا واجب ہونا بغیر دلیل کے کیسے ثابت ہوگا!

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا معاملہ الگ ہے کیونکہ ان پر دلائل پیش نہیں کیے گئے، لیکن جب ہم قبضہ کو واجب کہنے والے لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ قبضہ کے وجوب پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ تو یہ لوگ کبھی کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو ضرور ان کے پاس کوئی دلیل ہوگی یہ بہت بعید ہے کہ حضرت شیخ بغیر کسی دلیل کے قبضہ کو واجب کہہ دیں، کبھی کہتے ہیں کہ فلاں متاخر عالم نے اور فلاں متاخر عالم نے اپنی (اردو کی) کتاب میں قبضہ کو واجب لکھ دیا ہے اس لیے ہم قبضہ کو واجب کہتے ہیں

---

[1] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ احکام شرعیہ کو مقرر کرنا فلاں اور فلاں کا منصب نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں، ہم لوگ تو صرف مبلغ ہیں، ہمارا کام صرف اتنا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حلال کیا ہو اس کی حلت بیان کر دیں اور جس چیز کو حرام کیا ہو اس کی حرمت بیان کر دیں، ہم شارع نہیں ہیں کہ از خود کسی چیز کو حلال یا حرام کریں اور جو لوگ بغیر کسی صریح اور قطعی حدیث کے محض اپنی رائے سے ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب اور خواہ ایک پور کے برابر قبضہ سے کم ڈاڑھی ہو اس کو حرام کہہ رہے ہیں ان کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور قرآن مجید کی ان آیات سے عبرت پکڑنی چاہیے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ط ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون. (نحل: ۱۱۶)

اور جن چیزوں کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تاکہ تم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھو، بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتاب منير ٥ و اذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا عليه اباءنا ط اولو كان الشيطان يدعوهم الى عذاب السعير. (لقمان: ۲۰-۲۱)

اور کچھ لوگ اللہ کے متعلق بحث کرتے ہیں، ان کے پاس نہ علم ہے، نہ ہدایت اور نہ کوئی روشن کتاب۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کیے ہوئے کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، خواہ شیطان ان کو دوزخ کی طرف بلاتا ہو۔

ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتاب منير. (حج: ۸)

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جھگڑ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی علم ہے نہ دلیل ہے نہ روشن کتاب۔

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله. (توبۃ: ۳۱)

انھوں نے اپنے پیروں اور عالموں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے!

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے یہ آیت پڑھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ اپنے پیروں اور عالموں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے! آپ نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس کو اللہ نے حلال کیا یہ اس کو حرام کہتے ہیں اور جس کو اللہ نے حرام کیا اس کو یہ حلال کہتے ہیں، میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت ہے۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس لیے ان آیات کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دینی چاہیے اور بغیر کسی دلیل شرعی کے کسی چیز کو واجب یا حرام کہنے سے گریز کرنا چاہیے اور جب آپ مقلد اور حنفی ہیں تو امام اعظم کی تقلید کیجئے جنھوں نے قبضہ کو سنت کہا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے نقل کیا ہے یا جمہور ائمہ اور فقہاء کی اتباع کیجئے جنھوں نے ڈاڑھی لمبی رکھنے کو مستحب کہا ہے جیسا کہ علامہ زبیدی حنفی نے نقل کیا ہے اور اگر آپ براہ راست قرآن اور حدیث سے مسائل مستنبط کرتے ہیں تو کوئی آیت یا کوئی ایسی صحیح اور صریح حدیث پیش کیجئے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہو یا قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے پر آپ نے کوئی وعید سنائی ہو اور جب ایسی کوئی حدیث نہیں ہے تو بغیر دلیل کے قبضہ کو واجب کہنے اور مثلاً ایک پور قبضہ سے کم ڈاڑھی رکھنے والے مسلمانوں کو فاسق معلن کہنے اور مسلمانوں کی عزت مجروح کرنے سے باز آجائیے۔

یہ واضح رہے کہ ہم خشخشی ڈاڑھی رکھنے یا فرینچ کٹ ڈاڑھی رکھنے یا ڈاڑھی کی زیادہ مقدار کاٹنے کے مجوز نہیں ہیں۔ ڈاڑھی کی اتنی مقدار رکھنا ضروری ہے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہوتا ہو اور افضل اور اولیٰ ــــ بلکہ سنت یہ ہے کہ اتنی لمبی ڈاڑھی رکھی جائے جو سینہ کے بالائی حصہ کو بھر لے جیسا کہ احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کا بیان ہے، اور مسلمانوں کو عموماً اور علماء کو خصوصاً اتنی لمبی ڈاڑھی ہی رکھنی چاہیے، اور یہ کہ لمبی ڈاڑھی رکھنا اسلام میں مسلمانوں کا شعار ہے، ہمارا اختلاف صرف اس چیز میں ہے کہ کسی کام کی ایسی حد مقرر کرنا جس کا ترک ناجائز ہو اور اس کا ــــ کرنا واجب ہو، یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم صرف مبلغ ہیں کسی کام کو واجب یا حرام کرنے کے مجاز اور مختار نہیں ہیں۔

بعض لوگ یہ شبہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر قبضہ کو واجب نہ قرار دیا گیا تو ڈاڑھی کی اہمیت کم ہو جائے گی اور لوگ چھوٹی ڈاڑھی رکھنے لگیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو تمام سنتوں اور مستحبات کو واجب کہنا چاہیے ورنہ ان کی اہمیت کم ہو جائے گی اور لوگ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ دیکھئے نماز کے فرض ہونے میں کسی کا اختلاف ہے؛ لیکن بہت سے مسلمان نماز نہیں پڑھتے! فرض پر عمل خوف خدا سے ہوتا ہے اور سنت پر عمل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہوتا ہے، آپ احکام شرع میں ترمیم نہ کیجئے، لوگوں میں خوف خدا پیدا کریں لوگ فرائض پر عمل کریں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو عام کریں لوگ حضور کی اداؤں اور سنتوں پر عمل کریں گے، لمبی ڈاڑھی رکھنے کا مدار قبضہ کو واجب کہنے پر نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت پر ہے۔

ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا موقف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی وجوبی نہیں ہے اور قبضہ تک ڈاڑھی

رکھنے کا آپ نے حکم نہیں دیا، اب اگر قبضہ کو واجب کہا جائے تو اس میں دو خرابیاں ہیں ایک خرابی یہ ہے کہ جس چیز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے واجب نہیں کیا اس کو اپنی رائے سے واجب کہا جائے اور اس میں جمہور فقہاء اسلام کی مخالفت بھی ہے، کیونکہ سب نے قبضہ کو سنت کہا ہے، دوسری خرابی یہ ہے کہ اگر قبضہ کو واجب کہا جائے تو جس شخص نے قبضہ سے ایک انگل بھی ڈاڑھی کم رکھی ہو تو اس کو فاسق معلن کہا جائے گا اور اس سے بغیر کسی وجہ شرعی کے ایک مسلمان کی عزت کو مجروح کرنا لازم آئے گا، یاد رکھئے ہم مبلغ ہیں شارع نہیں ہیں۔ ہمارا کام احکام شرعیہ کو جوں کا توں پہنچا دینا ہے اور بس! ہم اپنی طرف سے کسی حکم کو وضع کرنے کے مجاز نہیں ہیں چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈانے پر انکار کیا ہے اور ڈاڑھی منڈانے سے ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کی بالکلیہ مخالفت ہوتی ہے، اس لیے ہمارے نزدیک ڈاڑھی منڈانا مکروہ تحریمی یا حرام ظنی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگل کم ہو اور معمولی اور خفیف سی ڈاڑھی یا خشخشی ڈاڑھی پر عرف اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ اس کو خشخشی ڈاڑھی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے، اور بظاہر یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے اور چونکہ ملا علی قاری نے قبضہ کو مستحسن لکھا ہے اور علامہ زبیدی نے کہا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے کثیر مطالعہ اور عمیق غور و فکر کے بعد احادیث، آثار اور جمہور فقہاء کے اقوال سے ہم نے یہی سمجھا ہے اگر یہ حق و صواب ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے القاء اور فیضان ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو یہ میری فکر کی غلطی ہے اور مطالعہ کی کمی ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین خاتم النبیین محمد وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مونچھیں ترشوانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ بعض اہل مدینہ کے نزدیک مونچھیں ترشوانا احفاء (بہت زیادہ ترشوانا) سے زیادہ پسندیدہ ہے، حسن بصری، محمد بن سیرین، عطاء بن ابی رباح اور امام مالک کا یہی مذہب ہے، امام مالک مونچھیں منڈوانے کو مکروہ کہتے ہیں، اور جمہور علماء، مکحول، محمد بن عجلان، نافع اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد یہ کہتے ہیں کہ مونچھوں کا احفاء مستحب ہے اور وہ مونچھیں ترشوانے سے افضل ہے، حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سلمہ بن الاکوع، حضرت جابر بن عبد اللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے، امام ابن ابی شیبہ نے یہ تمام آثار اسانید کے ساتھ روایت کیے ہیں اور مونچھیں منڈانے کو احادیث میں خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے، حدیث میں ہے سیماھم ھذا یہاں پر سنت غیر موکدہ لغوی معنی میں ہے اس کا مخصوص فقہی اصطلاحی معنی مراد نہیں ہے کیونکہ اس کو مستحب بھی کہا گیا ہے۔

التحلیق والتسبید۔ " ان کی علامت مونچھیں منڈانا اور مونچھوں کو جڑ سے صاف کرنا ہے۔ [1]

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

مونچھیں منڈانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ملتقی اور مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ مونچھیں منڈانا سنت ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب ہے اور مونچھوں کو ترشوانا حتیٰ کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے متوازی ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں کہ مونچھیں منڈوانے کی امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منڈانے کو خارجیوں کی علامت قرار دیا ہے!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج ناس من قبل المشرق و یقرءون القرآن لایجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ حتی یعود السھم الی فوقہ قیل ما سیماھم قال سیماھم التحلیق او قال التسبید [4]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ مشرق کی طرف سے ظاہر ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے پھر دین کی طرف اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے حتیٰ کہ تیر کمان کی طرف لوٹ آئے، آپ سے پوچھا گیا ان کی علامت کیا ہے آپ نے فرمایا بال منڈانا یا فرمایا بالوں کو جڑ سے اکھاڑنا۔

امام ابوداؤد، حضرت انس اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں:

قالوا یا رسول اللہ ما سیماھم قال التحلیق [5]

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بال منڈانا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ [6] اور امام احمد [7] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[6] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[7] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۴، ۶۴، ۵، ج ۴ ص ۴۲۵، ۴۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بَابُ تَحْرِيمِ تَصْوِيرِ صُورَةِ الْحَيَوَانِ

جاندار کی تصویر بنانے کی ممانعت

۵۳۹۷۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ وَاعَدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيهِ فِيهَا فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ وَفِي يَدِهِ عَصًا فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهِ وَقَالَ مَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيرِهِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَتَى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ هٰهُنَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ فَجَاءَ جِبْرِيلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتَنِي فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ فَقَالَ مَنَعَنِي الْكَلْبُ الَّذِي كَانَ فِي بَيْتِكَ إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا صُورَةٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک معین وقت میں ملاقات کا وعدہ کیا، وہ وقت آن پہنچا لیکن جبرئیل علیہ السلام نہیں آئے، اس وقت آپ کے دست اقدس میں ایک عصا تھا آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اپنے وعدہ کی مخالفت نہیں کرتے، پھر آپ نے (ادھر اُدھر) دیکھا تو تخت کے نیچے ایک کتے کا پلا دکھائی دیا، آپ نے پوچھا: اے عائشہ یہ کتا یہاں کب آیا؟ حضرت عائشہ نے کہا بخدا! مجھے کوئی پتا نہیں! آپ نے اس کتے کو نکالنے کا حکم دیا سو اس کو نکال دیا گیا، پھر حضرت جبرئیل آئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا، میں تمہارے انتظار میں بیٹھا رہا اور تم نہیں آئے، انھوں نے کہا آپ کے گھر میں جو کتا تھا اس نے مجھ کو داخل ہونے سے روک دیا، ہم اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

۵۳۹۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّ جِبْرِيلَ وَعَدَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَأْتِيَهُ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ وَلَمْ يُطَوِّلْهُ كَتَطْوِيلِ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا وعدہ کیا اور حدیث سابق کی طرح اس کو مفصل بیان نہیں کیا۔

۵۳۹۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ السَّبَّاقِ أَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَتْنِي مَيْمُونَةُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ يَوْمًا وَاجِمًا فَقَالَتْ مَيْمُونَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدِ اسْتَنْكَرْتُ هَيْئَتَكَ مُنْذُ الْيَوْمِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِيلَ كَانَ وَعَدَنِي أَنْ يَلْقَانِي اللَّيْلَةَ فَلَمْ يَلْقَنِي أَمَا

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت غمزدہ اُٹھے، حضرت میمونہ نے کہا: یا رسول اللہ! آج میں آپ کو کچھ پریشان دیکھ رہی ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل نے آج رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا، لیکن وہ نہیں آئے! اور بخدا انھوں نے مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں پھر اس روز سارا دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح غمزدہ رہے، پھر آپ کے دل میں ایک کتے کے پلے کا خیال آیا، جو ہمارے تخت کے

وَاللّٰهِ مَا اَخْلَفَنِیْ قَالَ فَظَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَهٗ ذٰلِكَ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ وَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ جِرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ فُسْطَاطٍ لَنَا فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِهٖ مَآءً فَنَضَحَ مَكَانَهٗ فَلَمَّا اَمْسٰی لَقِیَهٗ جِبْرِیْلُ فَقَالَ لَهٗ قَدْ كُنْتَ وَعَدْتَّنِیْ اَنْ تَلْقَانِیْ الْبَارِحَةَ قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنَّا لَا نَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ فَاَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ حَتّٰی اِنَّهٗ یَاْمُرُ بِقَتْلِ كَلْبِ الْحَائِطِ الصَّغِیْرِ وَیَتْرُكُ كَلْبَ الْحَائِطِ الْكَبِیْرِ۔

نیچے تھا، آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا، سو اس کو نکال دیا گیا، پھر آپ نے پانی لے کر اس جگہ چھڑک دیا جہاں وہ کتا تھا، جب شام ہوئی تو حضرت جبرئیل نے ملاقات کی، آپ نے ان سے کہا تم نے مجھ سے گذشتہ رات ملاقات کا وعدہ کیا تھا، انھوں نے کہا ہاں! لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویر ہو، پھر جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، حتیٰ کہ آپ نے چھوٹے باغ کے کتے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا، اور بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیا۔

۵۴۰۰۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَحْیٰی وَاِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

۵۴۰۱۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا طَلْحَةَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو۔

۵۴۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ حَدِیْثِ یُوْنُسَ وَذِكْرِهِ الْاِخْبَارَ فِی الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۴۰۳۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنْ بُكَیْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے، بسر کہتے ہیں کہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ لَا تَدْخُلُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ قَالَ بُسْرٌ ثُمَّ اشْتَکٰی زَیْدٌ بَعْدُ فَعُدْنَاہُ فَاِذَا عَلٰی بَابِہٖ سِتْرٌ فِیْہِ صُوْرَۃٌ قَالَ فَقُلْتُ لِعُبَیْدِ اللّٰہِ الْخَوْلَانِیِّ رَبِیْبِ مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَمْ یُخْبِرْنَا زَیْدٌ عَنِ الصُّوَرِ یَوْمَ الْاَوَّلِ فَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَلَمْ تَسْمَعْہُ حِیْنَ قَالَ اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ۔

اس کے بعد حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے، ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو (دیکھا) ان کے دروازے پر ایک پردہ تھا جس میں تصویر تھی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ کے پروردہ عبید اللہ خولانی سے کہا: کیا حضرت زید نے پہلے تصویر کے متعلق ہم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہیں کی تھی؟ عبید اللہ نے کہا کیا تم نے یہ نہیں سنا تھا کہ کپڑے پر بنی ہوئی (چھپی ہوئی) تصویریں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

بسر بن سعید کے ساتھ عبید اللہ خولانی تھے، اس وقت ان کو حضرت زید بن خالد جہنی نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو، بسر کہتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے، جس وقت ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے گھر پر ایک پردہ تھا جس میں تصویریں تھیں، میں نے عبید اللہ خولانی سے کہا کیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ہمیں تصاویر کے متعلق حدیث بیان نہیں کی تھی؟ عبید اللہ نے کہا حضرت خالد نے کپڑے پر بنی ہوئی تصویروں کو مستثنیٰ کیا تھا، کیا تم نے یہ نہیں سنا تھا؟ میں نے کہا نہیں! انھوں نے کہا، بلکہ انھوں نے اس استثنا کا ذکر کیا تھا۔

۵۴۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُو الطَّاہِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَہْبٍ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بُکَیْرَ بْنَ الْاَشَجِّ حَدَّثَہٗ اَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِیْدٍ حَدَّثَہٗ اَنَّ زَیْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُہَنِیَّ حَدَّثَہٗ وَمَعَ بُسْرٍ عُبَیْدُ اللّٰہِ الْخَوْلَانِیُّ اَنَّ اَبَا طَلْحَۃَ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ صُوْرَۃٌ قَالَ بُسْرٌ فَمَرِضَ زَیْدُ بْنُ خَالِدٍ فَعُدْنَاہُ فَاِذَا نَحْنُ فِیْ بَیْتِہٖ بِسِتْرٍ فِیْہِ تَصَاوِیْرُ فَقُلْتُ لِعُبَیْدِ اللّٰہِ الْخَوْلَانِیِّ اَلَمْ یُحَدِّثْنَا فِی التَّصَاوِیْرِ قَالَ اِنَّہٗ قَالَ اِلَّا رَقْمًا فِیْ ثَوْبٍ اَلَمْ تَسْمَعْہُ قُلْتُ لَا قَالَ بَلٰی قَدْ ذَکَرَ ذٰلِکَ۔

حضرت زید بن خالد جہنی حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا مجسمے ہوں، حضرت زید کہتے ہیں یہ حدیث سن کر میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ یہ (یعنی حضرت ابو طلحہ) یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا مورتیں (مجسمے) ہوں، کیا آپ نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا

۵۴۰۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ سُہَیْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ سَعِیْدِ ابْنِ یَسَارٍ اَبِی الْحُبَابِ مَوْلٰی بَنِی النَّجَّارِ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُہَنِیِّ عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ قَالَ فَاَتَیْتُ عَائِشَۃَ فَقُلْتُ اِنَّ ھٰذَا یُخْبِرُنِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ وَلَا تَمَاثِیْلُ

فَهَلْ سَمِعْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ لَا وَلٰكِنْ سَأُحَدِّثُكُمْ مَا رَأَيْتُهُ فَعَلَ رَأَيْتُهُ خَرَجَ فِي غَزَاتِهِ فَأَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَأَى النَّمَطَ عَرَفْتُ الْكَرَاهِيَةَ فِي وَجْهِهِ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ أَوْ قَطَعَهُ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ قَالَتْ فَقَطَعْنَا مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ وَحَشَوْنُهُمَا لِيْفًا فَلَمْ يَعِبْ ذٰلِكَ عَلَيَّ۔

نہیں! لیکن میں تم سے اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہوں، میں نے دیکھا کہ آپ کسی جہاد میں تشریف لے گئے، میں نے ایک باتصویر پردہ لے کر دروازہ پر لٹکا دیا، جب آپ آئے اور آپ نے وہ پردہ دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ہیں آپ نے اس پردہ کو کھینچ کر پھاڑ دیا یا کاٹ دیا، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں، حضرت عائشہ نے کہا ہم نے اس کپڑے کو کاٹ کر دو تکیے بنا لیے اور ان میں کھجوروں کی چھال بھر دی، آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۵۴۰۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيهِ تِمْثَالُ طَائِرٍ وَكَانَ الدَّاخِلُ إِذَا دَخَلَ اسْتَقْبَلَهُ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوِّلِي هٰذَا فَإِنِّي كُلَّمَا دَخَلْتُ فَرَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا قَالَتْ وَكَانَتْ لَنَا قَطِيفَةٌ كُنَّا نَقُولُ عَلَمُهَا حَرِيرٌ فَكُنَّا نَلْبَسُهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس ایک پردہ تھا جس میں پرندوں کی تصویریں تھیں، جب کوئی شخص اندر آتا تو اس کے سامنے یہ تصویریں ہوتیں، مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پردہ کو ہٹا دو، کیونکہ میں جب بھی داخل ہوتا ہوں تو اس پردہ کو دیکھتا ہوں اور دنیا کو یاد کرتا ہوں، حضرت عائشہ نے کہا ہمارے پاس ایک چادر تھی ہم کہتے تھے کہ اس کے نقوش ریشمی ہیں، ہم اس چادر کو پہنتے تھے۔

۵۴۰۷۔ حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ وَعَبْدُ الْأَعْلٰى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَنَا دَفِيهِ يُرِيدُ عَبْدَ الْأَعْلٰى فَلَمْ يَأْمُرْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَطْعِهِ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے، اس میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس چادر کو کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔

۵۴۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَفَرٍ وَقَدْ سَتَرْتُ عَلٰى بَابِي دُرْنُوكًا فِيهِ الْخَيْلُ ذَوَاتُ الْأَجْنِحَةِ فَأَمَرَنِي فَنَزَعْتُهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس آئے، میں نے دروازے پر ایک ریشمی پردہ لٹکایا ہوا تھا جس پر پروں والے گھوڑوں کی تصویریں تھیں، آپ نے اس کو اتارنے کا حکم دیا سو میں نے اس کو اتار دیا۔

۵۴۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ عَبْدَةَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

۵۴۱۰ - حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُتَسَتِّرَةٌ بِقِرَامٍ فِيهِ صُوَرَةٌ فَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ ثُمَّ تَنَاوَلَ السِّتْرَ فَهَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْ أَشَدِّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُشَبِّهُونَ بِخَلْقِ اللهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میں نے ایک تصویروں والا پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا، پھر آپ نے اس پردہ کو پھاڑ دیا، پھر فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مشابہت کرتے ہیں۔

۵۴۱۱ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ أَهْوَى إِلَى الْقِرَامِ فَهَتَكَهُ بِيَدِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس کے بعد مثل سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ پھر آپ جھکے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اس پردہ کو پھاڑ دیا۔

۵۴۱۲ - حَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا لَمْ يَذْكُرْ مِنْ۔

امام مسلم نے دو سندیں ذکر کی ہیں، اس حدیث میں ان اشد الناس عذابا" ہے "من" نہیں ہے۔

۵۴۱۳ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَتَرْتُ سَهْوَةً لِي بِقِرَامٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ فَلَمَّا رَآهُ هَتَكَهُ وَتَلَوَّنَ وَجْهُهُ وَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يُضَاهُونَ بِخَلْقِ اللهِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَطَعْنَاهُ فَجَعَلْنَا مِنْهُ وِسَادَةً أَوْ وِسَادَتَيْنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے درآں حالیکہ میں نے اپنے طاق پر ایک تصویر والا پردہ لٹکایا ہوا تھا، جب آپ نے اس پردہ کو دیکھا تو اس کو پھاڑ ڈالا، آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ نے فرمایا اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب کے مستحق وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مشابہت کریں گے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں ہم نے اس پردہ کو کاٹ دیا اور اس کے ایک یا دو تکیے بنا دیئے۔

۵۴۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَ لَهَا ثَوْبٌ فِيهِ تَصَاوِيرُ مَمْدُودٌ اِلٰى سَهْوَةٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي اِلَيْهِ فَقَالَ اَخِّرِيهِ عَنِّي قَالَتْ فَاَخَّرْتُهُ فَجَعَلْنَهُ وَسَائِدَ۔

ایک تصویروں والا کپڑا تھا جو طاق پر لٹکا ہوا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف نماز پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا اس کو ایک طرف کر دو، میں نے اس کے تکیے بنا لیے۔

۵۴۱۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَعُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَامِرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ اَخْبَرَنَا اَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

۵۴۱۶ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سَتَرْتُ نَمَطًا فِيهِ تَصَاوِيرُ فَنَحَّاهُ فَاتَّخَذْتُ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، درآں حالیکہ میں نے ایک تصویروں والا پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ نے اس کو ہٹا دیا اور میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے۔

۵۴۱۷ - وَحَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا نَصَبَتْ سِتْرًا فِيهِ تَصَاوِيرُ فَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَعَهُ قَالَتْ فَقَطَعْتُهُ وِسَادَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ فِي الْمَجْلِسِ حِينَئِذٍ يُقَالُ لَهُ رَبِيعَةُ بْنُ عَطَاءٍ مَوْلٰى بَنِي زُهْرَةَ اَفَمَا سَمِعْتَ اَبَا مُحَمَّدٍ يَذْكُرُ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَفِقُ عَلَيْهِمَا قَالَ ابْنُ الْقَاسِمِ لَا قَالَ لٰكِنِّي قَدْ سَمِعْتُهُ يُرِيدُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک تصویروں والا تکیہ خریدا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گدے کو دیکھا تو آپ دروازہ پر کھڑے رہے اور اندر داخل نہیں ہوئے، اور میں نے آپ کے چہرے پر

۵۴۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا تَصَاوِيرُ فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ایک تصویروں والا تکیہ خریدا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انھوں نے اس پردہ کو اتار دیا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے، (جب راوی نے یہ حدیث بیان کی تو) ایک شخص نے اس مجلس میں کہا جس کا نام ربیعہ بن عطاء تھا کیا تم نے ابو محمد سے سنا ہے کہ حضرت عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تکیوں پر آرام کرتے تھے ابن قاسم نے کہا نہیں! لیکن میں نے قاسم بن محمد سے یہ سنا ہے۔

فَلَمْ يَدْخُلْ فَعَرَفْتُ أَوْ فَعَرِفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ فَمَاذَا أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ هَذِهِ النُّمْرُقَةِ فَقَالَتِ اشْتَرَيْتُهَا لَكَ تَقْعُدُ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّوَرِ يُعَذَّبُونَ وَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ

ناپسندیدگی کے آثار محسوس کیے، حضرت عائشہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول سے توبہ کرتی ہوں، میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ گدا کیسا ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا میں نے اس کو آپ کے لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ جن چیزوں کو تم نے بنایا تھا اب ان کو زندہ کرو، پھر فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں ان میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

۵۴۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَاهُ هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَخِي الْمَاجِشُونِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ وَبَعْضُهُمْ أَتَمُّ حَدِيثًا لَهُ مِنْ بَعْضٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَخِي الْمَاجِشُونِ قَالَتْ فَأَخَذْتُهُ فَجَعَلْتُهُ مِرْفَقَتَيْنِ فَكَانَ يَرْتَفِقُ بِهِمَا فِي الْبَيْتِ

امام مسلم نے پانچ مختلف سندوں کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے ان کے دو تکیے بنا لیے جن پر آپ گھر میں آرام فرماتے تھے۔

۵۴۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ الصُّوَرَ يُعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُقَالُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا ان سے کہا جائیگا جن کو تم نے بنایا تھا ان کو اب زندہ کرو۔

لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ۔

۵۴۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۵۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَشَجُّ إِنَّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

۵۴۲۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ كُلُّهُمْ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ يَحْيَى وَأَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ إِنَّ مِنْ أَشَدِّ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابًا الْمُصَوِّرُونَ وَحَدِيثُ سُفْيَانَ كَحَدِيثِ وَكِيعٍ۔

ابومعاویہ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

۵۴۲۴۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ مَسْرُوقٍ فِي بَيْتٍ فِيهِ تَمَاثِيلُ مَرْيَمَ فَقَالَ مَسْرُوقٌ هَذَا تَمَاثِيلُ كِسْرَى فَقُلْتُ لَا هَذَا تَمَاثِيلُ مَرْيَمَ فَقَالَ مَسْرُوقٌ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُصَوِّرُونَ۔

مسلم بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ میں مسروق کے ساتھ ایک مکان میں تھا جس میں مریم کی مورتیں (مجسمے) تھیں مسروق نے کہا یہ کسریٰ کی مورتیں (مجسمے) ہیں میں نے کہا نہیں یہ مریم کی مورتیں (مجسمے) ہیں مسروق نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔

۵۴۲۵ - (قَالَ مُسْلِمٌ) قَرَأْتُ عَلَى نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيِّ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى بْنِ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ إِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَأَفْتِنِي فِيهَا فَقَالَ لَهُ ادْنُ مِنِّي فَدَنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ ادْنُ مِنِّي فَدَنَا حَتَّى وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ قَالَ أُنَبِّئُكَ بِمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَتُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ وَقَالَ إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا نَفْسَ لَهُ فَأَقَرَّ بِهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ.

سعید بن ابی الحسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا میں تصویریں بناتا ہوں، آپ ان کے متعلق مجھے فتویٰ دیں، حضرت ابن عباس نے کہا میرے قریب آؤ، وہ قریب ہوا، پھر فرمایا میرے قریب آؤ، وہ (مزید) قریب آیا، آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں جس کو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے، اور اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلہ میں ایک جاندار بنوایا جائے گا جو اس کو جہنم میں عذاب دے گا، حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر تم نے ضرور تصویر بنانی ہے تو درختوں کی اور بے جان چیزوں کی تصویر بناؤ، نصر بن علی نے اس حدیث کو مقرر رکھا۔

۵۴۲۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُفْتِي وَلَا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي رَجُلٌ أُصَوِّرُ هٰذِهِ الصُّوَرَ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ادْنُهْ فَدَنَا الرَّجُلُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ بِنَافِخٍ.

نضر بن انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ فتویٰ دیتے تھے اور یہ نہیں کہتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، حتیٰ کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ میں تصویریں بناتا ہوں، حضرت ابن عباس نے اس سے کہا قریب آؤ، وہ شخص قریب آیا، حضرت ابن عباس نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس میں قیامت کے دن روح پھونکے اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

۵۴۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

نضر بن انس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۵۴۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ

ابو زرعہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ دَارٍ مَرْوَانَ فَرَاٰى فِيْهَا تَصَاوِيْرَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ خَلْقًا كَخَلْقِيْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً۔

مروان کے گھر گیا انھوں نے اس گھر میں تصویریں دیکھیں تو کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو میرے پیدا کرنے کی مثل مخلوق بناتے ہیں، اچھا وہ ایک ذرہ، ایک دانہ یا ایک جو ہی پیدا کر کے دکھائیں!

۵۴۲۹۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ دَارًا تُبْنٰى بِالْمَدِيْنَةِ لِسَعِيْدٍ اَوْ لِمَرْوَانَ قَالَ فَرَاٰى مُصَوِّرًا يُصَوِّرُ فِي الدَّارِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً۔

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت ابوہریرہ مدینہ میں ایک گھر میں گئے جو سعید یا مروان کے لیے بنایا جا رہا تھا، وہاں انھوں نے ایک مصور کو گھر میں تصویریں بناتے ہوئے دیکھا، انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اور مثل سابق حدیث ذکر کی۔ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ جَو کا دانہ پیدا کریں۔

۵۴۳۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ اَوْ تَصَاوِيْرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مورتیں (مجسمے) یا تصاویر ہوں۔

تصویر یا کتے کی وجہ سے کن فرشتوں کا داخلہ ممنوع ہے؟

اس باب کی حدیث نمبر ۵۳۸۲ میں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا: "ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو"۔ علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں کوئی فرشتہ داخل نہیں ہوتا، لیکن اس عموم سے کراماً کاتبین مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ انسان سے کسی حال میں الگ نہیں ہوتے، علامہ ابن وضاح، علامہ خطابی اور علامہ داؤدی اور دوسرے علماء نے اسی پر اعتماد کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں ملائکہ سے مراد وحی لانے والے ملائکہ ہیں مثلاً جبرائیل اور اسرافیل اور کراماً کاتبین وہ بیت الخلاء اور جماع کے علاوہ انسان سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ملائکہ سے رحمت اور استغفار کے ملائکہ مراد ہیں اور بیت سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں کوئی شخص سکونت پذیر ہو خواہ وہ بیت ہو یا خیمہ، بعض علماء نے کہا کتے سے بھی عموم مراد ہے، یعنی کسی قسم کا بھی کتا ہو فرشتے نہیں آتے، علامہ قرطبی اور علامہ نووی کا اسی طرف میلان ہے،

اور علامہ خطابی نے یہ کہا ہے اس سے وہ کتے مستثنیٰ ہیں جن کو رکھنے کی اجازت ہے مثلاً شکار کا کتا اور کھیت اور مویشیوں کی حفاظت کا کتا۔

کتے کے سبب سے فرشتے کیوں داخل نہیں ہوتے؟ بعض علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ کتا نجس العین ہے، بعض علماء نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ کتا شیاطین میں سے ہے، بعض علماء نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر نجاست کھاتا ہے، لیکن ان میں سے کوئی وجہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ خنزیر کے نجس ہونے کے متعلق قرآن مجید میں تصریح ہے اور بعض دیگر حیوانات بھی نجس ہیں لیکن کتے کے علاوہ اور کسی کی وجہ سے فرشتے داخل ہونے سے نہیں رکتے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جس تصویر کی وجہ سے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے اس سے مراد جاندار کی وہ تصویر ہے جس کا سر نہ کاٹا گیا ہو، یا وہ تصاویر ذلت کے ساتھ زمین پر پڑی ہوئی نہ ہوں۔ [1]

کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کے استثناء کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۴۰۳ میں ہے: عبیداللہ نے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ کپڑے پر بنی ہوئی (چھپی ہوئی) تصاویر اس حکم (ممانعت) سے مستثنیٰ ہیں، اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا کہ بعض متقدمین کا مسلک یہ ہے جو تصویر مجسم ہو وہ ممنوع ہے اور جو تصویر غیر مجسم ہو وہ ممنوع نہیں ہے، لہٰذا غیر مجسم تصویر کو بنانا مطلقاً جائز ہے، یہ مذہب باطل ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ پر بنی ہوئی جن تصاویر کا انکار کیا تھا وہ بلاشبہ غیر مجسم تھیں، اس کے باوجود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پردہ کو اتارنے کا حکم دیا، حافظ عسقلانی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس مذہب کو علامہ ابن عربی نے سند صحیح کے ساتھ قاسم بن محمد سے نقل کیا ہے، اس نقل کی عبارت یہ ہے: ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے بالائی حصہ میں قاسم بن محمد کے گھر داخل ہوا میں نے دیکھا ان کی مسہری (پلنگ) کے پردوں پر قندس (ایک پانی کا جانور ہے جس کا رنگ سرخ اور دم چوڑی ہوتی ہے اور اس سے پوستین بنائی جاتی ہے) اور عقاب (ایک فرضی پرندہ) کی تصویریں بنی ہوئی تھیں، اس لیے علامہ نووی کا اس مذہب کو علی الاطلاق باطل کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے انھوں نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہو جس میں ہے کپڑے پر بنی ہوئی تصاویر ممانعت سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ اس حدیث میں عموم ہے خواہ تصویروں والا کپڑا لٹکایا ہوا یا بچھایا ہوا ہو، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عائشہ پر انکار کیا تھا ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کپڑے پر تصویریں بھی تھیں اور اس نے پوری دیوار کو ڈھانپ لیا تھا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے کو کھینچ کر اتارا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں مٹی اور پتھروں کو کپڑا پہنانے کا حکم نہیں دیا، یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تصویروں والے کپڑے سے دیوار کو مستور کرنا منع ہے، لہٰذا جو تصویروں والا کپڑا زمین پر بچھایا گیا ہو یا جس کپڑے سے دیوار کو ڈھانپا نہ گیا ہو وہ اس حکم میں نہیں ہے، اور قاسم بن محمد فقہاء مدینہ میں سے تھے اور اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے اور انھوں نے ہی تصویروں والے کپڑے کے تکیے بنانے کی حدیث روایت کی ہے، سو اگر انھوں نے تصویروں والے پردے کو مسہری پر لٹکانے کا جواز استنباط نہ کیا ہوتا تو وہ اس پردہ کو مسہری پر نہ لٹکاتے، البتہ احادیث کو جمع کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ یہ مذہب مرجوح

---

[1] ۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲۲ ص ۷۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہے، رخصت صرف اس صورت میں ہے جب اس کپڑے کو بچھایا جائے نہ کہ لٹکایا جائے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ علامہ نووی نے غیر مجسم تصاویر کے جواز کو باطل مذہب قرار دیا ہے اور علامہ عسقلانی نے اس کو مرجوح مذہب لکھا ہے، کپڑے پر مرقوم تصاویر کے جواز کی بحث میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے ابتداءً ہر قسم کی تصاویر سے منع کر دیا تھا خواہ وہ کپڑے پر مرقوم ہوں اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے تصویروں کی عبادت کو تازہ تازہ ترک کیا تھا، اس لیے آپ نے ہر قسم کی تصاویر سے منع فرما دیا، پھر جب لوگوں کے دلوں میں یہ ممانعت راسخ ہو گئی تو آپ نے کپڑے پر بنی ہوئی تصویروں کو کپڑا تیار کرنے کی ضرورت سے مباح کر دیا، اور تصویروں والے اس کپڑے کو مباح کر دیا جس کو بچھایا جائے تاکہ جاہل شخص ان تصویروں کی تعظیم کا اعتقاد نہ کرے اور جن با تصویر کپڑوں کو بچھایا نہ جائے ان میں ممانعت کا حکم باقی نہ رہا۔ [2]

مصوّروں کو سب سے زیادہ عذاب دینے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۴۱۰ میں ہے کہ تصویر بنانے والے کو سب سے زیادہ عذاب ہوگا، اس پر یہ رأی ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے ادخلوا آل فرعون اشد العذاب "آلِ فرعون کو سب سے زیادہ عذاب میں داخل کرو" اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تصویر بنانے والے کو آل فرعون سے بھی زیادہ عذاب ہوگا۔ اور یہ قرآن مجید کے خلاف ہے، علامہ بدرالدین عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

علامہ طبری نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہاں مصوّر سے وہ مصور مراد ہے جو ایسی تصویر یا بُت بنائے جس کی عبادت کی جائے اور عبادت کے لیے تصویر بنانے والا کافر ہے سو ہو سکتا ہے اس کو بھی آل فرعون کی طرح سب سے زیادہ عذاب دیا جائے، اور جس شخص کا تصویر بنانے سے یہ مقصد نہ ہو وہ فقط گنہ گار ہوگا، اور علامہ قرطبی نے یہ کہا ہے کہ جو لوگ الوہیت کے مدعی ہیں ان میں سب سے زیادہ عذاب آلِ فرعون کو ہوگا، اور جو لوگ تصویر بناتے ہیں ان میں سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو غیر اللہ کی عبادت کے لیے تصویر بنائیں اور ایک قول یہ ہے کہ اگر تصویر بنانے والا عبادت کے لیے تصویر بنائے تو پھر اس کو زیادہ شدید عذاب دینا اور آل فرعون کے ساتھ لاحق کرنا بالکل واضح ہے اور اگر اس کا یہ قصد نہیں ہے بلکہ صرف معصیت کی وجہ سے تصویر بناتا ہے تو اس کو دوسرے معصیت کرنے والوں سے زیادہ گناہ ہوگا۔ [3]

تصویر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور مالکیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ہمارے فقہاء اور دیگر مذاہب کے فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے اور احادیث میں اس پر بہت سخت وعید کی گئی ہے، عام ازیں کہ تصویر کو عزت کے ساتھ رکھنے کے لیے بنایا جائے یا اس کو بے قدری اور ذلت کے ساتھ رکھنے کے لیے بنایا جائے، تصویر کا بنانا ہر حال میں حرام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے عام ازیں کہ یہ تصویر کپڑے میں ہو،

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۷۰، " " " "

چادر میں ہو، درہم میں ہو، دینار میں ہو، کسی برتن میں ہو یا کاغذ میں، البتہ درختوں، پالانوں اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانا حرام نہیں ہے، یہ تو نفس تصویر بنانے کا حکم ہے، اور تصویر رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہو، یا کسی پہنے ہوئے کپڑے میں ہو تو یہ حرام ہے، اور اگر کسی بستر یا تکیہ وغیرہ پر ہو جس کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا تو یہ حرام نہیں ہے، اور اس میں اختلاف ہے کہ ذلت کے ساتھ تصاویر کو رکھنا فرشتوں کے دخول کے لیے مانع ہے یا نہیں اور راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے کی ممانعت میں اس سے کوئی فرق واضح نہیں ہوتا کہ وہ تصویر مجسم ہو (مثلاً مورت اور بت وغیرہ) یا وہ تصویر کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو (عام ازیں کہ مطبوع ہو یا غیر مطبوع) یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے اور جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین اور بعد کے فقہاء مثلاً سفیان ثوری، امام مالک اور امام ابوحنیفہ وغیرہ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض متقدمین نے کہا ہے کہ ممانعت اس تصویر کی ہے جو مجسم ہو (یعنی مورت اور بت وغیرہ) اور جو تصاویر غیر مجسم ہوں ان کی ممانعت نہیں ہے اور یہ مذہب باطل ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس پردہ کی تصویروں پر اعتراض کیا تھا وہ غیر مجسم تصویریں تھیں، نیز احادیث میں مطلقاً تصویر بنانے سے منع کیا ہے، بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو تصویریں کپڑے پر بنائی جائیں وہ جائز ہیں، عام ازیں کہ ان کو عزت سے لٹکا جائے یا ذلت سے، خواہ ان کو دیوار پر لٹکایا جائے یا نہیں، اور جو تصاویر مجسم ہوں ان کو مکروہ کہا ہے اور جو تصویر دیوار وغیرہ پر بنائی جائے ان کو بھی مکروہ کہا ہے خواہ منقوش ہوں یا نہ ہوں، ان کا استدلال حضرت زید بن خالد جہنی کی اس روایت سے ہے کہ کپڑے پر بنی ہوئی تصویر حرمت کے حکم سے مستثنیٰ ہے، اور جو تصاویر مجسم ہوں ان کی ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ چھوٹی لڑکیوں کا گڑیوں سے کھیلنا جائز ہے، البتہ امام مالک نے کہا ہے کہ کسی شخص کا اپنی لڑکیوں کے لیے گڑیاں خریدنا مکروہ ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ گڑیوں کے ساتھ کھیلنے کا حکم بھی ان احادیث سے منسوخ ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی فقہاء مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے تقریباً یہی لکھا ہے۔ [2]

تصویر کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے درختوں کی تصویریں اور بے جان چیزوں کے نقوش دیکھے تو اس کو کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ نقوش کپڑوں میں نقش و نگار کے حکم میں ہیں اور اگر جاندار چیزوں کی تصویریں کسی ایسی جگہ ہوں جو پیروں تلے روندی جاتی ہو یا ان پر ٹیک لگائی جاتی ہو جیسے چادر اور گدے میں تو کوئی حرج نہیں ہے، اگر ان کے علاوہ کسی اور جگہ تصویریں ہوں مثلاً پردوں اور دیواروں پر تو اگر ان کو مٹا سکتا ہو تو مٹا کر بیٹھ جائے ورنہ اٹھ کر چلا جائے، اکثر اہل علم کا یہی مذہب ہے، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا حضرت سعد بن ابی وقاص، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء، عکرمہ بن خالد اور سعید بن جبیر کا یہی نظریہ ہے، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت ابوہریرہ نصب کی ہوئی اور بچھائی ہوئی تصویروں کو مکروہ کہتے تھے، اسی طرح امام مالک بھی ان کو مکروہ کہتے ہیں، لیکن وہ ان کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں اور ان کو حرام نہیں کہتے، اور جو حرام

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۳۹۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

کہتے ہیں شاید ان کا استدلال اس حدیث سے ہے "نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو" (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود کی ایک گھر میں دعوت کی گئی جب ان کو معلوم ہوا کہ اس گھر میں مورتیں (مجسمے) ہیں تو انھوں نے ان مورتوں کو توڑنے سے پہلے اس گھر میں جانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس آئے درآں حالیکہ میں نے ایک تصویروں والا پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ نے اس پردہ کو پھاڑ دیا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں نے اس کے دو تکیے بنا لیے اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک تکیے پر بیٹھتے تھے، نیز جب تکیے کو بطور ذلت طریقہ سے استعمال کیا گیا تو وہ معزز اور معظم نہیں رہا اور ان بتوں کے مشابہ نہ ہوا جن کی تعظیم اور عبادت کی جاتی ہے اور ہم نے جس حدیث کو بیان کیا ہے وہ مانعین کی روایت سے زیادہ خاص ہے، نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوطلحہ نے کپڑے پر بنی ہوئی تصویر کا استثناء بیان کیا، اور یہ اس پر محمول ہے کہ اگر تصویر والا کپڑا بچھایا ہوا ہو تو وہ مباح ہے اور اگر اس کو لٹکایا ہوا ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے۔

اگر تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر مکروہ نہیں ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا تصویر سر ہے، جب سر کاٹ دیا جائے تو پھر وہ تصویر نہیں ہے، اگر تصویر کا اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جتنا حصہ کاٹ دینے سے کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے مثلاً سینہ یا پیٹ یا سر کو باقی بدن سے الگ کر دیا جائے تو پھر یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، اگر تصویر سے اتنا حصہ کاٹ دیا جائے جس کے نہ ہونے سے جاندار زندہ رہتا ہے مثلاً آنکھ، ہاتھ اور پیر وغیرہ تو یہ تصویر ممانعت کے تحت داخل ہے، اسی طرح جب ابتداءً بغیر سر کے صرف بدن کی تصویر بنائی جائے یا بغیر بدن کے صرف سر کی تصویر بنائی جائے یا سر اور بدن کے اتنے حصہ کی تصویر بنائی جائے جس کے ساتھ آدمی زندہ نہیں رہتا تو یہ صورتیں ممانعت کے تحت داخل نہیں ہیں کیونکہ یہ جاندار کی تصویر نہیں ہیں۔

تصویر بنانا حرام ہے کیوں کہ حدیث میں ہے کہ "تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا جن کو تم نے بنایا تھا ان کو زندہ کرو"، اور تصویر بنانے کا حکم (آرڈر) دینا بھی تصویر بنانے کی طرح حرام ہے۔[1]

تصویر کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اگر گھر میں قبلہ کی جانب ایسی تصاویر (یا مجسمے) ہوں جن کے سر کٹے ہوئے ہوں تو نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ تصویر سر کے ساتھ ہوتی ہے اور سر کٹنے سے وہ تصویر نہیں رہتی، کیونکہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کپڑا ہدیہ کیا گیا جس میں ایک پرندے کی تصویر تھی، صبح کو صحابہ نے دیکھا اس کا سر مٹا دیا گیا تھا، اور روایت ہے کہ حضرت جبرائیل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کی، آپ نے اجازت دے دی، حضرت جبرائیل نے کہا میں کیسے آسکتا ہوں جبکہ گھر میں ایک ایسا پردہ ہے جس پر گھوڑوں اور مردوں کی تصویریں ہیں، آپ یا تو ان تصویروں کے سر کاٹ دیں، یا ان پردوں کے بچھانے والے گدے بنا دیں، نیز سر کاٹ دینے کے بعد تصویر درخت کی طرح ہو جاتی ہے، اور یہ مکروہ نہیں ہے، مکروہ، جاندار کی تصویر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۱۶-۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو تصویر بنانے سے منع کیا، اس نے کہا میرے کمانے کا یہی طریقہ ہے پھر میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تصویر بنانے کے سوا تمہارے لیے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے تو درختوں کی تصویر بنایا کرو، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے کسی جاندار کی تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس میں روح پھونکنے کے لیے کہا جائے گا اور وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا۔

اگر تصویر کا سر کٹا ہوا نہ ہو تو پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں تصویر کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب تصویر بڑی ہے اور دیکھنے والوں کو دور سے نظر آتی ہو اگر تصویر چھوٹی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ تصویروں کی عبادت کرنے والے بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کرتے، کیونکہ حضرت ابوموسیٰ کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویریں تھیں اور حضرت دانیال علیہ السلام کی انگوٹھی ملی تو اس کے نگینوں پر دو شیروں کی تصویریں تھیں، اور ان شیروں کے درمیان ایک آدمی کی تصویر تھی جس کو وہ شیر چاٹ رہے تھے، یا اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم سے پہلی شریعتوں میں تصویر حلال تھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یعملون له ما یشاء من محاریب و تماثیل۔ (سبا: ۱۳) حضرت سلیمان جو کچھ چاہتے تھے وہ (جن) ان کے لیے بنا دیتے تھے اونچے قلعے اور مجسمے "تصویر جس طرح قبلہ کی جانب مکروہ ہے اسی طرح چھت پر یا قبلہ کی دائیں یا بائیں جانب بھی مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں ہے: "جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے" اس لیے نماز کی جگہوں کو تصویر سے منزہ کرنا واجب ہے، ہاں اگر نمازی کے پیچھے تصویر ہو تو اس میں کم درجہ کی کراہت ہے، کیونکہ اس موقع پر تصویر کی تعظیم یا تصویر کی عبادت سے مشابہت نہیں ہے، اسی طرح اگر تصویر زمین یا تہبند یا پیروں پر ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے، بستر پر تصویر مکروہ ہے لیکن ایسے بستر پر سونے یا بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ بستر کو روندا جاتا ہے اور اس میں تصویر کی تعظیم نہیں ہے، گدے کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ حضرت جبرائیل نے کہا تھا کہ آپ اس کا گدا بنا لیں جس کو روندا جائے، اگر نمازی بستر پر نماز پڑھے اور اس کی پیشانی کی جگہ یا اس کے سامنے تصویر ہو تو یہ مکروہ ہے، کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے اور اگر اس کے قدموں کی جگہ تصویر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اب تصویر کی تعظیم نہیں ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان تصویروں کے بنانے والے کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا" یہ تصویر عموم پر دلالت کرتی ہے خواہ وہ تصویر مجسم ہو یا نہ ہو، خواہ وہ تصویر کسی چیز میں کھود کر بنائی جائے یا نقش سے بنائی جائے، جس چیز پر بھی تصویر کا اطلاق ہوگا وہ حرام ہے۔ [2]

نیز علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام طحاوی نے کہا ہے کہ کپڑے پر بنی ہوئی جس تصویر کا حدیث میں استثناء ہے اس سے مراد چادریں اور گدے ہیں جن کو عزت اور احترام سے نہیں رکھا جاتا چادروں کو بچھا کر بیٹھتے ہیں اور گدے کے اوپر بیٹھتے ہیں، فقہاء نے

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۱۱-۲۱۰، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[2] ۔ علامہ ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تصویر والے پردہ کو ناپسند کیا اور جس تصویر والی چادر پر بیٹھا جائے اس کو ناپسند نہیں کیا، حضرت سعد ابن ابی وقاص، سالم، عروہ، ابن سیرین، عطاء اور عکرمہ کا یہی قول ہے اور یہ متوسط مذہب ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے (امام احمد کا بھی یہی مذہب ہے) شارع علیہ السلام نے ابتداءً مطلقاً تصاویر سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ لوگوں نے تازہ تازہ تصویروں (بتوں) کی عبادت کو چھوڑا تھا، اس لیے تمام تصویروں سے منع کر دیا خواہ وہ کپڑے پر بنی ہوئی ہوں پھر جب لوگوں کے دلوں میں ممانعت راسخ ہو گئی تو کپڑے پر بنی ہوئی تصویروں کو مباح کر دیا تاکہ کپڑا بنانے کا کام چلتا رہے اور ان کپڑوں کے استعمال کو بطور ذلت جائز کر دیا اور بطور عزت ان کی ممانعت باقی رکھی کیونکہ جب کوئی شخص تصویر والے کپڑے کو زمین پر بچھا ہوا دیکھے گا اور اس پر لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھے گا تو وہ اس تصویر کی تعظیم کا اعتقاد نہیں کرے گا۔ [1]

علامہ ابوالحسن المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولو کانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لا تبدو للناظر لا یکرہ لان الصغار جدا لا تعبد (واذا کانت التمثال مقطوع الراس) ای ممحوا الراس فلیس بتمثال لانہ لا یعبد بدون الراس وصار کما اذا صلی الی شمع او سراج علی ما قالوا (ولو کانت الصورۃ علی وسادۃ ملقاۃ او علی بساط مفروش لا یکرہ) لانہا تداس وتوطأ بخلاف ما اذا کانت الوسادۃ منصوبۃ او کانت علی السترۃ لانہ تعظیم لہا۔ [2]

جب تصویر بہت چھوٹی ہو بایں طور کہ (دور سے) دیکھنے والے کو دکھائی نہ دے، تو یہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ بہت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی، اور اگر تصویر کا سر کٹا ہوا ہو یا مٹایا ہوا ہو تو وہ تصویر نہیں ہے کیونکہ بغیر سر کے تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی اور یہ شمع یا چراغ کی طرف نماز پڑھنے کی مثل ہے، جیسا کہ فقہاء نے کہا ہے اور اگر بچھے ہوئے تکیے پر تصویر ہو یا بچھی ہوئی چادر پر تصویر ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ چادر یا گدے کو روندا جاتا ہے اس کے برخلاف اگر گدے کو نصب کیا ہوا ہو یا چادر لٹکی ہوئی ہو (تو پھر مکروہ ہے) کیونکہ اس میں تصویر کی تعظیم ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ولا یکرہ لو کانت تحت قدمیہ) او محل جلوسہ لانہا مہانۃ (او فی یدہ) عبارۃ الشمنی بدنہ لانہا مستورۃ بثیابہ (او علی خاتمہ) بنقش غیر مستبین قال فی البحر ومفادہ کراہۃ المستبین لا المستتر بکیس او صرۃ او ثوب آخر واقرہ المصنف او کانت صغیرۃ

اگر تصویر قدموں کے نیچے یا بیٹھنے کی جگہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ ذلت کی جگہ ہے، یا اس کے ہاتھ میں ہو یا بدن میں ہو تب بھی مکروہ نہیں کیونکہ کپڑوں میں چھپی ہوئی ہے یا اس کی انگوٹھی میں تصویر نقش ہو اور غیر ظاہر ہو، البحر الرائق میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو تصویر ظاہر ہو وہ مکروہ ہے اور جو تصویر جیب یا تھیلی یا کپڑے میں چھپی ہوئی ہو

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائمًا وھی علی الارض ذکرہ الحلبی (او مقطوعۃ الراس والوجہ) (او ممحوۃ عضو لا تعیش بدونہ (او غیر لغیر ذی روح لا) یکرہ لانھا لا تعبد۔ [1]

وہ مکروہ نہیں ہے، یا وہ تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر وہ زمین پر ہو اور اس کو دیکھنے والا کھڑا ہو تو اس کو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے، اس کو علامہ حلبی نے ذکر کیا ہے، یا تصویر کا سر اور چہرہ کٹا ہوا ہو یا اس کا ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہ رہ سکے یا وہ تصویر غیر جاندار کی ہو تو یہ تمام صورتیں مکروہ نہیں ہیں کیونکہ ایسی تصویروں کی عبادت نہیں کی جاتی۔

علامہ علاؤالدین حصکفی نے جن صورتوں میں تصویر کو غیر مکروہ کہا ہے ان صورتوں میں تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے اور تصویر بنانا بہر حال مکروہ ہے، علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

تصویر (فی نفسہ) حرام ہے خواہ چھوٹی تصویر ہو جیسی درہم پر تصویر ہوتی ہے، یا تصویر ہاتھ میں ہو یا کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو، یا ذلت کے ساتھ رکھی ہو، ان صورتوں میں نماز حرام نہیں ہے، کیونکہ تصویر کی حرمت کی علت اللہ کے پیدا کرنے کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ ان تمام صورتوں میں موجود ہے اور نماز کے مکروہ ہونے کی علت کفار کے ساتھ تشبہ ہے جو بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ [2]

تاہم تصویر بنانے کی حرمت سے ایسی تصویر مستثنیٰ ہے جس میں ابتداءً ایسا عضو نہ ہو جس کے بغیر حیات ناگزیر ہو مثلاً سر یا سینے یا پیٹ کے بغیر کوئی تصویر بنائی گئی ہو اس صورت میں مضاہاۃ (مشابہت) لخلق اللہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی جاندار مخلوق نہیں بنائی جو سر یا سینے یا پیٹ کے بغیر ہو یا بعد میں کسی تصویر کا سر یا سینہ یا پیٹ کاٹ دیا گیا ہو۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی اور علامہ ابن قدامہ حنبلی سے نقل کر چکے ہیں، یہاں تک ہم نے تصویر کے متعلق مذاہب اربعہ کے فقہاء کی آراء نقل کی ہیں، اب ہم تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کی آراء نقل کریں گے اور آخر میں ہم فوٹو گراف کے متعلق اپنی تحقیق کا بیان کریں گے۔

تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق علماء ازہر کا نظریہ

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

ہم یہ بات بداہۃً سمجھتے ہیں کہ فوٹو گراف کی تصاویر تحریم کے حکم میں داخل نہیں ہیں، کیونکہ یہ ہاتھ سے بنائی ہوئی تصاویر نہیں ہیں، اور نہ ان کا کوئی جسم ہوتا ہے، ان تصاویر میں صرف عکس اور ظل کو ایک کاغذ پر مقید کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی لڑکیوں کے لیے گڑیوں کو حرام نہیں کیا گیا اور صورتوں کے وہ مجسمے حرام نہیں ہیں جن کی علم طب یا تعلیم میں ضرورت ہوتی ہے اور وہ تصاویر جن کو تنظیم یا تکریم کے لیے نہ بنایا جائے حرام نہیں ہیں کیونکہ تصاویر کی تحریم کی بنیاد بت سازی اور بت پرستی کا راستہ بند کرنا ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۶۰۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ ڈاکٹر احمد شرباصی، استاذ جامعہ ازہر، یسئلونک فی الدین والحیوۃ ج ۱ ص ۶۳۲، مطبوعہ دارالجیل بیروت

نیز علماء ازہر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا:

ہمارا مختار یہ ہے کہ جس تصویر کا کوئی جسم نہ ہو اس کو بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح جو تصویر کپڑے، دیوار یا کاغذ پر بنائی جائے اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح آج کل کیمرے سے کھینچی جانے والی مروجہ تصاویر بھی جائز ہیں خواہ وہ تصویریں جاندار کی ہوں یا بے جان کی، جبکہ وہ تصویریں کسی علمی مقصد پر مبنی ہوں جس سے عام معاشرہ کو فائدہ حاصل ہو اور ان تصاویر کی تعظیم، تکریم اور عبادت کا شبہ نہ ہو تو پھر وہ تصویریں بے جان چیزوں کی تصویروں کے حکم میں ہیں اور وہ شرعاً جائز ہیں۔ [1]

تصویر اور فوٹو گراف کے متعلق مصنف کا موقف

میرے نزدیک علماء ازہر کا یہ نظریہ صحیح نہیں ہے کہ کیمرے کی بنائی ہوئی تمام تصاویر اس لیے جائز ہیں کہ وہ ہاتھ سے نہیں بنائی جاتیں اور یہ کہ کیمرے کے ذریعہ صرف عکس کو مقید کر لیا جاتا ہے، دیکھئے پہلے شراب ہاتھ سے بنائی جاتی تھی اب مشینی عمل کے ذریعہ شراب بنائی جاتی ہے تو کیا اس فرق سے اب شراب جائز ہو جائے گی؟ پہلے ہاتھوں کی تراش خراش سے مجسمے بنائے جاتے تھے اب مشینوں کے ذریعہ پلاسٹک اور دوسری اجناس کے مجسمے ڈھال لیے جاتے ہیں تو کیا اب وہ جائز ہو جائیں گے؟

فوٹو کے متعلق اسلام کا منشاء یہ ہے کہ کسی بھی جاندار کی صورت اور شبیہ کو مستقل طور پر محفوظ کر لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ ہمیشہ جانداروں کی تصویریں شرک اور فتنہ کی موجب بنتی رہی ہیں اب بھی ہندوستان اور بعض دوسرے ممالک میں تصویروں اور بتوں کی پوجا ہوتی ہے، ہندوستان میں گاندھی کی تصویر کی تعظیم اور تکریم ہوتی ہے، روس میں سٹالن کی تصویر کی تعظیم کی جاتی ہے، پاکستان کے تمام دفاتر، اسمبلیوں اور سفارت خانوں میں بڑے سائز کی قائداعظم کی تصویر تعظیماً اونچی جگہ پر آویزاں کی جاتی ہے، اس لیے اصل فتنہ صورت کے محفوظ کرنے میں ہے، خواہ صورت کو سنگ تراشی سے محفوظ کیا جائے قلم کاری سے یا فوٹو گرافی سے، جس طریقہ سے بھی تصویر کو حاصل اور محفوظ کر لیا جائے گا اس سے حاصل شدہ تصویر ناجائز اور حرام ہوگی اور بت تراشی، مصوری اور فوٹو گرافی میں جواز اور عدم جواز کا فرق کرنا صحیح نہیں ہے۔

تصویر کی حرمت کا اصل منشاء غیر اللہ کی تعظیم اور عبادت ہے، اگر لوگ فوٹو گراف کی تعظیم اور عبادت شروع کر دیں تو کیا وہ تعظیم اور عبادت ناجائز نہیں ہوگی؟ جب کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ بڑے بڑے قومی لیڈروں اور پیروں کے فوٹوؤں کی ہر ملک میں بالفعل تعظیم کی جاتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت کا منشاء صورت اور شبیہ ہے، خواہ وہ سنگ تراشی سے حاصل ہو، قلم کاری سے یا فوٹو گرافی سے اس لیے جس طرح پتھر کا مجسمہ بنانا اور قلم اور برش سے تصویر بنانا حرام ہے اسی طرح کیمرے سے فوٹو بنانا بھی حرام (یعنی مکروہ تحریمی) ہے۔

تاہم بعض تمدنی، عمرانی اور معاشی امور کے لیے فوٹو ناگزیر ہے، مثلاً شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ویزا، ڈومی سائل، امتحانی فارم، ڈرائیونگ لائسنس اور اس نوع کے دوسرے امور میں فوٹو کی لازمی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے دین میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] ۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۷، ص ۲۴۹۸، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۲ھ

وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔

(حج : ۷۸)

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

(بقرہ : ۱۸۵)

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ [1]

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور مشکل کا ارادہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جو حق ہو اور آسان اور سہل ہو

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الدین یسر۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین آسان ہے۔

عن انس بن مالک یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر آسانی کرو اور ان کو مشکل میں نہ ڈالو۔

اسلام میں جاندار چیزوں کی تصاویر بنانے کی ممانعت ہے اور بے جان چیزوں کی تصویر بنانے کی اجازت ہے، اس لیے انسان کی صرف سینے تک کی تصویر بنانا جائز ہے کیونکہ کوئی انسان بغیر پیٹ کے زندہ نہیں رہ سکتا، اور جن تمدنی اور معاشی امور میں تصویر کی ضرورت پڑتی ہے (مثلاً شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ) ان میں اس قسم کی آدھی تصویر ہی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی ضروریات میں بغیر پیٹ کے سینہ تک کی آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے، البتہ بلاضرورت شرعیہ فوٹو گرافی مکروہ ہے، اور تعظیم و تکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے۔

ہم نے جو آدھی تصویر کو جائز کہا ہے اس کی اصل حدیث یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال استاذن جبرائیل علیہ السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادخل فقال کیف ادخل وفی بیتک ستر فیہ تصاویر فاما ان تقطع رؤسھا او تجعل بساطا یوطا فانا معشر الملائکۃ لا ندخل بیتا فیہ تصاویر [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا آجاؤ! انھوں نے کہا میں کیسے آؤں درآں حالیکہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصویریں ہیں، پس یا تو آپ ان تصویروں کے سر کاٹ دیں یا اس پردہ کو پیروں تلے روندی جانے والی چادر بنا دیں کیونکہ ہم گروہ ملائکہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰، " " " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصاویر ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

فاما لو کانت ممتهنة او غير ممتهنة لكنها غيرت من هيئتها اما قطعها من نصفها او بقطع راسها فلا امتناع [۲]

اور اگر تصویر کو ذلت کے ساتھ رکھا جائے یا بغیر ذلت کے رکھا جائے لیکن اس کی ہیئت کو متغیر کر دیا جائے یا تو وہ تصویر آدھی کاٹ دی جائے یا اس کا سر کاٹ دیا جائے تو پھر کوئی امتناع نہیں ہے۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن عربی (مالکی) نے کہا ہے کہ تصویر بنانے کے حکم میں خلاصہ یہ ہے کہ جسم والی تصویر بنانا تو بالاجماع حرام ہے، اور اگر تصویر مرتسم یا مرقوم ہو (یا مطبوع ہو) تو اس میں چار قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ مطلقاً جائز ہے جیسا کہ امام بخاری نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تصویر کپڑے پر بنی ہوئی ہو اس کا حکم مستثنیٰ ہے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۸۱) دوسرا قول یہ ہے کہ تصویر بنانا مطلقاً ممنوع ہے حتیٰ کہ قلم سے بنائی ہوئی تصویر بھی ممنوع ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر تصویر میں مکمل ہیئت اور شکل ہو تو حرام ہے اور اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے یا اس کے اجزاء متفرق ہوں تو پھر جائز ہے، علامہ ابن عربی نے کہا یہ قول زیادہ صحیح ہے، چوتھا قول یہ ہے کہ اگر تصویر کو نیچے بچھایا جائے اور ذلت کے ساتھ رکھا جائے تو پھر جائز ہے اور اگر تصویر کو لٹکایا جائے تو پھر ناجائز ہے۔ [۳]

مصر کے بعض علماء لکھتے ہیں:

ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ جاندار کا فوٹو گراف اگر بڑا ہو اور اس میں اس کے تمام اعضاء مکمل ہوں تو اس کا بنانا مکروہ تحریمی ہے، اور اگر فوٹو گراف چھوٹا ہو جس میں غور سے دیکھے بغیر اعضاء کی تفصیل معلوم نہ ہو سکے، یا فوٹو تو بڑا ہو لیکن اس میں وہ اعضاء نہ ہوں جن کے بغیر حیات ناگزیر ہے تو اس فوٹو گراف کا بنانا مکروہ نہیں ہے۔ [۴]

علامہ نور اللہ بصیر پوری (فقیہ العصر) لکھتے ہیں:

حج کے لیے عازم حج کے پورے جسم کا فوٹو ضروری نہیں بلکہ چہرے یا قدرے زائد کا فوٹو حکومت نے مصالح انتظامیہ کے لیے ضروری قرار دیا ہے، چنانچہ عموماً پاسپورٹوں پر ایسے ہی فوٹو چسپاں کیے جاتے ہیں جو نصف سینہ تک کے ہوتے ہیں حالانکہ انسان نصف سینہ یا سینہ کے نیچے سے کاٹ دیا جائے تو زندہ نہیں رہ سکتا، لہٰذا یہ فوٹو ایسے جسم کا فوٹو ہوگا جو شجر و حجر کی طرح بے جان ہے۔ (الی قولہ) بہرحال ان ارشادات کی روشنی میں حج فرض وغیرہ کے لیے، ایسے فوٹو کی اجازت ہے جو جسم کے ایسے حصہ کا ہو جو صرف اتنا ہی زندہ نہ رہ سکتا ہو، (الی قولہ) ہاں یہ بھی ضروری ہے کہ بلا ضرورت فوٹو نہ کھنچوائے جائیں۔ [۴]

---

[۱] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[۲] " " " " ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۹۱، " " " "

[۳] الفتاوی الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ ج ۴ ص ۱۲۸۰، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۱۴۰۱ھ

[۴] علامہ نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاوی نوریہ ج ۲ ص ۱۷۱-۱۶۹، مطبوعہ گنج شکر پبلشرز لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۸ھ

حدیث صحیح اور اقوال فقہاء کی روشنی میں یہ امر واضح ہوگیا ہے کہ تمدنی اور معاشی ضروریات کے لیے آدھی تصویر کھنچوانا جائز ہے، اور بلا ضرورت محض شوقیہ فوٹوگرافی ایک مکروہ عمل ہے اور کسی کی تعظیم اور تکریم کے لیے فوٹو کھینچنا ناجائز اور حرام ہے، تصویر کے مسئلہ میں بھی میں مدت العمر غور کرتا رہا ہوں اور آخر کار مجھ پر جو بات واضح ہوئی وہ یہی ہے، اگر یہ حق وصواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے اور اگر یہ غلط اور باطل ہے تو میری فہم کا قصور اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔

باب ۷۴ کراھۃ الکلب والجرس فی السفر

سفر میں گھنٹی اور کتا رکھنے کی ممانعت

۵۴۳۱۔ حدثنا ابو کامل فضیل بن حسین الجحدری حدثنا بشر یعنی ابن مفضل حدثنا سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصحب الملائکۃ رفقۃ فیہا کلب ولا جرس۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رحمت کے) فرشتے ان مسافروں کے ساتھ نہیں رہتے جن کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو۔

۵۴۳۲۔ وحدثنی زہیر بن حرب حدثنا جریر ح وحدثنا قتیبۃ حدثنا عبد العزیز (یعنی الدراوردی) کلاہما عن سہیل بہذا الاسناد۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں۔

۵۴۳۳۔ وحدثنا یحیی بن ایوب وقتیبۃ وابن حجر قالوا حدثنا اسماعیل یعنون ابن جعفر عن العلاء عن ابیہ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الجرس مزامیر الشیطان۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔

سفر میں کتا یا گھنٹی رکھنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں کتا یا گھنٹی رکھنا مکروہ ہے، اور جس مسافر کے پاس کتا یا گھنٹی ہو اس کے ساتھ فرشتے نہیں ہوتے، اس سے مراد یہ ہے کہ رحمت اور استغفار کے فرشتے نہیں ہوتے ورنہ کراماً کاتبین بیت الخلاء اور وقت جماع کے علاوہ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، کتے کے ساتھ فرشتوں کے نہ رہنے کی وجہ باب سابق میں گذر چکی ہے اور گھنٹی کے ساتھ فرشتوں کے نہ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ناقوس کے مشابہ ہے، یا مزامیر شیطان سے ہونے کی وجہ

سے گھنٹی کی آواز مکروہ ہے، جمہور فقہاء کے نزدیک گھنٹی کی آواز مکروہ تنزیہی ہے اور بعض شام کے متقدمین علماء نے کہا ہے کہ بڑی گھنٹی کی آواز مکروہ ہے اور چھوٹی گھنٹی کی آواز مکروہ نہیں ہے۔ [1]

بَابُ كَرَاهَةِ قِلَادَةِ الْوَتَرِ فِي رَقَبَةِ الْبَعِيرِ

اونٹ کی گردن میں تانت کا ہار ڈالنے کی ممانعت

۵۴۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ قَالَ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ قَالَ مَالِكٌ أُرَى ذَلِكَ مِنَ الْعَيْنِ۔

حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قاصد بھیجا، عبداللہ بن ابوبکر کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ انھوں نے کہا لوگ اپنی سونے کی جگہوں میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے اونٹ کی گردن سے تانت کا ہار یا فرمایا ہار کاٹ دیا جائے، امام مالک کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے وہ لوگ نظر لگنے کے ڈر سے یہ ہار ڈالتے تھے۔

اونٹ کی گردن میں ہار ڈالنے کی ممانعت کی وضاحت

علامہ نووی فرماتے ہیں یہ ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو نظر سے بچانے کے لیے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالے، اور جو شخص زینت یا اور کسی وجہ سے اونٹ کے گلے میں ہار ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اونٹ یا اسی طرح دوسرے حیوان اور انسانوں کے گلے میں نظر کے ضرر سے بچانے کے لیے ہار ڈالے جائیں یا نہیں، بعض علماء نے حاجت سے پہلے ہار ڈالنے سے منع کیا اور بعض علماء نے کہا جب نظر لگ جائے تو ہار ڈالنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے اس کو دوا پر قیاس کر کے مطلقاً جائز کہا، علامہ ابوعبید نے کہا پہلے لوگ اونٹ کے گلے میں اس لیے ہار ڈالتے تھے کہ نظر نہ لگے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہار اتارنے کا حکم دیا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ نظر سے بچانے میں ہار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ [2]

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْحَيَوَانِ فِي وَجْهِهِ وَوَسْمِهِ فِيهِ

جانوروں کے منہ پر مارنے اور منہ کو داغنے کی ممانعت

۵۴۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، " " " " "

عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ وَعَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا۔

۵۴۳۶۔ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، یہ حدیث بھی مثل سابق ہے۔

۵۴۳۷۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَيْهِ حِمَارٌ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ لَعَنَ اللهُ الَّذِي وَسَمَهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا، آپ نے فرمایا جس نے اسے داغا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

۵۴۳۸۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ نَاعِمًا أَبَا عَبْدِ اللهِ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ وَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِمَارًا مَوْسُومَ الْوَجْهِ فَأَنْكَرَ ذَلِكَ قَالَ فَوَاللهِ لَا أَسِمُهُ إِلَّا فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنَ الْوَجْهِ فَأَمَرَ بِحِمَارِهِ فَكُوِيَ فِي جَاعِرَتَيْهِ فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ كَوَى الْجَاعِرَتَيْنِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے کو داغا ہوا تھا، آپ نے اس کو برا فعل قرار دیا، آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں صرف اس عضو کو داغتا ہوں جو چہرے سے بہت دور ہو پھر آپ نے اپنے گدھے کو داغنے کا حکم دیا، سو اس کی سرین کو داغا گیا، اور سب سے پہلے آپ نے ہی (جانور کی) سرین کو داغا تھا۔

چہرہ پر مارنے اور داغ کر علامت لگانے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ہر جاندار کے چہرے پر مارنا ممنوع ہے، خواہ انسان کا چہرہ ہو یا حیوان کا، لیکن انسان کے چہرے پر مارنا خصوصیت کے ساتھ ممنوع ہے، کیونکہ وہ تمام محاسن کا مجموعہ ہے نیز وہ جسم کا سب سے لطیف عضو ہے اور اس پر ضرب کا اثر زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور چہرہ پر داغ لگانا بالاجماع ممنوع ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے، اور انسان کے چہرے کو داغنا حرام ہے، اوّل تو انسان کا چہرہ مکرم ہے، ثانیاً اس لیے کہ داغ لگا کر انسان کے چہرے پر کسی علامت بنانے کی کوئی حاجت نہیں ہے، لہٰذا اس کو داغنے کی تکلیف پہنچانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور حیوانات کو داغنے کے متعلق ہمارے فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے کراہت کے قول کو اختیار کیا ہے، اور فقہاء شافعیہ میں سے علامہ بغوی نے کہا کہ یہ ناجائز ہے اور اس قول سے تحریم کا [illegible]

کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے داغ لگانے والے پر لعنت کی ہے اور لعنت تحریم کا تقاضا کرتی ہے حیوان کے چہرے کے علاوہ اس کے کسی اور عضو پر داغ سے علامت لگانا ہمارے نزدیک بلا اختلاف جائز ہے اور زکوٰۃ اور جزیہ کے اونٹوں میں یہ علامت لگانا مستحب ہے، ان کے علاوہ دوسرے حیوانات میں داغ سے علامت لگانا مستحب ہے نہ ممنوع ہے۔

بَابُ جَوَازِ وَسْمِ الْحَيَوَانِ غَيْرِ الْآدَمِيِّ فِي غَيْرِ الْوَجْهِ

حیوانوں کے منہ کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ کو داغنے کا جواز

۵۴۳۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا وَلَدَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ قَالَتْ لِي يَا أَنَسُ انْظُرْ هَذَا الْغُلَامَ فَلَا يُصِيبَنَّ شَيْئًا حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَنِّكُهُ قَالَ فَغَدَوْتُ فَإِذَا هُوَ فِي الْحَائِطِ وَعَلَيْهِ خَمِيصَةٌ جَوْنِيَّةٌ وَهُوَ يَسِمُ الظَّهْرَ الَّذِي قَدِمَ عَلَيْهِ فِي الْفَتْحِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت اُمِّ سلیم کے ہاں بچہ پیدا ہوا، تو انھوں نے مجھ سے کہا اے انس! اس بچہ کا دھیان رکھو، یہ کوئی چیز کھانے نہ پائے حتیٰ کہ صبح تم اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور آپ بطور گھٹی کوئی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈال دیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ میں صبح آیا اس وقت آپ (قبیلہ) جونیہ کی چادر اوڑھے ہوئے باغ میں تھے، اور فتح مکہ میں جو اونٹ حاصل ہوئے تھے آپ ان کو داغ رہے تھے۔

۵۴۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ أَنَّ أُمَّهُ حِينَ وَلَدَتْ انْطَلَقُوا بِالصَّبِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَنِّكُهُ قَالَ فَإِذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مِرْبَدٍ يَسِمُ غَنَمًا قَالَ شُعْبَةُ وَأَكْثَرُ عِلْمِي أَنَّهُ قَالَ فِي آذَانِهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ان کی ماں کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو وہ لوگ گھٹی کے لیے اس بچہ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم بکریوں کے باڑہ میں بکریوں کو داغ رہے تھے، شعبہ کہتے ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ حضرت انس نے کہا تھا کہ آپ بکریوں کے کانوں کو داغ رہے تھے۔

۵۴۴۱ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرْبَدًا وَهُوَ يَسِمُ غَنَمًا قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ فِي آذَانِهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس باڑہ میں گئے اس وقت آپ بکریوں کو داغ رہے تھے، راوی نے کہا کہ بکریوں کے کانوں میں داغ رہے تھے۔

۵۴۴۲ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ وَيَحْيَى وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ كُلُّهُمْ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

۵۴۴۳۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اِسْحٰقَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَيْتُ فِيْ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِيْسَمَ وَهُوَ يَسِمُ اِبِلَ الصَّدَقَةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغ کر علامت بنانے کا ایک آلہ دیکھا، آپ صدقہ کے اونٹوں کو داغ رہے تھے۔

حیوانوں کے جسم کو داغ کر علامت بنانے میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس سے پہلے باب میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسان کے جسم کو داغ کر ـــــ علامت بنانا حرام ہے اور جانوروں کے چہرے کو داغ کر علامت بنانا ممنوع ہے اور زکوٰۃ اور جزیہ کے اونٹوں میں چہرے کے علاوہ باقی اعضاء کو داغ کر علامت بنانا مستحب ہے اور زکوٰۃ اور جزیہ کے سوا دوسرے جانوروں میں منہ کے علاوہ باقی اعضاء پر داغ کر علامت بنانا مستحب ہے نہ ممنوع۔ اور مستحب یہ ہے کہ بکریوں کے کانوں میں داغا جائے اور اونٹ اور گائے کی رانوں کی جڑ میں داغا جائے کیونکہ سخت جگہ میں جانوروں کو درد کم ہوگا اور اس جگہ بال کم ہوتے ہیں تو داغ کا اثر باقی رہے گا۔

داغ کے ذریعہ علامت بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ بعض حیوان بعض سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور مستحب یہ ہے کہ جزیہ اور زکوٰۃ کے اونٹوں میں الگ الگ علامت بنائی جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ بکریوں کا نشان سب سے کم بنایا جائے اور گائے کا نشان اونٹ کے نشان سے کم بنایا جائے، تمام صحابہ اور جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ ابن الصباغ وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ صحابہ کا اس پر اجماع ہے، امام ابوحنیفہ نے جانور کے داغنے کو مکروہ کہا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے جانور عذاب میں مبتلا ہوتا ہے اور یہ مثلہ بھی ہے اور احادیث میں مُثلہ سے منع کیا گیا ہے، اور جمہور فقہاء کا استدلال ان احادیث سے ہے جن کو امام مسلم اور دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ سے بھی اس سلسلہ میں آثار مروی ہیں، نیز بسا اوقات جانور اپنے توحش کی وجہ سے بھاگ جاتے ہیں تو ان علامتوں کی وجہ سے ان کو پہچان کر پکڑ کے لایا جا سکتا ہے اور جن احادیث میں مثلہ کی ممانعت ہے وہ عام ہیں اور جانوروں کو داغنا اس عموم سے مستثنیٰ ہے اور استثناء کی دلیل یہ احادیث ہیں، اور خاص کو عام پر مقدم کرنا واجب ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مثلہ سے ممانعت والی احادیث تحریم پر دلالت کرتی ہیں اور یہ احادیث اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہو۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بہت سادہ اور متواضع تھے اور اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے تھے، حتیٰ کہ جانوروں کو خود داغ لیا کرتے تھے، نیز یہ کہ مسلمانوں کو اپنے جانوروں اور دیگر اموال کی حفاظت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد کراچی، ۱۳۷۵ھ

کے لیے استظام کرنا چاہیے، ان احادیث میں بچوں کو گھٹی دینے کا بھی جواز ہے اور یہ کہ کسی بابرکت اور بزرگ شخص سے گھٹی دلوانی چاہیے۔

بَابُ ۷۴۹ كَرَاهَةِ الْقَزَعِ!

سر پر کچھ بال رکھنے اور کچھ کٹانے کی ممانعت

۵۴۴۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ قُلْتُ لِنَافِعٍ وَمَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا، میں نے نافع سے پوچھا: قزع کیا ہے؟ انھوں نے کہا بچے کے سر کے بعض حصہ کو منڈایا جائے اور بعض حصہ کو ترک کر دیا جائے۔

۵۴۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَجَعَلَ التَّفْسِيرَ فِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ مِنْ قَوْلِ عُبَيْدِ اللهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اور اس میں قزع کی تفسیر کو عبید اللہ کا قول قرار دیا ہے۔

۵۴۴۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْغَطَفَانِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ نَافِعٍ ح وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ بِإِسْنَادِ عُبَيْدِ اللهِ مِثْلَهُ وَأَلْحَقَا التَّفْسِيرَ فِي الْحَدِيثِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں اور دونوں راویوں نے اس حدیث کے ساتھ قزع کی تفسیر بھی بیان کی

۵۴۴۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّرَّاجِ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

قزع کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اگر سر کے بالوں کو مختلف جگہوں سے کاٹا جائے اور درمیان میں جگہ چھوڑ دی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے، ہاں اگر علاج کی وجہ سے اس کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام مالک اس کو لڑکی اور لڑکے دونوں کے حق میں مکروہ کہتے ہیں، بعض مالکی فقہاء نے کہا ہے کہ

گدی کے کچھ بالوں کو بطور قزع کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور فقہاء شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ مردوں اور عورتوں کے لیے مطلقاً مکروہ ہے، کیونکہ حدیث میں عموم ہے، علماء نے کہا ہے کہ اس کے مکروہ ہونے کی حکمت یہ ہے کہ اس میں خلقت کو بگاڑنا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ بُرے لوگوں کی روش ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں یہود کی مشابہت ہے، سنن ابوداؤد کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ [1]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْجُلُوسِ فِي الطُّرُقَاتِ وَإِعْطَاءِ الطَّرِيقِ حَقَّهُ

راستوں پر بیٹھنے کی ممانعت اور راستوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید

۵۴۴۸۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ فِي الطُّرُقَاتِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا وَمَا حَقُّهُ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو! صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں اپنی مجلسوں میں بیٹھے بغیر کوئی چارہ نہیں! ہم وہاں بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم (راستہ میں) بیٹھے بغیر نہ مانو، تو راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ نے عرض کیا: راستہ کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہیں پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

۵۴۴۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدَنِيُّ ح وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

راستوں پر بیٹھنے کے آداب اور احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں اور اس کے احکام اور مسائل بالکل ظاہر ہیں اس حدیث کی رُو سے راستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنے میں غیبت اور بدگمانی سے اجتناب کرنا اور گذرنے والوں کو حقیر جاننا اور راستہ کو تنگ کرنا بھی داخل ہے، اسی طرح اگر بیٹھنے والوں سے گذرنے والے خوف زدہ ہوتے ہیں یا ان کے وہاں پر بیٹھنے کی وجہ سے وہ وہاں سے گذر نہ سکیں تو یہ بھی تکلیف دہ امور میں داخل ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، " " " "

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

راستہ پر بیٹھنے والوں کے بارے میں دیگر احادیث ——— میں جو ہدایات دی ہیں، ان سے اس سلسلہ میں چودہ احکام حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ بکثرت سلام کرنا (۲) احسن طریقہ سے کلام کرنا (۳) چھینک کا جواب دینا (۴) سلام کا جواب دینا (۵) نیکی کا جواب نیکی سے دینا (۶) بوجھ اٹھانے میں کسی کی مدد کرنا (۷) مظلوم کی مدد کرنا (۸) فریادی کی دادرسی کرنا (۹) جس کو راستہ معلوم نہ ہو اس کو راستہ بتانا (۱۰) حیران اور سرگشتہ کو ہدایت دینا (۱۱) نیکی کا حکم دینا (۱۲) برائی سے روکنا (۱۳) نظر جھکا کر رکھنا (۱۴) اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنا۔

اس حدیث میں نظر جھکانے کا جو حکم دیا ہے اس کی علت یہ ہے کہ اجنبی اور جوان عورتوں کے فتنہ سے بچنا لازم ہے اور ان کی طرف دیکھنے سے جس فتنہ کا خطرہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جوان عورتوں کو راستوں اور شاہراہوں پر بے حجاب اور بے پردہ نہیں جانا چاہیے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اور مسلمانوں کے بعض حقوق ایسے ہیں جن کی ادائیگی صرف راستہ پر بیٹھنے سے لازم آتی ہے اور گھر میں بیٹھے رہنے کی صورت میں وہ احکام عائد نہیں ہوتے، نیز اس سے معلوم ہوا کہ بری چیزوں کے دیکھنے سے اپنے آپ کو بچائے اور خود کو فتنہ میں نہ ڈالے اور اپنے اوپر اس چیز کو لازم نہ کرے جس کی طاقت نہیں رکھتا، انھی امور کی وجہ سے شارع علیہ السلام نے راستہ پر بیٹھنے سے اجتناب کرنے کو مستحسن قرار دیا، اور جب صحابہ نے راستہ پر بیٹھنے کی ضرورت کو بیان کیا تو پھر آپ نے اس کے آداب اور احکام بیان کیے اور ان آداب اور احکام کے لیے دوسری احادیث میں بھی شواہد ہیں، افشاء سلام اور حسن کلام کے متعلق حضرت ابو شریح ہانی رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں من موجبات الجنۃ اطعام الطعام وافشاء السلام وحسن الکلام "کھانا کھلانا، بکثرت سلام کرنا اور حسن کلام (اچھی باتیں کرنا) ان امور میں سے ہیں جو جنت کو واجب کرتی ہیں، اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: فی الجنۃ غرف لمن اطاب الکلام "جو شخص شیریں گفتار ہو اس کے لیے جنت میں بالاخانہ ہے" اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں آگ سے بچو، خواہ ایک کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کرنے کے سبب سے، اور جو یہ بھی صدقہ نہ کر سکے تو وہ ایک میٹھی بات کر کے جہنم کی آگ سے بچے، اور چھینک اور سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے: امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلم پر اپنے بھائی کے پانچ حقوق واجب ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا (۲) چھینک کا جواب دینا (۳) دعوت قبول کرنا (۴) مریض کی عیادت کرنا (۵) جنازہ کے ساتھ جانا۔ اور مظلوم کی مدد کے متعلق امام بخاری نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھ چیزوں کا حکم دیا ہے: مریض کی عیادت کرنا (۲) جنازہ کے ساتھ جانا (۳) چھینک کا جواب دینا (۴) کمزور کی مدد کرنا (۵) مظلوم کی مدد کرنا (۶) بکثرت سلام کرنا اور بوجھ اٹھانے کے متعلق یہ حدیث ہے: امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: انسان کے ہر ہر جوڑ کی طرف سے اس پر صدقہ کرنا لازم ہے، اسی حدیث میں ہے کسی شخص کی اس کی سواری پر سوار ہونے میں مدد کرے اور اس کا سامان اٹھا کر اس کی سواری پر رکھے تو یہ بھی صدقہ ہے اور فریادی کے متعلق یہ حدیث ہے: صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے: و یعین ذا الحاجۃ الملھوف۔ "ضرورت مند فریادی کی مدد کرے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت

کرتے ہیں: واللہ یحب اغاثۃ اللھفان "اللہ تعالیٰ فریادی کی مدد کو پسند کرتا ہے" اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ حدیث مروی ہے جو اس کے لیے شاہد ہے، اور راستہ بتانے کے متعلق یہ حدیث ہے: امام ترمذی اور امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، کسی شخص کی رہنمائی کرنا بھی صدقہ ہے" اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے متعلق بہت زیادہ احادیث مروی ہیں، اور تکلیف دہ چیز کو دور کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس چیز کو دور کرے جو گذرنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہو، بایں طور کہ اس طرح نہ بیٹھے جس سے ان پر راستہ تنگ ہو جائے، یا کسی گھر کے دروازہ پر اس طرح نہ بیٹھے جس سے آنے والے کو تکلیف ہو، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کو تکلیف پہنچانے سے احتراز کرنا بھی صدقہ ہے، نگاہیں نیچی رکھنے کے متعلق قرآن مجید میں صریح حکم ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم۔ (النور: ۳۰)

آپ مومنین سے کہیں کہ وہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اور ذکر الٰہی کی کثرت کے متعلق بہ کثرت آیات اور احادیث ہیں، قرآن مجید میں ہے:

واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (جمعہ: ۱۰)

اور اللہ کو بہ کثرت یاد کرو تاکہ تم کامیابی حاصل کر سکو۔

باب ۵۷ تحریم فعل الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ والمستوشمۃ والناصمۃ والمتنمصۃ والمتفلجات والمغیرات خلق اللہ

مصنوعی بال لگانے، لگوانے، گودنے، گدوانے اور پلکوں کے بال نوچنے، نچوانے، دانتوں کو کشادہ کرنے اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے کی ممانعت

۵۴۵۰۔ حدثنا یحیی بن یحیی اخبرنا ابو معاویۃ عن ھشام بن عروۃ عن فاطمۃ بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر قالت جاءت امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ان لی ابنۃ عریسا اصابتھا حصبۃ فتمرق شعرھا افاصلہ فقال لعن اللہ الواصلۃ والمستوصلۃ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میری لڑکی دلہن بنی ہے اور اس کو چیچک نکل آئی ہے، جس کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے ہیں، کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ بال ملا کر پیوند کر دوں؟ آپ نے فرمایا: بال جوڑنے اور بال جڑوانے والی پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

۵۴۵۱۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا عبدۃ ح وحدثناہ ابن نمیر حدثنا ابی وعبدۃ ح وحدثنا ابو کریب حدثنا وکیع ح وحدثنا

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کی ہیں، وکیع اور شعبہ کی روایت میں فتمرط شعرھا کے الفاظ ہیں۔

عَمْرٌو النَّاقِدُ أَخْبَرَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ وَكِيعًا وَشُعْبَةَ فِي حَدِيثِهِمَا فَتَمَرَّطَ شَعْرُهَا۔

۵۴۵۲۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنِّي زَوَّجْتُ ابْنَتِي فَتَمَرَّقَ شَعْرُ رَأْسِهَا وَذَهَبَ وَجْهُهَا يَسْتَحْسِنُهَا أَفَأَصِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَنَهَاهَا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے، اس کے بال جھڑ گئے ہیں، اس کا شوہر بالوں کو پسند کرتا ہے، یا رسول اللہ! کیا میں اس کے بالوں کے ساتھ دوسرے بال پیوند نہ کر دوں؟ آپ نے اس سے منع فرمایا۔

۵۴۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ مُسْلِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ جَارِيَةً مِنَ الْأَنْصَارِ تَزَوَّجَتْ وَأَنَّهَا مَرِضَتْ فَتَمَرَّطَ شَعْرُهَا فَأَرَادُوا أَنْ يَصِلُوهُ فَسَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَلَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں، انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی اور وہ بیمار ہو گئی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے لوگوں نے اس کے بالوں میں پیوند کرانے کا ارادہ کیا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے بالوں میں جوڑ لگانے والی اور جوڑ لگوانے والی پر لعنت فرمائی۔

۵۴۵۴۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ يَنَّاقَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ زَوَّجَتِ ابْنَةً لَهَا فَاشْتَكَتْ فَتَمَرَّقَ شَعْرُهَا فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجَهَا يُرِيدُهَا أَفَأَصِلُ شَعْرَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُعِنَ الْوَاصِلَاتُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی لڑکی کی شادی کی پھر وہ لڑکی بیمار ہو گئی اور اس کے بال جھڑ گئے وہ عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اس کا خاوند اس (کو بلانے) کا قصد کرتا ہے، کیا میں اس کے بالوں کو جوڑ لگا دوں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جوڑ لگانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

۵۴۵۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی،

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ نَافِعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ لُعِنَ الْمُوْصِلَاتُ۔

اس میں بھی ہے کہ جوڑ لگانے والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔

۵۴۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُسْتَوْشِمَةَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جوڑ لگانے والی، جوڑ لگوانے والی، گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔

۵۴۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ بَزِيْعٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت کی ہے۔

۵۴۵۸۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ) اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالنَّامِصَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ امْرَاَةً مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ يُقَالُ لَهَا اُمُّ يَعْقُوْبَ وَكَانَتْ تَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ فَاَتَتْهُ فَقَالَتْ مَا حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ اَنَّكَ لَعَنْتَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰهِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَمَا لِيَ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَتِ الْمَرْاَةُ لَقَدْ قَرَاْتُ مَا بَيْنَ لَوْحَيِ الْمُصْحَفِ فَمَا وَجَدْتُّهُ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتِ قَرَاْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا فَقَالَتِ الْمَرْاَةُ فَاِنِّيْ اَرٰى شَيْئًا مِّنْ هٰذَا عَلَى

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ گودنے والیوں، گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں، بنوانے والیوں اور خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والیوں پر اللہ کی لعنت ہے، یہ حدیث بنو اسد کی ایک عورت تک پہنچی جس کو ام یعقوب کہا جاتا تھا، وہ قرآن مجید پڑھتی تھی، اس نے حضرت ابن مسعود کے پاس آکر کہا میرے پاس آپ کی یہ کیسی روایت پہنچی ہے کہ آپ نے گودنے والی اور گدوانے والی اور بال نوچنے والی، اور حسن کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور اللہ کی خلقت (بناوٹ) کو تبدیل کرنے والی پر لعنت کی ہے؟ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ نے لعنت کی ہے، حالانکہ وہ لعنت اللہ کی کتاب میں ہے، اس عورت نے کہا میں نے تو پورا قرآن مجید پڑھا ہے میں نے تو اس میں یہ لعنت نہیں دیکھی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اگر تم قرآن مجید کو پڑھتیں تو ضرور اس لعنت کو پالیتیں، اللہ عزوجل نے فرمایا ہے (ترجمہ:) اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو مانو، اور جن کاموں سے تم کو روکیں ان سے باز رہو،

امْرَاَتِكَ الْاٰنَ قَالَ اذْهَبِيْ فَانْظُرِيْ قَالَ فَدَخَلَتْ عَلٰى امْرَاَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمْ تَرَ شَيْئًا فَجَاءَتْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا فَقَالَ اَمَا لَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ نُجَامِعْهَا۔

اس عورت نے کہا میرا خیال ہے کہ ان ممنوعہ کاموں میں سے کچھ کاموں کو تو آپ کی زوجہ بھی کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود نے فرمایا: جاؤ جا کر دیکھ لو، وہ عورت حضرت عبد اللہ کی زوجہ کے پاس گئی تو وہاں ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر آپ کے پاس آئی اور کہنے لگی، میں نے ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھی، حضرت ابن مسعود نے فرمایا اگر وہ ان ممنوعہ کاموں کو کرتی تو ہم اس سے مجامعت نہ کرتے۔

۵۴۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ (وَهُوَ ابْنُ مُهَلْهِلٍ) كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ جَرِيْرٍ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَفِيْ حَدِيْثِ مُفَضَّلٍ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْشُوْمَاتِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، سفیان کی روایت میں واشمات اور مستوشمات ہے اور مفضل کی روایت میں واشمات اور موشومات ہے۔

۵۴۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُجَرَّدًا عَنْ سَائِرِ الْقِصَّةِ مِنْ ذِكْرِ اُمِّ يَعْقُوْبَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے، اس میں ام یعقوب کے ذکر کو ترک کر کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

۵۴۶۱۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ (يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ) حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو اسی طرح ذکر کیا ہے۔

۵۴۶۲۔ وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ زَجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَصِلَ الْمَرْاَةُ بِرَاْسِهَا شَيْئًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے بالوں میں بالوں کا پیوند کرانے سے منع فرمایا ہے۔

۵۴۶۳ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ عَامَ حَجَّ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَتَنَاوَلَ قُصَّةً مِنْ شَعَرٍ كَانَتْ فِي يَدِ حَرَسِيٍّ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هٰذِهِ وَيَقُولُ إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ حِينَ اتَّخَذَ هٰذِهِ نِسَاؤُهُمْ۔

حمید بن عبدالرحمان بن عوف بیان کرتے ہیں کہ جس سال حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما نے حج کیا، اس سال حضرت معاویہ نے منبر پر بیٹھ کر بالوں کا ایک چٹلا لیا جو ان کے غلام کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ ایسے چٹلوں سے منع فرماتے تھے، اور فرمایا جب بنو اسرائیل کی عورتوں نے اس قسم کے کام شروع کیے تو وہ ہلاک ہو گئے۔

۵۴۶۴ ۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ إِنَّمَا عُذِّبَ بَنُو إِسْرَائِيلَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، البتہ معمر کی حدیث میں یہ ہے کہ بنو اسرائیل کو عذاب دیا گیا۔

۵۴۶۵ ۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ فَخَطَبَنَا وَأَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرَى أَنَّ أَحَدًا يَفْعَلُهُ إِلَّا الْيَهُودَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ فَسَمَّاهُ الزُّورَ۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آ کر خطبہ دیا اور بالوں کا ایک گچھا نکال کر فرمایا: مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہود کے سوا کوئی شخص اس قسم کے چٹلے بناتا ہوگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے اس کو جھوٹی زیبائش قرار دیا۔

۵۴۶۶ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا أَخْبَرَنَا مُعَاذٌ (وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ) حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّكُمْ قَدْ أَحْدَثْتُمْ زِيَّ سُوءٍ وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الزُّورِ قَالَ وَجَاءَ رَجُلٌ بِعَصًا عَلَى رَأْسِهَا

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے ایک دن فرمایا: تم لوگوں نے بری پوشش اختیار کر لی ہے! اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ سے منع فرمایا ہے، پھر ایک شخص ایسی لاٹھی لیے ہوئے آیا جس کے سرے پر ایک چیتھڑا تھا حضرت معاویہ نے کہا سنو! یہی جھوٹ ہے، قتادہ نے اس کی تفسیر میں کہا یعنی عورتیں کپڑے باندھ کر اپنے بالوں کو

حِرْقَةٌ قَالَ مُعَاوِيَةُ أَلَا وَهٰذَا الزُّوْرُ قَالَ قَتَادَةُ يَعْنِي مَا يُكَثِّرُ بِهِ النِّسَاءُ أَشْعَارَهُنَّ مِنَ الْخِرَقِ۔

لمبا کر لیتی ہیں۔

مصنوعی بال لگانے، گدولنے اور چٹلا وغیرہ لگانے کے حکم میں مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنے پر صراحۃً لعنت کی گئی ہے اور یہی ظاہر اور مختار ہے، اور ہمارے اصحاب نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر عورت انسان کے بالوں کے ساتھ اپنے بالوں کو جوڑے تو یہ بالاتفاق حرام ہے، خواہ مرد کے بالوں کو جوڑے یا عورت کے، خواہ وہ مرد اس کا محرم ہو، خاوند ہو یا کوئی اور شخص ہو، کیونکہ احادیث میں عموم ہے، نیز اس لیے کہ انسان کے بالوں اور اس کے باقی اجزاء سے اس کی کرامت کی وجہ سے انتفاع حرام ہے اس لیے انسان کے بالوں، ناخنوں اور اس کے باقی اجزاء کو دفن کر دیا جائے گا، اور اگر عورت نے اپنے بالوں کے ساتھ غیر انسان کے بالوں کو پیوند کیا تو اگر اس کے بال نجس ہیں (مثلاً مردہ جانور کے بال یا حرام جانور کے بال) تو وہ بھی از روئے حدیث حرام ہیں، نیز اس وجہ سے کہ وہ نماز کی حالت اور عام حالات میں عمداً حامل نجاست ہو گی، اور اس حکم میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے، اور اگر غیر انسان کے بال پاک ہوں تو اگر اس عورت کا خاوند یا مالک موجود نہیں ہے تو یہ پھر بھی حرام ہے، اور اگر اس کا خاوند ہے تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں، (اوّل) یہ ظاہر احادیث کی بناء ناجائز ہے۔ (الثانی) یہ حرام نہیں ہے، (الثالث) زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر اس نے اپنے مالک یا خاوند کی اجازت سے بالوں کو پیوند کیا تو جائز ہے ورنہ حرام ہے، اور عورت کا چہرے پر سرخی لگانے اور بالوں پر سیاہ خضاب لگانے اور مہندی سے پوروں کو رنگنے کا حکم یہ ہے کہ: اگر اس کا خاوند یا مالک نہ ہو یا خاوند اور مالک ہو اور اس نے ان کی اجازت کے بغیر یہ بناؤ سنگھار کیا ہو تو یہ حرام ہے اور اگر ان کی اجازت سے کیا ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے، یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے (خاوند کی اجازت سے میک اپ کرنا اس لیے جائز ہے کہ خاوند کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو اس کی بیوی حسین معلوم ہو اور بیوی کا حسن، خوبصورتی اور جاذبیت اس کے ساتھ مباشرت کی محرک ہوتی ہے اور غیر شادی شدہ لڑکی کا بننا سنورنا اور میک اپ کرنا اجنبی مردوں کی شہوت اور سفلی جذبات کو بھڑکانے کے لیے ہوتا ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ: اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک، امام طبری اور جمہور فقہاء نے کہا کہ بالوں کے ساتھ کسی چیز کو بھی پیوند کرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس نے بالوں کو بالوں کے ساتھ پیوند کیا ہو، اُون کے ساتھ پیوند کیا ہو یا کپڑے کے ساتھ، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کو امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنے سر کے بالوں کے ساتھ کسی چیز کو پیوند کرنے سے منع کیا ہے، اور لیث بن سعد نے کہا ہے کہ یہ ممانعت بالوں کو بالوں سے ملانے کے ساتھ مخصوص ہے اور بالوں کو اُون یا کپڑے (مثلاً چٹلا) کے ساتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ بالوں کے ساتھ ہر چیز کو ملانا جائز ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ ایک روایت ہے، لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول جمہور کی طرح ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ ریشم یا کسی اور چیز کے دھاگوں کے ساتھ بالوں کو باندھنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقۃً یا حکماً پیوند نہیں ہے، بلکہ یہ تجمل اور

تحسین ہے، حدیث میں ہے کہ بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فعل حرام پر معاونت کرنے والا بھی لعنت میں شریک ہوتا ہے، جیسا کہ عبادت میں معاونت کرنے والا ثواب میں شریک ہوتا ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی نے بھی اسی طرح مذاہب بیان کیے ہیں۔ [2]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

بعض بوڑھی عورتیں اپنی عمر کم ظاہر کرنے کے لیے اور دانتوں کو خوبصورت بنانے کے لیے دانتوں کے درمیان خفیف سی کشادگی کرا لیتی ہیں، یہ کام کرنا اور کرانا دونوں حرام ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو تبدیل کرنا ہے اور اس میں تلبیس اور تزویر ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو اظہار حسن کے لیے دانتوں میں جھریاں بنواتی ہیں، البتہ جو عورتیں علاج کی غرض سے یا کسی عیب کو دور کرنے کے لیے دانتوں میں جھریاں بنوائیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [3]

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

بالوں کے ساتھ آدمی کے بالوں کو ملانا (پیوند کرنا) حرام ہے، خواہ وہ عورت کے بال ہوں یا عورت کے علاوہ کسی اور کے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بال ملانے والی، ملوانے والی، گودنے والی، گدوانے والی اور بال نوچنے والی اور نچوانے والی پر لعنت کی ہے۔ [4]

اگر کوئی عورت عورت کے علاوہ کسی اور کے بال ملائے تو وہ اس لیے حرام ہے کہ اس میں بھی آدمی کے جز سے نفع حاصل کرنا ہے لیکن تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت کا غیر عورت کے بال ملانا مکروہ ہے اور غیر بنی آدم کے بال ملانا جائز ہے تاکہ اس کی منیڈھیاں بڑی ہو جائیں، امام ابو یوسف سے یہی مروی ہے اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر عورت اپنی زلفوں اور بالوں کے ساتھ اونٹوں کے بال ملالے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سیاہ اون کے چٹلے بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [5]

باب ۵۲ نِسَاءِ الْكَاسِيَاتِ الْعَارِيَاتِ الْمَائِلَاتِ الْمُمِيلَاتِ

جو عورتیں ملبوس ہونے کے باوجود عریاں ہوں گی اور راہِ حق سے متجاوز ہوں گی

۵۴۹۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنمیوں کی دو ایسی قسمیں ہیں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۲، ۲۶۳، دار الکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۲۶۴، دار الکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ لَمْ اَرَھُمَا قَوْمٌ مَعَھُمْ سِیَاطٌ کَاَذْنَابِ الْبَقَرِ یَضْرِبُوْنَ بِھَا النَّاسَ وَنِسَآءٌ کَاسِیَاتٌ عَارِیَاتٌ مُمِیْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُھُنَّ کَاَسْنِمَۃِ الْبُخْتِ الْمَائِلَۃِ لَا یَدْخُلْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یَجِدْنَ رِیْحَھَا وَاِنَّ رِیْحَھَا لَیُوْجَدُ مِنْ مَسِیْرَۃِ کَذَا وَکَذَا۔

جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں، دوسری وہ عورتیں ہیں جو لباس پہننے کے باوجود عریاں ہوں گی وہ راہ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوئی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی اور جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

ملبوس ہونے کے باوجود عریاں ہونے کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہے، کیونکہ یہ دونوں قسمیں اب موجود ہو گئی ہیں، اور اس میں ان دونوں قسموں کی مذمت ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے شکر سے عاری ہوں گی، ایک قول یہ ہے کہ وہ عورتیں بدن کے بعض حصوں پر لباس پہنیں گی اور بعض حصوں کو اظہارِ جمال کے لیے عریاں رکھیں گی،[1] اور ایک قول یہ ہے کہ وہ باریک اور عریاں لباس پہنیں گی جس سے کپڑے پہننے کے باوجود ان کا جسم برہنہ نظر آئے گا، اور مائلات کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام سے روگردانی کریں گی اور ممیلات کا معنی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گی۔

بَابُ النَّھْیِ عَنِ التَّزْوِیْرِ فِی اللِّبَاسِ وَغَیْرِہٖ وَالتَّشَبُّعِ بِمَا لَمْ یُعْطَ

جھوٹا لباس پہننے اور جھوٹے اوصاف ظاہر کرنے کی ممانعت

۵۴۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ وَعَبْدَۃُ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ امْرَاَۃً قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَقُوْلُ اِنَّ زَوْجِیْ اَعْطَانِیْ مَا لَمْ یُعْطِنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَیْ زُوْرٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے کچھ چیزیں نہیں دیں تو کیا میں کہہ سکتی ہوں کہ اس نے مجھے وہ چیزیں دی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس جو چیز نہ ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ اس کے پاس وہ چیز ہے وہ جھوٹی زیبائش والے کپڑے پہننے والوں کی مثل ہے۔

۵۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَۃُ حَدَّثَنَا ھِشَامٌ عَنْ فَاطِمَۃَ عَنْ اَسْمَآءَ جَآءَتِ امْرَاَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میری ایک سوکن ہے، اگر میں اس پر یہ ظاہر کروں کہ مجھے میرے شوہر

---

[1] میں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ء سے لے کر دسمبر تک برطانیہ کا تبلیغی دورہ کیا، وہاں پر یورپین خواتین برائے نام انڈویئر اور بنیان پہن کر شاہراہوں اور بازاروں میں کھلے عام پھرتی ہیں، یہ عاریات لابسات کی واضح تفسیر اور علم نبوت کا زندہ ثبوت ہیں۔

وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَتَشَبَّعَ مِنْ مَالِ زَوْجِي بِمَا لَمْ يُعْطِنِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ۔

نے فلاں مال دیا ہے حالانکہ اس نے وہ مال نہ دیا ہو تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ اس کے پاس وہ چیز ہے وہ جھوٹی زیبائش کے کپڑے پہننے والوں کی مثل ہے۔

۵۴۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کی ہیں۔

جھوٹے لباس پہننے کی وضاحت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص لوگوں کے سامنے کسی چیز کی کثرت ظاہر کرے، حالانکہ اس کے پاس وہ چیز نہ ہو، اور اپنے کو باطل کے ساتھ مزین کرے تو یہ جھوٹ کا لباس پہننے کی طرح مذموم ہے، ابو عبید نے کہا اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا لباس پہنے اور اس کے دل میں جس قدر خشوع و خضوع نہ ہو لوگوں پر اس سے زیادہ ظاہر کرے وہ شخص جھوٹ اور ریا کاری کا لباس پہننے والا ہے، یا وہ شخص اس طرح ہے جیسے کوئی پرائے کپڑے پہنے اور ظاہر یہ کرے کہ وہ اس کے کپڑے ہیں یا وہ ایسے جھوٹے گواہ کی طرح ہے جو حسین و جمیل لباس پہن کر خود کو معزز شخص ظاہر کرے تاکہ اس کی گواہی قبول کی جائے حالانکہ وہ جھوٹی گواہی دینے والا ہو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب الآداب

ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

اَدَب: ادیب لوگوں سے ادب سیکھتا ہے، اَدَب انسان کو اچھائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، ادب کی اصل دعا ہے، ہمارے شیخ نے اپنے شیوخ سے نقل کیا ہے کہ ادب ایسا ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان مذمت کیے جانے سے محفوظ رہتا ہے، مصباح میں ہے نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کو سیکھنا ادب ہے، ابوزید انصاری نے ادب کی یہ تعریف کی ہے۔

الادب کل ریاضۃ محمودۃ یتخرج بھا الانسان فی فضیلۃ من الفضائل۔

ہر اس پسندیدہ کاوش کو ادب کہا جاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کو کسی قسم کی فضیلت حاصل ہو جائے۔

ترشیح میں لکھا ہے جس قول یا جس فعل کی تعریف کی جائے وہ ادب ہے اپنے سے بڑے کی تنظیم کرنا یا اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے، علامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی میں لکھا ہے: لغت میں حسن اخلاق اور مکارم افعال کو ادب کہتے ہیں، اور علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق کرنا متاخرین کی اصطلاح ہے۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ابومحمد نے کتاب الواعی میں لکھا ہے ادب کو اس لیے ادب کہتے ہیں کہ وہ محامد کی طرف دعوت دیتا ہے، جوہری نے کہا ادب کی دو قسمیں ہیں ادب النفس اور ادب الدرس، ابوزید سے منقول ہے الادب کل ریاضۃ محمودۃ یتخرج بھا الانسان فی فضیلۃ من الفضائل "ادب ہر اس مستحسن ریاضت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو کوئی فضیلت حاصل ہو سکے" ایک قول یہ ہے الادب استعمال ما یحمد قولاً وفعلاً۔ "جس چیز کی قولاً وفعلاً تعریف کی جائے وہ ادب ہے، ایک قول یہ ہے کہ مکارم اخلاق کو حاصل کرنا ادب ہے، ایک قول یہ ہے کہ امور مستحسنہ کو جاننا ادب ہے، ایک قول یہ ہے کہ اپنے سے بڑے کی تنظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔ [2]

---

[1] ۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس ج ۲ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

[2] ۔ علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ ۷۵۴ النَّهْيِ عَنِ التَّكَنِّي بِأَبِي الْقَاسِمِ وَبَيَانِ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ

ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت اور اچھے ناموں کا بیان

۵۴۷۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا (وَاللَّفْظُ لَهُ) قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ) عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ نَادَى رَجُلٌ رَجُلًا بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمْ أَعْنِكَ إِنَّمَا دَعَوْتُ فُلَانًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بقیع میں ایک شخص نے دوسرے شخص کو یا ابا القاسم کہہ کر آواز دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آواز کی طرف دیکھا، اس شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو نہیں پکارا تھا، میں نے تو فلاں شخص کو پکارا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

۵۴۷۲۔ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ زِيَادٍ (وَهُوَ الْمُلَقَّبُ بِسَبَلَانَ) أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَخِيهِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَهُ مِنْهُمَا سَنَةَ أَرْبَعٍ وَأَرْبَعِينَ وَمِائَةٍ يُحَدِّثَانِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَحَبَّ أَسْمَائِكُمْ إِلَى اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے ناموں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمان ہیں۔

۵۴۷۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا نَدَعُكَ تُسَمِّي بِاسْمِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِابْنِهِ حَامِلَهُ عَلَى ظَهْرِهِ فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ مُحَمَّدًا فَقَالَ لِي قَوْمِي لَا نَدَعُكَ تُسَمِّي بِاسْمِ رَسُولِ اللَّهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا، اس شخص نے اس کا نام محمد رکھا، اس شخص سے اس کی قوم نے کہا تم نے اپنے بیٹے کا نام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر رکھا ہے ہم تمہیں یہ نام نہیں رکھنے دیں گے، وہ شخص اپنے بچے کو اپنی پشت پر بٹھا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ! میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا میری قوم نے کہا ہم تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں رکھنے دیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، میں صرف تقسیم کرنے والا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ۔

ہوں اور تم میں تقسیم کرتا ہوں۔

۵۴۷۴۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا عَبْثَرٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا فَقُلْنَا وَلَا نُكَنِّيكَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَسْتَأْمِرَهُ قَالَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ وُلِدَ لِي غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ وَإِنَّ قَوْمِي أَبَوْا أَنْ يُكَنُّونِي بِهِ حَتَّى تَسْتَأْذِنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُّوْا بِكُنْيَتِي فَإِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام محمد رکھا، ہم نے اس سے کہا جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہ لے لو، اس وقت تک ہم تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی کنیت نہیں رکھنے دیں گے، سو وہ شخص حضور کے پاس گیا اور کہا میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر اس کا نام رکھا، اور میری قوم نے مجھے اس کے نام کے ساتھ کنیت رکھنے سے منع کیا، تاوقتیکہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی اجازت نہ لے لوں، آپ نے فرمایا: میرے نام کے ساتھ نام رکھو اور میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ رکھو، کیونکہ میں تو صرف قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

۵۴۷۵۔ حَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فَإِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ نہیں ہے کہ میں تو صرف قاسم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

۵۴۷۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُوْ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي فَإِنِّي أَنَا أَبُو الْقَاسِمِ أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ وَلَا تَكْتَنُوْا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو، کیونکہ میں تو ابوالقاسم ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں اور ابوبکر کی روایت میں ہے "ولا تکتنوا"۔

۵۴۷۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ إِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ۔

ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے کہ میں قاسم بنایا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

۵۴۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وُلِدَ لَهٗ غُلَامٌ فَاَرَادَ اَنْ يُّسَمِّيَهٗ مُحَمَّدًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ اَحْسَنَتِ الْاَنْصَارُ سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِيْ

ایک انصاری کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا اس نے ارادہ کیا کہ اس کا نام محمد رکھے، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا، انصار نے اچھا کیا، میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔

۵۴۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ كُلُّهُمْ عَنْ سَالِمِ ابْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ وَ مَنْصُوْرٍ وَسُلَيْمَانَ وَحُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالُوْا سَمِعْنَا سَالِمَ بْنَ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِ مَنْ ذَكَرْنَا حَدِيْثَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ حَدِيْثِ النَّضْرِ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ وَزَادَ فِيْهِ حُصَيْنٌ وَسُلَيْمَانُ قَالَ حُصَيْنٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا بُعِثْتُ قَاسِمًا اَقْسِمُ بَيْنَكُمْ وَقَالَ سُلَيْمَانُ فَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ بَيْنَكُمْ

امام مسلم نے پانچ سندوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا، حصین کی روایت میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بطور قاسم مبعوث کیا گیا ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، اور سلیمان کی روایت میں ہے: میں تو صرف قاسم ہوں اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

۵۴۸۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهٗ سَمِعَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اس شخص نے اس کا نام قاسم رکھا، ہم نے کہا ہم تمہیں ابوالقاسم کنیت نہیں

جَابِرِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ وُلِدَ لِرَجُلٍ مِنَّا غُلَامٌ فَسَمَّاهُ الْقَاسِمَ فَقُلْنَا لَا نُكَنِّيكَ اَبَا الْقَاسِمِ وَلَا نُتْعِمُكَ عَيْنًا فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ اِسْمِ ابْنَكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ۔

رکھنے دیں گے اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی نہیں کریں گے، اس شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا: اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھ لو۔

۵۴۸۱ - وَحَدَّثَنِي اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) كِلَاهُمَا عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَلَا نُتْعِمُكَ عَيْنًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، اس میں یہ نہیں ہے کہ ہم تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہونے نہیں دیں گے۔

۵۴۸۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَمَّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي قَالَ عَمْرٌو عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو۔ عمرو نے عن ابی ہریرہ کہا اور سمعت نہیں کہا۔

۵۴۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ لَمَّا قَدِمْتُ نَجْرَانَ سَاَلُوْنِي فَقَالُوْا اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ يَا اُخْتَ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى قَبْلَ عِيْسٰى بِكَذَا وَكَذَا فَلَمَّا قَدِمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ بِاَنْبِيَآئِهِمْ وَالصَّالِحِيْنَ قَبْلَهُمْ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ جب میں نجران میں آیا تو لوگوں نے مجھ سے یہ سوال کیا کہ تم (سورۂ مریم میں) یا اخت ہارون پڑھتے ہو، حالانکہ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ سے اتنی مدت پہلے تھے، جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا بنو اسرائیل گذشتہ انبیاء اور صالحین کے نام پر نام رکھتے تھے۔

ابوالقاسم کنیت رکھنے کے متعلق مذاہب کی تفصیل

حدیث نمبر ۵۴۷۱ میں ہے: میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کے کئی مذاہب ہیں جن کو قاضی عیاض وغیرہ نے جمع کیا ہے، ان مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(اوّل) امام شافعی اور اہل ظاہر (غیر مقلدین) کا مذہب یہ ہے کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے خواہ اس کا نام محمد یا احمد ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ظاہر حدیث کا تقاضا ہے۔

(ثانی) امام مالک، جمہور سلف اور فقہاء امصار کا مسلک یہ ہے کہ یہ ممانعت منسوخ ہو گئی کیونکہ یہ حکم ابتداء میں تھا اور اب ہر شخص کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنا جائز ہے خواہ اس کا نام محمد اور احمد ہو یا نہ ہو، شروع میں ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ ابوالقاسم پکارنے سے حضور کو یہ شبہ نہ ہو کہ کسی نے آپ کو پکارا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور عصر اوّل سے لے کر اب تک بغیر کسی نکیر کے ابوالقاسم کنیت رکھی جاتی رہی ہے۔

(ثالث) علامہ ابن جریر کا نظریہ یہ ہے کہ یہ ممانعت منسوخ نہیں ہوئی۔ یہ ممانعت تنزیہہ اور ادب کے لیے تھی تحریم کے لیے نہیں تھی۔

(رابع) متقدمین کی ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کا نام محمد یا احمد ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت ہے اور جس کا نام محمد یا احمد نہ ہو اس کے لیے ابوالقاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(خامس) ابوالقاسم کنیت رکھنا مطلقاً ممنوع ہے، اسی طرح "قاسم" نام رکھنا بھی منع ہے تاکہ اس کا باپ ابوالقاسم کنیت نہ رکھے، جب مروان کو یہ حدیث پہنچی تو اس نے اپنے بیٹے کا نام بدل دیا پہلے اس کا نام قاسم تھا بعد میں اس کا نام عبدالملک رکھ دیا۔

(سادس) محمد نام رکھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ اس کی کوئی کنیت ہو یا نہ ہو، حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: تم اپنی اولاد کا نام محمد رکھتے ہو پھر اس کو لعنت کرتے ہو، حضرت عمر نے کوفہ والوں کی طرف لکھا، نبی کے نام پر کسی شخص کا نام نہ رکھو اور جن لوگوں نے اپنے بیٹوں کا نام محمد رکھا تھا انہیں نام بدلنے کا حکم دیا، حتیٰ کہ لوگوں نے حضرت عمر کو بتلایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں یہ نام (محمد) رکھنے کی اجازت دی ہے، اور آپ نے خود ان کا نام محمد رکھا ہے، پھر حضرت عمر نے انھیں چھوڑ دیا، قاضی عیاض نے کہا کہ حضرت عمر کا یہ اقدام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کی تعظیم کی وجہ سے تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے تم محمد نام رکھتے ہو پھر اس پر لعنت کرتے ہو، ایک قول یہ ہے کہ ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص محمد بن زید بن خطاب سے کہہ رہا تھا: "اے محمد! اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا ایسا کرے" حضرت عمر نے اس کو بلایا اور کہا میرا گمان ہے کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو برا کہا جاتا ہے، بخدا اب تم کو محمد کے نام سے نہیں بلایا جائے گا، اور اس کا نام عبدالرحمان رکھ دیا۔ [1]

کنیت رکھنے کی تحقیق

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں، اور امام بخاری کی روایت ہے: میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، اللہ دیتا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس وصف کے ساتھ کنیت رکھنا صحیح ہے جو وصف اس شخص میں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

موجود ہو، یا بیٹے کے نام کے ساتھ کنیت رکھنا صحیح ہے، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ میں نے اللہ کے مال سے کچھ اپنے پاس نہیں رکھ لیا، اور جب کسی کو زیادہ عطا فرمایا تو لوگوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے فرمایا: اللہ تعالیٰ دیتا ہے میں تو صرف تقسیم کرتا ہوں، جس شخص کو میں کوئی چیز دیتا ہوں تو وہ اس کا نصیب ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔ ابو القاسم کے علاوہ کوئی اور کنیت رکھنے کے جواز پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، اس کا کوئی بیٹا یا بیٹی ہو تو وہ اس کے نام کے ساتھ کنیت رکھ لے، یا اس کی اولاد نہ ہو تو وہ کسی اور کے بچے کے نام کے ساتھ بھی کنیت رکھ سکتا ہے مثلاً مرد ابو فلاں اور ابو فلانۃ کنیت رکھ سکتا ہے، اور عورت ام فلاں اور ام فلانۃ کنیت رکھ سکتی ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے کہتے: یا اباعمیر ما فعل النغیر[1]

انبیاء اور صالحین کے نام رکھنے کا جواز

حدیث نمبر ۵۴۸۳ میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل گذشتہ انبیاء اور صالحین کے نام رکھتے تھے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے انبیاء کے نام رکھنے پر استدلال کیا ہے اور اس کے جواز پر تمام علماء کا اجماع ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا اور ہم اس کی تاویل بیان کر چکے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند کا نام ابراہیم رکھا، اور آپ کے اصحاب میں سے بہت لوگوں کے نام انبیاء کے نام پر تھے، قاضی نے کہا ہے کہ بعض علماء نے ملائکہ کے نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے، یہ حارث بن مسکین کا قول ہے اور امام مالک نے جبرئیل اور یاسین نام رکھنے کو مکروہ کہا ہے۔[2]

بَابُ كَرَاهَةِ التَّسْمِيَةِ بِالْأَسْمَاءِ الْقَبِيحَةِ

برے نام رکھنے کی کراہت

۵۴۸۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الرُّكَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ وَقَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ الرُّكَيْنَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ نَهَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسَمِّيَ رَقِيقَنَا بِأَرْبَعَةِ أَسْمَاءٍ أَفْلَحَ وَرَبَاحٍ وَيَسَارٍ وَنَافِعٍ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے غلام کے لیے چار نام رکھنے سے منع فرمایا: افلح، رباح، یسار اور نافع۔

۵۴۸۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الرُّكَيْنِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَمُرَةَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے لڑکے کا نام

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ " " شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۷۔ " " " "

بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحًا وَلَا يَسَارًا وَلَا اَفْلَحَ وَلَا نَافِعًا۔

رباح، یسار، افلح، اور نافع نہ رکھو۔

۵۴۸۶- حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ هِلَالِ ابْنِ يَسَافٍ عَنْ رَبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ وَلَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامَكَ يَسَارًا وَّلَا رَبَاحًا وَلَا نَجِيْحًا وَّلَا اَفْلَحَ فَاِنَّكَ تَقُوْلُ اَثَمَّ هُوَ فَلَا يَكُوْنُ فَيَقُوْلُ لَا اِنَّمَا هُنَّ اَرْبَعٌ وَلَا تَزِيْدُنَّ عَلَيَّ۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلمات چار ہیں: سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، تم ان میں سے جس کلمہ کو پہلے کہو کوئی حرج نہیں ہے اور تم اپنے لڑکے کا نام یسار، رباح، نجیح اور افلح نہ رکھنا، کیونکہ تم پوچھو گے مثلاً افلح ہے؟ اور افلح نہیں ہوگا تو کہنے والا کہے گا افلح نہیں ہے۔ حضور نے چار کلمات ہی فرمائے تھے، ان کلمات سے زائد مجھ سے نقل نہ کرنا۔

۵۴۸۷- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنِي جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنِي اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ (وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ) ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِاِسْنَادِ زُهَيْرٍ فَاَمَّا حَدِيْثُ جَرِيْرٍ وَّرَوْحٍ فَكَمِثْلِ حَدِيْثِ زُهَيْرٍ بِقِصَّتِهٖ وَاَمَّا حَدِيْثُ شُعْبَةَ فَلَيْسَ فِيْهِ اِلَّا ذِكْرُ تَسْمِيَةِ الْغُلَامِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكَلَامَ الْاَرْبَعَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین مزید اسناد بیان کیں، ان میں شعبہ کی روایت میں صرف لڑکے کا نام رکھنے کا ذکر ہے، اور چار کلمات کا ذکر نہیں ہے۔

۵۴۸۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ اَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْهٰى عَنْ اَنْ يُّسَمّٰى بِيَعْلٰى وَبِبَرَكَةَ وَبِاَفْلَحَ وَبِيَسَارٍ وَبِنَافِعٍ وَبِنَحْوِ ذٰلِكَ ثُمَّ رَاَيْتُهٗ سَكَتَ بَعْدُ عَنْهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا ثُمَّ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یعلی، برکت، افلح، یسار اور نافع کو بطور نام رکھنے سے منع کرنے کا ارادہ فرمایا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے بعد میں اس معاملہ میں سکوت فرمالیا، اور کوئی بات نہیں کہی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے اور آپ نے ان ناموں سے منع نہیں کیا، پھر حضرت عمر نے ان ناموں کے رکھنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا اور پھر یہ ارادہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَنْهَ عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ اَرَادَ عُمَرُ اَنْ يَنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ تَرَكَهٗ۔

ترک کر دیا۔

بُرے نام رکھنے کے حکم کی تفصیل

افلح کا معنی ہے کامیاب، رباح کا معنی ہے نفع بخش تجارت، یسار کا معنی ہے آسان، نافع کا معنی ہے نفع دینے والا اور نجیح کا معنی بھی کامیاب ہے، یہ اور اس جیسے ناموں کا رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، اور اس کی کراہت کی وجہ وہی ہے جس کا حدیث میں بیان ہے کوئی شخص پوچھے نافع ہے اور جب وہ نہیں ہوگا تو جواب میں کہا جائے گا نافع نہیں ہے، اور بعض لوگ اس جواب سے بدشگونی میں مبتلا ہو جائیں گے، اس باب کی آخری حدیث میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان ناموں سے منع کرنے کا ارادہ کیا، اور پھر منع نہیں فرمایا، اس کا مطلب ہے آپ نے اس کو بطور تحریم منع کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اس کو حرام نہیں کیا، اور آپ نے جو ممانعت کی ہے وہ تنزیہی ہے۔[1]

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَغْيِيْرِ الْاِسْمِ الْقَبِيْحِ اِلٰى حَسَنٍ وَتَغْيِيْرِ اِسْمِ بَرَّةَ اِلٰى زَيْنَبَ وَنَحْوِهَا!

بُرے ناموں کو اچھے ناموں کے ساتھ بدلنے کا استحباب

۵۴۸۹۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ وَّ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ وَقَالَ اَنْتِ جَمِيْلَةٌ قَالَ اَحْمَدُ مَكَانَ اَخْبَرَنِيْ عَنْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عاصیہ کا نام تبدیل کیا اور فرمایا کہ تم جمیلہ ہو، احمد نے اخبرنی کی جگہ عن کا لفظ کہا ہے۔

۵۴۹۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَةً لِعُمَرَ كَانَتْ يُقَالُ لَهَا عَاصِيَةُ فَسَمَّاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيْلَةَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔

۵۴۹۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلٰى اٰلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جویریہ کا نام پہلے برّہ تھا، آپ نے اس کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا۔ آپ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ یہ کہا جائے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ جُوَيْرِيَةُ اسْمُهَا بَرَّةَ فَحَوَّلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْمَهَا جُوَيْرِيَةَ وَكَانَ يُكْرَهُ أَنْ يُقَالَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِ بَرَّةَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ عَنْ كُرَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ

کہ فلاں شخص برّہ (نیکی) کے پاس سے نکل گیا، کریب کی روایت میں سمعت ابن عباس کے الفاظ ہیں۔

۵۴۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ سَمِعْتُ أَبَا رَافِعٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ زَيْنَبَ كَانَ اسْمُهَا بَرَّةَ فَقِيلَ تُزَكِّي نَفْسَهَا فَسَمَّاهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ وَلَفْظُ الْحَدِيثِ لِهُؤُلَاءِ دُونَ ابْنِ بَشَّارٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب کا نام برّہ تھا، ان سے کہا گیا کہ تم اپنی پارسائی بیان کرتی ہو، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

۵۴۹۳۔ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ حَدَّثَتْنِي زَيْنَبُ بِنْتُ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ اسْمِي بَرَّةَ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ قَالَتْ وَدَخَلَتْ عَلَيْهِ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ وَاسْمُهَا بَرَّةُ فَسَمَّاهَا زَيْنَبَ

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرا نام برہ تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام زینب رکھ دیا، وہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے پاس ام المومنین حضرت زینب بنت جحش آئیں، ان کا نام بھی پہلے برہ تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام زینب رکھ دیا۔

۵۴۹۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ قَالَ سَمَّيْتُ ابْنَتِي بَرَّةَ فَقَالَتْ لِي زَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام برہ رکھا تو مجھ سے حضرت زینب بنت ابی سلمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نام کو رکھنے سے منع فرمایا ہے اور میرا نام پہلے برہ رکھا گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی پارسائی بیان نہ کرو، اللہ تعالیٰ

نَهٰى عَنْ هٰذَا الْاِسْمِ وَسُمِّيْتُ بَرَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ فَقَالُوْا بِمَ نُسَمِّيْهَا قَالَ سَمُّوْهَا زَيْنَبَ۔

ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون زیادہ نیکو کار ہے، صحابہ نے کہا پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں آپ نے فرمایا تم اس کا نام زینب رکھ دو۔

فائدہ: ان احادیث میں بُرے اور ناپسندیدہ ناموں کو تبدیل کرنے کا بیان ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بکثرت صحابہ کے اسماء کو تبدیل کیا اور نام بدلنے کی علت یا تو بدشگونی کا خوف ہے یا پارسائی کا اظہار ہے، سو ایسا نام جس سے اپنی پارسائی کا اظہار ہوتا ہو یا اس نام سے بدشگونی کا خدشہ ہو اس نام کو بدل دینا چاہیے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ التَّسَمِّيْ بِمَلِكِ الْاَمْلَاكِ

"شہنشاہ" نام رکھنے کی ممانعت

۵۴۹۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِاَحْمَدَ) قَالَ الْاَشْعَثِيُّ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ زَادَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ رِوَايَتِهٖ لَا مَالِكَ اِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ الْاَشْعَثِيُّ قَالَ سُفْيَانُ مِثْلُ شَاهَانْ شَاهْ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ سَاَلْتُ اَبَا عَمْرٍو عَنْ اَخْنَعَ فَقَالَ اَوْضَعُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا نام یہ ہے کہ کوئی شخص شہنشاہ کہلائے، اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے: اللہ عزوجل کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔ سفیان نے کہا ملک الاملاک کا مطلب شہنشاہ ہے، امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو سے اخنع کے معنی دریافت کیے، انھوں نے کہا اس کا معنی ہے سب سے زیادہ ذلیل۔

۵۴۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاَخْبَثُهُ وَاَغْيَظُهُ عَلَيْهِ رَجُلٌ كَانَ يُسَمّٰى مَلِكَ الْاَمْلَاكِ لَا مَلِكَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ احادیث روایت کیں، ان میں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ مبغوض اور خبیث شخص وہ ہوگا جو شہنشاہ کہلاتا ہوگا، اللہ کے سوا اور کوئی بادشاہ نہیں ہے۔

فائدہ: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شہنشاہ نام رکھنا حرام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء مخصوصہ کے ساتھ نام رکھنا بھی حرام ہے، مثلاً رحمٰن، قدوس، مہیمن، اور خالق الخلق وغیرہ۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ اِسْتِحْبَابِ تَحْنِيكِ الْمَوْلُودِ عِنْدَ وِلَادَتِهِ وَحَمْلِهِ إِلَى صَالِحٍ يُحَنِّكُهُ وَجَوَازِ تَسْمِيَتِهِ يَوْمَ وِلَادَتِهِ وَاسْتِحْبَابِ التَّسْمِيَةِ بِعَبْدِ اللّٰهِ وَإِبْرَاهِيمَ وَسَائِرِ أَسْمَاءِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا استحسان

۵۴۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَهَبْتُ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وُلِدَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَبَاءَةٍ يَهْنَأُ بَعِيرًا لَهُ فَقَالَ هَلْ مَعَكَ تَمْرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ فَنَاوَلْتُهُ تَمَرَاتٍ فَأَلْقَاهُنَّ فِي فِيهِ فَلَاكَهُنَّ ثُمَّ فَغَرَ فَا الصَّبِيِّ فَمَجَّهُ فِي فِيهِ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبُّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے تو میں ان کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور اپنے اونٹ کو روغن مل رہے تھے، آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کھجوریں ہیں؟ میں نے کہا ہاں! پھر میں نے کچھ کھجوریں آپ کو پیش کیں، آپ نے وہ کھجوریں اپنے منہ میں ڈال کر چبائیں، پھر آپ نے بچہ کا منہ کھول کر اسے بچہ کے منہ میں ڈال دیا، اور بچہ اس کو چوسنے لگا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار کو کھجوروں سے محبت ہے اور اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

۵۴۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُبِضَ الصَّبِيُّ فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ مَا فَعَلَ ابْنِي قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ هُوَ أَسْكَنُ مِمَّا كَانَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ الْعَشَاءَ فَتَعَشَّى ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا فَلَمَّا فَرَغَ قَالَتْ وَارُوا الصَّبِيَّ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ کا بیٹا بیمار تھا، حضرت ابوطلحہ باہر گئے تو وہ بچہ فوت ہو گیا، جب حضرت ابوطلحہ واپس لوٹے تو پوچھا میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا وہ پہلے کی بہ نسبت پرسکون ہے، پھر حضرت ام سلیم نے ان کو شام کا کھانا پیش کیا، حضرت ابوطلحہ نے کھانا کھایا، پھر حضرت ام سلیم سے عمل زوجیت کیا، جب وہ فارغ ہو گئے تو حضرت ام سلیم نے کہا جاؤ جا کر بچہ کو دفن کر دو، جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور

نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَ لِيْ اَبُوْ طَلْحَةَ اَحْمِلْهُ حَتّٰى تَاْتِيَ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتٰى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَتْ مَعَهُ بِتَمَرَاتٍ فَاَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَعَهُ شَيْءٌ قَالُوْا نَعَمْ تَمَرَاتٌ فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَضَغَهَا ثُمَّ اَخَذَهَا مِنْ فِيْهِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ حَنَّكَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ۔

آپ کو اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے پوچھا کیا رات کو تم نے عمل زوجیت کیا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما! پھر ایک بچہ پیدا ہوا، حضرت ابوطلحہ نے مجھ سے کہا: جاؤ اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ، حضرت انس اس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اور حضرت ام سلیم نے کچھ کھجوریں بھیجی تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو لیا اور پوچھا کیا اس کے ساتھ کوئی چیز ہے؟ حاضرین نے کہا: جی کھجوریں ہیں، آپ نے ان کھجوروں کو چبایا پھر ان کھجوروں کو اس بچہ کے منہ میں ڈال دیا اور یہ اس کی گھٹی تھی اور آپ نے اس بچہ کا نام عبداللہ رکھا۔

۵۴۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَنَسٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ نَحْوَ حَدِيْثِ يَزِيْدَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۵۰۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ وُلِدَ لِيْ غُلَامٌ فَاَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ اِبْرَاهِيْمَ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں اس کو لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کو کھجور کی گھٹی دی۔

۵۵۰۱۔ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى اَبُوْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ (يَعْنِيْ ابْنَ اِسْحٰقَ) اَخْبَرَنِيْ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ حَدَّثَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهُمَا قَالَا خَرَجَتْ اَسْمَاءُ بِنْتُ اَبِيْ بَكْرٍ حِيْنَ هَاجَرَتْ وَهِيَ حُبْلٰى بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَدِمَتْ قُبَاءً فَنُفِسَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بِقُبَاءٍ ثُمَّ خَرَجَتْ حِيْنَ نُفِسَتْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُحَنِّكَهُ فَاَخَذَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا فَوَضَعَهُ فِيْ حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ قَالَ فَالَتْ عَائِشَةُ

عروہ اور فاطمہ بنت منذر بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے ہجرت کی تو وہ حاملہ تھیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے، جس وقت قبا پہنچیں تو حضرت عبداللہ پیدا ہو گئے، وہ اس بچہ کو گھٹی دینے کی غرض سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور اس بچہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں دے دیا، پھر آپ نے کھجوریں منگائیں، حضرت عائشہ نے فرمایا کھجوریں ملنے سے پہلے ہم لوگ کچھ دیر کھجوریں تلاش کرتے رہے، آپ نے ان کھجوروں کو چبایا اور پھر بچہ کے منہ میں لعاب دہن ڈال دیا، اور جو چیز سب سے پہلے اس بچہ کے پیٹ

فَمَكَثْنَا سَاعَةً نَلْتَمِسُهَا قَبْلَ اَنْ نَجِدَهَا فَمَضَغَهَا ثُمَّ بَصَقَهَا فِي فِيهِ فَاِنَّ اَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ بَطْنَهُ لَرِيقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَتْ اَسْمَاءُ ثُمَّ مَسَحَهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَ سَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ ثُمَّ جَاءَ وَهُوَ ابْنُ سَبْعِ سِنِينَ اَوْ ثَمَانٍ لِيُبَايِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَمَرَهُ بِذٰلِكَ الزُّبَيْرُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَاٰهُ مُقْبِلًا اِلَيْهِ ثُمَّ بَايَعَهُ۔

میں پہنچی وہ آپ کا لعاب تھا، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ پر ہاتھ پھیرا، اس کے حق میں دعا کی اور اس کا نام عبداللہ رکھا، پھر جب وہ سات یا آٹھ سال کے ہو گئے، تو حضرت زبیر کے حکم سے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے لیے آپ کے پاس آئے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی طرف آتے دیکھا تو آپ نے تبسم فرمایا اور پھر ان کو بیعت کر لیا۔

۵۵۰۲۔ حَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ قَالَتْ فَخَرَجْتُ وَاَنَا مُتِمٌّ فَاَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَنَزَلْتُ بِقُبَاءٍ فَوَلَدْتُهُ بِقُبَاءٍ ثُمَّ اَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَهُ فِي حَجْرِهِ ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ اَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ اَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْاِسْلَامِ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ مکہ میں حاملہ تھیں، حضرت عبداللہ بن زبیر ان کے پیٹ میں تھے، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ جب میں مکہ سے نکلی تو میں پورے دنوں سے تھی، پھر میں مدینہ آئی اور قباء میں ٹھہری، اور قباء میں میں نے حضرت عبداللہ کو جنم دیا، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیا، پھر آپ نے کھجوریں منگائیں ان کو چبایا اور ان کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا، اور جو چیز ان کے پیٹ میں سب سے پہلے داخل ہوئی وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لعاب تھا، پھر آپ نے ان کو کھجور کی گھٹی دی، ان کے لیے دعا کی اور برکت کی دعا دی، حضرت ابن زبیر وہ پہلے بچے تھے جو (ہجرت کے بعد) مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔

۵۵۰۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِي بَكْرٍ اَنَّهَا هَاجَرَتْ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ اَبِي اُسَامَةَ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی، درآں حالیکہ وہ حاملہ تھیں اور ان کے پیٹ میں حضرت عبداللہ بن زبیر تھے، پھر حضرت ابو اسامہ کی مثل حدیث بیان کی۔

۵۵۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ (يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ) عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بچے لائے جاتے، آپ ان کو برکت کی دعا دیتے اور گھٹی دیتے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ۔

۵۵۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جِئْنَا بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَنِّكُهُ فَطَلَبْنَا تَمْرَةً فَعَزَّ عَلَيْنَا طَلَبُهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم (حضرت) عبداللہ بن زبیر کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے، آپ نے ان کو گھٹی دی، پھر ہم نے کھجور تلاش کی اور ہم کو اس کی تلاش میں دشواری ہوئی۔

۵۵۰۶۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيْمِيُّ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (وَهُوَ ابْنُ مُطَرِّفٍ أَبُوْ غَسَّانَ) حَدَّثَنِيْ أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُتِيَ بِالْمُنْذِرِ بْنِ أَبِيْ أُسَيْدٍ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ وُلِدَ فَوَضَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِهٖ وَأَبُوْ أُسَيْدٍ جَالِسٌ فَلَهِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَمَرَ أَبُوْ أُسَيْدٍ بِابْنِهٖ فَاحْتُمِلَ مِنْ عَلٰى فَخِذِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلُوْهُ فَاسْتَفَاقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ الصَّبِيُّ فَقَالَ أَبُوْ أُسَيْدٍ أَقْبَلْنَاهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اسْمُهٗ قَالَ فُلَانٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِ اسْمُهُ الْمُنْذِرُ فَسَمَّاهُ يَوْمَئِذٍ الْمُنْذِرَ۔

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ منذر بن ابی اُسید جب پیدا ہوئے تو ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی ران پر بٹھایا، حضرت ابو اُسید بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے کسی کام میں مشغول ہو گئے، سو حضرت ابو اُسید نے اپنے بیٹے کو اٹھانے کا حکم دیا، ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ران سے اٹھا لیا گیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے کام سے فارغ ہوئے تو فرمایا بچہ کہاں ہے، حضرت ابو اسید نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے اس کو اٹھا لیا تھا، آپ نے فرمایا اس کا نام کیا ہے؟ کہا: یا رسول اللہ! اس کا نام فلاں ہے، آپ نے فرمایا نہیں لیکن اس کا نام منذر ہے، پھر آپ نے اس کا نام منذر رکھ دیا۔

کسی عالم اور صالح شخص سے بچہ کو گھٹی دلوانے اور نام رکھوانے کا بیان

حدیث نمبر ۵۴۹۰ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نومولود بچہ لایا گیا آپ نے کھجور چبا کر اس بچہ کے منہ میں گھٹی دی، اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے منہ میں گھٹی دی جائے اور یہ فعل بالاجماع سنت ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ صالح مرد یا صالح عورت سے گھٹی دلوانی چاہیے، تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آثار صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے، چوتھا فائدہ یہ ہے کہ کھجور کی گھٹی دینا مستحب ہے اور کھجور کے علاوہ کسی اور چیز کی گھٹی دینا بھی جائز ہے، پانچواں فائدہ یہ ہے کہ چادر پہننا جائز ہے، چھٹا فائدہ تواضع ہے، اور بڑے آدمی کا اپنے کام میں مشغول رہنا مروت کے منافی نہیں ہے ساتواں

فائدہ یہ ہے کہ عبد اللہ نام رکھنا مستحب ہے، آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ بچہ کے نام رکھنے کا معاملہ کسی عالم اور صالح شخص کے سپرد کر دینا چاہیے اور نواں فائدہ یہ ہے کہ بچہ کی ولادت کے دن اس کا نام رکھنا چاہیے۔

حضرت ام سلیم کی ذہانت اور راضی بہ رضائے الٰہی ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۵۴۹۵ میں یہ ذکر ہے کہ جب حضرت ابو طلحہ نے اپنے بچہ کا حال پوچھا تو انھوں نے کہا وہ پہلے سے زیادہ پرسکون ہے، حالانکہ وہ بچہ فوت ہو چکا تھا، اس میں تعریض اور توریہ کا ثبوت ہے، اور معاریض کی اباحت کی شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے کسی کا حق ضائع نہ ہو، اس حدیث میں حضرت ام سلیم کی ذہانت کا بیان ہے کیونکہ ان کے شوہر جب سفر سے تھکے ہارے واپس لوٹے تو انھوں نے خوش دلی سے ان کا استقبال کیا اور کوئی افسردہ خبر ان کو نہیں سنائی انھیں کھانا کھلایا اور ان کو عمل زوجیت کا موقع فراہم کیا اور صبح کو یہ خبر سنائی کہ بچہ فوت ہو چکا ہے، انھوں نے اللہ کی قضاء پر صبر اور راضی بہ رضائے الٰہی ہونے کا اظہار کیا، اپنے شوہر کی خدمت کی اور اس کو سکون اور آرام پہنچایا اور اس سلسلے میں انتہائی ذہانت سے کام لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو طلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیا اس کی وجہ ان کے اس صبر اور راضی بہ رضائے الٰہی رہنے کے حیرت انگیز جذبہ پر تعجب کا اظہار تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے برکت کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس دعا کو قبول فرمایا اور حضرت عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے۔

حدیث نمبر ۵۵۰۰ میں ہے: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لڑکے کا نام ابراہیم رکھا۔ اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے نام پر اپنے بچوں کے نام رکھنے کا ثبوت ہے۔ [1]

باب ۵۹: جواز تکنیۃ من لم یولد لہ و تکنیۃ الصغیر

لاولد شخص کے لیے کنیت رکھنے کا جواز

۵۵۰۷۔ حدثنا ابو الربیع سلیمان بن داود العتکی حدثنا عبد الوارث حدثنا ابو التیاح ح حدثنا انس بن مالک ح وحدثنا شیبان بن فروخ (واللفظ لہ) حدثنا عبد الوارث عن ابی التیاح عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس خلقا وکان لی اخ یقال لہ ابو عمیر قال احسبہ قال کان فطیما قال فکان اذا جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرآہ قال ابا عمیر ما فعل النغیر قال فکان یلعب بہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے، میرا ایک بھائی تھا جس کو ابو عمیر کہا جاتا تھا، راوی کہتا ہے کہ میرا گمان ہے حضرت انس نے فرمایا وہ اس وقت ٹھوس غذا کھانے لگا تھا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو فرماتے: اے ابو عمیر! اس نغیر (ایک پرندہ) نے کیا کیا، وہ بچہ اس پرندہ سے کھیلتا تھا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۸ھ

پرندوں کو گھر میں رکھنے اور ان کے ساتھ بچوں کے کھیلنے کا بیان

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اولاد کے نام پر کنیت رکھنا ضروری نہیں ہے اور لاولد شخص بھی کنیت رکھ سکتا ہے، اور بچہ کی کنیت بھی رکھی جا سکتی ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ جس بات میں جھوٹ نہ ہو اس کو بطور مزاح کہنا جائز ہے، اور نام کی تصغیر جائز ہے اور بچوں کا چڑیوں کے ساتھ کھیلنا جائز ہے، اور ہم وزن کلام کرنا جائز ہے اور بچوں کے ساتھ لطف اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے، بعض مالکیہ نے اس حدیث سے حرم مدینہ کے جانوروں کے شکار کرنے پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ اس پرندہ کو مدینہ میں پکڑا گیا تھا۔ [1]

بَابُ جَوَازِ قَوْلِهِ لِغَيْرِ ابْنِهِ يَا بُنَيَّ وَاسْتِحْبَابِهِ لِلْمُلَاطَفَةِ

کسی اور کے بیٹے کو بطور شفقت بیٹا کہنے کا جواز

۵۵۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے بیٹے۔

۵۵۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ عَنِ الدَّجَّالِ أَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ وَمَا يَضُرُّكَ مِنْهُ إِنَّهُ لَنْ يَضُرَّكَ قَالَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ مَعَهُ أَنَّهَا الْمَاءَ وَجِبَالَ الْخُبْزِ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ ذَلِكَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق جتنے سوالات میں نے کیے ہیں اتنے کسی اور نے نہیں کیے، آپ نے فرمایا اے بیٹے تم کو اس سے کچھ ضرر نہیں ہوگا، میں نے کہا لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ پانی کی نہریں اور روٹی کے پہاڑ ہوں گے، آپ نے فرمایا وہ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہوگا۔

۵۵۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی چار اور سندیں بیان کیں اور ان سندوں کی روایات میں سے یزید کی روایت کے سوا کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے حضرت مغیرہ کو بیٹا فرمایا۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُغِيْرَةِ اَيْ بُنَيَّ اِلَّا فِيْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ وَحْدَهٗ۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں میں کم سن لڑکے کو بیٹا کہنے کا جواز ہے خواہ وہ اس شخص کا بیٹا نہ ہو، دوسری حدیث میں دجال کا ذکر ہے، امام مسلم نے کتاب کے آخر میں دجال کا ذکر کیا ہے، وہاں ان شاء اللہ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق آئے گی۔

بَابُ ۶۱ الْاِسْتِئْذَانِ

اجازت طلب کرنے کا بیان

۵۵۱۱۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا وَاللّٰهِ يَزِيْدُ بْنُ خُصَيْفَةَ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ كُنْتُ جَالِسًا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَاَتَانَا اَبُوْ مُوْسٰى فَزِعًا اَوْ مَذْعُوْرًا قُلْنَا مَا شَاْنُكَ قَالَ اِنَّ عُمَرَ اَرْسَلَ اِلَيَّ اَنْ اٰتِيَهٗ فَاَتَيْتُ بَابَهٗ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا فَلَمْ تَرُدَّ عَلَيَّ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَاْتِيَنَا فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُكَ فَسَلَّمْتُ عَلٰى بَابِكَ ثَلَاثًا فَلَمْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ فَرَجَعْتُ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اسْتَاْذَنَ اَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ فَلْيَرْجِعْ فَقَالَ عُمَرُ اَقِمْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةَ وَاِلَّا اَوْجَعْتُكَ فَقَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ لَا يَقُوْمُ مَعَهٗ اِلَّا اَصْغَرُ الْقَوْمِ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ قُلْتُ اَنَا اَصْغَرُ الْقَوْمِ قَالَ فَاذْهَبْ بِهٖ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں انصار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت ابوموسیٰ سہمے ہوئے آئے، ہم نے ان سے پوچھا آپ کو کیا ہوا؟ انھوں نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا تھا، میں ان کے دروازہ پر گیا اور ان کو تین مرتبہ سلام کیا، انھوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، میں واپس لوٹ آیا، انھوں نے کہا تم کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا میں نے آپ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر تین بار سلام کیا، مجھے کسی نے جواب نہیں دیا، سو میں واپس لوٹ گیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت طلب کرے اور اس کو کوئی جواب نہ دیا جائے تو وہ واپس لوٹ جائے، حضرت عمر نے فرمایا: اس حدیث پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابی بن کعب نے کہا ان کے ساتھ وہ شخص جائے گا جو قوم میں سب سے کم عمر ہو، حضرت ابوسعید نے کہا میں سب سے کم عمر ہوں فرمایا اچھا تم جاؤ۔

۵۵۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ فَقُمْتُ مَعَهٗ فَذَهَبْتُ اِلٰى عُمَرَ فَشَهِدْتُّ۔

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اس میں یہ ہے: حضرت ابوسعید نے کہا میں حضرت ابوموسیٰ کے ساتھ کھڑا ہوا اور جا کر حضرت عمر کے پاس گواہی دی۔

۵۵۱۳۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرٍ
ابْنِ الْأَشَجِّ أَنَّ بُسْرَ بْنَ سَعِيدٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كُنَّا فِي مَجْلِسٍ عِنْدَ أُبَيِّ
بْنِ كَعْبٍ فَأَتَى أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ مُغْضَبًا
حَتَّى وَقَفَ فَقَالَ أَنْشُدُكُمُ اللَّهَ هَلْ سَمِعَ أَحَدٌ
مِنْكُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ
قَالَ أُبَيٌّ وَمَا ذَاكَ قَالَ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ
بْنِ الْخَطَّابِ أَمْسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَمْ يُؤْذَنْ
لِي فَرَجَعْتُ ثُمَّ جِئْتُهُ الْيَوْمَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ
فَأَخْبَرْتُهُ أَنِّي جِئْتُ أَمْسِ فَسَلَّمْتُ ثَلَاثًا
ثُمَّ انْصَرَفْتُ قَالَ قَدْ سَمِعْنَاكَ وَنَحْنُ حِينَئِذٍ
عَلَى شُغْلٍ فَلَوْمَا اسْتَأْذَنْتَ حَتَّى يُؤْذَنَ لَكَ
قَالَ اسْتَأْذَنْتُ كَمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَاللَّهِ لَأُوجِعَنَّ ظَهْرَكَ
وَبَطْنَكَ أَوْ لَتَأْتِيَنَّ بِمَنْ يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا
فَقَالَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فَوَاللَّهِ لَا يَقُومُ مَعَكَ إِلَّا
أَحْدَثُنَا سِنًّا قُمْ يَا أَبَا سَعِيدٍ فَقُمْتُ حَتَّى أَتَيْتُ
عُمَرَ فَقُلْتُ قَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا۔

ہم حضرت ابی بن کعب کے پاس ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ غصہ میں آئے، اور کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم میں سے کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین بار اجازت طلب کی جائے اگر تم کو اجازت مل جائے تو فبہا ورنہ لوٹ جاؤ؟ حضرت ابی نے کہا تم اس حدیث کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہو؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر بن الخطاب سے کل تین بار اجازت طلب کی مجھے اجازت نہیں دی گئی، میں واپس لوٹ گیا، پھر آج میں ان کے پاس گیا اور ان کو اس واقعہ کی خبر دی کہ میں کل آپ کے پاس آیا تھا میں نے تین بار سلام کیا اور پھر واپس لوٹ گیا، حضرت عمر نے کہا ہم نے تمہارے سلام کی آواز سنی تھی لیکن ہم اس وقت ایک کام میں مشغول تھے، کاش! تم مسلسل اجازت طلب کرتے رہتے حتیٰ کہ تم کو اجازت دے دی جاتی، حضرت ابو موسیٰ نے کہا میں نے آپ سے اتنی ہی بار اجازت طلب کی جتنی بار اجازت طلب کرنے کے متعلق میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمر نے کہا بہ خدا میں تمہاری پیٹھ پر یا پیٹ پر سزا دوں گا، ورنہ تم اس حدیث پر کوئی گواہ پیش کرو، حضرت ابی بن کعب نے کہا صرف ہم میں سے کم سن شخص ہی اس پر گواہی دے سکتا ہے، اے ابو سعید تم اٹھو (حضرت ابو سعید کہتے ہیں) پھر میں اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، اور میں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۵۵۱۴۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ
حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ) حَدَّثَنَا سَعِيدُ
بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ أَبَا
مُوسَى أَتَى بَابَ عُمَرَ فَاسْتَأْذَنَ فَقَالَ عُمَرُ
وَاحِدَةٌ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ عُمَرُ
ثِنْتَانِ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ عُمَرُ ثَلَاثٌ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گئے، اور اجازت طلب کی، حضرت عمر نے کہا یہ ایک بار ہوئی، پھر انھوں نے دوبارہ اجازت طلب کی، حضرت عمر نے کہا یہ دو بار ہوئی، پھر انھوں نے تیسری بار اجازت طلب کی، حضرت عمر نے کہا یہ تیسری بار ہوئی، پھر وہ واپس لوٹ گئے، حضرت عمر نے

ثُمَّ انْصَرَفَ فَاتَّبَعَهُ فَرَدَّهُ فَقَالَ إِنْ كَانَ هٰذَا شَيْئًا حَفِظْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَا وَإِلَّا فَلَأَجْعَلَنَّكَ عِظَةً قَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَأَتَانَا فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ قَالَ فَجَعَلُوا يَضْحَكُونَ قَالَ فَقُلْتُ أَتَاكُمْ أَخُوكُمُ الْمُسْلِمُ قَدْ أُفْزِعَ تَضْحَكُونَ انْطَلِقْ فَأَنَا شَرِيكُكَ فِي هٰذِهِ الْعُقُوبَةِ فَأَتَاهُ فَقَالَ هٰذَا أَبُو سَعِيدٍ۔

کسی شخص کو ان کے پیچھے بھیجا وہ ان کو واپس لایا، حضرت عمر نے کہا اگر اس سلسلہ میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یاد ہے تو اس کو پیش کرو ورنہ میں تم کو عبرتناک سزا دوں گا، حضرت ابوسعید نے کہا پھر حضرت ابوموسیٰ ہمارے پاس آئے اور یہ فرمایا کیا تم یہ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اجازت تین مرتبہ طلب کی جاتی ہے؟ حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ لوگ ہنسنے لگے، میں نے کہا تمہارے پاس تمہارا مسلمان بھائی مصیبت میں گرفتار ہو کر آیا ہے اور تم ہنس رہے ہو! میں نے کہا چلو اس مصیبت میں میں تمہارا ساتھی ہوں، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور کہا یہ ابوسعید بطور گواہ ہے۔

۵۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَا سَمِعْنَاهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ بِمَعْنَى حَدِيثِ بِشْرِ بْنِ مُفَضَّلٍ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں۔

۵۵۱۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ أَنَّ أَبَا مُوسَى اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ ثَلَاثًا فَكَأَنَّهُ وَجَدَهُ مَشْغُولًا فَرَجَعَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَمْ تَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ فَدُعِيَ لَهُ فَقَالَ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ قَالَ إِنَّا كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا قَالَ لَتُقِيمَنَّ عَلَى هٰذَا بَيِّنَةً أَوْ لَأَفْعَلَنَّ فَخَرَجَ فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هٰذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا فَقَامَ أَبُو سَعِيدٍ فَقَالَ

عبد بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ آنے کی اجازت طلب کی، انھوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشغول پایا تو لوٹ گئے، حضرت عمر نے کہا کیا تم نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی؟ اس کو آنے کی اجازت دو، حضرت ابوموسیٰ کو بلایا گیا، حضرت عمر نے کہا تم واپس کیوں لوٹ گئے تھے؟ انھوں نے کہا ہمیں اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عمر نے فرمایا تم اس پر گواہ قائم کرو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس میں گئے، انھوں نے کہا تمہارے اس موقف پر صرف ہم میں سے کم سن گواہی دے سکتا ہے، سو حضرت

كُنَّا نُؤْمَرُ بِهٰذَا فَقَالَ عُمَرُ خَفِيَ عَلَيَّ هٰذَا مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي عَنْهُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ۔

ابو سعید کھڑے ہوئے اور کہا ہمیں اس چیز کا حکم دیا جاتا تھا، حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم مجھ پر مخفی رہا، بازار میں سودا سلف کی مشغولیت کی وجہ سے مجھ پر یہ حدیث مخفی رہی۔

۵۵۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ (يَعْنِي ابْنَ شُمَيْلٍ) قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِ النَّضْرِ أَلْهَانِي عَنْهُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں یہ نہیں ہے کہ بازار کی خرید و فروخت نے مجھے مشغول رکھا۔

۵۵۱۸۔ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ جَاءَ أَبُو مُوسَى إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ هٰذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَيْسٍ فَلَمْ يَأْذَنْ لَهُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ هٰذَا أَبُو مُوسَى السَّلَامُ عَلَيْكُمْ هٰذَا الْأَشْعَرِيُّ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رُدُّوا عَلَيَّ فَجَاءَ فَقَالَ يَا أَبَا مُوسَى مَا رَدَّكَ كُنَّا فِي شُغُلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْإِسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ فَإِنْ أُذِنَ لَكَ وَإِلَّا فَارْجِعْ قَالَ لَتَأْتِيَنِّي عَلَى هٰذَا بِبَيِّنَةٍ وَإِلَّا فَعَلْتُ وَفَعَلْتُ فَذَهَبَ أَبُو مُوسَى قَالَ عُمَرُ إِنْ وَجَدَ بَيِّنَةً تَجِدُوهُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ عَشِيَّةً وَإِنْ لَمْ يَجِدْ بَيِّنَةً فَلَمْ تَجِدُوهُ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ بِالْعَشِيِّ وَجَدُوهُ قَالَ يَا أَبَا مُوسَى مَا تَقُولُ أَقَدْ وَجَدْتَ قَالَ نَعَمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ عَدْلٌ قَالَ يَا أَبَا الطُّفَيْلِ مَا يَقُولُ هٰذَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ فَلَا تَكُونَنَّ عَذَابًا عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّمَا سَمِعْتُ شَيْئًا

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گئے، اور کہا السلام علیکم، یہ عبداللہ بن قیس حاضر ہے! حضرت عمر نے آنے کی اجازت نہیں دی، انھوں نے پھر کہا، السلام علیکم یہ ابو موسیٰ ہے، السلام علیکم یہ اشعری ہے! اس کے بعد واپس چلے گئے۔ حضرت عمر نے کہا ان کو میرے پاس واپس لاؤ، ——— ——— حضرت ابو موسیٰ آئے، حضرت عمر نے کہا اے ابو موسیٰ تم کیوں واپس چلے گئے؟ ہم کام میں مشغول تھے، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، تین بار اجازت طلب کی جائے، اگر تم کو اجازت دے دی جائے تو فبہا ورنہ واپس لوٹ جاؤ، حضرت عمر نے کہا تم اس پر گواہ لاؤ ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابو موسیٰ چلے گئے، حضرت عمر نے کہا اگر ابو موسیٰ کو گواہ مل گیا تو وہ شام کو منبر کے پاس تم کو ملیں گے، اور اگر ان کو گواہ نہیں ملا تو ان کو نہیں پاؤ گے، جب حضرت عمر شام کو آئے تو انھوں نے حضرت ابو موسیٰ کو موجود پایا، حضرت عمر نے کہا، اے ابو موسیٰ کیا کہتے ہو تم کو گواہ مل گیا؟ انھوں نے کہا ہاں! ابی بن کعب ہیں، حضرت عمر نے کہا وہ نیک شخص ہیں، حضرت عمر نے کہا اے ابو الطفیل! (یعنی حضرت ابی بن کعب) یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انھوں نے کہا: اے ابن الخطاب!

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَتَثَبَّتَ۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سُنا ہے! آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے عذاب جان نہ بنیں، حضرت عمر نے کہا سبحان اللہ! میں نے ایک حدیث سنی اور میں نے اس کی تحقیق کرنے کو مناسب جانا۔

۵۵۱۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبَانٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ هَاشِمٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ فَلَا تَكُنْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ عَذَابًا عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت ابی بن کعب سے کہا: کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! اے ابن الخطاب تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے عذاب جان نہ بنو! اس حدیث میں حضرت عمر بن الخطاب کا یہ جواب نہیں ہے سبحان اللہ! میں نے ایک حدیث سنی اور اس کی تحقیق کرنے کو پسند کیا۔

پرائے گھر میں داخل ہونے کے لیے اہل خانہ سے اجازت طلب کرنے کی تفصیل

حدیث نمبر ۵۵۱۱ میں ہے: "جب تم میں سے کوئی شخص تین بار اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس لوٹ جائے۔" علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اجازت طلب کرنا مشروع ہے، قرآن، سنت اور اجماع امت سے اس پر دلائل قائم ہیں، سنت یہ ہے کہ پہلے سلام کرے اور پھر تین بار آنے کی اجازت طلب کرے، اور سلام کرنے اور اجازت طلب کرنے کو جمع کرے، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اس میں اختلاف ہے کہ پہلے سلام کرے یا پہلے اجازت طلب کرے، احادیث صحیحہ اور اقوال محققین کے مطابق صحیح قول یہ ہے کہ وہ کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں؟ پھر دوسرا مرتبہ اور کہے کیا میں داخل ہو سکتا ہوں اور جب وہ تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے اور اس کو یہ گمان ہو کہ صاحب خانہ نے نہیں سنا، تو اس میں تین مذہب ہیں، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ وہ واپس لوٹ جائے اور دوبارہ اجازت طلب نہ کرے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ مزید اجازت طلب کرے، تیسرا مذہب یہ ہے کہ اگر اس نے اجازت طلب کرنے کے لیے صریح الفاظ کو پہلے ذکر کیا تھا، تو پھر ان کو نہ دہرائے اور اگر یہ الفاظ نہیں کہے تھے تو پھر اجازت طلب کرے، جن کا مذہب یہ ہے کہ تین بار اجازت طلب کرنے کے بعد پھر اجازت نہ طلب کرے ان کی دلیل یہ احادیث ہیں، اور دوسرے مذہب کی دلیل یہ ہے کہ یہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب اجازت طلب کرنے والے کو یہ یقین ہو کہ صاحب خانہ نے سننے کے باوجود اجازت نہیں دی۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱ - ۲۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اجازت طلب کرنے اور سلام کرنے میں تقدیم و تاخیر کی بحث

قرآن مجید میں ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ط ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ۝ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتیٰ یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم واللہ بما تعملون علیم۔

(النور : ۲۷ - ۲۸)

اے ایمان والو! اس وقت تک اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو، جب تک کہ تم اجازت نہ لے لو اور اہل خانہ کو سلام نہ کرلو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ اور اگر تم ان (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ، تب بھی ان گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ تو واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں پہلے اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد سلام کرنے کا ذکر ہے اور احادیث میں پہلے سلام کرنے کا ذکر ہے، امام رازی اس کے جواب میں لکھتے ہیں: حسن بصری سے مروی ہے اس آیت میں تقدیم اور تاخیر ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے ایمان والو! اس وقت تک دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اہل خانہ پر سلام نہ کرو اور ان سے اجازت نہ لے لو، اور حضرت ابن مسعود کی قرأت میں ہے "حتی تسلموا علیٰ اھلھا وتستاذنوا" لیکن یہ جواب خلاف ظاہر ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے استیناس انس سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی ہے حتیٰ کہ تم یہ جان لو کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں اور ظاہر ہے کہ یہ معنی سلام پر مقدم ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ واؤ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتی، اس لیے اس آیت کا یہ معنی ہو سکتا ہے کہ پہلے سلام کرو اور پھر اجازت طلب کرو۔[1]

اجازت طلب کرنے کی حکمت

امام رازی لکھتے ہیں کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنے کی حکمت یہ ہے کہ بلا اجازت اور اچانک داخل ہونے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ داخل ہونے والے کی نظر کسی ایسی چیز پر پڑے جس کا دیکھنا جائز نہیں ہے، یا ہو سکتا ہے کہ گھر والے اس حال میں ہوں جس میں وہ اپنے دیکھے جانے کو ناپسند کرتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس گھر میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی ہے جس میں لوگ سکونت پذیر نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون۔

(النور : ۲۹)

تمہارے لیے ان گھروں میں داخل ہونے پر کوئی گناہ نہیں ہے جن میں کسی کی رہائش نہ ہو اور وہاں تمہارا کوئی سامان ہو اور تم جو ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳، ص ۱۹۷-۱۹۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اجازت طلب کرنے کی کیفیت اور اس کے عموم کی بحث

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور کہا: "السلام علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، کیا عمر حاضر ہو سکتا ہے؟ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر صراحۃً اجازت طلب نہ کرے اور کوئی ایسا کلمہ کہہ دے جس سے اہل خانہ کو اس کے آنے کا علم ہو جائے تو بھی کافی ہے، مثلاً باآواز بلند سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہہ دے، قرآن مجید کی اس آیت سے بہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار اجازت طلب کرنا کافی ہے، اور امام مالک، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابو داؤد نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اگر تین بار اجازت طلب کرنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جائے اور تین بار کی حکمت یہ ہے کہ پہلی بار اجازت طلب کرنے سے اہل خانہ کو اطلاع ہو جائے، دوسری بار اجازت طلب کرنے کے وقفہ میں ان کو یہ مہلت ملے گی کہ وہ اپنی ہیئت کذائی ٹھیک کر لیں اور جس چیز کو ظاہر کرنا مقصود نہ ہو اس کو چھپا لیں اور تیسری بار میں ان کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اس کو اجازت دیں یا منع کر دیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ اجازت طلب کرنے کا حکم مطلقاً ہے یعنی محارم کے گھر جائے یا غیر محارم کے آنے والے کو بہر حال اجازت طلب کرنی چاہیے، امام مالک نے مؤطا میں عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں! اس نے کہا میرے علاوہ میری ماں کا اور کوئی خدمت کرنے والا نہیں ہے، کیا میں ہر بار آنے کے لیے اجازت طلب کروں؟ آپ نے فرمایا کیا تم اپنی ماں کو برہنہ دیکھنا پسند کرتے ہو؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر اجازت لے کر جایا کرو، اور امام بیہقی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تم اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس آنے سے پہلے اجازت طلب کرو، ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ عورتیں بھی جب دوسری عورتوں کے گھر جائیں تو اجازت لے کر جائیں، ابن ابی حاتم نے ام ایاس سے روایت کیا ہے کہ ہم چار عورتوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنے کی اجازت طلب کی میں نے کہا کیا ہم داخل ہو سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں، پھر ہم میں سے کسی ایک نے کہا السلام علیکم، کیا ہم داخل ہو سکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا آجاؤ، اور پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم الایۃ (النور: ۲۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حکم عام ہے اور مردوں کا ذکر تغلیباً ہے، اور عورتوں کے لیے بھی اس حکم کی یہی حکمت ہے کیونکہ کبھی گھر میں عورتیں اس حال میں ہوتی ہیں کہ وہ دوسری عورتوں کے اس حال پر مطلع ہونے کو پسند نہیں کرتیں۔ [1]

خبر واحد کی حجیت پر ایک اشکال کا جواب

حدیث نمبر ۵۵۱۱ میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا اس حدیث پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا، بعض منکرین حدیث نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت کو خبر واحد ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا، یہ استدلال قطعاً باطل ہے اور تمام قابل ذکر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ خبر واحد حجت ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، اور یہ چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] ۔ علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

کی سنت، خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کے آثار اور بعد کے بکثرت فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ سے جو یہ کہا تھا کہ اس حدیث پر گواہ لاؤ، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کے نزدیک خبر واحد حجت نہیں تھی، بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ تھا کہ بعض مبتدعین کاذبین اور منافقین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی احادیث گھڑ کر منسوب کرنا شروع نہ کر دیں، اور جس شخص کو بھی جو معاملہ درپیش ہو وہ اس کے متعلق ایک حدیث بنا کر پیش کر دے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضع حدیث کے سد باب کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر کو حضرت ابوموسیٰ کی ـــــ روایت میں کوئی شک نہیں تھا، ان کے نزدیک حضرت ابوموسیٰ کا مرتبہ اس سے کہیں بلند تھا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اس بات کو منسوب کریں جو آپ نے بیان نہ فرمائی ہو، بلکہ حضرت عمر کا ارادہ دوسرے لوگوں کی سرزنش اور تنبیہ کرنا تھا، کیونکہ جب ان کو اس واقعہ کا علم ہوگا تو وہ جھوٹی احادیث روایت کرنے سے ڈریں گے اور کوئی شخص بھی بغیر پختہ یقین اور قوی ثبوت کے کسی حدیث کو روایت نہیں کرے گا، اور جن لوگوں کے دلوں میں نفاق اور الحاد کی بیماری ہے ان کو اپنے باطل مزعوم کی تائید میں روایات گھڑنے کا موقع نہیں ملے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو خبر واحد ہونے کی وجہ سے مسترد نہیں کیا تھا، اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کی شہادت کے بعد اس حدیث کو قبول کر لیا، حالانکہ دو یا دو سے زیادہ آدمیوں کی روایت بھی خبر واحد ہے اور جب تک روایت کرنے والوں کی تعداد حد تواتر تک نہ پہنچے وہ خبر واحد ہی رہتی ہے، نیز جب حضرت ابی نے حضرت عمر سے کہا اے ابن الخطاب آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے عذاب جان نہ بنیں تو حضرت عمر نے فرمایا سبحان اللہ! میں نے ایک حدیث سنی اور میں نے اس کا ثبوت حاصل کرنے کو پسند کیا۔ [1]

باب ۶۲ کراھۃ قول المستاذن انا اذا قیل من ھذا

اجازت طلب کرنے والے کا "کون" ہے کے جواب میں "میں" کہنا مکروہ ہے۔

۵۵۲۰۔ حدثنا محمد بن عبد اللہ بن نمیر حدثنا عبد اللہ بن ادریس عن شعبۃ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدعوت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا قلت انا قال فخرج وھو یقول انا انا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آواز دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کون ہے؟" میں نے کہا میں ہوں، آپ باہر تشریف لائے درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے میں میں۔

۵۵۲۱۔ حدثنا یحیی بن یحیی وابوبکر بن ابی شیبۃ (واللفظ لابی بکر) قال یحیی اخبرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اِسْتَاْذَنْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَنَا۔

نے فرمایا "کون ہے؟"۔ میں نے کہا میں ہوں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں میں!

۵۵۲۲۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَاَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِيْ وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهِمْ كُلِّهِمْ كَرِهَ ذٰلِكَ

امام مسلم نے ان احادیث کی تین سندیں بیان کیں، ان روایات میں ہے کہ آپ نے "میں ہوں" کہنے کو ناپسند فرمایا۔

دو میں "کہنے کے مکروہ ہونے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں: علماء نے کہا کہ جب کوئی شخص اجازت طلب کرے اور گھر والے پوچھیں کہ تم کون ہو تو اس کا جواب میں "میں" کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اس کے "میں" کہنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اور جس ابہام کی وجہ سے سوال کیا گیا تھا وہ اسی طرح باقی رہا اس لیے جواب میں فلاں بن فلاں کہنا چاہیے جیسا کہ جب حضرت ام ہانی نے اجازت طلب کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا، ام ہانی! اور اگر یہ کہے کہ میں ابو فلاں ہوں یا فلاں قاضی ہوں یا فلاں شیخ ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات صرف نام بتانے سے پوری معرفت حاصل نہیں ہوتی اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں وہ شخص ہوں جو فلاں نام سے معروف ہے۔

بَابُ تَحْرِيْمِ النَّظَرِ فِيْ بَيْتِ غَيْرِهٖ

اجنبی کے مکان میں جھانکنے کی ممانعت

۵۵۲۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَجُلًا اَطَّلَعَ فِيْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يَحُكُّ بِهٖ رَاْسَهٗ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُنِيْ لَطَعَنْتُ بِهٖ فِيْ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کی جھری سے جھانکا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آلہ تھا جس سے آپ سر کھجا رہے تھے، جب اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اگر مجھے علم ہوتا کہ تو مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اس کو تیری آنکھوں میں چبھو دیتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجازت لینے کا حکم دیکھنے ہی کی وجہ سے تو مقرر کیا گیا ہے۔

عَيْنِكَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِذْنُ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ۔

۵۵۲۴ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ الْاَنْصَارِيَّ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَجُلًا اَطَّلَعَ مِنْ جُحْرٍ فِيْ بَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدْرًى يُرَجِّلُ بِهٖ رَاْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَعْلَمُ اَنَّكَ تَنْظُرُ طَعَنْتُ بِهٖ فِيْ عَيْنِكَ اِنَّمَا جُعِلَ اللّٰهُ الْاِذْنَ مِنْ اَجْلِ الْبَصَرِ۔

حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازے کی جھری میں سے جھانکا، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنگھا تھا جس سے آپ سر کے بالوں میں کنگھی کر رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں اس کنگھے کو تمہاری آنکھوں میں چبھو دیتا، اللہ تعالیٰ نے اجازت لینے کا حکم نظر کی وجہ سے ہی تو دیا ہے۔

۵۵۲۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ اللَّيْثِ وَيُوْنُسَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کیا ہے۔

۵۵۲۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَقُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى وَاَبِيْ كَامِلٍ) قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا اَطَّلَعَ مِنْ بَعْضِ حُجَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ اِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ اَوْ مَشَاقِصَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتِلُهٗ لِيَطْعُنَهٗ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک تیر یا کئی تیر لے کر اٹھے گویا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ اس کی آنکھوں میں تیر چبھونے کی تدبیر کر رہے تھے۔

۵۵۲۷ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنِ اطَّلَعَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قوم کے گھر ان کی اجازت کے بغیر جھانکے ان کے لیے اس کی آنکھ پھوڑ دینا جائز ہے۔

فِي بَيْتِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَقَدْ حَلَّ لَهُمْ أَنْ يَفْقَؤُا عَيْنَهُ۔

۵۵۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَحَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے مکان میں جھانکے اور تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

فائدہ: حدیث نمبر ۵۵۲۴ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھی کرنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ بالوں میں کنگھی کرنا جائز ہے بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، نیز اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اجنبی کے گھر میں جھانکنا حرام ہے اور اگر گھر والا اس جھانکنے والے کی آنکھ کو کنکری یا تیر سے پھوڑ دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ

اجنبی عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے کا حکم

۵۵۲۹۔ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا يُونُسُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق سوال کیا، آپ نے مجھے نظر ہٹانے کا حکم دیا۔

۵۵۳۰۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ يُونُسَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اجنبی عورت کو دیکھنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اچانک نظر پڑ جانے کا مطلب یہ ہے کہ بغیر قصد کے اجنبی عورت پر نظر پڑ جاتے، سو پہلی بار اگر نظر پڑ گئی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر واجب ہے کہ اسی وقت اپنی نظر ہٹا لے، اگر اس نے اسی وقت نظر ہٹا لی تو کوئی حرج نہیں ہے اور اگر اس نے نظر جمائے رکھی تو وہ اس حدیث کی رو سے گنہ گار ہوگا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو نظر ہٹانے کا حکم دیا ہے، نیز قرآن مجید میں ہے: قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ "آپ مسلمانوں سے کہیے کہ وہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں"۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ راستہ میں چلتے وقت عورتوں پر اپنے چہرے کو چھپانا واجب نہیں ہے، یہ صرف اس

کے لیے سنت اور مستحب ہے اور مردوں پر واجب ہے کہ اپنی نظریں جھکا کر رکھیں اور غرض شرعی کے سوا اجنبی عورت کو
حال میں نہ دیکھیں، غرض شرعی میں حالت شہادۃ کحالت علاج، عورت سے منگنی کا ارادہ، باندی کو خرید نے کا ارادہ، اور خرید و
وغیرہ کے معاملات داخل ہیں، ان تمام صورتوں میں عورت کو بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے اور اس سے زیادہ دیکھنا جا
نہیں ہے۔ [1]

اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ستر اور حجاب کی بحث میں بیان کر دی
وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب السلام

سلام کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں:

سلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نقص، عیب اور فانی ہونے سے سلامت ہے یعنی فی ذاتہ بری ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ان عوارض سے بری ہے جو اس کے غیر کو لاحق ہوتے ہیں، وہ باقی اور دائم ہے جو مخلوق کو فنا کرتا ہے اور خود فنا نہیں ہوتا، ابن قتیبہ نے کہا کہ سلام اور سلامت دو مختلف لغتیں ہیں اور سہیلی نے الروض الانف میں لکھا ہے کہ اکثر اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ سلام اور سلامت کا ایک معنی ہے جس طرح رضاع اور رضاعت کا ایک معنی ہے، اللہ تعالیٰ کا نام سلام اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو اختلال اور تفاوت سے محفوظ رکھا ہے، کیونکہ مخلوق کا تمام نظام حکمت اور عدل پر قائم ہے، اسی طرح اس نے حق اور انس کو جور اور ظلم سے سلامت رکھا ہے، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے تمام افعال میں سلام ہے، اس کے افعال میں سے کسی فعل میں ظلم، تفاوت اور اختلال نہیں ہے۔ [1]

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

السلام هو اسم من اسماء الله تعالى، ومعناه اسم الله عليك اى انت فى حفظه كما يقال يصحبك الله معك۔ [2]

سلام، اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے السلام علیکم کا معنی ہے تم پر اللہ کا نام ہو، یعنی تم اس کی حفاظت میں رہو، جیسے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ تمہارا صاحب ہو۔

انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر اللہ تعالیٰ کے سلام کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء اور صفات میں سے سلام کا ذکر فرمایا ہے: الملک القدوس السلام (حشر: ۲۳) اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر سلام بھیجا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کے متعلق فرمایا:

قيل يا نوح اهبط بسلم منا وبركات

فرمایا گیا: اے نوح کشتی سے اترو، ہماری طرف

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۲۵ھ، تاج العروس، ج ۸ ص ۳۳۹-۳۳۸، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۵۰۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۹ھ

علیك وعلی امم ممن معك ۔
(ھود : ۴۸)

سے تم پر اور تمہارے ساتھ والی جماعتوں پر سلام اور برکتیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

سلٰم علی ابراھیم۔ (الصّٰفّٰت : ۱۰۹)

ابراہیم پر سلام ہو۔

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق فرمایا:

سلٰم علی موسٰی وھٰرون (الصّٰفّٰت : ۱۲۰)

موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

حضرت الیاس کے متعلق فرمایا:

سلام علیٰ ال یاسین (الصّٰفّٰت : ۱۳۰)

الیاس پر سلام ہو۔

تمام رسولوں کے متعلق فرمایا:

سلام علی المرسلین ۔ (الصّٰفّٰت : ۱۸۱)

رسولوں پر سلام ہو۔

مومنین کے متعلق ارشاد فرمایا:

واذا جاءك الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم ۔ (انعام : ۵۴)

اور جب آپ کے پاس ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے آئیں تو کہیے "تم پر سلام ہو"

قل الحمد للہ وسلٰم علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی ۔ (النمل : ۵۹)

آپ کہیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدٰی ۔ (طٰہٰ : ۴۷)

جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلام ہو۔

آخرت میں مومنوں کے متعلق فرمایا:

وتحیتھم فیھا سلٰم ۔ (یونس : ۱۰)

اور جنت میں ان کی باہمی دعا خیر سلام ہے۔

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ۔ (رعد : ۲۴)

تم پر سلام ہو! کیونکہ تم نے صبر کیا اور آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے!

ویلقون فیھا تحیۃ وسلاما ۔ (فرقان : ۷۵)

اور جنت میں ان کا دعا اور سلام کے ساتھ استقبال کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں سلام کرنے کے احکام اور آداب

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علیٰ انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ ۔ (نور : ۶۱)

پھر جب تم کسی کے گھر میں داخل ہو تو اپنوں پر سلام کرو، (ملاقات کے وقت کی) اچھی دعا، اللہ کی طرف سے برکت والی پاکیزہ۔

یاایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے

بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا
(نور: ۲۷)

ولقد جاءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ قالوا سلما قال سلم۔ (ھود: ۶۹)

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا۔
(نساء: ۸۵)

گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان گھر والوں کو سلام نہ کر لو۔

اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے انھوں نے کہا "سلام" ابراہیم نے کہا "سلام"

اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ اس کو) سلام کرو یا اسی (لفظ) کے ساتھ جواب دو۔

احادیث میں سلام کرنے کے احکام اور آداب

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعا فلما خلقہ قال اذھب فسلم علی اولئک نفر من الملئکۃ جلوس فاستمع ما یحیونک فانھا تحیتک وتحیۃ ذریتک فقال السلام علیکم فقالوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ فزادوہ ورحمۃ اللہ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت (یعنی صفت علم) پر پیدا فرمایا ان کا طول ساٹھ ہاتھ تھا جب ان کو پیدا کر لیا تو فرمایا جاؤ فرشتوں کی یہ جماعت جو بیٹھی ہوئی ہے اس کو سلام کرو، اور سنو وہ سلام کے جواب میں کیا کہتے ہیں، وہی تمہارا سلام ہوگا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا، حضرت آدم نے کہا السلام علیکم، فرشتوں نے جواب میں کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا لفظ زائد کہا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا ولا تؤمنوا حتی تحابوا الا ادلکم علی امر اذا انتم فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، جب تک تم ایمان نہیں لاؤ گے جنت میں داخل نہیں ہو سکتے، اور جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو مومن نہیں ہو گے، کیا میں تمہاری راہنمائی اس چیز کی طرف نہ کروں جسے کرنے کے بعد تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو! آپس میں (کثرت) سلام کیا کرو۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یسلم الصغیر علی الکبیر والمار علی القاعد والقلیل علی الکثیر۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد والقلیل علی الکثیر۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار، پیدل کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور کم زیادہ کو سلام کریں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمران بن حصین ان رجلا جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال السلام علیکم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشر وجاء اٰخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرون ثم جاء اٰخر فقال السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون۔[3]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو عرض کیا السلام علیکم! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس (نیکیاں) دوسرے شخص نے حاضر ہو کر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس (نیکیاں) پھر ایک اور شخص نے آکر کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیس (نیکیاں)۔

عن سعید بن المسیب قال قال انس قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بنی اذا دخلت علی اھلک فسلم یکون برکۃ علیک وعلی اھل بیتک۔[4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بیٹے! جب تم اپنے اہل کے پاس جاؤ تو سلام کرو، وہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لیے برکت کا سبب ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اولی الناس باللہ تعالیٰ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے سب سے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۱، " " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۶، " " " "

من بدا هم بالسلام [1]

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انتهی احدکم الی المجلس فلیسلم فاذا اراد ان یقوم فلیسلم فلیست الاولی باحق من الاخرة [2]

عن علی بن ابی طالب قال ابوداؤد و رفعه الحسن بن علی قال یجزئ عن الجماعة اذا مروا ان یسلم احدهم و یجزئ عن الجلوس ان یرد احدهم [3]

زیادہ قریب وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب وہاں سے اٹھنے کا ارادہ کرے تو سلام کرے، کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ ثواب والا نہیں ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ایک جماعت کا گذر ہو تو ان میں سے ایک شخص کا سلام کرنا کافی ہے، اور بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا جواب دینا کافی ہے۔

سلام کے فضائل امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں:

نصاریٰ کے سلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ منہ پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں، اور یہود کا طریقہ یہ ہے کہ انگلیوں سے اشارہ کرتے ہیں، اور مجوس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جھک جاتے ہیں، اور عربوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے: حیاک اللہ۔ (اللہ تم کو زندہ رکھے) اور بادشاہوں کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کہتے تھے اَنْعِمْ صَبَاحًا۔ (صبح بخیر) اور مسلمانوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور بلاشبہ یہ سلام کرنے کا سب سے افضل طریقہ ہے کیونکہ سلام کا لفظ اس دعا کو ظاہر کرتا ہے کہ تم آفات اور بلیات سے محفوظ رہو اور ضرر سے بچانے کی سعی کرنا، نفع پہنچانے کی سعی سے افضل ہے، نیز انسان کسی سے نفع پہنچانے کا وعدہ کرے تو وہ کبھی اس وعدہ کو پورا کرنے پر قادر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا لیکن اگر کسی سے یہ وعدہ کرے کہ وہ اس کو ضرر نہیں دے گا تو وہ اس پر بہرحال قادر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب تم کو کوئی شخص سلام کرے تو تم اس کو اس سے اچھا جواب دو یا ویسا ہی جواب دو، سو اگر کوئی شخص کہے السلام علیکم تو تم جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہو، اور اگر کوئی کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو تم جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو، اور اگر کوئی شخص السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے تو پھر جواب میں یہی کلمات کہے جائیں گے۔

السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم نہیں مشروع کیا گیا بلکہ وعلیکم السلام مشروع کیا گیا ہے تاکہ اول آخر اللہ کا نام

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۱ ، " " " " "

[3] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۲ ، " " " " "

یعنی سلام کا ذکر ہو، اور جب مجلس کے اول آخر میں اللہ کے نام اور سلامتی کی دعا کا ذکر ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت اور سلامتی کی زیادہ توقع ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات. دن کی دو طرفوں میں اور رات کے قریب نماز پڑھو، کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں" یعنی جب دن کے اول اور آخر میں نماز پڑھی جائے گی تو اس کی برکت سے درمیان کے گناہ مٹ جائیں گے، سو اسی طرح جب مجلس کے اول آخر میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے گا تو اس کی برکت سے تمام مجلس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی شامل رہے گی۔[1]

سلام کے مسائل

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

ابتداءً سلام کرنا سنت ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: افشوا السلام بینکم۔ (صحیح مسلم و ابوداؤد) آپس میں سلام کو پھیلاؤ، اگر کسی ایک شخص کو سلام کیا جائے تو اس کا جواب دینا فرض عین ہے اور اگر جماعت کو سلام کیا جائے تو اس کا جواب دینا فرض کفایہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا اوردوھا۔ (نساء: ۸۵)

اور جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر (لفظ کے ساتھ) جواب دو یا اسی (لفظ) کے ساتھ جواب دو۔

سلام کرتے وقت جھکنا مکروہ ہے، اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے، حمام میں سلام کرنا مکروہ ہے، کھانا کھانے والے شخص کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے، اللہ کا ذکر کرنے والے، تلبیہ پڑھنے والے، حدیث پڑھنے والے، خطبہ دینے والے، وعظ کرنے والے، فقہ کا مذاکرہ کرنے والے، علم دین پڑھنے یا پڑھانے والے اور اذان دینے والے یا اقامت پڑھنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے، اسی طرح قضائے حاجت میں مشغول یا مقدمات کا فیصلہ کرنے والے کو سلام کرنا بھی مکروہ ہے۔[2]

مصافحہ کا شرعی حکم

عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا التقی المسلمان فتصافحا وحمدا اللہ واستغفرا غفر لھما۔[3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قلت لانس اکانت

قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

---

[1] - امام محمد بن ضیاء الدین عمر فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۷۹-۲۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] - ڈاکٹر وہبہ زحیلی الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۳ ص ۵۷۹-۵۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۹ھ

[3] - امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۵۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

المصافحة فی اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم [1]

پوچھا کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مصافحہ کرتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں!

صافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ۔ [2]

حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں کے مصافحہ کیا۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مستحب ہے اور صبح کی نماز کے بعد جو لوگوں نے مصافحہ کرنے کی عادت بنالی ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، لیکن اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے کیونکہ مصافحہ کی اصل سنت ہے اور بعض اوقات میں مصافحہ کی پابندی کرنا اور بعض اوقات اس میں تقصیر کرنا اس کو مصافحہ کی اصل یعنی سنت ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ (علامہ نووی کی عبارت ختم ہوئی، علامہ شامی فرماتے ہیں:) البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز کے بعد دائماً مصافحہ کرنا جاہلوں کے اس اعتقاد کا موجب ہوگا کہ مصافحہ کرنے کی اس وقت میں کوئی خاص خصوصیت ہے جو دوسرے اوقات میں نہیں ہے، حالانکہ سلف صالحین سے اس وقت میں مصافحہ کرنے کی کوئی خصوصیت منقول نہیں ہے، علامہ ابن الحاج مالکی نے لکھا ہے کہ یہ بدعت ہے اور شریعت میں مصافحہ کا موقع ملاقات کا وقت ہے، جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو اس وقت مصافحہ کرے نہ کہ نمازوں کے بعد، پس شارع علیہ السلام نے جس کام کے لیے جو وقت مقرر کیا ہے وہ کام اسی وقت کیا جائے اور دوسرے اوقات میں منع کیا جائے، کیونکہ وہ سنت کے خلاف کر رہا ہے۔

مصافحہ کرنے میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے اور ہاتھوں کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو، اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کیا جائے اور انگوٹھے کو پکڑا جائے، کیونکہ اس میں ایک رگ ہے جو محبت کو زیادہ کرتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (قہستانی)۔ [3]

بَابُ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَالْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ

۷۶۵ سوار، پیدل کو اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں

۵۵۳۱۔ حَدَّثَنِي عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي زِيَادٌ أَنَّ ثَابِتًا مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار پیدل کو سلام کرے، اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶، " " "

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۳۶-۳۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

زَيْدٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِيْ وَالْمَاشِيْ عَلَى الْقَاعِدِ وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ۔

سلام کے احکام علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ابتداءً سلام کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا واجب ہے، اگر بہت سے مسلمان ہوں تو پھر ان کے حق میں سلام کرنا سنت کفایہ ہے، جب بعض لوگ سلام کر لیں گے تو سب کی طرف سے سلام کی سنت ادا ہو جائے گی، اگر ایک شخص کو سلام کیا جائے تو پھر وہ جواب دینے کے لیے متعین ہے، اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا جائے تو پھر جواب دینا ان پر فرض کفایہ ہے اور جب ان میں سے ایک شخص جواب دے دے گا تو باقیوں سے جواب کی فرضیت ساقط ہو جائے گی، اور افضل یہ ہے کہ تمام جماعت ابتداءً بالسلام کرے اور تمام جماعت جواب دے، اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ سب کا جواب دینا ضروری ہے، علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے یہ نقل کیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ سلام کی ابتداء کرنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا فرض ہے اور سلام کرنے کا کم از کم طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم کہے، اگر ایک شخص کو سلام کرنا ہو تو السلام علیک کہے اور افضل یہ ہے السلام علیکم کہے تاکہ اس کو اور اس کے فرشتوں کو سلام ہو اور اکمل طریقہ یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور اگر اس نے سلام علیک کہا تو یہ بھی کافی ہے، علماء نے ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے اضافہ پر قرآن مجید میں فرشتوں کے اس جواب سے استدلال کیا ہے، رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت نیز تشہد میں ہے: السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور ابتداء بالسلام کرنے والے کا علیکم السلام کہنا مکروہ ہے لیکن اگر اس نے یہ کہا تو وہ جواب کا مستحق ہوگا اصح ایک قول یہ ہے کہ مستحق نہیں ہوگا، حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک السلام نہ کہو، کیونکہ علیک السلام مُردوں کا سلام ہے، واللہ اعلم، اور سلام کے جواب میں افضل اور اکمل طریقہ یہ ہے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اور اگر وعلیکم السلام یا علیکم السلام پر اقتصار کیا تو یہ بھی کافی ہے اور اگر علیکم پر اقتصار کیا تو یہ کافی نہیں ہے اور اگر وعلیکم پر اقتصار کیا تو اس میں دو قول ہیں۔

سلام کا جواب علی الفور دینا چاہیے، اگر کسی قاصد کے ذریعہ غائب کا سلام پہنچے یا خط میں غائب کا سلام ملے تو اس کا بھی فوراً جواب دینا واجب ہے، میں نے کتاب الاذکار میں سلام کے متعلق فوائد ذکر کیے ہیں، اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ سوار، چلنے والے کو، کھڑا ہوا، بیٹھے ہوئے کو اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں، اور امام بخاری کی روایت میں ہے کہ چھوٹا، بڑے کو سلام کرے، یہ حکم مستحب ہے اگر اس کے برعکس کر دیں تب بھی جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

سلام کے معنی میں ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور السلام علیک کا معنی یہ ہے اسم اللہ علیک یعنی تم اللہ کی حفاظت میں ہو اور ایک قول یہ ہے کہ سلام سلامتی کے معنی میں ہے، یعنی تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ [1]

※

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۳، ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابٌ ۶۶ مِنْ حَقِّ الْجُلُوسِ عَلَى الطَّرِيقِ رَدُّ السَّلَامِ

راستہ میں بیٹھنے کا حق یہ ہے کہ سلام کا جواب دے

۵۵۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ كُنَّا قُعُودًا بِالْأَفْنِيَةِ نَتَحَدَّثُ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا لَكُمْ وَلِمَجَالِسِ الصُّعُدَاتِ اجْتَنِبُوا مَجَالِسَ الصُّعُدَاتِ فَقُلْنَا إِنَّمَا قَعَدْنَا لِغَيْرِ مَا بَأْسٍ قَعَدْنَا نَتَذَاكَرُ وَنَتَحَدَّثُ قَالَ إِمَّا لَا فَأَدُّوا حَقَّهَا غَضُّ الْبَصَرِ وَرَدُّ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ.

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مکانوں کے سامنے کی زمین پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے، اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا تمہیں راستوں پر مجلس منعقد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ راستوں میں مجالس منعقد کرنے سے اجتناب کرو، ہم نے کہا ہم کسی بُرے قصد سے نہیں بیٹھے، ہم آپس میں مذاکرہ اور بحث کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا اگر تم نہیں مانتے تو راستے کا حق ادا کرو، نظر جھکا کر رکھنا، سلام کا جواب دینا اور اچھی باتیں کرنا۔

۵۵۳۳ - حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ بِالطُّرُقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا بُدٌّ مِنْ مَجَالِسِنَا نَتَحَدَّثُ فِيهَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَبَيْتُمْ إِلَّا الْمَجْلِسَ فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ قَالُوا وَمَا حَقُّهُ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَكَفُّ الْأَذَى وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کرو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے لیے راستہ میں بیٹھنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے، ہم راستوں میں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم راستہ میں بیٹھنے کو نہیں چھوڑتے تو پھر راستہ کا حق ادا کرو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ راستہ کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

۵۵۳۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّرَاوَرْدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ هِشَامٍ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

راستہ میں بیٹھنے کی فتنہ سامانیاں

اس حدیث کی مفصل شرح باب: ۵۰، میں گذر چکی ہے اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ راستوں میں بیٹھ کر باتیں کرنا مکروہ ہے اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے انسان فتنہ میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ راستہ سے اجنبی عورتیں گذرتی ہیں اور کبھی انسان ان کی نسوانیت یا ان کے حسن و جمال

سے مسحور ہو کر ان کو دیکھنے لگتا ہے، یا ان کے متعلق غور و فکر کرتا ہے اور ان کو دیکھ کر شہوت انگیز خیال آتے ہیں یا کسی اور گذرنے والے شخص کے متعلق بدگمانی کرتا ہے یا گذرنے والوں کو حقیر جانتا ہے یا ان کی غیبت کرتا ہے، یا بعض اوقات سلام کا جواب دینا، یا نیکی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا بھول جاتا ہے، یا اپنی کسی مصلحت کی وجہ سے اس کو دانستہ ترک کر دیتا ہے، اس قسم کے اور دوسرے امور ہیں جن سے وہ گھر میں بیٹھ کر محفوظ رہتا ہے، اور راستہ میں بیٹھ کر ان فتنوں میں مبتلاء ہوتا ہے، نیز راستوں میں بیٹھنے کی وجہ سے مردوں اور عورتوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر کسی اور شخص کے دروازے کے آگے بیٹھ گیا تو اس کو آنے جانے میں دقت اور تکلیف ہوگی، اور کبھی وہ لوگوں کو اس حال میں دیکھے گا جس حال میں دیکھے جانا ان لوگوں کو پسند نہیں ہوگا، اور جب لوگ آپس میں بیٹھتے ہیں تو دوسروں کی غیبت کرتے ہیں اور بعض لوگ دوسروں کی چغلی کرتے ہیں اور بعض محض ہنسنے ہنسانے کے لیے دانستہ غلط بیانی کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں، اس لیے سلامتی اس میں ہے کہ راستہ میں نہ بیٹھے اور اگر بیٹھے تو نظریں جھکا کر رکھے، گذرنے والوں کے سلام کا جواب دے، اور میٹھی باتیں کرے اور جو شخص کسی جگہ کا راستہ نہ جانتا ہو اس کو راستہ بتائے یہ سب باتیں حسنِ کلام میں داخل ہیں۔ [1]

بَابُ مِنْ حُقُوقِ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ رَدُّ السَّلَامِ

سلام کا جواب دینا مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے۔

۵۵۳۵۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ رَدُّ السَّلَامِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَانَ مَعْمَرٌ يُرْسِلُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَأَسْنَدَهُ مَرَّةً عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ایک مسلمان کے لیے اس کے بھائی پر واجب ہیں، اپنے بھائی کے سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا۔

۵۵۳۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں، پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سے حقوق ہیں؟ آپ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيلَ مَا هُنَّ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَشَمِّتْهُ وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔

نے فرمایا جب تم مسلمان سے ملو تو اس کو سلام کرو، اور جب وہ تم کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، اور جب وہ تم سے نصیحت طلب کرے تو اس کو نصیحت کرو۔ اور جب وہ چھینک کے بعد الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو، اور جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں جاؤ۔

اس حدیث کی شرح کتاب اللباس میں گذر چکی ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ ابْتِدَاءِ أَهْلِ الْكِتَابِ بِالسَّلَامِ وَكَيْفَ يُرَدُّ عَلَيْهِمْ

اہل کتاب کو ابتداءً سلام کرنے کی ممانعت اور ان کے سلام کا جواب دینے کا طریقہ

۵۵۳۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ وَسُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ جَدِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا وَعَلَيْكُمْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہل کتاب تم کو سلام کریں تو تم ان کے جواب میں (صرف) وعلیکم کہو۔

۵۵۳۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يُسَلِّمُونَ عَلَيْنَا فَكَيْفَ نَرُدُّ عَلَيْهِمْ قَالَ قُولُوا وَعَلَيْكُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب ہم کو سلام کرتے ہیں، ہم ان کو کیسے جواب دیں، آپ نے فرمایا تم کہو "وعلیکم"۔

۵۵۳۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى ابْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى بْنِ يَحْيَى) قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود جب تم کو سلام کرتے ہیں تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے السام علیکم تم کہو علیک،

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ ابْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْيَهُودَ إِذَا سَلَّمُوا عَلَيْكُمْ يَقُولُ أَحَدُهُمُ السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْ عَلَيْكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے، اس میں یہ ہے کہ تم کہو وعلیک۔

۵۵۴۰۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقُولُوا وَعَلَيْكَ۔

۵۵۴۱۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ قَالَتْ أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور انھوں نے کہا السام علیکم "(یعنی تم پر موت ہو) حضرت عائشہ نے فرمایا: بلکہ تم پر سام ہو اور لعنت ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں ملائمت کو پسند کرتا ہے، حضرت عائشہ نے عرض کیا کیا آپ نے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا تھا؟ آپ نے فرمایا میں نے "وعلیکم" کہہ دیا تھا۔

۵۵۴۲۔ حَدَّثَنَاهُ حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا جَمِيعًا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قُلْتُ عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْوَاوَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں ان میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے علیکم کہہ دیا تھا اور واؤ کا ذکر نہیں ہے۔

۵۵۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُنَاسٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ وَعَلَيْكُمْ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ یہودی آئے انھوں نے کہا السام علیک یا ابا القاسم، آپ نے فرمایا: "وعلیکم" حضرت عائشہ نے فرمایا بلکہ تم پر سام اور ذام (موت اور ذلت) ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ بدزبان مت بنو،

السَّامُ وَالذَّامُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَا تَكُوْنِيْ فَاحِشَةً فَقَالَتْ مَا سَمِعْتَ مَا قَالُوْا فَقَالَ اَوَلَيْسَ قَدْ رَدَدْتُّ عَلَيْهِمُ الَّذِيْ قَالُوْا قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ.

حضرت عائشہ نے کہا آپ نے سنا نہیں، انھوں نے کیا کہا تھا! آپ نے فرمایا کیا میں نے ان کے قول کو ان کی طرف واپس نہیں کیا؟ میں نے کہا "وعلیکم"۔

۵۵۴۴۔ حَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا يَعْلَى ابْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَفَطِنَتْ بِهِمْ عَائِشَةُ فَسَبَّتْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ يَا عَائِشَةُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ وَزَادَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَاِذَا جَاءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کے سلام کے ضمن میں جو بد دعا تھی اس کو حضرت عائشہ نے جان لیا، پھر حضرت عائشہ نے ان کو برا بھلا کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ صبر کرو، اللہ تعالیٰ بدگوئی اور بدزبانی کو پسند نہیں کرتا اور تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ:) جب یہ آکر آپ کو اس طرح سلام کرتے ہیں جس طرح اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔

۵۵۴۵۔ حَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ سَلَّمَ نَاسٌ مِّنْ يَهُوْدَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا السَّامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَقَالَ وَعَلَيْكُمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَغَضِبَتْ اَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ بَلٰى قَدْ سَمِعْتُ فَرَدَدْتُّ عَلَيْهِمْ وَاِنَّا نُجَابُ عَلَيْهِمْ وَلَا يُجَابُوْنَ عَلَيْنَا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، انھوں نے کہا: السام علیک یا ابا القاسم، آپ نے فرمایا: "وعلیکم" حضرت عائشہ نے غصہ میں آکر کہا کیا آپ نے نہیں سنا انھوں نے کیا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ میں نے سنا ہے اور میں نے ان کو جواب دے دیا ہے ہماری دعا ان کے خلاف قبول ہوگی اور ہمارے خلاف ان کی بد دعا قبول نہیں ہوگی۔

۵۵۴۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبْدَءُوا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ فَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ اِلٰى اَضْيَقِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اور نصاریٰ کو ابتداءً سلام مت کرو اور جب تمہاری ان سے راستہ میں ملاقات ہو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کرو۔

۵۵۴۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، وکیع کی روایت میں ہے جب تمہاری یہود سے ملاقات ہو اور

أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِذَا لَقِيتُمُ الْيَهُودَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ وَلَمْ يُسَمِّ أَحَدًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔

جریر کی روایت میں ہے جب تمہاری ان سے ملاقات ہو اور کسی مشرک کا نام نہیں لیا۔

حدیث نمبر ۲۵۳۶ میں ہے: جب یہودیوں نے آپ سے کہا السام علیکم (تم پر موت آئے) تو آپ نے جواب میں فرمایا: وعلیکم، اس کے کئی معنی ہیں ایک معنی یہ ہے کہ "تم پر موت آئے" دوسرا معنی ہے موت میں ہم اور تم دونوں مساوی ہیں دونوں نے مرنا ہے، اور تیسرا معنی یہ ہے کہ جس مذمت کے تم مستحق ہو تم پر وہ مذمت ہو۔

کفار اور بدعقیدہ لوگوں کو سلام کرنے کا حکم اور مذاہب فقہاء

علامہ یحییٰ بن شرف نووی فرماتے ہیں: کفار کو ابتداءً سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں علماء کا اختلاف ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان کو ابتداءً سلام کرنا حرام ہے اور صرف وعلیکم کہہ کر ان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے، ابتداءً سلام کرنے کی ممانعت کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: یہود اور نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو، اور جواب کے متعلق یہ دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا تم وعلیکم کہو، اکثر علماء اور عام متقدمین کا یہی مذہب ہے اور ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابو امامہ اور حضرت ابن ابی محیریز سے اسی طرح مروی ہے، بعض شافعیہ کا بھی یہی مسلک ہے، لیکن انھیں السلام علیک کہا جائے، السلام علیکم نہ کہا جائے، ان کا استدلال ان احادیث سے ہے جن میں عمومی طور پر سلام کرنے کا ذکر ہے لیکن یہ استدلال باطل ہے کیونکہ یہ احادیث عام مخصوص عنہ البعض کے قبیل سے ہیں، اور مخصص یہ حدیث ہے "یہود اور نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو"، ہمارے بعض شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ ان کو ابتداءً سلام کرنا مکروہ ہے، حرام نہیں ہے، لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے، کیونکہ اس حدیث میں ممانعت تحریم کے لیے ہے، قاضی عیاض مالکی نے ایک جماعت سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی ضرورت، حاجت، یا کسی سبب کی وجہ سے ان کو ابتداءً سلام کرنا جائز ہے، علقمہ اور نخعی کا بھی یہی قول ہے، اور امام اوزاعی سے یہ منقول ہے کہ اگر تم نے ان کو سلام کیا تو صالحین نے ان کو سلام کیا ہے اور اگر تم نے ان کو سلام نہیں کیا تو صالحین نے ان کو سلام نہیں کیا اور ابن وہب اور اشہب نے امام مالک سے یہ نقل کیا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ان کے سلام کا جواب نہ دیا جائے، اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ ان کے جواب میں السلام علیکم کہا جائے اور ورحمۃ اللہ نہ کہا جائے، لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے اور احادیث کے خلاف ہے، اور جس جماعت میں مسلمان اور کفار دونوں بیٹھے ہوں وہاں السلام علیکم کہنا جائز ہے لیکن سلام میں صرف مسلمانوں کی نیت کی جائے، کیونکہ یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی مجلس میں آکر سلام کیا جس میں مسلمان اور کفار دونوں تھے[1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ (بقیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں کو بھی سلام کرنا جائز نہیں ہے، اگر کبھی ان کو سلام کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو فتنہ سے بچنے کے لیے فرشتوں کی نیت کر کے ان کو سلام کر لیا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ابن بطال نے کہا ہے کہ ایک قوم کا مختار یہ ہے کہ اہل ذمہ کے سلام کا جواب دینا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بر سبیل عموم فرمایا ہے:

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا۔ (نساء: ۸۶)

جب تم کو کسی دعائیہ کلمہ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر کلمے کے ساتھ جواب دو ورنہ اسی کلمے کے ساتھ سلام کا جواب دو۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص تم کو سلام کرے تم اس کے سلام کا جواب دو، خواہ وہ شخص مجوسی ہو، شعبی اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے، امام مالک اور جمہور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، اور عطاء نے کہا کہ یہ آیت مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہے اس لیے کفار کو مطلقاً جواب نہ دیا جائے۔[1]

نیز علامہ عینی لکھتے ہیں: بعض علماء نے کفار کو سلام کرنے پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فاصفح عنھم وقل سلٰمٌ فسوف یعلمون۔ (زخرف: ۸۹)

پس (اے حبیب) ان سے درگذر کیجئے اور سلام کہیے، یہ لوگ عنقریب (اپنا انجام) جان لیں گے۔

اور حضرت ابن عباس اور علقمہ سے یہ روایت ہے کہ بوقت ضرورت کفار کو سلام کرنا جائز ہے، اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ان کے سلام کا بالکل جواب نہ دیا جائے اور بعض علماء نے اہل ذمہ اور اہل حرب میں فرق کیا ہے۔[2]

بَابُ اِسْتِحْبَابِ السَّلَامِ عَلَى الصِّبْيَانِ

بچوں کو سلام کرنے کا استحباب

۵۵۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيَّارٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى غِلْمَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لڑکوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

۵۵۴۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ أَخْبَرَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

---

[1] (صفحہ گذشتہ سے) امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ واقعہ بدر سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے گئے، آپ کا گذر ایک مجلس سے ہوا جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست، اور یہودی تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا، الحدیث (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۴)

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲، ص ۲۴۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۲، ص ۲۴۹، " " " "

هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۵۵۵۰ - وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَسَارٍ قَالَ كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ فَمَرَّ بِصِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَحَدَّثَ ثَابِتٌ أَنَّهُ كَانَ يَمْشِي مَعَ أَنَسٍ فَمَرَّ بِصِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ وَحَدَّثَ أَنَسٌ أَنَّهُ كَانَ يَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِصِبْيَانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ۔

یسار کہتے ہیں کہ میں ثابت بنانی کے ساتھ جا رہا تھا، وہ بچوں کے پاس سے گذرے تو انھوں نے ان کو سلام کیا، اور ثابت نے یہ حدیث بیان کی کہ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہے تھے، حضرت انس بچوں کے پاس سے گذرے تو انھوں نے ان کو سلام کیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچوں کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان کو سلام کیا۔

بچوں کو سلام کرنے کے احکام

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں سمجھ دار بچوں کو سلام کرنے کا استحباب ہے اور انکسار اور تواضع کے استحسان کا بیان ہے، اور یہ کہ تمام لوگوں کو سلام کرنا چاہیے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور شفقت کا بیان ہے، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بچوں کو سلام کرنا مستحب ہے، اگر کسی شخص نے مردوں اور بچوں کی ایک جماعت کو سلام کیا اور کسی بچے نے اس کے سلام کا جواب دیا تو کیا مردوں سے اس کے سلام کا جواب ساقط ہو گا یا نہیں؟ اس میں ہمارے اصحاب شافعیہ کے دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے سلام کا جواب ساقط ہو جائے گا، اسی طرح اگر بچہ کسی مرد کی نماز جنازہ پڑھ لے تو مردوں سے نماز جنازہ کی فرضیت کے سقوط میں اختلاف ہے، اور اگر بچہ کسی مرد کو سلام کرے تو مرد پر اس کے سلام کا جواب دینا لازم ہے، یہی وہ صحیح نظریہ ہے جس پر جمہور کا اتفاق ہے۔ اور بعض شافعیہ نے کہا ہے کہ مرد پر بچہ کے سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے، یہ قول ضعیف ہے یا غلط ہے[1]

عورتوں کو سلام کرنے اور ان کے سلام کا جواب دینے میں مذاہب فقہاء

عورتوں کی اگر ایک جماعت ہو تو مرد ان کو سلام کر سکتا ہے اور اگر ایک عورت ہو تو اس کو عورتیں سلام کریں یا اس کا خاوند یا اس کا مالک یا اس کا محرم خواہ وہ خوبصورت ہو یا نہ ہو، اور اجنبی عورت اگر بوڑھی ہو اور غیر مشتہاۃ ہو تو مرد کا اس کو سلام کرنا مستحب ہے اور اس کا مرد کو سلام کرنا بھی مستحب ہے، اور ایک دوسرے کو سلام کا جواب دینا لازم ہے اور اگر جوان عورت ہو یا بوڑھی اور مشتہاۃ ہو تو اس کو اجنبی مرد سلام نہ کرے اور نہ وہ کسی اجنبی مرد کو سلام کرے اور اگر ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو سلام کرے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہے بلکہ اس کو جواب دینا مکروہ ہے، علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: یہ ہمارا اور جمہور فقہاء کا مسلک ہے اور کوفہ کے فقہاء نے کہا ہے کہ جب عورتوں میں کوئی محرم نہ ہو تو مرد عورتوں کو سلام نہ کریں۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵-۲۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۵، " " " "

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جوان عورتوں کے علاوہ دیگر عورتوں کو سلام کرنا جائز ہے، کیونکہ جوان عورتوں سے بات کرنے میں نظر کی خیانت کا یا شیطان کے بہکانے کا خدشہ ہے، یہ قتادہ کا قول ہے اور امام مالک اور علماء کی ایک جماعت کا بھی یہ مسلک ہے، علماء کوفہ نے یہ کہا ہے کہ جب عورتوں میں محرم نہ ہو تو پھر مرد ان کو سلام نہ کریں، اور انھوں نے کہا ہے کہ عورتوں سے اذان، اقامت اور جہری نمازوں میں قرأت ساقط نہیں ہوتی اور سلام کا جواب دینا ان سے ساقط ہو جاتا ہے، اس لیے عورتوں کو سلام نہ کیا جائے، (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ فقہاء احناف کا مذہب نہیں ہے، کیونکہ ان کے نزدیک عورتوں پر اذان اور اقامت واجب نہیں ہے۔ [1]

عورتوں کا اذان دینا اور اقامت کہنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ صحیح مذہب یہ ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیلی بحث شرح صحیح مسلم جلد خامس میں گذر چکی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: جوان عورت کی چھینک کا جواب دے، نہ اس کے سلام کا جواب دے، اسی طرح مرد عورت کے سلام کا جواب دے نہ اس کی چھینک کا جواب دے، (خانیہ) جب کوئی اجنبی عورت مرد کو سلام کرے تو اگر وہ بوڑھی عورت ہو تو مرد بلند آواز سے اس کے سلام کا جواب دے، اور اگر جوان عورت ہو تو دل میں اس کے سلام کا جواب دے، اسی طرح بوڑھی عورت مرد کے سلام کا بلند آواز سے جواب دے اور جوان عورت دل میں اس کے سلام کا جواب دے۔ [2]

بَابُ جَوَازِ جَعْلِ الْإِذْنِ رَفْعَ حِجَابٍ أَوْ نَحْوَهُ مِنَ الْعَلَامَاتِ

پردہ اٹھانے کو اجازت دینے کی علامت مقرر کرنا

۵۵۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْنُكَ عَلَيَّ أَنْ يُرْفَعَ الْحِجَابُ وَأَنْ تَسْتَمِعَ سَوَادِي حَتَّى أَنْهَاكَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارے لیے میری یہی اجازت ہے کہ حجاب اٹھا دیا جائے اور تم میرے راز کی بات سن لو تاوقتیکہ میں تم کو اس سے منع نہ کروں۔

۵۵۵۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵، ص ۲۶۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، ۱۳۲۷ھ

قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ف: اس حدیث میں اجازت کی علامت مقرر کرنے کا جواز ہے، مثلاً پردہ اٹھانے کو امیر یا قاضی کی اجازت کی علامت مقرر کر دیا جاتے۔

بَابُ إِبَاحَةِ الْخُرُوْجِ لِلنِّسَاءِ لِقَضَاءِ حَاجَةِ الْإِنْسَانِ

قضائے حاجت کے لیے عورتوں کو باہر جانے کی اجازت

۵۵۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَتْ سَوْدَةُ بَعْدَ مَا ضُرِبَ عَلَيْهَا الْحِجَابُ لِتَقْضِيَ حَاجَتَهَا وَكَانَتِ امْرَأَةً جَسِيْمَةً تَفْرَعُ النِّسَاءَ جِسْمًا لَا تَخْفٰى عَلٰى مَنْ يَعْرِفُهَا فَرَآهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ يَا سَوْدَةُ وَاللّٰهِ مَا تَخْفَيْنَ عَلَيْنَا فَانْظُرِيْ كَيْفَ تَخْرُجِيْنَ قَالَتْ فَانْكَفَأَتْ رَاجِعَةً وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ وَإِنَّهُ لَيَتَعَشّٰى وَفِيْ يَدِهِ عَرْقٌ فَدَخَلَتْ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ خَرَجْتُ فَقَالَ لِيْ عُمَرُ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ فَأُوْحِيَ إِلَيْهِ ثُمَّ رُفِعَ عَنْهُ وَإِنَّ الْعَرْقَ فِيْ يَدِهِ مَا وَضَعَهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أُذِنَ لَكُنَّ أَنْ تَخْرُجْنَ لِحَاجَتِكُنَّ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ بَكْرٍ يَفْرَعُ النِّسَاءَ جِسْمُهَا زَادَ أَبُوْ بَكْرٍ فِيْ حَدِيْثِهِ فَقَالَ هِشَامٌ يَعْنِي الْبَرَازَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا پردہ اوڑھنے کے بعد قضاء حاجت کے لیے باہر نکلیں، حضرت سودہ دیگر خواتین سے قد اور جسامت میں بہت بڑی تھیں اور جو شخص انھیں جانتا ہو اس پر (باوجود پردہ کے) مخفی نہیں رہتی تھیں، حضرت عمر بن الخطاب نے انھیں دیکھ کر کہا: اے سودہ! بہ خدا آپ ہم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں! سو آپ سوچئے کہ آپ کیسے باہر نکلیں گی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں، یہ سن کر حضرت سودہ لوٹ آئیں، درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر کھانا کھا رہے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی، حضرت سودہ نے آکر کہا: یا رسول اللہ! میں باہر گئی تھی اور حضرت عمر نے مجھے اس طرح اس طرح کہا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اسی وقت آپ پر وحی نازل ہوئی، پھر وحی منقطع ہوئی اور آپ اسی طرح ہڈی پکڑے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا: قضاء حاجت کے لیے تمہیں باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے، ابوبکر کی روایت یفرع النساء جسمها اور ابوبکر کی روایت میں قضاء حاجت کے لیے کھلے میدان میں جانے کی تصریح ہے۔

۵۵۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ وَكَانَتِ امْرَأَةً يَفْرَعُ النَّاسَ جِسْمُهَا قَالَ وَإِنَّهُ لَيَتَعَشّٰى۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے، اس میں یہ ہے کہ لوگوں سے ان کا جسم بلند تھا، اور اس میں یہ ہے کہ آپ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔

۵۵۵۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۵۵۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَزْوَاجَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّ يَخْرُجْنَ بِاللَّيْلِ إِذَا تَبَرَّزْنَ إِلَى الْمَنَاصِعِ وَهُوَ صَعِيدٌ أَفْيَحُ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَقُولُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْجُبْ نِسَاءَكَ فَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ فَخَرَجَتْ سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِي عِشَاءً وَكَانَتِ امْرَأَةً طَوِيلَةً فَنَادَاهَا عُمَرُ أَلَا قَدْ عَرَفْنَاكِ يَا سَوْدَةُ حِرْصًا عَلَى أَنْ يُنْزَلَ الْحِجَابُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْحِجَابَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج رات کو باہر کھلے میدانوں میں قضاء حاجت کے لیے جاتی تھیں اور حضرت عمر بن الخطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کرتے رہتے تھے کہ آپ اپنی ازواج کو حجاب میں رکھیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کسی حکمت کی بنا پر) ان کی اس گذارش کو قبول نہیں فرماتے تھے، پھر ایک رات کو عشاء کے وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا قضاء حاجت کے لیے باہر گئیں، وہ ایک دراز قد خاتون تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو آواز دے کر کہا: "اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے"۔ انھوں نے حجاب کی توقع میں ایسا کہا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حجاب کے احکام نازل فرما دیئے۔

۵۵۵۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

حجاب کے تین مراحل

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حجاب کے تین مراحل ہیں: پہلے مرحلے میں عورتوں کو اپنا چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا ایھا النبی قل لازواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن۔ (احزاب: ۵۹)

اے نبی! اپنی ازواج مطہرات، اپنی صاحبزادیوں، اور تمام اہل ایمان کی عورتوں سے کہیے کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) اپنے منہ پر اپنی چادروں کا پلو ڈال لیا کریں۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ امہات المؤمنین کو بالخصوص یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے چہرہ اور اپنے ہاتھوں (کو بھی) مستور رکھیں اور کسی حالت میں بھی ان کے لیے چہرہ کھولنا جائز نہیں ہے، خواہ شہادت کا موقع ہو یا کسی اور چیز کا۔ (اس کے برخلاف عام عورتوں کے لیے شہادت یا کسی اور ضرورت کے موقع پر چہرہ کھولنا جائز ہے، سعیدی غفرلہٗ)

حجاب کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہو، قرآن مجید میں ہے:

واذا سئلتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب۔ (احزاب: ۵۳)

اور جب تم ان سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردہ کی اوٹ سے سوال کرو۔

اور حجاب کا تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ بغیر ضرورت شرعیہ کے عورتوں کا گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے اور جب وہ کسی ضرورت شرعیہ کی وجہ سے گھر سے باہر جائیں تو پردہ اوڑھ کر جائیں کیونکہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پردہ کر کے گھر سے باہر نکلیں۔ [1]

قضاء حاجت کے لیے ازواج مطہرات کے گھر سے باہر نکلنے کے تین احوال

ازواج مطہرات کے قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے بھی تین احوال تھے:

اوّل: رات کے اندھیرے میں گھر سے باہر نکلیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات رات کو گھر سے نکلتی تھیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶) اور واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ام مسطح میرے ساتھ میدان کی طرف گئیں اور وہ ہماری جائے حاجت تھی اور ہم صرف رات کو وہاں جاتی تھیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۴)

ثانی: اس کے بعد حجاب کا حکم نازل ہوا پھر ازواج مطہرات کپڑوں میں مستور ہو کر قضاء حاجت کے لیے جاتی تھیں، لیکن بسا اوقات وہ اپنی جسامت کی وجہ سے پہچان لی جاتی تھیں، جیسا کہ حضرت عمر نے فرمایا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے۔

ثالث: اس کے بعد گھر میں بیت الخلاء بنایا گیا، اور ازواج مطہرات کو گھر سے نکلنے سے روک دیا گیا جیسا کہ حضرت عائشہ نے واقعہ افک میں بیان فرمایا کہ یہ گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے پہلے کا واقعہ ہے، [2] (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۴)

حدیث الباب کے مسائل

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ازواج مطہرات کے پردہ کے متعلق گذارش کی، اس سے معلوم ہوا کہ کسی معاملہ میں چھوٹے بڑوں کو مشورہ دے سکتے ہیں۔

۲۔ اگر ضد اور ہٹ دھرمی نہ ہو تو ایک سوال کو بار بار دہرانا جائز ہے، جیسا کہ حضرت عمر بار بار پردہ کے متعلق عرض کرتے رہے تا آنکہ آیات حجاب نازل ہو گئیں۔

۳۔ اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ ان کی فکر منشاء الٰہی کے مطابق تھی، اور ان کی تائید میں وحی نازل ہوئی۔

۴۔ اس حدیث میں مردوں کا عورتوں کے ساتھ گفتگو کرنے کا ذکر ہے۔

۵۔ اس حدیث میں وعظ و نصیحت میں درشتی اختیار کرنے کا ذکر ہے جبکہ نیت خیر ہو کیونکہ حضرت عمر نے حضرت ام المومنین سے کہا اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا۔

۶۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا ذکر ہے، حضرت عمر

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۸۴-۲۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ " " " عمدۃ القاری ج ۲۲، ص ۲۸۴ " " "

حضور سے بار بار کہتے تھے کہ اپنی ازواج کو پردہ میں رکھیے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ وحی کے انتظار میں تھے اس لیے آپ نے ان کے مشورہ پر عمل نہیں کیا۔

۷۔ اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ عورتیں اپنی ضروریات کے لیے گھر سے باہر جا سکتی ہیں، تاہم اب چونکہ فتنہ اور فساد کا دور دورہ ہے اس لیے اب عورتوں کو ضرورت شرعیہ کے سوا گھر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ستر اور حجاب کی بحث میں ہم نے اس مسئلہ پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ الْخَلْوَةِ بِالْأَجْنَبِيَّةِ وَالدُّخُولِ عَلَيْهَا

اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں جانے کی ممانعت

۵۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ ثَيِّبٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! شوہر یا محرم کے سوا کوئی شخص کسی شادی شدہ عورت کے پاس رات نہ گذارے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ کنواری کے پاس اجنبی مرد کا رات گذارنا بدرجہ اولیٰ منع ہے۔)

۵۵۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم (اجنبی) عورتوں کے پاس جانے سے بچو، انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! دیور کے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا دیور تو موت ہے۔

۵۵۶۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَحَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ وَغَيْرِهِمْ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ حَدَّثَهُمْ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۵۶۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ وَسَمِعْتُ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ الْحَمْوُ أَخُو الزَّوْجِ وَمَا أَشْبَهَهُ مِنْ أَقَارِبِ الزَّوْجِ ابْنُ الْعَمِّ وَنَحْوُهُ۔

لیث بن سعد کہتے ہیں کہ دیور خاوند کا بھائی ہے یا اس کے مشابہ جیسے خاوند کا چچا زاد بھائی یا کوئی اور رشتہ دار۔

۵۵۶۲۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو ح وَحَدَّثَنِي

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ

اَبُو سَعِيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرٍو بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ حَدَّثَهٗ اَنَّ نَفَرًا مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ دَخَلُوْا عَلٰى اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَهِيَ تَحْتَهٗ يَوْمَئِذٍ فَرَاٰهُمْ فَكَرِهَ ذٰلِكَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَرَّاَهَا مِنْ ذٰلِكَ ثُمَّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ يَوْمِيْ هٰذَا عَلٰى مُغَيِّبَةٍ اِلَّا وَمَعَهٗ رَجُلٌ اَوِ اثْنَانِ۔

عنہا کے پاس گئے، پھر حضرت ابوبکر بھی آ گئے، اور ان کو یہ ناگوار ہوا، اسماء اس وقت ان کے نکاح میں تھی، حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا میں نے سوا خیر کے اور کوئی بات نہیں دیکھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسماء کو اس (برائی) سے بری رکھا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا خاوند اس وقت حاضر نہ ہو، ہاں اگر اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی اور ہوں تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

محرم کی تعریف اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اجنبی عورت کے پاس تنہائی میں رہنا حرام ہے اور محرم کے ساتھ جائز ہے، محرم سے مراد وہ عورت ہے جس سے بغیر کسی خارجی سبب کے دائمی طور پر نکاح حرام ہو، بیوی کی بہن اور بیوی کی خالہ وغیرہ سے نکاح دائماً حرام نہیں ہے اس لیے وہ محرم نہیں ہیں، اور جس عورت سے شبہ میں وطی کر لی ہو اس کی ماں سے نکاح کرنا اس خارجی سبب کی وجہ سے حرام ہے اس لیے وہ بھی محرم نہیں ہے۔

بَابُ بَيَانِ اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ لِمَنْ رُؤِيَ خَالِيًا بِامْرَاَةٍ وَكَانَتْ زَوْجَتَهٗ اَوْ مَحْرَمًا لَهٗ اَنْ يَّقُوْلَ هٰذِهٖ فُلَانَةُ لِيَدْفَعَ ظَنَّ السُّوْءِ بِهٖ

جو شخص اپنی بیوی یا محرم کے ساتھ تنہا ہو تو وہ بدگمانی کے ازالہ کے لیے دیکھنے والوں کو بتا دے یہ فلاں ہے۔

۵۵۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مَعَ اِحْدٰى نِسَآئِهٖ فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ فَدَعَاهُ فَجَآءَ فَقَالَ يَا فُلَانُ هٰذِهٖ زَوْجَتِيْ فُلَانَةُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ كُنْتُ اَظُنُّ بِهٖ فَلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ بِكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ تھیں، آپ کے پاس سے ایک شخص گذرا آپ نے اس کو بلایا جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا: اے فلاں! یہ میری فلاں زوجہ ہے، اس شخص نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں کسی کے متعلق گمان بھی کرتا تو آپ کے بارے میں تو کوئی گمان نہیں کر سکتا تھا! آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

مَجْرَى الدَّمِ۔

۵۵۶۴ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ) قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ لِأَنْقَلِبَ فَقَامَ مَعِيَ لِيَقْلِبَنِي وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَرًّا أَوْ قَالَ شَيْئًا۔

حضرت صفیہ بنت حیی ام المومنین بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں رات کو آپ کی زیارت کے لیے آئی، میں نے آپ سے باتیں کیں، پھر میں واپسی کے لیے کھڑی ہوگئی، آپ بھی مجھے رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے، حضرت صفیہ کی قیام گاہ حضرت اسامہ بن زید کی حویلی میں تھی، اس وقت انصار کے دو آدمیوں کا گذر ہوا جب انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آہستگی سے چلو، یہ صفیہ بنت حیی ہیں، ان دونوں نے کہا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے یہ خدشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے یا کوئی اور کلمہ فرمایا۔

۵۵۶۵ - وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُورُهُ فِي اعْتِكَافِهِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَهُ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ وَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْلِبُهَا ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَعْمَرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَلَمْ يَقُلْ يَجْرِي۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، حضرت صفیہ آپ کی زیارت کے لیے گئیں، اور کچھ دیر آپ سے باتیں کیں پھر وہ واپسی کے لیے کھڑی ہوئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی آپ کو رخصت کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح پہنچ جاتا ہے اور دوڑنے کا ذکر نہیں ہے۔

بدگمانی کے مواقع پر عذر صحیح بیان کرنے کا استحباب

اس باب کی احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت کرنے کا، ان کی مصلحتوں کی رعایت کرنے کا اور ان کے دلوں کو وساوس شیطان سے محفوظ رکھنے کا بیان ہے، آپ مسلمانوں پر رحیم تھے اس لیے آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں شیطان ان کے دلوں میں آپ کے متعلق کوئی بدگمانی ڈال کر ان کو ہلاک نہ کر دے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے

متعلق بدگمانی کرنا کفر ہے اور انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور شرعاً جائز نہیں ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب خاوند اعتکاف میں ہو تو بیوی دن یا رات کے کسی وقت میں اس سے ملنے کے لیے جا سکتی ہے لیکن اس کو زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے، تاکہ اس کا خاوند اس کے ساتھ بوس وکنار یا جماع میں مبتلاء ہو کر اپنے اعتکاف کو فاسد نہ کر دے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کو لوگوں کی بدگمانی کے مواقع سے بچنا چاہیے اور اس قسم کے موقعوں پر صحیح عذر بیان کر دینا چاہیے اور جب انسان کوئی جائز کام کرے اور اس میں کسی ناجائز کام کے گمان کا وہم یا خدشہ ہو تو وہ اس ناجائز کام سے اپنی برأت بیان کر دے تاکہ کوئی شخص اس کے متعلق بدگمانی نہ کرے۔

شیطان کے رگوں میں دوڑنے کی تحقیق

اس باب کی احادیث میں ہے کہ شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا کی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ استعارہ اور مجاز ہے، کیونکہ شیطان بہ کثرت وسوسہ ڈالتا ہے اور لوگوں کو بہکاتا ہے گویا کہ وہ انسان سے بالکل جدا نہیں ہوتا جس طرح خون انسان سے الگ نہیں ہوتا، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ انسان کے باریک مسام میں وسوسہ ڈالتا ہے جو اس کے قلب تک پہنچ جاتا ہے۔ [1]

بَابُ مَنْ أَتَى مَجْلِسًا فَوَجَدَ فُرْجَةً فَجَلَسَ فِيهَا وَإِلَّا وَرَاءَهُمْ

مجلس میں جہاں گنجائش ہو وہاں بیٹھے ورنہ پیچھے بیٹھ جائے

۵۵۶۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى عُقَيْلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَهُ إِذْ أَقْبَلَ نَفَرٌ ثَلَاثَةٌ فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ فَوَقَفَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيهَا وَأَمَّا الْآخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَأَمَّا الثَّالِثُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ

حضرت ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور صحابہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں تین شخص آئے، دو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے گئے اور ایک واپس لوٹ گیا، وہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے رہے، ان میں سے ایک شخص نے مجلس میں گنجائش دیکھی اور وہاں جا کر بیٹھ گیا، اور دوسرا سب کے پیچھے بیٹھ گیا، اور تیسرا پیٹھ موڑ کر چلا گیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم کو ان تین آدمیوں کے متعلق نہ بتلاؤں! ان میں سے ایک نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو پناہ دے دی، اور دوسرے نے حیا کی تو اللہ بھی اس سے حیا فرمائے گا، اور تیسرے نے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاٰوٰی اِلَی اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْیَا فَاسْتَحْیَا اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

اعراض کیا سو اللہ بھی اس سے اعراض فرمائے گا۔

۵۵۶۷۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ (وَهُوَ ابْنُ شَدَّادٍ) ح وَحَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا اَبَانُ قَالَا جَمِیْعًا حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ اَبِیْ كَثِیْرٍ اَنَّ اِسْحٰقَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ حَدَّثَهُ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ فِی الْمَعْنٰی۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں ہیں۔

۵۵۶۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحِ بْنِ الْمُهَاجِرِ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمَنَّ اَحَدُكُمُ الرَّجُلَ مِنْ مَجْلِسِهٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے۔

۵۵۶۹۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی (وَهُوَ الْقَطَّانُ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (یَعْنِی الثَّقَفِیَّ) كُلُّهُمْ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَیْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُقِیْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَقْعَدِهٖ ثُمَّ یَجْلِسُ فِیْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے۔ لیکن مجلس میں (دوسروں کے لیے) کشادگی اور وسعت سے کام لو۔

۵۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَیْدٍ) حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ ح وَحَدَّثَنِیْ یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے، اس میں ہے لیکن وسعت اور کشادگی سے کام لو، ابن جریج کی روایت میں ہے میں نے پوچھا کیا جمعہ میں یہ حکم ہے انھوں

جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اللَّيْثِ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِي الْحَدِيثِ وَلَكِنْ تَفَسَّحُوا وَتَوَسَّعُوا وَزَادَ فِي حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ قُلْتُ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَغَيْرِهَا

نے کہا جمعہ اور غیر جمعہ میں۔

۵۵۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ ثُمَّ يَجْلِسُ فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا قَامَ لَهُ رَجُلٌ عَنْ مَجْلِسِهِ لَمْ يَجْلِسْ فِيهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے لیے جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھتا تھا تو وہ اس کی جگہ نہیں بیٹھتے تھے۔

۵۵۷۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۵۵۷۳۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُقِيمَنَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ لِيُخَالِفْ إِلَى مَقْعَدِهِ فَيَقْعُدَ فِيهِ وَلَكِنْ يَقُولُ افْسَحُوا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، لیکن یوں کہہ کر مجلس میں کشادگی سے کام لو۔

علم اور ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کے آداب اور احکام

حدیث نمبر ۵۵۶۶ میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے الحدیث: اس حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ عالم دین کا اپنے اصحاب وغیرہ کے ساتھ کسی کھلی جگہ یا مسجد میں بیٹھنا مستحب ہے، اور مسجد افضل ہے، ان سے وہاں علم اور دوسرے خیر کے موضوعات پر گفتگو کرے، نیز اس حدیث میں مسجد کے اندر علم اور ذکر کی محفل منعقد کرنے کا بھی ثبوت ہے، اور علم اور ذکر کی مجلس کے لیے مسجد میں آنا مستحب ہے، اور بغیر عذر کے ان مجالس سے اعراض کرنا مکروہ ہے، اور حلقہ کے امیر کے قریب بیٹھنا مستحب ہے، تاکہ آسانی کے ساتھ اس کا کلام سن سکے، اور جو شخص مجلس میں آئے اس کو جہاں بیٹھنے کی جگہ ملے وہاں بیٹھ جائے، اور اگر جگہ نہ ہو تو پیچھے جا کر بیٹھ جائے۔

نیز اس حدیث میں یہ ثبوت ہے کہ جو شخص کوئی اچھا کام کرے اس کی تعریف کرنی چاہیے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں آنے والے دو شخصوں کی تعریف کی، اور جب کوئی شخص کوئی برا اور مذموم کام کرے تو اس برائی کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔

جو شخص مجلس میں پیچھے جاکر بیٹھ گیا اس کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کی اللہ تعالیٰ بھی اس سے حیا فرمائے گا، یعنی اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے لوگوں کی گردنیں نہیں پھلانگیں، اور اللہ تعالیٰ کے حیاء کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کو عذاب نہیں دے گا، اور جس شخص نے اعراض کیا اس پر رحم نہیں فرمائے گا اور اس پر ناراض ہوگا، اور یہ اس پر محمول ہے کہ اس شخص نے بغیر کسی ضرورت اور عذر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اعراض کیا۔

حدیث نمبر ۵۵۷۱ میں ہے کہ حضرت ابن عمر کی خاطر اگر کوئی شخص مجلس سے اٹھتا تب بھی وہ اس کی جگہ نہیں بیٹھتے تھے: ہر چند کہ اس صورت میں اس شخص کی جگہ بیٹھنا حرام نہیں ہے، لیکن حضرت ابن عمر نے زیادتی تقویٰ کی وجہ سے وہاں بیٹھنے کو پسند نہیں کیا، اولاً اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے طیب خاطر سے جگہ نہ چھوڑی ہو، ثانیاً اس وجہ سے کہ عبادات میں دوسرے کو ترجیح دینا مکروہ ہے، بایں طور کہ کوئی شخص خود صف اوّل سے اٹھ کر دوسرے کو وہاں بٹھائے، ترجیح دینے کا محل یہ ہے کہ کوئی شخص دنیاوی معاملات میں دوسرے شخص کو خود پر ترجیح دے، نیز علماء نے بیان کیا ہے کہ کسی شخص کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ [1]

بَابُ إِذَا قَامَ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ عَادَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

اگر کوئی شخص مجلس میں سے اٹھ جائے اور پھر آئے تو وہ اپنی جگہ کا زیادہ حق دار ہے

۵۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ أَيْضًا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ مَنْ قَامَ مِنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو (دوسری روایت میں ہے) جب تم میں سے کوئی شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہو پھر اس مجلس کی طرف لوٹے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے، جو مسجد یا کسی اور جگہ پر نماز کے لیے بیٹھے، پھر وہاں سے اٹھ کر وضو یا قضائے حاجت کے لیے جائے یا کسی اور کام کی خاطر تھوڑی دیر کے لیے جائے اور پھر لوٹ آئے تو اس کا استحقاق ختم نہیں ہوگا، بلکہ جب وہ لوٹ آئے گا تو اس جگہ نماز پڑھنے کے لیے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اسی کا استحقاق ہوگا، اور اگر دوسرا شخص اس جگہ بیٹھ گیا تو وہ اس کو اٹھانے کا حق رکھتا ہے، اور جو شخص وہاں بیٹھ گیا ہے اس پر پہلے شخص کے آنے پر وہاں سے اٹھنا واجب ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہیں ہے اور صحیح پہلا قول ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے۔ [1]

بَابُ مَنْعِ الْمُخَنَّثِ مِنَ الدُّخُولِ عَلَى النِّسَاءِ الْأَجَانِبِ

مخنث کو اجنبی عورتوں کے پاس جانے سے منع کرنا

۵۵۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ أَيْضًا (وَاللَّفْظُ هٰذَا) حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ مُخَنَّثًا كَانَ عِنْدَهَا وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ إِنْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ قَالَ فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَدْخُلْ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ۔

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس ایک مخنث (بیٹھا) تھا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں تھے، اس مخنث نے حضرت ام سلمہ کے بھائی سے کہا: اے عبداللہ بن ابی امیہ اگر اللہ تعالیٰ نے کل تم پر طائف فتح کر دیا تو میں غیلان کی بیٹی کی طرف تمہاری راہنمائی کروں گا جب وہ سامنے ہوتی ہے تو (فربہی کی وجہ سے) اس کے پیٹ پر چار سلوٹیں ہوتی ہیں اور جب وہ پیٹھ پھیرتی ہے تو اس کی آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سن لیا، آپ نے فرمایا: یہ شخص تمہارے پاس نہ آیا کرے۔

۵۵۷۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَنَّثٌ فَكَانُوا يَعُدُّونَهُ مِنْ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ قَالَ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهِ وَهُوَ يَنْعَتُ امْرَأَةً قَالَ إِذَا أَقْبَلَتْ أَقْبَلَتْ بِأَرْبَعٍ وَإِذَا أَدْبَرَتْ أَدْبَرَتْ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس ایک مخنث آیا کرتا تھا، اور ازواج کے نزدیک وہ شخص ان لوگوں میں سے تھا جن کو جنس خواہش نہیں ہوتی، ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ وہ آپ کی ایک زوجہ کے پاس بیٹھا ہوا ایک عورت کی تعریف کر رہا تھا کہ جب وہ سامنے ہوتی ہے تو اس کی چار سلوٹیں ہوتی ہیں اور جب وہ پیچھے ہوتی ہے تو اس کی آٹھ سلوٹیں ہوتی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۴۸ھ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اَرٰى هٰذَا يَعْرِفُ مَا هٰهُنَا لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ قَالَتْ فَحَجَبُوْهُ۔

میں نہیں دیکھ رہا کہ جو کچھ یہاں ہے یہ اس کو پہچانتا ہے، یہ شخص تمہارے پاس نہ آیا کرے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر لوگوں نے اس کو روک دیا۔

مخنّث کی اقسام علامہ نووی فرماتے ہیں: مخنث کی دو قسمیں ہیں؛ ایک قسم وہ ہے جو اسی طرح پیدا کیا گیا ہو اور اس نے تکلف سے عورتوں کے اخلاق ان کی ہیئت اور طور اطوار کو نہ اپنایا ہو بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی خلقت پر ہو، اس کی نہ کوئی مذمت ہے، نہ اس کو ملامت ہے، نہ اس کو آخرت میں گناہ ہوگا، کیونکہ یہ معذور ہے اور اس خلقت میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس مخنث کو اپنے گھر آنے سے نہیں منع کیا تھا (اور جب معلوم ہوا کہ یہ عورتوں میں رغبت رکھتا ہے تو پھر اس کو منع کر دیا) مخنث کی دوسری قسم یہ ہے جو تکلف سے عورتوں کی ہیئت ان کی وضع قطع اختیار کرے، ان کا لباس پہنے اور ان کی طرح حرکات کرے، اور ان کی طرح باتیں کرے اس کی احادیث صحیحہ میں مذمت کی گئی ہے۔

بَابُ جَوَازِ اِرْدَافِ الْمَرْاَةِ الْاَجْنَبِيَّةِ اِذَا اَعْيَتْ فِي الطَّرِيْقِ

راستہ میں تھکی ہوئی اجنبی عورت کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھانے کا جواز

۵۵۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَتْ تَزَوَّجَنِي الزُّبَيْرُ وَمَا لَهٗ فِي الْاَرْضِ مِنْ مَالٍ وَلَا مَمْلُوْكٍ وَلَا شَيْءٍ غَيْرَ فَرَسِهٖ قَالَتْ فَكُنْتُ اَعْلِفُ فَرَسَهٗ وَاَكْفِيْهِ مُؤْنَتَهٗ وَاَسُوْسُهٗ وَاَدُقُّ النَّوٰى لِنَاضِحِهٖ وَاَعْلِفُهٗ وَاَسْتَقِي الْمَاءَ وَاَخْرُزُ غَرْبَهٗ وَاَعْجِنُ وَلَمْ اَكُنْ اُحْسِنُ اَخْبِزُ وَكَانَ يَخْبِزُ لِيْ جَارَاتٌ لِيْ مِنَ الْاَنْصَارِ وَكُنَّ نِسْوَةَ صِدْقٍ قَالَتْ وَكُنْتُ اَنْقُلُ النَّوٰى مِنْ اَرْضِ الزُّبَيْرِ الَّتِيْ اَقْطَعَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاْسِيْ وَهِيَ عَلٰى ثُلُثَيْ فَرْسَخٍ قَالَتْ فَجِئْتُ يَوْمًا وَالنَّوٰى عَلٰى رَاْسِيْ فَلَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَدَعَانِيْ ثُمَّ قَالَ اِخْ اِخْ لِيَحْمِلَنِيْ خَلْفَهٗ قَالَتْ فَاسْتَحْيَيْتُ وَعَرَفْتُ غَيْرَتَكَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَحَمْلُكِ النَّوٰى عَلٰى رَاْسِكِ

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت زبیر نے مجھ سے نکاح کیا درآں حالیکہ ان کے پاس ایک گھوڑے کے سوا کچھ مال تھا، غلام تھا نہ کوئی اور چیز تھی، میں گھوڑے کو چارا ڈالتی تھی، حضرت زبیر کی طرف سے اس کی خبر گیری اور نگہداشت کرتی تھی، اور ان کے اونٹ کے لیے گٹھلیوں کو کوٹتی، ان کو چارا ڈالتی اور پانی پلاتی، ڈول سے پانی نکالتی اور آٹا گوندھتی، میں اچھی طرح روٹی نہیں پکا سکتی تھی، میرے پڑوس میں جو انصار کی عورتیں تھیں وہ مجھے روٹیاں پکا دیتی تھیں، وہ بہت مخلص عورتیں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو جو زمین عطا فرمائی تھی میں اس سے گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی، یہ زمین دو تہائی فرسخ دور تھی، ایک دن میں سر پر گٹھلیاں اٹھائے آرہی تھی کہ میری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ آپ کے کچھ اصحاب بھی تھے، آپ نے مجھے بلایا پھر اپنے اونٹ کو (بٹھانے کے لیے) اِخ اِخ فرمایا، تاکہ آپ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ مجھے

اَشَدُّ مِنْ رُكُوْبِكِ مَعَهٗ قَالَتْ حَتّٰى اَرْسَلَ اِلَيَّ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَ ذٰلِكَ بِخَادِمٍ فَكَفَتْنِيْ سِيَاسَةَ الْفَرَسِ فَكَاَنَّمَا اَعْتَقَتْنِيْ۔

حیاء آئی، اور مجھے تمہاری (حضرت زبیر کی) غیرت یاد آئی، آپ نے فرمایا کیا تمہارا گٹھلیوں کا اپنے سر پر اٹھانا میرے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ سخت ہے، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادمہ بھیجی، پھر میرے بدلہ میں وہ گھوڑے کا کام کاج کرنے لگی، گویا کہ اس خادمہ نے مجھے آزاد کر دیا۔

۵۵۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّ اَسْمَآءَ قَالَتْ كُنْتُ اَخْدُمُ الزُّبَيْرَ خِدْمَةَ الْبَيْتِ وَكَانَ لَهٗ فَرَسٌ وَكُنْتُ اَسُوْسُهٗ فَلَمْ يَكُنْ مِنَ الْخِدْمَةِ شَيْءٌ اَشَدَّ عَلَيَّ مِنْ سِيَاسَةِ الْفَرَسِ كُنْتُ اَحْتَشُّ لَهٗ وَاَقُوْمُ عَلَيْهِ وَاَسُوْسُهٗ قَالَ ثُمَّ اِنَّهَا اَصَابَتْ خَادِمًا جَآءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَاَعْطَاهَا خَادِمًا قَالَتْ كَفَتْنِيْ سِيَاسَةَ الْفَرَسِ فَاَلْفَتْ عَنِّيْ مَؤُوْنَتَهٗ فَجَآءَنِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَا اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ فَقِيْرٌ اَرَدْتُ اَنْ اَبِيْعَ فِيْ ظِلِّ دَارِكِ قَالَتْ اِنِّيْ اِنْ رَخَّصْتُ لَكَ اَبٰى ذٰلِكَ الزُّبَيْرُ فَتَعَالَ فَاطْلُبْ اِلَيَّ وَالزُّبَيْرُ شَاهِدٌ فَجَآءَ فَقَالَ يَا اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ اِنِّيْ رَجُلٌ فَقِيْرٌ اَرَدْتُ اَنْ اَبِيْعَ فِيْ ظِلِّ دَارِكِ فَقَالَتْ مَالَكَ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا دَارِيْ فَقَالَ لَهَا الزُّبَيْرُ مَا لَكِ اَنْ تَمْنَعِيْ رَجُلًا فَقِيْرًا يَبِيْعُ فَكَانَ يَبِيْعُ اِلٰى اَنْ كَسَبَ فَبِعْتُهُ الْجَارِيَةَ فَدَخَلَ عَلَيَّ الزُّبَيْرُ وَثَمَنُهَا فِيْ حِجْرِيْ فَقَالَ هَبِيْهَا لِيْ قَالَتْ اِنِّيْ قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهَا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر کا کام کرتی تھی، ان کے پاس ایک گھوڑا تھا، جس کی دیکھ بھال میں کرتی تھی، اور اس گھوڑے کی دیکھ بھال سے زیادہ میرے نزدیک کوئی سخت کام نہیں تھا، میں اس کے لیے گھاس لاتی، اس کی حفاظت کرتی اور اس کی خدمت کرتی، پھر مجھے ایک خادمہ مل گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو آپ نے ایک باندی کو مجھے بطور خادم عنایت فرمایا، حضرت اسماء کہتی ہیں کہ اس خادمہ نے گھوڑے کی مشقت مجھ سے دور کر دی، میرے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا اے ام عبداللہ! میں ایک محتاج آدمی ہوں میں چاہتا ہوں کہ تمہارے گھر کے سایہ میں خرید و فروخت کروں، میں نے کہا اگر میں تم کو اجازت دے بھی دوں تو حضرت زبیر نہیں مانیں گے، پس جب حضرت زبیر موجود ہوں تم اس وقت آ کر اجازت طلب کرنا، سو وہ پھر آیا اور کہا اے ام عبداللہ! میں ایک محتاج شخص ہوں، میں آپ کے گھر کے سایہ میں ایک دکان کھولنا چاہتا ہوں حضرت اسماء نے کہا تمہیں پورے مدینہ میں میرے گھر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملی؟، حضرت زبیر نے کہا: تمہیں کیا ہوا ہے کہ ایک محتاج شخص کو خرید و فروخت سے منع کر رہی ہو، پھر وہ دکانداری کرنے لگا، یہاں تک کہ اس نے کافی کمائی کی اور میں نے وہ باندی اس کے ہاتھ فروخت کر دی، حضرت زبیر آئے درآں حالیکہ اس کی قیمت میری گود میں تھی، انھوں نے کہا یہ پیسے مجھے دے دو، حضرت اسماء نے کہا میں ان کو صدقہ کر چکی ہوں۔

بیوی کے لیے کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کام کاج کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۵۵۵ میں ہے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت زبیر کے گھوڑے کی دیکھ بھال اور نگہداشت کرتی تھیں اور ان کے لیے آٹا گوندھ کر روٹی پکاتی تھیں، کنوئیں سے پانی لاتی تھیں، علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت اسماء کا خاوند کے لیے کھانا پکانا اور دیگر گھر کے کام کاج کرنا ان امور معروفہ میں سے ہے جن کو بطور مروت اور احسان کرنے پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے، عورت خاوند کے لیے روٹی پکاتی ہے، کپڑے دھوتی ہے اور دیگر معاملات میں اس کی خدمت کرتی ہے اور یہ تمام امور عورت کی طرف سے خاوند پر تبرع اور احسان ہیں اور حسن معاشرت اور افعال معروفہ ہیں، عورت پر ان میں سے کوئی چیز واجب نہیں ہے، بلکہ اگر عورت ان کاموں میں سے کوئی کام نہ کرے تو وہ گنہ گار نہیں ہوگی، اور خاوند پر لازم ہوگا کہ وہ عورت کے لیے پکے پکائے کھانے اور دھلے دھلائے کپڑے مہیا کرے اور خاوند کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان کاموں میں سے کسی کام کو عورت پر لازم کرے، عورت از خود جو ان کاموں کو کرتی ہے یہ اس کی عادت جمیلہ ہے جس پر شروع زمانہ سے لے کر آج تک کی عورتیں قائم ہیں، عورت پر صرف دو چیزیں واجب ہیں، مرد کو مباشرت کرنے کا موقع دے اور اس کے گھر میں رہے۔ [1]

سرکاری زمین کا کسی کو مالک بنانے میں مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۵۵۶ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو زمین عطاء فرمائی تھی، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ امام (سربراہ مملکت) سرکاری زمین جس کو چاہے عطاء کر سکتا ہے، اور جو زمین بیت المال کی ملکیت ہو، امام کی عطا کے بغیر کوئی شخص اس کا مالک نہیں ہو سکتا، کبھی امام کسی زمین کو بنفسہ عطا کر دیتا ہے اور کبھی زمین بیت المال کی ملکیت رہتی ہے اور اس کے منافع حاصل کرنے کی کسی کو اجازت دے دیتا ہے، اور اس کے منافع کے حصول کی مدت مقررہ تک اجازت ہوتی ہے، اور جو زمینیں غیر آباد اور بنجر ہوں ان کو ہر شخص آباد کر سکتا ہے اس میں امام سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء کا یہی نظریہ ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ نظریہ ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر بنجر زمین کو آباد کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے۔ [2]

اجنبی عورت کو اپنے ساتھ سوار کرنے کا بیان

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء کو جو اپنی سواری پر بیٹھنے کے لیے فرمایا تھا اس میں یہ دلیل ہے کہ اگر سواری کو طاقت ہو تو انسان سواری پر اپنے پیچھے کسی اور کو بھی بٹھا سکتا ہے، نیز اس میں مسلمان مردوں اور عورتوں پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور رحمت کا بھی بیان ہے اور اس میں یہ بھی بیان ہے کہ اگر کوئی غیر محرم عورت راستہ میں تھک جائے تو اس کو کوئی شخص اپنی سواری پر بٹھا سکتا ہے، خصوصاً اس وقت جب کہ وہ مرد نیک مردوں کی جماعت کے ساتھ ہو، اس کے جواز میں کوئی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۸، " " " "

شک نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ امر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مرد اجنبی عورتوں سے اور عورتیں اجنبی مردوں سے دور رہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی اجنبی عورتوں سے دور رہتے تھے تاکہ آپ کی اقتدار کی جاسکے اور اس معاملہ میں آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر کی بیٹی، حضرت عائشہ کی بہن اور حضرت زبیر کی زوجہ تھیں گویا وہ آپ کے اہل کی ایک فرد تھیں، علاوہ ازیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو اپنے نفس پر ضبط اور اعتماد تھا وہ خصوصیت کی الگ وجہ ہے، البتہ جو عورت محرم ہو اس کو اپنے ساتھ بٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [1]

بَابُ تَحْرِيمِ مُنَاجَاةِ الِاثْنَيْنِ دُونَ الثَّالِثِ بِغَيْرِ رِضَاءِ

تیسرے شخص کی موجودگی میں اس کی رضامندی کے بغیر دو آدمیوں کو سرگوشی کرنے کی ممانعت

۵۵۷۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ وَاحِدٍ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین شخص ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشی نہ کریں۔

۵۵۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ) كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَيُّوبَ بْنَ مُوسَى كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی چھ سندیں ذکر کیں ان میں حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

۵۵۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین ہو تو ایک کے بغیر دو آپس میں سرگوشی نہ کریں تاآنکہ اور لوگ آجائیں تاکہ اس شخص کی دل آزاری نہ ہو۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۸ھ

إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ الْآخَرِ حَتّٰى تَخْتَلِطُوا بِالنَّاسِ مِنْ أَجْلِ أَنْ يَحْزُنَهُ.

۵۵۸۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا فَإِنَّ ذٰلِكَ يَحْزُنُهُ.

۵۵۸۳ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تین آدمی ہو تو اپنے ساتھی کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہ کرو کیونکہ یہ چیز اس کو غمزدہ کرے گی۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

تیسرے شخص کی موجودگی میں دو آدمیوں کی سرگوشی کرنے میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں تیسرے شخص کی موجودگی میں دو آدمیوں کی سرگوشی کرنا ممنوع ہے، یہ ممانعت تحریمی ہے، سو ایک شخص کو چھوڑ کر باقی جماعت کا آپس میں سرگوشی کرنا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر وہ شخص اجازت دے دے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، حضرت ابن عمر، امام مالک، فقہا شافعیہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ ممانعت ہر زمانہ میں اور سفر و حضر کے ہر حال میں عام ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ سفر میں سرگوشی کرنا منع ہے، اور حضر میں سرگوشی کرنا منع نہیں ہے۔ کیونکہ سفر میں خوف کا اندیشہ ہے، اور بعض علماء نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور لوگ مامون ہو گئے تو یہ ممانعت ساقط ہو گئی، کیونکہ مسلمانوں کی موجودگی میں منافقین آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو رنج پہنچے۔ اور جب چار آدمی ہوں اور دو کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ [1]

بَابُ الطِّبِّ وَالْمَرَضِ وَالرُّقٰى

طب، بیماری اور جھاڑ پھونک

۵۵۸۴ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۴۸ھ

عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيَّ عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ إِذَا اشْتَكَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَاهُ جِبْرِيلُ قَالَ بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ.

اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو جبرئیل آکر آپ کو دم کرتے اور یہ کلمات کہتے (ترجمہ:) اللہ کے نام سے، وہ آپ کو تندرست کرے گا، اور ہر بیماری سے شفا دے گا اور حسد کرنے والے حاسد کے ہر شر سے اور نظر لگانے والی آنکھ کے ہر شر سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

۵۵۸۵۔ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اشْتَكَيْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اللهُ يَشْفِيكَ بِاسْمِ اللهِ أَرْقِيكَ.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! حضرت جبرئیل نے یہ کلمات کہے: میں آپ کو ہر ایذاء دینے والی چیز کے شر سے اور ہر نفس اور ہر حسد والی آنکھ کے ضرر سے اللہ کے نام کے ساتھ دم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دیگا میں آپ کو اللہ کے نام کے ساتھ دم کرتا ہوں۔

۵۵۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَيْنُ حَقٌّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کیں، ان میں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے۔

۵۵۸۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی ہے تو نظر ہے اور جب تم سے (نظر کے علاج کے لیے) غسل کرنے کے لیے کہا جائے تو غسل کر لو۔

دم کرنے کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں ہے "جو لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ جھاڑ پھونک کریں گے اور نہ جھاڑ پھونک کرائیں گے وہ صرف اپنے رب پر توکل کرنے والے ہوں گے" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۶) اس حدیث میں جھاڑ پھونک نہ کرانے کی مدح کی ہے اور اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیل نے آپ کو دم کیا، سو اول الذکر صحیحین کی حدیث اور اس باب کی احادیث میں کھلا ہوا تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں جھاڑ پھونک کی نفی ہے ان احادیث میں ان کلمات سے جھاڑ پھونک اور دم کرنا مراد ہے جو کفار کے کلمات ہوں یا وہ عجمی کلمات ہوں جن کا معنی مجہول ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا معنی کفریہ ہو یا کفر کے قریب ہو یا وہ کلمات مکروہہ ہوں، اور اگر قرآن مجید کی آیات پڑھ کر دم کیا جائے یا اذکار ماثورہ یا معروفہ پڑھ کر دم کیا جائے تو ان کی ممانعت نہیں ہے بلکہ ان کلمات کو پڑھ کر دم کرنا سنت ہے۔

بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر جھاڑ پھونک اور دم کرنے کے عمل کو مطلقاً ترک کر دیا جائے تو یہ افضل ہے اور توکل کے عین مطابق ہے اور اگر دم کیا جائے تو یہ خلاف افضل ہونے کے باوجود جائز ہے، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے اسی جواب کو اختیار کیا ہے لیکن مختار پہلا جواب ہے۔ علماء نے قرآن مجید کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جھاڑ پھونک کرنے کے جواز پر اجماع کو نقل کیا ہے، علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے ذکر کے ساتھ ہر قسم کا دم کرنا جائز ہے اور اگر وہ کلمات عجمیہ ہوں یا ان کا معنی مجہول ہو تو پھر ان کلمات کے ساتھ دم کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کا معنی کفریہ ہو، علامہ مازری نے کہا کہ اہل کتاب کے کلمات کے ساتھ دم کرنے میں اختلاف ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز کہا ہے، اور امام مالک نے اس کو اس خدشہ سے مکروہ کہا ہے کہ ہو سکتا ہے انہوں نے ان کلمات میں تحریف کر دی ہو، اور جنہوں نے جائز کہا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ان کلمات میں تحریف کرنے کے ساتھ ان کی کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور اس باب کے بعد امام مسلم نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اپنے دم درود (جھاڑ پھونک) کو مجھ پر پیش کرو، اگر ان میں کوئی (قابل اعتراض) چیز نہ ہو تو ان کے ساتھ دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے دم کرنے سے منع فرمایا ہے! (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴) علماء نے اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں:

۱۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً دم کرنے سے منع فرمایا تھا بعد میں اس کی اجازت دے دی۔

۲۔ یہ ممانعت مجہول کلمات کے ساتھ دم کرنے پر محمول ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

۳۔ یہ ممانعت ان لوگوں سے متعلق ہے جن کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اشیاء میں تاثیر اور منفعت ان اشیاء کی طبیعت اور ماہیت کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا اکثر اشیاء کے متعلق یہی عقیدہ تھا۔

بعض احادیث میں ہے کہ صرف نظر اور بخار کی وجہ سے دم کرنا جائز ہے یعنی کسی اور چیز کی وجہ سے دم نہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حصر اولویت کے اعتبار سے ہے یعنی چونکہ نظر اور بخار کا ضرر زیادہ ہوتا ہے اس لیے ان میں دم کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سر منہ کے متعلق

پوچھا گیا تو آپ نے اس کی شیطان کی طرف نسبت کی، حسن بصری نے کہا منتر جادو ہے، قاضی عیاض نے کہا یہ ممانعت اس پر محمول ہے کہ یہ چیزیں کتاب اللہ، اذکار ماثورہ معروفہ اور امور مباحہ سے خارج ہیں، امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ سعید بن مسیب سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص پر ایک قسم کا جنون طاری ہے کیا اس پر منتر کیا جائے تو سعید بن مسیب نے کہا کوئی حرج نہیں وہ اس سے صلاح اور شفاء کا ارادہ کرتے ہیں، دیکھئے سعید بن مسیب نے نفع دینے والی چیز سے منع نہیں کیا، علامہ طبری نے بھی منتر کی اجازت دی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو حشرات الارض یا کسی اور چیز سے کوئی ضرر پہنچے تو اس کا دم اور جھاڑ پھونک کرانا صحیح ہے اور صحیح بخاری میں ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بستر پر جاتے تو تینوں قل (سورۂ اخلاص اور معوذتین) پڑھ کر اپنے ہاتھ پر دم کرتے پھر اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیرتے اور جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا اس کو پھیرتے۔ [1]

تعویذات لٹکانے کی تحقیق

تعویذات کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمؤمنين (بنی اسرائیل: ۸۲) اور قرآن میں ہم وہ چیز نازل فرماتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے رحمت اور شفاء ہے اور حدیث میں تعویذات کی اصل یہ روایت ہے:

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا كلمات نقولهن عند النوم من الفزع بسم الله اعوذ بكلمات الله التامة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون قال فكان عبد الله بن عمرو يعلمها من بلغ من ولده ان يقولها عند نومه ومن كان منهم صغيرا لا يعقل ان يحفظها كتبها له فعلقها في عنقه۔ [2]

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چند کلمات سکھائے جن کو ہم خوف اور دہشت کی وجہ سے سوتے وقت پڑھتے تھے وہ کلمات یہ تھے: بسم اللہ اعوذ بکلمات اللہ التامة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون۔ حضرت عبداللہ بن عمرو اپنے بالغ بچوں کو سوتے وقت ان کلمات کے پڑھنے کی تلقین کرتے اور جو کم سن بچے ان کلمات کو یاد نہیں کر سکتے تھے ان کے گلوں میں ان کلمات کو لکھ کر ان کا تعویذ ڈال دیتے۔

☆

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے [3]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

وقال مالك: لا باس بتعليق الكتب

امام مالک نے کہا ہے کہ جن تعویذات میں اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

التی فیها اسماء الله تعالیٰ علی اعناق المرضی علی وجه التبرك بها اذا لم یرد معلقها بذالك مدافعة العین. وعنی بذالك انه لا باس بالتعلیق بعد نزول البلاء رجاء الفرج والبرء کالرقی التی وردت السنة بها من العین، واما قبل النزول ففیه باس وهو غریب، وعند ابن المسیب یجوز تعلیق العوذة من کتاب الله تعالیٰ فی قصبة و نحوها وتوضع عند الجماع، وعند الخائط ولم یقید بقبل او بعد، ورخص الباقر فی العوذة تعلق علی الصبیان مطلقًا، وکان ابن سیرین لا یری باسًا بالشئ من القرآن یعلقه الانسان کبیرًا او صغیرًا مطلقًا، وهو الذی علیه الناس قدیمًا وحدیثًا فی سائر الامصار. [1]

اسماء ہوں ان کو بطور تبرک مریضوں کے گلوں میں لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ لٹکانے والا اس سے نظر دور کرنے کا ارادہ نہ کرے، اس سے امام مالک کی مراد یہ ہے کہ مصیبت نازل ہونے کے بعد راحت اور خوشی کی اُمید میں تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اس دم کرنے کے حکم میں ہے جو نظر لگنے کے سلسلہ سنت میں وارد ہے، اور مصیبت نازل ہونے سے پہلے تعویذ لٹکانے میں حرج ہے، اور امام مالک کا یہ حکم غریب ہے، ابن مسیب کے نزدیک قرآن مجید سے تعویذ لکھ کر کسی بانس وغیرہ پر لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جماع اور بیت الخلاء کے وقت تعویذ کو اتار لیا جائے، انھوں نے قبل اور بعد کے ساتھ مقید نہیں کیا، امام باقر نے بچوں کے گلوں میں تعویذ لٹکانے کی مطلقاً اجازت دی ہے، امام ابن سیرین کے نزدیک بچہ چھوٹا یا بڑا تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ہے، تمام شہروں میں ابتدائی زمانہ سے لے کر اب تک تمام لوگوں کا اسی پر عمل ہے۔

علامہ قرطبی نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے، تعویذ لکھنے اور اس کے لٹکانے کا جواز بیان کیا ہے اور اس کے ثبوت میں احادیث ذکر کی ہیں۔

اور علماء اور ائمہ کے اقوال بیان کیے ہیں، اور جن احادیث میں تعویذوں کی ممانعت ہے ان کو زمانہ جاہلیت کے کفریہ اور شرکیہ کلمات پر محمول کیا ہے۔ [2]

علامہ شامی حنفی فرماتے ہیں:

اختلف فی الاستشفاء بالقرآن بان یقرأ علی المریض او الملدوغ الفاتحة او یکتب فی ورق یعلق علیه او فی طست ویغسل ویسقی وعن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یعوذ نفسه قال لو رضا الله عنه وعلی الجواز عمل الناس الیوم وبه وردت الآثار ولا بأس بان یشد الجنب والحائض

قرآن مجید سے شفاء طلب کرنے میں اختلاف ہے بایں طور کہ مریض یا ڈسے ہوئے پر سورۂ فاتحہ پڑھی جائے، یا کسی ورق پر لکھ کر اس کو تعویذ ڈال دیا جائے یا کسی طشتری میں لکھ کر اس کو دھو کر اس کا غسالہ اس کو پلا دیا جائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر [illegible] اس کے جواز پر آج تک لوگوں کا عمل رہا ہے، اور اس کے ثبوت

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۶، ۱۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۶ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

التعاويذ على العضد اذا كانت ملفوفة اھ
قال ط وانظر هل كتابة القرآن فی نحو التمائم
حروفاً مقطعة تجوز امر لا لانه غير ما
ورد به كتابة القرآن وحرره اھ وفی
الخانيه بساط او مصلی كتب عليه فی النسج
الملك لله يكره استعماله وبسطه والقعود عليه
ولو قطع الحرف من الحرف او خيط على بعض الحروف
حتی لم تبق الكلمة متصله لا تزول الكراهة
لان للحروف المفردة حرمة وكذا لو كان عليها
الملك او الالف وحده او اللام اھ(۲)

میں آثار وارد ہیں، اگر تعویذ کسی نفاسے (موم جامے) میں ہوں اور یہ کسی جُنبی یا حائض کے بازو پر بندھے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ اس پر غور کرنا چاہیے کہ تعویذات میں قرآن مجید کو جو حروف مقطعہ میں لکھا جاتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ قرآن مجید کو اس طرح لکھنا منقول نہیں ہے فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ جس چادر یا مصلّے پر "الملک للہ" بُنا ہوا ہو، اس کو استعمال کرنا، اس کو بچھانا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے، اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے منقطع کر دیا جائے یا ایک حرف کو دوسرے حرف پر سی دیا جائے پھر بھی کراہت زائل نہیں ہوتی، کیونکہ حروف مفردہ کی بھی تعظیم ہے۔

نیز علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

قال الزيلعی وعن ابن مسعود رضی الله تعالی
عنه انه قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم
يقول ان الرقی والتمائم والتولة شرك رواه ابوداود
وابن ماجه والتولة ای بوزن عنبة ضرب من
السحر قال الاصمعی هو تحبيب المرأة الی زوجها
وعن عروة بن مالك رضی الله عنه انه قال كنا
فی الجاهلية نرقی فقلنا يا رسول الله كيف
ترى فی ذالك فقال اعرضوا علی رقاكم لا
باس بالرقی مالم يكن فيها شرك رواه
مسلم وابوداود اھ [1]

علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دم کرنا، تعویذ لٹکانا اور تولہ شرک ہے تولہ، عنبہ کے وزن پر لفظ ہے اس کا معنی جادو کی ایک قسم ہے اصمعی نے کہا اس جادو سے خاوند کے دل میں عورت کی محبت پیدا کی جاتی ہے، عروہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! ہمارے اس دم کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھ پر اپنے دم کے کلمات پیش کرو، اگر دم میں شرکیہ کلمات نہ ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے

خون اور کسی دوسری نجس چیز کے ساتھ تعویذ لکھنے کا شرعی حکم

بعض لوگ مرغ کے خون سے تعویذ لکھتے ہیں، یہ جائز نہیں ہے، ہر جاندار کا بہنے والا خون ناپاک ہے اور ناپاک چیز کے ساتھ قرآن مجید کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھنا جائز نہیں ہے۔ مجھے بہت حیرت اور افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ علامہ شامی نے ایک نہایت افسوس ناک بات لکھی ہے:

وكذا اختاره صاحب الهداية فی التجنيس
فقال لو رعف فكتب الفاتحة بالدم علی جبهته و
انفه جاز للاستشفاء وبالبول ايضا ان علم فيه شفاء

ناپاک چیز سے علاج کرنا جائز ہے، صاحب ہدایہ نے تجنیس میں یہی اختیار کیا ہے، انھوں نے کہا اگر کسی آدمی کی نکسیر پھوٹ گئی اور اس نے خون کے ساتھ اپنی ناک اور پیشانی پر سورۃ فاتحہ کو لکھ دیا تو یہ طلب شفاء

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار علی الدر المختار ج ۵ ص ۳۷۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

لکن لم ینقل وھذا لان الحرمۃ ساقطۃ عند الاستشفاء کحل الخمر والمیتۃ للعطشان والجائع اھ من البحر۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۱۹۴)

کے لیے جائز ہے اور اگر یہ یقین ہو کہ پیشاب کے ساتھ لکھنے سے شفا ہوگی تو پیشاب کے ساتھ لکھنا بھی جائز ہے، لیکن یہ منقول نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شفا کی وجہ سے حرمت ساقط ہو جاتی ہے، جیسے بھوکے اور پیاسے کے لیے خنزیر کھانا اور شراب پینا حرام نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورۂ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے، اگر کسی آدمی کو روز روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفا ہو جائے گی تب بھی اس کا مر جانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورۂ فاتحہ لکھنے کی جرأت کرے۔ اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو معاف کرے، بال کی کھال نکالنے اور جزئیات مستنبط کرنے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع سرزد ہو گیا، ورنہ ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت اور حرمت بہت زیادہ تھی۔

ہم نے قرآن اور سنت سے تعویذ کی اصل بیان کی اور مفسرین اور فقہاء کے اقوال سے اس کی تائید کی اور جن احادیث میں اس کی ممانعت ہے ان کا محمل بیان کیا، اس تحریر کو غنیمت سمجھنا چاہیے شاید اس قدر تفصیل آپ کو کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔ والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد سید المرسلین

بَابُ السِّحْرِ ۷۸۰

جادو کا بیان

۵۵۸۸ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَحَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُوْدِيٌّ مِنْ يَهُوْدِ بَنِيْ زُرَيْقٍ يُقَالُ لَهٗ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَتْ حَتّٰى كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهٗ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ اَوْ ذَاتَ لَيْلَةٍ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَا ثُمَّ دَعَا ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَانِيْ فِيْمَا اسْتَفْتَيْتُهٗ فِيْهِ جَاءَنِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَاْسِيْ وَالْاٰخَرُ عِنْدَ رِجْلَيَّ فَقَالَ الَّذِيْ عِنْدَ رَاْسِيْ لِلَّذِيْ عِنْدَ رِجْلَيَّ اَوِ الَّذِيْ عِنْدَ رِجْلَيَّ لِلَّذِيْ عِنْدَ رَاْسِيْ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهٗ قَالَ لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَ فِيْ اَيِّ شَيْءٍ قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاطَةٍ قَالَ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذِيْ اَرْوَانَ قَالَتْ فَاَتَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اُنَاسٍ مِنْ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الْحِنَّاءِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ بنو زریق کے یہودیوں میں سے لبید بن اعصم نام کے ایک یہودی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا، حتیٰ کہ (اس کے جادو کے اثر سے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آتا کہ میں یہ کام کر رہا ہوں، حالانکہ آپ وہ کام نہیں کر رہے ہوتے تھے، حتیٰ کہ ایک دن یا ایک رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، پھر دوبارہ دعا کی، پھر سہ بارہ دعا کی، پھر فرمایا اے عائشہ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلا دیا، میرے پاس دو شخص آئے، ان میں سے ایک میرے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پیروں کے جانب بیٹھ گیا، سو جو شخص میرے سرہانے بیٹھا تھا اس نے پیروں کی جانب والے سے کہا یا پیروں کی جانب بیٹھنے والے نے سرہانے والے سے کہا، اس شخص کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو کیا گیا ہے، پہلے نے کہا کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا لبید بن اعصم نے، پہلے نے کہا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی میں اور کنگھی سے جھڑنے والے بالوں میں اور کہا نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں، پہلے نے کہا یہ

وَلَكَاَنَّ نَخْلَهَا رُءُوْسُ الشَّيَاطِيْنِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اَحْرَقْتَهٗ قَالَ لَا اَمَّا اَنَا فَقَدْ عَافَانِيَ اللّٰهُ وَكَرِهْتُ اَنْ اُثِيْرَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا فَاَمَرْتُ بِهَا فَدُفِنَتْ ۔

چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا ذی اروان کے کنوئیں میں، حضرت عائشہ نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ اس کنوئیں پر گئے، پھر آپ نے فرمایا: اے عائشہ بہ خدا اس کنوئیں کا پانی مہندی کے پانی کی مانند تھا، اور وہاں کھجور کے درخت شیاطین کے سر کی طرح تھے، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں میں نے کہا: یا رسول اللہ آپ نے اس کو جلا کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا: نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے اچھا کر دیا اور میں لوگوں میں فساد بھڑکانے کو برا سمجھتا ہوں، اس لیے میں نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔

۵۵۸۹ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سُحِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ اَبُوْ كُرَيْبٍ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهٖ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَقَالَ فِيْهِ فَذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْبِئْرِ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَعَلَيْهَا نَخْلٌ وَقَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخْرِجْهُ وَلَمْ يَقُلْ اَفَلَا اَحْرَقْتَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ فَاَمَرْتُ بِهَا فَدُفِنَتْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، اس کے بعد راوی نے حسب سابق واقعہ بیان کیا ہے اور اس میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنوئیں کی طرف گئے، آپ نے اس کی طرف دیکھا، اس کنوئیں پر کھجور کے درخت تھے، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کو نکال لیجئے اور یہ نہیں کہا کہ آپ نے اس کو جلا کیوں نہ دیا؟ اور اس حدیث میں آپ کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ میں نے اس کو دفن کرنے کا حکم دیا۔

جادو کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام مازری رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ اہل سنت اور جمہور علماء امت کا مذہب یہ ہے کہ جادو ثابت ہے اور جس طرح دوسری اشیاء ثابتہ کی حقیقت ہے اس طرح جادو کی بھی حقیقت ہے، اس کے برخلاف بعض لوگوں نے جادو کا انکار کیا اور اس کی حقیقت کی نفی کی اور جادو کے اثرات کے متعلق کہا یہ محض خیالات باطلہ ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جادو کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ لوگ جادو سیکھتے تھے نیز یہ فرمایا کہ جادو کرنے سے کفر ہو جاتا ہے اور جادو سے عورت اور اس کے شوہر کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، اور ان تمام امور کے متعلق یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، نیز اس حدیث میں بھی جادو کا ثبوت ہے کہ ان اشیاء کے ساتھ جادو کیا گیا جن کو کنوئیں سے نکالا گیا اور بعد میں دفن کر دیا گیا، قرآن اور سنت کی ان تصریحات سے ان لوگوں کا رد ہو گیا جو جادو کا انکار کرتے ہیں، اور عقل کے نزدیک یہ محال نہیں ہے کہ بعض کلمات کے صدور پر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو خلاف عادت پیدا فرما دے، اور جب ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ بعض چیزیں ہلاکت کا سبب ہیں اور بعض چیزوں سے انسان بیمار ہو جاتا ہے اور بعض چیزوں سے اس کو نقصان پہنچتا ہے تو پھر عقل کے نزدیک یہ کس طرح مستبعد ہو گا کہ جادوگر

کسی ایسے علم کو جانتا ہو جس سے وہ لوگوں کو ہلاک کرنے یا ان کو نقصان پہنچانے پر قادر ہو۔

نبی پر جادو کیا جانا منصب نبوّت کے خلاف نہیں ہے

بعض مبتدعین نے اس حدیث کا اس وجہ سے انکار کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونا منصب نبوت کے خلاف ہے اور اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر جادو ہونے کو مان لیا جائے تو پھر شریعت پر اعتماد نہیں رہے گا، (کیونکہ ہوسکتا ہے ہم تک جو آپ کے احکام پہنچے ہیں وہ جادو کے اثر سے ہوں۔) مبتدعین اور منکرین حدیث کا یہ قول باطل ہے، کیونکہ امور تبلیغیہ کی صحت، صدق اور ان میں آپ کی عصمت پر دلائل قطعیہ قائم ہیں، اور معجزات ان پر شاہد ہیں، اور وہ امور جن کا تعلق امور دنیاویہ سے ہے جو آپ کو بشریت کی وجہ سے عارض ہوتے ہیں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کہ ان امور دنیاویہ میں سے وہ چیزیں آپ کے خیال میں آئیں جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ کو خیال آتا تھا کہ آپ نے اپنی زوجات سے مباشرت کی ہے حالانکہ آپ نے مباشرت نہیں کی تھی، انسان کو نیند میں اس قسم کے خیالات آتے ہیں تو اگر بیداری میں بھی اس قسم کا خیال آجائے تو اس میں کیا استبعاد ہے، بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ آپ خیال کرتے کہ آپ نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ آپ نے وہ کام نہیں کیا تھا، یہ تمام احادیث تخییل بالبصر پر محمول ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ پر اپنی رسالت ملتبس ہو اور نہ اس میں مبتدعین کے اعتراض کی کوئی وجہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جادو کا اثر آپ ذاتی اور نجی زندگی پر ہوا تھا، نبوت اور رسالت کی زندگی پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

جادو کا دائرہ کار اور جادو اور معجزہ میں فرق

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جادو کے دائرہ کار میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ عورت اور اس کے زوج میں تفریق سے زیادہ جادو کا اور کوئی اثر نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا بڑی اہمیت سے ذکر کیا ہے، اگر اس سے بڑا کوئی اور جادو کا اثر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ذکر کر دیتا، اور اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ جادو کا اثر اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے، اور یہی بات عقلاً صحیح ہے کیونکہ ہر چیز کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب جادوگر کے ہاتھ سے بھی خلاف عادت کاموں کا ظہور جائز ہے تو نبی اور جادوگر میں کیا فرق ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی، ولی اور جادوگر ان سب سے خلاف عادت کام ظاہر ہوتے ہیں لیکن نبی جس خلاف عادت چیز کو ظاہر کرتا ہے وہ اس کے صدور میں تمام مخلوق کو چیلنج کرتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز ہے، اور اس خلاف عادت کام کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو اس دعویٰ میں سچا کر دیتا ہے، اور جو شخص نبوت کے دعویٰ میں جھوٹا ہو اس کے ہاتھ پر ایسا خلاف عادت کام پیدا نہیں کرتا جو اس کے دعویٰ کا موید اور مصدق ہو، اور ولی اور جادوگر دونوں خرق عادت ظاہر کرتے ہیں لیکن وہ اس کے ساتھ مخلوق کو چیلنج نہیں کرتے نہ اس کو نبوت کی دلیل قرار دیتے ہیں اور جادوگر اور ولی میں فرق یہ ہے کہ جادو ہمیشہ کسی فاسق شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور کرامت کسی مومن عابد اور متقی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے

جادو کے احکام شرعیہ

جادو کرنا حرام ہے اور اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے، بعض اوقات جادو کرنا کفر ہوتا ہے اور بعض اوقات گناہ کبیرہ ہوتا ہے، اگر جادو میں ایسا قول یا فعل ہو جس کا تقاضا کفر ہو تو جادو کفر ہوگا، ورنہ محض گناہ کبیرہ ہوگا، جادو کا سیکھنا اور سکھانا حرام ہے اگر جادو میں کفر یہ

کلمات ہوں تو پھر اس کا سیکھنا اور سکھانا کفر ہے، ورنہ نہیں، اگر جادو میں کلمات کفر نہ ہوں تو پھر جادو کرنے والے کو تعزیراً سزا دی جائے گی، اور اس سے توبہ طلب کی جائے گی، اور ہمارے نزدیک اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائے گی، امام مالک نے کہا کہ جادو کرنے والا کافر ہے اس کو جادو کی بناء پر قتل کر دیا جائیگا۔ اس سے توبہ طلب کی جائے گی نہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی، بلکہ اس کو حتمی طور پر قتل کر دیا جائے گا، یہ مسئلہ توبہ زندیق پر متفرع ہے، ان کے نزدیک جادوگر کافر ہے اور ہمارے نزدیک کافر نہیں ہے اور ہمارے نزدیک منافق اور زندیق کی توبہ قبول ہوتی ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام احمد کا قول بھی امام مالک کی طرح ہے اور صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے، اگر جادوگر اپنے جادو سے کسی شخص کو قتل کر دے اور یہ اعتراف کرلے کہ وہ شخص اس کے جادو کی وجہ سے مرا ہے اور اس جادو سے آدمی غالباً مر جاتا ہو تو اس جادوگر کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا اور اگر جادوگر یہ کہے کہ وہ شخص اس جادو سے مرا ہے اور اس جادو سے کبھی آدمی مرتا ہے اور کبھی نہیں مرتا تو پھر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا اور اس پر دیت اور کفارہ لازم ہوگا، اور دیت جادوگر کے مال سے ادا کی جائے گی، جادوگر کے عاقلہ سے دیت نہیں لی جائے گی، ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ قصاص صرف جادوگر کے اعتراف کی بناء پر ہوگا، گواہوں کی گواہی کی بناء پر جادوگر سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ [1]

بَابُ ۷۸۱ السَّمِّ!

زہر کا بیان

۵۵۹۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً يَهُودِيَّةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ أَرَدْتُ لِأَقْتُلَكَ قَالَ مَا كَانَ اللهُ لِيُسَلِّطَكِ عَلَى ذَاكِ قَالَ أَوْ قَالَ عَلَيَّ قَالَ قَالُوا أَلَا نَقْتُلُهَا قَالَ لَا قَالَ فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي لَهَوَاتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا زہر آلودہ گوشت لے کر آئی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گوشت سے کچھ کھا لیا، پھر اس عورت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے اس عورت سے اس گوشت کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا میں نے (معاذ اللہ) آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے اس پر قادر نہیں کرے گا، یا فرمایا مجھ پر قادر نہیں کرے گا، صحابہ کرام نے عرض کیا ہم اس کو قتل نہ کر دیں! آپ نے فرمایا: نہیں، راوی کہتے ہیں کہ اس زہر کا اثر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کوّے (منہ) میں ہمیشہ پایا گیا۔

(۵۵۹۱) وَحَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے گوشت میں زہر ملایا اور رسول اللہ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

زَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَعَلَتْ سَمًّا فِي لَحْمٍ ثُمَّ أَتَتْ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ خَالِدٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ گوشت لے کر آئی، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زہر آلود گوشت کھانے کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واللہ یعصمک من الناس "اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا" اس حدیث میں اس کی تصدیق ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے کیونکہ عادۃً کوئی شخص زہر کھا کر زندہ نہیں رہتا، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا کہ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے، صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب میں یہ روایت ہے کہ اس گوشت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے، جس یہودی عورت نے آپ کو زہر دیا تھا اس کا نام زینب بنت الحارث تھا، یہ مرحب نامی یہودی کی بہن تھی، اس عورت کو قتل کرنے کے سلسلہ میں آثار مختلف ہیں، صحیح مسلم کی روایت میں ہے آپ نے اس کو قتل نہیں کیا، اور بعض دیگر روایات میں ہے آپ نے اس کو قتل کر دیا۔ ابن سحنون نے کہا، اس کے قتل کرنے پر محدثین کا اجماع ہے، ہو سکتا ہے کہ پہلے مرحلہ میں آپ نے اس کو قتل نہ کیا ہو اور بعد میں اس کو قتل کر دیا ہو۔ [1]

اس جگہ یہ بحث بھی کی جاتی ہے کہ اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو آپ زہر آلود گوشت نہ کھاتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعض مغیبات پر مطلع فرمایا ہے، آپ مطلقاً عالم الغیب نہیں ہیں، نیز جن مغیبات پر آپ کو مطلع کیا ہے ان میں بھی اللہ تعالیٰ اپنی بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے بعض اوقات بعض چیزوں سے آپ کی توجہ ہٹا لیتا ہے۔

باب ۸۲ اِسْتِحْبَابِ رُقْيَةِ الْمَرِيضِ!

مریض پر دم کرنے کا استحباب

۵۵۹۲ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكَى مِنَّا إِنْسَانٌ مَسَحَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ قَالَ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا فَلَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ أَخَذْتُ بِيَدِهِ لِأَصْنَعَ بِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب ہم میں سے کوئی شخص بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے پھر فرماتے: (ترجمہ) اے انسانوں کے مالک تکلیفوں کو دور کر دے، شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا اور کوئی شفا نہیں ہے، ایسی شفا دے جس سے بیماری بالکل باقی نہ رہے، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہو گئی تو میں آپ کا ہاتھ لے کر اسے آپ کی طرح آپ کے جسم پر پھیرنے لگی، آپ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑا

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نَحْوَ مَا كَانَ يَصْنَعُ فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ يَدِي ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَاجْعَلْنِي مَعَ الرَّفِيقِ الْأَعْلَى قَالَتْ فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ قَدْ قَضَى

لیا اور فرمایا اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ کر دے، حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر میں نے دیکھا تو آپ واصل الی اللہ ہو چکے تھے۔

۵۹۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ سُفْيَانَ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ فِي حَدِيثِ هُشَيْمٍ وَشُعْبَةَ مَسَحَهُ بِيَدِهِ قَالَ وَفِي حَدِيثِ الثَّوْرِيِّ مَسَحَهُ بِيَمِينِهِ وَقَالَ فِي عَقِبِ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِهِ مَنْصُورًا فَحَدَّثَنِي عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنَحْوِهِ ۞

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، شعبہ کی روایت میں ہے آپ نے اپنا ہاتھ پھیرا، ثوری کی روایت میں ہے آپ نے اپنا داہنا ہاتھ پھیرا۔

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَادَ مَرِيضًا يَقُولُ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِهِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ۞

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو فرماتے اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے، اے اللہ اس کو شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا اور کسی کی شفا نہیں ہے ایسی شفا دے جس سے بیماری بالکل باقی نہ رہے۔

۵۹۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحَى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَرِيضَ يَدْعُو لَهُ قَالَ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کے پاس جاتے تو یہ دعا کرتے، اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے، اے اللہ! اس کو شفا دے تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا اور کسی کی شفا نہیں، ایسی شفا دے جس سے بیماری بالکل باقی نہ رہے، ابوبکر

لَا يُغَادِرُ سَقَمًا وَفِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ فَدَعَا لَهُ وَقَالَ وَأَنْتَ الشَّافِي۔

کی روایت میں ہے آپ اس کے لیے دعا فرماتے اور فرماتے تو ہی شفاء دینے والا ہے۔

۵۵۹۶ وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَمُسْلِمِ بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ وَجَرِيرٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے اس کے بعد ابوعوانہ اور جریر کی مثل حدیث ہے۔

۵۵۹۷ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقِي بِهٰذِهِ الرُّقْيَةِ أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ بِيَدِكَ الشِّفَاءُ لَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا أَنْتَ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دم کرتے تھے: اے لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دے، تیرے دست قدرت میں ہی شفاء ہے، تیرے سوا کوئی مصیبت کو دور کرنے والا نہیں ہے۔

۵۵۹۸ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۵۵۹۹ حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِهِ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا مَرِضَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ جَعَلْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ وَأَمْسَحُهُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِأَنَّهَا كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْ يَدِي وَفِي رِوَايَةِ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ بِمُعَوِّذَاتٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر اس پر دم کرتے، جب آپ مرض وصال میں مبتلا تھے تو میں آپ پر دم کرتی اور آپ کے ہاتھ کو آپ پر پھیرتی کیونکہ آپ کے ہاتھ میں میرے ہاتھ سے زیادہ برکت تھی، اور یحییٰ بن ایوب کی روایت میں بمعوذات کا لفظ ہے۔

۵۶۰۰ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكٰى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو آپ سورہ فلق اور سورہ ناس پڑھ کر دم کرتے اور جب آپ کا درد زیادہ ہوا تو میں پڑھتی

يقرأ على نفسه بالمعوذات وينفث فلما اشتد وجعه كنت أقرأ عليه وأمسح عنه بيده رجاء بركتها۔

تھی اور برکت کی امید سے آپ ہی کا ہاتھ پھیرتی تھی۔

۵۶۰۱ وحدثني أبو الطاهر وحرملة قالا أخبرنا ابن وهب أخبرني يونس ح وحدثنا عبد بن حميد أخبرنا عبد الرزاق أخبرنا معمر ح وحدثني محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا روح ح وحدثنا عقبة بن مكرم وأحمد بن عثمان النوفلي قالا حدثنا أبو عاصم كلاهما عن ابن جريج أخبرني زياد كلهم عن ابن شهاب بإسناد مالك نحو حديثه وليس في حديث أحد منهم رجاء بركتها إلا في حديث مالك وفي حديث يونس وزياد أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا اشتكى نفث على نفسه بالمعوذات ومسح عنه بيده۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں، مالک کے علاوہ اور کسی کی سند میں یہ نہیں ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کی اُمید سے نیز مالک کی اور یونس اور زیاد کی روایت میں ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے نفس پر سورہ فلق اور سورہ ناس کو پڑھ کر دم کرتے اور اپنا ہاتھ پھیرتے۔

ف: ان احادیث میں قرآن مجید اور دیگر اذکار کے ساتھ دم کرنے کا ثبوت ہے۔ دم کے ساتھ تھوک کا لعاب نہیں اڑانا چاہیے، اگر بلا قصد کچھ لعاب کی چھینٹیں اڑ جائیں تو کوئی حرج نہیں، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بلا لعاب کے دم کرتے تھے اور جنھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا انھوں نے قصداً تھوک نہیں اڑایا تھا۔

باب ۸۳، استحباب الرقية من العين والنملة والحمة والنظرة

نظر لگنے، پھوڑے پھنسی، زہریلے ڈنک وغیرہ کی تکلیف میں دم کرانے کا استحباب

۵۶۰۲ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا علي بن مسهر عن الشيباني عن عبد الرحمن بن الأسود عن أبيه قال سألت عائشة عن الرقية فقالت رخص رسول الله صلى الله عليه وسلم لآل بيت من الأنصار في الرقية من كل ذي حمة۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دم کرانے کے متعلق دریافت کیا، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ انصار کے ایک گھرانے کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلے ڈنک کی تکلیف میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

۵۶۰۳ حدثنا يحيى بن يحيى أخبرنا هشيم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ بَيْتٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْحُمَةِ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک گھرانے کو ہر زہریلے ڈنک کی تکلیف میں دم کرنے کی اجازت دی ہے۔

۵۶۰۴ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ عُمَرَ) قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ عُمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ اَوْ كَانَتْ بِهِ قُرْحَةٌ اَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهٗ بِالْاَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا بِاسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى بِهٖ سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا قَالَ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ يُشْفٰى وَقَالَ زُهَيْرٌ لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کوئی انسان بیمار ہوتا یا اس کو کوئی چھالا یا زخم ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی اس انگلی (سفیان نے کہا آپ شہادت کی انگلی زمین پر رکھ کر پھر اٹھاتے) سے اشارہ کر کے فرماتے اللہ کے نام سے، ہماری زمین کی مٹی، ہم میں سے کسی کے لعاب دہن سے ہمارا بیمار اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاء پائیگا۔ زہیر کی روایت میں ہے تاکہ ہمارا بیمار شفاء پائے۔

۵۶۰۵ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُهَا اَنْ تَسْتَرْقِيَ مِنَ الْعَيْنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں نظر لگنے کی تکلیف میں دم کرانے کا حکم دیتے تھے۔

۵۶۰۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۶۰۷ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں نظر لگنے کی صورت میں دم کرانے کا حکم دیتے تھے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْمُرُنِیْ اَنْ اَسْتَرْقِیَ مِنَ الْعَیْنِ۔

۵۶۰۸ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَیْثَمَۃَ عَنْ عَاصِمِ الْاَحْوَلِ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فِی الرُّقْیَۃِ قَالَ رُخِّصَ فِی الْحُمَۃِ وَالنَّمْلَۃِ وَالْعَیْنِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دم کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا زہریلے ڈنک، پھوڑے پھنسی اور نظر لگنے کی صورت میں دم کرانے کی اجازت ہے۔

۵۶۰۹ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ عَنْ سُفْیَانَ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا حَسَنٌ (وَھُوَ ابْنُ صَالِحٍ) کِلَاھُمَا عَنْ عَاصِمٍ عَنْ یُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الرُّقْیَۃِ مِنَ الْعَیْنِ وَالْحُمَۃِ وَالنَّمْلَۃِ وَفِیْ حَدِیْثِ سُفْیَانَ یُوْسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نظر لگنے، ڈنک لگنے اور پھوڑے پھنسی کی صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دم کرانے کی اجازت دی ہے۔

۵۶۱۰ حَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِیْدِ الزُّبَیْدِیُّ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَارِیَۃٍ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی بِوَجْھِھَا سَفْعَۃً فَقَالَ بِھَا نَظْرَۃٌ فَاسْتَرْقُوْا لَھَا یَعْنِیْ بِوَجْھِھَا صُفْرَۃً۔

زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ کے گھر ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرے پر جھائیاں تھیں، آپ نے فرمایا اس کو نظر لگ گئی ہے، اس پر دم کراؤ، یعنی اس کے چہرے پر زردی تھی۔

۵۶۱۱ حَدَّثَنِیْ عُقْبَۃُ بْنُ مُکْرَمٍ الْعَمِّیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ وَاَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّہٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ رَخَّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاٰلِ حَزْمٍ فِیْ رُقْیَۃِ الْحَیَّۃِ وَقَالَ لِاَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ مَالِیْ اَرٰی اَجْسَامَ بَنِیْ اَخِیْ ضَارِعَۃً تُصِیْبُھُمُ الْحَاجَۃُ قَالَتْ لَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سانپ کی تکلیف میں آل حزم کو دم کرنے کی اجازت دی، اور اسماء بنت عمیس سے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں اپنے بھائی (حضرت جعفر بن ابیطالب) کے بچوں کو دبلا دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ بھوکے رہتے ہیں حضرت اسماء نے کہا نہیں! لیکن ان کو نظر جلد لگ جاتی ہے،

وَلٰكِنِ الْعَيْنُ تُسْرِعُ إِلَيْهِمْ قَالَ ارْقُوا فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ ارْقُوهُمْ ۔

آپ نے فرمایا کوئی دم کرو، انھوں نے دم کے کلمات پیش کئے، آپ نے فرمایا: ان کو دم کر دو۔

۵۶۱۲ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ رَخَّصَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُقْيَةِ الْحَيَّةِ لِبَنِي عَمْرٍو قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ وَسَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ لَدَغَتْ رَجُلًا مِنَّا عَقْرَبٌ وَنَحْنُ جُلُوسٌ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ ارْقِ قَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو عمرو کو سانپ کے ڈنک لگنے کی صورت میں دم کرنے کی اجازت دی، اور حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے تھے، ہم میں سے ایک شخص کو بچھو نے ڈنک مار دیا اس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں دم کروں؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہو وہ اس کو فائدہ پہنچائے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو ایک اور سند سے بیان کیا اس میں ہے، قوم میں سے ایک شخص نے کہا میں اس پر دم کر دوں؟ اور یہ نہیں کہا میں دم کروں۔

۵۶۱۳ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأَمَوِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ ارْقِيهِ يَا رَسُولَ اللهِ وَلَمْ يَقُلِ ارْقِي ۔

۵۶۱۴ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِي خَالٌ يَرْقِي مِنَ الْعَقْرَبِ فَنَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقَى قَالَ فَأَتَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقَى وَأَنَا أَرْقِي مِنَ الْعَقْرَبِ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ماموں بچھو سے ڈسے ہوئے کو دم کرتے تھے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کر دیا، وہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ آپ نے دم کرنے سے منع کر دیا اور میں بچھو سے ڈسے ہوئے پر دم کرتا تھا آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہو وہ نفع پہنچائے۔

۵۶۱۵ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۶۱۶ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّقَى فَجَاءَ آلُ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع کر دیا؛ پھر عمرو بن حزم کی آل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ایک دم آتا ہے جس سے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ كَانَتْ عِنْدَنَا رُقْيَةٌ نَرْقِي بِهَا مِنَ الْعَقْرَبِ وَإِنَّكَ نَهَيْتَ عَنِ الرُّقَى قَالَ فَعَرَضُوْهَا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا أَرَى بَأْسًا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ۔

ہم بچھو کے ڈسے ہوئے کو دم کرتے تھے اور آپ نے دم کرنے سے منع کر دیا! پھر انھوں نے اس دم کے کلمات آپ پر پیش کیے، آپ نے فرمایا میں ان میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کو نفع پہنچائے۔

۵۶۱۷ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي ذٰلِكَ فَقَالَ اعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَى مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ شِرْكٌ۔

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سلسلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے دم کے کلمات مجھ پر پیش کرو، اگر شرکیہ کلمات نہ ہوں تو دم میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ف: ان احادیث میں ڈنک لگنے اور مختلف بیماریوں میں دم کرانے کے جواز کا بیان ہے۔

۸۴ باب جَوَازِ أَخْذِ الْأُجْرَةِ عَلَى الرُّقْيَةِ بِالْقُرْآنِ وَالْأَذْكَارِ

قرآن مجید اور اذکار مسنونہ سے دم کرنے اور اس پر اجرت لینے کا بیان

۵۶۰۱۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا فِي سَفَرٍ فَمَرُّوْا بِحَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَلَمْ يُضَيِّفُوْهُمْ فَقَالُوْا لَهُمْ هَلْ فِيكُمْ رَاقٍ فَإِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ لَدِيغٌ أَوْ مُصَابٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ نَعَمْ فَأَتَاهُ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ الرَّجُلُ فَأُعْطِيَ قَطِيعًا مِنْ غَنَمٍ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا وَقَالَ حَتَّى أَذْكُرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا رَقَيْتُ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ مَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا مِنْهُمْ وَاضْرِبُوْا لِي بِسَهْمٍ مَعَكُمْ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ سفر میں گئے، عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ پر ان کا گذر ہوا، صحابہ نے ان لوگوں سے مہمانی طلب کی، انھوں نے ضیافت نہ کی، پھر انھوں نے صحابہ سے پوچھا کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈسا ہوا ہے، یا کہا وہ تکلیف میں ہے، صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا: ہاں مجھے دم کرنا آتا ہے، پھر وہ صحابی اس سردار کے پاس گئے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کر دیا، وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور ان کو بکریوں کا ایک ریوڑ دیا گیا۔ انھوں نے ان بکریوں کو لینے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر نہ کروں ان کو نہیں لوں گا! پھر انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کا ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے سورۂ فاتحہ

کے سوا اور کسی چیز کا دم نہیں کیا، پھر آپ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے! پھر فرمایا! ان بکریوں کو لے لو اور ان میں سے میرا حصہ بھی نکالو۔

۵۶۱۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَجَعَلَ يَقْرَأُ أُمَّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفُلُ فَبَرَأَ الرَّجُلُ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ وہ صحابی سورہ فاتحہ پڑھتے جاتے تھے اور اپنا تھوک جمع کر کے اس پر تھوکتے جاتے تھے۔ سو وہ شخص تندرست ہو گیا۔

۵۶۲۰ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَخِيهِ مَعْبَدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ نَزَلْنَا مَنْزِلًا فَأَتَتْنَا امْرَأَةٌ فَقَالَتْ إِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ سَلِيمٌ لُدِغَ فَهَلْ فِيكُمْ مِنْ رَاقٍ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مِنَّا مَا كُنَّا نَظُنُّهُ يُحْسِنُ رُقْيَةً فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ فَأَعْطَوْهُ غَنَمًا وَسَقَوْنَا لَبَنًا فَقُلْنَا أَكُنْتَ تُحْسِنُ رُقْيَةً فَقَالَ مَا رَقَيْتُهُ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ فَقُلْتُ لَا تُحَرِّكُوهَا حَتَّى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ مَا كَانَ يُدْرِيهِ أَنَّهَا رُقْيَةٌ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ مَعَكُمْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مقام پر گئے، ہمارے پاس ایک عورت نے آ کر کہا ہمارے قبیلہ کے سردار کو ایک بچھو نے کاٹ لیا ہے، کیا تم میں سے کوئی شخص دم کرنے والا ہے؟ ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر اس کے ساتھ چل پڑا، ہم کو یہ گمان نہ تھا کہ اس کو اچھی طرح دم کرنا آتا ہوگا، اس نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا، وہ سردار تندرست ہو گیا، ان لوگوں نے اس کو بکریاں دیں اور ہم سب کو دودھ پلایا، ہم نے کہا تم کو واقعی دم کرنا آتا تھا؟ اس نے کہا میں نے تو اس پر صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے! حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں پھر میں نے کہا ان بکریوں کو مت چھیڑو، حتیٰ کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جا کر معلوم کر لیں، پھر ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس کو کیسے معلوم ہو گیا کہ سورۂ فاتحہ سے دم ہوتا ہے! ان بکریوں کو تقسیم کر لو اور ان میں سے اپنے ساتھ میرا حصہ بھی نکالو۔

۵۶۲۱ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَقَامَ مَعَهَا رَجُلٌ مِنَّا مَا كُنَّا نَأْبُنُهُ بِرُقْيَةٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں یہ ہے ہم میں سے ایک شخص اٹھ کر چل پڑا ہمارے خیال میں اس کو دم کرنا نہیں آتا تھا۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز

حدیث میں تطبیع کا لفظ ہے، اس کا اطلاق دس سے چالیس تک ہوتا ہے، اور یہاں تطبیع سے مراد تیس بکریاں ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں اس کی تصریح ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ان بکریوں میں میرا حصہ بھی لگاؤ، اس ارشاد میں سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے کی اجرت لینے کے جواز کی تصریح ہے اور یہ حلال ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی طرح قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، امام شافعی، امام احمد، امام مالک، اسحٰق، ابوثور اور دوسرے متقدمین اور متاخرین فقہاء کا یہی مذہب ہے، امام ابوحنیفہ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے سے منع کیا ہے اور دم پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ تعلیم قرآن کی اجرت لینا بھی جائز ہے کیونکہ اس حدیث کا مورد اگرچہ خاص ہے لیکن الفاظ میں عموم ہے اور اعتبار خصوصیت مورد کا نہیں عموم الفاظ کا ہوتا ہے، متاخرین احناف نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، ہم اس کی تفصیل اور تحقیق پیش کر رہے ہیں، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے متعلق آثار صحابہ و تابعین

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الوضین بن عطا قال: کان بالمدینۃ ثلاثۃ معلمین یعلمون الصبیان فکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منھم خمسۃ عشر کل شھر۔[1]

وضین بن عطاء کہتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو تعلیم دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو ماہانہ پندرہ درہم دیتے تھے۔

عن خالد الحذاء قال: سألت ابا قلابۃ عن معلم یعلم و یاخذ اجرا فلم یر لہ باسًا۔[2]

خالد حذاء کہتے ہیں کہ میں نے ابوقلابہ سے اس معلم کے متعلق سوال کیا جو اجرت لے کر تعلیم دیتا ہے، انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

عن طاؤس انہ کان لا یری باسًا ان یعلم المعلم علی ولا یشارطہ فان اعطی شیئًا اخذہ۔[3]

طاؤس کہتے ہیں کہ اگر معلم بغیر کسی شرط کے تعلیم دے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر اس کو کچھ دیا جائے تو لے لے۔

عن ابراھیم قال: کان یکرہ ان یشارط المعلم علی تعلیم الصبیان القرآن۔[4]

ابراہیم کہتے ہیں کہ معلم کا تعلیم قرآن پر اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

عن عامر قال: المعلم لا یشارط فان اھدی لہ شیئًا فلیقبلہ۔[5]

عامر کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے اور اگر اس کو کچھ ہدیہ دیا جائے تو اس کو قبول کرے۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، " " " "

[3] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، " " " "

[4] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " " "

[5] " " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۳، " " " "

ان آثار میں سے بعض آثار مصنف عبدالرزاق (ج ۸ ص ۱۱۴) اور سنن کبری (ج ۶ ص ۱۲۴) میں بھی روایت کیے گئے ہیں۔

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

اپنے بچے کو قرآن مجید، فقہ یا علم میراث پڑھوانے کے لیے کسی شخص کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جائز ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو عبادت کسی مسلمان کے ساتھ خاص ہو اس کو اجرت پر حاصل کرنا باطل ہے، امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جس چیز کو قائم کرنا کسی اجیر (عامل) پر متعین نہ ہو اس چیز کو اجرت پر حاصل کرنا جائز ہے۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے یا دینے کی ممانعت کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت عبدالرحمن بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قرآن مجید پڑھو اور اس سے روزی نہ کماؤ"، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدرس علم سے فرمایا "اللہ کی کتاب کے لیے چپاتیوں (روٹیوں) کی شرط نہ لگاؤ" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو قرآن مجید کی ایک سورت کی تعلیم دی، اس شخص نے اس کے عوض میں ان کو ایک کمان دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کی کمان پہنائے؟ انھوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر تم اس کی کمان کو واپس کر دو۔ نیز جو شخص کسی کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے وہ اس عمل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے، کیونکہ آپ بطور معلم مبعوث ہوئے ہیں اور آپ تعلیم میں کسی اجر کی طمع نہیں رکھتے تھے، سو جو شخص اس عمل میں آپ کا خلیفہ ہو اس کو بھی اجر کی طمع نہیں رکھنی چاہیے۔

بلخ کے بعض ائمہ نے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے متقدمین نے اپنے نظریہ کی بنیاد اپنے زمانہ کے مشاہدات پر رکھی تھی، کیونکہ اس زمانہ میں محض ثواب اور اجر آخرت کی بناء پر قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور فقہاء بڑے ذوق اور شوق سے لوجہ اللہ علوم دینیہ کی تعلیم دیتے تھے اور متعلمین بھی اس احسان کا بدلہ احسان سے دیتے تھے، لیکن اس زمانہ میں یہ دونوں باتیں مفقود ہو چکی ہیں، اس لیے اب ہم کہتے ہیں کہ اجرت دے کر تعلیم حاصل کرنا جائز ہے تاکہ علوم دینیہ کی تعلیم معطل نہ ہو جائے، اور زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جاتی تھیں، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کر دیا۔

اگر لوگوں نے رمضان یا غیر رمضان میں کسی شخص کو امامت کے لیے اجرت پر مقرر کیا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نماز پڑھنے والا اپنے نفس کے لیے عمل کر رہا ہے وہ دوسرے شخص سے اس عمل کی اجرت کا مستحق نہیں ہوگا، اسی طرح اگر اجرت پر مؤذن کا تقرر کیا تو یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ لوگوں کو نماز کی طرف بلانے میں مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور اس عمل کی منفعت اسی کو حاصل ہوگی کیونکہ جماعت کی کثرت سے اس کا ثواب زیادہ ہوگا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو آخری وصیت یہ کی تھی کہ تم سب سے کمزور شخص کی رعایت کرتے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھانا، اور اگر تم مؤذن بنو تو اذان پر اجرت نہ لینا، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا میں آپ سے محبت رکھتا ہوں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں تم سے بغض رکھتا ہوں، اس نے کہا اے امیر المومنین

اس کی وجہ؟ آپ نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اذان پر اجرت لیتے ہو! [1]

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
جن عبادات کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے ان کو اجرت پر حاصل کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً امامت، اذان، حج اور تعلیم قرآن وغیرہ، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے عطاء، ضحاک بن قیس، امام ابوحنیفہ اور زہری کا بھی یہی قول ہے، زہری اور اسحاق نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے۔ عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ معلمین کا اجرت لینا حرام ہے، حسن بصری، ابن سیرین، طاؤس، شعبی اور نخعی نے تعلیم قرآن پر شرط کے ساتھ اجرت لینے کو حرام کہا ہے۔

ابوطالب نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے کہ ان بادشاہوں پر توکل کرنے یا اپنے اہل وعیال کے معاش میں عام لوگوں پر توکل کرنے یا قرض لے کر تجارت کرنے سے قرآن مجید کی تعلیم دینا بہتر ہے، اس نقل سے یہ معلوم ہوا کہ امام احمد کا تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کرنا کراہت کی بناء پر ہے تحریم کی بناء پر نہیں ہے، یعنی ان کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی نہیں ہے۔

امام مالک اور امام شافعی نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، ابوقلابہ، ابوثور اور ابن منذر نے بھی معلمین کی اجرتوں کو جائز کہا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید یاد ہونے کی بناء پر ایک شخص کا نکاح کر دیا، اور جب تعلیم قرآن کو نکاح کا عوض اور مہر بنانا صحیح ہے تو پھر تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی صحیح ہے، نیز حدیث صحیح میں ہے: جن چیزوں پر تم نے اجر لیا ہے ان میں اجر کی سب سے زیادہ حق دار اللہ کی کتاب ہے، نیز حضرت ابوسعید خدری نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور عوض میں اس سے (تیس) بکریاں لیں، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور جب دم پر اجرت لینا جائز ہے تو تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، نیز تعلیم قرآن پر بیت المال سے رزق لینا جائز ہے سو اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے، جس طرح مسجدوں اور پلوں کے بنانے کی اجرت لینا جائز ہے اسی طرح تعلیم قرآن پر اجرت لینا بھی جائز ہے، نیز اس کی ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ جو شخص خود حج نہ کر سکتا ہو اور کوئی شخص للہ فی اللہ اس کی طرف سے حج کرنے پر تیار نہ ہو، وہ کسی دوسرے شخص کو اجرت دے کر اپنی طرف سے حج کراتا ہے۔ [2]

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
قرآن مجید یا اس کی کسی سورت معینہ کی تعلیم پر تعیین اور تحدید کے ساتھ اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ضرورت مند شخص

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱۶، ص ۳۷، مطبوعہ دارالمعرفۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
[2] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۵ ص ۳۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کے لیے فقہ اور حدیث وغیرہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے اور مُردوں پر قرآن مجید پڑھوانے کے لیے اجرت دینا جائز نہیں ہے، امام شافعی نے کتاب الام میں اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ شربینی نے مغنی میں کہا ہے کہ قبر پر مدت معلومہ کے لیے اجرت معینہ دینا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید جہاں بھی پڑھا جائے رحمت کا نزول ہوتا ہے، اور اس میں مردہ زندہ کی طرح ہے، خواہ قرأت کے بعد دعا کی جائے یا نہیں، عام ازیں کہ قرأت اس مردہ کے لیے کی جائے یا نہیں، قرآن مجید پڑھنے کی منفعت بہر حال مردہ تک پہنچتی ہے، اور قرأت پر اجرت دینا ایسا ہے جیسا کہ دعا پر اجرت دینا، اور اس سے میت کو بہر حال فائدہ پہنچتا ہے، امام شافعی نے جو کتاب الام میں منع کیا ہے اس کا کوئی اور محمل ہے، شہاب رملی نے بھی اس پر فتویٰ دیا ہے۔

(علامہ نووی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی شخص مال کی طلب کے لیے قرآن مجید پڑھتا ہے تو اس کو اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا، بلکہ بعض اوقات وہ گنہ گار ہوتا ہے۔ [1]

تعلیم قرآن، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: مؤذن کو اجرت دینے کے متعلق ایک قوم کا نظریہ یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور ایک قوم نے اس کو مکروہ کہا ہے، جو علماء مکروہ کہتے ہیں ان کا استدلال حضرت عثمان بن ابی العاص کی روایت سے ہے "ایسا مؤذن مقرر کرو جو اذان پر اجر نہ لے" اور جو لوگ اذان پر اجر لینے کو مباح کہتے ہیں وہ اس کو افعال غیر واجبہ پر قیاس کرتے ہیں، اور اصل میں منشاء اختلاف یہی ہے کہ اذان دینا واجب ہے یا واجب نہیں ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت دینے میں بھی اختلاف ہے، ایک قوم کے نزدیک مکروہ ہے اور قوم کے نزدیک جائز ہے جو لوگ مباح کہتے ہیں وہ ان روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے کی اجرت کو جائز فرمایا ہے اور جو مکروہ کہتے ہیں وہ تعلیم قرآن اور دم کرنے میں فرق کرتے ہیں۔ [2]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم پر اجرت لینے میں علماء کا اختلاف ہے، زہری اور اصحاب رائے اس سے منع کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینی جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم دینا واجب ہے اس لیے اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے جس طرح نماز اور روزے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو" اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے بچوں کے معلم بدترین لوگ ہیں جو یتیم پر بہت کم رحم کرتے ہیں اور مسکین پر بہت سختی کرتے ہیں" اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱۵، ص ۳۱۔ ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] قاضی ابو الولید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۱۶۹۔ ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

آپ معلمین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان کے درہم (روپے وغیرہ) حرام ہیں، ان کے کپڑے حرام ہیں اور ان کی گفتگو دکھاوا ہے اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل صفہ کے کچھ لوگوں کو قرآن مجید اور کتابت کی تعلیم دی، مجھے ایک شخص نے کمان بطور ہدیہ دی، میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے میں اس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کروں گا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تم اس کے بدلے میں جہنم کا طوق پہنو تو اس کو لے لو۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد، (امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں) ابوثور اور اکثر علماء نے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے کیونکہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے:

ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ — جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اللہ کی کتاب اجر کی سب سے زیادہ حقدار ہے۔

صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴۔

اس مسئلہ میں یہ حدیث نص صریح ہے لہٰذا اس حدیث پر اعتماد کرنا چاہیے، مخالفین نے نماز اور روزے پر جو قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے، کیونکہ اوّل تو وہ نص کے مقابلہ میں قیاس ہے، ثانیاً ان میں فرق ہے کیونکہ نماز اور روزہ ایسی عبادات ہیں جو فاعل کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں اور تعلیم قرآن ایسی عبادت ہے جو غیر کی طرف متعدی ہوتی ہے لہٰذا اس پر اجرت لینا اسی طرح جائز ہے جس طرح کتابتِ قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ یہ بنو اسرائیل کے متعلق ہے اور ہم سے پہلی شریعت ہے، (میرے نزدیک اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں تعلیم آیات پر اجرت لینے سے ممانعت نہیں ہے بلکہ تحریف کے عوض معاوضہ لینے سے ممانعت ہے اور بنو اسرائیل یہی کرتے تھے، اپنی آمدنی کے ختم ہونے کے ڈر سے تورات کی ان آیات کا مفہوم بدل دیتے تھے جن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور آپ کی آمد کے پیش گوئیوں کا ذکر تھا۔ سعیدی غفرلہٗ)۔

جو شخص امور دینیہ کو انجام دے مسلمانوں کے امیر پر اس کی اعانت واجب ہے، اور اگر امیر اس کی اعانت نہ کرے تو عام مسلمانوں پر اس کی اعانت واجب ہے، کیونکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کار خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا تو ان کے پاس اپنے اہل وعیال کی کفالت کے لیے کوئی انتظام نہیں تھا، وہ کپڑے لے کر بازار فروخت کرنے کے لیے چلے گئے انھیں ان سے منع کیا گیا، انھوں نے کہا پھر میں اپنے گھر کا خرچ کیسے چلاؤں گا! مسلمانوں نے ان کو واپس لوٹایا اور ان کی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا۔

تعلیم قرآن پر اجرت لینے کی ممانعت کے سلسلہ میں جو احادیث پیش کی گئی ہیں ان میں سے کوئی حدیث بھی ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے، پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کی سند میں ایک راوی سعید بن طریف ہے وہ متروک ہے دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوجرہم ہے وہ مجہول اور غیر معروف ہے، نیز اس کی سند میں ایک راوی ابی المہزم ہے وہ متروک الحدیث ہے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، تیسری حدیث حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے اس کو امام ابوداؤد نے مغیرہ سے روایت کیا ہے اور مغیرہ مجہول ہے اس کی تمام روایات منکر ہیں اور یہ روایت بھی منکر ہے اور کمان والی حدیث میں ایک راوی منقطع ہے خلاصہ یہ ہے کہ ممانعت اجر کے مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، اس سلسلہ میں تمام روایات ضعیف ہیں، نیز کمان والی حدیث کی یہ تاویل بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے انھوں نے

محض للہ تعلیم دینے کا ارادہ کیا تھا، اور بعد میں اس تعلیم کے بدلہ میں کمان کا ہدیہ قبول کیا اس لیے آپ نے یہ وعید بیان کی، نیز بھی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "لوگوں میں سب سے بہتر اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر معلمین ہیں جب بھی دین بوسیدہ ہو جاتا ہے یہ اس کی تجدید کرتے ہیں، ان کو عطایا دو، اور ان کو اجرت پر نہ رکھو اور ان کو تنگی میں نہ ڈالو، کیونکہ جب معلم بچہ سے کہتا ہے پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور بچہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک براءت بچہ کے لیے لکھتا ہے، ایک برائت معلم کے لیے اور ایک اس کے ماں باپ کے لیے۔

اجرت لے کر نماز پڑھانے والے کے مسئلہ میں بھی اختلاف ہے، اشہب بیان کرتے ہیں کہ امام مالک سے سوال کیا گیا کہ جو شخص اجرت لے کر رمضان میں تراویح پڑھاتے اس کا کیا حکم ہے، امام مالک نے کہا میں امید کرتا ہوں کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فرض نماز پڑھانے کی اجرت لینا شدید مکروہ ہے، امام شافعی، ان کے اصحاب اور ابوثور نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی اقتدار میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے، امام اوزاعی نے کہا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اس کی نماز کو مکروہ قرار دیتے ہیں [1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

وجازت الاجارة على تعليم قران مشاهرة مثلاً لكل شهر بدرهم او كل سنة بدينار [2]

تعلیم قرآن پر ماہوار اجرت لینا جائز ہے، مثلاً ہر مہینہ ایک درہم یا ہر سال ایک دینار۔

تعلیم قرآن، امامت، اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق مصنف کا موقف

ہمارے نزدیک تعلیم قرآن، حج، امامت، اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اجر کی سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔

یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے باب میں نص صریح ہے، بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ہے، اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کا جواز لازم نہیں آتا، لیکن یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہیں اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے، اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ سب سنداً ضعیف ہیں جو اس حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تفصیل اور تحقیق سے بیان کیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۷-۳۳۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابوالبرکات سیدی احمد دردیر مالکی۔ ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۴ ص ۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۲، ج ۲ ص ۸۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی،

[4] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۴-۴۵۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچ وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھاتے تھے، وعظ و نصیحت کرتے تھے، مقدمات کے فیصلے کرتے تھے، مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاد کا انتظام کرتے تھے اور ان تمام خدمات کے عوض ان کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا، اور اجماع امت کا یہ تعامل اس مسئلہ پر واضح دلیل ہے کہ تعلیم قرآن، امامت، خطابت اور دیگر عبادات پر اجرت لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ خلفاء راشدین کی سنت ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت لما استخلف ابو بكر الصديق قال لقد علم قومي ان حرفتي لم تكن تعجز عن مؤنة اهلي وشغلت بامر المسلمين فسيأكل ال ابي بكر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انھوں نے فرمایا میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کسب (تجارت) میرے اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں تھا، اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں، اب ابوبکر کے اہل وعیال بیت المال کے مال سے کھائیں گے، اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے کسب کرے گا۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ اپنے معمول کے مطابق سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے، راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا یہ آپ کیا کر رہے ہیں! حالانکہ آپ مسلمانوں کے ول مقرر ہو چکے ہیں! حضرت ابوبکر نے کہا اگر میں یہ تجارت نہ کروں تو پھر اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انھوں نے کہا ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں پھر انھوں نے ہر روز کے لیے نصف بکری مقرر کر دی۔

میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو مسلمانوں نے آپ کا دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا، حضرت ابوبکر نے فرمایا میرے اہل وعیال کا خرچ زیادہ ہے مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے پھر مسلمانوں نے پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ [2]

نیز علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عامل کے اوپر کوئی اور عامل نہ ہو تو وہ اپنی ضروریات کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لے سکتا ہے اور ہر وہ شخص جس کو مسلمانوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے، کیونکہ اس کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کے لیے رقم کی احتیاج ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جائے گا تو وہ بلا عوض مسلمانوں کے کسی کام کرنے پر تیار نہیں ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور مصالح ضائع ہو جائیں گے، اسی بناء پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کو وظیفہ دینے میں

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کوئی حرج نہیں ہے، اور قاضی شریح رضی اللہ عنہ قضاء کا وظیفہ لیا کرتے تھے، امام بخاری نے رزق الحکام کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے، پھر اگر قاضی ضرورت مند ہو تو بیت المال سے اس کی کفالت واجب ہے اور اگر اس کے پاس اتنی دولت ہو کہ وہ وظیفہ سے مستغنی ہو تو پھر اس کا بیت المال سے وظیفہ نہ لینا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی اس کا وظیفہ لینا زیادہ صحیح ہے تاکہ وہ قضاء کے معاملہ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں سستی نہ کرے، کیونکہ جب وہ اپنے کام کا کوئی وظیفہ نہیں لے گا تو قضاء کی ذمہ داریوں کو توجہ اور باقاعدگی سے پورا نہیں کرے گا۔ [1]

علامہ عینی نے قاضی کو وظیفہ دینے کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ تمام وجوہات تعلیم قرآن، امامت اور اذان وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے اس آیت سے قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم کی اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے اور اس مسئلہ میں بعض احادیث بھی مروی ہیں جو صحیح نہیں ہیں حالانکہ صحیح حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم تعلیم پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے، اور اس کے جواز کے سلسلہ میں علماء کے بکثرت اقوال منقول ہیں اگرچہ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی کہا ہے اور اس آیت میں اس کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے [2]

اگر یہ کہا جائے کہ عالم دین پر دینی علوم کی تعلیم دینا اور فرائض کی جماعت کرانا فرض ہے اور فرض کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (اس کے وعدہ کی بناء پر جو اس نے محض اپنے فضل سے کیا ہے) بندوں کے ذمہ نہیں ہے، تو میں کہوں گا کہ یہ صحیح اور برحق ہے لیکن عالم دین پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ مثلاً جامعہ نعیمیہ میں جا کر تعلیم دے اور وہاں نماز پڑھائے، اور اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ آٹھ سے بارہ بجے تک چار گھنٹہ پڑھائے، اسی طرح اس پر مثلاً ظہر کی نماز پڑھانا ضروری ہے یہ کب ضروری ہے کہ وہ ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز پڑھائے، نیز یہ کب ضروری ہے کہ مدرسہ کے معین کردہ نصاب کے عین مطابق پڑھائے پھر اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ فلاں فلاں طالب علم کو پڑھائے اور فلاں فلاں لوگوں کو نماز پڑھائے؟

اس لیے جب کوئی ادارہ کسی عالم دین کو مخصوص مدرسہ کے مخصوص اوقات میں مخصوص نصاب کے مطابق مخصوص طلبہ کو تعلیم دینے کا پابند کرے گا یا مخصوص مسجد کے مخصوص اوقات میں مخصوص ——— لوگوں کو نماز پڑھانے یا اذان دینے کا پابند کرے گا تو وہ معاوضہ ان خصوصیات اور تقییدات کے مقابلہ میں ہوگا نفس عبادت کا معاوضہ نہیں ہوگا اور نہ کسی عالم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ ان عبادات کا معاوضہ لے رہا ہے، عالم کو جس جگہ جس وقت اور جن لوگوں کا پابند کیا جاتا ہے وہ اس جگہ، اس وقت اور ان لوگوں کی پابندی کرنے کا معاوضہ لیتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دینی فرائض کو ادا کرنے میں عالم دین جو وقت صرف کرتا ہے وہ معاوضہ اس وقت کا ہوتا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہوتا، یا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اس کی جو توانائی خرچ ہوتی ہے یہ معاوضہ

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۶۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس توانائی کا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہے یا جس طرح حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا تو وہ میری ضروریات کا کفیل ہوتا، اب مسلمانوں کے ان اُمور کی انجام دہی کی وجہ سے وہ اس کار معاش کو اختیار نہیں کر سکا لہٰذا اس کے بدلہ میں اس کی ضروریات کا خرچ قوم یا کسی قومی ادارہ پر واجب ہوگا۔

امام مالک اور امام شافعی نے اور ایک قول میں امام احمد نے عبادات پر معاوضہ لینے کو جائز کہا ہے۔

ہر چند کہ متقدمین فقہاء احناف نے اسلامی فرائض کی بجاآوری پر اجرت لینے سے منع کیا تھا، لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت علماء کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے جاتے تھے لیکن اب جبکہ امراء اور سلاطین نے علماء کی کفالت ترک کر دی ہے تو اب علماء کا اپنے فرائض منصبی پر اجرت لینا جائز ہے اور متاخرین فقہاء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قال الامام الخیر اخزی یجوز فی زماننا للامام والموذن والمعلم اخذ الاجر کذا فی الروضة والذخیرة [1]

امام خیر اخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح روضہ اور ذخیرہ میں ہے۔

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت دینے کو مستحسن قرار دیا ہے، کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں پر سستی غالب ہو گئی ہے، اور اجرت نہ دینے میں حفظِ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے، فتویٰ اسی قول پر ہے۔[2]

علامہ بابرتی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت دینا جائز ہے اور فقہاء نے اس کے لیے مدت اور اجرت کے مقرر کرنے کو بھی جائز کہا ہے، اور اگر مدت مقرر نہ کی گئی ہو تو اجرت مثلی دینے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ متقدمین نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے معلمین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر تھے، اس لیے معلمین اپنی ضروریات اور معاش میں مستغنی تھے، نیز اس زمانہ میں محض ثواب کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا بھی رجحان تھا اور اب یہ بات باقی نہیں رہی، امام ابوعبداللہ الخیر اخزی نے کہا کہ اس زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے بھی اجرت لینا جائز ہے۔[3]

علامہ علاؤ الدین الحصکفی لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے، فقہ پڑھانے، امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت طے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلی دینے پر مجبور کیا جائے گا۔[4]

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ شرح ہدایہ ج ۳ ص ۶۵۵، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

[3] علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

قال وما یاخذہ الفقہاء من المدارس لیس باجرۃ لعدم شروط الاجارۃ ولا صدقۃ لان الغنی یاخذھا بل اعانۃ لھو علی حبس انفسھم للاشتغال حتی لو لم یحضروا الدرس بسبب اشتغال و تعلیق جاز اخذ ھم[1]

علامہ ابن الشحنہ نے کہا ہے کہ فقہاء مدارس سے جو وظیفہ لیتے ہیں وہ اجرت نہیں ہے کیونکہ اس میں اجارہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں، اور نہ یہ صدقہ ہے کیونکہ غنی بھی یہ وظیفہ لیتے ہیں، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء درس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں اس لیے یہ ان کی اعانت ہے، حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام یا مشغولیت کی وجہ سے درس میں نہ آسکیں پھر بھی ان کا وظیفہ لینا جائز ہے۔

اب ایک یہ نقطہ بحث طلب رہ گیا ہے کہ اگر علماء ان عبادات پر اجرت لیں تو کیا ان کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں؟ میرا یہ گمان ہے کہ اگر علماء اس معاوضہ کو اپنی عبادات کا معاوضہ سمجھ کر لیتے ہیں تو پھر وہ اجر اخروی کے مستحق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادات تو محض للہ فی اللہ ہیں وہ محض پابندی اوقات کا معاوضہ لیتے ہیں تو پھر ان کو اجر اخروی کی امید رکھنی چاہیے۔

بَابُ ۷۸۵ اِسْتِحْبَابِ وَضْعِ یَدِہٖ عَلٰی مَوْضِعِ الْاَلَمِ مَعَ الدُّعَاءِ

دعا کے وقت اپنا ہاتھ درد کی جگہ رکھنے کا استحباب

۵۶۲۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ وَحَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَخْبَرَنِیْ نَافِعُ بْنُ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیِّ اَنَّہٗ شَکَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَعًا یَجِدُہٗ فِیْ جَسَدِہٖ مُنْذُ اَسْلَمَ فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَعْ یَدَکَ عَلَی الَّذِیْ تَاَلَّمَ مِنْ جَسَدِکَ وَقُلْ بِاسْمِ اللّٰہِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جب سے وہ اسلام لائے ہیں ان کے جسم میں درد ہوتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے جسم میں جہاں درد ہے وہاں ہاتھ رکھو اور تین بار بسم اللہ کہو اور سات بار کہو (ترجمہ:) میں اللہ کی ذات اور قدرت سے اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جس کو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۹، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

بَابُ ۳۸ التَّعَوُّذِ مِنْ شَيْطَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کا بیان

۵۶۲۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِي الْعَاصِ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ صَلَاتِيْ وَقِرَاءَتِيْ يَلْبِسُهَا عَلَيَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهٗ خِنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَلٰى يَسَارِكَ ثَلَاثًا قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّيْ ۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور مجھ پر قرأت مشتبہ کر دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے، جب تم اس کو محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگو، اور بائیں جانب تین بار تھوک دو، حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں نے ـــــ اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شیطان کو مجھ سے دور کر دیا۔

۵۶۲۴ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوْحٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الْعَلَاءِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ اَنَّهٗ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْ حَدِيْثِ سَالِمِ بْنِ نُوْحٍ ثَلَاثًا ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت عثمان بن ابی العاص کی اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

۵۶۲۵ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، حضرت عثمان بن ابی العاص نے عرض کیا یارسول اللہ! اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بَابُ ۳۹ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ وَاسْتِحْبَابِ التَّدَاوِيْ

ہر بیماری کی دوا ہے اور علاج کرنے کے مستحب ہونے کا بیان

۵۶۲۶ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَاَبُو الطَّاهِرِ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے، جب وہ دوا بیماری کے موافق ہوجاتی ہے تو اللہ عزوجل کے

بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِكُلِّ دَآءٍ دَوَآءٌ فَاِذَا اُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَاَ بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ÷

اذن سے شفا ہو جاتی ہے۔

۵۶۲۷ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَاَبُو الطَّاهِرِ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهٗ اَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَادَ الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ لَا اَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْهِ شِفَآءً ÷

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے مقنع کی عیادت کی پھر فرمایا: میں یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کہ تم پچھنے (فصد) نہ لگوا لو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میں شفاء ہے۔

۵۶۲۸ حَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ جَآءَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ اَهْلِنَا وَرَجُلٌ يَشْتَكِيْ خُرَاجًا بِهٖ اَوْ جُرَاحًا فَقَالَ مَا تَشْتَكِيْ قَالَ خُرَاجٌ بِيْ قَدْ شَقَّ عَلَيَّ وَقَالَ يَا غُلَامُ ائْتِنِيْ بِحَجَّامٍ فَقَالَ لَهٗ مَا تَصْنَعُ بِالْحَجَّامِ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اُرِيْدُ اَنْ اُعَلِّقَ فِيْهِ مِحْجَمًا قَالَ وَاللّٰهِ اِنَّ الذُّبَابَ لَيُصِيْبُنِيْ اَوْ يُصِيْبُنِي الثَّوْبُ فَيُؤْذِيْنِيْ وَيَشُقُّ عَلَيَّ فَلَمَّا رَاٰى تَبَرُّمَهٗ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَدْوِيَتِكُمْ خَيْرٌ فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ عَسَلٍ اَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَكْتَوِيَ قَالَ فَجَآءَ بِحَجَّامٍ فَشَرَطَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ مَا يَجِدُ ÷

عاصم بن عمر بن قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ہمارے گھر آئے درآں حالیکہ ایک شخص کو زخم کی شکایت تھی، حضرت جابر نے فرمایا تم کو کیا تکلیف ہے؟ اس نے کہا مجھ کو ایک زخم سے بہت تکلیف ہے؟ حضرت جابر نے فرمایا: اے لڑکے فصد لگانے والے کو بلاؤ، اس نے کہا: اے ابو عبد اللہ آپ فصد لگانے والے کو کیوں بلاتے ہیں؟ حضرت جابر نے فرمایا: میں اس زخم پر پچھنے لگوانا چاہتا ہوں، اس نے کہا پھر مجھ پر یا میرے زخم پر مکھیاں بیٹھیں گی یا میرے زخم پر کپڑا لگے گا جس سے مجھے تکلیف ہوگی! جب حضرت جابر نے یہ دیکھا کہ پچھنے لگوانے سے گھبرا رہا ہے، تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہے تو پچھنے لگوانے میں، یا شہد کے ایک گھونٹ میں یا آگ سے داغ لگوانے میں، حضور نے فرمایا میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا، راوی نے کہا کہ پھر ایک حجام آیا اس نے پچھنے لگائے اور اس کی تکلیف ختم ہو گئی۔

۵۶۲۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ اسْتَاْذَنَتْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فصد کے متعلق اجازت طلب کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحِجَامَةِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحْجُمَهَا قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ كَانَ أَخَاهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمْ۔

حضرت ابو طیبہ رضی اللہ عنہ کو فصد لگانے کا حکم دیا حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت ابو طیبہ حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے نابالغ لڑکے تھے۔

۵۶۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ طَبِيبًا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا ثُمَّ كَوَاهُ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب کے پاس ایک طبیب بھیجا، انھوں نے ان کی ایک رگ کاٹ کر اس کو داغ دیا۔

۵۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرَا فَقَطَعَ مِنْهُ عِرْقًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ان میں رگ کو کاٹنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۵۶۳۲۔ وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سُفْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رُمِيَ أُبَيٌّ يَوْمَ الْأَحْزَابِ عَلَى أَكْحَلِهِ فَكَوَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں حضرت ابی بن کعب کے ـــــ بازو کی رگ میں تیر لگا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے اس کو داغا۔

۵۶۳۳۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رُمِيَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فِي أَكْحَلِهِ قَالَ فَحَسَمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ بِمِشْقَصٍ ثُمَّ وَرِمَتْ فَحَسَمَهُ الثَّانِيَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو کی ایک رگ میں تیر لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے تیر کے پھل کے ساتھ اس کو داغا۔ ان کا ہاتھ سوج گیا تو آپ نے اس کو دوبارہ داغا۔

۵۶۳۴ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم احْتَجَمَ وَ أَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَاسْتَعَطَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور فصد لگانے والے کو اس کی اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی۔

۵۶۳۵ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَا يَظْلِمُ أَحَدًا أَجْرَهُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فصد لگوائی اور آپ کسی شخص کی اجرت میں کمی نہیں کرتے تھے۔

۵۶۳۶ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۵۶۳۷ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَا إِنَّ شِدَّةَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار کی شدت جہنم کے جوش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۵۶۳۸ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ) كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمَّى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَأَطْفِئُوهَا بِالْمَاءِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۵۶۳۹ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے

هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاللَّفْظُ لَهٗ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَطْفِئُوْهَا بِالْمَاءِ۔

اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۵۶۴۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

۵۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ وَعَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۶۴۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ فَاطِمَةَ عَنْ اَسْمَاءَ اَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتٰى بِالْمَرْاَةِ الْمَوْعُوْكَةِ فَتَدْعُوْ بِالْمَاءِ فَتَصُبُّهٗ فِيْ جَيْبِهَا وَتَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ وَقَالَ اِنَّهَا مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی بخار زدہ عورت لائی جاتی تو وہ پانی منگا کر اس کے گریبان میں ڈالتیں اور کہتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرو اور فرمایا کہ یہ جہنم کے جوش سے ہے۔

۵۶۴۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ صَبَبْتُ الْمَاءَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ جَيْبِهَا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اَنَّهَا مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں جہنم کے جوش کا ذکر نہیں ہے۔

۵۶۴۴۔ قَالَ اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک مزید سند بیان کی۔

۵۶۴۵۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ جَدِّهٖ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْحُمّٰى

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

فَوْرٌ مِنْ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا بِالْمَاءِ ۔

۵۶۴۶ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحُمَّى مِنْ فَوْرِ جَهَنَّمَ فَأَبْرِدُوهَا عَنْكُمْ بِالْمَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ عَنْكُمْ وَقَالَ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار جہنم کے جوش سے ہے اس کو اپنے آپ سے پانی کے ساتھ ٹھنڈا کرو۔ ابوبکر کی روایت میں "اپنے آپ سے" کے الفاظ نہیں ہیں۔

۵۶۴۷ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَدَدْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَشَارَ أَنْ لَا تَلُدُّونِي فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ لَا يَبْقَى أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا لُدَّ غَيْرُ الْعَبَّاسِ فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض میں ہم نے آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ نے اشارہ کر کے دوا ڈالنے سے منع فرمایا، ہم نے آپس میں کہا شاید آپ کی مرض کی وجہ سے دوا کو (طبعاً) ناپسند کر رہے ہیں، جب آپ شفایاب ہوئے تو آپ نے فرمایا: عباس کے علاوہ تم سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے کیونکہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔

۵۶۴۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مِحْصَنٍ أُخْتِ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ قَالَتْ دَخَلْتُ بِابْنٍ لِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّهُ قَالَتْ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ بِابْنٍ لِي قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهٰذَا الْعِلَاقِ عَلَيْكُنَّ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ يُسْعَطُ مِنَ الْعُذْرَةِ وَيُلَدُّ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ ۔

عکاشہ بن محصن کی بہن ام قیس بنت محصن بیان کرتی ہیں میں اپنے دودھ پیتے بچے کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے آپ پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگا کر اس پر بہا دیا، پھر میں اپنے ایک اور بچے کو آپ کی خدمت میں لے کر گئی جس کو میں نے بیماری میں دبایا تھا اس کے تالو میں ورم تھا، آپ نے فرمایا تم اپنے بچوں کا حلق کیوں دباتے ہو؟ تم اس عود ہندی کو لازم رکھو، اس میں سات چیزوں سے شفا ہے، اس میں سے ذات الجنب بھی ہے، تالو کی بیماری میں ناک سے دوا ڈالی جائے اور نمونیے میں منہ سے دوا ڈالی جائے۔

۵۶۴۹ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

عبید اللہ بن عبد اللہ ابن عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں

ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مِحْصَنٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ أُخْتُ عُكَّاشَةَ بْنِ مِحْصَنٍ أَحَدِ بَنِي أَسَدِ بْنِ خُزَيْمَةَ قَالَ أَخْبَرَتْنِي أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا لَمْ يَبْلُغْ أَنْ يَأْكُلَ الطَّعَامَ وَقَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُذْرَةِ فَقَالَ يُونُسُ أَعْلَقَتْ عَمَزَتْ فِيهِ تَخَافُ أَنْ تَكُونَ بِهِ عُذْرَةٌ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَامَ تَدْغَرْنَ أَوْلَادَكُنَّ بِهَذَا الْإِعْلَاقِ عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ (يَعْنِي بِهِ الْكُسْتَ) فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَأَخْبَرَتْنِي أَنَّ ابْنَهَا ذَاكَ مَالَ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَضَحَهُ عَلَى بَوْلِهِ وَلَمْ يَغْسِلْهُ غَسْلًا۔

حضرت ام قیس بنت محصن ان پہلے ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، یہ عکاشہ بن محصن کی بہن تھی جو اسد بن خزیمہ کی اولاد میں سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے انھوں نے خبر دی کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا بیٹا لے کر گئیں جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا (یعنی دودھ پیتا تھا) اس کے تالو کے ورم کی وجہ سے انھوں نے اس کا علق دبایا تھا، ان کو یہ خوف تھا کہ اس کے تالو میں ورم نہ ہو، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے بچوں کا گلا کیوں دباتی ہو؟ تم اس عود ہندی کا استعمال لازم کر لو، کیونکہ اس میں سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے، ان میں سے ایک نمونیے کی بیماری ہے، عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ام قیس نے بیان کیا کہ اسی بچہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر بہا دیا اور اس کو زیادہ مبالغہ سے نہیں دھویا۔

۵۶۵۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ بْنِ الْمُهَاجِرِ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ وَالسَّامُ الْمَوْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ کلونجی میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء ہے۔

۵۶۵۱ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَ

امام مسلم نے چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بیان کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عُقَيْلٍ وَفِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ وَيُوْنُسَ الْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ وَلَمْ يَقُلِ الشُّوْنِيْزُ ۔

۵۶۵۲ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ دَاءٍ اِلَّا فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ مِنْهُ شِفَاءٌ اِلَّا السَّامَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت کے سوا ہر بیماری کے لیے کلونجی میں شفاء ہے۔

۵۶۵۳ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِهَا فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلَّا اَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيْدٌ فَصُبَّتِ التَّلْبِيْنَةُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَتْ كُلْنَ مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مُجَمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تُذْهِبُ بَعْضَ الْحُزْنِ ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ان کے ہاں کسی کا انتقال ہوتا تو عورتیں (اس کی تعزیت کے لیے) جمع ہوتیں۔ پھر ان کے گھر والے اور خواص رہ جاتے اور باقی لوگ چلے جاتے، اس وقت وہ پتیلی میں حریرہ پکانے کا حکم دیتیں، اس کو پکایا جاتا، پھر ثرید بنایا جاتا پھر حریرہ کو اس پر ڈال دیا جاتا، اس کے بعد فرماتیں اس کو کھاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ حریرہ بیمار کے دل کو خوش کرتا ہے اور رنج وغم کو دور کرتا ہے۔

۵۶۵۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِيْ اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ اِنِّيْ سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بھائی کو دست لگ گئے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ، اس نے اس کو شہد پلایا پھر آ کر کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا اس کے دست اور بڑھ گئے، آپ نے تین بار اس سے یہی فرمایا، جب وہ چوتھی بار آیا تو آپ نے پھر فرمایا اس کو شہد پلاؤ،

اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اَسْقِهِ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ اللّٰهُ وَكَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ فَسَقَاهُ فَبَرَاَ۔

اس نے کہا میں نے اس کو شہد پلایا تھا مگر اس کے دست اور بڑھ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا قول سچا ہے اور تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، پھر اس نے شہد پلایا اور اس کے بھائی کو شفاء ہو گئی۔

۵۶۵۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِي الْمُتَوَكِّلِ النَّاجِيِّ عَنْ اَبِي سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَخِيْ عَرِبَ بَطْنُهُ فَقَالَ لَهُ اَسْقِهِ عَسَلًا بِمَعْنٰى حَدِيْثِ شُعْبَةَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ بہت خراب ہے، آپ نے فرمایا اس کو شہد پلاؤ، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے

حدیث نمبر ۵۶۲۶ میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بیماری کی دوا ہے، جب دوا بیماری کے موافق ہو جاتی ہے تو اللہ عزوجل کے اذن سے شفاء ہو جاتی ہے، علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ علاج کرنا مستحب ہے، ہمارے فقہاء، جمہور متقدمین اور متاخرین کا یہی نظریہ ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ان احادیث میں ان غالی صوفیوں کا رد ہے جو دوا لینے اور علاج کرنے کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر سے ہے اس لیے دوا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، جمہور علماء کی دلیل یہ احادیث ہیں، ان کا اعتقاد یہ ہے کہ فاعل صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوا اور علاج بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء اور قدر سے ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا حکم دیا ہے، اور کفار سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے روکا ہے، حالانکہ موت اپنے مقررہ وقت سے مؤخر نہیں ہو سکتی اور تقدیر میں معین وقت سے پہلے کوئی چیز مل نہیں سکتی۔

احادیث میں مذکور بعض دواؤں کی تاثیر پر اعتراض کا جواب

علامہ مازری نے کہا ہے کہ امام مسلم نے طب اور علاج کے متعلق یہ کثرت احادیث ذکر کی ہیں، بعض ملحدین ان احادیث پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ شہد اسہال لاتا ہے تو پھر اسہال میں شہد کیسے مفید ہو سکتا ہے؟ نیز اس پر بھی اطباء کا اتفاق ہے کہ بخار زدہ شخص کے لیے ٹھنڈا پانی استعمال کرنا نقصان دہ ہے، اسی طرح نمونیہ میں قسط ہندی کا استعمال کرنا بھی حسج کا باعث ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مزاج اور ہر علاقے کے لوگوں کے لیے اور مرض کی ہر کیفیت میں یہ دوائیں تجویز نہیں کیں بعض مزاج کے لوگوں اور خصوصاً اہل عرب کے لیے ان دواؤں کو تجویز فرمایا ہے، آج کل جدید میڈیکل سائنس کے ماہرین بھی اس پر متفق ہیں کہ جب بخار بہت تیز ہو جائے تو

مریض پر برف کا مساج کرنا چاہیے۔ اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بخار کے لیے ٹھنڈے پانی سے غسل کو تجویز فرمانا مطلقاً بخار کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ علاج صفراوی بخار پر محمول ہے، علیٰ ہذا القیاس آپ نے دوسری بیماریوں کے جو علاج تجویز فرمائے ہیں وہ بھی مرض کی خاص کیفیت، مریض کی عمر، مزاج اور عرب کی مخصوص آب وہوا کے اعتبار سے ہیں۔

عود ہندی اور کلونجی کے نفع آور ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۵۶۴۸ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: عود ہندی میں سات چیزوں کی شفاء ہے: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ عود ہندی حیض اور پیشاب کو جاری کرتی ہے، مختلف زہروں کا تریاق ہے، شہوت جماع کے لیے محرک ہے، کیڑوں کو مارتی ہے، انتڑیوں کے زخم میں نافع ہے، منہ پر جھائیاں ہوں تو اس کا لیپ مفید ہے، معدہ اور جگر کی گرمی اور سردی میں نافع ہے، اسی طرح آپ نے کلونجی کے متعلق فرمایا کہ اس میں موت کے سوا ہر بیماری کی شفاء ہے، اس کا شفاء بخش ہونا بھی ٹھنڈے مزاج والے لوگوں کے لیے ہے، حکیم جالینوس نے ذکر کیا ہے کہ کلونجی بند ریاح کو کھولتی ہے، پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے، زکام میں نافع ہے، حیض کو جاری کرتی ہے، اگر اس کا لیپ پیشانی پر لگایا جائے تو سر درد کو دور کرتی ہے، خارش میں مفید ہے، بلغمی اورام کو شفاء دیتی ہے، پیشاب کو کنٹرول کرتی ہے، موٹاپا دور کرتی ہے[1] راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ کلونجی خون میں شکر کو کم کرتی ہے، .... سعیدی غفرلہ

باب ۸۸: الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوہا

طاعون اور بدفالی وغیرہ کا بیان

۵۶۵۶ حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن محمد بن المنکدر وابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابیہ انہ سمعہ یسأل اسامۃ ابن زید ماذا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الطاعون فقال اسامۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجز او عذاب ارسل علی بنی اسرائیل او علی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ وقال ابو النضر لا یخرجکم الا فرارا منہ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے متعلق کیا سنا ہے؟ حضرت اسامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جسے بنو اسرائیل پر بھیجا گیا تھا، یا فرمایا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا، سو جب تم کسی علاقہ کے متعلق یہ سنو کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور اگر تمہارے علاقہ میں طاعون پھیل جائے تو وہاں سے مت بھاگو، راوی ابو النضر نے کہا: لا یخرجکم الا فرارا منہ۔

۵۶۵۷ حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ بن قعنب

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ وَ هُوَ ابْنُ قُنَيْبٍ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ اَبِي النَّضْرِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلطَّاعُونُ اٰيَةُ الرِّجْزِ اُبْتُلِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ نَاسًا مِنْ عِبَادِهٖ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَفِرُّوا مِنْهُ هٰذَا حَدِيثُ الْقَعْنَبِيِّ وَقُتَيْبَةَ نَحْوُهُ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون عذاب کی علامت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کو طاعون میں مبتلا کیا سو جب تم کسی علاقہ میں طاعون کا سنو تو وہاں مت جاؤ، اور جب تمہارے علاقہ میں طاعون واقع ہو جائے تو وہاں سے مت بھاگو۔

۵۶۵۸ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اُسَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذَا الطَّاعُونَ رِجْزٌ سُلِّطَ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اَوْ عَلٰى بَنِي اِسْرَائِيلَ فَاِذَا كَانَ بِاَرْضٍ فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهُ فِرَارًا مِنْهُ وَاِذَا كَانَ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا ۔

حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ طاعون ایک عذاب ہے جو تم سے پہلے لوگوں پر مسلط کیا گیا تھا، یا فرمایا: بنو اسرائیل پر مسلط کیا گیا تھا، اگر کسی علاقہ میں طاعون آجائے تو تم وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو، اور اگر کسی جگہ طاعون ہو تو تم وہاں مت جاؤ۔

۵۶۵۹ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ اَنَّ عَامِرَ بْنَ سَعْدٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ سَعْدَ بْنَ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ الطَّاعُونِ فَقَالَ اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ اَنَا اُخْبِرُكَ عَنْهُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ عَذَابٌ اَوْ رِجْزٌ اُرْسِلَ اللّٰهُ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ اَوْ نَاسٍ كَانُوا قَبْلَكُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ عَلَيْكُمْ فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا فِرَارًا ۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون ایک عذاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا تھا، یا فرمایا تم سے پہلے لوگوں پر بھیجا تھا، لہٰذا جس علاقہ کے متعلق تم طاعون کی خبر سنو وہاں مت جاؤ اور اگر تمہارے علاقہ میں طاعون آجائے تو تم وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو۔

۵۶۶۰ وَحَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ كِلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ بِإِسْنَادِ ابْنِ جُرَيْجٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

۵۶۶۱ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ أَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهِ بَعْضُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ بِالْأَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَأْتِي الْأُخْرَى فَمَنْ سَمِعَ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا يَقْدَمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ وَقَعَ بِأَرْضٍ وَهُوَ بِهَا فَلَا يُخْرِجَنَّهُ الْفِرَارُ مِنْهُ۔

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ درد یا بیماری ایک عذاب ہے جو تم سے پہلی امتوں کو دیا گیا تھا، پھر وہ ابھی تک زمین میں باقی ہے، کبھی چلا جاتا ہے اور کبھی آجاتا ہے، سو جو شخص کسی علاقہ میں طاعون کے متعلق سُنے تو وہاں نہ جائے اور جو شخص کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون آجائے تو وہ وہاں سے نہ بھاگے۔

۵۶۶۲ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ يُونُسَ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی،

۵۶۶۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَبِيبٍ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِينَةِ فَبَلَغَنِي أَنَّ الطَّاعُونَ قَدْ وَقَعَ بِالْكُوفَةِ فَقَالَ لِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ وَغَيْرُهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ فَوَقَعَ بِهَا فَلَا تَخْرُجْ مِنْهَا فِرَارًا وَإِذَا بَلَغَكَ أَنَّهُ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلْهَا قَالَ قُلْتُ عَمَّنْ قَالُوا عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ يُحَدِّثُ بِهِ قَالَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالُوا غَائِبٌ قَالَ فَلَقِيتُ أَخَاهُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ سَعْدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ شَهِدَتْ أُسَامَةَ يُحَدِّثُ سَعْدًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ هَذَا الْوَجَعَ رِجْزٌ أَوْ عَذَابٌ

حبیب بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں تھے تو ہم کو یہ خبر پہنچی کہ کوفہ میں طاعون پھیلا ہوا ہے، عطاء بن یسار اور دوسرے لوگوں نے مجھ سے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں طاعون آجائے تو تم اس علاقہ سے مت نکلو، اور جب تم کو یہ خبر پہنچے کہ کسی علاقہ میں طاعون پھیل گیا ہے تو تم اس علاقہ میں مت داخل ہونا، میں نے کہا تم نے یہ کس سے سُنا ہے؟ انھوں نے کہا عامر بن سعد اس حدیث کو بیان کرتے تھے، میں ان کے پاس گیا لوگوں نے کہا وہ موجود نہیں ہیں، میں ان کے بھائی ابراہیم بن سعد سے ملا اور ان کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا جس وقت حضرت اُسامہ نے حضرت سعد کو یہ حدیث بیان کی تھی تو اس وقت میں بھی موجود تھا، حضرت اُسامہ نے کہا میں

اَوْ بَقِيَّةُ عَذَابٍ عُذِّبَ بِهِ أُنَاسٌ مِنْ قَبْلِكُمْ فَإِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا وَإِذَا بَلَغَكُمْ أَنَّهُ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا قَالَ حَبِيبٌ فَقُلْتُ لِإِبْرَاهِيمَ أَنْتَ سَمِعْتَ أُسَامَةَ يُحَدِّثُ سَعْدًا وَهُوَ لَا يُنْكِرُ قَالَ نَعَمْ ۔

تے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے یہ درد ایک عذاب ہے یا عذاب کا بقیہ ہے جس کے ساتھ تم سے پہلے لوگوں کو عذاب دیا گیا تھا، سو اگر تمہارے علاقہ میں طاعون آجائے تو وہاں سے نہ نکلو، اور اگر تم کو یہ خبر پہنچے کہ کسی علاقہ میں طاعون آگیا ہے تو وہاں نہ جاؤ، حبیب کہتے ہیں میں نے ابراہیم سے کہا کیا تم نے خود سنا ہے کہ حضرت اسامہ، حضرت سعد کو یہ حدیث بیان کر رہے تھے اور انھوں نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں۔

۵۶۶۴ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ فِي أَوَّلِ الْحَدِيثِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی لیکن اس حدیث کے شروع میں عطاء بن یسار کا قصہ نہیں ہے۔

۵۶۶۵ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالُوا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ شُعْبَةَ ۔

حضرت سعد بن مالک، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ حدیث شعبہ کی روایت کی مثل ہے۔

۵۶۶۶ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ كَانَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ وَسَعْدٌ جَالِسَيْنِ يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ ۔

ابراہیم بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسامہ بن زید اور حضرت سعد بیٹھے ہوئے احادیث بیان کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ نے فرمایا، یہ بھی حسب سابق ہے۔

۵۶۶۷ وَحَدَّثَنِيهِ وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ ۔

ابراہیم بن سعد بن مالک نے اپنے والد سے انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق حدیث روایت کی۔

۵۶۶۸ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَرَجَ اِلَى الشَّامِ حَتّٰى اِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ اَهْلُ الْاَجْنَادِ اَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَاَصْحَابُهُ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ عُمَرُ ادْعُ لِيَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْوَبَآءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَاخْتَلَفُوْا فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ خَرَجْتَ لِاَمْرٍ وَلَا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَاَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نَرٰى اَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ فَقَالَ ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِيَ الْاَنْصَارَ فَدَعَوْتُهُمْ لَهُ فَاسْتَشَارَهُمْ فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ فَقَالَ ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ ثُمَّ قَالَ ادْعُ لِيَ مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ فَقَالُوْا نَرٰى اَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَآءِ فَنَادٰى عُمَرُ فِي النَّاسِ اِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَاَصْبِحُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ اَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا اَبَا عُبَيْدَةَ وَكَانَ عُمَرُ يَكْرَهُ خِلَافَهُ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ اِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَتْ لَكَ اِبِلٌ فَهَبَطَتْ وَادِيًا لَهُ عُدْوَتَانِ اِحْدٰهُمَا خَصِيْبَةٌ وَالْاُخْرٰى جَدْبَةٌ اَلَيْسَ اِنْ رَعَيْتَ الْخَصِيْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ وَاِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ قَالَ فَجَآءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے، جب سرغ پر پہنچے تو اجناد کے لوگوں میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے اصحاب نے آپ سے ملاقات کی، اور یہ بتایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے، حضرت ابن عباس نے بتایا کہ حضرت عمر نے فرمایا مہاجرین اوّلین کو بلاؤ، میں نے ان کو بلایا، آپ نے ان سے مشورہ کیا اور ان کو یہ بتلایا کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے، اس مسئلہ میں ان کا اختلاف ہوا، بعض نے کہا آپ ایک کام کے لیے آئے ہیں اور ہمارے خیال میں اب آپ کا واپس جانا درست نہیں ہے، بعض نے کہا آپ کے پاس بعض متقدمین اور اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ ان کو وبائی علاقہ میں لے جائیں، حضرت عمر نے کہا اچھا اب آپ جائیں، پھر فرمایا میرے لیے انصار کو بلاؤ، میں نے انصار کو بلایا، پھر آپ نے ان سے مشورہ کیا، انھوں نے بھی مہاجرین کی طرح اپنی رائے کا اظہار کیا اور اسی طرح مختلف آراء بیان کیں، حضرت عمر نے کہا آپ لوگ بھی تشریف لے جائیں، پھر فرمایا قریش کے ان بزرگوں کو بلاؤ جو فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے، ان میں سے دو شخصوں نے بھی اختلاف رائے نہیں کیا، اور سب نے یہ کہا کہ ہماری رائے میں آپ واپس لوٹ جائیں اور لوگوں کو وبائی علاقہ میں نہ لے جائیں، بالآخر حضرت عمر نے یہ اعلان کرا دیا کہ میں صبح کو سوار ہو جاؤں گا، سو لوگ بھی سوار ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے کہا: کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمر نے کہا: کاش یہ بات آپ کے سوا کسی اور نے کہی ہوتی، اور حضرت عمر ان سے اختلاف کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے! ہاں ہم اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف جا رہے ہیں! مجھے یہ بتلاؤ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم کسی ایسی وادی میں جاؤ جس کے دو کنارے ہوں، ایک سرسبز اور شاداب

بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِي بَعْضِ حَاجَتِهِ فَقَالَ إِنَّ عِنْدِي مِنْ هٰذَا عِلْمًا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ انْصَرَفَ ۔

ہو اور دوسرا بنجر اور ویران ہو، اب اگر تم سرسبز کنارے پر اپنے اونٹ چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے اور اگر خشک کنارے پر چراؤ تو وہ بھی اللہ کی تقدیر ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آ گئے جو پہلے کسی کام سے گئے ہوئے تھے، انھوں نے کہا مجھے اس مسئلہ کا علم ہے: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جب تم کسی علاقہ میں وباء کی خبر سنو تو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تمہارے علاقہ میں وباء پھیل جائے تو اس وباء سے بچنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو، حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ پھر حضرت عمر نے اللہ کا شکر ادا کیا اور واپس لوٹ گئے۔

۵۶۶۹ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ قَالَ وَقَالَ لَهُ أَيْضًا أَرَأَيْتَ أَنَّهُ لَوْ رَعَى الْجَدْبَةَ وَتَرَكَ الْخَصْبَةَ أَكُنْتَ مُعْجِزَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَسِرْ إِذًا قَالَ فَسَارَ حَتّٰى أَتَى الْمَدِينَةَ فَقَالَ هٰذَا الْمَحَلُّ أَوْ قَالَ هٰذَا الْمَنْزِلُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں ہے: حضرت عمر نے حضرت ابوعبیدہ سے فرمایا: اگر کوئی شخص سرسبز وادی کو چھوڑ کر خشک علاقہ میں جانور چرائے تو کیا تم اس کو الزام دو گے؟ انھوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا تو پھر واپس چلو، پھر وہ چلے گئے، جب مدینہ منورہ آ گیا تو آپ نے فرمایا یہی منزل ہے اور یہی محل ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۵۶۷۰ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ وَلَمْ يَقُلْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں ہے عبداللہ بن حارث نے کہا اور عبداللہ بن عبداللہ کا ذکر نہیں ہے۔

۵۶۷۱ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا جَاءَ سَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کی طرف گئے، جب سرغ پر پہنچے تو ان کو یہ اطلاع ملی کہ شام میں وباء پھیل گئی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی علاقہ میں وباء کی خبر سنو

قَالَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ فَرَجَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ سَرْغَ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ اِنَّمَا انْصَرَفَ بِالنَّاسِ مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ؛

تو وہاں پر نہ جاؤ اور جب تم کسی علاقہ میں ہو اور وہاں وبا پھیل جائے تو اس وبا سے بھاگنے کے لیے وہاں سے نہ نکلو، پھر حضرت عمر بن الخطاب سرغ سے واپس لوٹ گئے ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی روایت کی بناء پر وہاں سے لوٹ گئے تھے۔

فوائد حدیث

حدیث نمبر ۵۷۶۸ میں ہے، حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حضرت عمر سے کہا آپ تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؛ حضرت عمر نے یہ سن کر فرمایا: کاش یہ بات آپ کے سوا کسی اور نے کہی ہوتی"!

صاحب تحریر نے کہا ہے کہ حضرت عمر کے اس ارشاد کے دو مطلب ہیں: ایک مطلب یہ ہے کہ اگر کسی اور نے یہ کہا ہوتا تو میں اس کو سزا دیتا، کیونکہ مسئلہ اجتہادیہ پر اعتراض کرنا درست نہیں، دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور شخص یہ کہتا تو مجھے اس پر تعجب نہ ہوتا، اور آپ کا اس قدر علم اور فضل رکھنے کے باوجود یہ کہنا میرے لیے باعث تعجب ہے۔ پھر حضرت عمر نے اپنے موقف پر ایک واضح قیاس سے استدلال کیا جس کا اس حدیث میں بیان ہے، اس حدیث کے باقی فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ سربراہ مملکت کا اپنی مملکت کی اطراف میں وقتاً فوقتاً دورے کرنا تاکہ وہ اپنی رعیت کے احوال کا مشاہدہ کرے، مظلوم کے ظلم کا ازالہ کرے، محتاج کی ضروریات کو پورا کرے، اہل فساد کا قلع قمع کرے وغیرہ۔

(۲)۔ پیش آمدہ مسائل میں اہل علم اور اصحاب رائے سے مشورہ کرنا۔

(۳)۔ ہر شخص سے اس کے مرتبہ کے مطابق سلوک کرنا، اور اہل فضل کو دوسروں پر مقدم کرنا۔

(۴)۔ جنگی معاملات میں بھی اجتہاد کرنا۔

(۵)۔ خبر واحد کو قبول کرنا، کیونکہ حضرت عمر نے حضرت عبدالرحمٰن کی روایت کو قبول کیا۔

(۶)۔ قیاس کی صحت اور اس کے تقاضے پر عمل کرنے کا جواز۔

(۷)۔ عالم کو چاہیے کہ سوال کیے جانے سے پہلے ہی کسی مسئلہ کو بیان کر دے، جیسا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کیا۔

(۸)۔ ہلاکت کے اسباب سے دور رہنا۔

(۹)۔ جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو، وہاں جانے سے روکنا اور جس علاقہ میں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے بھاگنے سے منع کرنا۔

✻

حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمان صاحب محبوبی (زیب سجادہ آستانہ عالیہ ڈھانگری شریف آزاد کشمیر) کی دعوت پر میں ۲۷ ستمبر ۱۹۹۰ء کو برطانیہ پہنچا اور ۲۰ دسمبر ۱۹۹۰ء تک وہاں قیام کیا، بعد ازاں عمرہ کی سعادت اور زیارت حرمین شریفین کرتا ہوا یکم جنوری ۱۹۹۱ء کو واپس کراچی پہنچا۔ برطانیہ میں قیام کے دوران انگلینڈ، سکاٹ لینڈ اور ویلز میں اکتالیس ۴۱ خطابات کیے، اس دوران شرح صحیح مسلم کا کام بھی جاری رہا اور باب نمبر ۴۷ سے لے کر ۸۸ تک کا ترجمہ اور شرح میں نے بریڈفورڈ میں کیا۔

باب ۸۹۔ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا نَوْءَ وَلَا غُوْلَ!

مرض کے متعدی ہونے، بدشگونی، الّو اور صفر (کی نحوست) ستارے (کے سبب سے بارش) اور غول کی کوئی اصل نہیں ہے۔

۵۶۷۲ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی (وَاللَّفْظُ لِاَبِی الطَّاهِرِ) قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حِیْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ الْاِبِلِ تَکُوْنُ فِی الرَّمْلِ کَاَنَّهَا الظِّبَاءُ فَیَجِیْءُ الْبَعِیْرُ الْاَجْرَبُ فَیَدْخُلُ فِیْهَا فَیُجْرِبُهَا کُلَّهَا قَالَ فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ ؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ صفر اور الّو (کی نحوست) کی کوئی اصل ہے، ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! پھر کیا وجہ ہے کہ اونٹ ریگستان میں ہرنوں کی طرح پھر رہے ہوتے ہیں، پھر ان میں ایک خارش زدہ اونٹ داخل ہوتا ہے اور سب کو خارش میں مبتلا کر دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: پہلے اونٹ میں خارش کس نے پیدا کی تھی؟۔

۵۶۷۳ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَغَیْرُهٗ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ بدشگونی ہے، نہ صفر اور الّو (کی نحوست) کی کوئی اصل ہے، ایک اعرابی نے کہا: یارسول اللہ! اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۵۶۷۴ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ عَنْ شُعَیْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَخْبَرَنِیْ سِنَانُ بْنُ اَبِیْ سِنَانٍ الدُّؤَلِیُّ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰی فَقَامَ اَعْرَابِیٌّ فَذَکَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ یُوْنُسَ وَصَالِحٍ وَعَنْ شُعَیْبٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِی السَّائِبُ بْنُ یَزِیْدَ بْنِ اُخْتِ نَمِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰی وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہے پھر ایک اعرابی کھڑا ہوا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ ایک اور روایت میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرض متعدی ہوتا ہے نہ صفر اور الّو (کی نحوست) ہے۔

۵۶۷۵۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ (وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ) قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاعَدْوٰی وَیُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُوْرِدُ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ کَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یُحَدِّثُهُمَا کِلْتَیْهِمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَمَتَ اَبُوْهُرَیْرَةَ بَعْدَ ذٰلِكَ عَنْ قَوْلِهٖ لَاعَدْوٰی وَاَقَامَ عَلٰی اَنْ لَا یُوْرَدَ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ قَالَ فَقَالَ الْحَارِثُ بْنُ اَبِیْ ذُبَابٍ (وَهُوَ ابْنُ عَمِّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ) قَدْ کُنْتُ اَسْمَعُكَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ تُحَدِّثُ نَا مَعَ هٰذَا الْحَدِیْثِ حَدِیْثًا اٰخَرَ قَدْ سَکَتَّ عَنْهُ کُنْتَ تَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاعَدْوٰی فَاَبٰی اَبُوْهُرَیْرَةَ اَنْ یَعْرِفَ ذٰلِكَ وَقَالَ لَا یُوْرِدُ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ فَمَا رَاٰی الْحَارِثُ فِیْ ذٰلِكَ حَتّٰی غَضِبَ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَرَطَنَ بِالْحَبَشِیَّةِ فَقَالَ لِلْحَارِثِ اَتَدْرِیْ مَا قُلْتُ قَالَ لَا قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ قُلْتُ اَبَیْتَ قَالَ اَبُوْسَلَمَةَ وَلَعَمْرِیْ لَقَدْ کَانَ اَبُوْهُرَیْرَةَ یُحَدِّثُنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاعَدْوٰی فَلَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اَوْ نَسَخَ اَحَدُ الْقَوْلَیْنِ الْاٰخَرَ ؕ

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے، ابوسلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دونوں حدیثیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا" کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" اور اس بیان پر قائم رہے کہ کسی بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے، حارث بن ابی ذباب (یہ حضرت ابوہریرہ کے عم زاد تھے) نے کہا کہ ابوہریرہ! ہم نے سنا ہے کہ تم اس حدیث کے ساتھ ایک اور حدیث بیان کیا کرتے تھے جس کو اب تم نے بیان کرنا چھوڑ دیا ہے، تم کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، حضرت ابوہریرہ نے اس روایت کو پہچاننے سے انکار کر دیا، اور کہا بیمار کو تندرست کے پاس نہ لایا جائے، حارث اس سے مطمئن نہیں ہوئے حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے اور حبشی زبان میں ان سے کچھ کہا، پھر حارث سے کہا تم جانتے ہو میں نے تم سے کیا کہا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے کہا ہے کہ میں انکار کرتا ہوں! ابوسلمہ نے کہا: مجھے اپنی زندگی کی قسم پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہم کو یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، میں نہیں جانتا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھول گئے یا ایک روایت نے دوسری روایت کو منسوخ کر دیا!۔

۵۶۷۶ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِیْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ یہ حدیث بیان کرتے کہ بیمار کو تندرست

ابراهیم بن سعد) حدثنی ابی عن صالح عن ابن شهاب اخبرنی ابو سلمة بن عبد الرحمن انه سمع ابا هریرة یحدث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا عدوی ویحدث مع ذلك لا یورد الممرض علی المصح بمثل حدیث یونس ۔

کے پاس نہ لایا جائے۔

۵۶۷۷ حدثناه عبید الله بن عبد الرحمن الدارمی اخبرنا ابو الیمان حدثنا شعیب عن الزهری بهذا الاسناد نحوه ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۶۷۸ حدثنا یحیی بن ایوب و قتیبة وابن حجر قالوا حدثنا اسماعیل (یعنون ابن جعفر) عن العلاء عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا عدوی ولا هامة ولا نوء ولا صفر ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ الو (کی نحوست) ستارے (کی وجہ سے بارش) اور نہ صفر (کی نحوست) کی کوئی حقیقت ہے۔

۵۶۷۹ حدثنا احمد بن یونس حدثنا زهیر حدثنا ابو الزبیر عن جابر ح وحدثنا یحیی بن یحیی اخبرنا ابو خیثمة عن ابی الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا عدوی ولا طیرة ولا غول ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، نہ بدشگونی ہے اور نہ غول کی کوئی حقیقت ہے۔

۵۶۸۰ وحدثنی عبد الله بن هاشم بن حیان حدثنا بهز حدثنا یزید (وهو التستری) حدثنا ابو الزبیر عن جابر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا عدوی ولا غول ولا صفر ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ غول اور صفر (کی نحوست) کی کوئی اصل ہے۔

۵۶۸۱ وحدثنی محمد بن حاتم حدثنا روح ابن عبادة حدثنا ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انه سمع جابر بن عبد الله یقول سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول لا عدوی ولا صفر ولا غول وسمعت ابا الزبیر یذکر

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا: نہ صفر اور غول کی کوئی حقیقت ہے، ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر نے "اور صفر کی کوئی اصل نہیں" کی یہ تفسیر بیان کی، ابو الزبیر نے

اَنَّ جَابِرًا فَسَّرَ لَهُمْ قَوْلَهُ وَلَا صَفَرَ فَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ الصَّفَرُ الْبَطْنُ فَقِيْلَ لِجَابِرٍ كَيْفَ قَالَ كَانَ يُقَالُ دَوَابُّ الْبَطْنِ قَالَ وَلَمْ يُفَسِّرِ الْغُوْلَ قَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ هٰذِهِ الْغُوْلُ الَّتِيْ تُغَوِّلُ ۔

نے کہا کہ صفر سے مراد پیٹ ہے، ان سے کہا گیا کیا مطلب؟ تو انھوں نے کہا پیٹ کے کیڑے، ابو الزبیر نے کہا انھوں نے غول کی تفسیر نہیں کی، ابو الزبیر نے کہا غول سے مراد وہ ہے جو مسافروں کو ہلاک کرتا ہے۔

مرض کے متعدی ہونے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" پھر انھوں نے یہ حدیث روایت کی کہ" بیمار کو تندرست کے پاس نہ لے جاؤ" اور پہلی حدیث کی روایت سے انکار کر دیا، جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے، اور ان کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" اس سے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کے اس عقیدہ کی نفی مراد ہے کہ بیماری اللہ تعالیٰ کے فعل سے نہیں بذاتہ متعدی ہوتی ہے، اور جس حدیث میں ہے کہ" بیمار کو تندرست کے پاس نہ لے جاؤ"، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت جاریہ ہے کہ مریض کے ساتھ اختلاط کے بعد اللہ تعالیٰ تندرست میں بیماری پیدا کر دیتا ہے، لہٰذا پہلی حدیث میں مرض کے بنفسہ اور بطبعہ متعدی ہونے کی نفی ہے اور دوسری حدیث میں اس حالت سے احتراز کی طرف رہنمائی کی ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ مرض پیدا کر دیتا ہے، ہم نے جو ان حدیثوں میں تطبیق بیان کی ہے یہی صحیح ہے اور یہی جمیع محدثین اور علماء کا مختار ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو پہلی حدیث (" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا") کو بھول گئے، اس سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اولاً تو اس لیے کہ جمہور علماء کے نزدیک راوی کے بھول جانے سے اس کی روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، ثانیاً اس لیے کہ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے وہ یہ ہیں: حضرت سائب بن یزید، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت انس بن مالک اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم۔

قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ" بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ" یہ حدیث" کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا" سے منسوخ ہے، ان کا یہ قول دو وجہ سے مردود ہے، اولاً اس لیے کہ نسخ پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے، جب دو حدیثوں میں تطبیق ممکن نہ ہو، اور یہاں تطبیق ممکن ہے، ثانیاً اس لیے کہ نسخ پر اس وقت محمول کیا جاتا ہے جب تاریخ معلوم ہو اور یہ بات یقین سے معلوم ہو کہ ناسخ منسوخ سے متاخر ہے۔ اور یہ بات یہاں معلوم نہیں ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا: صفر کی کوئی اصل نہیں ہے اس کے دو مطلب ہیں (۱) صفر کو محرم کی طرف مؤخر کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے، (۲) صفر پیٹ کے کیڑوں کو کہتے ہیں اور اہل عرب کا زعم تھا کہ پیٹ کے کیڑوں کے کاٹنے کی وجہ سے بھوک لگتی ہے اور بعض اوقات آدمی ان کے کاٹنے سے مر جاتا ہے، یعنی اس بات کی کوئی اصل نہیں ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الو کی کوئی اصل نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کا یہ زعم تھا کہ الو

منحوس جانور ہے۔ جس گھر میں الو آجائے وہاں موت واقع ہو جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا: ستارے کی کوئی اصل نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عربوں کا یہ زعم تھا کہ ستاروں کی وجہ سے بارش ہوتی ہے، نیز آپ نے فرمایا غول کی کوئی اصل نہیں ہے، غول شیاطین کی جنس سے ہیں جو انسانوں کو نظر آتے ہیں، یہ مختلف شکلیں بدل لیتے ہیں اور لوگوں کو راستہ سے بھٹکا کر ہلاک کر دیتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زعم کو باطل فرمایا، بعض علماء نے کہا حدیث میں غول کے وجود کی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ اس بات کی نفی مراد ہے کہ وہ مختلف شکلیں بدل کر لوگوں کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں، بعض علماء نے کہا کہ غول جنات میں سے ساحر ہیں جن کو تلبیس اور تخیل پر قدرت ہوتی ہے۔ [1]

بَابُ الطِّيَرَةِ وَالْفَأْلِ وَمَا يَكُونُ فِيهِ الشُّؤْمُ

بدشگونی نیک شگون اور جن چیزوں میں نحوست ہے۔

۵۶۸۲ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَأْلُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْفَأْلُ قَالَ الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدشگونی کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اور اچھا شگون نیک شگون ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! نیک شگونی کس چیز میں ہے؟ آپ نے فرمایا: اچھی بات میں جو تم میں سے کوئی شخص سنے۔

۵۶۸۳ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَفِي حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ وَفِي حَدِيثِ شُعَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ مَعْمَرٌ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۵۶۸۴ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۱، ۲۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ ۔

بدفالی ہے، اور مجھے نیک شگون اچھا لگتا ہے۔ اچھی بات، نیک بات۔

۵۶۸۵ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ قَالَ قِيلَ وَمَا الْفَأْلُ قَالَ الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور نہ کوئی بدفالی ہے، اور نیک شگون مجھے پسند ہے آپ سے عرض کیا گیا نیک شگون کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھی بات۔

۵۶۸۶ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنِي مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَتِيقٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَأُحِبُّ الْفَأْلَ الصَّالِحَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ کوئی بدفالی ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔

۵۶۸۷ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا طِيَرَةَ وَأُحِبُّ الْفَأْلَ الصَّالِحَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا، اور نہ الو کی کوئی اصل ہے اور نہ بدشگونی کی کوئی اصل ہے اور میں نیک فال کو پسند کرتا ہوں۔

۵۶۸۸ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّؤْمُ فِي الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہو سکتی ہے۔

۵۶۸۹ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی مرض متعدی

شِهَابٍ عَنْ حَمْزَةَ وَسَالِمٍ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَاِنَّمَا الشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثَةٍ الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالدَّارِ ؕ

نہیں ہوتا اور نہ بدفالی کی کوئی اصل ہے، نحوست صرف تین چیزوں میں ہو سکتی ہے، عورت، گھوڑے اور مکان میں۔

۵۶۹۰ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشُّؤْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ لَا يَذْكُرُ اَحَدٌ مِنْهُمْ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ الْعَدْوٰى وَالطِّيَرَةَ غَيْرُ يُوْنُسَ بْنِ يَزِيْدَ۔

امام مسلم نے چھ سندوں کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مرض کا متعدی ہونا اور بدشگونی بے اصل ہے۔

۵۶۹۱ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَكَمِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنْ يَّكُنْ مِنَ الشُّؤْمِ شَيْءٌ حَقٌّ فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْاَةِ وَالدَّارِ ؕ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں نحوست ہونا برحق ہے تو وہ گھوڑے، عورت اور مکان میں ہے۔

۵۶۹۲ وَحَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَلَمْ يَقُلْ حَقٌّ

ایک اور سند سے یہ حدیث مروی ہے، لیکن اس میں "حق" کا لفظ نہیں ہے۔

۵۶۹۳ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِیْ عُثْمَانُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ وَالْمَرْاَةِ ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں بدشگونی ہو گی تو گھوڑے، مکان اور عورت میں ہو گی۔

۵۶۹۴ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ فِی الْمَرْاَةِ وَالْفَرَسِ وَالْمَسْكَنِ يَعْنِی الشُّؤْمَ ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نحوست ہو گی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہو گی۔

۵۶۹۵ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ ۔

حضرت سہل بن سعد سے اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

۵۶۹۶ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرًا يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْ شَیْءٍ فَفِی الرَّبْعِ وَالْخَادِمِ وَالْفَرَسِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو مکان، خادم اور گھوڑے میں ہو گی۔

نیک فال اور بد فال کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی عادت تھی کہ وہ ہرن یا پرندوں کو چھوڑتے اگر وہ دائیں جانب جاتے تو وہ اس کو نیک شگون قرار دیتے اور اپنے سفر اور ضروریات کے موافق چلے جاتے، اور اگر وہ بائیں جانب جاتے تو وہ اس کو بدشگون قرار دیتے اور سفر یا ضروریات کے لیے جانا ملتوی کر دیتے، ۔۔۔ شارع علیہ السلام نے اس سے منع کیا، اور اس کو باطل قرار دیا اور یہ بتلایا کہ شگون میں کسی نفع یا ضرر کی تاثیر نہیں ہے، بعض احادیث میں ہے: الطیرۃ شرک ۔ شگون لینا شرک ہے بعض

کسی کلمہ صالح سے نیک فال لینا جائز ہے، اور کسی چیز سے بدفال لینا ممنوع ہے، کیونکہ جب انسان کسی کلمہ سے نیک فال لیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نیک امید قائم کرتا ہے اور جب وہ کسی چیز سے بدفال لیتا ہے تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے، نیک فال کی مثال یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم خیبر پر حملہ آور ہوئے تو یہودیوں نے کہا محمد والخمیس "محمد صلے اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ آئے ہیں" آپ نے اس کلمہ سے یہ نیک فال لی کہ اہل خیبر شکست کھا گئے۔

اس باب کی بعض روایات میں ہے اگر کسی چیز میں بدفالی ہو سکتی ہے تو مکان، عورت اور گھوڑے میں ہو سکتی ہے ان روایات میں بدفالی سے مراد ان چیزوں کی خرابی ہے، مکان کی خرابی یہ ہے کہ اس کا پڑوس اچھا نہ ہو، اور عورت کی خرابی یہ ہے کہ وہ بانجھ ہو یا بدزبان ہو اور گھوڑے کی خرابی یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ ہو اور خادم کی خرابی یہ ہے کہ وہ بداخلاق ہو[1]

باب ۹۱ تحریم الکہانۃ واتیان الکہان

کہانت اور کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت

۵۶۹۷ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ قُلْتُ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ ۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم زمانہ جاہلیت میں کچھ کام کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے، آپ نے فرمایا: تم کاہنوں کے پاس نہ جاؤ، میں نے عرض کیا ہم بدشگونی لیتے تھے، آپ نے فرمایا: یہ (یعنی بدشگونی) محض تمہارے دل کا ایک خیال ہے تم اس کے درپے نہ ہو۔

۵۶۹۸ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنِي حُجَيْنٌ (يَعْنِي ابْنَ الْمُثَنَّى) حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ أَخْبَرَنَا إِسْحَقُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا مَالِكٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ غَيْرَ أَنَّ مَالِكًا فِي حَدِيثِهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی چار اور اسناد ذکر کیں۔ البتہ امام مالک کی روایت میں بدفالی کا ذکر ہے کاہنوں کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ذِكْرَ الطِّيَرَةِ وَلَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْكُهَّانِ ۔

۵۶۹۹ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ) عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَزَادَنِي حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ ۔

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ زائچہ بناتے ہیں، آپ نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی بھی زائچہ بناتے تھے، سو جو ان کے طریقہ کے مطابق زائچہ بنائے وہ حق ہے۔

۵۷۰۰ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ الْكُهَّانَ كَانُوا يُحَدِّثُونَنَا بِالشَّيْءِ فَنَجِدُهُ حَقًّا قَالَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ الْحَقُّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ وَيَزِيدُ فِيهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاہن جو باتیں کرتے ہیں ان میں سے بعض باتیں سچی نکلتی ہیں، آپ نے فرمایا اس سچی بات کو جن اچک لیتے ہیں اور وہ اس کو اپنے ولی (کاہن) کے کان میں پھونک دیتے ہیں وہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔

۵۷۰۱ حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ) عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عُرْوَةَ أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا الشَّيْءَ يَكُونُ حَقًّا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جو باتیں وہ بیان کرتے ہیں وہ بعض اوقات سچ نکلتی ہیں، آپ نے فرمایا یہ سچی بات وہ ہے جس کو جن اچک کر اپنے ولی کے کان میں پھونک دیتا ہے، جیسا کہ مرغ مرغی کو دانے کے لیے بلاتا ہے پھر وہ اس میں ایک سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتا ہے۔

فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ ۔

۵۷۰۲ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو وَعَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْقِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۵۷۰۳ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ وَقَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُمْ بَيْنَمَا هُمْ جُلُوْسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ فَاسْتَنَارَ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ كُنَّا نَقُوْلُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ وَلٰكِنْ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اسْمُهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَاذَا قَالَ قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضًا حَتّٰى يَبْلُغَ الْخَبَرُ هٰذِهِ السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَتَخْطَفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ وَيُرْمَوْنَ بِهٖ فَمَا جَآءُوْا بِهٖ عَلٰى وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ ۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری نے بیان کیا کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیلی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں تم اس حادثہ کے متعلق کیا کہتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، ہم یہ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اور کوئی بہت بڑا آدمی فوت ہو گیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے، لیکن ہمارا رب تبارک وتعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں پھر جو ان کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچتی ہے پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ پھر وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے پھر آسمان کے بعض فرشتے بھی دوسروں کو بتاتے ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے) حتیٰ کہ آسمان دنیا تک خبر پہنچتی ہے، پھر جن اس سنی ہوئی بات کو لے اڑتے ہیں اور اسے (کاہنوں کے کانوں میں) پھونک دیتے ہیں، پس اگر وہ اسی طرح خبر دیں تو وہ سچ ہوتی ہے لیکن وہ اس میں اپنی مرضی سے کچھ اور ملا دیتے ہیں۔

۵۷۰۴ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (يَعْنِي ابْنَ عُبَيْدِ اللهِ) كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ يُونُسَ قَالَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنِي رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَنْصَارِ وَفِي حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ وَلَكِنْ يَقْرِفُونَ فِيهِ وَيَزِيدُونَ وَفِي حَدِيثِ يُونُسَ وَلَكِنَّهُمْ يَرْقُونَ فِيهِ وَيَزِيدُونَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ وَقَالَ اللهُ حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَفِي حَدِيثِ مَعْقِلٍ كَمَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَلَكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ فِيهِ وَيُزِيدُونَ۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے بعض انصار نے بیان کیا کہ تمہارا رب جو فرماتا ہے وہ حق ہے لیکن وہ (کاہن) اس میں رد و بدل کر کے کچھ ملا دیتے ہیں اس حدیث کے الفاظ میں راویوں کا اختلاف ہے۔

۵۷۰۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ صَفِيَّةَ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةٌ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کاہن کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔

کہانت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب میں کہانت کی تین قسمیں تھیں:

ا۔ کسی انسان کا جن دوست ہوتا تھا وہ آسمان سے خبریں سن کر آتا اور اس شخص کو بتا دیتا، ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد یہ قسم باطل ہو گئی۔

ب۔ جن زمین کے گرد و نواح اور اطراف میں پھر کر اس کی خبریں اپنے دوست کو بیان کرتا، اس قسم کا وجود بعید نہیں ہے، معتزلہ اور بعض متکلمین نے ان دونوں قسموں کا انکار کیا ہے، لیکن اس قسم کے وجود میں کوئی استحالہ اور بعد نہیں ہے، اور ان کی خبر کبھی سچ ہوتی ہے اور کبھی جھوٹ اور شرعاً ان کی خبر سننا اور اس کی تصدیق کرنا ممنوع ہے۔

ج۔ نجومی، اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں میں ایک قوت پیدا کی ہے (جس سے وہ مستقبل کے امور کو جان لیتے ہیں) لیکن ان کی خبروں میں زیادہ تر جھوٹ ہوتا ہے، اس فن کے ماہر کو عراف کہتے ہیں، عراف وہ شخص ہے جو بعض اسباب

اور مقدمات سے بعض چیزوں کی معرفت حاصل کر لیتا ہے، ان تمام اقسام کو کہانت کہا جاتا ہے اور شریعت نے ان سب کی تکذیب کی ہے، اور ایسے لوگوں کے پاس جانے سے منع کیا ہے۔

حدیث نمبر ۵۶۹۷ میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کے متعلق فرمایا یہ محض تمہارے دل کا خیال ہے تم اس کے ڈر پیچھے نہ ہو۔

امام ابوداؤدؒ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شگون کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا نیک فال اچھی چیز ہے اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو یہ دعا مانگے:

اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ۔

اے اللہ! صرف تو ہی اچھائیوں کو لانے والا ہے، اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا اور گناہوں سے باز رہنا اور نیکیوں کی طاقت تیری مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے

حدیث نمبر ۵۷۰۵ میں ہے کہ جس شخص نے کاہن کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس دن ان نمازوں پر ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ ان کی فرضیت ساقط ہو جائے گی جیسا کہ کوئی شخص کسی کی غصب شدہ زمین پر نماز پڑھے تو اس کو نماز کا ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ اس نماز کی فرضیت اس سے ساقط ہو جائے گی۔ [1]

بَابُ ۹۲ اِجْتِنَابِ الْمَجْذُوْمِ وَنَحْوِہٖ۔

جذامی سے اجتناب کا بیان

۵۷۰۶ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا مُشَیْمٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا شَرِیْکُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُشَیْمُ بْنُ بَشِیْرٍ عَنْ یَعْلَی بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ کَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِیْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّا قَدْ بَایَعْنَاکَ فَارْجِعْ۔

عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ثقیف کے وفد میں ایک جذامی شخص تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیغام بھیجا تم واپس لوٹ جاؤ ہم تم سے بیعت کر چکے ہیں۔

جذامی کے احکام کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ حدیث صحیح بخاری کی اس حدیث کے موافق ہے: فِرَّ من المجذوم فرارک من الاسد... "جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں" اس حدیث سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ بعض بیماریاں متعدی ہوتی ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مختلف امراض کے اور مختلف اسباب بنائے ہیں اسی طرح مرض کے متعدی ہونے کو بھی بیماری لگنے کا سبب بنایا ہے، یہ حدیث اس حدیث کے موافق ہے جس میں ہے: بیمار کو

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تندرست کے پاس نہ لایا جائے"۔ نیز یہ حدیث اس حدیث کے مخالف نہیں ہے جس میں ہے کوئی مرض (بطبعہ) متعدی نہیں ہوتا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس باب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف احادیث مروی ہیں، اور جذامی کے متعلق بھی مختلف حدیثیں ہیں، دو حدیثیں تو ہم مسلم اور بخاری کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ کھانا کھایا، اور اس سے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کر کے کھانا کھاؤ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں ہمارا ایک غلام جذامی تھا، وہ میری پلیٹ میں کھاتا، میرے پیالہ میں پیتا، الحدیث، اور حضرت عمر اور دیگر اسلاف سے منقول ہے کہ جذامی کے ساتھ کھانا کھانا چاہیے اور ان کے نزدیک اس سے اجتناب کرنے کا حکم منسوخ ہے، اور صحیح بات وہ ہے جو جمہور کا قول ہے اور اس قول کی طرف رجوع کرنا متعین ہے اور جذامی سے اجتناب کی حدیث منسوخ نہیں ہے، بلکہ دونوں حدیثوں میں تطبیق دینا واجب ہے، ایک قول یہ ہے کہ جذامی سے اجتناب کرنے اور اس سے بھاگنے کا حکم استحباب اور احتیاط پر محمول ہے، یہ حکم وجوبی نہیں ہے اور جذامی کے ساتھ کھانا بیان جواز کے لیے ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جذامی سے اجتناب اور اس سے بھاگنے کے حکم میں دلیل یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر جذام میں مبتلا ہو جائے تو اس کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے، جذامی کو مسجد میں جانے سے منع کیا جائے گا اور لوگوں کے ساتھ اختلاط سے روکا جائے گا۔ اگر کسی بستی کے مشترکہ پانی سے جذامی بھی پانی لیتے ہوں تو اگر ان کے لیے الگ پانی کا انتظام ہو سکتا ہو تو وہ انتظام کر دیا جائے گا۔ [1]

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۴-۲۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ قَتْلِ الْحَيَّاتِ وَغَيْرِهَا

سانپ اور دیگر حشرات الارض کو مارنے کے شرعی احکام کا بیان

باب ۹۳

۵۷۰۷ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ ح وَ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِ ذِي الطُّفْيَتَيْنِ فَاِنَّهُ يَلْتَمِسُ الْبَصَرَ وَيُصِيْبُ الْحَبَلَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دھاریوں والے سانپ کو قتل کرنے کا حکم دیا، کیونکہ وہ بصارت زائل کر دیتا ہے۔ اور حمل گرا دیتا ہے۔

۵۷۰۸ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ اَخْبَرَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اَلْاَبْتَرُ وَذُو الطُّفْيَتَيْنِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں دو دھاریوں والے اور دم بریدہ دونوں سانپوں کا ذکر ہے۔

۵۷۰۹ وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْاَبْتَرَ فَاِنَّهُمَا يَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَلَ وَيَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقْتُلُ كُلَّ حَيَّةٍ وَجَدَهَا فَاَبْصَرَهُ اَبُوْ لُبَابَةَ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ اَوْ زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يُطَارِدُ حَيَّةً فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ نُهِيَ عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوْتِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سانپوں کو قتل کر دو، اور (خصوصاً) دو دھاریوں والے اور دم بریدہ سانپ کو کیونکہ یہ حمل گرا دیتے ہیں اور آنکھ کی بصارت زائل کر دیتے ہیں، سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جس سانپ کو بھی دیکھتے مار ڈالتے، ایک بار ابولبابہ بن عبدالمنذر یا زید بن خطاب نے ان کو ایک سانپ کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا کہ گھریلو سانپوں کو مارنے سے منع کیا گیا ہے۔

۵۷۱۰ وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْكِلَابِ يَقُولُ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَالْكِلَابَ وَاقْتُلُوا ذَا الطُّفْيَتَيْنِ وَالْأَبْتَرَ فَإِنَّهُمَا يَلْتَمِسَانِ الْبَصَرَ وَيَسْتَسْقِطَانِ الْحَبَالَى قَالَ الزُّهْرِيُّ وَنُرَى ذَلِكَ مِنْ سُمِّيِّهِمَا وَاللهُ أَعْلَمُ قَالَ سَالِمٌ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَلَبِثْتُ لَا أَتْرُكُ حَيَّةً رَأَيْتُهَا إِلَّا قَتَلْتُهَا فَبَيْنَا أَنَا أُطَارِدُ حَيَّةً يَوْمًا مِنْ دَوَارِ الْبُيُوتِ مَرَّ بِي زَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ أَوْ أَبُو لُبَابَةَ وَأَنَا أُطَارِدُهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا عَبْدَ اللهِ فَقُلْتُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِنَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ نَهَى عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا، آپ نے فرمایا سانپوں اور کتوں کو قتل کر دو اور دو دھاری والے اور دم بریدہ سانپ کو (خصوصاً) قتل کر دو، کیونکہ وہ منظر زائل کرتے ہیں اور حاملہ عورتوں کے حمل گرا دیتے ہیں، زہری نے کہا ہمارے خیال میں یہ ان کے زہر کی تاثیر ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں جو سانپ بھی دیکھتا ــــ اس کو مار دیتا ــــ ایک مرتبہ میں ایک گھریلو سانپ کا پیچھا کر رہا تھا، اس وقت زید بن الخطاب یا حضرت ابولبابہ کا گذر ہوا، انھوں نے کہا اے عبداللہ ٹھیرو! میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۷۱۱ **وَحَدَّثَنِيهِ** حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ صَالِحًا قَالَ حَتَّى رَآنِي أَبُو لُبَابَةَ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَزَيْدُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَا إِنَّهُ قَدْ نَهَى عَنْ ذَوَاتِ الْبُيُوتِ وَفِي حَدِيثِ يُونُسَ اقْتُلُوا الْحَيَّاتِ وَلَمْ يَقُلْ ذَا الطُّفْيَتَيْنِ ۔

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر اور زید بن خطاب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے گھریلو سانپوں (کے مارنے) سے منع فرمایا، یونس کی روایت میں ہے سانپوں کو مارو اور دو دھاری والے اور دم بریدہ سانپ کا ذکر نہیں کیا۔

۵۷۱۲ **وَحَدَّثَنِي** مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّفْظُ لَهُ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ أَبَا لُبَابَةَ كَلَّمَ ابْنَ عُمَرَ لِيَفْتَحَ لَهُ بَابًا فِي دَارِهِ وَيَسْتَقْرِبُ بِهِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ الْغِلْمَةُ جِلْدَ جَانٍّ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ الْتَمِسُوهُ فَاقْتُلُوهُ فَقَالَ أَبُو لُبَابَةَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ نے حضرت ابن عمر سے ان کے گھر میں ایک دروازہ کھولنے کے متعلق گفتگو کی، تاکہ وہ مسجد کے قریب ہو جائیں، اتنے میں لڑکوں کو سانپ کی ایک کینچلی ملی، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا سانپ کو تلاش کرو اور قتل کر دو، ابولبابہ نے کہا اس کو قتل مت کرو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

لَا تَقْتُلُوْهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِيْ فِي الْبُيُوْتِ ۔

گھریلو سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔

۵۷۱۳ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقْتُلُ الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ حَتّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ لُبَابَةَ بْنُ عَبْدِ الْمُنْذِرِ الْبَدْرِيُّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ جِنَّانِ الْبُيُوْتِ فَاَمْسَكَ ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر تمام سانپوں کو مار ڈالتے تھے، حتیٰ کہ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر بدری نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھروں کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے، پھر حضرت عبد اللہ بن عمر نے یہ امر ترک کر دیا۔

۵۷۱۴ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا لُبَابَةَ يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ ۔

حضرت ابولبابہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (گھریلو) سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا۔

۵۷۱۵ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَبَا لُبَابَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِيْ فِي الْبُيُوْتِ ۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھریلو سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا۔

۵۷۱۶ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ اَنَّ اَبَا لُبَابَةَ بْنَ عَبْدِ الْمُنْذِرِ الْاَنْصَارِيَّ وَكَانَ مَسْكَنُهٗ بِقُبَاءٍ فَانْتَقَلَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَبَيْنَمَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ جَالِسٌ مَعَهٗ يَفْتَحُ خَوْخَةً لَهٗ اِذَا هُوَ بِحَيَّةٍ مِنْ عَوَامِرِ الْبُيُوْتِ فَاَرَادُوْا قَتْلَهَا فَقَالَ اَبُوْ لُبَابَةَ اِنَّهٗ قَدْ نُهِيَ عَنْهُنَّ يُرِيْدُ عَوَامِرَ الْبُيُوْتِ وَاُمِرَ بِقَتْلِ الْاَبْتَرِ ذِي الطُّفْيَتَيْنِ وَقِيْلَ هُمَا اللَّذَانِ يَلْتَمِعَانِ الْبَصَرَ وَيَطْرَحَانِ اَوْلَادَ النِّسَاءِ ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر قبا میں تھا، وہ مدینہ منورہ منتقل ہو گئے، ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمر ان کے پاس بیٹھے ہوئے اپنا ایک دروازہ کھول رہے تھے کہ اچانک انھوں نے گھر کے سانپوں میں سے ایک سانپ دیکھا، گھر والوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، حضرت ابولبابہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھر کے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے، اور دم بریدہ اور دو دھاریوں والے سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، کہا گیا کہ یہی وہ دو سانپ ہیں جو منظر زائل کرتے ہیں اور عورتوں کے (پیٹ کے)

۵۷۱۷ وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ عِنْدَنَا ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَوْمًا عِنْدَ هَدَمٍ لَهُ فَرَأَى رَبِيصَ جَانٍّ فَقَالَ اتْبَعُوا هٰذَا الْجَانَّ فَاقْتُلُوهُ قَالَ أَبُو لُبَابَةَ الْأَنْصَارِيُّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ قَتْلِ الْجِنَّانِ الَّتِي تَكُونُ فِي الْبُيُوتِ إِلَّا الْأَبْتَرَ وَذَا الطُّفْيَتَيْنِ فَإِنَّهُمَا اللَّذَانِ يَخْطَفَانِ الْبَصَرَ وَيَتَّبِعَانِ مَا فِي بُطُونِ النِّسَاءِ ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر اپنے گرے ہوئے مکانوں کے پاس تھے، اچانک انھوں نے ایک سانپ کی کینچلی دیکھی، حضرت ابن عمر نے فرمایا اس سانپ کو تلاش کر کے قتل کر دو، حضرت ابولبابہ انصاری نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع کرتے تھے سوائے دو دھاری والے اور دم بریدہ کے، کیونکہ یہی وہ دو سانپ ہیں جو نظر کو زائل کرتے ہیں اور عورتوں کے حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔

۵۷۱۸ وَحَدَّثَنَا هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أُسَامَةُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا لُبَابَةَ مَرَّ بِابْنِ عُمَرَ وَهُوَ عِنْدَ الْأُطُمِ الَّذِي عِنْدَ دَارِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ يَرْصُدُ حَيَّةً بِنَحْوِ حَدِيثِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس سے گذرے، درآں حالیکہ وہ حضرت عمر بن الخطاب کے مکان کے پاس جو قلعہ تھا اس میں سانپ کو تلاش کر رہے تھے۔

۵۷۱۹ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى وَإِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ وَقَدْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَنَحْنُ نَأْخُذُهَا مِنْ فِيهِ رَطْبَةً إِذْ خَرَجَتْ عَلَيْنَا حَيَّةٌ فَقَالَ اقْتُلُوهَا فَابْتَدَرْنَاهَا لِنَقْتُلَهَا فَسَبَقَتْنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَاهَا اللّٰهُ شَرَّكُمْ كَمَا وَقَاكُمْ شَرَّهَا ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر والمرسلات عرفاً نازل ہوئی، ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اس سورت کو تازہ بہ تازہ سن رہے تھے کہ اچانک ایک سانپ نکلا، آپ نے فرمایا: اس سانپ کو مار دو، ہم اس سانپ کو مارنے کے لیے جھپٹے، وہ ہم سے (دور) بھاگ گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے شر سے بچا لیا جیسا کہ اس کو تمہارے شر سے بچا لیا۔

۵۷۲۰ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ ۔

۵۷۲۱ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمُحْرِمًا بِقَتْلِ حَيَّةٍ بِمِنًى ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں ایک محرم کو سانپ مارنے کا حکم دیا۔

۵۷۲۲ وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَارٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غار میں تھے، یہ حدیث بھی مثلِ سابق ہے۔

۵۷۲۳ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ صَيْفِيٍّ (وَهُوَ عِنْدَنَا مَوْلَى ابْنِ أَفْلَحَ) أَخْبَرَنِي أَبُو السَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي بَيْتِهِ قَالَ فَوَجَدْتُهُ يُصَلِّي فَجَلَسْتُ أَنْتَظِرُهُ حَتَّى يَقْضِيَ صَلَاتَهُ فَسَمِعْتُ تَحَرُّكًا فِي عَرَاجِينَ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَالْتَفَتُّ فَإِذَا حَيَّةٌ فَوَثَبْتُ لِأَقْتُلَهَا فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنِ اجْلِسْ فَجَلَسْتُ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَشَارَ إِلَى بَيْتٍ فِي الدَّارِ فَقَالَ أَتَرَى هٰذَا الْبَيْتَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَانَ فِيهِ فَتًى مِنَّا حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ قَالَ فَخَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْخَنْدَقِ فَكَانَ ذٰلِكَ الْفَتَى يَسْتَأْذِنُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْصَافِ النَّهَارِ فَيَرْجِعُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَأْذَنَهُ يَوْمًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ عَلَيْكَ سِلَاحَكَ فَإِنِّي أَخْشَى عَلَيْكَ قُرَيْظَةَ فَأَخَذَ الرَّجُلُ سِلَاحَهُ ثُمَّ رَجَعَ فَإِذَا امْرَأَتُهُ بَيْنَ الْبَابَيْنِ قَائِمَةٌ فَأَهْوَى إِلَيْهَا الرُّمْحَ لِيَطْعُنَهَا بِهِ وَأَصَابَتْهُ غَيْرَةٌ فَقَالَتْ

ابو السائب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں بیٹھ کر ان کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا، اتنے میں گھر کے کونے میں رکھی ہوئی لکڑیوں سے حرکت کی آواز آئی، میں نے مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ تھا، میں اس کو قتل کرنے کے لیے لپکا، حضرت ابو سعید نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، سو میں بیٹھ گیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو انھوں نے مکان کی ایک کوٹھڑی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ کیا تم اس گھر کو دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا کہ اس گھر میں ہمارا ایک نوجوان رہتا تھا جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، انھوں نے کہا پھر ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف گئے، وہ نوجوان دوپہر کے وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر جاتا تھا، ایک دن اس نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے ہتھیار لے کر جاؤ، کیونکہ مجھے تم پر بنو قریظہ (کے حملہ) کا خدشہ ہے وہ نوجوان اپنے ہتھیار لے کر چلا گیا جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ اس کی بیوی دروازے کی دونوں پٹیوں کے درمیان کھڑی ہے اس نے غیرت میں آکر اس کو نیزہ مارنے کا قصد کیا، اس عورت نے کہا اپنے نیزے کو روکو اور گھر کے اندر جا کر دیکھو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کس

لَهُ اكْفُفْ عَلَيْكَ رُمْحَكَ وَادْخُلِ الْبَيْتَ حَتَّى تَنْظُرَ مَا الَّذِي أَخْرَجَنِي فَدَخَلَ فَإِذَا بِحَيَّةٍ عَظِيمَةٍ مُنْطَوِيَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ فَأَهْوَى إِلَيْهَا بِالرُّمْحِ فَانْتَظَمَهَا بِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَرَكَزَهُ فِي الدَّارِ فَاضْطَرَبَتْ عَلَيْهِ فَمَا يُدْرَى أَيُّهُمَا كَانَ أَسْرَعَ مَوْتًا الْحَيَّةُ أَمِ الْفَتَى قَالَ فَجِئْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لَهُ وَقُلْنَا ادْعُ اللَّهَ يُحْيِيهِ لَنَا فَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لِصَاحِبِكُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ ۔

وضو سے باہر کھڑی ہوں، جب وہ اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے اس نوجوان نے اس سانپ کو مارنے کا قصد کیا، اور نیزہ اس سانپ میں گھونپ دیا پھر باہر نکل کر وہ نیزہ مکان میں گاڑ دیا، وہ سانپ اس جوان پر لوٹ پوٹ ہو گیا اور یہ پتا نہ چل سکا کہ سانپ پہلے مرا یا وہ جوان، پھر ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کا ذکر کیا، ہم نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو زندہ کر دے، آپ نے فرمایا: اپنے اس ساتھی کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، پھر فرمایا مدینہ میں رہنے والے جن مسلمان ہو گئے ہیں، پس جب تم ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو، اس کے بعد بھی اگر سانپ دکھائی دے تو اس کو قتل کر دو، کیونکہ وہ شیطان ہے۔

۵۷۲۴ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ بْنَ عُبَيْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ السَّائِبُ (وَهُوَ عِنْدَنَا أَبُو السَّائِبِ) قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَبَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ إِذْ سَمِعْنَا تَحْتَ سَرِيرِهِ حَرَكَةً فَنَظَرْنَا فَإِذَا حَيَّةٌ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ صَيْفِيٍّ وَقَالَ فِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِهَذِهِ الْبُيُوتِ عَوَامِرَ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْهَا فَحَرِّجُوا عَلَيْهَا ثَلَاثًا فَإِنْ ذَهَبَ وَإِلَّا فَاقْتُلُوهُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ وَقَالَ لَهُمْ اذْهَبُوا فَادْفِنُوا صَاحِبَكُمْ ۔

ہم حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ہم نے تخت کے نیچے ایک حرکت کی آواز سنی، ہم نے دیکھا کہ وہ ایک سانپ تھا، اس کے بعد مالک کی روایت کی طرح مذکور ہے، اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان گھروں میں آباد رہنے والے سانپ ہیں، جب تم کوئی سانپ دیکھو تو اس کو تین دن تک تنگ کرو، اگر وہ چلا جائے تو فبہا ورنہ اس کو قتل کر دو، کیونکہ وہ کافر ہے، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے ساتھی کو دفن کر دو۔

۵۷۲۵ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ حَدَّثَنِي صَيْفِيٌّ عَنْ أَبِي السَّائِبِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بِالْمَدِينَةِ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ قَدْ أَسْلَمُوا فَمَنْ رَأَى شَيْئًا مِنْ هَذِهِ الْعَوَامِرِ فَلْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَإِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَإِنَّهُ شَيْطَانٌ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میں کئی جن رہتے ہیں جو مسلمان ہو چکے ہیں، سو جو شخص ان سانپوں میں سے کسی کو دیکھے تو اس کو تین دن تک متنبہ کرے، اگر وہ اس کے بعد بھی دکھائی دے تو اس کو قتل کر دے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔

سانپ مارنے کے حکم کی تفصیل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں :

علامہ مازری نے کہا ہے کہ مدینہ منورہ کے سانپوں کو بغیر تنبیہ کے قتل نہ کیا جائے، اس کے علاوہ روئے زمین کے باقی سانپوں کو مطلقاً مارنا مستحب ہے خواہ وہ گھروں میں رہنے والے سانپ ہوں یا جنگل کے سانپ ہوں، کیونکہ احادیث صحیحہ میں ان کو مطلقاً مارنے کا حکم دیا ہے، سو اس باب کی احادیث میں سانپوں کو قتل کرنے کا بیان ہے ایک اور حدیث میں ہے پانچ جانوروں کو حل اور حرم دونوں میں قتل کر دیا جائے، ان میں سے ایک سانپ ہے، اس حدیث میں بھی ان کو متنبہ کرنے کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح حدیث نمبر ۵۷۲۱ میں بھی سانپ کو مارنے کا مطلقاً ذکر ہے اور اس کو متنبہ کرنے کا ذکر نہیں ہے، بعض علماء نے ان احادیث کے عموم کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ مطلقاً سانپوں کو قتل کرنا مستحب ہے، البتہ مدینہ منورہ میں رہنے والے سانپوں کو تنبیہ کرنا اور ڈرانا چاہیے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے جن مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ حدیث نمبر ۵۷۲۵ میں اس کی تصریح ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپوں کو بغیر تنبیہ کے نہ قتل کیا جائے خواہ وہ سانپ کسی بھی شہر کے ہوں۔

کیونکہ احادیث میں گھریلو سانپوں کو مارنے کی بالعموم ممانعت ہے اور جو سانپ گھروں میں نہ رہتے ہوں ان کو بغیر ڈرائے ہوئے قتل کر دیا جائے، امام مالک نے کہا جو سانپ مساجد میں پایا جائے اس کو بھی قتل کر دیا جائے۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً سانپوں کو مارنے کا حکم دھاریوں والے اور دم بریدہ سانپوں کے ساتھ مخصوص ہے، کیونکہ اس قسم کے سانپوں کو ہر حال میں قتل کرنے کا حکم ہے، خواہ وہ گھروں میں رہنے والے ہوں یا نہ ہوں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سانپوں کو تنبیہ کرنے اور ڈرانے کا طریقہ یہ ہے کہ کہے میں تم کو اس عہد کی قسم دیتا ہوں جو عہد حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے تم سے لیا تھا یہ کہ تم ہم کو ایذاء نہ دینا اور ہمارے سامنے ظاہر نہ ہونا، یہ طریقہ ابن حبیب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ یہ کہنا بھی کافی ہے :

"اخرج عليك بالله واليوم الآخران لا تبدو لنا ولا تؤذينا" امام مالک نے غالباً خرج کا لفظ حدیث نمبر ۵۷۲۴ سے لیا ہے۔ [1]

باب ۷۹۴ اِسْتِحْبَابِ قَتْلِ الْوَزَغِ ! گرگٹ کو مارنے کا استحباب

۵۷۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرُو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ

ام شریک بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو گرگٹ مارنے کا حکم دیا، ابن ابی شیبہ کی روایت میں امرھا، کی جگہ "امر" کا لفظ ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهَا بِقَتْلِ الْاَوْزَاغِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ اَمَرَ۔

ام شریک بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے گرگٹ مارنے کے متعلق پوچھا، آپ نے ان کو مارنے کا حکم دیا۔

۵۷۲۷۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ شَيْبَةَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُمَّ شَرِيْكٍ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اسْتَاْمَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَتْلِ الْوَزَغَانِ فَاَمَرَ بِقَتْلِهَا وَاُمُّ شَرِيْكٍ اِحْدٰى نِسَاءِ بَنِيْ عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ اِتَّفَقَ لَفْظُ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ خَلَفٍ وَعَبْدِ بْنِ حُمَيْدٍ وَحَدِيْثُ ابْنِ وَهْبٍ قَرِيْبٌ مِنْهُ۔

۵۷۲۸۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ مارنے کا حکم دیا اور اس کا نام فویسق (کم فاسق) رکھا۔

۵۷۲۹۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْوَزَغِ اَلْفُوَيْسِقِ زَادَ حَرْمَلَةُ قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو فویسق فرمایا، حرملہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں سنا۔

۵۷۳۰۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ وَزَغَةً فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ فَلَهٗ كَذَا وَكَذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے پہلی ضرب میں گرگٹ کو قتل کر دیا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور جس نے دوسری ضرب میں مارا اس کے لیے اس سے کم نیکیاں لکھی جائیں گی اور تیسری

حَسَنَةً وَمَنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّانِيَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً لِدُوْنِ الْأُوْلٰى وَإِنْ قَتَلَهَا فِي الضَّرْبَةِ الثَّالِثَةِ فَلَهُ كَذَا وَكَذَا حَسَنَةً لِدُوْنِ الثَّانِيَةِ۔

ضرب میں اس سے کم۔

۵۷۳۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ (يَعْنِي ابْنَ زَكَرِيَّاءَ) ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ خَالِدٍ عَنْ سُهَيْلٍ إِلَّا جَرِيْرًا وَحْدَهُ فَإِنَّ فِيْ حَدِيْثِهِ مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ أَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب میں مار دیا اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جائیں گی، دوسری ضرب میں اس سے کم اور تیسری ضرب میں اس سے کم۔

۵۷۳۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ ح حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ (يَعْنِي ابْنَ زَكَرِيَّاءَ) عَنْ سُهَيْلٍ حَدَّثَتْنِيْ أُخْتِيْ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ أَوَّلِ ضَرْبَةٍ سَبْعِيْنَ حَسَنَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی ضرب میں ستر نیکیاں ہیں۔

گرگٹ کو مارنے اور اس پر اجر و ثواب ملنے کی حکمت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا ہے اور ثواب کی بشارت دے کر اس کو مارنے پر رغبت دلائی ہے، کیونکہ یہ موذی جانوروں میں سے ہے، پہلی ضرب میں اس کو مارنے پر زیادہ ثواب کا اس لیے ذکر فرمایا ہے تاکہ اس کو مارنے کی اہمیت ظاہر ہو اور لوگ اس کو مارنے پر سبقت کریں، کیونکہ اگر ہلکی ضرب لگا کر اس کو کئی ضربات سے مارا جائے گا تو بسا اوقات وہ بچ کر بھاگ نکلے گا (یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی ضرب میں اس کو مارنے کی اس لیے ترغیب دی ہو تاکہ اس کو زیادہ ایذا نہ ہو۔ سعیدی غفرلہٗ) اس کو فویسق اس لیے فرمایا ہے کہ فسق کا معنی خروج ہے اور یہ ایذا رسانی کی وجہ سے حشرات الارض کی عام عادات سے نکل گیا، حدیث نمبر ۵۷۳۰ میں پہلی ضرب سے اس کو قتل کرنے والے کے لیے سو نیکیوں کا اور حدیث نمبر ۵۷۳۱ میں ستر نیکیوں کا ذکر ہے، ان حدیثوں میں بہ ظاہر تعارض ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اصولیین کے نزدیک عدد میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے اس کا اجر ستر نیکیاں ہو، بعد میں ان کو بڑھا کر سو نیکیاں کر دیا گیا ہو، تیسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ قاتل کے احوال اس کی نیت اور اخلاص کے درجات میں تفاوت کی وجہ سے اجر مختلف ہوتا ہو[1] ـــــ (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں) ـــــ

باب ۹۵ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النَّمْلِ !

چیونٹی کے مارنے کی ممانعت

۵۷۳۳۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ نَمْلَةً قَرَصَتْ نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَأَمَرَ بِقَرْيَةِ النَّمْلِ فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ أَنْ قَرَصَتْكَ نَمْلَةٌ أَهْلَكْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی کے کسی چیونٹی نے کاٹ لیا، انھوں نے چیونٹی کی پوری بستی جلانے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی کہ ایک چیونٹی کے کاٹنے کی وجہ سے تم نے اللہ کی مخلوق کے ایک ایسے گروہ کو ہلاک کر دیا جو اللہ کی تسبیح کرتا تھا۔

۵۷۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی ایک درخت کے نیچے ٹھہرے، ایک چیونٹی نے ان کے کاٹ لیا، انھوں نے درخت کے نیچے سے چیونٹیوں کا چھتہ نکالنے کا حکم دیا، پھر ان کے حکم سے اس کو جلا دیا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ تم نے ایک چیونٹی ہی کو جلایا ہوتا۔

۵۷۳۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَلَدَغَتْهُ نَمْلَةٌ فَأَمَرَ بِجَهَازِهِ فَأُخْرِجَ مِنْ تَحْتِهَا وَأَمَرَ بِهَا فَأُحْرِقَتْ فِي النَّارِ قَالَ فَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ فَهَلَّا نَمْلَةً وَاحِدَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انبیاء (سابقین) میں سے ایک نبی، ایک درخت کے نیچے ٹھہرے، انھیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انھوں نے درخت کے نیچے سے چیونٹیوں کے چھتے کو نکالنے کا حکم دیا، پھر ان کے حکم سے اس کو آگ میں جلا دیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی کی کہ آپ نے ایک چیونٹی کے مارنے پر اکتفا کیوں نہ کی۔

حاشیہ صفحہ سابقہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

آگ میں جلا کر سزا دینے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) کی شریعت میں چیونٹیوں کو مارنا اور جلانا جائز تھا، اس وجہ سے ان پر چیونٹی کے مارنے اور جلانے پر عتاب نہیں کیا بلکہ ایک چیونٹی کی جنایت کا زیادہ چیونٹیوں سے بدلہ لینے پر عتاب فرمایا۔
ہماری شریعت میں کسی جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی شخص کسی کو آگ میں جلا کر ہلاک کر دے تو اس کو بھی قصاص میں جلانا جائز ہے (یہ فقہاء شافعیہ کا مسلک ہے، فقہاء احناف کا مسلک دیکھنے کے لیے شرح مسلم جلد رابع میں کتاب القصاص کا مطالعہ کریں۔ سعیدی غفرلہٗ) حدیث مشہور میں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی آگ کا عذاب نہیں دیتا، نیز ہمارے مذہب میں چیونٹی کو مارنا جائز نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور صُرد (موٹے سر، سفید پیٹ اور سبز پیٹھ کا ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کو شکار کرتا ہے۔)
اس حدیث کو امام ابوداؤد نے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

بَابُ تَحْرِيْمِ قَتْلِ الْهِرَّةِ ! بلی کو مارنے کی ممانعت

۵۷۳۶- حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَآءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ بِنْتُ اَسْمَآءَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَاَةٌ فِيْ هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيْهَا النَّارَ لَا هِيَ اَطْعَمَتْهَا وَ سَقَتْهَا اِذْ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا، اس نے بلی کو باندھ کر رکھا حتیٰ کہ وہ مر گئی، وہ عورت اس سبب سے جہنم میں داخل کی گئی، جب اس عورت نے بلی کو باندھا تو اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو کیڑے مکوڑے کھانے کے لیے آزاد کیا۔

۵۷۳۷- وَحَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۵۷۳۸- وَحَدَّثَنَاهُ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مَعْنِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ

حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ۔

۵۷۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ لَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَسْقِهَا وَلَمْ تَتْرُكْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس نے اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو کیڑے مکوڑے کھانے کے لیے آزاد کیا۔

۵۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا رَبَطَتْهَا وَفِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ حَشَرَاتِ الْأَرْضِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو مزید سندیں بیان کیں۔

۵۷۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے معنی میں ایک روایت بیان کی۔

۵۷۴۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی مثل ایک روایت بیان کی۔

جانوروں کو عذاب دینے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت مسلمان تھی اور بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے اس کو جہنم میں عذاب دیا گیا، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورت کافرہ ہو اور اس کو اصل عذاب کفر کی وجہ سے ہوا ہو اور بلی کی وجہ سے اس کے عذاب میں زیادتی کی گئی ہو، کیونکہ وہ مومنہ نہیں تھی کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے اس کے صغیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے، تاہم صحیح بات یہی ہے کہ وہ عورت مسلمان تھی اور بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے اس کو آگ میں داخل کیا گیا اور یہ محض صغیرہ گناہ نہیں ہے بلکہ اس پر اصرار کی وجہ سے یہ کبیرہ گناہ ہو گیا اور اس حدیث میں نہیں

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مالک پر اپنے پالتو جانوروں کو کھلانا پلانا واجب ہے۔ [1]

بَاب ۹۷، فَضْلِ سَاقِي الْبَهَائِمِ وَإِطْعَامِهَا

جانوروں کو کھلانے اور پلانے کی فضیلت

۵۷۴۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ يَأْكُلُ الثَّرَى مِنَ الْعَطَشِ فَقَالَ الرَّجُلُ لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلَ الَّذِي كَانَ بَلَغَ مِنِّي فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهُ مَاءً ثُمَّ أَمْسَكَهُ بِفِيهِ حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَإِنَّ لَنَا فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا فَقَالَ فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص جا رہا تھا اس کو راستہ میں شدید پیاس لگی، اس نے ایک کنواں دیکھا اس نے اس کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ کنویں سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے اور ہانپ رہا ہے، اس شخص نے سوچا اس کتے کی بھی پیاس سے وہی حالت ہو رہی ہے جو میری حالت ہو رہی تھی، پس وہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اس موزے کو منہ سے پکڑ کر اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کی اور اس کو بخش دیا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ان جانوروں میں بھی ہمارے لیے اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: ہر تر جگر والے میں اجر ہے۔

۵۷۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ امْرَأَةً بَغِيًّا رَأَتْ كَلْبًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ يُطِيفُ بِبِئْرٍ قَدْ أَدْلَعَ لِسَانَهُ مِنَ الْعَطَشِ فَنَزَعَتْ لَهُ بِمُوقِهَا فَغُفِرَ لَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فاحشہ عورت نے گرمی کے دنوں میں ایک کتے کو ایک کنویں کے گرد چکر لگاتے دیکھا جس کی پیاس کی وجہ سے زبان باہر نکلی ہوئی تھی، اس عورت نے اپنے موزے میں پانی لے کر اس کتے کو پانی پلایا، تو اس کی بخشش کر دی گئی۔

۵۷۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا كَلْبٌ يُطِيفُ بِرَكِيَّةٍ قَدْ كَادَ يَقْتُلُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک کتا ایک کنویں کے گرد چکر لگا رہا تھا اور پیاس کی شدت سے مرنے کے قریب تھا، اچانک بنو اسرائیل کی ایک فاحشہ عورت نے اس کو دیکھا، اس نے اپنا موزہ اتارا اور (اس میں پانی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الْعَطَشُ إِذْ رَأَتْهُ بَغِيٌّ مِنْ بَغَايَا بَنِي إِسْرَائِيلَ نَزَعَتْ مُوقَهَا فَاسْتَقَتْ لَهُ بِهِ فَسَقَتْهُ إِيَّاهُ فَغُفِرَ لَهَا بِهِ۔

بھر کر) اس کتے کو پانی پلایا۔ تو اس نیکی کے بدلہ اس کو بخش دیا گیا۔

جانوروں کے ساتھ نیکی کرنے کی تفصیل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں محرم (جن کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے) جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا بیان ہے، لیکن جن جانداروں کو شارع علیہ السلام نے قتل کرنے کا حکم دیا ہے ان کو قتل کر کے شارع علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنا چاہیے، حربی کافر (جن سے مسلمان برسر جنگ ہوں)، مرتد، کاٹنے والا کتا اور وہ پانچ فاسق جانور جن کا حدیث میں حکم ہے اور جو جانور ان کے حکم میں ہیں یہ سب غیر محترم ہیں، اور جو جانور محترم ہیں ان کو کھانا کھلانے، پانی پلانے اور ان کے ساتھ دیگر نوع کے احسان کرنے سے ثواب حاصل ہوگا، عام ازیں کہ وہ جانور اس کا یا کسی اور کا مملوک ہو۔ [1]

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا

باب ۷۹۸ النَّهْيِ عَنْ سَبِّ الدَّهْرِ

زمانہ کو برا کہنے کی ممانعت

۵۷۴۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسُبُّ ابْنُ آدَمَ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم زمانہ کو برا کہتا ہے اور میں زمانہ (کا خالق) ہوں رات اور دن کی گردش میرے ہاتھ میں ہے۔

۵۷۴۷ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ابن آدم مجھے ایذاء دیتا ہے، وہ زمانہ کو برا کہتا ہے اور میں زمانہ (کا خالق) ہوں، میں رات اور دن کو پلٹاتا رہتا ہوں۔

۵۷۴۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَقُولُ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَلَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا، مجھے ابن آدم ایذاء دیتا ہے، وہ کہتا ہے "ہائے زمانہ کی نامرادی" سو تم میں سے کوئی شخص نہ کہے کہ "ہائے زمانہ کی نامرادی" کیونکہ زمانہ (کا خالق)

يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنِّي أَنَا الدَّهْرُ أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ فَإِذَا شِئْتُ قَبَضْتُهُمَا۔

میں ہوں، رات اور دن کو میں بدلتا رہتا ہوں، اور جب میں چاہوں گا ان کو قبض کر لوں گا۔

۵۷۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ فَإِنَّ اللّٰهَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "ہائے زمانہ کی نامرادی"، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ (کا خالق) ہے۔

۵۷۵۰۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ کو برا مت کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ (کا خالق) ہے۔

اللہ تعالیٰ پر دہر کے اطلاق کی توجیہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے انا الدھر "یعنی میں زمانہ ہوں" اور یہ اطلاق مجازی ہے، اس کا معنی ہے میں زمانہ کا اور زمانہ میں پیدا ہونے والے حوادث کا خالق ہوں، اس کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی اندوہناک حادثہ ہوتا تو وہ زمانہ کو برا کہتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ کو برا مت کہو کیونکہ جن مصائب اور حوادث کی بناء پر تم زمانہ کو برا کہہ رہے ہو وہ تمام حوادث تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوتے ہیں، کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ [1]

باب ۷۹۹ کَرَاهَةِ تَسْمِيَةِ الْعِنَبِ كَرْمًا

عنب (انگور) کو کرم کہنے کی کراہت

۵۷۵۱۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُبُّ أَحَدُكُمُ الدَّهْرَ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ لِلْعِنَبِ الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص زمانہ کو برا نہ کہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ (کا خالق) ہے اور تم میں سے کوئی شخص عنب (انگور) کو کرم نہ کہے، کیونکہ کرم تو مسلمان آدمی ہے۔

۵۷۵۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عنب کو) کرم نہ کہو، کیونکہ کرم مومن کا دل ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تَقُولُوا الْكَرْمُ فَإِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

۵۷۵۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَسُبُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنب کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان آدمی ہے۔

۵۷۵۴۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمُ الْكَرْمَ فَإِنَّمَا الْكَرْمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کرم نہ کہے کیونکہ کرم مومن کا دل ہے۔

۵۷۵۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ لِلْعِنَبِ الْكَرْمَ إِنَّمَا الْكَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص عنب کو کرم نہ کہے، کیونکہ کرم تو مسلمان آدمی ہے۔

۵۷۵۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى (يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكَرْمُ وَلَكِنْ قُولُوا الْحَبَلَةُ (يَعْنِي الْعِنَبَ)۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کرم نہ کہو لیکن حبلہ یعنی عنب (انگور) کہو۔

۵۷۵۷۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكَرْمُ وَلَكِنْ قُولُوا الْعِنَبُ وَالْحَبَلَةُ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کرم نہ کہو لیکن کہو عنب اور حبلہ۔

انگور پر کرم کے اطلاق کی ممانعت کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
عرب عِنَب (انگور) کو کرم کہتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کو کرم کہنے سے منع فرمایا، فقہاء نے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ انگوروں سے شراب بھی بنائی جاتی ہے

اور عرب شراب کو بھی مجازاً اکرم کہتے تھے، جب کہ کرم کا لفظ سخاوت اور شرافت کے معنی میں بھی مستعمل ہے، مومن کو کریم کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات: ۴۹) "تم میں سب سے زیادہ کریم وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو"۔ مومن کے قلب کو بھی ایمان، ہدایت، نور، تقویٰ اور دیگر صفات کریمہ کی وجہ سے کرم کہا جاتا ہے، اس بنا پر شارع علیہ السلام نے انگور پر کرم کے اطلاق سے منع فرمایا تاکہ یہ اطلاق شراب پر کرم کے اطلاق کا سبب نہ بنے۔ [1]

بَابُ حُكْمِ إِطْلَاقِ لَفْظَةِ الْعَبْدِ وَالْأَمَةِ وَالْمَوْلَى وَالسَّيِّدِ

لفظ عبد، امۃ، مولیٰ اور سیّد کے اطلاق کرنے کا حکم

۵۷۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عَبِيدُ اللهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللهِ وَلَكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِي وَجَارِيَتِي وَفَتَايَ وَفَتَاتِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (کسی کو) میرا بندہ، اور میری بندی نہ کہے، تم سب اللہ کے بندے ہو، اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں، البتہ یوں کہہ سکتا ہے، میرا غلام، میری کنیز، میرا نوکر، میری نوکرانی۔

۵۷۵۹۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي فَكُلُّكُمْ عَبِيدُ اللهِ وَلَكِنْ لِيَقُلْ فَتَايَ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّي وَلَكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (کسی کو) یہ نہ کہے "میرا بندہ" "تم سب اللہ کے بندے ہو"، البتہ یہ کہہ سکتا ہے، میرا نوکر، اور نہ غلام یہ کہے "میرا رب" البتہ میرا سیّد (مالک) کہہ سکتا ہے۔

۵۷۶۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

ایک روایت میں ہے غلام اپنے سید کو "میرا مولا" نہ کہے کیونکہ تم سب کا مولیٰ اللہ عزوجل ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۵۷۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ اسْقِ رَبَّكَ أَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ رَبِّي وَلْيَقُلْ سَيِّدِي مَوْلَايَ وَلَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ عَبْدِي أَمَتِي وَلْيَقُلْ فَتَايَ فَتَاتِي غُلَامِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے اپنے رب کو پلا، اپنے رب کو کھلا، اور نہ تم میں سے کوئی شخص (کسی کو) "میرا رب" کہے البتہ "میرا سید اور میرا مولیٰ" کہے اور نہ تم میں سے کوئی شخص (کسی کو) "میرا بندہ یا میری بندی" کہے، البتہ میرا نوکر یا میری نوکرانی کہے۔

لفظ عبد اور ربّ کے اطلاق کی تفصیل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
علماء نے کہا ہے کہ ان احادیث سے دو چیزوں کی ممانعت کرنا مقصود ہے:

۱۔ غلام کا اپنے مالک کو میرا رب کہنا ممنوع ہے، کیونکہ ربوبیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، رب اس کو کہتے ہیں جو مالک ہو یا قائم بالشئ ہو، اور اس چیز کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خود علامات قیامت میں بیان فرمایا ہے: "لونڈی رب (مالک) کو جنے گی"، تو اس کے دو جواب ہیں اوّلاً یہ کہ اس حدیث میں یہ اطلاق بیان جواز کے لیے ہے اور اس باب کی احادیث میں ممانعت تنزیہ اور ادب کی وجہ سے ہے ثانیاً اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ ان لفظوں کو بہ کثرت استعمال نہ کیا جائے اور اس کو عام عادت نہ بنالیا جائے اور کبھی کبھی ان لفظوں کا اطلاق کرنا ممنوع نہیں ہے، قاضی عیاض نے اسی جواب کو اختیار کیا ہے اور مملوک کا اپنے مالک کو سید کہنا ممنوع نہیں ہے، آپ نے (حدیث نمبر ۵۷۶۱) میں خود فرمایا: "میرا سید"، کہے کیونکہ سید کا لفظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح خاص نہیں ہے جس طرح لفظ رب اس کے ساتھ خاص ہے، قرآن مجید اور حدیث متواتر میں اللہ تعالیٰ پر سید کا اطلاق نہیں ہے، نیز آپ نے فرمایا: "میرا یہ بیٹا سید ہے"، نیز فرمایا "اپنے سید کے لیے قیام کرو"، ایک اور حدیث میں فرمایا: "کیا تمہارے سید نہیں کہتے"، اس لیے اگر غلام اپنے مالک کو سید کہے تو اس میں کوئی اشکال اور التباس نہیں ہے، اسی طرح اگر غلام اپنے مالک کو "میرا مولیٰ" کہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ مولیٰ کا اطلاق متعدد معنی پر ہوتا ہے، ان میں ایک معنی مالک اور ناصر بھی ہے، باقی حدیث نمبر ۵۷۶۰ میں جو مالک کو مولیٰ کہنے کی ممانعت ہے تو اس میں اعمش کا تفرد ہے، باقی راویوں نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اس لیے اس ممانعت کو ترک کرنا افضل ہے۔

۲۔ مالک کا اپنے غلام یا کنیز کو میرا بندہ یا میری بندی کہنا ممنوع ہے، کیونکہ حقیقت میں عبودیت کا صرف اللہ عزوجل مستحق ہے، نیز اس میں مخلوق کی ایسی تعظیم ہے جس کے وہ لائق نہیں ہے، البتہ میرا خادم اور میرا نوکر وغیرہ کہنا جائز ہے۔ [1]

(حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

باب ۸ کراھۃ قول الانسان خبثت نفسی

"میرا نفس خبیث ہو گیا" کہنے کی ممانعت

۵۷۶۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلٰكِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ هٰذَا حَدِیْثُ اَبِیْ كُرَیْبٍ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَذْكُرْ وَلٰكِنْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "میرا نفس خبیث ہو گیا" بلکہ یہ کہے کہ میرا نفس سست اور کاہل ہو گیا، راوی ابوبکر نے اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ اور اس میں "لکن" کا لفظ نہیں ہے۔

۵۷۶۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۷۶۴۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَیْفٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُلْ اَحَدُكُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلْیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ

سہل بن حنیف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "میرا نفس خبیث ہو گیا" بلکہ یہ کہے کہ میرا نفس سست اور کاہل ہو گیا۔

مسلمان کو علی التعیین خبیث کہنے کی ممانعت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خبیث کے لفظ کو اس کی قباحت کی وجہ سے ناپسند فرمایا۔ اور آداب گفتگو کی تعلیم دی، اگر یہ اعتراض ہو کہ حدیث میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص صبح کی نماز کے وقت تک سوتا رہے، اس کی صبح خبیث نفس کے ساتھ ہو گی"، قاضی عیاض نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مبہم اور مذموم الحال شخص کی صفت بیان کی ہے سو اس طرح جائز ہے اور کسی مسلمان کو علی التعیین خبیث کہنا ممنوع ہے۔ [1]

اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی مسلمان کو معین اور مشخص کر کے اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے البتہ علی العموم صفات مذمومہ کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے جیسے لعنۃ اللہ علی الکاذبین، لعنۃ اللہ علی الظالمین۔

حاشیہ صفحہ سابقہ ملاحظہ فرمائیں

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[1] " " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳۸، " " " "

بَابُ ۸۲ اِسْتِعْمَالِ الْمِسْكِ وَكَرَاهَةِ رَدِّ الرَّيْحَانِ وَ الطِّيْبِ!

مشک کا استعمال اور ریحان اور خوشبو کو مسترد کرنے کی کراہت

۵۷۶۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنِيْ خُلَيْدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتِ امْرَاَةٌ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَصِيْرَةً تَمْشِيْ مَعَ امْرَاَتَيْنِ طَوِيْلَتَيْنِ فَاتَّخَذَتْ رِجْلَيْنِ مِنْ خَشَبٍ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّنٍ مُطْبَقٍ ثُمَّ حَشَتْهُ مِسْكًا وَ هُوَ اَطْيَبُ الطِّيْبِ فَمَرَّتْ بَيْنَ الْمَرْاَتَيْنِ فَلَمْ يَعْرِفُوْهَا فَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا وَنَفَضَ شُعْبَةُ يَدَهٗ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک پستہ قد عورت تھی وہ دو لمبی عورتوں کے درمیان چلتی تھی، اس نے لکڑی کی دو ٹانگیں بنوائیں اور سونے کے خول کی ایک انگوٹھی بنوائی جو بند ہوتی تھی، پھر اس میں مشک کی خوشبو بھری اور وہ سب سے اچھی خوشبو ہے پھر وہ ان دو لمبی عورتوں کے درمیان سے گذری تو انھوں نے اس کو نہیں پہچانا، پھر اس عورت نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، شعبہ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا۔

۵۷۶۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ وَالْمُسْتَمِرِّ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ امْرَاَةً مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ حَشَتْ خَاتَمَهَا مِسْكًا وَالْمِسْكُ اَطْيَبُ الطِّيْبِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنواسرائیل کی ایک عورت کا ذکر کیا، جس نے اپنی انگوٹھی میں مشک بھر لی تھی اور مشک سب سے اچھی خوشبو ہے۔

۵۷۶۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُقْرِئِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُقْرِئُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ اَيُّوْبَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيْحِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو ریحان (پھول) دیا جائے وہ اس کو واپس نہ کرے کیونکہ اس کا کوئی بوجھ نہیں اور اس کی خوشبو پاکیزہ ہے۔

۵۷۶۸۔ حَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاَبُوْ الطَّاهِرِ وَاَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ اَحْمَدُ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب خوشبو کی دھونی لیتے تو عود کی دھونی لیتے، جس میں کسی اور

حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُورٍ يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چیز کی آمیزش نہ ہوتی یا عود میں کافور ملا کر ڈالتے، پھر بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے تھے۔

ف: اس باب کی احادیث سے واضح ہوا کہ مشک کی خوشبو سب سے افضل ہے اور مشک پاک ہے اور اس کو بدن اور کپڑوں پر لگانا اور اس کی بیع جائز ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، شیعہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن ان کا مذہب باطل ہے، باقی بنو اسرائیل کی عورت نے لکڑی کی ٹانگیں لگا کر جو اپنا قد لمبا کیا تھا اگر اس سے یہ غرض تھی کہ لوگ اس کا عیب دیکھ کر اس کی غیبت نہ کریں تو یہ عمل صحیح تھا، اور اگر مردوں کو اپنا حسن دکھانے کے لیے ایسا کیا تھا تو یہ ناجائز عمل تھا۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ الشِّعْرِ

بَاب ۸۰۳

۵۷۶۹ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَدِفْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيهِ فَأَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيهِ ثُمَّ أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيهِ حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ.

عمرو بن شرید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوا، آپ نے فرمایا کیا تم کو امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کچھ شعر یاد ہیں، میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: سناؤ، میں نے ایک شعر سنایا، آپ نے فرمایا اور سناؤ، میں نے ایک اور شعر سنایا، آپ نے فرمایا اور سناؤ، حتیٰ کہ میں نے ایک سو اشعار سنائے۔

۵۷۷۰ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ابْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ أَوْ يَعْقُوبُ بْنُ عَاصِمٍ عَنِ الشَّرِيدِ قَالَ أَرْدَفَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے سوار کیا، اس کے بعد اس کی مثل روایت ہے۔

۵۷۷۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ اسْتَنْشَدَنِي

عمرو بن شرید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے شعر پڑھنے کے لیے فرمایا: ابراہیم بن میسرہ کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا وہ (امیہ بن ابی الصلت) مسلمان ہونے کے قریب تھا، اور ابن مہدی کی روایت میں ہے وہ اپنے اشعار میں اسلام کے قریب تھا۔

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ مَيْسَرَةَ وَزَادَ قَالَ إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ فَلَقَدْ كَادَ يُسْلِمُ فِيْ شِعْرِهٖ۔

۵۷۷۲۔ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ جَمِيْعًا عَنْ شَرِيْكٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ ؎ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے ہیں، عرب شاعروں کے کلام میں لبید کا شعر سب سے بہترین شعر ہے: سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔

۵۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ ؎

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاعروں کے کلام میں لبید کا شعر سب سے زیادہ سچا ہے، سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، اور امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کرنے کے قریب تھا۔

۵۷۷۴۔ وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ أَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْدَقُ بَيْتٍ قَالَهُ الشَّاعِرُ ؎ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ۔

وَكَادَ ابْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاعروں کے کلام میں لبید کا شعر سب سے زیادہ سچا ہے: سنو! اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اور امیہ بن ابی الصلت اسلام لانے کا قریب تھا

۵۷۷۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَصْدَقُ بَيْتٍ قَالَتْهُ الشُّعَرَاءُ ؎

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاعروں کے کلام میں لبید کا شعر سب سے زیادہ سچا ہے، "سنو، اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔"

۵۷۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا شَاعِرٌ كَلِمَةُ لَبِيدٍ ؎

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ شاعروں کے کہے ہوئے کلام میں سب سے سچا شعر لبید کا ہے، سنو، اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ آپ اس سے زائد نہ پڑھتے۔

۵۷۷۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ الرَّجُلِ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِلَّا أَنَّ حَفْصًا لَمْ يَقُلْ يَرِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے پیٹ میں پیپ بھر جانا شعر بھر جانے سے بہتر ہے۔

۵۷۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعر سے بھر جائے۔

۵۷۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ يَحْيَى مَوْلَى مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "عرج" جا رہے تھے، سامنے سے ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا: شیطان کو روک لو، انسان کے پیٹ میں پیپ بھرنا شعر بھرنے سے بہتر ہے۔

شعر کا لغوی اور عرفی معنی

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

"شعر" کا لفظ "علم" کے وزن پر ہے، اس کا معنی بھی علم ہے، ایک قول یہ ہے کہ دقائق امور کے علم کو شعر کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ادراک بالحواس کو شعر کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے: وانتم لا تشعرون (زمر: ۵۰) اس آیت میں ادراک بالحواس کی نفی کی گئی ہے، اصل وضع یہی ہے، پھر غلبہ استعمال سے شعر کا استعمال ان الفاظ پر ہونے لگا جو وزن اور قافیہ کے اعتبار سے منظوم ہوں۔ مصنف (صاحب قاموس) نے بصائر میں لکھا ہے قرآن مجید نے کفار کا یہ قول نقل کیا ہے، بل افتراہ بل ھو شاعر (انبیاء: ۵) - بلکہ انھوں نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے بلکہ وہ شاعر ہیں" اکثر مفسرین نے اس آیت کو اس معنی پر محمول کیا ہے کہ کفار نے یہ تہمت لگائی تھی کہ آپ منظوم کلام پیش کرتے ہیں اور بعض محققین نے کہا وہ آپ پر شاعر ہونے کی تہمت قرآن مجید کے منظوم ہونے کی وجہ سے نہیں لگاتے تھے، کیونکہ یہ بالکل ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں ردیف اور قافیہ کی رعایت اور اسلوب شاعری نہیں ہے بلکہ وہ قرآن مجید کو شعر کہہ کر اس کا کاذب اور غیر واقعی ہونا مراد لیتے تھے۔ کیونکہ عرب شعر کو جھوٹ اور شاعر کو جھوٹے سے تعبیر کرتے تھے، حتیٰ کہ وہ دلائل کاذبہ کو دلائل شعریہ کہتے تھے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عام شعراء کے بیان میں فرمایا "والشعراء یتبعھم الغاوون" (شعراء: ۲۲۴) - "اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کرتے ہیں" اور چونکہ شعر جھوٹ کو مؤکد کرتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے احسن الشعراء اکذبہ "جو زیادہ جھوٹا ہو وہ اچھا شاعر ہوتا ہے"۔ [1]

شعر پڑھنے اور سننے کا شرعی حکم

حدیث نمبر ۶۹۷ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سننے کی فرمائش کی، علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: امیہ کے اشعار میں چونکہ وحدانیت ہے اور بعث بعد الموت کا مفہوم ہے، اس وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اشعار کی تحسین کی اور ان اشعار کو سننے کی فرمائش کی، اس سے معلوم ہوا کہ جن اشعار میں بے حیائی کی باتیں نہ ہوں ان کا پڑھنا اور سننا جائز ہے، خواہ وہ زمانہ جاہلیت کے اشعار ہوں یا نہ ہوں، اور اس قسم کے اشعار میں بھی بکثرت مشغول رہنا درست نہیں ہے البتہ معمولی تعداد میں اشعار پڑھنا، سننا اور ان کو یاد رکھنا جائز ہے۔

حدیث نمبر ۶۹۷ میں ہے، کسی شخص کے پیٹ میں پیپ بھر جانا اشعار بھر جانے سے بہتر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اوپر شعر و شاعری کا اتنا غلبہ ہو جائے جو اس کو علوم شرعیہ کی تحصیل اور یاد الٰہی سے غافل کر دے، خواہ وہ اشعار کسی قسم کے ہوں، اور اگر اس پر قرآن، حدیث اور دیگر علوم شرعیہ کا غلبہ ہو اور تھوڑے سے اشعار بھی یاد ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث اور حدیث نمبر ۶۹۸ سے یہ استدلال کیا ہے کہ شعر پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ ان میں کوئی بے حیائی نہ ہو لیکن جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ اگر اشعار میں بے حیائی کی بات نہ ہو تو پھر ان کا پڑھنا مباح ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اچھے اشعار کا پڑھنا اچھا ہے اور برے اشعار کا پڑھنا برا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۳۰۱-۳۰۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

نے سفر اور غیر سفر میں صحابہ کے سامنے اشعار سننے کی فرمائش کی اور مشرکین کی مذمت میں حضرت حسان بن ثابت کو اشعار پڑھنے کا حکم دیا، اور خلفائے راشدین، اعاظم صحابہ، ائمہ اور سلف صالحین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مطلقاً شعر پڑھنا مذموم ہے، بلکہ یہی کہا ہے کہ جن اشعار میں فحش مضمون ہو (یا جھوٹے اور ملحدانہ خیالات کا اظہار ہو) وہ مذموم ہیں۔ [1]

باب ۸۰۴ تحریم اللعب بالنردشیر!

نردشیر (چوسر) کی حرمت

۵۷۸۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَعِبَ بِالنَّرْدَشِيرِ فَكَأَنَّمَا صَبَغَ يَدَهُ فِي لَحْمِ خِنْزِيرٍ وَدَمِهِ۔

حضرت بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چوسر کو کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیا۔

چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہا حنبلیہ کی تحقیق

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

ہر وہ کھیل جس میں قمار ہو وہ حرام ہے اور جس کھیل میں کسی بھی جانب سے کسی عوض کی شرط نہ ہو ان میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مباح ہیں، حرام تو نردشیر ہے، امام ابوحنیفہ اور اکثر شافعیہ کا یہی قول ہے، اور بعض فقہاء نے کہا یہ مکروہ ہے حرام نہیں ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نردشیر (چوسر) کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے نردشیر کو کھیلا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون اور گوشت میں رنگ لیے، اور سعید بن جبیر جب نردشیر (چوسر) کھیلنے والوں کے پاس سے گذرتے تو ان کو سلام نہیں کرتے تھے۔

ان دلائل کی بناء پر جو شخص بار بار نردشیر (چوسر) کھیلے اس کی گواہی مقبول نہیں، عام ازیں کہ وہ جوئے کے ساتھ کھیلے یا بغیر جوئے کے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے، اور یہی امام شافعی کا ظاہر مذہب ہے۔

شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے، البتہ چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے اور شطرنج کو چوسر پر قیاس کر کے حرام کہا گیا ہے، قاضی ابوالحسین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، سعید بن مسیب، قاسم، سالم، عروہ، محمد بن علی بن حسین، وراق اور امام مالک کے نزدیک شطرنج حرام ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ شطرنج مباح ہے، حضرت ابوہریرہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر کا بھی یہی مذہب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، اور شطرنج کی تحریم میں کوئی نص وارد نہیں ہے اور نہ ہی شطرنج اور نردشیر میں کوئی علت مشترکہ ہے لہٰذا یہ اپنی اصل پر مباح ہے، نیز شطرنج سے جنگی چالوں کی مشق ہوتی ہے، لہٰذا یہ نیزہ بازی، تیر اندازی اور گھوڑے سواری کے مشابہ ہے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:) ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میسر یعنی جوئے کو حرام کیا ہے (مائدہ: ۹۰) اور حضرت علی نے شطرنج کو بھی میسر فرمایا اور شطرنج کھیلنے والے اس کھیل سے جنگی چالوں کی تربیت حاصل کرنے کا قصد نہیں کرتے ان کا اس سے قصد صرف کھیل یا لہو ہوتا ہے، نیز اس میں مشغول ہو کر انسان نمازوں اور خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے امام احمد نے فرمایا کہ شطرنج کھیلنے والے کی شہادت بھی مردود ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

ابوبکر نے کہا کہ جو شخص شطرنج کو حرام سمجھتا ہو، اگر وہ شطرنج کو کھیلے، تو یہ فعل حرام ہے اور اگر اس کو مباح سمجھنے والا کھیلے تو اس کی شہادت مسترد نہیں ہوگی، الا یہ کہ اس کھیل کی وجہ سے وہ نمازوں سے غافل ہو جائے، یا اس کھیل میں وہ جھوٹی قسمیں کھائے یا بازار میں بیٹھ کر کھیلے یا اس کی وجہ سے کوئی اور سستی اور بے وقعت حرکت ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے سو شطرنج کا بھی وہی حکم ہے جو باقی مختلف فیہ مسائل کا حکم ہوتا ہے۔ [1]

چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء مالکیہ کی تحقیق

علامہ ابوالولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک نرد اور شطرنج کھیلنا جائز نہیں ہے، امام مالک نے کہا کہ شطرنج غافل کرنے والی اور شر ہے، اس کو کھیلنے والا زیادہ تر اللہ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، نیز یہ جوئے کی ایک قسم ہے، اس کی وجہ سے ایک ایسی چیز میں بکثرت وقت صرف کرنا ہے جس میں کوئی دینی اور دنیاوی فائدہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام فرمایا اور اس کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس کی وجہ سے شیطان تمہارے اندر ایک دوسرے کی عداوت اور بغض پیدا کر دیتا ہے، اللہ کی یاد اور نماز سے روکتا ہے، کیا تم باز آنے والے ہو! یہ تمام خرابیاں شطرنج میں بھی ہیں، بعض روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل، شعبی اور عکرمہ شطرنج کھیلتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ان تک اس کی ممانعت نہیں پہنچی اور ان کے اجتہاد نے خطاء کی۔

جو شخص شرط لگائے بغیر عادۃً شطرنج کھیلتا ہو یعنی دائماً کھیلتا ہو، امام مالک کے نزدیک اس کی شہادت قبول نہیں ہوگی، کیونکہ یہ باطل چیز پر دوام ہے، نیز ہمیشہ شطرنج کھیلنے والا جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور اللہ کی یاد اور نمازوں سے غافل رہتا ہے اور جو شخص کبھی کبھی شطرنج کھیلتا ہے وہ ہر چند کہ برا کام کرتا ہے اور اس کے لیے شطرنج کو ترک کر دینا مستحب ہے لیکن اس کی عدالت ساقط نہیں ہوگی یعنی اس کی شہادت قبول ہوگی۔ [2]

چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء شافعیہ کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور جمہور فقہاء کے نزدیک نردشیر (چوسر) حرام ہے، بعض فقہاء شافعیہ کے نزدیک چوسر کھیلنا مکروہ تنزیہی ہے، اور شطرنج کے متعلق ہمارا مذہب یہ ہے کہ وہ مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے، تابعین کی جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے، امام مالک اور امام احمد نے کہا ہے کہ شطرنج حرام ہے، انھوں نے اس کو نردشیر پر قیاس کیا ہے، ہمارے فقہاء اس قیاس کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ شطرنج، نردشیر سے کم درجہ کی چیز ہے۔ [3]

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱۰ ص ۱۷۲-۱۷۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی متوفی ۴۶۴ھ، منتقی ج ۷ ص ۲۷۹-۲۷۸، مطبوعہ مطبع السعادۃ، ۱۳۳۲ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

صاحب تکملہ شرح المہذب لکھتے ہیں:
شطرنج کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک کھیل ہے جس سے دین میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس کھیل کی کوئی ضرورت ہے اس لیے اس کا ترک اولیٰ ہے لیکن یہ حرام نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابوہریرہ اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہم سے شطرنج کھیلنا منقول ہے، جو شخص شرط لگائے بغیر کھیلے اور کسی وجہ سے فرض اور اچھے کاموں کو ترک نہ کرے اس کی شہادت مردود نہیں ہوگی، اور جو شخص شرط لگا کر کھیلے (یعنی ہارنے والا جیتنے والے کو فلاں چیز یا اتنی رقم دے گا) تو وہ جوا کھیلنے والا ہے اس کی عدالت ساقط ہوگی، اور اس کی شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ اور نرد شیر مطلقاً حرام ہے اس کی حرمت کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہما سے احادیث مروی ہیں۔ [1]

چوسر اور شطرنج کے متعلق فقہاء احناف کی تحقیق

علامہ علاؤالدین الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں:
نرد (چوسر) اور شطرنج کھیلنا مکروہ تحریمی ہے، امام شافعی نے شطرنج کھیلنے کو مباح کہا ہے، امام ابویوسف سے ایک روایت یہی ہے، یہ اس وقت ہے جب اس میں شرط نہ لگائی جائے اور نہ اس کو کھیلنے کی عادت بنائی جائے اور نہ اس میں مشغولیت کی بنا پر کسی واجب کو ترک کیا جائے ورنہ شطرنج کھیلنا بالاجماع حرام ہے۔ [2]

کھیل اور ورزش کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر

جسمانی ورزش اور باہمی دل چسپی کے لیے جو کھیل کھیلے جاتے ہیں ان کے کھیلنے سے اگر کسی غیر شرعی امر کا ارتکاب نہ ہوتا ہو اور کوئی عبادت ضائع نہ ہوتی ہو تو ان کا کھیلنا جائز ہے، مثلاً بعض کھیل ایسے ہیں جن میں کھلاڑی گھٹنوں سے اونچا نیکر پہنتے ہیں، بعض کھیل ایسے ہیں جو صبح سے شام تک جاری رہتے ہیں اور ظہر کی نماز کا وقت کھیل کے دوران آکر نکل جاتا ہے اور کھلاڑی اور کھیل دیکھنے والے نماز کا کوئی خیال نہیں کرتے کھانے اور چائے کا وقفہ کیا جاتا ہے لیکن نماز کا کوئی وقفہ نہیں ہوتا! بعض دفعہ کسی کھیل میں ہار جیت پر کوئی شرط رکھی جاتی ہے، یہ سب امور ناجائز ہیں۔

انسان کی صحت اور جسم کو چاق و چوبند رکھنے کے لیے کھیل اور ورزش دونوں بہت ضروری ہیں، بعض لوگ میز کرسی پر بیٹھ کر دن رات پڑھنے لکھنے کا کام کرتے ہیں ان کو اپنے کام کی وجہ سے زیادہ چلنے پھرنے اور جسمانی مشقت کا موقع نہیں ملتا اس کی وجہ سے ان لوگوں کی توند نکل آتی ہے اور خون میں کلسٹرول کی مقدار زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ لوگ ذیابیطس (خون میں شکر کا ہونا) ہائی بلڈ پریشر، دل کی بیماریوں، معدہ کا ضعف اور گیس کا شکار ہو جاتے ہیں ان بیماریوں سے محفوظ رہنے یا بیماری لاحق ہونے کے بعد ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مختلف قسم کے کھیلوں اور ورزشوں میں مشغول رہنا حفظان صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اسلام میں مختلف کھیلوں اور ورزشوں کی بھی مناسب حد تک حوصلہ افزائی کی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سواری کا مقابلہ کرایا، پیدل دوڑ کا مقابلہ کرایا، آپ نے خود بہ نفس نفیس دوڑ کے مقابلہ میں حصہ لیا، اسی طرح

---

[1] شرح المہذب ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[2] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۳۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

آپ نے کشتی بھی کی، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم سابق بين الخيل التي اضمرت من الحفياء وامدها ثنية الوداع وسابق بين الخيل التي لم تضمر من الثنية الى مسجد بني زريق وان عبد الله بن عمر كان فيمن سابق بها [1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اضمار شدہ گھوڑوں کا اور گھوڑے جن کو پہلے خوب کھلایا پلایا جائے پھر انہیں بھوکا رکھ کر ان کا پسینہ نکلوایا جائے) حفیاء سے ثنیۃ الوداع تک مقابلہ کرایا اور غیر اضمار شدہ گھوڑوں کا ثنیہ سے لے کر مسجد بنو زریق تک مقابلہ کرایا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والے صحابہ میں تھے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن سلمة بن الاكوع قال وكان رجل من الانصار لا يسبق شدا قال فجعل يقول الا مسابق الى المدينة هل من مسابق الى المدينة فجعل يعيد ذلك قال فلما سمعت كلامه اما تكرم كريما ولا تهاب شريفا قال لا الا ان يكون رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قلت يا رسول الله بابي انت وامي ذرني فلاسابق الرجل قال ان شئت قلت اذهب اليك وثنيت رجلي فطفرت فعدوت قال فربطت عليه شرفا او شرفين استبقي نفسي ثم عدوت في اثره فربطت عليه شرفا او شرفين ثم انى رفعت حتى الحقه فاصكه بين كتفيه قال قلت قد سبقت والله قال انا اظن قال فسبقته الى المدينة [2]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ (ایک طویل حدیث کے اخیر میں) بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص اتنا تیز دوڑتا تھا کہ کوئی شخص اس سے آگے نہیں نکل سکتا تھا، اس نے کہا کوئی ہے جو مدینہ تک دوڑ میں میرا مقابلہ کرے! کوئی ہے جو مدینہ تک میرے ساتھ دوڑے!" وہ بار بار للکارتا رہا، میں نے اس کی شیخی سن کر کہا "کیا تم کسی کریم کی عزت نہیں کرتے؟ اور کسی شریف سے نہیں ڈرتے؟ اس نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! مجھے دوڑ میں اس شخص سے مقابلہ کرنے کی اجازت دیں! آپ نے فرمایا: اگر تمہارا دل چاہے تو! میں مڑا اور چھلانگ لگا کر دوڑنے لگا جب ایک چڑھائی یا دو چڑھائیاں آئیں تو میں سانس لینے کے لیے رکا پھر اس کے پیچھے دوڑ پڑا، پھر ایک چڑھائی یا دو چڑھائیوں پہ میں نے سانس لیا، پھر میں نے دوڑ کر اس کو جا لیا، پھر میں نے اس کے شانوں کے درمیان ایک گھونسہ مارا اور کہا لو اب تم پیچھے رہ گئے پھر میں اس سے پہلے مدینہ پہنچ گیا۔

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۱-۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاسبق الا فی خف او حافر او نصل۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹ، گھوڑے اور تیر اندازی یا نیزہ بازی کے سوا کسی چیز میں مقابلہ کا استحقاق نہیں ہے۔

اونٹ اور گھوڑوں کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ عام طور پر ان جانوروں سے دوڑ میں مقابلہ کرایا جاتا ہے ورنہ دوسرے جانوروں سے بھی دوڑ میں مقابلہ کرانا جائز ہے، اور استحقاق کی نفی سے اس حدیث میں انعام کے استحقاق کی نفی مراد ہے۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال سابق رسول الله صلی الله علیه وسلم اعرابی فسبقه فکان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وجدوا فی انفسهم من ذلک فقیل له فی ذلک فقال حق علی الله ان لا یرفع شئ نفسه فی الدنیا الا وضعه الله۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے دوڑ میں مقابلہ کیا وہ اعرابی آپ سے آگے نکل گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس واقعہ سے رنج پہنچا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا گیا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جو چیز بھی دنیا میں بلند ہو اس کو پست کر دے۔ (یعنی مطلقاً سربلندی صرف اللہ کو زیبا ہے!)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة انها کانت مع النبی صلی الله علیه وسلم فی سفر قالت فسابقته فسبقته علی رجلی فلما حملت اللحم سابقته فسبقنی فقال هذه بتلک السبقة [4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک سفر میں وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھیں، آپ فرماتی ہیں: میں نے دوڑ میں آپ سے مقابلہ کیا اور آپ سے آگے نکل گئی پھر جب میں فربہ ہو گئی تو پھر میں نے آپ سے مقابلہ کیا، اس بار آپ آگے نکل گئے، آپ نے فرمایا یہ پہلی بار کا بدلہ ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " " سنن نسائی ج ۲ ص ۱۰۵، " " "

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[1] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن رکانة ان رکانة صارع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصرعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم[3]

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رکانہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کشتی کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو پچھاڑ دیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب[5]

عید کے دن حبشی ڈھال اور آلات حرب کے ساتھ کھیلتے تھے۔

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ جسمانی صحت کو قائم رکھنے، ورزش اور جنگی مشقوں کے لیے، گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرنا، اور دوسرے جسمانی کھیل کھیلنا جائز ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا ورزش کرنا بھی جائز ہے، بعض علماء اس روایت سے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کے عدم جواز پر استدلال کرتے ہیں:

امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قال کل شی من لهو الدنیا باطل الا ثلاثة انتضالك بقوسك و تادیبك فرسك و ملاعبتك اهلك فانهن من الحق۔[6]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین کھیلوں کے سوا دنیا کا ہر کھیل باطل ہے، تیر کمان کے ساتھ مقابلہ کرنا، اپنے گھوڑوں کو سدھانا، اور اپنی بیوی کے ساتھ خوش طبعی کرنا۔

علامہ ذہبی اس حدیث کی سند کے متعلق تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ذہبی نے اس کی سند پر تعقب کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند میں ایک راوی سوید بن عبدالعزیز متروک ہے، ابن ابی حاتم نے کتاب العلل میں کہا کہ میں نے ابوزرعہ سے اس سند کے متعلق سوال کیا: "عن سوید بن

---

[1] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد، ج ۶ ص ۲۸۰، ۲۶۱، ۱۸۲، ۱۲۹، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۰ مطبوعہ " " " ۱۳۸۱ھ

[6] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۵۹ مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

عبد العزیز عن ابن عجلان عن سعید المقبری عن ابی ھریرہؓ انھوں نے کہا اس سند میں خطاء اور وہم ہے۔ [1]

جسم کو چاق و چوبند اور صحت کو قائم رکھنے کے لیے جو کھیل کھیلے جائیں اور جسمانی ورزشیں کی جائیں ان میں یہ نیت ہونی چاہیے کہ ایک صحت مند اور طاقت ور جسم، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پر زیادہ اچھی طرح عمل کر سکتا ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی اور خلق خدا کی خدمت تندرست اور توانا جسم سے بہتر طور پر کی جا سکتی ہے، اس لیے اچھی صحت اور طاقت کے حصول کے لیے مناسب کھیلوں اور ورزشوں میں حصہ لینا چاہیے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

بغیر کسی عوض کی شرط کے مقابلہ میں حصہ لینا مطلقاً جائز ہے اور نہ اس میں کسی معین جنس کے مقابلہ کی قید ہے، خواہ پیادہ دوڑ کا مقابلہ ہو، کشتیوں کا ہو یا پرندوں، خچروں، گدھوں اور ہاتھیوں یا نیزوں کا مقابلہ ہو، اسی طرح کشتی لڑنا بھی جائز ہے اور طاقت آزمائی کے لیے پتھر اٹھانا بھی جائز ہے، کیونکہ ایک سفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا ہے، حضرت سلمہ بن اکوع نے ایک انصاری سے دوڑ میں مقابلہ کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے کشتی لڑی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گذرے جو پتھر اٹھا کر طاقت آزمائی کر رہے تھے، آپ نے ان کو منع نہیں فرمایا۔ [2]

ان تمام احادیث اور آثار میں اس کا ثبوت ہے کہ صحت اور قوت کو برقرار رکھنے کے لیے صحت مند کھیلوں اور جسمانی ورزشوں کو اختیار کرنا چاہیے اور ان کھیلوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے مقابلہ منعقد کرانا بھی جائز ہے البتہ کسی بھی مقابلہ پر ہار جیت کی شرط رکھنا ناجائز ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۲۷۴، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[2] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الرؤیا

خوابوں کا بیان

خواب کی حقیقت اور اس کی اقسام کے متعلق علماء اسلام کی آراء

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والرؤیا ما یری فی المنام۔ [1]

جو چیز نیند میں دکھائی دے وہ خواب ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

والرؤیا ما رایتہ فی منامک۔ [2]

جس چیز کو تم نیند میں دیکھو وہ خواب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام مازری نے یہ کہا ہے کہ خواب کی حقیقت میں اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے دل میں (ذہن میں) کچھ اعتقادات پیدا کر دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ جاگنے والے کے دل میں کچھ اعتقادات پیدا کر دیتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے نیند اور بیداری کا کوئی حال اس کی تخلیق کے لیے رکاوٹ نہیں ہے، پھر ان اعتقادات کو اللہ تعالیٰ بعض دوسرے امور کے لیے علامت بنا دیتا ہے جن کو وہ بعد میں پیدا کرے گا، یا اس سے پہلے ان کو پیدا کر چکا ہوتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کی علامت بنایا ہے اسی طرح خوابوں کو بھی بعض حقائق کے لیے علامت بنا دیا ہے (مثلاً صحیح بخاری میں ہے دودھ علم کی علامت ہے اور لباس دینداری کی علامت ہے۔ ترمذی میں ہے سفید لباس جنتی ہونے کی علامت ہے اور سیاہ لباس دوزخی ہونے کی علامت ہے، العیاذ باللہ، ـــــ سعیدی غفرلہٗ)

جو خواب انسان کے لیے مسرت کا باعث ہوں ان میں شیطان کے آنے کا دخل نہیں ہوتا، اور جو خواب ضرر کا باعث ہوں وہ شیطان کے حاضر ہونے کی وجہ سے نظر آتے ہیں ہر چند کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے ہیں لیکن ان

---

[1] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ، المفردات ص ۲۰۹، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱۰ ص ۱۳۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ ھ

کو مجازاً شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "الرؤیا من اللہ والحلم من الشیطان" "اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی جانب سے ہے" کا یہی مطلب ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ استاذ ابواسحاق کے قول کا حاصل یہ ہے کہ خواب وہ ادراکات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ فرشتے یا شیطان کی وساطت سے بندے کے دل میں پیدا کرتا ہے، وہ ادراکات کبھی عبارات صریحہ کے ذریعہ اور کبھی کنایات اور اشارات کے ذریعہ پیدا کیے جاتے ہیں، جیسے بیداری میں کبھی تو انسان کے دل میں مربوط باتیں آتی ہیں اور کبھی بے ربط اور غیر محصل۔

قاضی ابوبکر بن الطیب نے کہا خواب ادراک نہیں اعتقاد ہے کیونکہ انسان خواب میں کبھی اپنے آپ کو جانور کی صورت میں دیکھتا ہے کبھی پرندے کی صورت میں اور یہ ادراک نہیں ہے اعتقاد ہے، کیونکہ اعتقاد کبھی معتقد کے خلاف بھی ہوتا ہے، لیکن صحیح پہلا قول ہے۔

علامہ قرطبی نے "مفہم" میں بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو خوابیدہ شخص کے محل مدرک (عقل) پر مرئیات کی تصویریں بنا کر پیش کرتا ہے، بعض اوقات وہ تصویریں موجودات خارجیہ کے مطابق ہوتی ہیں اور بعض اوقات وہ تصویریں معانی معقولہ کے موافق ہوتی ہیں اور ہر دو تقدیر پر وہ صورتیں کبھی خوش خبری دینے والی ہوتی ہیں اور کبھی ڈرانے والی، ہر چند کہ عقلاً یہ ممکن ہے لیکن فرشتہ کے لیے اس عمل کے ثبوت کے لیے نقل کی ضرورت ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو شخص گہری نیند سویا ہوا ہو اس کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کا خواب دیکھنا صحیح ہے، کیونکہ جب انسان کی نیند گہری ہو تو وہ بالکل ادراک نہیں کرتا، کیونکہ نیند جس طرح انسان کو علم سے بے تعلق کر دیتی ہے اسی طرح تمیز کی دیگر صفات مثلاً ظن اور تخییل سے بھی بے گانہ کر دیتی ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے" کیونکہ خواب دیکھنے والا خواب میں اسی نوع کی چیزیں دیکھتا ہے جس نوع کی چیزوں کے ساتھ اس کا بیداری میں تعلق ہوتا ہے البتہ کبھی کبھی خواب میں ایسی صورتیں بھی نظر آتی ہیں جن کا اس کی بیداری کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مثلاً آدمی خواب میں ایسا گھوڑا دیکھتا ہے جس کا سر انسان کا ہوتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف عام انسانوں کے خوابوں میں کبھی شیطان بھی دخل انداز ہوتا ہے۔ حکیم ترمذی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خواب کے ساتھ ایک فرشتہ موکل کیا ہے، جو بنو آدم کے احوال کو لوح محفوظ میں دیکھتا ہے اور ہر حال کے موافق ایک مثال بنا لیتا ہے اور جب انسان سو جاتا ہے تو اس کو وہ مثالیں حکمت کے ساتھ دکھائی جاتی ہیں تاکہ وہ مثالیں اس کو خوش کرنے، ڈرانے یا اس پر عتاب کرنے کا سبب بن جائیں۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

تمام خوابوں کی دو قسمیں ہیں صادق اور کاذب، انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین یعنی صالحین کے خواب صادق ہوتے ہیں اور کبھی کبھی عام لوگوں کے خواب بھی صادق ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں بیداری میں اسی طرح واقع ہو جاتا ہے، اور اضغاث کی کئی اقسام ہیں: (اقسام) شیطان خواب دیکھنے والے کو غم میں مبتلاء کرتا ہے، مثلاً وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ اپنا سر کاٹ رہا ہے، یا وہ دیکھتا ہے کہ وہ کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلاء ہو گیا ہے اور اس کو کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ (ثانی) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ کوئی فرشتہ اس کو کسی حرام کام کے کرنے کا حکم دیتا ہے یا کسی محال عقلی کا حکم دیتا ہے (ثالث) بیداری میں وہ جس قسم کی باتیں کرتا ہے، یا جو تمنا کرتا ہے وہ خواب میں ان کاموں کو کرتا ہوا دیکھتا ہے اور اپنی تمناؤں کو پورا ہوتا ہوا دیکھتا ہے، اسی طرح وہ اپنے روزمرہ کے معمولات کو بھی خواب میں دیکھتا ہے اور مستقبل میں انجام پانے والے منصوبوں کو بھی خواب میں دیکھتا ہے اور کبھی کبھی ماضی کے واقعات کو بھی خواب میں دیکھتا ہے[1]

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

جو صورت خیال سے نکل کر حس مشترک میں مرتسم ہو جاتی ہے اس کو خواب کہتے ہیں، اگر انسان کی روح عالم ملکوت سے متصل ہو تو وہ خواب صادق ہوتا ہے، کیونکہ جب روح بدن کی مادی خواہشات سے فارغ ہوتی ہے تو پھر اس کی عالم ملکوت کے ساتھ مناسبت ہو جاتی ہے پھر خیال میں وہاں سے صورت منتقل ہوتی ہے اور حس مشترک میں آنے کے بعد اس صورت کا مشاہدہ ہو جاتا ہے پھر اگر روح کی عالم ملکوت کے ساتھ قوی مناسبت ہو تو اس خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی ورنہ اس کی تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔[2]

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

محدثین یہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح کے ساتھ ایک فرشتہ موکل ہے وہ فرشتہ خواب میں اس کو جو کچھ کہتا ہے وہ سچا خواب ہوتا ہے اور شیطان اور نفس کے وسوسوں سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ جھوٹا خواب ہوتا ہے۔[3]

خواب کی حقیقت کے بیان میں علامہ آلوسی نے فلاسفہ، بعض اکابر صوفیا اور متکلمین کی آراء بھی ذکر کی ہیں، لیکن وہ سب الجھی ہوئی اور پیچیدہ عبارات ہیں جن سے عارض مسئلہ کے گیسو سلجھتے کم ہیں اور الجھتے زیادہ ہیں، اس لیے ہم نے ان کے ترک کرنے کو زیادہ مناسب سمجھا خواب کی حقیقت کو عقلی اور نقلی طور پر سمجھنے کے لیے علامہ نووی اور علامہ عسقلانی کی عبارات میں کافی مواد ہے۔

باب ۸۰۵

۵۷۸۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ

ابو سلمہ کہتے ہیں خواب دیکھنے سے میری بخار کی سی کیفیت ہو جاتی تھی، البتہ میں چادر نہیں اوڑھتا تھا، حتیٰ کہ میری ابو قتادہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے اس واقعہ کا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴-۳۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی عنایۃ القاضی ج ۵ ص ۱۵۶، دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[3] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا أُعْرَى مِنْهَا غَيْرَ أَنِّي لَا أُزَمَّلُ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا قَتَادَةَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلُمًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ۔

ذکر کیا، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ رؤیا (اچھا خواب) اللہ کی طرف سے ہے، اور حُلم (بُرا خواب) شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کوئی شخص ناگوار خواب دیکھے تو وہ بائیں جانب تین بار تھوک دے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

۵۷۸۲ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ وَعَبْدِ رَبِّهِ وَيَحْيَى ابْنَيْ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِمْ قَوْلَ أَبِي سَلَمَةَ كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا أُعْرَى مِنْهَا غَيْرَ أَنِّي لَا أُزَمَّلُ۔

حضرت ابو قتادہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی اس حدیث میں ابو سلمہ کے اس قول کا ذکر نہیں ہے کہ خواب دیکھ کر مجھ پر بخار چڑھنے کی سی حالت ہو جاتی تھی البتہ میں چادر نہیں اوڑھتا تھا۔

۵۷۸۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا أُعْرَى مِنْهَا وَزَادَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ فَلْيَبْصُقْ عَلَى يَسَارِهِ حِينَ يَهُبُّ مِنْ نَوْمِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں، ان میں بخار کی سی حالت ہونے کا ذکر نہیں ہے، یونس کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: جب وہ نیند سے بیدار ہو تو اپنی بائیں جانب تین بار تھوکے۔

۵۷۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ ابْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللهِ وَالْحُلُمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ فَقَالَ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہے اور بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کوئی شخص ناگوار خواب دیکھے تو بائیں جانب تین بار تھوک دے اور اس خواب کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، پھر اس کو اس خواب سے ضرر نہیں ہوگا، ابو سلمہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات میں ایسے خواب دیکھتا جو مجھ پر پہاڑ سے بھی زیادہ بھاری ہوتے تھے، اس حدیث کو سننے کے بعد پھر مجھے

اِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا أَثْقَلَ عَلَيَّ مِنْ جَبَلٍ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَمَا أُبَالِيهَا۔

کسی بُرے خواب کی پروا نہیں رہی۔

۵۷۸۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ وَابْنِ نُمَيْرٍ قَوْلُ أَبِي سَلَمَةَ إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ وَزَادَ ابْنُ رُمْحٍ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيثِ وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ثقفی کی روایت میں ہے ابوسلمہ نے کہا میں خواب دیکھتا تھا، لیث اور ابن نمیر کی روایت میں ابوسلمہ کا یہ قول نہیں ہے، ابن رمح کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ جس کروٹ پر لیٹا ہوا ہے اس سے پھر جائے۔

۵۷۸۶۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ وَالرُّؤْيَا السُّوءُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَمَنْ رَأَى رُؤْيَا فَكَرِهَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ لَا تَضُرُّهُ وَلَا يُخْبِرْ بِهَا أَحَدًا فَإِنْ رَأَى رُؤْيَا حَسَنَةً فَلْيُبْشِرْ وَلَا يُخْبِرْ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ۔

حضرت ابوقتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور بُرا خواب شیطان کی جانب سے ہے پس جس شخص نے کوئی خواب دیکھا اور اس میں سے کوئی چیز اس کو بُری لگی اس کو چاہیے کہ تین بار اپنی بائیں جانب تھوکے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے، تو پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا، اور وہ خواب کسی کو بیان نہ کرے اور اگر اچھا خواب دیکھے تو اس کو بیان کرے اور صرف اس سے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہو۔

۵۷۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ إِنْ كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا تُمْرِضُنِي قَالَ فَلَقِيتُ أَبَا قَتَادَةَ فَقَالَ وَأَنَا كُنْتُ لَأَرَى الرُّؤْيَا فَتُمْرِضُنِي حَتَّى سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللهِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ وَإِنْ رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَتْفُلْ

ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ بعض اوقات میں ایسا خواب دیکھتا تھا کہ میں اس سے بیمار پڑ جاتا تھا حتیٰ کہ میری حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا کہ میں بھی بعض اوقات خواب دیکھ کر بیمار پڑ جاتا تھا حتیٰ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا اچھا خواب اللہ کی جانب سے ہوتا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ خواب صرف اس شخص سے بیان کرے جو اس سے محبت کرتا ہو اور اگر کوئی ناگوار خواب دیکھے تو اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دے اور تین بار شیطان اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے اور وہ خواب کسی سے بیان نہ کرے، پھر وہ خواب اس کو ضرر نہیں دے گا۔

عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ وَشَرِّهَا وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهٗ۔

۵۷۸۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِيْ كَانَ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین بار اپنی بائیں جانب تھوک دے اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور کروٹ بدل لے۔

۵۷۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ اَيُّوْبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ تَكْذِبُ وَاَصْدَقُكُمْ رُؤْيَا اَصْدَقُكُمْ حَدِيْثًا وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ وَالرُّؤْيَا ثَلَاثَةٌ فَرُؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرٰى مِنَ اللّٰهِ وَرُؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَانِ وَرُؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ الْمَرْءُ نَفْسَهٗ فَاِنْ رَاٰى اَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ قَالَ وَاُحِبُّ الْقَيْدَ وَاَكْرَهُ الْغُلَّ وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ فَلَا اَدْرِيْ هُوَ فِي الْحَدِيْثِ اَمْ قَالَهُ ابْنُ سِيْرِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہو جائے گا تو کسی مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا، جو شخص زیادہ سچا ہوگا اس کا خواب بھی زیادہ سچا ہوگا مسلمان کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے پینتالیسواں حصہ ہے۔ خواب کی تین قسمیں ہیں، ایک صالح خواب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے، دوسرا غمگین کرنے والا خواب ہے، جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، تیسرا وہ خواب ہے جو انسان کے خیالات اور خواہشات کا عکس ہوتا ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور لوگوں کو وہ خواب بیان نہ کرے، آپ نے فرمایا میں خواب میں بیڑیاں دیکھنا پسند کرتا ہوں اور طوق دیکھنا ناپسند کرتا ہوں، بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ کلام حدیث کا حصہ ہے یا امام ابن سیرین کا قول ہے۔

۵۷۹۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ مجھے (خواب میں) بیڑیاں اچھی لگتی ہیں اور میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں، بیڑیوں سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم

فَيُعْجِبُنِي الْقَيْدُ وَكَرِهْتُ الْغُلَّ وَالْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ وَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ -

نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں جزء ہے۔

۵۷۹۱ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ وَهِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب زمانہ (قیامت کے) قریب ہو جائے گا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے۔

۵۷۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا مُعَاذُ ابْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَدْرَجَ فِي الْحَدِيْثِ قَوْلَهُ وَكَرِهْتُ الْغُلَّ اِلٰى تَمَامِ الْكَلَامِ وَلَمْ يَذْكُرِ الرُّؤْيَا جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ -

حضرت ابوہریرہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، اس حدیث میں انھوں نے اپنے اس قول کو درج کیا کہ میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۵۷۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ح وَ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ -

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۵۷۹۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۵۷۹۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

۵۷۹۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ يَرَاهَا أَوْ تُرَى لَهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا خواب خواہ وہ خود دیکھے یا اس کے متعلق کوئی اور دیکھے، اور ابن مسہر کی روایت میں ہے صالح خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

۵۷۹۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُؤْيَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد صالح کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

۵۷۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَلِيٌّ (يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ) ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَرْبٌ (يَعْنِي ابْنَ شَدَّادٍ) كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۵۷۹۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۵۸۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا خواب نبوت کے

جَمِيعًا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔

ستر اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

۵۸۰۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۸۰۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ أَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ) كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔

نافع کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے حضرت ابن عمر نے نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جزء کہا تھا۔

۵۸۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا أَيُّوبُ وَهِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

۵۸۰۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَسَيَرَانِي فِي الْيَقَظَةِ أَوْ لَكَأَنَّمَا رَآنِي فِي الْيَقَظَةِ لَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِي وَقَالَ فَقَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا یا فرمایا گویا اس نے مجھ کو بیداری میں دیکھا، شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا، حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

۵۸۰۵۔ وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنَا عَمِّي فَذَكَرَ الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا بِإِسْنَادَيْهِمَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی۔

سَوَآءً مِثْلَ حَدِيْثِ يُوْنُسَ ۔

۵۸۰۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِيْ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِلشَّيْطَانِ اَنْ يَّتَمَثَّلَ فِيْ صُوْرَتِيْ وَقَالَ اِذَا حَلَمَ اَحَدُكُمْ فَلَا يُخْبِرْ اَحَدًا بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِهٖ فِي الْمَنَامِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا، اور جب تم میں سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے تو وہ اپنے ساتھ شیطان کے کھیلنے کی کسی کو خبر نہ دے۔

۵۸۰۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّآءُ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَنْبَغِيْ لِلشَّيْطَانِ اَنْ يَّتَشَبَّهَ بِيْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھے نیند میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ میری صورت میں آ سکے۔

۵۸۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لِاَعْرَابِيٍّ جَآءَهٗ فَقَالَ اِنِّيْ حَلَمْتُ اَنَّ رَاْسِيْ قُطِعَ فَاَنَا اَتَّبِعُهٗ فَزَجَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَا تُخْبِرْ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِكَ فِي الْمَنَامِ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آکر کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر کٹ گیا ہے اور میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈانٹا اور فرمایا شیطان خواب میں تمہارے ساتھ جو چھیڑ خانی کرتا ہے وہ کسی کو نہ بتلایا کرو۔

۵۸۰۹ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَاْسِيْ ضُرِبَ فَتَدَحْرَجَ فَاشْتَدَدْتُ عَلٰى اَثَرِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْاَعْرَابِيِّ لَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِكَ فِيْ مَنَامِكَ وَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹا گیا وہ لڑھکتا ہوا جا رہا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا: خواب میں شیطان تمہارے ساتھ جو چھیڑ خانی کرے وہ کسی کو نہ بتایا کرو۔ حضرت جابر کہتے ہیں اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا: خواب میں شیطان تمہارے ساتھ جو چھیڑ خانی کرے

بَعْدُ يَخْطُبُ فَقَالَ لَا يُحَدِّثَنَّ اَحَدُكُمْ بِتَلَعُّبِ الشَّيْطَانِ بِهٖ فِيْ مَنَامِهٖ۔

اس کا کسی سے تذکرہ مت کرو۔

۵۸۱۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَاَنَّ رَاْسِيْ قُطِعَ قَالَ فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِذَا لَعِبَ الشَّيْطَانُ بِاَحَدِكُمْ فِيْ مَنَامِهٖ فَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ اِذَا لُعِبَ بِاَحَدِكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الشَّيْطَانَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا سر کاٹ دیا گیا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے، آپ نے فرمایا جب خواب میں تم میں سے کسی کے ساتھ شیطان چھیڑ خانی کرے تو وہ لوگوں کو نہ بتایا کرو، ابوبکر کی روایت میں ہے: جب تم میں سے کسی کے ساتھ چھیڑ خانی کی جائے، انھوں نے شیطان کا ذکر نہیں کیا۔

۵۸۱۱۔ حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ اَخْبَرَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَوْ اَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ اَخْبَرَهٗ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَجُلًا اَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَرَى اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ فَاَرَى النَّاسَ يَتَكَفَّفُوْنَ مِنْهَا بِاَيْدِيْهِمْ فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ وَاَرَى سَبَبًا وَاصِلًا مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَاَرَاكَ اَخَذْتَ بِهٖ فَعَلَوْتَ ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَعَلَا ثُمَّ اَخَذَ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَانْقَطَعَ بِهٖ ثُمَّ وُصِلَ لَهٗ فَعَلَا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک ابر کے ٹکڑے سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے، میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے چلو میں اس کو لے رہے ہیں، بعض لوگ زیادہ چلو بھر رہے اور بعض کم، اور میں نے دیکھا کہ آسمان سے زمین کی طرف ایک رسی لٹکی ہوئی ہے، میں نے دیکھا کہ آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے، پھر آپ کے بعد ایک شخص نے اسی رسی کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا، پھر ایک اور شخص اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا، پھر ایک تیسرے شخص نے رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی، پھر جڑ گئی اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا، حضرت ابوبکر نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ پر میرا باپ قربان ہو، بہ خدا آپ مجھے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے دیجیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو تم اس کی تعبیر بیان کرو، حضرت ابوبکر نے کہا اس ابر کے ٹکڑے سے مراد اسلام ہے اور اس سے جو گھی اور شہد ٹپک رہا تھا سو وہ قرآن مجید اور اس کی نرمی اور حلاوت ہے، اور جو لوگ اس سے زیادہ یا کم چلو بھر رہے

لَتَدَعَنِّيْ فَلَأُعَبِّرَنَّهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْبُرْهَا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا الَّذِيْ يَنْطُفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ فَالْقُرْاٰنُ حَلَاوَتُهٗ وَلِيْنُهٗ وَاَمَّا مَا يَتَكَفَّفُ النَّاسُ مِنْ ذٰلِكَ فَالْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْمُسْتَقِلُّ وَاَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ فَالْحَقُّ الَّذِيْ اَنْتَ عَلَيْهِ تَأْخُذُ بِهٖ فَيُعْلِيْكَ اللّٰهُ بِهٖ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ مِنْ بَعْدِكَ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَعْلُوْ بِهٖ ثُمَّ يَأْخُذُ بِهٖ رَجُلٌ اٰخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهٖ ثُمَّ يُوْصَلُ لَهٗ فَيَعْلُوْ بِهٖ فَاَخْبِرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ اَصَبْتُ اَمْ اَخْطَأْتُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْتَ بَعْضًا وَاَخْطَأْتَ بَعْضًا قَالَ فَوَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَتُحَدِّثَنِّيْ مَا الَّذِيْ اَخْطَأْتُ قَالَ لَا تُقْسِمْ۔

۵۸۱۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْصَرَفَهٗ مِنْ اُحُدٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطُفُ السَّمْنَ وَالْعَسَلَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ يُوْنُسَ۔

۵۸۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَوْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَانَ مَعْمَرٌ اَحْيَانًا يَقُوْلُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَاَحْيَانًا يَقُوْلُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ اَرَى اللَّيْلَةَ ظُلَّةً بِمَعْنٰى حَدِيْثِهِمْ۔

تھے تو وہ قرآن مجید کو یاد کرنے والے ہیں (کوئی زیادہ اور کوئی کم) اور وہ رسی جو آسمان سے زمین کی طرف لٹک رہی تھی، تو وہ دین برحق ہے جس پر آپ قائم ہیں، آپ اس پر عمل کرتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ آپ کو اپنے پاس بلا لے گا، پھر آپ کے بعد ایک اور ایک شخص اس دین پر عمل کرے گا، پھر اللہ اس کو بھی اپنے پاس بلا لے گا، پھر ایک اور شخص اس دین پر عمل کر کے بلندی پر چڑھے گا، پھر ایک تیسرا شخص اس دین پر عمل کرے گا تو اس میں کچھ خلل ہو گا، پھر وہ خلل دور ہو جائے گا اور وہ بھی بلندی پر چلا جائے گا، یا رسول اللہ! آپ پر میرے باپ قربان ہوں، آپ مجھے یہ بتلائیے کہ میں نے یہ تعبیر صحیح بیان کی ہے یا اس میں کچھ غلطی کی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے کچھ تعبیر ٹھیک بیان کی ہے اور کچھ میں خطاء کی ہے، حضرت ابوبکر نے کہا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ مجھے بتلائیے کہ میں نے کیا خطاء کی ہے، آپ نے فرمایا قسم مت دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ اُحد سے واپس لوٹ رہے تھے تو آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں نے آج رات خواب میں ایک بادل دیکھا ہے جس سے شہد اور گھی ٹپک رہا تھا، اس کے بعد یونس کی روایت کی مثل ہے۔

معمر کبھی حضرت ابوہریرہ کا نام لیتے اور کبھی حضرت ابن عباس کا، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کیا: کہ میں نے آج رات ایک بادل دیکھا۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۵۸۱۴- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ وَهُوَ ابْنُ كَثِيرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِمَّا يَقُوْلُ لِاَصْحَابِهٖ مَنْ رَّاٰى مِنْكُمْ رُؤْيَا فَلْيَقُصَّهَا اَعْبُرْهَا لَهٗ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُ ظُلَّةً بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے جس شخص نے خواب دیکھا ہو وہ اس کو بیان کرے میں اس کی تعبیر بتاؤں گا، پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۵۸۱۵- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّا فِي دَارِ عُقْبَةَ بْنِ رَافِعٍ فَاُتِينَا بِرُطَبٍ مِنْ رُطَبِ ابْنِ طَابٍ فَاَوَّلْتُ الرِّفْعَةَ لَنَا فِي الدُّنْيَا وَالْعَاقِبَةَ فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ دِيْنَنَا قَدْ طَابَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک رات کو خواب میں یہ دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن رافع کے مکان میں ہیں، ہمارے پاس تازہ کھجوریں لائی گئیں، جن کو ابن طاب کہتے ہیں، میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ ہم کو دنیا میں بلندی حاصل ہوگی، اور ہماری عاقبت محمود ہوگی اور ہمارا دین بہت عمدہ ہے۔

۵۸۱۶- وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ اَخْبَرَنِي اَبِي حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِي فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَذَبَنِي رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيلَ لِي كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، اس وقت دو آدمیوں نے مجھے کھینچا ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے مسواک چھوٹے کو دی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو مسواک دو، پھر میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔

۵۸۱۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِي بُرْدَةَ جَدِّهٖ عَنْ اَبِي مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُ فِي الْمَنَامِ اَنِّي اُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى اَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهْلِي اِلٰى اَنَّهَا الْيَمَامَةُ اَوْ هَجَرُ فَاِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ وَرَاَيْتُ فِي رُؤْيَايَ هٰذِهٖ اَنِّي هَزَزْتُ سَيْفًا فَانْقَطَعَ صَدْرُهٗ فَاِذَا هُوَ مَا اُصِيبَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا میں مکہ سے ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جس میں بکثرت کھجور کے درخت ہیں، مجھے یہ گمان ہوا کہ شاید یہ جگہ یمامہ یا ہجر ہے لیکن وہ مدینہ نکلا جس کو یثرب کہتے ہیں، میں نے اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو وہ اوپر سے ٹوٹ گئی، اس کی تعبیر وہ تھی جو یوم احد کو مسلمانوں پر مصیبت نازل ہوئی، میں نے پھر دوبارہ تلوار چلائی تو وہ پہلے سے زیادہ ثابت اور سالم تھی، اس کی تعبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں

أُحُدٍ ثُمَّ هَزَزْتُهُ أُخْرَى فَعَادَ أَحْسَنَ مَا كَانَ فَإِذَا هُوَ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ مِنَ الْفَتْحِ وَاجْتِمَاعِ الْمُؤْمِنِينَ وَرَأَيْتُ فِيهَا أَيْضًا بَقَرًا وَاللهُ خَيْرٌ فَإِذَا هُمُ النَّفَرُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ أُحُدٍ وَإِذَا الْخَيْرُ مَا جَاءَ اللهُ بِهِ مِنَ الْخَيْرِ بَعْدُ وَثَوَابُ الصِّدْقِ الَّذِي آتَانَا اللهُ بَعْدَ يَوْمِ بَدْرٍ۔

کو فتح عظیم (یعنی فتح مکہ) اور مسلمانوں کی جمعیت عطا فرمائی، میں نے اس خواب میں گائے کو دیکھا اور اللہ سب سے بہتر ہے، اس کی تعبیر جنگ احد میں مسلمانوں کا شہید ہونا تھا، اور خیر سے مراد وہ خیر تھی جو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد عطا فرمائی، اور اس سچائی کا ثواب جو اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے بعد عطا فرمایا۔

۵۸۱۸۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ مُسَيْلِمَةُ الْكَذَّابُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَجَعَلَ يَقُولُ إِنْ جَعَلَ لِي مُحَمَّدٌ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ تَبِعْتُهُ فَقَدِمَهَا فِي بَشَرٍ كَثِيرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَفِي يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِطْعَةُ جَرِيدَةٍ حَتَّى وَقَفَ عَلَى مُسَيْلِمَةَ فِي أَصْحَابِهِ فَقَالَ لَوْ سَأَلْتَنِي هَذِهِ الْقِطْعَةَ مَا أَعْطَيْتُكَهَا وَلَنْ أَتَعَدَّى أَمْرَ اللهِ فِيكَ وَلَئِنْ أَدْبَرْتَ لَيَعْقِرَنَّكَ اللهُ وَإِنِّي لَأُرَاكَ الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ مَا أُرِيتُ وَهَذَا ثَابِتٌ يُجِيبُكَ عَنِّي ثُمَّ انْصَرَفَ عَنْهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُ عَنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ أَرَى الَّذِي أُرِيتُ فِيكَ مَا أُرِيتُ فَأَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ فَأَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا فَأُوحِيَ إِلَيَّ فِي الْمَنَامِ إِنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِي فَكَانَ أَحَدُهُمَا الْعَنْسِيَّ صَاحِبَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب مدینہ منورہ میں آیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بعد خلافت مجھے سونپ دیں تو میں ان کی پیروی کروں گا، وہ اپنی قوم کے بہت سارے لوگوں کے ساتھ آیا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس بھی تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں شاخ کا ایک ٹکڑا تھا، آپ اگر مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے پاس ٹھیر گئے، آپ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے کھجوری کا یہ ٹکڑا بھی مانگے تو میں تجھ کو نہیں دوں گا اور میں تیرے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہرگز تجاوز نہیں کروں گا، اور اگر تو نے (میری اطاعت سے) منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ تجھے قتل کر دے گا، اور میں تجھے وہی سمجھتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے اور یہاں یہ ثابت موجود ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے، پھر آپ واپس تشریف لے گئے، حضرت ابن عباس نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب معلوم کیا کہ میں تجھے وہی گمان کرتا ہوں جو مجھے خواب میں دکھائی دیا گیا ہے، تب مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا میں نے خواب میں اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے، مجھے وہ بڑے معلوم ہوئے، خواب ہی میں مجھ پر وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں سو میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ

صَنْعَآءَ وَ الْاٰخَرُ مُسَيْلِمَةَ صَاحِبَ الْيَمَامَةِ۔

میرے بعد دو جھوٹے شخصوں کا ظہور ہوگا ایک ان میں سے صنعاء کا رہنے والا عنسی ہے دوسرا یمامہ کا رہنے والا مسیلمہ ہے۔

۵۸۱۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِيْتُ خَزَآئِنَ الْاَرْضِ فَوُضِعَ فِيْ يَدَيَّ اُسْوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ فَكَبُرَا عَلَيَّ وَاَهَمَّانِيْ فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنِ انْفُخْهُمَا فَنَفَخْتُهُمَا فَذَهَبَا فَاَوَّلْتُهُمَا الْكَذَّابَيْنِ اللَّذَيْنِ اَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَآءَ وَصَاحِبَ الْيَمَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھے بہت بھاری لگے اور میں ان سے متفکر ہوا، پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اڑا دوں میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے، میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں دو کذابوں کے درمیان ہوں ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ۔

۵۸۲۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ اَبِيْ رَجَآءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى الصُّبْحَ اَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ هَلْ رَاٰى اَحَدٌ مِّنْكُمُ الْبَارِحَةَ رُؤْيَا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تم میں سے کسی نے گذشتہ شب کوئی خواب دیکھا ہے؟

برے خواب کے احکام

حدیث نمبر ۵۸۱۷ میں ہے "رؤیا اللہ کی طرف سے ہے اور حلم شیطان کی جانب سے ہے:"

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

لغت میں رؤیا اور حلم مطلقاً خواب کے معنی میں ہے، لیکن عرف میں رؤیا کا اطلاق اچھے خواب پر ہوتا ہے اور حلم کا اطلاق برے خواب پر ہوتا ہے۔

نیز اس حدیث میں ہے: "جب تم میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے تو وہ تین بار بائیں جانب تھوک دے"

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بائیں جانب تین بار تھوکنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ شیطان بھاگ جائے، کیونکہ ناگوار خواب شیطان کے آثار میں سے ہے، نیز تھوکنے میں اس خواب کی کراہیت کا اظہار ہے، جیسا کہ بعض اوقات گھناؤنی اور مکروہ چیز پر تھوک دیا جاتا ہے، اور بائیں جانب کی تعیین اس لیے ہے کہ وہ شر اور شیطان کا محل ہے۔

جیسا کہ دائیں جانب خیر اور برکت کا محل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بائیں جانب تھوکنے کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کے بھاگنے کا سبب بنا دیا ہو۔

حدیث نمبر ۵۸۲ میں ہے: برا خواب دیکھنے کے بعد کروٹ بدل لے، کروٹ بدلنا ظاہر حال کو بدلنا ہے گویا بندہ یہ عرض کرتا ہے کہ میں اپنے ظاہر حال میں جو تبدیلی کر سکتا ہوں وہ تبدیلی میں نے کر لی ہے اور جن حالات کو بدلنا میرے بس اور اختیار میں نہیں ہے ان کو اے اللہ! تو بدل دے۔ [1]

حدیث نمبر ۵۸۳ میں ہے: "برا خواب کسی کو بیان نہ کرے"

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جس شخص کو وہ برا خواب بیان کرے گا، ہو سکتا ہے کہ وہ خواب کی ظاہری صورت کے اعتبار سے اس کی کوئی مکروہ اور ناگوار تعبیر بیان کرے اور وہ تعبیر بھی محتمل ہو اور تقضاءً وہی تعبیر واقع ہو جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خواب کی ظاہری صورت مکروہ ہوتی ہے اور اس کی تعبیر محبوب ہوتی ہے اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ [2]

سچے خوابوں کے مراتب اور درجات

حدیث نمبر ۵۸۶ میں ہے: "جو شخص زیادہ سچا ہوگا اس کا خواب بھی زیادہ سچا ہوگا۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

مہلب نے کہا ہے کہ خواب دیکھنے کے سلسلے میں لوگوں کے تین درجات ہیں: پہلا درجہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، ان کے تمام خواب صادق ہوتے ہیں، البتہ بعض خوابوں میں وضاحت کی ضرورت ہوتی ہے، دوسرا درجہ صالحین کا ہے، ان کے خواب زیادہ تر صادق ہوتے ہیں اور ان کے بعض خوابوں کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، تیسرا درجہ عام لوگوں کا ہے، ان کے خواب صادق بھی ہوتے ہیں اور اضغاث احلام (پریشان کن خواب، یا خواب میں اپنے خیالات اور تمناؤں کی تصویریں دیکھنا) بھی ہوتے ہیں، ان کی بھی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم مستورین کی ہے ان کے خوابوں میں صادق اور اضغاث احلام دونوں برابر ہوتے ہیں، دوسری قسم فساق کی ہے ان کے خواب زیادہ تر اضغاث احلام ہوتے ہیں اور صادق کم ہوتے ہیں، تیسری قسم کفار کی ہے ان کے خواب بہت کم صادق ہوتے ہیں جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کے ساتھیوں کے خواب تھے، یا مصر کے بادشاہ کا خواب تھا، جس طرح کافر بہت کم صادق ہوتے ہیں، اسی طرح ان کے خوابوں کا صادق ہونا بھی نادر الوقوع ہے۔ [3]

خواب کے اجزاء نبوت سے ہونے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۵۸۷ میں ہے: "مومن کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے چھیالیسواں ۴۶/۱ جزء ہے۔"

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۷۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ

اکثر احادیث میں چھیالیسویں (۱/۴۶) جزء کا ذکر ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے پینتالیسویں جزء (۱/۴۵) کی روایت ہے، اور حضرت ابن عمر سے ستروین (۱/۷۰) جزء کی روایت ہے، امام طبرانی نے ایک سند سے چھہترویں (۱/۷۶) جزء کی روایت کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے، ابن عبدالبر نے حضرت انس سے چھبیسویں جزء (۱/۲۶) کی روایت کی ہے، امام احمد اور امام ابویعلیٰ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے پچاسویں جزء (۱/۵۰) کی روایت کی ہے، امام ترمذی اور طبری نے حضرت ابوذر عن العقیلی سے چالیسویں حصہ (۱/۴۰) کی روایت کی ہے، امام طبری نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبادہ سے چوالیسویں حصہ (۱/۴۴) کی بھی روایت ہے، امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے انچاسویں حصہ (۱/۴۹) کی روایت کی ہے، قرطبی نے مفہم میں سینتالیسویں حصہ (۱/۴۷) کا ذکر کیا ہے، اس طرح نبوت کے جزء کے بیان میں دس اعداد کا ذکر ہوگیا ہے اور بعض شروح میں حضرت عبادہ کی روایت میں ۴۲/۱ کا، حضرت ابن عمر کی روایت میں ۴۶/۱ کا، ایک قول ۴۸/۱، ۴۳/۱، ۴۱/۱ اور ۴۵/۱ کا ہے اس طرح عدد کے بیان میں سولہ اقوال ہوگئے۔

بعض علماء نے ان اعداد کے اختلاف کی یہ توجیہ کی ہے کہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عدد بیان کیا اس وقت اتنی ہی نسبت تھی اور جوں جوں نبوت کا زمانہ زیادہ ہوتا ہوگیا عدد کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا گیا مثلاً جب نبوت کے تیرہ سال پورے ہوگئے تو سچے خواب، نبوت کا چھبیسواں حصہ قرار پائے (کیونکہ ابتداء نبوت میں چھ ماہ سچے خوابوں کا دور تھا) اور جب نبوت کے بیس سال پورے ہوگئے تو سچے خواب نبوت کا چوالیسواں حصہ قرار پائے اور جب نبوت کے بائیس سال پورے ہوگئے تو سچے خواب چوالیسواں حصہ قرار پائے، پھر پینتالیسواں حصہ اور رسالت مآب کی حیات ظاہری کے آخر میں چھیالیسواں حصہ پورا ہوا، اس کے علاوہ جو چالیس سے زائد کی روایات ہیں وہ ضعیف ہیں، جس روایت میں پچاس کا ذکر ہے اس میں چالیس کے بعد کسر کا اعتبار نہیں کیا گیا اور ستر کی روایت مبالغہ پر محمول ہے اس کے علاوہ جو روایات ہیں وہ ثابت نہیں ہیں، واللہ اعلم۔ [1]

اس کی تحقیق کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں جزء ہے اس کی توجیہ میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تئیس سال وحی آئی، تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ میں، اور اس سے چھ ماہ پہلے آپ کو خواب دکھائے گئے اور جب نصف سال کی نسبت تئیس سالوں کی طرف کی جائے تو وہ چھیالیسواں حصہ ہوجائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کو مختلف طریقوں سے علم عطا کیا گیا اور حصول علم کے طریقوں میں سے ایک طریقہ سچے خواب دکھانا ہے اور باقی طریقوں کے مقابلہ میں خواب چھیالیسواں حصہ ہے، یعنی آپ کو چھیالیس طریقوں سے علم عطا کیا گیا جن میں سے ایک طریقہ سچے خواب دکھانا تھا اور یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ باقی پینتالیس طریقے بھی علماء کو معلوم ہوجائیں، کیونکہ علماء کے لیے ہر چیز کا اجمالی یا تفصیلی علم لازم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے علماء کے علم کے لیے ایک حد مقرر کی ہے سو بعض چیزوں کا انھیں بالکل علم نہیں ہوتا اور بعض چیزوں کا صرف اجمالی علم ہوتا ہے، اور تفصیلی علم نہیں ہوتا۔

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری، ج ۲۴، ص ۱۳۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ایک قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر متعدد طریقوں سے وحی نازل ہوتی، .... کبھی آپ بلا واسطہ اللہ کا کلام سنتے، بعض مرتبہ پردے کی اوٹ سے اللہ کا کلام سنتے، کبھی فرشتہ کے واسطے سے سنتے، کبھی آپ کے قلب میں کسی معنی کا القاء کر دیا جاتا، کبھی آپ کے پاس فرشتہ اپنی اصل صورت میں آتا، کبھی وہ کسی معروف آدمی کی شکل میں آتا، کبھی اجنبی شخص کی شکل میں آتا، کبھی جبرائیل، کبھی اسرافیل اور کبھی کوئی اور فرشتہ آتا، کبھی گھنٹی کی آواز کی شکل میں وحی آتی اور کبھی آپ کو خواب دکھایا جاتا، غرض نزول وحی کے متعدد طریقے تھے اور خواب دکھایا جانا ان میں سے چھیالیسواں طریقہ تھا، یعنی نزولِ وحی کے پینتالیس دیگر طریقے تھے اور ایک طریقہ سچے خواب دکھانے کا تھا۔

قاضی عیاض نے یہ کہا ہے کہ ان چھیالیس اجزاء سے نبوت کی چھیالیس صفات مراد ہیں اور سچا خواب دیکھنا ان صفات میں سے ایک صفت ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے میانہ روی، آہستگی اور اطمینان سے کام کرنا اور اچھا راستہ اختیار کرنا نبوت کے پچیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ حلیمی نے بیان کیا ہے کہ نبوت کے چھیالیس اجزاء سے مراد نبوت کے چھیالیس خصائص ہیں اور سچا خواب ان خصائص میں سے ایک خصوصیت ہے پھر علامہ حلیمی نے ان چھیالیس خصائص کی حسب ذیل تفصیل بیان کی ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ کلام کرنا۔
(۲) الہام بلا کلام، یعنی حواس اور استدلال کے واسطہ کے بغیر اپنے دل میں کسی چیز کے علم کا حصول۔
(۳) فرشتہ کو دیکھ کر اور اس سے ہم کلام ہو کر وحی کا حصول۔
(۴) فرشتہ کا آپ کے دل میں وحی القاء کرنا۔
(۵) عقل کا کامل ہونا، حتیٰ کہ اس کو کوئی عارضہ لاحق نہ ہو۔
(۶) قوت حفظ کا کمال حتیٰ کہ ایک طویل سورت کو سنتے ہی یاد کر لینا بایں طور کہ اس کا کوئی حرف بھولنے نہ پائے۔
(۷) اجتہادی خطاء سے محفوظ ہونا۔
(۸) عقل و فہم کی غیر معمولی ذکاوت جس کی وجہ سے انہیں استنباط مسائل کی مہارت ہوتی ہے۔
(۹) غیر معمولی قوت بصارت جس کی وجہ سے زمین کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر دوسرے کونے کی اشیاء دیکھ لیتے ہیں۔
(۱۰) غیر معمولی قوت سامعہ جس کی وجہ سے وہ دور دراز کی ان آوازوں کو سن لیتے ہیں جن کو دوسرے نہیں سن سکتے۔
(۱۱) غیر معمولی قوت شامہ جیسے حضرت یعقوب نے مسافت بعیدہ سے حضرت یوسف کی خوشبو سونگھ لی۔
(۱۲) غیر معمولی جسمانی قوت حتیٰ کہ وہ ایک رات میں تیس راتوں کی مسافت طے کر لیتے ہیں۔
(۱۳) آسمانوں کی طرف عروج کرنا۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۷۵-۷۳ (ملخصاً) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۴۔ گھنٹی کی آواز کی طرح وحی کا نزول۔
۱۵۔ بکریوں کا آپ سے بات کرنا۔
۱۶۔ درختوں کا آپ سے بات کرنا۔
۱۷۔ ستون کا آپ سے بات کرنا۔
۱۸۔ پتھروں کا آپ سے بات کرنا۔
۱۹۔ بھیڑیے کا آپ سے بات کرنا۔
۲۰۔ اونٹ کا آپ سے بات کرنا۔
۲۱۔ متکلم کو دیکھے بغیر اس کا کلام سننا۔
۲۲۔ جنات کا مشاہدہ کرنا۔
۲۳۔ اشیاء مغیبہ کو آپ کے لیے متمثل کرنا جیسا کہ معراج کے موقع پر بیت المقدس کی مثال آپ کے سامنے حاضر کی گئی۔
۲۴۔ کسی حادثہ کے اسرار کو جان لینا جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ نے اونٹنی کے بیٹھنے کی وجہ جان لی۔
۲۵۔ کسی کے نام سے کسی چیز پر استدلال کرنا، کیونکہ جب سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ نے تمہارے لیے معاملہ سہل کر دیا۔
۲۶۔ کسی آسمانی چیز کو دیکھ کر زمین کے وقوعہ پر استدلال کرنا، جیسا کہ آپ نے فرمایا یہ بادل بنو کعب کی مدد کے لیے برس رہا ہے۔
۲۷۔ پس پشت دیکھنا۔
۲۸۔ مرنے والے کے متعلق کسی چیز کی خبر دینا، جیسا کہ آپ نے فرمایا حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں وہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے۔
۲۹۔ کسی چیز سے مستقبل کی فتح پر استدلال کرنا جیسا کہ یوم خندق میں ہوا۔
۳۰۔ دنیا میں جنت اور دوزخ کو دیکھنا۔
۳۱۔ فراست۔
۳۲۔ درخت کا آپ کی اطاعت کرنا حتیٰ کہ آپ کے حکم سے ایک درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا ایک جگہ سے دوسری جگہ آیا اور پھر واپس چلا گیا۔
۳۳۔ ہرن کا آپ سے شکایت کرنا۔
۳۴۔ خواب کی ایسی صحیح تعبیر بیان کرنا جس میں خطاء کا احتمال نہ ہو۔
۳۵۔ اندازے سے بتا دینا کہ اس درخت پر اتنے وسق کھجوریں ہونگی۔
۳۶۔ احکام کی ہدایت دینا۔
۳۷۔ دین اور دنیا کی سیاست کی ہدایت دینا۔

۳۸۔ عالم کی ہیئت اور ترکیب کی ہدایت دینا۔
۳۹۔ طبی اعتبار سے اصلاح بدن کی ہدایت دینا۔
۴۰۔ عبادت کے طریقوں کی ہدایت دینا۔
۴۱۔ مفید صنعتوں کی ہدایت دینا۔
۴۲۔ ما سیکون (مستقبل کے واقعات) پر مطلع ہونا۔
۴۳۔ ما کان (گذشتہ زمانہ کے ان واقعات) کی خبر دینا جن پر مطلع ہونے کا کوئی معروف ذریعہ نہ تھا۔
۴۴۔ لوگوں کے دلوں کی باتوں اور پوشیدہ امور پر مطلع ہونا۔
۴۵۔ استدلال کے طریقوں کی تعلیم دینا۔
۴۶ حسن معاشرت کے طریقوں پر مطلع ہونا۔ [1]

خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مختلف صفات اور مختلف صورتوں میں دیکھنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۸۰۰ میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ امام بخاری نے حدیث کے اس آخری جزء کے بعد یہ لکھا ہے کہ ابن سیرین نے کہا جب کوئی شخص آپ کو آپ کی صورت میں دیکھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سیرین کے سامنے جب کوئی شخص یہ بیان کرتا کہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے تو اس سے کہتے کہ مجھے آپ کی صفات بیان کرو۔ اگر وہ شخص آپ کی کوئی ایسی صفت بیان کرتا جو ان کے علم میں نہ ہوتی تو کہتے کہ تم نے حضور کو نہیں دیکھا، اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کی تائید میں حاکم کی یہ روایت ہے: کلیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، انھوں نے کہا آپ کی صفت بیان کرو، میں نے کہا کہ آپ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے مشابہ تھے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے حضور کو دیکھا ہے، اس حدیث کی سند جید ہے، البتہ اس کے معارض ابن ابی عاصم کی یہ روایت ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھ ہی کو دیکھا ہے کیونکہ میں ہر صورت میں نظر آتا ہوں، اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح ہے وہ ضعیف ہے، لیکن ان حدیثوں میں تطبیق بھی ممکن ہے کیونکہ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی صفت معروفہ میں دیکھنا آپ کی ذات کریمہ کا حقیقی ادراک ہے اور آپ کو آپ کی صفات معروفہ کے بغیر دیکھنے میں آپ کی مثل کا ادراک ہے، کیونکہ صحیح بات یہ ہے کہ زمین میں مدفون ہونے سے انبیاء علیہم السلام کے اجساد مبارکہ میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، اور آپ کی ذات کریمہ کا ادراک آپ کی حقیقت کا ادراک ہے اور آپ کی صفات کا ادراک آپ کی مثل کا ادراک

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۶۷۔۳۶۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ آپ کے اس ارشاد "اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے یا اس نے حق دیکھا ہے" کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے جس نے آپ کو آپ کی حیات مبارکہ کی صورت پر دیکھا اس کا دیکھنا مبنی برحق ہے اور جس نے آپ کو اس صورت کے بغیر دیکھا اس کا دیکھنا مبنی بر تاویل ہے، پھر علامہ نووی نے اس کو مسترد کر دیا اور کہا کہ یہ قول ضعیف ہے اور صحیح یہ ہے کہ خواہ آپ کو آپ کی صفات معروفہ پر دیکھا جائے یا اس کے بغیر وہ حقیقت میں آپ ہی کو دیکھنا ہے، علامہ نووی اور قاضی ابن عربی کے کلام میں کوئی منافات نہیں ہے البتہ جب آپ کو آپ کی معروف صفت یا معروف صورت میں دیکھا جائے تو اس خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہے اور جب اس کے بغیر دیکھا جائے تو پھر اس خواب کی تعبیر کی ضرورت ہے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد: "جس نے مجھ کو دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا" کا معنی یہ ہے کہ جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس کا خواب برحق ہے وہ اس کے پریشان خیالات میں شیطان کی تشبیہ ہے، اور کبھی دیکھنے والا آپ کو ان صفات میں دیکھتا ہے جو ہم تک نقل سے نہیں پہنچیں، مثلاً کوئی شخص آپ کو سفید داڑھی میں دیکھتا ہے یا کسی اور رنگ میں دیکھتا ہے یا مشرق و مغرب میں بہ یک وقت آپ کو دو شخص دیکھتے ہیں اور ہر شخص آپ کو اپنی جگہ پر دیکھتا ہے (الی ان قال)

احادیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک باقی ہے اور انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارکہ کو زمین متغیر نہیں کرتی، اور خواب میں جو مختلف صفات نظر آتی ہیں ان کی دلالات مختلف ہوتی ہیں، کیونکہ مذکور ہے اگر آپ کو بڑھاپے میں دیکھا جائے تو وہ صلح کا سال ہے اور اگر آپ کو جوانی میں دیکھا جائے تو وہ قحط سالی کی طرف اشارہ ہے، اگر آپ کو حسین شکل و صورت میں اچھے اقوال اور افعال کے ساتھ دیکھا جائے درآں حالیکہ آپ دیکھنے والے کی طرف متوجہ ہوں تو یہ دیکھنے والے کے حق میں خیر کی طرف اشارہ ہے اور اگر اس کے برعکس دیکھا تو یہ دیکھنے والے کے حال کے شر کی طرف اشارہ ہے اور ان احوال کا کوئی اثر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے میرے جسم اور میرے بدن کو دیکھا ہے بلکہ اس نے ایک مثال کو دیکھا ہے اور وہ مثال اس معنی تک پہنچانے کا ذریعہ ہے جو میری روح میں ہے بلکہ بیداری میں بھی بدن صرف روح کا آلہ ہوتا ہے، اس لیے حق یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا آپ کی روح مقدسہ کی مثال کو دیکھتا ہے جو کہ محل نبوت ہے اور اس کو جو شکل نظر آئی ہے وہ آپ کی روح ہے نہ کہ آپ کا شخص ہے بلکہ تحقیق یہ ہے کہ صرف وہ آپ کی مثال ہے۔

خواب اور بیداری میں کسی شخص سے ملاقات کا سبب

اگر یہ سوال ہو کہ خواب کی تین قسمیں ہیں ایک اللہ کی جانب سے، دوسرا شیطان کی طرف سے اور تیسرا انسان کے خیالات اور افکار کا اثر، جو شخص آپ کو خواب میں دیکھتا ہے یہ شیطان کی طرف سے تو از روئے حدیث نہیں ہے تو کیا

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

یہ خواب انسان کے خیالات اور اس کی سوچ و بچار کا اثر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نہیں، اور اس کی تفصیل کا سمجھنا اس قاعدہ پر موقوف ہے کہ دو شخصوں کا نیند اور بیداری میں مجتمع ہونا کسی نہ کسی قسم کے اتحاد پر موقوف ہے، اور اس اتحاد کی پانچ قسمیں ہیں (۱) ذات میں اشتراک (۲) کسی صفت میں اشتراک (۳) کسی حال میں اشتراک (۴) افعال میں اشتراک (۵) مراتب میں اشتراک۔ جب دو چیزوں میں کسی مناسبت کا تصور ہوگا تو وہ ان پانچ قسموں سے خارج نہیں ہوگا، اگر یہ اشتراک قوی ہو تو دو شخصوں کا نیند یا بیداری میں اجتماع بہ کثرت اور بہ قوت ہوتا ہے ورنہ قلیل اور ضعیف ہوتا ہے، اور جس شخص کو کسی کے ساتھ ان پانچ قسموں کا اشتراک حاصل ہو جائے وہ جب چاہے اس شخص کے ساتھ مجتمع ہو سکتا ہے بلکہ اس کی اس کے ساتھ محبت قوی ہو جاتی ہے اور وہ اس سے کبھی الگ نہیں ہوتا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات کی توجیہات

حدیث نمبر ۵۸۰۱ میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے عنقریب بیداری میں بھی دیکھے گا گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے چھ محمل ذکر کیے ہیں:

(۱) یہ حدیث تشبیہ اور تمثیل پر محمول ہے اور اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے جس میں ہے گویا کہ اس نے مجھے بیداری میں دیکھا۔

(۲) وہ اس خواب کی تعبیر کو بیداری میں دیکھ لے گا یا صراحۃً یا تادیلاً۔

(۳) اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمان مراد ہیں ان میں سے جنھوں نے آپ کو خواب میں دیکھا تھا ان کے لیے یہ بشارت دی گئی کہ وہ عنقریب آپ کو بیداری میں بھی دیکھ لیں گے۔

(۴) آپ کو خواب میں دیکھنے والے عنقریب آئینہ میں آپ کا عکس دیکھ لیں گے، حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے آپ کو خواب میں دیکھا پھر وہ اس حدیث میں متفکر رہے، پھر وہ بعض امہات المومنین کے پاس گئے اور غالباً وہ آپ کی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں، انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آئینہ لاکر دکھایا، ان کو اس آئینہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت نظر آئی اور اپنی صورت نظر نہیں آئی، لیکن یہ بہت بعید محمل ہے۔

(۵) جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ قیامت کے دن آپ کو مزید خصوصیت کے ساتھ دیکھے گا اگرچہ مطلقاً زیارت ہر مسلمان کو حاصل ہوگی۔

(۶) جس نے آپ کو خواب میں دیکھا وہ دنیا میں آپ کو بیداری میں حقیقۃً دیکھے گا اور آپ سے گفتگو کرے گا، کیونکہ صالحین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انھوں نے خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آپ کو بیداری میں دیکھا، اور جن چیزوں کے متعلق ان کو خدشات تھے ان کے بارے میں حضور سے سوالات کیے اور آپ نے ان امور

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

میں ان صالحین کی عقدہ کشائی کی۔ [1]

کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنے والا صحابی ہوجاتا ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اس محمل پہ یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر اس حدیث کو اس معنی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ صالحین صحابہ قرار پائیں گے اور پھر قیامت تک صحابیت کا باقی رہنا ممکن ہوگا نیز اس کے خلاف یہ شہادت ہے کہ ایک کثیر جماعت نے آپ کو خواب میں دیکھا اور ان میں سے کسی نے یہ نقل نہیں کیا کہ انھوں نے آپ کو بیداری میں بھی دیکھا ہو، اور صادق کی خبر میں تخلف نہیں ہوتا، علامہ قرطبی نے اس کا سختی سے انکار کیا ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنے والا آپ کو حقیقۃً بیداری میں دیکھے گا، علامہ ابن ابی جمرہ نے اس حدیث کو کرامات اولیاء پر محمول کیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر لفظ کل سے عدول کیا جائے گا، پھر علامہ ابن ابی جمرہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اہل توفیق کے بارے میں عام ہے، یعنی کامل مسلمانوں کے بارے میں اور غیر اہل توفیق کے بارے میں بھی یہ احتمال ہے کہ ان کو بیداری میں زیارت نصیب ہوجائے کیونکہ جس طرح صدیقین کے لیے خرق عادت بہ طریق کرامت اور اکرام واقع ہوتا ہے اسی طرح زندیقوں کے لیے بہ طریق املاء اور اغواء (یعنی ان کی گمراہی کو برقرار رکھنے کے لیے) خرق عادت واقع ہوجاتا ہے اور ان کے درمیان فرق کتاب اور سنت کی اتباع کرنے یا نہ کرنے سے ہوگا۔ [2]

مصنف کی رائے یہ ہے کہ زندیق خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کے اہل ہی نہیں ہیں اس لیے اس بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ وہ بیداری میں بطور املاء یا اغواء آپ کی زیارت کریں گے، ہاں یہ ضرور ہے کہ مومن کامل خواب میں آپ کی زیارت کے بعد بیداری میں آپ کی زیارت سے کرامۃً مشرف ہوگا اور عام گنہ گار مسلمان پر اگر آپ نے کرم فرمایا اور خواب میں زیارت سے سرفراز فرمایا تو وہ بھی بیداری میں بطور خرق عادت آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا اور اس کو متکلمین کی اصطلاح میں کرامت کی جگہ معونت کہتے ہیں جس طرح زندیق کے لیے خرق عادت کے ظہور کو استدراج کہتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس اشکال کا اصل جواب یہ ہے کہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی حیات ظاہری میں دیکھے اور اس کا خاتمہ بھی ایمان پہ ہوا ہو، اس لیے جن صالحین نے آپ کو آپ کے وصال کے بعد بیداری میں دیکھا اور آپ سے بالمشافہ گفتگو کی ان پر صحابی کی تعریف صادق نہیں آئے گی اور نہ قیامت تک صحابیت کا سلسلہ جاری رہے گا، ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری صحابی کی تعریف کی بحث میں لکھتے ہیں:

والمراد رویتہ فی حال حیاتہ۔ [3]

صحابی کی تعریف میں آپ کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو آپ کی حیات مبارکہ میں دیکھا جائے۔

علامہ عبداللہ بن حسین خاطر السمین، شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۸۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ " " " " ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۸۵، " " " "

[3] ۔ ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح ۔، شرح نخبۃ الفکر ص ۱۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

والمراد رویته فی حال حیاته (الی قوله) ویقولنا فی حال حیاته خرج من اجتمع بعد موته ولو قبل دفنه ولو شاهده قلا یقال له صحابی کخویلد بن خالد الهذلی فانه حضر الصلوٰة علیه وراه مسجی وشاهد دفنه صلی الله علیه وسلم وخرج به ایضاً الا ولیاء الذین اجتمعوا به بعد موته فلا یقال لهم صحابة[1]

صحابی کی تعریف میں آپ کو دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ آپ کو آپ کی حیات میں دیکھا جائے اور اس قید سے وہ لوگ خارج ہو گئے جو آپ کے وصال کے بعد آپ کے ساتھ مجتمع ہوئے، خواہ دفن سے پہلے، اگرچہ انھوں نے آپ کا مشاہدہ کیا ہو جیسے خویلد بن خالد ہذلی وہ آپ کی نماز جنازہ پر حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ کو کفن میں لپٹا ہوا دیکھا اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن کے موقع پر حاضر ہوئے، سو وہ اس قید سے خارج ہو گئے، اسی طرح اس قید سے وہ اولیاء اللہ بھی خارج ہو گئے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے ساتھ مجتمع ہوئے اس لیے ان کو بھی صحابہ نہیں کہا جائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس محمل پر دوسرا اشکال یہ کیا ہے کہ صالحین کی ایک جماعت نے آپ کو خواب میں دیکھا اور ان سے یہ منقول نہیں ہے کہ انھوں نے آپ کو بیداری میں بھی دیکھا ہو حالانکہ صادق کی خبر میں تخلف نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نقل نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے بیداری میں آپ کی زیارت نہ کی ہو، ہو سکتا ہے انھوں نے خواب میں آپ کی زیارت کرنے کے بعد بیداری میں بھی آپ کی زیارت کی ہو، لیکن کسی مصلحت کی وجہ سے اس کو مخفی رکھا ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت اور بالمشافہ گفتگو کرنے پر ایک اور اشکال بھی کیا جاتا ہے، اس اشکال اور اس کے جواب کو انشاء اللہ العزیز ہم آخر میں بیان کریں گے۔

بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابو محمد بن ابی جمرہ نے صحیح بخاری کی منتخب احادیث پر اپنی تعلیق میں یہ لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند میں زیارت کی وہ عنقریب آپ کی بیداری میں بھی زیارت کرے گا (الی قولہ) سلف سے لے کر خلف تک تمام علماء جن کو خواب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی وہ سب یہ کہتے ہیں کہ خواب میں زیارت کرنے کے بعد ان کو بیداری میں بھی زیارت ہوئی اور جن امور میں وہ متشوش تھے انھوں نے ان امور کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور آپ نے ان کو خبر دے کر ان کی تشویش دور کی اور ان کے لیے ایسی وجوہ کی تصریح کی جن سے وہ امور بالکل کشادہ ہو جائیں جن میں ان کو تردد تھا۔[2]

حافظ ابن حجر ہیتمی مکی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ ابن حجر مکی نے کہا

---

[1] ۔ علامہ عبداللہ بن حسین خاطر السیمین انہری، حاشیہ لقط الدرر ص ۱۱۴، مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر ۱۳۵۶ھ

[2] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲، ص ۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہاں یہ ممکن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے، علماء شافعیہ میں سے امام غزالی، بارزی، تاج الدین سبکی، عفیف یافعی اور علماء مالکیہ میں سے علامہ قرطبی، ابن ابی جمرہ، اور ابو جمرہ نے اس کی تصریح کی ہے، منقول ہے کہ ایک ولی اللہ کی مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمہارے سر کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں کہی، پھر اس ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔ [1]

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیس مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبدالوہاب شعرانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور بالمشافہ ملاقات کی ہے۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۴۴، لواقح الانوار القدسیہ ص ۱۷، سعیدی غفرلہٗ) اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا (الی قولہٗ) امام شعرانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقاء کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شعرانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے، اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔ [2]

وصال کے بعد صحابہ کرام کو بیداری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیوں نہیں ہوئی؟

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت اور اس سلسلہ میں صلحاء امت کی تصریحات کے بعد میں یہ کہتا ہوں کہ خلفائے راشدین کے دور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بالمشافہ ملاقات کے واقعات اس طرح رونما ہوئے اور نہ وصال کے بعد صحابہ کرام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حوادث و واقعات اور دینی مسائل میں اختلاف کے باوجود کوئی سوال کیا، حالانکہ آپ کے وصال کے بعد مسائل دینیہ اور امور دنیویہ میں صحابہ کرام کا کافی اختلاف ہوا، حضرت ابوبکر اور حضرت علی کا میراث نبوت میں اختلاف ہوا، اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ ان میں سے کسی نے بیداری میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ——— بالمشافہ ملاقات کی اور مسائل مختلفہ میں آپ سے رہنمائی حاصل کر لی، اور نہ ہم تک یہ خبر پہنچی کہ جو صحابی کسی مسئلہ میں حیران تھا اس کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم از خود تشریف لے آئے ہوں اور اس کی رہنمائی کر کے اس کی حیرانی کو دور فرمایا ہو، بلکہ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر نے بعض امور کے بارے میں یہ فرمایا: کاش میں نے ان چیزوں کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا ہوتا، اور جس طرح بعد کے اولیاء اللہ کے متعلق یہ بہ کثرت منقول ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ ملاقات کی اور جن امور میں ان کو تشویش تھی ان میں آپ سے سوالات کیے اس طرح صحابہ کرام، اہل بیت اور فقہاء تابعین میں سے کسی کے متعلق کوئی چیز ثابت نہیں ہے، حضرت

---

[1] علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی متوفی ۹۷۴ھ فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۴، مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فدک کے مسئلہ میں مضطرب رہنا اور سیدتنا عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا جنگ جمل میں متردد رہنا سب کو معلوم ہے لیکن ان میں سے کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو معلوم کر لیا حالانکہ قرابت کا جو تعلق ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ بعد کے کسی شخص کے لیے متصور نہیں ہے پھر جب ان کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وصال کے بعد بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی تو بعد والوں کی کیسے ہو گی؟۔

اس کے جواب میں زیادہ سے زیادہ بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات خرق عادت اور اولیاء اللہ کی کرامات کے قبیل سے ہے اور چونکہ عہد صحابہ آفتاب رسالت کے بہت قریب تھا اس وجہ سے اس عہد میں کرامات کا ظہور بہت کم ہوا ہے کیونکہ سورج کے سامنے ستارے نظر نہیں آتے اور نہ سورج کی ضیاء کے مقابلہ میں ستاروں کی روشنی نظر آتی ہے، اور چونکہ عہد رسالت میں معجزات کا بہ کثرت ظہور ہوا تھا اس لیے اس عہد کے متصل بعد کرامات کا زیادہ ظہور نہیں ہوا، یا ممکن ہے کسی صحابی کو بیداری میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہو لیکن انھوں نے کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر اس کو ظاہر نہ کیا ہو۔ [1]

خواب دیکھنے اور اس کی تعبیر بیان کرنے کے آداب

حدیث نمبر ۵۸۰۸ میں ہے: ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک ابر کے ٹکڑے سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے، الحدیث۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ائمہ تعبیر نے بیان کیا ہے کہ خواب دیکھنے کے آداب میں سے یہ ہے کہ خواب دیکھنے والا صادق القول ہو اور وہ باوضو دائیں کروٹ پر سوئے اور سونے سے پہلے سورہ والشمس، واللیل، والتین، اخلاص اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کی تلاوت کرے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے برے خوابوں سے پناہ مانگتا ہوں، اور نیند اور بیداری میں شیطان کے فتنوں سے پناہ مانگتا ہوں اے اللہ! میں تجھ سے سچے اور صالح خواب کا سوال کرتا ہوں جو مجھے نفع دینے والا ہو جو مجھے یاد رہے اور جس کا مجھے نسیان نہ ہو، اے اللہ مجھے خواب میں وہ چیز دکھا جو مجھے پسند ہو، اور خواب کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ خواب کسی عورت کو بیان کرے نہ دشمن کو اور نہ ان پڑھ اور جاہل شخص کو، اور تعبیر بیان کرنے کے آداب میں سے یہ ہے کہ وہ طلوع شمس کے وقت تعبیر بیان کرے نہ غروب آفتاب کے وقت نہ زوال کے وقت اور نہ رات کے وقت۔ [2]

حضرت ابوبکر کے تعبیر بیان کرنے میں خطاء اور صواب کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ: حضرت ابوبکر نے ابر سے اسلام کی تعبیر کی اور اس سے ٹپکنے والے گھی اور شہد سے قرآن مجید اور اس کی حلاوت کی تعبیر لی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اور بنو اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ابر ہے، اسی طرح اسلام

---

[1] ۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۹، ۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

بھی دنیا اور آخرت میں مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور شہد سے قرآن مجید کی تعبیر اس لیے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کو لوگوں کے لیے شفاء قرار دیا ہے فیہ شفاء للناس۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو بھی شفا فرمایا ہے: وننزل من القرآن ما ھو شفاء ورحمۃ للمومنین (بنی اسرائیل ۸۲) نیز فرمایا: قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور (یونس : ۵۷) اور قرآن مجید کا سننا سماعت کے لیے اسی طرح میٹھا ہے جس طرح شہد زبان کو میٹھا لگتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تعبیر کے متعلق جو فرمایا تھا کہ تم نے بعض تعبیر صحیح بیان کی ہے اور بعض میں خطاء کی ہے، اس کے متعلق شارحین کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کی خطا دیہ ہے کہ وہ خلفاء کی مدت کا تعین نہیں کر سکے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے قسم دینے کے باوجود اس کو نہیں بیان فرمایا، کیونکہ اگر آپ بیان فرما دیتے تو خلفاء کا تعین منصوص ہو جاتا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف تھی، اس لیے آپ نے اس تعین کو ترک فرما دیا تاکہ کوئی خرابی نہ پیدا ہو، ایک قول یہ ہے کہ آپ کا بیان نہ فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اس تعبیر کا تعلق اس علم غیب کے ساتھ تھا جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حدیث میں خواب کی تعبیر کے علم سیکھنے پر برانگیختہ کرنا، اور خواب کی تعبیر معلوم کرنے پر ابھارنا ہے اور علم تعبیر کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ اس سے بعض غیوب اور اسرار کائنات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر کسی ثقہ عالم سے معلوم کرنی چاہیے اور یہ کہ خواب کی تعبیر بیان کرنے والا کبھی تعبیر بیان کرنے میں خطاء بھی کرتا ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ استاذ کے سامنے تلمیذ کا کسی مسئلہ کو بیان کرنا بھی صحیح ہے۔[1]

حدیث نمبر ۵۸۱۶ میں ہے میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کے علاوہ دوسری روایات میں ہے میرے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں، علماء نے بیان کیا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی امت زمین پر مسلط ہو گی اور اس کے شہروں کو فتح کر کے اس کے خزانوں کی مالک بن جائے گی اور یہ سب اسی طرح واقع ہو گیا، وللہ الحمد۔

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۳۸۔۴۳۵، (ملخصاً) مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

کتاب الفضائل

باب ۸۰۶ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَسْلِيمِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب کی فضیلت اور اعلان نبوت سے پہلے آپ کو ایک پتھر کے سلام کرنے کا بیان

۵۸۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ جَمِيعًا عَنِ الْوَلِيدِ. قَالَ ابْنُ مِهْرَانَ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ شَدَّادٍ أَنَّهُ سَمِعَ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمَاعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ.

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کنانہ کو فضیلت دی، اور کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی اور قریش میں سے بنو ہاشم کو فضیلت دی اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو فضیلت دی۔

۵۸۲۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ طَهْمَانَ حَدَّثَنِي سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو اعلان نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا، میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نسب یہ ہے: سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان تک اس سلسلہ کی صحت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، عدنان اور حضرت اسماعیل کی درمیانی کڑیوں میں نسابین کا اختلاف ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ قریش کی ابتداء نضر بن کنانہ سے ہوئی یا فہر بن مالک سے، مشہور یہ ہے کہ ان کی ابتداء نضر بن کنانہ سے ہوئی، کنانہ کی نضر کے علاوہ بھی اولاد تھی، لیکن ان کو قریش نہیں کہا جاتا، اس کا سبب یہ ہے کہ نضر کی اولاد مختلف شہروں میں پھیل گئی تھی، بعد میں نضر کی اولاد کو مکہ میں جمع کیا گیا اور ان کا نام قریش پڑ گیا کیونکہ قریش میں جمعیت کے معنی ہیں۔ [1]

قریش کی وجہ تسمیہ

قریش: حجاز (جزیرۃ العرب) کا مشہور و معروف اور عظیم الشان قبیلہ، جو مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں مقیم تھا۔ قریش نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں، نضر کا سلسلہ نسب یہ ہے: نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اس لحاظ سے قریش مضری اور عدنانی ٹھہرے، قریش کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں: (۱) قریش کا لفظ قرش سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کمانا اور جمع کرنا، (الصحاح)؛ (۲) یہ لفظ تقریش سے نکلا ہے جس کے معنی کمانے کے علاوہ تفتیش و جستجو کرنا، تلاش کرنا ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فہر بن مالک بن نضر حاجت مندوں کی حاجتوں کا پتا لگا کر ان کی ضرورتیں پوری کیا کرتا تھا، وہ غریبوں کو دولت دیتا، ننگوں کو کپڑا پہناتا، پناہ گزینوں کو پناہ دیتا، خوف زدہ لوگوں کا خوف دور کرتا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتا تھا۔ اس وجہ سے اس خاندان اور قبیلے کا نام قریش پڑ گیا (النویری: نہایۃ الادب، ج ۲)؛ (۳) ابن حزم نے نقل کیا ہے کہ اس قبیلے میں ایک شخص قریش بدر بن یلخد بن نضر تھا اور وہ زمانہ جاہلیت میں اپنے تجارتی قافلوں کی قیادت و رہنمائی کیا کرتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس قبیلے کا نام قریش مشہور ہو گیا (جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۱)؛ (۴) تقرش سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا مال یا کوئی چیز جمع کرنا۔ اس قبیلے کی اجتماعیت کے پیش نظر اسے قرش کے نام سے پکارا گیا (الزمخشری: الفائق)؛ (۵) ایک قول یہ بھی ہے کہ قریش قرش کی تصغیر ہے۔ قرش اس بڑی مچھلی کو کہتے ہیں جو سمندر کے دوسرے جانوروں کو کھا جاتی ہے (ابن خلدون: العبر)۔ مذکورہ بالا تمام معانی معجم متن اللغۃ میں بھی مذکور ہیں (دیکھئے بذیل مادہ قریش)۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قریش کا لقب نضر کے پوتے یعنی فہر بن مالک بن نضر کے لیے استعمال ہوا۔ ابن سعد کا قول ہے کہ فہر بن مالک ہی سے قریش کا آغاز ہوا۔ فہر سے پہلے کے نضر قریشی نہیں کہلاتے (طبقات، بیروت ۱۹۶۰ء، ۱: ۵۵) اسی طرح ابن حزم کی رائے ہے کہ فہر بن مالک کی اولاد ہی قریش ہیں اور ان کے علاوہ کوئی قریش نہیں (جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۲)۔ جوامع السیرۃ (ص ۳) میں بھی مرقوم ہے کہ فہر بن مالک بن النضر ہی تمام قریشیوں کا جد امجد ہے اور فہر کی اولاد ہی قریش کہلا سکتی ہے۔ اس کی اولاد کے علاوہ کوئی دوسرا قریش میں شامل نہیں، مفتی محمد عبدہ سورۂ قریش کی تفسیر کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ بقول قرطبی قریش ان عرب قبائل کا نام ہے جو نضر بن کنانہ کی اولاد سے تھے اور فقہاء اس

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۹۸ مطبوعہ دار الکتب

توجیہ کے حق میں ہیں، لیکن زبیر بن بکار کے مطابق یہ نام فہر بن مالک بن نضر کی اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس پر ماہرین نسب کا اتفاق ہے، (تفسیر القرآن، قاہرہ ۱۳۷۱ھ، جزء عم، بذیل سورۃ قریش، ص ۱۵۹)؛

قبیلہ قریش کا مصداق بات یوں معلوم ہوتی ہے کہ سب سے پہلے قریش کا لقب نضر بن کنانہ کے لیے استعمال ہوا، پھر اس کی اولاد قریش کہلائی، جب فہر بن مالک کا زمانہ آیا تو یہ نام (قریش) زیادہ مقبول اور زبان زد عوام ہونے لگا، نیز قبیلہ قریش کو فہر کی طرف اس لیے بھی منسوب کیا گیا کہ نضر کی نسل فہر کی اولاد میں منحصر و محدود ہو کر رہ گئی۔ نضر کی نسل فہر کے سوا اور کسی سے نہیں چلی، اس لیے قریش کا لقب فہر کی اولاد کے لیے بولا جانے لگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ قصی بن کلاب النضری الکنانی نے نضر بن کنانہ کی اولاد یعنی قبیلہ قریش کے بکھرے ہوئے خاندانوں اور گروہوں کو جمع کیا اور ان میں قومی اجتماعیت اور جماعتی وحدت پیدا کی، اس نمایاں خدمت کی وجہ سے قصی بن کلاب کو قریش کا لقب ملا، بہرحال یہ حقیقت ہے کہ نضر بن کنانہ کی اولاد کی سب شاخوں کو قریش کے لقب سے پکارا جاتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو تیم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو عدی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو امیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قبیلہ بنو ہاشم سب قریش میں شامل ہیں، حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کی تائید ہوتی ہے: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وُلْدِ إِسْمٰعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث ۱؛ احمد بن حنبل: مسند ۴: ۱۰۷)، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو پسند فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

قریش کے دو بڑے گروہ قریش کے دو بڑے گروہ تھے: (۱) قریش البطاح: وہ قبائل قریش جو مکہ مکرمہ کے بطحاء میں سکونت پذیر تھے اور ان میں کعب بن لوی کی اولاد بالخصوص بنو عبد مناف، بنو عبدالعزیٰ، بنو عبدالدار، بنو زہرۃ، بنو تیم، بنو مخزوم، بنو جمح، بنو سہم وغیرہ مشہور ہیں؛ (۲) قریش الظواہر: وہ قبائل قریش جو مکہ مکرمہ کے باہر رہتے تھے، ان میں قبائل بنو عامر بن لوی، بنو محارب، بنو الحارث، تیم الادرم بن غالب وغیرہ شامل ہیں۔

کعب بن لوی بن فہر بن غالب عربوں کے ہاں بڑی قدر و منزلت رکھتا تھا اور عام الفیل سے پہلے کعب کی موت سے تاریخ کا حساب رکھا جاتا تھا۔ وہی پہلا سردار تھا جو قریش کو جمعہ کے دن جمع کر کے خطاب کیا کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت یاد دلا کر انھیں تلقین کیا کرتا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کریں۔ (القلقشندی: نہایۃ الادب، ص ۴۰۷)۔ کعب کی اولاد میں مرہ، عدی اور ہصیص قابل ذکر ہیں۔ مرہ بن کعب کی اولاد میں کلاب اور تیم مشہور ہوئے، پھر کلاب کے دو بیٹے قصی اور زہرہ بڑے نامور ہوئے، قصی کے بیٹوں میں عبد مناف خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے: ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل۔ ہاشم کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھا۔ ہاشم کے بیٹوں میں سے عبدالمطلب (= شیبہ) کی نسل اور اولاد دنیا میں مشہور ہوئی اور عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب کے بطن سے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں پیدا ہوئے۔ (جمہرۃ انساب العرب)

قریش کی خدمات

قصی بن کلاب بھی قریش کا نامور سردار تھا اس نے قریش کے منتشر قبائل کی شیرازہ بندی کی اور انھیں مجتمع کر کے وحدت قومی کا عملی سبق دیا اور ان کی عزت و عظمت قائم کی۔ اسی نے دار الندوۃ کی بنیاد رکھی، جہاں قریش کے تمام امور اور معاملات طے کیے جاتے تھے۔ (نہایۃ الادب)۔

عبد مناف کے بیٹوں میں سے ہاشم اور عبد شمس ملکی سیاست اور قبائلی ریاست میں برابر کے شریک رہے، چونکہ حاجیوں کی دیکھ بھال اور مہمان نوازی اور خاطر مدارات ہاشم کے سپرد تھی، اس لیے وہ موسم حج میں زائرین بیت اللہ کے لیے کھانے پینے کا انتظام و اہتمام بڑی خوش اسلوبی سے کرتے، قحط کے زمانہ میں غیر ملکوں سے غلہ اور خوراک لا کر حاجت مندوں میں تقسیم کرتے تھے۔ ان اوصاف کی وجہ سے جناب ہاشم کا نام اور اثر و رسوخ دور دور تک کے لوگوں میں پھیل گیا۔ دوسرے ممالک اور علاقوں کے حکمرانوں کے ہاں باریابی کی وجہ سے دنیاوی اور سیاسی عزت و وجاہت بھی حاصل تھی۔ جناب ہاشم نے قریش کے لیے غیر ملکوں میں تجارتی سہولتیں حاصل کیں اور اندرونِ ملک قریش کے تجارتی قافلوں کو اس وجہ سے امن و امان میسر آیا کہ قریش بیت اللہ کے محافظ ہیں اور زائرین بیت اللہ کی خدمت اور مہمان نوازی کرتے ہیں۔

حضرت عبد المطلب کی سیرت

جناب ہاشم کے نامور بیٹے اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا جناب عبد المطلب بھی قریش کے مشہور و معروف سردار تھے۔ عبد المطلب کا نام عامر تھا۔ چونکہ پیدائش کے وقت ان کے سر میں کچھ سفید بال تھے، اس لیے انھیں شیبہ بھی کہا جاتا ہے۔ عبد المطلب اپنی فیاضی، خدمت حجاج، بیکسوں کی امداد، مظلوموں کی فریاد رسی اور قومی ہمدردی کے لیے سارے عرب میں مشہور تھے۔ سقایہ اور رفادہ (یعنی حاجیوں کے پینے کے لیے پانی اور کھانے کے لیے اشیائے خوردنی کا مہیا کرنا) قریش کے ہاں ایک قدیم دستور چلا آرہا تھا، جسے قصی بن کلاب نے نہایت عمدہ اور مضبوط روایات پر قائم کیا تھا۔ جب عبد المطلب نے نظم و نسق سنبھالا تو رفادہ کے سلسلے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوئی، کیونکہ قریش کا ہر گھر مقدور بھر اس میں حصہ لیتا اور کھانا وغیرہ مہیا کر دیتا تھا لیکن پانی مہیا کرنے میں خاصی دقت پیش آتی تھی، مکے اور اس کے گرد و نواح میں گھوم پھر کر چشموں، کنوؤں وغیرہ سے مشکیزوں میں پانی حاصل کر کے حاجیوں کو مہیا کیا جاتا تھا۔ بڑی تگ و دو اور سخت محنت و مشقت کے بعد کہیں جا کر معلوم ہوا کہ بیت اللہ میں بئر زمزم موجود ہے، جو ساز و سامان سے اٹا پڑا ہے۔ جناب عبد المطلب نے بئر زمزم کو از سر نو کھود کر صاف کیا اور حاجیوں کے لیے آب زمزم مہیا کیا۔

جناب عبد المطلب ایک طرف تو بڑے حسین و جمیل تھے اور دوسری طرف سیرت و کردار کی بہت سی خوبیوں اور اعلیٰ اوصاف کے مالک تھے۔ وہ بڑے مہمان نواز، کنبہ پرور، سخی اور فیاض تھے۔ انسانوں کے علاوہ جنگلی جانوروں اور پرندوں کو بھی پہاڑوں اور صحراؤں میں روزی مہیا کرتے تھے۔ ان اوصاف کی بنا پر لوگ انھیں الفیاض کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ قبیلہ قریش میں نامور حَکَم (جج) بھی تھے اور فیصلوں میں اپنے عدل و انصاف کے لیے نیک نام رکھتے تھے۔ وہ ملت ابراہیمی پر قائم و دائم تھے اور ہمیشہ نیکی اور پاک بازی کی تلقین کرتے اور برائی اور بدکرداری سے منع کرتے تھے۔ شراب نوشی، زنا، ظلم و بغاوت، دختر کشی اور بیت اللہ میں برہنہ طواف کرنے سے لوگوں کو روکا کرتے تھے۔

جناب عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار جناب عبداللہ سب سے چھوٹے تھے۔ باقی صاحبزادوں کے نام یہ ہیں: حمزہ، عباس، ابوطالب، زبیر، المقوم، حارث، ابولہب (عبدالعزیٰ)، ضرار، قثم۔ عبدالمطلب کی اولاد میں سے صرف حضرت عباس اور ابوطالب کی نسل بڑھی اور بکثرت پھیل گئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بزرگوار جناب عبداللہ بھی اخلاق حمیدہ کے پیکر تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے تو قریش کے نام کو چار چاند لگ گئے۔

یہ بات خاص طور پہ قابل ذکر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے سارے افراد، عورتیں اور مرد، اعلیٰ اخلاق اور عمدہ اوصاف سے متصف تھے۔ آپ کے سارے آباؤ اجداد اپنے اپنے وقت میں قبیلے کے مشہور و معروف سردار اور قائد ہوئے ہیں۔ وہ سب شجاعت و بہادری، جود و کرم، عفت و عصمت اور عدل و انصاف ایسے اخلاق فاضلہ کے حامل تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد کی مائیں بھی نہایت پاک باز، بلند اخلاق اور رفیع القدر خواتین تھیں۔ غرض کہ آپ شرافت نسبی اور طہارت صلبی کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔

قریش کے چند مشہور خاندانوں کا تذکرہ

قریش میں بنو ہاشم تاریخ ساز خاندان ہوا ہے اور تاریخ اسلام میں اس خاندان کی نسل سے بہت سے نامور گھرانے معرض وجود میں آئے، جنھوں نے مذہب و سیاست اور ریاست میں بڑا نام پیدا کیا۔

بنو ہاشم کے مختصر تذکرے کے بعد قریش کے دیگر چند خاندانوں کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

بنو محارب بن فہر

یہ خاندان مکے سے باہر رہتا تھا، محارب کا بیٹا شیبان، اس کا بیٹا عمرو اور عمرو کی اولاد میں وائلہ، حبیب، حجوان اور ردّاد مشہور ہوئے اس خاندان کے حسب ذیل اشخاص قابل ذکر ہیں، ضحاک بن قیس جو مرج راہط کے مقام پر مروان بن حکم سے لڑتے ہوئے مارا گیا؛ ضرار بن الخطاب صحابی، شاعر اور مشہور شہسوار تھے ان کا والد الخطاب بن مرداس زمانۂ جاہلیت میں "قریش الظواہر" کا سردار تھا، اور وہ اپنے قبیلے والوں سے آمدنی کا مرباع (چوتھائی حصہ) وصول کیا کرتا تھا؛ اسی طرح عبدالملک رضہ بن قطن اور کرز رضہ بن جابر صحابی تاریخ میں مشہور گزرے ہیں۔

بنو الحارث بن فہر

یہ بھی مکے سے باہر رہتے تھے۔ اس کے مشہور خاندانوں میں بنو ضبہ (نسبت: الضبّی) بنو ضباب اور بنو قلیس ہیں۔ بنو الحارث کے نامور اشخاص حسب ذیل تھے:۔ مشہور سپہ سالار امین الامت حضرت ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح (ابو عبیدہ بن الجراح) جن کی قیادت میں اسلامی فوجوں نے شام فتح کیا، نامور سالار لشکر حضرت عیاض بن غنم، جنھوں نے خلافت فاروقی میں الجزیرہ کا علاقہ فتح کیا اور رومۃ الکبریٰ میں فاتحانہ قدم رکھا؛ عقبہ بن نافع، جنھوں نے افریقیہ فتح کیا اور قیروان کی بنیاد ڈالی۔ بنو الحارث بن فہر کے بہت سے افراد کو بدری ہونے کا شرف حاصل ہوا اور افریقیہ اور اندلس میں ان کی اولاد بکثرت پھیل گئی۔ غالب بن فہر کے دو بیٹے خاص طور پہ قابل ذکر ہیں: تیم الادرم اور لؤی۔ پھر بنو تیم الادرم بن غالب بن فہر کی اولاد میں الحارث، ثعلبہ، وہب، کبیر اور جواب قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے بنو جبونہ فلسطین میں آباد ہو گئے، بنو تیم الادرم صحرانشین تھے۔

.....

بنو عامر بن لوئی عامر کے دو بیٹے حسل اور معیص تھے، بنو عامر کا مشہور جاہلی شہسوار عمرو بن عبد وُدّ بن ابی قیس تھا، جسے حضرت علیؓ نے جنگ خندق میں قتل کیا تھا۔ عمرو بن عبد ود کا بیٹا سہیل بن عمرو تھا جو بنو عامر کا سردار تھا اور جس نے حدیبیہ میں قریش مکہ کی نمائندگی کرتے ہوئے صلح نامہ طے کیا تھا۔ بعد میں سہیل بن عمرو نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے خاندان میں اسلام خوب پھیلا۔ عمرو کا ایک بیٹا ابو جندل العاصی بن عمرو بن سہیل صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر معاہدۂ صلح کی پابندی کرتے ہوئے آپ نے ابو جندل کو مکے واپس بھیج دیا۔ انھیں مکے میں نہایت سخت تکلیفیں دی گئیں۔ عبد وُدّ کی اولاد میں ام المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ تھیں، جنھیں حرم نبوی بننے کا شرف حاصل ہوا، بنو حسل بن عامر کے خاندان میں عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح مشہور اسلامی سپہ سالار تھے۔ جنھوں نے افریقیہ میں فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا اور حضرت عثمان کے عہد خلافت میں مصر کے والی رہے اور انھی کے زیر قیادت اسلامی فوجوں نے طرابلس الغرب فتح کیا۔

بنو کعب بن لوئی کعب کے تین بیٹے مُرّہ، ہصیص اور عدی تھے جو بطحائے مکہ میں سکونت پذیر تھے اور "قریش البطاح" کہلاتے تھے۔ ہصیص بن کعب کی اولاد میں بنو جمح اور بنو سہم زیادہ مشہور ہیں۔ بنو جمح کے خاندان میں امیہ بن خلف اپنی اسلام دشمنی کے لیے مشہور تھا جو جنگ بدر میں اسلام کے خلاف لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ اس کا بیٹا صفوان بن امیہ اپنے قبیلے کا سردار تھا اور فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا، اس خاندان میں عبد الحکیم بن عمرو بن صفوان گزرا ہے، جس کا شمار "فقہائے قریش" (جوانان قریش) میں ہوتا تھا۔ اسی نے اپنے بھائی بندوں کے لیے ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جو علمی کتابوں کے علاوہ کتب شطرنج و نرد وغیرہ پر مشتمل تھا (جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۶۰)۔ حضرت عثمان بن مظعون اور ان کے بھائی عبد اللہ، قدامہ اور سائب، سب مہاجر اور بدری صحابی تھے۔ ان کی بہن زینب بنت مظعون حضرت عمر فاروق کی زوجہ محترمہ اور ام المؤمنین حضرت حفصہ اور عبد اللہ بن عمر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اسلام کے نامور سپہ سالار اور فاتح حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی اسی قبیلے کے فرزند تھے۔ اس خاندان کے بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور مشرق و مغرب میں انھوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ بنو سہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب کے خانوادے میں بھی بڑے نامور لوگ پیدا ہوئے، مشہور صحابی حضرت عمرو بن العاص بن وائل نامور سیاست دان، مدبر اور سپہ سالار تھے۔ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص مشہور صحابی اور محدث ہیں۔ عقبہ بن نافع الفہری فتح افریقیہ کے لیے شہرت رکھتے ہیں۔ صحابی عبد اللہ بن الزبعری مشہور شاعر تھے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سے محدث، قاری اور مجاہد اس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

بنو عدی بن کعب عدی کے دو بیٹے تھے: رزاح اور عویج۔ پھر ان دونوں سے کئی شاخیں پیدا ہوئیں۔ اس خاندان کے قابل ذکر افراد میں زید بن عمرو بن نفیل کا نام سرفہرست ہے، جس نے زمانۂ جاہلیت میں بت پرستی ترک کر کے دین ابراہیمی (حنیفیت) اختیار کر لیا تھا۔ ان کے بیٹے حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ، یعنی ان دس صحابۂ کرام میں سے ہیں جنھیں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اسلامی عہد میں اس خاندان کی زیادہ تر شہرت حضرت عمر بن الخطاب اور ان کی اولاد کی وجہ سے ہوئی۔ انساب قریش کا سب سے بڑا عالم ابو جہم بن حذیفہ بھی بنو عدی کا چشم و چراغ تھا (ابن درید: الاشتقاق؛ جمہرۃ انساب العرب)۔

.....

بنو مرّہ بن کعب مرّہ کے تین بیٹے تھے: کلاب، تیم اور یقظہ۔ تیم بن مرّہ کے خاندان میں خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ خاص طور پہ قابل ذکر ہیں۔ یقظہ کی اولاد میں بنو مخزوم زیادہ مشہور ہیں۔ اس خاندان میں بھی خاصے نامور لوگ پیدا ہوئے، مثلاً ارقم بن ارقم (بدری صحابی) جن کے گھر میں مسلمان پوشیدہ طور پہ جمع ہوا کرتے تھے، حضرت ابوسلمہ عبد اللہ جو مہاجرین اوّلین میں سے تھے، حضرت خالد بن ولید (سیف اللہ) اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل بھی اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ مشہور دشمنان اسلام، مثلاً ابوجہل، ابوامیہ بن ابی حذیفہ اور ولید بن مغیرہ بھی اسی خاندان میں سے تھے، خلیفہ ہشام بن عبد الملک عطا کے سلسلے میں بنو مخزوم سے ترجیحی سلوک کیا کرتا تھا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دادی یعنی جناب عبد اللہ بن عبد المطلب کی والدہ فاطمہ بنت وہب بھی بنو مخزوم سے تھیں۔

بنو زہرہ بن کلاب کلاب بن مرّہ کے دو بیٹے تھے: زہرہ اور قصیّ، زہرہ کی اولاد الحارث اور عبد مناف پر مشتمل تھی۔ عبد مناف بن زہرہ کے دو بیٹے تھے: وہب اور وہیب۔ وہب بن عبد مناف کی اولاد میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ مشہور ہیں۔ بنو زہرہ کے خاندان کے بہت سے افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مشہور صحابہ کرام حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور ان کے سولہ سالہ بھائی عمیر بن عوف جو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے، اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اس خاندان میں نامور محدثین اور فقہاء بھی گزرے ہیں، مثلاً نامور محدث محمد بن مسلم المعروف بہ ابن شہاب الزہری (م ۱۲۴ھ/ ۷۴۲ء) اور فقہائے مدینہ میں سے طلحہ بن عبد اللہ بن عوف جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے بھتیجے تھے، بنو زہرہ کے خاصے افراد اندلس کے شہروں (باجہ اور بطلیوس وغیرہ) میں آباد ہو گئے تھے؛ بالخصوص حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی اولاد بڑی پھیلی اور مشہور ہوئی (جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۲۸ تا ۱۳۵)؛

بنو عبد الدّار قصیّ بن کلاب کے بیٹوں میں سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد جناب عبد مناف کا ذکر ہو چکا ہے۔ قصیّ کا دوسرا بیٹا عبد الدّار تھا۔ اس خاندان میں بھی کئی نامور لوگ پیدا ہوئے۔ عبد الدار کے تین بیٹے تھے: عبد مناف، عثمان اور السباق۔ یہ خاندان بھی خاصا پھیلا اور بڑھا۔ حضرت مصعب بن عمیر جیسے بدری صحابی بھی اسی خاندان سے تھے، جو غزوۂ اُحد میں علمبردار تھے اور اسی معرکے میں شہید ہوئے تھے۔ اسی خاندان میں سے ابوطلحہ اور شیبہ بھی تھے۔ عثمان بن طلحہ بھی، جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کی کنجی عطا کی تھی، انھی میں سے تھے، ایک روایت کی رو سے آپ نے خانہ کعبہ کی کنجی عثمان کے بھائی شیبہ بن طلحہ کے سپرد کی تھی۔ بنو طلحہ (شیبہ کا خاندان) آج تک خانۂ کعبہ کے متولی چلے آ رہے ہیں۔

بنو عبد العزّیٰ بنو عبد العزیٰ ابن قصیّ بن کلاب بھی نامور لوگوں کا خاندان تھا۔ عبد العزّیٰ کا بیٹا اسد تھا اور اسد کی اولاد میں الحارث، الحویرث، حبیب، المطلب، نوفل اور خویلد ہوئے اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خویلد بن اسد کی بیٹی تھیں۔ حضرت الزبیر بن العوام بن خویلد اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن زبیر، اور مصعب بن زبیر، نیز حکیم بن حزام بن خویلد مشہور صحابی تھے حکیم بن حزام کو دار الندوۃ وراثت میں ملا تھا جو انھوں نے حضرت امیر معاویہ کے پاس ایک لاکھ درہم کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ (جمہرۃ انساب العرب، ص ۱۲۱)۔ اس خاندان میں بھی علم انساب و حدیث کے ماہرین نے بڑا نام پیدا کیا۔ مشہور راوی اور ماہر انساب ابو عبد اللہ الزبیر بن بکار رضی اللہ عنہ، جو مکے کے قاضی اور مدینے کے امیر رہے ہیں، اسی خاندان کے فرد تھے۔

بنو امیہ بنو امیہ، بنو نوفل اور بنو مطلب بھی قریش کے اعلیٰ خاندان تھے۔ بنو عبد شمس کے خاندان میں سے بنو امیہ نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان میں نامور خلفاء اور فاتحین پیدا ہوئے۔ مثلاً امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، امیر معاویہ اور ان کا خاندان، جس نے مشرق و مغرب میں اسلامی سلطنت پر حکمرانی کی، اسی طرح بنو ہاشم کی اولاد میں سے بنو عباس نے قریش کا نام خوب روشن کیا اور اسلامی سلطنت پر صدیوں تک اپنا ڈنکا بجایا۔

قریش کا مذہب اصلاً وہ ابراہیمی مذہب کے پیرو تھے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ان میں بت پرستی رواج پا گئی۔ بقول ابن حزم دین ابراہیمی کو بدلنے والا اور عربوں کو بت پرستی (عبادۃ الاوثان) کی دعوت دینے والا عمرو بن لحیٔ تھا اور اس شخص کے بارے میں جہنم کی خبر احادیث میں مذکور ہے۔ (جمہرۃ انساب العرب ص ۲۳۴ و ۲۳۵)۔ قریش کے گنے چنے سمجھ دار اور عقل مند لوگ دین ابراہیمی پر قائم رہے اور وہ حنیف (جمع حُنَفَاء) کہلاتے تھے۔ قریش کے چند ایک لوگ عیسائی بھی ہو گئے تھے، جن میں شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، عثمان بن الحویرث بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی اور ورقہ بن نوفل بن اسد کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔ (جمہرۃ انساب العرب ص ۴۹۱) کہا جاتا ہے کہ بنو تمیم کے لقیط بن زرارہ نے مجوسی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ (جمہرۃ، ص ۴۹۱)

عام عرب قبائل کی طرح قریش کی بھاری اکثریت بت پرست تھی۔ ان کے بتوں (اصنام) میں ہبل، اللات، العزیٰ وغیرہ مشہور ہیں۔ ہبل وسط کعبہ میں نصب تھا اور اس کے محافظ و نگران کے پاس قسمت کے تیر (ازلام) ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سارے بت پاش پاش کر دیے اور تیروں کے ذریعے قسمت آزمائی کو قرآن مجید نے ممنوع قرار دے دیا۔

قریش کے بیشتر خاندان بادیہ نشین تھے، البتہ قریش مکہ (قریش البطاح) شہری زندگی بسر کرتے اور کھاتے پیتے لوگ تھے، ان میں اکثر تجارت کرتے تھے۔ ان کی تجارت اور کاروبار کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تہامہ کے باہر تبالہ، جُرش اور نجران میں قریش کی تجارتی بستیاں موجود تھیں، شام، یمن اور ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں ان کے تجارتی کارواں آتے جاتے رہتے تھے۔ ان کے خوشحال لوگ موسم گرما طائف میں گزارتے تھے۔

قریش مکہ اپنی ذہانت و فطانت، دور بینی، حلم و بردباری، شجاعت و حماست، جود و کرم، مہمان نوازی اور دوست داری کے لیے سارے عرب میں مشہور تھے۔

زمانۂ جاہلیت میں قریش کی جنگوں میں ایام الفجار اور یوم العنب زیادہ مشہور ہیں، قریش اور قیس عیلان کے درمیان چار معرکے ہوئے۔ چونکہ یہ معرکے ان چار حرمت والے مہینوں (الاشہر الحرم) میں ہوئے تھے، جن میں جنگ کرنا ممنوع تھا، اس لیے اس کا نام ایام الفجار پڑ گیا۔ یوم العنب قریش اور بنو عامر کے درمیان ہونے والی جنگ کا نام ہے۔ اسی طرح عبد المطلب کے زمانے میں قریش کا ایک معرکہ بنو کنانہ سے نواح مکہ میں ہوا، جس میں بنو کنانہ کو ہزیمت ہوئی، اس معرکے کا نام یوم نکیف ہے۔

قریش میں دعوت اسلام جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دعوت اسلام دی تو سب سے زیادہ مخالفت قریش کی طرف سے ہوئی۔ قریش کے تمام قبائل آپ سے برسر پیکار ہو گئے اعدائے رسول اور دشمنان اسلام میں قریش کے مندرجہ ذیل لوگ سرفہرست ہیں: ابولہب (: عبد العزیٰ بن عبد المطلب)

ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط، ابوسفیان (صخر بن حرب بن امیہ) حکم بن العاص بن امیہ، النضر بن الحارث بن علقمہ بن کلدہ، ابوالبختری العاصی بن ہشام بن اسد، ابوجہل (عمرو بن ہشام بن المغیرہ)، ولید بن مغیرہ (حضرت خالد بن الولید کا باپ)، العاصی بن وائل بن ہاشم (حضرت عمرو بن العاصی کا والد) امیہ بن خلف بن وہب وغیرہم، اس کے مقابلے پر ایمان لانے والے بھی اکثر قریشی تھے۔ حبشہ کو ہجرت کرنے والے بھی اکثر قریشی تھے۔ جب کفار قریش نے دیکھا کہ ان کی سختی اور مخالفت کے باوجود اسلام پھیل رہا ہے اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں تو انھوں نے ایک صحیفے کے ذریعے مسلمانوں کے مکمل مقاطعے کا اعلان کرتے ہوئے اس امر کی بڑی تاکید کی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب سے سلسلہ مناکحت اور خرید و فروخت قائم نہ رکھا جائے۔ ان سے بات چیت تک بند کی جائے اور ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا بھی بند کر دیا جائے، نتیجہ یہ نکلا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں جا کر پناہ گزیں ہو گئے اور برابر تین سال تک اس گھاٹی میں محصور رہے۔ بالآخر قریش ہی کے چند باہمت لوگوں نے اس مقاطعے کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد سفہائے قریش نے اور مظالم ڈھانے شروع کر دیے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم (= عمرو بن قیس) ایسے قریشی مسلمانوں کو بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینے روانہ فرمایا تاکہ وہ اہل مدینہ کو اسلام سکھائیں۔ حضرت مصعب کی تبلیغی مساعی بار آور ہوئیں اور مدینے کے گھر گھر میں اسلام کے چرچے ہونے لگے۔ جب کفار قریش کی توقعات کے خلاف اسلام مکے سے باہر مدینے میں بھی تیزی سے پھیلنے لگا تو انھوں نے مختلف قبائل کے تعاون سے سازش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات سوتے میں شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی مطلع فرما دیا اور ساتھ ہی ہدایت کی آپ مکے کو چھوڑ کر مدینے جا کر سکونت اختیار فرمائیں۔ ہجرت نبوی کے بعد اسلام بڑی تیزی سے پھیلنے لگا اور قبائل مدینہ کی اکثریت آغوش اسلام میں آ گئی۔ یہ صورت احوال قریش مکہ کے لیے اور بھی باعث تشویش و اضطراب بن گئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جنگوں اور لڑائیوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب سے پہلے اہم معرکہ میدان بدر میں ہوا جو غزوۂ بدر کے نام سے مشہور ہے۔ کفار قریش نے بڑا زور مارا، لیکن انھیں بڑی طرح ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ستر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، جن میں قریش کے بعض نامور سردار بھی تھے۔ مقتول قریشیوں میں حنظلہ بن ابی سفیان، عبیدہ بن سعید بن العاصی، عقبہ بن ابی معیط، عتبہ بن عبدشمس، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، زمعہ بن الاسود بن المطلب ابن اسد، ابوالبختری العاصی بن ہشام، نوفل بن خویلد بن اسد، النضر بن الحارث بن کلدہ اور ابوجہل بن ہشام، امیہ بن خلف ایسے نامور سردار شامل تھے۔ اس کے بعد قریش مکہ کا جوش انتقام اور بھڑکا اور انھوں نے احد اور خندق کے معرکوں میں مسلمانوں کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی، لیکن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر کار فتح مکہ (۸ھ) کے بعد کفار قریش کا زور ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا اور قریش کیا تقریباً سارے عرب قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

بعد میں اسلامی حکومت کی توسیع اور اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں قریش نے بھرپور حصہ لیا۔ خلفاء اربعہ، خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس سب قریشی تھے۔ راویان حدیث میں نامور قریشی صحابہ کی کثرت ہے، مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصی رضی اللہ عنہم۔

قریش کی فصاحت و بلاغت مسلمہ تھی اور قریش کی زبان کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کے

سیاسی وسماجی اثر ورسوخ اور اسلام لانے کے بعد دینی فہم وفراست اور اصابت رائے کا اعتراف واعلان فرمایا۔ (دیکھئے ابوداؤد الطیالسی: مسند، (تبویب جدید: منحۃ المعبود) طبع احمد عبدالرحمٰن البنا الساعاتی، ۲: ۱۹۹، قاہرہ ۱۳۷۲ھ)۔ نیز قریش کی سیاسی فہم وفراست اور حسن تدبر کے پیش نظر ہی آپ نے خبر دی تھی کہ: "اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ" یعنی سیاسی امامت کی اہلیت قریش میں موجود ہے اور جب تک یہ ان میں رہے گی وہ سیاسی راہنمائی اور رہبری کرتے رہیں گے۔ قریش نے ایک عرصے تک اپنی طبعی ذہانت اور سیاسی بصیرت کا لوہا منوایا۔

عصر حاضر میں قریش کا اطلاق ان اشراف قریش پر ہوتا ہے جو قریشی نسل سے ہیں، حجاز میں ان کی سکونت زیادہ تر منیٰ، عرفات اور اس کے قرب وجوار میں ہے۔ پاک وہند میں بھی قریشی خاندان موجود ہیں۔ حجاز میں قبیلۂ ثقیف کی ایک شاخ کو بھی قریش کے نام سے پکارتے ہیں اور یہ لوگ علاقہ طائف میں آباد ہیں۔ ان میں حضری بھی ہیں اور بدوی بھی۔

قریش جہاں جہاں گئے اپنا نام ساتھ لے گئے اور ان کی یادگار کئی جگہ اب تک موجود ہے۔ شہر واسط میں ایک نہر کا نام قریشیل ہے اور ایک بستی ابو قریش کے نام سے موسوم ہے۔ اعمال حمص میں ایک گاؤں (قریہ) القریشیہ کہلاتا ہے۔ اعمال زبید (یمن) میں ایک بستی کا نام القرشیہ ہے۔ مصر کے ایک گاؤں کو بھی القرشیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ قریش کی طرف نسبت قرشی بھی ہے اور قریشی بھی۔ [1]

خرق عادت کے اقسام

حدیث نمبر ۵۸۱۹ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مکہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھے بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے سلام کیا کرتا تھا۔

پتھر کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنا خرق عادت ہے اور اعلان نبوت سے پہلے خرق عادت کے ظہور کو ارہاص کہتے ہیں۔ علماء نے خرق عادت کے ظہور کی چھ قسمیں بیان کیں ہیں۔

(۱)۔ اہانت:۔ کافر پر خرق عادت کا ظہور ہو اور اس کے دعوے کے خلاف ہو، مثلاً مسیلمہ کذاب نے ایک کانے شخص کی بینائی کے لیے دعا کی تو اس کی ایک آنکھ کی بینائی بھی جاتی رہی، یا غلام احمد قادیانی اور محمدی بیگم کا واقعہ۔

(۲)۔ استدراج:۔ کافر کے دعوے کے موافق خرق عادت کا ظہور ہو۔

(۳)۔ معونت:۔ عام مسلمان کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ہو۔

(۴)۔ کرامت:۔ مومن کامل (ولی اللہ) کے ہاتھ پر خرق عادت کا ظہور ہو۔

(۵)۔ ارہاص:۔ اعلانِ نبوت سے پہلے نبی کے لیے خرق عادت کا ظہور ہو۔ جیسے زیر بحث حدیث کا واقعہ۔

(۶)۔ معجزہ:۔ اعلانِ نبوت کے بعد نبی کے لیے خرق عادت کا ظہور ہو۔

بَابُ ۸۰ تَفْضِيلِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَمِيعِ الْخَلَائِقِ!

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الخلق ہونے کا بیان

---

[1] ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۲/۱۶ ص ۱۰۸ - ۹۹، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ

۵۸۲۳۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا هِقْلٌ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن (تمام) اولاد آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیادت کے بیان میں روز قیامت کی قید کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے: میں قیامت کے دن (تمام) اولاد آدم کا سردار ہوں گا، آپ نے اپنی سیادت کے لیے روز قیامت کی قید لگائی ہے، حالانکہ آپ دنیا اور آخرت کے ہر دور میں اولاد آدم کے سردار ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کی سیادت ہر شخص پر بغیر کسی نزاع اور اختلاف کے ظاہر ہو جائے گی، اس کے برخلاف دنیا میں کفار اور مشرکین اپنی اپنی بادشاہتیں قائم کیے ہوئے ہیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا لمن الملك اليوم لله الواحد القهار (غافر: ۱۶) "آج کس کی بادشاہت ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا) اللہ واحد قہار کی بادشاہت ہے"، حالانکہ دنیا میں بھی اس کی بادشاہت تھی، لیکن چونکہ دنیا میں ظاہراً اور مجازاً مخلوق کی بادشاہتیں قائم تھیں، اس لیے آخرت میں یہ فرمایا گیا۔)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی سیادت بیان کرنے کا سبب

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "میں اولاد آدم کا سردار ہوں"، فخر پر مبنی نہیں ہے بلکہ دوسری روایت میں یہ تصریح ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے آپ کے اس ارشاد کی دو وجہ ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واما بنعمة ربك فحدث (والضحیٰ) "اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے"، دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ پر واجب تھا کہ آپ امت کو اپنے منصب کی تبلیغ کریں تاکہ وہ آپ کے منصب کو پہچانیں، اس پر اعتقاد رکھیں اس کے تقاضے پر عمل کریں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کے مطابق آپ کی تعظیم اور توقیر کریں۔ [1]

اب ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے چند دلائل پیش کر رہے ہیں، فنقول وباللہ التوفیق:۔

آپ کی امت میں تمام انبیاء کے تقدیراً اور حکماً دخول کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

واذ اخذ الله میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه قال ءاقررتم واخذتم علی ذالکم اصری قالوا اقررنا ط قال فاشهدوا وانا معکم من الشاهدین ٥ فمن تولی بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون ۔

(آل عمران : ۸۲/۸۱)

اور (اے محبوب! یاد کیجئے) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے پاس ایک عظیم رسول آئے جو اس چیز کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہو، تو تم اس پر ضرور بہ ضرور ایمان لانا، اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ انھوں نے کہا ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا تم اس عہد پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، پھر جو شخص اس کے بعد عہد سے پھر گیا سو وہ لوگ فاسق ہوں گے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کے نبی ہیں، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تحقیقاً امت ہیں اور تمام انبیاء آپ کی تقدیراً امت ہیں کیونکہ اگر آپ بالفرض کسی نبی یا رسول کے زمانہ میں بھی مبعوث ہوتے تو اس نبی اور رسول پر اس آیت کے بہ موجب آپ پر ایمان لانا واجب ہوتا۔ علامہ آلوسی لکھتے ہیں: علامہ ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت آدم یا ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی بھیجا تو اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اس کی زندگی میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تو وہ ان پر ایمان لائے گا، ان کی نصرت کرے گا اور اپنی امت کو آپ پر ایمان لانے کا حکم دے گا، نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم اگر آج تمہارے سامنے حضرت موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لیے میری پیروی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا، اسی وجہ سے عرفاء نے یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی مطلق، رسول حقیقی اور مستقل شارع ہیں اور آپ کے سوا باقی انبیاء علیہم السلام آپ کے تابع ہیں۔ [1]

رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلناك الا رحمة للعالمین ۔

(انبیاء : ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر ہی تو بھیجا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے واسطے رحمت بنایا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام جہانوں سے افضل ہوں کیونکہ ہر شخص کو حصول رحمت میں آپ کی حاجت ہوگی۔

تمام اوصاف انبیاء کے جامع ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ انبیاء سابقین کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے:

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۰-۲۰۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده۔ (انعام : ۹۰)

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اس آیت میں شریعت کے اصول اور فروع مراد نہیں ہیں کیونکہ آپ کی مستقل شریعت ہے لہٰذا اس سے مراد اخلاق فاضلہ اور صفات کاملہ ہیں یعنی جو محاسن اخلاق تمام انبیاء علیہم السلام میں متفرق ہیں آپ ان تمام اوصاف کو اپنی ذات میں جمع کر لیجئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں سو معلوم ہوا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں جو اوصاف اجتماعی طور پر پائے جاتے تھے وہ تمام اوصاف نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں انفرادی طور پر پائے جاتے ہیں گویا آپ کی صفات کو پھیلاؤ تو ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو سمیٹو تو آپ کی ذات قدسی ہے۔

آپ کے ذکر کی رفعت کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ورفعنا لك ذكرك۔ (انشراح : ۴)

اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر سورج غروب ہو رہا ہے اور غروب آفتاب کے وقت مغرب کی اذان ہو رہی ہے اسی طرح ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع فجر ہو رہی ہے اور جہاں طلوع فجر ہے وہاں فجر کی اذان ہو رہی ہے وعلیٰ ہذا القیاس، اور اذان میں جہاں اللہ کا نام بلند کیا جا رہا ہے وہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام بھی بلند کیا جا رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ پر آپ کا نام بلند کیا جا رہا ہے اور جس طرح کلمہ شہادت میں، اذان میں، اور تشہد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام رکھا ہے انبیاء سابقین میں سے کسی کا نام اپنے نام کے ساتھ نہیں رکھا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا، فرمایا۔:

من يطع الرسول فقد اطاع الله۔ (نساء: ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله۔ (فتح : ۱۰)

بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت کو اپنی عزت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا۔ ولله العزة ولرسوله (منافقون:۸) اور آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا۔ الله ورسوله احق ان يرضوه (توبہ : ۶۲) اور آپ کی اجابت کو اپنی اجابت کے ساتھ مقرون کیا اور فرمایا:

يا ايها الذين امنوا استجيبوا لله وللرسول (انفال : ۲۴)۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عزت اور سربلندی کے مقام پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اپنے ساتھ ذکر کیا ہے، اور فرمایا:

ان الله وملائكته يصلون على النبي۔ (احزاب : ۵۶)

اللہ تعالیٰ اور اس کے سارے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ پڑھتے (رحمت بھیجتے) رہتے ہیں۔

گویا ازل سے لے کر ابد تک کوئی وقت نہیں گذرتا مگر اس وقت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ

پڑھتا رہتا ہے، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ پر یوم ولادت، یوم وفات اور یوم بعثت ہی صرف تین بار اللہ نے سلام نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر زمان ومکان کی کسی قید کے بغیر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ نازل کرنے کا ذکر فرمایا پھر وہاں سلام کا ذکر تھا یہاں صلوٰۃ کا ذکر ہے وہاں تین ایام کی قید ہے یہاں اعداد وشمار کا ذکر نہیں ہے نہ الوہیت کے عدم کا تصور ہے نہ آپ کے ذکر کے انقطاع کا تصور ہے۔ ورفعنا لک ذکرک

آپ کی رسالت کے عموم اور شمول کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (سباء : ۲۸)

اور ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے ہی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا۔ (فرقان : ۱)

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے (مقدس) بندے پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی، تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہوں۔

قرآن مجید کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے تمام انسانوں کے لیے بلکہ تمام جن وانس بلکہ تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے، اس کے برخلاف انبیاء سابقین میں سے ہر نبی ایک محدود زمانہ کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا، تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت جزوی تھی اور آپ کی دعوت کلی ہے۔

آپ کے دین کے ناسخ الادیان ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ نے آپ کے لائے ہوئے دین کو اپنی نعمت تامہ قرار دیا اور فرمایا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

آپ کے دین کو ادیان سابقہ کے لیے ناسخ قرار دیا اور فرمایا:

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ (آل عمران :۸۵)

جس شخص نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو طلب کیا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء اور رسل پر عظیم فضیلت ہے کہ آفتاب محمدیت کے طلوع کے بعد اب کسی نبی یا رسول کی شریعت کا چراغ نہیں جلے گا، حتیٰ کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ظاہری حیات سے زندہ ہوتے تو آپ کی پیروی کرتے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ بھی آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا

فیکم و امامکم منکم [1] مرتبہ ہوگا جب تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا دین تمام ادیان سے افضل ہے اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔

خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (احزاب : ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم آخر النبیین ہیں، ہر نبی کی شریعت بعد میں آنے والے نبی سے منسوخ ہوتی رہی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں اور قیامت تک کے نبی ہیں اس لیے آپ کی شریعت باقی اور غیر منسوخ ہے اور اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل ہوں۔

مقام محمود پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ (اسراء : ۷۹)

عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر جلوہ گر فرمائے گا۔

تمام انبیاء اور رسل میں سے یہ مقام صرف آپ کو عطا ہوگا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ آپ تمام انبیاء اور مرسلین سے افضل ہوں۔

اللہ کی رضا جوئی کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قد نری تقلب وجهك فی السماء فلنولینك قبلة ترضاها۔ (البقرہ : ۱۴۴)

بے شک ہم آپ کے رخ (انور) کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم آپ کو ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

ومن اٰنآئِ الّیل فسبح واطراف النهار لعلك ترضی۔ (طٰہٰ : ۱۳۰)

اور رات کے کچھ اوقات (مغرب اور عشاء) میں اس کی تسبیح کیجیے اور دن کے درمیانی کناروں میں اس کی تسبیح کیجیے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

ولسوف یعطیك ربك فترضی (ضحٰی : ۵)

اور عنقریب آپ کا رب آپ کو ضرور اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

تمام انبیاء اور رسل میں یہ مرتبہ بھی صرف آپ کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں آپ کی رضا کا طالب ہے۔

کثرت معجزات کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کا جو معجزہ عطا فرمایا اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔
(حجر : ۹)

بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه۔
(حم السجدۃ ۴۲)

اس قرآن میں سامنے سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔

پہلی آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں سے کسی آیت بلکہ کسی حرف کی کمی نہیں ہوسکتی اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی حرف کا اضافہ نہیں ہوسکتا، غرض قرآن مجید کے یہ دو دعوے ہیں اس میں کمی ہوسکتی ہے نہ زیادتی ہوسکتی ہے، اور تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی سورت بلکہ کسی آیت کی بھی نظیر اور مثیل نہیں لاسکتا:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله۔
(بقرہ : ۲۳)

ہم نے جو اپنے (مقدس) بندے پر کلام نازل کیا ہے اگر تم اس کے (منزل من اللہ ہونے) کے متعلق شک میں ہو تو اس (کلام) کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین۔
(طور : ۳۴)

اگر وہ سچے ہیں تو اس قرآن جیسی کوئی آیت لے آئیں۔

قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیتیں ہیں اور ہر آیت میں قرآن مجید کی حقانیت اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت پر تین دلیلیں ہیں، (۱) قرآن مجید میں زیادتی نہیں ہوسکتی (۲) قرآن مجید میں کمی نہیں ہوسکتی، (۳) اس کی کوئی مثل نہیں لاسکتا، اس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اٹھارہ ہزار سے زائد دلائل ہوگئے۔

علوم و فنون میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے اور اسلام کے مخالفین اور آپ کی رسالت کے منکرین کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھ رہی ہے، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ چودہ سو سال سے زیادہ گذر گئے اور اب تک کسی نے اس چیلنج کو نہیں توڑا، نہ کوئی شخص قرآن مجید کی کسی آیت کوئی مثال لاسکا نہ اس میں کمی یا زیادتی کرسکا، اگر اس چیلنج کو توڑنا کسی کے بس کی بات ہوتی تو اب تک وہ اس چیلنج کو توڑ چکا ہوتا۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مثلاً لاٹھی اور اونٹنی وغیرہ اعیان و جواہر کے قبیل سے تھے لیکن وہ باقی نہ رہے اور قرآن مجید اعراض اور معانی کے قبیل سے ہے اور ہنوز باقی ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بلکہ اس کے بعد تک باقی رہے گا، خلاصہ یہ ہے کہ جس قدر کثیر اور قوی دلائل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر قائم کیے گئے، وہ کسی اور نبی اور رسول کی نبوت پر قائم نہیں کیے گئے، دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر دلیل فانی معجزات تھے۔ آپ کی نبوت پر دلیل باقی رہنے والا، اللہ کا کلام اور قرآن مجید ہے۔

.....

دنیا میں اعلانِ مغفرت ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبينا ۝ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما ۝ وينصرك الله نصرا عزيزا ۔

(فتح: ۳ - ۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کو غالب نصرت عطا فرمائے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال انزلت على النبي صلى الله عليه وسلم ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر مرجعه من الحديبية فقال النبي صلى الله عليه وسلم لقد نزلت علي اية احب الي مما على الارض ثم قرأها النبي صلى الله عليه وسلم عليهم فقالوا هنيئا مريا يا رسول الله لقد بين لك الله ماذا يفعل بك فماذا يفعل بنا فنزلت عليه ليدخل المومنين والمومنات جنات تجري من تحتها الانهار حتى بلغ فوزا عظيما هذا حديث حسن صحيح ۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے لوٹتے وقت یہ آیت نازل ہوئی: ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے اس آیت کو صحابہ کرام کے سامنے پڑھا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ قیامت کے دن کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں آپ نے یہ آیت فوزاً عظیما تک تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری[2] اور امام مسلم[3] نے بھی روایت کیا ہے:

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع الله الناس يوم القيامة فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا، لوگ کہیں گے کاش ہم اپنے رب کے

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[2] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، ۶۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

یریحنا من مکاننا فیاتون آدم فیقولون انت الذی خلقك الله بیده ونفخ فیك من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك فاشفع لنا عند ربنا فیقول لست هناكم ویذكر خطیئة ایتوا نوحًا (الی قوله) فیاتونه (ای عیسیٰ) فیقول لست هناكم ایتوا محمدا صلی الله علیه وسلم فقد غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر الحدیث۔ [1]

حضور شفاعت طلب کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ ہم کو راحت عطا فرماتا، پھر وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ میں اپنی (پسندیدہ) روح پھونکی اور فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا اور انھوں نے آپ کو سجدہ کیا! آپ ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے، حضرت آدم فرمائیں گے میں تمہارا کام نہیں کرسکتا اور اپنی (اجتہادی) خطاء یاد کریں گے تم نوح کے پاس جاؤ (اخیر حدیث تک) پھر لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کرسکتا، تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، ان کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کردی گئی ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ جب لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے:

اذهبوا الی غیری اذهبوا الی محمد صلی الله علیه وسلم فیاتونی فیقولون یا محمد انت رسول الله وخاتم الانبیاء وغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر اشفع لنا الی ربك۔ [2]

میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی خلاف اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے، اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔

امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے: [3]

علامہ سیوطی بیان کرتے ہیں:

اخرج البزار بسند جید عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: فضلت علی الانبیاء بست لم یعطهن

امام بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء (سابقین) پر چھ وجوہ سے فضیلت دی گئی ہے،

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

احد کان قبلی غفرلی ماتقدم من ذنبی وما تاخر و احلت لی الغنائم وجعلت امتی خیر الامم وجعلت لی الارض مسجدا و طهورا و اعطیت الکوثر و نصرت بالرعب والذی نفسی بیده ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامة تحته آدم فمن دونه ۔ [1]

مجھ سے پہلے کسی کو وہ فضیلتیں نہیں دی گئیں، میرے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی، میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا، میری امت کو سب سے بہتر امت قرار دیا گیا، تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کو جائز کر دیا گیا، مجھے کوثر عطا کی گئی اور میری رعب سے مدد کی گئی، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تمہارے نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا سب قیامت کے دن اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کے محامل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

علامہ سبکی نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ ہر چند کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف اور مرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ فرمایا ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب بخش دیے کیونکہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہوتا ہے کہ اپنے خواص اور مقربین کو نوازنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے اور تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا حالانکہ بادشاہ کو علم ہوتا ہے کہ اس شخص نے کوئی گناہ نہیں کیا، نہ آئندہ کرے گا لیکن اس کلام سے اس شخص کی تعظیم اور تشریف کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر کا معنی ہے لیعصمك الله فیما تقدم من عمرك وفیما تاخر منه ۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی میں گناہوں سے بچائے رکھے گا اور آپ کو عصمت پر قائم رکھے گا، اس آیت میں مغفرت عصمت سے کنایہ ہے اور قرآن مجید میں بعض مقامات پر مغفرت سے عصمت کا کنایہ کیا گیا ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اپنی کتاب نهایة السؤل فیما سنح من تفضیل الرسول میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی ہے، پھر انہوں نے فضیلت کی وہ وجوہات ذکر کی ہیں اور ان فضیلت کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب (یعنی بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو بخش دیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ انبیاء سابقین میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی مغفرت کی خبر نہیں دی، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو سب نفسی نفسی کہیں گے اور ہیبت الٰہی سے شفاعت نہیں کریں گے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگ شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے یہ میرا کام ہے، اور اس کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کو ثابت کیا پھر مغفرت ذنوب کا ذکر کیا پھر

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

اپنی نعمت پوری کرنے اور صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت رکھنے اور نصر عزیز کا ذکر کیا جس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اس آیت سے مقصود گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ گناہوں کی نفی کرنا ہے۔

ابن عطار رحمہ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا ہے فتح مبین عطا فرمائی جو اجابت کی علامت ہے، مغفرت عطا فرمائی جو محبت کی علامت ہے، اتمام نعمت سے سرفراز کیا جو آپ کے اختصاص کی نشانی ہے اور ہدایت عطا فرمائی جو ولایت کی علامت ہے، پس مغفرت سے مراد تمام عیوب اور نقائص سے آپ کی تنزیہ ہے اور اتمام نعمت سے مراد آپ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا ہے اور ہدایت سے مراد آپ کو مشاہدہ ذات وصفات کے اس مرتبہ پر پہنچانا ہے، جس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں ہے۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ان خصائص میں سے ہے جن میں کوئی اور آپ کا شریک نہیں ہے، آپ کے علاوہ اور کسی شخص کے لیے کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی (ظاہری) خطاؤں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعظیم اور تشریف ہے اور اطاعت، نیکی اور پارسائی میں اولین اور آخرین میں سے کسی نے آپ کے مقام کو نہیں پایا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں علی الاطلاق اکمل البشر اور سید البشر ہیں۔ [2]

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا جو بیان فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو حضور کا مرتبہ اور مقام ہے اس کا جو ذکر کیا ہے اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر حضور کے غلبہ اور آپ کی شریعت کی سربلندی کی خبر دینے سے کی ہے اور یہ بیان فرمایا ہے کہ آپ مغفور ہیں اور ماضی اور مستقبل کی کسی چیز پر آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا، بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ سے کوئی چیز ہوئی ہے یا نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ [3]

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ تجانی نے کہا ہے کہ یہ آیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے جیسے کوئی شخص کسی سے اظہار محبت کے لیے کہے اگر تمہارا کوئی پہلا یا پچھلا گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا۔ اس کلام سے اس شخص کا یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ اس نے فی الواقع کوئی گناہ کیا ہے اور وہ اس کو معاف کر رہا ہے اور میں کہتا ہوں کہ ذنب کا معنی ستر ہے جو نہ دکھائی دینے کا تقاضا کرتا ہے اور اس کو لازم ہے عدم ذنب یعنی جب گناہ ہے ہی نہیں تو کیسے دکھائی دے گا! کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو دکھائی دیتا۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدم اور موخر دونوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ موخر کا وجود ہی نہیں ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا گناہ مقدم ہے نہ موخر سو آپ سے

---

[1] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۳۔۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] ۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۹، (ملخصاً) مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت

[3] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

مطلقاً گناہ سرزد نہیں ہوا۔ [1]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ہر چند کہ بندہ اپنے مقسوم کے مطابق اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ جائے پھر بھی وہ اللہ کی مغفرت سے مستغنی نہیں ہوتا کیونکہ بندہ اپنے بشری عوارض کی بنا پر تقاضائے ربوبیت کے مطابق عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر رہ جاتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے یا امت کے اہم کاموں میں منہمک اور مستغرق ہونے کی وجہ سے جو حضرت الوہیت میں غفلت واقع ہوتی ہے حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس کو بھی سیئہ اور گناہ خیال کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہ ہوتی ہیں۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بکثرت عبادت کرنے کا جو حال مشہور تھا اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کی بلندی پر جو دلالت ہے اس کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزے رکھے اور نفلی نمازیں پڑھیں حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، اور سالخوردہ مشک کی طرح آپ کا جسم لاغر ہو گیا، آپ سے کہا گیا کہ آپ عبادت میں اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! [3]

عطا خراسانی کے قول کا بطلان

علامہ قرطبی مالکی نے اس آیت کے متعدد صحیح محمل بیان کیے ہیں، اور ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے:

عطا خراسانی نے کہا ہے کہ ما تقدم من ذنبک سے مراد آپ کے والدین حضرت آدم اور حضرت حواء کے ذنوب ہیں اور ما تاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں۔ [4]

اسی طرح علامہ اسمٰعیل حقی نے بھی اس آیت کے بہت سے محمل بیان کیے ہیں، جن میں سے بعض کو ہم نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ خفاجی کے حوالوں سے ذکر کر دیا ہے، علامہ اسماعیل حقی نے بھی عطا خراسانی کے اس قول کا ذکر کیا ہے۔ [5]

اہل علم سے یہ مخفی نہیں ہے کہ بعض اوقات مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں تمام اقوال نقل کر دیتے ہیں، پھر

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۵ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[5] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

کبھی وہ اپنے مختار قول کا بیان کر دیتے ہیں اور باطل قول کا رد کر دیتے ہیں اور بعض اوقات وہ صرف اقوال کا ذکر کر دیتے ہیں اور دلائل کی وضاحت کی بناء پر باطل قول کا رد نہیں کرتے۔

عطاء خراسانی کا یہ قول بہ کثرت احادیث صحیحہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے، آپ نے اس کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی' علامہ سیوطی نے مستند کتب احادیث سے سترہ حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں آپ کی طرف مغفرت کا اسناد کیا گیا ہے اور اس کو آپ کے حق میں نعمت اور اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے۔[1]

بعض اوقات مفسرین بغیر کسی کلام اور جرح کے تفسیر میں ایسی روایات ذکر کر دیتے ہیں جو اہل سنت کے مسلم معتقدات کے خلاف ہوتی ہیں۔

امام ابن جریر طبری بیان کرتے ہیں:

عن السدی فما استمتعتم به منهن الی اجل فاٰتوهن اجورهن۔ (تفسیر طبری جز ۵ ص ۱۲)

سدی سے یہ آیت اس طرح منقول ہے: تم نے عورتوں سے ایک مدت معینہ تک جو متعہ کیا ہے ان کو اس کی اجرت دو۔

علامہ سیوطی نے بغیر کسی کلام اور جرح کے یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابی سعید قال لما نزلت (وات ذا القربیٰ حقه) دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاطمة فاعطاها فدك (تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۷۷)

ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ جب وات ذا القربیٰ حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کو فدک عطا فرمایا۔

لیکن ان روایات کے نقل کر دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان روایات کو صحیح مانتے ہیں یا ان کا التزام کرتے ہیں، اسی طرح علامہ قرطبی، علامہ حقی یا بعض دوسرے مفسرین نے دیگر اقوال کے ساتھ اگر عطاء خراسانی کا قول بھی نقل کر دیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس قول کو صحیح مانتے ہیں یا اس کا التزام کرتے ہیں اور اگر بالفرض وہ اس کو صحیح مانتے ہوں تو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں ان کا قول مردود ہے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث کے برعکس ہمارے دور میں عطاء خراسانی کے قول کے مطابق اس آیت کا ترجمہ مشہور کر دیا گیا ہے اور اس آیت کے ترجمہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلوں کے" یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ بہ کثرت احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کی گئی ہے جیسا کہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور اس سلسلہ میں مزید احادیث یہ ہیں:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی الله علیه

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۶ ص ۷۱۔ ۷۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

وسلم صلّی حتّٰی انتفخت قدماہ فقیل لہ اتکلف ھذا وقد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اکون عبدًا شکورا[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (اتنی لمبی) نماز پڑھی کہ آپ کے پاؤں مبارک سوج گئے، آپ سے کہا گیا کہ آپ اتنی مشقت (کیوں) اٹھاتے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں اور اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا ہے، نیز اس حدیث کو امام بخاری[2]، امام ترمذی[3]، امام نسائی[4]، امام ابن ماجہ[5]، اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

اگر اس آیت میں مغفرت کا اسناد، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ ہوتا، بلکہ اگلوں اور پچھلوں کی طرف ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو تنبیہ فرماتے کہ تم میری طرف مغفرت کی نسبت کیوں کر رہے ہو؟ اس آیت کا تعلق تو اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت سے ہے! اس کے برخلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افلا اکون عبدا شکورًا فرما کر صحابہ کرام کی، کی ہوئی نسبت کی تائید اور توثیق فرما دی۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امرھم من الاعمال ما تطیقون قالوا انا لسنا کھیئتك یا رسول اللہ ان اللہ قد غفر لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فیغضب حتی یعرف الغضب فی وجھہ ثم یقول ان اتقاکم وَ اعلمکم باللہ انا۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تو ایسے عمل کا حکم دیتے جس کو وہ آسانی سے کر سکیں (یعنی مشکل اور دشوار عبادتوں کا حکم نہ دیتے) صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے۔ (یعنی آپ کے لیے تو قلیل عبادات کافی ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہیے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا تم سب سے زیادہ متقی اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۰، " " "

[5] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۲، " " "

[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۵۵، ۲۵۱، ج ۶ ص ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[7] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

ہیں ہوں۔ (لہٰذا مجھ سے زیادہ عبادت کی کوشش مت کرو۔)

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں، آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (یعنی بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی اللہ نے مغفرت کر دی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس قول کا رد نہ فرما کر ان کے قول کی تائید اور توثیق کر دی، اگر اس آیت کا یہ معنی ہوتا کہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں یا امت کی مغفرت کر دی گئی ہے تو صحابہ کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوتا کہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی اللہ نے مغفرت کر دی ہے، کیونکہ اس تقدیر پر مغفرت تو درحقیقت صحابہ کی ہوئی تھی جو اگلوں اور پچھلوں یا امت میں شامل ہیں پھر جب صحابہ کو بھی اس آیت سے مغفرت کی نوید حاصل ہو گئی تھی تو اس موقعہ پر اس اعتبار سے صحابہ کا مثلیت کی نفی کرنا کیسے صحیح ہوتا؟۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن ابی سلمة انه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ايقبل الصائم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم سل هذه لام سلمة فاخبرته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع ذلك فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اما والله انى لاتقاكم واخشاكم له[1]

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: آیا روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسئلہ ام سلمہ سے پوچھو: حضرت ام سلمہ نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود اس طرح کرتے ہیں! انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں!

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عائشة رضى الله عنها ان رجلا جاء الى النبى صلى الله عليه وسلم يستفتيه وهى تسمع من وراء الباب فقال يا رسول الله! تدركنى الصلوٰة وانا جنب فاصوم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ مسئلہ دریافت کیا اور اس وقت میں بھی دروازے کی اوٹ سے سن رہی تھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں، کیا میں اس وقت روزہ رکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وانا تدرکنی الصلوٰۃ و انا جنب فاصوم فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر فقال واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی [1]

اوقات) نماز کے وقت اٹھتا ہوں درآں حالیکہ میں جنبی ہوتا ہوں! میں روزہ رکھ لیتا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہماری مثل کب ہیں! الاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کو معاف کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا! مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

آخر الذکر دونوں حدیثوں کا مفاد یہ ہے کہ صحابہ روزے میں بوسہ لینے اور حالت جنابت میں روزے کی نیت کو گناہ سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے کہا اگر آپ یہ کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے، ہمیں ان کاموں سے بچنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا یہ کام گناہ نہیں ہیں، اگر گناہ ہوتے تو میں تم سب سے زیادہ گناہوں کا جاننے والا ہوں اور تم سب سے زیادہ ان سے بچنے والا ہوں، اگر اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت کا اعلان ہوتا، تو حضور ان کو منع فرماتے کہ تم میری طرف مغفرت کی نسبت کیوں کرتے ہو؟ مغفرت تو دراصل تمہاری ہوئی ہے، اور جب تمہاری مغفرت ہو گئی تو تمہیں روزے کی حالت میں بوسہ لینے میں کیا پریشانی ہے؟ اور حالت جنابت میں روزہ رکھنے کے متعلق صحابہ نے کیوں کہا: یا رسول اللہ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! اگلوں اور پچھلوں اور امت میں صحابہ بھی شامل ہیں، لہٰذا اس ترجمہ کے اعتبار سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمانا چاہیے تھا نہیں، اس اعتبار سے تم بھی میری مثل ہو کیونکہ اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے ضمن میں تمہاری مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے!

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلے اور پچھلوں کے"۔

نیز اس ترجمہ کے غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ اس میں لیغفر لک اللہ کا ترجمہ ہے "اللہ تمہارے سبب سے بخشے" حالانکہ کتب لغت میں تصریح ہے کہ غفر حرف لام کے ذکر اور حذف دونوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے غفر لہ ذنبہ کا معنی ہے اس کو معاف کر دیا، (یہ معنی نہیں ہے اس کے سبب سے معاف کر دیا) اور غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی (لسان العرب ج ۵ ص ۲۶) خلاصہ یہ ہے کہ غفر کے بعد لام تعلیل کے لیے نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کر دی گئی ہے۔

ہم نے اس بحث میں یہ لکھا ہے کہ مغفرت کلی کا اعلان قطعی صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ کیا بعض صحابہ کو جنت کی بشارت نہیں دی گئی تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنت کی بشارت اور چیز ہے اور مغفرت کلی کا اعلان قطعی اور چیز ہے، علامہ عزالدین، حافظ ابن کثیر، علامہ سیوطی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ دنیا میں مغفرت کا اعلان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی نبی کے لیے نہیں کیا گیا، جیسا کہ ہم نے پہلے باحوالہ بیان کیا ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اس ترجمہ پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ یہ معنی سیاق وسباق کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس آیت میں پہلے آپ کو فتح مبین عطا کرنے کا ذکر ہے، پھر آپ کی مغفرت کا ذکر ہے، پھر آپ پر نعمت پوری کرنے کا بیان ہے پھر آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھنے کا ذکر ہے، اور پھر آپ کی غالب نصرت کا بیان ہے، اب اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو فتح مبین عطا کرنے کے ذکر کے بعد درمیان میں اگلے اور پچھلوں کی مغفرت کا بیان ہے، پھر آپ پر نعمت پوری کرنے کا ذکر ہے تو یہ کلام بے ربط ہوگا، ان تمام جملوں میں عطف کے ساتھ ربط بیان کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو اس بے ربط محمل پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

رہا یہ کہ آپ کی طرف مغفرت کی نسبت کرنے سے یہ وہم ہوگا کہ آپ کی مغفرت کرنا (معاذ اللہ) آپ کے گناہ کرنے کو مستلزم ہے، تو اس وہم کے ازالہ کے لیے ہم شرح صحیح مسلم جلد ثالث، اور اس بحث کے شروع میں متعدد جواب ذکر کر چکے ہیں، بعض مزید جوابات یہ ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان اس لیے کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آپ جو بہ کثرت استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعائیں قبول کر لی ہیں اور ہر شخص کی مغفرت اس کے حسب حال ہوتی ہے، ہماری مغفرت عذاب سے امان کے معنی میں ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت رفع مراتب اور ترقی درجات کے معنی میں ہے نیز اس آیت میں ذنب کا لفظ مجازاً ترک اولیٰ اور کراہت تنزیہی پر محمول ہے جیسے فعصی ادم ربہ فغوی " میں معصیت اور غوایت مجاز پر محمول ہیں۔ جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف مغفرت کی نسبت کا انکار کرتے ہیں وہ قرآن مجید کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے جس میں آپ کو توبہ اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے؟

فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابًا۔ (نصر: ۳)

تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور اس سے استغفار کریں، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اعلیٰ حضرت نے بھی اس آیت کے ترجمہ میں لکھا ہے:

تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو، بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول والله انى لاستغفر الله واتوب اليه فى اليوم اكثر من سبعين مرة۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا کی قسم! میں ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف استغفار کی نسبت ہے، ہمارے نزدیک یہ حدیث اس

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

پر محمول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا بطور عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل ہے نہ کہ العیاذ باللہ کسی گناہ کی بناء پر ہے نیز بعض اوقات نبی صلے اللہ علیہ وسلم مصالح امت میں یا کفار کے ساتھ جہاد میں یا عوارض بشریہ میں مبتلا رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بالکلیہ حضور اور استغراق نہیں کر سکتے تو ہر چند کہ آپ کا ان امور میں مشغول رہنا بھی انتہائی عظیم عبادات میں سے ہے لیکن آپ اپنے مقام عالی کے اعتبار سے اس کو بھی ذنب قرار دیتے اور اس پر اللہ سے استغفار کرتے، یا آپ کا یہ استغفار تبلیغی مصلحتوں کی وجہ سے بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں یا بظاہر مکروہ تنزیہی کے ارتکاب کی وجہ سے تھا، یا آپ کا یہ استغفار ترقی درجات کے حصول کے لیے تھا۔ لیکن جو لوگ حضور کی طرف مغفرت کی نسبت کا انکار کرتے ہیں وہ اس نوع کی بے شمار احادیث کے متعلق کیا کہیں گے کہ یہ استغفار آپ نے نہیں کیا تھا بلکہ اگلوں اور پچھلوں نے کیا تھا یا امت نے کیا تھا یا آپ کے علاوہ کسی اور نے کیا تھا! یا ہر حدیث میں متعدد مضافات محذوف مانیں گے! اور عطا خراسانی کے قول یا اس مشہور ترجمے کو اصل قرار دیں گے اور قرآن مجید کی تمام صریح آیات اور صریح احادیث کو بغیر کسی ضرورت شرعی کے واجب التاویل قرار دیں گے!

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے متعلق ہم علماء اہل سنت کے چند مشہور تراجم پیش کر دیں۔ برصغیر میں سب سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کیا، وہ اس آیت کے تحت ترجمہ میں لکھتے ہیں:

عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ سابق گذشت از گناہ تو و آنچہ پس ماندہ۔

- اردو زبان میں سب سے پہلا ترجمہ شاہ رفیع الدین نے کیا وہ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

تو کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا۔

- ان کے بعد شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا:

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

- ہمارے زمانہ میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا:

تاکہ دور فرما دے آپ کے لیے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے۔

(ہجرت سے پہلے آپ پر کاہن، شاعر، مجنون اور ساحر کا الزام لگایا گیا اور ہجرت کے بعد آپ پر اختلاف، انتشار اور بھائی کو بھائی سے جدا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ ضیاء القرآن ملخصاً ج ۴ ص ۵۳۳)

اور علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا:

تاکہ اللہ آپ کے لیے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام (جو آپ کے کمال قرب کی وجہ سے محض صورۃً گناہ ہیں حقیقۃً حسنات الابرار سے افضل ہیں)۔

ان تمام مترجمین نے مغفرت ذنوب کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے، امت یا اگلوں پچھلوں کی طرف نہیں کی، کیونکہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم خصوصیت ہے اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد سہواً یا عمداً، صغیرہ یا کبیرہ آپ سے کبھی کوئی

گناہ صادر نہیں ہوا نہ حقیقۃً نہ صورۃً ہم نے اس بحث میں ہر جگہ ذنب کا ترجمہ بہ ظاہر خلاف اولیٰ کاموں یا بہ ظاہر مکروہ تنزیہی کے ارتکاب سے کیا ہے اور بظاہر کی قید اس لیے لگائی ہے کہ حقیقت میں آپ کا کوئی کام خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی نہیں ہے۔ بعض اوقات آپ نے کسی کام سے منع فرمایا پھر خود اس کام کو کیا تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا اس کام سے منع کرنا تحریم کے لیے نہیں تھا تنزیہ کے لیے تھا مثلاً آپ نے فصد لگانے (رگ کاٹ کے خون چوس کر نکالنا) کی اجرت دینے سے منع فرمایا اور حضرت ابو طیبہ نے آپ کو فصد لگائی تو آپ نے ان کو دو صاع (آٹھ کلوگرام) طعام دینے کا حکم دیا۔ (جامع ترمذی ص ۲۰۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اگر آپ حضرت ابو طیبہ کو فصد لگانے کی اجرت نہ دیتے تو ہم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ یہ اجرت دینا جائز ہے اور ممانعت تنزیہ کے لیے ہے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فصد کی اجرت دینا ہمارے لیے مکروہ تنزیہی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں مکروہ تنزیہی نہیں ہے، کیونکہ احکام کی علت اور حرمت بیان کرنا، آپ کے فرائض نبوت سے ہے اور اس میں آپ کا اجر و ثواب فرض کا اجر و ثواب ہے، اس نکتہ کے پیش نظر ہم نے اس کو بہ ظاہر مکروہ تنزیہی لکھا ہے، اسی طرح بعض اوقات آپ نے کسی کام کا افضل اور اولیٰ طریقہ بتایا اور پھر اس کے خلاف کیا، یہ بھی اسی طرح بہ ظاہر خلاف اولیٰ ہے حقیقت میں خلاف اولیٰ نہیں ہے، مثلاً آپ نے فرمایا سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کی نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ہوتا ہے اور آپ نے خود منہ اندھیرے بھی فجر کی نماز پڑھی ہے۔ (جامع ترمذی، ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)۔ اگر آپ کسی کام سے منع فرما کر یہ تبلا دیتے کہ اس کا خلاف بھی جائز ہے اور خود اس کام کو نہ کرتے، تب بھی مسئلہ تو معلوم ہو جاتا لیکن اس کام میں آپ کی اقتداء کا شرف حاصل نہ ہوتا، بہر حال قرآن مجید اور احادیث میں جہاں آپ کی طرف مغفرت ذنوب کی نسبت کی گئی ہے وہاں ذنوب سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ یا بہ ظاہر مکروہ تنزیہی کام ہیں اور مغفرت سے مراد آپ کے درجات کی بلندی اور آپ کو قرب خاص سے نوازنا ہے اور دنیا میں آپ کو یہ تبلا دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آخرت میں کن انعامات سے نوازے گا تاکہ آپ روز قیامت اطمینان اور تسلی کے ساتھ امت کی شفاعت کر سکیں اور یہ وہ عظیم نعمت ہے جو آپ کے علاوہ کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حافظ ابن کثیر نے تصریح کی ہے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ میری اس تمام کاوش کا مقصد کسی بزرگ اور محترم مترجم کی تنقیص نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد صرف اور صرف شخصی اقوال کے مقابلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی حاکمیت اور ان کی بالادستی کا اظہار ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نیتوں کو جاننے والا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان اور آپ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے قول کے خلاف ہر قول کو مسترد کر دیا جائے خواہ وہ کسی کا قول ہو، جو شخص اس میزان پر پورا نہیں اترتا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث کے خلاف کسی بزرگ کے قول کو ترک نہیں کرتا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان کی حلاوت اور آپ کی محبت کی چاشنی سے محروم ہے۔!

مجھ سے یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے اپنی پہلی تصانیف میں اس ترجمہ کو قائم رکھا اور شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث میں اس سے اختلاف کیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۲۴۸۴ کی تشریح کرتے ہوئے مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ یہ ترجمہ اس حدیث کے خلاف ہے، پھر میں نے اس سلسلہ میں مزید احادیث کی تلاش کی

تو مجھے یہ یقین واثق ہوگیا کہ یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے سو میں نے اس سے رجوع کرلیا، میں نے پہلے جو کچھ لکھا تھا وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے لکھا تھا اور اب جو کچھ لکھا ہے وہ بھی اللہ کی رضا کے لیے لکھا ہے، خواہ کوئی کچھ کہے میں یہی کہوں گا کہ میرا دین اور میرا کعبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو قول آپ کی احادیث اور آپ کے ارشادات کے مطابق ہو وہ میرے سر آنکھوں پر، اور جب کسی قول کی سمت آپ کی احادیث سے مختلف ہو جائے تو میرا قبلہ تو آپ کی احادیث ہیں!

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین الذی انفرد بخصوص المغفرۃ فی کتاب مبین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الواصلین وعلی ازواجہ الطاہرات امہات المومنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المجتہدین والمفسرین والمحدثین والمسلمات والمسلمین اجمعین الی یوم الدین۔

خالق اور خلق کے محبوب ہونے کی وجہ سے آپ کی افضلیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل ان کان اٰباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفاسقین۔ (توبہ: ۲۴)

آپ فرمائیے کہ تمہارے باپ دادا، اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کے گھاٹے کا تمہیں خوف ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان اگر تم کو اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ماں باپ اور بھائی بہنوں سے طبعی محبت ہوتی ہے، بیوی سے شہوانی محبت ہوتی ہے اور مال و دولت، تجارت اور مکانوں سے عقلی محبت ہوتی ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا ہے کہ محبت کی جو قسم بھی ہو اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت سے مغلوب کردو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ہر محبت پر غالب کردو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو محبت تھی وہ اپنی جان سے، ماں باپ اور اولاد سے، بیویوں سے اور مال و دولت سے اور ہر چیز سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی، جنگ بدر میں حضرت ابوبکر اپنے بیٹے کے خلاف صف آراء تھے، جنگ احد میں حضرت ابوعبیدہ نے اپنے باپ کو قتل کردیا، حضرت مصعب بن عمیر نے جنگ احد میں اپنے بھائی کو قتل کردیا، جنگ بدر میں حضرت عمر نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کردیا اور حضرت علی نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کردیا۔ [1]

قاضی عیاض لکھتے ہیں: ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ جنگ اُحد میں ایک عورت کا باپ، بھائی اور شوہر قتل کردیا گیا، اس نے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا الحمدللہ! وہ تمہاری تمنا کے مطابق خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ حتیٰ کہ میں آپ کو دیکھ لوں، جب اس نے آپ کو دیکھا تو کہا آپ (کی خیریت)

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ [1]

نیز قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ کفار مکہ حضرت زید بن دثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے۔ اس وقت ان سے ابوسفیان بن حرب نے کہا اے زید! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں یہ بتاؤ کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بدلہ ہم ان کی گردن اتار دیتے؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میں اپنے گھر میں آرام سے ہوں اور آپ کے کانٹا چبھ جائے، ابوسفیان نے کہا میں نے اصحاب محمد کی طرح کسی شخص کو کسی سے محبت کرتے نہیں دیکھا۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت حنظلہ بن ابی عامر اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے اپنے مشرک اور منافق باپ کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی، مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی، حضرت حنظلہ بن ابی عامر جنگ احد میں شہید ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں جاؤ ان کی بیوی سے جا کر پوچھو، بیوی نے کہا جس وقت انھوں نے جہاد کی آواز سنی تو یہ غسل کیے بغیر حالت جنابت میں جہاد کے لیے نکل گئے تھے! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لیے فرشتے ان کو غسل دے رہے تھے۔ [3]

یہ اپنی جان، اپنے ماں باپ، اولاد اور رشتہ داروں کی طبعی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کی مثالیں ہیں، اور حنظلہ بن ابی عامر کے واقعہ میں شہوانی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے اور جن صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاطر مکہ میں اپنے مال و دولت، مکانات اور تجارت کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کی اس میں ان کی عقلی محبت سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا بیان ہے، ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر محبت پر غالب تھی، صرف انسان ہی نہیں، شجر و حجر اور حیوان بھی آپ سے محبت کرتے تھے، آپ نے فرمایا احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے، کھجور کا تنا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر روتا تھا، اور جب آپ قربانی کرتے تو ہر اونٹنی آگے بڑھ بڑھ کر آپ کی چھری کے قریب ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری و سنن ابوداؤد)۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال جلس ناس من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ينتظرونه قال فخرج حتى اذا دنا منهم سمعهم يتذاكرون فسمع حديثهم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بیٹھے ہوئے آپ کا انتظار کر رہے تھے، آپ (حجرے سے) نکل کر ان کے قریب ہو کر ان کی باتیں سننے لگے، ان میں سے بعض نے تعجب سے

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] " " " ، شفاء ج ۲ ص ۱۹، " " "

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، اصابہ ج ۱ ص ۳۶۱، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

فقال بعضهم عجبا ان الله اتخذ من خلقه خليلا اتخذ ابراهيم خليلا وقال اخر ماذا باعجب من كلام موسى كلمه تكليما وقال اخر فعيسى كلمة الله و روحه وقال آخر آدم اصطفاه الله فخرج عليهم وسلم وقال قد سمعت كلامكم و عجبكم ان ابراهيم خليل الله وهو كذالك وموسى نجى الله وهو كذالك وعيسى روحه و كلمته و هو كذالك و آدم اصطفاه الله وهو كذالك الا وانا حبيب الله ولا فخر و انا حامل لواء الحمد يوم القيامة ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع يوم القيامة ولا فخر وانا اول مومن يحرك حلق الجنة فيفتح الله لى فيدخلنها ومعى فقراء المومنين ولا فخر وانا اكرم الاولين والاخرين ولا فخر[1]

کہا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے ایک خلیل بنانے لگا تو حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا، دوسرے نے کہا اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ہم کلام ہونے کا شرف بخشا، ایک اور نے کہا: حضرت عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، دوسرے نے کہا اور حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے صفی بنایا، آپ نے ان کے پاس آکر ان کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہارا کلام اور اس پر تعجب سنا کہ ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں، وہ ایسے ہی ہیں اور موسیٰ اللہ کے کلیم ہیں، وہ ایسے ہی ہیں، اور عیسیٰ اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں وہ ایسے ہی ہیں اور آدم کو اللہ نے صفی بنایا اور وہ ایسے ہی ہیں، سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں ہے، میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے، میں قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں، اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی، اور اس پر فخر نہیں، میں سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا، پھر اللہ میری خاطر جنت کو کھولے گا اور اس میں مجھ کو داخل کرے گا اور میرے ساتھ فقراء مؤمنین ہوں گے اور اس پر فخر نہیں اور میں اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور اس پر فخر نہیں

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں، اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت ما أرى ربك الا يسارع فى هواك ۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرا یہی گمان ہے کہ آپ کا رب آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔

خلیل اور حبیب میں فرق کا بیان

قاضی عیاض مالکی نے خلیل اور حبیب کا فرق بیان کرتے ہوئے امام ابوبکر بن فورک کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

خلیل، اللہ تک بالواسطہ پہنچے:

وکذالك نری ابراهیم ملکوت السمٰوات والارض۔ (انعام: ۷۵)

اور اور حبیب اللہ تک بلاواسطہ پہنچے:

فکان قاب قوسین او ادنی۔ (نجم: ۹)

اور ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمینوں کی ساری بادشاہی دکھائی۔

پھر اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا۔ پھر دو کمانوں کی مقدار کے برابر اللہ کے قریب ہوئے یا اس سے بھی زیادہ قریب ہوئے۔

خلیل کی مغفرت کا بیان مرتبہ طمع میں ہے:

والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین (شعراء: ۸۲)

اور جس سے میری امید وابستہ ہے وہ قیامت کے دن میری خطاف معاف فرما دے گا۔

اور حبیب کی مغفرت کا بیان مرتبہ یقین میں ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبینا ۝ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ (فتح: ۲-۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے لیے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے۔

خلیل نے دعا کی کہ اللہ انھیں روز حشر شرمندہ نہ کرے۔

ولاتخزنی یوم یبعثون (شعراء: ۸۷)

اور مجھے روز حشر شرمندہ نہ فرمانا۔

اور حبیب کو بن مانگے یہ مقام عطا فرمایا:

یوم لایخزی الله النبی والذین آمنوا معه (تحریم: ۸)

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو شرمندہ کرے گا نہ ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو۔

امتحان کے موقع پر خلیل نے کہا:

حسبی الله۔

مجھے اللہ کافی ہے۔

اور حبیب کے لیے اللہ نے از خود فرمایا:

یا ایها النبی حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنین۔ (انفال: ۶۴)

اے نبی! آپ کے لیے اللہ اور وہ ایمان لانے والے کافی ہیں جنھوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

خلیل نے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔ (شعراء: ۸۴)

اور بعد کے آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری کر دے۔

اور حبیب کے لیے از خود فرمایا:

ورفعنا لك ذكرك۔ (انشراح: ۴)

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

سو قیامت تک کلمہ، اذان، نماز اور خطبہ میں مسلمانوں کی زبانوں سے آپ کا ذکر بلند ہوتا رہے گا۔

خلیل نے دعا کی:

واجنبنی و بنیّ ان نعبد الاصنام۔ (ابراھیم: ۳۵) — مجھے اور میرے (خاص) بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے اجتناب پر برقرار رکھ۔

اور حبیب کے لیے بلا طلب از خود فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (احزاب: ۳۳) — اے اہل بیت رسول! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر کے تم کو خوب پاکیزہ کر دے۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں ہم نے جو یہ چند آیات ذکر کی ہیں ان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے احوال اور آپ کے مقامات کی افضلیت کی ایک جھلک معلوم ہو جاتی ہے اور ان آیات سے ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق مفہوم اخذ کرتا ہے اور تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون احسن طریقہ پر ہے۔ [1]

کلیم اور حبیب میں فرق کا بیان

کلیم دعا کرتے ہیں:

رب اشرح لی صدری (طہ: ۲۵) — اے میرے رب میرا سینہ کھول دے۔

حبیب کے لیے از خود فرمایا:

الم نشرح لک صدرک (انشراح: ۱) — کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھولا۔

کلیم دعا کرتے ہیں:

رب ارنی انظر الیک۔ (اعراف: ۱۴۳) — اے رب! مجھے اپنی ذات دکھا میں تجھے دیکھوں۔

حبیب سے فرمایا:

الم تر الی ربک۔ (فرقان: ۴۵) — کیا آپ نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا۔

کلیم سے فرمایا:

لن ترانی (اعراف: ۱۴۳) — تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔

حبیب سے فرمایا:

ما زاغ البصر وما طغیٰ (نجم: ۱۷) — نظر ایک طرف مائل ہوئی اور حد سے نہ بڑھی۔

کلیم نے اپنے اور اپنی قوم کے لیے دعا کی:

واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ (انفال: ۱۵۶) — ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں۔

حبیب کی امت کے متعلق فرمایا:

فسا کتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکاۃ — فرمایا میں عنقریب اس (بھلائی) کو ان لوگوں کے حق

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۱۳۴-۱۳۳، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

والذین ھم بآیاتنا یؤمنون ۝ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونه مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل۔
(اعراف: ۱۵۷-۱۵۶)

میں لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں، جو اس رسول نبی امّی (اللقب) کی پیروی کرتے ہیں جس کا نام ان کے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ہے۔

دیکھیے مانگا حضرت کلیم نے اور ملا آپ کے غلاموں کو، معلوم ہوا کہ زمانہ کسی نبی کا ہو کسی رسول کا ہو سکہ چلتا تھا تو مصطفےٰ کا چلتا تھا اور ڈنکا بجتا تھا تو مصطفےٰ کا ڈنکا بجتا تھا۔!

انبیاء سابقین علیہم السلام کے معجزات پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی افضلیت

حضرت موسیٰ

علیہ السلام کو کلام الٰہی لینے کے لیے طور پر جانا پڑا اور آپ کو کلام الٰہی کے لیے کہیں جانا نہیں پڑتا تھا آپ جہاں ہوتے کلام الٰہی وہیں نازل ہو جاتا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ انھوں نے زمین پر لاٹھی ماری تو پانی نکل آیا، لیکن زمین میں عادۃً پانی ہوتا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی تو آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل پڑے اور جہاں عادۃً پانی نہیں ہوتا وہاں سے پانی نکل آیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم کر دیا گیا تھا اور وہ اس سے زرہ بن لیتے تھے لیکن لوہے کو بھی عادۃً آگ سے گرم کیا جا سکتا ہے آپ کے لیے تو پتھر نرم ہو گیا جو کبھی نرم نہیں ہوتا، حافظ ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم غار میں گئے اور آپ نے اس میں سر مبارک داخل کیا تو وہ نرم ہوتا چلا گیا، اور صحیح بخاری میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد ایک پہاڑ ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں، (ج ۲ ص ۵۸۵)۔ دیکھئے پتھر وہ جنس ہے جس میں محبت پیدا نہیں ہوتی حتیٰ کہ جس شخص کو کسی سے محبت نہ ہو اس کو سنگ دل کہتے ہیں لیکن یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے کہ جس چیز کی حقیقت میں محبت نہیں ہے، وہاں بھی اپنی محبت پیدا کر دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہاڑ نے تسبیح کی اور آپ کے ہاتھ میں سنگ ریزوں نے تسبیح پڑھی، کہاں لوہے کا نرم ہونا اور کہاں پتھروں کا محبت کرنا اور سنگ ریزوں کا تسبیح پڑھنا!

حضرت داؤد سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تتبع الھوی۔ (ص: ۲۶)

اور آپ خواہش کی پیروی نہ کریں۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وما ینطق عن الھوی (نجم: ۳)

وہ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔

سبحان اللہ! آپ وہ ہیں جن کی اللہ کی رضا کے مقابلہ میں اپنی کوئی خواہش نہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں سے گفتگو کا ملکہ دیا اور جنات اور ہوا کو مسخر کیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بکری کے گوشت کے ٹکڑے نے کلام کیا اور آپ سے کہا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے، ہرن اور اونٹ نے آپ سے شکایت کی اور سنگ ریزوں نے آپ کے ہاتھ پر تسبیح پڑھی، پتھروں نے سلام عرض کیا اور درختوں نے

آپ کی اطاعت کی آپ کے حکم سے درخت ایک جگہ سے دوسری جگہ چل کر آیا اور پھر واپس چلا گیا، یہ امور پرندوں کے ساتھ گفتگو کرنے کی بہ نسبت زیادہ عجیب وغریب اور باکمال ہیں، اور ہوا کے مسخر کرنے کا قصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیٹھ کر ہوا میں اڑتے تھے اور صبح کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے اور شام کی سیر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے۔

ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر (سبا: ۱۲) — اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی اور شام کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی۔

ہوا مسخر سہی، لیکن حضرت سلیمان جس جگہ کا قصد کرتے انھیں وہاں جانا پڑتا تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کہیں جانا نہیں پڑتا تھا آپ جس جگہ کا جہاں قصد کرتے وہ جگہ وہیں آجاتی تھی، معراج سے واپسی کے بعد جب کفار قریش نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے تو بیت المقدس کو آپ کے سامنے دار ارقم میں لاکر رکھ دیا گیا۔ [1]

نیز آپ نے فرمایا:

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا و مغاربھا۔ [2] — اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا اور میں نے زمین کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔

اور رہا حضرت سلیمان کے لیے جنات کا مسخر ہونا تو اس کے مقابلہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے جنات مسلمان ہو گئے اور جنات کا مسخر ہونا اور بات ہے اور ان کا مسلمان ہونا اور چیز ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اندھوں اور کوڑھیوں کے تندرست کرنے اور مردہ زندہ کرنے کا معجزہ عطا فرمایا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن نعمان کی نکلی ہوئی آنکھ لعاب دہن لگا کر دوبارہ لوٹا دی، حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی جوڑ دی، آپ کے بلانے سے درخت چل کر آئے، کھجور کا تنا آپ کے فراق میں چیخیں مار کر رویا اور یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے کہیں بڑھ کر کمالات اور معجزات ہیں، کیونکہ مردے میں پہلے جان آچکی ہوتی ہے، آپ نے ان چیزوں میں حیات جاری کی جہاں عادۃً حیات نہیں ہوتی، آنکھ والے کو دکھانا اور کان والے کو سنانا اور بات ہے اور بغیر آنکھوں کے دکھانا اور بغیر کانوں کے سنانا اور چیز ہے۔ الغرض نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات اور کمالات دیے گئے وہ تمام نبیوں کے معجزات اور کمالات سے فائق اور ان پر غالب تھے، آپ کے معجزات کی تعداد، ان کی کیفیات اور حیثیات ہر اعتبار سے سب پر بلند و بالا تھے، دوسرے نبیوں نے نبوت کا دعویٰ کرتے ہی معجزات پیش کیے اور آپ نے اعلان نبوت کے بعد کسی معجزہ کو پیش کرنے کی بجائے اپنی زندگی کو پیش کر دیا اور یوں ظاہر ہوا کہ آپ کو اپنی نبوت ثابت کرنے کے لیے کسی خارجی معجزہ کی احتیاج نہیں تھی، آپ کی زندگی خود سراپا معجزہ تھی، یوں ہی تو نہیں فرمایا تھا لعمرک (حجر: ۷۲) "تمہاری زندگی کی قسم"۔

---

[1] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۵۳۰، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

سب سے پہلے قبر سے اٹھنے والی حدیث کا حضرت موسیٰ کے پہلے اٹھنے والی حدیث سے تعارض کا جواب

اس باب کی حدیث میں ہے: سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو، کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا، میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا اس وقت حضرت موسیٰ عرش کے ایک جانب پکڑے کھڑے ہوں گے میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا تھا۔ [1]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ان حدیثوں میں تعارض نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ آپ مطلقاً سب سے پہلے قبر سے اٹھائے جائیں گے اور مسلم کی روایت میں جو ارشاد ہے وہ بعد کا واقعہ ہو۔ [2]

علامہ وشتانی ابی مالکی نے بھی اس تعارض کا یہی جواب دیا ہے۔ [3]

جس حدیث میں آپ نے دوسرے انبیاء پر فضیلت دینے سے منع کیا ہے اس کے جوابات

امام بخاری نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تخیروا بین الانبیاء [4] انبیاء میں (کسی کو) فضیلت نہ دو۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لا تخیروا علی موسیٰ [5] مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

صحیح بخاری کی ان روایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینا ممنوع ہے حالانکہ صحیح مسلم کی زیر بحث روایت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت بیان کی ہے، اس تعارض

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۹۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۵، " " " "

کے جواب میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ ابن التین نے کہا ہے کہ "انبیاء میں کسی کو فضیلت نہ دو" اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بغیر علم کے کسی نبی کو کسی پر فضیلت نہ دو، ورنہ انبیاء علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے: تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض (بقرہ: ۲۵۳) "یہ سب رسول، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی افضلیت کا علم ہونے سے پہلے یہ فرمایا تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی تنقیص کو مستلزم ہو۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس فضیلت دینے سے منع فرمایا ہے جو دوسرے نبی کی دل آزاری کا موجب ہو۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نفس نبوت میں فرق کرنے سے منع فرمایا ہے۔

چھٹا جواب یہ ہے کہ آپ کا یہ قول تواضع پر محمول ہے۔ [1]

باب ۸۰۸ فِي مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ — نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات!!

۵۸۲۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ فَأُتِيَ بِقَدَحٍ رَحْرَاحٍ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَوَضَّئُونَ فَحَزَرْتُ مَا بَيْنَ السِّتِّينَ إِلَى الثَّمَانِينَ قَالَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى الْمَاءِ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا، تو ایک پھیلا ہوا پیالہ لایا گیا، لوگ اس سے وضو کرنے لگے، میں نے اندازہ کیا وہ ساٹھ سے اسی تک لوگ تھے، میں اس پانی کی طرف دیکھ رہا تھا جو آپ کی انگلیوں میں سے پھوٹ رہا تھا۔

۵۸۲۵۔ وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ فَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا درآں حالیکہ عصر کا وقت آچکا تھا لوگوں نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا اور انھیں پانی نہیں ملا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ پانی لایا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دست مبارک رکھ دیا، اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے

---

[1] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوْءٍ فَوَضَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ذَالِكَ الْاِنَآءِ يَدَهٗ وَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يَتَوَضَّؤُا مِنْهُ قَالَ فَرَاَيْتُ الْمَآءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّؤُا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ۔

نے دیکھا پانی آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا تھا اور شروع سے آخر تک تمام لوگوں نے وضو کر لیا۔

۵۸۲۶۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ) حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَهٗ بِالزَّوْرَآءِ (قَالَ وَالزَّوْرَآءُ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ السُّوْقِ وَالْمَسْجِدِ فِيْمَا تُمَّةَ) دَعَا بِقَدَحٍ فِيْهِ مَآءٌ فَوَضَعَ كَفَّهٗ فِيْهِ فَجَعَلَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ فَتَوَضَّاَ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ قَالَ قُلْتُ كَمْ كَانُوْا يَا اَبَا حَمْزَةَ قَالَ كَانُوْا زُهَآءَ الثَّلٰثِمِائَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مقام زوراء میں تھے، (راوی نے کہا کہ زوراء مدینہ کے بازار میں مسجد کے قریب ایک جگہ ہے) آپ نے ایک پیالہ منگایا جس میں پانی تھا، آپ نے اس میں اپنی ہتھیلی رکھ دی، پھر آپ کی انگلیوں میں سے پانی پھوٹنے لگا، آپ کے تمام اصحاب نے وضو کر لیا، راوی نے کہا اے ابو حمزہ اس وقت لوگوں کی کتنی تعداد تھی؟ انھوں نے کہا اندازاً تین سو آدمی ہوں گے۔

۵۸۲۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ بِالزَّوْرَآءِ فَاُتِيَ بِاِنَآءٍ مَآءٍ لَا يَغْمُرُ اَصَابِعَهٗ اَوْ قَدْرَ مَا يُوَارِيْ اَصَابِعَهٗ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ هِشَامٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم زوراء میں تھے، آپ کے پاس ایک برتن میں پانی لایا گیا اس میں اتنا پانی تھا کہ اس میں آپ کی انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں یا آپ کی انگلیاں بھی نہیں چھپتی تھیں، بقیہ روایت حسب سابق ہے۔

۵۸۲۸۔ وَحَدَّثَنِيْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ اُمَّ مَالِكٍ كَانَتْ تُهْدِيْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عُكَّةٍ لَهَا سَمْنًا فَيَاْتِيْهَا بَنُوْهَا فَيَسْاَلُوْنَ الْاُدْمَ وَلَيْسَ عِنْدَهُمْ شَيْءٌ فَتَعْمِدُ اِلَى الَّذِيْ كَانَتْ تُهْدِيْ فِيْهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَجِدُ فِيْهِ سَمْنًا فَمَا زَالَ يُقِيْمُ لَهَا اُدْمَ بَيْتِهَا حَتّٰى عَصَرَتْهُ فَاَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام مالک رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپی میں گھی بھیجا کرتی تھیں، ان کے بیٹے آکر ان سے سالن مانگتے، ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، تو جس کپی میں وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے گھی بھیجتی تھیں اس میں ان کو کچھ گھی مل جاتا، ان کے گھر میں سالن کا مسئلہ اسی طرح حل ہوتا رہا، حتی کہ انھوں نے ایک دن اس کپی کو نچوڑ لیا، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا: تم نے کپی کو نچوڑ لیا؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا: اگر

فَقَالَ عَصَرْتِيهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَوْ تَرَكْتِيهَا مَا زَالَ قَائِمًا۔

تم اس کو اسی طرح رہنے دیتیں تو اس سے (گھی) اسی طرح ملتا رہتا۔

۵۸۲۹۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَطْعِمُهُ فَأَطْعَمَهُ شَطْرَ وَسْقِ شَعِيرٍ فَمَازَالَ الرَّجُلُ يَأْكُلُ مِنْهُ وَامْرَأَتُهُ وَضَيْفُهُمَا حَتَّى كَالَهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کچھ کھانا طلب کیا، آپ نے اسے نصف وسق (ایک سو بیس کلوگرام) جو دیے دیے، وہ شخص، اس کی بیوی اور ان کا مہمان وہ جو کھاتے رہے، حتیٰ کہ ایک دن انھوں نے ان کو ماپ لیا، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا اگر تم اس کو نہ ماپتے تو تم وہ جو کھاتے رہتے اور وہ جو یونہی باقی رہتے۔

۵۸۳۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا مَالِكٌ (وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ) عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ أَنَّ أَبَا الطُّفَيْلِ عَامِرَ بْنَ وَاثِلَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَخْبَرَهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يَجْمَعُ الصَّلَاةَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمًا أَخَّرَ الصَّلَاةَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا ثُمَّ دَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ بَعْدَ ذَلِكَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ أَنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَيْنَ تَبُوكَ وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا قَالَا نَعَمْ فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ قَالَ ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں غزوہ تبوک والے سال ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، آپ نمازوں کو جمع کرتے تھے اور ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء ملا کر پڑھتے تھے، حتیٰ کہ ایک دن آپ نے نمازوں میں تاخیر کر دی، پھر آپ باہر نکلے اور ظہر اور عصر کو ملا کر پڑھا، پھر آپ اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد پھر آپ باہر نکلے اور مغرب اور عشاء کو ملا کر پڑھا، پھر آپ نے فرمایا کل تم ان شاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے، اور تم دن چڑھنے سے پہلے نہیں پہنچو گے، تم میں سے جو شخص بھی اس چشمہ کے پاس جائے وہ میرے پہنچنے سے پہلے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے اس چشمہ پر ہم میں سے دو آدمی پہلے پہنچے، چشمہ میں پانی زیادہ سے زیادہ جوتی کے تسمہ جتنا تھا، اور وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شخصوں سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں! نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ان کو فرماتے رہے، لوگوں نے تھوڑا تھوڑا کر کے چلوؤں سے چشمہ کا پانی لیا اور اس کو کسی چیز میں جمع کر لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنے دست مبارک اور چہرہ انور دھویا اور وہ پانی اس

قَلِيْلًا قَلِيْلًا حَتّٰى اجْتَمَعَ فِيْ شَيْءٌ قَالَ وَ غَسَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ ثُمَّ اَعَادَهُ فِيْهَا فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَآءٍ مُنْهَمِرٍ اَوْ قَالَ غَزِيْرٍ شَكَّ اَبُوْ عَلِيٍّ اَيُّهُمَا قَالَ حَتّٰى اسْتَقَى النَّاسُ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ يَا مُعَاذُ اِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ اَنْ تَرٰى مَا هٰهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا۔

چشمہ میں ڈال دیا، وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا حتیٰ کہ لوگوں نے اس سے پانی (اپنے جانوروں اور ساتھیوں کو) پلایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم عنقریب دیکھو گے کہ یہ پانی باغات کو سیراب کرے گا۔

۵۸۲۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ تَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَبَّاسِ بْنِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنْ اَبِيْ حُمَيْدٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوْكَ فَاَتَيْنَا وَادِي الْقُرٰى عَلٰى حَدِيْقَةِ امْرَاَةٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْرُصُوْهَا فَخَرَصْنَاهَا وَخَرَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ وَقَالَ اَحْصِيْهَا حَتّٰى نَرْجِعَ اِلَيْكِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ وَانْطَلَقْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا تَبُوْكَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَهُبُّ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَا يَقُمْ فِيْهَا اَحَدٌ مِنْكُمْ فَمَنْ كَانَ لَهُ بَعِيْرٌ فَلْيُشَدَّ عِقَالُهُ فَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيْحُ حَتّٰى اَلْقَتْهُ بِجَبَلَيْ طَيِّءٍ وَجَآءَ رَسُوْلُ ابْنِ الْعَلْمَآءِ صَاحِبِ اَيْلَةَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ وَاَهْدٰى لَهُ بَغْلَةً بَيْضَآءَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْدٰى لَهُ بُرْدًا ثُمَّ اَقْبَلْنَا حَتّٰى قَدِمْنَا وَادِي الْقُرٰى فَسَاَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْاَةَ عَنْ حَدِيْقَتِهَا كَمْ بَلَغَ ثَمَرُهَا فَقَالَتْ عَشَرَةَ اَوْسُقٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ مُسْرِعٌ فَمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ فَلْيُسْرِعْ مَعِيَ وَمَنْ شَآءَ فَلْيَمْكُثْ

ابو حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں گئے اور وادی القریٰ میں ایک عورت کے باغ میں پہنچے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باغ کے پھلوں کا اندازہ لگاؤ، ہم نے اندازہ لگایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس وسق (ساٹھ من) کا اندازہ لگایا، آپ نے اس عورت سے فرمایا اس تعداد کو یاد رکھنا یہاں تک کہ ہم انشاء اللہ تمہارے پاس لوٹ آئیں، پھر ہم چل پڑے یہاں تک کہ تبوک پہنچ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات سخت آندھی آئے گی تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ رہے، جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اس کو رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دے، پھر سخت آندھی آئی، ایک شخص کھڑا ہوا تو ہوا اس کو اڑا کر لے گئی اور طے کے دو پہاڑوں کے درمیان اس کو گرا دیا پھر ایلہ کے حاکم ابن العلماء کا قاصد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خط لے کر آیا، اور اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سفید خچر بھی ہدیہ دیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب لکھا اور اسے ایک چادر ہدیہ میں پیش کی، پھر ہم واپس ہوئے اور وادی قریٰ میں پہنچے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے اس کے باغ کے متعلق پوچھا کہ اس کے پھل کتنے ہوئے؟ اس عورت نے کہا دس وسق (ساٹھ من) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جلد روانہ ہوں گا جو جلد روانہ ہونا چاہتا ہو وہ میرے ساتھ چلے اور

فَخَرَجْنَا حَتّٰى اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ وَهُوَ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ خَيْرَ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دَارُ بَنِيْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ دَارُ بَنِيْ عَبْدِ الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ دَارُ بَنِيْ سَاعِدَةَ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ فَلَحِقْنَا سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ اَلَمْ تَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيَّرَ دُوْرَ الْاَنْصَارِ فَجَعَلَنَا اٰخِرًا فَاَدْرَكَ سَعْدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَيَّرْتَ دُوْرَ الْاَنْصَارِ فَجَعَلْتَنَا اٰخِرًا فَقَالَ اَوَلَيْسَ بِحَسْبِكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِنَ الْخِيَارِ ۔

جو ٹھہرنا چاہتا ہے وہ ٹھہر جائے، ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے، آپ نے فرمایا یہ طابہ ہے اور یہ اُحد ہے، یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا انصار کے تمام گھروں میں بنو نجار کے گھر سب سے افضل ہیں، پھر بنو عبد الاشہل کے گھر ہیں، پھر بنو عبد الحارث بن خزرج کے گھر ہیں پھر بنو ساعدہ کے، اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے، پھر حضرت سعد بن عبادہ ہم سے ملے، ابو اُسید نے ان سے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام انصار کے گھروں کو بہتر قرار دیا اور ہم کو آخر میں کر دیا۔ حضرت سعد، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے تمام انصار کے گھروں کو بہتر قرار دیا اور آپ نے ہم کو آخر میں رکھا! آپ نے فرمایا کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم اخیار میں سے ہو!

۵۸۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيٰى بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى تَوْلِهٖ وَفِيْ كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ قِصَّةِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ فَكَتَبَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَحْرِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ فَكَتَبَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، اس میں ہے کہ انصار کے سب گھروں میں بھلائی ہے اور سعد بن عبادہ کا قصہ نہیں ہے، اور وہیب کی سند میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان کا سمندر (یعنی ان کا ملک) لکھ دیا اور اس میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب لکھا۔

معجزہ کی تعریف جو شخص نبوت کا مدعی ہو وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں ایسی دلیل پیش کرے جس کا معارضہ کرنے سے وہ پوری قوم عاجز ہو جائے جس کی طرف مبعوث ہونے کا اس شخص نے دعویٰ کیا ہو اور وہ دلیل اس کے دعویٰ کی موید اور مصداق ہو، یہ معجزہ ہے، یوں تو بعض شعبدہ باز، ہپناٹیزم کے ماہر اور جادوگر بھی بہت محیر العقول کام کر دکھاتے ہیں لیکن یہ لوگ نہ تو وحی اور الہام کے مدعی ہوتے ہیں اور نہ ان کی زندگی صاف اور پاکیزہ ہوتی ہے اور نہ یہ تقویٰ اور طہارت کے حامل ہوتے ہیں اور نہ یہ کسی روحانی انقلاب اور صالح نظام کے داعی ہوتے ہیں، اس کے برخلاف نبی اعلان نبوت سے پہلے لوگوں کے درمیان رہ کر بے داغ زندگی گزارتا ہے اور لوگوں میں اس کی پاکیزہ سیرت، راست بازی، صداقت

دیانت، امانت اور سخاوت کی ایسی شہرت ہو جاتی ہے جس کی بناء پر لوگ اس کو سچائی کی علامت قرار دیتے ہیں اور اس موڑ پر آجاتے ہیں کہ اس کی ہر بات کی بلا دلیل تصدیق کرنے لگیں اور یوں معجزہ پیش کرنے سے پہلے نبی کی ذات خود بطور معجزہ تسلیم کر لی جاتی ہے، پھر نبی کی دعوت و تبلیغ سے بدکار، نیک، بت پرست، بت شکن اور چور اور ڈاکو ہادی اور امین بن جاتے ہیں وہ ایک ایسے صالح نظام کا داعی ہوتا ہے جس پر عمل کر کے لوگ دین اور دنیا کی فلاح اور برکتیں حاصل کرتے ہیں اس کے برعکس ایک جادوگر اور سپنا ٹائز کرنے والے کے ہاتھ میں سوائے کھیل اور تماشے کے کچھ نہیں ہوتا، اس کے ہاں صالح حیات کا کوئی تصور نہیں ہوتا وہ کسی کافر کو مومن بنا سکتا ہے نہ کسی بدکار کو پاکباز کر سکتا ہے، وہ لوہے کو سونا تو بنا سکتا ہے لیکن کسی زنگ آلود دل کو طہور سینا نہیں بنا سکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے کم چیز زیادہ ہوئی معدوم چیز موجود کیوں نہیں ہوئی؟

حدیث نمبر ۵۸۲۳ میں ہے مقام

زوراء میں ایک برتن میں کچھ پانی لایا گیا اس میں اتنا کم پانی تھا کہ انگلیاں بھی نہیں ڈوبتی تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی چشمہ کی طرح پھوٹنے لگا، پھر اس پانی سے تین سو آدمیوں نے وضو کر لیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے زیادہ باکمال ہے جس میں انھوں نے زمین پر لاٹھی مار کر پانی نکالا تھا کیونکہ زمین میں بہرحال پانی ہوتا ہے آپ نے وہاں سے پانی نکالا جہاں عادۃً پانی نہیں ہوتا، دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے خالی برتن میں ہاتھ نہیں رکھا بلکہ اس برتن میں ہاتھ رکھا جس میں پہلے سے کچھ پانی موجود تھا، کیونکہ اگر خالی برتن میں ہاتھ رکھتے اور پانی آجاتا تو یہ پانی عدم سے وجود میں آتا اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا صرف اللہ عزوجل کی شان ہے، اسی طرح حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں جب لوگوں کو بھوک لگی اور کھانا ان کے پاس ناکافی تھا تو آپ نے فرمایا سب اپنے اپنے زادِ راہ کو جمع کر لیں اور جب وہ جمع ہو گیا تو آپ نے برکت کی دعا کی تو وہ کھانا اتنا زیادہ ہو گیا کہ تمام لشکر نے کھا لیا اور سب نے اپنے اپنے برتن بھر لیے۔ [1]

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر سے ہوئے آٹے اور سالن کی دیگچی میں لعاب دہن ڈال دیا تو اس تھوڑے سے کھانے سے غزوہ خندق کے ایک ہزار مجاہدین سیر ہو گئے [2] اسی طرح حضرت ابوطلحہ کی دعوت کا واقعہ ہے۔ [3] اور اس طرح کے اور بکثرت واقعات ہیں اور سب میں یہی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی چیز میں دعا کی یا لعاب دہن ڈالا تو وہ زیادہ ہو گئی اور یہی آپ کا معجزہ ہے، یہ نہیں ہوا کہ کوئی چیز عدم سے وجود میں آگئی، کیونکہ کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اس چیز کو خلق اور پیدا کرنا ہے اور یہ صرف اللہ عزوجل کا کام ہے! دنیا کے پانیوں میں سب سے افضل زمزم کا پانی ہے، اس سے بھی افضل وہ پانی ہے جو آپ کی انگلیوں سے جاری ہوا اور جو آپ کا لعاب دہن ہے وہ ہر پانی سے افضل ہے حتیٰ کہ جنت کی نہروں اور

---

[1] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳-۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۸، " " " "

[3] " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۷۹، " " " "

کوثر و تسنیم سے بھی افضل ہے!

جس چیز میں برکت ہو اس کا حساب کرنے سے اس کی برکت کیوں ختم ہو جاتی ہے؟

حدیث نمبر ۵۸۲۵

میں ہے کہ حضرت ام مالک نے جب کپی کو نچوڑ لیا تو اس کی برکت اور آپ کے معجزے کا اثر ختم ہو گیا، اور حدیث نمبر ۵۸۲۶ میں ہے کہ جب ایک صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے غلہ کو ماپ لیا تو پھر اس کی برکت جاتی رہی!

علماء نے بیان کیا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کا کپی کو نچوڑنا اور غلہ کو ماپنا، تسلیم و رضا اور اللہ کے رزق پر توکل کے خلاف تھا اور اپنی تدبیر پر اعتماد کرنے کو متضمن تھا اس وجہ سے ان پر عتاب کیا گیا اور ان چیزوں کی برکت زائل کر دی گئی۔

حدیث نمبر ۵۸۲۷ میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے سفر میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا ظہر اور عصر ایک وقت میں پڑھیں اور مغرب اور عشاء ایک وقت پڑھیں۔ ہمارے نزدیک یہ صورۃً جمع ہے یعنی ظہر کو آخری وقت میں اور عصر کو ابتدائی وقت میں پڑھا علی ہذا القیاس مغرب کو آخری وقت میں اور عشاء کو ابتدائی وقت میں پڑھا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (نساء : ۱۰۳)

بے شک ایمان والوں پر نماز، اوقات مقررہ میں فرض ہے۔

اور جب ظاہر قرآن اور حدیث میں تعارض ہو تو حدیث کو قرآن کے تابع کرنا چاہیے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غیب کی خبریں دینا

حدیث نمبر ۵۸۲۸ میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات سخت آندھی آئے گی، سو اس رات سخت آندھی آئی، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے اور غیب کی خبریں دینے کا ثبوت ہے، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس باغ کے پھل دس دستی ہوں گے اور بعد میں معلوم ہو گیا کہ وہ پھل دس دستی یعنی ساٹھ من ہی نکلے۔

اس حدیث میں یہ ذکر بھی ہے کہ ایلہ کے حاکم ابن العلماء نے آپ کے لیے سفید خچر ہدیہ میں بھیجی اس میں کفار سے ہدیہ قبول کرنے اور جواباً ان کو ہدیہ دینے کا ثبوت ہے، نیز اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھنے کا اسناد بھی ہے۔ شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لکھنے اور پڑھنے کے متعلق تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لکھنے اور پڑھنے کے اظہار کے بعد دنیا سے تشریف لے گئے۔

باب ۸۰۹ تَوَكُّلِهٖ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى!

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ پر توکل

۵۸۲۳۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِيْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف

سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سِنَانٍ ابْنِ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً قِبَلَ نَجْدٍ فَأَدْرَكَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَّقَ سَيْفَهُ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا قَالَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْوَادِي يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلًا أَتَانِي وَأَنَا نَائِمٌ فَأَخَذَ السَّيْفَ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي فَلَمْ أَشْعُرْ إِلَّا وَالسَّيْفُ صَلْتًا فِي يَدِهِ فَقَالَ لِي مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ قُلْتُ اللهُ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّانِيَةِ مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ قُلْتُ اللهُ قَالَ فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يَعْرِضْ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک جنگ میں لگے، تو ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی وادی میں دیکھا جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے اترے اور اس درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ پر اپنی تلوار لٹکا دی، اور لوگ وادی کے دوسرے درختوں کے نیچے سائے کی طلب میں بکھر گئے، (راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص میرے پاس آیا درآں حالیکہ میں سویا ہوا تھا، اس نے میری تلوار پکڑ لی میں اچانک بیدار ہوا تو وہ میرے سر پر کھڑا ہوا تھا اور مجھے صرف اس وقت احساس ہوا جب اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی، اس نے کہا اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ! اس نے پھر دوبارہ کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ! آپ نے فرمایا پھر اس نے تلوار نیام میں کر لی، اور وہ شخص یہ بیٹھا ہوا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

۵۸۲۴۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي سِنَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ الدُّؤَلِيُّ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةً قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهُ فَأَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ يَوْمًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ وَمَعْمَرٍ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نجد کی طرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس لوٹے تو وہ بھی آپ کے ساتھ واپس ہوئے۔ ایک دن ان سب کو دوپہر کے قیلولہ نے آلیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۵۸۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، حتیٰ کہ جب ہم ذات الرقاع پر پہنچے، باقی روایت زہری کی طرح ہے اس میں یہ نہیں

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ الزُّھْرِیِّ وَلَمْ یَذْکُرْ ثُمَّ لَمْ یَعْرِضْ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

توکّل کا لغوی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

لغت میں توکل کی حقیقت ہے اپنے عجز کا اظہار کرنا اور غیر پر اعتماد کرنا، اور اہل حقیقت کے نزدیک توکّل کی تعریف یہ ہے: جو چیز اللہ کے پاس ہو اس کی امید رکھنا اور جو لوگوں کے پاس ہو اس سے ناامید ہونا، اور جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ اس کے رزق اور تمام معاملات کا اللہ تعالیٰ کفیل اور کارساز ہے اور وہ صرف اسی کی طرف رجوع کرتا ہو اور غیر سے امید نہ رکھتا ہو وہ شخص اللہ پر متوکل ہے۔[1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

کسی شخص پر توکل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ کسی شخص کو کسی معاملہ پر وکیل بنالیا جائے جو اس معاملہ کو قائم کرنے والا ہو اور اس کی اصلاح کا ضامن ہو، ابن الملک نے یہ کہا ہے کہ اللہ پر توکل کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کو یہ یقین ہو کہ جو نفع یا ضرر اس کے لیے مقدر کر دیا گیا ہے اس کے سوا اس کو کوئی چیز لاحق نہیں ہوگی، نہایہ میں ہے کسی شخص پر توکل کرنے کا معنی اس پر اعتماد کرنا اور اس کی پناہ میں جانا ہے، اور عرفاء میں سے سری سقطی نے کہا ہے کہ اپنی قوت سے بالکلیہ نکل آنا توکل ہے، ابن مسروق نے کہا ہے کہ تقدیر پر راضی بہ رضا ہونا توکل ہے اور جنید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اللہ کے لیے ایسا ہو جائے جیسے وہ ہے ہی نہیں ـــــ یعنی احکام الٰہیہ کے سامنے اپنی خواہشات کو فنا کر دے بس اللہ ہی اللہ ہو اور کچھ نہ ہو یہ توکل ہے ـــــ[2]

کیا اسباب اور وسائل کا حصول توکل کے منافی ہے؟

امام غزالی فرماتے ہیں:

تمہارے سامنے کھانا رکھا ہوا ہو اور تم بھوکے اور ضرورت مند ہو لیکن تم کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ اور کہو کہ میں تو متوکل ہوں، یہ غلط ہے کیونکہ توکل کی شرط ہے کوشش کو ترک کرنا اور ہاتھ بڑھانا بھی کوشش ہے، اسی طرح دانتوں سے چبانا اور حلق سے نوالہ نیچے نگلنا بھی کوشش ہے تو یہ خیال محض جنون ہے اور یہ توکل کی کوئی قسم نہیں ہے، کیونکہ نوالہ خود بخود منہ میں نہیں پہنچتا، اور چبائے اور حلق سے اتارے بغیر نوالہ معدہ میں ہضم ہونے کے لیے نہیں جاتا، اسی طرح بیج بونے اور دیگر کاشتکاری کے کاموں کے کیے بغیر فصل نہیں اگتی یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔[3]

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت — اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کریں، پس

---

[1] ۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۱۶۰ - ۱۵۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۴۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ امام محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۵۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

فتوکل علی اللہ ط ان اللہ یحب المتوکلین ۔
(آل عمران : ۱۵۹)

جب آپ (کسی کام کا) عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کریں ۔ (اور اس کام کو کر گزریں) بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے ۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

دلت الآیۃ علی انہ لیس التوکل ان یھمل الانسان نفسہ کما یقولہ بعض الجھال والا لکان الامر بالمشاورۃ منافیا للامر بالتوکل بل التوکل ھو ان یراعی الانسان الاسباب الظاھرۃ ولکن لا یعول بقلبہ علیھا بل یعول علی عصمۃ الحق [1]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ توکل یہ نہیں ہے کہ انسان بالکل کوشش نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کہتے ہیں کیونکہ اگر توکل کوشش ترک کرنے کا نام ہوتا تو پھر مشورہ کا حکم دینا توکل کے خلاف ہوتا، بلکہ توکل کی تعریف یہ ہے کہ انسان اسباب ظاہرہ کی رعایت کرے لیکن اس کا اعتماد ان اسباب پر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو ۔

اور علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واصل التوکل اظھار العجز والاعتماد علی الغیر والاکتفاء بہ فی فعل ما یحتاج الیہ وھو عندنا علی اللہ سبحانہ لا بنافی مراعاۃ الاسباب بل یکون مراعاتھا مع تفویض الامر الیہ تعالیٰ شانہ واعقلھا وتوکل یرشد الی ذالک ۔ [2]

لغت میں توکل کا معنی ہے عجز کا اظہار کرنا اور غیر پر اعتماد کرنا اور حاجات میں اسی پر اکتفاء کرنا، ہمارے نزدیک یہ معنی اسباب کی رعایت کرنے کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ اسباب کی رعایت کرنے کے بعد معاملہ اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد "اونٹنی کو باندھ کر توکل کرو" اسی معنی کی طرف راہنمائی کرتا ہے ۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول قال رجل یا رسول اللہ اعقلھا وتوکل او اطلقھا وتوکل قال اعقلھا وتوکل ۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھلا چھوڑ کر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو ۔

امام بیہقی نے اس حدیث کو چار مختلف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ [4]

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[2] ۔ علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[3] ۔ امام محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۱ ۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۸۰ - ۷۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کان اهل الیمن یحجون ولا تیزودون ویقولون نحن المتوکلون فاذا قدموا مکة سألوا الناس فانزل الله عزوجل وتزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل یمن حج کرتے تھے اور زادِ راہ نہیں لیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں، اور جب مکہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی زادِ راہ (سفر خرچ) لو، کیونکہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، (یعنی سوال نہ کرنا)

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ابن شہاب سے مرسلاً روایت کرتے ہیں:

قال النبی صلی الله علیه وسلم اطلب حقك حتی تعجز فاذا عجزت فقل حسبی الله ونعم الوکیل فانما یقضی بینکم علی حججکم۔ [3]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا حق طلب کرو حتیٰ کہ تم عاجز آجاؤ اور جب تم عاجز آجاؤ تو کہو "مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے"، کیونکہ تمہارے درمیان تمہارے دلائل کے اعتبار سے فیصلہ کیا جاتا ہے۔

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن علی قال: سئل النبی صلی الله علیه وسلم ای الاعمال ازکی قال کسب المرء بیده۔ [4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ انسان کا سب سے پاکیزہ عمل کون سا ہے؟ فرمایا مرد کا اپنے ہاتھ سے کمائی کرنا۔

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن معاویه بن قرة ان عمر بن الخطاب اتی علی قوم فقال ما انتم؟ قالوا: نحن المتوکلون، قال بل انتم المتکلون، الا اخبرکم بالمتوکلین؟ رجل القی حبة فی بطن الارض ثم توکل علی ربه۔ [5]

معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کا چند لوگوں کے پاس سے گزر ہوا، فرمایا: تم لوگ کیا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم لوگ توکل کرتے ہیں، آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم (لوگوں کے اموال پر) بھروسہ کرتے ہو، کیا میں تم لوگوں کو نہ بتاؤں کہ متوکل کون ہیں؟ جس شخص نے زمین میں بیج ڈالا پھر اللہ پر توکل کیا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۴۲، مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۸۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[4] " " شعب الایمان ج ۲ ص ۸۸ " " " "

[5] " " شعب الایمان ج ۲ ص ۸۱ " " " "

قرآن مجید، احادیث اور آثار سے یہ واضح ہو گیا کہ اسباب کو ترک کرنا توکل نہیں بلکہ کسی چیز کے اسباب کو حاصل کر کے اس کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا توکل ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں اس کے باوجود جب آپ کئی دن کے لیے غارِ حرا میں عبادت کے لیے جاتے تو اپنے ساتھ کئی دن کا کھانا لے جاتے تھے غزوۂ احد میں آپ دو زرہیں پہن کر میدانِ جنگ میں آئے، فتح مکہ کے دن مکہ میں خود پہن کر داخل ہوئے، آپ نے بیماروں کو دوا اور علاج کرنے کی تلقین کی، اپنا علاج کرایا، پچھنے لگوائے، آپ کے چہرہ کے زخم میں راکھ بھری گئی، آپ نے بیمار کو پرہیز کرنے کا حکم دیا، اور یہ بھی فرمایا کہ بیمار کو تندرست کے پاس نہ لاؤ اور کوڑھ کے مریض سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں، فتح خیبر کے بعد آپ ازواج مطہرات کو ایک سال کے خرچ کے لیے چھوارے اور غلہ کی دیگر اجناس دے دیا کرتے تھے۔ اس لیے مستقبل کی خاطر پس انداز کرنا اور اسباب اور وسائل کو حاصل کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

بَابُ ۸۱۰ بَيَانِ مَثَلِ مَا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ

جس علم اور ہدایت کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اس کی مثال

۵۸۳۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي عَامِرٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنَ الْهُدٰى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَتْ مِنْهَا طَائِفَةٌ طَيِّبَةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا مِنْهَا وَسَقَوْا وَرَعَوْا وَأَصَابَ طَائِفَةً مِنْهَا أُخْرٰى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللّٰهِ وَنَفَعَهُ بِمَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذٰلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللّٰهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے جس علم اور ہدایت کے ساتھ مجھ کو مبعوث کیا ہے اس کی مثال اس بادل کی طرح ہے جو زمین پر برسا، زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کر لیا اور اس نے چارہ اور بہت سا سبزہ اگایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا اس نے پانی کو روک لیا جس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع دیا، انھوں نے وہ پانی خود پیا، جانوروں کو پلایا، اور ان کو چرایا، زمین کا بعض حصہ چٹیل میدان تھا، جس پر بارش ہوئی تو اس نے پانی کو روکا اور نہ کسی قسم کی گھاس اگائی۔ یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنھوں نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اس کا فیض پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے اس کا علم حاصل کیا اور وہ علم آگے پہنچایا اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے اس کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس کو قبول نہیں کیا۔

علم دین پڑھنے اور پڑھانے کی فضیلت

علامہ نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو مثال بیان فرمائی ہے اس سے مقصود یہ

ہے کہ زمین کی تین قسمیں ہیں اسی طرح لوگوں کی بھی تین قسمیں ہیں، زمین کی پہلی قسم یہ ہے کہ زمین پہلے مردہ اور بنجر ہو پھر بارش ہونے سے اس میں سبزہ پیدا ہو جائے جس سے انسان اور مویشی دونوں فائدہ حاصل کریں۔ اسی طرح لوگوں کی پہلی قسم یہ ہے کہ ان کے پاس ہدایت اور علم پہنچے وہ اس کو یاد کر کے اپنے دل کو زندہ کریں اور اس کے تقاضوں پر عمل کریں اور دوسرے لوگوں کو تعلیم دیں۔ زمین کی دوسری قسم وہ ہے جو پانی سے خود تو فائدہ حاصل نہیں کرتی لیکن وہ پانی کو روک لیتی ہے اور اس سے انسان اور مویشی فائدہ حاصل کرتے ہیں، اور لوگوں کی دوسری قسم وہ ہے جن کی قوت حافظہ تو ہوتی ہے لیکن ان میں ذہانت اور ذکاوت نہیں ہوتی جس کی بناء پر وہ قرآن مجید اور احادیث کی نصوص سے مسائل مستنبط نہیں کر سکتے، یہ لوگ احادیث کو روایت کرتے ہیں اور مجتہدین ان کی روایات سے مسائل کا اجتہاد کرتے ہیں اور لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے، زمین کی تیسری قسم وہ ہے جو اگاتی ہے نہ پانی روکتی ہے، اور لوگوں کی تیسری قسم وہ ہے جن کے پاس نہ قوت حافظہ ہوتی ہے جس سے قرآن اور حدیث کی نصوص یاد رکھ سکیں نہ ان کی فہم ثاقب ہوتی ہے جس سے وہ مسائل مستنبط کر سکیں، پس جب یہ لوگ علم اور ہدایت کی کوئی بات سنتے ہیں تو یہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ ان سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ [1]

علامہ نووی کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی تین قسمیں ہیں پہلی قسم علماء اور فقہاء کی، دوسری قسم راویان حدیث کی اور تیسری قسم عوام کی، لیکن اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تیسری قسم میں جن لوگوں کو بیان کیا ہے ان کی مذمت کی ہے اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے علم اور ہدایت کو بالکل قبول نہیں حالانکہ عام مسلمان اس مثال میں داخل نہیں ہیں اس لیے صحیح یہ ہے کہ پہلی قسم فقہاء مجتہدین کی ہے، دوسری قسم علماء غیر مجتہدین اور راویان حدیث کی اور تیسری قسم کفار اور منافقین کی ہے۔

باب ۸۱۱ شَفَقَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أُمَّتِهٖ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اپنی اُمت پر شفقت

۵۸۳۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ مَا بَعَثَنِيَ اللّٰهُ بِهٖ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتٰى قَوْمَهٗ فَقَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بِعَيْنَيَّ وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ فَالنَّجَاءَ فَأَطَاعَهٗ طَائِفَةٌ مِنْ قَوْمِهٖ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلٰى مُهْلَتِهِمْ وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ فَصَبَّحَهُمُ الْجَيْشُ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور جس دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس جا کر کہے: اے میری قوم میں نے اپنی آنکھوں سے (دشمن کا) ایک لشکر دیکھا ہے اور میں تم کو کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں سو تم خود کو بچاؤ، اس قوم میں سے بعض لوگوں کی اطاعت کر لی، اور سر شام اس مہلت میں بھاگ گئے اور بعض لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور وہ صبح تک وہیں رہے، صبح ہوتے ہی لشکر ان پر حملہ آور

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَاَهْلَكَهُمْ وَاَجْتَاحَهُمْ فَذٰلِكَ مَثَلُ مَنْ اَطَاعَنِيْ وَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهٖ وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِيْ وَكَذَّبَ مَا جِئْتُ بِهٖ مِنَ الْحَقِّ۔

ہوا اور ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو میری پیروی کرتے ہیں اور میرے لائے ہوئے دین کی اتباع کرتے ہیں اور ان لوگوں کی مثال ہے جو میری نافرمانی کرتے ہیں اور میرے لائے ہوئے دین حق کی تکذیب کرتے ہیں۔

۵۸۳۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ اُمَّتِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهِ فَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور میری امت کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی پھر حشرات الارض اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے سو میں تم کو کمر سے پکڑ کر روک رہا ہوں اور تم اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہو۔

۵۸۳۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۸۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِيْ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيْهَا وَجَعَلَ يَحْجُزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيْهَا قَالَ فَذٰلِكُمْ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ اَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ هَلُمَّ عَنِ النَّارِ فَتَغْلِبُوْنِيْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس آگ نے ماحول کو روشن کر دیا تو اس میں پروانے اور حشرات الارض گرنے لگے، وہ شخص ان کو آگ میں گرنے سے روکتا ہے اور وہ اس پر غالب آکر آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں، پس یہ میری مثال اور تمہاری مثال ہے، میں تمہاری کمر پکڑ کر تم کو جہنم میں جانے سے روک رہا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ جہنم کے پاس سے چلے آؤ، اور تم لوگ میری بات نہ مان کر جہنم میں گرے جا رہے ہو۔

۵۸۴۱۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور تمہاری مثال

مِينَآءَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اَوْقَدَ نَارًا فَجَعَلَ الْجَنَادِبُ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنْهَا وَاَنَا اٰخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَفَلَّتُوْنَ مِنْ يَدِيْ۔

اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی پھر حشرات الارض اور پروانے اس میں گرنے لگے درآں حالیکہ وہ ان کو اس سے روک رہا ہے اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلے جاتے ہو۔!

بَابُ ذِكْرِ كَوْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان

۵۸۴۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بُنْيَانًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ فَجَعَلَ النَّاسُ يُطِيْفُوْنَ بِهٖ يَقُوْلُوْنَ مَا رَاَيْنَا بُنْيَانًا اَحْسَنَ مِنْ هٰذَا اِلَّا هٰذِهِ اللَّبِنَةَ فَكُنْتُ اَنَا تِلْكَ اللَّبِنَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور کیا ہی اچھا اور خوبصورت مکان بنایا لوگ اس مکان کے گرد گھوم کر کہنے لگے، ہم نے اس مکان سے اچھا کوئی مکان نہیں دیکھا مگر اس میں ایک اینٹ نہیں ہے سو میں وہ اینٹ ہوں۔

۵۸۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنٰى بُيُوْتًا فَاَحْسَنَهَا وَاَجْمَلَهَا وَاَكْمَلَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهَا فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ وَيُعْجِبُهُمُ الْبُنْيَانُ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَّا وُضِعَتْ هٰهُنَا لَبِنَةٌ فَيَتِمَّ بُنْيَانُكَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ اَنَا اللَّبِنَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کئی مکان بنائے اور کیا اچھے، خوبصورت اور مکمل مکان بنائے مگر اس کے گوشوں میں سے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی، لوگ گھوم رہے تھے اور ان کو وہ مکان اچھا لگ رہا تھا، وہ کہنے لگے تم نے یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی تاکہ تمہاری تعمیر مکمل ہو جاتی، حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

۵۸۴۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (يَعْنُوْنَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے

ابْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بُنْيَانًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔

انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مکان بنایا اور کیا ہی حسین و جمیل مکان بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ تھی، لوگ اس کے گرد گھوم کر خوش ہو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی، آپ نے فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

۵۸۴۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّبِيِّيْنَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور نبیوں کی مثال، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۵۸۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا سَلِيْمُ بْنُ حَيَّانَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى دَارًا فَاَتَمَّهَا وَاَكْمَلَهَا اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَدْخُلُوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِنْهَا وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْاَنْبِيَاءَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک گھر بنایا اور اس کو مکمل اور کامل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ رہ گئی لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور اس گھر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس اینٹ کی جگہ آیا ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا۔

۵۸۴۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سَلِيْمٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ بَدَلَ اَتَمَّهَا اَحْسَنَهَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

خاتم کے معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

(وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ) لانه ختم النبوة اى تمّها بمجيئه۔ [1]

آپ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا، یعنی آپ نے آکر نبوت کو تمام اور مکمل کر دیا۔

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ مرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

وختام القوم وخاتمهم وخاتمتهم: آخرهم عن اللحیانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام۔ التہذیب، وَالخَاتِم والخاتَم من اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی التنزیل العزیز: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای اٰخرهم وقد قرئ وخاتِم انما حمله علی القراءۃ المشہورۃ تکسر، من اسمائہ العاقب ایضا ومعناہ آخر الانبیاء[1]

خاتم القوم، خاتِم القوم اور خاتَم القوم کا معنی ہے آخر القوم۔ لحیانی سے منقول ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں (تہذیب) خاتِم اور خاتَم دونوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اسماء ہیں، قرآن مجید میں ہے: ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، خاتِم اور خاتَم قرآن مجید کی دو قرأتیں ہیں، اور خاتِم کی قرأت خاتَم پر محمول ہے دونوں کا معنی ہے آخر النبیین، آپ کے اسماء میں سے عاقب بھی ہے اور اس کا معنی ہے آخر الانبیاء۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

فیہ (آمین خاتم رب العالمین علی عبادۃ المومنین) قیل معناہ طابعہ وعلامتہ التی تدفع عنہم الاعراض والعاھات، لان خاتم الکتاب یصونہ ویمنع الناظرین عما فی باطنہ و تفتح تاؤہ وتکسر، لغتان[2]

حدیث میں ہے کہ آمین اللہ تعالیٰ کی اپنے مومن بندوں پر خاتم ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی مہر اور ایسی علامت ہے جو ان سے بیماریوں اور آفتوں کو دور کرتی ہے، کیونکہ جب مکتوب پر مہر لگا دی جاتی ہے تو وہ مکتوب کو کسی اور چیز کے دخول سے محفوظ رکھتی ہے اور لوگوں کو اس مکتوب کے دیکھنے سے منع کرتی ہے۔ خاتم اور خاتِم اس لفظ میں دو لغت ہیں۔

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

والخاتِم من کل شی عاقبتہ و آخرتہ کخاتمتہ والخاتَم آخر القوم کالخاتِم ومنہ قولہ تعالیٰ وخاتم النبیین ای اٰخرهم[3]

ہر چیز کا خاتم اس کے بعد آنے والا اور اس کا آخر ہے جیسا کہ خاتمہ اخیر میں ہوتا ہے اور خاتَم خاتم کی طرح قوم کے آخری شخص کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا قول خاتم النبیین اسی معنی میں ہے۔

ختم نبوت پر قرآن مجید سے دلائل

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۲ ص ۱۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ،

[3] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۲۶۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

اللہ وخاتم النبیین ۔ (احزاب : ۴۰)

نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

۱۸۳۹ یا ۱۸۴۰ء میں مرزا غلام احمد نام کا ایک شخص گورداسپور کے ایک علاقہ قادیان میں پیدا ہوا، یہ شخص پہلے مبلغ اسلام کی شکل میں ظاہر ہوا پھر اس نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں یہ شخص فوت ہو گیا (قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از پروفیسر الیاس برنی)

قادیانی یہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کی مہر ہیں جس شخص پر آپ کی مہر لگ جاتی ہے وہ نبی بن جاتا ہے، اور اس آیت کا یہی مطلب ہے سو ان کے نزدیک غلام احمد قادیانی پر بھی آپ کی مہر لگی اور وہ نبی بن گیا، العیاذ باللہ ختم نبوت کا یہ معنی قرآن مجید کی خالص تحریف ہے، ہم نے مستند لغات کے حوالوں سے بیان کیا ہے کہ خاتم کا معنی آخر ہے نیز قرآن مجید کی دو قراءتیں ہیں خاتم اور خاتم اگر خاتم کا معنی مہر مذکور کیا جائے تو ان دونوں قراءتوں میں کھلا تعارض ہو گا، اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ خاتم اور خاتم دونوں کا معنی عاقب اور آخر ہے اور اگر خاتم کا معنی مہر بھی ہو تو اس مہر کا معنی وہ نہیں ہے جو قادیانیوں نے سمجھا ہے بلکہ مہر کا معنی یہ ہے کہ جس چیز پر مہر لگا دی جائے وہ چیز ختم ہو جاتی ہے اس میں دوسری شئے داخل ہو سکتی ہے نہ اس کو کوئی شخص دیکھ سکتا ہے نیز قرآن مجید کی آیات کے معنی کے تعین میں اصل حجت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں اور پھر آثار صحابہ ہیں لغت تو تیسرے درجہ کی چیز ہے اور بہ کثرت احادیث سے واضح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی اور کوئی رسول مبعوث نہیں ہو سکتا، جیسا کہ ہم ان شاء اللہ عنقریب متعدد حوالوں سے بیان کریں گے، سر دست ہم ختم نبوت کے ثبوت میں قرآن مجید کی مزید آیات پیش کر رہے ہیں، فنقول وباللہ التوفیق:۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا (مائدہ : ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا۔

دین اسلام کا کامل ہونا اور نعمت الٰہی کا پورا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اب نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے، کیونکہ اگر نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بعد بھی نبوت جاری رہے اور وحی نازل ہوتی رہے تو پھر نعمت الٰہی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

وما ارسلناک الا کافۃً للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۔ (سبا : ۲۸)

اور بے شک ہم نے آپ کو (قیامت تک کے) تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی یا رسول کا آنا ممکن ہو تو جن لوگوں کے لیے وہ نبی یا رسول ہو گا ان کے لیے آپ نبی یا رسول نہیں ہوں گے۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ تمام لوگوں کے لیے رسول نہ ہوں کیونکہ بعض لوگوں کے لیے کوئی اور نبی یا رسول ہے اور یہ مفروضہ اس آیت کریمہ کے خلاف ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم

آپ کہیے کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف

جمیعاً۔ (اعراف : ۱۵۸) اللہ کا رسول ہوں۔

اس آیت سے بھی یہی وجہ استدلال ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا جائز ہو تو پھر آپ سب لوگوں کے رسول نہ ہوئے، کیونکہ بعض لوگوں کا رسول کوئی اور ہے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

تبٰرك الذی نزّل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ (فرقان : ۱)

وہ ذات بڑی برکت والی ہے جس نے اپنے عبد (مقدس) پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ عبد تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والے ہو جائیں۔

اس آیت سے بھی یہی وجہ استدلال ہے کہ اگر آپ کے بعد نبی آنا ممکن ہو تو پھر آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر نہ رہے کیونکہ بعض لوگوں کا نذیر کوئی اور ہے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے:

وما ارسلناك الا رحمةً للعالمین۔ (انبیاء : ۱۰۷)

بے شک ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس آیت سے بھی اسی طرح استدلال ہے کہ اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی آیا تو اپنی امت کے لیے وہ رحمت ہوگا پھر آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت نہ ہوئے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝ واٰخرین منهم لما یلحقوا بهم۔ (جمعہ : ۳-۲)

وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انھی میں سے (ایک عظمت والا) رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ لوگ (ایمان لانے سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے ان دوسروں کو بھی (علم و حکمت سکھاتا ہے اور پاک کرتا ہے) جو ابھی ان (پہلے لوگوں) سے نہیں ملے۔

اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد کے لوگوں کو بھی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں، اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی آیا تو پھر بعد کے لوگوں کو وہ تعلیم دے گا اور وہ تزکیہ کرے گا اور آپ بعد کے تمام لوگوں کو تعلیم دینے والے نہیں رہیں گے اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ (نساء : ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور ان کی جو تم میں سے صاحبان امر ہوں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد اولی الامر (صاحبان امر یعنی علماء یا حکام) کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو صاحبان امر سے پہلے اس نبی کی پیروی کا حکم دیا جاتا۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی ونصله جهنم وساءت

اور جو شخص سیدھا راستہ روشن ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے تو وہ جس طرف پھرے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے

مصیرا (نساء : ۱۱۵) اور اس کو جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سبیل المؤمنین (اجماع امت) کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے اگر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو سبیل المؤمنین سے پہلے اس کی اتباع کا حکم دیا جاتا۔

والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك وبالاخرة هم یوقنون ۝ اولئك علی هدی من ربهم واولئك هم المفلحون۔ (بقرہ : ۵-۴)

جو اس (وحی) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو (وحی) آپ سے پہلے نازل کی گئی اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ صرف انبیاء سابقین اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسی پر اخروی فلاح موقوف ہے، اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کا آنا بھی ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایمان لانے کا ذکر بھی کرتا۔

لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل ط اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔ (الحدید : ۱۰)

اے مسلمانو! تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا تم ان کے برابر نہیں ہو سکتے! ان لوگوں کا ان مسلمانوں سے بہت بڑا درجہ ہے جنھوں نے بعد میں (راہ خدا میں) خرچ کیا اور جہاد کیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت تک کوئی مسلمان فتح مکہ سے پہلے خرچ کرنے والوں اور جہاد کرنے والوں سے درجہ میں بڑھ نہیں سکتا اور نبی غیر نبی سے درجہ میں بڑا ہوتا ہے سو اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ فتح مکہ سے پہلے جہاد کرنے والوں سے درجہ میں بڑا ہوتا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

قرآن مجید کی اور بھی آیات ہیں جن سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر استدلال کیا جاتا ہے، لیکن اختصار کی وجہ سے ہم نے ان چند آیات کے ذکر پر اکتفا کی ہے، اللہ تعالیٰ ان آیات کو اہل ایمان کے لیے استقامت اور طمانیت اور منکرین کے لیے ہدایت کا سبب بنائے۔ آمین۔

نبوت اور رسالت کے منقطع ہونے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی و انه لا نبی بعدی۔ (الحدیث۔ [1])

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام مسلم[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن ابی وقاص قال خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب فی غزوۃ تبوک فقال یا رسول اللہ تخلفنی فی النساء والصبیان فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ غیر انہ لا نبی بعدی [3]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا، حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

نیز اس حدیث کو امام ترمذی[5]، امام ابن ماجہ[6]، امام احمد[7] اور امام ابن حبان[8] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا اسماعیل قلت لابن ابی اوفیٰ ارایت ابراھیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مات صغیرا ولو قضی ان یکون بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لا نبی بعدہ [9]

اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟، انھوں نے کہا وہ بچپن میں فوت ہو گئے اگر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا مقدر ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۶۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۵، ۵۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۲، " " "

[7] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۷۷، ج ۳ ص ۳۳۸، ۳۳۲، ج ۶ ص ۴۳۸، ۳۶۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[8] علامہ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱۰ ص ۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

[9] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے، پس میرے بعد کوئی رسول مبعوث ہو گا نہ نبی۔

اس حدیث کو امام احمد [2]، امام حاکم [3] اور امام ابن ابی شیبہ [4] نے بھی روایت کیا ہے۔

علامہ ہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی الطفیل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا نبوة بعدی الا المبشرات الحديث رواه احمد و الطبرانی ورجاله ثقات۔ [5]

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد نبوت نہیں ہے، البتہ سچے خواب دکھائے جائیں گے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن حذيفة بن سيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذهبت النبوة فلا نبوة بعدی الا المبشرات الحديث۔ رواه الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی ثقات۔ [6]

حضرت حذیفہ بن سید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت رخصت ہو گی اب میرے بعد نبوت نہیں ہے البتہ سچے خواب ہیں اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزار نے روایت کیا ہے امام طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ [7]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تقوم الساعة حتى

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میری امت کے

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[4] ۔ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۱ ص ۵۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[5] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[6] ۔ " " " مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۷۳، " " " "

[7] ۔ علامہ امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی یعبدوا الاوثان وانه سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی هذا حدیث صحیح۔ [1]

قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد[2]، امام احمد[3] اور امام بیہقی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامة الباهلی قال خطبنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فکان اکثر خطبة حدیثا حدثناه عن الدجال وحذرناه الی قوله صلی الله علیه وسلم انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم وهو خارج فیکم لامحالة الی قوله صلی الله علیه وسلم) انه سا صفه لکم صفة لم یصفها ایاه نبی قبلی انه یبدأ فیقول انا نبی ولا نبی بعدی۔ [5]

حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں طویل خطبہ دیا اور اس میں دجال کے متعلق حدیث بیان کی اور ہم کو دجال سے ڈرایا، آپ نے اس خطبہ کے اثناء میں فرمایا میں آخر الانبیاء ہوں اور تم آخری امت ہوں، دجال تم میں لامحالہ خروج کرے گا، میں عنقریب تم سے اس کی صفات کو بیان کروں گا مجھ سے پہلے کسی نبی نے اس کی صفات بیان نہیں کیں وہ ابتداء میں کہے گا کہ میں نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن جبیر بن مطعم انه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان لی خمسة اسماء انا محمد، وانا احمد وانا الماحی

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کفار کو

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۸ھ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۴۸۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[5] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۹۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۵۳۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب لیس بعدہ نبی۔[1]

مٹاوے گا، میں حاشر ہوں جس کے قدموں میں حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص یقول خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم کالمودع فقال انا محمد النبی الامی قالہ ثلاث مرات ولا نبی بعدی الحدیث[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الوداع ہونے والے شخص کی طرح تشریف لائے اور آپ نے تین بار فرمایا میں محمد نبی اُمّی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ہم نے مستند امہات کتب حدیث سے ایسی احادیث پیش کر دی ہیں جن میں یہ تصریح کر دی گئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول مبعوث ہوگا نہ کوئی نبی۔ اور یہ احادیث اس قدر زیادہ طرق اور اسانید سے مروی ہیں کہ یہ حکماً متواتر ہیں ورنہ ان کے تواتر معنوی ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور ان احادیث کو پڑھنے کے بعد ایک انصاف پسند شخص کے لیے ختم نبوت اور آپ کے بعد سلسلۂ نبوت کے منقطع ہونے کے سلسلہ میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں ہے الّا یہ کہ کسی شخص کے دل ودماغ پر گمراہی کی مہر لگی ہوئی ہو تو اس کے لیے ہدایت کی کوئی سبیل نہیں ہے۔

اُمتی اور ظلی نبی کی اختراع کا جواب

مرزا غلام احمد قادیانی نے ان احادیث میں یہ تاویل کی ہے کہ ان احادیث میں آپ کے بعد مستقل اور تشریعی نبی کی نفی ہے، امتی اور ظلی نبی کی نفی نہیں ہے اور وہ چونکہ بزعم فاسد امتی اور ظلی نبی ہیں اس لیے یہ احادیث ان کے خلاف نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت کی یہ تقسیم صرف مرزائیوں کی اختراع ہے قرآن اور حدیث میں نبوت کی یہ تقسیم نہیں ہے قرآن اور حدیث کے مطابق نبی اس انسان کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمائے اور اس کو تبلیغ احکام پر مامور کرے اور معجزہ سے اس کی تائید کرے۔ قرآن مجید میں ہے:

فان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاءو بالبینات والزبر والکتاب المنیر (آل عمران: ۱۸۴)

اگر وہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ سے پہلے رسولوں کی بھی تکذیب کی گئی جو معجزات، آسمانی صحائف اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ۔ (نساء: ۱۶۳)

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسا کہ ہم نے نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کی طرف وحی کی۔

وما ارسلنا من قبلک الا رجالاً نوحی الیھم (یوسف: ۱۰۹)

ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا ہے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، ۱۷۲، مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ (نساء: ۱۶۵)

ہم نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ رسولوں کی بعثت کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کوئی عذر پیش کرنے کا موقع نہ رہے۔

ان آیات سے معلوم ہو گیا کہ نبوت اور رسالت کا اس کے سوا اور کوئی تصور نہیں ہے کہ وہ مرد ہو اس پر وحی کی جائے وہ تبلیغی احکام پر مامور ہو (خواہ اس کے پاس کتاب ہو یا نہ ہو) اور معجزات سے اس کی تائید کی جائے اور امتی اور ظلی نبی کا قرآن اور حدیث میں کوئی تصور نہیں ہے، اگر یہ شبہ ہو کہ بعض صوفیاء کی عبارات میں غیر تشریعی نبوت کا ذکر ملتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اور حدیث کی واضح نصوص کے مقابلہ میں ان غیر معصوم لوگوں کی عبارات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ عبارات الحاقی ہیں یا پھر مردود ہیں، عقائد کا ثبوت قرآن اور احادیث کی واضح نصوص سے ہوتا ہے غیر معصوم صوفیاء کی عبارات سے نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی صرف دفع الوقتی کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی غیر تشریعی نبوت کا قائل تھا، اس نے اپنی عبارات میں مستقل شارع ہونے اور تشریعی نبوت کی تصریح کی ہے اس لیے نبوت کی یہ تقسیم مرزائیوں کو مفید نہیں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

یہ بھی تو سمجھو شریعت کیا چیز ہے، جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا، میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ ۰ صحف ابراھیم و موسیٰ ـــــ یعنی یہ قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۸۳/۷)

قرآن مجید سے اجراء نبوت پر دلائل کے جوابات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس۔ (حج: ۷۵)

اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسولوں کو اور انسانوں میں سے۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ وہ رسول بھیجتا رہتا ہے لہٰذا قیامت تک رسول آتے رہیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عبارت سے ایک عام قاعدہ ذکر کیا جاتا ہے اور پھر دوسری دلیل سے اس کی تخصیص بیان کر دی جاتی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کی خلقت کا قاعدہ بیان فرمایا: خلق الانسان من نطفۃ (نحل: ۴) "انسان کو نطفہ سے پیدا کیا گیا" لیکن دوسری دلیل سے حضرت آدم کی تخصیص کر دی کہ ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا، حضرت حوا کی تخصیص کی ان کو حضرت آدم کے نفس سے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ کو بھی بغیر نطفہ کے پیدا کیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک نبی اور رسول بھیجے پھر ختم نبوت کی آیت نازل فرما کر اس سلسلہ کو منقطع کر دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عام عبارت کی ختم نبوت کی آیت نے تخصیص کر دی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین والشہداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا (نساء : ۶۹)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے، وہ (جنت میں) اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جو انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے، صدیق، شہید، صالح اور نبی بن جاتے ہیں لہٰذا جس طرح قیامت تک صدیق، شہید اور صالح بنتے رہیں گے، اسی طرح نبی بھی بنتے رہیں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کا معنی بننا ہو، اس آیت میں لفظ مع ہے اس کا معنی معیت اور ساتھ ہونا اور پھر اس کے بعد "حسن اولئک رفیقا" مذکور ہے جو اس معنی کو اور مؤکد کر دیتا ہے، اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے آخرت میں ان کی جزا یہ ہو گی کہ وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ اور ان کی رفاقت میں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولقد جاءکم یوسف من قبل بالبینٰت فما زلتم فی شک مما جاءکم بہ ط حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً۔

(مومن : ۳۴)

اور بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو (دین) وہ تمہارے پاس لے کر آئے، تم اس میں ہمیشہ شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے، تو تم نے کہا اب ان کے بعد اللہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کے نہ آنے اور ختم نبوت کا عقیدہ کفار کا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کفار کا عقیدہ بلا دلیل ہے اور ہمارا عقیدہ ختم نبوت اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولکل قوم ھاد (رعد : ۷)

ہر قوم کا ایک ہدایت دینے والا ہے۔

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت کی رو سے ہندوستان کی قوم کے لیے بھی ایک ہادی ہونا چاہیے، اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو قومیت کی بنیاد علاقہ اور زبان پر نہیں ہے، ثانیاً ہادی عام ہے کہ وہ رسول یا نبی ہو یا عالم دین، ثالثاً یہ کہاں سے لازم آگیا کہ اگر ہندوستان والوں کے لیے کوئی ہادی ہونا چاہیے تو وہ غلام احمد قادیانی ہو رابعاً یہ استدلال سراسر قرآن مجید میں تحریف پر مبنی ہے اور سیاق و سباق سے الگ کر کے یہ معنی کیا گیا ہے، پوری آیت اس طرح ہے:

ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ ط انما انت منذر و لکل قوم ھاد۔

(رعد : ۷)

اور کافر کہتے ہیں کہ ان (نبی صلے اللہ علیہ وسلم) پر ان کے رب کی طرف سے کوئی آیت کیوں نہ نازل ہوئی، (یہ آپ کا کام نہیں) آپ تو صرف (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں۔

پوری آیت پڑھنے سے معلوم ہو گیا کہ وکل قوم ھاد الگ منفصل جملہ نہیں ہے بلکہ انت کی خبر ثانی ہے۔

احادیث سے اجراء نبوّت پر دلائل کے جوابات

مرزائیوں نے ختم نبوت پر جو اہم شبہات وارد کیے ہیں ان میں سے ایک شبہ یہ ہے کہ:

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

اخرج ابن شیبه عن عائشة رضی الله عنها قالت قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده۔ [1]

امام ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی نہیں ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آسکتا ہے جبھی تو حضرت عائشہ نے لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ، علامہ سیوطی کے زمانہ میں نہیں چھپی تھی، ۱۴۰۶ھ، میں پہلی بار مصنف ابن ابی شیبہ چھپی ہے اور اس میں یہ حدیث نہیں ہے، اس لیے اس حوالے پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اور اب مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کے برخلاف لا نبی بعدی والی حدیث متعدد جگہ مذکور ہے، بعض حوالے ہم نے پہلے ذکر کیے ہیں اور ایک حوالہ یہ ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان بنی اسرائیل کانت تسوسهم انبیاء هو کلما ذهب نبی خلفه نبی وانه لیس کائنا فیکم نبی بعدی۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیاء چلاتے تھے جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بیشک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔

علاوہ ازیں ہم بیان کر چکے ہیں کہ تواتر معنوی سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، اس لیے درمنثور کا یہ حوالہ ترک کر دیا جائے گا۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبله احد الحدیث۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب ہے تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا در آں حالیکہ وہ نیک حاکم ہوں گے صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور اسقدر مال بہائیں گے کہ اس کو کوئی شخص قبول نہیں کرے گا۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۵ ص ۲۰۴، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[2] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۵، ص ۵۸، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

مرزائی یہ کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو حضرت عیسیٰ کا نزول کیسے ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا، یا پیدا نہیں ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور بعثت پہلے ہو چکی ہے ان کا صرف نزول ہوگا۔

تیسرا شبہ یہ ہے کہ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فانی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ جب حضور کی مسجد کے آخر المساجد ہونے کے باوجود دوسری مساجد بن سکتی ہیں تو آپ کے آخر الانبیاء ہونے کے باوجود دوسرے نبی کے آنے میں کیا حرج ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی مسجد آخری مسجد نبوی ہے، اس مسجد کے بعد اور مساجد تو بنیں گی لیکن مسجد نبوی کوئی نہیں ہوگی، آپ کے بعد کوئی نبی آئے گا نہ کوئی مسجد اس کی طرف منسوب ہوگی۔

اس جواب کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ امام بزار نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد (الحدیث) [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے۔

چوتھا شبہ یہ ہے کہ حافظ الہیثمی نے ذکر کیا ہے کہ:

عن سهل بن سعد الساعدی قال استاذن العباس بن عبد المطلب النبی صلی الله علیه وسلم فی الهجرة فقال له یا عم اقم مکانک الذی انت فیه فان الله عزوجل یختم بک الهجرة کما ختم بی النبوة۔

(رواه ابو العلی۔ [3]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کرنے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا: اے چچا! آپ جس جگہ ہیں وہیں ٹھہریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے اس طرح آپ پر ہجرت ختم کرے گا۔

مرزائی کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ہجرت ختم ہے حالانکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ ہجرت قیامت تک ہے تو جس طرح حضرت عباس کے خاتم المہاجرین ہونے کے باوجود ہجرت جاری رہ سکتی ہے تو اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کے بعد نبوت کیوں

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

جاری نہیں ہو سکتی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عباس مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے آخری صحابی تھے اس کے بعد مکہ دارالاسلام ہو گیا اور اب مکہ سے مدینہ آنا ہجرت نہیں ہے اور یہ خاص ہجرت حضرت عباس پر ختم ہو گئی اگرچہ مطلقاً ہجرت اب تک مشروع ہے۔

پانچواں شبہ یہ ہے کہ امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لما مات ابراهيم بن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ان له مرضعاني الجنة ولو عاش لكان صديقا نبيا۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہو گئے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، اور فرمایا اس کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ آپ کا ارشاد "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے" یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ کے بعد نبی ہونا ممکن ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں کا بیٹا اگر زندہ ہوتا تو ڈاکٹر بن جاتا۔ مرزائیہ کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ثبوت تالی سے ثبوت مقدم کو مستلزم کر رہے ہیں حالانکہ قیاس استثنائی میں ثبوت مقدم ثبوت تالی کو اور نفی تالی نفی مقدم کو مستلزم ہوتی ہے مثلاً "اگر رحمان کے بیٹا ہوتا تو میں _____ اس کا پہلا عبادت گذار ہوتا" یعنی اگر رحمان کے بیٹا ہوگا تو اس کو لازم ہے کہ سب سے پہلے میں اس کی عبادت کروں، لیکن چونکہ میں اس کا پہلا عبادت گذار نہیں ہوں اس لیے رحمان کا بیٹا بھی ممکن نہیں ہے۔ اسی قیاس پر ابراہیم کا زندہ رہنا اس کے سچے نبی ہونے کو مستلزم ہے لیکن چونکہ آپ کے بعد سچا نبی ہونا محال ہے اس لیے ابراہیم کو (بڑی عمر تک) زندہ نہیں رکھا گیا۔

ختم نبوت کے موضوع پر میں نے مقالات سعیدی میں ایک مستقل مقالہ لکھا ہے جس میں خصوصیت کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت کو باطل کیا ہے اور مرزا کی تصانیف سے اس پر حجت قائم کی ہے، یہاں شرح صحیح مسلم میں میں نے قرآن اور حدیث سے ختم نبوت کے دلائل فراہم کیے اور قرآن اور حدیث میں جو منکرین کے شبہات تھے ان کا ازالہ کیا، اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو مسلمانوں کے لیے نافع اور منکرین کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ الہ العالمین اس کتاب کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، مجھے، میرے والدین، میرے اساتذہ اور احباب کو دنیا اور آخرت میں ہر بلا سے اپنی پناہ میں رکھ اور دارین کی سعادتوں کو ہمارا مقدر کر دے! آمین یارب العالمین! بجاہ سیدنا محمد خاتم النبیین صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

باب ۸۱۳ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةَ اُمَّةٍ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا!

جب اللہ تعالیٰ کسی اُمّت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے اس کے نبی کو اٹھا لیتا ہے

۵۸۴۸۔ وَحَدَّثَتْ عَنْ اَبِیْ اُسَامَةَ وَمِمَّنْ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

رَوٰى ذٰلِكَ عَنْهُ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعِيْدِ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَيٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَهٗ بِهَلَكَتِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ اس امت (کی ہلاکت) سے پہلے اس نبی کو اٹھا لیتا ہے، اور اس نبی کو امت کے لیے اجر اور پیش رو بنا دیتا ہے اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس نبی کی زندگی میں اس کی آنکھوں کے سامنے اس امت پر عذاب نازل فرماتا ہے اور اس امت کو ہلاک کر کے اس نبی کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا ہے، کیونکہ انھوں نے اس نبی کی تکذیب کی تھی اور اس کی نافرمانی کی تھی۔

باب ۸۱۴ اِثْبَاتِ حَوْضِ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض اور آپ کی صفات کا بیان

۵۸۴۹۔ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ ابْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔"

۵۸۵۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ جَمِيْعًا عَنْ مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جُنْدَبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر مثل سابق روایت ہے۔

۵۸۵۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں، جو اس حوض پر آئے گا وہ پیئے گا اور جو ایک بار پی لے وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا، اور میرے پاس (حوض پر) کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا، اور

أَبَدًا أَلَا لَيُرَدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ قَالَ أَبُو حَازِمٍ فَسَمِعَ النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ وَأَنَا أُحَدِّثُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ هٰكَذَا سَمِعْتَ سَهْلًا يَقُولُ قَالَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَأَنَا أَشْهَدُ عَلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ سَمِعْتُهُ يَزِيدُ فَيَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِي۔

وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی جائے گی۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ جس وقت میں یہ حدیث بیان کر رہا تھا اس وقت نعمان بن ابی عیاش بھی اس حدیث کو سن رہے تھے، انھوں نے کہا تم نے حضرت سہل سے یہ حدیث اسی طرح سنی ہے؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث اسی طرح سنی ہے البتہ وہ یہ زیادہ کہتے تھے، آپ فرمائیں گے یہ میرے پیروکار ہیں تو کہا جائے گا آپ (اپنی عقل سے) نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے، میں کہوں گا: جن لوگوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی ان سے دوری ہو، دوری ہو۔

۵۸۵۲۔ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَعْقُوبَ۔

حضرت سہل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۵۸۵۳۔ وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ عَمْرٍو الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْضِي مَسِيرَةُ شَهْرٍ وَزَوَايَاهُ سَوَاءٌ وَمَاؤُهُ أَبْيَضُ مِنَ الْوَرِقِ وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيزَانُهُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَا يَظْمَأُ بَعْدَهُ أَبَدًا قَالَ وَقَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظُرَ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ وَسَيُؤْخَذُ أُنَاسٌ دُونِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّتِي فَيُقَالُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض (کی لمبائی اور چوڑائی) ایک ماہ کی مسافت ہے اور اس کے سب کونے برابر ہیں، اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے اس کے کوزے آسمان کے ستاروں جتنے ہیں جو شخص اس کا پانی پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی، راوی نے کہا کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر رہوں گا اور یہ دیکھوں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے، کچھ لوگ میرے سامنے پکڑے جائیں گے میں کہوں گا کہ اے رب یہ

اَمَا شَعَرَتْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا بَعْدَكَ يَرْجِعُوْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ قَالَ فَكَانَ ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نَرْجِعَ عَلٰى اَعْقَابِنَا اَوْ اَنْ نُفْتَنَ عَنْ دِيْنِنَا۔

میرے پیروکار ہیں اور میری امت سے ہیں تو یہ کہا جائیگا "کیا آپ نے نہیں جانا، انھوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟ بخدا آپ کے بعد یہ لوگ فوراً اپنی ایڑیوں پر پلٹ گئے" راوی کہتے ہیں ابن ابی ملیکہ یہ دعا کرتے تھے "اے اللہ! ہم اس سے تیری پناہ میں آتے ہیں کہ ہم اپنی ایڑیوں پر پلٹ جائیں اور اپنے دین میں کسی آزمائش سے دوچار ہوں"۔

۵۸۵۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سُلَيْمٍ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَهُوَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَصْحَابِهٖ اِنِّيْ عَلَى الْحَوْضِ اَنْتَظِرُ مَنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ فَوَاللّٰهِ لَيُقْتَطَعَنَّ دُوْنِيْ رِجَالٌ فَلَاَقُوْلَنَّ اَيْ رَبِّ مِنِّيْ وَمِنْ اُمَّتِيْ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ مَا زَالُوْا يَرْجِعُوْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میں حوض پر انتظار کروں گا کہ تم میں سے کون میرے پاس آتا ہے، بہ خدا کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے روک دیا جائیگا، میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے پیروکار اور میری امت سے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آپ (اپنی عقل سے) نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے؛ یہ ہمیشہ دین سے پھرتے رہے ہیں۔

۵۸۵۵- وَحَدَّثَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّدَفِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) اَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهٗ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ الْهَاشِمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى اُمِّ سَلَمَةَ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَذْكُرُوْنَ الْحَوْضَ وَلَمْ اَسْمَعْ ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمًا مِنْ ذٰلِكَ وَالْجَارِيَةُ تَمْتَشِطُنِيْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ فَقُلْتُ لِلْجَارِيَةِ اسْتَاْخِرِيْ عَنِّيْ قَالَتْ اِنَّمَا دَعَا الرِّجَالَ وَلَمْ يَدْعُ النِّسَاءَ فَقُلْتُ اِنِّيْ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَكُمْ فَرَطٌ عَلَى الْحَوْضِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں لوگوں سے حوض کا ذکر سنتی تھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا تھا، ایک دن جبکہ ایک لڑکی میرے کنگھی کر رہی تھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اے لوگو" میں نے اس لڑکی سے کہا ایک طرف ہٹ جاؤ، اس نے کہا آپ مردوں کو بلا رہے ہیں، عورتوں کو نہیں بلا رہے ہیں، میں نے کہا لوگوں میں میں بھی شامل ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے میں حوض پر تمہارا پیش رو اجر ہوں، تم اس سے ڈرنا کہ کہیں تم کو میرے پاس سے ہٹا دیا جائے، جیسے بھٹکے ہوئے اونٹ کو ہٹا دیا جاتا ہے، میں کہوں گا کہ ایسا کیوں ہوا؟ تو یہ کہا جائے گا آپ (اپنی عقل سے) نہیں

فَاَیَّایَ لَا یَاْتِیَنَّ اَحَدُکُمْ فَیُذَبُّ عَنِّیْ کَمَا یُذَبُّ الْبَعِیْرُ الضَّآلُّ فَاَقُوْلُ فِیْمَ هٰذَا فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا۔

جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں، میں کہوں گا دُور ہی ہو۔

۵۸۵۶۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْنِ الرَّقَاشِیُّ وَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ (وَهُوَ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ عَمْرٍو) حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَافِعٍ قَالَ کَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ تُحَدِّثُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ وَهِیَ تَمْتَشِطُ اَیُّهَا النَّاسُ فَقَالَتْ لِمَا شِطَتِهَا کُفِّیْ رَاْسِیْ بِنَحْوِ حَدِیْثِ بُکَیْرٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبَّاسٍ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس وقت وہ کنگھی کرا رہی تھیں انھوں نے منبر پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی "اے لوگو" انھوں نے کنگھی کرنے والی سے کہا" اب میرے سر کو رہنے دو"

۵۸۵۷۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَهْلِ اُحُدٍ صَلَاتَهٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَکُمْ وَاَنَا شَهِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیَ الْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْهَا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر گئے اور اہلِ اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی پھر منبر پر پلٹ آئے اور فرمایا میں حوض پر تمہارا پیش رو حاجر ہوں گا، اور میں تمہاری گواہی دوں گا، اور بخدا الاریب میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں یا روئے زمین کی چابیاں فرمایا اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

ف: یعنی آپ کو اس کا خدشہ نہیں تھا کہ پوری امت مشرک ہو جائے گی، سو بعض لوگوں کا مرتد ہو کر ہندو یا عیسائی ہو جانا اس حدیث کی پیش گوئی کے خلاف نہیں ہے۔

۵۸۵۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا وَهْبٌ (یَعْنِیْ ابْنَ جَرِیْرٍ) حَدَّثَنَا اَبِیْ قَالَ سَمِعْتُ یَحْیٰی بْنَ اَیُّوْبَ یُحَدِّثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ مَرْثَدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَآءِ وَالْاَمْوَاتِ فَقَالَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی پھر منبر پر رونق افروز ہوئے پھر اس طرح نصیحت فرمائی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کو نصیحت کر رہا ہو اور فرمایا" میں حوض پہ تمہارا پیش رو ہوں گا، اور اس حوض کا عرض اتنا ہے جتنا مقام ایلہ سے لے کر جحفہ تک کا

إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَإِنَّ عَرْضَهُ كَمَا بَيْنَ أَيْلَةَ إِلَى الْجُحْفَةِ إِنِّي لَسْتُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوا فِيهَا وَتَقْتَتِلُوا فَتَهْلِكُوا كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ قَالَ عُقْبَةُ فَكَانَتْ آخِرَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

فاصلہ ہے، مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ تو نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے اور ایک دوسرے سے لڑ کر ہلاک ہو جاؤ گے، جیسا کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے، حضرت عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آخری بار منبر پر دیکھا تھا۔

ف: ان احادیث میں شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کی دلیل ہے اور یہی احناف کا مذہب ہے، نیز آپ کے علم غیب کا اظہار ہے۔

۵۸۵۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَأُنَازِعَنَّ أَقْوَامًا ثُمَّ لَأُغْلَبَنَّ عَلَيْهِمْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أَصْحَابِي أَصْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں اور میں کچھ لوگوں سے جھگڑا کروں گا پھر میں ان سے مغلوب ہوں گا، میں کہوں گا کہ اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، پھر کہا جائے گا بے شک آپ (اپنی عقل سے) نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں۔

۵۸۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ أَصْحَابِي أَصْحَابِي۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس حدیث میں اصحابی، اصحابی نہیں ہے۔

۵۸۶۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ جَمِيعًا عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ وَفِي حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ مُغِيرَةَ سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں، یہ حدیث مثل سابق ہے۔

۵۸۶۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ وَمُغِيرَةَ۔

امام مسلم نے دو مزید سندیں ذکر کیں، اس میں بھی اسی طرح حدیث ہے۔

۵۸۶۲- حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ ابْنِ بَزِیْعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حَارِثَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوْضُہٗ مَا بَیْنَ صَنْعَآءَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ لَہُ الْمُسْتَوْرِدُ اَلَمْ تَسْمَعْہُ قَالَ الْاٰنَ اِنِّیْ قَالَ لَا فَقَالَ الْمُسْتَوْرِدُ تُرٰی فِیْہِ الْاٰنِیَۃُ مِثْلَ الْکَوَاکِبِ۔

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا حوض اتنا بڑا ہے جتنا صنعاء اور مدینہ میں فاصلہ ہے، ان سے مستورد نے کہا کیا آپ نے حضور سے برتنوں کے متعلق نہیں سنا؟ انھوں نے کہا نہیں، تو مستورد نے کہا اس کے برتن ستاروں جتنے ہوں گے۔

۵۸۶۴- وَحَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَۃَ حَدَّثَنَا حَرَمِیُّ بْنُ عُمَارَۃَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ حَارِثَۃَ بْنَ وَھْبٍ الْخُزَاعِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَذَکَرَ الْحَوْضَ بِمِثْلِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ قَوْلَ الْمُسْتَوْرِدِ وَقَوْلَہٗ۔

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے حوض کا ذکر کیا، یہ حدیث مثل سابق ہے، البتہ اس میں مستورد کا قول مذکور نہیں ہے۔

۵۸۶۵- حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ وَاَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَھُوَ ابْنُ زَیْدٍ) حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَامَکُمْ حَوْضًا مَا بَیْنَ نَاحِیَتَیْہِ کَمَا بَیْنَ جَرْبَآءَ وَاَذْرُحَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سامنے حوض ہے جس کے دو کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا جرباء اور اذرح کے درمیان فاصلہ ہے۔

۵۸۶۶- حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَعُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا یَحْیٰی (وَھُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَکُمْ حَوْضًا کَمَا بَیْنَ جَرْبَآءَ وَاَذْرُحَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ الْمُثَنّٰی حَوْضِیْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے سامنے حوض ہے (اس کا فاصلہ) جرباء اور اذرح کے درمیانی فاصلہ جتنا ہے۔ ابن مثنیٰ کی روایت میں "میرا حوض ہے" کے الفاظ ہیں۔

۵۸۶۷- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ وَزَادَ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، اس میں یہ اضافہ ہے، عبید اللہ نے کہا میں نے اس سے سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ شام کی دو بستیاں ہیں اور ان کے درمیان تین راتوں کی مسافت ہے، اور ابن بشر کی روایت

تَرَيَتَيْنِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ ثَلَاثِ لَيَالٍ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بِشْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ۔

میں تین دن کا ذکر ہے۔

۵۸۶۸۔ وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... مثل سابق ہے۔

۵۸۶۹۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَمَامَكُمْ حَوْضًا كَمَا بَيْنَ جَرْبَاءَ وَأَذْرُحَ فِيهِ أَبَارِيقُ كَنُجُومِ السَّمَاءِ مَنْ وَرَدَهُ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے سامنے اتنا بڑا حوض ہے جتنا جرباء اور اذرح کا درمیانی فاصلہ ہے، اس میں آسمان کے ستاروں جتنے کوزے ہیں، جو اس سے پیئے گا وہ اس کے بعد کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔

۵۸۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ) قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا آنِيَةُ الْحَوْضِ قَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُومِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا أَلَا فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ الْمُصْحِيَةِ آنِيَةُ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ آخِرُ مَا عَلَيْهِ يَشْخُبُ فِيهِ مِيزَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْ شَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَأْ عَرْضُهُ مِثْلُ طُولِهِ مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلَى أَيْلَةَ مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَأَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حوض کے برتن کتنے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے اس حوض کے برتن آسمان کے ستاروں اور سیاروں کے عدد سے زیادہ ہیں، اس رات کے ستارے جو اندھیری رات میں ہوں اور اس میں بادل نہ ہوں وہ جنت کے برتن ہیں جو اس سے پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس حوض میں جنت کے دو پرنالے بہتے ہیں جو اس سے پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اس کا عرض اس کے طول جتنا ہے اور ان میں عمان سے لے کر ایلہ تک کا فاصلہ ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

۵۸۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ) حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے حوض کے کناروں سے لوگوں کو ہٹاؤں گا، اہل یمن کو میں اپنی لکڑی سے ماروں گا حتی کہ ان کے اوپر پانی بہنے لگے گا، پھر آپ سے حوض کے

اَبِیْ طَلْحَةَ الْیَعْمُرِیِّ عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لِبِعُقْرِ حَوْضِیْ اَذُوْدُ النَّاسَ لِاَھْلِ الْیَمَنِ اَضْرِبُ بِعَصَایَ حَتّٰی یَرْفَضَّ عَلَیْھِمْ فَسُئِلَ عَنْ عَرْضِہٖ فَقَالَ مِنْ مَقَامِیْ اِلٰی عُمَّانَ وَسُئِلَ عَنْ شَرَابِہٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ یَغُتُّ فِیْہِ مِیْزَابَانِ یَمُدَّانِہٖ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُھُمَا مِنْ ذَھَبٍ وَالْاٰخَرُ مِنْ وَرِقٍ۔

عرض کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا: میری اس جگہ سے لے کر عمان تک، اور آپ سے اس کے پانی کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس میں دو پرنالے گرتے ہیں جو جنت سے کھینچے گئے ہیں، ایک پرنالہ سونے کا ہے اور ایک چاندی کا۔

۵۸۷۲۔ وَحَدَّثَنِیْہِ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰی حَدَّثَنَا شَیْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ بِاِسْنَادِ ھَشَّامٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِہٖ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ اَنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَ عُقْرِ الْحَوْضِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے کہ میں قیامت کے دن حوض کے کنارے پر ہوں گا۔

۵۸۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَ الْحَوْضِ فَقُلْتُ لِیَحْیٰی بْنِ حَمَّادٍ ھٰذَا حَدِیْثٌ سَمِعْتَہٗ مِنْ اَبِیْ عَوَانَةَ فَقَالَ وَسَمِعْتُہٗ اَیْضًا مِنْ شُعْبَةَ فَقُلْتُ انْظُرْ لِیْ فِیْہِ فَنَظَرَ فِیْہِ فَحَدَّثَنِیْ بِہٖ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حوض کی حدیث روایت کی، یہ روایت بھی حسب سابق ہے۔

۵۸۷۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ سَلَّامٍ الْجُمَحِیُّ حَدَّثَنَا الرَّبِیْعُ (یَعْنِی ابْنَ مُسْلِمٍ) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاَذُوْدَنَّ عَنْ حَوْضِیْ رِجَالًا کَمَا تُذَادُ الْغَرِیْبَةُ مِنَ الْاِبِلِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں لوگوں کو حوض سے ہٹاؤں گا جیسا کہ اجنبی اونٹوں کو ہٹایا جاتا ہے۔

۵۸۷۵۔ وَحَدَّثَنِیْہِ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ زِیَادٍ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَةَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ حدیث مثل سابق ہے۔

۵۸۷۶۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْرُ حَوْضِیْ كَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ مِنَ الْيَمَنِ وَاِنَّ فِيْهِ مِنَ الْاَبَارِيْقِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض کی مقدار اتنی ہے جتنا ایلہ اور یمن کے صنعاء میں فاصلہ ہے اور اس کے برتنوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کے برابر ہے۔

۵۸۷۷۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ الصَّفَّارُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْعَزِيْزِ بْنَ صُهَيْبٍ يُحَدِّثُ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُرِدَنَّ عَلَیَّ الْحَوْضَ رِجَالٌ مِّمَّنْ صَاحَبَنِیْ حَتّٰى اِذَا رَاَيْتُهُمْ وَرُفِعُوْا اِلَیَّ اخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَلَاَقُوْلَنَّ اَیْ رَبِّ اُصَيْحَابِیْ اُصَيْحَابِیْ فَلَيُقَالَنَّ لِیْ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ میں سے چند آدمی میرے پاس حوض پر آئیں گے حتیٰ کہ جب میں ان کو دیکھوں گا اور وہ میرے سامنے کیے جائیں گے تو ان کو میرے پاس سے ہٹا دیا جائے گا، میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں، پھر مجھ سے یہ کہا جائے گا آپ (اپنے قیاس سے) نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی ہیں۔

۵۸۷۸۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ فُلْفُلٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى وَزَادَ اِنِّيْ لَاَكْثَرُهُمْ عَدَدًا النُّجُوْمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت بیان کی ہے اور اس میں ستاروں کے برابر برتنوں کے الفاظ کا اضافہ ہے۔

۵۸۷۹۔ وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِیُّ وَهُرَيْمُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِعَاصِمٍ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرٌ سَمِعْتُ اَبِیْ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ نَاحِيَتَیْ حَوْضِیْ كَمَا بَيْنَ صَنْعَآءَ وَالْمَدِيْنَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کے دو کناروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا صنعاء اور مدینہ میں ہے۔

۵۸۸۰۔ وَحَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ حَدَّثَنَا اَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِیُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کیا ہے البتہ ایک سند میں ہے جتنا مدینہ اور عمان میں فاصلہ ہے اور دوسری سند میں مابین لابتی حوضی کے الفاظ ہیں۔

اَنَّهُمَا شَكَا فَقَالَ اَوْ مِثْلَ مَا بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَعَمَّانَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْ حَوْضِيْ۔

۵۸۸۱۔ وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّزِّيُّ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ اَنَسٌ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰى فِيْهِ اَبَارِيْقَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس حوض پر آسمان کے ستاروں جتنے سونے اور چاندی کے کوزے دیکھو گے۔

۵۸۸۲۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِثْلَهٗ وَزَادَ اَوْ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَآءِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی اور اس میں یہ ہے کہ وہ آسمان کے ستاروں سے عدد میں زیادہ ہیں۔

۵۸۸۳۔ حَدَّثَنِي الْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيْدِ السَّكُوْنِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ حَدَّثَنِيْ زِيَادُ بْنُ خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنِّيْ فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَاِنَّ بُعْدَ مَا بَيْنَ طَرَفَيْهِ كَمَا بَيْنَ صَنْعَآءَ وَاَيْلَةَ كَاَنَّ الْاَبَارِيْقَ فِيْهِ النُّجُوْمُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں اور حوض کے دو کناروں کا فاصلہ صنعاء اور ایلہ جتنا ہے، اور اس کے کوزے ستاروں جتنے ہیں۔

۵۸۸۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ مَعَ غُلَامِيْ نَافِعٍ اَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَتَبَ اِلَيَّ اَنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَنَا الْفَرَطُ عَلَى الْحَوْضِ۔

عامر بن سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں میں نے اپنے غلام نافع کے ہاتھ حضرت جابر بن سمرہ کو خط بھیجا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہو وہ مجھ کو بیان کیجئے انھوں نے مجھے جواب میں لکھا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں۔

الٰہ العالمین! مصنف اور جملہ قارئین کو روز محشر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حوض سے مشروب عطا فرمانا اور آپ کی شفاعت سے شاد کام فرمانا اور اپنے فضل مجرد سے بے حساب وکتاب جنت الفردوس، اجر جزیل اور اپنا دیدار عطا فرمانا! آمین۔

میدان حشر میں حوض کا محل وقوع اور حوض کو کوثر کہنے کی وجہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: علامہ ابوعبداللہ قرطبی نے تذکرہ میں کہا ہے کہ صاحب القوت وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ حوض صراط کے بعد ہے اور دوسرے علماء کا مذہب اس کے برعکس ہے، اور صحیح یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دو حوض ہیں ایک میدان حشر میں صراط سے پہلے ہے اور دوسرا جنت کے اندر ہے اور ان میں سے ہر ایک کو کوثر کہا جاتا ہے، (حافظ عسقلانی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کوثر جنت کے اندر ایک دریا ہے، اور اس کا پانی حوض میں گرتا ہے اور اس حوض پر کوثر کا اطلاق اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس حوض میں کوثر سے پانی آتا ہے، علامہ قرطبی کے کلام سے جو بات زیادہ سے زیادہ حاصل کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ حوض صراط سے پہلے ہے، کیونکہ محشر میں لوگ پیاسے پھر رہے ہوں گے، مسلمان حوض پر آجائیں گے اور کفار کہیں گے اے رب! ہم پیاسے ہیں اور پھر جہنم میں گر جائیں گے، ان کو جہنم سراب کی طرح دکھایا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اس میں نہیں جاتے؟ وہ جہنم کو پانی سمجھ کر اس میں گر جائیں گے۔ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حوض میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں، یہ حدیث علامہ قرطبی کے خلاف حجت ہے، کیونکہ یہ پہلے گذر چکا ہے کہ صراط جہنم کا پل ہے اور وہ جنت اور محشر کے درمیان ہے اور جنت میں داخل ہونے کے لیے مسلمان اس پل کے اوپر سے گذریں گے، اگر حوض اس سے پہلے ہوتا تو جو پانی کوثر سے حوض میں آتا ہے اس پانی اور حوض کے درمیان جہنم حائل ہو جاتا اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حوض جنت کی ایک جانب ہے اور جنت کے اندر سے اس میں پانی آتا ہے، اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ نہر کوثر حوض کی طرف کھلتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حوض کی وجہ اختصاص

ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حوض کے ساتھ اختصاص مشہور ہو گیا ہے، لیکن امام ترمذی نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہے وہ اپنے حوض پر ایک عصا لیے کھڑا ہوگا اور اپنی امت میں سے جس شخص کو پہچانے گا اس کو بلائے گا اور انبیاء اس بات میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے کہ کس کے پیروکار زیادہ ہیں اور مجھے یہ امید ہے کہ میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوسعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ہر نبی اپنی امت کو پکارے گا، اور ہر نبی کا ایک حوض ہے، کسی نبی کے پاس ایک جماعت آئے گی اور کسی نبی کے پاس رشتہ دار آئیں گے، کسی نبی کے پاس ایک شخص آئے گا، کسی کے پاس دو شخص آئیں گے اور کسی نبی کے پاس ایک شخص بھی نہیں آئے گا اور قیامت کے دن میرے پیروکار تمام نبیوں سے زیادہ ہوں گے، اس حدیث کی سند میں کچھ ضعف ہے، اور اگر یہ احادیث ثابت ہوں تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ حوض مختص ہے جس میں کوثر کا پانی گرتا ہے، کیونکہ دوسرے انبیاء کے حوضوں کے متعلق یہ وصف منقول نہیں ہے اور سورۂ کوثر میں اسی وصف کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے وجہ امتنان اور سبب احسان قرار دیا ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ ہر مکلف کے اوپر حوض کی تصدیق کرنا واجب ہے، کیونکہ تیس سے زیادہ صحابہ سے حوض کے متعلق احادیث مروی ہیں جن کے مجموعہ سے حوض کے بارے میں علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ [1]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۶۷-۴۶۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حوض کے متعلق احادیث معنیً متواتر ہیں

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حوض کے متعلق احادیث صحیحہ وارد ہیں، ان پر ایمان لانا فرض ہے اور ان کی تصدیق کرنا ایمان کے آثار میں سے ہے، اہل سنت وجماعت کے نزدیک یہ احادیث اپنے ظاہر پر محمول ہیں، ان میں کوئی تاویل اور اختلاف نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ یہ احادیث تواتر سے منقول ہیں، امام مسلم نے ان کو متعدد صحابہ سے روایت کیا ہے جن میں حضرت ابن عمر، حضرت ابو سعید، حضرت سہل بن سعد، حضرت جندب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ام المؤمنین عائشہ، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت حارثہ بن وہب، حضرت مستورد، حضرت ابوذر، حضرت ثوبان، حضرت انس، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں اور امام مسلم کے علاوہ دیگر محدثین نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت زید بن ارقم، حضرت ابوامامہ، حضرت عبداللہ بن زید، حضرت ابوبرزہ، حضرت سوید بن جبلہ، حضرت عبداللہ بن صنابحی، حضرت براء بن عازب، حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہم وغیرہم کی احادیث ذکر کی ہیں (علامہ نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ اور دیگر محدثین نے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی روایات ذکر کی ہیں، امام حافظ ابوبکر بیہقی نے ان تمام روایات کو اپنی کتاب "البعث والنشور" میں متعدد طرق اور اسانید سے ذکر کیا ہے، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں۔ [1]

حوض کا پانی پینے کے بعد پیاس نہ لگنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۸۵۰ میں ہے: جو شخص اس حوض کا پانی پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حساب وکتاب اور جہنم سے نجات کے بعد اس حوض کا پانی پلایا جائے گا کیونکہ یہی وہ موقع ہے جس کے بعد کبھی پیاس نہیں لگے گی، ایک قول یہ ہے کہ جس کے لیے عذاب نار سے نجات مقدر کر دی گئی ہوگی صرف اس کو یہ پانی ملے گا، ایک قول یہ ہے کہ اس امت سے جو شخص اس کو پیئے گا اور اس کے لیے عذاب نار بھی مقدر ہوگا اس کو پیاس کا عذاب نہیں ہوگا اور دیگر انواع کا عذاب ہوگا، (عافانا اللہ من ذالک) کیونکہ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتدین کے علاوہ تمام امت اس حوض سے پانی پیئے گی۔ [2]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس حوض سے پانی پینے کے بعد جب کبھی پیاس نہیں لگے گی تو جنت کی نہروں اور شراب طہور کو کون پیئے گا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو پیاس کی وجہ سے نہیں لذت کی وجہ سے پیا جائے گا۔

جن لوگوں کو حضور نے حوض پر آنے سے روک دیا ان کے متعلق حضور کا علم اور حدیث عرض اعمال

حدیث نمبر ۵۸۵۱ میں ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گئے تھے، وہ جب حوض پر آئیں گے تو آپ فرمائیں گے، یہ میرے صحابہ ہیں، پھر آپ سے کہا جائے گا آپ نہیں جانتے یہ لوگ آپ کے بعد مرتد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹ ، " " " ، " "

ہو گئے تھے، تب آپ فرمائیں گے دوری ہو، دوری ہو، اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ صحابہ میں سے کون اسلام پر قائم رہا، اور کون بعد میں مرتد ہو گیا، اور یہ کہ آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے اسلام اور کفر کا حال معلوم نہیں تھا ورنہ آپ ان مرتدین کو دیکھ کر اصیحابی اصیحابی نہ فرماتے اور آپ سے یہ نہ کہا جاتا کہ آپ نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی تھیں؟ حالانکہ مسند بزار میں ہے کہ آپ پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس سوال کے چند جوابات ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث نمبر ۵۸۵۰ میں یہ عبارت ہے:

فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك۔ [1]

پس کہا جائے گا: کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا ہے؟

یہ استفہام انکاری ہے، یعنی آپ کو معلوم ہے کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ زیادہ تر احادیث میں یہ الفاظ ہیں:

انك لا تدری ما احدثوا بعدك۔

آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعات نکالی ہیں!

اس حدیث میں درایت کی نفی ہے اور درایت علم سے خاص ہے کیونکہ درایت کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹکل اور حیلہ سے جاننا، علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الدرایة المعرفة المدرکة بضرب من الحیل۔ [2]

خاص حیلوں سے کسی چیز کے جاننے کو درایت کہتے ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الدرایة اخص من العلم (الی قوله) علمته بضرب من الحیلة ولن الایطلق علی الله تعالیٰ [3]

درایت علم سے خاص ہے، کسی چیز کو کسی حیلہ سے جاننا درایت ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کے علم پر درایت کا اطلاق نہیں ہوتا۔

اور جب یہ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں درایت کی نفی کی ہے، اور درایت علم سے خاص ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی اس لیے درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہو گی۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مرتدین کا علم وحی ربانی سے تھا۔ اٹکل اور حیلہ سے نہیں تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن آپ اپنی امت کو دوسری امتوں سے متمیز کریں گے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۶۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۲۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

علیه وسلم ترد علی امتی الحوض وانا اذود الناس عنه کما یزود الرجل ابل الرجل عن ابله قالوا یا نبی الله تعرفنا قال نعم لکم سیما لیست لاحد غیرکم تردون علی غرا محجلین من آثار الوضوء ولیصدن عنی طائفة منکم فلا یصلون واقول یا رب هؤلاء من اصحابی فیجیبنی ملك وهل تدری ما احدثوا بعدك [1]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت حوض پر آئے گی، درآں حالیکہ میں لوگوں کو اس سے منع کر رہا ہوں گا، جیسا کہ کوئی شخص دوسرے اونٹوں کو اپنے اونٹوں سے الگ کرتا ہے، صحابہ نے پوچھا، یا نبی اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے فرمایا تمہاری ایک نشانی ہوگی جو تمہارے علاوہ اور کسی میں نہیں ہوگی، تم میرے پاس آؤ گے درآں حالیکہ تمہارا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے چمک رہے ہوں گے اور تم میں سے ایک جماعت کو مجھ سے دور کیا جائے گا وہ مجھ تک نہیں آسکیں گے، میں کہوں گا اے میرے رب یہ میرے صحابہ ہیں! پھر فرشتہ آکر مجھ سے کہے گا کیا آپ جانتے ہیں انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں؟۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جن لوگوں کو حضور حوض سے دور کریں گے اس سے کون لوگ مراد ہیں اس میں کئی اقوال ہیں:

(۱) ۔ اس سے مراد منافقین اور مرتدین ہیں اور یہ جائز ہے کہ ان کا حشر بھی چہرہ اور ہاتھ پیروں کی سفیدی کے ساتھ ہو اور اس علامت کی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کو (اصیحابی فرما کر) ندا کریں، پھر آپ کو یہ بتایا جائے گا کہ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا اور ان کی موت اسلام پر نہیں ہوئی۔

(۲)۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ کے زمانہ میں مسلمان تھے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے، اگرچہ ان لوگوں پر آثار وضوء کی نشانی نہیں ہوگی، لیکن آپ ان کو دنیا کی واقفیت کی بناء پر پکاریں گے، کیونکہ آپ کی حیات میں یہ مسلمان تھے پھر آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

(۳)۔ اس سے مراد گناہ کبیرہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جو دین اسلام پر فوت ہو گئے، یا وہ بدعتی لوگ مراد ہیں جو اپنی بدعات کی بناء پر اسلام سے خارج نہیں ہوئے، اس تقدیر پر یہ قطعی طور پر نہیں کہا جائے گا کہ یہ لوگ عذاب نار کی بناء پر حوض سے دور کیے گئے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے زجر و توبیخ کی وجہ سے ان کو ہٹایا گیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان لوگوں کا چہرہ اور ہاتھ پیر آثار وضوء سے سفید ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہوں یا بعد کے ہوں۔ اور آپ نے ان کو وضوء کی علامت سے پہچانا ہو،

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

امام حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ جس شخص نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی وہ حوض سے دور کر دیا جائے گا، جیسے خوارج، روافض اور دیگر باطل فرقے اور ظالم، فاسق و فاجر اور علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والے یہ سب وہ لوگ ہیں جن کے متعلق یہ احتمال ہے کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔[1] (نعوذ باللہ منہم)

شیخ عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

ان دور کیے جانے والوں میں تین احتمال ہیں (۱) مرتدین (۲) تارکین سنت، (۳) تارکین استقامت۔ اور ان تین میں سے پہلا قول مختار ہے، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری ممات بھی تمہارے لیے خیر ہے، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں پس جو اچھا عمل ہوتا ہے میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جو برا عمل ہوتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، امام بزار نے اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے، (یعنی جب آپ کو امت کے احوال معلوم ہوتے ہیں تو پھر آپ ان مرتدین کو اصیحابی کیوں فرمائیں گے؟) اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آپ پر امت کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں پس کہا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے برا کام کیا، یا اچھا کام کیا، اور کام کرنے والوں کی تعیین کیے بغیر اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اس جواب کو علامہ وشتانی ابی مالکی نے ذکر کیا ہے لیکن یہ جواب مستبعد ہے، کیونکہ ابن مبارک نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ امت کو وضو کے آثار اور ان کے اعمال سے پہچانیں گے اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصیحابی کہہ کر ندا کرنا ان میں زیادہ حسرت اور عذاب پیدا کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جب آپ ان کو اصیحابی کہہ کر ندا فرمائیں گے تو ان کو نجات کی امید ہو جائے گی اور جب سحقاً سحقاً فرمائیں گے تو امید ٹوٹ جائے گی اور امید بندھ کر پھر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا باعث ہے، اور فرشتوں کا یہ کہنا کہ انھوں نے دین کو بدل دیا تھا یہ بھی ان کے عذاب میں زیادتی کا سبب ہے، علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں یہی جواب دیا ہے، (شیخ عثمانی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حدیث بزار کے سیاق و سباق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر جس امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں وہ امت اجابت ہے کیونکہ اچھے اعمال پر اللہ کی حمد کرنا اور برے اعمال پر استغفار کرنا انھی کے حق میں متصور ہے۔[2]

شیخ عثمانی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حشر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کو نہیں پہچانا (یعنی ان کو مرتد نہیں جانا) تو کوئی حرج نہیں کیونکہ آپ کو ان کا پہلے علم بھی نہیں تھا، آپ کو تو صرف اپنی امت کا علم تھا جن کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے۔ رہے مرتد اور کافر تو ان کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے تھے، نہ آپ کو ان کا علم تھا، اب اگر اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ آپ کو حشر کے دن ان کے کفر اور ارتداد کا علم نہ ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور اس کا حدیث عرض اعمال سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

مصنف کے نزدیک شیخ عثمانی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے جس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۲ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی

شخص کو نور اور حیات کا علم ہو، وہ نور اور حیات کی نفی سے ظلمت اور موت کو جان لے گا، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور اعمال صالحہ کی علامات کو جان لیا تو آپ کے لیے کفر اور فسق کی علامات متعین ہو گئیں، یعنی جن لوگوں میں ایمان اور اعمال صالحہ کی علامات نہیں ہوں گی وہ کافر اور فاسق ہوں گے خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں کفر کی علامات بتا دی گئی ہیں کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے یوم تبیضّ وجوہ وتسود وجوہ (آل عمران: ۱۰۶) "جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ"، اور کفار بائیں طرف ہوں گے، واصحاب المشئمة ما اصحاب المشئمة (واقعہ: ۹) اور بائیں طرف والے (بدبخت) کیا (ہی برے) ہیں، بائیں طرف والے، بارے خوف کے کفار کی نیلی آنکھیں ہوں گی (نحشر المجرمین یومئذ زرقا (طٰہٰ: ۱۰۲) "اور اس دن ہم مجرموں کو ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی آنکھیں (خوف سے پتھرا کر) نیلگوں ہوں گی" کفار کے چہرے خاک آلود ہوں گے اور ان پر سیاہی چھائی ہوگی وجوہ یومئذ علیہا غبرة ٥ ترهقها قترة ٥ اولئك هم الكفرة الفجرة (عبس: ۴۰-۴۲) "کتنے منہ اس دن خاک آلود ہوں گے، ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہی لوگ کافر بدکار ہیں، اس دن کفار زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ وترى المجرمين يومئذ مقرنين فى الاصفاد (ابراهيم: ۴۹) "اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ (ایک دوسرے کے ساتھ) زنجیروں میں جکڑے ہوں گے"، ان نشانیوں سے کفار، منافقین اور مرتدین کسی شخص پر میدان حشر میں مشتبہ نہیں ہوں گے اور ہر شخص کو ان کا علم ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يعرف المجرمون بسيماهم (رحمان: ۴۱) "اس دن مجرم اپنی صورتوں سے پہچانے جائیں گے"، اس لیے شیخ عثمانی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کو صرف اپنی امت کا علم تھا اور کفار اور منافقین کا علم نہیں تھا اس لیے آپ نے ان کو نہیں جانا۔

علاوہ ازیں یہاں اشکال تو اس وجہ سے ہے کہ آپ نے ان مرتدین کو "اصیحابی" فرمایا اور جب آپ پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کو پہچانتے ہیں تو پھر آپ نے ان مرتدین کے متعلق "میرے صحابہ" کیسے فرمایا، نیز عرض اعمال کے علاوہ آپ کی امت کا چہرہ سفید ہوگا بلکہ وہ غرمحجل (جن کے چہرے اور ہاتھ پیر سفید ہوں) ہوں گے، وہ دائیں جانب ہوں گے، ان کی عبادات کا نور ان کے آگے آگے ہوگا، ان کے چہرے خوش وخرم ہوں گے وہ اپنے رب کے دیدار میں محو ہوں گے[۱] ان علامات سے قیامت کے دن کسی شخص کو بھی مومن اور کافر میں اشتباہ نہیں ہوگا اور ہر شخص کے نزدیک وہ متمیز ہوں گے اس لیے یہ اشکال پیدا ہوگا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مرتدین کو اصیحابی "میرے اصحاب" کیسے فرمایا؟

اس لیے اس سوال کا صحیح جواب وہی ہے جو علامہ زرقانی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلے ان کو اصیحابی فرمانا اس لیے تھا کہ ان کی امید قائم ہو اور بعد میں سختاً سختاً فرما کر ان کی امید کو توڑ دیا اور امید بندھ کر ٹوٹ جانا زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہوتا ہے، علامہ زرقانی نے دوسرا جواب یہ لکھا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ

---

[۱] یسعی نورهم بين ايديهم (حدید: ۱۲) ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں طرف دوڑتا ہوگا، وجوه يومئذ مسفرة ٥ ضاحكة مستبشرة (عبس) کئی چہرے اس دن چمکتے ہوں گے ہنستے ہوئے ہشاش بشاش، وجوه يومئذ ناضرة ٥ الى ربها ناظرة (قیامة: ۲۳-۲۲) کتنے ہی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔

نے دنیا میں پہلے منافقین کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا اور پھر ان کا نفاق ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا۔ اسی طرح ان منافقین کو پہلے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور یہ بھی غرّ محجّل ہوں گے اور پھر ان کا نفاق اور ارتداد ظاہر کر کے ان کو رسوا کر دیا جائے گا، لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان کو اصیحابی فرمانا ان کے غرّ محجّل ہونے کے اعتبار سے ہے اور بعد میں سحقاً سحقاً فرما کر ان کو اپنے حوض سے دور کر دینا ایسے ہی ہے جیسے دنیا میں آپ نے منافقین کو مسجد نبوی سے نکال دیا تھا اور مرتدین پر یہ توجیہ اس طرح منطبق ہوتی ہے کہ مرتدین پہلے اسلام لائے اور پھر دین اسلام سے منحرف ہو گئے تو آپ کا ان کو اصیحابی فرمانا ان کے پہلے حال اسلام کے اعتبار سے ہے اور بعد میں سحقاً سحقاً فرما کر ان کو حوض سے دور کر دینا ان کے ارتداد کی سزا ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ یہ توجیہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ منافقین کو ایک نور دیا جائے گا اور ان کی ضرورت کے وقت اس نور کو بجھا دیا جائے گا پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ظاہر ایمان کی وجہ سے ان کو نور عطا کیا، تاکہ وہ اس سے دھوکا کھائیں اور ان کی ضرورت کے وقت پل صراط پر اس نور کو بجھا دیا اسی طرح یہ مستبعد نہیں ہے کہ پہلے ان کے چہرے اور ہاتھ پیروں کو سفید کر کے غرّہ اور تحجیل کے ساتھ ان کا حشر کیا جائے اور آپ اس علامت کی وجہ سے ان کو اصیحابی فرمائیں اور جب ان کو حوض پر پانی پینے کی ضرورت ہو تو آپ ان کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض سے دور کر دیں، اور اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کو ان کے مکر کی یہی جزا دیتا ہے۔[1]

شیخ زکریا اسی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

والظاهر عندی ان العرض لو صح لا یلزم منه علیه الصلوٰة والسلام یحفظهم فی کل وقت سیما وقت المحشر[2]

میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اگر عرض اعمال کی حدیث صحیح ہو تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر وقت آپ کے ذہن میں وہ لوگ محفوظ رہیں خاص طور پر حشر کے وقت بھی۔

یعنی یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان کے ارتداد اور نفاق کا علم ہو لیکن محشر کی حشر سامانیوں کی بناء پر اس طرف توجہ نہ رہے، یہ جواب بھی صحیح اور درست ہے۔

شیخ تھانوی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی ثابت کرنے کے بیان میں لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں ہے کہ بعض امتوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا انك لا تدری ما احدثوا بعدك۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی کہ آخر عمر سے بہت متاخر ہے آپ پر بعض کونیات ظاہر نہیں ہوئے نہ بالذات نہ بالعطاء۔[3]

تھانوی صاحب کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے کفر اور ارتداد کا علم نہیں تھا، حالانکہ قرآن مجید کے مطابق میدان حشر میں کافروں اور مرتدوں کی علامات ہر شخص پر عیاں اور بیاں ہوں گی، ان کے چہرے کالے

---

[1] علامہ محمد باقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المؤطا ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ، المطبعۃ الخیریہ مصر۔

[2] شیخ محمد زکریا اوجز المسالک ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ المکتبۃ الیحیویہ، سہارنپور ہند۔

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۳ھ، بسط البنان مع حفظ الایمان ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ نعمانیہ دیوبند۔

اور غبار آلود ہوں گے، آنکھیں پتھرائی ہوں نیلگوں ہوں گی اور وہ زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہوں گے، اور ان کی علامات کی وجہ سے ان کی پہچان کا تعلق علم غیب کی بجائے علم شہادت سے ہوگا، اور میدان حشر میں موجود ہر شخص جان لے گا کہ کافر کون ہے اور مسلمان کون ہے، کس قدر حیرت کی بات ہے کہ علم رسالت کے انکار میں یہ لوگ اس قدر جری ہو گئے کہ علم غیب تو الگ رہا اب یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے علم شہادت کی بھی نفی کرنے لگے!

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ العزیز نے بھی اس حدیث کی روشنی میں علم رسالت پر گفتگو کی ہے جس کو میں یہاں من وعن تبرکاً نقل کر رہا ہوں۔

رہا قیامت کا واقعہ جس میں مذکور ہے کہ جماعت مرتدین کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اصیحابی اصیحابی فرمائیں گے اور اس وقت آپ سے کہا جائے گا کہ آپ کو نہیں معلوم، انھوں نے آپ کے بعد کیا کیا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو قیامت کے دن بھی بعض باتوں کا علم نہ ہوگا۔ یہ عجیب قسم کا شبہ ہے جو حدیث مثبت علم ہو اس کو نفی میں پیش کیا جا رہا ہے۔ غور فرمائیے، یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا۔ لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس کو پہلے بیان فرما رہے ہیں "علم نہ تھا تو بیان کیسے فرمایا"۔

رہی یہ بات کہ پھر حضور سے یہ کیوں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انھوں نے کیا کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی مطبوعہ مطبع انصاری دہلی صـ ۲۴۹ میں منکرین کی یہی پیش کردہ حدیث بایں الفاظ موجود ہے۔

فیقال اما شعرت ما عملوا بعدك۔	حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انھوں نے کیا کام کیے۔

"ماشعرت" جملہ منفیہ پر ہمزہ استفہام انکاری داخل ہوا۔ نفی کا انکار اثبات ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث مبارک سے مرتدین کے اعمال کا علم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہوا۔ چونکہ واقعہ ایک ہے صرف اس کی روایتوں میں تعدد ہے اس لیے جب ایک روایت میں ہمزہ استفہام مذکور ہو گیا تو ہر روایت میں اس کے معنی ملحوظ رہیں گے۔ اور جس روایت میں وہ مذکور نہیں وہاں محذوف ماننا پڑے گا، مثلاً "انك لا تدری" والی حدیث میں ہمزہ مذکور نہیں تو یہاں محذوف مانیں گے اور اصل عبارت یوں ہوگی کہ "أإنك لا تدری"، کیا آپ نہیں جانتے؟! ..... ورنہ حدیثوں میں تعارض ہوگا کیونکہ ہمزہ استفہام کا محذوف ہونا تو صحیح ہے جیسا کہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں محذوف ہے، حضرت ابراہیم کا مقولہ "ھذا ربی" میں مفسرین نے "اھذا ربی" فرمایا ہے۔ یعنی کیا یہ میرا رب ہے لیکن اس کا زائد ہونا صحیح نہیں ہے۔

اگر "انك لا تدری" والی روایت میں ہمزہ استفہام محذوف نہ مانیں تو "اما شعرت" والی روایت میں ہمزہ کو زائد ماننا پڑے گا جو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً جبکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علمی کی نفی ہوتی ہو۔

پھر یہ کہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت نے تمام اچھے اور برے اعمال کا علم ہے ترمذی شریف میں حدیث وارد ہے:

عرضت علی اعمال امتی حسنها	میری امت کے تمام اچھے اور برے اعمال مجھ

وقبیحها۔ پر پیش کیے گئے۔

اب غور فرمائیے کہ مرتدین بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل تھے، ان کا مرتد ہونا عمل قبیح ہے اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ۔

جب امت کے تمام اعمال حسنہ اور قبیحہ حضور کے سامنے پیش کیے گئے تو ان کا ارتداد جو عمل قبیح ہے وہ بھی ضرور پیش ہوا، پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے عملوں کا علم نہ ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مذکور کے یہی معنی صحیح ہیں کہ اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انھوں نے کیا عمل کیے۔" آپ کو معلوم تو ہے پھر بھی آپ غلبۂ رحمت کے حال میں ان کو اپنی طرف لے جا رہے ہیں۔

"یہ حقیقت ہے کہ جب کریم کو سخاوت کرنے کے لیے بٹھا دیا جائے تو اس وقت اس کے دریائے سخا میں ایسا جوش ہوتا ہے کہ دشمن کی دشمنی کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی اور وہ بے اختیار اپنے کرم کا دامن اس کی طرف پھیلا دیتا ہے اور جب اسے توجہ دلائی جائے تو اس وقت متوجہ ہوتا ہے۔"[1]

یہاں بالکل یہی معاملہ ہے۔

ساقیٔ کوثر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حوض کوثر پر رونق افروز ہیں۔ اپنے غلاموں کو چھلکتے ہوئے جام پلا رہے ہیں۔ مرتدین کی جماعت ادھر سے گذرتی ہے، حضور کو ان کے عملوں کا پورا پورا علم ہے۔ مگر اس وقت دریائے جود و سخا موجزن اور شانِ رحمت کا ظہور اتم ہے اس لیے ان کی بداعمالیوں کی طرف خیال مبارک جاتا ہی نہیں اور اپنے لطف عمیم اور کرم جسیم کے غلبہ حال میں بے اختیار فرما دیتے ہیں: "اصیحابی، اصیحابی۔"

لیکن جب توجہ دلائی جاتی ہے کہ اما شعرت ما احدثوا بعدک۔ پیارے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد انھوں نے کیا کیا؟

پس فوراً توجہ مبارک ان کی بداعمالیوں کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں:

"سحقاً سحقاً" انھیں دور لے جاؤ، دور لے جاؤ۔"

طالب حق کے لیے اس حدیث کا صحیح مطلب سمجھنے کے لیے یہ بیان کافی ہے۔[1]

باب ۸۱۵ اِکْرَامِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقِتَالِ الْمَلَائِکَۃِ مَعَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ!

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی معیت میں فرشتوں کی جنگ کا اعزاز

۵۸۸۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ وَاَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدٍ

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں سفید

---

[1] علامہ سید احمد سعید کاظمی متوفی ۱۴۰۶ھ، مقالات کاظمی ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ

بْنِ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ رَاَيْتُ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ شِمَالِهٖ يَوْمَ اُحُدٍ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابُ بَيَاضٍ مَا رَاَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ يَعْنِيْ جِبْرِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

لباس میں ملبوس دو آدمیوں کو دیکھا جنھیں میں نے اس سے پہلے دیکھا تھا نہ بعد، یعنی حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام۔

۵۸۸۶۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا سَعْدٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ يَوْمَ اُحُدٍ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ يَسَارِهٖ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيْضٌ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ كَاَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَاَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور بائیں سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمیوں کو دیکھا جو آپ کی طرف سے بہت شدت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ میں نے ان کو اس سے پہلے اور بعد کبھی نہیں دیکھا۔

غیر نبی کے لیے فرشتوں کو دیکھنے کی تحقیق

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ اعزاز معلوم ہوا کہ فرشتوں نے آپ کی خاطر جنگ کی، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتوں کا نازل ہونا جنگ بدر کے ساتھ خاص نہیں تھا، اس حدیث سے سفید کپڑوں کے پہننے کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتوں کو دیکھنا نبیوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ان کو صحابہ اور اولیاء اللہ بھی دیکھ لیتے ہیں، اس حدیث میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی بھی فضیلت ہے جنھوں نے فرشتوں کو دیکھا۔ [1]

علامہ اُبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت سعد نے جو یہ کہا کہ وہ فرشتے جبرائیل اور میکائیل تھے، یہ اس پر محمول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی کہ یہ جبرائیل اور میکائیل ہیں، اس کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوگا، اور فرشتوں کو دیکھنا جائز ہے اور ان کے ساتھ وحی سے ہم کلام ہونا یہ عام انسانوں کے حق میں ممنوع ہے، یہاں فرشتوں کی جنگ کا جو ذکر ہے یہ عرف اور عادت کے مطابق جنگ پر محمول ہے ورنہ ایک فرشتے کی معمولی سی حرکت بھی تمام کفار کی ہلاکت کے لیے کافی تھی، جیسا کہ پچھلی امتوں کی ہلاکت سے معلوم ہو چکا ہے۔ [2]

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

امام غزالی اور دوسرے علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ اب بہ طور کرامت کے فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے، اللہ تعالیٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اپنے اولیاء میں سے جس کو چاہتا ہے اس کرامت کے ساتھ مشرف فرماتا ہے، صحابہ کی ایک جماعت کے لیے یہ کرامت واقع ہوئی، جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت جبرائیل کو دیکھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا نبی کے علاوہ جو شخص بھی جبرائیل کو دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔ (اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے۔) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت جبرائیل کو دیکھا، ان کے علاوہ ایک جماعت صحابہ نے اس وقت حضرت جبرائیل کو دیکھا جب انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا اور ان میں سے کوئی بھی اندھا نہیں ہوا، کیونکہ اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ جس شخص نے حضرت جبرائیل کو تنہائی میں بہ طور کرامت کے دیکھا وہ نابینا ہو جائے گا۔ [1]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کو دیکھنے والے کے لیے اندھا ہونے کی پیش گوئی اس شخص کے متعلق فرمائی ہو جس نے جبرائیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہو۔

بَابُ ۸۱۶ فِي شَجَاعَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت

۵۸۸۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَشْجَعَ النَّاسِ وَلَقَدْ فَزِعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَانْطَلَقَ نَاسٌ قِبَلَ الصَّوْتِ فَتَلَقَّاهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاجِعًا وَقَدْ سَبَقَهُمْ إِلَى الصَّوْتِ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرْيٍ فِي عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ لَمْ تُرَاعُوا لَمْ تُرَاعُوا قَالَ وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ إِنَّهُ لَبَحْرٌ قَالَ وَكَانَ فَرَسًا يُبَطَّأُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے، صحابہ اس آواز کی طرف گئے، راستہ میں ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے، آپ کی گردن مبارک میں تلوار تھی اور آپ فرما رہے تھے، تم کو خوف زدہ نہیں کیا گیا، تم کو خوف زدہ نہیں کیا گیا، آپ نے فرمایا ہم نے اس (گھوڑے) کو سمندر کی طرح رواں دواں پایا۔ یا وہ سمندر تھا۔ حضرت انس نے کہا وہ گھوڑا بہت آہستہ چلتا تھا۔

۵۸۸۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَزَعٌ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مدینہ میں دہشت پھیل گئی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ کا گھوڑا مستعار لیا، اس کا نام مندوب تھا،

---

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۶ھ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا لِأَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ مَنْدُوبٌ فَرَكِبَهُ فَقَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ فَزَعٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا۔

آپ اس پر سوار ہوئے، آپ نے فرمایا ہم نے کوئی ڈر اور خوف نہیں دیکھا، اور ہم نے اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا۔

۵۸۸۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ فَرَسًا لَنَا وَلَمْ يَقُلْ لِأَبِي طَلْحَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا۔

ابن جعفر کی روایت میں ہمارے گھوڑے کا ذکر ہے اور ابو طلحہ کا ذکر نہیں ہے اور قتادہ کی روایت میں سمعت انسا ہے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا بیان ہے کیونکہ آپ دشمن کی طرف تمام لوگوں سے پہلے بہت جلد نکل کر گئے، اور حقیقت حال معلوم کر کے لوگوں کے پہنچنے سے پہلے واپس لوٹ آئے، نیز اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم برکت کا بیان ہے کہ آپ کے سوار ہونے کی وجہ سے سست رفتار گھوڑا انتہائی تیز رفتار ہو گیا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک انسان واقعہ کی تحقیق کرنے اور حقیقت حال دریافت کرنے کے لیے جا سکتا ہے، الّا یہ کہ اس کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو، اس حدیث میں کسی چیز کے مستعار لینے کا بھی ثبوت ہے اور گلے میں تلوار لٹکانے کا ثبوت ہے اور گھوڑے کا نام رکھنے کی دلیل ہے، اس حدیث سے دیگر جانوروں کے نام رکھنے پر بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

بَابُ جُودِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

۵۸۹۰۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو عِمْرَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ سَنَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیر میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان کے مہینہ میں ہوتا تھا، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان کے مہینہ میں اخیر مہینہ تک آپ سے ملاقات کرتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن سناتے تھے، اور جب حضرت جبرائیل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ بارش برسانے والی ہواؤں سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ۔

۵۸۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کی ہیں۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم سخاوت کا ذکر ہے، اور یہ کہ رمضان کے مہینہ میں زیادہ سخاوت کرنی چاہیے، اور صالحین سے ملاقات کے وقت بھی زیادہ سخاوت کرنی چاہیے اور قرآن مجید کا دور کرنا چاہیے۔

بَاب ۸۱۸ حُسْنِ خُلُقِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق

۵۸۹۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِيْنَ وَاللّٰهِ مَا قَالَ لِيْ اُفًّا قَطُّ وَلَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَهَلَّا فَعَلْتَ كَذَا زَادَ اَبُو الرَّبِيْعِ لَيْسَ مِمَّا يَصْنَعُهُ الْخَادِمُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهٗ وَاللّٰهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دس سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، خدا کی قسم، آپ نے کبھی مجھ سے اُف نہیں کہا، اور نہ کبھی مجھ سے یہ کہا کہ تم نے فلاں کام کیوں نہیں کیا؟ یا فلاں کام کیوں کیا، ایک روایت میں ہے جو کام خادم نہیں کرتا، اور قسم کا ذکر نہیں ہے۔

۵۸۹۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا سَلَّامُ بْنُ مِسْكِيْنٍ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ اَنَسٍ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

۵۸۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ (وَاللَّفْظُ لِاَحْمَدَ) قَالَ اَحْمَدُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ اَخَذَ اَبُوْ طَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدُمْكَ قَالَ فَخَدَمْتُهٗ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ وَاللّٰهِ مَا قَالَ لِيْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! انس ایک ذہین لڑکا ہے، یہ آپ کی خدمت کرے گا، حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر سفر اور حضر میں، میں آپ کی خدمت میں رہا، خدا کی قسم! اگر میں نے کوئی کام کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ اس طرح کیوں کیا؟ اور اگر

لِشَیْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا هٰكَذَا اَوْلَا لِشَیْءٍ لَمْ اَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا۔

میں نے کوئی کام نہیں کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں نہیں کیا۔

۵۸۹۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَابْنُ نُمَیْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِیَّاءُ حَدَّثَنِیْ سَعِیْدٌ (وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ بُرْدَةَ) عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ سِنِیْنَ مَا اَعْلَمُهُ قَالَ لِیْ قَطُّ لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا اَوْ لَا عَابَ عَلَیَّ شَیْئًا قَطُّ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نو سال رہا، مجھے علم نہیں کہ کبھی آپ نے یوں فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا؟ اور نہ آپ نے کبھی میری کسی چیز کی مذمت کی۔

۵۸۹۶۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِیُّ زَیْدُ بْنُ یَزِیْدَ اَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ (وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ) قَالَ قَالَ اِسْحٰقُ قَالَ اَنَسٌ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا فَاَرْسَلَنِیْ یَوْمًا لِحَاجَةٍ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا اَذْهَبُ وَفِیْ نَفْسِیْ اَنْ اَذْهَبَ لِمَا اَمَرَنِیْ بِهٖ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ حَتّٰی اَمُرَّ عَلٰی صِبْیَانٍ وَهُوَ یَلْعَبُوْنَ فِی السُّوْقِ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَبَضَ بِقَفَایَ مِنْ وَرَائِیْ قَالَ فَنَظَرْتُ اِلَیْهِ وَهُوَ یَضْحَكُ فَقَالَ یَا اُنَیْسُ اَذَهَبْتَ حَیْثُ اَمَرْتُكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ اَنَا اَذْهَبُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنَسٌ وَاللّٰهِ لَقَدْ خَدَمْتُهُ تِسْعَ سِنِیْنَ مَا عَلِمْتُهُ قَالَ لِشَیْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا اَوْ لِشَیْءٍ تَرَكْتُهُ هَلَّا فَعَلْتَ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے، آپ نے ایک دن مجھے کسی کام سے بھیجا، میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جاؤں گا، حالاں کہ میرے دل میں یہ تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے جس کام کا حکم دیا ہے میں اس کو کرنے ضرور جاؤں گا، میں چلا گیا، حتیٰ کہ میں بازار میں کھیلنے والے چند لڑکوں کے پاس سے گزرا، کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری گدی پکڑی ہوئی ہے، میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، آپ نے فرمایا: اے انیس! کیا تم وہاں گئے تھے جہاں میں نے کہا تھا، میں نے کہا جی! میں جا رہا ہوں یا رسول اللہ! حضرت انس نے کہا خدا کی قسم میں نو سال آپ کی خدمت میں رہا، مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ نے یہ فرمایا ہو کہ تم نے اس، اس طرح کیا ہے؟ یا کوئی کام میں نے ترک کیا ہو تو آپ نے اس کے لیے یہ فرمایا ہو کہ تم نے اس، اس طرح کیوں نہیں کیا۔

۵۸۹۷۔ وَحَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ وَاَبُو الرَّبِیْعِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ اَبِی التَّیَّاحِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ کے سلسلہ میں احادیث کے تعارض کا جواب

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نو سال اور کچھ مہینے رہے تھے، بعض روایات میں انھوں نے ان مہینوں کا اعتبار نہیں کیا اور نو سال ذکر کیے اور بعض روایات میں نو سال اور کچھ مہینوں کو تغلیباً دس سال سے تعبیر فرمایا [1]

خُلُق کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

خَلق اور خُلُق دونوں کی اصل ایک ہے، لیکن خَلق کا لفظ ان ہیئات، اشکال اور صورتوں کے ساتھ مختص ہے جن کا آنکھ کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے اور خُلُق کا لفظ ان قوتوں اور فضلتوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا بصیرت کے ساتھ ادراک کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انک لعلی خلق عظیم (قلم: ۴) "اور بلاشبہ آپ ضرور بہت عظیم خلق پر ہیں"۔ اور انسان اپنے کسب سے جس فضیلت کو حاصل کرے اس کو خلاق کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے: وماله فی الاخرة من خلاق (بقرہ:۱۰۲) "آخرت میں اس کے لیے کوئی اجر نہیں"۔ [2]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

خُلُق اور خَلق کا معنی ہے طبیعت اور خصلت اور اس کی حقیقت انسان کی باطنی صورت ہے، یہ انسان کے وہ اوصاف اور معانی ہیں جو اس کے ساتھ اس کی صورت ظاہرہ کی طرح مختص ہوں، یہ اوصاف حسن بھی ہوتے ہیں اور قبیح بھی اور انسان کی باطنی صورتوں کے اوصاف کے ساتھ ثواب اور عقاب کا تعلق اس کی ظاہری صورتوں کی بہ نسبت زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ احادیث میں حسن خلق کی متعدد جگہ تعریف کی گئی ہے، حدیث میں ہے: حسن خلق سے زیادہ میزان میں کوئی چیز وزنی نہیں ہے، نیز آپ کا ارشاد ہے: جس چیز کی وجہ سے لوگوں کا جنت میں زیادہ دخول ہوگا وہ اللہ کا خوف ہے اور حسن خلق ہے، جس شخص کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے، اس کا ایمان زیادہ کامل ہوگا، نیز ارشاد ہے: انسان اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور قیام کرنے والے کے اجر کو پالیتا ہے اور فرمایا: مجھے مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لیے مبعوث کیا گیا ہے، اس قسم کی اور بہت احادیث ہیں اسی طرح بُرے اخلاق کی مذمت میں بھی بہت احادیث ہیں۔ [3]

خُلُق کا اصطلاحی معنی

امام رازی لکھتے ہیں:

خُلُق ایک ملکہ نفسانیہ ہے جو شخص اس سے متصف ہو اس کے لیے افعال محمودہ کا اکتساب سہل اور آسان ہو جاتا ہے، بخل، غضب، معاملات میں تشدد کرنا، قول اور فعل میں لوگوں کے ساتھ تکبر کرنا، ترک تعلق کرنا، خرید و فروخت میں تساہل کرنا، رشتہ داروں کے حقوق سے تغافل کرنا وغیرہ ان تمام چیزوں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۵۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[3] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۷۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعات ایران، ۱۳۶۴ھ

سے احتراز کرنا حسن خلق میں داخل ہے جب انسان کی روح قدسیہ ہو اور اس میں معارف الٰہیہ حقیقیہ کی بہت زیادہ استعداد ہو اور عقائد باطلہ کو قبول کرنے کی بالکل استعداد نہ ہو تو پھر اس کی طبیعت میں ایسا ملکہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے افعال محمودہ کا کرنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ [1]

حسن اخلاق کی فضیلت

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

انسان میں از خود جو اوصاف ہوتے ہیں ان کو خُلُق کہتے ہیں کیونکہ وہ اوصاف اس میں بمنزلہ خِلقت ہوتے ہیں، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ کا خلق قرآن ہے، قتادہ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے اوامر پر عمل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی نواہی سے مجتنب رہتے تھے، نیز جب حضرت عائشہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عائشہ نے قد افلح المؤمنون سے لے کر دس آیتیں پڑھیں، اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اچھا کسی کا خلق نہیں تھا، صحابہ یا اہل بیت میں سے جو شخص بھی آپ کو بلاتا تو آپ فوراً لبیک کہتے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انک لعلی خلق عظیم "اور جب بھی کسی خلق محمود کا ذکر کیا گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں اس کا بہت بڑا حصہ تھا، جنید نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلق کو اس لیے عظیم کہا گیا ہے کہ اللہ کے سوا آپ کی ہمت (کامل توجہ) اور کسی طرف نہیں ہوتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ آپ کے خلق کو اس لیے عظیم کہا گیا ہے کہ آپ میں مکارم اخلاق مجتمع تھے، کیونکہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق کو مکمل کرنے کے لیے بھیجا ہے، روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور اچھا ادب سکھایا، جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاهلين (اعراف: ۱۹۹) "معاف کرنا اختیار کیجئے، نیکی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے" جب میں نے اس کو قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انك لعلى خلق عظيم"

امام ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، گناہ کے بعد نیکی کرو، وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ، یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز امام ترمذی نے حضرت ابودرداء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن مومن کے میزان میں خلق حسن سے زیادہ کوئی چیز وزنی نہیں ہوگی، اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیاء اور درشت کلام سے بغض رکھتا ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور امام ترمذی حضرت ابودرداء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھے اخلاق سے زیادہ کوئی چیز میزان میں وزنی نہیں ہوگی، اور اچھے اخلاق والا روزہ دار اور قیام کرنے والے کے اجر کو پالے گا، یہ حدیث غریب ہے، اور امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ڈر اور اچھے اخلاق سے، اور پوچھا گیا کہ لوگ کس چیز کی وجہ سے جہنم میں زیادہ داخل ہوں گے؟ فرمایا منہ اور شرمگاہ کی وجہ سے، یہ حدیث صحیح غریب ہے، عبداللہ بن مبارک نے حسن خلق کی تعریف میں کہا: کشادہ روئی، نیکی کو پھیلانا اور تکلیف دہ

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

چیز کو دور کرنا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں زیادہ محبوب اور مجھ سے زیادہ قریب شخص وہ ہوگا جس کے اخلاق تم میں زیادہ اچھے ہوں گے، اور قیامت کے دن میرے نزدیک تم میں زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دور شخص وہ ہوگا جو بدزبان، درشت کلام اور متکبر ہوگا امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔ [1]

خُلق جبلی صفت ہے یا اختیاری؟ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ حسن خلق فطری اور طبعی صفت ہے یا اکتسابی اور اختیاری صفت ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ فطری صفت ہے کیونکہ امام بخاری نے روایت کیا ہے: جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ارزاق تقسیم کیے ہیں اسی طرح اس نے تمہارے درمیان اخلاق تقسیم کیے ہیں (الادب المفرد ص ۹) اور ایک قول یہ ہے کہ حسن خلق اختیاری اور کسبی صفت ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اشج سے فرمایا: تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے حلم اور اناۃ (بوجھ اٹھانا) انھوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھ میں یہ خصلتیں قدیم ہیں یا حدیث ہیں؟ آپ نے فرمایا قدیم ہیں، انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے مجھے دو ایسے خلق پر پیدا فرمایا جو اس کو محبوب ہیں، علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ ان کا سوال ہیں دو قسموں کو بیان کرنا اور آپ کو انھیں مقرر رکھنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ بعض خلق جبلی ہوتے ہیں اور بعض خلق کسبی ہوتے ہیں (ملا علی قاری کہتے ہیں) زیادہ ظاہر یہ ہے کہ تمام اخلاق اپنی اصل کے اعتبار سے جبلی ہوتے ہیں جو کمیت اور کیفیت میں کمی اور زیادتی کی استعداد رکھتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں اس لیے مبعوث ہوا ہوں کہ صالح اخلاق کو مکمل کر دوں، اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور امام حاکم، امام بیہقی اور امام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے مکارم اخلاق کے الفاظ روایت کیے ہیں (امام مالک نے مؤطا میں محاسن اخلاق کے الفاظ روایت کیے ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) امام مسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دعا افتتاح کے یہ الفاظ روایت کیے ہیں اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے تیرے سوا کوئی اچھے اخلاق کی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! جس طرح میری صورت اچھی بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے بنا دے، اور عارفین سے منقول ہے کہ اخلاق ربانیہ سے متخلق ہونا اور اوصاف الٰہیہ سے متصف ہونا حسن خلق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا: آپ کا خلق قرآن ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح قرآن مجید کے معانی غیر متناہی ہیں اسی طرح آپ کے خلق عظیم کے مراتب غیر متناہی ہیں، آپ کے اخلاق بنو آدم کی تمام اقسام کے افراد کو شامل ہیں بلکہ تمام مخلوقات عالم کی اجناس اور انواع کو شامل ہیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عرب اور عجم اور انس و جن کی طرف مبعوث کیا بلکہ تمام ملائکہ، نباتات اور جمادات کی طرف مبعوث کیا، جیسا کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے: بعثت الی الخلق کافۃ "میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" [2]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۲۸-۲۲۷، مطبوعہ ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۵۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة انها لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا في الاسواق ولا يجزي بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويصفح [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طبعاً بری باتیں کرتے تھے نہ تکلفاً، نہ بازار میں شور کرتے تھے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ لیکن معاف کرتے تھے اور درگذر کرتے تھے۔

عن عائشة قالت ما ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده شيئا قط الا ان يجاهد في سبيل الله ولا ضرب خادما ولا امرأة [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے علاوہ کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا اور کسی خادم کو مارا اور نہ کسی عورت کو مارا۔

عن عائشة قالت ما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم منتصرا من مظلمة ظلمها قط ما لم ينتهك من محارم الله تعالى شيء فاذا انتهك من محارم الله تعالى شيء كان من اشدهم في ذالك غضبا وما خير بين امرين الا اختار ايسرهما ما لم يكن ماثما۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی ظلم کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا، بشرطیکہ حدود اللہ کو نہ توڑا گیا ہو اور جب اللہ تعالیٰ کی حدود کی ذرا سی بھی خلاف ورزی ہوتی تو آپ کو اس پر سب سے زیادہ غصہ آتا، اور جب بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ان میں سے آسان چیز کو اختیار فرما لیتے، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

عن الحسن بن علي رضي الله عنهما قال قال الحسين بن علي رضي الله عنهما سألت ابي عن سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم في جلسائه فقال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم دائم البشر سهل الخلق ليّن الجانب ليس بفظ ولا غليظ ولا صخاب ولا فحاش

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آپ کے ہم نشینوں کے ساتھ سیرت کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خوش رو، نرم خو اور نرم مزاج رہتے تھے، آپ بد خلق تھے نہ درشت مزاج، شور مچانے والے تھے نہ بدگو، عیب جو تھے نہ بخیل،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۹۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " ، جامع ترمذی ص ۵۹۶، " "

[3] " " ، جامع ترمذی ص ۵۹۶، " "

ولا عياب ولا مشاح يتغافل عما لا يشتهي ولا يؤئس منه ولا يجيب فيه قد ترك نفسه من ثلاث المراء والاكثار وما لا يعنيه وترك الناس من ثلاث كان لا يذم احدا ولا يعيبه ولا يطلب عورته ولا يتكلم الا فيما رجا ثوابه واذا تكلم اطرق جلساؤه كانما على رؤسهم الطير واذا سكت تكلموا لا يتنازعون عنده الحديث ومن تكلم عنده انصتوا له حتى يفرغ حديثهم عنده حديث اولهم يضحك مما يضحكون منه ويتعجب مما يتعجبون منه ويصبر للغريب على الجفوة في منطقه ومسئلته حتى ان كان اصحابه يستجلبونهم ويقول اذا رايتم طالب حاجة يطلبها فارفدوه ولا يقبل الثناء الا من مكافئ ولا يقطع على احد حديثه حتى يجوز فيقطعه بنهي او قيام۔ [1]

جس چیز کی آپ کو خواہش نہ ہوتی اس سے اعراض فرماتے اور دوسروں کو اس سے مایوس نہ کرتے، تین چیزوں کو آپ نے ترک کر دیا تھا، جھگڑا، تکبر اور بے مقصد کام، لوگوں کے معاملات میں بھی تین چیزوں کو ترک کر دیا تھا، کسی کی مذمت کرتے تھے نہ اس کو عیب لگاتے تھے، کسی کا عیب تلاش نہیں کرتے تھے، جس چیز میں ثواب کی امید ہو اس کے ماسوا میں بات نہیں کرتے تھے، جب آپ گفتگو فرماتے تو آپ کے اصحاب اس طرح سر جھکا کر بیٹھ جاتے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، جب آپ خاموش ہو جاتے تو پھر وہ بات شروع کرتے تھے، آپ کے سامنے وہ کسی بات پر بحث نہیں کرتے تھے، جو شخص آپ سے بات کرتا تو سب خاموش ہو جاتے، حتیٰ کہ وہ شخص اپنی بات سے فارغ ہو جاتا، جس بات پر لوگ ہنستے آپ بھی ہنستے تھے اور جس پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی تعجب کرتے تھے، کسی اجنبی شخص کی بات اور سوال میں سختی پر صبر فرماتے، حتیٰ کہ آپ کے اصحاب (سوال کے لیے) اجنبیوں کو لے آتے، آپ فرماتے جب تم کسی ضرورت مند کو سوال کرتے دیکھو تو اس کی حاجت پوری کرو، آپ صرف اسی شخص کی تعریف قبول کرتے جو کسی احسان کے بدلہ تعریف کرتا، کسی شخص کی بات نہیں کاٹتے تھے الا یہ کہ وہ حد سے بڑھ جائے پھر اس کو منع فرماتے یا اٹھ کر چلے جاتے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما يقول ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قط فقال لا۔ [2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سوال کے جواب میں "نہیں" نہیں فرمایا۔

عن عائشة رضي الله عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقبل الهدية

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے اور جواباً ہدیہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی جامع ترمذی ص ۵۹۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص ۵۹۶، " " "

ویثیب علیها۔ [1]

عنایت فرماتے۔

۸۱۹ باب سخائہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جود وسخا

۵۸۹۸۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وعمرو الناقد قالا حدثنا سفیان بن عیینۃ عن ابن المنکدر سمع جابر بن عبد اللہ قال ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے "نہیں" فرمایا ہو۔

۵۸۹۹۔ وحدثنا ابو کریب حدثنا الاشجعی ح وحدثنی محمد بن المثنی حدثنا عبد الرحمن (یعنی ابن مہدی) کلاہما عن سفیان عن محمد بن المنکدر قال سمعت جابر بن عبد اللہ یقول مثلہ سواء۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اس کی مثل مروی ہے۔

۵۹۰۰۔ وحدثنا عاصم بن النضر التیمی حدثنا خالد (یعنی ابن الحارث) حدثنا حمید عن موسی بن انس عن انس قال ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاسلام شیئا الا اعطاہ قال فجاءہ رجل فاعطاہ غنما بین جبلین فرجع الی قومہ فقال یا قوم اسلموا فان محمدا یعطی عطاء لا یخشی الفاقۃ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام لانے پر جو چیز بھی طلب کی جاتی آپ وہ عطا فرما دیتے، ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا آپ نے اس کو دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں دے دیں، وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا: اے لوگو مسلمان ہو جاؤ، کیونکہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اتنا دیتے ہیں کہ فقر و فاقہ کا خدشہ نہیں رہتا۔

۵۹۰۱۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا یزید یعنی ابن ہارون عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس ان رجلا سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم غنما بین جبلین فاعطاہ ایاہ فاتی قومہ فقال ای قوم اسلموا فوا اللہ ان محمدا لیعطی عطاء ما یخاف الفقر فقال انس ان کان الرجل لیسلم ما یرید الا الدنیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں، آپ نے اس کو وہ بکریاں عطاء کر دیں، پھر وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے میری قوم! اسلام لے آؤ، کیونکہ خدا کی قسم! بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر کا خدشہ نہیں رہتا، حضرت انس نے کہا کہ ایک آدمی صرف دنیا کی وجہ سے مسلمان ہوتا تھا،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، شمائل ترمذی مع جامع ترمذی ص: ۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

فَمَا يُسْلِمُ حَتّٰى يَكُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔

پھر اسلام لانے کے بعد اس کو اسلام دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہو جاتا تھا۔

۵۹۰۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ غَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ مَعَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاقْتَتَلُوْا بِحُنَيْنٍ فَنَصَرَ اللّٰهُ دِيْنَهٗ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ صَفْوَانَ ابْنَ اُمَيَّةَ مِائَةً مِنَ النَّعَمِ ثُمَّ مِائَةً ثُمَّ مِائَةً قَالَ ابْنُ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ صَفْوَانَ قَالَ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَعْطَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْطَانِيْ وَاِنَّهٗ لَاَبْغَضُ النَّاسِ اِلَيَّ فَمَا بَرِحَ يُعْطِيْنِيْ حَتّٰى اِنَّهٗ لَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ فتح میں، فتح مکہ کے لیے جہاد کیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمان ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے، اور حنین میں جنگ کی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو اور مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی، اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو سو اونٹ عطا فرمائے پھر سو اونٹ دیے، _____ پھر سو اونٹ دیے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے یہ بیان کیا کہ صفوان نے یہ کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمایا، جو بھی عطا فرمایا، آپ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے، آپ مجھے مسلسل عطا فرماتے رہے، حتیٰ کہ آپ میری نظر میں تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو گئے۔

۵۹۰۳۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ وَعَنْ عَمْرٍو عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ اَحَدُهُمَا يَزِيْدُ عَلَى الْاٰخَرِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ قَالَ سُفْيَانُ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ الْمُنْكَدِرِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سُفْيَانُ وَسَمِعْتُ اَيْضًا عَمْرَو بْنَ دِيْنَارٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ وَزَادَ اَحَدُهُمَا عَلَى الْاٰخَرِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ قَدْ جَاءَنَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ لَقَدْ اَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا وَقَالَ بِيَدَيْهِ جَمِيْعًا فَقَبَضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَجِيْءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ فَقُدِّمَ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ بَعْدَهٗ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ہمارے پاس بحرین کا مال آئے گا تو میں تمہیں اتنا، اتنا، اتنا دوں گا آپ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا، پھر بحرین کا مال آنے سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا، اور آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس وہ مال آیا، پھر ایک منادی نے یہ ندا کی، کہ جس شخص سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو، یا جس کا آپ پر کوئی قرض ہو وہ آکر لے لے میں گیا اور میں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا کہ میں تمہیں اتنا، اتنا اور اتنا دوں گا، پھر حضرت ابوبکر نے ایک بار مٹھی بھر دی اور فرمایا اس کو گنو، میں نے گنا تو وہ پانچ سو تھے، حضرت ابوبکر نے فرمایا اس کی دو مثل اور لے لو۔

فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى مَنْ كَانَتْ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ أَوْ دَيْنٌ فَلْيَأْتِ فَقُمْتُ فَقُلْتُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قَدْ جَاءَ نَا مَالُ الْبَحْرَيْنِ أَعْطَيْتُكَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا فَحَثَى أَبُو بَكْرٍ مَرَّةً ثُمَّ قَالَ لِي عُدَّهَا فَعَدَدْتُهَا فَإِذَا هِيَ خَمْسُمِائَةٍ فَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو حضرت ابوبکر کے پاس علاء بن حضرمی کی طرف سے مال آیا، حضرت ابوبکر نے کہا جس شخص سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو یا جس کا آپ پہ کوئی قرض ہو، وہ ہمارے پاس آئے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۵۹-۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ وَأَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَمَّا مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ أَبَا بَكْرٍ مَالٌ مِنْ قِبَلِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ أَوْ كَانَتْ لَهُ قِبَلَهُ عِدَةٌ فَلْيَأْتِنَا بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ مؤلفۃ الکفار کو زکوٰۃ نہیں دی جاتی اور دیگر صدقات میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ بھی نہیں دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کو غالب کر دیا ہے، جس وقت مسلمانوں کی تعداد کم تھی، یہ اس وقت کا حکم تھا، اور مؤلفۃ المسلمین کو زکوٰۃ دینے میں کوئی اختلاف نہیں ہے ان کو زکوٰۃ اور بیت المال سے رقم دینا جائز ہے۔

بَابُ ۸۲۰ رَحْمَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّبْيَانَ وَالْعِيَالَ وَتَوَاضُعِهِ وَفَضْلِ ذٰلِكَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بچوں پر شفقت اور آپ کی تواضع کا بیان

۵۹۰۵۔ حَدَّثَنَا هُدَّابُ بْنُ خَالِدٍ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ (وَاللَّفْظُ لِشَيْبَانَ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ لِي اللَّيْلَةَ غُلَامٌ فَسَمَّيْتُهُ بِاسْمِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے اپنے باپ ابراہیم کے نام پر رکھا ہے، پھر آپ نے اس صاحبزادے کو لوہار کی بیوی ام سیف کو دے دیا، اس لوہار کا نام ابوسیف

أَبِي إِبْرَاهِيمَ ثُمَّ دَفَعَهُ إِلَى أُمِّ سَيْفٍ امْرَأَةِ قَيْنٍ يُقَالُ لَهُ أَبُو سَيْفٍ فَانْطَلَقَ يَأْتِيهِ وَ اتَّبَعْتُهُ فَانْتَهَيْنَا إِلَى أَبِي سَيْفٍ وَهُوَ يَنْفُخُ بِكِيرِهِ قَدِ امْتَلَأَ الْبَيْتُ دُخَانًا فَأَسْرَعْتُ الْمَشْيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا أَبَا سَيْفٍ أَمْسِكْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمْسَكَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّبِيِّ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ وَقَالَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ فَقَالَ أَنَسٌ لَقَدْ رَأَيْتُهُ وَهُوَ يَكِيدُ بِنَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمَعَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا وَاللهِ يَا إِبْرَاهِيمُ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ۔

تھا، ایک روز آپ اس کے پاس گئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا، جب ہم ابوسیف کے پاس گئے تو وہ بھٹی دھونک رہا تھا اور گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس کے پاس جلدی جلدی گیا، اور اس سے کہا: اے ابوسیف! ذرا ٹھہر جاؤ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، وہ ٹھہر گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو منگوایا، اور اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیا، اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ فرمایا، حضرت انس کہتے ہیں، میں اس بچہ کو دیکھ رہا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جان دے رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپ نے فرمایا، آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمگین ہے، اور ہم وہی بات کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہے، بہ خدا، اے ابراہیم! ہم تمہاری وجہ سے غمزدہ ہیں۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مصیبت پر غیر اختیاری طور پر آنسو گرنے اور غمزدہ ہونے پر مواخذہ نہیں ہوتا، البتہ نوحہ کرنا منع ہے۔

۵۹۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ إِبْرَاهِيمُ مُسْتَرْضِعًا لَهُ فِي عَوَالِي الْمَدِينَةِ فَكَانَ يَنْطَلِقُ وَنَحْنُ مَعَهُ فَيَدْخُلُ الْبَيْتَ وَإِنَّهُ لَيُدَّخَنُ وَكَانَ ظِئْرُهُ قَيْنًا فَيَأْخُذُهُ فَيُقَبِّلُهُ ثُمَّ يَرْجِعُ قَالَ عَمْرٌو فَلَمَّا تُوُفِّيَ إِبْرَاهِيمُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي وَإِنَّهُ مَاتَ فِي الثَّدْيِ وَإِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ کی بالائی بستی میں دودھ پیتے تھے، آپ وہاں تشریف لے جاتے تھے، اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہوتے تھے، آپ وہاں تشریف لے جاتے درآں حالیکہ وہاں دھواں ہوتا کیونکہ اس دایہ کا خاوند لوہار تھا، آپ بچہ کو بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے، جب حضرت ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ نے فرمایا ابراہیم میرا بیٹا ہے اور وہ دودھ پینے کے ایام میں فوت ہو گیا، اور اس کے لیے دو دودھ پلانے والیاں ہیں جو جنت میں مدت رضاعت تک اس کو دودھ پلائیں گی۔

تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ۔

۵۹۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَدِمَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا أَتُقَبِّلُونَ صِبْيَانَكُمْ فَقَالُوا نَعَمْ فَقَالُوا لَكِنَّا وَاللَّهِ مَا نُقَبِّلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْلِكُ إِنْ كَانَ اللَّهُ نَزَعَ مِنْكُمُ الرَّحْمَةَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دیہاتی آئے، اور انھوں نے پوچھا، کیا آپ اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا لیکن بخدا ہم تو اپنے بچوں کو بوسہ نہیں دیتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے رحمت نکال لی ہے تو میں اس کا مالک تو نہیں ہوں! ابن نمیر کی روایت میں ہے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے۔

۵۹۰۸۔ وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ أَبْصَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ فَقَالَ إِنَّ لِي عَشَرَةً مِنَ الْوَلَدِ مَا قَبَّلْتُ وَاحِدًا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اقرع بن حابس نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کو بوسہ دے رہے تھے، اس نے کہا میرے دس بچے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

۵۹۰۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۵۹۱۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ وَأَبِي ظَبْيَانَ عَنْ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ عزوجل رحم نہیں کرے گا۔

جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَا يَرْحَمِ النَّاسَ لَا يَرْحَمْهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ

۵۹۱۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِيْ عُمَرَ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ الْأَعْمَشِ -

حضرت جریر نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

ف: رحمت کے اعتبار سے یہ بھی ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کر دے، مصیبت زدہ کی دادرسی کرے، جنگی قیدیوں کو چھڑائے، مضطر کی مدد کرے، ڈوبنے والے کو بچائے۔

بَاب ۸۲۱ كَثْرَةِ حَيَائِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بکثرت حیاء کا بیان

۵۹۱۲ - حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ عُتْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ ابْنُ الْمُثَنّٰى وَأَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِيْ عُتْبَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پردے میں رہنے والی کنواری لڑکی سے زیادہ حیاء کرنے والے تھے، جب آپ کو کوئی چیز ناپسند ہوتی تو ہم آپ کے چہرے سے جان لیتے۔

۵۹۱۳ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو حِيْنَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْكُوْفَةِ فَذَكَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ میں آئے، تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا، اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طبعاً بدگوئی کرتے تھے نہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ اَحَاسِنَكُمْ اَخْلَاقًا قَالَ عُثْمَانُ حِيْنَ قَدِمَ مَعَ مُعَاوِيَةَ اِلَى الْكُوْفَةِ۔

تکلفاً" اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں، عثمان نے کہا جب آپ حضرت معاویہ کے ساتھ کوفہ میں آئے۔

۵۹۱۴ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ (يَعْنِي الْاَحْمَرَ) كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

حیاء کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ مناوی لکھتے ہیں

علامہ ابن دقیق العید نے کہا مذمت اور عتاب کے خوف سے انسان کے اوپر تغیر اور انکسار کی جو حالت طاری ہوتی ہے، اس کو لغت میں حیاء کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں جو وصف انسان کو برے کاموں سے اجتناب اور اچھے کاموں کے اکتساب پر برانگیختہ کرے اس کو حیاء کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اپنی تقصیرات کو دیکھنے سے جو حالت پیدا ہوتی ہے اس کو حیاء کہتے ہیں، حیاء کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) ۔ کریم کی حیاء: جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ میں بعض لوگوں کے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے حیاء کی اور ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم اٹھ کر چلے جاؤ۔

(۲)۔ محب کی محبوب سے حیاء: حتیٰ کہ جب اس کے دل میں کوئی چیز کھٹکے تو حیاء جوش میں آئے۔

(۳)۔ حیاء العبودیۃ: بندہ اپنے نیک اعمال کی کمی یا بداعمالیوں کو دیکھ کر شرمندہ ہو۔

(۴)۔ انسان کا اپنے آپ سے حیاء کرنا: اپنے آپ کو کسی بلند منصب پر دیکھ کر اپنے نقصانات کا خیال کر کے خود سے حیاء کرنا۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حیاء، حیاۃ سے ماخوذ ہے، ایک سے زمین کی زندگی ہے اور دوسری سے دل کی زندگی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے، "حیاء ایمان سے ہے" ہو سکتا ہے اس سے یہی مراد ہو، مذمت کے خوف سے انسان پر جو تغیر اور انکسار کی حالت طاری ہوتی ہے اس کو لغت میں حیاء کہتے ہیں، اور اصطلاح شرع میں حیاء اس وصف کو کہتے ہیں جو برے کاموں سے اجتناب اور حقدار کے حق میں تقصیر سے احتراز کرنے پر ابھارتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو حسن اور کمال سے ادا کرنا حیاء پر موقوف ہے۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

اگر حیاء کی وجہ سے ضعف، بزدلی، حق سے خروج اور حد قائم کرنے کو چھوڑنا پیدا نہ ہو تو حیاء محمود ہے ورنہ مذموم ہے، جنسی عمل کو گفتگو میں کنایہ سے تعبیر کرنا بھی حیاء کے اظہار سے ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم حجروں کے پیچھے غسل کرتے تھے اور کسی نے آپ کی شرمگاہ کو نہ دیکھا، حضرت ابن عمر نے کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ کسی کو بہادر اور آپ سے زیادہ کسی کو عبادت گذار نہیں دیکھا، جب آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تو آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتا، کیونکہ آپ کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا، جب آپ کو کوئی چیز ناگوار لگتی تو یوں معلوم ہوتا جیسے آفتاب پر ابر آگیا ہو۔ [1]

باب ۸۲۲ تبسمہ صلی اللہ علیہ وسلم وحسن عشرتہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تبسم اور حسن معاشرت

۵۹۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ سِمَاكِ ابْنِ حَرْبٍ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَكُنْتَ تُجَالِسُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَثِيرًا كَانَ لَا يَقُومُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ الصُّبْحَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتْ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُونَ فَيَأْخُذُونَ فِي أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُونَ وَيَتَبَسَّمُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شرکت کرتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں بہت مرتبہ، آپ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے تو طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے، جب آفتاب طلوع ہوتا تو آپ وہاں سے اٹھتے، صحابہ کرام باتوں میں مشغول ہوتے اور زمانہ جاہلیت کے کاموں کا تذکرہ کرتے اور ہنستے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی مسکرا دیتے تھے۔

تبسم، ہنسی اور قہقہہ کی تعریفات

علامہ مناوی لکھتے ہیں:

مسکرانے کی ہنسی کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی اونگھ کی نیند کے ساتھ ہے، خوشی کی وجہ سے چہرہ پھیل جائے اور دانت ظاہر ہو جائیں پھر اگر دور تک آواز سنائی دے تو قہقہہ ہے اور اگر قریب تک آواز سنائی دے تو ہنسی ہے اور اگر بالکل آواز نہ ہو تو پھر تبسم ہے۔ [2]

تبسم اور ہنسی کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صبح کی نماز کے ـــــ بعد ذکر کرنے اور مصلاء نماز پر بیٹھنے کا استحباب ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ تھا اور اہل علم کا بھی یہی معمول تھا، وہ طلوع شمس تک اس وقت میں ذکر اور دعا میں مشغول رہتے تھے، نیز اس حدیث میں پچھلی امتوں کا ذکر کرنے اور ہنسنے کا جواز ہے، اور افضل یہ ہے کہ تبسم کرنے پر اقتصار کیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات میں تبسم پر اکتفاء

---

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] علامہ عبدالروف مناوی مصری متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کرتے تھے، زیادہ ہنسنا مکروہ ہے اور اہل مراتب اور اہل علم کا زیادہ ہنسنا قبیح ہے۔ [1]

علامہ ابی لکھتے ہیں:

زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور یہ بُرے لوگوں کا طریقہ ہے، اہل فضل اور اہل علم کے حال کے مناسب صرف تبسم ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم اور ہنسی کے مواقع اور اسباب

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم امر آخرت کی باتوں پر ہنستے تھے اور دنیاوی باتوں پر صرف مسکرا دیتے تھے حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں، یعنی دیواروں پر آپ کا نور چمکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرتے ہوئے نہیں دیکھا (شمائل ترمذی)۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے کی بہ نسبت مسکراتے زیادہ تھے، اس کے برخلاف عام لوگوں کی ہنسی تبسم سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے یہ حدیث اس سے متعارض نہیں ہے کہ آپ مسلسل غمگین رہتے تھے، ایک توجیہ یہ ہے کہ آپ امور آخرت کی وجہ سے ہمیشہ غمگین رہتے تھے۔ اور لوگوں کے ساتھ ظاہری طور پر بہ کثرت تبسم کرتے تھے تاکہ ان کی تالیف قلب ہوتی رہے۔ [3]

۸۲۳ بَابُ فِي رَحْمَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلنِّسَاءِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں پر رحمت

۵۹۱۶ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَغُلَامٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ أَنْجَشَةُ يَحْدُو فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَنْجَشَةُ رُوَيْدَكَ سَوْقًا بِالْقَوَارِيرِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں جا رہے تھے، اور آپ کے ساتھ انجشہ نام کا ایک حبشی لڑکا گا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اے انجشہ آہستہ آہستہ چلو! جیسے شیشہ کو لے جا رہے ہو۔

۵۹۱۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ وَأَبُو كَامِلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۰ - ۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ بِنَحْوِهٖ۔

۵۹۱۸۔ وَحَدَّثَنِیْ عَمْرُو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ ابْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُلَیَّةَ قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ حَدَّثَنَا اَیُّوْبُ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتٰی عَلٰی اَزْوَاجِهٖ وَسَوَّاقٌ یَسُوْقُ بِهِنَّ یُقَالُ لَهٗ اَنْجَشَةُ فَقَالَ وَیْحَكَ یَا اَنْجَشَةُ رُوَیْدًا سَوْقَكَ بِالْقَوَارِیْرِ قَالَ قَالَ اَبُوْ قِلَابَةَ تَكَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِكَلِمَةٍ لَوْ تَكَلَّمَ بِهَا بَعْضُكُمْ لَعِبْتُمُوْهَا عَلَیْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے پاس گئے درآں حالیکہ انجشہ نام کا ایک اونٹ ہانکنے والا ان کے اونٹ ہانک رہا تھا آپ نے فرمایا: اے انجشہ اپنے اونٹوں کو آہستہ ہانکو، جیسے شیشہ کو لے جا رہے ہو، ابو قلابہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کلمہ فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی ایسا کلمہ کہتا تو تم اس پر عیب لگاتے۔

۵۹۱۹۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا یَزِیْدُ بْنُ زُرَیْعٍ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ حَدَّثَنَا التَّیْمِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ مَعَ نِسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ یَسُوْقُ بِهِنَّ سَوَّاقٌ فَقَالَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیْ اَنْجَشَةُ رُوَیْدًا سَوْقَكَ بِالْقَوَارِیْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے ساتھ حضرت ام سلیم بھی تھیں اور ایک اونٹ ہانکنے والا ان کے اونٹوں کو ہنکا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انجشہ شیشوں کو آہستہ لے کر چلو۔

۵۹۲۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنِیْ هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَادٍ حَسَنُ الصَّوْتِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُوَیْدًا یَا اَنْجَشَةُ لَا تَكْسِرِ الْقَوَارِیْرَ یَعْنِیْ ضَعَفَةَ النِّسَاءِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک خوش الحان حدی خواں تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: اے انجشہ، شیشوں کو نہ توڑنا، یعنی کمزور عورتوں کو تکلیف نہ دینا۔

۵۹۲۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَذْكُرْ حَادٍ حَسَنُ الصَّوْتِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت ذکر کی اور اس میں حدی خواں کی خوش الحانی کا ذکر نہیں ہے۔

علامہ اُبّی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں شیشہ سے مراد عواتین ہیں، کیونکہ ان کے عزائم ضعیف ہوتے ہیں اور جس طرح شیشہ نازک ہوتا ہے اور جلدی ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح عورتیں بھی نازک اندام ہوتی ہیں اور ان کی ٹوٹ پھوٹ کا بھی خطرہ ہوتا

ہے۔ آپ نے اس خوش الحان حدی خواں کو گانے سے اس لیے منع کیا کہ عورتیں اس کی آواز کے حسن سے فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں، یا اس لیے کہ گانے کی آواز سن کر اونٹ تیز چلتے ہیں اور ان کے تیز چلنے کی وجہ سے عورتوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ [1]

بَابُ ۸۲ قُرْبِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ النَّاسِ وَتَبَرُّكِهِمْ بِهِ وَتَوَاضُعِهِ لَهُمْ!

لوگوں کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے تبرک اور قرب حاصل کرنا اور آپ کا تواضع فرمانا

۵۹۲۲۔ حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسٰى وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ جَمِيْعًا عَنْ أَبِي النَّضْرِ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ النَّضْرِ (يَعْنِيْ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِيْنَةِ بِآنِيَتِهِمْ فِيْهَا الْمَاءُ فَمَا يُؤْتٰى بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيْهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام پانی سے بھرے ہوئے اپنے اپنے برتن لے کر آتے، آپ ہر برتن میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے، بسا اوقات سرد صبح میں یہ واقعہ ہوتا اور آپ اپنا ہاتھ ان میں ڈبو دیتے۔

۵۹۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حجام آپ کا سر مونڈ رہا تھا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے گرد گھوم رہے تھے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کا کوئی بال بھی زمین پر گرنے کی بجائے ان کے ہاتھ میں گرے۔

۵۹۲۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ امْرَأَةً كَانَ فِيْ عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ يَا أُمَّ فُلَانٍ انْظُرِيْ أَيَّ السِّكَكِ شِئْتِ حَتّٰى أَقْضِيَ لَكِ حَاجَتَكِ فَخَلَا مَعَهَا فِيْ بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰى فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِهَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا، وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھے آپ سے کچھ کام ہے، آپ نے فرمایا: اے ام فلاں! جس گلی میں چاہو انتظار کرو، میں تمہاری حاجت پوری کروں گا، پھر آپ نے راستہ میں اس سے بات کی اور اس کی حاجت پوری کر دی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ف: وہ عورت سب کے سامنے اپنی حاجت بیان کرنا نہیں چاہتی تھی، اس لیے آپ نے اس سے تنہائی میں ملاقات کی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تبرک حاصل کرنا

حدیث نمبر ۵۹۲۲ میں ہے کہ صحابہ کرام روز صبح پانی کے بھرے ہوئے برتن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے اور آپ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔ علامہ اُبّی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے لمس سے برکت حاصل کرنے کے لیے، اپنے برتنوں میں رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگواتے تھے، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق کا بیان ہے آپ سب لوگوں سے مل جل کر رہتے تھے اور ہر چھوٹے اور بڑے کے بلانے پر چلے آتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انک لعلی خُلُق عظیم (قلم: ۴) "بے شک ضرور آپ بڑی شان والے خلق پر ہیں"۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے تبرک حاصل کرنا

حدیث نمبر ۵۹۲۳ میں ہے جب حجام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سر مونڈتا تو صحابہ کرام آپ کے گرد گھومتے اور کسی بال کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے اور اپنے ہاتھوں میں لے لیتے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن سیرین قال قلت لعبیدۃ عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصبناہ من قبل انس او من قبل اھل انس فقال لان تکون عندی شعرۃ منہ احب الی من الدنیا وما فیھا۔ [2]

ابن سیرین کہتے ہیں میں نے عبیدہ سے کہا ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بال ہے جو مجھے حضرت انس یا حضرت انس کے گھر والوں سے ملا تھا، ابن سیرین نے کہا اگر میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک بال بھی ہو تو وہ مجھے دنیا اور ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے۔

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما حلق راسہ کان ابو طلحۃ اول من اخذ شعرہ۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب سر منڈوایا تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپ کے بال لیے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بال اس کی پاکیزگی اور نظافت کی وجہ سے بطور

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹، " " " "

تبرک اپنی ٹوپی میں رکھا ہوا تھا۔ وہ جہاد میں اس ٹوپی کو پہن کر جاتے اور اس کی برکت سے مدد طلب کرتے تھے۔ جنگ یمامہ میں وہ ٹوپی گر گئی تو انھوں نے اس کو بہت شدید سمجھا (اور حالت جہاد میں ٹوپی اٹھائی) صحابہ کرام کو اس پر حیرت ہوئی تو حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ میں نے اس ٹوپی کی قیمت کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ میں نے اس کو ناپسند کیا کہ یہ ٹوپی مشرکین کے ہاتھوں میں پڑ جائے حالانکہ اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا بال ہے۔ [1]

صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث کی شرح میں علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ صحابہ کرام بہ طور تبرک آپ کے بال کو ـــــ حاصل کرتے تھے اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ [2]

بَابُ تَرْكِ الْاِنْتِقَامِ لِلّٰهِ تَعَالٰى!

اپنی ذات کا انتقام نہ لینا اور حدود الٰہی میں سختی کرنا

۵۹۲۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اِلَّا اَخَذَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ وَمَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان چیز کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کے لیے انتقام نہیں لیا، الا یہ کہ کوئی شخص اللہ کی حدود کی خلاف ورزی کرے۔

۵۹۲۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ عَبْدَةَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُحَمَّدٍ فِيْ رِوَايَةِ فُضَيْلِ ابْنِ شِهَابٍ وَفِيْ رِوَايَةِ جَرِيْرٍ مُحَمَّدِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنِيْهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ۔

۵۹۲۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا خُيِّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَمْرَيْنِ اَحَدُهُمَا اَيْسَرُ مِنَ الْاٰخَرِ اِلَّا اخْتَارَ اَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ اِثْمًا فَاِنْ كَانَ اِثْمًا كَانَ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے زیادہ آسان کام کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ اس سے سب سے زیادہ دور ہونے والے تھے۔

۵۹۲۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيْعًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهٖ اَيْسَرَهُمَا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۹۲۹۔ حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ وَلَا امْرَاَةً وَلَا خَادِمًا اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا نِيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهٖ اِلَّا اَنْ يُّنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، کسی عورت کو نہ کسی خادم کو، البتہ جہاد فی سبیل اللہ میں قتال فرمایا، اور جب بھی آپ کو کچھ نقصان پہنچایا گیا آپ نے اس سے انتقام نہیں لیا، الّا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی خلاف ورزی کی جائے، پھر آپ اللہ عزوجل کے لیے انتقام لیتے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۹۳۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

مفتیوں کو چاہیے کہ فتویٰ دیتے وقت مسلمانوں کی سہولت اور آسانی کو پیش نظر رکھیں

حدیث ۵۹۲۶ میں ہے:

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے زیادہ آسان کو اختیار فرماتے، بشرطیکہ وہ امر گناہ نہ ہو، علامہ مناوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

آپ کا یہ طریقہ امت کی تعلیم کے لیے ہے، کیونکہ دین یسر (آسانی) پر مبنی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ "اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے وہ تم کو مشکل میں ڈالنے کا ارادہ نہیں کرتا"، پس اگر اللہ تعالیٰ امت کو دو سزائیں دینے کے درمیان آپ کو اختیار دیتا

تو آپ آسان سزا کو اختیار فرماتے، یا قتال کفار اور جزیہ لینے کے درمیان اختیار دیتا تو آپ جزیہ لینے کو اختیار فرماتے، ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ آپ کو امت کے لیے عبادت میں مجاہدہ یا درمیانہ روی کا اختیار دیتا تو آپ درمیانہ روی کو اختیار فرماتے، یا اگر کفار آپ کو معاہدہ صلح یا جنگ کا اختیار دیتے تو آپ معاہدۂ صلح کو اختیار فرماتے (جیسے صلح حدیبیہ میں) ملا علی قاری فرماتے ہیں اللہ کی جانب سے امت کے معاملہ میں ایک اور تخییر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امت پر کسی چیز کے وجوب یا استحباب میں اختیار دے یا کسی چیز کی تحریم یا اباحت میں اختیار دے تو آپ اس امر کو اختیار فرماتے جس میں امت کے لیے سہولت یا آسانی ہوتی[1] (مثلاً حج کو ہر سال فرض نہ کرنا، مسواک کرنے کو واجب نہ کرنا، تراویح کی فرضیت کے خدشہ سے باجماعت تراویح کو ترک کر دینا۔ سعیدی غفرلہٗ)

مفتیوں کو چاہیے کہ فتویٰ دیتے وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش نظر رکھیں اور اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اس قول پر فتویٰ دیں جس میں امت مسلمہ کے لیے آسانی اور سہولت ہو، مثلاً ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کرنا امام اعظم کے قول پر جائز ہے اور امام محمد کے قول پر ناجائز ہے تو اس مسئلہ میں امام اعظم کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے، اسی طرح مزارعت امام اعظم کے قول پر ناجائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے یہاں صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے، مفقود الخبر کے مسئلہ میں امام مالک اور امام احمد کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے، اسی طرح جبر، ظلم یا کسی اور معقول وجہ کی بناء پر عدالت نے یک طرفہ فیصلہ کر کے تفریق کر دی ہو تو امام شافعی اور امام مالک کے قول پر فتویٰ دے کر تفریق کو نافذ کر دینا چاہیے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو آباد کرے نہ طلاق دے تو ائمہ ثلاثہ کے قول پر فتویٰ دے کر تفریق کر دینی چاہیے، امامت، خطابت اور دینی کتب کی تدریس کی اجرت کا جواز بھی متاخرین فقہاء احناف کے فتویٰ پر مبنی ہے، اسی طرح تراویح پڑھانے والے حافظ کے نذرانے کے جواز کا فتویٰ دینا چاہیے کیونکہ فقہاء تابعین میں سے سعید بن جبیر نے یہ نذرانہ قبول کیا ہے، ہمارے زمانہ میں انتقال خون کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اس میں بھی جواز کو اختیار کرنا چاہیے، لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز، چلتی گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز اور جنازہ مسجد سے باہر رکھ کر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں بھی علماء کا اختلاف ہے، ان تمام صورتوں میں جواز کے قول پر فتویٰ دینے میں امت مسلمہ کے لیے سہولت ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین یسر (آسان) ہے اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ آسانی اور سہولت کا ارادہ کرتا ہے۔ آپ مسلمانوں کے اعمال میں آسانی اور سہولت تلاش کریں، اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کی مشکلات آسان فرمائے۔[2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقام نہ لینے کے شواہد حدیث نمبر ۵۹۲۵ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا، علامہ مناوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

جب کفار نے آپ کے سر پر پتھر مار کر آپ کا خون بہایا تو آپ نے فرمایا اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے، یا جب کسی نے سختی سے آپ کو آواز دی، یا جس نے آپ کی چادر کو اس زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن میں نشان پڑ گیا، اور کہا آپ مجھے اپنے مال یا اپنے باپ کے مال سے نہیں دیتے تو آپ ہنسے اور اس کو مال دینے کا حکم دیا، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صبر، حلم، حق کو قائم کرنے اور دین پر تصلب کی دلیل ہے، اور یہی آپ کا خلق حسن ہے، کیونکہ اگر آپ حدود اللہ کو قائم نہ کرتے تو اس سے دین میں ضعف ہوتا، اور اگر آپ اپنے نفس کا انتقام لیتے تو یہ صبر اور حلم کے خلاف ہوتا، آپ نے دونوں مذموم طرفوں کو اختیار نہ کر کے خیر الامور اوسطہا کو اختیار کیا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز کلام کفر ہے خواہ توہین کی نیت نہ ہو اور آپ کے خود معاف کرنے کی وجوہات

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ (احزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرماتا ہے۔

اس آیت کی روشنی میں فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنا اور آپ کو ایذاء دینا کفر ہے اور دنیا اور آخرت میں لعنت کا موجب ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ (اکفار الملحدین ص ۷۳)

کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے، قصد، نیت اور قرائن حال پر نہیں ہے

نیز شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التھور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر۔ (اکفار الملحدین ص ۸۶)

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء کی شان میں جرأت اور دلیری کفر ہے خواہ توہین کا قصد نہ ہو۔

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے والے کو معاف کر دیتے تھے، ایک شخص نے آپ کی تقسیم کے متعلق کہا اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا، ہر چند کہ اس قول میں دین کی بے حرمتی ہے لیکن آپ نے اس شخص کو اس لیے معاف کر دیا کہ اس نے یہ قصد نہیں کیا تھا کہ آپ نے حق سے تجاوز کیا ہے بلکہ اس کے خیال میں یہ ایک دنیاوی معاملہ تھا جس میں صواب اور غیر صواب ہو سکتا تھا یا آپ نے اس کو تالیف قلب کے لیے معاف کر دیا، یا آپ نے اس کی قوم کی تالیف کے لیے اس کو معاف کر دیا، اور جس شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم

---

[1] ۔ علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کیا اس کے کفر پر اجماع ہے[1] علامہ اُبّی کی بیان کردہ پہلی وجہ صحیح نہیں ہے باقی دو وجہیں صحیح ہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم منافقین سے اس لیے درگذر کرتے تھے کہ لوگ آپ سے دور نہ ہوں، اور یہ نہ کہیں کہ آپ اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں اور کبھی آپ تالیف قلب کے لیے کافر معاہد سے درگذر کر لیتے اور کبھی کافر حربی سے اس لیے درگذر فرماتے کہ اس نے احکام اسلام کا التزام نہیں کیا تھا۔[2]

بَابُ طِيبِ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِينِ مَسِّهِ!

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کی ملائمت اور خوشبو

۵۹۳۱- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَمَّادِ بْنِ طَلْحَةَ الْقَنَّادُ حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ (وَهُوَ ابْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ) عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْأُولَى ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدَّيْ أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا قَالَ وَأَمَّا أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي قَالَ فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا أَوْ رِيحًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَّارٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا، سامنے سے کچھ بچے آئے، آپ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا، اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا میں نے آپ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔

۵۹۳۲- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا هَاشِمٌ (يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ) عَنْ ثَابِتٍ قَالَ أَنَسٌ مَا شَمِمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ وَلَا مِسْكًا وَلَا شَيْئًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا مَسِسْتُ شَيْئًا قَطُّ دِيبَاجًا وَلَا حَرِيرًا أَلْيَنَ مَسًّا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کی جیسی خوشبو تھی ایسی خوشبو مشک میں تھی نہ عنبر میں، نہ کسی اور چیز میں اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے زیادہ ملائم دیباج کو پایا نہ حریر کو، (یہ ریشم کی اقسام ہیں)

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۵۹۲۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ وَحَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ كَأَنَّ عَرَقَهُ اللُّؤْلُؤُ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ وَلَا مَسِسْتُ دِيبَاجَةً وَلَا حَرِيرَةً أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمِمْتُ مِسْكَةً وَلَا عَنْبَرَةً أَطْيَبَ مِنْ رَائِحَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سفید چمکدار رنگ تھا، اور آپ کے پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے تھے، جب آپ چلتے تو آگے کو جھک کر چلتے تھے اور میں نے کسی دیباج اور حریر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زیادہ ملائم نہیں پایا۔ اور نہ میں نے کسی مشک یا عنبر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کے جسم کی خوشبو) سے زیادہ خوشبودار پایا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی خوشبو

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے جو خوشبو آتی تھی وہ آپ کی طبعی صفت تھی خواہ آپ خارجی خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں، اس کے باوجود نبی صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات میں خوشبو لگاتے تھے کیونکہ آپ کی فرشتوں سے ملاقات ہوتی تھی، آپ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ کی ہم نشینی میں مسلمان بیٹھتے تھے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم کی صفائی اور پاکیزگی اور آپ کی ریح اور پسینہ کی خوشبو اور آپ کا نجاستوں اور جسمانی فضلات سے پاکیزہ ہونا، آپ کی خصوصیات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو دوسروں میں نہیں ہیں، پھر آپ کو شرعی پاکیزگیوں اور فطرت کی دس خصلتوں سے نوازا اور آپ نے فرمایا دین کی بنا صفائی پر ہے (اس کے بعد قاضی عیاض نے حضرت جابر کی وہ روایات ذکر کی ہیں جو صحیح مسلم میں مذکور ہیں یعنی حدیث نمبر ۵۹۲۳، ۵۹۳۱) دیگر صحابہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں جو شخص آپ سے مصافحہ کرتا اس کو سارا دن خوشبو آتی رہتی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے وہ بچہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں میں الگ پہچانا جاتا، ایک دفعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر سوئے اور آپ کو پسینہ آیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ آئیں اور انھوں نے ایک شیشی میں آپ کا پسینہ جمع کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا یہ سب سے اچھی خوشبو ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں رکھیں گے۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی راستہ پر جاتے تھے تو آپ کے پیچھے چلنے والا آپ کو آپ کی خوشبو سے پہچان لیتا تھا، اور اسحاق بن راہویہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ آپ کی یہ خوشبو کسی خارجی خوشبو کے لگائے بغیر ہوتی تھی، اور مزنی اور حربی نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہیں کہ ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے بٹھایا، میں نے مہر نبوت کو اپنے منہ میں لے لیا، تو مشک کی خوشبو پھیل گئی، بعض روایات میں ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے جاتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول و براز کو نگل لیتی، اور اُس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی اور امام محمد بن سعد کاتب واقدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو ہمیں وہاں آپ کی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی، آپ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی، ہر چند کہ یہ حدیث مشہور نہیں ہے، لیکن اہل علم کی ایک جماعت نے ان دو حدیثوں کی بناء پر یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بول و براز طاہر ہیں، بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی قول ہے، جیسا کہ امام ابو نصر بن صباغ نے "شامل" میں بیان کیا ہے، ابو بکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب بدیع میں اس مسئلہ کے متعلق علماء کے دو قول ذکر کیے ہیں، آپ کے بول و براز کے طاہر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے کوئی ایسی چیز خارج نہیں ہوتی تھی جو غیر پسندیدہ اور غیر خوشبو دار ہو، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا میں یہ دیکھنے لگا کہ آیا میت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے (وہ آپ سے نکلتی ہے یا نہیں) میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی، میں نے کہا آپ حیات اور موت میں پاکیزہ اور خوشبو دار ہیں، حضرت علی نے کہا پھر آپ سے ایسی خوشبو نکل کر پھیلی جس کی مثل ہم نے اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا تھا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انھوں نے آپ کو بوسہ دیا تھا۔

حضرت مالک بن سنان نے جنگ احد کے دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم (کے زخم سے نکلا ہوا) خون پیا اور اس کو چوسا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ان کے لیے جائز قرار دیا، اور ان سے فرمایا "تم کو آگ کبھی نہیں چھوئے گی"، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فصد کے بعد آپ کا خون پی لیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہیں لوگوں سے افسوس ہوگا، اور لوگوں کو تم سے افسوس ہوگا" اور ان کے اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ جس عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تھا اس سے آپ نے فرمایا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا، اور ان میں سے کسی کو بھی آپ نے منہ دھونے کا حکم نہیں دیا، اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا جس عورت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پیا تھا یہ حدیث صحیح ہے، امام دار قطنی نے امام مسلم اور امام بخاری پر اعتراض کیا ہے کہ انھوں نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں کیوں درج نہیں کیا جب کہ یہ حدیث ان کی شرط کے مطابق ہے (امام مسلم اور امام بخاری نے اپنی شرائط کے مطابق احادیث کا ـــــ استیعاب نہیں کیا۔) اس عورت کا نام برکہ ہے اور اس کی نسبت میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ ام ایمن ہیں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا لکڑی کا ایک پیالہ تھا، جس کو آپ تخت کے نیچے رکھتے تھے اور رات کو کسی وقت اس میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کیا۔ صبح آپ نے وہ پیالہ طلب کیا تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ نے برکہ سے اس کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا رات کو میں پیاس سے اٹھی اور میں نے اس سے پی لیا، مجھے علم نہیں تھا کہ اس میں آپ کا پیشاب ہے، اس حدیث کو ابن جریج وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے، آپ کی والدہ آمنہ بیان کرتی ہیں آپ صاف ستھرے پیدا ہوئے، آپ کے جسم کے ساتھ کوئی نجاست نہیں تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے سوا آپ کو اور کوئی غسل نہ دے، کیونکہ جو شخص بھی میری شرمگاہ دیکھے گا وہ اندھا ہو جائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سو جاتے حتی کہ آپ کے خراٹوں کی آواز آتی، پھر آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور وضو نہیں کرتے، عکرمہ نے کہا کیونکہ آپ محفوظ تھے۔[1]

فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کے اعتراضات کے جوابات

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے جو یہ روایت ذکر کی ہے زمین پھٹ جاتی اور آپ کے بول مبارک نگل لیتی اور اس جگہ خوشبو پھیل جاتی، اس کو امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ موضوع ہے (اس کا جواب جمع الوسائل کے حوالے سے خود ملا علی قاری کی عبارت میں آرہا ہے۔) قاری عیاض نے دوسری روایت جو امام محمد بن سعد کے حوالے سے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا: اے عائشہ! کیا تم نہیں جانتیں کہ انبیاء علیہم السلام سے جو چیز نکلتی ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے الحدیث، ابن دحیہ نے کہا کہ اس کی سند ثابت ہے اور یہ اس بات میں قوی ترین حدیث ہے۔

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ یہ حدیث فضلات کی طہارت پر نہیں بلکہ اس کی ضد پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ زمین کے نگلنے سے معلوم ہوتا ہے، البتہ پاکیزہ خوشبو ان کی طہارت پر دلالت کرتی ہے۔ امام بغوی نے فضلات کی طہارت پر یہ دلیل قائم کی آپ کے پیشاب اور خون سے شفاء حاصل کی گئی ہے لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ جس چیز سے شفاء حاصل کی جائے اس کا طاہر ہونا لازم نہیں ہے، کیونکہ اونٹوں کے پیشاب سے بھی شفا حاصل کی گئی ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک اونٹوں کا پیشاب نجس ہے۔[2]

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے! کہاں حضور کا بول مبارک اور کہاں اونٹوں کا پیشاب! اونٹوں کا پیشاب سخت بدبودار ہوتا ہے اور جہاں آپ کا بول براز گرتا تھا اس جگہ خوشبو پھیل جاتی تھی، اس حدیث کی قوت خود علی قاری کو بھی تسلیم ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک پر اونٹوں کے پیشاب سے معارضہ کرنا، سخت حیرت کا باعث ہے۔

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

حضرت ابوطیبہ حجام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، اور آپ نے ان پر انکار نہیں فرمایا، حضرت ام ایمن نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پیا اور آپ نے ان پر انکار نہیں کیا، بلکہ فرمایا تمہارا پیٹ آگ میں داخل نہیں ہوگا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما نے آپ کا خون پیا۔ ان احادیث کو بہ طور دوا پینے پر محمول کیا گیا

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفا ج ۱ ص ۴۲-۳۹، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا (علی ہامش نسیم الریاض ملخصاً) ج ۱ ص ۳۵۲-۳۵۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت

ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فصد لگانے والے سے فرمایا: دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے (واضح رہے کہ حرام ہونا نجس ہونے کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ انسان بھی حرام ہے لیکن اس کی حرمت کرامت کی بناء پر ہے نہ کہ نجاست کی بناء پر، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خون کا حرام ہونا بہ درجہ اولیٰ کرامت کی بناء پر ہے۔ ... سعیدی غفرلہٗ) علامہ نووی نے کہا کہ پیشاب پینے والی حدیث صحیح حسن ہے اور یہ طہارت پر استدلال کے لیے کافی ہے کیونکہ آپ نے اس فعل پر انکار نہیں کیا، منہ دھونے کا حکم دیا، اور نہ دوبارہ پینے سے منع کیا، قاضی حسین نے کہا کہ تمام فضلات کی طہارت کا قول زیادہ صحیح ہے اور یہی کثیر متاخرین کا مختار ہے اور بطور ردوا پینے کا جواب یہ ہے کہ (یہ ملا علی قاری کے اعتراض کا بھی جواب ہے) یہ احتمال اس حدیث سے مردود ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری امت کی شفاء حرام چیزوں میں نہیں رکھی"۔ اور اس کا نکتہ یہ ہے کہ فرشتوں نے آپ کے پیٹ کو دھو کر پاک کر دیا تھا، اس باب میں بہت زیادہ احادیث ہیں جیسے حضرت ابن الزبیر کا خون پینا، اور حضرت ام ایمن کا رات کو تخت کے نیچے رکھے ہوئے پیالہ سے پیشاب پینا۔ [1]

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی چیز ناپسندیدہ اور ناپاک نہیں تھی، ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں سے منی دھوتی تھیں، آپ پتھر اور ڈھیلوں سے استنجاء کرتے تھے نیز اگر آپ سے خارج ہونے والی چیزیں پاک ہوتیں تو وہ چیزیں حدث ناقض (وضو اور غسل کا سبب) نہ ہوتیں، جیسے پسینہ، آنسو، تھوک اور ریٹ وغیرہ ہیں، اور اس پر اجماع ہے کہ وضو ٹوٹنے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم امت کی مثل ہیں سوا اس چیز کے جس کا استثناء ہے مثلاً نیند، کیونکہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ [2]

اللہ تعالیٰ ملا علی قاری پر رحم فرمائے، آپ کے فضلات کریمہ کے طاہر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ امت کے لیے طاہر ہیں، باقی آپ کے حق میں ان کا خروج موجب حدث ہے، اسی وجہ سے آپ استنجاء، وضو اور غسل فرماتے تھے۔ امت کے لیے ان کے طاہر ہونے پر دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ اور صحابیات نے آپ کا پیشاب اور خون پیا اور آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت مالک بن سنان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوس کر پی لیا۔

ملا علی قاری نے کہا ہے کہ اس حدیث کی مثل کو حاکم، بزار، بیہقی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے لیکن قاضی عیاض نے اس حدیث سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خون کی طہارت پر جو استدلال کیا ہے اس پر ملا علی قاری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے۔ [3]

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۴۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] " " ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۵۹، " "

ہماری سمجھ میں یہ نہیں آسکا کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم سے خون چوسنے سے کون سی طبعی یا شرعی ضرورت تھی، جس کی وجہ سے ان کے لیے خون چوسنا مباح ہو گیا تھا! حقیقت یہ ہے کہ حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں بلکہ غلبہ محبت کی بنا پر آپ کے زخم سے خون چوسا تھا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خون یا پیشاب پیا، آپ نے ان میں سے کسی کو یہ نہیں کہا کہ اپنا منہ دھوؤ، اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا خون اور پیشاب پاک ہے، ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے نہ عدم حکم پر دلالت ہے، علاوہ ازیں پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا اور اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا، تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو، یا آپ کو اعتماد ہو کہ وہ منہ دھو لیں گے، ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت کیا اور اس کو برقرار رکھا تب طہارت ثابت ہو جائے گی۔ [1]

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ ان احادیث میں دھونے کے حکم پر دلالت ہے نہ عدم حکم پر دلالت ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ فضلات نجس ہوتے تو آپ پر لازم تھا کہ آپ انہیں دھونے کا حکم دیتے اور جب دھونے کا حکم نہیں دیا تو روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ یہ فضلات طاہر ہیں جیسا کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

ملا علی قاری نے جو یہ کہا ہے کہ پیشاب لگنے سے منہ دھونا صحابہ کو بالبداہت معلوم تھا، سوال یہ ہے کہ کس کے پیشاب لگنے سے؟ عام آدمی کے؟ تو بے شک یہ انھیں معلوم تھا کہ عام آدمی کے پیشاب لگنے سے اس جگہ کو دھونا لازم ہے، لیکن یہ عام آدمی کا پیشاب تو نہیں تھا! اگر ان کے نزدیک اس پیشاب کا حکم بھی عام آدمی کے پیشاب کی طرح ہوتا تو وہ اس کو کیوں پیتے؟ ظاہر ہے کہ وہ آپ کے پیشاب کو طاہر سمجھتے تھے جبھی تو انھوں نے اس کو پیا تھا، اب اگر بالفرض یہ پیشاب ان کے گمان کے برخلاف ناپاک ہوتا تو آپ پر لازم تھا کہ آپ بتاتے کہ اپنا منہ دھولو۔

ملا علی قاری نے کہا اگر مان لیا جائے کہ آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تب بھی محض احتمال سے طہارت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو یا آپ کو اعتماد ہو کہ وہ خود دھو لیں گے۔

اگر مان لیا جائے کا کیا مطلب ہے؟ فی الواقع آپ نے دھونے کا حکم نہیں دیا تھا، اور یہ صرف طہارت کا احتمال نہیں ہے بلکہ طہارت پر قوی دلیل ہے کیونکہ نبوت کے منصب کا یہ تقاضا ہے کہ جب بھی کوئی شخص غلط کام کرے تو نبی اس کی اصلاح کرے، اس وجہ سے نبی کا کسی چیز پر خاموش رہنا اس کے جواز کی دلیل ہوتا ہے کیونکہ نبی کسی غلط کام پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اور یہ جو کہا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو ذہول ہو گیا ہو سو یہ بھی غلط ہے، کیوں کہ

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا، علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

امور تبلیغیہ میں ذہول نہیں ہوتا، پھر یہ ایک دفعہ کا واقعہ تو نہیں ہے متعدد مرتبہ آپ کے سامنے خون پیا گیا اور آپ نے کسی مرتبہ منہ دھونے کا حکم نہیں دیا کیا ہر بار آپ کو ذہول ہو گیا تھا؟ اور یہ جو کہا ہے کہ آپ کو یہ اعتماد تھا کہ وہ خود دھو لیں گے، یہ بھی غلط ہے آپ کو یہ اعتماد تو تب ہوتا جب آپ یہ جانتے کہ صحابہ کے نزدیک آپ کے فضلات نجس ہیں، وہ تو آپ کے فضلات کو پاک سمجھتے تھے اور ان کو پیتے تھے تو پھر آپ کو ان کے دھونے پر اعتماد کیسے ہوتا! ملا علی قاری نے لکھا ہے ہاں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ آپ نے ان میں سے کسی کو دیکھا کہ وہ منہ دھوئے بغیر نماز پڑھ رہا ہے اور آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کو مقرر رکھا تو پھر طہارت ثابت ہو گی۔

یعنی اگر کوئی شخص مثلاً صبح سے ظہر تک، یا ظہر سے عصر تک اپنے منہ پر کوئی ناپاک چیز لگائے رکھے تو ملا علی قاری کے نزدیک حضور اس کو اس لیے منع نہیں کریں گے کہ یہ ابھی نماز نہیں پڑھ رہا، کیا نماز کے علاوہ باقی اوقات میں منہ پر ناپاک چیز لگائے رکھنا جائز ہے؟ اور نماز کے علاوہ کوئی شخص اپنے منہ پر خون یا پیشاب مل لے تو کوئی حرج نہیں ہے؟ اس لیے فضلات کریمہ کی طہارت پر ملا علی قاری کا یہ اعتراض بھی غلط ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو پیشاب یا خون دوبارہ پینے سے منع نہیں فرمایا اور یہ ان کی طہارت کی دلیل ہے ملا علی قاری اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منع کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آتی جب کسی شخص نے عمداً اور بلا ضرورت یہ کام کیا ہوتا، اور عنقریب روایت میں آرہا ہے کہ حضرت برکہ نے لاعلمی میں پیشاب پیا تھا (یعنی ان کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ پیشاب ہے) اور ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ سالم بن ابی الجعد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے؟ اور ایک روایت میں ہے دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔[1]

صحابہ میں سے جس نے بھی آپ کا خون یا پیشاب پیا تھا وہ کسی ضرورت سے نہیں پیا تھا بلکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کی وجہ سے پیا تھا اور عمداً پیا تھا، خون اور پیشاب پینے کے متعدد واقعات ہیں علامہ خفاجی لکھتے ہیں

حاکم اور دار قطنی نے روایت کیا ہے اور حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو ایک جانب رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا، میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی میں نے اس کو پی لیا درآں حالیکہ مجھے پتا نہیں تھا، جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے ام ایمن! اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا اس میں جو کچھ تھا وہ میں نے پی لیا، آپ ہنسے اور فرمایا بخدا تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہو گا، اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن جریج نے بیان کیا کہ مجھے خبر دی گئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم لکڑی کے ایک پیالے میں پیشاب کرتے تھے جس کو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک دن آپ نے وہ پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہیں تھا، ایک عورت جس کا نام برکہ تھا جو حضرت ام حبیبہ کی خادمہ تھی اور ان کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی آپ نے اس سے پوچھا، اس پیالہ میں جو پیشاب تھا وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا اس کو میں نے پی لیا آپ نے فرمایا اے ام یوسف! تم صحت مند رہو گی۔ ابن وحیہ نے کہا یہ دو مختلف عورتوں کے دو مختلف واقعے ہیں

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۲۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

پہلی عورت برکہ ام ایمن ہیں اور دوسری عورت برکہ ام یوسف ہیں۔ [1]

ملا علی قاری نے بھی تسلیم کیا ہے کہ دو واقعے ہیں۔ [2]

جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ دو واقعے ہیں، اور یہ قول کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا حضرت برکہ ام ایمن کا ہے اور حضرت برکہ ام یوسف کے واقعہ میں یہ قول نہیں ہے کہ میں نے لاعلمی میں پیا تھا۔ اس لیے ملا علی قاری کا مطلقاً یہ کہنا درست نہیں ہے کہ پینے والوں نے عمداً اور بلاضرورت نہیں پیا۔

اسی طرح حضور کا خون پینے کے بھی متعدد واقعات ہیں، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا، ان میں ابو طیبہ نام کے فصد لگانے والے ہیں اور قریش کا ایک لڑکا ہے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی تھی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خون پیا، یہ روایات بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم کی حلیہ میں ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے آپ کے جسم سے نکلا ہوا خون پیا۔ [3]

ان احادیث میں سے کسی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ انھوں نے لاعلمی میں خون پیا، صرف حضرت ام ایمن کی روایت سے "لا اشعر" کا لفظ دیکھ کر مطلقاً یہ کہنا کہ "حضور دوبارہ پینے سے اس وقت منع کرتے جب پینے والوں نے بلاضرورت اور عمداً پیا ہوتا" سخت مغالطہ آفرینی ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ: سالم بن ابی الجعد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگائی اور خون پی لیا تو آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر خون حرام ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے۔

ہر خون کا حرام ہونا اور اسی طرح آپ کے خون کا بھی حرام ہونا طہارت کے خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ حرمت کرامت کی بنا پر ہے نجاست کی بنا پر نہیں ہے، دراصل اس عبارت سے ملا علی قاری قاضی عیاض پر یہ رد کرنا چاہتے ہیں کہ قاضی عیاض نے یہ استدلال کیا تھا کہ اگر آپ کے فضلات نجس ہوتے تو آپ کسی کو دوبارہ پینے سے منع کرتے، سو ملا علی قاری نے ابن عبد البر کے حوالے سے یہ لکھا کہ ایک روایت میں ہے: لا تعد فان الدم کلہ حرام۔

"دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے ابن عبد البر کی کتاب کو دیکھا اس میں سالم کے تذکرہ میں فصد کا یہ واقعہ مذکور ہے لیکن "لا تعد فان الدم کلہ حرام" کا ذکر نہیں ہے اور ملا علی قاری کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہی ہے، ابن عبد البر کی اصل عبارت یہ ہے:

(سالم) رجل من الصحابۃ حجم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشرب دم المحجم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما علمت ان الدم کلہ

سالم ایک صحابی ہیں، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی اور فصد کا خون پی لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] " " " " ، شرح الشفا علی ہامش نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۶۱، " "

حرام۔ [1] کہ ہر خون حرام ہے۔

علامہ ابن عبدالبر نے فی روایۃ لاتعد نہیں لکھا، اور اگر ملا علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور نے لکھا ہے یا کسی اور روایت میں ہے تو ملا علی قاری نے اس کا حوالہ نہیں دیا اور جو چیز مذاہب اربعہ کے جمہور علماء کا مختار ہو اور مستند احادیث سے ثابت ہو اس کو ایک بے سند اور مجہول روایت کی بنیاد پر مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ ملا علی پر رحم فرمائے، ہو سکتا ہے کہ اس تمام بحث سے ان کا مقصود یہ ہو کہ فضلات کریمہ کی طہارت ایک ظنی مسئلہ ہے اس پر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے، کیونکہ جن وجوہ سے استدلال کیا گیا ہے ان پر اعتراضات ہو سکتے ہیں، ملا علی قاری کی طرف سے اس توجیہ کی وجہ یہ ہے کہ ملا علی قاری نے اپنی دوسری تصانیف میں اس کے برخلاف لکھا ہے۔

فضلات کریمہ سے متعلق بعض احادیث کی فنی حیثیت اور اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف!!!

ملا علی قاری حنفی شرح شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات کے متعلق امام طبرانی نے سند حسن یا سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کو بیت الخلاء میں جاتے ہوئے دیکھتی ہوں، پھر جو شخص آپ کے بعد بیت الخلاء میں جاتا ہے وہ آپ سے خارج ہونے والی کسی چیز کا کوئی اثر نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو یہ حکم دیا ہے کہ انبیاء سے جو کچھ خارج ہو وہ اس کو نگل لے اس حدیث کو امام ابن سعد نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں ایک دوسری سند سے روایت کیا ہے، علامہ ابن حجر نے یہ کہا ہے کہ امام بیہقی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث حسن ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے اور اس کا ذکر مناسب نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ مشہورہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قدر معجزات کا ذکر ہے جو حسن بن علوان کے کذب سے مستغنی کر دیتے ہیں (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۷۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔ امام بیہقی کی یہ عبارت بالخصوص ابن علوان کے روایت کردہ متن پر محمول ہے اور وہ یہ ہے: "کیا تم نہیں جانتیں کہ ہمارے اجسام ارواح اہل جنت کے مطابق پیدا ہوتے ہیں اور جو کچھ ان سے نکلتا ہے اس کو زمین نگل لیتی ہے"، یا اس حدیث پر موضوع کا حکم لگانا صرف ابن علوان کی سند کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری جن سندوں سے یہ حدیث مروی ہے ان پر موضوع کا حکم نہیں ہے، یا امام بیہقی ان اسانید پر مطلع نہیں ہوئے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے (یعنی امام طبرانی، امام ابن سعد، اور امام حاکم کی ذکر کردہ اسانید) اور یہ جواب زیادہ ظاہر ہے۔

امام بیہقی کا یہ تبصرہ براز کے متعلق تھا، اور پیشاب کا تو بہت صحابہ نے مشاہدہ کیا ہے، آپ کی خادمہ برکہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا، اور حضرت ام حبیبہ کی خادمہ برکہ ام یوسف نے آپ کا پیشاب پیا، آپ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، آپ اس میں پیشاب کرتے تھے، اور دوسری برکہ نے اس کو پی لیا، تو آپ نے

---

[1] حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

ان سے فرمایا: اے ام یوسف تم تندرست ہوگئیں، اور وہ مرض موت کے سوا پھر کبھی بیمار نہیں ہوئیں، اور پہلی برکہ سے یہ روایت ہے کہ رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھر کی ایک جانب رکھے ہوئے ٹھیکرے میں پیشاب کیا، وہ کہتی ہیں کہ میں رات کو پیاس سے اٹھی اور جو کچھ اس ٹھیکرے میں موجود تھا میں نے اس کو پی لیا اور مجھ کو پتا نہیں چلا (کہ یہ پیشاب ہے) صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام ایمن جو کچھ اس ٹھیکرے میں ہے اس کو پھینک دو، میں نے کہا بہ خدا! جو کچھ اس میں تھا میں نے پی لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے حتی کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: سنو خدا کی قسم تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا، علامہ ابن حجر نے کہا ہمارے ائمہ متقدمین اور دوسرے ائمہ کی ایک جماعت نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فضلات طاہر ہیں، اور متاخرین کی ایک جماعت کا بھی یہی مختار ہے اور طہارت فضلات پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ لاہور) ایک قول یہ ہے کہ اس کا سبب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا شق صدر اور آپ کے باطن کو دھونا ہے۔ [1]

۸۲۷ بَابُ طِيبِ عِرْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّبَرُّكِ بِهِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو اور اس سے تبرک حاصل کرنا

۵۹۳۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ (يَعْنِي ابْنَ الْقَاسِمِ) عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِنْدَنَا فَعَرِقَ وَجَاءَتْ أُمِّي بِقَارُورَةٍ فَجَعَلَتْ تَسْلُتُ الْعَرَقَ فِيهَا فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا الَّذِي تَصْنَعِينَ قَالَتْ هَذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِي طِيبِنَا وَهُوَ مِنْ أَطْيَبِ الطِّيبِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور دن میں سو گئے، آپ کو پسینہ آیا، میری والدہ ایک شیشی لے کر آئیں، اور آپ کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے ام سُلَیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ انھوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو ہم اپنی خوشبو میں ڈالیں گے، اور یہ سب سے اچھی خوشبو ہے۔

۵۹۳۵ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَيِّنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ) عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام سُلَیم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بستر پر سو گئے وہ آئیں تو ان کو بتایا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے گھر میں تمہارے بستر

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۳-۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ أُمِّ سُلَيْمٍ فَيَنَامُ عَلَى فِرَاشِهَا وَلَيْسَتْ فِيهِ قَالَ فَجَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ فَنَامَ عَلَى فِرَاشِهَا فَأُتِيَتْ فَقِيلَ لَهَا هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ فِي بَيْتِكِ عَلَى فِرَاشِكِ قَالَ فَجَاءَتْ وَقَدْ عَرِقَ وَاسْتَنْقَعَ عَرَقُهُ عَلَى قِطْعَةِ أَدِيمٍ عَلَى الْفِرَاشِ فَفَتَحَتْ عَتِيدَتَهَا فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذٰلِكَ الْعَرَقَ فَتَعْصِرُهُ فِي قَوَارِيرِهَا فَفَزِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعِينَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ أَصَبْتِ۔

پر سوئے ہوئے ہیں، وہ آئیں درآں حالیکہ آپ کو پسینہ آ رہا تھا، اور چمڑے کے بستر پر آپ کا پسینہ اکٹھا ہو گیا تھا۔ حضرت ام سلیم نے اپنا ڈبہ کھولا اور پسینہ پونچھ پونچھ کر اپنی شیشیوں میں بھرنے لگیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ گئے اور فرمانے لگے: اے ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اس میں اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری امید درست ہے۔

۵۹۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِيهَا فَيَقِيلُ عِنْدَهَا فَتَبْسُطُ لَهُ نِطَعًا فَيَقِيلُ عَلَيْهِ وَكَانَ كَثِيرَ الْعَرَقِ فَكَانَتْ تَجْمَعُ عَرَقَهُ فَتَجْعَلُهُ فِي الطِّيبِ وَالْقَوَارِيرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هٰذَا فَقَالَتْ عَرَقُكَ أَدُوفُ بِهِ طِيبِي۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے ہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم آتے تھے، اور وہاں قیلولہ فرماتے، وہ ان کے لیے چمڑے کا ایک ٹکڑا بچھا دیتی تھیں، آپ کو پسینہ بہت آتا تھا، وہ اس پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملاتیں اور شیشیوں میں بھر دیتیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلیم! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کا پسینہ ہے جس کو میں اپنی خوشبو میں ملاتی ہوں۔

۵۹۳۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ لَيُنْزَلُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ ثُمَّ تَفِيضُ جَبْهَتُهُ عَرَقًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سخت سردی کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی، پھر آپ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا۔

۵۹۳۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ بِشْرٍ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ النَّبِيَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، کہ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کبھی کبھی وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر وحی منقطع ہو جاتی ہے، درآں حالیکہ میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی کبھی فرشتہ آدمی کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ اَحْيَانًا يَأْتِينِي فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّهُ عَلَيَّ ثُمَّ يَفْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَيْتُهُ وَاَحْيَانًا مَلَكٌ فِي مِثْلِ صُورَةِ الرَّجُلِ فَاَعِي مَا يَقُولُ۔

شکل میں آتا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے میں یاد کرتا رہتا ہوں۔

۵۹۳۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ كُرِبَ لِذٰلِكَ وَتَرَبَّدَ وَجْهُهُ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر کرب کی کیفیت طاری ہوتی اور آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

۵۹۴۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا اَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ نَكَسَ رَاْسَهُ وَنَكَسَ اَصْحَابُهُ رُءُوسَهُمْ فَلَمَّا اُتْلِيَ عَنْهُ رَفَعَ رَاْسَهُ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی جاتی تو آپ اپنا سر مبارک جھکا لیتے، اور آپ کے اصحاب بھی سر جھکا لیتے اور جب وحی منقطع ہوتی تو آپ اپنا سر اقدس اٹھاتے۔

حدیث نمبر ۵۹۲۳ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر قیلولہ کیا اور حضرت ام سلیم نے آپ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کیا۔

حضرت ام سلیم کے گھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سونے کی وجہ

حضرت ام سلیم اور حضرت ام حرام آپس میں بہنیں تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے ہاں سوتے ہیں اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اجنبی عورت کے ہاں سونا جائز نہیں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن عبدالبر وغیرہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ دونوں آپ کی رضاعی خالہ تھیں، اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں جا کر سو جاتے تھے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے خوشبو پھیلنے کے متعلق احادیث

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی، خواہ آپ خارجی خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں، امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ

---

[1] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے کسی پھول، مشک یا عنبر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہیں پایا، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کوئی عطر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار نہیں تھا، امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی بیٹی کو رخصت کرتا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے اپنا پسینہ پونچھ کر ایک شیشی میں ڈال کر اس کو دے دیتے، اور اس شخص سے فرماتے اپنی لڑکی سے کہو اس خوشبو کو لگالے، جب وہ لڑکی اس پسینہ کو لگاتی تو اہل مدینہ اس خوشبو کو سونگھتے اور لوگ ان کے گھر کو خوشبو والا کہتے، امام دارمی، امام بیہقی اور امام ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گذر جاتے تو بعد میں جو بھی اس راستہ سے گذرتا اس کو آپ کے پسینہ کی خوشبو آتی اور وہ آپ کو پہچان لیتا، اور آپ جس پتھر کے پاس سے گذرتے تھے وہ آپ کو سجدہ کرتا تھا، (دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۶ ص ۶۹ طبع بیروت) اور امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس راستہ سے گذر جاتے تھے وہاں سے بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی اور (خوشبو کو سونگھ کر) لوگ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس راستہ سے گذرے ہیں۔ [1]

امام بیہقی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی خوشبو سے متعلق وہ تمام احادیث بیان کی ہیں جن کو امام مسلم نے بیان کیا ہے، ان کے علاوہ بھی کچھ احادیث بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ——— بیان کرتے ہیں میں منیٰ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! مجھے اپنا ہاتھ (ملانے کے لیے) دیں، آپ نے ہاتھ دیا جب میں نے ہاتھ ملایا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ [2]

حضرت وائل بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک ڈول لے کر آیا، آپ نے اس ڈول میں کلی کی (یا کہا آپ نے اس ڈول سے پانی پیا) پھر اس پانی کو کنوئیں میں ڈال دیا (یا کنوئیں میں کلی کی) تو اس کنوئیں سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ [3]

وحی کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور نزول وحی کی صورتیں

حدیث نمبر ۵۹۳۷ میں ہے کہ کبھی آپ پر وحی گھنٹی کی آواز کی شکل میں آتی تھی اور کبھی فرشتہ آدمی کی شکل میں آکر ہمکلام ہوتا تھا۔

وحی کا لغوی معنی ہے، اشارہ، پیغام اور کلام خفی، اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ نبی پر جو کلام نازل فرمائے اس کو وحی کہتے ہیں، اگر اس کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہوں تو یہ وحی جلی ہے اور اگر صرف معنی اللہ کی طرف سے نازل ہو تو یہ وحی خفی ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں ہم نے وحی خفی پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشمائل ج ۲ ص ۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۷ - ۲۵۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] " " ، دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۲۵۷، " "

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے وحی کی تین قسمیں ہیں (۱) کلام قدیم کو سننا جیسے قرآن مجید میں ہے موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا، اور احادیث میں ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا۔ (۲) فرشتے کی وساطت سے وحی کا حاصل کرنا۔ (۳) دل میں کسی معنی کا القاء کرنا، جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روح القدس نے میرے دل میں پھونکا۔ علامہ سہیلی نے نزول وحی کی حسب ذیل سات صورتیں ذکر کی ہیں:۔

۱۔ خواب میں کسی چیز کو دکھانا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب۔
۲۔ گھنٹی کی آواز کی شکل میں وحی کا آنا۔
۳۔ دل میں کسی معنی کا پھونک دینا۔
۴۔ فرشتہ کسی انسان کی شکل میں آئے، جیسے حضرت جبرائیل دحیہ کی شکل میں آئے، اور کبھی غیر معروف انسان کی شکل میں آئے۔
۵۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں، جیسا کہ روایات میں ہے حضرت جبرائیل کے چھ سو پر ہیں جن سے موتی اور یاقوت جھڑتے ہیں۔
۶۔ اللہ تعالیٰ آپ سے بیداری میں پردے کی اوٹ سے ہم کلام ہو جس طرح معراج میں ہوا، یا نیند میں ہم کلام ہو جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تو ہی خوب جانتا ہے۔
۷۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر حضرت اسرافیل کی وحی، کیونکہ شعبی سے روایت ہے کہ پہلے تین سال آپ کے ساتھ حضرت اسرافیل رہے اس کے بعد حضرت جبرائیل نازل ہوئے۔ [1]

نزول وحی کے وقت پسینہ آنے کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نزول وحی کے وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تھکاوٹ اور تکلیف ہوتی تھی اس کی وجہ وحی کا ثقل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے انا سنلقی علیک قولا ثقیلا۔ "بے شک ہم عنقریب آپ پر قول ثقیل (بھاری کام) نازل کریں گے" یہی وجہ ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کی حالت بخار زدہ شخص کی سی ہو جاتی تھی، حدیث میں ہے نزول وحی کے وقت آپ کو پسینے آجاتے تھے، یہ آپ کی تادیب کا ایک مرحلہ تھا تاکہ آپ کو بار نبوت اٹھانے کی مشق ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں سخت سردی میں بھی جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو وحی کے ثقل کی وجہ سے آپ کے ماتھے پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح نظر آتے تھے۔ [2]

نزول وحی کی صرف دو صورتیں بیان کرنے کی وجہ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

جب سائل نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نزول وحی

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ج ۱ ص ۴۳، " " " "

کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے صرف دو صورتیں بیان کیں، ایک یہ کہ وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی تھی اور دوسری یہ کہ فرشتہ انسانی پیکر میں آجاتا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ یہ ہے کہ بات کرنے والے اور بات سننے والے کے درمیان کوئی مناسبت ہوتی ہے، تاکہ ان میں تعلیم اور تعلم متحقق ہو سکے، اس مناسبت کی شکل یا تو یہ ہے کہ غلبہ روحانیت کی وجہ سے سننے والا قائل کے وصف کے ساتھ متصف ہو جائے اور یہ پہلی صورت ہے، یا قائل سننے والے کے وصف کے ساتھ متصف ہو جائے یہ دوسری صورت ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زیادہ تر آپ پر ان دو طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی اور پہلا طریقہ دوسرے طریقہ سے زیادہ شدید تھا، کیونکہ اس طریقہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم طبیعت بشری سے فرشتوں کی حالت کی طرف منقلب ہوتے تھے، پھر آپ پر اس طرح وحی نازل کی جاتی جس طرح فرشتوں کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اور دوسری صورت میں فرشتہ بشری شکل میں منتقل ہوتا تھا، اور یہ آپ کے لیے آسان تھا۔

فرشتہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی سننے کی کیفیت

اس فرشتہ سے مراد جبرائیل ہے کیونکہ عہد رسالت سے لے کر آج تک تواتر سے ثابت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی لانے والا جبرائیل ہے، باقی رہا یہ امر کہ فرشتہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی وحی کو کس طرح سنتے ہیں، کیونکہ جس طرح اللہ کا کلام، کلام بشر کی جنس سے نہیں ہے اس طرح اس کا سماع بھی الفاظ اور حروف کے بغیر ہوتا ہے، ہمارے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام الٰہی سننے کو سمجھنا اس طرح مشکل ہے، جس طرح مادر زاد اندھے کے لیے رنگ کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو فرشتے سے سنتے تھے تو یہ بھی ممکن ہے کہ آپ آواز سے ان حروف کو سنتے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے کلام کے معانی پر دلالت کرتے ہوں، قرافی نے کہا کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جبرائیل جو آپ پر وحی نازل کرتے تھے، اللہ تعالیٰ جبرائیل میں اس کا علم ضروری پیدا کر دیتا تھا یا جبرائیل لوح محفوظ سے اس کو پڑھ لیتے تھے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ یقین کیسے ہوا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے؟

ایک یہ بحث ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتہ وحی لاتا — تو آپ کو کس طرح یقین ہوتا — کہ یہ فرشتہ ہے اور وحی لایا ہے اور یہ شیطان نہیں ہے اور وسوسہ نہیں ڈال رہا، امام رازی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ فرشتہ نبی کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے جس سے نبی کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے جس طرح نبی امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اور امام غزالی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا علم اور ملکہ دیا ہے جس کی وجہ سے ہم پر عالم شہادت منکشف ہوتا ہے اور ہمیں یہ علم ہو جاتا ہے کہ یہ انسان ہے اور یہ حیوان ہے اور یہ فلاں حیوان ہے اور یہ فلاں حیوان ہے اس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا علم اور ملکہ عطا کیا ہے جس کی وجہ سے اس کے اوپر عالم غیب منکشف ہو جاتا ہے اور آپ کو یہ علم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے یہ جن ہے اور یہ شیطان ہے، اور یہ فلاں فرشتہ

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۴۵-۴۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ہے اور یہ فلاں فرشتہ ہے۔ [1]

بَابُ ۸۲۸ صِفَةِ شَعْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصِفَاتِهٖ وَحُلْيَتِهٖ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بال، آپ کی صفات اور آپ کے حلیہ کا بیان

۵۹۴۱۔ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِیْ مُزَاحِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ مَنْصُوْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ (يَعْنِيَانِ ابْنَ سَعْدٍ) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ اَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدُلُوْنَ اَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَفْرُقُوْنَ رُءُوْسَهُمْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ فِيْمَا لَمْ يُؤْمَرْ بِهٖ فَسَدَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهٗ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب اپنے بالوں کو لٹکا کر چھوڑ دیتے تھے، اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے، اور جن چیزوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص حکم نہ دیا گیا ہو، آپ ان میں اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشانی پر بال لٹکائے، پھر آپ نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔

۵۹۴۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ اَحَدُهُمَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ عَظِيْمَ الْجُمَّةِ اِلٰى شَحْمَةِ اُذُنَيْهِ عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا درمیانہ قد تھا، آپ کے دو شانوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا آپ کے بال لمبے تھے جو کانوں کی لو تک آتے تھے، آپ نے دو سرخ چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے تھا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو حسین نہیں دیکھا۔

۵۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَاَيْتُ مِنْ ذِيْ لِمَّةٍ اَحْسَنَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی دراز گیسوؤں والے شخص کو سرخ چادروں کا جوڑا پہنے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۹۰، ملخصاً، مطبوعہ دار المعرفت بیروت

فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَعْرُهُ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ لَهُ شَعَرٌ۔

حسین نہیں دیکھا، آپ کے بال کندھوں تک تھے اور دونوں کندھوں کے درمیان زیادہ فاصلہ تھا، بہت لمبا قد تھا اور نہ بہت چھوٹا، ابو کریب نے شعرہ کی بجائے لہ شعر روایت کیا ہے۔

۵۹۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنَهُمْ خُلُقًا لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الذَّاهِبِ وَلَا بِالْقَصِيرِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ حسین تھا، اور آپ کے اخلاق سب سے اچھے تھے، آپ کا قد لمبا تھا نہ چھوٹا۔

۵۹۴۶۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ شَعَرًا رَجِلًا لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال کیسے تھے؟ انھوں نے کہا آپ کے بال درمیانی تھے، بہت گھونگر والے تھے نہ بالکل سیدھے، وہ (بال) کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔

۵۹۴۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَضْرِبُ شَعَرُهُ مَنْكِبَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں تک تھے۔

۵۹۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ شَعَرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کے نصف تک تھے۔

۵۹۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنِ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے، اور بڑی آنکھوں والے تھے اور آپ کی ایڑیوں پر گوشت کم تھا، میں نے سماک سے پوچھا ضلیع الفم کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا بڑے

مَنْهُوْسَ الْعَقِبَيْنِ قَالَ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَئِيْلُ الْفَمِ قَالَ عَظِيْمُ الْفَمِ قَالَ قُلْتُ مَا اَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيْلُ شَقِّ الْعَيْنِ قَالَ قُلْتُ مَا مَنْهُوْسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيْلُ لَحْمِ الْعَقِبِ۔

دبانے والا، میں نے پوچھا اشکل العین کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا آنکھوں کے بڑے شگاف والا، میں نے کہا منہوس العقب کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا جس کی ایڑیوں پر کم گوشت ہو،

۵۹۵۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ قُلْتُ لَهٗ اَرَاَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحَ الْوَجْهِ ۞ قَالَ مُسْلِمُ ابْنُ الْحَجَّاجِ مَاتَ اَبُو الطُّفَيْلِ سَنَةَ مِائَةٍ وَكَانَ اٰخِرَ مَنْ مَاتَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جریری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو الطفیل سے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں، آپ کا چہرہ سفید ملیح تھا، امام مسلم بن حجاج کہتے ہیں کہ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ ایک سو ہجری میں فوت ہوئے اور یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے۔

۵۹۵۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ رَجُلٌ رَاٰهُ غَيْرِيْ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ فَكَيْفَ رَاَيْتَهٗ قَالَ كَانَ اَبْيَضَ مَلِيْحًا مُقَصَّدًا۔

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، اور اب میرے سوا روئے زمین پر کوئی شخص نہیں ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا تم نے آپ کو کس حلیہ میں دیکھا تھا؟ انھوں نے کہا آپ سفید، ملیح اور میانہ قامت تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے متعلق روایات مختلف ہیں، حضرت انس سے مروی ہے کہ آپ کے بال کانوں کے نصف تک تھے، حضرت براء کی روایت میں ہے آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ کے بال جُمَّہ تھے (یعنی کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے)۔

ملا علی قاری ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمرہ اور حج میں سر منڈایا ہے، جب سر منڈانے کا زمانہ قریب ہوتا تو آپ کے بال کانوں کے نصف تک ہوتے، پھر بال آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے حتی کہ کانوں کی لو تک پہنچ جاتے (یعنی وفرہ) پھر کانوں اور کندھوں کے درمیان تک پہنچ جاتے، اور زیادہ طول یہ تھا کہ وہ کندھوں کے نیچے لٹکے ہوتے، اس وجہ سے ہر دیکھنے والے نے اپنے دیکھنے کے مطابق روایت بیان کی ہے۔ [1]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل، ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اہل کتاب کی موافقت کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۹۴۱ میں ہے: جن چیزوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی خاص حکم نہ دیا گیا ہو، ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے۔ علامہ مناوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں افعال مشرکین پر اہل کتاب کی موافقت کو اس لیے پسند کرتے تھے کہ اہل کتاب رسولوں کی بقیہ شریعت پر عمل کرتے تھے اور مشرکین بت پرست تھے ان کے پاس سوائے اپنے باپ دادا کی تقلید کے اور کوئی سند نہیں تھی، اور یہ محبت اس وقت تک تھی جب تک اسلام کا غلبہ نہیں ہوا تھا اور جب اسلام کا غلبہ ہو گیا تو پھر آپ اہل کتاب کی مخالفت کو پسند کرتے تھے، علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ جب آپ ابتداءً مدینہ منورہ میں آئے تو آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے تاکہ وہ آپ کا پیغام بہ غور سنیں اور مسلمان ہو جائیں، اسی وجہ سے آپ نے ان کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کی، لیکن جب انھوں نے اس موافقت سے فائدہ نہیں اٹھایا، ان پر ان کی شقاوت غالب رہی اور وہ دین اسلام میں داخل نہیں ہوئے، تو پھر آپ نے بہت سی چیزوں میں ان کی مخالفت کا حکم دیا، جیسے آپ نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت کرو۔ [1]

مانگ نکالنے کا حکم

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

مانگ نکالنا سنت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف رجوع کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے مانگ کی طرف رجوع کیا ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے اہل کتاب اپنے بالوں کو پیشانی پر چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے بالوں میں مانگ نکالتے تھے، اور جن چیزوں میں آپ کو کوئی خاص حکم نہ دیا گیا ہو ان میں آپ اہل کتاب کی موافقت کو پسند کرتے تھے، پھر جب آپ نے اہل کتاب کی مخالفت شروع کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس کا حکم دیا گیا تھا، یہ بھی احتمال ہے کہ جب آپ نے اہل کتاب کی مخالفت شروع کی اس وقت آپ نے اپنے اجتہاد سے مانگ نکالنی شروع کر دی تھی، لہٰذا مانگ نکالنا مستحب ہوگا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اہل کتاب کے طریقہ سے عدول کرنے کی وجہ یہ ہو کہ مانگ نکالنا صفائی کے زیادہ قریب ہے اور دھونے میں اسراف اور عورتوں کے ساتھ مشابہت سے زیادہ بعید ہے، علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ عورتوں کے ساتھ مشابہت کا قصد نہ ہو تو پیشانی پر بال چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر مشابہت مقصود ہو تو پھر یہ حرام ہے، بعض صحابہ پیشانی پر بال چھوڑتے تھے اور بعض مانگ نکالتے تھے اور کوئی شخص دوسرے کی مذمت نہیں کرتا تھا۔ [2]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سرخ لباس پہننے کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۹۴۴ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو سرخ چادریں پہنی ہوئی تھیں، علامہ مناوی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

سفیان ثوری نے کہا ہے کہ میرے گمان میں وہ سرخ دھاری دار چادریں تھیں، سفیان ثوری نے یہ اس لیے

---

[1] ۔ علامہ عبد الرؤوف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کہا ہے کہ ان کے مذہب میں خالص سرخ رنگ پہننا حرام ہے، ابن القیم نے کہا ہے کہ جس شخص نے یہ گمان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خالص سرخ چادریں پہنی تھیں اس کا گمان غلط ہے، کیونکہ خالص سرخ لباس پہننا ممنوع ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے خالص سرخ لباس پہنا تھا، آپ نے دو یمنی چادریں پہنی ہوئی تھیں جن پر سرخ اور سیاہ دھاریاں تھیں (علامہ مناوی فرماتے ہیں) ابن القیم کا یہ قول خود غلط ہے کیونکہ حدیث میں سرخ حلہ کا ذکر ہے اس کو بغیر کسی سند کے سرخ اور سیاہ دھاریوں والی چادروں پر محمول کرنا محض دعویٰ ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مزعفر (یعنی زرد) رنگ سے عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے منع فرمایا ہے، سرخ رنگ کی خصوصیت کی وجہ سے منع نہیں فرمایا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا منع کرنے کے باوجود سرخ رنگ کو پہننا بیان جواز کے لیے ہے اور آپ کا منع کرنا تنزیہہ کے لیے ہے، اسی توجیہ کے مطابق سنن ابوداؤد کی حدیث ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ورس (سرخ رنگ) اور زعفران سے اپنے کپڑوں کو رنگتے تھے حتیٰ کہ اپنے عمامہ کو بھی رنگتے تھے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ عید کے دن سرخ چادر پہنتے تھے، حافظ الہیثمی نے کہا اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ آپ عیدین اور جمعہ کے دن سرخ چادریں پہنتے تھے اور شاید آپ کبھی کبھی جمعہ کے دن بیان جواز کے لیے سرخ لباس پہنتے تھے۔ [1]

سرخ اور زرد لباس کے متعلق مفصل گفتگو ہم اسی جلد کی کتاب اللباس میں کر چکے ہیں۔

بَابُ شَيْبِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۸۲۹

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کا ذکر

۵۹۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ قَالَ عَمْرٌو وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ الْأَوْدِيُّ عَنْ هِشَامٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ رَأَى مِنَ الشَّيْبِ إِلَّا قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ كَأَنَّهُ يُقَلِّلُهُ وَقَدْ خَضَبَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ۔

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بال رنگے تھے؟ انھوں نے کہا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت کم بال سفید دیکھے تھے اور حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا کر رنگتے تھے۔

۵۹۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بال رنگے تھے؟ انھوں نے کہا کہ آپ نے رنگنے

---

[1] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَبَ فَقَالَ لَوْ لَمْ يَبْلُغْنِي الْخِضَابَ كَانَ فِي لِحْيَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَخْضِبُ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ۔

کی عمر کو نہیں پہنچے، آپ کی ڈاڑھی میں صرف چند بال سفید تھے، میں نے کہا کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رنگتے تھے؟ انھوں نے کہا ہاں! وہ مہندی اور سیاہ رنگ ملا کر رنگتے تھے۔

۵۹۵۴۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَيُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَخَضَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَرَ مِنَ الشَّيْبِ إِلَّا قَلِيْلًا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہے، انھوں نے کہا آپ کے سفید بال بہت کم دکھائی دیتے تھے۔

۵۹۵۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ خِضَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ شِئْتُ أَنْ أُعَدَّ شَمَطَاتٍ كُنَّ فِي رَأْسِهِ فَعَلْتُ وَقَالَ لَمْ يَخْتَضِبْ وَقَدِ اخْتَضَبَ أَبُوْ بَكْرٍ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ وَاخْتَضَبَ عُمَرُ بِالْحِنَّاءِ بَحْتًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بال رنگنے کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر کے سفید بال گننا چاہتا تو گن لیتا اور انھوں نے کہا آپ نے بالوں کو نہیں رنگا اور حضرت ابوبکر نے مہندی اور سیاہ رنگ کو ملا کر رنگا اور حضرت عمر نے خالص مہندی کے ساتھ رنگا۔

۵۹۵۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ يُكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ قَالَ وَلَمْ يَخْتَضِبْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي عَنْفَقَتِهِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ وَفِي الرَّأْسِ نَبْذٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سر اور داڑھی سے سفید بالوں کے نوچنے کو مکروہ سمجھتے تھے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو نہیں رنگا، آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے، کنپٹیوں اور سر میں چند بال سفید تھے۔

۵۹۵۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۹۵۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَأَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ وَهٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ جَمِيْعًا عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سفید بالوں کے ساتھ متغیر نہیں کیا۔

خُلَيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ سَمِعَ اَبَا اِيَاسٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَانَهُ اللّٰهُ بِبَيْضَآءَ ۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں اتنے سفید بال دیکھے، پھر راوی نے نچلے ہونٹ کے نیچے والے بالوں پر اپنی انگلی رکھ کر بتایا ان سے پوچھا گیا کہ تم ان دنوں میں کیسے تھے؟ انھوں نے کہا میں ان دنوں میں تیر میں پیکان اور پر لگاتا تھا۔

۵۹۵۹ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ مِنْهُ بَيْضَآءَ وَوَضَعَ زُهَيْرٌ بَعْضَ اَصَابِعِهٖ عَلٰى عَنْفَقَتِهٖ قِيْلَ لَهٗ مِثْلُ مَنْ اَنْتَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ اَبْرِي النَّبْلَ وَاُرِيْشُهَا ۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید تھا اور آپ کے (کچھ) بال سفید ہو گئے تھے، اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے مشابہ تھے۔

۵۹۶۰ - حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ قَالَ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْيَضَ قَدْ شَابَ كَانَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهٗ ۔

ایک اور سند سے حضرت ابو جحیفہ کی یہ روایت منقول ہے، اس میں آپ کے سفید رنگ اور سفید بالوں کا ذکر نہیں ہے۔

۵۹۶۱ - وَحَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ بِهٰذَا وَلَمْ يَقُوْلُوْا اَبْيَضَ قَدْ شَابَ ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا جب آپ سر میں تیل لگاتے تھے تو سفید بال نظر نہیں آتے تھے اور جب تیل نہیں لگاتے تھے تو سفید بال نظر آتے تھے۔

۵۹۶۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ سُئِلَ عَنْ شَيْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ اِذَا دَهَنَ رَاْسَهٗ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْءٌ وَاِذَا لَمْ يَدْهُنْ رُئِيَ مِنْهُ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خضاب لگانے کے متعلق علماء کے نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی

لکھتے ہیں:

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آیا بالوں کو رنگا تھا

یا نہیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بناء پر اکثر علماء نے اس کی نفی کی ہے، اور یہی امام مالک کا مذہب ہے اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے سرخ رنگ سے رنگے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چند بال نکال کر دکھائے (صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۵ مطبوعہ کراچی) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ سے بالوں کو رنگتے ہوئے دیکھا، (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ لاہور، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۷۰) ان احادیث کی بناء پر بعض محدثین نے یہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ آپ کے ان بالوں کا رنگ خوشبو لگانے کی وجہ سے متغیر ہو گیا تھا جس کو حضرت ام سلمہ نے رنگنے سے تعبیر فرمایا ——— یہ قاضی عیاض کی عبارت ہے، اور مختار مذہب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات بالوں کو رنگا اور اکثر اوقات نہیں رنگا، سو ہر شخص نے اپنے مشاہدے کے مطابق بیان کیا اور صحیح کہا اور چونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رنگنے سے متعلق روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے اس لیے اس محمل کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ [1]

علامہ مناوی شافعی لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالوں کو رنگا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں! اس حدیث کے موافق صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ روایت ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ کے ساتھ بالوں کو رنگتے ہوئے دیکھا، اس حدیث کو امام ابن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے اور امام احمد اور امام ابن ماجہ نے ابن اوہب سے روایت کیا ہے کہ ہم حضرت ام سلمہ کے پاس گئے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال نکال کر دکھائے جو مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) سے رنگے ہوئے تھے اور عبدالرحمان شمالی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک کو بیری کے پتوں کے پانی سے دھوتے تھے اور عجمیوں کی مخالفت میں بالوں کو متغیر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ یہ فقہاء شافعیہ کے دلائل ہیں جو امام مالک کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے ہیں کہ کالے رنگ کے علاوہ ڈاڑھی کو رنگنا سنت ہے، اس کے موافق صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ جب فتح مکہ کے دن حضرت ابوقحافہ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا درآں حالیکہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بالوں کو متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے بچو" اس حدیث کے خلاف یہ روایت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے سفید بالوں کو متغیر نہیں کیا کیونکہ آپ نے بعض اوقات بالوں کو رنگا اور اکثر اوقات نہیں رنگا، علامہ مناوی کہتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے بالوں کو رنگا ہو تو اس سے زیادہ سے زیادہ رنگنے کا جواز ثابت ہوگا، رنگنے کی سنیت کہاں سے ثابت ہوگی؟ [2]

میں کہتا ہوں کہ سنیت ان بکثرت احادیث سے ثابت ہوگی جن میں آپ نے سفید بالوں کو رنگنے اور بہود

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

ونصاریٰ کی مخالفت کرنے کا حکم دیا ہے۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ جن صحابہ نے یہ یقین سے کہا کہ آپ نے بالوں کو رنگا ہے جیسے حضرت ابن عمر تو انھوں نے اپنے مشاہدہ کو بیان کیا اور یہ بعض اوقات کا واقعہ ہے اور جنھوں نے رنگنے کی نفی کی ہے جیسے حضرت انس تو انھوں نے اکثر اور اغلب اوقات کا حال بیان کیا ہے۔ [1]

خضاب لگانے یا نہ لگانے کے متعلق علماء کے نظریات

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں

میرک نے کہا ہے کہ شروع سے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ خضاب لگانا (یعنی بالوں کو رنگنا) مستحب ہے یا اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے، علماء کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ خضاب لگانا مستحب ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں لگاتے، تم ان کی مخالفت کرو (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی وغیرہا) اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انصار کے بوڑھوں کے پاس گئے جن کی ڈاڑھیاں سفید تھیں، آپ نے فرمایا: اے انصار! اپنے بالوں کو سرخ یا زرد رنگ میں رنگو، اور اہل کتاب کی مخالفت کرو، اس حدیث کو امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، اسی وجہ سے حضرت حسن، حضرت حسین اور بڑے بڑے صحابہ خضاب لگاتے تھے، اور بہت سے علماء کا یہ موقف ہے کہ خضاب نہ لگانا اولیٰ ہے، کیونکہ عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوگئے وہ اس کا نور ہیں الا یہ کہ وہ ان کو نوچ لے یا ان کو رنگ لے، اس کو طبری نے روایت کیا ہے، علامہ عسقلانی نے کہا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کو حسن قرار دیا ہے لیکن اس کی کسی سند میں میں نے یہ استثناء نہیں دیکھا، اور امام ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت کعب بن مرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اسلام میں بال سفید ہوگئے، وہ قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوں گے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سفید بالوں کے متغیر کرنے کو ناپسند فرماتے تھے، اسی وجہ سے حضرت علی، حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ابی بن کعب اور بڑے بڑے صحابہ کی ایک جماعت نے خضاب نہیں لگایا، علامہ طبری نے خضاب لگانے اور نہ لگانے پر دلالت کرنے والی مختلف روایتوں میں یوں تطبیق دی ہے کہ جس شخص کے تمام بال سفید ہو جائیں اس کے لیے خضاب لگانا مستحب ہے اور جس شخص کے کم بال سفید ہوں اس کا خضاب نہ لگانا مستحب ہے، لیکن خضاب لگانا مطلقاً اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں اہل کتاب کی مخالفت کرنے کے حکم کی تعمیل ہے، ہاں اگر کسی شہر کے لوگوں کی عادت خضاب کو ترک کرنا ہو تو وہاں خضاب نہ لگانا اولیٰ ہے۔ اور یہ اچھی تطبیق ہے۔

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

سیاہ خضاب لگانے کے متعلق علماء کے نظریات جو لوگ خضاب لگانے کے قائل ہیں ان کا پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا سیاہ خضاب لگانا جائز ہے اور افضل سرخ یا زرد خضاب ہے یا نہیں، اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ سیاہ خضاب مکروہ ہے، علامہ نووی کا میلان یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے، اور بعض علماء نے جہاد میں سیاہ خضاب کی رخصت دی ہے، اور جہاد کے علاوہ اجازت نہیں دی، اور سرخ یا زرد خضاب کو مستحب کہا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابوقحافہ کو پیش کیا گیا، درآں حالیکہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو متغیر کرو، اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو، پھر صحابہ ان کو لے گئے اور ان کے بال سرخ رنگ میں رنگ دیے، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو متغیر کرنے والی سب سے اچھی چیز مہندی اور کتم (سیاہ رنگ) ہے، اس حدیث کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب لگائے گی یہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے، اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے، اور حضرت ابودرداء بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں بھی ضعف ہے۔

بعض علماء نے مردوں اور عورتوں میں فرق کیا ہے، مردوں کو سیاہ خضاب سے منع کیا ہے اور عورتوں کو اجازت دی ہے، یہ حلیمی کا مختار ہے اور ہاتھوں اور پیروں کو رنگنا عورتوں کے لیے جائز ہے اور علاج کے سوا مردوں پر حرام ہے۔ سب سے پہلے فرعون نے سیاہ خضاب لگایا تھا، اور سفید بالوں کو نوچنا اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ سنن اربعہ میں یہ روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفید بالوں کو مت نوچو یہ مسلمان کا نور ہیں، علامہ ابن عربی نے کہا خضاب سے منع نہیں کیا اور نوچنے سے منع کیا کیونکہ نوچنے میں اصل خلقت کی تغییر ہے۔ [1]

ف ۱: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کی تعداد بہت کم تھی، شمائل ترمذی میں چودہ، سترہ، اٹھارہ اور بیس سفید بالوں کا ہے، یہ اختلاف مختلف زمانوں کے اعتبار سے ہے یا گننے میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔

بَابُ ۳۰ فِیْ اِثْبَاتِ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ ! نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۵۹۶۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَمِطَ مُقَدَّمُ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ وَكَانَ إِذَا ادَّهَنَ لَمْ يَتَبَيَّنْ وَإِذَا شَعِثَ رَأْسُهُ تَبَيَّنَ وَكَانَ كَثِيرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ فَقَالَ رَجُلٌ وَجْهُهُ مِثْلُ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيرًا وَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے اگلے بال اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے، جب آپ تیل لگاتے تو وہ سفیدی معلوم نہیں ہوتی تھی، اور جب آپ کے بال بکھرے ہوئے ہوتے تو سفیدی معلوم ہوتی، آپ کی ڈاڑھی مبارک بہت گھنی تھی، ایک شخص نے کہا کہ آپ کا چہرہ تلوار کی طرح تھا، انھوں نے کہا نہیں بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا اور آپ کا چہرہ گول تھا، اور میں نے آپ کے کندھے کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت دیکھی جس کا رنگ جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔

۵۹۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ خَاتَمًا فِي ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّهُ بَيْضَةُ حَمَامٍ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک میں مہر نبوت دیکھی، جیسے کبوتر کا انڈا ہو۔

۵۹۶۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی۔

۵۹۶۶۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ) عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ثُمَّ قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔

حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بھانجے کے سر میں درد ہے، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا کی، پھر آپ نے وضو کیا، میں نے آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا، پھر میں آپ کی پشت کے پیچھے کھڑا ہوا، میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کی طرح مہر نبوت دیکھی۔

۵۹۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ ح وَ

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے ساتھ روٹی اور گوشت یا ثرید کھایا،

حَدَّثَنِي حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَكَلْتُ مَعَهُ خُبْزًا وَلَحْمًا أَوْ قَالَ ثَرِيدًا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَسْتَغْفَرَ لَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَكَ ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ قَالَ ثُمَّ دُرْتُ خَلْفَهُ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النُّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ عِنْدَ نَاغِضِ كَتِفِهِ الْيُسْرَى جُمْعًا عَلَيْهِ خِيلَانٌ كَأَمْثَالِ الثَّآلِيلِ۔

راوی کہتے ہیں میں نے عبداللہ سے پوچھا کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لیے دعائے مغفرت کی تھی، انھوں نے کہا ہاں اور تمہارے لیے بھی پھر یہ آیت پڑھی "اپنے لیے استغفار کیجئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے"۔ پھر میں آپ کے پیچھے گیا تو میں نے آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی، وہ آپ کے بائیں کندھے کی چپنی ہڈی کے پاس مسوں کے تل کی طرح تھی۔

ف: قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات متقارب ہیں اور اس میں متفق ہیں کہ مہر نبوت آپ کے جسم میں کبوتر کے انڈے کے برابر ابھری ہوئی تھی، یا مسہری کی گھنڈی کی طرح۔

بَابُ ۸۳۱ قَدْرِ عُمُرِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا بیان

۵۹۶۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَيْسَ بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت دراز قد نہ تھے اور نہ پست قد تھے، نہ بالکل سفید رنگ تھا اور نہ بالکل گندمی، نہ سخت گھنگریالے بال تھے نہ بالکل سیدھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا، آپ دس سال مکہ مکرمہ میں رہے، ساٹھ سال کی عمر میں آپ نے وصال فرمایا اور آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

۵۹۶۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ كِلَاهُمَا عَنْ رَبِيعَةَ (يَعْنِي ابْنَ

یہ حدیث ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس سے مروی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ کا سفید چمک دار رنگ تھا۔

اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ وَزَادَ فِیْ حَدِیْثِهِمَا كَانَ اَزْهَرَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال کیا، حضرت ابوبکر نے بھی ترسیٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور حضرت عمر کا بھی ترسیٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

۵۹۷۰۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ غَسَّانَ الرَّازِیُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا حَكَّامُ بْنُ سَلْمٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ زَائِدَةَ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ عَدِیٍّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ وَعُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ترسیٹھ سال کی عمر میں فوت ہوئے

۵۹۷۱۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ اللَّیْثِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّیَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ سَنَةً وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ بِمِثْلِ ذٰلِكَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۵۹۷۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَعَبَّادُ بْنُ مُوْسٰی قَالَا حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ یَحْیٰی عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِالْاِسْنَادَیْنِ جَمِیْعًا مِثْلَ حَدِیْثِ عُقَیْلٍ۔

عمرو کہتے ہیں کہ میں نے عروہ سے پوچھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں کتنا عرصہ قیام کیا؟ انھوں نے کہا دس سال، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت ابن عباس تیرہ سال فرماتے تھے۔

۵۹۷۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرٍ اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ الْهُذَلِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِعُرْوَةَ كَمْ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ۔

عمرو کہتے ہیں میں نے عروہ سے پوچھا نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں کتنے سال رہے؟ انھوں نے کہا دس سال، میں نے کہا حضرت ابن عباس تو دس اور کچھ

۵۹۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ لِعُرْوَةَ كَمْ لَبِثَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا قُلْتُ

فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ بِضْعَ عَشْرَةَ قَالَ فَغَفَرَهُ وَقَالَ إِنَّمَا أَخَذَهُ مِنْ قَوْلِ الشَّاعِرِ

سال کہتے ہیں، عروہ نے کہا اللہ حضرت ابن عباس کی مغفرت کرے، انھوں نے یہ عمر شاعر کے قول سے اخذ کی ہے۔

۵۹۷۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهٰرُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَوْحِ بْنِ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَثَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال رہے اور جس وقت آپ کی وفات ہوئی آپ کی عمر ترسیٹھ سال تھی۔

۵۹۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ ابْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ الضُّبَعِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحٰى إِلَيْهِ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تیرہ سال رہے آپ پر وحی کی جاتی تھی اور مدینہ میں دس سال رہے اور جس وقت آپ کا وصال ہوا، آپ کی عمر ترسیٹھ سال تھی۔

۵۹۷۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنَا سَلَّامٌ أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ فَذَكَرُوا سِنِّي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَكْبَرَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَمَاتَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ ۔ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ يُقَالُ لَهُ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ قَالَ كُنَّا تُحُدِّثُ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ فَذَكَرُوا سِنِّي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً وَمَاتَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عتبہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ آپس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق بحث کر رہے تھے، بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑے تھے، عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، اور حضرت ابوبکر کا ترسیٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور حضرت عمر ترسیٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے، قوم میں سے ایک شخص جس کا نام عامر بن سعد تھا اس نے کہا جریر نے بیان کیا کہ ہم حضرت معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق بحث کر رہے تھے، حضرت معاویہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ترسیٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا اور حضرت ابوبکر کا ترسیٹھ سال کی عمر میں انتقال ہوا اور حضرت عمر ترسیٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَقُتِلَ عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ سِتِّيْنَ۔

جریر کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تر لیسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا بھی تر لیسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا، اور اب میں بھی تر لیسٹھ سال کا ہوں۔

۵۹۷۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ الْبَجَلِيِّ عَنْ جَرِيْرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ يَخْطُبُ فَقَالَ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَاَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ۔

عمار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے یہ سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی، انھوں نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ آپ کی قوم سے ہونے کے باوجود تم جیسے شخص سے یہ چیز مخفی ہوگی، میں نے کہا کہ میں نے لوگوں سے یہ سوال کیا تھا، ان کا اس میں اختلاف تھا، تو میں نے یہ پسند کیا کہ میں اس مسئلہ میں آپ کا قول معلوم کر لوں، حضرت ابن عباس نے پوچھا تم کو حساب آتا ہے؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا کہ یہ یاد رکھو کہ چالیس سال کی عمر میں آپ مبعوث ہوئے، پندرہ سال مکہ میں رہے اور دس سال ہجرت کے بعد مدینہ میں رہے۔

۵۹۷۹۔ وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيْرُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ عَمَّارٍ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَمْ اَتٰى لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ مَاتَ فَقَالَ مَا كُنْتُ اَحْسِبُ مِثْلَكَ مِنْ قَوْمِهٖ يَخْفٰى عَلَيْهِ ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ اِنِّيْ قَدْ سَاَلْتُ النَّاسَ فَاخْتَلَفُوْا عَلَيَّ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اَعْلَمَ قَوْلَكَ فِيْهِ قَالَ اَتَحْسِبُ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَمْسِكْ اَرْبَعِيْنَ بُعِثَ لَهَا خَمْسَ عَشْرَةَ بِمَكَّةَ يَاْمَنُ وَيُخَافُ وَعَشْرًا مِنْ مُهَاجَرِهٖ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جس وقت وصال ہوا اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی۔

۵۹۸۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُوْنُسَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ۔

۵۹۸۱۔ وَحَدَّثَنِيْ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ) حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَمَّارٌ مَوْلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَّسِتِّيْنَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی۔

۵۹۸۲۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

۵۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَمَّارٍ ابْنِ أَبِي عَمَّارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً يَسْمَعُ الصَّوْتَ وَيَرَى الضَّوْءَ سَبْعَ سِنِينَ وَلَا يَرَى شَيْئًا وَثَمَانَ سِنِينَ يُوحٰى إِلَيْهِ وَأَقَامَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ سال رہے، آپ سات سال تک آواز سنتے تھے اور روشنی دیکھتے تھے، اور آٹھ سال تک آپ پر وحی آتی رہی اور آپ مدینہ میں دس سال رہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق مختلف روایات میں تطبیق اور محاکمہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر اور آپ کے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام کے متعلق تین روایات ہیں: ایک یہ ہے کہ آپ کی عمر ساٹھ سال ہے، دوسری یہ ہے کہ آپ کی عمر پینسٹھ سال ہے اور تیسری یہ ہے کہ آپ کی عمر ترسٹھ سال ہے اور یہی زیادہ صحیح اور مشہور روایت ہے، امام مسلم نے یہ روایات حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہیں، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ زیادہ صحیح ترسٹھ سال کی روایت ہے اور باقی روایات کی تاویل کی ہے، ساٹھ سال والی روایت میں دہائی کے ذکر پر اقتصار کیا گیا ہے اور کسر کو ترک کر دیا گیا ہے، اور پینسٹھ سال والی روایت میں بھی تاویل ہے اور اس میں اشتباہ ہے، عروہ نے حضرت ابن عباس کی اس روایت کا انکار کیا تھا، اور کہا تھا کہ پینسٹھ سال والا قول غلط ہے، حضرت ابن عباس نے نبوت کا ابتدائی زمانہ نہیں پایا اور نہ دوسروں کی بہ نسبت ان کو زیادہ صحبت میسر ہوئی، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال رہے اور اعلان نبوت سے پہلے مکہ میں چالیس سال رہے، البتہ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں اقامت کرنے کے متعلق اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس دوران آپ مکہ میں تیرہ سال رہے اور آپ کی عمر ترسٹھ سال ہے، ہم نے جو چالیس سال کے بعد اعلان نبوت کا ذکر کیا ہے، یہی صحیح قول ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس اور سعید بن مسیب کے حوالے سے ایک روایت شاذہ ذکر کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تینتالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت کیا، اور صحیح چالیس سال کی روایت ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے، صحیح اور مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت اس سال ہوئی جس سال ہاتھیوں والا واقعہ ہوا تھا، ایک قول یہ ہے کہ اس کے تین سال بعد ولادت ہوئی اور ایک قول چالیس سال کا ہے، قاضی عیاض نے سال فیل میں ولادت پر اجماع کا دعوی کیا ہے لیکن یہ دعوی صحیح نہیں ہے، اس پر اتفاق ہے کہ ربیع الاول کے مہینہ میں پیر کے دن آپ کی ولادت ہوئی، البتہ تاریخ میں اختلاف ہے کہ دوسری تاریخ تھی، آٹھویں تاریخ تھی، دسویں تھی یا بارہویں تھی اور وفات کی تاریخ بارہ تھی اور وقت چاشت کا تھا۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آوازیں سننے اور روشنی دیکھنے کا بیان

حدیث نمبر ۵۹۸۳ میں ہے: آپ سات سال تک آواز سنتے تھے اور روشنی دیکھتے تھے، اور آٹھ سال تک آپ پر وحی آتی تھی۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ آپ ملائکہ میں سے ہاتف کی آواز سنتے تھے۔ اور فرشتوں کا نور اور اللہ تعالیٰ کی نشانیاں دیکھتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے فرشتوں کو دیکھا اور وحی کو سنا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ آپ ملائکہ علیہم السلام اور جمادات کی آواز سنتے تھے جو آپ پر سلام پیش کرتے تھے، جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ کے بعض راستوں میں گیا، آپ جس پہاڑ یا درخت کے سامنے جاتے وہ کہتا السلام علیک یارسول اللہ، اور روشنی سے ملائکہ علیہم السلام کا نور بھی مراد ہو سکتا ہے اور اندھیروں میں جو انوار آپ پر ظاہر ہوتے تھے، وہ بھی مراد ہو سکتے ہیں، اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ رات کو بھی دن کی طرح دیکھتے تھے، یعنی یہ حالت آپ پر سات سال طاری رہی، پھر آپ پر اللہ کی وحی نازل ہوئی۔

بَاب ۸۳۲ فِیْ اَسْمَآئِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ

۵۹۸۴۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِزُھَیْرٍ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یُمْحٰی بِیَ الْکُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی عَقِبِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا، میں حاشر ہوں لوگوں کا میرے قدموں میں حشر کیا جائے گا، اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

۵۹۸۵۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ اَحَدٌ وَقَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ رَءُوْفًا رَحِیْمًا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے کئی اسماء ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا، اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف رحیم رکھا ہے۔

۵۹۸۶ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ شُعَيْبٍ وَمَعْمَرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ عُقَيْلٍ قَالَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ وَمَا الْعَاقِبُ قَالَ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَفِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ وَعُقَيْلٍ الْكَفَرَةَ وَفِي حَدِيثِ شُعَيْبٍ الْكُفْرَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، شعیب اور معمر کی روایت میں ہے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا، عقیل کی روایت میں ہے زہری نے بیان کیا عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، اور شعیب کی روایت میں کفر کا لفظ ہے۔

۵۹۸۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً فَقَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَحْمَدُ وَالْمُقَفِّي وَالْحَاشِرُ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے اپنے کئی نام بیان کیے، آپ نے فرمایا میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفّی اور حاشر ہوں اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک "محمد" کی تشریح

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ ابی مالکی نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اسماء ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بھی اتنے ہی اسماء ہیں، اور ساٹھ سے زیادہ اسماء کا انھوں نے بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

"محمد" حمد سے ماخوذ ہے اور مفعّل کے وزن پر اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے بہت زیادہ حمد کیا ہوا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس اسم کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی حمد کی ہے جو کسی اور کی نہیں کی اور آپ کو وہ محامد عطاء کیے ہیں جو کسی اور کو عطاء نہیں کیے اور قیامت کے دن آپ کو وہ چیزیں الہام کرے گا جو کسی اور کو الہام نہیں کرے گا، جس شخص میں خصال محمودہ کامل ہوں اس کو محمد کہا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ باب تکثیر کے لیے ہے یعنی جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے وہ محمد ہے، ابن قتیبہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام محمد نہیں رکھا گیا، جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پہلے کسی کا نام یحییٰ نہیں رکھا گیا تھا۔ [1]

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۴۳-۱۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"محمد" تحمید کا اسم مفعول ہے، اس کو وصفیت سے اسمیت کی طرف مبالغۃً نقل کیا گیا ہے، بکثرت خصال محمودہ کی بناء پر آپ کا نام محمد رکھا گیا ہے یا اس لیے کہ آپ کی بار بار حمد کی جاتی ہے یا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی بہت حمد کرے گا، اسی طرح ملائکہ، انبیاء اور اولیاء آپ کی حمد کریں گے، یا نیک فال کے لیے آپ کا نام محمد رکھا گیا، یا اس لیے کہ اولین اور آخرین آپ کی حمد کریں گے، اور قیامت کے دن تمام اولین اور آخرین آپ کی حمد کے جھنڈے تلے ہونگے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھر والوں کے دل میں یہ الہام کیا کہ وہ آپ کا نام "محمد" رکھیں۔

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں: احادیث میں آپ کے اسماء کے بیان میں "محمد" کو احمد پر مقدم کیا گیا ہے، کیونکہ "محمد" "احمد" سے زیادہ ظاہر اور زیادہ مشہور ہے، بلکہ ابونعیم نے روایت کیا کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے آپ کا نام محمد رکھا گیا، اور کعب احبار نے روایت کیا ہے کہ عرش کے پائے پر، سات آسمانوں، جنت کے محلات اور بالاخانو پر، حوروں کے سینوں پر، جنت کے درختوں پر اور درختوں کے پتوں پر، سدرۃ المنتہیٰ اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان "محمد" لکھا ہوا ہے، اس نام کو تمام ناموں پر فضیلت ہے، ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جو شخص تمہارا نام رکھے گا میں اس کو جہنم میں نہیں ڈالوں گا، اور یہ بھی روایت ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو آگ میں نہیں ڈالوں گا، اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس دسترخوان پر محمد یا احمد نام کا شخص ہوگا میں اس گھر کو دن میں دو بار پاک کروں گا، ابن قتیبہ نے کہا کہ آپ کی نبوت کی علامات میں سے یہ ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام "محمد" نہیں رکھا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا لم نجعل له من قبل سميا "ان سے پہلے ہم نے یہ نام نہیں رکھا"، البتہ جب آپ کی ولادت کا زمانہ قریب آیا اور اہل کتاب نے آپ کی ولادت کے زمانہ کے قریب آنے کی بشارت دی تو بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کا نام محمد رکھا کہ شاید ان میں سے کوئی وہ نبی ہو، لیکن اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس کو رسول بنانا ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ پندرہ بچوں کا نام "محمد" رکھا گیا تھا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احمد تھے اور اس کے بعد محمد ہوئے، کیونکہ پہلی کتابوں میں آپ کا نام احمد تھا اور قرآن مجید میں آپ کا نام محمد ہے اور آپ نے لوگوں میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کی، اسی طرح آپ آخرت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے، اور اس کے بعد شفاعت کریں گے، اور آپ سے سن کر لوگ اللہ کی حمد کریں گے، آپ سورۃ الحمد، لواء حمد (حمد کے جھنڈے) اور مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں، کھانے، پینے، دعا اور سفر سے واپسی کے بعد آپ کے لیے حمد مشروع کی گئی ہے، آپ کی امت کا نام حمادین رکھا گیا ہے، اور آپ کے لیے حمد کے تمام معانی اور اقسام جمع کیے گئے ہیں۔ [2]

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۶ ص ۵۵۵، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

حمد کسی حسن اور کمال پر کی جاتی ہے اور آپ علی الاطلاق محمد ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ علی الاطلاق حسن اور کمال ہیں اگر آپ میں کسی وجہ یا کسی اعتبار سے کوئی نقص اور عیب ہوتا تو آپ علی الاطلاق محمد نہ ہوتے کیونکہ نقص اور عیب کی مذمت ہوتی ہے، حمد نہیں ہوتی اور آپ کو کسی زید یا بکر نے محمد نہیں کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے محمد کہا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے کوئی نقص یا عیب ہو تو اللہ تعالیٰ کا آپ کو مطلقاً محمد کہنا صحیح نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کلام غلط ہو سکتا ہے نہ آپ میں کوئی نقص اور عیب ہو سکتا ہے، یہ بات مشرکین عرب کو بھی معلوم تھی وہ آپ میں عیب نکالتے پھر آپ کو محمد کہتے انھیں خیال آیا کہ محمد کہہ دینے سے تو آپ سے ہر عیب کی نفی ہو جاتی ہے اس لیے وہ آپ کو مذمّم (مذمت کیا ہوا) کہنے لگے کہ مذمّم میں یہ عیب ہے اور مذمم ایسا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا وہ مجھ میں عیب نہیں نکالتے کسی مذمّم میں عیب نکالتے ہیں، میں مذمم نہیں محمد ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عَنْ ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا تعجبون کیف یصرف الله عنّی شتم قریش و لعنهم یشتمون مذمما و یلعنون مذمما وانا محمد۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس پر تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے قریش کے سب و شتم کو کس طرح دُور کر دیا۔ وہ مذمّم کو بُرا کہتے ہیں اور مذمّم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔

ایک دفعہ میں نے تقریر میں آپ کے مطلقاً حسن اور کمال ہونے میں آپ کے محمد ہونے سے استدلال کیا اور کہا کہ آپ کا محمد ہونا اس کو مستلزم ہے کہ آپ میں کسی وجہ سے نقص اور عیب نہ ہو، اس پر ایک شخص نے یہ اعتراض کیا کہ تبلاؤ غیر کا محتاج ہونا حسن ہے یا عیب! اگر یہ حسن ہو تو تمام محاسن اور کمالات کا جامع اللہ تعالیٰ ہے پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے اور اگر یہ عیب ہو تو آپ میں یہ عیب ثابت ہو گیا کہ آپ اپنے غیر کے محتاج ہیں کیونکہ آپ بہر حال اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں، میں نے کہا یہ آپ کے لیے کمال ہے اور اللہ کے لیے نقص ہے جیسے عبادت کمال ہے مگر یہ مخلوق کے لیے کمال ہے اللہ کے لیے عبادت کرنا نقص اور عیب ہے، بعض چیزیں حسن لذاتہ اور قبیح لغیرہ ہوتی اور بعض چیزیں قبیح لذاتہ اور حسن لغیرہ ہوتی ہیں، غیر کا محتاج ہونا قبیح لذاتہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے اور حسن لغیرہ ہے کیونکہ بندہ کا یہ کمال ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو اس لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے مولیٰ کا محتاج ہونا آپ کا حسن اور کمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ آپ ازلاً ابداً محمد ہیں سارے ہوئے اور تعریف کیے ہوئے ہیں اور تعریف ہمیشہ حسن اور کمال پر ہوتی ہے اس لیے آپ ہمیشہ سے حسن اور کمال ہیں بلکہ تمام محاسن اور کمالات کی اصل ہیں، حسن اور کمال وہی ہے جو آپ میں ہے اور جو چیز آپ میں نہیں ہے وہ حسن ہے نہ کمال۔ باقی انبیاء اور رسل اپنی عظمت میں کسی خیر اور نیکی کے حصول کے تابع تھے یہاں معاملہ الٹ ہے، یہاں خیر اور نیکی اپنے خیر اور نیکی ہونے میں آپ کی طرف نسبت کے تابع ہے جس کو آپ نے کر لیا وہ خوب ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

جس سے آپ نے منع کر دیا وہ ناخوب ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک "احمد" کی تشریح

علامہ مناوی لکھتے ہیں:
"احمد" اسم تفضیل کا صیغہ ہے، جس کا معنی اس انتہا پر پہنچنا ہے جس کے بعد کوئی انتہا نہ ہو، اس کا معنی ہے تمام حمد کرنے والوں سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوگا اور میدان حشر میں آپ ہی کی حمد مشہور ہوگی، اور مقام محمود پر آپ ہی ہوں گے۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:
قیامت کے دن آپ کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ایسے کلمات عطا ہوں گے جو آپ سے پہلے کسی کو نہ ملے ہوں گے آپ ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور آپ کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جائے گا، جب تک آپ اپنے رب کی حمد کر کے احمد نہیں ہو گئے، اس وقت تک محمد نہیں ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی: "اے اللہ مجھے امت احمد میں کر دے" حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اپنے بعد میں آنے والے کو رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا، کیونکہ آپ نے تمام لوگوں سے پہلے اللہ کی حمد کی تھی۔ [2]

بَابُ ۸۳۳ عِلْمِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللّٰهِ تَعَالٰى وَشِدَّةِ خَشْيَتِهِ

اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ علم اور سب سے زیادہ خوف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے

۵۹۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَنَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا فَتَرَخَّصَ فِيهِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِهِ فَكَأَنَّهُمْ كَرِهُوهُ وَتَنَزَّهُوا عَنْهُ فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ بَلَغَهُمْ عَنِّي أَمْرٌ تَرَخَّصْتُ فِيهِ فَكَرِهُوهُ وَتَنَزَّهُوا عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْيَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا اور اس کو جائز قرار دیا، آپ کے اصحاب میں سے بعض کو یہ خبر پہنچی، انھوں نے گویا کہ اس کام کو ناپسند کیا، اور اس کام سے پرہیز کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہے جن کو یہ خبر ملی کہ میں نے ایک کام کو جائز قرار دیا ہے، انھوں نے اس کام کو ناپسند کیا اور اس کام سے پرہیز کیا، بہ خدا! میں ان سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور ان سب سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔

۵۹۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

---

[1] علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۳۱ھ، شرح الشمائل علی ہامش جمع الوسائل، ج ۲ ص ۲۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، جمع الوسائل ج ۲ ص ۲۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

حَفْصٌ (یَعْنِی ابْنَ غِیَاثٍ) ح وَحَدَّثَنَاہُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِیسَی بْنُ یُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِیرٍ نَحْوَ حَدِیثِهِ۔

۵۹۹۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَیْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِیَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَخَّصَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی أَمْرٍ فَتَنَزَّهَ عَنْهُ نَاسٌ مِنَ النَّاسِ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَغَضِبَ حَتّٰی بَانَ الْغَضَبُ فِی وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ یَرْغَبُونَ عَمَّا رُخِّصَ لِی فِیهِ فَوَاللّٰهِ لَأَنَا أَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ وَأَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْیَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کی رخصت دی، بعض لوگوں نے اس کام سے پرہیز کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو آپ ناراض ہوئے حتی کہ آپ کے چہرہ انور پر غضب کے آثار ظاہر ہوئے، پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ان چیزوں سے اعراض کرتے ہیں جن میں مجھے رخصت دی گئی ہے، بہ خدا! مجھے ان سب سے زیادہ اللہ کا علم ہے اور میں ان سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

دین میں سہولت اور رخصت کے پسندیدہ ہونے کا بیان

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عائشہ کا اشارہ ان بعض صحابہ کی طرف ہو جنہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو کم سمجھا تھا، ان میں سے ایک نے کہا میں نماز پڑھوں گا اور نیند نہیں کروں گا، دوسرے نے کہا میں روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، اور تیسرے نے کہا میں عورتوں سے اجتناب کروں گا، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں، جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرے طریقہ (کاملہ) پر نہیں ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے! اور کہنے والوں کا نام نہیں لیا اور ان کی تعیین نہیں کی، اس قول سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حسن معاشرت اور امت پر آپ کی شفقت ظاہر ہوتی ہے، آپ کسی کو عیب کے ساتھ نشان زد نہیں کرتے تھے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رخصت پر عمل کرنا پسندیدہ تھا، اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جس طرح عزیمت پر عمل کرنا پسند ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو رخصت پر عمل کرنا پسند ہے، اس حدیث میں دین میں شدت اور سختی کی ممانعت ہے کیونکہ شریعت سہل اور آسان ہے

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صغائر اور مکروہات سے مجتنب ہونے کا بیان

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم اور خدا خوفی کا ذکر کیا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت انسان اپنی تعریف کرسکتا ہے، بہ شرطیکہ اس میں تکبر اور فخر نہ ہو اور اس تعریف سے کسی کو نامدہ پہنچے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صالحین اور علماء کے دلوں میں عام لوگوں اور گنہ گاروں سے زیادہ خدا کا ڈر اور خوف ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء اس سے ڈرتے ہیں اور رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت عبادت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور مکروہات کا ارتکاب نہیں کرتے اور کسی غلط کام پر برقرار نہیں رہتے، اور جب وہ کسی کام کو دیکھ کر اس کام کو برقرار رکھیں تو وہ اس کی اباحت کی دلیل ہوتا ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہر فعل کی اقتداء کرتے تھے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کا حکم

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کے حکم کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ عام طبعی اور جبلی افعال میں آپ کی اقتداء مباح ہے مثلاً کھڑے ہونے، بیٹھنے، کھانے اور پینے میں، جو افعال آپ کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں اتباع کرنا ممنوع ہے مثلاً وصال کے روزے، حالت جنابت میں مسجد میں جانا، نیند سے اٹھ کر وضو کیے بغیر نماز پڑھنا، بیک وقت چار سے زیادہ شادیاں کرنا وغیرہ، جن افعال کے ذریعہ آپ نے کسی مطلق حکم کا بیان کیا ہو ان میں آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے، جیسے آپ نے فرمایا جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو اس طرح نماز پڑھو یا جیسے آپ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور پہنچے سے اس کا ہاتھ کاٹا، اور جن افعال سے آپ نے کسی کام کے وجوب، استحباب یا اباحت کو بتایا ہو ان افعال کو اسی تفصیل سے کیا جائے گا، آپ کے جن افعال کی صفت معلوم نہ ہو ان میں اختلاف ہے، امام مالک نے کہا اگر وہ بطور عبادت نہ ہوں تو مباح ہیں، امام شافعی نے کہا اگر وہ عبادت کے قبیل سے ہوں تو مستحب ہیں، امام ابوحنیفہ نے کہا وہ واجب ہیں اور بعض علماء نے ان میں توقف کیا۔ [1]

بَابُ ۸۳۴ وُجُوبِ اتِّبَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب

۵۹۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ایک انصاری اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حرۂ مدینہ کے پانی میں جھگڑا ہوا جہاں سے کھجور کے درختوں کو پانی دیتے تھے انصاری نے کہا پانی کو چھوڑ دو تاکہ وہ بہتا رہے، حضرت زبیر نے انکار کیا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زبیر تم زمین کو پانی دو، پھر پانی اپنے پڑوسی کی طرف چھوڑ دو، انصاری غضب ناک ہوا، اور کہا یا رسول اللہ! یہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ اس لیے ان

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۴۶، ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فَغَضِبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنْ کَانَ ابْنَ عَمَّتِکَ فَتَلَوَّنَ وَجْہُ نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ یَا زُبَیْرُ اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَی الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَیْرُ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَحْسِبُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ ذٰلِکَ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا۔

کی طرف داری کی ہے) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا، آپ نے فرمایا: اے زبیر! تم پانی دو، پھر پانی کو روک لو، حتیٰ کہ وہ منڈیر سے پھر واپس ہو جائے، حضرت زبیر نے کہا بہ خدا میرا گمان ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے: (ترجمہ) آپ کے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ مان لیں، پھر آپ کے فیصلہ کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس فیصلہ کو پوری طرح تسلیم کر لیں۔

حجیت حدیث

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ داؤدی نے کہا ہے کہ وہ شخص نسباً انصاری تھا، دیناً انصاری نہیں تھا بلکہ منافق تھا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جو پانی حرہ مدینہ میں آتا تھا وہ پہلے حضرت زبیر کی طرف آتا تھا وہ بہ قدر ضرورت پانی لے کر اس انصاری کی طرف پانی چھوڑ دیتے تھے، انصاری نے یہ کہا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے سے پہلے اس کی طرف پانی چھوڑ دیں، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے حضرت زبیر سے فرمایا تم اپنی ضرورت پوری کر کے اس کی طرف جلدی پانی چھوڑ دو، انصاری اس پر غضب ناک ہوا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ حضرت زبیر پانی کو روکے بغیر اس کو پانی دیں، تب اس نے یہ کہا کہ آپ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ حضرت زبیر آپ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر اب کوئی شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم پر اعتراض کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس منافق کو قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا تھا کہ کہیں کفار یہ نہ کہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں اور اس سے تبلیغ اسلام میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔[1]

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظاہراً اور باطناً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ کے فیصلہ کے خلاف دل میں بھی ناگواری نہ آنے، نیز اس آیت میں حجیت حدیث پر بھی دلیل ہے کیونکہ اس آیت کے اعتبار سے آپ کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے، صحابہ کرام کے لیے آپ کے احکام کا مرجع آپ کی ذات مقدسہ تھی، اور بعد کے مسلمانوں کے لیے آپ کے احکام کا ماخذ اور مرجع کتب احادیث ہیں، اگر یہ کتب احادیث حجت نہ ہوں تو پھر بعد کے مسلمانوں کے لیے آپ کے احکام پر عمل کرنے کی کوئی سبیل نہیں ہو گی اور اللہ تعالیٰ کی بندوں پر حجت تمام نہیں ہو گی۔

باب ۸۲۵ کَرَاھَۃِ اِکْثَارِ السُّؤَالِ مِنْ غَیْرِ ضَرُوْرَۃٍ — بلا ضرورت زیادہ سوال کرنے کی کراہت

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۴۷-۱۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۵۹۹۲۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَا كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوهُ وَمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ فَافْعَلُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَثْرَةُ مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافُهُمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کام سے میں تم کو روکوں اس سے اجتناب کرو اور جس کام کا تم کو حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

۵۹۹۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ وَهُوَ مَنْصُورُ بْنُ سَلَمَةَ الْخُزَاعِيُّ أَخْبَرَنَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ سَوَاءً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۵۹۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُلُّهُمْ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَرُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ مَا تَرَكْتُكُمْ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ثُمَّ ذَكَرُوا نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ۔

امام مسلم نے چھ سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز کو میں چھوڑ دوں تم بھی اس کو چھوڑ دو (یعنی جس چیز کو میں بیان نہ کروں تم بھی اس کے متعلق سوال نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

۵۹۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُحَرَّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَحُرِّمَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے زیادہ جرم اس مسلمان کا ہے جس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی اور اس کے سوال کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔

۵۹۹۶ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ (وَاللَّفْظُ لَهُ كَمَا أَحْفَظُهُ) بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الزُّهْرِيُّ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ أَمْرٍ لَمْ يُحَرَّمْ فَحُرِّمَ عَلَى النَّاسِ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے زیادہ جرم اس مسلمان کا ہے جس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانوں پر حرام نہیں تھی، پھر اس کے سوال کی وجہ سے وہ لوگوں پر حرام کر دی گئی۔

۵۹۹۷ - وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ رَجُلٌ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ وَنَقَّرَ عَنْهُ وَقَالَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَعْدًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۵۹۹۸ - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ السُّلَمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ اللُّؤْلُؤِيُّ وَاللَّفْظُ لَهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالَ مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَصْحَابِهِ شَيْءٌ فَخَطَبَ فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب سے کوئی (ناگوار) خبر پہنچی، آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا: مجھ پر جنت اور دوزخ پیش کی گئی، میں نے آج کی طرح خیر اور شر کبھی نہیں دیکھی اگر تم ان چیزوں کو جان لو جن کو میں جانتا ہوں تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر اس سے زیادہ کوئی سخت دن نہیں تھا وہ سب سر جھکا کر بیٹھ گئے اور ان پر گریہ طاری ہو گیا، پھر حضرت

وَالشَّرِّ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا قَالَ فَمَا اَتٰى عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمٌ اَشَدُّ مِنْهُ قَالَ غَطَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَلَهُمْ خَنِيْنٌ قَالَ فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا قَالَ فَقَامَ ذَاكَ الرَّجُلُ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ فُلَانٌ فَنَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔

عمر کھڑے ہو کر کہنے لگے، ہم اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد کو نبی مان کر راضی ہو گئے، پھر وہ شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان والو! ان اشیاء کے متعلق مت سوال کرو جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوگا۔

۵۹۹۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِيْ مُوْسَى بْنُ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ فُلَانٌ وَنَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ تَمَامَ الْاٰيَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ فلاں ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! ان اشیاء کے متعلق سوال مت کرو جو اگر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوگا۔

۶۰۰۰ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَنْبَاَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِيْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى لَهُمُ الظُّهْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ اَنَّ قَبْلَهَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّسْاَلَنِيْ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْاَلْنِيْ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ لَا تَسْاَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُكُمْ بِهٖ مَا دُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا قَالَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَاَكْثَرَ النَّاسُ الْبُكَآءَ حِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلَ سَلُوْنِيْ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج ڈھلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور انہیں ظہر کی نماز پڑھائی، جب آپ نے سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر کیا اور یہ بتلایا کہ اس سے پہلے بہت بڑے بڑے امور ظاہر ہوں گے، پھر فرمایا جو شخص ان کے متعلق مجھ سے سوال کرنا چاہتا ہو وہ سوال کرے، بخدا میں جب تک اس جگہ کھڑا ہوں تم جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا، حضرت انس بن مالک کہتے ہیں جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تو انھوں نے بہت رونا شروع کر دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہ کہتے تھے کہ مجھ سے سوال کرو، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَلَمَّا اَكْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَنْ يَقُوْلَ سَلُوْنِيْ بَرَكَ عُمَرُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِيْ عُرْضِ هٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ۔ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَتْ اُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ حُذَافَةَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ مَا سَمِعْتُ بِابْنٍ قَطُّ اَعَقَّ مِنْكَ اَاَمِنْتَ اَنْ تَكُوْنَ اُمُّكَ قَدْ قَارَفَتْ بَعْضَ مَا تُقَارِفُ نِسَاءُ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَفْضَحَهَا عَلٰى اَعْيُنِ النَّاسِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ وَاللّٰهِ لَوْ اَلْحَقَنِيْ بِعَبْدٍ اَسْوَدَ لَلَحِقْتُهٗ

ہی ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ کہا کہ مجھ سے سوال کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا: ہم اللہ کو رب، اسلام کو دین، اور محمد کو رسول مان کر راضی ہیں، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے، مجھ پر ابھی جنت اور دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں پیش کی گئی تھیں، میں نے آج کی طرح خیر اور شر نہیں دیکھی، ابن شہاب کہتے ہیں کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ نے کہا کہ عبد اللہ بن حذافہ کی والدہ نے ان سے کہا: تم جیسا نافرمان بیٹا میں نے کبھی نہیں سنا، کیا تم اس بات سے مامون تھے کہ تمہاری ماں نے بھی وہ کام کیا ہوگا جو زمانہ جاہلیت کی عورتیں کرتی تھیں، اور پھر تم اپنی ماں کو رسوا کرتے! حضرت عبد اللہ بن حذافہ نے کہا بخدا اگر حضور میرا نسب کسی حبشی غلام سے بھی بیان کرتے تو میں اس سے منسوب ہو جاتا۔

۶۰۰۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَحَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ مَعَهٗ غَيْرَ اَنَّ شُعَيْبًا قَالَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُذَافَةَ قَالَتْ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۶۰۰۲۔ حَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادٍ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّاسَ سَاَلُوْا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَحْفُوْهُ بِالْمَسْاَلَةِ فَخَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ فَصَعِدَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوالات کیے حتیٰ کہ آپ ان کے سوالات سے تنگ آ گئے، پھر ایک دن آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا اب مجھ سے سوال

الْمِنْبَرَ فَقَالَ سَلُوْنِيْ لَا تَسْأَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا بَيَّنْتُهُ لَكُمْ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ الْقَوْمُ اَرَمُّوْا وَرَهِبُوْا اَنْ يَّكُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ اَمْرٍ قَدْ حَضَرَ قَالَ اَنَسٌ فَجَعَلْتُ اَلْتَفِتُ يَمِيْنًا وَشِمَالًا فَاِذَا كُلُّ رَجُلٍ لَافٌّ رَأْسَهُ فِيْ ثَوْبِهٖ يَبْكِيْ فَاَنْشَأَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ كَانَ يُلَاحٰى فَيُدْعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ اَنْشَأَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا عَآئِذًا بِاللّٰهِ مِنْ سُوْءِ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ قَطُّ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ اِنِّيْ صُوِّرَتْ لِيَ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَرَاَيْتُهُمَا دُوْنَ هٰذَا الْحَآئِطِ ۔

کرو، تم مجھ سے جس چیز کا بھی سوال کرو گے، میں تم کو اس کا جواب دوں گا، جب لوگوں نے یہ سنا تو خاموش ہو گئے اور اس سے خوفزدہ ہوئے کہ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو ہر شخص کپڑے میں منہ لپیٹ کر رو رہا تھا پھر مسجد سے وہ شخص اٹھا جس کو جھگڑے کے وقت اس کے باپ کے غیر کی طرف منسوب کیا جاتا تھا (یعنی نسب کا طعنہ دیا جاتا تھا) اس نے کہا یا نبی اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہی ہے، پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا ہم اللہ کو رب مان کر، اسلام کو دین مان کر اور محمد کو رسول مان کر راضی ہیں، درآں حالیکہ ہم برے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے والے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج کی طرح کبھی خیر اور شر کو نہیں دیکھا، میرے سامنے اس دیوار کے قریب جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی۔

۶۰۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ قَالَا جَمِيْعًا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ بِهٰذِهِ الْقِصَّةِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں۔

۶۰۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَشْيَآءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا اُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ سَلُوْنِيْ عَمَّا شِئْتُمْ فَقَالَ رَجُلٌ مَنْ اَبِيْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ مَنْ اَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰى شَيْبَةَ فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے متعلق سوال کیے گئے، جو آپ کو ناگوار ہوئے، جب زیادہ سوال کیے گئے تو آپ غصہ میں آ گئے، پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا: جس چیز کے متعلق چاہو مجھ سے سوال کرو، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہی ہے، دوسرے شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا آزاد کردہ

مَا فِیْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَضَبِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ كُرَيْبٍ قَالَ مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ۔

غلام سالم ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غصے کے آثار کو پہچانا تو کہا یا رسول اللہ! ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں! ابو کریب کی روایت میں ہے: اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ شیبہ کا غلام سالم ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سوال کرنے کی ممانعت کی وجوہات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو زیادہ سوال کرنے اور جو چیز در پیش نہ ہو اس میں ابتداءً سوال کرنے سے منع فرمایا، اس ممانعت کے کئی اسباب ہیں:

۱۔ بعض اوقات سوال کرنے سے کوئی چیز مسلمانوں پر حرام ہو جاتی ہے، اس وجہ سے مسلمانوں کو مشقت ہوتی ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سے اس شخص کا جرم سب سے زیادہ ہے جس کے سوال کی وجہ سے کوئی ایسی چیز مسلمانوں پر حرام کر دی گئی جو پہلے حرام نہیں تھی۔

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سوال کے جواب میں کوئی ایسی چیز بیان کی جائے جو سائل کو ناپسند ہو یا اس کو تکلیف ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

۳۔ بعض اوقات زیادہ سوالات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم تنگ آجاتے تھے اور آپ کو اذیت ہوتی تھی، اور قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذابا مھینا۔ (احزاب: ۵۷)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا کہ سوال سے ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو بلا ضرورت یا ضد اور ہٹ دھرمی سے سوال کرے، لیکن جس شخص کو کوئی مسئلہ در پیش ہو اس کا سوال کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون "اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے سوال کرو" صاحب تحریر نے کہا اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس سے دوسرے مسلمانوں کو ضرر پہنچے تو وہ گنہ گار ہوگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مجھ سے جو چاہو سوال کرو" کی تشریح

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا: جس چیز کے متعلق چاہو مجھ سے اس جگہ سوال کرو"، اس کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اس وقت وحی کی گئی تھی، ورنہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیب کی باتوں کو نہیں جانتے تھے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بظاہر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غصہ میں کہا تھا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ کثرت سوالات سے ناراض ہوئے، آپ نے صحابہ سے فرمایا مجھ سے سوال کرو،

حالانکہ آپ کو پسند یہ تھا کہ وہ آپ سے سوالات نہ کرتے، لیکن جب آپ نے سوال کرنے میں ان کی حرص دیکھی تو آپ نے فرمایا مجھ سے سوال کرو۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی نے جو فرمایا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے غلام کے ساتھ لاحق کرتے تو میں لاحق ہو جاتا، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا پھر انھوں نے یہ کیوں کہا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت انھیں یہ مسئلہ معلوم نہ ہو، دوسرا جواب یہ ہے کہ وطی بالشبہۃ سے نسب ثابت ہو جاتا ہے اور ہو سکتا ہے ان کی یہی مراد ہو۔ [1]

آپ کو جنت اور دوزخ حقیقۃً دکھانے اور ان کی تصویر دکھانے کے الگ الگ محمل

علامہ وشتانی ابی مالکی

لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا کہ احادیث کسوف کی ظاہر عبارت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ آپ نے جنت اور دوزخ کو حقیقۃً دیکھا تھا کیونکہ آپ نے انگور کا خوشہ توڑنے کا قصد کیا اور جہنم کو دیکھ کر پیچھے ہٹے، تاکہ آپ کو اس سے کوئی ضرر نہ ہو اور اس موقع کی احادیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو اس دیوار میں جنت اور دوزخ کی تصویر دکھائی گئی تھی۔ [2]

بَابُ وُجُوْبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهٗ شَرْعًا دُوْنَ مَا ذَكَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا عَلٰى سَبِيْلِ الرَّأْيِ

احکام شرعیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کا وجوب اور احکام دنیویہ میں عمل کا اختیار

۶۰۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ الثَّقَفِيُّ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ وَهٰذَا حَدِيْثُ قُتَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ مَرَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْمٍ عَلٰى رُءُوْسِ النَّخْلِ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ فَقَالُوْا يُلَقِّحُوْنَهٗ يَجْعَلُوْنَ الذَّكَرَ فِي الْأُنْثٰى فَتَلْقَحُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظُنُّ يُغْنِيْ ذٰلِكَ شَيْئًا قَالَ فَأُخْبِرُوْا بِذٰلِكَ فَتَرَكُوْهُ فَأُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ

موسیٰ بن طلحہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرا کھجوروں کے پاس کچھ لوگوں پر گذر ہوا، آپ نے فرمایا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے کہا یہ لوگ کھجوروں میں قلم لگا رہے ہیں، یعنی نر کھجور کو مادہ کھجور کے ساتھ ملاتے ہیں جس سے وہ پھلدار ہو جاتی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گمان میں یہ عمل ان کو کسی چیز سے مستغنی نہیں کرے گا، جب ان صحابہ کو آپ کے اس ارشاد کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہ عمل ترک کر دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۳-۲۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۵۲-۱۵۱، دار الکتب العلمیہ بیروت

فَقَالَ إِنْ كَانَ يَنْفَعُهُمْ ذٰلِكَ فَلْيَصْنَعُوهُ فَإِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا فَخُذُوا بِهِ فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

نے فرمایا اگر ان کو اس میں فائدہ ہے تو کرتے رہیں، میں نے گمان کیا تھا تم اس گمان پر عمل مت کرو، البتہ جب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم بیان کروں تو اس پر عمل کرو، کیونکہ میں اللہ پر جھوٹ بولنے والا نہیں ہوں۔

۶۰۰۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الرُّومِيِّ الْيَمَامِيُّ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ (وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ) حَدَّثَنَا أَبُو النَّجَاشِيِّ حَدَّثَنِي رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ قَالَ قَدِمَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يَأْبُرُونَ النَّخْلَ يَقُولُونَ يُلَقِّحُونَ النَّخْلَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصْنَعُهُ قَالَ لَعَلَّكُمْ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا كَانَ خَيْرًا فَتَرَكُوهُ فَنَفَضَتْ أَوْ فَنَقَصَتْ قَالَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ قَالَ عِكْرِمَةُ نَحْوَ هٰذَا قَالَ الْمَعْقِرِيُّ فَنَفَضَتْ وَلَمْ يَشُكَّ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ میں تشریف لائے تو صحابہ کھجوروں میں قلم لگاتے تھے، آپ نے فرمایا یہ تم کیوں کرتے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اسی طرح کرتے ہیں، آپ نے فرمایا شاید تم نہ کرو تو اس میں زیادہ بہتری ہو، انھوں نے اس کو ترک کر دیا تو کھجوریں جھڑ گئیں یا کہا کم ہو گئیں، انھوں نے آپ سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا میں صرف بشر ہوں، جب میں تمہیں تمہارے دین کے متعلق کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو، اور جب میں تم کو اپنی رائے سے کوئی حکم دوں تو میں صرف بشر ہوں، عکرمہ کی روایت اسی طرح ہے اور معقری نے بغیر شک کے کہا کھجوریں جھڑ گئیں۔

۶۰۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَوْمٍ يُلَقِّحُونَ فَقَالَ لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلَحَ قَالَ فَخَرَجَ شِيصًا فَمَرَّ بِهِمْ فَقَالَ مَا لِنَخْلِكُمْ قَالُوا قُلْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کچھ لوگوں کے پاس سے گذر ہوا جو کھجوروں میں پیوند لگا رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر تم یہ نہ کرو تو اچھا ہوگا! اس کے بعد ردی کھجوریں پیدا ہوئیں پھر کچھ دنوں کے بعد آپ کا ان کے پاس سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا اب تمہاری کھجوروں کی کیا کیفیت ہے؟ انھوں نے کہا آپ نے اس اس طرح فرمایا تھا، آپ نے فرمایا تم اپنی دنیا کے معاملات کو زیادہ جانتے ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیوند کاری کے متعلق صحابہ سے فرمانا: دنیاوی معاملات کو تم زیادہ جانتے ہو!

تلقیح اور تابیر کا معنی ہے نر کھجور کے شگوفے کو مادہ کھجور میں داخل کرنا، یا نر کی قلم کو مادہ میں پیوند کرنا، جس درخت پر پہلے پھل لگے وہ نر ہے اور جس پر بعد میں پھل لگے وہ مادہ ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور معاش سے متعلق بغیر تشریع کے جو بات کہیں اس پر عمل کرنا واجب نہیں ہے، لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے بہ حیثیت تشریع کے جو کچھ فرمائیں اس پر عمل کرنا واجب ہے، اور آپ نے کھجور میں پیوند لگانے کے ترک کرنے کا جو حکم دیا تھا، وہ بہ حیثیت تشریع کے نہیں تھا، بہ طور مشورہ تھا، پیوند لگانے کو ترک کرنے سے کھجوروں کی پیداوار کم ہوئی اس پر آپ نے فرمایا "انتم اعلم بامور دنیاکم" اپنے دنیاوی امور کو تم ہی زیادہ جانتے ہو"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ اور فکر آخرت اور معارف الٰہیہ کی طرف مبذول رہتی تھی اور دنیا کی طرف زیادہ توجہ نہ کرنا کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دنیاوی امور کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ [2]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو کھجور کے درختوں میں پیوند لگاتے ہوئے دیکھا، آپ نے فرمایا کاش تم یہ طریقہ ترک کر دو۔ انصار نے اس کو ترک کر دیا، پھر کوئی پیداوار نہیں ہوئی یا ردی کھجوریں پیدا ہوئیں، تب آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ اپنے گمان سے کہا تھا وحی سے نہیں کہا تھا، اور شیخ سیدی محمد سنوسی نے کہا ہے کہ آپ صحابہ کو توکل کرنے پر برانگیختہ کرنا چاہتے تھے، جب انھوں نے آپ کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی معاملات کو خود ہی زیادہ جانتے ہو، اور اگر وہ آپ کے کہنے پر عمل کرتے اور ایک یا دو سال تک نقصان برداشت کرتے تو وہ اس مشقت سے بچ جاتے، یہ جواب انتہائی لطیف ہے۔ [3] سیدی غوث عبدالعزیز دباغ رحمہ اللہ کے جواب کا بھی یہی خلاصہ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نزول وحی کے بغیر محض اپنے اجتہاد سے لوگوں کو اس بناء پر پیوند لگانے سے منع فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت کا عمل ہے اور اس کی پھلوں کے کم یا زیادہ ہونے میں کوئی تاثیر اور معقول وجہ نہیں ہے اور آپ نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ اس عمل سے پھل زیادہ

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۱ ص ۴۲۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] - " " ، شرح الشفاء ج ۴ ص ۲۲۳ علی ہامش نسیم الریاض مطبوعہ دار الفکر بیروت

کر دیتا ہے، آپ نے ان کو منع تو کیا تھا مگر سختی سے منع نہیں کیا تھا بلکہ یہ فرمایا تھا کہ اگر تم پیوند نہ کرو تو بہتر ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح کے دنیاوی معاملات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس عمل کے کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ کوئی اخروی سعادت متعلق نہیں تھی، لیکن جب آپ نے اس طرف توجہ کی کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے مطابق اس عمل کی تاثیر ہوتی ہے تو پھر آپ نے اس پر سکوت فرمایا اور بعض روایات میں جو ہے کہ "دنیاوی امور کو تم ہی زیادہ جانتے ہو" اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ان دنیاوی امور کی طرف توجہ نہیں کرتا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیوند کرنے والے انصار مدینہ سے آپ کا علم معاذ اللہ کم تھا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا اور آخرت کے تمام معاملات کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ [1]

باب ۸۲۷ فَضْلِ النَّظْرِ اِلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَمَنِّيْهِ!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور اس کی تمنا کرنے کی فضیلت

۶۰۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ فِيْ يَدِهٖ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اَحَدِكُمْ يَوْمٌ وَلَا يَرَانِيْ ثُمَّ لَاَنْ يَرَانِيْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ مَعَهُمْ قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ الْمَعْنٰى فِيْهِ عِنْدِيْ لَاَنْ يَرَانِيْ مَعَهُمْ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَهُوَ عِنْدِيْ مُقَدَّمٌ وَمُؤَخَّرٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے! تم لوگوں پر ایک دن ضرور ایسا آئے گا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے، اور میری زیارت کرنا، تم لوگوں کے نزدیک اہل اور مال سے زیادہ محبوب ہوگا، ابو اسحاق نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے کسی کا اہل اور مال کے ساتھ میری زیارت کرنا اپنے اہل اور مال سے زیادہ عزیز ہوگا، میرے نزدیک اس حدیث کے الفاظ میں تقدیم اور تاخیر ہے۔

ف: علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مقصود سفر اور حضر میں صحابہ کرام کو آپ کی مجلس میں حاضر ہونے پر ابھارنا ہے تاکہ وہ شریعت کو حاصل کریں اور بعد والوں تک پہنچائیں اور یہ خبر دینا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس تک آنے میں انھوں نے جو تقصیر کی ہے عنقریب ان کو اس پر ندامت ہوگی، علامہ خطابی نے کہا اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم وصال فرما جائیں گے تو صحابہ کا حال متغیر ہو جائے گا، ان میں اختلاف ہوگا اور فتنے ہوں گے، وہ کہیں گے کاش ان کے اہل وعیال اور سارا متاع ان سے لے لیا جائے اور ایک لحظہ کے لیے آپ کی زیارت ہو جائے اور آپ کے وصال کے بعد ایسا ہی ہوا، صحابہ کی آراء مختلف ہو گئیں اور لوگوں کی خواہشات ٹوٹ پڑیں اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تدارک

---

[1] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات (مترجم) ج ۱ ص ۴۳۲، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور، ۱۴۰۱ھ

نہ کرتے تو قریب تھا کہ سارا نظام درہم برہم ہو جاتا، حتیٰ کہ بعض صحابہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد ہم خود اپنے آپ کو اجنبی لگتے تھے۔

بَابُ ۸۳۸ فَضَائِلِ عِيسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل

۶۰۰۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ الْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوسروں کی بہ نسبت حضرت ابن مریم کے زیادہ قریب ہوں، تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں (یعنی ان کے عقائد ایک ہیں) اور میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

۶۰۱۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ وَعُمَرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى الْأَنْبِيَاءُ أَبْنَاءُ عَلَّاتٍ وَلَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَ عِيسَى نَبِيٌّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوسروں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰ کے زیادہ قریب ہوں تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں اور میرے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

۶۰۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى بْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ قَالُوا كَيْفَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ فَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس طرح؟ آپ نے فرمایا: انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں (فروعی احکام) الگ الگ ہیں اور ان کا دین واحد ہے اور ہمارے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔

۶۰۱۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُولَدُ إِلَّا نَخَسَهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے شیطان اس کے کچوکا لگاتا ہے، ماسوا حضرت ابن مریم اور ان کی ماں کے، حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو

الشَّيْطَانُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ نَخْسَةِ الشَّيْطَانِ إِلَّا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ ثُمَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔

یہ آیت پڑھو! (ترجمہ:) میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

۶۰۱۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ لَا يَمَسُّهُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهِلُّ صَارِخًا مِنْ مَسَّةِ الشَّيْطَانِ إِيَّاهُ وَفِي حَدِيثِ شُعَيْبٍ مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ زہری کی سند میں ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان کے کچوکا لگانے سے وہ چیخ مار کر روتا ہے، اور شعیب کی روایت میں ہے: شیطان کے چھوتے سے۔

۶۰۱۴۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ سُلَيْمًا مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ بَنِي آدَمَ يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بنی آدم کو اس کی پیدائش کے دن شیطان چھوتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

۶۰۱۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَاحُ الْمَوْلُودِ حِينَ يَقَعُ نَزْغَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ولادت کے وقت بچہ کا رونا شیطان کے کچوکے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

۶۰۱۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَجُلًا يَسْرِقُ فَقَالَ لَهُ عِيسَى سَرَقْتَ قَالَ كَلَّا وَالَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَقَالَ عِيسَى آمَنْتُ بِاللهِ وَكَذَّبْتُ نَفْسِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے دیکھا، حضرت عیسیٰ نے اس سے کہا: تو چوری کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! حضرت عیسیٰ نے کہا میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیتا ہوں۔

باب ۸۳۹ مِنْ فَضَائِلِ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فضائل

۶۰۱۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْمُخْتَارِ ح وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ أَخْبَرَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ فُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا یا خیر البریۃ! آپ نے فرمایا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، (یعنی یہ ان کا لقب ہے)۔

۶۰۱۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ مُخْتَارَ بْنَ فُلْفُلٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ، اس کے بعد اس کی مثل ہے۔

۶۰۱۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْمُخْتَارِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۲۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِينَ سَنَةً بِالْقَدُومِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم نبی علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں قدوم میں ختنہ کیا۔

۶۰۲۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي وَيَرْحَمُ اللَّهُ لُوطًا لَقَدْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم حضرت ابراہیم کی بہ نسبت شک کرنے کے زیادہ حقدار تھے جب انھوں نے یہ کہا تھا کہ "اے میرے رب مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے"، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہارا اس پر ایمان نہیں ہے؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں! لیکن تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم

كَانَ يَأْوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُولَ لَبْثِ يُوسُفَ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔

فرمائے وہ ایک مضبوط قلعہ کی پناہ چاہتے تھے، اور اگر میں حضرت یوسف جتنی لمبی قید کاٹتا تو بلانے والے کے ساتھ فوراً چلا جاتا۔

۶۰۲۲۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ وَأَبَا عُبَيْدٍ أَخْبَرَاهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی۔

۶۰۲۳۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْفِرُ اللَّهُ لِلُوطٍ إِنَّهُ أَوَى إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے انھوں نے مضبوط قلعہ کی پناہ طلب کی۔

۶۰۲۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكْذِبْ إِبْرَاهِيمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَطُّ إِلَّا ثَلَاثَ كَذَبَاتٍ ثِنْتَيْنِ فِي ذَاتِ اللَّهِ قَوْلُهُ إِنِّي سَقِيمٌ وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا وَوَاحِدَةً فِي شَأْنِ سَارَةَ فَإِنَّهُ قَدِمَ أَرْضَ جَبَّارٍ وَمَعَهُ سَارَةُ وَكَانَتْ أَحْسَنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهَا إِنَّ هَذَا الْجَبَّارَ إِنْ يَعْلَمْ أَنَّكِ امْرَأَتِي يَغْلِبْنِي عَلَيْكِ فَإِنْ سَأَلَكِ فَأَخْبِرِيهِ أَنَّكِ أُخْتِي فَإِنَّكِ أُخْتِي فِي الْإِسْلَامِ فَإِنِّي لَا أَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ مُسْلِمًا غَيْرِي وَغَيْرَكِ فَلَمَّا دَخَلَ أَرْضَهُ رَآهَا بَعْضُ أَهْلِ الْجَبَّارِ أَتَاهُ فَقَالَ لَهُ لَقَدْ قَدِمَ أَرْضَكَ امْرَأَةٌ لَا يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَكُونَ إِلَّا لَكَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأُتِيَ بِهَا فَقَامَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ لَمْ يَتَمَالَكْ أَنْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَيْهَا فَقُبِضَتْ يَدُهُ قَبْضَةً شَدِيدَةً فَقَالَ لَهَا ادْعِي اللَّهَ أَنْ يُطْلِقَ يَدِي وَلَا أَضُرُّكِ فَفَعَلَتْ ثُمَّ عَادَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم نے تین (ظاہری) جھوٹ کے سوا جھوٹ نہیں بولا، دو جھوٹ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے تھے ان کا قول "میں بیمار ہوں" اور ان کا قول "بلکہ اسی نے کیا ہے ان کا بڑا یہ ہے"، اور ایک حضرت سارہ کے بارے میں، کیونکہ وہ حضرت سارہ کے ساتھ ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے وہ بہت خوبصورت تھیں، حضرت ابراہیم نے ان سے کہا اس ظالم بادشاہ کو اگر معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تم کو مجھ سے چھین لے گا، تم اس کو یہ بتانا کہ تم میری بہن ہو، کیونکہ تم دین اسلام کے لحاظ سے میری بہن ہو، کیونکہ اب میرے علم کے مطابق روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مسلمان نہیں ہے، جب حضرت ابراہیم اس ملک میں داخل ہوئے تو اس بادشاہ کے بعض کارندوں نے حضرت سارہ کو دیکھ لیا، انھوں نے اس بادشاہ سے کہا تمہاری زمین پر ایک ایسی عورت آئی ہے جو تمہارے سوا کسی اور کے لائق نہیں ہے،

فَقُبِضَتْ اَشَدَّ مِنَ الْقَبْضَةِ الْاُوْلٰی فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَفَعَلَتْ فَعَادَ فَقُبِضَتْ اَشَدَّ مِنَ الْقَبْضَتَيْنِ الْاُوْلَيَيْنِ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ اَنْ يُطْلِقَ يَدِي فَلَكِ اللّٰهَ اَنْ لَا اَضُرَّكِ فَفَعَلَتْ وَاُطْلِقَتْ يَدُهٗ وَدَعَا الَّذِي جَاءَ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اِنَّكَ اِنَّمَا اَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ وَلَمْ تَاْتِنِي بِاِنْسَانٍ فَاَخْرِجْهَا مِنْ اَرْضِي وَاَعْطِهَا هَاجَرَ قَالَ فَاَقْبَلَتْ تَمْشِي فَلَمَّا رَاٰهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْصَرَفَ فَقَالَ لَهَا مَهْيَمْ قَالَتْ خَيْرًا كَفَّ اللّٰهُ يَدَ الْفَاجِرِ وَاَخْدَمَ خَادِمًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَتِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ۔

بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوا لیا، جب ان کو لے جایا گیا تو حضرت ابراہیم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے، جب حضرت سارہ اس کے پاس پہنچیں تو وہ ان کی طرف ہاتھ بڑھائے بغیر نہ رہ سکا، سو اس کے ہاتھ کو سختی سے جکڑ دیا گیا، اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ میرا ہاتھ ٹھیک کر دے میں تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا، حضرت سارہ نے دعا کی، اس نے دوبارہ ہاتھ بڑھایا، دوبارہ پہلے سے زیادہ سختی سے اس کا ہاتھ جکڑ لیا گیا، اس نے پھر دعا کی درخواست کی، حضرت سارہ نے دعا کی اس نے پھر ہاتھ بڑھایا، اس بار پہلی دو بار سے زیادہ سختی سے اس کا ہاتھ جکڑ لیا گیا، اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ میرا ہاتھ چھوڑ دے، بخدا میں پھر کبھی تم کو ضرر نہیں دوں گا، حضرت سارہ نے دعا کی، اس کا ہاتھ کھول دیا گیا۔ اس نے حضرت سارہ کو لانے والے کو بلایا اور کہا تم میرے پاس اس جننی کو لائے ہو کسی انسان کو نہیں لائے، اس کو میرے ملک سے نکال دو، اور ہاجرہ بھی ان کو دے دو، پھر حضرت سارہ لوٹ آئیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو دیکھا تو نماز سے فارغ ہوئے اور پوچھا کیا ہوا؟ حضرت سارہ نے کہا خیر ہے، اللہ تعالیٰ نے فاجر کے ہاتھ کو روک لیا، اور ایک خادمہ عطا کی، حضرت ابوہریرہ نے کہا اے بارش کی اولاد یہ تمہاری ماں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیر البریہ ہونے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۰۱۷ میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خیر البریہ کہا تو آپ نے فرمایا خیر البریہ (افضل المخلوقات) حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود خیر البریہ ہیں جیسا کہ آپ نے خود فرمایا "میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں" پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ خیر البریہ حضرت ابراہیم ہیں، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے اپنے افضل الخلق ہونے کے علم سے پہلے فرمایا، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ حضرت ابراہیم اپنے زمانہ کی مخلوقات سے افضل تھے، تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ کلمہ تواضعاً فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین (ظاہری) جھوٹ بولنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۰۲۷ میں ہے حضرت ابراہیم نے تین (ظاہری) جھوٹ کے سوا جھوٹ نہیں بولا۔

یہ تینوں باتیں بظاہر جھوٹ تھیں، حقیقت میں جھوٹ نہیں تھیں، کیونکہ "انی سقیم" سے آپ کی مراد یہ تھی کہ میں عنقریب بیمار ہوں گا، اور جب آپ نے تمام چھوٹے بت توڑ کر بت توڑنے کا اسناد بڑے بت کی طرف کیا اور فرمایا کبیرھم ھذا "ان کا بڑا یہ ہے" تو یہ اسناد مجاز عقلی ہے کیونکہ ان بتوں کو توڑنے کا سبب اس بڑے بت کو روا کرنا اور اس کی بے چارگی ظاہر کرنا تھا کہ اس کے سامنے یہ بت ٹوٹتے رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا، ... "یا بل فعلہ" کی ضمیر فاعل حقیقت میں حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے یعنی "اسی نے کیا ہے" اور ابہام یہ تھا کہ اس بڑے بت نے کیا ہے اس وجہ سے یہ جملہ بظاہر جھوٹ ہے حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔ اور حضرت سارہ کے متعلق جو یہ فرمایا کہ میری بہن ہے تو آپ نے خود وضاحت فرما دی تھی اس سے مراد دینی بہن ہے لہٰذا یہ جملہ بھی بہ ظاہر جھوٹ ہے حقیقت میں جھوٹ نہیں ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ علامہ مازری نے کہا ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ان میں ان سے کذب متصور نہیں ہے اور امور تبلیغیہ کے غیر میں ان سے کذب کے وقوع کے امکان اور عصمت میں سلف اور خلف کے دو قول مشہور ہیں، قاضی عیاض نے بھی کہا ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام سے کذب غیر متصور ہے۔

گناہوں پر قدرت انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے منافی نہیں ہے

امور تبلیغیہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کذب محال بالذات ہے اور عام گفتگو میں کذب اور جملہ معاصی ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہیں کیونکہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کذب کا صدور ممتنع بالذات ہو تو پھر آپ کے مکلف ہونے کا کوئی معنی نہیں ہوگا۔ کیونکہ کسی شخص کا مکلف ہونا تب ہی صحیح ہوگا جب وہ اس فعل کے کرنے اور نہ کرنے پر قادر ہو اور جب اس کو فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قدرت نہ ہو بلکہ اس سے طاعات کا صدور واجب بالذات ہو اور گناہوں کا صدور محال بالذات ہو تو پھر اس کو مکلف کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے اور عصمت کی تعریف یہ ہے کہ بندے کی قدرت اور اختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ اس میں گناہ پیدا نہ کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو اختیار کے باوجود بندے کو فعل خیر پر ابھارتا ہے اور شر سے روکتا ہے تاکہ تکلیف اور ابتلاء کا معنی باقی رہے، اسی وجہ سے شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا ہے کہ عصمت سے تکلیف زائل نہیں ہوتی اور جس شخص نے یہ کہا کہ عصمت کی بناء پر بندے سے گناہ کا صدور ممتنع ہوتا ہے اس کا قول فاسد ہے کیونکہ اگر گناہ ممتنع ہو تو پھر اس کو گناہ کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح ہوگا اور نہ وہ اس پر ثواب کا مستحق ہوگا (شرح عقائد نسفی ص ۱۵۰ ملخصا)

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممتنع بالذات ہے اور جب ان پر یہ اعتراض کیا گیا کہ پھر انبیاء علیہم السلام کو گناہوں کے ترک کرنے کا مکلف کرنا صحیح نہیں رہے گا تو انھوں نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں کے ترک کرنے کے مکلف نہیں ہیں وہ صرف امر کے مکلف ہوتے ہیں نہی کے

مکلف نہیں ہوتے، چنانچہ ان لوگوں نے اپنے فتاوی میں لکھا:

انبیاء کرام گناہ کبیرہ وصغیرہ پر ہرگز قادر نہیں، وہ ہستیاں گناہ کر سکتی ہی نہیں، گناہ کے معاملے میں انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل بے اختیار و بے قدرت ہیں، اسی لیے انبیاء کرام صرف امر میں مکلف ہوتے ہیں نہی میں مکلف نہیں ہوتے، قرآن پاک میں جتنی بھی نواہی اور ممانعتیں وارد ہوئی ہیں ان میں بعض اگرچہ ظاہراً انبیاء سے خطاب ہیں مگر حقیقۃً وہ تمام ممانعتیں عوام امت کو ہیں، ہاں امر میں انبیاء پاک مکلف ہوتے ہیں اور ان کو عبادات بلکہ ہر فعل پر یہاں تک کہ سونے جاگنے کھانے پینے پر ثواب ملتا ہے۔ (العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ گجرات ۱۳۹۶ھ)

اس عبارت میں ان صاحب نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام امر کے مکلف ہوتے ہیں اور امر کا مکلف ہونا تب ہی صحیح ہوگا جب انھیں عبادت کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہو اور ان کے لیے مثلاً نماز پڑھنا اور نہ پڑھنا ممکن ہو، تب ہی نماز پڑھنا باعث اجر و ثواب ہوگا، اور نماز نہ پڑھنا گناہ ہے اور نماز نہ پڑھنے پر قدرت گناہ پر قدرت ہے، لہٰذا ان صاحب نے جس اعتراض سے جان چھڑانے کے لیے انبیاء علیہم السلام کے نہی کے مکلف ہونے کا انکار کیا تھا وہ اعتراض بدستور ان کی گردن پر سوار ہے۔ اس لیے صحیح اور حق یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام گناہوں پر قدرت اور اختیار رکھنے کے باوجود خشیت الٰہی کی بناء پر گناہوں سے باز رہتے ہیں اور عبادات کو ترک کرنے کے اختیار کے باوجود اپنے اختیار سے عبادات کو انجام دیتے ہیں اور وہ امر اور نہی دونوں کے مکلف ہیں۔ واللہ یھدی الی الحق والصواب۔

عصمت انبیاء کی مکمل باحوالہ بحث کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۱۰ - ۲۰۷، ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۸۴۰ مِنْ فَضَائِلِ مُوسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فضائل

۶۰۲۵۔ حَدَّثَنِی مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ يَغْتَسِلُوْنَ عُرَاةً يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى سَوْاٰةِ بَعْضٍ وَكَانَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوْسٰى اَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهٗ اٰدَرُ قَالَ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ قَالَ فَجَمَعَ مُوْسٰى بِاَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ اِلٰى سَوْاٰةِ مُوْسٰى فَقَالُوْا وَاللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل ننگے غسل کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام علیحدگی میں غسل کرتے تھے، بنو اسرائیل کہنے لگے بہ خدا حضرت موسیٰ کو ہمارے ساتھ نہانے میں اس کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ ان کو فتق کی بیماری ہے (یعنی ان کے خصیے سوجے ہوئے ہیں) ایک دن حضرت موسیٰ غسل کر رہے تھے اور انھوں نے ایک پتھر پر کپڑے رکھے ہوئے تھے، اچانک پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا، حضرت موسیٰ اس پتھر کے پیچھے بھاگے اور کہتے تھے اے پتھر میرے کپڑے دے، اے پتھر میرے کپڑے دے، حتیٰ کہ بنو اسرائیل

مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ فَقَامَ الْحَجَرُ بَعْدُ حَتّٰى نُظِرَ اِلَيْهِ قَالَ فَاَخَذَ ثَوْبَهٗ فَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ وَ اللّٰهِ اِنَّهٗ بِالْحَجَرِ نَدَبٌ سِتَّةٌ اَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْحَجَرِ۔

نے حضرت موسیٰ کی شرمگاہ دیکھ لی، پس وہ کہنے لگے بخدا حضرت موسیٰ کو کوئی بیماری نہیں ہے، جب لوگ دیکھ چکے تو پتھر ٹھہر گیا حضرت موسیٰ نے اپنے کپڑے اٹھائے اور پتھر کو مارنا شروع کیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا بہ خدا حضرت موسیٰ کے مارنے سے اس پتھر پر چھ یا سات نشان پڑ گئے۔

۶۰۲۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّآءُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ اَنْبَاَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ رَجُلًا حَيِيًّا قَالَ فَكَانَ لَا يُرٰى مُتَجَرِّدًا قَالَ فَقَالَ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ اِنَّهٗ اٰدَرُ قَالَ فَاغْتَسَلَ عِنْدَ مُوَيْهٍ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَانْطَلَقَ الْحَجَرُ يَسْعٰى وَاتَّبَعَهٗ بِعَصَاهُ يَضْرِبُهٗ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ ثَوْبِيْ حَجَرُ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مَلَاٍ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ وَ نَزَلَتْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام باحیا مرد تھے، وہ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے، بنو اسرائیل نے کہا ان کو فتق کی بیماری ہے، ایک دن انھوں نے کسی پانی پر غسل کیا، اور ایک پتھر پر کپڑے رکھے، وہ پتھر دوڑتا ہوا نکل گیا، حضرت موسیٰ نے لاٹھی مارتے ہوئے اس کا پیچھا کیا، اے پتھر میرے کپڑے، اے پتھر میرے کپڑے، (یہ کہتے ہوئے)، بنو اسرائیل کی ایک جماعت سے گذرے، اور یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ:) اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے حضرت موسیٰ کو اذیت دی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ان کی تہمت سے بری کر دیا، اور اللہ کے نزدیک وہ بہت عزت والے ہیں۔

۶۰۲۷- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اُرْسِلَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا جَآءَهٗ صَكَّهٗ فَفَقَاَ عَيْنَهٗ فَرَجَعَ اِلٰى رَبِّهٖ فَقَالَ اَرْسَلْتَنِيْ اِلٰى عَبْدٍ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهٗ يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَلَهٗ بِمَا غَطَّتْ يَدُهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ سَنَةٌ قَالَ اَيْ رَبِّ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ فَسَاَلَ اللّٰهَ اَنْ يُدْنِيَهٗ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس ملک الموت بھیجا گیا، جب ان کے پاس ملک الموت آیا تو انھوں نے ملک الموت کے ایک تھپڑ مارا جس سے ملک الموت کی آنکھ نکل گئی، ملک الموت نے اپنے رب کے پاس جا کر کہا: اے میرے رب تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان سے کہو کہ ایک بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھ دیں، آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی، حضرت موسیٰ نے کہا اے رب پھر کیا ہوگا؟ کہا پھر موت

بِحَجَرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَوْ كُنْتُ ثَمَّ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ تَحْتَ الْكُثَيْبِ الْأَحْمَرِ۔

ہے، کہا تو ابھی، اور اللہ سے یہ دعا کی اے اللہ! مجھے ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر کر دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو کثیب احمر کے نزدیک راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

٦٠٢٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لَهٗ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ إِنَّكَ أَرْسَلْتَنِيْ إِلٰى عَبْدٍ لَكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَيْنِيْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ إِلٰى عَبْدِيْ فَقُلِ الْحَيَاةَ تُرِيْدُ فَإِنْ كُنْتَ تُرِيْدُ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَإِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْآنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ أَمِتْنِيْ مِنَ الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ أَنِّيْ عِنْدَهٗ لَأَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ إِلٰى جَانِبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكُثَيْبِ الْأَحْمَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آیا اور کہنے لگا، اپنے رب کے پاس چلیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے تھپڑ مار کر اس کی آنکھ نکال دی، ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس واپس گئے اور کہا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور کہو: آپ حیات کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر آپ کا زندگی کا ارادہ ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئینگے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی، حضرت موسیٰ نے کہا پھر کیا ہوگا؟ کہا پھر آپ کو موت آئے گی، حضرت موسیٰ نے کہا پھر اب قریب ہی، حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر میری روح قبض کرنا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو کثیب احمر کے پاس راستہ کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی۔

٦٠٢٩- قَالَ أَبُوْ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ بِمِثْلِ هٰذَا الْحَدِيْثِ۔

٦٠٣٠- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی اپنا سامان بیچ رہا تھا، اس کو اس کا کچھ معاوضہ دیا گیا جس کو اس نے ناپسند کیا، یا وہ اس پر راضی نہیں ہوا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ بَیْنَمَا یَهُوْدِیٌّ یَعْرِضُ سِلْعَةً لَهٗ اُعْطِیَ بِهَا شَیْئًا کَرِهَهٗ اَوْ لَمْ یَرْضَهٗ شَکَّ عَبْدُ الْعَزِیْزِ قَالَ لَا وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْبَشَرِ قَالَ فَسَمِعَهٗ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَلَطَمَ وَجْهَهٗ قَالَ تَقُوْلُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْبَشَرِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا قَالَ فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ لِیْ ذِمَّةً وَعَهْدًا وَقَالَ فُلَانٌ لَطَمَ وَجْهِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِمَ لَطَمْتَ وَجْهَهٗ قَالَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلَی الْبَشَرِ وَاَنْتَ بَیْنَ اَظْهُرِنَا قَالَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی عُرِفَ الْغَضَبُ فِیْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ لَا تُفَضِّلُوْا بَیْنَ اَنْبِیَآءِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَیَصْعَقُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ ثُمَّ یُنْفَخُ فِیْهِ اُخْرٰی فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ بُعِثَ اَوْ فِیْ اَوَّلِ مَنْ بُعِثَ فَاِذَا مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اٰخِذٌ بِالْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَتِهٖ یَوْمَ الطُّوْرِ اَوْ بُعِثَ قَبْلِیْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

(راوی کو شک ہے) اس یہودی نے کہا قسم اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، ایک انصاری نے یہ کلام سنا اور اس یہودی کے ایک تھپڑ مارا، اور کہا تو کہتا ہے، قسم اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ہیں، وہ یہودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم! میں ذمی ہوں اور مجھے امان دی گئی ہے، اور فلاں شخص نے میرے چہرے پر تھپڑ مارا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم نے اس کے چہرے پر تھپڑ کیوں مارا ہے؟ اس انصاری نے کہا اس یہودی نے یہ کہا تھا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی، حالانکہ آپ ہمارے درمیان موجود ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے، آپ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو، کیونکہ جب صور پھونکا جائیگا تو تمام آسمانوں اور زمین والے بے ہوش ہو جائیں گے ماسوا ان کے جن کو اللہ تعالیٰ مستثنیٰ کرے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب سے پہلے میں اٹھوں گا۔ یا فرمایا میں سب سے پہلے اٹھنے والوں میں ہوں گا، (تو میں دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ عرش کو پکڑے کھڑے ہیں، مجھے پتا نہیں کہ آیا یوم طور کی بے ہوشی میں ان کا حساب کر لیا گیا یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے، اور میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی شخص بھی حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہے۔

۶۰۳۱- وَحَدَّثَنِیْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ هٰرُوْنَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ ابْنُ اَبِیْ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ سَوَآءً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۳۲- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ بَکْرٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ النَّضْرِ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ وَرَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْعَالَمِينَ وَقَالَ الْيَهُودِيُّ وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْعَالَمِينَ قَالَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُودِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُودِيُّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهِ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُونِي عَلَى مُوسَى فَإِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُونَ فَأَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيقُ فَإِذَا مُوسَى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ فِيمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَمْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ۔

دو شخص لڑ پڑے، ایک یہودی تھا اور ایک مسلمان، مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، اور یہودی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر ایک طمانچہ مارا، وہ یہودی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ کو جا کر اُس واقعہ کی خبر دی، جو اس کے اور مسلمان کے درمیان پیش آیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حضرت موسیٰ پر فضیلت مت دو، کیونکہ لوگ بے ہوش کیے جائیں گے اور سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا، (میں دیکھوں گا کہ) حضرت موسیٰ عرش کے ایک کونے کو پکڑے کھڑے ہیں، میں نہیں جانتا کہ آیا وہ بے ہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے یا وہ ان میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے ہوشی سے مستثنیٰ رکھا۔

۶-۳۳- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْيَهُودِ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں جھگڑا ہوا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۶-۳۴- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَ يَهُودِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ لُطِمَ وَجْهُهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلَا أَدْرِي أَكَانَ مِمَّنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِي أَوِ اكْتَفَى بِصَعْقَةِ الطُّورِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی آیا جس کے چہرے پر تھپڑ مارا گیا تھا، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے پتا نہیں کہ آیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں سے تھے اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے، یا طور کی بے ہوشی سے ان پر اکتفاء کر لی گئی۔

۶۰۳۵- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ وَفِیْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ عَمْرِو بْنِ يَحْيٰى حَدَّثَنِیْ اَبِیْ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت مت دو۔

۶۰۳۶- حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ وَ شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ وَسُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُتِيْتُ وَفِیْ رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، ایک روایت میں ہے میرا کثیب احمر کے پاس سے گذر ہوا درآں حالیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

۶۰۳۷- وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا عِيْسٰى (يَعْنِیْ ابْنَ يُوْنُسَ) ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ عَنْ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِیِّ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى وَهُوَ يُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ وَزَادَ فِیْ حَدِيْثِ عِيْسٰى مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذر ہوا درآں حالیکہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے، ایک روایت میں ہے معراج کی شب میرا گذر ہوا۔

۶۰۳۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يَعْنِیْ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَا يَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ يَقُوْلَ اَنَا خَيْرٌ مِنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ ابْنُ اَبِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے کسی بندے کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ یوں کہے کہ میں یونس بن متی علیہ السلام سے افضل ہوں۔

شُعْبَةَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ۔

۶۰۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ يَقُولُ حَدَّثَنِي ابْنُ عَمِّ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتّٰى وَنَسَبَهُ إِلَى أَبِيهِ۔

ابو العالیہ نے کہا کہ تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد (یعنی حضرت ابن عباس) نے مجھ سے فرمایا: کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو یہ کہنا نہیں چاہیے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اور آپ نے انھیں ان کے والد کی طرف منسوب کیا۔

پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑوں کو لے کر بھاگنا

حدیث نمبر ۶۰۲۵ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علیحدگی میں غسل کرنے اور اس وجہ سے بنو اسرائیل کا ان پر جسمانی عیب کی تہمت لگانے اور اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بری کرنے کا ذکر ہے علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو عظیم معجزوں کا ذکر ہے، ایک یہ پتھر ان کے کپڑوں کو لے کر بنو اسرائیل کی جماعت کی طرف گیا، دوسرا یہ کہ ان کی ضرب سے اس پتھر پر نشان پڑ گئے، اور یہ کہ جمادات میں بھی اللہ تعالیٰ نے تمیز پیدا کی ہے، جیسا کہ ایک پتھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا اور درخت کا تنا آپ کے فراق میں چیخ مار کر رویا، اس حدیث سے تنہائی میں برہنہ ہو کر غسل کرنے کے جواز کا مسئلہ بھی مستنبط کیا گیا ہے۔ اگرچہ شرمگاہ ڈھانپ کر غسل کرنا افضل ہے، امام شافعی، امام مالک اور جمہور علماء کا یہی قول ہے، ابن ابی لیلیٰ نے اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے اور ایک حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے، اس حدیث میں یہ بیان بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین، جاہلوں کی اذیت ناک باتوں پر صبر کرتے ہیں، اور قاضی عیاض وغیرہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام صورت اور سیرت میں نقائص اور عیوب سے منزہ ہوتے ہیں اور جن غیر محقق لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جسمانی عیوب منسوب کیے ہیں ان کے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے۔ [1]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ملک الموت کو تھپڑ مارنے کی وجہ

حدیث نمبر ۶۰۲۷ میں ملک الموت کے حضرت موسیٰ کے پاس جانے اور ان کے تھپڑ مارنے کا ذکر ہے۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض ملاحدہ نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ کیسے جائز تھا کہ وہ ملک الموت کے تھپڑ مارتے، علماء نے اس کے کئی جواب دیے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ اجازت دی ہو کہ وہ ملک الموت کو تھپڑ ماریں اور اس میں ملک الموت کا امتحان ہو،

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷۔ ۲۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت مجاز پر محمول ہے اور تھپڑ مارنے اور آنکھ نکالنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو حجت اور مناظرہ میں ساکت کر دیا، لیکن اس جواب میں یہ ضعف ہے کہ بعد میں حدیث میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کی آنکھ لوٹا دی، تیسرا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ پتا نہیں چل سکا کہ یہ ملک الموت ہے، انھوں نے خیال فرمایا کہ یہ کوئی آدمی ہے جو ان کو قتل کرنے آیا ہے تو حضرت موسیٰ نے مدافعت کی اور مدافعت میں اس کے تھپڑ مار دیا، جس کے نتیجہ میں اس کی آنکھ نکل گئی، حضرت موسیٰ نے اس کی آنکھ نکالنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، یہ جواب ابو بکر بن خزیمہ نے دیا ہے اور اس کو علامہ مازری اور قاضی عیاض وغیرہ نے اختیار کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ نے اس کی آنکھ عمداً نکالی تھی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب ملک الموت دوسری بار آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے وہ دوسری بار کسی ایسی علامت کے ساتھ آئے ہوں جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا ہو اور پہچاننے کے بعد ان کی اطاعت کی اور ان کی دعوت پر لبیک کہی۔ [1]

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو تھپڑ مارنا، اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی اور سر پکڑنے سے زیادہ بڑی بات نہیں کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام بہر حال ایک نبی مکرم ہیں، جیسا کہ ملک الموت ایک ملک معظم ہیں اور محققین کے نزدیک نبی فرشتے سے افضل ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اس فعل پر استغفار کیا اور نہ اس پر کسی قسم کی ندامت کا اظہار کیا ہے اور نہ اللہ عزوجل نے اس فعل پر کوئی عتاب کیا، بلکہ حضرت ہارون کے واقعہ میں حضرت ہارون نے ان سے معذرت کی تھی، یہ تمام کام حضرت موسیٰ نے اپنے اجتہاد سے کیے تھے، اور ملک الموت کے معاملہ میں ان کا قصد آنکھ نکالنے کا نہیں تھا، قضاءً ملک الموت کی آنکھ نکل گئی۔ [2]

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

ان کی صرف آنکھ نکلی کیونکہ وہ ملک الموت تھے ورنہ حضرت موسیٰ کے غضب کے تھپڑ سے ساتوں آسمان ریزہ ریزہ ہو جاتے، (اللہ اللہ! یہ بازوئے کلیم کی طاقت تھی سوچئے پھر بازوئے حبیب کی قوت کا کیا عالم ہوگا۔ سعیدی غفرلہٗ) حضرت موسیٰ علیہ السلام غضب میں اس لیے آئے کہ ملک الموت کا طریقہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس جا کر انھیں یہ اختیار دیتے ہیں کہ وہ زندگی اور موت میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں، اور جب ملک الموت نے اس طریقہ کو ترک کیا اور حضرت موسیٰ کے سامنے صرف موت کو پیش کیا تو حضرت موسیٰ غضب میں آئے اور ملک الموت کے ایک تھپڑ مار دیا۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] ۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

صالحین کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب

حدیث نمبر ۶۰۲۸ میں ہے "ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا آپ ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی، حضرت موسیٰ نے کہا پھر کیا ہوگا کہا پھر موت ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا پھر ابھی، اور یہ دعا کی کہ جب میں بیت المقدس سے ایک پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ پر ہوں تو پھر میری روح قبض کر لینا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام جس وقت اور جس جگہ چاہتے ہیں وہاں ان کی روح قبض کی جاتی ہے اور حیات اور موت ان کے اختیار میں کر دی جاتی ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے بیت المقدس کے قریب دفن ہونے کی تمنا اس لیے کی کہ وہاں انبیاء اور صالحین کی قبریں ہیں۔ [1]

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فضیلت والے اور متبرک مقامات اور صالحین کے قرب میں دفن کرنے کے استحباب کا بیان ہے۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فضیلت والے مقامات اور صالحین کے مدافن میں دفن ہونے کی رغبت کا ذکر ہے۔ [3]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں فضیلت والے مواضع اور صالحین کے مدافن کے قرب میں دفن کرنے کا استحباب ہے۔ [4]

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اس حدیث میں صالحین کے قرب کی تمنا کرنے کا جواز ہے۔ [5]

بَابٌ ۸۴۱ مِنْ فَضَائِلِ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ — حضرت یوسف علیہ السلام کے فضائل

۶۰۴۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَكْرَمُ النَّاسِ قَالَ أَتْقَاهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هَذَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ کریم کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو ان میں سب سے زیادہ متقی ہو، صحابہ نے کہا ہم اس کے متعلق آپ سے نہیں پوچھ رہے؟ آپ نے فرمایا: تو پھر سب سے کریم اللہ

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۶۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[4] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۵۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[5] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۷۶، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ

نَسْأَلُكَ قَالَ فَيُوسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيلِ اللّٰهِ قَالُوا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْأَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْأَلُونِّي خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا۔

کے نبی حضرت یوسف ہیں، جو اللہ کے نبی کے بیٹے اور اللہ کے خلیل کے پوتے ہیں، صحابہ نے کہا ہم اس کے بارے میں آپ سے نہیں پوچھ رہے، آپ نے فرمایا پھر تم قبائل عرب کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ جو لوگ جاہلیت میں افضل تھے وہ لوگ دین میں فقاہت حاصل کرنے کے بعد اسلام میں بھی افضل ہیں۔

بَاب ۸۴۲ مِنْ فَضَائِلِ زَكَرِيَّاءَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت زکریا علیہ السلام کی فضیلت

۶۰۴۱ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت زکریا بڑھئی تھے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کسب کر کے کمانے میں فضیلت ہے۔

بَاب ۸۴۳ مِنْ فَضَائِلِ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت خضر علیہ السلام کی فضیلت

۶۰۴۲ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ نَوْفًا الْبِكَالِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ صَاحِبَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَيْسَ هُوَ مُوسَى صَاحِبَ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ كَذَبَ عَدُوُّ اللّٰهِ سَمِعْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَامَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ خَطِيبًا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ فَسُئِلَ أَيُّ النَّاسِ أَعْلَمُ فَقَالَ أَنَا أَعْلَمُ قَالَ فَعَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِذْ لَمْ يَرُدَّ الْعِلْمَ إِلَيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِي بِمَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ مُوسَى أَيْ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا کہ نوف بکالی کا یہ گمان ہے کہ بنو اسرائیل کے حضرت موسیٰ اور تھے اور حضرت خضر کے موسیٰ اور تھے، حضرت ابن عباس نے کہا اس دشمن خدا نے جھوٹ بولا، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے، ان سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ انھوں نے کہا میں زیادہ عالم ہوں، آپ نے فرمایا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا کیوں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف علم کو نہیں لوٹایا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے اور وہ تم سے زیادہ عالم ہے، حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب! میں اس تک کیسے پہنچوں گا؟ حضرت موسیٰ سے کہا گیا کہ

رَبِّ كَيْفَ لِيْ بِهٖ فَقِيْلَ لَهٗ احْمِلْ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ فَحَيْثُ تَفْقِدُ الْحُوْتَ فَهُوَ ثَمَّ فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقَ مَعَهٗ فَتَاهُ وَهُوَ يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ فَحَمَلَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ حُوْتًا فِيْ مِكْتَلٍ وَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ يَمْشِيَانِ حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَقَدَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ وَفَتَاهُ فَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِي الْمِكْتَلِ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمِكْتَلِ فَسَقَطَ فِي الْبَحْرِ قَالَ وَاَمْسَكَ اللّٰهُ عَنْهُ جِرْيَةَ الْمَاءِ حَتّٰى كَانَ مِثْلَ الطَّاقِ فَكَانَ لِلْحُوْتِ سَرَبًا وَكَانَ لِمُوْسٰى وَفَتَاهُ عَجَبًا فَانْطَلَقَا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمَا وَلَيْلَتَهُمَا وَنَسِيَ صَاحِبُ مُوْسٰى اَنْ يُخْبِرَهٗ فَلَمَّا اَصْبَحَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ يَنْصَبْ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ اُمِرَ بِهٖ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ مُوْسٰى ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا قَالَ يَقُصَّانِ اٰثَارَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا الصَّخْرَةَ فَرَاٰى رَجُلًا مُسَجًّى عَلَيْهِ بِثَوْبٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ مُوْسٰى فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ اَنّٰى بِاَرْضِكَ السَّلَامُ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اِنَّكَ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا اَعْلَمُهٗ وَاَنَا عَلٰى عِلْمٍ مِّنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيْهِ لَا تَعْلَمُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا قَالَ سَتَجِدُنِيْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا قَالَ لَهُ الْخَضِرُ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْاَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا

اپنی تھیلی میں ایک مچھلی رکھ لو جہاں وہ مچھلی گم ہو گی وہیں خضر ہوں گے، حضرت موسیٰ اپنے ساتھ حضرت یوشع بن نون کو لے کر گئے، حضرت موسیٰ نے اپنی تھیلی میں ایک مچھلی رکھ لی، حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع چلتے چلتے ایک چٹان کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع دونوں سو گئے، مچھلی تڑپ کر تھیلی سے نکلی اور سمندر میں جا گری، اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کے لیے پانی کے بہنے کو روک دیا، حتیٰ کہ مچھلی کے لیے پانی میں مخروطی شکل کی ایک سرنگ بنتی گئی، حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع کے لیے یہ ایک تعجب خیز منظر تھا، بقیہ دن اور رات وہ دونوں چلتے رہے، اور حضرت موسیٰ کے ساتھی ان کو یہ واقعہ بتلانا بھول گئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھی سے کہا ناشتہ نکالو، اس سفر نے ہم کو تھکا دیا ہے حضور نے فرمایا مچھلی کے گم ہونے کی جگہ سے ہی انھیں تھکاوٹ لاحق ہوئی تھی، حضرت یوشع نے کہا آپ کو یاد ہے جب ہم چٹان کے پاس تھے! میں اس وقت آپ سے مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا تھا اور شیطان نے ہی مجھ کو اس کا بیان کرنا بھلایا تھا، تعجب ہے کہ وہ مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چل دی، حضرت موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے، پھر وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات پر لوٹے، وہ اپنے نشانوں پر چلتے رہے حتیٰ کہ ایک چٹان پر آئے وہاں ایک شخص کو کپڑوں میں لپٹا ہوا دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو سلام کیا، حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: تمہارے ہاں سلامتی کہاں ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا میں موسیٰ ہوں! حضرت خضر نے کہا بنو اسرائیل کے موسیٰ، کہا ہاں!، حضرت خضر نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا علم عطا فرمایا ہے جو میرے پاس نہیں ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کیا میں آپ کی اتباع کر سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے وہ علم سکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے،

قَالَ نَعَمْ فَانْطَلَقَ الْخَضِرُ وَمُوسٰى يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمُوهُمْ اَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعَرَفُوا الْخَضِرَ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَعَمَدَ الْخَضِرُ اِلٰى لَوْحٍ مِنْ اَلْوَاحِ السَّفِينَةِ فَنَزَعَهُ فَقَالَ لَهُ مُوسٰى قَوْمٌ حَمَلُونَا بِغَيْرِ نَوْلٍ عَمَدْتَ اِلٰى سَفِينَتِهِمْ فَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ اَمْرِي عُسْرًا ثُمَّ خَرَجَا مِنَ السَّفِينَةِ فَبَيْنَمَا هُمَا يَمْشِيَانِ عَلَى السَّاحِلِ اِذَا غُلَامٌ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ فَاَخَذَ الْخَضِرُ بِرَاْسِهِ فَاقْتَلَعَهُ بِيَدِهِ فَقَتَلَهُ فَقَالَ مُوسٰى اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ وَهٰذِهِ اَشَدُّ مِنَ الْاُولٰى قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ اِسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ اَنْ يَنْقَضَّ فَاَقَامَهُ يَقُولُ مَائِلٌ قَالَ الْخَضِرُ بِيَدِهِ هٰكَذَا فَاَقَامَهُ قَالَ لَهُ مُوسٰى قَوْمٌ اَتَيْنَاهُمْ فَلَمْ يُضَيِّفُونَا وَلَمْ يُطْعِمُونَا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَوَدِدْتُ اَنَّهُ كَانَ صَبَرَ حَتّٰى يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ اَخْبَارِهِمَا

حضرت خضر نے کہا آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے، اور جس چیز کا آپ کو پتا نہ ہو آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں؛ حضرت موسیٰ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے، اور میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، حضرت خضر نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں (تو شرط یہ ہے کہ) جب تک کسی چیز کے بارے میں، میں از خود نہ بتلاؤں آپ اس کے متعلق سوال نہ کریں، حضرت موسیٰ نے کہا ٹھیک ہے، پھر حضرت خضر اور حضرت موسیٰ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چل پڑے، ان کے پاس سے ایک کشتی گذری، انھوں نے کشتی والوں سے کہا کہ ان کو سوار کر لیں، انھوں نے حضرت خضر کو پہچان کر بغیر کرائے کے سوار کر لیا، حضرت خضر نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کو اکھاڑ دیا، حضرت موسیٰ نے کہا اس قوم نے بغیر کرائے کے ہم کو سوار کیا تھا اور آپ نے ان کی کشتی توڑ دی تاکہ ان کے بیٹھنے والوں کو غرق کر دیں، آپ نے یہ بہت عجیب کام کیا، حضرت خضر نے کہا، کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے، حضرت موسیٰ نے کہا جو بات میں بھول گیا ہوں، آپ اس پر مواخذہ نہ کریں، اور میرے معاملہ میں سختی نہ کریں، پھر وہ دونوں کشتی سے اترے، جس وقت ساحل سمندر پر جا رہے تھے، انھوں نے ایک لڑکے کو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، حضرت خضر نے اس کو پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا، حضرت موسیٰ نے کہا آپ نے ایک بے گناہ لڑکے کو بغیر کسی قصاص (بدلہ) کے قتل کر دیا؟ آپ نے ایک بُرا کام کیا ہے!، حضرت خضر نے کہا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے، حضور نے فرمایا یہ پہلی بار سے زیادہ شدید انکار تھا، حضرت موسیٰ نے کہا اگر میں اس کے بعد آپ سے پھر کسی چیز کے متعلق سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں،

قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتِ الْاُوْلٰى مِنْ مُوْسٰى نِسْيَانًا قَالَ وَجَاءَ عُصْفُوْرٌ حَتّٰى وَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِيْنَةِ ثُمَّ نَقَرَ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ لَهُ الْخَضِرُ مَا نَقَصَ عِلْمِيْ وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ اِلَّا مِثْلَ مَا نَقَصَ هٰذَا الْعُصْفُوْرُ مِنَ الْبَحْرِ قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَكَانَ يَقْرَأُ وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا وَكَانَ يَقْرَأُ وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا -

میری طرف سے آپ عذر کو پہنچ چکے ہیں، وہ دونوں پھر روانہ ہوئے حتیٰ کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے، ان دونوں نے ان بستی والوں سے کھانا طلب کیا، انھوں نے ان کو کھانا دینے سے انکار کر دیا، وہاں انھوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی، ان دونوں نے اس کو درست کر دیا، وہ دیوار جھکنے لگی تھی حضرت خضر نے اس کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا، حضرت موسیٰ نے کہا یہ لوگ وہ ہیں جن کے پاس ہم گئے اور انھوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، اور ہم کو کھانا نہیں کھلایا، اگر آپ چاہیں تو ان سے اجرت لے لیں! حضرت خضر نے کہا اب ہمارے اور آپ کے درمیان فراق ہے، میں عنقریب آپ کو ان چیزوں کی تاویل بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے میری خواہش تھی کہ کاش حضرت موسیٰ صبر کرتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے مزید واقعات سناتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت موسیٰ کا پہلی بار سوال کرنا نسیان تھا، حضور نے فرمایا ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے بیٹھ گئی، پھر اس نے سمندر میں اپنی چونچ ڈالی، حضرت خضر نے کہا میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم میں فقط اتنی کمی کی ہے جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی نے سمندر میں کی ہے، سعید بن جبیر نے کہا حضرت ابن عباس تلاوت کرتے تھے "ان کشتی والوں کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر صحیح سلامت کشتی کو غصب کر لیتا تھا اور تلاوت کرتے تھے کہ وہ لڑکا کافر تھا۔

۶۰۴۳- حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَقَبَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قِيْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ نَوْفًا يَزْعُمُ اَنَّ مُوْسَى الَّذِيْ ذَهَبَ يَلْتَمِسُ الْعِلْمَ لَيْسَ مُوْسٰى

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بتایا گیا کہ نوف کا کہنا یہ ہے کہ جو موسیٰ علم کو تلاش کرنے گئے تھے وہ بنو اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے، حضرت ابن عباس نے کہا: اے سعید! کیا تم نے یہ خود سنا ہے؟ میں نے کہا جی! حضرت ابن عباس

بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ قَالَ اَسْمِعْتَهٗ يَا سَعِيْدُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ كَذَبَ نَوْفٌ حَدَّثَنَا اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ بَيْنَمَا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ قَوْمِهٖ يُذَكِّرُهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ وَاَيَّامُ اللّٰهِ نَعْمَآؤُهٗ وَبَلَآؤُهٗ اِذْ قَالَ مَا اَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ رَجُلًا خَيْرًا اَوْ اَعْلَمُ مِنِّيْ قَالَ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اِنِّيْ اَعْلَمُ بِالْخَيْرِ مِنْهُ اَوْ عِنْدَ مَنْ هُوَ اِنَّ فِي الْاَرْضِ رَجُلًا هُوَ اَعْلَمُ مِنْكَ قَالَ يَا رَبِّ فَدُلَّنِيْ عَلَيْهِ قَالَ فَقِيْلَ لَهٗ تَزَوَّدْ حُوْتًا مَالِحًا فَاِنَّهٗ حَيْثُ تَفْقِدُ الْحُوْتَ قَالَ فَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ حَتّٰى انْتَهَيَا اِلَى الصَّخْرَةِ تَعْنِيْ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ وَتَرَكَ فَتَاهُ فَاضْطَرَبَ الْحُوْتُ فِي الْمَآءِ فَجَعَلَ لَا يَلْتَئِمُ عَلَيْهِ صَارَ مِثْلَ الْكُوَّةِ قَالَ فَقَالَ فَتَاهُ اَلَا اَلْحَقُ نَبِيَّ اللّٰهِ فَاُخْبِرُهٗ قَالَ فَنَسِيَ فَلَمَّا تَجَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ يُصِبْهُمْ نَصَبٌ حَتّٰى تَجَاوَزَا قَالَ فَتَذَكَّرَ قَالَ اَرَاَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا اَنْسَانِيْهُ اِلَّا الشَّيْطَانُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَاَرَاهُ مَكَانَ الْحُوْتِ قَالَ هٰهُنَا وُصِفَ لِيْ قَالَ فَذَهَبَ يَلْتَمِسُ فَاِذَا هُوَ بِالْخَضِرِ مُسَجًّى ثَوْبًا مُسْتَلْقِيًا عَلَى الْقَفَا اَوْ قَالَ عَلٰى حُلَاوَةِ الْقَفَا قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَكَشَفَ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهٖ قَالَ وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا مُوْسٰى قَالَ وَمَنْ مُوْسٰى قَالَ مُوْسٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ قَالَ فَجِئْتَ مَا جَآءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ لِتُعَلِّمَنِيْ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا شَيْءٌ اُمِرْتُ بِهٖ اَنْ اَفْعَلَهٗ اِذَا

نے کہا نوف نے جھوٹ بولا، حضرت ابی بن کعب نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ایام اللہ کی نصیحت فرما رہے تھے، ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی آزمائشیں ہیں، اس وقت انھوں نے کہا میرے علم میں اس وقت روئے زمین پر مجھ سے زیادہ بہتر یا مجھ سے زیادہ عالم اور کوئی نہیں ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی میں اس شخص کو جانتا ہوں جو تم سے بہتر ہے یا جو روئے زمین پر تم سے زیادہ عالم ہے، حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب اس کی طرف میری راہنمائی فرما، حضرت موسیٰ سے کہا گیا کہ آپ زادراہ میں ایک نمکین مچھلی رکھیے، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے گی وہیں پر وہ شخص ہوگا، پھر حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی گئے، حتیٰ کہ ایک چٹان پر پہنچے، اس جگہ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا، حضرت موسیٰ اپنے ساتھی کو چھوڑ کر چلے گئے، وہ مچھلی تڑپ کر پانی میں چلی گئی، پانی نے اس پر بہنا چھوڑ دیا اور ایک طاق (سرنگ) کی طرح ہو گیا، حضرت موسیٰ کے ساتھی نے کہا میں اللہ کے نبی سے ملوں اور ان کو اس واقعہ کی خبر دوں، حضور نے فرمایا پھر وہ بھول گئے، جب وہ آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ نے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ، اس سفر نے ہم کو تھکا دیا ہے، حضور نے فرمایا (اس چٹان سے) آگے بڑھنے سے پہلے ان کو تھکاوٹ نہیں ہوئی تھی، پھر اس ساتھی کو یاد آیا اس نے کہا یاد کیجئے جب ہم اس چٹان پر پہنچے تھے، میں آپ کو مچھلی کا واقعہ بتانا بھول گیا، اور مجھ کو شیطان نے اس کا بیان کرنا بھلایا تھا، اس مچھلی نے تعجب خیز طریقہ سے سمندر میں راستہ بنایا، حضرت موسیٰ نے کہا ہم اس چیز کو تو ڈھونڈ رہے تھے وہ دونوں پھر اپنے نشانات پر واپس لوٹے، ان کے ساتھی نے ان کو مچھلی

رَأَيْتَهُ لَمْ تَصْبِرْ قَالَ سَتَجِدُنِي
إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي
لَكَ أَمْرًا قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا
تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ
ذِكْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ
خَرَقَهَا قَالَ انْتَحَى عَلَيْهَا قَالَ لَهُ مُوسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا قَالَ أَلَمْ
أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا
قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا
تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى
إِذَا لَقِيَا غِلْمَانًا يَلْعَبُونَ قَالَ
فَانْطَلَقَ إِلَى أَحَدِهِمْ بَادِيَ
الرَّأْيِ فَقَتَلَهُ فَذُعِرَ عِنْدَهَا مُوسَى
عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَعْرَةً مُنْكَرَةً قَالَ
أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ
لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا فَقَالَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ
هَذَا الْمَكَانِ رَحِمَةُ اللهِ عَلَيْنَا
وَعَلَى مُوسَى لَوْلَا أَنَّهُ عَجَّلَ
لَرَأَى الْعَجَبَ وَلَكِنَّهُ أَخَذَتْهُ مِنْ
صَاحِبِهِ ذَمَامَةٌ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ
عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا
وَلَوْ صَبَرَ لَرَأَى الْعَجَبَ قَالَ
وَكَانَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا مِنَ
الْأَنْبِيَاءِ بَدَأَ بِنَفْسِهِ رَحْمَةُ
اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى أَخِي كَذَا
رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا فَانْطَلَقَا حَتَّى

کی جگہ دکھائی، حضرت موسیٰ نے کہا مجھے یہی جگہ بتائی گئی تھی پھر وہ ڈھونڈنے لگے، اچانک انھوں نے حضرت خضر کو دیکھا جو کپڑا لپیٹ کر پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے تھے، یا چت لیٹے تھے، حضرت موسیٰ نے کہا السلام علیکم، انھوں نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کہا وعلیکم السلام، آپ کون ہیں؟ کہا میں موسیٰ ہوں، کہا کون موسیٰ؟ کہا بنو اسرائیل کا موسیٰ، کہا آپ کے آنے کا سبب کیا ہے؟ کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو جو علم دیا گیا ہے آپ اس میں سے مجھ کو تعلیم دیں، کہا آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے، اور جس چیز کا آپ کو پتا نہ ہو آپ اس پر صبر کیسے کر سکتے ہیں؟ مجھے جس کام کے کرنے کا حکم کیا جائیگا جب آپ مجھے وہ کام کرتے دیکھیں گے تو اس پر صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا آپ انشاء مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ اور میں کسی چیز میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا، حضرت خضر نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہیں تو (شرط یہ ہے کہ) جب تک کسی چیز کے بارے میں میں از خود نہ بتاؤں آپ اس کے متعلق سوال نہ کریں، پھر وہ دونوں روانہ ہوئے، اور وہ دونوں ایک کشتی میں بیٹھ گئے، حضرت خضر نے اس کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، حضرت موسیٰ نے کہا آپ نے اس کشتی کو توڑ ڈالا تاکہ اس میں بیٹھنے والوں کو ڈبو دیں، آپ نے یہ بہت عجیب کام کیا ہے، حضرت خضر نے کہا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے؟ حضرت موسیٰ نے کہا آپ میری بھول پر مواخذہ نہ کریں، اور میرے معاملہ کو دشوار نہ کریں، پھر وہ دونوں روانہ ہوئے، حتیٰ کہ انھوں نے کچھ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھا، حضور نے فرمایا حضرت خضر ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے کے پاس گئے اور بغیر غور فکر کے اس کو قتل کر دیا، حضرت موسیٰ یہ دیکھ کر بہت گھبرائے اور کہا آپ نے بغیر کسی گناہ کے ایک بے قصور

حَتّٰى اِذَا اَتَيَا اَهْلَ قَرْيَةٍ
لِئَامًا فَطَافَا فِي الْمَجَالِسِ
فَاسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا فَاَبَوْا
اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا
فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ
يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ
لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا قَالَ
هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ
وَاَخَذَ بِثَوْبِهٖ قَالَ سَاُنَبِّئُكَ
بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
عَلَيْهِ صَبْرًا اَمَّا السَّفِيْنَةُ
فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
فِي الْبَحْرِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ
فَاِذَا جَآءَ الَّذِيْ يُسَخِّرُهَا
وَجَدَهَا مُنْخَرِقَةً فَتَجَاوَزَهَا
فَاَصْلَحُوْهَا بِخَشَبَةٍ وَ
اَمَّا الْغُلَامُ فَطُبِعَ يَوْمَ
طُبِعَ كَافِرًا وَكَانَ
اَبَوَاهُ قَدْ عَطَفَا عَلَيْهِ
فَلَوْ اَنَّهٗ اَدْرَكَ اَرْهَقَهُمَا
طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَاَرَدْنَا
اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا
مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا
وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ
يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ
كَانَ تَحْتَهٗ اِلٰى اٰخِرِ
الْاٰيَةِ۔

شخص کو مار ڈالا! آپ نے یہ بہت غلط کام کیا ہے، اس موقع پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پر اور حضرت موسیٰ پر اللہ کی رحمت ہو اگر وہ جلدی نہ کرتے تو بہت حیران کن چیزیں دیکھتے! لیکن انھیں حضرت خضر سے حیاء آئی اور کہا اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی چیز پوچھوں تو پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں، بے شک اب آپ میرے معاملہ میں معذور ہیں، کاش حضرت موسیٰ صبر کرتے تو بہت عجیب و غریب چیزیں دیکھتے! اور جب حضور انبیاء میں سے کسی نبی کا ذکر فرماتے تو ابتداءً فرماتے اللہ کی ہم پر رحمت ہو اور ہمارے بھائی پر رحمت ہو، اسی طرح فرماتے اللہ کی ہم پر رحمت ہو، پھر وہ دونوں روانہ ہوئے اور ایک گاؤں میں پہنچے جہاں کے لوگ بہت خسیس تھے، وہ اس گاؤں کی سب مجلسوں میں گئے اور گاؤں والوں سے کھانا مانگا، لیکن انھوں نے ان کی مہمان نوازی سے انکار کر دیا، حضرت خضر اور حضرت موسیٰ نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی، انھوں نے اس دیوار کو بنا دیا، حضرت موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہیں تو اس پر کچھ اجرت لے لیں، حضرت خضر نے کہا اب ہمارے اور آپ کے درمیان فراق آگیا، اور حضرت موسیٰ کا کپڑا پکڑ کر کہا اب میں تم کو ان چیزوں کی تاویل بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہیں کر سکے تھے، رہی کشتی تو وہ سمندر میں کام کرنے والے مسکین لوگوں کی تھی، (ان کے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا) جب وہ اس کو چھیننے کے لیے آتا تو اس کو ٹوٹی ہوئی پاتا تو وہ اس کو چھوڑ دیتا اور وہ بعد میں ایک تختہ لگا کر اس کو ٹھیک کر لیتے، اور رہا وہ لڑکا تو اس کی قسمت میں کافر ہونا لکھ دیا گیا تھا اور اس کے ماں باپ اس سے بہت محبت کرتے تھے، اگر وہ بڑا ہوتا تو اپنے والدین کو بھی کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا، تو ہم نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ان کو ایک پاکیزہ اور صلہ رحمی

کرنے والا لڑکا دے دے، اور رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی، اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۶۰۴۴۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسٰى كِلَاهُمَا عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِإِسْنَادِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی: لتخذت علیہ اجرا۔

۶۰۴۵۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ لَتَخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کا اور حر بن قیس بن حصن فزاری کا اس بات میں مباحثہ ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا کون صاحب تھا، حضرت ابن عباس نے کہا کہ وہ خضر تھے، پھر حضرت ابی بن کعب انصاری کا ان کے پاس سے گذر ہوا، حضرت ابن عباس نے ان کو بلایا اور کہا اے ابو الطفیل یہاں آئیے، میرا اور میرے اس ساتھی کا اس بات میں مباحثہ ہوا کہ حضرت موسیٰ کا وہ صاحب کون تھا جس سے حضرت موسیٰ نے ملاقات کی سبیل کا سوال کیا تھا، کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ میں کچھ سنا ہے حضرت ابی نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کی ایک جماعت میں تھے کہ ایک شخص نے آکر پوچھا کیا آپ کو علم ہے کہ آپ سے بڑھ کر بھی کوئی عالم ہے؟ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف یہ وحی کی کہ بلکہ ہمارا بندہ خضر ہے، پھر حضرت موسیٰ نے ان سے ملاقات کی سبیل کا سوال کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو ان کے لیے

۶۰۴۶۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَمَارٰى هُوَ وَالْحُرُّ بْنُ قَيْسِ بْنِ حِصْنٍ الْفَزَارِيُّ فِي صَاحِبِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ الْخَضِرُ فَمَرَّ بِهِمَا أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ فَدَعَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ يَا أَبَا الطُّفَيْلِ هَلُمَّ إِلَيْنَا فَإِنِّي قَدْ تَمَارَيْتُ أَنَا وَصَاحِبِي هٰذَا فِي صَاحِبِ مُوسَى الَّذِي سَأَلَ السَّبِيلَ إِلٰى لُقِيِّهِ فَهَلْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ شَأْنَهُ فَقَالَ أُبَيٌّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا مُوسٰى فِي مَلَإٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْكَ قَالَ مُوسٰى لَا فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلٰى مُوسٰى بَلٰى عَبْدُنَا الْخَضِرُ قَالَ فَسَأَلَ مُوسَى السَّبِيلَ إِلٰى لُقِيِّهِ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُ الْحُوتَ آيَةً وَقِيلَ لَهُ إِذَا افْتَقَدْتَ الْحُوتَ فَارْجِعْ فَإِنَّكَ سَتَلْقَاهُ فَسَارَ مُوسٰى مَا شَاءَ اللّٰهُ

أَنْ يَّسِيْرَ ثُمَّ قَالَ لِفَتَاهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ وَلَمْ يَجِدْ مُوْسٰى مَسًّا مِّنَ النَّصَبِ حَتّٰى جَاوَزَ الْمَكَانَ الَّذِيْ أُمِرَ بِهٖ فَقَالَ لَهٗ فَتَاهُ أَرَءَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَا أَنْسَانِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهٗ فَقَالَ مُوْسٰى لِفَتَاهُ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِيْ فَارْتَدَّا عَلٰى ءَاثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا خَضِرًا فَكَانَ مِنْ شَأْنِهِمَا مَا قَصَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ إِلَّا أَنَّ يُوْنُسَ قَالَ فَكَانَ يَتَّبِعُ أَثَرَ الْحُوْتِ فِي الْبَحْرِ۔

نشانی بنا دیا، اور ان سے کہا گیا کہ جب تم مچھلی کو گم پاؤ تو لوٹ جانا، بے شک تم ان سے ملاقات کر لو گے، پھر موسیٰ علیہ السلام چل پڑے اور جب تک اللہ نے چاہا چلتے رہے پھر اپنے ساتھی سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ جب حضرت موسیٰ نے ساتھی سے ناشتہ کا سوال کیا تو انھوں نے کہا میں مچھلی کا ذکر کرنا بھول گیا اور مجھے اس کے ذکر کرنے سے شیطان ہی نے بھلایا تھا۔ حضرت موسیٰ نے کہا ہم اسی چیز کو چاہتے تھے، پھر وہ دونوں اپنے قدموں پر لوٹے، پھر ان دونوں نے خضر کو دیکھا، پھر ان کا واقعہ ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے البتہ یونس کی روایت میں ہے وہ سمندر میں مچھلی کے نشان پر چل پڑے۔

حضرت موسیٰ کا نام و نسب اور عمر کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام، جب حضرت موسیٰ پیدا ہوئے تو ان کے والد عمران کی عمر ستر سال تھی اور وہ ایک سو سینتیس سال کی عمر میں فوت ہوئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، فربری کا قول ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی، آپ کی وفات میدان تیہ میں ہوئی، جب بنو اسرائیل مصر سے نکلے اس وقت حضرت موسیٰ کی عمر اسی سال تھی، جب ریان بن ولید فوت ہو گیا تھا جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزانوں کا والی مقرر کیا تھا وہ حضرت یوسف کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا، اس کے بعد قابوس بن مصعب بادشاہ ہوا، حضرت یوسف نے اس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے انکار کر دیا، حضرت یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے، آپ کے کافی عرصہ بعد وہ مر گیا، اور اس کا بھائی ولید بن مصعب بن ریان بادشاہ ہوا، اس کی حکومت کافی عرصہ رہی، اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا زمانہ آیا اس سے زیادہ لمبی عمر کا کوئی فرعون نہیں گذرا، اس کی عمر چار سو سال تھی۔

حضرت خضر کا نام، لقب اور کنیت

ابن قتیبہ نے معارف میں وہب بن منبہ کی روایت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر کا نام بلیا ہے، ابو حاتم سجستانی نے کہا ہے کہ ان کا نام خضرون ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام ارمیاہ ہے، مقاتل نے کہا ان کا نام الیسع ہے کیونکہ حضرت خضر کا علم سات آسمانوں اور سات زمینوں کو محیط ہے لیکن پہلا قول مشہور ہے۔ یہ لفظ خضر اور خضِر دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے، ان کو جو خضر کا لقب دیا گیا ہے اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ جب یہ زمین پر بیٹھتے تو اس زمین پر سبزہ اگ جاتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ان کے بیٹھنے سے خشک گھاس ہری ہو جاتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ جب یہ نماز پڑھتے تھے تو ارد گرد سبز ہو جاتا تھا، ان کی کنیت ابو العباس ہے۔

حضرت خضر کا نسب یہ ہے: بلیا بن ملکان بن فالغ بن عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت خضر کے نبی ہونے کی تحقیق

حضرت خضر کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ وہ ولی ہیں یا نبی، قشیری کا قول یہ ہے کہ وہ ولی ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ خضر نبی ہیں، یہ ایک جماعت کا معتقد ہے، ثعلبی اور ابن جوزی وغیرہ کا بھی یہی مختار ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا اور فرمایا وَمَا فعلته عن امری "میں نے اپنی رائے سے یہ کام نہیں کیا"، اس میں یہ دلیل ہے کہ انھوں نے وحی سے اس کو قتل کیا ہے اور وحی کا تعلق نبوت سے ہے، کسی شخص کو ناحق قتل کرنا حرام ہے، اور یہ حرمت صرف دلیل قطعی سے اٹھ سکتی ہے، اگر حضرت خضر ولی ہوتے اور الہام کی بناء پر اس کو قتل کرتے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ الہام دلیل ظنی ہے، اور دلیل ظنی کی بناء پر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، نیز تکوینی امور میں حضرت خضر کا علم حضرت موسیٰ سے زیادہ تھا اور یہ جائز نہیں ہے کہ ولی کا علم نبی سے زیادہ ہو۔

حضرت خضر کی حیات کے متعلق علماء امت کی آراء

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

جمہور علماء کی یہ رائے ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم نے ان کی لمبی زندگی کے لیے دعا کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے آب حیات پی لیا تھا، علامہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ جمہور علماء اور صالحین اور عام لوگوں کے نزدیک حضرت خضر زندہ ہیں، اور بعض محدثین نے ان کی حیات کا انکار کیا اور یہ قول شاذ ہے، صحیح مسلم میں حدیث دجال میں ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے پھر اس کو زندہ کرے گا اور مسلم کے راوی ابراہیم بن سفیان نے کہا اس شخص کو خضر کہا جائے گا، اسی طرح معمر نے بھی اس حدیث کی سند میں بیان کیا ہے، امام بخاری، ابراہیم حربی، ابن مناوی، ابن الجوزی وغیرہ نے حضرت خضر کی حیات کا انکار کیا ہے۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر زندہ ہیں اور ہمارے ہاں موجود ہیں، یہ امر صوفیہ اور عرفاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور صوفیاء کی حضرت خضر کو دیکھنے، ان سے ملاقات کرنے، ان سے علم حاصل کرنے اور ان سے سوال وجواب کے متعلق حکایات مشہور ہیں اور متقدس مقامات اور مواضع خیر میں ان کے موجود ہونے کے متعلق بے شمار واقعات ہیں۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

لمبی زندگی ممکن ہے اور حضرت خضر کی حیات کے متعلق بکثرت حکایات ہیں، جیسا کہ عنقریب حضرت ام سلمہ کی حدیث میں آئے گا کہ حضرت خضر حضرت ام سلمہ کے پاس آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتلایا کہ یہ حضرت خضر ہیں، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ اور وہ رات اور دن ہیں، میرے شیخ نے یہ بیان کیا کہ ایک شخص کی خضر سے ملاقات ہوئی تھی میں نے اس سے کہا حضرت خضر سے ان کی زوجہ کے

---

[1] علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

متعلق سوال کرنا، انھوں نے سوال کیا تو حضرت خضر نے کہا ان کی دو بیویاں ہیں ایک سفید اور ایک سیاہ، اور اس میں رات اور دن کا ذکر نہیں ہے۔ [1]

حیات خضر کی نفی پر دلائل

علامہ سید آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت خضر کی حیات میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت خضر اب زندہ نہیں ہیں، امام بخاری سے حضرت خضر اور حضرت الیاس کی حیات کے متعلق سوال کیا گیا، انھوں نے کہا وہ کیسے زندہ ہو سکتے ہیں؟ جب کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے تھوڑا عرصہ پہلے فرمایا: جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲) اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے موت سے پہلے فرمایا جو لوگ اب زندہ ہیں سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا" (اس حدیث میں چونکہ روئے زمین کی قید نہیں ہے اس لیے اس حدیث میں یہ تاویل نہیں ہو سکتی کہ جب حضور نے یہ فرمایا اس وقت حضرت خضر پانی یا ہوا پر تھے۔ سعیدی غفرلہٗ) اور یہ حدیث تاویل کی گنجائش نہیں رکھتی، امام بخاری کے علاوہ دیگر ائمہ سے حضرت خضر کی حیات کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۔ "ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام نہیں کیا"۔ شیخ ابن تیمیہ سے حیات خضر کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے اور آپ سے علم حاصل کرتے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن یہ فرمایا تھا کہ اے اللہ! اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہوگی، وہ جماعت تین سو تیرہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسماء اور ان کے اباؤ اجداد اور قبائل کے اسماء معروف تھے اس وقت حضرت خضر کہاں تھے؟ ابراہیم حربی سے حضرت خضر کی بقاء کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا حضرت خضر کی حیات کا شوشہ شیطان نے لوگوں میں چھوڑ دیا ہے، "البحر" میں شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی الفضل مرسی کا قول بھی حضرت خضر کی موت کے متعلق نقل کیا گیا ہے اور علامہ ابن الجوزی نے علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہما کا حضرت خضر کی موت کے متعلق قول نقل کیا ہے اور ابوالحسین ابن المنادی اس شخص کی مذمت کرتے تھے جو حضرت خضر کو زندہ کہتا تھا۔

قاضی ابویعلیٰ نے بعض اصحاب محمد سے حضرت خضر کی موت کو نقل کیا ہے، اور حضرت خضر کی زندگی کس طرح معقول ہوگی، جب کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی جمعہ پڑھا، نہ کسی جماعت میں شریک ہوئے، نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں گئے، جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَاذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ — اور یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۱۷۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

من کتٰب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه ط قال ء اقررتم و اخذتم علی ذالکم اصری ط قالوا اقررنا قال فاشهدوا و انا معکم من الشٰهدین۔
(آل عمران: ۸۱)

لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے دوں، پھر تمہارے پاس ایک (عظیم) رسول آئے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہو، تو تم ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور بہ ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا؟ اور میرے اس بھاری عہد کو قبول کر لیا؟ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا، فرمایا پس گواہ رہنا اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اور یہ بات حدیث سے ثابت ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین پر نزول ہوگا تو وہ اس امت کے امام کے پیچھے نماز پڑھیں گے جو شخص حضرت خضر علیہ السلام کی زندگی کا قائل ہے وہ یہ کیسے بھول جاتا ہے کہ ان کو زندہ ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ انھوں نے اس شریعت سے اعراض کر کے قرآن اور حدیث کی ان نصوص کی مخالفت کی ہے۔ ہمارے نزدیک معقول بات یہ ہے کہ اب خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں کیونکہ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہیں اور یہ قول دو وجہ سے فاسد ہے:

اوّل اس لیے کہ اس بناء پر اب ان کی عمر چھ ہزار سال یا اس سے زیادہ ہوگی اور انسانوں کی اتنی لمبی عمر عادۃً بعید ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر وہ حضرت آدم کے صلبی بیٹے ہوں یا چوتھے درجے کے بیٹے ہوں (جیسا کہ بعض دوسروں کا قول ہے) تو ان کی خلقت عجیب و غریب ہوگی اور ان کا طول و عرض غیر معمولی ہوگا، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا طول ساٹھ ذراع (تیس گز) تھا پھر مخلوق کا قد بہ تدریج کم ہوتا گیا اور جو لوگ حضرت خضر کی حیات کے قائلین ہیں اور ان سے ملاقات کے مدعی ہیں ان میں سے کسی نے ان کی غیر معمولی قامت کا ذکر نہیں کیا، دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر حضرت خضر، حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تھے تو وہ ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوتے اور یہ کسی نے نقل نہیں کیا۔ (اس دلیل میں ضعف ہے)

تیسری دلیل یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے نکلے تو ان کے ساتھ والے سب فوت ہو گئے، اور حضرت نوح کی نسل کے سوا کوئی باقی نہیں بچا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی بشر کا حضرت آدم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک زندہ رہنا صحیح ہوتا تو یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک عظیم آیت تھی اور قرآن مجید میں اس کا متعدد جگہ ذکر کیا جاتا کہ یہ آیات ربوبیت میں سے ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے جس کو ساڑھے نو سو سال زندہ رکھا اس کا ذکر کیا ہے تو جو اس سے کئی گنا زیادہ زندہ ہے اس کا بہ درجہ اولیٰ ذکر کرنا چاہیے تھا۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کا قول کرنا، بغیر دلیل شرعی کے اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک قول کرنا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے۔ کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اس پر قرآن مجید، سنت یا اجماع امت

کی دلالت ہوتی۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کی حیات پر زیادہ سے زیادہ جو دلیل دی جاتی ہے وہ چند حکایات منقولہ ہیں کہ فلاں شخص نے حضرت خضر کو دیکھا تھا، لیکن سوال یہ ہے کہ دیکھنے والے نے کس علامت سے یہ پہچان لیا کہ یہ خضر ہیں اور بہت سے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ میں خضر ہوں، لیکن دیکھنے والے نے کس دلیل شرعی سے اس کے قول کی تصدیق کی؟۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے ساتھ مصاحبت نہیں کی اور کہا ھذا فراق بینی و بینک۔ تو جب وہ حضرت موسیٰ ایسے اولوالعزم نبی کے ساتھ مصاحبت پر راضی نہیں ہوئے تو عوام کے ساتھ ملاقات اور ان کے ساتھ مصاحبت پر کیسے راضی ہوں گے جن میں سے اکثر لوگ غیر متشرع ہوتے ہیں اور طریقت اور معرفت کے دعویٰ دار ہوتے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی آدمی کہے کہ میں خضر ہوں، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے تو اس کے اس قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا اور وہ حدیث شریعت میں حجت نہیں ہوگی، اور جو شخص حیات خضر کا قائل ہے وہ اس حدیث کو یا تو اس وجہ سے نہیں مانے گا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں گیا اور نہ آپ سے بیعت کی یا یہ کہے گا کہ آپ اس کی طرف مبعوث نہیں ہیں اور یہ کفر ہے۔

نویں دلیل یہ ہے کہ اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ان کا کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور اسلام کی سرحدوں پر پہرہ دینا، باجماعت نماز پڑھنا اور جمعہ پڑھنا اور امت کے ان پڑھ لوگوں کو وعظ کرنا، جنگلوں، صحراؤں اور میدانوں کی سیر و سیاحت سے کئی درجہ افضل ہوتا۔

حیات خضر کے ثبوت پر دلائل

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات پر جو دلائل دیے جاتے ہیں ان میں سے ایک وہ روایت ہے جس کو حاکم نے مستدرک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور صحابہ کرام جمع ہوئے اس وقت ایک شخص داخل ہوا جس کی رنگ دار ڈاڑھی تھی، وہ گورے رنگ کا ایک جسیم آدمی تھا، وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا اور رونے لگا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، ہر مصیبت سے اللہ تعالیٰ کی تعزیت ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا عوض ہے اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا خلیفہ ہے، پس اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرو اور اللہ تعالیٰ تم کو آزمائش میں دیکھتا ہے اور دیکھو مصیبت زدہ شخص وہ ہے جس پر حبر کیا جائے، حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس ہر ماہ رمضان میں بیت المقدس میں روزے رکھتے ہیں، اور ہر سال حج کرتے ہیں اور زمزم سے اتنا پانی پی لیتے ہیں جو انھیں آنے والے سال تک کے لیے کافی ہوتا ہے۔

ابن عساکر، عقیلی اور دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: خضر اور الیاس کی ہر سال موسم (حج) میں ملاقات ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے کا سر مونڈتا ہے پھر وہ یہ کلمات کہہ کر جدا ہو جاتے ہیں: ما شاء اللہ لا یسوق الخیر الا اللہ ما شاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے، اچانک ایک ہاتف نے پیچھے سے آواز دی اللہ تم پر رحم کرے ہم سے پہلے نماز نہ پڑھنا حضرت عمر نے انتظار کیا حتیٰ کہ وہ شخص صف اول میں آکر کھڑا ہو گیا، حضرت عمر نے اللہ اکبر کہا اور لوگوں نے اللہ اکبر کہا، ہاتف نے کہا "اگر تو اس کو عذاب دے تو بہت لوگوں نے تیری نافرمانی کی ہے، اور اگر تو اس کو بخش دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے، حضرت عمر اور ان کے اصحاب نے اس شخص کی طرف دیکھا، جب میت کو دفن کر کے قبر پر مٹی ڈال دی گئی تو اس نے کہا اے قبر والے! اگر تو راستہ میں گری ہوئی چیز کا اعلان کرنے والا یا ٹیکس وصول کرنے والا یا خازن یا کاتب یا سپاہی نہیں تھا تو تیرے لیے خوشی ہو، حضرت عمر نے کہا اس شخص کو بلاؤ ہم اس کی نماز اور اس کے اس کلام کے متعلق اس سے سوال کریں، اچانک وہ شخص غائب ہو گیا لوگوں نے اس کے قدموں کے نشانات دیکھے تو وہ ایک ہاتھ کے تھے، حضرت عمر نے کہا بخدا یہ شخص وہ تھا جس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا، اور یہ استدلال اس پر مبنی ہے کہ جس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا وہ حضرت خضر تھے۔

اس قسم کی روایات سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حضرت خضر اب بھی زندہ ہیں اگرچہ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں زندہ تھے اور اس وقت زندہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اب بھی زندہ ہوں، البتہ خصم کا رد کرنے کے لیے یہ روایات کافی ہیں کیونکہ وہ جس طرح اب زندہ نہیں مانتا، اس وقت بھی زندہ نہیں مانتا، ہاں اگر کوئی شخص اس وقت حضرت خضر کو زندہ مانتا ہو اور اب زندہ نہ مانتا ہو تو اس کے لیے یہ روایات کافی نہیں ہیں، لیکن اس قسم کا نظریہ رکھنے والے لوگ نہیں ہیں (یا وہ لوگ ہیں جو مطلقاً زندہ نہیں مانتے یا وہ ہیں جو مطلقاً زندہ مانتے ہیں۔) تابعین اور صوفیاء کی حضرت خضر سے ملاقات اور ان سے فیض حاصل کرنے کے متعلق ہر دور میں اس قدر زیادہ حکایات ہیں جو بیان اور شمار سے باہر ہیں، ہاں جو محدثین حضرت خضر کی حیات کے قائل ہیں ان کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت خضر کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت نہیں ہے، جیسا کہ علامہ عراقی نے احیاء العلوم کی احادیث کی تخریج میں تصریح کی ہے اور یہ چیز صوفیہ کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ شیخ علاؤ الدین نے دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے حضرت خضر سے بلاواسطہ احادیث حاصل کی ہیں۔

حیات خضر کے حق میں اور اس کے خلاف دلائل پر بحث و نظر

سہروردی نے "السر المکتوم" میں ذکر کیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے ہم کو تین سو احادیث بیان کیں جن کو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا تھا، حیات خضر کے بعض قائلین نے استصحاب سے استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت خضر کی حیات پہلے دلیل سے ثابت ہے اس لیے جب تک دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو حیات ثابت رہے گی اور امام بخاری کی حدیث ("جو لوگ اب روئے زمین پر زندہ ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا") کا یہ جواب دیا ہے کہ جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت خضر زمین پر نہیں تھے بلکہ پانی پر تھے، نیز یہ حدیث ان لوگوں کے متعلق ہے جن کا عام مشاہدہ ہوتا تھا کیونکہ ملائکہ اور

شیطان اس حدیث کے عموم سے خارج ہیں، اور اس کا خلاصہ قرن اوّل کا ختم ہونا ہے، ہاں یہ حدیث ان لوگوں کے رد میں نص ہے جنھوں نے لمبی عمر کا دعویٰ کیا جیسا کہ رتن بن عبد اللہ ہندی تبریزی جو ساتویں صدی میں ظاہر ہوا اور اس نے صحابیت کا دعویٰ کیا۔

اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ "روئے زمین پر" سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ عرفاً زمین پر رہنے والے ہوں، اور یہ معنی ان کو بھی شامل ہے جو اس وقت پانی پر تھے، اور اگر یہ معنی مراد نہ لیا جائے تو پھر اس حدیث سے رتن ہندی پر بھی رد نہیں ہو گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اس وقت پانی پر ہو، اور دوسرے جواب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر حضرت خضر موجود ہوتے تو ان کا مشاہدہ ہوتا جیسا کہ دوسرے انسانوں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ نے جو کہا ہے کہ اگر حضرت خضر ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور جہاد کرتے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اویس قرنی جو خیر التابعین ہیں وہ بھی اس زمانہ میں تھے لیکن وہ حضور کے ساتھ نماز اور جہاد میں شریک نہیں ہوئے، اسی طرح نجاشی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی خدمت میں آنا میسر نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت خضر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ سے پوشیدہ طور پر علم حاصل کرتے تھے کیونکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی کسی حکمت کی وجہ سے ظاہر ہونے کا حکم نہیں تھا، اور حضرت عبد اللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جہاد میں تھا میرا گھوڑا گر کر مر گیا، پھر میں نے ایک حسین و جمیل شخص کو دیکھا جس سے خوشبو آ رہی تھی اس نے کہا کیا تم اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں اس نے گھوڑے پر ہاتھ پھیرا اور کچھ دعائیہ کلمات پڑھے اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ گھوڑا اٹھ کر کھڑا ہو گیا، اس شخص نے میری رکاب پکڑ کر کہا اب سوار ہو جاؤ میں سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے مل گیا، دوسرے دن ہم نے دشمن پر فتح حاصل کر لی تو میں نے اس شخص کو اپنے سامنے دیکھا، میں نے پوچھا کیا تم کل والے شخص نہیں ہو؟ اس نے کہا کیوں! میں نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں بتاؤ تم کون ہو؟ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے نیچے جو زمین تھی اس پر سبزہ پیدا ہو گیا، اس نے کہا میں خضر ہوں، اس روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر جہاد کے معرکوں میں شریک ہوتے تھے۔

شیخ ابن تیمیہ نے جو یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن دعا کی تھی "اے اللہ اگر آج یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو زمین پر تیری عبادت نہیں ہو گی" اس کا جواب یہ ہے کہ ظہور، غلبہ اور قوت کے ساتھ تیری عبادت نہیں ہو گی، ورنہ مدینہ منورہ وغیرہا میں کئی مسلمان تھے جو جنگ بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے۔

یہ بات واضح رہے کہ حضرت خضر کو اویس قرنی اور نجاشی وغیرہ کی سلک میں منسلک کرنا انصاف سے بعید ہے، اگرچہ حضرت خضر پر آپ کے پاس آنا واجب نہیں تھا، لیکن جو شخص شب معراج کو تمام انبیاء کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا مانتا ہے اس کے لیے حضرت خضر کا باوجود کسی ظاہری مانع کے نہ ہونے کے آپ کے پاس نہ آنا بعید از فہم ہے، اور یہ دعویٰ کرنا کہ وہ کسی حکمت کی بناء پر خفیہ طریقہ سے آتے تھے بلا دلیل ہے، اور اگر کوئی حکمت ہوتی تو حضور بتا دیتے، جب حضرت جبرائیل دحیہ کلبی کی شکل میں حضور کے پاس آ سکتے تھے تو حضرت خضر کے آنے میں کیا اشکال تھا؟ جب وہ عبد اللہ بن مبارک کے ساتھ جہاد میں شریک ہو سکتے تھے اور ان پر اپنے آپ کو ظاہر کر سکتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے جہاد میں شریک ہونے اور ظاہر نہ ہونے میں کیا اشکال تھا؟۔

جنگ بدر میں فرشتے شریک ہوئے اور حضور نے ان کی خبر دی تو اگر حضرت خضر شریک ہوتے تو حضور ان کی خبر بھی بیان کرتے۔

وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد سے جو حیات خضر کی نفی پر استدلال کیا گیا ہے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ خلد کا معنی دوام ابدی ہے، لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ خلد کا معنی حقیقت میں مکث طویل ہے اور اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ حضرت نوح کے لیے مکث طویل ثابت ہے، بہر حال حیات خضر کی نفی پر اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حیات خضر کے سلسلہ میں حرف آخر

تمام بحث وتمحیص کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ اور دلائل عقلیہ سے ان علماء کے نظریہ کی تائید اور تقویت ہوتی ہے جو حضرت خضر کی وفات کے قائل ہیں اور ان احادیث کے ظاہر سے عدول کرنے کا کوئی مقتضی نہیں ہے، ماسوا ان حکایات کے جو بعض صالحین سے منقول ہیں جن کی صحت کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی حیات خضر پر طویل بحث کی ہے، اور جن روایات سے حیات خضر پر بحث کی جاتی ہے ان کی اسانید پر جرح کی ہے، اور یہ ذکر کیا ہے کہ جمہور علماء حیات کے قائل ہیں اور ان کے دلائل کو رد کیا ہے لیکن اپنا مختار ذکر نہیں کیا۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ وہب بن منبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر نے آب حیات پی لیا تھا اس لیے وہ عرصہ دراز سے زندہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ سب اسرائیلی روایات ہیں اور علامہ ابو جعفر منادی نے ایک کتاب لکھ کر یہ بیان کیا ہے کہ اس قسم کی نقول پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ [3]

حدیث خضر سے استنباط شدہ مسائل

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا علمی مسائل پر بحث کرنا جائز ہے، بشرطیکہ بحث کرنے سے ہر فریق کا مقصد حق کو طلب کرنا ہو، اور ضد اور ہٹ دھرمی اور اپنی بڑائی کا اظہار کرنا مقصود نہ ہو۔

جب دو فریق کسی مسئلہ پر بحث کریں تو کسی تیسرے بڑے عالم کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

علم میں زیادتی کی طلب کرنا اور حصول علم کی حرص کرنا عالم پر واجب ہے، اور وہ اپنی معلومات پر قناعت نہ کرے، جیسا کہ حضرت موسیٰ نے طلب علم کے لیے سفر کیا۔

تواضع کرنا واجب ہے، کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "سب سے بڑا عالم میں ہوں" تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا۔

---

[1] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۸-۳۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۴۳۶-۴۳۴، ملخصاً، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] " " " " فتح الباری ج ۸ ص ۴۱۵

سفر میں زادراہ لینا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ کھانا وغیرہ ساتھ لے کر گئے۔

عالم کا اپنی خدمت کے لیے سفر میں کسی ساتھی یا شاگرد کو لے کر جانا جائز ہے اور یہ تعلیم کا عوض نہیں ہے بلکہ اصحاب کی مروت اور حسن معاشرت میں سے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے صاحب سے کہا "ہمارا کھانا لاؤ اس سفر نے ہمیں تھکا دیا ہے۔"

علم کی طلب میں بری اور بحری سفر کرنا جائز ہے۔

اس حدیث میں ایک سچے آدمی کی خبر کو قبول کرنے کا ثبوت ہے۔

حضرت موسیٰ نے جو کہا تھا کہ "میں زیادہ عالم ہوں" یعنی منصب نبوت کے تقاضوں کو امور شریعہ اور سیاسی معاملات کو میں زیادہ جاننے والا ہوں اور حضرت خضر دیگر علوم غیبیہ کے جاننے والے تھے اور انبیاء علیہم السلام ان غیوبات میں سے صرف انھی امور کو جانتے ہیں جن کا انھیں علم دیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے کہا "آپ اس علم کو جانتے ہیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اور اس کو میں نہیں جانتا اور میں اس علم کو جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اور اس کو آپ نہیں جانتے" کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو اس وقت تک نہیں جانا جب تک کہ حضرت موسیٰ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔ [1]

---

[1] ۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم

صحابی کی تعریف جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ پر ایمان لایا اور اس نے آپ کی حیات ظاہری میں آپ کی صحبت اختیار کی بایں طور کہ آپ کو دیکھا یا آپ کی گفتگو سنی یا آپ کے ساتھ سفر یا حضر کی کسی مجلس میں رہا خواہ یہ صحبت ایک لحظہ کی ہو اور وہ شخص ایمان پر ہی تادم مرگ قائم رہا حتیٰ کہ حالت ایمان میں اس کو موت آئی ہو، وہ شخص صحابی ہے۔

تعداد صحابہ کے متعلق رافضیوں کا عقیدہ کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد (حضرت علی اور دیگر اہل بیت کے سوا) صرف تین صحابہ مومن رہے تھے باقی سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے (العیاذ باللہ!) شیخ ابو عمرو کشی لکھتے ہیں:

عن ابی جعفر "ع" قال کان الناس اھل الردۃ بعد النبی الا ثلثۃ نقلت و من الثلاثۃ ؟ فقال المقداد بن الاسود ابوذر الغفاری، سلمان الفارسی [1]

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین شخصوں کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے، میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ انھوں نے کہا مقداد بن اسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی۔

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحیم القصیر قال: قلت لابی جعفر علیہ السلام ان الناس یفزعون اذا قلنا: ان الناس ارتدوا فقال یا عبد الرحیم ان الناس عادوا بعد ما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھل جاھلیۃ۔ [2]

عبد الرحیم قصیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا جب ہم لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے تو لوگ گھبرا جاتے ہیں، انھوں نے کہا اے عبد الرحیم! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب لوگ دوبارہ جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے۔

تعداد صحابہ کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بہ کثرت صحابہ تھے جن کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی، ابتداء

---

[1] شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی (من علماء القرن الرابع) رجال کشی ص ۱۲ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات کربلا ایران۔

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ھ، الروضۃ من الکافی (فروع کافی ج ۸ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران طبع ثالث

عہد رسالت سے لے آخر تک تمام صحابہ ایمان اور اسلام پر قائم رہے اور انھوں نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے بیش بہا قربانیاں دیں، آج دنیا میں قرآن اور حدیث جو موجود ہے تو یہ انھی کی تبلیغی کاوشوں کا ثمرہ ہے، ہم صحابہ کرام کے ایمان اور اسلام پر قائم رہنے اور ان کی تعداد کی کثرت پر پہلے عقلی دلائل قائم کریں گے اور پھر قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں اس مسئلہ کو بیان کریں گے۔

صحابہ کرام کے اخلاص سے ان کے دین میں استقلال اور ثابت قدمی پر استدلال | یہ حقیقت سب کے

نزدیک مسلم ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوی نبوت کیا تو آپ کے تمام عزیز و اقارب اور تمام اہل مکہ آپ کے مخالف ہو گئے اور مسلسل تبلیغ اور اظہار معجزات کے باوجود چھ سال میں چالیس سے بھی کم آدمی مسلمان ہوئے۔ چھ سال کے بعد مسلمانوں کی جمعیت میں قدرے اضافہ ہوا اور علی الاعلان اسلام کی دعوت دی جانے لگی جس کی وجہ سے مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اذیتیں دینا شروع کیں، بالآخر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ ہجرت کر گئے، وہاں کچھ عرصہ میں اسلام نے اس قدر ترقی کی کہ چند سال میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہو گئی اور فوج در فوج لوگ اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے، اس جگہ غور طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں نے ابتداء میں دعوت اسلام کو قبول کیا اور قبول اسلام کی پاداش میں اُن گنت تکلیفوں اور اذیتوں کا سامنا کیا ان کے اس قبول اسلام کا کیا سبب تھا۔ آیا رضائے الٰہی کا حصول اس کا موجب تھا یا دنیاوی مال و متاع کا حصول اس کا سبب تھا۔ دنیاوی مال و متاع کا حصول تو بداہتہً باطل ہے کیونکہ ابتداء میں یہ کس کو معلوم تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت آگے چل کر اتنی عظیم الشان کامیابی حاصل کرے گی کہ قیصر و کسریٰ کے تاج اس کے قدموں تلے ہوں گے، اس لیے لازماً ماننا پڑے گا کہ صحابہ کرام کا اسلام قبول کرنا محض رضائے الٰہی کی وجہ سے تھا اور جنھوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر دین اسلام کو قبول کیا ہو اور اس کی خاطر بے شمار اذیتیں اٹھائی ہوں ان کا اس دین سے پھر جانا قطعاً غیر متصور اور صراحتہً باطل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تبلیغ سے کثرت صحابہ پر استدلال | خلفاء راشدین اور مہاجرین و انصار کی زندگیوں کو

دیکھیے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، مال و متاع سے دست بردار ہوئے، اپنے ہم وطنوں اور عزیزوں کی دشمنی مول لی، دشمنان اسلام سے طرح طرح کی اذیتیں اٹھائیں، انصار مدینہ نے اسلام کی محبت میں مہاجرین کے لیے اپنا دیدہ و دل فرش راہ کیا۔ ان کی یہ قربانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس درجہ قبول ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طمانیت کے لیے بدر و اُحد میں فرشتے نازل کیے، والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار کی آیت ان کے حق میں نازل کی اور لقد رضی اللہ عنہم نازل کر کے انہیں سند مقبولیت عطا کر دی۔

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ تعلیم پائی، ہزاروں صحابہ برسوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت اور آپ کی صحبت اور رفاقت میں رہے، ہمیشہ آپ کے پیچھے نماز پڑھتے اور آپ کی معیت میں جہاد کرتے، سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے، شب و روز آپ سے وعظ و نصیحت سنتے، ان کی آنکھوں کے سامنے جبرائیل وحی لاتا، دن رات طرح طرح کے معجزات دیکھتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شب و روز ان کے لیے دعائیں کرتے

پھر بھی شیعہ کہتے ہیں کہ وہ کفر و نفاق پر ڈٹے رہے یا آپ کے پردہ کرتے ہی تین کے سوا سب مرتد ہو گئے، اب بتلائیے کہ یہ اصل خامی اور نقص کس کا بیان کر رہے ہیں؟ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تربیت ایسی ہی بے اثر اور بے فیض تھی کہ آپ تین چار کے سوا کسی کو مسلمان نہ کر سکے! حضرت نوح علیہ السلام جو تشریعی نبی تھے وہ اسی پیروکار چھوڑ کر گئے اور آپ جو خاتم الانبیاء والرسل ہیں وہ صرف چار پیروکار چھوڑ کر گئے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور اللہ کے محبوب ہیں اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ صرف تین یا چار مسلمان بنا کر گئے وہ صحابہ کی تنقیص کر رہے ہیں یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کو داغ دار کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ کی تعریف اور تحسین کی ہے:

یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ تو اگر آپ کی تئیس سالہ کاوش اور جد و جہد سے صرف تین چار نفوس مسلمان ہوئے تھے تو کیا ایسی تعلیم و تربیت اور فیض تحسین و ستائش کے لائق ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین اور افضل المرسلین ہونے سے کثرت صحابہ پر استدلال

اللہ تعالیٰ نے چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نبوت اور رسالت کو ختم کر دیا اور اب آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کا آنا ممکن نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہ تمام فضائل، کمالات اور معجزات جو انبیاء سابقین علیہم السلام کو متفرق طور پر الگ الگ عطا فرمائے تھے، وہ سب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اجتماعاً عطا کیے، اور تعلیم، تبلیغ اور رشد و ہدایت کے جو طریقے انبیاء سابقین کو الگ الگ عطا فرمائے تھے وہ سب آپ میں جمع کر دیے تاکہ کوئی فرقہ اور کوئی گروہ آپ کے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور جس طرح بعض سابقین انبیاء کی تعلیم اور تربیت سے ان کی امتیں بے فیض رہی تھیں اسی طرح آپ کی امت آپ کی تعلیم اور تربیت سے بے بہرہ نہ رہے، اور آپ پر ایمان لانے میں کسی شخص کا کوئی عذر نہ رہے، آپ کو جامع، کامل اور اکمل بنا کر بھیجا تاکہ جو لوگ فصاحت لسانی میں مشہور تھے وہ آپ پر نازل کردہ کتاب کے اعجاز کو دیکھ کر مسلمان ہوں، جو لوگ علم و حکمت کے مدعی تھے وہ آپ کی حکیمانہ تعلیمات سے مسحور ہو کر ایمان لے آئیں، اور جو لوگ شجاعت اور مردانگی میں یگانہ تھے وہ میدان جنگ میں آپ سے مغلوب ہو کر آپ کے تابع ہوں، غرض منشاء الٰہی یہ تھا کہ آپ کی پُر اثر تبلیغ سے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوں اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہو، کیونکہ یہی آخری پیغمبر ہیں اور ان کے بعد کوئی اور اللہ کا پیغام لانے والا نہیں ہے اس لیے ہر اعتبار سے آپ کی تعلیم اور تبلیغ کو پُر اثر بنانا تھا، اب سوچئے جو لوگ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے صرف چار شخص مسلمان ہوئے اور باقی لوگ جو زندگی بھر آپ کے ساتھ رہے وہ آپ کی زندگی میں منافق تھے اور وصال کے بعد مرتد ہو گئے، ان کے اعتبار سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنانے کا مقصد کیسے پورا ہوا؟ اور دین اسلام باقی ادیان پر کیسے غالب ہوا؟ جس دین کے بانی سے صرف چار آدمی مسلمان ہوئے ہوں تو بعد کے مبلغین سے کوئی کیا مسلمان ہو گا! اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم افضل الرسل ہیں اور آپ کی رسولوں پر افضلیت جہت رسالت سے ہے اور جہت رسالت سے رسولوں پر آپ کی افضلیت اسی وقت متحقق ہو گی جب آپ کی

تبلیغ سے آپ پر ایمان لانے والے تمام رسولوں پر ایمان لانے والوں سے زیادہ ہوں اگر بزعم شیعہ تیئیس سال میں آپ کی تبلیغ سے ایمان لانے والے صرف چار آدمی تھے تو جہت رسالت سے تمام رسولوں پر آپ کی افضلیت کیسے متحقق ہوگی، لہٰذا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے، دین اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے اور آپ کے افضل الرسل ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے آپ پر ایمان لانے والے صحابہ کی تعداد سب نبیوں اور رسولوں کے صحابہ سے زائد ہو اور ان کا ایمان اور اسلام سب نبیوں کے صحابہ کے ایمان سے زیادہ قوی اور مضبوط ہو!

قرآن مجید کی آیات سے کثرت صحابہ پر استدلال

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا النبیُّ جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم۔ (توبہ: ۷۳، تحریم: ۹)

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور ان پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے، اگر شیعہ کے قول کے مطابق صحابہ کرام کافر یا منافق تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا کہ ان سے جہاد کرتے اور ان پر سختی کرتے اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے جہاد نہیں کیا اور ان پر سختی نہیں کی تو شیعہ کے عقیدہ پر لازم آئے گا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی (العیاذ باللہ) کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر صحابہ کرام سے الفت اور محبت کے تعلقات قائم رکھے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں بھی (جہنم کی) آگ جلائے گی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں سے میل جول رکھنے کی ممانعت کی ہے اور اس پر جہنم کی وعید سنائی ہے، اگر صحابہ کرام بقول شیعہ ظالم تھے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر لازم تھا کہ آپ ان سے میل جول نہ رکھتے اس کے برخلاف آپ نے ان سے زندگی بھر میل جول رکھا، رشتہ داریاں قائم کیں اور محبت اور الفت کے تعلقات رکھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی صاحبزادیوں _____ اور حضرت امیر معاویہ کی بہن سے نکاح کیا اور یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں حضرت عثمان کے نکاح میں دیں، حضرت معاویہ کو کاتب وحی بنایا، حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کیا اور مرض الموت میں حضرت ابوبکر کو اپنے مصلائے امامت پر فائز کیا، ہجرت کے وقت میں جو انتہائی راز داری کا موقع تھا اس میں حضرت ابوبکر کو بطور رفیق سفر اپنے ساتھ رکھا، حضرت عمر کے متعلق فرمایا کہ یہ وحی ربانی کے موافق کلام کرتے ہیں، حضرت عثمان کے متعلق فرمایا، فرشتے ان سے حیا کرتے ہیں اور زندگی میں ان کو جنت کی بشارت دی۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اذا جاء نصر اللہ والفتح ○ ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ○ (النصر: ۲-۱)

جب اللہ کی مدد اور (اس کی) فتح آجائے، اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کہ دین میں فوج در فوج لوگوں کے داخل ہونے سے یہ مراد ہے کہ بغیر قتال کے جماعت کثیرہ اسلام میں داخل ہوں گی، اور یہ واقعہ فتح مکہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے درمیانی عرصہ میں متحقق ہوا، کیونکہ فتح مکہ سے پہلے لوگ ایک ایک دو، دو کر کے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ امام بخاریؒ حضرت عمرو بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں جب مکہ فتح ہوا تو ہر قبیلہ بڑھ چڑھ کر اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کیونکہ اس سے پہلے تمام قبائل فتح مکہ کے منتظر تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ اس آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال تک بکثرت قبائل اور لوگوں کی جماعتیں اسلام قبول کر چکی تھیں اور صحابہ کی تعداد بہ کثرت نفوس پر مشتمل ہو چکی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما کان اللہ لیذر المؤمنین علی ما انتم علیہ حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران: ۱۷۹)

(اے لوگو!) اللہ ایمان والوں کو تمہارے اس حال پر نہیں چھوڑے گا یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے، اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے ہاں (غیب کی اطلاع کے لیے) اللہ چن لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرما دیا ہے کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زبان رسالت سے مومنین صحابہ کو منافقین سے متمیز کر دے گا کیونکہ ایمان اور نفاق کا تعلق دل کی کیفیات سے ہے اور دل کی کیفیات امور غیب سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نبیوں کے سوا اور کسی کو (براہ راست) غیب پر مطلع نہیں کرتا اور نہ نبیوں کے سوا کسی اور کا علم دوسرے پر حجت ہوتا ہے، اس لیے یہ کہنا کہ فلاں مومن ہے اور فلاں منافق سوائے وحی ربانی کے ممکن، اور دوسروں پر حجت نہیں ہے اور وحی صرف نبی پر نازل ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نام لے لے کر چھتیس منافقوں کو مسجد نبوی سے نکال دیا، اب اگر بقول شیعہ صرف چار صحابہ تھے باقی سب مرتد ہو گئے تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں صرف چار مؤمن تھے باقی سب منافق تھے تو علم الٰہی میں صرف چار طیب ہوئے اور باقی سب خبیث ہوئے (العیاذ باللہ) اور اس آیت کے موجب اللہ تعالیٰ پر لازم تھا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کر کے ان چار کو باقیوں سے متمیز کر دیتا! اور جب کہ فی الواقع ایسا نہیں ہوا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد چھتیس لوگ جو واقعی منافق تھے مسجد سے نکال دیا اور تمام صحابہ کو ان سے متمیز کر دیا تو معلوم ہو گیا کہ شیعہ جھوٹے ہیں اور تمام صحابہ طیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انؤمن کما امن السفھاء الا انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون۔ (بقرہ: ۱۳)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے ایمان لاؤ جیسے (اور) لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جس طرح بے وقوف ایمان لائے؟ سنو! یقیناً یہ (منافقین) ہی بے وقوف ہیں اور ان کو علم نہیں ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ جب منافقین سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے" اور لوگ" ایمان لائے، نہ" اور

لوگ" کون ہیں؟ یہ اور لوگ صحابہ کرام ہیں! سو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا آئیڈیل اور معیار صحابہ کرام کو بنایا ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک ایمان کا معیار صحابہ کرام کا ایمان ہے، لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ جن لوگوں کا ایمان آئیڈیل اور معیار ہو وہ لوگ نبی کے پردہ کرتے ہی مرتد ہو جائیں، اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو جاہل یا بیوقوف کہنا بے دینوں کا شعار ہے اور اللہ تعالیٰ کو صحابہ کرام کے متعلق جاہل یا بے وقوف کا کلمہ سننا گوارا نہیں ہے اور اس نے کئی تاکیدوں کے ساتھ فرمایا کہ صحابہ کرام کو جاہل کہنے والے خود جاہل ہیں بلکہ اپنی جہالت سے بھی لاعلم ہیں یعنی جاہل مرکب ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وکذالک جعلنا کم امة وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا (البقرہ: ۱۴۳)

اور ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔

اس آیت میں ان لوگوں سے خطاب ہے جن کے سامنے یہ آیت نازل ہوئی انھی کو اللہ تعالیٰ نے امت وسط یعنی بہترین امت فرمایا، یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انبیاء کی تبلیغ کرنے کے متعلق سنا اور یہی لوگ قیامت کے دن انبیاء کے حق میں گواہی دیں گے اور انہی کی گواہی کی صداقت کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست سننے والے یہی لوگ تھے، بعد کے لوگوں نے تو ان کے واسطے سے سنا ہے، اور یہی لوگ اس آیت کے پہلے مصداق اور مخاطب اوّل ہیں، اب سوچیے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے بہترین امت فرمایا ہو، جن کو اللہ نے انبیاء کے مقدمہ میں ان کی تبلیغ پر گواہ بنایا ہو جن کی صداقت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن گواہی دیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو زندگی بھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفاق کے ساتھ رہیں اور آپ کے پردہ فرماتے ہی علی الاعلان مرتد ہو جائیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا ایها الذین امنوا لا تتخذوا بطانة من دونکم (آل عمران: ۱۱۸) اے ایمان والو اغیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیروں کو رازدار بنانے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر مہاجرین اور انصار صحابہ کو اپنے رازوں میں شریک رکھا حتیٰ کہ ہجرت کا راز بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتلا دیا، معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور تمام صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنے تھے غیر نہیں تھے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذالک مثلهم فی التوراة ج ومثلهم فی الانجیل ج کزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کفار پر بڑے سخت ہیں، ——— آپس میں بڑے نرم دل ہیں (اے مخاطب!) تو انھیں رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب ہیں، سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں

الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين امنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة واجرا عظيما ○
(فتح: ۲۹)

پر نشانی ہے، ان کا یہ وصف تورات میں ہے اور ان کا بیان انجیل میں یہ ہے: جیسے ایک کھیتی نے باریک کونپل نکالی سو اس کو قوت دی اور وہ موٹی ہو گئی پھر وہ اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو گئی جس سے وہ کاشتکاروں کو بہت بھلی لگتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کے دل جل جائیں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمان والوں اور نیکوکاروں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

قرآن مجید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے جس وصف کا تورات سے حوالہ دیا ہے اس کا تورات میں اس طرح بیان ہے:۔

اور مرد خدا موسیٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی وہ یہ ہے:

اور اس نے کہا:۔
خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا
اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔
اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی۔
وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔
اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں۔
اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے
ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔ [1]
(تورات، استثناء باب ۳۳ آیت ۲-۱)

"لاکھوں قدسیوں میں آیا" اس سے صحابہ کرام کی تعداد کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ بتائی گئی ہے۔

"اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشیں شریعت تھی" اس سے اشداء علی الکفار کی طرف اشارہ ہے۔

"وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے" اس سے رحماء بینہم کی طرف اشارہ ہے۔

"اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے" اس سے والذین معہ کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن مجید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے جس وصف کا انجیل سے حوالہ دیا ہے اس کا انجیل

---

[1] عہد نامہ قدیم ص ۲۰۱، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، پاکستان

میں اس طرح بیان ہے:

اور اس نے کہا خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے ۔ اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے ۔ زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے پہلے پتی پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دانے ۔ پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا ۔ پھر اس نے کہا ہم خدا کی بادشاہی کو کس سے تشبیہ دیں اور کس تمثیل میں اسے بیان کریں، وہ رائی کے دانے کی مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے ۔ مگر جب بو دیا گیا تو اُگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا ہے اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اس کے سایہ میں بسیرا کر سکیں۔ [1]

(مرقس، باب:۴، آیت: ۳۳-۲۶)

اسی نے ایک اور تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے، جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا ۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں ۔ [2]

(متی، باب: ۱۳، آیت: ۳۲-۳۱)

قرآن مجید اور انجیل میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی یہ مثال بیان کی گئی ہے، جیسے کوئی کاشتکار زمین میں بیج اُگائے تو ابتداء میں اس کی ایک باریک کونپل نکلتی ہے، پھر وہ بتدریج بڑھتے بڑھتے ایک مضبوط تن آور درخت بن جاتا ہے جس کے ہیبت سے مخالفین کے دل جل جاتے ہیں اور فی الواقع اسی طرح ہے کیونکہ شروع میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بہت کم تھے، صرف حضرت خدیجہ، حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت زید بن حارثہ اسلام لائے تھے پھر رفتہ رفتہ صحابہ کی تعداد بڑھتی رہی حتیٰ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی، جیسا کہ تورات میں ہے "اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا" اور قرآن مجید میں ہے: ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (نصر: ۲) "آپ دیکھیں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں" اور سورۂ فتح میں فرمایا اس تن آور درخت کی قوت اور مضبوطی سے کفار کے دل جل جائیں گے"۔ اب بتلائیے کہ اگر صرف چار صحابہ تھے اور باقی سب منافق اور مرتد تھے تو کیا ان چار شخصوں پر فوج در فوج کا اطلاق ہو سکتا ہے، کیا صرف ان چار مسلمانوں کو دیکھ کر کفار کے دل غیظ سے جل سکتے تھے اور کیا قرآن اور انجیل کی یہ مثال صرف چار مسلمانوں پر صادق آسکتی ہے!۔

چھٹی صدی کے اکابر علماء شیعہ میں سے شیخ طبرسی سورۂ فتح کی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ عہد نامہ جدید ص ۳۸، مطبوعہ پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، پاکستان

[2] ۔ عہد نامہ جدید ص ۱۷، " " " " "

قال الواحدی ھذا مثل ضربہ اللہ تعالیٰ بمحمد واصحابہ فالزرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم والشطأ اصحابہ والمؤمنون حولہ وکانوا فی ضعف وقلۃ کما یکون اول الزرع رقیقاً ثم غلظ وقوی وتلاحق فکذالک المومنون قوی بعضہم بعضاً حتی استغلظوا واستووا علی امرھم (لیغیظ بھم الکفار) ای انما کثرھم اللہ وقواھم لیکونوا غیظاً للکافرین بتوافرھم وتظاھرھم واتفاقھم علی الطاعۃ لہ

واحدی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے متعلق یہ مثال بیان کی ہے، محمد صلے اللہ علیہ وسلم کھیت ہیں، اور آپ کے اصحاب اور آپ کے گرد مسلمان کونپل ہیں اور وہ پہلے ضعف اور قلت میں تھے، جیسا کہ ابتداء میں درخت ایک باریک کونپل ہوتا ہے، پھر وہ سخت، موٹا اور قوی ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے سے مل جاتا ہے، اسی طرح بعض مسلمان بعض سے قوت پاتے ہیں، حتیٰ کہ وہ مضبوط ہوئے اور اپنے دین پر قائم ہو گئے، "تاکہ ان سے کفار کے دل جل جائیں" یعنی اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو زیادہ اور قوی کیا تاکہ ان کی کثرت اور ان کا اتفاق اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور عبادت پر متفق ہونا کفار کے غیظ وغضب کا سبب بن جائے۔

شیخ طبرسی کی یہ تفسیر ہماری بیان کردہ تقریر کی واضح تائید ہے۔

ایک اور شیعہ مفسر شیخ طباطبائی لکھتے ہیں:

خاتمۃ السورۃ تصف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتصف الذین معہ بما وصفھم بہ فی التوراۃ والانجیل (الی قولہ) وفیہ اشارۃ الی اخذ المؤمنین فی الزیادۃ والعدۃ والقوۃ یوماً فیوماً ولذالک عقبہ بقولہ (لیغیظ بھم الکفار) [۲]

اس سورت کے اخیر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے ان اوصاف کا بیان ہے جو تورات اور انجیل میں مذکور ہیں، اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ مسلمان دن بدن عدد اور قوت میں بڑھتے جائیں گے، اسی لیے اس کے بعد یہ فرمایا: لیغیظ بھم الکفار۔ تاکہ مسلمانوں سے کفار کے دل جل جائیں۔

شیعہ مفسرین کی ان دونوں تفسیروں کا حاصل یہ ہے کہ سورۂ فتح کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد اور قوت دن بدن بڑھتی رہی حتیٰ کہ ان کی کثرت اور قوت سے کفار کے دل جل گئے اس لیے شیعہ کا یہ کہنا قطعاً باطل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب مرتد ہو گئے تھے اور صرف چار صحابہ رہ گئے تھے۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک

بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ

---

[۱] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۱۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

[۲] سید محمد حسین طباطبائی، متوفی ۱۲۹۳ھ، المیزان ج ۱۸ ص ۳۲۸-۳۲۶، ملخصاً، دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۶۲ھ

تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ۵ ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما۔
(فتح : ۱۹ - ۱۸)

درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، تو اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا لہٰذا اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرمایا اور انھیں بہت قریب آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں (عطا فرمائیں) جنھیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ بڑی عزت والا ہے بڑی حکمت والا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے[1]
مشہور شیعہ مفسر شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ فی بضع عشرۃ مأۃ من اصحابہ[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہزار اور چند سو صحابہ کے ساتھ حدیبیہ سے نکلے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص عثمان کی وجہ سے قریش کے خلاف جنگ کرنے کے لیے ان چودہ سو صحابہ سے بیعت لی تھی چونکہ اس بیعت سے صحابہ کرام کی اسلام اور بانی اسلام کے ساتھ محبت اور اخلاص ظاہر ہو گیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیات نازل فرمائی "بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں (اخلاص) تھا، لہٰذا اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرما دیا"

اب بتلائیے کہ جن صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا وہ کیسے مرتد ہو سکتے تھے، مرتد کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا قرآن مجید میں ہے:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ و اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون۔
(مائدہ : ۲۱۷)

اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور وہ حالت کفر میں مر جائے تو ان لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہ لوگ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

لہٰذا جس شخص کی موت کفر اور ارتداد پر ہو اس سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے وہ اسی شخص کی نیکی قبول کرتا ہے اور اسی سے راضی ہوتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو، یہ تو ہمارا حال ہے کہ ہم آج کسی کے اچھے کام سے خوش ہو جاتے ہیں اور کل اس کے برے کام سے ناراض ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ حال اور مآل کا جاننے والا ہے وہ اسی شخص سے راضی ہو گا جس کا خاتمہ ایمان پر ہو لہٰذا جن صحابہ کی زندگی میں اللہ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان کر دیا درحقیقت یہ اس بات کا اعلان ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو گا، ان چودہ سو

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۹ ۔ مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۵ ھ
[2] ۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۱۷۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ ھ

صحابہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے اور حضرت عثمان کی طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بیعت کی تھی، سو خلفاء ثلاثہ سے اللہ تعالیٰ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا اور باقی تمام صحابہ خلفاء ثلاثہ کی فرع اور ان کے متبعین ہیں اور ان کے طریقہ پر ہیں اور ان کے حکم میں ہیں، سو جب خلفاء ثلاثہ سمیت چودہ سو صحابہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور ان کا اسلام اور ایمان پر قائم رہنا ثابت ہو گیا تو تمام صحابہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا اور ان کا ایمان اور اسلام ثابت ہو گیا!۔

شیخ طبرسی نے صلح حدیبیہ کا مفصل واقعہ بیان کیا ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہزار اور چند سو صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے گئے تھے، حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اہل مکہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے صرف کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے، قریش نے (حضرت) عثمان کو اپنے پاس روک لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس یہ خبر پہنچی کہ (حضرت) عثمان کو قتل کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ اس قوم سے جنگ نہ کریں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے اس پر بیعت کی کہ وہ مشرکین سے جنگ کریں گے اور بھاگیں گے نہیں۔ اس کے بعد شیخ طبرسی نے وہ مکمل واقعہ بیان کیا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے، عروہ بن مسعود ثقفی کفار قریش کے نمائندہ تھے وہ جب مسلمانوں سے لوٹ کر کفار کے پاس گئے تو انہوں نے کفار سے بیان کیا کہ صحابہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کتنی عقیدت ہے اس کو شیعہ مفسر شیخ طبرسی کے الفاظ میں پڑھیے:

فرجع عروۃ الی اصحابہ وقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک ووفدت علی قیصر وکسری والنجاشی واللہ ان رایت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد اذا امرھم ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علی وضوئہ واذا تکلموا خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون النظر تعظیما لہ۔ [1]

عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور کہا اے میری قوم! بخدا میں کئی بادشاہوں کے پاس گیا ہوں، میں قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس کی اتنی تعظیم کرتے نہیں دیکھا جتنی اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) محمد کی تعظیم کرتے ہیں، جب وہ کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب دوڑتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو سے بچا ہوا پانی لینے کے لیے وہ اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب وہ ان کے سامنے بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں

[1] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۱۷۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۴۰۶ھ

اور ان کی تعظیم کی وجہ سے ان سے آنکھیں نہیں ملاتے۔

انھی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے" اور جن کا خاتمہ کفر اور ارتداد پر ہو ان سے اللہ کبھی راضی نہیں ہو سکتا، شیخ طبرسی کے مطابق ایک ہزار اور چند سو صحابہ نے اس موقع پر بیعت کی اور ان سب سے اللہ راضی ہو گیا، شیخ طبرسی نے لکھا ہے کہ ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے سو ان سے اللہ راضی ہو گیا اور یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے اللہ کے راضی ہونے پر صریح نص ہے اور باقی تمام صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے طریقہ پر ان کے متبع اور ان کے حکم میں ہیں لہٰذا تمام صحابہ سے اللہ راضی ہو گیا اور اللہ اسی سے راضی ہو گا جس کا خاتمہ ایمان اور اسلام پر ہو سو واضح ہو گیا کہ تمام صحابہ کا ایمان اور اسلام پر خاتمہ ہوا اور شیعہ کے اس قول کا بطلان واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرتے ہی تین کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والسّابقون الاولون من المهاجرين و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنّٰت تجرى تحتها الانهٰر خالدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم (توبہ: ۱۰۰)

اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جنھوں نے اچھائی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کیں جن کے نیچے دریا جاری ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہ عظیم کامیابی ہے۔

اس آیت میں تمام صحابہ کے لیے اللہ کی رضا، جنت اور فوز عظیم کی بشارت ہے، اور یہ آیت تمام صحابہ کے ایمان اور اسلام پر قائم رہنے کی واضح دلیل ہے، کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی نے اسلام کے لیے ہجرت اور اسلام کی نصرت میں سبقت کی اور بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیا اور باقی تمام صحابہ نے حسن وخوبی کے ساتھ ان کی پیروی کی اور مہاجرین وانصار دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جنت کی بشارت اسی کے لیے متصور ہے، جس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ صحابہ کے دو گروہ ہیں مہاجرین اور انصار اور دونوں گروہوں میں سے سابقین اوّلین اور ان کے پیروکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا، جنت اور فوز عظیم کی بشارت دی ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر سابقین اوّلین میں سے ہیں، ہر چند کہ شیعہ علماء حضرت خدیجہ کے بعد حضرت علی کے ایمان لانے کے قائل ہیں لیکن وہ اس حقیقت کا انکار نہ کر سکے کہ حضرت ابوبکر بھی سابقین اولین میں سے ہیں۔

شیعہ مورخ شیخ احمد بن ابی یعقوب لکھتے ہیں:

نخستیں کسے کہ اسلام آورد، از زناں خدیجہ دختر خویلد بود واز مرداں علی بن ابی طالب پس زید بن

جو لوگ سب سے پہلے اسلام لائے، ان میں سے عورتوں میں حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں، مردوں میں

بن حارثہ ولیدا از ابوذر و بقولے ابوبکر و پس ابوذر پس بترتیب عمرو بن عبسہ سلمی، خالد بن سعید بن عاص، سعد بن ابی وقاص، عتبہ بن غزوان، خباب بن ارت و مصعب بن عمیر۔ [1]

حضرت علی بن ابی طالب تھے، ان کے بعد حضرت زید بن حارثہ، ان کے بعد حضرت ابوذر اور ایک قول ہے ان کے بعد حضرت ابوبکر ایمان لائے تھے، پھر ابوذر، حضرت ابوذر کے بعد بالترتیب حضرت عمرو بن عبسہ سلمی، ان کے بعد حضرت خالد بن سعید بن عاص، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عتبہ بن غزوان، حضرت خباب بن ارت اور حضرت مصعب بن عمیر ایمان لائے۔

شیعہ مفسر شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

وقیل ان اول من اسلم بعد خدیجۃ ابوبکر۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا۔

ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، اور سابقین اولین کو اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور ان کے لیے جنت اور فوز عظیم ہے اور یہ بشارت اسی وقت صحیح ہو گی جب حضرت ابوبکر کا خاتمہ ایمان پر ہو اور جب حضرت ابوبکر کا ایمان پر خاتمہ ثابت ہو گیا تو تمام صحابہ کا ایمان پر خاتمہ ثابت ہو گیا کیونکہ تمام صحابہ کے عقائد اور نظریات وہی تھے جو حضرت ابوبکر کے عقائد اور نظریات تھے اور شیعہ کا یہ قول باطل ہو گیا کہ حضور کے پردہ کرتے ہی تین کے سوا سب مرتد ہو گئے تھے۔

تیسری تقریر یہ ہے کہ شیخ طبرسی نے سابقین اولین کا مصداق بیان کرتے ہوئے لکھا:

قیل نزلت ھذہ الآیۃ فیمن صلی الی القبلتین عن سعید بن المسیب والحسن وابن سیرین وقتادہ وقیل نزلت فیمن بایع بیعۃ الرضوان وھی بیعۃ للحدیبیۃ عن الشعبی ومن اسلم بعد ذلک وھاجر فلیس من المھاجرین الاولین وقیل ھم اھل بدر عن عطاء بن ابی رباح وقیل ھم الذین اسلموا قبل الھجرۃ عن الجبائی۔ [3]

سعید بن مسیب، حسن، ابن سیرین اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی (مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ) شعبی کا قول یہ ہے کہ یہ آیت ان کے متعلق ہے جنھوں نے حدیبیہ میں بیعت رضوان کی اور جو حدیبیہ کے بعد اسلام لایا یا ہجرت کی وہ مہاجرین اولین میں سے نہیں ہے، عطاء بن ابی رباح کا قول یہ ہے کہ یہ لوگ اہل بدر ہیں، جبائی کا قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے۔

میں کہتا ہوں کہ سابقین اولین کے متعلق یہ جس قدر اقوال ہیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان ان تمام اقوال کے مطابق سابقین اولین میں سے ہیں اور سابقین اولین کے لیے اللہ کی رضا، جنت اور فوز عظیم کی بشارت ہے اور یہ

---

[1] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۳۷۹، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

[2] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۹۸، مطبوعہ ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

[3] " " " " ، مجمع البیان ج ۵ ص ۹۷، " " " "

بشارت اسی وقت صحیح ہوگی، جب ان کا خاتمہ ایمان پر ہو، اور جب خلفاء ثلاثہ کا ایمان پر خاتمہ ثابت ہوا تو تمام صحابہ کا ایمان پر خاتمہ ثابت ہوگیا کیونکہ تمام صحابہ کے عقائد اور نظریات وہی تھے جو خلفاء ثلاثہ کے عقائد اور نظریات تھے۔

چوتھی تقریر یہ ہے کہ شیعہ مفسر نے سابقین اولین کے لیے اس بشارت کی فضیلت کی یہ وجوہ بیان کی ہیں:

وفی هذه الآية دلالة على فضل السابقين ومزيتهم على غيرهم لما لحقهم من انواع المشقة فی نصرة الدين فمنها مفارقة العشائر والاقربين ومنها مباينة المالوف من الدين ومنها نصرة الاسلام وقلة العدد وكثرة العدو ومنها السبق الى الايمان والدعاء اليه۔ [1]

اس آیت میں سابقین کی فضیلت اور دوسروں پر برتری کی دلیل ہے کیونکہ دین کی نصرت کرنے میں انھوں نے مختلف قسم کی مشقتیں اٹھائیں، اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو چھوڑا، اپنے آبائی دین کو ترک کیا، اور افرادی قوت کی کمی اور دشمن کی زیادتی کے باوجود اسلام کی مدد کی، پہلے ایمان لائے اور پھر دوسروں کو اسلام کی دعوت دی۔

یہ تمام وجوہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور جب وہ ان وجوہات کی وجہ سے اللہ کی رضا، جنت اور فوز عظیم کی بشارت کے مستحق ہوئے تو ان کی ایمان اور اسلام پر بقاء ثابت ہوگئی اور باقی تمام صحابہ ان کی فرع ہیں، لہٰذا شیعہ نے تین کے سوا باقی تمام صحابہ کے مرتد ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے اس کا بطلان واضح ہوگیا ہے خیال رہے کہ حضرت علی بھی ہمارے نزدیک سابقین اولین میں سے ہیں، ہم ہر جگہ خلفاء ثلاثہ کا ذکر اس لیے کرتے ہیں کہ نزاع اور اختلاف صرف ان تین کی شخصیات مبارکہ میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت غیر نزاعی ہے

جن آیات سے ہم نے صحابہ کرام کے ایمان پر ثابت قدم رہنے پر استدلال کیا ہے، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن سے صحابہ کرام کا ایمان پر ثابت قدم رہنا ثابت ہے، لیکن ہمارا مقصد ان تمام آیات کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں صحابہ کرام کی ایمان پر ثابت قدمی کو ظاہر کرنا ہے۔

فضیلت صحابہ پر کتب شیعہ سے استدلال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

لقد رايت اصحاب محمد صلى الله عليه وآله فما ارى احدا يشبههم۔ لقد كانوا يصبحون شعثا غبرا، وقد باتوا سجدا وقياما يراوحون بين جباههم وخدودهم ويقفون على مثل الجمر من ذكر معادهم

میں نے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، لیکن تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں پایا، وہ پریشان بال صبح کرتے تھے، رات سجدہ اور قیام میں گذارتے تھے، وہ اپنی پیشانیوں اور رخساروں کو خاک پر رکھتے تھے، آخرت کی یاد سے یوں لگتا تھا جیسے

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۹۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

کان بین اعینهم رکب المعزی من طول سجودهم اذا ذکر الله هملت اعینهم حتی تبل جیوبهم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفاً من العقاب ورجاء الثواب۔ [1]

(خطبہ : ۹۵)

انگاروں پر کھڑے ہوں، ان کی آنکھوں کے درمیان بکریوں کے زانو کے گٹے کی طرح نشان پڑ گئے تھے، جب اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے وہ اس طرح لرزتے تھے جس طرح سخت آندھیوں سے درخت ڈولنے لگتے ہیں۔

ایک اور خطبہ میں حضرت علی کا ارشاد ہے:

این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوه، وقرأوا القرآن فاحکموه وهیجوا الی القتال فولهوا وله اللقاح الی اولادها وسلبوا السیوف اغمادها واخذوا باطراف الارض زحفاً زحفاً وصفاً صفاً بعض هلك وبعض نجا، لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون عن الموتی مرهٔ العیون من البکاء خمص البطون من الصیام ذبل الشفاه من الدعاء صفر الالوان من السهر علی وجوههم غبرة الخاشعین اولئك اخوانی الذاهبون فحق لنا ان نظمأ الیهم ونعض الایدی علی فراقهم۔ [2]

(خطبہ : ۱۱۹)

وہ لوگ کہاں ہیں جنھیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انھوں نے اس کو قبول کر لیا۔ انھوں نے قرآن پڑھا تو اس پر محکم ہو گئے، انھیں جہاد پر برانگیختہ کیا گیا تو جہاد کے لیے شیدا ہو گئے جیسے اونٹنی اپنے بچہ پر فریفتہ ہوتی ہے، انھوں نے تلواریں میانوں سے باہر نکالیں اور اطراف زمین میں فوج در فوج اور صف در صف حملے شروع کر دیے، بعض شہید ہوئے اور بعض سلامتی سے واپس آئے یہ لوگ زندہ رہنے پر خوش تھے نہ شہید ہونے والوں کی تعزیت کرتے تھے، ان کی آنکھیں کثرت گریہ سے سفید تھیں، روزوں کی کثرت سے پیٹ دبلے، کثرت دعا سے ہونٹ خشک، شب بیداری کی زیادتی سے چہرے زرد تھے اور ان پر عاجزی کا گرد و غبار تھا، یہ لوگ میرے بھائی تھے جو اب رخصت ہو چکے ہیں، سو حق یہ ہے کہ ہم ان کی ملاقات کے پیاسے ہوں اور ان کے فراق پر کف افسوس ملیں!

ایک اور خطبہ میں حضرت علی ارشاد فرماتے ہیں:

این اخوانی الذین رکبوا الطریق ومضوا علی الحق این عمار؟ واین ابن التیهان واین ذوالشهادتین؟ واین نظراؤهم

میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو سفر (آخرت) پر روانہ ہوئے اور حق کے پاس پہنچ گئے عمار کہاں ہیں؟ ابن التیہان کہاں ہیں؟ دو گواہیوں والے (حضرت خزیمہ

---

[1] نہج البلاغہ ص ۲۹۰، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران

[2] نہج البلاغہ ص ۳۹۹-۳۹۸، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران

من اخوانهم الذين تعاقدوا على المنية وابرد برؤوسهم الى الفجرة قال ثم ضرب بيده على لحيته الشريفة الكريمة فاطال البكاء ثم قال عليه السلام اوه على اخواني الذين تلوا القرآن فاحكموه و تدبروا الفرض فاقاموه احيوا السنة واماتوا البدعة دعوا للجهاد فاجابوا ووثقوا بالقائد فاتبعوه۔ [1]

(خطبہ: ۱۸۰)

بن ثابت انصاری) کہاں ہیں؟ ان کے وہ بھائی کہاں ہیں جو ان کی مانند تھے، جنھوں نے شہادت کا عہد کیا اور ان کے سر کاٹ کر فاجروں کے پاس بھیج دیے گئے، راوی کہتا ہے کہ پھر آپ نے اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ سے پکڑا اور دیر تک روتے رہے، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: آہ! میرے وہ بھائی جنھوں نے قرآن کو پڑھا اور اس کو محکم رکھا، جنھوں نے فرائض کو سمجھ کر قائم کیا، جنھوں نے سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو مٹایا، جن کو جہاد کے لیے بلایا گیا تو انھوں نے لبیک کہا، اپنے قائد پر اعتماد کیا اور اس کی پیروی کی۔

غور کیجیے کیا یہ منافقین اور مرتدین کی صفات ہیں؟ کیا حضرت علی منافقوں اور مرتدوں کو یاد کر کے روتے تھے؟

بَابُ ۸۴۴ مِنْ فَضَائِلِ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۰۴۷۔ حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ حَدَّثَهُ قَالَ نَظَرْتُ اِلٰى اَقْدَامِ الْمُشْرِكِيْنَ عَلٰى رُءُوْسِنَا وَنَحْنُ فِی الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ نَظَرَ اِلٰى قَدَمَيْهِ اَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس وقت ہم غار میں تھے میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکین کے قدم دیکھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے۔

۶۰۴۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيٰى بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ عَبْدٌ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ اَنْ يُّؤْتِيَهُ زَهْرَةَ الدُّنْيَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے لے یا اللہ کے پاس رہے، اس بندے نے اللہ کے پاس رہنا اختیار کر لیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر

[1] نہج البلاغۃ، ص ۶۴۸، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَبَكَى فَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْمُخَيَّرَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا بِهِ وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ لَا تُبْقِيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ.

روئے اور خوب روئے، اور کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، حضرت ابو سعید نے کہا جس شخص کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے، اور حضرت ابو بکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال اور صحبت کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلام کی اخوت قائم ہے اور ابو بکر کی (مسجد کی طرف کھلنے والی) کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

۶۰۴۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ وَبُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمًا بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

ابو سعید خدری نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۰۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ أَبِي الْهُذَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنَّهُ أَخِي وَصَاحِبِي وَقَدِ اتَّخَذَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور صاحب ہیں، اور اللہ عزوجل نے تمہارے صاحب کو خلیل بنایا ہے۔

۶۰۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي أَحَدًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

۶۰۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا۔

۶۰۵۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي الْهُذَيْلِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا وَلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا، لیکن تمہارے صاحب (یعنی حضور) اللہ کے خلیل ہیں۔

۶۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خِلٍّ مِنْ خِلِّهِ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوتا ہوں، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، تمہارے صاحب اللہ کے خلیل ہیں۔

۶۰۵۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ عَلٰى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں لشکر ذات السلاسل میں سالار بنا کر بھیجا میں آپ کے پاس آیا اور کہا آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا

أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ عُمَرُ فَعَدَّ رِجَالًا۔

عائشہ! میں نے کہا اور مردوں میں؟ آپ نے فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون ہے، آپ نے فرمایا عمر، پھر انھوں نے کئی نام لیے۔

۶۰۵۶ - وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ وَسُئِلَتْ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ قَالَتْ أَبُو بَكْرٍ فَقِيلَ لَهَا ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عُمَرُ ثُمَّ قِيلَ لَهَا مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَى هٰذَا۔

ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو خلیفہ بناتے؟ حضرت عائشہ نے کہا، حضرت ابوبکر کو، حضرت عائشہ سے پوچھا گیا حضرت ابوبکر کے بعد حضور کس کو خلیفہ بناتے؟ انھوں نے کہا حضرت عمر کو، کہا گیا کہ حضرت عمر کے بعد حضور کس کو خلیفہ بناتے؟ حضرت عائشہ نے کہا حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو، اس کے بعد حضرت عائشہ خاموش ہوگئیں۔

۶۰۵۷ - حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ فَلَمْ أَجِدْكَ قَالَ أَبِي كَأَنَّهَا تَعْنِي الْمَوْتَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: پھر آنا، اس نے کہا یا رسول اللہ یہ بتلائیں کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، حضرت جبیر بن مطعم نے کہا اس کی مراد موت تھی، آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

۶۰۵۸ - وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ أَبَاهُ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ فَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبَّادِ بْنِ مُوسَى۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نے آپ سے کسی مسئلہ میں گفتگو کی آپ نے اس کو (پھر آنے کا) حکم دیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۰۵۹ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان کے متعلق ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے

فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ أَنَا أَوْلَى وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ۔

والا کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور (تمام) مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک کی خلافت کا انکار کر دیں گے۔

۶۰۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مِسْكِينًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعْنَ فِي امْرِئٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں، آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا تم میں سے آج کس شخص نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص میں یہ اوصاف جمع نہیں ہوں گے مگر وہ شخص جنتی ہو گا۔

۶۰۶۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً لَهُ قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا الْتَفَتَتْ إِلَيْهِ الْبَقَرَةُ فَقَالَتْ إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا وَلَكِنِّي إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ تَعَجُّبًا وَفَزَعًا أَبَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي حَتَّى اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ لَهُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُومِنُ بِذَلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص گائے پر بوجھ لاد کر ہانک رہا تھا، گائے نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا میں اس لیے پیدا نہیں کی گئی، البتہ مجھے کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، لوگوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ! اور خوف زدہ ہو کر کہا کیا گائے نے کلام کیا؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا اس پر ایک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ایک بکری اٹھا کر لے گیا، چرواہے نے اس کو ڈھونڈا اور اس سے بکری کو چھڑا لیا، بھیڑیے نے مڑ کر کہا درندوں کے دن جب میرے سوا اور کوئی چرواہا نہیں ہو گا اس دن اس کو کون چھڑائے گا؟ لوگوں نے کہا سبحان اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں، ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں۔

۶۰۶۲ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قِصَّةَ الشَّاةِ وَالذِّئْبِ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ الْبَقَرَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں بکری اور بھیڑیے کا ذکر ہے اور گائے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۰۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَفِي حَدِيثِهِمَا فَإِنِّي أُومِنُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی، یہ روایت بھی حسب سابق ہے، اور اس میں ہے آپ نے فرمایا کہ میں اور ابوبکر اور عمر اس پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اس جگہ موجود نہیں تھے۔

۶۰۶۴ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مِسْعَرٍ كِلَاهُمَا عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی روایت ذکر کی۔

صحابہ کرام کی ایک دوسرے پر افضلیت کے متعلق علماء کے مسالک اور نظریات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علامہ ابوعبداللہ مازری نے کہا بعض صحابہ کی بعض صحابہ پر افضلیت میں اختلاف ہے، ایک جماعت نے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی، اور اس مسئلہ میں توقف کیا اور جمہور تفضیل کے قائل ہیں، پھر افضلیت میں اختلاف ہے، اہلسنت کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، خطابیہ نے کہا حضرت عمر بن الخطاب سب سے افضل ہیں، راوندیہ نے کہا حضرت عباس افضل ہیں، شیعہ نے کہا حضرت علی افضل ہیں، اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں، پھر حضرت عمر ہیں، پھر جمہور اہلسنت کے نزدیک حضرت عمر کے بعد حضرت عثمان افضل ہیں اور پھر حضرت علی ہیں اور کوفہ کے بعض اہل سنت حضرت علی کو حضرت عثمان پر مقدم کرتے ہیں (امام عبدالرزاق بن ہمام، امام احمد بن شعیب نسائی، اور علامہ تفتازانی وغیرہم کا یہی مسلک ہے) اور صحیح اور مشہور یہی ہے کہ حضرت عثمان، حضرت علی پر مقدم ہیں، ابومنصور بغدادی نے کہا تمام صحابہ میں افضل خلفاء اربعہ ہیں، پھر تمام عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل بدر ہیں پھر اہل احد ہیں پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں اور اصحاب بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی فضیلت ہے، اسی طرح سابقین اولین کی فضیلت ہے۔ سابقین اولین کی تعیین کے متعلق ابن مسیب نے کہا یہ وہ صحابہ ہیں جنھوں نے

دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، شعبی نے کہا وہ اصحاب بیعت رضوان ہیں، عطاء اور محمد بن کعب نے کہا وہ اہل بدر ہیں۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ ابن عبدالبر اور ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جو صحابہ فوت ہو گئے وہ بعد میں زندہ رہنے والے صحابہ سے افضل ہیں، لیکن علی الاطلاق یہ قول ناپسندیدہ اور مردود ہے، نیز علماء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ افضلیت کی یہ ترتیب قطعی ہے یا نہیں، اور آیا یہ ترتیب ظاہر اور باطن کے اعتبار سے ہے یا صرف ظاہر کے اعتبار سے ہے، اسی طرح حضرت عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں بھی اختلاف ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت میں بھی اختلاف ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے، وہ مظلوماً شہید کیے گئے اور ان کے قاتل فساق ہیں، کیونکہ قتل کرنے کے اسباب معلوم اور منضبط ہیں، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں قتل کا کوئی سبب نہیں تھا، حضرت عثمان کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہیں تھا۔ چند آدمیوں نے اچانک حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا وہ اس وقت خلیفہ برحق تھے۔

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا نظریہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نیک، بلند مرتبہ اور فاضل صحابی ہیں، صحابہ کرام میں جو جنگیں ہوئی ان میں ہر فریق کو کوئی شبہ لاحق تھا اور ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ صحت اور صواب پر ہے اور تمام صحابہ نیک اور عادل ہیں، جنگ اور دوسرے نزاعی معاملات میں ہر فریق کی ایک تاویل تھی، اور اس اختلاف کی وجہ سے کوئی صحابی عدالت اور نیکی سے خارج نہیں ہوتا کیونکہ وہ سب مجتہد تھے اور ان کا مسائل میں اجتہادی اختلاف تھا، جس طرح ان کے بعد کے مجتہدین کا قصاص اور دیت کے مسائل میں اجتہادی اختلاف ہے اس سے کسی فریق کی تنقیص لازم نہیں آتی، ان جنگوں کا سبب یہ تھا کہ بعض معاملات ان پر مشتبہ ہو گئے تھے، اور شدت اشتباہ کی وجہ سے ان کا اجتہاد مختلف ہو گیا تھا، اس لحاظ سے صحابہ کی تین قسمیں ہیں، (۱) بعض صحابہ پر اجتہاد سے یہ منکشف ہوا کہ وہ حق پر ہیں اور ان کا مخالف باغی ہے، اس لیے ان پر اپنی جماعت کی نصرت اور اپنے مخالف سے جنگ کرنا واجب تھا، سو انھوں نے ایسا ہی کیا، (۲) بعض صحابہ پر اجتہاد سے اس کے برعکس ظاہر ہوا، یعنی حق دوسری جانب ہے، اس لیے ان پر اس جماعت کی موافقت کرنا اور باغیوں سے قتال کرنا واجب تھا، (۳) بعض صحابہ پر یہ معاملات مشتبہ ہو گئے اور وہ حیران رہے اور کسی جانب کو ترجیح نہ دے سکے اس لیے وہ دونوں فریقوں سے الگ رہے اور ان کے حق میں الگ رہنا واجب تھا، کیونکہ اس وقت تک کسی مسلمان سے جنگ کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ کسی دلیل سے یہ ظاہر نہ ہو جائے کہ وہ قتل کیے جانے کا مستحق ہے، اگر کسی فریق کی ترجیح ان پر ظاہر ہو جاتی تو ان پر اس کی حمایت میں ان کے مخالفین سے قتال کرنا واجب تھا، سو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم معذور ہیں، اسی وجہ سے اہل حق اور قابل ذکر لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عدالت میں کامل ہیں، اور ان کی شہادت اور روایت کو قبول کرنا واجب ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ بن کعب بن لوّی القرشی التیمی۔ حضرت ابوبکر کے والد عثمان کی کنیت ابوقحافہ ہے، حضرت ابوبکر کی والدہ کا نام ہے ام الخیر سلمی بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرّہ۔

حضرت ابوبکر، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غار اور ہجرت کے ساتھی ہیں، اور آپ کے بعد خلیفہ اوّل ہیں، حضرت ابوبکر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت ابوبکر سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ حضرت زید بن ثابت اور دیگر صحابہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوبکر کا لقب عتیق ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: انت عتیق من النار۔ "تم جہنم سے آزاد ہو" اس دن سے حضرت ابوبکر کا لقب عتیق پڑ گیا، حضرت ابوبکر کا لقب صدیق بھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو رات میں مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ نے صبح لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا، کئی مسلمان یہ خبر سن کر مرتد ہو گئے (العیاذ باللہ) اور فتنہ میں مبتلاء ہو گئے، حضرت ابوبکر نے یہ خبر سن کر کہا میں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر کی بناء پر اس سے بھی زیادہ مستبعد چیزوں کی تصدیق کرتا ہوں، اس بناء پر حضرت ابوبکر کا لقب صدیق پڑ گیا۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

زمانۂ جاہلیت میں حضرت ابوبکر صدیق کا شمار قریش کے رؤسا میں ہوتا تھا اور قریش حضرت ابوبکر سے بہت الفت اور محبت رکھتے تھے، حضرت حسان بن ثابت، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن عنبسہ، ابراہیم نخعی اور علماء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، حضرت عبداللہ بن حسین تیمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا اس نے اس میں شک، تردد اور غور وفکر کیا، البتہ ابوبکر پر جب اسلام پیش کیا تو انھوں نے اس میں تردد نہیں کیا، حضرت ابوبکر صدیق بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مبعوث ہونے والے نبی کے متعلق سنتا رہتا تھا، میں نے ورقہ بن نوفل سے اس کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا وہ نبی عرب کے متوسط نسب سے مبعوث ہوگا اور مجھے متوسط نسب کا علم تھا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے حضرت

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۰۶ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران

ابوبکر یمن گئے، وہاں ایک بوڑھے عالم سے ملاقات ہوئی اس نے مجھے (حضرت ابوبکر کو) دیکھ کر کہا میرا گمان ہے تم حرم کے رہنے والے ہو، حضرت ابوبکر نے کہا ہاں میں اہل حرم سے ہوں، اس نے کہا میرا گمان ہے تم قریش سے ہو، میں نے کہا ہاں میں قریش سے ہوں، انھوں نے کہا میرا گمان ہے تم تیمی ہو، میں نے کہا ہاں میں تمیم بن مرہ کی اولاد سے ہوں، اس نے کہا مجھے تمہاری ایک علامت کا علم ہے، میں نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا تم اپنا پیٹ کھولو، میں نے کہا نہیں تم مجھے اس کا سبب بتاؤ، اس نے کہا میں اپنے صحیح اور صادق علم کے ذریعہ جانتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور ایک ادھیڑ عمر کا اور ایک جوان شخص اس نبی کی مدد کریں گے، جوان شخص مہمات کو سر کرنے والا اور مشکلات کو حل کرنے والا ہوگا۔ اور ادھیڑ عمر شخص سفید رنگ کا نحیف ولاغر ہوگا اور اس کے پیٹ پر تل ہوگا، اس کی الٹی ران پر ایک علامت ہوگی، تم مجھے وہ علامت کیوں نہیں دکھاتے جو میں نے بتائی ہے؟ میں نے پیٹ سے کپڑا ہٹایا تو اس نے میری ناف کے اوپر ایک سیاہ رنگ کا تل دیکھا، اس نے کہا رب کعبہ کی قسم تم وہی ہو، میں تمہارے پاس خود آنے والا تھا، میں نے کہا کس لیے؟ اس نے کہا یہ بتانے کے لیے کہ تم راہِ ہدایت سے نہ ہٹنا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے، اس میں ڈرتے رہنا، جب میں اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نے کہا مجھ سے کچھ شعر سنتے جاؤ، حضرت ابوبکر کہتے ہیں جب میں واپس مکہ مکرمہ پہنچا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے، مجھ سے عقبہ بن ابی معیط، شیبہ، ربیعہ، ابوجہل، ابوالبختری اور دیگر صنادید قریش ملے، انھوں نے کہا اے ابوبکر ایک عظیم واقعہ ہو گیا ہے! ابوطالب کے یتیم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں، اگر تم نہ ہوتے تو ہم اس معاملہ میں انتظار نہ کرتے اب تم آ گئے ہو تو اس کا فیصلہ کرنا تم پر موقوف ہے، حضرت ابوبکر نے کہا میں نے ان کو احسن طریقہ سے واپس کیا پھر میں صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضرت خدیجہ کے گھر ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ باہر آئے، میں نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دیا؟ آپ نے فرمایا اے ابوبکر! میں تمہاری اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تم اللہ پر ایمان لے آؤ! میں نے کہا آپ کے اس دعویٰ پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بوڑھا شخص جو تم سے یمن میں ملا تھا، میں نے کہا میں تو وہاں پر کئی بوڑھوں سے ملا ہوں، آپ نے فرمایا وہ بوڑھا جس نے تمہیں شعر سنائے تھے، میں نے کہا آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے فرمایا اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کے پاس آتا رہا ہے، میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا میں واپس ہو گیا اور میرے اسلام لانے پر پوری وادی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی خوش نہیں تھا۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور غار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب اور مونس وغمخوار رہے، بعض علماء نے کہا کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر کے سوا باقی تمام صحابہ کی صحابیت

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۰۸-۲۰۶، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

کا انکار کر دے تو وہ کافر نہیں ہوگا، اور اگر حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ قرآن مجید نے حضرت ابوبکر کے صاحب رسول ہونے کو (اذیقول لصاحبہ توبہ: ۴۰) بیان کیا ہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت طلب کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالیٰ تم کو میرا صاحب بنائے گا، جب ہجرت کا وقت آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے پاس گئے، دراں حالیکہ حضرت ابوبکر سوئے ہوئے تھے، آپ نے ان کو بیدار کیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہاں سے جانے کی اجازت مل گئی ہے، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ فرط مسرت سے حضرت ابوبکر کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، پھر وہ دونوں گئے اور غار میں داخل ہو گئے اور تین دن غار میں ٹھہرے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم رات کے اندھیرے میں روانہ ہوئے اور ایک رات اور ایک دن چلتے رہے حتیٰ کہ دوپہر کا وقت ہوگیا میں نظر اٹھا کر کوئی سائے کی جگہ دیکھنے لگا، اچانک میں نے ایک چٹان کو دیکھا اس پر کچھ سایہ تھا، میں نے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے صاف کیا اور اس پر ایک پوستین بچھا دی پھر میں نے کہا: یارسول اللہ! اس پر لیٹ جائیے، پھر میں نے نکل کر دیکھا کہ کوئی ہمیں ڈھونڈ تو نہیں رہا، میں نے ایک بکریاں چرانے والا دیکھا، میں نے اس سے پوچھا تم کس کی بکریاں چرا رہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں نے پہچان لیا، میں نے اس سے پوچھا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے اس سے پوچھا تم مجھ کو دودھ دوگے اس نے کہا ہاں، میں نے اس سے کہا بکری کے تھن کو گرد و غبار سے صاف کرو، اس نے دودھ نکالا، میں نے اس کو ایک پیالے میں ڈال کر پانی ملا کر ٹھنڈا کیا، پھر میں دودھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اس وقت آپ بیدار ہو چکے تھے، میں نے کہا: یارسول اللہ! دودھ پیجئے، آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا، میں نے کہا اب ہمیں چلنا چاہیے، پھر ہم چل پڑے اور لوگ ہمارے پیچھے آ رہے تھے اور سراقہ بن مالک بن جعشم کے سوا جو گھوڑی پر سوار تھا کوئی ہم تک نہیں پہنچ سکا، میں نے کہا یارسول اللہ! اس نے تو ہمیں آلیا، آپ نے فرمایا غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، جب وہ دو یا تین نیزے کی مقدار رہ گیا تو میں رونے لگا، آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟ میں نے کہا میں اپنی وجہ سے نہیں آپ کی وجہ سے رو رہا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کے خلاف دعا کی تو اس کی گھوڑی پیٹ تک اس سخت زمین میں دھنس گئی، وہ کہنے لگا: اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں خوب جانتا ہوں کہ یہ آپ کا عمل ہے، آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے اس سے نجات دے، میں آپ کے پیچھے آنے والوں کو اندھا کر دوں گا، آپ میرے یہ تیر اور کمان لے لیں عنقریب آپ کا میرے اونٹوں اور بکریوں سے گذر ہوگا، ان میں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی وہ زمین سے نکل آیا اور اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم مدینہ پہنچ گئے [1]

[1] - علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۱ - ۲۰۹، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل ہیں، یہ عظیم فرشتے جنگ میں حاضر ہیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر، بدر، اُحد، خندق، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابوبکر کو دیا، اس جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا، جنگ خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سو وسق طعام دیا، جنگ احد اور جنگ حنین میں جب بعض صحابہ کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان دونوں جنگوں میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، تمام اہل سیرت اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے سوال کیا مجھے بتائیے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سب سے بڑی زیادتی کی وہ کیا تھی؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، عقبہ بن ابی معیط نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی گردن میں کپڑا لپیٹا اور زور سے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ اچانک حضرت ابوبکر آگئے انھوں نے عقبہ بن ابی معیط کا کندھا پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرے دھکیلا۔ پھر حضرت ابوبکر نے کہا اے لوگو! کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے دلائل اور معجزات لے کر آیا ہے!۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، اور ابوعبیدہ بن جراح جنت میں ہیں۔

حمید بن انس بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر آئے اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ آپ پر سلام پڑھتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ عتیق بن ابی قحافہ کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے، ابن عیینہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے سوا تمام مسلمانوں پر عتاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۲-۲۱۱ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی، جب کافروں نے رسول کو بے وطن کیا، وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں، آسمان والوں سے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل ہیں اور زمین والوں سے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے فرمایا: اہل علیین کو جنت کے نچلے درجہ والے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح ستاروں کو آسمان میں دیکھتے ہیں اور ابو بکر اور عمر اہل علیین میں سے ہیں۔

حضرت زبیر، حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمان بن عوف اور حضرت طلحہ یہ سب حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے، اور حضرت ابو بکر نے سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا، ان سات میں سے حضرت بلال اور حضرت عامر بن فہیرہ ہیں۔ (باقی غلاموں اور باندیوں کا ذکر عنقریب آرہا ہے)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور عمر کو دیکھ کر فرمایا انبیاء اور مرسلین کے سوا اہل جنت کے تمام اولین اور آخرین کے ادھیڑ عمر لوگوں کے یہ دونوں سردار ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں تو وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح کرنے لگیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں دیں تو وہ کنکریاں حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں اسی طرح تسبیح کرنے لگیں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح کر رہی تھیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت عمر کے ہاتھ میں دیں تو وہ کنکریاں حضرت عمر کے ہاتھ میں بھی اسی طرح تسبیح کرنے لگیں جس طرح حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں تسبیح کر رہی تھیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان کو دیں تو وہ ان کے ہاتھ میں بھی اسی تسبیح کرنے لگیں جس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں تسبیح کر رہی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) پوچھا آج صبح تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا میں! آپ نے فرمایا (آج) تم میں سے کسی نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا میں نے، آپ نے فرمایا آج کوئی جنازہ میں گیا تھا؟ حضرت ابو بکر نے کہا میں، آپ نے فرمایا آج کسی شخص نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر نے کہا، میں نے، آپ نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں یہ اوصاف جمع کر لیے اس کے لیے (جنت) واجب ہو گی یا فرمایا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ [1]

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۶-۲۱۲، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا علم

عکرمہ بن خالد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کون فتوی دیتا تھا ؟۔ انھوں نے کہا ابوبکر اور عمر، ان کے سوا میں اور کسی کو نہیں جانتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو دنیا اور اپنے پاس رہنے کا اختیار دیا تو اس شخص نے اللہ کے پاس رہنے کو اختیار کر لیا، حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، ہم کو تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اختیار دینے کی خبر دی ہے، اس میں رونے کی کیا بات ہے ؟ دراصل جس شخص کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت روؤ، لوگوں میں سے جس شخص نے اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کیا ہے وہ ابوبکر ہیں، مسجد میں ابوبکر کے سوا اور کسی شخص کا دروازہ باقی نہ رہنے دیا جائے۔ [1]

حضرت ابوبکر کا زہد، تواضع اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کی مدح کی جاتی تو آپ کہتے اے اللہ تو مجھے مجھ سے زیادہ جانتا ہے، اور میں لوگوں کی بہ نسبت خود کو زیادہ جانتا ہوں، اے اللہ! مجھے ان کے گمان سے بہتر کر دے، اور میرے ان کاموں کو بخش دے جنھیں یہ نہیں جانتے اور ان کے قول سے میرا مواخذہ نہ کرنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کسی شخص کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے نفع دیا ہے، حضرت ابوبکر رونے لگے اور کہا: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے!

شعبی بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی: ان تبدوا الصدقات فنعما ھی و ان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم (البقرہ ۲: ۲۷۱) "اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے"، تو حضرت عمر لوگوں کے سامنے اپنا آدھا مال لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت ابوبکر سب سے چھپا کر اپنا سارا مال لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑا ؟ کہا اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ! حضرت عمر نے کہا اے ابوبکر تم پر میں اور میرے گھر والے فدا ہوں تم نیکی کے ہر باب میں ہم سے آگے بڑھ گئے ہو۔!

زید بن اسلم اپنے والد سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا اس دن میرے پاس کافی مال تھا میں نے دل میں سوچا کہ اگر میں حضرت ابوبکر پر سبقت کر سکتا ہوں تو آج سبقت کر جاؤں گا، میں آدھا مال لے کر آگیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۷-۲۱۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

پوچھا اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا اتنا ہی! حضرت ابوبکر اپنا سارا مال لے کر آگئے، آپ نے پوچھا اے ابوبکر اپنے اہل کے لیے کیا چھوڑا؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑا ہے! پھر میں نے سوچا میں حضرت ابوبکر سے کبھی نہیں بڑھ سکتا!

عروہ بیان کرتے ہیں جب حضرت ابوبکر اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار (درہم یا دینار) تھے انھوں نے وہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیے اور سات ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جن کو اسلام لانے کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں: بلال، عامر بن فہیرہ، زنیرہ، نہدیہ، اس کی بیٹی، بنو مومل کی باندی اور ام عبیس۔

حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک نابینا بڑھیا کا کام کاج کرتے اور اس کے گھر میں پانی بھرتے تھے ایک دن گئے تو کوئی اور پہلے یہ کام کر چکا تھا، پھر کئی دن ایسا ہوتا رہا آخر ایک دن وہ اس شخص کی گھات میں رہے دیکھا تو وہ حضرت ابوبکر تھے، یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ خلیفہ تھے۔! [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حافظ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں:

جس روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی روز سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی، پھر اس کے ایک دن بعد (منگل کے روز) عام بیعت کی گئی، حضرت سعد بن عبادہ، قبیلہ خزرج کے چند لوگوں اور قریش کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی، پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی سب نے بیعت کر لی، ایک قول یہ ہے کہ اس دن تمام قریش نے بیعت کر لی تھی، ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے ابتداً بیعت نہیں کی تھی بعد میں بیعت کر لی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بیعت نہیں کی اور پھر بیعت کر لی، پھر ہمیشہ ان کے احکام کو سنا اور اطاعت کی، ان کی تعریف کرتے رہے اور ان کے فضائل بیان کرتے رہے ابوعلبیدہ بن حکم بن عجل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے گا میں اس کو وہ سزا دوں گا جو مفتری (جھوٹے) کو سزا دی جاتی ہے۔

حضرت ابوبکر پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہو گئے، حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ انھیں ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس غسل دیں، سو انھوں نے غسل دیا، حضرت عمر بن الخطاب نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے، انھیں رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور خلافت کا عرصہ گذار کر ان کی عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مساوی ہو گئی ان کی انگوٹھی پر "نعم القادر اللہ" نقش تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر نے تاحیات

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۹-۲۱۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

کوئی شعر نہیں کہا، انھوں نے اور حضرت عثمان نے زمانۂ جاہلیت میں ہی اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا۔ [1]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اہم کارنامے

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جو اہم اُمور واقع ہوئے وہ یہ ہیں: لشکر اسامہ کو روانہ کرنا، مرتدین، مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب سے قتال کرنا اور قرآن مجید کو جمع کرنا۔

اسماعیلی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض عرب کے لوگ مرتد ہو گئے، انھوں نے کہا ہم نماز پڑھیں گے اور زکوٰۃ نہیں دیں گے، پھر میں حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! لوگ وحشی جانوروں کی طرح ہیں ان کے ساتھ نرمی کیجئے، حضرت ابوبکر نے کہا میں تم سے مدد کی توقع رکھتا تھا اور تم مجھے رسوا کرنے آئے ہو، تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں کمزور پڑ گئے ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور وحی منقطع ہو گئی، اگر انھوں نے مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے قتال کروں گا۔

بعض علماء نے کہا صحابہ میں سب سے پہلا اختلاف یہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے، بعض نے کہا ہم آپ کو مکہ میں دفن کریں گے، بعض نے کہا ہم آپ کو مسجد نبوی میں دفن کریں گے، بعض نے کہا بقیع میں، بعض نے کہا بلکہ بیت المقدس میں جو مدفن انبیاء ہے حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے "نبی کو اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ وہ فوت ہوتا ہے، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی میراث میں اختلاف ہوا تو آپ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ ترک کیا وہ صدقہ ہے"۔

امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابوہریرہ نے کہا بخدا اگر حضرت ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی، اور یہ جملہ تین بار دہرایا، ان سے پوچھا گیا اے ابوہریرہ یہ بات تم کیسے کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کی قیادت میں سات سو افراد کا ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا، جب یہ لشکر ذی خشب میں پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور مدینہ کے گرد اعراب مرتد ہو گئے، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لو، یہ لوگ روم کی طرف جا رہے ہیں اور مدینہ کے گرد اعراب مرتد ہو چکے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اگر درندے لوگوں کی ٹانگیں بھی کھینچتے پھریں تب میں بھی اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روانہ کر چکے ہیں، تب لوگ ارتداد کا ارادہ رکھتے تھے انھوں نے یہ کہا کہ اگر ان کے پاس قوت نہ ہوتی تو ایسے میں لشکر روانہ نہ کرتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اور جب مسلمانوں نے رومیوں کو شکست دے دی اور فتح و کامرانی کے ساتھ لوٹ آئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔

اسی سال کے آخر میں حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد بن ولید کو مسیلمہ کذاب سے قتال کے لیے یمامہ

[1] حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۲۵۷-۲۵۶، ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

بھیجا اس جنگ میں ستر صحابہ شہید ہو گئے، بالآخر حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا، بارہ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق نے علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجا اور مرتدین سے جنگ کی، اور مسلمان فتحیاب ہوئے، اور عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین سے قتال کے لیے بھیجا اور مہاجر بن ابی امیہ کو اہل نجیر کے مرتدین سے جنگ کے لیے بھیجا۔

مرتدین کے قتال سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو بصرہ بھیجا اور ابلہ کو فتح کیا اور عراق میں مدائن کسریٰ کو فتح کیا اسی سال حضرت ابوبکر نے حج کیا پھر حضرت عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیا اور جمادی الاولیٰ تیرہ ہجری میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اس فتح کی بشارت حضرت ابوبکر کو اس وقت پہنچائی گئی جب ان کی حیات میں آخری رمق رہ گئی تھی۔ [1]

سفر ہجرت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی وجوہ

حدیث نمبر ۶۰۴۷ میں ہے: حضرت ابوبکر نے کہا جس وقت ہم غار میں تھے تو میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکین کے قدم دیکھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے۔

اس حدیث میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے:

الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔

(توبہ: ۴۰)

اگر تم نے رسول کی مدد نہ کی تو بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی، جب کافروں نے رسول اللہ کو بے وطن کیا، وہ دو میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے غم نہ کرو، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے اس پر اپنی تسکین نازل فرمائی۔

امام رازی نے اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی حسب ذیل وجوہ مستنبط کی ہیں:

(۱) نبی صلے اللہ علیہ وسلم غار میں اس لیے گئے تھے کہ کفار آپ کو قتل کرنے کے درپے تھے، تو اگر آپ کو حضرت ابوبکر کے باطن پر مکمل اعتماد نہ ہوتا کہ یہ مومن برحق اور صادق اور صدیق ہیں تو ان کے ساتھ اس غار میں کبھی نہ جاتے، کیونکہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ حضرت ابوبکر کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف تھا تو آپ کو یہ خدشہ ہوتا کہ یہ کافروں

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تاریخ الخلفاء ۷۶۔ ۷۲، ملخصاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

کو آپ کے چھپنے کی جگہ بتا دیں گے لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں حضرت ابوبکر کو صادق اور مخلص قرار دیا تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت ابوبکر کا باطن ظاہر کے موافق تھا۔

(۲) یہ ہجرت اللہ تعالیٰ کے اذن سے تھی، اور رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مخلصین کی ایک جماعت تھی، اور اس جماعت میں ایسے لوگ تھے جو شجرہ نسب میں حضرت ابوبکر سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے، تو اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو حضور اس خطرناک موقعہ پر اپنی معیت کے لیے حضرت ابوبکر کو مخصوص نہ کرتے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضور کی رفاقت کے لیے حضرت ابوبکر کو منتخب کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک حضرت ابوبکر کا دین میں بہت بلند مرتبہ ہے۔

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو ثانی اثنین فرمایا اور حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ثانی قرار دیا، اور دین کے اکثر مراتب میں حضرت ابوبکر حضور کے ثانی ہیں کیونکہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا اور آپ نے تبلیغ کی تو حضرت ابوبکر ایمان لائے، پھر امت میں دوسرے درجہ پر حضرت ابوبکر نے تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص مسلمان ہوئے، اس سے معلوم ہوا کہ تبلیغ میں اوّل حضور ہیں اور ثانی ابوبکر ہیں، اسی طرح ہر جہاد میں حضرت ابوبکر حضور کے ثانی تھے کیونکہ حضرت علی نے اسلام کی مدافعت میں بہت بعد میں تلوار اٹھائی ہے۔ ابتداء میں کفار کی ایذا رسانیوں کا حضرت ابوبکر دفاع کرتے تھے، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، سو امامت میں بھی حضور اوّل ہیں اور ثانی ابوبکر ہیں، اور جس جگہ حضور دفن ہوئے بعد میں وہیں ابوبکر دفن ہوئے سو تبلیغ، جہاد، امامت اور روضہ میں حضور اوّل ہیں اور ثانی ابوبکر ہیں۔

(۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب ہیں اور یہ حضرت ابوبکر کی انتہائی فضیلت پر دلیل ہے، حسین بن فضیل بجلی نے کہا جس نے حضرت ابوبکر کے صحابی رسول ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوگا کیونکہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر ہیں اور یہ اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو وصف صحابیت کے ساتھ متصف کیا ہے، اس استدلال پر یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر کو بھی اس وصف کے ساتھ متصف کیا ہے کہ وہ مومن کا صاحب ہے قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقك من تراب "اس کے صاحب نے اس کی بحث کا جواب دیتے ہوئے اس سے کہا کیا تو اس ذات کا کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا؟" (کہف: ۳۷) اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ یہاں پر اس کافر کا وصف صاحب ذکر کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ الفاظ بھی ذکر کیے ہیں جو اس کی اہانت اور تذلیل پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ہے "اکفرت" "کیا تو کفر کرتا ہے"، اس کے برخلاف یہاں پر حضرت ابوبکر کا وصف "صاحب نبی" ذکر کیا اور بعد میں وہ الفاظ ذکر کیے جو حضرت ابوبکر کی تعظیم اور اجلال پر دلالت کرتے ہیں اور وہ ہیں "لاتحزن ان اللہ معنا" سو اگر فرط عداوت نہ ہو تو ان دونوں وصفوں میں

کیا مناسبت ہے؟

ایک مرتبہ مصنّف نے اس آیت سے یہ استدلال کیا کہ حضرت ابوبکر کا صحابی ہونا قرآن مجید کی نص قطعی سے ثابت ہے، اس استدلال پر ایک عالم نے یہ معارضہ کیا کہ احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین پر اپنے اصحاب کا اطلاق کیا ہے، مثلاً امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وقال عبد الله بن ابی بن سلول اقد تداعوا علینا لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الاذل فقال عمر الا نقتل هذا الخبیث یعنی عبد الله فقال النبی صلی الله علیه وسلم لا یتحدث الناس انه کان یقتل اصحابه۔ [1]

عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا انھوں نے ہمارے خلاف لوگوں کو بلایا ہے، جب ہم مدینہ واپس جائینگے تو عزت والے مدینہ سے ذلت والوں کو نکال دینگے، حضرت عمر نے کہا کیا ہم اس خبیث یعنی عبداللہ کو قتل نہ کردیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں لوگ یہ کہیں گے کہ رسول اللہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اس کا جواب بھی یہی ہے کہ اس حدیث میں ہر چند کہ عبداللہ بن ابی پر اصحاب رسول کا اطلاق ہے لیکن ساتھ ہی اس کی اہانت اور تذلیل کا بھی ذکر ہے، کیونکہ اس کو خبیث کہا ہے اور واجب القتل قرار دیا ہے اس کے برخلاف اس آیت میں حضرت ابوبکر پر رسول اللہ کے صاحب کا اطلاق ہے اور اس کے ساتھ ان کی تعظیم اور اجلال کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: رسول اللہ نے اپنے صاحب سے فرمایا "لا تحزن ان الله معنا"۔ اور یہ معیت حفاظت اور نصرت کی معیت ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معیت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شریک رکھا ہے، اگر شیعہ اس معیت کو کسی فاسد معنی پر محمول کریں تو العیاذ باللہ رسول اللہ کا بھی اس معیت میں ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے اس لیے معنی یہ ہوگا کہ اللہ ہمارا محافظ اور مددگار ہے اور جس کا اللہ محافظ اور مددگار ہو اس کے عقائد میں نفاق اور ارتداد داخل نہیں ہوسکتا ورنہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت پر حرف آئے گا، دوسری تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون۔ (نحل: ۱۲۸)

بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں یعنی متقی اور محسن ہیں۔

سورۂ توبہ کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر کے ساتھ ہے اور سورۂ نحل کی آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی اور نیکوکار ہو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت ابوبکر متقی اور نیکوکار ہیں۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لا تحزن "غم نہ کرو" یہ غم کرنے سے نہی اور ممانعت ہے اور نہی دوام

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کو واجب کرتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت ابوبکر مطلقاً رنج وغم نہیں کریں گے، زندگی میں نہ موت سے پہلے نہ موت کے بعد اور یہ اسی کا وصف ہو سکتا ہے جو دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو۔

(۷) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فانزل اللہ سکینتہ علیہ "پھر اللہ نے ابوبکر پر اپنی تسکین نازل فرمائی"، شیعہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ پر تسکین نازل فرمائی، یہ اس لیے غلط ہے کہ خوف اور حزن تو حضرت ابوبکر کو لاحق تھا اس لیے تسکین کا تعلق بھی حضرت ابوبکر سے ہونا چاہیے، نیز اگر تسکین کا تعلق حضور سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضور پہلے خائف تھے اور جب حضور پہلے خود خائف تھے تو آپ کا حضرت ابوبکر کو تسلی دینا "غم نہ کرو" غیر معقول ہوگا، اس لیے صحیح یہ ہے کہ حضور تو پہلے ہی پرسکون تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کافروں کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے قلب پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور جس پر اللہ کی تسکین نازل ہوئی ہو، وہ نفاق، ارتداد اور دین و دنیا کے ہر قسم کے خطرات سے مامون اور محفوظ رہے گا۔

(۸) اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سواری خریدی تھی اور حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما غار میں کھانا لے کر آتے تھے، اور یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میرا صاحب غار میں دس اور چند روز ٹھہرے اور سوائے کھجوروں کے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، جب حضور اور حضرت ابوبکر مدینہ کے قریب پہنچے تو حضرت ابوبکر کو یہ خدشہ ہوا کہ لوگ حضور کو نہیں پہچانیں گے، تو انھوں نے حضور کے اوپر ایک چادر سے سایہ کیا تاکہ لوگ پہچان لیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں، پھر اہل مدینہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر آپ کی تعظیم کی۔

(۹) جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر تھے اور انصار مدینہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر کو دیکھا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر اور حضر میں اپنی رفاقت کے لیے تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر کو منتخب کیا تھا۔

(۱۰) چونکہ اس سفر میں حضور کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر تھے اس لیے اگر یہ فرض کیا جائے کہ اس سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو جاتے تو حضور کے تمام معاملات کے کفیل صرف حضرت ابوبکر ہوتے، اور امت کے متعلق آپ کے وصی بھی حضرت ابوبکر ہوتے اور اس سفر میں جو قرآن مجید کی آیات نازل ہوتیں ان کی تبلیغ بھی صرف حضرت ابوبکر کرتے، اور یہ تمام امور حضرت ابوبکر کے فضائل عالیہ اور درجات رفیعہ پر دلالت کرتے ہیں۔[1]

اس آیت میں بعض حقائق ایسے ہیں جن کا شیعہ مفسرین بھی انکار نہیں کر سکے چنانچہ شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۰-۴۳۸ ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

(ثانی اثنین) یعنی انه کان هو وابوبکر (اذ هما فی الغار) لیس معهما ثالث وهو احد اثنین ومعناه فقد نصره الله منفردا من کل شیء الا من ابی بکر۔ [1]

ثانی اثنین کا مطلب ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر، کیونکہ غار میں کوئی تیسرا نہیں تھا اور ابوبکر دو میں سے ایک تھے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ماسوا ابوبکر کے ہر ایک سے الگ کر کے رسول اللہ کی مدد کی، یہ فقد نصرہ اللہ کا معنی ہے۔

اِن اللہ مَعَنَا کی تفسیر میں شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

یرید انه مطلع علینا عالم بحالنا فهو یحفظنا وینصرنا۔ [2]

یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے احوال پر مطلع ہے سو وہ ہماری حفاظت کرے گا اور ہماری مدد کرے گا۔

یعنی یہ معیت حفاظت اور نصرت کی معیت ہے جیسا کہ امام رازی نے بیان کیا ہے۔

فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ کی تفسیر میں ہر چند کہ شیعہ مفسرین کا مختار یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے کیونکہ اس آیت کی باقی ضمیریں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہیں (حالانکہ صاحب کا نسبۃً قریب ہونا اس کا مرجح ہے کہ یہ ضمیر حضرت ابوبکر کی طرف لوٹے) تاہم وہ اس کا انکار نہیں کر سکے کہ اس ضمیر کو حضرت ابوبکر کی طرف لوٹانا بھی جائز ہے، شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم یجوز ان تکون الهاء التی فی علیه راجعة الی ابی بکر۔ [3]

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ علیہ کی ضمیر کا حضرت ابوبکر کی طرف لوٹانا جائز ہے۔

حضرت ابوبکر کی طرف اس ضمیر کے لوٹانے کے دلائل ہم ابھی امام رازی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں:

خلّت اور محبت کا معنی

حدیث نمبر ۶۰۴۸ میں ہے اپنے مال اور صحبت کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت قائم ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علماء نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اپنی جان اور مال کے اعتبار سے سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقع میں ان کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی احسان تھا کیونکہ واقع میں اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ان پر احسان تھا کہ ان کی خدمات کو اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شرف قبول بخشا۔

قاضی عیاض نے کہا کہ احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا وانا حبیب اللہ "سنو میں اللہ

---

[1] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " ، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۸، " " " "

[3] " " " " ، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۹، " " " "

کا محبوب ہوں، متکلمین کا اس میں اختلاف ہے کہ محبت کا زیادہ مرتبہ ہے یا خلت کا، یا دونوں مساوی ہیں، ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ یہ دونوں مساوی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ حبیب کا زیادہ مرتبہ ہے کیونکہ حبیب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے، اور آپ خلیل اللہ سے افضل ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس حدیث سے آپ کا اللہ کا خلیل ہونا ثابت ہے اور آپ نے کسی اور کا خلیل ہونے کی نفی کی ہے، حالانکہ حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زید، حضرت اُسامہ، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے آپ کی محبت ثابت ہے، یعنی آپ کی خلت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جبکہ آپ کی محبت اور بہت سوں کے لیے ہے کیونکہ خلت کا معنی ہے "سب سے منقطع ہو کر کسی کی طرف متوجہ ہونا، اور اللہ کے محبت کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندہ کو اطاعت اور عبادت کی توفیق دے اور اس کو گناہوں سے باز رکھے، یہ محبت کے ابتدائی آثار ہیں اور اس کی انتہا یہ ہے کہ اس کے قلب سے حجابات اٹھا دے حتیٰ کہ وہ اللہ کی صفت بصیرت سے دیکھے، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے: جب میں بندہ کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ نے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا خلیل کہا وہ اس حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ صحابہ کے حق میں یہی کمال ہے کہ وہ سب سے منقطع ہو کر آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کسی کو شخصی طور پر معین کر کے خلیفہ نامزد نہ کرنا

حدیث نمبر ۵۶-۶۰ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ابوبکر کو۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہل سنت کے اس موقف پر دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی نص صریح نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر کی خلافت اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی، اگر حضرت ابوبکر یا کسی اور شخص کی خلافت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی نص ہوتی تو مہاجرین اور انصار کا خلافت کے متعلق کوئی نزاع نہ ہوتا، کیونکہ جس شخص کے متعلق خلیفہ بنانے کی نص صریح ہوتی اس کو مقدم کر دیا جاتا۔

شیعہ علماء نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت علی کی خلافت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نص تھی اور آپ نے حضرت علی کی خلافت کے لیے وصیت فرمائی تھی یہ باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے، ——— حضرت علی کے زمانے سے لے کر اب تک تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی کے لیے وصیت خلافت کا دعویٰ باطل ہے اور سب سے پہلے حضرت علی نے اس دعویٰ کی تکذیب کی جب انھوں نے یہ فرمایا کہ میرے پاس اس صحیفہ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور اس میں دیت، اور غلاموں کو آزاد کرنے کے متعلق احکام ہیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱) اور اگر حضرت علی کے پاس خلافت سے متعلق کوئی نص یا وصیت ہوتی تو وہ اس کا ذکر کرتے، حالانکہ حضرت علی نے کسی دن بھی کسی نص یا وصیت کو پیش نہیں کیا، نہ ان کے علاوہ کسی اور نے ذکر کیا۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ " " " شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۳ " " " "

حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلیل

حدیث نمبر ۶۰۵۶ میں ہے اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کی سوا ہر ایک کی خلافت کا انکار کر دیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح دلیل ہے اور مستقبل کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے اور اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ خلافت کے معاملے میں مسلمانوں میں نزاع ہو گا اور حضرت ابوبکر کے علاوہ مسلمان کسی کی خلافت پر متفق نہیں ہوں گے، حضرت عائشہ کے بھائی کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ مکتوب لکھ دیں گے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جانا دشوار اور مشکل تھا کیونکہ آپ جماعت سے نماز پڑھنے بھی نہیں جا رہے تھے آپ نے نمازوں میں حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنا دیا تھا۔ [1]

یہ حدیث، حدیث قرطاس کا بھی جواب ہے، کیونکہ شیعہ علماء کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم منگوایا تھا تو آپ حضرت علی کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق لکھوانا چاہتے تھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی صحت اور حقانیت پر قرآن مجید سے استدلال

خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی صحت اور حقانیت کے ثبوت پر یہ آیت واضح اور روشن دلیل ہے:

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا۔

(نور: ۵۵)

تم لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور بہ ضرور خلافت عطا فرمائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی، اور ان کے جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے اس کو مضبوط کر دے گا اور ان کے خوف کے بعد ان کی حالت کو ضرور امن سے بدل دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیں گے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت خلفاء اربعہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ایمان والوں اور نیکو کاروں سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور یہ کہ ان کے پسندیدہ دین کو مضبوط کر دے گا اور ان کے حال کو خوف کے بعد امن سے بدل دے گا اور یہ بات

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۲-۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بداہۃً معلوم ہے کہ ان لوگوں سے یہ وعدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پورا ہوگا، کیونکہ کسی اور کو خلیفہ بنانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور یہ بات قرآن مجید اور احادیث متواترہ سے معلوم ہے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں خلیفہ بنانے سے مراد امام بنانا ہے اور یہ بات تاریخ سے معلوم ہے کہ ان اوصاف کے ساتھ (یعنی جن کے دور خلافت میں دین مضبوط ہو اور خوف کے بعد امن حاصل ہو) خلیفہ بنانے کا عمل حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ایام میں واقع ہوا، کیونکہ ان کے زمانہ میں عظیم فتوحات حاصل ہوئیں، دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی اور دین کو غلبہ حاصل ہوا، اور دشمنان اسلام سے عظیم امن حاصل ہوا، اور یہ دو وصف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حاصل نہیں ہوئے، کیونکہ ان کو کفار کے خلاف جہاد کرنے کی فرصت نہیں ملی، ان کا تمام وقت اپنی خلافت کے مخالف مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے میں گذرا، اس سے واضح ہوگیا کہ یہ آیت خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی صحت اور حقانیت پر دلالت کرتی ہے۔

استدلال مذکور پر شیعہ علماء کے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت کا ظاہری تقاضا یہ ہے کہ ہر ایمان والے نیکوکار کو خلافت حاصل ہو حالانکہ ہر مومن کو خلافت حاصل نہیں ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ الذین اٰمنوا منکم میں من تبعیض کے لیے ہے اور یہ خطاب بعض صالح مسلمانوں سے ہے، کل مسلمانوں سے نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ لیستخلفنھم "اللہ ان کو زمین پر خلیفہ بنائے گا" سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین پر آباد کرے گا اور ان کو زمین پر کارحیات کرنے کی قدرت دے گا، اور اس سے اللہ تعالیٰ کی خلافت مراد نہ ہو جیسا کہ اس سے پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر آباد کیا اور ان کو زمین پر کام کاج کرنے کی قدرت دی، ان کو زمین پر خلیفہ بنانا بہ طور امامت نہ تھا اس لیے واجب ہے کہ صالح مومنین کو خلیفہ بنانے سے بھی یہی مراد ہو نہ کہ ان کو امام اور نائب رسول بنانا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صالح مومنین کو زمین پر خلیفہ بنانے کی خبر بہ طور بشارت دی گئی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ یہ بشارت زمین پر آباد کرنے کے معنی کے مغائر ہو کیونکہ اس معنی میں خلافت تو تمام مسلمانوں بلکہ تمام کافروں کو بھی حاصل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تو جن صالحین مومنین کو پہلے خلیفہ بنایا تھا یہ کبھی نبی ہوتے تھے اور کبھی امام اور ہر دو صورت میں ان کو خلافت بمعنی حکومت حاصل تھی۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اس آیت میں خلافت کو خلیفہ رسول پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تمہارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں تم کو اس طرح چھوڑتا ہوں جس طرح تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہرچند کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو شخصی طور خلیفہ نامزد نہیں کیا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کے اوصاف بیان کیے ہیں اس لیے ان خلفاء اربعہ کے متعلق یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو خلیفہ بنائے اور ان اوصاف کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا خلیفہ بنائیں، یہی وجہ ہے،

کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر سے کہا یا خلیفۃ رسول اللہ! اس لیے جب یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ بنایا تو اس سے مراد یہ ہے کہ خلیفہ کے اوصاف اور شرائط بیان فرمائے۔

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لیستخلفنھم میں ھم کی ضمیر سے حضرت علی مراد ہوں اور بعض اوقات تعظیماً واحد کو جمع سے تعبیر کر لیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: والذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکاۃ وھم راکعون "وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واحد کو جمع سے تعبیر کرنا خلاف اصل ہے، علاوہ ازیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس آیت میں جن کو خلیفہ بنانے کی بشارت دی ہے ان سے اللہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان کے عہد خلافت میں اللہ تعالیٰ ان کے پسندیدہ دین کو مضبوط کرے گا اور ان کی حالت خوف کو امن سے بدل دے گا اور یہ وعدہ صرف خلفاء ثلاثہ کے عہد میں پورا ہوا اور انھی کے دور میں اسلام کی نشر و اشاعت اور اسلامی فتوحات ہوئیں، حضرت علی کا دور تو باہمی خانہ جنگی کا دور تھا۔

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لیستخلفنھم میں ھم ضمیر سے بارہ امام مراد ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن سے خلافت کا وعدہ کیا ہے ان سے دنیا میں مسلمانوں کی قوت اور اسلام کے نفاذ کا وعدہ کیا ہے اور عملاً ان بارہ اماموں کی خلافت منعقد ہوئی نہ ان کے ہاتھوں اسلام کو قوت اور شوکت حاصل ہوئی، ثانیاً یہ وعدہ ان مسلمانوں سے کیا گیا ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود تھے اور بارہ امام آپ کے عہد میں موجود نہیں تھے۔

ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ص ۴۴۵ سے ۴۶۲ تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر قرآن مجید کی آیات سے استدلال کیا ہے اور اس سلسلہ میں علماء شیعہ کے اہم اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، جو حضرات اس مسئلہ کا گہرائی اور گیرائی سے جائزہ لینا چاہتے ہیں، وہ اس بحث کو ضرور پڑھیں۔

قرآن مجید کی آیات سے شیعہ تفسیر کے مطابق، حضرت ابوبکر کے فضائل

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ (نور: ۲۲)

اور تم میں سے جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے، انھیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں، (اے ایمان والو) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسر شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

الآیۃ نزلت فی ابی بکر ومسطح بن اثاثہ

یہ آیت (حضرت) ابوبکر اور مسطح بن اثاثہ کے متعلق

وکان ابن خالۃ ابی بکر وکان من المھاجرین و من جملۃ البدریین وکان فقیرا وکان ابوبکر یجری علیہ ویقوم بنفقتہ فلما خاض فی الافک قطعھا وحلف ان لا ینفعہ بنفع فلما نزلت الایۃ عاد ابوبکر الی ما کان وقال واللہ انی لاحب ان یغفر اللہ لی واللہ لا انزعھا ابدا۔ [1]

نازل ہوئی، مسطح (حضرت) ابوبکر کے خالہ زاد بھائی تھے، وہ بدری صحابہ میں سے تھے اور مہاجر اور فقیر تھے، اور (حضرت) ابوبکر ان کا خرچ اٹھاتے تھے، جب مسطح، حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ شامل ہو گئے، تو (حضرت) ابوبکر نے وہ خرچ دینا بند کر دیا اور قسم کھائی کہ وہ آئندہ اس کو کبھی خرچ نہیں دیں گے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو (حضرت) ابوبکر نے پھر خرچ دینا شروع کر دیا اور قسم کھا کر کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور بخدا میں اس کا خرچ کبھی بند نہیں کروں گا۔

شیخ طبرسی کی تفسیر کے مطابق اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر کو اللہ تعالیٰ نے صاحب فضل فرمایا، حضرت ابوبکر ناداروں پر خرچ کرتے تھے، جب حضرت ابوبکر نے بشری تقاضے سے مسطح کا خرچ بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کی اور فرمایا کیا وہ اللہ کی مغفرت نہیں چاہتے؟ حضرت ابوبکر نے اپنے نفسانی تقاضے کے خلاف، اللہ تعالیٰ کی اصلاح قبول کی اور کہا میں اللہ کی مغفرت چاہتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر میں نفسانیت بالکل نہیں تھی بلکہ سرتاپا للّٰہیت تھی۔

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون ۰ لھم ما یشاءون عند ربھم وذلک جزاء المحسنین۔ (زمر: ۳۳-۳۴)

اور جو (پیغام) صدق لے کر آئے اور جس نے ان کی تصدیق کی، وہی کامل متقی ہیں، ان کے لیے وہ سب کچھ ہے جس کو وہ اپنے رب کے پاس چاہیں، اور نیکی کرنے والوں کی یہی جزا ہے۔

شیعہ مفسر شیخ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وقیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدق بہ ابوبکر۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ پیغام صدق لانے والے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے (حضرت) ابوبکر ہیں۔

شیعہ مفسر کی تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مصدِق، کامل متقی، محسن (نیکوکار) اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس حسب خواہش جزا پانے والا قرار دیا۔

فاما من اعطی واتقی ۰ وصدق بالحسنیٰ ۰

تو جس نے راہ حق میں دیا اور تقویٰ اختیار کیا، اور

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۷، ص ۲۱۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

[2] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۸، ص ۷۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

فسنیسرہ للیسری ۔ ——————
الی قولہ تعالیٰ ——————
وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی ۔ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ۔ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ ۔ ولسوف یرضی ۔

(واللیل: ۲۱ - ۵)

حق کی تصدیق کی، ہم اس کے لیے آسانی کا راستہ آسان کر دیں گے جو سب سے زیادہ متقی ہے جو اپنا مال (راہِ حق) میں دیتا ہے، تاکہ پاکیزگی حاصل کرے اس کو جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا، اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ دیا جائے (اس کا راہ حق میں مال خرچ کرنا) محض اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی کے لیے ہے اور ضرور عنقریب وہ راضی ہو گا۔

شیعہ مفسر شیخ طبرسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن ابی الزبیر ان الآیۃ نزلت فی ابی بکر لانہ اشتری المماليك الذين اسلموا مثل بلال وعامر بن فهيرة وغيرهما واعتقهم[1]

ابو الزبیر سے روایت ہے کہ یہ آیت (حضرت) ابو بکر کے متعلق نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے ایسے متعدد غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو چکے تھے مثلاً بلال اور عامر بن فہیرہ وغیرہ۔

شیعہ مفسر کی تفسیر کے مطابق ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو حق کا مصدق، راہ حق میں خرچ کرنے والا اور سب سے زیادہ متقی قرار دیا جو اپنے مال کو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے خرچ کرتے ہیں، انھیں جہنم سے نجات کی نوید سنائی اور آخرت میں راضی ہونے کی بشارت دی اور یہ اعلان کر دیا کہ کسی شخص کا ان پر کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے!

ہر چند کہ شیخ طبرسی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ اس آیت کو عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ آیت اس شخص کے متعلق ہے جس پر کسی کا کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے، دراصل جب حضرت ابو بکر نے بھاری قیمت میں حضرت بلال کو خرید کر آزاد کیا تو مشرکین نے کہا ضرور بلال نے ابو بکر پر پہلے کوئی احسان کیا ہو گا جس کا بدلہ اتارنے کے لیے ابو بکر نے بلال کو اتنی بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا ہے، حضرت ابو بکر کی اس نیکی پر مشرکین کا یہ طعن اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوا اور ان کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں کہ تم بلال کی بات کرتے ہو ابو بکر پر تو کسی کا بھی کوئی دنیاوی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اتارا جا سکے۔ سورہ واللیل میں حضرت ابو بکر پر طعن کا ازالہ اور ان کے فضائل کا بیان ہے اس کے بعد متصل سورہ والضحیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کا ازالہ اور آپ کے فضائل کا بیان ہے، حضرت ابو بکر کے بارے میں ولسوف یرضی فرمایا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ولسوف یعطیك ربك فترضی فرمایا پہلی سورت کو رات کی قسم سے اور دوسری سورت کو دن کی قسم سے شروع کیا اور اس طرح حضرت ابو بکر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان انتہائی قرب اور اتصال اور کامل اتحاد کو ظاہر فرمایا!

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۱۰ ص ۷۶۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ و لا یخافون لومۃ لائم۔ (مائدۃ ۵۴:)

اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے وہ مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے سے نہیں ڈریں گے۔

وہ کون ایمان والے ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ ان سے محبت کرتا ہے، جو مومنوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہیں اور جنھوں نے مرتدین سے جہاد کیا، شیعہ مفسر شیخ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واختلف فیمن وصف بھذہ الاوصاف منھم فقیل ھما ابوبکر واصحابہ الذین قاتلوا اھل الردۃ۔[1]

جو ایمان والے ان اوصاف کے ساتھ متصف ہیں ان کے تعیین میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ (حضرت) ابوبکر اور ان کے اصحاب ہیں جنھوں نے مرتدین سے قتال کیا تھا۔

شیخ طبرسی کے قول کے مطابق ہر چند کہ اس آیت میں کئی اقوال ہیں لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مرتدین سے جہاد نہیں کیا اور امت میں جس شخص نے سب سے پہلے مرتدین کے خلاف جہاد کیا وہ حضرت ابوبکر ہیں۔

حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر حضرت علی کے بیعت کرنے کا کتب شیعہ سے ثبوت

شیخ ابوجعفر کلینی

روایت کرتے ہیں:

۴۵۴- عن ابی جعفر علیہ السلام: ان الناس لما صنعوا ما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المؤمنین علیہ السلام من ان یدعو الی نفسہ الا نظرا للناس وتخوفا علیھم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا الاوثان ولا یشھدوا ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان الاحب الیہ ان یقرھم علی ما صنعوا من ان یرتدوا

ابوجعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے (حضرت) ابوبکر کی بیعت کر لی جو کیا سو کیا۔ تو امیر المومنین علیہ السلام کو اپنی طرف لوگوں کو دعوت دینے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہیں تھی کہ وہ لوگوں پر شفیق تھے اور ان کو یہ خوف تھا کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں گے بتوں کی عبادت کریں گے اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہیں دیں گے، اور حضرت امیر المومنین علی کے نزدیک لوگوں کو (حضرت) ابوبکر کی بیعت پر

[1] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۳ ص ۳۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

عن جمیع الاسلام و انما هلك الذین رکبوا ما رکبوا فاما من لم یصنع ذلك و دخل فیه الناس علی غیر علم و لا عداوة لامیر المؤمنین علیه السلام فان ذلك لا یکفره و لا یخرجه من الاسلام و لذلك کتم علی علیه السلام امره و بایع مکرها حیث لم یجد اعوانا۔ [1]

برقرار رکھنا اس سے زیادہ پسندیدہ تھا کہ وہ تمام لوگ اسلام ہی سے مرتد ہو جائیں، البتہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنھوں نے حضرت امیر المومنین کے بغض کی وجہ سے (حضرت) ابوبکر سے بیعت کی۔ اور جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا اور وہ بغیر علم کے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عداوت کے بغیر (حضرت) ابوبکر کی بیعت میں داخل ہوئے تو ان کا یہ فعل ان کو کافر کرتا ہے اور نہ اسلام سے خارج کرتا ہے، اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام نے اپنے معاملہ کو مخفی رکھا اور چونکہ ان کو مددگار نہیں ملے اس لیے انھوں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

شیخ ابوجعفر کلینی کی اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگ اسلام پر قائم تھے اور شیعہ کا یہ کہنا باطل ہے کہ آپ کے پردہ کرنے کے بعد سب مرتد ہو گئے تھے کیونکہ حضرت علی کو اپنی بیعت کی دعوت دینے سے یہ چیز مانع تھی کہ کہیں سب لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔

۲۔ حضرت علی کے بغض کی وجہ حضرت ابوبکر کی بیعت کرنا ہلاکت ہے، ورنہ نہیں۔

۳۔ جن لوگوں نے حضرت علی سے عداوت کے بغیر حضرت ابوبکر سے بیعت کی ان کا یہ فعل کفر ہے نہ اسلام سے خروج۔

۴۔ حضرت علی کے استحقاق خلافت کے دعوی پر ان کا کوئی مددگار نہیں تھا اس وجہ سے انھوں نے مجبوراً بیعت کر لی۔

حضرت علی کے بیعت کرنے کی ایک اور تصویر جو شیعہ مؤرخین نے کھینچی ہے وہ یہ ہے، شیخ احمد بن ابو یعقوب بیان کرتے ہیں:

ابوبکر و عمر خبر یافتند کہ گروہ مہاجران و انصار با علی بن ابی طالب در خانہ فاطمہ دختر پیامبر خدا فراہم گشتہ اند پس با گروہے آمدند و بخانہ ہجوم آور شدند و علی بیرون آمد (و زبیر) شمشیرے حمایل داشت پس عمر باو برخورد و با او کشتی گرفت و او را بر زمین زد و شمشیرش را

ابوبکر اور عمر کو خبر پہنچی کہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ علی بن ابیطالب کے ساتھ ہے اور پیغمبر خدا کی صاحبزادی کے گھر وہ سب جمع ہو گئے ہیں پس ابوبکر اور عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے اور ان کے گھر پر جمع ہو گئے، علی باہر آئے اور زبیر نے تلوار

[1] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ، کتاب الروضۃ (فروع کافی) ج ۸ ص ۲۹۶-۲۹۵ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۴ھ

شکست و بخانہ ریختند، پس فاطمہ بیرون آمد و گفت واللہ لتخرجن او لاکشفن شعری ولا عجن الی اللہ" بخدا قسم باید بیرون روید اگر نہ، مویم را برہنہ سازم و نزد خدا نالہ و زاری کنم" پس بیرون رفتند دھرکہ درخانہ بود برفت و چند روز بماند بعد سپس یکے پس از دیگرے بیعت مے کردند لیکن علی جز پس از شش ماہ و بقولے چہل روز بیعت نہ کرد۔ [1]

حمائل میں لکھوں، عمر نے زبیر کے ساتھ کشتی کی اور زبیر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور ان کی تلوار کو توڑ کر زمین پر پھینک دیا، بعد میں فاطمہ باہر آئیں اور کہنے لگیں، "بخدا تم لوگ چلے جاؤ ورنہ میں بال کھول لوں گی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کروں گی" پھر وہ لوگ چلے گئے اور جو لوگ گھر میں تھے وہ بھی چلے گئے اور چند روز بعد ان سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی لیکن علی نے چھ ماہ کے بعد بیعت کی، اور ایک قول یہ ہے کہ چالیس روز تک بیعت نہیں کی۔

فروع کافی اور تاریخ یعقوبی دونوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علی کے دعوے استحقاق خلافت میں ان کا کسی نے ساتھ نہیں دیا، تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی، فروع کافی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے ابتداءً بیعت کر لی تھی، اور تاریخ یعقوبی سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے چالیس روز بعد بیعت کی تھی یا چھ ماہ کے بعد، اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بھی بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فنظرت فی امری فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی واذا المیثاق فی عنقی لغیری۔ [2]

(خطبہ: ۳۷)

میں نے اپنے معاملہ میں غور کیا تو دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا، میرے بیعت لینے سے پہلے واجب ہو چکا ہے اور میری گردن میں دوسرے (کی بیعت کرنے) کا عہد ہے۔

شیعہ مترجم سید نبی الدین اولیائی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس نظر کردم کہ آیا مردم را بہ بیعت خود و اطاعت خدا بخوانیم یا اینکہ خود اطاعت خدا کنم پس دیدیم اطاعت کردنم بر بیعت گرفتنم پیش دارد و پیمان دیگرے در گردنم میباشد۔ [3]

پھر میں نے غور کیا کہ لوگوں کو اپنی بیعت اور اطاعت خدا کے لیے بلاؤں یا خود خدا کی اطاعت کروں تو میں نے دیکھا کہ میرا اطاعت کرنا میرے بیعت لینے پر سبقت کرتا ہے اور دوسرے کا عہد میری گردن میں ہے۔

---

[1] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۹۲ھ، تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۵۲۷، مطبوعہ انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

[2] نہج البلاغہ ص ۱۱۱، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران۔

[3] سید نبی الدین اولیائی، ترجمہ نہج البلاغہ (فارسی) ص ۱۱۲، انتشارات زرین ایران

نہج البلاغہ کے شیعہ شارح ابن ابی الحدید اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

هذه كلمات مقطوعة من كلام يذكر فيه حاله بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه كان معهودًا اليه الا ينازع في الامر ولا يثير فتنة بل يطلبه بالرفق فان حصل له والا امسك۔[1]

یہ کلام، کلام سابق سے منفصل ہے اس میں آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا حال بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا کہ خلافت کے حصول میں جھگڑا نہ کریں اور فتنہ کو نہ بھڑکائیں اور یہ کہ خلافت کو ملائمت سے طلب کریں، اگر مل جائے تو فبہا ورنہ اس کے مطالبہ سے باز رہیں۔

نیز ابن ابی الحدید اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

قد سبقت بيعتي للقوم، اي وجوب طاعة رسول الله صلى الله عليه وآله علي وجوب امتثالي امره سابق علي بيعتي للقوم فلا سبيل لي الى الامتناع من البيعة لانه صلى الله عليه وآله امرني بها۔

(میرے قوم سے بیعت لینے پر سابق ہے)۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت مجھ پر واجب ہے، اور آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرے قوم سے بیعت لینے پر مقدم ہے، لہٰذا میرے بیعت نہ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے بیعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

واذا الميثاق في عنقي لغيري، اي رسول الله صلى الله عليه وآله اخذ علي الميثاق بترك الشقاق والمنازعة فلم يحل لي ان اتعدى امره او اخالف نهيه۔[2]

(میری گردن میں میرے غیر کا عہد ہے) اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ میں بحث اور جھگڑا نہ کروں، اس لیے آپ کے حکم سے تجاوز کرنا، یا آپ کی ممانعت کی مخالفت کرنا میرے لیے جائز نہیں ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

انه بايعني القوم الذين بايعوا ابا بكر وعمر وعثمان على ما بايعوهم عليه فلم يكن للشاهد ان يختار ولا للغائب ان يرد وانما الشورى للمهاجرين والانصار

مجھ سے انہی لوگوں نے بیعت کی ہے جنھوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان سے بیعت کی تھی لہٰذا اب حاضر کے لیے بیعت کرنے میں کوئی اختیار ہے نہ غائب کو بیعت مسترد کرنے کا حق ہے، مشورہ دینے کا

---

[1] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۶-۲۹۵، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان قم، ایران

[2] " " ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۶، " " "

فَاِن اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذٰلک للہ رضًی۔ [1]

منصب صرف مہاجرین اور انصار کا ہے، اور جب وہ کسی شخص کے انتخاب پر متفق ہو جائیں اور اس کو امام قرار دے دیں تو یہ اللہ کی طرف سے رضا ہے۔

(مکتوب: ۶)

اس مکتوب میں حضرت علی نے اپنی خلافت کی حقانیت پر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کی حقانیت سے استدلال کیا ہے، کیونکہ حضرت علی کی بیعت انہی مہاجرین اور انصار نے کی تھی جنھوں نے خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی تھی اور جس کی بیعت پر یہ مہاجرین اور انصار متفق ہو جائیں وہ اللہ کے راضی ہونے کی علامت ہے، سو اس مکتوب میں حضرت علی نے اپنی خلافت کی صحت کے لیے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو دلیل بنایا ہے، پھر اگر خلفاء ثلثہ کی خلافت کو ہی باطل کہا جائے تو حضرت علی کی خلافت کیسے درست ہو سکتی ہے؟

ابن ابی الحدید اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

احتج علی معاویۃ ببیعۃ اھل الحل و العقد لہ، ولم یراع فی ذٰلک اجماع المسلمین کلھم و قیاسہ علی بیعۃ اھل الحل والعقد لابی بکر فانہ ما روعی فیہ اجماع المسلمین لان سعد بن عبادۃ لم یبایع ولا احد من اھل بیتہ وولدہ ولان علیا وبنی ھاشم ومن انضوی الیھم لم یبایعوا فی مبدا الامر وامتنعوا ولم یتوقف المسلمون فی تصحیح امامۃ ابی بکر و تنفیذ احکامہ علی بیعتھم وھٰذا دلیل علی صحۃ الاختیار و کونہ طریقا الی الامامۃ وانہ لا یقدح فی امامتہ علیہ السلام امتناع معاویۃ من البیعۃ و اھل الشام۔ [2]

ارباب حل وعقد نے جو حضرت علی کی بیعت کی تھی اس سے حضرت علی نے حضرت معاویہ پر حجت قائم کی اور صحت بیعت کے لیے تمام مسلمانوں کے اجماع کی رعایت نہیں کی، اس کو حضرت علی نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر قیاس کیا کیونکہ حضرت ابوبکر کی بیعت بھی ارباب حل وعقد نے کی تھی تمام مسلمانوں نے نہیں کی تھی، کیونکہ حضرت سعد بن عبادہ نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ابتداء میں حضرت علی ان کے اہل بیت، اولاد بنو ہاشم اور دیگر ان کے متعلقین نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی تھی۔ اس کے باوجود مسلمانوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت کی صحت میں کوئی توقف نہیں کیا اور نہ حضرت ابوبکر کے احکام کے نفاذ کو ان حضرات کی بیعت پر موقوف کیا، اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ امامت کے صحیح ہونے کا ایک طریقہ ہے، اور حضرت معاویہ اور اہل شام کا بیعت نہ کرنا حضرت علی علیہ السلام کی امامت میں کوئی حرج واقع نہیں کرتا۔

---

[1] نہج البلاغہ ص ۹۲۶، مطبوعات انتشارات زرین، ایران

[2] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۱۴ ص ۳۶، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان، قم ایران

بَابٌ ۸۴۵ مِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان

۶۰۶۵ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ وَ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ) قَالَ اَبُو الرَّبِيْعِ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلٰى سَرِيْرِهٖ فَتَكَنَّفَهُ النَّاسُ يَدْعُوْنَ وَيُثْنُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يُّرْفَعَ وَاَنَا فِيْهِمْ قَالَ فَلَمْ يَرُعْنِيْ اِلَّا بِرَجُلٍ قَدْ اَخَذَ بِمَنْكِبَيَّ مِنْ وَّرَائِيْ فَالْتَفَتُّ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ عَلِيٌّ فَتَرَحَّمَ عَلٰى عُمَرَ وَ قَالَ مَا خَلَّفْتَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَيَّ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ وَايْمُ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَاكَ اَنِّيْ كُنْتُ اُكْثِرُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جِئْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَدَخَلْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ وَ خَرَجْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ وَّعُمَرُ فَاِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا وَلَاَظُنُّ اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَهُمَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے، وہ ان کے حق میں دعا کرتے، تحسین آمیز کلمات کہتے اور میت اٹھانے جانے سے پہلے ان کی نماز جنازہ پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے گھبرا کر مڑ کے دیکھا تو وہ حضرت علی تھے، انھوں نے حضرت عمر کے لیے دعا رحمت کی اور کہا (اے عمر) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو، بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ کر دے گا، کیونکہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت یہ سنتا تھا، "میں، ابوبکر اور عمر آئے"، "میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے"، "میں، ابوبکر اور عمر نکلے"، اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں صاحبوں کے ساتھ رکھے گا۔

۶۰۶۶ - وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۶۷ - حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ اَبِيْ مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمْ) قَالُوْا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ اُمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ لوگ پیش کیے جا رہے ہیں درآں حالیکہ انھوں نے قمیصیں پہنی ہوئی ہیں، بعضوں کی قمیصیں پستانوں تک تھیں اور بعض لوگوں کی اس سے کم، حضرت عمر بن الخطاب کا گذر ہوا، ان کی قمیص گھسیٹ رہی تھی، میں نے کہا [illegible]

بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُونَ وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثُّدِيَّ وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ دُونَ ذٰلِكَ وَمَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ يَجُرُّهُ قَالُوا مَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الدِّينَ۔

نے اس کی کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا دین!

۶۰۶۸- حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُ قَدَحًا أُتِيتُ بِهِ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَجْرِي فِي أَظْفَارِي ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوَّلْتَ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الْعِلْمَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس سے پی لیا، حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ اس سے سیری میرے ناخنوں سے جاری ہونے لگی، پھر میں نے اپنا پس خوردہ عمر بن الخطاب کو دیا، صحابہ نے کہا آپ نے اس کی کیا تعبیر لی ہے، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: علم!

۶۰۶۹- وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۷۰- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي عَلَى قَلِيبٍ عَلَيْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ أَخَذَهَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ ضَعْفٌ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَأَخَذَهَا ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو ایک کنویں کے پاس دیکھا جس پر ڈول رکھا ہوا تھا، میں نے جتنا چاہا اس سے پانی نکالا، پھر ابن ابی قحافہ نے اس سے ایک یا دو ڈول نکالے، اللہ اس کی مغفرت کرے اس کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا، پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا اور پھر عمر بن الخطاب نے اس سے پانی نکالا اور میں نے لوگوں میں عمر جیسا عبقری (غیر معمولی صلاحیت والا) کوئی نہیں دیکھا جو عمر بن الخطاب کی طرح پانی کھینچتا ہو، حتیٰ کہ لوگوں نے اونٹوں کو سیراب کر کے بٹھا دیا۔

۶۰۷۱- وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ وَالْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ نَحْوَ حَدِيثِهِ.

۶۰۷۲ - حَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ الْأَعْرَجُ وَغَيْرُهُ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ يَنْزِعُ بِنَحْوِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ابن ابی قحافہ کو ڈول کھینچتے دیکھا۔ پھر حسب سابق ہے۔

۶۰۷۳ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ حَدَّثَنَا عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِيتُ أَنِّي أَنْزِعُ عَلَى حَوْضٍ أَسْقِي النَّاسَ فَجَاءَنِي أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ الدَّلْوَ مِنْ يَدَيَّ لِيُرِيَحَنِي فَنَزَعَ دَلْوَيْنِ وَفِي نَزْعِهِ ضَعْفٌ وَاللَّهُ يَغْفِرُ لَهُ فَجَاءَ ابْنُ الْخَطَّابِ فَأَخَذَ مِنْهُ فَلَمْ أَرَ نَزْعَ رَجُلٍ قَطُّ أَقْوَى مِنْهُ حَتَّى تَوَلَّى النَّاسُ وَالْحَوْضُ مَلْآنُ يَتَفَجَّرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت میں سویا ہوا تھا مجھے یہ دکھایا گیا کہ میں اپنے حوض سے پانی نکال کر لوگوں کو پلا رہا ہوں، پھر ابوبکر آئے اور انھوں نے مجھے آرام پہنچانے کے لیے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا، انھوں نے دو ڈول پانی نکالا، اللہ ان کی مغفرت کرے ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا، پھر ابن الخطاب آئے، انھوں نے ان سے ڈول لے لیا، میں نے کسی شخص کو ان سے زیادہ قوت کے ساتھ ڈول کھینچتے ہوئے نہیں دیکھا، حتیٰ کہ لوگ چلے گئے اور حوض بھرپور بہ رہا تھا۔

۶۰۷۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ كَأَنِّي أَنْزِعُ بِدَلْوِ بَكْرَةٍ عَلَى قَلِيبٍ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَنَزَعَ ذَنُوبًا أَوْ ذَنُوبَيْنِ فَنَزَعَ نَزْعًا ضَعِيفًا وَاللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَغْفِرُ لَهُ ثُمَّ جَاءَ عُمَرُ فَاسْتَقَى فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا مِنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خواب میں یہ دکھایا گیا کہ گویا کہ میں صبح کے وقت ایک کنوئیں سے ڈول کے ذریعہ پانی نکال رہا ہوں، پھر ابوبکر آئے اور انھوں نے ایک یا دو ڈول پانی نکالا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے پانی نکالنے میں کچھ ضعف تھا، پھر عمر آئے اور انھوں نے ڈول کے ذریعہ پانی نکالا، میں نے عمر جیسا عبقری کسی شخص کو نہیں دیکھا، انھوں نے متحیر کر دیا، حتیٰ کہ

النَّاسِ يَفْرِيْ فَرِيَّهٗ حَتّٰى رَوِيَ النَّاسُ وَهَرَبُوا الْعَطَنَ۔

سب لوگ سیراب ہو گئے، اور انھوں نے اونٹوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا۔

۶۰۷۵۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنِيْ مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رُؤْيَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب بیان کیا۔

۶۰۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَا جَابِرًا يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ وَعَمْرٍو عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَرَاَيْتُ فِيْهَا دَارًا اَوْ قَصْرًا فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَاَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ اَيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَعَلَيْكَ يُغَارُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا میں نے وہاں ایک گھر یا محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ حاضرین نے کہا یہ عمر بن الخطاب کا محل ہے، میں نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آئی، حضرت عمر رونے لگے اور عرض کیا: یا رسول اللہ کیا میں آپ سے غیرت کروں گا!

۶۰۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا ح وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعْتُ جَابِرًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرٍ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۰۷۸۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ اَنَّ ابْنَ شِهَابٍ اَخْبَرَهٗ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ بَيْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ رَاَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَاِذَا امْرَاَةٌ تَوَضَّاُ اِلٰى جَانِبِ قَصْرٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقَالُوْا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرْتُ غَيْرَةَ عُمَرَ فَوَلَّيْتُ مُدْبِرًا فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَبَكٰى عُمَرُ وَنَحْنُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت میں سویا ہوا تھا میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا میں نے دیکھا ایک محل میں ایک جانب ایک عورت وضو کر رہی ہے، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ حاضرین نے کہا یہ عمر بن الخطاب کا محل ہے، پھر مجھے عمر کی غیرت یاد آئی اور میں پیٹھ موڑ کر چل دیا، حضرت ابوہریرہ نے کہا،

جَمِيعًا فِي ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ بِأَبِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعَلَيْكَ أَغَارُ۔

پھر حضرت عمر رونے لگے، اس وقت ہم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرا باپ قربان ہو کیا میں آپ سے غیرت کروں گا!

۶۰۷۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۸۰۔ حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ سَعْدًا قَالَ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ قُمْنَ يَبْتَدِرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ قَالَ عُمَرُ فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ ثُمَّ قَالَ عُمَرُ أَيْ عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَ نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ میں گفتگو کر رہی تھیں درآں حالیکہ ان کی آواز اونچی ہو رہی تھی، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آنے کی اجازت طلب کی جب حضرت عمر نے اجازت طلب کی تو وہ سب خواتین اٹھ کر جلدی سے حجاب میں چلی گئیں آپ نے حضرت عمر کو اجازت دی اور آپ ہنس رہے تھے، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنستا ہوا رکھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جو خواتین بیٹھی ہوئی تھیں، مجھے ان پر تعجب ہوا جب انھوں نے تمہاری آواز سنی تو دوڑ کر حجاب میں چلی گئیں، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ آپ سے ڈریں، حضرت عمر نے کہا اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ انھوں نے کہا ہاں! تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت زیادہ سخت اور درشت ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، شیطان جب بھی راستہ میں تم سے ملتا ہے تو اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

فَجًّا إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ

۶۰۸۱ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا بِهِ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنِي سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ قَدْ رَفَعْنَ أَصْوَاتَهُنَّ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ خواتین بیٹھی ہوئی آپ سے گفتگو کر رہی تھیں اور ان کی آواز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند تھی، جب حضرت عمر نے اجازت لی تو وہ خواتین جلدی سے حجاب میں چلی گئیں، اس کے بعد زہری کی روایت کی مثل ہے۔

۶۰۸۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ تَفْسِيرُ مُحَدَّثُونَ مُلْهَمُونَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے تم سے پہلے پچھلی اُمتوں میں محدّث تھے اگر اس امت میں کوئی محدّث ہوگا تو وہ عمر بن الخطاب ہیں، ابن وہب نے کہا محدّث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔

۶۰۸۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو مزید سندیں بیان کیں۔

۶۰۸۴ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ جُوَيْرِيَةُ بْنُ أَسْمَاءَ أَخْبَرَنَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلَاثٍ فِي مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ وَفِي الْحِجَابِ وَفِي أُسَارَى بَدْرٍ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے رب کی تین چیزوں میں موافقت کی، مقام ابراہیم میں، حجاب میں اور بدر کے قیدیوں میں۔ (تین کا ذکر شہرت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان آیات کی تعداد زیادہ ہے)

۶۰۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيِّ بْنِ سَلُولَ جَاءَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی ابن سلول مرگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

ابْنُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ قَمِيْصَهٗ اَنْ يُّكَفِّنَ فِيْهِ اَبَاهُ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا خَيَّرَنِيَ اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَسَاَزِيْدُ عَلٰى سَبْعِيْنَ قَالَ اِنَّهٗ مُنَافِقٌ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔

حاضر ہوئے اور حضور سے یہ سوال کیا کہ وہ ان کو اپنی قمیص عطا فرمائیں جس میں ان کے باپ کو کفن دیا جائے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قمیص عطا کر دی، پھر آپ سے یہ سوال کیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا اور کہا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس پر نماز پڑھنے سے آپ کو منع کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے، اور فرمایا ہے: آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا خواہ آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں، اور میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت عمر نے کہا وہ منافق ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی "ان (منافقین) میں سے جو بھی مر جائے آپ اس کی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں"۔

۶۰۸۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ وَزَادَ فَقَالَ فَتَرَكَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِمْ۔

ابو اسامہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے، اس میں ہے کہ پھر آپ نے ان پر نماز پڑھنی چھوڑ دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی، حضرت عمر کی کنیت ابو حفص ہے ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہشام بن مغیرہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جنگ فجار اعظم کے چار سال بعد پیدا ہوئے، حضرت عمر کا قریش کے معززین میں شمار ہوتا تھا، زمانہ جاہلیت میں

سفارت کا منصب انھی کے سپرد تھا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا (یعنی منصب رسالت پر فائز کیا اور آپ نے اعلانِ نبوت کیا) تو حضرت عمر آپ کے اور مسلمانوں کے شدید مخالف تھے، پھر چند لوگوں کے اسلام لانے کے بعد حضرت عمر بھی اسلام لے آئے، ہلال بن یساف نے کہا حضرت عمر چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے مسلمان ہونے کے بعد اسلام لائے، ایک قول ہے انتالیس مردوں اور تیئس عورتوں کے بعد مسلمان ہوئے، اور حضرت عمر کے اسلام کے بعد چالیس مرد پورے ہوگئے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انتالیس مردوں اور ایک عورت کے اسلام کے بعد حضرت عمر اسلام لائے اور چالیس مردوں کا عدد پورا ہوگیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایھا النبی حسبك اللہ و من اتبعك من المؤمنین۔ (انفال: ۶۴)

اے نبی! آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور مومنوں میں سے آپ کے پیروکار (کافی ہیں)

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی "اے اللہ! ان دو مردوں میں سے جو تجھے محبوب ہو اس سے اسلام کو غلبہ عطا فرما" عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل، شریح بن عبید نے کہا کہ حضرت عمر نے بیان کیا کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ گئے، میں آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا، آپ نے سورۃ الحاقۃ کی تلاوت شروع کی، مجھے قرآن مجید کی نظم اور ترتیب سے بہت تعجب ہوا میں نے کہا: واللہ! جیسے قریش کہتے ہیں یہ شاعر ہیں "تب حضور نے یہ آیت پڑھی انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر۔ "بیشک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے، یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے" پھر میں نے کہا یہ کاہن ہیں تب آپ نے پڑھا:

ولا بقول کاھن ط قلیلا ما تذکرون ہ تنزیل من رب العلمین۔ (الحاقۃ: ۴۱-۴۳)

اور نہ یہ (قرآن) کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو، یہ قرآن رب العلمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۃ الحاقۃ ختم کی اور یہ سورۃ سن کر اسلام پوری طرح میرے دل میں گھر کر گیا۔

حضرت اسامہ بن زید ـــــ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن الخطاب نے ہم سے کہا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں کس طرح اسلام لایا تھا، ہم نے کہا ہاں! انھوں نے کہا میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مخالف تھا، ایک دن دوپہر کے وقت سخت گرمی پڑ رہی تھی، مجھے مکہ کے ایک راستہ میں قریش کا ایک شخص ملا، اس نے کہا اے ابن الخطاب! کہاں جا رہے ہو؟ تم کس خیال میں ہو، یہ دین تو تمہارے گھر میں داخل ہو چکا ہے، حضرت عمر نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا تمہاری بہن دین

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۳-۵۲ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

بدل چکی ہے، حضرت عمر نے کہا میں غضب ناک ہو کر گھر لوٹا، ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب ایک دو آدمی مسلمان ہوتے تو ان کو یکجا کر دیتے تاکہ ان کو قوت حاصل ہو، وہ ایک ساتھ رہتے، کھاتے، پیتے اور نمازیں پڑھتے، میرے بہنوئی کے ساتھ بھی دو مردوں کو لاحق کر دیا گیا تھا، میں نے گھر جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا ابن الخطاب، اس وقت وہ لوگ بیٹھے ہوئے ایک صحیفہ سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے، جب انھوں نے میری آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے اور اس صحیفہ کو چھپانا بھول گئے، میری بہن نے دروازہ کھولا، میں نے اس سے کہا اے اپنی جان کی دشمن تو دین بدل چکی ہے پھر میں نے اس کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ اس کا خون بہنے لگا، جب میری بہن نے خون دیکھا تو وہ رونے لگی، پھر میری بہن نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! تم جو کچھ کر سکتے ہو وہ کر دو میں مسلمان ہو چکی ہوں! میں غصہ میں بھرا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا اور چارپائی پر بیٹھ گیا، اچانک میری نظر پڑی گھر کے ایک کونے میں ایک کتاب رکھی ہوئی تھی، میں نے کہا یہ کیسی کتاب ہے؟ مجھے دو، میری بہن نے کہا، نہیں تم اس کتاب کو اٹھانے کے اہل نہیں ہو، تم غسل جنابت نہیں کرتے، تم ناپاک ہو اور اس کتاب کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں، حضرت عمر نے کہا میں اس سے کتاب کے لیے مسلسل اصرار کرتا رہا حتی کہ اس نے مجھے وہ صحیفہ دے دیا، میں نے دیکھا اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی، جب میں نے رحمن اور رحیم کو پڑھا تو مجھ پر دہشت چھا گئی اور صحیفہ میرے ہاتھ سے گر گیا، میں نے پھر دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا، سبح للہ ما فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم۔ میں جب بھی اللہ عزوجل کے اسماء میں سے کوئی اسم پڑھتا تو مجھ پر دہشت چھا جاتی، اور میں اس پر غور و فکر کرتا، حتی کہ میں اس آیت پر پہنچا:

امنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ (الحدید: ۷)

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس مال میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، جس میں اللہ نے تمہیں پہلے لوگوں کا قائم مقام کر دیا ہے۔

حتی کہ جب میں ان کنتم مومنین پر پہنچا تو میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ پھر لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے ہوئے نکل آئے، اور انھوں نے مجھ سے جو کلمہ شہادت سنا تھا اس پر خوشی کا اظہار کیا اور مجھے مبارک باد دی، اور اللہ عزوجل کی حمد کی اور مجھ سے کہا: اے ابن الخطاب مبارک ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیر کے دن یہ دعا کی تھی دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو غلبہ عطا فرما! عمرو بن ہشام سے یا عمر بن الخطاب سے، اور ہم کو امید ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں مقبول ہو گئی، جب ان کو میرے اسلام لانے کے صدق کا یقین ہو گیا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں! وہ صفا کے نیچے ایک مکان میں ہیں میں نے دروازہ کھٹکھٹایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو، اگر اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیا ہے تو وہ اس کو ہدایت عطا فرمائے گا، پھر دروازہ کھولا اور دو شخص مجھے بازو سے پکڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، آپ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو، میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لو، میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک لرسول اللہ ؐ

ؐ شیخ ابن الحدید متوفی ۶۵۶ھ نے بھی شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۷۱ میں حضرت عمر کے (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

یہ سن کر تمام مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ لگایا کہ مکہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال اسلام لائے تھے، ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق کو جاری کر دیا ہے اور وہ فاروق ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے سبب سے حق اور باطل میں فرق کر دیا ہے، حضرت زبیر بن عوام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر بن الخطاب سے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا، قاسم بن عبدالرحمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ حضرت عمر کا اسلام لانا فتح تھا، ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امارت رحمت تھی، ہم نے وہ وقت دیکھا جب ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، حتیٰ کہ حضرت عمر اسلام لے آئے، پھر حضرت عمر نے مشرکوں سے جنگ کی حتیٰ کہ انھوں نے ہم کو چھوڑ دیا اور ہم نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہجرت کرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا میرے علم کے مطابق مہاجرین میں سے حضرت عمر کے سوا ہر شخص نے چھپ کر ہجرت کی ہے، حضرت عمر نے جب ہجرت کا قصد کیا تو انھوں نے تلوار لٹکائی، تیر اور کمان اپنے ہاتھ میں لیے اور نیزہ سنبھال کر کعبہ کی طرف گئے، اس وقت قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں بیٹھی ہوئی تھی، حضرت عمر نے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی، پھر قریش کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس پر اس کی ماں روئے، اس کے بچے یتیم ہوں اور اس کی بیوی بیوہ ہو وہ اس وادی کے باہر آ کر مجھ سے مقابلہ کرے، حضرت علی نے کہا، کسی شخص نے حضرت عمر کا پیچھا نہیں کیا اور بعض معمر لوگوں نے قریش کو سمجھایا اور نصیحت کی، حضرت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مہاجرین میں سے ہمارے پاس حضرت مصعب بن عمیر آئے، پھر حضرت ابن ام مکتوم (نابینا) آئے پھر بیس سواروں کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب آئے، پھر حضرت ابو بکر کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

حضرت عمر بن الخطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین اور دیگر تمام غزوات میں شریک رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار پر سب سے زیادہ سخت تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی بدر کے تمام مشرکین کو قتل کرنے کا مشورہ تھا، یہ قصہ بہت مشہور ہے، حضرت عمر جنگ احد میں آخر وقت تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسلام لانے کا یہ واقعہ اسی تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا ذکر ہے:
"اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمرو بن ھشام۔

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۸-۵۳، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران
[2] " " " " ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۵۹-۵۸، " " " "

زہری اور عاصم بن عمر نے بیان کیا کہ جنگ احد میں جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا تو اس نے پہاڑ کے اوپر سے جھانک کر بلند آواز سے کہا، جنگ ایک ڈول ہے آج کا دن بدر کا بدلہ ہے، ھُبَل (بت کا نام) کا نام بلند ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کھڑے ہو کر اس کو جواب دو، حضرت عمر نے کہا اللہ اعلیٰ و اجل، تمہاری ہم سے کوئی برابری نہیں، ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول نار میں ہیں، ابوسفیان نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ ہم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا، حضرت عمر نے کہا نہیں! بے شک وہ تمہارا کلام سن رہے ہیں۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر حضرت عمر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور باقی تمام لوگوں کا علم ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم راجح ہوگا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خواب میں دودھ پیش کیا گیا میں نے وہ دودھ پی لیا اور اپنا بچا ہوا دودھ عمر کو دیا، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ آپ نے اس سے کیا تعبیر لی ہے؟ آپ نے فرمایا علم! حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر سے بڑھ کر کسی کو رعیت کے حق میں بہتر اور مہربان نہیں دیکھا، اور حضرت عمر سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم، دین میں فقیہ، حدود الٰہیہ کا نافذ کرنے والا اور رعب اور دبدبہ والا نہیں دیکھا، اور حضرت عثمان سے زیادہ کسی کو حیاء دار نہیں دیکھا۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زہد اور تواضع

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب اسلام اور ہجرت میں تو ہم پر مقدم نہیں تھے لیکن وہ ہم سب سے زیادہ دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب تھے، ثابت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے پانی مانگا تو انھیں ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا، حضرت عمر اس برتن کو ہاتھ پر رکھ کر کہنے لگے، میں اس کو پی لوں گا تو (پینے کے بعد) اس کی حلاوت تو ختم ہو جائے گی اور اس کا مواخذہ باقی رہ جائے گا یہ کہہ کر وہ شہد کسی اور شخص کو دے دیا، ابن ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے سامنے کھانا رکھا ہوا تھا، غلام نے آکر کہا کہ عتبہ ابی فرقد ملاقات کے لیے آئے ہیں، حضرت عمر نے کہا عتبہ کس کام سے آئے ہیں ان کو بلاؤ، عتبہ آئے تو دیکھا کہ حضرت عمر کے سامنے روٹی اور زیتون کا تیل رکھا ہوا تھا، حضرت عمر نے کہا آؤ عتبہ کھانا کھاؤ، وہ کھانے لگے تو وہ سخت روٹی تھی جو ان کے حلق سے نہیں اترتی تھی، انھوں نے کہا امیر المومنین کیا آپ کے ہاں میدے کی نرم روٹیاں نہیں ہیں؟ حضرت عمر نے کہا تم پر افسوس ہے، کیا تمام مسلمان اس قسم کا کھانا کھا سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا نہیں! حضرت عمر نے کہا تم پر افسوس ہے، اے عتبہ کیا میں اچھی اور لذیذ چیزیں دنیا میں ہی خرچ کر لوں؟ ابوعثمان نے کہا میں نے دیکھا حضرت عمر منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مار رہے تھے، ان کے جسم پر پیوند لگا ہوا لباس تھا جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے [3]

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۰-۵۹، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

[2] " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " "

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بلند درجے والے نچلے درجے والوں کو اس طرح دکھائی دیں گے جس طرح آسمان کے افق پر کوئی روشن ستارہ نظر آتا ہے اور ابوبکر اور عمر بلند درجے میں ہوں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حرا پہاڑ ہلنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساکن ہو جا تم پر ایک نبی ہے، صدیق ہے اور شہید ہیں اس پہاڑ پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمان، حضرت سعد اور حضرت سعید تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں جبرائیل اور میکائیل اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں ابوبکر اور عمر۔ حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، سامنے سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر آرہے تھے، مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! یہ دونوں انبیاء اور مرسلین کے سوا اولین اور آخرین میں سے جنت کے تمام ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں، پھر مجھ سے کہا اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل میں حق رکھ دیا ہے، حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی واقعہ یا حادثہ ہوا، اس کے متعلق ایک رائے لوگوں کی ہوتی اور ایک رائے حضرت عمر کی ہوتی تو حضرت عمر کی رائے کے مطابق قرآن مجید نازل ہو جاتا، اس کی مثال میں انھوں نے لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم (انفال: ۶۸) حجاب کے حکم اور شراب سے ممانعت کے متعلق آیات پیش کیں، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: اے وہ شخص جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے بہتر ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ عمر سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچھلی امتوں میں محدث (جس پر الہام کیا جائے) ہوتے تھے، اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن الخطاب ہیں، حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ میں قریش کے ایک خاندان کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے حضرت عمر کا پیغام مسترد کر دیا، پھر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے نکاح کا پیغام دیا تو ان کو رشتہ دے دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھوں نے ایسے شخص کا پیغام مسترد کیا ہے کہ روئے زمین پر اس سے بہتر شخص نہیں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر جمعہ کے دن منبر پر خطبہ دے رہے تھے، اچانک حضرت عمر نے خطبہ سے اعراض کر کے کہا: اے ساریہ بن حصن! پہاڑ کی اوٹ میں ہو، پہاڑ کی اوٹ میں ہو، جو شخص بھیڑیے کو پالتا ہے وہ ظلم کرتا ہے، ایک ماہ بعد ایک شخص فتح کی خوش خبری لے کر آیا، اس نے بتایا اس دن جب وہ پہاڑ سے ہٹے تو اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشابہ آواز آئی" اے

ساریہ بن حصن! پہاڑ کی اوٹ میں ہو، پہاڑ کی اوٹ میں ہو، ہم پہاڑ کی اوٹ میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دے دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے میرے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کی اور مجھے دار ہجرت میں لے گئے، اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کیا، اور اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے وہ حق کہتے ہیں خواہ کڑوا ہو، وہ حق کو ترک نہیں کرتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن عام مسلمانوں پر بالعموم فخر کرتا ہے اور عمر پر بالخصوص فخر کرتا ہے، حضرت سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ میں شیعہ کی ایک جماعت کے پاس سے گذرا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو برا بھلا کہہ رہے تھے، حضرت سوید بن غفلہ نے حضرت علی سے اس کا ذکر کیا اور کہا اگر ان لوگوں کا یقین نہ ہوتا کہ آپ کے دل میں ان کی برائی ہے تو وہ حضرت ابوبکر اور عمر کو برا کہنے کی کبھی جرأت نہ کرتے، حضرت علی نے کہا معاذ اللہ! میرے دل میں ان کی اچھائیوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں، سنو اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے دل میں ان کے متعلق اچھائی کے سوا اور کوئی چیز رکھتا ہو، پھر وہ نماز کے بعد منبر پر بیٹھے، درآں حالیکہ ان کی سفید ڈاڑھی پر آنسو بہہ رہے تھے، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر بہت بلیغ خطبہ دیا، اور کہا یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں جن سے ہم بری ہیں، اس ذات کی قسم جس نے سبزہ اگایا اور روح کو پیدا کیا، ابوبکر اور عمر سے اسی شخص کو محبت ہوگی جو مومن تقی ہوگا اور ان سے وہی شخص بغض رکھے گا جو فاجر غوی ہوگا، یہ دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (دینی) بھائی اور آپ کے صحابی ہیں اور آپ کے وزیر ہیں، زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر بن الخطاب مدینہ میں گشت کر رہے تھے ایک جگہ دیکھا ایک عورت گھر میں بیٹھی ہے اور اس کے گرد بچے بیٹھے رو رہے ہیں اور پانی سے بھری ہوئی دیگچی آگ پر رکھی ہے، حضرت عمر نے پوچھا یہ دیگچی آگ پر کیوں رکھی ہے؟ اس نے کہا بچوں کو بہلانے کے لیے تاکہ یہ سمجھیں کہ کھانا پک رہا ہے اور انتظار کرتے کرتے سو جائیں، حضرت عمر رونے لگے اور جا کر بیت المال سے آٹا، گھی، کھجوریں، چربی، کپڑے اور درہم وغیرہ لے کر ایک بوری میں ڈالے اور اپنے غلام سے کہا: اسلم! یہ بوری مجھ پر لاد دو، اسلم نے کہا امیر المومنین اس بوری کو میں اٹھا لیتا ہوں، آپ نے فرمایا: آخرت میں اس معاملہ کے متعلق مجھ سے سوال ہوگا اس لیے یہ بوری مجھ کو ہی اٹھانے دو، حضرت عمر ان کے گھر گئے اور خود کھانا پکا کر ان کو کھلایا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں صبح کے وقت ایک کنوئیں سے ڈول نکال رہا ہوں، پھر ابوبکر آئے انھوں نے ایک یا دو ڈول نکالے، ان کے ڈول نکالنے میں ضعف تھا، اللہ ان کی مغفرت کرے، پھر عمر بن الخطاب آئے اور انھوں نے ڈول نکالے اور میں نے

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۷-۶۲ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران، [2] یہ واقعہ شیخ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ ج ۱۳ ص ۴۹-۴۸ میں بھی بیان کیا ہے۔

ان کی طرح غیر معمولی صلاحیت والا کسی کو نہیں دیکھا، حتیٰ کہ تمام لوگ سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنی سواریوں کو پانی پلا کر بٹھا دیا، (الحدیث) اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں بہت زیادہ شہر فتح ہوئے، اور بہت مال و دولت اکٹھا ہوا، اور کفار سے بہت مال غنیمت حاصل ہوا، ایک اور حدیث میں ہے اگر تم ان کو خلیفہ بناؤ گے تو ان کو دنیا اور دین الٰہی کے احکام کے نفاذ میں قوی پاؤ گے، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو قیامت تک بعد میں آنے والے حکمرانوں پر حجت بنا دیا ہے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو انھوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا کر حضرت عمر کے متعلق ان کی رائے پوچھی، حضرت عبدالرحمٰن نے کہا حضرت عمر کے متعلق آپ کی جو رائے ہے وہ اس سے زیادہ افضل ہیں، پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عثمان کو بلایا، اور ان سے حضرت عمر کے متعلق رائے پوچھی، حضرت عثمان نے کہا ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے، اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے، پھر حضرت ابوبکر نے سعید بن زید، ابو الاعور، اُسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین اور انصار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے پوچھی، حضرت اُسید نے کہا کہ وہ آپ کے بعد سب سے بہتر ہیں، ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور اس خلافت کے لیے ان سے زیادہ قوی اور کوئی شخص نہیں ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ حضرت عمر بہت سخت ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا مجھے بٹھاؤ پھر کہا کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو! جو تمہارے لیے ظلم کا زادِ راہ مہیا کرے گا وہ ناکام ہو گا، اے اللہ! ان کے لیے بہتر شخص کو خلیفہ بنا دے، پھر حضرت ابوبکر لیٹ گئے، پھر حضرت عثمان کو بلا کر کہا لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ نصیحت ہے جو ابوبکر نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اور آخرت میں داخل ہوتے وقت کی ہے جس وقت کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے اور کاذب تصدیق کر دیتا ہے، میں اپنے بعد تم پر عمر بن الخطاب کو خلیفہ بناتا ہوں، تم اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، میں نے اللہ، اس کے رسول، اس کے دین اور اپنے اور تمہارے لیے کسی خیر کو ترک نہیں کیا، اگر انھوں نے عدل کیا تو ان کے متعلق میرا یہی گمان اور یقین ہے اور اگر انھوں نے اس کے خلاف کیا تو ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے، میں نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب کو نہیں جانتا، اور ظالموں کو عنقریب پتا چل جائے گا کہ وہ کیسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں،.... والسلام علیکم ورحمۃ اللہ!

پھر حضرت ابوبکر نے اس خط پر مہر لگانے کا حکم دیا، پھر حضرت عثمان اس مہر شدہ مکتوب کو حضرت عمر اور حضرت اسید بن سعید کے پاس لے کر گئے اور لوگوں سے کہا کیا تم اس مکتوب پر بیعت کرتے ہو؟ سب لوگوں نے اس پر بیعت کر لی، پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بلا کر کچھ وصیتیں کیں، اور یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت منعقد ہو گئی۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی انفرادی اور اجتماعی (بہ حیثیت خلیفہ) سیرت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۷۱-۶۷، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

بہ کثرت فتوح ہوئیں، اور متعدد علاقے اور شہر اسلامی سلطنت میں داخل ہوئے، عراق، شام، مصر، جزیرہ، دیار بکر، ارمینیہ آذربائیجان، ارانیہ، بلاد جبال، بلاد فارس اور خوزستان وغیرہ، حضرت عمر کے زمانہ میں فتح ہوئے، خراسان میں اختلاف ہے، بعض مؤرخین نے کہا وہ حضرت عمر کے زمانہ میں فتح ہوا اور بعض نے کہا وہ حضرت عثمان کے زمانہ میں فتح ہوا۔

حضرت عمر نے بیت المال سے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے اور اپنے لیے ایک عام مزدور کا وظیفہ مقرر کیا، حضرت عمر نے دیوان تیار کرائے اور اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے لحاظ سے نام لکھوائے، پہلے بنو ہاشم کے، پھر جو ان کے قریب تھے اور پھر جو ان کے قریب تھے، اسی طرح جو لوگ اسلام لانے میں سابق تھے ان کا زیادہ اعزاز اور اکرام کرتے تھے اور ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب پر فوقیت دی تھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد شدہ غلام بیان کرتے ہیں ایک دن سخت گرمی کا دن تھا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا، ناگاہ میں نے دیکھا ایک شخص سخت دھوپ میں دو اونٹوں کو لیے چلا آرہا ہے جب وہ قریب پہنچا تو ہم نے پہچانا وہ حضرت عمر تھے، حضرت عثمان نے کہا اتنی سخت لو اور گرمی میں آپ کیوں باہر پھر رہے ہیں، حضرت عمر نے کہا یہ صدقہ کے دو اونٹ نکل بھاگے تھے، میں نے سوچا اگر یہ ضائع ہو گئے تو آخرت میں مجھ سے ان کے متعلق مواخذہ ہوگا، اس لیے میں ان کو واپس چراگاہ میں لا رہا ہوں، حضرت عثمان نے کہا آپ یہاں آئیں پانی سے غسل کریں اور سایہ میں آرام کرلیں، حضرت عمر نے کہا اپنے پانی اور سایہ کو اپنے پاس رکھو اور اونٹوں کو ہانکتے ہوئے چلے گئے، حضرت عثمان نے کہا جو شخص کسی قوی اور امین شخص کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اس شخص کو دیکھ لے!

اسماعیل بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ ماہ رمضان میں حضرت علی مسجدوں کے پاس سے گذرے تو ان کو قندیلوں سے روشن دیکھا، حضرت علی نے کہا اللہ تعالیٰ عمر کی قبر کو اسی طرح منور کر دے جس طرح اس نے ہماری مسجدوں کو منور کیا ہے، مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے حج کیا اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آنے جانے میں اسّی درہم خرچ کیے، بعد میں ہاتھ مل مل کر افسوس کر رہے تھے کہ ہم نے یہ اسراف کیا ہے، ابن مغول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے آخرت کے حساب سے پہلے دنیا میں اپنا حساب کرلو، اور میزان میں اپنے اعمال کے وزن سے پہلے دنیا میں اپنے اعمال کا وزن کرلو!! رضی اللہ عنہ وارضاہ بمنہ وکرمہ۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے، آپ کے ساتھ اس وقت حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے، اس پہاڑ میں زلزلہ کی طرح جھٹکے آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پیر مارا اور فرمایا: اے اُحد ٹھہر جا! تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر منیٰ سے لوٹے تو انھوں نے زمین پر اپنی اونٹنی بٹھائی اور اپنی چادر کا ایک پلو اونٹنی پر ڈال کر لیٹ گئے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی: "اے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی اور میری قوت کم ہو گئی

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۷۲-۷۱، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران

اور میری رعیت بہت پھیل گئی، اب میری روح قبض کرلے درآں حالیکہ مجھے ضائع کرنا اور نہ مجھ میں افراط کرنا" اس دعا کے بعد ابھی ذوالحجہ کا ماہ ختم نہیں ہوا تھا کہ حضرت عمر زخمی کر دیے گئے اور اس کے بعد شہید ہو گئے۔

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو چکیاں بناتا تھا، اور حضرت مغیرہ اس سے ہر روز چار درہم بطور خراج لیتے تھے۔ ابولولو کی حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اے امیر المومنین! مغیرہ مجھ سے زیادہ خراج لیتے ہیں ان سے کہیں اس میں کچھ تخفیف کریں، حضرت عمر نے کہا اللہ سے ڈرو! اور اپنے مالک سے اچھا سلوک کرو، اور حضرت عمر کی نیت یہ تھی کہ حضرت مغیرہ سے تخفیف کے لیے کہیں گے، وہ غلام غضب ناک ہوا اور اس نے (دل میں) کہا ساری دنیا میں عدل کرتے ہو اور میرے ساتھ عدل نہیں کرتے! اور اپنے دل میں ان کے قتل کا منصوبہ بنایا، پھر ایک دو دھاری زہر آلود خنجر تیار کیا اور جب حضرت عمر صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو یہ آپ کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا، حضرت عمر نے کہا اقیموا صفوفکم۔ "اپنی صفیں درست کرو" اور ابھی اللہ اکبر کہا ہی تھا کہ ابولؤلؤ نے خنجر کا ایک وار کندھے پر اور دوسرا وار کوکھ پر کیا ایک قول یہ ہے کہ چھ وار کیے، حضرت عمر گر پڑے، وہ خنجر چلاتا ہوا بھاگا اس کے خنجر سے تیرہ آدمی زخمی ہوئے جن میں سات موقع پر شہید ہو گئے، حضرت عمر کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھبیس ذوالحجہ ۲۳ھ بدھ کے دن زخمی کیا گیا اور اتوار کے دن یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو آپ کا وصال ہو گیا، اسی دن آپ کو دفن کیا گیا، دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن آپ کی خلافت رہی، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ترسٹھ سال کی عمر میں شہید ہوئے۔

جب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے آتے تو وہ آپ کی مدح اور تعریف کرتے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو بشارت ہو، آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی، اسلام لانے میں آپ نے سبقت کی پھر خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے عدل کیا اور اب شہادت کا مرتبہ پایا، حضرت عمر نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب برابر سرابر ہو جائے، مجھے اجر ملے اور نہ مجھ سے مواخذہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر سلام عرض کرتا ہے دیکھو امیر المومنین نہ کہنا، کیونکہ اب میں مومنین کا امیر نہیں ہوں ان سے کہنا کہ عمر بن الخطاب اپنے صاحبوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے، جب حضرت ابن عمر حضرت ام المومنین کے پاس گئے تو وہ رو رہی تھیں، یہ پیغام سن کر فرمایا میں نے اس جگہ کو اپنے لیے رکھا تھا لیکن آج میں عمر کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں، حضرت عمر نے یہ پیغام سن کر فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے جنازے کو لے جانا اور حضرت ام المومنین کو سلام عرض کر کے دوبارہ اجازت طلب کرنا اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ [1]

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۷۷-۷۲، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

حضرت عمر کے لیے حضرت علی کی دعاءِ خیر

حدیث نمبر ۶۰۶۲ میں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ دیکھ کر حضرت عمر کے محاسن بیان کیے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی، علامہ نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت ہے اور حضرت علی کی ان کی فضیلت پر شہادت کا بیان ہے اور ان کی ثناء جمیل کرنے کا ذکر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ان کے متعلق حضرت علی کے گمان کی صحت کا بیان ہے۔ [1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

شیعہ حضرت علی کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں، کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بغض رکھتے تھے اور ان کو خلافت میں غاصب اور ظالم کہتے تھے، اس حدیث میں ان کا رد اور ان کی تکذیب ہے، بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی شیخین سے محبت رکھتے تھے ان کی اپنے اوپر فضیلت کا اعتراف کرتے تھے اور ان کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔ [2]

حضرت عمر کی دینداری میں سابقیت

حدیث نمبر ۶۰۶۳ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لمبی قمیص پہنے ہوئے دیکھا، آپ سے قمیص کی تعبیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا دین۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء تعبیر نے بیان کیا ہے کہ نیند میں قمیص کو دیکھنے کی تعبیر دین ہے اور قمیص کو گھسیٹنا اس شخص کے آثار جمیلہ اور مسلمانوں میں اس کی عمدہ سنتوں کا بیان ہے، تاکہ اس کی وفات کے بعد مسلمانوں میں اس کی پیروی کی جائے حدیث نمبر ۶۰۶۵ میں ہے کہ دودھ کی تعبیر علم ہے، دودھ کی تفسیر علم کے ساتھ اس لیے کی ہے کہ دونوں نفع پہنچانے میں مشترک ہیں، دودھ بدن کی غذا اور قوت کا سبب ہے اور علم دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہے۔ [3]

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قمیص کی تعبیر دین سے اس لیے کی ہے کہ قرآن مجید میں ہے ولباس التقوٰی ذٰلک خیر "سب سے بہتر تقویٰ کا لباس ہے"، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کم مقدار کی قمیص پہنے ہوئے جو لوگ پیش کیے گئے وہ سب حضرت عمر سے کم مرتبہ کے تھے، اگر ان میں حضرت ابوبکر بھی ہوتے تو ان کی قمیص سب سے لمبی اور سب سے کامل ہوتی، کیونکہ حضرت ابوبکر سب سے کامل اور سب سے افضل تھے۔ [4]

حدیث نمبر ۶۰۷۰ میں ہے حضرت ابوبکر کے ڈول کھینچنے میں کچھ ضعف تھا، اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کہ حضرت ابوبکر کا مرتبہ حضرت عمر سے کم تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی مدت خلافت حضرت عمر سے کم ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اللہ ابوبکر کی مغفرت کرے، یہ ایک محبت اور ترحیم کا کلمہ ہے۔

حدیث نمبر ۶۰۸۰ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا: جب بھی شیطان تم کو دیکھتا ہے راستہ تبدیل کر لیتا ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور شیطان جب حضرت عمر فاروق کو دیکھتا تو ان کی ہیبت سے اپنا راستہ تبدیل کر لیتا ہے، قاضی عیاض نے کہا اس میں یہ اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیطان کے اغواء اور اس کے بہکانے سے محفوظ ہیں وہ ہر معاملہ اور ہر باب میں صحیح روش پر ہوتے ہیں اور ان کا ہر کام شیطان کے مخالف ہوتا ہے۔

حضرت عمر کا محدّث (صاحب الہام) ہونا

حدیث نمبر ۶۰۸۲ میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدّث ہیں یعنی ان پر الہام کیا جاتا ہے اور حدیث نمبر ۶۰۸۳ میں ہے حضرت عمر نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ان دونوں مسئلوں کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے اپنے ایک مضمون "محدّث خیر امم" میں کی ہے۔ یہ مضمون مقالات سعیدی میں درج ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے یہ حدیث حضرت عمر کے عظیم مناقب میں سے ہے، بعض روایات میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے حضرت زینب کے ہاں زیادہ ٹھہرنے پر رقابت محسوس کی تو حضرت عمر نے کہا: عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا خیرا منکن۔ تو یہ آیت نازل ہو گئی، حضرت عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے روکا تو یہ آیت نازل ہوئی: ولاتصل علی احد منھم مات ابدا۔ اس طرح شراب کی حرمت کے متعلق بھی حضرت عمر کی رائے کے موافق آیت نازل ہوئی، اس طرح یہ چھ آیات ہو جاتی ہیں۔

عبداللہ بن اُبیّ کے کفن کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قمیص دینے کی وجہ

حدیث نمبر ۶۰۸۵ میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے کفن کے لیے اس کے بیٹے کی درخواست پر اپنی قمیص عطا فرمائی۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کی تعظیم اور تالیف کے لیے اس کو قمیص عطا فرمائی کیونکہ وہ ایک صالح صحابی تھے، ایک قول یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی نے جنگ بدر میں حضور کے چچا حضرت عباس کو اپنی قمیص پہنائی تھی اس کا بدلہ اتارنے کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہ قمیص عطا فرمائی اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مکارم اخلاق کا بیان ہے کیونکہ اس منافق کی پہنچائی ہوئی اذیتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھیں اس کے باوجود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی برائیوں کا بدلہ نیکی سے دیا اس کی تکفین کے لیے اپنی قمیص دی، اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لیے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا انک لعلی خلق عظیم۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنا اور ان کے لیے استغفار کرنا ممنوع اور حرام ہے۔[1]

[1] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم شرح صحیح مسلم جلد سابع "کتاب صفۃ المنافقین" میں کریں گے۔

حضرت عمر کی رائے کے مطابق بعض آیات کے نازل ہونے پر شیعہ علماء کی تائید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔ (انفال: ۶۸)

اگر (اجتہادی خطاء پر معافی کا حکم) پہلے سے اللہ کی طرف سے لکھا ہوا نہ ہوتا تو (بدر کے کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) تم نے لیا تھا، اس میں ضرور تمہیں بڑا عذاب پہنچتا۔

شیعہ مفسر شیخ طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرہ اخذ الفداء حتی رای سعد بن معاذ کراھیۃ ذلک فی وجھہ فقال یا رسول اللہ! ھذا اول حرب لقینا فیہ المشرکین والاثخان فی القتل احب الی من استبقاء الرجال وقال عمر بن الخطاب یا رسول اللہ! کذبوک و اخرجوک فقدمھم واضرب اعناقھم ومکن علیا من عقیل فیضرب عنقہ ومکنی من فلان اضرب عنقہ فان ھؤلاء ائمۃ الکفر وقال ابوبکر اھلک وقومک استبقھم واستبقھم وخذ منھم فدیۃ فیکون لنا قوۃ علی الکفار فقال ابن زید فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو نزل عذاب من السماء ما نجا منکم غیر عمر و سعد بن معاذ۔[1]

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لینے کو ناپسند کیا تھا حتیٰ کہ سعد بن معاذ نے آپ کے چہرے میں ناپسندیدگی دیکھی، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! یہ پہلی جنگ ہے جس میں ہم نے مشرکین سے مقابلہ کیا ہے اور میرے نزدیک مشرکین کو قتل کر کے خون بہانا زیادہ پسندیدہ ہے، (حضرت) عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن کیا، آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اتاریے (حضرت) علی کو فلاں کی گردن اتارنے دیں اور مجھے فلاں کی گردن اتارنے دیں، کیونکہ یہ لوگ کفر کے امام ہیں (حضرت) ابوبکر نے کہا یہ آپ کے اہل اور آپ کی قوم ہیں ان کے ساتھ نرمی کریں اور ان کو زندہ رہنے دیں، آپ ان سے فدیہ لے لیں، اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی، ابن زید نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر اور سعد بن معاذ کے علاوہ تم میں سے کوئی نجات نہ پاتا۔

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۴ ص ۵۵۹ مطبوعہ انتشارات آستانہ قدس رضوی ایران ۱۴۰۶ھ

شیخ ابن ابی الحدید شیعہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عبد اللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی:

ولاتصل علی احد منھم مات ابدًا۔ (توبہ: ۸۴) اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں۔

(شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۵۵، ملخصا، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان (ایران)۔

نیز شیخ ابن ابی الحدید شیعہ لکھتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کو لوگوں پر چار وجہ سے فضیلت ہے، بدر کے قیدیوں کے متعلق ان کی رائے کے موافق قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض۔ (انفال: ۶۷) جب تک کہ نبی زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے، اس کے لیے ان کو قیدی بنانا مناسب نہیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجاب کے متعلق ان کی رائے کے مطابق یہ آیت نازل ہوئی:

واذا سالتموھن متاعًا فسئلوھن من وراء حجاب۔ (احزاب: ۵۳) اور جب تم نبی کی ازواج سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے اسلام کی دعا کی: اللھم ایدالاسلام باحد الرجلین۔ "اے اللہ! ان دو شخصوں میں سے کسی ایک سے اسلام کی تائید کر۔"

(شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۵۸-۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران)۔

کتب شیعہ سے حضرت عمر کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبأت بہ واظھرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نباھا بہ قالت من انبأک ھذا قال نبانی العلیم الخبیر۔ (تحریم: ۳)

اور جب نبی نے اپنی ایک زوجہ کو ایک راز کی بات بتائی، پھر جب اس زوجہ نے وہ راز کسی کو بتا دیا، اور اللہ نے نبی پر اس کا اظہار کر دیا، تو نبی نے اس زوجہ کو کچھ بات بتائی اور کچھ سے اعراض کیا، پھر جب نبی نے انھیں اس کی خبر دی تو وہ بولیں آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ کو کون سی راز کی بات بتلائی تھی جس کو انھوں نے افشار کر دیا تھا؟ شیعہ مفسر شیخ طبرسی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

عن الزجاج قال ولما حرم ماریۃ زجاج بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم

القبطية اخبر حفصة انه يملك من بعده ابو بكر ثم عمر فعرفها بعض ما افشت من الخبر واعرض عن بعض ان ابا بكر وعمر يملكان بعدي۔ [1]

نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو انھوں نے حضرت حفصہ کو یہ خبر دی کہ میرے بعد ابو بکر اور عمر حکمران ہوں گے پھر جب حضرت حفصہ نے اس راز کو افشاء کر دیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی افشاء کی ہوئی خبر میں سے بعض کو انھیں بتایا اور بعض سے اعراض کیا اور جو بتایا وہ یہ تھا کہ ابو بکر اور عمر میرے بعد حکمران ہوں گے۔

نہج البلاغہ کے شارح شیعہ مصنف ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

لما اسر الهرمزان حمل الى عمر من تستر الى المدينة ومعه رجال من المسلمين منهم الاحنف بن قيس وانس بن مالك فادخلوه المدينة فى هيئته وتاجه وكسوته فوجدوا عمر نائما فى جانب المسجد فجلسوا عنده ينتظرون انتباهه فقال الهرمزان واين عمر؟ قالوا: ها هو ذا، قال اين حرسه؟ قالوا لا حاجب له ولا حارس قال فينبغى ان يكون هذا نبيا قالوا: انه يعمل بعمل الانبياء۔ [2]

جب ہرمزان (بادشاہ) کو قید کیا گیا تو اس کو حضرت عمر کے پاس تستر سے مدینہ لایا گیا، اس وقت اس کے ساتھ مسلمان بھی تھے جن میں حضرت احنف بن قیس اور حضرت انس بن مالک بھی تھے، جس وقت ہرمزان کو مدینہ لایا گیا تو وہ اس وقت اپنی پوشاک اور تاج پہنے ہوئے تھا، اس وقت انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمر مسجد کی ایک جانب سوئے ہوئے تھے، وہ لوگ حضرت عمر کے پاس ان کے جاگنے کے انتظار میں بیٹھ گئے، ہرمزان نے پوچھا عمر کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا یہ لیٹے ہوئے ہیں! ہرمزان نے پوچھا ان کے محافظ کہاں ہیں؟ حاضرین نے کہا ان کا کوئی دربان اور محافظ نہیں ہے، ہرمزان نے کہا پھر تو اس شخص کو نبی ہونا چاہیے! حاضرین نے کہا یہ انبیاء کی سیرت پر عمل کرتے ہیں۔

نہج البلاغۃ کے حوالے سے حضرت علی کے بیان کردہ حضرت عمر کے فضائل

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

الله بلاد فلان فقد قوم الاود و داوى العمد خلف الفتنة واقام السنة

اللہ تعالیٰ "فلاں" کے شہروں کو برکت دے، اس نے کجی کو سیدھا کیا، اور بیماری کا علاج کیا،

---

[1] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۱۰ ص ۴۷۲ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

[2] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران

ذهب نقي الثوب قليل العيب اصاب خيرها وسبق شرها ادى الى الله طاعته واتقاه بحقه[1]

(خطبہ: ۲۲۶)

سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو ختم کر دیا، دنیا سے پاک و صاف لباس اور کم عیب میں رخصت ہوا، خلافت کی نیکی کو حاصل کیا اور اس کے شر سے اجتناب کیا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لایا اور اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرا جو ڈرنے کا حق تھا۔

حضرت علی نے فرمایا: اللہ تعالیٰ "فلاں" کے شہروں کو برکت دے، اس جملہ میں "فلاں" سے کون مراد ہے؟، شیخ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

فلان المكنى عنه عمر بن الخطاب وقد وجدت النسخة التي بخط الرضي ابي الحسن جامع نهج البلاغة وتحت فلان عمر[2]

لفظ "فلاں" حضرت عمر بن الخطاب سے کنایہ ہے، میں نے نہج البلاغۃ کا وہ نسخہ دیکھا جو اس کتاب کے جامع رضی ابوالحسن کا لکھا ہوا ہے اس میں فلان کے نیچے عمر لکھا ہوا تھا۔

نہج البلاغۃ کے اردو اور فارسی شیعہ مترجمین نے بھی اس خطبہ سے پہلے "دربارہ عمر" کا عنوان لکھا ہے۔

سید نبی الدین اولیائی نہج البلاغۃ کے فارسی ترجمہ میں اس خطبہ کا عنوان لکھتے ہیں:

دربارہ عمر بن الخطاب۔[3]

رئیس احمد جعفری نہج البلاغۃ کے اردو ترجمہ میں اس خطبہ کا عنوان لکھتے ہیں:

دربارہ عمر[4]

شیخ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغۃ کی بارہویں جلد پوری کی پوری اس خطبہ کی شرح میں حضرت عمر بن الخطاب کی شخصیت پر لکھی ہے، اس جلد کے ۲۸۹ صفحات ہیں، اس جلد کے چند عنوانات یہ ہیں: حضرت عمر کی سیرت اور اخلاق، حضرت عمر کے طویل خطبات، حضرت عمر کے ملفوظات، حضرت عمر کی فضیلت میں وارد شدہ احادیث، حضرت عمر کے اسلام لانے کا واقعہ، حضرت عمر کی شہادت، حضرت عمر کی شخصیت پر اعتراضات کے جوابات،

---

[1] نہج البلاغۃ ص ۸۸۷، مطبوعہ انتشارات زرّین، ایران

[2] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲ ص ۳، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران

[3] سید نبی الدین اولیائی، ترجمہ نہج البلاغۃ (فارسی) ص ۸۸۸، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[4] رئیس احمد جعفری، ترجمہ نہج البلاغۃ (اردو) ص ۵۴۱، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

اس سلسلے میں شیخ ابن ابی الحدید نے دس اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، ظاہر ہے ہم یہاں اس پوری جلد کو پیش نہیں کر سکتے، اس کتاب کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں اہل علم اس پوری جلد کا مطالعہ کریں گے تو بہت محظوظ ہوں گے۔

ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر کے فضائل میں احادیث

حضرت عمر کی فضیلت میں مسانید صحیحہ اور

دوسری مسانید میں احادیث مذکور ہیں، صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے:

کان فی الامم محدثون فان یک فی امتی فعمر۔[1]

پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اس امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہیں۔

مسانید صحیحہ کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں یہ روایات ہیں:

ان السکینۃ لتنطق علی لسان عمر۔

عمر کی زبان پر وقار اور رحمت کلام کرتی ہے

ان اللہ ضرب بالحق علی لسان عمر و قلبہ۔

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا ہے۔

ان بین عینی عمر ملکا یسدده و یوفقه

عمر کی دو آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو اس کو سیدھے راستہ پر قائم رکھتا ہے۔

لولم ابعث فیکم لبعث عمر۔

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر مبعوث ہوتے۔

لو کان بعدی نبی لکان عمر۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو عمر ہوتے۔

سراج اهل الجنة عمر۔

عمر اہل جنت کا چراغ ہیں۔

شیخ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں حضرت عمر کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث وارد ہیں، ہم نے صرف احادیث مشہورہ کے ذکر پر اکتفاء کی ہے۔[2]

ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر پر اعتراضات کے جوابات

حضرت عمر کے مخالفین اور اعداء

نے ان پر کئی اعتراضات کیے ہیں، ازاں جملہ یہ اعتراض ہے کہ اگر حضرت عمر کی زبان پر حق جاری تھا اور سکینہ نطق کرتی تھی تو صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ مضطرب کیوں تھے؟ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متفق کیوں نہیں تھے؟

اس کا جواب ہے کہ ہر چیز میں ان پر الہام نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کے اکثر افعال، ظنون اور آراء میں ان پر الہام ہوتا تھا، اور اکثر اوقات حضرت عمر کی رائے صائب ہوتی تھی اور جو شخص ان کی سیرت پر غور و فکر کرے گا

---

[1] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران

[2] " " شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲ ص ۱۷۹-۱۷۸، " " "

اس پر اس قول کی صداقت ظاہر ہو جائے گی۔ [1]

حضرت عمر پر ایک اعتراض یہ کیا گیا کہ انھوں نے متعہ کو حرام کر دیا، شیخ ابن ابی الحدید اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر کے حال سے یہ معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نسخ کرنے کے مدعی نہیں تھے، وہ دین اسلام کے پیروکار اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تابع تھے، اس لیے ان کے کلام کا محمل یہ ہے کہ پہلے متعہ جائز تھا پھر اس کو حرام کر دیا گیا۔ اور جس شخص نے اب متعہ کیا میں اس کو سزا دوں گا کیونکہ ان کو یہ خبر پہنچی تھی کہ کچھ لوگ متعہ کی تحریم کا علم ہونے کے باوجود متعہ کر رہے ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کی اولاد طاہرین سے جو متعہ کی تحلیل منقول ہے تو ہم اس جگہ اس سے بحث نہیں کر رہے، یہ مسئلہ فقہی ہے اور شریعت کی فروع میں سے ہے، یہاں ہم اس کی حلت اور حرمت سے بحث نہیں کر رہے، اس جگہ ہمارا موضوع صرف حضرت عمر سے اعتراض کو دور کرنا ہے۔ [2]

ایک اعتراض یہ ہے کہ حضرت عمر نے کئی بدعات کو جاری کیا۔ مثلاً تراویح کا بدعت ہونا انھوں نے مجود تسلیم کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ بدعت کے دو معنی ہیں ایک وہ کام جو کتاب و سنت کے خلاف ہو، جیسے کوئی شخص عید اور ایام تشریق میں روزے رکھے، بدعت کا یہ معنی مذموم ہے، دوسرا معنی یہ ہے کہ جس کام کے لیے خصوصیت سے نص وارد نہ ہو، بلکہ نص کا سکوت ہو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمان اس کام کو کریں، بدعت کا یہ معنی مذموم نہیں ہے اور حضرت عمر نے تراویح کو اس معنی کے اعتبار سے بدعت کہا ہے۔ [3]

ابن ابی الحدید شیعہ کے حوالے سے حضرت عمر کے خاتمہ بالخیر پر حضرت ابن عباس اور حضرت علی کی گواہی

شیخ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

روی المسور بن مخرمة لما طعن عمر جعل یالم و یجزع فقال ابن عباس ولا کل ذلك یا امیر المؤمنین! لقد صحبت رسول الله صلی الله علیه و آله فاحسنت صحبته ثم فارقته وهو عنك راض و صحبت ابا بکر و احسنت صحبته و فارقك

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو ان کو درد ہو رہا تھا اور وہ بیقراری کا اظہار کر رہے تھے، حضرت ابن عباس نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ کے لیے پریشانی کی کوئی وجہ نہیں آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور آپ نے حضور کی صحبت اچھی طرح نبھائی، پھر رسول اللہ صلے

---

[1] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۱۸-۷۹، ملخصاً، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران

[2] " " " ، شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۲۵۵-۲۵۴، ملخصاً، " " " "

[3] " " " ، شرح نہج البلاغہ ج ۱۲ ص ۲۸۵-۲۸۴، ملخصا " " " "

وهو عنك راض ثم صحبت المسلمين فاحسنت اليهم وفارقتهم وهم عنك راضون قال: اما ما ذكرت من صحبة رسول الله صلى الله عليه وآله وابي بكر فذلك مما من الله علي، واما ما ترى من جزعي فوالله لو ان لي ما في الارض ذهبا لافتديت به من عذاب الله قبل ان اراه وفي رواية لافتديت به من هول المطلع۔ [1]

اللہ علیہ وسلم آپ سے رخصت ہوئے، درآں حالیکہ وہ آپ سے راضی ہوئے، پھر آپ حضرت ابوبکر کی صحبت میں رہے اور آپ نے ان کی صحبت بھی اچھی طرح نبھائی اور وہ بھی آپ سے راضی ہو کر رخصت ہوئے، پھر آپ مسلمانوں کے ساتھ رہے اور آپ نے ان کا اچھا ساتھ نبھایا اور اب آپ ان سے اس حال میں رخصت ہو رہے ہیں کہ وہ آپ سے راضی ہیں، حضرت عمر نے فرمایا تم نے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی صحبت کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے، اور جو تم میری بے قراری کو دیکھ رہے ہو تو بخدا اگر میرے پاس تمام روئے زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس کو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے دے دیتا، ایک روایت میں ہے محشر کے عذاب سے بچنے کے لیے دے دیتا۔ (جنت کی بشارت کے باوجود یہ انتہائی خدا خوفی ہے)

وفي رواية لم تجزع يا امير المؤمنين؟ فوالله لقد كان اسلامك عزا واماراتك فتحا ولقد ملات الارض عدلا فقال اتشهد لي يا ابن عباس قال فكانه كره الشهادة فتوقف فقال له عليه السلام قل نعم، وانا معك فقال نعم۔ [2]

ایک روایت میں حضرت ابن عباس نے کہا اے امیر المومنین آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ بخدا آپ کا اسلام لانا مسلمانوں کا غلبہ تھا، آپ کی حکومت مسلمانوں کی فتح تھی اور آپ نے تمام روئے زمین کو عدل سے بھر دیا، حضرت عمر نے کہا: اے ابن عباس کیا تم اس کی گواہی دیتے ہو؟ حضرت ابن عباس نے شہادت دینے میں توقف کیا، تو حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہو ہاں! اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں، پھر انھوں نے کہا ہاں!

---

[1] شیخ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ۔ شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲ ص ۱۹۲۔۱۹۱ ملخصاً مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی

[2] " " شرح نہج البلاغۃ ج ۱۲، ص ۱۹۲، " " " "

باب ۸۴ من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ — حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۰۸۷ - حدثنا یحیی بن یحیی ویحیی بن ایوب وقتیبۃ وابن حجر قال یحیی بن یحیی اخبرنا وقال الآخرون حدثنا اسماعیل (یعنون ابن جعفر) عن محمد بن ابی حرملۃ عن عطاء وسلیمان ابنی یسار وابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطجعا فی بیتی کاشفا عن فخذیہ او ساقیہ فاستاذن ابو بکر فاذن لہ وھو علی تلک الحال فتحدث ثم استاذن عمر فاذن لہ وھو کذلک فتحدث ثم استاذن عثمان فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسوی ثیابہ قال محمد ولا اقول ذلک فی یوم واحد فدخل فتحدث فلما خرج قالت عائشۃ دخل ابو بکر فلم تھتش لہ ولم تبال بہ ثم دخل عمر فلم تھتش لہ ولم تبال بہ ثم دخل عثمان فجلست وسویت ثیابک فقال الا استحیی من رجل تستحی منہ الملائکۃ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں لیٹے ہوئے تھے، درآں حالیکہ آپ کی دونوں رانیں یا دونوں پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں، حضرت ابو بکر نے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی، درآں حالیکہ آپ اسی طرح لیٹے رہے، پھر آپ باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عمر نے اجازت طلب کی، آپ نے ان کو اجازت دے دی، درآں حالیکہ آپ اسی طرح لیٹے رہے اور باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لیے، (راوی کہتے ہیں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ ایک دن کا واقعہ ہے،) حضرت عثمان آکر باتیں کرتے رہے، جب وہ سب چلے گئے تو حضرت عائشہ نے کہا حضرت ابو بکر آئے تو آپ نے ان کا کچھ خیال نہیں کیا، اور نہ ان کی کوئی پرواہ کی، حضرت عمر آئے تو آپ نے ان کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی، اور جب حضرت عثمان آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور آپ نے اپنے کپڑے درست کر لیے؟ آپ نے فرمایا میں اس شخص سے کیسے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۶۰۸۸ - حدثنا عبد الملک بن شعیب بن اللیث بن سعد حدثنی ابی عن جدی حدثنی عقیل بن خالد عن ابن شھاب عن یحیی بن سعید بن العاص ان سعید بن العاص اخبرہ ان عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعثمان حدثاہ ان ابا بکر استاذن علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مضطجع علی فراشہ لابس مرط عائشۃ فاذن لابی بکر وقضی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے، آپ نے حضرت ابو بکر کو اسی حالت میں آنے کی اجازت دے دی، حضرت ابو بکر اپنی ضرورت پوری کر کے چلے گئے، پھر حضرت عمر نے اجازت

هُوَ كَذٰلِكَ فَقَضٰى إِلَيْهِ حَاجَتَهٗ ثُمَّ انْصَرَفَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهٗ وَهُوَ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ فَقَضٰى إِلَيْهِ حَاجَتَهٗ ثُمَّ انْصَرَفَ قَالَ عُثْمَانُ ثُمَّ اسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَجَلَسَ وَقَالَ لِعَائِشَةَ اجْمَعِي عَلَيْكِ ثِيَابَكِ فَقَضَيْتُ إِلَيْهِ حَاجَتِي ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَالِي لَمْ أَرَكَ فَزِعْتَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَمَا فَزِعْتَ لِعُثْمَانَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عُثْمَانَ رَجُلٌ حَيِيٌّ وَإِنِّي خَشِيتُ إِنْ أَذِنْتُ لَهٗ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ أَنْ لَا يَبْلُغَ إِلَيَّ فِي حَاجَتِهٖ۔

طلب کی، آپ نے ان کو اسی حالت میں اجازت دی، وہ بھی اپنی حاجت پوری کر کے چلے گئے، حضرت عثمان نے کہا پھر میں نے آپ سے اجازت طلب کی تو آپ بیٹھ گئے، اور حضرت عائشہ سے فرمایا، اپنے کپڑے درست کر لو، پھر میں اپنی حاجت پوری کر کے چلا گیا، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے لیے اس قدر نہیں گھبرائے جس قدر حضرت عثمان سے گھبرا گئے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان ایک حیادار مرد ہیں اور مجھے خدشہ تھا کہ اگر میں نے اسی حال میں ان کو اجازت دے دی تو وہ مجھ سے اپنی حاجت نہیں بیان کریں گے۔

۶۰۸۹۔ حَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ أَخْبَرَهٗ أَنَّ عُثْمَانَ وَعَائِشَةَ حَدَّثَاهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ اسْتَأْذَنَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

حضرت عثمان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۰۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَائِطٍ مِنْ حَائِطِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُتَّكِئٌ يَرْكُزُ بِعُودٍ مَعَهٗ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ إِذَا اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ فَقَالَ افْتَحْ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ فَفَتَحْتُ لَهٗ وَبَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ قَالَ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ افْتَحْ وَبَشِّرْهُ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اور ایک لکڑی سے کیچڑ کھرچ رہے تھے، ایک شخص نے دروازہ کھلوایا، آپ نے فرمایا دروازہ کھول کر اس کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کہا آنے والے حضرت ابوبکر تھے، میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دے دی۔ پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا، آپ نے فرمایا دروازہ

بِالْجَنَّةِ قَالَ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُمَرُ فَقُلْتُ لَهُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ اسْتَفْتَحَ رَجُلٌ آخَرُ قَالَ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ افْتَحْ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تَكُونُ قَالَ فَذَهَبْتُ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قَالَ فَفَتَحْتُ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ وَقُلْتُ الَّذِي قَالَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ صَبْرًا أَوِ اللهُ الْمُسْتَعَانُ۔

کھول کر اس کو جنت کی بشارت دے دو، حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں گیا تو وہ حضرت عمر تھے۔ میں نے دروازہ کھول کر ان کو جنت کی بشارت دے دی، پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور فرمایا دروازہ کھول دو اور اس کو مصیبتوں کے ساتھ جنت کی بشارت دے دو، میں نے جا کر دروازہ کھولا تو وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے، میں نے دروازہ کھولا اور ان کو جنت کی بشارت دی، اور جو کچھ حضور نے فرمایا تھا وہ کہہ دیا، حضرت عثمان نے کہا اے اللہ صبر عطا فرما، یا اللہ تجھ ہی سے مدد طلب کی گئی ہے۔

۶۰۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَأَمَرَنِي أَنْ أَحْفَظَ الْبَابَ بِمَعْنَى حَدِيثِ عُثْمَانَ بْنِ غِيَاثٍ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باغ میں گئے اور مجھے دروازے کی حفاظت کرنے کا حکم دیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۰۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِسْكِينٍ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ) عَنْ شَرِيكِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لَأُلْزَمَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَكُونَنَّ مَعَهُ يَوْمِي هٰذَا قَالَ فَجَاءَ الْمَسْجِدَ فَسَأَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا خَرَجَ وَجَّهَ هٰهُنَا قَالَ فَخَرَجْتُ عَلَى إِثْرِهِ أَسْأَلُ عَنْهُ حَتَّى دَخَلَ بِئْرَ أَرِيسٍ قَالَ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ وَبَابُهَا مِنْ جَرِيدٍ حَتَّى قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ وَتَوَضَّأَ فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا قَدْ جَلَسَ عَلَى بِئْرِ أَرِيسٍ وَتَوَسَّطَ قُفَّهَا وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفْتُ فَجَلَسْتُ عِنْدَ الْبَابِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر باہر آئے اور کہا میں ضرور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہوں گا اور آج سارا دن آپ کے ساتھ گزاروں گا۔ وہ مسجد میں گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کیا، حاضرین نے بتایا کہ آپ فلاں جانب گئے ہیں، حضرت ابو موسیٰ نے کہا، میں آپ کے پیچھے پوچھتے پوچھتے گیا حتیٰ کہ حضور اریس کنویں میں داخل ہو گئے، میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا، اس کا دروازہ لکڑی کا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے بعد وضو کیا، میں آپ کے پاس کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اریس کنویں کے وسط میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے، میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر جا کر دروازے

فَقُلْتُ لَاَكُوْنَنَّ بَوَّابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ فَدَفَعَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ قَالَ ثُمَّ ذَهَبْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْ بَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَاَقْبَلْتُ حَتّٰى قُلْتُ لِاَبِيْ بَكْرٍ ادْخُلْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَدَخَلَ اَبُوْ بَكْرٍ فَجَلَسَ عَنْ يَمِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ فِي الْقُفِّ وَدَلَّا رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ كَمَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ ثُمَّ رَجَعْتُ وَجَلَسْتُ وَقَدْ تَرَكْتُ اَخِيْ يَتَوَضَّاُ وَيَلْحَقُنِيْ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ يُرِيْدُ اَخَاهُ خَيْرًا يَاْتِ بِهٖ فَاِذَا اِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ هٰذَا عُمَرُ يَسْتَاْذِنُ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ اْذَنْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ قَالَ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقُفِّ عَنْ يَسَارِهٖ وَدَلّٰى رِجْلَيْهِ فِي الْبِئْرِ ثُمَّ رَجَعْتُ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ اِنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِفُلَانٍ خَيْرًا يَعْنِيْ اَخَاهُ يَاْتِ بِهٖ فَجَآءَ اِنْسَانٌ فَحَرَّكَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقُلْتُ عَلٰى رِسْلِكَ قَالَ وَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ ائْذَنْ لَهٗ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيْبُهٗ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ ادْخُلْ وَيُبَشِّرُكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کے پاس بیٹھ گیا، میں نے دل میں کہا آج میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا، پھر حضرت ابوبکر آئے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے کہا کون ہے؟ انھوں نے کہا ابوبکر، میں نے کہا ٹھیرو، پھر میں گیا اور میں نے کہا یہ ابوبکر ہیں اور آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو، اور جنت کی بشارت دے دو، پھر میں آیا اور میں نے حضرت ابوبکر سے کہا جائیں آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنت کی بشارت دے رہے ہیں، حضرت ابوبکر آئے اور کنوئیں کی منڈیر پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئے، جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور انھوں نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا، میں پھر واپس جا کر دروازے پر بیٹھ گیا، میں اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ کر آیا تھا، میں نے دل میں سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ (میری مراد میرا بھائی تھا) خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھی بھیج دے گا، اچانک کوئی شخص دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا، میں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن الخطاب! میں نے کہا ٹھہریے، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اور کہا اب حضرت عمر اجازت طلب کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا ان کو اجازت دے دو اور ان کو جنت کی بشارت دے دو، پھر میں حضرت عمر کے پاس گیا اور کہا اب آپ جائیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں، پھر حضرت عمر گئے اور کنوئیں کی منڈیر پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنی دونوں ٹانگیں کنوئیں میں لٹکا لیں، پھر میں واپس آ کر بیٹھ گیا اور

وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ مَعَ بَلْوٰى تُصِيبُكَ قَالَ فَدَخَلَ فَوَجَدَ الْقُفَّ قَدْ مُلِئَ فَجَلَسَ وَجَاهَهُمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ قَالَ شَرِيكٌ فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ۔

میں نے دل میں کہا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے ساتھ (میری مراد میرا بھائی تھا) خیر کا ارادہ کیا تو اس کو بھیج دے گا، پھر ایک شخص نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے کہا کون ہے؟ اس نے کہا عثمان بن عفان، میں نے کہا ٹھہریے، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر خبر دی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دو اور جو مصائب اس کو لاحق ہوں گے ان کے ساتھ اس کو جنت کی بشارت دو، میں نے کہا جائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو ان مصائب کے ساتھ جنت کی بشارت دے رہے ہیں جو آپ کو لاحق ہوں گے، وہ آئے انھوں نے دیکھا کہ منڈیر بھر چکی ہے، وہ ان کے سامنے کی جانب بیٹھ گئے، سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کی قبریں بھی اسی طرح ہوں گی۔

۶۰۹۳ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ هٰهُنَا وَأَشَارَ لِي سُلَيْمَانُ إِلَى مَجْلِسِ سَعِيدٍ نَاحِيَةَ الْمَقْصُورَةِ قَالَ أَبُو مُوسَى خَرَجْتُ أُرِيدُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَلَكَ فِي الْأَمْوَالِ فَتَبِعْتُهُ فَوَجَدْتُهُ قَدْ دَخَلَ مَالًا فَجَلَسَ فِي الْقُفِّ وَكَشَفَ عَنْ سَاقَيْهِ وَدَلَّاهُمَا فِي الْبِئْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ سَعِيدٍ فَأَوَّلْتُهَا قُبُورَهُمْ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کرکے گھر سے نکلا، میں نے دیکھا کہ آپ باغات کی طرف تشریف لے گئے ہیں، میں آپ کے پیچھے گیا میں نے دیکھا کہ آپ باغ میں کنویں کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، آپ نے اپنی پنڈلیاں کھولی ہوئی ہیں اور ان کو کنویں میں لٹکایا ہوا ہے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، اس میں سعید کا یہ قول نہیں ہے کہ میں نے اس سے ان کی قبور کی تعبیر لی۔

۶۰۹۴ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کام سے مدینہ کے ایک باغ میں گئے، میں بھی آپ کے پیچھے گیا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، سعید

اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا اِلٰی حَائِطٍ بِالْمَدِیْنَۃِ لِحَاجَتِہٖ فَخَرَجْتُ فِیْ اَثَرِہٖ وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَذَکَرَ فِی الْحَدِیْثِ قَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ فَتَاَوَّلْتُ ذٰلِکَ قُبُوْرَھُمْ اجْتَمَعَتْ ھٰھُنَا وَانْفَرَدَ عُثْمَانُ۔

بن مسیب کہتے ہیں کہ اس حدیث سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت ابوبکر اور عمر کی قبریں حضور کے ساتھ ہوں گے اور حضرت عثمان کی قبر الگ ہوگی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب عبد مناف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبد اللہ ہے اور ایک قول ہے ان کی کنیت ابوعمر ہے، ان کا لقب ذوالنورین اور امیر المؤمنین ہے۔

حضرت عثمان اسلام کی ابتداء ہی میں مسلمان ہو گئے تھے، حضرت ابوبکر نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئے، حضرت عثمان کہتے تھے کہ میں اسلام قبول کرنے والا چوتھا شخص تھا، ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کے پاس قریش کے لوگ آتے رہتے تھے، اور حضرت ابوبکر کے علم، ان کی تجارت اور ان کی حسن مجالست کی وجہ سے ان سے محبت کرتے تھے، ان لوگوں میں سے جن پر حضرت ابوبکر کو زیادہ وثوق اور اعتماد تھا ان کو وہ اسلام کی دعوت دیتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، آپ نے ان کے سامنے قرآن مجید پڑھا اور ان کو اسلام کے احکام بیان کیے، سو یہ سب مسلمان ہو گئے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا، پھر حضرت عثمان اور حضرت رقیہ نے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس آ گئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، جب مدینہ پہنچے تو حسان بن ثابت کے بھائی اوس بن ثابت کے ہاں قیام کیا، حضرت رقیہ کے وصال کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عثمان کے حبالہ عقد میں دیا، جب ان کا بھی وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری تیسری صاحبزادی ہوتی تو میں اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا، حضرت علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں ان سب کو یکے بعد دیگرے عثمان کی زوجیت میں دے دیتا حتی کہ ان میں سے کوئی باقی نہیں رہتی۔

حضرت رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کا ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا وہ چھ سال کی عمر کو پہنچ کر ۴ھ میں راہی فردوس ہوئے، حضرت عثمان بنفسہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ

ان کی زوجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا مرض الموت میں مبتلا تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ان کے پاس ٹھیرنے کا حکم دیا اور جس دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مشرکوں پر فتح حاصل ہوئی اس دن سیدہ رقیہ کا وصال ہو گیا، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کا بدر کے مجاہدین میں شمار کیا، اور ان کو مال غنیمت سے حصے اور اجر میں شریک کیا۔ [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، حضرت حسان بن عطیہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمان! اللہ تعالیٰ نے تمہارے اگلے اور پچھلے کام بخش دیے اور وہ کام جو تم نے پوشیدہ کیے اور جو ظاہر کیے اور وہ جو قیامت تک ہونے والے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی تھے، وہ پہاڑ متزلزل ہوا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں، نزال بن سبرہ ہلالی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی سے کہا اے امیر المومنین! حضرت عثمان بن عفان کے متعلق ہمیں کچھ بتائیے! حضرت علی نے فرمایا: وہ ایسے شخص ہیں جن کو ملاء اعلیٰ ذوالنورین کہہ کر بلاتے ہیں ان کے حبالہ عقد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے جنت میں گھر کے ضامن ہیں، حضرت طلحہ بن عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق عثمان ہیں، یعنی جنت میں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو حضرت عثمان بن عفان، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر مکہ میں گئے ہوئے تھے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عثمان اللہ اور اس کے رسول کی حاجت میں ہے، پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور حضرت عثمان کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دوسرے صحابہ کے اپنے ہاتھوں سے بہتر تھا، حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا بیان کیا، اس وقت ایک شخص کپڑا اوڑھے ہوئے گذرا، آپ نے فرمایا یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا، میں نے جا کر اس شخص کو دیکھا وہ شخص حضرت عثمان تھے، حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کہتے تھے، ابوبکر، عمر، عثمان۔ ایک قول ہے کہ یہ افضلیت میں ترتیب ہے اور ایک قول ہے کہ یہ خلافت میں ترتیب ہے۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ ایام محاصرہ میں حضرت عثمان نے اپنے مکان سے جھانک کر کہا: میں اللہ کی قسم دیتا ہوں جب کہ وہ حرا متزلزل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر پیر مارا، کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا اے حرا تھم جا تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۷۷-۳۷۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

لوگوں نے قسم کھا کر کہا ہاں! پھر کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا کوئی اس کی گواہی دیتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشرکین مکہ کے پاس بھیجا پھر فرمایا یہ میرا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور میرے لیے بیعت کی؟ لوگوں نے قسم کھا کر کہا ہاں! پھر کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا کوئی شخص اس پر گواہی دیگا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گھر کے بدلہ میں اس مسجد کو کون وسیع کرے گا؟ تو میں نے اپنے مال سے اس مسجد کو وسیع کیا تھا؟ لوگوں نے قسم کھا کر کہا ہاں! پھر کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ غزوہ تبوک کے دن تنگ دست لشکر کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا آج کے دن مقبول خرچ کرے گا؟ تو میں نے اپنے مال سے نصف لشکر کو تیار کیا تھا؟ لوگوں نے قسم کھا کر کہا ہاں! پھر کہا میں اللہ کی قسم دیتا ہوں کوئی شخص اس پر گواہی دے گا کہ جب بیاہ رومہ کا پانی بک رہا تھا تو میں نے اس کنوئیں کو اپنے مال سے خریدا اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا لوگوں نے کہا ہاں! (محاصرہ کرنے والے ظالموں نے اس کنوئیں کا پانی حضرت عثمان پر بند کر دیا تھا اور جس مسجد کی حضرت عثمان نے اپنے مال سے توسیع کی تھی اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے انھیں جانے نہیں دیتے تھے۔ سعیدی غفرلہٗ [1]

حضرت عثمان کے فضائل کا کتب شیعہ سے ثبوت

جلس عثمان فی عسکر المشرکین و بایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت، وسعی بین الصفا والمروۃ وحل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما کان یفعل فلما جاء عثمان قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطفت بالبیت؟ فقال ما کنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یطف بہ [2]

شیخ ابوجعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

(عمرہ حدیبیہ میں) (حضرت) عثمان مشرکین کے لشکر میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر (حضرت) عثمان کے لیے بیعت کی، مسلمانوں نے کہا: عثمان کے لیے خوشی ہو، انھوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا، مروہ میں سعی کی اور حلال ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (میرے بغیر عمرہ) نہیں کریں گے، جب (حضرت) عثمان آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ (حضرت) عثمان نے کہا: میں بیت اللہ کا طواف کیسے کر سکتا تھا جب کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا طواف نہیں کیا تھا!

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۱-۳۷۷ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ ھ، کتاب الروضۃ (فروع کافی) ج ۸ ص ۳۲۶-۳۲۵ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۲ھ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے اس قدر محبت تھی کہ بیعت رضوان کے وقت حضرت عثمان موجود نہیں تھے تو حضور نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بیعت کی اور حضرت عثمان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت تھی کہ بیت اللہ کے طواف پر قدرت کے باوجود رسول اللہ علیہ وسلم کے بغیر بیت اللہ کا طواف کرنا گوارا نہیں کیا۔ مسلمان یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عثمان نے طواف کر لیا ہوگا لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عثمان کی محبت پر اعتماد تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر عثمان کعبہ کا طواف نہیں کریں گے!

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

۴۸۴ - عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول: اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف النداء؟ قال ینادی منادٍ من السماء اول النہار الا ان علیاً وشیعتہ ہم الفائزون قال: وینادی منادٍ (فی) آخر النہار: الا ان عثمان وشیعتہ ہم الفائزون۔[1]

حلبی کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: بنو عباس کا اختلاف حتمی ہے، نداء حتمی ہے اور مہدی کا ظہور بھی حتمی ہے، میں نے پوچھا ندا کیا ہوگی؟ کہا صبح کے وقت آسمان سے ایک منادی ندا کریگا: سنو! علی اور ان کی جماعت ہی کامیاب ہے، اور شام کے وقت دوسرا منادی ندا کرے گا: سنو! عثمان اور ان کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

نہج البلاغہ کے حوالے سے حضرت عثمان کے متعلق حضرت علی کے ستائشی کلمات!!!

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما اجتمع الناس علیہ وشکوا ما نقموہ علی عثمان وسألوہ مخاطبتہم عنہم واستعتابہ لہم فدخل علیہ فقال: ان الناس ورائی وقد استفسروني بینک وبینہم ووالله ما ادری ما اقول لک؟ ما اعرف شیئاً تجہلہ، ولا ادلک علی امر لا تعرفہ انک لتعلم ما نعلم ما سبقناک الی شیء فنخبرک عنہ ولا خلونا بشیء فنبلغک وقد رأیت کما رأینا وسمعت کما سمعنا، وصحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کما صحبنا وما ابن ابی

جب حضرت عثمان کی شکایات لے کر ایک وفد حضرت علی کے پاس آیا، اور آپ سے درخواست کی کہ آپ ان سے بات کر کے ان کو سمجھائیں تو حضرت علی نے حضرت عثمان کے پاس جا کر کہا: ایک وفد میرے پیچھے آرہا ہے، انھوں نے مجھے اپنے اور آپ کے درمیان سفیر بنایا ہے، بخدا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ سے کیا کہوں؟ میں ایسی کوئی بات نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں، نہ کسی ایسی چیز کی طرف راہنمائی کر سکتا ہوں جس کو آپ نہ جانتے ہوں، جو آپ جانتے ہیں وہی ہم جانتے ہیں،

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ھ، کتاب الروضۃ (فروع کافی) ج ۸ ص ۳۱۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۲ھ

قحافة ولا ابن الخطاب اولی بعمل الحق منك وانت اقرب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وشیجة رحم منهما قد نلت من صهره مالم ینالا۔[1]

(خطبہ : ۱۶۲)

ایسی کوئی بات نہیں جس کو ہم نے پہلے جان لیا ہو اور اس کی آپ کو خبر دیں، نہ کسی معاملہ میں آپ ہم سے جدا ہوئے جس کی ہم آپ کو تبلیغ کر دیں، جس طرح آپ نے دیکھا ہے، اسی طرح ہم نے دیکھا ہے، جس طرح آپ نے سنا ہے اسی طرح ہم نے سنا ہے جس طرح ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اسی طرح آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی حق پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ نہیں تھے، ان دونوں کی بہ نسبت آپ کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرابت ہے اور بلاشبہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طاہری کا شرف دو مرتبہ حاصل کیا ہے۔

تقیہ کا جواب ہم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ستائشی کلمات پیش کیے ہیں، ان کے متعلق شیعہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام تقیہ پر محمول ہے، یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی نے یہ خطبات، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے وصال کے بعد بیان کیے اور حضرت عثمان کے متعلق یہ خطبہ اس وقت کا ہے جب حضرت عثمان فتنوں میں مبتلا ہو چکے تھے، اس وقت تقیہ کا کیا موقع تھا؟ نیز حضرت ابوبکر اور عمر کے متعلق جو فرمایا وہ اپنے دورِ حکومت میں فرمایا پھر تقیہ کی کیا وجہ تھی!

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایها المؤمنون! انه من رای عدوانا یعمل به ومنکرا یدعی الیه فانکره بقلبه فقد سلم وبری ومن انکره بلسانه فقد اجر وهو افضل من صاحبه ومن انکره بالسیف لتکون کلمة الله هی العلیا وکلمة الظالمین هی السفلی فذالك الذی اصاب سبیل الهدی، وقام علی الطریق، ونور فی قلبه الیقین۔[2]

(ملفوظ : ۳۵۶)

اے مومنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور برائی کرتے ہوئے دیکھا اور اس نے اس کو دل سے برا جانا وہ سلامت رہا اور بری ہو گیا، اور جس نے زبان سے اس برائی کا انکار کیا اس کو اجر ملے گا اور وہ پہلے سے افضل ہے، اور جس نے اس برائی کا تلوار سے انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو اور ظالموں کی روش سرنگوں ہو، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت کا راستہ پا لیا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

---

[1] نہج البلاغۃ ص ۵۶۶، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

[2] نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، // //

نیز حضرت علی فرماتے ہیں :

فمنهم المنكر للمنكر بيده ولسانه وقلبه فذلك المستكمل لخصال الخير، ومنهم المنكر بلسانه وقلبه والتارك بيده فذلك متمسك بخصلتين من خصال الخير ومضيع خصلة ومنهم المنكر بقلبه والتارك بيده ولسانه فذلك الذى ضيع اشرف الخصلتين من الثلاث وتمسك بواحدة۔[1]

(ملفوظ : ۳۵۸)

جس شخص اپنے ہاتھ زبان اور دل سے برائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا اس میں نیکی کی صرف دو خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک کر دی، اور جس نے برائی کو صرف دل سے برا جانا اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس شخص نے صرف ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک کر دیں۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تقیہ نہیں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام خصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے۔ اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تقیہ کیا یعنی انھوں نے خیر کی دو خصلتوں کو ضائع کر دیا اور ان کا ایمان تیسرے درجہ کا ہے، اب غور کیجیے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟

شیعہ کہتے ہیں : ولا دين لمن لا تقية له۔[2] "جو تقیہ نہ کرے وہ بے دین ہے" تو یہ لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے حامیوں کے متعلق کیا کہیں گے جنھوں نے جان دے دی اور تقیہ نہیں کیا!

شیعہ فرقوں کا حکم

شیعہ کے متعدد فرقے ہیں، اور ان سب کا حکم ایک نہیں ہے، جو حضرت علی کی الوہیت کے قائل ہیں، جو قرآن مجید میں تحریف یا ترمیم کا عقیدہ رکھتے ہیں، جو حضرت ابوبکر کی صحابیت کے منکر ہیں، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتے ہیں اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چار صحابہ کے علاوہ باقی سب مرتد ہو گئے تھے اور جاہلیت کی طرف لوٹ گئے تھے، یہ تمام فرقے کافر ہیں۔

شیعہ کے جو فرقے مذکور الصدر عقائد نہیں رکھتے لیکن خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں یا صحابہ کو مسلمان ماننے کے باوجود ان پر سب وشتم کرتے ہیں یہ بدترین فاسق ہیں لیکن کافر نہیں ہیں جو شیعہ خلفاء ثلثہ پر حضرت علی کی افضلیت کے قائل ہیں اور کسی صحابی پر سب وشتم نہیں کرتے، ان کا عقیدہ جمہور مسلمین سے الگ ہے لیکن یہ کافر یا فاسق نہیں ہیں اور جو فرقے صرف حضرت عثمان پر حضرت علی کی افضلیت کے قائل ہیں اور باقی تمام عقائد اور نظریات میں اہل سنت کے موافق ہیں وہ شیعی ہیں ان کو متشیع بھی کہتے ہیں جیسے امام عبدالرزاق، امام نسائی اور علامہ تفتازانی وغیرہ۔

---

[1] نہج البلاغۃ ص ۱۲۸۱، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران

[2] ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی متوفی ۳۲۸ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران ۱۳۶۵ھ

حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں فتوحات

۲۴ھ کی ابتدا میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مجلس شوریٰ کے انتخاب سے خلیفہ اور امیر المؤمنین منتخب ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت کے مطابق کارِ خلافت انجام دیتے تھے، آپ کے بارہ سالہ دورِ حکومت میں اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوگیا تھا۔ ۲۴ھ میں آپ نے آذربائیجان اور آرمینیہ پر فوج کشی کرکے وہاں کے باشندوں کو مطیع کیا، ۲۵ھ میں طرابلس کو فتح کیا، ۲۶ھ میں الجزائر اور مراکش کے علاقے فتح کیے، ۲۸ھ میں بحیرہ روم میں شام کے قریب قبرص کو بحری جنگ سے فتح کیا، ۳۰ھ میں طبرستان کو فتح کیا، ۳۳ھ میں قسطنطنیہ سے متصل علاقوں میں مرو، طالقان اور جوزجان کو فتح کیا، اسلامی فتوحات کا یہ سیلاب حضرت عثمان کی شہادت کے بعد رک گیا اور حضرت علی کی خلافت کے چھ سال تک تعطل رہا۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات اسلامیہ کو ایک بار پھر نشاۃ ثانیہ حاصل ہوئی۔

فتنہ اور اس کے اسباب

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے اخیر میں ان کے خلاف بعض لوگوں نے شورش پیدا کر دی اور فتنہ و فساد کا ایک سیلاب اُمڈ آیا، اس شورش کے اسباب یہ تھے۔

۱۔ اس وقت کابل سے لے کر مراکش تک تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں تھا جس میں سینکڑوں قومیں آباد تھیں، ان محکوم قوموں میں فطرۃً مسلمانوں کے خلاف جذبہ انتقام موجود تھا لیکن مسلمانوں کی قوت اور سطوت کے مقابلہ میں وہ بے دست و پا تھے اس لیے انھوں نے سازشوں کا جال پھیلایا جن میں یہودی اور مجوسی سب سے آگے تھے۔

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چند مناصب پر اموی خاندان کے افراد کو مقرر کیا تھا، ان میں سے حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت سے شام کے گورنر تھے۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری (صحابی) عامل مصر اور عبداللہ بن عامر بن کریز اموی (صحابی) عامل بصرہ تھے۔ اور مروان بن الحکم اموی کاتب تھے۔ ان چار کے علاوہ دو اموی عاملوں کو مقرر کرکے آپ نے انھیں معزول کر دیا۔ جن میں سے ایک ولید بن عقبہ اور دوسرے سعید بن العاص تھے۔ یہ تھے کل اموی افراد جن کے بارے میں مخالفین نے تہلکہ مچا دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کنبہ پروری اور اقربا پروری کر کے اپنے خاندان کے افراد کو حکومت کے عہدے سونپ دیے اور یہ کسی نے نہ دیکھا کہ ان کے علاوہ قریباً بیس جگہ بلاد اسلامیہ میں گورنری اور دیگر اہم عہدوں پر سب غیر اموی افراد مقرر تھے نہ یہ کسی نے سوچا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں اسّی فی صد عامل اموی خاندان سے لیے تھے۔ چنانچہ اٹھارہ علاقوں میں آپ نے اموی افراد کو مقرر کیا (طبری)، پھر اگر پانچ عہدے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے امویوں کو تفویض فرمائے تو اس پر شورش اور ہنگامہ کھڑا کرنے کی کوئی اخلاقی اور شرعی وجہ نہ تھی۔

۳۔ مجوسی چاہتے تھے کہ ایسا انقلاب پیدا کیا جائے جس میں ان کی مدد سے ـــــــ حکومت ایسے عام خاندان کی طرف منتقل ہو جس سے وہ زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کر سکیں۔

۴۔ یہودی چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں ایسا افتراق پیدا کر دیا جائے جس سے ان کی قوت پاش پاش ہو جائے ان اغراض کے تحت ہر شخص اپنی کوشش میں مصروف تھا۔ اشتر نخعی، جندب اور صعصعہ نے کوفہ کو اپنی شرارتوں کا مرکز بنایا۔ لیکن سب سے زیادہ خطرناک شخص ایک یہودی النسل نو مسلم عبداللہ بن سبا تھا جس نے اپنی حیرت انگیز سازشانہ قوت سے مختلف الخیال مفسدوں کو ایک مرکز پر متحد کر دیا۔

عبداللہ بن سبا کے پیروکاروں کا طریقہ کار یہ تھا۔

۱۔ بظاہر متقی اور پرہیز گار بننا اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش کرنا۔

۲۔ عمال کو تنگ کرنا اور ہر ممکن طریقہ سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرنا۔

۳۔ ہر جگہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقربا پروری اور ناانصافی کی داستانیں مشہور کرنا مفسدین کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر کنبہ پروری کا اتہام بالکل بے بنیاد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی امیر و کبیر شخص تھے۔ عہد رسالت میں آپ کی فیاضی کی مثالیں یادگار ہیں۔ آپ نے بیس ہزار درہم دے کر ایک یہودی سے میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ بیش بہا رقم خرچ کر کے مسجد نبوی کی توسیع کے لیے زمین خریدی اور بہت سے مواقع پر مسلمانوں کی اپنے مال سے خدمت کی۔ مفسدین کے اعتراض کے جواب میں آپ نے خود وضاحت فرمائی کہ میں اپنے اقربا کو جو کچھ دیتا ہوں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں اور بیت المال کا مال نہ اپنے لیے حلال سمجھتا ہوں۔ نہ کسی دوسرے شخص کے لیے۔ [1]

ایک مشہور اعتراض یہ تھا کہ حکم بن العاص کو حضور نے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں وہ جلاوطن رہا لیکن حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ بلا لیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان نے حکم کی سفارش کر کے اسے مدینہ بلانے کی منظوری لے لی تھی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے سامنے چونکہ یہ منظوری نہیں لی گئی تھی اور حضرت عثمان کے سوا اس پر اور کوئی گواہ نہ تھا اس لیے انھوں نے اپنے اپنے دور خلافت میں اس کو مدینہ نہیں بلایا۔ حضرت عثمان نے اپنے دورِ خلافت میں جو حکم کو مدینہ بلایا وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ حضور کی مرضی سے بلایا تھا۔

ایک اور مشہور اعتراض یہ تھا کہ آپ نے طرابلس کے مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ مروان کو بلا عوض دے دیا تھا۔ یہ سراسر لغو بہتان ہے۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

ابن الزبیر نے فتح کی بشارت اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ دار الخلافت روانہ کیا اس مال کو پانچ لاکھ دینار کے عوض مروان نے خرید لیا اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مال مروان کو مفت دے دیا گیا تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ [2]

---

[1] ۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۳۶

[2] ۔ علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۹

اصلاح کی کوشش حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلسل حالات کی اصلاح کی کوشش کر رہے تھے۔ حضرت طلحہ نے مشورہ دیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں حالات کی تحقیق کے لیے وفود روانہ کیے جائیں، چنانچہ ۳۵ھ میں محمد بن مسلمہ کوفہ، اسامہ بن زید بصرہ، عمار بن یاسر مصر، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شام اور یعیش اور دیگر صوبہ جات کی طرف روانہ ہو گئے۔ نیز تمام ملک میں گشتی اعلان جاری کر دیا گیا کہ میں عموماً حج کے موقع پر تمام حکام کو جمع کرتا ہوں اور جس حاکم کے خلاف کوئی شکایت پیش کی جاتی ہے فوراً تحقیق کر کے اس کا ازالہ کر دیتا ہوں اس کے باوجود اگر کسی شخص کو کسی حاکم کے خلاف شکایت ہو تو مجھ سے بیان کرے۔ میں تحقیق کر کے مظلوم کا حق ظالم سے دلاؤں گا۔

نوٹ: ابن خلدون اور امام طبری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے تحقیق کے لیے جس قدر صحابہ بھیجے تھے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سوا سب واپس آ گئے۔ مصر میں عبداللہ بن سبا، خالد بن ملجم، اور کنانہ بن بشر وغیرہ شر پسند موجود تھے اور ان لوگوں نے عمار بن یاسر کو واپس نہیں آنے دیا حتیٰ کہ یہ گمان کیا گیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ [1]

انقلاب کی کوشش ابن سبا کے تربیت یافتہ لوگوں نے آپس میں مل کر ایک سازش تیار کی اور بصرہ، مصر، اور کوفہ سے تقریباً دو ہزار فتنہ پرداز اپنے اپنے شہروں سے حاجیوں کی وضع میں مدینہ کی طرف چل پڑے تاکہ اپنے مطالبات حضرت عثمان سے بزور تسلیم کرائیں۔ جن میں سے ایک اہم مطالبہ یہ تھا کہ حاکم مصر عبداللہ بن ابی سرح کی جگہ محمد بن ابوبکر (یہ حضرت علی کے پروردہ تھے) کو حاکم مقرر کیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کر کے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا اور ابن سرح کی معزولی اور محمد بن ابی بکر کی تقرری کا پروانہ لکھ کر انھیں دے دیا۔ پھر یہ لوگ واپس چلے گئے۔ چند دنوں کے بعد دفعتاً گھوڑوں کی ٹاپوں اور انتقام انتقام کی صداؤں سے مدینہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔ کبار صحابہ گھبرا کر اپنے گھروں سے نکلے دیکھا کہ مفسدوں اور باغیوں کی جماعت واپس آ گئی ہے ان کا کہنا یہ تھا کہ ہمیں راستہ میں دربار خلافت کا ایک قاصد ملا جس کے پاس والیٔ مصر کے نام یہ ہدایت تھی کہ ان لوگوں کی گردن مار دی جائے حضرت عثمان نے اس واقعہ سے مکمل لاعلمی اور حیرت کا اظہار کیا۔ باغیوں نے کہا جس خلیفہ کو اتنی سی بات کی بھی خبر نہ ہو وہ خلافت کا اہل نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ [2] اسی وقت حضرت عثمان نے فرمایا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ایک قمیص پہنائے گا لوگ اس کو اتارنے کی کوشش کریں گے تم اس قمیص کو مت اتارنا اور میں سمجھتا ہوں کہ قمیص سے مراد یہی خلافت کی قمیص ہے۔ [3]

---

[1] ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الطبری ج ۳ ص ۹۹

[2] محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۲

[3] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ (ترمذی) ص ۴۶۲

باغیوں کی شورش حضرت عثمان کے انکار پر تقریباً دو ہزار باغیوں نے کاشانہ خلافت کا نہایت سخت محاصرہ کر لیا جو مسلسل چالیس دن تک قائم رہا۔ باغیوں نے حضرت عثمان تک پانی پہنچانے کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر حضرت عثمان تک پہنچانے کی کوشش کی مگر باغیوں نے ام المومنین اور حضور کی حرم محترم کا بھی لحاظ نہیں کیا اور بے ادبی سے مزاحمت کر کے انھیں واپس کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پُر آشوب وقت میں اپنے دونوں صاحبزادوں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر بھی ان جانثاروں کے ساتھ حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھے۔

باغیوں کو سمجھانے کے لیے متعدد اکابر صحابہ نے مؤثر تقریریں کیں لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکان کی چھت سے باغیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف فرما ہوئے تو یہ مسجد تنگ تھی۔ آپ نے فرمایا جنت کے عوض کون اس زمین کو خرید کر مسجد کے لیے وقف کرے گا، اس وقت میں نے وہ زمین مسجد کے لیے وقف کی تھی۔ آج تم اس زمین پر مجھے سجدہ نہیں کرنے دیتے۔ پھر آپ نے فرمایا قسم بخدا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو سوائے چاہ رومہ کے اور کوئی میٹھے پانی کا کنواں نہیں تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے عوض کون اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے، اس وقت بھی صرف میں نے حضور کے فرمان پر لبیک کہی اور آج تم مجھے اس کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے! لیکن باغیوں پر آپ کی اس تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ [1]

جانثار صحابہ کے مشورے حضرت امیر معاویہ کی بصیرت افروز آنکھوں نے اس فتنہ کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ آپ میرے ساتھ شام چلیے، تاکہ آپ کسی ناگہانی خطرہ سے دوچار نہ ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں دیارِ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر اور کہیں نہیں جانا چاہتا۔ (حضرت امیر معاویہ نے عرض کیا میں حفظ ماتقدم کی خاطر شام سے آپ کی حفاظت کے لیے فوج بھجوا دوں۔ آپ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ رسول اللہ کے پڑوسیوں (اہل مدینہ) کو اس لشکر کی وجہ سے کوئی پریشانی ہو۔

محاصرہ کے دوران حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا: میری تین باتوں میں سے ایک بات مان لیجئے۔ آپ کے حامیوں کی عظیم جماعت یہاں موجود ہے اس کو لے کر نکلیے اور ان باغیوں کا مقابلہ کر کے ان کو نکال دیجئے، دوسری صورت یہ ہے کہ پچھلی طرف سے نکل کر مکہ معظمہ چلے جائیے۔ مکہ حرم ہے وہاں یہ آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شام میں آپ حضرت امیر معاویہ کی پناہ میں چلے جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی صورت کا یہ جواب دیا کہ اگر میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو

---

[1] علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۱۴۴

ہیں اس امت کا وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو اپنی حکومت کی بقاء کے لیے مسلمانوں کا خون بہائے، دوسری صورت (یعنی مکہ — چلے جانے) کا جواب یہ دیا کہ مجھے ان لوگوں سے یہ توقع نہیں ہے کہ یہ حرم مکہ کی حرمت کا کوئی لحاظ رکھیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے اس مقدس شہر کی حرمتیں پامال ہوں، اور تیسری صورت (یعنی شام چلے جانے) کا جواب یہ تھا کہ دار الہجرت اور دیارِ رسول کو چھوڑ کر میں کہیں بھی نہیں جانا چاہتا۔ [1]

حضرت عثمان کا گھر بہت وسیع تھا حضرت عثمان کی حفاظت کے لیے صحابہ کرام و تابعین سمیت سات سو افراد موجود تھے۔ جن کی قیادت حضرت عبداللہ بن زبیر کر رہے تھے۔ انھوں نے باغیوں سے لڑنے کی اجازت مانگی تو فرمایا اگر ایک شخص بھی میری خاطر لڑنا چاہے تو میں اس سے خدا کے لیے کہتا ہوں کہ وہ میری خاطر خون نہ بہائے [2] آپ کے گھر میں اس وقت بیس غلام تھے ان کو بھی بلا کر آخری وقت میں آزاد کر دیا۔

حضرت زید بن ثابت نے آکر عرض کیا: امیر المؤمنین انصار دروازے پر کھڑے اجازت کے منتظر ہیں۔ فرمایا اگر وہ جنگ کی اجازت چاہتے ہیں تو انھیں بالکل اجازت نہیں ہے۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو فرمایا کہ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ مجھ سمیت تمام دنیا کو قتل کر دو۔ عرض کیا نہیں۔ آپ کے اس فرمان میں اس آیت کی طرف اشارہ تھا من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا "جس شخص نے بغیر قصاص یا فساد کے کسی شخص کو قتل کیا گویا اس نے تمام دنیا کے انسانوں کو قتل کر دیا" [4] اس آیت سے استدلال اس وجہ سے تھا کہ باغیوں نے نہ ابھی تک کسی کو قتل کیا تھا نہ زمین میں لوٹ مار کر کے فساد کیا تھا، صرف حضرت عثمان کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

شہادت حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں کا بیان کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک شخص کا گزر ہوا جو کپڑا اوڑھے جا رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فتنوں کے وقت یہ شخص ہدایت پر ہوگا، میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے [5]۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتنوں کا بیان کرتے ہوئے حضرت عثمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ شخص ان فتنوں میں مظلوم شہید کیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق یہ یقین تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ان فتنوں سے مطلع کیا تھا اور صبر و استقامت کی تاکید فرمائی تھی (ترمذی ص ۵۳۳) ان حالات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لمحہ بہ لمحہ اس وقت کے منتظر تھے

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۶۷۔
[2] " " " ، مسند احمد ج ۱ ص ۷۲
[3] محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۸
[4] " " " ، طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۴۸
[5] علامہ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ (ترمذی) ص ۵۶۲

جوان کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔

سترہ ذوالحج ۳۵ھ کو جمعہ کا دن تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما تشریف فرما ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں عثمان جلدی کرو ہم تمہارے افطار کے منتظر ہیں، ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔[1] حضرت عثمان بیدار ہوئے اور اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا اب وقت قریب آ پہنچا ہے پھر لباس تبدیل کیا اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد باغیوں نے حملہ کر دیا حضرت امام حسن مزاحمت کرتے ہوئے زخمی ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر (پروردہ حضرت علی) نے آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچی۔ حضرت عثمان نے فرمایا: کہ بھتیجے اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو وہ اس فعل کو ناپسند کرتے۔ کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی پر زور سے لوہے کی سلاخ ماری جس سے آپ گر پڑے اور زبان سے یہ کلمات نکلے: بسم اللہ و توکلت علی اللہ۔ سودان بن حمران نے دوسری ضرب لگائی جس سے خون کا فوارہ شروع ہو گیا۔ عمرو بن الحمق نے سینہ پر چڑھ کر نیزوں کے پیہم تو وار کیے۔ ایک ازلی شقی نے بڑھ کر تلوار کا ایسا وار کیا جس سے ذوالنورین کی شمع حیات بجھ گئی[2] انا للہ وانا الیہ راجعون شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور اس خون ناحق سے جو آیت رنگین ہوئی وہ یہ تھی: فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم (بقرہ: ۱۳۷) تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔" اس جانکاہ حادثہ میں آپ کی اہلیہ محترمہ کی انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ تین دن تک آپ کا جسد مبارک تدفین سے محروم رہا اور قتل کرنے کے بعد ظالموں نے آپ کا گھر بھی لوٹ لیا۔

عظمت عثمان تمام دنیا کی تاریخ اٹھا کر ایک نظر ڈالیے، تاریخ عالم میں آپ کو کہیں ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کسی حکمران کے خلاف کچھ لوگ باغی ہو جائیں اور اس حکمران کو اپنی ذات اور اپنی حکومت کے تحفظ کے متعدد وسائل حاصل ہوں نہ صرف یہ بلکہ جانثار، رفقاء، ارکان دولت اور تمام افواج سب اس کے حامی ہوں باغیوں کے قلع قمع کرنے کے لیے بے تاب ہوں اور بار بار اس حکمران سے باغیوں کی سرکوبی کا مطالبہ کر رہے ہوں لیکن وہ حکمران محض اس سبب سے ان لوگوں کو باغیوں سے جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا کہ کہیں ایک جان کی بقاء کے لیے سینکڑوں جانیں تلف نہ ہو جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے دو ہزار سے بھی کم افراد تھے اور مکان کے اندر اور باہر ان کے جانثار اس سے کہیں زیادہ تھے۔ آخری وقت تک آپ کے جانثار اور رفقاء آپ سے باغیوں کے مقابلہ اور ان کے محاصرہ توڑنے کی اجازت طلب کرتے رہے لیکن آپ کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ "میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔"

---

[1] محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۵۳۔

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہمارے محترم ہیں ان سے عقیدت اور محبت ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے وہ دونوں ـــــ مجتہد تھے اور اپنے اپنے نزدیک ہر ایک کا موقف اخلاص اور للّٰہیت پر مبنی تھا وہ دونوں صحابی ہیں ہم ان میں سے کسی ایک کے خلاف بھی ایک لفظ سننا نہیں چاہتے۔ ان کی عظمتیں ہمارے دین کا سرمایہ ہیں۔ اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قریباً پانچ سال تک محض خلافت کے تحفظ کے لیے دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہتا رہا اور شہداء کا انبار لگتا رہا۔ اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھیے جنھوں نے چالیس روز تک محاصرہ میں رہنا۔ ضروریات زندگی سے محروم ہونا اور خندہ پیشانی سے بھوک و پیاس برداشت کرنا گوارہ کیا لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی خاطر کسی ایک مسلمان کے خون کا قطرہ بھی گرانا گوارہ نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ سعادت کسی کے حصہ میں نہیں آئی کہ اس نے دیارِ رسول کو اپنی خلافت کا مستقر بنایا ہو۔ اسلامی حکمرانوں میں وہ دیارِ رسول کے آخری خلیفہ تھے انھوں نے اس وقت بھی مدینہ چھوڑنا گوارا نہیں کیا جب خنجر ان کی شہ رگ کے بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ تاریخ میں ہمیں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی عظیم شخصیت کے جانثار اس پر قربان ہونے کی اجازت چاہتے ہوں۔ بار بار بے تابی سے تقاضا کرتے ہوں مگر وہ کسی کو اس کی اجازت نہ دیتا ہو اس کو اپنی جان بچانے کے لیے خطرہ کی جگہ سے نکل جانے کا موقع ملا ہو مگر وہ عزم و استقلال کا کوہ گراں اپنی جگہ پر قائم رہا ہو۔ اے عثمان! تمہاری عظمتوں کا کیا کہنا تم نے مکہ کی حرمتوں کو خطرہ میں پڑنے دیا نہ مدینہ کو میدانِ جنگ بننے دیا۔ اپنی جان کے تحفظ کے لیے دیارِ رسول چھوڑا نہ اپنے جانثاروں اور رفقاء میں سے کسی کی زندگی کو خطرہ میں پڑنے دیا۔ حتیٰ کہ آخری وقت میں اپنے بیس غلاموں کو بھی آزاد کر کے نکل جانے دیا اور ظلم و ستم کے تمام وار تنہا اپنی جان پہ جھیل گئے۔

یوں تو اسلام کے ہر دور میں لوگ شہید ہوتے رہے ان شہداء میں سے کسی کا خون اُحد کی گھاٹیوں میں گرا کسی کا خون کربلا کی سرزمین پر گرا مگر سلام ہو تمہارے خون پر اے عثمان جو قرآن کریم کی آیات پہ گرا۔ جس شہید کا خون جس جگہ گرتا ہے وہ جگہ اس کی شہادت کی گواہی دیتی ہے۔ کسی کی شہادت کی گواہی بدر اور اُحد کی سرزمین دے گی۔ کسی کی شہادت کی گواہی میدانِ کربلا دے گا اور اے عثمان تمہاری شہادت کی گواہی قرآن کریم کے اوراق دیں گے۔ حشر کے دن جو شخص جس حال میں شہید ہوا اسی حال میں اُٹھے گا کوئی شہید احرام باندھے ہوئے اٹھے گا کوئی سجدہ کرتے ہوئے اٹھے گا۔ اور سلام ہو تمہاری عظمتوں پہ اے عثمان کہ تم میدانِ حشر میں اللہ کا کلام پڑھتے ہوئے اٹھو گے۔ [1]

---

[1] حضرت عثمان کے متعلق یہ تمام بحث ہم نے مقالات سعیدی سے نقل کر دی ہے، حضرت عثمان کی سیرت اور مزید محامد و محاسن پڑھنے کے لیے مقالات سعیدی کو پڑھیں۔

بَابُ (۸۴) مِنْ فَضَائِلِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۰۹۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَعُبَيْدُ اللهِ الْقَوَارِيرِيُّ وَسُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ يُوسُفَ الْمَاجِشُونِ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الصَّبَّاحِ) حَدَّثَنَا يُوسُفُ أَبُو سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي قَالَ سَعِيدٌ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُشَافِهَ بِهَا سَعْدًا فَلَقِيتُ سَعْدًا فَحَدَّثْتُهُ بِمَا حَدَّثَنِي عَامِرٌ فَقَالَ أَنَا سَمِعْتُهُ فَقُلْتُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى أُذُنَيْهِ فَقَالَ نَعَمْ وَإِلَّا فَاسْتَكَّتَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ سنو! بلا شبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں چاہتا تھا کہ میں حضرت سعد سے یہ حدیث بالمشافہ سن لوں۔ میری حضرت سعد سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کو عامر بن سعد کی یہ روایت سنائی انھوں نے کہا میں نے اس حدیث کو خود سنا ہے، میں نے کہا آپ نے خود سنا ہے؟ انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا اگر میں نے خود نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔

۶۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ خَلَّفَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ تُخَلِّفُنِي فِي النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں حضرت علی کو مدینہ میں چھوڑ دیا، حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے! البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۶۰۹۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۰۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے حضرت سعد کو امیر بنایا تو ان سے دریافت کیا کہ تمہیں ابو تراب کو برا

سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَمَرَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا التُّرَابِ فَقَالَ اَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ اَسُبَّهٗ لَاَنْ تَكُوْنَ لِیْ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهٗ خَلَّفَهٗ فِیْ بَعْضِ مَغَازِيْهِ فَقَالَ لَهٗ عَلِیٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ خَلَّفْتَنِیْ مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوْا لِیْ عَلِيًّا فَاُتِیَ بِهٖ اَرْمَدَ فَبَصَقَ فِیْ عَيْنِهٖ وَدَفَعَ الرَّايَةَ اِلَيْهِ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَّفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلِیْ۔

کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ حضرت سعد نے کہا مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمائی تھیں، اس لیے میں ان کو کبھی برا نہیں کہہ سکتا، اگر ان تین باتوں سے ایک بات بھی میرے لیے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھی۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض مغازی میں حضرت علی کو چھوڑ دیا اور حضرت علی نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ دیا، تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی سے یہ فرماتے ہوئے سنا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے کہ موسیٰ کے لیے ہارون تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا! اور غزوہ خیبر کے دن میں نے آپ سے یہ سنا کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا، اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہے، حضرت سعد نے کہا پھر ہم سب اس کے انتظار میں تھے، آپ نے فرمایا علی کو میرے پاس لاؤ، حضرت علی کو لایا گیا درآں حالیکہ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں، آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کو جھنڈا عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب آیت نازل ہوئی (ترجمہ) آپ کہیے آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا، اور کہا اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔

۶۰۹۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ سَمِعْتُ اِبْرَاهِيْمَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔

اَنَّهٗ قَالَ لِعَلِيٍّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰى۔

۶۱۰۰- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ قَالَ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا قَالَ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهَا وَقَالَ اَمْشِ وَلَا تَلْتَفِتْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكَ قَالَ فَسَارَ عَلِيٌّ شَيْئًا ثُمَّ وَقَفَ وَلَمْ يَلْتَفِتْ فَصَرَخَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلٰى مَاذَا اُقَاتِلُ النَّاسَ قَالَ قَاتِلْهُمْ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ مَنَعُوْا مِنْكَ دِمَآءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا: کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا، اس دن کے علاوہ میں نے کبھی امارت کی تمنا نہیں کی، پھر میں اس دن آپ کے سامنے اس امید سے آیا کہ آپ مجھے اس کے لیے بلائیں، حضرت ابوہریرہ نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی طالب کو بلایا، اور ان کو جھنڈا عطا کیا، اور فرمایا جاؤ اور ادھر اُدھر التفات نہ کرنا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو فتح عطا فرمائے حضرت علی کچھ دور گئے پھر ٹھہر گئے، اور ادھر ادھر التفات نہیں کیا، پھر انھوں نے زور سے آواز دی، یا رسول اللہ! میں لوگوں سے کس بنیاد پر جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا تم ان سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت نہ دیں، اور جب وہ یہ گواہی دے دیں تو پھر انھوں نے تم سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیا الّا یہ کہ ان پر کسی کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔

۶۱۰۱- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ اَبِيْ حَازِمٍ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ (وَاللَّفْظُ هٰذَا) حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ اَخْبَرَنِيْ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ خَيْبَرَ لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوْكُوْنَ لَيْلَتَهُمْ اَيُّهُمْ يُعْطَاهَا قَالَ فَلَمَّا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر فتح کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول کو اس سے محبت ہوگی، حضرت سہل نے کہا پھر صحابہ نے اس حال میں رات گذاری کہ دیکھئے حضور کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں، جب صبح کو صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو ہر شخص کو یہ توقع تھی کہ حضور

اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُوْنَ اَنْ يُّعْطَاهَا فَقَالَ اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ عَيْنَيْهِ وَدَعَا لَهٗ فَبَرَاَ حَتّٰی كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ فَاَعْطَاهُ الرَّايَةَ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی يَكُوْنُوْا مِثْلَنَا فَقَالَ انْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ يَّكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ۔

اس کو جھنڈا عطا کریں گے، آپ نے فرمایا یا علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، آپ نے فرمایا ان کو بلاؤ، حضرت علی کو بلایا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، اور ان کے حق میں دعا کی، ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں گویا کبھی دکھی ہی نہ تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا دیا۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ میں ان سے اس وقت تک قتال کرتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح نہ ہو جائیں، آپ نے فرمایا نرمی سے روانہ ہو، جب تم ان کے میدان میں اتر جاؤ تو ان کو اسلام کی دعوت دینا، اور ان کو یہ بتانا کہ ان پر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں، بخدا اگر تمہاری وجہ سے ایک شخص ہدایت پا جائے تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

۶۱۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ اِسْمَاعِيْلَ) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ قَدْ تَخَلَّفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ خَيْبَرَ وَكَانَ رَمِدَ فَقَالَ اَنَا اَتَخَلَّفُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ مَسَاءُ اللَّيْلَةِ الَّتِيْ فَتَحَهَا اللّٰهُ فِيْ صَبَاحِهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ اَوْ لَيَاْخُذَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلٌ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَوْ قَالَ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاِذَا نَحْنُ بِعَلِيٍّ وَمَا نَرْجُوْهُ فَقَالُوْا هٰذَا عَلِيٌّ فَاَعْطَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّايَةَ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں حضرت علی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی، پھر انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا، پھر حضرت علی نکلے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، جب وہ شب آئی جس کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح عطا فرمائی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا یا فرمایا کل جھنڈا وہ شخص لیگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کے رسول کو اس سے محبت ہوگی، پھر اچانک ہم نے حضرت علی کو دیکھا اور ہمیں اس کی توقع نہیں تھی، صحابہ نے کہا یہ حضرت علی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا کر دیا، اور اللہ نے ان کو فتح دیدی۔

۶۱۰۳ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا

زید بن حیان کہتے ہیں کہ میں، حصین بن سبرہ اور عمرو بن مسلم، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس گئے،

إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي أَبُو حَيَّانَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ حَيَّانَ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَحُصَيْنُ بْنُ سَبْرَةَ وَعُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ إِلَى زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ فَلَمَّا جَلَسْنَا إِلَيْهِ قَالَ لَهُ حُصَيْنٌ لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا رَأَيْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتَ حَدِيثَهُ وَغَزَوْتَ مَعَهُ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ لَقَدْ لَقِيتَ يَا زَيْدُ خَيْرًا كَثِيرًا حَدِّثْنَا يَا زَيْدُ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا ابْنَ أَخِي وَاللهِ لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّي وَقَدُمَ عَهْدِي وَنَسِيتُ بَعْضَ الَّذِي كُنْتُ أَعِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَدَّثْتُكُمْ فَاقْبَلُوا وَمَا لَا فَلَا تُكَلِّفُونِيهِ ثُمَّ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فِينَا خَطِيبًا بِمَاءٍ يُدْعَى خُمًّا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعَظَ وَذَكَّرَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولُ رَبِّي فَأُجِيبَ وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ فَخُذُوا بِكِتَابِ اللهِ وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ فَحَثَّ عَلَى كِتَابِ اللهِ وَرَغَّبَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ وَأَهْلُ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي أُذَكِّرُكُمُ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَقَالَ لَهُ حُصَيْنٌ وَمَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ يَا زَيْدُ أَلَيْسَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ نِسَاؤُهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَكِنْ أَهْلُ بَيْتِهِ مَنْ حُرِمَ الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ قَالَ وَمَنْ هُمْ قَالَ هُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَبَّاسٍ قَالَ كُلُّ هَؤُلَاءِ حُرِمَ الصَّدَقَةَ قَالَ نَعَمْ۔

حصین نے کہا اے زید! آپ کو بہت خیر کثیر حاصل ہوئی، آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، ان کی حدیث سُنی، ان کے ہمراہ جہاد کیا اور ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں، اے زید! آپ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیے، حضرت زید نے کہا اے بھتیجے! بخدا اب میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور ایک مدت گذر گئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث مجھے یاد تھیں ان میں سے بعض کو میں بھول گیا، سو جو حدیث میں تم کو بیان کروں، اس کو قبول کر لو، اور جس کو میں نہ بیان کروں اس کا تم مجھے مکلف نہ کرو، پھر انھوں نے کہا ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دینے کے لیے مدینہ اور مکہ کے درمیان اس تالاب پر کھڑے ہوئے جس کو خُم کہتے ہیں، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا، اے لوگو! سنو میں ایک بشر ہوں عنقریب میرے رب کا پیغام لانے والا (یعنی فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اس کو لبیک کہوں گا، میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان میں سے پہلی اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، اللہ کی کتاب پر عمل کرو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو، پھر آپ نے کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا اور اس کی ترغیب دی، پھر فرمایا اور (دوسرے) میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کو یاد دلاتا ہوں، حصین نے کہا: اے زید! آپ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی ازواج اہل بیت سے نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا آپ کی ازواج بھی اہل بیت سے ہیں، لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام کر دیا گیا، کہا وہ کون ہیں؟ کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں کہا ان سب پر صدقہ حرام ہے

کہا ہاں۔

۶۱۰۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ حَدَّثَنَا حَسَّانُ (يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ) عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ بِمَعْنَى حَدِيثِ زُهَيْرٍ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی مثل مروی ہے۔

۶۱۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي حَيَّانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ كِتَابُ اللهِ فِيهِ الْهُدَى وَالنُّورُ مَنِ اسْتَمْسَكَ بِهِ وَأَخَذَ بِهِ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے، اللہ کی کتاب جس میں ہدایت اور نور ہے، جس نے اس کتاب کو تھام لیا اور اس کے ساتھ تمسک کیا وہ ہدایت پر ہوگا اور جو اس کو چھوڑ دے گا وہ گمراہ ہوگا۔

۶۱۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ حَدَّثَنَا حَسَّانُ (يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ) عَنْ سَعِيدٍ (وَهُوَ ابْنُ مَسْرُوقٍ) عَنْ يَزِيدَ بْنِ حَيَّانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَيْهِ فَقُلْنَا لَهُ لَقَدْ رَأَيْتَ خَيْرًا لَقَدْ صَاحَبْتَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّيْتَ خَلْفَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَبِي حَيَّانَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا وَإِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا كِتَابُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ حَبْلُ اللهِ مَنِ اتَّبَعَهُ كَانَ عَلَى الْهُدَى وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى ضَلَالَةٍ وَفِيهِ فَقُلْنَا مَنْ أَهْلُ بَيْتِهِ نِسَاؤُهُ قَالَ لَا وَأَيْمُ اللهِ إِنَّ الْمَرْأَةَ تَكُونُ مَعَ الرَّجُلِ الْعَصْرَ مِنَ الدَّهْرِ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا فَتَرْجِعُ إِلَى أَبِيهَا وَقَوْمِهَا أَهْلُ بَيْتِهِ أَصْلُهُ وَعَصَبَتُهُ الَّذِينَ حُرِمُوا الصَّدَقَةَ بَعْدَهُ۔

زید بن حیان کہتے ہیں کہ ہم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، ہم نے ان سے کہا آپ نے بہت اچھا زمانہ دیکھا ہے، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ہیں اور آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے: البتہ اس میں یہ ہے سنو! میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ عزوجل کی کتاب ہے، جو اللہ کی رسی ہے جو اس کی اتباع کرے گا وہ ہدایت پر رہے گا اور جو اس کو ترک کر دے گا وہ گمراہی پر ہوگا اور اس روایت میں یہ بھی ہے ہم نے کہا آپ کے اہل بیت آپکی ازواج ہیں؟ کہا نہیں اللہ کی قسم! ایک عورت مرد کے ساتھ ایک زمانہ تک رہتی ہے پھر وہ اسکو طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ اہل بیت سے مراد آپ کے والد گرامی اور آپ کے عصبات ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

۶۱۰۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آل مروان میں سے ایک شخص کو مدینہ کا عامل بنایا گیا اس نے حضرت سہل بن سعد کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت علی کو

رَجُلٌ مِّنْ اٰلِ مَرْوَانَ قَالَ فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ فَاَبٰى سَهْلٌ فَقَالَ لَهٗ اَمَّا اِذْ اَبَيْتَ فَقُلْ لَعَنَ اللّٰهُ اَبَا التُّرَابِ فَقَالَ سَهْلٌ مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اِسْمٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَبِي التُّرَابِ وَاِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ اِذَا دُعِيَ بِهَا فَقَالَ لَهٗ اَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهٖ لِمَ سُمِّيَ اَبَا تُرَابٍ قَالَ جَآءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ اَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ فَقَالَتْ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِيْ فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاِنْسَانٍ اُنْظُرْ اَيْنَ هُوَ فَجَآءَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَآءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَآؤُهٗ عَنْ شِقِّهٖ فَاَصَابَهٗ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهٗ عَنْهُ وَيَقُوْلُ قُمْ اَبَا التُّرَابِ قُمْ اَبَا التُّرَابِ۔

بڑا کہے حضرت سہل نے انکار کیا اس نے کہا اگر تم انکار کرتے ہو تو یوں کہو اللہ تعالیٰ ابوتراب پر لعنت کرے، حضرت سہل نے کہا حضرت علی کے نزدیک ابوتراب سے بڑھ کر کوئی نام محبوب نہیں تھا جب ان کو ابوتراب کے نام سے بلایا جاتا تو وہ خوش ہوتے تھے، راوی نے ان سے کہا ہمیں ان کا وہ قصہ بتاؤ کہ ان کا نام ابوتراب کیسے رکھا گیا؟ انھوں نے کہا ——— ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر آئے تو حضرت علی گھر میں نہیں تھے، فرمایا تمہارا عم زاد کہاں ہے؟ کہا میرے اور ان کے درمیان کوئی شکر رنجی ہو گئی جس سے غضب ناک ہو کر وہ گھر سے چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ نہیں کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے کہا جاؤ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ اس شخص نے آکر کہا وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت علی کے پاس گئے درآں حالیکہ وہ لیٹے ہوئے تھے اور ایک جانب سے ان کی چادر ڈھلکی ہوئی تھی اور ان پر مٹی لگی ہوئی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے وہ مٹی جھاڑ رہے تھے اور فرما رہے تھے، اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الہاشمی۔ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں۔ ان کے والد کا نام عبدمناف ہے، ایک قول یہ ہے کہ آپ کی کنیت ہی ان کا نام ہے، ہاشم کا نام عمرو ہے، ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے، آپ کی کنیت ابوالحسن ہے، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد بھائی اور داماد ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا وسیدۃ نساء العٰلمین ان کے نکاح میں تھیں، حضرت علی پہلے ہاشمی تھے جو دو ہاشمیوں کے درمیان پیدا ہوئے، اور یہ بنو ہاشم کے پہلے خلیفہ تھے، حضرت علی جعفر، عقیل اور طالب سے چھوٹے تھے، کثیر علماء کے نزدیک حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے تھے، جس کی تفصیل عنقریب آئے گی، حضرت علی نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، اور بدر، احد، خندق، بیعۃ رضوان اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے، البتہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے اہل کی حفاظت کے لیے مدینہ میں چھوڑ دیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی مواقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا، یوم

بدر میں جھنڈا عطا کرنے میں اختلاف ہے، جنگ اُحد میں جھنڈا حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا جب وہ شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ایک بار مہاجرین کا اور ایک بار مہاجرین اور انصار کا بھائی بنایا اور ہر بار حضرت علی سے یہ کہا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے اسلام قبول کرنے اور نماز پڑھنے کے ایک دن بعد حضرت علی آئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ نماز پڑھ رہے ہیں، حضرت علی نے کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ کیا کر رہے ہیں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند کر لیا اور جس دین کے ساتھ اپنے رسولوں کو مبعوث کیا، میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے، اس کی عبادت کرنے اور لات اور عزیٰ کے ساتھ کفر کرنے کی دعوت دیتا ہوں، حضرت علی نے کہا اس چیز کو میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں سنا، میں اس وقت تک اس کے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتا جب تک کہ ابو طالب سے اس کے بارے میں گفتگو نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان کرنے سے پہلے اپنے راز کے فاش ہونے کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا: اے علی! اگر تم اسلام نہیں لاتے تو اس امر کو مخفی رکھو، پھر حضرت علی نے ایک رات توقف کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے دل میں اسلام ڈال دیا۔ پھر صبح کو حضرت علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے کہا: اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) آپ نے مجھ پر کیا چیز پیش کی تھی؟ آپ نے فرمایا تم گواہی دو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ اور لات، عزیٰ اور اللہ کے ہر شریک سے برأت اور بیزاری کا اظہار کرو۔ حضرت علی نے اسی طرح کیا اور اسلام قبول کر لیا، ابو طالب کے ڈر سے حضرت علی کئی دن تک حضور کے پاس مخفیہ طریقہ سے آتے رہے اور اپنے اسلام کو مخفی رکھا، حضرت علی پر اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تھا کہ انھوں نے اسلام لانے سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائی تھی، مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت علی دس سال کی عمر میں اسلام لائے تھے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے تھے (یعنی بچوں میں) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور حضرت علی نے منگل کے دن اسلام قبول کیا، حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا، جب ابراہیم نخعی نے یہ روایت سنی تو انھوں نے اس کا انکار کیا اور کہا سب سے پہلے حضرت ابو بکر اسلام لائے تھے، حضرت علی سے ایک روایت ہے کہ اس امت میں مجھ سے پہلے کسی نے اللہ کی عبادت نہیں کی، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں، پھر حضرت علی ایمان لائے، حضرت ابوذر، حضرت مقداد، حضرت خباب اور حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے حضرت علی اسلام لائے، ان صحابہ نے حضرت علی کو

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۶ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

دوسرے تمام صحابہ پر فضیلت دی ہے، حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد پندرہ سال کی عمر میں حضرت علی نے اسلام قبول کیا، محمد بن کعب قرظی سے پوچھا گیا کہ پہلے حضرت علی اسلام لائے یا حضرت ابوبکر؟ انھوں نے کہا سبحان اللہ! سب سے پہلے حضرت علی اسلام لائے تھے، لوگوں پر یہ امر اس لیے مشتبہ ہو گیا کہ حضرت علی نے ابو طالب سے اپنا اسلام مخفی رکھا تھا، اور حضرت ابوبکر اسلام لائے اور انھوں نے اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔ [1]

مصنف کہتا ہے کہ علامہ ابن اثیر جزری نے حضرت علی کے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں یہ تمام روایات اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کی ہیں، لیکن جمہور مورخین محدثین اور فقہاء کا یہ موقف ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر اسلام لائے ہیں اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہما اور صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کے ہجرت کرنے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں ٹھہرے رہے، آپ مکہ سے ہجرت کرنے کے معاملہ میں حکم الٰہی کے منتظر تھے، حتیٰ کہ جب قریش مکہ میں جمع ہوئے اور انھوں نے مل کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیر کی، تو جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور آپ سے یہ کہا کہ جس مکان میں آپ رات کو ــــ رہتے ہیں، آج رات اس مکان میں نہ رہیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابیطالب کو بلایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ رات کو آپ کے بستر پر لیٹیں اور آپ کی سبز چادر کو اوڑھ لیں۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھر کے دروازے سے نکل گئے درآں حالیکہ کفار آپ کے دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، پھر مسلمان لگاتار ہجرت کر کے جانے لگے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سب مسلمانوں کے بعد مدینہ آئے اور ان کو کسی ابتلاء کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مکہ میں مؤخر کیا تھا۔ ان کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ کے بستر پر لیٹیں اور تین دن گھر میں رہیں اور ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیں، حضرت علی اس حکم کی تعمیل کے بعد رسول اللہ سے جا ملے۔

ابو رافع نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنے گھر چھوڑا اور یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کی وصیتیں اور امانتیں ادا کر دیں، حضرت علی نے تمام امانتیں ادا کر دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ رات آپ کے بستر پر لیٹیں، قریش نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بستر کو دیکھ رہے تھے، انھوں نے حضرت علی کو دیکھ کر یہ گمان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو انھوں نے حضرت علی کو دیکھا انھوں نے کہا، اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جانتے تو علی کو اپنے ساتھ لے جاتے، اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تلاش سے روک لیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ آنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت علی حضور کو ڈھونڈتے ہوئے نکلے، رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے، حتیٰ کہ مدینہ پہنچ گئے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا: علی کو بلاؤ، آپ کو بتایا گیا کہ اب حضرت علی میں چلنے کی سکت نہیں رہی، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے، حضرت علی کو گلے لگایا اور ان کے پاؤں کے ورم کو دیکھ کر حضور کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، حضرت علی کے پیروں سے خون رس رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے پاؤں پر دست شفقت پھیرا، لعاب دہن لگایا اور صحت کی دعا کی، پھر وہ پیر بالکل ٹھیک ہو گئے اور حضرت علی کی شہادت

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

تک پھر ان پیروں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غزوات میں شرکت

ابو اسحاق نے بیان کیا ہے کہ تمام اہل تاریخ اور اہل سند کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت علی بدر اور اس کے علاوہ تمام غزوات میں حاضر رہے، البتہ صرف غزوہ تبوک میں شامل نہیں ہو سکے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے اہل خانہ کی حفاظت کے لیے مدینہ چھوڑ دیا تھا، سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں سولہ زخم لگے، ہر بار زخم لگنے سے وہ زمین پر گر پڑتے اور جبرائیل امین آکر ان کو اٹھاتے تھے، ثعلبہ بن ابی مالک کہتے ہیں کہ تمام جنگوں میں جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور قتال کے وقت حضرت علی ان سے جھنڈا لے لیتے تھے، حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن حضرت ابوبکر نے جھنڈا لیا، دوسرے دن حضرت عمر نے جھنڈا لیا، ایک قول ہے محمد بن مسلمہ نے جھنڈا لیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو خیبر کو فتح کیے بغیر نہیں لوٹے گا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جھنڈا منگوایا، پھر حضرت علی کو بلوایا، ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں، پھر ان کی آنکھوں میں دست شفا پھیرا اور ان کو جھنڈا دیا۔ جنگوں کے سلسلے میں حضرت علی کی داستان بہت طویل ہے۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محمد، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت عبداللہ بن الزبیر، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابورافع، حضرت صہیب، حضرت زید بن ارقم، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوسریحہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت سفینہ، حضرت ابوجحیفہ، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عمرو بن حریث، حضرت ابولیلیٰ، حضرت براء بن عازب، حضرت عمارہ بن رویبہ، حضرت بشیر بن یسیم، حضرت ابوالطفیل، حضرت عبداللہ بن ثعلبہ، حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن ہاشیم، اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور کثیر تابعین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے یمن کی طرف بھیج رہے ہیں لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق سوال کریں گے حالانکہ مجھے قضاء کا کوئی علم نہیں ہے، آپ نے فرمایا قریب آؤ، میں قریب ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا، پھر دعا کی: اے اللہ! اس کی زبان کو ثابت اور دل کو ہدایت پر رکھ، اس ذات کی قسم جس نے دانہ اگایا اور روح کو پیدا کیا، اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان قضاء کرنے میں شک نہیں ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے زیادہ قضا کو جاننے والے حضرت علی ہیں، سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر کسی ایسی مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس کے حل

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

[2] " " " " ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۱، " " "

کے لیے حضرت علی نہ ہوں [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد

عبداللہ بن حنیف نے بیان کیا کہ حضرت علی نے فرمایا دنیا مردار ہے جو شخص دنیا سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہو وہ کتوں کے ساتھ اختلاط پر صبر کرے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی کے متعلق یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے علی! اللہ تعالیٰ نے تم کو ایسی زینت کے ساتھ مزین کیا ہے جس سے بڑھ کر اللہ کے نزدیک بندوں کے لیے اور کوئی زینت نہیں ہے، وہ زینت دنیا میں زہد (بے رغبتی) ہے، اللہ نے تم کو ایسا بنایا ہے کہ تم کو دنیا میں کچھ نہیں ملے گا اور دنیا کو تم سے کچھ نہیں ملے گا، اللہ تعالیٰ نے تم کو مسکینوں کی محبت دی ہے اور وہ تمہاری امامت پر راضی ہوں گے، اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس شخص کے لیے خوشی ہو جو تم سے محبت رکھے اور تمہاری تصدیق کرے، اور اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو تم سے بغض رکھے اور تمہاری تکذیب کرے، اور جو لوگ تم سے محبت کریں گے اور تمہاری تصدیق کریں گے وہ تمہارے گھر کے پڑوسی اور تمہارے محل کے رفیق ہوں گے، اور جو لوگ تم سے بغض رکھیں گے اور تمہاری تکذیب کریں گے، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کو کذابین کی صف میں اٹھائے۔ محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا ایک وقت وہ تھا جب میں بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا اور آج وہ وقت ہے کہ میں ایک دن میں چار ہزار دینار صدقہ کرتا ہوں۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ "جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن میں، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی، حضرت علی کے پاس چار درہم تھے، ایک درہم انھوں نے رات میں خرچ کیا ایک دن میں، ایک پوشیدہ طریقہ سے اور ایک ظاہراً۔ زر بن حبیش روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ تم سے محبت صرف مومن کرے گا اور تم سے بغض صرف منافق رکھے گا، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کر رہے تھے "اے اللہ! علی کا چہرہ دکھانے سے پہلے مجھ پر موت طاری نہ کرنا"، حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ طائف کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بلایا اور کافی دیر تک سرگوشی میں ان سے بات کی، بعض صحابہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم زاد سے بہت طویل کلام کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے علی سے سرگوشی میں کلام نہیں کیا، یہ کلام اللہ نے کیا تھا، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۳، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

[2] " " " " " ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۴-۲۳، " "

نے فرمایا علی مجھ سے ہے اور میں علی سے (یعنی علی میرے خاندان سے ہے اور میرے انوار ولایت کا ظہور علی سے ہوگا) اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی (محبوب) ہے، عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ نے روایت کیا اور بارہ بدری صحابہ نے اس روایت کی گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خم کے تالاب کے پاس فرمایا: کیا میں مومنوں کی روحوں سے زیادہ اولی (بالتصرف) نہیں ہوں؟ اور کیا میری ازواج مومنوں کی مائیں نہیں ہیں؟ ہم نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ (محبوب) ہیں، اے اللہ! اس سے محبت کر جو علی سے محبت کرے اور اس سے بغض رکھ جو علی سے بغض رکھے، حضرت ابن الخطاب نے کہا: اے علی! تم اس حال میں صبح کو اٹھتے ہو کہ ہر مومن کے تم محبوب ہوتے ہو، ابن ظالم کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن نفیل رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا میں جتنی محبت علی سے کرتا ہوں کسی اور سے اتنی محبت نہیں کرتا، انھوں نے کہا تم ایک جنتی شخص سے محبت کرتے ہو، پھر یہ حدیث بیان کی کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دس صحابہ کا نام لے کر جنت کی بشارت دی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود (علامہ ابن اثیر نے صرف نو صحابہ کا ذکر کیا ہے، دوسری روایات میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید کا ذکر ہے)، اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور سعد بن مالک کا ذکر نہیں ہے۔) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا، حضرت علی نے آکر حضور سے کہا یارسول اللہ! آپ نے اپنے اصحاب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے باپ اور ان کی ماں سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کے بعد کس کو امیر بنایا جائے گا، آپ نے فرمایا اگر تم نے ابوبکر کو امیر بنایا تو تم اس کو امین پاؤ گے، دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب، اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے وہ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہیں ہیں، اور اگر تم نے علی کو امیر بنایا تو تم اس کو ہادی و مہدی پاؤ گے جو تم کو صراط مستقیم پر لے کر چلے گا اور میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔ عروہ مرادی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اور میرا گمان یہ تھا کہ اس خلافت کا میں زیادہ حقدار ہوں، لیکن مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا پس میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی، پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے اور میرا گمان یہ

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰-۲۵ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

تھا کہ حضرت ابوبکر میرے علاوہ کسی اور کو جانشین نہیں بنائیں گے، لیکن انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جانشین نامزد کیا۔ سو میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی، پھر جب حضرت عمر شہید ہوئے تو میرا خیال تھا وہ مجھ سے اعراض نہیں کریں گے لیکن انھوں نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے مجھ سمیت چھ آدمیوں کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کر دی، اور اس شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا، پھر میں نے ان کے احکام سنے اور ان کی اطاعت کی، پھر حضرت عثمان شہید کر دیے گئے اور لوگوں نے بغیر کسی جبر کے خوشی خوشی مجھ سے بیعت کر لی، پھر لوگوں نے بیعت توڑ دی اب میرے سامنے دو صورتیں تھیں یا تو ان کے خلاف تلوار اٹھاتا یا پھر رسول اللہ پر اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل کیے تھے ان کا انکار کر دیتا۔ اسماعیل خطبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد ذوالحجہ ۳۵ ہجری میں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں حضرت علی کو خلیفہ بنایا گیا، ابن مسیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو صحابہ اور دوسرے تمام مسلمان دوڑتے ہوئے حضرت علی کے پاس آئے اور وہ سب کہتے تھے کہ امیر المومنین علی ہیں، حتیٰ کہ حضرت علی کے گھر گئے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت علی نے یہ فرمایا یہ تمہارا کام نہیں ہے، یہ منصب اہل بدر کا ہے، جس کی خلافت پر اہل بدر راضی ہو جائیں گے، خلیفہ وہی ہوگا، پھر ہر شخص حضرت علی کے پاس آیا اور کہا ہم آپ سے زیادہ کسی اور شخص کو خلافت کا حقدار نہیں پاتے، آپ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کریں گے، حضرت علی نے کہا حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کہاں ہیں کیونکہ سب سے پہلے حضرت عثمان کی بیعت حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے کی تھی، پھر حضرت علی مسجد نبوی میں جا کر منبر پر بیٹھے، پھر سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر حضرت طلحہ نے بیعت کی اور ان کے بعد حضرت زبیر نے بیعت کی، پھر باقی صحابہ نے آپ کی بیعت کی۔

جب لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کر لی تو بعض صحابہ نے بیعت نہیں کی، ان میں حضرت ابن عمر، حضرت سعد اور دیگر صحابہ تھے۔ حضرت علی نے ان پر بیعت لازم نہیں کی، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیعت نہ کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ لوگ امر خلافت میں غیر جانب دار رہے۔ —— اور حضرت معاویہ سمیت اہل شام نے ان کی بیعت نہیں کی اور ان سے جنگ کی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عہد توڑنے والوں، حق سے تجاوز کرنے والوں اور حق سے خروج کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا ہم کس کے ساتھ ان کے خلاف لڑیں۔ آپ نے فرمایا حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ اور ان کے ساتھ عمار بن یاسر ہوگئے عبداللہ بن حبیب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر موت کا وقت آیا تو انھوں نے کہا میں صرف اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تم کو اس وقت تک موت نہیں

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۳۔۳۰، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

آئے گی جب تک کہ تمہاری اس جگہ ضرب نہ لگائی جائے اور تمہاری یہ جگہ (خون سے) رنگین نہ ہو جائے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا قوم کا سب سے بدبخت شخص تم کو قتل کریگا، جیسے قوم ثمود کے بدبخت آدمی نے اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔

امام محمد بن سعد نے بیان کیا ہے کہ خوارج کے تین شخص مکہ میں جمع ہوئے، عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی اور عمر بن بکیر تمیمی انھوں نے آپس میں یہ عہد کیا کہ یہ تین شخصوں کو قتل کریں گے، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو اور ان کو قتل کر کے مسلمانوں کو ان سے نجات دلائیں گے، ابن ملجم نے کہا میں علی کو قتل کروں گا، برک نے کہا میں معاویہ کو قتل کروں گا اور عمرو بن بکیر نے کہا میں عمرو بن العاص کو قتل کروں گا، وہ سب ایک دوسرے سے عہد اور میثاق کر کے اپنی اپنی مہم پر روانہ ہو گئے، ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ اشجعی کو اپنا ہم راز بنایا اور اس کو ساتھ لیا، جب فجر کی نماز کے وقت حضرت علی مسجد میں آئے یہ دونوں اپنی تلواریں لے کر آگے بڑھے اور زور سے نعرہ مارا "اے علی حکومت اللہ کی ہے تمہاری نہیں ہے"، ابن ملجم نے تلوار ماری جو پیشانی کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی اور شبیب کی تلوار طاق میں لگی پھر لوگ ان کو پکڑنے کے لیے دوڑے، شبیب نکل گیا اور ابن ملجم پکڑا گیا، جب ابن ملجم کو حضرت علی کے پاس لایا گیا تو حضرت علی نے فرمایا اس کو آرام سے رکھو، اگر میں زندہ رہا تو میں اس کے متعلق فیصلہ کروں گا اور اگر میں فوت ہو گیا تو اس کو میرے ساتھ لاحق کر دینا، حضرت علی جمعہ، ہفتہ اور اتوار کی رات تک زندہ رہے اور انیس رمضان ۴۰ھ کو فوت ہو گئے، حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، حضرت علی کی تدفین کے بعد ابن ملجم کے ہاتھ پیر کاٹے گئے، اس کی آنکھیں نکال دی گئیں، زبان کاٹی گئی اور پھر اس کو قتل کر دیا گیا۔ [1]

حضرت علی کو حضرت ہارون سے تشبیہ دینا ان کے استحقاق خلافت کو مستلزم نہیں ہے

حدیث نمبر ۶۰۹۶ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب حضرت علی کو مدینہ میں چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت علی سے فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ اس حدیث سے روافض، امامیہ اور شیعہ کے تمام فرقوں نے اس پر استدلال کیا ہے کہ خلافت حضرت علی کا حق تھی اور حضور نے حضرت علی کے لیے وصیت کی تھی پھر ان میں اختلاف ہے، روافض نے تمام صحابہ کی تکفیر کی کیونکہ انھوں نے حضرت علی کے غیر کو خلافت میں مقدم کیا (جیسا کہ ہم شروع میں رجال کشی کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں) قاضی عیاض نے کہا جو لوگ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں ان کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ جنھوں نے تمام امت اور صدر اول کو کافر قرار دیا انھوں نے نقل شریعت کو باطل کر دیا اور اسلام کو منہدم کر دیا، اور جو لوگ ان غالیوں کے مسلک پر نہیں چلتے ان کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ امامیہ اور بعض معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ غیر علی کو

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸-۳۴، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران

مقدم کرنے میں صحابہ نے غلطی کی لیکن وہ کافر نہیں ہیں۔ اس حدیث میں روافض اور امامیہ کی کوئی دلیل نہیں ہے، البتہ اس میں حضرت علی کی ایک فضیلت کا بیان ہے اور خلفاء ثلاثہ کے ان سے افضل ہونے کی نفی نہیں ہے، اور نہ ہی اس حدیث میں حضرت علی کے خلیفہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں جاتے وقت ان کو مدینہ میں خلیفہ بنایا تھا، نہ کہ وصال کے وقت تمام عالم اسلام میں مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا، نیز اس حدیث میں حضرت علی کو ——— حضرت ہارون سے تشبیہ دی ہے اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد خلیفہ نہیں بنے تھے بلکہ حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ کی زندگی میں حضرت موسیٰ کی وفات سے چالیس سال پہلے میدان تیہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ [1]

مصنف کے نزدیک یہ حدیث شیعہ کے موقف کے برعکس نتیجہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین نہیں تھے، اس لیے حضرت علی بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ نہیں ہوں گے، جس طرح حضرت موسیٰ کی زندگی میں حضرت ہارون عارضی خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدینہ کے بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے عارضی اور جزوی خلیفہ تھے۔

حضرت معاویہ کا حضرت سعد سے حضرت علی کو برا نہ کہنے کی وجہ دریافت کرنا

حدیث نمبر ۶۰۹۸ میں ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تمہیں ابوتراب کو برا کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنا واجب ہے، حضرت معاویہ کے اس قول میں یہ تصریح نہیں ہے کہ انھوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کو برا کہنے کا حکم دیا تھا، بلکہ ان سے برا نہ کہنے کا سبب دریافت کیا تھا، کہ آیا تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے یا اس کا کوئی اور سبب ہے، اگر تم ان کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے برا نہیں کہتے تو تم حق پر ہو اور تمہارا نظریہ درست ہے اور اگر اس کا کوئی اور سبب ہے تو اس کو بیان کرو، غالباً حضرت سعد کا تعلق اس جماعت سے تھا جو حضرت علی کو برا کہتی تھی اس کے باوجود وہ حضرت علی کو برا نہیں کہتے تھے، اس وجہ سے حضرت معاویہ نے یہ سوال کیا، اس حدیث کی دوسری تاویل یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت سعد سے یہ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم حضرت علی کی رائے کو خطاء نہیں کہتے اور لوگوں سے نہیں کہتے کہ ہماری رائے اور اجتہاد صحیح ہے اور حضرت علی کی رائے اور اجتہاد غلط تھا۔ [2]

اہل بیت کی اقسام

حدیث نمبر ۶۱۰۳ میں ہے: حصین نے کہا: اے زید! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج اہل بیت سے نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا آپ کی ازواج بھی اہل بیت ہیں لیکن آپ کے اہل بیت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ج ۲ ص ۲۷۸ " " " " "

وہ ہیں جن پر صدقہ حرام کر دیا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کا اطلاق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج پر بھی ہوتا ہے اور اہل بیت کا اطلاق آپ کے دیگر خاندان والوں پر بھی ہوتا ہے جن پر صدقہ حرام ہے مثلاً آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس

بَابُ ۸۴۸ فِي فَضْلِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۱۰۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَرِقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ وَسَمِعْنَا صَوْتَ السِّلَاحِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَذَا قَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ يَا رَسُولَ اللهِ جِئْتُ أَحْرُسُكَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَنَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی، آپ نے فرمایا کاش میرے صحابہ میں سے کوئی صالح شخص آج میری حفاظت کرتا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کون ہے؟ حضرت سعد بن ابی وقاص نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے، حتیٰ کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی۔

ف: یہ واقعہ واللہ یعصمک من الناس نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

۶۱۰۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَهِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ لَيْلَةً فَقَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ كَذَلِكَ سَمِعْنَا خَشْخَشَةَ سِلَاحٍ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ وَقَعَ فِي نَفْسِي خَوْفٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ وَفِي رِوَايَةِ

عضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، آپ نے فرمایا: کاش میرے صحابہ میں سے کوئی نیک شخص آج رات میری حفاظت کرتا، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ ہم نے ہتھیاروں کی آہٹ سنی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعد بن ابی وقاص! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں آئے ہو؟ انھوں نے کہا میرے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اندیشہ ہوا تو میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی پھر سو گئے، ابن رمح کی روایت میں ہے ہم نے کہا: یہ

ابْنُ رُمْحٍ فَقُلْنَا مَنْ هٰذَا۔

کون ہے؟

۶۱۱۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ اَرِقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۱۱۱- حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ اَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ لِاَحَدٍ غَيْرَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاِنَّهُ جَعَلَ يَقُولُ لَهُ يَوْمَ اُحُدٍ اَرْمِ فِدَاكَ اَبِي وَاُمِّي۔

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن مالک (یعنی سعد بن ابی وقاص) کے سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع نہیں فرمایا، آپ جنگ اُحد کے دن ان سے فرما رہے تھے: "تم پر میرے باپ فدا ہوں تیر مارو"

۶۱۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مِسْعَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار اور سندیں بیان کیں۔

۶۱۱۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ يَحْيَى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ قَالَ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ يَوْمَ اُحُدٍ۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے دن میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کیا۔

۶۱۱۴- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۱۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ لَهُ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ أَحْرَقَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي قَالَ فَنَزَعْتُ لَهُ بِسَهْمٍ لَيْسَ فِيهِ نَصْلٌ فَأَصَبْتُ جَنْبَهُ فَسَقَطَ فَانْكَشَفَتْ عَوْرَتُهُ فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى نَوَاجِذِهِ.

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنے ماں باپ کو جمع کیا، مشرکوں میں سے ایک شخص نے مسلمانوں کو جلا ڈالا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سعد سے کہا: تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں تیر مارو۔ حضرت سعد کہتے ہیں میں نے بغیر پھل کا تیر لے کر اس کے پہلو پر مارا جس سے وہ گر پڑا، اس کی شرمگاہ کھل گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (اس کے گرنے سے) ہنسے حتی کہ میں نے آپ کی ڈاڑھیں دیکھیں۔

۶۱۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ نَزَلَتْ فِيهِ آيَاتٌ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ حَلَفَتْ أُمُّ سَعْدٍ بِأَنْ لَا تُكَلِّمَهُ أَبَدًا حَتَّى يَكْفُرَ بِدِينِهِ وَلَا تَأْكُلَ وَلَا تَشْرَبَ قَالَتْ زَعَمْتَ أَنَّ اللهَ وَصَّاكَ بِوَالِدَيْكَ وَأَنَا أُمُّكَ وَأَنَا آمُرُكَ بِهَذَا قَالَ مَكَثَتْ ثَلَاثًا حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهَا مِنَ الْجَهْدِ فَقَامَ ابْنٌ لَهَا يُقَالُ لَهُ عُمَارَةُ فَسَقَاهَا فَجَعَلَتْ تَدْعُو عَلَى سَعْدٍ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ هَذِهِ الْآيَةَ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي وَفِيهَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا قَالَ وَأَصَابَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَنِيمَةً عَظِيمَةً فَإِذَا فِيهَا سَيْفٌ فَأَخَذْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَفِّلْنِي هَذَا السَّيْفَ فَأَنَا مَنْ قَدْ عَلِمْتَ حَالَهُ فَقَالَ رُدَّهُ مِنْ حَيْثُ أَخَذْتَهُ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أُلْقِيَهُ فِي الْقَبَضِ لَامَتْنِي نَفْسِي فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے متعلق قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں، ان کی والدہ نے قسم کھائی کہ وہ اس وقت تک ان سے بات نہیں کریں گی اور کھانا پینا بھی ترک کر دیں گی جب تک کہ وہ دین اسلام کو ترک نہ کر دیں، ان کی والدہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے، میں تمہاری ماں ہوں اور میں تمہیں حکم دیتی ہوں، وہ تین دن تک اسی حال میں رہیں کھایا نہ پیا اور بے ہوش ہو گئیں، ان کے ایک بیٹے نے جس کا نام عمارہ تھا ان کو پانی پلایا، وہ حضرت سعد کو بددعا دینے لگیں، تب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، اگر وہ اس بات کی کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ شریک کرو جس کا تم کو علم نہیں ہے تو تم ان کی اطاعت مت کرو اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی کرو، ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سا مال غنیمت آیا، اس میں ایک تلوار بھی تھی میں وہ تلوار لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تلوار مجھے عطا فرمائیں

اَعْطِنِيهِ قَالَ فَشَدَّ لِي صَوْتَهُ رُدَّهُ مِنْ حَيْثُ
اَخَذْتَهُ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْاَلُونَكَ
عَنِ الْاَنْفَالِ قَالَ وَمَرِضْتُ فَاَرْسَلْتُ اِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَانِي فَقُلْتُ دَعْنِي
اَقْسِمْ مَالِي حَيْثُ شِئْتُ قَالَ فَاَبٰى قُلْتُ فَالنِّصْفُ
قَالَ فَاَبٰى قُلْتُ فَالثُّلُثُ قَالَ فَسَكَتَ فَكَانَ
بَعْدُ الثُّلُثُ جَائِزًا قَالَ وَاَتَيْتُ عَلٰى نَفَرٍ مِّنَ
الْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالُوا تَعَالَ نُطْعِمْكَ
وَنَسْقِيَكَ خَمْرًا وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ تُحَرَّمَ الْخَمْرُ قَالَ
فَاَتَيْتُهُمْ فِي حَشٍّ وَالْحَشُّ الْبُسْتَانُ فَاِذَا رَاْسُ
جَزُوْرٍ مَّشْوِيٌّ عِنْدَهُمْ وَزِقٌّ مِّنْ خَمْرٍ قَالَ
فَاَكَلْتُ وَشَرِبْتُ مَعَهُمْ قَالَ فَذَكَرْتُ الْاَنْصَارَ
وَالْمُهَاجِرِيْنَ عِنْدَهُمْ فَقُلْتُ الْمُهَاجِرُوْنَ
خَيْرٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَاَخَذَ رَجُلٌ اَحَدَ
لَحْيَيِ الرَّاْسِ فَضَرَبَنِي بِهِ فَجَرَحَ بِاَنْفِي فَاَتَيْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهُ
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ يَعْنِي نَفْسَهُ شَاْنَ الْخَمْرِ
اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ
رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔

کیونکہ میں وہ ہوں جس کا حال آپ کو معلوم ہے، آپ نے فرمایا اس تلوار کو جہاں سے اٹھایا تھا وہیں رکھ دو، میں اس کو گودام میں ڈالنے کے لیے گیا، میرے نفس نے ملامت کی اور میں پھر آپ کے پاس واپس آگیا، میں نے کہا مجھے یہ تلوار عطا فرمائیے، آپ نے زیادہ سختی کے ساتھ فرمایا، اس کو جہاں سے لیا ہے وہیں واپس رکھ دو، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ——— یسئلونک عن الانفال "لوگ آپ سے غنیمتوں کے متعلق سوال کرتے ہیں" حضرت سعد نے کہا میں بیمار ہوگیا، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا، آپ میرے پاس تشریف لائے، میں نے کہا مجھے اپنی مرضی کے مطابق مال تقسیم کرنے کی اجازت دیجیے، آپ نے انکار کیا، میں نے اچھا نصف مال تقسیم کرنے دیں، آپ نے انکار کیا، میں نے کہا اچھا تہائی مال تقسیم کرنے دیں، آپ خاموش رہے، پھر بعد میں تہائی مال کی تقسیم جائز ہوگئی، میں انصار اور مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس گیا، انھوں نے کہا آؤ ہم تمہیں کھانا کھلائیں اور شراب پلائیں، یہ شراب حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے، میں ان کے ساتھ ایک باغ میں گیا، وہاں ان کے پاس اونٹ کا ایک بھنا ہوا سر تھا اور شراب کا ایک مٹکا تھا، میں نے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور شراب پی، پھر وہاں مہاجرین اور انصار کا ذکر چھڑ گیا، میں نے کہا مہاجرین انصار سے بہتر ہیں، ایک شخص نے سر کی ایک ہڈی لے کر مجھے ماری، میری ناک زخمی ہوگئی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کی شکایت کی، تب اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) شراب، جوا، بت، فال کے تیر محض ناپاک ہیں شیطان کے کام ہیں۔

۶۱۱۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ اُنْزِلَتْ فِيَّ اَرْبَعُ اٰيَاتٍ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ زُهَيْرٍ عَنْ سِمَاكٍ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يُّطْعِمُوْهَا شَجَرُوْا فَاهَا بِعَصًا ثُمَّ اَوْجَرُوْا وَفِيْ حَدِيْثِهٖ اَيْضًا فَضَرَبَ بِهٖ اَنْفَ سَعْدٍ فَفَزَرَهٗ وَكَانَ اَنْفُ سَعْدٍ مَفْزُوْرًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیات نازل ہوئیں: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، شعبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ لوگ جب میری ماں کو کھانا کھلانا چاہتے تو لکڑی سے اس کا منہ کھول کر اس میں کھانا ڈالتے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعد کی ناک پر لکڑی ماری جس سے ان کی ناک پھٹ گئی اور ہمیشہ پھٹی رہی۔

۶۱۱۸- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ فِيْ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ سِتَّةٍ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ مِنْهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ قَالُوْا لَهٗ تُدْنِيْ هٰؤُلَاءِ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت میرے متعلق نازل ہوئی (ترجمہ:) "اور ان (مساکین مومنین) کو دور نہ کریں جو صبح، شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا چاہتے ہیں" (انعام: ۵۲)۔ یہ آیت چھ مسکینوں کے متعلق نازل ہوئی ہیں اور ابن مسعود بھی ان میں سے تھے، مشرکین آپ سے کہتے تھے کہ آپ ان لوگوں کو اپنے پاس رکھتے ہیں۔

۶۱۱۹- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ الْاَسَدِيُّ عَنْ اِسْرَائِيْلَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ نَفَرٍ فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُطْرُدْ هٰؤُلَاءِ لَا يَجْتَرِءُوْنَ عَلَيْنَا قَالَ وَكُنْتُ اَنَا وَابْنُ مَسْعُوْدٍ وَرَجُلٌ مِّنْ هُذَيْلٍ وَّبِلَالٌ وَّرَجُلَانِ لَسْتُ اُسَمِّيْهِمَا فَوَقَعَ فِيْ نَفْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقَعَ فَحَدَّثَ نَفْسَهٗ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، مشرکین نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا "ان لوگوں کو بھگا دیجیے یہ ہمارے سامنے آنے کی ہمت نہ کریں، حضرت سعد نے کہا میں، حضرت ابن مسعود، ہذیل کا ایک شخص، حضرت بلال اور دو اور شخص جن کے نام میں نے نہیں لیے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل میں جو آیا ہو آیا، آپ نے اپنے دل میں کچھ سوچا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: اور ان (مساکین مومنین) کو دور نہ کیجیے جو صبح، شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا چاہتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن ابی وقاص کا نام ونسب یہ ہے:

سعد بن مالک بن وہیب بن عبد مناف، بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانہ القرشی الزہری، ان کی والدہ کا نام حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ ہے۔

یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں آپ چھ افراد کے بعد مسلمان ہوئے، ایک قول ہے کہ چار کے بعد مسلمان ہوئے، جس وقت انھوں نے اسلام قبول کیا ان کی عمر سترہ سال تھی، یہ ان عشرہ مبشرہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی اور ان چھ صحابہ میں سے ایک ہیں جن کی حضرت عمر نے مجلس شوریٰ قائم کی تھی، جن کے متعلق حضرت عمر نے یہ شہادت دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت ان سے راضی تھے، بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہے، یہ وہ صحابی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے راہِ خدا میں خون بہایا اور وہ صحابی ہیں جنھوں نے سب سے پہلے راہ خدا میں تیر چلایا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلا عرب ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا، بخدا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تھے اور درختوں کے پتوں کے سوا ہمارے کھانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز پڑھنے کے بعد پہاڑ کی گھاٹیوں میں اپنی قوم کے خوف سے چھپ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک گھاٹی میں حضرت سعد چند صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کچھ مشرکین آگئے انھوں نے مسلمانوں کو برا کہا اور ان کے دین کی مذمت کی پھر ان سے لڑائی چھڑ گئی، حضرت سعد نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی ایک مشرک کے مار کر اس کا سر پھاڑ دیا، اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون بہایا گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران کے خلاف جو فوج بھیجی اس کا امیر حضرت سعد کو بنایا تھا۔ حضرت سعد نے ایرانیوں کو قادسیہ کے مقام پر شکست دی، حضرت سعد نے ہی مدائن کسریٰ کو عراق میں فتح کیا، کوفہ کی بنیاد رکھی حضرت سعد کو عراق کا گورنر بنایا گیا پھر معزول کر دیا گیا، جب حضرت عمر نے ان کو شوریٰ میں رکھا تھا تو کہا اگر یہ خلیفہ بنا دیے جائیں تو فبہا ورنہ میرے بعد جو شخص بھی خلیفہ بنے میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ سعد کو گورنر بنائے، کیونکہ میں نے سعد کو کسی عجز یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا، پھر حضرت عثمان نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا پھر ان کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کوفہ کا حاکم بنا دیا۔

قیس بن حازم، حضرت سعد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! سعد کی دعاؤں کو قبول کر، حضرت سعد جب بھی دعا کرتے تھے ان کی دعا قبول ہوتی تھی، لوگوں کو اس کا علم تھا اور وہ حضرت سعد کی بددعا سے ڈرتے تھے، جب حضرت عثمان شہید کر دیے گئے اور مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی تو یہ فتنہ سے الگ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہے، ان کے بیٹے اور بھتیجے نے یہ چاہا کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت سعد لوگوں کو اپنی خلافت کی دعوت دیں لیکن انھوں نے یہ بات نہیں مانی اور سلامتی کو

طلب کیا، حضرت معاویہ نے انھیں اپنے ساتھ ملانا چاہا لیکن حضرت سعد نے انکار کیا۔
حضرت سعد نے ۵۵ھ میں وفات پائی، ایک قول ۵۸ھ کا ہے اور ایک قول ۵۴ھ کا ہے۔
مروان نے نماز جنازہ پڑھائی، مہاجرین میں سے فوت ہونے والے آپ آخری صحابی تھے۔ [1]

بَابُ ۸۴۹ مِنْ فَضَائِلِ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۱۲۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ وَحَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالُوا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ (وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ) قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَنْ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ يَبْقَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ تِلْكَ الْأَيَّامِ الَّتِي قَاتَلَ فِيهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ طَلْحَةَ وَسَعْدٍ عَنْ حَدِيثِهِمَا.

حضرت ابوعثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جن ایام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد کر رہے تھے تو بعض اوقات آپ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا۔

۶۱۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ نَدَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ ثُمَّ نَدَبَهُمْ فَانْتَدَبَ الزُّبَيْرُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيٌّ وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی تو حضرت زبیر نے کہا میں حاضر ہوں، آپ نے پھر ترغیب دی تو حضرت زبیر نے کہا میں حاضر ہوں، آپ نے پھر ترغیب دی تو حضرت زبیر نے کہا میں حاضر ہوں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے حواری (خصوصی مددگار) ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔

۶۱۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ.

حضرت جابر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۰ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

۶۱۲۳ - حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ مُسْهِرٍ قَالَ إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كُنْتُ أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَعَ النِّسْوَةِ فِي أُطُمِ حَسَّانٍ فَكَانَ يُطَأْطِئُ لِي مَرَّةً فَأَنْظُرُ وَأُطَأْطِئُ لَهُ مَرَّةً فَيَنْظُرُ فَكُنْتُ أَعْرِفُ أَبِي إِذَا مَرَّ عَلَى فَرَسِهِ فِي السِّلَاحِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِأَبِي فَقَالَ وَرَأَيْتَنِي يَا بُنَيَّ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَمَا وَاللهِ لَقَدْ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَبَوَيْهِ فَقَالَ فَدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن میں اور حضرت عمر بن ابی سلمہ عورتوں کے ساتھ حضرت حسان کے قلعہ میں تھے، کبھی وہ میرے لیے جھک جاتے تو میں دیکھ لیتا، اور کبھی میں ان کے لیے جھک جاتا تو وہ دیکھ لیتے، جب میرے والد ہتھیار باندھے ہوئے گھوڑے پر سوار بنو قریظہ کی طرف نکلے تو میں نے ان کو پہچان لیا، میں نے اس کا تذکرہ اپنے والد سے کیا تو انھوں نے کہا اے بیٹے تو نے مجھے دیکھا تھا میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا خدا کی قسم! اس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا تھا اور کہا تھا تم پر میرے ماں اور باپ فدا ہوں!!

۶۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْخَنْدَقِ كُنْتُ أَنَا وَعُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ فِي الْأُطُمِ الَّذِي فِيهِ النِّسْوَةُ يَعْنِي نِسْوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ مُسْهِرٍ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُرْوَةَ فِي الْحَدِيثِ وَلٰكِنْ أَدْرَجَ الْقِصَّةَ فِي حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، جنگ خندق کے دن میں اور حضرت عمر بن ابی سلمہ اس قلعہ میں تھے جس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج تھیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۱۲۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتِ الصَّخْرَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَأْ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی حرا پر تھے، ایک پتھر ہلنے لگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جا! تجھ پر صرف نبی ہے یا صدیق ہے یا شہید ہے۔

۶۱۲۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ خُنَيْسٍ وَأَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى جَبَلِ حِرَاءٍ فَتَحَرَّكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْكُنْ حِرَاءُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ وَعَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حرا پہاڑ پر تھے، وہ ہلنے لگا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حرا ٹھیر جا! تجھ پر صرف نبی ہے، یا صدیق ہے، یا شہید ہے، اس پہاڑ پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم تھے۔

۶۱۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَعَبْدَةُ قَالَا حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ أَبَوَاكَ وَاللهِ مِنَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا: بخدا! تمہارے والدین ان لوگوں میں سے تھے جن کا ذکر اس آیت میں ہے: "وہ لوگ جنھوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانا۔

۶۱۲۸ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ تَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَالزُّبَيْرَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۱۲۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الْبَهِيِّ عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ كَانَ أَبَوَاكَ مِنَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تمہارے والدین ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے زخمی ہونے کے باوجود بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت طلحہ کا نام ونسب یہ ہے، طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ ابو محمد القرشی التیمی، ان کی والدہ کا نام ہے الصعبہ بنت عبد اللہ بن مالک الحضرمیہ۔

حضرت طلحہ، طلحۃ الخیر اور طلحۃ الفیاض کے نام سے معروف تھے، یہ سابقین اولین میں سے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔

اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب حضرت طلحہ اور زبیر دونوں اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے مکہ ہی میں ان دونوں کو بھائی بنا دیا اور ہجرت کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہما کو بھائی بنا دیا، حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں، اور اصحاب شوریٰ میں سے بھی ایک ہیں، غزوۂ بدر کے وقت شام گئے ہوئے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں سے بھی ان کا حصہ رکھا اور ان کو اجر کا مستحق بھی قرار دیا۔

حضرت طلحہ اُحد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔ بیعت رضوان میں بھی موجود تھے، غزوہ احد میں ان کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنا لیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اپنے ہاتھ سے تیروں کو روکتے رہے حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بے کار ہو گیا، ان کے سر پر ضرب لگی، اس کے باوجود وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر ایک چٹان پر لے گئے، حضرت طلحہ کہتے ہیں کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلحۃ الخیر فرمایا اور غزوہ تبوک کے دن مجھے طلحۃ الفیاض فرمایا اور جنگ حنین کے دن مجھے طلحۃ الجود فرمایا۔ جب جنگ احد کے دن حضرت طلحہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چٹان پر لے گئے تو آپ نے فرمایا طلحہ نے (جنت کو) واجب کر لیا، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلحہ اور زبیر جنت میں میرے پڑوسی ہیں، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہو وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے!۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فمنهم من قضى نحبه (احزاب: ۲۳) "ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے (شہید ہو کر) اپنی نذر کو پورا کیا" کے مصداق کے متعلق سوال کیا، آپ نے اس سے اعراض فرمایا، اس نے پھر سوال کیا، آپ نے پھر اعراض کیا۔ اس نے پھر سوال کیا، آپ نے پھر اعراض کیا، اتنے میں، میں سبز کپڑے پہنے ہوئے مسجد کے دروازہ پر آیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا من قضى نحبه کے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو من قضى نحبه کا مصداق ہے۔ حضرت طلحہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت علی نے حضرت زبیر کو یہ یاد دلایا کہ حضور نے فرمایا تھا تم علی سے ناحق لڑو گے تو حضرت زبیر جنگ سے کنارہ کش ہو گئے، حضرت زبیر الگ ہوئے تو حضرت طلحہ بھی الگ ہو گئے، پھر مروان نے حضرت طلحہ کے ایک تیر مارا جو آپ کے پیر یا گھٹنے میں لگا اور اس سے حضرت طلحہ شہید ہو گئے، جمادی الاخری ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ ہوا، اس وقت حضرت طلحہ کی عمر باسٹھ سال تھی۔ ایک قول اکسٹھ سال کا بھی ہے اور ایک قول چونسٹھ سال کا بھی ہے۔

علی بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہہ رہے ہیں

میری قبر منتقل کر دو، کیونکہ مجھے پانی اذیت پہنچا رہا ہے، اس نے مسلسل تین راتیں یہ خواب دیکھا پھر وہ حضرت ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا، انھوں نے قبر کو کھودا تو وہاں پانی پہنچنے سے زمین پر کائی جم گئی تھی، انھوں نے حضرت طلحہ کو دوسری جگہ منتقل کر دیا، دیکھا تو آپ کا جسم صحیح وسالم تھا، اور آنکھوں کے درمیان کافور اسی طرح رکھا تھا۔ [1]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لؤی القرشی الاسدی، ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے، ان کی والدہ کا نام صفیہ بنت عبدالمطلب ہے، یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے آپ پندرہ سال کی عمر میں اسلام لائے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے چند دن بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے، یہ چوتھے یا پانچویں مسلمان تھے۔ انھوں نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو مکہ میں بھائی بنایا تھا، اور جب انھوں نے مدینہ ہجرت کی تو ان کو اور سلمہ بن سلامہ کو بھائی بنایا۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ سے جنگ جمل کی صبح یہ کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں میرا ہر عضو زخمی ہوا ہے، حتیٰ کہ شرمگاہ بھی زخمی ہوئی، حضرت زبیر بن العوام وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے اللہ کی راہ میں تلوار میان سے نکالی، اس کا سبب یہ ہے کہ ایک دن ان کو یہ خبر ملی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کفار نے پکڑ لیا، حضرت زبیر تلوار نکال کر لوگوں کو چیرتے ہوئے پہنچے، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کی بالائی وادی میں تھے، آپ نے فرمایا: اے زبیر کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا میں نے یہ سنا تھا کہ آپ کو پکڑ لیا گیا ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اور ان کی تلوار کے لیے دعا کی۔

حضرت زبیر، بدر، احد، خندق، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف اور دیگر تمام مشاہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، فتح مصر میں بھی موجود تھے، یہ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی تھی، حضرت عمر نے ان کو شوریٰ کے لیے منتخب کیا، اور کہا یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصال کے وقت راضی تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں حضرت علی کے خلاف صف آراء ہوئے، حضرت علی نے ان سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا تم کو وہ دن یاد ہے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تم سے کہا تھا کہ تم ایک

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۱-۵۹ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

دن اس (علی) سے ناحق لڑو گے، حضرت زبیر کو یہ واقعہ یاد آگیا وہ جنگ سے کنارہ کش ہو گئے۔ وادی سباع میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابن جرموز نے آپ کو حالت نماز میں قتل کر دیا۔ وہ حضرت زبیر کی تلوار لے کر حضرت علی کے پاس آیا، حضرت علی نے کہا یہ وہ تلوار ہے جس نے کتنی بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی ہے، پھر کہا اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے جہنم کی بشارت ہو، دس جمادی الاولیٰ ۳۶ھ کو آپ کی شہادت ہوئی، اس وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ [1]

بَابُ ۸۵ فَضَائِلِ أَبِي عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۱۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ قَالَ أَنَسٌ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَإِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور ہماری اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔

۶۱۳۱ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ سَلَمَةَ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أَهْلَ الْيَمَنِ قَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا ابْعَثْ مَعَنَا رَجُلًا يُعَلِّمُنَا السُّنَّةَ وَالْإِسْلَامَ قَالَ فَأَخَذَ بِيَدِ أَبِي عُبَيْدَةَ فَقَالَ هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یمن سے کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایک ایسا شخص بھیجیے جو ہم کو اسلام اور سنت کی تعلیم دے، حضرت انس کہتے ہیں حضور نے حضرت ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔

۶۱۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ جَاءَ أَهْلُ نَجْرَانَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْعَثْ إِلَيْنَا رَجُلًا أَمِينًا فَقَالَ لَأَبْعَثَنَّ إِلَيْكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ حَقَّ أَمِينٍ قَالَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل نجران آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک امین شخص بھیجیے، آپ نے فرمایا تمہارے پاس ایک ایسا شخص بھیجوں گا جو امین ہے وہ یقیناً امین ہے وہ یقیناً امین ہے، لوگ اسی شخص کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے، پھر حضور نے ابو عبیدہ بن جراح

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۹-۱۹۶ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران،

فَاسْتَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ قَالَ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ۔

کو بھیجا۔

۶۱۳۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا نام و نسب یہ ہے:

عامر بن عبد اللہ بن جرّاح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ۔ یہ اپنی کنیت ابو عبیدہ اور اپنے دادا کی طرف نسبت کی وجہ سے مشہور ہو گئے، اور ان کو ابو عبیدہ بن جراح کہا جانے لگا۔

حضرت ابو عبیدہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، یہ سابقین اسلام میں سے ہیں، انھوں نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی، بدر، اُحد اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

غزوۂ بدر میں کفار کی طرف سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے والد مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے تھے، حضرت ابو عبیدہ کی محبتِ توحید، نسبی محبت پر غالب آئی اور ایک ہی وار میں کافر باپ کا کام تمام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جذبہ اسلام کی داد دی اور یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ۔

(مجادلہ: ۲۲)

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اللہ اور اس کے رسول سے عداوت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور دیگر قریبی عزیز کیوں نہ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو مستحکم کر دیا اور اپنی (پسندیدہ) روح سے ان کی مدد فرمائی۔

غزوۂ اُحد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا، خود کی دو کڑیاں آپ کے چہرے میں چبھ گئی تھیں، حضرت ابو عبیدہ نے دانتوں سے پکڑ کر وہ کڑیاں کھینچیں جس سے ان کے دو دانت نکل گئے لیکن ان کا چہرہ اور حسین ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قوی امین کا لقب دیا۔ سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابو بکر نے کہا میں تمہارے لیے عمر بن الخطاب اور ابو عبیدہ بن جرّاح میں سے کسی ایک کی خلافت پر راضی ہوں۔ حضرت ابو عبیدہ نے دمشق کو فتح کیا، حضرت عمر بن الخطاب نے اپنی خلافت میں حضرت خالد بن ولید کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔

ایک مرتبہ شام میں حضرت عمر حضرت ابو عبیدہ سے ملنے آئے، دیکھا ان کے گھر میں صرف ایک تلوار اور ایک ڈھال رکھی تھی، حضرت عمر نے فرمایا۔ آپ کم از کم ضروری سامان تو لے لیتے! کہا ہماری ضرورت یہی ہے، قتادہ

بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ کہتے تھے کاش میں ایک مینڈھا ہوتا جس کو ذبح کر کے میرے گھر والے کھا لیتے، حضرت عمران بن حصین نے کہا کاش میں ایک راکھ ہوتا جس کو آندھی اڑا کر لے جاتی، جب طاعون عمواس پھیلا تو سب مسلمان وہاں سے چلے گئے، حضرت ابو عبیدہ دوستوں کے شدید اصرار کے باوجود تقدیر پر صابر و شاکر رہ کر وہیں رہے، ان کی انگلی میں ایک پھنسی نکلی، ۱۸ھ میں مقام محل سے نماز پڑھنے کے لیے بیت المقدس جا رہے تھے کہ اجل نے آلیا، آپ کی عمر اٹھاون سال تھی، سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں عنابی رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ آپ کی قبر بیسان میں ہے۔ [1]

باب ۸۵۱ فَضَائِلِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۱۳۴ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِلْحَسَنِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ۔

۶۱۳۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنَ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ حَتَّى جَاءَ سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ ثُمَّ انْصَرَفَ حَتَّى أَتَى خِبَاءَ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ أَثَمَّ لُكَعُ يَعْنِي حَسَنًا فَظَنَنَّا أَنَّهُ إِنَّمَا تَحْبِسُهُ أُمُّهُ لِأَنْ تُغَسِّلَهُ وَتُلْبِسَهُ سِخَابًا فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ يَسْعَى حَتَّى اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دن کے کسی وقت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا، آپ نے مجھ سے کوئی بات کی نہ میں نے آپ سے کوئی بات کی، حتیٰ کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں پہنچے، پھر واپس مڑے اور حضرت فاطمہ کے گھر آئے اور فرمایا: کیا یہاں بچہ ہے؟ کیا یہاں بچہ ہے؟ یعنی حضرت حسن، ہم نے یہی گمان کیا کہ ان کی والدہ نے ان کو غسل کرانے اور ان کو ہار پہنانے کے لیے روک رکھا ہے، کچھ ہی دیر گذری تھی کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور ہر ایک نے دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال دیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں، تو اس سے محبت کر اور جو اس

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۸۶-۸۴، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

سے محبت کرے اس سے محبت کر۔

۶۱۳۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھا، درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

۶۱۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر دیکھا درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

۶۱۳۸ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الرُّومِيِّ الْيَمَامِيُّ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ (وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ) حَدَّثَنَا إِيَاسٌ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَقَدْ قُدْتُ بِنَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ بَغْلَتَهُ الشَّهْبَاءَ حَتَّى أَدْخَلْتُهُمْ حُجْرَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا قُدَّامَهُ وَهَذَا خَلْفَهُ.

ایاس اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں میں اس سفید خچر کی لگام کو پکڑ کر چلا ہوں جس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سوار تھے، حتیٰ کہ میں نے ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حجرہ میں داخل کیا، یہ آگے تھے اور وہ پیچھے تھے۔

۶۱۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ قَالَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت گئے درآں حالیکہ آپ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے، حضرت حسن بن علی آئے۔ آپ نے ان کو اس چادر میں لے لیا پھر حسین آئے، اور آپ کی چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت سیدہ فاطمہ آئیں اور آپ نے ان کو اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی آئے آپ نے ان کو بھی چادر میں لے لیا، پھر یہ آیت پڑھی: اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ تم سے نجاست دور کرنے کا اور تم کو پورا پورا پاک کرنے کا ہی ارادہ فرماتا ہے۔

یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: حسن بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی، آپ کی کنیت ابو محمد ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، آپ کی ماں حضرت فاطمہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں جو سیدۃ نساء العلمین ہیں حضرت حسن اہل جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خوشبودار پھول اور آپ کے ہم شکل ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا، ساتویں دن عقیقہ کیا اور بال مونڈے، اور یہ حکم دیا کہ ان کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کر دی جائے، جن کو آپ نے اپنی چادر میں لیا ان میں یہ پانچویں ہیں۔ ابو احمد عسکری نے کہا ہے کہ ان کی کنیت ابو محمد خود حضور نے رکھی تھی۔ حضرت حسن اور حسین سے پہلے یہ نام کسی کے نہیں رکھے گئے، حضرت حسن نصف رمضان، ۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۹ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔ [1]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب

مخارق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے اچھا خواب دیکھا ہے، عنقریب فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا تم اس کو دودھ پلاؤ گی، پھر حضرت حسن پیدا ہوئے، اور حضرت ام الفضل نے ان کو دودھ پلایا۔

ابوالحوراء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کون سی احادیث یاد ہیں؟ حضرت حسن نے کہا مجھے یاد ہے کہ میں نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لی اور اس کو منہ میں رکھ لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو میرے منہ سے نکال کر پھر صدقہ کی کھجوروں میں ڈال دیا، آپ سے پوچھا گیا! یا رسول اللہ! ان کھجوروں میں کیا حرج ہے؟ آپ نے فرمایا: ہم آل محمد کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر (حضرت حسن کے متعلق) فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے، اچانک حضرت حسن اور حضرت حسین آئے وہ دونوں دو سرخ قمیصیں پہنے لڑکھڑا کر چل رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر انہیں اٹھایا اور اپنے پاس بٹھا دیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہی ہیں، میں نے ان دو بچوں کو لڑکھڑا کر چلتے ہوئے دیکھا تو میں صبر نہ کر سکا حتیٰ کہ میں

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰-۹، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

نے اپنا خطبہ منقطع کیا اور ان کو اٹھا لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی مشابہ نہیں تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر تھے، ایک شخص نے کہا اے صاحبزادے! آپ کی سواری بہت اچھی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوار بھی کیا خوب ہے!۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے ساتھ تم نے تمسک کیا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک چیز دوسری سے عظیم ہے، کتاب اللہ، جو آسمان سے زمین تک اللہ کی رسی ہے، اور میری عترت میرے اہل بیت! یہ دونوں چیزیں ہرگز الگ نہیں ہوں گی حتیٰ کہ میرے پاس حوض پر آئیں گی، پس غور کرو تم میرے بعد ان کے لیے کیسے جانشین ہو گے!

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ کی نعمتوں کے ساتھ جو صبح کرتے ہو اس وجہ سے اللہ سے محبت کرو اور اللہ کی محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کی وجہ سے اہل بیت کے ساتھ محبت کرو۔

حضرت حسن بن علی نے متعدد بار پیدل حج کیا وہ کہتے تھے کہ مجھے اپنے رب سے حیاء آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور اس تک پیدل چل کر نہ جاؤں، انھوں نے تین بار اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا، دو بار اپنا تمام مال راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ وہ حلیم، کریم اور متقی تھے، ان کا تقویٰ انھیں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور دنیا سے بے رغبتی پر ابھارتا تھا، انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مدد میں سبقت کی، سترہ رمضان ۴۰ھ میں اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلیفہ ہوئے، چالیس ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت کی، عراق، خراسان، حجاز اور یمن وغیرہ پر سات ماہ حکومت کی، پھر حضرت معاویہ نے شام سے ان پر فوج کشی کی، اور حضرت حسن نے بھی فوجیں اتار دیں۔ جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں تو حضرت حسن نے سوچا کہ کوئی فریق دوسرے پر اس وقت تک غالب نہیں ہو گا جب تک طرفین سے بکثرت مسلمانوں کا خون نہ بہے، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اس شرط پر حکومت ان کے سپرد کر دیتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے بعد خلافت ان کے پاس رہے اور یہ کہ ان کے والد کے ایام میں مدینہ، حجاز اور عراق کے لوگوں کے پاس جو کچھ تھا اس کا حضرت معاویہ مطالبہ نہیں کریں گے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان شرائط کو منظور کر لیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرا دے گا اور جس شخص کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سید فرمایا ہو اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو گا! [1]

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۳ - ۱۲، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ۴۹ھ میں وفات ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ ۵۰ھ میں وفات ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ ۵۱ھ میں وفات ہوئی، حضرت حسن کی وفات کا سبب یہ تھا کہ ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس نے ان کو زہر پلا دیا تھا۔ وہ اس زہر کے اثر سے چالیس دن بیمار رہے اور پھر فوت ہو گئے، جب ان کا مرض زیادہ ہو گیا تو انھوں نے اپنے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اے بھائی مجھے تین بار زہر پلایا گیا لیکن اس بار سب سے زیادہ شدید زہر تھا جس سے میرا جگر کٹ رہا ہے، حضرت حسین نے کہا آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ کہا تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟ کیا تم ان سے قتال کرو گے؟ میں ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، وفات کے وقت حضرت عائشہ کو پیغام بھیجا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عائشہ نے اجازت دے دی، وفات کے بعد حضرت عائشہ سے دوبارہ اجازت طلب کی گئی۔ حضرت عائشہ نے دوبارہ خوشی سے اجازت دے دی لیکن بنو امیہ کے امراء نے مزاحمت کی اس لیے حضرت حسن کی دوسری وصیت کے مطابق آپ کو بقیع میں دفن کر دیا گیا۔ [1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر الجزری لکھتے ہیں:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف القرشی الہاشمی، آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے، آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خوشبو دار پھول تھے اور سینہ سے نیچے تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کان میں اذان دی، آپ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، آپ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جو سیدۃ نساء العلمین ہیں۔ [2]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب، آپ نے فرمایا: نہیں وہ حسن ہے، پھر جب حسین پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب، آپ نے فرمایا: نہیں وہ حسین ہے پھر جب میرا تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حرب رکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ ہم نے کہا حرب، آپ نے فرمایا نہیں وہ محسن ہے، پھر فرمایا میں نے حضرت ہارون کی اولاد پر ان کے نام رکھے ہیں شبر و شبیر

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵-۱۴، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

[2] " " " " " ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸، ملخصاً " " " "

ومبشر۔

عمران بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نام ہیں، زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی نے نہیں رکھے۔ لیث بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین شعبان کی آخری تاریخوں میں ۴ھ میں پیدا ہوئے، قتادہ نے کہا کہ حضرت حسین، حضرت حسن کی ولادت کے ایک سال دس ماہ بعد پیدا ہوئے۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس حضرت حسین بن علی کا سر لایا گیا وہ اس کو طشت میں رکھ کر کریدنے لگا، اور ان کے حسن کے متعلق کوئی تنقیدی کلمہ کہا، حضرت انس نے کہا یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے، آپ کے سر میں وسمہ (نیل کے پتوں) سے خضاب لگا ہوا تھا۔ [1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما صاحب فضیلت تھے، بکثرت نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے، صدقہ کرتے، اور تمام نیک کام کرتے، جمعہ کے دن یوم عاشورا ۶۱ھ میں سرزمین عراق میں کربلا کے مقام پر آپ کو شہید کیا گیا۔ اس جگہ آپ کی قبر مشہور ہے اور زیارت گاہ عوام ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے تو بکثرت اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور انھیں کوفہ آنے کی دعوت دی، جب حضرت معاویہ نے یزید کے ولی عہد ہونے کی بیعت لی تھی تو حضرت حسین، حضرت ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر اور عبد الرحمن بن ابی بکر نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ جب حضرت معاویہ فوت ہو گئے تب بھی حضرت حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے، مکہ میں آپ کے پاس اہل کوفہ کے خطوط پہنچے، آپ نے کوفہ روانہ ہونے کی تیاری کی تو ایک جماعت نے آپ کو منع کیا، ان میں آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ، حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس وغیرہ شامل تھے۔ حضرت حسین نے کہا میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، آپ نے مجھے ایک چیز کا حکم دیا ہے، میں وہی کروں گا جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے۔

جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ عراق گئے تو اس وقت یزید عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا چکا تھا، اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا اور اس کا سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص کو بنا دیا اور اس سے رے (طہران) کی گورنری کا وعدہ کیا، اس لشکر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت کر لیں، حضرت حسین نے اس سے انکار کیا اور ان کا مقابلہ کیا حتیٰ کہ حضرت حسین اور ان کے اہل بیت سے انیس افراد شہید ہو گئے، حضرت حسین کو سنان بن انس نخعی نے قتل کیا، ایک قول ہے شمر بن ذوالجوشن

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۰-۱۸، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران۔

نے قتل کیا، خولی بن یزید اصبحی نے زخمی کیا، ایک قول یہ ہے کہ عمر بن سعد نے کیا، لیکن صحیح یہ ہے کہ سنان بن انس اصبحی نے قتل کیا تھا اور عمر بن سعد اور شمر قتل پر برانگیختہ کرنے والے تھے اور خولی بن زیاد آپ کا سر کاٹ کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر گیا تھا۔

جب حضرت حسین کو شہید کر دیا گیا تو عمر بن سعد نے اپنی فوج کو ان کے گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ انھوں نے حضرت حسین کی مبارک لاش کو گھوڑوں سے روندا، کل افراد جو آپ کے ساتھ شہید کیے گئے ان کی تعداد بہتر تھی، جب حضرت حسین کا سر اقدس عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ کے ہونٹوں کو کرید رہا تھا، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا اپنی چھڑی ہٹاؤ، قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان ہونٹوں کو چوم رہے تھے، پھر رونے لگے، عبید اللہ بن زیاد نے کہا: اللہ تجھے رُلائے، اگر تو سٹھیایا ہوا بوڑھا نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑوا دیتا!

سلمٰی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ابھی خواب میں دیکھا ہے، آپ کے سر اور ڈاڑھی پر گرد و غبار تھا، میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہوا، فرمایا میں ابھی قتل حسین کے موقع پر موجود تھا!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا نصف النہار کا وقت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ کے بال بکھرے ہوتے غبار آلود ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے، میں نے عرض کیا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یا رسول اللہ! یہ کیسا خون ہے؟ آپ نے فرمایا آج حسین شہید کیا گیا ہے اور میں اس کا خون جمع کر رہا ہوں۔

عمارہ بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ بن زیاد کا سر لا کر اس کو مسجد میں رکھا گیا تو ایک سانپ لوگوں کے سر پھلانگتا ہوا آیا اور عبید اللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد نکلا اور غائب ہو گیا اور دو یا تین بار اسی طرح اس کے نتھنوں میں گھسا، امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کا محمل

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب تک امام اور خلیفہ کا کفر بواح ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کی خلافت کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کی بناء پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی مخالفت کی، حالانکہ تمام صحابہ اس کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی خلافت منعقد ہو چکی تھی اور اس کا کفر بواح ثابت نہیں ہوا تھا، پھر ان حضرات کی مخالفت کا کیا جواز تھا۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اس سوال کے حسب ذیل جوابات بیان کیے ہیں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خلافت کے لیے اس شقی کی اطاعت کرنا غیر معقول تھا، کیونکہ آپ فرزند رسول تھے،

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۳-۲۰، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

لیکن یہ جواب قواعد شرع کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ارباب حل وعقد میں سے ایک شخص بھی بیعت کرے تو امامت منعقد ہو جاتی ہے اور امام خواہ فاسق ہو اس کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ خلافت کے حصول کے لیے نہیں گئے تھے بلکہ کوفہ میں رہائش اختیار کرنے گئے تھے۔ لیکن یہ جواب روایات صحیحہ کے خلاف ہے۔

۳۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ اس کی خلافت صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ کو اس شرط پر خلافت کی تفویض کی تھی کہ ان کے بعد یہ خلافت ان کی اولاد میں منتقل نہیں ہوگی بلکہ اس کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیا جائے گا، اگر یہ سوال ہو کہ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ شرط ختم ہو گئی، اگر یہ کہا جائے کہ ہر چند کہ حضرت معاویہ کا یزید کو ولی عہد بنانا صحیح نہ تھا لیکن جب بشمول صحابہ سب لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو اس کی خلافت منعقد ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ سے جبراً بیعت لی گئی تھی اور اگر انھوں نے اختیاراً بیعت کی تھی تب بھی اس کی خلافت ولی عہد بنانے کی صحت پر موقوف ہے، جب ولی عہد بنانا صحیح نہیں تھا تو پھر خلافت کی بیعت بھی صحیح نہیں تھی، اسی وجہ سے (۶۳ھ میں) اہل مدینہ کا یزید کی بیعت توڑنا صحیح تھا اور ان میں صحابہ اور فقہاء تابعین بھی تھے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے سے منع کیا اور یہ فرمایا جو شخص یزید کی بیعت توڑے گا میں اس سے قطع تعلق کر لوں گا (بخاری ومسلم) اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مجتہد کا حکم دوسرے مجتہد پر لازم نہیں ہے، اگر یہ سوال ہو کہ اگر یزید کے خلاف خروج کرنا اجتہادی امر تھا تو حضرت حسین کے قاتلین کی اس قدر مذمت کرنے کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے کسی اجتہادی امر کی بناء پر حضرت حسین کو شہید نہیں کیا تھا بلکہ محض ہوائے نفسانیہ کی بناء پر آپ کو شہید کیا اور آپ کی عترت مجروح کی اور آپ کی ذریت کو نہایت بے حرمتی سے شام کی طرف لے گئے، نیز حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تاکہ میں اس سے بیعت کر لوں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں اس کی تحقیق کی ہے۔ سعیدی غفرلہ) لیکن وہ شقی نہیں مانے اور آپ کو قتل کر دیا۔

۴۔ ہو سکتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا کفر ثابت ہو اس وجہ سے آپ نے اس کے خلاف خروج کیا ہو۔

۵۔ ہو سکتا ہے جس وقت حضرت معاویہ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا اس وقت وہ فاسق ہو اس وجہ سے اس کی خلافت اصلاً منعقد نہیں ہوئی جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔) اور حضرت معاویہ نے اس امید سے اس کو ولی عہد بنایا تھا کہ شاید اس کی اصلاح ہو جائے، کیونکہ روایت ہے انھوں نے یہ دعا کی "اے اللہ! اگر یزید میرے گمان کے مطابق ہے تو فبہا ورنہ تو اس کو جلد ہلاک کر دینا۔" حضرت معاویہ کی دعا قبول ہوئی اور اس کی خلافت زیادہ دیر نہ رہ سکی (حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں کفر سے مراد معاصی ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جب تک خلفاء اور حکام سے ایسی برائی صادر نہ ہو جس کا معصیت ہونا دلائل شرعیہ سے تم کو معلوم اور محقق ہو اس وقت تک تم ان کی مخالفت نہ کرو اور جب کفر کو معاصی پر محمول کر دیا گیا تو حضرت حسین، حضرت ابن الزبیر اور اہل مدینہ کا یزید کی مخالفت کرنا اس کے فسوق کی وجہ سے تھا، کفر کی وجہ سے نہیں تھا۔ [1]

مصنف کے نزدیک علامہ دشتانی مالکی کا جواب زیادہ قوی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ اور فقہاء تابعین نے یزید کے خلاف خروج میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہری معنی یعنی کفر پر ہی محمول تھی، بہرحال دونوں جانب مجتہد تھے اور ہر فریق نے حسن نیت کے ساتھ اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور چونکہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی اتباع لازم نہیں ہے اس لیے کسی فریق کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔

یزید کی بیعت توڑنے اور اپنی بیعت لینے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خطبات اور ان کی توجیہ

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے لکھا ہے کہ روایات صحیحہ کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں اپنی خلافت کی بیعت لینے گئے تھے۔ ہم یہاں پر ان روایات صحیحہ کو بیان کر رہے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

وقدم الحر بن یزید بین یدیہ فی ھذہ الالف من القادسیۃ فیستقبل حسینا فقال فلم یزل مواقفا حسینا حتی حضرت الصلاۃ صلوۃ الظھر فامر الحسین الحجاج بن مسروق الجعفی ان یؤذن فاذن فلما حضرت الاقامۃ خرج الحسین فی ازارہ ورداء ونعلین فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایھا الناس انھا معذرۃ الی اللہ عز وجل والیکم انی لم اتکم حتی اتتنی کتبکم وقدمت الی رسلکم ان اقدم علینا فانہ لیس لنا امام لعل اللہ یجمعنا

حُر بن یزید نے قادسیہ سے آکر ایک ہزار سواروں کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا۔ وہ مستقل حضرت حسین کے ساتھ رہا حتیٰ کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا، حضرت حسین نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان دینے کا حکم دیا۔ جب جماعت کھڑی ہونے کا وقت آیا تو حضرت حسین لباس اور جوتی پہن کر آئے، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے لوگو! میں اللہ عزوجل اور تمہارے سامنے یہ عذر بیان کر رہا ہوں کہ جب تک تمہارے خطوط اور پیغام بر میرے پاس نہیں آئے، میں اس وقت تک تمہارے

(۱۔ حاشیہ صفحہ سابقہ) مولانا عبدالعزیز پرہاروی ملتانی، نبراس، ص ۵۴۱۔۵۴۰، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بك على الهدى فان كنتم على ذلك فقد جئتكم فان تعطوني ما اطمئن اليه من عهودكم ومواثيقكم اقدم مصركم وان لم تفعلوا وكنتم لمقدمي كارهين انصرفت عنكم الى المكان الذي اقبلت منه اليكم قال فسكتوا عنه وقالوا للمؤذن اقم فاقام الصلوٰة فقال الحسين عليه السلام للحر اتريد ان تصلي باصحابك قال لا بل تصلي انت ونصلي بصلاتك قال فصلى بهم الحسين ثم انه دخل واجتمع اليه اصحابه وانصرف الحر الى مكانه الذي كان به فدخل خيمة قد ضربت له فاجتمع اليه جماعة من اصحابه وعاد اصحابه الى صفهم الذي كانوا فيه فاعادوه ثم اخذ كل رجل منهم بعنان دابته وجلس في ظلها فلما كان وقت العصر امر الحسين ان يتهيؤا للرحيل ثم انه خرج فامر مناديه فنادى بالعصر واقام فاستقدم الحسين فصلى بالقوم ثم سلم وانصرف الى القوم بوجهه فحمد الله واثنى عليه ثم قال اما بعد ايها الناس فانكم ان تتقوا وتعرفوا الحق لاهله يكن ارضى لله ونحن اهل البيت اولى بولاية هذا الامر عليكم من هؤلاء المدعين ما ليس لهم والسائرين فيكم بالجور والعدوان وان انتم كرهتمونا وجهلتم حقنا وكان رايكم غير ما اتتني كتبكم وقدمت

پاس نہیں آیا، تم لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارے پاس آئیے، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب ہم کو ہدایت عطا فرمائے، اگر تم اسی عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں تمہارے پاس آگیا ہوں، اگر تم نے اپنے وعدوں کو پورا کیا تو میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر میں چلا جاؤں گا، اور اگر تم ایسا نہ کرو اور تم کو میرا آنا ناپسند ہو، تو میں جہاں سے آیا ہوں، وہیں واپس چلا جاتا ہوں، لوگ خاموش رہے اور آپ نے مؤذن سے کہا اقامت کہو، مؤذن نے اقامت کہی، حضرت حسین نے حُر سے کہا کیا اپنے اصحاب کو تم نماز پڑھاؤ گے، حُر نے کہا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھائیں، ہم آپ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے، پھر حضرت حسین نے نماز پڑھائی، پھر آپ چلے گئے اور حُر اپنے خیمے میں چلا گیا، حُر کے کچھ اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے اور باقی اپنی صفوں میں واپس آگئے اور صفیں باندھ لیں۔

پھر ان میں سے ہر شخص نے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑی اور اس کے سائے میں بیٹھ گیا۔ پھر جب عصر کا وقت آیا تو حضرت حسین نے حکم دیا کہ کوچ کی تیاری کریں، پھر وہ باہر نکلے اور مؤذن کو عصر کی نماز کا حکم دیا، مؤذن نے اقامت کہی اور حضرت حسین نے آگے بڑھ کر قوم کو نماز پڑھائی، پھر سلام پھیر کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے کہا اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو تو یہ اللہ تعالیٰ کی زیادہ خوشنودی کا سبب ہے، اور ہم اہل بیت اس حکومت کے ان مدعیوں سے زیادہ حقدار ہیں جس کا انھیں حق نہیں ہے اور جو تم پر ظلم و ستم کرتے ہیں، اگر تم اب ہم کو ناپسند کرتے ہو اور تمہارے لکھے ہوئے خطوط کے مطابق اب تمہاری رائے نہیں ہے تو میں یہاں سے واپس چلا جاتا ہوں،

بعلی رسلکم انصرفت عنکم فقال له الحر بن یزید انا واللہ ما ندری ما هذه الکتب التی تذکر فقال الحسین یا عقبة بن سمعان اخرج الخرجین اللذین فیهما کتبهم الی فاخرج خرجین مملوءین صحفا فنشرها بین ایدیهم فقال الحر فانا لسنا من هؤلاء الذین کتبوا الیك وقد امرنا اذا نحن لقیناك الا نفارقك حتی نقدمك علی عبید اللہ ابن زیاد فقال له الحسین الموت ادنی الیك من ذلك [1]

حُر بن یزید نے کہا بخدا ہمیں معلوم نہیں کہ آپ کس قسم کے خطوط کا ذکر کر رہے ہیں؟ حضرت حسین نے فرمایا اے عقبہ بن سمعان وہ دو تھیلے نکالو، جس میں ان کے خطوط ہیں اور ان خطوں کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ حُر نے کہا ہم نے آپ کو یہ خط نہیں لکھے تھے اور ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر آپ ہم کو ملیں تو آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑیں، حضرت حسین نے کہا اس مطلب کے حصول سے تمہارا مر جانا بہتر ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس کے بعد مقام بیضہ میں حضرت حسین کا خطبہ نقل کیا ہے اس میں ارشاد فرماتے ہیں:

وانا احق من غیر وقد اتتنی کتبکم وقدمت علی رسلکم ببیعتکم انکم لا تسلمونی ولا تخذلونی فان تممتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم فانا الحسین بن علی وابن فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نفسی مع انفسکم واهلی مع اهلیکم فلکم فی اسوة وان لم تفعلوا ونقضتم عهدکم وخلعتم بیعتی من اعناقکم فلعمری ما هی لکم بنکر لقد فعلتموها بابی واخی وابن عمی مسلم بن عقیل [2]

میں اُس شخص کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہوں جس نے احکام شریعت کو متغیر کیا، میرے پاس تمہارے خطوط اور تمہاری بیعت کرنے کے پیغام برآئے کہ تم مجھ سے غداری نہیں کرو گے اور مجھ کو ناکام نہیں کرو گے اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہے تو تم ہدایت پالو گے، میں حسین بن علی ہوں اور فاطمہ بنت رسول اللہ کا بیٹا ہوں، میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں، میں تمہارا مقتدا ہوں، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑ ڈالا اور تم نے میری بیعت کو اپنی گردن سے اتار پھینکا تو مجھے اپنی جان قسم میرے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تم میرے باپ، میرے بھائی اور میرے عم زاد مسلم بن عقیل کے ساتھ یہی کچھ کر چکے ہو

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ان خطبات کو بعینہٖ علامہ ابن اثیر نے بھی نقل کیا ہے۔ [3]

---

[1] امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۳۰۳ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی المطبوعات، بیروت

[2] امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۴ ص ۳۰۴-۳۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی المطبوعات، بیروت

[3] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۳ ص ۲۸۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ

حافظ ابن کثیر نے عصر کے بعد والے خطبہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

فخطبهم وحثهم على السمع والطاعة له وخلع من عاداهم من الادعياء السائرين فيكم بالجور۔[1]

حضرت حسین نے ان کو خطبہ دیا اور ان کو اپنے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر برانگیختہ کیا اور کہا کہ جو ان کے دشمن ہیں اور خلافت کے دعویٰ دار ہیں جو تم پر ظلم کرتے ہیں ان کی بیعت توڑ دو۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

قد تبين لك غلط الحسين الا انه في امر دنيوي لا يضره الغلط فيه واما الحكم الشرعي فلم يغلط فيه لانه منوط بظنه وكان ظنه القدرة على ذلك ولقد عذله ابن عباس وابن الزبير وابن عمر وابن الحنفية اخوه وغيره في مسيره الى الكوفة وعلموا غلطه في ذلك ولم يرجع عما هو بسبيله لما اراده الله وما غير الحسين من الصحابة الذين كانوا بالحجاز ومع يزيد بالشام والعراق ومن التابعين لهم فرأوا ان الخروج على يزيد وان كان فاسقا لا يجوز لما ينشأ عنه من الهرج والدماء فاقصروا على ذلك ولم يتابعوا الحسين ولا انكروا عليه ولا اثموه لانه مجتهد وهو اسوة المجتهدين ولا يذهب بك الغلط ان تقول بتاثيم هؤلاء بمخالفة الحسين وقعودهم عن نصره فانهم اكثر الصحابة وكانوا مع يزيد ولم يروا الخروج عليه وكان الحسين يستشهد بهم وهو بكربلاء على فضله وحقه ويقول سلوا جابر بن عبد الله وابا سعيد الخدري وانس بن

پس تم پر واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے غلطی کی تھی، لیکن ان کی یہ غلطی دنیاوی معاملہ میں تھی جس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ حکم شرعی کے اعتبار سے انھوں نے کوئی غلطی نہیں کی، کیونکہ یہ معاملہ ان کے ظن پر موقوف تھا۔ اور ان کا یہ ظن تھا کہ ان کو اس اقدام پر قدرت ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابن الزبیر، حضرت ابن عمر اور ان کے بھائی ابن الحنفیہ نے ان کو کوفہ جانے کے سلسلے میں ملامت کی تھی، اور اس معاملے میں ان کی غلطی پر متنبہ کیا تھا، لیکن ان کے ہاں جو کچھ مقدر ہو چکا تھا، حضرت حسین نے اس سے رجوع نہیں کیا، حضرت حسین کے علاوہ دیگر صحابہ جو حجاز میں تھے اور جو صحابہ اور تابعین یزید کے ساتھ شام اور عراق میں تھے، ان کی رائے یہ تھی کہ ہر چند کہ یزید فاسق ہے لیکن اس کے خلاف خروج جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے قتل اور غارت گری میں اضافہ ہوگا، لہٰذا وہ اس اقدام سے باز رہے، اور انھوں نے حضرت حسین کی اتباع نہیں کی، اور نہ ان پر انکار کیا اور نہ ان کو گناہ گار قرار دیا کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اور یہ صحابہ اور تابعین حضرت حسین کا ساتھ نہ دینے کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوئے کیونکہ یہ بھی مجتہد تھے، ان میں بکثرت صحابہ یزید کے ساتھ تھے جو یزید کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اپنی فضیلت

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۷۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

مالك وسهل بن سعيد وزيد بن ارقم امثالهم ولم ينكر عليهم قعودهم عن نصرته ولا تعرض لذلك لعلمه انه عن اجتهاد وان كان هو على اجتهاد ——— ويكون ذلك كما يحد الشافعي والمالكي والحنفي على شرب النبيذ واعلم ان الامر ليس كذلك وقتاله لم يكن عن اجتهاد هؤلاء وان كان خلافه عن اجتهاد هو وانما انفرد بقتاله يزيد واصحابه ولا تقولن ان يزيد وان كان فاسقا ولم يجز هؤلاء الخروج عليه فقتاله عندهم صحيحة واعلم انه انما يتقذ من اعمال الفاسق ما كان مشروعا وقتال البغاة عندهم من شرطه ان يكون مع الامام العادل وهو مفقود في مسئلتنا فلا يجوز قتال الحسين مع يزيد ولا ليزيد بل هي من فعلاته المؤكدة لفسقه والحسين فيها شهيد مثاب وهو على حق واجتهاد والصحابة الذين كانوا مع يزيد على حق ايضا واجتهاد [1]

اور کمال پر صحابہ سے شہادت طلب کرتے تھے کہ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعید، حضرت زید بن ارقم اور ان جیسے صحابہ سے میرے متعلق پوچھو! اور حضرت حسین نے ان صحابہ پر یہ اعتراض نہیں کیا کہ انھوں نے ان کا ساتھ کیوں نہیں دیا، اور نہ اس کے درپے ہوئے، کیونکہ ان کو علم تھا کہ دونوں طرف اجتہاد ہے، اور یہ ایسا ہی اختلاف تھا، جیسے شافعی، مالکی اور حنفی فقہاء میں نبیذ پینے پر حد میں اختلاف ہے، یہ بھی جاننا چاہیے کہ جس طرح صحابہ نے اپنے اجتہاد سے حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح حضرت حسین کی شہادت اجتہاد سے نہیں ہوئی، ان کی شہادت کے ذمہ دار یزید اور اس کے ساتھی تھے، یہ اعتراض بھی نہ کیا جائے، کہ اگر صحابہ کے نزدیک یزید کے خلاف خروج جائز نہیں تھا تو اس کے افعال صحیح تھے اور حضرت حسین کی اس کے خلاف جنگ صحیح نہ تھی، بلکہ حضرت حسین کا خروج اس کے فسق کی وجہ سے تھا اور صحابہ نے یزید کا ساتھ اس لیے نہیں دیا کہ وہ امام عادل نہیں تھا، حضرت حسین کی شہادت حق ہے وہ حق اور اجتہاد پر تھے اور ان کو ثواب ہوگا اور جن صحابہ نے یزید کی حکومت کو تسلیم کیا تھا وہ بھی حق اور صواب پر تھے، کیونکہ وہ بھی مجتہد تھے۔

بَابُ ۸۵۳ فَضَائِلِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۱۴۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ إِلَّا زَيْدَ بْنَ مُحَمَّدٍ حَتّٰى نَزَلَ فِي الْقُرْآنِ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہا کرتے تھے، حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: "ان کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے پکارو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ اچھا ہے۔

[1] علامہ عبدالرحمان ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۱۷، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت

۶۱۴۱ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ حَدَّثَنِي سَالِمٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۱۴۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى ابْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمْرَتِهِ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَأَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمْرَةِ وَإِنْ كَانَ لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هَذَا لَمِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر اُسامہ بن زید کو امیر مقرر کیا، کچھ لوگوں نے اس کی امارت پر طعن کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا: اگر تم اس کی امارت میں طعن کرتے ہو تو (کون سی نئی بات ہے) تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو، بہ خدا! بے شک ان کا باپ امارت کے لائق تھا، اور بے شک وہ میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھا اور ان کے بعد یہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۶۱۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ (يَعْنِي ابْنَ حَمْزَةَ) عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمَارَتِهِ يُرِيدُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَقَدْ طَعَنْتُمْ فِي إِمَارَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلِهِ وَأَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لَهَا وَأَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَأَحَبَّ النَّاسِ إِلَيَّ وَأَيْمُ اللهِ إِنَّ هَذَا لَهَا لَخَلِيقٌ يُرِيدُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَأَيْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَأَحَبَّهُمْ إِلَيَّ مِنْ بَعْدِهِ فَأُوصِيكُمْ بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ صَالِحِيكُمْ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: اگر تم اس کی امارت پر اعتراض کر رہے ہو، آپ کی مراد حضرت اُسامہ بن زید تھے، تو (کون سی نئی بات ہے؟) تم اس سے پہلے اس کے باپ کی امارت پر اعتراض کر چکے ہو اور بخدا وہ اس امارت کے بہت لائق تھے، بخدا وہ مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے اور بخدا یہ امارت اسامہ بن زید کے زیادہ لائق ہے اور بہ خدا ان کے بعد مجھے لوگوں میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہیں، لہٰذا میں تمہیں اس کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن امرئ القیس بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبد ود۔ ان کی والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ بن عبد عامر ہے، ان کی کنیت ابو اُسامہ ہے، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت محبوب ہیں۔

حضرت زید کے والد حارثہ بن قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا، ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بنو معن سے تھیں، وہ حضرت زید کو بچپن میں اپنے ساتھ لے کر میکے گئیں، اسی دوران بنو قین کے کچھ سوار، جو لوٹ مار کر کے واپس آرہے تھے، حضرت زید کو خیمہ سے اٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا، حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد کی خدمت میں پیش کیا، حضرت خدیجہ نے انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔

حضرت زید کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں باپ اور چچا کو چھوڑ دینا

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں:

حضرت زید کے والد، حارثہ کو اپنے بیٹے کی جدائی کا بڑا غم تھا وہ ان کی یاد میں روتے رہتے تھے اور سوز و گداز سے بھرپور شعر کہتے تھے، ایک سال بنو کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکہ آئے تو انھوں نے حضرت زید کو دیکھتے ہی پہچان لیا، اور حضرت زید کو ان کے والد کے رنج و الم کا حال سنایا اس پر حضرت زید نے بھی کچھ اشعار سنائے جن کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے، میں بھی اپنی قوم کا مشتاق ہوں اگرچہ ان سے دور ہوں، میں مشعر حرام کے قریب رہتا ہوں تم غم نہ کرو، میں الحمد للہ ایک معزز اور اچھے خاندان میں رہتا ہوں۔ بنو کلب کے زائرین نے جب حضرت زید کے والد کو خبر دی تو وہ بہت حیران اور خوش ہوئے وہ اسی وقت اپنے بھائی کعب کو لے کر مکہ روانہ ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے ابن عبداللہ! تم اہل حرم اور اس کے مجاور ہو، مصیبت زدہ لوگوں کی دستگیری کرتے ہو اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہو، ہم تمہارے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ تم ہم پر احسان کر کے ہمارے لڑکے کو آزاد کر دو، اس کے معاوضہ میں ہم سے جس قدر فدیہ لینا چاہتے ہو لے لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زید کو بلا کر اس کو اختیار دو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو لے جاؤ اور اگر میرے ساتھ رہنے کو ترجیح دے تو خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہوں جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دوں، حارثہ اور کعب نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اس شرط کو منظور کر لیا۔ حضرت زید بلائے گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم ان دونوں کو پہچانتے ہو، عرض کیا: ہاں یہ میرے باپ اور چچا ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھے بھی پہچانتے ہو اب میں تم کو اختیار دیتا ہوں خواہ مجھے پسند کرو خواہ ان دونوں کو، حضرت زید نے کہا میں ایسا نہیں ہوں جو آپ پر کسی کو ترجیح دوں، آپ ہی میرے ماں باپ ہیں، حضرت زید کے اس فیصلہ سے اس کے والد اور چچا حیران رہ گئے انھوں نے کہا زید! افسوس ہے کہ تم آزادی، باپ اور چچا پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو! حضرت زید نے کہا ہاں مجھے اس ذات میں ایسی خوبیاں نظر آئی ہیں کہ میں ان پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا! حضرت زید کے اس ایثار سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس ان کو ساتھ لے جا کر اعلان کیا:

آج سے زید میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث ہوں اور وہ میرا وارث ہوگا، حضور کے اس اعلان سے حضرت زید کے باپ اور چچا بھی خوش ہو گئے، اور مطمئن ہو کر یمن واپس چلے گئے، اس اعلان کے بعد حضرت زید، زید بن محمد کہلانے لگے حتیٰ کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: ادعوھم لآبائھم "لوگوں کو ان کے آباء کی طرف منسوب کر کے بلاؤ" [1]

حضرت زید کے دیگر فضائل ومناقب

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:
زہری نے متعدد وجوہ سے روایت کیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ اسلام لائیں، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد حضرت علی اسلام لائے، اور دوسرے ائمہ نے کہا حضرت خدیجہ کے بعد حضرت ابوبکر اسلام لائے، پھر حضرت علی اسلام لائے، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہم اسلام لائے، حضرت زید بن حارثہ بدر میں حاضر ہوئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی باندی ام ایمن کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔ ان سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کے ساتھ حضرت زید کا نکاح کر دیا تھا، پھر حضرت زید کے طلاق دینے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے خود نکاح کر لیا، اس پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (احزاب: ۴۰)

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہے، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس لشکر میں بھی حضرت زید کو بھیجتے اس کا امیر حضرت زید کو بناتے، اور اگر حضرت زید زندہ رہتے تو آپ اپنے بعد ان کو خلیفہ بناتے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو حضرت زید کو اس کا امیر بنایا اور فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابی طالب کو امیر بنانا اور اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنانا، حضرت زید شام کے علاقہ مؤتہ میں جمادی ۸ھ میں شہید ہو گئے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جعفر اور حضرت زید کی شہادت کی خبر آئی تو حضور رونے لگے اور فرمایا یہ میرے بھائی اور مونس تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کی شہادت کی گواہی دی، اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے صحابہ میں سے حضرت زید کے سوا کسی صحابی کا نام قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا۔ [2]

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۳ ص ۴۳-۴۰، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ
[2] امام محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر الجزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

اسامہ بن زید بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزیٰ بن زید بن امراء القیس بن عامر بن نعمان۔ ان کی والدہ کا نام ام ایمن ہے، ان کی کنیت کے بارے میں کئی اقوال ہیں: ابو محمد، ابو زید، ابو یزید اور ابو خارجہ۔ ان کو حبِّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اسامہ بن زید مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کے ساتھ خیر خواہی کرو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو اٹھارہ سال کی عمر میں عامل مقرر کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اسامہ چوکھٹ پر گر پڑے جس سے سر میں چوٹ آگئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا اس کا خون صاف کردو، حضرت عائشہ کو اس سے کراہت ہوئی تو آپ نے خود اٹھ کر خون صاف کیا اور لعاب دہن لگایا، بعض اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم محبت سے فرماتے اگر اسامہ لڑکی ہوتے تو میں ان کو خوب صاف ستھرا کر کے زیورات پہناتا۔

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے وظیفے مقرر کیے تو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے پانچ ہزار مقرر کیے اور اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے دو ہزار مقرر کیے، حضرت ابن عمر نے حضرت عمر سے کہا آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت دی ہے حالانکہ جن معرکوں میں میں پہنچا ہوں وہاں اسامہ نہیں پہنچے، حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے اور اسامہ کا باپ تمہارے باپ سے زیادہ محبوب تھا۔

حضرت اسامہ نے حضرت علی سے بیعت کی نہ ان کے ساتھ کسی جنگ میں شامل ہوئے، وہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی لڑائیوں سے بالکل کنارہ کش رہے، انھوں نے حضرت علی سے کہا اگر آپ شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالتے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہاتھ ڈال دیتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسلمانوں کے ساتھ ایک جنگ میں میں نے اور ایک انصاری نے ایک کافر پر حملہ کیا اس نے فوراً کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ، ہم نے اس کو قتل کر دیا، جب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے لا الہ الا اللہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر دیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے جان کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بار بار یہ فرماتے رہے کہ تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر دیا، اس وقت مجھے اتنا افسوس ہوا کہ میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میں اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوا ہوتا اور میرا یہ عمل زمانہ جاہلیت کے اعمال میں شمار ہوتا، اس وقت میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کلمہ گو پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا، اس وجہ سے میں آپ کی معیت میں رہ کر کلمہ گو مسلمانوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھا سکتا۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا حضرت اسامہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی

کی قبر کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں مروان کو ایک جنازہ پر نماز پڑھانے کے لیے بلایا گیا جب مروان نماز جنازہ پڑھا کر واپس آیا تو حضرت اسامہ اسی طرح نماز پڑھ رہے تھے۔ مروان نے یہ دیکھ کر سخت کلمات کہے پھر واپس چلا گیا، حضرت اسامہ نے کہا اے مروان! تم نے مجھے ایذاء پہنچائی ہے، تم نہایت بے حیا اور بدگو ہو، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بے حیا اور بدگو شخص سے نفرت کرتا ہے، حضرت اُسامہ بعثت کے ساتویں سال پیدا ہوئے تھے اور حضرت معاویہ کے آخری ایام میں ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں فوت ہو گئے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جرف میں فوت ہوئے تھے پھر آپ کو مدینہ لایا گیا۔ [1]

بَابُ ۸۵۳ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۱۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ لِابْنِ الزُّبَيْرِ أَتَذْكُرُ إِذْ تَلَقَّيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَأَنْتَ وَابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَعَمْ فَحَمَلَنَا وَتَرَكَكَ۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے کہا: تمہیں یاد ہے جب میں، تم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تھی! انھوں نے کہا: ہاں! آپ نے ہمیں سوار کر لیا تھا اور تم کو چھوڑ دیا تھا۔

۶۱۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَإِسْنَادِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۱۴۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُوبَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ أَبُوبَكْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُوَرِّقٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِصِبْيَانِ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ وَإِنَّهُ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِي إِلَيْهِ فَحَمَلَنِي بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جِيءَ بِأَحَدِ ابْنَيْ فَاطِمَةَ فَأَرْدَفَهُ خَلْفَهُ قَالَ فَأُدْخِلْنَا

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے آتے تو آپ کے گھر کے بچے آپ سے ملاقات کرتے، ایک بار آپ ایک سفر سے آئے، میں آپ سے ملنے کے لیے پہنچا، آپ نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا، پھر حضرت فاطمہ کے ایک صاحبزادے آئے، آپ نے انھیں پیچھے بٹھا لیا، پھر ہم تینوں ایک سواری پر بیٹھے ہوئے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۶۶-۶۴ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ.

۶۱۴۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيْمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ حَدَّثَنِيْ مُوَرِّقٌ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّيَ بِنَا قَالَ فَتُلُقِّيَ بِيْ وَبِالْحَسَنِ اَوْ بِالْحُسَيْنِ قَالَ فَحَمَلَ اَحَدَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَالْاٰخَرَ خَلْفَهٗ حَتّٰى دَخَلْنَا الْمَدِيْنَةَ.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب سفر سے آتے تو ہم سے ملاقات کرتے، ایک بار مجھ سے اور حضرت حسن یا حضرت حسین سے ملے، آپ نے ہم میں سے ایک کو آگے بٹھایا اور دوسرے کو پیچھے بٹھایا حتیٰ کہ ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔

۶۱۴۸ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ يَعْقُوْبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ اَرْدَفَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَلْفَهٗ فَاَسَرَّ اِلَيَّ حَدِيْثًا لَا اُحَدِّثُ بِهٖ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ.

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے اپنے پیچھے بٹھایا پھر چپکے سے مجھے ایک بات بتائی جو میں کسی شخص کو نہیں بتاؤں گا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کی سوانح

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کا نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی، ان کی والدہ کا نام اسماء بنت عمیس خثعمیہ ہے ان کے والدین نے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، یہ وہیں پیدا ہوئے، سرزمین حبشہ میں یہ اسلام کے پہلے مولود تھے، اپنے والد کے ساتھ مدینہ منورہ آئے، یہ محمد بن ابی بکر الصدیق اور یحییٰ بن علی بن ابی طالب کے اخیافی بھائی تھے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں، اپنی والدہ اسماء اور اپنے عم محترم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے، حضرت عبداللہ کی صغر سنی کی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان پر بہت شفقت فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا عبداللہ خَلقًا اور خُلقًا مجھ سے مشابہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر دس سال سے بھی کم تھی۔ آپ نے ۸۰ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، اموی گورنر ابان بن عثمان نے اپنے ہاتھوں سے غسل دے کر کفن پہنایا اور جنازے کو کندھا دیا۔ [1]

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۵-۱۳۳ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

باب ۸۵۴ فَضَائِلِ خَدِيجَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا

۶۱۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ (وَاللَّفْظُ حَدِيثُ أَبِي أُسَامَةَ) ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلِيًّا بِالْكُوفَةِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ وَأَشَارَ وَكِيعٌ إِلَى السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (اپنے زمانہ کی) تمام عورتوں میں سب سے افضل مریم بنت عمران ہیں اور تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں، وکیع نے آسمان و زمین کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔

۶۱۵۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَآسِيَةَ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوا اور عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

۶۱۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جبرائیل نے کہا: یا رسول اللہ یہ خدیجہ آپ کے پاس ایک برتن لے کر آ رہی ہیں، اس میں سالن ہے یا کھانا، یا کوئی

رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ خَدِيْجَةُ قَدْ اَتَتْكَ مَعَهَا اِنَاءٌ فِيْهِ اِدَامٌ اَوْ طَعَامٌ اَوْ شَرَابٌ فَاِذَا هِيَ اَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا عَزَّ وَجَلَّ وَمِنِّيْ وَبَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ وَلَمْ يَقُلْ فِي الْحَدِيْثِ وَمِنِّيْ۔

مشروب، جب یہ آپ کے پاس آئیں، تو آپ رب عزوجل کی طرف سے اور میری طرف سے ان کو سلام کہیں، اور ان کو جنت میں ایسے گھر کی بشارت دیں جو خولدار موتیوں کا بنا ہوا ہے، اس میں شور و شغب ہے نہ کوئی تکلیف ہے۔ دوسری روایت میں "میری طرف سے" کا لفظ نہیں ہے۔

۶۱۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ ابْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى اَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَ خَدِيْجَةَ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ۔

اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو جنت میں گھر کی بشارت دی تھی؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے حضرت خدیجہ کو ایسے گھر کی بشارت دی تھی جو خولدار موتیوں سے بنا ہوگا اس میں شور و شغب ہوگا نہ تکلیف۔

۶۱۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَجَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابن ابی اوفی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۶۱۵۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ بَشَّرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بنت خویلد کو کو جنت میں ایک گھر کی بشارت دی۔

۶۱۵۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى امْرَاَةٍ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ وَلَقَدْ هَلَكَتْ قَبْلَ اَنْ يَتَزَوَّجَنِيْ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ لِمَا كُنْتُ اَسْمَعُهُ يَذْكُرُهَا وَلَقَدْ اَمَرَهُ رَبُّهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے کسی زوجہ پر ایسا رشک نہیں تھا جیسا حضرت خدیجہ پر تھا، مجھ سے نکاح کرنے سے تین سال قبل وہ فوت ہو گئی تھیں، کیونکہ میں آپ سے ان کا اکثر ذکر سنتی رہتی تھی، آپ کے رب عزوجل نے آپ

عَزَّ وَجَلَّ اَنْ يُّبَشِّرَهَا بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ فِي الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ ثُمَّ يُهْدِيْهَا اِلٰى خَلَآئِلِهَا۔

کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کو جنت میں خولدار موتیوں کے گھر کی بشارت دیں، جب آپ بکری ذبح کرتے تو اس کا گوشت ان کی سہیلیوں کی طرف بھیجتے۔

۶۱۵۶۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰى نِسَآءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَلٰى خَدِيْجَةَ وَاِنِّيْ لَمْ اُدْرِكْهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَبَحَ الشَّاةَ فَيَقُوْلُ اَرْسِلُوْا بِهَا اِلٰى اَصْدِقَآءِ خَدِيْجَةَ قَالَتْ فَاَغْضَبْتُهُ يَوْمًا فَقُلْتُ خَدِيْجَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے مجھ کو کسی پر ایسا رشک نہیں آیا، جیسا حضرت خدیجہ پر رشک آتا تھا، میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو فرماتے اس کو خدیجہ کی سہیلیوں کے پاس بھیجو، حضرت عائشہ کہتی ہیں ایک دن میں نے غصہ سے کہا بس خدیجہ ہی ہے! آپ نے فرمایا مجھے اس کی محبت عطا کی گئی ہے۔

۶۱۵۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اِلٰى قِصَّةِ الشَّاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزِّيَادَةَ بَعْدَهَا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث روایت کی اس میں بکری کا ذکر ہے، بعد کا واقعہ نہیں ہے،

۶۱۵۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى امْرَاَةٍ مِّنْ نِّسَآئِهِ مَا غِرْتُ عَلٰى خَدِيْجَةَ لِكَثْرَةِ ذِكْرِهٖ اِيَّاهَا وَمَا رَاَيْتُهَا قَطُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سے مجھے جو رشک حضرت خدیجہ پر تھا وہ کسی پر نہیں تھا کیونکہ آپ ان کا بکثرت ذکر کرتے تھے، میں نے انھیں نہیں دیکھا تھا۔

۶۱۵۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى خَدِيْجَةَ حَتّٰى مَاتَتْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کی وفات تک دوسری شادی نہیں کی۔

۶۱۶۰۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ اِسْتَاْذَنَتْ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ اُخْتُ خَدِيْجَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ بنت خویلد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی اجازت طلب کی، آپ کو حضرت خدیجہ کا اجازت مانگنا یاد آگیا، آپ نے

اسْتَئْذَانَ خَدِيجَةَ فَارْتَاحَ لِذٰلِكَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَالَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ فَغِرْتُ فَقُلْتُ وَمَا تَذْكُرُ مِنْ عَجُوزٍ مِنْ عَجَائِزِ قُرَيْشٍ حَمْرَاءِ الشِّدْقَيْنِ هَلَكَتْ فِي الدَّهْرِ فَأَبْدَلَكَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْهَا۔

فرمایا: یا اللہ یہ تو ہالہ بنت خویلد ہے، مجھے ان پر رشک آیا، میں نے کہا آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک پوپلی بڑھیا کو یاد کرتے رہتے ہیں جس کی پنڈلیاں پتلی تھیں جو مدت ہوئی فوت ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرما دیا ہے۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے:

خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی القرشیہ الاسدیہ۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ بن الاصم ہے، آپ ام المومنین ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہیں، تمام مسلمانوں کا اسی پر اجماع ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے پہلے اسلام لانے والی ہیں، اسلام لانے میں آپ پر کسی مرد نے سبقت کی ہے نہ کسی عورت نے، حضرت زبیر نے کہا زمانہ جاہلیت میں آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ابوہالہ بن زرارہ بن نباش کے عقد میں تھیں۔ قتادہ نے بیان کیا ہے کہ پہلے حضرت خدیجہ عتیق بن عائذ کے نکاح میں تھیں، اس کے بعد ابوہالہ ہند بن زرارہ کے نکاح میں آئیں ——— عتیق بن عائذ بن عبداللہ ——— سے ہند بن عتیق پیدا ہوئے، اس کے بعد وہ ابوہالہ مالک بن نباش بن زرارہ تمیمی اسدی کے نکاح میں آئیں، اس سے ہند بنت ابی ہالہ اور ہالہ بن ابی ہالہ پیدا ہوئے۔ پس ہند بنت عتیق، ہند اور ہالہ ابن ابی ہالہ، یہ سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے اخیافی بھائی بہن ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بعثت سے پہلے شادی کی، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی، اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی، وہ حضور کے ساتھ چوبیس سال رہیں، وحی نازل ہونے سے پہلے حضور کی تمام اولاد حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئی۔ حضرت زینب، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ، حضرت رقیہ، حضرت قاسم، حضرت طیب اور حضرت طاہر، تینوں صاحبزادے ظہور اسلام سے پہلے فوت ہو گئے۔ حضرت قاسم کی وجہ سے حضور کی کنیت ابوالقاسم تھی، آپ کی صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ آپ کے ساتھ ہجرت کی آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کی، ایک قول یہ ہے کہ طیب اور طاہر اسلام میں پیدا ہوئے۔ قتادہ نے کہا حضرت خدیجہ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں، ایک صاحبزادے قاسم تھے، دوسرے صاحبزادے حضرت عبداللہ تھے انھیں کا لقب طیب اور طاہر تھا۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ ابوطالب کے بعد فوت ہوئیں دونوں ایک سال میں فوت ہوئے، حضرت خدیجہ اور ابوطالب کی وفات کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر مصائب کی یلغار ہو گئی، حضرت خدیجہ کے سن وفات میں اختلاف ہے، ایک قول ہے ہجرت سے پانچ سال پہلے وفات ہوئیں، ایک قول ہے ہجرت سے چار سال پہلے وفات ہوئی اور ایک قول ہے ہجرت سے تین سال پہلے وفات

ہوئی اور یہی قول صحیح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رمضان میں فوت ہوئیں اور ان کو حجون میں دفن کیا گیا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ سال تھی[1]

بَابٌ ۸۵۵ فِی فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

۶۱۶۱ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي الرَّبِيعِ) حَدَّثَنَا حَمَّادٌ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ جَاءَنِي بِكِ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ مِنْ حَرِيرٍ فَيَقُولُ هٰذِهِ امْرَأَتُكَ فَأَكْشِفُ عَنْ وَجْهِكِ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَأَقُولُ إِنْ يَكُ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ يُمْضِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم تین راتوں تک مجھے خواب میں دکھائی گئیں، ایک فرشتہ تمہیں (تمہاری تصویر کو) ریشم کے ایک ٹکڑے میں لے کر آیا، وہ کہتا تھا کہ یہ تمہاری زوجہ ہیں، ان کا چہرہ کھولیے، پس میں نے دیکھا تو وہ تم تھیں، میں نے کہا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کر دیگا۔

۶۱۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ جَمِيعًا عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں

۶۱۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ أَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبَى قَالَتْ فَقُلْتُ وَمِنْ أَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ قَالَ أَمَّا إِذَا كُنْتِ عَنِّي رَاضِيَةً فَإِنَّكِ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتِ غَضْبَى قُلْتِ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا اسْمَكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ جان لیتا ہوں کہ تم مجھ سے کس وقت خوش ہوتی ہو اور کس وقت ناراض ہوتی ہو، میں نے پوچھا آپ کو اس کا کیسے پتا چلتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب محمد کی قسم! اور جب ناخوش ہوتی ہو تو کہتی ہو: رب ابراہیم کی قسم! حضرت عائشہ نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! میں صرف آپ کے نام کو چھوڑتی ہوں۔!

۶۱۶۴ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ لَا

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے، اس میں رب ابراہیم کی قسم کے بعد والا جملہ نہیں ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابۃ ج ۵ ص ۴۳۹-۴۳۴، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

۶۱۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَكَانَتْ تَاْتِيْنِيْ صَوَاحِبِيْ فَكُنَّ يَنْقَمِعْنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَرِّبُهُنَّ اِلَيَّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں سے کھیلتی تھیں، وہ فرماتی ہیں کہ میری سہیلیاں آتی تھیں وہ حضور کو دیکھ کر غائب ہو جاتی تھیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے۔

۶۱۶۶ - حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ فِيْ بَيْتِهٖ وَهُنَّ اللُّعَبُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔ ایک روایت میں ہے میں حضور کے گھر میں گڑیوں سے کھیلتی تھی اور کھیلنے والی سہیلیاں ہوتی تھیں۔

۶۱۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے لوگ اس دن تحفے بھیجتے تھے جس دن حضرت عائشہ کی باری ہوتی تھی۔

۶۱۶۸ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاْذَنَتْ عَلَيْهِ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ مَعِيْ فِيْ مِرْطِيْ فَاَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَزْوَاجَكَ اَرْسَلْنَنِيْ اِلَيْكَ يَسْاَلْنَكَ الْعَدْلَ فِيْ ابْنَةِ اَبِيْ قُحَافَةَ وَاَنَا سَاكِتَةٌ قَالَتْ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت فاطمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، انھوں نے اجازت طلب کی، درآں حالیکہ آپ میرے ساتھ چادر میں لیٹے ہوئے تھے، آپ نے ان کو اجازت دی انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں آپ سے عدل چاہتی ہیں، میں اس وقت خاموش رہی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: اے بیٹی! کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ حضرت فاطمہ نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا پھر ان سے محبت کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں

بُنَيَّةُ أَلَسْتِ تُحِبِّينَ مَا أُحِبُّ فَقَالَتْ بَلَى قَالَ فَأَحِبِّي هٰذِهِ قَالَتْ فَقَامَتْ فَاطِمَةُ حِينَ سَمِعَتْ ذٰلِكَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَتْ إِلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَتْهُنَّ بِالَّذِي قَالَتْ وَبِالَّذِي قَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ لَهَا مَا نَرَاكِ أَغْنَيْتِ عَنَّا مِنْ شَيْءٍ فَارْجِعِي إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولِي لَهُ إِنَّ أَزْوَاجَكَ يَنْشُدُنَكَ الْعَدْلَ فِي ابْنَةِ أَبِي قُحَافَةَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاللّٰهِ لَا أُكَلِّمُهُ فِيهَا أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْهُنَّ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَرَ امْرَأَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ وَأَتْقَى لِلّٰهِ وَأَصْدَقَ حَدِيثًا وَأَوْصَلَ لِلرَّحِمِ وَأَعْظَمَ صَدَقَةً وَأَشَدَّ ابْتِذَالًا لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِي تَصَدَّقُ بِهِ وَتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى مَا عَدَا سَوْرَةً مِنْ حِدَّةٍ كَانَتْ فِيهَا تُسْرِعُ مِنْهَا الْفَيْئَةَ قَالَتْ فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعِي فِي مِرْطِي عَلَى الْحَالَةِ الَّتِي دَخَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا وَهُوَ بِهَا فَأَذِنَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَزْوَاجَكَ أَرْسَلْنَنِي إِلَيْكَ يَسْأَلْنَكَ الْعَدْلَ فِي ابْنَةِ أَبِي قُحَافَةَ قَالَتْ ثُمَّ وَقَعَتْ بِي فَاسْتَطَالَتْ عَلَيَّ وَأَنَا أَرْقُبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْقُبُ طَرْفَهُ هَلْ يَأْذَنُ لِي فِيهَا قَالَتْ فَلَمْ تَبْرَحْ زَيْنَبُ حَتَّى عَرَفْتُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكْرَهُ أَنْ أَنْتَصِرَ قَالَتْ فَلَمَّا وَقَعْتُ بِهَا لَمْ أَنْشَبْهَا حَتَّى أَنْحَيْتُ عَلَيْهَا قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

کہ جب حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ جواب سنا تو اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے پاس واپس گئیں اور جو کچھ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا اور جو کچھ آپ نے جواب میں فرمایا تھا وہ ان سے بیان کیا، انھوں نے کہا آپ نے ہمارا کوئی کام نہیں کیا دوبارہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور آپ سے کہیں کہ آپ کی ازواج آپ کو ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کرنے کے لیے اللہ کی قسم دیتی ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا بہ خدا، میں آپ سے اس مسئلہ میں کبھی بات نہیں کروں گی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے آپ کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا اور وہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مرتبہ میں میرے برابر تھیں اور میں نے حضرت زینب سے زیادہ دیندار، اللہ سے ڈرنے والی، صادق القول، صلہ رحم کرنے والی، صدقہ وخیرات کرنے والی کوئی عورت نہیں دیکھی، اور نہ ان سے زیادہ تواضع کرنے والی اور اپنے اعمال کو کم سمجھنے والی کوئی عورت دیکھی، البتہ وہ زبان کی تیز تھیں لیکن اس سے بھی وہ بہت جلد رجوع کر لیتی تھیں، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ساتھ اسی حالت میں ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے جس حالت میں حضرت فاطمہ آئی تھیں آپ نے ان کو اجازت دی، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ سے ابو قحافہ کی بیٹی کے معاملہ میں عدل کا سوال کرتی ہیں، پھر وہ میری طرف متوجہ ہو گئیں اور بہت کچھ کہا، اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہی تھی، اور آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہی تھی کہ آیا آپ مجھے جواب دینے کی اجازت دیتے

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَبَسَّمَ اِنَّھَا ابْنَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ۔

ہیں، ادھر حضرت زینب کے کلام کا سلسلہ نہیں ٹوٹتا، حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری جوابی کارروائی کو ناپسند نہیں کریں گے، پھر میں نے جواب دینے شروع کیے اور کچھ ہی دیر میں ان کو خاموش کر دیا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا یہ ابو بکر کی بیٹی ہے

۶۱۶۹ - حَدَّثَنِیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُھْزَاذَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنِیْہِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْمُبَارَکِ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ الزُّھْرِیِّ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ فِی الْمَعْنٰی غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَلَمَّا وَقَعْتُ بِھَا لَمْ اَنْشَبْھَا اَنْ اَثْخَنْتُھَا غَلَبَۃً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں یہ ہے کہ جب میں ان کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ مجھ پر غالب نہ آسکیں۔

۶۱۷۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِیْ عَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَتَفَقَّدُ یَقُوْلُ اَیْنَ اَنَا الْیَوْمَ اَیْنَ اَنَا غَدًا اِسْتِبْطَاءً لِیَوْمِ عَائِشَۃَ قَالَتْ فَلَمَّا کَانَ یَوْمِیْ قَبَضَہُ اللّٰہُ بَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (مرض الموت) میں حضرت عائشہ کی باری طلب کرنے کے لیے پوچھتے تھے: میں آج کہاں رہوں گا؟ کل میں کہاں رہوں گا؟ پھر جس دن میری باری تھی آپ (کا سر) میرے سینہ اور حلق کے درمیان تھے کہ اللہ نے آپ کی روح کو قبض کر لیا۔

۶۱۷۱ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ فِیْمَا قُرِئَ عَلَیْہِ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ وَھُوَ مُسْنِدٌ اِلٰی صَدْرِھَا وَاَصْغَتْ اِلَیْہِ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، میں نے کان لگا کر سنا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے! اے اللہ مجھ پر رحم فرما! اے اللہ مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ لاحق کر۔

۶۱۷۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدَۃُ بْنُ سُلَیْمَانَ کُلُّھُمْ عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین اور سندیں بیان کیں۔

۶۱۷۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ أَنَّهُ لَنْ يَمُوتَ نَبِيٌّ حَتّٰى يُخَيَّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ وَأَخَذَتْهُ بُحَّةٌ يَقُولُ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا قَالَتْ فَظَنَنْتُهُ خُيِّرَ حِينَئِذٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے یہ سنا تھا کہ کوئی نبی اس وقت تک فوت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار نہ دے دیا جائے اور میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض الموت میں یہ فرماتے ہوئے سنا، ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، وہی اچھے رفیق ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے گمان کیا اب آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے۔

۶۱۷۴ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۱۷۵ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فِي رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ صَحِيحٌ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ فِي الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأْسُهُ عَلٰى فَخِذِي غُشِيَ عَلَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ أَفَاقَ فَأَشْخَصَ بَصَرَهُ إِلَى السَّقْفِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ إِذًا لَا يُخْتَارُنَا قَالَتْ عَائِشَةُ وَعَرَفْتُ الْحَدِيثَ الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُنَا بِهِ وَهُوَ صَحِيحٌ فِي قَوْلِهِ إِنَّهُ لَمْ يُقْبَضْ نَبِيٌّ قَطُّ حَتّٰى يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخَيَّرُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تِلْكَ آخِرَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلُهُ اللّٰهُمَّ الرَّفِيقَ الْأَعْلٰى۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی تندرستی کے زمانہ میں فرمایا: کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ نہ لے، پھر اس کو اختیار دے دیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا وقت آ گیا اس وقت آپ کا سر میرے زانو پر تھا، آپ پر کچھ دیر بے ہوشی طاری رہی، پھر آپ ہوش میں آئے، آپ نے چھت کی طرف نگاہیں اٹھائیں پھر فرمایا: اے اللہ! رفیق اعلیٰ!، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے سوچا اب حضور ہم کو اختیار نہیں کریں گے، حضرت عائشہ کہتی ہیں مجھے وہ حدیث یاد آئی جو حضور نے صحت کے زمانہ میں فرمائی تھی، کہ کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک کہ اسے جنت میں اس کا مقام دکھا نہ دیا جائے، پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلے اللہ

۶۱۷۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَيْمَنَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَطَارَتِ الْقُرْعَةُ عَلَى عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ فَخَرَجْنَا مَعَهُ جَمِيعًا وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ بِاللَّيْلِ سَارَ مَعَ عَائِشَةَ يَتَحَدَّثُ مَعَهَا فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ أَلَا تَرْكَبِينَ اللَّيْلَةَ بَعِيرِي وَأَرْكَبُ بَعِيرَكِ فَتَنْظُرِينَ وَأَنْظُرُ قَالَتْ بَلَى فَرَكِبَتْ عَائِشَةُ عَلَى بَعِيرِ حَفْصَةَ وَرَكِبَتْ حَفْصَةُ عَلَى بَعِيرِ عَائِشَةَ فَجَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمَلِ عَائِشَةَ وَعَلَيْهِ حَفْصَةُ فَسَلَّمَ ثُمَّ سَارَ مَعَهَا حَتَّى نَزَلُوا فَافْتَقَدَتْهُ عَائِشَةُ فَغَارَتْ فَلَمَّا نَزَلُوا جَعَلَتْ تَجْعَلُ رِجْلَهَا بَيْنَ الْإِذْخِرِ وَتَقُولُ يَا رَبِّ سَلِّطْ عَلَيَّ عَقْرَبًا أَوْ حَيَّةً تَلْدَغُنِي رَسُولُكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقُولَ لَهُ شَيْئًا۔

علیہ وسلم کا آخری کلمہ یہ تھا: "اللھم الرفیق الاعلیٰ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے نام قرعہ نکلا، وہ دونوں آپ کے ساتھ گئیں، جب رات کا وقت ہوتا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ساتھ سفر کرتے، اور ان کے ساتھ باتیں کرتے، حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا آج کی رات تم میرے اونٹ پر سوار ہو اور میں تمہارے اونٹ پر سوار ہوتی ہوں، تم دیکھنا میں بھی دیکھوں گی، حضرت عائشہ نے کہا ٹھیک ہے، پھر حضرت عائشہ، حضرت حفصہ کے اونٹ پر سوار ہو گئیں، اور حضرت حفصہ، حضرت عائشہ کے اونٹ پر سوار ہو گئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے اونٹ پر آئے تو اس پر حضرت حفصہ سوار تھیں، آپ نے سلام کیا اور ان کے ساتھ چلتے رہے، حتیٰ کہ منزل پر اترے، حضرت عائشہ نے حضور کو اپنے پاس نہیں پایا تو انھیں رشک آیا، جب لوگ اترے تو انھوں نے اپنے پیر اذخر (گھاس) پر مارے اور کہتیں یارب مجھ پر کوئی بچھو یا سانپ مسلط کر دے جو مجھ کو ڈس لے، وہ تیرے رسول ہیں انھیں کچھ کہنے کی مجھے مجال نہیں۔

۶۱۷۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے! عائشہ کی عورتوں پر فضیلت ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت کھانوں پر ہے۔

۶۱۷۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ

حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ.

وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۶۱۷۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جبرائیل تم کو سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ۔

۶۱۸۰ - حَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمُلَائِيُّ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کی مثل فرمایا۔

۶۱۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا أَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۱۸۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ قَالَتْ فَقُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَتْ وَهُوَ يَرٰى مَا لَا أَرٰى.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائش، یہ جبرائیل ہیں جو تم کو سلام کہہ رہے ہیں، میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت عائشہ نے کہا آپ ان چیزوں کو دیکھتے تھے جنھیں میں نہیں دیکھتی تھی۔

۶۱۸۳- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ جَنَابٍ كِلَاهُمَا عَنْ عِيسَى (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ جَلَسَ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَنْ لَا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا (قَالَتِ الْأُولَى) زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَلَ (قَالَتِ الثَّانِيَةُ) زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ (قَالَتِ الثَّالِثَةُ) زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ (قَالَتِ الرَّابِعَةُ) زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ (قَالَتِ الْخَامِسَةُ) زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ (قَالَتِ السَّادِسَةُ) زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ (قَالَتِ السَّابِعَةُ) زَوْجِي غَيَايَاءُ أَوْ عَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ (قَالَتِ الثَّامِنَةُ) زَوْجِي الرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ وَالْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ (قَالَتِ التَّاسِعَةُ) زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ طَوِيلُ النِّجَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ (قَالَتِ الْعَاشِرَةُ) زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكِ لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ (قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ) زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ فَمَا أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلَأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ گیارہ عورتیں آپس میں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ وہ اپنے اپنے خاوندوں کی کوئی بات نہ چھپائیں اور سب کچھ بیان کر دیں، پہلی نے کہا میرا خاوند ایک لاغر اونٹ کا گوشت ہے جو ایک ایسے دشوار گذار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہے جس پر چڑھنا آسان نہیں، نہ وہ کوئی فربہ گوشت ہے جس کو منتقل کرنے کی کوشش کی جائے، دوسری نے کہا میں اپنے خاوند کی خبر کو منتشر نہیں کر سکتی، مجھے خوف ہے کہ میں اپنے حالات کی کوئی بات نہ چھوڑوں گی پھر میں اس کا ظاہر اور باطن سب بیان کروں گی، تیسری نے کہا میرا خاوند لمڈھینگ ہے اگر میں بات کروں تو طلاق پاؤں، اور اگر چپ رہوں تو معلق رہوں، چوتھی نے کہا میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح ہے، گرم ہے نہ ٹھنڈا، اس سے خوف ہے نہ ملال، پانچویں نے کہا میرا خاوند جب گھر آتا ہے تو چیتے کی طرح اور جب باہر جاتا ہے تو شیر کی طرح ہے اور گھر میں جو کچھ ہو اس کے متعلق سوال نہیں کرتا، چھٹی نے کہا میرا خاوند جب کھاتا ہے تو سب چٹ کر جاتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب ڈکار جاتا ہے، اور جب لیٹتا ہے تو کپڑا لپیٹ لیتا ہے، ہاتھ نہیں بڑھاتا تاکہ میری پراگندگی معلوم ہو، ساتویں نے کہا میرا خاوند صحبت سے عاجز اور نامرد ہے، احمق ہے بول نہیں سکتا۔ دنیا کی ہر بیماری اس میں ہے، وہ تیرا سر پھوڑ دے، یا تجھے زخمی کر دے یا دونوں، آٹھویں بولی میرا خاوند خرگوش کی طرح ملائم ہے، اور ہوا کی طرح خوشبودار ہے، نویں نے کہا میرا خاوند دراز قد، مہمان نواز اور بہت کھلانے والا ہے، دسویں نے کہا میرا خاوند مالک ہے، میں مالک کا کیا حال بیان کروں

مُنَقٍّ فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلَا أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ ۔ أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ۔ ابْنُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ مَضْجِعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَيُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ ۔ بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا ۔ جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ لَا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلَا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلَا تَمْلَأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالْأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَأَخَذَ خَطِّيًّا وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا قَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي أَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِي مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ۔

اس کے بکثرت اونٹ ہیں جو مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں، وہ چراگاہ میں کم چرتے ہیں، وہ اونٹ جب باجوں کی آواز سنتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ ان کی ہلاکت کا وقت آگیا، گیارھویں نے کہا میرا خاوند ابوزرع ہے، ابوزرع کیا ہی خوب ہے، اس نے زیورات سے میرے کان جھکا دیے، اور چربی سے میرے بازو بھر دیے، مجھے اس طرح خوش رکھا کہ میں خوشی میں یہ بھول گئی کہ مجھے اس نے ایک غریب گھرانے میں دیکھا تھا، جو تنگ دستی کی وجہ سے بکریوں پہ گذارہ کرتے اور وہ مجھے ایک ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا جہاں گھوڑے، اونٹ، ہل چلانے والے بیل اور کسان موجود تھے، مجھے کسی بات پر کوئی برا نہیں کہتا تھا، میں دن چڑھے تک سوتی تھی اور مجھے کوئی جگا نہیں سکتا تھا، کھانے پینے میں ایسی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی، ابوزرع کی ماں، کیا ہی خوب ہے ابوزرع کی ماں، اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرے رہتے ہیں اور اس کا مکان بہت وسیع ہے، ابوزرع کا بیٹا! کیا ہی خوب ہے ابوزرع کا بیٹا۔ اس کے لیٹنے کی جگہ نرم و نازک شاخ یا باریک تلوار، بکری کے بچے کا ایک دست اس کا پیٹ بھرنے کے لیے کافی ہے، ابوزرع کی بیٹی! کیا ہی خوب ہے ابوزرع کی بیٹی! ماں کی تابع فرمان، باپ کی اطاعت گذار، فربہ بدن اور سوکن کا غیظ، ابوزرع کی باندی، کیا ہی خوب ہے ابوزرع کی باندی، ہماری باتیں گھر کے باہر بیان نہیں کرتی تھی، کھانے کی کوئی چیز ہماری اجازت کے بغیر نہیں کھاتی تھی، ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے نہیں بھرتی تھی، ایک دن جب برتنوں میں دودھ دوہا جا رہا تھا، ابوزرع گھر سے نکلا، اسے راستہ میں ایک عورت ملی جس کے چیتے کے مانند دو بچے اس کی کوکھ کے نیچے سے اس

کے دو اناروں سے کھیل رہے تھے، پھر اس نے مجھ کو طلاق دے دی، اور اس عورت سے نکاح کر لیا، پھر میں نے بھی اس کے بعد ایک سردار سے شادی کر لی وہ شہسوار اور سپہ گر تھا، اس نے مجھے بہت نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانوروں سے مجھے ایک جوڑا دیا، اس نے کہا اے ام زرع تم خود بھی کھاؤ اور اپنے میکہ بھی بھیج دو، لیکن اگر میں اس کی ساری نوازشوں کو بھی جمع کروں پھر بھی ابوزرع کی ایک چھوٹی سی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی، حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی تمہارے لیے ایسا ہوں جیسے ام زرع کے لیے ابوزرع تھا۔

۶۱۸۴ - وَحَدَّثَنِيهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ عَيَايَاءُ طِبَاقَاءُ وَلَمْ يَشُكَّ وَقَالَ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ وَقَالَ وَصِفْرُ رِدَائِهَا وَخَيْرُ نِسَائِهَا عَقْرُ جَارَتِهَا وَقَالَ وَلَا تَنْقُثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَقَالَ وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ ذَابِحَةٍ زَوْجًا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں الفاظ کا معمولی سا فرق ہے اس میں عیایاء طباقاء ہے۔ قلیلات المسارح ہے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن الاثیر جذری لکھتے ہیں:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، آپ کی ازواج میں سب سے مشہور اور محبوب ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ام رومان بنت عامر بن عویمر ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح کیا، ایک قول تین سال پہلے کا ہے، یہ آپ کے عقد میں واحد کنواری خاتون تھیں، حضرت زبیر نے کہا حضرت خدیجہ کی وفات کے تین سال بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے نکاح کیا اور حضرت خدیجہ کی وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی تھی، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے عقد کیا اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، ایک قول سات سال ہے، حضرت عائشہ کی رخصتی مدینہ منورہ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی تو حضرت عثمان کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کس سے؟ خولہ

نے کہا آپ چاہیں تو کنواری سے کر لیں اور آپ چاہیں تو بیوہ سے کر لیں، آپ نے پوچھا: کنواری کون ہے؟ خولہ نے کہا آپ کے محبوب حضرت ابوبکر کی صاحبزادی حضرت عائشہ، آپ نے پوچھا بیوہ کون ہے؟ انھوں نے کہا حضرت سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں، آپ نے فرمایا جاؤ ان دونوں سے میرا ذکر کرو۔ حضرت خولہ، حضرت ابوبکر کے گھر گئیں اور حضرت ام رومان سے کہا اے ام رومان! اللہ نے آپ کے گھر میں کیسی خیر اور برکت نازل کی ہے انھوں نے کہا وہ کیسے؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عائشہ کے لیے پیغام دے کر بھیجا ہے! انھوں نے کہا اس کا حضور سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے؟ تم ٹھہرو حضرت ابوبکر آنے والے ہیں میں ان سے مشورہ کر لوں، حضرت ابوبکر نے بھی یہ پیغام سن کر کہا وہ تو ان کے بھائی کی بیٹی ہے، پھر حضرت خولہ نے جا کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ عرض کیا، آپ نے فرمایا جاؤ جا کر ابوبکر سے کہو کہ وہ میرے دین اسلام میں بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کا مجھ سے نکاح جائز ہے۔ وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئیں، انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلاؤ، حضور تشریف لائے، پھر حضرت ابوبکر نے حضور سے حضرت عائشہ کا نکاح کر دیا، اس وقت حضرت عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صحابہ اپنے ہدیے اور تحفے اس دن پیش کرتے تھے جس دن حضور حضرت عائشہ کے گھر ہوتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا پھر میری سوکنیں حضرت ام سلمہ کے پاس جمع ہوئیں اور کہا اے ام سلمہ! صحابہ اپنے ہدیے حضرت عائشہ کی باری کے دن پیش کرتے ہیں، ——— اور ہم بھی حضرت عائشہ کی طرح خیر چاہتے ہیں، آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرمائیں کہ میں جس گھر میں بھی ہوں وہ اپنے ہدیے پیش کر دیا کریں، حضرت ام سلمہ نے بھی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا، حضرت ام سلمہ کہتی ہیں حضور نے مجھ سے منہ پھیر لیا، میں نے دوبارہ ذکر کیا، آپ نے دوبارہ اعراض فرمایا جب میں نے تیسری بار ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت مت دو، کیونکہ بخدا عائشہ کے سوا تم میں سے کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کے لشکر کا امیر بنایا، میں نے واپسی میں حضور کے پاس جا کر کہا یا رسول اللہ! آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ، میں نے پوچھا مردوں میں، آپ نے فرمایا: عائشہ کا باپ!

اکابر صحابہ حضرت عائشہ سے فرائض کے متعلق سوال کرتے تھے، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں، اور عام مسائل میں آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہوتی تھی، عروہ نے کہا میں نے فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا، اگر حضرت عائشہ کے فضائل میں صرف قصہ افک ہی ہوتا تو وہی کافی تھا، کیونکہ حضرت عائشہ کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل ہوئیں جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی۔

سترہ رمضان، ۵۷ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، ایک قول ۵۸ھ کا بھی ہے،

حضرت عائشہ نے فرمایا تھا ان کو رات کے وقت بقیع میں دفن کر دیا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور آپ کے پانچ بھانجوں اور بھتیجوں نے آپ کو قبر میں اتارا، جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی وقت حضرت عائشہ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ [1]

بَابُ ۸۵۶ فَضَائِلِ فَاطِمَةَ بِنْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل!

۶۱۸۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ ابْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ الْقُرَشِيُّ التَّيْمِيُّ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يَنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ إِلَّا أَنْ يُحِبَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي يُرِيبُنِي مَا أَرَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منبر پر یہ سنا ہے کہ بنو ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے یہ اجازت لی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کی علی بن ابی طالب سے شادی کر دیں، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، ہاں اگر ابن ابی طالب چاہے تو میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے شادی کر لے، کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا جز ہے، جو چیز اسے بے چین کرتی ہے وہ مجھے بے چین کرتی ہے، ہے جو چیز اس کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

۶۱۸۶ - حَدَّثَنِي أَبُو مَعْمَرٍ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا۔

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ میرے ہی گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو ایذا دے وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔

۶۱۸۷ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَلْحَلَةَ الدُّؤَلِيُّ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ ابْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَقِيَهُ

علی بن الحسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد جب وہ یزید بن معاویہ کے پاس سے مدینہ منورہ آئے تو ان کی مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی، حضرت مسور نے کہا آپ کو مجھ سے کچھ کام ہو تو بتائیے، حضرت علی بن حسین کہتے ہیں میں نے ان سے کہا، نہیں، حضرت مسور

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۰۴ - ۵۰۱، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ فَقَالَ لَهُ هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا قَالَ فَقُلْتُ لَهُ لَا قَالَ لَهُ هَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ وَأَيْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ لَا يُخْلَصُ إِلَيْهِ أَبَدًا حَتَّى تَبْلُغَ نَفْسِي إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ عَلَى فَاطِمَةَ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْطُبُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ عَلَى مِنْبَرِهِ هٰذَا وَأَنَا يَوْمَئِذٍ مُحْتَلِمٌ فَقَالَ إِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّي وَإِنِّي أَتَخَوَّفُ أَنْ تُفْتَنَ فِي دِينِهَا قَالَ ثُمَّ ذَكَرَ صِهْرًا لَهُ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ فَأَثْنَى عَلَيْهِ فِي مُصَاهَرَتِهِ إِيَّاهُ فَأَحْسَنَ قَالَ حَدَّثَنِي فَصَدَقَنِي وَوَعَدَنِي فَوَفَى لِي وَإِنِّي لَسْتُ أُحَرِّمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلٰكِنْ وَاللهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللهِ مَكَانًا وَاحِدًا أَبَدًا۔

نے کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تلوار عطا کریں گے، کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ لوگ آپ سے زبردستی یہ تلوار چھین لیں گے، بخدا اگر آپ نے مجھے یہ تلوار دیدی تو جب تک میرے جسم میں جان ہے اس کو مجھ سے کوئی نہیں لے سکے گا، بے شک جب حضرت علی ابن ابی طالب نے حضرت فاطمہ کے اوپر ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا اس وقت میں بلوغت کے قریب تھا، آپ اپنے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے فرما رہے تھے: بے شک فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خوف ہے کہ اس کے دین میں کوئی فتنہ ڈالا جائے گا، پھر آپ نے عبد الشمس کی اولاد میں سے اپنے ایک داماد (عاص بن الربیع) کا ذکر کیا اور ان کی دامادی کی تعریف کی حضور نے فرمایا اس نے مجھ سے جو کچھ کہا سچ کہا، جو وعدہ کیا وہ پورا کیا، میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن بہ خدا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک جگہ میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔

۶۱۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ وَعِنْدَهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ إِنَّ قَوْمَكَ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحًا ابْنَةَ أَبِي جَهْلٍ قَالَ الْمِسْوَرُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ فَحَدَّثَنِي

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، حالانکہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ان کے نکاح میں تھیں، جب حضرت فاطمہ نے یہ سنا تو وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، اور کہا آپ کی قوم یہ کہتی ہے کہ آپ کو اپنی بیٹیوں کے لیے غصہ نہیں آتا اور یہ علی ہیں جو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والے ہیں، حضرت مسور کہتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، آپ نے کلمہ شہادت پڑھ کر فرمایا، حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ میں نے (اپنی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا) ابوالعاص بن الربیع سے نکاح کیا اس نے مجھ

فَصَدَقَتْنِي وَإِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ مُضْغَةٌ مِنِّي وَإِنَّمَا أَكْرَهُ أَنْ يَفْتِنُوهَا وَإِنَّهَا وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ أَبَدًا فَقَالَ فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ۔

سے جو کچھ کہا سچ کہا، اور بے شک فاطمہ بنت محمد میرے جسم کا جز ہے، اور میں اس کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ اس کو کسی آزمائش میں مبتلا کردیں، اور بے شک خدا کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی بیٹی ایک شخص کے ہاں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں، حضرت مسور کہتے ہیں پھر حضرت علی نے نکاح کا پیغام ترک کردیا۔

۶۱۸۹- وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبٌ (يَعْنِي ابْنَ جَرِيرٍ) عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ (يَعْنِي ابْنَ رَاشِدٍ) يُحَدِّثُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۱۹۰- حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ ابْنَتَهُ فَسَارَّهَا فَبَكَتْ ثُمَّ سَارَّهَا فَضَحِكَتْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِفَاطِمَةَ مَا هَذَا الَّذِي سَارَّكِ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَيْتِ ثُمَّ سَارَّكِ فَضَحِكْتِ قَالَتْ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي بِمَوْتِهِ فَبَكَيْتُ ثُمَّ سَارَّنِي فَأَخْبَرَنِي أَنِّي أَوَّلُ مَنْ يَتْبَعُهُ مِنْ أَهْلِهِ فَضَحِكْتُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، اور ان کو سرگوشی میں کوئی بات کہی، حضرت فاطمہ رونے لگیں، آپ نے پھر سرگوشی میں کوئی بات کہی تو ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضرت فاطمہ سے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے سرگوشی میں کیا کہا تھا؟ جو آپ روئیں اور دوبارہ سرگوشی میں کیا فرمایا تھا جو آپ ہنسیں، حضرت فاطمہ نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار سرگوشی میں اپنی وفات کی خبر دی تو میں روئی، اور دوسری بار سرگوشی میں یہ خبر دی کہ آپ کے اہل میں سے سب سے پہلے آپ کے ساتھ میں لاحق ہوں گی، تو میں ہنسی۔

۶۱۹۱- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِئُ مِشْيَتُهَا مِنْ مِشْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَلَمَّا رَآهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي ثُمَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہم سب ازواج آپ کے پاس موجود تھیں، ان میں سے کوئی باقی نہیں تھی، اتنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کا چلنا ہو بہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مطابق تھا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو مرحبا کہا، اور فرمایا اے میری بیٹی مرحبا! پھر ان کو اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھایا، پھر

أَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيدًا فَلَمَّا رَأَى جَزَعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كُنْتُ أُفْشِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِي عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَا حَدَّثْتِنِي مَا قَالَ لَكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَمَّا الْآنَ فَنَعَمْ أَمَّا حِينَ سَارَّنِي فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرَنِي أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَإِنَّهُ عَارَضَهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ وَإِنِّي لَا أُرَى الْأَجَلَ إِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللهَ وَاصْبِرِي فَإِنَّهُ نِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأَى جَزَعِي سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضَحِكِي الَّذِي رَأَيْتِ۔

پھر ان سے سرگوشی میں کوئی بات فرمائی جس کو سن کر وہ سخت روئیں، جب آپ نے ان کی بیقراری دیکھی تو آپ نے دوبارہ سرگوشی کی جس سے وہ ہنسیں، میں نے حضرت فاطمہ سے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عورتوں میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو راز کی بات بتائی جس سے آپ رو رہی تھیں، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا آپ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا کہا تھا، حضرت فاطمہ نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز افشاء نہیں کروں گی، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو میں نے کہا میرا آپ پر جو حق ہے میں آپ کو اس حق کی قسم دے کر سوال کرتی ہوں۔ مجھے بتائیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا کہا تھا؟ حضرت فاطمہ نے کہا: ہاں اب میں بتا دیتی ہوں، پہلی بار جب آپ نے مجھ سے سرگوشی کی تو آپ نے مجھے یہ خبر دی کہ ہر سال جبرائیل مجھ سے ایک بار (یا دو بار فرمایا) قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے، اس مرتبہ انھوں نے دو بار دور کیا ہے اور اب میرا یہی گمان ہے کہ اب میرا وقت قریب آگیا ہے، تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا، کیونکہ بے شک میں تمہارا اچھا پیش رو ہوں، حضرت فاطمہ نے کہا پھر مجھ پر گریہ طاری ہوا جو آپ نے دیکھا تھا، جب حضور نے میری بے قراری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا: اے فاطمہ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مؤمن عورتوں کی سردار ہو یا فرمایا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو، حضرت فاطمہ نے کہا پھر مجھے وہ ہنسی آئی جس کو آپ نے دیکھا تھا۔

۶۱۹۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج جمع تھیں اور کوئی

حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنْ فِرَاسٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ امْرَأَةً فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مِشْيَتَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِي فَأَجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ إِنَّهُ أَسَرَّ إِلَيْهَا حَدِيثًا فَبَكَتْ فَاطِمَةُ ثُمَّ إِنَّهُ سَارَّهَا فَضَحِكَتْ أَيْضًا فَقُلْتُ لَهَا مَا يُبْكِيكِ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ فَرَحًا أَقْرَبَ مِنْ حُزْنٍ فَقُلْتُ لَهَا حِينَ بَكَتْ أَخَصَّكِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِهِ دُونَنَا ثُمَّ تَبْكِينَ وَسَأَلْتُهَا عَمَّا قَالَ فَقَالَتْ مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قُبِضَ سَأَلْتُهَا فَقَالَتْ إِنَّهُ كَانَ حَدَّثَنِي أَنَّ جِبْرِيلَ كَانَ يُعَارِضُهُ بِالْقُرْآنِ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً وَإِنَّهُ عَارَضَهُ بِهِ فِي الْعَامِ مَرَّتَيْنِ وَلَا أُرَانِي إِلَّا قَدْ حَضَرَ أَجَلِي وَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي لُحُوقًا بِي وَنِعْمَ السَّلَفُ أَنَا لَكِ فَبَكَيْتُ لِذَلِكِ ثُمَّ إِنَّهُ سَارَّنِي فَقَالَ أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ فَضَحِكْتُ لِذَلِكِ۔

بھی باقی نہیں تھی، اتنے میں حضرت فاطمہ آئیں جس کی چال رسول اللہ علیہ وسلم کے چلنے کے مشابہ تھی۔ آپ نے فرمایا: مرحبا! میری بیٹی! پھر ان کو اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا، پھر آپ نے ان سے چپکے سے کوئی بات کہی، حضرت فاطمہ رونے لگیں، پھر چپکے سے کوئی بات کہی تو حضرت فاطمہ ہنسنے لگیں، میں نے حضرت فاطمہ سے کہا: آپ کس وجہ سے روئیں؟، حضرت فاطمہ نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کروں گی، میں نے کہا میں نے آج کی طرح کوئی خوشی، غم سے اتنی قریب نہیں دیکھی، میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بغیر خصوصیت کے ساتھ آپ سے کوئی بات کی ہے پھر بھی آپ رو رہی ہیں، اور میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ حضور نے کیا فرمایا تھا تو انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز افشا نہیں کروں گی، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے پھر پوچھا، حضرت فاطمہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (پہلی بار) یہ فرمایا تھا کہ جبرائیل مجھ سے ہر سال ایک بار قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس سال انھوں نے مجھ سے دو بار قرآن مجید کا دور کیا ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ اب میرا وقت آگیا ہے، اور میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم میرے ساتھ لاحق ہو گی، اور میں تمہارے لیے بہترین پیش رو ہوں، تب میں رونے لگی پھر آپ نے سرگوشی کی اور فرمایا: کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم تمام مؤمن عورتوں کی سردار ہو، یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو، میں اس وجہ سے ہنسی تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہیں اور مریم بنت عمران کے علاوہ تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہیں، آپ کی والدہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادیاں ہیں، اس میں اختلاف ہے کہ ان میں زیادہ کم عمر کون ہے، حضرت فاطمہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ جنگ احد کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر دی، جس وقت حضرت فاطمہ کی شادی کی اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسل کا سلسلہ صرف حضرت فاطمہ سے جاری ہے، کیونکہ آپ کے صاحبزادے صغر سنی میں فوت ہو گئے، اور آپ کی دیگر صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے لیکن وہ صغر سنی میں فوت ہو گئے، اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں علی پیدا ہوئے لیکن وہ بھی صغر سنی میں فوت ہو گئے اور امامہ بنت ابی العاص پیدا ہوئیں، ان سے حضرت علی نے شادی کی، پھر مغیرہ بن نوفل نے شادی کی، حضرت زبیر نے کہا حضرت زینب کی نسل ختم ہو گئی۔

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے حضرت فاطمہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیغام کو مسترد کر دیا، پھر حضرت عمر نے حضرت علی کو مشورہ دیا، حضرت علی نے کہا میرے پاس اس زرہ کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کا نکاح کر دیا، حضرت فاطمہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ رونے لگیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ! کیوں روتی ہو؟ بخدا میں نے تمہارا اس شخص سے نکاح کیا ہے، جس کا علم سب سے زیادہ ہے جو علم میں سب سے افضل ہے، جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے گھر میں یہ آیت نازل ہوئی: انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت (احزاب: ۳۳) "اے رسول کے گھر والو! اللہ یہی ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور کر دے"، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلایا اور فرمایا یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں، حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ فرمایا کیوں نہیں! ان شاء اللہ عزوجل۔

جمیع بن عمیر تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فاطمہ! پوچھا گیا مردوں میں؟ فرمایا ان کا خاوند، تم کو معلوم ہے کہ وہ بے شک بکثرت روزے رکھنے والے اور بہت زیادہ قیام کرنے والے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے

غضب سے غضب ناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے راضی ہوتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور میں اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن پردے کی اوٹ سے ایک منادی ندا کرے گا۔ اے اہل محشر اپنی نگاہیں جھکا لو حتیٰ کہ فاطمہ بنت محمد گذر جائیں۔

جب حضرت فاطمہ پر موت کا وقت آیا تو انھوں نے حضرت اسماء بنت عمیس سے کہا کہ میں جنازہ کھلا لے جانے کو ناپسند کرتی ہوں (اس سے پہلے جنازہ کو چارپائی پہ رکھ کر ایک چادر ڈال دیتے تھے اور کھلا جنازہ جاتا تھا۔) حضرت اسماء نے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی! میں نے سرزمین حبشہ میں ایک طریقہ دیکھا ہے کہ جنازہ کی چارپائی پر درخت کی شاخیں ڈال کر اس پہ کپڑا ڈال دیتے ہیں، حضرت فاطمہ نے اس طریقہ کو پسند کیا اور فرمایا جب میری وفات ہو جائے تو تم اور حضرت علی مل کر مجھے غسل دینا، اس کے علاوہ اور کوئی شخص داخل نہ ہو، سو ایسا ہی ہوا، حضرت فاطمہ اسلام میں وہ پہلی شخص تھیں جن کے جنازہ کو اوپر سے ڈھانپ کر لے جایا گیا۔ حضرت علی ابن ابی طالب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عباس نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو رات میں دفن کیا جائے، سو ایسا ہی کیا گیا، آپ کو قبر میں حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس نے اتارا تھا، تین رمضان ۱۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی، آپ کی عمر تیس سال تھی۔ [1]

بَابُ ۸۵۷ مِنْ فَضَائِلِ أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

۶۱۹۳ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَيْسِيُّ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ ابْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ لَا تَكُونَنَّ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلُ السُّوقَ وَلَا آخِرَ مَنْ يَخْرُجُ فَإِنَّهَا مَعْرَكَةُ الشَّيْطَانِ وَبِهَا يَنْصِبُ رَايَتَهُ قَالَ وَأُنْبِئْتُ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أُمُّ

سلمان نے کہا اگر تم سے ممکن ہو تو سب سے پہلے بازار میں مت جاؤ، اور نہ سب کے بعد وہاں سے نکلو، کیونکہ بازار شیطان کا معرکہ ہے، وہاں پر اسی کا جھنڈا نصب ہوتا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اس وقت آپ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں، حضور، حضرت جبرائیل سے باتیں کرتے رہے، پھر وہ کھڑے ہو گئے، نبی

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۴-۵۱۹، ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

سَلَمَةَ قَالَ فَجَعَلَ يَتَحَدَّثُ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُمِّ سَلَمَةَ مَنْ هٰذَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَتْ هٰذَا دِحْيَةُ قَالَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ أَيْمُ اللهِ مَا حَسِبْتُهُ إِلَّا إِيَّاهُ حَتّٰى سَمِعْتُ خُطْبَةَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْبِرُ خَبَرَنَا أَوْ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ لِأَبِي عُثْمَانَ مِمَّنْ سَمِعْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ أُسَامَةَ ابْنِ زَيْدٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے کہا یہ کون تھے؟ حضرت ام سلمہ نے کہا یہ دحیہ تھے، حضرت ام سلمہ نے کہا بہ خدا میں نے تو ان کو دحیہ ہی گمان کیا تھا حتیٰ کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سُنا، آپ ان کو ہماری خبریں بیان کر رہے تھے، (یا ہمیں جبرائیل کے متعلق خبر دے رہے تھے،) راوی کہتے ہیں میں نے ابوسلمان سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا حضرت اسامہ بن زید سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے: ہند بنت ابی امیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشیہ المخزومیہ۔ آپ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں اور ام المومنین ہیں، آپ کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن مخزومی کے نکاح میں تھیں، حضرت ام سلمہ اور ان کے خاوند نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت ام سلمہ وہ پہلی صحابیہ ہیں جنھوں نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۴ھ میں غزوہ بدر کے بعد ام سلمہ سے نکاح کیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا یزید بن معاویہ کی حکومت کے ابتدائی ایام میں فوت ہوئیں، (یعنی اکسٹھ ہجری میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ سے ہیں) نے نماز جنازہ پڑھائی، حضرت ام سلمہ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ [1]

بَابٌ ۸۵۸ مِنْ فَضَائِلِ زَيْنَبَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا

حضرت اُم المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے فضائل

۶۱۹۴۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى السِّينَانِيُّ أَخْبَرَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا قَالَتْ فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ لِأَنَّهَا كَانَتْ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ مجھ سے وہ (زوجہ) لاحق ہوگی، جس کے تم سب میں سے زیادہ لمبے ہاتھ ہوں گے، حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر ہم سب اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں، لیکن سب سے زیادہ لمبے ہاتھ حضرت

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۰، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان / ایران

تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ۔

زینب کے تھے، کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرتی تھیں اور صدقہ وخیرات کرتی تھیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی خصوصیات

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو لمبے ہاتھ کا ذکر کیا اس سے ازواج مطہرات نے ہاتھوں کی جسامت کا طول مراد لیا، سو وہ سرکنڈے سے ہاتھوں کو ناپنے لگیں اور جسمانی طور سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے حقیقۃً لمبے ہاتھ تھے اور صدقہ وخیرات کرنے میں مجازاً حضرت زینب کے لمبے ہاتھ تھے اور جب ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب کا انتقال ہوا تب ان کو یہ علم ہوا کہ ہاتھوں کے لمبا ہونے سے صدقہ وخیرات زیادہ کرنا مراد تھا، عرف میں کہا جاتا ہے فلاں شخص کے لمبے ہاتھ ہیں یعنی وہ صدقہ وخیرات زیادہ کرتا ہے، اس حدیث میں حضرت زینب کی عظیم منقبت ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے (اور آپ کے علم غیب پر مطلع ہونے کا بیان ہے) امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الزکوٰۃ میں ایسے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جن سے یہ وہم ہوتا ہے کہ حضرت سودہ کا پہلے انتقال ہوا تھا، یہ وہم بالاجماع باطل ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ازواج میں حضرت عائشہ کے درجہ کی تھیں، حضرت عائشہ ان کی بہت تعریف کرتی تھیں، حضرت زینب بنت جحش ازواج میں دیگر ازواج پر فخر کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ باقی ازواج کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عقد ان کے سرپرستوں نے کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے میری شادی سات آسمانوں کے اوپر ہوئی ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے: زوجنکھا (احزاب: ۳۷) "ہم نے آپ کا اس سے نکاح کر دیا"۔ ۲۰ھ میں حضرت عمر کی خلافت کے دوران حضرت زینب کا وصال ہوا، اسی سال مصر فتح ہوا تھا، ایک قول یہ ہے کہ ۲۱ھ میں آپ کا وصال ہوا، حضور کے وصال کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت زینب ہی کا انتقال ہوا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اور زوجہ کا نام بھی زینب تھا، جو بنو عامر کے قبیلہ سے تھیں، ان کا انتقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہی ہو گیا تھا۔ [2]

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، یہ اسد بن خزیمہ کی اولاد سے اسدیہ ہیں، ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ہیں، یہ پہلے اسلام لانے والیوں میں سے اور مہاجرات

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۲۸۶، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

میں سے ہیں، پہلے ان کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا تھا، ــــــ ــــــ تاکہ وہ ان کو اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیں، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔ اور یہ آیات نازل ہوئیں:

واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ و تخشی الناس ج واللہ احق ان تخشٰہ ط فلما قضٰی زید منہا وطرا زوجنٰکہا لکی لا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم اذا قضوا منہن وطرًا ط و کان امر اللہ مفعولا۔

اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے بھی، اس پر انعام کیا، کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو، اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپاتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا، اور آپ کو لوگوں (کے طعنوں) کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس کا خوف رکھیں، اور جب زید نے اس سے (تعلق منقطع کر کے) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ اس کے بعد ایمان والوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق (نکاح میں) کوئی حرج نہ رہے، جب وہ (انھیں طلاق دے کر) ان سے بے غرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور ہو کر رہتا ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۳ھ میں حضرت زینب سے نکاح کیا، قتادہ نے کہا ۵ھ میں ان سے نکاح کیا، ابن اسحاق نے کہا آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کے بعد ان سے نکاح کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ زینب سے میرا ذکر کرو، حضرت زید کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا: تو میری نگاہوں میں حضرت زینب کا رتبہ بہت بڑھ گیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے اپنی پشت دروازہ کی طرف رکھی، میں نے کہا اے زینب مجھے تمہارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، وہ تمہارا ذکر کرتے ہیں، حضرت زینب نے کہا میں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دوں گی جب تک کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کر لوں، یہ کہہ کر وہ اپنے مصلے کی طرف چلی گئیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: فلما قضی زید منہا وطرا زوجنٰکہا "اور جب زید نے اس سے (تعلق منقطع کر کے) اپنی غرض پوری کر لی تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کر دیا"، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلا اجازت ان کے پاس چلے گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحش نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج کے سامنے فخر کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان پر میرا نکاح کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روٹیاں

اور گوشت پکوا کر حضرت زینب کا ولیمہ کیا، حضرت زینب بہت خیرات وصدقات کرتی تھیں، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو ان کا نام بَرّہ تھا، آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں حضرت زینب کے سوا کوئی بھی میری ٹکّر کی نہیں تھی، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے سامنے اس پر فخر کرتی تھیں کہ تمہارا حضور سے نکاح تمہارے آباء نے کیا ہے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ان کی وجہ سے حجاب کا حکم نازل ہوا، وہ اپنے ہاتھوں سے کام کاج کرتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرتی تھیں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے وہ (زوجہ) سب سے پہلے مجھ سے آملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے، حضرت عائشہ نے کہا پھر ہم اپنے ہاتھ ناپنے لگیں، لیکن درحقیقت لمبے ہاتھ حضرت زینب کے تھے کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتی تھیں اور صدقہ وخیرات کرتی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے حضرت زینب سے زیادہ کسی عورت کو نیکو کار، اللہ سے ڈرنے والی، صادق القول، صلہ رحمی کرنے والی اور امانت دار نہیں دیکھا۔

حضرت زینب بنت جحش ۲۰ھ میں حضرت عمر کے دورِ خلافت میں فوت ہوگئیں، ان کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ [1]

امام محمد بن سعد روایت کرتے ہیں:

عن عثمان الجحشی قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینہ وکانت امراۃ جمیلۃ فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت یا رسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا ایم قریش قال: فانی قد رضیتہ لک فتزوجھا زید بن حارثۃ [2]

حضرت عثمان جحشی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ ہجرت کی تھی، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے ان کو پیغام دیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں ان کو پسند نہیں کرتی، میں قریش کی بے نکاح عورت ہوں، آپ نے فرمایا میں نے اس کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے پھر حضرت زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث میں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو تغلیباً قرشی کہا ہے، دراصل حضرت زینب بنت جحش بنو اسد سے ہیں، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد خاتون کا نکاح اس شخص سے کر دیا جو پہلے غلام تھا، اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ غلام آزاد

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۵-۴۶۳، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبری ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

کا کفو نہیں ہے ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور اس کے ضمیمہ میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے تاہم بعض نکات کی مزید وضاحت کے لیے ہم اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور جامعیت کے ساتھ دوبارہ لکھ رہے ہیں۔

کفو کا لغوی معنی علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: کفیٔ کا معنی ہے "نظیر" کفاء، کفو اور کفاءت کا بھی یہی معنی ہے، لا کفاء لہٗ کا معنی ہے لا نظیر لہٗ، کفاء کا معنی ہے نظیر اور مساوی، کفاءۃ فی النکاح کا معنی ہے زوج کا عورت کے دین، نسب اور گھرانے وغیرہ میں مساوی ہونا۔ [1]

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کفوء کا معنی ہے مثلہ۔ ہر چیز کی مثال کو کفو کہتے ہیں [2]

کفو کا اصطلاحی معنی کفو کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی کی صفات مخصوصہ ممتازہ کے اعتبار سے اعلیٰ ہو وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی، جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو اور لڑکی کے وارث اور والی بھی اس بات کو اپنے لیے موجب عار سمجھتے ہیں کہ ان کی لڑکی ایسے گھرانے میں بیاہی جائے جن کا گھرانا حسب و نسب، مال و دولت، دینداری اور صنعت و حرفت کے اعتبار سے ان کے ہم پلہ نہ ہو یا ان سے بہت کم ہو۔ کفو میں چھ چیزوں کا لحاظ کیا جاتا ہے (۱) اسلام (۲) نسب یعنی کسی شخص کے جد اعلیٰ کا سید، شیخ، مرزا یا مغل ہونا یا جیسے کوئی حضرت ابوبکر کی اولاد ہے، کوئی حضرت عمر کی، کوئی حضرت عثمان کی اور کوئی حضرت علی کی۔ (۳) تقویٰ اور دینداری۔ (۴) حریت یعنی آزاد ہو غلام نہ ہو (۵) مال و دولت (۶) صنعت و حرفت یعنی پیشہ۔ [3]

کفو کی تحقیق علامہ سرخسی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کفو میں نسب کا اعتبار کرتے ہیں اور سفیان ثوری کفو میں نسب کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے، سفیان ثوری کی پہلی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح برابر ہیں اور کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں ہے، فضیلت صرف تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے [4] دوسری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ ابوطیبہ نے بنو بیاضہ کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے اس کو یہ رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوطیبہ سے نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین پر بڑا فتنہ اور فساد ہوگا، انھوں نے کہا ہاں ہم بہ خوشی کریں گے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرب کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ میرا نکاح کر دو، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا، انھوں نے یہ پیغام منظور کر لیا تھا، بعد میں کسی اور وجہ سے یہ نکاح نہیں ہوا۔

---

[1] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم، ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] السید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی نزیل مصر، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

[3] السید محمد امین ابن عابدین حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۳۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سرخسی نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آخرت میں صرف تقویٰ سے فضیلت ہوگی، یہ جواب صحیح نہیں ہے، ان احادیث میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو آخرت کی تخصیص پر دلالت کرے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دنیا میں بھی فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے اور ان احادیث سے آپ کا منشا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے نسب، مال و دولت یا صنعت و حرفت کی بنا پر دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔ منہ

علامہ سرخسی ایک طویل بحث کے بعد سفیان ثوری کی دوسری دلیل میں پیش کردہ احادیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

وتاویل الحدیث الاخر الندب الی التواضع وترک طلب الکفاءۃ لا الالزام وبہ نقول الاعند الرضا یجوز العقد[1]

دوسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے، اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضا کے وقت (غیر کفو میں) نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ سرخسی کی اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کفو کو طلب کرنا لازم نہیں ہے بلکہ مستحب یہ ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کیا جائے۔ وللہ الحمد۔

علامہ سرخسی نے جو کچھ بیان کیا ہے یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے، اصل چیز اسلام اور اعمال صالحہ ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ علم اور تقوی کی فضیلت عارضی ہے اور سادات کی نسبی فضیلت ذاتی ہے، عارضی فضیلت زائل ہو سکتی ہے اور ذاتی فضیلت کا زوال نہیں ہو سکتا، لیکن ان بزرگوں نے یہ غور نہیں کیا کہ سادات کی نسبی فضیلت اسلام اور اعمال صالحہ کے بغیر غیر معتبر اور کالعدم ہے العیاذ باللہ اگر کوئی سید مرتد ہو جائے تو کیا اس کی نسبی فضیلت زائل نہیں ہو جائے گی! حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا جب ایمان نہیں لایا تو کیا اسے یہ نہیں فرمایا گیا: انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح (ھود: ۴۶) "یہ تمہارا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال نیک نہیں ہیں"۔

آج دنیا میں کالے اور گورے کی تفریق پر نسلی امتیاز برتے جا رہے ہیں اور سفید فام اقوام سیاہ فاموں کو اپنے برابر کے حقوق دینے پر تیار نہیں ہیں۔ بھارت میں برہمن اونچی ذات کا سپوت ہے اور شودر نیچ ذات کا سمجھا جاتا ہے اسی طرح ایک زمانہ میں غلاموں کو آزاد لوگوں کا درجہ نہیں دیا جاتا تھا، آج بھی امیروں اور غریبوں میں تفریق رکھی جاتی ہے آج بھی جولاہوں، حجاموں اور موچیوں کو نیچ سمجھا جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جولاہے نہ ہوں تو ہم سر عام برہنہ نظر آئیں موچی نہ ہوں تو ہم اپنے پیروں کو گندگی اور گرمی سے بچا نہ سکیں، حجام نہ ہوں تو ہم اپنے بالوں کی درستگی نہ کرا سکیں۔ سلام ہو اس نبی امی پر جس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جوتیوں کی مرمت کر لی کہ کہیں تم جوتی گانٹھنے والوں کو حقیر نہ سمجھ لو، جس نے عرب کے معزز گھرانے میں ایک غلام کا رشتہ کرا کے انسانیت اور مساوات کا جھنڈا بلند کیا، جس نے خود اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم یکے بعد دیگرے ایک غیر ہاشمی، اموی نوجوان کے نکاح میں دیں اور یہ کوئی ضرورت اور اضطرار کا مسئلہ نہ تھا کیونکہ آپ کے سامنے ہاشمی خاندان کے بھی رشتے تھے لیکن وہ انسان کامل اور محسن انسانیت خود اپنی صاحبزادیوں کا رشتہ غیر کفو میں کر کے یہ مثال اور نمونہ قائم کرنا چاہتا تھا کہ جب میں افضل خلق علی الاطلاق ہو کر رشتہ کے معاملہ میں نسب کے مقابلہ میں اسلام اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہوں تو تم بھی نسبی خصوصیات کی بجائے اسلام اور تقوی کو ترجیح دینا اور نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کے فرق کی بناء پر کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھنا۔

غیر کفو میں نکاح کی بحث

قرآن مجید کی بکثرت نصوص صریحہ، متعدد احادیث صحیحہ اور آثار ثابتہ کے مطابق مسلمانوں میں صحت نکاح کے لیے کفو شرط نہیں ہے، عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳ (ملخصا) مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ

سفیان ثوری، امام مالک اور فقہاء احناف میں سے علامہ ابوبکر جصاص اور علامہ کرخی کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے مختار قول اور جمہور فقہاء احناف کے نزدیک ولی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح جائز اور صحیح ہے اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا گیا ہو تو ولی کو نکاح فسخ کرانے کا حق ہے اور اگر وہ اجازت دیدے تو پھر یہ نکاح بالاجماع صحیح ہے، ہمارے زمانہ میں بعض لوگ غیر کفو میں نکاح کو مطلقاً حرام کہتے ہیں اور اس نکاح سے اولاد کو اولاد الزنا قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں بہت تشدد کرتے ہیں حالانکہ یہ قول اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنے کے مترادف ہے، ہم اس قول سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، ہمارے نزدیک مسلمانوں میں نکاح کے لیے کفو شرط نہیں ہے، ہم اپنے موقف کی وضاحت کے لیے قرآن مجید اور احادیث سے دلائل پیش کریں گے، اور اس کے ضمن میں مخالفین کے شبہات کا ازالہ کریں گے اور جن آثار سے مخالفین نے تمسک کیا ہے ان کی حقیقت واضح کریں گے اور آخیر میں یہ بیان کریں گے کہ کسی چیز کو حرام قرار دینے کے لیے کس قسم کے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے غیر کفو میں نکاح کے جواز کا بیان

(۱)- واحل لکم ما وراء ذلکم۔ (نساء: ۲۴)

اور ان (محرمات مذکورہ) کے سوا سب عورتوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا گیا ہے۔

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ ما کی وضع عموم کے لیے ہے، اس لیے اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو لڑکی غیر کفو میں ہو اس سے نکاح کرنا بھی حلال ہے کیونکہ وہ ان محرمات کے علاوہ ہے، اس استدلال پر یہ مناقشہ کیا گیا ہے کہ اس آیت میں صرف دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، خالہ اور بھانجی، پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے منع نہیں فرمایا لہٰذا اس استدلال کی رو سے ان کو نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہونا چاہیے، حالانکہ احادیث میں ان کو نکاح میں جمع کرنے کی بھی ممانعت ہے، اسی طرح اس آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کو حرام فرمایا ہے، حالانکہ رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی، رضاعی پھوپھی اور رضاعی بھانجی سے بھی احادیث میں نکاح کرنے کی ممانعت ہے اور جب اس عام سے اتنی چیزوں کی تخصیص کر لی گئی تو پھر یہ عام نہ رہا اور اس سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال صحیح نہ ہوا۔

امام رازی نے اس اشکال کے دو جواب دیے ہیں، ایک جواب یہ ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کی حرمت بیان کی گئی ہے جن کی حرمت دائمی اور ابدی ہے اور جن عورتوں کی حرمت کسی امر عارض کی وجہ سے لاحق ہوئی ان کو بیان نہیں کیا، مثلاً کسی لڑکی اور اس کی خالہ سے الگ الگ نکاح کرنا جائز تھا، حرمت اس اجتماع کی وجہ سے عارض ہوئی، اسی طرح جو عورت عدت میں ہے یا جو مطلقہ ثلاثہ ہے یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا یا آزاد عورت کے اوپر لونڈی سے نکاح کرنا، ان سب سے ایک امر عارض کی بناء پر نکاح حرام ہوا فی نفسہ ان سب سے نکاح جائز تھا، اور ان سب کی حرمت کی وجوہ قرآن اور سنت میں بیان کر دی گئی ہیں، اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے دائماً نکاح حرام ہے، اس لیے اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ خالہ اور بھانجی وغیرہ کو جمع کرنے کی ممانعت دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت

میں داخل ہے کیونکہ جمع کرنے کی ممانعت کی علت دونوں میں مشترک ہے کیونکہ بہنوں میں فطرۃً قرابت اور محبت ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی سوکن ہونا اس قرابت کے منافی ہے، اسی طرح خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کی قرابت بھی سوکنا پے کے منافی ہے۔ [1]

امام رازی نے رضاعت کا اشکال نہیں وارد کیا کیونکہ اس کے بھی یہی دو جواب ہیں رضاعت کے رشتوں میں دائمی اور ابدی حرمت نہیں ہوتی بلکہ رضاعت عارض ہونے کی وجہ سے حرمت لاحق ہوتی ہے مثلاً ایک شخص اگر کسی عورت کا دودھ نہ پیتا تو فی نفسہٖ وہ عورت اس پر حرام نہیں تھی، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں سے نکاح کی حرمت بیان کی ہے، اور باقی رضاعی محرمات بھی اس میں داخل ہیں کیونکہ حرمت کی علت یعنی رضاعت ان سب میں مشترک ہے لہٰذا اس آیت کے عموم پر کوئی اشکال نہ رہا۔

امام رازی نے پہلا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں ان رشتہ دار عورتوں کو بیان کیا ہے جن سے نکاح کرنا ابداً حرام ہے، اس جواب میں یہ خامی ہے کہ اس آیت میں رضاعی رشتہ دار عورتوں اور دو بہنوں کے اجتماع کی حرمت کو بھی بیان کیا ہے جن میں رضاعت اور اجتماع کی وجہ سے حرمت عارض ہوتی ہے، اس وجہ سے دوسرے مفسرین نے صرف دوسرے جواب کو اختیار کیا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ماوراء ذالکم میں اسم اشارہ کو اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ وہ حرمت کے حکم کی علت کے اشتراک پر دلالت کرے، اس لیے اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ پھوپھی اور بھتیجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اسی طرح ہر ان دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو جیسا کہ کتب فقہ میں بیان کیا گیا ہے (حرمت کی علت دو قرابت داروں کا اجتماع ہے، اور وہ جمع بین الاختین سے مستفاد ہے اسی طرح رضاعی خالہ اور بھانجی وغیرہ کا اعتراض بھی نہیں ہوگا کیونکہ ان کی حرمت کی علت رضاعت ہے اور وہ رضاعی ماں اور رضاعی بہنوں کی حرمت سے مستفاد ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) کیونکہ ان کی تحریم اس آیت میں بطریق دلالت داخل ہے جیسا کہ بعض محققین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس عام کی کتب اور سنت سے تخصیص مشہور ہے۔ [2]

علامہ نیشاپوری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ان مذکورہ عورتوں کے سوا باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، عام ازیں کہ ان مذکورہ عورتوں سے نکاح کی ممانعت قول صریح کے ساتھ مذکور ہو، یا ظاہر دلالت کے ساتھ یا خفی دلالت کے ساتھ، یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان کے ساتھ، جیسا کہ ہم نے دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت میں کہا ہے کہ (پھوپھی اور بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا منع ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے اسی طرح ہر وہ دو عورتیں جن میں قرابت یا رضاعت ہو ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کر لیا جائے اور ان میں نکاح

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۲ ملخصاً، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

حرام ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔)

اس قاعدہ سے اس آیت میں حسب ذیل تخصیصات داخل ہیں:

(۱)۔ جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ بھی حلال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره۔

(۲)۔ حربیہ اور مرتدہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن الآية۔

(۳)۔ معتدہ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والمطلقات يتربصن الآية۔

(۴)۔ جس شخص کے نکاح میں آزاد عورت ہو وہ اس کے اوپر باندی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ یہ بالاتفاق ہے۔

(۵)۔ جو شخص آزاد عورت سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو، وہ باندی سے نکاح نہیں کر سکتا، یہ امام شافعی کے نزدیک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن لم يستطع منكم طولا الآية۔

(۶)۔ چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں عورت سے نکاح کرنا ممنوع ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مثنى وثلاث ورباع الآية۔

(۷)۔ جس عورت سے لعان کیا ہو، اس سے نکاح کرنا ممنوع ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المتلاعنان لا يجتمعان ابدا۔ "آپس میں لعان کرنے والے کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔" [1]

احادیث میں جن رضاعی رشتوں کی تحریم بیان کی گئی ہے اور جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کی تحریم بھی ان ممنوعہ صورتوں میں داخل ہے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک عام مخصوص البعض کا حجت ہونا

اب یہ بات بحث طلب ہے کہ جب اس عام سے ان معلوم، محدود اور متعین افراد کی تخصیص کر لی گئی تو اب یہ آیت عام کے باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہے یا نہیں؟ اور اب اس آیت کے عموم سے استدلال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ گو ہر چند کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن جمہور فقہاء احناف کے نزدیک جس عام سے معلوم اور متعین افراد خاص کیے گئے ہوں وہ اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک یہ حجت قطعی ہے اور اس کے عموم سے استدلال کرنا قطعاً جائز اور احناف کے ہاں معمول بہ ہے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

والصحيح عندي ان المذهب عند علمائنا رحمهم الله في العام اذا لحقه خصوص يبقى حجة فيما وراء المخصوص سواء كان المخصوص مجهولا او معلوما الا ان فيه شبهة حتى لا يكون موجبا قطعا

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ہمارے فقہاء رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عام کو خصوص لاحق ہو جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں اپنے عموم کے اعتبار سے حجت ہوتا ہے خواہ وہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول، البتہ اس استدلال میں (یہ) شبہ ہے (کہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی اور بھی

---

[1] ۔ علامہ نظام الدین الحسن بن محمد الحسین قمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، غرائب القرآن ج ۵ ص ۱۴، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

و یقیناً۔[1]

خاص کیا گیا ہو) اس لیے اس سے ثابت ہونے والا حکم قطعی اور یقینی نہیں ہوگا (کہ اس کا انکار کفر ہو) بلکہ ظنی حکم ہوگا)

اس کے بعد علامہ سرخسی نے اس قسم کے عموم کی متعدد مثالیں دی ہیں، جن میں امام ابوحنیفہ نے تخصیص کے بعد عموم سے استدلال کیا ہے، یہ خیال رہے کہ جس عموم میں ہماری بحث ہے اس میں مخصوص مجہول نہیں ہے بلکہ معلوم اور متعین ہے کیونکہ ان محرمات کا قرآن اور سنت میں بیان کر دیا گیا ہے اور وہ یہ ہیں:

جن عورتوں کا سورۂ نساء کی اس آیت میں صراحۃً ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ قرآن اور سنت میں جن کی تحریم آئی ہے وہ بھی اس میں داخل ہیں اور وہ یہ ہیں: وہ رضاعی رشتہ دار عورتیں جن سے نسباً نکاح حرام ہے خالہ اور بھانجی اور بھتیجی کا اجتماع، مطلقہ ثلاثہ، معتدہ، چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی، آزاد منکوحہ کے اوپر باندی سے نکاح کرنا اور جس عورت سے لعان کیا گیا ہو، مشرکہ اور مرتدہ، قرآن اور سنت میں ان معلوم اور متعین عورتوں سے نکاح کو حرام کیا گیا ہے اور ان کے علاوہ اور کسی سے نکاح حرام نہیں ہے اور جب عام کے عموم سے معلوم اور متعین افراد کا استثناء کیا گیا ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک اس کے عموم سے استدلال کرنا حجت قطعی ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

و ان خص منه شیء معلوم فانه یبقی موجبا للحکم فیما وراء المخصوص قطعا۔[2]

اگر عام سے معلوم افراد کو خاص کیا جائے تو وہ باقی ماندہ افراد میں حکم قطعی کا موجب ہوتا ہے۔

علامہ فخر الاسلام بزدوی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ان کان المخصوص معلوما بقی العام فیما ورائه علی ما کان (الی قوله) والصحیح من مذهبه ان العام یبقی حجة بعد الخصوص معلوما کان المخصوص او مجهولا الا ان فیه ضرب شبهة۔[3]

بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ اگر مخصوص معلوم ہو تو عام باقی افراد میں حسب سابق حجت ہوتا ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ مخصوص معلوم ہو یا مجہول عام باقی افراد میں حجت ہوتا ہے لیکن یہ حجت ظنی ہوتی ہے۔

صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود لکھتے ہیں:

وهو ای العام حجة بلا شبهة فیه ای فی الباقی وهذا اذا کان الاستثناء معلوما اما اذا کان مجهولا فلا۔[4]

عام باقی افراد میں حجت قطعی ہوتا ہے یہ اس وقت ہے جبکہ مستثنیٰ معلوم ہو اور اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو پھر حجت قطعی نہیں ہوتا۔

---

[1] علامہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی متوفی ۴۹۰ھ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ

[2] " " " " ، اصول السرخسی ج ۱ ص ۱۴۴، " " " "

[3] علامہ فخر الاسلام علی بن محمد البزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ، اصول البزدوی ص ۶۳، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۴۷ھ، توضیح علی ہامش التلویح ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری مصر

علامہ تفتازانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جب عام سے متعین افراد کو خاص کیا جائے تو اس کے باقی افراد متعین ہو جاتے ہیں اس کی نظیر یہ ہے کہ جب سو سے دس نکالے گئے تو نوے متعین ہو گئے اور جب سو سے بیس نکالے گئے تو اسی متعین ہو گئے اسی طرح جب مشرکین سے اہل ذمہ نکالے گئے تو ان کے غیر متعین ہو گئے۔[1]

بحر العلوم مولانا عبد العلی مسلم الثبوت کی شرح میں مزج کر کے لکھتے ہیں:

جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ وہ عام جو کسی متبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو حجۃ ظنیہ ہوتا ہے، البتہ اکثر احناف کے نزدیک اگر وہ عام غیر مستقل مبین کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہو تو پھر وہ حجۃ قطعیہ ہوتا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس عام سے استدلال کیا ہے جن کی مبین کے ساتھ تخصیص کی گئی تھی۔ جیسا کہ صحابہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (نساء:۱۱) "اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے (حصوں کے) متعلق یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے دو حصوں کے برابر ہے"۔

اس آیت کا عموم حجت قطعیہ ہے حالانکہ یہ عموم قاتل، غلام اور کافر سے مخصوص ہے اور اگر مورث کافر ہو تو مسلمان سے مخصوص ہے، اسی طرح او ما ملکت ایمانکم (مؤمنون: ۶) اس آیت میں ہر باندی سے وطی کی اجازت ہے، لیکن اگر وہ باندی اس کی رضاعی بہن ہو تو پھر اجازت نہیں، نیز وقاتلوا المشرکین کافۃ۔ (توبۃ: ۳۶) اور تم تمام مشرکین سے قتال کرو" یہ آیت بھی اپنے عموم کے اعتبار سے حجت قطعیہ ہے، حالانکہ یہ آیت بھی مستامن اور اہل ذمہ وغیرہ سے مخصوص ہے، ان آیات کے علاوہ قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن کے عموم سے استدلال کیا گیا ہے حالانکہ ان آیات میں بھی تخصیص کی گئی ہے۔[2]

ہم نے اصولیین کی تصریحات سے یہ واضح کر دیا ہے کہ تخصیص کے بعد بھی عام حجت ہوتا ہے اور جب اس عام کا مخصص معلوم ہو تو محققین کے نزدیک وہ حجت قطعی ہے اور جمہور کے نزدیک حجت ظنی ہے، اب ہم پہلے اس پر تصریح پیش کریں گے کہ یہ آیت عام ہے اور پھر اس آیت کے عموم سے استدلال کی مثال پیش کریں گے۔

احل لکم ما وراء ذالکم میں ما کا عموم

قال ابوبکر ھو عام فیما عدا المحرمات فی الآیۃ وفی سنۃ النبی ﷺ[3]

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی احل لکم ما وراء ذالکم۔ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ابوبکر رازی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اور سنت میں مذکور محرمات کے ماسوا میں یہ آیت عام ہے۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۳ھ، تلویح ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[2] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۱ ص ۳۰۸، مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

واحل لکم ماوراء ذٰلکم وہ بلفظ العموم لکن العموم دخلہ التخصیص [1]

"احل لکم ماوراء ذالکم" میں لفظ عموم ہے لیکن اس عموم میں (قرآن اور سنت سے) تخصیص داخل ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی "احل لکم ماوراء ذٰلکم" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ھٰذا عموم متفق علیہ [2]

یہ عموم سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

احل لکم ماوراء ذالکم کے عموم سے فقہاء کا استدلال

ہمارے فقہاء نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح جائز ہے، کیونکہ محرمات مذکورہ کے ماسوا عورتوں سے نکاح کرنا حلال ہے اور زنا سے حاملہ عورت بھی محرمات مذکورہ کے ماسوا ہے لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنا حلال ہے،

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

فان تزوج حبلی من الزنا جاز النکاح ولا یطئوھا حتی تضع حملھا وھٰذا عند ابی حنیفۃ ومحمد وقال ابو یوسف رحمہ اللہ النکاح فاسد (الی قولہ) ولھما انھا من المحللات بالنص [3]

اگر کسی شخص نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہے مگر اس سے وضع حمل تک مباشرت نہ کرے، یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہے، اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ یہ عورت نص قرآن سے حلال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے اس کی شرح میں اس نص قرآن کو بیان فرمایا ہے:

واستدل المصنف بعموم واحل لکم ماوراء ذالکم [4]

مصنف (علامہ المرغینانی) نے "واحل لکم ماوراء ذالکم" کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح علامہ بدرالدین عینی محللات بالنص کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھو قولہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذالکم وکل من کانت کذالک جاز نکاحھا [5]

اور وہ نص اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے واحل لکم ماوراء ذالکم ——— اور جو عورت بھی ان محرمات کے ماسوا ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور

[2] قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۴، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت

[3] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۸۷، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[4] علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۴۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۶۲، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

اسی طرح علامہ ابن نجیم حنفی نے بھی اس آیت سے زانیہ حاملہ اور وطی شدہ باندی کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

ولهما انهما من المحللات بالنص۔[1]

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ زنا سے حاملہ اور وطی شدہ باندی نص قرآن سے حلال ہیں اور وہ نص ہے: احل لکم ما وراء ذالکم۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کے عموم سے حاملہ زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں

فاما تحریمها علی الاطلاق فلا یصح لقول الله تعالی واحل لکم ما وراء ذالکم۔[2]

زانیہ حاملہ کا علی الاطلاق حرام ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: احل لکم ما وراء ذالکم۔

علامہ ابو اسحاق شیرازی شافعی نے بھی اس آیت کے عموم سے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

وان زنی بامرأة لم یحرم علیه نکاحها لقوله تعالی واحل لکم ما وراء ذالکم۔[3]

اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس عورت کے ساتھ اس کا نکاح حرام نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واحل لکم ما وراء ذالکم۔

فقہاء احناف میں سے علامہ المرغینانی (صاحب ہدایہ) علامہ ابن ہمام، علامہ عینی اور علامہ ابن نجیم ان سب نے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور فقہاء حنابلہ میں سے علامہ ابن قدامہ حنبلی اور فقہاء شافعیہ میں سے علامہ ابو اسحاق شیرازی نے مزنیہ کے ساتھ نکاح کے جواز پر احل لکم ما وراء ذالکم۔ کے عموم سے استدلال کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نہایت قوی استدلال ہے جس سے حنفی، شافعی اور حنبلی سب ہی فقہاء استدلال کرتے ہیں، لہٰذا ہمارا استدلال بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے کیونکہ قرآن اور سنت میں جن محرمات کا بیان کیا گیا ہے غیر کفو ان کے ماسوا ہے اور ان محرمات کے ماسوا سے نکاح حلال ہے لہٰذا غیر کفو سے بھی نکاح حلال ہے، فتفکر و تشکر۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء میں ما کے عموم سے فقہاء کا استدلال

قرآن کریم کی دوسری جس آیت سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، وہ یہ ہے:

(۲) فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و

جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کر لو،

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۱۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۱۶ ص ۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ثلاث ورباع (نساء: ۳) دو، دو سے، تین، تین سے اور چار، چار سے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وعن عائشۃ والحسن وابی مالک ما احل لکم۔[1] حضرت عائشہ، حسن بصری اور ابو مالک سے مروی ہے کہ جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں ان سے نکاح کرو۔

ہمارے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ یہاں بھی ما عموم کے لیے ہے یعنی قرآن اور سنت میں جن محرمات کو بیان کیا گیا ہے ان کے ماسوا ہر پسندیدہ عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، اور غیر کفو بھی قرآن اور سنت کے محرمات کے ماسوا میں ہے، لہٰذا اس سے بھی نکاح کرنے کی اس آیت میں اجازت ہے، ہمارے فقہاء نے اس آیت میں بھی لفظ ما کے عموم سے استدلال کیا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

واما قولہ تعالیٰ والزانیۃ لاینکحھا الا زان فمنسوخ بایۃ فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔[2] اللہ تعالیٰ کا قول والزانیۃ لاینکحھا الازان قرآن مجید کی آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء سے منسوخ ہے۔

اور یہ آیت اسی وقت منسوخ قرار پائے گی جب ما طاب لکم میں ما عموم کے لیے ہو۔

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]

وانکحوا الایامی منکم الآیۃ۔ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۳) قرآن مجید کی تیسری

آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

وانکحوا الایامی منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم۔ (نور: ۳۲) اور تم نکاح کر دو اپنے (آزاد) مردوں اور عورتوں میں سے ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے غلاموں اور باندیوں میں سے صلاحیت والوں کا (نکاح کر دو)

اس آیت میں بھی ہمارا استدلال عموم سے ہے، کیونکہ اگر غیر کفو میں نکاح حرام ہوتا تو اللہ تعالیٰ عموم اور اطلاق کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم نہ دیتا بلکہ اس کو کفو کے ساتھ مقید فرما دیتا۔ اس آیت کے عموم اور اطلاق کو واضح کرتے ہوئے علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:

فان قیل ھٰذا یدل علی ان عقد النکاح انما یلیہ الاولیاء دون النساء وان عقودھن اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ عقد نکاح صرف عورت کا ولی کر سکتا ہے

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۵۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی ملتان، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبوعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

على انفسهن غير جائزة، قيل له ليس كذالك لان الاية لم تخص الاولياء بهذا الامر دون غيرهم وعمومه يقتضى ترغيب سائر الناس فى العقد على الايامى الا ترى ان اسم الايامى ينتظم الرجال والنساء وهو فى الرجل لم يرد به الاولياء دون غيرهم كذلك فى النساء۔[1]

خود عورت نہیں کر سکتی، اور عورت کا کیا ہوا نکاح ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس آیت میں عقد نکاح کو عورت کے ولی کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا اور اس آیت کا عموم تمام لوگوں کو عقد نکاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ لفظ ایامیٰ (بے نکاح لوگ) مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے، اور مردوں سے صرف عورت کا ولی مراد نہیں ہے، اسی طرح عورتوں میں بھی عموم ہے۔

جس طرح علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں بے نکاح مرد اور عورت کا نکاح کر سکتے ہیں اسی طرح ہم اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں ہر بے نکاح کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں۔

اس آیت کے عموم کی وضاحت میں علامہ ابوبکر جصاص مزید لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کے عموم سے تو پھر یہ بھی ثابت ہوگا کہ باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ احادیث (صحیحہ مشہورہ) سے یہ ثابت ہے کہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے، اور مردوں کے حق میں یہ مان لیا گیا ہے کہ ان کا نکاح ان کی مرضی سے کیا جائے اس لیے بالغہ لڑکیوں کے لیے بھی یہ مقدر مانا جائے گا کہ ان کا نکاح ان کی مرضی سے کیا جائے۔[2]

جس طرح بالغہ لڑکی کے لیے احادیث صحیحہ مشہورہ میں یہ تصریح ہے کہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے اسی طرح اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں یہ تصریح ہوتی کہ غیر کفو میں نکاح نہ کیا جائے تو واللہ ہم اس نکاح کو ناجائز کہتے کیوں کہ ہمارا کام شریعت کی اتباع کرنا اور شریعت کی تبلیغ کرنا ہے، ہم خود شارع نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا حکم صادر کر دیں، ہم صرف مبلغ ہیں احکام شرعیہ کے واضع نہیں ہیں!

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تحریم اور ممانعت کے بغیر ہم اللہ کے حلال کردہ کو حرام کہنے والے کون ہوتے ہیں؛ اور ہم کیا ہیں اور ہماری حیثیت کیا ہے جب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

انی لست احرم حلالاً[3] میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا!

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] " " " ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۱-۳۲۰، ملخصاً " " " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غیر کفو میں نکاح کا جواز سادات کرام کی تعظیم و تکریم کے منافی نہیں ہے

ہم العیاذ باللہ! سادات کرام کے نسبی شرف اور فضیلت کے منکر نہیں ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت اور عقیدت ہمارے ایمان کا جزو اور حصہ ہے، ہم ہر نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود پڑھتے ہیں اور ان کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں،

امام رازی نے تفسیر کبیر میں یہ روایات نقل کی ہیں:

من مات علی حب اٰل محمد مات شہیدًا۔
جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ شہادت کی موت مرا۔

الا ومن مات علی حب اٰل محمد مات مغفورًا۔
سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ بخشا ہوا مرا۔

الا ومن مات علی حب اٰل محمد مات تائبًا۔
سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ توبہ پر مرا۔

الا ومن مات علی حب اٰل محمد مات مؤمنا مستکمل الایمان
سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا وہ کامل ایمان پر مرا۔

الا ومن مات علی حب اٰل محمد بشرہ ملک الموت بالجنۃ ثم منکر و نکیر۔
سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کو ملک الموت اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

الا ومن مات علی حب اٰل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ۔
سنو! جو آل محمد کی محبت پر مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں۔

الا ومن مات علی بغض اٰل محمد مات کافرًا۔[1]
سنو! جو آل محمد سے بغض پر مرا وہ کفر پر مرا (العیاذ باللہ!)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: اس حدیث کو ثعلبی نے از عبداللہ بن محمد بلخی یعقوب بن یوسف از محمد بن اسلم بطور روایت کیا ہے اور اس کے موضوع ہونے کے آثار واضح ہیں، ثعلبی اور محمد کے درمیان جو راوی ہیں آفت انکی وجہ سے ہے (الکافی الشاف فی تخریج الکشاف ج ۳ ص ۲۰۲ مطبوعہ ایران) تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قرابتداروں اور آپکے اہلبیت کی محبت اور عقیدت ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طبقہ کی خصوصیت کی بنا پر جو حکم فرمایا وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہے آپنے فرمایا: الائمۃ من قریش[2] "خلیفہ اسلام (تمام روئے زمین پر مسلمانوں کا حکمران) قریش سے ہوگا، ہم نے کہا آمنا وصدقنا، آپ نے فرمایا: انہا الصدقۃ لا تنبغی لاٰل محمد[3] "آل محمد پر زکوٰۃ حلال نہیں" ہم نے کہا علی الراس والعین، اسی طرح اگر آپ فرماتے کہ آل محمد سے غیر آل محمد کا نکاح حرام ہے تو ہم اس کو حرام کہتے، لیکن جب آپ نے اس مناکحت کو حرام نہیں فرمایا، بلکہ اس کے برخلاف آپ نے خود آل محمد کا نکاح غیر کفو میں کیا اور اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے نکاح کیا کیونکہ آل رسول کا کفو کوئی قرشی ہو سکتا ہے نہ کوئی اور[4]۔ اور خود غیر کفو میں کئی لوگوں کے رشتے کیے اور غیر کفو میں کیے ہوئے رشتوں کو جائز قرار

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۷۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ سرخسی نے لکھا ہے کہ بعض قریش بعض کے کفو ہیں، لیکن امام محمد سے یہ روایت ہے (بقیہ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ ہو)

دیا تو ہماری کیا مجال ہے کہ ہم غیر کفو میں کیے ہوئے رشتوں کو ناجائز اور حرام کہیں اور شریعت مصطفوی میں دخل اندازی کریں اور اللہ کے حلال کو حرام کہنے کے مرتکب ہوں، العیاذ باللہ! یاد رکھیے نسبت کا احترام الگ چیز ہے اور مسائل شرعیہ کی الگ نوعیت ہے۔

ولاجناح علیکم ان تنکحوھن الآیۃ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال!!!

(۴)۔ قرآن مجید کی چوتھی آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، وہ یہ ہے:

ولاجناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن۔ (الممتحنۃ: ۱۰)

اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جب تم ان کے مہر ادا کردو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے لیے صرف ادائیگی مہر کو شرط قرار دیا ہے، اگر نکاح کے لیے کفو بھی شرط ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی بیان فرمادیتا، کیونکہ یہ شرط بیان کرنے کی جگہ ہے اور اس جگہ کفو کی شرط کو بیان نہ کرنا اس بات کا بیان ہے کہ نکاح کے لیے کفو کا ہونا شرط نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ جو عورت دارالحرب میں کسی حربی کے نکاح میں ہو جب وہ ہجرت کرکے دارالاسلام میں آجائے تو مسلمان شخص اس عورت سے اس کی عدت گذرے بغیر نکاح کرسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں عدت گذر جانے کی قید کا ذکر نہیں فرمایا صرف ادائیگی مہر کا ذکر فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عدت گذرنے کے بغیر بھی اس سے نکاح جائز ہے اور اگر عدت کا گذرنا ضروری ہوتا تو بغیر عدت گذارے نکاح کرنا گناہ ہوتا اور یہ اس آیت کے خلاف ہے۔

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما قال ابوحنیفۃ فی المھاجرۃ انہ لا عدۃ علیھا من الزوج لقولہ تعالیٰ (ولاجناح علیکم ان تنکحوھن) فاباح نکاحھا من غیر ذکر عدۃ[1]

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہجرت کرنے والی عورت پر خاوند کی کوئی عدت نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور ان سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں" سو اللہ تعالیٰ نے بغیر عدت کے ذکر کے ان سے نکاح مباح کردیا۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نعم قد احتج بھا علی عدم العدۃ فی الفرقۃ

ہاں اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ سبب

---

[1]۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی جصاص رازی حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۴۴۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] (حاشیہ صفحہ سابقہ) کہ جن قریشیوں کا نسب مشہور ہو وہ دوسرے قریشیوں کے کفو نہیں ہیں مثلاً خلیفہ کی اولاد کے دوسرے قریشی کفو نہیں ہیں۔ (مبسوط ج ۵ ص ۲۴ مصنف) غور فرمائیے جب خلیفہ کی بیٹی کا دوسرا قریشی کفو نہیں ہوسکتا تو سید الانبیاء والمرسلین کی صلبی بیٹی کا دوسرا قریشی کس طرح کفو ہوسکتا ہے!

بخروج المرأۃ الینا من دار الحرب مسلمۃ، ووجھہ بانہ سبحانہ نفی الجناح من کل وجھہ فی نکاح المھاجرات بعد ایتاء المھر ولم یقید جل شانہ بمضی العدۃ فلولا ان الفرقۃ بمجرد الوصول الی دار الاسلام لکان الجناح ثابتاً [1]

عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے ہجرت کر کے ہمارے پاس آئے تو اس کی سابق خاوند سے علیحدگی کی کوئی عدت نہیں ہے اس دلیل کا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کرنے والی عورتوں کے ساتھ نکاح سے ہر قسم کے گناہ کی نفی کر دی ہے بشرطیکہ ان کا مہر ادا کر دیا جائے اور گناہ نہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے عدت گذرنے کے ساتھ مقید نہیں کیا تو اگر محض دار الاسلام میں پہنچنے سے علیحدگی متحقق نہ ہوتی تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں گناہ ہوتا۔

امام ابو حنیفہ کے اس استدلال کی نہج پر ہم کہتے ہیں کہ اگر ان سے نکاح کرنے میں کفو ہونا بھی مشروط ہوتا تو اللہ سبحانہ اس کا بھی ذکر فرما دیتا اور جب یہاں اس کا ذکر نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ نکاح میں کفو شرط نہیں ہے۔ غور فرمائیے منکوحہ غیر سے فرقت کے بعد دوسرے نکاح کے لیے عدت کا گزرنا شرط ہے اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دوسرے مقامات پر اس شرط کا صراحۃً ذکر ہے، لیکن اس آیت میں چونکہ مہاجرات سے نکاح کے بیان میں اس شرط کا ذکر نہیں ہے اس لیے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ مہاجرہ سے عقد کے لیے عدت کی شرط نہیں ہے اسی طرح نکاح کے کفو کا بھی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں بطور شرط کہیں ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے اس آیت میں غیر کفو میں نکاح کرنے کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہوگا، یہ نہایت قوی استدلال ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف اس حقیر کے دل میں القاء کیا۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

آیت تحلیل سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۵) قرآن مجید کی پانچویں آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (بقرہ ۵، ۲۳۰)

پھر اگر اسے تیسری طلاق دے دی تو وہ (عورت) اس (تیسری طلاق) کے بعد اس پر حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ (عورت) کسی اور خاوند سے نکاح کر لے۔

اس آیت میں زوجاً کی تنکیر عموم کا تقاضا کرتی ہے یعنی وہ عورت کسی بھی مسلمان شخص سے نکاح کرے خواہ وہ شخص اس کا کفو ہو یا غیر کفو تو اس نکاح (اور عمل زوجیت کے بعد) وہ عورت پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی، اسی نہج پر علامہ ابو بکر جصاص نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ صحت نکاح کے لیے ولی کی شرط نہیں ہے، علامہ جصاص لکھتے ہیں:

وفیہ الدلالۃ ایضاً علی جواز النکاح بغیر ولی لانہ اضاف الراجع الیھما من غیر ذکر الولی۔ [2]

اس آیت میں بغیر ولی کے نکاح کے جواز پر بھی دلالت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولی کے ذکر کے بغیر نکاح کی اضافت عورت اور اس کے شوہر کی طرف کی ہے۔

---

[1] علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۸۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۹۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ

علامہ آلوسی نے بھی اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

وعلی ان الولی لیس شرطاً فی النکاح لانہ اضاف العقد الیھا۔ [1]

اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صحت نکاح میں ولی شرط نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورت کی طرف کی ہے۔

سو جس طرح ولی کے عدم ذکر اور عورت کی طرف نکاح کی اضافت کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحت نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں ہے اسی طرح کفو کے عدم ذکر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحت نکاح کے لیے کفو شرط نہیں ہے اور عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے خواہ خاوند اس کا کفو ہو یا غیر کفو۔ مذاہب فقہاء کے بیان میں ہم انشاء اللہ بعض فقہاء کی وہ عبارات بھی بیان کریں گے جو انھوں نے حلالہ کے ذکر میں بیان کی ہیں کیونکہ ان عبارات میں مخالفین کی کوئی تائید نہیں ہے۔

ہم نے جو یہ پانچ آیات پیش کی ہیں ان میں قرآن مجید کے الفاظ عموم سے استدلال کیا ہے۔ اب ہم دو آیتیں پیش کر رہے ہیں جن میں ہم شان نزول کے اعتبار سے استدلال کر رہے ہیں۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۶) چھٹی آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، الایۃ۔

زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الی قولہ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے، احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ آلوسی اس بحث میں مزید لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی وجہ سے جاہلیت کی نخوت اور تکبر کو دور کر دیا ہے، تم سب آدم اور حوا کی اولاد ہو جس طرح دو صاع برابر برابر ہوتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو پس تمہارے پاس جو بھی ایسا شخص آئے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو اس سے (اپنی لڑکیوں کا) نکاح کر دو، اس حدیث کو امام احمد اور محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے لیکن امام احمد کی روایت میں "تمہارے پاس جو بھی آئے" یہ الفاظ نہیں ہیں، (شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹-۲۸۸ طبع بیروت) [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے بنو بیاضہ ابوہند سے نکاح کر دو"، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی [2]

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حدیث صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (یہ بدری صحابی تھے) نے سالم کو اپنا بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنے بھائی ولید بن عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی (ہند بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت ضباعہ بنت الزبیر (یہ ہاشمی خاتون تھیں) حضرت مقداد بن اسود کے نکاح میں تھیں۔ (یہ غیر قرشی تھے)۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۲)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (قرشی) کی بہن حضرت بلال کے عقد میں تھیں، اور حضرت زینب بنت جحش، حضرت زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں، ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آزاد شدہ غلاموں سے عرب عورتوں کا نکاح جائز ہے۔ اور کفاءۃ کا اعتبار صرف دین میں ہے۔ (الی قولہ) حضرت سلمان فارسی نے حضرت ابوبکر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو انھوں نے منظور کر لیا، اور حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا تو ان پر یہ امر دشوار ہوا، پھر حضرت عمر نے خود حضرت سلمان سے نکاح کی درخواست کی لیکن حضرت سلمان نے نکاح نہیں کیا، حضرت بلال نے بکیر کی بیٹی کا رشتہ مانگا، اس کے بھائیوں نے انکار کیا، حضرت بلال نے کہا یارسول اللہ! مجھے بنو بکیر سے کیا سانحہ پیش آیا! میں نے ان کی بہن کا رشتہ مانگا، انھوں نے مجھے انکار کر دیا اور مجھ کو اذیت دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کی وجہ سے غضب ناک ہوئے، یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی تو وہ اپنی بہن کے پاس گئے اور کہا تمہاری وجہ سے ہمیں کیسی پریشانی ہوئی ہے، ان کی بہن نے کہا میرا معاملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہے، پھر انھوں نے اس کا نکاح کر دیا، اور جب ابوہند نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی تو آپ نے اس کے متعلق فرمایا: "ابوہند سے نکاح کرو اور اس کی طرف رشتہ کرو"، حالانکہ ابوہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا، اور امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت

---

[1] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۴ - ۱۶۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ علامہ ابومحمد بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ابو ہند بنو بیاضہ کا آزاد شدہ غلام تھا جو فصد لگاتا تھا، اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فصد لگائی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنے سے خوش ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی تصویر بنائی ہو وہ ابو ہند کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (بنو بیاضہ سے) فرمایا اس کے ساتھ نکاح کر دو۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اخرج ابن المنذر عن ابن جریج وابن مردویۃ والبیھقی فی سننہ عن الزھری قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی بیاضۃ ان یزوجوا ابا ھند امرأۃ منھم فقالوا یا رسول اللہ! انزوج بناتنا موالینا فانزل اللہ یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی الآیۃ قال الزھری نزلت فی ابی ھند خاصۃ قال وابو ھند کان حجام النبی صلی اللہ علیہ وسلم واخرج ابن مردویۃ من طریق الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکحوا ابا ھند وانکحوا الیہ قالت ونزلت یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی الآیۃ۔

امام ابن منذر از ابن جریج از ابن مردویہ اور امام بیہقی اپنی سنن میں زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ابو ہند کے ساتھ اپنی ایک عورت کا نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی الآیۃ

زہری کہتے ہیں کہ یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا اور امام ابن مردویہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ہند سے نکاح کر دو اور ان کے ہاں نکاح کرو، حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے۔ [3]

استدلال مذکور پر ایک اعتراض کا جواب

بعض اہل علم لکھتے ہیں:

"مذکورہ آیت کے سیاق وسباق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ ایک دوسرے پر طعن کریں، نام بگاڑیں، ایک دوسرے کے نسب پر چوٹیں کریں اور ایک دوسرے کو برے القاب واوصاف سے ایذاء پہنچائیں، یا تمسخر اڑائیں۔ ان سب خرابیوں کے ازالہ کے لیے آیت میں ارشاد ہوا کہ خدا کے نزدیک تمہارے کام آنے والی اصل چیز تقویٰ اور ایمان ہیں جن کا ظہور مکمل طور پر دار آخرت میں ہوگا۔"

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] ۔ علامہ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

اس کلام کی متانت سے ہمیں انکار نہیں، لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ اس آیت کا نزول ابو ہند کے بارے میں ہوا جب بنو بیاضہ نے اس کے غلام ہونے کی وجہ سے اس کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیں حالانکہ وہ ایک فصد لگانے والا غلام تھا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جیسا کہ علامہ آلوسی حنفی، علامہ عینی حنفی، علامہ قرطبی مالکی، علامہ سیوطی شافعی اور علامہ ابن قدامہ حنبلی نے لکھا ہے۔ لہٰذا اس آیت کے شانِ نزول سے بھی یہ ثابت ہوا کہ غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔

(۷) وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ الآیۃ سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

ساتویں آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا۔ (احزاب: ۳۶)

جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا حکم دے دیں تو کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو اس حکم پر عمل نہ کرنے کا اختیار نہیں ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں جا گرے گا۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کے شان نزول میں لکھتے ہیں:

روی قتادۃ وابن عباس ومجاھد فی سبب نزول ھذہ الآیۃ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطب زینب بنت جحش وکانت بنت عمتہ فظنت ان الخطبۃ لنفسہ فلما تبین انہ یریدھا لزید، کرھت وابت وامتنعت فنزلت الآیۃ فاذعنت زینب حینئذ وتزوجتہ فی روایۃ فامتنعت وامتنع اخوھا عبد اللہ لنسبھا من قریش، وان زیدا کان بالامس عبدا، الی ان نزلت ھذہ الآیۃ فقال لہ اخوھا: مرنی بما شئت فزوجھا من زید وقیل: انھا نزلت فی ام کلثوم بنت عقبۃ بن ابی معیط وکانت وھبت نفسھا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فزوجھا من زید بن حارثۃ فکرھت ذلک ھی واخوھا وقالا انما اردنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزوجنا غیرہ، فنزلت الآیۃ بسبب ذلک

قتادہ، حضرت ابن عباس، اور مجاہد نے اس آیت کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش کو نکاح کا پیغام دیا، وہ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں، انھوں نے یہ سمجھا کہ حضور نے اپنے لیے نکاح کا پیغام دیا ہے، جب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے زید کے لیے رشتہ مانگا ہے تو انھوں نے اس پیغام کو ناپسند کر کے مسترد کر دیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی پھر حضرت زینب نے اس نکاح کو قبول کر کے نکاح کر لیا، ایک روایت ہے کہ حضرت زینب اور ان کے بھائی حضرت عبد اللہ نے حضرت زینب کے نسب قریش (یہ علامہ قرطبی کا تسامح ہے، حضرت زینب بنو اسد سے تھیں) کی وجہ سے انکار کیا کیونکہ حضرت زید کل تک غلام تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی، ان کے بھائی نے کہا، آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں! پھر انھوں نے حضرت زینب کا حضرت زید سے نکاح کر دیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی

فاجابا الی تزویجہ زید [1]

معیط کے متعلق نازل ہوئی، انھوں نے اپنے آپ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تھا، آپ نے ان کا حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کر دیا۔ انھوں نے اور ان کے بھائی نے ان کو ناپسند کیا اور کہا ہم نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کیا تھا، اور آپ نے کسی اور سے نکاح کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی پھر انھوں نے حضرت زید کے ساتھ نکاح کو منظور کر لیا۔

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس آیت کے شان نزول میں حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کے متعلق روایات ذکر کی ہیں۔ [2]

علامہ اسماعیل حقی حنفی نے اس آیت کے شان نزول میں صرف حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے اس آیت کے شان نزول میں حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کے متعلق روایات ذکر کی ہیں۔ [4]

امام رازی شافعی [5] اور علامہ خازن شافعی نے اس آیت کے شان نزول میں صرف حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے متعلق روایات ذکر کی ہیں۔ [6]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے اس آیت کے شان نزول حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا دونوں کے متعلق روایات ذکر کی ہیں۔ [7]

مذکور الصدر حوالہ جات سے ظاہر ہو گیا کہ مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی تمام مفسرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت زینب یا حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط سے حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور ہر تقدیر پر یہ غیر کفو میں نکاح کا ثبوت ہے کیونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنو اسد کی آزاد خاتون تھیں اور حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آزاد اور قرشیہ خاتون تھیں اور یہ ایک غلام کے قرشیہ سے نکاح کا واضح ثبوت ہے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۴ ص ۱۸۷-۱۸۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ ھ، روح البیان ج ۷ ص ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ ھ، در منثور ج ۵ ص ۲۰۱ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[5] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ ھ، تفسیر خازن ج ۳ ص ۵۰۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[7] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۴۶۳، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے نسب کے متعلق علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس القرشیہ الامویہ [1]

علامہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی بن حسین (رضی اللہ عنہما امام زین العابدین) نے اپنی والدہ سلافہ کا نکاح اپنے آزاد شدہ غلام سے کر دیا جب عبدالملک نے اس پر عار دلایا تو انھوں نے فرمایا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح حضرت زید سے نہیں کیا تھا؟ [2]

ولعبد مؤمن خیر من مشرك سے استدلال (غیر کفو میں نکاح کے جواز پر قرآن مجید سے صریح جزئیہ)

۸۔ آٹھویں آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، وہ یہ ہے:

لا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرك ولو اعجبکم ۔ (بقرہ: ۲۲۱)

اور شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں (ایمان والی عورتوں کو) نہ دو، یہاں تک کہ وہ (مشرک) ایمان لے آئیں، اور بے شبک مومن غلام شرک کرنیوالے (آزاد) سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں اچھا لگتا ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت (خواہ آزاد ہو یا باندی) کے ساتھ مسلمان غلام کے نکاح کو (آزاد مشرک کے مقابلہ میں) بہتر فرمایا ہے، اس کا خلاصہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کو جائز فرمایا ہے، اور جس نکاح کو اللہ تعالیٰ خیر اور بہتر فرما رہا ہو اس نکاح کو ناجائز اور حرام کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے!

علامہ قرطبی کی تفسیر سے یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے ہم اس تفسیر کو نقل کر کے اس کا جواب ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

(ولعبد مؤمن) ای مملوك (خیر من مشرك) ای حسیب (ولو اعجبکم) ای حسبه و ماله، حسب ما تقدم وقیل المعنی ولرجل مؤمن وکذا ولامة مؤمنة، ای ولامرأة مؤمنة کما بینا، قال صلی اللہ علیہ وسلم کل رجالکم عبید اللہ وکل نساءکم اماء اللہ وقال لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ (الی ان قال) وھذا احسن ما حمل علیہ القول فی ھذہ الآیۃ۔ [3]

عبد مومن یعنی غلام، خو حسب مشرک سے بہتر ہے خواہ تمہیں اس کا حسب اور مال اچھا لگتا ہو، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، ایک قول یہ ہے کہ عبد مومن کی تفسیر مرد مومن ہے اسی طرح ولامۃ مؤمنۃ کی تفسیر مومنہ عورت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے سب مرد اللہ کے غلام ہیں اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی باندیاں ہیں اور اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے منع نہ کرو، اس آیت میں اس قول کا یہ زیادہ اچھا محمل ہے۔

علامہ قرطبی کی یہ عقلی توجیہ اور تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تاویل اس آیت کے شان نزول کے خلاف ہے جس کو

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۶۱۴، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۹۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۸۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

علامہ قرطبی سمیت تمام مستند مفسرین نے نقل کیا ہے اور جمہور مفسرین نے یہی کہا ہے کہ اس آیت میں عبد مومن سے مراد مسلمان غلام اور امہ مومنہ سے مراد مسلمان باندی ہے۔

ولعبد مؤمن الآیۃ میں "عبد" سے غلام مراد ہونے پر جمہور مفسرین کی تصریحات !!

اس آیت کے شان نزول میں علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

قال السدی نزلت فی عبد اللہ بن رواحۃ کانت لہ امۃ سوداء فلطمھا فی غضب ثم ندم فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال ما ھی یا عبد اللہ قال تصوم وتصلی وتحسن الوضوء وتشھد الشھادتین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "ھذہ مومنۃ" فقال ابن رواحۃ لاعتقنھا ولا تزوجنھا ففعل فطعن علیہ ناس من المسلمین وقالوا: نکح امۃ وکانوا یرون ان ینکحوا الی المشرکین وکانوا ینکحونھم رغبۃ فی احسابھم فنزلت ھذہ الایۃ۔[1]

سدی نے کہا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، ان کی ایک سیاہ رنگ کی باندی تھی، انھوں نے ایک دن غصہ میں اس کو تھپڑ مارا، پھر نادم ہوئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے پوچھا: "اے عبداللہ وہ کیسی باندی ہے؟ حضرت عبداللہ نے کہا وہ روزے رکھتی ہے نماز پڑھتی ہے اچھی طرح وضو کرتی ہے اور کلمہ شہادت پڑھتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ مومنہ ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا میں اس کو ضرور آزاد کروں گا اور اس سے ضرور شادی کروں گا، اور ایسا ہی کیا پھر بعض مسلمانوں نے ان کو طعنہ دیا اور کہا: انھوں نے ایک باندی سے نکاح کر لیا، اس وقت مسلمان مشرکوں سے نکاح جائز سمجھتے تھے اور ان کے حسب ونسب کی وجہ سے ان کے ساتھ نکاح کرنے کو پسند کرتے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ ابن کثیر حنبلی[2]، علامہ خازن شافعی[3]، علامہ جلال الدین سیوطی[4]، علامہ سلیمان جمل شافعی[5] اور علامہ آلوسی حنفی[6]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۷۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[3] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[4] علامہ جلال الدین شافعی متوفی ۹۱۱ھ، تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[5] علامہ سلیمان بن عمر الجمل شافعی متوفی ۱۲۰۴ھ الفتوحات الالٰہیہ ج ۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۱۴ھ

[6] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نے بھی اس آیت کا یہی شان نزول بیان کیا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

(ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ) یدل علی جواز نکاح الامۃ مع وجود الطول الی الحرۃ۔ [1]

(ولامۃ مؤمنۃ خیر من مشرکۃ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی طاقت کے باوجود باندی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ جصاص کی اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ ولامۃ میں امۃ سے مراد باندی ہے، لہٰذا ولعبد مومن میں لامحالہ عبد سے غلام مراد ہوگا، امام رازی نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ [2]

حافظ ابن کثیر حنبلی ولعبد مومن کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ولرجل مؤمن۔ ولو کان عبدا حبشیا خیر من مشرک وان کان رئیسا سریا [3]

یعنی مرد مومن اگرچہ حبشی غلام ہو تو وہ مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ شریف سردار ہو۔

علامہ خازن شافعی لکھتے ہیں:

ولعبد مؤمن خیر من مشرک یعنی حرا۔ [4]

مسلمان غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

(ولعبد مؤمن) مع ما فیہ من ذل المملوکیۃ (خیر من مشرک) مع ما ینسب الیہ من عز المالکیۃ۔ [5]

مومن غلام باوجود غلامی کی ذلت کے مشرک سے بہتر ہے خواہ اس کو مالکیت کی عزت حاصل ہو۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

(ولعبد مؤمن) مع ما بہ من ذل المملوکیۃ (خیر من مشرک) مع ما لہ من عز المالکیۃ۔ [6]

مومن غلام غلامی کی ذلت کے باوجود مشرک سے بہتر ہے خواہ اس کو مالکیت کی عزت حاصل ہو۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

(ولعبد مؤمن) مع ما بہ من ذل المملوکیۃ (خیر من مشرک) مع ما بہ من عز المالکیۃ۔ [7]

مومن غلام، غلامی کی ذلت کے باوجود مشرک سے بہتر ہے خواہ اس کو مالکیت کی عزت حاصل ہو۔

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۶، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[4] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[5] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[6] علامہ ابوسعود محمد بن محمد عمادی سکیبی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[7] علامہ اسماعیل حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۱ ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

شیخ محمد عبدہ لکھتے ہیں:

وقد فسر الجمهور الائمة والعبد فی الآیة بالرقیق ای ان الامة المملوکة المؤمنة خیر من الحرة المشرکة ولو اعجبکم جمالها وکذلك القن المؤمن خیر من الحر المشرك وان کان معجبا۔[1]

جمہور مفسرین نے اس آیت میں امۃ اور عبد کی تفسیر باندی اور غلام سے کی ہے یعنی جو مملوکہ باندی مومنہ ہو وہ آزاد مشرکہ سے بہتر ہے خواہ تم کو اس کا حسن اور جمال اچھا لگتا ہو، اسی طرح جو غلام مومن ہو وہ آزاد مشرک سے بہتر ہے خواہ تم کو وہ مشرک اچھا لگتا ہو

ہر چند کہ بعض مفسرین نے عبد مومن کی تفسیر مرد مومن کے ساتھ کی ہے لیکن یہ محض ان کی عقلی اپج ہے، اس کی تائید میں کوئی نقل نہیں ہے، علامہ خازن اور دیگر مستند مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنی اپنی باندیوں کو آزاد کر کے ان سے شادی کر لی، اس پر لوگوں نے ان کو لونڈی سے نکاح کرنے کا طعنہ دیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

ولامة مؤمنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم (الی قولہ تعالیٰ) ولعبد مؤمن خیر من مشرك۔ (بقرہ: ۲۲۱)

بے شک ایمان والی باندی (آزاد) مشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھی لگتی ہو ـــــ اور بے شک مومن غلام (آزاد) مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تم کو اچھا لگتا ہو

جمہور مفسرین کی اس تصریح کے بعد کہ ولعبد مومن میں عبد سے مراد غلام ہے، آئیے دیکھیں کہ برصغیر کے مترجمین نے اس آیت کا کیا ترجمہ کیا ہے:

اہل سنت مترجمین کے حوالوں سے ولعبد مؤمن کا ترجمہ

شاہ رفیع الدین ولعبد مومن الآیۃ کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

اور البتہ غلام ایمان والا بہتر ہے شرک کرنے والے سے اور اگرچہ خوش لگے تم کو۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور البتہ مسلمان غلام بہتر ہے کسی شرک کرنے والے سے اگرچہ تم کو خوش آوے

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔

علامہ سید سعید احمد کاظمی قدس سرہ العزیز اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور بے شک مومن غلام مشرک کرنے والے (آزاد) سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے،

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

اور بے شک مومن غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے، اگرچہ وہ پسند آئے تمہیں۔

---

[1] ۔ علامہ محمد رشید رضا، تفسیر المنار ج ۲ ص ۳۵۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

دیگر مشہور مترجمین کے حوالوں سے ولعبد مؤمن الآیۃ کا ترجمہ

شیخ محمود الحسن دیوبندی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے۔

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو۔

سید ابو الاعلی مودودی لکھتے ہیں:

ایک مومن غلام مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔

شیخ فتح محمد جالندھری لکھتے ہیں:

کیونکہ مشرک مرد سے خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے مومن غلام بہتر ہے۔

شیعہ مترجم سید امداد حسین کاظمی مشہدی لکھتے ہیں:

البتہ ایک مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو وہ (مشرک) تمہیں اچھا ہی لگے۔ (ترجمہ مقبول)۔

مذکور الصدر تراجم کے حوالہ جات سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز سے زیادہ روشن ہو گئی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت (خواہ آزاد ہو یا باندی) کے ساتھ مسلمان غلام کے نکاح کو (آزاد مشرک کے مقابلہ میں) بہتر قرار دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیر کفو میں نکاح کو جائز قرار دیا ہے، ہو یہ آیت غیر کفو میں نکاح کے جواز کا قرآن مجید سے صریح جزئیہ ہے۔

افنجعل المسلمین کالمجرمین سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۹) نویں آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

افنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ مالکم کیف تحکمون۔ (قلم: ۳۶-۳۵)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا؟ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو!

بعض سادات کرام یہ کہتے ہیں کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے مطلقاً حرام ہے، میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ آپ عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کرنا تو جائز سمجھتے ہیں، اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کا نکاح ناجائز کہتے ہیں اس طرح آپ نے عام مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر دیا ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن یہود و نصاریٰ سے مسلمان لڑکیوں کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے سو اسی طرح آپ بھی عام مسلمانوں کی لڑکیوں سے نکاح کو جائز اور عام مسلمانوں سے اپنی لڑکیوں کے نکاح کو ناجائز کہتے ہیں، اس طرح آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کی عظیم اکثریت اور تمام غیر سادات مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے حکم میں کر ڈالا! خدارا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کو کفار و مشرکین کے مساوی نہ کیجئے، اپنے نیاز مندوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کیجئے!

افنجعل المسلمین کالمجرمین ۝ ما لکم کیف تحکمون۔ (قلم: ۳۶-۳۵)

کیا ہم عام مسلمانوں کو مجرموں جیسا کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا؟ تم کیسا فیصلہ کرتے ہو!

فلا تزکوا انفسکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۱۰) قرآن مجید کی دسویں آیت جس سے ہم نے

غیر کفو کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

فلا تزکوا انفسکم ط ھو اعلم بمن اتقٰی (نجم: ۳۲)

خود ستائی نہ کرو، اللہ ہی پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لا تمدحوھا ولا تثنوا علیھا۔ [1]

اپنی مدح و ثناء نہ کرو۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولا تقولوا لاخر انا خیر منک وانزکی منک واتقٰی۔ [2]

دوسرے شخص سے یہ نہ کہو کہ میں تجھ سے بہتر ہوں اور تجھ سے زیادہ پاکباز اور متقی ہوں۔

علامہ ابو سعود حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فلا تثنوا علیھا بالطھارۃ عن المعاصی بالکلیہ او بما یستلزمھا من زکاء العمل ونماء الخیر۔ [3]

اپنی یہ تعریف نہ کرو کہ میں بالکل گناہوں سے پاک ہوں یا میرے عمل پاکیزہ ہیں یا مجھے بہت خیر حاصل ہے۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں ریا اور خود نمائی اور خود ستائی کی ممانعت فرمائی گئی لیکن اگر نعمت الٰہی کے اعتراف اور اطاعت و عبادت پر مسرت اور اس کے ادائے شکر کے لیے نیکیوں کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے خود ستائی اور خود سرائی و خود نمائی کی مذمت فرمائی ہے۔

الم تر الی الذین یزکون انفسھم ط بل اللہ یزکی من یشاء ولا یظلمون فتیلاً۔ (نساء: ۴۹)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی پاکبازی بیان کرتے ہیں! بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر ایک سوت کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اور اللہ تعالیٰ کا قول "فلا تزکوا انفسکم" اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ انسان اپنی زبان سے اپنی تعریف اور اپنی بڑائی بیان نہ کرے، صحیح مسلم میں ہے حضرت زینب بنت ابی سلمہ کا نام پہلے برّہ (نیکوکار) تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نام سے منع فرمایا اور کہا خود ستائی نہ کرو، اللہ ہی جانتا ہے تم میں سے نیک کون ہے پھر آپ نے ان کا نام زینب رکھ دیا (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۸، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) پس کتاب اور سنت میں خود ستائی اور خود سرائی و خود نمائی سے منع کیا گیا ہے۔ [4]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۱۰، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی سکیبی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر ج ۷ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۴۶، ملخصاً مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

اور اس سے بڑھ کر خود سرائی اور خود نمائی کیا ہوگی کہ ایک مسلمان اپنے حسب و نسب کی برتری کی بناء پر دوسرے مسلمان کو حقیر اور ذلیل قرار دے اور اس سے رشتہ مناکحت قائم کرنے کو بغیر کسی شرعی دلیل کے حرام اور ناجائز کہے! العیاذ باللہ!!

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۱۱) قرآن مجید کی گیارہویں آیت

جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین۔ (منافقون: ۸)

عزت تو صرف اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر کسی استثناء کے تمام مسلمان عزت دار ہیں اور حسب و نسب، مال و دولت اور صنعت و حرفت کے فرق کی وجہ سے کسی مسلمان کو حقیر سمجھنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے اور اس کو ناراض کرنے اور غضب میں لانے کا موجب ہے، اس کی وضاحت ان آیات سے ہوتی ہے۔

وانذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربھم لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع لعلھم یتقون ۝ ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ ط ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظالمین ۝ وکذٰلک فتنا بعضھم ببعض لیقولوا اھٰؤلاء من اللہ علیھم من بیننا الیس اللہ باعلم بالشاکرین ۝ واذا جاءک الذین یؤمنون بایٰتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ انہ من عمل منکم سوءً بجھالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم ۝ وکذٰلک نفصل الایٰت ولتستبین سبیل المجرمین۔

(انعام: ۵۵-۵۱)

اور آپ اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف اس حال میں جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار، ہوگا نہ سفارش کرنے والا۔ (ان کو ڈرائیے) تاکہ وہ متقی ہو جائیں۔ اور ان (مساکین مومنین) کو اپنے پاس سے دور نہ کیجیے جو صرف اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے صبح و شام اس کی عبادت کرتے ہیں، ان کا آپ سے کوئی حساب ہوگا نہ آپ کا ان سے کوئی حساب ہوگا، پھر بھی اگر (بالفرض) آپ نے ان کو اپنے پاس سے دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، اور اسی طرح ہم نے ان کے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا کہ بالآخر وہ (مالدار کفار، فقراء مؤمنین کو دیکھ کر حقارت سے) کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (اے منکرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو آپ کہیں تم پر سلام ہو تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے، جو تم میں سے نادانی کی وجہ سے کوئی گناہ کرے،

پھر اس کے بعد وہ توبہ اور اصلاح کرے تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے، ہم اسی طرح آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔

علامہ آلوسی حنفی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام احمد، امام طبرانی اور دیگر محدثین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذر ہوا درآں حالیکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب اور دیگر غریب اور مسکین غلام بیٹھے ہوئے تھے، قریش نے کہا: اے محمد! تم اپنی قوم کے انھی لوگوں پر خوش ہو! کیا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں میں سے انھی پر احسان کیا ہے؟ کیا ہم ان لوگوں کی پیروی کریں گے؟ ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دو اگر تم نے ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دیا تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں گے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وانذر به الذين يخافون ان يحشروا الى ربهم ليس لهم من دونه ولى ولا شفيع لعلهم يتقون۔

(انعام: ۵۱)

اس قرآن کے ساتھ ان لوگوں کو ڈرائیے جو اپنے رب کی طرف جمع کیے جانے سے ڈرتے ہیں درآں حالیکہ اس دن اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار ہوگا نہ سفارش کرنے والا، تاکہ وہ متقی ہو جائیں

امام ابن جریر، امام ابو الشیخ، امام بیہقی اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب اور دیگر غربا اور مساکین مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں، جب انھوں نے آپ کے گرد ان لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان کو حقیر گردانا، پھر دوبارہ تنہائی میں آپ کے پاس آئے اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے الگ نشست رکھیں، کیونکہ آپ کے پاس عرب کے وفود آتے رہتے ہیں اور ہم کو اس سے عار محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہم کو ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں، لہٰذا جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں، اور جب ہم فارغ ہو کر چلے جائیں تو پھر آپ چاہیں تو پھر ان کو اپنے پاس بٹھا لیں، آپ نے فرمایا: اچھا! انھوں نے کہا آپ ہم کو یہ ایک کاغذ پر لکھ کر دے دیں، آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھنے کے لیے بلایا، حضرت خباب کہتے ہیں کہ ہم ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت کو لے کر نازل ہوئے:

ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشى يريدون وجهه ۚ الآية۔

اور آپ ان (مساکین مومنین) کو (اپنے پاس سے) دور نہ کیجیے جو صرف اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے صبح اور شام اس کی عبادت کرتے ہیں، آپ سے ان کا حساب ہوگا نہ ان سے آپ کا حساب ہوگا، پھر بھی اگر

(بالفرض) آپ نے ان کو (اپنے پاس سے) دُور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے (آخر آیات تک پڑھیں)۔

حضرت خباب بیان کرتے ہیں کہ پھر حضور نے ہم کو بلایا درآں حالیکہ آپ فرما رہے تھے: سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ "تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے، پھر ہم حضور کے پاس بیٹھے رہتے تھے اور جب حضور جانا چاہتے تو ہمیں چھوڑ کر چلے جاتے تھے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه ولا تعد عينك عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا ۚ ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا۔ (کہف: ۲۸)

آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیے جو صبح اور شام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، آپ کی آنکھیں ان سے نہ ہٹیں درآں حالیکہ آپ حیات دنیا کی زینت چاہتے ہوں، اور آپ اس شخص کا کہا نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے، جو شخص اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے

اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے رہتے، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اٹھنے کا وقت آجاتا تو ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خود چھوڑ کر اٹھ جاتے پھر اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھتے۔

امام ابن المنذر وغیرہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ عتبہ، شیبہ، قرظۃ بن عبد عمرو بن نوفل، حارث بن عامر بن نوفل، مطعم بن عدی اور عبد مناف کے کافر سردار ابوطالب کے پاس گئے، اور کہا اگر آپ کا بھتیجا ان غلاموں اور حلیفوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دے تو یہ ہمارے لیے بڑی خوشی کا باعث ہوگا اور ان کی تصدیق اور اتباع کا بہت قوی سبب ہو جائے گا، ابوطالب نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمر بن الخطاب نے مشورہ دیا: یا رسول اللہ! اگر آپ ایسا کر لیں تو بہت اچھا ہو، ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ پھر کیا کرتے ہیں! کہ آیا ایمان لاتے ہیں یا نہیں؟) اس وقت اللہ تعالیٰ نے وانذر بہ سے لے کر الیس اللہ باعلم بالشاکرین تک آیات کو نازل فرمایا، جن لوگوں کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھانے کے لیے کافر سرداروں نے کہا تھا وہ یہ تھے: حضرت بلال، حضرت عمار بن یاسر، حضرت سالم (حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام)، حضرت صہیب (اُسید کے آزاد کردہ غلام) اور حلفاء میں سے حضرت ابن مسعود، حضرت مقداد بن عمرو، حضرت واقد بن عبداللہ حنظلی، حضرت عمرو بن عبد عمرو، حضرت مرثد بن ابی مرثد اور دیگر ضعفاء مسلمین تھے اور قریش کے کافر سرداروں موالی اور حلفاء کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: وكذلك فتنا بعضهم ببعض ۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے مشورے سے معذرت چاہی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

واذا جاءك الذين يؤمنون بايتنا الاية۔

ان آیات میں یہ دلالت نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان مساکین صحابہ کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تھا حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر کوئی حرف آئے، اور یہ جو روایات میں ہے کہ آپ نے اشراف کفار کے لیے الگ وقت مقرر کیا اور مساکین صحابہ کے لیے الگ وقت مقرر کر دیا تھا تو یہ ان اشراف کفار کی تالیف کے لیے تھا تاکہ وہ لوگ اس وجہ سے ایمان لے آئیں اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے منشاء کا علم تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام سے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی دل آزاری اور سبکی نہیں ہوئی۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی نے بھی ان آیات کی تفسیر میں ان تمام روایات کو بیان فرمایا ہے۔ [2]

سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۸ کی تفسیر میں بھی علامہ قرطبی نے ان روایات کو بیان فرمایا ہے۔ [3]

حافظ ابن کثیر حنبلی نے بھی سورۂ انعام کی آیت نمبر ۵۲ کی تفسیر میں امام احمد کے حوالے سے ان روایات کو بیان فرمایا ہے۔ [4]

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں ان روایات کو بیان کیا ہے۔ [5]

وہ غریب اور غلام مسلمان جن کو حسب و نسب کے اعتبار سے کفار کمتر سمجھتے تھے اور اپنا کفو نہیں گردانتے تھے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنے معزز تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا آپ ان کو اپنی مجلس سے نہ اٹھائیں اور سورۂ کہف میں فرمایا جب تک یہ لوگ آپکی مجلس میں بیٹھے رہیں آپ خود بھی مجلس سے نہ اٹھیں، کفار نے یہ پیش کش کی تھی کہ اگر ان غرباء اور غلاموں کو حضور کی مجلس سے اٹھا دیا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا اور یہ ظاہر فرما دیا کہ جن لوگوں کے اسلام کی بنیاد مساکین مسلمین کی تحقیر پر ہو اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے اسلام کی کوئی ضرورت نہیں ہے!

اسی نہج پر قیاس کرنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اپنے کفو کو برتر قرار دے اور دوسرے مسلمانوں سے رشتہ مناکحت کو حرام کہہ کر ان مسلمانوں کی تحقیر کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر غیظ و غضب کا موجب ہوگا! ظاہر ہے رشتہ مناکحت تو فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ ایک فریق ضرور دوسرے فریق کو رشتہ دے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ اگر دو مسلمانوں نے باہمی رضامندی سے رشتہ مناکحت قائم کر لیا تو اس رشتہ کو عدم تکافؤ کی بناء پر ناجائز اور حرام کہنے کی کتاب و سنت میں کوئی اصل نہیں ہے بلکہ یہ کتاب و سنت کی متعدد نصوص صریحہ کے خلاف ہے اور اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنا ہے، العیاذ باللہ!

یہ قرآن مجید کی گیارہ آیات ہیں جن سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا مجھ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۶۰-۱۵۸، دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۴۳۴-۴۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] " " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۳۹۲-۳۹۰، " " " "

[4] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۸-۴۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[5] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ناکارہ اور بے بضاعت شخص پر محض فضل اور احسان ہے کہ اس نے مجھ پر قرآن مجید کے ان اسرار کو کھول دیا اور ان آیات سے استنباط اور اجتہاد کی طرف میری فہم کی رہنمائی کی ورنہ مجھ سے پہلے علماء نے صرف ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، یا سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۶ کے شان نزول سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے اور باقی نو آیات سے اس مسئلہ کے استنباط کے لیے اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا جو ایک قطرہ نیساں کو گہر آبدار بناتا ہے، جو رات کی تاریکی سے نور سحر نکال لاتا ہے وہی قادر و قیوم ہے جس نے علم و عمل سے تہی دامن شخص کے دل میں یہ حقائق و معارف پیدا کیے، وللہ الحمد علی ذالک۔

عہدِ رسالت میں غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں میں سے چند نکاحوں کا بیان

(۱) امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ضباعۃ بنت الزبیر فقال لعلک اردت الحج قالت واللہ لا اجدنی الا وجعۃ فقال لہا حجی واشترطی وقولی اللھم محلی حیث حبستنی وکانت تحت المقداد بن الاسود۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعۃ بنت الزبیر کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا شاید تم نے حج کا ارادہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا بخدا میں اپنے آپ کو درد میں مبتلا پاتی ہوں، آپ نے فرمایا حج کرو اور اس کے ساتھ شرط کر لو (کہ اگر میں عاجز ہو گئی تو احرام کھول دوں گی) اور یہ کہو کہ اے اللہ! جس جگہ تو مجھے روک دے گا میں وہیں احرام کھول دوں گی، حضرت ضباعہ مقداد بنت اسود کے نکاح میں تھیں۔

اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ضباعہ کا حضرت مقداد سے نکاح ہوا، حضرت ضباعہ کے متعلق حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب الہاشمیہ بنت عم النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضرت مقداد کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مقداد بن عمرو کندی ہیں یہ اسود بن عبد یغوث الزہری کی طرف منسوب ہیں کیونکہ اس نے ان کو متبنیٰ کر لیا تھا۔[2]

صحیح بخاری کی اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ ایک ہاشمی خاتون کا غیر ہاشمی شخص سے نکاح ہوا اور یہ غیر کفو میں نکاح کے جواز کی واضح تصریح ہے۔

(۲) نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان ابا حذیفۃ بن عتبۃ بن ربیعۃ بن عبد شمس وکان ممن شہد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، نبی صلے اللہ علیہ

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بدرًا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم تبنّیٰ سالما فانکحہ بنت اخیہ ھند بنت الولید بن عتبۃ بن ربیعۃ وھو مولیٰ لامرأۃ من الانصار [1]

وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے انھوں نے حضرت سالم کو بیٹا بنالیا تھا، اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت سالم انصار کی ایک عورت کے آزاد شدہ غلام تھے۔

اس حدیث میں حضرت ہند بنت الولید بن عتبہ کے حضرت سالم سے نکاح کا بیان ہے، حضرت ہند کے نسب کے متعلق علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

ہند بنت الولید بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس القرشیہ [2]، یعنی حضرت ہند قرشیہ خاتون تھیں اور حضرت سالم آزاد شدہ غلام تھے، سو صحیح بخاری کی اس حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ ایک قرشی خاتون کا ایک غلام سے عقد ہوا اور یہ غیر کفو میں نکاح کے جواز کی صاف تصریح ہے۔

(۳)۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان ابا عمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ مالک علینا من شیء فجاءت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ذلک لہ فقال لیس لک علیہ نفقۃ فامرھا ان تعتد فی بیت ام شریک ثم قال تلک امرأۃ یغشاھا اصحابی اعتدی عند ابن ام مکتوم فاذا حللت فاذنینی قالت فلما حللت ذکرت لہ ان معاویۃ بن ابی سفیان وابا جھم خطبانی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ابو جھم فلا یضع عصاہ عن عاتقہ واما معاویۃ فصعلوک لا مال لہ انکحی اسامۃ بن زید فکرھتہ ثم قال انکحی اسامۃ فنکحتہ فجعل اللہ فیہ خیرًا او

حضرت فاطمہ بنت قیس بیان کرتی ہیں کہ ابو عمرو بن حفص نے مجھے طلاق بائن دے دی، درآں حالیکہ وہ غائب تھا، اس کے وکیل نے حضرت فاطمہ کے پاس کچھ جَو بھیجے، وہ اس پر ناراض ہوئیں، اس نے کہا بخدا! تمہارا ہم پر کوئی حق نہیں ہے۔

وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں اور آپ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارا اس پر کوئی نفقہ واجب نہیں ہے، پھر آپ نے ان کو یہ حکم دیا کہ وہ (حضرت) ام شریک کے گھر عدت گزاریں، پھر فرمایا ان کے ہاں تو میرے اصحاب آتے رہتے ہیں تم (حضرت) ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو، اور جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا، حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہو گئی، تو میں نے آپ کو بتایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جہم تو اپنے کندھے سے

---

[1]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۶۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2]۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۳، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

اغتبطت ۔[1]

لاٹھی نہیں اتارتے اور رہے معاویہ تو وہ غریب آدمی ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے حضرت اسامہ کو ناپسند کیا، آپ نے (مکرر) فرمایا اسامہ سے نکاح کرو، سو میں نے ان سے نکاح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس نکاح میں بہت برکت ڈالی اور مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے حضرت فاطمہ بنت قیس نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کر لیا، حضرت فاطمہ بنت قیس کا نسب علامہ ابن اثیر نے اس طرح بیان کیا ہے:

فاطمۃ بنت قیس بن خالد الاکبر بن وھب بن ثعلبۃ بن وائلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر القرشیۃ[2]

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما غلام زادے تھے، سو اس حدیث میں بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کا واضح بیان ہے۔

(۴)۔ امام محمد بن سعد بیان کرتے ہیں:

عن عثمان الجحشی قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ وکانت زینب بنت جحش ممن ھاجر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم الی المدینۃ وکانت امرأۃ جمیلۃ فخطبھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی زید بن حارثۃ فقالت یا رسول اللہ! لا ارضاہ لنفسی وانا ایم قریش قال: فانی رضیتہ لک فتزوجھا زید بن حارثۃ[3]

حضرت عثمان جحشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ ہجرت کی تھی، وہ ایک خوبصورت خاتون تھیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کے لیے ان کو پیغام دیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں ان کو پسند نہیں کرتی، میں قریش (کے) کی بے نکاح عورت ہوں، آپ نے فرمایا میں نے اس کو تمہارے لیے پسند کر لیا ہے، پھر حضرت زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

اس حدیث میں حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کا بیان ہے، حضرت زید بن حارثہ آزاد شدہ غلام تھے اور حضرت زینب آزاد عرب تھیں اور غلام آزاد کا کفو نہیں ہوتا، سو یہ حدیث بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

(۵)۔ امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ،

[2] ۔ علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

[3] ۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری ج ۸ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

عن الحکم بن عیینۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل بلالا الی اھل بیت من الانصار یخطب الیھم فقالوا عبد حبشی قال بلال لولا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرنی ان اتیکم لما اتیتکم فقالوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرک ؟ قال نعم قالوا قد ملکت فجاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فدخلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قطعۃ من ذھب فاعطاہ ایاہ فقال سق ھذا الی امراتک وقال لاصحابہ اجمعوا الی اخیکم فی ولیمتہ [1]

حکم بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری کے گھر بھیجا تاکہ وہ اپنے رشتہ کا پیغام دیں، اس انصاری کے گھر والوں نے کہا یہ تو حبشی غلام ہے، حضرت بلال نے کہا اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہارے پاس آنے کے لیے نہ کہا ہوتا، تو میں کبھی نہ آتا، انھوں نے پوچھا کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہیں فرمایا تھا، حضرت بلال نے کہا ہاں! انھوں نے کہا تم اس رشتہ کے مالک ہو، حضرت بلال نے جا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کا ایک ٹکڑا آیا، آپ نے حضرت بلال کو وہ ٹکڑا عطا فرمایا اور فرمایا یہ اپنی بیوی کے پاس لے جانا اور حضرت بلال کے دوستوں سے فرمایا: تم اپنے بھائی کے ولیمہ کی تیاری کرو!

اس حدیث میں بھی انصار کی ایک آزاد عورت سے حضرت بلال کے نکاح کا بیان ہے اور حضرت بلال آزاد شدہ غلام تھے اور یہ حدیث بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

(۶)۔ نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن الزھری قال امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی بیاضۃ ان یزوجوا ابا ھند امراۃ منھم فقالوا یا رسول اللہ! نزوج بناتنا موالینا فانزل اللہ عز وجل انا خلقناکم من ذکر وانثی قال الزھری نزلت فی ابی ھند خاصۃ۔ [2]

زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ابو ہند سے اپنی عورت کا نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں! تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی انا خلقناکم من ذکر وانثی زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

ابو ہند، بنو بیاضہ کے آزاد شدہ غلام تھے اور فصد لگاتے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک عورت کے ساتھ ان کا نکاح کرنے کا حکم دیا۔ یہ حدیث بھی غیر کفو میں نکاح کے جواز کی دلیل ہے۔

ہم نے غیر کفو میں نکاح کے واقعات پر یہاں صرف چھ حدیثوں کے پیش کرنے پر اکتفاء کی ہے، شرح صحیح مسلم

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابو داؤد ص ۱۲، ۱۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، مراسیل ابو داؤد ص ۱۲،

جلد ثالث میں ہم نے اس عنوان کے تحت بہت زیادہ احادیث پیش کی ہیں، ہمارا مقصد یہاں پر ان تمام احادیث کا استیعاب نہیں ہے بلکہ صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنا عہد رسالت کا عام معمول تھا اور یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ عہد رسالت میں جس قدر نکاح کیے گئے ان سب کے واقعات کو احادیث میں قلمبند اور محفوظ نہیں کیا گیا، جن چند واقعات کو احادیث میں بیان کیا گیا ہے ان پر باقی واقعات کو قیاس کیا جا سکتا ہے، مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے صرف دو مرتبہ رفع یدین کو ترک کیا ہے بلکہ ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا عام معمول یہی تھا۔ احکام شرعیہ میں اس کی اور بہت مثالیں ہیں جو اہل علم سے مخفی نہیں ہوں گی۔

غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک توجیہ کا جواب

احادیث صحیحہ میں جو غیر کفو میں کیے گئے رشتوں کا ذکر ہے اس کے جواب میں بعض علماء نے لکھا ہے:

زمانہ نبوت یا اس کے متصل زمانہ میں بعض رشتوں کا قائم ہونا اس لیے مستثنیٰ ہے کہ ان کی تائید وحی الٰہی سے ہونے کا احتمال ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بوحی الٰہی جلی یا خفی عام حکم سے خود یا کسی کو مستثنیٰ فرمانے کا اختیار ثابت ہے جیسے ایک صحابی کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت فرما کر آپ نے تخصیص فرمادی، کیونکہ اس نے دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دی اور اپنے لیے وہ بکرا بچایا جو پورے ایک سال کا نہیں تھا اور اس کی قربانی شرعی لحاظ سے منع ہے مگر آپ نے فرمایا کہ تیرے لیے یہ جائز ہے۔

یہ جواب متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

(۱)۔ زمانہ نبوت میں تو تائید وحی کا احتمال ہے لیکن زمانہ نبوت سے متصل یعنی زمانہ نبوت کے بعد تائید وحی کا احتمال کیسے ہو سکتا ہے؟

(۲)۔ جس صحابی کو آپ نے ایک سال سے کم عمر کے بکرے کی قربانی کی اجازت دی وہاں آپ نے یہ تصریح فرمادی تھی کہ تمہارے علاوہ کسی اور کے لیے ایک سال سے کم عمر بکرے کی قربانی جائز نہیں ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء قال ذبح ابو بردة قبل الصلاة فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ابدلها فقال لیس عندی الا جذعة قال شعبة واحسبه قال هی خیر من مسنة قال اجعلها مکانها ولن تجزی عن احد بعدك [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے نماز سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں دوسری قربانی کرو، انھوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا بکرا ہے، شعبہ کہتے ہیں میرا گمان یہ ہے کہ انھوں نے کہا وہ ایک سال کے بکرے سے بہتر ہے، آپ نے فرمایا اس (شش ماہہ) کو اس (ایک سالہ) کی جگہ ذبح

کر دو، اور تمہارے علاوہ کسی اور شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے[1]

عہدِ رسالت میں غیر کفو میں نکاح کے بکثرت واقعات ہوئے لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی نکاح کے موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ صرف تمہارے لیے یہ نکاح جائز ہے اور کسی کے لیے یہ نکاح جائز نہیں ہے، اگر نکاح کے یہ واقعات استثنائی ہوتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی موقع پر تو اس استثناء کو بیان فرماتے۔

(۳)۔ غیر کفو میں کیے گئے رشتوں کو استثناء پر محمول کرنا اس وقت صحیح ہوتا جب قرآن مجید کی کسی صریح آیت یا خبر متواتر یا کسی حدیث صحیح سے غیر کفو میں نکاح کرنے کی ممانعت ہوتی اور جب اس سلسلہ میں کوئی سند صحیح سے خبر واحد بھی مروی نہیں ہے تو اس استثناء کا دعویٰ کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ولم یثبت فی اعتبار الکفاءۃ بالنسب حدیث[2]

کفو میں نسب کا اعتبار کرنے کے سلسلہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔

بلکہ اس کے برعکس بکثرت احادیث سے یہ ثابت ہے کہ کفو کی برتری پر گھمنڈ نہ کیا جائے اور کسی مسلمان کو کفو کی وجہ سے حقیر نہ گردانا جائے اور کسی مسلمان کے رشتہ کے پیغام کو کفو کی وجہ سے مسترد نہ کیا جائے، اب ہم اعلاء کلمۃ الحق کے لیے ان احادیث کا بیان کرتے ہیں: فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہ کرنے پر احادیث سے دلائل

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لیس بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بالتقوی[3]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو تم کسی گورے یا کالے سے افضل نہیں ہو، البتہ تم اس پر تقوی سے فضیلت حاصل کرو گے۔

عن ابی نضرۃ حدثنی من سمع خطبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وسط ایام التشریق فقال یا ایہا الناس الا ان ربکم واحد الا لا فضل لعربی علی اعجمی و لا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوی ابلغت قالوا

ابو نضرہ بیان کرتے ہیں کہ ایام تشریق کے وسط میں جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنا اس نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، سنو کسی عربی کی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے، کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۵ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث [1]

ہے؟ فضیلت صرف تقویٰ کی ہے، کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کر دی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال: یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا اسود علی احمر الا بالتقوٰی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم الا ھل بلغت قالوا بلیٰ یا رسول اللہ! قال فلیبلغ الشاھد الغائب۔ [2]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایام تشریق کے وسط میں خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، سنو کسی عربی کی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ عجمی کی عربی پر کوئی فضیلت ہے، کسی گورے کی کالے پر کوئی فضیلت ہے نہ کسی کالے کی گورے پر کوئی فضیلت ہے۔ مگر تقویٰ سے، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، سنو کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ صحابہ نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر حاضر غائب کو تبلیغ کر دے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم واحد واباکم واحد فلا فضل لعربی علی اعجمی ولا احمر علی اسود الا بالتقوٰی رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار بنحوہ الا انہ قال ان اباکم واحد ودینکم واحد ابوکم آدم وآدم خلق من تراب ورجال البزار رجال الصحیح [3]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں ہے، کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت نہیں ہے، البتہ فضیلت تقویٰ کی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں بیان کیا ہے، امام بزار نے بھی اس حدیث کو انھی الفاظ سے بیان کیا ہے، البتہ اس حدیث میں ہے: تمہارا دین ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، تمہارے باپ آدم ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے، امام بزار کی سند کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۵ ص ۴۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۴، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس حدیث کو امام بزار کی مکمل سند کے ساتھ بھی حافظ الہیثمی نے بیان کیا ہے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ان الله قد اذهب عنكم عيبة الجاهلية وفخرها بالاباء الناس بنو آدم وآدم من تراب مؤمن تقي وفاجر شقي لينتهين اقوام يفخرون برجال انما هم فحم من فحم جهنم او ليكونن اهون على الله من الجعلان التي ترقع۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی خصلت) کو دور کر دیا ہے، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، مومن متقی ہے اور فاجر درشت خو ہے، لوگ (اپنے) آدمیوں پر فخر کرنے سے باز آجائیں، یہ لوگ جہنم کے کوئلوں میں سے کوئلہ ہیں، ورنہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریوں مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور امام بزار نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [3]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة فقال اما بعد ايها الناس فان الله عز وجل قد اذهب عنكم عيبة الجاهلية وتعاظمها بآبائها فالناس رجلان مؤمن تقي كريم وفاجر شقي مهين والناس كلهم بنو آدم وخلق الله آدم من تراب۔ [4]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی عیب جوئی اور اپنے باپ دادا پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے، لوگوں کی دو قسمیں ہیں، مومن متقی کریم، اور فاجر درشت خو ذلیل، سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

نیز امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل يقول يوم القيمة امرتكم فضيعتم ما عهدت اليكم فيه و

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے مجھ

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[4] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

رفعتم انسابکم فالیوم ارفع نسبی واضیع انسابکم این المتقون این المتقون ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [1]

سے کیا ہوا عہد ضائع کر دیا، تم نے اپنے اپنے نسب بلند کیے آج میں اپنا (پسندیدہ) نسب بلند کروں گا، اور تمہارے نسبوں کو ضائع کر دوں گا، متقی کہاں ہیں؟ متقی کہاں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی مالک الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان فی امتی اربعا من امر الجاھلیۃ لیسوا بتارکین الفخر فی الانساب و الطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ علی المیت الحدیث [2]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار خصلتیں ایسی ہیں جن کو وہ ترک نہیں کریگی، (اپنے) نسب پر فخر کرنا، (دوسروں کے) نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور میت پر نوحہ کرنا۔

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں:

اگر اس حدیث کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے معارضہ کیا جائے جس میں آپ نے بنو ہاشم کی فضیلت بیان کی تو اس کے جواب میں علامہ حلیمی نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم کی فضیلت سے فخر کا ارادہ نہیں کیا بلکہ آپ نے صرف ان کے مرتبہ اور مقام کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا جیسے کوئی شخص کہے میرا باپ فقیہ ہے اور اس سے اس کی غرض صرف اس کا تعارف کرانا ہو نہ کہ اس کی فقاہت پر فخر کرنا، نیز اس حدیث سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آباء و اجداد پر جو انعامات کیے آپ نے بہ طور شکر ان کا بیان فرمایا ہو۔ [3]

اسلام اور اچھے اخلاق کی بناء پر رشتہ دینے کا حکم، عام ازیں کہ کفو ہو یا غیر کفو

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ اسلام میں ذات پات کا امتیاز نہیں ہے اور عہد رسالت میں غیر کفو میں نکاح کرنے کا عام معمول تھا، ہر چند کہ زمانہ جاہلیت کے اثرات کی وجہ سے بعض لوگ اپنے آپ کو نسبی اعتبار سے برتر اور دوسروں کو نسبی اعتبار سے فروتر گردانتے تھے لیکن جیسے جیسے اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی اور ایمان کی اقدار دلوں میں راسخ ہو رہی تھیں، نسب پر فخر کرنے کے جذبات مٹتے جا رہے تھے اور اس کے بجائے زہد و تقویٰ کو معیار فضیلت قرار دیا جانے لگا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم تھی کہ نام و نسب پر فخر کرنے کے بجائے اسلام اور تقویٰ کو اہمیت دی جائے اور جب بھی کوئی موزوں رشتہ مل جائے تو حسب و نسب کا لحاظ کیے بغیر اس سے نکاح کر دیا جائے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۹۱-۲۹۰، " " " "

[3] " " " " ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۹۱ " " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض وفی الباب عن ابی حاتم المزنی وعائشۃ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے، جس کا دین اور خلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کرو اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔ اس باب میں حضرت ابوحاتم مزنی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی احادیث مروی ہیں۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی حاتم المزنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد قالوا یا رسول اللہ! وان کان فیہ قال اذا جاءکم من ترضون دینہ وخلقہ فانکحوہ ثلاث مرات ھذا حدیث حسن غریب۔[2]

حضرت ابوحاتم مزنی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین اور خلق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کرو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد ہوگا، صحابہ نے کہا ہر چند کہ وہ شخص (غریب یا غیر کفو) ہو؟ آپ نے تین بار فرمایا جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق پر تم راضی ہو تو اس سے نکاح کردو، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[3]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا امامۃ ما انا وامۃ سفعاء الخدین شفعاء المعصمین آمنت بربھا وتحننت علی ولدھا الا کھاتین وفرق بین السبابۃ والوسطی واللہ اذھب فخر الجاھلیۃ وتکبرھا بابائھا کلکم لآدم

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوامامہ! سیاہ رخساروں والی اور بھینگی آنکھوں والی لونڈی جو اپنے رب پر ایمان لائی اور اپنے بچوں پر شفقت کرتی ہو، میرے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ہوگی، پھر آپ نے انگشت شہادت اور انگشت وسطی کھولیں، اللہ تعالے

---

[1] امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " جامع ترمذی ص ۱۷۵، " " "

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، " " "

وحواء کطف الصاع بالصاع وان اکرمکم عند اللہ اتقاکم فمن اتاکم ترضون دینہ و امانتہ فزوجوہ۔[1]

سنے زمانہ جاہلیت کے فخر اور باپ دادا پر تکبر کو دور کر دیا ہے۔ تم سب آدم اور حواء کی اولاد ہو اور صاع کے دو پیمانوں کی طرح برابر برابر ہو، اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، لہٰذا جب بھی تم کو کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور امانت پر تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں

عن یحیی بن ابی کثیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا جاءکم من ترضون امانتہ وخلقہ فانکحوہ کائنا من کان، فان لاتفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیرا وقال! عریض۔[2]

یحییٰ بن ابی کثیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس ایسے شخص کے نکاح کا پیغام آئے جس کی امانتداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں، تو اس شخص سے نکاح کر دو، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد پھیلے گا۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم من ترضون خلقہ ودینہ فانکحوہ الا تفعلوا تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند ہوں تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد پھیلے گا، امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا، لیکن اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضمیمہ میں یہ تحقیق کی ہے کہ جب امام حاکم نیشاپوری منفرد ہوں تو ان کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، لیکن جب دوسرے ائمہ حدیث نے اس حدیث کو سند صحیح یا حسن سے روایت کیا ہو تو پھر ان کی تصحیح پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اور یہاں ایسا ہی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے[4] اور علامہ علی متقی نے بھی اس حدیث کا متعدد حوالوں سے ذکر

---

[1] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۸۹-۲۸۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۵-۱۶۴، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ۔

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کیا ہے۔ [1]

بالخصوص غیر کفو میں رشتہ دینے کا حکم

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: یا بنی بیاضۃ انکحوا ابا ھند وانکحوا الیہ وکان حجاما [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ ابوہند سے نکاح کرو اور ان کے ہاں نکاح کرو، ابوہند فصد لگانے والا غلام تھا۔

امام حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یا بنی بیاضۃ، انکحوا ابا ھند وانکحوا الیہ قال وکان حجاما ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ ابوہند سے نکاح کرو اور ان کے ہاں نکاح کرو، حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ ابوہند فصد لگانے والا تھا، امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا لیکن یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی اس حدیث کو تائیداً ذکر کیا ہے اور اس کی سند پر کوئی جرح نہیں کی۔ [4]

اس حدیث کو امام ابوداؤد [5] اور امام بیہقی نے بھی ——— روایت کیا ہے [6]، اور علامہ علی متقی نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ [7]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کیے ہوئے غیر کفو میں رشتے، آپ کا بالعموم اسلام اور اچھے اخلاق کی بنا پر رشتہ دینے کا حکم [8] اور بنو بیاضہ کے غلام سے ان کی آزاد عورت کے نکاح کا حکم دینا، ان تمام احادیث سے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترتیب ابن حبان ج ۷ ص ۱۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ

[3] امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[4] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۴، " " "

[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۷ ص ۱۳۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۳۱۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[8] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ کو بھی حضرت اسامہ (غلام زادے) سے نکاح کرنے کا حکم دیا تھا، (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴)، یہ بھی غیر کفو میں نکاح کرنے کا حکم ہے اور آزاد ہونے کے بعد حضرت بریرہ کو حضرت مغیث سے نکاح کا مشورہ دیا تھا جو غلام تھے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۹۵)

یہ امر بہ صراحت واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں نکاح کے جواز اور عدم جواز کی بناء کفو پر نہیں رکھی گئی، بلکہ اسلام کا منشاء یہ ہے کہ حسب و نسب اور ذات پات کے تمام امتیازات کو مٹا کر صرف اسلام اور اچھے اخلاق کی بنیاد پر رشتوں کو استوار کیا جائے، ذات پات کا امتیاز ہندوؤں اور برہمنوں میں ہے جہاں ایک اچھوت اور شودر کا ہاتھ برہمن کے برتن کو لگ جائے تو برہمن کے برتن نجس ہو جاتے ہیں، اسلام میں گورے اور کالے کی تفریق ہے نہ عربی اور عجمی کا امتیاز ہے اور نہ ہاشمی اور غیر ہاشمی کا کوئی فرق ہے، حضرت ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا ہاشمی خاتون ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عم زاد بہن ہیں جن کی شادی حضرت مقداد بن عمرو کندی سے کی گئی، حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں، ان کی شادی حضرت زید بن حارثہ سے کی گئی جو ایک آزاد شدہ غلام تھے، حضرت ہند بنت عتبہ ایک قرشی خاتون ہیں، ان کی شادی حضرت سالم سے کی گئی یہ بھی آزاد شدہ غلام تھے، حضرت فاطمہ بنت قیس ایک قرشی خاتون ہیں، ان کی شادی حضرت اسامہ سے کی گئی، یہ بھی آزاد شدہ غلام تھے، اور بنو بیاضہ کے گھرانے کی ایک عورت کی شادی ابو ہند سے کی گئی، اور یہ فصد لگانے والے غلام تھے!

حسب و نسب کی بناء پر حرمت نکاح کے دعویدار یہ بتائیں کہ ان کا حسب و نسب ان نفوس قدسیہ سے زیادہ بڑا ہے کہ ان مسلم الثبوت ہاشمی اور قرشی خاندانوں کے رشتے تو غیر کفو میں ہو جائیں اور ان کے رشتے دوسرے مسلمانوں سے ناجائز اور حرام ہوں!

غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی ایک اور توجیہ کا جواب

بعض اہل علم نے لکھا ہے: جب حرام کا خدشہ ہو اور کفو میں رشتہ میسر نہ ہو تو غیر کفو میں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں کیے ہوئے غیر کفو میں رشتے، اسلام اور اچھے اخلاق کی بنیاد پر رشتہ دینے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمومی حکم اور بنو بیاضہ کو اپنے غلام کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دینا اس توجیہ کو قطعاً باطل کر دیتا ہے کیونکہ ان تمام صورتوں میں کوئی اضطرار نہیں تھا۔

بعض لوگ ایک جذباتی دلیل پیش کرتے ہیں کہ تم اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام کہتے ہو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی خواتین سے اپنا نکاح جائز کہتے ہو! یہ بڑی عجیب بات ہے! آج کے سادات کرام کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چودہ سو سال دور کی نسبت ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ صلبی صاحبزادیاں تھیں، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کیا ان کا نکاح حضرت عثمان سے نہیں ہوا؟ کیا حضرت عثمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام نہیں تھے؟ ہر چند کہ حضرت عثمان قرشی تھے لیکن حضور کا کفو کون ہو سکتا ہے؟ حضرت ضباعہ بنت الزبیر ہاشمیہ جو حضور کی عم زاد بہن ہیں کیا ان کا نکاح حضرت مقداد بن عمرو کندی سے نہیں ہوا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے نہیں ہوا جو ایک آزاد شدہ غلام تھے! یہ ٹھوس حقائق ہیں اور محض جذباتی باتوں سے ان کا جواب نہیں ہو سکتا۔

سیّدات کا غیر فاطمیوں کے ساتھ نکاح کا بیان

بعض مؤلفین نے لکھا ہے کہ سید زادی کا نکاح غیر سید عجمی مرد کے ساتھ بنیادی طور پر نہیں ہوتا کیونکہ فقہاء کرام

نے بیان کیا ہے کہ غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (حسب ونسب ص ۳۱) نیز لکھا ہے: سیدہ کا نہ ہم کفو قریشی ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہاشمی اور نہ عباسی اور نہ ہی علوی، غیر فاطمی بلکہ سید زادی کا ہم کفو صرف اور صرف سید زادہ ہی ہو گا۔ (حسب ونسب ص ۷۴)

اب ہم سطور ذیل میں یہ واضح کریں گے کہ تاریخی طور سے یہ ثابت اور محقق ہے کہ سب سے اعلیٰ اصل مسلّم الثبوت اور بلا واسطہ سیدات کے نکاح غیر فاطمی مردوں سے کیے گئے ہیں۔

حضرت سیّدہ اُمِ کلثوم کے حضرت عمر سے نکاح کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ثعلبة بن ابی مالك ان عمر بن الخطاب قسم مروطاً بين نساء من نساء المدينة فبقی مرط جيد فقال له بعض من عنده يا امير المؤمنين اعط هذا بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم التی عندك يريدون ام كلثوم بنت علی۔ [1]

ثعلبہ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے مدینہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں، ایک قیمتی چادر بچ گئی، بعض اہل مجلس نے کہا! اے امیر المومنین یہ چادر رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی کو دے دیجئے جو آپ کے نکاح میں ہیں، ان کی مراد حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا تھیں۔

علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث کی شرح میں حضرت عمر کے ساتھ حضرت سیدہ ام کلثوم کے نکاح کی تفصیل بیان کی ہے۔ [2]

امام ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

واما ام كلثوم الكبرى وهی بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب وولدت له ولدا۔ [3]

حضرت سیدہ ام کلثوم جو حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عقد میں تھیں اور ان کی حضرت عمر سے اولاد بھی ہوئی۔

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

وتزوج ام كلثوم بنت علی بن ابی طالب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر بن الخطاب فولدت له زيدا۔ [4]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نواسی حضرت سیدہ اُمِ کلثوم جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دختر تھیں، ان کا نکاح حضرت عمر بن الخطاب سے ہوا اور ان سے زید پیدا ہوئے۔

امام ابن سعد نے بھی حضرت سیدہ ام کلثوم کے حضرت عمر کے ساتھ نکاح کو بیان کیا ہے۔ [5]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۳، ج ۲ ص ۵۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۱۶۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۳۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[5] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری ج ۸ ص ۴۶۲، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ام کلثوم را بنکاح آورد امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس پسرے زید نام برائے او بزاد۔

ام کلثوم کو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں لائے ان سے ایک صاحبزادہ زید نام متولد ہوا۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اس نکاح کو بیان کیا ہے۔ [۲]

حدیث، تاریخ اور اکابر علماء اسلام کی تصریحات کے بعد اگر کوئی شخص اس نکاح کا انکار کرتا ہے تو اس کو کون سنتا ہے!

حضرت سیّدہ فاطمہ بنت حسین اور حضرت سیّدہ سُکینہ بنت حسین کے غیر فاطمی جوانوں سے نکاح کا بیان

امام ابن قتیبہ لکھتے ہیں:

فاما فاطمة فانها كانت عند الحسن بن الحسن بن علی ثم خلف علیها عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان۔

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا حسن بن حسن بن علی سے نکاح ہوا پھر ان کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا۔

واما السكينة فتزوجها مصعب بن الزبير فهلك عنها فتزوجها عبد اللہ بن عثمان بن عبد اللہ بن حكيم بن حزام فولدت له قرينا وله عقب ثم تزوجها الاصبغ بن عبد العزيز بن مروان وفارقها قبل ان يدخل بها ثم تزوجها زيد بن عمرو بن عثمان بن عفان فامره سليمان بن عبد الملك بطلاقها ففعل وماتت بالمدينة فی خلافة هشام هذا قول ابی اليقظان وقال الهيثم بن عدی حدثنی صالح بن حسان وغيره قال سكينة عند عمرو بن حكيم بن حزام ثم تزوجها بعده عمرو بن عثمان بن عفان ثم تزوجها بعده مصعب بن الزبير وقال ابن الكلبی اول ازواجها سكينة الاصبغ بن عبد العزيز اخو عمر بن عبد العزيز ثم مات عنها بمصر ولم يرها ثم خلف عليها زيد بن عمرو بن عثمان

اور حضرت سیدہ سُکینہ بنت حسین کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا، ان سے قرین پیدا ہوئے اور ان کی نسل چلی۔ پھر حضرت سکینہ کا نکاح اصبغ بن عبدالعزیز بن مروان سے ہوا انھوں نے دخول سے پہلے آپ کو طلاق دے دی، پھر آپ کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، انھوں نے سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے آپ کو طلاق دے دی، اور ہشام کی خلافت کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوگئی، یہ ابوالیقظان کا قول ہے اور ہیثم بن عدی نے بیان کیا ہے کہ سیدہ سکینہ کا نکاح عمرو بن حکیم بن حزام سے ہوا، اس کے بعد آپ کا نکاح عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا، اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا، اور ابن الکلبی نے کہا کہ سکینہ کے پہلے شوہر اصبغ بن عبدالعزیز تھے جو عمر بن عبدالعزیز کے بھائی تھے، وہ مصر میں آپ کو دیکھنے سے پہلے فوت ہوگئے، اس کے بعد آپ کا نکاح زید بن

---

[۱] ۔ علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ، تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (مترجم) ص ۱۵۲، مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۴۱۲ھ

[۲] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد

بن عفان ثم خلف علیها مصعب بن الزبیر ثم خلف علیها عبد الله بن عثمان بن عبد الله بن حکیم بن حزام فولدت له عثمان الذی یقال له قرین وکانت قد ولدت من مصعب جاریة ثم خلف علیها ابراهیم بن عبد الرحمٰن بن عوف جد ابراهیم بن سعد الفقیه [1]

عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا پھر اس کے بعد آپ کا نکاح مصعب بن زبیر سے ہوا پھر آپ کا نکاح عبد اللہ بن عثمان بن عبد اللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا، ان سے عثمان پیدا ہوئے جن کو قرین کہتے ہیں، اور مصعب سے آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی، اس کے بعد آپ کا نکاح ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف سے ہوا جو ابراہیم بن سعد فقیہ کے دادا تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کے متعلق امام ابن سعد لکھتے ہیں:

تزوجه ابن عمها حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب فولدت له عبد الله وابراهیم وحسن وزینب ثم مات عنها فخلف علیها عبد الله بن عمرو بن عثمان بن عفان زوجها ابنها عبد الله بن حسن بامرها فولدت له القاسم ومحمد۔ [2]

حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا ان کے عم زاد حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب سے نکاح ہوا، ان سے عبد اللہ ابراہیم، حسن اور زینب پیدا ہوئے پھر وہ فوت ہو گئے، تو حضرت فاطمہ بنت حسین کے حکم سے ان کے صاحبزادے عبد اللہ بن حسن نے ان کا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے کر دیا اور ان سے قاسم اور محمد پیدا ہوئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ بنت حسین کا دوسرا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے ہوا۔ [3]

شیخ ولی الدین تبریزی نے بھی اس نکاح کا ذکر کیا ہے۔ [4]

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کے متعلق امام ابن سعد لکھتے ہیں:

تزوجها مصعب بن الزبیر بن العوام ابتکرها فولدت له فاطمة ثم قتل عنها فخلف علیها عبد الله بن عثمان بن عبد الله بن حکیم بن حزام فولدت له عثمان الذی یقال له قرین وحکیما ورقیة فهلك عنها فخلف علیها زید بن عمرو بن عثمان بن عفان فهلك عنها

حضرت سیدہ سکینہ بنت حسین سے سب سے پہلے حضرت مصعب بن زبیر نے عقد کیا، ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں، پھر وہ شہید ہو گئے، تو ان کا عقد عبد اللہ بن عثمان بن عبد اللہ بن حکیم بن حزام سے ہوا، ان سے عثمان (قرین) حکیم اور رقیہ پیدا ہوئے ان کی وفات کے بعد ان کا نکاح زید بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوا اور ان کی وفات کے بعد سیدہ سکینہ کا نکاح ابراہیم بن عبد الرحمان بن عوف زہری

---

[1] امام ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ، المعارف ص ۹۴-۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبری ج ۸ ص ۴۷۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۶ھ

[4] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۳، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

فخلف عليها ابراهيم بن عبد الرحمٰن بن عوف الزهري كانت ولته نفسها فتزوجها فاقامت معه ثلاثة اشهر فكتب هشام بن عبد الملك الى واليه بالمدينة ان فرق بينهما ففرق بينهما وقال بعض اهل العلم هلك عنها زيد بن عمرو بن عثمان و تزوجها الاصبغ بن عبد العزيز بن مروان [1]

سے ہوا، یہ نکاح سیدہ سکینہ نے از خود کیا تھا وہ تین ماہ ان کے ساتھ رہیں پھر ہشام بن عبد الملک نے مدینہ کے والی کو حکم دیا کہ ان میں تفریق کر دی جائے، (کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی) سو ان میں تفریق کر دی گئی، بعض علماء نے کہا ہے کہ زید بن عمرو بن عثمان کی وفات کے بعد سکینہ کا نکاح اصبغ بن عبد العزیز بن مروان سے ہوا۔

علامہ ابن خلکان نے بھی سیدہ سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب کے نکاحوں کی مذکور الصدر تفصیل بیان کی ہے۔ اور اس میں اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

نیز سیدہ سکینہ کے نکاحوں کا ذکر ان کتابوں میں بھی ہے: (نسب قریش: ۵۹، الاغانی ج ۱۶ ص ۹۳، ج ۱۷ ص ۳، انساب الاشراف ج ۵ (صفحات متفرقہ)

خلاصہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما کا دوسرا نکاح عبد اللہ بن عمرو بن عثمان سے ہوا، یہ غیر فاطمی جوان تھے اور حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما کے بعد دیگرے چار نکاح ہوئے اور چاروں نکاح غیر فاطمی مردوں سے ہوئے

حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہم کی صاحبزادیوں کے نکاحوں کا بیان

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

ولكان للحسن بن الحسن من البنات: زينب شقيقة عبد الله وابراهيم وحسن، تزوجها الوليد بن عبد الملك بن مروان وام كلثوم شقيقتهم ايضا تزوجها ابن عمها محمد بن علي بن الحسين وفاطمة بنت الحسن بن الحسن، تزوجها معاوية بن عبد الله بن جعفر بن ابي طالب، فولدت له الحسن وصالحا ويزيد وكانت فاطمة هذه لام ولد ثم خلف على فاطمة هذه ايوب بن مسلمة بن عبد الله بن الوليد بن مغيرة وملكة بنت الحسن بن الحسن شقيقة جعفر و داود

حضرت حسن بن حسن کی صاحبزادیوں کی تفصیل: سیدہ زینب یہ عبد اللہ، ابراہیم اور حسن کی بہن ہیں، ان کا نکاح ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوا، اور سیدہ ام کلثوم یہ بھی ان کی بہن ہیں، ان کا نکاح اپنے عم زاد محمد بن علی بن الحسین سے ہوا، اور سیدہ فاطمہ بنت الحسن بن الحسن، ان کا نکاح معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا اور ان سے حسن، صالح اور یزید پیدا ہوئے، یہ فاطمہ ام ولد کی لڑکی تھیں، اس کے بعد ان کا نکاح ایوب بن مسلمہ بن عبد اللہ بن الولید بن مغیرہ سے ہوا، اور سیدہ ملیکہ بنت الحسن بن الحسن ہیں یہ جعفر اور داؤد کی بہن ہیں ان کا نکاح

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، طبقات کبریٰ ج ۸ ص ۴۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] علامہ شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ منشورات الشریف قم ایران

تزوجها جعفر بن المصعب بن الزبير فولدت له ابنة وام القاسم بنت الحسن بن الحسن شقيقة مليكة تزوجها مروان بن ابان بن عثمان فولدت له محمدا ثم خلف عليها ابن عمها علی بن الحسين [1]

جعفر بن المصعب بن الزبیر سے ہوا، ان سے ایک لڑکی ہوئی، اور سیدہ ام القاسم بنت الحسن بن الحسن ہیں یہ سیدہ ملیکہ کی بہن ہیں ان کا نکاح مروان بن ابان بن عثمان سے ہوا اور ان سے محمد پیدا ہوئے، اس کے بعد ان کا نکاح ان کے عم زاد علی بن الحسین رضی اللہ عنہما سے ہوا۔

حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابیطالب کی پانچ صاحبزادیاں ہوئیں، ان میں سے صرف سیدہ ام کلثوم کا نکاح فاطمی صاحبزادے حضرت سید محمد بن علی بن الحسین (ابن زین العابدین) سے ہوا، باقی چار صاحبزادیوں کا نکاح غیر فاطمی جوانوں سے ہوا۔

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابیطالب (زین العابدین) کی صاحبزادیوں کے نکاح کا بیان

شیخ ابن حزم حضرت زین العابدین کی صاحبزادیوں کے نکاح کے بیان میں لکھتے ہیں:

وهن: خديجة تزوجها محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وعبرة تزوجها محمد بن معاوية بن عبد الله بن جعفر بن ابی طالب ثم خلف عليها بعده علی بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب ثم خلف عليها بعده نوح بن ابراهيم بن محمد بن طلحة بن عبيد الله وام كلثوم، تزوجها داود بن الحسن بن الحسن وام الحسن تزوجها داود بن علی بن عبد الله بن العباس بن عبد المطلب فولدت له موسی وفاطمة، تزوجها داود بن علی بن عبد الله ابی طالب ثم خلف عليها بعده عبد الله بن معاوية بن عبد الله بن جعفر وام الحسين تزوجها ابراهيم الامام بن محمد بن علی بن عبد الله بن العباس [2]

سیدہ خدیجہ کا نکاح محمد بن عمر بن علی بن ابیطالب سے ہوا، اور سیدہ عبرہ کا نکاح محمد بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوا، اس کے بعد ان کا نکاح علی بن الحسن بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابیطالب سے ہوا، اس کے بعد ان کا نکاح نوح بن ابراہیم بن محمد بن طلحہ بن عبیداللہ سے ہوا، اور سیدہ ام کلثوم کا نکاح داؤد بن الحسن بن الحسن سے ہوا، اور سیدہ ام الحسن کا نکاح داؤد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے ہوا، ان سے موسیٰ پیدا ہوئے اور سیدہ فاطمہ ہیں ان کا نکاح داؤد بن علی بن عبداللہ ابی طالب سے ہوا، اس کے بعد ان کا نکاح عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر سے ہوا، اور سیدہ ام الحسین ہیں ان کا نکاح ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے ہوا۔

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابیطالب (زین العابدین) کی چھ صاحبزادیاں ہوئیں ان میں سے صرف ایک صاحبزادی کا نکاح فاطمی جوان سے ہوا، باقی پانچ صاحبزادیوں کے نکاح غیر فاطمی جوانوں سے ہوئے، البتہ سیدہ عبرہ کا دوسرا نکاح فاطمی جوان سے ہوا۔

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۴۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ

[2] " " " " " ، جمہرۃ انساب العرب ص ۵۲، " " " " "

نیز شیخ ابن حزم لکھتے ہیں:

سیدہ زینب بنت الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب کا نکاح رشید سے ہوا۔ [1]

سیدہ فاطمہ بنت محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب سے ہوا۔ [2]

سیّدات کے غیر کفو میں کیے ہوئے نکاحوں کی توجیہ کا بیان

جو لوگ سیدہ کا نکاح غیر سید سے ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں وہ ان نکاحوں کے متعلق لکھتے ہیں:

جو نکاح کسی دینی مصلحت کی بنا پر غیر کفو میں ہو وہ اصل کفاءت کی نفی نہیں کرتا۔ (حسب و نسب ص ۴۶)

ظاہر ہے کہ یہ توجیہ قطعاً باطل اور مردود ہے کیونکہ جس سے نکاح کرنا حرام ہو اس سے نکاح کرنا کسی صورت میں بھی جائز اور حلال نہیں ہو سکتا، کیا کسی مصلحت کی بنا پر کافر سے نکاح حلال ہو سکتا ہے؟ پھر ان لوگوں کے نزدیک یہ محض فقہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اور شیطان کے کفر سے بڑا کفر ہے، لکھتے ہیں:

یہ فتویٰ دینا کہ ایک عجمی مرد کے لیے جائز ہے وہ سید زادی سے نکاح کرے، اس فتویٰ سے فتویٰ دینے والا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے ادبی کا مرتکب ہوتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی بے ادبی کرنا اور توہین کرنا یہ اس بے ادبی اور توہین سے زیادہ سنگین جرم ہے جو شیطان سے سرزد ہوئی تھی۔ (حسب و نسب ص ۴۸)

فی الواقع حضرت علی نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب اور حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح غیر سیدوں سے ہوا، حضرت حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کی چار صاحبزادیوں کا اور حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کی پانچ صاحبزادیوں کا نکاح غیر سیدوں سے ہوا۔

بتائیے کیا ان ساداتِ کرام اور محترم سید زادیوں نے شیطان سے بڑا کفر کیا ہے؟ غور کیجئے کہ آیا ان محترم سید زادیوں کے مقدس نکاحوں کو جائز کہنا بے ادبی ہے یا ان مکرم سید زادیوں کے طیب نکاحوں کو ناجائز اور حرام کہنا، ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھیرانا اور اس کام کو شیطان کے کفر سے بڑا کفر قرار دینا بے ادبی ہے!

ذرا سوچئے کہ آپ کی اس تحریر نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچائی ہے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عترت اور قدسی ذریت کو آپ نے حرام کا مرتکب قرار دیا، ان کے پاکیزہ نکاحوں کو ناجائز اور حرام کہا بلکہ شیطان کے کفر سے بڑا کفر کہا! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ایسے لوگوں کو مرنے سے پہلے توبہ کی توفیق عطا فرمائے، اور آپ لوگوں نے خاندان نبوت اور اہل بیت رسول کی جو توہین کی ہے، اس سے آپ رجوع کر لیں! وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت سیدہ سکینہ کے امویوں اور غیر فاطمیوں کے ساتھ کیے ہوئے نکاحوں کے متعلق بعض علماء نے لکھا ہے:

---

[1] شیخ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، جمہرۃ انساب العرب ص ۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] " " " " ، جمہرۃ انساب العرب ص ۵۹-۶۰، " " " "

ابتداء میں چونکہ اولیاء کے اعتراض موثر کرنے ہی سے غیر کفو کا نکاح منسوخ ہوتا تھا اور حضرت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ پر کسی کو یہ فرصت ہی نہ تھی، لہٰذا جو کچھ ہوا ہو گیا، مگر اب صورت شرعی یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

(تحقیق الحق الطریف الجید فی عدم نکاح الشریفہ السیدۃ بغیرہ الشریف السید ص ۴۲)

یعنی اب شریعت بدل گئی ہے، حضرت سیدہ فاطمہ بنت الحسین اور حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین نے جس شریعت پر عمل کیا اب وہ شریعت نافذ نہیں ہے! کاش ان لوگوں کو علم ہوتا کہ شریعت کا وہی مفہوم حجت ہے جس کو سیدہ فاطمہ اور سیدہ سکینہ نے سمجھا اور اس پر عمل کیا ـــــ نیز انھوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان سے اس لیے کیا تھا کہ اس سلسلہ میں آپ پر وحی نازل ہوئی تھی۔ (تحقیق الحق الطریف الجید ص ۶۰)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح کرنے کا جواز وحی الٰہی سے ثابت ہے اور یہ ہماری تائید ہے!

سیّدہ کے غیر سیّد سے نکاح کے متعلق اعلیٰ حضرت کا موقف

بعض مؤلفین نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی عبارات سے بھی مغالطہ آفرینی کی ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ اعلیٰ حضرت غیر کفو میں کیے ہوئے نکاح کو مطلقاً غیر منعقد قرار دیتے ہیں حالانکہ اعلیٰ حضرت کا موقف اور تحقیق ان کو قطعاً غیر مفید ہے۔

جیسا کہ ہم ان شاء اللہ آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے کہ اکثر فقہاء احناف نے اس مسئلہ میں ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے کہ لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے لیکن ولی اقرب کو اعتراض کا حق ہے اور بعض فقہاء احناف نے نوادر کی روایت پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر ولی اقرب کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو وہ نکاح اصلاً منعقد نہیں ہوتا اور اگر لڑکی اور ولی اقرب کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو وہ صحیح نکاح ہے اور منعقد ہو جاتا ہے، سو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی نوادر کی اسی روایت پر فتویٰ دیا ہے:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

مسئلہ از شہر کہنہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

ما قولہم رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ پٹھان کے لڑکے اور سید کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: سائل مظہر کہ لڑکی جوان ہے اور اس کا باپ زندہ دونوں کو معلوم ہے کہ یہ پٹھان ہے اور دونوں اس عقد پر راضی ہیں، باپ خود اس کے سامان میں ہے جب صورت یہ ہے تو اس نکاح کے جواز میں اصلاً شبہ نہیں کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ من الاسفار واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

نیز اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

ما قولکم رحمکم اللہ فی ان العالم العجمی کفؤ للسیدۃ ام لا بینوا بسند الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب: نعم اذا کان دیناً متدیناً لان فضل العلم فوق

سوال: اس مسئلہ میں آپ کا کیا ارشاد ہے کہ آیا عجمی عالم سیدہ کا کفو ہے یا نہیں؟ قرآن مجید سے اس کا جواب دیں اور اجر پائیں

ہاں: دیندار عالم سیدہ کا کفو ہے، کیونکہ علم کی فضیلت

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۸۷، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد

فضل النسب قال اللہ تعالیٰ یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات وقال تعالیٰ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون فی وجیز الامام الکردری العجمی العالم کفء للعربی الجاھل لان شرف العلم اقویٰ و ارفع وکذا العالم الفقیر للغنی الجاھل وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاھل القرشی والعلوی[1]

نسب کی فضیلت سے زائد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کو بلند کرتا ہے اور عالموں کو بہت درجات بلندیاں دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟ اور امام کردری نے وجیز میں لکھا ہے کہ عالم، جاہل عربی کا کفو ہے کیونکہ علم کا مرتبہ زیادہ بلند اور زیادہ قوی ہے، اسی طرح فقیر عالم، جاہل غنی کا کفو ہے اور غیر قرشی عالم، جاہل قرشی اور جاہل علوی کا کفو ہے۔

اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر فتح القدیر، نہر فائق، فتاویٰ قاضی خاں، درمختار، بزازیہ، ردالمحتار، فتاویٰ خیریہ، مجمع الفتاویٰ، محیط اور جامع الفتاویٰ کے حوالے دیے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

مسئلہ: مرسلہ حاجی موسیٰ عربی ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ سادات کرام بیبیوں سے غیر قوم غیر سید مثل شیخ مغل پٹھان وغیرہ کا نکاح جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی، رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان ان میں جو عالم دین معظم مسلمین ہو اس سے بھی مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں تو نکاح باطل ہوگا اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ دادا اپنی کسی لڑکی کا نکاح ایسے ہی پہلے کر چکے ہوں تو اب اُن کے کیے بھی نہ ہو سکے گا اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ دادا پردادا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قرشی جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی جب بھی جائز ہوگا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہوگا ان تمام مسائل کی تفصیل درمختار و ردالمحتار وغیرہما کتب معتمدہ مذہب اور فقیر کے فتاویٰ میں متعدد جگہ ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔[2]

اور اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں:

مسئلہ: از سیردہ ضلع ہوشنگ آباد محلہ مانپورہ مسئولہ حافظ شاہ افضل خان صاحب ۲۴ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین مسائل ذیل میں براہ کرم جواب سے مع دلائل نقلی کے مشرف و ممتاز فرمائیں (۱)۔ ایک عورت ہے جو نسبی سیدہ ہے اُس سے کسی شخص نے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کیا تو اس کو لوگ کافر

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۱، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد

[2] " " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۲-۲۹۳، " " "

کہتے ہیں تو کیا شخص مذکور کافر ہوا یا نہیں اگر نہیں ہوا تو کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۲) عورت بالغہ جو نسباً سیدہ ہے باکرہ ہو یا مطلقہ کسی شخص سے جو نسباً سید نہیں ہے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں۔ (۳) مرد غیر سید نے سیدہ عورت سے نکاح کیا اور اگر وہ نکاح جائز ہوا تو جو اولاد اس سے پیدا ہوگی وہ نسباً سید کہلائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: (۱) حاشا للہ اُسے کفر سے کیا علاقہ کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلا وجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور امیر المؤمنین عمر نسباً سادات سے نہیں۔ (۲) سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کریگی ہو جائے گا اگرچہ سید نہ ہو مثلاً شیخ صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا علوی یا عباسی اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا جیسے کسی شیخ انصاری یا مغل پٹھان سے مگر جب کہ وہ معتبر عالم دین ہو۔ (۳) جب باپ سید نہ ہوا اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [1]

حضرت علامہ محمد نور اللہ البصیر پوری نے بھی فتویٰ دیا ہے کہ غیر سید کا سیدہ سے نکاح جائز ہے (فتاویٰ نوریہ ج ۲ ص ۴۱۴-۴۱۲)

نکاح کی وجہ سے عورت کی تذلیل کی تحقیق

سفیان ثوری نکاح میں کفو کا مطلقاً اعتبار نہیں کرتے جبکہ اکثر فقہاء احناف کے نزدیک نکاح میں کفو کا اعتبار ہے۔ علامہ سرخسی جمہور فقہاء احناف کی طرف سے دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عورت کے مملوک ہونے میں ایک طرح کی ذلت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا: "نکاح غلامی (ماتحتی) ہے، سو تم غور کرو کہ تم اپنی بیٹی کا رشتہ کہاں کر رہے ہو اور نفس کو ذلیل کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مؤمن کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرنا جائز نہیں ہے" اور نکاح میں جو کچھ کیا گیا ہے وہ بقدر ضرورت جائز کیا گیا ہے، اور غیر کفو میں عورت کا نکاح کرنے سے زیادہ ذلت ہے اور اس زیادہ ذلت کی ضرورت نہیں ہے اس لیے نکاح میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے۔ [2]

بعض مؤلفین نے مبسوط کی اس عبارت کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ علامہ سرخسی نے غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے اس لیے وہ اس عبارت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

اس سے ظاہر ہوا کہ کفو میں نکاح کرنے کی علت شرعی یہ ہے کہ انسان ذلت سے محفوظ رہے اور غیر کفو میں اس لیے ناجائز ہے کہ غیر کفو میں تذلیل اور توہین ہے اب غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کی علت شرعی انسان کی تذلیل اور توہین ہوئی۔ (حسب ونسب ص ۴۹)

پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ سرخسی نے مذکور الصدر دلیل نکاح میں کفو کا اعتبار کرنے پر قائم کی ہے، غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر یہ دلیل قائم نہیں کی، بلکہ ان کے نزدیک غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے کیونکہ سفیان ثوری نے یہ حدیث پیش کی کہ ابو طیبہ (فصد لگانے والا غلام) نے بنو بیاضہ کو رشتہ کا پیغام دیا۔ انھوں نے انکار کیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ سنی دار الاشاعت، فیصل آباد

[2] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

نے فرمایا: ابوطیبہ سے نکاح کرو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اور حضرت بلال کے لیے رشتہ دینے کا حکم دیا، ان حدیثوں کے جواب میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وتاويل الحديث الآخر الندب الى التواضع وترك طلب الكفاءة لا الالزام وبه نقول ان عند الرضا يجوز العقد۔[1]

اور دوسری حدیث کی تاویل یہ ہے کہ تواضع کرنا اور کفو کی طلب کو ترک کرنا مندوب ہے، کفو کا اعتبار کرنا لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب (لڑکی اور اس کے ولی اقرب کی) رضا ہو تو نکاح جائز ہے۔

علامہ سرخسی نے جو لکھا ہے کہ رضامندی سے غیر کفو میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے، یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہی نوادر کی روایت میں ہے اور اسی کے مطابق اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فتویٰ دیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علامہ سرخسی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ نکاح میں ایک طرح کی ذلت ہے، نکاح ذلت کا نہیں بلکہ عزت اور تکریم کا سبب ہے، اور یہ قول قطعاً باطل ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے دگنی ذلت اٹھانی پڑتی ہے، اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفو کون ہو سکتا ہے! آپ نے خود اپنی دو صاحبزادیوں کا حضرت عثمان سے نکاح کیا، حضرت علی نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کا حضرت عمر سے نکاح کیا، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی صاحبزادیوں کے نکاح غیر کفو میں ہوئے العیاذ باللہ! کیا ان نکاحوں سے ان محترم سیدات کی توہین اور تذلیل ہوئی تھی؟

اسلام نے شوہر اور بیوی کے حقوق اور فرائض اور ان کے وظائف متعین کر دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نسل انسان کے فروغ کے لیے نکاح کو سبب بنایا ہے، اور اس میں ہر فریق قدرت کے بنائے ہوئے نظام کے تحت اپنا اپنا رول ادا کر رہا ہے، یہ صحیح ہے کہ مرد کو عورت پر اور شوہر کو بیوی پر فوقیت حاصل ہے، اور بیوی شوہر کے ماتحت اور محکوم ہوتی ہے لیکن یہ ایک جزوی فضیلت ہے، اس سے عورت کے دیگر فضائل، محاسن اور حقوق کی نفی نہیں ہوتی اور نکاح کی وجہ سے عورت کو ذلیل و خوار قرار دینا خطاء فاحش ہے، اللہ تعالیٰ شوہر اور بیوی کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة۔ (بقرہ: ۲۲۸)

اور عورتوں کا بھی مردوں پر اسی طرح دستور شرع کے مطابق حق ہے جس طرح مردوں کا عورتوں پر (دستور شرع کے مطابق) حق ہے اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو معزز اور مکرم بنایا ہے خواہ مرد ہو یا عورت! اور نکاح کی وجہ سے ہرگز عورت کی تذلیل اور تحقیر نہیں ہوتی، نکاح کے بعد ہی عورت ماں بنتی ہے، اور اسلام میں ماں کا درجہ باپ سے بہت زیادہ ہے، حضرت انس سے روایت ہے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے[2] حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جس نے ماں

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۱ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ

کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اس کو دوزخ کا عذاب نہیں ہوگا۔[1] حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ماں کے قدموں سے چمٹے رہو جنت وہیں ہے۔[2] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ! اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ! اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا اپنی ماں کے ساتھ! (چوتھی بار) اس نے پوچھا پھر کس کے ساتھ تو آپ نے فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ۔[3]

ان احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ نکاح عورت کی تذلیل اور توہین کا سبب نہیں ہے، بلکہ اس کی تعظیم اور تکریم کا سبب ہے۔

بعض مؤلفین نے لکھا ہے: "کہ اگر سید زادی نے اپنی اور اپنے ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کر لیا تو پھر بھی اس نسب پر زد پڑے گی، کیونکہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے اس سید زادی کا اصل نسب سے رشتہ کٹ جائے گا، اس کی آگے جو اولاد ہوگی وہ سید نہیں رہے گی بلکہ وہ عجمی کی ہم کفو بن جائے گی۔ (حسب و نسب ص ۶۴)۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنے سے سیدہ کا نسب منقطع نہیں ہوتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جن صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان سے ہوا، کیا ان کا حضور سے نسب منقطع ہوگیا؟ اسی طرح خاندان اہل بیت کی دیگر جن سیدات کا نکاح غیر کفو میں ہوا کیا ان کا نسب منقطع ہوگیا؟ باقی رہا اولاد کا نسب! تو وہ باپ سے چلتا ہے ماں سے نہیں چلتا، سادات کرام کا نسب مردوں سے چلے گا، ان کی خواتین سے نہیں چلے گا، خواہ ان کا عقد سید سے ہو یا غیر سید سے۔

اور تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس قسم کی اٹکل پچو باتوں اور ڈھکوسلوں سے کوئی عقیدہ ثابت ہوتا ہے نہ کفر ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی چیز کا حرام قطعی ہونا ثابت ہوتا ہے، اگر کسی کے نزدیک سیدہ کا غیر کفو میں نکاح حرام قطعی ہے تو وہ کوئی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل پیش کرے، قرآن مجید یا خبر متواتر سے سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر نص صریح لائے، چشم ما روشن و دل ما شاد و بدونہ خرط القتاد۔ اور بغیر کسی شرعی دلیل کے کسی چیز کو حرام قطعی قرار دینا گویا بہ طور خود شریعت بنانا ہے، اور اللہ کے حلال کو حرام کرنا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مشرکین نے سائبہ، بحیرہ اور وصیلہ وغیرہ حلال جانوروں کو از خود حرام کر لیا اور اس کی مذمت میں قرآن مجید کی آیات نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ اور پناہ میں رکھے اور حق کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز!

غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے آیا روئے زمین کے تمام اولیاء کا راضی ہونا ضروری ہے یا صرف ولی اقرب کا راضی ہونا کافی ہے؟

بعض علماء نے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز پر یہ دلیل بھی قائم کی ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے انعقاد کے لیے صرف یہ کافی

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳، " " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۹، دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

نہیں ہے کہ لڑکی اور اس کا ولی اقرب راضی ہو جائے بلکہ اس نکاح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ روئے زمین پر اس لڑکی کے جتنے اولیاء ہیں وہ سب راضی ہو جائیں اور یہ عادۃً محال ہے اس لیے یہ نکاح بھی جائز نہیں۔ (دیکھئے تحقیق الحق الطریف الجید ص ۵۵)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ کے مطابق غیر کفو میں نکاح کے جواز کے لیے صرف ولی اقرب کی رضا ضروری ہے، علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

واذا تزوجت المراۃ غیر کفء فرضی بہ احد الاولیاء جاز ذٰلک ولا یکون لمن ھو مثلہ فی الولایۃ او ابعد منہ ان ینقضہ الا ان یکون اقرب منہ فحینئذ المطالبۃ بالتفریق۔ [1]

اور جب کوئی عورت غیر کفو میں نکاح کرے اور اس کے اولیاء میں سے ایک شخص بھی اس نکاح پر راضی ہو جائے تو یہ نکاح جائز ہے اور جو شخص اس ولی کے برابر ہو یا بعید ہو اس کو اعتراض کا حق نہیں ہے، ہاں اگر دوسرا ولی اجازت دینے والے سے زیادہ قریب ہو تو وہ نکاح کی تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

اس کے بعد علامہ سرخسی نے نوادر کی روایت میں امام ابو یوسف کا اس مسئلہ میں اختلاف ذکر کیا ہے، ان کے دلائل ذکر کیے ہیں اور پھر تفصیل سے ان کا رد کیا ہے اور ظاہر الروایۃ کو ثابت کیا ہے سخت حیرت ہے کہ بعض لوگوں نے نوادر کی روایت اور اس کے دلائل علامہ سرخسی کے حوالے سے بیان کیے ہیں، اور علامہ سرخسی نے اس کا جو رد کیا ہے اس کو ذکر نہیں کیا، اور نہ مذکور الصدر عبارت بیان کی اور نہ ہی یہ بیان کیا کہ امام ابو یوسف کا یہ قول نوادر ہشام میں ہے! اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کو اختیار کرنا باطل ہے۔

حضرت علامہ پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی روایت ظاہر الروایت کے مخالف ہو اور حقیقی علامات ترجیح سے خالی ہو تو ترجیح ظاہر الروایت کو ہوتی ہے کما فی الشامی وکذا لو کان احدھما ظاھر الروایۃ وبہ صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاھر الروایۃ۔ [2]

نوٹ: حقیقی علامات ترجیح سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی دلیل کی بناء پر تمام مشائخ حنفیہ نے ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کا کوئی قول اختیار کر لیا ہو اور اس کی تصریح تمام متون اور شروح میں ہو۔ یاد رہے کہ نکاح غیر کفو کے مسئلہ میں نوادر میں حسن بن زیاد کی روایت پر بعض مشائخ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اقرب ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا اور ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح منعقد ہو جاتا ہے البتہ ولی اقرب کو اعتراض کا حق ہے۔ اس کے برخلاف زیر بحث مسئلہ میں یعنی "انعقاد نکاح کے لیے تمام اولیاء کی رضامندی ضروری ہے"۔ اس روایت کو مشائخ حنفیہ میں سے کسی نے مفتیٰ بہ قرار

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ، فتاویٰ مہریہ ص ۱۳۲، مطبوعہ لاہور

[3] اس عبارت کے لیے رد المحتار ج ۱ ص ۶۷ اور ص ۶۹ ملاحظہ فرمائیں، سعیدی غفرلہٗ

نہیں دیا یہ بالاتفاق مردود روایت ہے۔

اعتبار کفو کی روایات کی فنی حیثیت

بعض لوگ چند ضعیف روایات سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال کرتے ہیں ہم ثقہ محدثین کے حوالوں سے ان روایات کی حقیقت واضح کرنا چاہتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

حدیث والایم اذا وجدت لھا کفوا کی تحقیق

غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کو ثابت کرنے کے لیے اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے: امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ کتاب الصلوٰۃ میں روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ثلث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا قال ابو عیسٰی الی قولہ) واضطربوا فی ھذا الحدیث۔ [1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے علی! تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا، جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے اور جب تم کو بے نکاح عورت کا کفو مل جائے۔ امام ترمذی نے کہا اس حدیث میں راویوں کا اضطراب ہے۔

نیز امام ترمذی کتاب الجنائز میں روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ یا علی ثلاث لا تؤخرھا الصلوٰۃ اذا اتت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا قال ابو عیسٰی ھذا حدیث غریب وما اری اسنادہ متصلا۔ [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی تین چیزوں کو مؤخر نہ کرنا، جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے اور جب تم کو بے نکاح عورت کا کفو مل جائے، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب ہے اور میرے علم میں اس کا اسناد متصل نہیں ہے۔

امام ترمذی نے اس کو دونوں بابوں میں سند واحد کے ساتھ روایت کیا ہے، کتاب الصلوٰۃ میں اس حدیث کو مضطرب لکھا ہے اور کتاب الصلوٰۃ میں اس کو منقطع قرار دیا ہے۔

اضطراب اور انقطاع کے علاوہ ہمارے نزدیک اس حدیث کے ضعف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے، سعید بن عبداللہ جہنی، ہر چند کہ امام ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا ہے، لیکن امام ابو حاتم نے اس کو مجہول قرار دیا ہے اور فن حدیث اور جرح اور تعدیل میں امام ابو حاتم، امام ابن حبان پر مقدم ہیں۔

سعید بن عبداللہ جہنی کے متعلق، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال ابو حاتم مجہول۔ [3]

ابو حاتم نے کہا یہ مجہول ہے۔

---

[1] امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۱۷۳، " " " "

[3] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۵۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۵ھ

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد وجوہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

اس حدیث سے غیر کفو میں نکاح کی حرمت پر استدلال دو وجہوں سے باطل ہے۔ اولاً اس لیے کہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جب کفو میں رشتہ مل جائے تو نکاح میں جلدی کرو، یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہ کرو، اور ان دونوں حکموں میں بہت فرق ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ یہ حدیث مضطرب اور منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اس سے حرمت قطعیہ ثابت نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ حرام قطعی کے ثبوت کے لیے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہے اور یہ حدیث قطعی الثبوت ہے نہ قطعی الدلالۃ۔

امام حاکم نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے:

وھٰذا حدیث غریب صحیح ولم یخرجاہ۔ [1]

یہ حدیث غریب صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے مقابلہ میں امام حاکم کی تصحیح کا اعتبار نہیں ہے، خصوصاً اس لیے کہ تصحیح حدیث میں امام حاکم کا تساہل مشہور ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

مساھلۃ الحاکم فی التصحیح مشھورۃ۔ [2]

تصحیح حدیث میں حاکم کا تساہل مشہور ہے۔

علامہ سید پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ نے بھی حاکم کے تساہل کو بیان فرمایا ہے۔ [3]

(حاکم کے تساہل کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۷۵ - ۱۱۷۳ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

نیز یہ حدیث امام حاکم کے مذہب کے بھی خلاف ہے، کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے، امام حاکم اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنا لیا اور ان کا نکاح اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ قرشیہ سے کر دیا۔ اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے امام حاکم اخیر میں لکھتے ہیں:

وفیہ ان الشریفۃ تزوج من کل مسلم۔ [4]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدہ کا نکاح ہر مسلمان سے ہو سکتا ہے۔

امام حاکم کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ پانچویں صدی ہجری تک سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ بلا نکیر مروج تھا اور یہ کہ جن احادیث سے ہم نے سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے، امام حاکم نے بھی ان احادیث سے استدلال کیا ہے، وللہ الحمد۔

---

[1] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ۔

[2] ۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۰ھ

[3] ۔ علامہ سید پیر مہر علی شاہ گولڑوی متوفی ۱۳۵۶ھ، تصفیہ ما بین السنی والشیعہ ص ۱۷، مطبوعہ گولڑا شریف، ۱۹۷۹ء

[4] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۲ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

حدیث تخیروا لنطفکم کی تحقیق

اس سلسلہ میں ابن ماجہ کی اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے:

حدثنا عبد اللہ بن سعید ثنا الحارث بن عمران جعفری عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء وانکحوا الیھم[1]

عبداللہ بن سعید از حارث بن عمران جعفری از ہشام بن عروہ از حضرت عائشہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے لیے رشتے پسند کرو، خود اپنا نکاح ہم کفو میں کرو، اور انھی سے اپنی لڑکیوں کا نکاح کرو۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی حارث بن عمران جعفری ہے، اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام ابوزرعہ نے کہا یہ شخص ضعیف الحدیث اور واہی ہے، امام ابوحاتم نے کہا یہ قوی نہیں، اور اس نے ایک حدیث از ہشام از عروہ از عائشہ روایت کی ہے: تخیروا لنطفکم "اپنی اولاد کے لیے رشتے پسند کرو" اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، امام ابن عدی نے کہا اس کی احادیث کی ثقہ راوی متابعت نہیں کرتے، اور اس کی روایات کا ضعف واضح ہے (حافظ ابن حجر کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ شخص حدیث وضع کرکے (یعنی خود بنا کر) ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیتا ہے، اس نے ہشام سے تخیروا لنطفکم کو روایت کیا اور عکرمہ بن ابراہیم نے اس کی متابعت کی اور یہ دونوں ضعیف ہیں، امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث متروک ہے[2]

امام ابن جوزی لکھتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت چار سندوں سے مروی ہے اور چاروں سندیں ضعیف ہیں، ہم یہاں پر چاروں اسانید اور راویوں کا ضعف مفصل بیان کر رہے ہیں:

پہلی سند:

انا ابو المنصور القزاز قال انا ابوبکر بن ثابت الخطیب قال انا القاضی ابو عمر القاسم بن جعفر الھاشمی قال نا العباس محمد بن احمد الاثرم قال نا علی بن حرب الطائی قال حدثنا الحارث بن عمران عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول تخیروا لنطفکم ولا تضعوہ الا فی الاکفاء۔

ابو المنصور قزاز از ابوبکر ابن ثابت الخطیب از قاضی ابوعمر القاسم بن جعفر الہاشمی از عباس محمد بن احمد اثرم از علی بن حرب الطائی از حارث بن عمران از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نطفوں (اولاد) کے لیے رشتے پسند کرو اور ان کا نکاح صرف کفو میں کرو۔

اس سند میں حارث بن عمران کی ہشام سے روایت ہے، امام دارقطنی نے کہا حارث ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا یہ شخص حدیث وضع کرکے (گھڑ کے) ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۴۴ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن،

دوسری سند:

انا عبد الملك قال انا عبد الرحمان بن احمد قال اخبرنا محمد بن عبد الملك قال نا الدار قطنی قال نا احمد بن محمد بن زیاد قال نا موسی بن اسحاق قال نا عمر بن ابی الرطیل قال حدثنا صالح بن موسی عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اختاروا لنطفکم

عبدالملک از عبدالرحمان بن احمد از محمد بن عبدالملک از دارقطنی از احمد بن محمد بن زیاد از موسیٰ بن اسحاق از عمر بن ابی الرطیل از صالح بن موسی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے نطفوں (اولاد) کے لیے نیک رشتے پسند کرو۔

اس سند میں صالح بن موسیٰ ہے، امام یحییٰ نے کہا اس کی روایت کی کوئی حیثیت نہیں، اور امام نسائی نے کہا اس کی روایت متروک ہے۔

تیسری سند:

انا عبد الحق قال انا عبد الرحمان قال انا محمد بن عبد الملك قال نا علی بن عمر قال نا احمد بن محمد بن زیاد قال حدثنی محمد بن حماد بن ماهان قال حدثنی محمد بن عقبة قال نا ابو امیه بن یعلی ثقفی عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکحوا الی الاکفاء وانکحوهم واختاروا لنطفکم وایاکم و

عبدالحق، از عبدالرحمان، از محمد بن عبدالملک از علی بن عمر از احمد بن محمد بن زیاد از محمد بن حماد بن ماہان از محمد بن عقبہ از ابوامیہ بن یعلیٰ ثقفی از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کفو میں رشتہ دو اور کفو میں نکاح کرو، اپنے لیے اور اپنی اولاد کے لیے رشتے پسند کرو اور جلشیوں سے احتراز کرو، کیونکہ وہ بدشکل مخلوق ہیں۔

اس سند میں ابوامیہ بن یعلیٰ ہے اس کا نام اسماعیل ہے، امام یحییٰ نے کہا اس کی حدیث کی کوئی حیثیت نہیں، امام مرہ نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔

چوتھی سند:

انا ابو منصور ابن خیرون قال انا اسمٰعیل بن مسعدة قال اخبرنا حمزة بن یوسف قال انا ابو احمد ابن عدی قال نا عمر بن سنان قال نا هشام بن عبد الملك قال حدثنا یحیی بن سعید قال نا عیسی بن میمون عن القاسم بن محمد عن عائشة: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تخیروا لنطفکم فان النساء یلدن اشباه اخوانهن واشباه اخواتهن۔

ابومنصور ابن خیرون از اسماعیل بن مسعدہ از حمزہ بن یوسف از ابواحمد بن عدی از عمر بن سنان از ہشام بن عبدالملک از یحییٰ بن سعید از عیسیٰ بن میمون از قاسم بن محمد از حضرت عائشہ، وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کے لیے رشتے پسند کرو، کیونکہ عورتیں اپنے بھائیوں اور بہنوں کے مشابہ بچے جنتی ہیں۔

اس حدیث کی سند میں عیسیٰ بن میمون ہے۔ امام ابن حبان نے کہا یہ منکر الحدیث ہے اس کی روایات سے استدلال نہیں ہوتا۔ لہ۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

امام ابن جوزی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت عائشہ کے علاوہ حضرت عمر، حضرت ابن عمر اور حضرت انس سے بھی مروی ہے (لیکن ان کی روایات میں کفو کا لفظ نہیں ہے) ان تمام روایات کی اسانید پر بحث کرتے ہوئے امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

یہ تمام احادیث صحیح نہیں ہیں، حضرت عمر سے جو حدیث مروی ہے اس میں ایک راوی سلیمان بن عطاء ہے، یہ مسلمہ بن عبداللہ سے من گھڑت چیزیں روایت کرتا ہے، امام ابن حبان نے کہا مجھے پتا نہیں کہ یہ تخلیط اس کی طرف سے ہے یا مسلمہ کی طرف سے، حضرت ابن عمر سے جو حدیث مروی ہے اس میں ابن ابیلمانی ہے: امام یحییٰ نے کہا یہ لیس بشیئ ہے، امام ابن حبان نے کہا یہ اپنے باپ سے احادیث موضوعہ روایت کرتا ہے اور جو حدیث حضرت انس سے مروی ہے اس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ [1]

زیر بحث حدیث کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

حدیث تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء: یہ حدیث حضرت عائشہ، حضرت انس اور حضرت عمر بن الخطاب سے متعدد اسانید سے مروی ہے، اور یہ تمام اسانید ضعیف ہیں، ہم نے کتاب الاسعاف میں ان اسانید پر مکمل بحث کر دی ہے۔ [2]

امام حاکم نیشاپوری حضرت عائشہ کی حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔ [3] اس حدیث کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

امام حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں بھی حارث بن عمران جعفری ہے، جس کے متعلق ہم حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالے سے ائمہ حدیث کی آراء نقل کر چکے ہیں، یہ شخص پرلے درجے کا ضعیف راوی تھا اور من گھڑت روایات بیان کرتا تھا، اس کی روایت کو صحیح کہنا امام حاکم کا واضح تساہل ہے (امام حاکم کے تساہل پر دلائل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کا ضمیمہ ملاحظہ کریں)، حافظ ذہبی، امام حاکم پر تنقید کرتے ہوئے اس حدیث کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

عکرمہ بن ابراہیم نے حارث کی متابعت کی ہے؛ میں کہتا ہوں کہ حارث متہم ہے اور عکرمہ کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [4]

امام دار قطنی نے اس حدیث کو تین سندوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، [5]

---

[1] ۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷، العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۳ موضحا، مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ امام ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷، العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۳، ملخصا، مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

[3] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[4] ۔ امام عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[5] ۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۱۶۳، " " " " "

[6] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

پہلی سند میں صالح بن موسیٰ ہے: اس کے متعلق امام یحییٰ نے کہا اس کی روایت لاشیٔ ہے اور امام نسائی نے کہا اس کی روایت متروک ہے۔
دوسری سند میں ابو امیہ بن یعلیٰ ہے: امام یحییٰ نے کہا اس کی حدیث لاشیٔ ہے اور امام مرہ نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ تیسری سند میں حارث بن عمران جعفری ہے، امام دار قطنی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث وضع کر کے ثقات کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔ [1]

سند کے ضعف کے علاوہ یہ حدیث مخالفین کو اس لیے بھی مضر ہے کہ اس میں یہ حکم ہے کہ کفو میں رشتہ دو اور کفو سے ہی رشتہ لو، پھر چاہیے کہ جن مردوں نے غیر کفو کی عورتوں سے نکاح کیے ہیں وہ نکاح بھی باطل اور حرام ہوں!

حدیث لا تنکحوا الا الاکفاء کی تحقیق

امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

نا احمد بن عیسیٰ بن السکین البلدی نا زکریا بن الحکم الذسعنی نا ابو المغیرۃ عبد القدوس بن الحجاج نا مبشر بن عبید حدثنی الحجاج بن ارطاۃ عن عطاء وعمرو بن دینار عن جابر بن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تنکحوا النساء الا الاکفاء ولا یزوجھن الا الاولیاء ولا مھر دون عشرۃ دراھم، مبشر بن عبید متروک الحدیث احادیثہ لا یتابع علیھا۔ [2]

احمد بن عیسیٰ بن السکین البلدی از زکریا بن الحکم الذسعنی از ابو المغیرہ عبد القدوس بن الحجاج، از مبشر بن عبید از حجاج بن ارطاۃ از عطاء، وعمرو بن دینار از حضرت جابر بن عبد اللہ، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کا صرف کفو میں نکاح کرو اور عورتوں کا نکاح صرف اولیاء کریں اور مہر دس درہم سے کم نہیں ہے (اس حدیث کی سند میں) مبشر بن عبید متروک الحدیث ہے، اس کی احادیث کی متابعت نہیں کی جاتی۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [3]

حافظ زیلعی حنفی اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام دار قطنی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، امام دار قطنی نے کہا ہے اس حدیث کی سند میں مبشر بن عبید متروک ہے، اس کی احادیث کی متابعت نہیں کی جاتی، اور امام بیہقی نے "معرفۃ" میں امام احمد بن حنبل سے یہ روایت کیا ہے کہ مبشر بن عبید کی روایات موضوع اور جھوٹی ہیں، امام ابن القطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے، البتہ (مبشر بن عبید جس سے روایت کر رہا ہے) حجاج بن ارطاۃ وہ ضعیف اور مدلس ہے، امام ابن حبان نے اس کا کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مبشر بن عبید ثقات سے موضوعات روایت کرتا ہے۔ اظہار تعجب کے سوا اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، عقیلی نے کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل اس کو وضاع اور کاذب کہتے تھے، امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کئی گنا ضعیف ہے۔ [4]

---

[1] ۔ امام ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناھیہ ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد
[2] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی ج ۳ ص ۲۴۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[3] ۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن بیہقی ج ۷، ص ۱۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] ۔ حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۵۹ھ، نصب الرایہ ج ۳ ص ۱۹۶، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں مبشر بن عبید ہے؛ امام احمد نے کہا مبشر کی احادیث موضوع اور جھوٹی ہیں، امام ابن عدی نے کہا یہ حدیث مختلف الفاظ اور متعدد اسانید کے ساتھ وارد ہے اور یہ تمام کی تمام مبشر بن عبید سے مروی ہیں اور وہ کذاب ہے احادیث وضع کرتا تھا (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام دار قطنی نے روایت کیا اور کہا مبشر متروک الحدیث ہے، اور امام بیہقی نے روایت کیا اور کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کو ابن عدی نے روایت کیا اور کہا میں مبشر کے ذمہ سے بری ہوں۔ [1]

حافظ الہیثمی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ ابو یعلی وفیہ مبشر بن عتیک وھو متروک [2]

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں مبشر بن عتیک ہے اور یہ راوی متروک ہے۔

یہاں پر طباعت کی غلطی سے مبشر بن عتیک چھپ گیا ہے، صحیح لفظ مبشر بن عبید ہے۔

حدیث الاحائک او حجام کی تحقیق

پہلی سند: امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

انبانا محمد بن عبد الملک قال انبانا ابو محمد الجوھری عن الدارقطنی عن ابی حاتم ابن حبان قال نا یحیی بن محمد بن عمروس قال نا اسحاق بن ابراھیم بن العلاء الزبیدی قال حدثنا بقیۃ قال نا زرعۃ الزبیدی عن عمران بن ابی الفضل عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العرب بعضھم لبعض الکفاء رجل برجل وحی بحی وقبیلۃ بقبیلۃ والموالی مثل ذلک الاحائک او حجام۔

محمد بن عبد الملک از ابو محمد جوہری از دار قطنی از ابی حاتم ابن حبان از یحییٰ بن محمد بن عمروس از اسحاق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی از بقیہ از زرعہ زبیدی از عمران بن ابی الفضل از نافع از ابن عمر از نبی صلے اللہ علیہ وسلم، آپ نے فرمایا: بعض عرب بعض کے کفو ہیں، مرد، مرد کا اور قبیلہ، قبیلہ کا، آزاد شدہ غلام بھی اس کی مثل ہیں ماسوا حجام ہے یا فصد لگانے والے کے۔

اس حدیث کی سند میں عمران ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ ثقہ راویوں کی طرف موضوع روایات کو منسوب کرتا ہے، اظہار تعجب کے سوا اس کی حدیث کو لکھنا جائز نہیں ہے (اس سند میں دوسرا سقم زبیدی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا زبیدی متروک الحدیث ہے۔ لسان المیزان ج ۲ ص ۴۷۵۔ سعیدی)۔

دوسری سند:

انا محمد بن عبد الملک قال انا اسمٰعیل

محمد بن عبد الملک از اسماعیل بن مسعدہ از حمزہ بن یوسف

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اللالی المصنوعۃ ص ۴۰۴، مطبوعہ مطبع علوی لکھنؤ، ۱۳۰۳ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

بن مسعدۃ قال اخبرنا حمزۃ بن یوسف قال حدثنا ابن عدی قال نا الحسن بن سفیان قال نا محمد بن عبد اللہ بن عمار قال حدثنا عثمان بن عبد الرحمان عن علی بن عروۃ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: العرب بعضھا لبعض اکفاء الموالی بعضھا لبعض اکفاء الاحائك او حجام۔

از ابن عدی از حسن بن سفیان از محمد بن عبد اللہ بن عمار از عثمان بن عبد الرحمان از علی بن عروہ از نافع از ابن عمر از نبی صلے اللہ علیہ وسلم، بعض عرب، بعض کے کفو ہیں، بعض آزاد شدہ غلام بعض کے کفو ہیں، ماسوا جلاہے یا فصد لگانے والے کے۔

اس سند میں عثمان بن عبد الرحمان مجروح ہے اور اس میں علی بن عروہ ہے، امام یحییٰ نے کہا یہ لیس بشئ ہے، امام حاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے، امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث وضع کرتا تھا۔

تیسری سند:

انبانا الجوھری قال انبانا العشاری قال نا الدار قطنی قال حدثنا ابو حامد محمد بن ھارون الحضرمی قال نا محمد بن زکریا الارزق قال نا سوید قال نا بقیۃ بن الولید قال حدثنی محمد بن الفضل عن عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس اکفاء قبیلۃ بقبیلۃ وعربی لعربی ومولی لمولی الا حائك او حجام۔

جوہری از عشاری از دار قطنی از ابو حامد محمد بن ہارون الحضرمی از محمد بن زکریا الارزق از سوید از بقیہ بن الولید از محمد بن الفضل از عبد اللہ بن عمر از نافع از ابن عمر وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ قبیلہ، قبیلہ کا، عربی، عربی کا، آزاد شدہ غلام، آزاد شدہ غلام کا، ماسوا جلاہے یا فصد لگانے والے کے۔

اس سند میں بقیہ مدلس ہے اور محمد بن الفضل مطعون ہے۔ [1]

حافظ زیلعی نے بھی ان تمام روایات کو شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر کی تحقیق

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن ابراھیم بن محمد بن طلحۃ قال: قال عمر بن الخطاب لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء۔ [3]

عبد الرزاق ثوری، حبیب ابن ثابت، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ میں معتبر خاندان لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اس لیے اس سے استدلال نہیں ہو سکتا، ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا حضرت عمر سے سماع نہیں ہے۔

---

[1] امام ابو الفرج عبد الرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۲ ص ۱۲۹-۱۲۸، موضحا، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۱۹۸-۱۹۷، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۲، مطبوعہ مجلس علمی بیروت ۱۳۹۰ھ

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

روی عن عمر بن الخطاب ولم یدرکہ [1]

اس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی اور ان کو نہیں پایا۔

اس روایت کی یہ سند بھی ہے:

عبدالرزاق عن ابن جریج قال، وزعم ابن شہاب ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر، والذی نفس عمر بیدہ لا منعن فروج ذوات الاحساب الا من ذوی الاحساب فان الاعراب اذا کان الجدب فلا نکاح لھم وذکر لھم شیئا [2]

عبدالرزاق، ابن جریج، ابن شہاب کا زعم ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے منبر پر فرمایا: جس ذات کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو معزز خاندان کے سوا نکاح کرنے سے ضرور منع کروں گا۔ کیونکہ جب خشک سالی ہوتی ہے تو دیہاتی لوگ نکاح نہیں کرتے اور حضرت عمر نے ان کے کچھ واقعات بیان کیے۔

اس روایت کی بناء پر بھی یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیر کفو میں نکاح کے قائل نہیں تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، ابن شہاب زہری نے حضرت عمر تو کجا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی دیکھا نہ ان سے سماع کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وعن احمد قال لم یسمع الزھری من عبداللہ بن عمر وقال ابو حاتم لا یصح سماعہ من ابن عمر ولا راٰہ [3]

امام احمد فرماتے ہیں کہ زہری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سماع نہیں کیا، اور ابو حاتم نے کہا ان کا حضرت ابن عمر سے سماع نہیں ہے اور نہ انھوں نے ان کو دیکھا ہے۔

اس حدیث کی یہ سند بھی پیش کی جاتی ہے:

محمد قال، اخبرنا ابو حنیفہ عن رجل عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ قال لامنعن فروج ذوات الاحساب الا من الاکفاء [4]

محمد، ابو حنیفہ، ایک آدمی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے کہا میں معزز خاندان کی لڑکیوں کو اپنے کفو کے علاوہ نکاح کرنے سے منع کروں گا۔

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۶ھ

[2] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ مجلس علمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۵۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۴۶ھ

[4] ۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ھ

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

باوجود اس کے کہ اس روایت کی سند منقطع اور مجہول ہے یہ اس لیے شاذ اور غیر معتبر ہے کہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاشمی خاتون حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ سے عقد کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں [1] اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کر لیا۔ (مبسوط ج ۵ ص ۲۳، شرح المہذب ج ۱۶ ص ۱۸۶، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۴۷) اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت لائق استدلال نہیں رہتی۔

نیز علامہ بدرالدین عینی حنفی، علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ ابی مالکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نکاح میں کفاءۃ کی شرط کے قائل نہیں تھے، اب ہم ان علماء کی مفصل عبارات پیش کر رہے ہیں جن سے اس مسئلہ کے دوسرے پہلوؤں پر بھی وافر روشنی پڑے گی۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب نے کہا ہے کہ ... دین میں کفو یہ ہے کہ سب مساوی ہوں اگرچہ لوگوں کے درمیان نسب میں تفاضل ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ جو شرف نسب پر فخر کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی صلاح سے منسوخ کر دیا اور فرمایا: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم "اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے"، ابن بطال نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کفاءۃ کا کس چیز میں اعتبار ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ کفاءۃ کا صرف دین میں اعتبار ہے اور کسی چیز میں کفاءۃ کا اعتبار نہیں ہے اور بعض مسلمان بعض کے کفو ہیں، اس لیے عربی اور مولیٰ کا قرشیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز اور ابن سیرین سے یہی مروی ہے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" سے استدلال کیا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ "دیندار کو لازماً اختیار کرو"، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عزم کیا تھا کہ اپنی صاحبزادی کا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بنو بیاضہ ابو ہند سے نکاح کر دو، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنی لڑکیوں کا اپنے (آزاد شدہ) غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ" اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے"، اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کو ایسے لوگ نکاح کا پیغام دیں جن کا دین اور اخلاق تم کو پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو"، امام ابوحنیفہ نے کہا کہ بعض قریش بعض کے کفو ہیں، اور کوئی عرب قرشی کا کفو نہیں ہے اور نہ کوئی آزاد شدہ عرب کا کفو ہے، اور نہ اس کا کفو ہے جس کے پاس مہر اور نفقہ ہو، تلویح میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے لیے نافع کی اس مرفوع روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ "بعض قریش بعض کے کفو ہیں ماسوا حجام اور قصد لگانے والے کے"، ابوحاتم کے بیٹے نے اس حدیث کے متعلق ابوحاتم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا یہ

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حدیث منکر ہے، ہشام رازی نے اس حدیث کو روایت کیا اور رنگریز کے لفظ کا اضافہ کر دیا، حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر سے یہ حدیث روایت کی۔ بعض عرب بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا، مرد، مرد کا، آزاد شدہ غلام بعض، بعض کے کفو ہیں، قبیلہ، قبیلہ کا اور مرد، مرد کا ماسوا جلاہے اور فصد لگانے والے کے، صاحب تنقیح نے کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، بیہقی اور ابو یعلی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، علامہ ابن عبدالبر نے کہا یہ حدیث منکر موضوع ہے، ابن جریج نے ابن ملیکہ کی سند سے اس کی مثل کو روایت کیا، وہ ابن جریج سے صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے اس کو کتاب الضعفاء میں روایت کیا اور اس کو ابن ابی الفضل کی وجہ سے معلل قرار دیا اور کہا کہ وہ موضوعات کی روایت کرتا ہے اس کی احادیث کو لکھنا جائز نہیں ہے، محدثین نے کہا کہ کفاءۃ کے متعلق اکثر ایسی احادیث ہیں جو حجت نہیں ہیں، ان میں قدرے بہتر سند کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو جب نماز کا وقت آجائے، جب جنازہ آجائے، اور جب بے نکاح عورت کا کفو مل جائے، امام ترمذی نے کہا یہ غریب ہے اور اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے، حاکم نے کہا اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔ [1] (میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کے مقابلہ میں حاکم کی تصحیح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد (کی دوسری روایت) اور اکثر اہل علم کے نزدیک نکاح میں کفاءۃ شرط نہیں ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبدالعزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلیمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی مسلک ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو" اور امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کا نکاح سالم سے کر دیا اور وہ ایک انصاری عورت کے آزاد کردہ غلام تھے، نیز امام بخاری نے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو یہ حکم دیا کہ وہ آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ سے نکاح کر لیں، اور انھوں نے آپ کے حکم سے وہ نکاح کر لیا، اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ سرخ رنگ کا رومی ہو یا سیاہ رنگ کا حبشی۔ [2]

علامہ ابو عبداللہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کہا کہ کفاءۃ صرف دین میں ہے، اور بعض مسلمان بعض مسلمانوں کے کفو ہیں، حتیٰ کہ آزاد شدہ غلام قرشیہ کا کفو ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود اور صحابہ تابعین کی ایک جماعت سے اس کی مثل مروی ہے [3]

---

[1] علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۰ ص ۸۷، ۸۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷ ص ۲۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۹۴، دارالکتب العلمیہ بیروت

حضرت سلمان فارسی کی طرف منسوب اثر کی تحقیق

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن سلمان الفارسی قال نهانا رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ننکح نساء العرب رواه الطبرانی فی الاوسط (الی قوله) وفی اسناد الاوسط السری بن اسماعیل وهو متروك [1]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عرب عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں السری بن اسماعیل راوی ہے، وہ متروک ہے۔

عن ثابت البنانی ان ابا الدرداء ذهب مع سلمان الفارسی یخطب امرأة من بنی لیث فدخل فذکر فضل سلمان وسابقته واسلامه وذکر انه یخطب الیهم فتاتهم فلانة فقالوا اما سلمان فلا نزوجه ولکنا نزوجك فتزوجها ثم خرج فقال انه قد کان شیء وانه استحی ان اذکر ذلك قال وما ذاك فاخبره ابو الدرداء بالخبر فقال سلمان انا احق ان استحیی منك ان خطبها وکان قد قضاها لك رواه الطبرانی ورجاله ثقات الا ان ثابتا لم یسمع من سلمان ولا من ابی الدرداء [2]

ثابت بنانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الدرداء، حضرت سلمان فارسی کے ساتھ بنو لیث کی ایک عورت کو نکاح کا پیغام دینے گئے، حضرت ابو درداء نے حضرت سلمان فارسی کی اسلام میں سبقت اور ان کی خدمات کا ذکر کیا اور یہ بتلایا کہ وہ ان کی لڑکیوں میں سے فلاں لڑکی کو نکاح کا پیغام دینا چاہتے ہیں، انھوں نے کہا حضرت سلمان کو تو ہم رشتہ نہیں دیں گے، البتہ تم کو رشتہ دے دیں گے، سو انھوں نے اس لڑکی سے شادی کرلی، پھر حضرت ابو درداء حضرت سلمان فارسی کے پاس گئے اور کہا ایک بات ہو گئی ہے جس کو بتانے سے مجھے حیاء آتی ہے، حضرت سلمان نے پوچھا کیا بات ہے، پھر انھوں نے پوری بات بتائی، حضرت سلمان نے کہا اس کو نکاح کا پیغام دینے میں، میں تم سے حیاء کا زیادہ حقدار ہوں جب کہ انھوں نے تمہارے حق میں فیصلہ کیا تھا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں، البتہ ثابت بنانی (جو اس حدیث کے راوی ہیں) ان کا سلمان سے سماع ہے نہ ابو درداء سے (اس لیے اس روایت کی جڑ ہی کٹ گئی)

ابو اسحاق ہمدانی نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلمان (فارسی) اور حضرت جریر ایک سفر میں تھے، نماز کی اقامت کی گئی، حضرت جریر نے سلمان سے کہا آپ آگے بڑھیے، حضرت سلمان (فارسی) نے کہا بلکہ آپ آگے بڑھیے، آپ گروہ عرب ہیں، آپ کی نماز میں کوئی آپ کا امام ہو، نہ آپ کی عورتوں سے نکاح کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۷۵، " " " "

لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہم پر فضیلت دی ہے اور آپ کو آپ لوگوں یعنی عربوں میں رکھا ہے۔[1]

علامہ ابن قدامہ نے اس اثر کا حوالہ نہیں دیا، ابو اسحاق ہمدانی کا تذکرہ ہمیں اسماء رجال کی معروف کتابوں (مثلاً تہذیب التہذیب، تاریخ بغداد، خلاصۃ تذہیب الکمال، کتاب الجرح والتعدیل وغیرہ) میں نہیں ملا، اس کے علاوہ یہ اثر آثار صحیحہ کے معارض ہے، کیونکہ مبسوط، عمدۃ القاری اور شرح المہذب میں ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے حضرت عمر سے ان کی صاحبزادی کا رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا، اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت ابوبکر سے رشتہ مانگا جس کو انھوں نے قبول کر لیا اور امام احمد کا صحیح قول یہی ہے کہ کفو میں نسب شرط نہیں ہے اور امامت میں کفو کی شرط کا کوئی قائل نہیں ہے اور اگر یہ اثر صحیح ہو تو اس کی زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ حضرت سلمان فارسی نے یہ کلام تواضعاً کہا اور یا یہ اولویت پر محمول ہے۔

الحمد للہ علی احسانہ آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے واضح ہو گیا کہ جن احادیث اور آثار سے مخالفین غیر کفو میں نکاح کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں وہ تمام احادیث اور آثار موضوع یا شدید ضعیف ہیں اور اب ہم یہ بیان کریں گے کہ کسی چیز کو حرام قرار دینے کے لیے کس پایہ کی حدیث کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ دلائل کا قبلہ متعین ہو سکے۔

فنقول وبالله التوفيق وبه الاستعانة يليق۔

روایات ضعیفہ کی بناء پر کسی چیز کی حرمت ثابت کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے

صفحات سابقہ میں یہ امر واضح ہو گیا کہ غیر کفو میں نکاح کی ممانعت کے سلسلے میں جتنی احادیث پیش کی جاتی ہیں ان کی اسانید میں وضاع، کذاب، منقطع، متروک اور ضعیف راوی ہیں اور اس پر تمام ائمہ حدیث کا اور مجتہدین کا اتفاق ہے کہ اس قسم کی احادیث سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں کی جا سکتی۔

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیود لگاتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابوزکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے[2]؟ سعیدی غفرلہٗ)

---

[1] ۔ علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ الکفایہ فی علم الروایہ ص ۱۳۲-۱۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ۔

امام ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بہ شرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں، مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمان بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بہ شرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شرعیہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ [2]

علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱) ۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، سو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا متہم بالکذب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی فحش غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ علائی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲) ۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳) ۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے۔ [3]

ڈاکٹر محمد ظحان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ [4]

(فتح المغیث ج ۱ ص ۲۶۸، میں بھی ان شرائط کا بیان ہے۔)

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز

---

[1] ۔ امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۳-۹۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النواوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

[3] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ،

[4] ۔ ڈاکٹر محمد ظحان، تیسیر مصطلح الحدیث ۶۵-۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہرحال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے، کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

امام احمد بن حنبل، سفیان ثوری، عبدالرحمن بن مہدی، خطیب بغدادی، حافظ ابوعمرو ابن الصلاح، علامہ نووی اور علامہ سیوطی کی ان واضح تصریحات سے معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کے حرام ہونے پر احادیث ضعیفہ سے استدلال کرنا شرعاً جائز نہیں ہے اور یہ چیز محدثین اور فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے، اس لیے وہ ضعیف الاسناد روایات جن کو بعض بزرگ علماء غیر کفو میں نکاح کی حرمت کے لیے پیش کرتے ہیں، اس مقصد میں کلیتہً ناتمام اور نامراد ہیں، کسی چیز کو حرام ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہے، جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو۔

تحریم کا مدار اس دلیل پر ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو

شیخ محمد الخضری لکھتے ہیں:

وقسم الحنفية الطلب المقتضى للكف الى قسمين باعتبار الثبوت: الاول ما ثبت قطعا وهو نصوص الكتاب والسنة المتواترة والاجماع وهذا مقتضاه التحريم فهو عندهم مقابل للفرض الثانى: ما ثبت ظنا وهو اخبار الاحاد والقياس وهذا مقتضاه كراهة التحريم فهو يقابل الواجب۔ [2]

فقہاء احناف نے ممانعت کی بہ طریق ثبوت دو قسمیں کی ہیں، اوّل: جس کا ثبوت قطعی ہو اور یہ قرآن مجید، حدیث متواتر اور اجماع ہے، اس کا تقاضا تحریم ہے اور یہ ان کے نزدیک فرض کے مقابل ہے، ثانی: جس کا ثبوت ظنی ہو اور یہ خبر واحد (صحیح) اور قیاس ہے اور اس کا تقاضا مکروہ تحریمی ہے اور یہ واجب کے مقابل ہے۔

علامہ بحر العلوم عبدالعلی مسلم الثبوت کی عبارت کے ساتھ مزج کر کے لکھتے ہیں:

(ان ثبت الطلب الجازم بقطعى فالافتراض) ان كان ذلك الطلب للفعل (او التحريم) ان كان ذلك للكف۔ [3]

اگر کسی کام کے کرنے کا حکم ثبوت قطعی سے ہو تو وہ فرض ہے اور اگر کسی کام کرنے کی ممانعت ثبوت قطعی سے ہو تو وہ حرام ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ محمد الخضری بک، اصول الفقہ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اوسکا فعل عادی ہو یا نادر مطلقاً موجب استحقاق عذاب ہو یا بحال قطعیت حرام ورنہ مکروہ تحریمی۔ [1]

خاتم المحققین علامہ سید ابن عابدین شامی نے اس مسئلہ کو زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، فرماتے ہیں:

ان الادلۃ السمعیۃ اربعۃ الاول قطعی الثبوت والدلالۃ کنصوص القرآن المفسرۃ او المحکمۃ والسنۃ المتواترۃ التی مفہومہا قطعی الثانی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ کالآیات المؤولۃ الثالث عکسہ کاخبار الاحاد التی مفہومہا قطعی الرابع ظنیہما کاخبار الاحاد التی مفہومہا ظنی فبالاول یثبت الفرض والحرام وبالثانی و الثالث الواجب وکراھۃ التحریم وبالرابع السنۃ والمستحب۔ [2]

سمعی دلائل چار ہیں: اوّل: قطعی الثبوت وقطعی الدلالہ جیسے قرآن مجید کی نصوص مفسرہ ومحکمہ، اور ایسی احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔ ثانی: قطعی الثبوت ظنی الدلالہ، جیسے آیات مؤولہ، ثالث: ظنی الثبوت قطعی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم قطعی ہو، رابع: ظنی الثبوت ظنی الدلالہ جیسے وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم ظنی ہو، پہلی قسم سے فرض اور حرام ثابت ہوتے ہیں اور دوسری اور تیسری قسم سے واجب اور مکروہ تحریمی اور چوتھی قسم سے سنت اور مستحب۔

فقہاء اور اصولیین کی ان عبارات سے یہ اصول اور قاعدہ معلوم ہو گیا کہ کسی چیز کی تحریم ثابت کرنے کے لیے ایسی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو، یعنی وہ قرآن مجید کی نص قطعی ہو یا حدیث متواتر ہو، اور اس آیت یا حدیث متواتر کی حرمت پر دلالت بھی قطعی ہو، سو جو بزرگ اور اصحاب علم وفضل غیر سیدہ سیدہ کا نکاح حرام کہتے ہیں ان سے ہم بہ صد ادب ونیاز عرض کرتے ہیں کہ وہ اس نکاح کی تحریم پر قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی نص صریح پیش کریں جو تحریم پر قطعی الدلالۃ ہو، چشم ما روشن دل ما شاد باقی رہیں، یہ ضعیف الاسناد احادیث اور موضوع روایات تو محدثین کی تصریح کے مطابق ان سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا، فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بعض علماء بر سبیل تنزل یہ کہہ دیتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح کرنا حرام قطعی نہیں ہے، حتیٰ کہ اس کے ثبوت کے لیے قرآن مجید سے آیات پیش کرنا لازم ہوں، بلکہ یہ فقہی حرام ہے، یعنی اس کی حرمت ظنی ہے جو مکروہ تحریمی کے مترادف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مکروہ تحریمی بھی بلا دلیل تو ثابت نہیں ہوتا، اس کے ثبوت کے لیے بھی قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ دلائل درکار ہیں، جیسا کہ علامہ شامی نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جس درجہ کی حرمت کا دعویٰ ہو گا اس درجہ کے دلائل درکار ہوں گے اور یہ واضح رہے کہ لزوم کفو کے سلسلہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب ضعیف یا موضوع ہیں ان سے حرمت قطعیہ ثابت ہو سکتی ہے نہ حرمت ظنیہ۔

نکاح غیر کفو میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

مسئلہ کفو میں امام احمد کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ کفو ہونا نکاح کے لیے شرط ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ کفو ہونا نکاح میں شرط نہیں ہے۔

---

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی، ۱۴۰۹ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

والرواية الثانية عن احمد انها ليست شرطا في النكاح وهذا اقول اكثر اهل العلم روى نحو هذا عن عمر وابن مسعود وعمر بن عبد العزيز وعبيد بن عمير وحماد بن ابي سلمان وابن سيرين وابن عون ومالك والشافعي واصحاب الرائي لقوله تعالى: (ان اكرمكم عند الله اتقاكم) وقالت عائشة رضي الله عنها ان ابا حذيفة ابن عتبة بن ربيعة تبنى سالما وانكحه ابنة اخيه هند بنت الوليد بن عتبة ——— وهو مولى لامرأة من الانصار اخرجه البخاري وامر النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة بنت قيس ان تنكح اسامة بن زيد مولاه فنكحها بامره متفق عليه وزوج اباه زيد بن حارثة ابنة عمه زينب بنت جحش الاسدية وقال ابن مسعود لاختها انشدك الله ان تتزوجي الا مسلما وان كان احمر دميما او اسود حبشيا ولان الكفاءة لا تخرج عن كونها حقا للمرأة او الاولياء او لهما فلم يشترط وجودها كالسلامة من العيوب [1]

امام احمد کی دوسری روایت یہ ہے کہ کفو ہونا نکاح کی شرط نہیں ہے، اور یہی اکثر اہل علم کا قول ہے، حضرت عمر، حضرت ابن مسعود، عمر بن عبد العزیز، عبید بن عمیر، حماد بن ابی سلمان، ابن سیرین، ابن عون، امام مالک، امام شافعی اور فقہاء احناف کا یہی نظریہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ نے سالم کو بیٹا بنایا اور ان کے ساتھ اپنی بھتیجی ہند بنت الولید بن عتبہ (قرشیہ) کا نکاح کر دیا، حالانکہ حضرت سالم ایک انصاری عورت کے آزاد شدہ غلام تھے اس حدیث کو امام بخاری نے بیان کیا ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس (قرشیہ) کو حکم دیا کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے نکاح کریں، اور حضرت زینب بنت جحش اسدیہ کا نکاح آپ نے ان کے باپ حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا، حالانکہ وہ آپ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے کہا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم صرف مسلمان سے نکاح کرنا خواہ وہ گورا رومی ہو یا کالا حبشی نیز کفو کی وجہ سے عورت، اس کے ولی یا دونوں کے نکاح کرنے کا حق اور اختیار ختم نہیں ہوتا اس لیے جس طرح عیب سے بری ہونا نکاح میں شرط نہیں ہے، اسی طرح کفو بھی نکاح میں شرط نہیں ہے۔

نکاح غیر کفو میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ

امام سحنون بن سعید التنوخی مالکی، امام عبد الرحمٰن بن قاسم مالکی سے دریافت کرتے ہیں:

(قلت) ارايت ان كانت ثيبا فخطب

میں نے کہا یہ بتلائیے کہ اگر بیوہ عورت کو کوئی

---

[1] علامہ موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۷، ص ۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

الخاطب اليها نفسها فابى والدها او وليها ان يزوجها فرفعت ذلك الى السلطان وهو دونها فى الحسب والشرف الا انه كفؤ فى الدين فرضيت به وابى الولى (قال) يزوجها السلطان ولا ينتظر الى قول الاب والولى اذا رضيت به وكان كفوا فى دينه قال وهذا قول مالك (قلت) ارايت ان كان كفوا فى الدين ولم يكن كفوا فى المال فرضيت به وابى الولى ان يرضى ايزوجها منه السلطان امر لا (قال) لم اسمع منه فى ذلك شيئا الا انى سالت مالكا عن نكاح الموالى فى العرب فقال لا باس بذلك الا ترى الى ما فى كتاب الله تبارك وتعالى يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم (قلت) ارايت ان رضيت بعبد وهى امراة من العرب وابى الاب او الولى ان يزوجها وهى ثيب ايزوجها منه السلطان امر لا (قال) لم اسمع من ذلك فيه الا ما اخبرتك قال ولقد قيل لمالك ان بعض هؤلاء القوم فرقوا بين عربية ومولى فاعظم ذلك اعظاما شديدا وقال اهل الاسلام كلهم بعضهم لبعض اكفاء لقول الله فى التنزيل يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى و

شخص نکاح کا پیغام دے، اور اس کا والد یا ولی اس شخص سے نکاح کرنے سے انکار کرے اور وہ یہ مقدمہ قاضی کے پاس لے جائے اور پیغام دینے والا حسب اور شرف میں ہر چند کہ لڑکی سے کم ہو لیکن دین میں اس کا کفو ہو اور لڑکی اس سے نکاح پر راضی ہو اور ولی راضی نہ ہو؟ امام ابن قاسم نے جواب دیا کہ قاضی اس شخص سے نکاح کر دے اور لڑکی کی رضامندی کے بعد باپ اور ولی کے قول کی طرف نہ دیکھے، وہ دین میں اس کا کفو ہے، امام ابن قاسم نے کہا: امام مالک کا یہی قول ہے۔ میں نے کہا یہ تبلائیے کہ اگر وہ دین میں اس کا کفو ہو اور مال میں اس کا کفو نہ ہو، لڑکی اس کے ساتھ نکاح پر راضی ہو اور اس کا ولی راضی نہ ہو ایسی صورت میں قاضی اس عورت کا اس شخص سے نکاح کر دے یا نہیں؟ امام ابن قاسم نے کہا میں نے امام مالک سے یہ مسئلہ نہیں سنا لیکن ان سے یہ سنا ہے کہ غلاموں کا عرب خواتین سے نکاح جائز ہے، امام مالک نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شناخت کے لیے تمہیں گروہوں اور قبائل میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، میں نے کہا یہ تبلائیے کہ اگر ایک عرب عورت کسی غلام سے نکاح پر راضی ہو اور اس کا باپ یا ولی راضی نہ ہو درآں حالیکہ وہ عورت بیوہ ہو کیا قاضی اس کا نکاح کر سکتا ہے؟ امام ابن قاسم نے کہا اس کا بھی وہی جواب ہے یعنی کر سکتا ہے۔ امام مالک سے کہا گیا بعض لوگ غلاموں اور عربوں میں فرق کرتے ہیں تو امام مالک نے اسے بہت بھاری سمجھا اور فرمایا تمام اہل اسلام ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور شناخت کے لیے

جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم [1]

قبائل اور گروہوں میں بانٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی یا سلطان یا قاضی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے، دراصل امام مالک مسلمانوں کے درمیان کفو کے لحاظ سے تفریق کے قائل ہی نہیں ہیں ولنعم ما قال!

نکاح غیر کفو میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام شافعی مسئلہ کفو پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وان کان الولی اقرب ممن دونہ فزوج غیر کفاء باذنھا فلیس لمن بقی من الاولیاء الذی ھو ولی منھ رد ہ لانہ لا ولایۃ لھم معہ قال ولیس نکاح غیر الکفاء محرما فاردہ بکل حال انما ھو نقص علی المزوجۃ والولاۃ فاذا رضیت المزوجۃ ومن لہ الامر معا بالنقص لم ارد ہ [2]

جب ولی اقرب لڑکی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح کر دیں تو باقی اولیاء کو اس نکاح کے مسترد کرانے کا حق نہیں ہے جن کی بہ نسبت یہ ولی اقرب ہے، کیونکہ اس کے مقابلہ میں ان کی ولایت نہیں ہے، امام شافعی نے کہا کہ غیر کفو میں نکاح حرام نہیں ہوتا، جو مطلقاً رد کر دیا جائے غیر کفو کی وجہ سے لڑکی اور اس کے اولیاء پر نقص ہے اور جب وہ اس نقص کو برداشت کرنے پر تیار ہیں تو میں اس نکاح کو رد نہیں کروں گا۔

علامہ نووی نے بھی یہی لکھا ہے (روضۃ الطالبین ج ۷، ص ۸۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں:

ومن ذلک قول الائمۃ الثلاثۃ انہ اذا اتفق الاولیاء والمرأۃ علی نکاح غیر کفاء صح مع قول احمد انہ لا یصح۔ [3]

ائمہ ثلاثہ کا قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے اولیاء راضی ہوں تو غیر کفو میں نکاح صحیح ہے اور امام احمد کے قول میں صحیح نہیں ہے۔

امام شعرانی نے امام احمد کا مذہب پر نقل نہیں کیا امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ جب لڑکی اور اس کے تمام اولیاء غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے جیسا کہ ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ امام شافعی، علامہ نووی اور علامہ شعرانی کے مقابلہ میں صاحب رشفۃ الصادی وغیرہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نکاح غیر کفو میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

(قال) واذا تزوجت المراۃ غیر کفاء

امام محمد فرماتے ہیں کہ جب عورت غیر کفو میں

---

[1] ۔ امام سحنون بن سعید تنوخی متوفی ۲۵۶ھ، المدونۃ الکبری ج ۲ ص ۱۴۵-۱۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ،

[2] ۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ، کتاب الام ج ۵ ص ۱۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ

[3] ۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۲ ص ۱۱۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۹ھ

فرضی به احد الاولیاء جاز ذلک ولا یکون لمن هو مثله فی الولایة او ابعد منه ان ینقضه الا ان یکون اقرب منه فحینئذ له المطالبة بالتفریق [1]

شادی کرلے اور اس کے اولیاء میں سے کوئی ایک راضی ہو تو نکاح جائز ہے اور اس جیسا یا اس سے دور کا ولی اس نکاح کو مسترد کرانے کا مجاز نہیں ہے، البتہ اگر اس سے زیادہ قریب ولی اختلاف کرے تو وہ تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قاضی خاں میں بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے [2] ہدایہ [3]، فتح القدیر [4] اور کفایہ [5] میں بھی اسی کی تائید ہے۔
فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ عالم، عربی، قرشی اور علوی کا کفو ہے [6] اسی طرح خلاصۃ الفتاوی میں ذخیرہ کے حوالے سے ہے۔ [7]

علامہ داؤد آفندی حنفی لکھتے ہیں:

ولو تزوجت المرأة غیر کفو فللولی ان یفرق (الی قوله) وان رضی احد الاولیاء فلیس لغیره الاعتراض [8]

اگر عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو اس کے ولی کو تفریق کرانے کا حق ہے اور اگر اولیاء میں سے ایک بھی راضی ہو جائے تو دوسرے کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔

اس کی شرح درر المتقی میں بھی اسی طرح لکھا ہے: [9]
علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

من نکحت غیر کفؤ فرق الولی لما ذکرنا والنکاح ینعقد صحیحا فی ظاهر الروایة (الی قوله) ورضاء بعض الاولیاء کرضاء کلهم حتی لا یتعرض احد منهم بعد ذلک الا اذا کان اقرب منه [10]

جو عورت غیر کفو میں نکاح کرے تو ولی اس کی تفریق کرا سکتا ہے اور ظاہر الروایت کے مطابق نکاح صحیح ہے اور اگر بعض ولی راضی ہو جائیں تو یہ کل کی رضا کے برابر ہے الّا یہ کہ ولی اقرب راضی نہ ہو۔

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ
[2] ۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ، ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
[3] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[4] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[5] ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[6] ۔ علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۱۱۶ مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ
[7] ۔ شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی، خلاصۃ الفتاوی ج ۲ ص ۱۲، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ،
[8] ۔ علامہ داؤد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[9] ۔ شرح درر المتقی علی ہامش مجمع الانہر ج ۱ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[10] ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

علامہ علاؤالدین حصکفی نے جو لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ لڑکی اور اولیاء کی مرضی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے۔ اور اگر اولیاء راضی نہ ہوں تو ان کو فسخ کا اختیار ہے[1] ملا مسکین نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[2]

عالم گیری میں ہے:

ثم المراۃ اذا زوجت من غیر کفاء صح النکاح فی ظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وھو قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا وقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اخرا ایضا (الی قولہ) ولکن للاولیاء حق الاعتراض[3]

جب عورت از خود غیر کفو میں نکاح کرے تو ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح صحیح ہے، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا آخری قول یہی ہے البتہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

نوادر کی روایت سے غیر کفو میں نکاح کے بطلان پر استدلال کی تحقیق

بعض متاخرین بزرگوں نے نوادر کی ایک روایت کی بناء پر سیدہ کے ساتھ غیر سید کے نکاح کو باطل قرار دیا ہے اور اس پر عرب وعجم کا اتفاق بتلایا ہے۔ اور وہ روایت یہ ہے۔

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

ثم فی ظاھر الروایۃ لا فرق بین الکفاء وغیر الکفاء ولکن للولی الاعتراض فی غیر الکفاء وعن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ انہ لا یجوز فی غیر الکفاء[4]

پھر ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ کفو اور غیر کفو میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن ولی کو نکاح غیر کفو میں اعتراض کا حق ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح جائز نہیں ہے۔

اور علامہ شامی نے لکھا ہے:

واعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح ای علی ظاھر الروایۃ وصححہ علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی[5]

ظاہر الروایۃ کے مطابق نکاح کے لزوم میں کفائت معتبر ہے اور حسن کی روایت یہ ہے کہ کفائت نکاح کی صحت کی شرط ہے اور یہی مفتی بہ ہے۔

ہر چند کہ ظاہر الروایۃ میں صحت نکاح کے لیے کفو کا اعتبار نہیں ہے، لیکن نوادر کی روایت جو حسن بن زیاد سے مروی ہے اس میں صحت نکاح کے لیے کفو کی شرط ہے۔ علامہ شامی نے اسی روایت کو فتویٰ کے لیے اختیار کیا ہے۔

---

[1] علامہ علاؤالدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ

[2] علامہ معین الدین الھروی المعروف محمد ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۲۸، مطبوعہ مطبعۃ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۵۷ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۲۹۲، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، الہدایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۶۰-۱۵۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

علامہ شامی اور بعض دوسرے مشائخ کا ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں نوادر کی روایت پر فتویٰ دینا اصول کے خلاف ہے اور صحیح نہیں ہے۔

خود علامہ شامی لکھتے ہیں:

صرح فی کتاب الرضاع من البحر حیث قال الفتوی اذا اختلفت کان الترجیح بظاھر الروایۃ [1]

البحر الرائق کی کتاب الرضاع میں تصریح ہے کہ جب کسی فتویٰ کا ظاہر الروایۃ سے تعارض ہو تو ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے۔

نیز علامہ شامی نے لکھا ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ کی وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں یہ صحت سے ثابت نہیں ہو سکا کہ یہ امام محمد کی تصانیف ہیں یا وہ امام محمد کی تصانیف نہیں ہیں؛ بلکہ حسن بن زیاد وغیرہ کی تصانیف ہیں۔ [2]

دوسری بات یہ ہے کہ غیر ظاہر الروایۃ یا نوادر کی روایت پر بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے ورنہ اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ ہی پر فتویٰ دیا ہے۔

ملا مسکین اس بحث میں لکھتے ہیں:

وکثیر من مشائخنا افتوا بظاھر الروایۃ [3]

ہمارے زیادہ مشائخ نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

جب یہ ظاہر ہو گیا کہ اس مسئلہ میں اکثر مشائخ نے ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے تو بعض مولفین کا یہ لکھنا باطل ہو گیا کہ نوادر کی یہ روایت ظاہر الروایۃ کی ترجیح کے اصول سے مستثنیٰ ہے۔

علامہ طحطاوی نے بھی ظاہر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے۔

پھر غور طلب بات یہ ہے کہ ظاہر الروایت اور نوادر کے اختلاف سے ان بزرگوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، کیونکہ یہ بزرگ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر کفو میں سادات لڑکیوں کا نکاح ناجائز ہے خواہ لڑکی اور ولی راضی ہوں، اور یہ بات نوادر سے ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ ظاہر الروایۃ کا مفاد یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہے ولی چاہے تو فسخ کرا سکتا ہے اور حسن بن زیاد کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ ولی کی رضا کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ اور قاضی کے پاس فسخ کرانے کی ضرورت نہیں نکاح از خود باطل ہو جائے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی راضی ہو تو یہ نکاح صحیح ہے۔ ہدایہ میں حسن بن زیاد کی روایت مجملاً مذکور ہے۔ البحر الرائق میں اس کی تفصیل ہے جس سے کوئی اشتباہ نہیں رہتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ زین الدین ابن نجیم فرماتے ہیں:

وان المفتی بہ روایۃ الحسن عن الامام من عدم الانعقاد اصلا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضاء

حسن بن زیاد نے جو امام ابو حنیفہ سے روایت بیان کی اس پر فتویٰ اس صورت میں ہے جب لڑکی کا ولی ہو اور وہ عقد سے پہلے غیر کفو میں راضی نہ ہو تو اصلاً نکاح

---

[1] سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " رد المحتار ج ۱ ص ۶۴، " " "

[3] علامہ معین الدین الھروی المعروف بملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ مطبعۃ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

بعدہٗ۔[1] نہیں ہوگا کیونکہ بعد کی رضا کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حسن بن زیاد کی روایت ذکر کرنے کے بعد قاضی خان نے اخیر میں امام ابو یوسف کا قول ذکر کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ غیر کفو میں نکاح ہونے یا نہ ہونے میں ولی کی رضا شرط ہے۔ قاضی خان لکھتے ہیں:

قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ الاحوط ان یجعل العقد موقوفا علی اجازۃ الولی الا ان الزوج اذا لم یکن کفأ یصح فسخ الولی وان کان کفأ لا یصح فسخہ۔[2]

ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عقد کو ولی کی اجازت پر موقوف رکھا جائے البتہ اگر زوج کفو نہیں ہے تو ولی اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے اور اگر کفو ہے تو اس کا فسخ کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ علائی حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتیٰ) فی غیر الکفاء (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان۔[3]

غیر کفو میں نکاح پر مطلقاً عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور زمانہ کے خراب حالات کی وجہ سے یہی قول فتویٰ میں مختار ہے۔

بعض بزرگ درمختار کی اس عبارت کو پیش کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ غیر کفو میں نکاح مطلقاً باطل ہے خواہ ولی راضی ہو یا ناراض، لیکن اس قول کی تشریح میں جو علامہ شامی نے لکھا اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ھذہ روایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ وھذا اذا کان لھا ولی لم یرض بہ قبل العقد فلا یفید الرضا بعدہ بحر، واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا لان وجہ عدم الصحۃ علی ھذہ الروایۃ دفع الضرر عن الاولیاء اما ھی فقد رضیت باسقاط حقھا فصح۔[4]

یہ قول حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے اور یہ اس صورت پر محمول ہے، جب اس عورت کا ولی ہو اور وہ اس نکاح پر عقد سے پہلے راضی نہ ہو تو بعد میں اس کی رضا غیر معتبر ہوگی، (بحر)۔ لیکن جب عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح اور نافذ العمل ہے۔ کیونکہ اس روایت کی بناء پر نکاح کے صحیح نہ ہونے کی وجہ اس کے ولی سے ضرر کو رفع کرنا ہے، لیکن جب وہ عورت خود اپنا حق ساقط کر کے غیر کفو میں نکاح کرنے پر راضی ہے تو نکاح صحیح ہوگا۔ (فتح القدیر)

---

[1] ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۳ ص ۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ

[2] ۔ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[3] ۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۲ ص ۴۰۹، ۴۰۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۸ھ

[4] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار علی ہامش الدر المختار ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

صاحب البحر اور علامہ شامی کی وضاحت سے یہ واضح ہو گیا کہ ظاہر الروایۃ ہو یا حسن بن زیاد کی مفتیٰ بہ روایت، دونوں کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو تو وہ نکاح صحیح ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔

ظاہر الروایۃ اور حسن بن زیاد کی روایت سے قطع نظر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ محققین احناف نے کفو کو تسلیم نہیں کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا کفو ہے اور ہر مسلمان دوسرے مسلمان سے شادی کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

وفی حاشیۃ الدرر للعلامۃ نوح ان الامام ابا الحسن الکرخی والامام ابا بکر جصاص وھما من کبار علماء العراق ومن تبعھما من مشائخ العراق لم یعتبروا الکفاءۃ ولو لم تثبت عندھم ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفۃ لما اختاروھا۔[1]

علامہ نوح نے حاشیہ درر میں لکھا ہے کہ امام ابوالحسن الکرخی اور امام ابوبکر جصاص یہ دونوں عراق کے بہت بڑے عالم تھے اور جو مشائخ عراق ان کے تابع ہیں ان سب نے کہا ہے کہ نکاح میں کفو کا اعتبار نہیں ہے اور اگر ان اماموں کے نزدیک امام ابوحنیفہ کا ایسا قول نہ ہوتا تو وہ اس قول کو اختیار نہ کرتے۔

خیال رہے کہ امام ابوالحسن الکرخی مجتہد فی المسائل ہیں اور فقہاء کے تیسرے طبقہ سے ہیں اور ابوبکر جصاص رازی اصحاب تخریج اور فقہاء کے چوتھے طبقہ سے ہیں۔[2]

علامہ شامی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے غیر معتبر ہونے میں امام ابوحنیفہ کا بھی قول موجود ہے اور یہی قرین قیاس ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی حلت اور حرمت کا مدار کفو پر نہیں رکھا، علامہ شامی نے امام کرخی اور امام جصاص کے جس قول کا ذکر کیا ہے کہ نکاح میں کفو معتبر نہیں ہے، اس کو علامہ طحطاوی[3]، ملا مسکین[4] اور علامہ خوارزمی[5] نے بھی بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی خاں کا یہ لکھنا کہ امام کرخی نے امام مالک کی اتباع میں یہ کہا ہے ان کی عدم توجہ پر محمول ہے۔

علامہ کاسانی کا بھی جمہور فقہاء حنفیہ کی طرح یہی مسلک ہے کہ غیر کفو میں لزوم نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط ہے اس کے باوجود انھوں نے علامہ ابوالحسن کرخی کا نظریہ بہت فراخ دلی سے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

جمہور علماء نے کفو کو نکاح کے لزوم کے لیے شرط قرار دیا ہے اور امام کرخی حنفی نے کہا ہے کہ کفو نکاح کے لیے اصلاً شرط نہیں ہے، امام مالک اور سفیان ثوری اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ

---

[1] سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] " " " " ، رد المحتار ج ۱ ص ۷۲-۷۱، " " " "

[3] علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۸، دار المعرفت بیروت، ۱۳۹۵ھ

[4] علامہ معین الدین الھروی ملا مسکین، شرح الکنز ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ جمعیۃ المعارف مصر، ۱۲۸۷ھ

[5] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

حضرت ابو طیبہ نے بنی بیاضہ کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے نکاح سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو طیبہ سے نکاح کر اؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اور روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کی ایک قوم کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے حضرت بلال کو رشتہ دینے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دو، حالانکہ حضرت بلال غیر کفو تھے، اگر نکاح میں کفو شرط ہوتا تو آپ حضرت بلال کو غیر کفو میں نکاح کا حکم نہ دیتے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے پرہیزگاری کے اور یہ اس پر نص صریح ہے کہ نکاح میں کفاءت شرط نہیں ہے اور اگر کفاءت شرط ہوتی تو اس کا سب سے زیادہ اعتبار قصاص میں کیا جاتا کیونکہ جتنی احتیاط قصاص کے باب میں ہوتی ہے اور کسی باب میں نہیں ہوتی، اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ شخص کو ادنیٰ شخص کے بدلہ میں قتل کر دیا جاتا ہے[1]

ہاشمیہ کا غیر ہاشمی سے نکاح کا جواز

علامہ حامد آفندی سے سوال کیا گیا:

سئل فی هاشمی زوج صغیرته لغیر هاشمی عالما بذلك راضیا به فهل یصح النكاح (الجواب) نعم والحالة هذه۔[2]

ایک ہاشمی شخص نے دانستہ اپنی مرضی سے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح غیر ہاشمی شخص سے کر دیا آیا یہ نکاح صحیح ہے؟ (جواب) ہاں اس صورت میں نکاح صحیح ہے۔

نکاح غیر کفو اور حلالہ کا جواز

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

ومن لطیف الحیل ان تزوج لمملوك مراهق بشاهدین فاذا ولج یملكه لها فیبطل النكاح ثم تبعثه لبلد آخر فلا یظهر امرها لكن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الكفاءة ان لها ولی والا فیحلها اتفاقا كما مر۔[3]

مطلقہ ثلثہ کے لیے ایک لطیف حیلہ یہ ہے کہ وہ عورت دو گواہوں کے سامنے کسی شخص کے قریب البلوغ غلام سے نکاح کر لے پھر جب وہ غلام دخول کر چکے تو غلام کا مالک اس عورت کو غلام کا مالک کر دے اب یہ نکاح باطل ہو جائے گا پھر وہ عورت اس غلام کو کسی اور شہر میں بھیج دے تاکہ اس کے حلالہ کا پتا نہ چل سکے، لیکن اگر اس عورت کا ولی تھا تو یہ حلالہ نہیں ہوگا (کیونکہ غلام آزاد کا کفو نہیں ہے) اور حسن بن زیاد کی روایت پر غیر کفو میں نکاح کے لیے ولی کی اجازت ضروری

---

[1] علامہ ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۳۱۷، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ

[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۰، ۴۱۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

ہے) اور اگر اس عورت کا ولی نہیں تھا یا ولی نے اجازت دے دی تھی تو پھر بالاتفاق یہ حلالہ ہو جائے گا۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

وحاصلہ انہا تتم علی ظاہر المذہب من ان الکفاءۃ فی النکاح لیست بشرط للانعقاد اما علی روایۃ الحسن المفتی بہا من انہا شرط فلا یحلہا الرقیق لعدم الکفاءۃ ان کان لہا ولی لم یرض بذلک والا بان لم یکن لہا ولی اصلاً او کان ورضی فیحلہا اتفاقا کما مر فی باب الکفاءۃ۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی آزاد عورت نے اپنے غلام سے نکاح کر کے حلالہ کر لیا تو احناف کے ظاہر مذہب پر حلالہ ہو جائے گا کیونکہ نکاح منعقد ہونے کے لیے کفو ہونا شرط نہیں ہے، البتہ حسن بن زیاد کی مفتی بہا روایت پر اگر اس عورت کا ولی غلام سے نکاح پر راضی نہیں تھا تو پھر حلالہ نہیں ہوگا، لیکن اگر اس عورت کا ولی نہیں تھا یا ولی تھا لیکن وہ اس نکاح پر راضی تھا تو پھر بالاتفاق یہ حلالہ ہو جائے گا، جیسا کہ کفو کے باب میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

جو لوگ غیر کفو میں نکاح کو مطلقاً ناجائز اور حرام کہتے ہیں اس عبارت میں ان کی کوئی تائید نہیں ہے، یہ عبارت جمہور فقہاء احناف کے مذہب کے مطابق ہے کہ ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کرنا صحیح ہے، ہر چند کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق غیر کفو میں نکاح کرنا مطلقاً صحیح ہے۔

نکاح غیر کفو اور علامہ ابن ہمام

بعض لوگ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے معارضہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ ابن ہمام نے کفو میں نکاح کرنے کو واجب اور غیر کفو میں نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی اور موجب معصیت قرار دیا ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہاں پر علامہ ابن ہمام کی مکمل عبارت پیش کر کے اس کا مالہ وما علیہ بیان کر دیں تاکہ حق اور صداقت سے گریز کے لیے کوئی حیلہ باقی نہ رہے۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

قلنا مقتضی الادلۃ التی ذکرناہا الوجوب اعنی وجوب نکاح الاکفاء وتعلیلہا بانتظام المصالح یؤیدہ لا ینفیہ ثم لا یستلزم کونہ اول کفء خاطب الا ما روی الترمذی من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر ولولا ان شرط المشروع

ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ذکر کردہ دلائل کا تقاضا وجوب ہے، یعنی کفو میں نکاح کرنا واجب ہے، اور مصلحتوں کا لحاظ کرنا اس کی تائید کرتا ہے، اس کی نفی نہیں کرتا، اور یہ ضروری نہیں ہے کہ کفو میں جو پہلا رشتہ آئے وہیں نکاح کر دیا جائے، ہاں امام ترمذی نے یہ روایت کیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم کو ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور خلق پر تم راضی

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۱۷-۴۰۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

القطعی لا یثبت بظنی لقلنا باشتراط الکفاءۃ للصحۃ ثم ھذا الوجوب یتعلق باولیاء حقا لھا وبھا حقا لھم علی ما تبین مما ذکرناہ لکن انما تتحقق المعصیۃ فی حقھم اذا کانت صغیرۃ لانھا اذا کانت کبیرۃ لا ینفذ علیھا تزویجھم الا برضاھا فھی تارکۃ لحقھا کما اذا رضی الولی بترک حقہ حیث ینفذ ھذا کلہ مقتضی الادلۃ التی ذکرناھا مع قطع النظر عن غیرھا وعلی اعتبارھا یشکل قول ابی حنیفۃ فی ان الاب لہ ان یزوج بنتہ الصغیرۃ من غیر کفء [1]

ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر تم نکاح نہیں کرو گے تو زمین میں بہت فتنہ اور فساد ہوگا، اگر یہ قاعدہ مقرر نہ ہوتا کہ کوئی قطعی حکم دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ کفو میں نکاح کرنا شرط ہے، پھر اس وجوب کا تعلق لڑکی کے اولیاء سے ہے کیونکہ کفو میں نکاح کرنا لڑکی کا حق ہے، اور اس وجوب کا تعلق لڑکی سے بھی ہے کیونکہ کفو اس کے اولیاء کا حق ہے لیکن لڑکی کے اولیاء کے لیے غیر کفو میں نکاح کرنا اس وقت معصیت ہوگا جب وہ نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کر دیں، کیونکہ اگر لڑکی بالغہ ہو تو جب تک لڑکی غیر کفو میں نکاح پر راضی نہ ہو، اس کے اولیاء کا کیا ہوا نکاح نافذ نہیں ہوگا، کیونکہ جب لڑکی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو گئی تو وہ لڑکی اور اس کے اولیاء دونوں غیر کفو میں نکاح کر کے اپنے اپنے حق کو ترک کرنے پر راضی ہو گئے، لہٰذا اس صورت میں یہ نکاح نافذ ہو جائے گا، ہم نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ دیگر اقوال سے قطع نظر کر کے فی نفسہ دلائل کا تقاضا ہے اور اس کا اعتبار کرنے سے یہ اشکال ہوگا کہ امام ابوحنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ باپ کے لیے اپنی نابالغ لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ نابالغ لڑکی کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اس کا نکاح کفو میں کرے اور اگر اس نے اس کا نکاح غیر کفو میں کیا تو وہ مکروہ تحریمی اور گناہ ہے، ہاں اگر لڑکی بالغ ہو اور اس کے ولی اس کی مرضی سے اس کا نکاح غیر کفو میں کر دیں تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، کیونکہ وہ دونوں اپنا حق ترک کرنے پر راضی ہو گئے۔

علامہ ابن ہمام نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہ جمہور فقہاء کے مطابق ہے انھوں نے اختلاف صرف اس امر میں کیا ہے کہ نابالغ لڑکی کا ولی اس کا نکاح غیر کفو میں کر سکتا ہے، امام ابوحنیفہ نے تصریح کی ہے کہ نابالغ لڑکی کے باپ کے لیے اس کا غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے، جب کہ علامہ ابن ہمام نے اس نکاح کو مکروہ تحریمی اور موجب معصیت قرار دیا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ، فتح القدیر ج ۳ ص ۱۸۷-۱۸۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

علامہ ابن ہمام نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر کفو میں نکاح کی ممانعت کے متعلق جو احادیث ہیں وہ ہر چند کہ اسانید ضعیفہ سے مروی ہیں لیکن ان کا طرق کثیرہ سے وارد ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی کوئی اصل ہے اور وہ احادیث باوجود ضعف کے کثرت اسانید کی وجہ سے حسن لغیرہ ہو گئیں اور حدیث حسن لغیرہ سے استدلال درست ہے۔

علامہ ابن ہمام کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث حسن لغیرہ سے کسی چیز کے استحباب اور استحسان یا عدم استحسان پر تو استدلال ہو سکتا ہے لیکن کسی چیز کی ممانعت اور تحریم پر حدیث حسن لغیرہ سے استدلال نہیں ہو سکتا، تحریم ثابت کرنے کے لیے اس دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہو جیسا کہ ہم اس سے پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں اور خود علامہ ابن ہمام نے اقرار کیا ہے کہ کوئی قطعی حکم دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتا اور جو حدیث حسن لغیرہ ہو، وہ اثبات ظن کے لیے بھی کافی نہیں ہے، اس کے لیے بھی صحیح حدیث درکار ہے۔ اس لیے جس دلیل کی بناء پر علامہ ابن ہمام نے امام ابوحنیفہ کے قول کی مخالفت کی تھی وہ دلیل ہی سرے سے باطل ہے۔

اب ہم امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید میں مسلم الثبوت فقہاء احناف کی عبارات پیش کر رہے ہیں:

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

ولو زوج الاب ابنته الصغيرة ممن لا يكافئها او زوج ابنه الصغير امراة ليست بكفء له جاز في قول ابي حنيفة استحسانا [1]

اگر باپ نے اپنی نابالغ بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کر دیا، یا اپنے نابالغ بیٹے کا غیر کفو میں نکاح کر دیا تو یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک استحسانا جائز ہے۔

علامہ عالم بن علاء انصاری نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

علامہ ابن عابدین شامی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان الاب يصح تزويجه الصغيرة من غير الكفؤ لمزيد شفقته و انه انما فوت الكفاءة لمصلحة تزيد عليها وهذا انما يصح اذا علمه غير كفؤ۔ [3]

باپ کے لیے اپنی نابالغ بیٹی کا غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے، کیونکہ باپ کو اپنی بیٹی پر زیادہ شفقت ہوتی ہے اور اس کا کفو کی رعایت نہ کرنا کسی ایسی مصلحت کی بناء پر ہوگا جو کفو پر زائد ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جب باپ دانستہ اور عمداً غیر کفو میں نکاح کرے۔

ہماری اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام نے مطلقاً غیر کفو میں نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی اور موجب

---

[1] ۔ شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۴ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ عالم بن علاء انصاری اندریتی دہلوی ہندی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، فتاویٰ تاتارخانیہ ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ

[3] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] ۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے صرف صغیرہ کے نکاح میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے، لیکن اگر بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ اور اس لڑکی کی مرضی کے ساتھ غیر کفو میں کر دیا جائے تو یہ نکاح بالاتفاق جائز ہے۔

معصیت قرار نہیں دیا، جب بالغہ لڑکی اور اس کے ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح کیا جائے تو یہ ان کے نزدیک جائز ہے انھوں نے صرف اس صورت میں نکاح کو مکروہ تحریمی کہا ہے جب باپ اپنی نابالغ لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے لیکن انھوں نے اس پر خود یہ اعتراض کیا ہے کہ ان کا یہ قول امام اعظم کے قول کے خلاف ہے اور جس دلیل کی بناء پر انھوں نے یہ قول کیا ہے وہ دلیل بھی باطل ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، علاوہ ازیں یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ شمس الائمہ سرخسی نے یہ تصریح کی ہے کہ تواضع اور انکسار کو اختیار کر کے غیر کفو میں نکاح کرنا مستحب اور مستحسن ہے، سفیان ثوری نے بنو بیاضہ کی حدیث سے کفو میں نسب کا اعتبار کرنے کی نفی کی، اس کے جواب میں شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

وتاویل الحدیث الاٰخر الندب الی التواضع وترک طلب الکفاءۃ لا الالزام وبہ نقول ان عند الرضا یجوز العقد [1]

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ تواضع کرنا اور کفو کے مطالبہ کو ترک کرنا مستحب ہے اور کفو کا مطالبہ لازم نہیں ہے اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رضامندی کے وقت (غیر کفو میں) عقد نکاح جائز ہے۔

نکاح غیر کفو میں مصنف کا موقف اور حرف آخر

ہم نے قرآن مجید کی گیارہ آیات اور بہ کثرت احادیث اور آثار سے یہ بیان کیا ہے کہ غیر کفو میں نکاح کرنا جائز ہے، اور مسلمانوں کے باہمی نکاح میں کفو ہونے کی شرط نہیں ہے، ائمہ مذاہب میں سے امام مالک کا یہی مذہب ہے، فقہاء احناف میں سے علامہ ابوبکر جصاص، علامہ کرخی اور مشائخ عراق کا یہی نظریہ ہے علامہ شامی نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے، صحابہ میں سے حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود کا یہی مسلک ہے، فقہاء تابعین میں سے عمر بن عبدالعزیز، ابن سیرین اور سفیان ثوری کا یہی مختار ہے، اس لیے ہم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

امام شافعی، امام احمد کا مختار قول اور جمہور فقہاء احناف کا یہ مذہب ہے کہ اگر لڑکی اور اس کا ولی غیر کفو میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے اور اگر ولی غیر کفو میں نکاح کی اجازت نہ دے تو پھر اس کو اس نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار ہے (واضح رہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر کفو میں بھی نکاح نہیں ہوتا۔) لیکن یہ شرط فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے عائد کی ہے، قرآن مجید اور سنت میں اس شرط کی کوئی اصل نہیں ہے، اس سلسلہ میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ سب موضوع یا شدید ضعیف ہیں اور کسی چیز کے عدم جواز کی شرط قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ دلیل سے ہونی چاہیے اس لیے ہم نے اس مسئلہ میں جمہور فقہاء کے نظریہ کو اختیار نہیں کیا بلکہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی متابعت کی ہے، اور محققین فقہاء کے نظریہ کو اختیار کیا ہے۔

ہم نے معروضی انداز میں اس مسئلہ کو دیکھا ہے اور محققین فقہاء اور جمہور فقہاء دونوں کی رائے اور دلائل کو بیان کر دیا ہے، جس شخص کو جس جانب دلائل قوی نظر آئیں وہ اس کو اختیار کر لے، تاہم یہ واضح رہے کہ کسی مسلمان سے غیر کفو میں کیا ہوا نکاح ناجائز یا حرام نہیں ہے، میں نے حتی الامکان اس مسئلہ کو بہت غور و خوض سے لکھا ہے تاہم

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۵ ص ۲۳، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

یہ واضح رہے کہ اگر لکھنے میں کوئی لفظی غلطی ہو گئی ہو یا کوئی اور سہو یا تسامح ہو گیا ہو یا کتابت کی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو انسان اور بشر ہونے کے ناطے ہم معذور ہیں، بہر حال اس تحریر میں جو حسن ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اور اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایت سے ہے، اور جو قبح ہے وہ میری کوتاہی، کم علمی اور کم فہمی کی وجہ سے ہے، میں نے اس مسئلہ کو شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بھی لکھا تھا لیکن بعض پہلوؤں سے اس میں زیادہ تفصیل نہیں تھی، اس لیے میں نے اس مسئلہ کو دوبارہ نئی ترتیب اور زیادہ وضاحت سے لکھا ہے، جو لوگ غیر کفو سے نکاح کے مسئلہ میں واقعی کسی شک وشبہ یا الجھن کا شکار ہوں اور اس تحقیق سے ان کے شبہات دور ہو جائیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری یہ تحریر ٹھکانے لگی۔

اخیر میں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں: اے الٰہ العٰلمین اس تحریر کو نفع آور بنا، اہل حق کے لیے اس تحریر کو وجہ استقامت اور مخالفین کے لیے وجہ ہدایت بنا دے، میری اس کتاب کو تا قیام قیامت باقی رکھ اور میرے لیے اس کو صدقہ جاریہ کر دے، میرے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف فرما، دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب کو مجھ سے دور کر دے اور دارین کی عزتوں، سعادتوں اور برکتوں کو میرا مقدر کر دے، میری، میرے والدین کی، میرے اساتذہ اور مشائخ کی اس کتاب کے معاونین، قارئین، اس کے ناشر، کاتب اور مصحح کی مغفرت فرما اور ہم سب کو دارین کی کامرانیوں سے نواز اور ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرما!، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین حبیب رب العالمین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی آلہ واصحابہ واز واجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ وامتہ اجمعین۔

بَابٌ مِنْ فَضَائِلِ أُمِّ أَيْمَنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے فضائل

۶۱۹۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَنَاوَلَتْهُ إِنَاءً فِيهِ شَرَابٌ قَالَ فَلَا أَدْرِي أَصَادَفَتْهُ صَائِمًا أَوْ لَمْ يُرِدْهُ فَجَعَلَتْ تَصُبُّ عَلَيْهِ وَتَذَمَّرُ عَلَيْهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام ایمن کے پاس تشریف لے گئے، میں بھی آپ کے ساتھ گیا وہ ایک برتن میں ایک مشروب لائیں، حضرت انس کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ آپ روزے سے تھے یا آپ نے اس کو پینا نہیں چاہا، حضرت ام ایمن چلاّنے اور غصہ کرنے لگیں۔

۶۱۹۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ الْكِلَابِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أُمِّ أَيْمَنَ نَزُورُهَا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے کہا چلو حضرت ام ایمن کی زیارت کر کے آئیں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے، جب ہم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُوْرُهَا فَلَمَّا انْتَهَيْنَا إِلَيْهَا بَكَتْ فَقَالَا لَهَا مَا يُبْكِيْكِ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا أَبْكِي أَنْ لَا أَكُوْنَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلَا يَبْكِيَانِ مَعَهَا۔

حضرت ام ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں، ان دونوں نے کہا آپ کیوں رو رہی ہیں! اللہ کے پاس جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اجر ہے وہ زیادہ اچھا ہے، حضرت ام ایمن نے کہا میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے اچھا اجر ہے، لیکن میں اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا آنا بند ہو گیا، پھر ان دونوں پر بھی گریہ طاری ہوا اور وہ بھی رونے لگے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باندی اور آپ کی پرورش کرنے والی ہیں، ان کا نام برکہ تھا یہ حبشہ کی رہنے والی تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ نے ان کو آزاد کر دیا تھا، یہ ابتداء اسلام میں مسلمان ہو گئی تھیں، انھوں نے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، ایک قول یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی باندی تھیں، یہی وہ خاتون ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پیا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا، ایک قول یہ ہے کہ جس خاتون نے آپ کا پیشاب پیا تھا، وہ حضرت ام حبیبہ کی باندی تھیں، ان کا نام بھی برکہ تھا۔

حضرت ام ایمن کی کنیت ام ایمن اس لیے تھی کہ ان کے بیٹے کا نام ایمن بن عبید تھا، عبید حبشی کے بعد حضرت زید بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری والدہ کے بعد میری ماں حضرت ام ایمن ہیں، آپ ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے، علامہ ابن اثیر نے اس تذکرہ میں صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۶۱۹۶ کا بھی ذکر کیا ہے۔

ابن شہاب نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ام ایمن، حضرت اسامہ بن زید کی والدہ ہیں، یہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی باندی تھیں، جب حضرت عبداللہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت ام ایمن نے آپ کی پرورش کی حتی کہ آپ بڑے ہو گئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے حضرت زید بن حارثہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پانچ ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا، ایک قول چھ ماہ کا ہے۔ [1]

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۶۸-۵۶۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

بَابٌ ۸۶ مِنْ فَضَائِلِ أُمِّ سُلَيْمٍ أُمِّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَبِلَالٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

حضرت ام سلیم اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۱۹۷ - حَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ عَلَى أَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِ إِلَّا أُمَّ سُلَيْمٍ فَإِنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ عَلَيْهَا فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّي أَرْحَمُهَا قُتِلَ أَخُوهَا مَعِيَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، ازواج مطہرات اور حضرت ام سلیم کے علاوہ اور کسی عورت کے گھر نہیں جاتے تھے، حضور حضرت ام سلیم کے ہاں تشریف لے جاتے تھے، آپ سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس پر رحم آتا ہے اس کا بھائی میرے ساتھ شہید کیا گیا۔ (حضرت ام سلیم اور حضرت ام حرام دونوں آپ کی رضاعی خالہ تھیں)

۶۱۹۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ السَّرِيِّ) حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوا هٰذِهِ الْغُمَيْصَاءُ بِنْتُ مِلْحَانَ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو اہل جنت نے کہا یہ غمیصا بنت ملحان ہے، انس بن مالک کی والدہ۔

۶۱۹۹ - حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَرَجِ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُرِيتُ الْجَنَّةَ فَرَأَيْتُ امْرَأَةَ أَبِي طَلْحَةَ ثُمَّ سَمِعْتُ خَشْخَشَةً أَمَامِي فَإِذَا بِلَالٌ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جنت دکھائی گئی، میں نے وہاں ابو طلحہ کی بیوی کو دیکھا پھر میں نے اپنے آگے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی تو وہ بلال تھے۔

۶۲۰۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ لِأَهْلِهَا لَا تُحَدِّثُوا أَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا أُحَدِّثُهُ قَالَ فَجَاءَ فَقَرَّبَتْ إِلَيْهِ عَشَاءً فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَقَالَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهُ أَحْسَنَ مَا كَانَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم کے بطن سے حضرت ابو طلحہ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا، حضرت ام سلیم نے اپنے گھر والوں سے کہا حضرت ابو طلحہ کو ان کے بیٹے کے انتقال کی اس وقت تک خبر نہ دینا جب تک کہ میں خود نہ بتا دوں، حضرت ابو طلحہ آئے تو حضرت ام سلیم نے انھیں شام کا

تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا فَلَمَّا رَأَتْ أَنَّهُ قَدْ شَبِعَ وَأَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ يَا أَبَا طَلْحَةَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ قَوْمًا أَعَارُوا عَارِيَتَهُمْ أَهْلَ بَيْتٍ فَطَلَبُوا عَارِيَتَهُمْ أَلَهُمْ أَنْ يَمْنَعُوهُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ قَالَ فَغَضِبَ وَقَالَ تَرَكْتِنِي حَتَّى تَلَطَّخْتُ ثُمَّ أَخْبَرْتِنِي بِابْنِي فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِمَا كَانَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِي غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا قَالَ فَحَمَلَتْ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ وَهِيَ مَعَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ لَا يَطْرُقُهَا طُرُوقًا فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتُبِسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ وَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ إِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَا رَبِّ أَنَّهُ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِكَ إِذَا خَرَجَ وَأَدْخُلَ مَعَهُ إِذَا دَخَلَ وَقَدِ احْتُبِسْتُ بِمَا تَرَى قَالَ تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ يَا أَبَا طَلْحَةَ مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ انْطَلِقْ فَانْطَلَقْنَا قَالَ فَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِينَ قَدِمَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقَالَتْ لِي أُمِّي يَا أَنَسُ لَا يُرْضِعُهُ أَحَدٌ حَتَّى تَغْدُوَ بِهِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَصْبَحَ احْتَمَلْتُهُ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصَادَفْتُهُ وَمَعَهُ مِيسَمٌ فَلَمَّا رَآنِي قَالَ لَعَلَّ أُمَّ سُلَيْمٍ وَلَدَتْ قُلْتُ نَعَمْ فَوَضَعَ الْمِيسَمَ قَالَ وَجِئْتُ بِهِ فَوَضَعْتُهُ فِي حَجْرِهِ وَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَجْوَةٍ مِنْ عَجْوَةِ الْمَدِينَةِ فَلَاكَهَا فِي فِيهِ حَتَّى ذَابَتْ ثُمَّ قَذَفَهَا فِي فِي الصَّبِيِّ فَجَعَلَ الصَّبِيُّ يَتَلَمَّظُهَا قَالَ فَقَالَ

کھانا پیش کیا انھوں نے کھانا کھایا اور پانی پیا، پھر حضرت ام سلیم نے پہلے کی بہ نسبت زیادہ اچھا بناؤ سنگھار کیا، حضرت ابوطلحہ نے ان سے عمل ازدواج کیا، جب حضرت ام سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور اپنی جنسی خواہش بھی پوری کر لی تو پھر انھوں نے کہا اے ابوطلحہ! یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کسی کو عاریتاً کوئی چیز دیں اور پھر وہ اپنی چیز واپس لے لیں تو کیا وہ ان کو منع کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوطلحہ نے کہا نہیں، حضرت ام سلیم نے کہا تو پھر تم اپنے بیٹے کے متعلق یہی گمان کرو، حضرت ابوطلحہ یہ سن کر غضب ناک ہوئے اور کہا تم نے مجھے میرے بیٹے کے متعلق خبر نہیں دی حتیٰ کہ میں (جنسی عمل سے) آلودہ ہو گیا، پھر انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس واقعہ کی خبر دی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری اس گذاری ہوئی رات میں برکت عطا کرے، پھر حضرت ام سلیم حاملہ ہو گئیں، حضرت انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں حضرت ام سلیم بھی تھیں اور جب آپ کسی سفر سے مدینہ منورہ واپس آتے تو رات کے وقت مدینہ منورہ نہیں جاتے تھے، جب لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت ام سلیم کو دردِ زہ شروع ہوا، حضرت ابوطلحہ ان کے پاس ٹھہر گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے، حضرت انس کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ نے کہا: اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے یہ بات پسند تھی کہ میں تیرے رسول کے ساتھ (مدینہ منورہ سے) نکلوں اور ان کے ساتھ ہی داخل ہوں اور تجھے معلوم ہے کہ میں کس مجبوری میں پھنس گیا ہوں، حضرت ام سلیم نے کہا اے ابوطلحہ اب مجھے پہلے کی طرح درد نہیں ہے چلو چلتے ہیں، پھر ہم چل پڑے اور جب ہم مدینہ آئے تو ان کو درد شروع ہوا اور ایک لڑکا پیدا ہوا،

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْا إِلٰى حُبِّ الْأَنْصَارِ التَّمْرَ قَالَ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ ۔

مجھ سے میری والدہ نے کہا اے انس! جب تک تم اس بچہ کو صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر جاؤ، اس وقت تک کوئی اس بچہ کو دودھ نہیں پلائے گا، جب صبح ہوئی تو میں اس بچہ کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا، میں نے دیکھا اس وقت آپ کے ہاتھ میں اونٹوں کو داغ دینے کا ایک آلہ تھا، آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا شاید ام سلیم کے ہاں بچہ ہوا ہے، میں نے کہا جی، آپ نے وہ آلہ رکھ دیا، میں بچے کو آپ کے پاس لے کر آیا، میں نے اس بچے کو آپ کی گود میں دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی عجوہ کھجور منگائی اور اس کو اپنے منہ سے چبایا جب وہ کھجور گھل گئی تو آپ نے اس کو بچہ کے منہ میں رکھ دیا، بچہ اس کو چوسنے لگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو انصار کو کھجور سے کتنی محبت ہے! پھر آپ نے اس بچہ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

۶۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ مَاتَ ابْنٌ لِأَبِي طَلْحَةَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ کا بچہ فوت ہو گیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۲۰۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ أَبِي حَيَّانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبِلَالٍ عِنْدَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً فَإِنِّي سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال! مجھے وہ عمل بتلاؤ جس کی تمہیں اسلام میں سب سے زیادہ منفعت کی امید ہو، کیونکہ میں نے آج رات کو جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے، حضرت بلال نے کہا میں نے اسلام میں کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ امید ہو، البتہ رات ہو یا دن جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو میں اس وضو کے ساتھ اتنی رکعات نماز پڑھ لیتا ہوں جتنی رکعات

بِلَالٌ مَا عَمِلْتُ عَمَلًا فِي الْإِسْلَامِ أَرْجَى عِنْدِي مَنْفَعَةً مِنْ أَنِّي لَا أَتَطَهَّرُ طُهُورًا تَامًّا فِي سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كَتَبَ اللهُ لِي أَنْ أُصَلِّيَ۔

نماز اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھ دی ہے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا نسب یہ ہے: ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حزام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار الانصاریہ الخزرجیہ النجاریہ، یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، ان کے نام میں کئی قول ہیں سہلہ، رمیلہ، رمیثہ، ملیکہ، غمیصا، رمیصا۔ یہ زمانہ جاہلیت میں مالک بن النضر کے نکاح میں تھیں جو حضرت انس بن مالک کے والد تھے، وہ ان سے ناراض ہو کر ملک شام میں چلے گئے۔ اور وہیں فوت ہو گئے، ابو طلحہ انصاری نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، اس وقت وہ مشرک تھے حضرت ام سلیم نے کہا میں تم کو پسند کرتی ہوں اور تم جیسے شخص کا پیغام مسترد نہیں کیا جاتا لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں، اگر تم اسلام لے آؤ تو یہی میرا مہر ہے، میں تم سے کسی اور چیز کا سوال نہیں کروں گی، حضرت ابو طلحہ انصاری نے مسلمان ہو کر ان سے نکاح کر لیا، ان کا اسلام لائق تعریف تھا، ان سے ایک بچہ ہوا جو بچپن میں فوت ہو گیا، اس کا نام ابو عمیر تھا، اس کے بعد پھر ایک لڑکا ہوا اس کا نام عبداللہ بن ابی طلحہ تھا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی رہی ہیں اور ان سے کئی احادیث مروی ہیں۔ [1]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: بلال بن رباح، ان کی کنیت ابو عبدالکریم ہے، ایک قول ہے ابو عبداللہ، اور ایک قول ہے ابو عمرو، ان کی والدہ کا نام حمامہ ہے آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، انھوں نے آپ کو پانچ، سات یا نو اوقیہ چاندی میں خریدا تھا، اور پھر اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور خازن تھے، غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے، سابقین اسلام میں سے تھے آپ ان صحابہ میں سے تھے جن کو اسلام لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور وہ اس پر صبر کرتے تھے، ابو جہل ان کو دھوپ میں منہ کے بل گرا دیتا پھر ان کے اوپر چکی رکھ دیتا حتیٰ کہ دھوپ کی شدت سے ان کی چربی پگھلنے لگتی، پھر وہ کہتا رب محمد کا انکار کرو، آپ اس کے جواب میں اَحَد اَحَد کہتے تھے، ایک دن جب آپ کو عذاب دیا جا رہا تھا تو وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گذر ہوا اس وقت آپ اَحَد اَحَد کہہ رہے تھے، انھوں نے کہا اے بلال! اَحَدٌ اَحَدٌ کہتے رہو، بہ خدا اگر تم اس حال میں مر گئے تو تمہاری قبر میں بناؤں گا، آپ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے، وہ آپ کو مسلسل عذاب دیتا تھا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے معرکہ بدر میں حضرت بلال کو امیہ بن خلف سے انتقام لینے پر قادر کر دیا اور انھوں نے اس کو غزوہ بدر میں قتل کر دیا، جس وقت حضرت

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۹۱، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

ابوبکر نے ان کو خریدا تھا اس وقت ان پر پتھر رکھ کر عذاب دیا جارہا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا بھائی بنایا تھا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں سفر اور حضر میں آپ کے مؤذن تھے، اور جس شخص نے اسلام میں سب سے پہلے اذان دی ہے وہ حضرت بلال تھے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت بلال شام جانے لگے، حضرت ابوبکر نے کہا آپ میرے پاس رہیں، حضرت بلال نے کہا اگر آپ نے مجھے اپنے نفس کے لیے آزاد کیا تھا تو مجھے روک لیجئے اور اگر آپ نے مجھے اللہ کے لیے آزاد کیا تھا تو میں اللہ عزوجل کی طرف جارہا ہوں مجھے جانے دیجئے، پھر حضرت ابوبکر نے انھیں جانے دیا اور وہ شام چلے گئے پھر آپ وفات تک شام میں ہی رہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا اے بلال یہ کیسی بیوفائی ہے تم اب تک ہماری زیارت کے لیے نہیں آئے، حضرت بلال غم زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گئے اور زار و قطار رونے لگے اور قبر سے لپٹنے لگے، پھر حضرت حسن اور حسین آئے، حضرت بلال نے ان کو لپٹایا اور ان کو بوسہ دیا، انھوں نے کہا ہماری خواہش ہے کہ آپ اذان دیں، پھر وہ مسجد کی چھت پر چڑھے جب انھوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ لرزنے لگا، جب لا الہ الا اللہ کہا تو اس کی لرزش زیادہ ہوگئی، جب اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو خواتین اپنے گھروں سے نکل آئیں اور اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں پر گریہ نہیں دیکھا گیا۔

امام محمد بن سعد نے کہا کہ حضرت بلال ۲۰ھ میں دمشق میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنے آگے حضرت بلال کے جوتوں کی آہٹ سنی، اس کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۲۰۲ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: میں نے آج رات کو جنت میں اپنے آگے تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنی ہے، یہ حدیث صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ میں بھی ہے،

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سماع کو خواب پر محمول کرنا ضروری ہے کیونکہ موت سے پہلے جنت میں کوئی شخص نہیں جاسکتا، اور یہ بیداری کا واقعہ بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معراج کی شب کو جنت میں داخل ہوئے، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ علامہ کرمانی کی عبارت میں تضاد ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ موت سے پہلے جنت میں نہ جاسکنا قاعدہ کلیہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب سات آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۹۔ ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران

سے گذر گئے تو آپ اس عالم سے نکل گئے اس لیے اب آپ کا موت سے پہلے جنت میں جانا ممتنع نہیں ہے اور میں اس جواب میں منفرد ہوں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت بلال جنت میں کیسے داخل ہو گئے حالانکہ آپ سے پہلے کسی شخص کا جنت میں داخل ہونا حرام ہے، علامہ کرمانی نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت بلال کا جنت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔ باقی رہا آپ کا حضرت بلال کی جوتیوں کی آہٹ سننا تو ہو سکتا ہے کہ حضرت بلال جنت سے باہر ہوں اور حضور نے جنت میں یہ آواز سن لی ہو، بعض علماء نے اس جواب کو مستبعد قرار دیا ہے، کیوں کہ حدیث کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ حضرت بلال کو ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے سے یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ حضور نے جنت میں اپنے آگے ان کی جوتیوں کی آہٹ سنی، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب ہی حضرت بلال کو جنت میں دیکھنا برحق ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب برحق ہوتے ہیں اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہیں، باقی حضرت بلال کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں داخل ہونا بہ طور حقیقت نہیں ہے بلکہ بطور تمثیل ہے، کیونکہ حضرت بلال کی بیداری میں یہ عادت تھی کہ وہ آپ سے آگے چلا کرتے تھے، اس لیے نیند میں بھی آپ کو اسی طرح دکھایا گیا، اس لیے حضرت بلال کا حقیقت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس حدیث سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال اپنے اس عمل (یعنی ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے) کی وجہ سے جنت میں گئے، حالانکہ حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہوگا، علامہ عینی فرماتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں نفس دخول تو محض اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوگا۔ اور درجات میں زیادتی اور کمی و بیشی کا فرق اعمال کی وجہ سے ہوگا، قرآن مجید میں ہے:

الذین تتوفھم الملئکۃ طیبین یقولون سلم علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون۔ (نحل: ۳۲)

وہ (پرہیزگار) جن کی روحوں کو فرشتے قبض کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ مسرور اور خوش ہوں، فرشتے ان سے کہتے ہیں، تم پر سلام ہو تم جنت میں اپنے اعمال کی وجہ سے داخل ہو جاؤ۔

اس آیت کی بھی یہی توجیہ ہے کہ جنت میں اصل دخول تو محض اللہ کے فضل سے ہے اور درجات کا حصول اعمال کی وجہ سے ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس حدیث کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ اعمال صورۃً سبب ہیں حقیقۃً سبب نہیں ہیں اور حضرت بلال والی حدیث اور سورہ نحل کی اس آیت میں سبب صوری بیان کیا گیا ہے، سبب حقیقی نہیں بیان کیا گیا، سبب حقیقی اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور دیگر معمولات اہل سنت پر ایک دلیل

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے

---

[1] ۔ حافظ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۰۸-۲۰۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویستفاد منہ جواز الاجتہاد فی توقیت العبادۃ لان بلالا توصل الی ما ذکرنا بالاستنباط فصوبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [1]

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اپنے اجتہاد سے کسی عبادت کا وقت مقرر کرنا جائز ہے، کیونکہ حضرت بلال نے دخول جنت کا یہ مرتبہ اپنے اجتہاد اور استنباط سے حاصل کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمائی (اور یہ نہیں فرمایا کہ تم نے از خود ہر وضو کے بعد نماز پڑھنے کو کیوں مقرر کر لیا؟)

اس قیاس پر ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر اذان سے کچھ وقفہ پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا، جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا، بارہ ربیع الاوّل کو حضور کے میلاد کی خوشی میں جلوس نکالنا اور محافل میلاد منعقد کرنا، موت کے تیسرے دن، چالیسویں دن اور ایک سال کے بعد صدقات وخیرات کا ایصال ثواب کرنا، ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کرنا، ان تمام عبادات کے لیے جو اوقات علماء اور صالحین نے اپنے اجتہاد سے مقرر کیے ہیں وہ اس حدیث کی روشنی میں جائز اور صحیح ہیں البتہ ان عبادات کے لیے ان اوقات کی تعیین کو لازم اور ضروری قرار دینا یا اس تعیین کو تعیین شرعی سمجھ لینا بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ ہے، امام بخاری کی حسب ذیل روایت سے بھی ان معمولات کی تائید حاصل ہوتی ہے:-

عن انس کان رجل من الانصار یؤمہم فی مسجد قبا وکان کلما افتتح سورۃ یقرأ بہا فی الصلوٰۃ مما یقرأ بہ افتتح بقل ہو اللہ احد حتی یفرغ منہا ثم یقرا بسورۃ اخری معہا وکان یصنع ذلک فی کل رکعۃ فکلمہ اصحابہ وقالوا انک تفتتح بہذہ السورۃ ثم لا تری انہا تجزئک حتی تقرأ باخری فاما ان تقرا بہا واما ان تدعہا وتقرأ باخری فقال ما انا بتارکہا ان احببتم ان اؤمکم بذلک فعلت وان کرہتم ترکتم وکانوا یرون انہ من افضلہم وکرہوا ان یؤمہم غیرہ فلما اتاہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ الخبر فقال یا فلان ما یمنعک ان تفعل ما یامرک

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مسجد قبا میں انصار کا ایک شخص ان کی امامت کرتا تھا، وہ نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں میں سے جب بھی کسی سورت کو شروع کرتا تو "قل ہو اللہ احد" سے شروع کرتا اور اس سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اور سورت پڑھتا، وہ اس طرح ہر رکعت میں کرتا تھا، اس کے اصحاب نے اس سے کہا تم اس سورت سے قرأت شروع کرتے ہو پھر اس کو کافی نہیں سمجھتے اور دوسری سورت پڑھتے ہو یا تو صرف اسی سورت کو پڑھو اور یا اس سورت کو چھوڑ دو اور کوئی اور سورت پڑھو، اس نے کہا میں اس سورت کو ترک نہیں کروں گا، اگر تم کو میری امامت پسند ہو تو میں نماز پڑھاؤں گا اور اگر تم کو میری امامت پسند نہیں ہے تو مجھ کو چھوڑ دو، وہ لوگ اس شخص کے علاوہ کسی اور کو امام بنانا ناپسند کرتے تھے،

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۳۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

به اصحابك وما يحملك على لزوم هذه السورة في كل ركعة فقال اني احبها قال حبك اياها ادخلك الجنة۔[1]

کیونکہ ان کے خیال میں وہ ان سب سے افضل تھا جب ان کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم آئے تو انھوں نے اس واقعہ کی خبر دی، آپ نے فرمایا: اے فلان! تم کو اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کیا چیز مانع ہے؟ اور اس سورت کو رکعت میں لازماً پڑھنے کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا اس سورت کی محبت نے تم کو جنت میں داخل کر دیا۔

حضرت کلثوم بن ہدم انصاری رضی اللہ عنہ نے نماز کی ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنے کو لازم کر لیا اور یہ لزوم صرف قرآن مجید کی اس سورت سے محبت کی بنا پر تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عمل پر ان کو جنت کی بشارت دی سو اسی نہج پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اگر اہل سنت اذان سے کچھ وقفہ پہلے یا نماز کے بعد اعتقاد لزوم کے بغیر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو معمول بنالیں تو وہ کب اس بشارت سے محروم ہوں گے! لیکن یہ تمام امور ادب اور محبت کے مظاہر ہیں، ان امور کو اسی درجہ میں رکھنا چاہیے اور کبھی کبھی ان امور کو قصداً ترک بھی کرنا چاہیے، تاکہ فرض اور واجب سے ان کا عملاً امتیاز قائم رہے، ہاں ان امور کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ کرنا اور نہ کرنے والوں کو برا جاننا اور ان کو ملامت کرنا بدعت سیئہ اور بدعت ضلالہ ہے، جو مسلمان اتباع سنت کے جذبہ سے اذان سے پہلے یا بعد جہراً صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں یہ معمول نہیں تھا ان کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیے ہاں جو لوگ تنقیص رسالت کی وجہ سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کو برا جانیں، برا کہیں، انھیں اہل بدعت سے تعبیر کریں اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع کریں اور آمادہ پیکار ہوں ان کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے! بایں ہمہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اذان سے کچھ وقفہ پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا جواز اور اجر وثواب مسلم ہے لیکن اذان دینے کا اصل اور افضل طریقہ وہی ہے جس طریقہ سے عہد رسالت میں اذان دی جاتی تھی۔!

حدیث الباب کے بقیہ فوائد اور مسائل

اس حدیث کے باقی فوائد حسب ذیل ہیں:

(۱) اس حدیث میں وضو کے بعد نماز پڑھنے پر برانگیختہ کرنا ہے تاکہ وضو اپنے مقصود سے خالی نہ رہے۔

(۲) مہلب نے کہا جو مسلمان اپنے کسی عمل کو پوشیدہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس عمل پر جزاء عظیم عطا فرماتا ہے۔

(۳) صالحین سے ان کی نیکیوں کے متعلق استفسار کرنا چاہیے تاکہ دوسرے بھی ان کی اقتداء کریں۔

(۴) استاد اور شیخ کو اپنے تلامذہ کے معمولات کے متعلق پوچھنا چاہیے تاکہ ان کے معمولات حسن ہوں تو ان کو برقرار رکھیں ورنہ ان کی اصلاح کریں۔

(۵) فقہاء شافعیہ نے اس حدیث کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ اوقات ممنوعہ (مثلاً استواء، غروب اور طلوع شمس

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کے وقت) میں بھی اگر وضو کرے تو نماز پڑھ لے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ تحریم کے دلائل اباحت پر مقدم ہیں، نیز اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت بلال وضو کے فوراً بعد نماز پڑھ لیتے تھے اگر مکروہ وقت میں وضو کیا ہے تو مکروہ وقت گزرنے کے بعد نماز پڑھے۔

(۶)۔ حضرت بلال کے جنت میں چلنے کی آواز سننے کا واقعہ خواب میں ہوا، صحیح بخاری کی حسب ذیل روایات میں اس کی تصریح ہے۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال قال النبی صلی الله علیه وسلم رایتنی دخلت الجنة فاذا انا بالرمیصاء امرأة ابی طلحة و سمعت خشفة فقلت من هذا فقال هذا بلال ورایت قصرا بفنائه جاریة فقلت لمن هذا فقال لعمر بن الخطاب فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتك فقال عمر بابی و امی یا رسول الله اعلیك اغار یه[1]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا، میں نے وہاں ابو طلحہ کی بیوی رمیصاء کو دیکھا اور میں نے وہاں جوتیوں کی آہٹ سنی میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ بلال ہیں اور میں نے وہاں ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک باندی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا، میں نے اس کو دیکھنے کے لیے محل کے اندر جانا چاہا، پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آئی، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کیا میں آپ پر غیرت کروں گا!

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ابا هریرة قال بینا نحن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم اذ قال بینا انا نائم رایتنی فی الجنة فاذا امراة تتوضؤ الی جانب قصر فقلت لمن هذا القصر قالوا لعمر فذکرت غیرته فولیت مدبرا فبکی عمر وقال علیك اغار یا رسول الله![2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا میں سویا ہوا تھا تو میں نے اپنے آپ کو خواب میں جنت میں دیکھا، وہاں ایک عورت ایک محل کی ایک جانب وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے، کہا عمر کا، پھر مجھے تمہاری غیرت یاد آئی اور میں الٹا لوٹ گیا، حضرت عمر رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ پر غیرت کروں گا!۔

صحیح بخاری کی ان دونوں روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جنت میں اپنے آگے حضرت بلال

---

[1]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2]۔ 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ 〃 〃 〃 〃

کے جوتوں کی آہٹ سننے کا واقعہ خواب میں رونما ہوا تھا جیسا کہ حضرت رمیصا اور حضرت عمر کے محل کو دیکھنے کا واقعہ بھی خواب میں رونما ہوا تھا، اس لیے اب نہ یہ اعتراض ہوگا کہ حضرت بلال موت سے پہلے جنت میں کیسے چلے گئے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ وہ حضور کے آگے کیونکر چل رہے تھے اور نہ یہ اعتراض ہوگا کہ کیا حضرت بلال کو بھی جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوئی تھی؟

بَابُ ۸۶۱ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَأُمِّهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۲۰۳ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ وَسَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ زُرَارَةَ الْحَضْرَمِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَالْوَلِيْدُ بْنُ شُجَاعٍ قَالَ سَهْلٌ وَمُنْجَابٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُوْنَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوْا إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لِيْ أَنْتَ مِنْهُمْ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں ہے جو انھوں نے پرہیزگاری کے ساتھ کھایا (پوری آیت تک) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے یہ بتایا گیا ہے تم ان لوگوں میں سے ہو۔

۶۲۰۴ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ رَافِعٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ إِسْحٰقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِيْ مِنَ الْيَمَنِ فَكُنَّا حِيْنًا وَمَا نُرَى ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَأُمَّهُ إِلَّا مِنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ دُخُوْلِهِمْ وَلُزُوْمِهِمْ لَهُ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے تو ہم حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر بہ کثرت آنے جانے اور آپ کے ساتھ رہنے کی وجہ سے یہ سمجھتے رہے کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے ہیں۔

۶۲۰۵ - حَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ يُوْسُفَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے، اس کے سب سابق روایت ہے

عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ اَنَّہٗ سَمِعَ الْاَسْوَدَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مُوْسٰی یَقُوْلُ لَقَدْ قَدِمْتُ اَنَا وَاَخِیْ مِنَ الْیَمَنِ فَذَکَرَ بِمِثْلِہٖ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں یہ گمان کرتا تھا کہ حضرت عبداللہ اہل بیت سے ہیں، یا اس کے قریب بیان کیا۔

۶۲۰۶ - حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُرٰی اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ اَوْ مَا ذَکَرَ مِنْ نَحْوِ ھٰذَا۔

ابوالاحوص کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا میں اس وقت حضرت ابوموسیٰ اور حضرت ابومسعود کے پاس گیا، اس وقت ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تمہارے خیال میں حضرت ابن مسعود کے بعد کوئی شخص ان جیسا ہے؟ دوسرے نے کہا اگر تم یہ پوچھتے ہو تو ان کی یہ شان تھی کہ جب ہمیں بارگاہ رسالت میں باریابی نہیں ہوتی تھی تو حضرت ابن مسعود کو اس وقت بھی اجازت ہوتی تھی اور جس وقت ہم غائب ہوتے تھے حضرت ابن مسعود اس وقت بھی حاضر ہوتے تھے۔

۶۲۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰی) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْاَحْوَصِ قَالَ شَھِدْتُّ اَبَا مُوْسٰی وَاَبَا مَسْعُوْدٍ حِیْنَ مَاتَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ اَتَرَاہُ تَرَکَ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ فَقَالَ اِنْ قُلْتَ ذَاکَ اِنْ کَانَ لَیُؤْذَنُ لَہٗ اِذَا حُجِبْنَا وَیَشْھَدُ اِذَا غِبْنَا۔

ابوالاحوص بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود کے چند اصحاب کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ کے گھر میں ایک مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) دیکھ رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود کھڑے ہو گئے تو حضرت ابومسعود نے کہا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس کھڑے ہونے شخص سے زیادہ قرآن مجید کا کوئی عالم چھوڑا ہو، حضرت ابوموسیٰ نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم غائب ہوتے تھے تو حضرت ابن مسعود حاضر ہوتے تھے اور جب ہم کو اجازت نہیں ہوتی تھی تو حضرت ابن مسعود کو اجازت ہوتی تھی۔

۶۲۰۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا قُطْبَۃُ (وَھُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ) عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ قَالَ کُنَّا فِیْ دَارِ اَبِیْ مُوْسٰی مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُمْ یَنْظُرُوْنَ فِیْ مُصْحَفٍ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ فَقَالَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ مَا اَعْلَمُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکَ بَعْدَہٗ اَعْلَمَ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ ھٰذَا الْقَائِمِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی اَمَا لَئِنْ قُلْتَ ذَاکَ لَقَدْ کَانَ یَشْھَدُ اِذَا غِبْنَا وَیُؤْذَنُ لَہٗ اِذَا حُجِبْنَا۔

ابوالاحوص بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن مسعود کے چند اصحاب کے ساتھ حضرت ابوموسیٰ کے گھر میں ایک مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) دیکھ رہے تھے، اس اثناء میں حضرت ابن مسعود کھڑے ہو گئے تو حضرت ابومسعود نے کہا میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد اس کھڑے ہونے شخص سے زیادہ قرآن مجید کا کوئی عالم چھوڑا ہو، حضرت ابوموسیٰ نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم غائب ہوتے تھے تو حضرت ابن مسعود حاضر ہوتے تھے اور جب ہم کو اجازت نہیں ہوتی تھی تو حضرت ابن مسعود کو اجازت ہوتی تھی۔

۶۲۰۹ - وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَکَرِیَّا حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سند بیان کیں۔

عُبَيْدُ اللهِ (هُوَ ابْنُ مُوسٰى) عَنْ شَيْبَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي الْاَحْوَصِ قَالَ اَتَيْتُ اَبَا مُوسٰى فَوَجَدْتُّ عَبْدَ اللهِ وَاَبَا مُوسٰى ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا اَبِي عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ حُذَيْفَةَ وَاَبِي مُوسٰى وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَحَدِيْثُ قُطْبَةَ اَتَمُّ وَاَكْثَرُ

شقیق کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس (خیانت شدہ چیز) کو لے کر حاضر ہوگا، پھر فرمایا مجھے کس شخص کی قرأت کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کے لیے کہتے ہو؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ اوپر ستر سورتیں پڑھی ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا ہوں، اور اگر میں یہ جانتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے تو میں اس کی طرف چلا جاتا، شقیق کہتے ہیں کہ میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حلقہ میں بیٹھا ہوں اور میں نے نہیں سنا کہ کسی نے حضرت ابن مسعود کا رد کیا ہو یا ان کی مذمت کی ہو۔

۶۲۱۰ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّهُ قَالَ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ قَالَ عَلٰى قِرَاءَةِ مَنْ تَاْمُرُوْنِّيْ اَنْ اَقْرَاَ فَلَقَدْ قَرَاْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِضْعًا وَّسَبْعِيْنَ سُوْرَةً وَلَقَدْ عَلِمَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنِّيْ اَعْلَمُهُمْ بِكِتَابِ اللهِ وَلَوْ اَعْلَمُ اَنَّ اَحَدًا اَعْلَمُ مِنِّيْ لَرَحَلْتُ اِلَيْهِ قَالَ شَقِيْقٌ فَجَلَسْتُ فِيْ حِلَقِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا سَمِعْتُ اَحَدًا يَرُدُّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ وَلَا يَعِيْبُهُ.

مسروق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کتاب اللہ کی ہر سورت کے متعلق مجھے علم ہے وہ کب نازل ہوئی، اور کتاب اللہ کی ہر آیت کے متعلق مجھے علم ہے کہ وہ کب نازل ہوئی اور وہ کس چیز کے متعلق نازل ہوئی، اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس جانا ممکن ہوتا تو میں اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس چلا جاتا۔

۶۲۱۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ حَدَّثَنَا قُطْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ وَالَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ مَا مِنْ كِتَابِ اللهِ سُوْرَةٌ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ حَيْثُ نَزَلَتْ وَمَا مِنْ اٰيَةٍ اِلَّا اَنَا اَعْلَمُ فِيْمَا اُنْزِلَتْ وَلَوْ اَعْلَمُ اَحَدًا هُوَ اَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ مِنِّيْ تَبْلُغُهُ الْاِبِلُ لَرَكِبْتُ اِلَيْهِ.

مسروق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس جاتے اور ان سے گفتگو کرتے، ابن نمیر کہتے ہیں ایک

۶۲۱۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا

الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا نَاْتِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو فَنَتَحَدَّثُ اِلَيْهِ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ عِنْدَهٗ فَذَكَرْنَا يَوْمًا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَقَدْ ذَكَرْتُمْ رَجُلًا لَا اَزَالُ اُحِبُّهٗ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَسَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ۔

دن ہم نے ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا ذکر کیا، انھوں نے کہا تم نے مجھ سے اس شخص کا ذکر کیا ہے کہ میں ان سے اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، ابن ام عبد (حضرت ابن مسعود) سے، آپ نے ابتدا ان سے کی اور معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے، اور ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم سے۔

۶۲۱۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالُوْا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو فَذَكَرْنَا حَدِيْثًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اِنَّ ذَاكَ الرَّجُلَ لَا اَزَالُ اُحِبُّهٗ بَعْدَ شَيْءٍ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهٗ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ نَفَرٍ مِنِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ فَبَدَاَ بِهٖ وَمِنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمِنْ سَالِمٍ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ وَمِنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَحَرْفٌ لَمْ يَذْكُرْهُ زُهَيْرٌ قَوْلَهٗ يَقُوْلُهٗ۔

مسروق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کے پاس تھے ہم نے ان سے حضرت عبداللہ بن مسعود کی ایک روایت بیان کی، انھوں نے کہا وہ ایسے شخص ہیں کہ میں ایک چیز کے بعد ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، چار شخصوں سے قرآن مجید سیکھو، ابن ام عبد سے، آپ نے حضرت ابن مسعود سے ابتدا کی، اور ابی بن کعب سے، اور ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام سالم سے، اور معاذ بن جبل سے، زہری نے اپنی روایت میں یقولہ کا ذکر نہیں کیا۔

۶۲۱۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِ جَرِيْرٍ وَوَكِيْعٍ فِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَدَّمَ مُعَاذًا قَبْلَ اُبَيٍّ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ اُبَيًّا قَبْلَ مُعَاذٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۲۱۵ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِهِمْ وَاخْتَلَفَا عَنْ شُعْبَةَ فِيْ تَنْسِيْقِ الْاَرْبَعَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، شعبہ کی روایت میں چاروں کی ترتیب میں اختلاف ہے۔

۶۲۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

مسروق کہتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو

قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذَكَرُوا ابْنَ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو فَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

کے سامنے حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا انھوں نے کہا میں اس شخص سے اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے: چار آدمیوں سے قرآن مجید سیکھو، ابن مسعود سے، سالم سے جو ابو حذیفہ کے آزاد شدہ غلام ہیں، ابی بن کعب سے اور معاذ بن جبل سے۔

۶۲۱۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ شُعْبَةُ بَدَأَ بِهٰذَيْنِ لَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا بَدَأَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، شعبہ نے کہا آپ نے ان دونوں کے نام سے ابتدا کی، میں یہ نہیں جانتا کہ ان میں سے کس کے نام سے ابتدا کی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے:

عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر ابو عبدالرحمن الہذلی۔ ان کے والد کا نام مسعود تھا، ان کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبد ود تھا۔

آپ ابتداء اسلام میں مسلمان ہوئے تھے، جب حضرت سعید بن زید اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب مسلمان ہوئی تھیں، آپ کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتا تھا، ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر تھے، آپ نے فرمایا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا ہاں! لیکن میں امین ہوں، آپ نے فرمایا میرے پاس ایسی بکری لاؤ جس سے نر نے جفتی نہ کی ہو، میں ایک ششماہہ بکری لے آیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو باندھا، پھر اس کے تھنوں کو ملنا شروع کیا اور دعا کرنے لگے حتیٰ کہ اس میں دودھ اتر آیا، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ دوہا، آپ نے حضرت ابوبکر سے کہا دودھ پیو، حضرت ابوبکر نے دودھ پیا، اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، آپ نے پھر اس بکری کے تھنوں سے کہا سکڑ جاؤ تو وہ سکڑ کر پہلے کی طرح ہو گئے، اس کے بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اس کلام (قرآن مجید) کی تعلیم دیجئے، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا تم تو پڑھانے والے لڑکے ہو، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ستر سورتیں سیکھیں، اور کسی شخص نے مجھ سے بحث نہیں کی، حضرت ابن مسعود نے سب سے پہلے مکہ میں جہراً قرآن مجید پڑھا۔

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے گئے، حضرت ابن مسعود آپ کی خدمت کرتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو پوشیدہ گفتگو سننے اور گھر میں آنے کی اجازت دی، حضرت ابن مسعود آپ کے گھر جاتے تھے، آپ کو نعلین پہناتے تھے، آپ کے ساتھ اور آپ کے

آگے چلتے تھے، جب آپ غسل کرتے تو حضرت ابن مسعود پردہ کرتے، جب آپ سو جاتے تو آپ کو بیدار کرتے، صحابہ کرام میں آپ صاحب السواد والسواک کے نام سے مشہور تھے (یعنی آپ کی پوشیدہ گفتگو سننے والے اور آپ کی مسواک لانے والے)

حضرت ابن مسعود نے حبشہ اور مدینہ کی طرف دو ہجرتیں کیں، دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، بدر، اُحد، خندق، بیعت رضوان اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جنگ یرموک میں شریک ہوئے، ابوجہل کے سینہ پر سوار ہو کر انھوں نے ہی اس لعین کا سر کاٹا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے سورۂ نساء پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن مجید سناؤں! حالانکہ خود آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا میں اپنے علاوہ کسی اور سے قرآن سننا پسند کرتا ہوں، میں نے آپ کے سامنے قرأت کی جب میں اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علی ھؤلآء شھیدا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے کہا ہمیں اس شخص کے متعلق بتلائیے جو اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، تاکہ ہم اس سے دین سیکھیں اور اس سے احادیث سنیں، حضرت حذیفہ نے کہا جو شخص اپنی سیرت اور عادات واطوار میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہے وہ ابن مسعود ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے یاد رکھنے والے صحابہ کو معلوم ہے کہ ان سب سے زیادہ اللہ کا قرب ابن ام عبد کو حاصل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں بغیر مشورہ کے کسی اور کو امیر بناتا تو ابن ام عبد (حضرت ابن مسعود) کو بناتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں ۳۲ھ میں فوت ہو گئے، حضرت عثمان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی ایک قول یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ حضرت عمار بن یاسر نے پڑھائی وفات کے وقت آپ کی عمر ساٹھ اور چند سال تھی۔ [1]

حضرت ابن مسعود کے مصحف کا بیان

حدیث نمبر ۶۲۱۰ میں ہے: حضرت ابن مسعود نے فرمایا جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن خیانت شدہ چیز کو لے کر حاضر ہوگا۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود کا مصحف (جمع کردہ قرآن) جمہور کے مصحف کے مخالف تھا، حضرت ابن مسعود کے شاگردوں کے پاس بھی ان کا مصحف تھا، لوگوں نے ان کے مصحف پر اعتراض کیا اور ان سے یہ کہا کہ وہ اس مصحف کو ترک کر کے جمہور کے مصحف کی موافقت کریں اور ان سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مصاحف کو جلا دیں، جیسا کہ دوسرے مصاحف

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶۰-۲۵۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

کو جلا دیا گیا تھا، حضرت ابن مسعود نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اور اپنے شاگردوں سے یہ کہا کہ تم لوگ اس مصحف کو چھپا دو، اور جب تم اس کو چھپاؤ گے تو قیامت کے دن اس کو لے کر حاضر ہو گے اور اس میں تمہاری فضیلت ہو گی پھر بطور انکار فرمایا مجھے اس مصحف کے مطابق قرأت سے کون روکتا ہے؟ جس کو میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سنا ہے! [1]

علامہ اُبّی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید کو سات قرأت یعنی سات لغات پر نازل کیا گیا تھا اور ہر قبیلہ اپنی اپنی قرأت کے مطابق پڑھتا تھا، جب بکثرت فتوحات ہوئیں اور لوگ ناواقفیت کی بنا پر ایک دوسرے کی قرأت کی تکذیب کرنے لگے تو حضرت ابوحذیفہ کے مشورہ سے حضرت عثمان نے قرآن مجید کے اس نسخہ کو منگوایا جو حضرت ابوبکر کے عہد میں لغت قریش پر جمع کیا گیا تھا، اس نسخہ کی نقول تمام شہروں میں بھجوا دیں اور باقی مصاحف کو منگوا کر جلا دیا تاکہ امت میں اختلاف نہ ہو، تمام صحابہ نے حضرت عثمان کے اس اقدام کی تائید کی کیونکہ ان کا یہ خیال تھا کہ تمام مصاحف کا باقی رہنا قرآن مجید میں التباس اور اختلاف کا موجب ہو گا۔

حضرت ابن مسعود کی رائے تمام صحابہ سے منفرد تھی انہوں نے اپنے مصحف کو چھپا لیا اور حضرت عثمان یا کوئی اور شخص اس کو نکلوانے میں کامیاب نہ ہو سکا، حضرت عثمان نے جو مصاحف تمام شہروں میں بھجوائے تھے وہ مشہور ہو گئے، تمام صحابہ نے اس کی موافقت کی اور اس کو پڑھا جانے لگا اور حضرت ابن مسعود کا مصحف ترک کر دیا گیا، اور وہ چھپا رہا حتی کہ جب مصر میں بنو عبید کی حکومت ختم ہو گئی اور معز کی حکومت شروع ہوئی تو ان کے خزانوں میں وہ مصحف پایا گیا۔ اور صدر الدین قاضی الجماعۃ نے اس کو جلانے کا حکم دیا، ہم نے اپنے اساتذہ سے اسی طرح سنا ہے۔ [2]

حضرت ابن مسعود کی اپنی علمی فضیلت بیان کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۲۱۱ میں ہے: حضرت ابن مسعود نے فرمایا: اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہے اور اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس جانا ممکن ہوتا تو میں اونٹوں پر سفر کر کے اس کے پاس جاتا! علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اس کا بیان ہے کہ کسی ضرورت کی بناء پر انسان اپنے علم یا اپنے دوسرے فضائل کو بیان کر سکتا ہے، اور قرآن مجید میں جو ہے: لاتزکوا انفسکم (نجم: ۳۲) اپنی تعریف و توصیف نہ کرو"! اس کا محمل یہ ہے کہ کوئی شخص بغیر کسی ضرورت کے اپنی تعریف و توصیف نہ کرے، بلکہ اپنی بڑائی کے اظہار اور فخر جتلانے کے لیے اپنی تعریف کرے، اور بزرگان دین سے ضرورت کی بناء پر اپنی تعریف کرنا منقول ہے، مثلاً اس سے شر کو دور کرنا مقصود ہو یا لوگوں کے لیے کسی مصلحت کو حاصل کرنا مقصود ہو، یا کسی کو علم حاصل کرنے پر ترغیب دینا مطلوب ہو، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم (یوسف: ۵۵)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

"مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے بے شک میں حفاظت کرنے والا علم والا ہوں" یہ حصول مصلحت کی مثال ہے، اور دفع شر کی مثال یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے غزوہ تبوک کے لشکر کے لیے سامان فراہم کیا، اور چاہ رومہ خریدا، اور ترغیب کی مثال حضرت ابن مسعود کا یہ ارشاد ہے اور حضرت سہل بن سعد کا یہ کہنا کہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں ہے،

حضرت عبداللہ بن مسعود کتاب اللہ کے سب سے زیادہ عالم تھے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سنت رسول کو بھی خلفاء راشدین سے زیادہ جاننے والے ہیں، اور نہ یہ لازم آتا ہے کہ وہ ان سے زیادہ افضل ہوں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام خلفاء راشدین حضرت ابن مسعود سے افضل تھے۔ [1]

بَابُ ۸۶۲ مِنْ فَضَائِلِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور انصار کی ایک جماعت کے فضائل

۶۲۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ قَالَ قَتَادَةُ قُلْتُ لِأَنَسٍ مَنْ أَبُو زَيْدٍ قَالَ أَحَدُ عُمُومَتِي

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چار شخصوں نے قرآن مجید جمع کیا اور وہ چاروں انصار میں سے تھے، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابوزید، قتادہ نے حضرت انس سے پوچھا ابوزید کون ہیں، فرمایا وہ میرے ایک چچا ہیں۔

۶۲۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنٰى أَبَا زَيْدٍ

ہمام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن مجید کس نے جمع کیا تھا؟ کہا چار شخصوں نے، اور چاروں انصار میں سے تھے، حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور انصار کے ایک شخص جن کی کنیت ابوزید تھی۔

۶۲۲۰ - حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيٍّ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِیْ لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ لِیْ قَالَ فَجَعَلَ اُبَیٌّ یَبْكِیْ۔

سامنے قرآن مجید پڑھوں، حضرت ابی نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے؟ پھر حضرت اُبی رونے لگے۔

۶۲۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَیْكَ لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا قَالَ وَسَمَّانِیْ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكٰی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید کی یہ سورت پڑھوں: لم یکن الذین کفروا۔ حضرت ابی نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر حضرت اُبی رونے لگے۔

۶۲۲۲ - حَدَّثَنِیْهِ یَحْیَی بْنُ حَبِیْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (یَعْنِی ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَیٍّ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا: اس کے بعد اس کی مثل روایت ہے۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:
حضرت اُبی بن کعب کا نام ونسب یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے، اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ شدید عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء دار اور صادق عثمان ہے اور حلال اور حرام کا سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے اور وراثت کے احکام کو سب سے زیادہ جاننے والا زید بن ثابت ہے، اور سب سے اچھی قرأت کرنے والا ابی بن کعب ہے، اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ بن جراح ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو جس شخص نے سب سے پہلے آپ کے لیے لکھا وہ ابی بن کعب ہیں اور سب سے آخر میں لکھنے والے بھی یہی تھے، جب حضرت ابی بن کعب نہیں ہوتے تھے تو حضرت زید بن ثابت لکھتے تھے۔

ابو نعیم نے کہا کہ حضرت ابی بن کعب کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے ایک قول ہے حضرت عمر کی خلافت میں ۲۲ھ میں فوت ہوئے، ایک قول ہے ۳۰ھ میں حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہوئے ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید تھے یہ خضاب نہیں لگاتے تھے[1] (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

بَابُ ۸۶۳ مِنْ فَضَائِلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۲۳ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درآں حالیکہ حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ ان کے سامنے رکھا ہوا تھا کہ ان کی (موت کی) وجہ سے عرش الٰہی جنبش میں آگیا۔

۶۲۲۴ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ الْأَوْدِيُّ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی جنبش میں آگیا۔

۶۲۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ الْخَفَّافُ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَجِنَازَتُهُ مَوْضُوعَةٌ يَعْنِي سَعْدًا اهْتَزَّ لَهَا عَرْشُ الرَّحْمٰنِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درآں حالیکہ ان کا جنازہ رکھا ہوا تھا، سعد کی موت کی وجہ سے عرش الٰہی جنبش میں آگیا۔

۶۲۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيرٍ فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَلْمُسُونَهَا وَيَعْجَبُونَ مِنْ لِينِهَا فَقَالَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ لِينِ هٰذِهِ لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنْهَا وَأَلْيَنُ.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک حلہ ہدیہ کیا گیا، آپ کے اصحاب اس کو چھوتے تھے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے، آپ نے فرمایا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ اچھے اور ملائم تھے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

۶۲۲۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَنْبَأَنِي أَبُو إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَوْبِ حَرِيرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ هٰذَا أَوْ بِمِثْلِهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۲۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا كَرِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۲۲۹ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةٌ مِنْ سُنْدُسٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَنَادِيلَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا ایک جبہ ہدیہ کیا گیا حالانکہ آپ ریشم پہننے سے منع کرتے تھے، صحابہ کو اس (کی خوب صورتی) سے تعجب ہوا، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ حسین ہیں۔

۶۲۳۰ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ أُكَيْدِرَ دُومَةَ الْجَنْدَلِ أَهْدَى لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةً فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ الْحَرِيرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدر دومۃ الجندل کے بادشاہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک حلہ ہدیہ کیا، پھر اسی کی مثل حدیث ہے، اس میں یہ نہیں ہے کہ آپ ریشم سے منع فرماتے تھے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے:

سعد بن معاذ بن النعمان بن امرئ القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن الحارث بن الخزرج بن النبیت عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی۔ ان کی والدہ کا نام کبشہ بنت رافع ہے، ان کی صحابیت بھی ثابت ہے۔

جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کو تعلیم دینے کے لیے مدینہ بھیجا اس وقت حضرت سعد بن معاذ نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، جب حضرت سعد مسلمان ہوگئے تو انھوں نے

بنو عبدالاشہل سے کہا جب تک تم لوگ اسلام قبول نہیں کرو گے تمہارے مردوں اور عورتوں سے میری گفتگو حرام ہے، تو وہ سب مسلمان ہو گئے، ان کا اسلام قبول کرنا بہت بڑی برکت تھا، وہ بدر، اُحد اور خندق کے معرکوں میں شریک ہوئے۔

۵ھ میں غزوۂ خندق ہوا، جب لڑائی کا وقت آیا تو حضرت سعد بن معاذ زرہ پہنے اور ہاتھ میں حربہ لے کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے، بنو حارثہ کے قلعہ میں ان کی والدہ موجود تھیں، اور حضرت عائشہ بھی ان کے پاس بیٹھی تھیں، جب حضرت سعد رزمیہ شعر پڑھتے ہوئے گذرے تو والدہ نے کہا بیٹا تم پیچھے رہ گئے ہو جلدی جاؤ، جس ہاتھ میں حربہ تھا وہ باہر نکلا ہوا تھا، حضرت عائشہ نے کہا سعد کی ماں دیکھو، سعد کی زرہ بہت چھوٹی ہے، میدان میں پہنچے تو حبان بن عبد مناف نے جو عرقہ کا بیٹا تھا ان کے ہاتھ پر ایک تیر مارا جس سے ہفت اندام کٹ گئی، اس نے نہایت جوش سے کہا یہ لو، میں عرقہ کا بیٹا ہوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ دوزخ میں عرق آلود کرے"، اس کے بعد مسجد نبوی میں خیمہ لگایا گیا، حضرت سعد اسی خیمہ میں رہتے تھے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روزان کی عیادت کے لیے تشریف لاتے تھے، چونکہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: یا اللہ! اگر قریش کی لڑائیاں باقی ہوں تو مجھے زندہ رکھ، کیونکہ مجھے ان سے لڑنے کی بڑی تمنا ہے، انھوں نے تیرے رسول کو اذیت دی، ان کی تکذیب کی اور ان کو بے وطن کیا، اور اگر لڑائی بند ہونے کا وقت آ گیا ہے تو اس زخم سے مجھے شہادت دے دے، اور بنو قریظہ کے معاملہ میں میری آنکھیں ٹھنڈی کر، اس دعا کا دوسرا حصہ مقبول ہوا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو جلاوطن کرنا چاہا تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ ہم سعد کا حکم مانیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو اطلاع دی، وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے، جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو اطلاع دی، وہ دراز گوش پر سوار ہو کر آئے، جب مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار سے کہا "اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو" پھر حضرت سعد سے فرمایا یہ لوگ تمہارے حکم کے منتظر ہیں تو عرض کیا میرا حکم یہ ہے کہ جو لوگ جنگ جو ہیں ان کو قتل کیا جائے بچوں کو غلام بنایا جائے اور ان کے اموال تقسیم کر دیے جائیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا تم نے آسمانی حکم کی پیروی کی ہے، پھر اس حکم کے مطابق چار سو جنگجو آدمی قتل کرائے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت سعد کچھ عرصہ تک زندہ رہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے زخم کو داغا جس سے خون رک گیا تاہم ہاتھ سوج گیا اور ایک دن زخم پھٹ گیا اور اس زور سے خون جاری ہوا کہ مسجد سے گذر کر بنو غفار کے خیمہ تک پہنچا، لوگوں کو بڑی تشویش ہوئی پوچھا کیا معاملہ ہے، جواب ملا حضرت سعد کا زخم پھٹ گیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو گھبرا کر مسجد میں آئے دیکھا تو حضرت سعد کا انتقال ہو چکا تھا، انا للہ وانا الیہ راجعون، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہیں، جب آپ ان کو دفن کر کے لوٹے تو بہت مغموم تھے اور ریش مبارک پر مسلسل آنسو گر رہے تھے۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۹-۲۹۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

بَابٌ ۸۶۴ مِنْ فَضَائِلِ اَبِی دُجَانَۃَ سِمَاکِ بْنِ خَرْشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

۶۲۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ سَیْفًا یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ مَنْ یَّاْخُذُ مِنِّیْ ھٰذَا فَبَسَطُوْا اَیْدِیَھُمْ کُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْھُمْ یَقُوْلُ اَنَا اَنَا قَالَ فَمَنْ یَّاْخُذُہٗ بِحَقِّہٖ قَالَ فَاَحْجَمَ الْقَوْمُ فَقَالَ سِمَاکُ بْنُ خَرْشَۃَ اَبُوْ دُجَانَۃَ اَنَا اٰخُذُہٗ بِحَقِّہٖ قَالَ فَاَخَذَہٗ فَفَلَقَ بِہٖ ھَامَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن ایک تلوار لی اور فرمایا مجھ سے یہ تلوار کون لیتا ہے، تو ہر شخص نے اپنے ہاتھ پھیلا دیے اور کہا میں لیتا ہوں، میں لیتا ہوں، آپ نے فرمایا اس کا حق ادا کرنے کے ساتھ کون لیتا ہے، پھر سب پیچھے ہٹ گئے، حضرت سماک بن خرشہ ابو دجانہ نے کہا میں اس کا حق ادا کرنے کے ساتھ لوں گا، پھر حضرت ابو دجانہ نے اس تلوار کو لیا اور اس کے ساتھ مشرکین کی کھوپڑیاں توڑ ڈالیں۔

حضرت ابو دجانہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت سماک کا نام ونسب یہ ہے: سماک بن اوس بن خرشہ بن لوذان بن عبد ودبن زید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج الانصاری الساعدی ابو دجانہ۔

یہ اپنی کنیت (ابو دجانہ) کے ساتھ مشہور ہوئے، بدر، اُحد اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مغازی میں شریک ہوئے، حضرت ابو دجانہ کی بہادری بہت مشہور تھی، ان کے پاس ایک سرخ پٹی تھی، جس کو وہ جنگ میں جھنڈا بناتے تھے، جنگ اُحد میں انھوں نے اس کو جھنڈا بنایا اور دو صفوں کے درمیان اکڑ اکڑ کر چلنے لگے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میدانِ جنگ کے سوا اس طرح چلنے کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے۔

حضرت ابو دجانہ اکابر و افاضل صحابہ میں سے تھے جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اس دن وہ ایک عظیم امتحان میں مبتلا ہوئے یمامہ میں بنو حنیفہ کا ایک باغ تھا وہ لوگ اس کے عقب سے لڑ رہے تھے، مسلمان اس باغ میں داخل ہونے پر قادر نہیں ہو رہے تھے حضرت ابو دجانہ نے کہا کہ ان کو اس باغ میں گرا دیں، سو مسلمانوں نے ان کو اس باغ میں گرا دیا، اس سے ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی مگر وہ باغ کے دروازے پر بنو حنیفہ سے لڑتے رہے، مشرکین نے ان سے مقابلہ کیا اور اس دوران مسلمان باغ میں داخل ہو گئے، حضرت ابو دجانہ اسی دن شہید ہو گئے، ایک قول یہ ہے کہ بعد تک زندہ رہے اور جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ لڑے تھے، لیکن پہلی بات صحیح ہے۔[1]

---

[1] - علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۵۳-۳۵۲، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

بَابٌ ۸۶۵ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَالِدِ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہما کے فضائل !!

۶۲۳۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْمُنْكَدِرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جِيءَ بِأَبِي مُسَجًّى وَقَدْ مُثِّلَ بِهِ قَالَ فَأَرَدْتُ أَنْ أَرْفَعَ الثَّوْبَ فَنَهَانِي قَوْمِي ثُمَّ أَرَدْتُ أَنْ أَرْفَعَ الثَّوْبَ فَنَهَانِي قَوْمِي فَرَفَعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ أَمَرَ بِهِ فَرُفِعَ فَسَمِعَ صَوْتَ بَاكِيَةٍ أَوْ صَائِحَةٍ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ فَقَالُوا ابْنَةُ عَمْرٍو أَوْ أُخْتُ عَمْرٍو فَقَالَ وَلِمَ تَبْكِي فَمَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رُفِعَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد کو لایا گیا درآں حالیکہ ان پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا، اور ان کو مثلہ کیا گیا تھا (یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیے گئے تھے) میں نے ان کی نعش سے کپڑا اٹھانا چاہا تو مجھے میری قوم نے منع کر دیا، میں نے پھر کپڑا اٹھانا چاہا مجھے پھر میری قوم نے منع کیا، پھر خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا آپ کے حکم سے لوگوں نے وہ کپڑا اٹھایا پھر آپ نے ایک رونے والی یا چلانے والی کی آواز سنی، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے آپ نے فرمایا کیوں روتی ہو؟ ان کا جنازہ اٹھائے جانے تک فرشتے ان پر سایہ کرتے رہیں گے۔

۶۲۳۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أُصِيبَ أَبِي يَوْمَ أُحُدٍ فَجَعَلْتُ أَكْشِفُ الثَّوْبَ عَنْ وَجْهِهِ وَأَبْكِي وَجَعَلُوا يَنْهَوْنَنِي وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْهَانِي قَالَ وَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ عَمْرٍو تَبْكِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْكِيهِ أَوْ لَا تَبْكِيهِ مَا زَالَتِ الْمَلَائِكَةُ تُظِلُّهُ بِأَجْنِحَتِهَا حَتَّى رَفَعْتُمُوهُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میرے والد شہید ہو گئے، میں ان کے چہرے سے کپڑا اٹھا کر رونے لگا، لوگ مجھے منع کر رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے منع نہیں کر رہے تھے، حضرت فاطمہ بنت عمرو نے بھی رونا شروع کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ، جب تک تم ان کا جنازہ نہیں اٹھاؤ گے فرشتے ان پر سایہ کرتے رہیں گے۔

۶۲۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ جُرَيْجٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ ذِكْرُ الْمَلَائِكَةِ وَبُكَاءِ الْبَاكِيَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ابن جریج کی سند میں فرشتوں کا اور رونے والی کے رونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۲۳۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِیْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الْكَرِيْمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جِيْءَ بِاَبِیْ يَوْمَ اُحُدٍ مُجَدَّعًا فَوُضِعَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے دن میرے والد کو لایا گیا درآں حالیکہ ان کی ناک اور کان کٹے ہوئے تھے۔ باقی حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام کا نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن عمرو بن حرام بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن الخزرج الانصاری الخزرجی السلمی، ان کی کنیت ابو جابر تھی۔

حضرت عبداللہ عقبی، بدری اور نقیب تھے، غزوہ بدر اور غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور غزوہ اُحد میں شہید کر دیے گئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: کیا بات ہے؟ تم مغموم اور پریشان نظر آرہے ہو! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے والد شہید کر دیے گئے اور وہ قرضہ اور اولاد چھوڑ کر چلے گئے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے پردہ کی اوٹ سے کلام کیا ہے اور تمہارے والد سے بلا حجاب کلام کیا ہے اور یہ فرمایا: اے میرے بندے! مجھ سے سوال کرو، میں تم کو عطا کروں گا، انھوں نے کہا میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں پہلے یہ مقرر کر چکا ہوں کہ اب لوگ دوبارہ دنیا میں نہیں لوٹائے جائیں گے، انھوں نے کہا اچھا تو پھر جو لوگ میرے پیچھے ہیں ان تک میرا حال پہنچا دے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء الآیۃ "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ زندہ ہیں"

جب حضرت عبداللہ نے اُحد کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو اپنے بیٹے حضرت جابر کو بلایا اور فرمایا اے بیٹے! مجھے یقین ہے کہ جو لوگ شہید ہوں گے میں ان میں سب سے پہلے شہید ہوں گا۔ بہ خدا میں جن لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے تم سب سے زیادہ عزیز ہو، اور مجھ پر قرض ہے تم وہ قرض ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میرے والد سب سے پہلے شہید ہوئے، مشرکین نے ان کی ناک اور کانوں کو کاٹ دیا، ان کو اور حضرت عمرو بن الجموح کو ایک قبر میں دفن کیا گیا وہ دنیا میں ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی تھے، حضرت جابر کہتے ہیں میں نے چھ ماہ بعد اپنے والد کی قبر کھودی اور ان کو دوسری جگہ منتقل کر دیا، میں نے دیکھا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر نہیں ہوا تھا، صرف ڈاڑھی کے چند بالوں میں مٹی لگی ہوئی تھی۔

امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمرو بن جموح انصاری اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری کی قبروں میں سیلاب کا پانی آگیا، وہ دونوں ایک ہی قبر میں مدفون تھے، یہ دونوں غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے تھے، ان دونوں کو قبر کھود کر نکالا گیا۔ ان دونوں کے جسم بالکل متغیر نہیں ہوئے تھے یوں لگتا تھا جیسے کل فوت ہوئے ہوں

ان میں سے ایک کا ہاتھ دفن کے وقت اپنے زخم پر تھا وہ ہاتھ اسی طرح تھا اس کو زخم سے ہٹایا گیا تو وہ پھر اپنی جگہ لوٹ گیا، غزوۂ احد اور قبر کھودنے کے درمیان چھیالیس سال کا عرصہ تھا، ــــــ رضی اللہ عنہما وارضاہما ــــــ [1]

باب ۸۶۶ مِنْ فَضَائِلِ جُلَيْبِيبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۳۶ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيطٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ كِنَانَةَ بْنِ نُعَيْمٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَغْزًى لَهُ فَأَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ قَالُوا نَعَمْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا ثُمَّ قَالَ هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ قَالُوا نَعَمْ فُلَانًا وَفُلَانًا وَفُلَانًا ثُمَّ قَالَ هَلْ تَفْقِدُونَ مِنْ أَحَدٍ قَالُوا لَا قَالَ لٰكِنِّي أَفْقِدُ جُلَيْبِيبًا فَاطْلُبُوهُ فَطُلِبَ فِي الْقَتْلٰى فَوَجَدُوهُ إِلٰى جَنْبِ سَبْعَةٍ قَدْ قَتَلَهُمْ ثُمَّ قَتَلُوهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ قَتَلَ سَبْعَةً ثُمَّ قَتَلُوهُ هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ هٰذَا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ قَالَ فَوَضَعَهُ عَلٰى سَاعِدَيْهِ لَيْسَ لَهُ إِلَّا سَاعِدَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحُفِرَ لَهُ وَوُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ غُسْلًا۔

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک جہاد میں تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال دیا، آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں سے کوئی غائب ہے؟ انھوں نے کہا: ہاں فلاں، فلاں اور فلاں غائب ہے، آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی غائب ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں! فلاں، فلاں اور فلاں غائب ہے۔ آپ نے پھر فرمایا تم میں سے کوئی غائب ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا لیکن میں جلیبیب کو غائب پا رہا ہوں، اس کو تلاش کرو، انھوں نے ان کو شہداء میں تلاش کیا، تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں ان کی نعش پڑی تھی، جن کو حضرت جلیبیب نے قتل کیا تھا، پھر انھوں نے ان کو شہید کر دیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی نعش کے پاس آئے اور فرمایا: اس نے سات کو قتل کیا پھر انھوں نے اس کو قتل کر دیا، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، پھر آپ نے ان کی نعش کو اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا، اور ان کو صرف آپ نے ہی اٹھایا تھا۔ پھر ان کی قبر کھودی گئی اور ان کو قبر میں رکھ دیا گیا، راوی نے ان کو غسل دینے کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن الاثیر جزری لکھتے ہیں:

جلیبیب قندیل کے وزن پر ہے یہ انصاری صحابی تھے، حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کی بیٹی سے ان کے نکاح کا پیغام دیا، حضرت جلیبیب کوتاہ قد اور بدشکل تھے، اس لڑکی کے ماں باپ نے اس رشتہ کو ناپسند کیا، جب اس لڑکی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا علم ہوا تو اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳-۲۳۲، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

علی انفسھن غیر جائزۃ، قیل لہ لیس کذالک لان الآیۃ لم تخص الاولیاء بھذا الامر دون غیرھم وعمومہ یقتضی ترغیب سائر الناس فی العقد علی الایامی الا تری ان اسم الایامی ینتظم الرجال والنساء وھو فی الرجل لم یرد بہ الاولیاء دون غیرھم کذلک فی النساء۔[1]

خود عورت نہیں کر سکتی، اور عورت کا کیا ہوا نکاح ناجائز ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس آیت میں عقد نکاح کو عورت کے ولی کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا اور اس آیت کا عموم تمام لوگوں کو عقد نکاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ لفظ ایامیٰ (بے نکاح لوگ) مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے، اور مردوں سے صرف عورت کا ولی مراد نہیں ہے، اسی طرح عورتوں میں بھی عموم ہے۔

جس طرح علامہ ابوبکر جصاص نے اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں بے نکاح مرد اور عورت کا نکاح کر سکتے ہیں اسی طرح ہم اس آیت کے عموم سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں ہر بے نکاح کا نکاح کرنے کا حکم دیا ہے خواہ وہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفو میں۔

اس آیت کے عموم کی وضاحت میں علامہ ابوبکر جصاص مزید لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس آیت کے عموم سے تو پھر یہ بھی ثابت ہوگا کہ باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ احادیث (صحیحہ مشہورہ) سے یہ ثابت ہے کہ بالغہ کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کرنا جائز نہیں ہے، اور مردوں کے حق میں یہ مان لیا گیا ہے کہ ان کا نکاح ان کی مرضی سے کیا جائے اس لیے بالغہ لڑکیوں کے لیے بھی یہ مقدر مانا جائے گا کہ ان کا نکاح ان کی مرضی سے کیا جائے۔[2]

جس طرح بالغہ لڑکی کے لیے احادیث صحیحہ مشہورہ میں یہ تصریح ہے کہ اس کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر نہ کیا جائے اسی طرح اگر احادیث صحیحہ مشہورہ میں یہ تصریح ہوتی کہ غیر کفو میں نکاح نہ کیا جائے تو واللہ ہم اس نکاح کو ناجائز کہتے کیوں کہ ہمارا کام شریعت کی اتباع کرنا اور شریعت کی تبلیغ کرنا ہے، ہم خود شارع نہیں ہیں کہ اپنی طرف سے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا حکم صادر کر دیں، ہم صرف مبلغ ہیں احکام شرعیہ کے واضع نہیں ہیں!

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی تحریم اور ممانعت کے بغیر ہم اللہ کے حلال کردہ کو حرام کہنے والے کون ہوتے ہیں؟ اور ہم کیا ہیں اور ہماری حیثیت کیا ہے جب خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا:

انی لست احرم حلالاً[3] میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا!

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] " " " " ، احکام القرآن ج ۳ ص ۳۲۱-۳۲۰، ملخصاً " " " "

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَانْطَلَقَ أُنَيْسٌ حَتَّى أَتَى مَكَّةَ فَرَاثَ عَلَيَّ ثُمَّ
جَاءَ فَقُلْتُ مَا صَنَعْتَ قَالَ لَقِيتُ رَجُلًا بِمَكَّةَ
عَلَى دِينِكَ يَزْعُمُ أَنَّ اللهَ أَرْسَلَهُ قُلْتُ فَمَا
يَقُولُ النَّاسُ قَالَ يَقُولُونَ شَاعِرٌ كَاهِنٌ سَاحِرٌ
وَكَانَ أُنَيْسٌ أَحَدَ الشُّعَرَاءِ قَالَ أُنَيْسٌ لَقَدْ
سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهَنَةِ فَمَا هُوَ بِقَوْلِهِمْ وَ
لَقَدْ وَضَعْتُ قَوْلَهُ عَلَى أَقْرَاءِ الشِّعْرِ فَمَا
يَلْتَئِمُ عَلَى لِسَانِ أَحَدٍ بَعْدِي أَنَّهُ شِعْرٌ وَاللهِ
إِنَّهُ لَصَادِقٌ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ قَالَ قُلْتُ
فَاكْفِنِي حَتَّى أَذْهَبَ فَأَنْظُرَ قَالَ فَأَتَيْتُ
مَكَّةَ فَتَضَعَّفْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ فَقُلْتُ أَيْنَ
هٰذَا الَّذِي تَدْعُونَهُ الصَّابِئَ فَأَشَارَ إِلَيَّ
فَقَالَ الصَّابِئُ فَمَالَ عَلَيَّ أَهْلُ الْوَادِي
بِكُلِّ مَدَرَةٍ وَعَظْمٍ حَتَّى خَرَرْتُ مُغْشِيًّا عَلَيَّ
قَالَ فَارْتَفَعْتُ حِينَ ارْتَفَعْتُ كَأَنِّي نُصُبٌ
أَحْمَرُ قَالَ فَأَتَيْتُ زَمْزَمَ فَغَسَلْتُ عَنِّي
الدِّمَاءَ وَشَرِبْتُ مِنْ مَائِهَا وَلَقَدْ لَبِثْتُ
يَا ابْنَ أَخِي ثَلَاثِينَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ مَا كَانَ
لِي طَعَامٌ إِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتَّى تَكَسَّرَتْ
عُكَنُ بَطْنِي وَمَا وَجَدْتُ عَلَى كَبِدِي سَخْفَةَ
جُوعٍ قَالَ فَبَيْنَا أَهْلُ مَكَّةَ فِي لَيْلَةٍ قَمْرَاءَ
إِضْحِيَانٍ إِذْ ضُرِبَ عَلَى أَسْمِخَتِهِمْ فَمَا
يَطُوفُ بِالْبَيْتِ أَحَدٌ وَامْرَأَتَانِ مِنْهُمْ
تَدْعُوَانِ إِسَافًا وَنَائِلَةَ قَالَ فَأَتَتَا
عَلَيَّ فِي طَوَافِهِمَا فَقُلْتُ أَنْكِحَا أَحَدَهُمَا
الْأُخْرَى قَالَ فَمَا تَنَاهَتَا عَنْ قَوْلِهِمَا قَالَ
فَأَتَتَا عَلَيَّ فَقُلْتُ هُنَّ مِثْلُ الْخَشَبَةِ غَيْرَ
أَنِّي لَا أَكْنِي فَانْطَلَقَتَا تُوَلْوِلَانِ وَتَقُولَانِ
لَوْ كَانَ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنْ أَنْفَارِنَا قَالَ فَاسْتَقْبَلَهُمَا

میں نے پوچھا: کس کے لیے؟ انھوں نے کہا اللہ کے لیے،
میں نے پوچھا: کس طرف منہ کرتے تھے، اس نے کہا اللہ تعالیٰ
جس طرف میرا منہ کر دیتا تھا میں عشا کی نماز پڑھ لیتا تھا حتی کہ
جب رات کا آخری حصہ ہوتا تو میں اپنے آپ کو چادر کی طرح
ڈال دیتا، حتی کہ مجھ پر دھوپ آجاتی، انیس نے کہا مجھے مکہ
میں کام ہے، تم یہاں رہو، میں جاتا ہوں، انیس مکہ چلے گئے
پھر انھوں نے آنے میں دیر کی، پھر وہ آیا میں نے پوچھا تم کیا کرتے
رہے تھے؟ میں نے کہا میری مکہ میں ایک شخص سے
ملاقات ہوئی جو تمہارے دین پر ہے، وہ کہتا ہے کہ اللہ
نے مجھے رسول بنایا ہے، میں نے پوچھا اور لوگ کیا کہتے ہیں؟
اس نے کہا لوگ اس کو شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں، انیس
خود بھی ایک شاعر تھا، انیس نے کہا میں نے کاہنوں کا
کلام سنا ہے، اس کا کلام کاہنوں کی طرح نہیں ہے، میں نے
اس کے کلام کا شاعروں کے کلام سے بھی موازنہ کیا لیکن کسی
شخص کی زبان پر ایسے شعر نہیں آسکتے، بخدا وہ سچا ہے اور
لوگ جھوٹے ہیں، میں نے کہا تم یہیں رہو، میں جاکر دیکھتا ہوں،
حضرت ابوذر کہتے ہیں میں مکہ گیا، اور اہل مکہ میں سے ایک کمزور
شخص کو منتخب کیا، میں نے پوچھا وہ شخص کہاں ہے جس کے
متعلق تم یہ کہتے ہو کہ اس نے اپنا دین بدل لیا ہے، اس نے
میری طرف اشارہ کر کے کہا یہ صابی (دین بدلنے والا) ہے،
پھر تمام اہل وادی ہڈیوں اور ڈھیلوں کے ساتھ مجھ پر پل
پڑے، حتی کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب مجھے ہوش
آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں (بہ کثرت خون بہنے کی وجہ سے)
سرخ رنگ کا بت ہوں، میں نے زمزم کے پاس آکر خون دھویا
اور پانی پیا، اسے بھتیجے میں وہاں تیس دن رات تک رہا،
اس وقت زمزم کے پانی کے سوا میری کوئی اور خوراک نہیں
تھی، میں اس قدر موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہو
گئیں، اور میں نے اپنے جگر میں بھوک کی شدت محسوس نہیں
کی، ایک چاندنی رات کو جب اہل مکہ سو گئے، اس وقت

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَهُمَا بِطَانٍ قَالَ مَا لَكُمَا قَالَتَا الصَّابِئُ بَيْنَ الْكَعْبَةِ وَاَسْتَارِهَا قَالَ مَا لَكُمَا قَالَتَا اِنَّهُ قَالَ لَنَا كَلِمَةً تَمْلَاُ الْفَمَ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَلَمَ الْحَجَرَ وَطَافَ بِالْبَيْتِ هُوَ وَصَاحِبُهُ ثُمَّ صَلّٰى فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهُ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ فَكُنْتُ اَنَا اَوَّلُ مَنْ حَيَّاهُ بِتَحِيَّةِ الْاِسْلَامِ قَالَ فَقُلْتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ثُمَّ قَالَ مَنْ اَنْتَ قَالَ قُلْتُ مِنْ غِفَارٍ قَالَ فَاَهْوٰى بِيَدِهٖ فَوَضَعَ اَصَابِعَهُ عَلٰى جَبْهَتِهٖ فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ كَرِهَ اَنْ انْتَمَيْتُ اِلٰى غِفَارٍ فَذَهَبْتُ اٰخُذُ بِيَدِهٖ فَقَدَ عَنِّيْ صَاحِبُهُ وَكَانَ اَعْلَمَ بِهٖ مِنِّيْ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهُ ثُمَّ قَالَ مَتٰى كُنْتَ هٰهُنَا قَالَ قُلْتُ قَدْ كُنْتُ هٰهُنَا مُنْذُ ثَلَاثِيْنَ بَيْنَ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ قَالَ فَمَنْ كَانَ يُطْعِمُكَ قَالَ قُلْتُ مَا كَانَ لِيْ طَعَامٌ اِلَّا مَاءُ زَمْزَمَ فَسَمِنْتُ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ عُكَنُ بَطْنِيْ وَمَا اَجِدُ عَلٰى كَبِدِيْ سَخْفَةَ جُوْعٍ قَالَ اِنَّهَا مُبَارَكَةٌ اِنَّهَا طَعَامُ طُعْمٍ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ فِيْ طَعَامِهِ اللَّيْلَةَ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَكْرٍ وَانْطَلَقْتُ مَعَهُمَا فَفَتَحَ اَبُوْ بَكْرٍ بَابًا فَجَعَلَ يَقْبِضُ لَنَا مِنْ زَبِيْبِ الطَّائِفِ وَكَانَ ذٰلِكَ اَوَّلَ طَعَامٍ اَكَلْتُهُ بِهَا ثُمَّ غَبَرْتُ مَا غَبَرْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهُ قَدْ وُجِّهَتْ لِيْ اَرْضٌ ذَاتُ نَخْلٍ لَا اُرَاهَا اِلَّا يَثْرِبَ فَهَلْ اَنْتَ مُبَلِّغٌ عَنِّيْ قَوْمَكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَنْفَعَهُمْ بِكَ وَيَاْجُرَكَ فِيْهِمْ فَاَتَيْتُ اُنَيْسًا فَقَالَ مَا صَنَعْتَ قُلْتُ صَنَعْتُ اَنِّيْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ قَالَ

بیت اللہ کا کوئی طواف نہیں کر رہا تھا، صرف دو عورتیں "اساف اور نائلہ" (بت) کو پکار رہی تھیں، وہ طواف کرتے کرتے میرے پاس آئیں، میں نے کہا (اساف اور نائلہ میں سے) ایک کا دوسرے کے ساتھ نکاح کر دو، یہ سن کر بھی وہ اپنے پکارنے سے باز نہیں آئیں، جب وہ پھر میرے پاس آئیں تو میں نے کہا "فرج میں لکڑی" کیونکہ میں اشارہ کنایہ سے بات نہیں کرتا (اس لیے اساف اور نائلہ کو سیدھی گالی دی) یہ سن کر وہ دونوں عورتیں چلاتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی گئیں، کاش ہمارے لوگوں میں سے اس وقت کوئی ہوتا، راستہ میں ان دونوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر ملے وہ پہاڑی سے اتر رہے تھے، آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگیں ایک صابی آیا ہے جو کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، آپ نے پوچھا اس نے تم سے کیا کہا، انھوں نے کہا وہ ایسی بات کہتا ہے جس سے منہ بھر جاتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے، آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا، اور آپ نے اور آپ کے صاحب نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر نماز پڑھی، جب آپ نے نماز پوری کر لی، حضرت ابوذر کہتے ہیں تو میں پہلا شخص تھا جس نے اسلام کے طریقہ سے سلام کیا، میں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، پھر فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا غفار سے ہوں، آپ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر انگلیاں اپنی پیشانی پر رکھیں، میں نے دل میں سوچا شاید آپ کو میرا غفار سے ہونا ناپسند ہوا ہے، میں آپ کا ہاتھ پکڑنے کے لیے بڑھا، آپ کے صاحب نے مجھے روکا، جو مجھ سے زیادہ آپ کا حال جانتا تھا، پھر آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: تم کب سے یہاں ہو، میں نے کہا مجھے یہاں پر تیس دن رات ہو گئے، فرمایا: تمہیں کھانا کون کھلاتا ہے؟ میں نے کہا زمزم کے پانی کے سوا میرا اور کوئی طعام

مَا بِیْ رَغْبَۃٌ عَنْ دِیْنِكَ فَاِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ فَاَتَیْنَا اُمَّنَا فَقَالَتْ مَا بِیْ رَغْبَۃٌ عَنْ دِیْنِكُمَا فَاِنِّیْ قَدْ اَسْلَمْتُ وَصَدَّقْتُ فَاحْتَمَلْنَا حَتّٰی اَتَیْنَا قَوْمَنَا غِفَارًا فَاَسْلَمَ نِصْفُهُمْ وَكَانَ یَؤُمُّهُمْ اِیْمَاءُ بْنُ رَحَضَۃَ الْغِفَارِیُّ وَكَانَ سَیِّدَهُمْ وَ قَالَ نِصْفُهُمْ اِذَا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ اَسْلَمْنَا فَقَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَاَسْلَمَ نِصْفُهُمُ الْبَاقِیْ وَجَآءَتْ اَسْلَمُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِخْوَتُنَا نُسْلِمُ عَلَی الَّذِیْ اَسْلَمُوْا عَلَیْهِ فَاَسْلَمُوْا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔

نہیں ہے، میں اس قدر موٹا ہو گیا ہوں کہ میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہو گئی ہیں اور میرے جگر میں بھوک کی کمزوری نہیں ہے، آپ نے فرمایا زمزم کا پانی برکت والا ہے، یہ پیٹ بھرنے والا کھانا ہے، حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ اس کو آج رات میں کھانا کھلاؤں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر چل پڑے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا، حضرت ابوبکر نے دروازہ کھولا اور اس میں سے ہمارے لیے طائف کی کشمش نکالی یہ مکہ میں پہلا طعام تھا جس کو میں نے کھایا پھر میں نے بچا دیا جو بچا دیا پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا مجھے کھجوروں والی ایک زمین دکھائی گئی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ یثرب (مدینہ) ہی ہے، کیا تم اپنی قوم کو میری طرف سے (دین اسلام کا) پیغام پہنچاؤ گے؟ شاید اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ان کو نفع دے اور تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے، پھر میں انیس کے پاس پہنچا، اس نے پوچھا تم کیا کرتے رہے؟ میں نے کہا میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کر دی ہے، اس نے کہا مجھے بھی تمہارے دین سے نفرت نہیں ہے، میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں اور تصدیق کر چکا ہوں، پھر ہم اپنی والدہ کے پاس آئے، اس نے کہا، مجھے بھی تمہارے دین سے نفرت نہیں ہے، میں بھی اسلام لاتی ہوں اور تصدیق کرتی ہوں، ہم نے اونٹوں پر اپنا سامان لادا اور اپنی قوم بنو غفار کے پاس پہنچے، ان میں سے آدھے لوگ مسلمان ہو گئے، ان لوگوں کا سردار اور امام ایماء بن رحضۃ الغفاری تھا، باقی آدھے لوگوں نے یہ کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائیں گے۔ تو ہم مسلمان ہو جائیں گے، پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو باقی آدھے بھی مسلمان ہو گئے پھر قبیلہ اسلم کے لوگ آئے اور انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم بھی اپنے بھائیوں کی طرح اسلام قبول کرتے ہیں، پھر وہ بھی مسلمان ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

علامہ آلوسی نے بھی اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے، لکھتے ہیں:

وعلی ان الولی لیس شرطاً فی النکاح لانہ اضاف العقد الیھا۔ [1]

اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ صحت نکاح میں ولی شرط نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عقد کی اضافت عورت کی طرف کی ہے۔

سو جس طرح ولی کے عدم ذکر اور عورت کی طرف نکاح کی اضافت کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحت نکاح کے لیے ولی کی اجازت شرط نہیں ہے اسی طرح کفو کے عدم ذکر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحت نکاح کے لیے کفو شرط نہیں ہے اور عورت جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے خواہ خاوند اس کا کفو ہو یا غیر کفو۔ مذاہب فقہاء کے بیان میں ہم انشاء اللہ فقہاء کی وہ عبارات بھی بیان کریں گے جو انھوں نے حلالہ کے ذکر میں بیان کی ہیں کیونکہ ان عبارات میں مخالفین کی کوئی تائید نہیں ہے۔

ہم نے جو یہ پانچ آیات پیش کی ہیں ان میں قرآن مجید کے الفاظ عموم سے استدلال کیا ہے۔ اب ہم دو آیتیں پیش کر رہے ہیں جن میں ہم شان نزول کے اعتبار سے استدلال کر رہے ہیں۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم سے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال

(۶) چھٹی آیت جس سے ہم نے غیر کفو میں نکاح کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:

یا ایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

(حجرات: ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہیں (مختلف) بڑی قومیں اور قبائل بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں امام ابن مردویہ اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو بیاضہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی عورت کا ابو ہند سے نکاح کر دیں، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم اپنی بیٹیوں کا اپنے آزاد شدہ غلاموں سے نکاح کر دیں؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا، الایۃ۔

زہری نے کہا یہ آیت بالخصوص ابو ہند کے متعلق نازل ہوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فصد لگاتا تھا (الی قولہ) یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے، احادیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۴ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ اَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ قَالَ لِاَخِيهِ ارْكَبْ اِلٰى هٰذَا الْوَادِي فَاعْلَمْ لِي عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِي يَزْعَمُ اَنَّهُ يَاْتِيهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ فَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ ائْتِنِي فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ ثُمَّ رَاجَعَ اِلٰى اَبِي ذَرٍّ فَقَالَ رَاَيْتُهُ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَيْتَنِي فِيمَا اَرَدْتُ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهُ فِيهَا مَاءٌ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْرِفُهُ وَكَرِهَ اَنْ يَسْاَلَ عَنْهُ حَتّٰى اَدْرَكَهُ يَعْنِي اللَّيْلَ فَاضْطَجَعَ فَرَاٰهُ عَلِيٌّ فَعَرَفَ اَنَّهُ غَرِيبٌ فَلَمَّا رَاٰهُ تَبِعَهُ فَلَمْ يَسْاَلْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ قِرْبَتَهُ وَزَادَهُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَظَلَّ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَمْسٰى فَعَادَ اِلٰى مَضْجَعِهِ فَمَرَّ بِهِ عَلِيٌّ فَقَالَ مَا اَنَ لِلرَّجُلِ اَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَهُ فَاَقَامَهُ فَذَهَبَ بِهِ مَعَهُ وَلَا يَسْاَلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اِذَا كَانَ يَوْمُ الثَّالِثِ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِكَ فَاَقَامَ مَعَهُ عَلِيٌّ مَعَهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِي اَقْدَمَكَ هٰذَا الْبَلَدَ قَالَ اِنْ اَعْطَيْتَنِي عَهْدًا وَمِيثَاقًا لَتُرْشِدَنِّي فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ فَاِنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا اَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِي فَاِنِّي اِنْ رَاَيْتُ شَيْئًا اَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَاَنِّي اُرِيقُ الْمَاءَ فَاِنْ مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِي حَتّٰى تَدْخُلَ مَدْخَلِي فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوهُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہا اس وادی میں جاؤ اور وہاں جا کر میری خاطر اس شخص کے متعلق معلومات حاصل کرو جو یہ کہتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں، ان کا قول سنو اور پھر میرے پاس آؤ، وہ چلے گئے حتیٰ کہ مکہ آئے، انھوں نے حضور کا قول سنا پھر ابوذر کے پاس آئے، انھوں نے کہا میں نے حضور کو دیکھا ہے وہ لوگوں کو مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور ان کا کلام ایسا ہے جو شعر نہیں ہے، میں نے کہا تم نے میرے ارادے کے مطابق کام نہیں کیا، پھر حضرت ابوذر نے زادِ راہ لیا اور پانی کا ایک مشکیزہ لیا اور مکہ گئے، وہ مسجد میں گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تلاش کیا، وہ حضور کو پہچانتے نہیں تھے اور آپ کے متعلق سوال کرنے کو ناپسند کرتے تھے، حتیٰ کہ رات ہو گئی اور وہ لیٹ گئے حضرت علی نے ان کو دیکھا اور یہ خیال کیا کہ وہ کوئی مسافر ہیں، وہ ان کو دیکھ کر ان کے ساتھ گئے اور کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہیں کی، حتیٰ کہ صبح ہو گئی، پھر حضرت ابوذر نے اپنی مشک اٹھائی اور اپنا زادِ راہ لے کر مسجد گئے، وہ سارا دن وہاں رہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکے، حتیٰ کہ شام ہو گئی، اور وہ پھر اپنے سونے کی جگہ آ گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں سے گذرے اور کہنے لگے ابھی تک اس شخص کو اپنے ٹھکانے کا پتا نہیں چلا، پھر ان کو کھڑا کیا اور ان کے ساتھ گئے اور کسی نے ایک دوسرے سے کوئی سوال نہیں کیا، حتیٰ کہ تیسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا، حضرت علی نے انھیں اٹھایا اور کہا تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ تم اس شہر میں کس کام سے آئے ہو؟ حضرت ابوذر نے کہا اگر تم مجھ سے پکا وعدہ کرو کہ تم میری رہنمائی کرو گے تو میں تم کو بتا دیتا ہوں، حضرت علی نے وعدہ کیا، حضرت ابوذر نے اپنا مدعا بیان کیا، حضرت علی نے کہا وہ سچے ہیں اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، جب صبح ہو تو تم میرے ساتھ چلنا، اگر

وَدَخَلَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ وَاَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ اِلٰى قَوْمِكَ فَاَخْبِرْهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَكَ اَمْرِيْ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَاَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ وَثَارَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى اَضْجَعُوْهُ فَاَتَى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَالَ وَيْلَكُمْ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مِنْ غِفَارٍ وَاَنَّ طَرِيْقَ تُجَّارِكُمْ اِلَى الشَّامِ عَلَيْهِمْ فَاَنْقَذَهُ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ بِمِثْلِهَا وَثَارُوْا اِلَيْهِ فَضَرَبُوْهُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ الْعَبَّاسُ فَاَنْقَذَهُ۔

میں نے تمہارے لیے کوئی خطرہ دیکھا تو میں کھڑا ہو جاؤں گا جیسے کوئی پانی بہا تا ہے، اگر میں چلتا رہوں تو تم بھی میرے ساتھ چلنا حتی کہ جہاں میں داخل ہوں تم بھی وہاں آجانا، حضرت ابوذر حضرت علی کے پیچھے پیچھے چلتے رہے حتی کہ حضرت علی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور حضرت ابوذر بھی ساتھ گئے، حضرت ابوذر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور اسی جگہ اسلام لے آئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اپنی قوم کے پاس واپس جاؤ اور انھیں دین کی تبلیغ کرو، حتی کہ تمہارے پاس میرا حکم آئے، حضرت ابوذر نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میری جان ہے میں مکہ والوں کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کروں گا، حضرت ابوذر وہاں سے نکلے اور مسجد میں آئے اور با آواز بلند کہا اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله پھر قوم ان پر ٹوٹ پڑی اور ان کو مارتے مارتے لٹا دیا، پھر حضرت عباس آئے اور ان پر جھک گئے اور کہا تم پر افسوس ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ یہ شخص قبیلہ غفار سے ہے، اور شام سے تمہاری تجارت کا راستہ ان کے پاس سے گذرتا ہے، پھر حضرت ابوذر کو ان سے چھڑا لیا، دوسرے روز پھر حضرت ابوذر نے اپنے اسلام کا اعلان کیا، لوگ پھر ان کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے پھر حضرت عباس ان پر جھکے اور ان کو چھڑا لیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار بن ملیل بن ضمرہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر، ان کی کنیت ابوذر اور ان کا تعلق غفار قبیلہ سے ہے۔

جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے، یہ اسلام لے آئے تھے، اسلام لانے والوں میں یہ چوتھے تھے، ایک قول یہ ہے کہ پانچویں تھے، یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسلام کے طریقہ کے مطابق سلام کیا، اسلام لانے کے بعد آپ اپنی قوم کے شہر میں گئے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کرنے تک وہیں ٹھہرے رہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آگئے، غزوہ بدر، احد اور خندق گذر

گئے اس کے بعد حضرت ابوذر مدینہ منورہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال تک آپ کے مصاحب رہے۔

حضرت ابوذر نے اعلان نبوت سے تین سال پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی تھی، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ وہ حق بات کہنے پر کسی کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، خواہ وہ بات کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو، حضرت عبداللہ بن عمر و بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ زمین و آسمان میں ابوذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں ہے، اور یہ بھی روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر زمین پر چلتے ہیں درآں حالیکہ وہ زہد میں عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

حضرت ابوذر نے ۳۱ھ میں ربذہ کے ویرانہ میں وفات پائی، ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت بادہ خراب ہونے لگی تو میں رونے لگی، پوچھا کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا تم ایک صحرا میں سفر آخرت پر جا رہے ہو، یہاں تم کو کفن دینے کے لیے کوئی نیا کپڑا بھی نہیں ہے، فرمایا میں تم کو ایک خوشخبری سناتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چند آدمیوں کے سامنے فرمایا جن میں ایک میں بھی تھا، تم میں ایک شخص صحرا میں مرے گا اور اس کی موت کے وقت وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہنچ جائے گی، ان آدمیوں میں سے میرے علاوہ سب لوگ آبادی میں مر چکے ہیں اور اب صرف میں باقی رہ گیا ہوں اس لیے یقیناً وہ شخص میں ہی ہوں۔ اور میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے تم سے جھوٹ نہیں کہا، اس لیے جاؤ راستہ پر دیکھو ضرور غیبی امداد آتی ہوگی، میں نے کہا اب تو حجاج بھی واپس جا چکے ہیں اور راستہ بند ہو چکا ہے فرمایا نہیں جا کر دیکھو، وہ کہتی ہیں میں حضرت ابوذر کی تیمارداری بھی کرتی اور ٹیلہ پر بھی جا کر دیکھتی، آخر کچھ دیر بعد دور سے کچھ سوار آتے دکھائی دیے، میں نے اشارہ کیا وہ لوگ تیزی سے میرے پاس آئے، اور حضرت ابوذر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا ابوذر، انھوں نے کہا صحابی رسول؟ میں نے کہا ہاں وہ لوگ" ان پر ہمارے ماں باپ فدا ہوں"، کہہ کر حضرت ابوذر کے پاس گئے، حضرت ابوذر نے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی سنائی پھر وصیت کی کہ اگر میرے پاس یا میری بیوی کے پاس کفن کے مطابق کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھ کو کفن دینا، اور یہ قسم دی کہ تم میں سے جو شخص حکومت کا ادنیٰ عہدہ دار بھی ہو وہ مجھ کو کفن نہ دے، اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے سوا ہر شخص کسی نہ کسی عہدہ پر رہ چکا تھا، اس جوان نے کہا چچا میرے پاس ایک چادر ہے، اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جن کو میری والدہ نے کات کر بنایا ہے، میں آپ کو ان میں کفن دوں گا، سو اسی جوان نے آپ کو کفن دیا، ان سواروں میں مشہور صحابی حضرت ابن مسعود بھی تھے، انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اسی صحرا کے ایک گوشہ میں ان کو پیوند خاک کر دیا۔ [1]

بَابُ ۱۶۸ مِنْ فَضَائِلِ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۴۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا خَالِدٌ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۰۳ - ۳۰۱، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان تہران

بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ ابْنُ بَيَانٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ قَالَ سَمِعْتُ قَيْسَ بْنَ أَبِي حَازِمٍ يَقُولُ قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ.

ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی نہیں روکا، اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تبسم فرماتے۔

۶۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ فِي وَجْهِي زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِي حَدِيثِهِ عَنِ ابْنِ إِدْرِيسَ وَلَقَدْ شَكَوْتُ إِلَيْهِ أَنِّي لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَضَرَبَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي وَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے تبسم فرماتے، ابن جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا کی: اے اللہ! اس کو گھوڑے پر قائم رکھ اور اس کو ہادی اور مہدی کر دے۔

۶۲۴۳ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بَيْتٌ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ الْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّامِيَّةُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَنْتَ مُرِيحِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةِ الْيَمَانِيَةِ وَالشَّامِيَّةِ فَنَفَرْتُ إِلَيْهِ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ مِنْ أَحْمَسَ فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ فَأَتَيْتُهُ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ فَدَعَا لَنَا وَلِأَحْمَسَ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک مکان تھا جس کو ذوالخلصہ کہتے تھے، اور اس کو کعبہ یمانیہ یا کعبہ شامیہ بھی کہتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے جریر! کیا تم مجھے ذوالخلصہ، کعبہ یمانیہ اور کعبہ شامیہ کی فکر سے راحت دلاؤ گے؟ سو میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو لوگوں کے ساتھ اس کی جانب روانہ ہوا اور اس بت خانہ کو توڑ دیا، اور جو لوگ وہاں پائے گئے ان سب کو قتل کر دیا، پھر میں نے آکر آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے ہمارے اور قبیلہ احمس کے لیے دعا کی۔

۶۲۴۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَرِيرُ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے جریر! کیا تم مجھے خثعم کے بت خانہ سے راحت نہیں دو گے جس کو کعبہ یمانیہ بھی کہتے ہیں، حضرت جریر کہتے ہیں کہ

اَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ بَيْتٍ لِخَثْعَمَ كَانَ يُدْعَى كَعْبَةَ الْيَمَانِيَةِ قَالَ فَنَفَرْتُ فِي خَمْسِينَ وَمِائَةٍ فَارِسٍ وَكُنْتُ لَا أَثْبُتُ عَلَى الْخَيْلِ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَ يَدَهُ فِي صَدْرِي فَقَالَ اللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا قَالَ فَانْطَلَقَ فَحَرَّقَهَا بِالنَّارِ ثُمَّ بَعَثَ جَرِيرٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُبَشِّرُهُ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ مِنَّا فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا جِئْتُكَ حَتَّى تَرَكْنَاهَا كَأَنَّهَا جَمَلٌ أَجْرَبُ فَبَرَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرِجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

پھر میں ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوا، میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے میرے سینے پر اپنا مبارک ہاتھ مارا، اور یہ دعا فرمائی، اے اللہ اس کو (گھوڑے پر) ثابت رکھ اور اس کو ہادی اور مہدی بنا، حضرت جریر کہتے ہیں کہ پھر وہ روانہ ہوئے اور اس بت خانہ کو جلا دیا، پھر حضرت جریر نے ابو ارطاۃ کی کنیت والے ایک شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس خوشخبری دینے کے لیے روانہ کیا، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا کہ ہم ذوالخلصہ کے بت خانہ کو ایک خارش زدہ اونٹ کی طرح چھوڑ کر آپ کے پاس آئے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لیے پانچ مرتبہ دعا کی۔

۶۲۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِي الْفَزَارِيَّ) ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ مَرْوَانَ فَجَاءَ بَشِيرٌ جَرِيرًا أَبُو أَرْطَاةَ حُصَيْنُ بْنُ رَبِيعَةَ يُبَشِّرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، دوسری سند میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت جریر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جس شخص کو خوش خبری کے لیے روانہ کیا تھا اس کا نام ابو ارطاۃ حصین بن ربیعہ تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا نام ونسب یہ ہے: جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نصر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن مالک بن سعد بن مذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن الراش، ابو عبداللہ بجلی۔

حضرت جریر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس دن پہلے مسلمان ہوئے، وہ بہت حسین وجمیل تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جریر اس امت کے یوسف ہیں، وہ اپنی قوم کے سردار تھے، جب حضرت جریر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان کی عزت کی اور فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار شخص آئے تو اس کی عزت کرو۔ ؎ ——— (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

علامہ ابن اثیر نے حضرت جریر کے اسلام لانے کا جو وقت بیان کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام احمد بن حنبل نے یہ روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع میں حضرت جریر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ [1] اس لیے حضور کے وصال سے کم از کم چار پانچ ماہ پہلے ان کا اسلام ماننا پڑے گا۔

فتح مکہ کے بعد تقریباً عرب کے تمام قبائل اسلام کے حلقہ اثر میں آچکے تھے، لیکن بعض علاقوں میں صدیوں کی بد اعتقادی کی وجہ سے توہم پرستی باقی تھی اور لوگ صنم کدوں کو ہاتھ لگانے سے ڈرتے تھے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی صنم کدے گروا دیئے، یمن کا صنم کدہ ذی الخلصہ جو کعبہ یمانی کے نام سے مشہور تھا، اس کو ڈھانے کی خدمت آپ نے حضرت جریر کے سپرد کی جس کا صحیح مسلم کی زیر بحث احادیث میں تفصیلاً ذکر ہے، ابھی حضرت جریر یمن میں ہی تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، حضرت جریر یہ خبر وحشت اثر سنتے ہی مدینہ منورہ روانہ ہوئے، راستہ میں حضرت ابوبکر صدیق کے خلیفہ مقرر ہونے کی اطلاع ملی۔

حضرت ابوبکر کے عہد میں انھوں نے غالباً کسی معرکہ میں حصہ نہیں لیا، حضرت عمر کے زمانہ میں کئی جنگوں میں شریک ہوئے، حضرت عمر نے عراق کی افواج کی مدد کے لیے تمام قبائل عرب کو جمع کیا اور ہر قبیلہ کے سردار کو اس قبیلہ کا افسر بنا کر عراق روانہ کیا، حضرت جریر کو بجیلہ کی سرداری ملی۔ یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ عراق پہنچے، مقام حیرہ میں مسلمانوں اور ایرانیوں کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ میں حضرت جریر میمنہ کے افسر تھے، میمنہ، میسرہ اور قلب کو لے کر ایرانیوں پر حملہ کیا، ایرانیوں نے بھی زبردست جواب دیا اور مسلمان منتشر ہوگئے لیکن مثنیٰ کی للکار پر پھر دوبارہ حملہ آور ہوئے، اس حملہ میں عرب کے مشہور بہادر مسعود بن حارثہ شہید ہوگئے۔ مثنیٰ نے پھر جوش دلایا، حضرت جریر نے بھی اپنے قبیلہ کو للکارا، ان دونوں کی للکار پر مسلمانوں نے تیسرا حملہ کیا، اس حملہ میں ایرانی افسر مہران مارا گیا اور ایرانیوں نے میدان خالی کر دیا۔ [2]

حضرت جریر نے متعدد معرکوں میں حصہ لیا اور ۵۱ھ میں وفات پائی۔ [3]

باب ۸۶۹ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۲۴۶ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ قَالَا حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللّٰهِ بْنَ أَبِي

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے، میں نے آپ کے لیے وضو

---

[1] ۔ (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران۔

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] ۔ علامہ ابو حنیفہ احمد بن داؤد الدینوری متوفی ۲۸۲ھ، اخبار الطوال ص ۱۱۵، ۱۱۴، مطبوعہ دار المسیرہ بیروت

[3] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۰، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران۔

يَزِيْدَ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى الْخَلَاءَ فَوَضَعْتُ لَهٗ وَضُوْءًا فَلَمَّا خَرَجَ قَالَ مَنْ وَضَعَ هٰذَا فِيْ رِوَايَةِ زُهَيْرٍ قَالُوْا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ قُلْتُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ اللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ۔

کا پانی رکھا۔ جب آپ آئے تو آپ نے پوچھا "یہ پانی کس نے رکھا ہے؟" صحابہ نے کہا، ایک روایت میں ہے، میں نے کہا، ابن عباس نے! آپ نے دعا دی اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا فرما۔!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس کا نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابوالعباس القرشی الہاشمی۔

یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے ان کو ان کے وفور علم کی وجہ سے البحر اور حبر الامۃ کا لقب دیا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت مکہ کی گھاٹیوں میں تھے اس دوران حضرت ابن عباس پیدا ہوئے، یہ ہجرت سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے، ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، آپ نے اپنے لعاب مبارک سے ان کو گھٹی دی، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل کو دیکھا تھا، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انھوں نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو دیکھا اور دو مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ سے چمٹا کر ان کے لیے دعا کی: اللّٰھم علمہ الحکمۃ "اے اللہ! اس کو حکمت کی تعلیم دے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم شجرہ نبوت کے اہل بیت ہیں، ہمارے ہاں فرشتے آتے تھے، ہم اہل بیت رسالت اور اہل بیت رحمت، اور معدن علم ہیں۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی پیچیدہ مقدمہ آتا تو وہ حضرت ابن عباس سے کہتے کہ ہمارے پاس ایک مشکل مسئلہ آیا ہے، اور اس جیسے مسائل کو تم ہی حل کر سکتے ہو، پھر اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے پر عمل کرتے، اور حضرت ابن عباس کے علاوہ اور کسی کو نہیں بلاتے تھے، عبیداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کئی اوصاف میں دوسروں پر فائق تھے، علم، حلم، نسب اور تاویل میں، میں نے ان کے سوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا جاننے والا کسی اور کو نہیں دیکھا، نہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے فیصلوں کو ان سے زیادہ کوئی جاننے والا تھا، نہ کوئی ان سے زیادہ فقیہ تھا، شعر، عربیت، تفسیر قرآن، حساب اور وراثت کے مسائل کو بھی ان سے زیادہ جاننے والا کوئی اور نہیں تھا، ایک دن وہ مجلس میں صرف فقہی مسائل کا بیان کرتے، ایک دن صرف خواب کی تعبیر بیان کرتے ایک دن صرف غزوات کا بیان کرتے، ایک دن صرف اشعار سناتے، اور ایک دن صرف ایام عرب بیان کرتے، جو عالم بھی ان کی مجلس میں آیا وہ ان کے علم کا اعتراف کر کے اٹھا، اور جس شخص نے بھی ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا وہ ان سے جواب معلوم کر کے گیا۔

لیث بن ابی سلیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابہ کو چھوڑ کر اس نوجوان صحابی کی مجلس کو کیوں اختیار کیا ہے، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کے ستر صحابہ کو دیکھا کہ جب ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو وہ حضرت ابن عباس کے قول پر عمل کرتے۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ نے فرمایا: "اے لڑکے میں تم کو چند کلمات سکھاتا ہوں، اللہ کو یاد کرو، اللہ تمہیں یاد کرے گا، اللہ کو یاد کرو، تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو اور جب تم مدد حاصل کرو تو اللہ سے مدد حاصل کرو اور یاد رکھو اگر ساری امت مل کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نفع مقدر نہ کر دیا ہو تم اس نفع کو حاصل نہیں کر سکتے، اور اگر ساری امت مل کر تم کو نقصان پہنچانا چاہے تو جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ نقصان مقدر نہ کیا ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔[1]

امام محمد بن سعد بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک بن مروان کا فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ اپنے بال بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے، حضرت عبداللہ بن زبیر نے ان دونوں کے پاس بیعت لینے کے لیے کسی کو بھیجا، ان دونوں نے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور کہا آپ اپنا کام کیجیے، ہم آپ سے یا کسی اور سے کوئی سروکار نہیں رکھیں گے، حضرت ابن الزبیر نہیں مانے اور بہت سختی کے ساتھ ان سے بیعت کا مطالبہ کیا، بالآخر حضرت ابن الزبیر نے کہا تم بیعت کرو ورنہ میں تم کو زندہ جلا دوں گا، پھر ان دونوں نے ابوالطفیل کو اپنے حامیوں کے پاس کوفہ روانہ کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں اس شخص سے امان نہیں ہے، ابوالطفیل چار ہزار سواروں کے ساتھ مکہ میں آئے اور اللہ اکبر کے نعروں سے مکہ کے در و دیوار گونجنے لگے، حضرت ابن الزبیر نے نعروں کی آوازیں سنیں تو دارالندوہ میں چلے گئے، ایک روایت ہے کعبہ کے پردوں کے پیچھے چھپ گئے، اور کہا میں بیت اللہ کی پناہ میں ہوں، ابوالطفیل نے خانہ کعبہ کے چاروں طرف لکڑیاں چن دیں اور کہا ہم اس شخص کو زندہ جلا کر مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے مامون کر دیتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہیں! اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے صرف ایک ساعت میں قتال حلال کیا تھا، تم صرف میری حفاظت کرو۔

اس واقعہ کی وجہ سے جو حضرت ابن الزبیر کے ساتھ حضرت ابن عباس کی چپقلش ہو گئی تھی، اس وجہ سے حضرت ابن عباس طائف چلے گئے، وہاں حضرت ابن عباس بیمار ہو گئے اور چند روز کے بعد وفات پا گئے، محمد بن الحنفیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، ایک سفید پرندہ حضرت ابن عباس کے کفن میں داخل ہو گیا اور دفن سے پہلے کفن سے نہیں نکلا، جب آپ کی قبر پر مٹی ڈالی گئی تو ابن الحنفیہ نے کہا، بہ خدا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر تیرہ سال تھی، ۶۸ھ میں حضرت ابن عباس ستر سال کی عمر میں خلد آشیاں ہو گئے۔[2]

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۵-۱۹۲ ملخصاً مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

باب ۸۷ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۲۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ وَلَيْسَ مَكَانٌ أُرِيدُ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ فَقَالَ فَقَصَصْتُهُ عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهُ حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلًا صَالِحًا۔

۶۲۴۷ - حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں استبرق (ریشم) کا ایک ٹکڑا ہے، اور میں جنت میں جس جگہ بھی جانا چاہتا ہوں وہ ٹکڑا اڑ کر اس جگہ آجاتا ہے، میں نے یہ خواب حضرت حفصہ سے بیان کیا، حضرت حفصہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان ہے کہ عبداللہ (ابن عمر) نیک آدمی ہے۔

۶۲۴۸ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدٍ) قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا عَزَبًا وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ كَقَرْنَيِ الْبِئْرِ وَإِذَا فِيهَا نَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ قَالَ فَلَقِيَهُمَا مَلَكٌ فَقَالَ لِي لَمْ تُرَعْ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ قَالَ سَالِمٌ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جو شخص بھی کوئی خواب دیکھتا، وہ اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کرتا، میری بھی یہ تمنا تھی کہ میں کوئی خواب دیکھوں اور اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کروں میں ایک مجرد (کنوارا) نوجوان تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں سویا کرتا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھ کو پکڑ کر جہنم کی طرف لے گئے میں نے دیکھا کہ دوزخ کنوئیں کی طرح گہری ہے اور کنوئیں کی طرح اس پر دو لکڑیاں رکھی ہیں اور دوزخ میں کچھ لوگ تھے جن کو میں نے پہچان لیا، میں کہنے لگا: میں دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، میں دوزخ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں پھر ان سے ایک اور فرشتہ ملا اور مجھ سے کہا تم کو (اس سے) کوئی اندیشہ نہیں ہے، میں نے حضرت حفصہ سے یہ خواب بیان کیا، حضرت حفصہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ خوب آدمی ہے! کاش یہ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا، سالم کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر

رات کو بہت کم سوتے تھے۔

۶۲۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ خَالِدٍ خَتَنُ الْفِرْيَابِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الْفَزَارِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنْتُ أَبِيتُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَمْ يَكُنْ لِي أَهْلٌ فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّمَا انْطُلِقَ بِي إِلَى بِئْرٍ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رات کو مسجد میں سوتا تھا (اس وقت) میری شادی نہیں ہوئی تھی، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا مجھے ایک کنویں کی طرف لے جایا گیا ہے۔ اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد ہے جو اس سے پہلی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر قرشی عدوی (ان کا پورا نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح کے بیان میں گذر چکا ہے) ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون بن حبیب جمحیہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے اس وقت وہ کم سن اور نابالغ تھے، انھوں نے اپنے والد سے پہلے ہجرت کی تھی، اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں نہیں تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو کم عمر قرار دے کر واپس کر دیا تھا۔ غزوۂ اُحد میں ان کی شرکت کے متعلق اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اس غزوہ میں شریک تھے اور ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوسرے نابالغ لڑکوں کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر سب سے پہلے غزوہ خندق میں شریک ہوئے، اور اس کے بعد دیگر غزوات میں شریک ہوئے، معرکہ یرموک، فتح مصر اور فتح افریقیہ میں بھی شریک ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار کی بہت زیادہ اتباع کرتے تھے، سفر میں اس جگہ ٹھیرتے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے تھے، اور ہر اس جگہ نماز پڑھتے تھے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو، حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے اترتے تھے، حضرت ابن عمر اس درخت کو پانی دیتے رہتے تھے کہ کہیں وہ درخت خشک نہ ہو جائے۔

حضرت ابن عمر کو احادیث بہت یاد تھیں اور فقہ میں اتنے ماہر نہ تھے، دینی معاملات میں بہت احتیاط کرتے تھے اور فتویٰ دینے میں بھی بہت محتاط تھے، وہ خلافت کے معاملہ میں نہیں پڑے، حالانکہ اہل شام کو ان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف بہت میلان تھا، انھوں نے فتنوں میں سے کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا، البتہ حضرت علی کا ساتھ نہ دینے پر نادم رہتے تھے، حبیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے آخری وقت میں کہا مجھے دنیا سے جاتے ہوئے اس کے سوا اور کسی چیز پر قلق نہیں کہ میں نے باغی جماعت کے خلاف قتال میں حصہ نہیں لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھوں نے بکثرت حج کیے اور صدقہ وخیرات بہت زیادہ کرتے تھے، بسا اوقات ایک مجلس میں تیس ہزار درہم خیرات کر دیتے تھے۔

حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے تین ماہ بعد ۷۳ھ میں حضرت ابن عمر فوت ہو گئے، حضرت ابن عمر کی وفات

کا سبب یہ تھا کہ حجاج نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ وہ بھیڑ میں حضرت ابن عمر کے پاؤں میں نیزے کی نوک چبھو دے، حجاج نے یہ اس لیے کیا تھا کہ ایک دن اس نے لمبا خطبہ دیا اور نماز کو مؤخر کر دیا، حضرت ابن عمر نے فرمایا سورج تیرا انتظار نہیں کرے گا، حجاج نے کہا میرا ارادہ ہے کہ میں تیرے اس جگہ ضرب لگاؤں جہاں تیری آنکھیں ہیں، حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہاں تو یہ کر سکتا ہے کیونکہ تو ایک جاہل شخص ہے جو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے، حجاج اس جواب سے غضب ناک ہوا پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ زہر میں بجھا ہوا نیزہ حضرت ابن عمر کے پاؤں میں چبھو دے، اسی زخم کی تکلیف سے حضرت ابن عمر فوت ہو گئے، ان کی نماز جنازہ حجاج نے پڑھائی، اس وقت ان کی عمر چھیاسی سال تھی۔ [1]

بَابُ ۸۷ مِنْ فَضَائِلِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ خَادِمُكَ أَنَسٌ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے، آپ اس کے لیے دعا کیجیے، آپ نے کہا: اے اللہ! اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس کو جو کچھ دیا ہے اس میں برکت دے۔

۶۲۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُولَ اللّٰهِ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انس آپ کا خادم ہے پھر حسب سابق حدیث ہے۔

۶۲۵۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۲۵۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي فَقَالَتْ أُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ خُوَيْدِمُكَ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَا لِي بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِي آخِرِ مَا دَعَا لِي بِهِ أَنْ قَالَ اللّٰهُمَّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے، اس وقت گھر میں صرف میں، میری والدہ اور میری خالہ ام حرام تھیں، میری والدہ نے کہا: یا رسول اللہ! انس آپ کا چھوٹا خادم ہے، اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجیے، آپ نے میرے لیے ہر خیر کی دعا کی، آپ نے میرے لیے جو دعا کی اس کے

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۰-۲۲۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ۔

انھیں میں کہا: اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس میں اس کو برکت دے۔

۶۲۵۴۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ مَعْنِ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ حَدَّثَنَا اَنَسٌ قَالَ جَاءَتْ بِيْ اُمِّيْ اُمُّ اَنَسٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَزَّرَتْنِيْ بِنِصْفِ خِمَارِهَا وَرَدَّتْنِيْ بِنِصْفِهٖ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اُنَيْسُ ابْنِيْ اَتَيْتُكَ بِهٖ يَخْدُمُكَ فَادْعُ اللّٰهَ لَهٗ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَكْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ اِنَّ مَالِيْ لَكَثِيْرٌ وَاِنَّ وَلَدِيْ وَوَلَدَ وَلَدِيْ لَيَتَعَادُّوْنَ عَلٰى نَحْوِ الْمِائَةِ الْيَوْمَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئیں، انھوں نے اپنا دوپٹہ پھاڑ کر آدھے دوپٹے کی میری چادر بنا دی، میری والدہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ انس میرا بیٹا ہے، میں آپ کی خدمت کے لیے اس کو آپ کے پاس لائی ہوں، آپ اس کے حق میں اللہ سے دعا کیجیے، آپ نے کہا: اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر، حضرت انس نے کہا بہ خدا میرا مال بہت زیادہ ہے اور آج میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو کے لگ بھگ ہیں۔

۶۲۵۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ (يَعْنِيْ ابْنَ سُلَيْمَانَ) عَنِ الْجَعْدِ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَتْ اُمِّيْ اُمُّ سُلَيْمٍ صَوْتَهٗ فَقَالَتْ بِاَبِيْ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنَيْسٌ فَدَعَا لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ قَدْ رَاَيْتُ مِنْهَا اثْنَتَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَرْجُوا الثَّالِثَةَ فِي الْاٰخِرَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گذرے، میری والدہ ام سلیم نے آپ کی آواز سنی، انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! یہ چھوٹا انس ہے، اس کے لیے دعا فرما دیجیے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے تین دعائیں کیں جن میں سے دو کی قبولیت کو میں نے دنیا میں دیکھ لیا اور تیسری کی قبولیت کے متعلق میں آخرت میں امید رکھتا ہوں۔

۶۲۵۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ اَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اَتٰى عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ قَالَ فَسَلَّمَ عَلَيْنَا فَبَعَثَنِيْ اِلٰى حَاجَةٍ فَاَبْطَاْتُ عَلٰى اُمِّيْ فَلَمَّا جِئْتُ قَالَتْ مَا حَبَسَكَ قُلْتُ بَعَثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَةٍ قَالَتْ مَا حَاجَتُهٗ قُلْتُ اِنَّهَا سِرٌّ قَالَتْ لَا تُحَدِّثَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا قَالَ اَنَسٌ وَاللّٰهِ لَوْ حَدَّثْتُ بِهٖ اَحَدًا لَحَدَّثْتُكَ يَا ثَابِتُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، آپ نے ہمیں سلام کیا اور مجھے کسی کام کے لیے بھیج دیا، سو مجھے اپنی والدہ کے پاس جانے میں دیر ہو گئی، جب میں پہنچا تو والدہ نے پوچھا تم کو کس وجہ سے دیر ہوئی؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا، میری والدہ نے پوچھا وہ کیا کام تھا؟ میں نے کہا وہ ایک راز ہے، میری والدہ نے کہا تم رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کا راز کسی پر افشاء نہ کرنا، حضرت انس نے کہا: اے ثابت اگر میں وہ راز کسی کو بتاتا تو تم کو بتاتا۔

۶۲۵۷ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَارِمُ ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَسَرَّ إِلَيَّ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرًّا فَمَا أَخْبَرْتُ بِهِ أَحَدًا بَعْدُ وَلَقَدْ سَأَلَتْنِي عَنْهُ أُمُّ سُلَيْمٍ فَمَا أَخْبَرْتُهَا بِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک راز کی بات کی، میں نے اب تک وہ راز کسی کو نہیں بتایا، میری والدہ حضرت ام سلیم نے اس کے متعلق پوچھا تھا، میں نے ان کو بھی نہیں بتایا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے: انس بن مالک بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج بن حارثہ انصاری خزرجی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے، اپنے آپ کو خادم رسول کہلواتے تھے اور اس پر فخر کرتے تھے، ان کی کنیت ابو حمزہ تھی، یہ کنیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی، ان کی والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان تھا، آپ زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے، ایک قول ہے مہندی سے بالوں کو رنگتے تھے اور ایک قول ہے ورس سے بالوں کو رنگتے تھے۔

حضرت انس، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر میں گئے، اس وقت یہ کم سن تھے اور میدانِ جنگ میں آپ کی خدمت کرتے تھے، جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اس وقت حضرت انس کی عمر دس سال تھی، ایک قول نو سال کا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی ان کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل لگتے تھے اور ان کے باغ کے پھولوں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ مکثرین صحابہ میں سے تھے، ان کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عصا تھا، انھوں نے کہا تھا کہ موت کے بعد اس عصا کو ان کے ساتھ دفن کر دیا جائے، سو اس کو ان کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کثرت مال اور کثرت اولاد کی دعا کی تھی، ان کی صلب سے اسی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں، اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس کے قریب تھی۔

حضرت انس کی وفات کی تاریخ میں اختلاف ہے، ایک قول ہے یہ ۹۱ھ میں فوت ہوئے، ایک قول ۹۲ھ کا ہے اور ایک قول ۹۳ھ کا اور ایک قول ۹۰ھ کا ہے، ان کی عمر اس وقت ایک سو تین سال تھی، ایک قول ایک سو دس کا ہے اور ایک قول ایک سو سات سال کا ہے۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

بَابُ ۸۷۲ مِنْ فَضَائِلِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۵۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَيٍّ يَمْشِي إِنَّهُ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ۔

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن سلام کے علاوہ میں نے زمین پر چلنے والے کسی زندہ شخص کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ وہ جنتی ہے۔

۶۲۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ كُنْتُ بِالْمَدِينَةِ فِي نَاسٍ فِيهِمْ بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ رَجُلٌ فِي وَجْهِهِ أَثَرٌ مِنْ خُشُوعٍ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَتَجَوَّزُ فِيهِمَا ثُمَّ خَرَجَ فَاتَّبَعْتُهُ فَدَخَلَ مَنْزِلَهُ وَدَخَلْتُ فَتَحَدَّثْنَا فَلَمَّا اسْتَأْنَسَ قُلْتُ لَهُ إِنَّكَ لَمَّا دَخَلْتَ قُبِلَ قَالَ رَجُلٌ كَذَا وَكَذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَقُولَ مَا لَا يَعْلَمُ وَسَأُحَدِّثُكَ لِمَ ذَاكَ رَأَيْتُ رُؤْيَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ وَرَأَيْتُنِي فِي رَوْضَةٍ ذَكَرَ سَعَتَهَا وَعُشْبَهَا وَخُضْرَتَهَا وَوَسْطَ الرَّوْضَةِ عَمُودٌ مِنْ حَدِيدٍ أَسْفَلُهُ فِي الْأَرْضِ وَأَعْلَاهُ فِي السَّمَاءِ فِي أَعْلَاهُ عُرْوَةٌ فَقِيلَ لِي ارْقَهْ فَقُلْتُ لَهُ لَا أَسْتَطِيعُ فَجَاءَنِي مِنْصَفٌ قَالَ ابْنُ عَوْنٍ وَالْمِنْصَفُ الْخَادِمُ فَقَالَ بِثِيَابِي مِنْ خَلْفِي وَصَفَ أَنَّهُ رَفَعَهَا مِنْ خَلْفِهِ بِيَدِهِ فَرَقِيتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي أَعْلَى الْعَمُودِ فَأَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقِيلَ لِي اسْتَمْسِكْ فَلَقَدِ اسْتَيْقَظْتُ وَإِنَّهَا لَفِي يَدِي فَقَصَصْتُهَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے کچھ لوگوں کی مجلس میں تھا، جن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ بھی تھے، اس وقت ایک شخص آیا جس کے چہرے پر خدا خوفی کا اثر تھا، مجلس میں سے ایک شخص نے کہا یہ شخص اہل جنت میں سے ہے یہ شخص اہل جنت میں سے ہے، اس آدمی نے اختصار سے دو رکعت نماز پڑھی، پھر اللہ کر چلا گیا، میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا حتی کہ وہ شخص اپنے گھر میں داخل ہو گیا، میں بھی داخل ہوا، پھر ہم باتیں کرنے لگے، جب وہ کچھ مانوس ہو گیا تو میں نے کہا: جب آپ اس سے پہلے مسجد میں آئے تھے تو آپ کے متعلق ایک شخص نے اس اس طرح کہا تھا، اس نے کہا سبحان اللہ! کسی شخص کو یہ سزاوار نہیں ہے کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے اور میں تمہیں اس کا سبب ابھی بتاتا ہوں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک خواب دیکھا، میں نے آپ کے سامنے وہ خواب بیان کیا، میں نے اپنے آپ کو باغ میں دیکھا جو بہت وسیع پھل دار اور بہت سرسبز تھا، باغ کے وسط میں لوہے کا ستون تھا، جو نیچے سے زمین کے اندر تھا، اور اس کا اوپر کا حصہ آسمان میں تھا، اس کے اوپر کی جانب ایک حلقہ تھا مجھ سے کہا گیا اس پر چڑھو، میں نے کہا میں اس پر نہیں چڑھ سکتا، پھر ایک منصف آیا، ابن عون نے کہا

تِلْكَ الرَّوْضَةُ الْإِسْلَامُ وَذٰلِكَ الْعَمُوْدُ عَمُوْدُ الْإِسْلَامِ وَتِلْكَ الْعُرْوَةُ عُرْوَةُ الْوُثْقٰى وَأَنْتَ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى تَمُوْتَ قَالَ وَالرَّجُلُ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ۔

منصف خادم کو کہتے ہیں، اس نے میرے پیچھے سے کپڑے اٹھائے اور اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے پیچھے سے اٹھایا، پھر میں اس پر چڑھا حتی کہ میں ستون کے اوپر کی جانب پہنچ گیا، پھر میں نے اس حلقہ کو پکڑ لیا، مجھ سے کہا گیا اس کو پکڑے رہو، پھر میں بیدار ہوا درآں حالیکہ وہ حلقہ اس وقت بھی میرے ہاتھ میں تھا، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا وہ باغ اسلام ہے، اور وہ ستون اسلام کا ستون ہے اور وہ حلقہ عروہ وثقی ہے اور تم تاحیات اسلام پر قائم رہو گے، وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے۔

۶۲۶۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ وبْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قَالَ قَيْسُ بْنُ عُبَّادٍ كُنْتُ فِي حَلْقَةٍ فِيْهَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَابْنُ عُمَرَ فَمَرَّ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالُوْا هٰذَا رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقُمْتُ فَقُلْتُ لَهُمْ إِنَّهُمْ قَالُوْا كَذَا وَكَذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَقُوْلُوْا مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْمٌ إِنَّمَا رَأَيْتُ كَأَنَّ عَمُوْدًا وُضِعَ فِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَنُصِبَ فِيْهَا وَفِي رَأْسِهَا عُرْوَةٌ وَفِي أَسْفَلِهَا مِنْصَفٌ وَالْمِنْصَفُ الْوَصِيْفُ فَقِيْلَ لِي ارْقَهْ فَرَقِيْتُ حَتّٰى أَخَذْتُ بِالْعُرْوَةِ فَقَصَصْتُهَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُوْتُ عَبْدُاللّٰهِ وَهُوَ آخِذٌ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جماعت میں بیٹھا تھا جس میں حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر بھی تھے، اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام وہاں سے گذرے، لوگوں نے کہا یہ شخص اہل جنت سے ہے، میں کھڑا ہوا اور میں نے ان سے کہا آپ کے متعلق لوگ اس اس طرح کہہ رہے تھے، انھوں نے کہا سبحان اللہ! انھیں بغیر علم کے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے، میں نے خواب میں دیکھا کہ سرسبز باغ میں ایک ستون رکھا گیا ہے اس ستون کی چوٹی پر ایک حلقہ ہے اور اس کے نیچے ایک خدمت گار کھڑا ہے، مجھ سے کہا گیا اس پر چڑھو، میں اس پر چڑھا حتی کہ میں نے اس حلقہ کو پکڑ لیا، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ خواب بیان کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ اس حال میں فوت ہوگا کہ اس نے عروۂ وثقی پکڑا ہوا ہوگا۔

۶۲۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ خَرَشَةَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا فِي حَلْقَةٍ فِي مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ قَالَ وَفِيْهَا

خرشہ بن حر بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، اس میں ایک حسین وجمیل بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا، وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے، وہ لوگوں سے بہت اچھی باتیں کر رہے تھے،

شَيْمٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالَ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُمْ حَدِيثًا حَسَنًا قَالَ فَلَمَّا قَامَ قَالَ الْقَوْمُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا قَالَ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَتْبَعَنَّهُ فَلَأَعْلَمَنَّ مَكَانَ بَيْتِهِ قَالَ فَتَبِعْتُهُ فَانْطَلَقَ حَتّٰى كَادَ أَنْ يَخْرُجَ مِنَ الْمَدِينَةِ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهُ قَالَ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَيْهِ فَأَذِنَ لِي فَقَالَ مَا حَاجَتُكَ يَا ابْنَ أَخِي قَالَ فَقُلْتُ لَهُ سَمِعْتُ الْقَوْمَ يَقُولُونَ لَكَ لَمَّا قُمْتَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا فَأَعْجَبَنِي أَنْ أَكُونَ مَعَكَ قَالَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَسَأُحَدِّثُكَ مِمَّ قَالُوا ذَاكَ إِنِّي بَيْنَمَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ أَتَانِي رَجُلٌ فَقَالَ لِي قُمْ فَأَخَذَ بِيَدِي فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ قَالَ فَإِذَا أَنَا بِجَوَادَّ عَنْ شِمَالِي قَالَ فَأَخَذْتُ لِأَخُذَ فِيهَا فَقَالَ لِي لَا تَأْخُذْ فِيهَا فَإِنَّهَا طُرُقُ أَصْحَابِ الشِّمَالِ قَالَ فَإِذَا جَوَادُّ مَنْهَجٌ عَلَى يَمِينِي فَقَالَ لِي خُذْ هٰهُنَا فَأَتَى بِي جَبَلًا فَقَالَ لِي اصْعَدْ قَالَ فَجَعَلْتُ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَصْعَدَ خَرَرْتُ عَلَى اسْتِي قَالَ حَتّٰى فَعَلْتُ ذٰلِكَ مِرَارًا قَالَ ثُمَّ انْطَلَقَ بِي حَتّٰى أَتَى بِي عَمُودًا رَأْسُهُ فِي السَّمَاءِ وَأَسْفَلُهُ فِي الْأَرْضِ فِي أَعْلَاهُ حَلْقَةٌ فَقَالَ لِي اصْعَدْ فَوْقَ هٰذَا قَالَ قُلْتُ كَيْفَ أَصْعَدُ هٰذَا وَرَأْسُهُ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَزَجَلَ بِي قَالَ فَإِذَا أَنَا مُتَعَلِّقٌ بِالْحَلْقَةِ قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ الْعَمُودُ فَخَرَّ قَالَ فَبَقِيتُ مُتَعَلِّقًا بِالْحَلْقَةِ حَتّٰى أَصْبَحْتُ قَالَ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُهَا عَلَيْهِ فَقَالَ أَمَّا الطُّرُقُ الَّتِي رَأَيْتَ عَنْ يَسَارِكَ فَهِيَ طُرُقُ أَصْحَابِ الشِّمَالِ قَالَ وَأَمَّا الطُّرُقُ الَّتِي رَأَيْتَ عَنْ يَمِينِكَ فَهِيَ طُرُقُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَمَّا

جب وہ چلے گئے تو لوگوں نے کہا جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہو وہ اس آدمی کو دیکھ لے، میں نے دل میں کہا میں ضرور اس شخص کا پیچھا کروں گا، اور اس کا ٹھکانا معلوم کروں گا، پھر میں ان کے پیچھے چل پڑا، وہ چلتے رہے حتیٰ کہ شہر سے باہر نکلنے کے قریب ہو گئے، پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے، میں نے ان سے آنے کی اجازت طلب کی، انھوں نے اجازت دے دی، انھوں نے کہا اے بھتیجے! کیا کام ہے؟ میں نے کہا، میں نے لوگوں سے یہ سنا ہے کہ جس شخص کو، کوئی جنتی آدمی دیکھنا اچھا لگتا ہو، اسے اس شخص کو دیکھنا چاہیے، تو مجھے آپ کے ساتھ رہنا اچھا معلوم ہوا، انھوں نے فرمایا: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اہل جنت کون ہیں؟ اور میں تم کو بتاتا ہوں کہ وہ کس وجہ سے ایسا کہتے ہیں، جس وقت میں سویا ہوا تھا تو میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا اٹھو! پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا، اور میں اس کے ساتھ چل پڑا، میں نے بائیں جانب ایک راستہ دیکھا میں اس میں جانے لگا، اس نے کہا اس طرف نہ جاؤ یہ کفار کے راستے ہیں پھر دائیں جانب ایک راستہ ملا، اس نے کہا اس طرف چلے جاؤ، پھر ایک پہاڑ آیا، اس نے کہا اس پر چڑھو، میں اس پر چڑھنے لگا تو میں سرین کے بل گر پڑا، میں نے بار بار چڑھنا چاہا اور ہر بار گرا، پھر وہ شخص مجھے لے کر چلا، حتیٰ کہ ایک ستون آیا جس کی چوٹی آسمان میں تھی اور اس کا نچلا حصہ زمین میں تھا، اور اس کی چوٹی پر ایک حلقہ تھا، اس نے مجھ سے کہا اس کے اوپر چڑھو، میں نے کہا میں اس پر کیسے چڑھوں اس کی چوٹی تو آسمان میں ہے، پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اوپر چڑھا دیا، پھر میں نے دیکھا کہ میں اس حلقہ کو پکڑے ہوئے تھا، پھر اس نے اس ستون پر ضرب

الْجَبَلُ فَهُوَ مَنْزِلُ الشُّهَدَآءِ وَلَنْ تَنَالَهُ، وَاَمَّا الْعَمُوْدُ فَهُوَ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا الْعُرْوَةُ فَهِيَ عُرْوَةُ الْاِسْلَامِ وَلَنْ تَزَالَ مُتَمَسِّكًا بِهَا حَتّٰى تَمُوْتَ۔

لگامی مجس سے وہ گر پڑا اور میں حلقے سے متعلق رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا تم نے بائیں طرف جو راستے دیکھے وہ اصحاب شمال کے راستے ہیں اور دائیں طرف جو راستے دیکھے وہ اصحاب یمین کے راستے ہیں اور جو پہاڑ دیکھا وہ شہداء کا مقام ہے جس کو تم نہیں پا سکو گے (یعنی شہادت کی موت نہیں مرو گے)۔ اور جو ستون دیکھا وہ اسلام ہے اور جو حلقہ دیکھا وہ عروہ اسلام ہے، اور تم مرتے دم تک اس کو تھامے رہو گے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

عبداللہ بن سلام بن حارث اسرائیلی (پھر) انصاری، یہ بنو قینقاع کے حلیف تھے اور حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کا نام حصین تھا، جب یہ اسلام لائے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھ دیا، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے یہ اسی وقت مسلمان ہو گئے تھے، زرارہ بن اوفی نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں آپ کے چہرہ کو بار بار دیکھ رہا تھا، جب میں نے آپ کے چہرہ کو دیکھا تو میں نے جان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے، میں نے آپ سے جو پہلا کلام سنا وہ یہ تھا:

افشوا السلام و اطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام۔

سلام پھیلاؤ اور کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو رات کو اٹھ کر نماز پڑھو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے بھتیجے بیان کرتے ہیں جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کے پاس گئے، حضرت عثمان نے پوچھا کس کام سے آئے ہو؟ کہا میں آپ کی مدد کے لیے آیا ہوں، فرمایا پھر ان باغیوں کے پاس جاؤ اور ان کو بھگا دو، حضرت عبداللہ بن سلام باغیوں کے پاس گئے اور فرمایا زمانہ جاہلیت میں میرا نام "فلاں" تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ میرے متعلق قرآن مجید میں یہ آیات نازل ہوئیں:

وشهد شاهد من بنی اسرائیل علی مثله فآمن واستکبرتم۔ (احقاف: ۱۰)

بنو اسرائیل میں سے ایک گواہ اس (قرآن مجید) پر گواہی دے چکا ہے، وہ ایمان لے آیا اور تم نے تکبر کیا!

اور یہ آیت نازل ہوئی:

قل کفٰی باللہ شهیدًا بینی وبینکم ومن عنده علم الکتٰب۔ (رعد: ۴۳)

فرما دیجئے میرے اور تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

تمہارے اس شہر میں فرشتے آتے رہتے ہیں، اس شہر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے آئے، تم لوگ

اس شخص کو قتل کرنے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، بہ خدا اگر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا تو تمہارے پڑوسی فرشتے تم کو نکال باہر کریں گے اور اللہ اپنی تلوار کو میان سے نکال لیگا۔ پھر قیامت تک وہ تلوار میان میں نہیں جائے گی، باغیوں نے کہا اس یہودی اور عثمان دونوں کو قتل کر دو۔

زید بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاذ بن جبل پر موت کا وقت آیا تو ان سے کہا گیا کہ ابو عبد الرحمٰن ہم کو وصیت کیجئے انھوں نے کہا مجھے بٹھاؤ، انھوں نے کہا علم اور ایمان ایک جگہ پر ہیں جو ان کو طلب کرے گا وہ ان کو حاصل کر لے گا، تم علم کو چار آدمیوں کے پاس تلاش کرو، حضرت عویمر ابو درداء، حضرت سلمان فارسی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، اور حضرت عبد اللہ بن سلام کے پاس جو پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہو گئے اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ وہ جنت میں جانے والے دس شخصوں میں سے دسویں ہیں، حضرت عبد اللہ بن سلام ۴۳ھ میں فوت ہوئے [1]

باب ۸۷۳ فضائل حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۶۲ - حدثنا عمرو الناقد واسحٰق بن ابراهيم وابن ابي عمر كلهم عن سفيان قال عمرو وحدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سعيد عن ابي هريرة ان عمر مر بحسان وهو ينشد الشعر في المسجد فلحظ اليه فقال قد كنت انشد وفيه من هو خير منك ثم التفت الى ابي هريرة فقال انشدك الله اسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اجب عني اللهم ايده بروح القدس قال اللهم نعم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، درآں حالیکہ وہ مسجد میں شعر پڑھ رہے تھے، حضرت عمر نے گھور کر ان کی طرف دیکھا، حضرت حسان نے کہا میں مسجد میں اس وقت بھی شعر پڑھتا تھا جب مسجد میں تم سے افضل شخص موجود تھے، پھر انھوں نے حضرت ابو ہریرہ کی طرف مڑ کر کہا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: میری طرف سے جواب دو اے اللہ! اس کی روح القدس سے تائید فرما، انھوں نے کہا ہاں۔

۶۲۶۳ - حدثناه اسحٰق بن ابراهيم ومحمد بن رافع وعبد بن حميد عن عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزهري عن ابن المسيب ان حسان قال في حلقة فيهم ابو هريرة انشدك الله يا ابا هريرة اسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر مثله۔

ابن مسیب کہتے ہیں کہ ایک حلقہ میں حضرت ابو ہریرہ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت حسان نے ان سے کہا: اے ابو ہریرہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۲۶۴ - حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن الدارمي

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۷۷، ۱۷۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ الْاَنْصَارِيَّ يَسْتَشْهِدُ اَبَا هُرَيْرَةَ اَنْشُدُكَ اللّٰهَ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَا حَسَّانُ اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ نَعَمْ۔

انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ گواہی طلب کی میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو، اے اللہ! اس کی روح القدس کی طرف سے تائید فرما! حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں!

۶۲۶۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِحَسَّانِ بْنِ ثَابِتٍ اُهْجُهُمْ اَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيْلُ مَعَكَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان (کافروں) کی ہجو کرو اور جبرائیل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۲۶۶ - حَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

۶۲۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ حَسَّانَ بْنَ ثَابِتٍ كَانَ مِمَّنْ كَثَّرَ عَلٰى عَائِشَةَ فَسَبَبْتُهٗ فَقَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ دَعْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بہت کچھ کہا تھا (یعنی تہمت لگانے والوں کے ساتھ شامل تھے) میں نے ان کو برا کہا، حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھتیجے اس کو چھوڑ دو، کیونکہ وہ رسول اللہ کی طرف سے کافروں کو جواب دیتے تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۲۶۸ - حَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

۶۲۶۹ - حَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ وَعِنْدَهَا حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ يُنْشِدُهَا شِعْرًا يُشَبِّبُ بِاَبْيَاتٍ لَهٗ فَقَالَ ؎

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيْبَةٍ

مسروق کہتے ہیں میں حضرت عائشہ کے پاس گیا، درآں حالیکہ ان کے پاس حضرت حسان بیٹھے ہوئے ان کو اپنے اشعار سنا رہے تھے، انھوں نے کہا:

وہ پاکیزہ اور عقل مند ہیں ان پر کسی عیب کی تہمت نہیں ہے۔

وَتُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ لٰكِنَّكَ لَسْتَ كَذٰلِكَ قَالَ مَسْرُوقٌ فَقُلْتُ لَهَا لِمَ تَأْذَنِينَ لَهُ يَدْخُلْ عَلَيْكِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ فَقَالَتْ فَأَيُّ عَذَابٍ أَشَدُّ مِنَ الْعَمٰى إِنَّهُ كَانَ يُنَافِحُ أَوْ يُهَاجِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

وہ صبح غافلوں کے گوشت سے بھوکی اٹھتی ہیں (یعنی کسی کی غیبت نہیں کرتیں)

حضرت عائشہ نے ان سے (تعجباً) فرمایا لیکن تم اس طرح نہیں تھے، مسروق نے کہا آپ ان کو اپنے پاس آنے کی کیوں اجازت دیتی ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جس نے ان میں سے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ (نور: ۱۱) حضرت عائشہ نے فرمایا اندھے ہونے سے زیادہ اور کون سا بڑا عذاب ہوگا؟ حسان تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کفار کو جواب دیتے تھے، یا ان کی ہجو کرتے تھے۔

۶۲۷۰ - حَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ قَالَتْ كَانَ يَذُبُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ حِصَانٌ رَزَانٌ.

اسی سند کے ساتھ روایت ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت حسان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے تھے، اس روایت میں حصان رزان کے الفاظ نہیں ہیں۔

۶۲۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ حَسَّانُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِي فِي أَبِي سُفْيَانَ قَالَ كَيْفَ بِقَرَابَتِي مِنْهُ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكَ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْخَمِيرِ فَقَالَ حَسَّانُ ؎

وَإِنَّ سَنَامَ الْمَجْدِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
بَنُوا بِنْتِ مَخْزُومٍ وَوَالِدُكَ الْعَبْدُ

قَصِيدَتَهُ هٰذِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ابوسفیان کی ہجو کرنے کی اجازت دیجیے، آپ نے فرمایا اس کے ساتھ میری جو قرابت ہے اس کا کیا کرو گے؟ حضرت حسان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو کرامت دی ہے میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے، پھر حضرت حسان نے یہ قصیدہ کہا۔

آل ہاشم کی بزرگی کا کوہان
بنت مخزوم کی اولاد ہے اور تیرا باپ تو غلام تھا۔

۶۲۷۲ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ وَلَمْ يَذْكُرْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت طلب کی، اور ابوسفیان کا ذکر نہیں کیا اور خمیر کی بجائے عجین کا ذکر کیا۔

اَبَا سُفْيَانَ وَقَالَ بَدَلَ الْخَمِيرِ الْعَجِينَ۔

۶۲۷۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غَزِيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اهْجُوا قُرَيْشًا فَإِنَّهُ أَشَدُّ عَلَيْهَا مِنْ رَشْقٍ بِالنَّبْلِ فَأَرْسَلَ إِلَى ابْنِ رَوَاحَةَ فَقَالَ اهْجُهُمْ فَهَجَاهُمْ فَلَمْ يُرْضِ فَأَرْسَلَ إِلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى حَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ حَسَّانُ قَدْ آنَ لَكُمْ أَنْ تُرْسِلُوا إِلَى هٰذَا الْأَسَدِ الضَّارِبِ بِذَنَبِهِ ثُمَّ أَدْلَعَ لِسَانَهُ فَجَعَلَ يُحَرِّكُهُ فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَفْرِيَنَّهُمْ بِلِسَانِي فَرْيَ الْأَدِيمِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْجَلْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ قُرَيْشٍ بِأَنْسَابِهَا وَإِنَّ لِي فِيهِمْ نَسَبًا حَتَّى يُلَخِّصَ لَكَ نَسَبِي فَأَتَاهُ حَسَّانُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَدْ لَخَّصَ لِي نَسَبَكَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِحَسَّانَ إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا يَزَالُ يُؤَيِّدُكَ مَا نَافَحْتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَجَاهُمْ حَسَّانُ فَشَفَى وَاشْتَفَى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کی ہجو کرو، کیونکہ ان پر اپنی ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق گذرتی ہے، پھر آپ نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کفار قریش کی ہجو کرو، انھوں نے کفار قریش کی ہجو کی، وہ آپ کو پسند نہیں آئی، پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک کی طرف پیغام بھیجا، پھر حسان بن ثابت کی طرف پیغام بھیجا، جب حضرت حسان آپ کے پاس آئے تو انھوں نے کہا اب وقت آگیا ہے آپ نے اس شیر کی طرف پیغام بھیجا ہے جو اپنی دم سے مارتا ہے، پھر اپنی زبان نکال کر اس کو ہلانے لگے، پھر کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں ان کو اپنی زبان سے اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو، کیونکہ ابوبکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے، تاکہ ابوبکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں، حضرت حسان حضرت ابوبکر کے پاس گئے، پھر لوٹ آئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ کا نسب الگ کر دیا گیا ہے، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میں آپ کو ان سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک تم اللہ اور رسول کی طرف سے جواب دیتے رہتے ہو روح القدس تمہاری تائید کرتا رہتا ہے، نیز حضرت عائشہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، حسان نے کفار قریش کی ہجو کر کے مسلمانوں کی شفا دی

(یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور کفار کے دلوں کو بیمار کر دیا، حضرت حسان کے وہ اشعار یہ ہیں:

قَالَ حَسَّانُ ؓ

(۱) هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ
وَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَآءُ

تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے حضور کی طرف سے جواب دیا اور اس کی اصل جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

(۲) هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا حَنِیْفًا
رَسُوْلَ اللّٰهِ شِیْمَتُهُ الْوَفَآءُ

تو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی جو نیک اور ادیان باطلہ سے اعراض کرنے والے ہیں، وہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کی خصلت وفا کرنا ہے۔

(۳) فَاِنَّ اَبِیْ وَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَآءُ

بلاشبہ میرے ماں باپ اور میری عزت، تم سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت، بچانے کے لیے قربان ہے۔

(۴) تَكِلُّتُ بُنَیَّتِیْ اِنْ لَّمْ تَرَوْهَا
تُثِیْرُ النَّقْعَ مِنْ كَنَفَیْ كَدَآءِ

میں خود پر گریہ کروں (یعنی مر جاؤں) اگر تم گھوڑوں کو مقام کداء کی طرف گرد اڑاتے نہ دیکھو۔

(۵) یُبَارِیْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ
عَلٰۤی اَكْتَافِهَا الْاَسَلُ الظِّمَآءُ

وہ گھوڑے جو تمہاری طرف دوڑتے ہیں ان کے کندھوں پر پیاسے نیزے ہیں۔

(۶) تَظَلُّ جِیَادُنَا مُتَمَطِّرَاتٍ
تُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَآءُ

ہمارے گھوڑے دوڑتے ہوئے آئیں گے اور ان کی تھوتھنیوں کو عورتیں دوپٹوں سے صاف کریں گی۔

(۷) فَاِنْ اَعْرَضْتُمُوْا عَنَّا اعْتَمَرْنَا
وَكَانَ الْفَتْحُ وَانْكَشَفَ الْغِطَآءُ

اگر تم ہم سے روگردانی کرو تو ہم عمرہ کر لیں گے پردہ اٹھ جائے گا اور فتح حاصل ہو جائے گی۔

(۸) وَاِلَّا فَاصْبِرُوْا لِضِرَابِ یَوْمٍ
یُعِزُّ اللّٰهُ فِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ

ورنہ اس دن کا انتظار کرو گے جس دن اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا عزت دے گا۔

(۹) وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ اَرْسَلْتُ عَبْدًا
یَقُوْلُ الْحَقَّ لَیْسَ بِهٖ خَفَآءُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے ایک بندہ کو رسول بنایا ہے، جو حق کہتا ہے اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔

(۱۰) وَقَالَ اللّٰهُ قَدْ یَسَّرْتُ جُنْدًا
هُمُ الْاَنْصَارُ عُرْضَتُهَا اللِّقَآءُ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایک لشکر بنایا ہے جو انصار ہیں اور ان کا مقصد صرف دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔

(۱۱) یُلَاقِیْ كُلَّ یَوْمٍ مِنْ مَّعَدٍّ
سِبَابٌ اَوْ قِتَالٌ اَوْ هِجَآءُ

وہ لشکر ہر روز مذمت، جنگ یا ہجو کرنے کے لیے تیار ہے۔

(۱۲) فَمَنْ یَّهْجُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْكُمْ
وَیَمْدَحُهٗ وَیَنْصُرُهٗ سَوَآءُ

پس تم میں سے جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرے، تعریف کرے، یا آپ کی مدد کرے، سب برابر ہے۔

(۱۳) وَجِبْرِيلُ رَسُولُ اللّٰهِ فِينَا وَرُوحُ الْقُدُسِ لَيْسَ لَهُ كِفَاءُ

ہم میں اللہ کے رسول جبرائیل موجود ہیں وہ روح القدس ہیں جن کا کوئی کفو نہیں ہے۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے:

حسّان بن ثابت بن المنذر بن حرام بن عمرو بن زید مناہ بن عدی بن عمر بن مالک ابن نجار تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو بن الخزرج الانصاری الخزرجی۔ ان کی کنیت ابوالولید ہے۔ ایک قول ہے ابو عبد الرحمٰن کنیت ہے، اور ایک قول ہے کہ ابوالحسام کنیت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے لیے مسجد میں منبر نصب کراتے تھے، یہ منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تک حسّان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی تائید کرتا ہے، اس کے بعد علامہ ابن اثیر نے صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۶۲۷۳ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حد قذف لگائی جنھوں نے حضرت عائشہ کے متعلق تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا، ان سب کو اسی اسی کوڑے حد لگائی گئی، جن لوگوں پر حد لگائی گئی ان میں حضرت حسان بن ثابت، حضرت مسطح بن اثامہ اور حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم کا شمار بھی کیا گیا ہے۔

حضرت حسان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل تھے اور بعض کے قول کے مطابق ان کو بھی حد لگائی گئی اور بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے، انھوں نے کہا حضرت عائشہ طواف کر رہی تھیں، اور ان کے ساتھ ام حکیم بنت خالد بن عاص اور ام حکیم بنت عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی تھیں، انھوں نے حضرت حسان بن ثابت کا ذکر کر کے ان کی مذمت کی، حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل کر دے گا کیونکہ وہ اپنی زبان سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتے تھے، کیا ان کا یہ شعر نہیں ہے:

فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَتِي وَعِرْضِي لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَاءُ

میرے ماں باپ اور میری عزت تم سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت بچانے کے لیے قربان ہے۔

حضرت عائشہ نے کہا حضرت حسان مجھ پر تہمت لگانے سے بری ہیں، ان دونوں نے کہا کیا انھوں نے آپ کے متعلق وہ سب کچھ نہیں کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا انھوں نے کچھ نہیں کہا البتہ ان کے اشعار یہ ہیں:

حَصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ وَتُصْبِحُ عَرْثِي مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

وہ پاکیزہ اور عقلمند ہیں ان پر کسی عیب کی تہمت نہیں ہے۔ وہ صبح کو غافلوں کے گوشت سے بھوکی اٹھتی ہیں، (یعنی وہ کسی کی غیبت نہیں کرتیں)

فَإِنْ كَانَ مَا قَدْ قِيلَ عَنِّي قُلْتُهُ فَلَا رَفَعَتْ سَوْطِي إِلَيَّ أَنَامِلِي

جو قول میری طرف منسوب کیا گیا ہے اگر واقعی وہ میں نے کہا ہے تو میں اپنے کوڑے کو اپنے ہاتھ سے نہ اٹھا سکوں (یعنی میرے ہاتھ بیکار ہو جائیں)

مصنف کہتا ہے کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۶۲۶۷، اور حدیث نمبر ۶۲۶۹ میں یہ ذکر ہے کہ حضرت حسان تہمت

لگانے والوں میں شامل تھے اور صحیح مسلم کی روایات علامہ ابن اثیر کی بغیر سند کے ذکر کردہ روایت سے کہیں قوی ہیں، بہر حال جب ان پر حد لگ گئی تو وہ پاک ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ ان کا خیر کے ساتھ ذکر کیا وہ مداح رسول تھے اور حضور کی مدافعت میں کفار سے زبانی جہاد کرتے تھے، ہم نے صرف تاریخی واقعہ کی نوعیت بیان کرنے کے لیے اس کا ذکر کیا ہے، ورنہ ہمیں اور سب مسلمانوں کو ان کے ساتھ حسن اعتقاد رکھنا چاہیے اور خیر کے ساتھ ان کا ذکر کرنا چاہیے، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

حضرت حسان دل کے فطرۃً کمزور تھے اسی لیے کسی غزوہ میں شریک نہیں ہو سکے، غزوۂ خندق میں عورتوں کے ساتھ قلعہ میں تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب بھی اسی قلعہ میں تھیں، ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہ کو اندیشہ ہوا کہ اگر یہودیوں کو اطلاع ہو گئی تو بڑی مشکل ہو گی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد میں مشغول تھے، انھوں نے حضرت حسان سے کہا اس کو مارو ورنہ یہ جا کر یہودیوں کو خبر کر دے گا، حضرت حسان نے کہا آپ کو معلوم ہے میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں ہے، حضرت صفیہ نے یہ سن کر خود خیمہ کی چوب اٹھائی اور مردانہ وار نکل کر مقابلہ کیا اور اس یہودی کو قتل کر کے کہا جاؤ اب جا کر اس کا سامان اتار لاؤ، حضرت حسان نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کی خلافت میں ۴۰ھ سے پہلے فوت ہو گئے، ایک قول ۵۰ھ اور ایک قول ۴۵ھ کا بھی ہے، اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ انھوں نے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گزارے اور ساٹھ سال اسلام میں ان کے باپ ثابت اور ان کے دادا منذر اور ان کے پردادا حرام کی عمریں بھی ایک سو بیس سال تھیں، ایک نسل کے چار افراد کی عمروں کا ایک سو بیس سال کا ہونا عرب میں واحد مثال ہے۔ [1]

بَابُ ۸۷ فَضَائِلِ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۷۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ أَبِي كَثِيرٍ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَدْعُو أُمِّي إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں، میں ان کو اسلام کی دعوت دیتا تھا ایک دن میں نے ان کو دعوت دی تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسی بات کہی جو مجھ کو ناگوار گذری، میں روتا ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنی

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۷، ۶، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِي قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي كُنْتُ اَدْعُوْا اُمِّي اِلَى الْاِسْلَامِ فَتَاْبٰى عَلَيَّ فَدَعَوْتُهَا الْيَوْمَ فَاَسْمَعَتْنِي فِيْكَ مَا اَكْرَهُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَهْدِيَ اُمَّ اَبِي هُرَيْرَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جِئْتُ فَصِرْتُ اِلَى الْبَابِ فَاِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَاءِ قَالَ فَاغْتَسَلَتْ وَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهُ وَاَنَا اَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَبْشِرْ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دَعْوَتَكَ وَهَدٰى اُمَّ اَبِي هُرَيْرَةَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ خَيْرًا قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّحَبِّبَنِي اَنَا وَاُمِّي اِلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيُحَبِّبَهُمْ اِلَيْنَا قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِي اَبَا هُرَيْرَةَ وَاُمَّهُ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَحَبِّبْ اِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَسْمَعُ بِي وَلَا يَرَانِي اِلَّا اَحَبَّنِي ۔

ماں کو اسلام کی دعوت دیتا تھا وہ انکار کرتی تھی، آج میں نے اس کو دعوت دی تو اس نے آپ کے متعلق ایسا کلمہ کہا جو مجھے ناگوار گذرا، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے اللہ! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے" میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا لے کر خوشی سے روانہ ہوا، جب میں گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دروازہ بند تھا، ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی، اس نے کہا اے ابوہریرہ! اپنی جگہ ٹھیرو، پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی، میری ماں نے غسل کیا اور قمیص پہنی اور جلدی میں بغیر دوپٹہ کے باہر آئیں، پھر دروازہ کھولا اور کہا: اے ابوہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر میں خوشی سے روتا ہوا حضور کے پاس گیا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو بشارت ہو، اللہ نے آپ کی دعا قبول کرلی اور ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دی، آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور کلمہ خیر فرمایا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری اور میری ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے، اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اپنے اس بندے (حضور کی مراد ابوہریرہ تھی) اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں پیدا کردے، اور مومنوں کی محبت ان کے دل میں ڈال دے، پھر ایسا کوئی مسلمان پیدا نہیں ہوا جو میرا ذکر سن کر یا مجھے دیکھ کر مجھ سے محبت نہ کرے۔

ف: اے اللہ! قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے دلوں میں مصنف کی محبت پیدا کردے اور تمام مسلمانوں کی محبت میرے دل میں پیدا کردے۔

۶۲۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ

اعرج بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے

اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ قَالَ زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ اِنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ یُكْثِرُ الْحَدِیْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ الْمَوْعِدُ كُنْتُ رَجُلًا مِسْكِیْنًا اَخْدُمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِیْ وَكَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ یَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ وَكَانَتِ الْاَنْصَارُ یَشْغَلُهُمُ الْقِیَامُ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَبْسُطُ ثَوْبَهٗ فَلَنْ یَنْسٰى شَیْئًا سَمِعَهٗ مِنِّیْ فَبَسَطْتُ ثَوْبِیْ حَتّٰى قَضٰى حَدِیْثَهٗ ثُمَّ ضَمَمْتُهٗ اِلَیَّ فَمَا نَسِیْتُ شَیْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْهُ۔

۶۲۷۶۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ یَحْیٰى بْنِ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مَعْنٌ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ غَیْرَ اَنَّ مَالِكًا اِنْتَهٰى حَدِیْثُهٗ عِنْدَ انْقِضَاءِ قَوْلِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْ حَدِیْثِهِ الرِّوَایَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَبْسُطْ ثَوْبَهٗ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

۶۲۷۷۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیَى التُّجِیْبِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَیْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَلَا یُعْجِبُكَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِ حُجْرَتِیْ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُسْمِعُنِیْ ذٰلِكَ وَكُنْتُ اُسَبِّحُ فَقَامَ قَبْلَ اَنْ اَقْضِیَ سُبْحَتِیْ وَلَوْ اَدْرَكْتُهٗ لَرَدَدْتُ عَلَیْهِ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَكُنْ یَسْرُدُ الْحَدِیْثَ كَسَرْدِكُمْ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ اِنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ

کہا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت زیادہ بیان کرتا ہے، اللہ ہی حساب لینے والا ہے، میں ایک مسکین آدمی تھا، پیٹ بھرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، مہاجرین کو بازار کی خرید و فروخت سے فرصت نہ تھی، اور انصار اپنے اموال کی حفاظت میں مشغول رہتے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا کپڑا بچھا دے گا وہ مجھ سے سنی ہوئی حدیث کو کبھی نہیں بھولے گا۔ میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا حتی کہ آپ نے اپنی حدیث پوری کر لی، پھر میں نے اس کپڑے کو اپنے ساتھ چمٹا لیا، اس کے بعد آپ سے سنی ہوئی بات کو کبھی نہیں بھولا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ کون اپنا کپڑا پھیلاتا ہے اخیر حدیث تک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم کو ابوہریرہ پر تعجب نہیں ہوتا! وہ آئے اور میرے حجرے کے پہلو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے لگے، میں اس وقت تسبیح پڑھ رہی تھی وہ مجھ کو احادیث سنانے لگے، اور میری تسبیح ختم ہونے سے پہلے اٹھ گئے اگر مجھے بات کرنے کا موقع ملتا تو میں ان کو ٹوکتی، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح جلدی جلدی نہیں بولتے تھے، ——— ابن مسیب نے کہا حضرت ابوہریرہ نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ بہت

قَالَ يَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَدْ أَكْثَرَ وَاللّٰهُ الْمُوْعِدُ وَيَقُوْلُوْنَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ لَا يَتَحَدَّثُوْنَ مِثْلَ أَحَادِيْثِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ إِنَّ إِخْوَانِيْ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ يَشْغَلُهُمْ عَمَلُ أَرْضِيْهِمْ وَإِنَّ إِخْوَانِيْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ كَانَ يَشْغَلُهُمُ الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِيْ فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوْا وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوْا وَلَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا أَيُّكُمْ يَبْسُطُ ثَوْبَهُ فَيَأْخُذُ مِنْ حَدِيْثِيْ هٰذَا ثُمَّ يَجْمَعُهُ إِلٰى صَدْرِهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَنْسَ شَيْئًا سَمِعَهُ فَبَسَطْتُ بُرْدَةً عَلَيَّ حَتّٰى فَرَغَ مِنْ حَدِيْثِهِ ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلٰى صَدْرِيْ فَمَا نَسِيْتُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ شَيْئًا حَدَّثَنِيْ بِهِ وَلَوْلَا آيَتَانِ أَنْزَلَهُمَا اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهِ مَا حَدَّثْتُ شَيْئًا أَبَدًا إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰى إِلٰى آخِرِ الْآيَتَيْنِ۔

احادیث بیان کرتے ہیں، اور اللہ ہی حساب لینے والا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار ابوہریرہ کی طرح احادیث بیان نہیں کرتے؟ میں تم کو اس کی وجہ بیان کرتا ہوں، میرے انصار بھائیوں کو ان کی کھیتی باڑی کا کام مشغول رکھتا تھا اور مہاجرین بھائیوں کو بازار کی خرید و فروخت مصروف رکھتی تھی اور میں پیٹ بھرنے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا تھا، جب وہ غائب ہوتے تو میں حاضر ہوتا تھا اور جن باتوں کو وہ بھول جاتے تھے میں ان کو یاد رکھتا تھا، ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کون شخص اپنا کپڑا بچھائے گا تاکہ میری اس حدیث کو یاد رکھے، پھر اس کپڑے کو اپنے سینے سے لگالے تو پھر وہ شخص کبھی کوئی سنی ہوئی بات نہیں بھولے گا، پھر میں نے اپنی چادر بچھا دی، پھر اس کے بعد میں آج تک حضور کی بیان کی ہوئی کوئی حدیث نہیں بھولا، اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ دو آیتیں نازل نہ کی ہوتیں تو میں کبھی کوئی حدیث بیان نہ کرتا: "لوگوں کے لیے کتاب میں ہمارے بیان فرما دینے کے بعد جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں، بے شک اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور (سب) لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں۔"

۶۲۷۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ إِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيْثَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ ابوہریرہ رسول اللہ علیہ وسلم کی احادیث بہت بیان کرتا ہے۔ پھر حسب سابق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور انھوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، ان کا نسب دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب بن حارث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد سے متعلق ہے۔

ان کے نام میں بہت اختلاف ہے، کسی اور صحابی کے نام میں اتنا اختلاف نہیں ہے، ان کے نام کے متعلق حسب ذیل اقوال ہیں:

عبداللہ بن عامر، بریر بن عشرقہ، سکین بن دومۃ، عبداللہ بن عبد شمس، عبد شمس، عبد نہم، عبد غنم، عبد عمر بن عبد غنم، عمرو بن علی القلاس، بہرحال اسلام لانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر دیا تھا، اس میں بھی دو قول ہیں، عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جاہلیت میں میرا نام عبد شمس تھا اور اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبدالرحمٰن رکھا، اور میری کنیت کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن مجھے ایک ھرّہ (بلی) ملی۔ میں نے اس کو اپنی آستین میں رکھ لیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری آستین میں بلی دیکھ کر فرمایا: اے ابوہریرہ!

حضرت ابوہریرہ نے فتح خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور غزوہ خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اور پھر علم کی طلب میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ سے احادیث سنتا ہوں اور مجھے یاد نہیں رہتیں، آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ، میں نے چادر بچھائی، پھر آپ نے بہت سی احادیث بیان کیں جن کو میں پھر کبھی نہیں بھولا، نیز حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتا تھا اور سب سے زیادہ احادیث یاد رکھتا تھا۔ امام بخاری نے کہا حضرت ابوہریرہ سے احادیث روایت کرنے والوں کی تعداد آٹھ سو سے زیادہ ہے، جن میں صحابی اور تابعی شامل ہیں، صحابہ میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع نے ان سے احادیث روایت کی ہیں، حضرت عمر نے ان کو بحرین کا عامل بنایا پھر معزول کر دیا، پھر دوبارہ عامل بنانا چاہا لیکن حضرت ابوہریرہ نے انکار کر دیا، مدینہ میں رہے اور وہیں وفات ہوئی، حضرت ابوہریرہ ۵۷ھ میں فوت ہوئے، ہیثم بن عدی نے کہا حضرت ابوہریرہ ۵۸ھ میں ستر سال کی عمر میں فوت ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا انتقال عقیق میں ہوا اور امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [1]

بَابُ مِنْ فَضَائِلِ أَهْلِ بَدْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ

اہل بدر رضی اللہ عنہم کے فضائل اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا عذر

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۷-۳۱۵، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران۔

۶۲۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ وَهُوَ كَاتِبُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ فَقَالُوا ائْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا فَانْطَلَقْنَا تَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا فَإِذَا نَحْنُ بِالْمَرْأَةِ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ فَقَالَتْ مَا مَعِي كِتَابٌ فَقُلْنَا لَتُخْرِجَنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا فِيهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا حَاطِبُ مَا هٰذَا قَالَ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ قَالَ سُفْيَانُ كَانَ حَلِيفًا لَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا وَكَانَ مِمَّنْ كَانَ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذٰلِكَ مِنَ النَّسَبِ فِيهِمْ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ بِهَا قَرَابَتِي وَلَمْ أَفْعَلْهُ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِينِي وَلَا رِضًا بِالْكُفْرِ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ فَقَالَ عُمَرُ دَعْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا اور فرمایا خاخ کے باغ میں جاؤ، وہاں ایک مسافرہ ملے گی جس کے پاس ایک خط ہوگا تم اس سے وہ خط لے لینا، ہم لوگ روانہ ہو گئے، ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا، پھر ہم کو ایک عورت ملی، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر دیا، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ خط لے کر آئے، اس خط میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے بعض مشرکین کو خبر دی تھی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! کیا معاملہ ہے؟ انھوں نے کہا: یارسول اللہ! میرے متعلق جلدی نہ کریں، میں قریش کے ساتھ چسپاں تھا، سفیان نے کہا وہ ان کے حلیف تھے، اور قریش سے نہ تھے، آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں، ان رشتہ داریوں کی بناء پر قریش ان کے اہل وعیال کی حفاظت کریں گے، میں نے یہ چاہا کہ چونکہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں ہے تاہم میں ان پر ایک احسان کرتا ہوں، جس کی وجہ سے وہ (مکہ میں) میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے، میں نے یہ اقدام (یعنی کفار کو خط لکھنا) کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا، نہ اپنے دین سے مرتد ہونے کی بناء پر کیا ہے، اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کے سبب سے کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت عمر نے کہا: یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق

مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ وَزُهَيْرٍ ذِكْرُ الْآيَةِ وَجَعَلَهَا إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ مِنْ تِلَاوَةِ سُفْيَانَ۔

کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا یہ غزوہ بدر میں حاضر ہوا ہے، اور تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے، اور اس نے فرمایا: تم جو چاہو کرو، میں نے تم کو بخش دیا ہے، پھر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، ابوبکر اور زہیر کی روایت میں اس آیت کا ذکر نہیں ہے، اور اسحاق نے اپنی روایت میں سفیان کی تلاوت کے حوالے سے اس کا ذکر کیا ہے۔

۶۲۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا رِفَاعَةُ بْنُ الْهَيْثَمِ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ) كُلُّهُمْ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا مَرْثَدٍ الْغَنَوِيَّ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَكُلُّنَا فَارِسٌ فَقَالَ انْطَلِقُوا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا امْرَأَةً مِنَ الْمُشْرِكِينَ مَعَهَا كِتَابٌ مِنْ حَاطِبٍ إِلَى الْمُشْرِكِينَ فَذَكَرَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيٍّ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت ابومرثد غنوی اور حضرت زبیر بن عوام کو روانہ کیا، ہم سب گھوڑوں پر سوار تھے، آپ نے فرمایا: تم خاخ کے باغ کی طرف روانہ ہو، وہاں ایک مشرکہ عورت ہوگی، اس کے پاس مشرکین کے نام حاطب کا ایک خط ہوگا۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۲۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ جَاءَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حاطب کا ایک غلام، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت حاطب کی شکایت کرتے ہوئے کہا: یارسول اللہ! حاطب دوزخ میں داخل ہوجائے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ بدر اور حدیبیہ میں حاضر ہوا ہے۔

کفار کے لیے جاسوسی کرنے والے کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہے،

نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ غیر ملکی جاسوسوں کی کوئی حرمت نہیں ہے، اور ان سے جاسوسی کا مواد برآمد کرنے کے لیے ان کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جائے گی، خواہ جاسوس عورت ہو یا مرد، نیز اگر ملکی یا ملی مصلحت ہو تو مفسد کا ستر کھولنا جائز ہے، یا اگر اس کے ستر سے فساد ہوتا ہو تب بھی ستر کھولنا جائز ہے، ستر اس وقت مستحب ہے جب اس میں کوئی فساد نہ ہو، نیز اس میں یہ ثبوت بھی ہے کہ غیر ملک کے لیے جاسوسی کرنا گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں ہے، اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ گنہ گار پر امام کی اجازت کے بغیر کوئی حد یا تعزیر نہیں ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ غیر ملکی جاسوس کو تعزیر لگائی جائے گی، اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، بعض مالکیہ کا مذہب یہ ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے، اور بعض دوسرے مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ خواہ وہ توبہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے اور امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ یہ امام کے اجتہاد پر موقوف ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کا عذر قبول کر لیا تھا، اس کے باوجود حضرت عمر کا یہ فرمانا "آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کا سر اڑا دوں" فرط حمیت دین پر محمول ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی سے مروی ہے کہ غیر ملکی جاسوس کو سزا دی جائے گی اور اس کو لمبے عرصہ کے لیے قید میں رکھا جائے گا، اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ ذمی حیثیت مسلمان ہو تو اس کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے۔ امام اوزاعی کہتے ہیں کہ اگر غیر ملکی جاسوس کافر ہو تو اس نے عہد شکنی کی ہے، اصبغ نے کہا ہے کہ اگر جاسوس حربی ہے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر مسلمان یا ذمی ہے تو ان کو سزا دی جائے گی، ہاں اگر وہ اسلام کے خلاف کام کر رہے ہوں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔

اس حدیث میں علامات نبوت کا بیان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کیا کہ فلاں جگہ پر فلاں عورت خط کو لے کر جا رہی ہے، اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ گناہوں کے وقوع سے پہلے بھی ان کی مغفرت جائز ہے، ابن عربی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ ضرورت کے وقت عورت کے کپڑے اتارنا جائز ہے، علامہ ابن جوزی نے کہا جو شخص کسی ممنوع کام کو کسی تاویل سے کرے اس کا حکم اس سے مختلف ہے جو کسی ممنوع کام کو بغیر کسی تاویل کے عمداً کرے، کیونکہ حضرت حاطب نے ایک تاویل سے جاسوسی کی تھی تو ان کی تقصیر معاف کر دی گئی، اس حدیث میں یہ بھی بیان ہے کہ جو شخص کسی ممنوع کام کے ارتکاب کی تاویل بیان کرے، اس کی تاویل کو قبول کر لیا جائے خواہ اس کی تاویل خلاف ظاہر ہو۔ [2]

(اے اہل بدر!) تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہارے لیے مغفرت کر دی ہے۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے متعلق فرمایا تم جو دل چاہے کرو اللہ تعالیٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۴ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نے تمہیں بخش دیا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں ان سے ان کے گناہوں پر مؤاخذہ نہیں ہوگا، ورنہ اگر ان میں سے کسی نے ایسا کام کیا جس پر حد یا تعزیر واجب ہوتی ہے تو دنیا میں اس پر حد یا تعزیر لگائی جائے گی، قاضی عیاض نے کہا کہ حد قائم کرنے پر اجماع ہے، حضرت عمر نے بعض پر حد جاری کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسطح پر حد قذف لگائی حالانکہ وہ بدری صحابی تھے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اصحاب بدر کے لیے بہت بشارت ہے جو ان کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی، بعض احادیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تمہاری مغفرت کر دی اور بعض احادیث میں ہے میں نے تمہارے لیے جنت کو واجب کر دیا، امام ابن ابی شیبہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے، اور امام احمد نے حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے "جو شخص بدر میں حاضر ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ہرگز داخل نہیں کرے گا"۔ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ "تم جو چاہو عمل کرو" بظاہر یہ امر اباحت کے لیے ہے، یعنی بدریوں کے لیے ہر کام مباح ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد، اور یہ چیز خلاف شرع ہے، اس اشکال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ افعال ماضیہ کی خبر ہے، یعنی اصحاب بدر کے ماضی میں کیے ہوئے گناہ بخش دیے جائیں گے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے قد غفرت لکم "میں نے تمہارے لیے بخش دیا" فرمایا، یہ نہیں فرمایا سا غفر لکم "میں عنقریب تمہارے لیے بخش دوں گا"، لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر اس بشارت سے اہل بدر کے پچھلے گناہوں کی معافی مراد ہوتی تو پھر اس حدیث سے حضرت حاطب کی مغفرت پر استدلال درست نہ ہوتا، کیونکہ حضرت حاطب کا یہ واقعہ غزوہ بدر کے چھ سال بعد (فتح مکہ سے ذرا پہلے) واقع ہوا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ یہ بشارت اہل بدر کے تمام گناہوں کی مغفرت کو شامل ہے خواہ وہ گناہ ماضی کے ہوں یا مستقبل کے، اور اس بشارت کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کرنا اس کے تحقق وقوع کو بیان کرنے کے لیے ہے، دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اعملوا "جو چاہے عمل کرو" محض تشریف اور تکریم کے لیے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ان سے بعد میں کوئی گناہ صادر ہو گیا تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور ان کو اس بشارت کے ساتھ اس لیے خاص کیا گیا کہ بدر میں کفر و اسلام کا پہلا معرکہ برپا ہوا اور اصحاب بدر نے بے سروسامان ہوتے ہوئے اپنے سے تین گنا زیادہ مسلح لشکر کے ساتھ مردانہ وار جنگ کی اور ان کو شکست دی، اس وجہ سے وہ اس انعام کے مستحق ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بعد میں صادر ہونے والے گناہوں کو بھی بخش دیا، یعنی غزوہ بدر کے بعد تم جو عمل بھی کرو گے وہ بخش دیا جائے گا، تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بشارت ہے کہ اصحاب بدر سے گناہ سرزد نہیں ہوں گے، لیکن اس جواب پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت قدامہ بن مظعون

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۷۵ھ

بدری صحابی تھے انھوں نے حضرت عمر کے دور خلافت میں شراب پی اور حضرت عمر نے ان پر حد لگائی، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس بشارت کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے، اگر دنیا میں کوئی ایسا جرم کیا جس پر حد واجب ہوتی ہو تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مجھ پر اس اشکال کا یہ جواب منکشف ہوا کہ اس حدیث میں اکرام اور تشریف کے اعتبار سے خطاب ہے، جو اس معنی کو متضمن ہے کہ اصحاب بدر نے ایسی نیکیاں کیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پچھلے گناہوں کو بخش دیا اور ان نیکیوں کی وجہ سے وہ اس انعام کے اہل ہو گئے کہ اگر بعد میں بھی ان سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کو بھی بخش دیا جائے، اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فی الفور ان کے تمام مستقبل کے گناہ بخش دیے، بلکہ ان کی خصوصی نیکیوں کی بنا پر ان کو یہ صلاحیت حاصل ہو گئی کہ اگر ان سے بعد میں کوئی گناہ ہو گیا تو یہ امید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کو بھی بخش دے گا اور کسی چیز کے وجود کی صلاحیت سے اس چیز کا بالفعل ہونا لازم نہیں آتا، مثلاً اگر کسی شخص میں قضا یا خلافت کی صلاحیت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بالفعل قاضی یا خلیفہ ہو، اس لیے جس شخص میں مؤاخذہ سے مغفرت کی اہلیت ہو گی تو اس کا بالفعل مغفور ہونا لازم نہیں آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی خبر کے صدق کو ظاہر کر دیا اور تمام بدری صحابہ تا دم مرگ اہل جنت کے اعمال پر قائم رہے اور اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو تو اس پر حد جاری ہو گئی (جس سے وہ پاک ہو گیا) یا اس نے توبہ کر لی اور وہ پاک صاف ہو کر اللہ سے جا ملا اور جس شخص نے اہل بدر کی سیرت کا مطالعہ کیا ہو گا اس پر یہ امر واضح ہو گا۔ [2]

علامہ بدرالدین عینی کے اس جواب پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر اہل بدر کے لیے مغفرت کی اس بشارت کا یہ مطلب ہو کہ وہ بالفعل مغفور نہیں ہیں لیکن انھیں مستقبل کے گناہوں کی مغفرت کی اہلیت حاصل ہو گئی ہے تو اس میں ان کی کوئی تخصیص نہیں ہے، کیونکہ جو شخص بھی کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا اس کو بعد کے گناہوں کی مغفرت کی اہلیت حاصل ہو گئی اور اس کو یہ امید رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد کے گناہوں کو بخش دے گا۔

مصنف کے نزدیک اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اہل بدر کے لیے یہ بشارت ہے کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہو گا اور ان کو (العیاذ باللہ) ارتداد سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ ضامن ہو گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بات کا ضامن ہو گیا ہے کہ اول تو ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو گا اور اگر کسی سے کوئی گناہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دے دے گا، اس لیے ان سے فرمایا کہ تم کفر اور نفاق پر موت کے خطرہ سے مت ڈرو اعملوا ما شئتم "جو عمل چاہو کرو"، اللہ تم کو کفر اور نفاق سے محفوظ رکھے گا، تمہارے اعمال میں بالعموم کوئی گناہ آنے نہیں دے گا اور اگر شامت نفس سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو توبہ یا حد کے ذریعہ موت سے پہلے تم کو پاک کر دے گا۔ اس توجیہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا، متقدمین میں سے کسی کا ذہن اس توجیہ کی طرف نہیں گیا، رب کریم نے اپنے حبیب لبیب کے تصدق سے اس توجیہ کو صرف اس ناکارہ کے ذہن میں القاء کیا ہے والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۳۰۶، ۳۰۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۷ ص ۲۵۶، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ایمان پر خاتمہ اور اسلام پر استقامت،

علماء شیعہ کی روایات سے استدلال اور دعوی ارتداد کا بطلان

شیعہ علماء کی معتبر تصانیف میں بھی اصحاب بدر کی اس بشارت کا ذکر ہے۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی اس پوری روایت کو نقل کرتے ہیں اس کے آخر میں ہے:

فقام عمر بن الخطاب وقال: یا رسول اللہ ائذن لی بان اضرب عنقہ فانہ نافق فقال رسول اللہ: انہ من اھل بدر، ولعل اللہ تعالی اطلع اطلاعۃ فغفر لھم [1]

حضرت عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ مجھے حکم دیں میں اس کی گردن اڑا دوں، کیونکہ اس نے منافقت کی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اہل بدر سے ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان کے احوال پر) مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی ہے۔

شیخ ابوعلی طبرسی بھی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس کے آخر میں ہے:

فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یدریك یا عمر لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فغفر لھم فقال لھم اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! تمہیں کیا معلوم! تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر (کے احوال) پر مطلع ہے اور اس نے ان کی مغفرت کر دی اور ان سے فرمایا: تم جو چاہو عمل کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی اس روایت کو نقل کیا جس کے آخر میں ہے:

رسول فرمود کہ وے از اہل بدر است، وخدائے تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ وایشاں را بخطاب مستطاب، "اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم" نوازش فرمود، امید ہست کہ باب مغفرت نامہ سیاہ او را البشوید [3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ (حضرت حاطب) اصحاب بدر میں سے ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب بدر سے مغفرت کا وعدہ کیا ہے، "اور جو چاہو عمل کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے" کے پیارے خطاب سے ان کو نوازا ہے، امید ہے کہ اس مغفرت سے اس کا سیاہ نامۂ اعمال دھل جائے گا۔

---

[1] ۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، التبیان ج ۹ ص ۵۷۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۴۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[3] ۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۹ ص ۲۴۷، کتابفروشی علمیہ اسلامیہ خیابان ناصر خسرو ایران

مستند علماء شیعہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے اور اس کو اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے، کہ تمام اہل بدر بخشے ہوئے ہیں اور ایمان پر خاتمہ اور اسلام پر استقامت کے بغیر مغفرت ممکن نہیں ہے، اس سے واضح ہو گیا کہ تمام اہل بدر اسلام پر قائم رہے اور ان کا اسلام پر خاتمہ ہوا، اور تمام اہل بدر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حقیقۃً موجود تھے اور حضرت عثمان حکماً موجود تھے اور باقی تمام صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے متبع تھے سو اس میں ان کی استقامت کی بھی دلیل ہے اور شیعہ کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین صحابہ کے سوا باقی سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے (العیاذ باللہ!) کیونکہ غزوۂ بدر میں تین سو تیرہ صحابہ شریک تھے اور ان تین سو تیرہ صحابہ کا ایمان پر فوت ہونا، اسلام پر قائم رہنا اور ان کا مغفور ہونا اس حدیث کی نص صریح سے ثابت ہو گیا، و للہ الحمد!

بَابُ ۸۷۶ مِنْ فَضَائِلِ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَهْلِ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

اصحاب شجرہ یعنی اہل بیعت رضوان رضی اللہ عنہم کے فضائل

۶۲۸۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِنْ شَاءَ اللهُ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا قَالَتْ بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا فَقَالَتْ حَفْصَةُ وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا "ان شاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہو گا، جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، حضرت حفصہ نے کہا، یا رسول اللہ کیوں نہیں، آپ نے ان کو جھڑکا، حضرت حفصہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم میں سے ہر شخص جہنم سے گذرنے والا ہے! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر ہم پرہیزگاروں کو (جہنم سے) نجات دے دیں گے اور ظالموں کو جہنم میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اصحاب بیعت رضوان قطعی طور پر جہنم میں داخل نہیں ہوں گے اور ان شاء اللہ کا کلمہ آپ نے تبرک کے لیے فرمایا ہے، شک کے لیے نہیں فرمایا، حضرت حفصہ نے جو قرآن مجید کی آیت سے معارضہ کیا اس کی وجہ اس آیت کا مطلب سمجھنا تھا مقابلہ کرنا نہیں تھا جیسا کہ حضور کے جواب سے ظاہر ہو گیا، اس حدیث میں کسی بات کو سمجھنے کے لیے اعتراض اور جواب اور مناظرہ کا ثبوت ہے، صحیح یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو جہنم سے گذرنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد پل صراط ہے جس کو جہنم پر نصب کیا گیا ہے۔ کفار اس پل سے جہنم میں گر جائیں گے اور مسلمان نجات پا جائیں گے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بیعت رضوان سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سمیت چودہ سو سے زائد صحابہ کے ایمان اور اسلام کی استقامت پر استدلال

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ۔ و مغانم کثیرۃ یاخذونھا ۔ وکان اللہ عزیزا حکیما

(فتح: ۱۹-۱۸)

بے شک اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، جو کچھ ان کے دلوں میں تھا وہ اللہ کو (پہلے سے) معلوم تھا، سو اللہ نے ان پر (دل کا) سکون نازل فرمایا، اور انہیں عنقریب آنے والی فتح کا انعام دیا اور بہت سی غنیمتیں (عطا فرمائیں) جن کو وہ حاصل کریں گے اور اللہ بڑی عزت والا ہے، بڑی حکمت والا ہے۔

بیعت رضوان کے موقع پر، خلفاء راشدین یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی سمیت چودہ سو صحابہ تھے اور ان سب کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمام مومنین سے راضی ہو گیا، اور جس شخص کا خاتمہ کفر پر ہو اور جو بعد میں مرتد ہو جائے، اس سے اللہ تعالیٰ پہلے راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ مرتد کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور جس کا عمل بیعت مقبول نہ ہوا ہو اور جس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہو اس سے اللہ تعالیٰ کیسے راضی ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ خود قرآن مجید کی تصریح کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا یرضی لعبادہ الکفر (زمر ۷)

وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پر راضی نہیں ہے۔

فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ (توبہ: ۹۶)

بیشک اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ جب انھوں نے حدیبیہ میں بیعت کی اس وقت راضی ہوا اور بعد میں جب وہ مرتد ہو گئے تو ناراض ہو گیا تو سوال یہ ہے کہ جس وقت انھوں نے بیعت کی اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اس وقت اس کو ان کے مرتد ہونے کا علم تھا یا نہیں اگر علم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کا (العیاذ باللہ) جہل لازم آیا، اور اگر ان کے مرتد ہونے کا علم تھا اس کے باوجود ان سے راضی ہو گیا تو یہ خود قرآن مجید کی ان مذکور الصدر آیات کے خلاف ہے!

بہر حال قرآن مجید کی ان آیات سے تمام اصحاب بیعت رضوان کا اسلام پر قائم رہنا اور ایمان پر خاتمہ ثابت ہو گیا اور یہ بالاتفاق چودہ سو یا اس سے کچھ زائد صحابہ تھے۔

اہلِ سنت اور اہلِ تشیع کی متفق علیہ روایات سے اصحاب بیعت رضوان کی تعداد کا بیان

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال کنا یوم الحدیبیۃ الف واربع

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ

مائۃ فبایعناہ وعمر اخذ بیدہ تحت الشجرۃ وھی سمرۃ [1]

کے دن ہم چودہ سو نفر تھے، ہم نے آپ سے بیعت کی، حضرت عمر درخت کے نیچے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور یہ ببول کا درخت تھا۔

شیعہ علماء نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ اصحاب بیعت رضوان چودہ سو یا اس سے زائد نفر تھے۔

شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

وقال ابن عباس کان سبب بیعۃ رضوان بالحدیبیۃ تاخر عثمان حین بعثہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی قریش انھم قتلوہ، فبایعھم علی قتال قریش، وقال ابن عباس: کانوا الفًا وخمسمائۃ نفس وقال جابر: کانوا الفًا واربعمائۃ نفس وقال ابن ابی اوفی الفًا و ثلثمائۃ والشجرۃ التی بایعوا تحتھا ھی السمرۃ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا سبب یہ تھا، کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو قریش کے پاس بھیجا تھا، ان کو دیر ہو گئی اور یہ مشہور ہو گیا کہ قریش نے ان کو قتل کر دیا ہے تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش سے جنگ کرنے کے لیے صحابہ سے بیعت لی، حضرت ابن عباس نے کہا اصحاب بیعت رضوان پندرہ سو صحابہ تھے، حضرت جابر نے کہا چودہ سو صحابہ تھے۔ حضرت ابن ابی اوفی نے کہا تیرہ سو صحابہ تھے، جس درخت کے نیچے انھوں نے بیعت کی تھی وہ ببول کا درخت تھا۔

شیخ ابو علی طبرسی نے بھی بیعت رضوان کا یہی سبب بیان کیا ہے اور تعداد کے متعلق لکھتے ہیں:

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الحدیبیۃ فی بضع عشرۃ مائۃ من اصحابہ۔ [3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہزار اور چند سو صحابہ کے ساتھ حدیبیہ سے نکلے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

وایشان ہزار و پانصد یا چہار صد مرد بودند و بقول اشہر واصح ہزار و پانصد و بیست و پنج۔ [4]

اصحاب بیعت رضوان ایک ہزار پانچ سو یا ایک ہزار چار سو مرد تھے اور زیادہ مشہور اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ایک ہزار پانچ سو پچیس افراد تھے۔

بہرحال ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حدیبیہ میں چودہ سو یا اس سے زیادہ صحابہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی اور اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے راضی ہونے کے متعلق آیات نازل فرمائیں اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان سمیت چودہ سو صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرمایا اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۹ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[3] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، انتشارات ناصر خسرو ایران

[4] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۸ ص ۳۷۳، مطبوعہ کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ ایران

ہو ان کا ایمان پر خاتمہ اور ان کا اسلام پر قائم رہنا ضروری ہے، اس لیے شیعہ کا یہ کہنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین کے علاوہ سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔

بیعت رضوان سے حضرت ابوبکر کی فضیلت پر شیخ طوسی کے اعتراضات

بیعت رضوان کی ان آیات سے

علماء اہل سنت حضرت ابوبکر کی فضیلت پر جو استدلال کرتے ہیں، شیعہ محقق شیخ طوسی نے اس استدلال پر ایک اعتراض کیا ہے، ہم پہلے ان کا اعتراض نقل کریں گے پھر اس کا جواب بیان کریں گے، فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

شیخ طوسی لکھتے ہیں:

اس آیت سے (حضرت) ابوبکر کی فضیلت پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ (حضرت) ابوبکر بھی درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ وہ بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا اور ان پر سکون نازل کیا، اور ان کے دلوں میں جو ایمان ہے اس کو جان لیا اور ان کو عنقریب فتح عطا فرمائے گا۔

یہ استدلال اس قول پر مبنی ہے کہ (لقد رضی اللہ عن المومنین میں المومنین میں) عموم ہے اور ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ عموم کے لیے کوئی منفرد صیغہ نہیں ہے اور اکثر مخالفین کا بھی یہی قول ہے اور جن کے نزدیک اس میں عموم نہیں ہے، ان کے نزدیک یہ آیت مجمل ہے اس کا معنی معلوم نہیں ہے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت سے بھی بیعت لی تھی، اس لیے اس آیت میں تخصیص کرنا بہر حال ضروری ہے، اس کے علاوہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے جو اوصاف بیان کیے ہیں وہ اوصاف تمام بیعت کرنے والوں میں نہیں تھے، اس لیے اللہ کی رضامندی کی تخصیص ان لوگوں کے ساتھ کرنا ضروری ہے، جن میں یہ اوصاف تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واثابھم فتحا قریبا "اور ان کو عنقریب فتح کا انعام دے گا" اور تمام اہل نقل کا اس پر اتفاق ہے کہ بیعت رضوان کے بعد جو متصل فتح حاصل ہوئی وہ خیبر کی فتح ہے، اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا "کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہو گا، پھر آپ نے حضرت علی کو بلایا اور ان کو جھنڈا دے دیا اور ان کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا، اس لیے واجب ہے کہ اس آیت کے حکم کے ساتھ حضرت علی مخصوص ہوں اور وہ لوگ جو حضرت علی کے ساتھ اس فتح میں شریک تھے، تاکہ ان بیعت کرنے والوں میں یہ صفات مکمل ہوں، علاوہ ازیں جن لوگوں نے بیعت کی ان میں (حضرت) طلحہ اور (حضرت) زبیر بھی تھے اور ان دونوں نے حضرت علی سے جنگ کی اس لیے یہ دونوں ایمان سے خارج ہو گئے اور معتزلہ کے نزدیک فاسق ہو گئے، اور بعد میں معصیت کا واقع ہونا اس وقت راضی ہونے کے منافی نہیں ہے۔ [1]

---

[1] ۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۸۰ھ، تبیان ج ۹ ص ۳۲۹ - ۳۲۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

شیخ طوسی کے اعتراضات کے جوابات

شیخ طوسی کا یہ کہنا باطل ہے کہ "عموم کے لیے کوئی منفرد صیغہ نہیں ہے"، جمع کا صیغہ عموم کے لیے ہوتا ہے، اگر عموم کا صیغہ نہ مانا جائے تو احکام تکلیفیہ ساقط ہو جائیں گے، لوگوں کو اللہ اور رسول پر جو ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے وہ جمع کے صیغہ عموم سے ہے، نماز، روزہ اور دیگر احکام شرعیہ کا جو مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے وہ بھی جمع کے صیغہ عموم سے ہے، اگر جمع کا صیغہ عموم کے لیے تسلیم نہ کیا جائے تو کوئی شخص اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا مکلف ہوگا نہ کوئی مسلمان احکام شرعیہ کا مکلف ہوگا۔

شیخ طوسی کا یہ کہنا بھی باطل ہے کہ یہ آیت مجمل ہے، مجمل اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے کئی معنی ہوں اور متکلم کے بیان کے بغیر اس کے معنی کا تعین نہ کیا جا سکے اس کے برخلاف عام اس لفظ کو کہتے ہیں جس کے متعدد افراد ہوں اور عام ان تمام افراد کو شامل ہوتا ہے اور یہاں ایسا ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ "اللہ تعالیٰ ان تمام مومنین سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے"، لہٰذا بیعت کرنے والے مومنین سے بلا استثناء اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا، اور اس عموم کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن ام مبشر انها سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول عند حفصۃ لایدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرۃ احد من الذین بایعوا تحتها [1]

حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت حفصہ کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا کہ "جن اصحاب شجرہ نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی، ان شاء اللہ ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔

اس حدیث کو شیعہ علماء نے بھی بیان کیا ہے: شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

وہمہ اصحاب بیعت کردند بر آنکہ مطلقاً راہ گریز نجویند تا آنکہ کشتہ شوند یا فتح نمایند حضرت فرمود کہ انتم الیوم خیر اہل الارض، شما امروز بہترین اہل زمینند و از جابر مرویست کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمود کہ یک کسی بدوزخ نرود از آں مومناں کہ زیر درخت سمرہ بیعت کردند۔ [2]

تمام اصحاب نے آپ سے اس پر بیعت کی کہ جب تک وہ قتل نہ کر دیے جائیں یا فتح حاصل نہ کر لیں بھاگیں گے نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آج کے دن روئے زمین پر تم سب سے بہتر لوگ ہو" اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنھوں نے ببول کے درخت کے نیچے بیعت کی ہے۔

علماء شیعہ کی بیان کردہ اس روایت سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں عموم مراد ہے، اور اس درخت کے نیچے بیعت کرنے والے تمام صحابہ سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا، اس نے ان کے دلوں کے ایمان کو جان لیا اور ان پر طمانیت اور سکون کو نازل کیا، اور ان پر فتح کا انعام کیا۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۳-۳۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۰ھ، منہج الصادقین ج ۸ ص ۳۷۳، مطبوعہ کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ ایران

شیخ طوسی نے جو یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک جماعت سے بھی بیعت لی تھی، اس میں انھوں نے سخت تلبیس کی ہے آپ نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر تو منافقین کی ایک جماعت سے بیعت نہیں لی تھی، مدینہ منورہ میں ظاہر حال کے اعتبار سے آپ نے اگر کسی منافق سے بیعت لی ہو تو اس سے یہاں معارضہ کرنا کہاں کا انصاف ہے، ثانیاً قرآن مجید میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ درخت کے نیچے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مومنین نے بیعت کی تھی، اور یہ کہنا کہ اس موقع پر منافقین نے بھی بیعت کی تھی صریح قرآن کے خلاف ہے۔

شیخ طوسی نے جو یہ کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے والے مومنین کی جو صفات بیان کی ہیں وہ کاملاً صرف حضرت علی اور ان کے متبعین میں پائی جاتی ہیں کیونکہ واثابھم فتحا قریبا "اور ان کو عنقریب فتح کا انعام دیا"، اور اس فتح سے مراد فتح خیبر ہے اور خیبر حضرت علی کے ہاتھوں فتح ہوا، یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ہر چند کہ خیبر کی فتح میں حضرت علی کی کارکردگی نمایاں تھی، لیکن فتح خیبر کا یہ مژدہ صرف حضرت علی کو نہیں ملا، یہ تمام مسلمانوں کے لیے مژدہ ہے، اس لیے غزوہ حدیبیہ میں شریک تمام بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی کا مژدہ سنایا اور یہ سب کی صفت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا، ان کے دلوں کے ایمان کو اس نے ظاہر کیا اور ان کو عنقریب فتح کی خوش خبری دی۔

شیخ طوسی نے یہ لکھا ہے کہ ان بیعت کرنے والوں میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی تھے اور انھوں نے ایام فتنہ میں حضرت علی سے جنگ کی، اس وجہ سے وہ ایمان سے خارج ہو گئے، سو یہ بھی غلط ہے، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی ایمان اور اسلام پر استقامت تو بیعت رضوان اور قرآن مجید کی اس آیت سے واضح ہو گئی اور حضرت علی سے جنگ کرنا ایک اجتہادی معاملہ تھا، یہ کوئی کفر اور اسلام کا معرکہ نہیں تھا، مسلمانوں کے دو فریقوں کی آپس میں جنگ تھی، اور ہر دو فریق قابل صد احترام اور مجتہد صحابہ تھے نیز ہم حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کی سوانح میں بیان کر چکے ہیں کہ بالآخر ان دونوں محترم صحابہ نے حضرت علی کی رائے سے اتفاق کر لیا تھا اور جنگ سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔

بیعت رضوان کے واقعہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خصوصی فضائل

بیعت رضوان کے واقعہ میں حضرت عثمان کی خصوصی فضیلت یہ ہے:

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور حضرت عثمان کی وجہ سے آپ نے کفار قریش سے جنگ کا قصد کیا اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان سے انتہائی محبت کا بیان ہے اور مکہ مکرمہ میں جب کفار قریش نے حضرت عثمان سے کہا کہ صرف تم خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہو تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر میں کعبہ کا طواف نہیں کروں گا، اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حضرت عثمان کی انتہائی محبت کا اظہار ہے۔ ان تمام امور کا شیعہ علماء نے بھی اعتراف کیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

گفتند ما محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم را نگذاریم کہ در مکہ آید اگر تو مے خواہی طواف کن و باز گرد او گفت من پیش از رسول طواف نکنم۔ [1]

کفار قریش نے کہا ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں آنے نہیں دیں گے اگر تم چاہو تو طواف کر کے واپس چلے جاؤ، انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے طواف نہیں کروں گا۔

[1] ۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۸ ص ۳۷۳، مطبوعہ کتاب فروشی علمیہ اسلامیہ ایران

ملا باقر مجلسی ایسے کٹر تبرائی رافضی نے بھی لکھا ہے کہ:

دبر روایت کلینی حضرت یک دست خود را بر دست دیگر از و برائے عثمان بیعت گرفت کہ چوں بیعت را بشکنید گناہش عظیم تر و عقابش شدید تر باشد۔ پس مسلمانان گفت خوشا حال عثمان کہ طواف کعبہ و سعی میان صفا و مروہ کرد و محل شد، حضرت فرمود: نخواہد کرد۔ چوں عثمان آمد حضرت پرسید طواف کردی؟ گفت چوں طواف نکردہ بودی من نکردم۔ [1]

کلینی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی تاکہ جب بیعت توڑے گا تو اس کا گناہ اور عذاب زیادہ ہوگا (یہ نکتہ مجلسی کے خبیث ذہن کی پیداوار ہے کلینی کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) پھر مسلمانوں نے کہا حضرت عثمان کیسے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ کا طواف کرلیں گے اور صفا اور مروہ میں سعی کرلیں گے اور احرام کھول دیں گے حضور نے فرمایا وہ ایسا نہیں کریں گے! جب حضرت عثمان آئے تو حضور نے پوچھا: تم نے طواف کیا تھا؟ حضرت عثمان نے کہا جب آپ نے طواف نہیں کیا تو میں کیسے کرسکتا تھا۔

بَابُ ۸۷ مِنْ فَضَائِلِ أَبِي مُوسَى وَ أَبِي عَامِرٍ الْأَشْعَرِيَّيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہما کے فضائل

۶۲۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي أُسَامَةَ قَالَ أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ جَدِّهِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ نَازِلٌ بِالْجِعِرَّانَةِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَا تُنْجِزُ لِي يَا مُحَمَّدُ مَا وَعَدْتَنِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرْ فَقَالَ لَهُ الْأَعْرَابِيُّ أَكْثَرْتَ عَلَيَّ مِنْ أَبْشِرْ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي مُوسَى وَبِلَالٍ كَهَيْئَةِ الْغَضْبَانِ فَقَالَ إِنَّ هٰذَا قَدْ رَدَّ الْبُشْرَى فَاقْبَلَا أَنْتُمَا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس وقت آپ مقام جعرانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان اترے تھے، اور حضرت بلال بھی آپ کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی شخص آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خوش ہوجاؤ" اس اعرابی نے آپ سے کہا آپ نے مجھ سے بہت دفعہ کہا ہے "خوش ہوجاؤ" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں حضرت ابوموسیٰ اور حضرت بلال کی طرف متوجہ ہوئے، آپ نے فرمایا: اس شخص نے میری بشارت

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۲۵-۴۲۴۔ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

فَقَالَا قَبِلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فِيْهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيْهِ وَمَجَّ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَافْرِغَا عَلٰى وُجُوْهِكُمَا وَنُحُوْرِكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا مَا أَمَرَهُمَا بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَتْهُمَا أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَّرَاءِ السِّتْرِ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا مِمَّا فِيْ إِنَائِكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔

کو مسترد کر دیا ہے، اب تم دونوں میری بشارت کو قبول کر لو، ان دونوں نے کہا: یا رسول اللہ ہم نے قبول کیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا آپ نے اس پیالہ میں اپنے ہاتھ اور اپنا چہرہ دھویا، اور اس میں کلی کی، پھر فرمایا تم دونوں اس کو پی لو، اور اس کو اپنے اپنے چہرے اور سینہ پر مل لو، اور خوش ہو جاؤ، ان دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کیا، پھر ان دونوں کو حضرت ام سلمہ ام المومنین نے پردہ کی اوٹ سے آواز دی "اس برتن میں جو بچا ہوا پانی ہے وہ اپنی ماں کے لیے بھی لاؤ، پھر وہ اس میں سے کچھ پانی حضرت ام سلمہ کے لیے بھی لے گئے۔

۶۲۸۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ أَبُوْ عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِأَبِيْ عَامِرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ لَمَّا فَرَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حُنَيْنٍ بَعَثَ أَبَا عَامِرٍ عَلٰى جَيْشٍ إِلٰى أَوْطَاسٍ فَلَقِيَ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ فَقُتِلَ دُرَيْدٌ وَهَزَمَ اللّٰهُ أَصْحَابَهُ فَقَالَ أَبُوْ مُوْسٰى وَبَعَثَنِيْ مَعَ أَبِيْ عَامِرٍ قَالَ فَرُمِيَ أَبُوْ عَامِرٍ فِيْ رُكْبَتِهِ رَمَاهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ جُشَمٍ بِسَهْمٍ فَأَثْبَتَهُ فِيْ رُكْبَتِهِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ يَا عَمِّ مَنْ رَمَاكَ فَأَشَارَ أَبُوْ عَامِرٍ إِلٰى أَبِيْ مُوْسٰى فَقَالَ إِنَّ ذَاكَ قَاتِلِيْ قَدْ رَآهُ ذٰلِكَ الَّذِيْ رَمَانِيْ قَالَ أَبُوْ مُوْسٰى فَقَصَدْتُ لَهُ فَاعْتَمَدْتُهُ فَلَحِقْتُهُ فَلَمَّا رَآنِيْ وَلّٰى عَنِّيْ ذَاهِبًا فَاتَّبَعْتُهُ وَجَعَلْتُ أَقُوْلُ لَهُ أَلَا تَسْتَحِيْ أَلَسْتَ عَرَبِيًّا أَلَا تَثْبُتُ فَكَفَّ فَالْتَقَيْتُ أَنَا وَهُوَ فَاخْتَلَفْنَا أَنَا وَهُوَ ضَرْبَتَيْنِ فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ فَقَتَلْتُهُ ثُمَّ رَجَعْتُ إِلٰى أَبِيْ عَامِرٍ فَقُلْتُ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ قَتَلَ صَاحِبَكَ قَالَ فَانْزِعْ هٰذَا السَّهْمَ فَنَزَعْتُهُ

حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ابو عامر کو ایک لشکر کے ساتھ اوطاس کی طرف روانہ کیا، درید بن صمہ نے ان کا مقابلہ کیا، وہ قتل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لشکر کو شکست دی، —— حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بھی آپ نے حضرت ابو عامر کے ساتھ روانہ کیا تھا، حضرت ابو عامر کے گھٹنے میں تیر لگا تھا، بنو جشم کے ایک آدمی نے وہ تیر مارا تھا، وہ تیر ان کے گھٹنے میں گھس گیا تھا، میں ان کے پاس گیا اور پوچھا اے چچا آپ کو یہ تیر کس نے مارا تھا، حضرت ابو عامر نے حضرت ابو موسیٰ کو اشارہ کر کے بتایا: تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو وہ میرا قاتل ہے اسی نے مجھ کو تیر مارا ہے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا میں نے اس شخص کا ارادہ کیا اور اس کو جا لیا، وہ مجھے دیکھ کر پشت پھیر کر بھاگا میں نے اس کا پیچھا کیا درآں حالیکہ میں اس سے کہہ رہا تھا، تجھے شرم نہیں آتی! کیا تو عرب نہیں ہے؟ کیا تو ٹھیرے گا نہیں! وہ ٹھیرا، پھر اس کا اور میرا مقابلہ ہوا، ہم دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیے، پھر میں نے

فَنَزَا مِنْهُ الْمَاءُ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي انْطَلِقْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْرِئْهُ مِنِّي السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ يَقُولُ لَكَ أَبُو عَامِرٍ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ وَاسْتَعْمَلَنِي أَبُو عَامِرٍ عَلَى النَّاسِ وَمَكَثَ يَسِيرًا ثُمَّ إِنَّهُ مَاتَ فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي بَيْتٍ عَلَى سَرِيرٍ مُرْمَلٍ وَعَلَيْهِ فِرَاشٌ وَقَدْ أَثَّرَ رِمَالُ السَّرِيرِ بِظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَنْبَيْهِ فَأَخْبَرْتُهُ بِخَبَرِنَا وَخَبَرِ أَبِي عَامِرٍ وَقُلْتُ لَهُ قَالَ قُلْ لَهُ يَسْتَغْفِرْ لِي فَدَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِي عَامِرٍ حَتَّى رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيرٍ مِنْ خَلْقِكَ أَوْ مِنَ النَّاسِ فَقُلْتُ وَلِي يَا رَسُولَ اللهِ فَاسْتَغْفِرْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا قَالَ أَبُو بُرْدَةَ إِحْدَاهُمَا لِأَبِي عَامِرٍ وَالْأُخْرَى لِأَبِي مُوسَى۔

تلوار سے ضرب لگا کر اس کو قتل کر دیا، پھر میں حضرت ابو عامر کی طرف لوٹا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے قاتل کو قتل کر دیا ہے، حضرت ابو عامر نے کہا اب اس تیر کو نکالو! میں نے تیر کو نکالا تو تیر کی جگہ سے پانی نکلا، انھوں نے کہا اے بھتیجے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، جا کر میرا سلام عرض کرو، اور ان سے عرض کرنا کہ ابو عامر یہ کہتا تھا کہ میرے لیے اللہ سے مغفرت طلب کریں اور حضرت ابو عامر نے مجھے لوگوں کا امیر بنا دیا۔ وہ تھوڑی دیر اور زندہ رہے پھر فوت ہو گئے، جب میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بان کی ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس پر بستر تھا، اس کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت اور دونوں پہلوؤں پر چارپائی کے بانوں کے نشانات تھے، میں نے آپ کے سامنے اپنا اور حضرت ابو عامر کا ماجرا بیان کیا اور میں نے بتایا کہ انھوں نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ میرے لیے استغفار کریں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا، پھر آپ نے دونوں ہاتھ بلند کیے حتیٰ کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی، پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! عبید ابی عامر کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کو قیامت کے دن اپنی بہت سی مخلوق پر فائق کر، یا فرمایا لوگوں پر فائق کر، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! عبد اللہ بن قیس کے گناہ کو معاف فرما، اور اس کو قیامت کے دن عزت کے مقام میں داخل فرما، حضرت ابو بردہ کہتے ہیں کہ ایک دعا حضرت ابو عامر کے لیے ہے اور ایک حضرت ابو موسیٰ کے لیے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام و نسب یہ ہے: عبد اللہ بن قیس

بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن غنم بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہیر بن الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب۔ ان کی کنیت ابوموسیٰ ہے۔

واقدی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ مکہ میں آئے اور سعید بن العاص کے حلیف بنے، وہ اپنے اشعری بھائیوں کی ایک جماعت کے ساتھ آئے تھے، پھر مسلمان ہوگئے اور مہاجرین حبشہ کی طرف ہجرت کی، ابوعامر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے، اور وہیں ٹھیرے رہے، پھر پچاس اشعریین کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر حبشہ چلے گئے، حضرت جعفر اور ان کے ساتھی بھی اسی وقت مکہ سے حبشہ گئے تھے، پھر یہ دونوں الگ الگ کشتیوں میں بیٹھ کر ایک ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مدینہ منورہ پہنچے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا، حضرت عمر نے ان کو بصرہ کا عامل مقرر کیا تھا، جس وقت حضرت عمر شہید ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ بصرہ کے عامل تھے، حضرت عثمان نے ان کو بصرہ پر مقرر رکھا، پھر حضرت عثمان نے ان کو معزول کر کے ابن عامر کو بصرہ کا عامل مقرر کر دیا، حضرت ابوموسیٰ بصرہ سے کوفہ چلے گئے اور وہیں رہے، پھر وہاں کے لوگوں نے حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ حضرت ابوموسیٰ کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا جائے، سو حضرت عثمان نے ان کو کوفہ کا عامل مقرر کر دیا، پھر حضرت عثمان کی شہادت تک یہ کوفہ کے عامل رہے پھر حضرت علی نے ان کو کوفہ سے معزول کر دیا، پھر حضرت علی نے ان کو اپنا حکم مقرر کیا۔ یہ واقعہ تاریخ میں مذکور ہے جسے کامل میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ۴۴ھ میں حضرت ابوموسیٰ کا کوفہ میں انتقال ہو گیا، ایک قول یہ ہے کہ مکہ میں انتقال ہوا، تاریخ وفات میں بھی کئی اقوال ہیں۔ [1]

حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کی سوانح

حضرت ابوعامر اشعری رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں، ان کا نام عبید بن سلیم بن حضار ہے، یہ کبار صحابہ میں سے تھے اور غزوۂ حنین میں شہید ہو گئے، ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک لشکر کی کمان دے کر اوطاس کی طرف روانہ کیا تھا، اس کے بعد علامہ ابن اثیر نے صحیح مسلم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو متن میں بیان ہو چکی ہے۔ [2]

باب ۸۴۸ مِنْ فَضَائِلِ الْأَشْعَرِيِّينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

اشعریین رضی اللہ عنہم کے فضائل

۶۲۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اشعری رفقاء کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز کو پہچان لیتا ہوں، جب وہ

---

[1] علامہ محمد بن محمد ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴۶-۲۴۵ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] " " " " ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۸

لَاَعْرِفُ اَصْوَاتَ رُفْقَةِ الْاَشْعَرِيِّيْنَ بِالْقُرْاٰنِ حِيْنَ يَدْخُلُوْنَ بِاللَّيْلِ وَاَعْرِفُ مَنَازِلَهُمْ مِنْ اَصْوَاتِهِمْ بِالْقُرْاٰنِ بِاللَّيْلِ وَاِنْ كُنْتُ لَمْ اَرَ مَنَازِلَهُمْ حِيْنَ نَزَلُوْا بِالنَّهَارِ وَمِنْهُمْ حَكِيْمٌ اِذَا لَقِيَ الْخَيْلَ اَوْ قَالَ الْعَدُوَّ قَالَ لَهُمْ اِنَّ اَصْحَابِيْ يَاْمُرُوْنَكُمْ اَنْ تَنْظُرُوْهُمْ

رات کو آتے ہیں، اور رات کو ان کی آواز سے ان کے گھروں کو بھی پہچان لیتا ہوں، خواہ دن میں ان کے گھروں کو میں نے نہ دیکھا ہو، ان میں سے ایک شخص حکیم ہے، جب وہ شخص گھوڑے سواروں یا دشمن سے مقابلہ کرتا ہے تو ان سے کہتا ہے کہ میرے ساتھی تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ان کا انتظار کرو۔

۶۲۸۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ اُسَامَةَ قَالَ اَبُوْ عَامِرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنِيْ بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِي الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْهُ بَيْنَهُمْ فِيْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشعری جب جہاد میں نادار ہوں، یا مدینہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو تو ان کے پاس جو کچھ بچا ہو اس کو ایک کپڑے میں اکٹھا کر لیتے ہیں، پھر ایک ہی برتن سے آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں، میں ان سے ہوں اور وہ مجھ سے ہیں۔

بَابُ مِنْ فَضَائِلِ اَبِيْ سُفْيَانَ ابْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۲۸۷ - حَدَّثَنِيْ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَعْقِرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا النَّضْرُ (وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْيَمَامِيُّ) حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا اَبُوْ زُمَيْلٍ حَدَّثَنِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ اِلٰى اَبِيْ سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَهٗ فَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ اَعْطِنِيْهِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِيْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُهٗ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ اَبِيْ سُفْيَانَ اُزَوِّجُكَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُهٗ كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَتُؤَمِّرُنِيْ حَتّٰى اُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَبُوْ زُمَيْلٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان، حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بات کرتے تھے نہ ان کے ساتھ نشست برخاست کرتے تھے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری تین باتیں قبول فرمائیے، آپ نے فرمایا: اچھا! انھوں نے کہا حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان عرب کی سب سے حسین وجمیل لڑکی ہیں میں آپ کا اس سے نکاح کرتا ہوں، آپ نے فرمایا اچھا، پھر انھوں نے کہا حضرت معاویہ کو آپ اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ نے فرمایا: اچھا! پھر کہا آپ مجھے لشکر کا امیر بنا دیجئے تاکہ میں کفار سے جنگ کروں جس طرح میں مسلمانوں سے جنگ کرتا تھا،

وَلَوْلَا اَنَّهٗ طَلَبَ ذٰلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْطَاهُ ذٰلِكَ لِاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ يُسْئَلُ شَيْئًا اِلَّا قَالَ نَعَمْ۔

آپ نے فرمایا: اچھا! ابوزمیل نے کہا اگر وہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست نہ کرتے تو آپ یہ کام نہ کرتے لیکن آپ کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف القرشی الاموی حضرت یزید[1] اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما وغیرہما کے والد ہیں، سال فیل سے دس سال پہلے پیدا ہوئے یہ تاجر تھے اور اپنے اور دیگر قریش کے اموال وغیرہ شام لے جاتے تھے، رئیسوں کا جھنڈا انھی کے پاس ہوتا تھا، زمانہ جاہلیت میں تین آدمیوں کی رائے قابل اعتماد تھی، عتبہ، ابوجہل اور ابوسفیان، ابوسفیان نے ہی اسلام کے خلاف غزوۂ احد میں کفار کی قیادت کی تھی، ابوسفیان حضرت عباس کے دوست تھے، فتح مکہ کی رات کو مشرف باسلام ہوئے تھے، جنگ حنین میں شریک ہوئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سو بکریاں اور چالیس اوقیہ عنایت فرمائے تھے، اور ان کے دو بیٹوں حضرت یزید اور حضرت معاویہ کو بھی اتنا ہی عطا فرمایا تھا، یہ طائف کی جنگ میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ اس جہاد میں ان کی ایک آنکھ راہ خدا میں کام آگئی، جنگ یرموک میں بھی شریک ہوئے تھے اور دوسری آنکھ اس جہاد میں کام آگئی، اس دن یہ اپنے بیٹے یزید کے جھنڈے تلے لڑ رہے تھے، اور یہ نعرہ لگا رہے تھے، اے اللہ کی مدد قریب آجا، یہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور ایک اچھے مسلمان کی طرح انھوں نے وقت گذارا، ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فوت ہوئے، سن وفات میں اختلاف ہے، اکتیس، تینتیس اور چونتیس ہجری کے بھی اقوال ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اس وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی۔[1]

حدیث نمبر ۶۲۸۷ میں ہے کہ حضرت ابوسفیان نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنی بیٹی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا آپ سے نکاح کرتا ہوں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ حضرت ابوسفیان ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے، اور حضرت ام حبیبہ کا آپ سے چھ یا سات ہجری میں نکاح ہوا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے، عکرمہ بن عمار وہ ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے حضرت ابوسفیان نے تجدید نکاح کی درخواست کی ہو۔[2]

※

---

[1] علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[1] یہ یزید بن ابی سفیان ہیں امام حسین کا جس سے اختلاف تھا، وہ یزید بن معاویہ تھا۔

بَابُ ۸۸ مِنْ فَضَائِلِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَّ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ وَأَهْلِ سَفِينَتِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت اسماء بنت عمیس اور ان کی کشتی والوں کے فضائل

۶۲۸۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ بَلَغَنَا مَخْرَجُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِالْيَمَنِ فَخَرَجْنَا مُهَاجِرِينَ إِلَيْهِ أَنَا وَأَخَوَانِ لِي أَنَا أَصْغَرُهُمَا أَحَدُهُمَا أَبُو بُرْدَةَ وَالْآخَرُ أَبُو رُهْمٍ إِمَّا قَالَ بِضْعًا وَإِمَّا قَالَ ثَلَاثَةً وَخَمْسِينَ أَوِ اثْنَيْنِ وَخَمْسِينَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي قَالَ فَرَكِبْنَا سَفِينَةً فَأَلْقَتْنَا سَفِينَتُنَا إِلَى النَّجَاشِيِّ بِالْحَبَشَةِ فَوَافَقْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأَصْحَابَهُ عِنْدَهُ فَقَالَ جَعْفَرٌ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنَا هٰهُنَا وَأَمَرَنَا بِالْإِقَامَةِ فَأَقِيمُوا مَعَنَا فَأَقَمْنَا مَعَهُ حَتَّى قَدِمْنَا جَمِيعًا قَالَ فَوَافَقْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا أَوْ قَالَ أَعْطَانَا مِنْهَا وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ إِلَّا لِأَصْحَابِ سَفِينَتِنَا مَعَ جَعْفَرٍ وَأَصْحَابِهِ قَسَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ قَالَ فَكَانَ نَاسٌ مِنَ النَّاسِ يَقُولُونَ لَنَا يَعْنِي لِأَهْلِ السَّفِينَةِ نَحْنُ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ قَالَ فَدَخَلَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ وَهِيَ مِمَّنْ قَدِمَ مَعَنَا عَلَى حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَةً وَقَدْ كَانَتْ هَاجَرَتْ إِلَى النَّجَاشِيِّ فِيمَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِ فَدَخَلَ عُمَرُ عَلَى حَفْصَةَ وَأَسْمَاءُ عِنْدَهَا فَقَالَ عُمَرُ حِينَ رَأَى أَسْمَاءَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ قَالَ عُمَرُ الْحَبَشِيَّةُ هٰذِهِ الْبَحْرِيَّةُ هٰذِهِ فَقَالَتْ أَسْمَاءُ نَعَمْ فَقَالَ عُمَرُ سَبَقْنَاكُمْ بِالْهِجْرَةِ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم یمن میں تھے تو ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر ملی، میں اور میرے دو بھائی، ابوبردہ اور ابورہم ہم سب ہجرت کر کے آپ کی طرف روانہ ہوئے، میں ان دونوں سے چھوٹا تھا، ہمارے ساتھ ہماری قوم کے باون یا تریپن آدمی بھی تھے، ہم کشتی میں سوار ہوئے، کشتی نے ہمیں حبشہ کی طرف جا پھینکا، وہاں پر ہماری حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی، حضرت جعفر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں یہاں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے، تم بھی ہمارے ساتھ یہاں ٹھہرو، ہم ان کے ساتھ ٹھہرے، حتیٰ کہ ہم سب اکٹھے آئے اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا تھا، آپ نے مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ دیا، ہمارے علاوہ جو لوگ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں ہوئے تھے ان میں سے کسی کو حصہ نہیں دیا، البتہ جو لوگ غزوہ خیبر میں شریک تھے اور ہماری کشتی والے اور جعفر اور ان کے اصحاب کو مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا، راوی کہتے ہیں پھر کچھ صحابہ ہم سے کہتے تھے کہ ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، حضرت اسماء بنت عمیس بھی ہمارے ساتھ آنے والوں میں سے تھیں وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت حفصہ کی ملاقات کے لیے گئیں، حضرت اسماء نے بھی ہجرت کرنے والوں کے ساتھ نجاشی کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت عمر، حضرت حفصہ کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس حضرت اسماء بھی تھیں، حضرت عمر نے حضرت

مِنْكُمْ فَغَضِبَتْ وَقَالَتْ كَلِمَةً كَذَبْتَ يَا عُمَرُ كَلَّا وَاللّٰهِ كُنْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعِمُ جَائِعَكُمْ وَيَعِظُ جَاهِلَكُمْ وَكُنَّا فِي دَارٍ أَوْ فِي أَرْضِ الْبُعَدَاءِ الْبُغَضَاءِ فِي الْحَبَشَةِ وَذٰلِكَ فِي اللّٰهِ وَفِي رَسُوْلِهِ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَا أَطْعَمُ طَعَامًا وَلَا أَشْرَبُ شَرَابًا حَتّٰى أَذْكُرَ مَا قُلْتَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ كُنَّا نُؤْذٰى وَنُخَافُ وَسَأَذْكُرُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْأَلُهُ وَوَاللّٰهِ لَا أَكْذِبُ وَلَا أَزِيغُ وَلَا أَزِيدُ عَلٰى ذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِنَّ عُمَرَ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِأَحَقَّ بِي مِنْكُمْ وَلَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هِجْرَةٌ وَاحِدَةٌ وَلَكُمْ أَنْتُمْ أَهْلَ السَّفِينَةِ هِجْرَتَانِ قَالَتْ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ يَأْتُونِي أَرْسَالًا يَسْأَلُونِي عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ مَا مِنَ الدُّنْيَا شَيْءٌ هُمْ بِهِ أَفْرَحُ وَلَا أَعْظَمُ فِي أَنْفُسِهِمْ مِمَّا قَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ فَقَالَتْ أَسْمَاءُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ أَبَا مُوسٰى وَإِنَّهُ لَيَسْتَعِيدُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنِّي.

اسماء کی طرف دیکھ کر پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہ نے کہا یہ اسماء بنت عمیس ہیں! حضرت عمر نے کہا یہ حبشیہ اور بحریہ ہیں، حضرت اسماء نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تم سے زیادہ حقدار ہیں، حضرت اسماء کو غصہ آگیا، اور انھوں نے ایک بات کہی: اے عمر! تم نے غلط کہا بخدا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ تمہارے بھوکوں کو کھلاتے تھے اور تمہارے جاہلوں کو نصیحت کرتے تھے، اور ہم دور دراز دشمنوں کے ملک حبش میں تھے اور ہمارا وہاں جانا محض اللہ اور اس کے رسول کی وجہ سے تھا، اور بخدا میں اس وقت تک کوئی چیز کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک کہ میں تمہاری کہی ہوئی بات کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر دوں! حبشہ میں ہم کو ایذا دی جاتی تھی اور ہم کو خوف زدہ کیا جاتا تھا، میں عنقریب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کروں گی اور آپ سے اس کے متعلق سوال کروں گی، بہ خدا! میں جھوٹ بولوں گی نہ کج بحثی کروں گی نہ اصل واقعہ پر زیادتی کروں گی، راوی کہتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو انھوں نے کہا: یا نبی اللہ! بے شک عمر نے اس اس طرح کہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا مجھ پر تم سے زیادہ حق نہیں ہے، اُن کی اور اُن کے اصحاب کی ایک ہجرت ہے، اور اے اہل سفینہ تمہاری دو، ہجرتیں ہیں، حضرت اسماء کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابو موسیٰ اور اصحاب سفینہ گروہ در گروہ آتے اور مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کرتے، ان کے نزدیک دنیا کی کوئی چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے زیادہ عظیم اور خوش کن نہیں تھی،

ابو بردہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء نے کہا حضرت ابو موسیٰ اس حدیث کو مجھ سے دہرایا کرتے تھے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت جعفر بن ابی طالب عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد ہیں، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، اور یہی جعفر طیار ہیں، یہ صورت اور سیرت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، یہ حضرت علی کے اسلام قبول کرنے کے تھوڑے عرصے بعد مسلمان ہو گئے تھے، ایک روایت یہ ہے کہ اکتیس دن بعد مسلمان ہو گئے تھے، ابن اسحاق نے بیان کیا انھوں نے دو ہجرتیں کیں ایک ہجرت حبشہ کی طرف کی اور ایک ہجرت مدینہ منورہ کی طرف کی، یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ابو المساکین کہتے تھے۔

حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد یہ نجاشی کے پاس رہے حتی کہ جب خیبر فتح ہو گیا تو پھر یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو گلے لگا کر ملے اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، اور فرمایا مجھے پتہ نہیں کہ مجھے خیبر کے فتح ہونے سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد کے پہلو میں ٹھہرایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جعفر کو جنت کے فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے پہلے ہر نبی کو سات رفقاء نجبا، اور وزراء دیے گئے اور مجھ کو چودہ (وزراء) دیے گئے، حمزہ، جعفر، علی، حسن، حسین، ابو بکر، عمر، مقداد، حذیفہ، سلمان، عمار اور بلال۔ (باقی دو کا نام راوی کو یاد نہیں رہا)۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جمادی آٹھ ہجری میں مؤتہ کی طرف لشکر بھیجا اس میں سخت لڑائی ہوئی حتی کہ حضرت زید بن حارثہ شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر بن ابی طالب نے جھنڈا لیا پھر وہ شہید ہو گئے۔ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ حضرت جعفر کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے گئے لیکن انھوں نے جھنڈا گرنے نہیں دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو ہاتھوں کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے جعفر کو دو پر عطا فرمائے جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑتے ہیں، جب وہ شہید ہوئے تو ان کے جسم پر نیزے سے زیادہ زخم تھے، وہ سب تلواروں اور نیزوں کے زخم تھے، ابن اسحاق نے بیان کیا کہ جب جنگ ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا لیا اور جنگ کی پھر وہ شہید ہو گئے، پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور جنگ کی پھر وہ شہید ہو گئے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، حتی کہ انصار کے چہرے متغیر ہو گئے کہ اب حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے متعلق وہ خبر ہو گی جس سے وہ رنجیدہ ہوں گے، پھر آپ نے فرمایا: اب جھنڈا عبد اللہ بن رواحہ نے لیا اور جنگ کی حتی کہ وہ شہید ہو گئے پھر ان سب کو جنت کے سونے کے تخت پر اٹھا لیا گیا۔

روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جعفر کی شہادت کی خبر آئی تو آپ ان کی زوجہ

حضرت اسماء بنت عمیس کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے تعزیت کی، حضرت فاطمہ روتی ہوئی آئیں اور کہا ہائے میرے چچا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جعفر جیسے شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیے، جس وقت حضرت جعفر شہید ہوئے ان کی عمر اکتالیس سال تھی۔ [1]

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا نام ونسب یہ ہے:

اسماء بنت عمیس بن معبد بن الحارث بن تیم بن کعب بن مالک بن بشر بن وہب اللہ بن شہران بن عفرس بن خلف بن اقیل، ان کی والدہ کا نام ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث۔

حضرت اسماء قدیم الاسلام تھیں، انھوں نے اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ ہجرت کی، وہاں ان کے تین بیٹے ہوئے، عبد اللہ، عون اور محمد، پھر انھوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، جب حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہو گئے تو ان سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، پھر ان کے ہاں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے، پھر حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا، پھر ان سے یحییٰ پیدا ہوئے، حضرت اسماء، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ بنت الحارث اور حضرت عباس کی زوجہ حضرت ام الفضل کی بہن تھیں، یہ دس اخیافی بہنیں تھیں۔ [2]

بَابُ ۸۸۱ مِنْ فَضَائِلِ سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَبِلَالٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے فضائل

۶۲۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ اَبَا سُفْيَانَ اَتٰى عَلٰى سَلْمَانَ وَصُهَيْبٍ وَّبِلَالٍ فِيْ نَفَرٍ فَقَالُوْا وَاللّٰهِ مَا اَخَذَتْ سُيُوْفُ اللّٰهِ مِنْ عُنُقِ عَدُوِّ اللّٰهِ مَاْخَذَهَا فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَتَقُوْلُوْنَ هٰذَا لِشَيْخِ قُرَيْشٍ وَّسَيِّدِهِمْ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَعَلَّكَ اَغْضَبْتَهُمْ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ فَاَتَاهُمْ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ يَا اِخْوَتَاهُ اَغْضَبْتُكُمْ

عائذ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال کے پاس چند لوگوں کی موجودگی میں حضرت ابوسفیان آئے تو انھوں نے کہا: اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ پر نہیں پہنچیں، حضرت ابوبکر نے فرمایا تم قریش کے شیخ اور سردار کے متعلق اس طرح کہتے ہو، پھر حضرت ابوبکر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر آپ کو اس کی خبر دی، آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! شاید تم نے ان کو ناراض کر دیا، اگر تم نے ان کو ناراض کر دیا تو اپنے رب کو ناراض کر دیا، پھر حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے اور کہا: اے

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۹، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 ، اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

قَالُوْا لَا یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکَ یَا اَخِیْ ۔ میرے بھائیو! میں نے تم کو ناراض کر دیا! انھوں نے کہا نہیں! اے بھائی اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی سوانح

حضرت سلمان فارسی کا نام و نسب علامہ ابن اثیر نے اس طرح بیان کیا ہے: مابہ ابن بوذخشان بن مورسلان بن بیہودان بن فیروز بن سہرک۔

حضرت سلمان مجوسیوں کے آتش پرست گھرانے میں فارس میں پیدا ہوئے تھے، ان کے والد کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا، ایک دن والد نے حضرت سلمان کو کھیت میں بھیجا وہاں راستہ میں ایک گرجا ملا، یہ گرجے میں گئے وہاں عبادت ہو رہی تھی، ان کو عیسائیوں کا طریقہ عبادت اس قدر پسند آیا کہ بے ساختہ کہا "یہ مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے" آپ نے پوچھا اس مذہب کا سرچشمہ کہاں ہے؟ انھوں نے کہا شام میں، حضرت سلمان بھاگ کر شام چلے گئے اور وہاں کے پادری کے ساتھ رہنے لگے وہ شخص لالچی تھا لوگوں سے سونا چاندی غریبوں میں تقسیم کرنے کے لیے لیتا اور خود رکھ لیتا اور اس طرح سونے چاندی کے سات مٹکے اس نے جمع کر لیے، بالآخر وہ مر گیا اور اس کی جگہ دوسرا پادری مقرر ہوا یہ شخص عابد و زاہد اور تارک الدنیا تھا، حضرت سلمان فارسی کو اس سے انسیت ہو گئی اور اس کی خدمت میں رہے جب وہ مرنے لگا تو آپ نے اس سے پوچھا اب میں کس سے فیض حاصل کروں؟ اس نے کہا موصل میں فلاں شخص دین حق کا سچا پیرو کار ہے اس سے فیض حاصل کرو، حضرت سلمان اس کے پاس گئے پھر آئندہ کے لیے اس نے نصیبین میں ایک شخص کا بتایا یہ اس کے پاس گئے، یہ شخص بھی بڑا عابد و زاہد تھا جب اس کا وقت قریب آگیا تو اس نے عموریہ میں ایک شخص کا پتا بتایا حضرت سلمان عموریہ گئے جب اس کا بھی آخری وقت آگیا تو اس نے کہا اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا اور صدقہ کو اپنے اوپر حرام کرے گا اور اس کے دو شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

حضرت سلمان فارسی عرب جانا چاہتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ان کو عموریہ میں بنو کلب کے تاجر مل گئے، حضرت سلمان نے ان سے کہا اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہیں دے دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے، لیکن ان عربوں نے وادی القریٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ چند دنوں کے بعد اس یہودی کا چچازاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا، اس نے حضرت سلمان کو اس کے ہاتھ فروخت کر دیا، ایک دن حضرت سلمان کھجور کے درخت پر چڑھ کر کچھ درست کر رہے تھے، ان کا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا، کہ اس کے عم زاد نے آکر کہا سب لوگ قبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں، حضرت سلمان نے یہ سنا تو خوش ہو گئے، ایک دن کھانے پینے کی کچھ چیزیں لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور کہا میں یہ کچھ صدقہ کی چیزیں لایا ہوں، آپ ان کو قبول کر لیں، آپ نے حاضرین کو وہ چیزیں کھانے کا حکم دیا اور خود نہیں کھائیں، اس طرح حضرت سلمان کو آپ کی ایک علامت کی تصدیق ہو گئی، دوسرے دن پھر کچھ چیزیں لے کر پہنچے اور کہا کل آپ نے صدقہ قبول نہیں کیا تھا آج یہ ہدیہ قبول کیجئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ خود کھایا اور کچھ حاضرین کو کھلایا، اور یوں حضرت سلمان کو دوسری علامت کی بھی تصدیق ہو گئی اور اس اثنار میں مہر نبوت کو بھی دیکھ لیا اس کو بوسہ دیا، آپ نے فرمایا سامنے آؤ، حضرت سلمان نے اپنی سرگذشت سنائی، پھر حضرت سلمان مسلمان ہو گئے، غلامی کے باعث آپ کو ارکان اسلام ادا کرنے میں دشواری ہوتی تھی، رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالک کو معاوضہ دے کر آزادی حاصل کر لو، تین سو کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے ہوا، عام مسلمانوں نے مل کر تین سو درخت دیے، کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مرغی کے انڈے کے برابر سونا ملا تھا وہ چالیس اوقیہ تھا، وہ سونا بھی اس یہودی کو دیا گیا اور حضرت سلمان فارسی آزاد ہو گئے۔ [1]

حضرت سلمان فارسی کے آزاد ہونے کے بعد پہلا غزوہ خندق پیش آیا، غزوۂ خندق میں تمام عرب کا ٹڈی دل لشکر اس ارادے سے اُمڈ آیا تھا کہ مسلمانوں کا مکمل استیصال کر دے، حملہ خود مدینہ پر تھا جس کی طرف کوئی قلعہ تھا نہ کوئی فصیل، حضرت سلمان فارسی ایرانیوں کی صف آرائیاں دیکھ چکے تھے، انھوں نے مشورہ دیا کہ اتنے بڑے لشکر کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مناسب نہیں، مدینہ کے چاروں طرف خندقیں کھود کر شہر کو محفوظ کر دینا چاہیے، یہ تدبیر مسلمانوں کو بہت پسند آئی اور اسی پر عمل کیا گیا، خندق کی کھدائی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس شریک تھے، اکیس بائیس دن محاصرہ رہا مگر مشرکوں کو شہر تک پہنچنا نصیب نہ ہوا اور بالآخر ناکام لوٹ گئے، خندق کے علاوہ بھی حضرت سلمان تمام غزوات میں شریک رہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سلمان مدینہ میں رہے اور عہدِ صدیقی کے آخر یا عہدِ فاروقی کی ابتدا میں انھوں نے عراق میں سکونت اختیار کر لی، عہدِ فاروقی میں حضرت سلمان ایران کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور چونکہ خود ایرانی تھے اس لیے بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائیں۔

حضرت سلمان فارسی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اخیر دورِ خلافت میں ۳۵ھ میں فوت ہو گئے، اہل علم نے کہا ہے کہ حضرت سلمان فارسی کی عمر تین سو پچاس سال تھی، ان کی اصفہان میں تین بیٹیاں تھیں۔ [2]

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی سوانح

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے، صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جزیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم۔

حضرت صہیب کا اصلی وطن موصل کے قریب ایک قریہ تھا جو دجلہ کے کنارے واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے ابلہ کے عامل تھے، ابھی ان کی عمر صرف چند سال تھی کہ رومی فوجوں نے ابلہ پر چڑھائی کی اور مال غنیمت میں ان کو بھی اٹھا کر لے گئے، حضرت صہیب رومیوں میں ہی پرورش پا کر جوان ہوئے، بنو کلب نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجدعان نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔

جب اسلام کا ظہور ہوا تو یہ تحقیق کے ارادے سے آستانہ نبوت میں حاضر ہوئے، اتفاق سے حضرت عمار بھی اسی وقت اسی ارادے سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جا رہے تھے، دونوں ایک ساتھ جا کر مشرف بہ اسلام ہوئے، حضرت صہیب اسلام قبول کرنے والے پہلے رومی تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ صہیب روم کا پہلا پھل ہے، حضرت صہیب نے اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا تھا، اور اس کی وجہ سے بہت مظالم برداشت کیے، وہ سب سے آخری

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۴، ۴۱۔ ملخصاً و موضحاً، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ،
[2] علامہ محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۳۲-۳۲۸، ملخصاً، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران۔

مہاجر تھے، جب ہجرت کرنے لگے تو قریش نے سخت مزاحمت کی اور کہا تم یہاں مفلس بن کر آئے تھے اب یہاں سے اتنا مال و متاع لے کر جانا چاہتے ہو ہم تم کو نہیں جانے دیں گے، حضرت صہیب اپنے مال و متاع کے عوض ایمان کا سودا خرید کر مدینہ منورہ پہنچ گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو یحییٰ تمہاری تجارت نفع بخش رہی اور ان کی شان میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ (بقرہ: ۲۰۸)

بعض لوگ اللہ کی رضا کے بدلہ میں اپنی جانیں فروخت کر دیتے ہیں۔

حضرت صہیب تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے، غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے، حضرت عمر ان سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے، انھوں نے حضرت عمر کی وصیت کے مطابق حضرت عمر کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر کی وصیت تھی کہ جب تک شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے حضرت صہیب نماز پڑھائیں، سو حضرت صہیب تین دن خلیفہ رہے۔

۳۸ھ میں بہتر سال کی عمر میں وفات پائی اور بقیع کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ [1]

باب ۸۸۲ من فضائل الانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

انصار کے فضائل

۶۲۹۰۔ حدثنا اسحق بن ابراھیم الحنظلی و احمد بن عبدۃ (واللفظ لاسحق) قالا اخبرنا سفیان عن عمرو عن جابر بن عبداللہ قال فینا نزلت اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما بنو سلمۃ وبنو حارثۃ وما نحب انھا لم تنزل لقول اللہ عز وجل واللہ ولیھما۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت ہم میں نازل ہوئی ہے: جب تم میں سے دو جماعتوں نے بزدلی کا ارادہ کیا، اور اللہ ان دونوں کا مددگار ہے، یہ آیت بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے متعلق نازل ہوئی، ہماری یہ خواہش نہ تھی کہ یہ آیت نازل نہ ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ ان دونوں کا مددگار ہے۔

ف: علامہ ابی مالکی نے لکھا ہے کہ غزوہ احد میں عبداللہ بن اُبی اپنے کثیر ساتھیوں کو لے کر عین لڑائی کے وقت لشکر سے نکل گیا، بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے بھی ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ثابت قدم رکھا۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۳۴۷)

۶۲۹۱۔ حدثنا محمد بن المثنی حدثنا محمد بن جعفر وعبدالرحمن بن مھدی قالا حدثنا شعبۃ عن قتادۃ عن النضر بن انس عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! انصار کی مغفرت فرما، انصار کے بیٹوں کی مغفرت فرما، انصار کے پوتوں کی مغفرت فرما۔

[1] امام محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳۔ ۳۰ ھ مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان ایران

اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔

۶۲۹۲ - وَحَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۲۹۳ - حَدَّثَنِي اَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ (وَهُوَ ابْنُ عَمَّارٍ) حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ) اَنَّ اَنَسًا حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَغْفَرَ لِلْاَنْصَارِ قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ وَلِذَرَارِيِّ الْاَنْصَارِ وَلِمَوَالِي الْاَنْصَارِ لَا اَشُكُّ فِيهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے لیے استغفار کیا، راوی نے کہا میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: انصار کی اولاد اور انصار کے غلاموں کی مغفرت فرما۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

۶۲۹۴ - حَدَّثَنِي اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ (وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَى صِبْيَانًا وَنِسَاءً مُقْبِلِينَ مِنْ عُرُسٍ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُمْتَلِئًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ يَعْنِي الْاَنْصَارَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ بچوں اور عورتوں کو شادی سے آتے ہوئے دیکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سیدھے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو، مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو، آپ کی مراد انصار تھے۔

۶۲۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ جَاءَتِ امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَخَلَا بِهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اِنَّكُمْ لَاَحَبُّ النَّاسِ اِلَيَّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے علیحدگی میں بات کی، اور تین بار فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو۔

ف: یہ عورت یا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محرم تھی، یا یہ آپ سے کوئی ایسا مخفی امر پوچھنا چاہتی تھی جس کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا اس کو پسند نہ تھا۔

۶۲۹۶ - حَدَّثَنِيهِ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْأَنْصَارَ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار میرا معدہ اور زنبیل ہیں، (یعنی میرے خاص معتمد ہیں) اور لوگ بڑھتے رہیں گے اور انصار کم ہوتے رہیں گے، تم ان کی نیکیوں کو قبول کرنا اور ان کی لغزشوں کو درگذر کرنا۔

۱۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا أُرَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى كَثِيرٍ

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر بنو النجار ہیں، پھر بنو عبد الاشہل ہیں، پھر بنو الحارث بن خزرج ہیں، پھر بنو ساعدہ ہیں اور انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہے، حضرت سعد نے کہا میرا گمان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم پر (اور لوگوں کو) فضیلت دی ہے، ان سے کہا گیا کہ آپ کو بھی بہتوں پر فضیلت دی ہے۔

۶۲۹۹ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۶۳۰۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَذْكُرُ فِي الْحَدِيثِ قَوْلَ سَعْدٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے، البتہ اس حدیث میں حضرت سعد کا قول نہیں ہے۔

۶۳۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ عَبَّادٍ) حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَعِيلَ) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُسَيْدٍ خَطِيبًا عِنْدَ

حضرت ابو اسید نے ابن عتبہ کے پاس خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کا بہترین گھرانہ بنو نجار کا ہے اور بنو عبد الاشہل کا گھرانا ہے اور بنو حارث بن الخزرج کا گھرانہ ہے، اور بنو ساعدہ کا گھرانہ ہے۔ بخدا اگر میں انصار پر

ابْنِ عُتْبَةَ فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ دَارُ بَنِي النَّجَّارِ وَدَارُ بَنِي عَبْدِ الْاَشْهَلِ وَدَارُ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ وَدَارُ بَنِي سَاعِدَةَ وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ مُؤْثِرًا بِهَا اَحَدًا لَاٰثَرْتُ بِهَا عَشِيْرَتِي۔

کسی خاندان کو ترجیح دیتا تو اپنے خاندان کو ترجیح دیتا۔

۶۳۰۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ اَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ قَالَ شَهِدَ اَبُوْ سَلَمَةَ لَسَمِعَ اَبَا اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ يَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْاَشْهَلِ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْاَنْصَارِ خَيْرٌ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اَبُوْ اُسَيْدٍ اُتِّهِمُ اَنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ كَاذِبًا لَبَدَاْتُ بِقَوْمِي بَنِي سَاعِدَةَ وَبَلَغَ ذٰلِكَ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ فَوَجَدَ فِي نَفْسِهِ وَقَالَ خُلِّفْنَا فَكُنَّا اٰخِرَ الْاَرْبَعِ اُسْرِجُوْا لِي حِمَارِي اَتِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّمَهُ ابْنُ اَخِيْهِ سَهْلٌ فَقَالَ اَتَذْهَبُ لِتَرُدَّ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَمُ اَوَلَيْسَ حَسْبُكَ اَنْ تَكُوْنَ رَابِعَ اَرْبَعٍ فَرَجَعَ وَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ وَاَمَرَ بِحِمَارِهٖ فَحُطَّ عَنْهُ۔

حضرت ابو اُسید انصاری رضی اللہ عنہ یہ شہادت دیتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار کے گھرانوں میں سب سے بہتر بنو نجار کا گھرانہ ہے پھر بنو عبدالاشہل کا پھر بنو حارث بن خزرج کا، پھر بنو ساعدہ کا اور انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہے، ابوسلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو اُسید نے کہا کیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کر رہا ہوں؟، اگر میں جھوٹ بولتا تو اپنی قوم بنو ساعدہ سے ابتداء کرتا، یہ بات حضرت سعد بن عبادہ تک پہنچی تو ان کو رنج ہوا، انھوں نے کہا ہم کو پیچھے کر دیا گیا، ہم کو چاروں خاندانوں کے آخر میں رکھا گیا، میرے گدھے پر زین کسو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ان کے بھتیجے سہل نے کہا کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کو مسترد کرنے جا رہے ہو؟ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہیں کہ تم چوتھے درجہ میں ہو، پھر وہ لوٹ گئے، اور کہا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں یہ کہہ کر گدھے سے زین اتارنے کا حکم دیا۔

۶۳۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيِّ بْنِ بَحْرٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي كَثِيْرٍ حَدَّثَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا اُسَيْدٍ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَيْرُ الْاَنْصَارِ اَوْ خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ فِي ذِكْرِ الدُّوْرِ وَلَمْ يَذْكُرْ قِصَّةَ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حضرت ابو اسید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ انصار میں سے بہترین گھرانہ، اس کے بعد حسب سابق ہے اور اس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا قصہ نہیں ہے۔

۶۳۰۴ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ سَمِعَا أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي مَجْلِسٍ عَظِيمٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أُحَدِّثُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ قَالُوا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالُوا ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ثُمَّ بَنُو النَّجَّارِ قَالُوا ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ قَالُوا ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ قَالُوا ثُمَّ مَنْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ ثُمَّ فِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ مُغْضَبًا فَقَالَ أَنَحْنُ آخِرُ الْأَرْبَعِ حِينَ سَمَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُورَهُمْ فَأَرَادَ كَلَامَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رِجَالٌ مِنْ قَوْمِهِ اجْلِسْ أَلَا تَرْضَى أَنْ سَمَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَارَكُمْ فِي الْأَرْبَعِ الدُّورِ الَّتِي سَمَّى فَمَنْ تَرَكَ فَلَمْ يُسَمِّ أَكْثَرُ مِمَّنْ سَمَّى فَانْتَهَى سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ عَنْ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ایک عظیم مجلس میں فرمایا: میں تم کو انصار کا بہترین گھرانہ بتاؤں؟ صحابہ نے کہا جی، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا بنو عبدالاشہل، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر کون ہیں؟ فرمایا پھر بنو نجار ہیں، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر کون ہیں؟ فرمایا پھر بنو حارث بن خزرج ہیں، صحابہ نے کہا پھر کون ہیں یا رسول اللہ! فرمایا پھر بنو ساعدہ ہیں، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر کون ہیں؟ فرمایا پھر انصار کے تمام گھرانوں میں خیر ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھروں کے نام لیے تو حضرت سعد بن عبادہ غصہ میں کھڑے ہوئے اور یہ کہنے کا ارادہ کیا: یا رسول اللہ! ہم چاروں کے اخیر میں ہیں؟ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام پر اعتراض کرنا چاہا، ان کی قوم کے لوگوں نے کہا بیٹھ جاؤ! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تمہارا گھرانہ ان چار گھرانوں میں رکھا ہے، حالانکہ جن گھروں کا آپ نے نام نہیں لیا ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے، پھر حضرت سعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے سے رک گئے۔

۶۳۰۵ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عَرْعَرَةَ (وَاللَّفْظُ لِلْجَهْضَمِيِّ) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ فِي سَفَرٍ فَكَانَ يَخْدُمُنِي فَقُلْتُ لَهُ لَا تَفْعَلْ فَقَالَ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ الْأَنْصَارَ تَصْنَعُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا أَلَيْتُ أَنْ لَا أَصْحَبَ أَحَدًا مِنْهُمْ إِلَّا خَدَمْتُهُ زَادَ ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کے ساتھ ایک سفر میں گیا، وہ اس سفر میں میری خدمت کرتے تھے، میں نے ان سے کہا ایسا نہ کرو، انھوں نے کہا کہ میں نے انصار کو جب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا تو میں نے قسم کھائی کہ میں جب بھی کسی انصاری کے ساتھ جاؤں گا تو اس کی خدمت کروں گا، حضرت جریر انس سے بڑے تھے، ابن بشار نے کہا حضرت انس سے زیادہ عمر کے تھے

وَكَانَ جَرِيرٌ أَكْبَرَ مِنْ أَنَسٍ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ أَسَنَّ مِنْ أَنَسٍ ۔

بَابُ ۸۸۳ مِنْ فَضَائِلِ غِفَارٍ وَأَسْلَمَ وَجُهَيْنَةَ وَأَشْجَعَ وَمُزَيْنَةَ وَتَمِيمٍ وَدَوْسٍ وَطَيِّئٍ!

غفار، اسلم، جہینہ، اشجع، مزینہ، تمیم، دوس اور طیٔ کے فضائل

۶۳۰۶ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفَارٌ غَفَرَ اللهُ لَهَا وَأَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غفار کی اللہ مغفرت کرے، اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے۔

۶۳۰۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ سَتُخْرِجُ مِنْ أَرْضِكَ فَتَأْتِي أَرْضًا بِهَا قَوْمُكَ فَقُلْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللهُ لَهَا ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اپنی قوم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے اور غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

۶۳۰۸ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۳۰۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَعُبَيْدُ بْنُ

امام مسلم نے سات سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلم کو اللہ سلامت رکھے اور اللہ غفار کی مغفرت فرمائے۔

حُمَيْدٍ عَنْ اَبِیْ عَاصِمٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِيْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِی الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ كُلُّهُمْ قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غفار کی اللہ مغفرت کرے اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے، یہ کوئی میرا قول نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۶۳۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰی عَنْ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَغِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا اَمَا اِنِّیْ لَمْ اَقُلْهَا وَلٰكِنْ قَالَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ۔

۶۳۱۱۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عُمَرَ اَنَّ بْنَ اَبِیْ اَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ خِفَافِ بْنِ اِيْمَاءَ الْغِفَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِیْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔

خفاف بن ایماء الغفاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دعا کی: اے اللہ بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی ہے اور غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے۔

۶۳۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَی بْنُ يَحْيٰی وَيَحْيَی بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيٰی بْنُ يَحْيٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفار کی اللہ مغفرت فرمائے اور اسلم کو اللہ سلامت رکھے، اور عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

۶۳۱۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ اُسَامَةُ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی، صالح اور اسامہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ ارشاد فرمایا۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ وَأُسَامَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ عَلَى الْمِنْبَرِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا پھر حسب سابق روایت ہے۔

۶۳۱۴ - وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا حَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ حَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَ حَدِيثِ هٰؤُلَاءِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انصار (مزینہ، جہینہ، غفار اور اشجع اور جو عبداللہ کی اولاد سے ہے وہ لوگوں کے علاوہ میرے مددگار ہیں اور اللہ اور اس کا رسول ان کا مددگار ہے۔

۶۳۱۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (وَهُوَ ابْنُ هٰرُونَ) أَخْبَرَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارُ وَأَشْجَعُ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللهِ مَوَالِيَّ دُونَ النَّاسِ وَاللهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَاهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش، انصار، مزینہ، جہینہ، اسلم، غفار اور اشجع میرے مددگار ہیں اور ان کا اللہ اور رسول کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔

۶۳۱۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ ابْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هُرْمُزَ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشٌ وَالْأَنْصَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارُ وَأَشْجَعُ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُونَ اللهِ وَرَسُولِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۳۱۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ فِي الْحَدِيثِ قَالَ سَعْدٌ فِي بَعْضِ هٰذَا فِيمَا أَعْلَمُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم، غفار اور مزینہ اور جو لوگ جہینہ سے ہیں، یا جہینہ بنو تمیم سے بہتر ہیں اور بنو عامر اور دو حلیف اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔

۶۳۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ جُهَيْنَةَ أَوْ جُهَيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ وَبَنِي

عَامِرٍ وَالْحَلِيفَيْنِ أَسَدٍ وَغَطَفَانَ۔

۶۳۱۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ الْأَعْرَجِ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَغِفَارٌ وَأَسْلَمُ وَمُزَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ جُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ جُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَسَدٍ وَطَيِّئٍ وَغَطَفَانَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، غفار، اسلم، مزینہ اور جہینہ سے یا آپ نے جہینہ فرمایا اور جو مزینہ سے ہیں قیامت کے دن اللہ کے نزدیک اسد، طئی اور غطفان سے بہتر ہوں گے۔

۶۳۲۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ (يَعْنِيَانِ ابْنَ عُلَيَّةَ) حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَسْلَمُ وَغِفَارُ وَشَيْءٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَجُهَيْنَةَ أَوْ شَيْءٌ مِنْ جُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَسَدٍ وَغَطَفَانَ وَهَوَازِنَ وَتَمِيمٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم اور غفار اور کچھ مزینہ سے اور جہینہ یا کچھ جہینہ سے اور مزینہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک اسد، غطفان، ہوازن اور تمیم سے بہتر ہوں گے۔

۶۳۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِي بَكْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا بَايَعَكَ سُرَّاقُ الْحَجِيجِ مِنْ أَسْلَمَ وَغِفَارٍ وَمُزَيْنَةَ وَأَحْسِبُ جُهَيْنَةَ مُحَمَّدٌ الَّذِي شَكَّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَأَحْسِبُ جُهَيْنَةَ خَيْرًا مِنْ

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اسلم، غفار اور مزینہ اور میرا گمان ہے کہ جہینہ بھی کہا (راوی کو شک ہے) یہ حاجیوں کا مال چرانے والے ہیں جنھوں نے آپ کی بیعت کی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اسلم، غفار اور مزینہ اور میرا گمان ہے کہ جہینہ بھی بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان سے بہتر ہوں تو کیا یہ ناکامی اور نقصان میں رہیں گے، اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، بیشک یہ لوگ ان سے بہتر ہیں۔

بَنِي تَمِيمٍ وَبَنِي عَامِرٍ وَأَسَدٍ وَغَطَفَانَ أَخَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمْ لَأَخْيَرُ مِنْهُمْ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ مُحَمَّدٌ بِالَّذِي شَكَّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے، اس میں جہینہ کا بغیر شک کا ذکر ہے۔

۶۳۲۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي سَيِّدُ بَنِي تَمِيمٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ الضَّبِّيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ وَجُهَيْنَةُ وَلَمْ يَقُلْ أَحْسِبُ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم، غفار، مزینہ اور جہینہ بنو تمیم اور بنو عامر اور دو حلیف بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔

۶۳۲۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ وَمِنْ بَنِي عَامِرٍ وَالْحَلِيفَيْنِ بَنِي أَسَدٍ وَغَطَفَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنِيهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ، اسلم اور غفار بنو تمیم اور بنو عبداللہ بن غطفان اور عامر بن صعصعہ سے بہتر ہوں؟ آپ نے آواز بلند کی، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر وہ نامراد اور نقصان میں ہوں گے، آپ نے فرمایا بے شک وہ ان سے بہتر ہوں گے۔ ابوکریب کی روایت میں ہے یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار۔

۶۳۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَأَسْلَمُ وَغِفَارُ خَيْرًا مِنْ بَنِي تَمِيمٍ وَبَنِي عَبْدِ اللهِ بْنِ غَطَفَانَ وَعَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَقَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ فَإِنَّهُمْ خَيْرٌ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ جُهَيْنَةُ وَمُزَيْنَةُ وَأَسْلَمُ وَغِفَارُ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اسلم اور غفار بنو تمیم اور بنو عبداللہ بن غطفان اور عامر بن صعصعہ سے بہتر ہوں؟ آپ نے آواز بلند کی، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! پھر وہ نامراد اور نقصان میں ہوں گے، آپ نے فرمایا بے شک وہ ان سے بہتر ہوں گے۔ ابوکریب کی روایت میں ہے یہ بتاؤ کہ اگر جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور غفار۔

عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن الخطاب کے پاس گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا سب سے پہلا وہ صدقہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

۶۳۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

فَقَالَ لِي إِنَّ أَوَّلَ صَدَقَةٍ بَيَّضَتْ وَجْهَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهَ أَصْحَابِهِ صَدَقَةُ طَيِّئٍ جِئْتُ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور آپ کے صحابہ کے چہروں کو روشن کر دیا تھا، وہ بنو طی کے صدقہ کا مال تھا، جس کو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا تھا۔

۶۳۲۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَدِمَ الطُّفَيْلُ وَأَصْحَابُهُ، فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ دَوْسًا قَدْ كَفَرَتْ وَأَبَتْ فَادْعُ اللهَ عَلَيْهَا فَقِيلَ هَلَكَتْ دَوْسٌ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَائْتِ بِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل اور ان کے اصحاب آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! دوس نے کفر کیا اور اسلام لانے سے انکار کیا، آپ ان کے لیے دعا فرمائیے، کہا گیا کہ اب دوس ہلاک ہو گئے، آپ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے اور ان کو یہاں لے آ۔

۶۳۲۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُغِيرَةَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ مُنْذُ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هُمْ أَشَدُّ أُمَّتِي عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا قَالَ وَكَانَتْ سَبِيَّةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتِقِيهَا فَإِنَّهَا مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بنو تمیم کے متعلق تین باتیں سنی ہیں جس کی وجہ سے میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میری امت میں سب سے زیادہ دجال پر سخت ہیں ایک مرتبہ ان کے صدقات آئے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ہماری قوم کے صدقات ہیں اور حضرت عائشہ کے پاس ان کی ایک باندی تھی، آپ نے فرمایا اس کو آزاد کر دو، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

۶۳۲۹ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَا أَزَالُ أُحِبُّ بَنِي تَمِيمٍ بَعْدَ ثَلَاثٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا فِيهِمْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو تین باتیں سنی ہیں ان کی وجہ سے میں بنو تمیم سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۳۳۰ - وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ الْمَازِنِيُّ إِمَامُ مَسْجِدِ دَاوُدَ حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثُ خِصَالٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَنِي تَمِيمٍ لَا أَزَالُ أُحِبُّهُمْ بَعْدُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِهٰذَا الْمَعْنَى غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ هُمْ أَشَدُّ النَّاسِ قِتَالًا فِي الْمَلَاحِمِ وَلَمْ يَذْكُرِ الدَّجَّالَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو تمیم کے متعلق میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تین باتیں سنی ہیں جس کی وجہ سے میں ان سے ہمیشہ محبت کرتا ہوں، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس میں دجال کا ذکر نہیں ہے، اور یہ ہے کہ یہ لڑائی میں سب سے زیادہ سخت ہیں۔

باب ۸۸۴ خِيَارُ النَّاسِ

بہترین لوگ

۶۳۳۱ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ فَخِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا وَتَجِدُونَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي هَذَا الْأَمْرِ أَكْرَهُهُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ فِيهِ وَتَجِدُونَ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کو معدنیات کی طرح پاؤ گے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی بہتر ہوں گے، بشرطیکہ وہ دین میں فقیہ ہوں، اور اس امر میں تم اسی شخص کو سب سے بہتر پاؤ گے جو اس امر میں واقع ہونے سے پہلے سب سے زیادہ اس سے متنفر تھا، اور تم لوگوں میں سب سے برا اس کو پاؤ گے جس کے دو چہرے ہوں گے، ایک کے پاس ایک چہرے سے ملاقات کرے گا اور دوسرے کے پاس دوسرے چہرے سے۔

۶۳۳۲ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ أَبِي زُرْعَةَ وَالْأَعْرَجِ تَجِدُونَ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فِي هَذَا الشَّأْنِ أَشَدَّهُمْ لَهُ كَرَاهِيَةً حَتَّى يَقَعَ فِيهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کو معدنیات پاؤ گے، یہ حدیث زہری کی طرح ہے البتہ ابوزرعہ اور اعرج کی روایت میں ہے تم اس امر میں سب سے بہتر اس کو پاؤ گے جو جاہلیت میں سب سے شدید اس سے متنفر تھا۔

سامنے تعریف اور پس پشت برائی کرنے کا حکم

حدیث نمبر ۶۳۳۱ میں ہے: تم لوگوں کو معدنیات کی طرح پاؤ گے، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

معادن سے مراد اصول ہیں اور جب اصول شریف ہوں گے تو فروع بھی شریف ہوں گے، اور اسلام میں فضیلت تقویٰ سے ہوتی ہے، اور جب تقویٰ کے ساتھ نسبی فضیلت بھی ہو گی تو اس کی زیادہ فضیلت ہو گی۔

نیز اس حدیث میں ہے جو زمانہ جاہلیت میں اس سے شدید متنفر تھے وہ بعد میں سب سے بہتر ہوں گے جیسے حضرت عمر بن الخطاب، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور حضرت سہل بن عمرو وغیرہ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اس امر" سے مراد اسلام نہ ہو بلکہ عہدہ اور منصب مراد ہو یعنی جو شخص کسی عہدہ اور منصب کے حصول سے پہلے اس سے متنفر ہو گا، وہ عہدہ ملنے کے بعد اس منصب پر سب سے زیادہ بہتر ہو گا۔

اور اس حدیث میں ہے: لوگوں میں بدترین وہ شخص ہے جس کے دو چہرے ہوں، اس کا سبب ظاہر ہے کیونکہ

یہ محض نفاق ہے اور جھوٹ اور دھوکا، یہ شخص ہر ایک کے راز کی بات دوسرے کو بتا دیتا ہے اور ہر ایک کے سامنے اس کا خیر خواہ اور دوسرے کا بدخواہ ہوتا ہے، یہ مداہنت اور حرام ہے۔ [1]

آج کل عوام اور خاص سب اس مرض میں مبتلا ہیں، ایک محفل میں بیٹھ کر کسی شخص کی مذمت کرتے ہیں اور جب اس شخص سے ملتے ہیں تو اس سے انتہائی خیر خواہی کی باتیں کرتے ہیں اور دوسروں کی مذمت کرتے ہیں منہ کے سامنے تعریف اور پس پشت برائی کرنا آج کل لوگوں کا معمول بن گیا ہے اعاذنا اللہ من ذلک۔

بَابُ ۸۸۵ مِنْ فَضَائِلِ نِسَاءِ قُرَيْشٍ!

قریش کی خواتین کے فضائل

۶۳۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ قَالَ أَحَدُهُمَا صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ وَقَالَ الْآخَرُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ أَحْنَاهُ عَلَى يَتِيمٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں بہترین وہ ہیں، ایک راوی نے کہا جو قریش کی نیک عورتیں ہیں، دوسرے راوی نے کہا وہ قریش کی عورتیں ہیں جو اپنے بچوں پر کم سنی میں مہربان ہوتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔

۶۳۳۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَرْعَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَلَمْ يَقُلْ يَتِيمٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، البتہ اس میں یہ ہے جو اپنی اولاد کی کم سنی میں زیادہ حفاظت کرتی ہیں اس میں یتیم کا لفظ نہیں ہے۔

۶۳۳۵۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ نِسَاءُ قُرَيْشٍ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ أَحْنَاهُ عَلَى طِفْلٍ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ قَالَ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ عَلَى إِثْرِ ذَلِكَ وَلَمْ تَرْكَبْ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ بَعِيرًا قَطُّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریش کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سفر کرتی ہیں، بچوں پر زیادہ شفیق ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال کی زیادہ حفاظت کرتی ہیں، حضرت ابوہریرہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد کہتے تھے کہ حضرت مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔

۶۳۳۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی بنت ابی طالب

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ اُمَّ هَانِئٍ بِنْتَ اَبِي طَالِبٍ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي قَدْ كَبِرْتُ وَلِيَ عِيَالٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِي صِغَرِهٖ ۔

کو نکاح کا پیغام دیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اب میں بوڑھی ہو گئی ہوں اور میرے بچے ہیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین عورتیں وہ ہیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے جو اپنے بچوں پر کم سنی میں زیادہ شفیق ہوتی ہیں۔

۶۳۳۷ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ ابْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰى وَلَدٍ فِي صِغَرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورتیں اونٹوں پر سفر کرتی ہیں ان میں بہترین قریش کی نیک عورتیں ہیں جو اپنی اولاد پر کم سنی میں زیادہ شفیق ہوتی ہیں اور خاوند کے مال کی زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔

۶۳۳۸ - حَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ الْاَوْدِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ مَخْلَدٍ) حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ) حَدَّثَنِي سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَعْمَرٍ هٰذَا سَوَاءً ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث میں قریش کی عورتوں کی فضیلت کا بیان ہے کہ وہ اولاد پر شفقت کرتی ہیں، ان کی اچھی تربیت کرتی ہیں اور خاوند کے مال اور اس کی امانت کی حفاظت کرتی ہیں اور اس کے مال کو حسن تدبیر سے خرچ کرتی ہیں اور اونٹوں پر سوار ہونے والیوں سے عرب کی عورتیں مراد ہیں، اس لیے حضرت ابوہریرہ نے کہا حضرت مریم بنت عمران اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں، مقصود یہ ہے کہ عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں سب سے افضل ہیں اور یہ بات معلوم ہے کہ عموماً عرب غیر عرب سے افضل ہوتے ہیں، البتہ بعض افراد کی خصوصیت ہونا الگ بات ہے۔ (لیکن یاد رہے یہ فضیلت تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے۔)

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ ۸۸۶ مُؤَاخَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بنانا

۶۳۳۹- حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخَى بَيْنَ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَبَيْنَ أَبِي طَلْحَةَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت ابو طلحہ کو آپس میں بھائی بنایا۔

۶۳۴۰- حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ قَالَ قِيلَ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ بَلَغَكَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ فَقَالَ أَنَسٌ قَدْ حَالَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسلام میں حلف نہیں ہے" حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مکان میں قریش اور انصار کو ایک دوسرے کا حلیف بنایا۔

۶۳۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ حَالَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِي دَارِهِ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے گھر میں قریش اور انصار کو ایک دوسرے کا حلیف بنایا۔

۶۳۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّاءَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حِلْفَ فِي الْإِسْلَامِ وَأَيُّمَا حِلْفٍ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ إِلَّا شِدَّةً.

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف نہیں ہے، جس شخص نے جاہلیت میں کوئی حلف کیا تھا، اسلام میں وہ حلف اور مضبوط ہوگا۔

حلف بالتوارث کا منسوخ ہونا

علامہ نووی لکھتے ہیں:
ایک دوسرے کو بھائی بنانا اور ایک دوسرے کو حلیف بنانا جس سے وہ ایک دوسرے کے وارث ہو جائیں، یہ پہلے معمول تھا، اور جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: و اولی الارحام بعضھم اولی ببعض "اور قرابت دار ایک دوسرے کی بہ نسبت زیادہ حقدار ہیں"، حسن بصری نے کہا توارث بالحلف اس آیت سے منسوخ ہو گیا، البتہ اسلام میں ایک دوسرے کا بھائی بنانا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت، دین میں نصرت، نیکی پر تعاون اور حق کو قائم کرنے پر حلف اٹھانا اب بھی مشروع ہے اور منسوخ نہیں ہوا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "اسلام میں حلف نہیں ہے" اس سے مراد حلف بالتوارث

ہے۔[1]

بَابُ ۸۸ بَيَانِ اَنَّ بَقَآءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَانٌ لِاَصْحَابِهٖ وَبَقَآءَ اَصْحَابِهٖ اَمَانٌ لِلْاُمَّةِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بقاء کا صحابہ کے لیے اور صحابہ کی بقاء کا امت کے لیے امان ہونا

۶۳۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبَانَ كُلُّهُمْ عَنْ حُسَيْنٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ يَحْيٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْنَا الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْنَا لَوْ جَلَسْنَا حَتّٰى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَآءَ قَالَ فَجَلَسْنَا فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا زِلْتُمْ هٰهُنَا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْنَا مَعَكَ الْمَغْرِبَ ثُمَّ قُلْنَا نَجْلِسُ حَتّٰى نُصَلِّيَ مَعَكَ الْعِشَآءَ قَالَ اَحْسَنْتُمْ اَوْ اَصَبْتُمْ قَالَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ وَكَانَ كَثِيْرًا مِّمَّا يَرْفَعُ رَاْسَهٗ اِلَى السَّمَآءِ فَقَالَ النُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِّلسَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَى السَّمَآءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَةٌ لِّاَصْحَابِيْ فَاِذَا ذَهَبْتُ اَتٰى اَصْحَابِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِيْ اَمَنَةٌ لِّاُمَّتِيْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِيْ اَتٰى اُمَّتِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ

حضرت ابوبردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہم نے (دل میں) کہا کہ اگر ہم بیٹھے رہیں اور آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں (تو بہتر ہوگا) ہم بیٹھے رہے، آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم جب سے یہیں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر ہم نے سوچا کہ ہم یہیں بیٹھے رہیں حتیٰ کہ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھیں، آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا، یا فرمایا تم نے صحیح کیا، پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور آپ بکثرت آسمان کی طرف سر اٹھاتے تھے، آپ نے فرمایا ستارے آسمانوں کے لیے امان ہیں، اور جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان پر وہ چیز آجائے گی جس سے تم کو ڈرایا گیا ہے، (یعنی قیامت) اور میں اپنے اصحاب کے لیے امان ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر وہ (فتنے) آجائیں گے جن سے ان کو ڈرایا گیا اور میرے اصحاب میری امت کے لیے امان ہیں اور جب وہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ (فتنے) آجائیں گے جن سے اس کو ڈرایا گیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابہ کو جن فتنوں سے ڈرایا گیا تھا وہ آپس کی جنگیں، بعض اعراب کا مرتد ہونا اور دلوں میں اختلاف پڑ جانا ہے، اور امت کو جن فتنوں کی خبر کی گئی ہے وہ دین میں بدعات کا پیدا ہونا، قرن شیطان کا طلوع، رومیوں کا غالب ہونا، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی حرمتوں کا پامال ہونا وغیرہ ہیں، اور ان تمام دی گئی غیب کی خبروں میں نبی صلے اللہ علیہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وسلم کے معجزات کا ظہور ہے۔

بَابُ ۸۸۸ فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے فضائل

۶۳۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو وَجَابِرًا يُخْبِرُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ لَهُمْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ لَهُمْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ ثُمَّ يَغْزُو فِئَامٌ مِنَ النَّاسِ فَيُقَالُ لَهُمْ هَلْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ صَحِبَ مَنْ صَحِبَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کی چند جماعتیں جہاد کے لیے جائیں گی، ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں پھر ان کو فتح حاصل ہوگی، پھر ایک جماعت جہاد کے لیے نکلے گی، ان سے پوچھا جائیگا: تم میں وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی زیارت کی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں، پھر ان کو بھی فتح حاصل ہوگی، پھر ایک جماعت جہاد کے لیے روانہ ہوگی، ان سے کہا جائے گا کیا تم میں وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی زیارت کرنیوالے کی زیارت کی ہے؟ وہ کہیں گے ہاں پھر ان کو بھی فتح حاصل ہوگی۔

۶۳۴۵ - حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ زَعَمَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُبْعَثُ مِنْهُمُ الْبَعْثُ فَيَقُولُونَ انْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ فِيكُمْ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُوجَدُ الرَّجُلُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ بِهِ ثُمَّ يُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّانِي فَيَقُولُونَ هَلْ فِيهِمْ مَنْ رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُفْتَحُ لَهُمْ بِهِ ثُمَّ يُبْعَثُ الْبَعْثُ الثَّالِثُ فَيُقَالُ انْظُرُوا هَلْ تَرَوْنَ فِيهِمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَكُونُ الْبَعْثُ الرَّابِعُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ ایک لشکر کو جنگ کے لیے روانہ کریں گے، لوگ کہیں گے دیکھو ان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی ہے؟ پھر ایک شخص مل جائے گا اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہو جائے گی، پھر ایک دوسرا لشکر روانہ کیا جائے گا لوگ کہیں گے: کیا ان میں کوئی شخص ایسا ہے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہو؟ پھر اس کی برکت سے ان کو فتح حاصل ہو جائے گی، پھر ایک تیسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا دیکھو کیا ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے دیکھنے والوں کی

فَيُقَالُ انْظُرُوا هَلْ تَرَوْنَ فِيهِمْ أَحَدًا رَأَى مَنْ رَأَى أَحَدًا رَأَى أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُوجَدُ الرَّجُلُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ بِهِ۔

زیارت کی ہو؟ پھر ایک چوتھا لشکر روانہ کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دیکھو تم ان میں کوئی ایسا شخص دیکھتے ہو جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے دیکھنے والوں میں سے کسی ایک شخص کو دیکھا ہو، پھر ایک شخص مل جائیگا اور اس کی برکت سے ان کو فتح حاصل ہو جائے گی۔

۶۳۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ لَمْ يَذْكُرْ هَنَّادٌ الْقَرْنَ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو اس قرن میں ہیں جو میرے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے، جن میں سے کسی ایک کی شہادت اس کی قسم پر سابق ہوگی اور اس کی قسم اس کی شہادت پر سابق ہوگی، ھناد کی حدیث میں اس جگہ قرن کا ذکر نہیں کیا گیا، اور قتیبہ نے قوم کی بجائے اقوام کہا ہے۔

۶۳۴۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَبْدُرُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَتَبْدُرُ يَمِينُهُ شَهَادَتَهُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانُوا يَنْهَوْنَنَا وَنَحْنُ غِلْمَانٌ عَنِ الْعَهْدِ وَالشَّهَادَاتِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں سب سے بہتر کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرا قرن (یعنی میرے زمانہ کے مسلمان لوگ) پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں، پھر ایک ایسی قوم آئے گی کہ ان کی شہادت ان کی قسم پر سبقت کرے گی اور ان کی قسم ان کی شہادت پر سبقت کرے گی، ابراہیم نے کہا کہ جس وقت ہم کم عمر تھے لوگ ہم کو قسم کھانے اور شہادت دینے سے منع کرتے تھے۔

۶۳۴۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَجَرِيرٍ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا وَلَيْسَ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ان حدیثوں میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا۔

فِي حَدِيثِهِمَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۶۳۴۹ - وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ ثُمَّ يَتَخَلَّفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین لوگ میرا قرن ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہوں، مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا، پھر ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے کہ ان میں سے کسی ایک کی شہادت قسم سے پہلے ہوگی اور کسی ایک کی قسم شہادت سے پہلے ہوگی۔

۶۳۵۰ - حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِي بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ سَالِمٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَاللهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَ أَمْ لَا قَالَ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ يُحِبُّونَ السَّمَانَةَ يَشْهَدُونَ قَبْلَ أَنْ يُسْتَشْهَدُوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں، میں مبعوث ہوا ہوں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ نے تیسرے نمبر کا ذکر کیا تھا یا نہیں، پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو فربہی کو پسند کریں گے، وہ شہادت طلب کیے جانے سے پہلے شہادت دیں گے۔

۶۳۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي بِشْرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَلَا أَدْرِي مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۶۳۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ أَبَا جَمْرَةَ حَدَّثَنِي زَهْدَمُ بْنُ مُضَرِّبٍ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ خَيْرَكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں بہترین لوگ میرا قرن ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، حضرت عمران یہ کہتے ہیں کہ حضور نے دو یا تین بار کے بعد فرمایا کہ ان کے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر شہادت طلب کیے جانے کے شہادت دیں گے،

فَلَا أَدْرِي أَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ يَكُونُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ وَيَنْذُرُونَ وَلَا يُوفُونَ وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ۔

اور خیانت کریں گے، امانت دار نہیں ہوں گے، وہ نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں ہے مجھے یاد نہیں کہ ایک قرن یا دو قرنوں یا تین قرنوں کے بعد فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے وہ نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے۔

۶۳۵۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمْ قَالَ لَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ قَرْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً وَفِي حَدِيثِ شَبَابَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَهْدَمَ بْنَ مُضَرِّبٍ وَجَاءَنِي فِي حَاجَةٍ عَلَى فَرَسٍ فَحَدَّثَنِي أَنَّهُ سَمِعَ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ وَفِي حَدِيثِ يَحْيَى وَشَبَابَةَ يَنْذُرُونَ وَلَا يَفُونَ وَفِي حَدِيثِ بَهْزٍ يُوفُونَ كَمَا قَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ۔

امام مسلم نے دو مزید سندیں بیان کیں، حضرت عمران بن حصین نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: اس امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے لوگ ہیں جس میں میں مبعوث ہوا ہوں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، ابوعوانہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ نے تیسری بار کا ذکر کیا تھا یا نہیں، اور قتادہ کی روایت میں ہے وہ حلف طلب کیے جانے کے بغیر حلف اٹھائیں گے۔

۶۳۵۴ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْقَرْنُ الَّذِينَ بُعِثْتُ فِيهِمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ زَادَنِي فِي حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ وَاللهُ أَعْلَمُ أَذَكَرَ الثَّالِثَةَ أَمْ لَا بِمِثْلِ حَدِيثِ زَهْدَمٍ عَنْ عِمْرَانَ وَزَادَنِي فِي حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ وَيَحْلِفُونَ وَلَا يُسْتَحْلَفُونَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ کون سے لوگ سب سے بہتر ہیں، آپ نے فرمایا جس زمانہ

۶۳۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَشُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ (وَهُوَ ابْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ) عَنْ زَائِدَةَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ

الْبَهِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِيهِ ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ۔

میں میں ہوں پھر دوسرے زمانہ کے پھر تیسرے زمانہ کے۔

قرن کی تعریف

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

جمہور علماء کے نزدیک ہر وہ مسلمان جس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو (بیداری میں) ایک نظر دیکھا ہو وہ صحابی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ میری امت کے بہترین لوگ میرا قرن ہیں، سو اس حدیث میں قرن کی تفسیر میں اختلاف ہے، حضرت مغیرہ نے کہا قرن سے مراد آپ کے صحابہ ہیں اور جو ان کے قریب ہیں اس سے مراد صحابہ کی اولاد ہیں، اور جو ان کے قریب ہیں اس سے مراد صحابہ کی اولاد کی اولاد ہیں، علامہ شہر نے کہا قرن سے مراد اس وقت تک کا زمانہ ہے جب تک آپ کو دیکھنے والی ایک آنکھ بھی باقی ہو، اور دوسرا قرن اس وقت تک کا زمانہ ہے جب تک صحابہ کو دیکھنے والی ایک آنکھ بھی باقی ہو، اسی طرح تیسرا قرن ہے، اور بہت سے علماء نے یہ کہا ہے کہ قرن لوگوں کے اس طبقہ کو کہتے ہیں جس میں لوگ ایک وقت میں مقترن ہوں، ایک قول یہ ہے کہ جس زمانہ میں نبی مبعوث ہو وہ ایک قرن ہے، علامہ حربی نے ذکر کیا ہے کہ قرن کا اندازہ ایک سو بیس سال تک لگایا گیا ہے، صحیح قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قرن صحابہ ہیں، دوسرا قرن تابعین ہیں اور تیسرا قرن تبع تابعین ہیں۔ [1]

بغیر طلب کے شہادت دینے سے متعلق احادیث کے تعارض کا جواب

حدیث نمبر ۶۲۵۰ میں ہے، پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو شہادت طلب کرنے سے پہلے شہادت دے گی، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے جس میں یہ ہے کہ بہترین گواہ وہ ہیں جو شہادت طلب کیے جانے سے پہلے شہادت دیں، ان حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ جو شخص کسی آدمی کے حق میں اس کے طلب کرنے سے پہلے شہادت دے، درآں حالیکہ اس آدمی کو اس کی شہادت کا علم ہو یہ مذموم ہے، اور جو شخص کسی آدمی کے حق میں اس کی طلب سے پہلے شہادت دے درآں حالیکہ اس آدمی کو اس کی شہادت کا علم نہ ہو پھر وہ اس کو اپنے شاہد ہونے کی خبر دے تاکہ اس کے حق میں قاضی کے سامنے شہادت دے تو یہ مستحسن ہے جبکہ وہ للہ فی اللہ محض ثواب کی نیت سے شہادت دے، یہ وہ شہادت ہے جو حقوق اللہ میں ہو وہ قاضی کے پاس آئے اور شہادت دے تو یہ ممدوح ہے، ہاں اگر شہادت حقوق العباد سے متعلق ہو اور وہ پردہ پوشی میں مصلحت سمجھے تو پھر شہادت نہ دے، ہم نے جو ان حدیثوں میں تطبیق بیان کی ہے، امام مالک اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ [2]

ان احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلائل اور معجزات ہیں، کیونکہ آپ نے جس چیز کے متعلق

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹-۳۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " شرح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹، " " " "

پیش گوئی کی وہ واقع ہو گئی۔

باب ۸۸۹ بیان معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رأس سنۃ لا یبقی نفس منفوسۃ ممن ھو موجود الآن

"جو لوگ اس وقت زندہ ہیں، سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں ہوگا" کا مطلب

۶۳۵۶ - حدثنا محمد بن رافع وعبد بن حمید قال محمد بن رافع حدثنا وقال عبد اخبرنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن الزہری اخبرنی سالم بن عبد اللہ وابو بکر بن سلیمان ان عبد اللہ بن عمر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ صلوۃ العشاء فی آخر حیاتہ فلما سلم قام فقال ارأیتکم لیلتکم ھذہ فان علی رأس مائۃ سنۃ منھا لا یبقی ممن ھو علی ظھر الارض احد قال ابن عمر فوھل الناس فی مقالۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک فیما یتحدثون من ھذہ الاحادیث عن مائۃ سنۃ وانما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبقی ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احد یرید بذلک ان ینخرم ذلک القرن۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں ہمیں ایک رات عشاء کی نماز پڑھائی آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کیا تم نے اس رات پر غور کیا، جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا، حضرت ابن عمر نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو لوگ ٹھیک نہیں سمجھے وہ ان احادیث میں ایک سو سال کی باتیں کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا، آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمانہ ختم ہو جائے گا۔

۶۳۵۷ - حدثنی عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی اخبرنا ابو الیمان اخبرنا شعیب ورواہ اللیث عن عبد الرحمن ابن خالد بن مسافر کلاھما عن الزہری باسناد معمر بمثل حدیثہ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۳۵۸ - حدثنی ھارون بن عبد اللہ وحجاج بن الشاعر قالا حدثنا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی ابو الزبیر انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشھر تسألوننی عن الساعۃ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک ماہ پہلے میں نے آپ سے یہ سنا: تم مجھ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہو، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ روئے زمین پر اب کوئی ایسا ذی روح نہیں ہے

وَإِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ۔

جس پر سو سال گذر جائیں۔

۶۳۵۹ - حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں وصال سے ایک ماہ پہلے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۶۰ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى كِلَاهُمَا عَنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ ابْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ ذٰلِكَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِشَهْرٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ الْيَوْمَ تَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ صَاحِبِ السِّقَايَةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ ذٰلِكَ وَفَسَّرَهَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ تَقْصُ الْعُمُرُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال سے تقریباً ایک ماہ پہلے فرمایا: آج کوئی ایسا ذی روح نہیں ہے جو سو سال گذرنے کے بعد بھی اس وقت تک زندہ رہے عبد الرحمان نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اس کی مثل روایت کی اور عبد الرحمٰن نے اس کی یہ تفسیر کی کہ لوگوں کی عمریں کم ہو جائیں گی۔

۶۳۶۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۳۶۲ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنْ دَاوُدَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَيَّانَ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَبُوكَ سَأَلُوهُ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَأْتِي مِائَةُ سَنَةٍ وَعَلَى الْأَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوسَةٌ الْيَوْمَ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو لوگوں نے آپ سے قیامت کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ذی روح آج زمین پر زندہ ہے اس پر سو سال نہیں گزریں گے۔

۶۳۶۳ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تَبْلُغُ مِائَةَ سَنَةٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ذی روح سو سال تک نہیں پہنچے گا، سالم کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر کے سامنے اس حدیث کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا اس

فَقَالَ سَالِمٌ تَذَاكَرْنَا ذٰلِكَ عِنْدَهُ اِنَّمَا هِيَ كُلُّ نَفْسٍ مَخْلُوقَةٍ يَوْمَئِذٍ۔

سے مراد وہ انسان ہیں جو اس دن پیدا ہو چکے تھے۔

علامہ نووی فرماتے ہیں:

یہ احادیث ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں اور ان احادیث میں علوم نبوت کا بیان ہے، اور ان سے مراد یہ ہے کہ اس رات کے بعد کوئی شخص بھی روئے زمین پر سو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا، اس رات کے بعد اگر کوئی پیدا ہونے والا سو سال سے زیادہ زندہ رہے تو ان احادیث میں اس کی نفی نہیں ہے۔

اس حدیث کے مضامین اور مباحث ہم نے حضرت خضر کے باب میں بیان کر دیے ہیں۔

باب ۸۹۰ تَحْرِيمِ سَبِّ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

سبّ صحابہ کی تحریم

۶۳۶۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو برا مت کہو، میرے صحابہ کو برا مت کہو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات دے تو وہ صحابہ کے دیے ہوئے ایک مُدّ (ایک کلوگرام) بلکہ نصف مُدّ کے برابر بھی نہیں ہے۔

۶۳۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ كَانَ بَيْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَبَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ شَيْءٌ فَسَبَّهُ خَالِدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِي فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کے درمیان کوئی مناقشہ تھا، حضرت خالد نے ان کو برا کہا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب میں سے کسی کو برا نہ کہو، کیونکہ تم میں سے اگر کسی شخص نے احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خیرات کیا تو وہ ان میں سے کسی ایک کے دیے ہوئے مُدّ (ایک کلوگرام) یا نصف مُدّ کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۶۳۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ وَأَبِي مُعَاوِيَةَ بِمِثْلِ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، شعبہ اور وکیع کی روایت میں حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا تذکرہ نہیں ہے۔

حَدِیْثِهِمَا وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ شُعْبَةَ وَوَکِیْعٍ ذِکْرُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ۔

سبِّ صحابہ کرنے والے کے حکم میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

و فی الروافض ان من فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع وان انکر خلافة الصدیق او عمر رضی الله عنهما فهو کافر[1]

روافض کا حکم یہ ہے کہ جو حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دے وہ بدعتی ہے اور جو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

علامہ شبلی لکھتے ہیں:

و فی الروافض ان فضل علیا علی الثلاثة فمبتدع وان انکر خلافة الصدیق او عمر فهو کافر[2]

روافض کا حکم یہ ہے کہ اگر انھوں نے حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دی تو وہ بدعتی ہیں اور اگر وہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کی خلافت کا انکار کریں تو وہ کافر ہیں۔

علامہ ابراہیم حلبی لکھتے ہیں

و اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلاً کالغلاة من الروافض الذین یدعون الالوهیة لعلی رضی الله عنه او ان النبوة کانت له فغلط جبرائیل ونحو ذالك مما هو کفر و کذا من یقذف الصدیقة او ینکر صحبة الصدیق او خلافته او یسب الشیخین الخ[3]

اگر ان لوگوں کی بدعت ان کو کفر تک پہنچا دے، تو پھر ان کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں ہے، جیسا کہ وہ غالی روافض جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے الوہیت کے مدعی ہیں یا جو کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کے لیے تھی اور جبرائیل سے غلطی ہو گئی یا اس قسم کے اور عقائد رکھتے ہیں جو کفر ہیں یا اسی طرح جو حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائے یا جو حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا جو حضرت ابوبکر اور عمر کو سب کرے (برا کہے)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وقد صرح فی الخلاصة والبزازیة بان

خلاصہ اور بزازیہ میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ رافضی

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ شہاب الدین احمد شلبی، حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۴۸۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

الرافضی اذا سب الشیخین وطعن فیھما کفر۔[1]

جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرے اور ان میں عیب نکالے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

علامہ ابن بزاز کردری حنفی لکھتے ہیں:

ومن انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ فھو کافر فی الصحیح ومنکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ فھو کافر فی الاصح۔[2]

جو شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے وہ صحیح قول کے مطابق کافر ہے، اور جو شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے وہ زیادہ صحیح قول کے مطابق کافر ہے۔

عالمگیری میں ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافر۔[3]

رافضی اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرے اور ان پر لعنت کرے، العیاذ باللہ تو وہ کافر ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

وان انکر خلافۃ الصدیق کفر۔[4]

اگر خلافت صدیق کا انکار کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

علامہ داماد آفندی لکھتے ہیں:

والرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر۔[5]

رافضی اگر حضرت علی کو (خلفاء ثلاثہ پر) فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے اور اگر حضرت ابوبکر کی خلافت کا انکار کرے تو وہ کافر ہے۔

سب صحابہ کرنے والے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

محرر مذہب شافعیہ علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

واعلم ان سب الصحابۃ حرام من فواحش المحرمات قال القاضی وسب احدھم من المعاصی الکبائر ومذھبنا ومذھب الجمھور انہ یعزر ولا یقتل وقال بعض المالکیۃ

صحابہ کرام کو سب کرنا حرام ہے اور بہت سخت محرمات سے ہے، قاضی عیاض مالکی نے کہا کسی ایک صحابی کو سب کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس کو تعزیر دی جائے گی

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۱۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۱۸۱، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ

[5] علامہ محمد سلیمان داماد آفندی حنفی متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

یقتل [1]

اور قتل نہیں کیا جائے گا اور بعض مالکیہ نے کہا اس کو قتل کیا جائے گا۔

سبّ صحابہ کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

(ع) واختلف فی حکم من تنقصهم او سبهم فمشهور قول مالك ان فيه الاجتهاد بحسب القول والمقول فيه وليس له فی الفیٔ حق و امامن قال انهم كانوا على الضلالة وكفر فانه يقتل وعن سحنون فيمن قال ذلك فی الخلفاء الاربعة وينكل فی غيرهم وعنه ايضا انه يقتل فی الجميع كقول مالك۔

قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ صحابہ کی تنقیص اور ان کو سب کرنے (برا کہنے) کے حکم میں اختلاف ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ سب کے کلمات اور جس کو سب کیا ہے اس میں غور کیا جائے، اور اس میں رجوع کا حق نہیں ہے، جس شخص نے کہا کہ صحابہ کفر اور ضلالت پر تھے، ــــ ان کے نزدیک اس کو قتل کیا جائے گا، امام سحنون مالکی نے بھی یہی کہا ہے، اگر اس نے خلفاء اربعہ کو سب کیا ہو، اور اگر دیگر صحابہ کو سب کیا ہو تو اس کو عبرتناک سزا دی جائے گی، امام سحنون سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی بھی صحابی کو سب کرنے کے جرم میں قتل کیا جائے گا، جیسا کہ امام مالک کا قول ہے۔

(ط) لم يختلف فی كفر من قال انهم كانوا على ضلالة لانه انكر ما علم من الدين ضرورة وكذب الله تعالى ورسوله صلى الله عليه وسلم فيما اخبر به عنهم واختلف هل يستتاب كالمرتد اولا يستتاب كالزنديق۔ وان سبهم بغير ذلك فان سبهم بما يوجب الحد كالقذف حد للقذف ثم ينكل التنكيل الشديد بالاهانة وطول السجن ما خلا عائشة رضی الله عنها فانه من قذفها قتل لانه مكذب لما جاء من برأتها فی الكتاب والسنة واختلف من قذف غيرها من نسائه صلى الله عليه

علامہ خطابی مالکی نے یہ کہا ہے کہ جس نے صحابہ کو گمراہ کہا اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، کیونکہ اس نے ضروریات دینیہ کا انکار کیا اور اللہ اور اس کے رسول کی دی ہوئی خبروں کی تکذیب کی، اس میں اختلاف ہے کہ مرتد کی طرح آیا اس سے توبہ طلب کی جائے گی یا زندیق کی طرح اس سے توبہ طلب نہیں کی جائے گی، اور اگر کسی شخص نے صحابہ کو گمراہ کہنے کی بجائے کوئی اور برا کلمہ کہا تو اگر اس نے کوئی کلمہ موجب قذف کہا تو اس پر حدِ قذف لگائی جائے گی۔ پھر اس کو سخت عبرت ناک اور اہانت آمیز سزا دی جائے گی اور طویل قید کی سزا دی جائے گی، ماسوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے، کیونکہ انھیں قذف کرنے والے کو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ شخص کتاب اور سنت میں حضرت عائشہ کی برأت کے

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وسلم فقیل یقتل لانہ اذی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قیل یحد ثم ینکل علی ما تقدم و ان سبھم بغیر ذلک جلد الجلد الشدید قالہ ابن المسیب ویخلد فی السجن الی ان یموت وعن مالک رضی اللہ عنہ ان من سب عائشۃ رضی اللہ عنہا یقتل وقد یحمل علی سبھا بالقذف [1]

بیان کا انکار کر رہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی باقی ازواج مطہرات پر قذف کرنے کی سزا میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دی ہے، ایک قول یہ ہے کہ پہلے اس کو حد لگائی جائے گی، پھر اس کو سخت عبرت ناک اور اہانت آمیز سزا دی جائے گی اور اگر اس نے ان کو سب کیا تو اس کو سخت کوڑے لگائے جائیں گے ابن مسیب نے کہا اس کو تا دم مرگ قید میں رکھا جائے گا، امام مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب کیا اس کو قتل کر دیا جائے گا، ایک قول یہ ہے کہ اس جگہ سب کرنے سے حضرت عائشہ پر قذف کرنا مراد ہے۔

سبّ کرنے والے کے حکم کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

وقد عرف من مذھب الخوارج تکفیر کثیر من الصحابۃ ومن بعدھم واستحلال دمائھم واموالھم واعتقادھم التقرب بقتلھم الی ربھم ومع ھذا لم یکفرھم الفقھاء بکفرھم لتاویلھم وکذلک یخرج فی کل محرم استحل بتاویل مثل ھذا وقد روی ان قدامۃ بن مظعون شرب الخمر مستحلا لھا فاقام عمر علیہ الحد ولم یکفرہ [2]

خوارج کا یہ مذہب معروف ہے کہ وہ بکثرت صحابہ اور بعد کے لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے قتل اور مال لوٹنے کو حلال گردانتے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ صحابہ وغیرہ کو قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا، اس کے باوجود فقہاء نے ان کی تکفیر نہیں کی کیونکہ وہ یہ کام تاویل سے کرتے ہیں اسی سے یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر کسی حرام کو تاویل سے حلال کیا جائے تو یہ کفر نہیں ہے، کیونکہ روایت ہے کہ قدامہ بن مظعون نے تاویل سے شراب کو حلال قرار دے کر پیا تو حضرت عمر نے ان کو حد لگائی اور ان کی تکفیر نہیں کی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ سبِ صحابہ کرنے والے کی تکفیر کرتے ہیں اور فقہاء شافعیہ اور فقہاء حنبلیہ ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۳۶۲-۳۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۹ ص ۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

روافض کی تکفیر کے متعلق میر سید شریف جرجانی کا نظریہ

میر سید شریف لکھتے ہیں:

الرابع من تلك الابحاث قد كفر الخوارج والروافض بوجوه الاول ان القدح فی اکابر الصحابة الذين شهد لهم القرآن و الاحاديث الصحيحة بالتزكية والايمان تكذيب للقرآن وللرسول حيث اثنى عليهم وعظمهم فيكون كفرا قلنا لا ثناء عليهم خاصة اى لا ثناء فی القرآن على واحد من الصحابة بخصوصه وهؤلاء قد اعتقدوا ان من قدحوا فيه ليس داخلاً فی الثناء العام الوارد فيه واليه اشار بقوله ولا هم داخلون فيه عندهم فلا يكون قدحهم تكذيبا للقرآن واما الاحاديث الواردة فی تزكية بعض معين من الصحابة والشهادة لهم بالجنة فمن قبيل الاحاد لا يكفر المسلم بانكارها او نقول ذلك الثناء عليهم وتلك الشهادة لهم بالجنة مقيدان بشرط سلامة العاقبة ولم توجد عندهم فلا يلزم تكذيبهم للرسول۔

ان ابحاث میں سے چوتھی بحث یہ ہے کہ کئی وجوہ سے خوارج اور روافض کی تکفیر کی گئی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ اکابر صحابہ جن کے ایمان اور صالحیت کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نے شہادت دی ہے، یہ ان کی برائی بیان کرتے ہیں اور یہ امر قرآن مجید اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے، کیونکہ قرآن مجید اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم بیان کی ہے، اور ان کی ثناء کی ہے، ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے کسی ایک صحابی کی بالخصوصیت ثناء نہیں کی، اور ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ جن صحابہ کی انھوں نے برائی بیان کی ہے وہ اس عام ثناء میں داخل نہیں ہیں، مصنف نے اس جواب کی طرف اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک صحابہ اس ثناء میں داخل نہیں ہیں لہٰذا ان صحابہ کی مذمت کرنا قرآن مجید کی تکذیب نہیں ہے، باقی رہیں وہ احادیث جو بعض مخصوص صحابہ کی ثناء میں وارد ہیں اور جن میں ان کے لیے جنت کی بشارت ہے، تو وہ احادیث اخبار آحاد ہیں، ان کے انکار سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، یا ہم یہ کہتے ہیں کہ ان کی یہ ثناء اور ان کے لیے جنت کی شہادت ایمان پر خاتمہ کی شرط کے ساتھ مشروط ہے اور ان کے نزدیک یہ شرط نہیں پائی گئی، لہٰذا یہ لازم نہیں آیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہیں۔

الثانی الاجماع منعقد من الامة على تكفير من كفر عظماء الصحابة وكل واحد من الفريقين يكفر بعض هؤلاء العظماء فيكون كافرا قلنا هو ای من كفر جماعة مخصوصة من الصحابة ولا يسلم كونهم من اكابر الصحابة وعظمائهم فلا يلزم كفره الثالث قوله عليه السلام

دوسری وجہ یہ ہے کہ اکابر صحابہ کو کافر کہنے والے کی تکفیر پر تمام امت کا اجماع ہے اور روافض اور خوارج بعض اکابر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، لہٰذا وہ کافر قرار پائے، ہم کہتے ہیں کہ وہ مخصوص صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور وہ ان کا اکابر صحابہ میں سے ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ (مصنف کہتا ہے کہ روافض حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی تکفیر کرتے

من قال لاخیہ المسلم یا کافر فقد باء بہ ای بالکفر احدھما قلنا احاد وقد اجتمعت الامۃ علی ان انکار الاحاد لیس کفرا ومع ذلک نقول المراد مع اعتقاد انہ مسلم فان من ظن بمسلم انہ یھودی او نصرانی فقال لہ یا کافر لم یکن ذلک کفرا بالاجماع واعلم ان عدم التکفیر لاھل القبلۃ موافق لکلام الشیخ الاشعری والفقھاء کما مر۔[1]

ہیں اور خوارج حضرت علی کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کو اکابر صحابہ نہ ماننا خود اجماع کے خلاف ہے۔

سعیدی غفرلہٗ) سو ان کا کفر لازم نہ آیا۔ قیسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا اے کافر! تو ان میں سے کوئی ایک کافر ہو جائے گا، ہم کہتے ہیں کہ یہ اخبار آحاد ہیں، اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ اخبار آحاد کا انکار کفر نہیں ہے، اس کے علاوہ ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ وہ اس کو مسلمان اعتقاد کرے کیونکہ جو شخص کسی مسلمان کو یہ گمان کرے کہ وہ یہودی یا نصرانی ہے اور پھر یہ کہے کہ اے کافر! تو یہ بالاجماع کفر نہیں ہے جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور فقہاء کے کلام کے موافق ہے۔

مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجمع بین قولھم لا یکفر احد من اھل القبلۃ وقولھم یکفر من قال بخلق القرآن او استحالۃ الرویۃ او سب الشیخین او لعنھما وامثال ذلک مشکل۔[2]

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، رویت باری تعالیٰ کو محال کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا یا لعنت کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل ہے۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

(۱)۔ تکفیر نہ کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام اعظم سے بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہٰذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔

(۲)۔ کتاب وسنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور رویت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو شرف عظیم حاصل ہے، سو جو شخص ان امور کا انکار کرے

---

[1]۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۷۲۹۔۷۲۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ

[2]۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۳)۔ جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تغلیظ پر محمول ہے، اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔ [۱]

فاضل سیالکوٹی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ (کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی) شیخ اشعری نے بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، ملتقی (منتقی؟) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انھوں نے کہا کہ ہم شیعہ اور معتزلہ کی تکفیر کرتے ہیں اس لیے دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔ [۲]

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحکم بکفر من ذکرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابی حنیفة والشافعی رحمهما الله من عدم تکفیر اهل القبلة من المبتدعة کلهم عمله ان ذلك المعتقد نفسه کفر فالقائل به قائل بما هو کفر وان لم یکفر بناء علی کون قوله ذلك عن استفراغ وسعه مجتهدا فی طلب الحق لکن جزمهم ببطلان الصلاة خلفه لا یصح هذا الجمع اللهم الا ان یراد بعدم الجواز خلفهم عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وهو لا ینافی الصحة و الا فهو مشکل والله سبحانه اعلم۔ [۳]

جان لو کہ ہم نے جو اہل اہواء (مثلاً حضرت ابوبکر کی امامت کے منکر اور ان کو سب کرنے والے) پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جائیگی، سو اس تکفیر کا محمل یہ ہے کہ فی نفسہ یہ معتقدات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چند کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو طلب کرنے کے لیے حتی الوسع اجتہاد کر کے یہ قول کیا ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول کرنا اس تطبیق کی تصحیح نہیں کرتا، اے اللہ! البتہ ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ توجیہ نہ کی جائے تو پھر اہل قبلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ سے یقیناً اشکال واقع ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ نے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت ہوں یا اہل بدعت اور

---

[۱]۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۲۔ ۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷ھ

[۲]۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ عبدالحکیم علی الخیالی ص ۳۴۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[۳]۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

امام اعظم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے، چنانچہ ابو شکور سالمی نے تمہید میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا مبنیٰ ثابت نہیں ہے، مسلمان کو سب کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، اور اس لحاظ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہوگا، اور یہ مسلم ہے کہ سب کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال سمجھ کر قتل یا سب کرے تو وہ لامحالہ کافر ہوگا، (الی قولہ) شرح عقائد میں ہے "صحابہ کو سب کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر ادلہ قطعیہ کے مخالف ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ کو قذف کرنا، ورنہ بدعت اور فسق ہے"۔ اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ عام متکلمین کے نزدیک حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ [1]

نیز ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ولا یخفی انہ یمکن ان یقال فی دفع الاشکال: ان جزمهم ببطلان الصلوٰۃ خلفهم احتیاطًا لا یستلزم جزمهم بکفرهم۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتداء میں نماز کے باطل ہونے کا حکم احتیاطًا ہے، اور یہ ان کے کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

(الی قولہ) وان المراد بعدم تکفیر احد من اهل القبلۃ عند اهل السنۃ انہ لا یکفر مالم یوجد شیء من امارات الکفر وعلاماتہ ولم یصدر عنہ شیء من موجباتہ

متکلمین نے جو یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ پائی گئی ہو اور نہ ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی ہو۔

(الی قولہ) واختلفوا ایضا هل یکفر المخالف للحق بذلك الاعتقاد والقول بہ علی وجہ الاعتماد امر لا وذهب الاشعری واکثر اصحابہ الی انہ لیس بکافر، وبہ یشعر ما قالہ الشافعی رحمہ اللہ: لا ارد شهادۃ اهل الاهواء الا الخطابیۃ لاستحلالهم الکذب وفی المنتقی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ لم نکفر احدًا من اهل القبلۃ وعلیہ اکثر الفقهاء ومن اصحابنا من قال بکفر

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد حق کا مخالف ہو اور اس کا اعتماد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی جائیگی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ: میں خطابیہ کے علاوہ باقی اہل اہواء کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطابیہ کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ جھوٹ کو حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۷۲، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

المخالفین وقال قدماء المعتزلۃ یکفر القائل بالصفات القدیمۃ وبخلق الاعمال وقال الاستاذ ابو اسحاق نکفر من یکفرنا ومن لا فلا واختار الرازی ان لا یکفر احد من اھل القبلۃ وقد اجیب عن الاشکال بان عدم التکفیر مذھب المتکلمین والتکفیر مذھب الفقھاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور ولو سلم فیجوز ان یکون الثانی للتغلیظ فی رد ما ذھب الیہ المخالفون والاول لاحترام شان اھل القبلۃ فانھم فی الجملۃ معنا موافقون۔

کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اکثر فقہاء کا یہی مختار ہے اور ہمارے بعض اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم معتزلہ ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم مانتے تھے یا اعمال کو مخلوق مانتے تھے، اور استاذ ابو اسحاق نے کہا جو ہماری تکفیر کرے گا ہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہماری تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ (روافض وغیرہ کی) تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے، سو ان دو متنافی قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر مخالفین کے رد کی وجہ سے تغلیظ پر محمول ہے اور تکفیر نہ کرنا، ان کے اہل قبلہ ہونے کے احترام کی وجہ سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہرحال ہمارے موافق ہیں۔

روافض کی تکفیر کے متعلق علامہ شامی کا نظریہ

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

بزازیہ میں خلاصہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ "رافضی جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرے یا ان کو لعنت کرے تو وہ کافر ہے، اور اگر حضرت علی کو ان پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے" یہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی توبہ قبول نہ ہو، علاوہ ازیں ان پر کفر کا حکم لگانا مشکل ہے، کیوں کہ "اختیار" میں ہے کہ تمام اہل بدعت کو گمراہ قرار دینے پر ائمہ کا اتفاق ہے، اور کسی ایک صحابی کو سب کرنا اور اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہے البتہ گمراہی ہے، اور فتح القدیر میں ہے کہ وہ خوارج جو مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو مباح سمجھتے ہیں اور صحابہ کو کافر کہتے ہیں، جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک وہ باغیوں کے حکم میں ہیں اور بعض محدثین کا یہ نظریہ ہے کہ وہ مرتد ہیں، ابن منذر نے کہا میرے علم میں کسی نے ان محدثین کی تکفیر میں موافقت نہیں کی اور یہ فقہاء کے اجماع کی نقل کا تقاضا کرتا ہے اور محیط میں یہ مذکور ہے کہ بعض فقہاء اہل بدعت میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، اور یہ وہ اہل بدعت ہیں جن کی بدعت کسی دلیل قطعی کے خلاف ہو، انھوں نے اس کو اکثر اہل سنت کی طرف منسوب کیا ہے اور پہلی نقل زیادہ ثابت ہے اور ابن منذر مجتہدین کے کلام کی نقل کے زیادہ جاننے والے ہیں، ہاں اہل مذہب کے کلام میں بہ کثرت تکفیر ہے لیکن یہ ان فقہاء کا کلام نہیں ہے جو مجتہد ہیں بلکہ غیر مجتہد فقہاء ہیں

۱؎۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۵۵-۱۵۴، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولاد مصر، ۱۳۷۵ھ

اور غیر مجتہد کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور مجتہدین سے وہی منقول ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

اس چیز کی زیادہ وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ تمام متون اور شروح میں لکھا ہوا ہے کہ جو لوگ سلف صالحین کو علی الاعلان سب کریں ان کی شہادت مقبول نہیں ہے اور خطابیہ کے علاوہ اہل اھواء کی شہادت مقبول ہے، اور ابن الملک نے شرح الجمع میں لکھا ہے جو لوگ سلف کو علی الاعلان سب کریں ان کی شہادت مردود ہے، کیونکہ یہ فسق معلن ہے اور اہل اھواء میں سے جبریہ، قدریہ، رافضیہ، خوارج، مشبہہ اور معطلہ کی شہادت مقبول ہے اھ۔ علامہ زیلعی نے کہا ہے کہ جو شخص سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین کو علی الاعلان سب کرے اس کی شہادت غیر مقبول ہے، کیونکہ اس قسم کا انسان عادۃً جھوٹ سے باز نہیں رہتا، بہ خلاف اس شخص کے جو خفیہ طور پر سب کرتا ہو، ان میں سے کسی نے ان کی شہادت قبول نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں بیان کی کہ یہ کافر ہیں جس طرح انھوں نے خطابیہ کا استثناء کیا ہے کیونکہ وہ جھوٹی قسم کھانے کو حلال سمجھتے ہیں، اسی طرح محدثین نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اہل اھواء کی شہادت مقبول ہے، یہ حکم ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنی تاویل فاسد کی بناء پر تمام صحابہ کو سب کرتے ہیں اور ان کی تکفیر کرتے[1] ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلاصہ میں جو لکھا ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنے والا کافر ہے، یہ قول ضعیف ہے، متون اور شروح کے مخالف ہے بلکہ تمام فقہاء کے اجماع کے مخالف ہے، ملا علی قاری نے خلاصہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا ہے۔

اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ جوہرہ نیرہ کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ ان کی توبہ قبول نہیں ہے یہ عبارت اگر بالفرض جوہرہ نیرہ میں ہو بھی تو باطل ہے، اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو خواہ وہ کسی روایت ضعیفہ کی بناء پر ہو، تو مفتی پر لازم ہے کہ وہ تکفیر نہ کرنے میں اس روایت کی طرف میلان کرے، پس یہاں اس تکفیر کی طرف کیسے میلان کیا جائے گا جو اجماع کے مخالف ہے؛ چہ جائیکہ اس طرف میلان کیا جائے کہ اس کو قتل کر دیا جائے خواہ اس نے توبہ کر لی ہو، اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب کرے (العیاذ باللہ!) اس کی توبہ مقبول ہے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرنے والے کی توبہ کیونکر مقبول نہیں ہوگی، صاحب البحر پر تعجب ہے کہ انھوں نے انتہائی تساہل سے کام لے کر اس شخص کے قتل کا فتویٰ دیا، حالانکہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ میں نے اپنے اوپر یہ لازم کیا ہے کہ کتب فتاویٰ میں جو الفاظ تکفیر مذکور ہیں میں ان پر فتویٰ نہیں دوں گا۔

ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کرے وہ کافر ہے یا جو حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا انکار کرے وہ کافر ہے، جو حضرت علی کو خدا مانے وہ کافر ہے یا جو وحی لانے میں حضرت جبرائیل کی غلطی مانے وہ کافر ہے (اسی طرح جو کہے کہ تین چار صحابہ کے سوا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے وہ بھی کافر ہے۔ از مصنف غفرلہٗ) یا جو شخص قرآن مجید کی صریح مخالفت کرے وہ بھی کافر ہے۔ (جو شخص قرآن مجید میں تحریف یا ترمیم کا عقیدہ رکھے وہ بھی کافر ہے۔ از مصنف غفرلہٗ) لیکن اگر یہ لوگ توبہ کر لیں تو ان کی توبہ

---

[1] تمام صحابہ کی تکفیر کرنے والوں کا کفر قطعی اور یقینی ہے کیونکہ تمام صحابہ کو کافر کہنا درحقیقت قرآن مجید، احادیث اور تمام احکام شرعیہ کا انکار کرنا ہے، کیونکہ کافر اور مرتد کے کسی قول اور عمل کا اعتبار نہیں ہے اور جب (باقی آئندہ صفحہ پر)۔

مقبول ہو گی۔

وہ رافضی جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو سب کرتا ہو اور حضرت عائشہ کو سب نہ کرتا ہو اور نہ حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرتا ہو وہ کافر نہیں ہے۔ [1]

نیز علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیۃ المصلی میں یہ کہا ہے کہ جو شخص کسی شبہ کی بنا پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرے اور ان کی خلافت کا انکار کرے اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی (ہم نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سے جو عبارت نقل کی ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ از سعیدی غفرلہٗ) اس کے برخلاف جو یہ دعویٰ کرے کہ حضرت علی خدا ہیں اور حضرت جبرائیل نے غلطی کی کیونکہ یہ کسی مسئلہ میں غور و فکر اور اجتہاد کی غلطی نہیں ہے بلکہ محض ہوا ہے، میں کہتا ہوں کہ اسی طرح حضرت عائشہ پر قذف کرنے والا اور حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کرنے والا کافر ہے کیونکہ یہ قرآن مجید کی صریح تکذیب ہے۔ [2]

روافض کی تکفیر کے متعلق اعلیٰ حضرت کا نظریہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نیز فتاویٰ ہندیہ جلد ۲ ص ۲۶۴ اور طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اوّل ص ۲۰۷، ۲۰۸ اور برجندی شرح نقایہ جلد ۴ ص ۲۰ میں ہے: یجب اکفار الروافض فی قولہم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامہم احکام المرتدین کذا فی الظھیریہ۔ یعنی رافضیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں ایسا ہی فتاویٰ ظہیریہ میں ہے اور مرتد اصلا صالح وراثت نہیں مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتیٰ کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا ترکہ بھی ہرگز اسے نہیں پہنچ سکتا۔ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۵ میں ہے: المرتد لا یرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذا فی المحیط۔ خزانۃ المفتین میں ہے: المرتد لا یرث من احد لا من المسلم ولا من الذمی ولا من مرتد مثلہ یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار بہ ناخذ۔ اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی علی العموم منکر ان ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں۔

کفر اوّل: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ سورتیں امیر المؤمنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے کچھ لفظ بدل دیے کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقیناً ثابت

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تمام صحابہ کافر ہو گئے تو ان کا جمع کیا ہوا قرآن اور تمام احکام شرعیہ ساقط الاعتبار ہو گئے۔ از مصنف غفرلہٗ

[1] علامہ سید امین الدین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۶-۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2]

نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید میں زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا اسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے، اللہ عزوجل سورۂ حجر میں فرماتا ہے: انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن بے شک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں، بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ ص ۴۲۸ میں ہے: لحفظون ای من التحریف والزیادۃ والنقص جلالین شریف میں ہے: لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے ہم خود اس کے نگہبان ہیں اس لیے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کر دے یا کچھ بڑھا دے یا کچھ گھٹا دے۔ جمل مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے: بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیها التحریف والتبدیل بخلاف القرآن فانه محفوظ عن ذلک لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس والجن ان یزید فیه او ینقص منه حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے ان میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا، اور قرآن اس سے محفوظ ہے، تمام مخلوق جن و انس کسی کی جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کر دیں، اللہ تعالیٰ سورۂ حٰمٓ السجدۃ میں فرماتا ہے: وانه لکتب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید بے شک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلاً راہ نہیں نہ سامنے سے نہ پیچھے سے، یہ اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے ہوئے کا۔ تفسیر معالم التنزیل شریف طبع بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے: قال قتادہ والسدی الباطل هو الشیطان لا یستطیع ان یغیرا ویزید فیه او ینقص منه قال الزجاج معناہ انه محفوظ من ان ینقص فیاتیه الباطل من بین یدیه او یزاد فیه فیاتیه الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادۃ و النقصان - یعنی قتادی سدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے کچھ گھٹا بڑھا یا بدل نہیں سکتا، زجاج نے کہا باطل کہ زیادت و نقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔ کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸، ۸۹ میں ہے: کان نسخ التلاوۃ والحکم جمیعا جائزا فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیه وسلم فاما بعد وفاته فلا یجوز قال بعض الرافضۃ والملحدۃ ممن تیسر باظهار الاسلام وهو قاصدا الی فساده هذا جائز بعد وفاته ایضا وزعموا ان فی القرآن کانت آیات فی امامۃ علی ولی فضائل اهل بیت فکتمها الصحابۃ فلم تبق باندراس زمانهم والدلیل علی بطلان هذا القول قول اللہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون کذا فی اصول الفقه لشمس الائمۃ ملتقطا قرآن مجید سے کسی چیز کی تلاوت و حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانۂ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق بظاہر مسلمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقتاً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے وہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولیٰ علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بے شک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے، امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی ص ۲۶۴ میں بہت سے یقینی اجماع کے کفر بیان کر کے فرماتے ہیں: وکذلک من انکر القرآن او حرفا منه او غیر شیئا منه او زاد فیه یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً اجماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رایت فی مجمع البیان تفسیر الشیعۃ انہ ذھب بعض اصحابہم الی ان القرآن العیاذ باللہ کان زائدا علی ھذا المکتوب قد ذھب بتقصیر من الصحابۃ الجامعین العیاذ باللہ لم یختر صاحب ذلک التفسیر ھذا القول فمن قال بھذا القول فھو کافر کالکافر الضروری - یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذاً باللہ ان کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین سے منکر ہے۔

کفر دوم :- ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوات والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے، شفاء شریف ص ۳۶۵ میں انھیں اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

وکذلک نقطع بتکفیر ضلاۃ الرافضۃ فی قولھم ان الائمۃ افضل من الانبیاء اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں ان ضالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں، امام اجل نووی کتاب الروضہ میں پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر ص ۴۴ میں کلام شفا نقل فرماتے ہیں اور مقرر رکھتے ہیں، مولانا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۵۲۶ میں فرماتے ہیں ھذا کفر صریح یہ کھلا کفر ہے۔ منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے: ما نقل عن بعض الکرامیۃ من جواز کون الولی افضل من النبی کفر وضلالۃ والحاد وجھالۃ وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبہ میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و جہالت ہے، شرح مقاصد مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی تلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے: واللفظ لھما ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء بے شک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ طبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے: التفضیل علی بنی تفضیل علی کل نبی کسی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے، شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۱۱۵ پھر طریقہ محمدیہ و حدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے: واللفظ لھما تفضیل ولی علی النبی) مرسلا کان او لا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر للنبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی الخ باختصارہ ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر و ضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کا رد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۱۷۵ میں ہے: النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے روافض کے مجتہدان حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے، یہ فتویٰ رسالہ تکملہ رد روافض و رسالہ اظہار الحق مطبوعات مطبع صبح صادق سیتا پور ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے متعلق یہ الفاظ ہیں: فتویٰ ۱: چہ میفرمایند مجتہدین دریں مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفےٰ علی مرتضےٰ علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل است یا نہ بینوا و توجروا۔ الجواب: افضل است واللہ یعلم" ہو العالم" ۱۲۸۳ "الراقم میر آغا عفی عنہ، فتویٰ ۲: چہ میفرمایند دریں مسئلہ کہ در کلام مجید جمع کردہ عثمان تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ السلام وغیرہ واقع شدہ یا نہ۔ جواب:۔ ایں امر بر سبیل جزم و قطع ثابت نیست لیکن متحمل ست۔ واللہ یعلم" ہو العالم ۱۲۸۳"

الراقم میر آغا عفی عنہ، فتویٰ ۳:۔ مسئلہ دوم مرتبہ اہلبیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین بیما حضرت علی مرتضیٰ از سائر انبیاء افضل ست یا نہ۔ جواب:۔ البتہ مراتب ائمہ ہدیٰ از سائر انبیاء بلکہ رسولان اول العزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ زیادہ بود و رتبہ جناب امیر نیز سید علی محمد ۱۲۶۳" فتویٰ ۴: مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردۂ عثمان تحریف و نقصان واقع شدہ یا نہ۔ جواب:۔ تحریف جامع القرآن بلکہ محرق و محرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین و عنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان و ہمچنین نقصان بعضی آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام بدلول قرائن بسیار و آثار بے شمار" سید علی محمد ۱۲۶۳"، روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیرو ہوتے ہیں، اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجیے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتوے بھی نہ مانے تو لا اقل اتنا یقیناً ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا بلکہ انھیں اپنے دین کا عالم و پیشوا و مجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے۔ شفا شریف ص ۲۶۲ میں انھیں اجماعی کفر کے بیان میں ہے ولھذا تکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ المسلمین من الملل او وقف فیھم او شک او صحح مذھبھم وان اظھر مع ذلک الاسلام و اعتقدہ و اعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھارہ ما اظھر من خلاف ذالک ۔ ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا ان کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اس کے خلاف اس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے اسی کے ص ۱۳۲۱ اور فتاویٰ بزازیہ جلد ۳ ص ۳۲۲ اور درر و غرر مطبع مصر جلد اول ص ۳۰۰، اور فتاویٰ خیریہ جلد اول ص ۹۴-۹۵، اور درمختار ص ۱۳۹۱، اور مجمع الانہر جلد اول ص ۶۱۸ میں ہے: من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر ۔ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بالیقین خود کافر ہے، علمائے کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبداللہ آفندی و علامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام علامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اول ص ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے باب میں کیا حکم ہے، فرماتے ہیں ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم فھو کافر مثلھم اور وہ[1] یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انھی کی طرح کافر ہے، علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود اپنے فتاویٰ پھر علامہ کوا کبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیہ ص ۹۳ میں فرماتے ہیں: اجمع علماء الاعصار علی ان من شک فی کفرھم کان کافرًا ۔ تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ تنبیہ جلیل مسلمانو اصل مدار ایمان ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی ان کا یہی حکم رہے گا کہ سن کر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزاء حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی غایت کہ

---

[1] ۔ یہ عبارت علامہ شامی کی نہیں ہے، بلکہ اس عبارت کو علامہ حامد آفندی نے فتاویٰ حامدیہ میں عبداللہ آفندی کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے۔ دیکھئے تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ۔ (از مصنف غفرلہٗ)

آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ متابع السحدید علی حذا المنطق الجدید میں مذکور تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں اعلام امام ابن حجر صـ۱۷ ذاد النووی فی الروضۃ ان الصواب تقییدہ بما اذا جمع مجمعا علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص ام لا ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن عظیم جو الحمد للہ تعالیٰ شرقاً غرباً قرناً فقرناً تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ومحفوظ ہے باجماع مسلمین بلاکم وکاست وہی تنزیل رب العالمین ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں ان کے ایمان ان کے اعتقاد ان کے اعمال کے لیے چھوڑی، اسی کا ہر نقص وزیادت وتغیر وتحریف سے مصئون ومحفوظ اور اسی کا وعدہ حقہ وصادقہ انا لہ لحافظون میں مراد وملحوظ ہونا ہی یقیناً ضروریات دین سے ہے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو برس سے آج تک ہے یہ تو نقص وتحریف سے محفوظ نہیں، ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ نار سامرہ میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے انا لہ لحافظون۔ کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تو اسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جعلی کو ع برائے نہاون چہ سنگ وچہ زر کی کھوہیں چھپائیں گے، بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی ولوح محفوظ میں تو بدستور باقی ہے حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی، توریت، انجیل درکنار مہمل سی مہمل ردی سی ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی ولوح محفوظ میں یقیناً بدستور باقی ہے، ایسی ناپاک تاویلات ضروریات دین کے مقابل نہ مسموع ہوں نہ ان سے کفر وارتداد اصلا مدفوع ہوں، ان کی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی جبرائیل ملائکہ کو قوت خیر ابلیس شیاطین کو قوت بدی حشر ونشر وجنت ونار کو محض روحانی نہ جسدی بنالیا، قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین ایک دوسرے شفی نے نبی بالذات سے بدل دیا۔ ایسی تاویلیں سن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعاً درہم برہم ہوجائیں، بت پرست لاالہ الا اللہ کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلی میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دوسرا خدا ہے، وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار وغیرہ محاورات عرب سے روشن ہے، یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ اسی مرتدان لئام مدعیان اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات وشفا دے۔ وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العالمین۔

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہیں ہوگا محض زنا ہوگا اولاد ولد الزنا ہوگی باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی، کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا، سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ

میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لیے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہوئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سُنّی بنیں۔[1]

سب صحابہ پر مشتمل شیعہ علماء کی چند عبارات

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

واز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منقول است کہ جہنم را ہفت دراست از یک در فرعون و ہامان و قارون کہ کنایہ از ابوبکر و عمر و عثمان است داخل مے شوند و از یک در دیگر بنو اُمیہ داخل شوند کہ مخصوص ایشانست۔[2]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہیں، ایک دروازے سے داخل ہونے والے فرعون، ہامان اور قارون ہیں یہ ابوبکر، عمر اور عثمان سے کنایہ ہے، اور دوسرے دروازے سے بنو امیہ داخل ہوں گے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔

واعتقاد ما در برائت آنستکہ بیزاری جویند از بت ہائے چہارگانہ یعنی ابوبکر و عمر و عثمان و معاویہ و زنان چہارگانہ یعنی عائشہ و حفصہ و ہند و ام الحکم و از جمیع اشیاع و اتباع ایشان و آنکہ ایشان ——— بدترین خلق خدایند و آنکہ تمام نمیشود اقرار بخدا و رسول و ائمہ مگر بہ بیزاری از دشمنان ایشان۔[3]

برأت میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ان چار بتوں سے بیزاری طلب کرتے ہیں، یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور معاویہ سے اور چار عورتوں سے یعنی عائشہ، حفصہ، ہند اور ام الحکم سے، اور ان کے معتقدوں اور پیروکاروں سے اور یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں اور اللہ، رسول اور ائمہ سے کیا ہوا عہد اس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک کہ ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کیا جائے۔

در تقریب المعارف روایت کردہ کہ آزاد کردۂ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام از آنحضرت پرسید کہ مرا بر تو حق خدمتی ہست مرا خبر دہ از حال ابوبکر و عمر حضرت فرمود ہر دو کافر بودند دہر کہ ایشانرا دوست دارد کافر است۔[4]

تقریب المعارف میں روایت ہے کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کے آزاد کردہ شخص نے حضرت سے پوچھا، آپ کی خدمت کرنے کی وجہ سے میرا آپ پر حق ہے، مجھے ابوبکر اور عمر کے حال کے متعلق بتلائیے؟ آپ نے فرمایا وہ دونوں کافر ہیں اور جو ان کو دوست رکھتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

در علل الشرائع روایت کردہ است از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کہ چوں قائم ما ظاہر شود عائشہ را زندہ کند تا بر او حد بزند و انتقام فاطمہ را از او بکشند۔[5]

علل الشرائع میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب امام مہدی کا ظہور ہوگا تو وہ حضرت عائشہ کو زندہ کر کے ان پر حد جاری کریں گے اور ان سے فاطمہ کا انتقام لیں گے۔

---

[1] اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، کتاب الرفضۃ ص ۱۶ - ۹، مطبوعہ مشہور پریس کراچی

[2] ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۵۰۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران، ۱۳۵۷ھ

[3] " " " " ، حق الیقین ص ۵۱۹،

[4] " " " " ، حق الیقین ص ۵۲۲،

[5] " " " " ، حق الیقین ص ۳۴۷،

یہ عبارت حیات القلوب میں بھی ہے۔ [1]

دھر دورا از قبر بیرون آورد ند پس ہر دورا با بدن تازہ بدر آورد بہماں صورت کہ داشتہ اند پس بفرماید کہ کفن ہارا از ایشاں بدر آورد ند و بکشامید و ایشانرا بحلق کشند (الی قولہ) و ایشاں را بقدرت الٰہی زندہ گرداند و امر فرماید خلائق را کہ جمع شوند پس ہر ظلمے و کفرے کہ از اول عالم تا آخر شدہ گناہش را بر ایشاں لازم آورد (الی قولہ) و ایشاں اعتراف کنند زیرا کہ اگر در روز اول غصب حق خلیفہ برحق نمیکردند انہا نمے شد پس ایشاں را بفرماید کہ از درخت بر کشند و آتشے را فرماید کہ از زمین بیروں آید و ایشاں را بسوزاند با درخت و بادے را امر فرماید کہ خاکستر آنہارا بدریاہا پاشد۔ [2]

عیاشے بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر (ع) روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسول (ص) از دنیا رحلت نمود مردم ہمہ مرتد شدند بغیر چہار نفر علی بن ابی طالب، مقداد، سلمان ابوذر [3]

امام مہدی ہر دو (ابوبکر اور عمر) کو قبر سے باہر نکالیں گے، وہ اپنی اسی صورت پر تر و تازہ بدن کے ساتھ باہر نکالے جائیں گے پھر فرمائیں گے کہ ان کا کفن اتارو، ان کا کفن حلق سے اتارا جائے گا، ان کو اللہ کی قدرت سے زندہ کریں گے، اور تمام مخلوق کو جمع ہونے کا حکم دیں گے، پھر ابتداء عالم سے لے کر اخیر عالم تک جتنے ظلم اور کفر ہوئے ہیں ان سب کا گناہ ابوبکر اور عمر پر لازم کریں گے، اور وہ اس کا اعتراف کریں گے کہ اگر وہ پہلے دن خلیفہ برحق کا حق غصب نہ کرتے تو یہ گناہ نہ ہوتے پھر ان کو درخت پر چڑھانے کا حکم دیں گے اور آگ کو حکم دیں گے کہ زمین سے باہر آئے اور ان کو درخت کے ساتھ جلا دے، اور ہوا کو حکم دیں گے کہ ان کی راکھ کو اڑا کر دریاؤں میں گرا دے۔

عیاشی نے سند معتبر کے ساتھ حضرت امام محمد باقر سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) دنیا سے تشریف لے گئے تو چار کے سوا تمام لوگ مرتد ہو گئے، علی بن ابی طالب، مقداد، سلمان اور ابوذر۔

عامہ و خاصہ روایت کردہ اند کہ عمر بن الخطاب (علیہ اللعنۃ والعذاب) گفت من شک نہ کردم مگر در آں روز (دروغ گفت بلکہ او ہمیشہ در شک و کفر بود)۔ [4]

عام اور خاص نے روایت کیا ہے کہ عمر بن الخطاب (اس پر لعنت اور عذاب ہو) نے کہا مجھے صرف اس روز شک ہوا، (اس نے جھوٹ کہا بلکہ وہ ہمیشہ شک اور کفر میں تھا۔)

---

[1] ۔ ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۱۱-۶۱۰، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران۔
[2] ۔ " " " " " " ، حق الیقین ص ۳۶۲-۳۶۱، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران ایران ۱۳۵۷ھ
[3] ۔ " " " " " " ، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۲۷، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران
[4] ۔ " " " " " " ، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۲۶، " "

ای عزیز آیا بعداز ایں حدیث کہ ہمہ عامہ روایت کردہ اند عاقل را مجال آں ہست کہ شک نماید در کفر عمر ملعون و کفر کسی کہ عمر لعین را مسلمان داند؟ [1]

ای عزیز! اس حدیث کے بعد جس کو تمام عام لوگوں نے روایت کیا ہے کیا کوئی شخص عمر ملعون کے کفر میں شک کر سکتا ہے؟ اور اس شخص کے کفر میں شک کر سکتا ہے جو عمر ملعون کو مسلمان سمجھتا ہے؟۔

قرآن مجید میں تحریف پر شیعہ ائمہ کی روایات اور تصریحات

روافض کے کفریہ عقائد کے سلسلہ میں علماء اہل سنت نے یہ ذکر کیا ہے کہ روافض قرآن مجید میں تحریف کے معتقد ہیں ہم نے اس سلسلہ میں معروضی مطالعہ اور تجزیہ کیا سو اس سلسلہ میں ہم پر یہ منکشف ہوا کہ بعض رافضی علماء واقعی قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں، اس کے برخلاف بعض دوسرے رافضی علماء اس عقیدے سے براءت کا اظہار کرتے ہیں اور اس قسم کی روایات اور عبارات کو مسترد کرتے ہیں یا ان کو قابل تاویل گردانتے ہیں ہم اس موضوع پر طرفین کی باحوالہ عبارات پیش کر رہے ہیں:

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

عن هشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان القرآن الذی جاء به جبرائیل علیه السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سبعة عشر الف آیة۔ [2]

ہشام بن سالم بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک جس قرآن کو جبرائیل علیہ السلام محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لے کر آئے وہ سترہ ہزار آیتوں پر (مشتمل) ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیات ہیں۔ [3]

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمیع سور القرآن مائة واربع عشر سورة وجمیع آیات القرآن ستة آلاف آیة ومائتا آیة وست وثلاثون آیة۔ [4]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی تمام سورتوں کی تعداد ایک سو چودہ ہے اور تمام آیتوں کی تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس ہے۔

علامہ سیوطی اور شیخ طبرسی نے تصریح کی ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تعداد چھ ہزار اور چند سو ہے، اور شیعہ امام شیخ ابو جعفر کلینی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ اصل قرآن کی سترہ ہزار آیتیں تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کلینی کے نزدیک موجودہ قرآن اصل قرآن سے دو ثلث کم ہے۔ مشہور شیعہ عالم شیخ طبرسی نے اس کی تصریح کی ہے، لکھتے ہیں:

---

[1] ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۴ ص ۶۸۰، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ تہران

[2] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۸ھ، اصول کافی ج ۲ ص ۶۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران۔

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان ج ۱ ص ۷۰، ۶۷، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[4] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۱۰ ص ۶۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک زندیق سے فرمایا:

واما ظهورك على تناكر قوله، فان خفتم ان لا تقسطوا فى اليتامى فانكحوا ما طاب لكم من النساء وليس يشبه القسط فى اليتامى نكاح النساء، ولا كل النساء ايتام، فهو: مما قدمت ذكره من اسقاط المنافقين من القرآن وبين القول فى اليتامى وبين نكاح النساء من الخطاب والقصص اكثر من ثلث القرآن وهذا ما اشبه مما ظهرت حوادث المنافقين فيه لاهل النظر والتامل. ووجد المعطلون واهل الملل المخالفة للاسلام مساغا الى القدح فى القرآن. ولو شرحت لك كلما اسقط وحرف وبدل مما يجرى هذا المجرى لطال، وظهر ما تحظر التقية اظهاره من مناقب الاولياء، و مثالب الاعداء۔[1]

قرآن مجید کی آیت کریمہ فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی فانکحوا ما طاب لکم من النساء۔ جو تم کو غیر مربوط معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ تمام عورتیں یتیم نہیں ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ یتامیٰ اور عورتوں سے نکاح کے درمیان قرآن مجید کے ایک تہائی حصہ کو منافقین نے نکال دیا جیسا کہ میں تم کو پہلے بیان کر چکا ہوں، عورتوں کو نکاح کا پیغام دینے والوں کے قصے قرآن مجید کے ایک ثلث سے زیادہ تھے جو یتامیٰ اور عورتوں سے نکاح کے درمیان تھے، غور و فکر کرنے والوں کے لیے قرآن مجید میں اس جیسے اور بھی مقامات ہیں جن سے منافقین کی کارگزاری معلوم ہوتی ہے، جن کی وجہ سے فرقہ معطلہ اور دیگر مخالفین اسلام قرآن مجید پر نکتہ چینی کرتے ہیں، اور اگر میں تم کو وہ تمام مقامات بتاؤں جہاں سے قرآن مجید کو ساقط کیا گیا ہے اور تحریف کی گئی ہے تو بات بڑھ جائے گی دوستوں کی اچھائیاں اور دشمنوں کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی لیکن ان کے اظہار سے تقیہ منع کرتا ہے۔

شیخ طبرسی نے ایک اور روایت نقل کی ہے جو موجودہ قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرتی ہے:

(ع) وجاء به الى المهاجرين والانصار وعرضه عليهم لما قد اوصاه بذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم (ص) فلما فتحه ابو بكر خرج فى اول صفحة فتحها فضائح القوم فوثب عمر وقال: يا على اردده فلا حاجة لنا فيه، فاخذه (ع) و انصرف ثم احضر زيد بن ثابت وكان قاريا للقرآن فقال له عمر: ان عليا جاء بالقرآن وفيه فضائح المهاجرين والانصار وقد راينا ان

حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو حضرت علی نے قرآن مجید کو جمع کیا اور اس کو مہاجرین اور انصار کے سامنے پیش کیا، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں وصیت کی تھی، جب (حضرت) ابوبکر نے اس کو کھولا تو اس کے پہلے صفحہ پر قوم (صحابہ) کی برائیاں لکھی ہوئی تھیں (حضرت) عمر نے اچھل کر کہا اے علی! اس کو واپس لے جاؤ! ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے، پھر حضرت علی علیہ السلام اس کو

[1] ۔ شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی من علماء القرن السادس، الاحتجاج ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۴۰۳ھ

نؤلف القرآن ونسقط منه ما كان فضيحة وهتكا للمهاجرين والانصار، فاجابه زيد الى ذلك ثم قال: فان انا فرغت من القرآن على ما سألتم واظهر على القرآن الذى الفه الينس قد بطل كل ما عملتم؟ قال عمر: فما الحيلة؟ قال زيد: انتم اعلم بالحيلة، فقال عمر: ما حيلته دون ان نقتله ونستريح منه، فدبر فى قتله على يد خالد بن الوليد فلم يقدر على ذلك۔[1]

لے کر واپس چلے گئے، پھر قرآن مجید کے قاری حضرت زید بن ثابت کو بلایا گیا، ان سے (حضرت) عمر نے کہا: ابھی علی قرآن لے کر آئے تھے، اس میں مہاجرین اور انصار کی برائیاں تھیں اور ہم نے یہ سوچا کہ ہم خود قرآن مجید کو جمع کریں اور اس میں مہاجرین اور انصار کی بے عزتی اور رسوائی کی جو باتیں ہوں اس کو نکال دیں، (حضرت) زید نے اس کی حامی بھر لی، پھر کہا اگر میں تمہارے منشاء کے مطابق قرآن مجید جمع کر کے فارغ ہو گیا اور علی نے اپنا جمع کیا ہوا قرآن لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا تو کیا تمہاری کی ہوئی کوشش رائیگاں نہیں ہو جائے گی؟ حضرت عمر نے پوچھا پھر اس سے خلاصی کس طرح ہو گی؟ (حضرت) زید نے کہا تم اس کو مجھ سے بہتر جانتے ہو! (حضرت) عمر نے کہا حضرت علی کو قتل کرنے کے سوا اس کا اور کوئی حل نہیں ہے، پھر (حضرت) خالد بن ولید کے ہاتھ سے حضرت علی کو قتل کرانے کا پروگرام بنایا لیکن وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔

شیخ طبرسی نے ایک اور روایت درج کی ہے، حضرت علی ایک زندیق کو قرآن مجید کی آیات متشابہات کی وجہ بتلاتے ہیں:

دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم عما لا يعلمون تاويله الى جمعه وتاليفه وتضمينه من تلقاء هم ما يقيمون به دعائم كفرهم، فصرخ منادیهم من كان عنده شیء من القرآن فليأتنا به وكلوا تاليفه ونظمه الى بعض من وافقهم على معاداة اولياء الله فالفه على اختيارهم وما يدل للمتأمل له على اختلال تمييزهم وافترائهم وتركوا منه ما قدروا انه لهم وهو عليهم واوادوا

پھر جب منافقین کے سامنے ایسے مسائل آئے جن کی تاویل وہ نہیں جانتے تھے، تب وہ قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کو مؤلف کرنے پر مجبور ہو گئے، اور اس میں وہ باتیں بڑھانے پر مجبور ہو گئے جن سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم رکھ سکیں، پھر ان کے ایک منادی نے آواز دی، جس کے پاس قرآن کا کوئی حصہ ہو وہ اس کو ہمارے پاس لے آئے، اور انھوں نے قرآن مجید کے جمع کرنے کے کام کو اس شخص کے سپرد کر دیا جو دوستان خدا کی دشمنی میں ان کا ہم خیال تھا سو اس نے قرآن مجید کو ان کی منشاء

[1] شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی من علماء القرن السادس، الاحتجاج ج ۱ ص ۱۵۶-۱۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۰۳ھ۔

فیہ ما ظھر تناکرہ وتنافرہ[1]؛

کے مطابق جمع کیا، جس چیز سے ان منافقوں کی عقل کی خرابی کا پتا چلتا ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے قرآن مجید میں وہ آیات رہنے دیں جو ان کے خیال میں حق تھیں حالانکہ وہ ان کے خلاف ہیں اور انھوں نے قرآن مجید میں ایسی چیزیں بڑھا دیں جس سے قرآن مجید کا قابل نفرت ہونا ظاہر ہو۔

شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی کے علاوہ اور بھی بہت سے شیعہ علماء نے قرآن مجید میں تحریف کی تصریح کی ہے، لیکن ہمارا مقصد یہاں پر ان تمام شیعہ علماء کا استیعاب کرنا نہیں ہے، اب ہم یہاں پر ان شیعہ علماء کی عبارات پیش کر رہے ہیں، جنھوں نے قرآن مجید میں تحریف کے عقیدہ سے برأت کا اظہار کیا ہے۔

قرآن مجید میں عدم تحریف پر شیعہ علماء کی تصریحات

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

ومن ذلك الكلام فی زیادۃ القرآن ونقصانہ فانہ لایلیق بالتفسیر فاما الزیادۃ فیہ فمجمع علی بطلانہ واما النقصان منہ فقد روی جماعۃ من اصحابنا وقوم من حشویۃ العامۃ ان لقرآن تغییرا ونقصانا والصحیح من مذھب اصحابنا خلافہ وذکر ان من خالف فی ذلك من الامامیۃ والحشویۃ لایعتد بخلافھم فان الخلاف فی ذلك مضاف الی قوم من اصحاب الحدیث نقلوا اخبارا ضعیفۃ ظنوا صحتھا لایرجع بمثلھا عن المعلوم المقطوع علی صحتہ۔[2]

قرآن مجید کے مباحث میں سے ایک بحث قرآن مجید میں زیادتی اور کمی کی بحث ہے، یہ بحث تفسیر کے لائق نہیں ہے، قرآن مجید میں زیادتی کے نہ ہونے پر اجماع ہے، البتہ قرآن مجید میں کمی کے متعلق ہمارے اصحاب کی ایک جماعت اور حشویہ کی ایک جماعت کا قول ہے، کہ قرآن مجید میں کمی یا تغییر ہوئی ہے، اور صحیح یہ ہے کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اس کے خلاف ہے، (الی قولہ) امامیہ اور حشویہ میں سے جن لوگوں نے اس کے خلاف قول کیا ہے، وہ لائق شمار نہیں ہے، کیونکہ یہ خلاف اصحاب حدیث کی ایک قوم کی طرف منسوب ہے، جنھوں نے احادیث ضعیفہ نقل کیں اور ان کی صحت کا گمان کیا حالانکہ ایسی احادیث ضعیفہ سے ان کے خلاف معارضہ نہیں کیا جا سکتا جن کی صحت قطعیت سے معلوم ہو۔

شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

،ہمچنانکہ نازل شدہ است باقی ماندہ واز افزون شدن و کم شدن (تحریف) مصئون ومحفوظ گشتہ امانزیادشدن پس علماء اسلام از خاصہ وعامہ متفقند بر آنکہ چیزی بر قرآن افزودہ وزیادنشدہ

قرآن مجید جس طرح نازل ہوا تھا، اسی طرح باقی ہے اور زیادتی (کمی (تحریف) سے محفوظ ہے، تمام علماء اسلام عام ہوں یا خاص اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی چیز

[1] شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی من علماء القرن السادس، الاحتجاج ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۴۰۳ھ

[2] شیخ ابو علی فضل بن الحسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۱ ص ۸۴-۸۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ

واما راجع بہ کم شدن پس جمعی برآنند کہ در قرآن نقص و کاهشی راہ دادہ و مقداری از آیات را منافقین از قرآن حذف نمودند و اکثر علماء اسلام از شیعہ و سنی را عقیدہ برخلاف آنست و گویند ابداً تغییری و تبدیلی و زیادہ و نقصی در قرآن راہ نیافتہ۔

و روایاتیکہ دراین بارہ نقل شدہ و موہم دلالت بر تحریف و ابدال و حذف و تغییر قرآن است در برابر این آیات ہرگاہ قابل توجیہ و حمل بر معنی موافق آیاتست پس باید توجیہ کرد و ہرگاہ قابل نباشد باید آنہا را طرح کرد۔ [1]

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ۔ کی تفسیر میں شیخ طوسی لکھتے ہیں:

قال قتادة لحافظون من الزیادة و النقصان و مثله قوله لا یأتیه الباطل من بین یدیه و من خلفه ۔ [2]

زیادہ نہیں ہوئی، البتہ کمی کے متعلق ایک جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں کمی ہوئی ہے اور منافقین نے چند آیات کو حذف کر دیا، اور شیعہ فرقے کے اکثر علماء اور سنی علماء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید میں کوئی تغیر اور تبدل کی اور زیادتی نہیں ہوئی۔ (الی قولہ)

جن روایات سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں تحریف، تبدیل، حذف یا تغیر ہوا ہے ان روایات کی تاویل اور توجیہ کرنی چاہیے اور اگر ان روایات کی توجیہ نہ ہو سکے تو ان کو مسترد کر دینا چاہیے۔

قتادہ نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: زیادتی اور کمی سے ہم قرآن مجید کی حفاظت کرنے والے ہیں، اسی کی مثل یہ آیت ہے: اس میں باطل نہیں آسکتا سامنے سے نہ پیچھے سے۔

روافض کی تکفیر میں مصنف کا موقف

روافض اور شیعہ کی تکفیر کے سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ جو لوگ قرآن مجید میں تحریف کا قول کریں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف کریں، یا حضرت ابوبکر کی صحابیت کا انکار کریں یا حضرت علی کی الوہیت کے قائل ہوں یا ان کو انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دیں، یا یہ کہیں کہ وحی لانے میں حضرت جبرائیل سے غلطی ہوئی، وحی حضرت علی پر لانی تھی وہ غلطی سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی لے آئے یا جو کسی امتی کو معصوم کہیں اور اسی کو نبی پر فضیلت دیں یا جو کہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تین یا چار کے سوا باقی صحابہ (العیاذ باللہ!) مرتد ہو گئے تھے، ان میں سے ہر ایک قول کرنے والے کا کفر قطعی اور یقینی ہے، اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو سب کرے (یعنی لعنت کرے اور برا کہے) یا ان کی خلافت کا انکار کرے اس کا کفر فقہی ہے، کیونکہ شوافع اور حنابلہ ان کی تکفیر نہیں کرتے، اور فقہاء احناف میں سے بھی ملا علی قاری اور علامہ شامی ان کی تکفیر نہیں کرتے اور علامہ ابن ہمام کو بھی اس میں تامل ہے، اور جو لوگ صرف حضرت علی کو خلفاء ثلاثہ پر فضیلت دیتے ہیں وہ اہل بدعت ہیں لیکن ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

باب ۸۹۱ مِنْ فَضَائِلِ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ — حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۶۳۶۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ — اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ ایک وفد کے

---

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۱ ص ۴۸-۴۷، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[2] شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۶ ص ۳۲، مطبوعہ

بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَفَدُوا إِلَى عُمَرَ وَفِيهِمْ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ يَسْخَرُ بِأُوَيْسٍ فَقَالَ عُمَرُ هَلْ هٰهُنَا أَحَدٌ مِنَ الْقَرَنِيِّينَ فَجَاءَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ فَقَالَ عُمَرُ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ إِنَّ رَجُلًا يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَنِ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ لَا يَدَعُ بِالْيَمَنِ غَيْرَ أُمٍّ لَهُ قَدْ كَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَدَعَا اللّٰهَ فَأَذْهَبَهُ عَنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ الدِّينَارِ أَوِ الدِّرْهَمِ فَمَنْ لَقِيَهُ مِنْكُمْ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔

کر حضرت عمر فاروق کے پاس گئے، وفد میں ایک ایسا آدمی بھی تھا، جو حضرت اویس سے مذاق کرتا تھا، حضرت عمر نے پوچھا یہاں کوئی قرن کا رہنے والا ہے، تو وہ شخص پیش ہوا، حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، تمہارے پاس یمن سے ایک شخص آئے گا، اس کا نام اویس ہوگا، یمن میں اس کی والدہ کے سوا کوئی نہیں ہوگا، اس کو برص کی بیماری تھی، اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دینار یا درہم کے برابر سفید داغ کے سوا باقی داغ اس سے دور کر دیے، تم میں سے جس شخص کی اس سے ملاقات ہو وہ اس سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرائے۔

۶۳۶۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ سَلَمَةَ) عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ خَيْرَ التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أُوَيْسٌ وَلَهُ وَالِدَةٌ وَكَانَ بِهِ بَيَاضٌ فَمُرُوهُ فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمْ۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے جس کا نام اویس ہوگا، اس کی ایک والدہ ہے، اس کو برص کی بیماری ہے، اس سے کہو وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے۔

۶۳۶۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَتَى عَلَيْهِ أَمْدَادُ أَهْلِ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ حَتَّى أَتَى عَلَى أُوَيْسٍ فَقَالَ أَنْتَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَانَ بِكَ بَرَصٌ فَبَرَأْتَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ لَكَ وَالِدَةٌ قَالَ نَعَمْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اسیر بن جابر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے پاس جب اہل یمن میں سے کوئی کمک آتی تو وہ ان سے سوال کرتے کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟ حتیٰ کہ ایک دن حضرت اویس ان کے پاس گئے، حضرت عمر نے کہا کیا آپ اویس بن عامر ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں! کہا آپ قبیلہ مراد سے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں! آپ نے کہا کیا آپ قرن سے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں! کیا آپ کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم کے برابر داغ رہ گیا ہے اور باقی داغ ختم ہو گئے؟ انھوں نے کہا ہاں! حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنا ہے کہ اہل یمن کی امداد کے ساتھ تمہارے پاس قبیلہ مراد سے قرن کے ایک شخص آئیں گے جن کا نام اویس بن عامر

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ أَيْنَ تُرِيْدُ قَالَ الْكُوْفَةَ قَالَ أَلَا أَكْتُبُ لَكَ إِلٰى عَامِلِهَا قَالَ أَكُوْنُ لِيْ غَبْرَاءِ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيَّ قَالَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ حَجَّ رَجُلٌ مِّنْ أَشْرَافِهِمْ فَوَافَقَ عُمَرَ فَسَأَلَهٗ عَنْ أُوَيْسٍ قَالَ تَرَكْتُهٗ رَثَّ الْبَيْتِ قَلِيْلَ الْمَتَاعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَأْتِيْ عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهٖ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ لَهٗ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ فَأَتٰى أُوَيْسًا فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ قَالَ أَنْتَ أَحْدَثُ عَهْدًا بِسَفَرٍ صَالِحٍ فَاسْتَغْفِرْ لِيْ قَالَ لَقِيْتَ عُمَرَ قَالَ نَعَمْ فَاسْتَغْفَرَ لَهٗ فَفَطِنَ لَهُ النَّاسُ فَانْطَلَقَ عَلٰى وَجْهِهٖ قَالَ أُسَيْرٌ وَكَسَوْتُهٗ بُرْدَةً فَكَانَ كُلَّمَا رَآهُ إِنْسَانٌ قَالَ مِنْ أَيْنَ لِأُوَيْسٍ هٰذِهِ الْبُرْدَةَ۔

ہوگا، ان کو برص کی بیماری تھی اور ایک درہم کی مقدار کے علاوہ باقی ٹھیک ہو چکی ہوگی، قرن میں ان کی ایک والدہ ہے جس کے ساتھ وہ بہت نیکی کرتے ہیں، اگر وہ کسی چیز پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا کرے گا، اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے مغفرت کی دعا کرانا، سو اب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے، حضرت اویس قرنی نے حضرت عمر کے لیے استغفار کیا، حضرت عمر نے کہا: اب آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کوفہ میں، حضرت عمر نے کہا کیا میں کوفہ کے عامل کی طرف آپ کے لیے خط نہ لکھ دوں؟ حضرت اویس نے کہا خاک نشیں لوگوں میں رہنا مجھے زیادہ پسند ہے، جب دوسرا سال آیا تو کوفہ کے اشراف میں سے ایک شخص آیا، اس کی حضرت عمر سے ملاقات ہوئی، حضرت عمر نے اس سے حضرت اویس کے متعلق پوچھا اس نے کہا میں ان کو کم سامان کے ساتھ شکستہ گھر میں چھوڑ کے آیا ہوں، حضرت عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ تمہارے پاس کمک کے ساتھ قبیلہ مراد سے اویس بن عامر قرن سے آئیں گے، ان کو برص کی بیماری تھی، ایک درہم کی مقدار کے علاوہ وہ سب بیماری ٹھیک ہو گئی، ان کی ایک والدہ ہیں، وہ ان کے ساتھ بہت نیکی کرتے ہیں، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی کام کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور کرتا ہے، اگر تم سے ہو سکے تو تم ان سے اپنے لیے مغفرت کی دعا کرانا، پھر وہ شخص حضرت اویس کے پاس گیا اور ان سے کہا میرے لیے استغفار کیجیے، انھوں نے کہا تم ابھی اچھا سفر کر کے آ رہے ہو، تم میرے لیے استغفار کرو، اس نے پھر کہا آپ میرے لیے استغفار کیجیے، انھوں نے کہا تم ابھی نیک سفر کر کے آ رہے ہو، تم میرے لیے استغفار کرو، پھر کہا کیا تمہاری حضرت عمر سے ملاقات ہوئی تھی،

اس نے کہا ہاں! پھر حضرت اویس نے اس کے لیے استغفار کیا، تب لوگوں کو حضرت اویس کے مقام کا علم ہوا اور وہ وہاں سے چلے گئے، اسیر نے کہا میں نے حضرت اویس کو ایک چادر اوڑھائی، جب بھی ان کو کوئی شخص دیکھتا تو کہتا کہ اویس کے پاس یہ چادر کہاں سے آئی؟۔

ف: اس باب کی احادیث میں حضرت اویس قرنی کے افضل التابعین ہونے کا بیان ہے اور اللہ کے نیک بندوں سے مغفرت کی دعا کرانے کا ثبوت ہے۔

بَابُ ۸۹۲ وَصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَهْلِ مِصْرَ

اہلِ مصر کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیّت

۶۳۷۰۔ حَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي حَرْمَلَةُ ح وَحَدَّثَنِي هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ (وَهُوَ ابْنُ عِمْرَانَ التُّجِيْبِيُّ) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ الْمَهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَفْتَحُوْنَ اَرْضًا يُذْكَرُ فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاسْتَوْصُوْا بِاَهْلِهَا خَيْرًا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَرَحِمًا فَاِذَا رَاَيْتُمْ رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ فِيْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَمَرَّ بِرَبِيْعَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنَيْ شُرَحْبِيْلَ بْنِ حَسَنَةَ يَتَنَازَعَانِ فِيْ مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجَ مِنْهَا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عنقریب ایک زمین کو فتح کرو گے جس میں قیراط (پیمانے) کا ذکر کیا جائے گا، تم اس زمین کے رہنے والوں سے اچھا سلوک کرنا، کیونکہ تم پر ان کا حق اور رشتہ ہے، جب تم وہاں دو آدمیوں کو ایک اینٹ کی جگہ کے لیے لڑتا دیکھو تو وہاں سے چلے جانا، پھر شرحبیل بن حسنہ کے دو بیٹے ربیعہ اور عبد الرحمان ایک اینٹ کی جگہ میں لڑ رہے تھے تو حضرت ابو ذر وہاں سے نکل آئے۔

۶۳۷۱۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ سَمِعْتُ حَرْمَلَةَ الْمِصْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ اَبِيْ بَصْرَةَ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَفْتَحُوْنَ مِصْرَ وَهِيَ اَرْضٌ يُسَمّٰى فِيْهَا الْقِيْرَاطُ فَاِذَا فَتَحْتُمُوْهَا فَاَحْسِنُوْا اِلٰى اَهْلِهَا فَاِنَّ لَهُمْ ذِمَّةً وَّرَحِمًا اَوْ قَالَ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عنقریب مصر کو فتح کرو گے یہ وہ سرزمین ہے جہاں قیراط بولا جاتا ہے، جب تم اس سرزمین کو فتح کر لو تو وہاں کے لوگوں سے اچھا سلوک کرنا، کیونکہ ان کا حق اور رشتہ ہے، یا فرمایا ان کا حق اور سسرالی رشتہ ہے اور جب تم وہاں پر دو آدمیوں کو ایک اینٹ کی جگہ پر لڑتے دیکھو تو تم

ذِمَّةً وَّصِهْرًا فَإِذَا رَأَيْتَ رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِيهَا فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَاخْرُجْ مِنْهَا قَالَ فَرَأَيْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ شُرَحْبِيلَ بْنِ حَسَنَةَ وَأَخَاهُ رَبِيعَةَ يَخْتَصِمَانِ فِي مَوْضِعِ لَبِنَةٍ فَخَرَجْتُ مِنْهَا۔

وہاں سے نکل آنا، حضرت ابوذر نے کہا پھر میں نے عبدالرحمان بن شرحبیل بن حسنہ اور ان کے بھائی ربیعہ کو ایک اینٹ کی جگہ کے متعلق لڑتے دیکھا، تو میں وہاں سے نکل آیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ قیراط دینار یا درہم کا ایک جزء ہے، اہل مصر اس لفظ کو بہت بولتے ہیں اور اس پیمانے کا بہ کثرت استعمال کرتے ہیں، ذمہ سے مراد حق ہے، اور رشتہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت حاجرہ مصر سے تھیں، اور سسرالی رشتہ سے مراد یہ ہے کہ حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی والدہ حضرت ماریہ قطبیہ بھی مصر کی تھیں، ان احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا ظہور ہے، کیونکہ آپ نے یہ پیش گوئی کی کہ آپ کے بعد آپ کی امت کو شوکت اور قوت حاصل ہوگی، اور وہ بڑے بڑے ملکوں کو فتح کریں گے، اور مصر کو فتح کریں گے، اور جن دو آدمیوں نے ایک اینٹ کے برابر جگہ پر جھگڑا کیا اس کی خبر دی، وللہ الحمد۔

بَاب ۸۹۳ فَضْلِ أَهْلِ عُمَّانَ

اہل عمّان کی فضیلت

۶۳۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ جَابِرِ بْنِ عَمْرٍو الرَّاسِبِيِّ سَمِعْتُ أَبَا بَرْزَةَ يَقُولُ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا إِلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَسَبُّوهُ وَضَرَبُوهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ عُمَانَ أَتَيْتَ مَا سَبُّوكَ وَلَا ضَرَبُوكَ۔

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قبائل عرب میں سے کسی قبیلہ کے پاس بھیجا، ان لوگوں نے اس کو گالیاں دیں اور مارا، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کی خبر دی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم اہل عمان کے پاس جاتے تو وہ تم کو گالیاں دیتے نہ مارتے۔

ف: علامہ نووی نے لکھا ہے کہ عمان بحرین کا ایک شہر ہے۔

بَاب ۸۹۴ ذِكْرِ كَذَّابِ ثَقِيفٍ وَمُبِيرِهَا

قبیلہ ثقیف کا کذّاب اور اس کا ظالم

۶۳۷۳۔ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ إِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيَّ) أَخْبَرَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ عَنْ أَبِي نَوْفَلٍ رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ عَلَى عَقَبَةِ الْمَدِينَةِ قَالَ فَجَعَلَتْ قُرَيْشٌ تَمُرُّ عَلَيْهِ وَالنَّاسُ حَتّٰى مَرَّ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَوَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَبَا خُبَيْبٍ

ابو نوفل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کو مدینہ کی گھاٹی میں (سولی پر لٹکا ہوا) دیکھا، اس جگہ سے قریش اور دوسرے لوگ گذر رہے تھے، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا وہاں سے گذر ہوا، وہ وہاں پر ٹھہر گئے اور کہا: السلام علیک ابا خبیب، السلام علیک ابا خبیب،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَبَا خُبَيْبٍ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَنْهَاكَ عَنْ هٰذَا اَمَا وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا وَصُوْلًا لِلرَّحِمِ اَمَا وَاللّٰهِ لَاُمَّةٌ اَنْتَ اَشَرُّهَا لَاُمَّةٌ خَيْرٌ ثُمَّ نَفَذَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَبَلَغَ الْحَجَّاجَ مَوْقِفُ عَبْدِ اللّٰهِ وَقَوْلُهُ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَاُنْزِلَ عَنْ جِذْعِهٖ فَاُلْقِيَ فِيْ قُبُوْرِ الْيَهُوْدِ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلٰى اُمِّهٖ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ فَاَبَتْ اَنْ تَاْتِيَهٗ فَاَعَادَ عَلَيْهَا الرَّسُوْلَ لَتَاْتِيَنِّيْ اَوْ لَاَبْعَثَنَّ اِلَيْكِ مَنْ يَسْحَبُكِ بِقُرُوْنِكِ قَالَ فَاَبَتْ وَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اٰتِيْكَ حَتّٰى تَبْعَثَ اِلَيَّ مَنْ يَسْحَبُنِيْ بِقُرُوْنِيْ قَالَ فَقَالَ اَرُوْنِيْ سِبْتِيَّ فَاَخَذَ نَعْلَيْهِ ثُمَّ انْطَلَقَ يَتَوَذَّفُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْهَا فَقَالَ كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ صَنَعْتُ بِعَدُوِّ اللّٰهِ قَالَتْ رَاَيْتُكَ اَفْسَدْتَ عَلَيْهِ دُنْيَاهُ وَاَفْسَدَ عَلَيْكَ اٰخِرَتَكَ بَلَغَنِيْ اَنَّكَ تَقُوْلُ لَهٗ يَا ابْنَ ذَاتِ النِّطَاقَيْنِ اَنَا وَاللّٰهِ ذَاتُ النِّطَاقَيْنِ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكُنْتُ اَرْفَعُ بِهٖ طَعَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَامَ اَبِيْ بَكْرٍ مِنَ الدَّوَابِّ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَنِطَاقُ الْمَرْاَةِ الَّتِيْ لَا تَسْتَغْنِيْ عَنْهُ اَمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا اَنَّ فِيْ ثَقِيْفٍ كَذَّابًا وَمُبِيْرًا فَاَمَّا الْكَذَّابُ فَرَاَيْنَاهُ وَاَمَّا الْمُبِيْرُ فَلَا اَخَالُكَ اِلَّا اِيَّاهُ قَالَ فَقَامَ عَنْهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا۔

السلام علیک ابا خبیب، میں آپ کو اس (خلافت کے) اقدام سے منع کرتا تھا، سنیے بہ خدا میں آپ کو اس سے منع کرتا تھا، بہ خدا میں آپ کو اس سے منع کرتا تھا، سنیے بہ خدا آپ بکثرت روزے رکھنے والے، بہت قیام کرنے والے، بہت صلہ رحمی کرنے والے تھے، بخدا (دشمنوں کے زعم میں) آپ کی جو جماعت بُری تھی وہ (درحقیقت) بہت اچھی تھی، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے چلے گئے، جب حجاج کو حضرت ابن عمر کے وہاں کھڑے ہونے اور آپ کے اس کلام کی خبر ہوئی تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی نعش کے پاس کسی کو بھیجا اور ان کی نعش کو سُولی سے اُتروایا اور یہود کے قبرستان میں پھنکوا دیا، پھر ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بلوایا، انھوں نے اس کے پاس جانے سے انکار کر دیا، اس نے دوبارہ پیغام بھیجا، کہ میرے پاس آؤ ورنہ میں کسی شخص کو بھیجوں گا جو تم کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا میرے پاس لے آئے گا۔ حضرت اسماء نے انکار کیا اور فرمایا بہ خدا میں اس وقت تک تیرے پاس نہیں آؤں گی جب تک تو مجھے بالوں سے پکڑوا کر گھسٹوا کر نہیں بلائے گا، حجاج نے کہا، میری جوتیاں لاؤ، پھر اس نے جوتیاں پہنیں اور اکڑتا ہوا حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہنے لگا تو نے دیکھا میں نے اللہ کے دشمن کو کیسے قتل کیا، انھوں نے فرمایا: تم نے اس کی دنیا خراب کی اور اس نے تیری عاقبت برباد کر دی! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو اس کو دو کمر بندوں والی کا بیٹا کہتا ہے، تو سن! بہ خدا! میں دو کمر بندوں والی ہوں کمر بند کے ایک ٹکڑے کے ساتھ تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے طعام کو سواری کے ساتھ باندھا تھا، اور دوسرا ٹکڑا وہ ہے جس سے کوئی عورت مستغنی نہیں

ہوتی، اور سن! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ حدیث بیان فرمائی کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ظالم ہوگا کذاب کو تو ہم پہلے دیکھ چکے ہیں اور رہا ظالم تو میرے گمان میں وہ صرف تو ہی ہو سکتا ہے! راوی کہتا ہے پھر حجاج وہاں سے چلا گیا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی سوانح

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا نام و نسب یہ ہے:

عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی قرشی اسدی۔ ابوبکر اور ابو خبیب ان کی کنیت ہے۔

۱ھ میں حضرت ابن الزبیر کی ولادت ہوئی، آپ کی والدہ آپ کو لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبرکاً کھجور چبا کر اس نومولود کے منہ میں ڈالی۔

جنگ جمل میں حضرت ام المؤمنین کی حفاظت میں بڑی جانثاری سے لڑے لیکن صفین کی خانہ جنگی میں کوئی حصہ نہیں لیا، حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی، البتہ یزید کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔

۶۰ھ میں جب یزید ولی عہد ہوا تو اس نے حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم سے بیعت کا مطالبہ کیا، حضرت ابن الزبیر مکہ روانہ ہو گئے، اور حضرت حسین کی شہادت تک مکہ مکرمہ میں رہے اور یزید کے بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود اس کی بیعت نہیں کی، یزید کے وفد کے واپس جانے کے بعد حضرت ابن الزبیر نے تہامہ اور اہل حجاز کو اپنی بیعت کی دعوت دی، حضرت ابن عباس اور محمد بن حنفیہ کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے حضرت ابن الزبیر کی بیعت کر لی، بیعت لینے کے بعد حضرت ابن الزبیر نے یزید کے عمال کو نکال دیا، اور یہاں سے بنو امیہ کی حکومت اٹھ گئی، یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ پہلے اہل مدینہ کی تادیب کی جائے اور پھر مکہ میں حضرت ابن الزبیر کا مقابلہ کیا جائے، واقعہ حرہ اور اہل مدینہ کو قتل و غارت کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا لیکن مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے اس کو قضاء الٰہی نے آلیا، حصین بن نمیر اس کا جانشین ہوا اور وہ مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا، ابھی یہ لڑائی جاری تھی کہ ربیع الاول ۶۴ھ میں یزید مر گیا اور حصین شام واپس چلا گیا۔

ذوالقعدہ ۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان نے حجاج کو حضرت ابن الزبیر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا، اس وقت حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما حرم میں پناہ گزیں تھے، کئی مہینوں تک یہ جنگ جاری رہی، بالآخر جمادی الثانی ۷۳ھ میں حضرت ابن الزبیر شہید ہو گئے، حجاج نے حضرت ابن الزبیر کی شہادت کے بعد آپ کی نعش سولی پر لٹکا دی۔ (خلاصہ طبری۔)

علامہ نووی لکھتے ہیں، اس حدیث میں میت کو سلام کرنے کا ثبوت ہے اور میت کے محاسن ذکر کرنے کا بیان ہے، اس میں حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کی جرأت کا بیان ہے کہ انھوں نے یزید کے ظلم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے

کلمہ حق کہا، اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ حضرت ابن الزبیر مظلوماً شہید ہوئے اور حجاج اور اس کے رفقاء باغی تھے۔[1]

بَابُ ۸۹۵ فَضْلِ فَارِسَ

اہل فارس کی فضیلت

۶۳۷۴۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ الدِّينُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتَّى يَتَنَاوَلَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین ثریا پر ہوتا تب بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔ یا فارس کی اولاد میں سے ایک شخص اس کو حاصل کر لیتا۔

۶۳۷۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْجُمُعَةِ فَلَمَّا قَرَأَ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ قَالَ رَجُلٌ مَنْ هَؤُلَاءِ يَا رَسُولَ اللهِ فَلَمْ يُرَاجِعْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَأَلَهُ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ وَفِينَا سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ قَالَ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ ثُمَّ قَالَ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِنْ هَؤُلَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی، اور آپ نے یہ پڑھا وآخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ (یعنی آپ ان پر بھی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کو بھی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور ان کا بھی تزکیہ کرتے ہیں جو ابھی آپ سے واصل نہیں ہوئے) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ اس نے آپ سے ایک، یا دو، یا تین بار سوال کیا، اس وقت ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان پر ہاتھ رکھا پھر فرمایا اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اس کے علاقے کے لوگ اس کو حاصل کر لیتے۔

حدیث رسول اللہ میں امام اعظم کی بشارت

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ وآخرین منھم سے کون مراد ہے، اور اس میں یہ اقوال ہیں (۱) تابعین (۲) عجم (۳) ابناء عجم (۴) صحابہ کے بعد کے لوگ (۵) قیامت تک کے مسلمان (۶) علامہ قرطبی نے کہا احسن یہ ہے کہ اس کو ابناء فارس پر محمول کیا جائے۔

یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ فارس میں دینی علوم کا غلبہ ہوا اور وہاں بہت علماء کا ظہور ہوا اور یہ

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ء

حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے صدق پر دلیل ہے۔ [1]

حضرت امام ابوحنیفہ کے آباؤ اجداد بھی چونکہ فارس سے آئے تھے، اس لیے اس حدیث کی بشارت کو امام ابوحنیفہ پر بھی محمول کیا گیا ہے، علامہ شامی اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اکثر علماء کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہ کے دادا فارس کے رہنے والے تھے، حافظ سیوطی شافعی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور اس میں امام ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے، امام ابوحنیفہ کے فضائل اور مناقب میں یہ حدیث کافی ہے۔ حافظ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، کیونکہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ علم و فضل تک کوئی نہیں پہنچا۔ [2]

بَابُ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسُ كَاِبِلٍ مِائَةٌ لَا تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً

انسان اونٹوں کی طرح ہیں جن میں سو میں سے ایک بھی سواری کے لائق نہیں ہے

۶۳۷۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِمُحَمَّدٍ) قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ النَّاسَ كَاِبِلٍ مِائَةٍ لَا يَجِدُ الرَّجُلُ فِيهَا رَاحِلَةً

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انسانوں کو سو اونٹوں کی مثل پاؤ گے ان میں سے ایک بھی سواری کے لائق نہیں ہوگا۔

کامل انسان کی کامل اونٹ کے ساتھ تشبیہ کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

علامہ ابن قتیبہ نے کہا کہ راحلہ اس عمدہ اونٹ کو کہتے ہیں جو کامل الاوصاف ہو اور سواری کے لائق ہو، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ لوگ برابر ہیں، کسی کو دوسرے پر نسبی فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ سو اونٹوں کی طرح ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، ازہری نے کہا اہل عرب راحلہ اچھی نسل کے اونٹ کو کہتے ہیں، اور ابن قتیبہ کا ذکر کردہ معنی غلط ہے، بلکہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں مکمل زاہد ہو اور آخرت میں پوری طرح راغب ہو وہ بہت کم ہوتا ہے جیسے اچھی نسل کا اونٹ بہت کم ہوتا ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ ان دونوں معنوں سے بہتر معنی یہ ہے کہ انسانوں میں عمدہ خصال اور کامل اوصاف کا حامل بہت کم ہوتا ہے، جیسے اونٹوں میں اچھا اونٹ کم ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۴۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

عمدہ اور کم یاب اونٹ کے ساتھ انسان کی مثال کی توجیہ یہ ہے کہ جو انسان جواد ہو اور جو لوگوں کے حقوق اور فرائض کا بوجھ اٹھاتا ہو، ان کے تاوان اور جرمانے ادا کرتا ہو اور ان کا غم بانٹ لیتا ہو ایسا انسان بہت کم ہے، جس طرح خوشی سے بوجھ اٹھانے والے اچھی نسل کے اونٹ کم ہوتے ہیں۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق سو میں سے کوئی ایک انسان بہ مشکل کامل ہوتا ہے، اور درحقیقت کامل وہی ہوتا ہے جو اپنے اندر کمال کا دعویٰ نہیں رکھتا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم کو انسان کامل بنائے۔

اختتامی کلمات

شرح صحیح مسلم کی جلد سادس کتاب الفضائل پر ختم ہوگئی، اس کے بعد کتاب البر والصلۃ سے جلد سابع شروع ہوگی اور ان شاء اللہ جلد سابع میں شرح صحیح مسلم مکمل ہو جائے گی۔

الٰہ العالمین! آپ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ آپ نے اس عاجز اور ناکارہ سے دین اسلام کا اتنا عظیم کام لے لیا، مجھے دین اسلام کے تمام افکار و نظریات اور تمام ارکان اور احکام کو قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار ثابتہ، اقوال ائمہ اور خصوصاً سراج الائمہ امام ابو حنیفہ کے اقوال کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت فرمائی، میرے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں تھا کہ میں دین کا اتنا عظیم کام کر سکوں گا، یہ محض آپ کا لطف و کرم ہے، اور آپ کی عنایت ہے، الٰہ العالمین! جس طرح آپ نے شرح صحیح مسلم کی یہ چھ جلدیں مکمل کرنے کی توفیق دی ہے، ساتویں جلد مکمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔

اس کتاب کی تصنیف و تالیف اور ترتیب و تدوین میں دار العلوم نعیمیہ کراچی کے اراکین اور کراچی کے دوسرے احباب کا بہت بڑا تعاون ہے، جنھوں نے مجھے فراہمی کتب کے علاوہ ایسی سہولتیں مہیا کیں جن کی وجہ سے میں سکون کے ساتھ یہ کام کر رہا ہوں، میں ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری زید لطفہم، پروفیسر مفتی منیب الرحمان زید مجدہم اور علامہ غلام محمد سیالوی زید عنایتہم کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھتا ہوں۔

الٰہ العالمین! مجھے اور میرے ان تمام احباب کو اس کتاب کے ناشر اس کے کاتب اور اس کے مصحح مولانا محمد ابراہیم فیضی اسعدہ اللہ اور اس کتاب کے قارئین کو میرے والدین، میرے مشائخ اور اساتذہ اور میرے تلامذہ کو دین و دنیا کی خوشیاں عطا فرما، ہر غم اور ہر بلا سے محفوظ رکھ، الٰہ العالمین دنیا اور آخرت میں عزت اور آبرو کو قائم رکھ اور دارین کی سعادتیں، کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرما۔ دنیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور زیارت عطا فرما

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶ ص ۳۷۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

آخرت میں آپ کی عنایت اور شفاعت عطا فرما اور آپ کے توسط سے بے حساب و کتاب جنت الفردوس عطا فرما، قیامت تک اس کتاب کے فیض کو باقی اور جاری رکھ اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد افضل الانبیاء و المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وآلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الواصلین واولیآء امتہ وعلماء ملتہ واہتہ اجمعین۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ماخذ و مراجع

کتبِ الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ انجیل

کتبِ احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
۷۔ سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتبِ اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ
۱۱۔ مؤطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۱۳۔ مؤطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ، امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبۂ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتبِ اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۲۰۔ سنن دار قطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ

۲۱۔ شمائل ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۴ھ، امام ابو جعفر احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۳۲۱ھ

۲۳۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ، حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ

۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبۂ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۰۔ مراسیل ابو داؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ

۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہر دار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ

۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ

۳۳۔ خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۴۔ الجواہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ

۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی ۷۶۲ھ

۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی ۱۳۶۲ھ

۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ

۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ

۴۰۔ مسند طیالسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۳ھ متوفی ۴۰۶ھ

۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ اعلاح بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام مجد الدین ابو السعادات مبارک بن محمد بن اثیر جزری

۴۲۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ

۴۳۔ مسند ابو یعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

۴۴۔ دلائل النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۴۵۔ شعب الایمان، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

※

کتبِ تفسیر

۴۶۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ

۴۷۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین بن عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ

۴۸۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ

۴۹۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ

۵۰۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۵۱۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی مکیبی، متوفی ۹۸۲ھ

۵۲۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ

۵۳۔ تفسیر مظہری، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ

۵۴۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ

۵۵۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ

۵۶۔ فتح القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۵۷۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۷۳ھ، ابوجعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۵۸۔ التبیان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، ۳۸۵ھ

۵۹۔ اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقیطی۔

۶۰۔ الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ حلیم شیخ طنطاوی جوہری

۶۱۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ

۶۲۔ تفسیر المراغی، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۴ھ، علامہ احمد مصطفیٰ مراغی

۶۳۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ

۶۴۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۶۵۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ

۶۶۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ

۶۷۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۶۸۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ ادارۃ القدس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۶۹۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۷۰۔ خزائن العرفان، تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

۷۱۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۷۲۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ و شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی، ۱۳۶۹ھ
۷۳۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۶۹ھ
۷۴۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
۷۵۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، متوفی ۷۵۴ھ
۷۶۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری
۷۷۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ
۷۸۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ
۷۹۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابو الاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۸۰۔ نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ
۸۱۔ ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جشن پیر محمد کرم شاہ الازہری
۸۲۔ مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علوم قرآن

۸۳۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ
۸۴۔ الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتب شروح حدیث

۸۵۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ
۸۶۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ
۸۷۔ فتح الباری، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۸۸۔ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ، علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ
۸۹۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ
۹۰۔ فیوض الباری مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء علامہ محمود احمد رضوی، لاہور
۹۱۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ، فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد
۹۲۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ
۹۳۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ
۹۴۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ
۹۵۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۹۶۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ

۹۷۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی

۹۸۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ

۹۹۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۴۶ھ

۱۰۰۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۰۱۔ تمہید، مطبوعہ مکتبۃ القدوسیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ

۱۰۲۔ مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۰۳۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع نیج کمار، لکھنؤ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۰۴۔ منتقیٰ، مطبوعہ مطبع السعادۃ، مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۶۴ھ

۱۰۵۔ شرح المؤطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۰۶۔ فیض القدیر، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی، متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۰۷۔ شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۰۸۔ التعلیق المغنی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۰۹۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۱۰۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی، ۱۳۳۹ھ

۱۱۱۔ سراج منیر، شرح الجامع الصغیر، مطبع خیریہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ شیخ علی بن شیخ احمد عزیزی

۱۱۲۔ فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۱۳۔ اوجز المسالک، مطبوعہ المکتبہ الیحییویہ، سہارن پور ہند، شیخ محمد زکریا

۱۱۴۔ جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۱۵۔ شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ

اسماء رجال

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۶۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۸۵۲ھ

۱۱۷۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی

۱۱۸۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۱۱۹۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی

۱۲۰۔ الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ

۱۲۱۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی، متوفی ۳۵۴ھ

۱۲۲۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ

۱۲۳۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۵۴ھ
۱۲۴۔ المقاصد الحسنہ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ
۱۲۵۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۲۶۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبۂ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۲۷۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علوی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی
۱۲۸۔ تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۱۲۹۔ المعارف مطبوعہ نور محمد اصح المکتب کراچی، ابومحمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
۱۳۰۔ اللالی المصنوعہ، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

لغت

۱۳۱۔ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ، علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ
۱۳۲۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ
۱۳۳۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۱۳۴۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجدالدین فیروز آبادی
۱۳۵۔ لسان العرب، مطبوعہ، نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ
۱۳۶۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۳۷۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الغاثولیکیہ، بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۳۸۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۳۹۔ مجمع بحار الانوار، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ
۱۴۰۔ نفات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۴۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ۱۹۵۰ء
۱۴۲۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۴۳۔ الصحاح، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۷ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ
۱۴۴۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکۃ دارالقبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق
۱۴۵۔ معجم البلدان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
۱۴۶۔ منتہی الادب، مطبوعہ مطبعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
۱۴۷۔ معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۵۵ء، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۴۸ء

۱۴۸۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الجبر
۱۴۹۔ کتاب العین، مطبوعہ دار الہجرت، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، امام ابو عبدالرحمٰن الخلیل بن احمد فراہندی، متوفی ۱۷۵ھ
۱۵۰۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی
۱۵۱۔ قاموس اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم، ابو نعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری
۱۵۲۔ فیروز اللغات، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، الحاج فیروز الدین
۱۵۳۔ فرہنگ آصفیہ، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم، مولوی سید احمد دہلوی

فضائل و سیرت

۱۵۴۔ شفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
۱۵۵۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۵۶۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۵۷۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی، ۱۳۵۰ھ
۱۵۸۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی، ۱۰۵۲ھ
۱۵۹۔ الوفاء باحوال المصطفیٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۶۰۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف ... بابن قیم جوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ
۱۶۱۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ
۱۶۲۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ
۱۶۳۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
۱۶۴۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ
۱۶۵۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ
۱۶۶۔ حجت اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۶۷۔ نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ
۱۶۸۔ دلائل النبوت، مطبوعہ دار النفائس، امام ابو نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ
۱۶۹۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی
۱۷۰۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ
۱۷۱۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ
۱۷۲۔ استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر، متوفی ۴۶۳ھ

۱۷۳۔ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ

۱۷۴۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۷۵۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۰ھ

۱۷۶۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری

۱۷۷۔ الاروض الانف، مطبوعہ مکتبۂ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی متوفی ۵۸۱ھ

۱۷۸۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۷۹۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی، متوفی ۹۴۲ھ

۱۸۰۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج، متوفی ۷۳۷ھ

۱۸۱۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۸۲۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۱۳۱۰ھ

۱۸۳۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ، علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۱۸۴۔ تاریخ الخلفاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۸۵۔ مراۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلی، بیروت، علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۶۸ھ

۱۸۶۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۸۷۔ الجواہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۴ھ

۱۸۸۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۸۹۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی و اولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ

۱۹۰۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ ابو العباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ

۱۹۱۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ

۱۹۲۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ

۱۹۳۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ھ، علامہ عبد الغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ

۱۹۴۔ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابو القاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ

۱۹۵۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ

۱۹۶۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ

کتبِ فقہ حنفی

۱۹۷۔ کتاب الخراج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ

۱۹۸۔ مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ

۱۹۹۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند، ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ

۲۰۰۔ کتاب الحجۃ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، 〃 〃 〃 〃

۲۰۱۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی، متوفی ۴۸۳ھ

۲۰۲۔ مبسوط (شرح الکافی) مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ، 〃 〃 〃

۲۰۳۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ، بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ

۲۰۴۔ فتاویٰ النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابواللیث سمرقندی، متوفی، ۳۷۳ھ

۲۰۵۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ

۲۰۶۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ

۲۰۷۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان، 〃 〃 〃 〃

۲۰۸۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی، ۷۸۶ھ

۲۰۹۔ کفایہ، مطبوعہ 〃 〃 〃، علامہ جلال الدین خوارزمی

۲۱۰۔ فتح القدیر، مطبوعہ 〃 〃 〃، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ

۲۱۱۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی، ۸۵۵ھ

۲۱۲۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ

۲۱۳۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ، مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۱۴۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبۂ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی، متوفی ۷۴۳ھ

۲۱۵۔ درمختار، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۴۷ھ، علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ

۲۱۶۔ رد المحتار، مطبوعہ 〃 〃 〃، ۱۳۲۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۱۷۔ حاشیۃ الطحطاوی، علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ

۲۱۸۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۲۱۹۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ

۲۲۰۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ

۲۲۱۔ صغیری، مطبوعہ، مطبع مجتبائی، دہلی، 〃 〃 〃 〃

۲۲۲۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، متوفی ۸۸۵ھ

۲۲۳۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مولانا عبد الحلیم

۲۲۴۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ

۲۲۵۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبۂ امدادیہ ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حدّاد، متوفی ۸۰۰ھ

۲۲۶۔ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ

۲۲۷۔ فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ 〃 〃 〃، 〃، علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ

۲۲۸۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۲۹۔ تنقیح الفتاوی الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ، 〃 〃 〃

۲۳۰۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۴ھ، شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ

۲۳۱۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۳۲۔ فتاوی غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب

۲۳۳۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۲۳۴۔ اخبار القضاۃ، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء، امام وکیع محمد بن خلف حبان، متوفی ۳۰۶ھ

۲۳۵۔ معین الاحکام، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ علاؤ الدین ابو الحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی

۲۳۶۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی ۱۰۷۸ھ

۲۳۷۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۲۳۸۔ حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد الشبلی

۲۳۹۔ تکملہ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری

۲۴۰۔ خلاصۃ الفتاوی، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی

۲۴۱۔ المنتقی علی ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ

۲۴۲۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ معین الدین الہروی المعروف بمحمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ

۲۴۳۔ فتاوی عبد الحی، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ، مولانا عبد الحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ

۲۴۴۔ فتاوی رضویہ، مطبوعہ مطبع سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۴۵۔ الزبدۃ الزکیہ، مطبوعہ محبوب المطابع دہلی، 〃 〃 〃 〃

۲۴۶۔ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۴۷۔ فتاوی افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، 〃 〃 〃 〃

۲۴۸۔ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ

۲۴۹۔ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ

۲۵۰۔ فتاوی دار العلوم دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمان ومفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۵۱۔ فتاوی خیریہ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ علامہ خیر الدین اعلی متوفی ۱۳۸۱ھ

۲۵۲۔ حاشیۃ ابی السعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ

۲۵۳۔ فتاوی مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۵۴۔ جامع الفتاوی، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہ جہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں

۲۵۵۔ نصب الرایہ مطبوعہ مجلس علمی ہند، علامہ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ

۲۵۶۔ امداد الفتاوی، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۲۵۷۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۵۸۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی
۲۵۹۔ انسانی اعضاء کی پیوندکاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۶۰۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، " " " "
۲۶۱۔ اوزانِ شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ
۲۶۲۔ رسائل ومسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۶۳۔ ۵۔اے ذیلدار پارک (اردو مجالس سید مودودی) مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء، سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۶۴۔ برجندی علی شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو، ۱۳۲۴ھ، علامہ عبدالعلی برجندی
۲۶۵۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ
۲۶۶۔ مقالاتِ کوثری، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ زاہد الکوثری متوفی ۱۳۷۱ھ
۲۶۷۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، کراچی، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ
۲۶۸۔ شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی، ۱۳۲۷ھ، صدر الشریعہ عبیداللہ بن محمد متوفی ۷۴۷ھ
۲۶۹۔ حاشیہ مولوی الیاس، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی ۱۹۰۸ء، مولوی الیاس
۲۷۰۔ فتاویٰ نوریہ مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء، مولانا نور اللہ تعیمی بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ
۲۷۱۔ فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ
۲۷۲۔ عرفان شریعت، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، طبع دوم، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۷۳ فتاویٰ عزیزی، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۷۴۔ الطیب الوجیز فی امتتہ الورق والابریز، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۷۵۔ فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ، علامہ عالم بن العلاء الانصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ

کتب فقہ شافعی

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۷۶۔ کتاب الام، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۲۷۷۔ المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، متوفی ۴۵۵ھ
۲۷۸۔ شرح المہذب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۲۷۹۔ تکملہ شرح المہذب، " " " علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
۲۸۰۔ فتح العزیز شرح الوجیز، " " " علامہ ابوالقاسم محمد رافعی، متوفی ۶۲۳ھ
۲۸۱۔ مغنی المحتاج، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
۲۸۲۔ احیاء علوم الدین، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ

۲۸۳۔ الحاوی للفتاوی، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۲۸۴۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۲۸۵۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۲۸۶۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کتب فقہ مالکی

۲۸۷۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی، ۲۵۶ھ
۲۸۸۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دار الفکر بیروت، قاضی ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
۲۸۹۔ الشرح الصغیر علیٰ اقرب المسالک، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ ابو البرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی، متوفی ۱۱۹۷ھ
۲۹۰۔ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۲۹۱۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۲۹۲۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی، متوفی ۱۲۱۹ھ
۲۹۳۔ حاشیۃ الصاوی علیٰ الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۴۷ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۲۹۴۔ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ

کتب فقہ حنبلی

۲۹۵۔ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
۲۹۶۔ المغنی، " " " " " علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۲۹۷۔ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، " " " " "
۲۹۸۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی، ۶۸۲ھ
۲۹۹۔ انصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۴ھ، علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۰۰۔ مجموع الفتاوی، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل سعود، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ
۳۰۱۔ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی، متوفی ۷۶۳ھ
۳۰۲۔ تصحیح الفروع، " " " " علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۰۳۔ کشاف القناع، " " " " علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، متوفی ۱۰۵۱ھ

کتب فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۳۰۴۔ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ

۳۰۵۔ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازدیہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۳۰۶۔ مسلک السختام، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۳۰۷۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ نعمانیہ کتب خانہ لاہور

۳۰۸۔ کتاب الاموال، مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، امام ابو عبید قاسم بن سلام، متوفی ۲۲۴ھ

مذاہبِ اربعہ

۳۰۹۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ

۳۱۰۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ عبدالرحمٰن الجزیری

۳۱۱۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دارالافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ

۳۱۲۔ الفقہ الاسلامی و ادلتہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی

۳۱۳۔ التشریع الجنائی، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالقادر عودہ

۳۱۴۔ یسئلونک فی الدین والحیوٰۃ، مطبوعہ دارالجیل بیروت، ڈاکٹر احمد شرباصی، استاذ جامعہ ازہر۔

کتب شیعہ (حدیث و فقہ)

۳۱۵۔ الاصول من الکافی دارالکتب الاسلامیہ، تہران، شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ

۳۱۶۔ الفروع من الکافی، مطبوعہ 〃 〃 ۱۳۹۱ھ، 〃 〃 〃

۳۱۷۔ من لایحضرہ الفقیہ، مطبوعہ 〃 〃 شیخ ابوجعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ

۳۱۸۔ تہذیب الاحکام، مطبوعہ 〃 〃 شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ

۳۱۹۔ الاستبصار، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ، تہران، 〃 〃 〃

۳۲۰۔ نہج البلاغۃ مع فارسی ترجمہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران

۳۲۱۔ نہج البلاغۃ مع اردو ترجمہ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز

۳۲۲۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ عزالدین عبدالحمید بن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ

۳۲۳۔ تفسیر تبیان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ

۳۲۴۔ تفسیر مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۶ھ، شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ
۳۲۵۔ تفسیر منہج الصادقین، خیابان ناصر خسرو، شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ
۳۲۶۔ تفسیر قمی، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ، شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۲۹ھ
۳۲۷۔ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ، جمعے از نویسندگان
۳۲۸۔ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۲۹۔ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، شیخ ابو القاسم الخوئی،
۳۳۰۔ احتجاج، مطبوعہ دار النعمان ایران، شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی، متوفی ۶۲۰ھ
۳۳۱۔ حق الیقین، مطبوعہ محیا بان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۳۲۔ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انصاف پریس لاہور، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۳۳۔ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۳۴۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۶۰ھ
۳۳۵ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۳۶ المیزان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۰۲ھ، شیخ محمد حسین طبا طبائی، متوفی ۱۲۹۳ھ
۳۳۷۔ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دار العلم بیروت، شیخ محمد جواد مغنیہ
۳۳۸۔ ناسخ التواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ھ، میرزا محمد تقی مؤرخ شہیر، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۳۹۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۴۰۔ القرآن المبین تفسیر المتقین، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور، شیخ امداد حسین کاظمی مشہدی
۳۴۱۔ فدک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تہران، ۱۳۹۸ھ فقیر سید محمد حسن قزوینی
۳۴۲۔ شرح نہج البلاغہ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۶۷۹ھ
۳۴۳۔ رجال کشی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ایران، شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز کشی من علماء القرن الرابع

کتب عقائد و کلام

۳۴۴۔ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۴۵۔ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
۳۴۶۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۴۷۔ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ عبد الحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی، متوفی ۸۷۰ھ
۳۴۸۔ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۴۹۔ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ

۳۵۰۔ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالعزیز پرہاروی
۳۵۱۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی البہیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
۳۵۲۔ شرح المقاصد، مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۵۳۔ الاحکام السلطانیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ
۳۵۴۔ سائرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۳۵۵۔ مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف القدسی الشافعی متوفی ۹۰۶ھ
۳۵۶۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلیشنگ کمپنی، کراچی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب اصول حدیث

۳۵۷۔ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
۳۵۸۔ نقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکتہ مصطفیٰ البابی حلبی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبداللہ بن حسین خاطر
۳۵۹۔ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۶۰۔ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۳۶۱۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۶۲۔ تقریب النواوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۳۶۳۔ علوم الحدیث، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ
۳۶۴۔ تیسیر مصطلح الحدیث، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ڈاکٹر محمد طحان

کتب اصول فقہ

۳۶۵۔ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ، امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۳۶۶۔ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق ۱۲۹۴ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی، ۱۲۲۵ھ
۳۶۷۔ الرسالۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۳۶۸۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی واولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی متوفی، ۶۳۱ھ
۳۶۹۔ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی، ۴۸۲ھ
۳۷۰۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

متفرقات

۳۷۱۔ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ

۳۷۲۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ

۳۷۳۔ فتاوی حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی، متوفی ۹۴۷ھ

۳۷۴۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبد الحی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ

۳۷۵۔ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ

۳۷۶۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ

۳۷۷۔ نوادر النوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۴۶ھ

۳۷۸۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی، ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ

۳۷۹۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری

۳۸۰۔ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ

۳۸۱۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۳۸۲۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ

۳۸۳۔ حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری متوفی ۸۰۸ھ

۳۸۴۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۰۵ھ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود

۳۸۵۔ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ

۳۸۶۔ تکمیل الایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۳۸۷۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ

۳۸۸۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ

۳۸۹۔ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبۂ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیر آبادی، متوفی ۱۸۶۱ء

۳۹۰۔ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۳۹۱۔ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ

۳۹۲۔ امداد المشتاق، مکتبۂ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ

۳۹۳۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ

۳۹۴۔ المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، ۱۰۱۴ھ

۳۹۵۔ ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبۂ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۳۹۶۔ الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجیل بیروت، حافظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، متوفی

۳۹۷۔ فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۸۸ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ
۳۹۸۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمٰن (مدیر اعلیٰ)
۳۹۹۔ جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابو محمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۴۰۰۔ التلخیص الجبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ
۴۰۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
۴۰۲۔ الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
۴۰۳۔ احسن الفتاوی، مطبوعہ ایچ۔ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد
۴۰۴۔ ابریز من کلام سیدی عبد العزیز، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ سیدی احمد بن عبد المبارک
۴۰۵۔ تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ
۴۰۶۔ ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۴۰۷۔ صراط مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ، لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ
۴۰۸۔ میری داستان حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۴۰۹۔ رمز ایمان، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۴۱۰۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ
۴۱۱۔ التراتیب الاداریہ (نظام الحکومت النبویہ)، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبد الحیٔ الکتانی
۴۱۲۔ انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
۴۱۳۔ شرح جامی، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی، کراچی، مولانا عبد الرحمٰن جامی
۴۱۴۔ اعانۃ الطالبین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف بالسید البکری
۴۱۵۔ مختصر المعانی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۲ھ
۴۱۶۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷
۴۱۷۔ مقالات کاظمی، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ
۴۱۸۔ ہدایۃ النحو، مطبوعہ ایچ۔ایم۔سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ ابو الحیان اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ
۴۱۹۔ المرأۃ فی فکر الاسلامی مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۶ء، علامہ جمال محمد فقی رسول الباجوری
۴۲۰۔ اعلام الموقعین، مطبوعہ حارۃ حریک لبنان، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ
۴۲۱۔ اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
۴۲۲۔ رد الرفضۃ، مطبوعہ مشہور پریس کراچی، امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۴۲۳۔ تصفیہ مابین سنی وشیعہ، مطبوعہ گولڑہ شریف ۱۹۷۹ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ،
۴۲۴۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، " " ۱۴۱۲ھ، علامہ پیر سید مہر علی شاہ، متوفی ۱۳۵۶ھ،

شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

[illegible]

تزئین

[illegible]

وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

اور رسول تمہیں جو احکام دیں اُن کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

رحمۃ اللہ علیہ

جلد سابع

بِرّ، قدر، علم، ذِکر، توبہ، صفت المنافقین، فتن، زُھد، تفسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

Copyright ©
All Rights reserved
This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں
یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الطبع الثامن : ربیع الاوّل 1421ھ/جون 2000ء
الطبع التاسع : شوال 1423ھ/دسمبر 2002ء
تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، فاضل علوم شرقیہ
مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز لاہور
قیمت : -/345روپے

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔۴۲۔۷۲۲۴۸۹۹
ای۔میل: info@faridbookstall.com
ویب سائٹ: www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد سابع

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	افتتاحی کلمات۔	۲۴
۲	آراء و تاثرات۔	۳۲
۳	**کتاب البر والصلۃ والادب**	۳۷
۴	بر کا لغوی اور شرعی معنیٰ۔	۳۷
۵	صلہ کا لغوی اور شرعی معنیٰ۔	۳۸
۶	ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ۔	۳۸
۷	اخلاق حسنہ کی اہمیت۔	۳۹
	باب: ۸۹۷	۴۰
۸	والدین سے حسنِ سلوک اور ان کو مقدم رکھنا۔	۴۰
۹	ماں کا حق مقدم ہونے کی وجہ۔	۴۲
۱۰	والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۳
۱۱	والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے متعلق احادیث۔	۴۴
	باب: ۸۹۸	
۱۲	والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا نفل نماز وغیرہ پر مقدم ہونا۔	۴۸
۱۳	نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات۔	۵۲
۱۴	اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق۔	۵۳
۱۵	اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں۔	۵۴
۱۶	وسیلہ کا لغوی معنیٰ۔	۵۵
۱۷	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات۔	۵۶
۱۸	حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا۔	۵۹
۱۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا۔	۶۱
۲۰	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا۔	۶۲
۲۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا۔	۶۳
۲۲	بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا۔	۶۴
۲۳	حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔	۶۷
۲۴	حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔	۶۸
۲۵	شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح۔	۶۹
۲۶	طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایات سے تعارض کا جواب۔	۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۷	توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات۔	۷۱
۲۸	توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ۔	۷۴
۲۹	توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ۔	۷۶
۳۰	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ۔	۷۸
۳۱	توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ۔	۷۹
۳۲	انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث۔	۸۰
۳۳	رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۸۲
۳۴	امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج۔	۸۳
۳۵	ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف۔	۸۴
۳۶	ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف۔	۸۸
	باب: ۸۹۹	
۳۷	والدین کے دوستوں سے نیکی کرنے کا بیان۔	۹۰
۳۸	ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنے کے طریقے۔	۹۱
	باب: ۹۰۰	۹۲
۳۹	نیکی اور گناہ کی تفسیر۔	۹۲
۴۰	دل میں کھٹکنے والی چیز کے گناہ ہونے کی وضاحت۔	۹۳
	باب: ۹۰۱	
۴۱	صلہ رحم کا حکم اور قطع رحمی کی ممانعت۔	۹۳
۴۲	صلہ رحم کا معنیٰ اور کن لوگوں سے صلہ کرنا واجب ہے۔	۹۵
۴۳	قاطع رحم کے جہنمی ہونے کی توجیہ۔	۹۶
۴۴	صلہ رحم سے رزق اور عمر بڑھنے کا قضاء و قدر سے تعارض اور اس کا جواب۔	۹۶
	باب: ۹۰۲	
۴۵	حسد، بغض اور کسی سے روگردانی کرنے کی حرمت	۹۸
	باب: ۹۰۳	
۴۶	بغیر عذر شرعی کے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنے کی حرمت۔	۹۹
۴۷	تین دن تک ترک تعلق معاف رکھنے کی وجہ۔	۱۰۰
۴۸	بہ طور تادیب اور عتاب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کا جواز۔	۱۰۰
۴۹	اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۱۰۲
۵۰	اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۰۲
۵۱	اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات	۱۰۴
۵۲	ترک تعلق اور قطع تعلق کے سلسلے میں حرف آخر۔	۱۰۶
۵۳	تعلق توڑنے کے گناہ اور تعلق جوڑنے کے ثواب کے متعلق احادیث۔	۱۰۶
	باب: ۹۰۴	
۵۴	بدگمانی، تجسس اور حرص کی ممانعت۔	۱۰۸
۵۵	ظن کی تعریف اور قرآن مجید میں ظن کے استعمال کے مواضع۔	۱۰۹
۵۶	بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۱۱۰
۵۷	بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق احادیث	۱۱۰
۵۸	بدگمانی کے حرام ہونے کا بیان۔	۱۱۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۹	ظن کی اقسام اور ان کے احکام	۱۱۱
۶۰	مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق احادیث۔	۱۱۳
۶۱	مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق آثار صحابہ اور بحث و نظر۔	۱۱۵
۶۲	کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجسس کی ممانعت سے لاعلم تھے۔	۱۱۶
۶۳	ملک و ملت کی سلامتی کے لیے تجسس کرنے کا وجوب۔	۱۱۷
۶۴	مفسدوں کی سرکوبی کے لیے جاسوسی نظام کے قیام کا جواز۔	۱۱۸
۶۵	تجسس کی ممانعت اور جاسوسی کرنے کے سلسلہ میں خلاصہ بحث۔	۱۱۹
۶۶	حرص دنیا کی مذمت اور قناعت کی فضیلت۔	۱۱۹
۶۷	حرص مستحسن کے متعلق احادیث۔	۱۲۲
۶۸	قرآن مجید، احادیث اور آثار میں حسد کی ممانعت کا بیان۔	۱۲۴
۶۹	حسد اور رشک کی تعریف اور وضاحت۔	۱۲۵
۷۰	قرآن مجید، احادیث اور آثار میں بغض کی ممانعت کا بیان۔	۱۲۶
۷۱	بغض کی ممانعت کی تفصیل۔	۱۲۷
	باب: ۹۰۵	۱۲۸
۷۲	مسلمان پر ظلم کرنے اس کو رسوا کرنے اور اس کو حقیر جاننے کی حرمت۔	۱۲۸
۷۳	متقی کی تعریف۔	۱۲۹
۷۴	لفظ تقویٰ کی صرفی بحث۔	۱۲۹
۷۵	لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنیٰ۔	۱۲۹
۷۶	تقویٰ کی قسمیں۔	۱۳۰
۷۷	تقویٰ کیا ہے؟	۱۳۰
۷۸	جزا اور سزا کا مدار نیت اور دل کے فعل پر ہے۔	۱۳۲
	باب: ۹۰۶	
۷۹	کینہ رکھنے کی ممانعت۔	۱۳۲
۸۰	عرض اعمال کی توجیہ۔	۱۳۴
۸۱	کیا عرض اعمال کے بعد کبائر کی مغفرت بھی ہو جاتی ہے؟	۱۳۴
	باب: ۹۰۷	
۸۲	اللہ کے لیے محبت کی فضیلت۔	۱۳۵
۸۳	اللہ سے محبت کرنے کا بیان۔	۱۳۵
۸۴	اللہ سے محبت کرنے کے متعلق متکلمین اور صوفیاء کے نظریات اور مصنف کی تحقیق۔	۱۳۶
	باب: ۹۰۸	
۸۵	مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت۔	۱۳۷
۸۶	مریض کی عیادت کرنے کے متعلق احادیث۔	۱۴۲
۸۷	عیادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث۔	۱۴۴
۸۸	بدعقیدہ اور بدکار کی عیادت سے ممانعت کے متعلق احادیث۔	۱۴۶
۸۹	عیادت کا شرعی حکم۔	۱۴۷
۹۰	عیادت کے اوقات۔	۱۴۷
۹۱	عیادت کے آداب۔	۱۴۸
۹۲	اہل ذمہ کی عیادت کا حکم	۱۴۹
	باب: ۹۰۹	
۹۳	مومن کو غم، پریشانی یا بیماری کی بناء پر ملنے والے ثواب کا بیان۔	۱۴۹
۹۴	مصائب پر اجر ملنے کی تحقیق۔	۱۵۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۱۰	
۹۵	ظلم کی حرمت۔	۱۵۴
۹۶	اللہ تعالیٰ پر ظلم کے حرام ہونے کا بیان اور اصل فطرت میں انسان کو گمراہ قرار دینے کی توجیہ	۱۵۷
۹۷	مسلمان کے پردہ رکھنے کا بیان۔	۱۵۸
۹۸	حیوانات کے حشر کی تحقیق۔	۱۵۸
	باب: ۹۱۱	
۹۹	بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔	۱۶۱
۱۰۰	زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار۔	۱۶۲
۱۰۱	منافقین کی بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کا سبب	۱۶۲
	باب: ۹۱۲	
۱۰۲	مومنین کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتحاد۔	۱۶۳
	باب: ۹۱۳	
۱۰۳	گالی دینے کی ممانعت۔	۱۶۴
۱۰۴	گالی دینے کا حکم اور گالی کا بدلہ لینے کی تفصیل	۱۶۵
	باب: ۹۱۴	
۱۰۵	عفو اور انکسار کی فضیلت	۱۶۶
	باب: ۹۱۵	
۱۰۶	غیبت کی حرمت	۱۶۷
۱۰۷	غیبت، بہتان اور چغلی کی تعریفیں۔	۱۶۷
۱۰۸	غیبت کی حرمت کے متعلق قرآن مجید کا حکم۔	۱۶۸
۱۰۹	غیبت کی حرمت کے متعلق احادیث و آثار۔	۱۶۹
۱۱۰	غیبت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات۔	۱۷۳
۱۱۱	غیبت کے حرام ہونے کا بیان اور بحث و نظر	۱۷۵
۱۱۲	کیا امام غزالی نے غیبت کو گناہ صغیرہ کہا ہے؟	۱۷۶
۱۱۳	غیبت سننے کی حرمت کا بیان۔	۱۷۷
۱۱۴	جس شخص کی غیبت کی جائے اس کی حمایت کے متعلق احادیث۔	۱۷۷
۱۱۵	غیبت کی توبہ اور اس کے کفارہ کا بیان۔	۱۸۰
۱۱۶	صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے کے متعلق احادیث۔	۱۸۱
۱۱۷	جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے دعا و استغفار کافی ہونے کے متعلق احادیث کی تحقیق۔	۱۸۲
۱۱۸	کیا صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا ضروری ہے؟	۱۸۳
۱۱۹	غیبت کی توبہ کے طریقے میں مصنف کی تحقیق۔	۱۸۳
۱۲۰	فقہاء مذاہب کے نزدیک غیبت کی جائز صورتیں	۱۸۴
۱۲۱	قاضی یا حاکم کے سامنے مظلوم کی غیبت کا جواز۔	۱۸۶
۱۲۲	فتویٰ سے متعلق شخص کی غیبت کرنے کا جواز۔	۱۸۸
۱۲۳	برائی کے ازالہ کے لیے غیبت کا جواز۔	۱۸۹
۱۲۴	مشورہ دینے کے لیے غیبت کا جواز۔	۱۹۰
۱۲۵	فاسق معلن کی غیبت کا جواز۔	۱۹۲
۱۲۶	وصف مشہور کا ذکر غیبت نہیں ہے۔	۱۹۳
۱۲۷	غیبت کرنے کے مشہور اسباب۔	۱۹۵
۱۲۸	غیبت کس طرح ترک کی جائے۔	۱۹۵
	باب: ۹۱۶	
۱۲۹	جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی اس کو آخرت میں پردہ پوشی کی بشارت۔	۱۹۶
	باب: ۹۱۷	
۱۳۰	جس شخص سے درشت کلامی کا احتمال ہو اس سے نرم گفتگو کرنا۔	۱۹۷
	باب: ۹۱۸	
۱۳۱	نرمی کی فضیلت۔	۱۹۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۲	اللہ تعالیٰ پر "رفیق" کے اطلاق کا محل۔	۱۹۹
۱۳۳	اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنت میں نہیں ہے۔	۲۰۰
۱۳۴	اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ "خدا" کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق۔	۲۰۱
۱۳۵	جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔	۲۰۳
۱۳۶	اللہ میاں کہنا ناجائز ہے۔	۲۰۵
	باب: ۹۱۹	
۱۳۷	جانوروں وغیرہ پر لعنت کرنے کی ممانعت	۲۰۵
۱۳۸	زیادہ لعنت کرنے والے سے شہادت کی نفی کی توجیہات۔	۲۰۷
۱۳۹	لعنت کی تعریف، اقسام اور لعنت کرنے کی تحقیق	۲۰۸
	باب: ۹۲۰	
۱۴۰	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غیر مستحق پر لعنت کرنا یا اس کے خلاف دعاء ضرر کرنا اس کے لیے اجر اور رحمت ہے۔	۲۰۹
۱۴۱	غیر مستحق کے لیے آپ کی دعاء ضرر کی توجیہ۔	۲۱۴
۱۴۲	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث	۲۱۵
۱۴۳	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح۔	۲۱۷
	باب: ۹۲۱	۲۱۷
۱۴۴	دو رخے آدمی کی مذمت	۲۱۷
	باب: ۹۲۲	۲۱۸
۱۴۵	جھوٹ کی حرمت اور اس کے جواز کی صورتیں۔	۲۱۸
	باب: ۹۲۳	۲۲۰
۱۴۶	چغلی کی حرمت۔	۲۲۰
۱۴۷	چغلی کا معنیٰ۔	۲۲۰
۱۴۸	قرآن مجید سے چغلی کی ممانعت کا بیان۔	۲۲۰
۱۴۹	احادیث سے چغلی کی ممانعت کا بیان۔	۲۲۱
۱۵۰	چغلی سننے کا حکم۔	۲۲۲
	باب: ۹۲۴	
۱۵۱	جھوٹ کا قبح اور سچ کی فضیلت	۲۲۳
	باب: ۹۲۵	۲۲۵
۱۵۲	غصہ کے وقت نفس پر قابو پانے کی فضیلت اور کس چیز سے غصہ جاتا رہتا ہے؟۔	۲۲۵
	باب: ۹۲۶	
۱۵۳	بے قابو ہونا انسان کی سرشت میں ہے۔	۲۲۷
	باب: ۹۲۷	
۱۵۴	چہرے پر مارنے کی ممانعت	۲۲۷
۱۵۵	اللہ تعالیٰ پر صورت کے اطلاق کی توجیہ اور صورت کی وجہ تخصیص۔	۲۲۹
۱۵۶	چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ۔	۲۳۰
	باب: ۹۲۸	
۱۵۷	انسانوں کو ناحق عذاب دینے پر سخت وعید کا بیان۔	۲۳۰
	باب: ۹۲۹	
۱۵۸	جو شخص مسجد، بازار اور مجمعوں میں نیزہ لے کر چلے تو اس کے پیکان پکڑنے کا حکم۔	۲۳۲
	باب: ۹۳۰	
۱۵۹	مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت۔	۲۳۳
	باب: ۹۳۱	
۱۶۰	راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینے کی فضیلت	۲۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۳۲	۲۳۵
۱۶۱	بلی اور دیگر ایذاء نہ دینے والے جانوروں کو عذاب دینے کی حرمت۔	۲۳۵
۱۶۲	پرندوں اور دیگر جانوروں کو مقید کر کے رکھنے کا حکم۔	۲۳۶
	باب: ۹۳۳	
۱۶۳	تکبر کی حرمت۔	۲۳۷
۱۶۴	تکبر کی اقسام اور اسباب کا بیان۔	۲۳۷
	باب: ۹۳۴	
۱۶۵	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنے کی ممانعت	۲۳۸
	باب: ۹۳۵	
۱۶۶	ضعیفوں اور خاک نشینوں کی فضیلت	۲۳۹
	باب: ۹۳۶	
۱۶۷	یہ کہنے کی ممانعت کہ "لوگ ہلاک ہو گئے"	۲۴۰
	باب: ۹۳۷	
۱۶۸	ہم سایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کرنا۔	۲۴۰
۱۶۹	ہم سایہ کی تعریف اور اس کے حقوق۔	۲۴۲
	باب: ۹۳۸	
۱۷۰	ملاقات کے وقت کشادہ چہرے سے ملنے کا استحباب۔	۲۴۲
	باب: ۹۳۹	
۱۷۱	جو کام حرام نہ ہوں ان میں شفاعت کا استحباب	۲۴۲
	باب: ۹۴۰	
۱۷۲	نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور بروں کی صحبت سے اجتناب کرنے کا استحباب۔	۲۴۳
۱۷۳	مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق۔	۲۴۳
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۴۱	۲۴۴
۱۷۴	بیٹیوں کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت۔	۲۴۴
	باب: ۹۴۲	
۱۷۵	بچوں کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے کی فضیلت۔	۲۴۶
۱۷۶	مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے۔	۲۴۸
۱۷۷	غیر مسلموں کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے۔	۲۴۹
۱۷۸	آخرت میں غیر مسلموں کی نابالغ اولاد کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۲۵۰
	باب: ۹۴۳	۲۵۲
۱۷۹	جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو اس سے محبت کا حکم دیتا ہے، پھر آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں	۲۵۲
	باب: ۹۴۴	
۱۸۰	روحیں باہم مجتمع تھیں۔	۲۵۳
۱۸۱	الارواح جنود مجندۃ کا معنی۔	۲۵۴
	باب: ۹۴۵	
۱۸۲	جو شخص جس کے ساتھ محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہو گا۔	۲۵۴
	باب: ۹۴۶	
۱۸۳	نیک آدمی کی تعریف اس کے حق میں بشارت ہے۔	۲۵۷
	کتاب القدر	۲۵۹
	(تقدیر کا بیان)	
	باب: ۹۴۷	۲۶۰
۱۸۴		
۱۸۵		
۱۸۶		
۱۸۷	ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کی کیفیت،	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	اس کے رزق، موت وحیات، عمل اور سعادت وشقاوت کا لکھا جانا۔	۲۶۰
۱۸۷	کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟	۲۶۸
۱۸۸	جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب۔	۲۶۹
	باب: ۹۴۸	
۱۸۹	حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ	۲۷۳
۱۹۰	کیا معصیت کے ارتکاب پر تقدیر کا عذر پیش کیا جاسکتا ہے؟	۲۷۶
۱۹۱	عصمت کا لغوی معنیٰ۔	۲۷۷
۱۹۲	علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنیٰ۔	۲۷۸
۱۹۳	علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنیٰ اور بحث ونظر۔	۲۸۲
۱۹۴	عصمت کی تعریف پر اعتراضات کے جوابات۔	۲۸۳
۱۹۵	انبیاء علیہم السلام نہی کے مخاطب ہیں۔	۲۸۵
۱۹۶	امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے۔	۲۸۵
۱۹۷	عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب۔	۲۸۶
۱۹۸	عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب۔	۲۸۷
۱۹۹	معصوم اور محفوظ میں فرق۔	۲۸۹
۲۰۰	ملائکہ کی عصمت کا بیان۔	۲۹۰
۲۰۱	ملائکہ کی عصمت پر اعتراضات کے جوابات۔	۲۹۱
۲۰۲	ملائکہ کے مکلف ہونے اور نیکی اور بدی پر قادر ہونے کا بیان۔	۲۹۲
۲۰۳	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل۔	۲۹۵
۲۰۴	انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب۔	۲۹۷
۲۰۵	حضرت آدم علیہم السلام کی عصمت پر اعتراض کا جواب۔	۲۹۷
۲۰۶	حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کا جواب۔	۲۹۹
۲۰۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض کا جواب	۲۹۹
۲۰۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کا جواب۔	۲۹۹
۲۰۹	حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کا جواب	۳۰۰
۲۱۰	حضرت سلیمان علیہ السلام پر اعتراض کا جواب	۳۰۲
۲۱۱	حضرت یونس علیہ السلام پر اعتراض کا جواب	۳۰۴
۲۱۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان	۳۰۷
۲۱۳	واستغفر لذنبك سے اعتراض کا جواب	۳۰۷
۲۱۴	ووجدك ضالًا فهدى سے اعتراض کا جواب۔	۳۰۹
۲۱۵	ووضعنا عنك وزرك سے اعتراض کا جواب۔	۳۱۱
۲۱۶	عبس وتولّٰی سے اعتراض کا جواب	۳۱۲
۲۱۷	ولا تطرد الذين يدعون ربهم سے اعتراض کا جواب۔	۳۱۳
۲۱۸	غزوہ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے پر اعتراض کا جواب۔	۳۱۴
۲۱۹	عفا الله عنك لم اذنت لهم سے اعتراض کا جواب۔	۳۱۷
۲۲۰	ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔	۳۱۸
۲۲۱	ليغفر لك الله کی تاویل میں مفسرین کرام	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کے اقوال۔	۳۱۹
۲۲۲	لیغفر لك الله ۔ کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال کا خلاصہ اور محاکمہ۔	۳۲۲
۲۲۳	لیغفر لك الله ۔ کی تاویل میں مردود اقوال کا بیان۔	۳۲۳
۲۲۴	عطا خراسانی۔	۳۲۴
۲۲۵	عطا خراسانی کی تاویل پہ مبنی ترجمہ کی تحقیق۔	۳۲۴
۲۲۶	غفر کے بعد حرف لام کے معنیٰ کی کتب لغت سے تحقیق۔	۳۲۵
۲۲۷	اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے غفر کے بعد لام کا تعلیل کے لیے نہ ہونے اور انبیاء علیہم السلام کیساتھ مغفرت کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان۔	۳۲۷
۲۲۸	قرآن مجید کی نظم اور سلک معانی کے ربط سے آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان۔	۳۲۹
۲۲۹	احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان۔	۳۳۱
۲۳۰	آثار صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان۔	۳۳۵
۲۳۱	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا اعلان آپ کی عظیم خصوصیت ہے۔	۳۳۸
۲۳۲	مغفرت کی خصوصیت پر ایک معارضہ کا جواب۔	۳۴۱
۲۳۳	علماء اہلسنت کی عبارات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق۔	۳۴۱
۲۳۴	اعلیٰ حضرت کی عبارت میں لیغفر لك الله الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق	۳۴۳
۲۳۵	حضرت صدر الافاضل کی عبارت میں لیغفر	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۳۶	لك الله الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق	۳۴۳
۲۳۷	حضرت مفتی احمد یار خان کی عبارت میں لیغفر لك الله الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق۔	۳۴۵
۲۳۸	دو ترجموں میں سے راجح ترجمہ کا بیان۔	۳۴۵
۲۳۹	زیر بحث ترجمہ پر گرفت سے مصنف کا نقطہ نظر۔	۳۴۶
۲۴۰	تلك غرانيق العلى ۔ سے اعتراض کا جواب۔	۳۴۶
	باب: ۹۴۹	
۲۴۱	اللہ تعالیٰ کا جس طرح چاہے دلوں کا پھیر دینا۔	۳۵۰
۲۴۲	رحمان کی انگلیوں کی تشریح۔	۳۵۱
	باب: ۹۵۰	
۲۴۳	ہر چیز کا تقدیر سے وابستہ ہونا۔	۳۵۱
	باب: ۹۵۱	
۲۴۴	ابن آدم پر زنا وغیرہ کا حصہ مقدر ہے۔	۳۵۲
۲۴۵	"لمم" کی تفسیر۔	۳۵۲
	باب: ۹۵۲	
۲۴۶	"ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے" کا معنیٰ اور کفار اور مسلمانوں کے بچوں کا حکم۔	۳۵۳
۲۴۷	مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم۔	۳۵۷
۲۴۸	کافروں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم۔	۳۵۷
۲۴۹	فطرت کا بیان۔	۳۵۷
	باب: ۹۵۳	۳۵۸
۲۵۰	عمر اور رزق وغیرہ تقدیر میں مقرر ہیں ان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی۔	۳۵۸
۲۵۱	صلہ رحم سے عمر میں زیادتی کی تحقیق۔	۳۵۹
	.....	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۵۴	
۲۵۲	تقدیر کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے	۳۶۰
۲۵۳	مسئلہ تقدیر میں "اگر یا کاش" کہنے کا حکم۔	۳۶۱
	کتاب العلم	
۲۵۴		۳۶۲
۲۵۵	حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف۔	۳۶۳
۲۵۶	محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف۔	۳۶۳
۲۵۷	علم دین کی تفصیل۔	۳۶۳
۲۵۸	عوام کے لیے قدر ضروری علم کا بیان۔	۳۶۴
۲۵۹	خواص کے لیے قدر ضروری علم کا بیان	۳۶۴
۲۶۰	مروجہ علوم دینیہ کی تعریفات۔	۳۶۵
۲۶۱	قرآن مجید سے علم کی فضیلت کا بیان۔	۳۶۸
۲۶۲	احادیث سے علم کی فضیلت کا بیان	۳۶۹
۲۶۳	العلماء ورثۃ الانبیاء کی تحقیق۔	۳۷۷
۲۶۴	اہل علم کے فضائل اور اخروی درجات۔	۳۷۹
۲۶۵	اہل علم کے حقوق۔	۳۸۳
۲۶۶	اہل علم کے اختلافات کا باعث یُسر اور رحمت ہونا۔	۳۸۵
۲۶۷	طلب علم کے متعلق بعض مشہور احادیث کی تحقیق	۳۸۷
۲۶۸	اہل علم کو تحذیر اور نصیحت۔	۳۸۹
	باب: ۹۵۵	۳۹۴
۲۶۹	قرآن مجید میں اختلاف کرنے اور متشابہات قرآن مجید کے درپے ہونے کی ممانعت۔	۳۹۴
۲۷۰	متشابہات کی تفسیر کا بیان۔	۳۹۶
۲۷۱	علماء راسخین کے لیے متشابہات کی تاویل کے علم میں مذاہب۔	۳۹۷
۲۷۲	علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم	۳۹۷
۲۷۳	کے ثبوت میں فقہاء شافعیہ کے دلائل۔	۳۹۷
۲۷۴	علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کی نفی میں فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۹۸
۲۷۵	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات۔	۳۹۹
۲۷۶	اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کی تاویل میں تحقیق۔	۴۰۰
۲۷۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کے لیے متشابہات کے علم کی تحقیق۔	۴۰۰
	قرآن مجید میں لفظی تحریف کا محال ہونا۔	۴۰۱
	باب: ۹۵۶	۴۰۲
۲۷۸	آخر زمانہ میں علم کا اٹھ جانا اور جہل اور فتنوں کا غلبہ ہونا۔	۴۰۲
۲۷۹	علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی۔	۴۰۷
۲۸۰	قیامت کی علامات میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ۔	۴۰۷
۲۸۱	جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت۔	۴۰۸
	باب: ۹۵۷	
۲۸۲	مسلمانوں میں نیک طریقہ یا بُرے راستہ کی ابتداء کرنے کا شرعی حکم۔	۴۰۹
۲۸۳	نیک کاموں کو ایجاد کرنے اور ان کی دعوت دینے کا اجر و ثواب۔	۴۱۱
۲۸۴	کسی برائی کی ابتداء کرنے کے بعد توبہ کر لینے کے بعد گناہ لکھے جانے کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا نہیں؟۔	۴۱۱
۲۸۵	میلاد، عرس اور دیگر معمولات اہل سنت کے استحسان پر دلیل۔	۴۱۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۸۶	شیخ گنگوہی کا سالگرہ کو جائز اور میلاد النبی کو ناجائز کہنا۔	۴۱۲
۲۸۷	شیخ گنگوہی کے استدلال پر بحث ونظر۔	۴۱۳
۲۸۸	**کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار**	۴۱۵
۲۸۹	اللہ کے ذکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۱۵
۲۹۰	اللہ کے ذکر کے متعلق احادیث۔	۴۱۶
۲۹۱	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۲۴
۲۹۲	اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث۔	۴۲۶
۲۹۳	دعا کی شرائط اور آداب کے متعلق احادیث۔	۴۳۲
۲۹۴	قبولیت دعا پر ایک اعتراض اور اس کے جوابات۔	۴۳۶
۲۹۵	آداب دعا کا خلاصہ۔	۴۳۷
۲۹۶	انبیاء سابقین علیہم السلام کی بعض دعائیں۔	۴۳۸
۲۹۷	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں۔	۴۴۰
۲۹۸	توبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ۔	۴۴۳
۲۹۹	توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۴۳
۳۰۰	توبہ کے متعلق احادیث۔	۴۴۴
۳۰۱	استغفار کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۴۴۶
۳۰۲	استغفار کے متعلق احادیث۔	۴۴۶
	باب: ۹۵۸	
۳۰۳	ذکر الٰہی کی ترغیب۔	۴۴۷
۳۰۴	انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت اور "اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے کی" توجیہات	۴۴۸
	باب: ۹۵۹	
۳۰۵	اللہ تعالیٰ کے اسماء اور ان کو یاد کرنے کی فضیلت۔	۴۴۹
۳۰۶	اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر۔	۴۵۰
۳۰۷	اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق۔	۴۵۰
۳۰۸	اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل۔	۴۵۳
۳۰۹	اسم اعظم کی تحقیق۔	۴۵۳
	باب: ۹۶۰	
۳۱۰	اصرار سے دعا کرے یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو دے دے۔	۴۵۵
	باب: ۹۶۱	
۳۱۱	مصیبت پر موت کی تمنا نہ کرے۔	۴۵۶
	باب: ۹۶۲	
۳۱۲	جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے۔	۴۵۷
۳۱۳	اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند یا ناپسند کرنے کا موقع اور محل۔	۴۶۰
	باب: ۹۶۳	
۳۱۴	ذکر اور دعا کی فضیلت، اور اللہ کے تقرب کا بیان۔	۴۶۰
۳۱۵	اجر وثواب میں مختلف للنوع اضافوں کی حکمتیں	۴۶۲
	باب: ۹۶۴	
۳۱۶	دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی کراہت۔	۴۶۳
	باب: ۹۶۵	
۳۱۷	مجالس ذکر کی فضیلت۔	۴۶۴
۳۱۸	مجلس ذکر کے مصادیق	۴۶۵
۳۱۹	ذکر کی اقسام۔	۴۶۵
۳۲۰	ذکر بالجہر اور ذکر خفی میں کون سا ذکر افضل ہے	۴۶۶
۳۲۱	اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مرتبہ۔	۴۶۶
	باب: ۹۶۶	
۳۲۲	اکثر اوقات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا	۴۶۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کا بیان۔	۴۶۶
	باب: ۹۶۷	
۳۲۳	لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ کہنے اور دعا کرنے کی فضیلت۔	۴۶۷
	باب: ۹۶۸	
۳۲۴	تلاوت قرآن اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت	۴۷۰
	باب: ۹۶۹	
۳۲۵	استغفار کرنے کا استحباب اور بکثرت استغفار کرنے کا بیان۔	۴۷۲
۳۲۶	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر غین (ابر) چھانے کی توجیہات۔	۴۷۲
۳۲۷	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات۔	۴۷۴
	باب: ۹۷۰	
۳۲۸	توبہ کا بیان۔	۴۷۶
۳۲۹	توبہ کا معنیٰ اور توبہ کے ارکان۔	۴۷۶
۳۳۰	قبول توبہ کی شرائط۔	۴۷۷
	باب: ۹۷۱	
۳۳۱	جہاں شریعت نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے اس کے سوا میں ذکر بالسر کرنے کا استحباب۔	۴۷۷
۳۳۲	ذکر بالجہر کی تحقیق۔	۴۷۹
	باب: ۹۷۲	
۳۳۳	دعائیں اور استعاذہ	۴۸۱
۳۳۴	نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگی ہے ان کی تشریح۔	۴۸۵
	باب: ۹۷۳	
۳۳۵	سونے کے وقت کی دعا۔	۴۸۶
	باب: ۹۷۴	
۳۳۶	دعاؤں کا بیان۔	۴۹۰
	باب: ۹۷۵	
۳۳۷	سوتے وقت اور علی الصباح تسبیح کرنے کا بیان۔	۴۹۵
	باب: ۹۷۶	
۳۳۸	مرغ کی بانگ کے وقت دعا کا استحباب۔	۴۹۷
	باب: ۹۷۷	
۳۳۹	مصیبت کے وقت کی دعا۔	۴۹۸
	باب: ۹۷۸	
۳۴۰	سبحان اللہ و بحمدہ کی فضیلت۔	۴۹۹
	باب: ۹۷۹	
۳۴۱	مسلمانوں کے پس پشت دعا کرنے کی فضیلت	۴۹۹
	باب: ۹۸۰	
۳۴۲	کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا استحباب	۵۰۰
	باب: ۹۸۱	
۳۴۳	جب تک قبولیت کی جلدی نہ کرے دعا قبول ہوتی ہے	۵۰۱
	باب: ۹۸۲	
۳۴۴	اہل جنت اکثر فقراء ہوں گے اور اہل دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی۔	۵۰۱
	باب ۹۸۳	
۳۴۵	غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا قصہ اور نیک اعمال کا وسیلہ۔	۵۰۴
۳۴۶	نیک اعمال سے توسل۔	۵۰۷
	کتاب التوبہ	۵۰۸
	باب: ۹۸۴	
۳۴۷	توبہ کا بیان۔	۵۰۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۸۵	
۳۴۸	استغفار کی فضیلت۔	۵۱۱
	باب: ۹۸۶	
۳۴۹	ذکر کے دوام اور امورِ آخرت میں غور و فکر کی فضیلت۔	۵۱۳
	باب: ۹۸۷	
۳۵۰	اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔	۵۱۵
۳۵۱	رحمت اور غضب کی توجیہ۔	۵۱۹
۳۵۲	اللہ کی قدرت میں شک کرنے کی توجیہ۔	۵۲۰
	باب: ۹۸۸	۵۲۰
۳۵۳	گناہوں کی توبہ کا قبول ہونا خواہ گناہ اور توبہ بار بار ہوں۔	۵۲۰
	باب: ۹۸۹	۵۲۲
۳۵۴	اللہ تعالیٰ کی غیرت کا بیان اور بے حیائی کے کاموں کی ممانعت۔	۵۲۲
	باب: ۹۹۰	
۳۵۵	نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔	۵۲۴
۳۵۶	گناہوں کو دور کرنے والی "حسنات" کی تشریح۔	۵۲۷
۳۵۷	حد کا معنیٰ	۵۲۷
۳۵۸	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف۔	۵۲۷
	باب: ۹۹۱	
۳۵۹	قاتل کی توبہ کا قبول ہونا خواہ اس نے زیادہ قتل کیے ہوں۔	۵۲۷
۳۶۰	قاتل کی توبہ کی تحقیق۔	۵۲۹
۳۶۱	تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	دینے کا استحباب۔	۵۳۰
۳۶۲	اولیاء کرام کی وجاہت۔	۵۳۰
	باب: ۹۹۲	
۳۶۳	مومنوں پر اللہ کی رحمت کی وسعت اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر مسلمان کے عوض کافر کا فدیہ دیا جانا۔	۵۳۱
۳۶۴	کافروں کے فدیہ ہونے کی وضاحت۔	۵۳۲
	باب: ۹۹۳	
۳۶۵	حضرت کعب بن مالک، اور ان کے ساتھیوں کی توبہ کا بیان۔	۵۳۲
۳۶۶	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا لفظ کُن کے ساتھ تصرف۔	۵۴۵
۳۶۷	حضرت کعب کی حدیث کے مسائل۔	۵۴۶
	باب: ۹۹۴	
۳۶۸	تہمت کی حدیث اور تہمت لگانے والوں کی توبہ قبول ہونا۔	۵۴۸
۳۶۹	سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب۔	۵۵۸
۳۷۰	نزولِ وحی سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم اور شبہات کے جوابات۔	۵۵۸
۳۷۱	کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔	۵۶۰
۳۷۲	حضرت عائشہ کی برأت پر علماء اہلِ سنت کے دلائل۔	۵۶۱
۳۷۳	حضرت عائشہ کی براءت پر علماء شیعہ کے دلائل۔	۵۶۲
۳۷۴	حضرت عائشہ کی براءت کے متعلق نازل ہونے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	والی قرآن مجید کی آیات۔	۵۶۳
۳۷۵	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل۔	۵۶۵
۳۷۶	حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل۔	۵۶۶
۳۷۷	حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ "میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی۔"	۵۷۰
	باب: ۹۹۵	
۳۷۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم کی تہمت سے برأت	۵۷۱
۳۷۹	منافقین کی صفات اور ان کے احکام۔	۵۷۲
	باب: ۹۹۶	۵۷۲
۳۸۰	عبداللہ بن اُبی کی مختصر سوانح۔	۵۸۰
۳۸۱	حضرت زید بن ارقم کی شکایت کے متعلق دیگر روایات اور ان کی تشریح۔	۵۸۱
۳۸۲	ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق۔	۵۸۲
۳۸۳	ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا۔	۵۸۳
۳۸۴	ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث	۵۸۴
۳۸۵	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟	۵۸۶
۳۸۶	مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟	۵۸۸
۳۸۷	استغفر لهم اولا تستغفر لهم سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب۔	۵۸۹
۳۸۸	ابن ابی کا نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق امام رازی کا تسامح۔	۵۹۰
۳۸۹	کیا ابن ابی کے حق میں مغفرت کی دعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟	۵۹۱
	باب: ۹۹۷	
۳۹۰	قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال۔	۵۹۲
۳۹۱	کفار کی نیکیوں کا آخرت میں کام نہ آنا۔	۶۰۳
۳۹۲	اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی توجیہ۔	۶۰۳
۳۹۳	اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی توجیہ۔	۶۰۴
۳۹۴	بعض دنوں کو منحوس قرار دینے کی تحقیق۔	۶۰۵
۳۹۵	بدشگونی کی مذمت میں احادیث کا بیان۔	۶۰۹
۳۹۶	بدشگونی کی مذمت میں فقہاء اسلام کی تصریحات	۶۱۰
۳۹۷	بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے۔	۶۱۲
۳۹۸	بدشگونی کے سلسلے میں خلاصہ بحث۔	۶۱۳
۳۹۹	روح کی بحث۔	۶۱۳
۴۰۰	یہودیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا؟	۶۱۳
۴۰۱	روح کی تعریف۔	۶۱۴
۴۰۲	روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت۔	۶۱۵
۴۰۳	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیئے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات۔	۶۱۵
	باب: ۹۹۸	
۴۰۴	چاند کا پھٹ جانا۔	۶۱۷
۴۰۵	شق القمر کو باقی دنیا نے کیوں نہیں دیکھا؟	۶۱۹
۴۰۶	شق القمر کے متعلق احادیث کی تحقیق۔	۶۱۹
۴۰۷	آیا شق القمر ایک بار ہوا تھا یا کئی بار؟	۶۲۰
۴۰۸	قرآن مجید میں شق القمر کا بیان۔	۶۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۹۹۹	
۴۰۹	کفار کا بیان	۶۲۱
۴۱۰	صبر اور حلم کا معنی۔	۶۲۳
۴۱۱	اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی	۶۲۴
	باب: ۱۰۰۰	
۴۱۲	مومن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملے گا اور کافر کو صرف دنیا میں۔	۶۲۵
	باب: ۱۰۰۱	
۴۱۳	مومن اور کافر کی مثال۔	۶۲۶
	باب: ۱۰۰۲	
۴۱۴	مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے۔	۶۲۸
۴۱۵	کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل۔	۶۲۹
	باب: ۱۰۰۳	
۴۱۶	لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے شیطان کا اپنے لشکر کو روانہ کرنا اور برانگیختہ کرنا۔	۶۳۱
۴۱۷	شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین کا رد۔	۶۳۳
۴۱۸	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر ایک دلیل۔	۶۳۶
۴۱۹	ابلیس، شیطان اور جن کی حقیقتوں کا بیان۔	۶۳۶
۴۲۰	شیطان کی وسوسہ اندازی کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۳۷
۴۲۱	شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۶۳۹
۴۲۲	شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث۔	۶۴۰
۴۲۳	شیطان کے جسم میں داخل ہو کر ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث۔	۶۴۱
۴۲۴	انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال۔	۶۴۳
۴۲۵	صرع (مرگی) کے معنیٰ کا بیان۔	۶۴۴
۴۲۶	انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔	۶۴۴
۴۲۷	انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق مصنف کا موقف	۶۴۹
	باب: ۱۰۰۴	
۴۲۸	رحمت الٰہی کے بغیر کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا۔	۶۵۰
۴۲۹	عمل کے سبب سے اجر ملنے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے مذاہب۔	۶۵۲
	باب: ۱۰۰۵	
۴۳۰	زیادہ عمل کرنے اور عبادت میں کوشش کرنے کی ترغیب۔	۶۵۴
۴۳۱	نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب کے معنیٰ کا بیان۔	۶۵۵
۴۳۲	لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك کی توجیہ میں غیر مقبول توجیہات کا بیان۔	۶۵۵
۴۳۳	لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك کی توجیہ میں مقبول توجیہات کا بیان۔	۶۵۶
	باب: ۱۰۰۶	
۴۳۴	نصیحت میں اعتدال۔	۶۵۸
۴۳۵	امت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان	۶۵۹
۴۳۶	**کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا۔**	۶۶۱
	باب: ۱۰۰۷	
۴۳۷	نیک اور بد اعمال کا بیان۔	۶۶۹
۴۳۸	جنت اور دوزخ میں عورتوں کی کثرت۔	۶۷۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۰۰۸	
۴۳۹	جہنم کا بیان، اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔	۶۷۰
۴۴۰	جنت اور دوزخ کا مباحثہ۔	۶۷۹
۴۴۱	دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ۔	۶۸۰
۴۴۲	جنت میں دخول کا سبب اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔	۶۸۱
۴۴۳	موت کو ذبح کرنے کی تحقیق۔	۶۸۱
۴۴۴	بلا معصیت عذاب اور بلا اطاعت ثواب کی تحقیق۔	۶۸۲
۴۴۵	اولیاء اللہ کی کرامت پر دلیل۔	۶۸۵
۴۴۶	بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا بیان۔	۶۸۶
۴۴۷	مائلات اور مميلات کی تشریح۔	۶۸۷
	باب: ۱۰۰۹	
۴۴۸	دنیا کی فنا اور قیامت کے دن حشر کا بیان۔	۶۸۷
	باب: ۱۰۱۰	
۴۴۹	قیامت کے ہولناک احوال، اللہ اس کی ہولناکیوں میں ہماری مدد فرمائے۔	۶۹۰
۴۵۰	روز قیامت کی شدت۔	۶۹۲
۴۵۱	روز قیامت کی مقدار۔	۶۹۲
	باب: ۱۰۱۱	
۴۵۲	جن صفات سے دنیا میں جنتی اور دوزخی لوگوں کی معرفت ہوتی ہے۔	۶۹۳
۴۵۳	حدیث الباب کی تشریح۔	۶۹۵
	باب: ۱۰۱۲	
۴۵۴	میت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانا پیش کرنے، عذاب قبر کے اثبات اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان۔	۶۹۷
۴۵۵	میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان۔	۷۰۴
۴۵۶	قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل۔	۷۰۵
۴۵۷	احادیث سے عذاب قبر پر دلائل۔	۷۰۷
۴۵۸	عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات۔	۷۰۸
۴۵۹	عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات۔	۷۰۹
۴۶۰	آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟	۷۱۰
۴۶۱	قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث۔	۷۱۲
۴۶۳	آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟	۷۱۶
۴۶۳	آیا پچھلی امتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس امت کے ساتھ مخصوص ہے؟	۷۱۸
۴۶۴	آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟	۷۱۹
۴۶۵	قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق۔	۷۱۹
۴۶۶	قبر کے سوال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق۔	۷۲۰
۴۶۷	قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا۔	۷۲۴
۴۶۸	ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔	۷۲۴
۴۶۹	قبر میں مردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق	۷۲۷
۴۷۰	قبروں کی زیارت کرنا، اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا، ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا۔	۷۲۸
۴۷۱	روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق۔	۷۳۲

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۷۲	روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا۔	۷۳۳
۴۷۳	زیارت قبور کا بیان۔	۷۳۴
۴۷۴	عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث۔	۷۳۵
۴۷۵	فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم۔	۷۳۷
۴۷۶	فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم۔	۷۴۰
۴۷۷	فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم۔	۷۴۰
۴۷۸	فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم۔	۷۴۲
۴۷۹	خلاصہ بحث۔	۷۴۲
۴۸۰	کون کہاں مرے گا؟ اور کل کیا ہوگا اس کے علم کی تحقیق۔	۷۴۲
۴۸۱	سماع موتی کی تحقیق۔	۷۴۳
۴۸۲	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سماع موتی سے انکار اور اس کا جواب۔	۷۴۵
	باب: ۱۰۱۳	
۴۸۳	موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم۔	۷۴۶
۴۸۴	اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا بیان۔	۷۴۸
۴۸۵	**فتنوں اور علامات قیامت کا بیان**	۷۴۹
۴۸۶	فتن کا معنیٰ۔	۷۴۹
۴۸۷	اشراط ساعت کا معنیٰ۔	۷۵۰
۴۸۸	وقوع قیامت پر عقلی دلیل۔	۷۵۰
	باب: ۱۰۱۴	۷۵۱
۴۸۹	یاجوج اور ماجوج کی تحقیق۔	۷۸۳
۴۹۰	قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا بیان۔	۷۸۴
۴۹۱	احادیث میں یاجوج اور ماجوج کا بیان۔	۷۸۵
۴۹۲	سد ذوالقرنین کا جائے وقوع۔	۷۸۷
۴۹۳	صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف۔	۷۸۸
۴۹۴	ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم۔	۷۹۰
۴۹۵	حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب۔	۷۹۱
۴۹۶	**حضرت معاویہ کے فضائل۔**	۷۹۲
۴۹۷	تین چیزوں میں سے ایک چیز کا سوال کرنے سے آپ کو کیوں روک دیا گیا؟۔	۷۹۶
۴۹۸	دابۃ الارض کا بیان۔	۷۹۷
۴۹۹	حضرت عمار بن یاسر کی شہادت۔	۷۹۸
۵۰۰	قیصر وکسریٰ کی ہلاکت کا بیان۔	۷۹۸
	باب: ۱۰۱۵	
۵۰۱	ابن صیاد کا تذکرہ۔	۷۹۹
۵۰۲	ابن صیاد کا بیان۔	۸۰۷
۵۰۳	ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء۔	۸۰۷
۵۰۴	دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ۔	۸۰۸
۵۰۵	ابن صیاد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت۔	۸۰۸
۵۰۶	ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق۔	۸۰۹
۵۰۷	دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات۔	۸۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	باب: ۱۰۱۶	
۵۰۸	مسیح دجال کا بیان۔	۸۱۱
۵۰۹	دجال کی وجہ تسمیہ۔	۸۲۳
۵۱۰	دجال کی معرفت کے متعلق ضروری امور کا بیان۔	۸۲۳
۵۱۱	آیا قرآن مجید میں دجال کا ذکر ہے یا نہیں؟	۸۲۴
۵۱۲	دجال کی ہلاکت کا بیان۔	۸۲۵
۵۱۳	دجال کی الوہیت باطل کرنے کے لیے اس کے کانے پن کو بیان کرنے کی وجہ۔	۸۲۵
۵۱۴	آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال اور اس کے خروج کے وقت کا علم تھا یا نہیں؟	۸۲۶
۵۱۵	خروج دجال کے وقت ایک دن کا طویل ہو کر ایک سال کا ہونا۔	۸۲۷
	باب: ۱۰۱۷	
۵۱۶	جسّاسہ کا بیان۔	۸۲۹
	باب: ۱۰۱۸	
۵۱۷	دجال کے متعلق بقیہ احادیث۔	۸۳۵
	باب: ۱۰۱۹	
۵۱۸	فتنہ کے زمانہ میں عبادت کی فضیلت۔	۸۳۷
	باب: ۱۰۲۰	
۵۱۹	قیامت کا قریب ہونا۔	۸۳۷
	باب: ۱۰۲۱	
۵۲۰	دو بار صور پھونکنے کے درمیان وقفہ کا بیان۔	۸۴۰
۵۲۱	**کتاب الزہد والرقاق**	۸۴۲
۵۲۲	رقاق کا لغوی معنیٰ۔	۸۴۲
۵۲۳	رقاق کا مصداق۔	۸۴۳
۵۲۴	زہد کا لغوی معنیٰ۔	۸۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۵	زہد کا اصطلاحی معنیٰ	۸۴۳
۵۲۶	زہد کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۸۴۴
۵۲۷	زہد کے متعلق احادیث	۸۴۴
۵۲۸	زہد کے درجات۔	۸۴۶
	باب: ۱۰۲۲	۸۴۶
۵۲۹	دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے	۸۶۲
۵۳۰	خلافت کا ملوکیت سے بدل جانا۔	۸۶۲
۵۳۱	فقر اور غنا۔	۸۶۲
۵۳۲	فقراء کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جانے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق۔	۸۶۴
	باب: ۱۰۲۳	
۵۳۳	ثمود کے گھروں سے روتے ہوئے بغیر گزرنے کی ممانعت	۸۶۴
۵۳۴	حجر کے تاریخی اور جغرافیائی حالات۔	۸۶۶
	باب: ۱۰۲۴	
۵۳۵	بیوہ، مسکین اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت۔	۸۶۸
	باب: ۱۰۲۵	
۵۳۶	مسجد بنانے کی فضیلت۔	۸۶۸
۵۳۷	مسجد کی فضیلت کے متعلق احادیث۔	۸۶۹
۵۳۸	مسجد تعمیر کرنے کے متعلق احادیث۔	۸۷۱
۵۳۹	مسجد کو مزین کرنے کا شرعی حکم۔	۸۷۲
۵۴۰	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ	۸۷۵
۵۴۱	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۷۶
۵۴۲	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۷۷
۵۴۳	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء احناف	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	کا نظریہ۔	۸۷۸
۵۴۴	مسجد میں سترہ کی بحث۔	۸۸۲
۵۴۵	بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۸۸۵
۵۴۶	بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۸۸۶
۵۴۷	بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۸۷
۵۴۸	بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گزرنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۸۸
۵۴۹	مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے کی تحقیق۔	۸۹۲
۵۵۰	مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر قرآن مجید اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی عبارات سے استدلال۔	۸۹۲
۵۵۱	مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر احادیث سے استدلال۔	۸۹۵
۵۵۲	مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات۔	۸۹۶
۵۵۳	سوال کرنے کے جواز کا معیار۔	۸۹۷
۵۵۴	سائل کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۸۹۸
۵۵۵	دار اسلام میں غیر اسلامی معابد کے احکام۔	۸۹۹
	باب: ۱۰۲۶	
۵۵۶	مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کی فضیلت۔	۹۰۰
۵۵۷	صدقہ کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۹۰۱
۵۵۸	صدقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث۔	۹۰۲
	باب: ۱۰۲۷	
۵۵۹	ریاکاری کی حرمت۔	۹۰۵
۵۶۰	ریاکاری کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۹۰۷
۵۶۱	ریاکاری کے متعلق احادیث۔	۹۰۷
۵۶۲	ریاکاری کے درجات۔	۹۱۳
	باب: ۱۰۲۸	
۵۶۳	زبان کی حفاظت۔	۹۱۴
	باب: ۱۰۲۹	
۵۶۴	دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود عمل نہ کرنے کا عذاب۔	۹۱۴
۵۶۵	مداہنت کی تحقیق۔	۹۱۵
۵۶۶	مداہنت کا لغوی معنی۔	۹۱۶
۵۶۷	مدارات کا لغوی معنی۔	۹۱۷
۵۶۸	مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق۔	۹۱۷
۵۶۹	کافروں سے موالات کی ممانعت۔	۹۱۸
۵۷۰	غیر مرتد کافروں کے ساتھ مجرد معاملت کی اجازت۔	۹۱۸
۵۷۱	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۹۱۹
۵۷۲	نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۹۲۰
۵۷۳	آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟	۹۲۱
	باب: ۱۰۳۰	
۵۷۴	اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت۔	۹۲۳
۵۷۵	اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت سے متعلق دیگر احادیث۔	۹۲۳
	باب: ۱۰۳۱	
۵۷۶	چھینک لینے والے کو جواب دینا۔	۹۲۴
۵۷۷	چھینک کے متعلق احکام میں مذاہب اربعہ۔	۹۲۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷۸	چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے طریقہ کا بیان۔	۹۲۷
۵۷۹	جن لوگوں کو چھینک کا جواب دینا ممنوع ہے۔	۹۲۸
۵۸۰	چھینک کے جواب کا بیان۔	۹۲۹
۵۸۱	جمائی کا بیان۔	۹۲۹
	باب: ۱۰۳۲	
۵۸۲	احادیث متفرقہ۔	۹۳۰
۵۸۳	نور کے معنیٰ کی تحقیق۔	۹۳۲
۵۸۴	ملائکہ کی حقیقت کا بیان۔	۹۳۳
۵۸۵	انسان، جن اور ملائکہ میں جوہر ذات کے اعتبار سے کون افضل ہے؟	۹۳۶
۵۸۶	انسان اور فرشتہ میں کسی کی افضلیت پر قطعیت نہیں ہے۔	۹۳۸
	باب: ۱۰۳۳	
۵۸۷	کسی کی اتنی زیادہ تعریف کرنے کی ممانعت جس سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہو۔	۹۴۱
۵۸۸	کسی کے منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث و آثار۔	۹۴۴
۵۸۹	کسی کے منہ پر تعریف کرنے کے جواز کے متعلق احادیث و آثار۔	۹۴۴
۵۹۰	منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔	۹۵۰
	باب: ۱۰۳۴	
۵۹۱	حدیث کو محفوظ رکھنے اور علم کی باتوں کو لکھنے کا حکم۔	۹۵۲
۵۹۲	علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق فقہاء اور محدثین کا نظریہ۔	۹۵۲
۵۹۳	لکھنے کے ثبوت کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۹۵۳
۵۹۴	مذاہب اربعہ کے مفسرین کے نزدیک لکھنے کا شرعی حکم۔	۹۵۴
۵۹۵	لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۹۵۶
۵۹۶	تعلیم نسواں کے متعلق خصوصی احادیث۔	۹۶۰
۵۹۷	بالخصوص تعلیم کتابت نسواں کے متعلق حدیث	۹۶۲
۵۹۸	تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات۔	۹۶۳
۵۹۹	دنیا کی اسلام کی نامور لکھنے والی خواتین۔	۹۶۴
۶۰۰	مانعین تعلیم کتابت نسواں کی روایات پر بحث و نظر۔	۹۶۸
۶۰۱	خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کرنے کی بعض عبارات پر علماء کا تبصرہ۔	۹۷۰
۶۰۲	مانعین تعلیم کتابت نسواں کے عقلی شبہات پر بحث و نظر۔	۹۷۲
۶۰۳	تعلیم نسواں کے جواز اور استحسان پر عقلی دلائل اور حرف آخر۔	۹۷۳
	باب: ۱۰۳۵	
۶۰۴	اصحاب اخدود، ساحر، راہب اور لڑکے کا قصہ۔	۹۷۳
۶۰۵	اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح۔	۹۷۷
	باب: ۱۰۳۶	
۶۰۶	حضرت ابو الیسر اور حضرت جابر کی طویل حدیث	۹۷۸
۶۰۷	حضرت جابر کی حدیث کی تشریح۔	۹۸۶
	باب: ۱۰۳۷	
۶۰۸	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت۔	۹۸۷
۶۰۹	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دوسرے شخص	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۱۰	کی بکریوں کا دودھ پلانے کی توجیہہ۔	۹۹۰
۶۱۱	حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہننے کی نوید۔	۹۹۰
۶۱۲	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ٹھہرانے کی تفصیل۔	۹۹۱
۶۱۳	یا محمد کے ساتھ خطاب اور ندا میں بحث و نظر۔	۹۹۲
۶۱۴	**کتاب التفسیر**	۱۰۰۳
۶۱۵	تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تفسیر اور تاویل کا فرق۔	۱۰۱۷
۶۱۶	بنو اسرائیل کو حطۃ کا حکم دینے اور ان کے قول بدلنے کی تفسیر۔	۱۰۱۹
۶۱۷	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۱۰۲۰
۶۱۸	الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر۔	۱۰۲۱
۶۱۹	دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات۔	۱۰۲۳
۶۲۰	آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال۔	۱۰۲۴
۶۲۱	فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی تفسیر۔	۱۰۲۷
۶۲۲	من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ کی تفسیر اور ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۰۲۸
۶۲۳	ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۰۳۳
۶۲۴	ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۰۳۳
۶۲۵	ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۰۳۵
۶۲۶	ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ۔	۱۰۳۵
۶۲۷	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق۔	۱۰۳۵
۶۲۸	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث و آثار۔	۱۰۳۶
۶۲۹	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار۔	۱۰۴۲
۶۳۰	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے محامل۔	۱۰۴۵
۶۳۱	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۰۴۸
۶۳۲	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۰۴۹
۶۳۳	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۰۵۱
۶۳۴	تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۰۵۳
۶۳۵	ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مروجہ خدمت کی تحقیق۔	۱۰۶۶
۶۳۶	تراویح میں ختم قرآن کے ندرانے کی تحقیق۔	۱۰۶۹
۶۳۷	واذ زاغت الابصار کی تفسیر۔	۱۰۷۱
۶۳۸	وان امراۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا کی تفسیر۔	۱۰۷۲
۶۳۹	ومن یقتل مؤمنا متعمدا۔ کی تفسیر	۱۰۷۳
۶۴۰	مسلمان کو قتل کرنے پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان	۱۰۷۴
۶۴۱	والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر کی تفسیر۔	۱۰۷۵
۶۴۲	ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	مؤمنًا کی تفسیر۔	۱۰۷۶
۶۴۳	الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ کی تفسیر۔	۱۰۷۷
۶۴۴	خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر۔	۱۰۷۸
۶۴۵	ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء کی تفسیر۔	۱۰۷۹
۶۴۶	اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلہ کی تفسیر۔	۱۰۷۹
۶۴۷	جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرنے کا بیان۔	۱۰۸۰
۶۴۸	ھذان خصمان اختصموا کی تفسیر	۱۰۸۱
۶۴۹	اختتامی کلمات۔	۱۰۸۲
۶۵۰	ماخذ و مراجع	۱۰۸۴

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

افتتاحی کلمات

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں انعام اور احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم کی جلد سابع مکمل ہوگئی اور رجب ۱۴۰۶ھ بہ مطابق مارچ ۱۹۸۶ء میں جو شرح صحیح مسلم کی تصنیف کی نشأۃ ثانیہ ہوئی تھی اور اس وقت میں نے جلد ثانی کو لکھنا شروع کیا تھا الحمد للہ علی احسانہ وہ کام ۱۵ر شعبان ۱۴۱۳ھ، بہ مطابق ۸ فروری ۱۹۹۳ء کو مکمل ہوگیا۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ۱۰۴۷ (ایک ہزار سینتالیس) احادیث کی شرح کی گئی ہے اور ہمارے شمار کے مطابق صحیح مسلم میں کل ۷۴۲۳، (سات ہزار چار سو تئیس) احادیث ہیں، جن کی میں نے سات ضخیم مجلدات میں شرح کی ہے۔

جس وقت میں نے شرح صحیح مسلم کو لکھنا شروع کیا اور اس میں ممکن حد تک شرح وبسط سے کام لیا تو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس قدر مفصل اور ضخیم نہ لکھو، ہوسکتا ہے کہ عمر ناپائیدار کا رشتہ درمیان میں ہی ٹوٹ جائے اور یہ کام ادھورا رہ جائے، لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر توکل کرتے ہوئے اسی اسلوب پر لکھتا رہا، ذیابیطس، بلند فشار دم اور بعض دیگر امراض کی وجہ سے اس کام میں بعض عارضی وقفے بھی آئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم، اس کے رسول کی عنایت اور احباب کے تعاون سے اس کام کا تسلسل جاری رہا حتیٰ کہ یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں جن مباحث کو خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل، ندائے غیر اللہ، جاسوسی کا نظام، غیبت، چغلی، تکبر، تقدیر، عصمت ملائکہ اور عصمت انبیاء، علم کی فضیلت، خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا، دعاؤں کا بیان، حضرت عائشہ پر تہمت کے واقعہ کا بیان، عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھانے کا بیان۔ بدشگونی کا شرعی حکم، روح کی تحقیق، انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف کی بحث، عذاب قبر کی تحقیق، زیارت قبور کا شرعی حکم، قبر میں سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق، روحوں کا زندوں کے احوال پر مطلع ہونا، سماع موتیٰ کی تحقیق، یاجوج وماجوج کا بیان۔ مسجد سے متعلق مباحث، تعمیر مسجد کی فضیلت، مسجد کو مزین کرنا، مسجد میں کافروں کے دخول کا شرعی حکم، سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے آگے سے گذرنا، مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق، دارالاسلام میں غیر مسلموں کے معابد کا حکم، صدقہ کی فضیلت، ریاکاری کا بیان، مداہنت، مدارات کفار سے موالات اور مجرد معاملت کی تحقیق، کیا تبلیغ کے لیے مبلغ کا خود نیک ہونا ضروری ہے، فرشتوں، جنات اور انسانوں کے مادہ خلقت اور ان کی ایک دوسرے سے افضلیت کا بیان، منہ پر تعریف کرنے کی تحقیق، علم کو تحریر میں لانے کا بیان، خواتین کو

لکھنا سکھانے کا شرعی حکم، یا محمد کہنے کی تحقیق، یتیم کے مال سے ولی کے کھانے کا بیان، امامت، خطابت، تعلیم قرآن و حدیث، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینے کی تحقیق اور دیگر بہت سے مسائل۔

شرح صحیح مسلم میں مصنف نے چند مسائل میں دلائل کی بنا پر ادب و احترام کے ساتھ بعض اکابر علماء سے اختلاف کیا ہے، جب کسی فرعی مسئلہ میں حسن نیت سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا جائے تو اس کو ہر دور میں مستحسن قرار دیا گیا ہے، اس سے علمی تحقیق میں وسعت پیدا ہوتی ہے، کثرت دلائل کا اظہار ہوتا ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے غور و فکر کی راہیں کھلتی ہیں، ائمہ اربعہ نے دلائل کی بناء پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء سے اختلاف کیا، اور ائمہ اربعہ کی آراء سے ان کے اصحاب اور تلامذہ نے اختلاف کیا اور ہر دور میں متاخرین، متقدمین سے علمی مسائل میں دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے رہے ہیں اور اس کو کبھی بھی معیوب اور بے ادبی یا گستاخی نہیں خیال کیا گیا، لیکن بہت حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے مسلسل مصنف پر یہ طعن کیا جا رہا ہے کہ اس نے بعض مسائل میں متقدمین سے اختلاف کر کے ان کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے، ہر چند کہ ہر دور میں حق گو علماء کی مخالفت کی گئی اور مخالفین نے ان سے بغض و عناد کے اظہار میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مرجئی، خارجی اور زندیق کہا گیا، امام شافعی اور امام نسائی کو رافضی کہا گیا۔ الفاظ قرآن کو مخلوق کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے خلاف محاذ بنایا گیا، امام احمد بن حنبل کی مخالفت کی گئی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تکفیر کی گئی، تو اگر مصنف پر بھی بعض حلقوں کی طرف سے سب و شتم کیا جا رہا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے مصنف کو اس کی حیثیت سے زیادہ مقام سے نوازا اور اس کو ان اکابر اسلاف کے رشتہ میں منسلک کر دیا!

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے علمی مسائل میں متقدمین کی آراء سے اختلاف کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اور ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ ہمارے قریبی دور کی مثال اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے، جنھوں نے اپنے پیش رو علماء میں سے ہر قابل ذکر عالم سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور اس چیز کو ان کے فضائل و مناقب میں شمار کیا جاتا ہے سو اگر بعد کا کوئی شخص خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے فروعی مسائل میں اختلاف کرے تو اس کو اعلیٰ حضرت کی اتباع پر معمول کرنا چاہیے۔

حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہو گی۔ مولانا ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس بحث کے اخیر میں، علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب یہ اختلاف کسی کوشش سے رفع ہی نہیں ہوتا تب ایک مجتہد کی طرح آپ فریق مخالف کے غلطی پر ہونے کا ظن غالب کر لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر کوئی رعایت اور سہل گیری، یا کسی مروت کے قائل نہیں رہتے۔ [1]

---

[1] حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ، مقدمہ فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ

نیز ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہا و اصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر کو جگہ جگہ "محقق علی الاطلاق" لکھتے ہیں مگر جب یہی محقق علی الاطلاق وضو میں بسم اللہ و ذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیتے ہیں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اقول لم یات المستدل بشیء حتی سمع ما سمع۔ (فتاوی رضویہ ص ۲۱)

مستدل (ابن ہمام) نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی یہاں تک کہ جو سنا گیا وہ سننا پڑا۔

پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول۔ خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قلطوبغا نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ علامہ قاسم نے تو یہاں تک کہا مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اقول یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والامامۃ الخ۔ (فتاوی رضویہ ص ۲۱)

جیسے متاخرین نے فتوی دیا کہ تعلیم، اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں تو وہ اپنے پیش رو سے حق اختلاف رکھتا ہے خواہ وہ کتنا ہی محقق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔

۲۔ ائمہ مذہب (جیسے ابو حنیفہ و ابو یوسف و امام محمد) سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے۔

۳۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے۔ وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلافِ زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جا سکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ ان گرہوں کا کھولنا ہے۔[1]

نوٹ: ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے اس مقالہ کا عنوان ہے، "الاستاذ احمد رضا خان بین الفقہاء والاصولیین" یہ مقالہ آپ سے مرکزی مجلس رضا لاہور نے لکھوایا، اس پر انعام دیا گیا اور اس قیمتی مقالہ کو بطور پیش لفظ فتاوی رضویہ جلد پنجم کی ابتداء میں شامل کیا گیا۔[2]

اسی بحث میں ہمارے دور کے نامور محقق علامہ مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اہلسنت میں نظریہ پرستی کی جگہ شخصیت پرستی جڑ پکڑ چکی ہے۔ جس سے اہلِ سنت مسلک محدود ہو کر

---

[1] علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ، فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ

[2] فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ۔

رہ گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی تو آپ جیسی بلکہ آپ سے بھی اونچی اور بلند و بالا شخصیتیں ہو کر گزری ہیں وہ کسی بھی میدان میں اعلیٰ حضرت سے پیچھے نہ تھیں بلکہ بڑھ کر تھیں اور انھوں نے اپنے زمانہ میں فتنوں کی سرکوبی فرمائی بلکہ فتنوں کی سرکوبی میں انھوں نے جو اذیتیں، تکلیفیں اور مصائب برداشت کیے اعلیٰ حضرت کے ہاں تو ان کا تصور بھی نہیں ملتا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت تو اپنے پروانوں کے درمیان خیر و عافیت کے ساتھ دینِ متین کی خدمات سرانجام دیتے رہے جبکہ اس کے برعکس اہلسنت کے دیگر اکابر علماء مشکلات و مصائب بھی برداشت کرتے رہے ہیں اور دین متین کی خدمت بھی بہت کی ہے کہ اعلیٰ حضرت ان کے خوشہ چینوں میں نظر آتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمات کا کوئی سستی اندازہ کر سکتا ہے؟ پابند سلاسل بھی ہوئے اور حتیٰ کہ ان کو ایک سو بیس کوڑے مارے گئے اور ان کو زہر بھی دیا گیا جس سے ان کی وفات ہوئی۔

امام احمد بن حنبل نے بھی کوڑے کھائے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جیل کاٹی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی خدمات کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی یہ سب بزرگان دین رحمہم اللہ تعالیٰ اہل سنت کے مشائخ ہیں۔ ان سب بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں بڑے کام کیے ہیں۔

لیکن ہم نے ایک ہی شخصیت حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے ساتھ حد سے زیادہ جذباتی وابستگی کرنے اور اپنے مسلک کو ان کی ذات کے حوالہ سے متعارف کرانے کی وجہ سے اپنے آپ کو محدود کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کوئی بھی بات کریں اور وہ بات کتنی ہی مدلل کیوں نہ ہو دوسرے اہل علم یہ کہہ کر اسے رد کر دیتے ہیں یا اس کا وزن کم کر دیتے ہیں کہ یہ تو بریلوی مکتب فکر ہے اور یہ فرقہ واریت ہے۔

اور دوسرا یہ کہ ہم نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی ایک ایک بات کو حرفِ آخر اور قطعی قرار دے کر سنیوں کو ان کا مقلد بننے پر مجبور کر دیا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں ایک بلند پایہ فاضل و محقق و عاشقِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے زمانہ کے بےنظیر صاحب علم و فن تھے۔

گستاخانِ خدا و مصطفےٰ جل و علا و صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انھوں نے اور ان کے معاصر علماء اہل سنت بالخصوص علماء حرمین طیبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر کے مجموعی طور پر جو رائے قائم فرمائی تھی بلاشبہ اس میں وہ مصیب تھے۔

اس میں جو شخص دیدہ دانستہ بہ مطابق حکم قرآن کریم "مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى" اس کے بعد کہ ہدایت اپنے دلائل کے ساتھ اس پر روشن ہو چکی، ان کی تحقیق سے اتفاق نہ کر سکے اور اپنی مختلف رائے قائم کرے وہ ایمان سے عاری ہے۔ لیکن فقہی مسائل میں اس حد تک تنگ ظرف نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ایک فقہ رضوی یا مسلک رضوی بنا کر دوسرے اہل علم کو اس پر چلنے کے لیے مجبور کریں اور اگر کوئی کسی مسئلہ میں اعلیٰحضرت کی رائے کے مقابلہ میں دوسرے فقہاء کی رائے کو ترجیح دے تو ہم اس پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیں اور اسے اہل سنت سے خارج ٹھہرا کر لائق احترام و اکرام ہی نہ سمجھیں۔ ایسا کرنا بلاشبہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔

راقم نے اگر اس سے قبل اپنی بعض تصانیف یا رسائل میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جس میں اس نے کسی مختلف نظریہ کو ثابت ہوتا ہو اس کی بجائے یہی رائے صائب تصور کی جائے جس کا اظہار میں اب کر رہا ہوں، کیونکہ اعلیٰحضرت اور بعض علماء اہلسنت میں بعض ایسے مسائل میں اختلاف رہا ہے اس کے باوجود اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف ان کو اہل سنت ٹھہراتے بلکہ ان کا بے حد احترام بھی فرماتے۔

(۱) اعلیٰحضرت امام اہل سنت جس طرح اشد أعلى الكفار کے مصداق تھے اسی طرح رحماء بینہم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علماء اہل سنت

کی عزت و قدر ایسی کرتے تھے کہ باید و شاید خصوصاً تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے (الی ان قال) اس عزت و توقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ (حیات اعلیٰحضرت ص۲۵)

(۲)۔ محمد بن محمد بن عرب مدنی نے اعلیٰحضرت کی دعوت کی۔ دورانِ طعام ان کے اور اعلیٰحضرت کے درمیان مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حیات اعلیٰحضرت ص۱۲)۔

(۳)۔ یہ حقیقت کسی اہل علم سے مخفی نہیں کہ اعلیٰحضرت نے اپنے سے پہلے کے اکابرین سے کئی ایک مسائل میں اختلاف کیا۔ مثلاً عورتوں کا مزاراتِ اولیاء پر جانا جمہور اہل سنت کے نزدیک جائز اور مستحب اور اعلیٰحضرت کے نزدیک حرام ہے۔

(۴)۔ اسی طرح علامہ برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مغیبات خمسہ (پانچ غیبوں) کا علم نہیں مانتے دیکھیے ملفوظات اعلیٰحضرت۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت اور علماء کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مغیبات خمسہ (پانچوں غیبوں) کا علم مانتے ہیں۔ اس اختلاف کے باوجود اعلیٰحضرت علامہ برزنجیؒ کو ان القاب سے یاد فرماتے ہیں:

"جامع علوم نقلیہ و اصل فنونِ عقلیہ، جامع شرافتِ حسب و نسب آباء و اجداد وارثِ علم و شرف، محقق، صاحب ذہن نقاد و مدقق تیز ذہن، مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ و سفید کو عام ہو۔" (حسام الحرمین ص۱۹۰ طبع کانپور)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اسقدر زبردست اختلاف کے باوجود کہ امام احمد رضا حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں اور علامہ برزنجی نہیں مانتے پھر بھی اعلیٰحضرت ان کو سُنّی ہونے سے خارج قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے اسم گرامی کے ساتھ اس قدر عظیم الشان القاب شامل فرماتے ہیں۔

(۵)۔ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین مجددی فاروقی کے ممتاز شاگرد و مرید و خلیفہ حضرت شاہ سلامت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو باکمال عالم و عارف تھے انھوں نے مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت سے اختلاف کیا۔ (مکتوب امام احمد رضا ص۴۰)۔

حضرت مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت کی مخالفت میں پیش پیش تھے (حیات اعلیٰحضرت ص۶۱) اعلیٰحضرت لکھتے ہیں: "رامپور کے بعض اہل سنت نے مسئلہ اذان ثانی میں مخالفت کی۔" (مکتوبات ص۴۲)۔

لہٰذا ایک تو یہ واضح ہو گیا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا ہر نقطہ نظر اہل سنت کے لیے واجب القبول یا واجب الاتباع نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ علمی و تحقیقی طور پر اور کسی دلیل شرعی کی بنیاد پر کوئی سنی اہل علم و تحقیق کسی مسئلہ میں یا بعض مسائل میں اگر اعلیٰحضرت کے خاص نقطہ نظر سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس سے مختلف نقطۂ نظر اختیار کرے تو بدستور سنی ہی رہتا ہے۔ اس پر طعن و تشنیع کرنا جہالت و حماقت اور ظلم و گناہ ہے۔ کاش کہ سُنّیت کو محض اعلیٰحضرت کی ذات میں محدود کرنے والے یہ سمجھتے کہ وہ اس سے سنیت کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ سُنیت کے ساتھ زیادتی اور دشمنی کر رہے ہیں۔ [1]

علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اور علامہ مفتی غلام سرور قادری کی ان عبارات سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ یا دیگر اکابر اہلسنت سے کسی فرعی مسئلہ میں دلائل و براہین کے ساتھ

---

[1] ۔ علامہ مفتی غلام سرور قادری، ماہنامہ البرہان لاہور، ص ۳۷-۳۳، شمارہ نمبر ۶، ذوالحجہ ۱۴۱۲ھ، جون ۱۹۹۲ء

ادب واحترام سے اختلاف کرنا، بے ادبی کا موجب ہے نہ ان کے ساتھ عقیدت واحترام کے رشتہ کے منافی ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض مسائل میں صحابہ کرام، امام ابوحنیفہ[سہ] اور دیگر ائمہ مجتہدین سے اختلاف کیا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے دل میں ان نفوس قدسیہ کے لیے عقیدت اور محبت نہیں تھی یا اس اختلاف کرنے کی وجہ سے وہ ان بزرگ ہستیوں کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا اعلیٰ حضرت کو ان دلائل کا علم نہیں تھا آپ ان سے زیادہ عالم ہیں؟ تو اس کے جواب یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اور علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے تو کیا ان صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کو ان دلائل کا علم نہیں تھا اور کیا اعلیٰ حضرت کا علمی مرتبہ اور مقام ان صحابہ اور ائمہ سے زیادہ تھا؟ اگر کوئی شخص انصاف اور دیانت کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا موقف سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لیے یہ سطور کافی ہیں اور اگر وہ محض تعصب اور عناد سے ہمیں گالیاں دینے کا شوق رکھتا ہو تو ہم اس کو اپنے نامہ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرنے سے روک نہیں سکتے اور اس احسان کے صلہ میں ہم ایسے تمام گالیاں دینے والوں کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کی عاقبت بہ خیر کرے۔ آمین! یہی ہمارے نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت ہے اور یہی آپ کی ہدایت ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

شرح صحیح مسلم کے منصہ وجود میں آنے کا اصل سبب علامہ مفتی سید شجاعت علی کی ذات گرامی تھی، کیونکہ جلد اول کے لکھنے کے بعد میں لاہور میں بیمار پڑ گیا تھا اور دن بہ دن حالت خراب ہوتی گئی اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اب کوئی علمی کام نہیں کر سکوں گا، میرے لیے زندگی میں کوئی کشش نہیں رہی، لاہور کے جس مدرسہ میں، میں نے انیس[۱۹] سال پڑھایا تھا وہاں کے ناخدا مجھ سے تنگ اور بیزار تھے، مفتی سید شجاعت علی قادری جب بھی لاہور آتے، مجھے کراچی اپنے مدرسہ میں لے چلنے کے لیے پُرزور اصرار کرتے، میں کہتا کہ اب مجھ سے پڑھایا نہیں جاتا، مفتی صاحب کہتے آپ نہ پڑھائیں وہاں صرف آرام کریں، میں حیران تھا کہ لوگ بیمار آدمی سے جان چھڑاتے ہیں کہ یہ اب کام کا نہیں رہا اور یہ بندۂ خدا اس ناکارہ شخص کو بہ اصرار اپنے مدرسہ میں لے جا رہا ہے! بالآخر میں ان کے شدید اصرار کی بناء پر کراچی، دار العلوم نعیمیہ میں آ گیا، یہاں آ کر ان کی محبت اور خلوص اور دار العلوم نعیمیہ کے دیگر احباب کے تعاون سے میری صحت بحال ہونے لگی اور بہت جلد میں دوبارہ کام کرنے کے لائق ہو گیا، یہاں مفتی صاحب نے مجھے بہت سہولتیں دیں، سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ انھوں نے مجھے پڑھانے کے لیے صرف ایک گھنٹہ کا مکلف کیا اور باقی تمام اوقات میں مجھے علمی اور تحقیقی کام کے لیے آزاد چھوڑ دیا، تصنیف وتالیف کے لیے میری ضروریات کے لیے وہ کتابوں کی فراہمی کا بندوبست کرتے خود ان کی ذاتی کتابیں میری تحویل میں رہتی تھیں اور انھیں جب ضرورت ہوتی تو وہ مجھ سے مانگ کر کتاب لیتے اور پھر واپس کر دیتے، وہ بے حد کریمانہ اخلاق کے حامل اور مجسم ایثار تھے، بہت شگفتہ مزاج اور ملنسار تھے، فقہی مسائل میں اجتہاد کا ملکہ رکھتے تھے وہ فقیہ نیز تھے اور پیش آمدہ مسائل میں جس جانب مسلمانوں کے لیے آسانی ہوتی اس کو اختیار کر لیتے، میں مسائل حاضرہ میں ان سے مشورہ کرتا تھا، ہم دونوں کے ذہنوں میں بہت زیادہ ہم آہنگی تھی۔ شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے دوران اگر مجھے کہیں علمی مشکل درپیش ہوتی تو میں ان سے استفادہ کرتا تھا، وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کے مجھ پر بہت احسانات تھے، ۸ رجب

سہ۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور امام محمد کے نزدیک بیع عینہ ناجائز اور حرام ہے، فقہاء خوارزم نے اس کو سود کھانے کا حیلہ قرار دیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے کفل الفقیہ میں اس کو جائز لکھا ہے، اس کی بالتفصیل بحث شرح صحیح مسلم جلد رابع میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔ منہ

۱۴۱۳ھ، بمطابق ۲ر جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ صبح کی نماز کے بعد صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل ہوگیا، جب وہ صبح مدرسہ آئے تو میں نے ان کو بتایا کہ الحمدللہ ترجمہ مکمل ہوگیا ہے اور ان شاء اللہ چند دنوں میں شرح بھی مکمل ہوجائے گی تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہمارے دارالعلوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں آپ نے صحیح مسلم کا ترجمہ اور شرح مکمل کی اور مجھے بہت دعائیں دیں، ابھی یہ شرح تکمیل کو پہنچنے والی تھی کہ ۴ شعبان ۱۴۱۳ھ بہ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو جمعرات کے دن ایک بجے جکارتہ انڈونیشیا سے یہ خبر آئی کہ مفتی سید شجاعت علی قادری جکارتہ میں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مفتی سید شجاعت علی صاحب وزارت بہبود آبادی کی طرف سے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے مطالعاتی دورے پر گئے تھے، جانے سے پہلے انھوں نے مجھ سے خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا اور باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ وہ وہاں جاکر یہ تبلیغ کریں گے کہ انفرادی طور پر اپنی ضرورتوں کی وجہ سے ضبط تولید کرنا جائز ہے لیکن اجتماعی طور پر کسی قانون کے ذریعہ لوگوں پر جبراً ضبط تولید کو لازم کر دینا جائز نہیں ہے، انھوں نے کہا علماء مصر نے بھی یہی لکھا ہے اور وہ ان کے فتوے کی فوٹو کاپیاں وہاں کے علماء میں تقسیم کریں گے، تو جس سفر میں ان کا انتقال ہوا وہ سفر اللہ کی راہ میں تھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں فوت ہوا وہ شہید ہے، نیز وہ دس سال سے عارضہ قلب، تبخیر معدہ اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض میں مبتلا تھے اور انھی امراض میں ان کی وفات ہوئی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی تمام تصانیف کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے، ان کے قائم کردہ دارالعلوم کو ترقیاں عطا فرمائے، ان کی اولاد اور ان کے اہل خانہ کی حفاظت، حمایت اور کفالت فرمائے اور ان کے چھوٹے فرزند عزیزی سید ناصر علی کو ان کی منشاء کے مطابق ان کا صحیح جانشین بناتے، آمین یارب العالمین!

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں میرے دوسرے بہت بڑے محسن اور معاون پروفیسر مولانا منیب الرحمان زید حبہم ہیں، مولانا منیب الرحمان نے قدم قدم پر میری معاونت کی اور اس سلسلہ میں مجھے جس نوع کی بھی ضرورت پیش آئی انھوں نے اس کو پورا کیا، شرح صحیح مسلم کو زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ لکھنے کا سب سے پہلے انھوں نے مشورہ دیا تھا، اور ہر معاملہ میں ہر وقت مجھے ان کا تعاون حاصل رہا، اور میرے بہت عزیز دوست مولانا غلام محمد سیالوی زید حبہم ہیں، جن کی لائبریری اس دوران مستقل میرے زیر تصرف رہی، اگر کوئی کتاب ان کے پاس نہ ہوتی تو فوراً بازار سے خرید کر بھجوا دیتے، ان کے علاوہ میرے محسنین اور معاونین میں مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی، حافظ محمد ازہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا اقبال حسین نسیمی اراکین دارالعلوم نعیمیہ، مولانا اکرام حسین سیالوی استاذ شمس العلوم اور شیخ الحدیث مولانا خالد محمود کراچی ہیں! اور مولانا سید محمد اکرم شاہ اور مولانا سید محمد نذیر شاہ ہیں جنھوں نے حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی اور مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی ہیں جنھوں نے انتہائی محبت، لگن اور محنت سے شرح صحیح مسلم کی تصحیح کی اور بہت سے معاملات میں مجھے بہت مفید مشورے دیئے اور سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال ہیں جنھوں نے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کی طباعت کرائی اور شرح صحیح مسلم کے اردو اور عربی کے کاتب ہیں جنھوں نے بہت نفاست سے خوبصورت کتابت کی، میں ان تمام حضرات اور دیگر معاونین کے لیے، شرح صحیح مسلم کے قارئین کے لیے اپنے تمام اساتذہ اور مشائخ کے لیے، اپنے والدین، اپنے اعزہ، احباب اور تلامذہ کے لیے اور عامۃ المسلمین کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر ہمارا خاتمہ

فرما، عزت کی زندگی اور عزت کی موت عطا فرما، دنیا میں صحت اور سلامتی کے ساتھ قائم رکھ، جو بیماریاں ہیں ان کو دُور فرما، دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے ہم کو محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے! الٰہ العلمین! شرح صحیح مسلم کو اپنی اور اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اور تمام لوگوں میں قبولیت عطا فرما، اس کو حاسدین کے شر سے محفوظ رکھ، اس کو بقاء دوام عطا فرما، اس کی فیض آفرینیوں کو مؤثر بنا اور اس کی نشر و اشاعت کو تا قیامت جاری رکھ اور اس کتاب کو میری مغفرت کا وسیلہ اور میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے! آمین یارب العالمین! بجاہ حبیبک سیدنا محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین وعامۃ المسلمین اجمعین۔

۵ر شعبان المعظم سنہ ۱۴۱۳ھ
۸ر فروری سنہ ۱۹۹۳ء

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل 'بی' ایریا کراچی ۳۸
ٹیلیفون نمبر ۶۳۱۴۵۰۸، ۶۳۲۴۲۳۶

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

آراء و تاثرات

حضرت استاذ العلماء علامہ محمود احمد رضوی زید جہم شارح صحیح بخاری، مہتمم و شیخ الحدیث

دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔

شرح صحیح مسلم محقق عصر حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی زید مجدہٗ کی عظیم و جلیل القدر تالیف ہے جہاں تک میرے علم و نظر کا تعلق ہے ابھی تک صحیح مسلم کی اردو میں ایسی جامع شرح میری نظر سے نہیں گذری، علالت اور پھر مصروفیت کی وجہ سے میں صرف جلد خامس کو سرسری طور پر دیکھ سکا ہوں، میری نظر میں شرح صحیح مسلم، علم و عرفان اور تحقیق و تدقیق کا خزینہ ہے، علامہ موصوف نے محنت کی ہے اور واقعی محنت کی ہے اور مسائل جدیدہ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ علامہ موصوف نے جن بعض مسائل میں علماء حاضر اور ماسبق سے اختلاف کیا ہے تو یونہی نہیں کیا، بلکہ تحقیق و تفتیش کو دلائل و براہین سے مزین کر کے پیش کیا ہے مسائل فروعیہ خصوصاً مسائل جدیدہ میں اہل علم کی دو رائیوں کا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ان کی تحقیق سے کسی کو اختلاف ہے تو محض فتوے کی زبان سے نہیں بلکہ دلائل شرعیہ کی رُو سے تنقید و تبصرہ کیا جائے تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

میں حضرت علامہ کو ایک عرصے سے جانتا ہوں اگر کسی مسئلہ میں دلائل سے انہیں مطمئن کر دیا جائے تو اسے قبول کرنے میں انہیں عار نہیں ہوتا، یوں تو علامہ موصوف کی دیگر تصنیفات بھی بہت وقیع ہیں مگر شرح صحیح مسلم دیکھ کر ہر انصاف پسند ان کی جودت ذہن، علم و فضل اور فقہی بصیرت و بصارت کو داد دینے پر مجبور ہو جائے گا اہل سنت و جماعت (جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے گو کہ ہم بریلوی نہیں ہیں مگر اس لقب سے چونکہ مخالفین نے مشہور کر دیا ہے اس لیے التباس سے بچنے کے لیے بریلوی کا لفظ استعمال ہو رہا ہے ہم حنفی ہیں اور سیدنا سراج امت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ العزیز کے مقلد ہیں) علماء میں حضرت علامہ موصوف نے شرح صحیح مسلم تالیف فرما کر علماء، طلباء و مدرسین اور عام مسلمانوں کے لیے فہم و تفہیم حدیث کا ایک دروازہ کھول دیا ہے، میری دعا ہے کہ مولا تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے طیب و طاہر مقدس رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل شرح صحیح مسلم کو مسلمانوں کے لیے مینارۂ نور بنائے اور ہم سب کو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور سیرت و کردار کو اپنانے کی توفیق رفیق اور حضرت علامہ سعیدی زید مجدہ کو صحت و سلامتی کی دولت سے مالا مال فرماتا رہے۔ آمین۔

سید محمود احمد رضوی اشرفی، یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ، بمطابق ۲۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء۔

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری ہالینڈ، زید جہم

بحمداللہ، ہمارے عزیز حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے نہایت ہی محنت و مشقت کے بعد مسلم شریف کی شرح کا عظیم کارنامہ انجام کو پہنچا دیا، موصوف نہایت ہی قابلِ مبارکباد ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اردو میں اس صدی کا مذہبی شاہکار ہے ہمیں بہت پہلے علم ہو چکا تھا کہ حضرت علامہ نے اس بڑے کام کا آغاز کر دیا ہے، اس کے بخیر مکمل ہونے کی ہم دعائیں بھی کر رہے تھے اور بے چینی سے اس کو ہاتھوں ہاتھ لینے کا انتظام بھی، میرے عزیز فرزند سید عام علی قادری لاہور گئے تو میرے لیے بطور تحفہ لے کر آئے، بے حد مسرت ہوئی، چند روز میں مختلف مقامات سے مطالعہ کیا، اور اب ہالینڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے، بوقتِ ضرورت استفادہ کرتا رہتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ کتاب نہایت اچھے انداز سے مرتب کی گئی اور حق شرح ادا کیا گیا ہے، دورِ حاضر سے متعلق مسائل پر، بحث کتاب کا نہایت اہم حصہ ہے، اندازِ تحریر میں اس بات کا لحاظ، خصوصیت کے ساتھ قابلِ تعریف ہے کہ علماء اور عوام سب استفادہ کر سکیں، خالص علمی مسائل اور تحقیقات کو آسان عبارت میں پیش کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے لیکن حضرت علامہ نے اس کا بھی خوب خوب خیال رکھا ہے اور اس طرح کتاب مزید مفید ہو گئی ہے، ایک اہم خوبی یہ بھی پیدا کی گئی ہے کہ جن مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ان کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسباب و وجوہِ اختلاف پر خاصی بحث کرنے کے بعد اپنے حنفی ہونے کا حق ادا کیا ہے، عقائد کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے تحمل اور رواداری کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، اس طرح کہ باطل عقائد کا رد کرتے ہوئے کوئی طنزیہ جملہ استعمال نہیں کیا، نہ ہی کوئی ایسا لفظ زیرِ قلم آنے پایا جس سے کسی کی شخصیت مجروح ہوتی معلوم ہو، درج ذیل عبارت سے کتاب کی تقریباً، ان تمام خوبیوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو ہم نے بیان کیں، ملاحظہ ہو:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال کسر عظام المیت ککسرھا حیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈیوں کو توڑنے کی طرح ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں مولانا کا دُور رساں ذہن، مسئلہ پوسٹ مارٹم کی طرف جاتا ہے، آپ اس کی تحقیق کرتے ہیں، پہلے ملک کے ایک معروف و مشہور محقق کی تحقیق نقل فرماتے ہیں: "اس باب میں میری قوتِ فیصلہ بالکل عاجز ہے، یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیرِ بحث آنی چاہیے جس میں علمائے دین شامل ہوں، اور شعبۂ طب اور شعبۂ عدالت کے نمائندے بھی، ممکن ہے یہ لوگ سر جوڑ کر اس کا کوئی حل نکال سکیں۔" اب ملاحظہ فرمائیے علامہ سعیدی کی عبارت:

پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل

اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی

مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں، ہوتا جس کی بناء پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے خصوصاً اس صورت میں جب کہ پلاسٹک موڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

پوسٹ مارٹم کی دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے وہ ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لیے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دائی ہاتھ سے نکال لے اور یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے، ہر چند کہ سرجری کے اس ترقی یافتہ دور میں بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں، بلکہ عورت کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو پیٹ سے نکالا جا سکتا ہے، امام احمد بن حنبل نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچہ کے بعض اجزاء بالکل باہر نکل آئیں اور باقی بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کیے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں کتب مذاہب سے اس مسئلہ سے متعلق عبارات پیش کر رہے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۶)

لیجیے، جناب مسئلہ حل ہو گیا، نہ ماہرین طب کو بلانے کی ضرورت نہ ماہرین قانون کو، شرعی مسائل کا حل سر جوڑ کر بیٹھنے سے نہیں ہوتا، علم کے نور سے ہوتا ہے، مطالعہ کی وسعت سے ہوتا ہے اور کتابوں سے مسائل تلاش کرنے کی صلاحیت سے ہوتا ہے، اسی قسم کے متعدد مسائل پر علامہ کی تحقیق نہایت علمی اور دل چسپ ہے۔

حضرت علامہ کی اس کاوش پر بہر حال علماء اور عوام سب ہی خوش ہیں، وہ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور مولانا کے لیے آنے والی نسلیں تک دعا گو ہوں گی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے، کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ اللہ اس شخص کو خوش و خرم رکھے کہ جس نے ہم سے کچھ سنا اور اس کو ویسے ہی دوسروں

لَهٗ مِنْ سَامِعٍ ۔ تک پہنچا دیا، اور بعض سننے والے، سنانے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

اس سے بڑا اعزاز علامہ سعیدی کے لیے کیا ہو سکتا ہے، مستجاب الدعوات نبی مکرم علیہ السلام انہیں خوش و خرم رہنے کی دعا دے رہے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ علامہ موصوف اکثر بیمار رہتے ہیں، انشاء اللہ ان کی یہ کتاب جوں جوں امت تک پہنچتی جائے گی ان کی صحت بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی۔

علم تفسیر، حدیث، فقہ تینوں وہ علوم ہیں جن کے بغیر انفرادی یا اجتماعی طور پر مسلمانوں کا اسلامی زندگی بسر کرنا، ناممکن ہے اسی لیے ان علوم پر علمائے اسلاف نے سب سے زیادہ کام کیا، اور ان کی اشاعت کو ہمیشہ اہمیت دی، بالخصوص عربی زبان میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، اب الحمدللہ اردو میں بھی ان موضوعات پر کتابوں کی کمی نہیں، بالخصوص تفسیر میں حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری دامت برکاتہم العالیہ کی ضیاء القرآن، اور فقہ میں تقریباً ساٹھ سال پہلے لکھی ہوئی بہار شریعت، صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی اور اب حدیث کے موضوع پر علامہ سعیدی کی شرح مسلم شریف، ان کتابوں نے اردو خواں حضرات کو دین کا اتنا بڑا ذخیرہ بہت سہل انداز میں فراہم کر دیا ہے کہ اب کسی کے لیے اپنی ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرنا دشوار نہ رہا، پس ہم اہل ذوق کو دنیا کا چین و سکون تلاش کرنے والوں کو، عاقبت کی فکر رکھنے والوں کو مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ وہ ان کتابوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں، اپنے اہل خانہ کو ان کے مطالعہ کی تاکید کریں۔

دل تو چاہتا ہے کہ شرح صحیح مسلم پر نہایت ہی مفصل، سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن اپنی کتاب "وراثت انبیاء علیہم السلام" کی تکمیل کی مصروفیت حائل ہو رہی ہے، پس ان سطور پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم علامہ سعیدی صاحب کو اس عظیم کام کی تکمیل پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور نبی مکرم علیہ السلام کے ایک ارشاد سے انہیں مژدہ سناتے ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ اِذَا بَلَغَهُ الرَّجُلُ كَانَ فَقِيْهًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰى اُمَّتِیْ اَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا فِیْ اَمْرِ دِيْنِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيْهًا وَكُنْتُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَافِعًا وَّشَهِيْدًا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علم کی حد کیا ہے جس کو حاصل کر کے انسان فقیہ بن سکتا ہے، سرکار نے فرمایا میری امت کے جس شخص نے دین کے معاملات سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

میرے بھائی بلاشبہ آپ نے اپنا محدث ہونا فقیہ ہونا ثابت کر دیا ہے اور آپ یقیناً قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و شہادت کے حقدار ہو گئے ہیں، ہم نے آپ کی کتاب کے متعلق یہ چند سطور قلم بند کر کے آپ سے اپنی دوستی اور تعلق کا ثبوت فراہم کیا ہے پس اللہ کے واسطے قیامت کے دن اس تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنے دامن میں پناہ دینا۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے، عمر دراز دے اور اسی انداز پر قرآن مجید کی تفسیر کا کام بھی آپ ہی کے قلم سے انجام پذیر ہو۔

محتاج دعا خادم الملت

فقیر سید سعادت علی القادری مقیم حال، دی ہیگ (ہالینڈ)، ۱۷ اپریل ۱۹۹۲ء۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوٰة والسلام على
خاتم النبيين سيد الانبيآء والمرسلين اكرم الاوّلين و
الاٰخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اوّل الشافعين
والمشفعين صاحب المقام المحمود بين المحشورين
الذى نطقه وحى ربّ العالمين والذى خلقه معيار
للحسن فى الاوّلين والاٰخرين رحمة للعالمين حبيب
ربّ العالمين سيّدنا محمد وعلى اٰله الطيّبين الطاهرين
واصحابه الرّاشدين المهديّين وازواجه الطاهرات
المطهّرات امّهات المؤمنين واولياآء امّته الواصلين
الكاملين وعلماآء امّته الرّاسخين من المفسّرين
والمحدّثين والائمة المجتهدين اجمعين ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ط

کتاب البرّ والصلۃ والادب

برّ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
برّ کا معنی ہے صلہ، جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے تو کہتے ہیں اس نے برّ کی، قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت اسی معنی میں ہے:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ط ان اللہ یحب المقسطین۔ (ممتحنہ: ۶۰)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ برّ کرنے یعنی عدل اور احسان کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ (آل عمران، ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز برّ یعنی نیکی نہ پاسکو گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

ابو منصور نے کہا برّ، دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو ہدایت، نعمت اور اچھی چیزیں عطا فرمائی ہیں وہ دنیا کی خیر ہے، اور جنت میں دائمی نعمتوں کا حصول آخرت کی خیر ہے، (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائے آمین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی برّ کی ہدایت دیتی ہے، شمر نے کہا اس حدیث میں برّ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا برّ سے مراد صلاح (درستگی) ہے اور بعض نے کہا برّ سے مراد خیر ہے، اور میرے علم میں اس سے زیادہ جامع برّ کی اور کوئی تفسیر نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام اقوال کو جامع ہے۔

لوگوں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کرنا برّ ہے، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ بعض اہل لغت نے کہا کہ برّ کا اصل معنی وسعت ہے، بحر کے مقابلہ میں برّ کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے، پھر یہ لفظ شفقت، احسان اور صلہ میں مشہور ہوگیا، مصنف (صاحب قاموس) نے بصائر میں کہا ہے کہ برّ کا معنی ہے فعل خیر میں توسع، کبھی یہ لفظ اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور البرّ الرحیم کہا جاتا ہے اور کبھی بندے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور برّ العبد ربہ کہا جاتا ہے یعنی بندے نے زیادہ عبادت کی، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو ثواب عطا کرنے اور بندے کی طرف منسوب ہو تو اطاعت کرنے کے معنی میں ہے، اطاعت کی ایک قسم اعتقاد

ہے اور دوسری اعمال، قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت ان دونوں قسموں کو شامل ہے:

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر و الملائکۃ والکتٰب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتٰمیٰ والمسٰکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عٰھدوا والصّٰبرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولٰئک الذین صدقوا ط و اولٰئک ھم المتقون۔

(بقرۃ، ۱۷۷)

اصل برّ (نیکی) یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، البتہ اصل برّ اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ روزِ آخرت، فرشتوں، (آسمانی) کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے باوجود (اللہ کے لیے) رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرنے کے لیے مال دے، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرنے والے اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے۔ یہی لوگ (برّ میں) صادق ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے برّ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، کیونکہ یہ آیت اعتقاد، اعمال، فرائض، نوافل، برّ والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں وسعت پر مشتمل ہے۔ [1]

صِلہ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وصل، فصل کی ضد ہے، قرآن مجید میں ہے:

ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون۔ (قصص: ۵۱)

اور بے شک ہم ان کے لیے اپنا کلام وصل کے ساتھ (یعنی پے بہ پے) بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ صلہ رحمی کا جو حکم دیا گیا ہے یہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر نرمی اور شفقت برتنے کے ساتھ کنایہ ہے، خواہ وہ رشتہ دار دُور کے ہوں اور بدسلوکی کیوں نہ کریں۔ [2]

ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ادیب اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو اچھائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، ادب کی اصل ہے دعاء یعنی دعوت دینا، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ ادب اس ملکہ کو کہتے ہیں جو انسان کو لائق مذمت چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، مصباح میں ہے: ریاضت نفس اور محاسن اخلاق سیکھنے کو ادب کہتے ہیں، ابوزید انصاری نے ادب کی یہ تعریف کی ہے:

الادب یقع علی کل ریاضۃ محمودۃ یتخرج بھا الانسان فی فضیلۃ من الفضائل۔

ادب ہر اُس ریاضت محمودہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو کوئی فضیلت حاصل ہو۔

تہذیب میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے اور توشیح میں یہ تعریف ہے:

ما یحمد قولًا و فعلا او الاخذ او الوقوف

جس قول یا فعل کی تعریف کی جائے وہ ادب ہے، یا

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[2] " " " تاج العروس شرح القاموس ج ۸ ص ۱۵۷-۱۵۵، " " "

مع المستحسنات او تعظیم من فوقك والرفق بمن دونك ۔

کسی چیز کو احسن طریقہ سے جاننا یا حاصل کرنا ادب ہے، یا اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ لغت میں حسن اخلاق اور فعل مکارم کو ادب کہتے ہیں اور اسلام میں علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق بعد کی پیداوار ہے، مصنف نے کہا ہے کہ کسی چیز کو احسن طریقہ سے حاصل کرنا ادب ہے اور یہ تعریف اکثر اقوال کی جامع ہے[1]

اخلاق حسنہ کی اہمیت

بر، صلہ اور ادب، ان تینوں لفظوں کا مآل مکارم اخلاق ہے، اس لیے ہم اخلاق حسنہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے احادیث پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو قال لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا كان يقول ان من خياركم احسنكم اخلاقا ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فطرۃً بدگو تھے نہ عادۃً اور آپ فرماتے تھے تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن فاحشا ولا متفحشا وقال ان من احبكم الي احسنكم اخلاقا [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طبعاً بدگو تھے نہ کسباً، اور آپ نے فرمایا تم میں وہ شخص مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگا جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن عبسة قال اتيت رسول الله

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۲ ص ۸۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ! من تبعک علی ھذا الامر قال حر وعبد، قلت ما الاسلام قال طیب الکلام واطعام الطعام قلت ما الایمان قال الصبر والسماحۃ قلت ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قال قلت ای الایمان افضل قال خلق حسن قال قلت ای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت قال قلت ای الھجرۃ افضل قال ان تھجر ما کرہ ربک عزوجل قال قلت فای الجھاد افضل قال من عقر جوادہ واھریق دمہ قال قلت ای الساعات افضل قال جوف اللیل الآخر ثم الصلوٰۃ مکتوبۃ مشھودۃ الحدیث[1]

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، یا رسول اللہ! اس دین میں آپ کے پیروکار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا آزاد اور غلام، میں نے پوچھا اسلام کا کیا پیغام ہے؟ فرمایا: شیریں گفتاری اور کھانا کھلانا، میں نے پوچھا ایمان کا کیا تقاضا ہے؟ آپ نے فرمایا صبر اور سخاوت، میں نے پوچھا افضل مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، میں نے پوچھا کس کا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ میں نے پوچھا کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں قیام لمبا ہو، میں نے پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا تم ان چیزوں کو ترک کر دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہوں۔ میں نے پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس میں تمہارا گھوڑا زخمی ہو اور تمہارا خون بہہ جائے، میں نے پوچھا کون سی ساعت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کی، پھر فرض نماز جس میں فرشتے آتے ہیں۔

بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَاِنَّهُمَا اَحَقُّ بِهٖ۔

والدین سے حسن سلوک اور ان کو مقدم رکھنا!

۶۳۷۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جَمِيْلِ بْنِ طَرِيْفِ الثَّقَفِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ فَقَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ وَفِيْ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّاسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کون لوگ میرے اچھے سلوک کے حق دار ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں! کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں! کہا پھر؟ فرمایا پھر تمہارا باپ، قتیبہ کی روایت میں ہے: میرے اچھے سلوک کا کون مستحق ہے، اس میں لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۷۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ مستحق ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، پھر ماں، پھر ماں،

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبُوْكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ۔

پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے قریب ہو، پھر جو تمہارے قریب ہو۔

۶۳۷۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيْكٌ عَنْ عُمَارَةَ وَابْنِ شُبْرُمَةَ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ وَزَادَ فَقَالَ نَعَمْ وَاَبِيْكَ لَتُنَبَّاَنَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس کے بعد جریر کی روایت کی مثل ہے اور یہ اضافہ ہے کہ تمہارے باپ کی قسم تم کو خبر دی جائے گی۔

۶۳۸۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ حَدِيْثِ وُهَيْبٍ مَنْ اَبَرُّ وَفِيْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ اَيُّ النَّاسِ اَحَقُّ مِنِّيْ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، محمد بن طلحہ کی روایت میں ہے کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ حقدار ہیں؟ اس کے بعد پہلی روایت کی مثل ہے۔

۶۳۸۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنِيْ ابْنَ سَعِيْدٍ الْقَطَّانَ) عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيْبٌ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاْذِنُهٗ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيْهِمَا فَجَاهِدْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

۶۳۸۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيْبٍ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُو الْعَبَّاسِ اِسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوْخَ الْمَكِّيُّ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی

۶۳۸۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ جَمِيعًا عَنْ حَبِيبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۶۳۸۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ نَاعِمًا مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا جی! دونوں زندہ ہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان سے حسن سلوک کرو۔

ماں کا حق مقدم ہونے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے، پھر باپ اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بہ درجہ رشتہ دار۔ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے، ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے، حمل، وضع حمل، دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت ہوتی ہے، حارث محاسبی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے، کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیث صحیحہ سے مستفاد ہے۔

حدیث نمبر ۶۳۸۴ میں ہے: ایک شخص نے جہاد کی اجازت مانگی۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ، ان سے حسن سلوک کرو۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے جاؤ ان کی خدمت میں جہاد کرو، اس حدیث میں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل ہے اور یہ کہ ماں باپ کی خدمت کی جہاد سے زیادہ تاکید ہے اور یہ کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے، یہ اس جہاد کے متعلق ہے جو فرض کفایہ ہو اگر جہاد فرض عین ہو تو پھر ان سے اجازت لینا شرط نہیں ہے، ماں باپ کے ساتھ نیکی کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے اور یہ کہ ان کی نافرمانی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربی والیتٰمی والمسٰکین وقولوا للناس حسنا۔
(بقرہ: ۸۳)

اور (یاد کرو) جب ہم نے اولاد لیقوب سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل۔ (بقرہ: ۲۱۵)

آپ فرما دیجیے کہ (تم بطور حسن سلوک) جو مال (بھی) خرچ کرو تو (وہ) ماں باپ، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتٰمی والمسٰکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء: ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، مجلس کے ساتھی، مسافر اور باندیوں کے ساتھ نیکی کرو۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا۔
(انعام: ۱۵۱)

آپ فرمائیے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ط اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ہ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔
(بنو اسرائیل: ۲۳)

اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ (اے لوگو!) اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھو، اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک، یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انہیں اُف (تک) نہ کہنا نہ جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا، اور عاجزی اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ ج حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک ط الی المصیر ہ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق نیکی کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا، اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ:) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میری ہی طرف لوٹنا ہے، اور اگر وہ تم پر یہ دباؤ

(لقمان : ۱۴ - ۱۵)

ووصینا الانسان بوالدیہ حسناً ط و ان جاھداك لتشرك بی ما لیس لك بہ علم فلا تطعھما ط

(عنکبوت : ۸)

ووصینا الانسان بوالدیہ احساناً ط حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھاً ط وحملہ وفصالہ ثلثون شھراً ط حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین۔

(احقاف : ۱۵)

ڈالیں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھیراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے، تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ رہنا۔

اور ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے، اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے، تو تُو ان کا کہنا نہ مان۔

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے (پیٹ میں) اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کو (پیٹ میں) اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا، تیس ماہ میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا، اور (اس کے بعد) چالیس برس کا ہو گیا، تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے باپ پر فرمایا، اور اس پر کہ میں تیری پسند کے نیک کام کرتا رہوں، اور میری اولاد میں نیکی رکھ دے بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں (تیرے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ہیثمی بیان کرتے ہیں :

عن معاویۃ بن جاھمۃ عن ابیہ قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استشیرہ فی الجھاد فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الك والدان قال نعم قال الزمھما فان الجنۃ تحت اقدامھما رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات [1]

معاویہ بن جاہمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے والدین ہیں، انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو، کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن طلحۃ بن معاویۃ سلمی قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

انی اریدالجهاد فی سبیل الله قال امك حیة قلت نعم قال النبی صلی الله علیه وسلم الزم رجلها فثم الجنة رواه الطبرانی ——— عن ابن اسحاق وهو مدلس عن محمد بن طلحة ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح [1]

نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا جی! آپ نے فرمایا اس کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو، وہیں جنت ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے دو راوی ضعیف ہیں، باقی صحیح ہیں۔

عن ابی هریرة قال جاءت امراة الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت یا رسول الله من ابر قال امك قالت ثم من قال امك قالت ثم من قال امك قالت ثم من قال والدك رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه سلیمان بن داؤد الیمامی وهو متروك [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی، اور کہنے لگی یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ، فرمایا پھر اپنے والد کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی متروک ہے۔

علامہ علی متقی ہندی بیان کرتے ہیں:

عن انس قال الجنة تحت اقدام الامهات [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عن ابن عباس قال من قبل بین عینی امه کان له سترا من النار [4] (شعب الایمان للبیهقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔

عن فاطمة قالت الزم رجلها فثم الجنة. [5] (ابن ماجه)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو جنت وہیں ہے۔

عن ابن عمرو قال انت ومالك لوالدك ان اولادكم من اطیب کسبکم فکلوا مما

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے تمہاری پاکیزہ ترین کمائی

---

[1] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۹، " " " "

[3] ۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲، " " " "

[5] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳، " " " "

کسب اولادکم[1]۔ (سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مسند احمد)۔

تمہاری اولاد ہے، سو اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

عن ابی بکر قال من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل یوم الجمعۃ فقرا عندہ یٰسٓ غفرلہ[2] (کامل لابن عدی)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یٰسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

عن والد عبد العزیز تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ، وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامہات یوم الجمعۃ، فیفرحون بحسناتھم، وتزداد وجوھھم بیاضا و اشراقا، فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم[3] (حکیم)

والد عبد العزیز سے روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں، وہ (اپنے متعلقین کی) نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں، اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو۔

عن ابن عباس قال ما من رجل ینظر الی وجہ والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب لہ بھا حجۃ مقبولۃ مبرورۃ[4] (رافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

عن انس قال من ارضی والدیہ فقد ارضی اللہ ومن اسخط والدیہ فقد اسخط اللہ[5]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور جس شخص نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

عن جابر اذا کنت تصلی فدعاک ابواک فاجب امک ولا تجب اباک[6] (دیلمی)

حضرت جابر سے روایت ہے: نماز کی حالت میں تمہیں ماں، باپ بلائیں تو ماں کے بلانے پر چلے جاؤ باپ کے بلانے پر نہ جاؤ۔

عن ابن عمر ان من بر الرجل بابیہ ان یبر اھل ودابیہ[7] (ابن عساکر)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باپ کے ساتھ نیکی ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ . کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ 〃 〃 〃 〃

[5] 〃 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ 〃 〃 〃 〃

[6] 〃 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ 〃 〃 〃 〃

[7] 〃 〃 〃 〃 کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۳ 〃 〃 〃 〃

عن ابی اسید الساعدی لا یبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلوٰۃ علیہ ، والدعاء لہ ، وانفاذ عھدہ من بعدہ ، وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ ۔ [1] (سنن کبری للبیھقی)

حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت ہے باپ کے لیے اولاد کی صرف چار نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں باپ کی نماز جنازہ پڑھنا اور باپ کے حق میں دعا کرنا، باپ کے وعدہ کو پورا کرنا، اس کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا اور اس کے دوست کی عزت کرنا۔

عن انس من احب ان یمد لہ فی عمرہ و ان یزاد فی رزقہ فلیبر والدیہ ولیصل رحمہ ۔ [2]

(مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے۔

عن ابی ھریرۃ لم یتل القرآن من لم یعمل بہ ۔ ولم یبر والدیہ من احد النظر الیھما فی حال العقوق اولئک براء منی ، وانا منھم بری ۔ [3] (سنن دار قطنی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن مجید پر عمل نہیں کیا اس نے اس کی تلاوت نہیں کی، جس نے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کو گھور کر دیکھا اس نے ان کے ساتھ نیکی نہیں کی وہ مجھ سے بری ہیں میں ان سے بری ہوں۔

عن ابن عباس ما من ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ ، قالوا وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ ؟ قال نعم ، اللہ اکثر و اطیب ۔ [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو نیک شخص ایک بار اپنے ماں باپ کی طرف محبت سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کو حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے، صحابہ نے پوچھا خواہ وہ ہر روز سو بار دیکھے، فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرمانے والا اور بہت پاک ہے۔

عن عائشۃ النظر فی ثلاثۃ اشیاء عبادۃ : النظر فی وجہ الابوین و فی المصحف ، و فی البحر ۔ [5] (ابونعیم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے، ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا، قرآن مجید کو اور سمندر کو۔

عن ابن عمر من زار قبر والدیہ او احدھما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ ،

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ثواب کی نیت سے

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۴، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۵، " " " "

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۶، " " " "

[4] " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۷، " " " "

[5] " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۸، " " " "

ومن کان زوارًا لهما زارت الملائکة قبره۔ [1] (کامل لابن عدی)

عن ابی بکر کل الذنوب یؤخر الله تعالیٰ ماشاء منها الا عقوق الوالدین، فان الله تعالیٰ یعجله لصاحبه فی الحیوٰۃ الدنیا قبل الممات۔ [2] (طبرانی)

زیارت کی تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی زیارت کرے گا فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا میں جلد سزا دیتا ہے۔

بَابُ ۸۹۸ تَقْدِیمِ بِرِّ الْوَالِدَیْنِ عَلَی التَّطَوُّعِ بِالصَّلٰوۃِ وَغَیْرِهَا!

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نفل نماز وغیرہ پر مقدم ہونا

۶۳۸۵۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ بْنُ الْمُغِیرَۃِ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّهٗ قَالَ کَانَ جُرَیْجٌ یَتَعَبَّدُ فِیْ صَوْمَعَۃٍ فَجَاءَتْ اُمُّهٗ فَقَالَ حُمَیْدٌ فَوَصَفَ لَنَا اَبُوْ رَافِعٍ صِفَۃَ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ لِصِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّهٗ حِیْنَ دَعَتْهُ کَیْفَ جَعَلَتْ کَفَّهَا فَوْقَ حَاجِبِهَا ثُمَّ رَفَعَتْ رَاْسَهَا اِلَیْهِ تَدْعُوْهُ فَقَالَتْ یَا جُرَیْجُ اَنَا اُمُّكَ کَلِّمْنِیْ فَصَادَفَتْهُ یُصَلِّیْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَاخْتَارَ صَلَاتَهٗ فَرَجَعَتْ ثُمَّ عَادَتْ فِی الثَّانِیَۃِ فَقَالَتْ یَا جُرَیْجُ اَنَا اُمُّكَ فَکَلِّمْنِیْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ فَاخْتَارَ صَلَاتَهٗ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا جُرَیْجٌ وَهُوَ ابْنِیْ وَاِنِّیْ کَلَّمْتُهٗ فَاَبٰی اَنْ یُکَلِّمَنِیْ اَللّٰهُمَّ فَلَا تُمِتْهُ حَتّٰی تُرِیَهٗ الْمُوْمِسَاتِ قَالَ وَلَوْ دَعَتْ عَلَیْهِ اَنْ یُّفْتَنَ فَفُتِنَ قَالَ وَکَانَ رَاعِیْ ضَاْنٍ یَاْوِیْ اِلٰی دَیْرِهٖ قَالَ فَخَرَجَتِ امْرَاَۃٌ مِّنَ الْقَرْیَۃِ فَوَقَعَ عَلَیْهَا الرَّاعِیْ فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقِیْلَ لَهَا مَا هٰذَا قَالَتْ مِنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جریج اپنے معبد میں عبادت کر رہے تھے، اتنے میں ان کی ماں آئی، حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے صفت بیان کی تھی، جب ان کی ماں نے انھیں بلایا تو انھوں نے کس طرح اپنی ہتھیلی اپنی بھوؤں پر رکھی تھی، پھر اس کی طرف سر اٹھا کر اس کو آواز دی اور کہا: اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں، تم مجھ سے بات کرو، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، جریج نے دل میں کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے پھر انھوں نے نماز کو اختیار کر لیا، ماں واپس لوٹ گئی، پھر دوبارہ آئی، اور کہا اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں! مجھ سے بات کرو، جریج نے (دل میں) کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے، پھر انھوں نے نماز کو اختیار کیا، ان کی ماں نے کہا اے اللہ! یہ جریج میرا بیٹا ہے میں اس سے بات کرتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے، اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، آپ نے فرمایا: اگر وہ یہ دعا کرتی کہ جریج

---

[1] ۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۰، " " " "

صَاحِبِ هٰذَا الدَّيْرِ قَالَ فَجَآءُوْا بِقُرُوْضِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَنَادَوْهُ فَصَادَفُوْهُ يُصَلِّي فَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا يَهْدِمُوْنَ دَيْرَهٗ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ نَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَهٗ سَلْ هٰذِهٖ قَالَ فَتَبَسَّمَ ثُمَّ مَسَحَ رَاْسَ الصَّبِيِّ فَقَالَ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ اَبِيْ رَاعِي الضَّاْنِ فَلَمَّا سَمِعُوْا ذٰلِكَ مِنْهُ قَالُوْا نَبْنِيْ مَا هَدَمْنَا مِنْ دَيْرِكَ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ اَعِيْدُوْهُ تُرَابًا كَمَا كَانَ ثُمَّ عَلَاهُ۔

فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا! آپ نے فرمایا ایک دنبوں کا چرواہا تھا جو جریج کے معبد میں ٹھہرتا تھا، ایک دن بستی سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس کے ساتھ بدکاری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس عورت سے پوچھا گیا یہ کس کا بچہ ہے؟ اس عورت نے کہا اس معبد والے کا بچہ ہے! لوگ اپنے پھاوڑے اور کلہاڑے لے کر آئے، اور اس کو آواز دی، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے ان لوگوں سے بات نہیں کی، لوگوں نے اس معبد کو گرانا شروع کر دیا، جب جریج نے یہ معاملہ دیکھا تو ان کے پاس اتر کر آئے، لوگوں نے ان سے کہا دیکھو یہ عورت کیا کہتی ہے؟ جریج مسکرائے پھر انھوں نے اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا میرا باپ دنبوں کا چرواہا ہے، جب لوگوں نے یہ جواب سنا تو انھوں نے کہا ہم نے تمہارے معبد کو جو گرایا ہے اس کے عوض سونے اور چاندی کا معبد بنا دیتے ہیں، جریج نے کہا نہیں! تم اس کو پہلے کی طرح مٹی کا ہی بنا دو، یہ کہہ کر وہ پھر اوپر چلے گئے۔

۶۳۸۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرُ بْنُ حَازِمٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِي الْمَهْدِ اِلَّا ثَلَاثَةٌ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَصَاحِبُ جُرَيْجٍ وَكَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فَكَانَ فِيْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهٗ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ يَا رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلَاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ فَقَالَ اَيْ رَبِّ اُمِّيْ وَصَلَاتِيْ فَاَقْبَلَ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ لَا تُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ اِلَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پنگھوڑے (پالنے) میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے، حضرت عیسیٰ ابن مریم اور صاحب جریج نے، جریج ایک عبادت گذار شخص تھا، اس نے ایک معبد بنایا، جس وقت وہ معبد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا، اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز پڑھتا رہا، اور اس کی ماں واپس چلی گئی، دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کہا اے جریج، اس نے کہا اے میرے رب، ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور ماں واپس چلی گئی، اگلے روز ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کہا اے جریج! جریج نے کہا اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک

وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَنَّ اَكَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ جُرَيْجًا وَّ عِبَادَتَهٗ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ لَكُمْ قَالَ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَّفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَقَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ فَقَالَ اَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَآءُوْ بِهٖ فَقَالَ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهٖ وَقَالَ يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ فُلَانُ الرَّاعِيْ قَالَ فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَقَالُوْا نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَآبَّةٍ فَارِهَةٍ وَّ شَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهٖ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ ارْتِضَاعَهٗ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فَمِهٖ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَتْ اُمُّهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَهُنَالِكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ حَلْقِيْ مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهٗ فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهٗ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ

طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز میں مصروف رہا، اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا، بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے، بنو اسرائیل کی ایک عورت بہت خوبصورت تھی، اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ مبتلا کر دوں، وہ عورت جریج کے پاس گئی، جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا، اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی، چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی، جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے، لوگ آئے اور انھوں نے جریج کو معبد سے اتارا اور معبد کو گرا دیا، لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کر دیا، جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے کر آئے، جریج نے کہا: ٹھہرو! مجھے نماز پڑھنے دو، اس نے نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا اے بچہ! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا، حضور نے کہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسہ دینے لگے اور حصول برکت کے لیے اس کو چھونے لگے، اور کہا ہم آپ کے لیے سونے کا معبد بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا نہیں تم اس کو اسی طرح مٹی کا بنا دو، پھر انھوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ (تیسرے نوزائیدہ بچے کے کلام کرنے کا قصہ یہ ہے)) ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، اتنے میں ایک شخص عمدہ سواری پر اچھی پوشاک پہنے ہوئے گذرا، اس کی ماں نے کہا "اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے" بچہ دودھ چھوڑ کر اس شخص کی طرف مڑا اور اس کو دیکھتا رہا پھر کہا "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا" پھر پستان کی طرف مڑا اور دودھ پینے لگا، راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا، آپ

مِثْلَهَا فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا قَالَ اِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِیْ مِثْلَهٗ وَاِنَّ هٰذِهٖ يَقُوْلُوْنَ لَهَا زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِثْلَهَا۔

اپنی انگشت سبابہ کو منہ میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے بچہ کے دودھ پینے کی حکایت کر رہے تھے، پھر ان کا گذر ایک باندی سے ہوا جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے اور وہ جواب میں کہتی تھی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے! اس بچہ کی ماں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، اس بچہ نے دودھ چھوڑ دیا اور اس باندی کی طرف دیکھ کر کہا: "اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا، تب ماں بیٹے میں مناظرہ ہوا، ماں نے کہا اے سرمنڈے! ایک شخص اچھی حیثیت کا گذرا اور میں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی مثل نہ بنا اور اس لونڈی کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے! سو میں نے دعا کی اے اللہ میرے بیٹے کو اس کی طرح نہ کرنا، تو تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی مثل کرنا، بچہ نے کہا وہ شخص ایک ظالم آدمی تھا تو میں نے دعا کی اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنانا، اور جس باندی کو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی، اس لیے میں نے دعا کی: "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا بنا دے۔"

۶۳۸۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا اَبُوْعَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو،

ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُهٗ قِيْلَ مَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَيْهِمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ۔

پوچھا گیا یارسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے (جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِيْ سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اس کے بعد مثل سابق ہے۔

نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث میں حضرت جریج رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے اور یہ کہ انھوں نے ماں کی آواز پر لبیک کے بجائے نماز پڑھنے کو ترجیح دی، ماں نے ان کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرلی، علماء نے کہا کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اگر ماں نفل نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جانا واجب ہے، کیونکہ نفل نماز میں استمرار بھی نفل ہے واجب نہیں ہے اور ماں کے بلانے پر جانا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور ماں کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ حضرت جریج کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ نماز کو جلد ختم کر کے ماں کی بات سن لیتے اور پھر بعد میں پڑھ لیتے لیکن ان کو یہ خدشہ تھا کہ شاید وہ ان سے یہ کہیں گی کہ وہ معبد کو چھوڑ کر گھر آجائیں اور دنیا کی دل چسپیوں، رنگینیوں اور ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں، اس لیے انھوں نے عبادت کا جو عزم کیا تھا وہ کمزور پڑ جاتا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں نماز میں گفتگو کرنا ممنوع نہیں تھا، اس لیے حضرت جریج کے لیے نماز میں اپنی ماں کی بات کا جواب دینا جائز تھا اور جب اس کے باوجود حضرت جریج نے اپنی ماں کی بات کا جواب نہیں دیا تو ان کے خلاف ان کی ماں کی بد دعا قبول کر لی گئی۔ ابتداءً ہماری شریعت میں بھی کلام کرنا مباح تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی قوموا للہ قانتین (بقرہ: ۲۳۸) "اللہ کے حضور ادب اور خاموشی سے کھڑے ہو"، تو نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا۔ اور اب کسی نمازی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کو اس کی ماں بلائے یا کوئی اور، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے"، اور ادائیگی نماز کی شکل میں وہ اللہ تعالیٰ کے جس حق کو ادا ــــ کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے وہ ماں باپ کے حق سے زیادہ اہم ہے، تاہم علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی نماز میں تخفیف کر کے ماں باپ کی آواز پر لبیک کہے، صاحب توضیح نے یہ کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ اگر آپ کسی شخص کو نماز کی حالت میں بلائیں تو اس پر آنا واجب ہے اور آپ کے پاس آنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رویانی نے البحر میں نماز میں والدین کے بلانے پر لبیک کہنے کے متعلق تین قول بیان کیے ہیں: (۱) اجابت واجب نہیں ہے (۲) اجابت واجب ہے اور نماز باطل ہو جائے گی (۳) اجابت واجب ہے اور نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر نماز فرض ہو اور وقت تنگ ہو تو اجابت واجب نہیں ہے (بلکہ جائز نہیں ہے سعیدی غفرلہ) عبدالملک بن حبیب نے کہا ہے کہ اگر نماز نفل ہو اور ماں بلائے تو نفل نماز پڑھنے سے ماں کے بلانے پر جانا افضل ہے۔

حضرت جریج کے لیے نفل نماز میں مشغول رہنے سے ماں کے بلانے پر جانا صحیح تھا، کیونکہ نفل نماز کو پڑھتے رہنا نفل تھا۔ اور ماں کے بلانے پر جانا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ ماں کے بلانے پر جانے کے وجوب کے سلسلہ میں امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز میں تم کو ماں بلائے تو جاؤ اور اگر باپ بلائے تو نہ جاؤ" مجاہد نے یہ کہا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے بلانے پر جاؤ۔ امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو اس کی اطاعت نہ کرو اور اگر جہاد میں جانے سے منع کرے تو اس کی اطاعت کرو، ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔[1]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز اگر فرض یا واجب ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے اور اگر نماز نفل ہو تو ماں کے بلانے پر جانا واجب ہے اور باپ کے بلانے پر جائز نہیں ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند دیلمی کی حدیث میں ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت کا مذہب ہے اس مسئلہ میں معتزلہ کا اختلاف ہے، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ کبھی اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے بھی واقع ہوتی ہیں، ہمارے اصحاب متکلمین کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور بعض متکلمین نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور ان کے اختیارات سے واقع نہیں ہوتیں[2] (صحیح یہ ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت جریج کا یہ واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیاء کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا۔ اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیار کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا، یہی حال معجزہ کا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول بھی معجزہ ہے اور اس میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل نہیں تھا، اور آپ کی دعا سے متعدد چیزوں میں برکت ہونا اور آپ کے لمس سے اور آپ کے لعاب مبارک کی برکت سے شفاء اور دیگر برکتوں کا حصول، یہ وہ معجزات ہیں جن میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل ہے۔)

کرامات کا تحقق خوارق عادات کی تمام اقسام کو شامل ہے، بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کرامت صرف قبولیت دعا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ قول غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ کرامات سے اشیاء کی حقیقتیں بدل جاتی ہیں، اور ایک چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔[3]

---

[1] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۸۳-۲۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۸۳، " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ تفتازانی کرامت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

والکرامۃ ظہور امر خارق للعادۃ من قبلہ بلا دعوی النبوۃ وھی جائزۃ ولو بقصد الولی ومن جنس المعجزات لشمول قدرۃ اللہ تعالیٰ وواقعۃ کقصۃ مریم و آصف واصحاب الکھف وما تواتر جنسہ من الصحابۃ و التابعین وکثیر من الصالحین۔[1]

جو کام عام لوگوں کی طاقت اور عادت کے خلاف ہو اس کا اللہ کے ولی سے بغیر دعویٰ نبوت کے ظہور ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں، کرامت جائز ہے خواہ یہ ولی کے قصد اور اختیار سے صادر ہو، اور جنس معجزات سے ہو، کیونکہ اس کو اللہ کی قدرت شامل ہے اور کرامت واقع بھی ہے جیسا کہ حضرت مریم، حضرت آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات سے ظاہر ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور بہ کثرت صالحین سے تواتر کے ساتھ کرامت کا ظہور ثابت ہے۔

ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں معجزہ اور کرامت اور ان سے متعلق تمام مباحث پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں

حضرت جریج کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا بہت اہم حکم ہے، اور ماں کا حق بہت مؤکد ہے، اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اور جب چند اُمور میں تعارض ہو تو جو ان میں زیادہ اہم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور مشکلات میں اپنے اولیاء کے لیے ان کا مخرج اور حل پیدا کر دیتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ہ ویرزقہ من حیث لا یحتسب ط ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ (طلاق: ۲-۱)

جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

مصنف کی زندگی میں کئی بار اس آیت کا مصداق متحقق ہوا، میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں حدیث شریف پڑھاتا رہا، ۱۹۸۴ء میں مجھے کمر کا شدید عارضہ لاحق ہوا، یہاں تک کہ میں زمین پر بیٹھ کر پڑھانے سے تقریباً معذور ہو گیا، جولائی ۱۹۸۵ء میں، میں نے مدرسہ کے مہتمم سے کہا کہ میں زمین پر بیٹھ کر نہیں پڑھا سکتا، البتہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھا سکتا ہوں، مدرسہ کے مہتمم نے میری اس درخواست کو منظور نہیں کیا اور کہا آپ کو کم از کم دو گھنٹہ زمین پر بیٹھ کر روایتی طریقہ سے تفسیر اور حدیث پڑھانا ہو گی، اس کے بعد آپ اپنے کمرہ میں پڑھائیں چاہے لیٹ کر یا کرسی پر بیٹھ کر۔ میں شدید کرب اور اضطراب کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ میں تو آدھا گھنٹہ بھی زمین پر نہیں بیٹھ سکتا دو گھنٹہ کس طرح بیٹھ سکوں گا، میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفتر میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی کراچی سے مولانا منیب الرحمان صاحب نے ٹیلی فون کیا اور دار العلوم نعیمیہ کراچی میں حدیث شریف پڑھانے کی پیش کش کی اور میز اور کرسی پر تدریس کی شرط منظور کر لی اور اس وقت میری زبان پر بے اختیار یہ آیت آگئی: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ہ ویرزقہ من حیث لا یحتسب مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لمحہ کے لیے بھی مضطرب ہونے نہیں دیا۔ وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضیٰ۔

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ دوستان خدا پر کبھی مصائب اور مشکلات کا ورود اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے نفوس کی تہذیب ہو اور معصیت کا زنگ اتر جائے اور کبھی درجات کی بلندی کے لیے وہ ابتلاء کا شکار ہوتے ہیں۔

مصائب اور مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ [1]

جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

بعض مسلمان انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے بھی استمداد اور استغاثہ کرتے ہیں، ہر چند کہ ان کی امداد کو غیر مستقل اور اذن الٰہی کے ساتھ مشروط سمجھنا اور اس عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے، لیکن عبودیت کا تقاضا اور افضل اور اولی یہی ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھا جائے، اسی سے سوال کیا جائے، اسی سے دعا مانگی جائے اور اسی سے استعانت کی جائے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام، بزرگان دین اور حضور سید المرسلین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وسیلہ سے دعا مانگنا اقرب الی الاجابت ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتے اور گناہوں کی قضا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے، انصاف اور اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس کے درجہ میں رکھا جائے، پہلے فرائض اور واجبات ادا کریں، ممنوعات شرعیہ سے بچیں اس کے بعد استحسان اور استحباب کے درجہ میں بزرگان دین کی ارواح کو ایصال ثواب کریں۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا فی نفسہ جائز ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا جائے، پہلے ہم وسیلہ کے موضوع پر دلائل شرعیہ بیان کریں گے اس کے بعد استمداد اور استعانت کے موضوع پر بحث کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

وسیلہ کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل مایتوصل بہ الی الشیٔ ویتقرب بہ۔ [2]

جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الجوھری: الوسیلۃ مایتقرب بہ الی الغیر [3]

امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ زبیدی نے ابن اثیر اور علامہ جوہری کے حوالوں سے وسیلہ کی تعریف میں مذکور المعنی عبارات نقل کی ہیں۔ [4]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵-۷۲۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۱۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ ابن منظور افریقی اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے،

الوسیلۃ مایتقرب بہ الی الغیر۔[1] جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے،

ائمہ لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، زندگی میں اور وفات کے بعد بھی۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام محمد بن جذری آداب دعا میں لکھتے ہیں:

ویتوسل الی اللہ بانبیائہ والصالحین[2] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال المؤلف وھو من المندوبات ففی صحیح البخاری فی الاستسقاء ——— حدیث عمر اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون و لحدیث عثمان بن حنیف فی شان الاعمی رواہ الحاکم فی مستدرکہ علی الصحیحین وقال صحیح علی شرط الشیخین والترمذی قال حدیث صحیح غریب وقد ذکرناہ فی الحصن و لحدیث ابی امامۃ الذی ذکرناہ فی ذکر الصباح رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر وکتاب الدعاء انتھی[3]

مصنف نے کہا دعا میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ) تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہو جاتی۔ اور جیسا کہ نابینا کی حدیث میں حضور کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور ہم نے اس کو حصن میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابو امامہ کی بناء پر جس کو ہم نے صبح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور کتاب الدعاء میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۵ ص ۱۸۴۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن محمد علی بن یوسف جذری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۷۶، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

امام جذری نے حضرت ابوامامہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذی اشرقت له السمٰوٰت والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك۔[1]

اے اللہ میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بناءً علی ما وعدتهم من الاجابة وكانه سئل الله تعالیٰ متوسلاً بحقوق الله علی مخلوقاته وبحقوق السائلين عليه تعالیٰ والظاهر ان حق الله هو اطاعته وثناءه والعمل باوامره والنهی عن زواجره وحق العباد علی الله ثوابهم الذی وعدهم به فانه واجب الانجاز ثابت الوقوع لوعده الحق واخباره الصدق۔[2]

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلے سے، اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کی حمد وثناء کریں، اس کے احکام پر عمل کریں، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے، کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے، کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فنقول: قول السائل لله تعالیٰ: اسئلك بحق فلان وفلان من الملائكة والانبياء والصالحين وغيرهم او بجاه فلان او بحرمة فلان يقتضی ان هؤلاء لهم عند الله جاه وهذا صحيح فان هؤلاء لهم عند الله منزلة وجاه وحرمة يقتضی ان يرفع الله درجاتهم ويعظم اقدارهم ويقبل شفاعتهم اذا شفعوا۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں، فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو، اور یہ دعا صحیح ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے، جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت

---

[1] امام محمد بن محمد جذری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۲۸، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۷۶، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

معرانہ سبحانہ قال، من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔[1]

کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ، نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ویمکن ان یراد حق السائلین علی اللہ ان لا یخیب دعاھم کما وعدھم بقولہ ادعونی استجب لکم[2]

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اقول ومن التوسل بالانبیاء ما اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب، والنسائی، وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم من حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ ادع اللہ ان یکشف لی عن بصری قال او ادعک فقال یارسول اللہ انی قد شق علی ذھاب بصری قال فانطلق فتوضا فصل رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ: الحدیث وسیاتی ھذا الحدیث فی ھذا الکتاب عند ذکر صلوۃ الحاجۃ واما التوسل بالصالحین فمنہ ما ثبت فی الصحیح ان الصحابۃ استقوا بالعباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال عمر رضی اللہ عنہ اللھم انا نتوسل الیک بعم

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے، امام نسائی، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کر دے، آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، الحدیث حصن حصین کے باب صلوۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا، اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔

[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۶۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

نبینا۔ [1]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اقترف ادم الخطيئة قال يا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لى، فقال الله عزوجل: يا ادم! وكيف عرفت محمد ولم اخلقه؟ قال لانك يا رب لما خلقتنى بيدك ونفخت فى من روحك رفعت راسى فرايت على قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضف الى اسمك الا احب الخلق اليك فقال الله عز وجل: صدقت يا ادم انه لاحب الخلق الى واذا سئلتنى بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك۔ [2]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم سے (اجتہادی) خطا ہو گئی، تو انھوں نے کہا: اے رب میں تجھ سے بہ حق محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا، حضرت آدم نے کہا کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے، اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون

---

[1] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۲ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے، لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ ابو نعیم حافظ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے، اس نسبت میں شیخ کو خطا لاحق ہوئی، یہ حدیث حافظ ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ حافظ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے، ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ [2]

یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے وہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر و فیہ من لم اعرفہ [3]

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا۔

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ [4]

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اس کے متقارب روایت کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام یا عیسیٰ اٰمن بمحمد وامر من ادرکہ من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن ھٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی اے عیسیٰ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اور جو تمہارے نبی امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیونکہ اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پھر میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے ان دونوں حدیثوں کے راویوں کی صحت سے اختلاف کیا ہے۔

---

[1] ۔ امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفا، ص ۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] ۔ شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

[4] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

علامہ سیوطی نے امام حاکم، امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ قسطلانی نے بھی حضرت عمر کی روایت کو امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [2]

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے اور لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے شفاء اسقام میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاوی میں اس تصحیح کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے پتا نہیں وہ کون ہے، اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو پیدا کرتا۔ [3]

ملا علی قاری نے بھی امام دیلمی کی اس روایت کو استشہاداً پیش کیا ہے۔ [4]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حقیقت محمدی پر بحث کرتے ہوئے یہ دو حدیثیں لکھی ہیں:

لولاک لما خلقت الافلاک، لولاک لما اظهرت الربوبية۔ [5]

اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

یہ حدیثیں ہر چند کہ ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ معنیً ثابت ہیں، حدیث لولاک پر مقالات سعیدی میں ہمارا ایک تفصیلی مقالہ ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مقربین بارگاہ کے وسیلہ سے دعا کرنا ابتداء آفرینش سے مشروع اور معمول ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام مدح میں اس دعا کا ذکر فرما کر اس دعا کے جواز اور استحسان کو بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لما ماتت فاطمه بنت اسد بن هاشم ام علی رضی الله عنها (الی ان قال) فلما فرغ دخل رسول الله صلی الله علیه وسلم فاضطجع فیه فقال الله الذی یحیی و یمیت وهو حی لا یموت اغفر لامی فاطمه بنت اسد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[3] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۵ھ

[5] حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات دفتر سوم، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۲۲

ولقنها حجتها ووسع عليها مدخله بحق نبيك والانبياء الذين من قبلي فانك ارحم الراحمين وكبر عليها اربعا وادخلوها اللحد هو والعباس وابو بكر الصديق رضي الله عنهم رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفيه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاكم وفيه ضعف وبقية رجاله رجال الصحيح۔ [1]

مارتا ہے، اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی، اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کو حجت القا فرما، ان کی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ نے، حضرت عباس نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں روح بن صلاح نام کا ایک راوی ہے، امام حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے، اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث کو علامہ نور الدین سمہودی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [2]

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من خرج من بيته الى الصلوٰة فقال اللهم اني اسئلك بحق السائلين عليك واسئلك بحق ممشاي هذا فاني لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا رياء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذني من النار وان تغفر لي ذنوبي انه لا يغفر الذنوب الا انت اقبل الله عليه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك۔ [3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی: اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا (سو جو

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

[2] ۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ، وفاء الوفا ج ۳ ص ۸۹۹، ۸۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ

[3] ۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام ابن السنی نے اس حدیث کو حضرت بلال اور حضرت ابو سعید خدری دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو امام احمد اور امام ابن ماجہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

علاوہ ازیں علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین (ج ۵ ص ۹۰-۸۹)، علامہ سیوطی نے درمنثور (ج ۲ ص ۳۶)۔ علامہ عراقی نے مغنی عن حمل الاسفار (ج ۱ ص ۳۲۶)۔ علامہ منذری نے ترغیب وترہیب (ج ۲ ص ۴۵۲) میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا | انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے دعا کرنے

کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک وھو خیر وان شئت دعوت فقال ادعہ فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسالک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کر دے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں، اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے، آپ نے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعا کرو، "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ

[3] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میرے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام احمد اور امام حاکم نے اس حدیث کو عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے:

قال عثمان: فوالله ما تفرقنا ولا طال الحديث حتى دخل الرجل وكانه لم يكن به ضرقط۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بہ خدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

امام ابن السنی نے بھی اس حدیث کو ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے جس میں مذکورہ الصدر اضافہ ہے۔ [5]

بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا

نور محمد کارخانہ تجارت کتب اور مطبع مجتبائی میں

جامع ترمذی کے جو نسخے طبع ہوئے ان میں یہ حدیث ہے لیکن اس میں "یا محمد" کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا، جبکہ شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نووی، امام محمد جزری وغیرہم نے اس حدیث کو امام ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قال الترمذی: حدثنا محمود بن غيلان حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا شعبة عن ابی جعفر عن عمارة بن خزيمة بن ثابت عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصر اتى

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کو ٹھیک کر دے،

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت
[5] امام ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، عمل الیوم واللیلۃ ص ۲۰۲، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن، ۱۳۱۵ھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضأ فیحسن وضوءہ ویدعو بھذہ الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی[1]

آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اس شخص نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں، اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالوں سے بیان کیا اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں، علامہ نووی نے لکھا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔[2] امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ (ج ۶ ص ۱۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ) میں روایت کیا ہے۔

امام محمد جذری نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم اور امام نسائی کے حوالوں سے ذکر کیا اور اس میں بھی یا محمد کے الفاظ ہیں۔[3]

قاضی شوکانی حصن حصین کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحدیث اخرجہ الترمذی والحاکم فی المستدرک والنسائی کما قال المصنف رحمہ اللہ (الی قولہ) واخرجہ الطبرانی بعد ذکر طرقہ التی روی بھا، والحدیث صحیح وصححہ ایضا ابن خزیمۃ فقد صحح الحدیث ھؤلاء الائمۃ وقد تفرد النسائی بذکر الصلوٰۃ ووافقہ الطبرانی فی بعض الطرق التی رواھا۔ وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل مع اعتقاد ان الفاعل ھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ، وانہ المعطی المانع ماشاء کان

اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا یہ حدیث صحیح ہے، امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا، سو ان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے البتہ نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقۃً دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جو وہ

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز ایضاً " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۷، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر ۱۳۷۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۳۸، ۱۳۷، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

وما لم یشأ لم یکن ۔[1] چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مطبع مجتبائی اور نور محمد کارخانہ تجارت کتب والوں نے خیانت کر کے جامع ترمذی سے یا محمد کے الفاظ نکال دیئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان بن حنیف کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحت سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں، اس لیے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاء حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی، اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔ یہاں تک جو ہم نے احادیث بیان کی ہیں ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں آپ کے توسل پر دلیل ہے، اب ہم ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے توسل پر دلیل ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مالك الدار قال، وكان خازن عمر على الطعام قال اصاب الناس قحط فى زمن عمر فجاء رجل الى قبر النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله! استسق لامتك فانهم قد هلكوا، فاتى الرجل فى المنام فقيل له، ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انكم ستسقون وقل له، عليك الكيس: عليك الكيس فاتى عمر فاخبره فبكى عمر ثم قال: يا رب لا آلوا الا ما عجزت عنه ۔[1]

مالک الدار، جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی، اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں

[1] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۲ ص ۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

عرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقال الحافظ ابو بکر الهیثمی اخبرنا ابو نصر بن قتادة وابو بکر الفارسی قالا حدثنا ابو عمر بن مطر حدثنا ابراهیم بن علی الذهلی حدثنا یحیی بن یحیی حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابی صالح عن مالك قال: اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله! استسق الله لامتك فانهم قد هلکوا فاتاه رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المنام فقال ایت عمر فاقرئه منی السلام واخبرهم انهم مسقون وقل له علیك بالکیس الکیس فاتی الرجل فاخبر عمر فقال: یا رب ما آلو الا ما عجزت عنه وهذا اسناد صحیح [1]

حافظ ابو بکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو، اس شخص نے جا کر حضرت عمر کو خبر دی، حضرت عمر نے کہا اے میرے رب! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبدالبر اور امام ابن اثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے [2] [3]

علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلّم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روی ابن ابی شیبة باسناد صحیح من روایة ابی صالح السمان عن مالك الدار وکان خازن عمر - قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا:

---

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ عبدالبر قرطبی مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۲ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۳۵۰-۳۸۹، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ

رسول الله استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتى الرجل فى المنام فقيل ايت عمر الحديث وقد روى سيف فى الفتوح ان الذى راى المنام المذكور هو بلال بن الحارث المزنى احد الصحابة۔ [1]

یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہورہے ہیں، پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ الحدیث۔ سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنيف ان رجلا كان يختلف الى عثمان بن عفان رضى الله عنه فى حاجة له فكان عثمان لايلتفت اليه ولا ينظر فى حاجته، فلقى عثمان بن حنيف فشكا ذلك اليه، فقال له عثمان بن حنيف ايت الميضاة فتوضا ثم ايت المسجد فصل فيه ركعتين ثم قل اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وآله وسلم نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه بك الى ربك (ربى) جل وعز فيقضى لى حاجتى، وتذكر حاجتك ورح الى حتى اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال له عثمان ثم اتى باب عثمان ——— فجاء البواب حتى اخذ بيده فادخله على عثمان بن عفان فاجلسه معه على الطنفسة وقال حاجتك فقضاها له ثم قال له ما ذكرت حاجتك حتى كانت هذه

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے، ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی، حضرت عثمان نے اس سے کہا: تم وضو خانہ جاکر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا، دربان نے ان

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶-۴۹۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

الساعۃ، و قال ما کانت لک من حاجۃ فائتنا ثم ان الرجل خرج من عندہ فلقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی. فقال عثمان بن حنیف واللہ ما کلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اتاہ ضریر فشکا علیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتصبر فقال یا رسول اللہ انہ لیس لی قائد وقد شق علی. فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ایت المیضاۃ فتوضا ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات. قال عثمان بن حنیف ما تفرقنا ولا طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر (قط) الی ان قال: والحدیث صحیح۔ [1]

کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے، حضرت عثمان میرے طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ ——— یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری متوفی ۶۵۶ھ نے الترغیب والترہیب (ج ۱ ص ۴۷۶-۴۷۴ مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ ۱۴۰۷ھ) میں اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ بیروت) میں اس حدیث کو بیان کرکے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح

امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کرکے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس سے روایت کرنے میں متفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے،) اور حدیث صحیح ہے، شیخ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر متفرد نہیں

---

[1] حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۱ ص ۱۸۴-۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے، اور یہ اسناد صحیح ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے، شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

قال الطبرانی روی ھذا الحدیث شعبۃ عن ابی جعفر واسمہ عمر بن ابی یزید وھو ثقۃ تفرد بہ عثمان بن عمر عن شعبۃ قال ابو عبد اللہ المقدسی: والحدیث صحیح۔

امام طبرانی نے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور اس کا نام عمر بن ابی یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن ابی عمر، شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابو عبد اللہ مقدسی نے کہا اور حدیث صحیح ہے۔

قلت والطبرانی ذکر تفردہ بمبلغ علمہ ولم یبلغہ روایۃ روح بن عبادۃ عن شعبۃ وذلک اسناد صحیح یبین انہ لم ینفرد بہ عثمان بن عمر۔[1]

میں کہتا ہوں کہ امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو متفرد کہا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں متفرد نہیں ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، اور امام ابن سنی نے روایت کیا اور اس میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وسیلہ کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں ہے اس کے برخلاف امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت میں حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی حضور سے توسل کرنے کا ذکر کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ[2] تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں، اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کب گنجائش ہے؟

امام بیہقی نے پہلے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، ۱۶۶) پھر اس حدیث کو روح بن قاسم، عن ابی جعفر مدینی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف کی سند سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے بعد مزید یہ کہا کہ:

ورواہ ایضا ھشام الدستوائی عن ابی جعفر

اس حدیث کو ہشام دستوائی نے از ابو جعفر از ابو امامہ

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۴-۲۷۳، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود ایضاً۔ " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۲۷۳ھ

[2] بعض اوقات ایک ہی امام ایک حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اختصار کے ساتھ اور دوسرے باب میں تفصیل کے ساتھ روایت کرتا ہے صحیح بخاری میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں، اور زیر بحث حدیث کی مثال سنن بیہقی کے حوالے سے بھی آرہی ہے۔

عن ابی امامۃ بن سھل عن عمہ وھو عثمان بن حنیف ۔ [1]

بن سہل از عم خود روایت کیا ہے، ابو امامہ کے چچا حضرت عثمان بن حنیف ہیں۔

امام بیہقی کی اس مفصل روایت کا اور اس دوسری سند کا شیخ ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

ورواہ البیھقی من ھذا الطریق وفیہ قصۃ قد یحتج بھا من توسل بہ بعد موتہ ان کانت صحیحۃ [2]

امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے اور اس سے آپ کے وصال کے بعد آپ سے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے، بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو۔

توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے، لیکن انھوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا ایک متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں، لہٰذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا، جبھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین کی کہ "اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے"۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے:

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انی اصبت فی بصری فادع اللہ لی قال اذھب فتوضا وصل رکعتین ثم قل: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبی محمد نبی الرحمۃ۔ یا محمد استشفع بک علی ربی فی رد بصرہ، اللھم فشفعنی فی نفسی وشفع نبیی فی رد بصرہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میری بینائی چلی گئی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: جا کر وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد!

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

ایضاً " " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذٰلك فرد الله علیه بصره [1]

میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لیے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میرے حق میں میری شفاعت کو قبول کر اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما" اور اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔

اس روایت پر شیخ ابن تیمیہ نے حسب ذیل اعتراض کیے ہیں:

(۱)۔ وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلك - "اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو" یہ حضرت عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲)۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں، کیونکہ انھوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

(۳)۔ حضرت عثمان بن حنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کے خلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ "اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کی دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے، اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے، اس طریقہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہو گا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔ [2]

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن ابی خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری دعا کی قبولیت

---

[1] ۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود۔

[2] ۔ " " " " ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۴-۲۷۶، " " "

کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی امتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہو سکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مسلمانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبردہ بن نیار کو ایک شش ماہہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمادیا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء قال ذبح ابو بردة قبل الصلوٰة فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم ابدلها فقال لیس عندی الا جذعة قال شعبة واحسبه قال هی خیر من مسنة قال اجعلها مکانها ولن تجزی عن احد بعدك۔[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں اور قربانی کرو، انھوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کر دو، اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہو گی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ استثناء اس لیے بیان فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہو جاتی، شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے:

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وكذلك الانبياء والصالحون وان كانوا احياء فى قبورهم وان قد رانهم يدعون للاحياء وان وردت به آثار فليس لاحد ان يطلب منهم ذلك ولم يفعل ذلك احد من السلف لان ذلك ذريعة الى الشرك بهم وعبادتهم من دون الله تعالى بخلاف الطلب من احدهم فى حياته فانه لا يفضى الى الشرك [1]

ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرما دیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے، اور صحابیٔ رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابیٔ رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ولیت شعری چہ مے خواہند ایشان باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما مے فہیم از آں اینست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کند وطلب مے کند حاجت خود را از جناب عزت وغنا وے وتوسل مے کند بروحانیت ایں بندہ مقرب ومکرم در درگاہ عزت وے وے گوید خداوندا ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردۂ بروے واکرام کردۂ اورا ولطف وکرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بندہ مکرم ومقرب را کہ اے بندہ خدا اے ولی وے شفاعت کن مراد نجواہ

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی! جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا، اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف وکرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ در آں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

مخاطب کرکے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت بر لائے، سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا، جب وہ زندہ تھے۔

اگر این معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند بس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز و این ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و اگر می گویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شدند و بیرون آوردہ شدند از ان حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالتِ حیات چیست بر آں؟ یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شد از آفات بعد از ممات پس این کلیہ نیست و دلیل نیست بر دوام و استمرار آں تا روزِ قیامت تہایت آنکہ این کلیہ بنا شد و فائدہ استمداد عام نباشد۔ بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاہوت حق چنانکہ ایشاں را شعورے و توجہے بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفے و تدبیرے در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاہر ہے گردد و نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور

اور امداد و استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا۔ جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلبِ دعاء اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انھیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انھیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلا قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے

متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب تعالیٰ چنانکہ عوام و جاہلاں و غافلاں اعتقاد دارند چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبار سے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میانِ ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک[1]

حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں، جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

انا لاری باسا فی التوسل الی اللہ تعالیٰ بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیا ومیتا، ویراد من الجاہ معنی یرجع الی صفۃ من صفاتہ تعالیٰ مثل ان یراد بہ المحبۃ التامۃ المستدعیۃ عدم ردہ وقبول شفاعتہ فیکون معنی قول القائل الٰھی اتوسل بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تقضی لی حاجتی الٰھی اجعل محبتک لہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنے میں، میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے، اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: اے اللہ!

[1] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۱، مطبوعہ مطبع نسیج کمار لکھنؤ

وسیلة فی قضاء حاجتی ولافرق بین هذا و قولك : اللهی اتوسل برحمتك ان تفعل کذا اذ معناه ایضا اللهی اجعل رحمتك وسیلة فی فعل کذا بل لا اری باسا ایضا بالاقسام علی الله تعالی بجاه صلی الله تعالی علیه وسلم بهذا المعنی والکلام فی الحرمة کالکلام فی الجاه ولا یجری ذلك فی التوسل والاقسام بالذات البحت ثم لم یعهد التوسل بالجاه ـــــــــــ

ـــ والحرمة عن احد من الصحابة رضی الله تعالی عنهم ۔ ولعل ذلك کان تحاشیا منهم عما یخشی ان یعلق منه فی اذهان الناس اذ ذاك وهم قریبو عهد بالتوسل بالاصنام شیء ثم اقتدی بهم من خلفهم من الائمة الطاهرین وقد ترك رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم هدم الکعبة وتاسیسها علی قواعد ابراهیم لکون القوم حدیثی عهد بکفر کما ثبت ذلك فی الصحیح وهذا الذی ذکرته انما هو لدفع الحرج من دعوی تضلیلهم کما یزعمه البعض فی التوسل بجاه عریض الجاه صلی الله تعالی علیه وسلم لا للمیل الی ان الدعاء کذلك افضل من استعمال الادعیة الماثورة التی جاء بها الکتاب وصرحت علیه الصحابة الکرام رضی الله تعالی عنهم وتلقاه من بعدهم بالقبول افضل واجمع وانفع واسلم ۔ [1]

میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما" تو اس دعا کا یہ معنی ہے "اے اللہ میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ "اے اللہ میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کردے" بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کردے" وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے، توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہوگی، ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے ـــــ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بد عقیدگی جگہ نہ پکڑے، کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا، اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتدا میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کرکے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی، اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کردیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے، میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی، تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو، کیونکہ بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے، جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کاربند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا، زیادہ جامع، زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے ۔ (البتہ وسیلہ کے ساتھ دعا

[1] ۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

کرنے کا جائز ہونا ایک الگ بات ہے۔)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ

شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اذا ثبت التوسل بغیر الله فای دلیل یخصه بالاحیاء ولیس فی اثر عمر ما یدل علی منع التوسل بالنبی وهو انما توسل بالعباس لاشراکه فی الدعاء مع الناس و الانبیاء احیاء فی قبورهم وکذا الشهداء و الصالحون وقد اوعی ابن عطاء علی شیخنا ابن تیمیه ثم لم یثبت منها شیئا غیر هذا انه یقول لاتجوز الاستعانة بمعنی العبادة من رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم یجوز التوسل به صلی الله علیه وسلم وقد علم عثمان بن حنیف بعد وفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا کان یختلف الی عثمان فلا یلتفت الیه دعاء وفیه اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة الی اٰخره اخرجه البیهقی باسناد متصل ورجاله ثقات ولیت شعری اذا جاز التوسل الی الله تعالی بالاعمال الصالحة بنص من الکتاب والسنة فیقاس علیها التوسل بالصالحین ایضا قال الجزری فی الحصن فی آداب الدعاء منها ان یتوسل الی الله تعالی بالانبیاء والصالحین من عباده وورده فی حدیث اٰخر یا محمد انی اتوجه بك الی ربی قال السید انه حدیث حسن لا موضوع وقد صححه الترمذی الحافظ وورد فی حدیث الدعاء بمحمد نبیك وبموسی

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے، انھوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تاکہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں، اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعوی کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے، ہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے، کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائیگا اور امام جزری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے، اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسی

ذکرہ ابن الاثیر فی النہایۃ و الفتنی فی المجمع وروی الحاکم والطبرانی والبیہقی حدیث دعاء آدم وفیہ یارب اسئلک بحق محمد واخرجہ ابن المنذر وفیہ اللھم انی اسئلک بجاہ محمد عندک و کرامۃ علیک قال السبکی یحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع زاد القسطلانی و التضرع والتوجہ والتوجہ بالنبی الی ربہ ولم ینکر ذلک احد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیۃ فانکرہ (الی قولہ) قال الشوکانی لاباس بالتوسل بنبی من الانبیاء او ولی من الاولیاء او عالم من العلماء والذی جاء الی القبر زائرا او دعا اللہ وحدہ وتوسل بذلک المیت کان یقول اللھم انی اسئلک ان تشفینی من کذا و اتوسل الیک بھذا العبد الصالح فھذا لاتردد فی جوازہ انتھی [1]

کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں" اور ابن منذر نے روایت کیا ہے اے اللہ تیرے نزدیک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتی کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا ـــــ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، جو شخص قبر پر جاکر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ مبارکپوری "الدر النضید" سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

ما یوردہ المانعون من التوسل بالانبیاء والصالحین من نحو قولہ تعالیٰ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ونحو قولہ تعالیٰ فلا تدعوا مع اللہ احدا ونحو قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم لیس بشیء لیس بوارد

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: "ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳) "اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (جن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب

[1] نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی ص ۴۵-۴۷، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ

بل هو من الاستدلال بمحل النزاع بما هو اجنبی عنه فان قولهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله نص في مصرح بانهم عبدوهم لذلك والمتوسل بالعالم مثلاً لم يعبده بل علم ان له مزية عند الله بحمله العلم فتوسل به لذلك وكذلك قوله ولا تدعوا مع الله احدا فانه نهى عن ان يدعى مع الله غيره كان يقول بالله وبفلان والمتوسل بالعالم مثلاً لم يدع الا الله فانما وقع منه التوسل عليه بعمل صالح بعض عباده كما توسل الثلاثة الذين انطبقت عليهم الصخرة بصالح اعمالهم وكذلك قوله والذين يدعون من دونه الاية فان هؤلاء دعوا من لا يستجيب لهم ولم يدعوا بهم الذي يستجيب لهم والمتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله ولم يدع غيره دونه ولا دعا غيره مع[1]

نہیں دے سکتے" (رعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، اسی طرح سورۂ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی تو انھوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اسی طرح سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث

انبیاء علیہم السلام اور بزرگانِ دین سے براہِ راست مدد طلب کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: ان لله ملائكة فضلا سوى الحفظة يكتبون ما سقط من ورق الشجر، فاذا اصابت احدكم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو

[1] شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عرجۃ فی سفر فلیناد اعینوا عباد اللہ رحمکم اللہ۔ [1]

سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو"

حافظ ابو بکر دینوری معروف بابن السنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوہ فان للہ عز وجل فی الارض حاصرا یستحبسہ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو اس کو روک لو، اے اللہ کے نیک بندو اس کو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ، یکتبون ما یسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ، فلیناد: اعینوا عباد اللہ۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراما کاتبین کے سوا، اللہ تعالے کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عتبۃ بن غزوان عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا نراھم وقد جرب ذلک رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم الا ان یزید بن علی لم یدرک عتبۃ۔ [4]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے درآں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرب ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے بعض راویوں کی ضعف کے باوجود ان کی توثیق کی گئی ہے البتہ یزید بن علی نے حضرت عتبہ کو نہیں پایا۔

---

[1] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ (دکن ۱۳۱۵ھ)

[2] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبع مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان لله ملائكة في الارض سوى الحفظة يكتبون ما يسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدكم عرجة بارض فلاة فليناد اعينوا عباد الله [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب کسی ویران زمین پر کسی کو مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو"۔

عن عبد الله بن مسعود انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انفلتت دابة احدكم بارض فلاة فليناد يا عباد الله احبسوا يا عباد الله احبسوا يا عباد الله احبسوا فان لله حاضرا في الارض سيحبسه رواه ابو يعلى والطبراني و زاد سيحبسه عليكم - وفيه معروف بن حسان وهو ضعيف - [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی سواری کسی ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے روکنے والے ہیں جو اس کو عنقریب روک لیں گے"، اس کو امام ابو یعلی اور طبرانی نے نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے وہ اس کو تمہارے لیے روک لیں گے۔

رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی امام ابن السنی کی کتاب سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت حكى لي بعض شيوخنا الكبار في العلم انه انفلتت له دابة اظنها بغلة، وكان يعرف هذا الحديث، فقال له فحبسها الله عليهم في الحال: وكنت انا مرة مع جماعة فانفلتت منها بهيمة وعجزوا عنها فقلته فوقفت في الحال بغير سبب سوى هذا الكلام [3]

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی، ان کو اس حدیث کا علم تھا، انھوں نے یہ کلمات کہے (اے اللہ کے بندو روک لو) اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا، اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی، وہ اس کو روکنے سے عاجز آگئے، میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رُک گئی۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، " " " "

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع رابع، ۱۴۱۵ھ

ملا علی قاری نے بھی علامہ نووی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ [1]
شیخ شوکانی نے بھی علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [2]
ملا علی قاری، یا عباد اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراد بهم الملائكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بالابدال [3]

"اے اللہ کے بندو!" اس سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا اس سے مردان غیب مراد ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں (یعنی اولیاء اللہ!)

شیخ محمد بن جذری نے حصن حصین میں اس حدیث کو طبرانی، ابو یعلیٰ، ابن السنی، بزار اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے درج کیا ہے، ان تمام روایات کو درج کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال بعض العلماء الثقات هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرون وروى عن المشائخ انه مجرب۔ [4]

بعض ثقہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ امر مجرب ہے۔

شیخ شوکانی، حضرت ابن عباس کی روایت میں لکھتے ہیں:

قال فی مجمع الزوائد رجاله ثقات وفی الحدیث دلیل علی جواز الاستعانة بمن لا یراهم الانسان من عباد الله من الملائكة وصالحی الجن وليس فی ذلك باس كما يجوز للانسان ان يستعين بنی آدم اذا عثرت دابته او انفلتت [5]

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور صالح جن، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یا محمداہ" کہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے تھے۔
جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین شرح حصن حصین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۰۸، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ
[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۰۸، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ
[4] " " " " ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۰۹، " " " "
[5] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۰۵ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶-۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

ثم برز خالد، ودعا الی البراز ونادی بشعارهم وکان شعارهم یا محمداہ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ [1]

پھر حضرت خالد بن ولید نے (دشمن کو للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا، پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارهم یومئذ یا محمداہ [2]

پھر حضرت خالد نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔

حافظ ابن اثیر اور ابن کثیر نے یہ تصریح کی ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہنے کا معمول تھا، ندائے غائب کے منکرین کے ہاں حافظ ابن کثیر کی بہت پذیرائی ہے۔ اور ان کا یہ لکھنا عہد صحابہ و تابعین میں یا محمداہ کہنے کا معمول تھا ان کے خلاف قوی حجت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمد" کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ اس حوالے کی تفصیل اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف

شیخ رشید احمد گنگوہی "یا رسول اللہ انظر حالنا، یا نبی اللہ اسمع قالنا" کے جواز یا عدم جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے، یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ابہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے (الی قولہ) مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ [3]

گویا یا محمد یا رسول اللہ کے نعروں سے علماء دیوبند کا منع کرنا ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی سے سوال کیا گیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے: "یا رسول کبریا فریاد ہے، یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

---

[1] امام محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

[2] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرمادیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے۔ [1]

عام مسلمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں سمجھتے، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے آپ پر حقائق غیبیہ[2] منکشف ہو جاتے ہیں جس طرح ہم کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے ہم پر عالم شہادت کے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، نہ ہم بذاتہ شہادت (عالم ظاہر) کے عالم ہیں نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بذاتہ غیب کے عالم ہیں، ہم پر اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت منکشف کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے عالم غیب بھی منکشف کیا۔ یہی عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور شیخ گنگوہی کی تصریح کے مطابق یہ شرک اور معصیت نہیں ہے بلکہ جائز ہے، علماء اہل سنت اپنی تقاریر اور تصانیف میں عوام کو یہ فرق ہمیشہ سے ہر دور میں بتاتے رہے ہیں اور عام مسلمان اس فرق کو جانتے ہیں اس لیے عوام کے جلسوں میں بھی اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہیں، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور اس کی عبادت بجا لاتا ہے اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مستقل سامع یا مستقل عالم گردانتا ہے! البتہ ذاتی ناپسندیدگی کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے، اولیاء ظاہر میں متصرف ہی معلوم ہوتے ہیں، لیکن حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔ [2]

شیخ محمود الحسن ایاك نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ [3]

شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: دعا میں بحق رسول و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں، بعض فقہاء و محدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں، سو اس واسطے معنی موہم

---

[2] آپ کو تمام حقائق غیبیہ کا علم نہیں، البتہ تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسا قطرہ سمندر کے سامنے ہو اور اللہ عزوجل کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلہ میں آپ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہے۔

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] " " " فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۹، " " "

[3] شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹، حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ ہو جاوے فقط۔ [1]

شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف المہند کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے:

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں، اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے (انتہی المہند ص ۱۲، ۱۳۔) [2]

شیخ اشرف علی تھانوی، امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالوں سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف) اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ [3]

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اس کے متعلق شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں، امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے، (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۰ البدایۃ والنہایۃ ج ۷، ص ۹۱) اور مؤرخ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے (ابن خلدون ج ۲ ص ۹۶۹)

یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے، بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی (المتوفی ۶۰ھ) رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین کے تحت سنیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۴۱۳، مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۲۵۳، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

یہ واقعہ حضرت عمر نے جب دیگر حضرات صحابہ کرام سے بیان فرمایا تو انھوں نے صدق بلال فرما کر اس کی پُرزور تائید وتصدیق کی لہٰذا اس واقعہ کو نرا خواب یا اعرابی اور جنگلی کا قصہ تصور کر کے گلو خلاصی چاہنا یا جلیل القدر اور معروف ومشہور صحابی کو مجہول العین والحال کہنا دین سے خالص تمسخر اور تلعب ہے، حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا بمضمون حدیث ما انا علیہ واصحابی باعث نجات اور رشد وفلاح ہے۔ [1]

نیز شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انھوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے کہ عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے" اور اگر بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں" اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا، اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عتبی جا کہ اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰) یہ واقعہ امام نووی نے کتاب الاذکار ص ۱۸۵ طبع مصر میں اور علامہ ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۹۹ میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۴۶ میں اور شیخ عبدالحق نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبدالعلی نے رسائل الارکان ص ۲۸۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے اور علامہ علی بن عبدالکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ:

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، اھ۔ غرض زمانہ عبر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں لہٰذا حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴) اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: "کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار

---

[1] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۵۲ - ۳۴۹، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں احد (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۲۰) ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے (شفاء السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الہادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ایسی کارروائی ثابت نہیں اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے، اس کے جواب میں شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا، نہ تو فرض و واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ، تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کارروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کیے جاتے اس کارروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لیے حضرت بلال بن الحارث کا یہ فعل جس کی حضرت عمر اور دیگر حضرات صحابہ کرام نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانیے کہ حضرت بلال بن الحارث اور ان کی اس کارروائی کے مصدقین بھی صحابہ ہی ہیں، اگرچہ حافظ ابن تیمیہ یہ کارروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کارروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے (مجملہ قاعدہ جلیلہ ص ۷۲)۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اکابر اور اصاغر علماء دیوبند کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور ہم بھی اس سے زیادہ نہیں کہتے۔

ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کے متعلق جو ہم نے احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات نقل کی ہیں اس سے ہمارا صرف یہ منشاء ہے کہ عام مسلمان جو شدائد اور ابتلاء میں یا رسول اللہ اور یا غوث کہہ کر پکارتے ہیں ان کا یہ پکارنا شرک نہیں ہے اور اس نداء کو شرک کہنا شدید ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کو بہرحال اللہ کی مخلوق اور اس کا مقرب بندہ گردانتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہر فعل اور ہر تصرف اللہ تعالیٰ کے اذن اس کی مشیت اور اس کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہے، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہوں یا عام انسان، اس کائنات میں جبر سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شے پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے، اور اس اعتقاد کے ساتھ ندائے غیر اللہ کو علماء دیوبند بھی جائز کہتے ہیں، جیسا کہ شیخ گنگوہی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

---

[1] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۶۵-۳۶۲، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[2] " " " تسکین الصدور ص ۳۵۴، " " " "

اس اعتقاد کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہر چند کہ جائز ہے لیکن افضل احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی اعلمك کلمات احفظ اللہ یحفظك احفظ اللہ تجدہ تجاھك اذا سالت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوك بشیء لم ینفعوك الا بشیء قد کتبہ اللہ لك وان اجتمعوا علی ان یضروك لم یضروك الا بشیء قد کتبہ اللہ رفعت الاقلام وجفت الصحف ھذا حدیث حسن صحیح [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک سواری پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اللہ کو سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ[2]، امام ابن سنی[3] اور امام ابن عبد البر[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں، اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں، زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اس میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سایہ افگن رہے اگر کسی خاص حاجت میں دعا مانگنی ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔

ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف لکھتے ہیں:

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[3] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن سنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳۶، مطبوعہ مطبع مجلس الدائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ

[4] حافظ ابو عمر وابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ

مانگا جاتے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاؑ و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے، یا بارگاہ انبیاء و اولیاء سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہو گی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہو گی[1]

خلاصہ یہ ہے کہ نداء غیر اللہ اعتقاد مذکور کے ساتھ ہر چند کہ جائز ہے، لیکن افضل، اولیٰ اور احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے جیسا کہ حدیث مذکور کا تقاضا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد، نداء اور توسل کے متعلق میں نے بہت طویل بحث کی ہے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں جانبین سے غلو کیا جاتا ہے، شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم اور ابن الہادی کے پیروکار اور علماء نجد، غیر اللہ سے استمداد اور وصال کے بعد ان کے توسل سے دعا مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں اور بعض غالی اور ان پڑھ عوام اللہ سے دعا مانگنے کے بجائے ہر معاملہ میں غیر اللہ کی دہائی دیتے ہیں، انھی کو پکارتے ہیں اور انھی کی نذر مانتے ہیں، سو میں نے چاہا کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حق کو واضح کر دوں، تاکہ بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک کہا جائے نہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کا رابطہ منقطع کیا جائے اور نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی کی جائے۔

الٰہ العلمین! ان سطور میں اثر آفرینی پیدا فرما، اور جانبین سے غلو کرنے والوں کو اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم پر گامزن فرما، مجھے اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین۔

بَابُ ۸۹۹ صِلَةِ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَ الْاُمِّ وَ نَحْوِهِمَا

والدین کے دوستوں سے نیکی کرنے کا بیان

۶۳۹۰۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ اَبِی الْوَلِیْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِیَهٗ بِطَرِیْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهٗ عَلٰی حِمَارٍ كَانَ یَرْكَبُهٗ وَ اَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰی رَاْسِهٖ فَقَالَ ابْنُ دِیْنَارٍ فَقُلْنَا لَهٗ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَاِنَّهُمْ یَرْضَوْنَ بِالْیَسِیْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِّعُمَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا، حضرت عبداللہ نے اس کو سلام کیا، اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس دیہاتی کو بھی اس پر سوار کر لیا، اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا کر دیا، ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ معمولی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا اس شخص کا باپ حضرت عمر بن الخطاب کا دوست تھا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی

[1] علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی، ندائے یارسول اللہ ص ۱۲، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

بْنِ الْخَطَّابِ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الْوَلَدِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ.

بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

۶۳۹۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبَرُّ الْبِرِّ أَنْ يَصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ أَبِيهِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

۶۳۹۲۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ كَانَ لَهُ حِمَارٌ يَتَرَوَّحُ عَلَيْهِ إِذَا مَلَّ رُكُوبَ الرَّاحِلَةِ وَعِمَامَةٌ يَشُدُّ بِهَا رَأْسَهُ فَبَيْنَا هُوَ يَوْمًا عَلَى ذٰلِكَ الْحِمَارِ إِذْ مَرَّ بِهِ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ أَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قَالَ بَلَى فَأَعْطَاهُ الْحِمَارَ وَقَالَ ارْكَبْ هٰذَا وَالْعِمَامَةَ قَالَ اشْدُدْ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ غَفَرَ اللهُ لَكَ أَعْطَيْتَ هٰذَا الْأَعْرَابِيَّ حِمَارًا كُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَيْهِ وَعِمَامَةً كُنْتَ تَشُدُّ بِهَا رَأْسَكَ فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ وَإِنَّ أَبَاهُ كَانَ صَدِيقًا لِعُمَرَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو سہولت کے لیے اپنے گدھے کو ساتھ لے جاتے، جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور اپنے سر پر عمامہ باندھتے تھے، ایک دن وہ اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک دیہاتی گذرا حضرت ابن عمر نے اس سے پوچھا کیا تم فلاں بن فلاں کے بیٹے نہیں ہو؟ اس نے کہا کیوں نہیں! حضرت ابن عمر نے اس کو اپنا گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پہ سوار ہو جاؤ! اور اپنا عمامہ اس کو دیا اور فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لو! حضرت ابن عمر سے ان کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے اس دیہاتی کو یہ گدھا دے دیا حالانکہ آپ کو اس سے سہولت تھی اور آپ نے اس کو وہ عمامہ دے دیا جس کو آپ باندھتے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے اور اس کا باپ حضرت عمر فاروق کا دوست تھا۔

ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنے کے طریقے

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:
حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا، اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میں اپنے ماں، باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لیے استغفار کرو، جس شخص سے انھوں نے کوئی وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو پورا کرو، جن کے ساتھ وہ صلہ رحمی کرتے تھے

ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی تعظیم و تکریم کرو۔[1]

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔[2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہوگئیں، تو کون سی چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا پانی کا، سو انھوں نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری غیر موجودگی میں میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔[3]

باب ۹ تفسیر البر والاثم

نیکی اور گناہ کی تفسیر

۶۳۹۳۔ حدثنی محمد بن حاتم بن میمون حدثنا ابن مھدی عن معاویۃ بن صالح عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن النواس بن سمعان الانصاری قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن البر والاثم فقال البر حسن الخلق والاثم ما حاك فی صدرك وکرھت ان یطلع علیہ الناس۔

نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: اچھا خلق نیکی ہے، اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتی رہے، اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

۶۳۹۴۔ حدثنی ھرون بن سعید الایلی حدثنا عبد اللہ بن وھب حدثنی معاویۃ (یعنی ابن صالح) عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ عن نواس بن سمعان قال اقمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ سنۃ ما یمنعنی من

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہا اور مجھے آپ سے سوالات کرنے کے سوا اور کوئی چیز ہجرت کرنے سے مانع نہیں تھی، ہم میں سے جو شخص بھی ہجرت کر لیتا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۴۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۳۶، " " " "

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الْهِجْرَةِ إِلَّا الْمَسْئَلَةَ كَانَ أَحَدُنَا إِذَا هَاجَرَ لَمْ يَسْأَلْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَالَ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ.

متعلق سوال نہیں کرتا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی اچھا خلق ہے، اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

دل میں کھٹکنے والی چیز کے گناہ ہونے کی وضاحت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بِرّ (نیکی) اچھا خلق ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بِرّ (نیکی) کا لفظ صلہ رحمی، صدق، لطف، حسن صحبت اور حسن معاشرت میں مشترک ہے اور حسن خلق کا لفظ ان تمام معانی کو جامع ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

مہلبی نے کہا ہے یعنی جس کام کے متعلق انسان کو شرح صدر نہ ہو، اور اس کو اس میں گناہ کا ڈر ہو، علامہ خطابی نے کہا: یعنی جس کام میں دل میں تنفر اور چبھن پیدا ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی تعریف کو قلبی کیفیت پر موقوف کر دیا اور اس کی واضح تعریف نہیں فرمائی کیونکہ آپ سے سوال کرنے والے صحابی تھے جن کا دل صاف اور روشن تھا اور جس کا دل صاف اور روشن ہو اس کے دل میں خلاف شرح خفیف سے کام سے بھی اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اس کے برخلاف جو عادی مجرم ہو وہ بڑی دیدہ دلیری سے بڑے سے بڑا گناہ کر لیتا ہے اور اس کو ذرا پشیمانی نہیں ہوتی، ایک اور حدیث میں ہے:

الاثم حزازۃ القلوب۔ گناہ دل کی چبھن اور تکلیف ہے۔

یعنی جن کے دل نور اسلام سے منور اور علم شریعت سے روشن ہیں ان کے دلوں میں جو چیز چبھ جائے وہ گناہ ہے، اور جس شخص کا دل نور علم سے روشن نہ ہو اور جو کٹ حجت اور درشت خو ہو اس کے سامنے گناہ کی یہ تفسیر بیان نہ کی جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے نہ رکنا گناہ ہے۔ اور گناہ دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی، ظاہری گناہ وہ ہیں جو اعضاء ظاہرہ سے کیے جائیں، اور باطنی گناہ ہیں معصیت کے عزائم۔ [1]

بَابُ ۹۰۱ صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيمِ قَطِيعَتِهَا

صلہ رحم کا حکم اور قطع رحمی کی ممانعت

۶۳۹۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ جَمِيلِ بْنِ طَرِيفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ إِسْمَعِيلَ) عَنْ مُعَاوِيَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا حتیٰ کہ جب وہ ان سے فارغ ہو گیا تو رحم نے کھڑے ہو

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

وَهُوَ ابْنُ اَبِیْ مُزَرِّدٍ مَوْلٰی بَنِیْ هَاشِمٍ) حَدَّثَنِیْ عَمِّیْ اَبُو الْحُبَابِ سَعِیْدُ بْنُ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰی اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ نَعَمْ اَمَا تَرْضَیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰی قَالَ فَذَاكِ لَكِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓی اَبْصَارَهُمْ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔

کر کہا یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے واصل ہوں گا جو تم سے واصل ہوگا اور اس سے منقطع ہوں گا جو تم سے منقطع ہوگا، رحم نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیات پڑھو: (ترجمہ:) تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؛ کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

۶۳۹۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِیْعٌ عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ اَبِیْ مُزَرِّدٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھ سے تعلق جوڑا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے ساتھ تعلق منقطع کیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔

۶۳۹۷۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ سُفْیَانُ یَعْنِیْ قَاطِعَ رَحِمٍ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع (رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سفیان نے کہا یعنی قاطع رحم۔

۶۳۹۸۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِیُّ حَدَّثَنَا جُوَیْرِیَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع رحم جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

۶۳۹۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ

اسی سند کے ساتھ اس کی مثل مروی ہے، حضرت

حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۴۰۰۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۱۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ فِي رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۲۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُونِي وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيئُونَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُونَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے (بعض) رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم درحقیقت ایسا ہی کرتے ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو، اور جب تک تم اس روش پر رہو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔

صلہ رحم کا معنی اور کن لوگوں سے صلہ کرنا واجب ہے؟

اس باب کی حدیث میں ہے رحم کھڑا ہو جائے گا، رحم عرش سے لٹک جائے گا اور کہے گا جس نے مجھ سے وصل کیا اللہ اس سے وصل کرے گا اور جس نے مجھ کو قطع کیا اللہ اس سے قطع تعلق کرے گا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ رحم جس سے وصل اور قطع کیا جاتا ہے وہ عرض اور معنی ہے، جوہر اور جسم نہیں ہے، رحم قرابت اور نسبت ہے جس کا جامع والدہ کا رحم ہے اور اس کی وجہ سے بعض، بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اور اس

اتصال کو رحم کہتے ہیں، اتصال ایک معنی مصدری ہے اور معنی مصدری میں قیام اور کلام متصور نہیں ہوتا، سو رحم کے کھڑے ہونے اور اس کے کلام کرنے سے مثال اور استعارہ مراد ہے، اس مثال سے رحم کی فضیلت اور صلہ رحم کرنے والے کا اجر وثواب اور قطع رحم کرنے والے کا عذاب بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو اور رحم کے بولنے سے فرشتے کا بولنا مراد ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے، اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف وکرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان کرے گا اور ان کو نعمتوں سے نوازے گا، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کا بیان ہے، البتہ صلہ رحم کے درجات ہیں جو بعض، بعض سے ارفع ہیں، سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو، حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں، بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، اگر کسی شخص نے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا، اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل تھا اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو ان سے صلہ رحم واجب ہے اس قول پر چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحم واجب نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحم واجب ہے اور تمام وہ رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پاسکتے ہوں وہ سب ذوی الارحام ہیں، یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حدیث میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔ [1]

قاطع رحم کے جہنمی ہونے کی توجیہ حدیث نمبر ۶۲۹۷ میں ہے کہ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اس حدیث کی ایک توجیہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہے، جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا، دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ سابقین اولین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا جتنی دیر اللہ چاہے گا

صلہ رحم سے رزق اور عمر بڑھنے کا قضاء وقدر سے تعارض اور اس کا جواب حدیث نمبر ۶۴۰۰ میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر اور رزق تو تقدیر الٰہی میں مقرر اور معین ہو چکے، اب ان میں زیادتی کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ عمر کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

ولکل امۃ اجل ج فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔

ہر گروہ کے لیے ایک مدت مقررہ ہے، جب ان کا وقت مقرر آجائے گا تو وہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۶ھ

(اعراف : ۳۴) نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

اس اشکال کے علماء نے متعدد جوابات دیے ہیں، ان میں سے صحیح جواب یہ ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت دی جائے، اور عبادات کی توفیق دی جائے۔ اور اس کی زندگی کے اوقات کو ان کاموں پر صرف کیا جائے جو اس کے لیے آخرت میں نفع آور ہوں اور غیر مفید کاموں میں ضیاع وقت سے اس کو محفوظ رکھا جائے، دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر اور رزق میں زیادتی کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں ہے، مثلاً فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہے اور اگر اس نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر چالیس سال بڑھا دی جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا نہیں اور اس کی عمر کتنی ہے، قرآن مجید کی اس آیت سے یہی مراد ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس کے اعمال صالحہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا، قرآن مجید میں ہے:

انا نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا و اثارھم۔ (یٰسین : ۱۲) بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور نشانات کو ہم لکھ رہے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔ (شعراء : ۸۴) میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ۔

سو عمر میں زیادتی کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کے ثواب اور اس کے ذکر جمیل کو جاری رکھے۔

حدیث نمبر ۶۴۰۲ میں ہے، جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو، نیز اس حدیث میں ہے: "جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا" اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دے کر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا میں اور آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دیگا تم اس کو سلام مت کرو، کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو، یہ نکتہ غلط ہے، بلکہ تم اس کو سلام کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت ترک کرو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے، کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حسن سلوک پر دوام اور بتقاضا کی ہدایت دی۔ اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقعہ ملتا ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَاب ۹۰۲ تَحْرِيمِ التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ وَالتَّدَابُرِ

حسد، بغض اور کسی سے روگردانی کرنے کی حرمت

۶۴۰۳ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ، ایک مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

۶۴۰۴ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو مزید سندیں بیان کیں۔

۶۴۰۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ح عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَلَا تَقَاطَعُوا.

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں "لا تقاطعوا" "قطع تعلق نہ کرو" کے الفاظ ہیں۔

۶۴۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رِوَايَةُ يَزِيدَ عَنْهُ فَكَرِوَايَةِ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ يَذْكُرُ الْخِصَالَ الْأَرْبَعَةَ جَمِيعًا وَأَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا.

عبدالرزاق کی روایت میں ہے: حسد نہ کرو، ترک تعلق نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے روگردانی کرو۔

۶۴۰۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔

۶۴۰۸ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ.

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں ہے جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

تدابر کا معنی ہے ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا، یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا، کیونکہ پھر ہر شخص دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے اور حسد کا معنی ہے کسی شخص کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یہ حرام ہے، اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ، اس کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سا معاملہ کرو، اور شفقت، محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کرتے رہو اور خلوص اور صاف دل کے ساتھ رہو، اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہو، بعض علماء نے کہا بغض کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان اسباب اور بری نوابشات سے باز رہو جو بغض کو پیدا کرتی ہیں۔

بَابُ ۹۰۳ تَحْرِيمِ الْهِجْرِ فَوْقَ ثَلَاثٍ بِلَا عُذْرٍ شَرْعِيٍّ

بغیر عذر شرعی کے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنے کی حرمت

۶۴۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے، دونوں باہم ملیں یہ اس سے منہ موڑے، وہ اس سے منہ موڑے، ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

۶۴۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ وَمِثْلِ حَدِيثِهِ إِلَّا قَوْلَهُ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا فَإِنَّهُمْ جَمِيعًا قَالُوا فِي حَدِيثِهِمْ غَيْرَ مَالِكٍ فَيَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا.

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، ان سب میں یہ الفاظ ہیں "فیصد هذا ویصد هذا"۔

۶۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

اَبِی قُدَیْکٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاکُ (وَھُوَ ابْنُ عُثْمَانَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

۶۴۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا ھِجْرَۃَ بَعْدَ ثَلَاثٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

تین دن تک ترک تعلق معاف رکھنے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین دن تک ترک تعلق رکھنا جائز ہے، اور تین دن کے لیے ترک تعلق اس لیے معاف کیا گیا ہے کہ غضب اور غصہ انسان کی فطرت میں ہے، اور تین دن میں غیظ و غضب کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے جو علماء مفہوم مخالف کے قائل نہیں ہیں وہ تین دن کے لیے ترک تعلق کی رخصت کے بھی قائل نہیں ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ سلام کرنے سے ترک تعلق ختم ہو جاتا ہے، اور ترک تعلق کا گناہ اٹھ جاتا ہے۔ فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خط دے یا پیغام بھیج دے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اب ترک تعلق ختم ہو گیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک بات نہ کرے ترک تعلق ختم نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں "اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ کفار بھی احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں اور اس حدیث میں مسلمان کی قید اس لیے ہے کہ مسلمان ہی احکام شرعیہ کو قبول کرتے ہیں اور ان سے نفع اٹھاتے ہیں[1]

بہ طور تادیب اور عتاب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کا جواز

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ جس ترک تعلق کی ممانعت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حقوق معاشرت یا حقوق صحبت میں تقصیر کی بناء پر ایک دوسرے سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں یا کسی کے عیب نکالنے یا کسی دنیاوی معاملہ میں غضب ناک ہو کر ترک تعلق کر لیتے ہیں سو اس قسم کے معاملہ میں تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی شرعی عیب یا معصیت کی بناء پر ترک تعلق کیا جائے تو وہ جائز ہے کیونکہ جب تک اس شرعی عیب یا معصیت کو ترک نہ کیا جائے اور اس کا مرتکب اس سے توبہ نہ کرے اس سے دائماً ترک تعلق رہیگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت کعب بن مالک اور ان کے اصحاب (جو سستی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے) سے ترک تعلق کیا جائے سو ان سے پچاس دن ترک تعلق رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ترک تعلق رکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر سے ایک مدت

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

تک ترک تعلق رکھا، اور کئی صحابہ کا اس حال میں انتقال ہو گیا کہ انھوں نے ایک دوسرے سے ترک تعلق کر رکھا تھا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک اور حضرت کعب بن مالک سے پچاس دن تک ترک تعلق رکھنا بطور عتاب تھا، جب ازواج مطہرات نے مطالبہ نفقہ سے رجوع کر لیا اور حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہو گئی تو یہ عتاب اور ترک تعلق ختم ہو گیا۔ خیال رہے کہ سوشل بائیکاٹ اور چیز ہے یہ صرف مرتدین سے روا ہے یا ان لوگوں سے جو علانیہ معصیت کریں اور اس پر جم جائیں اور رجوع کرنے سے انکار کر دیں۔

حضرت ابن الزبیر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ترک تعلق کیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عوف بن طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بیع کی تھی یا کسی کو کوئی عطیہ دیا تھا، اس کے متعلق حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا "بہ خدا حضرت عائشہ رک جائیں ورنہ میں ان کو تصرف کرنے سے روک دوں گا"، حضرت عائشہ نے پوچھا کیا واقعی اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، انھوں نے یہ کہا ہے! حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ کے لیے میری یہ نذر ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی، جب ترک تعلق کی مدت طویل ہو گئی تو حضرت ابن الزبیر نے اپنے متعلق سفارش کرائی، حضرت عائشہ نے فرمایا نہیں! میں ان کے متعلق کوئی سفارش قبول نہیں کروں گی، اور اپنی نذر باطل نہیں کروں گی، جب یہ ترک تعلق بہت طویل ہو گیا تو حضرت ابن الزبیر نے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث (یہ دونوں بنو زہرہ سے تھے) رضی اللہ عنہا سے کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، کیونکہ ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کرنے کی نذر مانیں، حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمن اپنی اپنی چادریں لپیٹے ہوئے گئے اور حضرت عائشہ سے آنے کی اجازت طلب کی اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا ہم آسکتے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا آجاؤ! انھوں نے پوچھا کیا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں تم سب آجاؤ! حضرت عائشہ کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر بھی ہیں، جب یہ سب داخل ہوئے تو حضرت ابن الزبیر حجاب کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور رونے لگے (حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کو قسم دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمن بھی حضرت عائشہ کو بات کرنے کے لیے قسم دینے لگے، اور کہنے لگے کہ آپ جانتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ترک تعلق سے منع کیا ہے، اور یہ کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی سے ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، جب انھوں نے حضرت عائشہ سے بہت اصرار کیا اور حرج کا بیان کیا تو حضرت عائشہ بھی رونے لگیں اور اپنی نذر کا ذکر کیا اور کہا میں نذر مان چکی ہوں اور نذر کا معاملہ بہت سنگین ہے، وہ دونوں پھر اصرار کرنے لگے، حتی کہ حضرت عائشہ نے بات کر لی، اور اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کر دیئے، اس کے بعد حضرت عائشہ اپنی نذر کو یاد کر کے روتی تھیں حتی کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن الزبیر کی خالہ تھیں اور ام المومنین تھیں، جب حضرت ابن الزبیر نے حضرت عائشہ کے متعلق دل آزار کلمات کہے تو ان کا یہ فعل عقوق الوالدین کے قبیل سے تھا، اس لیے حضرت عائشہ نے تادیباً ان سے کلام ختم کر دیا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بہ طور عتاب اور تادیب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز ہے۔ یہ بحث ترک تعلق

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کی تھی، باقی رہا قطع تعلق تو وہ صرف مرتدین، مخالفین اسلام اور معصیت پر اصرار کرنے والوں کے ساتھ جائز ہے۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بھا و یستھزا بھا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔

(نساء: ۱۴۰)

اور بے شک کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو، حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ تم (بھی) انھی کی مثل ہو جاؤ گے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(انعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور (اے مخاطب!) اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد قوم ظالمین کے ساتھ نہ بیٹھو۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

(ھود: ۱۱۳)

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی طرف مائل نہ ہو، ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار!

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو (پہلے) تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے دور رہو، وہ تم سے دور رہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ والیوم الاخر فلا یجلس علی مائدۃ یدار علیہم الخمر ھذا حدیث حسن غریب [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دسترخوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔

اس حدیث کو امام دارمی [2]، امام احمد بن حنبل [3] اور امام طبرانی [4] نے بھی روایت کیا ہے، اور حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے [5]

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مجوس ھذہ الامۃ المکذبون باقدار اللہ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم [6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر الٰہی کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے دعا قنوت تعلیم کی، اس میں یہ الفاظ ہیں:

نخلع ونترک من یفجرک [7]

جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں

امام ابوداؤد نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

نخلع ونترک من یکفرک [8]

جو تیرا کفر کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں

امام بیہقی نے بھی یہ الفاظ روایت کیے ہیں [9]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال ابو قلابۃ لا تجالسوا اھل الاھواء ولا تجادلوھم، فانی لا آمن ان یغمسوکم فی ضلالتھم او یلبسوا علیکم ما کنتم

ابو قلابہ نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اور نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں مبتلا کر دیں گے یا تم پر تمہارے مسلک کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،
[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰، ج ۳ ص ۳۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[4] حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ عراق
[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[6] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[7] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ
[8] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[9] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

تعرفون [1]

عن ابن عمر انه جاءه رجل فقال: ان فلانا يقرء عليك السلام قال بلغنى انه قد احدث فان كان احدث فلا تقرء عليه السلام [2]

عن الحسن وابن سيرين انهما قالا: لا تجالسوا اهل الاهواء ولا تجادلوهم ولا تسمعوا منهم [3]

مشتبہ کر دیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آکر کہا فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ شخص بدعتی ہو گیا ہے اگر وہ واقعی بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا اسلام نہ کہنا۔

حسن (بصری) اور ابن سیرین نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان سے احادیث سنو۔

ملا علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ من مشى الى صاحب بدعة ليوقره فقد اعان على هدم الاسلام [4]

(طبرانی وحلیۃ الاولیاء)

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرنے کے لیے گیا، اس نے اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

امام قرطبی سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۱۴۰ (انکم اذا مثلهم "اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو تم ان میں شمار ہو گے" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب اصحاب معصیت سے کوئی معصیت ظاہر ہو تو ان سے اجتناب کرنا واجب ہے کیونکہ جو شخص ان سے اجتناب نہیں کرے گا وہ ان کے فعل پر راضی ہو گا، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا انکم اذا مثلهم، سو ہر وہ شخص جو کسی معصیت کی مجلس میں بیٹھا اور اس نے معصیت پر انکار نہیں کیا تو وہ ان لوگوں کے گناہ میں برابر کا شریک ہے، اس پر لازم ہے کہ جب وہ لوگ معصیت کے متعلق گفت گو کریں یا اس پر عمل کریں تو ان پر انکار کرے اور اگر انکار کی قدرت نہیں رکھتا تو اٹھ جائے تاکہ اس آیت کا مصداق نہ بنے، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو شراب پیتے ہوئے پکڑا، ان میں سے ایک شخص کے متعلق آپ کو بتایا گیا کہ وہ روزہ دار ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ آیت پڑھی انکم اذا مثلهم یعنی معصیت پر راضی ہونا بھی معصیت ہے، حتیٰ کہ فاعل اور جو اس فعل پر راضی ہو، دونوں کو سزا دی جائے گی۔ [5]

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱-۹۰، " "

[3] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱ " "

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۱۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۸ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کبائر کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، ابن خویز منداد نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرے اور ان کا مذاق اڑائے اس کی مجلس کو چھوڑنا واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، اور ہمارے اصحاب نے دشمن کے ملک اور ان کی عبادت گاہوں اور کفار اور اہل بدعت کی مجالس میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، ان سے دوستی رکھی جائے نہ ان سے کلام کیا جائے نہ ان سے بحث کی جائے، فضیل بن عیاض نے کہا کہ جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کے نور کو نکال دیتا ہے اور جس شخص نے کسی بدعتی سے اپنی لڑکی کی شادی کی اس نے قطع رحم کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے پر معاونت کی۔ (مستدرک للحاکم) اس حدیث سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہو گیا کہ اگر انسان خود کو ان کے شر سے محفوظ رکھ سکے تو پھر ان کی مجلس میں بیٹھنا صحیح ہے۔ [1]

سورۂ ہود کی آیت نمبر: ۱۱۴ (ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کا عذاب ہوگا) کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کفر، اہل معصیت اور اہل بدعت سے قطع تعلق کرنا واجب ہے کیونکہ ان کی صحبت یا کفر ہے یا معصیت اور صحبت محبت سے خالی نہیں ہوتی، البتہ اگر کسی اضطرار کی وجہ سے کسی ظالم کے پاس بیٹھنا پڑے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ [2]

امام رازی شافعی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں ظالموں کے ساتھ محبت سے میل جول سے منع فرمایا ہے، محققین کے نزدیک ممانعت اس چیز میں ہے کہ ظالموں کے ظلم پر راضی ہو اور ان کے طریقہ کار کی تحسین و تزیین کرے، اور دوسرے علماء کے نزدیک کسی معاملہ میں بھی ظالموں کے ساتھ شریک ہونا منع ہے، البتہ دفع ضرر یا کسی فوری منفعت کے حصول کے لیے ظالموں سے ملنا جلنا ممنوع نہیں ہے۔ [3]

نیز امام رازی سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۱۴۰، (انکم اذا مثلھم) اگر تم ظالموں کے ساتھ بیٹھو گے تو تم ان کی مثل ہو جاؤ گے کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اور جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر راضی ہو اور برائی کرنے والے کے ساتھ مل جل کر رہے تو وہ بھی برائی کرنے والے کے گناہ میں برابر کا شریک ہوگا خواہ اس نے اس برائی کا ارتکاب نہ کیا ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ مثل کا ذکر کیا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی شخص ظالموں اور فاسقوں کے ساتھ حالت ظلم اور فسق میں بیٹھنے پر راضی ہو، لیکن اگر وہ اس ظلم اور فسق پر ناراض ہو اور کسی اضطرار اور مجبوری کی بنا پر خوف سے بیٹھا ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ [4]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷، ص ۱۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۰۸، " " " "

[3] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

" " " ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۲، " " " "

علامہ سید آلوسی حنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسقوں اور ہر قسم کے بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھنا حرام ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، ابو وائل اور عمر بن عبد العزیز کا یہی مسلک ہے، اور ہشام بن عروہ نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک روزہ دار کو دیکھا کہ وہ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو انھوں نے اس کو بھی سزا دی، جب ان کو یہ بتایا گیا کہ یہ روزہ دار ہے تو انھوں نے یہ آیت پڑھی، انکم اذا مثلھم۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا جا رہا ہو، ان کا استہزاء کیا جا رہا ہو اور ان کی تنقیص کی جا رہی ہو اور تم ان پر انکار کرو اور رد نہ کرو تو تم بھی اس استہزاء میں شریک ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انکم اذا مثلھم "یعنی تم بھی سزا اور گناہ میں شریک ہو گے، جیسا کہ حدیث میں ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دعوت میں نہ شریک ہو جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔ [2]

ترک تعلق اور قطع تعلق کے سلسلہ میں حرف آخر

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی رنجش میں تین تک ترک تعلق رکھنا مباح ہے اور تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر تادیب اور عتاب مقصود ہو تو تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا بھی جائز ہے۔ اور جو لوگ علانیہ معصیت کریں اور اس پر ڈٹ جائیں اور توبہ نہ کریں اور اہل بدعت اور مخالفین اسلام سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے، قرآن مجید، احادیث آثار اور فقہاء اسلام کی یہی تصریح ہے۔

تعلق توڑنے کے گناہ اور تعلق جوڑنے کے ثواب کے متعلق احادیث

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ھشام بن عامر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل لمسلم ان یھجر مسلما فوق ثلاث فانھما ناکبان عن الحق ما دام علی صراطھما فان لھما فیئا سبقہ بالفیٔ کفارۃ فان سلم ولم یرد علیہ سلامہ ردت علیہ الملائکۃ وردعلی الآخر الشیطان فان ماتا علی صراطھما لم یجتمعا فی الجنۃ ابدا۔ [3]

حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے، جب تک وہ دونوں قطع تعلق رکھیں گے وہ حق کے راستے سے ہٹے رہیں گے، ان دونوں میں سے جو شخص پہلے تعلق جوڑنے کے لیے رجوع کرے گا، اس کا یہ رجوع اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، اگر اس نے سلام کیا اور دوسرے نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تو فرشتے اس کے سلام کا جواب دیں گے، اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا، اگر

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمد آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ ادارہ اندلسی بیروت

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۰-۲۷۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

وہ اسی قطع تعلق پر مر گئے تو جنت میں کبھی جمع نہیں ہوں گے۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، امام احمد کی روایت کے راوی صحیح ہیں۔ [1]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من مسلم يصافح اخاه ليس في صدر واحد منهما على اخيه حنة لم تتفرق ايديهما حتى يغفر الله لهما على ما مضى من ذنوبهما ومن نظر الى اخيه ليس في قلبه او صدره حنة لم يرجع اليه طرفه حتى يغفر الله لهما ما مضى من ذنوبهما [2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی سے اس حال میں مصافحہ کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کے سینہ میں اپنے بھائی کے خلاف کینہ نہیں ہوتا تو ان کے مصافحہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا اور جس شخص نے اپنے بھائی پر اس حال میں نظر ڈالی کہ اس کے دل میں یا اس کے سینہ میں اس کے خلاف کینہ نہ ہو تو اس کی نظر واپس لوٹنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گذشتہ گناہ بخش دے گا۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل الهجر فوق ثلاثة ايام فان التقيا فسلم احدهما على الآخر فرد السلام اشتركا في الاجر وان ابى الآخر ان يرد السلام برئ هذا من الاثم وباء به الآخر وقد حسبت ان ماتا وهما متهاجران لا يجتمعان في الجنة رواه الطبراني في الاوسط عن شيخه مقدام بن داود وهو ضعيف وقال ابن دقيق العيد في الامام انه وثق [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، اگر دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب دینے سے انکار کیا، تو پہلا گناہ سے بری ہو گیا اور دوسرا گنہگار ہو گا، اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ دونوں ترک تعلق کی حالت پر مر گئے تو وہ جنت میں جمع نہیں ہوں گے، اس حدیث کو امام طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس کی توثیق کی گئی ہے۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ

[3] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

بَابُ ۹۰۴ تَحْرِيمِ الظَّنِّ وَالتَّجَسُّسِ وَالتَّنَافُسِ وَنَحْوِهَا

بدگمانی، تجسّس اور حرص کی ممانعت

۶۴۱۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَهَاجَرُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے ترک تعلق مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور کسی کا عیب تلاش نہ کرو، اور کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۵۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش مت کرو، تناجش نہ کرو (کسی کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی زیادہ قیمت نہ لگاؤ) اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۶۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ ابْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ۔

اسی سند سے روایت ہے: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۷۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، حرص نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

حدیث نمبر ۶۴۱۳ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

ظن کی تعریف اور قرآن مجید میں ظن کے استعمال کے مواضع

منطق کی اصطلاح میں ظن تصدیق کی قسم ہے اور یہ جزم اور یقین کے مقابل ہے، جب انسان دو خبروں یا حکموں میں سے کسی ایک جانب کو ترجیح اور تغلیب دے دے اور اس کی مخالف جانب کو بھی مغلوب اور مرجوح درجہ میں جائز قرار دے تو یہ ظن ہے، اور اس کی مخالف جانب وہم ہے، مثلاً ایک انسان چار بار اپنا بلڈ پریشر چیک کرے، تین بار چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو اور ایک بار چیک کرنے کے نتیجہ میں اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہو، تو اس کا ذہن اس حکم کو ترجیح دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر نارمل ہے اور یہ حکم بدرجہ ظن ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین بار کا چیک اپ غلط ہو اور ایک بار کا صحیح ہو، اس لیے اس کا ذہن اس حکم کو بھی جائز قرار دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہے لیکن یہ حکم درجہ وہم میں ہے اور اگر چاروں مرتبہ چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو تو اس کو بلڈ پریشر نارمل ہونے کا جزم ہوگا، اگر یہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو اس کو یقین کہتے ہیں اس یقین کو علم سے بھی تعبیر کرتے ہیں، قرآن مجید میں ظن اور علم کا بکثرت استعمال ہوا ہے، اکثر جگہ ظن اپنے معنی میں اور علم اور یقین کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، اس کی مثال یہ ہے:

ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین۔ (جاثیہ: ۳۲)

(کفار نے کہا، قیامت پر) ہمیں صرف ظن ہے، اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

وما لھم بذٰلک من علم ان ھم الا یظنون (جاثیہ: ۲۴)

انھیں (کفار کو مرنے کے بعد جینے کے انکار کا) کوئی علم نہیں ہے وہ صرف ظن کر رہے ہیں۔

ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن ج (نساء: ۱۵۷)

(حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانے کے متعلق) ان کو کوئی علم نہیں ہے البتہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ (انعام: ۱۱۶)

یہ کفار صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور وہ صرف غلط قیاس آرائی کرتے ہیں۔

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ط ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ (یونس: ۳۶)

اور ان کے اکثر لوگ (علم کے مقابلہ میں) ظن کی پیروی کرتے ہیں، اور بے شک ظن حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔

ان تمام آیات میں ظن کی جو مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ ظن ہے جو علم اور یقین کے مقابلہ میں کسی خلاف واقع حکم پر ظن ہو، قرآن مجید کی بعض آیات میں علم اور یقین پر بھی ظن کا اطلاق کیا گیا، اس کی مثال یہ آیات ہیں:

الذین یظنون انھم ملقوا ربھم۔ (بقرۃ: ۴۶)

جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

قال الذین یظنون انھم ملقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔

جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں، انھوں نے کہا: اللہ کے اذن سے بہت سی قلیل

(بقرہ ، ۲۴۹)

جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات ۱۲۰)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ (نور : ۱۲)

(ایسا) کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (تہمت کی) بات سنی تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہا ہوتا کہ یہ کھلا بہتان ہے۔

بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء ج وکنتم قوما بورا۔ (فتح : ۱۲)

بلکہ تم نے گمان تو یہ تھا کہ (اب) رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف ہرگز کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور یہی بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی تھی، اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

ویعذب المنفقین والمنفقٰت والمشرکین والمشرکٰت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء۔ (فتح : ۶)

اور (تاکہ اللہ تعالیٰ) منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں، ان پر بدترین گردش ہے۔

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ۔ (آل عمران : ۱۵۴)۔

اور (منافقوں کا) ایک گروہ تھا جو اپنی جانوں کے غم میں گرفتار تھا، وہ اللہ پر ناحق بدگمانی کرتا تھا جاہلیت کی سی بدگمانی۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یا

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تین چیزیں لازماً رہیں گی، بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

رسول اللہ ممن هن فیه قال اذ حسدت فاعقر اللہ و اذا ظننت فلا تتحقق واذا تطیرت فامض رواہ الطبرانی وفیه اسمٰعیل بن قیس الانصاری وهو ضعیف۔ [1]

عرض کیا: یارسول اللہ! جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے؟ آپ نے فرمایا: جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور جب تم کوئی بدگمانی کرو تو اس پر جمے نہ رہو اور جب تم (کسی کام کے خلاف) بدفالی نکالو تو اس کام کو کرلو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں اسماعیل بن قیس انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی حازم قال اشترینا من ابن عمر بیتا فجلس علی الباب فکثر الغبار فقلنا یا اباعبدالرحمٰن انا لانا خذ الاحقا ولا تخونك قال انی اخاف الظن رواہ الطبرانی ورجاله ثقات۔ [2]

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے ایک مکان خریدا، وہ اس کے دروازے پر بیٹھ گئے پھر غبار بہت اڑا، ہم نے کہا اے ابوعبدالرحمان ہم آپ سے صرف حق وصول کریں گے اور آپ سے خیانت نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں بدگمانی سے ڈرتا ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

بدگمانی کے حرام ہونے کا بیان

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے "بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تجسس کرو اور نہ کسی کی ٹوہ میں رہو"، ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جس بدگمانی سے منع کیا ہے اس سے مراد تہمت ہے، اور ممنوع وہ تہمت ہے جو بغیر کسی سبب موجب کے ہو، مثلاً کوئی شخص بغیر کسی دلیل اور شہادت کے کسی آدمی پر زنا یا شراب نوشی کی تہمت لگائے، یہاں بدگمانی سے مراد تہمت ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: ولا تجسسوا "تجسس نہ کرو" کیونکہ ابتداءً انسان کے ذہن میں کسی کے متعلق کوئی برا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لیے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے، بعض اوقات جاسوسی کرتا ہے، تاکہ اس کے ذہن میں جو اس شخص کے متعلق برا گمان آیا تھا اس کی تائید اور توثیق حاصل کرسکے، اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجسس کرنے اور کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرمادیا اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کوئی صحیح علامت اور سبب ظاہر نہ ہو، اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے اور اس بدگمانی سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ بدگمانی کے حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک شخص ظاہراً نیک اور متقی ہو سو ایسے شخص کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو علانیہ کرتا ہو، اس پر نادم اور تائب نہ ہو اور اس حرام کام پر اصرار کرتا ہو تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب ہے، بشرطیکہ نصاب شہادت ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کردیا ہے۔ [3]

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۷، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۷، " " " "

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۲-۳۳۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

ظن کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ظن کی بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا مباح ہے، جیسا کہ دنیاوی اُمور اور کاروباری معاملات میں ظن کے مطابق عمل کرنا، عام مسلمانوں کے متعلق حسنِ ظن رکھنا مستحب ہے اور بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا واجب ہے جیسا کہ واجبات شرعیہ عملیہ یہ وہ اُمور ہیں جو قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ اور ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بھی واجب ہے، اور بعض اقسام وہ ہیں جن میں ظن کرنا حرام ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کے متعلق دلائل قطعیہ کے برخلاف محض ظن سے یا دلائل ظنیہ سے کوئی عقیدہ مان لیا جائے سو یہ ظن حرام ہے اسی طرح مسلمانوں کے متعلق سوءِ ظن (بدگمانی) کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔"

جس شخص کے بارے میں مشاہدہ سے یہ معلوم ہو کہ اس کا ظاہر حال نیک ہے اور وہ احکام شرعیہ میں خیانت نہیں کرتا اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے، لیکن جو شخص مشتبہ کام کرتا ہو اور علانیہ حرام کاری کرتا ہو، مثلاً شراب کی دکانوں پر اس کی آمد و رفت عام ہو اور ناچنے گانے والی طوائفوں کی صحبت میں رہتا ہو اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتا رہتا ہو، اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام نہیں ہے خواہ اس نے اس شخص کو شراب پیتے ہوئے یا زنا یا اغلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے میرے بعض دوستوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ: جب تک تم کو غالب اور قوی دلیل نہ ملے اپنے بھائی کے عمل کو اچھے محمل پر محمول کرو، مسلمان کی کہی ہوئی بات کا جب تک تم اچھا محمل نکال سکتے ہو اس کو برے محمل پر محمول نہ کرو، جو شخص ان کاموں میں مشغول رہتا ہے جن پر تہمت لگائی جاتی ہے وہ (بعد میں) اپنے علاوہ اور کسی شخص کو ملامت نہ کرے، جو شخص اپنے راز کو مخفی رکھتا ہے خیر اس کے ہاتھ میں رہتی ہے، جو شخص تیرے لیے اللہ کی معصیت کرے وہ اس کی مثل نہیں ہے جو تیرے لیے اللہ کی اطاعت کرے، سچے لوگوں کی مجلس میں رہو وہ راحت میں تمہارے رفیق ہوں گے اور مصیبت میں تمہارے مددگار، اللہ کی قسم کھانے کو معمولی نہ سمجھو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا، جب تک کوئی چیز موجود نہ ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو، جو تم کو پسند کرتا ہو، اسی شخص سے بات کرو، خواہ تم کو قتل کر دیا جائے سچائی کو نہ چھوڑو، دشمنوں سے الگ رہو، دوستوں سے سنبھل کر رہو، ماسوا اس دوست کے جو امین ہو اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرو جو خلوت میں اللہ سے ڈرتے ہوں۔ [1]

حدیث نمبر ۶۴۱۳ کا دوسرا جملہ یہ ہے: "تجسس اور تحسس نہ کرو"، تجسس کا معنی ہے ظاہری عیب تلاش کرنا اور تحسس کا معنی ہے، باطنی عیب تلاش کرنا، دوسرا قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے کسی کے ذریعہ کسی کا عیب معلوم کرنا اور تحسس کا معنی ہے، خود کسی کا عیب معلوم کرنا۔ [2]

کسی کا عیب تلاش کرنے سے قرآن مجید میں بھی منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۰، " " "

ولا تجسسوا۔ (حجرات: ۱۲) اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انک ان اتبعت عورات الناس افسدتھم او کدت ان تفسدھم۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم نے لوگوں کے عیوب تلاش کیے تو تم ان کو ضائع کر دو گے، یا عنقریب ان کو ضائع کر دو گے۔

عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الامیر اذا ابتغی الریبۃ فی الناس افسدھم۔[2]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امیر لوگوں کے عیوب تلاش کریگا تو وہ ان کو ضائع کر دے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ستر عورۃ اخیہ المسلم ستر اللہ عورتہ یوم القیٰمۃ ومن کشف عورۃ اخیہ المسلم کشف اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائے گا اور جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی پردہ دری کی اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ چاک کر دے گا اور اس شخص کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذوا ولا تعیروھم ولا تطلبوا عوراتھم فانہ من طلب عورۃ اخیہ المسلم طلب اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ۔[4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ایذاء نہ دو، لوگوں کو عار نہ دلاؤ (یعنی ان کے وہ عیوب نہ بیان کرو جن سے وہ شرمندہ ہوں) لوگوں کے عیوب نہ ڈھونڈو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر کے اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ج ۲ ص ۳۱۴، " " " "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی برزۃ الاسلمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر من اٰمن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عوراتھم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی بیتہ۔ [1]

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کا عیب ظاہر کرے گا اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی بیوتھا او قال فی خدورھا ثم قال یا معشر من اٰمن بلسانہ ولم یؤمن بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من تتبع عورۃ اخیہ المسلم تتبع اللہ عورتہ ومن تتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف بیتہ [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا کہ آزاد عورتوں کو ان کے گھروں یا ان کے پردوں میں سنایا، پھر فرمایا: اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو اور دل سے ایمان نہیں لائے، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور جس کا عیب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا وہ اس کو رسوا کر دے گا خواہ وہ گھر کے کسی کونے میں ہو۔

عن محمد بن منازل یقول المؤمن یطلب معاذیر اخوانہ والمنافق یطلب عثرات اخوانہ [4]

محمد بن منازل کہتے ہیں کہ مومن اپنے بھائیوں کا عذر تلاش کرتا ہے اور منافق اپنے بھائیوں کی لغزشیں ڈھونڈتا ہے۔

عن حمدون القصار یقول اذا نزل اخ من اخوانکم فاقبلوا لہ سبعین عذرا فان لم یقبل قلوبکم فاعلموا ان المعیب انفسکم

حمدون قصار بیان کرتے ہیں جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی بھائی لغزش کھا جائے تو اس کے ستر عذر (بھی) قبول کر لو، اگر تمہارا دل قبول نہ کرے تو جان لو کہ یہ تمہارا

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۴، ۴۲۱، ۴۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۲ ص ۲۸۶، ج ۶ ص ۴۶۰، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[4] 〃 〃 〃، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، 〃 〃 〃 〃

حیث ظهر لمسلم سبعين عذرا فلم يقبله۔[1] عیب ہے کہ ایک مسلمان کے ستر عذر ظاہر ہوئے اور تم نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق آثار صحابہ اور بحث ونظر

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ گشت پر جا رہا تھا، ہم نے ایک گھر کے دروازے پر چراغ دیکھا، اس گھر سے شور وغل کی آوازیں آ رہی تھیں، حضرت عمر نے کہا یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں، تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام سے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تجسسوا"، اور ہم تجسس کر رہے ہیں پھر حضرت عمر واپس لوٹ گئے اور ان کو چھوڑ دیا ——— ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ خبر دی گئی ابومحجن ثقفی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے، جب حضرت عمر اس کے گھر گئے تو اس کے پاس صرف ایک شخص تھا، ابومحجن نے کہا: اے عمر! آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے، عمر چلے گئے اور اس کو چھوڑ دیا ——— زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن رات کو گشت پر جا رہے تھے، انھوں نے ایک گھر میں آگ جلتی دیکھی، وہ اجازت لے کر گھر میں گئے تو ایک مرد اور عورت کو دیکھا، عورت گا رہی تھی اور مرد کے ہاتھ میں پیالہ تھا، حضرت عمر نے کہا تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمر نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا میری بیوی ہے، پوچھا اس پیالے میں کیا ہے؟ اس نے کہا صاف اور شیریں پانی، پھر اس عورت سے پوچھا تم کیا گا رہی تھیں؟ اس عورت نے وہ اشعار سنائے جو اس نے خاوند کے فراق میں گائے تھے، پھر اس شخص نے کہا اے امیرالمومنین! ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تجسسوا حضرت عمر نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ ——— عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا، اس کی بہن بیمار ہو گئی، وہ اس کی عیادت کرتا تھا، ایک دن وہ مر گئی، ان نے اس کو دفن کر دیا، اس شخص نے اپنی بہن کو خود قبر میں اتارا تھا، اتارتے وقت اس کی آستین سے ایک تھیلی گر گئی جس میں دینار تھے، اس نے اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ مل کر قبر کو کھودا اور وہ تھیلی نکال لی، اس نے سوچا کہ دیکھوں، مرنے کے بعد میری بہن کا کیا حال ہے، دیکھا تو اس کی قبر میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے، اس نے اپنی ماں سے پوچھا بتاؤ میری بہن کیا عمل کرتی تھی؟ اس کی ماں نے کہا اب وہ مر چکی ہے تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ جب اس نے بہت اصرار کیا تو ماں نے بتایا کہ وقت گذر جانے کے بعد نماز پڑھتی تھی، اور جب پڑوس کے لوگ سو جاتے تو وہ ان کے گھروں کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو جاتی ان کے عیوب معلوم کرتی، پھر ان کے راز فاش کر دیتی، اس شخص نے کہا اسی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کی گئی ———[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خرائطی، مکارم الاخلاق میں ثور کندی سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۴-۳۳۳ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

لیے جارہے تھے، آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا، آپ اس کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے، دیکھا وہاں شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی، آپ نے پکار کر کہا: اے دشمن خدا! کیا تو نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیرا پردہ فاش نہیں کرے گا؟ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع کیا تھا (ولا تجسسوا) اور آپ نے تجسس کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ (واتوا البیوت من ابوابھا) (بقرہ: ۱۸۹) اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ جاؤ۔ (لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا) (نور: ۲۷) اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے" یہ جواب سن کر حضرت عمر اپنی غلطی مان گئے اور انھوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی اور علامہ آلوسی حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے جو یہ واقعات نقل کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی شخصی اور نجی برائیوں کی جستجو اور ٹوہ لگانے کے لیے جاسوسی کا محکمہ قائم نہیں کرنا چاہیے، ان برائیوں کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے لیے مبلغین دین کا انتظام کیا جائے جو لوگوں کو خدا خوفی کی تلقین کریں اور جب کوئی برائی بالکل ظاہر ہو جائے اور اس پر شرعی شہادت قائم ہو جائے تو اس پر احکام شریعت کے مطابق حدود اور تعزیرات قائم کی جائیں جس سے لوگوں کو عبرت ہو اور برائی کے ارتکاب سے باز رہیں۔

اس آیت میں جس تجسس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب تلاش کیے جائیں اور اس کو معاشرہ میں بدنام کیا جائے، آج کل اخبار نویس، صحافی اور رپورٹر مشہور لوگوں کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب کا کھوج لگا کر ان کے دستاویزی ثبوت فراہم کرتے ہیں اور اس سے اپنے اخبار اور رسالوں کی اشاعت بڑھاتے ہیں یہ طریقہ سخت مذموم ہے، اور شرعاً ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی مشہور شخص کھلے عام کوئی ناجائز کام کرتا ہے اور احکام شرعیہ کی علانیہ خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو سزا دلوانے کے لیے سعی اور جدوجہد کرنا ایک الگ چیز ہے۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجسس کی ممانعت سے لاعلم تھے؟

علامہ قرطبی، علامہ آلوسی، حافظ ابن کثیر اور دیگر مفسرین نے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت پر نکلے اور کسی گھر سے گانے یا شور و غل کی آواز آرہی تھی، حضرت عمر بلا اجازت ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان سے شراب نوشی پر باز پرس کی اور انھوں نے جواب میں یہ کہا اگر ہم نے شراب پینے کا ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، مکان کی دیوار پھاند کر آئے، بلا اجازت آئے اور تجسس کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ یہ روایات ثقہ اور مستند مفسرین نے نقل کی ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ان روایات

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عامۃ الورود مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مسلمان کے گھر میں دروازے سے داخل ہونا چاہیے اور اجازت لے کر جانا چاہیے اور کسی شخص کی نجی زندگی میں تاکا جھانکی نہیں کرنی چاہیے، پھر اگر ایک بار کا واقعہ ہو تو فرض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر کو ذہول یا نسیان ہو گیا اور انھوں نے کسی کے گھر ناجائز تجسس کر لیا، لیکن اس قسم کے تو متعدد واقعات بیان کیے گئے ہیں گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ بھول جاتے تھے کہ کسی شخص کی نجی زندگی میں تجسس نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں بہ کثرت شراب نوشی ہوتی تھی۔

ملک وملت کی سلامتی کے لیے تجسّس کرنے کا وجوب

اس مقام پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں جو تجسس سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے نجی اور شخصی معاملات کی ٹوہ میں نہیں رہنا چاہیے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ شبہ ہو کہ اس کی در پردہ سرگرمیاں دوسرے بے گناہ افراد کے جان و مال اور عزت و آبرو کے لیے خطرہ ہیں یا اس کی کارروائیاں ملک کی سلامتی اور امن عامہ کے منافی ہوں، تب بھی اس کو پرایا معاملہ سمجھ کر اس سے غیر متعلق رہا جائے بلکہ اس صورت حال کی پوری قوت سے اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ اب یہ ایک فرد کا معاملہ نہیں پوری قوم کا معاملہ ہے، اس قسم کی صورت حال کی اصلاح انسان خود انفرادی طور پر نہیں کر سکتا اس لیے اس کو حکومت کے علم میں لانا ضروری ہے اور اس سے صرف نظر کرنا نہ صرف یہ کہ ملک وملت کا نقصان ہے بلکہ شرعاً بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المدھن فی حدود اللہ والواقع فیھا مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا وصار بعضھم فی اعلاھا فکان الذی فی اسفلھا یمر بالماء علی الذین فی اعلاھا فتاذوا بہ فاخذ فاسا فجعل ینقر اسفل السفینۃ فاتوہ فقالوا مالک قال اتاذیتم بی ولا بد لی من الماء فان اخذوا علی یدیہ انجوہ ونجوا انفسھم وان ترکوہ اھلکوا انفسھم۔ [1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حدود کو توڑتا ہے اور جو حدود میں مداہنت کرتا ہے، ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک قوم قرعہ اندازی کرے، بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں ہوں اور بعض اوپر والے حصہ میں، نچلے حصہ والوں میں سے کوئی شخص پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس جائے جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہو تب نچلے حصہ والا کشتی کے پیندے میں کلہاڑی سے سوراخ کر کے پانی حاصل کرے، پھر اوپر والے اس سے کہیں کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تب وہ کہے کہ میں پانی اوپر لینے جاتا تھا تو تمہیں تکلیف ہوتی تھی اور مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ خود اور اس کو محفوظ کر لیں گے اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کر لیں گے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹، ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اس حدیث کو امام ترمذی[1] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

مفسدوں کی سرکوبی کے لیے جاسوسی نظام کے قیام کا جواز

ایک اسلامی حکومت اپنے مسلمان باشندوں کی خیرخواہی کرنے، ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کو حل کرنے اور انتظامی مصلحتوں کی وجہ سے جو تجسس کرتی ہے اور جاسوسی کا محکمہ قائم کرتی ہے وہ تجسس کی اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، بلکہ جن لوگوں کی سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہوں، جو دشمن سے ساز باز کر رہے ہوں، سرکاری عمارات، فوجی تنصیبات اور عوام کے جان و مال کو سبوتاژ کرنے کی سازشیں کر رہے ہوں ان کو تلاش کر کے ان کو قرار واقعی سزا دینا حکومت کا فریضہ ہے، ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور قاتلوں کی بیخ کنی کے لیے جاسوسی محکمہ قائم کرنا اور ملک و قوم کے بدخواہوں کو گرفتار کر کے انھیں کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ جانچنے کے لیے کہ غذائی اجناس میں ملاوٹ کی جاتی ہے یا نہیں، دوائیں اور دیگر اشیاء صرف نقلی بن رہی ہیں یا اصلی، پولیس رشوت لے رہی ہے یا نہیں، اسی طرح کی اور انتظامی مصلحتوں اور عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر جاسوسی نظام قائم کرنا از بس ضروری ہے اور اس کی اصل اس حدیث میں ہے جس کو ہم نے ابھی امام بخاری اور امام ترمذی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور یہ احادیث بھی ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا اور فرمایا: "خاخ کے باغ میں جاؤ، وہاں ایک مسافرہ ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ خط اس سے لے لو، ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے گئے، حتیٰ کہ اس باغ میں پہنچ گئے، وہاں پر وہ مسافرہ موجود تھی، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے سے وہ خط نکالا، ہم اس خط کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے، وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا تھا، اس خط میں انھوں نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں، میں قریش کا حلیف ہوں اور قریش سے نہیں ہوں، آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ میں رشتہ دار ہیں وہ ان کے سبب سے اپنے اہل اور مال کی حفاظت کر لیں گے اور جب میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو میں نے چاہا میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے میں اپنے اہل کی حفاظت کر سکوں، میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا، اور نہ مسلمان ہونے کے بعد کفر کو پسند کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے۔[3]

بہ ظاہر اس حدیث میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا بیان ہے لیکن اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو اس عورت کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ کیا

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۰، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور انھوں نے اس سے خفیہ خط برآمد کرلیا اور یہ بھی جاسوسی کا ایک شعبہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص خفیہ طریقے سے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہو تو اس کا کھوج لگا کر اس سے باز پُرس کرنی چاہیے اور اگر اس کا جرم اور بغاوت ثابت ہو جائے تو اس کو قرار واقعی سزا دینی چاہیے۔ ایک اور حدیث میں دشمن کی جاسوسی کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن ابی سفیان قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ رھط سریۃ عینا وامر علیھم عاصم بن ثابت الانصاری[1]

عمرو بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (دشمن کے احوال معلوم کرنے کے لیے) دس صحابہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

دس جاسوسوں کا یہ لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں اپنے جاسوس روانہ کرنا جائز ہے اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنے اور دیگر انتظامی مصلحتوں کے حصول کے لیے ملک میں جاسوسی کا محکمہ قائم کرنا جائز ہے۔ اور یہ لاتجسسوا کے خلاف نہیں ہے۔

تجسس کی ممانعت اور جاسوسی کرنے کے سلسلہ میں خلاصۂ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا عیب صرف اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کی جستجو کرنا اور اس کی تحقیق کرنا منع ہے لیکن اگر کسی شخص کا عیب ملک اور قوم اور اجتماعی معاشرہ کے لیے مضر ہو تو پھر اس کی تحقیق کر کے اس سے باز پرس کرنا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے اس کی اصل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث ہے۔ مثلاً ایک شخص خفیہ طریقہ سے شراب یا ہیروئن پیتا ہے، یا جوا کھیلتا ہے یا زنا کرتا ہے تو اس میں تجسس نہ کیا جائے لیکن اگر وہ شخص خفیہ طریقہ سے شراب یا جوئے کا اڈہ بنا لیتا ہے یا قحبہ خانہ کھول لیتا ہے جس سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بدچلنی اور بے راہ روی پھیل رہی ہو تو اس کے اڈے کا کھوج لگا کر اس کو ختم کرنا اور اس شخص کو قرار واقعی سزا دلوانا ضروری ہے۔ اول الذکر یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکومت کے کارندے اس میں تساہل کریں تو عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بدی کے اس اڈے کا سراغ لگا کر حکومت کو اس کی اطلاع دیں یا عام مسلمانوں کی اجتماعی طاقت سے اس کے خلاف کارروائی کریں۔ اس حدیث کا ایک ٹکڑا ہے "حرص نہ کرو"

حرص دنیا کی مذمت اور قناعت کی فضیلت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لھا من حرص المال والشرف لدینہ ھذا حدیث

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ ان کو اتنا ضرر نہیں پہنچاتے جتنا مال اور جاہ و منصب کی حرص مسلمانوں کے دین کو ضرر پہنچاتی

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حسن صحیح ۔[1]

ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن کعب بن عیاض قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی علی المال ۔[2]

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیھا۔ [3]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان لابن آدم وادیا من ذھب لاحب ان یکون لہ ثانیا ولا یملأ فاہ الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ھذا حدیث حسن صحیح غریب ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کی ملکیت میں سونے کی ایک وادی ہو تب بھی وہ ایک اور وادی کی حرص کرے گا اور مٹی کے سوا کوئی اور چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی، اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[5] اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قلب الشیخ شاب علی اثنتین طول الحیاۃ وکثرۃ المال۔ ھذا حدیث حسن صحیح [6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا دل دو خصلتوں میں جوان ہوتا ہے، لمبی زندگی اور کثرت مال۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ " " " ، جامع ترمذی ص ۳۳۸، " "

[3] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۳۳۹-۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الله علیه وسلم قال یهرم ابن آدم ویشب منه اثنتان الحرص علی العمر والحرص علی المال هذا حدیث حسن صحیح۔ [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہوجاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں عمر پر حرص اور مال پر حرص، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یهرم ابن آدم و تبقی منه اثنتان الحرص و الامل۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں باقی رہ جاتی ہیں حرص اور امید۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر قال اخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم ببعض جسدی قال کن فی الدنیا کانك غریب او عابری سبیل وعد نفسك من اهل القبور فقال لی ابن عمر اذا اصبحت فلا تحدث نفسك بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسك بالصباح و خذ من صحتك قبل سقمك ومن حیاتك قبل موتك فانك لا تدری یا عبد الله ما اسمك غدا۔ [5]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر فرمایا: دنیا میں مسافر یا راستہ عبور کرنے والے کی طرح رہو، اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، حضرت ابن عمر نے مجھے کہا: جب صبح ہو تو تم شام کی فکر نہ کرو اور جب شام ہو تو تم صبح کی فکر نہ کرو، بیمار ہونے سے پہلے صحت میں نیک عمل کر لو، اور موت آنے سے پہلے زندگی میں عمل کر لو، کیونکہ اے اللہ کے بندے! تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کن لوگوں میں ہوگا (زندوں میں یا مردوں میں)۔

ان تمام احادیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

---

[1] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، " " " ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۵، ۲۵۶، ۱۹۲، ۱۶۹، ۱۱۹، ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۳۸، " " " "

[6] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷ ص ۲۷۲ - ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعہ اللہ بما اتاہ [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام لایا اور اس کو برابر سرابر رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس رزق پر قانع کر دیا تو وہ شخص کامیاب ہو گیا۔

قال القنوع وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو فیقول اللھم اقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ واخلف لی علی کل غائبۃ بخیر۔ [2]

قنوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرماتے: اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے مجھے اس پر قانع کر دے، اور اس میں میرے لیے برکت دے اور میرے پس پشت میری ہر چیز کی نگہبانی کر۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن آدم عندک ما یکفیک وانت تطلب ما یطغیک ابن آدم لا بقلیل تقنع ولا من کثیر تشبع ابن آدم اذا اصبحت معافی فی جسدک امنا فی سربک عندک قوت یومک فعلی الدنیا العفاء [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تمہارے پاس وہ چیزیں ہیں جو تمہارے لیے کافی ہیں اور تم ان چیزوں کی طلب کرتے ہو جو تم کو سرکش کر دیں، اے ابن آدم! تم قلیل چیزوں پر قناعت نہیں کرتے اور کثیر چیزوں سے سیر نہیں ہوتے، اے ابن آدم جب تم صبح کو اس حال میں اٹھو کہ تمہارا جسم تندرست ہو اور تمہارے دل میں ایمان ہو اور تمہارے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو یہ دنیا کی بہتات ہے۔

عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لا یحاسب العبد بھن کسرۃ یشد بھا صلبہ وثوب یواری عورتہ وظل خص یستظل [4]

حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے سے تین چیزوں کا حساب نہیں ہوگا، وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے وہ کمر سیدھی رکھتا ہے، وہ کپڑا جس سے وہ ستر پوشی کرتا ہے اور اس جھونپڑی کا سایہ جس میں وہ رہتا ہے۔

حرصِ مستحسن کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ..... وکانوا احوص شیء علی الخیر۔ [5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام خیر میں سب سے زیادہ حریص تھے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۱، " " " "

[3] " " " کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۴، " " " "

[4] " " " کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۲۹۶، " " " "

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجز۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن کی بہ نسبت طاقتور مومن زیادہ محبوب اور زیادہ بہتر ہے اور سب میں خیر ہے اور اس کام میں حرص کرو جس سے تم کو نفع ہو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد۔[4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ رکوع میں تھے، انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری (نماز میں) حرص کو اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال سعید ومن کان حریصا وھو یتفلت منہ وھو لا یدعہ اوتی اجرہ مرتین ومن کان علیہ حریصا وھو یتفلت منہ ومات علی الطاعۃ فھو من اشرافھم۔[6]

سعید کہتے ہیں: جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ اس کو یاد کرنا نہ چھوڑے تو اس کو دگنا اجر ملے گا، اور جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ عبادت پر فوت ہو تو اس کا اشراف سے شمار ہوگا۔

زیر بحث حدیث کا ایک جملہ ہے "اور حسد نہ کرو"

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹ " " " " "

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰، ۳۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۰، ۴۶، ۴۵، ۴۲، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

قرآن مجید، احادیث اور آثار میں حسد کی ممانعت کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن شر حاسد اذا حسد ۔
(فلق: ۵)

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب والعشب[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی اور سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے۔

۲ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ۔۔۔۔۔ ولا یجتمعان فی قلب عبد الایمان والحسد۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یارسول اللہ ممن ھن فیہ قال اذا حسدت فاستغفر اللہ واذا ظننت فلا تحقق واذا تطیرت فامض رواہ الطبرانی[5]

حضرت حارثہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں۔ بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے آپ نے فرمایا جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور جب بدگمانی کرو تو اس پر جمے نہ رہو، اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گذرو۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۶۰-۲۶۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ

[5] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن بشر بن الحارث یقول: العداوۃ فی القرابۃ والحسد فی الجیران والمنفعۃ فی الاخوان۔[1]

بشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے، پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت ہوتی ہے۔

قال الاحنف بن قیس خمس هن کما اقول لا راحۃ لحسود ولا مروءۃ للکذوب ولا وفاء لمملوک ولا حیلۃ لبخیل ولا سؤدد لسیئ الخلق۔[2]

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جس طرح میں بیان کرتا ہوں، حاسد کے لیے کوئی راحت نہیں ہے، جھوٹے کی کوئی مروت نہیں ہے، حاکم کی وفا نہیں ہے، بخیل کا کوئی حیلہ نہیں ہے، اور بدخلق کی کوئی سیادت نہیں ہے۔

حسد اور رشک کی تعریف اور وضاحت

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حسد کی دو قسمیں ہیں، مذموم اور محمود، حسد مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے، خواہ تم اس نعمت کے حصول کی تمنا کرو یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کی اس قسم کی قرآن مجید میں مذمت فرمائی ہے:

ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله۔ (نساء: ۵۴)

یا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دی ہے۔

یہ حسد اس لیے مذموم ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی (العیاذ باللہ) تجہیل لازم آتی ہے کہ اس نے غیر مستحق کو نعمت دی ہے۔

حسد محمود (بمعنی رشک) کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے اس کو منافسۃ بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (مطففین: ۲۶)

اور رغبت کرنے والوں کو اسی (یعنی نیک جنتی لوگوں) میں رغبت کرنی چاہیے۔

حسد محمود کی حدیث میں یہ مثال ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تحاسد الا فی اثنتین رجل اتاه الله القرآن فهو یتلوه من اناء اللیل والنهار یقول لو اوتیت مثل ما اوتی هذا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اور وہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو،

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳، " " " "

لفعلت کما یفعل ورجل اتاہ اللہ مالا ینفقہ فی حقہ فیقول لو اوتیت مثل ما اوتی لفعلت کما یفعل۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷)

تو وہ آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا، دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستے میں اس مال کو خرچ کرتا ہو تو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حسد مذموم ہے اور حسد کرنے والا مغموم رہتا ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے عداوت نہ رکھو، ان سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کون عداوت رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن مسعود نے کہا جو لوگوں سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتا ہے آسمان پر سب سے پہلے اللہ کی معصیت حسد کی وجہ سے ہوئی، جب ابلیس نے حضرت آدم سے حسد کیا اور زمین پر بھی سب سے پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا۔ جب قابیل نے ھابیل سے حسد کیا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے، علماء نے کہا کہ حسد کرنے کا ضرر اس وقت ہوتا ہے جب حسد کرنے والا اپنے قول یا فعل سے محسود کو ضرر پہنچانے کی سعی کرے اور اس کی لغزشوں اور برائیوں کو تلاش کرے۔ [1]

حدیث مذکور کا ایک جز ہے "اور بغض نہ کرو"

قرآن مجید، احادیث اور آثار میں بغض کی ممانعت کا بیان

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء۔ (المائدہ: ۹۱)

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباغضوا ولا تحاسدوا۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۷، ج ۵ ص ۲۵۱، ج ۲۰ ص ۲۵۹، مطبوعہ ایران

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دب الیکم داء الامم الحسد والبغضاء والبغضاء ھی الحالقۃ حالقۃ الدین لا حالقۃ الشعر والذی نفس محمد بیدہ لا تؤمنوا حتی تحابوا افلا انبئکم بشیء اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔ [1]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں پچھلی امتوں کی بیماریاں سرایت کر گئی ہیں، حسد اور بغض، بغض مونڈنے والی چیز ہے، یہ بالوں کو نہیں دین کو مونڈتی ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد کی جان ہے، جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کامل مومن نہیں ہو سکتے، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب یقول الا اخبرکم بخیر من کثیر من الصلوۃ والصدقۃ قالوا بلی قال اصلاح ذات البین وایاکم والبغضۃ فانھا ھی الحالقۃ۔ [2]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو بہ کثرت (نفلی) نماز اور صدقہ سے بہتر ہے! لوگوں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا دو آدمیوں میں صلح کراتا، اور بغض کرنے سے بچو، کیونکہ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے۔

بغض کی ممانعت کی تفصیل

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بغض کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی باطل خواہشات نہ کرے جن کے پورا نہ ہونے سے کسی کے خلاف بغض پیدا ہوتا ہے۔ [3]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے بغض رکھنا واجب ہے اور اللہ کے حق کی تعظیم کی بناء پر بغض رکھنے والے کو ثواب ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جب انسان اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اگر اس کا اجتہاد غلط ہو تو وہ معذور ہے ورنہ ماجور ہے، اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات میں کسی سے بغض رکھے تو یہ مذموم ہے اور اگر کوئی شخص کسی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ اس کی ناجائز خواہش پوری نہیں کرتا تو یہ بغض حرام ہے، قرآن مجید میں اور احادیث میں جس بغض کی مذمت اور ممانعت کی ہے اس سے یہی آخری دو قسمیں مراد ہیں۔ [4]

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۷۰۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸۳، (مفصلاً و موضحاً) مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بَابُ ۹۰۵ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِهِ وَاحْتِقَارِهِ

مسلمان پر ظلم کرنے اس کو رسوا کرنے اور اس کو حقیر جاننے کی حرمت

۶۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدَ (يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هٰهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان پورا پورا دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔

۶۴۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو ابْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ دَاوُدَ وَزَادَ وَنَقَصَ وَمِمَّا زَادَ فِيهِ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، اور اپنے سینہ کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

۶۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

متقی کی تعریف حدیث نمبر ۶۴۱۸ میں ہے: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "تقویٰ یہاں ہے۔"

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان کی جو کیفیت ہے اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ شرعاً متقی وہ شخص ہے جو اپنی ذات اور عذاب الٰہی کے درمیان اپنی عبادات اور طاعات کو حفاظت کا ذریعہ اور آڑ بنا دیتا ہے، تقویٰ کی اصل خوف ہے، وہ خوف جو اللہ تعالیٰ کے جلال ذات اس کی عظیم قدرت اور اس کے عذاب کی معرفت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کا محل دل ہے (یعنی دماغ ہے) اس لیے آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔[1]

قرآن مجید اور احادیث میں سائنسی زبان استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان میں عرف اور محاورہ کی زبان ہے اور عرف میں دماغ پر دل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد رابع ص ۴۱۴ - ۴۱۳ میں ہے)

لفظ تقویٰ کی صرفی بحث علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

تقویٰ اصل میں فَعْلیٰ کے وزن پر وقْوَی تھا، واؤ کو تا سے بدل دیا گیا، وقیتہ کا معنی ہے منعتہ رجل تقی کا معنی ہے خوف زدہ مرد، اس کا مادہ وقی ہے، اسی طرح تقاۃ اصل میں وقاۃ تھا جیسا کہ تُجاہ اور تُراث اصل میں وُجاہ اور وُراث تھے۔[2]

لفظ تقویٰ کا لغوی اور شرعی معنی علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وقی اور وقایۃ کا معنی ہے کسی چیز کو ایذا اور ضرر سے محفوظ رکھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ووقٰھم عذاب الجحیم۔ (دخان: ۵۶) اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

تقویٰ کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو ضرر کا خوف ہو اور شریعت میں تقویٰ کا معنی ہے نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا، تقویٰ ممنوعات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، اور اس کا کمال بعض مباحات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا، اور جو شخص مشتبہات میں واقع ہو گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے، وہ اس خطرہ میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں، سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۹ - ۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

قرآن مجید میں ہے:

فمن اتقی واصلح فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (اعراف: ۳۵)

جن لوگوں نے تقویٰ کیا اور نیکی اختیار کی ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقویٰ کے کئی مدارج ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان ہے۔ [1]

تقویٰ کی قسمیں

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

تقویٰ کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم ہے، خود کو عذاب مخلد سے محفوظ رکھنا، تقویٰ کی یہ قسم شرک اور کفر کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

والزمھم کلمۃ التقوٰی۔ (فتح: ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کے کلمہ پر مستحکم کر دیا۔

تقویٰ کی دوسری قسم ہے ہر گناہ کے کام سے بچنا، یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا اور بعض علماء کے نزدیک صغائر سے بچنا بھی تقویٰ میں شامل ہے یعنی واجب کے ترک اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب اسی طرح سنت مؤکدہ کے ترک اور اساءت کے ارتکاب سے بچنا، اصطلاح شرع میں جب تقویٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

ولوان اھل القرٰی اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض۔ (الاعراف: ۹۶)

اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

تقویٰ کی تیسری قسم ہے انسان اپنے دل و دماغ کو ہر اس چیز سے منزہ کرے جو اس کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا سکے، اور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے، اور یہی وہ حقیقی تقویٰ ہے جو بندے سے مطلوب ہے اس معنی میں تقویٰ کا استعمال قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون۔ (آل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے سپرد کیا ہوا ہو۔ [2]

تقویٰ کیا ہے؟

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا صغائر سے بچنا تقویٰ میں داخل ہے یا نہیں؛ بعض علماء نے کہا ہے داخل ہے اور بعض نے کہا نہیں، لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ صغائر اور کبائر ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص صغیرہ گناہوں سے نہیں بچتا اس پر متقی کا اطلاق ہوگا یا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا۔ جب تک بے ضرر چیزوں کو بھی اس خوف سے

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصبہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۳۱۔ ۵۳۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۵۸ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۱ ص ۱۹۸۔ ۱۹۷ مطبوعہ دار صادر بیروت

ترک نہ کردے کہ مبادا ان میں مضر رہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے عقاب سے بچنے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی ترک کر دیتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی معانی پر تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے:۔

خشیت اور خوف الٰہی پر اس آیت میں اطلاق ہے:

یایھا الناس اتقوا ربکم - (نساء: ۱) اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔

اولئك الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی۔ (حجرات: ۳) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہے۔

توبہ پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ولوان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکٰت من السماء والارض۔ اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور توبہ کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

اطاعت پر اطلاق اس آیت میں ہے:

لاالٰہ الا انا فاتقون - (نحل: ۲) میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری اطاعت کرو۔

ترک معصیت پر اس آیت میں اطلاق ہے:

واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ۔ (بقرہ: ۱۸۹) گھروں میں دروازوں سے داخل ہو اور اللہ کی معصیت نہ کرو۔

اخلاص پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ (حج: ۳۲) جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے اخلاص سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون - (نحل: ۱۲۸) بے شک اللہ تعالیٰ متقی اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳) تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہو وہ اللہ سے ڈرے، (یعنی متقی بنے) اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے، اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو اس کا اعتماد اپنے قبضہ سے زیادہ اللہ کی عطا پر ہو، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے حسن بصری نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اختیار نہ کرو اور یہ یقین رکھو کہ تمام کام اللہ کے قبضہ و قدرت

ہیں ہیں، ابراہیم بن ادہم نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ لوگ تمہاری زبان پر، فرشتے تمہارے افعال میں اور مالک عرش تمہارے باطن میں عیب نہ دیکھے، واقدی نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم مخلوق کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتے ہو اسی طرح تم خالق کے لیے اپنے باطن کو مزین کرو، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے نہ دیکھے جس کام سے اس نے تم کو منع کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم سیرت مصطفٰے کے راستہ پر چلو، دنیا کو پس پشت ڈال دو، اپنے نفس میں اخلاق اور وفا کو لازم کر لو، حرام اور جفا سے اجتناب کرو۔ قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا کہ قرآن انسانوں کے لیے ہدایت ہے، دوسرے مقام پر یہ فرمایا قرآن مجید متقین کے لیے ہدایت ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان وہی ہیں جو صاحب تقویٰ ہیں اور جن میں تقویٰ نہیں ان میں انسانیت نہیں، یہ تقویٰ کی کیا کم فضیلت ہے! [1]

جزاء اور سزا کا مدار نیت اور دل کے فعل پر ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۱۹ میں ہے: "اللہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔"

قاضی عیاض نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہر موجود کو دیکھتا ہے، اس حدیث میں دیکھنے کا مطلب ہے جزاء اور ثواب دینا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں پر ثواب نہیں دیتا بلکہ تمہارے دلوں میں جو نیکی کی نیت ہے اس پر ثواب دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کے افعال اعضاء کے افعال کا سبب ہوتے ہیں، اور جب مدار دل کے افعال پر ہے تو کسی کے ظاہری اعمال صالحہ کو دیکھ کر یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شخص واقعی نیک ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری نیت کی وجہ سے برا ہو، البتہ حسن ظن رکھنا چاہیے، اسی طرح کسی شخص کے ظاہری برے افعال دیکھ کر اس کو حقیر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی وصف محمود ہو جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو۔ [2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ ۔ (نور: ۱۹)

بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کا عزم گناہ ہے اور فسق کا ارادہ فسق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بے حیائی کو پھیلانے کی محبت پر سزا کی وعید سنائی ہے۔ [3]

باب ۹۰۶ النَّهْيِ عَنِ الشَّحْنَاءِ — کینہ رکھنے کی ممانعت

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۲-۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۱۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

۶۴۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، سوا اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۲ - حَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ الدَّرَاوَرْدِيِّ إِلَّا الْمُتَهَاجِرَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ إِلَّا الْمُهْتَجِرَيْنِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک روایت میں متہاجرین اور دوسری روایت میں مہتجرین کا لفظ ہے۔

۶۴۲۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَرَّةً قَالَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَاثْنَيْنِ فَيَغْفِرُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ امْرِئٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا إِلَّا امْرَأً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، سوا اس شخص کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کیے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کو، اور ہر مسلمان بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے، سوا اس بندے کو جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، کہا جاتا ہے ان کو چھوڑ دو یا مہلت دو، حتیٰ کہ یہ رجوع کر لیں۔

بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اتْرُكُوا أَوِ ارْكُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيئَا۔

عرض اعمال کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۴۲۱ میں ہے: ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں:
علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اعمال پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے جو کچھ صحائف میں لکھا ہے اس کو وہ کسی اور محل میں نقل کر دیتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو لوح محفوظ میں منتقل کرتے ہوں، اعمال اس لیے پیش کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بنو آدم کے نیک اعمال سے فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات فرماتا ہے، جیسا کہ اہل عرفہ سے فخر و مباہات فرماتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عرض اعمال اس وجہ سے ہو تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ کون سے اعمال مقبول ہیں اور کون سے اعمال مردود ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے صحائف اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے اوپر چڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کو رہنے دو اور اس کو قبول کر لو، فرشتے کہتے ہیں تیری عزت کی قسم ہم نے خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ عمل میرے غیر کے لیے تھا اور میں صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جس سے میری رضا کو طلب کیا گیا ہو۔ [1]

کیا عرض اعمال کے بعد کبائر کی مغفرت بھی ہو جاتی ہے؟

اسی حدیث میں ہے: پیر اور جمعرات کو ہر اس بندے کی مغفرت کی جاتی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس مغفرت سے مراد صغائر کی مغفرت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے، (علامہ ابی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں پر توبہ کیے بغیر مر گیا، اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی مغفرت کر دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ [2]

میں یہ کہتا ہوں کہ علامہ خطابی اور علامہ ابی نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے لیکن اس حدیث میں مغفرت سے صرف کینہ رکھنے کا استثناء کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان سے کینہ رکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے اس لیے بظاہر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو مسلمانوں کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، البتہ مسلمان بھائی سے کینہ رکھنے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ آپس میں صلح نہ کر لیں، اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر اس حدیث میں اس استثناء کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے وسیع لطف و کرم کے سامنے کبائر کی مغفرت کون سی بعید ہے، اور جن احادیث میں بعض گناہوں پر عذاب کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے اس سے صورۃً عذاب مراد ہو اور حقیقت حال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مراد کو بہتر جاننے والا ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] ۔ " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۰، " "

بَاب ۹۰۷ فِی فَضْلِ الْحُبِّ فِی اللّٰهِ

اللہ کے لیے محبت کی فضیلت

۶۴۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں رکھوں گا میرے سایہ کے علاوہ آج کسی کا سایہ نہیں ہے۔

۶۴۲۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ قَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قَالَ أُرِيدُ أَخًا فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لیے بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گذر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے، فرشتہ نے پوچھا کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے، اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لیے محبت ہے، تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

۶۴۲۷ - قَالَ الشَّيْخُ أَبُو أَحْمَدَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيَةَ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اللہ سے محبت کرنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۴۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم، میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے، کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادًا — اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک

یحبونھم کحب اللہ ط والذین امنوا اشد حبا للہ۔ (بقرہ : ۱۶۵)

قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے، اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

یا یھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ (مائدہ : ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ پر محبت کرنے کا اطلاق جائز ہے جیسا کہ مذکور الصدر آیات میں ہے، اسی طرح احادیث میں ہے، روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک خلیل نے اپنے خلیل کی جان لی ہو، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟ تب حضرت ابراہیم نے فرمایا اے ملک الموت اب میری روح کو قبض کر لو، نیز روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں!، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ میں نے انھیں اسلام لانے کے بعد کسی اور چیز سے اس قدر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں کے پاس سے گذر ہوا جو بہت نحیف اور لاغر تھے، اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا، حضرت عیسیٰ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟ انھوں نے کہا جہنم کے خوف سے! حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر (اس کے وعدہ کی وجہ سے) یہ حق ہے کہ وہ جہنم سے ڈرنے والے کو جہنم سے امان میں رکھے!

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین اور شخص دیکھے، جن کا حال ان سے بھی زیادہ پتلا تھا، آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ انھوں نے کہا جنت کے شوق کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ تم کو تمہاری اُمید کے مطابق عطا فرمائے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں پر گذر ہوا جو ان سب سے زیادہ دبلے اور کمزور تھے اور ان کے چہرے نورانی آئینوں کی مانند تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ اس درجہ پر کیسے پہنچے؟ انھوں نے کہا اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گے!۔

اللہ سے محبت کرنے کے متعلق متکلمین اور صوفیاء کے نظریات اور مصنف کی تحقیق

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے اطلاق کے جواز

پر امت کا اتفاق ہے لیکن محبت کے معنی میں اختلاف ہے، جمہور متکلمین نے یہ کہا کہ محبت ارادہ کی ایک قسم ہے اور ارادہ کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ محبت کا تعلق محال ہے، اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت یا اللہ تعالیٰ کے ثواب اور احسان سے محبت کرتے ہیں اور عرفاء یہ کہتے ہیں کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ سے محض اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی خدمت سے محبت کرنا یا اس کے ثواب سے محبت کرنا یہ اس سے کم تر درجہ ہے، علماء متکلمین جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے کا مطلب اس کی خدمت یا اس کے ثواب سے محبت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ لذت لذاتہا محبوب ہوتی ہے مثلاً جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم محنت مزدوری کیوں کرتے ہو؟ تو کہے گا حصولِ مال کے لیے، پھر پوچھا جائے کہ تم مال کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کے لیے اور جب کہا جائے کہ ان چیزوں کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کے حصول اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے اور جب پوچھا جائے کہ حصول لذت اور دفع تکلیف کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کو حاصل کرنا اور الم اور تکلیف کو دور کرنا لذاتہ مقصود ہے اس کا کوئی سبب نہیں ہے، سو جو علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت اس کے احسان اور ثواب کی وجہ سے ہے اور یہ محبت اس کی خدمت اور اس کی اطاعت سے ہے سو اس کی یہی وجہ ہے کہ اس کے احسان اور ثواب میں لذت ہے اور عذاب کی کلفت کا دور ہونا ہے اور یہ لذت اور دفع الم اس کی اطاعت اور خدمت پر موقوف ہے، اس لیے ہم اللہ کی اطاعت کرنے سے محبت کرتے ہیں اور یہی اللہ سے محبت کرنے کا مطلب ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اللہ سے صرف اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرنی چاہیے، یہ عرفاء اور متصوفین کا نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رستم اور سہراب کی بہادری کے قصے سنتے ہیں تو ان کی بہادری کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ سے ان کے علم کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، حاتم کو اس کی سخاوت کی وجہ سے چاہتے ہیں، حسینوں سے ان کے حسن کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان تمام صفات کمالیہ کا خالق اور اکمل الکاملین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو جب ہم صفاتِ کمالیہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ ان صفات کمالیہ کی بناء پر اس سے محبت کی جائے۔ [1]

اس نظریہ کے حاملین کہتے ہیں کہ دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی جائے بلکہ وہ ایسی عبادت کی مذمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کی جائے اور اس کو شاہراہِ تصوف کا سنگِ میل قرار دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے زمانہ میں کچھ صوفیاء کا طبقہ ہے جو جنت کی بہت تخفیف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل مطمح نظر مدینہ ہے، جنت کی کیا حیثیت ہے، حالانکہ مدینہ منورہ کی فضیلت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن ہونے کی وجہ سے ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور دائمی مسکن ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک آپ کا جسم مبارک مدینہ منورہ میں زمین کے جس ٹکڑے پر ہے وہ جگہ کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے، بہرحال جنت کو معمولی سمجھنا، جنت کی طلب میں عبادات پر ملامت کرنا، طلب جنت کی دعا کی مذمت کرنا اور جنت کی توہین اور تحقیر کرنا قرآن اور سنت کی تعلیم کے خلاف ہے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۷۲-۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ۔
(آل عمران : ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یا یھا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم ۰ تؤمنون باللہ و رسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ط ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون ۰ یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھٰر ومسٰکن طیبۃ فی جنت عدن ط ذٰلک الفوز العظیم ۰ واخرٰی تحبونھا نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المؤمنین ۔
(صف : ۱۳-۱۰)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو سخت دردناک عذاب سے بچا لے (تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اگر تمہیں علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے دریا جاری ہیں، اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے بسنے کی جنتوں میں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے اور دوسری نعمت بھی عطا فرمائے گا جس کو تم بہت پسند کرتے ہو (وہ) اللہ کی طرف سے مدد اور عنقریب فتح ہے، آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

وسارعوا الٰی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموت والارض اعدت للمتقین ۰
(آل عمران : ۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور اس جنت کی طرف جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے جس کی پہنائی آسمان اور زمین ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن سعد الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیھا ۔[1]

حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک چابک جتنی جگہ (بھی) دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقاب قوس احدکم فی الجنۃ خیر مما طلعت علیہ الشمس او تغرب ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی کمان کے دو سروں جتنی جگہ (بھی) جنت میں ان تم جگہوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ - ۴۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ ، " " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل ..... فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذر الناس يعملون فان في الجنة مائة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والارض والفردوس اعلى الجنة واوسطها وفوق ذلك عرش الرحمان ومنها تفجر انهار الجنة فاذا سئلتم الله فاسئلوه الفردوس [1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو عمل کرنے دو، کیونکہ جنت میں ایک سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے اور سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت الفردوس ہے جس کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اور امام قشیری لکھتے ہیں:

ابو سلیمان فرماتے ہیں: رضا تو یہ ہے کہ تو اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ طلب کرے۔ [2]

تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وجہ سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اور ہم اس کے بندے اور مملوک ہیں اور بندے پر مولیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اپنی عبادات اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم اپنی تمام حاجات اس سے طلب کریں، اسی سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگیں اور اسی سے جنت طلب کریں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم سب سے زیادہ اس سے محبت کریں، اور یہ محبت غیر اختیاری نہیں ہے، بلکہ عقلی اور اختیاری ہے، یعنی ہر چیز کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کو ترجیح دیں، خواہش نفس اور دیگر تعلقات کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے سامنے فنا کر دیں اس لیے اس بحث میں نہ پڑیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے محبت کی جائے، یا اس کے افعال سے، اور علم کلام کی باریکیوں اور تصوف کی موشگافیوں سے بچتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے صرف اس لیے سب سے زیادہ محبت کریں کہ اس نے ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں رکھوں گا، آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ رسالہ قشیریہ (مترجم) ص ۳۱۴، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان

[3] صوفیا پر جب جذب کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، یہ مقام حال کی باتیں ہیں ان کو قال میں منتقل نہیں کرنا چاہیے، ہم نے اس پر اس لیے بحث کی ہے کہ اب لوگ عام طور پر صوفیاء کی عبارات کو اپنی تصانیف اور خطابات میں ذکر کرتے ہیں اور ان کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں اور حال اور قال کے مسائل کو گڈمڈ کر دیتے ہیں، صحیح روش یہ ہے کہ حال کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور تبلیغ دین میں صرف قرآن مجید احادیث صحیحہ اور آثار ثابتہ پیش کیے جائیں۔ منہ

بعض احادیث میں ہے: "میرے عرش کے سایہ"۔ بہ ظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جس کو کسی خوبصورت اور اقتدار والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو پوشیدہ طور سے صدقہ کرے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ کراچی) ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدر اعمال سائے ہوں، جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں، لیکن سب سے عظیم اور اکرم سایہ عرش کا ہوگا، جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا، ان نیک بندوں میں اللہ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دن صرف عرش کا سایہ ہو اور تمام مؤمنین اسی کے سائے میں ہوں اور جبکہ سایہ صرف نیک اعمال سے حاصل ہوگا اور اعمال مختلف ہوتے ہیں تو ہر شخص کو اپنے عمل کے اعتبار سے وہ سایہ حاصل ہوگا اور تمام مؤمنین اس سائے میں مشترک ہوں گے۔[1]

اے اللہ! مصنف اور اس کتاب کے قارئین کو بھی اس دن اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا! (آمین)

بَابُ ۹۰۸ فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ

مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

۶۴۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيَانِ ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا واپس آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

۶۴۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۲۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَ۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنْ يَزِيْدَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا عَاصِمُ الْاَحْوَلُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زَيْدٍ (وَهُوَ اَبُوْ قِلَابَةَ) عَنْ اَبِي الْاَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ عَادَ مَرِيْضًا لَمْ يَزَلْ فِيْ خُرْفَةِ الْجَنَّةِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا خُرْفَةُ الْجَنَّةِ قَالَ جَنَاهَا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مریض کی عیادت کی وہ ہمیشہ خرفہ جنت میں رہے گا، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! خرفہ جنت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت کا باغ۔

۶۴۳۲۔ حَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۴۳۳۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ ابْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهُ لَوَجَدْتَّنِيْ عِنْدَهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ وَكَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا اِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا! وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا! وہ شخص کہے گا اے میرے رب! میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

مریض کی عیادت کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعیادۃ المریض واجابۃ الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم ورد السلام وتشمیت العاطس ونہانا عن انیۃ الفضۃ وخاتم الذہب والحریر والدیباج والقسی والاستبرق۔ [1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہم کو جنازوں کے ساتھ چلنے، بیماروں کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کرنے، سلام کا جواب دینے اور چھینک لینے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنے کا حکم دیا اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، قسّی اور استبرق (موخر الذکر تینوں ریشم کی اقسام ہیں) سے منع فرمایا۔

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا الجائع وعودا المریض وفکوا العانی [2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اور بیماروں کی عیادت کرو، اور قیدیوں کو چھڑاؤ۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول مرضت مرضا فاتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وابوبکر وہما ماشیان فوجدانی اغمی علی فتوضا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت فاذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ کیف اصنع فی مالی کیف اقضی فی مالی فلم یجبنی بشیء حتی نزلت آیۃ المیراث۔ [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار ہو گیا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میرے پاس عیادت کے لیے آئے، انھوں نے دیکھا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کس طرح کروں، اپنے مال میں کیا فیصلہ کروں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آیت میراث نازل ہو گئی۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی اعرابی یعودہ قال وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علی مریض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی شخص) کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۳، " " " "

[3] " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، " " " "

یعودہ قال لہ لا بأس طھور ان شاء اللہ قال قلت طھور کلا بل ھی حمی تفور او تثور علی شیخ کبیر تزیرہ القبور فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنعم اذن [1]

کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو یہ فرماتے: کوئی بات نہیں! ان شاء اللہ یہ مرض تم کو گناہوں سے پاک کرنے والا ہے، اس نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ پاک کرنے والا ہے! ہرگز نہیں یہ تو جوش میں آنے والا بخار ہے، جو ایک بوڑھے شخص کو قبرستان بھیجنے والا ہے، آپ نے فرمایا چلو پھر ایسا ہو گا!

عن انس کان غلام یھودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند رأسہ فقال لہ اسلم فنظر الی ابیہ وھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحمد للہ الذی انقذہ من النار [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا اسلام قبول کر لو، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہنا مان لو، سو وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے نکلے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد میں بھی روایت کیا ہے [3] امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [4]

عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عودوا المریض واتبعوا الجنائز تذکرکم الآخرۃ [5]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرو، جنازوں کے ساتھ جاؤ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث کلھن حق علی کل مسلم عیادۃ المریض وشھود الجنازۃ وتشمیت العاطس اذا حمد اللہ عز وجل۔ [6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے ہر ایک ہر مسلمان پر واجب ہے، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، چھینک لینے والا جب الحمد للہ کہے تو اس

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، ج ۲ ص ۸۴۵-۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " ، الادب المفرد، ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[6] " " " " ، الادب المفرد ص ۱۳۷، " " " "

کو رحمت کی دعا دینا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مامن مسلم یعود مریضا لم یحضر اجلہ فیقول سبع مرات اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک الا عوفی۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی ایسے مریض کی عیادت کرتا ہے جس کی موت ابھی مقرر نہیں ہوئی اور سات بار یہ دعا کرتا ہے: میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں جو عظیم ہے اور عرش عظیم کا مالک ہے کہ اس کو شفاء عطا فرمائے "تو اس کو شفا دی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت سعد ان ابا ھا قال اشتکیت بمکۃ فجاء نی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی ووضع یدہ علی جبھتی ثم مسح صدری وبطنی ثم قال اللھم اشف سعدا واتمم لہ ھجرتہ۔ [2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر دعا کی اے اللہ سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل کر۔

عیادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضا فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسبا بوعد من جھنم مسیرۃ سبعین خریفا قلت یا ابا حمزۃ وما الخریف قال العام۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے گیا اسے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔

عن علی قال ما من رجل یعود مریضا ممسیا الا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یصبح ومن اتاہ مصبحا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یمسی وکان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ج ۲ ص ۸۶-۸۵، " " " "

لہ خریف فی الجنۃ ۔[1]

مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن هارون بن ابی داؤد قال اتیت انس بن مالك فقلت یا ابا حمزة ان المكان بعید ونحن نعجبنا ان نعودك فرفع راسه فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ایما رجل یعود مریضا فانما یخوض فی الرحمة فاذا قعد عند المریض غمرته الرحمة قال فقلت یا رسول الله هذا للصحیح الذی یعود المریض فالمریض ماله قال تحط عنه ذنوبه ۔[2]

ہارون بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو حمزہ! آپ کا گھر دور ہے اور ہمیں آپ کی عیادت کرنا پسند ہے! حضرت انس نے اپنا سر اٹھا کر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اس تندرست کا اجر ہے جو مریض کی عیادت کرتا ہے تو بیمار کا کیا اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کے گناہ جھڑ جائیں گے!

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔[3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عاد مریضا لم یزل یخوض الرحمة حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیها۔ رواه احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح ۔[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی رحمت میں رہتا ہے حتی کہ وہ بیٹھ جائے اور جب بیٹھ جاتا ہے تو اس کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عبد الله بن عمرو ابی هریرة قالا

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۵، ۱۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷، " " " "

من مشی فی حاجۃ اخیہ المسلم اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک یدعون لہ ولم یزل یخوض فی الرحمۃ حتی یفرغ فاذا فرغ کتب اللہ لہ حجۃ وعمرۃ ومن عاد مریضا اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک لا یرفع قدما الا کتب لہ حجۃ وعمرۃ ولا یضع قدما الا حطت عنہ سیئۃ ورفع لہ بھا درجۃ حتی یقعد مقعدہ فاذا قعد غمرتہ الرحمۃ فلا یزال کذلک حتی اذا قبل حیث ینتھی الی منزلہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ جعفر بن میسرۃ الاشجعی وھو ضعیف[1]

نے بیان کیا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے گیا اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے وہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہو وہ رحمت میں داخل رہتا ہے اور جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے حج اور عمرہ لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، حتی کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس آنے تک اس کو رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جعفر بن میسرہ الشجعی ایک ضعیف راوی ہے۔

بدعقیدہ اور بدکار کی عیادت سے ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[3] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص قال: لاتعودوا شراب الخمر اذا مرضوا۔[5]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شرابی جب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۵، ۸۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد

عیادت کا شرعی حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
مریض کی عیادت کرنا بالاجماع سنت ہے، خواہ مریض معروف ہو یا اجنبی، قریب ہو یا بعید اور کس مریض کی عیادت کرنا زیادہ افضل اور زیادہ مؤکد ہے؛ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ [1]

امام بخاری نے روایت کیا ہے: عودوا المریض "مریض کی عیادت کرو" اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امر وجوب کفائی پر محمول ہے یعنی مریض کی عیادت کرنا واجب کفایہ ہے جیسا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور قیدیوں کو چھڑانا واجب کفایہ ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الفت اور میل جول پیدا کرنے کے لیے یہ امر مستحب ہو، داؤدی نے کہا یہ فرض کفایہ ہے اور جمہور کے نزدیک یہ امر اصل میں استحباب کے لیے ہے اور بعض لوگوں کے حق میں وجوب کے لیے ہے، علامہ طبری نے کہا ہے کہ جن کی عیادت کرنے سے برکت متوقع ہو ان کی عیادت کرنا مؤکد ہے اور جن کے احوال کی رعایت مطلوب ہوتی ہے ان کی عیادت مسنون ہے اور عام مسلمانوں کی عیادت کرنا مباح ہے اور کافر کی عیادت کرنے کا حکم عنقریب آئے گا، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ عیادت کرنا واجب عین نہیں ہے "مریض کی عیادت کرو" اس حدیث کے عموم سے ہر مریض کی عیادت کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے، بعض علماء نے اس عموم سے آشوب چشم کے مریض کا استثناء کیا ہے، لیکن آشوب چشم کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ حدیث ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں، امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں صحت کی تصریح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میری آنکھوں میں درد تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی، اس کے برخلاف امام بیہقی اور امام طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے: تین مرضوں میں عیادت نہیں ہے، آشوب چشم، پھنسی پھوڑے اور ڈاڑھ کی تکلیف، لیکن امام بیہقی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف ہے (یعنی مرفوع نہیں ہے۔) اس حدیث میں عیادت کرنے کا مطلقاً حکم دیا گیا ہے اور اس حکم کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مرض کی ابتداء میں بھی عیادت کرنا جائز ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ تین دن سے پہلے عیادت نہ کی جائے اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تین دن گزرنے کے بعد ہی مریض کی عیادت کرتے تھے، لیکن یہ حدیث بہت ضعیف ہے، اس کی روایت میں مسلمہ بن علی متفرد ہے اور وہ متروک ہے، امام ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث باطل ہے، امام طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کے ایک شاہد کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی ایک متروک راوی ہے۔

عیادت کے اوقات

مریض کی عیادت سے اس کا حال معلوم ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ الفت کا اظہار ہوتا ہے، بسا اوقات عیادت سے مریض کا دل بہلتا ہے اور اس کی توانائی بحال ہوتی ہے، چونکہ حدیث میں مطلقاً عیادت کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیادت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، لیکن عام طور پر دن میں صبح یا شام کے وقت عیادت کی جاتی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں رات کے وقت عیادت کرنے کا ایک عنوان قائم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کیا ہے جس میں خالد بن ربیع سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت حذیفہ بیمار ہو گئے تو آدھی رات کو ان کی عیادت کی گئی، اثرم نے نقل کیا ہے: امام احمد سے سوال کیا گیا کہ گرمیوں میں دن چڑھنے کے بعد فلاں شخص کی عیادت کی جائے؟ انھوں نے کہا یہ عیادت کا وقت نہیں ہے، علامہ ابن صلاح نے فراوی سے نقل کیا ہے کہ سردیوں میں رات کو عیادت کرنا مستحب ہے اور گرمیوں میں دن کو، لیکن یہ حکم غریب ہے۔

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے مریض تنگ ہو یا مریض کے گھر والوں کو حرج ہو، ہاں اگر مریض کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنے کی ضرورت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [1]

مریض کی عیادت کے لیے جائے تو اس کو تکلیف پر صبر کی تلقین کرے اور تسلی آمیز کلمات کہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرے جس سے وہ خوش ہو اور اس کا دل بہلے اس کو وہ احادیث سنائے جن میں یہ ذکر ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس کو توبہ، استغفار اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے کہے اور حالت مرض میں نماز پڑھنے اور جو عبادات وہ کر سکتا ہو ان عبادات کی تلقین کرے اور مریض کو اس قسم کی احادیث سنائے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن اور مومنہ یا مسلم اور مسلمہ بیمار ہو تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی وجہ سے اس کا گناہ مٹا دیتا ہے، ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلی اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱)، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جسم میں جو بھی تکلیف ہو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱) حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، حسن نے کہا آپ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا، حضرت عمران بن حصین نے کہا اے بھتیجے ایسا نہ کہو، بخدا مجھے سب سے زیادہ وہی پسند ہے جو سب سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔ (شوریٰ: ۳۰)

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

یہ بیماری جو تم دیکھ رہے ہو یہ میرے کیے ہوئے گناہوں میں سے بعض کی سزا ہے پھر باقی گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی مرض میں مبتلاء ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک کر کے اٹھاتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل کسی مسلمان بندے کو

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۳-۱۱۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ عزوجل فرشتے سے فرماتا ہے یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو (بدستور) لکھتے رہو پھر اگر کسی کو شفاء دیتا ہے تو اس کے گناہوں کو دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے، اس حدیث کو امام ابو یعلی اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)۔

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر مریض غریب ہو تو اس کے علاج کے لیے حسب حیثیت کچھ رقم نذر کرے اور اگر مریض امیر ہو تو کچھ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً پھل وغیرہ لے جائے جو مریض کے حال کے مناسب ہوں، ایسا نہ ہو کہ شوگر کے مریض کی عیادت کو جائے تو مٹھائی کا ڈبہ اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کی عیادت کو جائے تو نمکین بسکٹ لے جائے، مریض اپنے مرض کی وجہ سے اپنے جن دنیاوی کاموں اور ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے اس میں بھی حتی المقدور تعاون کرے، البتہ مریض کو اپنی آزمودہ دوائیں اور مجرب نسخے نہ بتائے، کیونکہ آج کل جو شخص بھی کسی مریض کے پاس تیمار داری کے لیے جاتا ہے تو ایک نئی دوا اور نئی غذا تجویز کرتا ہے اور ہر شخص اپنے نسخہ کو استعمال کرانے پر اصرار کرتا ہے بلکہ بعض تیمار دار تو ڈاکٹر اور حکیم بدلنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس چیز کو آج کل تیمار داری کا جزء لازم سمجھ لیا گیا ہے۔

اہل ذمہ کی عیادت کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرک کی عیادت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ امید ہو کہ وہ دعوتِ اسلام کو قبول کرے گا، اور جب یہ امید نہ ہو تو پھر مشرک کی عیادت کرنا جائز نہیں ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مقاصد مختلف ہوتے ہیں کبھی عیادت کرنے میں کوئی اور مصلحت بھی ہوتی ہے، علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے، اگر وہ ذمی پڑوسی یا رشتہ دار ہو تو پڑوس یا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کی بناء پر اجر بھی ملے گا۔ امام بخاری نے حضرت انس کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی جو آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ نے اس کو دعوت اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ [1]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی عیادت کرنا جائز ہے خصوصاً جبکہ اہل ذمہ پڑوسی ہوں کیونکہ اس عمل سے ان پر محاسن اسلام کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی تالیف قلب ہوتی ہے تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔ [2]

بَابُ ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ حُزْنٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ

مومن کو غم، پریشانی یا بیماری کی بناء پر ملنے والے ثواب کا بیان

۶۴۳۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کسی شخص میں سخت درد نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةِ عُثْمَانَ مَكَانَ الْوَجَعِ وَجَعًا۔

نہیں دیکھا، عثمان کی روایت میں الوجع کی جگہ وجعاً کا لفظ ہے۔

۶۴۳۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ أَخْبَرَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں۔

۶۴۳۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بخار تھا، میں نے آپ کو ہاتھ لگا کر دیکھا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے تم میں سے دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو دگنا اجر ملتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے، جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں، زہیر کی حدیث میں ہاتھ لگا کر دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۴۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں ابومعاویہ کی سند میں ہے ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے روئے زمین پر ہر مسلمان کو۔ آخر حدیث تک

اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ غَنِيَّةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِ جَرِيْرٍ نَحْوَ حَدِيْثِهٖ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ الخ

اسود بیان کرتے ہیں کہ کچھ قریشی نوجوان منیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، وہ ہنسنے لگے، حضرت عائشہ نے پوچھا تم کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ انھوں نے کہا فلاں شخص خیمہ کی رسی پر گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ جاتی یا آنکھ ضائع ہو جاتی! حضرت عائشہ نے فرمایا: ہنسو مت، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

۶۴۳۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيْعًا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ دَخَلَ شَبَابٌ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى عَائِشَةَ وَهِيَ بِمِنًى وَهُمْ يَضْحَكُوْنَ فَقَالَتْ مَا يُضْحِكُكُمْ قَالُوْا فُلَانٌ خَرَّ عَلٰى طُنُبِ فُسْطَاطٍ فَكَادَتْ عُنُقُهٗ اَوْ عَيْنُهٗ اَنْ تَذْهَبَ فَقَالَتْ لَا تَضْحَكُوْا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا كُتِبَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ۔

۶۴۳۹ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً اَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے یا اس کا گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصِيْبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا اِلَّا قَصَّ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطِيْئَتِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھے یا اس سے کم کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۴۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُصِيبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ إِلَّا كُفِّرَ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو مصیبت بھی لاحق ہو خواہ کانٹا چبھے اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے۔

۶۴۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيبَةٍ حَتَّى الشَّوْكَةِ إِلَّا قُصَّ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ أَوْ كُفِّرَ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ لَا يَدْرِي يَزِيدُ أَيَّتُهُمَا قَالَ عُرْوَةُ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں پتا نہیں عروہ نے قص بھا من خطایاہ کہا تھا یا کفر بھا من خطایاہ۔ کہا تھا۔

۶۴۴۴ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ حَتَّى الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً أَوْ حَطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دیتا ہے یا اس کے بدلے میں ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ وَلَا نَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهَمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا مسلمان پر جو مصیبت آئے، خواہ بیماری ہو، تھکاوٹ ہو، تکلیف ہو، غم ہو یا کوئی پریشانی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جس شخص نے جو برائی کی اس

لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ مُحَيْصِنٍ شَيْخٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ ابْنِ مَخْرَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ بَلَغَتْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَبْلَغًا شَدِيْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوْا وَسَدِّدُوْا فَفِيْ كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا اَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا۔ قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ۔

کو اس کی سزا دی جائے گی، مسلمانوں کو اس سے سخت تشویش ہوئی، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی اور درست روی پر قائم رہو، مسلمان پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کو ٹھوکر لگے یا کانٹا چبھے۔

۶۴۴۷۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰى اُمِّ السَّآئِبِ اَوْ اُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ مَا لَكِ يَا اُمَّ السَّآئِبِ اَوْ يَا اُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سائب یا حضرت ام المسیب کے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا اے ام سائب یا ام المسیب تم کیوں کانپ رہی ہو؟ انھوں نے کہا مجھے بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے، آپ نے فرمایا: بخار کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ بنو آدم کی خطاؤں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

۶۴۴۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَا حَدَّثَنَا عِمْرَانُ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنِيْ عَطَآءُ بْنُ اَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِيْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اِنِّيْٓ اُصْرَعُ وَاِنِّيْٓ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ قَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ قَالَتْ اَصْبِرُ قَالَتْ فَاِنِّيْٓ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّآ اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا

عطا بن ابی رباح بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انھوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا ستر کھل جاتا ہے! آپ میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی، اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تم کو صحت عطا فرمائیگا! اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں، اس نے کہا میرا ستر کھل جاتا ہے آپ یہ دعا فرما دیں کہ میرا ستر نہ کھلے، پھر آپ نے اس کے لیے دعا کر دی۔

مصائب پر اجر ملنے کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں مسلمانوں کے لیے عظیم بشارت ہے، کیونکہ احادیث میں جن مصائب، پریشانیوں، تکلیفوں اور بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان سے بمشکل کوئی مسلمان خالی ہوگا، اور جیسا کہ ان احادیث میں بیان کیا ہے کہ ان امور سے مسلمانوں کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور ان کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں، یہی بات صحیح ہے اور جمہور علماء کا یہی نظریہ ہے، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ تکلیفوں سے فقط گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور نیکیاں نہیں لکھی جاتیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ مصیبت پر اجر نہیں ملتا البتہ گناہ مٹا دیے جاتے ہیں انھوں نے ان احادیث پر اعتماد کیا ہے جن میں صرف گناہ مٹانے کا ذکر ہے، امام مسلم نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ ان تک نہیں پہنچیں جن میں یہ تصریح ہے کہ مصیبتوں سے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔

علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ درد اور تکلیف میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کمال صبر اور صحت احتساب کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور ان کو اس بات کی معرفت ہوتی ہے کہ یہ مصائب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، ان کو دوگنا اجر دیا جاتا ہے اور اس سے ان کے صبر اور ان کی رضا کا اظہار ہوتا ہے۔[1]

بَابُ ۹۱ تَحْرِيمِ الظُّلْمِ

ظلم کی حرمت

۶۴۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا رَوَى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عِبَادِي إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوا يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُهُ فَاسْتَهْدُونِي أَهْدِكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ تُخْطِئُونَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُونِي أَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضُرِّي فَتَضُرُّونِي وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ روایت کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں، پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تم کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں، لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تم کو بخش دوں گا، اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو، اور تم کسی نفع کے مالک نہیں کہ مجھے نفع پہنچا سکو، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹ - ۳۱۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

يَا عِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْاَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا اُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ - قَالَ سَعِيْدٌ كَانَ اَبُوْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيُّ اِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ -

انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جس وقت یہ حدیث بیان کرتے تھے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

۶۴۵۰ - حَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ مَرْوَانَ اَتَمُّهُمَا حَدِيْثًا - قَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَا بِشْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالُوْا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُسْهِرٍ فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ -

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۵۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِيْ اَسْمَاءَ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَرْوِيْ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ عَلٰى نَفْسِيْ الظُّلْمَ وَعَلٰى عِبَادِيْ فَلَا تَظَالَمُوْا وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِهٖ وَحَدِيْثُ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ اَتَمُّ مِنْ هٰذَا -

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں کے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے، سو ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اس کے بعد حسب سابق پوری روایت ہے۔

۶۴۵۲ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ (يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ابْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَاِنَّ الشُّحَّ اَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلٰى اَنْ سَفَكُوْا دِمَآءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو، کیوں کہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں، اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کر دیا، اس بخل نے ان کو خونریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔

۶۴۵۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ الْمَاجِشُوْنُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں۔

۶۴۵۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ مَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم کرے نہ اس کو تباہ کرے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کر دے گا، جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

۶۴۵۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِيَامٍ وَّزَكٰوةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی متاع ہو، آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون

هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

بہایا تھا، کسی کو مارا تھا پھر اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۶۴۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حقوق وصول کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

۶۴۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے، جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ظلم کے حرام ہونے کا بیان اور اصل فطرت میں انسان کو گمراہ قرار دینے کی توجیہ!

حدیث نمبر ۶۴۴۹ میں ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا۔ علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے کیونکہ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں ہے جو اس کے لیے حدود مقرر کرے، اور اللہ تعالیٰ ان حدود سے تجاوز کرے تو وہ معاذ اللہ ظالم قرار پائے۔ معتزلہ نے یہ کہا کہ ظلم نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہر نقص اور عیب محال ہے۔

اس حدیث میں ہے: تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انسان اصل فطرت میں گمراہی پر تھے اور یہ اس حدیث کے معارض ہے جس میں ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو فطرت کے بعد رسولوں کے آنے سے پہلے تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ — تمام لوگ ایک طریقہ (یعنی گمراہی) پر تھے، تو

النبیین مبشرین و منذرین۔ (بقرہ: ۲۱۳) اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے والے اور (گمراہی کے عذاب سے) ڈرنے والے نبی بھیجے۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجتا اور لوگوں کو ان کے حال پہ چھوڑ دیتا اور لوگ اسی تن آسانی، عیش پرستی اور دلائل توحید میں عدم تدبر کے حال میں رہتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے۔

اس حدیث میں ہے جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔

چونکہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے بہ ظاہر سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے یہ مثال دی گئی ہے، ورنہ سمندر متناہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ غیر متناہی ہے۔

مسلمان کے پردہ رکھنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۴۵۴ میں ہے: جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کے گناہوں پر کئی بار پردہ کیا گیا ہو اور انھوں نے اس کے باوجود اس گناہ کو ترک نہ کیا ہو، ان کا پردہ چاک کرنا واجب ہے، کیونکہ بار بار ان کا پردہ رکھنا ان کے گناہوں پر معاونت کرنے کے مترادف ہے، جو معصیت گذر چکی ہو اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے سامنے کسی کو معصیت کرتے ہوئے دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس معصیت پر انکار کرے اور اگر وہ خود اس کو اس معصیت سے روکنے پر قادر ہو تو اس کو روکے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اس معاملہ کو حکام کے پاس لے جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے کوئی اس سے بڑی خرابی واقع نہ ہو۔

مقدمہ میں فریق مخالف کے گواہوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یا راویوں پر جو جرح کی جاتی ہے اور اوقاف اور صدقات کے امینوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یہ جائز ہے کیونکہ اس جرح اور تنقید کا مقصد کسی کو رسوا کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس شخص کی شہادت یا روایت قابل اعتماد نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کی حدود کی مخالفت کے جذبہ سے کسی کی معصیت کاری کو حاکم کے پاس لے جائے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ ستر مومن کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔[1]

جانوروں کے حشر کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۴۵۶ میں ہے: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حق وصول کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کے دن جانوروں کو جمع کیا جائے گا، اور جس طرح مکلف انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح جانوروں کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح بچوں، مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ہے ان کو زندہ کیا جائے گا، قرآن مجید اور احادیث سے اس نظریہ پر دلائل قائم ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا الوحوش حشرت (تکویر: ۵) اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۰۔ ۲۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی شرعی یا عقلی مانع نہ ہو شریعت میں وارد شدہ الفاظ کو ان کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن حشر اور دوبارہ زندہ کرنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو جزا یا سزا دی جائے اور سینگ والی بکری سے جو بے سینگ بکری کا بدلہ لیا جائے گا وہ ایسا بدلہ نہیں ہے جو مکلفین سے لیا جاتا ہے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ صورۃً بدلہ ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جانوروں کے حشر میں علماء کا اختلاف ہے جو علماء جانوروں کے حشر کے قائل ہیں وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں واذا الوحوش حشرت (تکویر: ۵) "اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں" اور دوسرے علماء نے اس آیت کے جواب میں کہا ہے کہ اس آیت میں حشرت کا معنی ماتت ہے (یعنی جب وحشی جانور مر جائیں گے) اور اس مسئلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ اخبار آحاد ہیں جو ظنی ہیں، اور اس مسئلہ میں قطعی دلیل کی ضرورت ہے، ہمارے بعض شیوخ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں حشر سے مراد حقیقی حشر نہیں ہے بلکہ یہ مخلوق کے سامنے ایک مثال بیان کی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ قیامت کا دن روز جزاء ہے اور اس دن ہر شخص سے بدلہ لیا جائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن جانوروں میں حرکت پیدا کر دے تاکہ اہل محشر جان لیں کہ ان کا سامنا حقیقی عدل سے ہونے والا ہے، اس پر قصاص (بدلہ) کا اطلاق حقیقۃً نہیں مجازاً ہے یعنی وہ صرف بدلہ کی صورت ہے، حقیقی بدلہ نہیں ہے کیونکہ جانور مکلف نہیں ہیں، اور جن علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی بعثت کے متعلق قرآن مجید کی نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ وارد نہیں ہیں جس طرح مکلفین کی بعثت کے متعلق دلائل موجود ہیں، اور یہ کوئی ایسا علمی مسئلہ نہیں ہے جس پر دلائل ظنیہ کو کافی سمجھا جائے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ تمام مخلوقات کا حشر کیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے اور حشر کے لیے جزا یا سزا شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بچے جنت میں ہیں اور بچوں کے لیے اصالۃً جزا نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے کیونکہ انھوں نے کہا قیامت کے دن جانوروں کو بلا کر سینگ والی بکری سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ اس وقت کافر یہ کہے گا:

یا لیتنی کنت ترابا (النبا: ۴۰) اے کاش میں مٹی ہو جاتا!

حضرت ابوہریرہ کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ بے سینگ جانور کا بدلہ سینگ والے جانور سے لیا جائے گا اور پتھر سے کہا جائے گا وہ دوسرے پتھر پر کیوں سوار ہوا اور ایک لکڑی سے کہا جائے گا اس نے دوسری لکڑی کے خراش کیوں ڈالی، اور یہ سب مثالیں ہیں کیونکہ جمادات میں کلام کی عقل نہیں ہے، اس لیے ان کو ثواب اور عقاب نہیں ہوگا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جو مسائل علمیہ ذات اور صفات سے متعلق نہیں ہیں ان پر استدلال کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لیے اخبار احاد کافی ہیں، اور قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے تواتر معنوی کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت ہے اور ہر چند کہ امام اشعری نے مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ان کے حشر میں توقف کیا ہے لیکن جب کہ ظاہر آیات اور احادیث سے تمام مخلوق کا حشر ثابت ہے تو ان کے توقف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ [1]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ہر چیز کو جمع کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا، معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام حیوانات کو جمع کرے گا تاکہ دنیا میں ان کو موت اور قتل کی وجہ سے جو درد اور الم پہنچا ہے اس کا عوض دے دیا جائے گا تو پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو بعض کو جنت میں رکھے گا اور اگر ان کو فنا کرنا چاہے گا تو فنا کر دیگا جیسا کہ حدیث میں ہے، اور ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کے استحقاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کو جمع کرے گا اور سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ دے گا پھر ان سے فرمائے گا مر جاؤ تو وہ مر جائیں گے اور اس قصہ کو ذکر کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱)۔ جب اللہ تعالیٰ عدل کو ظاہر فرمانے کے لیے حیوانات کو بھی دوبارہ زندہ کر کے جمع کرے گا تو مکلفین میں سے انسانوں اور جنوں کا حشر کیوں نہیں فرمائے گا!

(۲)۔ وحشی جانور دنیا میں انسانوں سے بھاگتے ہیں اور قیامت کے دن وہ انسانوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے مجتمع ہوں گے کہ وہ دن سخت ہولناک ہوگا۔

(۳)۔ بعض حیوانات بعض دوسرے حیوانات کی غذا ہیں لیکن یہ سب قیامت کے دن ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہونگے اور کوئی دوسرے سے تعارض نہیں کرے گا۔ اور اس کی وجہ صرف قیامت کا ہول ہوگا۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے یہ تفسیر منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کر کے ان پر موت طاری کر دی جائے گی، امام حاکم نے بھی یہی کہا ہے، اس لیے قیامت کے دن جن وانس کے سوا کسی اور کو نہیں اٹھایا جائے گا ایک قول یہ ہے کہ قصاص کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے، قتادہ اور ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کیا جائے گا اور بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا مر جاؤ پھر وہ سب مر جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد ان کو مٹی کر دیا جائے گا اور صرف وہ جانور باقی رکھے جائیں گے جو بنو آدم کے لیے سرور کا باعث ہیں، مثلاً مور اور ہرن وغیرہ، ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ جانور باقی رکھا جائے گا جس سے صرف مسلمانوں نے استفادہ کیا ہو، بہت سے علماء کا یہ مذہب ہے کہ تمام حیوانات کا حشر کیا جائے گا کیونکہ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کا

---

[1]۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۳۲۔ ۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حق وصول کیا جائے گا حتیٰ کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کا قصاص لیا جائے گا اور چیونٹی سے چیونٹی کا قصاص لیا جائے گا،

حجۃ الاسلام امام غزالی کا میلان یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا اور کسی کا حشر نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کے سوا کوئی اور مکلف ہے نہ اہل کرامت، اس باب میں قرآن مجید اور احادیث کی کوئی نص صریح نہیں ہے جس کی وجہ سے حیوانات کے حشر کا قول کیا جائے، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی حدیث ہر چند کہ صحیح ہے لیکن وہ اس آیت کی تفسیر کے حکم میں نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان احادیث سے عدل تام کی طرف اشارہ ہو، میرا یہی رجحان ہے، لیکن جو علماء حیوانات کے حشر کے قائل ہیں میں ان کو غلط نہیں کہتا، کیونکہ ان کا قول بہر حال حدیث پر مبنی ہے۔ [1]

مصنف کے نزدیک انہی علماء کا قول صحیح ہے جو حیوانات کے حشر کے قائل ہیں کیونکہ قرآن مجید کی صریح آیات اور ظاہر حدیث میں بلا وجہ تاویل کرنا درست نہیں ہے۔

بَابُ ۹۱۱ نَصْرِ الْاَخِ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا

بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

۶۴۵۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اقْتَتَلَ غُلَامَانِ غُلَامٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَغُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَنَادَى الْمُهَاجِرِيُّ اَلْمُهَاجِرُوْنَ يَا لَلْمُهَاجِرُوْنَ وَنَادَى الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنَّ غُلَامَيْنِ اقْتَتَلَا فَكَسَعَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ فَقَالَ فَلَا بَاْسَ وَلْيَنْصُرِ الرَّجُلُ اَخَاهُ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا اِنْ كَانَ ظَالِمًا فَلْيَنْهَهُ فَاِنَّهُ لَهُ نَصْرٌ وَاِنْ كَانَ مَظْلُوْمًا فَلْيَنْصُرْهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو لڑکوں کا آپس میں جھگڑا ہوا، ایک مہاجرین میں سے تھا اور دوسرا انصار میں سے، مہاجر چلایا اے مہاجرین اور انصاری چلایا اے انصار، ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو صحابہ نے عرض کیا: صرف یہ دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ایک نے دوسرے کی سرین پر ضرب لگائی ہے، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اگر اس کا بھائی ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے، یہی اس کی مدد ہے، اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔

۶۴۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ) قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، انصاری نے کہا اے انصار مدد کرو، مہاجر نے کہا اے مہاجرو مدد کرو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَکَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِیُّ یَالَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُہَاجِرِیُّ یَالَلْمُہَاجِرِیْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ دَعْوَی الْجَاہِلِیَّۃِ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوْہَا فَاِنَّہَا مُنْتِنَۃٌ۔ فَسَمِعَہَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ فَقَالَ قَدْ فَعَلُوْہَا وَاللّٰہِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْہَا الْاَذَلَّ قَالَ عُمَرُ دَعْنِیْ اَضْرِبُ عُنُقَ ہٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ دَعْہُ لَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ اَصْحَابَہٗ۔

کی طرح چیخ و پکار رہے ہے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مہاجر شخص نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، آپ نے فرمایا اس معاملہ کو چھوڑو یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے، عبداللہ بن ابی نے یہ سنا تو کہنے لگا اچھا! انھوں نے ایسا کیا ہے! بہ خدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، حضرت عمر نے کہا مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجیے، آپ نے فرمایا اس کو رہنے دو، کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

۶۴۶۰- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاہِیْمَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ کَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہُ الْقَوَدَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعُوْہَا فَاِنَّہَا مُنْتِنَۃٌ قَالَ ابْنُ مَنْصُوْرٍ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَمْرٌو وَقَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بدلہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو چھوڑ دو، یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے عمرو کی روایت میں سمعت جابرا کے الفاظ ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار

حدیث نمبر ۶۴۵۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا زمانۂ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو!

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ عصبیت کی بنا پر لڑائیوں میں اپنے اپنے قبیلہ والوں کو پکارتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ خصومات اور مقدمات کا فیصلہ احکام شرعیہ کی بنا پر کیا جائے، جب ایک انسان دوسرے شخص پر کوئی زیادتی کرے تو قاضی ان کے درمیان فیصلہ کر دے، چونکہ اس مہاجر اور انصاری کا اپنے اپنے حلیفوں کو پکارنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کے مشابہ تھا اس لیے آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

منافقین کی بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کا سبب

حدیث نمبر ۶۴۵۹ میں ہے چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں شر کے دروازے کو بند کرنے اور دو ضرروں میں کم ضرر کو اختیار کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ منافقین کی

بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کے ضرر کی بہ نسبت ان سے مواخذہ کرنے کا ضرر زیادہ تھا، اس کی بنا پر تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہوتی۔ نیز اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حلم کا بیان ہے، اور یہ کہ بعض اوقات آپ بدی اور اذیت ناک باتوں پر صبر کرتے تھے، اور کسی غلط بات پر اس سے زیادہ سنگین نتائج کے خدشہ سے مواخذہ نہیں کرتے تھے اور آپ لوگوں کی دلجوئی کرتے تھے اور بدوؤں اور منافقین کی سخت باتوں کو برداشت کرتے تھے، تاکہ مسلمانوں کی شوکت قوی ہو اور اسلام کی دعوت مکمل ہو جائے، اس سے مؤلفۃ القلوب کا ایمان راسخ ہوتا اور اس حسن سلوک سے دوسرے لوگ اسلام کی طرف راغب ہوتے، اسی سبب سے آپ ان کو بکثرت عطیات دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے منافقین کو قتل نہیں کرتے تھے، نیز یہ کہ منافقین کا ظاہر اسلام تھا اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر ہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور بظاہر منافقین کا شمار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہوتا تھا، اور وہ آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتے تھے اس کی وجہ یا تو حمیت اور غیرت تھی یا طلب دنیا یا اپنے قبائل کی عصبیت تھی، قاضی عیاض نے کہا یہ بات وضاحت طلب ہے کہ اب منافقین کا کیا حکم ہے؟ آیا اب بھی ان کے معاملہ میں سکوت کیا جائے گا اور ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا یا اسلام کے ظہور اور غلبہ کے بعد اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔ (توبہ: ۷۳)

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

یہ آیت اس سے پہلے احکام کے لیے ناسخ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ منافقین سے عفو اور درگذر کا حکم اس وقت تھا جب تک کہ وہ اپنے نفاق کو ظاہر نہ کریں، اور جب وہ اپنے نفاق کو ظاہر کر دیں تو پھر ان کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ [1]

اس مسئلہ میں مصنف کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کے تین درجے ایمان، کفر اور نفاق صرف عہد رسالت میں تھے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی وحی الٰہی کے ذریعہ کسی شخص پر نفاق کا قطعی حکم لگا سکتے تھے نفاق ایک امر باطن ہے اور امور باطنہ پر قطعیت کے ساتھ حکم صرف وحی الٰہی سے لگایا جا سکتا ہے اور اب چونکہ نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اس لیے اب کسی شخص کو منافق نہیں قرار دیا جا سکتا اس لیے اب لوگوں کے صرف دو درجے ہیں، ایمان اور کفر۔

باب ۹۱۲ تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ

مومنین کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتحاد

۶۴۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ اِدْرِيْسَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بہ منزلہ عمارت ہے، جس طرح ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ۔

۶۴۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی آپس میں دوستی اور رحمت اور شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

۶۴۶۳ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُوْ سَعِيْدِ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

۶۴۶۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكٰى عَيْنُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ وَإِنِ اشْتَكٰى رَأْسُهُ اشْتَكٰى كُلُّهُ ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

۶۴۶۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهٗ ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

بَاب ۹۱۳ النَّهْيِ عَنِ السِّبَابِ

گالی دینے کی ممانعت

۶۴۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا گناہ ابتدا کرنے والے کو

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ۔

ہوگا بہ شرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

گالی دینے والے کا حکم اور گالی کا بدلہ لینے کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا تمام گناہ گالی دینے کی ابتداء کرنے والے کو ہوگا، بہ شرطیکہ دوسرا شخص بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے، اس حدیث میں بدلہ لینے کے جواز کا بیان ہے، اس پر کتاب اور سنت میں بہ کثرت دلائل ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ اگر انسان بدلہ لینے کے بجائے صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون ۝ وجزاء سيئة سيئة مثلها ۚ فمن عفا واصلح فاجره على الله ۚ انه لا يحب الظالمين ۝ ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل ۝ انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق ۚ اولئك لهم عذاب اليم ۝ ولمن صبر وغفر ان ذلك لمن عزم الامور ۝

(شوریٰ: ۳۹-۴۳)

اور وہ لوگ جب انھیں (کسی کی طرف سے) سرکشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور بے شک جو لوگ اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیں، تو ان پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں، (گرفت کی) راہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق سرکشی کرتے ہیں، ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے، اور جو صبر کر دے اور معاف کر دے تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں سے ہے۔

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" جس شخص کو گالی دی جائے وہ جواب میں اتنی ہی گالی دے سکتا ہے بہ شرطیکہ وہ گالی جھوٹ، قذف (زنا کی تہمت) اور اسلاف کے خلاف بدزبانی نہ ہو، ظالم یا احمق اور ان جیسے الفاظ کے ساتھ بدلہ لینا جائز ہے، کیونکہ بہت کم لوگ ان اوصاف سے خالی ہوتے ہیں، گالی کھانے والا جب جواباً گالی دے چکے تو گالی دینے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے، البتہ اس پر ابتداء کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ صرف اللہ کا حق ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب گالی کھانے والا جواباً گالی دے دے تو اب گالی دینے والے پر کوئی حق اور کوئی گناہ نہیں رہا، البتہ ابتداءً گالی دینے کی وجہ سے وہ مذمت اور ملامت کا مستحق ہے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو نازیبا کلمہ کہہ کر اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نے دوبارہ اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے، جب اس نے سہ بارہ اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے بدلہ لیا، جب حضرت ابوبکر نے بدلہ لے لیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت ابوبکر نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ مجھ سے خفا ہو گئے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس شخص نے تم کو برا کہا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کر رہا تھا اور جب تم نے خود بدلہ لیا تو شیطان آپہنچا اور جہاں شیطان آپہنچے تو میں وہاں نہیں بیٹھتا، ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اس کے آخر میں آپ کا یہ ارشاد ہے اے ابوبکر! جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دے تو اس شخص کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیتا ہے۔[1]

بَابُ ۹۱۴ اِسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ

عفو اور انکسار کی فضیلت

۶۴۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اس حدیث کے دو محمل ہیں یا تو صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں مال میں زیادتی کرتا ہے یا صدقہ کرنے سے دنیا میں جو مال میں کمی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں آخرت میں اجر عطا فرما کر اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جزء ہے، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں ایک یہ کہ جس شخص کا قصور معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھ جاتی ہے دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کی آخرت میں عزت بڑھائے گا۔

اس حدیث کا تیسرا جزء ہے: جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے، اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں، ایک محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا درجہ بلند کرے گا بایں طور کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا، دوسرا محمل یہ ہے کہ آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کے درجات بلند ہوں۔[2]

---

[1] - امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، تہذیب الایمان ج ۵ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ

[2] - علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۱۵ تَحْرِيمِ الْغِيبَةِ

۶۴۶۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدِ اغْتَبْتَهُ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ.

غیبت کی حرمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کا ذکر اس کو ناپسند ہو، کہا گیا: یہ بتایئے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تبھی تو تم نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر وہ عیب بیان کیا ہے جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

غیبت، بہتان اور چغلی کی تعریفیں

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی غائب انسان کا عیب بیان کرے یا اس کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کرے جس سے وہ غم زدہ ہو تو اگر اس انسان میں وہ عیب ہو تو اس کو غیبت کہتے ہیں اور اگر اس نے جھوٹ کہا تو اس کو بہتان کہتے ہیں، اسی طرح حدیث میں ہے، غیبت وہ ہوتی ہے جو پس پشت ہو، قرآن مجید میں ہے ولا یغتب بعضکم بعضا (حجرات: ۱۲) یعنی کوئی شخص کسی کے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان نہ کرے[1]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والغیبۃ ان یذکر الانسان غیرہ بما فیہ من عیب من غیر ان احوج الی ذکرہ۔[2]

غیبت یہ ہے کہ ایک آدمی بلا ضرورت دوسرے شخص کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہو۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

ھو ان یذکر الانسان فی غیبۃ بسوء وان کان فیہ فاذا ذکرتہ بما لیس فیہ فھو البھت والبھتان۔[3]

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی کا ذکر کرو، بہ شرطیکہ وہ برائی اس میں ہو، اور اگر تم وہ برائی ذکر کرو جو اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضے حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۶۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[3] علامہ محمد بن اثیر الجذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۳۹۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

امام غزالی لکھتے ہیں:

الغیبۃ ان تذکر اخاک بما یکرھہ لو بلغہ سواء ذکرتہ بنقص فی بدنہ او نسبہ او فی خلقہ او فی فعلہ او فی قولہ او فی دینہ او فی دنیاہ حتی فی ثوبہ و دارہ و دابتہ۔[1]

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جس کا ذکر اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو، خواہ اس کے بدن کا نقص ذکر کرو یا اس کے نسب کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے قول وفعل کا یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا حتیٰ کہ اس کے کپڑوں یا مکان یا سواری کے متعلق کسی عیب کا ذکر کرو۔

کسی شخص کے اندھے، ٹھگنے، کالے، لمبے یا بھینگے ہونے کا ذکر کرنا بدن کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کا باپ حبشی، موچی یا فاسق ہے، نسب کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ بخیل، متکبر یا بزدل ہے، خلق کا عیب ہے، یہ کہ وہ چور، جھوٹا، شرابی، نماز، روزے کا تارک یا نجاسات سے بچنے والا نہیں ہے، اس کے دینی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا، بہت باتونی ہے، بہت کھاتا ہے، سست ہے یا بہت سوتا ہے یہ اس کے دنیاوی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کے کپڑے میلے یا لمبے ہیں یہ اس کے کپڑوں کا عیب ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جو اس کو ناگوار ہو، عام ازیں کہ وہ اس کے بدن کا عیب ہو، یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا یا اس کے نفس کا یا اس کی جسمانی بناوٹ کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے مال کا یا اس کی اولاد کا یا اس کی بیوی کا یا اس کے والد کا یا اس کے خادم کا یا اس کے نوکر کا یا اس کے لباس کا یا اس کی چال ڈھال کا یا اس کے متعلق کسی اور چیز کا، خواہ یہ ذکر کلام سے ہو یا تحریر سے یا اشارہ اور کنایہ سے۔[2]

چغلی کی تعریف میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

فھی نقل کلام الناس بعضھم الی بعض علی جھۃ الافساد۔[3]

فساد پیدا کرنے کی نیت سے بعض کی باتیں بعض کو پہنچانا، یہ چغلی ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق قرآن مجید کا حکم

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، بعید نہیں کہ وہ (ان مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑایا

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۳۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۹۹ - ۲۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۳۷۵ھ

[3] " " " الاذکار ص ۲۹۹، " " " "

ولا تنابزوا بالالقاب ؕ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ۚ ومن لم یتب فاولئك هم الظالمون ۝ یا ایها الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه واتقوا الله ان الله توّاب رحیم ۝

(حجرات، ۱۱ - ۱۲)

کریں) ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا بُرا نام ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں، اے ایمان والو، بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور (کسی کے عیبوں کی) جستجو نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت (بھی) نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تو تم اس سے انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کو بہت قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق احادیث و آثار

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تغتابوا المسلمین ولا تردوا الهدیة ولا تقطعوا المسلمین۔[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، نہ ہدیہ واپس کرو اور نہ مسلمانوں کو مارو۔

عن ابی حازم لما نظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الکعبة قال مرحبا بك من بیت ما اعظمك واعظم حرمتك وللمؤمنین اعظم حرمة عند الله منك ان الله حرم منك واحدة وحرم من المؤمن ثلاثا دمه وماله وان یظن به ظن السوء۔[2]

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: اے بیت تجھے مرحبا! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے! اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومنین کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق ایک چیز (قتال) کو حرام کیا اور مومن کے متعلق تین چیزوں کو حرام کیا، اس کا خون، اس کا مال اور اس کے متعلق بدگمانی کرنا۔

عن ابن عباس عن النبی صلی الله علیه وسلم یقول: ان الربوا نیف وسبعون بابا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر سے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " ج ۵ ص ۲۹۷-۲۹۶ " " " "

اهونهن بابا من الربوا مثل من اتى امه فى الاسلام و درهم الربوا واخبث الربا انتهاك عرض المسلم وانتهاك حرمته ۔[1]

زیادہ درجے ہیں اور سب سے ہلکا درجہ کا گناہ اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے اور سود کا سب سے خبیث درجہ مسلمان کو بے عزت کرنا اور اس کی پردہ دری کرنا ہے۔

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال: كنا عند النبى صلى الله عليه وسلم فقام رجل فقال: يا رسول الله ما اعجز- او قال ما اضعف فلانا، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: اغتبتم صاحبكم واكلتم لحمه ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! فلاں شخص کتنا عاجز یا کمزور ہے! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنی ساتھی کی غیبت کی ہے اور اس کا گوشت کھایا ہے۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما عرج بى عز وجل مررت بقوم لهم اظفار من نحاس يخمشون وجوههم وصدورهم فقلت من هؤلاء يا جبريل؟ قال: هؤلاء الذين ياكلون لحوم الناس و يقعون فى اعراضهم ۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے مجھے معراج کرائی تو میرا ایک قوم سے گذر ہوا جن کے پیتل کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں پر خراشیں ڈال رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت کے درپے آزار ہوتے تھے۔

عن انس ان النبى صلى الله عليه وسلم امر الناس ان يصوموا يوما ولا يفطرن احد حتى اذن له فصام الناس فلما امسوا جعل الرجل يجئ الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فيقول ظللت منذ اليوم صائما فاذن لى فلا فطر فيأذن له حتى جاء رجل فقال يا رسول الله ان فتاتين من اهلك ظلتا منذ اليوم صائمتين فاذن لهما فلتفطرا فاعرض عنه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے، لوگوں نے روزہ رکھا، جب شام ہوئی تو ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں سارے دن روزہ سے رہا ہوں، آپ مجھے افطار کی اجازت دیں، آپ نے اس کو افطار کی اجازت دی، پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں، آپ انھیں افطار کی اجازت

[1] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ۔ امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی موصلی ج ۵ ص ۴۲۵، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

[3] ۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۹-۳۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

صائماً۔ وکیف صام من ظل یاکل لحوم الناس اذھب فمرھما ان کانتا صائمتین ان یستقیا ففعلتا فقاءت کل واحدۃ منھما علقۃ علقۃ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو ماتتا او بقیا فیھما لاکلتھما النار۔ [1]

دیں، آپ نے اس شخص سے اعراض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا روزہ نہیں ہے، ان لوگوں کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے، جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں، جاؤ انھیں جا کر کہو کہ اگر وہ روزہ دار ہیں تو قے کریں، انھوں نے قے کی تو ہر ایک سے جما ہوا خون نکلا، پھر اس شخص نے جا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مر جاتیں یا وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو ان دونوں کو دوزخ کی آگ کھا جاتی۔

عن ابن عباس ان رجلین صلیا صلوٰۃ الظھر او العصر وکانا صائمین فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قال: اعیدوا وضوءکما وصلوتکما وامضیا فی صومکما واقضیاہ یوما آخر قالا لم یا رسول اللہ؟ قال اغتبتم فلانا۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی وہ دونوں روزہ دار تھے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: اپنے وضو اور نماز کو دہراؤ اور اس روزے کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو، ان دو آدمیوں نے پوچھا کیوں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی۔

یہ حکم مستحب ہے۔ (سعیدی غفرلہ) امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا آپ نے وضو، نماز اسی طرح روزہ کو دہرانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے یا ان کو اذیت پہنچانے سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے۔ [3]

عن جابر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھاجت ریح منتنۃ فقال: اتدرون ما ھذا؟ قالوا: لا قال: قوم من المنافقین اغتابوا اناسا من المؤمنین۔ [4]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک بدبو پھیل گئی، آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں کی ایک جماعت کی غیبت کی ہے۔

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ۔ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۳، " " " "

[3] ۔ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۴، " " " "

[4] ۔ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۳، " " " "

عن الاوزاعی یقول بلغنی انه یقال للعبد یوم القیامۃ قم فخذ حقك من فلان. فیقول مالی قبلی حق، فیقال بلی ذکرك یوم کذا و کذا بکذا و کذا۔[1]

امام اوزاعی لکھتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے سے کہا جائے گا اٹھو فلاں شخص سے اپنا حق وصول کرلو، وہ شخص کہے گا میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ کیوں نہیں اس شخص نے فلاں، فلاں دن تیرا اس، اس طرح ذکر کیا تھا۔

عن ابی سعید و جابر بن عبد الله رضی الله عنهم قالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الغیبة اشد من الزنا قالوا یا رسول الله وکیف الغیبة اشد من الزناء؟ قال ان الرجل لیزنی فیتوب فیتوب الله علیه وفی روایة حمزة فیتوب فیغفر له وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر لها صاحبه۔[2]

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غیبت کس طرح زنا سے زیادہ شدید ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے، اور حمزہ کی روایت میں ہے وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوگی، جب تک وہ شخص اس کو معاف نہیں کرے گا جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

عن عبد الله بن المبارك قال: اذا اغتاب رجل رجلا فلا یخبر به ولکن یستغفر الله۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی شخص کی غیبت کرے تو اس کو خبر نہ دے، لیکن اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے۔

قال الامام احمد رحمه الله قد روینا فی حدیث مرفوع باسناد ضعیف کفارة الغیبة ان تستغفر لمن اغتبته۔[4]

امام احمد فرماتے ہیں ایک سند ضعیف سے حدیث مرفوع میں ہے: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

عن حذیفة قال: کان فی لسانی ذرب علی اهلی لم یعدهم الی غیرهم فشلت النبی صلی الله علیه وسلم فقال این انت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے صرف میرے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے تھے۔ میں نے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۶، " " " "

[3] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۷، " " " "

[4] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۷، " " " "

من الاستغفار یا حذیفۃ انی لاستغفر اللہ کل یوم مأۃ مرۃ [1]

دریافت کیا، آپ نے فرمایا اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے! میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال احمد وان صح حدیث حذیفۃ فیحتمل ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ بالاستغفار رجاء ان یرضی اللہ تعالی خصمہ یوم القیامۃ ببرکۃ استغفارہ واللہ اعلم [2]

امام احمد نے کہا اگر حضرت حذیفہ کی حدیث صحیح ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس امید پر استغفار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالے اس استغفار کی برکت سے مطالبہ کرنے والے کو قیامت کے دن راضی کر دے گا۔

غیبت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

پس پشت کسی کا عیب ذکر کرنا غیبت ہے، حضرت حسن بصری نے کہا غیبت کی تین قسمیں ہیں اور ان تینوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

(۱)۔ غیبت: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں ہے۔

(۲)۔ افک: اپنے بھائی کے متعلق تم سنی سنائی بات بیان کر دو۔

(۳)۔ بہتان: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں نہیں ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے معاویہ بن قرہ نے بیان کیا کہ اگر تمہارے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا شخص گذرے اور تم کہو کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چار مرتبہ اپنے زنا کرنے کا اقرار کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کر دیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کا پردہ رکھا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتی کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، آپ کچھ دیر خاموش چلتے رہے پھر آپ کا ایک مُردہ گدھے کے پاس سے گذر ہوا آپ نے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟، ان دونوں نے کہا ہم یہاں ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا چلو اس مُردار گدھے کو کھاؤ، انھوں نے کہا یا نبی اللہ اس کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا تم جو ابھی اپنے بھائی کی عزت کو خراب کر رہے تھے، وہ اس مُردار گدھے کو کھانے سے زیادہ بُری بات تھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مُردار کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جب مُردار کا گوشت کھایا جائے تو اس کو اپنے گوشت کے کھائے جانے کا علم نہیں ہوتا، اسی طرح زندہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس کے پس پشت کوئی اس کی غیبت کر رہا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے غیبت کی یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ جس طرح مردار کا گوشت گھناؤنا اور حرام ہے اسی طرح غیبت دین میں حرام ہے اور دل اس سے گھن کھاتے ہیں، قتادہ نے کہا اس

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸-۳۱۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸، " " " "

کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم مُردار کا گوشت کھانے کو بُرا جانتے ہو اور اس سے اجتناب کرتے ہو، اسی طرح غیبت کرنے کو بھی بُرا جانو اور اس سے اجتناب کرو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا وہ روزہ دار نہیں ہے، سو جو شخص کسی مسلمان کی تنقیص کرے یا اس کی ہتک عزت کرے وہ گویا اس زندہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، اور جو شخص غیبت کرے وہ اس مردہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جتنا کسی مسلمان کا گوشت کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی جہنم کی آگ کھلائے گا، اور آپ کا ارشاد ہے: اے وہ لوگو جو زبان سے مسلمان ہوئے ہو اور جن کا دل مومن نہیں ہوا، مسلمان کی غیبت نہ کرو، ابو قلابہ رقاشی نے کہا ابو عاصم کہتے تھے جب سے مجھے علم ہوا کہ غیبت کا اس قدر گناہ ہے اس کے بعد میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، میمون بن سیاہ کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، ان کے سامنے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا تو وہ اس کو منع کرتے تھے اگر وہ رُک جاتا تو فبہا ورنہ وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے تھے، ثعلبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص اٹھا اس کے اٹھنے میں کچھ لنگ تھا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ شخص اٹھنے سے کس قدر عاجز ہے! آپ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا اور اس کی غیبت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے ذکر سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بیماری ہے اور اللہ کا ذکر کیا کرو، کیونکہ اس میں شفاء ہے، عمر بن عبید سے کسی نے کہا فلاں شخص آپ کی اس قدر بُرائی بیان کرتا ہے کہ ہمیں آپ پر رحم آتا ہے، انھوں نے کہا قابل رحم تو وہ شخص ہے، ایک شخص نے حسن بصری سے کہا: مجھے معلوم ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں، حسن بصری نے کہا میرے نزدیک تم اتنے رتبہ کے نہیں ہو کہ میں اپنی نیکیوں پر تمہیں حاکم بنا دوں۔ [1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ابن المبارک نے کہا اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے ماں باپ کی غیبت کرتا کیونکہ وہ میری نیکیوں کے زیادہ مستحق ہیں۔ [2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ غیبت کا تعلق صرف امورِ دینیہ سے ہے (مثلاً فلاں شخص بے نماز ہے) اور امورِ خلقیہ (مثلاً فلاں شخص کانا یا بھینگا ہے) اور کسبیہ (مثلاً فلاں شخص موچی ہے) بیان کرنے میں غیبت نہیں ہے، ایک قوم نے اس کے برعکس یہ کہا کہ غیبت کا تعلق صرف خَلق (جسمانی عیوب) خُلق (فطری عیوب مثلاً بخل اور بزدلی) اور حَسَب (پیشہ کے عیوب مثلاً جلاہا اور موچی) سے ہے اور جسمانی عیوب کا بیان کرنا زیادہ سخت گناہ ہے، کیونکہ صنعت کی مذمت کرنا صانع کی مذمت کے مترادف ہے، یہ تمام نظریات مردود ہیں اور ہر قسم کی غیبت کرنا گناہ اور حرام ہے جسمانی بناوٹ کی غیبت کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے متعلق یہ کہا کہ وہ کوتاہ قد ہیں تو آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو تمام پانی کا ذائقہ بدل جائے اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۶-۳۳۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ، الاذکار ص ۳۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ ھ

کہ جس وصف کو بطور عیب بیان کیا جائے وہ غیبت ہے، اور دوسرے نظریہ کے ابطال پر دلیل یہ ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین کے نزدیک بدترین غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے دینی وصف کی مذمت کی جائے، کیونکہ دین میں عیب نکالنا سب سے بڑا عیب ہے، اور ہر مومن بدنی عیب کی بہ نسبت دینی عیب کو زیادہ ناپسند کرتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم اپنے بھائی کے متعلق وہ بات کہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو یہ غیبت ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، اور یہ حدیث دین اور دنیا دونوں کو شامل ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: "جس شخص نے اپنے بھائی کے مال یا اس کی عزت میں کوئی زیادتی کی ہو وہ اس کو معاف کرالے" یہ حدیث ہر قسم کی عزت کو شامل ہے اور جو شخص دینی اوصاف میں غیبت کو جائز کہتا ہے وہ ان احادیث سے معارضہ کرتا ہے۔ [1]

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ واضح حدیث یہ ہے کہ جن دو شخصوں نے حضرت ماعز کے زنا کرنے کے متعلق غیبت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ایک مردہ گدھے کے پاس لے گئے اور فرمایا اس کو کھاؤ، انھوں نے کہا اس کو کون کھا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا تم جو ابھی اپنے بھائی کی غیبت کر رہے تھے وہ اس کو کھانے سے زیادہ بڑا اور گناہ ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۸)

غیبت کے حرام ہونے کا بیان اور بحث ونظر

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے اور جس شخص نے کسی کی غیبت کی اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے توبہ کرے، باقی اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہے آیا اس سے بھی معافی طلب کرے یا نہیں؟ ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے معافی طلب کرنا لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے اس نے اپنے رب کی خطا کی ہے، اس نے اس شخص کا مال لیا ہے نہ اس کے بدن کو نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا یہ ایسی زیادتی نہیں ہے جس کو وہ اس شخص سے معاف کرائے، جیسی زیادتی کو معاف کرانے کی ضرورت ہوتی ہے یہ وہ ہے جس کا عوض مال یا بدن میں واجب ہوتا ہے، ایک گروہ نے کہا یہ مظلمہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے شخص کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے، ان کا استدلال حسن بصری کی اس روایت سے ہے، غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے"، اور ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ یہ مظلمہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرائے، اور ان کا استدلال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے: "جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال میں کوئی مظلمہ (زیادتی) کی ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن کوئی دینار ہوگا نہ درہم، اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں تو صاحب حق کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جائے گا"۔

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی جب وہ جانے لگی تو ایک عورت نے کہا اس عورت کا دامن کتنا لمبا تھا، حضرت عائشہ نے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

فرمایا تم نے اس کی غیبت کی ہے، اب اس غیبت کو اس سے معاف کراؤ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہو اس سے معاف کرانا ضروری ہے اور ان احادیث کے مقابلہ حضرت حسن کی روایت حجت نہیں ہے۔ [1]

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنا حرام ہے، علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، اور امام غزالی اور صاحب العدۃ نے یہ تصریح کی ہے کہ غیبت کرنا گناہ صغیرہ ہے، ان حضرات کا یہ قول بہت عجیب ہے کیونکہ بکثرت احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، غیبت کے صغیرہ ہونے پر انتہائی دلیل یہ ہے کہ اگر غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہو تو ماسوائے معدودے چند کے تمام مسلمانوں کا فاسق ہونا لازم آئے گا اور یہ حرج عظیم ہے، لیکن یہ دلیل اس لیے مردود ہے کہ کسی معصیت کا پھیل جانا حتی کہ تمام لوگ اس معصیت کا ارتکاب کرنے لگیں یہ بھی اس معصیت کے صغیرہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے چہ جائیکہ اکثر لوگ کسی معصیت کا ارتکاب کرتا (مثلاً ہمارے زمانے میں بینک کا سود، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ کاڈر کے ذریعہ موسیقی کا سماع، خواتین کی بے پردگی اور فرض نمازوں کا ترک عام ہو گیا ہے حتی کہ معدودے چند لوگ ہی اس گناہ سے مجتنب ہیں تو کیا معصیت کا یہ عموم اور شیوع اس کے صغیرہ ہونے کو مستلزم ہوگا؟ سعیدی غفرلہٗ) نیز معصیت پر اصرار کرنا اس معصیت کو بالاجماع کبیرہ بنا دیتا ہے اور جو لوگ غیبت کرتے ہیں وہ اس پر اصرار کرتے ہیں (یعنی ایک غیبت کے بعد نادم اور تائب ہوئے بغیر دوبارہ اور سہ بارہ غیبت کرتے ہیں اور یہی معصیت پر اصرار ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) تو اس اعتبار سے غیبت کو صغیرہ قرار دینے سے بھی حرج عظیم لازم آئے گا سو اس حرج عظیم کا دفعیہ تو تب ہوگا جب غیبت اصلاً معصیت نہ رہے۔ [2]

حقیقت یہ ہے کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، ہاں البتہ غیبت کی بعض اقسام وہ ہیں جو گناہ صغیرہ ہیں جن سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے مثلاً سواری اور لباس کا عیب بیان کرنا اور بعض اقسام اکبر الکبائر ہیں مثلاً اولیاء اللہ اور علماء کی غیبت کرنا اور ان کو فاسق و فاجر کہنا۔ [2]

کیا امام غزالی نے غیبت کو گناہ صغیرہ کہا ہے؟

علامہ آلوسی نے جو امام غزالی کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ حرج عظیم کی بناء پر غیبت کو گناہ صغیرہ قرار دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں علامہ آلوسی کو یقیناً تسامح ہوا ہے، امام غزالی نے غیبت پر بہت مفصل بحث کی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور بکثرت احادیث اور آثار سے غیبت کا حرام ہونا بیان کیا ہے اور غیبت پر توبہ کرنے اور صاحب حق سے معاف کرانے کو واجب قرار دیا ہے۔ اور ہر قسم کی غیبت کو حرام کہا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں:

اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفہیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ

زبان سے غیبت کرنا اس لیے حرام ہے کہ زبان کے ذریعہ دوسرے شخص کو تم اپنے بھائی کا عیب بتا دیتے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۰ - ۱۵۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

فالتعریض به کالتصریح والفعل فیه کالقول والاشارة والایماء والغمز والهمزة والکتابة والحرکة وکل ما یفهم المقصود فهو داخل فی الغیبة وهو حرام [1]

ہو اور ناپسندیدہ وصف سے اس کی شناخت کراتے ہو، سو اس معاملہ میں تعریض بھی تصریح کرنے کے برابر ہے اور فعل بمنزلہ قول ہے اسی طرح اشارہ کنایہ سے کسی کا عیب بیان کرنا، لکھنا یا کوئی حرکت کرنا اور ہر وہ طریقہ جس سے کسی کا عیب بتایا جا سکتا ہو غیبت کرنے میں داخل ہے اور وہ حرام ہے۔

دیکھئے امام غزالی نے کتنی تفصیل اور تصریح کے ساتھ غیبت کو حرام قرار دیا ہے! لہٰذا تعجب امام غزالی پر نہیں علامہ آلوسی کی نقل پر ہے۔

غیبت سننے کی حرمت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس طرح متکلم پر غیبت کرنا حرام ہے، اسی طرح سامع پر غیبت سننا اور اس کو برقرار رکھنا حرام ہے، اس لیے جب کوئی شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی غیبت کرنے کی ابتداء کر رہا ہے تو اس کو غیبت کرنے سے منع کرے، بہ شرطیکہ اس میں کسی ظاہر نقصان کا خدشہ نہ ہو، اور اگر اس کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس غیبت کو دل سے برا جانے، اور اگر اس وقت اس مجلس سے اٹھنے میں اس کو کوئی ضرر نہ ہو تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے اور اگر اس کو غیبت سے منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کرے یا اس شخص کی بات کاٹ کر کوئی اور بات شروع کر دے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو گنہ گار ہوگا، اور اگر اس نے بظاہر زبان سے کہا چپ ہو جاؤ اور اس کا دل اس بات کو سننے کے لیے مشتاق تھا اور سلسلہ کلام جاری رکھنا چاہتا تھا، تو امام ابو حامد غزالی نے یہ کہا ہے کہ یہ نفاق ہے اور زبانی روکنے سے اس کا گناہ ساقط نہیں ہوگا، اس لیے زبان سے منع کرنے کے علاوہ دل سے بھی غیبت کو برا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی ایسی مجلس ہو کہ وہاں غیبت کو منع کرنے سے یا اس مجلس سے اٹھ کر چلے جانے سے اس کو ضرر کا اندیشہ ہو تو کان لگا کر توجہ سے غیبت نہ سنے بلکہ اس طرف سے توجہ ہٹا کر امور آخرت کی طرف ذہن کو متوجہ کرے اور چپکے چپکے زبان اور دل سے اللہ کا ذکر شروع کر دے اس طریقہ پر عمل کرنے کے باوجود اگر کوئی بات اس کے کان میں پڑ جائے تو پھر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ [2]

جس شخص کی غیبت کی جائے اس کی حمایت کے متعلق احادیث

اگر کوئی شخص کسی عالم دین یا صالح مسلمان کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر بقدر استطاعت فرض ہے کہ وہ اس کی غیبت کو رد کرے اور اس عالم دین یا صالح مسلمان کی فضیلت بیان کرے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۴۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ الاذکار ص ۳۰۲ - ۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ۔ [1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت سے تہمت کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے آگ کو دور کر دے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سھل بن معاذ بن انس الجھنی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمی مؤمنا من منافق اراہ قال بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیٰمۃ من نار جھنم۔ [3]

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی منافق کے مقابلہ میں مومن کی حمایت کی، میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

عن جابر بن عبد اللہ و ابی طلحۃ بن سھل انصاری یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن امرئ یخذل امرأ مسلما فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ وما من امرئ ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب نصرتہ۔ [4]

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جگہ پر کسی مسلمان شخص کی بے عزتی اور آبرو ریزی کی جا رہی ہو وہاں جو شخص اس مسلمان کو رسوا کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس جگہ رسوا کر دے گا جہاں وہ اپنی عزت کا خواہش مند ہوگا، اور جس جگہ پر کسی مسلمان کی بے عزتی اور توہین کی جا رہی ہو وہاں پر جو شخص اس مسلمان کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰-۴۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۴۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۴۱۳، " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

امام بخاری نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے:

فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فقمنا فصففنا فصلى ركعتين ثم سلم قال وحبسناه على خزيرة صنعناها له قال فثاب في البيت رجال من اهل الدار ذو عدد فاجتمعوا فقال قائل منهم اين ابن الدخيشن فقال بعضهم ذلك منافق لا يحب الله ورسوله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقل ذلك الا تراه قد قال لا اله الا الله يريد بذلك وجه الله قال الله ورسوله اعلم قال فانا نرى وجهه ونصيحته الى المنافقين قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فان الله عز وجل قد حرم على النار من قال لا اله الا الله يبتغي بذلك وجه الله [1]

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیا، حضرت عتبان بن مالک کہتے ہیں ہم نے آپ کے لیے ایک کھانا تیار کیا تھا وہ کھانا کھلانے کے لیے ہم نے آپ کو روک لیا، پھر اس گھر میں بہت سے گھرانوں کے لوگ آ گئے، ان میں سے ایک نے پوچھا: ابن الدخیشن کہاں ہے؟ حاضرین میں سے بعض نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیونکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور محض اللہ کی رضا کے لیے یہ کلمہ پڑھا ہے، اس شخص نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، ہم نے اس کو منافقین کی طرف متوجہ اور ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے: [2]

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مجلس میں حضرت مالک بن دخیشن کی غیبت کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا اور ان کی نصرت و حمایت کی۔

امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں یہ جملے ہیں:

فقال وهو جالس في القوم بتبوك ما فعل كعب فقال رجل من بني سلمة يا رسول الله حبسه برداه ونظره في عطفيه فقال معاذ بن جبل بئس ما قلت والله يا رسول الله! ما علمنا عليه الا خيرا فسكت

تبوک میں پہنچ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب نے کیا کیا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس کو لباس کے تکبر نے روک لیا! حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بہ خدا! یا رسول اللہ! ہمیں کعب کے متعلق سوا خیر کے اور کسی بات کا علم نہیں، پھر رسول اللہ صلے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۱-۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ان عائذ بن عمرو کان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی عبید اللہ بن زیاد فقال ای بنی انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شر الرعاء الحطمۃ فایاک ان تکون منھم فقال لہ اجلس فانما انت من نخالۃ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال وھل کانت لھم نخالۃ انما کانت النخالۃ بعدھم وفی غیرھم۔[3]

اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بدترین حاکم وہ ہوتے ہیں جو بے درد اور ظالم ہوں، تم اپنے آپ کو ظالموں میں ہونے سے بچانا اس نے کہا بیٹھیے آپ تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بھوسی ہیں، حضرت عائذ نے کہا کیا صحابہ کرام میں سے کوئی بھوسی بھی تھا؛ بھوسی تو صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں میں سے ہو سکتے ہیں جو غیر صحابہ ہوں گے۔

غیبت کی توبہ اور اس کے کفارہ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کوئی گناہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس گناہ سے توبہ کرلے، یہ توبہ اللہ کے حقوق سے ہے اور اس کی تین شرطیں ہیں:

(۱) علی الفور گناہ کو ترک کر دے، (۲) اس گناہ پر نادم ہو، (۳) آئندہ کے لیے اس گناہ کو بالکلیہ ترک کرنے کا عزم کرے۔ (یہاں ایک اور شرط کا بھی ذکر ضروری ہے اور وہ ہے بہ قدر امکان تلافی اور تدارک مثلاً نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضاء کرے اسی طرح روزہ، حج اور نذر وغیرہ کی قضاء اور جن گناہوں میں تلافی اور تدارک ممکن نہیں ان میں صرف نادم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا توبہ ہے، مثلاً جھوٹی قسم کھائی، جھوٹ بولا، اجنبی عورت سے جنسی تلذذ حاصل کیا، حائضہ سے وطی کی، کوئی کلمہ کفریہ کہا، العیاذ باللہ! سعیدی غفرلہ)

اور جو توبہ بندوں کے حقوق سے ہے اس میں ان مذکورۃ الصدر تین شرطوں کے علاوہ چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق واپس کر دے یا اس سے وہ حق معاف کرائے اور اپنے آپ کو اس حق سے بری کرالے، اس لیے غیبت سے توبہ کرنے والے پر یہ چار شرطیں پوری کرنا ضروری ہیں، کیوں کہ غیبت آدمی کا حق ہے، اس لیے جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرانا ضروری ہے، اس صورت میں آیا اس کے لیے یہ کافی ہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تم مجھے معاف کر دو، یا اس شخص کو یہ بھی بتائے کہ اس نے کیا غیبت کی تھی؛ فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں: اور اگر جس کی غیبت کی ہے وہ مردہ ہو یا غائب تو اس سے معاف کرانا متعذر ہے، اب وہ اس کے لیے دعا اور استغفار کرے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] " " صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، " " " "

اور جس شخص سے غیبت کرنے والا غیبت کرنے پر معافی مانگے اس شخص کے لیے اس کو معاف کر دینا مستحب ہے[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین. (آل عمران: ۱۳۴)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے، اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عبدًا کانت لاخیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فجاءہ فاستحلہ قبل ان یؤخذ ولیس ثم دینار ولا درھم فان کانت لہ حسنات اخذ من حسناتہ وان لم تکن لہ حسنات حملوا علیہ من سیاٰتھم ھذا حدیث صحیح۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس پر اس کے بھائی کی عزت یا مال کا کوئی حق تھا، اس نے اس شخص کے پاس جا کر اس کا حق معاف کرا لیا اس سے پہلے کہ وہ دن آتا جس میں کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہیں ہوگا پھر اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس کی وہ نیکیاں حقدار کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے اوپر حقدار کے گناہ ڈال دیے جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر اس کے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز کا کوئی حق ہو وہ اس کو آج معاف کرا لے، اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہوں گے، اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو وہ اس سے بہ قدر حق وصول کر لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو حقدار کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [1]

امام غزالی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ حقدار سے غیبت کا جرم معاف کرانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا کافی ہے اس نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو، اور مجاہد نے کہا اگر تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے حق میں دعا کرو۔ [2]

جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے دعا و ثناء کافی ہونے کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جس کی غیبت کی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو، امام حارث بن ابی اسامہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اور امام خرائطی نے اسے مساوی میں بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان (ج ۵ ص ۳۱۷) اور امام ابو الشیخ نے توبیخ میں اور امام دینوری نے المجالسۃ میں اور خطیب نے التاریخ میں اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے لیکن ان سب کی سند از عنبسہ از خالد بن یزید از انس کی طرف رجوع کرتی ہے اور عنبسہ ضعیف راوی ہے، امام خرائطی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ از ابو سلیمان کوفی از ثابت از انس روایت کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو اور یہ کہو "اللھم اغفر لنا ولہ" یہ سند بھی ضعیف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں، امام ابو نعیم نے حلیہ میں اور امام ابن عدی نے کامل میں از ابو داؤد سلیمان بن عمر نخعی از ابی حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی غیبت کی پھر اس کے لیے استغفار کیا تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے لیکن نخعی پر حدیث وضع کرنے کی تہمت ہے، امام دار قطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی غیبت کی پھر اس کے بعد اس کے لیے استغفار کیا تو اس کی غیبت کو معاف کر دیا جائے گا، یہ حدیث ضعیف ہے، اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں دو سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے اور استغفار اس کو جوڑ دیتا ہے سو جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا روزہ جڑا ہوا ہو، وہ استغفار کرے، عقبہ نے کہا یہ حدیث موقوف ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ [3]

میر علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۹ - ۵۵۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۹ - ۵۵۸، " " " " "

کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے لیے دعا نے خیر کرو، نیز امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ ابو حازم سے روایت کیا ہے جو آدمی اپنے بھائی کی غیبت کرے وہ اس کے لیے استغفار کرے یہ اس کا کفارہ ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مبارک سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی کسی کی غیبت کرے وہ اس کو خبر نہ دے لیکن استغفار کرے، محبوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بکار سے سوال کیا کہ میں نے ایک شخص کی غیبت کی پھر میں نادم ہوا، انھوں نے کہا تم اس کو خبر نہ دو، اس کا دل رنجیدہ ہوگا، لیکن اس کے لیے دعا کرو اور اس کی خوبیاں بیان کرو، حتیٰ کہ نیکی سے برائی مٹ جائے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ۔ (مومنون:۹۶) برائی کو نیکی سے دور کرو۔

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! میری زبان سے اپنے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے ہیں، آپ نے فرمایا: اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے، اس کو امام حاکم نے روایت کیا ہے، اور صحیح قرار دیا ہے، ان تمام احادیث کے مجموعہ سے ان پر وضع کا حکم لگانا مستبعد ہو جاتا ہے۔ [1]

علامہ زبیدی نے غیبت کیے جانے والے شخص کے لیے استغفار سے متعلق جتنی احادیث پر محدثانہ بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر احادیث اسانید ضعیفہ سے مروی ہیں اور انفرادی طور پر الگ الگ ہر سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان کا مجموعہ علم کا مفید ہے اور اعتبار کے لائق ہے۔

کیا صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا ضروری ہے؟

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خیاطی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ غیبت اس تک نہیں پہنچی تو پھر غیبت کرنے والے کے لیے غیبت پر ندامت اور استغفار کرنا کافی ہے، ابن الصباغ نے اسی قول پر اعتماد کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ اگر اس نے کسی جماعت کے سامنے یہ غیبت کی تھی تو ان کے پاس جائے اور ان کو یہ بتلائے کہ حقیقۃً یہ بات نہیں تھی، اکثر علماء نے اس کو اختیار کیا ہے ان میں علامہ نووی بھی ہیں، علامہ ابن الصلاح نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ زرکشی نے کہا یہی مختار ہے، علامہ ابن عبد البر مالکی نے امام ابن المبارک سے اس کو نقل کیا اور یہ کہا کہ انھوں نے سفیان ثوری سے اس پر مناظرہ کیا تھا، اور جن احادیث سے صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے پر استدلال کیا جاتا ہے ان کا محمل یہ ہے کہ صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا افضل ہے یا اس سے علی الفور گناہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، یہ حکم غیر غائب اور غیر میت کے متعلق ہے اور اگر میت کی غیبت کی ہے اور اس کے لیے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ [2]

غیبت کی توبہ کے طریقہ میں مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو علم نہیں ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ پر توبہ

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کرے اور اس شخص کے لیے استغفار کرے اور اس غیبت کی تلافی کے لیے جن کے سامنے اس کی غیبت کی تھی اب ان کے سامنے اس شخص کے محاسن اور فضائل بیان کرے کیونکہ اگر وہ اس شخص کو جاکر یہ بتائے گا کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تو اوّل تو اس کو رنج ہوگا اور مسلمان کو رنجیدہ کرنا منع ہے، ثانیاً اس فعل سے غیبت کرنے والا اس کے سامنے اپنے گناہ کا اظہار اور اعلان کرے گا، اور گناہ کا اظہار اور اعلان کرنا منع ہے، جن احادیث میں حقدار کو حق واپس کرنے کا حکم ہے، ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقدار کو لازماً یہ بتلائے کہ میں نے تمہاری فلاں حق تلفی کی تھی اور اب میں اس کی تلافی کر رہا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے علانیہ اس کا حق مار لیا تھا، تو اس کو بتا کر اس کا حق واپس کر دے یا اس کے منہ پر اس کو کوئی برا کلمہ کہا تھا تو اس سے اس کی معافی مانگ لے اور اگر خفیہ طریقہ سے اس کی کوئی حق تلفی کی تھی تو اس کا خفیہ طریقہ سے ازالہ کر دے مثلاً اس کی چوری کی تھی تو خفیہ طریقہ سے اس کا مال واپس کر دے اور اگر اس کی غیبت کی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اس کے لیے استغفار کرے اور جن محافل میں اس کی برائی کی تھی اب وہاں اس کی اچھائی بیان کرے، یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب اس شخص کو علم نہ ہو کہ فلاں شخص نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر اس کو علم ہو گیا ہو تو اب اس سے جاکر معافی مانگنا زیادہ بہتر ہے۔

فقہاء مذاہب کے نزدیک غیبت کی جائز صورتیں

علامہ نووی لکھتے ہیں:

چھ اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے کسی کی غیبت کرنا شرعاً جائز ہے:

۱۔ مظلوم کا قاضی یا حاکم کے سامنے دادرسی کی خاطر ظالم کا ظلم بیان کرنا مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری جان یا میرے مال یا میری عزت پر یہ ظلم کیا ہے۔

(۲)۔ کسی برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں لوگوں کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا، مثلاً لوگوں کو بتائے کہ محلہ میں فلاں شخص نے جوئے کا اڈہ قائم کیا ہے۔

(۳)۔ استفتاء کے لیے، یعنی کسی شخص کی برائی کے خلاف فتویٰ طلب کرنے کے لیے، مثلاً مفتی سے پوچھے کہ میرا شوہر خرچ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اس کا کیا حل ہے؟

(۴)۔ کسی شخص کے عیب کے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کا عیب بیان کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(ا)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں پر جرح کرنا، یہ بالاجماع جائز ہے بلکہ واجب ہے تاکہ احکام شرعیہ صحیح طریقہ سے مدون ہوں۔

(ب) جب کوئی شخص کسی آدمی کے متعلق مشورہ لے تو اس کا عیب بتا دے مثلاً ایک آدمی کسی کو قرض دینے کے متعلق مشورہ لیتا ہے تو اس کو بتا دے کہ یہ آدمی قرض لے کر واپس نہیں دیتا، یا کسی درزی سے کپڑا سلوانا چاہتا ہے تو اس کو بتا دے یہ کپڑا چرا لیتا ہے، یا کسی لڑکی سے نکاح کے لیے مشورہ لیتا ہے تو بتا دے کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے (یعنی جب ان میں یہ عیوب ہوں۔) کیونکہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔

(ج) جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کوئی عیب والی چیز خرید رہا ہے اور اس کو اس عیب کا علم نہیں ہے تو اس کی خیر خواہی کی نیت سے اس کو وہ عیب بتا دو، بشرطیکہ اس سے بیچنے والے کو ایذاء دینے اور ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو۔

(د)۔ جب تم دیکھو کہ ایک نیک اور صالح آدمی کسی فاسق یا بدعقیدہ کے پاس علم حاصل کرنے جارہا ہے اور اس کی صحبت میں اس نیک شخص کے عقیدہ اور عمل کے بگڑنے کا خدشہ ہو تو اس کی خیر خواہی کے قصد سے اس کو پڑھانے والے کی بدعقیدگی اور فسق پر مطلع کر دو۔

(ہ)۔ جب تم دیکھو کہ نااہل یا غلط کار شخص کسی منصب پر فائز ہے تو لوگوں کو اس کے پاس اپنے معاملات لے جانے سے روکو، یا اس کو اس منصب سے ہٹانے کے لیے لوگوں کو یا حاکم شہر کو اس کی نااہلی یا غلط کاری پر مطلع کر دو۔

(۵)۔ ایک آدمی علی الاعلان فسق یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً ایک آدمی علانیہ شراب پیتا ہو، لوگوں سے جگا ٹیکس وصول کرتا ہو، علانیہ رشوت لیتا ہو تو اس کے اخفی عیوب کا ذکر کرنا جائز ہے۔

(۶)۔ کسی شخص کو متعین کرنے اور اس کی شناخت کے لیے اس کے عیوب کو بیان کرنا بہ شرطیکہ وہ ان عیوب کے ساتھ مشہور ہو، جیسے ایک شخص اعمش (نابینا)، ایک شخص اعرج (لنگڑے) اور ایک شخص اصم (بہرے) کے لقب سے مشہور ہو، اس کے باوجود ان کی شناخت ان عیوب کے علاوہ دوسرے القاب کے ساتھ ہو سکے تو وہ افضل ہے[1]

امام غزالی شافعی[2]، اور علامہ آلوسی حنفی نے بھی غیبت کی ان چھ مباح صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[3]

علامہ قرطبی مالکی نے فاسق معلن، بدعقیدہ اور ظالم حاکم کی غیبت کو جائز کہا ہے، نیز فتویٰ طلب کرتے وقت اور مشورہ دیتے وقت بھی غیبت کو جائز کہا ہے۔[4]

علامہ شامی حنفی نے گیارہ صورتوں میں غیبت کو جائز کہا ہے جن میں سے بعض صورتوں میں غیبت کرنا واجب ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ مجہول شخص کی غیبت جائز ہے مثلاً کہے بعض لوگ سود کھاتے ہیں یا فلاں دیہات (مثلاً دارچھا) کے لوگ برہنہ نہاتے ہیں، کیونکہ اس میں کسی شخص کی تعیین نہیں ہے۔

(۲) جو شخص علانیہ معصیت کرے اس کی غیبت جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے چہرے سے حیاء کی چادر اتار دے اس کی کوئی غیبت نہیں ہے"۔ ہاں جو شخص چھپ کر معصیت کرے اس کی غیبت جائز نہیں ہے۔

(۳)۔ جو شخص نکاح، سفر، شراکت، پڑوس، امانت رکھوانے اور اس قسم کے دوسرے کاموں میں مشورہ طلب کرے تو اس معاملہ میں مشورہ دیتے ہوئے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۴)۔ جو شخص اپنی بدعقیدگی کو مخفی رکھتا ہو اس کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی غیبت کرنا واجب ہے اور جو شخص علی الاعلان بدعقیدہ ہو اس کا حکم دوسری قسم سے واضح ہو گیا۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶، ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

(۵)۔ حاکم یا قاضی کے سامنے دادرسی کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے۔
(۶)۔ کسی برائی کو مٹانے اور نہی عن المنکر پر مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کی غیبت کرنا واجب ہے۔
(۷)۔ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی برائیوں کو غم اور افسوس کی وجہ سے بیان کرے تو یہ غیبت نہیں ہے، مثلاً یہ کہے کہ افسوس فلاں شخص جواری ہو گیا! کیونکہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی کی برائی غصہ اور غضب سے یا اس کو بدنام اور رسوا کرنے کی غرض سے بیان کرے، اس صورت میں غیبت اس وقت مباح ہے جب وہ اپنے غم اور افسوس میں صادق ہو ورنہ وہ نہ صرف غیبت کرنے والا بلکہ ریاکار، منافق اور خودستائی کرنے والا ہوگا کیونکہ اس نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ اس کام کو برا جانتا ہے اور اس کا قصد اصلاح ہے اور اس نے ان عیوب کو بطور غیبت نہیں بلکہ افسوس اور حسرت کی بنا پر بیان کیا ہے حالانکہ درحقیقت وہ اپنے مسلمان بھائی کی مذمت کر کے اس کو رسوا کر رہا ہے سو اس شخص نے غیبت کے علاوہ نفاق، دکھاوا اور خودستائی کا بھی ارتکاب کیا۔
نعوذ باللہ من تلك القبائح۔
(۸)۔ مفتی سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے کسی شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔
(۹)۔ بائع خریدار کو عیب والی چیز بیچ رہا ہو یا خریدار بائع کو کھوٹے یا جعلی سکے دے رہا ہو تو ان کو ضرر سے بچانے کے لیے ان میں سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔
(۱۰)۔ جو آدمی کسی عیب (مثلاً اندھا یا لنگڑا) والے لقب سے معروف ہو تو اس کا اس عیب کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔
(۱۱)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں کے عیوب بیان کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ [1]

فقہاء مذاہب نے جن صورتوں میں غیبت کرنے کو مباح کہا ہے ہم چاہتے ہیں کہ قرآن اور سنت سے ان کے دلائل اور ان کی اصل کو بیان کر دیں: فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

قاضی یا حاکم کے سامنے مظلوم کی غیبت کا جواز

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:
لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم ط (نساء: ۱۴۸)
اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ اور کسی شخص سے بری بات کا آشکارا کرنا پسند نہیں فرماتا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:
عن ابی ھریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ فاغلظ فھم بہ اصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (یہ کافر یا یہودی تھا۔ نووی) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے حق کا) تقاضا کیا اور درشت کلام کیا،

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۶۱-۳۶۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فان لصاحب الحق مقالاً [1]

آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ حقدار کو بولنے کا حق ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم [2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطل الغنی ظلم۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار آدمی کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لیّ الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ۔ [6]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مالدار کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شرید عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لی لیّ الواجد یحل عرضہ وعقوبتہ یحبس لہ۔ [7]

عمرو بن شرید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مالدار کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے، ابن المبارک نے کہا عزت حلال کرنے کا مطلب ہے اس سے درشت کلام کرنا اور سزا سے مراد ہے اس کو قید کرنا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۱، ۳۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۵۶، ۴۱۶، ۲۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اس حدیث کو امام[۱] نسائی اور امام احمد[۲] نے بھی روایت کیا ہے۔

فتوی سے متعلق شخص کی غیبت کرنے کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں

عن عائشۃ ان ھند بنت عتبۃ قالت یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت وھو لا یعلم فقال خذی ما یکفیك وولدك بالمعروف۔[۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول! حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ خرچ کے لیے مجھے اتنی رقم نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، الا یہ کہ میں ان کی لاعلمی میں کچھ رقم لے لوں، آپ نے فرمایا اتنی رقم لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

اس حدیث کو امام[۴] مسلم، امام ابوداؤد[۵] اور امام احمد[۶] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان امراۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانما معہ مثل الھدبۃ۔[۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہنے لگی یارسول اللہ! بے شک رفاعہ نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی، میں نے ان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کا پلو ہے! (یعنی نامرد ہیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[۸]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[۱] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[۲] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۹، ۳۸۸، ۲۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ ۱۳۸۱ھ

[۳] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۲ ج ۲ ص ۸۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[۴] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۵] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۶] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۶، ۵۰، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ،

[۷] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۹ ج ۲ ص ۸۶۲، ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۸] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی هریرة وزید بن خالد قالا کنا عند النبی صلی الله علیه وسلم فقام رجل فقال انشدك الا قضیت بیننا بکتاب الله فقام خصمه وکان افقه منه فقال اقض بیننا بکتاب الله وائذن لی قال قل قال ان ابنی کان عسیفا علی هذا فزنی بامراته الحدیث ۔[1]

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان صرف کتاب اللہ سے فیصلہ کریں، دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کھڑے ہو کر کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: کہو، اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا.....

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

برائی کے ازالہ کے لیے غیبت کا جواز

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی الله علیه وسلم اذ اقبل ابوبکر اخذا بطرف ثوبه حتی ابدی عن رکبتیه فقال النبی صلی الله علیه وسلم واما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انما کان بینی وبین ابن الخطاب شیء فاسرعت الیه ثم ندمت فسالته ان یغفر لی فابی علی ذلك فاقبلت الیك فقال یغفر الله لك یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال اثم ابابکر قالوا لا فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فجعل وجه النبی صلی الله علیه وسلم یتمعر حتی اشفق ابوبکر فجثا علی رکبتیه فقال یا رسول الله والله انا کنت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر اپنی چادر کا پلو اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہوئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا صاحب غصہ میں بھرا ہوا ہے! حضرت ابوبکر نے سلام کر کے عرض کیا: میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی، میں نے جلدی میں کچھ کہا سنا، پھر میں نادم ہوا اور میں نے عمر سے کہا مجھے معاف کر دیں، عمر نے اس کا انکار کیا، پھر میں آپ کے پاس آیا ہوں، آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے! پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کہ کیا یہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا، حضرت ابوبکر ڈر

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوالی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا۔[1]

گئے اور انھوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو بار کہا یارسول اللہ زیادتی میری ہی تھی! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا تو تم لوگوں نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی، اور اپنے مال اور جان سے میری غم خواری کی، آپ نے دو بار فرمایا تو کیا تم میری خاطر میرے صاحب کو (ایذا رسانی سے) چھوڑ دو گے؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذا نہیں دی گئی۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے معاف نہ کرنے کی غیبت ان کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث جیشا وامر علیھم رجلا فاوقد نارا وقال ادخلوھا فاراد ناس ان یدخلوھا وقال الاٰخرون انا فررنا منھا فذکر ذٰلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذین ارادوا ان یدخلوھا لو دخلتموھا لم تزالوا فیھا الی یوم القیٰمۃ وقال للاٰخرین قولا حسنا قال لا طاعۃ لمعصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا، اس نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس آگ میں داخل ہو، بعض نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا دوسروں نے کہا ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر آئے ہیں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (امیر کے اس حکم کا واقعہ) ذکر کیا گیا، تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جنھوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا، اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں رہتے، اور دوسروں کی تعریف کی اور فرمایا گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

صحابہ نے اس امیر کی غیبت اس کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

مشورہ دینے کے لیے غیبت کا جواز

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان اباعمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے ان کو طلاق مغلظہ دے دی، درآں حالیکہ وہ اس وقت غائب تھے، حضرت ابوعمرو نے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مالك علينا من شيء فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال ليس لك عليه نفقة فامرها ان تعتد في بيت ام شريك ثم قال تلك امراة يغشاها اصحابي اعتدي عند ابن ام مكتوم فانه رجل اعمى تضعين ثيابك فاذا حللت فآذنيني قالت فلما حللت ذكرت له ان معاوية بن ابي سفيان و ابا جهم خطباني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه و اما معاوية فصعلوك لا مال له انكحي اسامة بن زيد فكرهته ثم قال انكحي اسامة فنكحته فجعل الله فيه خيرا و اغتبطت۔

اپنے وکیل کے ہاتھ حضرت فاطمہ کے لیے کچھ جو بھیجے، حضرت فاطمہ بنت قیس اس پر ناراض ہوئیں، اس وکیل نے کہا بہ خدا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے، حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے، اور ان کو ام شریک کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں میرے اصحاب جمع رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گذارو، وہ ایک نابینا آدمی ہے تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہوجائے تو مجھے بتادینا، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابوجہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہے ابوجہم تو وہ اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، اور رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو، میں نے حضرت اسامہ کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کرلو میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کرلیا اور پھر مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دینے کے لیے تین آدمیوں کے پس پشت عیوب بیان فرمائے، حضرت ابن ام مکتوم کے متعلق فرمایا وہ نابینا ہے، حضرت ابوجہم کے متعلق فرمایا وہ کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا، یعنی مارتا بہت ہے، اور حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا وہ مفلس ہیں اور اس حدیث کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ مشورہ کے وقت خیر خواہی کی نیت سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه رجل فاخبره انه تزوج امراة من الانصار فقال له رسول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے آکر خبر دی کہ وہ انصار کی ایک عورت سے

لہ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظرت الیھا قال لا قال فاذھب فانظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئا۔[1]

نکاح کا ارادہ رکھتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: جاؤ اس کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے

فاسق معلن کی غیبت کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ اخبرتہ استاذن رجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا لہ بئس اخو العشیرۃ او ابن العشیرۃ فلما دخل الان لہ الکلام قلت یا رسول اللہ قلت الذی قلت ثم النت لہ الکلام قال ای عائشۃ ان شر الناس من ترکہ الناس او ودعہ الناس اتقاء فحشہ۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے (ملاقات کی) اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ برا آدمی ہے جب وہ آیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق وہ کہا جو آپ نے کہا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی! آپ نے فرمایا: اے عائشہ! بدترین لوگ وہ ہیں جن کی بدکلامی کی بناء پر لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے سامنے اس شخص کی برائی اس لیے بیان کی تاکہ اس کے ساتھ نرم گفتاری کی وجہ سے اس کو نیک اور صالح آدمی نہ سمجھ لیا جائے اور یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص مفسد اور فاسق معلن ہو اس کی غیبت جائز ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر ان تذکروہ فاذکروہ یعرفہ الناس رواہ الخطیب ورواہ ابن ابی الدنیا عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترعون ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاسق کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو؟ اس کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اس حدیث کو امام خطیب نے روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی الدنیا نے بہز بن حکیم کے والد اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس واخرجہ کذلک ابو یعلی والترمذی الحکیم فی نوادر الاصول والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب والعقیلی والبیھقی والخطیب۔ [1]

ہو پھر اس کو لوگ کیسے پہچانیں گے، اس میں جو کچھ ہے اس کو بیان کرو تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں، اس حدیث کو امام ابو یعلی، حکیم ترمذی، امام حاکم، امام شیرازی، امام عقیلی، امام بیہقی اور امام خطیب نے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عیینۃ یقول: ثلاثۃ لیست لھم غیبۃ الامام الجائر والفاسق المعلن والمبتدع الذی یدعو الناس الی بدعتہ [2]

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں کی غیبت نہیں ہے، ظالم حاکم، فاسق معلن اور وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے۔

عن الحسن قال: لیس فی اصحاب البدع غیبۃ [3]

حسن بصری کہتے ہیں کہ بدعتیوں کی بدعت کا ذکر کرنا غیبت نہیں ہے۔

عن زید بن اسلم قال انما الغیبۃ لمن لم یعلن بالمعاصی۔ [4]

زید بن اسلم کہتے ہیں اس کی غیبت (ممنوع) ہوتی ہے جو علانیہ معصیت نہ کرے۔

وصف مشہور کا ذکر غیبت نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظھر رکعتین ثم سلم ثم قام الی خشبۃ فی مقدم المسجد ووضع یدہ علیھا وفی القوم یومئذ ابوبکر وعمر فھابا ان یکلماہ ویخرج سرعان الناس فقالوا اقصرت الصلوٰۃ وفی القوم رجل کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعوہ ذالیدین [5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھادی پھر سلام پھیر کر مسجد کے اگلے حصہ میں لگے ہوئے ایک لکڑی کے ستون کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس پر ہاتھ رکھ دیا، حاضرین میں اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے وہ آپ کو کچھ بتلانے سے ڈرے، لوگ جلدی سے نکلنے لگے، حاضرین نے کہا نماز کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں، نمازیوں میں ایک شخص تھا جس کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم (لمبے) ہاتھوں والا فرماتے تھے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۶ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، " " " "

[4] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، " " " "

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم بن سوید قال صلی بنا علقمۃ الظھر خمسا فلما سلم قال القوم یا ابا شبل قد صلیت خمسًا قال کلا ما فعلت قالوا بلی وکنت فی ناحیۃ القوم وانا غلام فقلت بلی قد صلیت خمسا قال لی وانت ایضًا یا اعور تقول ذلک قال قلت نعم۔[1]

ابراہیم بن سوید بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں، جب انھوں نے سلام پھیرا تو نمازیوں نے کہا اے ابو شبل! آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہیں، انھوں نے کہا ہرگز نہیں میں نے نہیں پڑھیں! لوگوں نے کہا کیوں نہیں، ابراہیم بن سوید کہتے ہیں میں اس وقت لڑکا تھا اور ایک کونے میں کھڑا تھا، میں نے کہا ہاں ہاں آپ نے پانچ رکعت پڑھی ہیں، علقمہ نے کہا اے کانے! تم بھی یہ کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا جی!

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان الیھود اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل وامرأۃ منھم قد زنیا فقال ما تجدون فی کتابکم فقالوا نسخم وجوھھما ویخزیان فقال کذبتم ان فیھا الرجم فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین فجاء وا بالتوراۃ وجاؤا ببقاریٍ لھم اعور۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود ایک ایسے مرد اور عورت کو لے کر آئے جنھوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تمہاری کتاب میں ان کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو رسوا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا تورات میں رجم کا حکم ہے، اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر پڑھو، وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھنے کے لیے ایک کانے قاری کو لائے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبدۃ بن سلیمان قال: سمعت ابن المبارک وسئل عن فلان القصیر و فلان الاعرج وفلان الاصغر وحمید الطویل قال اذا اراد صفتہ ولم یرد عیبہ فلا باس۔[3]

عبدہ بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ امام ابن مبارک سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کوتاہ قامت، فلاں لنگڑا، فلاں ٹھنگنا، حمید لمبا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب اس کا قصد اس کا عیب بیان کرنا نہ ہو، بلکہ صرف اس کی شناخت مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

ہم نے غیبت کے جواز کی گیارہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے چھ کی اصل پر قرآن اور سنت سے تصریحات پیش کی ہیں، غیبت کی باقی اقسام کا جواز بھی انھی دلائل سے مستنبط ہے۔

غیبت کرنے کے مشہور اسباب

امام غزالی نے غیبت کے گیارہ اسباب بیان کیے ہیں ہم ان میں سے بعض بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ جب آدمی کو کسی پر غصہ ہو تو اس کی برائی بیان کر کے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات انسان کسی محفل میں اپنے دوست یا اہل مجلس کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے کسی کی برائی بیان کرتا ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ اپنے کسی عیب میں تخفیف کے لیے دوسروں میں بھی اس عیب کا بیان کرتا ہے کہ صرف میں تو اس برائی میں متفرد نہیں ہوں فلاں فلاں بھی اس برائی کے مرتکب ہیں۔

۴۔ کبھی انسان اپنی بڑائی، اہمیت اور شان جتلانے کے لیے دوسروں کی تنقیص کرتا ہے اور ان کے عیوب نکالتا ہے تاکہ لوگ دوسروں کے مقابلہ میں اس کو اہم اور بڑا سمجھیں۔ [1]

غیبت کس طرح ترک کی جائے؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

غیبت کرنے میں اکثر لوگ مبتلاء ہیں، غیبت میں کھجوروں کی سی مٹھاس ہے اور شراب کی سی تیزی اور سرور ہے، اور حقیقت میں غیبت لوگوں کے گوشت کا سالن ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ [2]

غیبت سے اجتناب کے لیے انسان کو چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غیبت پر عذاب کی جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان میں غور و فکر کرے اور یہ سوچے کہ غیبت کر کے دنیا میں وقتی طور پر اس کو وہ لذت حاصل ہو گی جو غیبت میں شیطان کے شکر گھولنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کے بدلہ میں انتہائی محنت و مشقت اٹھا کر اور مال و دولت خرچ کر کے جو عبادتیں کی ہیں وہ اس کو آخرت میں دینی ہوں گی اور اگر عبادتیں نہ ہوئیں تو گناہ برداشت کرنے پڑیں گے، تو کیا یہ سودا سودمند ہے؟

آدمی مخالفین کی غیبت تو کرتا ہی ہے، اپنے دوستوں کی بھی غیبت کرتا ہے، جو دوست سامنے نہ ہو اس کی دوسروں کے سامنے اور دوسروں کی غیبت اس کے سامنے کرتا ہے اس معاملہ میں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اگر اس کے دوست کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس شخص کی دوستی کا میں دم بھرتا تھا جس کی دوستی پر میں مان کرتا تھا وہ محفلوں میں کس طرح میرے عیوب بیان کرتا ہے تو اس پر کیا گزرے گی! اور یہ دوستی پھر کیسے قائم رہے گی اور دوستی رہے گی بھی یا دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی!۔

جب آدمی کسی شخص کی برائی بیان کرے تو ایک بات تو یہ سوچے کہ جس برائی کی وجہ سے میں اس کی مذمت کر رہا ہوں

---

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۴۷۔۵۴۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

آیا وہ برائی مجھ میں تو موجود نہیں ہے اگر وہ برائی مجھ میں بھی ہے تو دوسروں کی مذمت کا کیا جواز ہے؟ سو اگر آدمی اپنے عیوب پر غور کرتا رہے تو اس کو دوسروں کے عیوب بیان کرنے کی فرصت نہیں ملے گی۔

کراچی میں ایک شاہ صاحب رہتے ہیں، اکثر و بیشتر میری مذمت کرتے رہتے ہیں، مجھ سے ایک دوست نے کہا شاہ صاحب آپ سے بڑی دشمنی رکھتے ہیں، اکثر و بیشتر آپ کی برائی کرتے رہتے ہیں، میں نے کہا شاہ صاحب تو مجھ پر مہربانی کرتے ہیں دشمنی تو دراصل میں ان سے کر رہا ہوں، انھوں نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا شاہ صاحب تو دن رات نیکیاں کر کے میرے نامہ اعمال میں داخل کر رہے ہیں، اور میں ان کی برائی بالکل نہیں کرتا تاکہ میری کوئی نیکی ان کے نامہ اعمال میں نہ چلی جائے!۔

غیبت کے موضوع پر بھی میں نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اگر اس کو پڑھ کر کسی غیبت کرنے والے نے غیبت ترک کر دی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی! الٰہ العالمین میری اس تحریر کو نفع آور بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والاخرین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

بَابُ ۹۱۶ بِشَارَةِ مَنْ سَتَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْبَهٗ فِي الدُّنْيَا بِاَنْ يَّسْتُرَ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ.

جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی اس کو آخرت میں پردہ پوشی کی بشارت

۶۴۷۰ - حَدَّثَنِيْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص (کے عیب) پر اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔

۶۴۷۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کے عیب کا پردہ رکھے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ رکھے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ اس کی شرح میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو اہل محشر سے مخفی رکھے گا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ ان کے عیوب کا حساب نہیں لے گا اور ان کا ذکر نہیں فرمائے گا، لیکن پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، پھر فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کی پردہ پوشی کی تھی اور آج تمہیں بخش دیتا ہوں۔

بَابُ ۹۱۷ مُدَارَاةِ مَنْ يُتَّقَى فُحْشُهُ۔

جس شخص سے درشت کلامی کا خدشہ ہو اس سے نرم گفتگو کرنا

۶۴۷۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ) عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَلَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ لَهُ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ شخص اپنے قبیلہ کا بُرا آدمی ہے، جب وہ شخص آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی، حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس سے نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا ترک کر دیں۔

۶۴۷۳۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْقَوْمِ وَابْنُ الْعَشِيرَةِ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، اس میں بئس اخو القوم اور ابن العشیرہ کا لفظ ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام عیینہ بن حصن تھا، یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، اگرچہ اس نے اسلام ظاہر کر دیا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ اس کا حال بیان کریں تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اور جو شخص اس کا حال نہ جانتا ہو وہ اس سے دھوکا نہ کھائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور آپ کی حیات ظاہرہ کے بعد اس سے ایسے امور صادر ہوئے جو اس کے ضعف ایمان پر دلالت کرتے تھے، یہ مرتدین کے ساتھ مرتد ہو گیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قید کر کے لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ ارشاد کہ "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے"۔ آپ کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ظاہر ہوا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ نرم گفتاری سے پیش آنا، اس کی اور اس جیسے لوگوں کی تالیف کے لیے تھا تاکہ

ان کو اسلام پر مائل کیا جا سکے، اس حدیث میں فاسق معلن کی غیبت کے جواز کا بیان ہے۔ [1]

باب ۹۱۸ فَضْلِ الرِّفْقِ!

نرمی کی فضیلت

۶۴۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمٰعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُرِمَ الرِّفْقَ حُرِمَ الْخَيْرَ أَوْ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۷ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنِی ابْنُ الْهَادِ عَنْ اَبِی بَکْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ (یَعْنِی بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِی عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِی عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِی عَلٰی مَا سِوَاهُ۔

فرمایا: اے عائشہ اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے، وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔

۶۴۷۸۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِی حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمِقْدَامِ (وَهُوَ ابْنُ شُرَیْحِ بْنِ هَانِئٍ) عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِی شَیْءٍ اِلَّا زَانَهُ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَهُ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اس کو بدصورت کر دیتی ہے۔

۶۴۷۹۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ شُرَیْحِ بْنِ هَانِئٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ رَکِبَتْ عَائِشَةُ بَعِیْرًا فَکَانَتْ فِیْهِ صُعُوْبَةٌ فَجَعَلَتْ تُرَدِّدُهُ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْکِ بِالرِّفْقِ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سرکش اونٹ پر سوار ہوئیں اور اس کو پھیر دینے لگیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ نرمی کرو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ پر "رفیق" کے اطلاق کا محمل

حدیث نمبر ۶۴۷۸ میں ہے: اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق سے محبت کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رفیق کا معنی ہے جو بہت رفق اور نرمی کرتا ہے اور رفق کا معنی ہے تسہیل (کسی چیز کو آسان اور سہل کرنا) یہ عنف کی ضد ہے، عنف کا معنی ہے تشدید اور تصعیب (کسی چیز کو مشکل اور دشوار کرنا) رفق ارفاق کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی آسانی اور سہولت کے اسباب مہیا کرنا، یہ دونوں معنی صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رفق کی نسبت اس لیے ہے کہ وہ مسہل (آسانی کرنے والا) اور معطی ہے، کبھی رفق تانی (تاخیر) کے معنی میں بھی آتا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر رفیق کا اطلاق حلیم کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔ [1]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ کی ذات پر اُن اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سُنّت میں نہیں ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ عزوجل پر اسی نام کا اطلاق کیا جائے گا جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے یا جس نام پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس نام کے متعلق اِذن ثابت نہ ہو اس میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا اس کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے اسماء کا اطلاق ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وللہ الاسماء الحسنیٰ (اعراف ۱۸۰) "سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں" اور سب سے اچھے نام وہی ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہوں۔

توقف کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نام کا خبر واحد میں ثبوت ہو اس کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نام کے اطلاق کے لیے قیاس کافی نہیں ہے۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ کتاب وسنت میں جو اسماء وارد نہیں ہیں اور کمال، جلال اور مدح کے جو اوصاف شریعت میں ثابت نہیں ہیں ان اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنا اور ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت پر عمل ہے۔ [2]

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔ (اعراف: ۱۸۰) سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں سو اللہ تعالیٰ کو انھی ناموں کے ساتھ پکارو۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر انھی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے اور جن اسماء اور صفات کے متعلق اجازت ہے نہ ممانعت ان میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور بعض نے اس سے منع کیا،... جن اسماء کا ثبوت

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۴۰ - ۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خبر واحد سے ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ "خدا" کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں علم اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنگری کہنا بالاتفاق جائز ہے البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب وسنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے اگر اس کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب خداوندی کا موجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اوّل تو، توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر توقیفی اسم وہ ہے جس کے اطلاق پر علماء کا اجماع نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی اور قاضی عیاض وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی جو عربی میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ولو کبر بالفارسیۃ جاز عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ بناءً علی اصلہ ان المقصود ھو الذکر وذٰلک حاصل بکل لسان ولا یجوز عند ابی یوسف ومحمد رحمہما اللہ الا ان لا یحسن العربیۃ (الی قولہ) وابو حنیفۃ رحمہ اللہ استدل بما روی ان الفرس کتبوا الی سلمان رضی اللہ عنہ ان یکتب لھم الفاتحۃ بالفارسیۃ فکانوا یقرؤن ذٰلک فی الصلوٰۃ حتی لانت السنتھم للعربیۃ۔ [2]

اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے خواہ کسی زبان میں ہو، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ عربی میں اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں، پھر وہ نمازوں میں سورہ فاتحہ کو فارسی میں پڑھتے رہے حتی کہ ان کی زبانوں پر عربی رواں ہو گئی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳-۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اور علامہ قاضی خاں اوزجندی لکھتے ہیں:

ولو قال بالفارسیۃ خدائے بزرگ است او قال خدائے بزرگ او قال بنام خدائے بزرگ یصیر شارعًا فی الصلوٰۃ فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ [1]

اگر فارسی میں خدائے بزرگ است یا خدائے بزرگ کہا یا بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو افتتح الصلوٰۃ بالفارسیۃ بان قال خدائے بزرگ تر او خدائے بزرگ یصیر شارعًا عند ابی حنیفۃ۔ [2]

اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیۃ ش بان قال موضع اللہ اکبر خدائے بزرگ م وسمی بالفارسیۃ ش بان قال بنام خدائے بزرگ م اجزأہ عند ابی حنیفۃ۔ [3]

اگر کسی نے فارسی میں نماز کو شروع کیا بایں طور کہ اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جائز ہے۔

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے وہ لکھتے ہیں:

لان التکبیر ذکر اللہ وذکر اللہ تعالیٰ یحصل بکل لسان۔ [4]

کیونکہ تکبیر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

ان حوالہ جات کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے اور ہر دور میں ائمہ اور فقہاء اللہ تعالیٰ کی ذات کو خدا سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں ہر چند کہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لفظ اللہ سے ہی تعبیر کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو خدا سے تعبیر کرنا بھی جائز ہے اور اس کا مسئلہ توقیف سے کوئی تعلق نہیں اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماعاً جائز ہے اور جس کے جواز پر اجماع ہو وہ غیر توقیفی نہیں ہے، ثانیاً اس لیے کہ اطلاق کے جواز اور عدم جواز کی یہ بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کے اطلاق کے لیے ثبوت شرع کی ضرورت ہے اور اس کی ذات کو کسی اسم سے تعبیر کرنے کے لیے ثبوت شرع کی احتیاج نہیں ہے۔

• • • •

---

[1] علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی معروف بہ قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ، فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۸۴، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۱، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۶۰۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو

[4] علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنّت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

تسمیۃ اللہ تعالیٰ بالاسماء توقیفیۃ ای یتوقف اطلاقھا علی الاذن ولیس الکلام فی اسماء الاعلام الموضوعۃ فی اللغات و انما النزاع فی اسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔ [1]

اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

ولیس الکلام فی اسمائہ الموضوعۃ فی اللغات وانما الخلاف فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال (الی ان قال) وقد قال اللہ تعالیٰ سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون فنزہ نفسہ فی ھذہ الآیۃ عن الصفۃ لا من الاسم۔ [2]

یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ فرمایا ہے اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

اعلم انہ لا کلام فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ فی اللغات بل انما النزاع فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔ [3]

جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

واختلفوا حیث لا اذن ولا منع فی جواز

جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۵۸، مطبوعہ نوالکشور، ہند

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

[3] علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی ص ۷۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔

اطلاق ما کان سبحانہ وتعالیٰ متصفا بمعناہ ولم یکن من الاسماء الاعلام الموضوعۃ فی سائر اللغات اذ لیس جواز اطلاقہا علیہ تعالیٰ محل نزاع لاحد۔[1]

ہو نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا علَم (نام) ہو اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان مسئلۃ التوقیف اختلف فیہا اختلافا کثیرا قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ فی اللغات کخدائی بالفارسیۃ وتنکری بالترکیۃ وانما النزاع فی الاسماء الماخوذۃ من صفات الافعال وقال المعتزلۃ والکرامیۃ یجوز اطلاق کل ما دل العقل علی اتصافہ تعالیٰ بہ ولو لم یاذن بہ الشرع وقال قوم یجوز ما یرادف الاسماء الشرعیۃ الا ما کان مخصوصا بلغۃ الکفار۔[2]

جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے۔ بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علَم (نام) ہیں جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو۔ اور ایک قوم نے کہا جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

خاص طور پر لفظ خدا کے بارہ میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ خدا کو ذکر کرتے ہیں۔

فان قیل کیف صح اطلاق الموجود والواجب والقدیم ونحو ذلک کلفظ خدا بالفارسیۃ مما لم یرد بہ الشرع قلنا بالاجماع۔[3]

اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا ہم کہیں گے کہ یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

ومال الیہ القاضی ابوبکر شیوع اطلاق نحو خدا وتنکری من غیر نکیر

اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۱۷۲-۱۷۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال

[3] " " ، نبراس ص ۱۷۳-۱۷۲، " "

فکان اجماعًا والاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت[1] اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے۔

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ اللہ میاں یا اللہ سائیں بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے کیونکہ میاں شوہر، بوڑھے شخص اور دلال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سائیں فقیر یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ لَعْنِ الدَّوَابِّ وَغَيْرِهَا ۹۱۹ — جانوروں وغیرہ پر لعنت کرنے کی ممانعت

۶۴۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَامْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ قَالَ عِمْرَانُ فَكَأَنِّي أَرَاهَا الْآنَ تَمْشِي فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے، انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی اچانک وہ اونٹنی مضطرب ہوئی، اس عورت نے اس پر لعنت کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن لیا، آپ نے فرمایا اونٹنی پر جو سامان ہے وہ لے لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے، حضرت عمران کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان پھر رہی ہے اور اس سے کوئی شخص تعرض نہیں کر رہا۔

۶۴۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادِ إِسْمَاعِيلَ نَحْوَ حَدِيثِهِ إِلَّا أَنَّ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ قَالَ عِمْرَانُ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا نَاقَةً وَرْقَاءَ وَفِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ فَقَالَ خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَأَعْرُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے مروی ہے حضرت عمران نے کہا گویا کہ میں اس خاکی اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں، دوسری سند میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے جو سامان اس اونٹنی پر ہے وہ لے لو اور اس کی پیٹھ کو خالی کر کے چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ قَالَ بَيْنَمَا جَارِيَةٌ عَلَى نَاقَةٍ عَلَيْهَا بَعْضُ مَتَاعِ الْقَوْمِ إِذْ بَصُرَتْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَضَايَقَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَقَالَتْ حَلْ اللَّهُمَّ الْعَنْهَا قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَاحِبْنَا نَاقَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ.

کہ ایک باندی ایک اونٹنی پر سوار تھی جس پر لوگوں کا کچھ سامان رکھا ہوا تھا، اچانک اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا درآں حالیکہ ان کے درمیان پہاڑ کا تنگ درہ تھا، اس باندی نے کہا "چل" اے اللہ اس پر لعنت کر، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ الْمُعْتَمِرِ لَا أَيْمُ اللهِ لَا تُصَاحِبُنَا رَاحِلَةٌ عَلَيْهَا لَعْنَةٌ مِنَ اللهِ أَوْ كَمَا قَالَ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں ایک سند کے ساتھ آپ کا یہ ارشاد مروی ہے "بخدا ہمارے ساتھ اونٹنی نہ رہے جس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہے"۔

۶۴۸۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ بِلَالٍ) عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَنْبَغِي لِصِدِّيقٍ أَنْ يَكُونَ لَعَّانًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔

۶۴۸۵ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۶۴۸۶ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ مَرْوَانَ بَعَثَ إِلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ بِأَنْجَادٍ مِنْ عِنْدِهِ فَلَمَّا أَنْ كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ مِنَ اللَّيْلِ فَدَعَا خَادِمَهُ فَكَأَنَّهُ أَبْطَأَ عَلَيْهِ فَلَعَنَهُ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَتْ لَهُ أُمُّ الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُكَ اللَّيْلَةَ لَعَنْتَ خَادِمَكَ حِينَ دَعَوْتَهُ فَقَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ اللَّعَّانُونَ شُفَعَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے اپنے پاس سے حضرت ام درداء کو گھر کا کچھ آرائشی سامان بھیجا، پھر ایک رات کو عبدالملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے دیر کر دی عبدالملک نے اس پر لعنت کی، جب صبح ہوئی تو حضرت ام درداء نے کہا میں نے رات کو سنا تم نے جس وقت اپنے خادم کو بلایا تم نے اس پر لعنت کی، ــــ اور میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کریں گے نہ گواہی دیں گے۔

۶۴۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيْثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ .

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کیں۔

۶۴۸۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ وَاَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِيْنَ لَا يَكُوْنُوْنَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ .

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت دیں گے نہ شفاعت کریں گے۔

۶۴۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ) عَنْ يَزِيْدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ قَالَ اِنِّيْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: مشرکین کے خلاف دعا کیجئے آپ نے فرمایا مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں مبعوث کیا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زیادہ لعنت کرنے والے سے شہادت کی نفی کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۴۸۸ میں ہے: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت نہیں دیں گے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نفی شہادت کے تین محمل ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے ان کے رسولوں کی تبلیغ کی شہادت نہیں دیں گے، دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کے فسق کی وجہ سے دنیا میں ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی نعمت سے محروم رہیں گے، اس حدیث میں آپ نے زیادہ لعنت کرنے کی مذمت کی ہے، اسی طرح آپ نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا مذموم ہے اور ایک دو بار (لعنت کے مستحق پر) لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس قاعدے سے وہ لعنت خارج ہو جائے جس کا شرع میں ثبوت ہے مثلاً ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، شراب پینے والے اور سود کھانے والے پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنا نسب اپنے باپ کے غیر سے منسوب کرے اس پر لعنت ہو، وغیرہا، [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لعنت کی تعریف، اقسام، اور لعنت کرنے کی تحقیق

امام غزالی لکھتے ہیں:
لعنت کا معنی ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے دور اور مسترد کرنا، اس لیے لعنت اسی شخص پر کرنا جائز ہے جو ایسی صفات سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود اور دُور ہونے کو مستلزم ہوں، اور یہ صفات کفر اور ظلم ہیں، مثلاً یوں کہے کافروں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، لعنت انھی پر کرنی چاہیے جن پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے، کیونکہ کسی شخص پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اس نے فلاں شخص کو مسترد اور دور کر دیا اور یہ غیب ہے جس پر سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی مطلع نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہیں۔

تین صفات لعنت کی مقتضی ہیں، کفر، بدعت اور فسق اور ہر صفت کے اعتبار سے لعنت کی تین اقسام ہیں، وصف عام کے ساتھ، وصف خاص کے ساتھ اور تعیین شخصی کے ساتھ، وصف عام کے ساتھ جیسے کافروں، بدعتیوں اور فاسقوں پر لعنت ہو۔ وصف خاص کے ساتھ جیسے یہود و نصاریٰ، منکرین تقدیر، خارجیوں، رافضیوں اور زانیوں، سود خوروں اور ظالموں پر لعنت ہو، یہ تمام اقسام جائز ہیں لیکن بدعت کی معرفت بہت دقیق ہے اس لیے عام لوگوں کو بدعتیوں پر لعنت کرنے سے منع کرنا چاہیے، تیسری قسم ہے شخص معین پر لعنت کرنا اس میں خطرہ ہے مثلاً زید کافر، بدعتی یا فاسق ہے تو "زید پر اللہ کی لعنت ہو" کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے علم میں زید کا خاتمہ ایمان، ہدایت یا توبہ پر ہو، اس لیے جس شخص معین پر شریعت میں لعنت ثابت ہے اسی پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً فرعون پر اللہ کی لعنت ہو، ابوجہل پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ ان کا کفر پر مرنا شریعت میں معلوم ہے، ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص معین یہودی ہو تب بھی اس پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہو اس لیے اس کو ملعون اور مردود کہنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ چونکہ اس حال میں وہ کافر ہے اس لیے اس کو اس وقت تک ملعون کہہ سکتے ہیں جیسے جو شخص اس وقت مسلمان ہو اس پر سلام اور رحمت بھیجنا جائز ہے، اگرچہ (العیاذ باللہ) اس کا مرتد ہونا متصور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان پر سلام اور رحمت بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام پر قائم اور ثابت رکھے جو سلامتی اور رحمت کا سبب ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کافر کو لعنت کی جائے اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کفر پر ثابت رکھے جو لعنت کا سبب ہے، کیونکہ یہ کفر کی دعا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔

مرے ہوئے کافروں پر بھی اس طرح لعنت نہ کی جائے جس سے زندہ مسلمانوں کو تکلیف ہو کیونکہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرہ نے سعید بن العاص پر لعنت کی جس سے اس کے بیٹے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم کفار کا ذکر کرو تو برسبیل عموم ذکر کرو کیونکہ جب تم کسی کو خاص کر کے اس کا ذکر کرو گے تو باپ کی (بدگوئی کی) وجہ سے بیٹے ناراض ہوں گے، اور حضرت نعیمان نے شراب پی ان کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کئی بار حد لگائی گئی، ایک صحابی نے ان پر لعنت کی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معین کر کے کسی پر لعنت کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور ابلیس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں ہے چہ جائیکہ کسی اور شخص پر لعنت کی جائے، اگر یہ پوچھا جائے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس

نے حضرت حسین سے قتال کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، ہم کہتے ہیں کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، اس لیے لعنت تو الگ رہی یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا، کیونکہ اس میں ایک مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا کیونکہ یہ خبر تواتر سے ثابت ہے، اس لیے بلا تحقیق کسی مسلمان کی طرف کفر یا فسق کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسرے شخص پر کفر یا فسق کی تہمت لگاتا ہے تو اگر وہ اس کا مصداق نہ ہو تو وہ تہمت کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یا قتل کا حکم دینے والے پر لعنت ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یا قتل کا حکم دینے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر لعنت ہو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا پھر انھوں نے کفر اور قتل سے توبہ کر لی، اس لیے ان قیودات کے بغیر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، لہٰذا مومن کو چاہیے کہ صرف اس شخص پر لعنت کرے جن کی کفر پر موت دلیل قطعی سے معلوم ہو، اور یا عمومی اوصاف پر لعنت کرے اور ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا کسی پر لعنت کرنے سے بہتر ہے۔ [1]

یزید پر لعنت کرنے کے متعلق تفصیلی بحث جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کا مطالعہ کریں۔

بَابُ ۹۲ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سَبَّهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ أَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهُ زَكٰوةً وَّأَجْرًا وَّرَحْمَةً

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غیر مستحق پر لعنت کرنا یا اس کے خلاف دعاء ضرر کرنا اس کے لیے اجر اور رحمت ہے

۶۴۹۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُمَا قَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ قُلْتُ لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا قَالَ أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكٰوةً وَّأَجْرًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور نہ جانے کسی مسئلہ پر آپ سے گفتگو کی جس کے نتیجہ میں انھوں نے آپ کو ناراض کر دیا، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کی مذمت کی، جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ان دونوں کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ کسی اور کو نہ پہنچی ہو گی! آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے ان کو لعنت اور سب کی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ میں صرف بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو لعنت یا سب

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۴۹۱ - ۴۸۵، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

کردوں تو تو اس لعنت کو اس کے گناہوں کی پاکیزگی اور اجر کا سبب بنا دے۔

۶۴۹۱۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِيعًا عَنْ عِيسَى بْنِ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِ عِيسَى فَخَلَوْا بِهِ فَسَبَّهُمَا وَلَعَنَهُمَا وَأَخْرَجَهُمَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عیسیٰ کی سند سے مروی ہے، آپ نے ان سے خلوت میں ملاقات کی، ان پر سب اور لعنت کی اور ان کو نکال دیا۔

۶۴۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ لَعَنْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ زَكَاةً وَرَحْمَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں سو میں جس مسلمان کو سب کروں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔

۶۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّ فِيهِ زَكَاةً وَأَجْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی اس میں پاکیزگی اور اجر کا ذکر ہے۔

۶۴۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عِيسَى جَعَلَ وَأَجْرًا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ وَجَعَلَ وَرَحْمَةً فِي حَدِيثِ جَابِرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے اجر اور دوسری سے رحمت مروی ہے۔

۶۴۹۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ آذَيْتُهُ شَتَمْتُهُ لَعَنْتُهُ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

صرف ایک بشر ہوں سو میں جس بشر کو اذیت دوں اس کو سب کروں، اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں اس سب وغیرہ کو اس شخص کے لیے رحمت، پاکیزگی اور ایسا درجہ قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

۶۴۹۶ - حَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ أَوْ جَلَدْتُهُ قَالَ أَبُو الزِّنَادِ وَهِيَ لُغَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَإِنَّمَا هِيَ جَلَدْتُهُ۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں او جلدتہ ہے، ابوالزناد نے کہا یہ ابوہریرہ کی لغت ہے یہ لفظ جلدتہ ہے۔

۶۴۹۷ - حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۹۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى النَّضْرِيِّينَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَإِنِّي قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْهَا لَهُ كَفَّارَةً وَقُرْبَةً تُقَرِّبُهُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صرف بشر ہے جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا، سو میں جس مومن کو ایذا دوں، یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

۶۴۹۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ فَأَيُّمَا عَبْدٍ مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں جس بندۂ مومن کو سب کروں، تو اس کو اس بندے کے لیے قیامت کے دن قرب بنا دے۔

۶۵۰۰ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ میں تجھ

حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِی ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ حَدَّثَنِی سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِیْهِ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ كَفَّارَةً لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ.

سے عہد کرتا ہوں تو عہد کے خلاف نہیں کرتا میں جس مومن کو بھی سب کروں یا سزا دوں تو قیامت کے دن اس کو اس کے لیے کفارہ بنا دے۔

۶۵۰۱ - حَدَّثَنِیْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُو الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنِّی اشْتَرَطْتُ عَلٰی رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ اَیُّ عَبْدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ سَبَبْتُهٗ اَوْ شَتَمْتُهٗ اَنْ یَّكُوْنَ ذٰلِكَ لَهٗ زَكٰوةً وَّاَجْرًا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ میں بشر ہوں اور میں نے اپنے رب عزوجل سے یہ عہد کیا ہے کہ میں جس بندہ مسلمان کو سب وشتم کروں تو اس سب وشتم کو اس کے لیے پاکیزگی اور اجر بنا دے۔

۶۵۰۲ - حَدَّثَنِیْهِ ابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ جَمِیْعًا عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۵۰۳ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِیُّ (وَاللَّفْظُ لِزُهَیْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ اُمِّ سُلَیْمٍ یَتِیْمَةٌ وَهِیَ اُمُّ اَنَسٍ فَرَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْیَتِیْمَةَ فَقَالَ اَنْتِ هِیَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ سِنُّكِ فَرَجَعَتِ الْیَتِیْمَةُ اِلٰی اُمِّ سُلَیْمٍ تَبْكِیْ فَقَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ مَا لَكِ یَا بُنَیَّةُ قَالَتِ الْجَارِیَةُ دَعَا عَلَیَّ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا یَكْبَرَ سِنِّیْ فَالْاٰنَ لَا یَكْبَرُ سِنِّیْ اَبَدًا اَوْ قَالَتْ قَرْنِیْ فَخَرَجَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوْثُ خِمَارَهَا حَتّٰی لَقِیَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہ ام انس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو تو وہی ہے تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی، حضرت ام سلیم نے پوچھا: اے بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا ضرر کی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر ہرگز زیادہ نہ ہوگی، یا کہا اب میرا زمانہ زیادہ نہیں ہوگا، حضرت ام سلیم جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی نکلیں، حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعا ضرر کی ہے؟ آپ نے پوچھا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يُنَيِّسِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمْتَ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ تَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ أَبُو مَعْنٍ يُنَيِّسَهْ بِالتَّصْغِيرِ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْحَدِيثِ.

اس سوال کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا وہ کہتی ہے کہ آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، یا فرمایا اس کا قرن زیادہ نہ ہو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلیم کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں، جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں، میں راضی ہوتا ہے اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں میں غصہ ہوتا ہوں میں اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کے لیے دعا ضرر کروں، اس دعا کو اس کے لیے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ کے قریب ہو، راوی ابو معن نے تینوں جگہ تصغیر کے ساتھ یتیمہ کہا ہے۔

۶۵۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِي اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى قُلْتُ لِأُمَيَّةَ مَا حَطَأَنِي قَالَ قَفَدَنِي قَفْدَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آ گئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے آ کر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا جاؤ میرے لیے معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آ کر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آ کر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: "اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے" ابن المثنی کہتے ہیں میں نے امیہ سے حطأنی کا معنی پوچھا انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

۶۵۰۵ - حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَبَأْتُ مِنْهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے تو میں آپ سے چھپ گیا۔

غیر مستحق کے لیے آپ کی دعاء ضرر کی توجیہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امت پر کس قدر شفقت اور رحمت تھی، اور آپ ان کی خیر خواہی پر بہت حریص تھے، حدیث نمبر ۶۵۰۳ میں ہے "اگر میں غیر مستحق کے خلاف دعاء ضرر کروں تو اے اللہ تو اس کو ان کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے"، یہ قید تمام احادیث میں معتبر ہے، اس لیے آپ کی دعاء ضرر اس مسلمان کے حق میں رحمت ہوگی جو دعاء ضرر کا مستحق نہ ہو، اور نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار اور منافقین کے لیے جو دعاء ضرر کی وہ ان کے حق میں رحمت نہیں ہوئی بلکہ کسی رد و بدل کے بغیر وہ دعا مستجاب ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے غیر مستحق کے لیے دعاء ضرر کیوں کی؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور باطن میں دعاء ضرر کا غیر مستحق تھا اور ظاہر میں مستحق تھا، ظاہری علامات سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اس کا استحقاق ظاہر ہوا ہر چند کہ باطن میں وہ ایسا نہ تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مکلف ہیں، باطن کے مکلف نہیں ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے بہ ظاہر ضرر کے جو کلمات فرمائے، ان سے آپ نے ان کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ ان کلمات کی طرح ہیں جن کو اہل عرب معنی کی نیت اور قصد کے بغیر بولتے ہیں، جیسے تربت یمینک (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں، عقری (زخمی) حلقی (سر منڈی) وغیرہ، اور ان کلمات کا صدور بھی شاذ و نادر ہوا، ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم درشت کلام نہیں تھے، لعنت کرنے والے تھے نہ اپنے نفس کا بدلہ لینے والے، صحابہ نے آپ سے کہا دوس پر لعنت کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے، اور فرمایا اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما وہ میرا مقام نہیں پہچانتے۔ [1]

حدیث نمبر ۶۵۰۴ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کو شکم سیر نہ کرے"، علامہ نووی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کے متعلق یہ ارشاد یا بلا نیت اور بلا قصد جاری ہوا اور یا اس وجہ سے کہ انھوں نے آنے میں تاخیر کی، امام مسلم نے یہ سمجھا کہ یہ حضرت معاویہ کے خلاف دعاء ضرر ہے اس لیے انھوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت معاویہ کے حق میں دعاء خیر قرار دیا اور اس کو ان کے مناقب میں شمار کیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر کوئی کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو اس کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کھیل سے منع نہیں فرمایا۔ [2]

اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے، اس لیے ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۵، " " " "

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن ابی عمیرۃ و کان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیًا مھدیًا واھد بہ ھٰذا حدیث حسن غریب۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو امیۃ عمرو بن یحیی بن سعید قال سمعت جدی یحدث ان معاویۃ اخذ الاداوۃ بعد ابی ھریرۃ یتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھا واشتکی ابو ھریرۃ فبینا ھو یوضئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع راسہ الیہ مرۃ او مرتین فقال یا معاویۃ ان ولیت امرا فاتق اللہ عز وجل واعدل قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت [2]

ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انھیں ایک یا دو بار دیکھا پھر فرمایا: اے معاویہ! اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

امام ابو یعلی روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضؤا قال فلما توضأ نظر الی فقال یا معاویۃ ان ولیت امرًا فاتق اللہ واعدل فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ولیت۔ [3]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرو، جب آپ نے وضو کیا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاویہ! جب تم کسی جگہ حکومت کرو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا، سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں ہمیشہ یہ گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا کیا جاؤں گا، حتیٰ کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ ج ۱۳ ص ۴۴۲، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۱۴۰۸ھ

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام ابو یعلیٰ کی اس روایت کے راوی صحیح ہیں۔ [1]

عن العرباض بن ساریۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب رواہ البزار واحمد فی حدیث طویل۔ [2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھلا، اور اس کو عذاب سے بچا، اس حدیث کو امام بزار اور امام احمد نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال جاء جبریل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد استوص معاویۃ فانہ امین علی کتاب اللہ و نعم الامین ھو رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ محمد بن فطر ولم اعرفہ وعلی بن سعید الرازی فیہ لین، و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور وہ کیا ہی اچھے امین ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فطر ہیں اور میں اس کو نہیں پہچانتا، اور دوسرا علی بن سعید رازی ہے اس میں ضعف ہے اور اس کے باقی راوی صحیح ہیں۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان معاویۃ کان یکتب بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ الطبرانی واسنادہ حسن [4]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن یزید بن الاصم قال قال علی رضی اللہ عنہ قتلای وقتلا معاویۃ فی الجنۃ رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف۔ [5]

حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

عن ابی الدرداء قال ما رایت احدا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " " "

[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " " "

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلوۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امیرکم ھذا یعنی معاویۃ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر قیس۔

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی قرشی رضی اللہ عنہما بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے لیکن انھوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ کے سال اپنے اسلام کا اعلان کیا، خالد بن معدان نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ طویل القامت تھے، رنگ سفید تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے کاتب تھے، مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم عربوں کو جو خطوط بھیجتے تھے ان خطوط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔ ابو نعیم نے کہا حضرت معاویہ حلیم، حساب دان اور کاتب تھے۔ حضرت عمر نے ان کو شام کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر تاحیات برقرار رکھا، حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، ان سے جنگ کی اور ملک شام کے مستقل فرمانروا ہو گئے، پھر مصر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دیار اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے، عبدالملک بن مروان نے کہا حضرت معاویہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے، محمد بن اسحاق نے اس پر اعتماد کیا ہے، لیکن یہ تغلیباً ہے کیونکہ حضرت حسن سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گذرا تھا کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا، ۲۲ رجب ۶۰ھ میں حضرت معاویہ کا انتقال ہوا تھا۔ [۲]

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا انتقال ۱۵ رجب ۶۰ھ میں ہوا اور ایک قول بائیس رجب کا ہے، اس وقت حضرت معاویہ کی عمر بیاسی سال تھی، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی، حضرت معاویہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے تراشے تھے، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں انھوں نے کہا اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس تنہا چھوڑ دینا۔ حضرت معاویہ کی وفات کے وقت یزید موجود نہیں تھا، ضحاک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۳]

باب ۹۲ ذم ذی الوجھین وتحریم فعلہ

دو رخے آدمی کی مذمت

---

[۱] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۴-۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۳] علامہ محمد بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جذری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

۶۵۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو رخا ہو، ان لوگوں سے ایک چہرے سے ملاقات کرے اور اُن لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

۶۵۰۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو چہروں والا ہو، ان لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور اُن لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ ملاقات کرے۔

۶۵۰۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھو گے کہ لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، ان لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملاقات کرے اور اُن لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو رخا شخص وہ ہے جو فساد اور باطل نیت سے ایک شخص کے سامنے اس کے کاموں کی تعریف اور دوسرے کی مذمت کرے اور دوسرے کے سامنے اس کی تعریف اور پہلے کی مذمت کرے، اس کے برخلاف اصلاح اور مدارات میں ہر ایک کے سامنے دوسرے کی طرف سے معذرت اور اس کے کام کی کوئی عمدہ توجیہ پیش کی جاتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اصلاح میں دو رخا پن محمود ہے خواہ اس کو جھوٹ بولنا پڑے جیسا کہ عنقریب حدیث میں آئے گا کہ جو شخص لوگوں میں صلح کرائے وہ جھوٹا نہیں ہے کلمہ خیر کہے اور دوسرے کی طرف خیر منسوب کرے۔ [1]

۹۲۲ باب تحریم الکذب وبیان ما یباح منہ۔ جھوٹ کی حرمت اور اس کے جواز کی صورتیں

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

۶۵۰۹ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْمِي خَيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبٌ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ الْحَرْبُ وَالْإِصْلَاحُ بَيْنَ النَّاسِ وَحَدِيثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثُ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جو ان عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے ابتداءً ہجرت کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے، اچھی بات کہے اور دوسرے کی طرف اچھی بات منسوب کرے، ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے صرف تین موقعوں پہ جھوٹ کی اباحت سنی ہے، جنگ اور جہاد میں، دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے اور ایک شخص کا بیوی کو راضی کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بولنا اور عورت کا اپنے خاوند سے جھوٹ بولنا۔

۶۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ وَقَالَتْ وَلَمْ أَسْمَعْهُ يُرَخِّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ بِمِثْلِ مَا جَعَلَهُ يُونُسُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ شِهَابٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ ان تین باتوں میں جھوٹ کی اجازت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ سے مروی ہے۔

۶۵۱۱ - وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَيَنْمِي خَيْرًا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں دوسرے کی طرف خیر کی نسبت کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے۔ تاہم بعض مواقع پر صراحۃً جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے، اس کا تفصیلاً ذکر امام غزالی اور علامہ شامی نے کیا ہے، کہ مسلمان کے لیے اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے، اس بحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۶ - ۲۹۰ کا مطالعہ کریں۔

باب ۹۲۳ تحریم النمیمۃ

چغلی کی حرمت

۶۵۱۲ - حدثنا محمد بن المثنی وابن بشار قالا حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ سمعت ابا اسحق یحدث عن ابی الاحوص عن عبد اللہ بن مسعود قال ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قال الا انبئکم ما العضہ ھی النمیمۃ القالۃ بین الناس وان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الرجل یصدق حتی یکتب صدیقا ویکذب حتی یکتب کذابا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ کیا چیز سخت حرام ہے؟ یہ چغلی ہے جو لوگوں کے درمیان پھیل جاتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

چغلی کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النم اظہار الحدیث بالوشایۃ۔ [1]

کسی بات کا بہ طریق چغلی اظہار کرنا، نمیمہ ہے۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

النمیمۃ نقل الحدیث من قوم الی قوم علی جھۃ الافساد والشر۔ [2]

شر اور فساد ڈالنے کے لیے ایک قوم کی بات دوسری قوم تک پہنچانا نمیمہ (چغلی) ہے۔

علامہ زبیدی قاموس سے نقل کرتے ہیں:

النم التوریش والاغراء ورفع الحدیث اشاعۃ لہ وافسادا و تزیین الکلام بالکذب۔ [3]

اکسانے، بھڑکانے اور فساد ڈالنے کے لیے کسی بات کو پھیلانا اور اپنی بات کو جھوٹ سے مزین کرنا نمیمہ (چغلی) ہے

قرآن مجید سے چغلی کی ممانعت کا بیان

اللہ عزوجل مذموم عیوب کے بیان میں فرماتا ہے۔

ھماز مشاء بنمیم۔ (قلم: ۱۱)

بڑا طعنہ زن بہت چلتا پھرتا چغلخور،

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ (ھمزۃ: ۱)

ہر پس پشت طعنہ دینے والے، لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۶، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

احادیث سے چغلی کی ممانعت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین تعذبان فی قبورھما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین فوضع علی کل قبر منھما کسرۃ فقیل لہ یا رسول اللہ لم فعلت ھذا قال لعلہ ان یخفف عنھما ما لم ییبسا [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گذر ہوا، آپ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، پھر فرمایا کیوں نہیں! ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ کو لے کر دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حذیفۃ انہ بلغہ ان رجلا ینم الحدیث فقال حذیفۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ نمام [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص چغلی کرتا ہے، حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کو امام احمد [3] اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن غنم یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار عباد اللہ الذین اذا رؤوا ذکر اللہ وشرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ الباغون البراء العنت [5]

عبدالرحمان بن غنم یہ کہتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو دکھائی دیں تو اللہ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵-۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۶، ۳۹۹، ۳۹۶، ۳۹۱، ۳۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد، ج ۴ ص ۲۲۷، ج ۶ ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔ [1]

عن ابن عمر قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النميمة والاستماع الى النميمة رواه الطبراني في الكبير والاوسط وفيه فرات بن السائب وهو متروك [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چغلی کرنے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس میں ایک راوی فرات بن سائب ہے اور وہ متروک ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول النميمة والشتيمة والحمية في النار رواه الطبراني من رواية محمد بن يزيد بن سنان عن ابيه وكلاهما ضعيف وقد وثقا [3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا چغلی، گالی اور تعصب جہنم میں ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو محمد بن یزید بن سنان سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے، یہ دونوں ضعیف راوی ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

چغلی سننے کا حکم

امام غزالی لکھتے ہیں:

جو آدمی ایک شخص سے جاکر یہ کہے کہ فلاں آدمی تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا اس کو چغلی کہتے ہیں، چغلی کی صرف اتنی ہی تعریف نہیں ہے بلکہ جس چیز کا افشار کرنا ناپسندیدہ ہو اس کا افشار کرنا چغلی ہے، علاوہ ازیں کہ یہ افشار کرنا قول سے ہو فعل سے ہو، تحریر سے ہو یا اشارہ و کنایہ سے، چغلی کی حقیقت ہے کسی راز کا افشار کرنا اور کسی شخص کی پردہ دری کرنا۔

جب انسان لوگوں کے احوال میں ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھے تو ان پر سکوت کرے، ہاں اگر اس کے بیان کرنے میں کسی انسان کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کا سدباب ہو تو پھر اس کو بیان کرسکتا ہے، جب کوئی شخص کسی انسان سے دوسرے شخص کی چغلی کرے یعنی فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا تو اس کو چھ چیزیں لازم ہیں:

۱۔ اس کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے والا فاسق ہے اور فاسق مردود الشہادۃ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یا ایها الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین۔
(حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو (اس کی) تحقیق کرلو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱، " " " " "

[3] " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱، " " " " "

۲۔ اس شخص کو چغلی کرنے سے منع کرے اور چغلی کی قباحت اس پر ظاہر کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وامر بالمعروف وانہ عن المنکر (لقمان: ۱۷) اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۔ اس شخص سے بغض رکھے، کیونکہ اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے کسی سے بغض رکھے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۴۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اپنے غائب بھائی کے متعلق بدگمانی نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

۵۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے تم اس چغلی میں نہ لگ جاؤ کہ آیا اس شخص نے وہ بات کہی ہے یا نہیں کیونکہ یہ تجسس ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تجسسوا (حجرات: ۱۲) "تجسس نہ کرو۔

۶۔ اس چغلی کو تم پسند نہ کرو اور نہ آگے اس چغلی کو نقل کرو ورنہ تم بھی چغلی کرنے والے ہو جاؤ گے۔ حکایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک شخص آیا اور کہا فلاں شخص آپ کے متعلق یہ کہہ رہا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر تم چاہو تو ہم اس مسئلہ کی تحقیق کریں اگر جھوٹ نکلے تو تم اس آیت کے مطابق فاسق قرار پاؤ گے ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶) اور اگر جھوٹ نہ ہو تو تم اس آیت کے مطابق چغلخور ہو گے ھماز مشاء بنمیم (قلم: ۱۲) "بڑا طعنہ زن بہت چلتا پھرتا چغلخور" اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں اس شخص نے کہا اے امیر المومنین مجھے معاف کر دیں میں آئندہ چغلی نہیں کروں گا۔ [1]

۹۴۴ باب قُبْحِ الْكَذِبِ وَحُسْنِ الصِّدْقِ وَفَضْلِهِ
جھوٹ کا قبیح اور سچ کی فضیلت

۶۵۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ كَذَّابًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتی کہ وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق جہنم کا راستہ دکھاتا ہے، ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ نیکی ہے اور

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۶۵-۵۶۴، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

عَنْ اَبِیْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ کَذَّابًا قَالَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے اور بندہ سچ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق ہے اور فسق جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بندہ جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

۶۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ وَوَکِیْعٌ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِیْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم رکھو کیونکہ سچ نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے، انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۶ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِیْمِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْھِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ کِلَاھُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْ حَدِیْثِ عِیْسٰی وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مُسْھِرٍ حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں عیسیٰ کی روایت میں ہے صدق کا قصد کرتا ہے اور کذب کا قصد کرتا ہے، اور ابن مسہر کی روایت میں ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو لکھ لیتا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں صدق کا قصد کرنے پر اور کذب سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کیا ہے، اور لکھنے سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کے نزدیک لکھ دیا جاتا ہے، یا لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں پر لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص صادق یا کاذب ہے۔

بَابُ ۹۲۵ فَضْلِ مَنْ يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَبِأَيِّ شَيْءٍ يُذْهِبُ الْغَضَبَ

غصّہ کے وقت نفس پر قابو پانے کی فضیلت اور کس چیز سے غصّہ جاتا رہتا ہے

۶۵۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّونَ الرَّقُوبَ فِيكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِي لَا يُولَدُ لَهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ بِالرَّقُوبِ وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَلَدِهِ شَيْئًا قَالَ فَمَا تَعُدُّونَ الصُّرَعَةَ فِيكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِي لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ رقوب کا کیا معنی سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جو شخص لاولد ہو، آپ نے فرمایا یہ رقوب نہیں ہے، رقوب وہ شخص ہے جس نے (آخرت میں پیشوائی کے لیے) پہلے اولاد کو نہ بھیجا ہو، آپ نے فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو؟ ہم نے کہا جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ نے فرمایا وہ پہلوان نہیں ہے، پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۱۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۵۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَعَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ كِلَاهُمَا قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص طاقت ور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۲۰ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ قَالُوا فَالشَّدِيدُ أَيُّنَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص طاقتور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، صحابہ نے پوچھا پھر طاقت ور کون ہے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو خود کو غصہ میں قابو رکھ سکے۔

۶۵۲۱ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ بَهْرَامَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کو ذکر کیا۔

۶۵۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ وَهَلْ تَرٰى بِي مِنْ جُنُونٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ فَقَالَ وَهَلْ تَرٰى وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّجُلُ.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی جھگڑے، دو میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہوگئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا وہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، اس شخص نے نے کہا کیا آپ کے خیال میں، میں پاگل ہوں؟ ابن العلاء کی روایت میں فقط ھل تری کا لفظ ہے رجل نہیں ہے۔

۶۵۲۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا يَغْضَبُ وَيَحْمَرُّ وَجْهُهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ فَقَامَ إِلَى الرَّجُلِ رَجُلٌ مِمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَدْرِي مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آنِفًا قَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَمَجْنُونًا تَرَانِي.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑے، ان میں سے ایک کا غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس سے اس کا غصہ چلا جائے گا، وہ کلمہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس شخص کو جا کر یہ بات بتائی اور کہا کیا تم جانتے ہو ابھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں جس کو یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا وہ کلمہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے، اس شخص نے کہا کیا تمہارے خیال میں، میں پاگل ہوں؟

۶۵۲۴ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۶۵۱۷ میں، اولاد کی موت کی فضیلت اور ان کی موت پر صبر کے اجر کا بیان ہے اور یہ اس بات کو متضمن ہے کہ نکاح کرنا تجرد سے افضل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، نیز اس حدیث میں غصہ کو ضبط کرنے اور انتقام لینے اور جھگڑا کرنے سے اپنے آپ کو روکنے کی فضیلت ہے، حدیث نمبر ۶۵۲۲ میں جس غضب ناک شخص کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، اور اس نے جواب میں یہ کہا کیا تمہارے خیال میں میرا دماغ خراب ہے؟ یہ شخص یا تو منافق تھا یا سخت دل اعرابی تھا، اس شخص کو اللہ کے دین کی سمجھ نہیں تھی اور نہ اس کا دل انوار شریعت سے منور تھا اور اس کو یہ وہم تھا کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف مجنونوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غصہ کا سبب شیطان ہے اور غصہ کی وجہ سے انسان حالت اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اعمال باطلہ اور افعال مذمومہ کرتا ہے۔

باب ۹۲۶ خُلِقَ الْاِنْسَانُ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ — بے قابو ہونا انسان کی سرشت میں ہے

۶۵۲۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰهُ اٰدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَتْرُكَهُ فَجَعَلَ اِبْلِيْسُ يُطِيْفُ بِهٖ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَاٰهُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّهٗ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی صورت بنالی تو جب تک چاہا ان (کے جسد) کو وہاں رکھا، ابلیس اس کے ارد گرد گھوم کر دیکھنے لگا، جب اس نے یہ دیکھا کہ یہ جسم اندر سے کھوکھلا ہے تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی سرشت پر پیدا کیا گیا کہ یہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔

۶۵۲۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں: انسان شہوات پر قابو پانے کی طاقت نہیں رکھتا یا وسوسوں کو دفع نہیں کر سکتا یا غصہ کے وقت خود پر قابو نہیں رکھ سکتا، مذکر حضرت آدم کا ہے اور مراد جنس انسان ہے۔

باب ۹۲۷ النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ — چہرے پر مارنے کی ممانعت

۶۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ اَبِي الزِّنَادِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۲۸۔ حَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ

ایک اور سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص مارے۔

۶۵۲۹۔ حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیَتَّقِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرہ کو مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۳۰۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ اَبَا اَیُّوْبَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلَا یَلْطِمَنَّ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے۔

۶۵۳۱۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَهْضَمِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰی ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنِ الْمُثَنّٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

۶۵۳۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ یَحْیَی بْنِ مَالِكٍ الْمَرَاغِیِّ (وَهُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

اللہ تعالیٰ پر صورت کے اطلاق کی توجیہ اور صورت کی وجہ تخصیص

حدیث نمبر ۶۵۳۱ میں ہے "اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے" علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء اس قسم کی احادیث میں بحث کرنے سے تعرض نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ احادیث حق ہیں، ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، یہاں ایسا معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جمہور سلف کا یہی مذہب ہے اور اسی میں زیادہ سلامتی اور احتیاط ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے مطابق ان احادیث میں تاویل کرنی چاہیے اور یہ کہ اللہ کسی چیز کے مماثل نہیں ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ ثابت ہے، بعض علماء نے اس طرح روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو صورت رحمٰن پر پیدا کیا ہے، لیکن محدثین نے نزدیک یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، جس نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں اس نے روایت بالمعنی کی ہے، اور معنی کی تعیین میں اس کو مغالطہ ہوا ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ علامہ ابن قتیبہ نے اس حدیث میں غلطی کی اور اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صورت ہے جو عام صورتوں کی طرح نہیں ہے، علامہ ابن قتیبہ کا یہ قول بداہۃً باطل ہے، کیونکہ صورت ایک ہیئت ترکیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے تو پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس حدیث کا کیا محمل ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اس حدیث میں ضمیر مضروب کی طرف راجع ہے اور اس کا معنی یہ ہے: اپنے بھائی کے چہرے پر نہ مارو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس (یعنی اس کے بھائی کی) صورت پر بنایا ہے، بعض علماء نے کہا یہ ضمیر آدم کی طرف لوٹتی ہے یعنی حضرت آدم کو ان کی صورت پر بنایا، لیکن یہ تاویل ضعیف ہے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور صورت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم اور تشریف کی وجہ سے ہے، جیسے حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور کعبہ کو بیت اللہ فرمایا، حضرت عیسیٰ کی روح کو روح اللہ فرمایا اسی طرح حضرت آدم کی صورت کو صورت اللہ فرمایا۔ [1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر بنایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صورت کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور یہ اضافت تشریفی ہے اور حضرت آدم کی صورت کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا وہ ارحام میں منقلب نہیں ہوئے اور نہ ان کی نشوونما تدریجاً ہوئی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ چہرے پر مارنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرت آدم کے چہرے کے مشابہ ہے تو باقی اعضاء بھی تو حضرت آدم کے اعضاء کے مشابہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چہرے میں ایسی خصوصیات ہیں جو باقی اعضاء میں نہیں ہیں، چہرے میں کان ہیں جو سماعت کا آلہ ہیں، آنکھیں ہیں جو بصارت کا آلہ ہیں اور سننے اور دیکھنے سے انسان کو تمام علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں، چہرے میں زبان ہے جو نطق کا آلہ ہے اور دماغ ہے جس میں عقل ہے جس کی وجہ سے انسان کو تمام حیوانوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صورت سے یہاں صفت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم، حیات، سمع، بصر اور دیگر صفات کمالیہ پر پیدا کیا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مماثل کوئی چیز نہیں ہے۔ [1]

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ

مصنف کی رائے یہ ہے کہ چہرے پر مارنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں سب سے مکرم عضو چہرہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی چہرے سے تعبیر فرمایا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

و للہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۱۱۵)

مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں سو تم جس طرف منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۲۷۱)

اور تم صرف اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔

کل من علیہا فان ۝ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ (رحمان: ۲۶-۲۷)

زمین پر جو کچھ ہے فانی ہے، صرف آپ کے رب کی ذات باقی ہے، جو صاحب عظمت اور صاحب جلال ہے۔

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ (الدھر: ۹)

ہم تمہیں صرف اللہ کی ذات کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے صلہ چاہتے ہیں نہ شکر۔

لا الہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجہہ۔ (قصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ حضرت آدم کے چہرے کی اپنی طرف تشریفاً اضافت کی ہے اور وجہ تشریف یہ ہے کہ انسان کا چہرہ عقل اور حواس کے آلات پر مشتمل ہے اور یا اس کی تشریف اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چہرہ سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے اور یہ تمام اطلاقات تفہیم کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کسی شے کے مماثل نہیں ہے اور ہر چیز سے منزہ ہے۔ فتبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام۔

باب ۹۲۸ الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق

انسانوں کو ناحق عذاب دینے پر سخت وعید کا بیان

۶۵۳۳۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا حفص بن غیاث عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن ہشام بن حکیم بن حزام قال مر بالشام

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ملک شام میں کچھ لوگوں پر گذر ہوا، جن کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا اور ان کے سروں پر روغن زیتون بہایا

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۳، مطبوعہ دارنشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

عَلَى النَّاسِ وَقَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ وَصُبَّ عَلَى رُؤُسِهِمُ الزَّيْتُ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقِيلَ يُعَذَّبُونَ فِي الْخَرَاجِ فَقَالَ أَمَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ فِي الدُّنْيَا۔

جارہا تھا، انھوں نے پوچھا ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بتایا گیا کہ ان کو خراج (نہ دینے) کی وجہ سے یہ سزا دی جا رہی ہے، حضرت حکیم بن حزام نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

۶۵۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَرَّ هِشَامُ بْنُ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ عَلَى أُنَاسٍ مِنَ الْأَنْبَاطِ بِالشَّامِ قَدْ أُقِيمُوا فِي الشَّمْسِ فَقَالَ مَا شَأْنُهُمْ قَالُوا حُبِسُوا فِي الْجِزْيَةِ فَقَالَ هِشَامٌ أَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا۔

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا شام کے چند قبطیوں پر گذر ہوا جو دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے پوچھا ان کو یہ عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا ان کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بند کیا گیا ہے، حضرت ہشام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

۶۵۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ قَالَ وَأَمِيرُهُمْ يَوْمَئِذٍ عُمَيْرُ بْنُ سَعْدٍ عَلَى فِلَسْطِينَ فَدَخَلَ عَلَيْهِ وَحَدَّثَهُ فَأَمَرَ بِهِمْ فَخُلُّوا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں ایک سند میں ہے اس وقت ان کا فلسطین میں امیر عمیر بن سعد تھا، ہشام ان کے پاس گئے ان کو حدیث سنائی تو اس نے ان کو چھوڑنے کا حکم دیا اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔

۶۵۳۶ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ وَجَدَ رَجُلًا وَهُوَ عَلَى حِمْصَ يُشَمِّسُ نَاسًا مِنَ النَّبَطِ فِي أَدَاءِ الْجِزْيَةِ فَقَالَ مَا هٰذَا إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا۔

حضرت ہشام بن حکیم نے دیکھا کہ حمص کے حاکم نے کچھ قبطیوں کے ادائے جزیہ کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے، پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ احادیث ناحق سزا دینے پر محمول ہیں اور جس شخص کو اس کے واقعی جرم پر سزا دی جائے وہ اس میں داخل نہیں ہے، مثلاً قصاص، حدود اور تعزیر کے مطابق سزا دی جائے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

بَابُ ۹۲۹ اَمْرِ مَنْ مَرَّ بِسِلَاحٍ فِی مَسْجِدٍ اَوْسُوْقٍ اَوْغَیْرِهِمَا مِنَ الْمَوَاضِعِ الْجَامِعَةِ لِلنَّاسِ اَنْ یُّمْسِكَ بِنِصَالِهَا

جو شخص مسجد، بازار اور مجمعوں میں نیزے لے کر چلے تو اس کے پیکان پکڑنے کا حکم

۶۵۳۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا یَقُوْلُ مَرَّ رَجُلٌ فِی الْمَسْجِدِ بِسِهَامٍ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بِنِصَالِهَا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گذرا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے تیروں کے پیکان پکڑ لو۔

۶۵۳۸ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاَبُو الرَّبِیْعِ قَالَ اَبُو الرَّبِیْعِ حَدَّثَنَا وَقَالَ یَحْیٰی (وَاللَّفْظُ لَهٗ) اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِاَسْهُمٍ فِی الْمَسْجِدِ قَدْ اَبْدٰی نُصُوْلَهَا فَاَمَرَ اَنْ یَّاْخُذَ بِنُصُوْلِهَا كَیْ لَا یَخْدِشَ مُسْلِمًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گذرا جن کے پیکان کھلے ہوئے تھے، آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کے پیکان پکڑ لے تاکہ وہ کسی مسلمان کے چبھ نہ جائیں۔

۶۵۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَمَرَ رَجُلًا كَانَ یَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِی الْمَسْجِدِ اَنْ لَّا یَمُرَّ بِهَا اِلَّا وَهُوَ اٰخِذٌ بِنُصُوْلِهَا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ كَانَ یَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تیر صدقہ کرتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ تیروں کے پیکان پکڑ کر مسجد میں آیا کرے، ابن رمح نے "یتصدق بالنبل" کہا ہے۔

۶۵۴۰ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِیْ مَجْلِسٍ اَوْ سُوْقٍ وَبِیَدِهٖ نَبْلٌ فَلْیَاْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لْیَاْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لْیَاْخُذْ بِنِصَالِهَا قَالَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی وَاللّٰهِ مَا مُتْنَا حَتّٰی سَدَّدَ بَعْضُنَا بَعْضًا فِیْ وُجُوْهِهٖ بِالنِّصَالِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد یا بازار میں جائے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہو تو وہ اس کے پیکان کو پکڑ لیا کرے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، حضرت ابو موسیٰ نے کہا (اور ہمارا حال یہ ہے کہ) بہ خدا ہم میں سے بعض لوگ تا حیات ایک دوسرے کے چہروں پر تیر مارتے رہے۔

۶۵۴۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مَسْجِدِنَا اَوْ فِيْ سُوْقِنَا وَمَعَهٗ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهٖ اَنْ يُّصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ اَوْ قَالَ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا۔

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں جائے اور اس کے پاس تیر ہو تو وہ اس کے پیکان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے تاکہ کسی مسلمان کو کوئی چیز چبھ نہ جائے یا فرمایا اس کے پیکان کو اپنے قبضہ میں رکھے۔

ف: ہر ضرر دینے والی چیز کا یہی حکم ہے، اس چیز کو اس طرح رکھا جائے کہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچنے کا خطرہ نہ رہے۔

باب ۹۳۔ النَّهْيِ عَنِ الْاِشَارَةِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى مُسْلِمٍ

مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت

۶۵۴۲ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَلْعَنُهٗ حَتّٰى يَدَعَهٗ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا، خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہو۔

۶۵۴۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۵۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث ذکر کیں، ان میں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھین کر کسی کو لگا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس جگہ لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ہتھیاروں کو اس طرح پکڑ کر نہ لے جایا جائے

جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو ضرر ہو اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

بَاب ۹۳۱ فَضْلِ إِزَالَةِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کی فضیلت

۶۵۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخَّرَهُ فَشَكَرَ اللهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص جا رہا تھا راستہ میں اس نے ایک خاردار شاخ دیکھی اس نے اس کو اٹھا کر ایک طرف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کر لی اور اس کو بخش دیا۔

۶۵۴۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلَى ظَهْرِ طَرِيقٍ فَقَالَ وَاللهِ لَأُنَحِّيَنَّ هَذَا عَنِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ میں درخت کی ایک شاخ کے پاس سے گذرا اس نے کہا بہ خدا میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹا دوں گا تاکہ یہ ان کو ایذا نہ دے پھر وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔

۶۵۴۷ - حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا کیونکہ اس نے راستہ میں گرے ہوئے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔

۶۵۴۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ شَجَرَةً كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِينَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَطَعَهَا فَدَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درخت مسلمانوں کو ایذاء دیتا تھا، ایک شخص نے اس کو کاٹ دیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

۶۵۴۹ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَازِعِ حَدَّثَنِي أَبُو بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللهِ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَنْتَفِعُ بِهِ قَالَ أَعْزِلِ الْأَذَى عَنْ

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے ایسی چیز بتائیے جس سے میں نفع حاصل کروں، آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کر دو۔

طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ۔

۶۵۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلَّى أَنْ تَمْضِيَ وَأَبْقَى بَعْدَكَ فَزَوِّدْنِي شَيْئًا يَنْفَعُنِي اللهُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ كَذَا افْعَلْ كَذَا أَبُو بَكْرٍ نَسِيَهُ وَأَمِطِ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ۔

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا شاید آپ (دنیا سے) تشریف لے جائیں اور میں آپ کے بعد رہ جاؤں سو آپ مجھے آخرت کے لیے کوئی زادِ راہ بیان کر دیجیے، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کرو، اس طرح کرو، (راوی ابو بکرہ نے ابو برزہ کا نسب بھی بیان کیا تھا) اور راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کر دو۔

ف: اس باب کی احادیث میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کی فضیلت اور اجر و ثواب کا بیان ہے، خواہ وہ کوئی درخت ہو، درخت کی شاخ ہو، پتھر ہو ــــ کسی پھل کا چھلا نے والا چھلکا یا شیشہ کا ٹکڑا ہو یا کوئی گندگی اور مردار ہو۔

بَابُ ۹۳۲ تَحْرِيمِ تَعْذِيبِ الْهِرَّةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْحَيَوَانِ الَّذِي لَا يُؤْذِي

بلی اور دیگر ایذاء نہ دینے والے جانوروں کو عذاب دینے کی حرمت

۶۵۵۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ (يَعْنِي ابْنَ أَسْمَاءَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس عورت نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتی کہ وہ مر گئی اور وہ اس سبب سے جہنم میں داخل ہو گئی، کیونکہ عورت نے جب بلی کو باندھا تو اس نے اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو کھولا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

۶۵۵۲۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ جَمِيعًا عَنْ مَعْنِ بْنِ عِيسَى عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جُوَيْرِيَةَ۔

حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۶۵۵۳۔ وَحَدَّثَنِيهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَاَۃٌ فِیْ ھِرَّۃٍ اَوْثَقَتْھَا فَلَمْ تُطْعِمْھَا وَلَمْ تَسْقِھَا وَلَمْ تَدَعْھَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس نے بلی کو باندھے رکھا، اس کو کھانے کو دیتی تھی نہ پینے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

۶۵۵۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیِّ الْجَھْضَمِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ سَعِیْدِ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل مروی ہے۔

۶۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ ھٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْھَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَتِ امْرَاَۃُ النَّارِ فِیْ ھِرَّۃٍ رَبَطَتْھَا فَلَا ھِیَ اَطْعَمَتْھَا وَلَا ھِیَ اَرْسَلَتْھَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ ھَزْلًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت اپنی بلی ہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہوگئی جس کو اس نے باندھ کر رکھا تھا، اس کو بھوکا پیاسا نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی چا لیتی حتیٰ کہ وہ لاغری سے مر گئی۔

پرندوں اور دیگر جانوروں کو مقید کر کے رکھنے کا حکم

قاضی عیاض نے کہا اس عذاب سے مراد حساب میں مناقشہ ہے بایں طور کہ وہ بلی کہے گی تم نے مجھے کیوں قتل کیا یا اس وجہ سے کہ یہ فعل بہت ہے کیونکہ اس فعل سے اس نے کوئی نفع حاصل کیا نہ کسی ضرر کو دور کیا، یا یہ عورت کافر تھی اور اس فعل کی وجہ سے اس کے عذاب میں زیادتی ہوئی۔

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بلی کے مالک پر واجب ہے کہ یا تو اس کو خوراک مہیا کرے اور یا پھر اس کو چھوڑ دے تاکہ وہ زمین میں چل پھر کر کھا لے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: یہ حدیث حیوانات کو عذاب دینے کی حرمت پر دلیل ہے اور اس کو عذاب دینے کی ایک صورت اس کو بھوکا پیاسا رکھنا ہے، جو لوگ پرندوں کو پنجروں میں رکھتے ہیں اس کے متعلق بعض شیوخ نے کہا کہ انسان کو قید کرنے اور پرندوں کو قید کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، ابن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ ابن الزیتون نے چڑیوں کی آواز سننے کے لیے چڑیوں کو پنجروں میں رکھا اور چھ ماہ کے بعد ان کو آزاد کر دیا اور یہ مال کو ضائع کرنا نہیں تھا، کیونکہ اس نے اس فعل سے خیر کا ارادہ کیا تھا، اور ہو سکتا ہے اس کو چڑیوں کے آزاد کرنے پر اجر ملے۔

پرندوں کو پنجروں میں رکھنے کے مسئلہ میں زیادہ ظاہر ممانعت ہے اور حدیث نغیر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا (کیونکہ وہ ایک بچہ کا معاملہ تھا) یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا اور اس سے تمام موانع منتفی تھے، اسی طرح امام مالک کے اس قول سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی شخص نے پنجرہ کا دروازہ کھول دیا اور پرندہ اڑ

گیا تو پنجرہ کھولنے والا ضامن ہوگا، کیونکہ امام مالک نے اس مسئلہ کا حل بتلایا ہے پرندوں کو پنجروں میں بند کرنے کا حکم نہیں بتلایا۔ [1]

علامہ ابی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کی یہی رائے ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں بند کرنا منع ہے اور یہ اس کو انسان کے قید کرنے پر قیاس کرتے ہیں، لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ پرندوں اور دیگر جانوروں کو بند کر کے رکھنا جائز ہے بہ شرطیکہ ان کے کھانے پینے اور ان کی دیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے کیونکہ اس حدیث میں بلی کو باندھنے پر وعید نہیں ہے اس کو بھوکا مارنے پر وعید ہے اور جو موذی جانور ہوں ان کی ایذاء سے بچنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے۔

باب ۹۳۳ تحریم الکبر!

تکبر کی حرمت

۶۵۵۶ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ الْاَغَرِّ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِزُّ اِزَارُهٗ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَآؤُهٗ فَمَنْ يُّنَازِعُنِيْ عَذَّبْتُهٗ۔

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عزت اللہ عزوجل کی ازار ہے اور کبریائی اس کی ردا ہے جو شخص مجھ سے ان صفات کو لینے کی کوشش کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ازار وہ چادر ہے جس کو کمر پر باندھتے ہیں اور رداء وہ چادر ہے جس کو کندھوں پر ڈالتے ہیں، یہ دونوں چادریں لباس ہیں اور لباس اجسام کے خواص میں سے ہے اور اللہ عزوجل جسم سے منزہ ہے لہٰذا ان چادروں سے مراد اس کی صفات ہیں یعنی عزت اور کبریاء اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جو شخص ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا۔

تکبر کی اقسام اور اسباب کا بیان

امام غزالی لکھتے ہیں:

تکبر کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر کرنا (۲) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔ (۳) مخلوق کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کیا جائے جیسا کہ گزشتہ دور میں فرعون وغیرہ نے تکبر کیا اور اس دور میں ملحد اور دہریے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۶، ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله ولا الملئکۃ المقربون ط ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعاً۔ (نساء: ۱۷۲)

مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز عار محسوس کریں گے نہ (اللہ کے) مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنے حضور لائے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا جائے، اللہ تعالیٰ کفار کا قول نقل فرماتا ہے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون (یٰس: ۱۵)

کافروں نے کہا تم تو صرف ہم جیسے بشر ہو، اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔

مخلوق کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے اور جب اس سے کوئی حق بات کہی جائے تو وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے اس کو ماننے سے انکار کر دے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم۔ (بقرہ: ۲۰۶)

اور جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈرو تو اس کو تکبر گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے سو اس کو جہنم کافی ہے۔

تکبر خود کو بڑا سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کسی کمال کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھتا ہے کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی، دینی کمال علم اور زہد و تقویٰ ہے، بعض لوگ کمال علم کی وجہ سے اور بعض کمال عبادت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں، اور دنیاوی کمال میں نسب، حسن و جمال، قوت، مال و دولت اور احباب کی کثرت وغیرہ شامل ہیں سو بعض لوگ ان کمالات کی بناء پر تکبر کرتے ہیں۔[1]

باب ۹۳ النہی عن تقنیط الانسان من رحمۃ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنے کی ممانعت

۶۵۵۷۔ حدثنا سوید بن سعید عن معتمر بن سلیمان عن ابیہ حدثنا ابو عمران الجونی عن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدث ان رجلاً قال واللہ لا یغفر اللہ لفلان و ان اللہ تعالیٰ قال من ذا الذی یتالی علیّ ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت لفلان و احبطت عملک او کما قال۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا بہ خدا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو میرے متعلق یہ قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا، میں نے اس فلاں شخص کو بخش دیا اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا۔ یا جس طرح فرمایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۷۲-۳۷۳، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اس شخص نے قطعی طور پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے جہالت ہے اور اس نے قسم کھا کر یہ بتلایا کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام یہ ہے کہ جس طرح وہ کہے گا اللہ ویسا کر دیگا، اور اللہ کے نزدیک وہ گنہ گار بہت ذلیل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ادب سے کلام کرنا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، قاضی عیاض نے کہا اس میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی گناہ بخش دیتا ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی بخشش سے مایوسی پر قطعی حکم لگایا وہ کافر ہو گیا، اور کفر سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ [1]

باب ۹۳۵ فَضْلِ الضُّعَفَاءِ وَالْخَامِلِينَ

ضعیفوں اور خاک نشینوں کی فضیلت

۶۵۵۸ ۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے غبار آلودہ بکھرے ہوئے بالوں، دروازوں سے دھتکارے جانیوالے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ خاک نشین لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو کر دیتا ہے اور ان کی دعا قبول فرمالیتا ہے، اور ان کی قسم کو جھوٹی ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ عظیم ہوتا ہے اگرچہ لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر وہ کسی کام کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرمالیتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں قسم کھانا مراد ہو، علامہ خطابی نے کہا یہاں قسم سے دعا مراد لینا بہت بعید ہے، اس کی تائید یہ ہے کہ ایک بار کفار کے خلاف جنگ بہت طویل ہو گئی تو حضرت براء نے کہا اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ان کافروں پر ہم کو فتح عطا کر اور مجھے اپنے نبی کے ساتھ لاحق کر دے، سو ایسا ہی ہو گیا۔

علامہ اُبی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو مخفی رکھا ہے، ان میں سے ایک اللہ کا ولی ہے جس کو اللہ نے لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اس کی تائید میں بے شمار واقعات ہیں۔ [3]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۷۱۔ ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۳۶ النَّهْيِ مِنْ قَوْلِ هَلَكَ النَّاسُ

یہ کہنے کی ممانعت کہ "لوگ ہلاک ہو گئے"

۶۵۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ لَا أَدْرِي أَهْلَكَهُمْ بِالنَّصْبِ أَوْ أَهْلَكُهُمْ بِالرَّفْعِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

۶۵۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ جَمِيعًا عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ. ——

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنی برتری ظاہر کرتے ہوئے کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ شخص خود تکبر کے عذاب میں ہلاک ہونے والا ہے، اور اگر کوئی شخص صالحین کے فوت ہو جانے کے تاسف کے اظہار کے لیے کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے یا قحط، کسی آفت اور بلاد کے نازل ہونے کے وقت کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ۹۳۷ الْوَصِيَّةِ بِالْجَارِ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ

ہم سایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کرنا

۶۵۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَيَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ كُلُّهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو ہم سایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہم سایہ کو وارث بنا دیں گے۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ (وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ) أَنَّ عَمْرَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَيُوَرِّثَنَّهُ۔

حضرت عائشہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۵۶۲ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے۔

۶۵۶۳ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔

۶۵۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحَقَ) قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ رکھو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کو بھیج دو۔

۶۵۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ خَلِيلِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي إِذَا طَبَخْتَ

مَرَقًا فَاَكْثِرْ مَاءَهٗ ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ۔

ہم سایہ کی تعریف اور اس کے حقوق

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:
جس شخص کا گھر یا دکان تمہارے گھر یا دکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی ہے، بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان تھا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا، حضور نے یہ کلام مبالغۃً فرمایا ورنہ حضور کے ظن کے مطابق احکام شرعیہ نازل ہو جاتے تھے۔ علامہ خطابی نے کہا آپ نے جو فرمایا ہے کہ سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو یہ امر استحباب ہے اس میں حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اس عمل سے ہم سایوں کی الفت اور محبت حاصل ہوگی اور پڑوسیوں کی ضروریات پوری ہوں گی، کیونکہ کبھی پڑوسی اپنے ضعف، کثرت عیال اور تنگ دستی کی وجہ سے سالن پکانے پر قادر نہیں ہوتا اور کبھی اس کے پڑوس میں یتیم بچے اور بیوائیں ہوتی ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۳۸ اِسْتِحْبَابِ طَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت کشادہ چہرے سے ملنے کا استحباب

۶۵۶۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ (يَعْنِي الْخَزَّازَ) عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ اپنے بھائی کے ساتھ کشادہ روئی سے ملنا ہو۔

ف: اس حدیث میں ملاقات کے وقت کشادہ روئی سے ملنے کا استحباب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی خلق کریم تھا۔

بَابُ ۹۳۹ اِسْتِحْبَابِ الشَّفَاعَةِ فِيْمَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

جو کام حرام نہ ہوں ان میں شفاعت کا استحباب

۶۵۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَائِهٖ فَقَالَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو آپ اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تم (اس کی) شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی حکم جاری کرے گا جو اس کو پسند

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ۔

ہوگا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کو بادشاہ یا کسی حاکم کے ہاں کوئی جائز کام ہو ان کی سفارش کرنا مستحب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ج ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها۔ (نساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے۔

جو شخص قول یا فعل سے کسی نیک کام میں مدد دیتا ہے اس کو بھی اجر ملتا ہے، اگر کسی شخص سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کی معافی کے لیے سفارش کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ اس پر نادم ہو اور اس کی اصلاح کی امید ہو، لیکن جو شخص کسی باطل کام پر اصرار کرے اس کے حق میں شفاعت نہیں کرنی چاہیے اور حدود میں شفاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

باب ۹۴ استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قرناء السوء!

نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور بروں کی صحبت سے اجتناب کرنے کا استحباب

۶۵۶۸۔ حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا سفيان بن عيينة عن يزيد بن عبد الله عن جده عن ابي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثنا محمد بن العلاء الهمدانی (واللفظ له) حدثنا ابو اسامة عن بريد عن ابي بردة عن ابي موسى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال انما مثل الجليس الصالح والجليس السوء كحامل المسك ونافخ الكير فحامل المسك اما ان يحذيك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ريحا طيبة ونافخ الكير اما ان يحرق ثيابك واما ان تجد ريحا خبيثة۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مشک والا یا تو تم کو یونہی مشک دے دے گا، یا تم اس سے مشک خرید لو گے، ورنہ کم از کم تم کو اس سے اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ تم کو اس سے بدبو تو آئے گی۔

مشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے مشک اور اس کے نافہ کی

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۶۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

طہارت پر اجماع نقل کیا ہے، نافہ چمڑے کا وہ مردہ ٹکڑا ہے جس میں مشک ہوتی ہے اور غیر مسلم کا کیا ہوا شکار مردہ کے حکم میں ہے، اگر یہ اجماع منقول نہ ہوتا تو ہم ان دونوں کو نجس قرار دیتے۔ نافہ کو اس لیے کہ وہ مردار چمڑے کا ٹکڑا ہے، یا غیر مسلم کا کیا ہوا شکار ہے، اور غیر مسلم کا شکار مردار ہے' اور اگر زندہ ہرن سے نافہ کو کاٹ کر نکال لیا جائے تب بھی زندہ کے جسم سے جو ٹکڑا کاٹ کر الگ کیا جاتے وہ مردار ہے، اور مشک اس لیے نجس ہے کہ مشک وہ خون ہے جو نافہ میں جمع ہو کر متعفن ہو جاتا ہے سو یہ خون کے حکم میں ہے اور خون نجس ہے اس لیے مشک کے طاہر ہونے پر یا اجماع دلیل ہے یا اس کی طہارت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کو استعمال کرنا اس کی تعریف کرنا اس کے بیچنے والے اور خریدنے والے، اور اس کے استعمال کرنے والے کی تعریف کرنا دلیل ہے، ہمارے بعض اصحاب (بعض مالکی فقہا) نے کہا ہے کہ مشک نجس ہے لیکن اس کو لگا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے یعنی قیاساً یہ نجس ہے لیکن شرعاً یہ نجاست معاف ہے، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشک کی کراہت منقول ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر نے مدینہ کی عورتوں میں مشک کو تقسیم کیا اور حضرت ابن عمر کا مشک کو استعمال کرنا مشہور ہے، ہمارے بعض شیوخ نے مشک کی طہارت کو انڈے کی طہارت پر قیاس کیا ہے، دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ یہ دونوں حیوان میں پیدا ہوئے، اور ان کے مادے سے حیات حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ قیاس فاسد ہے، کیونکہ انڈا حیوان کی زندگی میں اس سے بنفسہ منفصل ہو جاتا ہے اور وہ حیوان کے جسم سے متصل نہیں ہوتا، اس لیے وہ پیدا ہونے والے بچہ کی طرح ہے، اس کے برخلاف نافہ چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور مشک جما ہوا خون ہے اس لیے ان کی طہارت پر اجماع اور اتباع سنت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مشک ایک خون ہے جو ہرن کے غدود میں جمع ہو جاتا ہے اور اس غدود میں متعفن ہو کر سوکھ کر جھڑ جاتا ہے، اس غدود کو نافہ کہتے ہیں۔ [1]

باب ۹۴۱ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ — بیٹیوں کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت

۶۵۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اس نے مجھ سے (کھانے کا) سوال کیا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور اس کو دے دی، اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی، اور وہ

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۶۵-۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَأَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کے سامنے اس عورت کا واقعہ بیان کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں۔

۶۵۷۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَهُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی، جس نے دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی، پھر جس کھجور کو وہ کھانا چاہتی تھی اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی ان کو کھلا دی، مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کا ایثار بیان فرمایا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس (ایثار) کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا یا (فرمایا) اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔

۶۵۷۱ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

حدیث نمبر ۶۵۶۹ میں دخول جنت کی بشارت اس شخص کے لیے ہے جو لڑکیوں کی پرورش میں مبتلا ہو، اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اس پرورش کو بلا سمجھے یہ اس کے لیے بشارت ہے اور جو خوشی سے ان کی پرورش کرے اس کے لیے یہ بشارت نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر لوگ لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش ہوتے ہیں اور ان کی پرورش کو بلاء اور بار سمجھتے ہیں اس لیے آپ کا ارشاد اکثر اور اغلب لوگوں کے اعتبار سے ہے۔

بَابُ ۹۴۲ فَضْلِ مَنْ يَّمُوْتُ لَهٗ وَلَدٌ فَيَحْتَسِبُهٗ

بچوں کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے کی فضیلت

۶۵۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَمَسَّهُ النَّارُ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ صرف قسم پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

۶۵۷۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَابْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِ مَالِكٍ وَبِمَعْنٰى حَدِيْثِهٖ اِلَّا اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ فَيَلِجَ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں وہ صرف قسم پوری ہونے کے لیے آگ میں داخل ہوگا۔

۶۵۷۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِنِسْوَةٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ لَا يَمُوْتُ لِاِحْدَاكُنَّ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهٗ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ مِّنْهُنَّ اَوِ اثْنَيْنِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَوِ اثْنَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی، ان میں سے ایک عورت نے کہا یا دو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یا دو۔

۶۵۷۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ ذَكْوَانَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَاءَتِ امْرَاَةٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِيْثِكَ فَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ نَّفْسِكَ يَوْمًا نَّاْتِيْكَ فِيْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ قَالَ اجْتَمِعْنَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: یا رسول اللہ! آپ کی احادیث تو مرد لے گئے، آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرما دیں جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں، اور آپ ہم کو ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کی ہیں، آپ نے فرمایا تم فلاں، فلاں دن جمع ہونا، ہم جمع ہوئیں، پھر ان کے پاس رسول اللہ صلے

فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَاَةٍ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً اِلَّا قَالُوْا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَاَةٌ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا اس میں سے ان کو تعلیم دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے جو عورت خود سے پہلے اپنے تین بچے روانہ کرے گی، وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے، ایک عورت نے کہا اور دو، اور دو، اور دو؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور دو اور دو، اور دو۔

۶۵۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ وَزَادَ جَمِيْعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔ شعبہ کی روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہ نے کہا تین ایسے بچے جو بالغ نہ ہوتے ہوں۔

۶۵۷۷۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي السَّلِيْلِ عَنْ اَبِيْ حَسَّانَ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ اِنَّهُ قَدْ مَاتَ لِيْ اِثْنَانِ فَمَا اَنْتَ مُحَدِّثِيْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيْثٍ تُطَيِّبُ بِهٖ اَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ قَالَ نَعَمْ صِغَارُهُمْ دَعَامِيْصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقّٰى اَحَدُهُمْ اَبَاهُ اَوْ قَالَ اَبَوَيْهِ فَيَاْخُذُ بِثَوْبِهٖ اَوْ قَالَ بِيَدِهٖ كَمَا اٰخُذُ اَنَا بِصِنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا فَلَا يَتَنَاهٰى اَوْ قَالَ فَلَا يَنْتَهِيْ حَتّٰى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَاَبَاهُ الْجَنَّةَ وَفِيْ رِوَايَةِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو السَّلِيْلِ۔

ابوحسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا میرے دو بچے فوت ہو گئے، کیا آپ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کی تسلی ہو؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں! چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں، ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ، یا ماں باپ سے ہوگی، وہ اس کے ہاتھ یا اس کے دامن کو پکڑ لے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں، پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

۶۵۷۸۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيْدٍ) عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تُطَيِّبُ بِهٖ اَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ۔

اسی سند سے مروی ہے کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث سنی ہے جس سے ہمارے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو، حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں۔

۶۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنُونَ ابْنَ غِيَاثٍ) ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّهِ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ لَهَا فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللهِ ادْعُ اللهَ لَهُ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ دَفَنْتِ ثَلَاثَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ قَالَ عُمَرُ مِنْ بَيْنِهِمْ عَنْ جَدِّهِ وَقَالَ الْبَاقُونَ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْجَدَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بچے کو لے کر آئی اور کہا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کیجئے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے بچوں کو دفن کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تمہارے لیے دوزخ سے مضبوط بندش ہو گئی۔

۶۵۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيِّ عَنْ أَبِي غِيَاثٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَشْتَكِي وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْهِ قَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ قَالَ زُهَيْرٌ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكُنْيَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ بیمار ہے اور مجھے اس (کی موت) کا خدشہ ہے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم نے دوزخ سے مضبوط آڑ مہیا کر لی۔

ف: قرآن مجید میں ہے وَان منكم الا واردها (مریم: ۷۱) "تم میں سے ہر شخص دوزخ سے گذرے گا" اس سے پہلے قسم مقدر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا پل صراط سے گذرنے سے اس آیت کا تقاضا پورا ہو جاتے گا یا ہر شخص کو نفس جہنم سے گذرنا ہوگا، اس باب کی احادیث کا یہ مطلب ہے کہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے ان لوگوں کا جہنم سے گذر ہو گا۔

مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے (نابالغ) بچے جنت میں ہوں گے، قرآن مجید میں ہے:

والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنا بهم ذريتهم۔ (طور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دینگے۔

بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ [1]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غیر مسلموں کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے

غیر مسلموں کی اولاد آخرت میں کہاں ہوگی، ان کو عذاب ہوگا یا ثواب؟ صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا اور وہ جنت میں ہوں گے،

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچوں کے حق میں بعثت رُسُل متحقق نہیں ہوئی، انسان بالغ ہونے کے بعد اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور دیگر احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے اس لیے نابالغ بچے مکلف ہیں نہ ان سے کسی امر پر باز پرس ہوگی۔

امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا حضرت جبرائیل اور میکائیل نے آپ کو رات بھر سیر کرائی ایک جگہ آپ نے دیکھا:

حتی اتینا الی روضۃ خضراء فیھا شجرۃ عظیمۃ وفی اصلھا شیخ وصبیان۔

حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ میں گئے اس میں ایک عظیم درخت تھا، اس کی جڑ میں ایک بزرگ شخص اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو بتایا:

والشیخ الذی فی اصل الشجرۃ ابراھیم والصبیان حولہ فاولاد الناس [1]

درخت کی جڑ میں آپ نے جس بزرگ کو دیکھا وہ حضرت ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے وہ لوگوں کی اولاد ہیں۔

اس حدیث میں آپ نے لوگوں کی اولاد فرمایا، مسلمانوں کی اولاد نہیں فرمایا، اس عموم سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہوں یا کافر سب کی اولاد جنت میں ہوگی۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھذا صریح فی کون اولاد الناس کلھم فی الجنۃ ویدخل فیہ اولاد المشرکین [2]

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تمام لوگوں کی اولاد جنت میں ہوگی، اور اس عموم میں مشرکین کی اولاد بھی داخل ہے۔

اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التعبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

واما الرجل الطویل الذی فی الروضۃ

وہ دراز قامت شخص جو باغ میں تھے وہ حضرت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

فانہ ابراھیم واما الولدان الذین حولہ فکل مولود مات علی الفطرۃ قال فقال بعض المسلمین یا رسول اللہ ! واولاد المشرکین فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واولاد المشرکین۔ [1]

ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے، سو یہ وہ تمام بچے تھے جو فطرت (کسی دین کو اختیار کرنے سے پہلے) پر فوت ہوئے تھے، راوی نے کہا بعض مسلمانوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم الحقھم باولاد المسلمین فی حکم الاخرۃ ولایعارض قولہ: ھم من اٰبائھم لان ذٰلک حکم الدنیا [2]

ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی اولاد کو آخرت کے حکم میں مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ لاحق کر دیا، اس کے معارض یہ حدیث نہیں ہے "اولاد مشرکین اپنے آباء سے ہیں"، کیونکہ یہ دنیا کا حکم ہے۔

آخرت میں غیر مسلموں کی نابالغ اولاد کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

مشرکین کی اولاد کے حکم آخرت کے متعلق صحیح مذہب بیان کرنے کے بعد ہم اس مسئلہ میں فقہاء کے تمام اقوال نقل کر رہے ہیں، علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱) کفار کی اولاد آخرت میں اللہ کی مشیت پر موقوف ہیں، یہ مسلک حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، اسحاق اور امام شافعی سے منقول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵)

(۲) نابالغ بچے اپنے آباء کے حکم میں ہوں گے۔ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اس نظریہ کو شیخ ابن حزم نے خوارج سے نقل کیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: وہ جنت میں ہوں گے، اور میں نے آپ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دوزخ میں، اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے دوزخ میں چلانے کی آواز سنا دوں"۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بہت غریب ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عقیل ہے جو متروک الحدیث ہے۔

(۳) مشرکین کی اولاد جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوگی کیونکہ نہ ان کی نیکیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

میں جائیں نہ ان کی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائیں۔

(۴)۔ مشرکین کے بچے جنت میں، اہل جنت کے خدام ہوں گے، امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(۵)۔ اولاد مشرکین کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی، ان کے لیے ایک آگ جلائی جائے گی جو اس میں داخل ہو جائیگا اس پر وہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی، اور جو انکار کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والے، کم عقل اور (نابالغ) بچوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا فترت میں فوت ہونے والے کہیں گے ہمارے پاس کتاب آئی نہ نبی آیا، کم عقل کہے گا: اے اللہ! تو نے مجھے عقل کیوں نہ دی میں اس سے خیر اور شر کو پہچانتا اور بچہ کہے گا میں نے عمل کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا پھر ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ، سو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہوگا یا جو عمل پانے والا ہوگا وہ اس میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں شقی ہوگا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے تو میری نافرمانی کی ہے تم میرے رسولوں کی اطاعت کیسے کرتے، امام بزار کہتے ہیں اس حدیث کو صرف فضیل نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے، امام بزار نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان تین کے علاوہ شیخ فانی کا بھی ذکر ہے، امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں بیان کیا ہے کہ فترت میں فوت ہونے والوں اور مجنونوں کے متعلق امتحان کا مسئلہ مذہب صحیح ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے اس میں کوئی عمل ہوگا نہ آزمائش ہوگی، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جنت اور دوزخ میں دخول اور استقرار کے بعد عمل نہیں ہوگا، اس سے پہلے میدان قیامت میں عمل سے کوئی مانع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون۔ (قلم: ۴۲)

جس دن ساق (کی تجلی) ظاہر کی جائے گی اور وہ (نافرمان) سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ لوگوں کو سجدہ کا امر کیا جائے گا تو منافقوں کی کمر طباق کی طرح ہو جائے گی اور وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

(۶)۔ مشرکین کے (نابالغ) بچے جنت میں جائیں گے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے، اور اسی کو محققین نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور جب عاقل شخص کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسولوں کا پیغام نہیں پہنچا تو غیر عاقل شخص کو بہ طریق اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا، علامہ نووی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو جنت میں دیکھا اور ان کے گرد لوگوں کی اولاد تھی، اور جس حدیث میں ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ "اللہ ہی زیادہ جانتا ہے وہ کیا کرنے والے تھے" اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دوزخ میں ہونگے[1]

بَابُ ۹۴۳ إِذَا أَحَبَّ اللّٰهِ عَبْدًا أَمَرَ جِبْرِيلَ فَأَحَبَّهُ وَأَحَبَّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ

جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو اس سے محبت کا حکم دیتا ہے، پھر آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں

۶۵۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَآءِ فَيَقُولُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَآءِ قَالَ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَآءِ إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ قَالَ فَيُبْغِضُونَهُ ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِي الْأَرْضِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، سو جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے پھر جبرئیل آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی فلاں سے محبت کرو، پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم اس سے بغض رکھو، سو جبرائیل اس سے بغض رکھتا ہے، پھر وہ آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے بغض رکھتا ہے تم اس سے بغض رکھو، سو وہ اس سے بغض رکھتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) ح وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الْعَلَآءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ح وَحَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكٌ (وَهُوَ ابْنُ أَنَسٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، علاء بن مسیب کی روایت میں بغض کا ذکر نہیں ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لَيْسَ فِيْهِ ذِكْرُ الْبُغْضِ۔

۶۵۸۳۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ الْمَاجِشُوْنَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ قَالَ كُنَّا بِعَرَفَةَ فَمَرَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَامَ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَقُلْتُ لِاَبِيْ يَا اَبَتِ اِنِّيْ اَرَى اللّٰهَ يُحِبُّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ لِمَا لَهُ مِنَ الْحُبِّ فِيْ قُلُوْبِ النَّاسِ فَقَالَ بِاَبِيْكَ اَنْتَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ

سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ ہم عرفہ میں تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز کا وہاں سے گذر ہوا درآں حالیکہ وہ حج کے امیر تھے لوگ کھڑے ہو کر انھیں دیکھنے لگے میں نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے، انھوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے، میں نے کہا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہے، انھوں نے کہا تمہیں اپنے باپ کی قسم! تم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہوگی!

ف: اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے اس کی خیر اور صلاح کا ارادہ فرمائے، اس کو ہدایت فرمائے اور اس پر انعام فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کے بغض کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے، اور حضرت جبرائیل اور دیگر فرشتوں کی محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ بندے کے لیے استغفار کریں اور اس کی تعریف و توصیف کریں۔

بَابُ الْاَرْوَاحِ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ ۹۴۴

روحیں باہم مجتمع تھیں

۶۵۸۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی، اور جو (اس وقت) اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

۶۵۸۵۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِحَدِيْثٍ يَرْفَعُهُ قَالَ النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقُهُوْا وَالْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح معدنیات ہیں، جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں بشرطیکہ فقیہ ہوں، تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی، اور جو اس وقت اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ کا معنی

علامہ وشتانی لکھتے ہیں:
جنود مجندہ کا معنی ہے جماعات مجتمعہ یا اجناس مختلفہ، تعارف کا مطلب ہے بعض جبلی صفات میں تناسب اور تشابہ، یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر روح کو دوسری روح کی خصوصیات سے مطلع فرما دیا تھا، یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو اجتماعی طور پر پیدا فرمایا پھر ان کو مختلف جسموں میں متفرق کر دیا، پھر جس شخص کی روح اس کے جسم کے موافق ہوگئی وہ روح اس جسم سے محبت کرتی ہے اور جس شخص کی روح اس کے جسم کے ناموافق ہوتی ہے وہ اس سے متنفر ہوتی ہے، علامہ خطابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اجسام کو سعادت اور شقاوت کے اعتبار سے پیدا فرمایا پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا، ایک گروہ آپس میں موافق ہوتا اور دوسرا گروہ مخالف ہوتا، جیسے دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ روحیں بہ حیثیت روح کے تو ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن نوع اور شخص کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پس جن روحوں کی صفات عالم ارواح میں ایک دوسرے کے موافق تھیں وہ ایک دوسرے سے مانوس تھیں اور الفت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ تھیں اور جن روحوں کی صفات ایک دوسرے کے مخالف اور مباین تھیں وہ روحیں عالم ارواح میں دوسری روحوں سے الگ تھیں۔ [1]

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو روحیں عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس تھیں وہ عالم اجسام میں بھی ایک دوسرے سے مانوس ہو سکتی ہیں۔ علی ہذا القیاس۔

بَابُ ۹۴۵ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

جو شخص جس کے ساتھ محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہو گا

۶۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم کو محبت ہوگی۔

۶۵۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالُوْا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا اَعْدَدْتَ لَهَا فَلَمْ يَذْكُرْ كَثِيْرًا قَالَ وَلٰكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کسی بڑی عبادت کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا کہ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تمہیں محبت ہوگی۔

---

[1] ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رَسُولَهُ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا، اس کے بعد مثل سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے کہ میں نے اتنی زیادہ تیاری نہیں کی جس پر میں اپنی تعریف کروں .

٦٥٨٨ - حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ أَحْمَدُ عَلَيْهِ نَفْسِي .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے محبت ہوگی، حضرت انس کہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بڑھ کر اور کسی چیز سے خوشی نہیں ہوئی، "تم اس کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہوگی" حضرت انس کہتے ہیں سو میں اللہ اس کے رسول اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ کہ میرے اعمال ان کے اعمال کی طرح نہیں ہیں .

٦٥٨٩ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ قَالَ حُبَّ اللهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد سے جا رہے تھے تو مسجد کی چوکھٹ کے پاس ہماری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کیا تیاری کی

٦٥٩٠ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَنَسٍ فَأَنَا أُحِبُّ وَمَا بَعْدَهُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو روایت کیا، اس حدیث میں حضرت انس کا یہ قول کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اور اس کے بعد والا جملہ نہیں ہے .

٦٥٩١ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجَيْنِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِيَنَا رَجُلٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا أَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيْرَ صَلٰوةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔

ہے؟ وہ خاموش سا ہو گیا، پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے زیادہ (نفلی) نمازیں، زیادہ (نفلی) روزے اور زیادہ (نفلی) صدقات تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا تم کو جس کے ساتھ محبت ہو گی، اسی کے ساتھ رہو گے۔

۶۵۹۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ النَّيْشَكْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۵۹۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (يَعْنِيْ ابْنَ هِشَامٍ) حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۵۹۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِيْ رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ان سے واصل نہ ہو؟ آپ نے فرمایا جو شخص جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہو گا!

۶۵۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيْ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِيْ ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَوْمٍ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۶۵۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر حسب سابق حدیث بیان کی

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صالحین اور اہل خیر کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت معلوم ہوئی خواہ وہ حیات ہوں یا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے افضل محبت یہ ہے کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے اور مستحبات شرعیہ پر عمل کیا جائے۔ صالحین سے محبت کی شرط یہ نہیں ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق عمل کیا جائے، نیز صالحین اور اہل خیر کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو ان کا درجہ من کل الوجوہ مل جائے گا۔ [1]

بَابُ ۹۴۶ إِذَا أُثْنِيَ عَلَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشْرَى وَلَا تَضُرُّهُ

نیک آدمی کی تعریف اس کے حق میں بشارت ہے۔

۶۵۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یہ فرمائیے کہ ایک شخص اچھے کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔

۶۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ بِإِسْنَادِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ كَمَا قَالَ حَمَّادٌ۔

تعریف کرتے ہیں۔

لوگوں کا کسی نیک شخص سے محبت کرنا اور اس کی تعریف کرنا اس کے حق میں دنیاوی بشارت اور جزا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا۔

(مریم: ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔

(شعراء: ۸۴)

اور میرے لیے میرے بعد آنے والوں میں ذکر جمیل (نیکیوں کی تعریف) کو جاری رکھ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب القدر

(تقدیر کا بیان)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

یعنی دنیا کی کوئی چیز ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے، بلکہ ہر چیز کو ایک منصوبہ سے بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا، اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل وصورت میں بنایا گیا، اس کو ایک خاص حد تک نشوونما دی گئی، ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا، اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی، یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بان یجعلها علی مقدار مخصوص ووجه مخصوص حسبما اقتضت الحکمة۔

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل وصورت پر اشیاء کو پیدا کرتا ہے،

اللہ تعالیٰ اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے، بعض چیزوں کو ابتداءً علی وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فنا طاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوتا جیسے آسمان وغیرہ، اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر بتدریج ان کی نشوونما کرتا ہے، جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوتا۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کی تقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کا علم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا فرمایا، عالم علوی ہو یا سفلی ہر عالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے وجود میں آتی ہے کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب اور نسبت اور اضافت کے علاوہ مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت، توفیق، الہام اور تیسیر سے حاصل ہوتا ہے

---

[1] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات، ص ۳۹۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

جیسا کہ قرآن اور سنت کی نصوص اس پر شاہد ہیں اس کے برخلاف قدریہ نے یہ کہا ہے کہ عمل کو ہم نے خلق کیا اور اجل کو ہمارے غیر نے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے وفد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا کہ اعمال ہمارے قبضہ میں ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ یہ مجھ سے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی چیز کا علم، ارادہ اور قول کے مطابق موجود ہونا تقدیر ہے، علامہ کرمانی نے کہا قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ ازل میں حکم کلی اجمالی قضاء ہے اور اس حکم کی تفصیلات اور جزئیات قدر ہیں، علامہ سمعانی نے کہا اس کو جاننے میں عقل اور قیاس کا دخل نہیں ہے اس کو جاننا صرف کتاب اور سنت پر موقوف ہے، جو شخص کتاب و سنت کے بغیر تقدیر کو جاننا چاہے گا وہ یا گمراہ ہو جائے گا یا دریائے حیرت میں غرق ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کا علم کسی نبی مرسل کو ہے نہ ملک مقرب کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں دخول کے بعد تقدیر کا علم منکشف ہو جائے گا اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو"، امام مسلم نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ میں نے متعدد صحابہ رسول سے یہ سنا کہ ہر چیز تقدیر سے ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ دانائی اور نادانی بھی تقدیر سے ہے۔ [2]

باب ۹۴۷ کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ وکتابۃ رزقہ واجلہ وعملہ وشقاوتہ وسعادتہ

ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کی کیفیت، اس کے رزق، مدت حیات، عمل اور سعادت و شقاوت کا لکھا جانا

۶۵۹۹۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابو معاویۃ ووکیع ح وحدثنا محمد بن عبداللہ بن

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۷۸، ۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ قَالُوا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔

سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے، پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کا عمل، اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے، پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے پھر وہ جہنمیوں کے سے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتی کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

۶۶۰۰۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ فِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَأَمَّا فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَعِيسَى أَرْبَعِينَ يَوْمًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، وکیع کی روایت میں ہے تم میں سے ہر شخص کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس راتوں تک ہوتی ہے، شعبہ کی روایت میں چالیس راتوں یا چالیس دنوں کا ذکر ہے، جریر اور عیسیٰ کی روایت میں چالیس دنوں کا ذکر ہے۔

۶۶۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي

حذیفہ بن اسید بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چالیس یا پینتالیس راتوں میں نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے، تو فرشتہ (رحم میں) داخل ہوتا

الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْمَلَكُ عَلَى النُّطْفَةِ بَعْدَ مَا تَسْتَقِرُّ فِي الرَّحِمِ بِاَرْبَعِيْنَ اَوْ خَمْسَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ فَيُكْتَبَانِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى فَيُكْتَبَانِ وَيُكْتَبُ عَمَلُهٗ وَاَثَرُهٗ وَاَجَلُهٗ وَرِزْقُهٗ ثُمَّ تُطْوَى الصُّحُفُ فَلَا يُزَادُ فِيْهَا وَلَا يُنْقَصُ .

ہے اور کہتا ہے اے رب یہ شقی ہے یا سعید ہے؟ پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر کہتا ہے کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث، پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر اس کے عمل، اثر، مدت حیات اور اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور ان میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۲ - حَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَامِرَ بْنَ وَاثِلَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهٗ حُذَيْفَةُ بْنُ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيُّ فَحَدَّثَهٗ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ وَكَيْفَ يَشْقٰى رَجُلٌ بِغَيْرِ عَمَلٍ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ اَتَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهَا مَلَكًا فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى فَيَقْضِيْ رَبُّكَ مَا شَآءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَجَلُهٗ فَيَقُوْلُ رَبُّكَ مَا شَآءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ رِزْقُهٗ فَيَقْضِيْ رَبُّكَ مَا شَآءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَلَكُ بِالصَّحِيْفَةِ فِيْ يَدِهٖ فَلَا يَزِيْدُ عَلٰى مَا اُمِرَ وَلَا يَنْقُصُ .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو، اور سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت قبول کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص آتے جن کا نام حضرت حذیفہ بن اسید غفاری تھا، عامر بن واثلہ نے ان کو حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنایا انھوں نے کہا وہ شخص کوئی عمل کیے بغیر شقی کیسے ہو جاتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کیا آپ اس پر تعجب کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھیں، کھال، گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے پھر کہتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے، اے رب اس کی مدت حیات؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اس میں اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ۔

۶۶۰۴۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَبُوْ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ حَدَّثَهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ سَرِيْحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيِّ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَيَّ هَاتَيْنِ يَقُوْلُ اِنَّ النُّطْفَةَ تَقَعُ فِي الرَّحِمِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ يَتَصَوَّرُ عَلَيْهَا الْمَلَكُ قَالَ زُهَيْرٌ حَسِبْتُهُ قَالَ الَّذِيْ يَخْلُقُهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى فَيَجْعَلُهُ اللّٰهُ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَسَوِيٌّ اَوْ غَيْرُ سَوِيٍّ فَيَجْعَلُهُ اللّٰهُ سَوِيًّا اَوْ غَيْرَ سَوِيٍّ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا رِزْقُهُ مَا اَجَلُهُ مَا خُلُقُهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ شَقِيًّا اَوْ سَعِيْدًا۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحم میں چالیس راتیں نطفہ ٹھہرا رہتا ہے پھر فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے۔ زہیر نے کہا میرا گمان ہے تخلیق کرتا ہے پھر کہتا ہے: اے رب مذکر یا مؤنث؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو مذکر یا مؤنث بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے اے رب اس کو کامل الاعضاء بناؤں یا ناقص الاعضاء؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو کامل الاعضاء یا ناقص الاعضاء بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے: اے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو شقی یا سعید بنا دیتا ہے۔

۶۶۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ كُلْثُوْمٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كُلْثُوْمٌ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَلَكًا مُوَكَّلٌ بِالرَّحِمِ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ شَيْئًا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِبِضْعٍ وَاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رحم پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو چالیس اور کچھ راتیں گذارنے کے بعد..... پھر حسب سابق حدیث ہے۔

۶۶۰۶۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَرَفَعَ الْحَدِيْثَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ اَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ اَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقًا قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ کہتا ہے: اے رب یہ نطفہ ہے، اے رب یہ جما ہوا خون ہے، اے رب یہ گوشت کا لوتھڑا ہے، جب اللہ تعالیٰ کوئی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے، تو فرشتہ کہتا ہے اے رب مذکر یا مونث؟ شقی یا سعید؟ اس

الْمَلَكُ أَيْ رَبِّ ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَمَا الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر اس کے مطابق اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

٦٦٠٧ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا نَمْكُثُ عَلَى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَقَالَ مَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ إِلَى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے، ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے، پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص، ہر جاندار شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کرلیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کر دیں گے

٦٦٠٨ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَاهُ وَقَالَ فَأَخَذَ عُودًا وَلَمْ يَقُلْ مِخْصَرَةً وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

٦٦٠٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن

بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا وَفِي يَدِهِ عُودٌ يَنْكُتُ بِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ نَفْسٍ إِلَّا وَقَدْ عُلِمَ مَنْزِلُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ فَلِمَ نَعْمَلُ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى إِلَى قَوْلِهِ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، اس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر فرمایا: تم میں سے ہر ذی روح کا جنت یا دوزخ میں ایک مقام معلوم ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم کس لیے عمل کریں، ہم اس (لکھے ہوئے) پر تکیہ کیوں نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم عمل کرو، ہر شخص کے لیے انھی کاموں کو آسان کیا جاتا ہے جن کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی، ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپروائی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کر دیں گے۔

۶۶۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ وَالْأَعْمَشِ أَنَّهُمَا سَمِعَا سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

حضرت علی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۶۶۱۱ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ بَيِّنْ لَنَا دِينَنَا كَأَنَّا خُلِقْنَا الْآنَ فِيمَا الْعَمَلُ الْيَوْمَ أَفِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ أَمْ فِيمَا نَسْتَقْبِلُ قَالَ لَا بَلْ فِيمَا جَفَّتْ بِهِ الْأَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيرُ قَالَ فَفِيمَ الْعَمَلُ قَالَ زُهَيْرٌ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ لَمْ أَفْهَمْهُ فَسَأَلْتُ مَا قَالَ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے دین کو بیان کیجئے، گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں، ہم آج جو عمل کر رہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، یا ہم نیا عمل کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، اور جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے، انھوں نے کہا پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ زہیر کہتے ہیں پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا، عمل کرو، ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

۶۶۱۲ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْمَعْنٰى وَفِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلٌّ عَامِلٍ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عمل کرنے والے کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

۶۶۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ قِيلَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اہل نار سے اہل جنت کا علم متعین ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہا پھر عمل کرنے والے کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا ہر شخص جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے

۶۶۱۴ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنٰى حَدِيثِ حَمَّادٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عبد الوارث کی سند میں ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

۶۶۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ قَالَ قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضٰى عَلَيْهِمْ مِنْ قَدَرِ مَا سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقُلْتُ بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضٰى عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَالَ أَفَلَا يَكُونُ ظُلْمًا قَالَ فَفَزِعْتُ مِنْ ذٰلِكَ فَزَعًا شَدِيدًا

ابو الاسود دیلی بیان کرتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ آج لوگ کس لیے عمل کر رہے ہیں؟ اور مشقت برداشت کر رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی مقرر ہو چکی ہے؟ یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق یہ از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ان کا عمل ان چیزوں کے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ثابت ہو گئی ہے، انھوں نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں میں اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا، میں نے کہا ہر چیز

وَقُلْتُ كُلُّ شَيْءٍ خَلْقُ اللهِ وَمِلْكُ يَدِهِ فَلَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ فَقَالَ لِي يَرْحَمُكَ اللهُ إِنِّي لَمْ أُرِدْ بِمَا سَأَلْتُكَ إِلَّا لِأَحْزِرَ عَقْلَكَ إِنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ أَتَيَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ مِنْ قَدَرٍ قَدْ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصْدِيقُ ذَلِكَ فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور مخلوق سے ہر چیز کے متعلق سوال ہوگا، انھوں نے مجھے سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! میں اپنے اس سوال سے صرف آپ کی عقل کا امتحان لینا چاہتا تھا، مزینہ کے دو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آج لوگ کس لیے عمل کر رہے اور عمل کی مشقت اٹھا رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی ثابت ہو چکی ہے؟ یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق وہ از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان کا عمل) اس کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر ثابت ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے (ترجمہ:) قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا، اور اس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا۔

٦٦١٦ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص مدت طویل تک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کا اہل نار کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے، اور ایک شخص زمانہ دراز تک اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے اور اس کا اہل جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے۔

٦٦١٧ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل نار میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل نار کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۶۶۰۷ میں ہے، تم میں سے ہر شخص، ہر جاندار شخص کا ٹھکانا، جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ہم اپنے متعلق لکھے ہونے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو، اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دے جائیں گے۔ الحدیث۔

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو انسان کو افعال کا مکلف کیوں کیا گیا ہے اور اس کو جزا یا سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع ہیں اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا، اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھ کر لوح میں محفوظ کر لیا۔ یعنی علم، معلوم کے تابع ہے، معلوم، علم کے تابع نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے؟

وکل شیء فعلوہ فی الزبر۔ (قمر: ۵۲)

اور انھوں نے جو کچھ کام کیے وہ سب کام نوشتوں میں (لکھے ہوئے) ہیں

یعنی ان کے کیے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ کراچی سے اسلام آباد بک کرا لیتے ہیں، اب ہمیں ایک ماہ پہلے یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی سے اڑے گا اور اسی دن اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر لیا، اب واقعہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی سے پرواز کر کے اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا، اس لیے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہو کر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقرر وقت میں کراچی سے اسلام آباد پہنچ رہا ہے، بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام اور شیڈول کے مطابق پرواز کر رہا ہے، ہمیں اس کے شیڈول کا پہلے علم ہو گیا ہے، سو ہمارا علم جہاز کے شیڈول کے تابع ہے جہاز کا شیڈول ہمارے علم کے تابع نہیں ہے، ہم گھڑی میں ایک سال کی کارکردگی والا سیل ڈال دیں تو ہمیں پہلے علم ہوتا ہے کہ یہ سیل ایک سال چلے گا اب اگر ایک سال بعد وہ سیل ختم ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سیل ہمارے پیشگی علم کی وجہ سے ختم ہو گیا اور اس کی ایک سال تک کی کارکردگی ہمارے علم کے مطابق تھی بلکہ ہمارا علم اس کی مدت کارکردگی کے مطابق تھا، ایک انجنیئر ایک ڈیم بنانے سے پہلے اس کے مادہ اور دیگر اجزاء کی استعداد اور صلاحیت کا جائزہ لے کر یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ یہ سو سال تک کام کرے گا تو اب اس کی سو سال تک کی کارکردگی انجنیئر کے علم کے تابع نہیں ہے بلکہ ڈیم کے اجزاء ترکیبی اور اس کی صلاحیت کے مطابق انجنیئر کا علم ہے علی ہذا القیاس مختلف مشینوں کی کارکردگی کی مدت کی گارنٹی دی جاتی ہے، تو ان مشینوں کی کارکردگی اس گارنٹی کے تابع نہیں بلکہ گارنٹی ان کی کارکردگی کے تابع ہوتی ہے، لیکن مخلوق

کا علم ناقص ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات ان کے قبل از وقت اندازے غلط ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف اللہ عزوجل کا علم کامل ہے اور اس نے جو اپنی مخلوق کی کارکردگی کا قبل از وقت اندازہ لگایا ہے وہ صحیح علم اور صحیح تقدیر ہے اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی نہ ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹) — بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

قد جعل اللہ لکل شیءٍ قدرًا۔ (طلاق: ۳) — بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ (تقدیر) مقرر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے، اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے، وہ دنیا میں کیا کرے گی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا رول ہے تو اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ ہمہ گیر نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک ڈیم بنانے والا انجنیئر اپنے ڈیم کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اور مربی اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو، اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے! اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اس کو ازل میں اس بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہوگا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا، انسان کو جزاء اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے انسان اگر نیکی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی کو، اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزاء اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔

جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب

اس مقام پر دوسری بحث جبر و قدر کی ہے، جبریہ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کا اصلاً کوئی فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات بہ منزلہ جمادات کی حرکات ہیں، انسان کی کوئی قدرت ہے نہ اختیار، اس کا قصد ہے نہ ارادہ۔ یہ نظریہ قطعاً باطل ہے کیونکہ ہم رعشہ کے مریض اور صحت مند انسان کی حرکات میں بداہتہً فرق کرتے ہیں، صحت مند آدمی اپنے قصد اور اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ کے مریض کی حرکت غیر اختیاری ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر انسان مجبور ہوتا تو اس کو مکلف کرنا اور اس کے افعال پر جزاء اور سزا کا ترتب صحیح نہ ہوتا اور وہ حقیقتہً یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس نے مثلاً نماز پڑھی، روزہ رکھا، کھانا کھایا اور سفر کیا، اس کے برخلاف جب ہم کہتے ہیں کہ لڑکا جوان ہو گیا، جوان بوڑھا ہو گیا، فلاں بیمار ہو گیا، فلاں مر گیا تو ہم بداہتہً جانتے ہیں کہ پہلی قسم کے افعال اختیاری ہیں اور دوسری قسم کے افعال غیر اختیاری ہیں اور پہلی قسم کے افعال میں انسان مختار ہے اور دوسری قسم کے افعال میں انسان مجبور ہے، نیز قرآن مجید کی متعدد آیات جبر کی نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ — ان کے لیے جو آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے وہ کسی

اعین ج جزاء بما کانوا یعملون۔
(سجدہ ۵: ۱۷)

اولئک اصحٰب الجنۃ خلدین فیھا ج جزاءً بما کانوا یعملون۔ (احقاف: ۱۴)

جزاءً بما کانوا یعملون۔
(واقعہ: ۲۴)

انھم رجس ومأوٰھم جھنم جزاء بما کانوا یکسبون۔
(توبہ: ۹۵)

کو معلوم نہیں، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

وہ لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

یہ (منافقین) بے شک ناپاک ہیں، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان (برے) کاموں کی سزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ (کہف: ۲۹)

جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے،

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنا، جزا اور سزا اور جنت اور جہنم تمام امور کا عبث ہونا لازم آئے گا یہ مذہب بھی باطل ہے، قرآن مجید میں ہے:

واللہ خلقکم وما تعملون۔ (صٰفّٰت: ۹۶)

تمہیں اور تمہارے تمام اعمال کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

ذلکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو ج خالق کل شیء فاعبدوہ۔ (انعام: ۱۰۶)

یہ ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو۔

اللہ خالق کل شیء۔ (زمر: ۶۲)

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ (المرسلت: ۳)

اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین ۝
(تکویر: ۲۹)

اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ رب العلمین نہ چاہے۔

اہل سنت وجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے، انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے، خلق کا معنی ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں، علامہ محب اللہ بہاری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اس لیے اہل سنت نے یہ کہا کہ انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنھوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لیے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لیے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر قصد مصمم (پختہ ارادہ) کا خالق کون ہے؟ اگر اس کا خالق

اللہ تعالیٰ ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر اس کا خالق انسان ہے تو پھر یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف رجوع ہے، یہ بہت مشکل سوال ہے، اس کا صحیح جواب اور حقیقی کشف تو انشاء اللہ آخرت میں ہوگا، تاہم علماء اہل سنت نے اس سوال کے متعدد جواب دیے ہیں جن سے کچھ نہ کچھ تسکین ہو جاتی ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی قصد مصمم کے سوا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور قصد اور کسب کا انسان خالق ہے اور اس تخصیص کی عقل مخصص ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کے لیے خالق ہونا اپنے عموم پر ہے اور انسان نے قصد کا خلق نہیں احداث کیا ہے، اور انسان خالق تو نہیں ہو سکتا لیکن محدث ہو سکتا ہے، کیونکہ خلق کا تعلق موجود بالذات سے ہوتا ہے اور قصد موجود بالذات ہے نہ معدوم بالذات، بلکہ بالتبع موجود ہے اس کو اصطلاح میں "حال" کہتے ہیں، علامہ بہاری نے کہا انسان ادراکات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے، علامہ عبدالحق خیر آبادی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ بہاری نے فطرت الٰہیہ میں لکھا ہے کہ انسان وہماً مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں، مثلاً تخیل جزئی، شوق جزئی خاص اور ارادہ خاصہ اور انھی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال، افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبۃ التحقق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی جزئیہ ہیں اور مبادی کلیہ کا ادراک عقل سے ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں، سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور ادراکات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جب کہ احکام شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کے حکم کا اعتبار ہے، اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے، خلاصہ یہ ہے کہ انسان وہم کے حکم کے اعتبار سے مختار ہے اور عقل کے حکم کے اعتبار سے مجبور ہے۔

علامہ عبدالحق خیر آبادی نے علامہ تفتازانی سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعید ہیں، اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ [1]

موخر الذکر دونوں جوابوں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ادراکات جزئیہ یا اسباب قریبہ کے اعتبار سے جب انسان کسی فعل کو صادر کرتا ہے تو وہ اس کے صدور میں مستقل ہے یا نہیں اگر وہ اس کے صدور میں مستقل ہے تو یہ اعتزال کی طرف رجوع ہے ورنہ جبر کی طرف رجوع ہے، میں اس اشکال کے حل میں مدتوں سرگرداں رہا بالآخر مجھے اس حدیث سے تسکین ہو گئی:

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب فقلت له وقع فی نفسی شیء من القدر فحدثنی

ابن دیلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل

---

[1] ۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۲ھ، شرح مسلم الثبوت ص ۷۷ - ۷۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

لعل الله تعالیٰ ان یذھبہ من قلبی فقال لو ان الله تعالیٰ عذب اھل سمٰوٰتہ و اھل ارضہ عذبھم وھو غیر ظالم لھم ولو رحمھم کانت رحمتہ خیرا لھم من اعمالھم ولو انفقت مثل احد ذھبا فی سبیل الله تعالیٰ ما قبلہ الله تعالیٰ منك حتی تؤمن بالقدر و تعلم ان ما اصابك لم یکن لیخطئك وان ما اخطاك لم یکن لیصیبك ولو مت علی غیر ھذا لدخلت النار ــــــــــ

قال ثم اتیت عبد الله بن مسعود فقال مثل ذٰلك ثم اتیت حذیفة بن یمان فقال مثل ذٰلك ثم اتیت زید بن ثابت فحدثنی عن النبی صلی الله علیہ وسلم مثل ذٰلك ۔ [1]

ـــــــــ

میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجئے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو زائل کر دے، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے، اور اگر تم اللہ کے راستے میں اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے، پھر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ [2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان تمام احادیث میں اہل سنت و جماعت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ (انبیاء: ۲۳) "اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اس سے ان کے متعلق سوال نہیں ہو سکتا اور ان سب سے سوال کیا جائے گا" تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے، وہ جو چاہے کرے، مالک سے اپنی

---

[1] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۔ ۸، مطبوعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۲، ج ۶ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ملکیت میں تصرف پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا، نیز اللہ تعالیٰ کے افعال معلّل بالاغراض نہیں ہوتے، اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے، اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے، اور جو شخص اس سے عدول کریگا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا، اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا، کسی نبی مرسل کو نہ کسی مقرب فرشتے کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے، بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان ہو جائے گا، نیکوکاروں کے لیے نیکی اور بدکاروں کے لیے بدی [1]

بَابُ ۹۴۸ حِجَاجِ آدَمَ وَمُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ

۶۶۱۸ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَاتِمٍ وَابْنِ دِينَارٍ) قَالَ أَحَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسَى فَقَالَ مُوسَى يَا آدَمُ أَنْتَ أَبُونَا خَيَّبْتَنَا وَأَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى اصْطَفَاكَ اللهُ بِكَلَامِهِ وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهِ أَتَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدَّرَهُ اللهُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَنِي بِأَرْبَعِينَ سَنَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى وَفِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ وَابْنِ عَبْدَةَ قَالَ أَحَدُهُمَا خَطَّ وَقَالَ الْآخَرُ كَتَبَ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا، حضرت موسیٰ نے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اور آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا! حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: تم موسیٰ ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھی کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس حضرت آدم، حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔ ایک روایت میں حضرت آدم کے کلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لیے تورات لکھی۔

۶۶۱۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ

---

[1] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ تَحَآجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰی فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی فَقَالَ لَهٗ مُوْسٰی اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ اَغْوَیْتَ النَّاسَ وَاَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ اٰدَمُ اَنْتَ الَّذِیْ اَعْطَاهُ اللّٰهُ عِلْمَ كُلِّ شَیْءٍ وَاصْطَفَاهُ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَتِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَمْرٍ قُدِّرَ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ۔

پر غالب ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس نے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کو جنت سے نکال دیا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم دیا اور جس کو رسالت کے سبب سے لوگوں پر فضیلت دی؟ انھوں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا!

۶۶۲۰۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوْسَی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ الْاَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ حَدَّثَنِی الْحَارِثُ بْنُ اَبِیْ ذُبَابٍ عَنْ یَزِیْدَ (وَهُوَ ابْنُ هُرْمُزَ) وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُوْحِهٖ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلَآئِكَتَهٗ وَاَسْكَنَكَ فِیْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ اَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِیْئَتِكَ اِلَی الْاَرْضِ فَقَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَی الَّذِیْ اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَاَعْطَاكَ الْاَلْوَاحَ فِیْهَا تِبْیَانُ كُلِّ شَیْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِیًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ اَنْ اَعْمَلَهٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ بِاَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور تم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں سے تم کو سجدہ کرایا اور تم کو اپنی جنت میں رکھا، پھر تم نے اپنی خطاء کے سبب لوگوں کو جنت سے زمین کی طرف نکالا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی اور تم کو (تورات کی) وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تم کو سرگوشی کے لیے اپنا مقرب بنایا، بتاؤ تمہاری معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے کتنا عرصہ پہلے تورات کو لکھ دیا تھا، حضرت موسیٰ نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا تم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ آدم نے اپنے رب کی (ظاہراً) معصیت کی اور وہ (صورۃً) گمراہ ہوا! انھوں نے کہا ہاں! حضرت آدم نے فرمایا کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے!

۶۶۲۱۔ حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ

قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰى فَقَالَ لَهُ مُوسٰى أَنْتَ آدَمُ الَّذِي أَخْرَجَتْكَ خَطِيئَتُكَ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهُ آدَمُ أَنْتَ مُوسَى الَّذِي اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ ثُمَّ تَلُومُنِي عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِّرَ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسَى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہوئی، حضرت موسیٰ نے فرمایا تم وہ آدم ہو جس کی خطا نے اس کو جنت سے نکالا حضرت آدم نے کہا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنی ہم کلامی سے مشرف کیا، پھر تم مجھ کو اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا، پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔

۶۶۲۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ النَّجَّارِ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۴۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ قَالَ وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا۔

۶۶۲۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا نَافِعٌ (يَعْنِي ابْنَ يَزِيدَ) كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي هَانِئٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عرش پانی پر تھا۔

لَمْ يَذْكُرُوا وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔

کیا معصیت کے ارتکاب پر تقدیر کا عذر پیش کیا جا سکتا ہے

حدیث نمبر ۶۶۲۰ میں ہے: حضرت آدم نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا؟

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ تقدیر سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے، یا تورات کے صحیفوں یا اس کی تختیوں میں لکھنا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اے موسیٰ علیک السلام! تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے یہ امر لکھ دیا تھا، اور میرے حق میں مقدر کر دیا تھا، اس لیے اس کا وقوع یقینی تھا، اور اگر میں تمام مخلوق کے ساتھ مل کر بھی اس امر میں سے ایک ذرہ کے برابر بھی رد کرنا چاہتا تو نہ کر سکتا! تو تم مجھے اس پر کیوں ملامت کرتے ہو، نیز ذنب پر شرعاً ملامت ہوتی ہے، عقلاً ملامت نہیں ہوتی، اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی اور ان کی مغفرت کر دی تو ان سے ملامت کی وجہ زائل ہو گی، اب جو شخص ان کو ملامت کرے گا اس کی حجت شرعاً مغلوب ہو گی۔

اب یہ اعتراض ہو کہ اگر ہم میں سے کوئی گناہ کرنے والا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ معصیت مقدر کر دی تھی تو اس سے ملامت اور سزا ساقط نہیں ہو گی، تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملامت کے سقوط کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ گناہ کرنے والا دار التکلیف میں ابھی باقی ہے اور اس پر مکلفین کے احکام جاری ہیں اور ان احکام میں سزا اور ملامت بھی ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے جس وقت یہ مکالمہ ہوا وہ دار التکلیف سے رحلت فرما چکے تھے اور جس وقت وہ دار التکلیف میں تھے اس وقت انھوں نے شجر ممنوعہ کھانے پر تقدیر کا عذر نہیں پیش کیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس فعل پر مسلسل توبہ اور استغفار کرتے رہے۔

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ مکالمہ عالم ارواح میں ان کی روحوں کے درمیان ہوا، یا یہ دونوں حضرات جسد شخصی کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے اور باہم مکالمہ ہوا، جیسے شب معراج انبیاء علیہم السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملایا ہو اور ان کی زیارت کرائی ہو۔ [1]

حدیث نمبر ۶۶۲۴ میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ زمانہ سورج کی حرکت سے مقدر ہوتا ہے جو افلاک کی حرکت کے تابع ہے تو آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے سے پہلے پچاس ہزار سالوں کا کیسے ثبوت ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد کثرت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہے یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ عرصہ اتنا تھا جو پچاس ہزار سال کے برابر تھا۔ [1]

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کھانے پر ملامت کی اور یہ کہا کہ تم نے اپنے گناہ کے سبب لوگوں کو جنت سے نکالا، اور حضرت آدم نے اس پر تقدیر کا عذر پیش کیا اور حضرت موسیٰ پر غلبہ پا یا۔ تقدیر کی بحث سے پہلے یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، اگر ان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے تو پھر ان کے معصوم ہونے کا کیا معنی؟ اور اگر ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تو پھر ان کی طرف گناہوں کی نسبت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس لیے ہم پہلے عصمت کی تحقیق کر رہے ہیں، اس بحث میں ہم پہلے عصمت کا لغوی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت کا اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت اور حفاظت کا فرق بیان کریں گے، پھر عصمت انبیاء پر دلائل ذکر کریں گے، پھر انبیاء علیہم السلام کی طرف جو بعض آیات اور احادیث میں گناہوں کی نسبت کی گئی ہے اس کی توجیہ بیان کریں گے اللھم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعہ، وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابہ۔

عصمت کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

العصمۃ: المنعۃ والعاصم المانع الحامی والاعتصام الامتساک بالشیء۔ [2]

عصمت کا معنی ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا، اعتصام کا معنی ہے کسی شئ کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

العصمۃ فی کلام العرب: المنع، و عصمۃ اللہ عبدہ: ان یعصمہ مما یوبقہ۔ [3]

کلام عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا، اور جب اللہ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عصمۃ الانبیاء حفظہ ایاھم اولا بما خصھم بہ من صفاء الجوھر ثم بما اولاھم من الفضائل الجسمیہ والنفسیۃ ثم بالنصرۃ و بتثبیت اقدامھم ثم بانزال السکینۃ علیھم وبحفظ قلوبھم وبالتوفیق۔ [4]

عصمت انبیاء کا معنی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا، پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۲۴۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲، ص ۴۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۳۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الزجاج العصمة الحبل ——— وکل ما امسك شیئا فقد عصمه وقال المناوی العصمة ملکة اجتناب المعاصی مع التمکن منها۔[1]

زجاج نے کہا عصمت کا معنی ہے رسی، ہر وہ چیز جو کسی چیز کو روک لے وہ اس کے لیے عصمت ہے، علامہ مناوی نے کہا: گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے رُکنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقة العصمة ان لا یخلق الله تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء قدرته واختیاره وهذا معنی قولهم هی لطف من الله تعالیٰ یحمله علی فعل الخیر ویزجره عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء ولهذا قال الشیخ ابو منصور الماتریدی العصمة لا تزیل المحنة وبهذا یظهر فساد قول من قال انها خاصیة فی نفس الشخص فی بدنه یمتنع بسببها صدور الذنب عنه کیف ولو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفه بترك الذنب ولما کان مثابا علیه۔[2]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے بھی اسی عبارت کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس سے اتفاق کیا ہے۔[3]

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

هی ملکة اجتناب المعاصی مع التمکن فیها۔[4]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۹۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

مولانا عصام الدین نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کیساتھ کرنے سے اختلاف کیا ہے اور یہ تعریف کی ہے:

بل ماهية العصمة عند اهل السنة ان لا يخلق الله الذنب فى العبد الى قوله قال الشارح فى شرح المقاصد غير المعصوم من ليس له ملكة العصمة لا يلزم ان يكون عاصيا بالفعل فضلا عن ان يكون ظالما لكن يحتمل ان يكون تفسير الشارح العصمة تسامحا منه توسعة فى الجواب۔[1]

بلکہ اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے ——— علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد میں لکھا ہے کہ جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گنہ گار ہو، چہ جائیکہ ظالم ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہو تاکہ یہ جواب دیا جاسکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب معصوم کی تعریف یہ کی جائے گی کہ "اللہ تعالیٰ اس میں گناہ پیدا نہ کرے" تو غیر معصوم وہ شخص ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے اور اس اعتبار سے ہر غیر معصوم شخص کا بالفعل گنہ گار ہونا لازم آئے گا، اس وجہ سے علامہ شمس الدین خیالی نے اس تعریف سے عدول کرکے دوسری تعریف کی کہ عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچا رہتا ہے اور شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ کیونکہ انھوں نے کہا:

غير المعصوم من ليس له ملكة العصمة۔[2]

غیر معصوم وہ ہے جس کو عصمت کا ملکہ نہ ہو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال الشيخ ابو منصور: العصمة لا تزيل المحنة اى التكليف المتضمن للكلفة لانها خاصية فى نفس الشخص و يديه و لسانه يمتنع بسببها صدور الذنب عنه كما قيل، لانه لو كان الذنب ممتنعا لما صح تكليفه بترك الذنب كالاعمى لا ينهى عن النظر والمرتعش لا ينهى عن السكون لانه تحصيل الحاصل۔[3]

شیخ ابو منصور نے کہا عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان میں کوئی خاصیت پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوجاتا ہے، کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع

---

[1] مولانا عصام الدین متوفی ۹۴۳ھ، حاشیۃ العصام علی شرح العقائد ص ۳۲۸، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

کیا جاتا۔ کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

والجمهور قائل بانهم معصومون من ذلك من قبل الله معتصمون باختيارهم و كسبهم الاحسينا النجار فانه قال لا قدرة لهم على المعاصى اصلا [1]

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین نجار (معتزلی) نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله فى النبى ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصى والداعى للطاعة ويتاكد فى الانبياء بالوحى الالهى [2]

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم (یقین) سے حاصل ہوتا ہے، یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے، انبیاء علیہم السلام میں وحی الٰہی سے یہ علم اور مؤکد ہو جاتا ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

وهى عندنا ان لا يخلق فيهم ذنبا وهى عند الحكماء ملكة تمنع الفجور [3]

ہمارے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء میں گناہ نہ پیدا فرماتے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

حقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالى فى العبد الذنب مع قدرته عليه واختياره [4]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو نہ پیدا کرے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] ۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] ۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ شرح مواقف ص ۶۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[4] ۔ علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ، شرح المسائرہ ص ۲۹۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان

وھی عدم قدرۃ المعصیۃ او خلق غیر ملجئ۔[1]

عصمت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا وصف ہے جو اختیاری ہے

علامہ ابن ہمام نے پہلی تعریف وہ ذکر کی ہے جو بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کی بیان کردہ ہے اور دوسری تعریف وہ ہے جو اہل سنت نے بیان کی ہے، اس کی وضاحت مسلم الثبوت اور اس کی شرح سے ہوتی ہے، مولانا عبد العلی لکھتے ہیں:

(وھی عدم قدرۃ المعصیۃ) عند البعض ونسبہ بعض الروافض الی الشیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہ (او) ھی (خلق مانع) عن ارتکاب المعصیۃ (غیر ملجئ) حتی لا یکون المعصوم مضطرا فی ترک المعصیۃ وفی فعل الواجب وھو المختار عند الجمھور۔[2]

بعض کے نزدیک عصمت معصیت پر قدرت نہ ہونا ہے، بعض روافض نے اس قول کو شیخ ابو الحسن اشعری کی طرف منسوب کر دیا ہے، یا عصمت وہ وصف ہے جو قدرت اور اختیار سے ارتکاب معصیت سے مانع ہو، حتی کہ معصوم نیکی کرنے اور گناہ نہ کرنے میں مجبور نہ ہو، یہ تعریف جمہور کے نزدیک مختار ہے۔

میر سید شریف جرجانی نے "تعریفات" میں حکماء کی تعریف ذکر کی ہے:

العصمۃ ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن منھا۔[3]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ شرتونی لکھتے ہیں:

العصمۃ ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن منھا۔[4]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں، اشاعرہ کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

عدم خلق اللہ الذنب فی العبد۔

اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا۔

اور حکماء کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

ملکۃ نفسانیۃ تمنع علی المعاصی۔[5]

عصمت ایک ملکہ نفسانیہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے

علامہ ابن ابی شریف لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

[2] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۹۷، مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد، ج ۲ ص ۷۹۱، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ

[5] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۲، ۵۳۱، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

قال صاحب البداية ومعنا قول ابی منصور انها لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله يحمله على فعل الخير ويزجره عن فعل الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء۔[1]

صاحب ہدایہ نے یہ کہا ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو بندہ کو قدرت اور اختیار کے باوجود نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے کہ "بندہ میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ گناہ کو پیدا نہیں کرتا" اور حکماء اسلام نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے، عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے بندہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، ان دونوں تعریفوں کا مآل واحد ہے، علماء شیعہ کے مابین عصمت کی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہ سے بچے رہتے ہیں اور بعض نے کہا انھیں گناہ پر قدرت نہیں، ہوتی اور ان کے لیے گناہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی اور بحث ونظر

شیخ محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

باید دانست کہ معصوم بر ترک گناہ مجبور نیست ولیکن حق تعالیٰ بلطفے چند نسبت باو کند کہ باو با اختیار خود ترک معصیت کند۔[2]

جاننا چاہیے کہ معصوم گناہ کے ترک پر مجبور نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس پر ایسے لطف کی نسبت کرتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے معصیت کو ترک کر دیتا ہے۔

اس کے برخلاف شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

ان الانبياء عليهم السلام لا يجوز عليهم فعل شيء من القبيح لا قبل النبوة ولا بعدها لا صغيرها ولا كبيرها۔[3]

انبیاء علیہم السلام کے لیے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد، صغیرہ نہ کبیرہ۔

اور شیخ نصیر الدین طوسی لکھتے ہیں:

العصمة عند الاشاعرة هي القدرة على الطاعة وعدم القدرة على المعصية۔[4]

اشاعرہ کے نزدیک عصمت عبادت پر قدرت اور معصیت پر عدم قدرت ہے۔

دراصل یہ نظریہ بعض شیعہ کا ہے جس کو شیخ طوسی نے تلبیس کر کے اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جیسا

---

[1] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ص ۲۰۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان

[2] ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۵۷ھ

[3] شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[4] شیخ نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد طوسی متوفی ۶۷۲ھ، شرح تجرید ص ۱۰۸،

کہ بحر العلوم مولانا عبد العلی نے شرح مسلم الثبوت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا ہم نے ابھی باحوالہ ذکر کیا ہے روافض کی اسی تلبیس سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی اس تعریف کو اپنی تصانیف میں ذکر کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اہل سنت کی تعریف کا بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے تحریر اور مسایرہ میں، علامہ محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں اور ملا علی قاری نے شیخ قونوی کے حوالے سے اس تعریف کو ذکر کیا ہے اور پھر اہل سنت کی تعریف کو امام ابو منصور ماتریدی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کی تحقیق کی[1] پھر اسی کتاب کے آخر میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا۔[2] ہم ملا علی قاری کی اس عبارت کو شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد (ص ۱۰۹)، علامہ پرہاروی نے مبراس (ص ۵۳۵)، علامہ خفاجی نے نسیم الریاض (ج ۴ ص ۴۶)، میر سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (ص ۶۹۹)، ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر (ص ۱۴۷)، بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت (ج ۲ ص ۹۰) اور علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے شرح المسایرہ (ص ۲۹۰) میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا ہے اور اہل سنت کی بیان کردہ تعریف کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ہم نے روافض کے رد میں علامہ تفتازانی، ملا علی قاری اور بحر العلوم کی عبارات نقل کی ہیں، اور باقی علماء نے بھی چونکہ یہی دلائل دیے تھے اس لیے ان کا اختصار کی بناء پر ذکر نہیں کیا، البتہ حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں جو حضرات چاہیں اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔

عصمت کی تعریف پر اعتراضات کے جوابات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بعض شیعہ علماء نے عصمت کی اپنی تعریف کو اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا اور اس نسبت سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی شیعہ کی تعریف کو اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ البتہ ان میں سے محققین نے، اہل سنت کی تعریف کر بھی ذکر کیا اور بعض نے شیعہ کی تعریف کا صراحۃً رد بھی کر دیا، اور بعض متاخرین علماء نے صرف شیعہ کی تعریف کو ذکر کیا، شیعہ کی اس تلبیس کی وجہ سے بعض معاصر اہل قلم بھی متاثر ہوئے، وہ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام گناہ کبیرہ وصغیرہ پر ہرگز ہرگز قادر نہیں، وہ ہستیاں گناہ کر سکتی ہی نہیں، گناہ کے معاملے میں انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بالکل بے اختیار و بے قدرت ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام صرف امر میں مکلف ہوتے ہیں نہی میں مکلف نہیں ہوتے، قرآن پاک میں جتنی بھی نواہی اور ممانعتیں وارد ہوئی ہیں ان میں بعض اگرچہ ظاہراً انبیاء سے خطاب ہیں مگر حقیقۃً وہ تمام ممانعتیں امت کو ہیں۔ ہاں امر میں انبیاء پاک مکلف ہوتے ہیں اور ان کو عبادات بلکہ ہر فعل پر یہاں تک کہ سونے جاگنے، کھانے پینے پر ثواب ملتا ہے۔

(العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

معاصر مذکور نے اس عبارت میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام امر میں مکلف ہیں اور ان کو عبادات اور تمام

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

[2] " " ، شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷، " " " "

افعال پر ثواب ملتا ہے اور انبیاء علیہم السلام مکلف اسی وقت ہوں گے جب مامور بہ کا کرنا اور نہ کرنا دونوں ان کی قدرت اور اختیار میں ہو اور مامور بہ مثلاً نماز کا پڑھنا ثواب اور نہ پڑھنا گناہ ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کو امر میں مکلف ماننا اور مامور بہ کو ان کے زیر قدرت ماننا، ان کے لیے بعینہٖ گناہوں پر قدرت تسلیم کرنا ہے۔ اور کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے پر قدرت اور اختیار کے بغیر مکلف کرنا صحیح ہے نہ اس پر ثواب ملنے کی کوئی وجہ ہے۔

اس عبارت کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ممتنع بالذات ہو تو اس کی ضد یعنی عبادت واجب بالذات ہوگی، اور انبیاء علیہم السلام ممکن بالذات ہیں اور ممکن بالذات کی کوئی صفت واجب بالذات نہیں ہو سکتی۔

اس عبارت کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ معاصر مذکور کے والد رحمہ اللہ حضرت مفتی احمد یار خان بدایونی مذکور ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن اصدق من اللہ حدیثا ۔(نساء: ۸۷) اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے، کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہیے، ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

اس عبارت میں حضرت مفتی احمد یار خان نے نبی کے جھوٹ کو ممتنع بالغیر لکھا ہے اور ممتنع بالغیر، ممکن بالذات اور تحت قدرت ہوتا ہے ـــــ اس عبارت سے واضح ہوا کہ جھوٹ انبیاء علیہم السلام کے لیے ممکن بالذات اور تحت قدرت ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام اپنے قصد اور اختیار سے جھوٹ اور باقی تمام معاصی اور معایب سے مجتنب رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عصمت اگر بمعنی امتناع صدور و عدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن و درخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثا ۔ دیکھو یہ منشاء تھا علماء کے اس ارشاد کا زیر آیہ کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیوں کر اصدق ہو سکے، کہ اس پر تو کذب محال اور دوں پہ ممکن والحمد للہ رب العالمین۔

(سبحان السبوح ص ۳۰، مطبوعہ دار الاشاعت جامع گنج بخش لاہور)

اعلیٰ حضرت نے یہاں عصمت کی تعریف بر سبیل تنزل کی ہے، یعنی اول تو عصمت کی تعریف یہ ہے کہ انبیاء باوجود گناہوں پر قدرت کے گناہوں سے مجتنب رہتے ہیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممتنع بالذات اور انبیاء علیہم السلام کے کذب کا ممکن بالذات (ممتنع بالغیر) ہونا بالکل واضح ہے، اور اگر عصمت کی تعریف امتناع صدور اور عدم قدرت کر دو (جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے) تب بھی ہمارے استدلال کے خلاف نہیں کیونکہ عصمت جائز السلب ہے اور جب عصمت کا سلب ممکن بالذات ہے تو کذب کا ثبوت بھی ممکن بالذات ہوا پس عصمت کی ہر دو تعریفوں پر انبیاء علیہم السلام کا کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے، اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت نے یوں لکھا ہے کہ "اس پر تو کذب محال اور دوں پر ممکن"

حضرت مفتی احمد یار خان اور اعلیٰ حضرت دونوں کی ان عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ ان کے نزدیک عصمت کی تعریف وہی ہے جو تمام اہل سنت کی متفق علیہ تعریف ہے "یعنی گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے باز رہنا"

انبیاء علیہم السلام نہی کے مخاطب ہیں

معاصر مذکور کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قرآن مجید میں حقیقۃً نہی سے خطاب نہیں کیا گیا، قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کو نہی سے مخاطب کیا گیا ہے، ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک آیت پیش کر رہے ہیں جس میں نہی تحریم کے لیے ہے، ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہے اور تفسیر مفتی احمد یار خاں کی:

و اذا بوأنا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي للطائفين و القائمين والركع السجود. (حج: ۲۶)

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا، اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

یعنی شرک نہ کرنے پر قائم رہو، (یعنی جس طرح پہلے شرک نہیں کیا آئندہ بھی نہ کرنا۔ سعیدی غفرلہٗ) ورنہ انبیاء کرام ایک آن کے لیے بھی شریک نہیں کرتے، وہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۵۳۴ مطبوعہ گجرات)

اس آیت میں حضرت ابراہیم کو شرک کی ممانعت کی گئی ہے اور شرک کرنے کی حرمت بدیہی ہے۔

معاصر مذکور نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو یہ لکھا کہ وہ گناہوں پر قادر نہیں ہوتے اور اس معاملہ میں ان کا قطعاً بے بس اور بے اختیار ہونا بیان کیا اور اس میں ان کی فضیلت خیال کی یہ ان کی کم فہمی ہے، انھوں نے یہ غور نہیں کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو معصیت پر قدرت نہ ہو تو پھر ان کا معصیت کو ترک کرنا لائق تحسین اور وجہ ثواب نہیں ہوگا، اور نہ ان کا معصیت کو ترک کرنا امت کے لیے حجت اور نمونہ ہوگا، پھر معاصر انبیاء علیہم السلام کو امر کا مکلف مانتے ہیں، اور جب وہ امر کے مکلف ہوئے تو ان کے لیے مامور بہ کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ماننا پڑے گا اور مامور بہ کو نہ کرنا گناہ ہے اس لیے مامور بہ پر قدرت اور اختیار ماننا گناہ پر قدرت ماننے کو مستلزم ہے۔

امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے

معاصر مذکور کو یہ اشکال لاحق ہوا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر قدرت ہو اور ان کا کذب ممکن بالذات ہو تو ساری آیات قرآنیہ و احادیث مشکوک ہوگئیں، اس اشکال کو کس طرح دور کیا جاتے؟ (العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۳۷۰ ملخصاً)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے کیونکہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان کا کلام نہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع بالذات ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

اجمع اهل الملل والشرائع كلها على وجوب عصمتهم عن تعمد الكذب فيما دل المعجز القاطع على صدقهم فيه كدعوى الرسالة وما يبلغونه من الله الى الخلائق اذ لو جاز عليهم التقول والافتراء في ذلك عقلاً لادى الى ابطال دلالة المعجزة وهو محال. [1]

تمام ادیان اور مذاہب والوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن امور میں معجزہ انبیاء علیہم السلام کے صدق پر قطعی دلالت کرتا ہے، ان میں عمداً کذب سے انبیاً علیہم السلام کی عصمت واجب ہے، مثلاً دعوی رسالت اور وہ احکام جو اللہ کی طرف سے بندوں کو پہنچاتے ہیں، کیونکہ احکام تبلیغیہ میں اگر ان پر کذب اور افتراء عقلاً جائز ہو تو اس سے معجزہ کی دلالت باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

ما يتعلق بالتبليغ فقد اجمعت الامة على كونهم معصومين عن الكذب والتحريف فيما يتعلق بالتبليغ والا لارتفع الوثوق بالاداء واتفقوا على ان ذلك كما لا يجوز وقوعه منهم عمدًا لا يجوز ايضًا سهوًا ومن الناس من جوز ذلك سهوا قالوا لان الاحتراز عنه غير ممكن۔ [3]

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو امور تبلیغ سے متعلق ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کذب اور تحریف سے معصوم ہیں ورنہ شریعت پر اعتماد نہیں رہے گا، اور اس پر اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں کذب عمداً ممکن ہے نہ سہواً، بعض لوگوں نے کہا کہ ان امور میں سہو ممکن ہے کیونکہ اس سے احتراز ناممکن ہے۔

عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب

امام رازی نے عصمت انبیاً کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱)۔ حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲)۔ اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، البتہ عمداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳)۔ جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴)۔ انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطاً کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، لیکن ان سے سہو اور خطاء پر بھی مواخذہ

---

[1]۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ۔

[2]۔ علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[3]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے۔

(۵)۔ رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاً۔ [1]

مذکور الصدر اقوال نقل کرنے کے بعد امام رازی اپنا مختار بیان کرتے ہیں:

عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب

امام رازی لکھتے ہیں:

والمختار عندنا انه لم یصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الکبیرة ولا الصغیرة [2]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کبیرہ نہ صغیرہ۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں

والمذهب عندنا منع الکبائر بعد البعثة مطلقاً والصغائر عمداً الا سهواً لکن لا یصرون ولا یقرون بل ینبهون فینتبهون [3]

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے، اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہو جاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہو جاتے ہیں۔

میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

المختار عندنا وهو ان الانبیاء فی زمان نبوتهم معصومون عن الکبائر مطلقاً وعن الصغائر عمداً [4]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وجاز تعمد غیرها بلا اصرار عند الشافعیة والمعتزلة ومنعه الحنفیة وجوزوا الزلة فیهما بان یکون القصد الی مباح فیلزم معصیة کوکز

شافعیہ اور معتزلہ نے بغیر اصرار کے عمداً کبیرہ کے صدور کو جائز کہا ہے اور حنفیہ نے اس کا انکار کیا ہے البتہ انھوں نے کہا کہ انبیاء سے کبیرہ اور صغیرہ کا لغزش

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۷ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " " ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۲، " " " "

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[4] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۹، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ۔

موسٰی علیہ السلام و یقترن بالتنبیہ وکانہ شبہ عمد فلم یسموہ خطأ۔ [1]

کے سبب سے صدور ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ کوئی جائز کام کرنے کا ارادہ کریں اور اس سے معصیت لازم آجائے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا گھونسا مارنا (جس سے قبطی ہلاک ہو گیا) اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، یہ شبہ عمد ہے وہ اس کو خطاء نہیں کہتے۔

علامہ اسنوی شافعی لکھتے ہیں:

والحق فی ھذا ما قالہ صاحب جمع الجوامع والجلال علیہ من ان الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام معصومون لا یصدر عنھم ذنب اصلا لا کبیرۃ ولا صغیرۃ لا عمدًا ولا سھوا وفاقًا للاستاذ ابی اسحٰق الاسفرائنی وابی الفتح الشھرستانی والقاضی عیاض والشیخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لکرامتھم علی اللہ تعالٰی عن ان یصدر منھم ذنب والمراد کما قال العطار انہ لا یصدر عنھم ذنب ولو قبل النبوۃ وتسمیۃ حینئذ ذنبا مجاز اذ لا حکم قبل الشرع [2]

اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب جمع الجوامع اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ، عمداً نہ سہواً، استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی قاضی عیاض مالکی اور صاحب جمع الجوامع کے والد کا یہی مختار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی ایسی کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، عطار نے کہا انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی مجاز ہے، کیونکہ ورود شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔

علامہ اسنوی شافعی نے قاضی عیاض مالکی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

والصحیح ان شاء اللہ تنزیھھم من کل عیب وعصمتھم من کل ما یوجب الریب [3]

ان شاء اللہ صحیح مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

المذکور فی کلام الشارح ھو مذھب عامۃ المتکلمین وخالفھم جمھور من العلماء فذھبوا الی العصمۃ عن الصغائر والکبائر

شرح عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے کبیرہ اور اعلان نبوت کے بعد صغیرہ کا صدور جائز ہے، یہ عام متکلمین کا مذہب ہے

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۳ھ

[2] علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ، شرح المنہاج للبیضاوی علی ہامش التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

قبل الوحی و بعدہ وھو مختار ابی المنتھٰی شارح الفقہ الاکبر والشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی (الی قولہ) فان قلت فھذہ العصمۃ مذھب الشیعۃ قلت اولاً لا باس فی الاتفاق الاتفاقی اذ مقصود المشائخ اتباع الحق لا وفاق الشیعۃ و ثانیاً ان بین الفریقین بعد المشرقین لان الشیعۃ علی تجویز الکفر تقیۃ۔ [1]

اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ابو المنتہی شارح فقہ اکبر اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بھی یہی مختار ہے، اگر تم یہ کہو کہ عصمت میں یہ مذہب شیعہ کا ہے تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اتفاقاً کسی مسئلہ میں شیعہ سے موافقت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع کرنا ہے نہ کہ شیعہ کی موافقت کرنا، اور ثانیاً یہ کہ ہمارے اور شیعہ کے مذہب میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ عصمت کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے تقیۃً کفر کے صدور کے قائل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، اعلان نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد، اور قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے جن بعض افعال پر ذنب (گناہ) کا اور معصیت کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ اطلاق مجازی ہے، وہ افعال حقیقت میں نسیان ہیں، یا اجتہادی خطاء ہیں یا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہیں، اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کر رہے ہیں، عصمت انبیاء میں فقہاء اسلام کے مذاہب کے بیان میں ہم نے امام رازی اور دیگر علماء کی جو عبارات نقل کی ہیں، ان سب نے انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کی نفی کی ہے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ممکن نہیں ہیں اور ممتنع بالذات ہیں جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معصیت کا صدور ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔

معصوم اور محفوظ میں فرق

دوسری اہم بحث یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ہمارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہیں تو یہ جاننا ضروری ہے کہ معصوم اور محفوظ میں فرق کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے یا اس کا ثبوت قطعی ہے اور خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے لیے عصمت کا ثبوت واجب نہیں ہے یا ظنی الثبوت ہے، علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

اگر عصمت کی تعریف یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معصوم میں گناہ پیدا نہیں کرتا تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے، اس اعتبار سے مثلاً حضرت ابوبکر کا گنہ گار ہونا لازم آئے گا اور یہ کلمہ سب ہے۔ اور اگر عصمت کی یہ تعریف کی جائے کہ وہ ایک ملکہ نفسانیہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ سے مجتنب رہتا ہے تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں یہ ملکہ نہ ہو اور اس کا بالفعل گنہ گار ہونا لازم نہیں آئے گا اس لیے تعریف اول کے لحاظ سے یہ کہا جائے گا

---

[1] ۔ مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۵۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

کہ مثلاً حضرت ابوبکر کے لیے عصمت واجب نہیں یا اس کا ثبوت قطعی نہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وعصمة الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام حفظھم من النقائص وتخصیصھم بالکمالات النفیسۃ والنصرۃ والثبات فی الامور وانزال السکینۃ، والفرق بینھم و بین غیرھم ان العصمۃ فی حقھم بطریق الوجوب و فی حق غیرھم بطریق الجواز۔ [2]

ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالات نفیسہ نصرت الٰہی، ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے)۔ اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

والفرق بین عصمۃ المؤمنین وعصمۃ الانبیاء علیھم السلام ان عصمۃ الانبیاء ـــــ بطریق الوجوب و فی حق غیرھم بطریق الجواز۔ [3]

انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا ثبوت واجب ہے، (کیونکہ اس کا ثبوت قطعی ہے۔ سعیدی) اور ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت چونکہ قرآن مجید کے قطعی دلائل سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب الثبوت ہے اور خلفاء راشدین، اکابر صحابہ اور کبار اولیاء کی عصمت پر ظنی یا خطابی دلائل قائم ہیں اس لیے وہ ظنی الثبوت یا جائز الثبوت ہے اس لیے عرف میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کو عصمت سے اور دیگر مومنین کاملین کی عصمت کو حفاظت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت کا بیان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کی طاقت رکھتے ہیں وہ عباد مکرمون ہیں، ہمیشہ اطاعت اور عبادت کرتے ہیں اور تذکیر و تانیث کے ساتھ متصف نہیں ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان ان کی عصمت میں اختلاف ہے جو علماء عصمت ملائکہ کے قائل ہیں ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

وھم لا یستکبرون ۝ یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون ۝ (نحل: ۵۰-۴۹)

وہ فرشتے تکبر نہیں کرتے وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[3] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عباد مکرمون ۝ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۔
(انبیاء : ۲۷-۲۶)

(وہ سب فرشتے) عزت والے بندے ہیں، کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

لا یستکبرون عن عبادتہ و لا یستحسرون ۝ یسبحون الیل والنہار لا یفترون ۝ (انبیاء : ۲۰-۱۹)

وہ اس کی عبادت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے، اور نہ تھکتے ہیں، رات اور دن اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اور ذرا سستی نہیں کرتے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ (تحریم : ۶)

وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی معصیت نہیں کرتے اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

اس قسم کی آیات سے اگرچہ عمومی حکم کا یقین حاصل نہیں ہوتا، تاہم ظن حاصل ہو جاتا ہے، اور ظنی دلائل سے عقیدہ قطعیہ تو ثابت نہیں ہوتا لیکن عقیدہ ظنیہ ثابت ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت پر اعتراضات کے جوابات

جو علماء فرشتوں کی عصمت کا انکار کرتے ہیں ان کے شبہات اور شبہات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ چونکہ ابلیس کو فرشتوں میں شامل کر کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھا، حالانکہ اس نے سجدہ نہیں کیا اور وہ علم الٰہی میں کافروں میں سے تھا، یہ دلیل مردود ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

و اذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ط کان من الجن ففسق عن امر ربہ ۔ (کہف : ۵۰)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

قرآن مجید کی اس نص صریح سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن تھا، فرشتہ نہیں تھا، اور فرشتوں میں شامل کر کے اس کو سجدہ کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ فرشتوں میں مل جل کر رہتا تھا۔

(۲)۔ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ۔ (بقرہ : ۳۰)

کیا تو زمین میں اسے (خلیفہ) بنائے گا جو وہاں فساد کرے اور خون بہائے؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں!

فرشتوں کا یہ قول خلیفہ کی غیبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر اعتراض ہے یعنی اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے، ظن کی اتباع اور رجم بالغیب ہے اور اپنی خودستائی ہے اور اس قسم کا قول لامحالہ عصمت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب دوسرے کی تنقیص اور تذلیل مقصود ہو اور یہ علام الغیوب کے سامنے غیر متصور ہے، اور تزکیہ اور خودستائی اس وقت ہوتی ہے جب اپنی شان بیان کرنی مطلوب ہو، فرشتوں کی اس کلام سے غرض استفسار اور تعجب اور خلیفہ بنانے کی حکمت معلوم کرنا تھا، فرشتوں کو انسان کے فساد کرنے کا علم اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے یا لوح محفوظ کے مطالعہ سے یا جنوں پر قیاس کرنے سے ہوا، اگر یہ سوال ہو کہ لوح محفوظ میں تو خلیفہ بنانے کی حکمت بھی لکھی ہوئی تھی

اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں پر وہ حکمت منکشف نہیں کی گئی تھی، اور جب ان پر حکمت منکشف ہو گئی تو انھوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۳)۔ ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں کو بابل میں عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ انھوں نے جادو کیا تھا اور یہ عصمت کے منافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت نے جادو نہیں کیا نہ اس کی تاثیر کا اعتقاد رکھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے ان پر جادو نازل کیا، جو اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرتا وہ کافر ہو جاتا، اور جو اس سے مجتنب رہتا وہ مومن رہتا، وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور کہتے تھے جادو نہ سیکھو اس کی تاثیر کا اعتقاد نہ رکھو اور اس پر عمل نہ کرو یہ کفر ہے، انھوں نے کسی کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا اور ان کو جو عذاب دیا جا رہا ہے وہ بہ طریق عتاب ہے جیسے انبیاء کو سہو اور زلت پر عتاب ہوتا ہے۔ [1]

علامہ تفتازانی کا ہاروت ماروت کے عذاب کو انبیاء علیہم السلام پر عتاب سے تشبیہ دینا باطل ہے، انبیاء پر عتاب، عذاب نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک قسم کا لطف و کرم ہے، پھر علامہ تفتازانی نے ہاروت ماروت سے کبیرہ گناہ کی نفی کی اور عذاب کا اقرار کیا، حالانکہ عذاب کبیرہ گناہ پر ہی ہوتا ہے، درحقیقت ہاروت ماروت کی طرف منسوب شدہ قصہ باطل ہے کہ فرشتوں نے بنو آدم کے مقابلہ میں اپنی عبادات پر فخر کیا، اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ میں نے انسان میں شہوت رکھی ہے، اگر تم میں شہوت رکھی گئی تو تم بھی معصیت کرو گے، انھوں نے کہا اگر ہم میں شہوت رکھی گئی تو ہم پھر بھی معصیت نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دو فرشتے منتخب کر لو، تو فرشتوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا، ان میں شہوت رکھی گئی اور ان کو زمین پر عراق کے شہر بابل میں اتار دیا گیا، وہ زہرہ نام کی ایک عورت پر عاشق ہو گئے، زہرہ نے ان کو زنا کرنے اور شراب پینے پر برانگیختہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک عذاب کا اختیار دیا تو انھوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا۔ وہ بابل کے کنوئیں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور وہ عورت آسمان پر چڑھ کر ستارہ بن گئی! امام رازی، قاضی عیاض اور قاضی بیضاوی نے اس قصہ کو رد کر دیا اور کہا ہے کہ یہودیوں کا گھڑا ہوا جھوٹا اور باطل قصہ ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

فهذه القصة قصة ركيكة يشهد كل عقل سليم بنهاية ركاكتها۔ [2]

یہ قصہ انتہائی رکیک ہے اور ہر عقل سلیم اس کی رکاکت پر شاہد ہے۔

ملائکہ کے مکلف ہونے اور نیکی اور بدی پر قادر ہونے کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

و لله يسجد ما في السمٰوٰت و ما في الارض من دابة و الملئكة و هم لا يستكبرون ۝

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں (تمام) جاندار اور (سب) فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۰ - ۱۹۹، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون ۔

(نحل : ۵۰-۴۹)

وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتے احکام الٰہیہ کے مکلف ہیں اور وہ معصیت پر قدرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرتے اور یہی ان کی عصمت کا تقاضا ہے کہ وہ خوف خدا کے سبب معصیت سے مجتنب رہتے ہیں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

وقال الکرمانی والملئکۃ موصوفون بالخوف لانھم قادرون علی العصیان وان کانوا لایعصون (الی قولہ) وفی نسبۃ الخوف لمن نسب الیہ السجود او الملئکۃ خاصۃ دلیل علی تکلیف الملئکۃ کسائر المکلفین وانھم بین الخوف والرجاء مدارون علی الوعد والوعید کما قال تعالیٰ وھم من خشیتہ مشفقون ۔[1]

علامہ کرمانی نے کہا کہ فرشتوں کا خوف زدہ ہونا بیان فرمایا ہے کیونکہ فرشتے معصیت پر قادر ہیں، باوجود کہ وہ معصیت نہیں کرتے، سجدہ کرنے والوں خصوصاً فرشتوں کی طرف جو خوف کی نسبت ہے اس میں باقی مکلفین کی طرح فرشتوں کے مکلف ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ وہ بھی وعد اور وعید کی وجہ سے (عذاب کے) خوف اور (ثواب کی) امید کے درمیان دائر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

دلت ھذہ الآیۃ علی ان الملائکۃ مکلفون من قبل اللہ تعالیٰ وان الامر والنھی متوجہ علیھم کسائر المکلفین ومتی کانوا کذلک وجب ان یکونوا قادرین علی الخیر والشر ۔[2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے اللہ کی طرف سے مکلف ہیں، اور باقی مکلفین کی طرح ان کی طرف بھی امر اور نہی متوجہ ہیں، اور جب وہ مکلف ہیں تو پھر واجب ہے کہ وہ نیکی اور بدی دونوں پر قادر ہوں۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

وفیہ دلیل علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء ۔[3]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان دائر ہیں۔

---

[1] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار صادر بیروت

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی وانھم بین الخوف والرجاء۔ [1]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور ان کا امر اور نہی پر مدار ہے اور وہ خوف اور امید کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء [2]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور خوف اور امید کے درمیان دائر ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی والوعد والوعید وبین الخوف والرجاء [3]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امر اور نہی اور وعد اور وعید پر ان کا مدار ہے اور وہ امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بالآیۃ علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء، اما دلالتھا علی التکلیف فلمکان الامر واما علی خوف فھو اظھر من ان یخفی واما علی الرجاء فلاستلزام الخوف لہ علی ما قیل (الی قولہ) وزعم بعضھم ان خوفھم لیس الا خوف اجلال ومھابۃ لا خوف وعید وعذاب ویردہ قولہ تعالیٰ وھم من خشیتہ مشفقون ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جھنم ولا یخفی ذٰلک عصمتھم۔ [4]

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں، ان کے مکلف ہونے کی دلیل امر ہے اور خوف کی دلیل بالکل ظاہر ہے، اور امید خوف کو مستلزم ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ فرشتوں کو صرف جلال ذات کا خوف ہے عذاب کا خوف نہیں ہے، ان کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے مردود ہے: "وہ فرشتے اللہ کے رعب اور جلال سے ڈرتے ہیں، اور ان میں سے جو کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔ (انبیاء: ۲۹-۲۸) فرشتوں کا مکلف ہونا اور عذاب الٰہی سے ڈرنا ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے سورہ انبیاء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفسیر میں علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوالسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۳۳۸، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۵ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۵۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وھٰذا دلیل علی انھم وان اکرموا بالعصمۃ فھم متعبدون ولیسوا مضطرین الی العبادۃ کما ظنہ بعض الجھال [1]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہر چند کہ فرشتے معصوم ہیں لیکن وہ اپنے اختیار سے عبادت کرتے ہیں اور وہ جبراً عبادت نہیں کرتے ہیں جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے۔

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں فرشتوں کا مکلف ہونا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا اور ان کا معصوم ہونا بیان کیا ہے۔ [2]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ سورہ نحل کی آیت ۵۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے بھی حاشیہ نور العرفان میں یہی لکھا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی، حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲)۔ جس شخص سے گناہ صادر ہوں ان کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۳)۔ فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

قال لا ینال عھدی الظلمین۔ (بقرہ: ۱۲۴)

اللہ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

(۴)۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا، اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (احزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(۵)۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکر عبدنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب

ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اولی الایدی والابصار ۝ انا اخلصناھم ۔ (ص: ۴۶-۴۵)

جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں، ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا!۔

قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين ۝ الا عبادك منهم المخلصين ۔ (ص: ۸۳-۸۲)

ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم! تیرے مخلص بندوں کے سوا میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

(۶)۔ گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار۔ (ص: ۴۷)

اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں

(۷)۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون۔ (صف: ۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے، ارشاد ہے:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا ۝ الا من ارتضى من رسول۔ (جن: ۲۷-۲۶)

وہ عالم الغیب ہے، تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے، اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۸)۔ اگر معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن يعص الله ورسوله فان له نار جهنم خالدين فيها ابدا۔ (جن: ۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

(۹)۔ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے، فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضلیت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الله اصطفى آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين ۔ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

(۱۰)۔ اگر انبیاء علیہم السلام معصیت کریں تو ہم پر معصیت کرنا واجب ہوگی کیونکہ ان کی اتباع واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر معصیت کرنا حرام ہے سو لازم آئے گا کہ ہم پر معصیت کرنا واجب بھی اور حرام بھی ہو اور یہ اجتماع

ضدین ہے۔

تفسیر کبیر شرح مقاصد اور شرح مواقف کا مطالعہ کر کے ہم نے یہ دلائل جمع کیے اور ان کو اپنے انداز اور اپنی ترتیب سے پیش کیا ہے، ان میں سے اکثر دلائل ان کتابوں سے لیے ہیں اور بعض ہماری فکر کا نتیجہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں، یہ تمام واقعات اخبار آحاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف عصیان غوایت اور ذنب کی نسبت ہے وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع، انکسار اور امتثال امر ہے، اس کے بعد ہم انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر کیے جانے والے اعتراضات کے تفصیلی جوابات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر اعتراض کا جواب

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فعصیٰ اٰدم ربہ فغوی۔ (طٰہٰ: ۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، تو وہ (سکونت جنت کی راہ سے) بے راہ ہو گئے۔

اس آیت میں حضرت آدم کی معصیت کا ثبوت ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم کی طرف ظاہراً اور صورتاً معصیت کا اسناد کیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم نے بھول کر شجر ممنوعہ کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب تعمد اور ارادہ سے عمداً معصیت کا ارتکاب کیا جائے، مثلاً اگر کوئی روزہ میں بھول کر کھا پی لے تو گناہ ہے نہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے بھول کر شجر ممنوعہ کھانے پر یہ آیت دلیل ہے:

ولقد عھدنا الیٰ اٰدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہیں پایا۔

اس جواب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدم نے بھول کر نہیں بلکہ قصد اور ارادہ سے شجر ممنوعہ کھایا تھا وہ آیت یہ ہے:

وقال ما نھٰکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخٰلدین ۝ وقاسمھما انی لکما لمن النّٰصحین ۝ فدلّٰھما بغرور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سوٰاتھما۔ (اعراف: ۲۰، ۲۲)

اور شیطان نے کہا (اے آدم وحوا) تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتہ بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان سے قسم کھا کر کہا بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، پھر شیطان نے انہیں (اپنی طرف) قریب سے جھکایا تو جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر

ہوگئیں۔

اس آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت آدم نے شیطان کے اس قول کی تصدیق کی اور اس کے بعد اس درخت سے کھالیا، اور حضرت آدم سے شیطان کے اس قول کی تصدیق کیونکہ متصور ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ اگر شیطان کے اس قول کی تصدیق کرتے تو یہ شجر ممنوعہ کھانا بڑا گناہ تھا، کیونکہ شیطان نے انھیں اللہ سے بدگمان ہونے کے لیے کہا اور اللہ کا حکم نہ ماننے کی دعوت دی اور اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا، اگر حضرت آدم علیہ السلام ان امور کی تصدیق کر دیتے تو یہ بڑا شدید گناہ تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے اور اس کے بغض وحسد کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا تھا:

فقلنا یٰادم ان ھٰذا عدو لك ولزوجك فلا یخرجنكما من الجنة فتشقیٰ۔ (طٰہٰ: ۱۱۷)

تو ہم نے فرمایا اے آدم یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا پکا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو اور آپ کی بیوی کو جنت سے نکال دے اور آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حضرت آدم شیطان کی خیر خواہی کی تصدیق نہیں کر سکتے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم یہ بھول گئے کہ یہ نہی تحریم ہے اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ یہ نہی تنزیہ ہے سو انھوں نے اپنے اجتہاد سے شجر ممنوعہ عمداً کھالیا اور یہ ان کی اجتہادی خطا۔ تھی اور اجتہادی خطاء گناہ نہیں ہے بلکہ اس پر اجر ملتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی تواضع اور انکسار ہے، اور ان کو جنت سے زمین کی طرف آنے کا حکم دینا سزا نہیں ہے، بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، یہ نہ خیال کیا جائے کہ اس معرکہ میں شیطان کامیاب ہوگیا، کیونکہ شیطان حضرت آدم کے جنت میں عارضی قیام کو بھی برداشت نہیں کر سکا۔ اور اب وہ دنیا میں آکر اور فرائض نبوت پورے کر کے دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے، نیز وہ ان کے تنہا وجود کو برداشت نہیں کر سکا اور دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان لعنتی ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا، اس لیے حضرت آدم کا دنیا میں آنا ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ تھا اور شیطان کی ناکامی اور نامرادی کا مقدمہ تھا سو اس معرکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کامیاب ہونے اور شیطان خائب وخاسر ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

فلما اٰتٰھما صالحًا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما۔ (اعراف: ۱۹۰)

جب اللہ نے انہیں بہترین بچہ دے دیا تو دونوں (میاں بیوی) اللہ کے لیے (دوسروں کو) اس چیز میں شریک بنانے لگے جو اللہ نے انھیں دی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ضمیریں حضرت آدم اور حواء کی طرف راجع ہیں، حالانکہ اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی نے شرک کیا ہو اور یہ خلاف اجماع ہے، اس لیے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ضمیریں حضرت آدم اور حضرت حواء کی طرف نہیں مطلقاً مرد اور عورت کی طرف راجع ہیں اور یہی قرآن مجید سے ظاہر ہے اگر اس جگہ مرد اور عورت سے حضرت آدم اور حواء مراد ہوں تو یہاں اولادھما محذوف ہے یعنی ان کی اولاد نے اس میں اللہ کا شریک بنایا۔

حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت نوح کے متعلق یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح نے کہا تھا:

فقال رب ان ابنی من اهلی ۔ (هود : ۴۵)

نوح نے عرض کیا اے میرے رب بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یانوح انه لیس من اهلك ج انه عمل غیر صالح ۔ (هود : ۴۶)

اے نوح وہ آپ کے اہل سے نہیں، بیشک اس کے بُرے کام ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی تکذیب کر دی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکذیب نہیں ہے، بلکہ حضرت نوح کو اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ اہل صالح کے متعلق تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے تھے، هٰذا ربی، بل فعله کبیرهم، انی سقیم ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا چاند سورج وغیرہ کو هٰذا ربی کہنا بر تقدیر فرض تھا جیسے کسی چیز پر بطلان کا حکم لگانے کے لیے اس کو فرض کیا جاتا ہے یا یہاں یہ استفہام محذوف ہے یعنی اهٰذا ربی؟ کیا یہ میرا رب ہے؟ اور جو یہ فرمایا تھا بل فعله کبیرهم۔ خود بتوں کو توڑ کر فرمایا: "بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے!" یہ بطور تعریض اور استہزاء فرمایا تاکہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور یہ جو فرمایا تھا انی سقیم "میں بیمار ہوں" اس سے یہ مراد تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم و غصہ میں مبتلا ہوں۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس کتاب الفضائل میں بیان کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے ایک گھونسہ مارا، جس سے وہ ہلاک ہوگیا، قرآن مجید میں ہے:

فوکزه موسیٰ فقضیٰ علیه ز قال هٰذا من عمل الشیطٰن ط انه عدو مضل مبین ۝ قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفر له ۔ (قصص : ۱۶ - ۱۵)

موسیٰ نے اس کے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا، (اس کے بعد کہا) یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا، موسیٰ نے (اللہ سے) عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے معاف فرما دے، تو اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کرنے کے قصد سے گھونسا نہیں مارا، بلکہ تادیباً ایک گھونسا مار دیا اور وہ قضاء الٰہی سے ہلاک ہوگیا، آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا، اس پر آپ کا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا آپ کے عجز و انکسار کا کمال ہے انبیاء علیہم السلام سے نسیاناً اور خطاءً بھی کوئی ایسا کام ہو جاتے جس کا عمداً کرنا گناہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تورات کی الواح گرا دی تھیں تو وہ شدت غضب اور دہشت کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں

سے ساقط ہو گئیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو سر پکڑ کر کھینچنا ان کو ایذا پہنچانے کی قصد سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان کو قریب کرنا چاہتے تھے، ان میں سے کوئی کام بھی گناہ نہیں تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

سورۂ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق چند آیات ہیں، ان کے شانِ نزول میں بعض اسرائیلی روایات میں ایسے امور مذکور ہیں جو منصب نبوت کے خلاف ہیں، ہم پہلے وہ آیات بیان کریں گے، اس کے بعد ان آیات کا صحیح محمل بیان کریں گے اور اخیر میں اسرائیلی روایات بیان کریں گے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وهل اتىك نبوا الخصم اذ تسوروا المحراب ٥ اذ دخلوا على داؤد ففزع منهم قالوا لا تخف خصمن بغى بعضنا على بعض فاحكم بيننا بالحق ولا تشطط واهدنا الى سواء الصراط ٥ ان هذا اخى له تسع وتسعون نعجة ولى نعجة واحدة فقال اكفلنيها وعزنى فى الخطاب ٥ قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الى نعاجه ط وان كثيرا من الخلطاء ليبغى بعضهم على بعض الا الذين امنوا وعملوا الصلحت وقليل ماهم ط وظن داؤد انما فتنه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ٥ سجده فغفرنا له ذلك وان له عندنا لزلفى وحسن مآب ٥

(ص: ۲۵-۲۱)

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤد کے عبادت کے) حجرے میں آئے، جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گئے، انھوں نے کہا آپ نہ گھبرائیں، ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں اور حق کے خلاف نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں، بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے اور مجھ پر اپنی تقریر سے دباؤ ڈالتا ہے، داؤد نے کہا بے شک اس نے اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے تجھ سے دنبی مانگ کر زیادتی کی، اور بے شک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں ماسوا ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور اس وقت داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر گئے، تو ہم نے ان کو معاف کر دیا، اور بیشک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب خاص اور بہتر بن ٹھکانا ہے۔

ان آیات کے آخر میں ذکر ہے کہ داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کس آزمائش کا گمان کیا تھا اور کس چیز پر استغفار کیا؟ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: قرآن مجید کی ان ظاہر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو دن محض عبادت کے لیے مقرر کیا تھا (حضرت داؤد نے ایک دن عام لوگوں سے خطاب کے لیے، ایک دن مقدمات کے فیصلہ کے لیے، ایک دن اہل وعیال کے لیے اور ایک دن محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مقرر کیا تھا) اور جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ نہیں کرتے تھے اس دن اچانک چند انسان حجرے کی دیوار پھاند کر آ گئے، حضرت داؤد گھبرا گئے اور یہ گمان کیا کہ یہ لوگ لوٹ مار کے لیے آتے ہیں کیونکہ اس وقت حضرت داؤد حجرے میں بالکل تنہا تھے اور جب ان پر یہ واضح ہوا کہ یہ لوگ ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے آئے ہیں اور ان میں سے دو انسانوں نے آگے بڑھ کر اپنا مقدمہ پیش کیا جیسا کہ تفصیل سے ان آیات میں مذکور ہے، تب حضرت داؤد پر منکشف ہوا کہ ان لوگوں کا آنا کسی لوٹ مار کے لیے نہ تھا بلکہ وہ صرف فیصلہ کرانے آئے تھے اور حضرت داؤد نے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ لوٹ مار کے لیے آتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے، اور جب ان کے گمان کے مطابق واقعہ پیش نہیں آیا تو ان کو اس گمان پر ندامت ہوئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی تعریف و تحسین فرمائی۔

ہر چند کہ حضرت داؤد کا یہ گمان بین تقاضاء فطرت تھا، اور یہ گناہ نہیں تھا، لیکن چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، اس لیے وہ ہر آن اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور معمولی سی بات پر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، اور اگر ہم بالفرض ان سے گناہوں کا صدور اور وقوع مان لیں تو تمام شریعتیں باطل ہو جائیں گی اور ان کی کسی بات پر اعتماد نہیں رہے گا، اور جس چیز کو وہ وحی الٰہی کہتے ہیں اس پر ایمان لانے کا کوئی داعیہ نہیں رہے گا۔

قرآن مجید میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت داؤد نے یہ گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے اور اپنے رب سے استغفار کیا، سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کو نہیں مانتے جو قصہ گو راویوں نے بیان کیا ہے جس میں منصب رسالت کی تنقیص ہے۔ [1]

علامہ ابوالحیان اندلسیؒ کے حوالہ سے علامہ آلوسی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہی ان آیات کا صحیح محمل ہے تاہم گفتگو مکمل کرنے کے لیے ہم ان آیات کی وہ تفسیر بھی بیان کر رہے ہیں جو بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کی ہے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کے مسلمانوں میں سے اوریا نام کے ایک شخص کی بیوی کو دیکھ لیا، (بعض روایات میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا) حضرت داؤد کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوا (اس کا نام ام سلیمان تھا) حضرت داؤد نے اس شخص سے کہا اس عورت کو طلاق دے دو، وزیر کو ان کی بات رد کرنے سے حیاء آئی، اس نے طلاق دے دی اور آپ نے اس سے شادی کر لی، یہ امر ان کی شریعت میں جائز تھا اور اس پر عموماً عمل ہوتا تھا اور اس کو مروت کے خلاف

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۸۶ ۔ ۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷، ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

نہیں سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ جس شخص کو کسی کی بیوی اچھی لگتی وہ اس کے خاوند سے طلاق کے لیے کہتا اور اس سے شادی کر لیتا، لیکن چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند تھا اس لیے ان آیات میں ان کو اس فرضی مقدمہ سے یہ تنبیہ کی گئی کہ عام لوگ جو کام کرتے ہیں حضرت داؤد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے، جب کہ ان کے نکاح میں بکثرت ازواج ہیں تو ان کو اس شخص سے طلاق کا سوال نہیں کرنا چاہیے جس کے نکاح میں صرف ایک بیوی ہے بلکہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے میلان طبعی کو مغلوب کرتے اور اس آزمائش کے موقع پر صبر سے کام لیتے، بعض روایات میں ہے کہ اوریا نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا، نکاح کا پیغام دیا تھا، حضرت داؤد نے اس کے پیغام کے اوپر اپنا پیغام دیا، بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ کو اوریا کے پیغام دینے کا علم نہیں تھا، بعض روایات میں یہ ہے کہ ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جب کوئی شخص مر جائے تو اس کی بیوی کے رشتہ دار اس کے ساتھ نکاح کے زیادہ حقدار ہوتے الا یہ کہ وہ اس عورت کو ناپسند کریں، اور یا ایک جنگ میں قتل ہو گیا تو حضرت داؤد نے اس عورت کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور اس عورت کے رشتہ دار حضرت داؤد کی جلالت شان کی وجہ سے اس پیغام کو مسترد نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جو زیادہ بعید ہیں، لیکن یہ تمام اقوال اور روایات حضرت داؤد علیہ السلام کے مرتبہ اور مقام سے بہت فروتر ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ان قصوں کو بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا اور انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانے والے کی یہی حد ہے، حضرت علی نے اپنے اجتہاد سے یہ حد مقرر کی جو آزاد مسلمان پر تہمت لگانے کی دگنی حد ہے اور یہ مستحسن ہے، البتہ زین عراقی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [1]

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

اذ عرض علیہ بالعشی الصّٰفنٰت الجیاده فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ۰ ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق ۰
(ص: ۳۲ - ۳۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام پر متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جب پچھلے پہر سلیمان کو نہایت اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو انھوں نے کہا میں نے اس مال کی محبت محض اپنے رب کو یاد کرنے کی وجہ سے پسند کی (پھر ان گھوڑوں کو دوڑایا) حتیٰ کہ وہ گھوڑے پس پردہ چھپ گئے، (پھر حکم دیا) ان کو واپس لاؤ، تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس آیت کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر زیادہ مشغول رہے کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا، اس پر ان کو ملال ہوا اور ان گھوڑوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی نے یہ روایت اوسط میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے، اس کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] - علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۹۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

یہ روایت صحیح نہیں ہے قرآن مجید میں سورج کے چھپنے کا ذکر ہے نہ گھوڑوں کو قتل کرنے کا، حتی توارت بالحجاب کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے معائنہ کے لیے ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا حتی کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ان کو واپس بلایا اور محبت سے ان کی گردن اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے، فطفق مسحاً کا معنی تلوار سے قتل کرنا نہیں ہے ہر چند کہ آلات جہاد میں اشتغال کی وجہ سے بلا قصد نماز کا قضاء ہو جانا گناہ نہیں ہے، لیکن یہ ثابت نہیں ہے اور گھوڑوں کو قتل کرنا مال کو ضائع کرنا ہے جو مقام نبوت سے بعید ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بھی اس سبب سے تھا کہ وہ آلہ جہاد ہیں اگر اللہ تعالیٰ آلات جہاد کو مہیا کرنے کا حکم نہ دیتا تو وہ اس سے محبت نہ کرتے یہ محبت بھی اللہ کی وجہ سے تھی۔

دوسرا اعتراض قرآن مجید کی اس آیت کے تحت ہے:

ولقد فتنا سلیمٰن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم انابَ ۝ (ص: ۳۴)

اور بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر انھوں نے ہماری طرف رجوع کیا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس ابتلاء کا اس آیت میں ذکر ہے اس میں زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک دن کہا آج رات میں ستر ازواج کے پاس جاؤں گا اور ہر عورت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا اور (بھولے سے) ان شاء اللہ نہ کہا تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا تو دائی نے وہ ناتمام بچہ لا کر کرسی پر ڈال دیا، اس آیت میں اسی جسم کے کرسی پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان شاء اللہ نہ کہنا گناہ نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے۔ (یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔)

امامیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جنوں اور شیاطین نے کہا اگر یہ بیٹا زندہ رہا تو ہم پر اس کی وجہ سے وہ آفات نازل ہوں گی جو اس کے باپ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان سے خوف لاحق ہوا اور آپ نے اس بچے اور اس کی دایہ کو بادل میں چھپا دیا، پھر ایک دن اچانک وہ بچہ کرسی پر مردہ پڑا ہوا تھا، اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ اختیاطی تدابیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتیں، نیز انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر کے توکل کریں، تاہم یہ بھی گناہ نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے، نیز یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس آزمائش کے بعد آپ کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی، اس لیے بادل میں چھپانے کا واقعہ اس سے پہلے کس طرح ہو سکتا ہے!

امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور علامہ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء جانے لگے تو انھوں نے اپنی انگوٹھی اپنی بیوی جرادہ کو دے دی، شیطان نے حضرت سلیمان کی صورت میں آ کر ان سے کہا لاؤ میری انگوٹھی دو، جرادہ نے اس کو انگوٹھی دے دی، جب اس نے وہ انگوٹھی پہن لی تو تمام انسان، جن اور شیاطین اس کے مطیع ہو گئے، حضرت سلیمان نے جب آ کر جرادہ سے انگوٹھی مانگی تو انھوں نے کہا میں تو وہ

انگوٹھی سلیمان کو دے چکی ہوں، آپ نے کہا میں سلیمان ہوں! انھوں نے کہا تم جھوٹے ہو تم سلیمان نہیں ہو، حضرت سلیمان جس کے پاس بھی گئے اس نے آپ کی تکذیب کی حتیٰ کہ بچوں نے پتھر مارے، جب حضرت سلیمان نے یہ ماجرا دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ اللہ کا امر ہے، ادھر شیطان نے لوگوں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ان کا ملک واپس کرنا چاہا تو لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف شکوک پیدا کر دیے، پھر لوگوں نے حضرت سلیمان کی ازواج سے پوچھا: کیا تم سلیمان سے کوئی اجنبیت محسوس کرتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں وہ حیض کی حالت میں بھی ہم سے مقاربت کرتے ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے، جب شیطان نے یہ جانا کہ اب اس کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو اس نے شیاطین کو حکم دیا کہ جادو کو کتابوں میں لکھ دو اور ان کو حضرت سلیمان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، پھر شیاطین نے لوگوں کے سامنے کرسی کے نیچے سے ان کتابوں کو نکالا اور کہا سلیمان اس جادو کے بل پر حکومت کرتے تھے، سو لوگوں نے حضرت سلیمان کا انکار کر دیا اور کافر ہو گئے، شیطان نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور ایک مچھلی نے اس کو نگل لیا، ادھر حضرت سلیمان سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے، ایک آدمی نے مچھلیاں خریدیں جن میں وہ مچھلی بھی تھی اس نے حضرت سلیمان سے کہا وہ مچھلیاں اٹھا کر ان کے گھر لے جائے اور اجرت میں وہ مچھلی دے دی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی کو چاک کیا تو اس میں سے وہ انگوٹھی نکلی، حضرت سلیمان نے انگوٹھی کو پہن لیا، اور تمام انسان، جنات اور شیاطین آپ کے مطیع ہو گئے اور دوبارہ آپ کی سلطنت قائم ہو گئی، اور شیطان سمندر کے کسی جزیرہ میں بھاگ گیا، حضرت سلیمان نے اس کی تلاش کرائی اور بالآخر اس کو باندھ کر لایا گیا، حضرت سلیمان نے اس کو ایک صندوق میں بند کرا کے سمندر میں پھنکوا دیا، اس شیطان کے نام میں اختلاف ہے۔ سدی سے مروی ہے کہ اس کا نام جبقیق ہے اور اکثرین سے مروی ہے کہ اس کا نام صخر ہے اور قرآن مجید میں جو ہے و القینا علی کرسیہ جسدًا "اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا"، اس جسم سے اس شیطان کا جسم مراد ہے جس نے حضرت سلیمان کی صورت بنالی تھی۔

علامہ ابو الحیان اور دیگر محققین نے کہا ہے کہ یہ مقالہ یہودیوں اور سوفسطائی زندیقوں کا وضع کردہ اور من گھڑت ہے کسی صاحب عقل کو اس پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے، شیطان کے لیے نبی کی صورت میں متمثل ہونا حتیٰ کہ لوگوں پر اس کا معاملہ ملتبس ہو جائے کسی طرح ممکن نہیں ہے اور اگر یہ ممکن ہو تو کسی نبی کی رسالت پر اعتماد نہیں رہے گا اور اس روایت میں سب سے قبیح بات یہ ہے کہ نبی کی ازواج پر بھی اس شیطان کا معاملہ ملتبس ہو گیا اور وہ ان کے حیض کے ایام میں ان سے وطی کرتا رہا، نعوذ باللہ من ذالک، اللہ اکبر! یہ بہتانِ عظیم ہے اور اس روایت کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔ [1]

حضرت یونس علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

و ذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان

اور ذوالنون (یونس) کو یاد کیجئے جب وہ (قوم پر)

---

[1] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷، ص ۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۹۹-۱۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

لن نقدر علیہ ۔ (انبیاء: ۸۷) غضب ناک ہو کر نکلے انھوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہ کریں گے۔

اس آیت کے اعتبار سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس اللہ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ گمان کیا کہ اللہ ان کو نہ پکڑ سکے گا، معاذ اللہ!

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حضرت یونس اپنی قوم کے معاند کفار پر غضب ناک ہوئے تھے نہ کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ پر، اور ان لن نقدر کا معنی ہے ان لن نضیق علیہ، یعنی انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر جانے پر اللہ ان پر گرفت اور تنگی نہیں کریگا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو ان پر قدرت نہیں ہوگی یا وہ ان کو پکڑ نہیں سکے گا، معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک نہیں تھا، ان کا بلا اجازت جانا گناہ نہیں تھا ایک خلاف اولیٰ کام تھا اور حضرت یونس نے جو اس کو انی کنت من الظالمین میں ظلم سے تعبیر کیا یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے[1]

قرآن مجید میں ہے: ولا تکن کصاحب الحوت (قلم: ۴۸) "اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں" یعنی جس طرح حضرت یونس نے کفار اور معاندین پر صبر نہیں کیا تھا آپ بھی اس طرح نہ کریں۔

شیخ محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

و ذاالنون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیه۔ (انبیاء: ۸۷) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔

اس ترجمہ میں حضرت یونس کی طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الفراء فاما من اعتقد ان یونس علیه السلام ظن ان لن یقدر الله علیه فهو کافر لان من ظن ذلك غیر مومن ویونس علیه السلام رسول لا یجوز الظن علیه۔ الی قوله۔ قال الازهری فاما ان یکون قوله ان لن نقدر علیه من القدرة فلا یجوز لان من ظن هذا کفر، والظن شك، والشك فی قدرة الله کفر، وقد عصم الله انبیاءه عن مثل ما ذهب الیه هذا المتاول ولا یتاول

فراء نے کہا کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پکڑ نہیں سکے گا، وہ کافر ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کے متعلق عدم قدرت کا گمان رکھے وہ مومن نہیں ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام رسول ہیں ان کا یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے، گمان شک ہے اور اللہ کی قدرت میں شک کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اس کی مثل سے معصوم رکھا ہے اور اس آیت کا یہ

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۷، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

مثله الا الجاهل بكلام العرب ولغاتها [1]

معنی وہی شخص کرے گا جو کلام عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہو۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الازهری واما ان یکون من القدرة فلا یجوز لان من ظن هذا کفر والظن شك والشك فی قدرة الله تعالیٰ کفر الخ [2]

ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے، کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے اور ظن شک ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے (اس کے بعد مکمل وہی عبارت ہے جس کو ہم ابھی لسان العرب سے نقل کر چکے ہیں)۔

شیخ محمود الحسن نے جو ان لن نقدر کا معنی عدم قدرت کیا ہے اور حضرت یونس کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کا گمان کیا جس کو لسان العرب اور تاج العروس میں کفر لکھا ہے، اس کی شیخ عثمانی نے یہ تاویل کی ہے:

یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اس کو پکڑ کر واپس نہیں لا سکیں گے، گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقعہ ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنی مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں منتزع ہو سکتا تھا۔ [3]

شیخ محمود الحسن نے حضرت یونس کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کے گمان کی نسبت کی ہے، شیخ عثمانی نے اس کو ظاہر سے ہٹا کر ایک بعید تاویل کی ہے یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو توہین آمیز کلمات کہے جائیں اکابر دیوبند کے نزدیک بھی ان میں تاویل معتبر نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی حضور کو صنم یا بت کہنے کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ یہ بانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا، بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم الہام گستاخی، اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں (الی قولہ) پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ [4]

شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التهور فی عرض

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ۔

[4] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۷۲۔ ۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

الانبیاء وان لم یقصد السب کفر (اکفار الملحدین ص۸۶) میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

نیز شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ۔ (اکفار الملحدین ص۷۳)

کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں۔

یہاں تک ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کی عصمت پر منکرینِ عصمت کے اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کیے ہیں اب ہم بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان کریں گے اور آپ کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ آپ سے مطلقاً گناہوں کا صدور نہیں ہوا کبیرہ نہ صغیرہ، بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد، سہواً نہ عمداً، صورۃً نہ حقیقۃً، البتہ حکمت تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لیے، آپ سے بظاہر بعض ایسے کاموں کا صدور ہوا جو فی نفسہ خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہیں، بعض کاموں سے آپ نے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کام فی نفسہ جائز ہیں حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہیں، ہر چند کہ اگر آپ خود عمل نہ کرتے اور ان کاموں کو جائز ہونا صرف بتا دیتے تب بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا، لیکن آپ نے اس لیے ان کاموں کو کیا تاکہ امت کو شرف بالاقتداء حاصل ہو جائے اور ہر کام کے لیے آپ کا نمونہ مہیا ہو جائے۔ لیکن ان کاموں کا کرنا کسی قسم کا گناہ نہیں ہے صورۃً نہ حقیقۃً، کیونکہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہوتا ہے نہ صغیرہ، اور چونکہ احکام شرعیہ کی تعلیم اور مسائل کے جواز یا عدم جواز کا بیان فرائض نبوت سے ہے اس لیے ان کاموں پر بھی آپ کو اجر و ثواب ملے گا، اور یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جن کاموں کو خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے ان کا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہونا امت کے اعتبار سے ہے یعنی اگر امت ان کاموں کو کرے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہلائیں گے، اور آپ نے جو ان کاموں کو کیا تو آپ کے اعتبار سے وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ نہیں ہیں بلکہ ان کاموں کو کر کے ان کا جواز بیان کرنا اور امت کو شرف بالاقتداء کا موقع فراہم کرنا اور ہر عمل کے لیے نمونہ مہیا کرنا فرائض نبوت اور رسالت سے ہے اور آپ کو ان کاموں کے کرنے پر فرض کا اجر و ثواب ملے گا۔

یاد رہے کہ حضور کا کوئی کام صورۃً بھی گناہ نہیں ہے، کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جائے یا قصداً فرض یا واجب کو ترک کیا جائے، آپ نے کسی فرض یا واجب کو ترک کیا نہ حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا قصداً نہ سہواً، اس لیے آپ کا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات اجتہادی خطاء بھی ہوئی، لیکن اس اجتہادی خطاء کے نتیجہ میں بھی زیادہ سے زیادہ بظاہر خلافِ اولیٰ یا خلاف افضل کام کا صدور ہوا، اور اس کا صدور بھی تکمیل دین، تبلیغ شریعت اور تعلیم امت کی وجہ سے ہوا غرض یہ کہ آپ کا کوئی فعل کسی اعتبار سے بھی گناہ نہیں ہے، اب ہم ان اُمور کا بیان کریں گے جن کی وجہ سے آپ کی عصمت میں شبہ کیا جاتا ہے اور ان کے جوابات بیان کریں گے۔

واستغفر لذنبک سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

واستغفر لذنبك وسبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔ (مؤمن: ۵۵)

اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ یا ترک افضل ہے گناہ نہیں ہے، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم محض تعبداً دیا ہے، یعنی ہر چند کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا، لیکن آپ محض اپنی عبدیت کے اظہار کے لیے توبہ کیجئے جیسا کہ ان آیات میں ہمیں محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا ہے:

ربنا وآتنا ما وعدتنا على رسلك۔ (آل عمران: ۱۹۴)

اے ہمارے رب! ہمیں وہ عنایت فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس کا دینا ضروری ہے، ہم دعا نہ کریں تب بھی وہ ضرور عنایت فرمائے گا، اس کے باوجود ہم کو محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ ہماری عبودیت ظاہر ہو اور ہماری اللہ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو۔

نیز فرمایا:

قال رب احكم بالحق۔ (انبیاء: ۱۱۲)

(اللہ کے رسول نے) عرض کیا: اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ ناحق نہیں ہوتا، اس کے باوجود اللہ کے رسول نے اظہار عبدیت کے لیے یہ دعا کی، اسی طرح ہر چند کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کے باوجود آپ کو توبہ اور استغفار کا حکم دیا تاکہ آپ کی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو۔ [1]

نیز قرآن مجید میں ہے:

فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹)

تو آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کریں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

آپ کے ذنب سے مراد ترک افضل ہے کیونکہ آپ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہو، دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے استغفار کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق پر ہمیشہ برقرار رکھے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا مطلب ہے مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا مطلب ہے بری چیزوں پر ستر کرنا (یعنی ڈھانپنا) اور جس شخص کو گناہوں سے معصوم کر لیا گیا اس کو نفسانی خواہشوں

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۳۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے وبال سے ڈھانپ لیا گیا اس لیے طلب مغفرت کا معنی ہے " ہم کو رسوا نہ کر" اور یہ مدعا کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے کہ اس سے گناہوں کا صدور ہی نہیں ہوتا تاکہ عذاب کی نوبت آتے اور کبھی یہ مدعا گناہوں کے ارتکاب کے بعد ستر سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مومنین اور مومنات کے حق میں ہے، سو آپ کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو عصمت پر برقرار رکھے اور مومنین اور مومنات کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر ستر کرے یعنی ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

اس آیت میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تین حکم دیے گئے ہیں، اللہ کو واحد ماننے کا، اپنے لیے استغفار کا اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کا، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تین احوال ہیں، ایک حال صرف اللہ کے ساتھ ہے۔ ایک اپنے نفس کے ساتھ اور ایک عام مسلمانوں کے ساتھ، جو حال اللہ کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو واحد مانیے اور جو حال اپنے نفس کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اپنی عصمت پر برقرار رہنے کی دعا کیجیے اور جو حال مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے ان کے لیے عذاب سے نجات اور حفاظت کی دعا کیجیے۔ [1]

ووجدك ضالا فهدی سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووجدك ضالا فهدی۔ (ضحیٰ: ۷) اور آپ کو (اپنی محبت میں) گم پایا تو (اپنی طرف) راہ دی۔

اس آیت سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ضال کے معنی گمراہ ہیں اور یہ عصمت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گمراہی اور کج روی کی نفی کر دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ماضل صاحبکم وماغوی۔ (نجم: ۲) تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

علامہ زبیدی نے ضلالت کا ایک معنی فرط محبت ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقال اولاده ان ابانا لفی ضلال مبین اشارة الی شغفه بیوسف وشوقه الیه۔ [2] حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا ہمارا باپ ضلال مبین میں مبتلا ہے، یعنی یوسف کی فرط محبت میں مبتلا ہے۔

اس اعتبار سے اس آیت کا معنی ہے " ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا"

علامہ زبیدی نے اس کا ایک معنی گم ہونا اور غائب ہونا بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وضل الشی اذا اخفی وغاب ومنه جب کوئی شے مخفی اور غائب ہو تو کہا جاتا ہے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷، ص ۱۱۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

ضل الماء فی اللبن [1] ضل الشیٔ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے پانی دودھ میں گم ہو گیا۔

اس اعتبار سے یہ معنی ہے " ہم نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

بچپن میں آپ مکہ کی گھاٹیوں میں راستہ بھول گئے تھے تو ابوجہل نے آپ کو ابوطالب تک پہنچا دیا، بہرحال اس آیت کی معصیت اور ضلالت پر دلالت نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے: ماضل صاحبکم وما غوٰی۔ [2]

امام رازی لکھتے ہیں:

جو درخت جنگل میں منفرد ہو اس کو اہل عرب شجرۃ ضالۃ کہتے ہیں گویا کہ یہ تمام شہر ایک جنگل کی مانند تھے اور یہاں پر کوئی ایسا درخت نہ تھا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی معرفت کا حامل ہو ماسوا آپ کی ذات کے ریگ زار عرب کے کفر اور جہل میں معرفت الٰہی کے حامل صرف آپ ایک تنہا درخت تھے تو میں نے آپ کے سبب سے مخلوق کو ہدایت دی۔

ضلال بمعنی محبت ہے جیسے انک لفی ضلالک القدیم (یوسف:۹۵) "یقیناً آپ اسی اپنی پرانی محبت میں ہیں" یعنی آپ اللہ سے محبت کرنے والے تھے تو اللہ نے آپ کو احکام شرعیہ کی رہنمائی کی تاکہ آپ اپنے محبوب کا تقرب حاصل کر سکیں۔

امام رازی نے اس آیت کے بیس محامل بیان کیے ہیں۔ [3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

شجرۃ ضالۃ کے معنی ہیں تنہا اور اکیلا درخت اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ایسا نہ تھا کہ آپ تنہا اور اکیلے تھے کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا تو ہم نے لوگوں کو آپ کی طرف ہدایت دی اور آپ کو تنہا نہ رہنے دیا۔

جنید قدس سرہٗ نے کہا: جو کتاب آپ پر نازل کی گئی تھی، ہم نے اس کے بیان میں آپ کو متحیر پایا تو ہم نے آپ کو اس کے بیان کرنے کی ہدایت دی۔

بعض علماء نے کہا ہم نے آپ کو اپنی ذات کے مرتبہ اور قدر و منزلت سے غافل پایا تو آپ کو آپ کے عظیم مقام سے مطلع کیا۔

امام جعفر صادق نے کہا: مجھے جو آپ سے محبت ہے ازل میں آپ اس سے ناواقف تھے سو میں نے اپنی معرفت عطا کر کے آپ پر احسان فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ محض محبت سے ناواقف تھے تو اللہ نے آپ کو محبت اور قربت کے پیالہ سے پلایا اور

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷، ص ۴۱۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کے سبب سے معرفت الٰہی کی ہدایت دی۔

علامہ آلوسی کی مختار تفسیر یہ ہے: وہ احکام شرعیہ جن تک از خود عقول کی رسائی نہیں ہے آپ کو ان سے ناواقف پایا تو مسلسل وحی کر کے آپ کو ان احکام کی طرف ہدایت دی اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ [1]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیے اور علوم ما کان وما یکون آپ کو عطا کیے، اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا، مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات و صفات، اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

ووضعنا عنك وزرك سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووضعنا عنك وزرك ۝ الذی انقض ظهرك۔ (الم نشرح: ۳-۲)

اور آپ سے آپ (کی امت کے غم) کا وہ بوجھ اتار لیا جس نے آپ کی پشت (مبارک) کو گراں بار کر رکھا تھا۔

وِزر کے معنی ہیں گناہ اور بوجھ، منکرین عصمت اس آیت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے معصیت ثابت کرتے ہیں، امام رازی نے اس اعتراض کے دس سے زیادہ جواب دیے ہیں، ہم ان جوابات میں سے چند جوابات ذکر کر رہے ہیں: [2]

(۱) اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اس بوجھ کو کم کر دیا جس سے آپ کی پشت مبارک گراں بار ہو گئی تھی، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے حقوق کی خود حفاظت فرمائی اور اس کی ذمہ داریوں کو آسان کر دیا۔

(۲) قوم نے حضرت ابراہیم کی سنت کو متغیر کر دیا تھا یہ چیز آپ کو ناپسند تھی جس کا آپ پر بوجھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دے کر آپ کا قلق دور کر دیا۔

(۳) امت کے گناہوں کے غم کا آپ پر بوجھ تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب شفاعت پر فائز کر کے وہ بوجھ ہلکا کر دیا۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنا دیا تاکہ آپ پر گناہوں کا بوجھ نہ آسکے۔

(۵) پہلی وحی کے موقع پر جو آپ کو حضرت جبرائیل کی ملاقات سے دہشت طاری ہوئی تھی اس دہشت کو دور کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کو وحی کا اشتیاق ہونے لگا۔

(۶) کفار کے سب و شتم سے جو آپ پر بوجھ طاری ہوتا تھا اس کو دور کر دیا، حتیٰ کہ پھر انھوں نے آپ کا چہرہ خون آلودہ کیا اور آپ نے ان کو دعائیں دیں اور فرمایا: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے! [3]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

عبس وتولّی سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عبس وتولی ۝ ان جاءہ الاعمی ۝ وما یدریك لعله یزکّی ۝ او یذکر فتنفعه الذکری ۝ اما من استغنی ۝ فانت له تصدی ۝ و ما علیك الا یزکی ۝ اما من جاءك یسعی ۝ وهو یخشی ۝ فانت عنه تلهی ۔

(عبس: ۱۰ - ۱)

انھوں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا، اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا، آپ کو کیا پتا شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرے یا وہ نصیحت قبول کرے تو آپ کی نصیحت اس کو نفع دے جس نے بے پرواہی کی تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں اور جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا درآں حالیکہ وہ (اپنے رب سے) ڈر رہا تھا تو آپ اس سے بے پرواہی فرماتے ہیں۔!

ان آیات کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا دار کافروں کی وجہ سے ایک نابینا صحابی سے اعراض کرنا عصمت کے خلاف تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عصمت کے خلاف تب ہوتا کہ اللہ تعالے نے پہلے آپ کو اس کام سے تحریماً منع فرما دیا ہوتا اور پھر آپ اس کام کو کرتے اور جب کہ پہلے اس سے ممانعت نہیں کی گئی تھی تو آپ کا اس کام کو کرنا عصمت کے خلاف کیسے ہوگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان دنیا دار کافروں کی طرف دنیا کی وجہ سے متوجہ نہیں تھے، بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور آپ کو توقع تھی کہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے باقی متبعین بھی اسلام لے آئیں گے اور اسلام کو تقویت حاصل ہوگی، ایسے میں ایک نابینا صحابی کا آپ کی تبلیغ کے دوران ایک مسئلہ پوچھنا اور آپ کے کام میں خلل ڈالنا بظاہر صحیح نہ تھا، قابل اعتراض اس صحابی کا فعل تھا کیونکہ اگرچہ وہ دیکھ نہیں رہے تھے لیکن سن تو رہے تھے کہ آپ تبلیغ میں مشغول ہیں اور ان کی بے وقت دخل اندازی پر آپ کا کبیدہ خاطر ہونا بالکل بجا اور فطرت کے مطابق تھا لیکن اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو علم تھا کہ ان دنیا دار کافروں میں سے اکثر و بیشتر اسلام نہیں لائیں گے، اور آپ کی کاوش سے یہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کریں گے، اور ان کے ایمان نہ لانے سے اسلام کی نشر و اشاعت میں کوئی کمی نہیں ہوگی اس کے برخلاف اس نابینا صحابی کو آپ کی تعلیم سے فائدہ ہوگا سو آپ اپنی توانائی وہاں خرچ کریں جہاں فائدہ ہو اور جو لوگ آپ کی تبلیغ سے فائدہ اٹھائیں انھیں تبلیغ کریں، لہٰذا بہ اعتبار ظاہر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بالکل صحیح تھا، اور بہ اعتبار غیب اور مآل کار کے زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ تھا، اور آپ ظاہر حال کے اعتبار سے مکلف ہیں بہ اعتبار غیب کے مکلف نہیں ہیں، اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب اور انجام کار کی طرف متوجہ کیا ہے اور آپ کے کبیدہ خاطر ہونے کی ادا کا صیغہ غائب کے ساتھ تعظیم اور تکریم سے ذکر کیا ہے۔

امام رازی نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے درآں حالیکہ آپ کے پاس اس وقت قریش کے سرداروں میں سے عتبہ، شیبہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کو توقع تھی ان کے اسلام قبول کرنے سے دوسرے بھی اسلام قبول کر لیں گے،

عبداللہ ابن ام مکتوم نے کہا: یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم دیا وہ مجھے سکھلایئے اور قرآن پڑھایئے! اور بار بار یہ کلام دہرایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کا آپ کی بات کو کاٹنا ناگوار ہوا، آپ نے ماتھے پر بل ڈالے اور ان سے منہ موڑ لیا اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس مداخلت کی وجہ سے حضرت ابن ام مکتوم تادیب اور فہمائش کے مستحق تھے، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناگواری پر کیوں عتاب فرمایا؟ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تادیب کے مستحق تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ نابینا تھے لیکن وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مخاطب ہونا سن رہے تھے اور گفتگو سننے سے ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں تبلیغ کرنے کو خصوصی اہمیت دے رہے تھے پھر درمیان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹنا بجائے خود معصیت ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بات یہی صحیح ہے لیکن اس واقعہ سے بظاہر اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے اور اس سے فقراء کی دل آزاری ہوتی ہے، اس لیے آپ پر عتاب کیا گیا۔

ولاتطرد الذین یدعون ربھم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ولاتطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیك من حسابھم من شیء وما من حسابك علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظلمین ۰ وکذلك فتنا بعضھم ببعض لیقولوا اھؤلاء من اللہ علیھم من بیننا الیس اللہ باعلم بالشکرین ۰

(انعام: ۵۳-۵۲)

اور ان (مساکین مومنین) کو دور نہ کرنے پر برقرار رہیں جو صرف اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے صبح اور شام اس کو پکارتے ہیں آپ سے ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان سے آپ کا کوئی حساب نہیں ہوگا، پھر بھی اگر آپ نے ان کو (بالفرض) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا کہ بالآخر وہ (مالدار کفار، فقراء مومنین کو دیکھ کر حقارت سے) کہیں! کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (ارے منکرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب اور دیگر ضعفاء مسلمین بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت قریش کی ایک جماعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذری اور انھوں نے یہ کہا: اے محمد! کیا آپ ان لوگوں سے خوش ہیں؟ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے؟ کیا ہم ان لوگوں کی پیروی کریں؟ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں، اگر آپ نے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تو پھر شاید ہم آپ کی اتباع کر لیں گے!۔ [1]

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

یہ آیت بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے خلاف نہیں ہے، عصمت کے خلاف اس وقت ہوتا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے کہنے سے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا ہوتا اور یہ قرآن مجید میں ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں ہے یہ وہم کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ضعفاء مسلمین کو اپنی مجلس سے اٹھایا تھا یا اٹھانے لگے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ کسی کام کو منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے وہ کام کیا گیا ہو۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الامر لا یقتضی سابقا ترکہ ولا النھی سابقۃ فعلہ۔[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا حکم دینا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ پہلے آپ نے اس کو ترک کیا ہو اور کسی چیز سے منع کرنا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ منع کرنے سے پہلے آپ نے اس کام کو کیا ہو۔

بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو مساکین مومنین کو دور کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس ممانعت پر مداومت کرنے اور برقرار رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ہم نے ان آیات کے ترجمہ سے واضح کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فقراء مسلمین اور مساکین مومنین کو کبھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھایا اور جب صنادید قریش نے آپ سے یہ کہا کہ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور کفار کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ط تریدون عرض الدنیا ق واللہ یرید الاٰخرۃ ط واللہ عزیز حکیم ہ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

(انفال: ۶۸ - ۶۷)

کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے، تم لوگ (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے، اور اللہ بڑا غالب بہت حکمت والا ہے، اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) لیا تھا اس میں تمہیں ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

امام رازی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غزوۂ بدر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر قیدی لائے گئے، ان میں آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب بھی تھے، آپ نے ان کے معاملہ میں حضرت ابوبکر سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں ان کو چھوڑ دیجیے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان سے فدیہ لیجیے اس سے آپ کے اصحاب کو قوت حاصل ہوگی، حضرت عمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کیا، آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اڑا دیجئے، یہ لوگ کفر کے سرغنہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے فدیہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ آپ حضرت علی سے کہیں کہ وہ عقیل کو قتل کریں اور حمزہ سے کہیں کہ وہ عباس کو قتل کریں، اور مجھے حکم دیں میں فلاں شخص کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہو جنھوں نے کہا تھا:

فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم ۝ (ابراھیم: ۳۶)

تو جس نے میری پیروی کی تو بے شک وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہو جنھوں نے کہا تھا۔

ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم ۝ (مائدہ ۱۱۸:)

اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا۔

اور حضرت عمر سے کہا اے ابا حفص! تمہاری مثل حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ (نوح: ۲۶) اے میرے رب! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ رہنے دے۔

اور تمہاری مثل حضرت موسیٰ کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا:

ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم۔ (یونس: ۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے مشورہ کی طرف میلان کر لیا۔ (امام احمد نے اس حدیث کو حضرت عمر سے اور امام ابویعلیٰ موصلی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۔ ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، مسند ابویعلی موصلی ج ۵ ص ۹۵۔ ۹۴، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۷۔ ۸۶، مطبوعہ دار کتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ)

عبیدہ سلمانی سے روایت ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ بیس اوقیہ تھا، اور عباس کا فدیہ چالیس اوقیہ تھا، محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ان کا فدیہ سو اوقیہ تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم یا چھ دینار کے مساوی ہے۔

روایت ہے کہ جب انھوں نے فدیہ لے لیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ اور حضرت ابوبکر رو رہے تھے، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے رونے کا سبب بتائیے تاکہ میں بھی روؤں ورنہ رونے کی شکل بنا لوں! آپ نے فرمایا مجھ پر ان لوگوں کا (فدیہ لینے والوں کا) عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت (قریب ہی ایک درخت تھا) کے قریب پہنچ گیا تھا، اگر آسمان سے یہ عذاب آتا تو عمر اور سعد بن معاذ (انھوں نے بھی قتل کا مشورہ دیا تھا) کے سوا (فدیہ لینے والوں میں سے) کوئی بھی نہ بچتا۔ [1]

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام رازی لکھتے ہیں کہ منکرین عصمت کہتے ہیں کہ:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کر لیا، جب کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ان کا خون بہانا لازم تھا اور فدیہ لے کر ان کو رہا کرنا جائز نہ تھا، اس اعتبار سے آپ کا ذنب لازم آیا!

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو قید کرنا جائز ہے بشرطیکہ پہلے ان کا خون بہا دیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ بدر کے دن صحابہ نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا، اور خون بہانے کو یہ لازم نہیں ہے کہ تمام کافروں کو قتل کر دیا جائے، سو کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کو قید کرنا معصیت نہیں ہے اور یہ معصیت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق لا فاما منا بعد واما فداء۔ (محمد: ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو (ان کی) گردنیں مارنا ہے، حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو، پھر ان کو محض احسان کر کے رہا کرو یا فدیہ لے کر۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب صحابہ نے ایک جائز کام کیا تھا تو پھر اس آیت میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر پہلے سے ان کی معافی کا حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے پر ان کو عذاب پہنچتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین میں اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کیا جا سکتا ہے اور کفار کو قتل کرنے کی کوئی معین مقدار نہیں بتائی گئی اس لیے یہ مسئلہ اجتہاد کی طرف مفوض ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظن غالب یہ تھا کہ جتنے افراد (ستر) کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے زمین میں خون بہانے کا منشاء پورا ہو گیا، جبکہ اللہ کے نزدیک ابھی اس قدر خون ریزی نہیں ہوئی تھی سو جس معاملہ میں کوئی صریح نص نہیں تھی اس میں آپ نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء واقع ہوئی اور اجتہادی خطاء ذنب اور معصیت نہیں ہے اس میں آپ معذور بلکہ ماجور ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں ہے: تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاٰخرۃ "تم لوگ اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے"۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے مال دنیا دی کی طمع کی وجہ سے فدیہ کی رائے دی تھی اور فدیہ لینے پر جو عذاب دینے کا ذکر ہے وہ بھی انھی سے متعلق ہے اور مسند احمد کی روایت میں درخت کے قریب تک جس عذاب کے آنے کا ذکر ہے وہ بھی انھی سے متعلق ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا وہ دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ آخرت کی وجہ سے تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس مشورہ کو قبول کیا تھا۔ سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور دوسرے آخرت کا ارادہ کرنے والے صحابہ کا اس عذاب کی وعید سے کوئی

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸۸-۳۸۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعلق نہیں ہے، اس وعید کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنھوں نے مال دنیا دی کی طمع سے فدیہ کی رائے دی اور شاید یہ وہ لوگ ہوں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ یہ نکتہ ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا تھا۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عفا اللہ عنک ج لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین ۝
(توبہ: ۴۳)

اللہ نے آپ کو معاف فرمایا، آپ نے انھیں کیوں اذن دے دیا حتی کہ آپ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جنھوں نے سچ بولا اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔

غزوہ تبوک بہت مشکل اور دشوار تھا، تبوک کا سفر بہت دور تھا اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی کمی اور جنگ کے ساز و سامان کی بہت قلت تھی، اس غزوہ میں منافقین آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ بعض منافقین نے تو بہت سے جھوٹے حیلے بہانے کر لیے اور قسمیں کھائیں کہ وہ اس سفر میں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، اور بعض نے آپ سے اس غزوہ میں نہ جانے کی پیشگی اجازت حاصل کر لی تھی۔

منکرین عصمت نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے ان کو اجازت دے دی تھی۔ آپ کا یہ فعل گناہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی گرفت کی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل گناہ اس وقت ہوتا جب پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دینے سے منع کیا ہوتا اور آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ان کو اجازت دے دیتے، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اس سے منع نہیں کیا تھا تو یہ گناہ کیسے ہو گیا! جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی نص نہ ہو اس کا کرنا یا نہ کرنا آپ کی صوابدید اور اجتہاد پر موقوف ہوتا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کے اجتہاد کی تائید کر دیتا ہے یا اجتہادی خطاء پر تنبیہ کر دیتا ہے اس لیے آپ کا منافقین کو غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت دینا اجتہادی خطاء ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا کمال محبت یہ ہے کہ عفا اللہ عنک پہلے فرمایا اور اجتہادی خطاء پر تنبیہ بعد میں کی، نیز محاورات عرب میں عفا اللہ عنک ایک محبت آمیز کلمہ ہے، اس کا محمل استعمال یہ نہیں ہے کہ کسی نے کوئی قصور کیا ہو اور اس کی معافی کے اظہار کے لیے عفا اللہ عنک کہا جائے۔

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ابن عطیہ نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو بہت بڑے منافق تھے، ان لوگوں نے کوئی عذر تراشنے کے بجائے آپ سے غزوۂ تبوک میں نہ جانے اور مدینہ میں رہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی، عبد اللہ بن ابی، جد بن قیس، رفاعہ بن تابوت، اور ان کے متبعین نے اجازت حاصل کر لی تھی۔ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں اجازت دیں اور آزمائش میں مبتلا نہ کریں، اور بعض نے کہا ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں، آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے ان کو اجازت دے دی اور زیادہ سہل معاملہ کو اختیار کر لیا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اس آیت میں عتاب کیا گیا ہے، حالانکہ آپ اس سے بری ہیں،

جب تک کسی معاملہ میں وحی نازل نہ ہو آپ کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب غزوہ تبوک میں نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے اور آپ سے نہ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دو کاموں میں سے آسان کو اختیار کر لیا کیونکہ آپ کے مزاج پر فضل وکرم کا غلبہ تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے اور ان کا دلی نفاق اور اطاعت رسول کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کلام کے افتتاح میں فرمایا عفا اللہ عنک (اللہ نے آپ کو معاف فرمایا) اور یہ ظاہر فرمایا کہ آپ کے اجازت دینے میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے، اور یہ کسی گناہ کی معافی نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا تھا کہ آپ ان کو اجازت نہ دیں، بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ محاورات عرب میں یہ ایک کلمہ افتتاح ہے اگر کسی شخص کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم کا اظہار مقصود ہو تو ابتداء میں اس قسم کا دعائیہ کلمہ کہتے ہیں جیسے اصلح اللہ الامیر۔ بہر حال اس کلمہ سے آپ کی ثناء اور قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے کسی گناہ کی معافی کا بیان نہیں ہے۔ [1]

امام رازیؒ، علامہ قرطبیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے بھی حضور کے اجازت دینے کو اجتہادی خطاء اور ترک افضل پر محمول کیا اور عفا اللہ عنک کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کلمہ ثناء ہے۔

تنبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات آپ سے اجتہادی خطاء واقع ہو جاتی تھی، اس کے صرف دو واقعات ہیں، ایک غزوۂ بدر میں ان کفار کے تعین میں خطاء واقع ہوئی جن کا خون بہانا مطلوب تھا اور ایک ان منافقین کو اجازت دینے کے معاملہ میں ان کے سوا باقی تمام معاملات میں آپ کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا، اور ان دو معاملات میں خطاء واقع ہونا بھی رحمت تھا تاکہ اجتہادی خطاء کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اسوۂ اور نمونہ ہو اور وہ بالمومنین رءوف رحیم کا ظہور تام ہو۔

لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبينا ٥ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما ٥ وينصرك الله نصرا عزيزا ۔ (فتح: ۳-۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ذنب کا معنی ہے اثم، جرم اور معصیت۔ [5]

---

[1] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۳، " " ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۵۵-۱۵۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۳۸۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ زبیدی نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔ [1]

لغت میں ذنب کا معنی اثم اور گناہ ہے جیسا کہ مذکور المصدر حوالوں سے ظاہر ہوا، لیکن جب ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو پھر اس سے مجازاً اجتہادی خطاء ترک اولیٰ یا کراہت تنزیہی کا ارتکاب مراد ہوتا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اثم یا جرم سرزد نہیں ہوتا، اس لیے جب لفظ ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کو گناہ سے تعبیر کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور یہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کے منافی ہے جس طرح قرآن مجید کے بعض ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق وارد ہوئے جن کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور ان کا مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے سو یہاں بھی ایسا ہی کہا جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے استہزاء کا لفظ استعمال ہوا جس کا معنی ہے مذاق اڑانا، لیکن جب اس لفظ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوئی تو اس کا معنی ہے:

اللہ یستھزئ بھم۔ (بقرہ ۱۵) اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دیتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کے معاف کر دینے کا ذکر ہے اور ذنب کو معاف کرنا فرع ہے ذنب کے ثبوت کی، اس وجہ سے منکرین عصمت اس آیت سے آپ کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد صغیرہ یا کبیرہ کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ ذنب کا اطلاق یہاں خلاف اولیٰ یا ترک افضل یا اجتہادی خطا پر کیا گیا ہے اور یہ امور ہر چند کہ حقیقۃً ذنب ہیں نہ صورۃً لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی عالی نظر اور رفیع مقام کے اعتبار سے ان امور کو ذنب خیال فرماتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ذنب سے تعبیر فرما کر ان کی بھی معافی کا اعلان کر دیا۔

لیغفر لک اللہ۔ کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال

امام رازی نے اس اعتراض کے کئی جوابات دیے ہیں جو باہم متضاد اور متعارض ہیں مثلاً انھوں نے کہا اس آیت سے یا مومنوں کے گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے، یا حضور کے صغیرہ گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے اور یہ دونوں جواب متصادم ہیں، صحیح جواب صرف دو ذکر کیے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں ترک افضل پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۲۔ اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دیا۔ [2]

علامہ خازن نے بھی متعارض اور متضاد جوابات ذکر کیے ہیں اور بعض جواب خلاف تحقیق ہیں مثلاً صغائر کی معافی کا ذکر کیا ہے، ان میں صحیح جواب یہ ہے کہ آپ سے سہو، نسیان اور اجتہاد سے جو امور سرزد ہوئے اس آیت میں ان کے معاف کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذنب عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، اس لیے یہاں پر ذنب سے مراد سہو وغیرہ ہے کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں لہٰذا سہو وغیرہ پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷، ص ۵۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اس قسم کے امور کو بھی معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ [1]

علامہ قرطبی نے متعدد و مختلف تحقیق اقوال نقل کیے ہیں، مثلاً سفیان ثوری اور واحدی کا قول نقل کیا کہ زمانہ جاہلیت میں نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے ان کی معافی کا اعلان کیا گیا، ایک قول یہ نقل کیا ما تقدم سے مراد آپ کے باپ ابراہیم کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے دوسرے نبیوں کے گناہ ہیں، ایک قول یہ نقل کیا کہ ما تقدم سے مراد غزوہ بدر میں آپ کی یہ دعا ہے: "اے اللہ اگر آج یہ جماعت ہار گئی تو تیری کبھی عبادت نہیں ہوگی" یہ آپ کا پہلا گناہ ہے، اور ما تاخر سے مراد یہ ہے کہ غزوہ حنین میں آپ نے کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکی اور ہر کافر کی آنکھ میں ریت اور کنکریاں جا کر لگیں اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے، تب آپ نے اپنے اصحاب سے کہا اگر میں کنکریاں نہ پھینکتا تو یہ شکست نہ کھاتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی "آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے (بظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں" یہ آپ کا پچھلا گناہ تھا۔ [2]

ان کے علاوہ علامہ قرطبی نے عطا خراسانی کا قول بھی نقل کیا ہے جس پر ان شاء اللہ ہم مفصل گفتگو کریں گے۔

علامہ قرطبی نے تمام مختلف تحقیق اور باطل اقوال نقل کیے ہیں اور اس آیت کی کوئی صحیح اور قابل ذکر توجیہ بیان نہیں کی۔

علامہ اسماعیل حقی نے ان مذکور الصدر باطل اقوال کے علاوہ ابن عطا کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ کا سدرہ پر جبرائیل کو تنہا چھوڑنا گناہ تھا، اس آیت کی توجیہ میں علامہ اسماعیل حقی نے جو صحیح بات کہی وہ یہ ہے:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اولیٰ کام کو جو ترک کر دیا یہاں اس کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب فرمایا کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہیں، اسی توجیہ کو علامہ اسماعیل حقی نے سب سے پہلے بیان کیا ہے اور یہی ان کی مختار توجیہ ہے اور باقی باطل اقوال انھوں نے صرف اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ دیگر علماء کے نظریات کا بیان کر دیا جائے۔ [3]

علامہ نسفی نے لکھا ہے کہ آپ سے جس قدر تفریط (فروگذاشت) ہوئی ہے وہ سب معاف کر دی گئی، یا ما تقدم سے مراد ماریہ کی حدیث ہے اور ما تاخر سے مراد زید کی عورت کا معاملہ ہے۔ [4]

علامہ نسفی نے تفریط کا جو ذکر کیا ہے اگر اس سے مراد ترک اولیٰ یا خلاف افضل ہے تو یہ توجیہ صحیح ہے، ورنہ یہ توجیہ مردود ہے، اور دوسری توجیہ جو ذکر کی ہے وہ باطل روایات پر مبنی باطل توجیہ ہے۔

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں:

آپ کے وہ تمام کام جو ترک اولیٰ تھے معاف کر دیے گئے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۳-۲۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۹-۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[5] علامہ ابو السعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابی السعود علی ہامش الکبیر ج ۷، ص ۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے معصیت کا ارتکاب کیا ہو، کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں اور آخر میں انھوں نے عطا خراسانی کا باطل قول نقل کیا ہے۔ [1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو خلاف اولیٰ ہیں اور ان کاموں کو آپ کے بلند مقام کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے اور یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو فی نفسہ گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ لیکن آپ اپنی نظر عالی کے اعتبار سے ان کاموں کو ذنب خیال فرماتے تھے 'ذنبک' میں ذنب کی جو آپ کی طرف اضافت ہے اس میں یہی رمز ہے۔ [2]

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ آپ کے جن کاموں پر عتاب کرنا صحیح ہے ان کو معاف کر دیا گیا، اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا کوئی حقیقی ذنب نہیں ہے بلکہ یہ اطلاق حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے کیونکہ انبیاء معصوم ہیں۔ [3]

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:

ولهم علي ذنب فأخاف ان يقتلون۔ (الشعراء: ۱۴)

انھوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ان آیات کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے، غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ ماتقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ماتاخر سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے الزامات نیست ونابود ہو جائیں گے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے، وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر افسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

---

[1] ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۵۲ھ، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۳، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[2] ۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] ۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۸ ص ۵۶، مطبوعہ دار صادر بیروت

یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے۔ وغیرہ، وغیرہ۔ [1]

علامہ جمل نے لکھا کہ مغفرت کا معنی ہے ستر، امت کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس کے گناہ اور عذاب کے درمیان ستر حائل ہو اور انبیاء کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ ان کی ذوات اور گناہوں کے درمیان ستر حائل ہو اور ان سے کوئی گناہ صادر نہ ہو، اس کا خلاصہ ہے انبیاء کو معصوم کر دینا۔ [2]

علامہ سیوطی کا بھی یہی مختار ہے۔ [3]

لیغفر لك الله کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال کا خلاصہ اور محاکمہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی، علامہ اسماعیل

حقی، علامہ ابوسعود حنفی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کہا اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ ہے، امام رازی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا معنی ہے آپ کی اگلی پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دینا، علامہ سیوطی اور شیخ سلیمان جمل کا بھی یہی مختار ہے، علامہ خازن نے کہا کہ ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آپ سے بہ طور سہو و نسیان سرزد ہوئے، علامہ خفاجی نے کہا اس سے مراد حسنات الابرار سیئات المقربین ہے، علامہ آلوسی نے کہا ذنب سے مراد وہ کام ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے تھے فی نفسہ وہ کام گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ اور پیر محمد کرم شاہ الازہری نے کہا ذنب سے مراد کفار کے لگائے ہوئے الزام ہیں۔

یہ صحیح اور مقبول جوابات ہیں جن کو مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں درج فرمایا ہے، یہ جوابات قرآن اور سنت کے مطابق اور عقائد اہل سنت کے موافق ہیں، ان جوابات کے علاوہ مفسرین کرام نے جو دوسرے جوابات ذکر کیے ہیں وہ ان صحیح جوابات کے معارض اور مزاحم ہیں، مثلاً یہ کہ ذنب سے مراد مومنین کے گناہ ہیں، یا ذنب سے مراد وہ گناہ ہیں جو آپ سے قبل از نبوت صادر ہوئے، یا اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں خواہ نبوت سے پہلے ہوں یا بعد یا وہ امور جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہیں یا عطا خراسانی کا یہ قول کہ ماتقدم سے مراد آپ کے ماں باپ آدم اور حوا کے گناہ ہیں اور ماتاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ تمام جوابات باطل اور بے اصل ہیں۔

امام رازی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ نے صحیح جوابات کے ساتھ ان باطل جوابات کو بھی ذکر کر دیا، کیونکہ مفسرین کی عادت ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں تمام اقوال کو جمع کر دیتے ہیں خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط، خود امام رازی کی تحقیق ہے کہ نبی سے صغیرہ گناہ کا صدور نہیں ہوتا لیکن انھوں نے یہاں اس قول کا بھی ذکر کیا کہ ذنب سے مراد گناہ صغیرہ ہے قبل از بعثت ہو یا بعد از بعثت، حالانکہ یہ قول خود امام رازی کی اپنی تحقیق کے خلاف ہے۔

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۳۳-۵۳۲ ملخصا، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور

[2] علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۴ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۳ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

لیغفر لك اللہ کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان

علامہ سیوطی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے القول المحرر علی قولہ تعالیٰ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے بارہ[۱۲] وہ جوابات بیان کیے ہیں جو غیر مقبول ہیں۔ علامہ یوسف نبہانی نے الجواہر البحار جلد رابع میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے ہم اختصار کے ساتھ علامہ سیوطی کے بیان کردہ بارہ غیر مقبول جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱)۔ مقاتل نے کہا ذنب سے مراد وہ اُمور ہیں جو آپ سے زمانۂ جاہلیت میں سرزد ہوئے، یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ آپ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں۔

(۲)۔ ذنب سے مراد وہ اُمور ہیں جو قبل از نبوت صادر ہوئے، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ آپ قبل از نبوت بھی معصوم ہیں۔

(۳)۔ سفیان ثوری نے بھی ذنب سے امور جاہلیت مراد لیے یہ جواب بھی باطل ہے۔

(۴)۔ مجاہد نے کہا ما تقدم سے مراد حدیث ماریہ اور ما تاخر سے مراد زید کی عورت کا قصہ ہے، یہ قول باطل ہے کیونکہ ان واقعات میں کوئی گناہ نہیں۔

(۵)۔ زمخشری نے کہا اس سے مراد آپ کی تقصیرات ہیں، یہ قول باطل ہے، کیونکہ آپ کی کوئی تقصیر نہیں، اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور تفریط اور تقصیر میں اتباع جائز نہیں۔

(۶)۔ ذنب سے مراد بچپن میں آپ کا لڑکوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانا ہے، یہ قول باطل ہے کیونکہ جب آپ کو لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا میں کھیل کے لیے پیدا نہیں ہوا۔

(۷)۔ عطاء خراسانی نے کہا ما تقدم سے مراد آپ کے باپ آدم اور حوا کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ قول تین وجوہ سے ضعیف ہے۔ (ا) حضرت آدم نبی معصوم ہیں ان کی طرف کوئی گناہ منسوب نہیں ہے سو یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔ (ب) جس شخص سے گناہ صادر نہ ہوئے ہوں اس کی طرف خطاب کے صیغہ سے دوسروں کے گناہ منسوب نہیں کیے جاتے۔ (ج) تمام امت کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے بلکہ بعض کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور بعض کے معاف نہیں کیے جائیں گے۔

(۸)۔ حضرت ابن عباس نے کہا ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آئندہ ہوں گے، علامہ سبکی نے کہا اس میں یہ تاویل ہے کہ اگر بالفرض آپ کے ماضی اور مستقبل میں گناہ ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجاہت کے وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔

(۹)۔ قاضی عیاض نے شفاء میں کہا آپ سے گناہ ہوئے یا نہیں ہوئے، اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔

(۱۰)۔ ما تقدم سے مراد ہے نبوت سے پہلے اور ما تاخر سے مراد ہے نبوت کے بعد آپ کو معصوم رکھنا۔

(۱۱)۔ علامہ طبری اور علامہ قشیری نے کہا آپ سے جو اُمور سہو، غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(۱۲)۔ مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں، ان میں سے بعض مردود ہیں، بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔[۱]

---

[۱]۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، الجواہر البحار ج ۴ ص ۲۱۳۔ ۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی بعض مردود جوابات کا ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی کے مسترد کیے ہوئے بارہ جوابات کا حوالہ دیا ہے۔[1]

عطاء خراسانی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عطاء بن مسلم خراسانی، اس کو ابو محمد اور ابو صالح بلخی بھی کہتے ہیں، یہ صحابہ کرام سے مرسلاً روایت کرتے تھے، حافظ ابونعیم نے بیان کیا کہ یہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے بیٹے عثمان بن عطاء نے کہا ان کی ۱۳۵ھ میں وفات ہوئی، انھوں نے حضرت ابن عباس سے جو احادیث مرسلاً روایت کی ہیں بعض لوگوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ عطاء بن ابی رباح کی روایات ہیں۔

امام بخاری نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے، امام ابن حبان نے کہا ان کا حافظہ ردی تھا اور یہ خطاء کرتے تھے اور ان کو اس خطاء کا علم نہیں ہوتا تھا اس لیے ان کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔[2]

علامہ ابن خلکان نے عطاء خراسانی نام کے ایک اور شخص کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

عطاء خراسانی بہت بدشکل تھا، یہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں حلول کیا پھر حضرت نوح علیہ السلام میں، پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں حلول کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے ابومسلم خراسانی میں حلول کیا، یہ الوہیت کا مدعی تھا۔ یہ ۱۶۳ھ میں مر گیا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔[3]

جس شخص کی حدیث اور تفسیر میں روایات ہیں وہ عطاء بن مسلم خراسانی ہے جس کا ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا۔

عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے کہ عطاء بن ابی مسلم خراسانی ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال ۱۳۳ھ میں ہوا، ایک روایت ہے ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا، یہ محدث اور مفسر تھے، شام میں رہے اور ان کا انتقال بیت المقدس میں ہوا، ان کی ایک تفسیر ہے۔[4]

عطا خراسانی کی تاویل پر مبنی ترجمہ کی تحقیق

بعض ثقہ اور مستند علماء نے بھی عطا خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال کی اتباع میں یہ ترجمہ کیا:

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

ظاہر ہے ان علماء نے انتہائی نیک نیتی اور حسن عقیدت سے یہ ترجمہ کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر حرف نہ آئے، ہمارے دل میں ان علماء کا غایت درجہ احترام ہے اور علمی اعتبار سے ہم ان کی گرد راہ کے بھی برابر نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۱۵-۲۱۲ ملخصاً، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند۔

[3] علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۶۴-۲۶۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

[4] عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین ج ۶ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات بھی ہیں ، ہمارے نزدیک جواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی ہے اس نسبت کو قائم اور برقرار رکھتے ہوئے ذنب کے معنی میں تاویل کی جائے اور یہ کہا جائے کہ ذنب سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ یا بظاہر ترک افضل ہے یا اس سے مراد وہ امور ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب قرار دیتے تھے اور فی نفسہ وہ امور گناہ تھے نہ ترک اولیٰ ، ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے ۔

یہ ملحوظ رہے کہ ہم نے اس بحث میں ذنب کا ترجمہ " بہ ظاہر خلاف اولیٰ " کیا ہے یا پھر ذنب کا ترجمہ نہیں کیا اور اس کو ذنب ہی لکھا ہے اور قرآن اور حدیث میں جہاں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ذنب کا لفظ وارد ہوا ہم نے اس کے ترجمہ میں " گناہ " لکھنے سے احتراز کیا ہے جبکہ بعض علماء اہل سنت نے ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ " گناہ " بھی کیا ہے ۔

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ مشہور ہے اس کے علاوہ بعض دوسرے علماء اہل سنت نے بھی ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ " گناہ " کیا ہے ، البتہ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہو تو پھر اس کا ترجمہ گناہ کرنا صحیح نہیں ہے ، کیونکہ یہ ترجمہ ان کی عظمت اور عصمت کے منافی ہے اور عوام کے ذہنوں میں تشویش کا موجب ہے ۔

اس وضاحت کے بعد ہم پھر اصل بحث کی طرف لوٹ رہے ہیں ، اب ہم یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کی طرف جو ذنب کی اضافت کی ہے ، اس اضافت کو بغیر شرعی اور عقلی مانع کے تبدیل کرنا اور ذنب کو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف منسوب کرنا ، اور " لک " میں حرف لام کو تعلیل کے لیے قرار دے کر یہ ترجمہ کرنا صحیح نہیں ہے : " تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے " اب ہم کتب لغت کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ جب غفر کا صلہ حرف لام ہو تو وہ متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے تعلیل کے لیے نہیں ہوتا ۔

غفر کے بعد حرف لام کے معنی کی کتب لغت سے تحقیق

کتب لغت میں مذکور ہے کہ غفر حرف لام کے ذکر اور حذف دونوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کو معاف کر دیا ، (یہ معنی نہیں ہے اس کے سبب سے معاف کر دیا) اور غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی ۔

مولانا غلام رسول رضوی ، صحیح بخاری کی ایک حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :

فقالت عائشة لم تصنع هذا و قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر قال افلا احب ان اكون عبدًا شكورًا۔

ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ کس لیے کرتے ہیں ، حالانکہ اللہ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں اور آپ مغفور ہیں ، آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار ہوں ۔

اس سے پہلی حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

۵۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں : اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز شمول الاسلام ص ۷۰ ، مطبوعہ کراچی ۔

فقیل له غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔

آپ سے عرض کیا گیا حضور آپ تو مغفور ہیں۔ اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۲، ص ۴۴۴، مطبوعہ لاہور)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال فغفرہ ای قال غفر الله له و استغفر الله ذنبه علی حذف الحرف طلب منه غفرہ۔ [1]

غفر کا معنی ہے غفر اللہ لہٗ اور استغفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ اس استعمال میں لام محذوف ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری لکھتے ہیں:

فغفر له ذنبه واغتفر ذنبه مثله۔ [2]

فغفر لہ ذنبہ اور اغتفر ذنبہ کا ایک معنی ہے۔
یعنی غفر حرف لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے حذف کے ساتھ بھی۔

علامہ زبیدی قاموس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

غفرہ یغفرہ سترہ (الی قولہ) غفر الله له ذنبه غطی علیه وعفا عنه۔ [3]

غفرہ (حذف لام کے ساتھ) کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ (حرف لام کے ذکر کے ساتھ) کا معنی ہے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا اور اس کو معاف کر دیا۔

علامہ سعید شرتونی لکھتے ہیں:

غفر الشیء غفر استرہ - الله له ذنبه غطی علیه وعفا عنه۔ [4]

غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا۔

لوئیس معلوف لکھتے ہیں:

غفر له الذنب غطی علیه وعفا عنه و غفر الشیء سترہ۔ [5]

غفر لہ الذنب کا معنی ہے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا اور غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا۔

مسلّم اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ غفر کے بعد حرف لام، متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس کو تعلیل اور سبب پر محمول کرنا لغت کے خلاف ہے، کتب لغت کے حوالہ جات کے بعد اب ہم قرآن مجید کی آیات سے یہ واضح کر رہے ہیں کہ غفر کے بعد حرف لام تعلیل اور سبب کے لیے نہیں ہوتا۔

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۵۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی اقرب الموارد ج ۲ ص ۸۷۹، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ

[5] لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد ج ۱ ص ۵۵۵، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، طبع ۱۷، ۱۳۶۷ھ

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے غفر کے بعد لام کا تعلیل کے لیے نہ ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں چوبیس مقامات پر مغفرت کا مادہ یعنی، یغفر اور استغفر وغیرہ کا صلہ حرف لام ہے اور ہر جگہ اس کا معنی معاف کرنا اور بخشنا یا بخشش طلب کرنا ہے، اور کسی جگہ بھی یہ لام تعلیل اور سبب کے لیے نہیں ہے، سر دست ہم قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کر رہے ہیں اور ان آیات کا ترجمہ ہم اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے نقل کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)۔ واستغفر لذنبك (مؤمن: ۵۵) اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔

سورۂ فتح کی زیر بحث آیت کے ترجمہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا "اور اپنوں کے گناہوں کے سبب سے معافی چاہو۔

(۲)۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹) اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

یہ دونوں آیتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں ان میں استغفر کے بعد لام ہے اور اعلیٰ حضرت نے یہاں حرف لام کا ترجمہ سببیت کے اعتبار سے نہیں کیا۔

(۳)۔ قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين ۝ (اعراف: ۲۳) دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ بُرا کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوا کی دعا ہے، اگر لام سببیت کے لیے ہوتا تو ترجمہ یوں ہوتا "اگر تو ہمارے سبب سے نہ بخشے"

(۴)۔ رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنت (نوح: ۲۸) اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

(۵)۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔ (ابراھیم: ۴۱) اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(۶)۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

والذی اطمع ان يغفر لی خطيئتی يوم الدين۔ (شعراء: ۸۲) اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

(۷)۔ واغفر لابی انه کان من الضالین ۝ (شعراء:۸۶) اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

یہ تینوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں۔ اگر لام سببیت کے لیے ہوتا تو آخری دعا کا ترجمہ ہوتا "اور میرے ماں باپ کے سبب سے بخش دے"۔

(۸) قال رب اغفر لی ولاخی۔ (اعراف: ۱۵۱) عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی تھی۔

(۹)۔ فاغفر لی فغفر له۔ (قصص: ۱۶) تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا۔

یہ آیت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔

(۱۰)۔ فغفرنا له ذٰلك۔ (ص: ۲۵) اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف کر دیا۔

یہ آیت حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے، اور اس آیت میں حضرت داؤد کی طرف مغفرت کی نسبت کی گئی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ میں اس نسبت کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۱) قال رب اغفر لی وهب لی ملکا لا عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے

۵۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کے ترجمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو گمراہ لکھا ہے، اسی طرح سورۃ انعام کی آیت نمبر ۷۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے، "جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو" اور سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے "اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا" قرآن مجید کی ان آیات میں "اب" کا لفظ وارد ہوا ہے، اور محاورات عرب میں "اب" کا اطلاق چچا پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت میں "اب" کا چچا پر اطلاق ہے قالوا نعبد الٰهك و الٰه اٰبائك ابراهیم واسمٰعیل واسحٰق (بقرہ: ۱۳۳) اس آیت میں حضرت اسماعیل پر بھی "اب" کا اطلاق ہے، حالانکہ وہ فرزندان یعقوب کے چچا تھے۔ سو اسی طرح ان آیات میں بھی حضرت ابراہیم کے چچا پر "اب" کا اطلاق کیا گیا ہے اور چونکہ اردو محاورہ میں چچا پر باپ کا اطلاق نہیں ہوتا اس لیے ان آیات میں "اب" کا صحیح تفسیری ترجمہ چچا ہے، اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ لکھتے ہیں: اہل تواریخ و اہل کتابین کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سیدنا خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا (شمول الاسلام ص ۱۸، مطبوعہ کراچی) نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تمام آباء و امہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن و ثابت ہے، بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا سب کا یہی مقتضیٰ مذہب ہے۔ (شمول الاسلام ص ۳۲، مطبوعہ کراچی) اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں۔ اس لیے وہ بالیقین مومن ہیں۔ گمراہ، بت پرست یا دشمن خدا نہیں ہیں۔ اگر ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ناموس کا تحفظ ہر چیز اور ہر شخص سے بڑھ کر عزیز نہ ہوتا تو ہم اس امر پر تنبیہ نہ کرتے۔

* * *

ینبغی لاحد من بعدی (ص: ۳۵) ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کی ہیں جن میں غفر، یغفر اور استغفر وغیرہا کے بعد حرف لام مذکور ہے اور یہ لام تعلیل کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجموں سے واضح ہے، اور چونکہ غفر کے بعد لام از روئے لغت تعلیل کے لیے نہیں ہوتا، اس لیے مفسرین میں سے کسی نے بھی اس لام کو تعلیل کے لیے نہیں قرار دیا، لہٰذا اس لام کو تعلیل کے لیے قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ بعض علماء نے جو اس لام کو تعلیل کے لیے کہا ہے انھوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے اس کو تعلیل کے لیے کہا ہے، کیونکہ لغت میں قیاس نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔"

دوسری اہم بات جو ان آیات سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات کے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کو متعلق کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اس تعلق کو برقرار رکھا ہے اور اس مغفرت کا تعلق ان کی امتوں کے ساتھ نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کا تعلق کرنا ان کی عصمت اور ادب کے منافی نہیں ہے، اور صحیح بھی یہی ہے کہ جبکہ عقلی اور شرعی کوئی مانع نہ ہو تو قرآن مجید میں جس کو جس کے ساتھ متعلق کیا گیا ہو، اس تعلق کو اسی کے ساتھ برقرار رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو تبدیل نہ کیا جائے، اس لیے صحیح ترجمہ یہ ہے: "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے۔"

قرآن مجید کی نظم اور سلک معانی کے ربط سے آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبينا ۝ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما ۝ وينصرك الله نصرا عزيزا۔ (فتح: ۳-۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے۔ اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہِ راست پانچ نعمتیں عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، فتح مبین، مغفرت ذنوب، نعمت پوری کرنا، صراطِ مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور قوی مدد فرمانا، اب اگر یہ کہا جائے کہ درمیان میں مغفرت

۱۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: "اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔"

ذنوب کی ایک نعمت آپ کو نہیں امت کو دی ہے تو اس سے نظم قرآن مختل ہو جائے گی انا فتحنا لك سے ینصرك اللہ تک پانچوں نعمتوں میں اللہ تعالیٰ نے حرف خطاب ذکر کر کے خصوصیت سے آپ کو خطاب کیا ہے، اب یہ کہنا کہ اس کلام کے اوّل اور آخر میں خطاب آپ کو ہے اور اس سے مراد بھی آپ ہیں اور درمیان میں خطاب آپ کو اور مراد اس سے اگلے اور پچھلے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو بے ربط اور سلک معانی کو منتشر کرنا ہے۔

مفسرین کرام اور مستند علماء عظام نے ان پانچوں نعمتوں کا آپ کے ساتھ اختصاص بیان کیا ہے۔

امام بخاری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ فقال لقد انزل علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الی مما طلعت الشمس ثم قرأ انا فتحنا لك فتحا مبینا۔[1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوا ہے، پھر آپ نے پڑھا انا فتحنا لك فتحا مبینا۔

علامہ کرمانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لما فیہ من مغفرتہ ما تقدم وما تاخر والفتح والنصر واتمام النعمۃ وغیرھا۔[2]

کیونکہ اس آیت میں آپ کی اگلی اور پچھلی مغفرت، فتح، مدد، اتمام نعمت اور دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

قال ابن عطاء جمع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ السورۃ نعم مختلفہ من الفتح المبین وھو من اعلام الاجابۃ والمغفرۃ وھی من اعلام المحبۃ وتمام النعمۃ وھی من اعلام الاختصاص والھدایۃ وھی من اعلام الولایۃ الخ فالمغفرۃ تبرئۃ من العیوب وتمام النعمۃ ابلاغ الدرجۃ الکاملۃ والھدایۃ وھی الدعوۃ الی المشاھدۃ۔[3]

ابن عطاء نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں آپ کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا، فتح مبین آپ کی مقبولیت کی علامت ہے، مغفرت آپ سے محبت کی علامت ہے، اور اتمام نعمت آپ کی خصوصیت کی علامت ہے اور ہدایت آپ کی ولایت کی علامت ہے، مغفرت سے مراد ہے آپ کو عیوب سے بری رکھنا، اتمام نعمت سے مراد ہے آپ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا، اور ہدایت سے مراد ہے آپ کو مشاہدہ کی دعوت دینا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

حق سبحانہ اثبات کرد برائے او نخست فتح مبین و

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کا ذکر

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۱۸ ص ۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۱ ص ۳۲۰، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

بعد ازاں ذکر کردہ مغفرت ذنوب را و ذکر کردہ بعد از وے اتمام نعمت و اثبات ہدایت و صراط مستقیم و نصر عزیز را پس یقین شد کہ مقصود اثبات ذنوب نیست بلکہ نفی آنست [1]

کیا اس کے بعد مغفرت ذنوب کا ذکر کیا، اس کے بعد اتمام نعمت کا ذکر کیا، اس کے بعد ہدایت پر ثابت قدم رکھنے اور غالب مدد کا ذکر کیا، اس سے یقین حاصل ہوگیا کہ اس آیت سے گناہوں کا ثابت کرنا نہیں ان کی نفی کرنا مقصود ہے (یعنی آپ کے گناہ ہیں ہی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلی اور پچھلی زندگی میں معصوم بنا دیا ہے۔)

اس ترجمہ پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۵ میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے (لیدخل المؤمنین و المؤمنٰت جنت تجری الآیۃ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اب اگر آیت نمبر ۲ (ما تقدم من ذنبك) میں بھی مومنین کی مغفرت مراد ہو تو یہ محض تکرار ہوگا، جب کہ آیت نمبر ۲ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت مراد لی جائے تو پھر تکرار نہیں رہیگا۔

اس ترجمہ پر تیسرا اشکال یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت سے یہ تو مراد نہیں ہو سکتا کہ تمام اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اگر بعض اگلوں اور بعض پچھلوں کی مغفرت مراد لی جائے تو اس میں آپ کی تخصیص نہیں، کیونکہ دوسرے انبیاء اور رسل کے واسطے سے بھی مغفرت ہوگی۔ اس لیے لامحالہ یہ معنی مراد لینا ہوگا کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اکثر اگلوں اور اکثر پچھلوں کے"، سو یہ ترجمہ ایک ایسی تاویل پر مبنی ہے جو خود تاویل کا محتاج ہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

عن انس بن مالك قال لما نزلت هذه الآية على النبي صلى الله عليه وسلم انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر مرجعه من الحديبية وهم فيما لهم الحزن والكآبة وقد نحر الهدى بالحديبية فقال لقد انزل علي آية هي احب الي من الدنيا جميعا قالوا يا رسول الله قد علمنا ما يفعل بك فما يفعل بنا فانزلت ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها و يكفر عنهم سيآتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما قال عبد الوهاب في حديثه واصحابه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی "انا فتحنا لك فتحا مبينا ٥ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" اور (اس وقت) صحابہ غم و اندوہ میں مبتلا تھے اور آپ حدیبیہ میں ہدی کو ذبح کر چکے تھے تو آپ نے فرمایا مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو مٹا دے (معاف کر

[1] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

يخالطون الحزن والكآبة وقال فيه هنيئًا مريئًا لك يا رسول الله قد بين الله عز وجل ماذا يفعل بك۔[1]

دے) اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ عبدالوہاب کی سند میں ہے حدیبیہ سے لوٹتے وقت صحابہ غمگین تھے اور صحابہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ! آپ کو خوشی مبارک ہو، اللہ عزوجل نے بتادیا آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس سند کے علاوہ امام احمد نے اس حدیث کو یزید[2]، بہز[3]، عبدالرزاق[4]، محمد[5] بن بکر اور عفان[6] کی اسانید سے بھی اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے[7]، امام بخاری نے اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[8]

امام مسلم نے بھی اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[9]

حافظ ابن کثیر نے اس کو امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی کی اسانید کے ساتھ، اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔[10]

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن مردویہ امام ابونعیم، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن منذر، امام حاکم اور امام سعید بن منصور کے حوالوں سے اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔[11]

اس حدیث کو تمام مشہور اور مسلّم ائمہ حدیث نے متعدد اسانید اور طرق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب آپ نے لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر کی تلاوت کی تو صحابہ کرام نے کہا یا نبی اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۲۲، " " " "

[3] " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۴، " " " "

[4] " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۹۷، " " " "

[5] " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۷۳، " " " "

[6] " " مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۲، " " " "

[7] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[8] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، ۶۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[9] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷، " " " "

[10] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[11] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

تب آپ نے بعد والی آیت پڑھی جس میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے اس حدیث میں یہ صریح نص ہے کہ لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک میں آپ کے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کا بیان ہے اگلوں پچھلوں یا امت کے ذنوب کی مغفرت کا ذکر نہیں ہے۔

بعض دیگر احادیث میں بھی اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات قرار دیا گیا ہے:

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: فضلت علی الانبیاء بست لم یعطھن احد کان قبلی، غفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد کان قبلی، وجعلت امتی خیر الامم، وجعلت لی الارض مسجدًا وطھورًا واعطیت الکوثر، ونصرت بالرعب، والذی نفسی بیدہ ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میرے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، میری امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے، میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا ہے، مجھے کوثر دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تمہارا پیغمبر قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا حامل ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ البزار واسنادہ جید۔[2]

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ قال سمعت ابن عباس یقول، ان اللہ عز وجل فضل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل السماء وعلی الانبیاء قالوا: یا ابن عباس: ما فضلہ علی اھل السماء قال: لان اللہ عز وجل قال لاھل السماء: ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذٰلک

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام نبیوں پر فضیلت دی ہے لوگوں نے کہا اے ابن عباس! آسمان والوں پر آپ کی فضیلت کی کیا دلیل ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے متعلق فرمایا: "اور فرشتوں میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۴۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

نجزیہ جھنم کذلك نجزی الظّٰلمین) وقال الله تعالیٰ لمحمد صلی الله علیه وسلم انا فتحنا لك فتحا مبینا لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر قالوا یا ابن عباس ما فضله علی الانبیاء ؟ قال: لان الله تعالیٰ یقول : وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه و قال الله لمحمد صلی الله علیه وسلم وما ارسلناك الا کافة للناس فارسله الله عزوجل الی الانس والجن[1]

سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں، تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے، اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں"، اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا: "بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب یعنی (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے"، لوگوں نے کہا اے ابن عباس! حضور کی انبیاء پر کیا فضیلت ہے، انھوں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے، سو آپ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ [2]

حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر الحکم بن ابان وھو ثقة ورواہ ابویعلی باختصار کثیر۔ [3]

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں، سوا حکم بن ابان کے اور وہ بھی ثقہ ہے، امام ابو یعلیٰ نے بھی اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو شیخ ولی الدین[4] عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [5]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاھد فی قولہ عزوجل نافلة لك قال: لم تکن النافلة لاحد الا للنبی

"نفل آپ کی خصوصیت ہے" اس کی تفسیر میں مجاہد نے بیان کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۷-۴۸۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۵-۲۵۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوۃ المصابیح ص ۵۱۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

[5] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ج ۴ ص ۲۹، مطبوعہ مکۃ المکرمہ،

صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ من اجل انہ قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فما عمل من عمل مع المکتوب فھو نافلۃ سوی المکتوب من اجل انہ لا یعمل ذلک فی کفارۃ الذنوب والناس یعملون ما سوی المکتوبۃ فی کفارۃ ذنوبھم فلیس للناس نوافل انما ھی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ۔ [1]

نفلی عبادت زائد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے، اس لیے آپ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ نفل یعنی زائد از ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ باقی لوگ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، لہٰذا لوگوں کی کوئی عبادت نفل یعنی زائد نہیں ہے، عبادت کا نفل (زائد) ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وذکر وھب بن منبہ فی قصۃ داؤد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما اوحیٰ الیہ فی الزبور یا داؤد انہ سیاتی من بعدک نبی یسمی احمد ومحمد صادقا سیدا لا اغضب علیہ ابدا ولا یغضبنی ابدا وقد غفرت لہ قبل ان یعصنی ما تقدم من ذنبہ وما تاخر وامتہ مرحومۃ الحدیث۔ [2]

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قصہ میں ذکر کیا، کہ زبور میں ان کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ صادق اور سید ہوں گے، میں ان پر کبھی ناراض ہوں گا نہ وہ کبھی مجھ سے ناراض ہوں گے، میں نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیا ہے اور ان کی امت پر رحمت کی گئی ہے۔

ان تمام احادیث میں تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے، سو یہ کہنا کہ یہ مغفرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو حاصل ہوئی ہے، ان تمام احادیث کے خلاف ہے!

آثار صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا فقالوا واین نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں تین صحابی آئے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب ان کو خبر دی گئی تو انھوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلے اللہ

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰، " " "

لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تاخر فقال احدھم اما انا فانی اصلی اللیل ابدا و قال اٰخر انا اصوم الدھر ولا افطر و قال اٰخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابدا فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال انتم الذین قلتم کذا و کذا اما واللہ انا لاخشاکم للہ و اتقاکم لہ لکنی اصوم و افطر و اصلی و ارقد و اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی ۔[1]

علیہ وسلم! آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے، ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا دوسرے نے کہا میں تمام عمر روزے سے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہونگا۔ اور شادی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا تم لوگوں نے ایسے ایسے کہا ہے؟ سنو! بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی کھاتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ازواج سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ یہ تین صحابی، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔[2] یہ حدیث مشکوٰۃ ص ۲۷ پر بھی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس آیت میں مغفرت ذنوب کا تعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وحال آنکہ بہ تحقیق آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مر او را آنچہ پیش گذاشتہ از گناہان او و آنچہ پس آمدہ او را گنجائش دارد کہ کم کند عبادت بخلاف ما کہ محتاجیم بآمرزیدہ شدن گناہان و ندانستند آں عزیزاں و نیک نگریستند کہ اندک عبادت از حضرت وے صلے اللہ علیہ وسلم بیشتر از ہر بیش است از جہت کمال معرفت و وقوف حضور و تمام احسان وے در عبادت و نیز آں از جہت وفور رحمت و کمال شفقت او ست بر امت و در وے تعلیم رعایت حقوق نفس و اہل و عیال ست و نیز استقامت در رعایت اعتدال و ادامت عمل است و بسا باشد کہ تکثیر و افراط در عمل بفتور

حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیے ہیں اس لیے آپ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ آپ کم عبادت کریں، اس کے برخلاف ہم گناہوں کی بخشش کے محتاج ہیں، ان بزرگوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کم عبادت بھی ہر ایک کی بڑی سے بڑی اور زیادہ سے زیادہ عبادت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کو جو اللہ کی کامل معرفت حاصل ہے اور جس طرح آپ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جمال آپ کے سامنے ہوتا ہے وہ کسی اور کے لیے متصور نہیں ہے، نیز کم

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

و ملال گردد و در توجیہ غفران ذنوب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ قرآن مجید بداں ناطق است اقوال است بہترین اقوال آنست کہ این کلمہ تشریف است مر آں حضرت را از جانب مولیٰ تعالیٰ بے آں کہ ذنب وجود داشتہ باشد چنانکہ صاحب مر بندہ خود را بگوید کہ گناہان ترا بخشیدیم تو فارغ البال باش و ہیچ اندیشہ مکن اگرچہ آں بندہ گناہ نداشتہ باشد و توجیہ مشہور انیست کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ [1]

عبادت کرنے ہیں امت پر رحمت اور شفقت بھی ملحوظ تھی تاکہ امت کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کی تعلیم دی جائے اور اعتدال اور توازن کی رعایت کی تربیت کی جائے تاکہ ہمیشہ عمل کیا جاسکے، کیونکہ اکثر و بیشتر زیادہ عبادت کرنے سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور قرآن مجید میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذنوب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی متعدد توجیہات ہیں، بہترین توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعظیم اور تشریف کا کلمہ ہے، بغیر اس کے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی گناہ ہو، جس طرح مالک اپنے غلام سے کہتا ہے: میں نے تمہارے گناہ بخش دیے ہیں اب تم فارغ ہو، کوئی فکر نہ کرو، خواہ اس غلام کا کوئی گناہ نہ ہو، اور اس آیت کی مشہور توجیہ یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔ یعنی ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہوں کے درجہ میں ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ روزے میں اپنی ازواج کا بوسہ لیتے ہیں تو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

فقال یا رسول اللہ! قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما و اللہ انی لاتقاکم واخشاکم لہ۔ [2]

انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا کوئی شخص حالت جنابت میں روزہ کی نیت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے) ایسا کرتا ہوں، اس پر اس صحابی نے کہا:

فقال لست مثلنا یا رسول اللہ قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك و ما تاخر فقال

اس صحابی نے کہا: یا رسول اللہ آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸-۱۲۷، مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واللہ انی لارجوان اکون اخشاکم للہ و اعلمکم بما اتقی۔ [1]

کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یارسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو (بہت) قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے، حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنا قیام کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا اعلان آپ کی عظیم خصوصیت ہے

سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے، قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہو گی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، لیکن آپ کی یہ خصوصیت صرف اسی وقت ہو گی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا اس کو برقرار رکھا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے اور اگر بغیر کسی عقلی اور شرعی استحالہ کے اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو بدل کر اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا تو پھر اس مغفرت کلی کا قطعی اعلان اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہو گا، حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہو گا، اور مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور یہ حدیث کے خلاف ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، " " " "

اس کلی مغفرت کے اعلان کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے:
علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم وعثمان بن سعید الدارمی فی (کتاب الرد علی الجهمیة) عن عبادة بن الصامت ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج فقال ان جبرائیل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمة الله التی انعم بها علیك فبشرنی بعشر لم یؤتها نبی قبل ان الله بعثنی الی الناس جمیعاً وامرنی ان انذر الجن وتلقانی کلامه وانا امی قد اوتی داؤد الزبور وموسی الالواح وعیسی الانجیل وغفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر الحدیث [1]

امام ابن ابی حاتم اور امام دارمی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا باہر آئیے، اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو بیان فرمائیے پھر مجھے دس ایسی نعمتوں کی بشارت دی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا (۲) مجھے جنوں کے لیے نذیر بنایا (۳) حضرت داؤد کو زبور، حضرت موسیٰ کو (تورات کی) الواح اور حضرت عیسیٰ کو انجیل دی گئی اور حالانکہ میں امی ہوں پھر بھی اللہ نے مجھے اپنے کلام سے نوازا (۴) اور میرے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی! الحدیث۔

تمام مسالک کے مستند علماء نے اس مغفرت کلی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کے حق میں عظیم نعمت قرار دیا ہے، حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

قوله تعالیٰ (لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر) هذا من خصائصه صلی الله علیه وسلم التی لایشارکه فیها غیره، ولیس فی حدیث صحیح فی ثواب الاعمال لغیره غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر، وهذا فیه تشریف عظیم لرسول الله صلی الله علیه وسلم [2]

اللہ تعالیٰ کا یہ قول "لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے کسی عمل کے ثواب کے متعلق کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں آیا کہ اس کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کی مغفرت کر دی گئی، اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور فضیلت ہے۔

علامہ یوسف نبہانی، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی کے رسالہ "النقول المحرر" سے علامہ عز الدین ابن عبد السلام کا کلام نقل کرتے ہیں:

ان الله تعالیٰ اخبر انه غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر ولم ینقل انه تعالیٰ اخبر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دے دی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں)

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۹، مطبوعہ ادارہ الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

احدًا من الانبیاء علیهم الصلاة والسلام بمثل ذٰلك بل الظاهر انه سبحانه وتعالیٰ لم یخبرهم لان کل واحد منهم اذا طلبت منه الشفاعة فی الموقف ذکر خطیئته التی اصاب وقال نفسی نفسی ولو علم کل واحد منهم بغفران خطیئته لم ینکل منها فی ذٰلك المقام واذا استشفعت الخلائق بالنبی صلی الله علیه وسلم فی ذلك الموقف قال انا لها۔ [1]

کی مغفرت کر دی گئی ہے، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں سے اور کسی کو بھی یہ خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب حشر کے دن انبیاء سے شفاعت طلب کی جائیگی تو ہر نبی کو اپنی (ظاہری) خطاء یاد آئے گی اور وہ نفسی نفسی کہیں گے اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتا اور جب تمام لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے "میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں لکھتے ہیں:

واز اں جملہ آنست کہ آمرزیدہ شد آں حضرت علیہ السلام را ماتقدم من ذنبہ وما تاخر، شیخ عزالدین بن عبدالسلام گفتہ رحمہ اللہ تعالیٰ از خصائص آں حضرت ست کہ خبر دادہ شد اورا در دنیا بمغفرت ونقل کردہ نشد کہ وے تعالیٰ خبر داد ہیچ یکے را از انبیاء بمانند ایں تا آنکہ گویند روز قیامت نفسی نفسی انتہی یعنی اگرچہ ہمہ انبیاء مغفور اند وتعذیب انبیاء جائز نیست ولیکن بہ تصریح خبر دادہ نشد، ہیچ یکے را بایں فضیلت واخبار کردہ نشد بداں وتصریح آں مخصوص بحضرت محمد است صلے اللہ علیہ وسلم کہ از غم واندیشہ خود فارغ شدہ بخاطر جمع بحال امت مے پردازد وشفاعت در مغفرت ذنوب ورفع درجات ایشاں میکوشد۔ [2]

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جملہ خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام متقدم اور مؤخر ذنوب کو بخش دیا گیا ہے، شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کو دنیا میں مغفرت کی خبر دے دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی ہے اسی وجہ سے وہ قیامت کے دن نفسی نفسی کہیں گے (علامہ عزالدین کی عبارت ختم ہوئی۔ اس کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں:) یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی صراحۃً خبر نہیں دی اور کسی نبی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی، اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہوکر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۴-۲۱۳۔ مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۲۵-۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

پس گفتہ شد مر آں حضرت را برائے چہ میکنی ایں ہمہ ریاضت و میکشی اینہمہ تعب و عنا و حالانکہ آمرزیدہ شدہ است برائے تو ہمہ گناہاں تو آنچہ پیش رفتہ و آنچہ پس آمدہ گفت اگر گناہاں ہمہ بخشیدہ باشد آیا پس نباشم من بندہ شکر گوینده بر نعمت ہائے حق خصوصاً ایں نعمت عظیم کہ مغفرت ذنوب است۔ [1]

پس آں حضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ عبادت و ریاضت میں اس قدر کوشش و تھکاوٹ کو کیوں اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل یا خلاف اولیٰ) بخش دیے گئے ہیں خواہ وہ پہلے کے ہوں یا بعد کے؟ آپ نے فرمایا اگر تمام گناہ بخش دیے گئے ہیں تو کیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے والا نہ بنوں! خصوصاً مغفرت ذنوب کی اس عظیم نعمت پر۔!

یہ حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے اور مشکوٰۃ ص ۱۰۹ - ۱۰۸، مطبوعہ دہلی اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۶، مطبوعہ کراچی میں مذکور ہے۔

مغفرت کی خصوصیت پر ایک معارضہ کا جواب

مستند فقہائے اسلام کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا قطعی اعلان، یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی عظیم نعمت اور آپ کی مغفرت خصوصیت ہے، کسی عام امتی اور ما و شما کی بات چھوڑیں اولوالعزم انبیاء اور رُسل میں سے بھی کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی، شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بھی میں نے اس دلیل کا اختصاراً ذکر کیا ہے اس پر بعض لوگوں نے یہ معارضہ کیا کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس دنیا ہی میں مغفرت کی نوید نہیں سنا دی گئی؟

الجواب عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مغفرت کی نہیں جنت کی نوید دی گئی ہے، لیکن جنت کی بشارت اور شے ہے اور مغفرت کی نوید اور چیز ہے[2] اور یوں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے لیکن یہ نوید بہر حال خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا اعلان قرآن مجید میں ہے اور قطعی ہے اور اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے

علماء اہل سنت کی عبارات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فیاتونہ فیقول لست ہناکم ایتوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد غفر لہ

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں (اس وقت) تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا تم

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ مطبع نسیج کمار لکھنؤ

[2] دخول جنت کی نوید مغفرت کلی کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ ہر مومن جنت میں جائے گا، البتہ دخول جنت کی شخصی بشارت ایمان پر خاتمہ کو مستلزم ہے، اور نفس مغفرت کی نوید بھی ابتداءً جنت میں دخول کو مستلزم نہیں ہے، البتہ مغفرت کلی کی بشارت میں ابتداءً جنت دخول کو مستلزم ہے اور اس کی شخصی بشارت پوری کائنات میں صرف نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ آپ کی منفرد تفضیلت اور عظیم خصوصیت ہے۔

ما تقدم من ذنبه وما تاخر۔ [1]

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس مے آئید عیسیٰ را پس مے گوید عیسیٰ من نیستم اہل ایں کار و لیکن بیاید محمد را صلے اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مر او را ہر چہ پیش گذشتہ از گناہان وے و ہر چہ پس آمدہ۔ [2]

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل) بخش دیے ہیں خواہ پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

اور علامہ فضل حق خیر آبادی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس بیایند بر عیسیٰ علیہ السلام پس بگویند برائے شفاعت نیستم لیکن بر شما لازم است کہ بروید بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مر او را از گناہان پیشیں و پسین او۔ [3]

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ثم نقشبندی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لیے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیے ہیں۔ [4]

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ [5]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۸۶، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء، تحقیق الفتویٰ ص ۳۲۱ - ۳۲۰، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[4] علامہ عبدالحکیم شرف قادری، نقشبندی، ترجمہ تحقیق الفتویٰ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[5] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱۰ ص ۴۸، السجدہ پرنٹرز

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ غلام رسول رضوی اور بعض دیگر علماء اہل سنت نے ان مواقع پر جو ذنب کا ترجمہ گناہ کیا ہے اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو تو پھر اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ یا اجتہادی خطاء کے ساتھ کرنا چاہیے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا، اور ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں تشویش ہوگی، اور ہمارے عرف میں گناہ کا لفظ ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اعلیٰ حضرت کی عبارت میں لیغفر لك الله الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کیساتھ تعلق

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز سورۃ شعراء میں حضرت ابراہیم سے متعلق اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین۔ (شعراء: ۸۲)

اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

اس آیت کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاؤں کی نسبت کی ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم بھی نبی معصوم ہیں، سو اگر لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کرنا آپ کی عصمت اور ادب کے منافی ہے، تو اس آیت میں آپ کے جد کریم حضرت ابراہیم کی طرف خطا کی نسبت کرنا بھی عصمت اور ادب کے منافی ہوگا، اور اگر اس آیت میں خطاء کو بمعنی خلاف اولیٰ لے کر حضرت ابراہیم کی طرف خطاء کی نسبت جائز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے لیے مستعمل نہیں ہے اسلیے اس لفظ سے عصمت کے خلاف وہم پیدا ہوگا، اس لیے ان مواقع پر ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، اور جن بزرگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے اعتقاد کے باوجود ذنب کا ترجمہ گناہ کیا وہ ان کے علمی تسامح پر محمول ہے۔

ایک علمی مذاکرہ میں بعض افاضل نے قرآن مجید کی اس آیت سے مجھ پر معارضہ کیا:

ید الله فوق ایدیهم۔ (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور یہ کہا کہ پھر ید کا ترجمہ "ہاتھ" نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک اور منزہ ہے اور اس ترجمے سے عام مسلمانوں کا ذہن مشوش ہوگا، اس لیے "ید" کے ترجمے میں "ید" کو ذکر کیا جائے یا پھر قدرت اور غلبہ کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے ید (ہاتھ)، ساق (پنڈلی) اور وجہہ (چہرہ) پر مشتمل جو آیات ہیں، یہ سب آیات متشابہات ہیں، ان کا معنی ہمیں معلوم ہے اور ان کی مراد صرف اللہ عزوجل کو معلوم ہے، اس لیے ہم ان آیات کے ترجمہ میں ان الفاظ کے معانی ذکر کریں گے اور ان کی تفسیر میں یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہے اور ہاتھ، پنڈلی اور چہرے سے اس کی کیا مراد ہے یہ وہی جانتا ہے، اس کے برخلاف جن آیات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ذنب یا معصیت کی نسبت ہے وہ آیات متشابہات میں سے نہیں ہیں اور بر تقدیر تنزل دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو بداہۃً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا عقیدہ رکھنا کفر ہے اس لیے جب ید اللہ کا ترجمہ "اللہ کے ہاتھ" کیا جائے گا تو کسی مسلمان کا ذہن اس ترجمہ سے اللہ تعالیٰ کی جسمیت کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس کے برخلاف جب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جائے گا تو اس سے معروف گناہ کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کی گنجائش ہے کیونکہ شافعیہ اور معتزلہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بلا اصرار کبیرہ کا صدور بھی جائز ہے۔ (تحریر مع تقریر ج ۲ ص ۲۲۴) ہر چند کہ محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ اور کبیرہ کسی قسم کے گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کا یہ تقاضا ہے کہ جب کسی آیت یا حدیث میں ان کے متعلق ذنب کا لفظ ہو تو اس کا ترجمہ گناہ نہ کیا جائے۔

ے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "میری خطائیں" فرمانا تواضع اور انکسار ہے، ورنہ نبی سے خطاء سہواً نہیں ہوتی۔

ہے تو لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر میں بھی ذنب کو بمعنی خلاف اولیٰ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کا تعلق جائز ہوگا اور یہ لفظ خلاف عصمت اور منافی ادب نہیں ہوگا۔ نیز اعلیٰ حضرت نے خود بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ گنگوہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کیا، کہ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (بہ خدا میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ترجمہ از سیدی غفرلہٗ)۔

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اتری یعنی تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ صحابہ نے عرض کی: هنيئا لك يا رسول الله لقد بين الله لك ماذا يفعل بك فماذا يفعل بنا یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف صاف فرمادیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا، اس پر یہ آیت اتری ليدخل المؤمنين (الی قوله تعالیٰ) فوزا عظيما۔ تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دیے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے ہاں بڑی مراد پانا ہے، یہ آیات اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل شہیر الیسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔ لے

اعلیٰ حضرت نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت صدر الافاضل کی عبارت میں لیغفر لك اللہ الایۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

قرآن مجید میں ہے:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (احقاف: ۹)

اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنز الایمان)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت منسوخ ہے، مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا حال یکساں ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں۔ اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر۔ نازل فرمائی، صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهٰر اور یہ آیت نازل فرمائی: بشر المؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا۔

لے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، انباء المصطفیٰ ص ۹۔۸، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

تو اللہ نے بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنین کے ساتھ کیا۔

حضرت صدر الافاضل کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت اور اگلے پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت مفتی احمد یار خاں کی عبارت میں لیغفرلك اللہ الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

مفتی احمد یار خاں سورہ احقاف کی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رب فرماتا ہے: لیغفر لك الله ما تقدم الخ اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلا وعد الله الحسنیٰ۔ (نور العرفان حاشیہ کنز الایمان)

مفتی احمد یار خاں نے جاء الحق میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

جب یہ آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (احقاف: ۹) نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے، ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا ان کو بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری: لیغفر لك الله ما تقدم الآیۃ پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو آپ نے وہ تو جان لیا جو کہ آپ کے ساتھ ہوگا، ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں الآیۃ (الی قولہ) یہ حضرت انس اور قتادہ و عکرمہ کا قول ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت (یعنی وما ادری ما یفعل به ولا بکم) اس آیت (یعنی لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك) سے پہلے کی ہے جب کہ حضور کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی، مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (الی قولہ) آیت ما ادری کو ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم نے انا فتحنا لك سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر، در منثور و ابو السعود)[1]

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ نے بھی اس تفسیر میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں ہے۔

دو ترجموں میں سے راجح ترجمہ کا بیان

ہم نے اعلیٰ حضرت صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خاں رحمہم اللہ کی صریح عبارت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی احمد یار خاں نے دوسرے مقامات پر اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے "تاکہ" اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔ ایک ترجمہ میں مغفرت کا تعلق حضور کے ساتھ اور دوسرے ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ ہے، یہ دونوں ترجمے متصادم اور متضاد ہیں اور دونوں کو مراد نہیں لیا جا سکتا، اب ان میں سے کون سا ترجمہ صحیح ہے اور کون سا غلط ہے اور کس ترجمہ کو برقرار رکھا جائے گا اور کس ترجمہ کو ترک کیا جائیگا

---

[1] مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، جاء الحق ص ۹۴، مطبوعہ پنجاب الیکٹرک پریس گجرات بار دوم

اس کا جواب یہ ہے کہ جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، نظم قرآن، احادیث، آثار اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے، اسی لیے وہی ترجمہ صحیح ہے جس میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کے مطابق بھی یہی ترجمہ ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا قرآن مجید میں اور کسی نبی کی اگلی اور پچھلی کل مغفرت کا قطعی اعلان نہیں کیا گیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مغفرت کی نوید نہیں سنائی گئی اس لیے وہ مغفور ہونے کے باوجود قیامت کے دن اپنے متعلق فکر مند ہوں گے اور پہلی مرتبہ شفاعت سے گریز کریں گے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دنیا میں مغفرت کلی کی بشارت دے دی گئی ہے اس لیے آپ پہلی بار بھی تسلی سے شفاعت فرمائیں گے۔

زیر بحث ترجمہ پر بحث سے مصنف کا نقطہ نظر

ہم نے سورۂ فتح کی مذکور الصدر آیت کے ترجمہ پر جو اس قدر تفصیل سے بحث کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ ہم اپنے اکابر علماء کے تراجم کی غلطیاں نکال رہے ہیں اور سوء ادب کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ ہماری اس تحقیق کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے طریقہ کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے، جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنے اکابر کی علمی غلطیوں پر گرفت کی اور اس کو تطفل سے تعبیر فرمایا، سو اس معاملہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے، نیز تحقیق اور تفحص کے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں، اگر ہمیں اپنے اکابر کی عبارات میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے تو ہمیں فراخ دلی اور وسیع النظری کے ساتھ یہ مان لینا چاہیے کہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، اور یہی حق پرستی کی علامت ہے، ہمیں آج تک اپنے مخالفین سے یہ گلہ رہا ہے کہ وہ اپنے اکابر کی غلط عبارات کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور غلط اور بے جا تاویلات کر کے ان عبارات کو صحیح بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اکابر پرستی ہے، حق پرستی نہیں ہے۔

ہم نے اپنے اکابر کے جس ترجمہ پر تنبیہ کی ہے وہ ترجمہ ہر چند کہ لغت، اسلوب قرآن، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ، مستند علماء کے اقوال اور خود ان اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے، لیکن اس کو زیادہ سے زیادہ خلاف تحقیق کہا جا سکتا ہے یا علمی تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، اس ترجمہ کی اصل عطار خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال میں موجود ہے، ہمارے علماء نے حسن نیت اور خوش عقیدگی کی بنا پر یہ ترجمہ اختیار کیا، اگرچہ اس ترجمہ کی بنیاد کمزور اور غلط ہے لیکن ان مترجمین کی نیت بہر حال مستحسن اور محمود تھی اللہ تعالیٰ ان محترم ہستیوں کی مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)۔

کسی مسلم بزرگ ہستی، مقتدر عالم دین، بلند پایہ محقق اور مایہ ناز فقیہ اور محدث سے اگر کوئی ایک آدھ علمی فروگذاشت ہو جائے تو اس سے ان کی جلالت علمی اور قدر و منزلت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، بلکہ وہ بدستور آسمان علم کے آفتاب نصف النہار ہی رہتے ہیں اور علماء اور فقہاء کے ایسے تسامحات کی مثالیں خیر القرون سے لے کر عہد حاضر تک کے سب محققین اور مجتہدین کے ہاں مل جائیں گی اور اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک وقیع دفتر تیار ہو جائے گا۔

تلك الغرانيق العلى سے اعتراض کا جواب

امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے

آپ نے سورۂ نجم پڑھی، جب آپ اس آیت پر پہنچے افرءیتم اللات والعزی ومنات الثالثۃ الاخری (نجم: ۲۰-۱۹) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے تلک الغرانیق العلی الشفاعۃ منہم ترتجی۔ "یہ سرغان بلند بانگ، ان کی شفاعت متوقع ہے" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔

(حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں کچھ القا کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القا کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مستحکم کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے[1]

علامہ ہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے:

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افرءیتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ پڑھا تو شیطان نے بتوں کا ذکر ڈال دیا اور کہا "انہم من الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترتجی۔" یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے تھے اور اس کے فتنہ میں سے تھے، یہ کلمات ہر مشرک کے دل میں جاگزین ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر کہا "محمد اپنے اور اپنی قوم کے دین کی طرف لوٹ گئے" جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورۂ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا، (الی قولہ) شام کو آپ کے پاس جبرائیل آئے اور آپ سے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبرائیل کو پڑھنے کا حکم دیا، جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انھوں نے ان کلمات سے برائت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ کو اس کا رنج ہوا، اور آپ نے فرمایا: (معاذ اللہ، از سعیدی غفرلہٗ) میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور اس نے مجھے اللہ کے امر میں شریک کیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔

(حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القا کر دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القا کو منسوخ کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القا سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی دشمنی اور گمراہی کی

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

طرف پھیر لوٹ گئے۔ [1]

ان روایات کی بناء پر بعض اکابر نے سورۂ حج کی اس آیت کا حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطان ثم یحکم الله ایته۔ (حج: ۵۲)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گذرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے، کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے، اور سننے والے اس کی آواز کو آپ کی آواز قرار دیں، اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا ارشاد نہ ہو بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو، نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مثل بن کر نہیں آ سکتا، اور جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ نیند میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے، جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے، امام ابو منصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ قسطلانی، علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین علماء نے اس روایت کو مسترد کر دیا ہے،

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے، ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے، اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو ان عجیب و غریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ واقعہ بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا، جب کہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے، پھر صرف حضرت ابن عباس سے ہی یہ واقعہ کیوں مروی ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی، [2] تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق جب (معاذ اللہ) شیطان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات (تلك الغرانیق العلی) کہلوا لیے اور حضرت جبرائیل نے آ کر کہا آپ نے وہ کلمات پڑھے جو اللہ نے نازل نہیں کیے تو آپ رنجیدہ ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے سورہ حج کی یہ آیت ۵۲ کئی سال بعد نازل فرمائی، یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس روایت میں ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبرائیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۲-۱۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۸۲۶ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۴، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطاءً، نسیاناً اور سہواً کس طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس روایت کے بموجب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات صادر ہو گئے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ شیطان کو کسی انسان پر یہ غلبہ نہیں ہے کہ وہ جبراً کسی سے کوئی کام کرا لے، قرآن مجید نے شیطان کا یہ اعتراف بیان کیا ہے:

وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراھیم: ۲۲)

اور مجھے تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا مگر میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

اور جب شیطان عام انسان سے جبراً کوئی کام نہیں کرا سکتا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات کیسے کہلوا سکتا ہے! ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں،

جن علماء نے اس روایت پر مبنی ترجمہ کیا ہے، انھوں نے سورۂ حج کی اس آیت میں تمنی کا معنی "پڑھا" کیا ہے، اور جن علماء نے اس باطل روایت کو مسترد کر دیا ہے، انھوں نے تمنی کا معنی "آرزو کی، یا تمنا کی" کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نہ فرستادیم پیش از تو، ہیچ فرستادہ نہ ہیچ صاحب وحی الا چوں آرزو نے بخاطر بست انگند شیطان چیزے در آرزوئے وے پس دور مے کند خدا آنچہ شیطان انداختہ است باز محکم مے کند آیات خود را۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا، ڈال دیتا تھا شیطان ہیچ آرزو اس کی کے، پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیوں اپنی کو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمنی کا معنی "پڑھا" کرنا صحیح بخاری کی اس حدیث پر مبنی ہے:

وقال ابن عباس فی امنیتہ اذا حدث القی الشیطن فی حدیثہ فیبطل اللہ ما یلقی الشیطان ویحکم اٰیاتہ ویقال امنیتہ قراتہ[1]

حضرت ابن عباس نے امنیتہ کی تفسیر میں کہا جب آپ بات کرتے تو شیطان آپ کی بات میں کچھ ڈال دیتا، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر دیتا اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا، امنیتہ کا معنی ہے اس کا پڑھنا۔

یہ امام بخاری کی (سند کے ساتھ) روایت نہیں ہے، انھوں نے بغیر سند کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب قول کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق امام بخاری کی تعلیقات میں شدید ترین ضعیف احادیث بھی ہیں۔

حافظ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

فانہ قد قامت الحجۃ واجتمعت الامۃ

اس قسم کے واقعہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

على عصمته صلى الله عليه وسلم ونزاهته عن مثل هذه الرذيلة وحاشاه عن ان تجرى على قلبه او لسانه شيء من ذلك لا عمدا ولا سهوًا او يكون للشيطان عليه سبيل او ان يتقول على الله عز وجل لا عمدا ولا سهوًا والنظر والعرف ايضًا يحيلان ذلك لو وقع لارتد كثير ممن اسلم ولم ينقل ذلك ولا كان يخفى على من كان بحضرته من المسلمين [1]

اور نزاہت پر دلیل قائم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے دل یا زبان پر ایسی کوئی چیز بھی جاری ہو، عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی سبیل نکال سکے، یا آپ اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں، عمداً نہ سہواً، عقل اور عرف کے نزدیک بھی یہ واقعہ محال ہے، اگر یہ واقعہ ہوتا تو بکثرت مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے اور آپ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی نہ رہتا۔

تنویر المقباس، جامع البیان، کشاف، مدارک، روح البیان، جلالین، در منثور، جمل، تفسیر مظہری اور تفاسیر شیعہ میں سے تبیان، مجمع البیان اور تمی میں ان روایات پر اعتماد کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ والنجم کی آیات تلاوت کر رہے تھے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیے تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن ترتجی اور سورہ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا تو جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ اس کے برخلاف الجامع لاحکام القرآن للقرطبی احکام القرآن لابن العربی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ثعالبی، احکام القرآن للجصاص، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، زاد المسیر، فتح البیان اور تفسیر منیر میں ان روایات کو مسترد کر دیا ہے اور بر سبیل تنزل ان کی یہ توجیہ کی ہے کہ جب آپ نے تلاوت کے دوران وقفہ کیا تو شیطان نے آپ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر اس وقفہ میں یہ کہا تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن ترتجی اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں، اور تفسیر مراغی، نظم الدرر اور تفسیر صاوی نے سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول یا نبی کو بھیجا اور اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کے سننے والوں کے دلوں میں اس تلاوت کے خلاف شبہات ڈال دیے اور البحر المحیط، تفسیر بیضاوی، خفاجی، تفسیر ابو سعود، خازن، روح المعانی، تفسیر کبیر، الاساس فی التفسیر، المحرر الوجیز، اضواء البیان، تفسیر قاسمی، الجواہر للطنطاوی، فی ظلال القرآن، فتح القدیر اور تفاسیر شیعہ میں سے منہج الصادقین اور تفسیر نمونہ میں ان روایات کو بہ کثرت دلائل سے مسترد کر دیا ہے اور سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا اور اس نے (اپنی امت کے پڑھنے کی) تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر) اس تمنا میں خلل ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں کو مٹا دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا، اور ہمارے نزدیک یہی تفسیر صحیح ہے اور جن اہل سنت مفسرین اور مترجمین نے اس کے خلاف ترجمہ اور تفسیر کی ہے وہ صحیح العقیدہ علماء ہیں اگر وہ بھی زیادہ غور و خوض سے کام لیتے اور زیادہ تحقیق اور جستجو کرتے تو امید ہے کہ وہ بھی اسی ترجمہ اور تفسیر کو اختیار کرتے۔

۹۴۹ بَابُ تَصْرِيفِ اللهِ تَعَالَى الْقُلُوبَ كَيْفَ شَاءَ

اللہ تعالیٰ کا جس طرح چاہے دلوں کو پھیر دینا

۶۶۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُقْرِئِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ قَالَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُبُلِيَّ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کے منزلہ میں ہیں،

[1] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهٗ حَيْثُ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ

وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

رحمٰن کی انگلیوں کی تشریح اس حدیث میں رحمٰن کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں اس کی تشریح میں دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ہیں اور اس کی معرفت کے درپے نہ ہوا جائے اور کہا جائے کہ یہ حق ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیس کمثلہ شیء "کوئی چیز اللہ کی مثل نہیں ہے" دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں تاویل ہے اور انگلیوں سے مراد قبضہ ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں چیز میری مٹھی اور میرے قبضہ میں ہے، لہٰذا اس حدیث کا مطلب ہے تمام بنو آدم کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۵۰ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ

ہر چیز کا تقدیر سے وابستہ ہونا

۶۶۲۷ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْاَعْلَى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ، قَالَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ اَوِ الْكَيْسُ وَالْعَجْزُ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات کی وہ سب کہتے تھے کہ ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے، اور میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے متعلق ہے حتیٰ کہ عجز اور قدرت یا قدرت اور عجز۔

۶۶۲۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ مُشْرِكُوْنَ قُرَيْشٍ يُخَاصِمُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش تقدیر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتے ہوئے آئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ: (جس دن وہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے دوزخ کا عذاب چکھو، بے شک ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ بنائی ہے۔)

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۴ - ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَاب ۹۵۱ قُدِرَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا وَغَيْرِهِ

ابن آدم پر زنا وغیرہ کا حصہ مقدر ہے۔

۶۶۲۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ) قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوهُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهُ مِنَ الزِّنَا اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ يُكَذِّبُهُ قَالَ عَبْدٌ فِي رِوَايَةِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ اَبِيهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں "لمم" کی سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا سے اس کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور ملے گا، آنکھوں کا زنا (حرام چیزوں کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا حرام بات کہنا ہے، دل، تمنا اور خواہش کرتا ہے اور فرج (شرمگاہ) اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

۶۶۳۰ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ اَخْبَرَنَا اَبُو هِشَامٍ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيبُهُ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پر جو اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو لامحالہ ملے گا، پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور فرج اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

"لمم" کی تفسیر قرآن مجید میں ہے:

الذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان ربك واسع المغفرة ط

جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا کبیرہ گناہوں اور بےحیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، تو بے شک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے لمم یعنی صغیرہ گناہ ساقط ہو جاتے ہیں، لمم کی دوسری تفسیر ہے گناہ کا ارادہ ہو لیکن گناہ نہ کرے، اور تیسری تفسیر ہے، گناہ کی طرف میلان ہو لیکن اصرار نہ کیا جائے، لمم کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو طلب کرنا اور اس پر اصرار نہ کرنا، حضرت ابن عباس نے فرمایا لمم کی بہترین تفسیر وہ ہے

جز اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یعنی کسی (ناجائز) چیز کو دیکھنا یا چھونا۔

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، بعض لوگ حقیقی زنا کرتے ہیں بایں طور کہ اپنی فرج کو فرج حرام میں داخل کرتے ہیں اور بعض لوگ مجازاً زنا کرتے ہیں بایں طور کہ حرام چیزوں کو دیکھتے ہیں یا حرام چیزوں کو سنتے ہیں یا حرام چیزوں کو چھوتے ہیں مثلاً کسی اجنبی عورت کو چھونا یا اس کو بوسہ دینا یا اس کے پاس چل کر جانا اس کو دیکھنا، یہ انسان کے اعضاء کا زنا ہے اور اس کو زنا مجازاً فرمایا ہے۔ [1]

بَابُ ۹۵۲ مَعْنَى كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ أَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ

"ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے" کا معنی اور کفار اور مسلمانوں کے بچوں کا حکم

۶۶۳۱ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّونَ فِيهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللهِ الْآيَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور کا کامل الاعضاء بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی عضو کٹا ہوا جانور محسوس ہوتا ہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ترجمہ:) (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت (دین اسلام) کو لازم کرو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

۶۶۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيمَةُ بَهِيمَةً وَلَمْ يَذْكُرْ جَمْعَاءَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، دوسری سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں جیسے جانور کے ہاں جانور پیدا ہوتا ہے اور اس روایت میں سالم الاعضاء کا ذکر نہیں ہے

۶۶۳۳ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر فرمایا تم پڑھو: (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت کو لازم کرو، جس پر اس نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ اقْرَؤُا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔

لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ ردّو بدل نہیں ہو سکتا، یہی دینِ مستقیم ہے۔"

۶۶۳۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُشَرِّكَانِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مشرک بنا دیتے ہیں، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر وہ اس سے پہلے مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرتے۔

۶۶۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَهُوَ عَلَى الْمِلَّةِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْمِلَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ لَيْسَ مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں: ہر مولود ملت پر پیدا ہوتا ہے اور دوسری سند کے ساتھ ہے اس ملت پر پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ زبان سے اس چیز کا اظہار کر دے اور ابو معاویہ کی روایت میں ہے ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی زبان اس کی تعبیر کر دے۔

۶۶۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّوْلَدُ يُوْلَدُ عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ كَمَا تُنْتَجُ الْاِبِلُ فَهَلْ تَجِدُوْنَ فِيْهَا جَدْعَاءَ حَتّٰى تَكُوْنُوْا اَنْتُمْ تَجْدَعُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ مَنْ يَّمُوْتُ صَغِيْرًا قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں جیسے اونٹ کا بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا ان میں کوئی کان کٹا ہوتا ہے؟ بلکہ تم اس کے کان کاٹ دیتے ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتائیے جو بچپن میں مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ زیادہ جاننے والا ہے وہ بچے کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کو اس کی ماں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهُ اُمُّهُ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاَبَوَاهُ بَعْدُ یُهَوِّدَانِهِ وَیُنَصِّرَانِهِ وَیُمَجِّسَانِهِ فَاِنْ کَانَا مُسْلِمَیْنِ فَمُسْلِمٌ کُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهُ اُمُّهُ یَلْکُزُهُ الشَّیْطَانُ فِیْ حِضْنَیْهِ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا۔

فطرت پر جنم دیتی ہے اور اس کے ماں باپ بعد میں اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں اور اگر ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ مسلمان رہتا ہے اور ہر مسلمان کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو شیطان اس کی کوکھوں میں ٹھونگ لگاتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

۶۶۳۸۔ حَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ وَیُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَآءِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ ح وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ) کُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِاِسْنَادِ یُوْنُسَ وَابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ مِثْلَ حَدِیْثِهِمَا غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ شُعَیْبٍ وَّ مَعْقِلٍ سُئِلَ عَنْ ذَرَارِیِّ الْمُشْرِکِیْنَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، اس حدیث میں اولاد کی بجائے مشرکین کی ذریت کا لفظ ہے۔

۶۶۴۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِکِیْنَ مَنْ یَّمُوْتُ مِنْهُمْ صَغِیْرًا فَقَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مشرکین کے جو بچے بچپن میں فوت ہو جائیں (ان کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟) آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۴۱۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ اِذْ خَلَقَهُمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

۶۶۴۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَسْقَلَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغُلَامَ الَّذِيْ قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَ اَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا اس کے دل پر کفر کی مہر لگی ہوئی تھی، اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔

۶۶۴۳ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ تُوُفِّيَ صَبِيٌّ فَقُلْتُ طُوْبٰى لَهٗ عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِيْنَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ النَّارَ فَخَلَقَ لِهٰذِهٖ اَهْلًا وَلِهٰذِهٖ اَهْلًا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بچہ فوت ہوا تو میں نے کہا اس کے لیے خوشی ہو یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور نار کو پیدا کیا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا۔

۶۶۴۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَمَّتِهٖ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِّنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ قَالَ اَوَغَيْرَ ذٰلِكِ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِيْ اَصْلَابِ اٰبَائِهِمْ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا، میں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے لیے خوشی ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، اس نے کوئی گناہ کیا نہ اس کا زمانہ پایا، آپ نے فرمایا یا اس کے علاوہ کچھ ہے، اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا در آں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے، اور بعض لوگوں کو دوزخ کا اہل بنایا در آں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

۶۶۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى ح حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى ح وَحَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى بِاِسْنَادِ وَكِيْعٍ نَحْوَ حَدِيْثِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
قابل شمار علماء مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کا جو بچہ فوت ہو جاتے وہ جنتی ہے اور بعض ناقابل شمار علماء نے اس مسئلہ میں حدیث نمبر ۶۶۴۴ اور ۶۶۴۳ کی وجہ سے توقف کیا، معتبر علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بغیر دلیل قطعی کے کسی شخص پر جنتی کا حکم لگانے منع فرمایا، جس طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک شخص کے متعلق کہا بخدا! میرے نزدیک یہ مومن ہے تو آپ نے فرمایا، یا مسلمان ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہوتے ہیں، اور جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو پھر آپ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے ان بچوں پر رحمت اور فضل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

کافروں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم

مشرکین کے بچوں کے متعلق تین مذاہب ہیں:
(۱) اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ وہ اپنے آباء کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔
(۲) بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔
(۳) محققین کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے، اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں دیکھا تو ان کے گرد لوگوں کی اولاد بھی تھی، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں، جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچہ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا، اور یہ امر اتفاقی ہے۔ [1]

فطرت کا بیان

اس باب کی احادیث میں ذکر ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس حدیث میں فطرت سے کیا مراد ہے؟ علامہ مازری نے کہا کہ اپنے آباء کی پشتوں میں بچوں سے جو عہد لیا گیا وہ فطرت ہے، بچے اسی عہد پر پیدا ہوتے ہیں، پھر ماں باپ کی وجہ سے وہ فطرت متغیر ہو جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ان کی سعادت یا شقاوت تھی وہ فطرت ہے، اگر اللہ کے علم میں وہ سعید ہو تو وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اگر اللہ کے علم میں وہ شقی ہو تو فطرت کفر پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ قول اس روایت کے مطابق ہے جس میں مطلقاً لفظ فطرت وارد ہے اور جس روایت (۶۶۳۵) میں ہے ہر مولود "اس ملت" پر پیدا ہوتا ہے، اس کے مطابق یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اب اس حدیث کا مطلب ہے ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ہر مولود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اقرار پر پیدا ہوتا ہے، سو جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کا کوئی صانع (پیدا کرنے والا) ہے، خواہ وہ اس کا کچھ نام رکھے اور خواہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش کرے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر مولود اسلام کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، سو اگر اس کے ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں اسلام پر قائم رہتا ہے، اور اگر اس کے ماں باپ یہودی، نصرانی یا مجوسی ہوں تو وہ اس کو اپنے دین پر کر دیتے ہیں لیکن اس میں اسلام کی استعداد باقی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بعض اوقات اسلام قبول کر لیتا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اگر یہ لڑکا بالغ ہو گیا تو یہ کافر ہو گا، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اس وقت کافر تھا۔ [1]

باقی شیطان کے ٹھونگ لگانے کی تشریح جلد اول میں گذر چکی ہے۔

بَابُ ۹۵۳ بَيَانِ أَنَّ الْآجَالَ وَالْأَرْزَاقَ وَغَيْرَهَا لَا يَزِيدُ وَلَا يَنْقُصُ عَمَّا سَبَقَ بِهِ الْقَدَرُ!

عمر اور رزق وغیرہ تقدیر میں مقرر ہیں، ان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی

۶۶۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنِ النَّعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَمْتِعْنِي بِزَوْجِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَبِي سُفْيَانَ وَبِأَخِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَأَلْتِ اللهَ لِآجَالٍ مَضْرُوبَةٍ وَأَيَّامٍ مَعْدُودَةٍ وَأَرْزَاقٍ مَقْسُومَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ أَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ وَلَوْ كُنْتِ سَأَلْتِ اللهَ أَنْ يُعِيذَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ أَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَأَفْضَلَ قَالَ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ الْقِرَدَةُ قَالَ مِسْعَرٌ وَأُرَاهُ قَالَ وَالْخَنَازِيرُ مِنْ مَسْخٍ فَقَالَ إِنَّ اللهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمَسْخٍ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيرُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنے خاوند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اپنے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متمتع کرنا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں، جو دن معین ہیں اور جو رزق تقسیم ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی چیز کو وقت سے مقدم کرے گا، نہ وقت کے بعد مؤخر کرے گا، اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو عذاب نار یا عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے تو بہتر اور افضل ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ کسی نے ان بندروں کا ذکر کیا اور شاید خنزیروں کا بھی ذکر کیا، (آیا یہ الٰہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا؟) انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مسخ شدہ قوم کی آگے نسل نہیں چلائی، بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تو ہوتے تھے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَبْلَ ذٰلِكَ ۔

۶۶۴۷ - حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمْ عَنِ ابْنِ بِشْرٍ وَوَكِيْعٍ جَمِيْعًا مِّنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔

۶۶۴۸ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ (وَاللَّفْظُ لِحَجَّاجٍ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ مَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِزَوْجِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِاَبِيْ اَبِيْ سُفْيَانَ وَبِاَخِيْ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكِ سَاَلْتِ اللّٰهَ لِاٰجَالٍ مَضْرُوْبَةٍ وَاٰثَارٍ مَوْطُوْءَةٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ لَا يُعَجِّلُ شَيْئًا مِّنْهَا قَبْلَ حِلِّهِ وَلَا يُؤَخِّرُ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ حِلِّهِ وَلَوْ سَاَلْتِ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ لَكَانَ خَيْرًا لَّكِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ هِيَ مِمَّا مُسِخَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْمًا اَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا وَاِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ ۔

۶۶۴۹ - حَدَّثَنِيْهِ اَبُوْ دَاوٗدَ وَهُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَاٰثَارٍ مَبْلُوْغَةٍ قَالَ ابْنُ مَعْبَدٍ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ قَبْلَ حِلِّهِ اَيْ نُزُوْلِهٖ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عذاب نار اور عذاب قبر کے الفاظ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی: اے اللہ! میرے زوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، میرے والد ابوسفیان اور میرے بھائی (کی درازی عمر) سے مجھے متمتع فرما، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں اور ان چلائے ہوئے قدموں کا جو معین ہیں اور ان رزقوں کا جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان میں سے کوئی چیز وقت پورا ہونے سے پہلے مقدم ہوگی اور نہ وقت پورا ہونے کے بعد مؤخر ہوگی اور اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا (موجودہ) بندر اور خنزیر انھی لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے (یا فرمایا) کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی آگے نسل نہیں چلائی، بیشک بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

صلہ رحم سے عمر میں زیادتی کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عمر اور رزق مقدر ہے اور اللہ کی تقدیر میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں جو علم تھا اس میں زیادتی یا کمی محال ہے، بعض احادیث میں ہے کہ صلہ رحم سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تقدیر معلق میں ہے تقدیر

مبرم جو علم الٰہی ہے اس میں تغیر محال ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب اللہ کو یہ علم ہو کہ مثلاً زید ۵۰۰ھ میں مرے گا تو اب زید کا اس سے پہلے یا بعد مرنا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا، اس لیے عمر میں زیادتی یا کمی محال ہے، اور بعض احادیث میں جو زیادتی یا کمی کا ذکر ہے اس کا تعلق ملک الموت اور دوسرے روح قبض کرنے والے فرشتوں سے ہے، مثلاً پہلے ملک الموت نے لوح محفوظ دیکھا زید ۵۰۰ھ میں مرے گا، زید نے کوئی نیکی کی اب اس کی عمر دس سال بڑھا دی اور پہلی مدت مٹا کر لکھ دیا کہ وہ ۵۱۰ھ میں مرے گا، قرآن مجید میں ہے:

یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتب. (رعد: ۳۹)

اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے (ثابت رکھتا ہے اور اصل تقدیر اسی کے پاس ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ زید نے نیکی کرنی ہے یا نہیں اور اس کی عمر کو بڑھایا جائے گا یا نہیں اور یہی اصل تقدیر اور اس کا ازل میں علم ہے جس میں کوئی تغیر نہیں ہے، عمر کا بڑھنا یا نہ بڑھنا صرف تقدیر معلق میں ہوتا ہے جس کا تعلق ملک الموت کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس حدیث پر دوسرا سوال یہ ہے کہ جس طرح عمر تقدیر میں مقرر ہے اسی طرح عذاب کا ہونا نہ ہونا بھی تقدیر میں مقرر ہے، پھر کیا سبب ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عمر میں زیادتی کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور عذاب قبر اور عذاب نار سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ تمام امور تقدیر میں طے ہو چکے ہیں لیکن عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا عبادت ہے، اس لیے آپ نے اس دعا کا حکم دیا جس طرح تقدیر میں اعمال مقرر ہونے کے باوجود آپ نے نیکی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا عمل کرو، جس شخص کو جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لیے آسان کر دیا جائے گا پس جس طرح تقدیر پر تکیہ کر کے نماز اور روزہ کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح عذاب سے نجات کی دعا کو ترک کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اس کے برخلاف عمر میں زیادتی کی دعا عبادت نہیں ہے۔ [1]

باب ۹۵ الایمان بالقدر والاذعان لہ — تقدیر کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۶۶۵۰۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وابن نمیر قالا حدثنا عبد اللہ بن ادریس عن ربیعۃ بن عثمان عن محمد بن یحیی بن حبان عن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجز وان اصابک شیء فلا تقل لو انی فعلت کان کذا وکذا ولکن قل قدر اللہ وما شاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور زیادہ محبوب ہے، اور ہر ایک میں خیر ہے، جو چیز تم کو نفع دے اس میں حرص کرو، اللہ کی مدد چاہو اور تھک کر نہ بیٹھو، اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کاش میں ایسا ایسا کر لیتا، البتہ یہ کہو یہ اللہ کی تقدیر ہے، اس نے جو چاہا کر دیا، یہ کاش کا لفظ شیطان کا عمل کھولتا ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مسئلہ تقدیر میں "اگر یا کاش" کہنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ کاش اور اگر کے لفظ کی ممانعت اس وقت ہے جب کسی شخص کا یہ وجوبی اعتقاد ہو کہ وہ یہ کام کر لیتا تو اس کو یہ مصیبت ہرگز نہ پہنچتی، اور جو شخص اس امر کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے حوالے کر دے اور یہ کہے کہ اللہ کی مشیئت کے بغیر اس کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی وہ اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے غار میں کہا اگر ان میں سے کوئی شخص سر بلند کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا، قاضی عیاض نے کہا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کا یہ قول مستقبل سے متعلق ہے اور اس میں کسی واقع شدہ مصیبت کے متعلق اگر کا لفظ نہیں ہے حتیٰ کہ یہ تقدیر کو ماننے کے خلاف ہو، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو حضرت ابراہیم کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر مکمل کر دیتا، اسی طرح یہ ارشاد کہ "اگر مجھے اپنی امت پر دشوار نہ ہوتا تو ان کو مسواک کرنے کا وجوبی حکم دیتا، ان تمام احادیث میں اگر کا کلمہ مستقبل سے متعلق ہے، اور ان میں تقدیر سے کوئی تعرض نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کے کلام میں کوئی کراہت نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حدیث میں نہی اپنے عموم پر ہے لیکن یہ نہی تنزیہ ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں حدیث میں کاش یا اگر کے لفظ کو ماضی میں بھی استعمال کیا گیا ہے، حدیث میں ہے "اگر میں پہلے اس چیز کو جان لیتا جس کو بعد میں جانا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا" اس لیے حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بغیر کسی فائدہ کے اس لفظ کو استعمال نہ کیا جائے اس لیے یہ نہی تنزیہ ہے نہی تحریم نہیں ہے، ہاں جو شخص کسی عبادت کے رہ جانے پر بہ طور افسوس کہے مثلاً "اگر میں جلدی جاگ اٹھتا تو میری نماز قضا نہ ہوتی، یا کسی مشکل درپیش ہونے پر اگر کا لفظ کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور احادیث میں ماضی میں جو اگر کا لفظ آیا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح اگر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے جس سے تقدیر کے انکار کا وہم ہو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب العلم

حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

حصول صورۃ الشیء فی العقل۔ کسی شے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا۔

یہ تعریف وہم، شک، ظن، جہل مرکب، تقلید اور یقین کو شامل ہے۔

متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

ھو صفۃ یتجلی بھا المذکور لمن قامت ھی بہ۔ عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف، علم ہے۔

اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ علم انکشاف ذہنی کا نام ہے، یہ انکشاف تام اور غیر مشتبہ ہونا چاہیے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے یا مقولہ اضافت سے یا مقولہ انفعال سے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے کیونکہ علم کیفیت نفسانیہ کا نام ہے۔ علم کی یہ دونوں تعریفیں ذوی العقول کے ساتھ خاص ہیں اور حیوانات کے ادراکات پر حقیقۃً علم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علم کا اطلاق علوم مدونہ پر بھی کیا جاتا ہے مثلاً نحو اور فقہ وغیرہ پر، اسی طرح مسائل مخصوصہ پر بھی علم کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص کو نحو کا، یا فقہ کا علم ہے، یعنی اس شخص کو نحو یا فقہ کے مسائل کا علم ہے، اور کبھی علم کا اطلاق ملکہ استحضار پر کیا جاتا ہے یعنی کسی شخص کو مثلاً فقہ کے مسائل کی بہ کثرت تکرار سے ایسی مہارت ہو جائے کہ جب بھی اس سے فقہ کا کوئی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے تو اس کی اس مہارت راسخہ، پختہ صلاحیت کو علم سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص فقہ کا عالم ہے۔ [1]

محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علم، مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے، یہ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے، اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۲۶-۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علم لدنی کی تین قسمیں ہیں، وحی، الہام اور فراست۔ وحی کا لغوی معنی ہے سرعت سے اشارہ کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے" وہ کلام الٰہی جو نبی کے دل میں حاصل ہو" جس کلام کے الفاظ اور معانی کا حضرت جبرائیل کے واسطے سے نبی پر نزول ہو وہ کلام الٰہی یعنی قرآن مجید ہے' اور جس کلام کے صرف معانی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نزول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس معنی کو ـــــ اپنے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمائیں وہ حدیث نبوی ہے، الہام کا لغوی معنی ابلاغ ہے اور اصطلاح میں وہ علم حق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر القاء کرتا ہے اور ان کو امور غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے، اور فراست وہ علم ہے جس میں ظاہری صورت کو دیکھ کر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں، الہام میں ظاہری صورت کا واسطہ نہیں ہوتا بلا واسطہ کشف ہوتا ہے اور فراست میں ظاہری صورتوں کا واسطہ ہوتا ہے اور الہام اور وحی میں یہ فرق ہے کہ الہام وحی کے تابع ہے اور وحی الہام کے تابع نہیں (نیز وحی سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اور الہام سے حاصل ہونے والا علم ظنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علم یقین دلائل سے حاصل ہوتا ہے عین الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین تجرد سے واصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے [1]

علم دین کی تفصیل

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں:

(۱)۔ اللہ عزوجل کی معرفت کا علم، اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔

(۲)۔ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم، اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔

(۳)۔ کتاب وسنت کی نصوص اور ان کے معانی کا علم، اس میں مراتب نصوص، ناسخ اور منسوخ، اجتہاد، قیاس، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم اور ان کے اتفاق اور اختلاف کا علم بھی داخل ہے۔

(۴)۔ جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو، اس میں لغت عرب، نحو، صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔

جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اور وہ اہل عرب سے نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پیدا کرے، پھر قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے اور بغیر احادیث کی معرفت کے قرآن مجید کے معانی کی وضاحت ممکن نہیں ہے اور احادیث کا علم، آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور آثار صحابہ کی معرفت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے، کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بدرجہ پہنچا ہے اور جب قرآن، سنت، آثار صحابہ اور اقاویل تابعین کا علم حاصل ہو جائے تو پھر اجتہاد کرے اور متقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہو اس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعہ حل تلاش کرے۔ [2]

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دارالکتب العربیہ، ۱۴۱۰ھ

عوام کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

امام بیہقی لکھتے ہیں:
امام شافعی نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں عوام کا علم اور خواص کا علم۔

عوام کا علم: عوام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے اور ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے اور زنا، قتل، چوری اور شراب نوشی کو ان پر حرام کر دیا ہے، اسی طرح وہ احکام جن کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف کیا ہے، جن کا کرنا یا جن سے اجتناب اس پر ضروری ہے ان سب کا جاننا اس پر ضروری ہے ان احکام کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے اور یہ احکام اہل اسلام میں تواتر کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، یہ وہ علم ہے جس میں غلطی، تاویل یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

خواص کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

احکام شرعیہ کی تمام فروعات کا علم حاصل کرنا، قرآن مجید کی صریح عبارات، دلالت، اشارت اور اقتضاء نصوص کو جاننا اسی طرح احادیث اور آثار کا علم حاصل کرنا، قیاس اور اس کی شرائط کو جاننا اور ایسی صلاحیت حاصل کرنا کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا کتاب اور سنت سے حل بتایا جا سکے، ہر شخص کے لیے علم میں اتنی مہارت حاصل کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن مسلمانوں میں سے چند افراد کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ سب گنہ گار ہوں گے[1] قرآن مجید میں ہے:

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ ط فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ: ۱۲۲)

اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں، تو ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تاکہ وہ لوگ دین کی فقہ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچے رہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ مختلف شہروں میں رہتے ہیں، تو ہر شہر کے رہنے والوں میں سے ایک جماعت پر یہ واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم سیکھے اور حلال اور حرام کی معرفت حاصل کرے اور جب وہ لوگ اپنے وطنوں کو واپس جائیں تو اپنے اپنے وطن کے لوگوں کو حرام اور معصیت کے ارتکاب سے ڈرائیں، اس اعتبار سے تفقہ اور تعلیم کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا واجب ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ہر زمانہ میں علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر علم دین کا حصول سفر پر موقوف ہو تو سفر کرنا واجب ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں یہ ضروری تھا کہ تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے لیے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ اس وقت شریعت مدون اور منضبط نہیں ہوئی تھی بلکہ یوماً فیوماً احکام نازل ہو رہے تھے، اس لیے آپ کی خدمت میں رہ کر ان احکام کا علم حاصل کرنا ضروری تھا، لیکن اب جب کہ شریعت مدون اور منضبط ہو چکی ہے تو اگر وطن میں رہ کر بغیر سفر کے علم حاصل کرنا ممکن ہو تو سفر کرنا واجب نہیں ہوگا،

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

لیکن اس آیت میں چونکہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو ہمارے خیال علم نافع کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا ضروری ہے۔ [1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام غزالی نے کہا ہے کہ عصر اوّل میں علم آخرت اور دقائق آفات نفوس اور خشیت الٰہی کی معرفت کے لیے فقہ کا لفظ مخصوص تھا، سو جس علم سے انذار اور تخویف حاصل ہو اس کو فقہ کہتے تھے، نہ کہ نکاح، طلاق اور بیع، شراء کی جزئیات جاننے کو۔ —— ایک بار فرقد سنجی نے حسن بصری سے کہا فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں، حسن نے کہا تم نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ وہ شخص ہوتا ہے جو دنیا میں زاہد، آخرت میں راغب اپنے دین پر بصیرت رکھنے والا، اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا، متقی، لوگوں کی عزتوں سے بچنے والا، ان کے اموال سے احتراز کرنے والا اور ان کی خیر خواہی کرنے والا ہو۔ لیکن اب مشہور یہ ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو احکام جزئیہ کا حافظ ہو، عام ازیں کہ اسے ان احکام کے دلائل مستحضر ہوں یا نہیں (تحریر) بحر اور متقی میں بھی اسی طرح ہے اور قنیہ میں لکھا ہے فقیہ وہ شخص ہے جس کو تمام احکام شرعیہ مع دلائل کے حاصل ہوں، امام ابو جعفر سے منقول ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو علم فقہ میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہو، اور زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں علم دین کی طلب میں سفر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابو سعید سے جو مروی ہے کہ "علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ جس علم پر فرائض کی ادائیگی موقوف ہو اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ اتنا وسیع علم حاصل کرنا جو احکام شرعیہ کی تمام فروع اور جزئیات پر مع ان کے دلائل کے محیط ہو یہ فرض کفایہ ہے اور ان جزئیات کے حافظ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مسائل اور ان کے دلائل زبانی یاد ہوں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں ایسی مہارت ہو کہ جب بھی اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ قرآن مجید، احادیث اور کتب فقہ سے دلائل کے ساتھ اس کا جواب دے سکے اور اسی شخص کو عالم، مفتی اور فقیہ کہتے ہیں۔

مروجہ علوم دینیہ کی تعریفات

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انه علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية و التركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذالك كمعرفة النسخ وسبب النزول وقصة توضح ما ابهم القرآن ونحو ذلك۔

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

——

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۴۹-۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے، امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے[1]

علم حدیث (روایۃً) کی تعریف میں علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله۔[2]

یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال (صفات، لباس اور تقریرات وغیرہ) کی معرفت ہوتی ہے۔

علم حدیث (درایۃً) کی تعریف میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اصول الحديث علم باصول تعرف بها احوال حديث الرسول صلى الله عليه وسلم من حيث صحة النقل عنه وضعفه والتحمل والاداء۔[3]

اصول حدیث ان قواعد کا علم ہے جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بہ حیثیت صحت نقل و ضعف نقل معرفت حاصل ہوتی ہے اور راوی کی ادائیگی کے طریقہ کا علم ہوتا ہے۔

علم کلام کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

الكلام معرفة النفس ما عليها من العقائد المنسوبة الى دين الاسلام عن الادلة علما و ظنا فى البعض منها۔[4]

جو عقائد دین اسلام کی طرف منسوب ہیں ان کی قطعی دلائل سے نفس انسان کو معرفت اور بعض عقائد کی ظنی دلائل سے معرفت، علم کلام ہے۔

فقہ کی تعریف میں علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية بالاستدلال۔[5]

احکام شرعیہ عملیہ جو دلائل تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ حاصل ہوں، ان کا علم فقہ ہے۔

علامہ ابن نجیم نے امام اعظم سے فقہ کی یہ تعریف نقل کی ہے:

معرفة النفس مالها وما عليها۔[6]

نفس انسان کو اس بات کی معرفت کہ کس کام میں اس کا نفع ہے اور کس کام میں اس کا نقصان۔

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵-۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ

[4] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرہ ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ بلوچستان

[5] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[6] 〃 〃 〃

علم اصول فقہ کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

هو ادراك القواعد التي يتوصل بها الى استنباط الفقه [1]

یہ ان قواعد کی معرفت کا نام ہے جن سے فقہی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

ادب کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

في المصباح هو تعلم رياضة النفس ومحاسن الاخلاق وقال ابو زيد الانصاري الادب يقع على كل رياضة محمودة يتخرج بها الانسان في فضيلة من الفضائل وعن الجواليقي الادب في اللغة حسن الاخلاق وفعل المكارم واطلاقه على العلوم العربية مولد حدث في الاسلام [2]

مصباح میں ہے نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کو ادب کہتے ہیں، ابو زید انصاری نے کہا ہر وہ ریاضت محمودہ جس سے انسان کوئی فضیلت حاصل کرے، ادب ہے۔ جوالیقی سے منقول ہے، لغت میں اچھے اخلاق اور عمدہ کاموں کو ادب کہتے ہیں اور علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق، اسلام میں نیا ہے اور کافی بعد میں جاری ہوا۔

لغت کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال ابن سيده اللغة اللسن وحدها انها اصوات يعبر بها كل قوم عن اغراضهم قال غيره هو الكلام المصطلح عليه بين كل قبيل [3]

ابن سیدہ نے کہا لغت زبان ہے اس کی تعریف یہ ہے: وہ الفاظ جن سے کوئی قوم اپنی اغراض کو تعبیر کرتی ہے، دوسروں نے یہ تعریف کی، ہر قبیلہ میں کلام کو جس معنی کے لیے معین کر لیا گیا وہ اس قبیلہ کی لغت ہے۔

علم معانی کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به احوال اللفظ العربي التي بها يطابق اللفظ مقتضى الحال [4]

یہ وہ علم ہے جس سے لفظ عربی کے ان احوال کی معرفت ہوتی ہے جن سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔

علم بیان کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به ايراد المعنى الواحد بطرق وتراكيب مختلفة في وضوح الدلالة عليه [5]

یہ وہ علم ہے جس سے ایک معنی کو متعدد طریقوں اور مختلف ترکیبوں سے بیان کرنے کی معرفت حاصل ہوتی ہے تاکہ اس پر دلالت واضح ہو۔

علم نحو کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ بمصر، ۱۳۰۶ھ

[3] " " " " تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۲۸، " " " "

[4] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، مختصر المعانی ص ۳۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[5] " " " " مختصر المعانی ص ۳۰۹، " " " "

هو علم بقوانین یعرف بها احوال التراکیب العربیة من الاعراب والبناء وغیرهما۔ [1]

یہ ان قوانین کا علم ہے جن سے عربی الفاظ کے احوال کی بہ حیثیت معرب اور مبنی وغیرہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صرف کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

علم یعرف به احوال الکلم من حیث الاعلال۔ [2]

یہ وہ علم ہے جس سے بہ حیثیت تعلیل (وغیرہ) کلمہ کے احوال کی معرفت ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے علم کی فضیلت کا بیان

شهد الله انه لا اله الا هو والملئکة واولوا العلم قائما بالقسط۔

(آل عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے (یہ گواہی دی) درآں حالیکہ وہ قائم بالعدل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی شہادت کا ذکر کیا پھر فرشتوں کی شہادت کا اور پھر اہل علم کی شہادت کا اور یہ اہل علم کی بڑی عزت افزائی ہے۔

یرفع الله الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت۔ (مجادلہ: ۱۱)

تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجہ بلند ہوں گے، (احیاء العلوم وقوت القلوب)

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ (زمر: ۹)

آپ فرما دیجئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہیں؟

انما یخشی الله من عباده العلمٰؤا۔ (فاطر: ۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔

قل کفٰی بالله شهیدا بینی وبینکم ومن عنده علم الکتاب۔

(رعد: ۴۳)

آپ فرما دیجئے میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ، اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

وتلک الامثال نضربها للناس ج وما یعقلها الا العالمون۔ (عنکبوت: ۴۳)

اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم

اور اگر وہ اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف لوٹا

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] " " " " ، کتاب التعریفات ص ۵۸، " "

لعلمه الذين يستنبطونه منهم ط
(نساء: ۸۳)

بل هو آيات بينات في صدور الذين اوتوا العلم۔ (عنکبوت: ۴۹)

وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما۔ (نساء: ۱۱۳)

وقل رب زدني علما۔
(طٰہٰ: ۱۱۴)

دیتے تو اس (کی مصلحت) کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے استنباط کر سکتے ہیں۔

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں روشن آیتیں ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے۔

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی، اور جن چیزوں کا آپ کو (پہلے) علم نہیں تھا، ان کا علم دے دیا، اور (یہ) آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما!

احادیث سے علم کی فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاوية يقول سمعت النبي صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرًا يفقهه في الدين۔ [1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے

عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول بينما انا نائم اتيت بقدح لبن فشربت حتى اني لاري يخرج في اظفاري ثم اعطيت فضلي عمر بن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول الله قال العلم۔ [2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے دودھ پی لیا، میں نے دیکھا کہ (سیر ہونے کی وجہ سے) دودھ میرے ناخنوں سے نکل رہا تھا، پھر میں نے اپنا پس خوردہ حضرت عمر بن الخطاب کو دیا، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اس سے کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا: علم!

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله لا يقبض العلم انتزاعًا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤسًا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸، " " " "

جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا ۔[1]

جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاه الله مالا فسلطه علی هلکته فی الحق ورجل اتاه الله الحکمة فهو یقضی بها ویعلمها ۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو نیکی کے راستہ میں خرچ کرتا ہو، اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سلك طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له به طریقا الی الجنة وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله یتلون کتاب الله ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة وحفتهم الملائکة وذکرهم الله فیمن عنده ومن بطأ به عمله لم یسرع به نسبه ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے انھیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من خرج فی طلب العلم فهو فی سبیل الله حتی یرجع هذا حدیث حسن غریب ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستہ میں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

---

[1] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃 ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷، 〃 〃 〃 〃

[3] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵، 〃 〃 〃 ، ۱۳۷۵ھ

[4] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

عن سنجرة عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال من طلب العلم کان کفارۃ لما مضی ھذا حدیث ضعیف الاسناد۔[1]

حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص علم کو طلب کرے وہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا تیکم رجال من قبل المشرق یتعلمون فاذا جاء وکم فاستوصوا بھم خیرًا۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس مشرق کی طرف سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

عن زید بن ثابت قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ۔[3]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازہ و تابندہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اس کو یاد رکھتا ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچاتا ہے اور بعض اوقات ایک فقہ کا حامل خود فقیہ نہیں ہوتا۔

عن انس بن مالک قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یستحملہ فلم یجد عندہ ما یحملہ فدلہ علی اٰخر فحملہ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال ان الدال علی الخیر کفاعلہ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سواری طلب کی، آپ کے پاس سواری نہیں تھی، آپ نے اس کی کسی اور شخص کی طرف رہنمائی کی، اس نے اس کو سواری دے دی، اس شخص نے آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی (کہ اس نے سواری دے دی) آپ نے فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔

عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ خیر فاتبع علیھا فلہ اجرہ و مثل اجور من اتبعہ غیر منقوص من اجورھم شیئا و

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی اچھے کام کو شروع کیا پھر اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور نیکی کی پیروی کرنے والوں کا

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۳۸۰، " "

[3] " " " " جامع ترمذی ص ۳۸۰، " "

[4] " " " " جامع ترمذی ۳۸۲، " "

من سن سنة شر فاتبع عليها كان عليه وزره ومثل اوزار من اتبعه غير منقوص من اوزارهم شيئًا ۔ [1]

بھی اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی بُرے کام کی ابتداء کی اور اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی بُرائی کا گناہ بھی ہوگا اور پیروی کرنے والے کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

عن كثير بن عبد الله عن ابيه عن جده ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لبلال بن الحارث اعلم قال اعلم يا رسول الله! قال انه من احيى سنة من سنتي قد اميتت بعدي كان له من الاجر مثل من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئا ومن ابتدع بدعة ضلالة لا يرضاها الله ورسوله كان عليه مثل آثام من عمل بها لا ينقص ذلك من اوزار الناس شيئا [2]

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یاد رکھو" انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں یاد رکھوں گا، آپ نے فرمایا جس شخص نے میری سُنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر عمل ترک کیا جا چکا تھا تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کسی ایسی بدعت سیئہ کو شروع کیا جس سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں تو اس کو اس بدعت پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

عن ابي هريرة قال يوشك ان يضرب الناس اكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدون احدًا اعلم من عالم المدينة هذا حديث حسن وعن ابن عيينة انه قال في هذا من عالم المدينة انه مالك بن انس قال عبد الرزاق هو مالك بن انس [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب لوگ اونٹوں پر بہت زیادہ سفر کر کے علم کی طلب کریں گے، تب بھی ان کو مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملیگا ابن عیینہ اور امام عبد الرزاق نے کہا عالم مدینہ کی اس بشارت کا مصداق امام مالک ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيه واحد اشد على الشيطان من الف عابد [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، " " "

[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، " " "

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، " " "

الله علیہ وسلم خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دین کا علم۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (مجھ سے احادیث) سنتے ہو اور تم سے سماع کیا جائے گا اور جنھوں نے تم سے سنا ہے ان سے سماع کیا جائے گا۔

عن سہل بن سعد عن النبی صلی الله علیہ وسلم قال واللہ لان یھدی اللہ بھداک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم۔[3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے، تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ۔[4]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم من قرأ القرآن وحفظہ ادخلہ الله الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد استوجب النار۔[5]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو یاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور اسے اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

عن ابی ذر قال قال لی رسول الله صلی الله علیہ وسلم یا ابا ذر لان تغدو فتعلم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اگر تم

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، " " " "

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] " " " " ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹، " " " "

اٰیة من کتاب الله خیر لك من ان تصلی مائة رکعة ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به اولم یعمل خیر من ان تصلی الف رکعة ۔[1]

صبح اٹھ کر قرآن مجید کی ایک آیت کا علم حاصل کر لو، تو وہ تمہارے لیے سو رکعات پڑھنے سے بہتر ہے، اور اگر تم صبح اٹھ کر علم کا ایک باب (سبق) پڑھ لو، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو تو وہ ایک ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع یقول: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من طلب العلم فادرکه کان له کفلان من الاجر، فان لم یدرکه کان له کفل من الاجر ۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے علم کو طلب کیا اور اس کو پالیا اس کو دو اجر ملیں گے اور جو نہ پا سکا اس کو ایک اجر ملے گا۔

عن الضحاك قال عبد الله بن مسعود: اغد عالما او متعلما ولا خیر فیما سواهما ۔[3]

ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حال میں صبح کرو کہ تم عالم ہو یا متعلم، ان کے علاوہ اور کسی میں خیر نہیں ہے۔

عن ابی امامة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ستکون فتنة یصبح الرجل فیها مؤمنا ویمسی کافرا الا من احیاه الله بالعلم ۔[4]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے، صبح انسان مومن ہوگا اور شام کو کافر، سوا اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔

عن الحسن قال: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن رجلین کان فی بنی اسرائیل: احدهما کان عالما یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والآخر یصوم النهار ویقوم اللیل ایهما افضل؟ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: فضل هذا العالم الذی یصلی المکتوبة ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد الذی

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بنو اسرائیل کے دو آدمیوں کے متعلق سوال کیا گیا، ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا، اور دوسرا شخص عابد تھا جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا، ان میں سے کون سا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عالم فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے، اس کی دن میں روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے عابد پر ایسی فضیلت

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] 〃 〃 〃

یصوم النهار ویقوم اللیل. کفضلی علی ادناکم رجلا [1]

ہے جیسی میری تم میں سے کسی ادنیٰ درجہ کے شخص پر فضیلت ہے۔

عن ابن عباس قال: معلم الخیر یستغفر له کل شئ حتی الحوت فی البحر۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نیکی کے معلم کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاهما علی خیر، واحدهما افضل من صاحبہ۔ اما هؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیه فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم واما هؤلاء فیتعلمون الفقه والعلم ویعلمون الجاهل فهم افضل وانما بعثت معلما۔ ثم جلس فیهم۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا: یہ دونوں نیکی پر ہیں، اور ایک دوسرے سے افضل ہے، بہر حال یہ گروہ نیکی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کر رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو نہ دے، اور رہے یہ لوگ تو یہ فقہ اور علم کو حاصل کر رہے ہیں اور ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں سو افضل یہ ہیں، اور میں بطور معلم ہی مبعوث ہوا ہوں، پھر آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عن الحسن قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من جاءہ الموت وهو یطلب العلم لیحیی به الاسلام فبینه وبین النبیین درجة واحدة فی الجنة۔ [4]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص احیاء اسلام کے لیے علم کو طلب کر رہا تھا اور اس حال میں اس کو موت آگئی اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہوگا۔

عن ابن عباس قال: ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتذاکرون کتاب اللہ ویتدارسونه بینهم الا اظلتهم الملائکة باجنحتها حتی یخوضوا فی حدیث غیره ومن سلك طریقا یبتغی به العلم سهل اللہ طریقه من الجنة ومن ابطأ به عمله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی جمع ہو کر جو لوگ کتاب اللہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں، ان پر فرشتے اپنے پروں سے اس وقت تک سایہ کیے رہتے ہیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
[2] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۳، " "
[3] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۴، " "
[4] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۵، " "

لم یسرع به نسبه [1]

راستے پر جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل مؤخر کر دے اس کا نسب مقدم نہیں کرتا۔

عن عطاء اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال اولی العلم والفقہ وطاعۃ الرسول اتباء الکتاب والسنۃ [2]

عطاؒ نے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر میں کہا اصحاب امر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں اور اطاعت رسول سے مراد کتاب اور سنت کی اتباع ہے۔

عن الاحنف قال قال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا [3]

احنف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: عہدہ کی ذمہ داری لینے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

عن ابن عباس قال: تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائھا وقال ابو ھریرۃ انی لاجزء اللیل ثلثۃ اجزاء فثلث انام وثلث اقوم وثلث اتذکر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رات کی ایک ساعت میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے، اور حضرت ابوہریرہ نے کہا میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، تہائی رات میں سوتا ہوں، تہائی رات میں قیام کرتا ہوں اور تہائی رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔

عن ابراھیم قال: من ابتغی شیئا من العلم یبتغی بہ وجہ اللہ اتاہ اللہ منہ ما یکفیہ [5]

ابراہیم نے کہا جو شخص اللہ کے لیے تھوڑا سا علم بھی حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت عطا فرمائے گا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر قال موت عالم احب الی ابلیس من موت سبعین عابدا [6]

ابوجعفر نے کہا ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شیء دعامۃ و دعامۃ الاسلام الفقہ فی الدین ولفقیہ اشد علی الشیطان من الف عابد [7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ستون ہے اور اسلام کا ستون دین کی فقہ ہے اور ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۲۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۶۳، " "

[3] " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۶۵، " "

[4] " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۷۰، " "

[5] " " " سنن دارمی ج ۱ ص ۷۱، " "

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[7] " " " شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷، " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلان احدھما عابد والآخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملائکتہ واھل السمٰوٰت والارضین حتی النملۃ فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر [1]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ پر فضیلت ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی لوگوں کے معلم خیر کے لیے دعا کرتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشبع المؤمن من خیر یسمعہ حتی یکون منتھاہ الجنۃ [2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومن نیکی کی بات سننے سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے وہ بات جہاں ملے مومن اسی بات کا زیادہ حقدار ہے۔

العلماء ورثۃ الانبیاء کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقا یبتغی فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضی لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض حتی الحیتان

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے، اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۵، ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۵، " " " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۵ " " " "

الماء وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب ان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهما انما ورثوا العلم فمن اخذ به فقد اخذ بحظ وافر۔ وليس اسنادہ عندی بمتصل۔ [1]

تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔ اس حدیث کی سند متقطع ہے۔

امام ترمذی نے ہر چند کہ اس حدیث کی سند کو غیر متصل قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے، اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اگر یہ محض ضعیف ہوتی تب بھی اس کا فضائل میں ذکر صحیح تھا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد[2] امام ابن ماجہ[3]، امام دارمی[4]، امام احمد[5] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اور امام بخاری نے اس حدیث کے بعض اجزاء کا ذکر کیا ہے۔[7]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام حاکم اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی صحت کا التزام کیا ہے، اور "العلماء ورثة الانبياء" متعدد اسانید صالحہ کے ساتھ مروی ہے، خطیب بغدادی نے کہا اس حدیث کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ذلك هو الفضل الكبير۔ جنت عدن يدخلونها يحلون فيها من اساور من ذهب ولؤلؤا ولباسهم فيها حرير۔ وقالوا الحمد لله الذي اذهب عنا

پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی متوازن ہے، اور ان میں سے بعض اذن الٰہی سے نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے، یہ دائمی جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشم کا لباس ہوگا، اور وہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان، ۱۴۰۵ھ

[3] امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷، ۳۲۵، ۲۵۲، ج ۵ ص ۱۹۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[7] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الحزن ط ان ربنا لغفور شکور ہ الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ ج لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب ہ [1]
(فاطر، ۳۵-۳۲)

کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشگی کے گھر میں ٹھہرایا جہاں ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں ہمیں تھکن محسوس ہوگی۔

امام رازی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الظالم الذی اخذ القرآن ولم یعمل بہ والمقتصد الذی عمل بہ والسابق الذی اخذہ وعمل بہ وبین للناس العمل بہ فعملوا بہ بقولہ فھو کامل ومکمل و المقتصد کامل والظالم ناقص [2]

ظالم سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہیں کیا، اور مقتصد وہ شخص ہے جس نے علم کے تقاضے پر عمل کیا اور سابق سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کر کے خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو بھی قرآن مجید پر عمل کی دعوت دی اور لوگوں نے اس کی دعوت سے قرآن مجید پر عمل کیا پس سابق، کامل اور مکمل ہے اور مقتصد کامل ہے اور ظالم ناقص ہے

قاضی بیضاوی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الذین اصطفینا من عبادنا) یعنی علماء الامۃ من الصحابۃ ومن بعدھم۔ [3]

اس آیت سے مراد امت کے علماء ہیں، صحابہ اور ان کے بعد کے علماء۔

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وحملھم علی علماء الامۃ اولی من ھذا التخصیص [4]

اس آیت میں (الذین اصطفینا من عبادنا) کو علماء امت پر محمول کرنا علماء اہل بیت کی تخصیص سے زیادہ اولی ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات اور مفسرین کرام کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ان آیات میں علماء کو وارث کتاب بنانے کا ذکر ہے اور انھی کو جنت کی عظیم بشارت دی گئی ہے اور یہ العلماء ورثۃ الانبیاء کی عظیم اصل اور علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

اہل علم کے فضائل اور اُخروی درجات

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۷، ص ۲۲۶، مطبوعہ دار صادر بیروت
[4] علامہ ابو الفضل محمود آلوسی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علیہ وسلم ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یھتدی بھا فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشك ان تضل الھداۃ رواہ احمد وفیہ رشدین بن سعد و اختلف فی الاحتجاج بہ وابوحفص صاحب اس مجھول [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر علماء آسمان پر ستاروں کی طرح ہیں جن سے سمندر اور خشکی پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اور جب ستارے چھپ جائیں گے تو قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے بھٹک جائیں، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فضل العالم علی العابد سبعین درجۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض رواہ ابو یعلی وفیہ الخلیل بن مرۃ قال البخاری منکر الحدیث وقال ابن عدی لم ار حدیثا منکرا [2]

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی خلیل بن مرۃ ہے امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث کہا ابن عدی نے کہا اس کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے

عن ابی ھریرۃ وابی ذر قالا لباب من العلم یتعلمہ الرجل احب الی من الف رکعۃ تطوعا و قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جاء الموت لطالب العلم وھو علی ھذہ الحالۃ مات وھو شھید رواہ البزار وفیہ ھلال بن عبد الرحمن وھو متروك [3]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اگر آدمی علم کا ایک باب پڑھ لے تو وہ میرے نزدیک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طالب علم کو طلب علم کی حالت میں موت آئے تو وہ شہید ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مررتم برياض الجنۃ فارتعوا قالوا یا رسول اللہ ما ریاض الجنۃ قال مجالس العلم رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ رجل لم یسم [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں سے گذرو تو چر لیا کرو، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۲، " " " "

[3] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴، " " " "

[4] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶، " " " "

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم العلماء خلفاء الانبیاء قلت له فی السنن العلماء ورثة الانبیاء رواه البزار ورجاله موثقون [1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے خلفاء ہیں، میں کہتا ہوں کہ سنن میں حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ علماء انبیاء کے ورثاء ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ثعلبة بن الحکم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله عزوجل للعلماء یوم القیامة اذا قعد علی کرسیه لفصل عباده انی لم اجعل علمی وحلمی فیکم الا وانا ارید ان اغفر لکم علی ما کان فیکم ولا ابالی رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون [2]

حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کے لیے اپنی کرسی پر رونق افروز ہوگا تو علماء سے فرمائے گا، میں نے اپنا علم اور حلم تم میں صرف اس لیے رکھا تھا کہ میں باوجود ان خطاؤں کے جو تم میں ہیں تمہاری مغفرت کر دوں اور میں پرواہ نہیں کرتا، اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی موسیٰ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یبعث الله العباد یوم القیمة ثم یمیز العلماء فیقول یا معشر العلماء انی لم اضع فیکم علمی لاعذبکم اذهبوا فقد غفرت لکم رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه موسی بن عبیدة الربذی وهو ضعیف جدا۔ [3]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو اٹھائے گا، پھر علماء کو الگ کرے گا، پھر فرمائے گا، اے علماء کی جماعت! میں نے تم میں اپنا علم تم کو عذاب دینے کے لیے نہیں رکھا تھا، جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی بہت ضعیف ہے

علامہ علی متقی، ابن عبد البر کی کتاب العلم سے نقل کرتے ہیں:

عن معاذ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم العالم امین الله فی الارض [4]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا امین ہے۔

علامہ علی متقی دیلمی کی مسند فردوس سے نقل کرتے ہیں:

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶)

[3] ۔ " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰-۱۲۶)

[4] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیہ فقد ھلک [1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا سلطان ہے، جو اس کی مذمت کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

ابن نجار سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء یحبھم اھل السماء ویستغفر لھم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامۃ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں، اور جب وہ فوت ہو جائیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں۔

امام دیلمی کی مسند الفردوس سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا العلماء فانھم سرج الدنیا ومصابیح الاخرۃ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء کی اتباع کرو، کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں۔

عن زیاد بن الحارث الصدائی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم تکفل اللہ لہ برزقہ [4]

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے۔

مسند بزار سے نقل کرتے ہیں:

عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت العالم ثلمۃ فی الاسلام لا تسد ما اختلف اللیل والنھار [5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی موت سے اسلام میں سوراخ ہو جاتا ہے جو وقت کے گذرنے سے پر نہیں ہوتا۔

مرہبی سے نقل کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یشفع یوم القیامۃ الانبیاء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

[5] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۹، " " " "

ثم العلماء ثم الشهداء [1]

دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء پھر شہداء۔

ابن عدی فی الکامل اور ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ وواثلۃ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیٰمۃ جمع اللہ العلماء فقال: انی لم استودع حکمتی قلوبکم وانا اریدان اعذبکم ادخلوا الجنۃ [2]

حضرت ابوامامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ علماء کو جمع کرکے فرمائے گا میں نے تمہارے دلوں میں اپنی حکمت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تم کو عذاب دینا چاہتا تھا، جاؤ جنت میں چلے جاؤ!

ابن النجار سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یوزن دم الشهداء بمداد العلماء فیرجح مداد العلماء علی دم الشهداء [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علماء کے لکھنے کی روشنائی کو شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا شہداء کے خون سے زیادہ وزن ہوگا۔

اہل علم کے حقوق

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من امتی لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن [4]

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ لا یستخف بهم الا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین شخصوں

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۲، " " " "

[3] " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۳، " " " "

[4] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، "

منافق ذو الشيبة فى الاسلام و ذو العلم و امام مقسط ۔ رواه الطبرانى فى الكبير من رواية عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد و كلاهما ضعيف[1]

کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے، جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو، عالم، امام عادل، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن ابى امامة الباهلى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم عبدا اية من كتاب الله فهو مولاه لا ينبغى ان يخذله ولا يستأثر عليه رواه الطبرانى فى الكبير و فيه عبيد بن رزين اللاثى ولم ار من ذكره۔[2]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا مولیٰ ہے، وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن عبد الله قال اغد عالما او متعلما ولا تغد بين ذلك فان لم تفعل فاحب العلماء ولا يبغضهم رواه الطبرانى فى الكبير و رجاله رجال الصحيح الا عبد الملك بن عمير لم يدرك ابن مسعود[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں صبح کو اٹھو کہ تم عالم ہو یا متعلم، اس کے سوا صبح نہ کرو، اگر تم یہ نہ کر سکو تو علماء سے محبت رکھو اور ان سے بغض نہ رکھو۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

خطیب بغدادی کی تاریخ سے نقل کرتے ہیں:

عن على قال: من حق العالم عليك ان تسلم على القوم عامة و تخصه دونهم بالتحية وان تجلس امامه ولا تشيرن عنده بيدك ولا تغمزن بعينيك ولا تقولن قال فلان خلافا لقوله ولا تغتابن عنده احدا ولا تسارّ فى مجلسه ولا تأخذ بثوبه ولا تلح

حضرت علی نے فرمایا: عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو، تم ان کے سامنے بیٹھو، ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو، اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، نہ اس

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ج ۱ ص ۱۲۸، " " " "

[3] " " " " ج ۱ ص ۱۲۳، " " " "

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

علیہ اذا ملّی ولا تعرض من طول صحبتہ فانما ھی بمنزلۃ النخلۃ تنتظر متی یسقط علیک منھا شیء فان المؤ من العالم لاعظم اجرًا من الصائم القائم الغازی فی سبیل اللہ، فاذا مات العالم انثلمت فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شیء الی یوم القیٰمۃ ۔[1]

کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو، اس کے کپڑے کو نہ پکڑو، جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ اس کی لمبی صحبت سے احتراز نہ کرو، کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے، تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے، کیونکہ مومن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے شخص سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی ۔!

اہل علم کے اختلاف کا باعث یسر اور رحمت ہونا

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر و قال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا و قال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذٰلک فذکر ذٰلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدًا منھم ۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے لوٹے تو آپ نے ہم سے فرمایا: "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھنا"۔ راستہ میں نماز کا وقت آگیا، بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے، اور بعض صحابہ نے کہا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی، ہم نماز پڑھیں گے، بعد میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی ۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن حمید قال: قلت لعمر بن عبد العزیز: لو جمعت الناس علی شیء فقال: ما یسرنی انھم لم یختلفوا. قال ثم کتب الی الآفاق او الی الامصار لیقضی کل قوم بما اجتمع علیہ فقھاء ھم ۔[3]

حمید کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کاش آپ تمام فقہاء کو ایک مسلک پر مجتمع کر دیتے ۔! عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر فقہاء اختلاف نہ کریں تو میں اس سے خوش نہیں ہوں، پھر عمر بن عبدالعزیز نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ ہر شہر کے لوگ اس حکم پر عمل کریں جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔

---

[1] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن عون بن عبد الله قال: ما احب ان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم لم یختلفوا ؛ فانهم لو اجتمعوا علی شیء فترکه رجل ترك السنة ولو اختلفوا فاخذ رجل بقول احد اخذ بالسنة ۔[1]

عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہو، کیونکہ اگر تمام صحابہ کا کسی ایک بات پر اتفاق ہوتا اور پھر کوئی شخص اس کو ترک کر دیتا تو وہ تارک سنت ہوتا اور جب صحابہ کا اختلاف ہے تو جس صحابی کے قول پر بھی کوئی شخص عمل کرے گا وہ سنت کو پالے گا۔

عن طاؤس قال: ربما رای ابن عباس الرای ثم ترکه ۔[2]

طاؤس کہتے ہیں کہ بعض اوقات حضرت ابن عباس ایک رائے کو اختیار کرتے پھر اس کو ترک کر دیتے۔

عن مروان بن الحکم قال: قال لی عثمان بن عفان: ان عمر قال لی: انی قد رایت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوه ۔ قال عثمان ان نتبع رایك فانه رشد، وان نتبع رای الشیخ قبلك فنعم ذوی الرای کان، قال وکان ابو بکر یجعله ابا ۔[3]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا کہ دادا کے متعلق میری ایک رائے ہے اگر تم اس کی اتباع کرنا چاہو تو اتباع کر لو، حضرت عثمان نے کہا اگر ہم آپ کی رائے کی اتباع کریں تو وہ بھی ہدایت ہے اور اگر ہم آپ سے پہلے خلیفہ کی رائے کی اتباع کریں تو ان کی رائے بھی صحیح تھی حضرت ابوبکر (میراث میں) دادا کو باپ قرار دیتے تھے۔

علامہ علی متقی نصر مقدسی، بیہقی، حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

اختلاف امتی رحمة ۔[4]

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

علامہ مناوی نے اس کی تائید میں امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اصحابی بمنزلة النجوم فی السماء فبایهم اقتدیتم اهتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمة ۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر لی، ہدایت پا جاؤ گے، اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

---

[1] ۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ 〃 〃 〃 〃، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، 〃 〃 〃

[3] ۔ 〃 〃 〃 〃، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، 〃 〃 〃

[4] ۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] ۔ علامہ محمد عبدالرؤف مناوی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

طلبِ علم کے متعلق بعض مشہور احادیث کی تحقیق

امام بیہقی نے چار سندوں کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ عثمان بن عبد الرحمن القرشی عن حماد بن ابی سلیمان و عثمان ھذا قال البخاری مجھول ولا یقبل من حدیث حماد الا ما رواہ عنہ القدماء شعبۃ وسفیان الثوری والدستوائی ومن عدا ھؤلاء بعد الاختلاط [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مسلمان پر علم کا طلب کرنا فرض ہے"، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں عثمان مجہول ہے اور اس کا شیخ حماد ضعیف ہے۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں یحییٰ بن ہشام کذاب ہے نیز امام طبرانی نے معجم اوسط میں اس کو حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبد اللہ بن عبد العزیز بن ابی ثابت ہے جو بہت ضعیف راوی ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق روایت کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی عاتکۃ وفی روایۃ ابی عبد اللہ ثنا ابو عاتکۃ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم، ھذا الحدیث شبہ مشھور واسنادہ ضعیف وقد روی من اوجہ کلھا ضعیفۃ [4]

ابو عاتکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کو طلب کرو خواہ چین جانا پڑے، کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ حدیث، حدیث مشہور کے مشابہ ہے، اور اس کی سند ضعیف ہے یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو عقیلی کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی کامل، امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام ابن عبد البر

---

[1] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰، " " " "

[4] حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

کی جامع العلم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس کو مذکور الصدر حوالوں سے بیان کیا ہے [2]

علامہ سخاوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے رحلۃ میں، ابن عبدالبر نے جامع العلم میں اور دیلمی نے (مسند الفردوس میں) بیان کیا ہے، ان سب نے اس کو ابو عاتکہ طریف بن سلمان سے روایت کیا ہے، البتہ فقط عبدالبر نے اس کو از عبید بن محمد از ابن عیینہ از زہری از انس مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ دونوں وجہوں سے ضعیف ہے بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور امام ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [3]

علامہ مناوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حسن، ضعیف ہے، ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، میزان میں ہے ابو عاتکہ از انس اس کے نام میں اختلاف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے، علامہ سخاوی وغیرہ نے کہا یہ حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے، بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، امام ابن جوزی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے، مزی نے کہا اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں، ان کے مجموعہ سے یہ حسن ہے، امام ذہبی نے تلخیص الواہیات میں کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔ [4]

علامہ زبیدی اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

عراقی نے کہا کہ ابن عدی نے اس حدیث کو کامل میں، امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان اور مدخل میں اور امام ابن عبدالبر نے "علم" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابو عاتکہ ہے یہ منکر الحدیث ہے، امام بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی اسانید ضعیف ہیں، امام ابن عبدالبر نے بھی اس کو از زہری از حضرت انس روایت کیا ہے، اس کی سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، اس کو امام بیہقی نے کاذب کہا ہے، علامہ سخاوی نے کہا امام بیہقی نے اس کو از عبید بن محمد از عیینہ از زہری بھی روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، پھر کہا یہ حدیث اس سند سے باطل ہے اس کو جریباری نے وضع کیا ہے، اھ، میں کہتا ہوں کہ حضرت انس کی روایت کو خطیب نے "الرحلۃ" میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اور امام بیہقی اور امام ابن عبدالبر کی طرح اس کے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے کہ "کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"، حافظ عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ نخعی کی سند میں ہے "میں نے انس سے سنا ہے" یہ بھی باطل ہے کیونکہ نخعی کا حضرت انس سے سماع نہیں ہے، یہ حدیث ابو عاتکہ نام کے چھ آدمیوں سے مروی ہے، محمد بن غالب تمتام، جعفر بن ہشام، حسن بن علی بن عباد، ابوبکر الاعین، عباس بن طالب اور حسن بن عطیہ، خطیب نے "الرحلۃ" میں ان تمام کی اسانید ذکر کی ہیں، اسی طرح امام بیہقی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج ۱ ص ۵۴۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبع الثانی، ۱۳۹۱ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنۃ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع علوی ہند، ۱۳۰۴ھ

[4] علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۵۴۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

امام دیلمی، امام ابن عدی، اور امام عقیلی نے بھی ان اسانید کو ذکر کیا ہے، میں نے اس حدیث کی تخریج میں ایک رسالہ لکھا ہے اور مجھے اس حدیث کی جتنی اسانید میسر آسکیں ان کو میں نے اس رسالہ میں جمع کیا ہے۔ [1]

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هذا حديث لايصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما الحسن بن عطية فضعفه ابوحاتم الرازی واما ابو عاتكة فقال البخاری: منكر الحديث قال ابن حبان وهذا الحديث باطل لا اصل له۔ [2]

یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے، حسن بن عطیہ کو ابو حاتم رازی نے ضعیف قرار دیا اور ابو عاتکہ کے متعلق امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے اور امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اہل علم کو تحذیر اور نصیحت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سئل من علم علمه ثم كتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار۔ [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کا اس کو علم تھا پھر اس نے اس کو مخفی رکھا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

عن كعب بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من طلب العلم ليجاری به العلماء او ليماری به السفهاء ويصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار۔ [4]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے علماء پر فخر کرنے، جاہلوں سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے علم کو طلب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم دین کو صرف مال دنیا کے حصول کی خاطر طلب کیا وہ قیامت

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، " " " "

من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیٰمۃ یعنی ریحھا۔[1]

کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا، اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود قال: من اراد ان یکرم دینہ فلا یدخل علی السلطان ولا یخلون بالنسوان ولا یخاصمن اصحاب الاھواء۔[3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دین کی تکریم چاہتا ہو وہ سلطان کے پاس جائے نہ عورتوں کے ساتھ خلوت کرے، اور نہ بدعتیوں (بدمذہبوں) سے بحث کرے۔

عن کثیر بن مرۃ قال: لاتحدث الباطل للحکماء فیقمتوک ولا تحدث الحکمۃ للسفھاء فیکذبوک ولا تمنع العلم اھلہ فتاثم ولا تضعہ فی غیر اھلہ فتجھل ان علیک فی علمک حقا کما ان علیک فی مالک حقا۔[4]

کثیر بن مرہ بیان کرتے ہیں دانش مندوں کے سامنے باطل کو نہ بیان کرو وہ تم سے ناراض ہوں گے اور جاہلوں کے سامنے حکمت نہ بیان کرو وہ تمہاری تکذیب کریں گے جو علم کا اہل ہو اس کو علم سے منع نہ کرو ورنہ گناہ گار ہوگے۔ نااہل کو تعلیم نہ دو ورنہ تمہاری تجہیل ہوگی تمہارے علم کا تم پر اسی طرح حق ہے جس طرح تمہارے مال کا تم پر حق ہے۔

عن مسروق قال کفی بالمرأ علما ان یخش اللہ وکفی بالمرأ جھلا ان یعجب بعملہ۔[5]

مسروق نے کہا کسی شخص کے عالم ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور کسی شخص کے جاہل ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے علم پر تکبر کرتا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سمرۃ بن جندب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرائیل والذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل نے بتایا کہ آپ نے جس شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے پھاڑا

---

[1] امام ابودرداء سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، " " " "

[3] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۸، " "

[5] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۹، " "

فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه بالنهار يفعل به الى يوم القيامة [1]

جارہا تھا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا، اس نے رات کو اس سے اعراض کیا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا، اس شخص کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل علم وبال على صاحبه يوم القيمة الا من عمل به رواه الطبراني وفيه هانئ بن المتوكل قال ابن حبان لا يحل الاحتجاج له بحال [2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عالم کے لیے اس کا علم وبال ہوگا ماسوا اس عالم کے جو علم کے تقاضے پر عمل کرے گا، اس حدیث کی سند میں ہانی بن المتوکل نام کا راوی ضعیف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن علي انه قال: يا حملة القرآن اعملوا به فان العالم من عمل بما علم ووافق عمله علمه وسيكون اقوام يحملون العلم لا يجاوز تراقيهم يخالف سريرتهم علانيتهم ويخالف عملهم علمهم يجلسون حلقا فيباهي بعضهم بعضا حتى ان احدهم ليغضب على جليسه حين يجلس الى غيره ويدعه اولئك لا تصعد اعمالهم في مجالستهم تلك الى الله [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ شخص ہے جو اپنے علم پر عمل کرے، اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو، عنقریب کچھ لوگ علم حاصل کریں گے لیکن وہ علم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی خلوت ان کی جلوت کے خلاف ہوگی، اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا وہ حلقوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے، حتیٰ کہ اگر ایک عالم کا حلقہ بگوش اس کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے حلقہ میں بیٹھ جائے تو وہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو چھوڑ دیگا، ان حلقوں سے ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچیں گے۔

علامہ علی متقی مسند جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اطلع قوم من اهل الجنة على قوم من اهل النار فقال: بم دخلتم النار فانما دخلنا الجنة بتعليمكم؟ قالوا انا كنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے بعض لوگوں نے جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا، انھوں نے ان سے کہا تم جہنم میں کیسے چلے گئے! حالانکہ ہم تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں گئے

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

نامر ولا نفعل [1]

ہیں! انھوں نے کہا ہم لوگوں کو حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اشد الناس عذابا يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلمه [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں کیا۔

علامہ علی متقی ابن عدی فی الکامل کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فى جهنم واديا تستعيذ منه كل يوم سبعين مرة اعده الله تعالى للقراء المرائين باعمالهم وان ابغض الخلق الى الله تعالى عالم السلطان [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو دکھاوے کے لیے قرآن پڑھنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے مغضوب شخص وہ عالم ہے جو بادشاہ کا حاشیہ نشین ہو۔

علامہ علی متقی سنن ابوداؤد الطیالسی، مسند احمد، عبد بن حمید، طبرانی فی الاوسط، ابونعیم فی الحلیۃ اور سنن سعید بن منصور سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مررت ليلة اسرى بى على قوم تقرض شفاههم بمقاريض من نار، فقلت لجبريل: من هؤلاء؟ قال خطباء من اهل الدنيا ممن كانوا يامرون الناس بالبر وينسون انفسهم وهم يتلون الكتاب افلا يعقلون [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، میں نے جبرائیل سے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا یہ وہ دنیا دار خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے تھے؟

علامہ علی متقی مسند الفردوس للدیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن جندب قال العالم بغير عمل

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بغیر عمل

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹، " " " "

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹، " " " "

کالمصباح یحرق نفسہ ویضیء للناس[1]

کے عالم اس چراغ کی طرح ہے جو اپنے آپ کو جلا کر لوگوں کے لیے روشنی کرتا ہے۔

علامہ علی متقی ابن جوزی کی علل متناہیہ سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتم العلم یلعنہ کل شیء حتی الحوت فی البحر والطیر فی السماء[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کے چھپانے والے پر ہر چیز لعنت کرتی ہے حتی کہ سمندر میں مچھلیاں اور آسمان میں پرندے۔

علامہ متقی عقیلی کی ضعفاء سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء امناء الرسل مالم یخالطوا السلطان ویداخلوا الدنیا فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنیا فقد خانوا الرسل فاحذروھم[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء جب تک سلطان (بادشاہ) سے نہ ملیں اور دنیا داری نہ کریں وہ رسولوں کے امین ہیں اور جب وہ سلطان سے ملیں اور دنیا داری کریں تو انھوں نے رسولوں سے خیانت کی، ان سے احتیاط کرو۔

علامہ علی متقی ابن لال سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابغض الخلق الی اللہ تعالی العالم یزور العمال[4]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مبغوض شخص وہ عالم ہے جو حکام کی زیارت کرے۔

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقول کے مطابق کلام کریں۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۹۰ " " " "

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۸۳ " " " "

[4] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۸۸ " " " "

[5] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۴۲ " " " "

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی قال ینبغی للعالم ان یکون قلیل الضحک کثیر البکاء لا یمازح ولا یصاخب ولا یماری ولا یجادل ان تکلم تکلم بحق و ان صمت صمت عن الباطل و ان دخل دخل برفق و ان خرج خرج بحلم [1]

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عالم کو ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے، وہ مذاق کرے، نہ شور کرے اور نہ لڑائی جھگڑا کرے، بات کرے تو حق بات کرے، چپ رہے تو بری بات سے چپ کرے، اگر آئے تو ملائمت سے آئے اور اگر جائے تو حلم سے جائے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ اِتِّبَاعِ مُتَشَابِهِ الْقُرْاٰنِ وَالتَّحْذِيْرِ مِنْ مُتَّبِعِيْهِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْاِخْتِلَافِ فِي الْقُرْاٰنِ

قرآن مجید میں اختلاف کرنے اور متشابہات قرآن مجید کے درپے ہونے کی ممانعت

۶۶۵۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التُّسْتَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ:) وہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی، اس کی بعض آیتیں محکم ہیں (جن کا معنی صاف اور واضح ہے) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیات متشابہ ہیں (جن کا معنی مخفی ہے) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو قرآن مجید میں متشابہ ہیں فتنہ کی طلب اور ان کے معنی تلاش کرنے کے لیے، اور ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جن کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت کو صرف عقل مند قبول کرتے ہیں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے درپے ہیں تو ان سے بچو، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

۶۶۵۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۴۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

الْبَجَلِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَبْدُ اللهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

ہیں ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، درآں حالیکہ آپ کے چہرے سے غضب نمودار تھا، آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ہیں۔

۶۶۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو قُدَامَةَ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ فَقُومُوا۔

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا دل زبان کی موافقت کرتا ہے قرآن مجید پڑھتے رہو (یعنی جب تک اکتاہٹ نہ ہو) اور جب دل اور زبان میں اختلاف ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

۶۶۵۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدُبٍ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللهِ) أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا دل موافق رہے قرآن مجید پڑھتے رہو اور جب دل موافق نہ رہے تو اٹھ جاؤ۔

۶۶۵۵ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ قَالَ لَنَا جُنْدُبٌ وَنَحْنُ غِلْمَانٌ بِالْكُوفَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو، یہ مثل سابق ہے۔

۶۶۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

۶۶۵۷ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے، بالشت کے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا فِيْ جُحْرِ ضَبٍّ لَاتَّبَعْتُمُوْهُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ ۔

برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی اتباع کرو گے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہود اور نصاریٰ؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟

۶۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا عِدَّةٌ مِّنْ اَصْحَابِنَا عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ مَرْيَمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ غَسَّانَ (وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ) عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۶۵۹ - قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ عَطَآءِ بْنِ يَسَارٍ وَذَكَرَ الْحَدِيْثَ نَحْوَهٗ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی مزید ایک سند بیان کی۔

۶۶۶۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيْقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بال کی کھال نکالنے والے ہلاک ہو گئے۔

متشابہات کی تفسیر کا بیان

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا محکم اور متشابہ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ حروف مقطعہ ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں مذکور ہیں، اور محکم باقی قرآن مجید ہے، ایک قول یہ ہے کہ: متشابہ وہ آیات ہیں جن کے الفاظ میں اتفاق ہو اور معانی میں اختلاف ہو، اور ان کے معانی میں فرق کا ادراک کرنا بہت غامض اور دقیق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول اضل اللہ علی علم (جاثیہ: ۲۳) "اس کو اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے گمراہ کر دیا" اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول واضل فرعون قومہ (طٰہٰ: ۷۹) "اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا" لفظ اضلال ایک ہے اور دونوں آیتوں میں اس کے معنی میں فرق ہے، پہلی آیت میں اضل کا معنی ہے گمراہی کو پیدا کرنا، اور دوسری آیت میں اس کا معنی ہے ظاہراً گمراہ کرنا۔ اور اس فرق کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے، اسی طرح معصیت کرنے والوں کو عذاب دینے اور ان کی مغفرت کرنے کی آیات میں بھی بظاہر تعارض ہے اور ان میں تطبیق اور توافق بہت مشکل اور دشوار ہے۔

علامہ خطابی نے کہا محکم وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ وعید کی آیات ہیں، ایک قول ہے وقت وقوع قیامت کی آیات متشابہ ہیں اور باقی آیات محکم ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جن آیات کی دلالت واضح ہے اور ان میں اشتباہ نہیں ہے وہ محکم ہیں اور جن آیات میں اشتباہ ہے وہ متشابہ ہیں اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ لغت کے مطابق ہے لغت میں احکام کا معنی اتقان ہے، اور جس معنی میں کوئی اشتباہ نہ ہو وہ واضح اور محکم ہے۔

امام غزالی نے مستصفی میں بیان کیا ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر میں کوئی حدیث یا اثر منقول نہ ہو تو پھر اس کی تفسیر لغت اور لفظ کی وضع کے اعتبار سے کرنی چاہیے، اس لیے یہ تعریف مناسب نہیں ہے، کہ متشابہ حروف مقطعہ ہیں، اور محکم باقی قرآن ہے اور نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا علماء راسخین کو علم ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا علم صرف اللہ عزوجل کو ہے، اور نہ یہ قول صحیح ہے کہ محکم، وعد، وعید اور حلال وحرام کی آیات ہیں اور متشابہ قصص اور امثال کی آیات ہیں، اور یہ سب سے مستبعد قول ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا معنی واضح ہو اور جن میں کوئی دوسرا احتمال اور اشکال نہ ہو اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں کئی احتمال ہوں، یا جن میں کوئی تاویل ہو، الفاظ مشترکہ مثلاً قرء اور لمس وغیرہ متشابہ ہیں کیونکہ قرء کا لفظ حیض اور طہر میں مشترک ہے اور لمس کا لفظ وطی کرنے اور ہاتھوں سے چھونے میں مشترک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے جسمیت اور جہت کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور ان میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

علماء راسخین کے لیے متشابہات کی تاویل کے علم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے یا نہیں؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام کے ساتھ خطاب کرے جس کا کسی کو علم نہ ہو، اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور دیگر محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مفید کے ساتھ کلام کرنا محال ہے۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے وہ الراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا۔ (آل عمران: ۷)

متشابہ کی تاویل کو اللہ اور علماء راسخین کے سوا کوئی نہیں جانتا، درآں حالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

اور فقہاء احناف کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا متشابہات کا کسی کو علم نہیں ہے وہ الا اللہ پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۘ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا۔

متشابہ کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علماء راسخین یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کے ثبوت میں فقہاء شافعیہ کے دلائل

فقہاء شافعیہ کے نظریہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کی ترجیح اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اگر متشابہ کا معنی کسی کو معلوم نہ ہوتا تو پھر علم کو رسوخ سے مقید کرنے کی ضرورت نہ تھی، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تقدیر پر آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں رہے گا، کیونکہ جن آیات کا معنی واضح نہ ہو اور علماء راسخین کو ان آیات کا معنی معلوم ہو وہ محکم ہوں گی نہ متشابہ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ دے اور تاویل کا علم عطا فرما! اگر متشابہ کی تاویل کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ ہوتا تو اس دعا کا کوئی مطلب نہ تھا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے میں ان لوگوں سے ہوں جن کو متشابہ کا علم ہے، پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو متشابہ کے علم سے وافر حصہ عنایت فرمایا ہے، چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام سے خطاب کرے جس کی مخلوق کے لیے معرفت کی کوئی سبیل نہ ہو۔[1]

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کی نفی میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نظریہ کی تائید اس سے ہوتی ہے، اکثر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو متشابہ کا علم نہیں ہے، خصوصاً اہل سنت کا یہی مذہب ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت بھی یہی ہے اور ایک قلیل جماعت کے سوا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس یوں پڑھتے تھے ومایعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم امنا بہ حیند کہ اس روایت سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا لیکن اس سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک الا اللہ پر وقف ہے، اور فراء نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب بھی اسی طرح قرأت کرتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا خوف ہے، ان کے پاس مال کی کثرت ہوگی اور وہ ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور آپس میں لڑیں گے، ان پر کتاب کھول دی جائے گی اور مومن اس کی تاویل تلاش کرے گا اور اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابن مردویہ نے از عمرو بن شعیب از والد از جد، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: قرآن اس لیے نہیں نازل ہوا کہ بعض آیات، بعض کی تکذیب کریں جن آیات کا تم کو معنی معلوم ہو ان پر عمل کرو اور جو آیات متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کے سات ابواب ہیں اور وہ سات اقسام پر نازل ہوا ہے، زاجر، آمر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس قرآن مجید کے حلال کو حلال قرار دو، اس کے حرام کو حرام قرار دو، جس کا تمہیں حکم ہے اس کو کرو، اور جس کی تم کو ممانعت ہے اس سے رکو، اس کی امثال سے عبرت پکڑو، اس کے محکم پر عمل کرو اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ، اور کہو ہم ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۴-۸۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے، قرآن مجید چار حرفوں (قسموں) پر نازل ہوا ہے، حلال، حرام، ان سے جہالت کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں ہوگا، اور تفسیر (محکم) جس کی علماء تفسیر کرتے ہیں، اور متشابہ جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تمام متشابہات کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں جیسے قیامت کے وقوع کا علم اور دابۃ الارض کے خروج کے وقت کا علم، اور ایک قسم وہ ہے جس پر اطلاع کی سبیل ہے جیسے الفاظ غریبہ اور مشکل احکام کا علم اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے درمیان دائر ہے، اس کی معرفت علماء راسخین کے ساتھ مخصوص ہے اور عام لوگوں سے اس کا علم مخفی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا فرمائی تھی "اس کو تاویل کا علم عطا فرما" اس سے اسی قسم کی تاویل کا علم مراد تھا۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے شوافع کے دلائل کے جوابات میں کہا کہ علم کو رسوخ کے ساتھ مبالغہ کے لیے مقید کیا ہے، یعنی جب علماء راسخین بھی متشابہ کی تاویل نہیں جانتے تو عام لوگ کسی طرح جان سکتے ہیں! دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (نحل: ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وہ (کلام) صاف صاف بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جن آیات کے بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ محکم ہیں نہ متشابہ، محکم اس لیے نہیں ہیں کہ ان کی معرفت بیان پر موقوف نہیں ہے، اور متشابہ اس لیے نہیں ہیں کہ ان کا بیان متوقع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے۔ تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تاویل کے علم کے لیے دعا نہیں کی جن پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہے متشابہات کی تیسری قسم کے لیے دعا کی تھی، جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

چوتھی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ روایت تھی کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معارض اس سے زیادہ صحیح روایات ہیں جن میں حضرت ابن عباس نے متشابہ کی تاویل کے علم کی نفی کی ہے، اور بر تقدیر تسلیم اس سے مراد متشابہ کی تیسری قسم ہے، پانچویں دلیل میں یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علماء راسخین کی مدح متشابہ کی تاویل کے علم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ علم راسخ کے باوجود متشابہ کی تاویل کرنے کے درپے نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو حد مقرر کی تھی اس پر رک گئے اور ان لوگوں کی طرح متشابہ کی تاویل نہیں کی جن کے دل میں

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کہی ہے، چھٹی دلیل یہ تھی کہ جن آیات کا معنی کسی کو معلوم نہ ہو سکے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور ابتلاء ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی عبادات کے ساتھ مکلف کیا ہے جن کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں، اور اس ابتلاء میں عقل کے پر کترنا ہے اور مکر کی حد کو توڑنا ہے اور نفس کے طاؤس کا غرور ختم کرنا ہے تاکہ انسان بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کی تاویل میں تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو آیات متشابہات نازل ہوئی ہیں مثلاً استواء، ید، ساق وغیرہ، اسی طرح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول، ضحک اور تعجب کا ذکر ہے، ان کے متعلق سلف اور امام اشعری کا مذہب یہ ہے کہ یہ صفات عقل کے ماوراء ثابت ہیں، ہم اس کے مکلف ہیں کہ ان کے ثبوت کا اعتقاد رکھیں اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جسمیت اور تشبیہ سے پاک ہے، بشرطیکہ نقل عقل کے مخالف نہ ہو، اور متاخرین نے ان صفات کی تاویل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ استواء سے مراد استیلاء اور غلبہ ہے، حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد استقرار ہے، حضرت ام سلمہ نے فرمایا کیف غیر معقول ہے اور استواء غیر مجہول ہے، اس کا اقرار کرنا ایمان اور اس کا انکار کفر ہے، علامہ آلوسی کا رجحان یہ ہے کہ متقدمین کے مذہب میں زیادہ سلامتی ہے۔ [2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کے لیے متشابہات کے علم کی تحقیق

فقہاء احناف کے نزدیک علماء راسخین کو متشابہات کی تاویل کا دنیا میں علم نہیں لیکن آخرت میں ان پر متشابہات کی تاویل منکشف ہو جائے گی، البتہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھی متشابہات کی تاویل کا علم ہے، ملا جیون لکھتے ہیں:

وحکمہ اعتقاد ان المراد بہ حق وان لم نعلمہ قبل یوم القیامۃ واما بعد القیامۃ فیصیر مکشوفا لکل احد ان شاء اللہ وھذا فی حق الامۃ واما فی حق النبی علیہ السلام فکان معلوما والا تبطل فائدۃ التخاطب ویصیر التخاطب بالمہمل کالتکلم بالزنجی مع العربی۔ [3]

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد حق ہے اگرچہ ہم کو اس کی مراد قیامت سے پہلے معلوم نہیں ہوگی، اور قیامت کے بعد اس کی مراد ہر شخص پر منکشف ہو جائے گی، لیکن یہ امت کے حق میں ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو متشابہ کی مراد دنیا میں معلوم ہے، ورنہ تخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا، اور مہمل الفاظ کے ساتھ خطاب کرنا ایسے ہوگا جیسے عربی حبشی سے عربی میں بات کرے۔

علامہ آلوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ متشابہات کا علم صرف اللہ کو ہے وہ شاید اس کا انکار نہیں کریں گے کہ نبی صلے اللہ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۸-۸۷، " " "

[3] علامہ محمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید، اینڈ کمپنی کراچی

علیہ وسلم کو وحی کے واسطے سے متشابہات کی تعلیم دی گئی ہے اور نہ اس کا انکار کریں گے کہ ولی کامل کو الہام کے ذریعہ متشابہات کا تفصیلی علم جائز ہے، البتہ ان کا علم اللہ کے علم کی طرح محیط نہیں ہوگا اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کو متشابہات کا تفصیلی علم نہ بھی ہو تو اجمالی علم ضرور ہوگا، اور ان کے لیے علم اجمالی کا انکار وہی کرے گا جس کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اولیاء کاملین کی قدر و منزلت نہ ہو۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اولیاء کاملین کو حروف مقطعات کی تاویل کی معرفت ہے کیونکہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ان کی معرفت عطا ہوتی ہے، اور بعض اوقات یہ حروف خود ان کے سامنے اپنا معنی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ بعض صحابہ کی ہتھیلی میں کنکریاں تسبیح کرتی تھیں اور جیسا کہ ہمارے اجداد اہل بیت نے روایت کیا ہے کہ گوہ اور ہرن نے آپ سے کلام کیا۔ بلکہ جب بندہ قرب نوافل سے مظہر صفات الوہیت ہونے کا مقام حاصل کرے تو وہ ان حروف مقطعات اور دیگر اشیاء کے علم کو اللہ کے علم سے جان لیتا ہے، جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہے [2]

علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے متشابہات کی تفسیر میں وقت وقوع قیامت کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کا علم ہے اور ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم ہے، میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی عم فیضانہ نے دورانِ تعلیم یہ دلیل بیان فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں لفظی تحریف کا محال ہونا

حدیث نمبر ۶۶۵۷ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر چلو گے، جامع ترمذی میں ہے: بنو اسرائیل نے جو کچھ کیا تھا میری امت قدم بہ قدم وہ سب کرے گی، حتیٰ کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کسی شخص نے علانیہ بدکاری کی تھی تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی شخص ایسا کرے گا۔ [3]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل نے تو کلام الٰہی میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی تھی تو کیا یہ امت بھی کلام الٰہی میں لفظاً اور معنیً تحریف کرے گی! جب کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں خفی اور جلی، وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن مجید ہے، وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف معنوی کی گئی بایں طور کہ باطل فرقوں نے قرآن مجید کی آیات کے باطل معنی کیے، مثلاً مرزائیوں نے خاتم النبیین کا معنی یہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کی مہر ہیں آپ جس پر نبوت کی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے اور یہ قرآن مجید میں معنوی تحریف ہے، خاتم النبیین کا جو معنی تواتر سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا، اور وحی خفی یعنی احادیث میں لفظی تحریف کی گئی جب کہ بعض زندیقوں اور ملحدوں نے احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں، اس کی ایک مثال یہ ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۰، " " " " "

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الله علیه وسلم شرارکم معلموکم اقلهم رحمة علی الیتیم واغلظهم علی المسکین۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بدترین لوگ وہ ہیں جو یتیم پر کم رحمت کریں اور مسکین پر سختی کریں۔

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هٰذا حدیث موضوع بلا شك [1]

یہ حدیث بلا شک وشبہ موضوع ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ وحی خفی میں تحریف لفظی کی گئی ہے اور وحی جلی میں تحریف معنوی، اور وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے، تاہم سخت حیرت کی بات ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری قرآن مجید میں تحریف لفظی کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضاً اما انه عن عمد منهم او لمغلطة [2]

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر۔

ہمارے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی کا قول کرنا، قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کا صریح انکار ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحٰفظون ۝ (حجر: ۱۵)

بے شک ہم ہی نے قرآن مجید نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (حٰمٓ السجدہ: ۴۲)

اس میں باطل سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

بَابُ رَفْعِ الْعِلْمِ وَقَبْضِهٖ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ وَالْفِتَنِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ

آخر زمانہ میں علم کا اٹھ جانا اور جہل اور فتنوں کا غلبہ ہونا

۶۶۶۱ - حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُو التَّیَّاحِ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَثْبُتَ الْجَهْلُ وَیُشْرَبَ الْخَمْرُ وَیَظْهَرَ الزِّنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ہونا، شراب نوشی اور زنا کا ظہور قیامت کی علامات سے ہے۔

۶۶۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ یُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِیْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہ بیان کروں! میرے بعد تم کو کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا،

---

[1] علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی

[2] شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۳۹۵، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعَهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَيَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ۔

آپ نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا باقی رہنا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا، قیامت کی علامات میں سے ہے۔

۶۶۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بِشْرٍ وَعَبْدَةَ لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بعد تم کو کوئی شخص اس طرح حدیث نہیں بیان کرے گا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۶۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبِي قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے چند دن پہلے علم اٹھ جائے گا، جہل پھیل جائے گا اور بکثرت خونریزی ہوگی۔

۶۶۶۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ ابْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ وَأَبِي مُوسَى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسلم بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۶۶۶۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کیا۔

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مثل سابق حدیث ہے۔

۶۶۶۷ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ اِنِّيْ لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

۶۶۶۸ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ باہم قریب ہو جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے، (دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، ہرج بکثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کشت وخون۔

۶۶۶۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهٗ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۶۷۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثَيْهِمَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اُٹھ جائے گا، پھر ان حدیثوں کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۶۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ

امام مسلم نے چار سندوں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت ذکر کی، جو زہری کی روایت کی مثل ہے، البتہ اس میں بخل کے ڈالے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُلُّهُمْ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا وَيُلْقَى الشُّحُّ۔

۶۶۷۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔

۶۶۷۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَعَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ فَسَأَلْتُهُ فَرَدَّ عَلَيَّ الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

۶۶۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي جَعْفَرٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی آٹھ سندیں بیان کیں، آٹھویں سند میں ہے سال کے اختتام پر عمر بن علی کی حضرت عبداللہ بن عمرو سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انھوں نے حسب سابق اس حدیث کو دہرایا اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

۶۶۷۵۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي بَلَغَنِي أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو مَارٌّ بِنَا إِلَى الْحَجِّ فَالْقَهُ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ قَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا كَثِيرًا قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ أَشْيَاءَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرْوَةُ فَكَانَ فِيمَا ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِي فِي النَّاسِ رُءُوسًا جُهَّالًا يُفْتُونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا حَدَّثْتُ عَائِشَةَ بِذَلِكَ أَعْظَمَتْ ذَلِكَ وَأَنْكَرَتْهُ قَالَتْ أَحَدَّثَكَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا قَالَ عُرْوَةُ حَتَّى إِذَا كَانَ قَابِلٌ قَالَتْ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَمْرٍو قَدْ قَدِمَ فَالْقَهُ ثُمَّ فَاتِحْهُ حَتَّى تَسْأَلَهُ عَنِ الْحَدِيثِ الَّذِي ذَكَرَهُ لَكَ فِي الْعِلْمِ قَالَ فَلَقِيتُهُ فَسَأَلْتُهُ فَذَكَرَهُ لِي نَحْوَ مَا حَدَّثَنِي بِهِ فِي مَرَّتِهِ الْأُولَى قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا أَخْبَرْتُهَا بِذَلِكَ قَالَتْ مَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ أُرَاهُ لَمْ يَزِدْ فِيهِ شَيْئًا وَلَمْ يَنْقُصْ۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھتیجے مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حج کے موقع پر ہمارے پاس سے گذرنے والے ہیں، تم ان سے ملاقات کر کے سوالات کرنا، کیوں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت علم حاصل کیا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے ان چند باتوں کے متعلق سوالات کیے جن کے بارے میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے تھے، عروہ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں انھوں نے یہ ذکر کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کے (دلوں سے) علم نہیں نکالے گا، البتہ علماء کو اٹھالے گا اور ان کے ساتھ علم کو اٹھالے گا، اور لوگوں میں جاہل سردار رہ جائیں گے جو بغیر علم کے جواب دیں گے، وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے، عروہ کہتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی تو انھوں نے اسے سخت جانا اور اس کا انکار کیا اور فرمایا کیا انھوں نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ جب دوسرا سال آیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ابن عمرو آگئے ہیں، تم ان سے ملاقات کرو، اور پھر اسی حدیث کا سوال کرو، جو انھوں نے علم کے متعلق ذکر کی تھی، عروہ کہتے ہیں میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا تو انھوں نے پھر پہلی بار کی طرح حدیث بیان کی، عروہ کہتے ہیں جب میں نے حضرت عائشہ کو یہ حدیث سنائی تو آپ نے فرمایا میرا گمان ہے

کہ وہ سچے ہیں اور انھوں نے اس حدیث میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی

حدیث نمبر ۶۶۶۱ میں ہے، علم کا اٹھ جانا اور جہل کا ہونا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی ہے اس کا مصداق ہمارے زمانہ میں متحقق ہو گیا، کیونکہ اب لوگوں نے جہلاء کو امیر بنا لیا ہے اور وہ اللہ کے دین میں اپنی رائے سے حکم لگا رہے ہیں اور اپنے جہل سے فتوے دے رہے ہیں۔ شیخ قطب الدین نے کہا قاضی عیاض نے یہ کیسے کہہ دیا کہ حالانکہ ان کے زمانہ میں علماء بکثرت تھے، اور اگر ان کے زمانہ میں علم اٹھ چکا تھا تو ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا! (علامہ عینی فرماتے ہیں) ان کے زمانہ میں تو مذاہب اربعہ کے بہ کثرت علماء اور فقہاء تھے اور بڑے بڑے محدثین تھے، ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائیگا جس میں شہر علماء سے خالی ہو چکے ہیں اور مجلسوں میں ان پڑھ لوگ صدر بن گئے ہیں اور جاہل لوگ فتویٰ دے رہے ہیں اور ناخواندہ لوگ مدارس میں تدریس کر رہے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت طلب کر رہے ہیں[1] اللہ اکبر! چھٹی صدی اور نویں صدی کے یہ علماء اپنے اپنے زمانوں میں علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کا ذکر کر رہے ہیں تو ہم لوگ جو پندرھویں صدی میں جاہلوں کے عروج اور علماء کی ناقدری کے مصائب سے دوچار ہیں زیادہ یہ کہنے کے حقدار ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی دراصل ہمارے زمانہ کے لیے ہے۔

قیامت کی علامات میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۶۶۶۲ میں ہے: علم کا رفع، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا زیادہ ہونا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگراں ہونا قیامت کی علامات سے ہے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض، علامہ نووی اور دیگر علماء نے کہا کہ بکثرت قتل و خوں ریزی سے مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مردوں کے قتل سے فساد اور جہل کا ظہور ہو گا، ابو عبد الملک نے کہا اس حدیث میں کثرت فتوح کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کثرت فتوح کی وجہ سے باندیاں اور کنیزیں زیادہ ہوں گی، اور ایک شخص کے پاس بکثرت باندیاں ہوں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں عورتیں زیادہ پیدا ہوں اور مرد کم پیدا ہوں، اور مردوں کے کم پیدا ہونے کی وجہ سے علم اٹھ جائے اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے علم کم ہو اور جہل کا غلبہ ہو اور زنا عام ہو کیونکہ عورتیں شیطان کا جال ہیں اور ان کی عقل اور دین ناقص ہے پچاس عورتوں کے لیے جو ایک مرد کے نگراں ہونے کا ذکر ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقۃً پچاس کا عدد

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۱۳۴۸ھ

مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: میرے بعد کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت انس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کے بعد کوئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان نہیں کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق خبر سن لی تھی یا ان کا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کو ان کے علاوہ اور کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، یا حضرت انس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحابہ میں ان کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا تھا، اور یا انھوں نے یہ خطاب خاص اہل بصرہ سے کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حدیث نمبر ۶۶ میں قیامت کی علامت علم کا کم ہونا بیان فرمائی ہے اور اس سے پہلی احادیث میں علم کا اٹھ جانا قیامت کی علامت بیان کی ہے، اور ان میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی قلت کو مبالغۃً عدم سے تعبیر کر لیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دو زمانوں کے اعتبار سے ہے، یعنی پہلے علم کم ہوگا اور پھر اٹھ جائے گا۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں ان پانچ چیزوں کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ادیان اور مذاہب میں معاش اور معاد کی صلاح اور دارین کی فلاح ان پانچ چیزوں پر ہے، دین، عقل، نفس، نسب اور مال، علم کے اٹھ جانے سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے، شراب نوشی سے عقل میں فتور اور مال میں کمی ہوتی ہے، مردوں کی قلت سے نفس فتنہ میں پڑتا ہے اور زنا کے ظہور سے نسب محفوظ نہیں رہتا، اور جب ان پانچوں چیزوں میں فساد ہوگا اور اصلاح کی کوئی امید نہیں رہے گی تو قیامت آجائے گی، کیونکہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبی نے کہا اس حدیث میں آپ کی نبوت پر دلیل ہے، کیونکہ آپ کی بیان کی ہوئی پیش گوئی بتدریج پوری ہو رہی ہے۔ [1]

جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت

حدیث نمبر ۶۶۷۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھا لے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں نکالے گا، بلکہ علماء کو اٹھا لے گا، علامہ ابن بطال نے کہا: اللہ تعالیٰ علم کی نعمت دینے کے بعد واپس نہیں لے گا کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شریعت کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے، ہاں جب لوگ علم کو ضائع کریں گے تو پھر بعد کے آنے والوں میں بتدریج علماء کم ہوتے جائیں گے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو اس سے ڈرایا تھا جیسا کہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔

اس حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، اس سے مراد جہل بسیط ہے یا جہل مرکب، (جہل بسیط سے مراد ہے کسی چیز کا علم نہ ہونا اور جہل مرکب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور اس کو یہ اعتقاد ہو کہ اس کو اس

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

چیز کا علم ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں قسم کا جہل مراد ہے، اور جاہلوں کو سردار بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مفتی یا قاضی بنا لیا جائے گا، یا جاہلوں کو شیخ طریقت بنا لیا جائے گا کیونکہ لوگ مفتی اور قاضی کی بہ نسبت اپنے شیخ کے قول کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے، البتہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور یہ کہ اصل ریاست اور قیادت اس شخص کے لیے ہے جو مفتی اور عالم دین ہو اور بغیر علم کے کسی کو رئیس اور قائد یا شیخ طریقت بنا لینا مذموم ہے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ "میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر گامزن رہے گی حتیٰ کہ امر اللہ آجائے" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶) یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی حدیث کا مصداق امر اللہ آنے کے بعد متحقق ہوگا جب کہ امر اللہ کی تفسیر قیامت سے نہ کی جائے، یا اس باب کی حدیث کا مصداق دنیا کے کسی ایک علاقہ میں ہوگا، اور دنیا کے اکثر حصوں میں قیامت تک علماء حق کی ایک جماعت راہ حق پر گامزن رہے گی۔ [1]

بَابُ ۹۵/ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ

مسلمانوں میں نیک طریقہ یا بُرے طریقہ کی ابتداء کرنے کا شرعی حکم

۶۶۷۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ وَأَبِي الضُّحَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصُّوفُ فَرَأَى سُوءَ حَالِهِمْ قَدْ أَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ فَحَثَّ النَّاسَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَأَبْطَؤُا عَنْهُ حَتَّى رُؤِيَ ذٰلِكَ فِي وَجْهِهِ قَالَ ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ مِنْ وَرِقٍ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ ثُمَّ تَتَابَعُوا حَتَّى عُرِفَ السُّرُورُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا، پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ پر برانگیختہ کیا، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری، درہموں کی تھیلی لے کر آیا، پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہوگی، اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی بُرے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۳۲-۱۳۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔

عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

۶۶۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔

۶۶۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ قَالَ قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُنُّ عَبْدٌ سُنَّةً صَالِحَةً يُعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ ثُمَّ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی نیک طریقہ کو ایجاد کرتا ہے جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۶۷۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْمُنْذِرِ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْمُنْذِرِ ابْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار مزید اسناد ذکر کی ہیں۔

۶۶۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہو گی، اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے

تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا۔

والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

نیک کاموں کو ایجاد کرنے اور ان کی دعوت دینے کا اجر و ثواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نیک کاموں کو ایجاد کرنا مستحب ہے اور برے کاموں کو ایجاد کرنا حرام ہے، اور جس شخص نے کسی نیک کام کو ایجاد کیا تو اس کو قیامت تک اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر ملتا رہے گا، اور جس شخص نے کسی برائی کو ایجاد کیا تو قیامت تک اس برائی کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا، جس ہدایت یا گمراہی کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا وہ اس سے عام ہے کہ وہ اس کو ایجاد کرنے والا ہو یا وہ ہدایت یا گمراہی پہلے سے موجود ہو اور عام ازیں کہ وہ ہدایت کسی علم کی تعلیم ہو یا عبادت ہو، یا ادب ہو یا اور کوئی مستحسن چیز ہو۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے قیامت تک مسلمان جو نیک عمل کرتے رہیں گے ان تمام مسلمانوں کی تمام نیکیوں کا اجر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جائے گا اور یہ اتنا اجر ہے جس کی مقدار عدد اور حساب سے خارج ہے، اسی طرح مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اوّلین اور ائمہ مجتہدین کا اجر بھی عدد اور حساب سے باہر ہے۔

کسی برائی کی ابتداء کرنے کے بعد توبہ کر لینے سے گناہ لکھے جانے کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا نہیں؟۔

علامہ ابن حجر نے کہا کہ کسی برائی کو ایجاد کرنے والا یا کسی گناہ کی دعوت دینے والا توبہ کرے اور اس برائی اور گناہ پر عمل ہوتا رہے تو آیا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس نے جو گناہ کا راستہ دکھایا تھا اس پر عمل کرنے کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ توبہ پچھلے گناہ کو مٹا دیتی ہے، یا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ قبولیت توبہ کی شرط یہ ہے کہ اس برائی کا قلع قمع کر دیا جائے اور جب تک اس کی رہنمائی سے وہ عمل موجود رہے گا وہ فعل اس کی طرف منسوب رہے گا، (مثلاً ایک شخص نے بلو پرنٹ کو ایجاد کیا اور دنیا میں اس کا رواج ہو گیا اب اگرچہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے لیکن دنیا میں بلو پرنٹ کی نمائش تو ہو رہی ہے اور جس فحاشی کو اس نے ایجاد کیا تھا اس کا چلن جاری ہے۔) تو گویا اس نے اس برائی کو ختم نہیں کیا، سو یہاں توبہ کے قبول ہونے اور نامقبول ہونے دونوں کا احتمال ہے، اور میں نے اس مسئلہ میں کوئی نقل نہیں دیکھی، اور میرے نزدیک دوسرا احتمال ہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں:) زیادہ ظاہر پہلا احتمال ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ہم کہیں کہ اس کی توبہ صحیح نہیں ہے اور اس کا کسی نے قول نہیں کیا، نیز قبولیت دعا میں جو برائی کو مٹانے کی شرط ہے وہ حسب استطاعت ہے، نیز نیکی کی ایجاد پر جو دائماً ثواب ہوتا ہے وہ بھی اس وقت ہوتا ہے جب نیکی کو ایجاد کرنے والا اس نیکی کے جاری رہنے پر راضی رہے مثلاً اگر العیاذ باللہ کسی نیکی کو ایجاد کرنے والا بعد میں اس نیکی کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انکار کردے اور اس سے رجوع کرے تو اب اس کو دائماً اجر نہیں ملے گا اسی طرح اگر برائی کو ایجاد کرنے والا اگر اس برائی سے تائب ہوجائے تو اس کو بھی دائماً عذاب نہیں ہوگا، نیز کتنے کفار گمراہی کی دعوت دینے والے تھے اور وہ مسلمان ہوگئے اور ان کا اسلام مقبول ہوگیا اور اسلام گذشتہ گناہ مٹا دیتا ہے، اسی طرح توبہ ہے بلکہ توبہ سے گناہ مٹنا زیادہ قوی ہے، حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔ [1]

میلاد، عرس اور دیگر معمولات اہلِ سنّت کے استحسان پر دلیل

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے "جس شخص نے نیک طریقہ کو ایجاد کیا" اس میں بدعت حسنہ بھی داخل ہے، جیسے رمضان میں تراویح کی ابتداء، منار پر چڑھ کر تثویب کرنا (یعنی دوبارہ جماعت کی اطلاع دینا) اسی طرح طلوع فجر کے وقت لوگوں کو بیدار کرنا، حضرت علی اور حضرت عمر لوگوں کو فجر کے وقت نماز کے لیے اٹھاتے تھے، یہ تمام وہ کام ہیں جن سے عبادت پر معاونت حاصل ہوتی ہے، تیونس کے بعض علماء نے تثویب کا انکار کیا، لیکن یہ انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ تثویب بدعت حسنہ ہے اور شریعت میں اس کی اصل موجود ہے اور اس کی مصلحت ظاہر ہے، قیام رمضان اور تلاوت کے اجتماع (یعنی نماز تراویح) کی طرح اس کا بھی انکار نہیں کیا گیا، جس طرح نماز دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے، اسی طرح یہ بھی دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے۔ [2] علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔ [3]

محفل میلاد، بزرگان دین کے لیے معروف تاریخوں میں ایصالِ ثواب، فوت شدہ رشتہ داروں کے لیے سوئم اور چہلم کا ایصالِ ثواب ان تمام نیک کاموں کی اصل اسی حدیث میں ہے، کیونکہ صدقہ اور خیرات کرنے اور بزرگانِ دین اور عام مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کی اصل شریعت میں ثابت ہے، اس لیے معروف دنوں میں ایصالِ ثواب کرنا بھی جائز ہے اور بدعت حسنہ ہے، البتہ ان تاریخوں کو ضروری خیال کرنا صحیح نہیں ہے اور ان کاموں کو فرض یا واجب خیال کرنا یا ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کا سالگرہ کو جائز اور میلاد النبی کو ناجائز کہنا

پیدائش کا ایک سال گذرنے کے بعد اس نعمت پر خوشی منانا اور اس موقعہ پر دوستوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کرنا اور فقراء پر صدقہ وخیرات کرنا، نعمتِ الٰہی پر شکر بجالانے کا ایک طریقہ ہے، اس کو عرف عام میں سالگرہ کہتے ہیں یہ بھی بدعت حسنہ ہے، اور جائز ہے، بشرطیکہ غیر شرعی امور سے خالی ہو اور جب عام مسلمان کا اپنی پیدائش کی نعمت پر ضیافت اور صدقہ وخیرات سے شکر بجالانا جائز ہے تو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی تاریخ آنے پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا، خوشی منانا، چراغاں کرنا اور صدقہ وخیرات کرنا اور آپ کے خصائص اور فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کا بیان کرنا تو ہزار درجہ افضل اور اولیٰ ہوگا۔!

لیکن سخت حیرت ہے کہ شیخ گنگوہی نے سالگرہ منانے کو جائز لکھا ہے اور میلاد رسول کرنا جائز لکھا ہے۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۳۴ - ۲۳۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۱۰۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۷، ص ۱۱۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے:

سوال: سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور بعد سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالیٰ کھلانا بھی درست ہے۔ فقط رشید احمد۔ [1]

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب، کے واسطے منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اگر پڑھو گے تو حوالہ کتب معلوم ہو جاویں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی۔ [2]

شیخ گنگوہی کے استدلال پر بحث و نظر

شیخ گنگوہی کا یہ استدلال اس باب کی حدیث کے صریح خلاف ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے اجر کی بشارت دی ہے، اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے اور شیخ گنگوہی لکھتے ہیں کہ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے، یعنی کسی مستحب اور نیک کام کی دعوت دینا منع ہے، ہو سکتا ہے کہ شیخ گنگوہی نے فقہاء کرام کی اس عبارت سے مغالطہ کھایا ہو کہ نوافل کی جماعت کے لیے تداعی مکروہ تنزیہی ہے، سو یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہاں کراہت تنزیہی کی علت تداعی نہیں ہے کیونکہ چار یا چار سے زیادہ آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے خواہ تداعی ہو یا نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض یا واجب کے ساتھ مسنون ہے اس لیے نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں

ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ۔ [3] نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کے استدلال کے باطل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، مکروہ تحریمی یا حرام نہیں ہے، اس لیے یہ ناجائز نہیں ہے، سو بر تقدیر تنزل بھی یہ کہنا کب صحیح ہوگا کہ انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

اس استدلال کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کے لیے لوگوں کو دعوت دینا منع ہو تو مساجد اور دینی مدارس کے لیے چندہ کرنا، دینی جلسوں میں شرکت کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، سیرت کے جلسوں کے اشتہار چھاپنا اور دوسرے صدہا نیک کاموں کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، منع اور ناجائز ہوگا۔

اس استدلال کے بطلان کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز کہنا قرآن مجید کی اس وعید کا

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاوی رشیدیہ ص ۵۵۴، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی

[2] " " " " ، فتاوی رشیدیہ ص ۲۴۴، " " " "

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصداق ہے۔

مناع للخیر معتد اثیم۔ بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گنہ گار۔ (قلم: ۱۲)

اور اس استدلال کے بطلان کی پانچویں وجہ اس باب کی احادیث کی مخالفت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا اور شیخ گنگوہی نے نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز لکھا فیا للاسف!

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار

اللہ کے ذکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

واذکر ربك فی نفسك تضرعًا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولا تکن من الغٰفلین ۔ (الاعراف: ۲۰۵)

اپنے رب کا صبح وشام ذکر کرو، اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور آہستگی کے ساتھ زبان سے، اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم او اشد ذکرا۔ (بقرہ: ۲۰۰)

پھر جب تم اپنے حج کی عبادات پوری کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودًا وعلیٰ جنوبکم۔ (نساء: ۱۰۲)

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (انفال: ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو، تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرا ۝ وسبحوہ بکرۃ واصیلا (احزاب: ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! بکثرت اللہ کا ذکر کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرو۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون ۝ (جمعہ: ۱۰)

اور جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ، (اور کاروبار کے ذریعہ) اللہ کا فضل تلاش کرو، اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ (بقرہ: ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ

مؤمن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے

وجلت قلوبهم۔ (انفال: ۲)

دل خوف زدہ ہو جاتیں۔

اللہ نزل احسن الحدیث کتٰبا متشابها مثانی تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر اللہ۔ (زمر: ۲۳)

اللہ نے ایسا عمدہ کلام نازل فرمایا جس کی تمام آیات ایک جیسی ہیں، بار بار دہرائی ہوئی ہیں جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اس کلام سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

وبشر المخبتین ہ الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبهم۔ (حج: ۳۴، ۳۵)

اور تواضع کرنے والوں کو خوش خبری سنا دیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔

فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھدٰکم۔ (بقرہ: ۱۹۸)

جب تم عرفات سے واپس آؤ تو (مزدلفہ میں) مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور اس کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم کو ہدایت دی ہے۔

اللہ کے ذکر کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سبعۃ یظلهم اللہ فی ظله یوم لاظل الا ظله الامام العادل وشاب نشأ فی عبادۃ ربه ورجل قلبه معلق فی المساجد ورجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیه وتفرقا علیه ورجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللہ ورجل تصدق اخفاء حتی لاتعلم شمالہ ما تنفق یمینه ورجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی اس دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں، جس شخص کو کوئی با اختیار اور حسین عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو خفیہ طور پر دائیں ہاتھ سے صدقہ دے حتی کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس نے کیا خرچ کیا ہے، وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ انا عند ظن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملا ذکرته فی ملأ خیر منهم وان تقرب الی بشبر تقربت الیه ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة ۔ [1]

ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

عن ابی موسیٰ قال قال النبی صلی الله علیه وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لایذکر مثل الحی والمیت ۔ [2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

عن عبد الله بن عباس قال قال النبی صلی الله علیه وسلم ان الشمس والقمر آیتان من آیات الله لایخسفان لموت احد ولالحیاته فاذا رایتم ذلک فاذکروا الله ۔ [3]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان پر کسی کی حیات کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ موت کی وجہ سے، جب تم ان میں گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

کان النبی صلی الله علیه وسلم یذکر الله علی کل احیانه [4]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم ۔ [5]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے رحمان کے نزدیک محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان میں بھاری ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۵، " " " "

[4] " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴، " " " "

[5] " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۹ " " " "

قال من قال سبحان الله وبحمده فی یوم مأۃ مرۃ حطت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر ۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے گناہ مٹا دیے جائینگے خواہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ والبیت الذی لا یذکر اللہ فیہ مثل الحی والمیت ۔[2]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ اخرجوا من النار من ذکرنی یوما اوخافنی فی مقام ۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس شخص نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا یا جو کسی مقام پہ مجھ سے ڈرا اس کو جہنم سے نکال دو۔

عن عبد اللہ بن بسر ان رجلا قال یا رسول اللہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فاخبرنی بشیء اتشبث بہ قال لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ ۔[4]

حضرت عبد اللہ بن بسر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کے (نفلی) احکام میرے لیے بہت زیادہ ہیں مجھ کو ایسا عمل بتلایئے جس پہ میں پابندی سے عمل کروں، آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر بہ تر رہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العباد افضل درجۃ عند اللہ یوم القیٰمۃ قال الذاکرین اللہ کثیرا قال قلت یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفہ فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر ویختضب لکان الذاکرین اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والوں کا!۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کفار اور مشرکین

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، " " "

کثیرًا افضل منه درجة [1]

پر تلوار مارے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ افضل ہوگا!۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکاها عند ملیککم وارفعها فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذهب والورق وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر الله قال معاذ بن جبل ما من شیء انجی من عذاب الله من ذکر الله۔ [2]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا ہے، اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات میں سب سے زیادہ بلند ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے افضل ہے کہ تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر! حضرت معاذ بن جبل نے کہا اللہ کے عذاب سے نجات کے لیے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

عن ابی هریرة وابی سعید الخدری انهما شهدا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال ما من قوم یذکرون الله الا حفت بهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله فیمن عنده۔ [3]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری یہ گواہی دیتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم اللہ کا ذکر کرتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں، رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

عن ثوبان قال لما نزلت والذین یکنزون الذهب والفضة قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بعض اسفاره فقال بعض اصحابه انزلت فی الذهب والفضة لو علمنا ای المال خیر فنتخذه فقال افضله لسان ذاکر وقلب شاکر و

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں آیت نازل ہوئی اس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ کے بعض اصحاب نے کہا سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کون سا مال اچھا ہے تو ہم اس مال کو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۷ - ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " " "

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " " "

زوجة مومنة تعينه على ايمانه [1]

جمع کرتے، آپ نے فرمایا: سب سے افضل مال (عمل) ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو ایمان پر اس کی مدد کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يتحسر اهل الجنة الا على ساعة مرت بهم لم يذكروا الله تعالى فيها رواه الطبرانى ورجاله ثقات [2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کو صرف اس بات کی حسرت ہوگی کہ انھوں نے کچھ اوقات میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن معاذ بن انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان رجلا سأله فقال اى الجهاد اعظم اجرا قال اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرا قال فاى الصالحين اعظم اجرا قال اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرا ثم ذكر الصلوة والزكاة والحج والصدقة كل ذلك ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اكثرهم لله تبارك وتعالى ذكرا فقال ابوبكر لعمر يا اباحفص ذهب الذاكرون بكل خير فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اجل رواه احمد والطبرانى [3]

معاذ بن انس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ کون سے جہاد کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس جہاد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر ہو، اس نے کہا عمل صالح کرنے والوں میں کس کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر کرتا ہو، پھر اس نے نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ہر ایک کے متعلق سوال کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا زیادہ ذکر کرتا ہو، حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: اے ابوحفص! ذکر کرنے والے ہر خیر کو لے گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من صدقة افضل من ذكر الله رواه الطبرانى فى الاوسط ورجاله وثقوا [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر سے افضل کوئی صدقہ نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۴۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴-۷۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، " " " "

عن معاذ بن جبل قال قلت یا رسول الله ! اوصنی قال علیك بتقوی الله ما استطعت واذکر الله عند کل حجر وشجر وما عملت من سوء فاحدث الله فیه توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة رواه الطبرانی واسناده حسن ۔[1]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرو، اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور جب بھی تم کوئی بُرا کام کرو تو فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، اور ظاہر کی ظاہر، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ام انس انها قالت یا رسول الله اوصنی قال اهجری المعاصی فانها افضل الهجرة وحافظی علی الفرائض فانها افضل الجهاد واکثری من ذکر الله فانك لا تاتین بشیء احب الیه من کثرة ذکره رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه اسحاق بن ابراهیم بن تسطاس وهو ضعیف ۔[2]

حضرت ام انس بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا گناہوں کو ترک کر دو، یہ سب سے اچھی ہجرت ہے، اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، کیونکہ تم اللہ کے بکثرت ذکر سے زیادہ اور کوئی محبوب عمل نہیں کر سکتیں! اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی الدرداء قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فقال سبق المفردون قالوا یا رسول الله وما المفردون قال المفردون بذکر الله وضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القیامة خفافاً رواه الطبرانی عن شیخه عبد الله بن محمد بن سعید بن ابی مریم وهو ضعیف ۔[3]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ نے فرمایا مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا صرف اللہ کا ذکر کرنے والے، اس ذکر نے ان کے گناہوں کا بوجھ کم کر دیا، وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے اٹھیں گے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اکثروا ذکر الله

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بکثرت

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۵، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۵، " " " "

حتی یقولوا مجنون رواہ احمد وابو یعلی وفیہ دراج وقد ضعفہ جماعۃ وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجال احد اسنادی احمد ثقات ۔[1]

ذکر کیا کرو حتیٰ کہ لوگ کہیں یہ دیوانہ ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام احمد کی ایک سند کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا اللہ ذکرا حتی یقول المنافقون انکم مراؤون رواہ الطبرانی وفیہ الحسن بن ابی جعفر الجفری وھو ضعیف ۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافق کہیں یہ ریاکار ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ سیعلم اھل الجمع من اھل الکرم فقیل من اھل الکرم یا رسول اللہ قال مجالس الذکر فی المساجد رواہ احمد باسنادین واحدھما حسن وابو یعلی کذلک ۔[3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا عنقریب اہل محشر عزت والوں کو جان لیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ عزت والے کون ہیں؟ آپ نے فرمایا مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں منعقد کرنے والے! اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہر ایک کی ایک سند حسن ہے۔

عن سھیل بن حنظلۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلسا یذکرون اللہ عز وجل فیہ فیقومون حتی یقال لھم قوموا فقد غفر اللہ لکم وبدلت سیئاتکم حسنات رواہ الطبرانی وفیہ المتوکل بن عبد الرحمن ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات ۔[4]

حضرت سہیل بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے ہیں تو جب وہ اٹھتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے اٹھو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶ - ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶، " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، " " " "

صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیامۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا شھداء قال فجثی اعرابی علی رکبتیہ فقال یا رسول اللہ حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی و بلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللہ یذکرونہ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن ۔[1]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو موتیوں کے منبروں پر بھیجے گا، ان کے چہروں پر نور ہوگا، لوگ ان پر رشک کریں گے (یعنی ان کی تعریف کریں گے) حالانکہ وہ نبی ہوں گے نہ شہید، ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بیٹھا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! ہمارے لیے ان لوگوں کو بیان کریں ہم ان کو پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا جو لوگ مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں سے ہوں اور اللہ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اللہ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کریں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ من اولیاء اللہ قال الذین اذا رؤوا ذکر اللہ رواہ البزار عن شیخہ علی بن حرب الوانی ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ وثقوا[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! اللہ کے ولی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جب دکھائی دیں تو خدا یاد آئے! اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، ان کے شیخ کا مجھے علم نہیں اور بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من بقعۃ یذکر اللہ فیہ بصلوٰۃ الا فخرت علی ما حولھا من البقاع وما من عبد یقوم بفلاۃ من الارض الا استبشرت لذکر اللہ الی منتھاھا الی سبع ارضین ۔[3]
(رواہ الطبرانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ کا نماز کے ساتھ ذکر کیا جائے وہ اپنے اردگرد کی باقی زمین پر فخر کرتا ہے۔ اور جو بندہ جنگل میں کسی جگہ قیام کرتا ہے تو اللہ کے ذکر کی وجہ سے وہ جگہ ساتویں زمین تک خوش ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ یقول یا ابن آدم انک اذا ذکرتنی شکرتنی واذا نسیتنی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر کرتا ہے اور

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۸،

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۹

کفر تنی رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ ابو بکر الھذلی وھو ضعیف [1]

جب تو مجھے بھولتا ہے تو میری ناشکری کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا سالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔

(البقرہ: ۱۸۶)

اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ فرما دیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں جب کوئی دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو (اپنی حکمت کے مطابق) قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ (نمل: ۶۲)

(بتاؤ) بے قرار جب اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کون قبول کرتا ہے؛ اور کون تکلیف دور کرتا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ ط انہ لا یحب المعتدین۔

(اعراف: ۵۵)

اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرو اور چپکے چپکے دعا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وادعوہ خوفا وطمعا ط ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین۔ (اعراف: ۵۶)

اور خوف اور طمع میں (اپنے رب سے) دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

(مؤمن: ۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا (بہ تقاضائے حکمت) قبول کروں گا۔

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبہ او قاعدا او قائما ج فلما کشفنا عنہ ضرہ مر کان لم یدعنا الی ضر مسہ کذلک زین للمسرفین ما کانوا یعملون۔

(یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے اور جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل پڑتا ہے جیسے اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے پر کبھی ہم سے دعا نہیں کی تھی، حد سے بڑھنے والوں کے لیے ان کے عمل اسی طرح مزین کر دیے گئے ہیں

واذا مس الانسان ضر دعا ربہ منیبا الیہ ثم اذا خولہ نعمۃ منہ نسی ما

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتا

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۰ھ

ما کان یدعوا الیہ من قبل ۔
(زمر : ۸)

فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنہ نعمۃ منا قال انما اوتیتہ علی علم ط بل ھی فتنۃ ولکن اکثرھم لا یعلمون ۔
(زمر : ۴۹)

ھوالذی یسیرکم فی البر والبحر ط حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ وفرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم الموج من کل مکان وظنوا انھم احیط بھم لا دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین ۰ فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق ط یا یھا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون ۔
(یونس ، ۲۲ ، ۲۳)

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجٰھم الی البر اذا ھم یشرکون ۰ (عنکبوت : ۶۵)

قل من ینجیکم من ظلمٰت البر و البحر تدعونہ تضرعًا وّخفیۃ لئن انجٰنا من ھٰذہ لنکونن من الشاکرین ۰ قل اللہ ینجیکم منھا و من کل کرب ثم انتم تشرکون ۰ (انعام : ۶۴ - ۶۳)

ہے، پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ سے دعا کرتا تھا۔

سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اپنے پاس سے اُسے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے مجھے تو یہ نعمت صرف ایک علم کی وجہ سے ملی ہے، بلکہ (درحقیقت) یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتیٰ کہ جب تم ان کشتیوں میں ہو جو لوگوں کو لے کر ہوا کے موافق چلیں، اور وہ اس پر خوش ہوں، تو اچانک آندھی کا تیز جھونکا کشتیوں پر آیا اور سمندر کی موجوں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ سمجھے کہ ہم بھنور میں آگئے اس وقت وہ انتہائی صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس گرداب سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے، پھر جب اللہ نے انھیں بچا لیا تو وہ ناگہاں زمین میں بناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہاری ہی جانوں کا (نقصان) ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھا لو پھر ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، اس وقت ہم تمہیں بتائیں گے تم جو کچھ کرتے تھے۔

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں

فرمائیے! تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے بچا لے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، آپ فرمائیے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت سے اور تکلیف سے بچاتا ہے

واذا مس الناس ضر دعوا ربهم منيبين اليه ثم اذا اذاقهم منه رحمة اذا فريق منهم بربهم يشركون ۝
(روم: ۳۳)

پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو!
اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے دعا کرتے ہیں، پھر جب وہ ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ينزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول من يدعونى فاستجيب له من يسئلنى فاعطيه ومن يستغفرنى فاغفر له۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (توجہ فرماتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کر لوں! کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ليس شىء اكرم على الله من الدعاء۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں ہے۔

عن انس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الدعاء مخ العبادة۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

عن النعمان بن بشير عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الدعاء هو العبادة۔ [4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه من لم يسئل الله يغضب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے سوال

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[3] " " " " جامع ترمذی ص ۴۸۶، " " "
[4] " " " " جامع ترمذی ص ۴۸۶، " " "

علیہ [1]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشوائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء [2]

نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے، وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

عن ابن عباس قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک اذا سألت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ الحدیث۔ [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع اللہ سبحانہ غضب علیہ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سبحانہ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفع حذر من قدر والدعاء ینفع مالم ینزل القضاء وان البلاء والدعاء لیلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم القیامۃ رواہ البزار وفیہ ابراھیم بن خیثم بن عراک وھو متروک ــــــ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کے مقابلہ میں احتیاط سے فائدہ نہیں ہوتا، جب تک تقدیر کا حکم نافذ نہ ہو دعا نفع دیتی ہے، مصیبت اور دعا زمین اور آسمان کے درمیان ملتی ہیں اور ایک دوسرے سے قیامت تک جھگڑتی رہتی ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " "

[3] " " " " جامع ترمذی ص ۳۶۱ " " "

[4] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[1]

عن ابی هریرة قال ان ابخل الناس من بخل بالسلام وانجز الناس من عجز عن الدعاء رواه ابو یعلی ورجاله رجال الصحیح [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے بخیل شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں (بھی) بخل کرے اور سب سے عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا ادلکم علی ما ینجیکم من عدوکم ویدر لکم ارزاقکم تدعون الله فی لیلکم ونهارکم فان الدعاء سلاح المؤمن رواه ابو یعلی وفیه محمد بن ابی حمید وهو ضعیف. [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے تم کو دشمنوں سے نجات ملے اور جو تمہارے رزقوں کو گردش میں رکھے، رات اور دن میں اللہ سے دعا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن انس انه حدث ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال الله تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معه اذا دعانی رواه ابو یعلی ورجاله رجال الصحیح [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله حیی کریم یستحی من عبده ان یرفع یدیه فیردهما صفرا لیس فیهما شیء رواه ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط وفیه یوسف بن محمد بن المنکدر وقد وثق علی ضعفه و

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حیا دار اور کریم ہے، اسے اپنے بندہ سے حیاء آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے، ان میں کچھ نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷-۱۴۶، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷، " " " "

" " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، " " " "

بقية رجالهما رجال الصحيح [1]

ایک راوی کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله عز وجل يستحي من ذي الشيبة المسلم اذا كان مسدداً لزوماً للسنة ان يسأل الله فلا يعطيه رواه الطبراني في الاوسط وفيه صالح بن رشد وثقه ابن حبان وفيه ضعف، وبقية رجاله ثقات [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بوڑھا مسلمان ہدایت یافتہ ہو اور سنت کا پابند ہو، اللہ تعالیٰ اس سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ دے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله في كل يوم وليلة عتقاء من النار في شهر رمضان وان لكل مسلم دعوة يدعوا بها فيستجاب له قلت رواه ابن ماجة باختصار الدعوة رواه البزار ورجاله ثقات [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ماہِ رمضان کے ہر دن اور رات میں جہنم سے لوگ آزاد ہوتے ہیں، اور ہر مسلمان کے لیے ایک دعا ہے جس کو وہ مانگے تو اس کی وہ دعا قبول ہوتی ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے دعا کے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اعطي اربعا اعطي اربعا وتفسير ذلك في كتاب الله تعالى من اعطي الذكر ذكره الله عز وجل لان الله تعالى يقول (فاذكروني اذكركم) ومن اعطي الدعاء اعطي الاجابة لان الله تعالى يقول (ادعوني استجب لكم) ومن اعطي الشكر اعطي الزيادة لان الله تعالى يقول (لئن شكرتم لازيدنكم) ومن اعطي الاستغفار اعطي المغفرة لان الله تعالى

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو چار چیزیں عطا کی جائیں، اس کو چار چیزیں دی جاتی ہیں اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے، جس کو ذکر عطا کیا جائے، اللہ عزوجل اس کا ذکر کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" جس کو دعا عطا کی جائے اس کو قبولیت دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور جس کو شکر عطا کیا جائے اس کو زیادتی دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں زیادہ دوں گا" اور جس کو استغفار عطا کیا جائے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، " " " "

[3] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، " " " "

یقول (استغفروا ربکم انه کان غفارًا) رواه الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیه محمود بن العباس وهو ضعیف۔ [1]

اس کو مغفرت دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم اپنے رب سے استغفار کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی محمود بن عباس ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیسئلن احدکم ربه حاجته اوحوائجه کلها حتی یسئله شسع نعله اذا انقطع وحتی یسئله الملح قلت رواه الترمذی غیر قوله وحتی یسئله الملح۔ رواه البزار ورجاله رجال الصحیح غیر سیار بن حاتم وهو ثقة۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص اپنے رب سے اپنی حاجت طلب کرے، یا اپنی تمام حاجات اس سے طلب کرے حتیٰ کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے، حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے، اس حدیث کے ایک جملہ "حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے" کے سوا باقی حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور اس پوری حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور ایک راوی ثقہ ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تمنی احدکم فلیکثر فانما یسال ربه عز وجل رواه الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تمنا کرو تو زیادہ تمنا کرو کیونکہ وہ اپنے رب عزوجل سے سوال کر رہا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا، اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان العبد یدعو الله وهو یحبه فیقول الله عز وجل یا جبریل اقض لعبدی هذا حاجته واخرها فانی احب ان اسمع صوته وان العبد لیدعو الله وهو یبغضه فیقول الله عز وجل

حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ اس کو پسند فرماتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے اے جبرائیل میرے اس بندے کی حاجت کو دیر سے پورا کرنا، کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو پسند کرتا ہوں، اور ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ج ۱۰ ص ۱۵۰، " " " "

[3] " " " " ج ۱۰ ص ۱۵۰، " " " "

یا جبریل اقض لعبدی هذا حاجته وعجلها فانی اکره ان اسمع صوته رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه اسحٰق بن عبد الله بن ابی فروة وهو متروك۔ [1]

اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے پس اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے جبرائیل! میرے اس بندے کی حاجت کو جلد پورا کردو، کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعوة المظلوم مستجابة وان کان فاجرا ففجوره علی نفسه رواه احمد والبزار بنحوه واسناده حسن۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ فاجر ہے تو اس کا گناہ اس کی ذات پر ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ثلاث حق علی الله ان لا یرد لهم دعوة الصائم حتی یفطر والمظلوم حتی ینتصر والمسافر حتی یرجع رواه البزار ورجاله رجال الصحیح۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تین آدمی اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہیں کہ وہ ان کی دعا رد نہ کرے، روزہ دار حتی کہ وہ روزہ افطار کرلے، مظلوم حتی کہ وہ بدلہ لے لے اور مسافر حتی کہ وہ لوٹ آئے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دعا المرء لاخیه بظاهر الغیب قالت الملائکة آمین ولك مثله رواه البزار ورجاله ثقات۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین، اللہ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعوتان لیس بینهما وبین الله حجاب دعوة المظلوم ودعوة المرء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعاؤں کی قبولیت کے درمیان حجاب نہیں ہوتا، مظلوم کی دعا اور کسی شخص کی

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، " " " "

لاخیہ بظھر الغیب رواہ الطبرانی وفیہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی وھو ضعیف [1]

اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ ای الدعاء افضل قال دعا المرء لنفسہ رواہ البزار باسنادین واحدھما جید [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ! کون سی دعا افضل ہے، آپ نے فرمایا انسان کی اپنے لیے دعا۔ اس حدیث کو امام بزار نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ایک سند جید ہے۔

دعا کی شرائط اور آداب کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا احدکم فلیعزم المسئلۃ ولا یقولن اللھم ان شئت فاعطنی فانہ لا مستکرہ لہ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے اور یوں نہ کہے "اے اللہ اگر تو مجھے چاہے تو دے دے، کیونکہ اس پہ کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان لابد متمنیا للموت فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یوں کہے "اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھ پر موت طاری کر دے۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مامن احد یدعو بدعاء الا اتاہ اللہ ما سئل او کف عنہ من السوء مثلہ مالم یدع باثم او قطیعۃ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے یا اس کے بدلہ میں اس سے کوئی

---

[1] ۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲ ، " " " "

[3] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[4] ۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۰ ، " " " "

الله علیه وسلم کان اذا ذکر احدا فدعا له بدأ بنفسه ۔ [۲]

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو یاد کرتے اس کے لیے دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعاء لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه ۔ [۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو ان کو چہرے پر ملنے سے پہلے نیچے نہیں کرتے تھے۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی ۔ [۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من سره ان یستجیب الله له عند الشدائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو مصیبت میں دعا کا قبول ہونا پسند ہو وہ راحت میں اللہ سے بکثرت دعا کرے۔

عن ابی امامة قال قیل یارسول الله! ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات ۔ [۶]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن سعد قال سمعنی ابی وانا اقول اللهم انی اسئلك الجنة ونعیمها وبهجتها

ابن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی

---

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " "

[۳] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۸، " " "

[۴] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۸، " " "

[۵] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " "

[۶] " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۴ " " "

وکذا وکذا واعوذ بك من النار وسلاسلها واغلالها وکذا وکذا فقال یا بنی انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سیکون قوم یعتدون فی الدعاء فایاك ان تکون منهم انك ان اعطیت الجنة واعطیتها وما فیها من الخیر وان اعذت من النار اعذت منها وما فیها من الشر[1]

نعمتوں اور اس کی تر و تازگی کا سوال کرتا ہوں، اور فلاں فلاں چیز کا، اور میں تجھ سے جہنم اور اس کے طوق اور زنجیروں سے پناہ مانگتا ہوں اور فلاں فلاں چیز سے، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب لوگ دعا میں حد سے تجاوز کریں گے تم ان میں سے نہ ہو جانا، اگر تم کو جنت مل گئی تو جنت میں جو خیر ہے وہ بھی مل جائے گی اور اگر تم جہنم سے بچا لیے گئے تو جہنم میں جو عذاب ہیں ان سے بھی بچا لیے جاؤ گے۔

عن فضالة بن عبید یقول سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا یدعو فی صلوته لم یمجد الله ولم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم عجل هذا ثم دعاه فقال له او لغیره اذا صلی احدکم فلیبدء بتمجید ربه والثناء علیه ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یدعو بما شاء[2]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے اللہ کی حمد و ثناء کی تھی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے عجلت کی ہے پھر آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر جو چاہے دعا کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال القلوب اوعیة وبعضها من بعض فاذا سالتم الله عز وجل ایها الناس فسئلوه وانتم موقنون بالاجابة فان الله لا یستجیب لعبد دعاه عن ظهر قلب غافل رواه احمد واسناده حسن[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک دل (یقین کا) ظرف ہیں اور بعض دل بعض کے مشابہ ہیں، سو اے لوگو! جب تم اللہ عز و جل سے سوال کرو تو قبولیت کے یقین سے سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل قلب کے ساتھ دعا کرے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، " " " "

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیھا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بھا احدی ثلاث اما یعجل لہ دعوتہ و اما ان یدخرھا فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ من السوء مثلھا قالوا اذا نکثر قال اللہ اکثر رواہ احمد وابو یعلی بنحوہ والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجال احمد وابی یعلی واحد اسنادی البزار رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن علی الرفاعی وھو ثقۃ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ کی طلب ہو نہ قطع رحم کی، اس کو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک عطا کرتا ہے یا تو فوراً اس کی دعا قبول کر لیتا ہے، یا اس کو آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے یا اس سے اتنی کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، صحابہ نے کہا پھر تو ہم بہت دعا کریں گے، آپ نے فرمایا اللہ بہت قبول کرنے والا ہے، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام بزار کی ایک سند صحیح ہے سوائے علی بن علی کے اور وہ ثقہ ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کان احب الدعاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعوا ثلاثا رواہ الطبرانی فی الاوسط و رجالہ ثقات الا ان عبیدۃ لم یسمع من ابیہ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دعا کا زیادہ پسندیدہ طریقہ یہ تھا کہ تین بار دعا فرماتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۳)۔

عن ابی ایوب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا بدء بنفسہ رواہ الطبرانی و اسنادہ حسن۔[3]

حضرت ابو ایوب بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال اذا اراد احدکم ان یسال فلیبدء بالمدحۃ والثناء علی اللہ تعالیٰ بما ھو اھلہ ثم لیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسئل بعد فانہ اجدر

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص جب دعا کا ارادہ کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جس کا وہ اہل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے، پھر اس کے بعد دعا کرے تو

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹-۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " " "

۳۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " " "

ان ینجح رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ۔ [1]

اس کی قبولیت متوقع ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح ہیں، البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔ (ہمارے نزدیک یہ سماع ثابت ہے۔)

عن علی بن ابی طالب قال کل دعا محجوب حتی یصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وال محمد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات۔ [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دعا کی مقبولیت پر اس وقت تک حجاب رہتا ہے، جب تک محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ نہ پڑھ لی جائے۔

قبولیت دعا پر ایک اعتراض اور اس کے جوابات

قرآن مجید میں ہے: اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ: ۱۸۶) "جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں" اس آیت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی! اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ قضاء و قدر کے مطابق ہو، کیونکہ ہر چند کہ یہاں قبولیت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسری جگہ پر اللہ نے اس کو مقید کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء۔ (انعام: ۴۱)

بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

(۲) سورۂ بقرہ کی آیت میں ارشاد باری ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔ (بقرہ: ۱۸۶)

جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

اس آیت میں لطیف انداز سے قبولیت دعا کی یہ شرط بیان کی گئی ہے کہ بندے اللہ کا حکم مانیں تو اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا، اور جب بندے اس کے محتاج ہونے کے باوجود اس کے کہنے پر عمل نہیں کریں تو وہ جو ان سے مستغنی ہے وہ ان کے کہنے کے مطابق کیوں کرے گا؟

(۳) قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ استحضار قلب کے ساتھ دعا کی جائے اور جب ذہن اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو پھر دعا قبول نہیں ہوگی جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

(۴) قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ راحت اور سکھ میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرے تاکہ مصیبت اور دکھ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰، " " " "

میں اس کی دعا قبول ہو۔ جیسا کہ حدیث ترمذی میں ہے۔

(۵)۔ قبولیت دعا کے لیے جلدی اور بے صبری نہ کرے۔ جس طرح ترمذی کی روایت میں ہے۔

(۶)۔ قبولیت دعا کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جو اس نے دعا کی تھی اس کو بعینہٖ وہی مل جائے بسا اوقات اس دعا کے عوض اس کو آخرت میں اجر ملتا ہے اور بسا اوقات اس سے کوئی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے۔

آداب دعا کا خلاصہ دعا کے آداب یہ ہیں:

(۱) ہتھیلیوں کے باطن کی جانب سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲)۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، اس کے بعد دعا کرے اور آخر میں پھر درود پڑھے۔ (معجم طبرانی)۔

(۳)۔ پہلے اپنے لیے دعا کرے پھر دوسروں کے لیے دعا کرے۔ (معجم طبرانی)

(۴)۔ تین بار دعا کرے۔ (معجم طبرانی)۔

(۵)۔ اصرار اور الحاح کے ساتھ دعا کرے، گڑگڑا کر مانگے، یوں نہ کہے اگر تو چاہے تو دے دے (صحیح بخاری)

(۶)۔ گناہ کی، قطع رحم کی اور موت کی دعا نہ کرے۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

(۷)۔ دعا میں قیود نہ لگائے اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد)

(۸)۔ اس یقین سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ (مسند احمد)

(۹)۔ اگر دعا قبول نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا نہ چھوڑے۔ (جامع ترمذی)

(۱۰)۔ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ (جامع ترمذی)

(۱۱)۔ آدھی رات کو اور فرض نماز کے بعد دعا کرے۔ (جامع ترمذی)

امام غزالی نے دعا کے آداب بیان کیے ہیں ان میں سے بعض کا بیان آگیا ہے اور باقی آداب کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱)۔ اوقات شریفہ میں دعا کرے مثلاً سال میں یوم عرفہ، مہینوں میں رمضان شریف، ہفتہ کے دنوں میں جمعہ اور اوقات میں سحری کے وقت دعا کرے؛ قرآن مجید میں ہے:

والمستغفرین بالاسحار۔ (آل عمران: ۱۷) اور رات کے آخری حصوں میں بخشش مانگنے والے

کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون۔ (ذاریات: ۱۷-۱۸) وہ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہر میں مغفرت طلب کرتے تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں؟۔

(۲)۔ احوال شریفہ میں دعا کرے، اللہ کے راستہ میں دعا کرے، بارش کے نزول کے وقت، امام ابوداؤد، امام داری،

—— اور امام ابن خزیمہ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ دو وقتوں میں دعا رد نہیں ہوتی اذان کے وقت اور جہاد کی صف میں اور ابو حازم نے بارش کا بھی اضافہ کیا ہے، مجاہد نے کہا بہترین وقت فرض نماز کے بعد دعا کرنا ہے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی، اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بندہ اپنے رب کے قریب سب سے زیادہ سجدہ میں ہوتا ہے پس سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو، اس کو امام ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو، اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو کیونکہ اس میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۳)۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

(۴)۔ آہستہ آہستہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ (اعراف: ۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

(۵)۔ تکلف اور تصنع کے ساتھ منظوم و موزون، مسجع اور مقفی الفاظ کے ساتھ دعا نہ کرے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے دعا میں مسجع الفاظ سے اجتناب کرو۔ تاہم بغیر تکلف اور تصنع کے موزوں الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے، قرآن مجید اور احادیث میں ایسی بکثرت دعائیں ہیں۔

(۶)۔ خضوع، خشوع اور خوف اور رغبت سے دعا کرے۔

(۷)۔ توبہ کر کے اور جو حقوق ضائع کیے ہیں ان کا تدارک اور تلافی کر کے دعا کرے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی ذلت اور اس کی طرف احتیاج کا اظہار کر کے دعا کرے۔ [1]

انبیاء سابقین علیہم السلام کی بعض دعائیں

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین (اعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات ولا تزد الظلمین الا تبارا۔ (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور سب ایمان والے مردوں اور سب ایمان والی عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کے لیے صرف ہلاکت میں زیادتی کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

---

[1] ۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۴۲۔۳۱، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

الذی خلقنی فھو یھدین ۰ والذی ھو یطعمنی ویسقین ۰ واذا مرضت فھو یشفین ۰ والذی یمیتنی ثم یحیین ۰ والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ۰ رب ھب لی حکما والحقنی بالصّٰلحین ۰ واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین ۰ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم ۰ واغفر لابی انہ کان من الضآلین ۰ ولا تخزنی یوم یبعثون ۰ یوم لا ینفع مال ولا بنون ۰

(شعراء: ۷۸ تا ۸۸)

جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے ہدایت دیتا ہے، وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، میں جب بیمار ہوں تو وہی شفاء دیتا ہے، وہی مجھے وفات دے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا، وہی جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (بظاہر) خطائیں معاف فرمائے گا۔ اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ واصل کر۔ اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ اور مجھے جنت کی نعمتوں کے وارثوں میں شامل کر دے اور میرے (عرفی) باپ (یعنی چچا) کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور حشر کے دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمٰعیل واسحٰق ان ربی لسمیع الدعاء ۰ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ۰ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۰

(ابراھیم: ۳۹ تا ۴۱)

اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا رکھ، اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما، اے ہمارے رب مجھے، میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

رب اشرح لی صدری ۰ ویسر لی امری ۰ واحلل عقدۃ من لسانی ۰ یفقھوا قولی ۰

(طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸)

اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کشادہ فرما دے اور میرا کام میرے لیے آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا:

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضٰہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصّٰلحین ۰

(نمل: ۱۹)

اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن کو تو پسند فرمائے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

فاطر السمٰوٰت والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین ۰

(یوسف : ۱۰۱)

اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ واصل کر دے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین ۰ (انبیاء : ۸۹)

اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور سب وارثوں سے تو بہتر وارث ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں

قل رب زدنی علما۔

(طٰہٰ : ۱۱۴)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنك سلطانًا نصیرًا۔

(بنی اسرائیل : ۸۰)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقہ سے داخل فرما اور (مجھے جہاں سے باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك یقول كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انی اعوذ بك من الكسل والجبن والھرم اعوذ بك من عذاب القبر و اعوذ بك من فتنۃ المحیا و الممات۔ [1]

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم كان یقول اللھم انی اعوذ بك من الكسل والھرم والمأثم والمغرم ومن فتنۃ القبر وعذاب القبر ومن فتنۃ النار وعذاب النار ومن شر فتنۃ الغنیٰ واعوذ بك من فتنۃ الفقر و اعوذ بك

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ، قرض، قبر کے فتنہ، قبر کے عذاب، آگ کے فتنہ، آگ کے عذاب اور دولت کے شر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں فقر کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

من فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل عني خطاياي بماء الثلج والبرد ونق قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وباعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب۔ [1]

کہتا ہوں، اے اللہ! میری (ظاہری) خطاؤں کو برف اور اولوں سے دھو دے، اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح صاف رکھ جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھتا ہے اور میرے درمیان اور خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری رکھ جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری رکھی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم عافني في جسدي وعافني في بصري واجعله الوارث مني لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العلمين [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے جسم کو عافیت کے ساتھ رکھ، میری آنکھوں کو عافیت کے ساتھ رکھ، اور اس کو میرا وارث بنا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو حلیم اور کریم ہے، اللہ پاک ہے، عرش عظیم کا مالک، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اني اعوذ بك من قلب لا يخشع ومن دعاء لا يسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ينفع الحديث۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! جو دل (تجھ سے) ڈرتا نہ ہو جو دعا قبول نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو علم نافع نہ ہو میں اس سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔

عن انس بن مالك قال كثيرا ما كنت اسمع النبي صلى الله عليه وسلم يدعو بهؤلاء الكلمات اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والبخل وضلع الدين وقهر الرجال [4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بکثرت یہ دعا سنی ہے: اے اللہ! میں فکر، غم، عجز، سستی، بخل، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، " " "

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲ " " "

كان يدعو اللهم انی اسئلك الهدٰی والتقی والعفاف والغنٰی ۔ [1]

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

عن عبد الله بن يزيد الخطمی الانصاری عن رسول الله صلی الله عليه وسلم انه كان يقول فی دعائه اللهم ارزقنی حبك و حب من ينفعنی حبه عندك اللهم ما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فيما تحب اللهم و ما زويت عنی مما احب فاجعله فراغا لی فيما تحب ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور وہ محب دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک نفع دے، اے اللہ! تو نے مجھے جو میری پسند کی چیزیں دی ہیں ان میں ایسی صلاحیت پیدا کر دے کہ وہ تجھے پسند ہوں، اے اللہ! تو نے میری پسندیدہ چیزیں جو اٹھالی ہیں مجھے ان سے اپنی پسندیدہ چیزوں کے لیے فارغ کر دے۔

عن ابن عمر قل ما كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يقوم من مجلس حتی يدعو بهؤلاء الكلمات لاصحابه اللهم اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا و بين معاصيك و من طاعتك ما تبلغنا به جنتك و من اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا و متعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احييتنا واجعله الوارث منا واجعل ثارنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا ولا تجعل مصيبتنا فی ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا ۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھتے ہوں اور آپ نے اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا نہ کی ہو: اے اللہ! ہمارے لیے اپنا ایسا خوف مقدر کر دے جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمارے لیے ایسی اپنی اطاعت مقدر کر دے جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے، اور ایسا یقین مقدر کر دے جس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں، اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری قوت سے نفع پہنچا اور اس کو ہمارا وارث کر دے، ہمارا غضب (صرف) ان پر کر دے جو ہم پر ظلم کرے، ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما، ہمارے دین کو مصیبت سے محفوظ رکھ، ہماری دنیا کو ہماری بڑی فکر اور ہمارا مبلغ علم نہ بنا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " " " ص ۵۰۳ " " "

[3] " " " " " " ص ۵۰۴ " " "

توبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

تاب الی اللہ رجع عن المعصیۃ الی الطاعۃ وتاب اللہ علیہ ای عاد بالمغفرۃ[1]

جب توبہ کا فاعل بندہ ہو تو اس کا معنی ہے بندہ نے معصیت سے اطاعت کی طرف رجوع کیا اور جب توبہ کا فاعل اللہ ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی طرف رجوع کیا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

توبہ کے چار ارکان ہیں، پہلا رکن یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے، اس پر نادم ہو، دوسرا رکن یہ ہے کہ اس گناہ کو فی الفور ترک کر دے، تیسرا رکن یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا عزم مصمم کرے اور چوتھا رکن یہ ہے کہ حسب مقدور اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرے مثلاً نماز چھوٹ گئی ہے تو اس کی قضاء پڑھے اور کسی کا مال غصب کیا تھا تو اس کو واپس کر دے اور کسی کو گالی دی ہے تو اس سے معافی مانگ لے۔[2]

توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات

انہ من عمل منکم سوء بجھالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم۔

(انعام: ۵۴)

بے شک تم میں سے جو کوئی (عذاب آخرت سے) نادانی کی وجہ سے برا کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور (اپنی) اصلاح کرے، تو بے شک وہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجھالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم وکان اللہ علیما حکیما ۝ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما۔

(نساء: ۱۸-۱۷)

اللہ کے ذمہ (کرم) پر صرف ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) ہے جو (عذاب آخرت سے) نادانی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے، اور ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ یہ (قبولیت) ان لوگوں کے لیے ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں، ہم نے ان کے

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش الاتحاف، ج ۸ ص ۵۰۲-۵۰۰، ملخصاً وموضحاً، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ

لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

ومن لم یتب فاولئک ھم الظّٰلمون۔ (حجرات: ۱۱)

اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ (نور: ۳۱)

اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح پاؤ۔

یا یھا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا۔ (تحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرو۔

ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توبہ کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للہ افرح بتوبۃ العبد من رجل نزل منزلا وبہ مھلکتہ ومعہ راحلتہ علیھا طعامہ وشرابہ فوضع راسہ فنام نومۃ فاستیقظ وقد ذھبت راحلتہ حتی اذا اشتد علیہ الحر والعطش اوما شاء اللہ قال ارجع الی مکانی فرجع فنام نومۃ ثم رفع راسہ فاذا راحلتہ عندہ۔ [1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو بندے کے توبہ کرنے سے اس شخص کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے کسی جگہ قیام کیا ہو اور وہیں اس کی ہلاکت کی جگہ ہو، اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں وہ وہاں سر رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو اس کی سواری غائب ہو حتیٰ کہ جب اس کی بھوک اور پیاس زیادہ ہو جائے یا جو اللہ چاہے تو وہ سوچے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں پھر وہ سو جائے اور جب بیدار ہو تو سواری اس کے پاس ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ۔ [2]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص گناہ کرے، پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تاب قبل موتہ بغواق ناقۃ تاب اللہ علیہ رواہ الطبرانی فی الاوسط [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص موت سے اتنے وقت پہلے توبہ کرلے جتنے وقت میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ورجالہ رجال الصحیح [3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مثل ہے جس کا گناہ نہ ہو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن عقبۃ بن عامر ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ احدنا یذنب قال یکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفرلہ وتیاب علیہ قال فیعود ویذنب قال فیکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفرلہ وتیاب علیہ ولا یمل اللہ حتی تملوا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط واسنادہ حسن [4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرتا ہے، آپ نے فرمایا وہ لکھ دیا جاتا ہے، اس نے کہا وہ اس پر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور توبہ قبول کی جاتی ہے، اس نے عرض کیا وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے آپ نے فرمایا اس پر گناہ لکھ دیا جاتا ہے اس نے عرض کیا وہ اس پر پھر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰، " " "

[4] " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰، " " "

استغفار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعًا حسنًا الی اجل مسمی و یوت کل ذی فضل فضلہ۔
(ھود: ۳)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس سے توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک معین وقت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کا زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

و یقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارًا۔
(ھود: ۵۲)

اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔
(مزمل: ۲۰)

اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

استغفار کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سید الاستغفار ان یقول العبد اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت قال ومن قالھا من النھار موقنا بھا فمات من یومہ قبل ان یمسی فھو من اھل الجنۃ ومن قالھا من اللیل وھو موقن بھا فمات قبل ان یصبح فھو من اھل الجنۃ۔ [1]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یہ کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر بہ قدر استطاعت قائم ہوں، میں اپنے کاموں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا، آپ نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ ان کلمات کو دن میں کہے اور اسی دن شام سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت سے ہوگا، اور جس نے یقین کے ساتھ ان کلمات کو رات میں کہا اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی ھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ و اتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ ۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بخدا میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

بَابُ ۹۵ الْحَثِّ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی

ذکرِ الٰہی کی ترغیب

۶۶۸۱ ۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَیْبَۃَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ اِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ ھُمْ خَیْرٌ مِنْھُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بقدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

۶۶۸۲ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْہُ بَاعًا ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

۶۶۸۳ ۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ ھٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْھَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَالَ اِذَا تَلَقَّانِیْ عَبْدِیْ بِشِبْرٍ تَلَقَّیْتُہٗ بِذِرَاعٍ وَاِذَا تَلَقَّانِیْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب بندہ بہ قدر ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جب وہ بہ قدر چار ہاتھ میری طرف

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بِذِرَاعٍ تَلَقَّيْتُهُ بِبَاعٍ وَإِذَا تَلَقَّانِي بِبَاعٍ أَتَيْتُهُ بِأَسْرَعَ۔

بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھتا ہوں۔

۶۶۸۴ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيرُوا هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے، آپ کا ایک پہاڑ سے گذر ہوا جس کو جمدان کہتے تھے، آپ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت اور "اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے" کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۶۸۱ میں ہے:

میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ دعا کرنے کے بعد قبولیت کی امید رکھے تو میں اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور جب توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور جب کچھ طلب کرے تو اس کو عطا کر دیتا ہوں۔

اسی حدیث میں ہے: جب بندہ میرا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، یعنی میری رحمت، میری توفیق، میری ہدایت، میری رعایت اور میری اعانت اس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ جو قرآن مجید میں ہے ھو معکم اینما کنتم (حدید: ۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم تم کو محیط ہے۔

اسی حدیث میں ہے بندہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، لغت میں نفس کا اطلاق خون پر اور نفس حیوان پر ہوتا ہے اور یہ دونوں معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں، نفس کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقۃً ہے، اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب بندہ میرا تنہا ذکر کرے، تو میں اس کو اس عمل کی ایسی جزا دیتا ہوں جس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں ہے: بندہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے رسول یا کسی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اللہ کا ذکر کیا تو اللہ اس کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور انسان عموماً اللہ کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جس میں انبیاء علیہم السلام نہیں ہوتے، باقی رہا یہ کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں، اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحا و اٰل ابراھیم و اٰل عمران علی العالمین۔ (اٰل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی داخل ہیں۔

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس۔ (بقرہ: ۳۴) اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔

تمام فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور سجدہ تعظیمی کا حکم ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ اگر بندہ بہ قدر ایک بالشت کے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ کے نزدیک ہوتا ہوں (الی قولہ) اور اگر بندہ چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور اس کا ظاہری معنی محال ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو شخص عبادت کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں اپنی توفیق، رحمت اور اعانت کو اس کے قریب کر دیتا ہوں اور وہ جس قدر زیادہ عبادت کرتا ہے میں اس قدر زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس پر اپنی رحمت بہاتا ہوں اور وہ جس قدر قرب حاصل کرتا ہے میں اس کی مناسبت سے اس سے کہیں زیادہ اجر عطا کرتا ہوں۔ [1]

بَابٌ ۹۵۹ فِیْ اَسْمَآءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَفَضْلِ مَنْ اَحْصَاھَا

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور ان کو یاد کرنے کی فضیلت

۶۶۸۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ جَمِیْعًا عَنْ سُفْیَانَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلّٰہِ تِسْعَۃٌ وَّتِسْعُوْنَ اِسْمًا مَنْ حَفِظَھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَاِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ وَفِیْ رِوَایَۃِ ابْنِ اَبِیْ عُمَرَ مَنْ اَحْصَاھَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور اللہ وتر (طاق، فرد) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے ابن ابی عمر کی روایت میں ہے جو ان کو شمار کرے گا۔

۶۶۸۶۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَیُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَعَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاھَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَزَادَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ۔ کرتا ہے۔

اسم مسمّٰی کا عین ہے یا غیر

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اشاعرہ کہتے ہیں کہ اسم مسمّٰی کا غیر ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسم مسمّٰی کا عین ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی کلمہ پر ہوتا ہے اور کبھی اسم کا اطلاق ذات اور مسمّٰی پر ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حقیقی اطلاق کونسا ہے، اشاعرہ نے کہا کہ اسم کا اطلاق کلمہ پر حقیقت ہے اور مسمّٰی پر مجاز ہے اور معتزلہ کا قول اس کے برعکس ہے اور استاذ ابو منصور نے کہا کہ اسم دونوں میں مشترک ہے۔

اشاعرہ کے دلائل میں سے یہ ہے کہ جب کسی معین شخص کا نام پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے اس شخص کا اسم کیا ہے؟ پھر جواب میں وہ کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے وہ شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم کی حقیقت وہ کلمہ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں سو اگر اسم مسمّٰی کا عین ہو تو متعدد خداؤں کا ہونا لازم آئے گا۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سبح اسم ربك الاعلیٰ (الاعلیٰ:۱) "اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کیجئے" اور تسبیح اللہ کی ذات کی ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم اس کی ذات کا عین ہے۔ بہر حال اس مسئلہ میں ہر فریق کے دلائل اور ان کے جوابات موجود ہیں۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ تعالیٰ پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہو یا اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس اسم کا اطلاق کیا ہو یا اس اسم کے اطلاق پر اجماع منعقد ہو چکا ہو (مثلاً اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق کرنا) اور جس اسم کے اطلاق پر اذن شرعی ہو، نہ ممانعت ہو اس میں اختلاف ہے، اس میں ایک قول توقف کا ہے اور ایک قول ممانعت کا ہے، علامہ ابن رشد نے اس قول کو امام اشعری اور امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، مقترح نے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ ممانعت حکم شرعی ہے اور بغیر دلیل سمعی کے ممانعت شرعی کا حکم صحیح نہیں ہے، مقترح نے کہا اگر اس لفظ سے کسی محال معنی کا وہم ہو تو پھر اس اسم کا اطلاق جائز ہے اور اگر کسی محال معنی کا وہم نہ ہو تو پھر اس قسم کا اطلاق جائز ہے، علامہ باقلانی نے کہا ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے، بشرطیکہ اس کی ممانعت پر اجماع نہ ہو، اس لیے سید اور حنان کا اطلاق جائز ہے اور عاقل اور فقیہ کا اطلاق ناجائز ہے، البتہ امام مالک نے سید اور حنان کے اطلاق سے منع کیا ہے، علامہ باقلانی نے کہا اللہ تعالیٰ نے جن افعال کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے ان کے اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں ہے، کیونکہ جن چیزوں کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور وہ قرآن میں مذکور ہیں تو ان کا جتنا اطلاق قرآن مجید میں آگیا ہے بس اتنا اطلاق جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے مثلاً اللہ یستھزئ بھم اس کی وجہ سے مستہزی کا اور سخر اللہ منھم اس کی وجہ سے ساخر

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۱۱۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور متکلمین اللہ تعالیٰ پر صانع، واجب الوجود اور مؤثر کا اطلاق بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اسماء حسنیٰ میں اختلاف ہے، آیا یہ توقیفی ہیں یا نہیں، توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت کی نص کے علاوہ کسی اسم کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہ ہو، امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور معتزلہ اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی اللہ پر دلالت عقلاً صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے، قاضی ابوبکر اور امام غزالی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور صفات توقیفی نہیں ہیں (اس کے برخلاف جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اسماء غیر توقیفی ہیں اور صفات توقیفی ہیں۔ سعیدی غفرلہٗ) امام غزالی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام رکھیں جو آپ کے والد نے رکھا نہ آپ نے خود رکھا، اسی طرح مخلوق میں سے کسی بھی بزرگ شخص کا نام ہم از خود نہیں رکھ سکتے اور جب مخلوق کا نام از خود رکھنا ممنوع ہے تو خالق کا نام از خود رکھنا بہ طریق اولیٰ منع ہونا چاہیے، اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے اسم یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے جس سے نقص کا وہم ہو خواہ نص میں اس لفظ کا اطلاق ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماہد، زارع اور فالق کہنا جائز نہیں ہے، اگرچہ نص قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں: فنعم الماهدون (ذاریات: ۴۸) ام نحن الزارعون (واقعہ: ۶۴) فالق الحب والنوی (انعام: ۹۵)

امام ابوالقاسم قشیری نے کہا کہ کتاب، سنت اور اجماع سے جن اسماء کا ثبوت ہو ان اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور جس اسم کا ان میں ثبوت نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز نہیں ہے خواہ اس کا معنی صحیح ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جس کے اطلاق کا شریعت میں ثبوت ہو عام ازیں کہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ اور ہر وہ لفظ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہے، عام ازیں کہ اس میں تاویل ہو یا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس پر اسم کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

امام رازی نے کہا کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم کی تفصیل یہ ہے:

(۱) جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثبوت قطعی ہے، ان کا اطلاق مفرد اور مضاف دونوں اعتبار سے صحیح ہے جیسے قادر، قاہر یا فلاں پر قادر فلاں پر قاہر۔

(۲) جن صفات کا بہ طور مفرد اطلاق صحیح ہے اور بطور مضاف خاص شرائط کے ساتھ صحیح ہے، مثلاً خالق یا ہر چیز کا خالق کہنا صحیح ہے لیکن بندر اور خنزیر کا خالق کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۳) جن صفات کا بطور مضاف اطلاق صحیح ہے اور بہ طور مفرد صحیح نہیں ہے مثلاً منشی کہنا صحیح نہیں ہے اور منشی الخلق کہنا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اگر شریعت میں اس کا سماع ثابت ہو تو اس کا اطلاق کیا جائے گا ورنہ نہیں اور تیسری قسم وہ ہے کہ شریعت میں اس کا بہ حیثیت افعال سماع ہے تو انہی کا اطلاق کیا جائے گا اور ان پر قیاس کر کے ان

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مشتقات کا اطلاق نہیں کیا جائے گا جیسے مکر اللہ ویستھزئ بھم ، سو اللہ تعالیٰ پر ماکر اور مستہزی کا اطلاق نہیں کیا جاتے گا۔[1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جن اسماء اور صفات کے اطلاق کا اذن شرعی ثابت ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز ہے اور جن کی ممانعت ثابت ہے ، ان کا اطلاق منع ہے ، اور جن اسماء کا شریعت میں اذن ہو نہ ممانعت ہو ان کے اطلاق میں اختلاف ہے ، بہ شرطیکہ وہ ان اسماء میں سے نہ ہوں جو باقی لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم (نام) ہوں ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء اعلام کا اطلاق کسی کے نزدیک محل نزاع نہیں ہے ، نیز ان اسماء کا اطلاق نقص کا موہم نہ ہو بلکہ مدح کا مظہر ہو ، سو ایسے اسماء کے اطلاق کو اہل حق نے منع کیا ہے اور جمہور معتزلہ نے جائز کہا ہے ، قاضی ابوبکر کا اسی طرف میلان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر فدا اور تنکری کا اطلاق جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ، لہٰذا اس پر اجماع ہو گیا ، لیکن یہ استدلال مردود ہے ، کیونکہ اگر اجماع ثابت ہو تو وہ اذن شرعی کے ثبوت کے لیے کافی ہے اور بحث ان اسماء کے اطلاق میں ہے جن کے لیے اذن شرعی نہ ہو۔[2]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ پر موجود ، واجب اور قدیم وغیرہا کا اطلاق کیسے صحیح ہوگا کیونکہ ان کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اطلاق اجماع سے ثابت ہے اور اجماع بھی دلائل شرعیہ میں سے ہے[3]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں ، یعنی ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق اذن شرعی پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہ طور علم (نام) وضع کیے گئے ہیں بلکہ بحث ان اسماء میں ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں سو ان اسماء میں معتزلہ اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عقل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کسی صفت سے متصف ہونا صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ اس کا شرع میں ثبوت ہو یا نہ ہو ، اور ہمارے اصحاب میں سے قاضی ابوبکر نے یہ کہا کہ جب کوئی لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اللہ کے لیے ثابت ہو اور اس میں نقص کا وہم نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے ، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق جائز نہیں ، کیونکہ لفظ معرفت سے غفلت کے بعد علم کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے ، اسی طرح فقیہ کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو متکلم کی غرض کو سمجھ لے ، اسی طرح عاقل کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ عاقل اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط کام کرنے سے رکے ، اور شیخ اور ان کے متبعین نے یہ کہا ہے کہ توقیف ضروری ہے اور یہی مختار ہے۔[4]

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۴-۲۲۳ ، مطبوعہ دار نشر الاسلامیہ لاہور ، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ ھ ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] ۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ ھ ، شرح العقائد ص ۳۱ ، مطبوعہ سکندر علی بہادر علی تاجران کتب کراچی

[4] ۔ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ ، شرح مواقف ص ۶۸۵ ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[5] ۔ اس مسئلہ میں امام غزالی کا اختلاف اجماع کے خلاف نہیں ہے ، کیونکہ اس اجماع سے ایسا اجماع مراد نہیں ہے جس پر روئے زمین کے تمام علماء کا اتفاق ہو گیا ہو ، اور کسی مسئلہ پر بھی ایسا اجماع ثابت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ علامہ میر سید شریف نے شیخ کے جس قول میں توقیف کو مختار کہا ہے اس کا تعلق ان اسماء سے ہے ـــــ ـــــ جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہوں کیونکہ نزاع اور بحث انہی میں ہے رہے وہ اسماء جو ذات میں اللہ تعالیٰ کے لیے اعلام ہیں تو ان کے متعلق علامہ میر سید شریف نے تصریح کر دی ہے کہ وہ محل نزاع سے خارج ہیں اور ان کے اطلاق کے جواز پر سب کا اتفاق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماع اور اتفاق سے ثابت ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل

حدیث نمبر ۶۶۸۵ میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، ان اسماء کی تفصیل جامع ترمذی میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ هو الله الذی لا الٰه الا هو الرحمٰن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشهید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحی الممیت الحی القیوم الماجد الواجد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الآخر الظاهر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک ذو الجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الهادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور۔[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر نہیں ہے اور اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ وہ ننانوے نام ہیں جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں یہ ہے "میں تجھ سے ہر اسم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس اسم کے ساتھ تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے علم غیب میں مخصوص کر لیا ہے، حافظ ابوبکر بن العربی مالکی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں، ابن العربی نے کہا یہ بہت کم ہیں ان اسماء کی تعیین کا ذکر جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے، بعض اسماء میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعین اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی طرح مخفی ہے۔[2]

علامہ قرطبی نے کہا کہ جس شخص نے صحت نیت کے ساتھ جس طرح بھی ان کلمات کو گن لیا، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔[3]

اسم اعظم کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر طبری، امام ابوالحسن الاشعری، امام ابوحاتم بن حبان، قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے اسم اعظم کا

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو بعض دوسرے اسماء پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے، اور امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کو اعظم کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور جن احادیث میں اعظم کا ذکر ہے اس سے مراد عظیم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں، امام ابو جعفر طبری نے کہا میرے نزدیک اس سلسلہ میں تمام اقوال صحیح ہیں، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ فلاں اسم اعظم ہے اور کوئی اسم اس سے زیادہ اعظم نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا کسی اسم کے اعظم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کو عظیم اجر ملے گا، امام جعفر صادق اور جنید وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اسم اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعیین میں ان کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کل چودہ قول ہیں:

(۱) ۔ امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم "ھو" ہے۔

(۲) ۔ اسم اعظم "اللہ" ہے، کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

(۳) ۔ اسم اعظم "اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴) ۔ اسم اعظم "الرحمٰن الرحیم الحی القیوم" ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اور سورہ آل عمران کی ابتداء اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵) ۔ "الحی القیوم" کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے، بقرہ، آل عمران اور طٰہٰ حضرت ابو امامہ کہتے ہیں، میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ "الحی القیوم" ہے۔ امام فخر الدین رازی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔

(۶) ۔ الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض ذو الجلال والاکرام الحی القیوم امام احمد اور امام حاکم نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے، سنن ابو داؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۷) ۔ بدیع السمٰوٰت والارض ذو الجلال والاکرام اس کو امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(۸) ۔ "ذو الجلال والاکرام" امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے "یا ذا الجلال والاکرام" کہا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔

(۹) ۔ اللہ لا الٰہ الا ھو الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احدٌ ۔ امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔

(۱۰)۔ "ربِّ ربِّ" امام حاکم نے حضرت ابو درداء اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر ربِّ ربِّ ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ ربِّ ربِّ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا۔

(۱۱)۔ "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین" امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

(۱۲)۔ "ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم" امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انھوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

(۱۳)۔ اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

(۱۴)۔ اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے، اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ [1]

بَابُ الْعَزْمِ بِالدُّعَاءِ وَلَا يَقُلْ إِنْ شِئْتَ

باب ۹۶ دعا میں اصرار سے دعا کرے یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو دیدے

۶۶۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ وَلَا يَقُلِ اللَّهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّ اللهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو دعا میں اصرار کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دیدے، کیونکہ خدا کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

۶۶۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلَكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، لیکن وہ اصرار سے سوال کرے اور بہت رغبت کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز دینا مشکل نہیں ہے۔

۶۶۸۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵۔۲۲۴ (مطبوعہ لاہور) ۱۴۰۱ھ

بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ) عَنْ عَطَآءِ بْنِ مِیْنَآءَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمْ فِی الدُّعَآءِ فَاِنَّ اللّٰهَ صَانِعٌ مَا شَآءَ لَا مُکْرِهَ لَهٗ۔

کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے! اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھ پہ رحم فرما، وہ دعا میں اصرار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عزم اور اصرار کے ساتھ سوال کرنا مستحب ہے اور دعا کو اس کی مشیت پر معلق کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سوال کو اس وقت مشیت پر معلق کیا جاتا ہے جب جبر کی نفی کرنا مقصود ہو، یعنی تم چاہو تو دے دو تم پر کوئی جبر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پہ جبر غیر متصور ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سوال کرنے والا یہ کہے کہ تم چاہو تو دو تو یہ صورۃً استغناء ہے اور سب اللہ کے محتاج ہیں اور کوئی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

بَابُ ۹۶ تَمَنِّی کَرَاهَةِ الْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ

مصیبت پر موت کی تمنا نہ کرے

۶۶۹۰ - حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ (یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّیًا فَلْیَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوةُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاةُ خَیْرًا لِّیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے خواہی نخواہی موت کی تمنا کرنا ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

۶۶۹۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (یَعْنِی ابْنَ سَلَمَةَ) کِلَاهُمَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی، البتہ اس میں نزل کی بجائے اصاب کا لفظ ہے۔

۶۶۹۲ - حَدَّثَنِیْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسِ وَاَنَسٌ یَوْمَئِذٍ حَیٌّ قَالَ اَنَسٌ لَوْلَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّیْتُهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے"، تو میں موت کی تمنا کرتا۔

۶۶۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فِيْ بَطْنِهٖ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ۔

اللہ عنہ کے پاس گئے درآں حالیکہ ان کے پیٹ پر سات داغ لگائے گئے تھے۔ انھوں نے کہا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو موت کی دعا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔

۶۶۹۴۔ حَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۶۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنَّى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُ اِنَّهُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ وَاِنَّهُ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمُرُهٗ اِلَّا خَيْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا کرے نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ تم میں سے جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے اور مومن کی عمر زیادہ ہونے سے خیر ہی زیادہ ہوتی ہے۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: مرض، غربت، دشمن کا خوف اور دنیا کی کسی اور مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی شخص کو اپنے دین میں کسی ضرر یا فتنہ کا خوف ہو تو پھر موت کی تمنا میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ حدیث میں دنیا کی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا سے منع کیا ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دین کے فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا جائز ہے اور سلف صالحین میں سے بہت سے بزرگوں نے دین میں فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا کی ہے۔

۹۶۲ بَابُ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ

جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے

۶۶۹۶۔ حَدَّثَنَا هُدْبُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے

بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَآءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ۔

ملنے کو محبوب رکھے، اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔

۶۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ یُّحَدِّثُ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَہٗ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۶۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ الرُّزِّیُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْھُجَیْمِیُّ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ زُرَارَۃَ عَنْ سَعْدِ بْنِ ھِشَامٍ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَآءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ فَقُلْتُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَکَرَاھِیَۃُ الْمَوْتِ فَکُلُّنَا نَکْرَہُ الْمَوْتَ فَقَالَ لَیْسَ کَذٰلِکَ وَلٰکِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَۃِ اللّٰہِ وَرِضْوَانِہٖ وَجَنَّتِہٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ فَاَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ وَاِنَّ الْکَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰہِ وَسَخَطِہٖ کَرِہَ لِقَآءَ اللّٰہِ وَکَرِہَ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے، اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، میں نے کہا اے نبی اللہ! کیا موت کی ناپسندیدگی بھی؟ ہم میں سے ہر شخص (طبعاً) موت کو ناپسند کرتا ہے، آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کو اللہ کی رحمت رضوان اور جنت کی بشارت دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

۶۶۹۹ - حَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَکْرٍ حَدَّثَنَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۶۷۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ زَکَرِیَّآءَ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ شُرَیْحِ ابْنِ ھَانِیٍٔ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ وَمَنْ کَرِہَ لِقَآءَ اللّٰہِ کَرِہَ اللّٰہُ لِقَآءَہٗ وَالْمَوْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا

قَبْلَ لِقَآءِ اللّٰهِ۔

۶۷۰۱ - حَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّآءُ عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنِيْ شُرَيْحُ بْنُ هَانِئٍ اَنَّ عَآئِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهٖ۔

ہے، اور موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا۔

۶۷۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ قَالَ فَاَتَيْتُ عَآئِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ سَمِعْتُ اَبَاهُرَيْرَةَ يَذْكُرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا اِنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكْنَا فَقَالَتْ اِنَّ الْهَالِكَ مَنْ هَلَكَ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاذَاكَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَلَيْسَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَتْ قَدْ قَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ بِالَّذِيْ تَذْهَبُ اِلَيْهِ وَلٰكِنْ اِذَا شَخَصَ الْبَصَرُ وَحَشْرَجَ الصَّدْرُ وَاقْشَعَرَّ الْجِلْدُ وَتَشَنَّجَتِ الْاَصَابِعُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ام المومنین! میں نے حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، اگر واقعی اسی طرح ہے تو ہم تو مارے گئے، حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے جو ہلاک ہوا وہ واقعی ہلاک ہوگیا، تاؤ وہ کیا حدیث ہے؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور ہم میں ایسا کوئی نہیں ہوگا جو موت کو ناپسند نہ کرتا ہو! حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا، لیکن اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے، لیکن جب آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور سینہ میں دم گھٹ جانے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں ٹیڑھی ہو جائیں اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

۶۷۰۳ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنِي جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَبْثَرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللهِ أَحَبَّ اللهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللهِ كَرِهَ اللهُ لِقَاءَهُ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند یا ناپسند کرنے کا موقع اور محل

علامہ نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا محل وہ وقت ہے جب انسان حالت نزع میں ہوتا ہے، جس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اس وقت انسان کو اس کے انجام کی خبر دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کی جو جزا یا سزا اختیار کی گئی ہے وہ اس پر منکشف کر دی جاتی ہے پس اہل سعادت موت کو اور اللہ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں تاکہ اپنی جزا کی طرف منتقل ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور ان پر انعام واکرام کرتا ہے اور اہل شقاوت اپنے عذاب کو دیکھ کر اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں اور اللہ بھی ان سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے اپنی رحمت اور کرامت کو دور کر دیتا ہے۔ [1]

بَابُ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّقَرُّبِ إِلَى اللهِ تَعَالَى

ذکر اور دعا کی فضیلت، اور اللہ کے تقرب کا بیان

۶۷۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ ابْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَقُولُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۶۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ (وَهُوَ التَّيْمِيُّ) عَنْ أَنَسِ بْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے جب بندہ مجھ سے بہ قدر ایک بالشت قریب ہوتا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَالِكٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا تَقَرَّبَ عَبْدِیْ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَاِذَا تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا اَوْ بُوْعًا وَاِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

تو میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جب وہ مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے بہ قدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہے اور وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَی الْقَیْسِیُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ اَبِیْهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ اِذَا اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ کُرَیْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُ وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا اِقْتَرَبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں، اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا جماعت میں ذکر کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَیْدٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَاَزِیْدُ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَجَزَآؤُهٗ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا اَوْ اَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِیَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطِیْئَةً لَا یُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَقِیْتُهٗ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے اس کی دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں اور زیادہ جزا ملتی ہے اور جو شخص ایک برائی کرتا ہے، اسے صرف ایک برائی کی سزا ملتی ہے، یا میں اس کو معاف کر دیتا ہوں، اور جو بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے بقدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چلتا

بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً قَالَ اِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

ہوا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں اور جو شخص تمام روئے زمین کے برابر گناہ کر کے مجھ سے ملے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اس سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔

۶۷۱۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا اَوْ اَزِيدُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، البتہ اس میں یہ ہے کہ اسے اس کی دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں۔

اجر وثواب میں مختلف النوع اضافوں کی حکمتیں

قرآن مجید میں اجر میں زیادتی سے متعلق حسب ذیل آیات ہیں:

۱۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ (انعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لائے تو اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔

۲۔ مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة والله يضعف لمن يشآء والله واسع عليم۔ (بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اُگائے ہر خوشے میں سو دانے ہیں، اور جس کے لیے اللہ چاہے اس کو دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

۳۔ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔ (زمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین طرح اجر میں اضافہ فرماتا ہے، دس گنا اجر دیتا ہے، سات سو گنا عطا فرماتا ہے اور بے حساب اجر دیتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اجر میں یہ مختلف النوع اضافہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں حساب سے خرچ کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو حساب سے اجر عطا فرمائے اور جو اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرے وہ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اجر میں یہ فرق نیت میں صدق اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دینا آسان ہے اور کسی ناگہانی افتاد اور نقصان پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لیے جو اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دیں ان کو اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک اجر عطا فرماتا ہے اور جو کسی ناگہانی نقصان پر صبر کریں ان کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، یہ وہ نکات ہیں جو ہماری سمجھ میں آئے اور اپنے کلام کے اسرار و رموز کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

بَابُ ۹۶ کَرَاهَةِ الدُّعَاءِ بِتَعْجِيلِ الْعُقُوبَةِ فِي الدُّنْيَا

دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی کراہت

۶۷۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ فَدَعَا اللهَ لَهُ فَشَفَاهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی عیادت کی جو چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا دعا کرتا تھا یا اس سے کسی چیز کا سوال کرتا تھا، اس نے کہا جی! میں یہ سوال کرتا تھا: اے اللہ! تو مجھ کو آخرت میں جو سزا دینے والا ہے سو اس کے بدلہ میں مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھتے یا فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے، تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھی چیزیں عطا کر اور آخرت میں بھی عمدہ نعمتیں عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان کو شفا دے دی۔

۶۷۱۲ - حَدَّثَنَاهُ عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزِّيَادَةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں "ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" تک حدیث ہے، اور اس کے بعد نہیں ہے۔

۶۷۱۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ وَقَدْ صَارَ كَالْفَرْخِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حُمَيْدٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَا طَاقَةَ لَكَ بِعَذَابِ اللهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فَدَعَا اللهَ لَهُ فَشَفَاهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے: تم اللہ کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی، تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔

۶۷۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

قَالَ اَحَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ الْعَطَّارُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔

سے اس حدیث کو روایت کیا۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی ممانعت ہے اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کی دعا کی فضیلت ہے، مریض کی عیادت کا استحباب ہے، اور بلاء اور آزمائش میں دعا کا استحباب ہے، دنیا میں حسنہ یہ ہے کہ عبادت اور عافیت حاصل ہو اور آخرت میں حسنہ یہ ہے کہ مغفرت اور جنت حاصل ہو۔

بَابُ ۹۶۵ فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّكْرِ!

مجالس ذکر کی فضیلت

۶۸۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُوْنَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا مَجْلِسًا فِيْهِ ذِكْرٌ قَعَدُوْا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِاَجْنِحَتِهِمْ حَتّٰى يَمْلَؤُا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَى السَّمَآءِ قَالَ فَيَسْاَلُهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَّكَ فِي الْاَرْضِ يُسَبِّحُوْنَكَ وَيُكَبِّرُوْنَكَ وَيُهَلِّلُوْنَكَ وَيَحْمَدُوْنَكَ وَيَسْاَلُوْنَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْاَلُوْنِيْ قَالُوْا يَسْاَلُوْنَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا لَا اَيْ رَبِّ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا جَنَّتِيْ قَالُوْا وَيَسْتَجِيْرُوْنَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيْرُوْنَنِيْ قَالُوْا مِنْ نَّارِكَ يَا رَبِّ قَالَ وَهَلْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَاَوْا نَارِيْ قَالُوْا وَيَسْتَغْفِرُوْنَكَ قَالَ فَيَقُوْلُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاَعْطَيْتُهُمْ مَا سَاَلُوْا وَاَجَرْتَهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوْا قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ رَبِّ فِيْهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ اِنَّمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے کچھ گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے بعض دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں، حتیٰ کہ زمین سے لے کر آسمان دنیا تک جگہ بھر جاتی ہے، جب ذاکرین مجلس سے اُٹھ جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، پھر اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو ان سے زیادہ علم ہوتا ہے "تم کہاں سے آئے ہو؟" وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں، جو سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے

مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُوْلُ وَلَهٗ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ ۔

تو؛ فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے؛ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انھوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے؛ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے! فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ میں نے ان کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی، آپ نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں: اے میرے رب ان میں فلاں بندہ خطاکار تھا، وہ اس مجلس کے پاس سے گذرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا!۔

مجلس ذکر کے مصادیق اس حدیث میں ہے کہ فرشتے جب مجلس ذکر کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں: علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں: علامہ خطابی نے کہا ہے: جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کا بیان کیا جائے وہ مجلس ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس مجلس میں قرآن مجید اور احادیث کی تعلیم ہو اور فقہی احکام کا بیان کیا جائے اور لوگوں پر حلال و حرام کو واضح کیا جائے وہ بھی مجلس ذکر ہے، اور تسبیح سے مراد عام ہے تسبیح حالی ہو یا قولی۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، یعنی سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہا جائے لا الہ الا اللہ پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جائے، جنت کا سوال کیا جائے اور دوزخ سے پناہ مانگی جائے وہ مجلس ذکر ہے، ہر چند کہ علامہ ابی کی ذکر کردہ مجالس بھی مجلس ذکر ہیں، جب کہ تسبیح اور تہلیل سے مراد عام ہو قولاً یا حالاً۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے تم کہاں سے آئے ہو؛ اس سوال کی حکمت فرشتوں کو اس پر متنبہ کرنا ہے کہ تم نے تو ابن آدم کے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین میں فتنہ و فساد اور خونریزی کرے گا جیسے اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو میرے بندے پریشان حال اور غبار آلود بالوں کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں میں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا۔

ذکر کی اقسام قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر باللسان اور ذکر بالقلب اور ذکر بالقلب کی دو

قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی عظمت اور جلال میں غور و فکر کیا جائے اور زمین و آسمان میں جو اس کی ذات اور صفات پر نشانیاں ہیں ان میں تدبر کیا جائے، دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے امر اور نہی کے موقع پر عمل کرنا نہ بھولے، امر کو بجالائے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رُکے۔ ان اقسام میں ذکر خفی کرنا سب سے افضل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے افضل ذکر خفی ہے اور ذکر خفی سے مراد غور و فکر کرنا ہے اور سب سے ضعیف درجہ کا ذکر، زبان سے ذکر کرنا ہے، لیکن اس کی بہت فضیلت ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت روایات ہیں۔

ذکر بالجہر اور ذکر خفی میں کون سا ذکر افضل ہے؟

علامہ طبری نے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا ذکر باللسان افضل ہے یا ذکر بالقلب، میرے نزدیک یہ اختلاف اس وقت ہے جب ذکر بالقلب فقط تہلیل اور تسبیح کے ساتھ ہو اور زبان سے نطق نہ کیا جائے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ذکر خفی جو غور و فکر کا نام ہے وہ ذکر باللسان سے افضل ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ ذکر بالقلب افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پوشیدہ عمل ہے اور جس نے ذکر باللسان کو افضل کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ عمل اور زیادہ مشقت ہے اور جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا اجر زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ذکر بالقلب کا فرشتوں کو علم ہوتا ہے اور وہ اس کو لکھتے ہیں یا نہیں، بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر بالقلب کی کوئی علامت مقرر کی ہے جس سے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کو لکھ لیتے ہیں اور بعض علماء نے کہا فرشتے ذکر بالقلب پر مطلع ہوتے ہیں نہ لکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے ذکر بالقلب کو لکھتے ہیں اور ان کو اس کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ حضور قلب کے ساتھ ذکر باللسان، ذکر بالقلب سے افضل ہے۔ [1]

اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مرتبہ

اس حدیث کے آخر میں ہے "یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا۔"

اس حدیث میں علماء، صالحین اور اولیاء اللہ کی عظیم فضیلت کا بیان ہے، کیونکہ کعبہ اور لیلۃ القدر بھی کریم ہیں اور ان کی وجہ سے اجر و ثواب بڑھتا ہے، لیکن جو کعبہ میں جا کر عبادت کرے یا لیلۃ القدر کو پا کر عبادت کرے اس کا اجر و ثواب بڑھتا ہے اور جو عبادت نہ کرے اس کو اجر و ثواب نہیں ملتا، لیکن اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جو ان کی مجلس میں چلا جائے عبادت کرے یا نہ کرے بخشا جاتا ہے، نیز کعبہ اور لیلۃ القدر کی وجہ سے اجر و ثواب میں اضافہ تو ہوتا ہے لیکن بخشش کی ضمانت نہیں ہے اور جو ذکر کرنے والوں کی مجلس میں آکر بیٹھ جائے اسے مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی گئی ہے۔

باب ۹۶۶ اَکْثَرِ دُعَآءِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — اکثر اوقات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بیان

۶۷۱۶ - حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا — قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۲۳ - ۱۲۱ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ (وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ) قَالَ سَأَلَ قَتَادَةُ أَنَسًا أَيَّ دَعْوَةٍ كَانَ يَدْعُو بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا يَقُولُ اللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهِ۔

کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کون سی دعا زیادہ کرتے تھے، حضرت انس نے کہا آپ اکثر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی اچھائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا کہ حضرت انس جب دعا کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے اور جب وہ کسی اور دعا کا ارادہ کرتے تو اس میں یہ دعا شامل کر لیتے۔

۶۷۱۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(ف): اس دعا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامع دعا ہے، دنیا اور آخرت کی خیر کو شامل ہے، دنیا کی خیر سے مراد عبادت، یُسر، مخلوق سے استغناء اور ثناء جمیل ہے اور آخرت کی خیر سے مراد اللہ کی رضا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب اور شفاعت، جنت کا حصول اور اجر و ثواب میں زیادتی ہے۔

بَابُ ۹۶ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ

لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ کہنے اور دعا کرنے کی فضیلت

۶۷۱۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتَّى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس شخص کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے، اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور یہ کلمات صبح سے شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کا سبب ہوتے ہیں، اور کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں کر سکتا، ماسوا اس شخص کے جو ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے، اور جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے

جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۶۷۱۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھتا ہے، قیامت کے دن کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں لا سکتا، سوا اس شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کلمات کو پڑھا ہو۔

۶۷۲۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ (يَعْنِي الْعَقَدِيَّ) حَدَّثَنَا عُمَرُ (وَهُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ) عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مِرَارٍ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِلرَّبِيعِ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ فَأَتَيْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ فَأَتَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے دس بار یہ پڑھا: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا، سلیمان نے اس حدیث کو ربیع بن خثیم سے روایت کیا، شعبی کہتے ہیں میں نے ربیع سے پوچھا تم نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا عمرو بن میمون سے، پھر میں نے عمرو سے پوچھا آپ نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا ابن ابی لیلیٰ سے، پھر میں ابن ابی لیلیٰ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تم نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا میں نے اس حدیث کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان پر بھاری ہیں اور اللہ کو محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ

۶۷۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

۶۷۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ قَالَ فَهَؤُلَاءِ لِرَبِّي فَمَا لِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي قَالَ مُوسَى أَمَّا عَافِنِي فَأَنَا أَتَوَهَّمُهُ وَمَا أَدْرِي وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَ مُوسَى.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے کچھ کلمات پڑھنے کی تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا: یہ کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ رب العلمین لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔
اس شخص نے کہا یہ کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہیں، آپ نے فرمایا: یہ کہو اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی راوی نے کہا مجھے عافنی کا بھی خیال ہے لیکن مجھے یاد نہیں ہے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں اس راوی کا قول ذکر نہیں کیا۔

۶۷۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ مَنْ أَسْلَمَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي.

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جو شخص اسلام قبول کرتا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کو ان کلمات کی تعلیم دیتے تھے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔

۶۷۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوَ بِهَؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي.

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کو نماز کی تعلیم دیتے، پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی۔

۶۷۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ

ابو مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اَقُوْلُ حِيْنَ اَسْاَلُ رَبِّيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَيَجْمَعُ اَصَابِعَهٗ اِلَّا الْاِبْهَامَ فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَكَ دُنْيَاكَ وَاٰخِرَتَكَ۔

ہوا، اس نے کہا یا رسول اللہ! جب میں اپنے رب سے دعا کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی وارزقنی۔ آپ نے انگوٹھے کے سوا تمام انگلیاں جمع کیں اور فرمایا: یہ کلمات تمہاری دنیا اور آخرت کے لیے جامع ہیں۔

۶۷۲۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُوْسَى الْجُهَنِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا مُوْسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَاَلَهٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِهٖ كَيْفَ يَكْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالَ يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهٗ اَلْفُ حَسَنَةٍ اَوْ يُحَطُّ عَنْهُ اَلْفُ خَطِيْئَةٍ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے: آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا: ہم میں سے کوئی شخص ایک ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے۔

بَابُ ۹۶۸ فَضْلِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰى تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعَلَى الذِّكْرِ

تلاوت قرآن اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت

۶۷۲۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ اَخِيْهِ وَمَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِيْ بَيْتٍ مِّنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا، اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کر دے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا، اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے، اور جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ

بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُونَهُ بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔

لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اس کے درس کے لیے جب بھی جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دیں اس کا نسب انھیں آگے نہیں بڑھائے گا۔

۶۷۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَاهُ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ أَبِي أُسَامَةَ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ التَّيْسِيرِ عَلَى الْمُعْسِرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے، البتہ اس کی ایک سند کے ساتھ تنگ دست پر آسانی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَغَرِّ أَبِي مُسْلِمٍ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گواہی دی کہ آپ نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے بیٹھتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔

۶۷۳۱ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۷۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْحُومُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي نِعَامَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ اللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کا گذر مسجد کے حلقے میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ہوا، انھوں نے کہا تم کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھے ہیں، انھوں نے کہا بہ خدا کیا تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا بخدا

إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ۔

ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو میں سب سے کم روایت کرنے والا ہوں، اور بے شک ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کے ایک حلقہ سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، اور اللہ نے ہم کو اسلام کی ہدایت دے کر جو ہم پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا: بخدا تم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا بہ خدا ہم اسی وجہ سے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، لیکن ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

بَابُ ۱۹۶۹ اِسْتِحْبَابِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِنْهُ

استغفار کرنے کا استحباب اور بہ کثرت استغفار کرنے کا بیان

۶۷۳۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنِ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ صحابی ہیں) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر کبھی (انوار کے غلبہ سے) ابر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر غین (ابر) چھانے کی توجیہات

اس باب کی حدیث میں ہے: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے"۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الغین الغیم هو السحاب [1]

غین کے معنی ابر ہیں۔

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل لغت نے کہا ہے کہ غین کے معنی ابر اور بادل ہیں، یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے دل پر حجاب ہو، قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضعف اور غفلت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دائماً اللہ کا ذکر کریں اور جب آپ اس میں کمی یا غفلت کرتے (زیادہ بہتر یہ کہنا ہے کہ جب آپ فرائض نبوت اور حوائج بشریہ میں مشغولیت کے سبب ذکر نہ کر سکتے) تو آپ اس ترک ذکر کو ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ امت کے معاملات اور ان کی مصلحتوں میں غور و فکر، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی مدارات اور تالیف میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر نہ کر پاتے تو آپ اس کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے اور اس پر استغفار فرماتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اس ابر سے مراد وہ سکینہ (طمانیت اور وقار) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر نازل فرمایا تھا، اور آپ کا استغفار کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور عبودیت کے اظہار، خضوع و خشوع، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے لیے تھا، محاسبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوتے ہیں، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ پر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت آپ کے دل پر ایک ابر آجاتا ہے اور آپ کا استغفار کرنا، اللہ کی نعمتوں پر شکر کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاف اور شفاف دلوں میں بھی بعض اوقات کچھ خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور خیالات آتے ہیں جن کو حدیث نفس کہتے ہیں، اس کو ابر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی پر یہ نفوس قدسیہ استغفار کرتے ہیں۔ [1]

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عام لوگوں کے حق میں غین کا معنی ہے معصیت کی وجہ سے دل پر زنگ آجانا، قرآن مجید میں ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ (تطفیف: ۱۴)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے غین کا لفظ استعمال فرمایا اس کی مختلف توجیہات ہیں جن میں سے بعض کو ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ دشتانی اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا کہ یہ تمام توجیہات تکلف ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات میں ہر روز ترقی ہوتی تھی اور جب آپ اگلے مقام پر ترقی فرماتے تو آپ کو پچھلا مقام بہ منزلہ ابر اور حجاب کے محسوس ہوتا تب آپ اس مقام سے استغفار کرتے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کی کیفیت سے بحث کرنا ہماری حدود میں نہیں ہے اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور امام ابوالحسن شاذلی نے کہا یہ ابر، انوار کا ابر ہے اغیار کا ابر نہیں ہے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا ذکر ہے اور استغفار کرنا وقوع معصیت کو مستلزم ہے، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، فقہاء اسلام نے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱)۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا غین (ابر) کی وجہ سے ہے۔ اور غین کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ کمال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر ہم کسی شے کو مسلسل دیکھتے رہیں تو اس سے ہم کو مشقت ہوتی ہے، لیکن اگر دیکھنے کے دوران ہم ایک آن کے لیے پلک جھپکالیں تو یہ نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود ہمارے حق میں رحمت ہوگا اور اس سے ہمارے دیکھنے کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انوار الٰہیہ کے مشاہدہ میں مشغول رہتے ہیں اور اگر آپ لگاتار یہ مشاہدہ کرتے ہیں تو اس سے آپ کو مشقت ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ گاہے گاہے آپ کے قلب پر ابر نازل کر دیتا ہے یا امور دنیاوی میں مشغول کر کے کچھ وقت کے لیے یہ مشاہدہ منقطع کر دیتا ہے اور ہر چند کہ اس ابر یا انقطاع سے آپ کے مشاہدہ کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق واقع نہیں ہوتا پھر بھی آپ اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس ابر کو ذنب شمار کر کے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۲)۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ بشری کمزوریوں سے کوئی شخص محفوظ نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر چند کہ کبائر سے معصوم ہیں لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہیں، ابن الجوزی کا یہ قول مذہب مختار کے علاوہ ہے۔ اور صحیح راجح مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔

(۳)۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام عبادت کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ ہو سکنے پر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۴)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھانے، پینے، سونے، آرام کرنے، ازواج کے حقوق ادا کرنے، لوگوں سے گفتگو کرنے ان کی مصلحتوں میں غور کرنے، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی تالیف اور مدارات کرنے اور دیگر مباح امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے مشاہدہ اور مراقبہ سے قاصر رہتے اور اپنے عظیم مقام اور حضرت احدیت میں اپنی وجاہت کے پیش نظر آپ اس کو بھی ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔

(۵)۔ آپ کا یہ استغفار امت کی تعلیم اور تشریع کے لیے ہے۔

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

(۶)۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب آپ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اپنے پہلے حال کو ذنب خیال فرماتے ہیں اور اس پر استغفار کرتے ہیں۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ آپ معصوم اور مغفور ہیں اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱)۔ استغفار کرنا عبادت ہے۔

(۲)۔ آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے، کہ جب آپ معصوم اور مغفور ہونے کے باوجود استغفار سے مستغنی نہیں ہیں تو امت کو کس قدر استغفار کرنا چاہیے۔

(۳)۔ آپ ترک اولیٰ کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴)۔ آپ تواضعاً استغفار کرتے تھے۔

(۵)۔ آپ سے جو سہو واقع ہوئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۶)۔ امت کے معاملات اور اپنے نجی معمولات میں مشغول رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور اور استغراق میں فرق آجاتا آپ اس کو ذنب خیال کرتے تھے، اگرچہ یہ تمام امور اعظم عبادات اور افضل اعمال پر مشتمل تھے لیکن چونکہ ان میں درجہ عالی سے نزول ہے اس لیے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۷)۔ بشری تقاضوں سے کبھی بے توجہی اور غفلت طاری ہوتی ہے، آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

علامہ عینی نے بھی ابن جوزی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ آپ صغائر پر استغفار کرتے تھے اور یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔[2]

اس بحث میں یہ جواب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فسبح بحمد ربك واستغفره — سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔ (نصر: ۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو آپ امتثال امر اور اس کا حکم ماننے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الله يحب التوابين — اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (بقرہ: ۲۲۲)

تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے دن میں سو بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔

ان سطور کے لکھتے وقت یہ دو جواب اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں القاء کیے۔ وللہ الحمد علی ذالک۔

---

[1]۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱، ص ۱۰۲۔ ۱۰۱، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2]۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ ۹۷ التَّوْبَةِ

توبہ کا بیان

۶۷۳۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ اِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اغر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں سو بار اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

۶۷۳۵ - حَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ (يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِيْ ابْنَ غِيَاثٍ) كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کر لی، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(ف) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توبہ اور استغفار کرنے کی توجیہات اس سے پہلے باب میں بیان کردی گئی ہیں۔

توبہ کا معنی اور توبہ کے ارکان

ملا علی قاری لکھتے ہیں:
توبہ کا معنی یہ ہے کہ معصیت سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف اور غیاب سے حضور کی طرف رجوع کرے، اور اللہ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں بندے کے گناہ پر ستر کرے بایں طور کہ کوئی شخص اس کے گناہ پر مطلع نہ ہو، اور آخرت میں اس کو سزا نہ دے۔ علامہ طیبی نے کہا کہ توبہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کو برا جان کر فی الفور ترک کر دے، اس سے جو تقصیر ہوئی ہے اس پر نادم ہو، اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے اور جو گناہ اس سے ہو گیا ہے اس کا تدارک اور تلافی کرے۔ علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کے قبول ہونے کی یہ زائد شرط ہے کہ وہ صاحب حق کو

اس کا حق واپس کرے یا اس سے معاف کرائے، علامہ ابن حجر نے کہا اور اگر اس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں تو وہ نوافل اور فروض کفایہ میں مشغول ہونے کے بجائے ان فوت شدہ فرائض کو ادا کرے، کیونکہ جس شخص کی نمازیں اور روزے قضاء ہوں اور وہ نوافل میں مشغول ہو تو نفل ادا کرنے کی حالت میں بھی وہ فسق سے خارج نہیں ہوگا۔ [1]

قبول توبہ کی شرائط حدیث نمبر ۶۷۳۶ میں ہے: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کر لی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ توبہ قبول ہونے کی حد ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو یہ دروازہ بند ہو جائے گا اور جس نے اس سے پہلے توبہ نہ کی ہو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ غرغرہ موت اور وقت نزع سے پہلے توبہ کرے، کیونکہ وقت نزع میں توبہ قبول نہیں ہوتی اور نہ وصیت نافذ ہوتی ہے۔ [2]

بَابُ ۹۷ اِسْتِحْبَابِ خَفْضِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ اِلَّا فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِرَفْعِهِ

جہاں شریعت نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے اس کے سوا میں ذکر بالسر کرنے کا استحباب

۶۷۳۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ اِرْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ قَالَ وَاَنَا خَلْفَهٗ وَاَنَا اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے لوگ بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کہنے لگے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے، اور تمہارے ساتھ ہے، اس وقت میں آپ کے پیچھے یہ کہہ رہا تھا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ "گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ کے بغیر ممکن نہیں ہے"، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہاری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: کہو: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گھاٹی پر چڑھ رہے تھے ایک شخص جب بھی کسی گھاٹی پر چڑھتا تو بلند آواز سے کہتا: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، پھر کہا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانہ میں سے ایک کلمہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۳۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَصْعَدُوْنَ فِيْ ثَنِيَّةٍ قَالَ فَجَعَلَ رَجُلٌ كُلَّمَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ نَادٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِّنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۱۔ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَاصِمٍ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، پھر اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ جس کو تم پکار رہے ہو وہ تمہاری اونٹنی کی گردن سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، اور اس میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۴۲۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّآءُ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَةِ اَحَدِكُمْ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم

حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی کَلِمَۃٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ اَوْ قَالَ عَلٰی کَنْزٍ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّۃِ فَقُلْتُ بَلٰی فَقَالَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

کو جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ پر دلالت نہ کروں؟ یا فرمایا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

ذکر بالجہر کی تحقیق متوسط بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس ذکر سے کسی کی عبادت، مطالعہ، نیند اور کسی بیمار کے آرام میں خلل واقع نہ ہو اور یہ ذکر ریاکاری سے خالی ہو، امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس سے بظاہر ذکر بالجہر کی نفی ہوتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اس حدیث میں جہر مفرط یعنی حد سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے اور گلا پھاڑ کر چلانے سے منع فرمایا ہے، جیسے بہرے آدمی سے چلا چلا کر بات کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب: ۱۳۱، مغازی کے باب: ۳۸، دعوات کے باب: ۵۱، قدر کے باب: ۷، اور توحید کے باب: ۹ میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔ [1]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں زیادہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے لکھتے ہیں:

ارفقوا ولا تجھدوا انفسکم۔ [2] آہستگی سے ذکر کرو اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یعنی لا تبالغوا فی الجھر۔ [3] یعنی جہر میں مبالغہ نہ کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وتصرف البخاری یقتضی ان ذلک خاص بالتکبیر عند القتال واما رفع الصوت فی غیرہ فقد تقدم فی کتاب الصلوٰۃ حدیث ابن عباس ان رفع الصوت بالذکر کان علی عھد النبوی اذا انصرفوا من المکتوبۃ۔ [4]

امام بخاری نے (کتاب الجہاد میں) یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف جہاد اور قتال کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اور قتال اور جہاد کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق کتاب الصلوٰۃ میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ذکر گذر چکی ہے کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد نبوی میں معروف اور معمول تھا۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۰، ج ۱۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۸۸، " " " "

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳، ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ شامی اس حدیث کی توجیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یحتمل انه لم یکن للرفع مصلحة فقد روی انه لم یکن للرفع مصلحة فقد روی انه کان فی غزاة ولعل رفع الصوت یجر بلاء و الحرب خدعة ولهذا نهی عن الجرس فی المغازی واما رفع الصوت بالذکر جائز کما فی الاذان والخطبة والجمعة والحج اهو قد حرر المسئلة فی الخیریة وحمل ما فی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال ان هناک احادیث اقتضت طلب الجهر واحادیث طلب الاسرار والجمع بینها بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین اوالنیام والجهر افضل حیث خلا مما ذکر لانه اکثر عملا ولتعدی فائدته الی السامعین ویوقظ قلب الذاکر فیجمع همه الی الفکر ویصرف سمعه الیه ویطرد النوم ویزید النشاط [1]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند اللہ اکبر کہنے سے اس صورت میں منع فرمایا ہو جب آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے یہ ایک غزوہ (جنگ خیبر) کا واقعہ تھا، اور آواز بلند کرنے سے کوئی آزمائش آجاتی، اور جنگ ایک دھوکا ہے، اسی بنا پر جنگ میں گھنٹی بجانے سے منع فرمایا ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا بہر حال جائز ہے جیسا کہ اذان، خطبہ، جمعہ اور حج میں ہے یہ مسئلہ فتاوی خیریہ میں لکھا ہوا ہے اور فتاوی قاضی خاں میں جو ذکر بالجہر کی ممانعت ہے وہ جہر مضر پر محمول ہے، اور انھوں نے کہا کہ کچھ احادیث جہر کا تقاضا کرتی ہیں اور کچھ سر کا، اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ بعض احوال میں ذکر بالسر افضل ہے، جب ریا نمازیوں کی ایذاء اور نیند میں خلل کا خدشہ ہو، اور جب ان عوارض سے خالی ہو تو ذکر بالجہر افضل ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے، اس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، ذکر کرنے والے کا دل بیدار رہتا ہے، وہ خود اس ذکر کو سنتا ہے اور اس میں غور و فکر کرتا ہے، اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی تر و تازگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ذکر بالجہر کے خلاف حدیث کی تحقیق اور توجیہ کرنے کے بعد ہم ذکر بالجہر کی تائید میں چند احادیث بیان کر رہے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ابن عباس اخبره کان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول اور معروف تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۱۔ ۳۵۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی الزبیر ان عبد اللہ بن الزبیر کان یھلل دبر کل صلوۃ بمثل حدیث ابن نمیر وقال فی اٰخرہ ثم یقول ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھلل بھن دبر کل صلوۃ ۔ [1]

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے اور حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

ابوالزبیر کا یہ بیان کرنا حضرت ابن الزبیر ہر نماز کے بعد لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے اس پر دلیل ہے کہ انھوں نے نماز کے بعد حضرت ابن الزبیر سے یہ ذکر سنا اور یہ اسی وقت ہوگا جب حضرت ابن الزبیر یہ ذکر جہراً کرتے ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے اسی وقت صحیح ہوگا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد باآواز بلند لاالہ الا اللہ پڑھتے ہوں اور وہ آپ سے سن کر اس ذکر کو روایت کریں اسی لیے شیخ ولی الدین عراقی نے اس حدیث کو مسلم کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے:

عن عبداللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الحدیث [2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے: لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الحدیث۔

بعض علماء نے اس کو صاحب مشکوٰۃ کے تسامح پر محمول کیا ہے، انھوں نے کہا صحیح مسلم میں یقول بصوتہ الاعلی "آپ بلند آواز سے لاالہ الا اللہ پڑھتے تھے" یہ الفاظ نہیں ہیں اور صاحب مشکوٰۃ نے ان الفاظ کو صحیح مسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت بالمعنی کی ہے اور چونکہ حضرت ابن الزبیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کو اسی وقت سن سکتے تھے جب آپ بلند آواز سے یہ کلمات فرمائیں اس لیے انھوں نے روایت بالمعنی کرتے ہوئے حضرت ابن الزبیر کی طرف یہ منسوب کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے لاالہ الا اللہ الحدیث

بہرحال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان حدیثوں سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہے، ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱ میں بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس پر مفصل گفتگو "ذکر بالجہر" میں کی ہے۔

بَابُ الدَّعَوَاتِ وَالتَّعَوُّذِ

دعائیں اور استعاذہ

۶۷۴۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھ

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۳ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلٰوتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَبِيْرًا وَقَالَ قُتَيْبَةُ كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

کو ایسی دعا سکھائیے جس کو میں نماز میں مانگا کروں، آپ نے فرمایا: تم یہ کہا کرو (ترجمہ:) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے، قتیبہ کی روایت میں ہے بہت ظلم کیا ہے، اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا تو اپنے پاس سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

---

۴۵ ۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ رَجُلٌ سَمَّاهُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيْقَ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ وَفِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ ظُلْمًا كَثِيْرًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھائیے جس کو میں اپنی نماز میں اور اپنے گھر میں مانگا کروں، پھر حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں "ظلم کثیر" کے الفاظ ہیں۔

---

۴۶ ۶۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور قبر کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے اور دولت کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے قلب کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے اور میرے درمیان اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری کی ہے، اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۴۷ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۷۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَأَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْهَرَمِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجز ہونے، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ كِلَاهُمَا عَنِ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّ يَزِيدَ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ قَوْلُهُ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے، البتہ اس روایت میں زندگی اور موت کی آزمائشوں کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا ابْنُ مُبَارَكٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَعَوَّذَ مِنْ أَشْيَاءَ ذَكَرَهَا وَالْبُخْلِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کئی اشیاء سے پناہ مانگی جن میں بخل کا ذکر بھی ہے۔

۶۷۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا هَمٌّ وَهُوَ ابْنُ الْأَعْوَرِ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ الْحَبْحَابِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَأَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل، سستی، ارذل عمر، عذاب قبر اور زندگی اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۶۷۵۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو وَالنَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي سُمَيٌّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَعَوَّذُ مِنْ سُوءِ الْقَضَاءِ وَمِنْ دَرَكِ الشَّقَاءِ وَمِنْ شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَمِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ قَالَ عَمْرٌو فِي حَدِيثِهِ قَالَ سُفْيَانُ أَشُكُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بری تقدیر سے، بدبختی کے پانے سے، دشمنوں کی خوشی سے، اور سخت آزمائش سے پناہ مانگتے تھے۔

اَنِّیْ زِدْتُّ وَاحِدَۃً مِنْھَا۔

۶۷۵۳ - حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا لَیْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ (وَاللَّفْظُ لَہٗ) اَخْبَرَنَا اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ یَعْقُوْبَ اَنَّ یَعْقُوْبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ بُسْرَ بْنَ سَعِیْدٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ خَوْلَۃَ بِنْتَ حَکِیْمٍ السُّلَمِیَّۃَ تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ یَضُرَّہٗ شَیْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِہٖ ذٰلِکَ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "جو شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ دعا کرے تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہیں ہوگا اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی، "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔"

۶۷۵۴ - وَحَدَّثَنَاہُ ھٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَاَبُو الطَّاھِرِ کِلَاھُمَا عَنِ ابْنِ وَھْبٍ (وَاللَّفْظُ لِھٰرُوْنَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ وَاَخْبَرَنَا عَمْرٌو (وَھُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) اَنَّ یَزِیْدَ بْنَ اَبِیْ حَبِیْبٍ وَالْحَارِثَ بْنَ یَعْقُوْبَ حَدَّثَاہُ عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ عَنْ خَوْلَۃَ بِنْتِ حَکِیْمٍ السُّلَمِیَّۃِ اَنَّھَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا نَزَلَ اَحَدُکُمْ مَنْزِلًا فَلْیَقُلْ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّہٗ شَیْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْہُ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ کلمات کہے" میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہ ہو اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی۔

۶۷۵۵ - قَالَ یَعْقُوْبُ وَقَالَ الْقَعْقَاعُ بْنُ حَکِیْمٍ عَنْ ذَکْوَانَ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَقِیْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِیَ الْبَارِحَۃَ قَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ حِیْنَ اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّکَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! گذشتہ رات مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا، آپ نے فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ کہہ دیتے: "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو تم کو یہ کچھ ضرر نہ دیتا۔

۶۷۵۶ - وَحَدَّثَنِیْ عِیْسَی بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِیُّ اَخْبَرَنِی اللَّیْثُ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ حَبِیْبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ یَعْقُوْبَ اَنَّہٗ ذَکَرَ لَہٗ اَنَّ اَبَا صَالِحٍ مَوْلَی غَطَفَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا۔ اس کے بعد مثل سابق ہے۔

اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَدَغَتْنِيْ عَقْرَبٌ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ وَهْبٍ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگی ہے ان کی تشریح

حدیث نمبر ۴۶، ۶۰ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دولت اور فقر کے فتنوں سے پناہ مانگی ہے، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فقر کی وجہ سے انسان میں غصہ اور صبر کی کمی پیدا ہوتی ہے، اور وہ حرام کاموں یا مشتبہ کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دولت کی وجہ سے فخر اور غرور پیدا ہوتا ہے وہ مال کے حقوق پورا کرنے میں بخل کرتا ہے، اسراف کرتا ہے یا مال کو ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے یا مال کو فخر کے لیے خرچ کرتا ہے، یہ دولت اور فخر کے فتنے ہیں۔

اس حدیث میں سستی سے بھی آپ نے پناہ مانگی ہے، کیونکہ سستی کی وجہ سے انسان نیک کاموں کو شوق سے نہیں کرتا اور نیکیوں میں کم رغبت کرتا ہے اور بے دلی سے عبادت کرتا ہے، اور آپ نے عاجز ہونے سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ جب انسان میں کسی کام کی قدرت نہیں ہوگی تو وہ فرائض اور واجبات کو ادا نہیں کر سکے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد نفس کا مفتقر اور محتاج ہونا ہے، قاضی عیاض نے کہا آپ نے قلت مال کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے اور قلت مال کا فتنہ یہ ہے کہ انسان مال کی کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ نے فقر کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔ اور بہ کثرت احادیث صحیحہ میں فقر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے اس سے مراد ارذل عمر ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ارذل عمر سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب عقل میں خلل آجائے اور حواس بے کار ہو جائیں، قوی مضمحل ہو جائیں، انسان کسی چیز کو ضبط کر سکے نہ یاد کر سکے، عبادات کر سکے نہ دنیاوی کام کر سکے اور انسان اپنی ضروریات میں دوسروں کا محتاج ہو جائے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور بعض اوقات انسان قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جاتا ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بزدلی اور بخل سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ بزدلی کی وجہ سے واجبات کی ادائیگی میں تقصیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی، برائیوں کے روکنے، فاسقوں پر سختی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور انسان طاقت اور بہادری کی وجہ سے عبادات کو انجام دیتا ہے، جہاد کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے لیے کمربستہ ہوتا ہے۔ اور بخل نہ ہونے کی وجہ سے انسان مال کے حقوق ادا کرتا ہے، اس میں خرچ کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، وہ سخاوت کرتا ہے اور لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے اور جو اس کا حق نہ ہو اس کی طمع نہیں کرتا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ان امور سے پناہ مانگنا اس لیے تھا تاکہ تمام احوال میں آپ کی صفات کامل ہوں اور امت کی تعلیم ہو۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ مانگنا مستحب ہے، یہی صحیح مذہب ہے جس پر

تمام علماء اور اہل فتاوی کا اجماع ہے، اور بعض صوفیوں نے یہ کہا ہے کہ دعا ترک کر کے اپنے حال کو قضاء و قدر کے سپرد کرنا زیادہ افضل ہے، اور بعض زاہدوں نے یہ کہا کہ احسن یہ ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرے اور اپنے لیے دعا نہ کرے اور بعض نے کہا اگر اس کے دل میں دعا کا محرک ہو تو دعا مستحب ہے ورنہ نہیں، فقہاء کی دلیل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دعا کرنے کا حکم ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۷۳ مَا يَقُولُ عِنْدَ النَّوْمِ!

سونے کے وقت کی دعا

۶۷۵۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ وَاجْعَلْهُنَّ مِنْ آخِرِ كَلَامِكَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ وَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَرَدَدْتُهُنَّ لِأَسْتَذْكِرَهُنَّ فَقُلْتُ آمَنْتُ بِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ قُلْ آمَنْتُ بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جانے لگو تو وضو کرو، جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تیرا خوف کھاتے ہوئے، تیرے علاوہ تجھ سے بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی جگہ، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے، اگر تم اسی رات فوت ہو جاؤ تو تم فطرت پر مرو گے، حضرت براء کہتے ہیں میں نے ان کلمات کو یاد کرنے کے لیے دہرایا تو میں نے اٰمنت برسولك الذی ارسلت کہا آپ نے فرمایا اٰمنت بنبیك الذی ارسلت کہو۔

(ف): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا میں جو کلمات منقول ہوں ان کو تبدیل کرنا صحیح نہیں ہے، اور یہ کہ سونے سے پہلے وضو کرنا، دائیں کروٹ لیٹنا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

۶۷۵۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ) قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنًا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

حضرت براء بن عازب نے اس حدیث کو روایت کیا، اس روایت میں یہ اضافہ ہے، اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر حاصل ہو گی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غَيْرَ اَنَّ مَنْصُوْرًا اَتَمُّ حَدِيْثًا وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ حُصَيْنٍ وَاِنْ اَصْبَحَ اَصَابَ خَيْرًا۔

۶۷۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَاَبُوْدَاوٗدَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ رَجُلًا اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ مِنَ اللَّيْلِ اَنْ يَقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مَاتَ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ مِنَ اللَّيْلِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جب تم رات کو اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو یہ دعا کرو، اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی، اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر دیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی اور تیری رغبت اور تیرے خوف سے اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، تیرے علاوہ تجھ سے بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا، اور تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، سو اگر وہ شخص مر گیا تو فطرت پر مرے گا، ابن بشار نے اپنی روایت میں رات کا ذکر نہیں کیا۔

۶۷۶۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَا فُلَانُ اِذَا اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں شخص جب تم اپنے بستر پر جاؤ، اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے اور میں اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گے، اور اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے۔

۶۷۶۱۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ اَنَّهٗ سَمِعَ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهٖ وَلَمْ يَذْكُرْ وَاِنْ اَصْبَحْتَ اَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا، پھر اس کی مثل روایت ہے "اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے"۔ اس روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

۶۷۶۲۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي السَّفَرِ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ الْبَرَآءِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ میں جاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تیرے نام سے جیتا ہوں اور تیرے نام سے وفات پاؤں گا، اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَحْيَا وَبِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۔

اللہ کی حمد ہے جس نے ہم کو وفات دینے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

۶۷۶۳ - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ اَمَرَ رَجُلًا اِذَا اَخَذَ مَضْجَعَهٗ قَالَ اللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِيْ وَاَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا اِنْ اَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَاِنْ اَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَافِيَةَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عُمَرَ فَقَالَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ سَمِعْتُ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ جب وہ اپنے بستر پر جائے تو یہ دعا کرے اے اللہ! تو نے میری جان کو پیدا کیا اور تو ہی اس کو فوت کرے گا، موت اور زندگی تیرے ہی لیے ہے، اگر تو اس جان کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر، اور اگر تو اس کو فوت کرے تو اس کی مغفرت کر، اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث حضرت عمر سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر سے بہتر شخص سے سنی ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

۶۷۶۴ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ كَانَ اَبُوْ صَالِحٍ يَاْمُرُنَا اِذَا اَرَادَ اَحَدُنَا اَنْ يَّنَامَ اَنْ يَّضْطَجِعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْاَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَمُنْزِلَ التَّوْرٰيةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْفُرْقَانِ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ وَكَانَ يَرْوِيْ ذٰلِكَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

سہیل کہتے ہیں کہ ابوصالح ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب سونے کا ارادہ کرے تو بستر پر دائیں کروٹ لیٹے پھر دعا کرے: اے آسمانوں کے رب، اے زمین کے رب، عرش عظیم کے رب، اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کے چیرنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے، میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے، اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، اے اللہ! تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، تو باطن ہے تجھ سے دور کوئی چیز نہیں ہے، ہم سے قرض کو دور کر دے اور ہم کو فقر سے مستغنی کر دے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

۶۷۶۵ - وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا أَخَذْنَا مَضْجَعَنَا أَنْ نَقُولَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَقَالَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔

صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہم سونے کے لیے جائیں تو یہ دعا کریں: اس کے بعد مثل سابق ہے اور فرمایا: میں ہر اس جانور کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو تو نے پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔

۶۷۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتْ فَاطِمَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا قُولِي اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے خادم مانگا، آپ نے فرمایا تم کہو اے اللہ سات آسمانوں کے رب۔ پھر سہیل سے اپنے والد سے روایت کی مثل ہے۔

۶۷۶۷ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَأْخُذْ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ فَلْيَنْفُضْ بِهَا فِرَاشَهُ وَلْيُسَمِّ اللهَ فَإِنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا خَلَفَهُ بَعْدَهُ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَضْطَجِعَ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَلْيَقُلْ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّي بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَاغْفِرْ لَهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو تہبند کے اندرونی حصہ کو بستر پر جھاڑے اور بسم اللہ پڑھے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کون (جانور) آیا تھا اور جب لیٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں کروٹ لیٹے، اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے رب تو پاک ہے، میں تیرے نام کے ساتھ کروٹ لیتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ اٹھوں گا، اگر تو میری جان کو روک لے تو اس کو بخش دینا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی اس طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

۶۷۶۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ثُمَّ لِيَقُلْ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي فَإِنْ أَحْيَيْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں ہے یہ دعا کرے: اے میرے رب تیرے نام کے ساتھ میں نے کروٹ لی، اگر تو میری جان کو زندہ رکھے تو اس پر رحم فرما۔

۶۷۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اٰوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِّمَّنْ لَا كَافِيَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِيَ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور ہم کو کافی ہوا اور ہم کو ٹھکانا دیا کیونکہ کتنے لوگوں کے کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ ٹھکانے دینے والا۔

بَابُ ۹۷۴ فِي الْاَدْعِيَةِ

دعاؤں کا بیان

۶۷۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَا اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالٍ ـــــ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ بِهٖ اِذَا قَامَ قَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔

فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کیا دعائیں کرتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے! اے اللہ میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔

فروہ بن نوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا دعا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۷۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ ومن شر مالم اعمل کے الفاظ مروی ہیں۔

۶۷۷۳۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِيْ لُبَابَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

دُعَائِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، اے اللہ میں نے تیری اطاعت کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے جنگ کی، اے اللہ میں تیرے گمراہ کرنے سے تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو ہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی اور سب جن اور انس مر جائیں گے۔

۶۷۷۴ - حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ حَدَّثَنِی ابْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمُرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا فرماتے: سننے والے نے اللہ کی حمد کو اور اس کی ہم پر آزمائش کے حسن کو سن لیا، اے اللہ! ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر فضل فرما در آں حالیکہ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے والے ہیں۔

۶۷۷۵ - حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ وَاَسْحَرَ يَقُوْلُ سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَآئِهٖ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَآئِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری خطا، میری نادانی، میرے معاملہ میں میری زیادتی کو اور جن کاموں کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، ان کو معاف فرما دے، اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے اور جو مذاق سے کیے، جو خطا کیے اور جو قصداً کیے اور ہر وہ کام جو میرے نزدیک گناہ ہیں معاف فرما، اے اللہ! ان کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہر کیے اور جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو مؤخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۷۷۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَآءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمْدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری خطا، میری نادانی، میرے معاملہ میں میری زیادتی کو اور جن کاموں کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، ان کو معاف فرما دے، اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے اور جو مذاق سے کیے، جو خطا کیے اور جو قصداً کیے اور ہر وہ کام جو میرے نزدیک گناہ ہیں معاف فرما، اے اللہ! ان کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہر کیے اور جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو مؤخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(ف:) یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے، یا آپ نے تواضعاً یہ دعا کی، یا آپ نے تبلیغی مصلحت سے جو خلاف اولیٰ کام

کیے ان کی معافی چاہی، اور امور طبعیہ اور امور مباحہ میں مشغل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں جو فرق آیا اپنے رفیع مقام کے اعتبار سے آپ نے ان کو ذنب قرار دیا اور ان پر معافی چاہی، ورنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

۶۷۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۷۷۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ الْقُطَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونَ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوسَى عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے دین کو درست کر دے جو میرے معاملہ کا محافظ ہے، اور میری دنیا کو درست کر دے جس میں میری روزی ہے، اور میری آخرت کو درست کر دے جس میں میرا تیری طرف لوٹنا ہے اور میری زندگی کو ہر خیر میں میری زیادتی کا سبب بنا دے اور میری وفات کو ہر شر سے میری راحت بنا دے۔

۶۷۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالتُّقَى وَالْعَفَافَ وَالْغِنَى۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

۶۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ الْمُثَنَّى قَالَ فِي رِوَايَتِهِ وَالْعِفَّةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عفت کا لفظ ہے۔

۶۷۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں تم سے اسی طرح کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، آپ فرماتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی، بخل، بڑھاپے (ارذل عمر) اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میرے نفس

قَالَ لَا أَقُولُ لَكُمْ إِلَّا كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔

کو تقویٰ عطا فرما، اسی کو پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اسی کا ولی اور مولیٰ ہے۔ اے اللہ! جو علم نفع نہ دے، جو دل ڈرتا نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو دعا قبول نہ ہو میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سُوَيْدٍ النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ الْحَسَنُ فَحَدَّثَنِي الزُّبَيْرُ أَنَّهُ حَفِظَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي هٰذَا لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللّٰهُمَّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ الْكِبَرِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے، ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، اللہ کے لیے حمد ہے، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ ہی کے لیے ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں سستی سے، اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۳۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسَى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ قَالَ أُرَاهُ قَالَ فِيهِنَّ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ رَبِّ أَسْأَلُكَ خَيْرَ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوءِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے: ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تر فضیلت اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ نے ان کلمات میں یہ بھی فرمایا: اللہ کے لیے ہی ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے رب! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے بعد کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے

الْكِبَرِ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذٰلِكَ أَيْضًا أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ۔

سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں سستی سے اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور جب صبح ہوتی تو آپ صبح بھی یہ دعا کرتے ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی۔

۶۷۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسٰى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَزَادَ فِي فِيهِ زُبَيْدٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَفَعَهُ أَنَّهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے، ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے شر سے اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے کی خرابی، دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۷۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، جس نے اپنے لشکر کو غلبہ عطا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تنہا لشکروں کو مغلوب کیا ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔

۶۷۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے

حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا کرو: اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھا رکھ اور ہدایت کے وقت تمہیں راستہ کی ہدایت، اور سیدھا کرنے کی دعا کے وقت، تیر کے سیدھے ہونے کو یاد کرو۔

۶۷۸۷- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ) أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

اسی سند کے ساتھ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور راستی کا سوال کرتا ہوں۔

بَابُ التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ وَعِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت اور علی الصباح تسبیح کرنے کا بیان

۶۷۸۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صبح کو ہی ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں، پھر آپ دن چڑھے تشریف لائے اور وہ وہیں بیٹھی تھیں، آپ نے فرمایا جس وقت سے میں تم کو چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو، حضرت جویریہ نے عرض کیا جی! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین بار کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کا ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہوگا: اللہ کی حمد اور تسبیح ہے اس کی مخلوق کے عدد، اس کی رضا، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

۶۷۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي رَاشِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ أَوْ بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں صبح کی نماز کے وقت، یا صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے، پھر حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے، اللہ کی تسبیح مخلوق کے عدد کے برابر، اللہ کی تسبیح اللہ کی رضا کے برابر، اللہ کی تسبیح اس کے عرش کے وزن کے برابر، اللہ کی تسبیح اس

قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ۔

کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

۶۷۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلٰى حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰى مِنَ الرَّحٰى فِي يَدِهَا وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ وَلَقِيَتْ عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيءِ فَاطِمَةَ إِلَيْهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلٰى صَدْرِي ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِمَّا سَأَلْتُمَانِي إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا أَنْ تُكَبِّرَا اللّٰهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ وَتُسَبِّحَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی (یعنی غلام) تھے، حضرت فاطمہ حضور سے ملنے گئیں، لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی حضرت عائشہ سے ملاقات ہوئی حضرت فاطمہ نے ان کو اپنے حال کی خبر دی، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضور سے حضرت فاطمہ کے آنے کا ذکر کیا (حضرت فاطمہ فرماتی ہیں) پھر جب ہم بستروں میں لیٹے ہوئے تھے اس وقت ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم اٹھنے لگے تو اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ پہ ہی رہو، پھر آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتی کہ میں نے اپنے سینے کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی، آپ نے فرمایا: تم نے جو مجھ سے سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز کی خبر نہ دوں! جب تم دونوں اپنے بستروں پہ جاؤ تو چونتیس بار اللہ اکبر کہو اور تینتیس بار سبحان اللہ کہو اور تینتیس بار الحمد للہ کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

۶۷۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا مِنَ اللَّيْلِ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں۔

۶۷۹۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلٰى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، اس روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت علی نے فرمایا جب سے میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے اس کا پڑھنا ترک نہیں کیا، کہا گیا کہ صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا، ایک روایت میں ہے

لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ عَلِيٌّ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ وَفِي حَدِيثِ عَطَاءٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ قُلْتُ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ۔

ابولیلیٰ نے کہا میں نے حضرت علی سے کہا صفین کی رات کو بھی نہیں؟

۶۷۹۳ - حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحٌ (وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا وَشَكَتِ الْعَمَلَ فَقَالَ مَا أَلْفَيْتِيهِ عِنْدَنَا قَالَ أَلَا أَدُلُّكِ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ حِينَ تَأْخُذِينَ مَضْجَعَكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے کام کی شکایت کی اور خادم کا سوال کیا، آپ نے فرمایا تم کو ہمارے پاس خادم تو نہیں ملے گا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہے؟ تم جب بستر پر جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو۔

۶۷۹۴ - وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

(ف): بیوی پر گھر کا کام کاج کرنا اور کھانا پکانا لازم نہیں ہے، البتہ شوہر سے تعاون کرنا مستحب ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں چکی سے آٹا پیستی تھیں، جس سے آپ کے ہاتھوں پر نشان پڑ جاتے تھے، روٹی پکاتی تھیں جس سے چہرہ متغیر ہو جاتا تھا، گھر کی صفائی کرتی تھیں جس سے آپ کے بال گرد سے اٹ جاتے تھے، اس لیے خواتین کو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی پیروی کرنی چاہیے۔

۹۷۶ بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ عِنْدَ صِيَاحِ الدِّيكِ

مرغ کی بانگ کے وقت دعا کا استحباب

۶۷۹۵ - حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے، اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے

فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا۔

اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

بَابُ ۹۷ دُعَاءِ الْكَرْبِ

مصیبت کے وقت کی دعا

۶۷۹۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ وَعُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ سَعِيدٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کرب کے وقت یہ دعا کرتے تھے: اللہ عظیم حلیم کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرش عظیم کے رب کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔

۶۷۹۷- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ أَتَمُّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۷۹۸- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيَّ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهِنَّ وَيَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے اور کرب کے وقت فرماتے تھے پھر حسب سابق کلمات ذکر کیے، البتہ قتادہ نے کہا آسمانوں اور زمین کے رب۔

۶۷۹۹- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ قَالَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ وَزَادَ مَعَهُنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی اہم کام درپیش ہوتا، تو آپ فرماتے، اس کے بعد حسب سابق کلمات ہیں، اسی روایت میں یہ کلمات زائد ہیں، اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو عرش کریم کا رب ہے۔

بَابُ ۹۷۸ فَضْلِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

۶۸۰۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلَالٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجِسْرِيِّ عَنِ ابْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَيُّ الْكَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَى اللّٰهُ لِمَلَائِكَتِهٖ اَوْ لِعِبَادِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے، آپ نے فرمایا جس کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں یا اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرمالیا ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

۶۸۰۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ الْجِسْرِيِّ مِنْ عَنَزَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكَ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِاَحَبِّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام یہ ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

بَابُ ۹۷۹ فَضْلِ الدُّعَاءِ لِلْمُسْلِمِيْنَ بِظَهْرِ الْغَيْبِ

مسلمانوں کے پس پشت دعا کرنے کی فضیلت

۶۸۰۲ - حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ حَفْصٍ الْوَكِيْعِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

۶۸۰۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ هٰرُوْنَ الْمُعَلِّمُ حَدَّثَنِيْ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ كُرَيْزٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ اُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَتْ حَدَّثَنِيْ سَيِّدِيْ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعَ

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے آقا نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کی تو جو فرشتہ اس کے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

ساتھ مقرر ہے وہ کہتا ہے آمین اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

۶۸۰۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ صَفْوَانَ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ) وَكَانَتْ تَحْتَهٗ اُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَاَتَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَلَمْ اَجِدْهُ وَوَجَدْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ فَقَالَتْ اَتُرِيْدُ الْحَجَّ الْعَامَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ قَالَ فَخَرَجْتُ اِلَى السُّوْقِ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

صفوان بن عبداللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداء کے گھر گیا وہ نہیں ملے، حضرت ام درداء تھیں، انھوں نے کہا کیا تم اس سال حج کرنا چاہتے ہو، میں نے کہا جی! انھوں نے کہا ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، مسلمان کا اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرنا مستجاب ہوتا ہے، اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو، وہ کہتے ہیں میں بازار گیا تو میری حضرت ابو درداء سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی مجھے دعا کے لیے کہا۔

۶۸۰۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بَابُ ۹۸ اِسْتِحْبَابِ حَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا استحباب

۶۸۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرے، یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔

۶۸۰۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اِسْحٰقُ بْنُ یُوْسُفَ الْاَزْرَقُ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّآءُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ۔

بَاب ۹۸۱ بَیَانِ اَنَّہٗ یُسْتَجَابُ لِلدَّاعِیْ مَالَمْ یُعَجِّلْ

۶۸۰۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ مَوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یُعَجِّلْ فَیَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَا اَوَ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ۔

۶۸۰۹۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْمَلِکِ بْنُ شُعَیْبِ بْنِ لَیْثٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ حَدَّثَنِیْ عُقَیْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَنَّہٗ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُبَیْدٍ مَوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَکَانَ مِنَ الْقُرَّآءِ وَاَھْلِ الْفِقْہِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یَعْجَلْ فَیَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّیْ فَلَمْ یَسْتَجِبْ لِیْ۔

۶۸۱۰۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ مُعَاوِیَۃُ (وَھُوَ ابْنُ صَالِحٍ) عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیِّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ مَالَمْ یَسْتَعْجِلْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرَہٗ یَسْتَجِیْبُ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِکَ وَیَدَعُ الدُّعَآءَ۔

جب تک قبولیت کی جلدی نہ کرے دعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے وہ یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے، جب تک کوئی شخص جلدی نہ کرے، یہ نہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی بندہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور قبولیت کی جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جلدی کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہے میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی، پھر وہ ناامید ہو کر دعا کرنا ترک کر دے۔

بَاب ۹۸۲ اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْفُقَرَآءُ وَاَکْثَرُ اَھْلِ النَّارِ النِّسَآءُ

۶۸۱۱۔ حَدَّثَنَا ھَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ

اہل جنت اکثر فقراء ہوں گے اور اہل دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بْنُ سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَإِذَا أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ إِلَّا أَصْحَابَ النَّارِ فَقَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والے عموماً مساکین تھے اور مالداروں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا، البتہ دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ اور جب میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دوزخ میں داخل ہونے والی عموماً عورتیں تھیں۔

۶۸۱۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے جنت میں زیادہ تر فقراء کو دیکھا اور دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔

۶۸۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۱۴ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعَ فِي النَّارِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَيُّوبَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نار پر مطلع ہوئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے

۶۸۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ سَمِعَ أَبَا رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۸۱۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ ح قَالَ كَانَ لِمُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ امْرَأَتَانِ فَجَاءَ مِنْ عِنْدِ إِحْدَاهُمَا

ابو التیاح بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ کی دو بیویاں تھیں، وہ ایک بیوی کے پاس سے آئے، تو دوسری نے کہا تم فلانیہ کے پاس سے آئے ہو،

فَقَالَتِ الْأُخْرٰى جِئْتُ مِنْ عِنْدِ فُلَانَةَ فَقَالَ جِئْتُ مِنْ عِنْدِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَقَلَّ سَاكِنِي الْجَنَّةِ النِّسَاءُ۔

انھوں نے کہا میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور انھوں نے ہم کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے رہنے والوں میں عورتیں بہت کم ہیں۔

۶۸۱۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ امْرَأَتَانِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاذٍ۔

مطرف بیان کرتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں، جس طرح معاذ کی حدیث میں ہے۔

۶۸۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيعِ سَخَطِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تھی: اے اللہ! میں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۸۱۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى جَمِيعًا عَنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَاهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِي النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد لوگوں میں مردوں پر عورتوں سے زیادہ مضر فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۶۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللّٰهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَشَّارٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو، سو تم دنیا سے اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا، اور ابن بشار کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دیکھے گا تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

(ف) ان احادیث کا منشاء یہ ہے کہ امراء اپنے معاصی کی وجہ سے رکے رہیں گے اور فقراء کے پانچ سو سال بعد ان سے حساب لیا جائے گا، ان احادیث میں فقراء اور ضعفاء کی فضیلت ہے اور عورتوں کے بکثرت دوزخ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً نماز نہیں پڑھتیں، شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتیں، اس کی تعظیم و تکریم اور شکر بجا نہیں لاتیں اور ستر اور حجاب کے احکام کی اکثر مخالفت کرتی ہیں۔

بَابُ ۹۸۳ قِصَّةِ أَصْحَابِ الْغَارِ الثَّلَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا قصہ اور نیک اعمال کا وسیلہ

۶۸۲۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ أَبِي ضَمْرَةَ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ فَادْعُوا اللّٰهَ تَعَالَى بِهَا لَعَلَّ اللّٰهَ يَفْرُجُهَا عَنْكُمْ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَامْرَأَتِي وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا، تو انھوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی، اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری، اور یہ لوگ بند ہو گئے، پھر انھوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو، اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے، سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں

فَإِذَا رَحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ
فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ وَإِنَّهُ نَأَى بِيَ ذَاتَ يَوْمٍ
الشَّجَرُ فَلَمْ أَتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا
فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ
عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا
وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ
يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ دَأْبِي وَ
دَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي
فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا
فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا فُرْجَةً
فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ
كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ
الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى
آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَتَعِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ
دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا
قَالَتْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا
بِحَقِّهِ فَقُمْتُ عَنْهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ
ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً
فَفَرَجَ لَهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنِّي كُنْتُ
اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أُرُزٍّ فَلَمَّا
قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ
عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ
أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا
فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي
قُلْتُ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا
فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي
لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ خُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا
فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ

چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا، اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ایک دن درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا، اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا، جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے، میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا، میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا، اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا، حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے، فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا، اے اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے، اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں، سو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انھوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا، پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! میری ایک عم زاد تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے، میں نے اس سے مقاربت کی درخواست کی، اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ، میں نے بہت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے، میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا، جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لیے بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ، سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا، اے اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا مندی کے لیے کیا تھا، پس تو ہمارے لیے اس غار کو کچھ کھول دے، تو اللہ نے غار کو (مزید) کھول دیا، اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیمانہ آٹھ کلوگرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا، جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے

لَنَا مَا بَقِيَ فَفَرَّجَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ۔

میری اجرت دو، میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی، اس نے اس سے اعراض کیا، میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا، حتیٰ کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے، پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ سے ڈرو، اور میرا حق نہ مارو، میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ، اور اپنا حق لے لو، اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا، یہ بیل اور چرواہے لے لو، وہ ان کو لے کر چلا گیا، تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، تو اب تو غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے، سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔

۶۸۲۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُوْ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوْسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُوْ كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيْفٍ الْبَجَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَرَقَبَةُ بْنُ مَسْقَلَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ أَبِي ضَمْرَةَ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ وَزَادُوْا فِي حَدِيْثِهِمْ وَخَرَجُوْا يَمْشُوْنَ وَفِي حَدِيْثِ صَالِحٍ يَتَمَاشَوْنَ إِلَّا عُبَيْدَ اللّٰهِ فَإِنَّ فِي حَدِيْثِهِ وَخَرَجُوْا وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْدَهَا شَيْئًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں، موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ غار سے نکل کر چل دیے اور صالح کی روایت میں یتماشون کا لفظ ہے اور عبید کی روایت میں خرجوا کا لفظ ہے۔

۶۸۲۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيْمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ ابْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں تین شخص روانہ ہوئے، حتیٰ کہ انھوں نے رات

أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتَّى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلَى غَارٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمُ اللَّهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا وَقَالَ فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتَّى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ وَقَالَ فَتَمَرَّتْ أَجِيرًا حَتَّى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَارْتَعَجَتْ وَقَالَ فَخَرَجُوا مِنَ الْغَارِ يَمْشُونَ۔

کو ایک غار میں پناہ لی، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے، میں رات کو ان سے پہلے اپنے بال بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا، اور دوسرے شخص نے کہا اس لڑکی نے انکار کیا حتیٰ کہ ایک سال وہ قحط میں مبتلا ہوئی پھر وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیے اور تمیرے شخص نے کہا میں نے اس کو اس کی مزدوری کا پھل دیا — حتیٰ کہ مال میں بہت اضافہ ہو گیا اور وہ مال مویشی مارنے لگا، پھر وہ غار سے نکل کر روانہ ہو گئے۔

نیک اعمال سے توسل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان قحط سالی یا کسی اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی اور وہ قبول ہوئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی، اور اس کو ان کے فضائل میں شمار کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضروریات کو اپنے بال بچوں کی ضروریات پر ترجیح دینا شریعت میں مطلوب ہے، اور اس میں پاک دامنی اور محرمات سے بچنے کا بیان ہے خصوصاً حرام پر قادر ہونے کے باوجود اس کو محض اللہ تعالیٰ کے خوف سے ترک کرنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں کسی شخص سے مزدوری پر کام کرانے اس کو مزدوری دینے حسن عہد، امانت داری اور سخاوت کا بیان ہے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کسی شخص کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے بہ شرطیکہ بعد میں مالک اس کو صحیح قرار دے دے، ہمارے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو بہ طریق تعریف اور تحسین بیان کیا ہے، اور جس طرح اس حدیث کے باقی مسائل حجت ہیں یہ مسئلہ بھی حجت ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۴ - ۳۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب التوبہ

باب ۹۸۴
(توبہ کا بیان)

۶۸۲۶ - حَدَّثَنِیْ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَیْسَرَۃَ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ حَیْثُ یَذْکُرُنِیْ وَاللّٰہِ لَلّٰہُ اَفْرَحُ بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ اَحَدِکُمْ یَجِدُ ضَالَّتَہٗ بِالْفَلَاۃِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جہاں وہ ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور بہ خدا اللہ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کی جنگل میں گم شدہ سواری مل جائے، اور جو شخص بہ قدر ایک بالشت میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۸۲۷ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِیُّ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَۃُ (یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِیَّ) عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَلّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ اَحَدِکُمْ مِّنْ اَحَدِکُمْ بِضَالَّتِہٖ اِذَا وَجَدَھَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک شخص کے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کی گم شدہ سواری مل جائے۔

۶۸۲۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ھَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاہُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی۔

۶۸۲۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ اَعُوْدُہٗ وَھُوَ مَرِیْضٌ فَحَدَّثَنَا بِحَدِیْثَیْنِ

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے میں ان کی عیادت کے لیے گیا، انھوں نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

حَدِيثًا عَنْ نَفْسِهٖ وَحَدِيثًا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ فِيْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مَهْلَكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اَدْرَكَهُ الْعَطَشُ ثُمَّ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِيَ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰى اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهٗ رَاحِلَتُهٗ وَعَلَيْهَا زَادُهٗ وَطَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ۔

یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جائے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں، وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو، وہ اس سواری کی تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے پھر وہ کہے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا، میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں گا، وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس اس کی سواری ہوتی ہے اور اس پر اس کی خوراک اور کھانے اور پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زاد راہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۶۸۳۰ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ مِنْ رَجُلٍ بِدَاوِيَّةٍ مِنَ الْاَرْضِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔ اس روایت میں ہے کہ ایک شخص جنگل کی زمین میں تھا۔

۶۸۳۱ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَفْسِهٖ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ۔

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں، ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کی اور دوسری حدیث انھوں نے از خود بیان کی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جریر کی روایت کی طرح ہے۔

۶۸۳۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْنُسَ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ خَطَبَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فَقَالَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَجُلٍ حَمَلَ زَادَهٗ وَمَزَادَهٗ عَلٰى بَعِيْرِهٖ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى كَانَ

سماک کہتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کہا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے اپنی خوراک اور مشک کو اونٹ پر لادا پھر کسی جنگل کی زمین میں سفر کے لیے روانہ

بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَادْرَكَتْهُ الْقَآئِلَةُ فَنَزَلَ فَقَالَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ وَانْسَلَّ بَعِيْرُهُ فَاسْتَيْقَظَ فَسَعٰى شَرَفًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَانِيًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَالِثًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا فَاَقْبَلَ حَتّٰى اَتٰى مَكَانَهُ الَّذِيْ قَالَ فِيْهِ فَبَيْنَمَا هُوَ قَاعِدٌ اِذْ جَآءَهُ بَعِيْرُهُ يَمْشِيْ حَتّٰى وَضَعَ خِطَامَهُ فِيْ يَدِهٖ فَلَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ هٰذَا حِيْنَ وَجَدَ بَعِيْرَهُ عَلٰى حَالِهٖ قَالَ سِمَاكٌ فَزَعَمَ الشَّعْبِيُّ اَنَّ النُّعْمَانَ رَفَعَ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا اَنَا فَلَمْ اَسْمَعْهُ

ہوا، دوپہر کو اسے نیند آنے لگی وہ ایک درخت کے نیچے اترا اور سو گیا، اور اس کا اونٹ کسی طرف کو نکل گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا اسے کچھ نظر نہ آیا، وہ دوبارہ ایک ٹیلے پر چڑھا۔ اسے پھر بھی کچھ نظر نہیں آیا، وہ تیسری بار ٹیلہ پر چڑھا اسے پھر بھی کچھ نظر نہ آیا وہ پھر اسی جگہ لوٹ آیا جہاں وہ سویا تھا پھر جس جگہ وہ بیٹھا تھا اچانک وہاں پر وہ اونٹ چلتے چلتے آپہنچا اور اپنی مہار لاکر اس شخص کے ہاتھ میں دے دی تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جبکہ یاس کے عالم میں اس کو اونٹ مل جاتا ہے۔ سماک کہتے ہیں کہ شعبی کا خیال ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے اس بیان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا تھا۔

۶۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَجَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنْ اِيَادٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ بِفَرَحِ رَجُلٍ انْفَلَتَتْ مِنْهُ رَاحِلَتُهُ تَجُرُّ زِمَامَهَا بِاَرْضٍ قَفْرٍ لَيْسَ بِهَا طَعَامٌ وَّلَا شَرَابٌ وَعَلَيْهَا لَهٗ طَعَامٌ وَّشَرَابٌ فَطَلَبَهَا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ ثُمَّ مَرَّتْ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ فَتَعَلَّقَ زِمَامُهَا فَوَجَدَهَا مُتَعَلِّقَةً بِهٖ قُلْنَا شَدِيْدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِهٖ قَالَ جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادٍ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی نکیل کی رسی کھینچتی ہوئی نکل جائے، جس سرزمین میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو، اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوں، وہ شخص اس اونٹنی کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر تھک جائے، پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گذرے اور اس کی نکیل اس تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ شخص بہت خوش ہوگا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا، اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص کی سواری کے (ملنے کی) بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۶۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اس

اِلَيْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَيِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِيْ ظِلِّهَا قَدْ اَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِيْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔

سے نکل جائے جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیزیں ہوں، وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے جس وقت وہ سواری سے مایوس ہو کر لیٹا ہوا ہو، اچانک وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہو، وہ اس کی مہار پکڑ لے، پھر خوشی کی شدت سے یہ کہے "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں" یعنی شدت مسرت کی وجہ سے الفاظ الٹ جائیں۔

۶۸۳۵۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ اِذَا اسْتَيْقَظَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ قَدْ اَضَلَّهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ کرنے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہوتے ہی جنگل کی زمین میں اپنا اونٹ پالے۔

۶۸۳۶۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَحْمَدُ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

(ف): حدیث نمبر ۶۸۲۹ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں، ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ امام مسلم نے وہ حدیث نہیں بیان کی جو حضرت ابن مسعود نے اپنی طرف سے بیان کی تھی، امام بخاری نے اس کا بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا مومن اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور اس کو پہاڑ کے گرنے کا خوف ہو، اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو پھر انہوں نے ہاتھ سے مکھی اڑانے کا اشارہ کیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ مطبوعہ کراچی)

بَابُ ۹۸ فَضِيْلَةِ الْاِسْتِغْفَارِ!

استغفار کی فضیلت

۶۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَاصِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ اَنَّهٗ قَالَ حِيْنَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْلَا اَنَّكُمْ

حضرت ابو ایوب انصاری نے وفات کے وقت فرمایا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپا رکھی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا۔

تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ۔

۶۸۳۸ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ عِيَاضٌ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيُّ) حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ اَبِيْ صَخْرَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَوْ اَنَّكُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَكُمْ لَجَآءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ لَهُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَهُمْ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مغفرت کرنے کے لیے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرتا جس کے گناہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا۔

۶۸۳۹ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی، اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس خوف سے چھپایا تھا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے عمل کو ترک کر دیں گے اور ان پر مغفرت کی اُمید غالب آجائے گی اور وہ دلیری سے گناہ کرنے لگیں گے، اسی طرح واعظ پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بہ کثرت بیان نہ کرے تاکہ لوگ گناہوں میں نہ ڈوب جائیں اور وعظ و نصیحت میں گناہوں سے ڈرانے کی احادیث کو زیادہ تر بیان کیا جائے لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں اور جب انسان پر موت کا وقت آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی وسعت سے متعلق آیات اور احادیث سنانی چاہئیں تاکہ مرتے وقت بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔ [1]

اس حدیث کا منشاء یہ نہیں ہے کہ لوگ گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں، عبادت گذار اور نیکوکار بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہیں، کیونکہ انسان کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غیر متناہی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، اس لیے ہر وقت اپنی عبادت کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے یا اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر انسان سے گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ اور استغفار کرے۔ اور توبہ سے غافل نہ ہو۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۹۸۶ بَابُ فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ

ذکر کے دوام اور امور آخرت میں غور و فکر کی فضیلت

۶۸۴۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيِّدِيِّ قَالَ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قَالَ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی، اور کہا اے حنظلہ! تم کیسے ہو! میں نے کہا حنظلہ منافق ہوگیا، حضرت ابوبکر نے کہا سبحان اللہ! تم کیسی بات کر رہے ہو، میں نے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم گویا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا: بہ خدا اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا: یارسول! حنظلہ منافق ہوگیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے ہیں حتیٰ کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور نار کو دیکھتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم میرے پاس ذکر و فکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ!

۶۸۴۱ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَعَظَنَا فَذَكَّرَ النَّارَ ثُمَّ قَالَ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْأَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ فَلَقِينَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَافَقَ حَنْظَلَةُ فَقَالَ مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُونُ قُلُوبُكُمْ كَمَا تَكُونُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّرُقِ۔

یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ہم نے آپ کو نصیحت کی اور دوزخ کا ذکر فرمایا، انھوں نے کہا، پھر میں گھر آیا اور بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کیا اور بیوی سے خوش طبعی کی، پھر جب میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا، انھوں نے کہا میں نے بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح تم ذکر کر رہے ہو، پھر ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا! آپ نے فرمایا: کیا کہتے ہو، تو میں نے آپ کے سامنے پورا واقعہ عرض کیا، حضرت ابوبکر نے کہا جس طرح انھوں نے بیان کیا ہے میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اے حنظلہ! یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے جس طرح نصیحت کے وقت تمہارے دلوں کی کیفیت ہوتی ہے اگر یہ کیفیت ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے مصافحہ کریں اور راستوں پر تم کو سلام کریں۔

۶۸۴۲ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ التَّمِيمِيِّ الْأُسَيِّدِيِّ الْكَاتِبِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمَا۔

حضرت حنظلہ تمیمی اسیدی کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے تھے۔ پھر حسب سابق حدیث ہے۔

(ف) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ان کو جو آخرت کا خوف لاحق ہوتا تھا، اور خضوع اور خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی تھی، اس مجلس سے اٹھنے کے بعد جب وہ بال بچوں اور گھر کے امور میں مشغول ہوتے تھے تو وہ کیفیت نہیں ہوتی تھی، اور نفاق کی اصل یہ ہے کہ دل میں پوشیدہ شر کے برعکس خیر کا اظہار کرے، اس لیے حضرت حنظلہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گئے، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ یہ نفاق نہیں ہے، اور وہ خوف خدا کی اس کیفیت کو دائماً برقرار رکھنے کے مکلف نہیں ہیں، البتہ یہ کیفیت کبھی کبھی ہونی چاہیے۔

بَابٌ ۹۸ فِی سَعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَنَّهَا سَبَقَتْ غَضَبَهٗ

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

۶۸۴۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهٖ فَهُوَ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

۶۸۴۴۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

۶۸۴۵۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ ضَمْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَطَآءِ بْنِ مِيْنَآءَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَضَى اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهٖ عَلٰى نَفْسِهٖ فَهُوَ مَوْضُوْعٌ عِنْدَهٗ اِنَّ رَحْمَتِي تَغْلِبُ غَضَبِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کر لیا تو اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی کتاب میں یہ لکھ دیا، اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

۶۸۴۶۔ حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ اَخْبَرَهٗ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَّاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ تَتَرَاحَمُ الْخَلَائِقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الدَّآبَّةُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ایک سو حصے کیے، ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا، اسی ایک حصے سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتیٰ کہ چوپایہ اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر ہٹا لیتا ہے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

۶۸۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَآءِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَوَضَعَ وَاحِدَةً بَيْنَ خَلْقِهٖ وَخَبَاَ عِنْدَهٗ مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں، ایک رحمت اس نے اپنی مخلوق میں رکھی اور ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھیں۔

۶۸۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَّاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَّتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل کی جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

۶۸۴۹ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ بِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعَةٌ وَّتِسْعُونَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ.

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں روز قیامت کے لیے ہیں۔

۶۸۵۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۸۵۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس دن اس نے سو رحمتیں پیدا کیں، ہر رحمت آسمان اور زمین کے بھرا کے برابر ہے، اس نے ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل کی، اسی رحمت کی وجہ سے والدہ اپنی اولاد پر رحمت کرتی ہے اور درندے اور پرندے ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے ساتھ اپنی رحمتوں کو مکمل فرمائے گا۔

۶۸۵۲ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لِحَسَنٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ قَدِمَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے، ان قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی اچانک قیدیوں میں سے اس کو اپنا بچہ مل گیا، اس نے اس بچہ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِھَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَھَا فِی النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللّٰہِ وَھِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ لَّا تَطْرَحَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا۔

کو اٹھا کر پیٹ سے چمٹا لیا، اور اس کو دودھ پلانے لگی، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں بہ خدا، اگر اس سے ہو سکا تو یہ اس بچہ کو آگ میں نہیں ڈالے گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عورت اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

۶۸۵۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِیْعًا عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَیُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ اَخْبَرَنِی الْعَلَاءُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِہٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب کتنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت کی کوئی تمنا نہ کرتا، اور اگر کافر کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا۔

۶۸۵۴۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقِ بْنِ بِنْتِ مَھْدِیِّ بْنِ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا مَالِکٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَمْ یَعْمَلْ حَسَنَۃً قَطُّ لِاَھْلِہٖ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْہُ ثُمَّ اَذْرُوْا نِصْفَہٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَہٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لَیُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا لَا یُعَذِّبُہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِیْنَ فَلَمَّا مَاتَ الرَّجُلُ فَعَلُوْا مَا اَمَرَھُمْ فَاَمَرَ اللّٰہُ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ وَاَمَرَ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا قَالَ مِنْ خَشْیَتِکَ یَا رَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کوئی نیکی نہیں کی تھی جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اس کو جلا دینا پھر اس کے نصف کو خشکی میں اڑا دینا اور نصف کو سمندر میں بہا دینا کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت کی تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کوئی اس کو اتنا سخت عذاب نہیں دے سکتا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی وصیت کے مطابق کر دیا، اللہ تعالیٰ نے خشکی کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے اور سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے، پھر فرمایا تم نے اس طرح کرنے کا کیوں کہا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے اور تو زیادہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ معمر کہتے ہیں مجھ سے زہری نے کہا میں تم کو دو

۶۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ

قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ لِیَ الزُّهْرِیُّ اَلَا اُحَدِّثُكَ بِحَدِیْثَیْنِ عَجِیْبَیْنِ قَالَ الزُّهْرِیُّ اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰی نَفْسِهٖ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ اَوْصٰی بَنِیْهِ فَقَالَ اِذَا اَنَا مُتُّ فَاَحْرِقُوْنِیْ ثُمَّ اسْحَقُوْنِیْ ثُمَّ اَذْرُوْنِیْ فِی الرِّیْحِ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَیَّ رَبِّیْ لَیُعَذِّبَنِّیْ عَذَابًا مَا عَذَّبَهٗ بِهٖ اَحَدًا قَالَ فَفَعَلُوْا ذٰلِكَ بِهٖ فَقَالَ لِلْاَرْضِ اَدِّیْ مَا اَخَذْتِ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهٗ مَا حَمَلَكَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ فَقَالَ خَشْیَتُكَ یَا رَبِّ اَوْ قَالَ مَخَافَتُكَ فَغَفَرَ لَهٗ بِذٰلِكَ ۔ قَالَ الزُّهْرِیُّ وَحَدَّثَنِیْ حُمَیْدٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلَتِ امْرَاَةُ النَّارَ فِیْ هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَا هِیَ اَطْعَمَتْهَا وَلَا هِیَ اَرْسَلَتْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ هَزْلًا قَالَ الزُّهْرِیُّ ذٰلِكَ لِئَلَّا یَتَّكِلَ رَجُلٌ وَلَا یَیْاَسَ رَجُلٌ۔

عجیب حدیثیں نہ سناؤں! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر مجھے راکھ کر کے ہوا اور سمندر میں منتشر کر دینا، کیونکہ بخدا اگر میرے رب نے گرفت کی تو وہ مجھے اتنا عذاب دے گا کہ کوئی کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا، آپ نے فرمایا اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو نے جو کچھ لیا ہے اس کو واپس کر، وہ شخص کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو اس وصیت پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، اس شخص نے کہا اے رب! تیری خشیت نے یا کہا تیرے خوف نے! اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (دوسری حدیث یہ ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی، اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا، اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو آزاد کیا تاکہ وہ حشرات الارض کو کھا لیتی، حتیٰ کہ وہ بلی لاغری سے مر گئی۔ زہری نے کہا ان حدیثوں کا منشاء یہ ہے کہ انسان اللہ کی رحمت پر کلیتہً اعتماد کرے (اور عمل ترک کر دے) اور نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو۔

۶۸۵۶۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ سُلَیْمَانُ بْنُ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِی الزُّبَیْدِیُّ قَالَ الزُّهْرِیُّ حَدَّثَنِیْ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَسْرَفَ عَبْدٌ عَلٰی نَفْسِهٖ بِنَحْوِ حَدِیْثِ مَعْمَرٍ اِلٰی قَوْلِهٖ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلَمْ یَذْكُرْ حَدِیْثَ الْمَرْاَةِ فِیْ قِصَّةِ الْهِرَّةِ وَفِیْ حَدِیْثِ الزُّبَیْدِیِّ قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِكُلِّ شَیْءٍ اَخَذَ مِنْهُ شَیْئًا اَدِّ مَا اَخَذْتَ مِنْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک بندے نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جیسا کہ معمر کی روایت میں یہاں تک ہے کہ "پس اللہ نے اسے بخش دیا" اور بلی کے قصہ میں عورت کا ذکر نہیں ہے اور زبیدی کی روایت میں ہے اللہ عزوجل نے ہر اس چیز سے فرمایا جس نے اس کی راکھ کا کچھ حصہ لیا تھا "جو تم نے لیا ہے وہ واپس کر دو"

۶۸۵۷ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَاشَهُ اللهُ مَالًا وَوَلَدًا فَقَالَ لِوَلَدِهِ لَتَفْعَلُنَّ مَا آمُرُكُمْ بِهِ أَوْلًا وَلَيُبَيِّنَنَّ مِيرَاثِي غَيْرَكُمْ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي وَأَكْثَرُ عِلْمِي أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ اسْحَقُونِي وَاذْرُونِي فِي الرِّيحِ فَإِنِّي لَمْ أَبْتَهِرْ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا وَإِنَّ اللهَ يَقْدِرُ عَلَيَّ أَنْ يُعَذِّبَنِي قَالَ فَأَخَذَ مِنْهُمْ مِيثَاقًا فَفَعَلُوا ذَلِكَ بِهِ وَرَبِّي فَقَالَ اللهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ فَقَالَ مَخَافَتُكَ قَالَ فَمَا تَلَافَاهُ غَيْرُهَا۔

۶۸۵۸ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ لِي أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ ذَكَرُوا جَمِيعًا بِإِسْنَادِ شُعْبَةَ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَفِي حَدِيثِ شَيْبَانَ وَأَبِي عَوَانَةَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ رَغَسَهُ اللهُ مَالًا وَوَلَدًا وَفِي حَدِيثِ التَّيْمِيِّ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا قَالَ فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا وَفِي حَدِيثِ شَيْبَانَ فَإِنَّهُ وَاللهِ مَا ابْتَأَرَ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ مَا امْتَأَرَ بِالْمِيمِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد سے نوازا تھا، اس نے اپنی اولاد سے کہا تم وہ ضرور کرنا جس کا میں تم کو حکم دوں، ورنہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو تمہارے مال کا وارث بنا دوں گا، جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا۔ اور مجھے زیادہ یاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا پھر مجھے راکھ کر کے ہوا میں اڑا دینا، کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی، اور بے شک اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دینے پر قادر ہے، پھر اس نے اپنی اولاد سے پکا وعدہ لیا، سو اس کی اولاد نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف نے، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کو اور کوئی عذاب نہیں ہوا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ابو عوانہ کی روایت میں ہے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد عطا کی تھی اور تیمی کی روایت میں ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی، اس کی قتادہ نے یہ تفسیر کی اس نے اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور شیبان کی روایت میں ہے کیونکہ اس نے بے شک اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور ابو عوانہ کی روایت میں ہے اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔

رحمت اور غضب کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۴۴ میں ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
رحمت کا معنی ہے دل کا رقیق ہونا اور غضب کا معنی ہے خون کا جوش میں آنا اور یہ دونوں معنی اللہ سبحانہ کے لیے محال ہیں، علامہ مازری نے کہا یہ دونوں لفظ ارادہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، رحمت کا معنی ہے نیکوکار کو انعام دینے کا

ارادہ کرنا اور غضب کا معنی ہے گنہ گار کو سزا دینے کا ارادہ کرنا، ایک قول یہ ہے کہ ان کا معنی انعام دینا اور سزا دینا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، یہاں غلبہ سے مراد کثرت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کرنے کا ظہور سزا دینے کی بہ نسبت کثیر اور زیادہ ہے۔ اور رحمت کے سو حصوں سے مراد کثرت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۵۴ میں ہے: جس آدمی نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر "قادر" ہوا تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کوئی کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا۔

علامہ دشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بہ ظاہر یہ لفظ قدرت سے ماخوذ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرے وہ کافر ہے، اور یہ شخص کافر نہیں تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے رب میں نے تیرے خوف سے یہ کہا تھا، اور نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کافر کو نہیں بخشتا، اس لیے "قدر" کی تاویل میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا یہ قضا اور حکم کے معنی میں ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کا حکم دیا یا فیصلہ کیا اور بعض علماء نے کہا یہ ضیق کے معنی میں ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے میں تنگی کی یا گرفت کی اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ قدرت سے ہی ماخوذ ہے، لیکن اس شخص کو قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ خوف کے غلبہ اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا، جس طرح ایک شخص نے خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ [1]

بَابُ قَبُوْلِ التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ تَكَرَّرَتِ الذُّنُوْبُ وَالتَّوْبَةُ

گناہوں کی توبہ کا قبول ہونا خواہ گناہ اور توبہ بار بار ہوں

۶۸۵۹۔ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ الْاَعْلٰی بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَحْكِیْ عَنْ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ اَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَاَذْنَبَ فَقَالَ اَیْ رَبِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ میرے گناہ کو بخش دے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کر دے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۵۸-۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى لَا أَدْرِي أَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ۔

نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے، اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کر دے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی (عبدالاعلیٰ نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا: جو چاہو کرو۔

۶۸۶۰ - قَالَ أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ الْقُرَشِيُّ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۸۶۱ - حَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَذَكَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَذْنَبَ ذَنْبًا وَفِي الثَّالِثَةِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا، یہ روایت حسب سابق ہے، اس میں تین بار یہ ذکر ہے اس نے گناہ کیا اور تیسری بار میں یہ ذکر ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے سو کرے۔

۶۸۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا (رات کو) توبہ کرے، اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن میں) توبہ کرے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی)۔

۶۸۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

(ف) ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے، اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔ [1]

بَابُ ۹۸۹ غَيْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَحْرِيْمِ الْفَوَاحِشِ!

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا بیان اور بے حیائی کے کاموں کی ممانعت

۶۸۶۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهٗ وَلَيْسَ اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی شخص غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش (بے حیائی کے کاموں) کو حرام کر دیا۔

۶۸۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدٌ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن کے تمام فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی شخص تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔

۶۸۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَآئِلٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قُلْتُ لَهٗ اَنْتَ سَمِعْتَهٗ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهٗ اِلَيْهِ قَالَ لَا اَحَدٌ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن کے تمام فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی شخص تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی شخص تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَلَا اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهٗ۔

۶۸۶۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهٗ وَلَيْسَ اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَلَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ اَنْزَلَ الْكِتَابَ وَاَرْسَلَ الرُّسُلَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام کر دیا اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو عذر قبول کرنا پسند ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور رسولوں کو بھیجا۔

۶۸۶۸ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ يَاْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ۔ قَالَ يَحْيٰى وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِيْ بَكْرٍ حَدَّثَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ شَيْءٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، ایک اور سند سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

۶۸۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا اَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ وَحَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ رِوَايَةِ حَجَّاجٍ حَدِيْثَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ خَاصَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ حَدِيْثَ اَسْمَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۶۸۷۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَسْمَاءَ عَنِ

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَاشَيْءَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ غیرت کرتا ہے۔

۶۸۷۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللّٰهُ اَشَدُّ غَيْرًا۔

۶۸۷۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بَابُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ

۹۹۰ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

۶۸۷۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كَامِلٍ) حَدَّثَنَا يَزِيْدُ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ فَنَزَلَتْ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اَلِيْ هٰذِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ اُمَّتِيْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ:) "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں"۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا یہ (بشارت) صرف اسی شخص کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے سب کے لیے ہے۔

۶۸۷۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَنَّهٗ اَصَابَ مِنِ امْرَاَةٍ اِمَّا قُبْلَةً اَوْ مَسًّا بِيَدٍ اَوْ شَيْئًا كَاَنَّهٗ يَسْاَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَزِيْدَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے یہ ذکر کیا کہ اس نے ایک عورت کا بوسہ لیا ہے یا اس کو ہاتھ سے چھیڑا ہے یا کچھ اور کیا ہے، گویا کہ وہ اس کے کفارے کے متعلق سوال کر رہا تھا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۸۷۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ

اسی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیے بغیر کوئی کارروائی کی، وہ حضرت

أَصَابَ رَجُلٌ مِّنِ امْرَأَةٍ شَيْئًا دُوْنَ الْفَاحِشَةِ فَأَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى أَبَا بَكْرٍ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يَزِيْدَ وَالْمُعْتَمِرِ.

عمر بن الخطاب کے پاس گیا، انھوں نے اس کو بہت بڑا گناہ قرار دیا، پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا، انھوں نے بھی اس کو بہت سخت گناہ قرار دیا پھر وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۸۷۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ عَالَجْتُ امْرَأَةً فِيْ أَقْصَى الْمَدِيْنَةِ وَإِنِّيْ أَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُوْنَ أَنْ أَمَسَّهَا فَأَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللّٰهُ لَوْ سَتَرْتَ نَفْسَكَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا دَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِيْنَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے مدینہ کے آخری کنارے میں ایک عورت کو پکڑ لیا اور میں نے دخول کے علاوہ اس سے باقی کارروائی کرلی، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، حضرت عمر نے اس شخص سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا تھا، کاش تم بھی اپنا پردہ رکھتے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھ کر چلا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر اس کو بلوایا، اور اس کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی: "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں" حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ (بشارت) اسی کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، سب لوگوں کے لیے ہے۔

۶۸۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيْمَ يُحَدِّثُ عَنْ خَالِهِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِهِ فَقَالَ مُعَاذٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً أَوْ لَنَا عَامَّةً قَالَ بَلْ لَكُمْ عَامَّةً.

حضرت عبداللہ بن مسعود نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ اسی کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے عام ہے۔

۶۸۷۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْ فِیَّ کِتَابَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ حَضَرْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ قَدْ غُفِرَ لَكَ

اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: یا رسول اللہ مجھ سے ایک ایسا جرم ہو گیا جس پر حد ہے، آپ مجھ پر حد جاری کریں، اتنے میں نماز تیار ہو گئی، اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب اس نے نماز پڑھ لی تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد لگنے والا کام کیا ہے، آپ کتاب اللہ کے مطابق حد قائم کیجئے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

۶۸۷۹- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَهْضَمِیُّ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَیْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِکْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُمَامَةَ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ قُعُوْدٌ مَعَهٗ اِذْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ فَسَکَتَ عَنْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَعَادَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ فَسَکَتَ عَنْهُ وَاُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ فَاتَّبَعَ الرَّجُلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ انْصَرَفَ وَاتَّبَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْظُرُ مَا یَرُدُّ عَلَی الرَّجُلِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ قَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ حِیْنَ خَرَجْتَ مِنْ بَیْتِكَ اَلَیْسَ قَدْ تَوَضَّاْتَ فَاَحْسَنْتَ الْوُضُوْءَ قَالَ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ شَهِدْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اور جماعت کھڑی ہو گئی، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، ابوامامہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو وہ شخص آپ کے پیچھے گیا اور میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا کہ دیکھوں آپ اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں، وہ شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجئے، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب تم گھر سے چلے تھے کیا تم نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكَ حَدَّكَ أَوْ قَالَ ذَنْبَكَ۔

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو یا فرمایا تمہارے گناہ کو اس نماز سے معاف کر دیا۔

گناہوں کو دور کرنے والی "حسنات" کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ حسنات (نیکیاں) گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، حسنات کی تفسیر میں اختلاف ہے، علامہ ثعلبی نے کہا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں، امام ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفاسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے، مجاہد نے کہا اس سے بندہ کا "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" کہنا مراد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مطلقاً حسنات مراد ہوں۔

حد کا معنی

حدیث نمبر ۶۸۸۰ میں ہے اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے ایک ایسا کام ہو گیا جس پر حد ہے۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں حد سے مراد ایسا گناہ ہے جو تعزیر کا موجب ہو، اور یہ گناہ صغیرہ ہے کیونکہ اگر یہ گناہ کبیرہ ہوتا، خواہ حد کا موجب ہوتا یا نہ ہوتا، تو نماز سے ساقط نہ ہوتا، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جو گناہ حد کو واجب کرتے ہیں وہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ یہاں حد سے مراد معروف حد ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد اس لیے نہیں جاری کی، کیونکہ اس شخص نے یہ نہیں بیان کیا تھا کہ اس پر کس وجہ سے حد واجب ہے؟ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ رکھنے کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے دریافت نہیں فرمایا، کیونکہ اگر کوئی شخص حد کا صراحۃً اقرار بھی کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو رجوع کی تلقین کی جائے، تاہم صحیح پہلی تفسیر ہے۔[1]

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔[2]
اس عبارت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہے اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

باب ۹۹۱ قُبُولِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَإِنْ كَثُرَ قَتْلُهُ

قاتل کی توبہ کا قبول ہونا خواہ اس نے زیادہ قتل کیے ہوں

۶۸۸۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الصِّدِّيقِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ، فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ، فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ فَاعْبُدِ اللَّهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتَّى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللَّهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنَى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنَى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَتَاهُ الْمَوْتُ نَأَى بِصَدْرِهِ۔

تارک الدنیا عبادت گذار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیے، پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا، اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! جاؤ فلاں، فلاں جگہ پر جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں، تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا، اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انھوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنا لیا، اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا، جب انھوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا، حسن نے بیان کیا ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔

۶۸۸۱۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الصِّدِّيقِ النَّاجِيَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ تِسْعَةً

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال

وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَجَعَلَ يَسْأَلُ هَلْ لَّهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَيْسَتْ لَكَ تَوْبَةٌ فَقَتَلَ الرَّاهِبَ ثُمَّ جَعَلَ يَسْأَلُ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَى قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُوْنَ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيْقِ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ ثُمَّ مَاتَ فَاخْتَصَمَتْ فِيْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا۔

کیا کیا اس کی توبہ ہے؟ راہب نے کہا تمہاری توبہ نہیں ہو سکتی، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا، اس نے پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا، جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے، جب اس نے راستہ کا کچھ حصہ طے کیا تھا تو اس کو موت نے آلیا اس نے اپنا سینہ کچھ دور کر دیا پھر مر گیا، پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی، وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا سو اس کو اس بستی والوں سے لاحق کر دیا گیا۔

۶۸۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ وَزَادَ فِيْهِ فَأَوْحَى اللّٰهُ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَ إِلَى هٰذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو دور ہو جا اور اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

قاتل کی توبہ کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور سلف صالحین سے جو اس مسئلہ میں اختلاف منقول ہے تو ان کی اس سے مراد صرف زجر اور تو بیخ تھی، وہ قاتل کی توبہ کے باطل ہونے کے معتقد نہیں تھے، اور یہ حدیث اس مسئلہ میں واضح ہے، ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے، لیکن جب شریعت سابقہ کے خلاف ہماری شریعت میں کوئی حکم نہ ہو تو وہ حجت ہوتی ہے، اور اس مسئلہ میں تو ہماری شریعت میں بھی یہی حکم ہے، قرآن مجید میں ہے:

والذين لا يدعون مع الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ومن يفعل ذلك يلق أثاما يضاعف له العذاب يوم القيمة ويخلد فيه مهانا ۝ إلا من تاب وآمن وعمل عملا صالحا فأولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات وكان الله غفورا رحيما۔

(فرقان: ۶۸ - ۷۰)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا سزا بھگتے گا، قیامت کے دن اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ خوار ہو گا، لیکن جو شخص توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بیحد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ قتل کرنے کے بعد بھی توبہ مقبول اور مشروع ہے۔

جو لوگ قتل کے بعد توبہ کے قائل نہیں ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ (نساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی) رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے۔

۲۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور مراد یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کے قتل کو جائز اور حلال سمجھ کر قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے اور ظاہر ہے کہ حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے۔

۳۔ جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبداء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، اس آیت میں مومن پر قتل کا حکم لگایا گیا ہے اور اس حکم یعنی قتل کی علت ایمان ہوگی یعنی جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے اس کی یہ سزا ہے اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

۴۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مومن کو قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا دے گا۔

۵۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے۔

۶۔ یہ آیت عدم عفو کے ساتھ مقید ہے، یعنی اگر اللہ معاف نہ فرمائے تو یہ سزا دے گا۔

۷۔ یہ آیت ایک خاص شخص کے متعلق ہے اور عام حکم نہیں ہے۔

۸۔ اس آیت میں خلود سے مراد مکث طویل ہے، یعنی قاتل بہت عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب

اس حدیث میں ہے: عالم نے کہا تم فلاں فلاں علاقے میں جاؤ، وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ کیونکہ وہ بری زمین ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کیے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں اور گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں ان سے مقاطعہ کرے تاوقتیکہ وہ لوگ بھی تائب نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ علماء، صلحاء، عبادت گذاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔ [1]

اولیاء کرام کی وجاہت

اس حدیث سے اولیاء کرام کی اللہ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت معلوم ہوئی، کہ اگر کوئی گناہ گار ان کے پاس جا کر توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرے، ابھی وہاں گیا نہ ہو اور توبہ نہ کی ہو

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تب بھی بخشش دیا جاتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جاکر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں، توبہ کریں اور ان کے وظائف پر عمل کریں، ان کے مرتبہ اور مقام کا کیا عالم ہوگا، اور یہ تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی وجاہت ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کرام خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور وجاہت کا کیا عالم ہوگا اور جو مسلمان ان کے سلسلہ سے وابستہ ہیں ان کے لیے حصول مغفرت اور وسعت رحمت کی کتنی قوی امید ہوگی!

لیلۃ القدر کا بڑا مرتبہ ہے ایک رات میں عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کا درجہ ایک ہزار راتوں کی عبادتوں سے زیادہ ہے، لیکن اگر کوئی اس رات کو پاکر عبادت نہ کرے تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا، لیکن اولیاء اللہ کی کیا شان ہے کہ کوئی ان کے پاس جاکر عبادت اور توبہ نہیں کرتا صرف جانے کی نیت کر لیتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے یہی حال کعبہ کا ہے، کوئی شخص کعبہ کی زیارت اور اس میں عبادت کرے گا تو اجر و ثواب ملے گا، اگر کعبہ تک نہیں پہنچا، تو اجر و ثواب نہیں ملے گا، پھر لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بخشش کی ضمانت نہیں ہے، لیکن جو شخص اللہ والوں کے پاس جاکر توبہ کرنے کی نیت کر لے بخش دیا جاتا ہے!

بَابٌ ۹۹۲ فِی سِعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَفِدَآءِ کُلِّ مُسْلِمٍ بِکَافِرٍ مِّنَ النَّارِ

مومنوں پر اللہ کی رحمت کی وسعت اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر مسلمان کے عوض کافر کا فدیہ دیا جانا

۶۸۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا فَیَقُوْلُ هٰذَا فِکَاکُکَ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا یہ جہنم سے تمہارا چھٹکارا ہے۔

۶۸۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَوْنًا وَّسَعِیْدَ بْنَ اَبِیْ بُرْدَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا شَهِدَا اَبَا بُرْدَةَ یُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَمُوْتُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ اِلَّا اَدْخَلَ اللّٰهُ مَکَانَهُ النَّارَ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا قَالَ فَاسْتَحْلَفَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَلَفَ

حضرت ابوبردہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا ایک نصرانی کو دوزخ میں داخل کرتا ہے، عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار اس ذات کی قسم دی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، انھوں نے قسم کھائی، قتادہ کہتے ہیں کہ سعید نے مجھ سے قسم لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ انھوں نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔

لَهُ قَالَ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي سَعِيدٌ أَنَّهُ اسْتَحْلَفَهُ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَى عَوْنٍ قَوْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

٦٨٨٥ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَفَّانَ وَقَالَ عَوْنُ بْنُ عُتْبَةَ۔

حضرت ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ مسلمان پہاڑ جتنے گناہ لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے وہ گناہ بخش دے گا، اور وہ گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، جہاں تک مجھے گمان ہے، ابو روح نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ شک کس کو تھا، حضرت ابو بردہ نے کہا میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز کو بیان کی، انھوں نے کہا تمہارے والد نے یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔

٦٨٨٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ حَدَّثَنَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ أَبُو طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَاسٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِذُنُوبٍ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَيَغْفِرُهَا اللّٰهُ لَهُمْ وَيَضَعُهَا عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى فِيمَا أَحْسِبُ أَنَا قَالَ أَبُو رَوْحٍ لَا أَدْرِي مِنَ الشَّكِّ قَالَ أَبُو بُرْدَةَ فَحَدَّثْتُ بِهِ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَقَالَ أَبُوكَ حَدَّثَكَ هٰذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ۔

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے "نجوی" (سرگوشی) کے متعلق کس طرح سنا تھا انھوں نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب عزوجل کے قریب ہوگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے پردے میں چھپا لے گا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور فرمائے گا کیا تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں، اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کر دیتا ہوں، پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا، اور کفار اور

٦٨٨٧ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي النَّجْوٰى قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ يُدْنَى الْمُؤْمِنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَتّٰى يَضَعَ عَلَيْهِ كَنَفَهُ فَيُقَرِّرُهُ بِذُنُوبِهِ فَيَقُولُ هَلْ تَعْرِفُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَعْرِفُ قَالَ فَإِنِّي قَدْ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَإِنِّي أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى صَحِيفَةَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللّٰهِ۔

منافقوں کو لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائیگا)
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی۔

کافروں کے فدیہ ہونے کی وضاحت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث کی تشریح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے: ہر شخص کی ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے، پس مومن جنت میں داخل ہوگا اور کافر دوزخ میں مومن کی منزل میں اپنے کفر کی وجہ سے داخل ہوگا، اور جب کفار اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ان کا یہ دخول بہ منزلہ فدیہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۶ میں ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ معاف کر دے گا اور یہود و نصاریٰ کے اتنے ہی گناہوں پر ان کو عذاب دے گا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے "کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ ان گناہوں کو کفار نے ایجاد کیا تھا، اسی لیے مسلمانوں کے گناہ کفار پر ڈال دیے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۴ میں ہے: عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار قسم دے کر پوچھا کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی، ان کا قسم دے کر یہ سوال کرنا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ زیادہ تاکید کے حصول کے لیے تھا، کیونکہ اس حدیث میں تمام مسلمانوں کے لیے جو عظیم بشارت دی گئی ہے اس سے ان کو بہت طمانیت اور مسرت حاصل ہوئی تھی، کیونکہ حضرت ابوبردہ کو اگر اس حدیث میں کوئی شک ہوتا یا نسیان اور خطاء کا احتمال ہوتا تو وہ اس پر قسم نہ کھاتے، اور جب انھوں نے قسم کھالی تو اس قسم کے تمام امور کی نفی ہو گئی، عمر بن عبدالعزیز اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا نصرانی کو جہنم میں داخل کر دے گا۔[1]

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ ۹۹۳ حَدِيثِ تَوْبَةِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ

حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ کا بیان

۶۸۸۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ مَوْلَى بَنِي أُمَيَّةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثُمَّ غَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں گئے اور آپ کا ارادہ روم اور شام کے نصاریٰ عرب کے خلاف جہاد کرنے کا تھا ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے (حضرت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَهُوَ يُرِيْدُ الرُّوْمَ وَنَصَارَى الْعَرَبِ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ كَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيْهِ حِيْنَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حَدِيْثَهٗ حِيْنَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ لَمْ اَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ اِلَّا فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ غَيْرَ اَنِّيْ قَدْ تَخَلَّفْتُ فِيْ غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتَبْ اَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهُ اِنَّمَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ يُرِيْدُوْنَ عِيْرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلٰى غَيْرِ مِيْعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُّ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِيْنَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَا اُحِبُّ اَنَّ لِيْ بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَاِنْ كَانَتْ بَدْرٌ اَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا وَكَانَ مِنْ خَبَرِيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ اَنِّيْ لَمْ اَكُنْ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَيْسَرَ مِنِّيْ حِيْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِيْ تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَغَزَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرٍّ شَدِيْدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيْدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدُوًّا كَثِيْرًا فَجَلَا لِلْمُسْلِمِيْنَ اَمْرَهُمْ لِيَتَاَهَّبُوْا اُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَاَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِيْ يُرِيْدُ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَ رَسُوْلِ

کعب کے نابینا ہونے کے بعد عبداللہ ان کی رہنمائی کرتے تھے) حضرت کعب بن مالک کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کیا، حضرت کعب بن مالک نے کہا میں غزوۂ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، البتہ میں غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوہ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ نے عتاب نہیں کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان، قریش کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا، اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا، ہر چند کہ مسلمانوں میں شرکاء بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا، میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا، اس وقت میں جس قدر قوی اور خوش حال تھا اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی اور خوشحال نہیں تھا، اس وقت جہاد کے لیے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے، آپ دور دراز سفر کے لیے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کے لیے پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا، اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا، حضرت کعب نے کہا بہت کم کوئی ایسا شخص ہوگا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابُ حَافِظٍ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَتَغَيَّبَ يَظُنُّ اَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى لَهٗ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَغَزَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ فَاَنَا اِلَيْهَا اَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَيْ اَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا وَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ اَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا اَرَدْتُّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتَّى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِيْ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتَّى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ فَيَا لَيْتَنِيْ فَعَلْتُ ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِيْ فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى لِيْ اُسْوَةً اِلَّا رَجُلًا مَغْمُوْصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ اَوْ رَجُلًا مِمَّنْ عَذَرَ اللهُ مِنَ الضُّعَفَاءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللهِ حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللهِ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ کی وحی نازل کرنے کے آپ سے اس کا معاملہ مخفی رہے گا، جب دو رختوں پر پھل آ گئے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا ارادہ کیا، میں اس وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے، میں ہر صبح جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آ جاتا میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور یہ سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کروں گا جا سکوں گا، میں یہی سوچتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامانِ سفر باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے، میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی، میں صبح کو پھر گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا، میں یونہی سوچ بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی، اور میں یہی سوچتا رہا کہ میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا، کاش میں ایسا کر لیتا، لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا، جس وقت آپ تبوک میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا، حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بہ خدا! یا رسول اللہ! ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے

وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبَيِّضًا يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِّنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَ اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَّ اَسْتَعِيْنُ عَلٰى ذٰلِكَ كُلَّ ذِيْ رَاْيٍ مِّنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ لِيْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ صِدْقَهٗ وَ صَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَادِمًا وَ كَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَآءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ وَ كَانُوْا بِضْعَةً وَّ ثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَآئِرَهُمْ اِلَى اللّٰهِ حَتّٰى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ مَا خَلَّفَكَ اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّيْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَّ لٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى

ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تو ابو خیثمہ ہو جا"، تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا، یہ وہی شخص تھے جنھوں نے ایک صاع (چار کلو گرام) چھوارے صدقہ کیے تھے تو منافقین نے انھیں طعنہ دیا تھا حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی، میں جھوٹی باتیں بنانے کے لیے سوچنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور کی ناراضگی سے کیسے بچوں گا، اور اپنے گھر کے اصحاب رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا، پھر جب مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنقریب تشریف لا رہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا کہ میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پا سکوں گا پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا، صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ جب سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے، جب حضور معمول کے مطابق فارغ ہو گئے، تو جو لوگ غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ آ آ کر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، یہ لوگ اسی سے زیادہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہری اعتبار سے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا، آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا، اور ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ میں آیا جب میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض شخص مسکراتا ہے، آپ نے فرمایا آؤ، میں آ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا تمہارے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی، میں

بِهٖ عَنِّیْ لَیُوْشِكَنَّ اللّٰهُ اَنْ یُّسْخِطَكَ عَلَیَّ وَلَئِنْ حَدَّثْتُكَ حَدِیْثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَیَّ فِیْهِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ فِیْهِ عُقْبَى اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ لِیْ عُذْرٌ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ اَقْوٰى وَلَا اَیْسَرَ مِنِّیْ حِیْنَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى یَقْضِیَ اللّٰهُ فِیْكَ فَقُمْتُ وَثَارَ رِجَالٌ مِّنْ بَنِیْ سَلِمَةَ فَاتَّبَعُوْنِیْ فَقَالُوْا لِیْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ اَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا لَقَدْ عَجَزْتَ فِیْ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اعْتَذَرْتَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ بِهِ اِلَیْهِ الْمُخَلَّفُوْنَ فَقَدْ كَانَ كَافِیْكَ ذَنْبَكَ اسْتِغْفَارُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوْا یُؤَنِّبُوْنِیْ حَتّٰى اَرَدْتُّ اَنْ اَرْجِعَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاُكَذِّبَ نَفْسِیْ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ لَقِیَ هٰذَا مَعِیَ مِنْ اَحَدٍ قَالُوْا نَعَمْ لَقِیَهٗ مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِیْلَ لَهُمَا مِثْلُ مَا قِیْلَ لَكَ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوْا مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِیْعِ الْعَامِرِیُّ وَهِلَالُ بْنُ اُمَیَّةَ الْوَاقِفِیُّ قَالَ فَذَكَرُوْا لِیْ رَجُلَیْنِ صَالِحَیْنِ قَدْ شَهِدَا بَدْرًا فِیْهِمَا اُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَیْتُ حِیْنَ ذَكَرُوْهُمَا لِیْ قَالَ وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِیْنَ عَنْ كَلَامِنَا اَیُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَیْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ قَالَ فَاجْتَنَبَ النَّاسُ وَقَالَ تَغَیَّرُوْا لَنَا حَتّٰى تَنَكَّرَتْ لِیْ فِیْ نَفْسِیَ الْاَرْضُ فَمَا هِیَ بِالْاَرْضِ الَّتِیْ اَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلٰى ذٰلِكَ خَمْسِیْنَ لَیْلَةً فَاَمَّا صَاحِبَایَ فَاسْتَكَانَا

نے کہا یا رسول اللہ! بہ خدا اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا، کیونکہ مجھے کلام پر قدرت عطا کی گئی ہے، لیکن بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آج آپ سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی حتیٰ کہ آپ اس سے راضی ہو بھی گئے، تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں تو آپ مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھ کو سچ میں اللہ تعالیٰ سے حسن عاقبت کی امید ہے، بہ خدا میرا کوئی عذر نہیں تھا، اور جس وقت میں آپ کے پیچھے رہ گیا تھا تو مجھ سے زیادہ خوش حال کوئی نہیں تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہر حال اس شخص نے سچ بولا ہے، تم یہاں سے اٹھ جاؤ، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے، میں وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس آئے، انھوں نے مجھ سے کہا بہ خدا ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اسی قسم کا کوئی عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے تھے، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا، بہ خدا وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں، پھر میں نے ان سے پوچھا کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش آیا ہے، انھوں نے کہا دو اور شخصوں نے بھی تمہاری مثل کہا ہے ان سے بھی حضور نے وہی فرمایا ہے جو تم سے فرمایا تھا، میں نے پوچھا وہ کون ہیں، انھوں نے کہا وہ مُرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں، انھوں نے مجھ سے ان دو نیک شخصوں کا ذکر کیا جو غزوۂ بدر میں

وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ
أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ
فَأَشْهَدُ الصَّلَاةَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ
وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَآتِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ
بَعْدَ الصَّلَاةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَّكَ
شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا
مِنْهُ وَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلَى
صَلَاتِي نَظَرَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ
أَعْرَضَ عَنِّي حَتَّى إِذَا طَالَ ذَلِكَ عَلَيَّ مِنْ
جَفْوَةِ الْمُسْلِمِينَ مَشَيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ
جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي
وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللهِ
مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا قَتَادَةَ
أَنْشُدُكَ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُنِّي أُحِبُّ اللهَ
وَرَسُولَهُ قَالَ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ
فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ فَقَالَ اللهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتَّى تَسَوَّرْتُ
الْجِدَارَ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي فِي سُوقِ الْمَدِينَةِ
إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ نَبَطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ
بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَدُلُّ
عَلَى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَطَفِقَ النَّاسُ
يُشِيرُونَ لَهُ إِلَيَّ حَتَّى جَاءَنِي فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا
مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ وَكُنْتُ كَاتِبًا فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا
فِيهِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ
قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا
مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ قَالَ فَقُلْتُ حِينَ
قَرَأْتُهَا وَهَذِهِ أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَمَّمْتُ
بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا بِهَا حَتَّى إِذَا مَضَتْ

حاضر ہوتے تھے وہ میرے لیے نمونہ (آئیڈیل) تھے،
جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے
پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا،
جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر مسلمانوں نے ہم سے
اجتناب کر لیا اور ہمارے لیے اجنبی ہو گئے، حتیٰ کہ زمین
بھی میرے لیے اجنبی ہو گئی یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں
پہلے پہچانتا تھا، ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گذر
گئیں، میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے، وہ
اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے، لیکن
ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا، میں باہر نکلتا تھا،
نمازوں میں حاضر ہوتا تھا، اور بازاروں میں گھومتا تھا،
مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا، میں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا، اور نماز کے بعد
جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ کو سلام عرض
کرتا، میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور نے سلام کا جواب
دینے کے لیے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، پھر
میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ کو
دیکھتا سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف
دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے
اعراض کرتے، حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بے رخی زیادہ
بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے عم زاد حضرت ابو قتادہ کے
باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ مجھ کو لوگوں میں سب سے زیادہ
محبوب تھے، میں نے ان کو سلام کیا، بہ خدا انھوں نے
میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے ان سے کہا: اے
ابو قتادہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے
کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے
محبت کرتا ہوں، وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ
ان کو قسم دے کر سوال کیا، وہ پھر خاموش رہے، میں

اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ إِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ قَالَ فَقُلْتُ أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلْ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا قَالَ فَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِيْ الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ وَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهُ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ إِنَّهُ وَاللّٰهِ مَا بِهِ حَرَكَةٌ إِلٰى شَيْءٍ وَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهِ هٰذَا قَالَ فَقَالَ لِيْ بَعْضُ أَهْلِيْ لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ امْرَأَتِكَ فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهُ قَالَ فَقُلْتُ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهُ فِيْهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ قَالَ فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا قَالَ ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ

نے پھر ان کو قسم دی تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں نے دیوار پھاندی اور واپس آگیا، ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا، تو اہل شام کا ایک شخص مدینہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملا دے، لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا، میں چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لیے میں نے اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا: "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا، تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہاری دلجوئی کریں گے۔" میں نے جب یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش ہے، میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلا دیا حتی کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گذر گئے، اور وحی رکی رہی، تو ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، میں نے پوچھا آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اور اس کے قریب نہ جاؤ، حضرت کعب نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور وہیں رہو حتی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے، حضرت کعب نے کہا پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ! بے شک حضرت ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ اس

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ صَائِحٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنْ قَدْ جَاءَ فَرَجٌ قَالَ فَاٰذَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَيَّ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ مِنْ اَسْلَمَ قِبَلِيْ وَاَوْفَى الْجَبَلَ فَكَانَ الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِيْ فَنَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا فَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنِّئُوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِئْكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ وَهَنَّاَنِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ غَيْرُهٗ قَالَ فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِخَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ قَالَ

کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں، آپ نے فرمایا نہیں، لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے، ان کی بیوی نے کہا بہ خدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں کر سکتے، اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے بہ خدا وہ اس دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں، مجھ سے میرے بعض گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح اجازت لے لو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا میں اس معاملہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا، مجھے پتا نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے اور میں ایک جوان شخص ہوں، پھر میں اسی حال پر دس راتیں ٹھہرا رہا، پھر جب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی، اس کو پچاس دن گذر چکے تھے، حضرت کعب کہتے ہیں کہ پچاس روز کے بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا، پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا، جس کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے: کہ مجھ پر میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی، اچانک میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی سے ایک چلانے والے کی آواز سنی، جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! بشارت ہو (مبارک ہو) حضرت کعب نے کہا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا، اور میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے، پھر لوگ آکر ہم کو مبارک باد دیتے تھے پھر میرے ان دو ساتھیوں کی طرف لوگ مبارک باد دینے کے لیے گئے

فَقُلْتُ أَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَمْ مِنْ عِنْدِ اللهِ فَقَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللهِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ قَالَ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَقُلْتُ فَإِنِّي أُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِي بِخَيْبَرَ قَالَ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ اللهَ إِنَّمَا أَنْجَانِي بِالصِّدْقِ وَإِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ لَا أُحَدِّثَ إِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيتُ قَالَ فَوَاللهِ مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَبْلَاهُ اللهُ فِي صِدْقِ الْحَدِيثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا أَحْسَنَ مِمَّا أَبْلَانِيَ اللهُ بِهِ وَاللهِ مَا تَعَمَّدْتُ كَذِبًا مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى يَوْمِي هٰذَا وَإِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَحْفَظَنِيَ اللهُ فِيمَا بَقِيَ قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَقَدْ تَابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ ——

—— وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا حَتَّى إِذَا

اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا، اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی، اور اس کی آواز گھوڑے سوار کے پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچی، جب میرے پاس وہ شخص آیا، جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی، میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیے، بہ خدا اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی، اور میں نے کسی سے عاریۃً کپڑے لے کر پہنے، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا، ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو مبارک باد دینے کے لیے آ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور آپ کے اردگرد صحابہ بیٹھے تھے، حضرت طلحہ بن عبیداللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، بہ خدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا، حضرت کعب طلحہ کو نہیں بھولتے تھے، حضرت کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے مبارک ہو، جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے، اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ (قبولیت توبہ) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو، حضرت کعب نے کہا ہم اس علامت کو پہچانتے تھے، انھوں نے کہا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ حَتّٰى بَلَغَ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا
مَعَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ كَعْبٌ وَاللّٰهِ مَا اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِّعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْ هَدَانِيْ
اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا
اَكُوْنَ كَذَبْتُهٗ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ
الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا
حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ
وَّقَالَ اللّٰهُ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا
انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ
فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّ
مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا
يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ
فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ
لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ
قَالَ كَعْبٌ كُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا
الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ
حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمْ وَاَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى
قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذٰلِكَ
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى
الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا وَ
لَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا
خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ

تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے لیے کچھ مال کو رکھ لو وہ تمہارے لیے بہتر ہے، میں نے کہا میں اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے، اور میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا، انہوں نے کہا بہ خدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا، اور آئندہ کے لیے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں:

(ترجمہ:) بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین اور انصار پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا جنھوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمائی، جو مؤخر کیے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ

وَ اِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ اِيَّانَا وَ اِرْجَاؤُهُ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ ۔

قبول کر لی، بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بیحد رحم فرمانے والا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو، حضرت کعب نے کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت سے کر اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں دی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنھوں نے جھوٹ بولا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان کی بداعمالیوں) سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو، تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان کے کاموں کی سزا ہے، وہ تم کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے سو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہوگا۔ حضرت کعب نے کہا ہم لوگوں کا معاملہ ان لوگوں سے موخر کیا گیا تھا جن لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا، ان سے بیعت کر لی تھی اور ان کے لیے استغفار کیا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا، اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک میں جو پیچھے رہ گئے تھے اس کا ذکر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والوں کی بہ نسبت ہمارے معاملہ کو مؤخر کیا گیا تھا جنھوں نے قسمیں کھائیں اور آپ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا تھا۔

۶۸۸۹ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهُ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۹۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حَدِيثَهُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ عَلَى يُونُسَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ أَبَا خَيْثَمَةَ وَلُحُوقَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عبید اللہ بن کعب بن مالک (آپ حضرت کعب کے نابینا ہونے کے بعد ان کی رہنمائی کرتے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو اس کا کنایۃً ذکر فرماتے تھے لیکن اس غزوہ کا آپ نے صراحۃً ذکر فرمادیا تھا، اس حدیث میں حضرت ابو خیثمہ اور ان کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۸۹۱ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللهِ) عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِينَ أُصِيبَ بَصَرُهُ وَكَانَ أَعْلَمَ قَوْمِهِ وَأَوْعَاهُمْ لِأَحَادِيثِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ يُحَدِّثُ أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ وَغَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاسٍ كَثِيرٍ يَزِيدُونَ عَلَى

جب حضرت کعب نابینا ہو گئے تھے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن کعب ان کی رہنمائی کرتے تھے، وہ اپنی قوم میں سب سے بڑے عالم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سب سے زیادہ حافظ تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی، اور وہ کہتے تھے کہ دو غزووں کے سوا وہ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کیا تھا جن کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں ان کا شمار نہیں تھا۔

عَشَرَةَ اٰلَافٍ وَلَا يَجْمَعُهُمْ دِيْوَانُ حَافِظٍ ۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا لفظ "کن" کے ساتھ تصرف

حدیث نمبر ۶۸۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ابو خیثمہ ہو جا"، تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ "کن" یہاں پر تحقیق اور وجود کے لیے ہے، یعنی اے شخص تو حقیقتاً ابو خیثمہ ہو جا۔ قاضی عیاض نے یہ جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے، اور صاحب تحریر کی عبارت کا بھی یہی مآل ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہ ہے: اے اللہ! اس شخص کو ابو خیثمہ کر دے، ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام مالک بن قیس ہے، بعض حفاظ نے کہا ہے کہ صحابہ میں صرف دو شخصوں کی کنیت ابو خیثمہ ہے، ایک یہ ہیں اور دوسرے عبدالرحمان بن ابی سبرہ جعفی ہیں۔ [1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے، تو آیا وہ اس کلمہ کے ساتھ تصرف کرتے ہیں یا ادباً اس کو ترک کر دیتے ہیں شیخ ابن عربی نے (فتوحات مکیہ کی) فصل نمبر ۷۷ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اہل اللہ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے تو وہ اس کے ساتھ تصرف نہیں کرتے کیونکہ اس کے تصرف کا محل دار آخرت ہے لیکن یہ "کن" کے ساتھ اللہ کا نام پڑھتے ہیں تاکہ جس طرح باطن میں تکوین اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ظاہر میں بھی اس کے ساتھ خاص ہو، اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا ادب کرنے والے ہیں، اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں لفظ کن استعمال کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں صحابہ کرام کے سامنے بیان جواز کے لیے لفظ "کن" کے ساتھ تصرف کیا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معجزات ظاہر کرنے کا اذن دیا گیا ہے، اور یہ مسئلہ اسی قبیل سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کن ابا ذر" ابوذر ہو جا، تو وہ ابوذر ہو گئے، اور کھجور کی شاخ کو فرمایا "کن سیفاً" تلوار ہو جا، تو وہ تلوار ہو گئی۔ [2]

آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کے سامنے تخت بلقیس حاضر کر دیا تھا، اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت آصف نے بعینہٖ عرش (تخت) میں تصرف کیا، اور اس کو بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا، بایں طور کہ اس کو اس کا پتا نہیں چلا، ماسوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے، جس زمانہ میں وہ موجود ہوا اس زمانہ میں وہ معدوم ہوا تھا، اور یہ سب ایک آن میں ہو گیا اور حضرت آصف کا قول بعینہٖ فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے بہ منزلہ "کن"

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفےٰ البابی واولادہ بمصر

کے ہے۔ [1]

یعنی حضرت آصف نے تخت بلقیس سے کہا، بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے ہاں موجود ہو جا، سو پلک جھپکنے سے پہلے ایسا ہو گیا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

شیخ عبدالغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک امیر آدمی نے عارف جامی کی دعوت کی اور عمداً مردہ مرغی پکا دی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہو گئی، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے، وہ اسی وقت مر کر زمین پر گر گئی، وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اڑ گئی۔ [2]

شیخ بنوری لکھتے ہیں: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جَو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جَو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہو گئی، شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو مرغی کھا لے گا۔ [3]

فقہاء اسلام کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بہ طور معجزہ اور اولیاء کرام کو بہ طور کرامت "کن" کا تصرف عطا فرماتا ہے اور اولیاء کرام اپنے اللہ کے نام کے ساتھ لفظ کن سے تصرف کرتے ہیں۔

حضرت کعب کی حدیث کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہے کیوں کہ حضرت کعب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کفار کے قافلہ کو لوٹنے کے قصد سے نکلے تھے۔ (لیکن یہ حالت جنگ کا واقعہ ہے کیونکہ اس وقت مسلمان کافروں سے برسر جنگ تھے، حالت امن میں کسی مسلمان کے لیے کافر کو لوٹنا جائز نہیں ہے، دار الاسلام میں نہ دار الکفر میں، خصوصاً دار الکفر میں مسلمانوں کو اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ کفار اسلام کی اعلیٰ اقدار کے قائل ہوں اور مسلمانوں کی تہذیب اور شرافت سے متاثر ہو کر مائل بہ اسلام ہوں، نہ یہ کہ اسلام کے نام پر کفار سے دھوکے اور فراڈ کے ذریعہ پیسے بٹوریں، ان کے ساتھ سودی کاروبار کریں اور سود کھائیں، اور اسلام کو بدنام کریں، یاد رکھیے کہ تہذیب اور تمدن کی اعلیٰ روایات کا حامل اور علمبردار دنیا میں صرف مذہب اسلام ہے، میرے علم میں یہ بات آئی کہ برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں بعض مسلمان ناجائز طریقہ سے بے روزگاری الاؤنس وصول کرتے ہیں اور فراڈ کر کے ان کا پیسہ کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر حربی کا مال کھانا جائز ہے، یہ بالکل غلط استدلال ہے، حرام مال کھانا بہر حال حرام ہے خواہ کسی کا مال ہو اور

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] شیخ محمد یوسف بنوری، حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

(۲)۔ جو شخص سفر سے واپس آئے وہ آنے کے بعد سب سے پہلے محلہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔
(۳)۔ اس حدیث میں اہل بدر اور اصحاب عقبہ کی فضیلت کا بیان ہے۔
(۴)۔ لشکر کے امیر کو یہ چاہیے کہ جب وہ کسی مہم پر روانہ ہو تو توریہ کر کے کسی اور مہم کا نام لے تاکہ جاسوسوں سے محفوظ رہے البتہ اگر کسی دور دراز سفر پر جانا ہو تو اصل مقام کا نام بتا دے تاکہ مسلمان پوری تیاری کر سکیں۔
(۵)۔ جب انسان سے کوئی نیکی رہ جائے تو اس پر افسوس کرے اور یہ تمنا کرے کہ کاش میں وہ نیکی کر لیتا۔
(۶)۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرے تو اس کو رد کرے، کیونکہ حضرت کعب کے متعلق ایک شخص نے کہا کہ ان کو ان کے کپڑوں نے روک لیا تو حضرت معاذ نے فرمایا تم نے بری بات کہی ہے۔
(۷)۔ صدق کی فضیلت اور صدق کو ہمیشہ اختیار کرنے کا بیان خواہ اس میں مشقت ہو کیونکہ اس کے انجام میں خیر ہے صحیح حدیث میں ہے صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے۔
(۸)۔ جب کوئی بڑا شخص سفر سے لوٹے تو وہ کسی ایسی جگہ پر آ کر بیٹھے جہاں سب لوگ آ کر اس سے مل سکیں۔
(۹)۔ ظاہر امر پر حکم لگانا اور باطن کو اللہ کے سپرد کر دینا جب تک اس سے کوئی فساد نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے عذروں کو قبول کر لیا تھا۔
(۱۰)۔ اہل بدعت اور علی الاعلان گناہ کرنے والوں سے قطع تعلق کرنے کا استحباب اور زجر و توبیخ کے لیے ان سے سلام و کلام کو منقطع کرنا۔
(۱۱)۔ جب انسان سے کوئی گناہ ہو تو اس گناہ پر ندامت سے رونے کا استحباب۔
(۱۲)۔ نماز میں کسی کی طرف نظریں بچا کر دیکھنے اور اس کی طرف التفات کرنے کا جواز۔
(۱۳)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت کعب کی نظریں بچا کر ان کو دیکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر شرع کے اعتبار سے آپ نے ان سے قطع تعلق کیا تھا ورنہ آپ کے دل میں ان کی محبت قائم تھی اور ان کی دیگر اسلامی خدمات کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی جگہ تھی۔
(۱۴)۔ سلام اور سلام کے جواب پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے اور جو شخص یہ قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس کو سلام کرے یا سلام کا جواب دے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔
(۱۵)۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت پر ترجیح دینے کے وجوب کا بیان، کیونکہ جب حضرت کعب نے حضرت ابو قتادہ کو سلام کیا تو انھوں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اور اپنے تعلق پر حضور کی ممانعت کو مقدم رکھا۔
(۱۶)۔ جس کاغذ پر اللہ کا ذکر لکھا ہو اس کو کسی مصلحت کی وجہ سے جلانے کا جواز، جیسا کہ حضرت عثمان اور دیگر صحابہ نے ان مصاحف کو جلا دیا تھا جن پر تمام صحابہ کا اجماع نہیں تھا، اور حضرت کعب نے اس خط کو جلا دیا جس میں لکھا ہوا تھا

"اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا" اس سے معلوم ہوا کہ جن خطوط میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو کسی وجہ سے جلانا جائز ہے۔

(۱۷)۔ جس چیز کے اظہار سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو اس کو چھپانے کا جواز، جس طرح حضرت کعب نے غسان کے حکمران کے خط کے معاملہ کو چھپایا۔

(۱۸)۔ کسی شخص کا اپنی بیوی سے کہنا "تم اپنے میکہ چلی جاؤ" طلاق نہیں ہے تاوقتیکہ وہ طلاق کی نیت نہ کرے۔

(۱۹)۔ بیوی کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز، جیسا کہ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کی خدمت کرنے کی اجازت لی اور آپ نے اجازت دے دی اور یہ بالاجماع جائز ہے البتہ یہ بیوی پر لازم نہیں ہے۔

(۲۰)۔ بیوی سے استمتاع کے لیے مقاربت وغیرہ کے الفاظ کا کنایۃً استعمال کرنا۔

(۲۱)۔ حضرت کعب چونکہ جوان تھے اس لیے انھوں نے بیوی کی خدمت کی اجازت نہیں لی، کیونکہ ان کی بیوی کے قرب سے مقاربت کا خدشہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے مواقع میں احتیاط کرنی چاہیے۔

(۲۲)۔ حضرت کعب قبولیت توبہ کی خبر سنتے ہی سجدے میں گر پڑے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی نئی اور تازہ نعمت کی خبر ملنے پر سجدۂ شکر ادا کرنا مستحب ہے۔

(۲۳)۔ کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کا جواز۔ [1]

بَابُ ۹۹۴ فِي حَدِيثِ الْإِفْكِ وَقَبُولِ تَوْبَةِ الْقَاذِفِ

تہمت کی حدیث اور تہمت لگانے والوں کی توبہ قبول ہونا

۶۸۹۲ - حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَالسِّيَاقُ حَدِيثُ مَعْمَرٍ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدٍ وَابْنِ رَافِعٍ قَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں جا رہے تھے، آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی، اس میں میرے نام قرعہ نکل آیا، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئی، یہ حجاب نازل ہونے کے بعد کا واقعہ تھا، مجھے اپنے محمل میں سوار کیا جاتا اور جہاں ہم

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِمَّا قَالُوا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي طَائِفَةً مِنْ حَدِيثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ أَوْعَى لِحَدِيثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتَ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِيثَ الَّذِي حَدَّثَنِي وَبَعْضُ حَدِيثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ذَكَرُوا أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيهَا سَهْمِي فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِي هَوْدَجِي وَأُنْزَلُ فِيهِ مَسِيرَنَا حَتَّى إِذَا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوِهِ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ آذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيلِ فَقُمْتُ حِينَ آذَنُوا بِالرَّحِيلِ فَمَشَيْتُ حَتَّى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ مِنْ شَأْنِي أَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِي فَإِذَا عِقْدِي مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِي فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهُ وَأَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِينَ كَانُوا يَرْحَلُونَ لِي فَحَمَلُوا هَوْدَجِي فَرَحَلُوهُ عَلَى بَعِيرِي الَّذِي كُنْتُ أَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنِّي فِيهِ قَالَتْ وَكَانَتِ النِّسَاءُ إِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يَثْقُلْهُنَّ اللَّحْمُ إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ

قیام کرتے وہاں مجھے محمل سے اتار لیا جاتا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہو کر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچے، آپ نے ایک رات کوچ کا اعلان کر دیا، جب انھوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھ کر لشکر سے دور نکل گئی، قضاء حاجت کے بعد میں اپنے کجاوہ کی طرف آئی، میں نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ لگایا تو یمن کی سیپیوں کا جو ہار میں پہنے ہوئے تھی وہ نہیں تھا، میں نے واپس لوٹ کر ہار کو تلاش کیا اور اس کو تلاش کرنے نے مجھ کو روک لیا اور وہ لوگ آئے جو میرا کجاوہ اٹھاتے تھے، انھوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اس کو اس اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی، ان کا گمان یہ تھا کہ میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں، اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے بھرپور اور فربہ نہیں ہوتی تھیں، بہت کم کھانا کھاتی تھیں، اس لیے ان لوگوں نے جب کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھا تو اس کے وزن کی طرف توجہ نہیں کی، اور میں ویسے بھی کم سن لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہو گئے لشکر روانہ ہونے کے بعد مجھے ہار مل گیا، میں ان کے پڑاؤ پر آئی مگر وہاں پر کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا، میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے تھی، اور میرا گمان یہ تھا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف لوٹیں گے جس وقت میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سو گئی، اور حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی اخیر شب میں لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے، وہ صبح منہ اندھیرے میری جگہ کے پاس پہنچے، انھوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا، تو وہ میرے پاس آئے انھوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا، کیونکہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے مجھ کو پہچان کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس سے میں بیدار ہو گئی، میں نے اپنے چہرے پر اپنی چادر ڈال لی، بہ خدا انھوں نے مجھ

مِنَ الطَّعَامِ فَلَمْ يَسْتَنْكِرِ الْقَوْمُ ثِقَلَ الْهَوْدَجِ حِيْنَ رَحَلُوْهُ وَرَفَعُوْهُ وَكُنْتُ جَارِيَةً حَدِيْثَةَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا وَوَجَدْتُّ عِقْدِيْ بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَيْشُ فَجِئْتُ مَنَازِلَهُمْ وَلَيْسَ بِهَا دَاعٍ وَلَا مُجِيْبٌ فَتَيَمَّمْتُ مَنْزِلِيَ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ وَظَنَنْتُ اَنَّ الْقَوْمَ سَيَفْقِدُوْنِيْ فَيَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ فَبَيْنَا اَنَا جَالِسَةٌ فِيْ مَنْزِلِيْ غَلَبَتْنِيْ عَيْنِيْ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ قَدْ عَرَّسَ مِنْ وَّرَاءِ الْجَيْشِ فَاَدْلَجَ فَاَصْبَحَ عِنْدَ مَنْزِلِيْ فَرَاٰى سَوَادَ اِنْسَانٍ نَائِمٍ فَاَتَانِيْ فَعَرَفَنِيْ حِيْنَ رَاٰنِيْ وَقَدْ كَانَ يَرَانِيْ قَبْلَ اَنْ يُّضْرَبَ الْحِجَابُ عَلَيَّ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِيْنَ عَرَفَنِيْ فَخَمَّرْتُ وَجْهِيْ بِجِلْبَابِيْ وَوَاللّٰهِ مَا يُكَلِّمُنِيْ كَلِمَةً وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اِسْتِرْجَاعِهِ حَتّٰى اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ عَلٰى يَدِهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُوْدُ بِيَ الرَّاحِلَةَ حَتّٰى اَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوْا مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ فِيْ شَاْنِيْ وَكَانَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ فَاشْتَكَيْتُ حِيْنَ قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيْضُوْنَ فِيْ قَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ وَلَا اَشْعُرُ بِشَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ وَهُوَ يَرِيْبُنِيْ فِيْ وَجَعِيْ اَنِّيْ لَا اَعْرِفُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرٰى مِنْهُ حِيْنَ اَشْتَكِيْ اِنَّمَا يَدْخُلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُوْلُ كَيْفَ تِيْكُمْ فَذَاكَ

سے کوئی بات نہیں کی، اور سوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے میں نے ان کے منہ سے کوئی بات نہیں سنی، انھوں نے اونٹنی کو اس کے اگلے پیروں پر بٹھایا، اور میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی، حتیٰ کہ لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کے بعد ہم اس سے آکر مل گئے، لشکر والے ٹھیک دوپہر کے وقت پہنچے تھے، میرے اس واقعہ میں جس شخص نے بھی (بدگمانی سے) ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا، اور جس شخص نے سب سے بڑی تہمت لگائی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں مدینہ پہنچنے کے بعد ایک ماہ تک بیمار رہی ادھر لوگوں میں تہمت لگانے والوں کا قول مشہور ہو رہا تھا اور مجھے ان باتوں میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا، البتہ مجھ کو یہ چیز شک میں ڈالتی تھی اور میرے درد میں اضافہ کرتی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو لطف و کرم پہلے میری بیماری میں ہوتا تھا اس کو اب میں محسوس نہیں کرتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنے کے بعد صرف سلام کرتے، پھر فرماتے تمہارا کیا حال ہے؟ اس سے مجھے شک پڑتا تھا، مگر مجھے کسی خرابی کا علم نہیں تھا، حتیٰ کہ میں کمزور ہونے کے بعد ایک دن قضاء حاجت کے لیے باہر میدان میں گئی اور ہم قضاء حاجت کے لیے وہیں جاتے تھے، میرے ساتھ حضرت ام مسطح بھی تھیں، ہم لوگ رات کے وقت جاتے تھے، یہ ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بننے سے پہلے کا واقعہ ہے، ہمارا حال عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا، ہمیں گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے اذیت ہوتی تھی اور ہم اس سے اجتناب کرتے تھے، میں اور حضرت ام مسطح گئیں، حضرت ام مسطح ابو رہم بن مطلب بن عبدمناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا، سو میں اور ابو رہم کی بیٹی (یعنی حضرت ام مسطح) اپنے گھر سے چل

يُرِيْبُنِيْ وَلَا اَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ وَخَرَجَتْ مَعِيْ اُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَلَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيْبًا مِّنْ بُيُوْتِنَا وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي التَّنَزُّهِ وَكُنَّا نَتَاَذّٰى بِالْكُنُفِ اَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوْتِنَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ بِنْتُ اَبِيْ رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَاُمُّهَا ابْنَةُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ اَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ اُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَبِنْتُ اَبِيْ رُهْمٍ قِبَلَ بَيْتِيْ حِيْنَ فَرَغْنَا مِنْ شَاْنِنَا فَعَثَرَتْ اُمُّ مِسْطَحٍ فِيْ مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّيْنَ رَجُلًا قَدْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ اَيْ هَنْتَاهْ اَوَلَمْ تَسْمَعِيْ مَا قَالَ قُلْتُ وَمَا ذَا قَالَ فَاَخْبَرَتْنِيْ بِقَوْلِ الْاِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا اِلٰى مَرَضِيْ فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى بَيْتِيْ فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيْكُمْ قُلْتُ اَتَاْذَنُ لِيْ اَنْ اٰتِيَ اَبَوَيَّ قَالَتْ وَاَنَا حِيْنَئِذٍ اُرِيْدُ اَنْ اَتَيَقَّنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا فَاَذِنَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ اَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِاُمِّيْ يَا اُمَّتَاهْ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِيْ عَلَيْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيْئَةً عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا

پڑیں، جب ہم قضاء حاجت سے فارغ ہوئیں تو حضرت ام مسطح چادر میں الجھ کر گریں، انھوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے، میں نے کہا تم نے بری بات کہی، تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا، انھوں نے کہا اے خاتون! کیا تم کو اس کے قول کا علم نہیں ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ پھر انھوں نے تہمت لگانے والوں کی تہمت سے مجھ کو باخبر کیا، یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا، جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا اور پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جاؤں، میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ سے اس خبر کی تحقیق کروں، مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، میں اپنے والدین کے پاس گئی، میں نے کہا اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں، انھوں نے کہا اے بیٹی! اپنے اعصاب کو پُرسکون رکھو، بہ خدا ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے نزدیک بہت خوب صورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ اس کے خلاف کوئی بات نہ بنائیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں! حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں ساری رات روتی رہی، اور صبح کو بھی میرے آنسو نہ رکے، اور نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، میں صبح کو رو رہی تھی، ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، آپ ان سے اپنی اہلیہ کو علیحدہ کرنے کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے، اس وقت وحی نازل نہیں ہوئی تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہی مشورہ دیا جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں، کیونکہ اس

ضَرَآئِرُ اِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ قُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى اَصْبَحْتُ لَا يَرْقَاُ لِيْ دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ اَصْبَحْتُ اَبْكِيْ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا فِيْ فِرَاقِ اَهْلِهٖ فَاَمَّا اُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَاَشَارَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ مِنْ بَرَآءَةِ اَهْلِهٖ وَبِالَّذِيْ يَعْلَمُ فِيْ نَفْسِهٖ لَهُمْ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هُمْ اَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ اِلَّا خَيْرًا وَّ اَمَّا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَآءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَاِنْ تَسْاَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ اَيْ بَرِيْرَةُ هَلْ رَاَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيْبُكِ مِنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَهٗ بَرِيْرَةُ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اِنْ رَاَيْتُ عَلَيْهَا اَمْرًا قَطُّ اَغْمِصُهٗ عَلَيْهَا اَكْثَرَ مِنْ اَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِيْنِ اَهْلِهَا فَتَاْتِي الدَّاجِنُ فَتَاْكُلُهٗ قَالَتْ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ ابْنِ سَلُوْلَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ مَنْ يَّعْذِرُنِيْ مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَ اَذَاهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ

کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا علم تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ! وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق صرف پارسائی کا یقین ہے۔ البتہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بھی بہت عورتیں ہیں، اور آپ (ان کی) باندی سے سوال کیجئے وہ آپ سے سچی بات کہیں گی، حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تم کو عائشہ کے متعلق کوئی شک ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے علم کے مطابق اگر کوئی چیز ان میں باعث عیب ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور عبداللہ بن ابی ابن سلول سے جواب طلب کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کی طرف سے مجھے کون جواب دے گا جس کی طرف سے مجھے اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں اذیت پہنچی ہے، بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور جس مرد کا انھوں نے ذکر کیا ہے مجھے اس کے متعلق بھی پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کو اس شخص کی طرف سے جواب دیتا ہوں، اگر وہ شخص قبیلہ اوس میں سے ہو تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج میں سے ہو تو آپ اس کے متعلق حکم دیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے، حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو گئے وہ خزرج کے سردار تھے اور نیک شخص تھے لیکن قبائلی تعصب نے ان کو بھڑکا دیا، انھوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم تم اس

إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ يَوْمِي ذَلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ بَكَيْتُ لَيْلَتِي الْمُقْبِلَةَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَأَبَوَايَ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي اسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ لِي مَا قِيلَ وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

کو قتل کرو گے نہ کر سکو گے، حضرت سعد بن معاذ کے عم زاد حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، بہ خدا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے، تم خود بھی منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو، پھر اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آ گئے، اور ایک دوسرے سے لڑنے پر تیار ہو گئے، درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں سارا دن روتی رہی، میرے آنسو رُکے نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، اور میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ اس قدر رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، پھر جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت مانگی، میں نے اس کو اجازت دے دی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی، ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے، اور بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب سے میرے متعلق یہ باتیں بنائی گئی تھیں، آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ سے میرے متعلق آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تم (اس تہمت سے) بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر فرما دے گا، اور اگر (بالفرض) تم اس گناہ میں ملوث ہو گئی ہو، تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کر لی تو

جَلَسَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَاِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَاِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوْبِيْ اِلَيْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِيْ حَتّٰى مَا اُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِاَبِيْ اَجِبْ عَنِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّيْ اَجِيْبِيْ عَنِّيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ لَا اَقْرَاُ كَثِيْرًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتُ اَنَّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ بِهٰذَا حَتّٰى اسْتَقَرَّ فِيْ نُفُوْسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهٖ فَاِنْ قُلْتُ لَكُمْ اِنِّيْ بَرِيْئَةٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ بَرِيْئَةٌ لَا تُصَدِّقُوْنِيْ بِذٰلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَنِّيْ بَرِيْئَةٌ لَتُصَدِّقُنِّيْ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلَكُمْ مَثَلًا اِلَّا كَمَا قَالَ اَبُوْ يُوْسُفَ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلٰى فِرَاشِيْ قَالَتْ وَاَنَا وَاللّٰهِ حِيْنَئِذٍ اَعْلَمُ اَنِّيْ بَرِيْئَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِيْ بِبَرَاءَتِيْ وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ اَظُنُّ اَنْ يُّنْزَلَ فِيْ شَاْنِيْ وَحْيٌ

میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا، میں نے اپنے والد سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی باتوں کا جواب دیجئے، انھوں نے کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، انھوں نے (بھی) کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، حضرت عائشہ نے کہا کہ میں ایک کم عمر لڑکی ہوں، میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی، بہ خدا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم لوگوں نے اس تہمت کو سن لیا ہے اور یہ تم لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے، اور تم نے اس کی تصدیق کر دی ہے، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بری ہوں، تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے میں اس گناہ سے بری ہوں، تو تم میری تصدیق کرو گے، اور بے شک بہ خدا میں اپنے اور تمہارے درمیان صرف حضرت یوسف کے والد کی مثال پاتی ہوں، جنھوں نے کہا تھا میں صبر جمیل کرتا ہوں اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کے خلاف میں نے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں، میں جا کر لیٹ گئی اور بہ خدا مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری برأت کو ظاہر کر دے گا، اور بہ خدا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق قرآن مجید میں وحی نازل فرمائیگا اور میں اپنی حیثیت اس سے کم سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل فرماتے گا جس کی (قیامت تک) تلاوت کی جائے گی، لیکن مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرمائے گا، حضرت عائشہ فرماتی

يُتْلٰى وَلَشَأْنِيْ كَانَ أَحْقَرَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلٰى وَلٰكِنِّيْ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ تَرَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللّٰهُ بِهَا فَقَالَتْ فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ أَحَدٌ حَتّٰى أُنْزِلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ عِنْدَ الْوَحْيِ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي الْيَوْمِ الشَّاتِ مِنْ ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِيْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا أَنْ قَالَ أَبْشِرِيْ يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَّأَكِ فَقَالَتْ لِيْ أُمِّيْ قُوْمِيْ إِلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَا أَقُوْمُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ هُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ بَرَاءَتِيْ قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِيْنَ جَاءُوْا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِنْكُمْ عَشْرَ آيَاتٍ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰؤُلَاءِ الْآيَاتِ بَرَاءَتِيْ قَالَتْ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ لِقَرَابَتِهِ مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللّٰهِ لَا أُنْفِقُ عَلَيْهِ شَيْئًا أَبَدًا بَعْدَ الَّذِيْ قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى إِلٰى قَوْلِهِ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ قَالَ حِبَّانُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ هٰذِهِ أَرْجٰى آيَةٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ

ہیں کہ بہ خدا ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے اٹھے تھے نہ اٹھنے کا قصد کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے کوئی اور باہر گیا تھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کے وقت جو شدت طاری ہوتی تھی وہ طاری ہوگئی، حتیٰ کہ اس انتہائی سردون میں بھی آپ سے پسینہ کے قطرات موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ہنس رہے تھے اور آپ نے جو پہلی بات کی وہ یہ تھی: اے عائشہ تم کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت ظاہر کر دی، میری والدہ نے مجھ سے کہا حضور کے سامنے کھڑی ہو میں نے کہا میں صرف اللہ کے سامنے کھڑی ہوں گی، اور میں صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری برأت نازل فرمائی اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائی تھیں: "بے شک تم لوگوں میں سے جس جماعت نے تہمت لگائی ہے" یہ دس آیات تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میری برأت میں نازل فرمایا، حضرت ابوبکر مسطح سے قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے اس کو خرچ دیا کرتے تھے (اور حضرت مسطح بھی تہمت لگانے والوں میں تھے) حضرت ابوبکر نے کہا مسطح نے جو عائشہ پر تہمت لگائی گئی ہے بہ خدا اس کے بعد میں اس کو کبھی خرچ نہیں دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: "اور تم میں جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہ دیں گے اور انھیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں، (اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے" عبداللہ بن مبارک نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید افزا یہ

لِيْ فَرَجَعَ إِلٰى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِيْ كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِيْ مَا عَلِمْتِ أَوْ مَا رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَحْمِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِيْ كَانَتْ تُسَامِيْنِيْ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيْمَنْ هَلَكَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَهٰذَا مَا انْتَهٰى إِلَيْنَا مِنْ أَمْرِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ وَقَالَ فِيْ حَدِيْثِ يُوْنُسَ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ۔

آیت ہے، (جب یہ آیت نازل ہوئی تو) حضرت ابوبکر نے کہا بہ خدا میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے، پھر انھوں نے حضرت مسطح کو وہ خرچ دینا شروع کر دیا جو وہ پہلے دیا کرتے تھے، اور کہا میں اس خرچ کو کبھی نہیں روکوں گا، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ ان کو کیا علم ہے؟ انھوں نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں، بہ خدا مجھے ان کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ علم نہیں، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت زینب ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں میری ٹکر کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی وجہ سے محفوظ رکھا، مگر ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش ان سے لڑیں اور تہمت کی ہلاکت میں مبتلا ہونے والوں دوسرے لوگوں کے ساتھ مبتلا ہو گئیں، زہری کہتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو اس جماعت کے معاملہ کے متعلق ہم تک پہنچی ہے، اور یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت حمنہ کو تعصب نے تہمت لگانے پر ابھارا تھا۔

۶۸۹۳۔ وَحَدَّثَنِيْ أَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ بِإِسْنَادِهِمَا وَفِيْ حَدِيْثِ فُلَيْحٍ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَمَا قَالَ مَعْمَرٌ وَفِيْ حَدِيْثِ صَالِحٍ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَقَوْلِ يُوْنُسَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ صَالِحٍ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ تُسَبَّ

امام مسلم نے اس حدیث کو دو مزید سندوں کے ساتھ روایت کیا، فلیح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے جاہل بنا دیا اور صالح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے ابھارا، نیز صالح کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت عائشہ حضرت حسان کو برا کہنا ناپسند کرتی تھیں (حضرت حسان بھی تہمت لگانے والوں میں تھے) اور فرماتی تھیں حسان کا یہ شعر ہے: "بے شک میرے باپ، میری ماں اور میری عزت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ہی" نیز اس روایت میں یہ اضافہ ہے: بہ خدا

عِنْدَهَا حَسَّانُ وَتَقُوْلُ فَإِنَّهُ قَالَ ؎
فَإِنَّ أَبِيْ وَوَالِدَهُ وَعِرْضِيْ
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وِقَآءُ
وَزَادَ أَيْضًا قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَآئِشَةُ وَ
اللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُ مَا قِيْلَ لَيَقُوْلُ سُبْحَانَ
اللّٰهِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ
أُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَهِيْدًا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْ حَدِيْثِ يَعْقُوْبَ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ
مُوْغِرِيْنَ فِيْ نَحْرِ الظَّهِيْرَةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ
مُوْغِرِيْنَ قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ
مَا قَوْلُهُ مُوْغِرِيْنَ قَالَ الْوَغْرَةُ شِدَّةُ الْحَرِّ.

جس آدمی کے ساتھ یہ تہمت لگائی گئی (یعنی حضرت صفوان بن معطل) وہ کہتے تھے سبحان اللہ! بخدا جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا، (یعنی وہ نامرد تھے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں، اس کے واقعہ کے بعد وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، یعقوب بن ابراہیم کی روایت میں ہے موغرین فی نحر الظہیرۃ ——— اور عبدالرزاق نے موغرین روایت کیا، عبد بن حمید کہتے ہیں میں نے عبدالرزاق سے پوچھا موغرین کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا وغر کا معنی ہے سخت گرمی۔

٦٨٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ
بْنُ الْعَلَآءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ
عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ
شَأْنِي الَّذِيْ ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللّٰهَ
وَأَثْنٰى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ
أَشِيْرُوْا عَلَيَّ فِيْ أُنَاسٍ أَبَنُوْا أَهْلِيْ وَأَيْمُ
اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰى أَهْلِيْ مِنْ سُوْءٍ قَطُّ وَلَا
دَخَلَ بَيْتِيْ قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِيْ
سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِيْ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِقِصَّتِهِ
وَفِيْهِ وَلَقَدْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَيْتِيْ فَسَأَلَ جَارِيَتِيْ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا
عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتّٰى
تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ عَجِيْنَهَا أَوْ قَالَتْ خَمِيْرَهَا
شَكَّ هِشَامٌ فَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ
اُصْدُقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتّٰى أَسْقَطُوْا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب میرے متعلق ایک ناگفتہ بہ بات کہی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو جنھوں نے میری اہلیہ پر تہمت لگائی ہے، بہ خدا میں نے اپنی اہلیہ پر کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی اور جس شخص کے ساتھ انھوں نے تہمت لگائی ہے بہ خدا مجھے اس میں بھی کسی برائی کا علم نہیں ہے، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، اور میں جب کبھی گھر سے باہر گیا تو وہ میرے ساتھ باہر گیا، اس کے بعد حسب سابق واقعہ بیان کیا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لے گئے، اور میری باندی (حضرت بریرہ) سے پوچھا، اس نے کہا: بہ خدا مجھے ان کے متعلق اس کے سوا اور کسی عیب کا علم نہیں ہے کہ وہ سو جاتی ہیں اور بکری آکر ان کا آٹا کھا جاتی ہے، ہشام کو شک ہے کہ عجین کہا یا خمیر آپ کے بعض اصحاب (حضرت علی) نے اس کو ڈانٹا اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ بولو،

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ وَقَدْ بَلَغَ الْاَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقُتِلَ شَهِيْدًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْهِ اَيْضًا مِنَ الزِّيَادَةِ وَكَانَ الَّذِيْنَ تَكَلَّمُوْا بِهٖ مِسْطَحٌ وَحَمْنَةُ وَحَسَّانُ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَهُوَ الَّذِىْ كَانَ يَسْتَرْشِيْهِ وَيَجْمَعُهٗ وَهُوَ الَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ وَحَمْنَةَ۔

حتیٰ کہ انھوں نے اس کو اس قول کی وجہ سے گرا دیا، اس نے کہا سبحان اللہ! بہ خدا میں تو ان کو اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار خالص سونے کی سرخ ڈلی کو جانتا ہے، (یعنی وہ بے عیب ہیں) اور جب اس شخص تک یہ خبر پہنچی جس کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی تو اس نے کہا: بہ خدا! میں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا، وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اور اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: جن لوگوں نے تہمت لگائی ان میں حضرت مسطح، حضرت حمنہ اور حضرت حسان بھی تھے اور رہا عبداللہ بن ابی منافق تو وہ اس تہمت کو ہوا دیتا تھا اور وہ اور حمنہ ہی اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والے تھے۔

سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کسی زوجہ کو ساتھ لے جانے کے لیے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیویوں کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنا چاہیے اور اس مسئلہ میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مشہورہ موجود ہیں۔ علامہ ابوعبید نے کہا کہ حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم، تین نبیوں علیہم السلام نے اس پر عمل کیا ہے، علامہ ابن منذر نے کہا اس کے عمل پر بہ منزلہ اجماع ہے، امام ابوحنیفہ کے مشہور مذہب میں یہ باطل ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس کی اجازت بھی منقول ہے، امام ابوحنیفہ اور بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ شوہر بغیر قرعہ اندازی کے اپنی جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اس کے لیے سفر میں زیادہ مفید ہو اور دوسری بیوی گھر کے کام کاج اور گھر کی حفاظت میں زیادہ ماہر ہو، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، علامہ ابن منذر نے کہا کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے، لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔[1]

مذہب احناف کی وضاحت علامہ عینی کے حوالہ سے آ رہی ہے۔

نزول وحی سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق علم، اور شبہات کے جوابات

اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اور برأت کا علم تھا یا نہیں؟ سو اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا، کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔[1]

بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور انھوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

باقی رہا یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت ام المومنین کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا حضرت ام المومنین کی طرف توجہ کم کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی برأت کا اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تاکہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر آپ کو حضرت ام المومنین کی برأت کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لیے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انھوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی، آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، حضرت عائشہ کی سوکن (حضرت زینب بنت جحش) حضرت عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے حضرت ام المومنین کی برأت اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بہ یک زبان کہا کہ ہم حضرت عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لیے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو، قرآن مجید میں اس قسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب من قبلک ج

(یونس: ۱۰)

تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے:

فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(آل عمران: ۸۲) پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین (زخرف: ۸۱) آپ فرمائیے! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہوگیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو! اور یہ تحقیق اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فرمایا تھا اور اس ارشاد میں امت کے لیے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے یہ غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی سرزد ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواب میں یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے" الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اس خطاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روئے سخن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں تھا، اس قول میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا لیکن یہ خطاب ان لوگوں کے لیے تھا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقین کے بہکانے سے تہمت لگانے میں مبتلا رہ گئے تھے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی براءت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے، نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے، ایسے میں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم از خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کرنے کا کفر ہو جاتے۔

کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی[1] تو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا!

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قال الضحاک عن ابن عباس ما بغت امراۃ نبی قط[2] ضحاک نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس علی ہامش در منثور ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[2] حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۶۳، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اخرج غیر واحد عن ابن عباس ما زنت امراۃ نبی قط، ورفعہ اشرس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ [1]

متعدد ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی" اشرس نے کہا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن عساکر عن اشرس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما بغت امراۃ نبی قط (الی قولہ) واخرج ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ما بغت امراۃ نبی قط۔ [2]

امام ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ اشرس خراسانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور امام ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت کو امام رازی، علامہ قرطبی اور علامہ نووی نے بھی ذکر کیا ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن منذر اور امام ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی" تو پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور اس تہمت سے برأت کے متعلق کیسے علم نہیں ہوگا!۔

حضرت عائشہ کی برأت پر علماء اہل سنت کے دلائل

امام رازی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا اس فاحشہ کے ارتکاب سے مانع ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کفار کو دین حق کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اس لیے واجب ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے، اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت نفرت کرتے ہیں، اگر یہ سوال ہو کہ نبی کی بیوی کا کافرہ ہونا کیوں جائز ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں اور جب ان کا کافرہ ہونا جائز ہے تو فاجرہ ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نزدیک کفر موجب نفرت نہیں ہے اور بیوی کا فاجرہ ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۶ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ کا یہ حال معروف تھا کہ وہ فحش کاموں کے اسباب اور محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور جس شخصیت کا یہ حال معروف ہو اس کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فاحشہ کی تہمت لگانے والے منافقین اور ان کے متبعین تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ دروغ گو دشمن کی اڑائی ہوئی بات بے بنیاد ہوتی ہے، ان قرائن سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس تہمت کا جھوٹا ہونا آپ کو نزول وحی سے پہلے ہی معلوم تھا۔

تہمت لگانے والوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول، زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش اور ان کے موافقین تھے۔ [1]

علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے، کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا، حضرت عثمان نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لیے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لیے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پیر سے وہ جوتی اتار دیں تاکہ آپ کے پیر میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہو گئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا، اور حضرت ابوایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انھوں نے کہا ہرگز نہیں! انھوں نے کہا اور اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ [2]

حضرت عائشہ کی برأت پر علماء شیعہ کے دلائل

شیعہ مفسرین میں سے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی لکھتے ہیں:

فالآية دالة على كذب من قذف عائشة وافك عليها۔ [3]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی وہ جھوٹا ہے۔

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل ج ۳ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۳ ص ۳۴۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ایشانند دروغ گویان در ظاہر و باطن چہ اگر گواہ آورند در ظاہر در حکم کاذب نبوندے اما در باطن کاذب بودندے زیرا کہ ایں صورت در ازواج انبیاء ممتنع است وچوں گواہ نیاورند در ظاہر نیز کاذبند۔ [1]

یہ تہمت لگانے والے ظاہر اور باطن میں جھوٹے تھے، کیونکہ اگر وہ گواہ پیش کر دیتے تو ظاہر میں تو جھوٹے نہ ہوتے لیکن باطن میں جھوٹے ہوتے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے یہ صورت ممتنع ہے اور جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکے تو باطن کی طرح ظاہر میں بھی جھوٹے ہوئے۔

نیز شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

چہ مجوز زوجات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم موجب تنفیر مردمانست از آنحضرت و انبیاء مبعوث شدہ اند بکفار بجہت آنکہ ایشانرا دعوت کنند بدین خدا پس واجب است کہ منتفی باشد از ایشاں چیزے کہ موجب تنفیر کفار باشد و کشخیمت از اعظم منفرات است بہ خلاف کفر کہ نزد ایشاں منفر نبود از ایں جہت واجب است کہ ازواج انبیاء از فجور مصون باشند ولازم نیست کہ از کفر بری باشند۔ [2]

کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے فاحشہ کا صدور لوگوں کی حضور سے نفرت کا موجب ہے، اور انبیاء علیہم السلام کفار کی طرف اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کو اللہ کے دین کی دعوت دیں، اس لیے واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ رہیں جو کفار کے تنفر کا موجب ہو، اور بدکاری سب سے زیادہ تنفر کا موجب ہے، اس کے برخلاف کفر ان کے نزدیک تنفر کا موجب نہیں ہے، اس لیے واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج اس فاحشہ سے محفوظ ہوں، اور یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کفر سے بری ہوں۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

لان اللہ تعالیٰ یبری عائشۃ ویاجرھا بصبرھا واحتسابھا ویلزم اصحاب الافک ما استحقوہ بالاثم الذی ارتکبوھا فی امرھا۔ [3]

کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کو بری کر دے گا اور ان کو ان کے صبر کرنے پر اجر عطا فرمائے گا اور تہمت لگانے والوں کو وہ سزا ملے گی جس کے وہ مستحق ہوئے ہیں۔

حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق نازل ہونے والی قرآن مجید کی آیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میری برأت کے متعلق دس آیات نازل فرمائیں وہ دس آیات یہ ہیں:

---

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۳-۲۸۲، مطبوعہ حیابان ناصر خسرو ایران

[2] " " " منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۴، " " "

[3] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ مجمع البیان ج ۷، ص ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

إن الذين جاءو بالافك عصبة منكم ط لا تحسبوه شرا لكم ط بل هو خير لكم ط لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم ج والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم ٥ لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا وقالوا هذا افك مبين ٥ لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذ لم يأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته فى الدنيا والاخرة لمسكم فى ما افضتم فيه عذاب عظيم ٥ اذ تلقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم ٥ ولولا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهذا ج سبحانك هذا بهتان عظيم ٥ يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين ٥ ويبين الله لكم الايات ط والله عليم حكيم ٥ ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين امنوا لهم عذاب اليم لا فى الدنيا والاخرة ط والله يعلم وانتم لا تعلمون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رءوف رحيم۔

(توبہ : ۲۰-۱۱)

بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ پر) کھلا بہتان لگایا وہ تم میں سے ایک گروہ ہے تم اس بہتان کو اپنے لیے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ (بالآخر) تمہارے لیے خیر ہے، اس گروہ میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا، اور ان میں سے جس نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اس بہتان کو سنا تو مومن مرد اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کر لیا، اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے، یہ لوگ اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لے کر آئے، پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جس بہتان کو پھیلانے میں تم لگ گئے تھے اس کی وجہ سے تم کو بہت بڑا عذاب پہنچتا، جب تم اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) یہ بات لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور جب تم نے اس بہتان کو سنا تو تم نے اسی وقت یہ کیوں نہ کہہ دیا، اس قسم کی بات ہمیں سزاوار نہیں، اے اللہ! تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے! اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرماتا ہے، تم پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا، اور اللہ تمہارے لیے یہ آیتیں (کھول کر) بیان فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا ہے بڑی حکمت والا ہے، بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم کو بھی عذاب ہوتا) اور بے شک اللہ نہایت رحم فرمانے والا اور بے حد مہربانی کرنے والا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ان آیات میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہت بڑی فضیلت ہے، اگر تم تمام قرآن کو کھنگال کر دیکھو تو تمہیں علم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی معصیت پر اتنی سخت وعید نازل نہیں فرمائی جتنی حضرت عائشہ کی تہمت پر وعید نازل فرمائی ہے اور جتنی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرے کچھ ایسے مخصوص فضائل ہیں جو اور کسی میں نہیں ہیں، البتہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم بنت عمران کو عطا فرمائیں وہ مستثنیٰ ہیں اور میں یہ نہیں کہتی کہ میں ان اوصاف کی وجہ سے دیگر ازواج مطہرات پر فخر کرتی ہوں، پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: فرشتہ میری صورت لے کر نازل ہوا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات سال کی عمر میں مجھ سے نکاح کیا نو سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی، میرے علاوہ اور کسی کنواری عورت کا حضور سے نکاح نہیں ہوا، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بستر پر تھی تو آپ پر وحی نازل ہوئی، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تردیک لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھی، میرے متعلق قرآن مجید میں (دس) آیات نازل ہوئیں، میرے سوا ازواج مطہرات میں سے کسی نے بھی حضرت جبرائیل کو نہیں دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا میرے حجرے میں وصال ہوا، میرے اور فرشتے کے سوا اور کوئی آپ کے قریب نہیں تھا۔[1]

امام رازی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی وجہ سے برأت بیان کی، حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ایک شاہد کی زبان سے بیان کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہود نے ایک مکروہ بیماری کی نسبت کر دی تو ان کی برأت ایک پتھر نے بیان کی، حضرت مریم کی برأت ان کے بیٹے نے بیان کی اور حضرت عائشہ کی برأت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں بیان کی جن کی قیامت تک تلاوت ہوتی رہے گی، روایت ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابن عباس نے آنے کی اجازت طلب کی، حضرت عائشہ نے فرمایا اب وہ آئے گا اور میری تعریف کرے گا، حضرت ابن الزبیر نے حضرت ابن عباس کو یہ بتایا، حضرت ابن عباس نے کہا جب تک ام المومنین مجھ کو اجازت نہیں دیں گی، میں نہیں آؤں گا، حضرت عائشہ نے اجازت دے دی حضرت ابن عباس آئے تو حضرت عائشہ نے کہا میں دوزخ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں حضرت ابن عباس نے کہا اے ام المومنین آپ کو دوزخ کے عذاب سے کیا خطرہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ کے عذاب سے پناہ دے دی ہے، اور آپ کی برأت کے متعلق قرآن مجید میں آیات نازل کی ہیں جن کی مسجدوں میں تلاوت کی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو طیب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: طیبات طیبین کے لیے ہیں اور طیبون طیبات کے لیے ہیں اور آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم طیب کے سوا کسی چیز سے محبت نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے تیمم کا حکم نازل کیا اور فرمایا صعیداً "پاک مٹی" سے وضو کرو، (نیز آپ کی وجہ سے حد قذف مقرر ہوئی) روایت ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب نے اپنی اپنی فضیلت بیان کی، حضرت زینب نے فرمایا میں وہ ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے نکاح کیا، اور حضرت عائشہ نے فرمایا میں وہ

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہوں جس کی اللہ تعالیٰ نے برأت بیان کی، جب ابن المعطل نے مجھے سواری پر سوار کیا، حضرت زینب نے پوچھا آپ نے سوار ہوتے وقت کیا کہا تھا، حضرت عائشہ نے فرمایا میں نے کہا تھا: حسبی اللہ ونعم الوکیل حضرت زینب نے کہا یہی مومنوں کی نشانی ہے۔ [1]

حدیث افک سے استنباط شدہ مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اس طویل حدیث کے متعدد قطعات کو راویوں نے بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی تقطیع کرنا جائز ہے، اور اس کے جواز پر اجماع ہے۔

۲۔ ازواج کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنے کا جواز۔

۳۔ خواتین کے غزوات میں شریک ہونے کا جواز۔

۴۔ خواتین کے اونٹ پر سوار ہونے اور کجاوہ میں بیٹھنے کا جواز۔

۵۔ سفر میں مردوں کا خواتین کی خدمت کرنے کا جواز۔

۶۔ لشکر کی روانگی کا امیر کے حکم پر موقوف ہونا۔

۷۔ بیوی کا قضاء حاجت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر جنگل میں جانے کا جواز۔

۸۔ خواتین کے لیے سفر میں ہار پہننے کا جواز۔

۹۔ غیر محرم کا عورت کو کجاوہ میں بٹھانے کا جواز اور یہ کہ غیر محرم سفر میں عورت کے ساتھ بلا ضرورت بات نہ کرے۔

۱۰۔ عورتوں کے کم کھانے کا استحسان تاکہ جسم پر گوشت کی تہیں نہ چڑھیں۔

۱۱۔ بعض آدمیوں کو لشکر سے پیچھے رکھنا تاکہ اگر کوئی شخص لشکر سے بچھڑ جائے تو وہ اس کو لشکر کے ساتھ لاحق کر دے۔

۱۲۔ غمگین کی مدد کرنا، جو قافلہ سے بچھڑ گیا ہو اس کو قافلہ سے لاحق کرنا اور صاحب اقتدار کی تکریم کرنا جیسا کہ حضرت صفوان نے کیا۔

۱۳۔ خواتین کے ساتھ حسن ادب کے ساتھ پیش آنا خصوصاً جنگل کی تنہائی میں، جیسا کہ حضرت صفوان نے از خود بغیر کہے سنے اونٹ کو بٹھایا اور اونٹ کے پیچھے پیچھے چلے۔

۱۴۔ ایثار کا بیان کیونکہ حضرت صفوان خود پیدل چلے اور حضرت عائشہ کو سوار کرایا۔

۱۵۔ دین اور دنیا کی کسی بھی مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کا استحباب۔

۱۶۔ اجنبی شخص خواہ صالح ہو یا نہ ہو اس سے چہرہ کے پردہ کا بیان، کیونکہ حضرت عائشہ نے حضرت صفوان کو دیکھ کر اپنی چادر میں چہرہ چھپا لیا۔

۱۷۔ بغیر طلب کے قسم کھانے کا بیان۔

۱۸۔ کسی شخص نے کسی نے تہمت لگائی ہو تو اس کا اس شخص سے ذکر نہ کرنے کا استحباب، کیونکہ ایک ماہ تک

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس تہمت کے متعلق نہیں بتایا گیا۔

۱۹۔ خاوند کا بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور لطف کے ساتھ پیش آنا۔

۲۰۔ جب بیوی کے متعلق کوئی تہمت سنی جائے تو اس سے لطف میں کمی کرنا، تاکہ بیوی اس کی وجہ دریافت کرے اور سبب پر مطلع ہونے کے بعد اس کا ازالہ کرے۔

۲۱۔ مریض سے اس کا حال پوچھنے کا استحباب۔

۲۲۔ عورت جب جنگل میں قضاء حاجت کے لیے جائے تو رفاقت کے لیے اپنے ساتھ کسی خاتون کو لے جائے۔

۲۳۔ اگر کسی شخص کا کوئی عزیز یا رشتہ دار کسی معزز شخص کو اذیت دے تو اس کو برا جاننا جس طرح حضرت مسطح کی ان نے مسطح کی تہمت لگانے کو برا جانا۔

۲۴۔ اہل بدر کی فضیلت اور ان کی طرف سے دفاع کرنا جیسا کہ حضرت عائشہ نے حضرت مسطح کی طرف سے دفاع کیا۔

۲۵۔ اہل بدر کی مغفرت کا اعلان اس بات کو مستلزم نہیں کہ بعد میں وہ گناہ کریں گے اور ان کو دنیاوی سزا نہیں ملے گی، کیونکہ حضرت مسطح نے تہمت لگائی اور ان پر حد قذف جاری ہوئی، البتہ ان کو موت سے پہلے توبہ کی توفیق دی جائے گی اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۲۶۔ کسی قانون کا مؤثر بہ ماضی ہونا، کیونکہ حد قذف کا حکم نازل ہونے سے پہلے جنھوں نے تہمت لگائی تھی ان پر بھی حد جاری کی گئی۔

۲۷۔ بیوی کا اپنے میکے جانے کے لیے خاوند سے اجازت طلب کرنا۔

۲۸۔ تعجب کے موقع پر سبحان اللہ کہنا۔

۲۹۔ کسی شخص کا اپنے خانگی امور میں اپنے احباب اور عزیزوں سے مشورہ کرنا۔

۳۰۔ کسی تہمت کے متعلق تحقیق اور تفتیش کرنا اور کسی کے احوال معلوم کرنا، البتہ بلا ضرورت تجسس کرنا منع ہے۔

۳۱۔ کسی پیش آمدہ حادثہ کے متعلق امام کا لوگوں سے خطاب کرنا۔

۳۲۔ اگر کسی شخص کی طرف سے مسلمانوں کے امیر کو اذیت پہنچی ہو تو اس کی مسلمانوں سے شکایت کرنا۔

۳۳۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے فضائل جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور حضرت عائشہ کے بیان سے ظاہر ہوئے۔

۳۴۔ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہما کی فضیلت۔

۳۵۔ فتنہ کو بند کرنا، لوگوں کے جوش اور غضب کو ٹھنڈا کرنا اور لڑائی جھگڑے کو بند کرانا۔

۳۶۔ توبہ پر برانگیختہ کرنا اور توبہ کی قبولیت۔

۳۷۔ بڑوں کی موجودگی میں چھوٹوں کا بڑوں کی طرف کلام کو مفوض کرنا، چنانچہ حضرت عائشہ نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ حضور سے بات کریں۔

۳۸۔ قرآن مجید کی آیات سے استشہاد کرنا۔

۳۹۔ جس شخص کو کوئی تازہ نعمت ملی ہو یا اس سے کوئی مصیبت دور ہوئی ہو اس کو مبارک باد دینا۔

۴۰۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت سے برأت قطعی برأت ہے جو قرآن مجید میں منصوص ہے، سو جو انسان اس میں شک کرے گا وہ العیاذ باللہ کافر ہو جائے گا، حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور یہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔

۴۱۔ جب کوئی تازہ نعمت ملے تو اس پر فوراً شکر ادا کرنا، جس طرح حضرت عائشہ نے برأت کی آیات نازل ہونے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا۔

۴۲۔ ولا یأتل اولوا الفضل۔ میں حضرت ابوبکر کی فضیلت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صاحب فضل فرمایا۔

۴۳۔ رشتہ دار اگرچہ بدسلوکی کریں پھر بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جیسا کہ حضرت ابوبکر کو حضرت مسطح کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہوا۔

۴۴۔ لوگوں کی بدسلوکی کو معاف کرنے اور درگذر کرنے کا بیان۔

۴۵۔ نیکی کے راستہ میں صدقہ اور خیرات کرنے کا استحباب۔

۴۶۔ اگر کوئی شخص نیکی نہ کرنے کی قسم کھالے تو مستحب یہ ہے کہ وہ نیکی کرے اور قسم کا کفارہ دے، جس طرح حضرت ابوبکر نے کیا۔

۴۷۔ حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کی فضیلت۔

۴۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلق کی عظمت کیونکہ حضرت حسان کے تہمت لگانے کے باوجود حضرت عائشہ ان کی طرف سے مدافعت کرتی تھیں۔

۴۹۔ مسلمانوں کا اپنے امیر کے اہل کی عزت و حرمت کے لیے غضب ناک ہونا، جس طرح حضرت سعد بن معاذ اور دیگر صحابہ غضب میں آئے۔

۵۰۔ متعصب کو سب کرنے کا جواز جیسا کہ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو اور اس سے ان کی مراد نفاق حقیقی نہیں تھا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ سفر کے لیے ازواج میں قرعہ اندازی کرنا باطل ہے اور ان سے اجازت کی بھی حکایت ہے اور علامہ ابن منذر وغیرہ نے کہا کہ قیاس کا تقاضا قرعہ اندازی کو ترک کرنا ہے لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب قرعہ اندازی کو باطل کرنا نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ نے یہ نہیں کہا بلکہ انھوں نے یہ کہا ہے کہ قیاس قرعہ اندازی کے خلاف ہے کیونکہ اس میں بیوی کے ساتھ لے جانے کو قرعہ پر معلق کرنا ہے اور یہ قمار ہے اس سے بیوی کے ساتھ جانے کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا لیکن ہم نے احادیث کی بناء پر اس قیاس کو ترک کر دیا، اور اس تعامل کی وجہ سے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک بغیر کسی اختلاف کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸-۳۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عمل ہوتا آیا ہے اور یہ احادیث اس پر محمول ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ازواج کی خوشنودی کے لیے ایسا کیا، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر حضر میں بھی ازواج مطہرات کی باری میں مساوات واجب نہیں تھی، اور قدوری میں یہ لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے یہ روایت ہے کہ سفر میں ازواج کا کوئی حق نہیں اور خاوند کی مرضی ہے وہ جس زوجہ کو چاہے سفر میں لے جائے اور علامہ اقطع نے اس کی شرح میں یہ لکھا کیونکہ خاوند پر یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ان میں سے ایک معین کو سفر میں اپنے ساتھ لے جائے اور اولی اور مستحب یہ ہے کہ ان کی خوشنودی کے لیے ان کے درمیان قرعہ اندازی کرے۔

۲۔ عورتوں کا کسی ایک کو نیک قرار دینا جائز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ اور حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ کے متعلق پوچھا اور انھوں نے حضرت عائشہ کی فضیلت اور دین داری میں ان کے کمال کو بیان کیا، امام ابوحنیفہ نے اسی حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بعض عورتوں کا بعض دوسری عورتوں کو نیک قرار دینا اور ان کی تعدیل کرنا جائز ہے۔

۳۔ جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اہلیہ یا آپ کی عزت کے متعلق ایذاء دے اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کہا کہ اگر یہ شخص اوس میں سے ہے تو ہم اس کو قتل کر دیں گے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو رد نہیں کیا اور علامہ ابن بطال نے یہ کہا کہ اسی طرح جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس چیز کے ساتھ متہم کرے جس سے اللہ تعالی نے ان کو بری کر دیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ شخص اللہ تعالی اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہا ہے علامہ مہلب نے کہا میرا نظریہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات میں سے جس زوجہ پر بھی زنا کی تہمت لگائی جائے گی اس تہمت لگانے والے کو قتل کر دیا جائے گا۔

۴۔ صبر جمیل کی دنیا اور آخرت میں تعریف اور تحسین ہے۔

۵۔ جس شخص پر حد لگانے سے امت میں تفرقہ اور انتشار کا خدشہ ہو اس پر حد نہ لگائی جائے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن سلول پر حد نہیں لگائی۔

۶۔ کسی باطل چیز کا اعتراف کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت عائشہ نے کہا اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالی کو علم ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کر دو گے۔

۷۔ وحی کا نزول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع نہیں تھا، کیونکہ اس موقع پر ایک ماہ تک آپ پر وحی نہیں کی گئی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

۸۔ عورتوں کا سونے، چاندی موتی اور سیپیوں کے زیورات پہننا جائز ہے۔

۹۔ کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا، جس طرح حضرت عائشہ نے اپنے ہار کو تلاش کیا، اور مال کو ضائع ہونے سے بچانا جائز ہے۔

۱۰۔ کسی شخص کے متعلق جو خبر گشت کر رہی ہو اس کے متعلق تحقیق کرنا کہ آیا اس سے پہلے بھی اس نے ایسا کام کیا تھا یا نہیں، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ، حضرت اسامہ اور حضرت زینب وغیرہم رضی اللہ عنہم سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تنہائی کے معمولات اور دیگر افعال کے متعلق سوالات کیے اور یہ کہ حکم ظاہری افعال پر لگایا جاتا ہے۔ [1]

حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ "میں حضور کے لیے قیام نہیں کروں گی میں صرف اللہ کی حمد کروں گی"

جب حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق آیات نازل ہوئیں اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کی حمد کرو، اللہ نے تمہاری برأت کر دی ہے اور حضرت عائشہ کی والدہ نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو تو حضرت عائشہ نے کہا بہ خدا میں ان کی طرف کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گی۔

علامہ بدر الدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا یہ کلام بہ منزلہ عتاب تھا، کیونکہ مسلمانوں نے آپ کے معاملہ میں شک کیا حالانکہ ان کو حضرت عائشہ کی نیک چلنی اور پاکیزہ سیرت کا بہ خوبی علم تھا اور وہ جانتے تھے کہ ظالموں نے آپ پر جو بغیر کسی حجت اور دلیل کے جھوٹی تہمت لگائی ہے آپ کا دامن اس سے بری ہے [2] (علامہ عینی نے یہ عبارت علامہ نووی سے نقل کی ہے۔)

اس عبارت کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے کہا میں صرف اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی حمد کروں گی جس نے میری برأت کو نازل کیا اور مجھ پر غیر متوقع انعام کیا، جیسا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا تھا میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر خیال کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسی وحی نازل کرے جس کی تلاوت کی جائے۔ [3]

حضرت عائشہ نے جو فرمایا میں حضور کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور میں صرف اپنے رب کی حمد کروں گی، اس کلام کے متعلق یہ وہم نہ کیا جائے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے انکار کیا، معاذ اللہ! یا آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ناراض تھیں جیسا کہ علامہ نووی اور علامہ عینی نے حضرت عائشہ کے اس کلام کو عتاب پر محمول کیا ہے، بلکہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو عظیم احسان کیا ہے اور ان کو نعمت غیر مترقبہ عطا فرمائی ہے تو اس نعمت اور احسان پر سب سے پہلے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد کرنی چاہیے ورنہ حضرت عائشہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کے شکر کا کیسے انکار کر سکتی ہیں جبکہ یہ عظیم نعمت آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہی ملی تھی، اس لیے آپ کے اس قول کا مطلب یہ تھا کہ میں سب سے پہلے آپ کی تعظیم اور آپ کا شکر نہیں بلکہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا شکر ادا کروں گی۔!

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

یہ غزوہ بنو المصطلق کا واقعہ ہے جو ۶ھ میں ہوا تھا، علامہ ابن التین وغیرہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے، دوسروں

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۶-۲۳۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۳۴، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نے کہا یہ شعبان ۵ھ میں ہوا، یہ غزوہ مریسیع کے نام سے بھی معروف ہے، موسیٰ بن عقبہ نے کہا یہ ۴ھ میں ہوا، یہ تین قول ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ یہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے اسی کو غزوہ بنو المصطلق بھی کہتے ہیں اور یہ ۶ھ میں ہوا تھا۔ [2]

بَابُ ۹۹۵ بَرَاءَةِ حَرَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرِّيبَةِ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم کی تہمت سے برات

۶۸۹۵۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يُتَّهَمُ بِأُمِّ وَلَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ اذْهَبْ فَاضْرِبْ عُنُقَهُ فَأَتَاهُ عَلِيٌّ فَإِذَا هُوَ فِي رَكِيٍّ يَتَبَرَّدُ فِيهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ اخْرُجْ فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَأَخْرَجَهُ فَإِذَا هُوَ مَجْبُوبٌ لَيْسَ لَهُ ذَكَرٌ فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ مَا لَهُ ذَكَرٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ام ولد کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا جاؤ اس کی گردن اڑا دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنوئیں میں غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا نکلو، اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی اس کو قتل کرنے سے رک گئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا، اور کہا یا رسول اللہ اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ شخص منافق تھا اور کسی اور وجہ سے قتل کا مستحق تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۳۸۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷ ص ۴۲۸، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب صفات المنافقین و احکامہم

منافقین کی صفات اور ان کے احکام

باب: ۹۹۶

۶۸۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اِسْحٰقَ اَنَّهٗ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ يَقُوْلُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ اَصَابَ النَّاسَ فِيْهِ شِدَّةٌ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ لِاَصْحَابِهٖ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِهٖ قَالَ زُهَيْرٌ وَهِیَ قِرَآءَةٌ مَنْ خَفَضَ حَوْلَهٗ وَ قَالَ لَئِنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ قَالَ فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ بِذٰلِكَ فَاَرْسَلَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ فَسَاَلَهٗ فَاَجْتَهَدَ يَمِيْنَهٗ مَا فَعَلَ فَقَالَ كَذَبَ زَيْدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ مِمَّا قَالُوْهُ شِدَّةٌ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ تَصْدِيْقِیْ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالَ ثُمَّ دَعَاهُمُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ قَالَ فَلَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَقَوْلُهٗ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ وَقَالَ كَانُوْا رِجَالًا اَجْمَلَ شَیْءٍ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جس میں لوگوں کو بہت تکلیف پہنچی، عبداللہ بن ابی نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو لوگ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہیں جب تک وہ ان سے الگ نہ ہو جائیں ان کو کچھ مت دو، زہیر کہتے ہیں کہ یہ اس کی قرأت ہے جس نے مِنْ حولِہٖ پڑھا اور ابن ابی نے کہا اگر ہم مدینہ کو لوٹ گئے تو عزت والے مدینہ سے ذلت والوں کو نکال دیں گے، حضرت زید بن ارقم نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی، آپ نے عبداللہ بن ابی کو بلوا کر اس سے (اس بات کے متعلق) پوچھا، اس نے بہت پکی قسم کھائی کہ اس نے ایسا نہیں کہا اور (حضرت) زید نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا ہے حضرت زید نے کہا مجھے ان لوگوں کی اس بات سے بہت رنج ہوا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تصدیق میں یہ آیت نازل کی: "جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں" پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی مغفرت طلب کرنے کے لیے ان کو بلوایا تو انھوں نے (تمسخر سے) اپنے سر شکائے" اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد "گویا کہ وہ دیوار کے سہارے کھڑے ہوئے شہتیر ہیں۔ حضرت زید نے کہا ظاہر میں یہ لوگ بہت اچھے تھے۔

۶۸۹۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّیُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِیْ شَيْبَةَ) قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی کی قبر پر تشریف لائے، اس کو قبر سے نکال کر اپنے گھٹنوں پر رکھا، اس پر اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کو اپنی قمیص پہنائی، پس

جَابِرًا يَقُوْلُ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ فَاَخْرَجَهُ مِنْ قَبْرِهٖ فَوَضَعَهُ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَنَفَثَ عَلَيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَاَلْبَسَهُ قَمِيْصَهُ فَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

۶۸۹۸۔ حَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ سُفْيَانَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے دفن کیے جانے کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لائے۔ اس کے بعد حدیث سفیان کی مثل ہے۔

۶۸۹۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيِّ بْنِ سَلُوْلَ جَاءَ ابْنُهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهٗ اَنْ يُّعْطِيَهٗ قَمِيْصَهٗ يُكَفَّنُ فِيْهِ اَبَاهُ فَاَعْطَاهُ ثُمَّ سَاَلَهٗ اَنْ يُّصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَامَ عُمَرُ فَاَخَذَ بِثَوْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَقَدْ نَهَاكَ اللّٰهُ اَنْ تُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا خَيَّرَنِيَ اللّٰهُ فَقَالَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً وَسَاَزِيْدُهٗ عَلٰى سَبْعِيْنَ قَالَ اِنَّهٗ مُنَافِقٌ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، اور آپ سے سوال کیا کہ آپ اپنی قمیص اس کو عطا فرمائیں، جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، آپ نے ان کو وہ قمیص عطا کی پھر یہ سوال کیا کہ آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں، سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑا اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم ان کے لیے استغفار کرو یا استغفار نہ کرو اگر تم نے ان کے لیے ستر مرتبہ استغفار کیا" اور میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا" حضرت عمر نے کہا وہ منافق ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ان منافقین میں سے جو شخص بھی مر جائے آپ اس کی نماز جنازہ کبھی نہ پڑھائیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں"۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے منافقین پر نماز پڑھنے کو ترک کر دیا۔

۶۹۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عُمَرَ الْمَکِّیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اجْتَمَعَ عِنْدَ الْبَیْتِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ قُرَشِیَّانِ وَثَقَفِیٌّ اَوْ ثَقَفِیَّانِ وَقُرَشِیٌّ قَلِیْلٌ فِقْهُ قُلُوْبِهِمْ کَثِیْرٌ شَحْمُ بُطُوْنِهِمْ فَقَالَ اَحَدُهُمْ اَتُرَوْنَ اللّٰهَ یَسْمَعُ مَا نَقُوْلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ یَسْمَعُ اِنْ جَهَرْنَا وَلَا یَسْمَعُ اِنْ اَخْفَیْنَا وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنْ کَانَ یَسْمَعُ اِذَا جَهَرْنَا فَهُوَ یَسْمَعُ اِذَا اَخْفَیْنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْکُمْ سَمْعُکُمْ وَلَا اَبْصَارُکُمْ وَلَا جُلُوْدُکُمُ الْاٰیَةَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیت اللہ کے پاس تین آدمی جمع ہوئے، ان میں سے دو قرشی تھے اور ایک ثقفی تھا، یا دو ثقفی تھے اور ایک قرشی تھا، قرشیوں کے دلوں میں دین کی سمجھ کم تھی اور ان کے پیٹوں میں چربی زیادہ تھی، ان میں سے ایک شخص نے کہا تمہارا کیا خیال ہے اللہ ہماری بات سنتا ہے دوسرے نے کہا اگر ہم زور سے بولیں تو سنتا ہے اور اگر آہستہ بولیں تو نہیں سنتا، تیسرے نے کہا جب وہ ہمارے زور سے بولنے کو سنتا ہے تو وہ ہمارے آہستہ بولنے کو بھی سنتا ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "اور تم اپنے گناہ اس لیے نہیں چھپاتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان، تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں گے لیکن تم یہ گمان کرتے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کاموں کو نہیں جانتا اور تمہارے اپنے رب کے ساتھ تمہارے اسی گمان نے تمہیں ہلاک کر دیا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔"

۶۹۰۲۔ وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی (یَعْنِی ابْنَ سَعِیْدٍ) حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَقَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی حَدَّثَنَا سُفْیَانُ حَدَّثَنِیْ مَنْصُوْرٌ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بِنَحْوِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

۶۹۰۳۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِیٍّ (وَهُوَ ابْنُ ثَابِتٍ) قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ یُحَدِّثُ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰی اُحُدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ مِمَّنْ کَانَ مَعَهٗ فَکَانَ اَصْحَابُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْهِمْ فِرْقَتَیْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا فَنَزَلَتْ فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنَافِقِیْنَ فِئَتَیْنِ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ کی طرف گئے، آپ کے ساتھ جانے والوں میں سے چند لوگ لوٹ آئے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ان لوٹنے والوں کے متعلق دو گروہ ہو گئے، بعض نے کہا ہم ان کو قتل کر دیں گے اور بعض نے کہا نہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: "تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے متعلق تمہارے دو گروہ ہو گئے۔"

۶۹۰۴۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ ح وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ نَافِعٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں بیان کیں۔

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

۶۹۰۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رِجَالًا مِمَّنِ الْمُنَافِقِينَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانُوا إِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوا عَنْهُ وَ فَرِحُوا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَذَرُوا إِلَيْهِ وَ حَلَفُوا وَ أَحَبُّوا أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَنَزَلَتْ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّ يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کچھ منافقین ایسے تھے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی جگہ جہاد کے لیے جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے ——— اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جانے پر خوش ہوتے، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم واپس آتے تو آپ کے پاس آکر بہانے بناتے اور قسمیں کھاتے اور یہ خواہش کرتے کہ لوگ ان کی ان کاموں پر تعریف کریں جو انھوں نے نہیں کیے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی: "ان لوگوں کے متعلق گمان نہ کرو جو یہ خواہش کرتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے، جو انھوں نے نہیں کیے سو ان کے متعلق عذاب سے نجات کا گمان نہ کرو۔"

۶۹۰۶۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ أَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ مَرْوَانَ قَالَ اذْهَبْ يَا رَافِعُ لِبَوَّابِهِ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْ لَئِنْ كَانَ كُلُّ امْرِئٍ مِنَّا فَرِحَ بِمَا أُتِيَ وَ أَحَبَّ أَنْ يُحْمَدَ بِمَا لَمْ يَفْعَلْ مُعَذَّبًا لَنُعَذِّبَنَّ أَجْمَعُونَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا لَكُمْ وَ لِهٰذِهِ الْآيَةِ إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِي أَهْلِ الْكِتَابِ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ هٰذِهِ الْآيَةَ وَتَلَا ابْنُ عَبَّاسٍ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا وَّ يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَأَلَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ فَكَتَمُوهُ إِيَّاهُ وَ أَخْبَرُوهُ بِغَيْرِهِ فَخَرَجُوا قَدْ أَرَوْهُ أَنْ قَدْ أَخْبَرُوهُ بِمَا سَأَلَهُمْ عَنْهُ وَ

حمید بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ مروان نے اپنے دربان سے کہا "اے رافع! حضرت ابن عباس کے پاس جا کر کہو کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کیے ہوئے کاموں پر خوش ہوتا ہے اور اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو اس نے نہیں کیے، اگر ایسے شخص کو عذاب دیا جائے تو پھر ہم سب کو عذاب ہوگا" حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہارا اس آیت سے کیا تعلق ہے؟ یہ آیت تو اہل کتاب کے متعلق نازل کی گئی پھر حضرت ابن عباس نے یہ آیات تلاوت کیں اور (یاد کرو) جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انھوں نے معمولی معاوضہ کے بدلہ اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا، تو جس چیز کو وہ خرید رہے ہیں وہ کیسی بری ہے، ان کو ہرگز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور یہ خواہش رکھتے ہیں کہ ان کی ان کاموں پر تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے تو ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ گمان نہ کرنا

اسْتَحْمَدُوا بِذٰلِكَ اِلَيْهِ وَفَرِحُوا بِمَا اَتَوْا مِنْ كِتْمَانِهِمْ اِيَّاهُ مَا سَاَلَهُمْ عَنْهُ۔

کہ وہ عذاب سے نجات پا گئے، حضرت ابن عباس نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے اس چیز کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے چھپایا، اور اس کے بجائے کسی اور چیز کی خبر دی، اور آپ پر یہ ظاہر کرتے ہوئے نکلے کہ انھوں نے آپ کو وہ چیز بتا دی ہے جس کا آپ نے ان سے سوال کیا تھا، اور اس بتانے پر آپ سے تعریف کے طالب ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سوال کی ہوئی چیز کے چھپانے پر خوش ہوئے۔

۶۹۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ اَرَءَيْتُمْ صَنِيْعَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ صَنَعْتُمْ فِيْ اَمْرِ عَلِيٍّ اَرَاْيًا رَاَيْتُمُوْهُ اَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ اِلَيْكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلٰكِنْ حُذَيْفَةُ اَخْبَرَنِيْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَصْحَابِيْ اِثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيْهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيْكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ وَاَرْبَعَةٌ لَمْ اَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيْهِمْ۔

قیس نے کہا میں نے حضرت عمار سے پوچھا یہ بتائیں کہ آپ نے حضرت علی کے معرکہ میں جو کارروائی کی، (یعنی ان کا ساتھ دیا) آیا یہ آپ کا اپنا اجتہاد تھا، یا آپ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی ایسا عہد نہیں لیا جس کا آپ نے تمام لوگوں سے عہد نہ لیا ہو، لیکن حضرت حذیفہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ میرے اصحاب کی طرف منسوب ہیں ان میں بارہ منافق ہیں، ان میں سے آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہوگا، راوی کہتے ہیں اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا کہ راوی نے کیا کہا تھا۔ (دبیلہ سے مراد ایک قسم کا پھوڑا ہے۔)

۶۹۰۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ قُلْنَا لِعَمَّارٍ اَرَاَيْتَ قِتَالَكُمْ اَرَاْيًا رَاَيْتُمُوْهُ فَاِنَّ الرَّاْيَ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ اَوْ عَهْدًا عَهِدَهُ اِلَيْكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

قیس بن عباد بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ بتلایئے کہ آیا آپ نے اس جنگ میں اپنی رائے سے حصہ لیا تھا کیونکہ رائے کبھی غلط ہوتی ہے اور کبھی صحیح یا اس معاملہ میں آپ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد لیا تھا؟ انھوں نے کہا ہم سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا عہد نہیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـــــ قَالَ إِنَّ فِي أُمَّتِي قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ حَدَّثَنِي حُذَيْفَةُ وَقَالَ عُنْدَرٌ أُرَاهُ قَالَ فِي أُمَّتِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدُونَ رِيحَهَا حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ سِرَاجٌ مِنَ النَّارِ يَظْهَرُ فِي أَكْتَافِهِمْ حَتَّى يَنْجُمَ مِنْ صُدُورِهِمْ۔

لیا جو آپ نے تمام لوگوں سے نہ لیا ہو، اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ حضرت حذیفہ نے بیان کیا تھا کہ) میری امت میں بارہ منافق ہیں، وہ اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گے نہ جنت کی خوشبو پائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل نہ ہو جائے، ان میں سے آٹھ کو دبیلہ (ایک قسم کا پھوڑا) کافی ہوگا یعنی ان کے کندھوں میں آگ کا ایک چراغ پیدا ہوگا جو ان کے سینوں کو توڑتا ہوا نکل جائے گا۔

۶۹۰۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ جُمَيْعٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْعَقَبَةِ وَبَيْنَ حُذَيْفَةَ بَعْضُ مَا يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَقَالَ أَنْشُدُكَ بِاللهِ كَمْ كَانَ أَصْحَابُ الْعَقَبَةِ قَالَ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ أَخْبِرْهُ إِذْ سَأَلَكَ قَالَ كُنَّا نُخْبَرُ أَنَّهُمْ أَرْبَعَةَ عَشَرَ فَإِنْ كُنْتَ مِنْهُمْ فَقَدْ كَانَ الْقَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ وَأَشْهَدُ بِاللهِ أَنَّ اثْنَيْ عَشَرَ مِنْهُمْ حَرْبٌ لِلهِ وَلِرَسُولِهِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ وَعُذِّرَ ثَلَاثَةٌ قَالُوا مَا سَمِعْنَا مُنَادِيَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَلِمْنَا بِمَا أَرَادَ الْقَوْمُ وَقَدْ كَانَ فِي حَرَّةٍ فَمَشَى فَقَالَ إِنَّ الْمَاءَ قَلِيلٌ فَلَا يَسْبِقْنِي إِلَيْهِ أَحَدٌ فَوَجَدَ قَوْمًا قَدْ سَبَقُوهُ فَلَعَنَهُمْ يَوْمَئِذٍ۔

ابوالطفیل بیان کرتے ہیں کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کا حضرت حذیفہ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا جیسا کہ عام طور سے لوگوں میں ہوتا ہے، اس نے کہا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ اہل عقبہ کتنے تھے؟ لوگوں نے حضرت حذیفہ سے کہا جب یہ آپ سے پوچھ رہا ہے تو اس کو بتا دیجیے! انھوں نے کہا ہم کو یہ خبر دی گئی تھی کہ وہ چودہ ہیں، اگر تم بھی ان میں سے ہو تو پھر وہ پندرہ ہیں، انھوں نے کہا میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ وہ ہیں جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں ان میں تین آدمیوں نے یہ کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی کی کوئی آواز نہیں سنی اور نہ ہم کو قوم کے ارادہ کی خبر ہے، اس وقت حضور حرہ میں جا رہے تھے، آپ نے فرمایا پانی بہت کم ہے، مجھ سے پہلے کوئی پانی پر نہ پہنچے، آپ نے دیکھا کچھ لوگ آپ سے پہلے پانی پر پہنچ گئے، آپ نے ان پر لعنت فرمائی۔

۶۹۱۰۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مراد کی گھاٹی پر کون چڑھے گا؟ کیونکہ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح بنو اسرائیل کے گناہ جھڑ گئے

فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُلُّكُمْ مَغْفُورٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا لَهُ تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللهِ لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

تھے، حضرت جابر نے کہا تو سب سے پہلے اس گھاٹی پر ہمارے یعنی بنو خزرج کے گھوڑے چڑھے، پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سرخ اونٹ والے کے سوا تم میں سے ہر شخص کی مغفرت ہو جائے گی، ہم اس کے پاس گئے اور اس سے کہا چلو! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے استغفار کریں گے، اس بدبخت نے کہا بہ خدا اگر مجھے اپنی گم شدہ چیز مل جائے تو وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارا پیغمبر میرے لیے استغفار کرے، وہ شخص اس وقت اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۱ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَصْعَدُ ثَنِيَّةَ الْمُرَادِ أَوِ الْمُرَادِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَإِذَا هُوَ أَعْرَابِيٌّ جَاءَ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مراد یا مراد کی گھاٹی پر کون چڑھے گا، یہ روایت حضرت معاذ کی حدیث کی مثل ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ وہ ایک اعرابی تھا جو اپنی گم شدہ چیز تلاش کر رہا تھا۔

۶۹۱۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ الْمُغِيرَةِ) عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مِمَّا رَجُلٌ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَدْ قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَكَانَ يَكْتُبُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ هَارِبًا حَتَّى لَحِقَ بِأَهْلِ الْكِتَابِ قَالَ فَرَفَعُوهُ قَالَ هَذَا قَدْ كَانَ يَكْتُبُ لِمُحَمَّدٍ فَأَعْجَبُوا بِهِ فَمَا لَبِثَ أَنْ قَصَمَ اللهُ عُنُقَهُ فِيهِمْ فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا ثُمَّ عَادُوا فَحَفَرُوا لَهُ فَوَارَوْهُ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ قَدْ نَبَذَتْهُ عَلَى وَجْهِهَا فَتَرَكُوهُ مَنْبُوذًا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ بنو النجار میں سے ایک شخص تھا، اس نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران پڑھی تھی اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ بھاگ گیا اور اہل کتاب کے ساتھ لاحق ہو گیا، انھوں نے اس چیز کو اٹھا لیا اور کہا یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے لیے کتابت کرتا تھا، وہ اس سے بہت خوش ہوئے تھوڑے دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کی گردن توڑ دی، انھوں نے گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو نکال کر باہر پھینک دیا، انھوں نے اس کو دوبارہ گڑھا کھود کر دفن کیا، صبح کو اسے زمین نے نکال کر پھر باہر پھینک دیا تھا، انھوں نے سہ بارہ گڑھا کھود کر اس کو دفن کیا، صبح کے وقت زمین نے اس کو پھر باہر

۶۹۱۳ - حَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِينَةِ هَاجَتْ رِيحٌ شَدِيدَةٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَإِذَا مُنَافِقٌ عَظِيمٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ قَدْ مَاتَ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے آئے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لیے بھیجی گئی ہے، جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

۶۹۱۴ - حَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مُوسَى الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنَا إِيَاسٌ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ عُدْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَوْعُوكًا قَالَ فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ أَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ الرَّاكِبَيْنِ الْمُقْفِيَيْنِ لِرَجُلَيْنِ حِينَئِذٍ مِنْ أَصْحَابِهِ.

ایاس کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا، کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کے لیے گئے جس کو بخار تھا، میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا، میں نے کہا بہ خدا! میں نے آج کی طرح کسی شخص کا بدن گرم نہیں دیکھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اس شخص کی خبر نہ دوں جو قیامت کے دن اس سے بھی زیادہ گرم ہوگا، پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں کی طرف سے اشارہ کیا جو گھوڑوں پر سوار تھے اور منہ پھیرے کھڑے تھے۔

۶۹۱۵ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هٰذِهِ مَرَّةً وَإِلَى هٰذِهِ مَرَّةً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو بکریوں کے دو ریوڑوں کے درمیان متردد رہتی ہے، کبھی اس ریوڑ میں جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔

۶۹۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ تَكَرَّرُ فِي هٰذِهِ مَرَّةً وَفِي هٰذِهِ مَرَّةً.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح ہے البتہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کبھی وہ اس ریوڑ میں گھس جاتی ہے اور کبھی اس ریوڑ میں۔

عبداللہ بن اُبیّ کی مختصر سوانح

حدیث نمبر ۶۸۹۶ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ کے اس قول کا ذکر ہے: "مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے"

عبداللہ بن اُبیّ ابن سلول (سلول عبداللہ کی ماں کا نام ہے) قبیلہ خزرج کی شاخ بنو الحبلی کا سردار تھا، اور مدینہ کے ممتاز لوگوں میں سے تھا، ہجرت سے پہلے اس نے جنگ فجار میں صرف پہلے دن قیادت کی تھی، دوسرے دن کی جنگ میں اس نے حصہ نہیں لیا تھا، جنگ بعاث میں بھی اس نے شمولیت نہیں کی تھی، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف نہ لاتے تو شاید اس کو مدینہ کا بادشاہ بنا دیا جاتا، جب مدینہ کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے تو عبداللہ بن ابی نے بھی اسلام قبول کر لیا، لیکن اس کے اسلام میں خلوص نہیں تھا، (اس کو رئیس المنافقین کہا گیا ہے) جب ۲ھ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو قینقاع پر حملہ کیا تو عبداللہ نے آپ سے ان کی سفارش کی، کیونکہ وہ زمانہ جاہلیت میں اس کے حلیف رہے تھے، ۳ھ میں جنگ احد کے موقع پر عبداللہ نے اس تجویز کی حمایت کی کہ قلعوں میں رہ کر جنگ کی جائے، لیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کے مشورے کی بناء پر شہر سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو عبداللہ بن ابی نے اس کو ناپسند کیا اور آخر میں اپنے تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر اسلامی فوج کو چھوڑ کر چلا گیا، اس سے عبداللہ بن ابی کی بزدلی اور اس کا نفاق ظاہر ہوتا ہے، اس وقت تک عبداللہ بن ابی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرگرمیاں زبانی نکتہ چینی تک محدود تھیں، لیکن اس کے بعد وہ آپ کے خلاف سازشیں بھی کرنے لگا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کو اپنے مکانات خالی کرنے کا حکم دیا تو اس نے ان کو نہ صرف اس حکم کی خلاف ورزی پر اکسایا بلکہ فوجی امداد کا بھی وعدہ کیا، غزوہ مریسیع میں اس نے حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کرنا چاہا کہ وہ آپ کو مدینہ سے نکال دیں، اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ شکایت پہنچی کہ اس نے یہ کہا تھا کہ "مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو نکال دیں گے"، تو اس نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور صاف مکر گیا، اس واقعہ کے بعد غزوہ بنو مصطلق میں اس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تہمت لگائی، عبداللہ بن ابی غزوہ تبوک میں بھی شامل نہیں ہوا، ۹ھ میں یہ فوت ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت و رحمت اور اس کے بیٹے (جو صحابی تھے) کی دلجوئی کی خاطر اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنی قمیص اس کے کفن کے لیے دی، لیکن قرآن مجید میں آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا۔ [1]

---

[1] ۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۲ ص ۷۰۔ ۷۹، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۳۹۷ھ

حضرت زید بن ارقم کی شکایت کے متعلق دیگر روایات اور ان کی تشریح

امام بخاری نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ

ذکر کیا ہے، ہم اس حدیث کی پوری وضاحت کے لیے ان میں سے بعض روایات کو بیان کر رہے ہیں:

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا، میں نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا "جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کا ساتھ نہ چھوڑ دیں ان پر خرچ نہ کرو" اور یہ بھی کہا "اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو عزت والے، ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے"، میں نے اپنے چچا سے اس کا ذکر کیا، انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے یہ نہیں کہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سچا اور مجھ کو جھوٹا قرار دیا، اس سے مجھے اتنا غم ہوا جتنا غم پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، میں اپنے گھر میں بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی: (ترجمہ:) جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں..... یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ نہ کرو..... اور عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو بلوا کر میرے سامنے یہ آیات پڑھیں اس کے بعد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کر دی۔ [1]

ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ سے کسی نے سوال کیا: اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ منافقوں کو سچا اور زید بن ارقم کو جھوٹا قرار نہ دیتے! حضرت نے فرمایا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ منافقوں نے قسم کھالی تھی، اس لیے ظاہری حجت کی بناء پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے ساتھ سچوں کا معاملہ کیا اور میرے ساتھ جھوٹوں کا معاملہ کیا یہ مطلب نہیں ہے کہ واقع میں منافقوں کو سچا اور مجھے جھوٹا قرار دیا۔

امام بخاری حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے، ایک مہاجر شخص (لڑکے) نے ایک انصاری (لڑکے) کی پشت پر مار کر دھکا دیا، انصاری چلایا، آؤ انصار کی مدد کے لیے! مہاجر چلایا آؤ مہاجرین کی مدد کے لیے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آوازیں سن کر کہا: کیا زمانہ جاہلیت کی طرح پکار رہے ہو؟ آپ نے فرمایا اس قسم کی پکاروں کو ترک کر دو، یہ سخت بری ہیں، عبداللہ بن ابی نے یہ سن کر کہا، (مہاجرین نے) ایسا کیا ہے؟ بخدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے!" نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑو! لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں! جب مہاجرین مدینہ میں آئے تو انصار ان سے زیادہ تھے بعد میں مہاجرین زیادہ ہو گئے۔ [2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی اختلاف پر اپنے قبیلہ اور اپنے جتھے کو مدد کے لیے پکارنا اور تعصب کی آگ بھڑکانا، زمانہ جاہلیت کا طریقہ ہے اور یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سخت ناپسند ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ عبداللہ بن اُبی

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸۔ ۷۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ " " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۸، " " " "

کا نفاق صحابہ کرام کے درمیان معلوم اور مشہور تھا، اور چونکہ ظاہری طور پر منافقوں کا مسلمانوں میں شمار ہوتا تھا اس لیے آپ نے یہ فرمایا کہ "لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں" ورنہ حقیقۃً وہ اصحاب رسول میں سے نہیں تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کے رئیس کی نازیبا اور بے ہودہ باتوں پر اس لیے مواخذہ ترک کر دینا چاہیے کہ کہیں اس کے متبعین متنفر اور متوحش نہ ہو جائیں اور ان کے عذروں کو قبول کرنا چاہیے اور ان کی قسموں کی تصدیق کرنی چاہیے، خواہ قرائن ان کی قسموں کے خلاف کیوں نہ ہوں اور اس کا مقصد اس قوم کی الفت اور انس کو حاصل کرنا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کے متعلق اگر کوئی شخص بدگوئی کرے یا کوئی شخص کلمہ کفر کہے تو اس کا نقل کرنا جائز نہیں ہے اور اس بات کو مسلمانوں کے امیر تک پہنچانا چغلی نہیں ہے، ہاں اگر اس سے محض فساد و ذالنا مراد ہو تو پھر یہ چغلی ہے اور ناجائز ہے، اور اگر اس میں کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کے فساد پر راجح ہو تو پھر جائز ہے۔ [1]

ابن ابی کو قمیص مبارک عطا فرمانے کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

حدیث نمبر ۶۸۹۷ میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو قبر سے نکال کر اس کو قمیص پہنائی اور حدیث نمبر ۶۸۹۹ میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے: عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اپنی قمیص عطا فرمائیں جس میں وہ اپنے باپ کو کفن دیں، پھر آپ نے ان کو قمیص عطا فرمائی، امام بخاری نے اس طرح دو متعارض حدیثیں ذکر کیں ہیں:

علامہ بدرالدین عینی اس تعارض کو اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر کی روایت میں جو حضرت عبداللہ کو اپنے باپ کے کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے قمیص عطا فرمانے کا وعدہ کر لیا تھا، اور مجازاً وعدہ پر عطیہ کا اطلاق کر دیا، اور عبداللہ بن ابی کے گھر والوں کو یہ خیال ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم قمیص دینے کے لیے آئیں گے تو آپ کو مشقت ہوگی، اس لیے انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے اس کو کفن پہنا دیا، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پہنچے تو وہ اس کو کفن پہنا کر قبر میں اتار چکے تھے، آپ نے اپنا وعدہ پورا کرنے کے لیے اس کو قبر سے نکالا، اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اس میں اپنا لعاب ڈالا اور اس کو قمیص پہنائی۔

علامہ ابن جوزی نے ان روایات کی تطبیق میں یہ لکھا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے ان کو دو قمیصیں عطا فرمائی ہوں، ایک قمیص کفن کے لیے عطا فرمائی اور ایک بعد میں قبر سے نکال کر پہنائی۔ [2]

علامہ عینی کی بیان کردہ توجیہ زیادہ قرین قیاس ہے۔

ابن ابی کو کفن کے لیے قمیص عطا فرمانے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ سے ایک ہزار منافقوں کا اسلام قبول کرنا

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۶، مطبوعہ دارنشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار تھا پھر اس کی کیا وجہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی قمیص عطا فرمائی، علماء کرام نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں:

۱۔ عبداللہ بن ابی نے عمرہ حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کی پیش کش کے باوجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بغیر عمرہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کی جزا میں آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کی دلجوئی کی خاطر قمیص عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ خالص مومن اور صحابی تھے۔

۳۔ کفن کے لیے قمیص کا نہ دینا مکارم اخلاق کے خلاف تھا اس لیے آپ نے قمیص عطا فرمائی۔

۴۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جب کسی چیز کا سوال کیا جاتے اور وہ چیز آپ کے پاس ہوتو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔

۵۔ قرآن مجید میں ہے: واما السائل فلا تنھر (الضحیٰ: ۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیں، آپ نے اس آیت پر عمل کیا۔

۶۔ اکثر علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس دراز قامت تھے اور بدر کے دن ابن ابی کی قمیص کے سوا اور کسی کی قمیص ان کو پوری نہیں آئی، ابن ابی نے اپنی قمیص ان کے لیے دی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ اتارنے کے لیے اپنی قمیص اس کو دی، اس وجہ کا ثبوت حسب ذیل حدیث میں ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: بدر کے دن قیدیوں کو اور عباس کو لایا گیا، عباس کے اوپر کوئی کپڑا نہیں تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے قمیص کو دیکھا تو صرف عبداللہ بن ابی کی قمیص ان کے ناپ کی تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ قمیص ان کو پہنا دی، اسی وجہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر عبداللہ بن ابی کو پہنائی تھی۔ ابن عیینہ نے کہا عبداللہ بن ابی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان تھا، آپ نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنا پسند کیا۔ [1]

(۷) علامہ بدرالدین عینی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی، مجھے امید ہے کہ اس سبب سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اسلام میں داخل کر دے گا۔ روایت ہے کہ خزرج کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ابن ابی آپ کی قمیص کو طلب کر رہا ہے اور آپ سے نماز کی درخواست کر رہا ہے تو ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ابن جریر طبری کی سند کے ساتھ اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ [3]

ملا علی قاری لکھتے ہیں: روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ عبداللہ بن ابی نے کیا کیا تھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی، بہ خدا میں یہ امید کرتا ہوں کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، روایت ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو گئے جب انھوں نے دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے تبرک حاصل کر رہا ہے۔ [4]

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

[2] ۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۵۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۱۰ ھ

[4] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۴ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واخرج ابو الشیخ عن قتادۃ انھم ذکروا القمیص بعد نزول الایۃ فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام وما یغنی عنہ قمیصی واللہ انی لارجوا ان یسلم بہ اکثر من الف من بنی الخزرج وقد حقق اللہ تعالیٰ رجاء نبیہ کما فی بعض الاثار۔[1]

ابو الشیخ نے اپنی سند کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام نے قمیص دینے کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: میری قمیص اس سے کسی چیز کو دور نہیں کر سکتی، بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ تو خزرج کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، اور جیسا کہ بعض روایات میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی امید کو پورا کر دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ابو الشیخ کے حوالے سے اس روایت کو ذکر کیا ہے۔[2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

وفی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان قمیصی لا یغنی عنہ من اللہ شیئا وانی لارجوا ان یسلم بفعلی ھذا الف رجال من قومہ ووقع فی مغازی ابن اسحاق وفی بعض کتب التفسیر: فاسلم وتاب لھذہ الفعلۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الف رجل من الخزرج۔[3]

حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو بالکل دور نہیں کر سکتی اور بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس فعل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے، مغازی ابن اسحاق اور بعض کتب تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حسن خلق کی وجہ سے خزرج کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔

امام رازی[4]، علامہ خازن[5]، علامہ نسفی[6] اور شیخ سلیمان جمل[7] نے بھی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں: کہ جب عبد اللہ بن ابی مر گیا تو اس کے فرزند عبد اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے

---

[1] علامہ شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۳ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۴۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[5] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[6] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[7] شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ۱۲۰۴ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ المطبعۃ البہیۃ مصر، ۱۳۰۲ھ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان کو اپنی (مبارک) قمیص عطا فرمائی اور یہ حکم دیا کہ اس قمیص میں اس کو کفن دیا جائے پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا، آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ رہے ہیں؛ حالانکہ وہ منافق تھا! آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے اور یہ فرمایا ہے: استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم "آپ ان کے لیے مغفرت طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کی مغفرت طلب کریں تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا"۔ آپ نے فرمایا میں عنقریب ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، حضرت ابن عمر نے بیان کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کی اقتدار میں اس کی نماز جنازہ پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون (توبہ: ۸۴) "اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے"۔ [1]

نیز امام بخاری حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں؛ حالانکہ اس نے فلاں دن یہ، یہ اور یہ کہا تھا (کہ مدینہ پہنچ کر عزت والے ذلت والوں کو مدینہ سے نکال دیں گے، جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں جب تک وہ آپ کو چھوڑ نہ دیں ان پر خرچ نہ کرو اور حضرت عائشہ پر تہمت لگائی تھی۔) میں حضور کو وہ باتیں گنواتا رہا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرما کر کہا "اپنی رائے کو رہنے دو"، جب میں نے آپ سے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا ہے (کہ استغفار کرو یا نہ کرو) سو میں نے (استغفار کرنے کو) اختیار کر لیا، اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ اگر میں نے ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتا، حضرت عمر بیان کرتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ واپس ہوئے ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ سورہ برأت کی دو آیتیں نازل ہو گئیں، ولا تصل علی احد منھم مات ابدا (الی قولہ تعالیٰ) وھم فاسقون۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ مجھے بعد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس جرأت پر تعجب ہوتا رہا، اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ [2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی فوت ہو گیا تو اس کے فرزند حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انھیں اپنی قمیص دے کر یہ فرمایا کہ

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۶ھ

[2] ۔ " " " ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴، " " " "

اس میں اس کو کفن دیا جائے، پھر آپ اس کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، حضرت عمر بن الخطاب نے آپ کا دامن پکڑ کر کہا: آپ اس کی نماز پڑھا رہے ہیں، حالانکہ وہ منافق تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے: استغفر لھم او لاتستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم (توبہ: ۸۰) "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر بار استغفار کریں تب بھی اللہ ان کو نہیں بخشے گا" آپ نے فرمایا "میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور ہم نے آپ کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی پھر آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وھم فاسقون۔ [1]

(توبہ: ۸۴)

اور آپ ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور نہ (کبھی) ان میں سے کسی کی قبر پر کھڑے ہوں، بیشک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں مر گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اُبی کے نفاق کے باوجود اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟ | حافظ ابن حجر عسقلانی

لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین سے کہا کہ ابن ابی منافق ہے، ان کا یہ یقین ابن ابی کے ظاہر احوال پر مبنی تھا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس یقین پر عمل نہیں کیا کیونکہ وہ بظاہر مسلمانوں کے حکم میں تھا اور آپ نے بطور استصحاب اسی ظاہری حکم پر عمل کرتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، نیز آپ کو اس کے بیٹے کی عزت افزائی منظور تھی، جو نہایت مخلص اور صالح مومن تھے، اور اس کی قوم کی تالیف قلوب میں مصلحت تھی، اور ایک شر کو دور کرنا مقصود تھا اور ابتداء میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے اور ان کو معاف اور درگذر کرتے تھے، پھر آپ کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا اور جو لوگ اسلام کو ظاہر کرتے تھے خواہ باطن میں اسلام کے مخالف ہوں، ان کے ساتھ آپ کے درگذر کرنے کا معاملہ بدستور جاری رہا، اور ان کو متنفر نہ کرنے اور ان کی تالیف قلوب کرنے میں مصلحت تھی، اسی لیے آپ نے فرمایا تھا "کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں" اور جب مکہ فتح ہو گیا اور مشرکین اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار بہت کم اور پست ہو گئے، تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ منافقین کو ظاہر کر دیں اور خاص طور پر ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا، جب منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے کی صراحۃً ممانعت نہیں کی گئی تھی، اس تقریر سے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو اشکال ہے وہ دور ہو جاتا ہے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ جس شخص کا دین کے ساتھ معمولی سا بھی تعلق ہو آپ اس پر نہایت شفقت فرماتے تھے، نیز آپ اس کے بیٹے کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے جو نیک صحابی تھے اور اس کی قوم خزرج کی تالیف قلب کرنا چاہتے تھے جن کا وہ رئیس تھا، اگر آپ اس کے بیٹے کی درخواست قبول نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کے صراحۃً منع فرمانے سے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے تو اس کے بیٹے کی دل شکنی ہوتی اور اس کی قوم کے لیے باعث عار ہوتا، اس لیے آپ نے صراحۃً ممانعت کے وارد ہونے سے پہلے انتہائی مستحسن امر کو اختیار فرمایا۔

بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اس میں یہ دلیل ہے کہ اس کا ایمان صحیح تھا، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ان آیات اور احادیث کے خلاف ہے جن میں اس کے ایمان نہ ہونے کی صراحت ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس قصہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ [2]

علامہ احمد قسطلانی نے بھی اس حدیث کو امام ابن جریر طبری کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ [3]

شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ "اس احسان کی وجہ سے اسی دن ایک ہزار منافق اسلام میں داخل ہو گئے۔ [4]

علامہ عینی، علامہ ابن حجر اور دیگر علماء نے علامہ طبری کے حوالے سے جس حدیث کا ذکر کیا ہے علامہ طبری کی وہ روایت یہ ہے: [5]

ثنا سعید عن قتادۃ قال ذکر لنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلم فی ذلک فقال وما یغنی عنہ قمیصی من اللہ او من ابی وصلاتی علیہ وانی لارجو ان یسلم بہ الف من قومہ۔

از سعید از قتادہ روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میری قمیص اور میری اس پر نماز جنازہ اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور بے شک مجھے یہ امید ہے کہ میرے اس عمل سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں گے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۲۷۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] امام ابن جریر طبری نے اس حدیث کو سورہ توبہ کی آیت نمبر ۸۴ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

[4] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷، ص ۱۴۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[5] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۴۵۲، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۲ھ

[6] امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ، جامع البیان ج ۱۰ ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الاولی، ۱۳۲۷ھ

مشرکین کے لیے استغفار کی ممانعت کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی نماز جنازہ کیوں پڑھائی تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے پر ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور یہ فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا، حالانکہ عبداللہ بن ابی کی وفات ۹ھ میں ہوئی ہے، اور ہجرت سے پہلے جب ابوطالب کی وفات ہوئی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے منع نہ کیا جائے میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا، اس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔ (توبہ: ۱۱۳)

نبی اور ایمان والوں کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں، جب کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

تو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے منع کر دیا تھا تو پھر آپ نے ہجرت کے نو سال بعد عبداللہ بن ابی کے لیے استغفار کیوں کیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو اس استغفار سے منع کیا گیا ہے جس میں حصول مغفرت اور قبولیت دعا کی توقع کی جاتی جیسا کہ ابوطالب کے لیے استغفار کے معاملہ میں تھا، اس کے برخلاف آپ نے عبداللہ بن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے غرض اس کی مغفرت کا حصول نہیں تھا بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اس کے بیٹے کی دلجوئی کی جائے اور اس کی قوم کی تالیف قلوب کی جائے۔

علامہ زمخشری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا "کہ اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا" زبان و بیان کے اسلوب کے مطابق ستر بار کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے بہ کثرت استغفار کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں معاف کرے گا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں آپ سے یہ معنی کیسے مخفی رہا حتیٰ کہ آپ نے اس کو عدد کی خصوصیت پر محمول کیا اور فرمایا میں اکہتر مرتبہ استغفار کروں گا، اسی طرح دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں" اس کا مطلب یہ ہے کہ استغفار سے ان کو نفع نہیں ہوگا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو اس پر محمول کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے کہ آپ استغفار کریں یا نہ کریں، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ معنی مخفی نہیں تھے، ان آیتوں کے قریب اور متبادر معنی یہی تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور توریہ کے بعید معنی مراد لیے تاکہ امت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت شفقت اور غایت رحمت کا اظہار ہو، جیسا کہ حضرت ابراہیم نے کہا ومن عصانی فانک غفور رحیم (ابراھیم: ۳۶) "اور جس نے میری معصیت کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے" کیونکہ حضرت ابراہیم نے اس آیت میں معصیت سے مراد اللہ کی معصیت یعنی بت پرستی کو مراد نہیں لیا بلکہ اپنی معصیت مراد لی جبکہ سیاق و سباق سے یہاں اللہ تعالیٰ کی معصیت

مراد ہے اور یہ اپنی امت پر رحمت اور شفقت کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تورید ہے، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر رحمت اور شفقت کے غلبہ کی وجہ سے بعید معنی مراد لیا۔

بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے استغفار کرنے سے منع کیا ہے جس کا خاتمہ شرک پر ہوا ہو اور یہ ممانعت اس کے لیے استغفار کرنے سے ممانعت کو مستلزم نہیں ہے جو دین اسلام کا اظہار کرتے ہوئے مرا ہو، اور یہ بہت اچھا جواب ہے۔ [1]

ہمارے نزدیک بہترین جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس استغفار سے منع کیا ہے جس سے مقصود مغفرت کا حصول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کے لیے جو استغفار کیا تھا اس سے مراد اس کے بیٹے کی دلجوئی اور اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کا اسلام تھا، جیسا کہ خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی لیکن مجھے امید ہے کہ اس وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے اس روایت کو امام ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

استغفر لھم اولا تستغفر لھم سے استغفار کا اختیار مراد لینے پر بعض علماء کا اضطراب

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اکثر روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ استغفر لھم اولا تستغفر لھم (توبہ: ۸۰) "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں" سے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے یا استغفار نہ کرنے کا اختیار دیا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، اکابر علماء کی ایک جماعت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر اشکال پیدا ہوا، کیونکہ قرآن مجید کی اس آیت سے آپ کو استغفار کا اختیار دینا واضح نہیں ہوتا، اس لیے بعض اکابر علماء نے اس حدیث پر جرح کی، حالانکہ یہ حدیث بکثرت طرق صحیحہ سے مروی ہے، امام بخاری، امام مسلم اور صحیحین کے مخرجین کا اس کی صحت پر اتفاق ہے، اس لیے اس حدیث کا انکار علم حدیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے، علامہ ابن منیر نے کہا اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں کو لغزش ہوئی حتیٰ کہ قاضی ابوبکر نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا اس حدیث کو قبول کرنا جائز نہیں ہے، اور امام الحرمین نے کہا یہ حدیث "صحیح" میں نہیں ہے اور "برہان" میں کہا محدثین اس حدیث کو صحیح نہیں کہتے، اور امام غزالی نے مستصفیٰ میں کہا زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، علامہ داؤدی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے، اس انکار کی وجہ وہی ہے جو حضرت عمر نے سمجھی تھی کہ "آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا" اس آیت سے منافقین کی مغفرت کی نفی میں مبالغہ مراد ہے، ستر کے عدد کی خصوصیت اور اختیار دینا مراد نہیں ہے جیسا کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر اشکال ہے کہ میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا، بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی قوم کی تالیف کے لیے یہ فرمایا تھا، اور آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ اگر آپ نے ستر بار سے

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۲۹ - ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

زیادہ استغفار کیا تو اس کی مغفرت ہو جائے گی، اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ "اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا" (صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۷۴) لیکن ثابت وہ روایت ہے جس کے یہ الفاظ ہیں: "میں عنقریب ستر بار سے زیادہ استغفار کروں گا" بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد استصحاب حال پر مبنی ہے، کیونکہ اس آیت کے نزول سے پہلے ان کے لیے استغفار کرنا جائز تھا، اس لیے وہ اپنی اصل کے مطابق اب بھی جائز ہے، اور یہ اچھا جواب ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت سے نفی مغفرت کے مبالغہ کو سمجھنے کے باوجود اصل کے حکم کو باقی قرار دے کر اس پر عمل کرنے میں کوئی تنافی نہیں ہے گویا کہ آپ نے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے پر حصول مغفرت کو جائز قرار دیا لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا فی نفسہ عبادت ہے، سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ قصد عبادت ستر بار سے زیادہ استغفار کیا اور اس سے آپ کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ عبداللہ بن ابی کی مغفرت ہو جائے، لیکن اس جواب پر یہ اشکال ہے کہ اس اعتبار سے پھر جس کی مغفرت محال ہو اس کے لیے بھی مغفرت طلب کرنا جائز ہو گا حالانکہ یہ جائز نہیں ہے۔ [1]

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کی مغفرت نہیں کرے گا اور آپ کو اس وقت تک ان کے لیے استغفار کرنے سے منع نہیں فرمایا تھا، اس لیے آپ نے فرمایا: میں ان کے لیے استغفار کروں گا اور استغفار کرنے سے آپ کی غرض ان کے لیے مغفرت حاصل کرنا نہیں تھی بلکہ ابن ابی کے بیٹے اور اس کی قوم کی دلجوئی اور اس حسن خلق کی وجہ سے اس کی قوم کو مسلمان کرنا آپ کا مطلوب تھا۔

ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق امام رازی کا تسامح

امام رازی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ عبداللہ بن ابی کافر ہے اور کفر پر مرا ہے تو آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے میں کیوں رغبت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے اعزاز و اکرام کے مترادف ہے، اور کافر کی تکریم جائز نہیں ہے، نیز اس کی نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے دعا مغفرت کو مستلزم ہے اور یہ بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو خبر دے چکا ہے کہ وہ کفار کی بالکل مغفرت نہیں کرے گا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ آپ اس کو اپنی وہ قمیص عطا فرمائیں جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ لگی ہو تاکہ اس قمیص میں اس کو دفن کیا جائے تو اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ ظن غالب ہوا کہ وہ اس وقت میں ایمان کی طرف منتقل ہو گیا ہے کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس میں فاسق توبہ کر لیتا ہے اور کافر ایمان لے آتا ہے سو جب آپ نے اس سے اظہار اسلام دیکھا اور اس کی ان علامات کا مشاہدہ کیا جو دخول اسلام پر دلالت کرتی ہیں تو آپ کا یہ ظن غالب ہو گیا کہ اب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو آپ نے اپنے ظن غالب کے مطابق اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں رغبت کی، اور جب جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر یہ خبر دی کہ وہ کفر اور نفاق پر مرا ہے تو پھر آپ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے باز رہے۔ [2]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

امام رازی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث صحیحہ میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو یہ خبر دی تھی کہ ابن ابی کفر اور نفاق پر مرا ہے ـــــ باقی رہا یہ سوال کہ ابن ابی کا نفاق مشہور تھا پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے میں کیوں رغبت کی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات مقرر ہے کہ جب منافق ایمان کا اظہار کرے تو اس میں کفر کے باوجود اس پر اسلام کے احکام جاری کیے جاتے ہیں اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ ظاہر حال پر مبنی ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا معاملہ اللہ کی طرف مفوض ہے اور ابن ابی کے معاملہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری قمیص اور میری نماز اس سے اللہ کے عذاب کو دور نہیں کر سکتی اور مجھے یہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں کو اسلام میں داخل کر دے گا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی، آپ پر اعتراض تب ہوتا جب آپ حصول مغفرت کے لیے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے۔

کیا ابن اُبَی کے حق میں مغفرت کی دُعا کا قبول نہ ہونا آپ کی محبوبیت کے منافی ہے؟ | اگر یہ سوال کیا جائے

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول نہیں فرمایا، اور یہ آپ کی شان محبوبیت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بعض دفعہ کسی لفظ سے اس کا مدلول صریح مراد ہوتا ہے اور کبھی اس لفظ سے متکلم کا خاص منشاء مراد ہوتا ہے آپ نے جو ابن ابی کے لیے مغفرت کی دعا کی تھی اس سے مراد اس کے لیے مغفرت کا حصول نہیں تھا، بلکہ اس سے آپ کا منشاء اس کی قوم کے لیے ایمان کا حصول تھا، اور جو اس دعا سے آپ کا منشاء تھا وہ اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اس کی نظیر قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا۔ (کھف: ۲۹)

اور فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے جس کی چار دیواری ان کو (ہر طرف سے) گھیر لے گی۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، یعنی انسان کو کفر کرنے کا بھی اختیار دیا ہے اور اس کا حکم دیا ہے لیکن اس آیت کا منشاء تہدید ہے اور کفر کرنے پر آگ کے عذاب کی وعید ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ آیت پچھلی آیت سے اس طرح مربوط ہے کہ مالدار مشرکین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ فقراء کو اپنے پاس سے بھگا دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ فرمایا کہ آپ ان کی طرف التفات نہ کریں اور ان لوگوں سے یہ کہیں کہ دین حق اللہ کی طرف سے ہے، اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو تم کو نفع ہوگا اور اگر تم نے اس کو قبول نہیں کیا تو تم کو نقصان ہوگا اور یہ جو فرمایا ہے "جو چاہے کفر کرے"، تو قرآن مجید میں بہت جگہ امر کا لفظ فعل کی طلب کے لیے نہیں آیا، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا: یہاں امر کا لفظ تہدید اور وعید کے

لیے ہے تخییر کے لیے نہیں ہے۔ [1]

علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

یعنی اس آیت میں امر اور تخییر اپنی حقیقت پر محمول نہیں ہے بلکہ یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان مالدار کافروں کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور کفر کا حکم دینا مراد نہیں ہے، بلکہ یہ ان کو رسوا کرنے سے کنایہ ہے۔ [2]

علامہ آلوسی نے بھی علامہ خفاجی کے حوالے سے یہی لکھا ہے۔ [3]

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ۔ (البقرہ ۲:۲۳)

اگر تم کو اس کلام کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل کوئی سورت لے آؤ۔

اس آیت کا منطوق صریح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شک کرنے والوں کو یہ حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کی مثل ایک سورت بنا کر لائیں لیکن اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس کی مثل سورت نہیں بنا سکتے اور اس سے مکمل عاجز ہیں۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ خفاجی نے یہ کہا ہے کہ اس آیت سے مراد عرب کے بلغاء کو چیلنج دینا ہے اور ان کو قرآن مجید کی مثل سورت لانے سے عاجز کرنا ہے۔ [4]

ہم نے دو مثالیں ذکر کی ہیں ورنہ قرآن مجید میں بکثرت ایسی مثالیں ہیں جہاں کسی لفظ سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے کوئی خاص منشاء مراد ہوتا ہے، اسی طرح جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہ ظاہر ابن ابی کی مغفرت کے لیے دعا کی تو اس دعا سے اس کا منطوق اور مدلول صریح مراد نہیں تھا بلکہ اس لفظ سے آپ کا خاص منشاء مراد تھا اور وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے حسن اخلاق کی وجہ سے اس کی قوم کے ایک ہزار لوگوں کو مسلمان کر دے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی اور وہ مسلمان ہو گئے، وللہ الحمد علی ذالک۔

باب ۹۹۷ صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار — قیامت اور جنت اور دوزخ کے احوال

۶۹۱۷۔ حدثنی ابوبکر بن اسحق حدثنا یحیی بن بکیر حدثنی المغیرۃ (یعنی الحزامی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۹۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۲۸۳ھ

[3] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] " " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۹۴، " " "

عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّهٗ لَیَاْتِیْ الرَّجُلُ الْعَظِیْمُ السَّمِیْنُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ اقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۔

ایک بہت موٹا آدمی آئے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، تم پڑھو (ترجمہ:) پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

۶۹۱۸۔ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یُوْنُسَ حَدَّثَنَا فُضَیْلٌ (یَعْنِی ابْنَ عِیَاضٍ) عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عُبَیْدَةَ السَّلْمَانِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَوْ یَا اَبَا الْقَاسِمِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَالْمَاءَ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ ثُمَّ یَهُزُّهُنَّ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الْمَلِكُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا مِمَّا قَالَ الْحَبْرُ تَصْدِیْقًا لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یا کہا اے ابا القاسم! بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور زمینوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور پانی اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا، پھر ان کو ہلائے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی بات پر تعجب اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، انھوں نے اللہ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے، تمام زمینیں قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوں گی، اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے، اور لوگ جس چیز کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ اس سے پاک ہے۔

۶۹۱۹۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِیْرٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ جَاءَ حَبْرٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ فُضَیْلٍ وَلَمْ یَذْكُرْ ثُمَّ یَهُزُّهُنَّ وَقَالَ فَلَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ تَعَجُّبًا لِمَا قَالَ تَصْدِیْقًا لَّهٗ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَتَلَا الْاٰیَةَ۔

اسی سند کے ساتھ منصور سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا، یہ روایت حسب سابق ہے، لیکن اس میں ہلانے کا ذکر نہیں ہے، راوی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر تعجب اور تصدیق کرکے ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہوگئیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، ان لوگوں نے اس طرح اللہ کی قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنی چاہیے تھی

۶۹۲۰ - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا الْقَاسِمِ إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ عَلَى إِصْبَعٍ وَالْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالشَّجَرَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الْمَلِكُ قَالَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَرَأَ وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک انگلی سے، اور زمینوں کو ایک انگلی سے، اور درخت اور گیلی زمین کو ایک انگلی سے، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی سے اٹھائے گا پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح قدر کرنی چاہیے تھی۔

۶۹۲۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ جَمِيعًا وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَالْخَلَائِقَ عَلَى إِصْبَعٍ وَلٰكِنْ فِي حَدِيثِهِ وَالْجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ تَصْدِيقًا لَهُ تَعَجُّبًا لِمَا قَالَ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ان سب کی روایتوں میں ہے اور درختوں کو ایک انگلی پر اور گیلی زمین کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ نہیں ہے، اور مخلوق کو ایک انگلی پر اٹھائے گا، لیکن اس کی حدیث میں یہ ہے اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اٹھائے گا اور جریر کی روایت میں یہ اضافہ ہے آپ نے اس کی بات کی تصدیق کی اور اس پر تعجب کیا۔

۶۹۲۲ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى الْأَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں۔

۶۹۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِي اللهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرْضِيْنَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ۔

کہاں ہیں، تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا، پھر فرمائے گا، میں بادشاہ ہوں! جبر کرنے والے کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟۔

۶۹۲۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) حَدَّثَنِي أَبُوْ حَازِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ أَنَّهُ نَظَرَ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ كَيْفَ يَحْكِي رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَأْخُذُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِيْهِ بِيَدَيْهِ فَيَقُوْلُ أَنَا اللّٰهُ وَيَقْبِضُ أَصَابِعَهُ وَيَبْسُطُهَا أَنَا الْمَلِكُ حَتّٰى نَظَرْتُ إِلَى الْمِنْبَرِ يَتَحَرَّكُ مِنْ أَسْفَلِ شَيْءٍ مِنْهُ حَتّٰى إِنِّي لَأَقُوْلُ أَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھا کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے گا، اور فرمائے گا: میں اللہ ہوں، آپ اپنی انگلیوں کو بند کرتے تھے اور کھولتے تھے (اور فرمائے گا) میں بادشاہ ہوں، حضرت عبد اللہ کہتے ہیں میں نے دیکھا منبر نیچے سے کچھ ہل رہا تھا، حتی کہ میں نے دل میں کہا کیا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر جائے گا۔

۶۹۲۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ يَأْخُذُ الْجَبَّارُ عَزَّ وَجَلَّ سَمَاوَاتِهِ وَأَرْضِيْهِ بِيَدَيْهِ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ يَعْقُوْبَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے: جبار عزوجل آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑے گا۔

۶۹۲۶۔ حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ وَهٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيْلُ بْنُ أُمَيَّةَ عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلٰى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِي فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِيْهَا الْجِبَالَ يَوْمَ الْأَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ وَبَثَّ فِيْهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر فرمایا: اللہ عزوجل نے مٹی (زمین) کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، اور درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا، اور جمعرات کے دن چوپایوں کو پھیلا دیا، اور جمعہ کے دن تمام مخلوق کے آخر میں عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعات میں سے کسی ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو عصر سے لے کر رات تک پیدا کیا۔

الدَّوَابِّ يَوْمَ الْخَمِيسِ وَخَلَقَ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي آخِرِ الْخَلْقِ فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْ سَاعَاتِ الْجُمُعَةِ فِيمَا بَيْنَ الْعَصْرِ إِلَى اللَّيْلِ۔

۶۹۲۷- قَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْبِسْطَامِيُّ (وَهُوَ الْحُسَيْنُ بْنُ عِيسَى) وَسَهْلُ بْنُ عَمَّارٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ بِنْتِ حَفْصٍ وَغَيْرُهُمْ عَنْ حَجَّاجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۹۲۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمِ بْنُ دِينَارٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى أَرْضٍ بَيْضَاءَ عَفْرَاءَ كَقُرْصَةِ النَّقِيِّ لَيْسَ فِيهَا عَلَمٌ لِأَحَدٍ۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کو سفید زمین پر جمع کیا جائے گا جو سرخی مائل ہوگی، جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور اس زمین میں کسی شخص کے لیے کوئی علامت نہیں ہوگی۔

۶۹۲۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ فَأَيْنَ يَكُونُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ عَلَى الصِّرَاطِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق سوال کیا: "جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیا جائیگا)" تو یا رسول اللہ! اس وقت لوگ کہاں ہوں گے آپ نے فرمایا: صراط پر۔

۶۹۳۰- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُبْزَةً وَاحِدَةً يَكْفَؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهِ كَمَا يَكْفَأُ أَحَدُكُمْ خُبْزَتَهُ فِي السَّفَرِ نُزُلًا لِأَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَأَتَى رَجُلٌ مِنَ الْيَهُودِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمَنُ عَلَيْكَ أَبَا الْقَاسِمِ أَلَا أُخْبِرُكَ بِنُزُلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ بَلَى قَالَ تَكُونُ الْأَرْضُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن یہ زمین روٹی کی طرح ہو جائے گی، اللہ اہل جنت کی مہمانی کے لیے اپنے ہاتھ سے اس زمین کو الٹ پلٹ دے گا جس طرح تم میں کوئی شخص سفر میں روٹی کو الٹ پلٹ کرتا ہے، حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر ایک یہودی آیا اور کہنے لگا! اے ابوالقاسم! رحمٰن آپ پر برکتیں نازل فرمائے کیا میں آپ کو نہ بتاؤں کہ قیامت کے دن اہل جنت کی کس چیز سے مہمانی ہوگی آپ نے فرمایا: کیوں نہیں!، اس نے کہا زمین تو ایک

خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكَ بِإِدَامِهِمْ قَالَ بَلٰى قَالَ إِدَامُهُمْ بَالَامٌ وَنُوْنٌ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَنُوْنٌ يَأْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهِمَا سَبْعُوْنَ أَلْفًا۔

روٹی کی طرح ہو جائے گی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر آپ ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں، اس نے کہا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں! اس نے کہا بالام اور نون، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں اس نے کہا بیل اور مچھلی جن کی کلیجی کے ایک ٹکڑے سے ستر ہزار آدمی کھا سکیں گے۔

۶۹۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَابَعَنِيْ عَشَرَةٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ لَمْ يَبْقَ عَلٰى ظَهْرِهَا يَهُوْدِيٌّ إِلَّا أَسْلَمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دس یہودی (عالم) میری پیروی کر لیتے تو روئے زمین پر ہر یہودی مسلمان ہو جاتا۔

۶۹۳۲۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِيْ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنِيْ إِبْرَاهِيْمُ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرْثٍ وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلٰى عَسِيْبٍ إِذْ مَرَّ بِنَفَرٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَلُوْهُ عَنِ الرُّوْحِ فَقَالُوْا مَا رَابَكُمْ إِلَيْهِ لَا يَسْتَقْبِلُكُمْ بِشَيْءٍ تَكْرَهُوْنَهُ فَقَالُوْا سَلُوْهُ فَقَامَ إِلَيْهِ بَعْضُهُمْ فَسَأَلَهُ عَنِ الرُّوْحِ قَالَ فَأَمْسَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا فَعَلِمْتُ أَنَّهُ يُوْحٰى إِلَيْهِ قَالَ فَقُمْتُ مَكَانِيْ فَلَمَّا نَزَلَ الْوَحْيُ قَالَ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کھیت میں جا رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شاخ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی، اتنے میں کچھ یہودی گذرے، ان لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: ان سے روح کے متعلق سوال کرو، ان میں سے ایک نے کہا تم کو اس میں کیا شبہ ہے، کہیں وہ ایسا جواب نہ دیں جس کو تم ناپسند کرتے ہو، انھوں نے کہا: ان سے سوال کرو، پھر ان میں سے بعض نے کھڑے ہو کر آپ سے روح کے متعلق سوال کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا، پس مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں میں اپنی جگہ کھڑا ہو گیا، تب آپ پر یہ وحی نازل ہوئی: یہ لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو صرف کم علم دیا گیا ہے۔

۶۹۳۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَرْثٍ بِالْمَدِيْنَةِ بِنَحْوِ حَدِيْثِ حَفْصٍ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا وَفِيْ حَدِيْثِ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ وَمَا اُوْتُوْا مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ خَشْرَمٍ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں جا رہا تھا، اس کے آگے حسب سابق روایت ہے، البتہ وکیع کی روایت میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ ہے اور عیسیٰ بن یونس کی روایت میں وما اوتوا ہے۔

۶۹۳۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اِدْرِيْسَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ يَرْوِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُرَّةَ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَخْلٍ يَتَوَكَّأُ عَلٰى عَسِيْبٍ ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ عَنِ الْاَعْمَشِ وَقَالَ فِيْ رِوَايَتِهِ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے ایک باغ میں ایک تنے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ ہے۔

۶۹۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَاَتَيْتُهُ اَتَقَاضَاهُ فَقَالَ لِيْ لَنْ اَقْضِيَكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ اِنِّيْ لَنْ اَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى تَمُوْتَ ثُمَّ تُبْعَثَ قَالَ وَاِنِّيْ لَمَبْعُوْثٌ مِّنْ بَعْدِ الْمَوْتِ فَسَوْفَ اَقْضِيْكَ اِذَا رَجَعْتُ اِلٰى مَالٍ وَوَلَدٍ قَالَ وَكِيْعٌ كَذَا قَالَ الْاَعْمَشُ قَالَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَفَرَاَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عاص بن وائل سے قرض لینا تھا، میں نے اس کے پاس جا کر تقاضا کیا، اس نے مجھ سے کہا میں تم کو اس وقت تک قرض واپس نہیں کروں گا جب تک تم (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہ کرو، میں نے اس سے کہا میں اس وقت تک (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کروں گا جب تک کہ تو مر کر دوبارہ اٹھایا نہ جائے، اس نے کہا جب میں مر کر دوبارہ اٹھایا جاؤں گا تو میرے پاس مال اور اولاد ہوگی، اس وقت میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "تو کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہا مجھے ضرور مال

اور اولاد ملے گی، کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے، ہرگز نہیں! جو کچھ وہ کہتا ہے ہم اس کو لکھ لیں گے، ہم اس کے قول کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔"

۶۹۳۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ وَكِيْعٍ وَفِیْ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِی الْجَاهِلِيَّةِ فَعَمِلْتُ لِلْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ عَمَلًا فَاَتَيْتُهُ اَتَقَاضَاهُ۔

حضرت خباب نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا، میں نے عاص بن وائل کے لیے کام کیا، پھر میں نے آکر اس سے تقاضا کیا۔

۶۹۳۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ الزِّيَادِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ فَنَزَلَتْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰی اٰخِرِ الْاٰيَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے حق ہے تو تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا یا کوئی دردناک عذاب بھیج، تب یہ آیت نازل ہوئی: جب تک آپ ان میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے اور جب تک یہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے، اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے، حالانکہ یہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں۔ آخر آیت تک۔

۶۹۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الْقَيْسِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنِیْ نُعَيْمُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْ جَهْلٍ هَلْ يُعَفِّرُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهٗ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ قَالَ فَقِيْلَ نَعَمْ فَقَالَ وَاللّٰتِ وَالْعُزّٰی لَئِنْ رَاَيْتُهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ لَاَطَاَنَّ عَلٰی رَقَبَتِهٖ اَوْ لَاُعَفِّرَنَّ وَجْهَهٗ فِی التُّرَابِ قَالَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّیْ زَعَمَ لِيَطَاَ عَلٰی رَقَبَتِهٖ قَالَ فَمَا فَجِئَهُمْ مِنْهُ اِلَّا وَهُوَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا کیا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے سامنے اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں؟ کہا گیا ہاں! اس نے کہا لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو میں (العیاذ باللہ) ان کی گردن کو روند دوں گا یا ان کے چہرے کو مٹی میں ملا دوں گا! پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے وہ آپ کے پاس گیا اور آپ کی گردن روندنے کا ارادہ کیا، وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ اچانک پچھلے پاؤں لوٹا اور اپنے ہاتھوں

يَنْكُصُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ مَا لَكَ فَقَالَ إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخَنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهَوْلًا وَأَجْنِحَةً فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دَنَا مِنِّي لَاخْتَطَفَتْهُ الْمَلَائِكَةُ عُضْوًا عُضْوًا قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا نَدْرِي فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَوْ شَيْءٌ بَلَغَهُ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى إِنَّ إِلَى رَبِّكَ الرُّجْعَى أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى عَبْدًا إِذَا صَلَّى أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى (يَعْنِي أَبَا جَهْلٍ) أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللهَ يَرَى كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ زَادَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ يَعْنِي قَوْمَهُ۔

سے کسی چیز سے بچ رہا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ کیا ہوا؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق تھی اور ہول اور بازو تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو نوچ لیتے تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ہے یا کسی طریقہ سے انھیں معلوم ہوا: (ترجمہ:) حقیقت یہ ہے کہ انسان بلاشبہ ضرور سرکشی کرتا ہے (کیونکہ) اس نے اپنے آپ کو مستغنی سمجھ لیا ہے، بے شک آپ کے رب کی طرف ہی لوٹنا ہے، کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جو ہمارے بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے، آپ بتائیے کہ اگر وہ ہدایت پر ہوتا یا تقویٰ کا حکم دیتا (تو یہ بہتر نہ تھا) آپ بتائیے کہ اگر وہ جھٹلائے اور پیٹھ پھیرے (تو وہ اللہ کے عذاب سے کیسے بچے گا) کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ اللہ (سب کچھ) دیکھ رہا ہے؟ یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم یقیناً پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی اور گنہ گار ہے، اسے چاہیے کہ وہ مجلس میں (اپنے مددگاروں کو) پکارے، ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے، ہرگز نہیں! آپ اس کی اطاعت نہ کریں۔

۶۹۳۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللهِ جُلُوسًا وَهُوَ مُضْطَجِعٌ بَيْنَنَا فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ إِنَّ قَاصًّا عِنْدَ أَبْوَابِ كِنْدَةَ يَقُصُّ وَيَزْعُمُ أَنَّ آيَةَ الدُّخَانِ تَجِيءُ فَتَأْخُذُ بِأَنْفَاسِ الْكُفَّارِ وَيَأْخُذُ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ وَجَلَسَ وَهُوَ غَضْبَانُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِمَا يَعْلَمُ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّهُ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمارے درمیان لیٹے ہوئے تھے، اسی دوران ایک شخص نے آکر کہا: اے ابوعبدالرحمان! کندہ کے دروازوں پر ایک قصہ گو بیان کر رہا ہے اور اس کا یہ زعم ہے کہ قرآن مجید میں جو دخان (دھوئیں) کی آیت ہے، وہ دھواں آنے والا ہے اور وہ کفار کے سانسوں کو روک لے گا، اور مسلمانوں کو اس سے مثل زکام جیسی کیفیت ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود غصہ سے اٹھ کر بیٹھ گئے، انھوں نے کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو، تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو وہ اس کو

أَعْلَمُ لِأَحَدِكُمْ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا يَعْلَمُ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ مَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا رَأَى مِنَ النَّاسِ إِدْبَارًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوسُفَ قَالَ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَصَّتْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى أَكَلُوا الْجُلُودَ وَالْمَيْتَةَ مِنَ الْجُوعِ وَيَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ أَحَدُهُمْ فَيَرَى كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ فَأَتَاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّكَ جِئْتَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللهِ وَبِصِلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوا فَادْعُ اللهَ لَهُمْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ إِلَى قَوْلِهِ إِنَّكُمْ عَائِدُونَ قَالَ أَفَيُكْشَفُ عَذَابُ الْآخِرَةِ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ فَالْبَطْشَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَقَدْ مَضَتْ آيَةُ الدُّخَانِ وَاللِّزَامُ وَآيَةُ الرُّومِ۔

بیان کرے اور جس کو علم نہ ہو وہ کہے "اللہ زیادہ جاننے والا ہے"، کیونکہ علم کی یہی دلیل ہے جس کو کسی چیز کا علم نہ ہو وہ کہے اللہ جاننے والا ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: آپ کہیے میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں سے ہوں، اور بلاشبہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی دین سے روگردانی دیکھی، تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! ان پر حضرت یوسف کے زمانہ کی طرح سات سال قحط نازل فرما۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا پھر ان پر قحط نازل ہوا جس نے ہر چیز کو ختم کر دیا، حتی کہ انھوں نے بھوک کی شدت سے کھالوں اور مردار کو کھالیا، ان میں سے کوئی شخص آسمان کی طرف دیکھتا اس کو دھوئیں کی شکل نظر آتی، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوسفیان آیا، اور اس نے کہا اے محمد! بلاشبہ آپ اللہ کی اطاعت اور صلہ رحم کا حکم دینے کے لیے آئے ہیں، اور آپ کی قوم ہلاک ہوگئی، آپ ان کے لیے اللہ سے دعا کیجیے، اللہ عزوجل نے فرمایا: (ترجمہ:) "تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان سے بالکل واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانک دے گا، یہ دردناک عذاب ہے" یہ آیت "بے شک تم لوٹنے والے ہو" تک ہے انھوں نے کہا کیا آخرت کا عذاب اٹھ سکتا ہے؟ جس دن ہم سب سے بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے، (اس دن) بیشک ہم بدلہ لینے والے ہیں" اس گرفت سے مراد بدر کا دن ہے، اور دھواں، گرفت، لزام اور روم کی نشانیاں گذر چکی ہیں۔

۶۹۴۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ

مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میں مسجد میں ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر آیا ہوں جو اپنی رائے سے قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہے "جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا" اس کی وہ یہ تفسیر کرتا ہے کہ "قیامت کے دن لوگوں کے پاس ایک دھواں آئے گا جو لوگوں کے سانس روک لے گا"

بْنِ صُبَيْحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ جَاءَ إِلَى عَبْدِ اللهِ رَجُلٌ فَقَالَ تَرَكْتُ فِي الْمَسْجِدِ رَجُلًا يُفَسِّرُ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ يُفَسِّرُ هٰذِهِ الْآيَةَ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ قَالَ يَأْتِي النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ دُخَانٌ فَيَأْخُذُ بِأَنْفَاسِهِمْ حَتّٰى يَأْخُذَهُمْ مِنْهُ كَهَيْئَةِ الزُّكَامِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ مَنْ عَلِمَ عِلْمًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللهُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ أَنْ يَقُولَ لِمَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ اللهُ أَعْلَمُ إِنَّمَا كَانَ هٰذَا أَنَّ قُرَيْشًا لَمَّا اسْتَعْصَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا عَلَيْهِمْ بِسِنِينَ كَسِنِي يُوسُفَ فَأَصَابَهُمْ قَحْطٌ وَجَهْدٌ حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ يَنْظُرُ إِلَى السَّمَاءِ فَيَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا كَهَيْئَةِ الدُّخَانِ مِنَ الْجَهْدِ وَحَتّٰى أَكَلُوا الْعِظَامَ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ اسْتَغْفِرِ اللهَ لِمُضَرَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَقَالَ لِمُضَرَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ قَالَ فَدَعَا اللهَ لَهُمْ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ قَالَ فَمُطِرُوا فَلَمَّا أَصَابَتْهُمُ الرَّفَاهِيَةُ قَالَ عَادُوا إِلَى مَا كَانُوا عَلَيْهِ قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُونَ قَالَ يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ.

جس سے ان کو زکام کی سی کیفیت ہو جائے گی، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا جس شخص کو جو علم ہو وہ اس کو بیان کرے اور جس کا اسے علم نہ ہو وہ کہے اللہ زیادہ جاننے والا ہے کیونکہ انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ جس چیز کا اسے علم نہ ہو وہ کہے کہ اللہ اس کو زیادہ جاننے والا ہے، بات یہ ہے کہ جب قریش نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے خلاف دعا ضرر کی کہ اللہ تعالیٰ ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح قحط مسلط کر دے پھر ان پر قحط اور مصیبت آئی، حتیٰ کہ ایک شخص آسمان کی طرف دیکھتا تو اسے اپنے اور آسمان کے درمیان مصیبت کی وجہ سے دھواں سا دکھائی دیتا، حتیٰ کہ ان لوگوں نے ہڈیاں کھالیں، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! آپ مضر کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیجیے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے مضر کے لیے بڑی ہمت کی ہے، پھر آپ نے ان کے لیے اللہ سے دعا کی، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) "بے شک ہم تھوڑے عرصہ کے لیے عذاب دور کر دیتے ہیں (مگر) بے شک تم پھر (کفر کی طرف) لوٹنے والے ہو" حضرت عبداللہ نے کہا پھر ان پر بارش ہوئی، اور جب وہ خوش حال ہو گئے تو وہ پھر اپنی بدعقیدگی کی طرف لوٹ گئے، تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان سے واضح دھواں اٹھے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہے، جس دن ہم بڑی گرفت کے ساتھ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں" اس سے مراد بدر کا دن ہے۔

۶۹۴۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ خَمْسٌ قَدْ مَضَيْنَ الدُّخَانُ وَاللِّزَامُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں گذر چکی ہیں، دھواں، لزام، روم، گرفت اور (شق) قمر۔

وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ وَالْقَمَرُ۔

۶۹۴۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْسَعِيْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۹۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عُزْوَةَ عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَنِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ قَالَ مَصَآئِبُ الدُّنْيَا وَالرُّوْمُ وَالْبَطْشَةُ اَوِ الدُّخَانُ شُعْبَةُ الشَّاكُّ فِي الْبَطْشَةِ اَوِ الدُّخَانِ۔

حضرت ابی بن کعب نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم ان کو بڑے عذاب سے کم ہلکا عذاب ——— ضرور چکھائیں گے، انھوں نے کہا اس سے مراد دنیا کے مصائب ہیں، روم اور گرفت یا دھواں، شعبہ کو شک ہے دھواں کہا تھا یا گرفت۔

کفار کی نیکیوں کا آخرت میں کام نہ آنا

حدیث نمبر ۶۹۱۷ میں ہے قیامت کے دن ایک بہت موٹا آدمی لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہوگا، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

اولئك الذين كفروا بايات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا۔ (کہف: ۱۰۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیتوں اور اس سے ملاقات کا انکار کیا، تو ان کے سب اعمال مٹ گئے، پس ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم ان کی تحقیر کریں گے اور ان کے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں کریں گے، کیونکہ اعتبار کا مدار اعمال صالحہ پر ہے یا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے اعمال کا وزن کرنے کے لیے میزان نہیں رکھیں گے کیونکہ ان کے اعمال کفر کی وجہ سے برباد ہو گئے اور ہباءً منثورا ہو گئے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۹۱۸ میں ہے، بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا۔

---

[1] علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۶ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں: یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس میں دو مذہب ہیں، ایک مذہب یہ ہے کہ انگلیوں میں تاویل کی جائے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس پر ایمان لایا جائے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے جو علماء اس کی تاویل کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ انگلیوں سے مراد قدرت ہے، یعنی آسمانوں کی اتنی وسعت اور عظمت کے باوجود ان کو بغیر کسی مشقت اور تھکاوٹ کے پیدا کرنا، لوگ اس قسم کے مواقع پر انگلی کا استعمال کرتے ہیں مثلاً ان کے نزدیک جب کوئی کام بہت آسان اور معمولی ہو تو کہتے ہیں یہ تو میں ایک انگلی سے کر سکتا ہوں، میں چاہوں تو فلاں شخص کو ایک انگلی کے اشارہ سے قتل کر دوں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اس کی مخلوق کی انگلیاں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے انگلی کا ثبوت محال ہے۔ [1]

اس حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی تصدیق کر کے اس پر تعجب کرتے ہوئے ہنسے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا ظاہری معنی یہ ہے کہ جب اس یہودی عالم نے یہ کہا: اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں اور تمام مخلوقات کو انگلیوں سے پکڑ لے گا، پھر آپ نے وہ آیت پڑھی جس میں اس طرف اشارہ ہے، بعض متکلمین نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعجب فرمانا اور اس آیت کی تلاوت کرنا اس کی تصدیق کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس کے قول کا رد اور انکار تھا اور اس کی بدعقیدگی پر تعجب تھا، کیونکہ یہود اللہ تعالیٰ کی جسمیت کے معتقد ہیں، اور اس نے اپنے قول میں اللہ تعالیٰ کی جسمیت کا اظہار کیا تھا، آپ نے اس کی مراد سمجھ لی اور اس پر تعجب فرمایا، حدیث میں تصدیق کا لفظ راوی کا اضافہ ہے، آپ نے اس کی تصدیق نہیں کی بلکہ اس کا رد کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر نہیں کی جس طرح اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔" [2]

اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۹۲۳ میں ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑے گا، پھر بائیں ہاتھ سے زمینوں کو لپیٹ لے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تاویل قدرت کے ساتھ کی گئی ہے اور قدرت کو ہاتھوں سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ہمارے افعال ہمارے ہاتھوں سے صادر ہوتے ہیں، تاکہ ہم اس کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں، اور دائیں اور بائیں ہاتھوں کا ذکر کرنا مثال کو مکمل کرنے کے لیے ہے، کیونکہ جو چیز مکرم ہو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور جو کم درجہ کی ہو اس کو بائیں ہاتھ سے اٹھاتے ہیں، کیونکہ ہمارے دائیں ہاتھ میں بائیں ہاتھ سے زیادہ قوت ہوتی ہے اور یہ معلوم ہے کہ آسمان زمین سے زیادہ بڑے ہیں، اس لیے آسمان اٹھانے کی نسبت دائیں ہاتھ کی طرف کی، اور زمینوں کو اٹھانے کی نسبت بائیں ہاتھ کی طرف کی، تاکہ استعارہ مکمل ہو جائے، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ متصف نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اس کے نزدیک ہلکی ہے اور فلاں چیز بھاری ہے، اس حدیث کی تشریح میں یہ علامہ مازری کا مختصر کلام ہے، قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں تین لفظ ہیں، بیطوی

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۰، " " " "

(لپیٹنا) یقبض (مٹھی میں لینا) اور یاخذ (پکڑنا) ان تینوں کا معنی جمع کرنا ہے کیونکہ آسمان پھیلائے ہوئے ہیں اور زمین بچھائی ہوئی ہے، پھر اس کا مطلب اس زمین کو دوسری زمین کے ساتھ تبدیل کرنا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مٹھی کھولنا اور بند کرنا، مخلوقات کو مٹھی میں لینے کی تمثیل کے لیے ہے اور اس سے مراد ان کو جمع کرنا ہے، اللہ تعالیٰ قابض (پکڑنے والا) اور باسط (کھولنے والا) ہے، اللہ تعالیٰ کی صفت کو یدٌ (ہاتھ) سے تعبیر کیا ہے اور انسانی عضو اس کی مثال نہیں ہے۔ [1]

بعض دنوں کو منحوس قرار دینے کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۹۲۶ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث میں ہے: مضبوط چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے کارمعاش حاصل ہوتے ہیں، جیسے لوہا اور زمین کے اور دیگر معدنیات۔ [2]

یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ آیا بعض ایام نامبارک اور منحوس ہوتے ہیں یا سب ایام ایک جیسے ہیں؟ بعض علماء کے نزدیک بعض ایام منحوس اور نامبارک ہوتے ہیں ان کا استدلال قرآن مجید کی ان آیات سے ہے:

فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات۔ (حٰمٓ السجدۃ ۱۶)

ترجمہ: ہم نے (قوم عاد کی) نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی۔

انا ارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی یوم نحس مستمر۔ (قمر: ۱۹)

بے شک ہم نے ان پر نہایت سخت آواز والی تیز آندھی ان کی دائمی نحوست کے دن بھیجی۔

جو علماء بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں وہ ان آیات کا ظاہری معنی مراد لیتے ہیں اور جو علماء یہ کہتے ہیں کہ تمام دن اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور سب دن ایک جیسے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان دنوں میں عذاب بھیجا گیا جن دنوں کو وہ منحوس سمجھتے تھے، یا جن دنوں میں وہ شگونی لیتے تھے ان دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا۔

علامہ آلوسی اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان پر سخت اور تیز آندھی کا عذاب جس دن بھیجا گیا اس کی نحوست ان پر ہمیشہ برقرار رہی، کیونکہ ان کے ہلاک ہونے کے بعد بھی برزخ میں ان پر مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہو جائیں گے، اس آیت میں یوم سے مراد مطلق زمانہ ہے، کیونکہ دوسری سورت میں اللہ تعالیٰ نے "فی ایام نحسات" فرمایا ہے اور مشہور یہ ہے کہ یہ شوال کے مہینہ کا آخری بدھ تھا یعنی آندھی آنے کی ابتداء بدھ سے ہوئی اور پھر کئی دنوں تک آندھی آتی رہی۔

بعض علماء جو بعض ایام کی نحوست کے قائل ہیں انھوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اس کی تائید میں اس حدیث کو پیش کیا ہے، جو وکیع، ابن مردویہ اور خطیب بغدادی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۱، " " " " "

اربعاء فی آخر الشهر یوم نحس مستمر۔ مہینہ کا آخری بدھ دائمی نحوست کا دن ہے۔

بہت سے لوگوں نے اس حدیث کی وجہ سے مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دیا اور اس دن کو منحوس کہتے ہوئے اس دن میں اپنے مقاصد کے لیے کام کرنا ترک کر دیا۔

یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک راوی مسلمہ بن صلت ہے، ابو حاتم نے کہا یہ متروک ہے ابن جوزی نے اس کے موضوع ہونے پر اعتماد کیا، ابن رجب نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا مرفوع ہونا متفق علیہ نہیں ہے کیونکہ طبری نے اس کو ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے علامہ سخاوی نے کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں اور معجم طبرانی کی یہ حدیث بھی ضعیف ہے "بدھ کا دن دائمی نحوست کا دن ہے" اور اس آیت کا معنی ہم بیان کر چکے ہیں، بعض احادیث اور آثار سے بدھ کے دن کی برکت اور مدح کا علم ہوتا ہے، کیونکہ حلیمی نے منہاج میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے "بدھ کے دن زوال سے تھوڑی دیر بعد دعا قبول ہوتی ہے" اور برہان الاسلام نے "تعلیم المتعلم" میں صاحب ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ "بدھ کے دن جو کام بھی شروع کیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے" یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نور کو پیدا کیا، اسی وجہ سے بہت سے مشائخ بدھ کے دن پڑھانے کی ابتدا کرتے ہیں، بعض علماء بدھ کے دن درخت لگانے کو مستحب کہتے ہیں، کیونکہ امام ابن حبان اور امام دیلمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

من غرس الاشجار یوم الاربعاء وقال سبحان الباعث الوارث اتته اکلها۔ جس نے بدھ کے دن درخت اگائے اور کہا سبحان الباعث الوارث۔ اس کے درخت پھل لائیں گے۔

ہاں بعض احادیث اور آثار اس کے خلاف بھی ہیں: فردوس میں حضرت عائشہ سے مرفوعاً مروی ہے: "اگر میری امت کو ناپسند نہ ہوتا تو میں ان کو یہ حکم دیتا کہ وہ بدھ کے دن سفر نہ کریں، سفر کرنے کے لیے سب سے اچھا دن جمعرات ہے" اس حدیث کی صحت کا مجھے علم نہیں۔

امام ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابن عدی نے حضرت ابو سعید سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

یوم السبت یوم مکر وخدیعة ویوم الاحد یوم غرس وبناء ویوم الاثنین یوم سفر وطلب رزق ویوم الثلثاء یوم حدید وباس ویوم الاربعاء لا اخذ ولا عطاء ویوم الخمیس یوم طلب الحوائج والدخول علی السلطان والجمعة یوم خطبة ونکاح۔ ہفتہ مکر اور دھوکے کا دن ہے، اتوار پودے لگانے اور مکان بنانے کا دن ہے، پیر سفر کرنے اور طلب رزق کا دن ہے، منگل لوہے کے کام اور مشقت کا دن ہے بدھ، لینے کا دن ہے نہ دینے کا، جمعرات ضروریات کو طلب کرنے اور بادشاہ کے پاس جانے کا دن ہے اور جمعہ منگنی اور نکاح کا دن ہے۔

علامہ سخاوی نے اس حدیث کی سند کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند ضعیف ہے۔

امام ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام حاکم نے اس کی دو مزید سندیں ذکر کی ہیں:

لا یبدو جذام ولا برص الا یوم الاربعاء۔ جذام اور برص صرف بدھ کے دن عارض ہوتے ہیں۔

بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا میرے ساتھ میرے کام کے لیے چلو، اس نے کہا آج تو بدھ کا دن ہے، اس شخص نے کہا بدھ کے دن حضرت یونس علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی، اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے، اور ان کے بھائیوں کے سلوک کے نتیجہ میں ان کو کیسی عزت ملی اور اسی دن جنگ احزاب میں حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی گئی، اس کے بھائی نے کہا ہاں بدھ کی یہ برکتیں اس وقت حاصل ہوئیں جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں تھیں اور دل منہ کو آنے لگے تھے۔

علامہ مناوی نے "البحر" سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے "مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس قرار دینا بدشگونی ہے" کیونکہ بدشگونی دین سے نہیں ہے بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کا فعل ہے اور نہ نجومیوں کا یہ قول صحیح ہے کہ کہ بدھ عطارد کا دن ہے اور یہ نحس کے ساتھ منحوس ہے اور مبارک کے ساتھ مبارک ہے۔

جن روایات میں بدھ کو منحوس کہا گیا ہے ان کی یہ توجیہ تو ہو سکتی ہے کہ یہ باب تخویف اور تحذیر سے متعلق ہیں یعنی اس دن میں اللہ تعالیٰ سے خصوصیت کے ساتھ ڈرو، کیونکہ اس دن عذاب نازل ہوا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا تھا سو اس دن اللہ تعالیٰ سے از سر نو توبہ کرو، اور اس سے ڈرو کہ کہیں تم پر بھی عذاب نہ آجائے، جیسا کہ آپ نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان متعذبین کے پاس سے بغیر روتے ہوئے نہ گزرنا، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بدشگونی لینا شرعاً مکروہ ہے البتہ جس شخص کے کسی کام میں مہینہ کے آخری بدھ میں کوئی مصیبت آئی ہو اس کے لیے شریعت نے یہ مباح کر دیا ہے کہ وہ اس دن تصرف نہ کرے اور یہ اعتقاد نہ رکھے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر اس دن کوئی نفع یا ضرر ہو سکتا ہے بلکہ اس لیے کہ اس دن کام کرنا اس کی طبیعت کو ناگوار ہے نہ کہ بدشگونی کی وجہ سے۔

علامہ حلیمی نے یہ نقل کیا ہے کہ ہمیں شریعت کے بیان سے یہ معلوم ہے کہ بعض ایام منحوس ہیں اور بعض ایام مبارک ہیں جیسا کہ بعض لوگ شقی ہوتے ہیں اور بعض لوگ سعید ہوتے ہیں، لیکن یہ زعم کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایام اور کواکب اپنے اختیار سے مبارک اور منحوس ہوتے ہیں اور یہ کہنا صحیح ہے کہ بعض اوقات اچھائی اور برائی اور خیر اور شر کے لیے کواکب (سیارے) سبب بن جاتے ہیں، اور تمام کام اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہوتے ہیں۔

پھر علامہ مناوی نے کہا خلاصہ بحث یہ ہے کہ بدھ کے دن کسی کام کو بدشگونی کی وجہ سے نہ کرنا یا نجومیوں کے قول کی وجہ سے نہ کرنا بہت شدید حرام ہے کیونکہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور وہ از خود نفع یا ضرر نہیں پہنچاتے اور اس خیال کے بغیر اگر بدھ کے دن کام کو ترک کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اور جو شخص کسی چیز سے بدشگونی لیتا ہے اس کی نحوست اس کو لاحق ہوتی ہے اور جس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی اس پر بدشگونی اثر نہیں کرتی۔

(علامہ آلوسی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ تمام ایام برابر ہیں اور بدھ کے دن کی نحوست میں کوئی خصوصیت نہیں ہے، اور ہر گذرنے والی ساعت کسی شخص کے لیے اچھی اور مبارک ہوتی ہے اور دوسرے شخص کے لیے بری اور منحوس ہوتی ہے اور ہر دن کسی شخص کے لیے خیر اور دوسرے شخص کے لیے شر ہوتا ہے اور اگر کسی شخص پر عذاب یا کوئی مصیبت نازل ہونے کی وجہ سے بدھ کا دن منحوس ہے تو ہر دن بلکہ ہر ساعت میں کسی نہ کسی شخص پر کوئی نہ کوئی مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے تو تمام ایام اور ساعات منحوس ہونے چاہئیں۔

قرآن مجید میں ہے:

واما عاد فاھلکوا بریح صرصر عاتیۃ ۵ سخرھا علیھم سبع لیال وثمنیۃ ایام حسوما فتری القوم فیھا صرعی کانھم اعجاز نخل خاویۃ۔

(الحاقۃ: ۷-۶)

اور رہے قوم عاد کے لوگ تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو سات راتوں اور آٹھ دن تک متواتر ان پر مسلط کر دیا تھا تو (اے مخاطب) تو لوگوں کو (ان راتوں اور دنوں میں) یوں گرا ہوا دیکھتا ہے گویا وہ کھجور کے گرے ہوئے درختوں کے تنے ہیں۔

اس آیت کے مطابق قوم عاد پر یہ عذاب سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسلسل آتا رہا، اب اگر عذاب آنے کی وجہ سے کسی دن کو منحوس کہا جائے تو پھر ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہوگا!

یہ بھی منقول ہے کہ قوم ثمود پر اتوار کے دن عذاب آیا، اور بعض روایات میں ہے: "ہم اتوار کے دن سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کیونکہ اس کی دھار تلوار سے زیادہ تیز ہے"، میرا گمان ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو پھر یہ کسی مخصوص اتوار کے متعلق ہے جس کے بارے میں آپ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس اتوار کو کوئی مصیبت آنے والی ہے، مسند الفردوس میں حضرت ابن مسعود سے روایت ہے "اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن بیماریوں کو پیدا کیا، اسی دن ابلیس کو زمین میں نازل کیا گیا، اسی دن جہنم کو پیدا کیا گیا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بنو آدم کی روحوں پر مسلط کیا، اسی دن قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اسی دن حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام فوت ہوئے، اسی دن حضرت ایوب بیماری میں مبتلا ہوئے"، اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تب بھی یہ منگل کے دن کی نحوست پر دلالت نہیں کرتی، زیادہ سے زیادہ ——— یہ ہے کہ اسی دن یہ واقعات رونما ہوئے، لیکن اس دن اس سے اچھے واقعات بھی ہوئے، صحیح مسلم میں ہے "منگل کے دن انسانوں کی معاش کا وسیلہ پیدا کیا گیا، اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہفتہ کے ہر دن میں بڑے بڑے مصائب نازل ہوئے، اور اس بحث میں یہ بات کافی ہے کہ قرآن مجید کے مطابق ہفتہ کے تمام ایام میں قوم عاد پر عذاب نازل ہوا، اب بتائیے کہ ہفتہ کا کون سا دن نحوست سے خالی ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعض اشعار منقول ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے: "ہفتہ کا دن شکار کے لیے اچھا ہے، اتوار کا دن مکان بنانے کے لیے اچھا ہے، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا، اور اگر پیر کے دن سفر کیا تو تم کامیابی سے لوٹو گے، منگل کا دن جماعت بنانے کے لیے اچھا ہے، دوا پینے کے لیے بدھ کا دن اچھا ہے، مقدمات کی قضاء کے لیے جمعرات کا دن مبارک ہے اور شادی بیاہ کے لیے جمعہ کا دن بابرکت ہے اور ان باتوں کا علم نبی کو ہوتا ہے یا نبی کے وصی کو"۔

مجھے یہ یقین ہے کہ یہ نقل صحیح نہیں ہے، اور اخیر میں، میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس میں وقت یا کسی اور چیز کا کوئی دخل نہیں ہے، ہاں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ بعض دنوں اور بعض راتوں کی اجر و ثواب کے اعتبار سے فضیلت ہے، جیسے رمضان کا مہینہ، اور لیلۃ القدر، اور بعض اوقات میں عبادت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورج کے طلوع، غروب اور استواء کے وقت۔ (حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

مولانا مصطفےٰ رضا خاں، اعلیٰ حضرت کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مؤلف: جبل پور جانے کے چار روز باقی اور حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانا تھے، سلطان حیدر خاں نے عرض کی درزی کو دے دیئے جائیں؟

ارشاد: آج منگل کا دن ہے جس کی نسبت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہو جائے گا۔ [1]

علامہ مناوی نے اس مسئلہ پر بہت طویل بحث کی ہے جس کا اکثر حصہ علامہ آلوسی نے نقل کیا ہے، بلکہ علامہ آلوسی کی تمام بحث اسی سے ماخوذ ہے، علامہ مناوی نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے:

واما الطیرۃ فیکرھھا ولیست من الدین بل من فعل الجاھلیۃ وقول الکھان والمنجمین۔ [2]

اور بدفالی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکروہ قرار دیا ہے، یہ دین سے نہیں ہے بلکہ جاہلیت کے کاموں اور کاہنوں کے اقوال سے ماخوذ ہے۔

بدشگونی کی مذمت میں احادیث کا بیان

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطیرۃ شرک الطیرۃ شرک ثلاثا وما منا الا ولکن اللہ یذھبہ بالتوکل۔ [3]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا ہم میں سے ہر شخص کے دل میں کسی چیز کے متعلق کوئی بدشگونی ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کو توکل کے سبب سے دور کر دیتا ہے۔

عن عبد اللہ بن بریدۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یتطیر من شیء۔ [4]

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

---

[1] (حاشیہ صفحہ سابقہ) علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۸۷ - ۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[1] مولانا مصطفےٰ رضا خان — الملفوظ ج ۲ ص ۹۲ - ۸۹، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] علامہ عبدالرؤف مناوی — فیض القدیر ج ۱ ص ۴۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[4] " " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۹۱، " " " "

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۹، ۳۰۴، ۲۵۷، ج ۵ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابی حسان ان رجلا قال لعائشۃ ان ابا ھریرۃ یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال ان الطیرۃ فی المرأۃ والدار والدابۃ فغضبت غضبا شدیدا فطارت شقۃ منھا فی السماء وشقۃ فی الارض فقالت انما کان اھل الجاھلیۃ یتطیرون من ذلک۔ [1]

ابو حسان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت، مکان اور چوپائے میں نحوست ہے حضرت عائشہ یہ سن کر بہت غضب ناک ہوئیں آپ نے فرمایا پر کا کوئی ٹکڑا آسمان کی طرف اڑ جاتا اور کوئی ٹکڑا زمین پر گر جاتا، اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اس سے بدفال لیتے۔

اس حدیث کی یہ توجیہ ہے کہ اگر نحوست ہوتی تو ان چیزوں میں ہوتی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

وعن معاویۃ بن الحکم السلمی قال..... ومنا رجال یتطیرون قال ذاک شئ یجدونہ فی صدورھم فلا یصدھم۔ [2]

حضرت معاویہ بن الحکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم میں سے کچھ لوگ بدشگونی لیتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کا ان کے دلوں میں خیال آتا ہے تم اس کے درپے نہ ہونا۔

بدشگونی کی مذمت میں فقہاء اسلام کی تصریحات

علامہ نووی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے دل میں غیر اختیاری طور پر کسی چیز کے متعلق نحوست کا خیال آجائے تو اس میں تم پر عتاب نہیں ہے کیونکہ تم اس کو دور کرنے کے مکلف نہیں ہو لیکن اس خیال کے سبب سے تم اپنا کوئی کام کرنے سے نہ رکو، کیونکہ یہ تمہارے اختیار میں ہے اور تم اس کے مکلف ہو سو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے روک دیا، اور بدشگونی کی وجہ سے کسی کام کو ترک کرنے سے منع فرما دیا، اور بکثرت احادیث صحیحہ میں بدشگونی لینے اور کسی چیز کو منحوس قرار دینے سے آپ نے منع فرمایا ہے۔ [3]

شریعت اسلام نے بدشگونی کے حکم کو باطل کر دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ کسی چیز سے نفع حاصل کرنے یا کسی ضرر کو دور کرنے میں بدشگونی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ [4]

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۴۰، ۱۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتب علمی بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

تَطَیُّر (بدشگونی) کی اصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ پرندوں پر اعتماد کرتے تھے، جب کوئی شخص کسی کام کے لیے نکلتا تو اگر وہ کسی پرندے کو دائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا تو اس کو مبارک قرار دیتا اور اپنے کام پر روانہ ہو جاتا، اور اگر اس کو بائیں جانب اڑتا ہوا دیکھتا اور اس کو منحوس قرار دیتا اور اپنے کام پر جانے سے باز آجاتا اور بعض اوقات کوئی شخص کوئی کام کرنے سے پہلے خود کسی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون نکال لیتا۔

زمانہ جاہلیت میں اکثر لوگ شگون نکالتے تھے اور اس پر اعتماد کرتے تھے کیونکہ شیطان نے یہ عمل ان کے لیے مزین کر دیا تھا، اور بہت سے مسلمانوں میں اس کا اثر باقی رہ گیا، امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی چیز سے بدشگونی لو تو اس کام کو ترک نہ کرو اور امام ابن عدی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم کسی چیز میں بدشگونی لو تو اس کام کو جاری رکھو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، اور امام ابوداؤد، امام ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "بدشگونی لینا شرک ہے"، سلیمان بن حرب نے کہا آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ ان کا اعتقاد تھا کہ شگون کی وجہ سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ضرر دور ہوتا ہے[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ بدشگونی کی وجہ سے اپنے مطلوبہ کاموں کو کرنے سے رک جاتے تھے، شریعت اسلام نے بدشگونی کو باطل کیا اور اس سے منع فرمایا اور یہ خبر دی کہ کسی نفع کے حصول یا کسی ضرر کے دور کرنے میں شگون کا کوئی اثر نہیں ہے۔[2]

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بدشگونی لینا شرک ہے"، کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بدشگونی کے تقاضے پر عمل کرنے سے ان کو نفع حاصل ہوتا ہے یا ان سے ضرر دور ہوتا ہے اور جب انھوں نے اس کے تقاضے پر عمل کیا تو گویا انھوں نے شرک کیا اور یہ شرک خفی ہے، اور اگر کسی شخص نے یہ اعتقاد کیا کہ حصول نفع یا دفع ضرر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مستقل مؤثر ہے تو یہ شرک جلی ہے، آپ نے اس کو شرک اس لیے فرمایا کہ وہ یہ اعتقاد کرتے تھے کہ جس چیز سے انھوں نے بدفالی لی ہے وہ مصیبت کے نزول میں مؤثر سبب ہے اور بالعموم ان اسباب کا لحاظ کرنا شرک خفی ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ جہالت اور سوء اعتقاد بھی ہو تو اس کا شرک خفی ہونا اور بھی واضح ہے۔[3]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا طِیَرَۃ" یعنی حصول نفع اور دفع ضرر میں بدشگونی لینے کی کوئی تاثیر اور دخل نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۱۳-۲۱۲، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱، ۲۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۹ ص ۷-۶، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ ھ

ہے اور بدشگونی نہیں لینا چاہیے اور نہ اس کا اعتبار کرنا چاہیے، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا، شریعت نے اس کو سبب نہیں بنایا۔ [1]

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر"، بعض علماء کے نزدیک اس سے مراد ماہ صفر ہے جو محرم کے بعد آتا ہے، عام لوگ اس ماہ کو مصیبتوں، بلاؤں اور آفتوں اور حادثوں کا مہینہ قرار دیتے تھے یہ اعتقاد بھی باطل ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [2]

علامہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

بقیہ کہتے ہیں میں نے محمد بن راشد سے پوچھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ولا صفر" کا کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا لوگ ماہ صفر کے دخول کو منحوس سمجھتے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا صفر"، یعنی صفر میں نحوست نہیں ہے۔ [3]

اس سے معلوم ہوا کہ کسی دن کو منحوس، نامسعود اور نامبارک خیال کرنا اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

بدشگونی لینا کفار کا طریقہ ہے

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص یا کسی چیز کو منحوس قرار دینا کفار کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاذا جاءتهم الحسنة قالوا لنا هذه وان تصبهم سيئة يطيروا بموسى ومن معه ط الا انما طئرهم عند الله ولكن اكثرهم لا يعلمون۔

(اعراف: ۱۳۱)

تو جب انھیں خوشحالی پہنچتی تو کہتے یہ ہماری وجہ سے ہے، اور اگر انھیں کوئی بدحالی پہنچتی تو (اے) موسیٰ اور ان کے اصحاب کی نحوست قرار دیتے، سنو ان (کافروں) کی نحوست اللہ کے نزدیک (مقدر) ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

قالوا انا تطيرنا بكم لئن لم تنتهوا لنرجمنكم وليمسنكم منا عذاب اليم۔

(یٰس: ۱۸)

(کافروں نے) کہا ہم نے تم سے برا شگون لیا ہے، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں ضرور سنگسار کردیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا

قالوا اطيرنا بك وبمن معك ط قال طئركم عند الله بل انتم قوم تفتنون۔

(نمل: ۴۷)

(کافروں نے حضرت صالح سے) کہا: ہم نے آپ کے ساتھیوں سے برا شگون لیا ہے، (حضرت صالح نے) فرمایا: تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے، بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا ہو۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

[2] " " " " ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۲۰، " "

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

بدشگونی کے سلسلہ میں خلاصہ بحث خلاصہ یہ ہے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور کوئی دن نامسعود اور نامبارک نہیں ہے، اسی طرح تمام انسان اور اشیاء اللہ کی پیدا کردہ ہیں اور ان میں سے کوئی چیز منحوس نہیں ہے، اور حوادث، آفات، بلاؤں اور مصائب کے نازل ہونے میں کسی چیز کا دخل نہیں ہے، بیماریوں، آفتوں اور مصیبتوں کے نازل ہونے کا تعلق تکوین اور تقدیر سے ہے، دن اور کسی شئے کا کسی شر کے حدوث اور کسی آفت کے نزول میں کوئی دخل اور اثر نہیں ہے، ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بس! اسی لیے کسی بھی جائز اور صحیح کام کو کسی دن اور کسی چیز کی خصوصیت کی وجہ سے ترک کرنا جائز نہیں ہے اور کوئی دن اور کوئی چیز منحوس، نامسعود اور نامبارک نہیں ہے۔

روح کی بحث حدیث نمبر ۶۹۳۲ میں ہے چند یہودیوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کیا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی: آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ روح اور نفس کے سلسلہ میں کلام بہت غامض اور دقیق ہے، اس کے باوجود اکثر علماء نے اس پر بحث کی اور اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، امام ابوالحسن اشعری نے کہا روح وہ سانس ہے جو آ اور جا رہا ہے، علامہ باقلانی نے کہا روح سانس، اور زندگی میں امر مشترک ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک جسم لطیف ہے جو اجسام ظاہرہ اور اعضاء ظاہرہ میں مشترک ہے، بعض علماء نے کہا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو روح کا علم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آپ کہیے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے" اور جمہور علماء نے یہ کہا کہ روح معلوم ہے، اور اس کے متعلق یہ مختلف اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روح خون ہے، اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں، اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ روح کا علم نہیں ہو سکتا، اور نہ یہ دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں تھا، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ جواب اس لیے کہلوایا گیا کہ یہودیوں کے نزدیک یہ طے تھا کہ اگر انھوں نے روح کی تفسیر کی تو یہ نبی نہیں ہیں۔ [1]

یہودیوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کون سی روح کے متعلق سوال کیا تھا؟ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں علامہ ابن التین نے کہا، اس حدیث میں یہودیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جس روح کے متعلق سوال کیا تھا، اس کی تعیین میں بھی متعدد اقوال ہیں: (۱) انسان کی روح، (۲) حیوان کی روح (۳) جبرائیل (۴) حضرت عیسیٰ (۵) قرآن مجید (۶) وحی (۷) وہ فرشتہ جو قیامت کے دن صف میں اکیلا کھڑا ہوگا (۸) وہ فرشتہ جس کے گیارہ ہزار پر اور چہرے ہیں، یا وہ فرشتہ جس کی ستر ہزار زبانیں ہیں، یا وہ فرشتہ جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان میں ستر ہزار لغات ہیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے اور ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو فرشتوں کے ساتھ اڑتا ہے، یا وہ فرشتہ جس کی ٹانگیں زمین پر اور سر عرش کے پائے پر ہے، (۹) بنو آدم کی طرح کھانے پینے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والی ایک مخلوق ہے جس کو روح کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک نوع ہے جو کھاتی پیتی ہے۔

روح کے متعلق یہ متعدد اقوال اس وجہ سے ہیں کہ قرآن مجید کی آیات میں متعدد معانی پر روح کا اطلاق کیا گیا ہے، خاص اس آیت کے متعلق یہ متعدد اقوال نہیں ہیں، قرآن مجید میں روح کا اطلاق جن معانی پر ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) ۔ نزل به الروح الامین۔ "اس کو روح امین نے نازل کیا" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں۔

(۲) ۔ وکذٰلك اوحینا الیك روحا من امرنا ۔ "اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کی وحی کی ہے" اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

(۳)۔ یلقی الروح من امره ۔ "اس کے حکم سے روح القا کی جاتی ہے" اس سے مراد وحی ہے۔

(۴)۔ وایدهم بروح منه "اور اللہ نے اپنی روح سے ان کی تائید کی" اس سے مراد قوت ہے۔

(۵) ۔ یوم یقوم الروح والملائکة صفا۔ "جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے" اس سے مراد حضرت جبرائیل ہیں یا کوئی اور فرشتہ۔

(۶) ۔ تنزل الملائکة والروح فیها۔ "اس رات فرشتے اور روح نازل ہوتے ہیں" اس سے بھی حضرت جبرائیل مراد ہیں یا کوئی اور فرشتہ اور روح اللہ کا اطلاق حضرت عیسیٰ پر کیا گیا ہے۔

امام ابن اسحاق نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے روح اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے، اور بنو آدم کی طرح صورتیں ہیں، ہر فرشتہ کے ساتھ ایک روح نازل ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے اس آیت میں روح کی تعیین نہیں کی، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس آیت میں روح کے متعلق کئی اقوال ہیں:

(۱) ۔ یہودیوں نے حضرت جبرائیل کے متعلق سوال کیا تھا، (۲) اس فرشتے کے متعلق سوال کیا تھا جس کی زبانیں ہیں، (۳) ۔ اور اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے اس روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا جس کے سبب سے جسم میں حیات ہوتی ہے، (۴) اہل نظر نے یہ کہا انھوں نے جسم میں روح کے حلول اور امتزاج کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تھا، اور یہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے (۵) علامہ قرطبی نے کہا راجح یہ ہے کہ انھوں نے انسان کی روح کے متعلق سوال کیا تھا، کیونکہ یہود اس کو نہیں مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ، اللہ کی روح ہیں، اور نہ وہ اس بات سے جاہل تھے کہ حضرت جبرائیل فرشتے ہیں اور فرشتے ارواح ہیں۔

روح کی تعریف

امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ مختار یہ ہے کہ انھوں نے اس روح کے متعلق سوال کیا تھا، جو حیات کا سبب ہے، اور قرآن مجید کی آیت میں اس کا نہایت عمدہ جواب ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا مطلب یہ ہو کہ روح کی ماہیت کیا ہے؟ وہ متحیز ہے یا نہیں! آیا اس کا کسی متحیز میں حلول ہے یا نہیں؟ آیا وہ قدیم ہے یا حادث؟ جسم سے نکلنے کے بعد آیا روح باقی رہتی ہے یا فنا ہو جاتی ہے؟ روح کے عذاب اور ثواب کی کیا کیفیت ہے؟ ان کے سوال میں ان میں سے کسی مطلب کی تخصیص نہیں ہے، البتہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے روح کی ماہیت کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ کہ آیا روح قدیم ہے یا حادث؟۔

قرآن مجید میں جو اس کا جواب دیا گیا ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ روح ایک موجود چیز ہے جو عام حقیقتوں کے مغائر ہے وہ ایک جوہر بسیط مجرد ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض لفظ کن سے پیدا ہوتی ہے، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے امر اور اس تکوین سے پیدا ہوتی ہے اور اس میں جسم کے اندر حیات کے افادہ کی تاثیر ہے اور اس کی کیفیت مخصوصہ کے علم کی نفی سے روح کے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔

سلف صالحین نے روح میں غور و خوض کرنے سے منع فرمادیا ہے تاہم روح کے متعلق علماء کے چند اقوال ہیں: (۱) یہ سانس جو اندر جا رہا ہے اور باہر آ رہا ہے۔ (۲) حیات (۳) ایک جسم لطیف جس کا تمام بدن میں حلول ہے، (۴) خون (۵) عرض، خلاصہ یہ ہے کہ روح کے متعلق سو اقوال ہیں، ابن مندہ نے متکلمین سے نقل کیا ہے کہ ہر نبی کی پانچ روحیں ہیں اور مومن کی تین روحیں ہیں، اور ہر جاندار کی ایک روح ہے۔

روح کی حقیقت مخفی رکھنے کی حکمت

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ مخلوق کو آزمایا جائے کہ جس چیز کا انھیں علم نہیں ہے آیا وہ اس کو اللہ کی طرف مفوض کرتے ہیں یا نہیں؟ اور علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ روح کو مخفی رکھنے میں انسان کے عجز کا اظہار ہے کہ انسان کا وجود قطعی طور پر اس کو معلوم ہے لیکن وہ اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے تو اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو جاننے سے تو وہ بدرجہ اولیٰ عاجز ہوگا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور انھیں (یہودیوں کو) مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو۔

عوارف المعارف میں ہے ادب کا تقاضا ہے کہ روح کے متعلق بحث نہ کی جائے، اور حضرت جنید سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کے علم کو اپنے ساتھ خاص کر لیا اور کسی مخلوق کو اس پر مطلع نہیں کیا، ابن مندہ نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ جب تمام عالم فنا ہو جائے گا تو روح باقی رہے گی یا فنا ہو جائے گی۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم دیے جانے کے متعلق اکابر علماء اسلام کی تصریحات

امام رازی لکھتے ہیں:

ان مسئلة الروح يعرفها اصاغر الفلاسفة وارازل المتكلمين فلو قال الرسول انى لا اعرفها لاورث ذلك ما يوجب التحقير والتنفير فان الجهل بمثل هذه المسئلة يفيد تحقير اى انسان كان فكيف الرسول الذى هو اعلم

روح کے مسئلہ کو چھوٹے چھوٹے فلسفی اور کم درجہ کے متکلمین بھی جانتے ہیں تو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرمائیں کہ میں روح کو نہیں جانتا تو یہ آپ سے لوگوں کی دوری اور توحش کا موجب ہوگا، کیونکہ جو انسان بھی اس مسئلہ کو نہ جانے اس کی مذمت ہوتی ہے، تو رسول اللہ

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۴-۴۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

العلماء و افضل الفضلاء ۔[1]

صلے اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق میں سب سے بڑے عالم اور فاضل ہیں، ان کو روح کی حقیقت کا علم کیونکر نہ ہوگا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

فلا یدرك بالعقل شیء من وصفه بل بنور اٰخر اعلی واشرف من العقل یشرق ذلك النور فی عالم النبوة والولایة۔[2]

عقل کے ذریعہ روح کا کچھ بھی بیان نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کا بیان ایک اور نور کے ذریعہ ہوگا جو عقل سے اعلیٰ اور اشرف ہے، یہ نور صرف نبوت اور ولایت کے عالم میں روشن ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی روح کے علم پہ بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لم یقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی علم کل شیء یمکن العلم به ۔[3]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تک وصال نہیں ہوا جب تک کہ آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں ہوگیا جس کا علم ممکن تھا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

قلت جل منصب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو حبیب اللہ وسید خلقه ان یکون غیر عالم بالروح وکیف وقد من اللہ علیه بقوله وعلمك ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما ۔[4]

میں کہتا ہوں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ہیں اور اس کی تمام مخلوق کے سردار ہیں اور آپ کا مرتبہ اس سے بلند ہے کہ آپ کو روح کا علم نہ ہو، آپ کو روح کا علم کیسے نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق بہ طور احسان یہ فرمایا ہے: آپ جس چیز کو بھی نہیں جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا علم عطا فرما دیا، اور اللہ کا آپ پہ بہت بڑا فضل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الی انه صلی اللہ علیه وسلم اوتی علم الخمس ایضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بکتم ذلك ۔[5]

بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ (قیامت، بارش، ماں کے پیٹ، کل اور مرنے کی جگہ) اور روح کا علم دیا گیا ہے اور آپ

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۴ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[3] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۰۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[5] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر

کو ان کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

وقال بعضهم ليس فى الآية دلالة على ان الله لم يطلع نبيه على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يامره ان يطلعهم وقد قالوا فى علم الساعة نحو هذا۔[1]

بعض علماء نے کہا ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ یہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا ہو اور ان کو مطلع کرنے کا حکم نہ دیا ہو، اور علم قیامت کے متعلق بھی اسی قسم کا قول کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی سے بھی ہم اس عبارت کا ترجمہ نقل کر چکے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مستند علماء کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم عطا فرمایا ہے۔

بَابُ انْشِقَاقِ الْقَمَرِ

چاند کا پھٹ جانا

۶۹۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشِقَّتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْهَدُوا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

۶۹۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى إِذِ انْفَلَقَ الْقَمَرُ فِلْقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِلْقَةٌ وَرَاءَ الْجَبَلِ وَفِلْقَةٌ دُونَهُ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا پھٹ کر پہاڑ کے پیچھے چلا گیا اور دوسرا دوسری طرف، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔

---

[1] ۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۷، ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۰۶ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُوْا۔

۶۹۴۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِلْقَتَيْنِ فَسَتَرَ الْجَبَلُ فِلْقَةً وَكَانَتْ فِلْقَةٌ فَوْقَ الْجَبَلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑے کو پہاڑ نے ڈھانپ لیا اور دوسرا اس کے اوپر تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ!

۶۹۴۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۶۹۴۸ - وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِاِسْنَادِ ابْنِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَ حَدِيْثِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ فَقَالَ اشْهَدُوْا اشْهَدُوْا۔

ابن ابی عدی کی روایت میں ہے گواہ ہو جاؤ، گواہ ہو جاؤ۔

۶۹۴۹ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّرِيَهُمْ اٰيَةً فَاَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اہل مکہ نے یہ سوال کیا کہ آپ انھیں کوئی معجزہ دکھائیں، آپ نے انھیں چاند کا دو ٹکڑے ہونا دو بار دکھا دیا (یعنی ایک ہی واقعہ کو انھوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا)۔

۶۹۵۰ - وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ شَيْبَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۹۵۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَاَبُوْ دَاوٗدَ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ فِرْقَتَيْنِ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ دَاوٗدَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ابو داؤد کی روایت میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۶۹۵۲۔ حَدَّثَنَا مُوْسَی ابْنُ قُرَيْشٍ التَّمِيْمِيُّ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ بَكْرِ بْنِ مُضَرَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيْعَةَ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ الْقَمَرَ انْشَقَّ عَلٰی زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند پھٹ گیا۔

شق القمر کو باقی دنیا نے کیوں نہیں دیکھا

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ چاند کا شق ہونا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نہایت عظیم معجزات میں سے ہے، اس معجزہ کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، اس کے علاوہ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے، عقلی طور پر اس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ چاند اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے، بعض ملحدین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ معجزہ ہوا ہوتا تو یہ تواتر کے ساتھ منقول ہوتا اور تمام روئے زمین والوں کو اس کی معرفت ہوتی، اور صرف اہل مکہ اس کے ساتھ مخصوص نہ ہوتے، علماء نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ چاند شق ہونے کا واقعہ رات کو رونما ہوا تھا، اور اس وقت لوگ سوئے ہوئے تھے اور اس کا پہلے سے باقاعدہ پوری دنیا میں اعلان تو نہیں کیا گیا تھا کہ لوگ جاگ کر اس کا انتظار کر رہے ہوتے، اور یہ معجزہ ایک لحظہ میں رونما ہوا تھا، اور باقی آدھی دنیا میں اس وقت دن تھا۔[1]

شق القمر کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابونعیم نے سند ضعیف کے ساتھ دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مشرکین جمع ہوئے ان میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن عبد یغوث، اسد بن عبدالمطلب، ربیعہ بن اسود اور نضر بن حارث تھے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں، اس کا نصف ابوقبیس (پہاڑ) پر ہو اور نصف قیقعان پر ہو، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر میں نے ایسا کیا تو تم ایمان لے آؤ گے، انھوں نے کہا ہاں! وہ چودھویں کے چاند کی رات تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبہ کو پورا کر دے، پھر اس رات چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، اس کا نصف ٹکڑا ابوقبیس پر تھا اور نصف ٹکڑا قیقعان پر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ندا فرما رہے تھے: اے ابوسلمہ بن عبدالاسد! اے ارقم بن ارقم گواہ ہو جاؤ!

شق قمر کے متعلق اس کے علاوہ بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں، اور ان کے متواتر ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ غیر متواتر ہیں، میر سید شریف نے شرح مواقف میں یہ لکھا ہے کہ یہ متواتر ہیں، مختصر ابن حاجب کی شرح میں علامہ ابن السبکی کا بھی یہی مختار ہے، انھوں نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ قمر کا شق ہونا متواتر ہے اور

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قرآن مجید میں منصوص ہے۔

حضرت انس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ، حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت ابن عمیر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں، البتہ ان میں سے بعض صحابہ اس موقعہ پر حاضر نہ تھے، جیسے حضرت ابن عباس یہ اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے، اور جیسے حضرت انس یہ اس وقت مدینہ میں تھے اور ان کی عمر چار یا پانچ سال تھی، ان کی روایات از قبیل مراسیل ہیں، لیکن اس سے ان احادیث کی صحت میں کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں ہے حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چاند اس وقت دو ٹکڑے ہوا جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ معجزہ اس وقت ہوا جب آپ مکہ میں تھے، ان دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ان سے مراد یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اس واقعہ کا ظہور مکہ میں ہوا تھا۔

آیا شق القمر ایک بار ہوا تھا یا کئی بار؟

حافظ ابوالفضل عراقی نے لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دو مرتبہ چاند شق ہوا، کیونکہ عبد بن حمید نے حاکم نے اپنی تصحیح کے ساتھ، ابن مردویہ نے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے میں نے مکہ میں دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ لیکن حافظ عراقی کا اس پر اجماع قرار دینا ناقابل تسلیم ہے۔ کیونکہ المواہب میں مذکور ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ چاند کے شق ہونے پر تو اجماع ہے لیکن اس کے دو بار شق ہونے پر اجماع نہیں ہے کیونکہ علماء حدیث میں سے کسی نے اس پر اعتماد نہیں کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند دو بار شق ہوا ہے، اور جس حدیث میں دو بار کا لفظ ہے اس سے مراد دو ٹکڑے ہے، میں کہتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ زیر بحث روایت میں یہ مذکور ہے کہ میں نے دو بار چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا، البتہ میرے نزدیک اس روایت کی صحیح تاویل یہ ہے کہ دو بار کا تعلق دیکھنے سے ہے، اس کا تعلق ٹکڑے ہونے سے نہیں ہے، یعنی اس واقعہ کو انھوں نے آنکھیں مل مل کر دو بار دیکھا یہ مطلب نہیں کہ یہ واقعہ دو بار ہوا، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، امام ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اہل مکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کیا آپ کے پاس کوئی نشانی ہے، جس سے ہم یہ پہچانیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نازل ہو کر کہا: اے محمد! اہل مکہ سے کہو کہ وہ اس رات میں جمع ہو جائیں وہ ایک نشانی دیکھ لیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے اسی طرح فرما دیا، پھر یہ لوگ اس رات کو جمع ہوئے وہ چاند کی چودھویں شب تھی، اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا نصف صفا پر تھا اور نصف مروہ پر، انھوں نے یہ منظر دیکھا، ان کو خیال ہوا کہ ان کی آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے وہ بار بار آنکھیں مل کر یہ منظر دیکھ رہے تھے، سو اگر کوئی شخص یہ کہتا کہ اس نے تین بار چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا تھا تو یہ بھی بلاشبہ صحیح ہوتا اور اس سے یہ لازم نہ آتا کہ واقع میں چاند تین بار دو ٹکڑے ہوا ہے، اس لیے حضرت حضرت ابن مسعود کے کلام کو اسی طرز پر محمول کرنا چاہیے تاکہ احادیث میں تعارض نہ ہو۔[1]

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۷ ص ۵۷ - ۴۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

قرآن مجید میں شق القمر کا بیان

کافروں نے شق القمر کا یہ معجزہ دیکھنے کے بعد یہ کہہ دیا کہ یہ جادو ہے اور ایسا جادو پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیات نازل ہوئیں:

اقتربت الساعۃ وانشق القمر ۝ وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ۝ وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ۝

(قمر: ۳-۱)

قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں، اور کہیں (یہ تو) ہمیشہ سے کیے جانے والا جادو ہے اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی اتباع کی اور ہر کام (اپنی میعاد کے مطابق) قرار پا چکا ہے۔

یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کا وقوع اب قریب آ پہنچا ہے، کیونکہ اب نظام عالم کے درہم برہم ہونے کی ابتدا ہو گئی ہے، چاند ایک —— سیارہ ہے اور جب وہ پھٹ سکتا ہے تو باقی سیارے بھی پھٹ سکتے ہیں، زمین بھی شق ہو سکتی ہے اور آسمان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے، کائنات کی کوئی چیز دائمی اور سرمدی نہیں ہے، اور ہر چیز فانی ہے۔

نیز چاند کو شق کرنے کے بعد دوبارہ پہلے کی طرح جوڑ دینے میں یہ دلیل ہے کہ جس طرح اس ایک سیارہ کو توڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ویسے ہی جوڑ سکتا ہے تو اس سارے عالم کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اسی طرح قادر ہے۔

بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت معجزہ شق القمر پر دلیل نہیں ہے بلکہ یہاں ماضی کا صیغہ مضارع کے معنی میں ہے، اور اس آیت کا معنی ہے چاند شق ہو جائے گا یعنی قرب قیامت میں، یہ معنی خلاف ظاہر ہونے کے علاوہ اس لیے بھی صحیح نہیں ہے کہ اس آیت میں چاند کے پھٹنے کو قرب قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے، اگر اس آیت کے نزول سے پہلے چاند شق نہیں ہوا تھا بلکہ وہ آئندہ کبھی شق ہونے والا تھا تو اس وجہ سے یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ "قیامت کا وقت قریب آ پہنچا ہے کیونکہ آئندہ چاند شق ہو جائے گا" بلکہ معقول اسلوب یہ ہے کہ جب چاند ایک سیارہ ہونے کے باوجود شق ہو گیا تو معلوم ہوا کہ کائنات کا ہر سیارہ پھٹ سکتا ہے اس لیے چاند کا شق ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کی ساعت اب قریب آ پہنچی ہے۔

باب ۹۹۹ فی الکفار

کفار کا بیان

۶۹۵۳ - حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابو معاویۃ وابو اسامۃ عن الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابی عبد الرحمن السلمی عن ابی

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی اذیت ناک باتوں پر صبر کرنے والا نہیں ہے،

مُوسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدَ اَصْبَرُ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّہٗ یُشْرَکُ بِہٖ وَیُجْعَلُ لَہُ الْوَلَدُ ثُمَّ ھُوَ یُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے، اس کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور رزق دیتا ہے۔

۶۹۵۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ وَاَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ اِلَّا قَوْلَہٗ وَیُجْعَلُ لَہُ الْوَلَدُ فَاِنَّہٗ لَمْ یَذْکُرْہُ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بنایا جاتا ہے۔

۶۹۵۵۔ وَحَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ قَیْسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی یَسْمَعُہٗ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّھُمْ یَجْعَلُوْنَ لَہٗ نِدًّا وَیَجْعَلُوْنَ لَہٗ وَلَدًا وَھُوَ مَعَ ذٰلِکَ یَرْزُقُھُمْ وَیُعَافِیْھِمْ وَیُعْطِیْھِمْ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف دہ باتوں کو سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتے ہیں اور اس کا بیٹا بناتے ہیں اور وہ اس کے باوجود ان کو رزق دیتا ہے، ان کو عافیت کے ساتھ رکھتا ہے اور ان کو عطا کرتا ہے۔

۶۹۵۶۔ حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی لِاَھْوَنِ اَھْلِ النَّارِ عَذَابًا لَوْ کَانَتْ لَکَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا اَکُنْتَ مُفْتَدِیًا بِھَا فَیَقُوْلُ نَعَمْ فَیَقُوْلُ قَدْ اَرَدْتُّ مِنْکَ اَھْوَنَ مِنْ ھٰذَا وَاَنْتَ فِیْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِکَ اَحْسِبُہٗ قَالَ وَلَا اُدْخِلُکَ النَّارَ فَاَبَیْتَ اِلَّا الشِّرْکَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تمہیں دنیا اور اس کی سب چیزیں مل جائیں تو کیا تم ان کو اس عذاب سے نجات کے لیے فدیہ دے دو گے؟ وہ کہے گا: ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جس وقت تم آدم کی پشت میں تھے اس وقت میں نے تم سے اس کی بہ نسبت کم چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو (راوی کہتا ہے میرا گمان ہے آپ نے فرمایا تھا:) کہ میں تم کو جہنم میں داخل نہیں کروں گا، مگر تم نے شرک کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

۶۹۵۷۔ حَدَّثَنَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ إِلَّا قَوْلَهُ وَلَا أُدْخِلَكَ النَّارَ فَإِنَّهُ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث مثل سابق ہے البتہ اس میں یہ قول نہیں ہے کہ میں تم کو دوزخ میں داخل نہ کرتا۔

۶۹۵۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُقَالُ لِلْكَافِرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا أَكُنْتَ تَفْتَدِي بِهِ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ قَدْ سُئِلْتَ أَيْسَرَ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا یہ بتاؤ اگر تمہارے پاس روئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا تم اس کو عذاب سے نجات کے لیے دے دو گے، وہ کہے گا ہاں! اس سے کہا جائیگا تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ (مطالبہ) کیا گیا تھا۔

۶۹۵۹ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيدٍ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ كَذَبْتَ قَدْ سُئِلْتَ مَا هُوَ أَيْسَرُ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی اس کی مثل ہے البتہ اس میں یہ مذکور ہے: اس سے کہا جائے گا تم نے جھوٹ بولا، تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا سوال کیا گیا تھا۔

۶۹۶۰۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلٰى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلٰى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ قَتَادَةُ بَلٰى وَعِزَّةِ رَبِّنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کافر کو کس طرح قیامت کے دن منہ کے بل اٹھایا جائے گا، آپ نے فرمایا جس نے اس کو پاؤں کے بل چلایا ہے کیا وہ اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں ہے؟ قتادہ نے کہا کیوں نہیں! ہمارے رب کی عزت و جلال کی قسم!۔

۶۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جہنمی

الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ مَا مَرَّ بِيْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔

کہ دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں ملی تھیں اس کو قیامت کے دن بلایا جائے گا، اور اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی خیر دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: نہیں بہ خدا! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ تکلیف میں رہا تھا، اس کو جنت کا ایک چکر لگوایا جائیگا، اس سے کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی ہے؟ کیا تم کو کبھی کوئی تکلیف لاحق ہوئی ہے؟ وہ کہے گا: نہیں! بہ خدا! اے میرے رب! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہے نہ کبھی کوئی سختی پہنچی ہے۔

صبر اور حلم کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ کافروں کے شرک پر صبر کرتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت حلیم ہے، حتیٰ کہ جو کافر اس کی طرف بیٹے اور اولاد کی نسبت کرتے ہیں، ان پر بھی رحم فرماتا ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ صبر کا معنی ہے نفس کو انتقام وغیرہ سے روکنا، اور اللہ تعالیٰ کے لیے جب صبر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی ہے امتناع، قاضی عیاض نے کہا اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے صبور (بہت زیادہ صبر کرنے والا) اس کا معنی ہے جو نافرمانوں سے انتقام لینے میں جلدی نہ کرے، اس کا معنی حلیم ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا اسم ہے اور حلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو قدرت کے باوجود انتقام نہ لے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا معنی

حدیث نمبر ۶۹۵۶ میں ہے: اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے جہنمی سے فرمائیگا: اگر تم کو دنیا و ما فیہا مل جائے تو کیا تم اس کو اس عذاب سے نجات کے لیے دے دو گے؟ وہ شخص کہے گا ہاں! (حدیث نمبر ۶۹۵۹) میں ہے: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے جھوٹ بولا، میں نے تم سے اس کی بہ نسبت بہت آسان چیز کا ارادہ کیا تھا، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، مگر تم نے شرک کرنے کے سوا کوئی بات نہیں مانی۔

اس حدیث پر یہ اعتراض ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ کافر شرک نہ کریں تو اللہ تعالیٰ کا ارادہ پورا کیوں نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ وہ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کر گزرتا ہے وہ "فعال لما یرید" ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی ہے مطالبہ اور سوال کرنا، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا نہ یہ ارادہ کیا تھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے تم سے شرک نہ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اور تم کو شرک نہ کرنے کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حکم دیا تھا۔ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے، خیر اور شر ہو یا ایمان اور کفر، اللہ سبحانہ وتعالیٰ مومن کے ایمان کا ارادہ فرماتا ہے اور کافر کے کفر کا، اس کے برخلاف معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر کے کفر کا ارادہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے ایمان کا ارادہ کرتا ہے، اور ان کے اس مذہب کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا عاجز لازم آتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مملکت میں جس چیز کے کرنے کا ارادہ کیا وہ نہیں ہوئی، اس کا جواب یہی ہے کہ اس حدیث میں ارادہ کا معنی مطالبہ ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثلہ معہ لافتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیامۃ۔ (زمر: ۴۷)

اور اگر ان ظالموں کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں اور اس جتنی اور چیزیں بھی ہوں تو وہ ان کو برے عذاب سے بچنے کے لیے قیامت کے دن فدیہ میں دے دیں گے۔

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کفار کے پاس دنیا اور ما فیہا ہو تو وہ اس کو قیامت کے دن عذاب سے چھٹکارے کے لیے فدیہ میں دے دیں گے، اور اس حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا: کیا تم عذاب سے بچنے کے لیے دنیا وما فیہا کو فدیہ میں دے دوگے اور انھوں نے کہا ہاں! تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نے جھوٹ بولا! یعنی وہ عذاب سے بچنے کے لیے فدیہ نہیں دیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم تم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیں تو کیا تم اخروی عذاب سے بچنے کے لیے دنیا وما فیہا کو فدیہ میں دے دوگے، وہ کہیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ کہا، ہم نے تم کو اس کی بہ نسبت آسان چیز کا حکم دیا تھا جس کو تم نے نہیں مانا اور شرک کیا۔ [1]

بَابُ جَزَاءِ الْمُؤْمِنِ بِحَسَنَاتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَتَعْجِيلِ حَسَنَاتِ الْكَافِرِ فِي الدُّنْيَا

مومن کو اس کی نیکیوں کا صلہ دنیا اور آخرت میں ملے گا اور کافر کو صرف دنیا میں۔

۶۹۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَرُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيَى عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلَّهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مومن کو دنیا میں کوئی نیکی دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اس پر ظلم نہیں کرے گا، اس کو آخرت میں بھی جزا دی جائے گی، رہا کافر تو اس نے دنیا میں جو اللہ کے لیے نیکیاں کی ہیں ان کا اجر اس کو دنیا میں دے دیا جائے گا اور جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کو جزا دینے کے لیے کوئی نیکی نہیں ہوگی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۹۶۳ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ حَدَّثَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْكَافِرَ إِذَا عَمِلَ حَسَنَةً أُطْعِمَ بِهَا طُعْمَةً مِنَ الدُّنْيَا وَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَإِنَّ اللهَ يَدَّخِرُ لَهُ حَسَنَاتِهِ فِي الْآخِرَةِ وَيُعْقِبُهُ رِزْقًا فِي الدُّنْيَا عَلَى طَاعَتِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ کافر جب کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس کا لقمہ اس کو دنیا میں ہی کھلا دیا جاتا ہے، اور رہا مومن تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں کو آخرت کے لیے ذخیرہ کرتا ہے اور اس کی عبادت کے صلہ میں اس کو دنیا میں رزق عطا فرماتا ہے۔

۲۹۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرُّزِّيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ابْنُ عَطَاءٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جو کافر کفر پر مر جائے اس کو آخرت میں کوئی ثواب نہیں ملے گا، اور اس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو کام کیے ہوں گے اس کو ان کی کوئی جزا نہیں ملے گی، اور اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ اس نے دنیا میں صلہ رحم، صدقہ، غلاموں کو آزاد کرنا، مہمان نوازی اور جو دوسری نیکیاں کی ہیں ان کی جزا اس کو دنیا میں دے دی جائے گی، اور مومن کی نیکیوں کو آخرت کے لیے جمع کیا جائے گا، اس کے باوجود اس کو دنیا میں بھی اجر ملے گا، اس مسئلہ کی پوری تحقیق کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ [1]

باب ۱۱ - مَثَلِ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلِ الْكَافِرِ

مومن اور کافر کی مثال

۲۹۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّيحُ تُمِيلُهُ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأَرْزِ لَا تَهْتَزُّ حَتَّى تَسْتَحْصِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال کھیت کی طرح ہے جس کو ہوا مسلسل جھونکے دیتی رہتی ہے، مومن پر بھی مصیبتیں آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو ہلتا جلتا ہی نہیں حتیٰ کہ اس کو کاٹ دیا جاتا ہے۔

۲۹۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَكَانَ قَوْلِهِ تُمِيلُهُ، تُفِيئُهُ۔

۶۹۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي ابْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا أُخْرَى حَتَّى تَهِيجَ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ عَلَى أَصْلِهَا لَا يُفِيئُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔

۶۹۶۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا حَتَّى يَأْتِيَهُ أَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ إِنْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔

۶۹۶۹۔ وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ أَنَّ مَحْمُودًا قَالَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ بِشْرٍ وَمَثَلُ الْكَافِرِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ وَأَمَّا ابْنُ حَاتِمٍ فَقَالَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ۔

۶۹۷۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ هَاشِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ ابْنُ هَاشِمٍ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کی مثال سرکنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ وہ سوکھ جاتا ہے، اور کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پر قائم رہتا ہے، کوئی چیز اس کو ادھر ادھر نہیں جھکاتی حتیٰ کہ وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

عبدالرحمن بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال سرکنڈے کے کھیت کی طرح ہے، جس کو ہوا جھونکے دیتی رہتی ہے کبھی اس کو گرا دیتی ہے اور کبھی کھڑا کر دیتی ہے حتیٰ کہ اس کی اجل آجاتی ہے، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو اپنی جڑ پر کھڑا رہتا ہے، اس پر کوئی آفت نہیں آتی بالآخر وہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔

عبداللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، البتہ محمود کی روایت میں یہ ہے کافر کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے اور ابن حاتم نے منافق کی مثال کہا جس طرح زہیر کی روایت میں ہے۔

عبداللہ بن کعب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے ان کی مثل نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور ان سب کی روایات میں یہ ہے: کافر کی مثال صنوبر

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ وَقَالَ ابْنُ بَشَّارٍ عَنِ ابْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ وَقَالَا جَمِيْعًا فِيْ حَدِيْثِهِمَا عَنْ يَحْيٰى وَمَثَلُ الْكَافِرِ مَثَلُ الْاَرْزَةِ۔

کے درخت کی طرح ہے۔

بَابُ مَثَلِ الْمُؤْمِنِ مِثْلَ النَّخْلَةِ

مومن کی مثال کھجور کے درخت کی طرح ہے۔

۶۹۷۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَاِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوْا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعُمَرَ قَالَ لَاَنْ تَكُوْنَ قُلْتَ هِيَ النَّخْلَةُ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ درخت مسلمان کی طرح ہے، مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا دھیان جنگل کے درختوں کی طرف گیا، حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے (لیکن مجھے بتانے سے) حیا آئی، پھر صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ہمیں بتائیے وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے! حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے اس بات کا حضرت عمر سے ذکر کیا، حضرت عمر نے فرمایا اگر تم یہ بتا دیتے کہ وہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

۶۹۷۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ عَنْ اَبِي الْخَلِيْلِ الضُّبَعِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا لِاَصْحَابِهٖ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ شَجَرَةٍ مَثَلُهَا مَثَلُ الْمُؤْمِنِ فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَذْكُرُوْنَ شَجَرًا مِنْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَاُلْقِيَ فِيْ نَفْسِيْ اَوْ سُوْرِعَ اَنَّهَا النَّخْلَةُ فَجَعَلْتُ اُرِيْدُ اَنْ اَقُوْلَهَا فَاِذَا اَسَنَانُ الْقَوْمِ فَاَهَابُ اَنْ اَتَكَلَّمَ فَلَمَّا سَكَتُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ النَّخْلَةُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: مجھے بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کی مثال مومن کی طرح ہے؟ صحابہ جنگل کے درختوں میں سے کسی درخت کا ذکر کرنے لگے، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ چیز ڈالی گئی کہ یہ کھجور کا درخت ہے، میں نے اس کو بتانے کا ارادہ کیا، مگر وہاں بڑی عمر کے لوگ تھے، میں ان کے سامنے بات کرنے سے ڈرا، جب سب صحابہ چپ رہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔

۶۹۷۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ

مجاہد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَمَا سَمِعْتُهُ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُتِيَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا۔

کے ساتھ مدینہ میں رہا میں نے ان سے صرف ایک حدیث سنی، انھوں نے کہا ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۹۷۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا سَيْفٌ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجُمَّارٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا گودا لایا گیا، اس کے بعد ان کی طرح حدیث بیان کی۔

۶۹۷۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ شِبْهِ أَوْ كَالرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا يَتَحَاتُّ وَرَقُهَا قَالَ إِبْرَاهِيمُ لَعَلَّ مُسْلِمًا قَالَ تُؤْتِي أُكُلَهَا وَكَذَا وَجَدْتُ فِي عِنْدِ غَيْرِي أَيْضًا وَلَا تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا يَتَكَلَّمَانِ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ أَوْ أَقُولَ شَيْئًا فَقَالَ عُمَرُ لَأَنْ تَكُونَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا مجھے اس درخت کے متعلق بتاؤ جس کے پتے نہیں جھڑتے، وہ مسلمان کی طرح ہے، امام مسلم کہتے ہیں کہ اس روایت میں ہے وہ ہر وقت پھل دیتا ہے، لیکن میں نے اپنے علاوہ دوسرے محدثین کے پاس اسی طرح روایت دیکھی ہے، کہ وہ درخت ہر وقت پھل نہیں لاتا، حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے، (مگر) میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کلام نہیں کر رہے تو مجھے کچھ کہنا ناگوار ہوا، حضرت عمر نے کہا اگر تم بتا دیتے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے زیادہ پسند ہوتا۔

کھجور کے درخت کے ساتھ مومن کی مشابہت کی وجوہات اور دیگر مسائل

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ عالم کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کی عقلوں کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی مسئلہ پوچھے تو وہ اپنے ذہنوں کو دوڑائیں اور غور و فکر کریں، اور ان میں بڑوں کی تعظیم اور توقیر کا بیان ہے، جیسا کہ حضرت ابن عمر نے مسئلہ کا علم ہونے کے باوجود اس لیے نہیں بتایا کہ جب حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نہیں بتا رہے تو میرا بھی خاموش رہنا مناسب ہے، البتہ جب بڑوں کو جواب نہ آئے تو چھوٹوں کو بتا دینا چاہیے، نیز ان احادیث میں بیٹے کی لیاقت پر باپ کے خوش ہونے کا بیان ہے اور ان احادیث میں کھجور کے درخت کی فضیلت ہے، علماء

نے کہا ہے کہ کھجور کے درخت کو مسلمان کے ساتھ اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس میں بہت زیادہ خیر ہے اس کا سایہ دائمی ہے، اس کا پھل میٹھا ہے اور وہ پھل ہمیشہ موجود رہتا ہے، کیونکہ تازہ کھجور بھی کھائی جاتی ہے اور خشک ہونے کے بعد چھوارے کی شکل میں بھی کھائی جاتی ہے اور کھجور کے درخت کے خشک ہونے کے بعد اس کے تنے، اس کے پتوں اور اس کی شاخوں سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اس کے تنے سے شہتیر بنائے جاتے ہیں، اس کی شاخوں اور پتوں سے چٹائیاں بنائی جاتی ہیں اور اس کی گھٹلیوں سے تسبیح بنائی جاتی ہے، غرض یہ کہ کھجور کے درخت سے ہر حالت اور ہر دور میں نفع حاصل ہوتا ہے، جس طرح مومن کے ہر (نیک) عمل میں خیر ہے، اس کا عبادت کرنا، لوگوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا اور حسن اخلاق سے پیش آنا، اہل وعیال اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا، عبادت میں معاونت کی نیت سے کھانا پینا اور آرام کرنا، سو جس طرح کھجور کے درخت کی ہر چیز میں خیر ہے اس طرح مومن کے بہ حیثیت مومن ہر عمل میں خیر اور اجر ہے۔ [1]

بعض علماء نے کھجور کے درخت کی مومن کے ساتھ مشابہت میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ مومن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فراق پر صبر نہیں کر سکتا اور آپ سے جدائی پر بے اختیار گریہ وزاری کرتا ہے اور اب بھی جب اہل ایمان اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شیدائی مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے ہیں تو زار و قطار روتے ہیں اور فراق کے صدمہ کے باعث ان کی چیخیں نکل جاتی ہیں اور تمام درختوں میں سے صرف کھجور کے درخت کی یہ صفت ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتا ہے اور اس کو آپ کی جدائی کی سہار نہیں ہے، کھجور کے جس تنے سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیتے تھے جب منبر بننے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو وہ آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد الله ان امرأة من الانصار قالت لرسول الله صلى الله عليه و سلم يا رسول الله الا اجعل لك شيئا تقعد عليه فان لى غلاما نجارا قال ان شئت قال فعملت له المنبر فلما كان يوم الجمعة قعد النبى صلى الله عليه وسلم على المنبر الذى صنع فصاحت النخلة التى كان يخطب عندها حتى كادت ان تنشق فنزل النبى صلى الله عليه و سلم حتى اخذها فضمها اليه فجعلت تان

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کی ایک عورت نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں آپ کے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز نہ بنا دوں! کیونکہ میرا بیٹا بڑھئی ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو بنا دو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس عورت نے منبر بنا دیا۔ جمعہ کے دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس عورت کے بیٹے کے بنائے ہوئے منبر پر بیٹھے، تب کھجور کے اس درخت نے چیخ ماری جس کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تھے، حتیٰ کہ وہ تنا پھٹنے کے قریب تھا، پھر نبی صلے

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت۔[1]

اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس تنے کو پکڑا اور اس کو اپنے ساتھ چمٹایا، وہ تنا اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے روتا ہوا بچہ چپ کراتے وقت سسکیاں لیتا ہے، پھر وہ پُرسکون ہو گیا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

مفسرین نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) کی مثال پاک درخت کے ساتھ دی ہے، جس کی جڑ زمین میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں جو ہر وقت پھل لاتا ہے، اس سے مراد کھجور کا درخت ہے، اللہ تعالیٰ نے ایمان کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، کیونکہ جس طرح کھجور کی جڑیں زمین میں ہوتی ہیں، اسی طرح ایمان مومن کے دل میں ہوتا ہے، اور جس طرح کھجور کی شاخیں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی ہوتی ہیں اسی طرح مومن کے اعمال قبولیت کے لیے آسمانوں کے اوپر جاتے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر بجھارتیں ڈالنے سے منع فرمایا ہے اور یہاں آپ نے خود بجھارت ڈالی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ممانعت اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص دوسرے شخص پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے یا اس کو شرمندہ یا عاجز کرنے کے لیے اس سے کوئی لایخل سوال کرے۔ البتہ اگر اپنے شاگردوں کے علم اور ان کی عقل کی آزمائش کے لیے ان سے کوئی پہیلی پوچھے تو یہ جائز ہے۔[2]

بَابُ تَحْرِيشِ الشَّيْطَانِ وَبَعْثِهِ سَرَايَاهُ لِفِتْنَةِ النَّاسِ

لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے شیطان کا اپنے لشکر کو روانہ کرنا اور برانگیختہ کرنا

۶۹۷۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَلٰكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جزیرہ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے شیطان مایوس ہو گیا ہے لیکن وہ ان کو آپس میں (لڑائی کے لیے) بھڑکائے گا۔

۶۹۷۷۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے اس حدیث کی سند بیان کی۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ ۔

۶۹۷۸ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ ابْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ فَیَبْعَثُ سَرَایَاهُ فَیَفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابلیس کا تخت سمندر پر ہے وہ لوگوں میں فتنہ ڈالنے کے لیے اپنے لشکر روانہ کرتا ہے شیطان کے نزدیک سب سے بڑے درجہ والا وہ ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالے ۔

۶۹۷۹ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ كُرَیْبٍ) قَالَا اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاهُ فَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً یَجِیْءُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا فَیَقُوْلُ مَا صَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ ثُمَّ یَجِیْءُ اَحَدُهُمْ فَیَقُوْلُ مَا تَرَكْتُهٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ امْرَاَتِهٖ قَالَ فَیُدْنِیْهِ مِنْهُ وَیَقُوْلُ نِعْمَ اَنْتَ قَالَ الْاَعْمَشُ اُرَاهُ قَالَ فَیَلْتَزِمُهٗ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابلیس اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے، پھر وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے اس کے نزدیک سب سے زیادہ مقرب وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ ڈالتا ہے، اس کے لشکر میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایسا ایسا کیا ہے وہ کہتا ہے تم نے کچھ نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آکر کہتا ہے، میں نے ایک شخص کو اس حال میں چھوڑا کہ اس کی اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کرادی، وہ اس کو اپنے قریب کر کے کہتا ہے، ہاں تم نے کام کیا ہے، اعمش نے کہا میرا گمان ہے وہ اس کو گلے لگا لیتا ہے ۔

۶۹۸۰ ۔ حَدَّثَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَبْعَثُ الشَّیْطَانُ سَرَایَاهُ فَیَفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَهٗ مَنْزِلَةً اَعْظَمُهُمْ فِتْنَةً ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے جو لوگوں کو فتنوں میں ڈالتے ہیں، اس کے نزدیک زیادہ مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو زیادہ فتنے میں ڈالتا ہے

۶۹۸۱ ۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ قَالُوْا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان (ہم زاد) مسلط کر دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ۔ وہ مسلمان ہو

وَإِيَّاكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَإِيَّايَ إِلَّا أَنَّ اللهَ أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ فَلَا يَأْمُرُنِي إِلَّا بِخَيْرٍ.

گیا اور وہ مجھے خیر کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔

۶۹۸۲- حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِيَانِ ابْنَ مَهْدِيٍّ) عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُورٍ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ سُفْيَانَ وَقَدْ وُكِّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنِّ وَقَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں ہے ہر شخص کے لیے ایک ہم زاد جن اور ایک ہم زاد فرشتہ مقرر کر دیا ہے۔

۶۹۸۳- حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عُرْوَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا لَيْلًا قَالَتْ فَغِرْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَرَأَى مَا أَصْنَعُ فَقَالَ مَا لَكِ يَا عَائِشَةُ أَغِرْتِ فَقُلْتُ وَمَا لِي لَا يَغَارُ وَمِثْلِي عَلَى مِثْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَدْ جَاءَكِ شَيْطَانُكِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَوَمَعِي شَيْطَانٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَمَعَكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنَّ رَبِّي أَعَانَنِي عَلَيْهِ حَتَّى أَسْلَمَ.

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے پاس سے اُٹھ کر گئے، مجھے اس پر غیرت آئی، پس آپ آئے اور دیکھا کہ میں کیا کر رہی ہوں، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا بات ہے! کیا تم نے غیرت کی ہے؟ میں نے کہا مجھ جیسی عورت کو آپ جیسے مرد پر غیرت نہیں آنی چاہیے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس تمہارا شیطان آیا تھا؟ حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا ہر انسان کے ساتھ شیطان ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کے ساتھ بھی ہے، آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن اس کے مقابلہ میں میرے رب نے میری مدد کی حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تکفیر مسلمین کا رَدّ

حدیث نمبر ۶۹۷۶ میں ہے: شیطان جزیرۃ العرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے مایوس ہو گیا ہے، لیکن وہ لوگوں کو آپس میں لڑائی کے لیے بھڑکائے گا۔

یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے معجزات میں سے ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ شیطان اس سے مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد اور جنگ کی آگ بھڑکائے گا۔

بارھویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا، اس کا یہ عقیدہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا اور ان سے شفاعت طلب کرنا شرک ہے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں:

وعرفت ان اقرارهم بتوحيد الربوبية لم يدخلهم في الاسلام وان قصدهم الملائكة والانبياء يريدون شفاعتهم، والتقرب الى الله بذلك: هو الذي احل دماءهم واموالهم [1]

تم یہ جان چکے ہو کہ لوگ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کی وجہ سے اسلام میں داخل نہیں ہوتے اور فرشتوں اور نبیوں کی شفاعت کا ارادہ کرنے سے اور ان کے توسل سے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی وجہ سے ان کو قتل کرنا اور ان کا مال لوٹنا حلال ہوگیا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے اس قول کی بناء پر اس وقت کے تمام جزیرہ عرب کے مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا اور اس کا یہ قول اس صریح حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جزیرہ عرب میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہوگی اور جزیرہ عرب میں غیر اللہ کی عبادت سے شیطان مایوس ہوگیا ہے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نے یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کرنا کفر اور شرک ہے حالانکہ عہد صحابہ اور تابعین سے لے کر آج تک ہر وقت مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر دن رات مسلمانان عالم آپ سے شفاعت طلب کرتے ہیں اور آپ کے وسیلہ سے اللہ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نے، شیخ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد و افکار کے رد میں ایک کتاب لکھی "الصواعق الالٰہیہ" اس کتاب میں انھوں نے بھی اس حدیث سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا رد کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش کی جائے لیکن وہ ان کو آپس میں لڑاتا رہے گا اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرہ عرب میں بت پرستی کی جائے لیکن اس سے کم بات یعنی آپس کے لڑائی جھگڑوں پر راضی ہوگیا ہے، اور امام احمد نے اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ اور ابن ماجہ نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر شرک کا خوف کرتا ہوں، میں نے عرض کیا: حضور کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی، آپ نے فرمایا: ہاں! لیکن وہ سورج، چاند یا کسی بت کی پوجا نہیں کرے گی، لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔

ان احادیث کی تمہارے مذہب کے بطلان پر دلالت اس طرح ہے کہ اللہ کریم نے اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو جس قدر چاہا اپنے غیب سے مطلع فرمایا اور قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے، اس کی خبر دے دی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں شیطان اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے اور شداد کی روایت میں

---

[1] شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ، کشف الشبہات ص ۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

آپ نے خبر دی ہے کہ جزیرۂ عرب میں بت پرستی نہیں ہوگی اور یہ چیزیں تمہارے مذہب کے برعکس ہیں، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ بصرہ اور اس کے گرد و نواح اور عراق میں دجلہ سے لے کر اس جگہ تک جہاں حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں، اسی طرح سارے یمن اور حجاز میں شیطان کی پرستش اور بت پرستی ہوتی ہے اور یہاں کے مسلمان بت پرست اور کفار ہیں، حالانکہ یہ تمام جگہیں سرزمین عرب کے وہ تمام علاقے ہیں جن کی سلامتی ایمان اور کفر سے براءت کی حضور نے خبر دی ہے اور تم کہتے ہو کہ یہاں کے لوگ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے، لہٰذا یہ تمام احادیث تمہارے مذہب کا رد کرتی ہیں۔ [1]

نیز شیخ سلیمان بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

اور تمہارے مذہب کے بطلان پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام احمد اور امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا اور اس کو صحیح قرار دیا اور امام نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن احوص سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: شیطان اس بات سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش کی جائے، البتہ تمہاری آپس کی لڑائیوں میں اس کی پیروی ہوتی رہے گی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیا اور فرمایا: شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی پرستش کی جائے، لیکن اس کے علاوہ دوسری باتوں میں پیروی کی جانے پر راضی ہو چکا ہے، ان چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کے اعمال کو حقیر جانو گے پس اس بات سے احتراز کرنا اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔

ان احادیث میں تمہارے مذہب کے بطلان پر اس طرح دلالت ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً مکہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بت پرستی نہ ہونے کی خبر دی ہے اور حضور کبھی خلاف واقع خبر نہیں دیتے، نیز اس میں حضور نے امت کو بشارت دی ہے اور حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بشارت کبھی غلط نہیں ہوتی؛ البتہ اس حدیث میں حضور نے بت پرستی کے علاوہ دوسری غلط باتوں مثلاً لڑائی جھگڑوں سے ڈرایا ہے اور یہ بات حدیث سے بالکل ظاہر ہے اور جن چیزوں کا نام تم شرک اکبر رکھتے ہو اور ان کے کرنے والوں کو (اولیاء سے وسیلہ، شفاعت طلب کرنا اور ان کی قبروں سے فیضان طلب کرنا، (سعیدی) بت پرستی کا مرتکب کہتے ہو، ان تمام امور پر تمام اہل مکہ ان کے عوام، امراء اور علماء چھ سو سال سے زیادہ عرصہ سے عمل پیرا ہیں اس کے باوجود یہ تمام لوگ تمہارے دشمن ہیں، تم کو سب و شتم کرتے ہیں اور تمہاری اس بدعقیدگی کی وجہ سے تم پر لعنت بھیجتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے علماء اور شرفاء ان تمام امور کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں جن کو تم شرک اکبر قرار دیتے ہو۔ اگر تمہارا گمان حق ہے، تو یہ لوگ علی الاعلان کافر ہیں، لیکن یہ احادیث تمہارے زعم فاسد کا رد کرتی ہیں اور تمہارے مذہب کو باطل کرتی ہے۔ [2]

---

[1] شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ، الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷-۴۶، مطبوعہ مکتبۃ الیشیق استنبول

[2] " " ، الصواعق الالٰہیہ ص ۴۷، " "

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے افضل الرسل ہونے پر ایک دلیل

حدیث نمبر ۶۹۸۱ میں ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی فاسلم "میں اس کے شر سے محفوظ رہتا ہوں یا وہ مسلمان ہو گیا" سو اب وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا۔

اس لفظ یعنی اسلم کی دو طرح روایت ہے اَسْلَمُ "میں اس شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہوں" علامہ خطابی نے اس کو صحیح اور مختار کہا ہے اور اَسْلَمَ "وہ شیطان مسلمان ہو گیا" قاضی عیاض نے کہا کہ یہی صحیح اور مختار ہے۔

اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ مجھے بھلائی کے سوا اور کوئی بات نہیں کہتا" صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتب احادیث میں ہے فاستسلم یعنی وہ مسلمان اور تابع فرمان ہو گیا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس بات سے معصوم ہیں کہ شیطان آپ کے دل میں یا آپ کے جسم میں کوئی تصرف کرے، [1]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی افضلیت پر دلیل ہے، کیونکہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کی بہ نسبت تبلیغ کا بہت زیادہ زمانہ پایا اس کے باوجود ان کی تبلیغ سے بہت کم انسان مسلمان ہوئے اور آپ نے تبلیغ کا بہت کم زمانہ پایا اس کے باوجود آپ کی تبلیغ سے بہت زیادہ مسلمان ہوئے اور نہ صرف یہ کہ انسان مسلمان ہوئے، درختوں نے اطاعت کی، پتھروں اور جانوروں نے کلمہ پڑھا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ پیدا ہونے والا شیطان بھی مسلمان ہو گیا، کائنات کی ہر حقیقت کو آپ نے بدل ڈالا اور امر بالشر امر بالخیر ہو گیا!

ابلیس، شیطان اور جن کی حقیقتوں کا بیان

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابلیس ماخوذ ہے، کیونکہ یہ لعین اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تھا، اس سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا۔ [2]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

شیطان آگ سے پیدا کی ہوئی ایک مخلوق ہے، قرآن مجید میں ہے: خلق الجان من مارج من نار۔ (الرحمٰن: ۱۵) "اور "جن" کو خالص آگ کے شعلہ سے پیدا کیا" کیونکہ اس میں قوت غضبیہ اور حمیت مذمومہ بہت زیادہ تھی اسی وجہ سے اس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ابو عبیدہ نے کہا جن، انس اور حیوانات میں سے ہر موذی کو شیطان کہتے ہیں۔ [3]

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جن انسان کی ضد ہے، جن کو اس لیے جن کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، زمخشری نے کہا ملائکہ اور جن ایک نوع ہیں ان میں سے جو خبیث اور متمرد ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور جو طاہر اور نیک ہیں ان کو ملائکہ کہتے ہیں، علامہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

راغب اصفہانی نے کہا جو روحانی مخلوق انسان کے حواس سے مخفی ہے اس کی تین قسمیں ہیں، جو خیر ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو شر ہیں وہ شیطان ہیں اور جن میں خیر اور شر دونوں ہیں وہ "جن" ہیں، بعض علماء نے کہا ملائکہ اور جن کی مختلف حقیقتیں ہیں، ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے اور جنات نار سے پیدا کیے گئے ہیں، ملائکہ معصوم ہیں ان میں توالد اور تناسل نہیں ہوتا اور نہ ان میں مذکر اور مؤنث ہوتے ہیں اور جنات اس کے برخلاف ہیں۔

ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ قرآن مجید میں صراحۃً مذکور ہے، ایک قول یہ ہے کہ ابلیس جنات میں اس طرح ہے جس طرح حضرت آدم انسانوں میں ہیں۔ [1]

ہماری تحقیق یہ ہے کہ شیطان جنات میں سے ہے جیسا کہ قرآن مجید میں نص صریح ہے: کان من الجن ففسق عن امر ربہ (کہف: ۵۰) "وہ جنوں میں سے تھا سو اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی" اس آیت میں یہ تاویل کرنا کہ اس کے افعال جنات والے تھے، بلاضرورت ہے، اور اس کو سجدہ کا حکم دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ فرشتہ ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ ملائکہ کا معلم تھا لیکن اس کے ثبوت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

قال فبما اغویتنی لاقعدن لھم صراطک المستقیم ۝ ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین۔
(اعراف: ۱۷، ۱۶)

شیطان نے کہا مجھے قسم ہے، جیسے تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں (بھی) ضرور ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، پھر میں ضرور آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔

وقال الشیطٰن لما قضی الامر ان اللہ وعدکم وعد الحق ووعدتکم فاخلفتکم ط وما کان لی علیکم من سلطٰن الا ان دعوتکم فاستجبتم لی ج فلا تلومونی ولوموا انفسکم۔
(ابراھیم: ۲۲)

اور فیصلہ ہو جانے کے بعد شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا سو میں نے اس کے خلاف کیا، اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی، سو اب تم مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ کو ملامت کرو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن حسین قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند المسجد وعندہ ازواجہ

حضرت علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس آپ کی

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۱۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

فرحن فقال لصيفه بنت حيي لا تعجلي حتى انصرف معك وكان بيتها في دار اسامة فخرج النبي صلى الله عليه وسلم معها فلقيه رجلان من الانصار فنظرا الى النبي صلى الله عليه وسلم ثم اجازا فقال لهما النبي صلى الله عليه وسلم تعاليا انها صفية بنت حيي فقالا سبحان الله يا رسول الله فقال ان الشيطان يجري من الانسان مجرى الدم واني خشيت ان يلقي في انفسكما شيئا۔ [1]

ازواج تھیں، وہ جانے لگیں تو آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی سے فرمایا جلدی نہ کرو حتیٰ کہ میں تم کو چھوڑ دوں، ان کا حجرہ حضرت اسامہ کی حویلی میں تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ گئے، آپ کو دو انصاری ملے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر گذر گئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادھر آؤ یہ صفیہ بنت حیی ہیں! انھوں نے کہا سبحان اللہ! یارسول اللہ! آپ نے فرمایا شیطان انسان کے رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے، اور مجھے یہ خدشہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی وسوسہ ڈال دے گا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کی رگوں میں دوڑنے کی قوت عطا فرمائی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ شیطان کے اعوان اور انصار کی کثرت اور اس کے وسوسہ ڈالنے سے کنایہ ہے، یعنی جس طرح انسان سے اس کا خون جدا نہیں ہوتا اسی طرح اس سے شیطان بھی الگ نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ شیطان انسان کے جسم کے باریک مساموں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو اس کے دل تک پہنچ جاتا ہے اور ابن خالویہ نے کہا کہ شیطان کا انسانوں پر کوئی تسلط اور تصرف نہیں ہے۔ [2]

امام رازی لکھتے ہیں:

یہ امر کیسے معقول اور متصور ہے کہ شیطان انسان کے اعضاء کے اندر نفوذ کر جاتا ہے اور اس کو وسوسہ ڈالتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ملائکہ اور شیاطین کے متعلق دو قول ہیں:

(۱)۔ ارواح اگر طاہر ہوں اور عالم روحانیات میں مقدس ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور اگر ارواح خبیث ہوں اور شر اور فساد کی محرک ہوں تو وہ شیاطین ہیں، اس لحاظ سے شیاطین جسم نہیں ہیں جو انسان کے اندر دخول کے محتاج ہوں بلکہ شیطان ایک جوہر روحانی خبیث الفعل ہے جس کی فطرت شر ہے اور نفس انسانی بھی ایک جوہر روحانی ہے اس لیے یہ بعید نہیں ہے کہ ایک جوہر روحانی دوسرے جوہر روحانی کی طرف وسوسوں اور باطل چیزوں کا القاء کرے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ارواح بشریہ، ارواح سماویہ سے استفاضت اور اکتساب فیض کرتی ہیں اگر ارواح سماویہ طیب اور طاہر ہوں تو وہ ملائکہ ہیں اور وہ مفید اور بیداری میں انسان کی جو اعانت کرتی ہیں اس کو الہام کہتے ہیں، اور اگر وہ ارواح شریرہ، خبیث اور قبیحۃ الاعمال ہوں تو وہ شیاطین ہیں اور ان کی اعانت کو وسوسہ کہتے ہیں۔

(۲)۔ ملائکہ اور شیاطین اجسام لطیفہ ہیں، اور اجسام لطیفہ کا اجسام کثیفہ میں نفوذ اور حلول مستبعد نہیں ہے، کیا تم کو معلوم

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۵۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

نہیں کہ انسان کی روح جسم لطیف ہے اس کے باوجود وہ انسان کے بدن میں داخل ہے، اور آگ کوئلہ میں داخل ہو جاتی ہے، پانی پتہ میں اور تیل تلوں میں داخل ہوتا ہے سو اسی طرح شیطان ایک جسم لطیف ہے اور وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر وسوسہ اندازی کرتا ہے اور اس کو شر اور فساد کی طرف مائل کرتا ہے، اس قول کے مطابق ملائکہ اور شیاطین دونوں اجسام لطیفہ ہیں لیکن شیاطین دھوئیں اور آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں۔ [1]

علامہ شبلی حنفی لکھتے ہیں:

نفس میں خفیہ طریقہ سے کسی چیز کے القاء کرنے کو وسوسہ کہتے ہیں، وسوسہ ڈالنے والا اپنے کلام کا مکرر سکرر القاء کرتا ہے، قاضی ابو یعلیٰ نے کہا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ وسواس میں ایک کلام خفی ہو جس کا قلب ادراک کرے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن انسان کو مس کرے، اور انسان کے اجزاء میں داخل ہو کر اس کو مخبوط الحواس کر دے، بکر بن محمد نے امام احمد سے یہ روایت کیا ہے کہ جن انسان کی زبان سے کلام کرتا ہے، لیکن بعض متکلمین نے کہا کہ جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک جسم میں دو روحوں کا وجود ممکن نہیں ہے۔

ابن عقیل نے شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی کیفیت میں یہ بیان کیا کہ شیطان ایک جسم لطیف ہے وہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کے دل میں ردی خیالات القاء کرتا ہے اور یہی وسوسہ ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ ایک جسم دوسرے جسم میں داخل ہو جائے تو اجسام کا تداخل لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کثیف کا دوسرے جسم کثیف میں تداخل محال ہے لیکن ایک جسم لطیف، جسم کثیف میں داخل ہو سکتا ہے، جیسے روح اور ہوا جسم میں داخل ہوتی ہیں سو جن بھی اسی طرح داخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ جسم لطیف ہے، اور اگر یہ اعتراض ہو کہ جن آگ سے بنا ہے اگر وہ انسان کے جسم میں داخل ہو تو انسان کا جسم جل جانا چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ جن کی اصل آگ ہے وہ بذاتہ جلانے والی آگ نہیں ہے۔ [2]

اس بحث میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ عوام اور خواص میں یہ مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو کر اس کی زبان سے بولتا ہے، وہ انسان دوڑتا، بھاگتا ہے، چیزوں کو پکڑتا ہے، لیکن یہ اس انسان کا تصرف نہیں ہوتا بلکہ اس جن کا تصرف ہوتا ہے جب انسان جن کے زیر اثر ہو تو اس کے اعضاء پر اس جن کا تصرف اور تسلط ہوتا ہے، اور اس انسان کے حواس اور مشاعر ماؤف اور معطل ہو جاتے ہیں۔ اس مسئلہ میں علماء اسلام کی دو رائیں ہیں، بعض اس کے جواز کے اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

ہم نے کتاب اور سنت میں غور کر کے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے، اس کو مس کرتا ہے اور اس کو ضرر بھی پہنچاتا ہے، لیکن کتاب اور سنت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ جن انسان کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہو جاتا ہے بلکہ یہ قول بہت سی قباحتوں کو مستلزم ہے۔

اس بحث میں ہم پہلے قرآن مجید اور احادیث سے جن کا انسان کو ضرر پہنچانا اور اس کے جسم میں داخل ہونا بیان کریں گے پھر فریقین کے نظریات اور ان کے دلائل بیان کریں گے اور اخیر میں اپنے موقف پر دلائل بیان کریں گے۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

---

[1] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۳۴ - ۳۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸۰ ھ کراچی۔

[2] ۔ قاضی بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ ھ، احکام المرجان فی احکام الجان ص ۱۷۲ - ۱۲۰ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر

واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب۔
(ص: ۴۱)

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے، جب انھوں نے اپنے رب سے فریاد کی کہ شیطان نے مجھے بڑی اذیت اور سخت تکلیف پہنچائی ہے۔

الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس۔
(بقرہ: ۲۷۵)

سود خور لوگ قیامت کے دن صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

شیطان کے ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابوھریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من بنی آدم مولود الا یمسہ الشیطٰن حین یولد فیستھل صارخًا من مس الشیطان غیر مریم وابنھا ثم یقول ابوھریرۃ وانی اعیذھا بک و ذریتھا من الشیطٰن الرجیم۔ [1]

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "بنو آدم کا جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو مس کرتا ہے اور شیطان کے مس کرنے سے وہ بچہ چیخ مار کر روتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے، پھر حضرت ابوہریرہ یہ آیت پڑھتے تھے (عمران کی بیوی نے دعا کی) میں مریم اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اما ان احدکم اذا اتی اھلہ وقال بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا فرزق ولد لم یضرہ الشیطان۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس (عمل زوجیت کے لیے) جائے اور یہ دعا کرے بسم اللہ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے دور رکھ، اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ، پھر ان کو اولاد ہو تو اس کو شیطان ضرر نہیں پہنچا سکتا۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا استجنح اللیل او قال کان جنح اللیل فکفوا صبیانکم فان الشیطٰن تنتشر حینئذ الحدیث۔ [3]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات داخل ہو تو اپنے بچوں کو باہر نہ جانے دو کیونکہ اس وقت شیطان پھیل جاتے ہیں۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۳، " " ، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۳، " " "

شیطان کے جسم میں داخل ہو کر ضرر پہنچانے کے متعلق احادیث

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان امراۃ جاءت بابن لھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت: یا رسول اللہ ان ابنی بہ جنون، وانہ یاخذہ عند غدائنا وعشائنا فیحیث علینا. فمسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ ودعا فثع ثعۃ وخرج من جوفہ مثل الجرو الاسود[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی، اور کہنے لگی یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون ہے، صبح اور شام کے وقت اس کو جنون عارض ہوتا ہے اور یہ ہم کو تنگ کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی؛ اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن یعلی بن مرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ اتتہ امراۃ بابن لھا قد اصابہ لمم فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرج عدو اللہ انا رسول اللہ قال فبرأ[3]

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی اور کہا اس کو کچھ جنون ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دشمن خدا نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں، پھر وہ بچہ صحیح ہو گیا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن ابی العاص قال لما استعملنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الطائف جعل یعرض لی شیء فی صلوتی حتی ما ادری ما اصلی فلما رایت ذلک رحلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابن ابی العاص قلت نعم یا رسول اللہ! قال ما جاء بک قلت یا رسول اللہ عرض لی شیء فی صلوتی حتی ما ادری ما اصلی قال ذاک الشیطان ادن فدنوت منہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے طائف کا عامل بنایا تو کوئی چیز آ کر مجھے نماز میں ستاتی تھی، حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا تھا کہ میں نماز میں کیا پڑھ رہا ہوں، جب مجھے اس کا احساس ہوا تو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپ نے فرمایا: ابن ابی العاص؟ میں نے کہا جی! یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا تم کس لیے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں مجھے کوئی چیز آ کر ستاتی ہے حتی کہ مجھے پتا نہیں چلتا کہ میں نماز میں

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، مسند دارمی ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان،

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] " " مسند احمد ج ۴ ص ۱۷۰، ۱۷۲، " " " "

قجلست علی صدورِ قدمی قال فضرب صدری بیدہ وتفل فی فمی وقال اخرج عدو اللہ ففعل ذٰلك ثلٰث مرات ثم قال الحق بعملك قال فقال عثمان فلعمری ما احسبہ خالطنی بعد۔[1]

کیا پڑھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا یہ شیطان ہے، قریب آؤ، میں آپ کے قریب گیا اور اپنے قدموں کے بل بیٹھ گیا، آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب ڈالا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل جا! آپ نے تین بار یہ عمل کیا، آپ نے فرمایا اب تم اپنے کام پر جاؤ، حضرت عثمان نے کہا مجھے اپنی زندگی کی قسم! اس کے بعد وہ مجھ میں نہیں آیا۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ام ابان بنت الوازع عن ابیھا ان جدھا الوازع انطلق الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق معہ بابن لہ مجنون او ابن اخت لہ قال جدی فلما قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ قلت یا رسول اللہ ان معی ابن لی او ابن اخت لی مجنون اٰتیك بہ فتدعوا اللہ عزوجل لہ قال ایتنی بہ فانطلقت الیہ وھو فی الرکاب فانطلقت عنہ والقیت علیہ ثیاب السفر والبستہ ثوبین حسنین واخذت بیدہ حتی انتھیت بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادنہ منی واجعل ظھرہ مما یلینی قال فاخذ بمجامع ثوبہ من اعلاہ واسفلہ فجعل یضرب ظھرہ حتی رایت بیاض ابطہ ویقول اخرج عدو اللہ اخرج عدو اللہ فاقبل ینظر نظر الصحیح لیس نظرہ الاول ثم اقعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیہ فدعا لہ فمسح وجھہ فلم یکن فی الوفد

ام ابان بنت الوازع اپنے باپ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے دادا حضرت وازع رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹے یا اپنے بھانجے کو بھی لے گئے تھے، وہ مجنون تھا، حضرت وازع کہتے ہیں جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ پہنچے تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ساتھ میرا مجنون بیٹا یا بھانجا ہے میں اس کو آپ کے پاس لاؤں گا تاکہ آپ اس کے لیے اللہ عزوجل سے دعا کریں، آپ نے فرمایا اس کو لے آؤ، میں اس کے پاس گیا وہ اس وقت اونٹوں میں تھا، میں نے اس کے سفر کے کپڑے اتارے اور اس کو اچھے کپڑے پہنائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا، آپ نے فرمایا اس کو میرے قریب کرو اور اس کی پشت میری طرف کر دو، پھر آپ نے اوپر اور نیچے سے اس کے کپڑوں کو پکڑ کر اٹھایا حتی کہ میں نے اس کی بغل کی سفیدی دیکھی اور آپ اس کی پشت پر مارتے رہے، اور فرمایا: اللہ کے دشمن نکل! تب وہ لڑکا تندرست آدمی کی طرح دیکھنے لگا، جب کہ پہلے اس طرح نہیں دیکھتا تھا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے سامنے بٹھا کر دعا کی، اور اس کے چہرے پر دست شفقت پھیرا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

احد بعد دعوة رسول الله يفضل عليه [1]
(رواه الطبرانی)

کوئی شخص خود کو اس پر فضیلت نہیں دیتا تھا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ [1]

عن عثمان بن ابی العاص قال شکوت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم نسیان القرآن فضرب صدری بیده فقال یا شیطان اخرج من صدر عثمان فما نسیت منه شیئا بعد اجیت ان اذکره رواه الطبرانی وفیه عثمان بن بسر ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات۔ [2]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید بھولنے کی شکایت کی، آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے شیطان عثمان کے سینہ سے نکل جا! اس کے بعد میں کبھی اس چیز کو نہیں بھولا جس کو میں یاد کرنا چاہتا تھا، اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عثمان بن بسر کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف پر ایک حدیث سے استدلال

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن ابی رباح قال قال لی ابن عباس الا اریك امراة من اهل الجنة قلت بلی قال هذه المرأة السوداء اتت النبی صلی الله علیه وسلم فقالت انی اصرع وانی اتکشف فادع الله لی قال ان شئت صبرت ولك الجنة وان شئت دعوت الله ان یعافیك فقالت اصبر فقالت انی اتکشف فادع الله الا اتکشف فدعا لها۔ [3]

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس نے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! انھوں نے کہا یہ حبشی عورت ہے جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس نے کہا مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرے کپڑے کھل جاتے ہیں، آپ میرے لیے دعا فرمائیے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تم کو تندرست کر دے گا، اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں! اس عورت نے کہا میرے کپڑے کھل جاتے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ میرے کپڑے نہ کھلیں، آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے [4]

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۰۲، " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انسان کے جسم میں جن کے تصرف اور تسلط پر علامہ ابن قیم نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ بدرالدین عینی اور علامہ قسطلانی نے بھی اس حدیث کے تحت اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

"من یصرع من الریح" وفسرہ بعضھم باصابۃ الجن واخرون بداء یسمی (مرکی) واھل العرف یعبرون: بصرع الجن عن صریح الریح والظاھر ان المراد ھھنا ھو الداء المشھور لان المام الجن لا یکون الا من عشق، او ایذاء وحینئذ لا یلیق تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاھا علی الصبر۔[1]

"دم گھٹنے سے بے ہوش ہونا" بعض لوگوں نے اس کی تفسیر جن کے تسلط سے کی ہے، اور بعض دوسرے اس کی تعبیر مشہور بیماری سے کرتے ہیں جن کو مرگی کہتے ہیں، اور اہل عرف اس کو سانس کی وجہ سے جن کا بے ہوش کرنا کہتے ہیں، اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے مراد مرگی کی بیماری ہے، کیونکہ انسان پر جن یا اس انسان سے عشق کی وجہ سے چڑھتا ہے یا اس کو ایذاء پہنچانے کے لیے اور اگر اس عورت کا بے ہوش ہونا جن کی وجہ سے ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس عورت کو صبر کی تلقین نہ فرماتے۔

تحقیق یہی ہے کہ اس حدیث میں انسان کے جسم پر جن کے تصرف کی کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو علماء اس نظریہ کے قائل ہیں ان کی دلیل بھی صرف ان کا مشاہدہ ہے۔

صرع (مرگی) کے معنی کا بیان

اس حدیث میں صرع کا لفظ آیا ہے جس کا معنی مرگی ہے، علامہ زبیدی صرع کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صرع ایک مشہور بیماری ہے، جیسا کہ صحاح میں ہے، رئیس (ابوعلی سینا) نے کہا ہے کہ صرع نفسانی اعضاء کو اپنے افعال انجام دینے سے روکتی ہے، اس کا سبب ایک رکاوٹ ہے جو دماغ کے بعض اندرونی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے درمیان خون میں خلط غلیظ یا چربی کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے روح اپنے کام کو طبعی طریقہ پر انجام نہیں دے سکتی اور اعضاء میں تشنج (تناؤ) پیدا ہو جاتا ہے، یعنی اعصاب میں زبردست تناؤ کی وجہ سے اینٹھن ہو جاتی ہے، اور جسم اکڑ جاتا ہے۔[2]

انسان کے جسم پر جن کے تصرف اور تسلط کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صرع (مرگی) وہ بیماری ہے جو اعضاء رئیسہ کو اپنا پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، اس کا سبب وہ غلیظ ریح (بائیڈ روجن) ہے جس سے دماغ کے منافذ بند ہو جاتے ہیں، یا وہ زہریلے بخارات (گیسز) ہیں جو اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، اور کبھی ان بخارات کی وجہ سے تشنج پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے انسان کھڑا نہیں رہتا بلکہ گر پڑتا

---

[1] ۔ شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۴ ص ۳۶۳، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

[2] ۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۵ ص ۴۱۳، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

کھڑے گر جاتا ہے اور رطوبت کے گاڑھے ہونے کی وجہ سے اس کے منہ سے جھاگ گرنے لگتے ہیں (جدید طبی تحقیق یہ ہے کہ گیس صرف پیٹ میں ہوتی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ)

کبھی صرع (مرگی) جن کے سبب سے ہوتی ہے اور اس کا سبب خبیث جن ہوتے ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ ان کو بعض انسانی صورتیں اچھی لگتی ہیں، یا ان کو کسی انسان سے اذیت پہنچتی ہے، صرع کا پہلا سبب وہ ہے جو تمام اطباء کے نزدیک ثابت ہے، اور وہ اس کا علاج بیان کرتے ہیں اور صرع کے دوسرے سبب (جن) کا اکثر اطباء انکار کرتے ہیں اور بعض اطباء اس کے قائل ہیں اور اس کا اس کے سوا اور کوئی علاج معلوم نہیں ہے کہ نیک ارواح علویہ ارواح خبیثہ سفلیہ کا مقابلہ کر کے ان کے افعال کو باطل کر دیں، بقراط نے یہ کہا کہ اخلاط کے فساد کے سبب سے اگر مرگی ہو تو اس کا علاج ہے اور اگر مرگی جنات کے اثر سے ہو تو اس کا کوئی علاج معلوم نہیں ہے۔ [1]

علامہ قسطلانی نے بھی اسی عبارت کا خلاصہ بیان کیا ہے اور صرع کے دو سبب بیان کیے ہیں ایک سبب زہریلے بخارات اور دوسرا سبب خبیث جنوں کا اثر ہے۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

صرع کا سبب یہ ہے کہ دماغ کے منافذ میں ہوا (بخارات) رک جاتی ہے جو اعضاء رئیسہ کو پورا کام کرنے سے روک دیتی ہے، یا وہ بخارات ہیں جو بعض اعضاء سے دماغ کی طرف چڑھتے ہیں، صرع (مرگی) کا سبب یہی زہریلے بخارات ہیں ان کی وجہ سے دماغ کی جھلیوں اور اعصاب محرکہ کے دوران خون میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور رطوبت گاڑھی ہو جاتی ہے اور منہ سے جھاگ آنے لگتے ہیں۔

کبھی صرع کا سبب جن ہوتے ہیں اور یہ خبیث جنوں کے اثر سے ہوتی ہے، شیخ ابو العباس نے کہا ہے کہ جن کے اثرات سے جو انسان کو مرگی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جن کو انسان پر شہوت آتی ہے یا وہ اس پر عاشق ہو جاتا ہے، جیسے انسان، انسان پر عاشق ہوتا ہے، کبھی انسان اور جن میں مناکحت ہو جاتی ہے اور ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن کو کسی انسان سے بغض ہوتا ہے اور کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کسی انسان سے جن کو ایذاء پہنچتی ہے اور وہ اس کو سزا دینے کے لیے اس پر مرگی طاری کرتا ہے یا اس کو گرا دیتا ہے، ایذاء کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کسی جن پر پیشاب کر دیتا ہے یا اس پر گرم پانی گرا دیتا ہے یا کسی جن کو قتل کر دیتا ہے ہر چند کہ انسان کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ یہ ایذاء جن کو پہنچا رہا ہے۔

بعض معتزلہ مثلاً جبائی، ابو بکر رازی، محمد بن زکریا طبیب اور دوسرے علماء نے مرگی زدہ کے جسم میں جن کے دخول کا انکار کیا اور کہا کہ ایک انسان کے جسم میں دو روحوں کا وجود محال ہے جبکہ وہ جن کے وجود کے قائل ہیں، اور یہ قول خطاء ہے اور امام ابو الحسن اشعری نے مقالات اہل السنۃ والجماعۃ میں یہ ذکر کیا ہے کہ جن مصروع (مرگی زدہ انسان) کے

---

[1] ۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] ۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ ھ، ارشاد الساری ج ۸ ص ۳۳۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۶ ھ

جسم میں داخل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے :

الذین یاکلون الربوٰا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس ۔ (بقرہ ۲ : ۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت کے دن) صرف اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح کہ جس کو شیطان (جن) نے چھو کر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انھوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت ام ابان سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے خدا کے دشمن نکل جا! کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قاضی عبدالجبار نے کہا کہ جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لیے ان کا انسان کے بدن میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم میں دخول ہوتا ہے ۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں اپنی سند کے ساتھ طاؤس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مرگی زدہ لوگوں کو لایا جاتا تھا، آپ ان میں سے کسی ایک کے سینہ پر مارتے، تو وہ ٹھیک ہو جاتا، پھر آپ کے پاس ایک مرگی زدہ عورت کو لایا گیا جس کا نام ام زفر تھا، آپ نے اس کے سینہ پر ضرب لگائی وہ ٹھیک نہیں ہوئی، (حافظ ابن حجر کہتے ہیں) میری بیان کردہ سند سے یہ بھی مروی ہے کہ ام زفر کو جن کی وجہ سے مرگی ہوئی تھی کسی غلط کی وجہ سے مرگی نہیں ہوئی تھی۔ [2]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں :

صرع (مرگی) کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ ہے جو اخلاط ردیہ کی وجہ سے ہوتی ہے اس کا علاج اطبا سے ہوتا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ارواح خبیثہ (شریر جن) کی وجہ سے ہوتی ہے، ائمہ دین اور عقلاء اس کو مانتے ہیں اور اس کا رد نہیں کرتے اور اس کے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ ارواح شریفہ، ارواح خبیثہ شریرہ کا مقابلہ کریں، ان کے اثر کو دور کریں اور ان کے افعال سے معارضہ کر کے ان کو باطل کر دیں، بقراط نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح بھی کی ہے جو مرگی طبعی سبب سے ہوتی ہے بقراط نے اس کے علاج کے بعض طریقے ذکر کیے ہیں اور یہ کہا ہے کہ جو مرگی ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے، البتہ جاہل طبیب اور بے دین لوگ ارواح خبیثہ کے اثر کی وجہ سے مرگی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرگی زدہ کے بدن میں خبیث روح کا اثر نہیں ہو سکتا، یہ ان لوگوں کی محض جہالت ہے اور واقعہ اور مشاہدہ ان کی تکذیب کرتا ہے ۔

ارواح خبیثہ کے اثر سے جو مرگی ہوتی ہے اس کے علاج کے دو طریقے ہیں، ایک طریقہ اس شخص کی جہت سے ہے اور دوسرا طریقہ معالج کی جہت سے ہے، اس شخص کی جہت سے علاج کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص اپنی روحانی

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۱ ص ۲۱۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المصریہ، ۱۳۴۸ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

قوت اور صدق نیت سے ان ارواح کے خالق کی طرف متوجہ ہو، اور دل اور زبان کے ساتھ ان ارواح خبیثہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے، یہ ایک قسم کی جنگ ہے اور جنگ میں کامیابی کے لیے ہتھیار ضروری ہیں، اور ارواح خبیثہ سے جنگ میں کامیابی کے لیے اس کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور توجہ الی اللہ کی ضرورت ہے، معالج کی جہت سے جو علاج ہوتا ہے، اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ معالج کے دل میں توحید، توکل، تقویٰ اور اللہ کی طرف توجہ ہو اور وہ ان ارواح خبیثہ کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے، بعض معالج صرف یہ کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں "اس سے نکل جا" یا کہتے ہیں بسم اللہ یا کہتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے "اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں" اور میں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ ہمارے شیخ مرگی زدہ شخص کے پاس اس آدمی کو بھیجتے تھے جو اس روح سے مخاطب ہوتا تھا، اور یہ کہتا تھا کہ میرے شیخ نے یہ کہا ہے کہ تم اس سے نکل جاؤ، تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہے، پھر وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا اور بعض دفعہ ہمارے شیخ اس روح سے خود خطاب کرتے تھے، بعض اوقات وہ روح سرکش ہوتی تھی تو وہ اس روح کو مار کر نکالتے تھے اور وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا، اور اس شخص کو اس مار کے درد کا احساس نہیں ہوتا تھا، اس قسم کے واقعات کا ہم نے اور دوسروں نے متعدد بار مشاہدہ کیا ہے، بعض اوقات اس شخص کے کان میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی تھی:

افحسبتم انما خلقنکم عبثا وانکم الینا لاترجعون۔ (مؤمنون: ۱۱۵)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔

مجھ کو شیخ نے یہ بتایا کہ انھوں نے مرگی زدہ شخص کے کان میں ایک سو مرتبہ یہ آیت پڑھی، (جنیہ) نے کہا ہاں! اس نے آواز کو کھینچ کر کہا، شیخ نے کہا میں نے ڈنڈا لے کر اس شخص کی گردن کی رگوں میں مارنا شروع کیا، حتیٰ کہ مار مار کر میرے دونوں ہاتھ تھک گئے اور حاضرین کو یہ یقین ہو گیا کہ اس مار سے یہ شخص مر جائے گا، مار کے دوران اس جنیہ نے کہا مجھے اس شخص سے محبت ہے، میں نے اس سے کہا یہ شخص تم سے محبت نہیں کرتا، اس (جنیہ) نے کہا میں اس کے ساتھ حج کرنا چاہتی ہوں، میں نے کہا وہ تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا، اس جنیہ نے کہا میں اس شخص کو تمہاری عزت کی وجہ سے چھوڑ رہی ہوں، میں نے کہا نہیں! تم اس کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وجہ سے چھوڑ دو، اس نے کہا میں جا رہی ہوں، پھر وہ مرگی زدہ شخص اٹھ بیٹھا، اس نے دائیں بائیں دیکھ کر کہا مجھے حضرت شیخ کے پاس کون لے کر آیا ہے؟ لوگوں نے اس کو اس مار کے نشان بتائے، اس نے کہا مجھے شیخ نے کس وجہ سے مارا ہے؟ میں نے تو کوئی قصور نہیں کیا! اس شخص کو اس بات کا بالکل شعور نہیں تھا کہ اس کو شیخ نے مارا ہے۔

شیخ آیۃ الکرسی کے ساتھ بھی بکثرت علاج کرتے تھے، وہ کہتے تھے جس شخص پر یہ دورہ پڑا ہے وہ خود اور اس کا معالج بکثرت آیت الکرسی پڑھا کرے، اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے، خلاصہ یہ ہے کہ مرگی کے دوروں کی اس قسم کا وہی شخص انکار کرے گا، جس کے علم، عقل اور معرفت میں کمی ہو۔

ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے، جن کے دل اور ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہیں، اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اوراد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہیں۔[1]

[1] یعنی آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس وغیرہ نہیں پڑھتے اور نہ حدیث میں مذکور دعائیں مانگتے ہیں۔

تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الٰہی کے ہتھیاروں سے تہی ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کر کے اس پر مسلط ہو جاتا ہے[1]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

کبھی جنوں کے مس کرنے سے جنون پیدا ہوتا ہے، ماہرین بعض علامات کے ذریعہ اس کو پہچان لیتے ہیں، بعض اجسام میں ایک بدبو داخل ہوتی ہے اور اس کے مناسب ایک خبیث روح اس سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس میں مکمل جنون پیدا ہو جاتا ہے، اور بعض اوقات اس کے بخارات اس کے حواس پر غالب ہو کر ان کو معطل کر دیتے ہیں، اور وہ خبیث روح اس کے حواس میں تصرف کرتی ہے اور وہ روح اس کی زبان سے باتیں کرتی ہے، اس کے ہاتھوں سے چیزوں کو پکڑتی ہے، دوڑتی، بھاگتی ہے اور اس شخص کو اس کا بالکل شعور نہیں ہوتا، اور یہ امر مشاہد اور محسوس ہے اور اس کا انکار وہی شخص کرے گا جو مکابر ہو گا اور مشاہدات کا انکار کرے گا۔[2]

جنوں کے احوال اور احکام سے متعلق قاضی بدرالدین محمد شبلی نے ایک جامع کتاب لکھی ہے "آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام الجان"، اس کتاب میں قاضی بدرالدین نے اس مسئلہ سے بھی بحث کی ہے لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ انسان کے اعضاء پر جن کے تصرف کرنے سے متعلق شریعت اسلام میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس کے اثبات میں نہ اس کی نفی میں۔

قاضی بدرالدین شبلی لکھتے ہیں:

جس شخص پر جنون یا مرگی طاری ہوتی ہے اس سے جو مضطرب حرکات صادر ہوتی ہیں اور اس وقت وہ جو باتیں کرتا ہے، ان کا فاعل کون ہے؟ جب جن اس شخص کے جسم میں داخل ہوتا ہے یا اس کو چھوتا ہے اس وقت اس سے مضطرب حرکات اور کلام کا صدور ہوتا ہے، عام لوگوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ جن کا کلام ہے اور وہ جن کی طرف اس کلام کی اضافت کرتے ہیں، ہمارے پاس اس بات کی کوئی دلیل قطعی نہیں ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص سے جو کلام سنائی دے رہا ہے وہ جن کا کلام ہے یا اس شخص کا اپنا کلام ہے اور بغیر کسی سمعی اور قطعی دلیل کے ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ امام احمد کا یہ قول ہے کہ جنون یا مرگی زدہ شخص کی زبان پر جن کلام کرتا ہے۔[3]

ڈاکٹر احمد شرباصی لکھتے ہیں:

عام مسلمان بہ کثرت یہ بات کہتے ہیں کہ فلاں مرد کے جسم یا فلاں عورت کے جسم میں جن رہتا ہے اور یہ بیمار مرد یا بیمار عورت جو باتیں کرتی ہے وہ دراصل جن بولتا ہے، پھر وہ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہیں جن کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کے جسموں سے جنوں کو نکالنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

مریض میں یہ حالت اعصابی تشنج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کا علاج ماہر نفسیات اور ڈاکٹروں کی ہدایات کے مطابق کرنا چاہیے، اور مریض کو صاف ستھری غذا کھلانی چاہیے اور کھلی فضا اور تازہ آب و ہوا میں رکھنا چاہیے۔

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن قیم الجوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۳ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۶۹ھ

[2] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۴۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] قاضی محمد بن عبداللہ شبلی حنفی متوفی ۷۶۹ھ، آکام المرجان فی غرائب الاخبار و احکام الجان ص ۱۱۰، ۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ خیر کثیر کراچی

قدیم علماء یہ بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ اس مرض کی نسبت جن یا شیطان کی طرف کرنا باطل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے شیطان سے حکایت کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

ما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراھیم: ۲۲)

اور میرا تم پر کوئی تسلط نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو دعوت دی اور تم نے میری بات مان لی۔

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج، کوئی نفسیاتی دورہ یا ہسٹریا کا مرض لاحق ہوتا ہے، لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہوگیا اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو، یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرانا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حصول شفاء کی دعا کرنی چاہیے۔ [1]

انسان کے جسم میں جن کے دخول اور اس کے تصرف اور تسلط کے متعلق مصنف کا موقف:!

سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند احمد اور معجم طبرانی کی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کو ایذاء پہنچاتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کے جسم سے جن کو نکالا، اس لیے ہمیں معتزلہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں ہے کہ جن کا انسان کے جسم میں داخل ہونا محال ہے، البتہ غور طلب بات یہ ہے کہ آیا جن انسان کے جسم میں داخل ہوکر اس کے اعضاء پر متصرف اور مسلط ہوتا ہے یا نہیں؟ بایں طور کہ انسان کی زبان سے جن کلام کرے اور اس کے ہاتھ پیروں سے تصرف کرے اور انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہوجائیں۔

امام احمد بن حنبل، علامہ ابن قیم حنبلی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی، علامہ قسطلانی شافعی، علامہ بدرالدین عینی حنفی اور علامہ آلوسی حنفی انسان کے جسم اور اعضاء پر جن کے تصرف کرنے کے قائل ہیں لیکن ان کے نزدیک کتاب وسنت سے اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ان کے نزدیک اس کی دلیل صرف اور صرف مشاہدہ ہے۔

جنات کا یہ تصرف میرے مشاہدہ میں نہیں آیا، میں صرف اس وجہ سے اس کے خلاف نہیں ہوں کہ یہ میرے مشاہدہ میں نہیں آیا بلکہ میرے نزدیک یہ نظریہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور اس کے مکلف ہونے کے خلاف ہے، نیز اگر انسان کے جسم اور اعضاء پر خبیث جنات کا تصرف اور تسلط ممکن ہو تو اس سے دو اشکال لازم آئیں گے، اوّل یہ کہ پھر خبیث اور کافر جنوں کو یہ چاہیے کہ وہ تمام عام مسلمانوں کی زبانوں اور اعضاء پر مسلط ہوکر ان سے کفریہ افعال کا صدور کرائیں اور عام مسلمانوں کا نیک اعمال کرنا اور ایمان پر قائم رہنا نہ صرف مشکل اور دشوار بلکہ ختم ہوجائے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ جن انسانوں کے ہاتھوں اور زبان سے کوئی کام کرا سکتا ہے تو پھر جو شخص قتل، چوری، راہزنی، ڈاکہ، لوٹ مار اور زنا کے کسی مقدمہ میں ماخوذ ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے، میں نے یہ جرم نہیں کیا، مجھے اس کا کوئی ہوش نہیں، کیونکہ جس وقت مجھ سے یہ جرم سرزد ہوا اس وقت میں جن کے زیر اثر تھا، اور پھر اسلام کی حدود و تعزیرات اور ملکی قوانین کا نظام درہم برہم ہوجائے گا، ہم آئے دن اخبارات میں اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عامل

---

[1] ۔ ڈاکٹر احمد شریاصی استاذ جامعہ ازہر، لیسلوتک فی الدین والحیاۃ، ج ۱ ص ۶۱۰ - ۶۰۹، ملخصاً، مطبوعہ دارالجیل بیروت

نے جن نکالنے کے بہانے فلاں عورت کی عصمت لوٹ لی اور فلاں عامل نے جن نکالنے کے لیے جن کے زیر اثر شخص کو اتنا زدوکوب کیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔

ہو سکتا ہے کہ میرا نظریہ غلط ہو، لیکن انسانی جسم پر جنوں کے تصرف کے متعلق میں نے جو اشکال قائم کیے ہیں جب تک ان اشکالوں کو اٹھایا نہیں جائے گا یہ مسئلہ منقح اور بے غبار نہیں ہوگا اور اگر عالم اسلام کے یہ اجلہ علماء اس نظریہ کے قائل نہ ہوتے تو میں اس نظریہ کو صراحۃً رد کر دیتا!

بَابُ لَنْ يَّدْخُلَ اَحَدُ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهٖ بَلْ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

رحمت الٰہی کے بغیر کوئی شخص محض اپنے عمل سے جنت میں نہیں جائے گا

۶۹۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَنْ يُّنْجِيَ اَحَدًا مِّنْكُمْ عَمَلُهٗ قَالَ رَجُلٌ وَلَا اِيَّاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اِيَّايَ اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ وَّلٰكِنْ سَدِّدُوْا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے چھپا لے۔ البتہ تم سیدھے راستہ پر چلو۔

۶۹۸۵ - وَحَدَّثَنِيْهِ يُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلَى الصَّدَفِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَلَمْ يَذْكُرْ وَلٰكِنْ سَدِّدُوْا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں رحمت اور فضل کا ذکر ہے اور اس میں سدد وا کا ذکر نہیں ہے۔

۶۹۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيْ ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُّدْخِلُهُ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ فَقِيْلَ وَلَا اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ رَبِّيْ بِرَحْمَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، پوچھا گیا یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں ہاں! مگر یہ کہ میرا رب مجھے اپنی رحمت میں چھپا لے

۶۹۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُّحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ يُنْجِيْهِ عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ ۔ وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَشَارَ عَلَى رَأْسِهِ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِمَغْفِرَةٍ ۔

اور مغفرت میں مجھ کو چھپا لے گا، ابن عون نے اس طرح اپنے ہاتھ سے سر کی طرف اشارہ کیا اور مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت اور مغفرت میں مجھ کو چھپا لے۔

۶۹۸۸ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ يُنْجِيهِ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِرَحْمَةٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، البتہ یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت میں لے لے۔

۶۹۸۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَبَّادٍ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنْهُ بِفَضْلٍ وَرَحْمَةٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۹۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِعَمَلِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا أَنْتَ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی برقرار رکھو اور سیدھی راہ پر چلو اور یہ یقین رکھو کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہیں دے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: مجھ کو بھی نہیں! ہاں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل اور رحمت سے ڈھانپ لے۔

۶۹۹۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا۔

۶۹۹۲ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا كَرِوَايَةِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

ابن نمیر۔

۶۹۹۳۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ وزاد وابشروا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا، اور اس میں یہ اضافہ ہے "خوش خبری ہو"

۶۹۹۴۔ حدثنی سلمۃ بن شبیب حدثنا الحسن بن اعین حدثنا معقل عن ابی الزبیر عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل احدا منکم عملہ الجنۃ ولا یجیرہ من النار ولا انا الا برحمۃ من اللہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل کرے گا نہ دوزخ سے محفوظ رکھے گا، اور نہ مجھ کو، البتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

۶۹۹۵۔ وحدثنا اسحق بن ابراہیم اخبرنا عبد العزیز بن محمد اخبرنا موسی بن عقبۃ ح وحدثنی محمد بن حاتم (واللفظ لہ) حدثنا بہز حدثنا وہیب حدثنا موسی ابن عقبۃ قال سمعت ابا سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف یحدث عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا کانت تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سددوا وقاربوا وابشروا فانہ لن یدخل الجنۃ احدا عملہ، قالوا ولا انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ منہ برحمۃ واعلموا ان احب العمل الی اللہ ادومہ وان قل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیدھی راہ پر چلو، میانہ روی رکھو، اور خوش خبری دو، بے شک کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں! آپ نے فرمایا مجھ کو بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھ کو چھپالے، اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جس میں سب سے زیادہ دوام ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔

۶۹۹۶۔ وحدثناہ حسن الحلوانی حدثنا یعقوب بن ابراہیم بن سعد حدثنا عبد العزیز بن المطلب عن موسی بن عقبۃ بہذا الاسناد ولم یذکروا ابشروا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس روایت میں ابشروا مذکور نہیں ہے۔

عمل کے سبب سے اجر ملنے کے متعلق اہل سنت اور معتزلہ کے مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے

کہ عقل سے ثواب اور عقاب کا ثبوت ہوتا ہے اور نہ ایجاب اور تحریم کا اور نہ دیگر احکام تکلیفیہ کا، ان تمام امور کا ثبوت صرف شرع سے ہوتا ہے، نیز اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، بلکہ تمام جہان اس کی ملکیت ہے، دنیا اور آخرت اس کی سلطنت میں ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ان میں کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکوکاروں اور اطاعت گذاروں کو جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عدل ہوگا اور جب وہ ان پر انعام واکرام کر کے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا، اسی طرح اگر وہ تمام کفار پر انعام فرمائے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا مالک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے اور اس کی خبر صادق ہوتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا بلکہ وہ مومنین کی مغفرت فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو اپنے عدل سے ہمیشہ جہنم میں رکھے گا۔

معتزلہ احکام شرعیہ کو عقل سے ثابت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نیک اعمال کی جزاء دینا واجب ہے اور جو چیز بندے کے حق میں زیادہ بہتر ہو اس کا کرنا اس پر واجب ہے، اور اس کے خلاف کرنا اللہ تعالیٰ پر ممتنع ہے، انھوں نے اپنے اختراعی عقائد کی وجہ سے قرآن اور سنت کی بہ کثرت نصوص صریحہ کو ترک کر دیا، اس باب کی احادیث میں اہل حق کے مذہب پر دلیل ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کی وجہ سے ثواب اور جنت کا مستحق نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ (اعراف: ۴۳)

اور (اہل جنت کو) پکار کر کہا جائے گا تم (نیک) عمل کرنے کی وجہ سے جنت کے وارث کیے گئے ہو۔

وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون۔ (زخرف: ۷۲)

اور یہ وہ جنت ہے جس کا تم کو نیک عمل کرنے کی وجہ سے وارث کیا گیا ہے۔

ان آیات سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جنت میں دخول نیک اعمال کی وجہ سے ہوگا، لیکن نیک اعمال، ہدایت اور اس میں اخلاص کی توفیق اور ان اعمال کو قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل سے ہوگا، اس لیے یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان محض اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا اور یہی ان احادیث کی مراد ہے۔ [1]

امام رازی لکھتے ہیں:

بعض لوگوں نے کہا ان آیات میں اور احادیث میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ عمل لذاتہ دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، بلکہ عمل سے جنت اس لیے واجب ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عمل کو دخول جنت کی علامت بنا دیا ہے نیز اعمال صالحہ کی توفیق دینے والا، اللہ تعالیٰ ہے اس لیے حقیقت میں جنت کا دخول صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے۔ [2]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

معتزلہ نے یہ زعم کیا ہے کہ ان آیات سے ثابت ہے کہ جنت میں دخول اعمال کی وجہ سے ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۷۷، ۳-۳۷۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

کے فضل کی وجہ سے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ جو معقول بات ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور دخول جنت کو عمل پر مرتب فرمایا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا[1]
خلاصہ یہ ہے کہ دخول جنت کے لیے نیک اعمال ظاہری اور صوری سبب ہیں اور اللہ کا فضل حقیقی اور معنوی سبب ہے۔

بَابُ اِكْثَارِ الْاَعْمَالِ وَالْاِجْتِهَادِ فِي الْعِبَادَةِ

زیادہ عمل کرنے اور عبادت میں کوشش کرنے کی ترغیب

۶۹۹۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ ابْنِ شُعْبَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى حَتّٰى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر نمازیں پڑھیں کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، آپ سے کہا گیا کہ آپ اس قدر مشقت اٹھا رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟

۶۹۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ سَمِعَ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يَقُوْلُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى وَرِمَتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام کیا کہ آپ کے قدم مبارک سوج گئے، صحابہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؛ آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

۶۹۹۹ - حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَهٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰى قَامَ حَتّٰى تَفَطَّرَ رِجْلَاهُ قَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَصْنَعُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں اس قدر قیام کرتے کہ آپ کے مبارک پاؤں سوج جاتے، حضرت عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ایسا کرتے ہیں، حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

(ف) ذنب کا حقیقی معنی ہے جرم اور گناہ یہاں ذنب کا اطلاق مجازاً ہے اس سے مراد ہے آپ کے بظاہر خلاف اولیٰ کام۔

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۸ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ذنب کے معنی کا بیان

اس باب کی احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنب کا تعلق بیان کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں سورہ فتح کی ابتدائی آیات میں بھی آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اور مغفرت ذنب، ثبوت ذنب کی فرع ہے اور ذنب کا معنی ہے جرم، خطا اور گناہ، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم ہیں اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کا بیان ہے اس کی کیا توجیہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علماء اسلام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

(۱) ذنب کا اطلاق یہاں مجازاً ترک افضل اور مکروہ تنزیہی پر کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم امت کو تبلیغ کرنے اور مسائل کا شرعی حکم بیان کرنے کے لیے افضل کام کو ترک کر دیتے اور مکروہ تنزیہی کا ارتکاب کرتے تاکہ امت کو معلوم ہو کہ یہ کام بھی جائز ہیں۔

(۲) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے کام کیے جو فی نفسہ ذنب نہ تھے لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے عالی مرتبہ اور عظیم مقام کے پیش نظر ان کو ذنب خیال کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان فرما دیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے سو آپ دن میں ستر مرتبہ اور بعض روایات میں ہے آپ دن میں سو مرتبہ استغفار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح کی یہ آیات نازل فرما کر یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کو علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں نقل کیا ہے ہم اس رسالہ کو تلخیص کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك و ما تاخر۔ تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرمائے۔

دلیل قطعی سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت ثابت ہے، اس لیے اس آیت کی توجیہ میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں بعض مقبول ہیں بعض مردود ہیں اور بعض ضعیف ہیں، علامہ سبکی نے کہا اس آیت کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں، بعض کی تاویل واجب ہے اور بعض کو رد کرنا واجب ہے۔ اس آیت کی توجیہ میں بارہ اقوال غیر مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك کی توجیہ میں غیر مقبول توجیہات کا بیان

(۱) مقاتل نے کہا ذنب سے مراد زمانہ جاہلیت کے کام ہیں، یہ قول مردود ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جاہلیت نہیں ہے۔

(۲) ذنب سے مراد نبوت سے پہلے کے کام ہیں، یہ قول بھی مردود ہے کیونکہ آپ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ہر دو دور میں معصوم ہیں۔

(۳) مجاہد نے کہا ذنب سے مراد حضرت زید کی زوجہ اور حضرت ماریہ قبطیہ کے واقعات ہیں، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ

ان واقعات میں اصلاً کوئی ذنب نہیں تھا۔

(۴) زمخشری نے کہا اس سے مراد وہ تمام کام ہیں جو آپ سے تفریطاً صادر ہوئے، یہ قول بھی باطل ہے، کیونکہ امت پر آپ کی اقتداء کرنا واجب ہے اور تفریط میں اقتداء واجب نہیں ہوتی۔

(۵) حشویہ نے کہا اس سے مراد گناہ صغیرہ کی مغفرت ہے، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ گناہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے معصوم ہیں۔

(۶) ذنب سے مراد یہ ہے کہ آپ بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلنے گئے تھے، جو آپ کی شان کے لائق نہ تھا، یہ قول بھی باطل ہے کیونکہ آپ کا بچپن بھی پاکیزہ اور بے غبار تھا۔

(۷) عطاء خراسانی نے کہا کہ پہلے ذنب سے مراد ہے آپ کے ماں باپ آدم اور حواء کے گناہ اور پچھلے ذنب سے آپ کی امت کے گناہ مراد ہیں، یہ جواب بھی ضعیف ہے، اولاً اس لیے کہ حضرت آدم نبی معصوم ہیں آپ کی طرف ذنب کی نسبت صحیح نہیں ہے، اس لیے یہ تاویل خود تاویل کی محتاج ہے، ثانیاً اس لیے کہ دوسروں کے گناہوں کی آپ کی طرف ضمیر مخاطب سے نسبت کرنا صحیح نہیں ہے، ثالثاً اس لیے کہ تمام امت کے گناہوں کی مغفرت نہیں کی گئی بلکہ بعض کی مغفرت ہوگی اور بعض کی مغفرت نہیں ہوگی۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے سورہ فتح کی اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ عطاء خراسانی کی تاویل پر مبنی ہے۔ سعیدی غفرلہ)

(۸) ذنب سے مراد ذنوب مفروضہ ہیں، یعنی اگر آپ کے بالفرض گناہ تھے بھی تو وہ آپ کے شرف کی وجہ سے معاف کر دیے گئے ہیں۔

(۹) علامہ طبری نے کہا آپ سے جو امور سہو، غفلت یا تاویل سے صادر ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مغفرت کا بھی اعلان کر دیا۔

(۱۰) شفاء میں ہے آپ سے گناہ ہو یا نہ ہو اس کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۱) احمد بن نصر نے کہا نبوت سے پہلے آپ سے جو امور صادر ہوئے ان کی مغفرت کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

(۱۲) مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ سے ہے اور مراد آپ کی امت ہے (یہ توجیہ بھی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا ماخذ ہے۔ سعیدی غفرلہ)

اس آیت کی توجیہ میں یہ بارہ اقوال غیر مقبول ہیں[1] اور اس آیت کی تفسیر میں جو اقوال مقبول ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك کی توجیہ میں مقبول توجیہات کا بیان

(۱) شفاء میں مذکور ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ یہ کہیں ما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ "میں (از خود) نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا" تو کفار خوش ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت فرما دے" اس

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ان بارہ مردود جوابات کا حوالہ دیا ہے۔ (مدارج النبوت ج ۱ ص ۷۳، طبع سکھر)

آیت میں آپ کی مغفرت کی خبر دی اور مومنین کی مغفرت کی خبر اس کے بعد دوسری آیت میں ذکر کردہ آیت یہ ہے: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهٰر خالدین فیها ویکفر عنهم سیاتهم " تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور فرما دے " فتح: ۵) اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ آپ کی مغفرت کر دی گئی ہے اور آپ سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس اثر کو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب قل ما ادری مایفعل بی ولا بکم نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر اس وقت نازل کی جب آپ غزوہ حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کر دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، لیکن ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتها الانهٰر۔ تاکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان جنات میں داخل کر دے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

(۲) قاضی عیاض نے کہا یہاں مغفرت ذنوب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عیوب سے مبرا اور منزہ کر دیا ہے۔

(۳) شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے ثبوت میں ایک رسالہ لکھا ہے "نہایۃ السؤل" اس میں آپ کی افضلیت پر ایک یہ دلیل قائم کی ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی ہے اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کے متعلق بھی اس قسم کی خبر دی ہو، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے متعلق بھی یہ خبر نہیں دی، کیونکہ جب میدان حشر میں انبیاء علیہم السلام سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی اپنی (اجتہادی) خطاء کو یاد کرے گا اور نفسی نفسی کہے گا، اگر ان میں سے کسی نبی کو اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کرنے سے انکار نہ کرتا، اور جب لوگ میدان حشر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے انا لها "میں اس شفاعت کے لیے ہوں"۔

(۴) علامہ سبکی کہتے ہیں میں نے اس آیت میں غور کیا تو مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ اس آیت میں آپ کی عزت افزائی کا اعلان ہے یعنی ہر چند کہ آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ اعلان کیا کہ اگر آپ کا کوئی گناہ ہو بھی تو ہم نے اس کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد مکرم کو دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرما دیں، اخروی نعمتوں میں سے مغفرت ذنوب کی نعمت عطا کی، اور فرمایا لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر "تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دے" اور مقبولیت توبہ کے متعلق فرمایا: "ویتم نعمته علیك" "تاکہ آپ پر اپنی نعمت مکمل کر دے" اور دنیاوی نعمتوں میں سے دینی نعمت عطا کرنے کے متعلق فرمایا: ویهدیك صراطًا مستقیمًا "اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے" اور دنیوی نعمت کے متعلق فرمایا: وینصرك الله نصرًا عزیزًا "تاکہ اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے" اخروی نعمتوں کو دنیاوی نعمتوں پر مقدم کیا اور دنیاوی نعمتوں میں سے دینی نعمت کو مقدم کیا، اور اس طرح جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو متفرق طور پر عطا فرمائی ہیں وہ سب نعمتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیں اور ان تمام نعمتوں کو عطا فرمانا اس فتح مبین کی غایت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے بہت

اہتمام سے ذکر فرمایا ہے: انا فتحنا لك فتحا مبينا یعنی دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں عطا فرمانے کے لیے ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی ہے، اور یہ فتح مبین صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

علامہ سبکی کہتے ہیں اس آیت میں غور کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ علامہ ابن عطیہ نے بھی یہ توجیہ کی ہے کیونکہ انھوں نے کہا آپ کا گناہ کوئی نہیں تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تشریف اور تکریم کے لیے یہ آیت نازل کی ہے۔

(۵) بعض محققین نے کہا کہ اس آیت میں مغفرت عصمت سے کنایہ ہے یعنی تاکہ آپ کو آپ کی عمر کے پہلے حصے میں اور بعد کے حصے میں، الغرض پوری عمر میں گناہوں سے محفوظ رکھے، اور یہ بہت عمدہ توجیہ ہے اور اس کو بلغاء نے قرآن مجید کی بلاغت میں شمار کیا ہے۔ [1]

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کی بہترین توجیہ کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ذنب کا معنی الزام ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا:

ولهم علي ذنب فأخاف ان يقتلون۔ (شعراء: ۱۴) ان کا مجھ پر ایک الزام ہے تو مجھے ان کے قتل کر دینے کا خدشہ ہے۔

سو اس آیت میں بھی ذنب کا معنی الزام ہے اور اس آیت کا معنی یہ ہے:

اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے وہ یہ ہیں، یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر فسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے وغیرہ وغیرہ،

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

یہ قوم میں اختلاف انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو اپنے ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے محفوظ تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ [2]

اس آیت کی تحقیق ہم نے اپنی اس کتاب میں کئی مقامات پر کی ہے، شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور اس جلد (سابع) میں بھی عصمت کی بحث میں ہم نے اس آیت کے مضامین پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اہل علم حضرات کو ان تمام مقامات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

بَابُ الْاِقْتِصَادِ فِي الْمَوْعِظَةِ

نصیحت میں اعتدال

۷۰۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا

شقیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

---

[1] ۔ علامہ محمد یوسف نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۴ - ۲۱۱، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ المصطفیٰ البابی، مصر

[2] ۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۵ ص ۵۳۳ - ۵۳۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۳۹۹ھ

وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ بَابِ عَبْدِ اللهِ نَنْتَظِرُهُ فَمَرَّ بِنَا يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيُّ فَقُلْنَا أَعْلِمْهُ بِمَكَانِنَا فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ خَرَجَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللهِ فَقَالَ إِنِّي أُخْبِرُ بِمَكَانِكُمْ فَمَا يَمْنَعُنِي أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

کے انتظار میں ان کے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس سے یزید بن معاویہ نخعی کا گذر ہوا، ہم نے کہا ان کو ہمارے آنے کی اطلاع کر دو، وہ ان کے پاس گئے، پھر تھوڑی دیر میں حضرت عبداللہ آ گئے، اور فرمایا مجھے تمہارے آنے کی اطلاع تھی، اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ چیز مانع تھی کہ کہیں تم ملول خاطر نہ ہو جاؤ، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہم کو ہمارے اکتا جانے کے خدشہ سے صرف بعض ایام میں نصیحت کرتے تھے۔

۷۰۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ مِنْجَابٌ فِي رِوَايَتِهِ عَنِ ابْنِ مُسْهِرٍ قَالَ الْأَعْمَشُ وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۷۰۰۲۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقِ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُنَا كُلَّ يَوْمِ خَمِيسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّا نُحِبُّ حَدِيثَكَ وَتَشْتَهِيهِ وَلَوَدِدْنَا أَنَّكَ حَدَّثْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ فَقَالَ مَا يَمْنَعُنِي أَنْ أُحَدِّثَكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا.

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ہم کو صرف جمعرات کے دن وعظ کیا کرتے تھے، ایک شخص نے کہا: اے ابو عبدالرحمن ہم آپ کی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ ہمیں ہر دن وعظ کیا کریں، حضرت ابن مسعود نے کہا مجھے تم کو ہر روز وعظ کرنے سے صرف یہ چیز مانع ہے کہ میں تمہاری اکتاہٹ کو ناپسند کرتا ہوں، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ہماری اکتاہٹ کے خدشہ سے بعض ایام میں ہمیں وعظ فرماتے تھے۔

امت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:
اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مختلف

اوقات میں صحابہ کو وعظ کرتے تھے، اور تمام اوقات میں وعظ نہیں کرتے تھے، تاکہ صحابہ کرام کو اکتاہٹ نہ ہو، جیسا کہ آپ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص اپنی سرین پھینچتے ہوئے نماز نہ پڑھے، اور جس طرح آپ نے فرمایا: "پہلے رات کا کھانا کھاؤ" تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارا دھیان نہ بٹے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جو امت پر شفقت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کا بیان کرتے ہوئے فرمایا: عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۹) "تمہارا مشقت میں پڑنا ان پر سخت دشوار ہے"۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا وعندھا امرأۃ قال من ھذہ قالت فلانۃ تذکر من صلاتھا قال مہ علیکم ما تطیقون فواللہ لا یمل اللہ حتی تملوا وکان احب الدین الیہ ما داوم علیہ صاحبہ۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درآں حالیکہ ان کے پاس ایک عورت تھی، آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا یہ فلاں عورت ہے اس کے نماز پڑھنے کا بہت چرچا ہے، آپ نے فرمایا: بس کرو تم وہ کام کیا کرو جن کو تم آسانی سے کر سکو، بہ خدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک ملول نہیں ہوتا جب تک تم نہ اکتاؤ، اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ عبادت پسند ہے جس کو انسان ہمیشہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کے دن وعظ کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادات کے لیے دن معین کرنا جائز ہے۔

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا

جنت کی نعمتوں اس کی صفات اور جنتیوں کا بیان

باب ۱۰۰۷

۷۰۰۳ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْلَمَۃَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَۃَ عَنْ ثَابِتٍ وَحُمَیْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّہَوَاتِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے اور دوزخ کا نفسانی خواہشوں نے احاطہ کیا ہوا ہے۔

۷۰۰۴ ۔ وَحَدَّثَنِیْ زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شَبَابَۃُ حَدَّثَنِیْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

۷۰۰۵ ۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِیُّ وَزُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُہَیْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ سَعِیْدٌ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ مِصْدَاقُ ذٰلِكَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِیَ لَہُمْ مِنْ قُرَّۃِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے، اور قرآن مجید میں اس کا مصداق یہ آیت ہے (ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۶ ۔ حَدَّثَنِیْ ہٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ الْاَیْلِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَہْبٍ حَدَّثَنِیْ مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْہَ مَا اَطْلَعَکُمُ اللّٰہُ عَلَیْہِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، ان نعمتوں کا ذکر چھوڑ دو جن پر اللہ نے تمہیں مطلع کر دیا ہے۔

۷۰۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَعْدَدْتُّ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ذُخْرًا بَلْهَ مَا اَطْلَعَكُمُ اللّٰهُ عَلَيْهِ ثُمَّ قَرَاَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ان کا کسی بشر کے دل میں خیال آیا ان نعمتوں کا ذکر چھوڑو جن پر اللہ تعالیٰ نے تم کو مطلع کر دیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) کسی انسان کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۸۔ حَدَّثَنَا هٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَهٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدِ الْاَيْلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ صَخْرٍ اَنَّ اَبَا حَازِمٍ حَدَّثَهٗ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدِ السَّاعِدِيَّ يَقُوْلُ شَهِدْتُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجْلِسًا وَصَفَ فِيْهِ الْجَنَّةَ حَتّٰى انْتَهٰى ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ حَدِيْثِهٖ فِيْهَا مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ ثُمَّ اقْتَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مجلس میں موجود تھا، جس میں آپ نے جنت کی صفت بیان کی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے آخر میں یہ فرمایا: جنت میں ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے، اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال آیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں، وہ ڈرتے ہوئے اور امید کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں، سو کسی کو معلوم نہیں کہ ان کے نیک کاموں کے صلہ میں جو ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک پوشیدہ رکھی گئی ہے۔

۷۰۰۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ سَنَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔

۷۰۱۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ وَزَادَ لَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ وہ سوار سو برس تک چلنے کے باوجود اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۱۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ اَخْبَرَنَا الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے ایک سوار اس کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے گا پھر بھی اس سائے کو قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۲۔ قَالَ اَبُوْ حَازِمٍ فَحَدَّثْتُ بِهٖ النُّعْمَانَ بْنَ اَبِيْ عَيَّاشٍ الزُّرَقِيَّ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ الْجَوَادَ الْمُضَمَّرَ السَّرِيْعَ مِائَةَ عَامٍ مَا يَقْطَعُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک درخت ہے جس (کے سائے) کو ایک تیز رفتار کسرتی گھوڑے پر سوار شخص سو سال میں بھی قطع نہیں کر سکے گا۔

۷۰۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ اَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَا لَنَا لَا نَرْضٰى يَا رَبِّ وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَا لَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا رَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا: اے اہل جنت! وہ کہیں گے اے ہمارے رب! لبیک، ہم اطاعت کے لیے حاضر ہیں اور سب خیر تیرے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو؟ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم راضی نہ ہوں، تو نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا میں تم کو اس سے افضل نعمت نہ دوں! وہ کہیں گے اے ہمارے رب اس سے افضل کیا چیز ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تم پر اپنی رضا حلال کر دی ہے، میں اس کے بعد تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

۷۰۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ النُّعْمَانَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ جنت میں ایک دوسرے کے بالاخانے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان میں ستاروں کو دیکھتے ہو، وہ کہتے ہیں میں نے یہ روایت نعمان بن عیاش سے بیان کی، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کو

بْنُ أَبِي عَيَّاشٍ فَقَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ وَالْغَرْبِيِّ.

یہ کہتے ہوئے سنا ہے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں روشن ستارے کو دیکھتے ہو۔

۷۰۱۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ أَبِي حَازِمٍ بِالْإِسْنَادَيْنِ جَمِيعًا نَحْوَ حَدِيثِ يَعْقُوبَ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۰۱۶۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ أَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ مِنَ الْأُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ أَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَيْنَهُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْأَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُهُمْ قَالَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ رِجَالٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی لوگ اپنے اوپر بالاخانے کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے میں دور سے چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھتے ہو، کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکتا، آپ نے فرمایا کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی۔

۷۰۱۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ أَشَدِّ أُمَّتِي لِي حُبًّا نَاسٌ يَكُونُونَ بَعْدِي يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ رَآنِي بِأَهْلِهِ وَمَالِهِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے ایک شخص کی یہ آرزو ہوگی کہ کاش وہ اپنے تمام اہل ومال کو قربان کر کے مجھے دیکھ لے۔

۷۰۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوقًا يَأْتُونَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيحُ الشَّمَالِ فَتَحْثُو فِي وُجُوهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُونَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُولُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بازار ہے جس میں جنتی ہر جمعہ کو آیا کریں گے، پھر شمال کی ہوا چلے گی جس سے ان کے چہرے اور کپڑے بھر جائیں گے، اور ان کا حسن اور جمال اور بڑھ جائے گا، پھر وہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر جائیں گے، تو وہ کہیں گے بہ خدا ہمارے (پاس سے جانے کے) بعد تمہارا حسن

لَهُمْ اَهْلُوهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا فَيَقُولُونَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَّجَمَالًا۔

اور جمال بہت زیادہ ہو گیا، وہ کہیں گے بہ خدا ہمارے بعد تمہارا حسن اور جمال بھی بہت زیادہ ہو گیا۔

۷۰۱۹۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَيَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِيَعْقُوبَ) قَالَ اَحَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ اَخْبَرَنَا اَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ اِمَّا تَفَاخَرُوا وَاِمَّا تَذَاكَرُوا الرِّجَالُ فِي الْجَنَّةِ اَكْثَرُ اَمِ النِّسَاءُ فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ اَوَلَمْ يَقُلْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّتِي تَلِيهَا عَلَى اَضْوَءِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ اثْنَتَانِ يُرَى مُخُّ سُوقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ وَمَا فِي الْجَنَّةِ اَعْزَبُ۔

محمد کہتے ہیں کہ لوگوں نے ایک دوسرے پر فخر کیا یا ذکر کیا کہ آیا جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہو گا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گی، اور جو گروہ اس کے بعد جائے گا اس کی صورت آسمان میں جگمگاتے ستارے کی طرح ہو گی، ہر جنتی شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا مغز ان کے گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا اور جنت میں کوئی شخص مجرد (بغیر بیوی کے) نہیں ہو گا۔

۷۰۲۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ اخْتَصَمَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ اَيُّهُمْ فِي الْجَنَّةِ اَكْثَرُ فَسَاَلُوا اَبَا هُرَيْرَةَ فَقَالَ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں یہ بحث ہوئی کہ ان میں سے کون جنت میں زیادہ ہو گا، پھر انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۷۰۲۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ حَدَّثَنَا اَبُو زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى اَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ اِضَاءَةً لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتْفِلُونَ اَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہو گا اس کی صورت چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گی، پھر ان کے بعد جو گروہ داخل ہو گا ان کی صورت آسمان کے بہت چمکدار ستارے کی طرح ہو گی، وہ پیشاب کریں گے نہ رفع حاجت کریں گے، ناک صاف کریں گے نہ تھوکیں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہو گا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہو گا، ان کی بیویوں کی بڑی بڑی آنکھیں ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے وہ اپنے باپ حضرت آدم کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ گز کے برابر ہو گا۔

وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ۔

۷۰۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلَى أَشَدِّ نَجْمٍ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً ثُمَّ هُمْ بَعْدَ ذَلِكَ مَنَازِلُ لَا يَتْغَوَّطُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبْزُقُونَ أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ أَخْلَاقُهُمْ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلَى طُولِ أَبِيهِمْ آدَمَ سِتُّونَ ذِرَاعًا قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَلَى خُلُقِ رَجُلٍ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَلَى خَلْقِ رَجُلٍ وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَلَى صُورَةِ أَبِيهِمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو پہلا گروہ جنت میں داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، پھر جو ان کے بعد جائیں گے وہ بہت چمکدار ستارے کی طرح ہوں گے، پھر ان کے بعد تدریجاً مرتبے ہوں گے، وہ پیشاب اور رفع حاجت نہیں کریں گے، تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود کی خوشبو ہوگی ان کا پسینہ مشک ہوگا، تمام لوگوں کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے، ان کا قد ان کے باپ حضرت آدم کے قد کے مطابق ساٹھ گز ہوگا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے سب کا خُلق ایک جیسا ہوگا، اور ابوکریب کی روایت میں ہے سب کی جسمانی بناوٹ ایک جیسی ہوگی اور ابن ابی شیبہ نے کہا کہ وہ اپنے باپ کی صورت پر ہوں گے۔

۷۰۲۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُورَتُهُمْ عَلَى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأَلُوَّةِ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ يُرَى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ قُلُوبُهُمْ قَلْبُ وَاحِدٌ يُسَبِّحُونَ اللهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلا گروہ داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا، وہ اس میں تھوکیں گے نہ ناک صاف کریں گے، اور نہ وہ جنت میں رفع حاجت کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کے ہوں گے، ان کی انگیٹھیوں میں عود ہندی (خوشبودار لکڑی) سلگتی ہوگی، ان کا پسینہ مشک کی طرح (خوشبودار) ہوگا، ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہونگی، ان کی پنڈلیوں کا مغز حسن کی وجہ سے گوشت کے اندر سے نظر آتے گا۔ ان میں کوئی اختلاف ہوگا نہ بغض، سب کے دل، ایک دل جیسے ہوں گے، وہ صبح اور شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کریں گے۔

۷۰۲۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے

بْنُ اِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُونَ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتْفِلُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ قَالُوا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّحْمِيدَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جنتی لوگ جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے اور اس میں تھوکیں گے نہ پیشاب کریں گے، رفع حاجت کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے۔ صحابہ نے کہا پھر ان کا کھانا کہاں جائے گا، آپ نے فرمایا: ایک ڈکار (آئے گی) اور پسینہ مشک کی طرح ہوگا ان کو تسبیح اور حمد کا اس طرح الہام ہوگا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

۷۰۲۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَاَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهِ كَرَشْحِ الْمِسْكِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۲۶۔ وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِي عَاصِمٍ قَالَ حَسَنٌ حَدَّثَنَا اَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا كُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهَا وَيَشْرَبُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ وَلَا يَبُولُونَ وَلٰكِنْ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ جُشَاءٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالْحَمْدَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ قَالَ وَفِي حَدِيثِ حَجَّاجٍ طَعَامُهُمْ ذٰلِكَ۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی جنت میں کھائیں اور پئیں گے، وہ اس میں رفع حاجت کریں گے نہ ناک صاف کریں گے نہ پیشاب کریں گے ان کا کھانا ڈکار کی شکل میں تحلیل ہوگا، وہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، ان کو تسبیح اور حمد کا الہام کیا جائے گا جس طرح سانس آتا جاتا ہے حجاج کی روایت میں ہے وطعامهم ذلك۔

۷۰۲۷۔ وَحَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْاُمَوِيُّ حَدَّثَنِي اَبِي حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ وَيُلْهَمُونَ التَّسْبِيحَ وَالتَّكْبِيرَ كَمَا يُلْهَمُونَ النَّفَسَ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی مثل کو روایت کیا البتہ اس میں یہ ہے کہ ان کو تسبیح اور تکبیر کا اس طرح الہام کیا جائے گا جس طرح سانس آتا جاتا ہے۔

۷۰۲۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِي رَافِعٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ يَنْعَمْ لَا يَبْاَسُ لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس کو نعمتیں دی جائیں گی پھر اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

۷۰۲۹۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ) قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ قَالَ الثَّوْرِيُّ فَحَدَّثَنِي أَبُو إِسْحٰقَ أَنَّ الْأَغَرَّ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُنَادِي مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْتَئِسُوا أَبَدًا فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک منادی ندا کرے گا (اے اہل جنت!) تمہارے لیے یہ مقرر ہو گیا ہے کہ تم تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم زندہ رہو گے اور کبھی نہیں مرو گے، اور تم ہمیشہ جوان رہو گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، اور تم ہمیشہ نعمت میں رہو گے اور تم پر کبھی تکلیف نہیں آئے گی، اور اس کی تائید اللہ عزوجل کے اس قول میں ہے: "اور ان کو یہ ندا کی گئی یہ وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث کیے گئے ہو۔

۷۰۳۰۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي قُدَامَةَ (وَهُوَ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ) عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لیے جنت میں ایک کھوکھلے موتیوں کا خیمہ ہو گا، اس کا طول ساٹھ میل ہو گا، مومن کے اہل بھی اس میں رہیں گے، مومن ان کا چکر لگائے گا اور بعض، بعض کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

۷۰۳۱۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ خَيْمَةٌ مِنْ لُؤْلُؤَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا سِتُّونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْآخَرِينَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ۔

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کھوکھلے موتیوں کا ایک خیمہ ہو گا، جس کا عرض ساٹھ میل ہو گا، اس کے ہر کونے میں اہل ہوں گے، جو دوسروں کو نہیں دیکھ سکیں گے مومن ان کا چکر کرے گا۔

۷۰۳۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسٰى بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْخَيْمَةُ دُرَّةٌ طُولُهَا فِي السَّمَاءِ سِتُّونَ مِيلًا فِي كُلِّ زَاوِيَةٍ مِنْهَا أَهْلٌ

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موتیوں کا ایک خیمہ ہے جس کا بلندی میں طول ساٹھ میل ہے، اس کے ہر کونے میں مومن کی بیویاں ہوں گی، جن کو دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے،

لِلْمُؤْمِنِ لَا يَرَاهُمُ الْآخَرُونَ۔

۷۰۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَعَبْدُ بْنُ نُمَيْرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيلُ كُلٌّ مِنْ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سیحان، جیحان، فرات اور نیل یہ سب جنت کے دریا ہیں۔

۷۰۳۴۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ (يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں کچھ ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے۔

۷۰۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولٰئِكَ النَّفَرِ وَهُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ فَاسْتَمِعْ مَا يُحَيُّونَكَ فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ قَالَ فَذَهَبَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَ فَزَادُوهُ وَرَحْمَةُ اللهِ قَالَ فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا فَلَمْ يَزَلِ الْخَلْقُ يَنْقُصُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ان کا قد ساٹھ گز تھا، جب ان کو بنا چکا تو فرمایا جاؤ اس جماعت کو سلام کرو، وہ فرشتوں کی جماعت ہے جو بیٹھے ہوئے ہیں، پھر سنو وہ تم کو سلام کا کیا جواب دیتے ہیں جو وہ جواب دیں گے وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا، حضرت آدم گئے اور انھوں نے کہا السلام علیکم، فرشتوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ، آپ نے فرمایا فرشتوں نے ورحمۃ اللہ کا لفظ زیادہ کیا، آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ حضرت آدم کی صورت پر ہوگا، اس کا قد ساٹھ گز ہوگا، پھر لوگوں کا قد بہ تدریج کم ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ زمانہ آگیا۔

نیک اور بد اعمال کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۳۳ میں ہے: جنت کا تکالیف نے احاطہ کیا ہوا ہے، اور دوزخ کو نفسانی خواہشوں نے گھیر رکھا ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث انتہائی فصیح اور جامع کلام پر مشتمل ہے، کیونکہ جب تک کوئی انسان احکام شرعیہ کی تکلیف اور مشقت کو برداشت نہ کرے جنت میں نہیں جائے گا، اور جب تک کوئی شخص نفسانی خواہشوں پر اندھا دھند عمل نہ کرے جہنم میں نہیں جائے گا، عبادات میں جدوجہد کرنا، عبادات کی مشقتوں پر صبر کرنا مثلاً غصہ کو پینا، عفو و درگذر سے کام لینا، صدقہ وخیرات کرنا، برائی اور بدی کرنے والے کے ساتھ اچھائی اور نیکی کے ساتھ پیش آنا، اور شہوانی تقاضوں کے وقت ضبط نفس کرنا یہ وہ تکلیفیں اور مشقتیں ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص دخول جنت کا مستحق ہوتا ہے؛ شراب نوشی، زنا، اجنبی عورتوں کو دیکھنا، غیبت کرنا، ناجائز لہو ولہب میں مشغول رہنا، چوری، ڈاکہ، جھوٹ، تہمت، قتل اور خون ریزی، سود، رشوت خوری اور فرائض کو ترک کرنا یہ وہ نفسانی عمل ہیں جن کی وجہ سے کوئی شخص جہنم کا مستحق ہوتا ہے، جائز شہوات پر عمل کرنا اس میں داخل نہیں ہیں، لیکن ان پر زیادہ عمل کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاکہ ان کی کثرت کی وجہ سے انسان کسی حرام کام میں مبتلا نہ ہو جائے، یا اس کا دل سخت ہو، یا ان کی وجہ سے وہ دنیاوی لذتوں میں منہمک ہو جائے۔

جنت اور دوزخ میں عورتوں کی کثرت

حدیث نمبر ۷۰۲۳ میں ہے: ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی۔
علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، کیونکہ کم از کم درجہ یہ ہے کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں گی، اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ میں دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں عورتوں کو زیادہ دیکھا یعنی جنت اور دوزخ دونوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، نیز جنت میں ہر آدمی کی دو بیویاں ہونا بنو آدم کے اعتبار سے ہے رہی حوریں تو ایک ایک آدمی کو کئی کئی حوریں ملیں گی۔

بَابُ جَهَنَّمَ أَعَاذَنَا اللّٰهُ عَنْهَا — جہنم کا بیان (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)

۷۰۳۶۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ خَالِدٍ الْكَاهِلِيِّ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس روز (قیامت کے دن) جہنم کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر کھینچ رہے ہوں گے۔

۷۰۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِي يُوقِدُ ابْنُ آدَمَ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو بنو آدم روشن کرتے ہیں جہنم کی گرمی سے ستر درجے کم ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آگ بھی تو کافی تھی، آپ نے فرمایا وہ اس سے انہتر درجہ زیادہ ہے، ہر درجہ میں

جُزْءًا مِّنْ حَرِّ جَهَنَّمَ قَالُوْا وَاللّٰهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّهَا فُضِّلَتْ عَلَيْهَا بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّيْنَ جُزْءًا كُلُّهَا مِثْلُ حَرِّهَا۔

یہاں کی آگ کے برابر گرمی کم ہے۔

۷۰۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی حسب سابق روایت ہے لیکن اس میں کلھا کی بجائے کلھن کا لفظ ہے۔

۷۰۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيْفَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدْرُوْنَ مَا هٰذَا قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنی، آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے، آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا یہ اب تک اس میں گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔

۷۰۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ هٰذَا وَقَعَ فِيْ اَسْفَلِهَا فَسَمِعْتُمْ وَجْبَتَهَا۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث مروی ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ جس وقت تم نے اس کی آواز سنی وہ تہہ میں پہنچ گیا تھا۔

۷۰۴۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ قَالَ قَتَادَةُ سَمِعْتُ اَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ اِلٰى عُنُقِهٖ۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بعض جہنمیوں کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی، اور بعض کی کمر تک پکڑے گی، اور بعض کی گردن تک پکڑے گی۔

۷۰۴۲۔ حَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ اَخْبَرَنَا

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى حُجْزَتِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى تَرْقُوَتِهِ.

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض لوگوں کو دوزخ کی آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی بعض لوگوں کو کمر سے پکڑے گی اور بعض کو گلے تک۔

۷۰۴۳۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَجَعَلَ مَكَانَ حُجْزَتِهِ حَقْوَيْهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۰۴۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الْجَبَّارُونَ وَالْمُتَكَبِّرُونَ وَقَالَتْ هٰذِهِ يَدْخُلُنِي الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِينُ فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهٰذِهِ أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَرُبَّمَا قَالَ أُصِيبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَقَالَ لِهٰذِهِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھ میں جبار اور متکبر داخل ہوں گے، جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین داخل ہوں گے، اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا، (بعض اوقات فرمایا:) میں جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے عذاب پہنچاؤں گا، جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں تمہارے سبب سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے۔

۷۰۴۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَاجَّتِ النَّارُ وَالْجَنَّةُ فَقَالَتِ النَّارُ أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِينَ وَالْمُتَجَبِّرِينَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَا لِي لَا يَدْخُلُنِي إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَعَجَزُهُمْ فَقَالَ اللهُ لِلْجَنَّةِ أَنْتِ رَحْمَتِي أَرْحَمُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَقَالَ لِلنَّارِ أَنْتِ عَذَابِي أُعَذِّبُ بِكِ مَنْ أَشَاءُ مِنْ عِبَادِي وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، جنت نے کہا مجھے کیا ہوا ہے کہ مجھ میں صرف ضعیف، لاچار اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تم میری رحمت ہو میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا

مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ فَيَضَعُ قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ۔

تمہارے ذریعہ سے عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ نہیں پُر ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا، وہ کہے گی، بس بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی اور اس کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا۔

۷۰۴۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَوْنٍ الْهِلَالِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ سُفْيَانَ (يَعْنِيْ مُحَمَّدَ بْنَ حُمَيْدٍ) عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اخْتَصَمَتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۷۰۴۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَالِيْ لَا يَدْخُلُنِيْ اِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ اللّٰهُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِيْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِيْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَاءُ مِنْ عِبَادِيْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْكُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى رِجْلَهُ تَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ وَلَا يَظْلِمُ اللّٰهُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللّٰهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا، دوزخ نے کہا مجھے جباروں اور متکبروں کی وجہ سے ترجیح ہے، جنت نے کہا مجھے کیا! مجھ میں صرف کمزور، اناڑی اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمائے گا تو تم صرف میری رحمت ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تمہارے ذریعہ سے رحمت کروں گا، اور دوزخ سے فرمائے گا: تم صرف میرا عذاب ہو، میں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تمہارے ذریعہ عذاب دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کے لیے پُر ہونا ہے، لیکن دوزخ پُر نہیں ہوگی، حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنا پیر رکھ دے گا، پھر وہ کہے گی بس، بس، بس! اس وقت وہ پُر ہو جائے گی، اور اس کا بعض، بعض سے مل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا، اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

۷۰۴۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ میں بحث ہوئی، اس کے بعد تم میں سے ہر

وَسَلَّمَ احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ إِلَى قَوْلِهِ وَلِكِلَيْكُمَا عَلَيَّ مِلْؤُهَا وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ مِنَ الزِّيَادَةِ۔

ایک کے لیے پر ہونا تک حسب سابق ہے" اور اس کے بعد کا اضافہ نہیں ہے۔

۷۰۴۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ تَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ فِيهَا رَبُّ الْعِزَّةِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى قَدَمَهُ فَتَقُولُ قَطْ قَطْ وَعِزَّتِكَ وَيُزْوَى بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ یہی کہتی رہے گی اور زیادہ! اور زیادہ! حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا پھر وہ کہے گی بس بس! تیری عزت کی قسم! اور اس کا بعض حصہ بعض کی طرف مل جائے گا۔

۷۰۵۰۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ شَيْبَانَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۰۵۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ فَأَخْبَرَنَا عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَزَالُ جَهَنَّمُ يُلْقَى فِيهَا وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ حَتَّى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ فِيهَا قَدَمَهُ فَيَنْزَوِي بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتَقُولُ قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا يَزَالُ فِي الْجَنَّةِ فَضْلٌ حَتَّى يُنْشِئَ اللهُ لَهَا خَلْقًا فَيُسْكِنَهُمْ فَضْلَ الْجَنَّةِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں مسلسل (لوگ) ڈالے جائیں گے اور جہنم کہے گی: کیا کچھ اور ہیں؟ حتیٰ کہ رب العزت اس میں اپنا قدم رکھ دے گا، پھر دوزخ کا بعض حصہ بعض سے مل جائے گا اور وہ کہے گی بس بس! تیری عزت اور کرم کی قسم، اور جنت میں مسلسل جگہ زیادہ رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا کر کے اس کو جنت کے فاضل حصہ میں رکھے گا۔

۷۰۵۲۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ) أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت کا جو حصہ چاہے گا فاضل رکھے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے جیسی چاہے گا مخلوق پیدا کر دے گا۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَبْقٰی مِنَ الْجَنَّۃِ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْقٰی ثُمَّ یُنْشِئُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہَا خَلْقًا مِمَّا یَشَآءُ۔

۷۰۵۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ (وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَآءُ بِالْمَوْتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّہٗ کَبْشٌ اَمْلَحُ زَادَ اَبُوْ کُرَیْبٍ فَیُوْقَفُ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَاتَّفَقَا فِیْ بَاقِی الْحَدِیْثِ فَیُقَالُ یَا اَہْلَ الْجَنَّۃِ ہَلْ تَعْرِفُوْنَ ہٰذَا فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ہٰذَا الْمَوْتُ قَالَ وَیُقَالُ یَا اَہْلَ النَّارِ ہَلْ تَعْرِفُوْنَ ہٰذَا قَالَ فَیَشْرَئِبُّوْنَ وَیَنْظُرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ ہٰذَا الْمَوْتُ قَالَ فَیُؤْمَرُ بِہٖ فَیُذْبَحُ قَالَ ثُمَّ یُقَالُ یَا اَہْلَ الْجَنَّۃِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَیَا اَہْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ قَالَ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْذِرْہُمْ یَوْمَ الْحَسْرَۃِ اِذْ قُضِیَ الْاَمْرُ وَہُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ وَّہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلَی الدُّنْیَا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت کو سرمئی مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، (ابوکریب نے اضافہ کیا) اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، (اس کے بعد راویوں کا اتفاق ہے) پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! اور کہا جائے گا اے اہل دوزخ! کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ وہ گردن اٹھا کر اسے دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں یہ موت ہے! پھر اس کو ذبح کرنے کا حکم ہوگا اور اس کو ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہا جائے گا اے اہل جنت! اب دوام ہے، اور موت نہیں ہے، اور اے اہل دوزخ! اب ہمیشگی ہے اور موت نہیں ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی، اور ان کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب اعمال کا فیصلہ کیا جائے گا، درآں حالیکہ وہ غافل ہیں اور وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا۔

۷۰۵۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُدْخِلَ اَہْلُ الْجَنَّۃِ الْجَنَّۃَ وَاَہْلُ النَّارِ النَّارَ قِیْلَ یَا اَہْلَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ ذَکَرَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَذٰلِکَ قَوْلُہٗ عَزَّ وَجَلَّ وَلَمْ یَقُلْ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَذْکُرْ اَیْضًا وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلَی الدُّنْیَا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کر دیے جائیں گے، تو کہا جائے گا: اے اہل جنت! اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا قول ہے اور یہ نہیں ہے کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی، اور نہ ہاتھ سے اشارہ کرنے کا ذکر ہے۔

۷۰۵۵۔ حَدَّثَنَا زُہَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَالْحَسَنُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا نَافِعٌ أَنَّ عَبْدَ اللهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُومُ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ فَيَقُولُ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ كُلٌّ خَالِدٌ فِيمَا هُوَ فِيهِ.

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں داخل کر دے گا اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کر دے گا پھر ان کے درمیان ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اے اہل دوزخ اب موت نہیں ہے، جو شخص جہاں ہے وہاں ہمیشہ رہے گا۔

۷۰۵۶۔ حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَارَ أَهْلُ الْجَنَّةِ إِلَى الْجَنَّةِ وَصَارَ أَهْلُ النَّارِ إِلَى النَّارِ أُتِيَ بِالْمَوْتِ حَتَّى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا أَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا إِلَى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ أَهْلُ النَّارِ حُزْنًا إِلَى حُزْنِهِمْ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں، اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا اے اہل جنت اب موت نہیں ہے اور اہل دوزخ اب موت نہیں ہے تب اہل جنت کو خوشی پہ خوشی ہوگی اور اہل دوزخ کو غم پر غم ہوگا۔

۷۰۵۷۔ حَدَّثَنِي سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ هَارُونَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ أَوْ نَابُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ وَغِلَظُ جِلْدِهِ مَسِيرَةُ ثَلَاثٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔

۷۰۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَكِيعِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَرْفَعُهُ قَالَ مَا بَيْنَ مَنْكِبَيِ الْكَافِرِ فِي النَّارِ مَسِيرَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ لِلرَّاكِبِ الْمُسْرِعِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَكِيعِيُّ فِي النَّارِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہوگا۔

۷۰۵۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ أَنَّهُ سَمِعَ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ قَالُوا بَلَى قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ ثُمَّ قَالَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ قَالُوا بَلَى قَالَ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ شخص جو ضعیف ہو اور اس کو ضعیف سمجھا جاتا ہو وہ اگر اللہ تعالیٰ کے اعتماد پر کوئی قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دے گا، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم اہل نار کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو بدخو، سرکش اور متکبر ہو۔

۷۰۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَلَا أَدُلُّكُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی اس میں ہے کہ میں تمہاری رہنمائی نہ کروں۔

۷۰۶۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ حَارِثَةَ ابْنَ وَهْبٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ جَوَّاظٍ زَنِيمٍ مُتَكَبِّرٍ۔

حضرت حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو جنتیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر ضعیف شخص جس کو ضعیف گمان بھی کیا جاتا ہو اگر وہ یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو قسم میں سچا کر دیتا ہے، اور کیا میں تم کو جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر وہ شخص جو سرکش، بداصل اور متکبر ہو۔

۷۰۶۲۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَأَبَرَّهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بسا اوقات بکھرے ہوئے بالوں والا، جس کو در در سے ٹھکرا دیا جاتا ہو اگر وہ اللہ کے اعتماد پر قسم کھالے تو اللہ اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔

۷۰۶۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ النَّاقَةَ

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، آپ نے (حضرت صالح کی) اونٹنی اور اس کی کونچیں کاٹنے والے کا ذکر کیا اور یہ آیت پڑھی "سب سے بدبخت شخص اٹھا"، پھر اس کی تفسیر

وَذَكَرَ الَّتِي عَقَرَهَا فَقَالَ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقَاهَا انْبَعَثَ بِهَا رَجُلٌ عَزِيزٌ عَارِمٌ مَنِيعٌ فِي رَهْطِهِ مِثْلُ أَبِي زَمْعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ النِّسَاءَ فَوَعَظَ فِيهِنَّ ثُمَّ قَالَ إِلَامَ يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ فِي رِوَايَةِ أَبِي بَكْرٍ جَلْدَ الْأَمَةِ وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ جَلْدَ الْعَبْدِ وَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَحِكِهِمْ مِنَ الضَّرْطَةِ فَقَالَ إِلَامَ يَضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ۔

میں فرمایا: جو شخص اس قبیلہ میں غالب، سرکش اور مضبوط تھا وہ اٹھا، جیسے ابوزمعہ ہے، پھر آپ نے عورتوں کا ذکر کیا اور ان کو نصیحت فرمائی، پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی عورت کو لونڈی کی طرح کیوں مارتا ہے؟ (ابوکریب کی روایت میں ہے) جیسے غلام کو کوڑے مارتے ہیں، پھر دن کے آخر میں وہ اس سے عمل زوجیت کرتا ہے، پھر ان لوگوں کو نصیحت کی جو آواز سے ریح خارج ہونے پر ہنستے ہیں، اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر کیوں ہنستا ہے جس کو وہ خود کرتا ہے۔

۷۰۶۴۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمْعَةَ بْنِ خِنْدَفَ أَخَا بَنِي كَعْبٍ هٰؤُلَاءِ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے بنو کعب کے بھائی عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا۔

۷۰۶۵۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولُ إِنَّ الْبَحِيرَةَ الَّتِي يُمْنَعُ دَرُّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبُهَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ وَأَمَّا السَّائِبَةُ الَّتِي كَانُوا يُسَيِّبُونَهَا لِآلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا شَيْءٌ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرٍ الْخُزَاعِيَّ يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّيُوبَ۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ دوہنے کو بتوں کی وجہ سے روک دیا جاتا ہے، سو کوئی شخص اس کا دودھ نہیں دوہتا، اور سائبہ وہ جانور ہے جس کو وہ اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر کوئی چیز نہیں لادی جاتی تھی، ابن المسیب نے کہا ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتا پھر رہا تھا، یہ وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑا تھا۔

۷۰۶۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کے دو گروہ ایسے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ گروہ ہے جس کے پاس گایوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، وہ ان

يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا وَإِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا۔

کوڑوں سے لوگوں کو ماریں گے، دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، وہ دوسروں کو مائل کریں گی اور خود مائل ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گی، نہ جنت کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔

۷۰۶۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا زَيْدٌ (يَعْنِي ابْنَ حُبَابٍ) حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةً أَنْ تَرَى قَوْمًا فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ يَغْدُونَ فِي غَضَبِ اللهِ وَيَرُوحُونَ فِي سَخَطِ اللهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم عنقریب ایک قوم کو دیکھو گے، ان کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے، ان کی صبح اللہ کے غضب میں ہو گی اور ان کی شام اللہ کی ناراضگی میں ہو گی۔

۷۰۶۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا أَفْلَحُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنْ طَالَتْ بِكَ مُدَّةٌ أَوْ شَكْتَ أَنْ تَرَى قَوْمًا يَغْدُونَ فِي سَخَطِ اللهِ وَيَرُوحُونَ فِي لَعْنَتِهِ فِي أَيْدِيهِمْ مِثْلُ أَذْنَابِ الْبَقَرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اگر تم نے طویل زمانہ پایا تو تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جن کی صبح اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں اور شام اللہ تعالیٰ کی لعنت میں ہو گی ان کے ہاتھوں میں گایوں کے دموں کی طرح (کوڑے) ہوں گے۔

جنت اور دوزخ کا مباحثہ

حدیث نمبر ۷۰۴۴ میں ہے: جنت اور دوزخ میں مباحثہ ہوا۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ میں ایسی قوت پیدا کی ہے جس سے وہ ادراک کرتے ہیں اور بحث کر سکتے ہیں، اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں ادراک کی یہ قوت دائمی ہو۔

اس حدیث میں ہے: جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور لاغر داخل ہوں گے، علامہ نووی نے کہا اس کی تین تفسیریں ہیں، (ا) ضرورت مند، بھوکے اور فاقہ زدہ لوگ، (ب) عاجز اور لاچار، (ج) سادہ لوح جو دنیاوی معاملات میں زیادہ ماہر نہیں ہوتے، جیسا کہ ایک اور حدیث میں ہے: جنت کے اکثر لوگ سادہ لوح ہوں گے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ عام مسلمان زیادہ چالاک نہیں ہوتے، اور یہی لوگ جنت میں زیادہ ہوں گے، اور عرفاء علماء، عبادت گذار اور صالحین بہت کم ہیں اور ان کے جنت

میں بہت بلند درجات ہوں گے، ایک قول یہ ہے کہ کمزور اور لاغر سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضعیف ہیں اور ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے عاجزی اور تواضع کرتے ہیں۔

دوزخ میں اللہ تعالیٰ کے قدم رکھنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۴۵۰۷ میں ہے: "دوزخ پُر نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا" علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے، یہ مسئلہ کئی بار گذر چکا ہے، اس میں دو مذہب ہیں:

(ا)۔ جمہور سلف صالحین اور متکلمین کی ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان الفاظ میں تاویل نہیں کی جائے گی، اور یہ الفاظ حق ہیں لیکن ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، ان الفاظ کا وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے اور قدم، پنڈلی، ہاتھ اور چہرے کے اطلاق سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے ہمارا اس پر ایمان ہے۔

(ب)۔ جمہور متکلمین کا یہ نظریہ ہے کہ ان الفاظ میں مناسب تاویل کی جائے گی، وہ کہتے ہیں کہ قدم سے مراد متقدم ہے۔

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بعض مخلوق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اس مخلوق کا قدم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ قدم سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قہر کی شدت ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ جہنم کی ذلت سے کنایہ ہے جیسے کہتے ہیں میں نے فلاں کی پشت پر اپنا قدم رکھ دیا، اور زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے اس میں دو تاویلیں ہیں، ایک تاویل یہ ہے کہ جہنم میں قدم رکھنا اس کو ذلیل کرنے سے کنایہ ہے کیونکہ جہنم کافروں اور گنہ گاروں کے خلاف سخت غیظ و غضب اور جوش میں ہوگی، قرآن مجید میں ہے:

یوم نقول لجھنم ھل امتلئت وتقول ھل من مزید۔ (قٓ: ۳۰) — جس دن ہم جہنم سے فرمائیں گے کیا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کیا کچھ اور زیادہ ہے۔

وھی تفور ہ تکاد تمیز من الغیظ (ملک: ۸-۷) — اور وہ (ایسا) جوش مار رہی ہوگی کہ (گویا) ابھی شدت غضب سے پھٹ جائے گی۔

گویا وہ غیظ و غضب اور جوش میں حد سے بڑھ رہی ہوگی، بعض احادیث میں ہے کہ قریب تھا کہ وہ تمام اہل محشر کو نگل لے، تب اللہ تعالیٰ اس کی تندی اور تیزی کو توڑ دے گا، جیسے کسی متکبر کو قدموں سے روند کر اس کی تیزی کو توڑا جاتا ہے، سو اس کے ذلیل کرنے کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ قدم اور پیر ان لوگوں سے کنایہ ہے جن کا دخول جہنم میں متاخر ہوگا، کیونکہ جہنمی فوج در فوج جہنم میں داخل ہوں گے، اور جہنم کے پہرے دار ان کا انتظار کر رہے ہوں گے کیونکہ ان کو جہنمیوں کے ناموں اور ان کی صفات کا علم ہوگا، سو ہر پہرہ دار اپنے متعلقہ گروہ کا منتظر ہوگا اور جب ہر پہرے دار کے پاس پہنچنے والے آدمی پورے ہو جائیں گے، اور ان میں سے کوئی باقی نہیں بچے گا تو پھر وہ کہیں گے بس بس! یعنی ہمارے اعداد و شمار پورے ہو گئے، پھر جہنم جہنمیوں پر سمٹ کر تنگ ہو جائے گی، سو اس بعد میں داخل ہونے والی جماعت کو قدم رکھنے سے تعبیر کیا گیا ہے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جہنم کی ہر کوٹھڑی، ہر زنجیر، ہر گرز اور ہر تابوت پر اس سے متعلق شخص کا نام لکھا ہوا ہے اور ہر پہرے دار اپنے متعلق شخص کا انتظار کر رہا ہے، اور اسے

اس شخص کا نام اور صفت معلوم ہے، اور جب ہر پہرے دار کے متعلق آدمی پورے ہو جائیں گے تو وہ کہیں گے بس بس! ہم کو یہ کافی ہیں اور اس وقت جہنم جہنمیوں پر منطبق ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۴۰ ۷ میں ہے، اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پیر رکھ دے گا، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ ابن فورک نے اس روایت کا انکار کیا اور کہا کہ اہل نقل کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے لیکن اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس کی بھی وہی تاویل ہے جو قدم میں تاویل کی گئی ہے۔ [1]

جنت میں دخول کا سبب اعمال نہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل ہے۔

حدیث نمبر ۷۰۴۷ میں ہے اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک اور مخلوق پیدا کر دے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اہل سنت کی یہ دلیل ہے کہ ثواب اعمال پر موقوف نہیں ہے، کیونکہ وہ لوگ اسی وقت پیدا کیے جائیں گے اور انھیں بغیر کسی عمل کے جنت میں داخل کیا جائے گا اور ان کو جنت کی تمام نعمتیں بغیر عمل کے دی جائیں گی، اسی طرح نابالغ بچوں اور مجنونوں کو بغیر کسی عمل کے جنت عطا کی جائے گی سو ان سب کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے جنت عطا فرمائے گا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے، اس کے بعد بھی جنت بہت عظیم اور وسیع ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک جنتی کو دنیا اور اس جیسی دس مثلیں عطا کی جائیں گی، اس کے بعد بھی جنت میں اتنی جگہ باقی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا فرمائے گا۔ [2]

موت کو ذبح کرنے کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۰۵۶ میں ہے، جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو پھر موت کو لایا جائے گا اور اس کو جنت اور دوزخ کے درمیان رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ موت عرض ہے کیونکہ وہ حیات کی ضد ہے، بعض معتزلہ نے کہا کہ وہ معنی نہیں ہے بلکہ وہ حیات کا عدم ہے، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خلق الموت والحیوٰۃ (ملک: ۶۷) "اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا"۔ بہرحال اس حدیث پر اعتراض یہ ہے کہ موت جسم نہیں ہے، لہٰذا اس کو ذبح کرنا کس طرح متصور ہوگا، اس لیے اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمثیل کے لیے ایک جسم کو پیدا کر کے اس کو ذبح فرمائے گا تاکہ اہل آخرت پر یہ واضح ہو جائے کہ ان کو موت نہیں آسکتی۔

علامہ خطابی نے یہ کہا کہ اس حدیث کا ظاہر محال ہے کیونکہ موت یا عرض ہے یا امر عدمی ہے اور ہر دو تقدیر پر اس کا مینڈھا بننا ناممکن ہے کیونکہ انقلاب حقائق محال ہے، سو اس حدیث کی دو تاویلیں ہیں۔ ایک تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک مینڈھا پیدا کرے گا، اور اس میں موت کو پیدا کر دے گا، اور لوگ اس کو دیکھ کر جان لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ اس میں ذبح کے مشابہ ایک فعل پیدا کرے گا جس فعل سے وہ مینڈھا معدوم ہو جائے گا، حتیٰ کہ اہل جنت بے خوف ہو جائیں گے، اور ان کی خوشی زیادہ ہو جائے گی، اور جہنمی مایوس ہو جائیں گے اور ان کا غم زیادہ ہو جائے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ موت

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتاتی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۱۹ - ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کو معدوم کرنے کی ایک مثال ہے کیونکہ جب اہل آخرت کے لیے موت معدوم ہو جائے گی تو وہ ایک ذبح شدہ مینڈھے کی طرح ہوگی۔[1]

بلا معصیت عذاب اور بلا اطاعت ثواب کی تحقیق

حدیث نمبر ۵۹ ۷ میں ہے، کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ بعض کفار کے متعلق ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ متکبرین چھوٹی چونٹیوں کی جسامت میں اٹھائے جائیں گے اور ان کی شکل وصورت مردوں کی طرح ہوگی۔[2]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

کافروں کی ڈاڑھ اور کھال کی موٹائی کی جسامت بڑھا کر احد پہاڑ اور تین دن کی مسافت کے برابر کر دی جائے گی، تاکہ ان کو درد کی تکلیف زیادہ ہو، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اور ان پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ مخبر صادق نے ان کی خبر دی ہے۔[3]

اس حدیث پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کافر کی ڈاڑھ کو احد پہاڑ جتنا بڑا کرنے کے لیے اس ڈاڑھ کے ساتھ نئے اجزاء ضم کیے جائیں گے، اور ان نئے اجزاء کے ساتھ کافر نے کفر یا کوئی اور گناہ نہیں کیا تھا، سو بغیر گناہ کے ان اجزاء کو عذاب دینا کس طرح صحیح ہوگا کیونکہ یہ تعذیب بلا معصیت ہے، علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے اس اشکال کے کئی جواب ذکر کیے ہیں:

(۱)۔ کافر کی ڈاڑھ اور اس کی کھال کی موٹائی اور اس کی جسامت کی زیادتی نئے اجزاء کے ضم ہونے کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے جسم کے اجزاء اصلیہ کو پھیلا کر ان کا حجم اتنا بڑا کر دے گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مستبعد نہیں ہے۔

(۲)۔ جن اجزاء کا حجم بڑھے گا ان میں تخلخل ہو جائے گا اور فلاسفہ کی اصطلاح میں تخلخل یہ ہے کہ ایک جسم میں کوئی اور جزء داخل نہ ہو اور اس کا حجم بڑھ جائے۔

(۳)۔ عذاب جسم کو نہیں بلکہ روح کو ہوتا ہے، اس لیے تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آئی، ہر چند کہ یہ جواب بہت عمدہ ہے لیکن یہ جواب مشائخ کے مختار کے خلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جسم اور روح دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔

(۴)۔ جو نئے اجزاء جسم کے ساتھ ضم کیے جائیں گے ان کو عذاب نہیں ہوگا ان کا اضافہ صرف اس لیے کیا جائے گا تاکہ وہ جسم زیادہ سے زیادہ قبیح معلوم ہو اور اس کی روح اور اس کے اجزاء اصلیہ کو زیادہ تکلیف ہو۔[4]

---

[1]۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2]۔ 〃 〃 〃 ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۱، 〃 〃

[3]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4]۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۳۲۹، مطبوعہ شیخ عبدالحق اکیڈمی ملتان

اب اس مقام پر ایک بحث یہ ہے، کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب۔ (نساء: ۵۶)

ان کی کھالیں جب بھی جل کر پک جائیں گی، ہم ان کی کھالوں کو ان کے علاوہ دوسری کھالوں سے بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

گنہ گار کی کھال کے جل جانے کے بعد جب اللہ تعالیٰ دوسری نئی کھال کو پیدا کر کے اس کو عذاب دے گا تو یہ بغیر گناہ کے عذاب دینا ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱)۔ نفس کھال وہی ہوگی صرف اس کے جل کر پکنے کی صفت تبدیل ہوگی۔

(۲)۔ عذاب صرف انسان کو ہوگا اور یہ کھال انسان کی ماہیت کا جز نہیں تھی، بلکہ یہ اس کے ساتھ ایک زائد چیز چپکی تھی، پس جب اللہ تعالیٰ نئی کھال پیدا کر دے گا تو اب یہ نئی کھال اس انسان تک عذاب پہنچانے کا ذریعہ ہوگی۔ لہٰذا عذاب گنہ گار کو ہی ہوگا۔

(۳)۔ یہ آیت دوام اور عدم انقطاع سے کنایہ ہے، جیسے کہتے ہیں غلاں چیز جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے شروع ہوتی ہے، یعنی وہ ہمیشہ چلتی رہتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ اس کی کھال جب بھی جل کر پک جائیگی ہم اس کی نئی کھال بدل دیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کفار یہ گمان کریں گے کہ اب وہ جل کر پک گئے ہیں اور اب وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں (گویا اب عذاب ختم ہو رہا ہے) تو ہم ان کو زندگی کی ایک نئی قوت عطا کریں گے، جس سے وہ یہ گمان کریں گے کہ ان کو ابھی پیدا کیا گیا ہے، سو مقصود یہ ہے کہ ان کا عذاب دائمی اور غیر متناہی ہے۔ [1]

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جب کافروں کی کھال جل جائے گی تو ہم کھال کے جلنے کے وقت نئی کھال عطا کریں گے جو پہلی کھال سے صورۃً مختلف ہوگی اور اس کا مادہ اصلیہ موجود ہوگا یعنی اس کے مادہ سے جلی ہوئی صورت زائل کر دی جائے گی، لہٰذا اب یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ دوسری صورت نے تو کوئی گناہ نہیں کیا تھا تو اس کو کیوں عذاب دیا جائے گا۔

میرے نزدیک یہ اعتراض سرے سے غیر معقول ہے کیونکہ کھال کا نافرمانی یا اطاعت کرنا، اور اس کا درد اٹھانا یا لذت حاصل کرنا بالکل غیر معقول ہے اور جس طرح باقی جمادات میں ادراک اور شعور نہیں ہوتا اسی طرح کھال میں بھی ادراک اور شعور نہیں ہے، اور کھال تو آلہ کے مشابہ ہے، جو شخص اپنے ہاتھ سے کسی کو ظلماً تلوار سے قتل کرتا ہے تو اس فعل میں تلوار کی طرح اس کا ہاتھ بھی ایک آلہ ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ہاتھ میں روح ہے اور تلوار میں روح نہیں ہے، اور یہ فرق اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ عذاب کے وقت بعینہٖ اسی ہاتھ کو لوٹایا جائے اور تلوار کو نہ لوٹایا جائے، اور ہاتھ کو جلایا جائے اور تلوار کو نہ جلایا جائے، کیونکہ ہاتھ اور تلوار دونوں کا عمل کرنا غیر اختیاری ہے، اس لیے حق یہ ہے کہ عذاب

---

[1]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صرف نفس مدرکہ کو ہوگا، خواہ اس نفس کا کسی بدن میں یا کسی کھال میں حلول ہو، ثواب میں بھی یہی معاملہ ہے۔

اس نظریہ کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے کہ بعض جہنمی جہنم کے کونوں میں سے کسی کونے کو بھر لیں گے اور جہنمی کی ڈاڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جنتی حضرت آدم کی جسامت کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے، جن کا طول ساٹھ گز اور عرض سات گز کا ہوگا، اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جنتی یا دوزخی میں سے کسی شخص نے بھی اتنی بڑی جسامت کے ساتھ دنیا میں نیکی یا بدی کے کام نہیں کیے، بلکہ جو شخص بھی انصاف سے کام لے گا اس کو یہ معلوم ہوگا کہ دنیا میں انسان کے اجزاء مقداریہ کبھی ایک مقدار پر نہیں رہے، بچپن میں، جوانی میں، ادھیڑ عمر میں اور بڑھاپے میں ہر دور میں اس کی جسامت پہلے سے مختلف رہی ہے اور یہ جواب کافی نہیں ہے کہ ان تمام ادوار میں انسان کی ماہیت ایک ہے، کیونکہ ہم یہ نہیں کہتے کہ دوسری کھال پہلی کھال سے اسی طرح مختلف ہے جس طرح عرض جوہر سے یا پتھر انسان سے مختلف ہوتا ہے۔

اعادہ اجسام کے متعلق نصوص متعارض ہیں، بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اجسام کو فنا کرنے کے بعد بعینہٖ انھی اجسام کا اعادہ کیا جائے گا اور بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جسم کو فنا کرنے کے بعد اس کی مثل کو پیدا کیا جائے گا بہرحال معاد جسمانی کو ماننا اور اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے خواہ بعینہٖ معاد کا اعتقاد ہو یا بمثلہٖ کا۔

قرآن مجید کی یہ آیت بعینہٖ اعادہ پر دلالت کرتی ہے:

یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون۔ (نور: ۲۴)

جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔

کھال کی یہ تبدیلی ایک ساعت میں بہت دفعہ ہوگی، امام ابن مردویہ اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی تو کعب نے کہا اسلام لانے سے پہلے بھی مجھے اس آیت کی تفسیر معلوم تھی حضرت عمر نے کہا اے کعب وہ تفسیر بیان کرو، اگر وہ اس تفسیر کی مطابق ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی تو میں تمہاری تصدیق کروں گا، کعب نے کہا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ کھال جل جائیگی، حضرت عمر نے کہا میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا تھا، امام ابن ابی شیبہ نے حسن سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی ایک دن میں ستر ہزار بار جلے گا، اور جب بھی آگ اس کو جلائے گی اور اس کے گوشت کو کھائیگی ان اجزاء سے کہا جائے گا دوبارہ لوٹ جاؤ، اور وہ دوبارہ لوٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی قدرت ہے کہ ان کا جسم باقی اور محفوظ رہے اور ابدالآباد تک آگ میں جلتا رہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کی کھال کو تبدیل کرے گا، کیونکہ عام لوگوں کو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ جب جسم جل جائے گا تو پھر اس کا عذاب ختم ہو جائے گا اس لیے فرمایا کہ اگر ایک کھال جل جائے گی تو اس کو دوسری کھال سے بدل دیا جائے گا۔[1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض زندیق قرآن مجید پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جس کھال نے گناہ نہیں کیا اس کو عذاب دینا کس طرح جائز ہے؟

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۵۹-۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب اور عقاب کھال کو نہیں روح کو ہوگا کیونکہ احساس اور معرفت روح کی صفت ہے اور کھال کو اس لیے تبدیل کیا جائے گا کہ روح کو زیادہ عذاب ہو، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لیذوقوا العذاب ------ تاکہ وہ کافر عذاب چکھیں پس مقصود یہ ہے کہ بدن کو عذاب پہنچا کر روح کو درد میں مبتلا کیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ کھال کو درد میں مبتلا کرنا چاہتا تو یوں فرماتا لیذق العذاب۔ تاکہ وہ کھالیں عذاب کو چکھیں۔ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسی کھال کو دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ [1]

ایک کھال جلنے کے بعد دوسری کھال کو عذاب دینا یا کافر کی ڈاڑھ کا اُحد پہاڑ کے برابر ہونا، تعذیب بلا معصیت ہے اسی طرح انسان کا بچپن میں اور جسم ہوتا ہے، جوانی میں اور جسم ہوتا ہے، ادھیڑ عمر اور بڑھاپے میں اور جسم ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس کا حشر کس زمانے کے جسم میں کیا جائے گا اور کس زمانہ کے جسم میں اس کو عذاب دیا جائے گا، اگر جوانی کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کے گناہوں کی اس کو سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور اگر بڑھاپے کے جسم میں اس کا حشر کیا گیا ہے تو اس جسم کو جوانی کے گناہوں کی سزا دینا تعذیب بلا معصیت ہے اور یہی حال ثواب دینے کے معاملہ میں ہے۔ اس اعتراض کا ایک جواب تو وہ ہے جو مذکور الصدر مفسرین نے دیا ہے کہ ثواب اور عذاب روح کو ہوتا ہے اور جسم ثواب اور عذاب کے لیے محض ایک آلہ ہے۔

دوسرا جواب متکلمین نے دیا ہے کہ انسان کے جسم میں اجزاء اصلیہ ہوتے ہیں جو جسمانی تغیر کے ہر دور میں مشترک رہتے ہیں اور جسم کے جل جانے یا فنا ہو جانے کی صورت میں بھی وہ اجزاء باقی رہتے ہیں اور ثواب اور عذاب کا ترتب روح اور ان اجزاء دونوں پر ہوتا ہے اس لیے انسان کا حشر جس زمانہ کے جسم میں بھی کیا جائے یا اس کی کھال جل جائے یا اس کی جسامت بڑھا دی جائے اس کے اجزاء اصلیہ اس میں بعینہٖ باقی رہتے ہیں اور انھی کو عذاب ہوتا ہے اس لیے کسی صورت میں بھی تعذیب بلا معصیت لازم نہیں آتی۔

اولیاء اللہ کی کرامت پر دلیل

حدیث نمبر ۵۸، میں ہے ہر انتہائی کمزور شخص جو اللہ تعالیٰ پر یہ قسم لے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس کو قسم میں سچا کر دے گا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص کو لوگ حقیر جانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مقرب اور مقبول ہوتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا اور وہ اس امید پر یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ وہ کام کر کے اس شخص کو اس کی قسم میں سچا کر دے گا، ایک تشریح یہ کی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا لیکن پہلی تشریح راجح ہے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ اگر وہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا سوال کرے اور یہ قسم کھالے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کریگا

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۲۵۴-۲۵۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو نامراد نہیں کرے گا۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات پر دلیل ہے۔ [2]

بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کا بیان

حدیث نمبر ۶۵، میں ہے: سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ ابن مسیب نے کہا کہ سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار بتوں کے ساتھ نامزد کر دیتے تھے، اور اس پر بوجھ نہیں لادا جاتا تھا، ایک قول یہ ہے کہ جب کوئی کافر بیمار ہو جاتا تو وہ نذر مانتا اگر اس کو شفاء ہو گئی تو وہ ایک اونٹنی کو نامزد کر دے گا، اب اس اونٹنی کو نہ چرنے اور پانی پینے سے نہیں روکا جاتا تھا، وہ اونٹنی کے علاوہ دوسری چیزوں کو بھی نامزد کرتے تھے، جب وہ کسی غلام کو نامزد کرتے تو اس پر کسی شخص کی ولاء نہیں ہوتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ جب ایک اونٹنی مسلسل بارہ اونٹنیاں جنتی اور درمیان میں کوئی نر نہ ہوتا تو اس کو سائبہ قرار دیا جاتا، اس پر سواری کی جاتی اور نہ اس کا اون کاٹا جاتا، اور اس کے بعد جب اس کے ہاں اونٹنی پیدا ہوتی تو اس کا کان چیر دیا جاتا اور اس کو اس کی ماں کے ساتھ چھوڑ دیا جاتا، اور یہ بحیرہ کہلاتی جو سائبہ کی بیٹی ہوتی تھی، ایک قول یہ ہے کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا دودھ بتوں کے لیے روک دیا جاتا پھر اس کا دودھ کوئی شخص نہیں دوہتا تھا، مفسرین نے کہا ہے کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کے مسلسل پانچ بچے ہوتے اور آخری نر ہوتا، اس کا کان چیر دیا جاتا تھا، اس کو ذبح کیا جاتا نہ اس پر سواری کی جاتی، اس کو پانی سے دور کیا جاتا نہ چراگاہ سے، کلبی نے کہا ہے کہ جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہوتے اور پانچواں نر ہوتا تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے اور عورتیں نہیں کھاتی تھیں، اور اگر پانچویں مادہ ہوتی تو اس کے کان چیر دیے جاتے اس پر سواری کی جاتی نہ اس کا دودھ پیا جاتا، اور اگر مردہ بچہ پیدا ہوتا تو اس میں مرد اور عورت سب مشترک ہوتے اس کو بحیرہ اس لیے کہتے تھے کہ اس کے کان میں وسیع چیر کیا جاتا تھا۔ [3]

قرآن مجید میں ہے:

ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون۔ (مائدہ ۵: ۱۰۳)

اللہ نے (جانوروں میں) کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ نہ وصیلہ اور نہ حام، لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۸۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۲۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے، نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے، اس کو بحیرہ کہتے، اور جب سفر درپیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے، اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے یہ اپنے بھائی سے مل گئی اس کو وصیلہ کہتے اور جب اونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے نہ اس پر سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اس کو چارے پانی پر سے روکتے اس کو حامی کہتے (مدارک) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں کے لیے روکتے تھے کوئی اس جانور کا دودھ نہ دوہتا اور سائبہ وہ ہے جس کو اپنے بتوں کے لیے چھوڑ دیتے تھے کوئی ان سے کام نہ لیتا، یہ رسمیں زمانہ جاہلیت سے ابتداء عہد اسلام تک چلی آرہی تھیں اس آیت میں ان کو باطل کیا گیا ہے۔

مائلات اور ممیلات کی تشریح

حدیث نمبر ۶۶، میں ہے دوسرا گروہ ان عورتوں کا ہے جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کی متعدد توجیہات ہیں:

(۱)۔ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس ہوں گی اور شکر سے عاری ہوں گی۔

(۲)۔ وہ عورتیں کپڑوں میں ملبوس ہوں گی اور نیکیوں سے عاری ہوں گی۔

(۳)۔ وہ عورتیں تنگ، چست اور کسا ہوا لباس پہنیں گی جس سے ان کے اعضاء کا ابھار نظر آئے گا۔

(۴)۔ باریک اور نیم عریاں لباس پہنیں گی جس سے ان کا جسم اندر سے جھلکتا ہوگا اور عریاں نظر آئے گا۔

حدیث میں ہے وہ مائلات اور ممیلات ہوں گی، مائلات کا مطلب ہے وہ اللہ کی عبادت، فرج کی حفاظت اور پردہ وغیرہ کرنے سے منہ موڑنے والی ہوں گی، اور ممیلات کا مطلب ہے وہ دوسری عورتوں کو بھی اپنی طرح بے راہ روی کی ترغیب دیں گی، یا مائلات کا مطلب ہے وہ مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور ممیلات کا مطلب ہے ان کو اپنی طرف راغب کریں گی، نیز حدیث میں ہے ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے، اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے سر کی مینڈھیاں کثرت کی وجہ سے ایک طرف جھکی ہوں گی۔ [1]

باب ۱۰۹ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَبَيَانِ الْحَشْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

دنیا کی فنا اور قیامت کے دن حشر کا بیان

۷۰۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِدْرِيسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُوسَى ابْنُ أَعْيَنَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ

حضرت مستورد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہ خدا دنیا آخرت کے مقابلہ میں محض اس طرح ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص محض اپنی اس انگلی کو (یحییٰ نے انگشت شہادت کا اشارہ

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ حَدَّثَنَا قَيْسٌ قَالَ سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا اَخَا بَنِيْ فِهْرٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ هٰذِهٖ وَاَشَارَ يَحْيٰى بِالسَّبَّابَةِ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ وَفِيْ حَدِيْثِهِمْ جَمِيْعًا غَيْرَ يَحْيٰى سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ذٰلِكَ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ اَخِيْ بَنِيْ فِهْرٍ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ اَيْضًا قَالَ وَاَشَارَ اِسْمٰعِيْلُ بِالْاِبْهَامِ

کیا) سمندر میں ڈال دے پھر نکال کر دیکھے اس میں کیا لگا ہے۔ یحییٰ کی روایت کے علاوہ باقی راویوں کی حدیث میں ہے "میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے" ابو اسامہ کی روایت میں ہے اسماعیل نے انگوٹھے سے اشارہ کیا۔

۷۰۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ حَدَّثَتْنِي ابْنُ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ النِّسَاءُ وَالرِّجَالُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھایا جائے گا، میں نے کہا یا رسول اللہ! عورتوں اور مردوں دونوں کو، بعض، بعض کو دیکھیں گے؟ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! اس دن ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے مقابلہ میں بہت ہولناک منظر ہوگا۔

۷۰۷۱۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حَاتِمِ بْنِ اَبِيْ صَغِيْرَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْ حَدِيْثِهٖ غُرْلًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۷۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: بیشک تم ننگے پیر، ننگے بدن، چمٹے ہوئے غیر مختون حالت میں اللہ سے ملاقات کرو گے، زہیر کی حدیث میں خطبہ دینے کا ذکر نہیں ہے۔

يَخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّكُمْ مُلَاقُوا اللهِ مُشَاةً حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا وَلَمْ يَذْكُرْ زُهَيْرٌ فِي حَدِيثِهِ يَخْطُبُ.

۷۰۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا بِمَوْعِظَةٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّكُمْ تُحْشَرُونَ إِلَى اللهِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ أَلَا وَإِنَّ أَوَّلَ الْخَلَائِقِ يُكْسَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِبْرَاهِيمُ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَلَا وَإِنَّهُ سَيُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ أُمَّتِي فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُصَيْحَابِي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ قَالَ فَيُقَالُ لِي إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَمُعَاذٍ فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ.

۷۰۷۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَقَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى ثَلَاثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو نصیحت کا خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس ننگے پیر، ننگے بدن اور بغیر ختنے کے جمع کیے جاؤ گے، "جس طرح ہم نے تم کو ابتداءً پیدا کیا تھا اسی طرح تم کو دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ہمارا وعدہ ہے، ہم اس کو ضرور کرنے والے ہیں، سنو مخلوق میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا، سنو بے شک میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا ان کی بائیں جانب کو پکڑ لیا جائے گا، میں کہوں گا: اے میرے رب (یہ) میرے اصحاب ہیں، کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے، انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا بدعتیں نکالی تھیں، میں عبد صالح (حضرت عیسیٰ) کی طرح کہوں گا جب تک میں ان کے درمیان تھا میں ان پر گواہ تھا، اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ان کا نگہبان ہے اور تو ہر چیز پر گواہ ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کی مغفرت فرمائے تو تو غالب اور حکیم ہے، آپ نے فرمایا پھر مجھ سے کہا جائے گا جب سے آپ ان سے جدا ہوئے یہ اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے، اور وکیع کی اور معاذ کی روایت میں ہے آپ سے کہا جائے گا آپ (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد دین میں کیا نئی بدعتیں نکالی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو تین جماعتوں کی شکل میں جمع کیا جائے گا خوش ہونے والے، ڈرنے والے، دو ایک اونٹ پر ہوں گے، تین ایک اونٹ پر ہوں گے اور چار ایک اونٹ پر ہوں گے اور دس ایک

طَرَآئِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّ ثَلَاثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِيْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا۔

اونٹ پر ہوں گے، اور باقی لوگوں کو آگ جمع کرے گی، جہاں وہ رات کو ٹھہریں گے آگ بھی وہیں ٹھہرے گی، جہاں وہ دن کو قیلولہ کریں گے، آگ بھی وہیں ہوگی، جہاں وہ صبح کو رہیں گے آگ بھی وہیں رہے گی اور جہاں وہ شام کو ہوں گے آگ بھی وہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۹، میں ہے: "دنیا جنت کے مقابلہ میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈبو کر دیکھے" انگلی پر لگی ہوئی تری دنیا کی مثال ہے اور سمندر جنت کی مثال ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ہوسکتا ہے یہ دنیا اور جنت کی مسافتوں کی مثال ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ اہل جنت کے ادنیٰ درجہ اور دنیا کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کی قلت اور اخروی نعمتوں کی کثرت کی مثال ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دنیا کی نعمتوں کے متناہی ہونے اور اخروی نعمتوں کے غیر متناہی ہونے کی مثال ہو۔ [1]

حدیث نمبر ۷۰، میں ہے۔ آخرت میں لوگوں کو ننگے پیر، ننگے بدن اور غیر مختون اٹھایا جائے گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ حشر کی یہ کیفیت انبیاء علیہم السلام کے ماسوا دوسرے لوگوں کی ہے، حدیث نمبر ۷۰۳، میں ہے: سب سے پہلے حضرت ابراہیم السلام کو لباس پہنایا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر سے پہلے قبر سے نکلتے وقت سب سے پہلے حضرت سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و تکریم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حشر کی اس کیفیت میں عام لوگوں سے مستثنیٰ ہوں۔ [2]

حدیث نمبر ۷۰۴، میں ہے، باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حشر قیامت سے کچھ پہلے دنیا کے اختتام کے وقت ہوگا۔ جیسا کہ امام مسلم نے اس کے بعد یہ روایت کیا ہے کہ دنیا کا آخر اس طرح ہوگا کہ قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی، جو لوگوں کو ان کے حشر کی جگہ لے جائے گی اور اس حدیث میں جو تین جماعتوں کا ذکر ہے اس سے مراد تین فرقے ہیں۔ [3]

بَابُ ۱۰۱ فِيْ صِفَةِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَعَانَنَا اللّٰهُ عَلٰى اَهْوَالِهَا

قیامت کے ہولناک احوال، اللہ اس کی ہولناکیوں میں ہماری مدد فرمائے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۵، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۰۷۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنُوْنَ ابْنَ سَعِيْدٍ) عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ يَقُوْمُ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ الْمُثَنّٰى قَالَ يَقُوْمُ النَّاسُ لَمْ يَذْكُرْ يَوْمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس دن تمام انسان رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ان میں سے ایک شخص اپنے نصف کانوں تک اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، ابن مثنی کی روایت میں یقوم الناس ہے یوم کا لفظ نہیں ہے۔

۷۰۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنَا اَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ) ح وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ كِلَاهُمَا عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ وَعِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ح وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ نَضْرٍ التَّمَّارُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ اَيُّوْبَ ح وَحَدَّثَنَا الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ يَعْقُوْبَ ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ وَصَالِحٍ حَتّٰى يَغِيْبَ اَحَدُهُمْ فِيْ رَشْحِهٖ اِلٰى اَنْصَافِ اُذُنَيْهِ۔

امام مسلم نے چھ سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت بیان کی، البتہ موسیٰ بن عقبہ اور صالح کی روایت میں ہے ایک شخص آدھے کانوں تک اپنے پسینے تک ڈوب جائے گا۔

۷۰۷۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَرَقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيَذْهَبُ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ بَاعًا وَاِنَّهٗ لَيَبْلُغُ اِلٰى اَفْوَاهِ النَّاسِ اَوْ اِلٰى اٰذَانِهِمْ لَيُشْكَمُ ثَوْرٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن انسان کا پسینہ ستر گز تک پھیلا ہوا ہوگا، اور وہ انسان کے منہ اور کانوں تک پہنچ جائے گا، راوی کو شک ہے کہ آپ نے کون سا لفظ فرمایا تھا۔

اَیُّھُمَا قَالَ۔

۷۰۷۸۔ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ مُوْسٰی اَبُوْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ حَمْزَۃَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِیْ سُلَیْمُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنِی الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْھُمْ کَمِقْدَارِ مِیْلٍ قَالَ سُلَیْمُ ابْنُ عَامِرٍ فَوَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا یَعْنِیْ بِالْمِیْلِ اَمَسَافَۃَ الْاَرْضِ اَمِ الْمِیْلَ الَّذِیْ تُکْتَحَلُ بِہِ الْعَیْنُ قَالَ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِھِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّلْجِمُہُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا قَالَ وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ۔

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق کے اس قدر قریب ہوگا کہ ایک میل کی مقدار رہ جائے گی، سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ بہ خدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ میل سے آپ کی کیا مراد تھی؟ مسافت کا میل یا وہ (سلائی) جس کے ساتھ آنکھ میں سرمہ لگایا جاتا ہے، (سلائی کو بھی عربی میں میل کہتے ہیں) لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینہ میں ہوں گے، بعض لوگوں کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، بعض کا گھٹنوں تک بعض کا کمر تک اور کسی کے منہ میں پسینہ کی لگام ہوگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔

روز قیامت کی شدت

حدیث نمبر ۷۰۷۵ میں ہے: محشر میں کھڑے ہونے والوں میں سے کسی ایک شخص کا پسینہ اس کے نصف کانوں تک بہہ رہا ہوگا، آخری حدیث میں ہے یہ پسینہ بہ قدر اعمال ہوگا بعض کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، بعض کا گھٹنوں تک اور بعض کا کمر تک پسینہ ہوگا۔

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

یہ بھی احتمال ہے کہ محشر کے ہولناک احوال کا مشاہدہ کرنے اور اس کے خوف سے اس شخص کو یہ پسینہ آیا ہو، اور جتنی اس کو امید ہو اس کے بہ قدر یہ پسینہ ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس کا اور دوسروں کا ملا جلا پسینہ ہو، اس پسینہ کی وجہ لوگوں کا ازدحام اور رش بھی ہو سکتا ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یہ پسینہ ازدحام اور لوگوں کے رش کی وجہ سے ہوگا، اور سورج کے قرب کی وجہ سے حتی کہ لوگوں کے سروں میں مغز چولھے پر رکھی ہوئی ہنڈیا کی طرح کھول رہا ہوگا، اور لوگوں کے سانسوں کی گرمی کی وجہ سے ہر شخص کا پسینہ نکلے گا۔ [1]

روز قیامت کی مقدار

قرآن مجید میں ہے:

تعرج الملآئکۃ والروح الیہ فی یوم — فرشتے اور جبرائیل اس کی طرف عروج کرتے ہیں اس

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کان مقدارہ خمسین الف سنۃ۔ (معارج:۴) دن ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اس مقدار سے وہ وقت مراد ہے جس میں لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے، امام احمد، امام ابن حبان، امام ابو یعلیٰ، امام ابن جریر، اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ جس دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی وہ کس قدر لمبا دن ہوگا! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے مومن پر وہ دن کم کر دیا جائے گا حتیٰ کہ دنیا میں اس کو فرض نماز پڑھنے میں جتنا وقت لگتا تھا اس سے بھی کم وقت میں وہ دن گذر جائیگا۔

وہ دن اس قدر طویل کیوں ہوگا؟ اس کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس دن میں اس قدر شدت اور ہول ہوگا کہ وہ دن پچاس ہزار سال جتنا معلوم ہوگا، یہ مطلب نہیں ہے کہ فی نفسہ وہ دن اس قدر لمبا ہوگا، یہ توجیہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کیونکہ اہل عرب شدت اور حزن کے اوقات کو طول سے اور آسانی اور فرحت کے اوقات کو قصر (کم وقت) کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی جس حدیث کو بیان کیا گیا ہے اس میں بھی اس طرف اشارہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس دن مومنین کے لیے سونے کی کرسیاں بچھائی جائیں گی اور ان پر بادلوں کا سایہ کیا جائے گا اور ان پر وہ دن کم اور آسان کر دیا جائے گا حتیٰ کہ ان پر وہ دن دنیا کے ایام کی طرح گذر جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر محمول ہے اس دن کے پچاس دور انیے ہوں گے اور ہر دور انیہ دنیا کے ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور تیسرا قول یہ ہے کہ پچاس سے مراد کثرت ہے یعنی وہ دن ہزار دن سال کے برابر ہوگا۔ [1]

باب ۱۰۱ الصِّفَاتِ الَّتِی یُعْرَفُ بِهَا فِی الدُّنْیَا اَهْلُ الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ

جن صفات سے دنیا میں جنتی اور دوزخی لوگوں کی معرفت ہوتی ہے

۷۰۷۹۔ حَدَّثَنِی اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ غَسَّانَ وَابْنِ الْمُثَنّٰی) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّیْرِ عَنْ عِیَاضِ بْنِ حِمَارٍ الْمُجَاشِعِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ یَوْمٍ فِیْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّیْ اَمَرَنِیْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَّا جَهِلْتُمْ مِّمَّا عَلَّمَنِیْ یَوْمِیْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا: سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جو تم کو معلوم نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آج مجھے ان چیزوں کا علم دیا ہے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے، میں نے اپنے تمام بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، بے شک ان

---

[1] ۔ علامہ ابو الفضل سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۹ ص ۵۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَآءَ کُلَّھُمْ وَاِنَّھُمْ اَتَتْھُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمْ مَّآ اَحْلَلْتُ لَھُمْ وَاَمَرَتْھُمْ اَنْ یُّشْرِکُوْا بِیْ مَا لَمْ اُنْزِلْ بِہٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰہَ نَظَرَ اِلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَھُمْ عَرَبَھُمْ وَعَجَمَھُمْ اِلَّا بَقَایَا مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُکَ لِاَبْتَلِیَکَ وَاَبْتَلِیَ بِکَ وَاَنْزَلْتُ عَلَیْکَ کِتَابًا لَّا یَغْسِلُہُ الْمَآءُ تَقْرَؤُہٗ نَآئِمًا وَّیَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَیْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا یَثْلَغُوْا رَاْسِیْ فَیَدَعُوْہُ خُبْزَۃً قَالَ اسْتَخْرِجْھُمْ کَمَا اسْتَخْرَجُوْکَ وَاغْزُھُمْ نُغْزِکَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَیْکَ وَابْعَثْ جَیْشًا نَبْعَثْ خَمْسَۃً مِثْلَہٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَکَ مَنْ عَصَاکَ قَالَ وَاَھْلُ الْجَنَّۃِ ثَلَاثَۃٌ ذُوْ سُلْطَانٍ مُّقْسِطٌ مُّتَصَدِّقٌ مُّوَفَّقٌ وَرَجُلٌ رَحِیْمٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ لِکُلِّ ذِیْ قُرْبٰی وَمُسْلِمٍ وَعَفِیْفٌ مُّتَعَفِّفٌ ذُوْ عِیَالٍ قَالَ وَاَھْلُ النَّارِ خَمْسَۃُ الضَّعِیْفُ الَّذِیْ لَا زَبْرَ لَہُ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْکُمْ تَبَعًا لَّا یَبْتَغُوْنَ اَھْلًا وَّلَا مَالًا وَالْخَآئِنُ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی لَہٗ طَمَعٌ وَّاِنْ دَقَّ اِلَّا خَانَہٗ وَرَجُلٌ لَّا یُصْبِحُ وَلَا یُمْسِیْ اِلَّا وَھُوَ یُخَادِعُکَ عَنْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ وَذَکَرَ الْبُخْلَ اَوِ الْکَذِبَ وَالشِّنْظِیْرُ الْفَحَّاشُ وَلَمْ یَذْکُرْ اَبُوْ غَسَّانَ فِیْ حَدِیْثِہٖ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقَ عَلَیْکَ۔

کے پاس شیطان آئے اور ان کو دین سے پھیر دیا، اور جو چیزیں میں نے ان پر حلال کی تھیں، وہ انھوں نے ان پر حرام کر دیں، اور ان کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جب کہ میں نے اس شرک پر کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا، اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے ناراض ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تم کو آزمائش کے لیے بھیجا ہے اور تمہارے سبب سے (دوسروں کی) آزمائش کے لیے، میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو پانی نہیں دھو سکتا، تم اس کو سوتے اور بیداری میں پڑھو گے، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے قریش کے جلانے کا حکم دیا، میں نے کہا اے میرے رب! وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے، اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑ دیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح نکال دو جس طرح انھوں نے تم کو نکالا ہے، تم ان سے جہاد کرو ہم تمہاری مدد کریں گے، تم خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں گے، تم ایک لشکر بھیجو ہم اس سے پانچ گنا لشکر بھیجیں گے، اپنے اطاعت گذاروں کو لے کر اپنے نافرمانوں کے ساتھ جنگ کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، سلطان عادل جو نیکی کی توفیق دیا گیا ہو اور صدقہ کرنے والا ہو، جو شخص رحم دل ہو اور اپنے تمام قرابت داروں اور عام مسلمانوں کے لیے رقیق القلب ہو، اور جو شخص پاک دامن ہو اور عیال دار ہونے کے باوجود سوال کرنے سے گریز کرتا ہو، اور پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں وہ ضعیف لوگ جن کے پاس عقل نہ ہو جو تمہارے ماتحت ہوں اور اپنے اہل اور مال کے لیے کوئی سعی نہ کریں، وہ خائن جس کی طمع پوشیدہ نہ ہو جو معمولی سی چیز میں بھی خیانت کرے، وہ دھوکہ باز جو ہر صبح اور ہر شام کو تمہارے ساتھ، تمہارے اہل اور تمہارے مال کے ساتھ دھوکہ کرے، اور اللہ تعالیٰ نے بخل یا جھوٹ

بدخو اور فحش کلام کرنے والے کا بھی ذکر کیا، ابو غسان نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا: تم خرچ کرو، تم پر خرچ کیا جائے گا۔

۷۰۸۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَنَزِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِهِ كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهُ عَبْدًا حَلَالٌ۔

قتادہ نے اس سند کے ساتھ روایت کیا، اس کی روایت میں یہ مذکور نہیں ہے، میں نے اپنے بندے کو جو مال بھی عطا کیا وہ حلال ہے۔

۷۰۸۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامٍ صَاحِبِ الدَّسْتَوَائِيِّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِي آخِرِهِ قَالَ يَحْيَى قَالَ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا فِي هٰذَا الْحَدِيثِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۷۰۸۲۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو عَمَّارٍ حُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنِ الْحُسَيْنِ عَنْ مَطَرٍ حَدَّثَنِي قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارٍ أَخِي بَنِي مُجَاشِعٍ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ خَطِيبًا فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هِشَامٍ عَنْ قَتَادَةَ وَزَادَ فِيهِ وَإِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ وَهُمْ فِيكُمْ تَبَعًا لَا يَبْغُونَ أَهْلًا وَلَا مَالًا فَقُلْتُ فَيَكُونُ ذٰلِكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَدْرَكْتُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْعَى عَلَى الْحَيِّ مَا بِهِ إِلَّا وَلِيدَتُهُمْ يَطَؤُهَا۔

حضرت عیاض بن حمار نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے، اس کے بعد حسب سابق روایت ہے، قتادہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے تواضع کرو، حتیٰ کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے پر زیادتی نہ کرے، اسی حدیث میں ہے وہ لوگ تم میں تابع ہوں گے، اہل اور مال کو نہیں طلب کریں گے، میں نے کہا: اے ابو عبد اللہ! کیا ایسے لوگ ہوں گے؟ انھوں نے کہا: ہاں! بہ خدا میں نے زمانہ جاہلیت میں ان کو دیکھا ہے، ایک شخص ایک قبیلہ کی بکریاں چراتا تھا، اسے کوئی نہ ملتا تو وہ ان کی باندی سے وطی کرتا۔

حدیث الباب کی تشریح حدیث نمبر ۷۰۷۹ میں ہے میں نے اپنے بندے کو جو کچھ مال دیا ہے وہ حلال ہے: اس حدیث سے مقصود ان چیزوں کو حرام کرنا ہے جو بندوں نے از خود اپنے

اور پر حرام کرلی ہیں، مثلاً سائبہ، وصیلہ، بحیرہ اور حامی وغیرہ، یہ جانور ان کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوئے، اور ہر وہ مال جس کا بندہ جائز طریقہ سے مالک ہوا وہ اس کے لیے حلال ہے جب تک اس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق متعلق نہ ہو۔

اسی حدیث میں ہے: میں نے اپنے بندوں کو اس حال میں پیدا کیا کہ وہ باطل سے دور رہنے والے تھے، یعنی گناہوں سے پاک تھے، یا وہ مستقیم تھے اور ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ جب بنو آدم کی روحوں سے یہ عہد لیا گیا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو انھوں نے کہا کیوں نہیں!

اسی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اہل کتاب کے چند باقی ماندہ لوگوں کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگوں سے میں ناراض ہوا۔

اس سے مراد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے، کیونکہ اس وقت چند اہل کتاب (اور کچھ موحدین) کے سوا تمام عرب اور عجم کے لوگ گمراہ تھے، یہ وہ لوگ تھے جو بغیر کسی تحریف کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کے حامل تھے علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر کیا وہ اپنے دین حق پر قائم نہیں تھے، کیونکہ ان کے دین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق بھی تھی، اور جن اہل کتاب کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی اور اس کے باوجود وہ اپنے سابق دین پر قائم اور اپنی سابق شریعت پر عامل رہے وہ بھی اپنے دین حق پر نہیں تھے کیونکہ ان کے دین حق میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق بھی داخل تھی۔

اس حدیث میں ہے: میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی جس کو تم نیند اور بیداری میں پڑھو گے: اس جگہ یہ سوال ہے کہ بیداری میں پڑھنا تو عرف اور محاورے کے مطابق ہے نیند میں پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ قاضی عیاض نے کہا ایک احتمال یہ ہے کہ آپ پر نیند میں وحی کی جاتی ہو جس طرح بیداری میں وحی کی جاتی ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ پر کوئی آیت نازل کی جاتی ہو اور آپ اسے نیند میں پڑھنے کا ارادہ کرتے ہوں، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آپ اس کتاب کو لیٹے ہوئے پڑھیں گے، اور لیٹنے پر نیند کا اطلاق مجاز ہے لیکن بیداری کے مقابلہ میں لیٹنا مستعمل نہیں ہے اس لیے پہلی تاویل اولیٰ ہے۔ علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے اپنے والد سے نقل کیا کہ میرے والد شیخ خلیل امام حرم تھے ایک دن میں نے ان کا دروازہ کھلا چھوڑ دیا وہ ناراض ہوئے میں نے کہا جس وقت میں گیا آپ بیدار تھے اور قرآن مجید پڑھ رہے تھے، انھوں نے کہا تم میری قرأت سے مغالطہ نہ کھاؤ میں نیند اور بیداری دونوں حالتوں میں پڑھتا ہوں۔

ایک حدیث میں ہے اگر قرآن مجید کو کسی کھال میں رکھ دیا جائے تو وہ نہیں جلے گی، اس کی تاویل یہ ہے کہ حافظ قرآن نہیں جلے گا، دوسری تاویل یہ ہے کہ یہ علامت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد کے ساتھ مخصوص تھی، اور یہ آپ کی نبوت کی دلیل تھی، تیسری تاویل یہ ہے کہ قرآن فی نفسہ نہیں جلے گا، البتہ اس کی سیاہی جل جاتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ فلاں چیز کو پانی نہیں دھو سکتا یعنی وہ چیز فنا ہو گی نہ مٹے گی۔

اس حدیث میں ہے: میں نے کہا اے میرے رب وہ تو میرا سر پھاڑ دیں گے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، علامہ خطابی نے کہا کہ یہ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ خوف تھا کہ وہ آپ کا سر پھاڑ دیں گے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا: مجھے یہ خوف ہے کہ وہ مجھے قتل

کر دیں گے، لیکن قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدًا الا اللہ۔ (احزاب: ۳۹)

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اس معارضہ کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت کے ابتدائی دور میں خوف دامن گیر ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ پہلے لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حفاظت کرتے تھے اور جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: واللہ یعصمک من الناس (مائدہ ۵: ۶۷) "اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا" تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے محافظوں سے فرمایا اب تم لوگ چلے جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔ اور اگر اس خوف کو ابتدائی دور پر محمول نہ کیا جائے تو یہ خوف، جبلی اور فطری خوف پر محمول ہے جو غیر اختیاری ہوتا ہے اور جس کو دور کرنے پر کوئی شخص قادر نہیں ہے۔

اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ جنتی ہیں، (ایک) سلطان عادل، یہاں سلطان سے مراد عام ہے۔ گھر کا سربراہ بھی اس عموم میں داخل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے ہر راعی (سربراہ) سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا، نیز حدیث میں ہے کوئی شخص کسی کی سلطنت میں امام نہ بنے۔ دوسرا شخص رحم دل ہے اور تیسرا شخص عفیف اور متعفف ہے۔ عفیف کا معنی ہے جو شخص اپنی سرشت اور فطرت کے اعتبار سے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرے اور متعفف کا معنی ہے جس شخص کی سرشت میں تو بے حیائی کے کاموں کی طرف میلان رجحان یا رجیحان ہو لیکن وہ خوف خدا سے اپنی طبیعت کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اپنے آپ کو بے حیائی کے کاموں سے روکے۔

اس حدیث میں ہے پانچ قسم کے لوگ دوزخی ہیں، پہلی قسم وہ ضعیف لوگ ہیں جن کی عقل نہیں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی عقل سے کام نہیں لیتے اور دین کی کسی منفعت اور مصلحت کے لیے سعی نہیں کرتے بلکہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو جانوروں کی طرح بے لگام چھوڑا ہوا ہے، انھوں نے حلال اور حرام میں کوئی تمیز نہیں کی، یہ اوصاف خبیثہ قدریہ کے اوصاف ہیں۔ [1]

باب ۱۰۱۲ عَرْضِ مَقْعَدِ الْمَيِّتِ مِنَ الْجَنَّةِ أَوِ النَّارِ عَلَيْهِ وَإِثْبَاتِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَالتَّعَوُّذِ مِنْهُ

میت پر جنت یا دوزخ کا ٹھکانا پیش کرنے، عذاب قبر کے اثبات اور اس سے پناہ مانگنے کا بیان

۷۰۸۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۰-۲۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مَالِكٍ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ يُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح و شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہو تو جنتیوں کا اور دوزخی ہو تو دوزخ کا (ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے) اور (اس سے) کہا جاتا ہے یہ تمہارا اس وقت ٹھکانا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن اس ٹھکانے کی طرف اٹھائے گا۔

۷۰۸۴ ۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الرَّجُلُ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَالْجَنَّةُ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَالنَّارُ فَقَالَ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ الَّذِيْ تُبْعَثُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو جنت اور اگر اہل دوزخ میں سے ہو تو اس پر دوزخ پیش کی جاتی ہے، پھر کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن تم کو اس طرف اٹھایا جائے۔

۷۰۸۵ ۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ وَاَخْبَرَنَا سَعِيْدٌ الْجُرَيْرِيُّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ وَلَمْ اَشْهَدْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ حَدَّثَنِيْهِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَائِطٍ لِبَنِي النَّجَّارِ عَلٰى بَغْلَةٍ لَهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ اِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ اَوْ خَمْسَةٌ اَوْ اَرْبَعَةٌ قَالَ كَذَا كَانَ يَقُوْلُ الْجُرَيْرِيُّ فَقَالَ مَنْ يَّعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ فَقَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتَ هٰؤُلَاءِ قَالَ مَاتُوْا فِي الْاِشْرَاكِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ اَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا لیکن مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے ایک باغ میں اپنی خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، اچانک وہ خچر بدکی، قریب تھا کہ وہ خچر آپ کو گرا دیتی، وہاں پر چھ، پانچ یا چار قبریں تھیں (راوی نے بیان کیا کہ جریری نے اسی طرح کہا ہے) آپ نے فرمایا: ان قبر والوں کو کون جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا: میں جانتا ہوں، آپ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے تھے؟ اس نے کہا: یہ لوگ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ نے فرمایا اس امت کی ان قبروں میں آزمائش کی جاتی ہے، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو وہ عذاب سنائے جو میں سن رہا ہوں، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی

مِنْ عَذَابِ النَّارِ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ ۔

پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم ظاہری اور باطنی ہر قسم کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ طلب کرو، صحابہ نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۷۰۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو عذاب قبر سنائے۔

۷۰۸۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَوْنِ ابْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنِيْ عَوْنُ بْنُ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ الْبَرَآءِ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا فَقَالَ يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورج غروب ہونے کے بعد باہر گئے آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

۷۰۸۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں تو وہ بندہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، آپ نے

عَنْهُ اَصْحَابُهُ اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ قَالَ يَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ قَالَ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ اَشْهَدُ اَنَّهُ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ قَالَ فَيُقَالُ لَهُ انْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا قَالَ قَتَادَةُ وَذُكِرَ لَنَا اَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُمْلَاُ عَلَيْهِ خَضِرًا اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ۔

فرمایا اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں وہ اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق (دنیا میں) کیا کہا کرتے تھے، اگر مومن ہوگا تو وہ کہے گا، میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم دوزخ میں اپنے ٹھکانے کی طرف دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت میں ٹھکانے سے بدل دیا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، قتادہ نے یہ کہا کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قبر میں ستر گز وسعت کر دی جائے گی، اور قیامت تک کے لیے اس کی قبر میں نعمتیں بھر دی جائیں گی۔

۷۰۸۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَيِّتَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ اِنَّهُ لَيَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ اِذَا انْصَرَفُوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ لوگوں کے واپس جاتے وقت ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

۷۰۹۰۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ) عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شَيْبَانَ عَنْ قَتَادَةَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب واپس چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۷۰۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ قَالَ نَزَلَتْ فِي عَذَابِ الْقَبْرِ فَيُقَالُ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ وَنَبِيِّي مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ يُثَبِّتُ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے" یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے اس سے کہا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ اللہ عزوجل کے اس قول کی تفسیر ہے "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت (کلمہ طیبہ)

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔

پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

۷۰۹۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنُوْنَ ابْنَ مَهْدِيٍّ) عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ مومنین کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت پر ثابت قدم رکھتا ہے"۔ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۰۹۳۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تَعْمُرِيْنَهٗ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ فَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَآءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَآءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ قَالَ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، حماد نے کہا انھوں نے اس کی روح کی خوشبو اور مشک کا ذکر کیا، اور کہا کہ آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، اے روح، اللہ تعالیٰ تیری اور تیرے اس جسم کی مغفرت کرے، جس کو تو آباد رکھتی تھی، پھر اس روح کو اس کے رب عزوجل کے پاس لے جایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا جب کافر کی روح نکلتی ہے حماد کہتے ہیں انھوں نے اس کی بدبو اور اس کی لعنت کا ذکر کیا تو آسمان والے کہتے ہیں کہ یہ خبیث روح ہے جو زمین کی طرف سے آئی ہے، انھوں نے کہا پھر کہا جائے گا اس کو آخر وقت کے لیے لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر کے جسم کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے اپنی چادر کا پلو اس طرح ناک پر رکھا۔

۷۰۹۴۔ حَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ الْهُذَلِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ اَنَسٌ كُنْتُ مَعَ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا مَعَ عُمَرَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں تھے، ہم نے ہلال کو دیکھا، میں تیز نظر کا شخص تھا، میں نے چاند کو دیکھ لیا، میرے علاوہ اور کسی کو یہ زعم نہیں تھا کہ اس نے چاند کو دیکھ لیا ہے، حضرت انس نے کہا پھر

فَتَرَآءَيْنَا الْهِلَالَ وَكُنْتُ رَجُلًا حَدِيدَ الْبَصَرِ فَرَاَيْتُهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ يَزْعُمُ اَنَّهُ رَاٰهُ غَيْرِي قَالَ فَجَعَلْتُ اَقُوْلُ لِعُمَرَ اَمَا تَرَاهُ فَجَعَلَ لَا يَرَاهُ قَالَ يَقُوْلُ عُمَرُ سَاَرَاهُ وَاَنَا مُسْتَلْقٍ عَلٰى فِرَاشِيْ ثُمَّ اَنْشَاَ يُحَدِّثُنَا عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَوَالَّذِيْ بَعَثَهُ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجُعِلُوْا فِيْ بِئْرٍ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ فَانْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَتٰى اِلَيْهِمْ فَقَالَ يَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانُ بْنَ فُلَانٍ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِيَ اللّٰهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِيْهَا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَيْرَ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَرُدُّوْا عَلَيَّ شَيْئًا۔

میں حضرت عمر سے کہنے لگا: کیا آپ چاند کو نہیں دیکھتے؟ وہ چاند کو نہیں دیکھ رہے تھے، حضرت عمر نے کہا میں عنقریب چاند کو دیکھوں گا، جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا، پھر حضرت عمر نے ہم سے اہل بدر کا واقعہ بیان کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں (کفار) بدر کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے، آپ فرما رہے تھے ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا، حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو جگہ بتائی تھی وہ اس حد سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے، حضرت عمر نے کہا پھر ان (کی لاشوں) کو اوپر تلے کنویں میں ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! اور اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا؟ کیونکہ میں نے اللہ کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا! حضرت عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو! البتہ وہ میری بات کا کوئی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

۷۰۹۵۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ قَتْلٰى بَدْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ اَتَاهُمْ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا اَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ يَا اُمَيَّةَ ابْنَ خَلَفٍ يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ اَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن تک بدر کے مقتولین کو رہنے دیا، پھر آپ گئے اور ان کے پاس کھڑے ہوئے آپ نے ان کو ندا کی اور فرمایا: اے ابوجہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق نہیں پایا؟ کیونکہ میں نے اپنے رب کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پا لیا ہے! حضرت عمر نے نبی صلے اللہ

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ يَسْمَعُوْا وَاَنّٰى يُجِيْبُوْا وَقَدْ جَيَّفُوْا قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ اَنْ يُّجِيْبُوْا ثُمَّ اَمَرَ بِهِمْ فَسُحِبُوْا فَاُلْقُوْا فِيْ قَلِيْبِ بَدْرٍ۔

علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر کہا: یارسول اللہ! یہ لوگ کیسے سنیں گے اور کس طرح جواب دیں گے؟ حالانکہ یہ تو مُردہ ہیں! آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، پھر آپ نے ان کو بدر کے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا۔

۷۰۹۶۔ حَدَّثَنِيْ يُوْسُفُ بْنُ حَمَّادِ الْمَعْنِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ عَرُوْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ ذَكَرَ لَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ وَّظَهَرَ عَلَيْهِمْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِبِضْعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا وَفِيْ حَدِيْثِ رَوْحٍ بِاَرْبَعَةٍ وَّعِشْرِيْنَ رَجُلًا مِّنْ صَنَادِيْدِ قُرَيْشٍ فَاُلْقُوْا فِيْ طَوِيٍّ مِّنْ اَطْوَاءِ بَدْرٍ وَّسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم فتح یاب ہو گئے تو آپ نے بیس سے زیادہ قریش کے سرداروں کو گھسیٹ کر بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنویں میں پھینکنے کا حکم دیا، روح کی روایت میں چوبیس کا ذکر ہے، باقی حدیث حضرت انس کی روایت کی طرح ہے۔

۷۰۹۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيْعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُوْسِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ فَقُلْتُ اَلَيْسَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ لَيْسَ ذَاكِ الْحِسَابُ اِنَّمَا ذَاكِ الْعَرْضُ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُذِّبَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس سے قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا، میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: ان سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا یہ محاسبہ نہیں ہے یہ تو حساب کے لیے پیش ہونا ہے جس سے قیامت کے دن حساب میں مناقشہ کیا جائیگا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

۷۰۹۸۔ حَدَّثَنِيْ اَبُو الرَّبِيْعِ الْعَتَكِيُّ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا اَيُّوْبُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۰۹۹۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرِ بْنِ الْحَكَمِ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا یَحْیٰی (یَعْنِی ابْنَ سَعِیْدِ الْقَطَّانَ) حَدَّثَنَا اَبُوْ یُوْنُسَ الْقُشَیْرِیُّ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ اَحَدٌ یُحَاسَبُ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَیْسَ اللّٰهُ یَقُوْلُ حِسَابًا یَّسِیْرًا قَالَ ذَاكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے بھی محاسبہ ہوگا وہ ہلاک ہوگا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آسان حساب ہوگا۔ آپ نے فرمایا یہ تو حساب کے لیے پیش ہونے کا ذکر ہے، لیکن جس سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہو جائیگا۔

۷۱۰۰۔ وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنِیْ یَحْیٰی (وَهُوَ الْقَطَّانُ) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْكَةَ عَنْ عَآئِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ اَبِیْ یُوْنُسَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

میت پر اس کا ٹھکانا پیش کیے جانے کا بیان

حدیث نمبر ۷۰۸۳ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے تو اس پر صبح اور شام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔

علامہ وشتانی اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ مومنین کے لیے ان کا ٹھکانا پیش کیا جانا ان کے لیے باعث راحت ہے اور کافروں کے حق میں باعث عذاب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا مشاہدہ کرتا ہے اور یوم میعاد تک اس کا انتظار کرتا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ ٹھکانے شہداء پر پیش نہیں کیے جائیں گے، کیونکہ شہداء کی روحیں پرندوں کے پوٹوں میں بیٹھی ہوئی جنت میں چہچہا رہی ہوں گی اور جنت کے پھلوں سے کھا رہی ہوں گی، اور دوسری ارواح اگر وہ جہنمی نہیں ہوں گی تو ان پر صرف ان کا جنتی ٹھکانا پیش کیا جائے گا، جنتیوں کا ایک ٹھکانا جنت میں اور ایک ٹھکانا دوزخ میں ہوگا، اور ان پر وہ دونوں ٹھکانے پیش کیے جائیں گے، یہ ٹھکانا یا تو صرف روح پر پیش کیا جائے گا یا اس روح پر پیش کیا جائے گا جس کا بدن کے کسی ایک جزء میں حلول ہوگا۔ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ موت عدم محض نہیں ہے جیسا کہ بعض مبتدعہ کا خیال ہے بلکہ موت بدن سے روح کی مفارقت کا نام ہے یا ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے نیز حدیث میں ہے کہ صبح اور شام ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، یہ اسی وقت متصور ہوگا جب قبر والا زندہ ہو، کیونکہ مُردہ پر کسی چیز کا پیش کیا جانا غیر معقول اور غیر مفید ہے، علامہ ابی نے کہا ہے کہ میت سے پہلے قبر میں سوال

ہوگا اس کے بعد اس کو اس کے ٹھکانے پیش کیے جائیں گے۔ [1]

قرآن مجید کی آیات سے عذاب قبر پر دلائل

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات سے علماء اسلام نے عذاب قبر کے ثبوت پر استدلال کیا ہے:

ولو تری اذ الظّٰلمون فی غمرٰت الموت و الملائکۃ باسطوا ایدیہم ۚ اخرجوا انفسکم ؕ الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق وکنتم عن اٰیاتہ تستکبرون۔

(انعام: ۹۳)

اور (اے مخاطب!) کاش تو دیکھتا جب ظالم موت کی سختیوں میں مبتلاء ہوں گے، اور فرشتے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوں گے (اور یہ کہیں گے کہ) اپنی جانوں کو نکالو، آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائیگی کیونکہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بہتان باندھتے تھے اور تم اس کی آیتوں (پر ایمان لانے) سے تکبر کرتے تھے۔

امام بخاری نے اس آیت سے عذاب قبر پر استدلال کیا ہے اور وجہ استدلال یہ ہے کہ فرشتے کافروں سے روح قبض کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ "آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی"۔ یہ عذاب قیامت کے عذاب سے پہلے ہوگا جو موت کے بعد برزخ میں واقع ہوگا اور یہی عذاب قبر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق قف لا تعلمھم ؕ نحن نعلمھم ؕ سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم۔

(توبہ: ۱۰۱)

اور بعض اہل مدینہ نفاق پر ڈٹ گئے ہیں آپ انہیں نہیں جانتے، انہیں ہم جانتے ہیں! عنقریب ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اس آیت میں منافقوں پر اُخروی عذاب سے پہلے دو عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے، ایک عذاب دنیا میں منافقوں کی رسوائی کا عذاب تھا اور دوسرا عذاب برزخ میں قبر کا عذاب ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام طبری، امام ابن ابی حاتم اور امام طبرانی نے اوسط میں اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ میں فرمایا: "نکل اے فلاں تو منافق ہے"، اس حدیث میں منافقوں کی دنیا میں رسوائی ہے اور یہ عذاب اوّل ہے اور عذاب ثانی قبر کا عذاب ہے، نیز قتادہ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ دو عذابوں سے مراد ایک دنیا کا عذاب ہے، اور دوسرا قبر کا عذاب ہے، امام محمد بن اسحاق سے بھی اسی طرح مروی ہے، امام ابن جریر طبری نے اس کی تفسیر میں اختلاف ذکر کرنے کے بعد بیان کیا کہ اغلب یہ ہے کہ ایک عذاب قبر ہے اور دوسرا عذاب دنیا میں بھوک، گرفتاری، قتل، ذلت اٹھانے یا اور کسی نوع کا عذاب ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

مجاہد سے مروی ہے کہ ایک عذاب قتل کا ہے اور دوسرا گرفتاری کا یا ایک عذاب بھوک کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے یا ایک عذاب ان کو رسوا کرنے کا ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے۔

امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تو حضرت ابن عباس نے کہا منافقوں کا نکالا جانا عذاب اول ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہے۔ [1]

اور قرآن مجید میں ہے:

النار یعرضون علیہا غدوا و عشیا و یوم تقوم الساعۃ ادخلوا ال فرعون اشد العذاب۔ (مؤمن: ۴۶)

انھیں (قوم فرعون کو) جہنم کی آگ پر صبح اور شام پیش کیا جاتا ہے، اور جب قیامت قائم ہوگی (تو فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ) آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کردو۔

اس آیت میں عذاب قبر پر دو دلیلیں ہیں، ایک دلیل یہ ہے کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے قوم فرعون کو صبح اور شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے انھیں جس عذاب پر پیش کیا جارہا ہے وہی عذاب قبر ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے کہا جائے گا کہ قوم فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے پہلے ان کو کم عذاب دیا گیا تھا اور اس سے پہلے جو عذاب دیا گیا تھا وہی عذاب قبر ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

قالوا ربنا امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین۔ (غافر: ۱۱)

(کفار) کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار موت دی اور دو بار ہمیں زندہ فرمایا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بار موت کا اور دو بار حیات کا ذکر فرمایا ہے، ایک موت اور حیات تو دنیا میں آگئی اب دوسری موت اور حیات کون سی ہے؟ یہ

اسی وقت درست ہوسکتا ہے کہ جب قبر میں مُردہ کو زندہ کیا جائے اور وقوع قیامت کے وقت اس پر پھر موت طاری کی جائے اب یہ کہنا درست ہوگا کہ اللہ نے بندے کو دو بار مارا اور دو بار زندہ کیا اور جب قبر میں حیات ثابت ہوگئی تو قبر میں ثواب اور عذاب بھی ثابت ہوگا، کیونکہ جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ قبر میں حیات کا بھی انکار کرتے ہیں اور جو مانتے ہیں وہ دونوں کو مانتے ہیں تیسرا کوئی مذہب نہیں ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

اغرقوا فادخلوا نارًا۔ (نوح: ۲۵)

قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کردی گئی۔

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا، بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب

---

[1] حافظ بدرالدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

احادیث سے عذاب قبر پر دلائل

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں کہ عذاب قبر کے ثبوت میں بہ کثرت احادیث صحیحہ اور احادیث متواترہ موجود ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:

(۱)۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو اٹھاتے ہیں اور اس سے یہ پوچھتے ہیں "تم اس شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے، وہ کہے گا میں یہ گواہی دیتا تھا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کو بدل کر تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا بنا دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا، اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں وہ بات کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا تم نے کچھ جانا نہ کہا" پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان ضرب لگائی جائے گی، پھر وہ زور سے چیخ مارے گا جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

(۲)۔ صحاح ستہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن قبر میں بیٹھ جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے (حدیث شریف میں ہے کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی)

(۳)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غروب آفتاب کے بعد باہر گئے، آپ نے ایک آواز سنی تو آپ نے فرمایا یہود کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(۴)۔ امام ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومنین کو قول ثابت کے ساتھ دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے" (ابراہیم: ۲۷) یہ آیت عذاب قبر کے متعلق ہے۔

(۵)۔ امام بخاری، امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے اس میں ہے عذاب قبر حق ہے۔

(۶)۔ امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بزدلی، بخل، عذاب قبر اور سینہ کے فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔

(۷)۔ امام بخاری، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضرت سعد نے اپنے بیٹوں سے کہا ان کلمات سے اللہ کی پناہ طلب کرو جن سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی پناہ طلب کرتے تھے۔ اور ان کلمات میں عذاب قبر کا ذکر کیا۔

(۸)۔ امام مسلم نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں کفر، فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۹)۔ امام ابوداؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے حضرت عبدالرحمان بن حسنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کیا تم کو علم نہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کو کیا عذاب ہوا تھا، ان میں سے کسی شخص کے جب پیشاب لگ جاتا تو وہ اس جگہ کو قینچی سے کاٹتا تھا، اس شخص نے منع کیا تو اس کو قبر میں عذاب ہوا۔

(۱۰)۔ امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! میں سستی اور عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

(۱۱)۔ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر کے فتنوں کا ذکر کیا، حضرت عمر بن الخطاب نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہماری عقلوں کو لوٹا دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! آج کی طرح!

(۱۲)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھانے کے بعد خطبہ دیا، اور اس میں فرمایا: میں نے جس چیز کو بھی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اس کو اب دیکھ لیا، حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی، اور مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم کو قبروں میں آزمایا جائے گا، یہ آزمائش فتنہ دجال کی مثل ہوگی، تم میں سے کسی ایک شخص سے پوچھا جائے گا تم کو اس شخص کے متعلق کیا علم ہے؟ مومن کہے گا یہ محمد رسول اللہ ہیں، جو ہمارے پاس معجزات اور دلائل لے کر آئے تھے، ہم نے ان کی دعوت قبول کی، ان پر ایمان لائے اور ان کی اتباع کی، کہا جائے گا تم سکون سے سو جاؤ ہمیں علم تھا کہ تم مومن ہو، منافق کہے گا مجھے کچھ علم نہیں میں نے لوگوں سے جو سنا وہ کہہ دیا۔

(۱۳)۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اس وقت میں بنو نجار کے باغات میں سے ایک باغ میں تھی، اس باغ میں زمانہ جاہلیت میں مرنے والے لوگوں کی قبریں تھیں، ام مبشر کہتی ہیں کہ آپ باہر نکلے میں نے سنا آپ فرما رہے تھے قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے جس کو جانور بھی سن رہے ہیں۔

(۱۴)۔ امام بخاری اور امام نسائی نے حضرت ام خالد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انھوں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم قبر کے عذاب سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ [1]

عذاب قبر کی نفی پر قرآن مجید سے دلائل اور ان کے جوابات

عذاب قبر کے منکرین نے قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ (دخان: ۵۶)

اہل جنت، جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے۔

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی، پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری موت قبر میں جانے کے بعد، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان

[1] ۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل جنت، جنت میں موت کو نہیں چکھیں گے اور جس طرح دنیا میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع ہوگئی تھیں، جنت میں ان کی نعمتیں موت سے منقطع نہیں ہوں گی، لہٰذا اس آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ دخول جنت سے پہلے ان پر کوئی اور موت نہیں آسکتی۔ اور یہ جو فرمایا ہے کہ وہ جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے تو یہ جنت میں ان پر موت نہ آنے کی بطور تعلیق بالمحال تاکید ہے یعنی اگر پہلی موت کا چکھنا ممکن ہوتا تو وہ جنت میں پہلی موت چکھ لیتے لیکن پہلی موت کا چکھنا تو ممکن نہیں ہے (کیونکہ وہ آچکی) اس لیے اب موت کا چکھنا بھی ممکن نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ الموتۃ الاولی میں جنس موت مراد ہے اور یہ موت کے تعدد کے منافی نہیں ہے کیونکہ جنس متعدد کو بھی شامل ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں کئی مُردوں کو زندہ کیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی جنت میں آنے سے پہلے کئی موتیں چکھ چکے تھے اس لیے ماننا پڑے گا کہ الموتۃ الاولی سے جنس موت مراد ہے لہٰذا قبر میں حیات کے بعد دوبارہ موت آئی ہو اور دخول جنت سے پہلے جنتیوں نے دو موتیں چکھ لی ہوں تو یہ اس آیت کے منافی نہیں ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے منکرین استدلال کرتے ہیں وہ یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو قبروں میں ہیں

قبر والے اس لیے نہیں سن سکتے کہ وہ حیات سے عاری اور مُردہ ہیں اور جب وہ مُردہ ہیں تو عذاب قبر ثابت نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور عائشہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔ اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں آپ کے سنانے کی نفی ہے، قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے، یعنی جس طرح قبر والوں کے لیے ان کی موت کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے اسی طرح کفار مکہ پر بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ کی نصیحت کارگر نہیں ہے، تیسرا جواب یہ ہے کہ کفار کو قبر والوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں مراد کفار ہیں اور اسماع کی نفی سے سماع کے خلق کی نفی مراد ہے، یعنی آپ کفار میں سماع کو پیدا نہیں کرتے، تو اگر کفار آپ کی نصیحت کو نہیں سنتے تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ الغرض اس آیت سے قبر والوں کے سننے کی نفی نہیں ہے اس لیے یہ آیت عذاب قبر کے خلاف نہیں ہے۔

عذاب قبر کے خلاف عقلی شبہات کے جوابات

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اس کے برخلاف خوارج، جمہور معتزلہ، بعض مرجئہ (اور بعض روافض) عذاب قبر کے قائل نہیں ہیں اہل حق کے نزدیک بعینہٖ جسم کو عذاب ہوتا ہے، یا جسم کے کسی جزء میں روح کو لوٹانے کے بعد عذاب ہوتا ہے، محمد بن جریر اور عبداللہ بن کرام اس کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت کو عذاب دینے کے لیے روح کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، یہ امر فاسد ہے، کیونکہ درد کا احساس صرف زندہ کے لیے متصور ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ میت کا جسم

اسی طرح بغیر کسی تغیر کے پڑا ہوتا ہے اور اس پر عذاب دیے جانے کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی خواب میں دیکھ رہا ہے کہ اس کو مار پڑ رہی ہے اور وہ خواب میں درد اور تکلیف بھی محسوس کرتا ہے، لیکن اس کے پاس بیٹھے ہوئے بیدار شخص کو کوئی علم نہیں ہوتا کہ وہ اس وقت کیا محسوس کر رہا ہے، اسی طرح ایک بیدار آدمی کسی خیال کی وجہ سے لذت یا تکلیف میں مبتلاء ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھے ہوئے شخص کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ لذت یا تکلیف کے کس عالم میں ہے، اور اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی تھی، آپ حضرت جبرائیل سے ہم کلام ہوتے تھے اور حاضرین کو اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا تھا۔

علامہ اُبی کہتے ہیں کہ منکرین عذاب قبر کی دلیل یہ ہے کہ میت سے سوال کرنا اور اس کو عذاب دیا جانا عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کو قتل کیا گیا یا سولی پر چڑھایا گیا اور ایک مدت تک اس کی لاش پڑی رہتی ہے حتیٰ کہ اس کے اجزاء پھٹ جاتے ہیں، اور ہم اس پر سوال وجواب یا عذاب دیے جانے کے کوئی آثار نہیں دیکھتے، اسی طرح جس شخص کو درندے یا پرندے (مثلاً گدھ) کھا جاتے ہیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹ یا پوٹوں میں ہوتے ہیں اور سب سے زیادہ واضح یہ ہے کہ جو شخص جل کر راکھ ہو جاتا ہے تو ان کے متعلق سوال اور عذاب کا دعویٰ کرنا عقل کے خلاف ہے۔ ابن الباقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مستبعد نہیں ہے کہ جس شخص کو سولی پر چڑھایا گیا ہو اس میں دوبارہ روح لوٹا دی جائے، اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا جیسے حضرت جبرائیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے اور حاضرین اس کا مشاہدہ نہیں کر پاتے تھے۔ اسی طرح جو شخص درندے کے پیٹ یا پرندے کے پوٹے میں ہو یا جل گیا ہو اس کے کسی ایک جز میں روح لوٹا دی جائے تو یہ ممکن ہے اگرچہ ہمیں اس کا مشاہدہ نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ خرق عادت ہے اور تمام امور اخروی ایسے ہی ہیں۔[1]

آیا قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے یا روح اور جسم دونوں کو؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام بخاری نے کسی حدیث کا یہ عنوان قائم نہیں کیا، کہ آیا عذاب قبر روح کو ہوتا ہے، یا روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے؟ اور اس میں متکلمین کا اختلاف مشہور ہے، غالباً امام بخاری نے اس عنوان کو اس لیے ترک کر دیا کہ اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔[2]

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۳۲-۲۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں

اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ بدن کے بعض اجزاء میں حیات لوٹا دی جائے اور انھی سے سوال ہو اور انھی کو عذاب ہو۔[1]

صحیح بخاری میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خشک ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہو" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴)

علامہ بدرالدین عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوا کہ جسم کو عذاب دیا جائے گا۔[2]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

بہت سے اشاعرہ اور حنفیہ نے (قبر میں) روح لوٹانے میں تردد کیا ہے، انھوں نے کہا حیات کے لیے روح لازم نہیں ہے یہ صرف امر عادی ہے، بعض احناف میں سے جو معاد جسمانی کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جسم میں روح رکھی جاتی ہے وہ لذت اور الم کا ادراک کرتی ہے اور جن کا قول یہ ہے کہ جب بدن مٹی ہو جاتا ہے تو روح اس مٹی کے ساتھ متصل ہو جاتی ہے اور روح اور مٹی دونوں کو الم ہوتا ہے اس قول میں یہ احتمال ہے کہ روح ایک جسم (لطیف) ہے اور بدن سے مجرد ہے، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بعض احناف مثلاً امام ماتریدی اور ان کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ روح (جسم سے) مجرد ہے، لیکن امام ماتریدی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! قبر میں گوشت کو روح کے بغیر کس طرح درد پہنچایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا جس طرح تمہارے دانت میں درد ہوتا ہے حالانکہ اس میں روح نہیں ہوتی، اسی طرح موت کے بعد جب روح جسم کے ساتھ متصل ہوگی تو اس میں درد ہوگا اگرچہ اس میں روح نہیں ہوگی۔ اور اس حدیث کے موضوع ہونے کے آثار بالکل واضح ہیں۔ اور یہ مخفی نہ رہے کہ مٹی سے مراد جسم کے باریک اجزاء ہیں اور ان میں سے بعض اجزاء کے ساتھ بھی روح کا اتصال لذت اور الم کے ادراک کے لیے کافی ہے۔[3]

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

علامہ قونوی نے کہا کہ کفار کی روحیں ان کے جسموں کے ساتھ متصل ہوتی ہیں، ان کی روحوں کو عذاب دیا جاتا ہے اور ان کے جسموں کو الم ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان میں ہوتا ہے اور اس کی روشنی زمین پر ہوتی ہے اور مومنین کی روحیں علیین میں ہوتی ہیں اور ان کا نور جسم کے ساتھ متصل ہوتا ہے، جیسے سورج آسمان پر ہے اور اس کا نور زمین پر ہے۔[4]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

انسان کے جسم کا جزء اصلی وہ جز ہے جو اس کے جسم میں اول عمر سے لے کر آخر عمر تک باقی رہتا ہے اور اس کے بدن کی فربہی اور لاغری کے ہر دور میں وہ جز مشترک رہتا ہے، اسی کی حیات سے سارے بدن کی حیات ہوتی ہے اور

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] " " " " ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۰، " " " "

[3] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرۃ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ ملتان

[4] علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۱ھ، شرح المسایرہ مع المسامرۃ ص ۲۴۳، " " " "

جب انسان مر جائے تو خواہ اس کو قبر میں دفن کر دیا جائے یا اس کو درندے کھالیں اس کے بدن کا وہ جزء اصلی جس جگہ بھی ہو اس کی روح اس جزء کے ساتھ متعلق کر دی جاتی ہے اور اس تعلق کی وجہ سے اس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اس سے سوال کیا جائے، پھر اس کو ثواب یا عذاب دیا جائے اور اس امر میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جزئیات اور کلیات کا عالم ہے، اس لیے وہ بدن کے تمام اجزاء کو ان کی پوری تفاصیل کے ساتھ جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون سا جز کس جگہ واقع ہے اور کون سا جز اس کے بدن کا جزء اصلی ہے اور کون سا جز زائد ہے اور وہ جز اصلی اس کے مکمل بدن میں ہو یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو ہر حال میں اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو اس جز کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے، بلکہ اگر ایک انسان کے بدن کے تمام اجزاء مشارق اور مغارب میں منتشر ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اس انسان کی روح کو ان تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر بھی قادر ہے۔ [1]

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ جس میت کو عذاب دینا چاہتا ہے اس کو عذاب دیتا ہے خواہ اس کو قبر میں دفنایا جائے یا اس کو سولی پر لٹکایا جائے یا وہ سمندر میں غرق ہو جائے، یا اس کو جانور کھالیں، یا وہ جل کر راکھ ہو جائے اور اس کے ذرات ہوا میں منتشر ہو جائیں، جس کو عذاب ہوتا ہے ہر حال میں عذاب ہوگا، اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ عذاب اور ثواب کا محل روح اور بدن دونوں ہیں۔ [2]

قبر میں سوال اور جواب کے متعلق احادیث

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قبر میں سوال کرنے کے متعلق حسب ذیل احادیث ائمہ حدیث نے روایت کی ہیں:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب چلے جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس سے کہا جائے گا تم جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے ٹھکانے کو جنت سے بدل دیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ان دونوں کو دیکھے گا اور رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائیگا تم نے کچھ جانا نہ کہا، پھر اس کے کانوں کے درمیان لوہے کے ایک ہتھوڑے سے ضرب لگائی جائے گی وہ اس سے ایک زور کی چیخ مارے گا، جس کو جن اور انس کے سوا سب سنیں گے۔

۲۔ امام مسلم نے اس باب میں تین سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ۷۰۸۸، ۷۰۸۹، ۷۰۹۰۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۷۲۔ ۷۵، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

۳۔ امام ابو داؤد اور امام نسائی نے بھی اس حدیث کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۴۔ امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو نیک آدمی کو بغیر کسی خوف اور دہشت کے بٹھا دیا جاتا ہے، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہتا ہے اسلام پر، پھر اس سے پوچھا جاتا ہے یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہتا ہے محمد رسول اللہ، یہ ہمارے پاس اللہ کی طرف سے معجزات لے کر آئے اور ہم نے ان کی تصدیق کر دی، اس سے پوچھا جائے گا کیا تم نے اللہ کو دیکھا ہے؟ وہ کہے گا کسی شخص کے لیے اللہ کو دیکھنا سزاوار نہیں ہے، پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھول دی جائے گی وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا دیکھو یہ وہ آگ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے تم کو بچا لیا ہے، پھر اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتوں اور تر و تازگی کو دیکھے گا، اور اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، اور کہا جائے گا تم دنیا میں ایمان پر (زندہ) رہے، ایمان پر مرے اور ان شاء اللہ ایمان پر ہی اٹھائے جاؤ گے اور بدکار آدمی کو خوف اور دہشت کے ساتھ قبر میں بٹھایا جائے گا، اس سے پوچھا جائے گا تم دنیا میں کس دین پر تھے؟ وہ کہے گا مجھے پتا نہیں، اس سے پوچھا جائے گا یہ شخص کون ہیں؟ وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک قول کہتے ہوئے سنا سو میں نے کہہ دیا، پھر اس کے لیے جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی وہ جنت کی نعمتیں اور تر و تازگی دیکھے گا، اس سے کہا جائے گا دیکھو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے پھیر دیا ہے پھر اس کے لیے دوزخ کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی، وہ دیکھے گا دوزخ میں بعض آگ بعض کو جلا رہی ہے، اس سے کہا جائے گا یہ تمہارا ٹھکانا ہے، تم شک میں تھے، اور اسی پر مرے، اور ان شاء اللہ اسی پر اٹھائے جاؤ گے۔

۵۔ امام حاکم کی روایت میں ہے اگر وہ مومن ہو تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے، اس کے دائیں جانب روزہ، اور اس کے بائیں جانب زکوٰۃ ہوتی ہے، اور نفلی صدقات، صلہ رحم، لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسن سلوک اور دیگر نیکیاں اس کے پیروں کی جانب ہوتی ہیں، سو جس جانب سے بھی عذاب آئے اس کو منع کیا جاتا ہے، پھر اس کو بٹھا دیا جاتا ہے اور اس کو سورج غروب ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ (الحدیث بطولہ) امام حاکم نے اس کو صحیح حدیث کہا ہے اور کہا ہے امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

۶۔ امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قبر میں میت کو یا تم کو رکھا جاتا ہے تو سیاہ اور نیلے فرشتے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ شخص وہی بات کہے گا جو وہ کہتا تھا کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں وہ فرشتے یہ کہیں گے کہ ہمیں علم تھا کہ تم یہی کہو گے پھر اس کی قبر میں ستر در ستر وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی،

پھر اس سے کہا جائے گا سو جاؤ، وہ کہے گا میں واپس جا کر اپنے اہل خانہ کو خبر دے دوں، فرشتے اس سے کہیں گے اس طرح سو جاؤ جس طرح وہ دلہن سوتی ہے جس کو وہی بیدار کرتا ہے جو اس کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی خواب گاہ سے اٹھا دے، اور اگر وہ شخص منافق ہو تو وہ کہے گا میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی وہی بات کہہ دی، فرشتے کہیں گے کہ ہمیں یقین تھا کہ تم یہی کہو گے پھر زمین سے کہا جائے گا اس کے ساتھ جڑ جاؤ پھر زمین اس کے ساتھ جڑ جائے گی اور اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جائیں گی، اور اس کو اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔ [1]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

۷۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر کے پاس پہنچے ابھی تک لحد نہیں بنائی گئی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے، ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے، ہم اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کو کرید رہے تھے، پھر آپ نے سر اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا عذاب قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو، پھر فرمایا جب بندہ مومن کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے ایسے سفید چہرے والے فرشتے نازل فرماتا ہے، جیسے ان کے چہرے آفتاب ہوں، ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے ایک کفن اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے، حتیٰ کہ وہ فرشتے منتہیٰ نظر تک اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں، اور ملک الموت علیہ السلام آ کر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکلو، پھر روح اس طرح نکلتی ہے جیسے مشک سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے ملک الموت اس روح کو پکڑ لیتا ہے اور جب وہ اس کو پکڑتا ہے تو آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی نہیں چھوڑتے، اور ملک الموت سے اس روح کو لے کر جنت سے لائے ہوئے کفن میں رکھ دیتے ہیں، اور اس خوشبو کو اس کے کفن میں رکھ دیتے ہیں اور اس سے روئے زمین کی سب سے پاکیزہ خوشبو آتی ہے، وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ اس کو لے کر فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کون سی پاکیزہ خوشبو ہے پھر دنیا میں اس شخص کا جو سب سے اچھا نام تھا فرشتے وہ نام بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ آسمان دنیا پر آتے ہیں اور وہ ان کے لیے کھولا جاتا ہے، پھر ہر آسمان سے مقرب فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں حتیٰ کہ وہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں رکھ دو، اور اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دو، پھر اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: من ربک "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے ربی اللہ "میرا رب اللہ ہے"، پھر وہ پوچھتے ہیں ما دینک "تیرا دین کیا ہے؟" وہ کہتا ہے دینی الاسلام "میرا دین اسلام ہے"، وہ پھر پوچھتے ہیں: ما ھذا

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الرجل الذی بعث فیکم "یہ کون شخص ہیں جو تم میں بھیجے گئے تھے؟" وہ کہتا ہے رسول اللہ۔ پھر وہ اس سے پوچھیں گے تیرے اعمال کیا ہیں؟ وہ کہے گا: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا، اور اس کی تصدیق کی، پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا، میرے بندے نے سچ کہا اس کے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور اس کو جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی ایک کھڑکی کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوا اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی قبر میں منتہائے نظر تک وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کے پاس ایک خوبصورت، خوش لباس اور پاکیزہ خوشبو والا شخص آئے گا اور کہے گا تمہیں بشارت ہو، یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ پوچھے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا نیک عمل ہوں، پھر وہ شخص کہے گا: اے میرے رب تو قیامت کو قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں! اور جب بندۂ کافر کا دنیا سے انقطاع اور آخرت کی طرف روانگی کا وقت آتا ہے تو سیاہ فام فرشتے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں، اور وہ اس کے پاس منتہائے نظر تک بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے، اور کہتا ہے اے خبیث روح! اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کی طرف نکل، وہ روح اس کے جسم میں پراگندہ ہو جاتی ہے، ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچ کر نکالتا ہے جس طرح گیلے اُون میں سے لوہے کی سیخ کھینچ کر نکال جاتی ہے۔ پھر وہ اس روح کو پکڑ لیتا ہے، اور آسمان سے آنے والے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ سے پلک جھپکنے سے پہلے لے کر اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں اور روئے زمین پر کسی مُردار کی سخت ترین بدبو سے زیادہ سخت بدبو اس ٹاٹ میں رکھ دیتے ہیں پھر وہ اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس بھی گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ کیسی سخت بدبو ہے، پھر اس شخص کا دنیا میں جو بدترین نام ہوتا ہے فرشتے اس کا وہ نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے حتیٰ کہ آسمان دنیا پر پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو اس کے لیے دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔ (اعراف: ۴۰)

کفار کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کا اعمال نامہ زمین کے سب سے نچلے طبقہ سجین میں رکھ دو، پھر اس کی روح کو دھتکار دیا جائے گا پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

ومن یشرك باللہ فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان سحیق۔ (حج: ۳۱)

اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا، گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر اس کو (مردار خور) پرندے اچک لیتے ہیں یا تیز ہوائیں اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہیں۔

پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے، اور دو فرشتے آکر اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے

ہیں: من ربک "تیرا رب کون ہے" وہ کہتا ہے ھاھاہ لا ادری "افسوس میں نہیں جانتا"، پھر آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا، پھر اس کے لیے آگ کا فرش بچھایا جاتا ہے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور دوزخ کی گرم ہوائیں آتی ہیں اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر نکل جاتی ہیں، اور ایک انتہائی بدشکل اور بدلباس شخص آتا ہے جس سے سخت بدبو آتی ہے اور کہتا ہے تم کو تمہاری بداعمالیاں مبارک ہوں، یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ شخص پوچھے گا تم کون ہو؟ تو وہ کہے گا میں تمہارا بُرا عمل ہوں پھر وہ شخص کہے گا اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنا۔ یہ صحیح حدیث ہے، دیگر روایات میں اس کا اختصار ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح ہیں[1]

۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں تم کو کوئی حدیث بیان کرتا ہوں تو تم کو اس کی تصدیق کی خبر دیتا ہوں، بے شک جب مومن فوت ہوتا ہے تو اس کو قبر میں بٹھا دیا جاتا ہے اس سے پوچھا جاتا ہے:

من ربک ما دینک من نبیک فیقول ربی اللہ دینی الاسلام و نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پھر اس کی قبر میں وسعت کر دی جاتی ہے اور اس میں کشادگی کر دی جاتی ہے، پھر حضرت ابن مسعود نے یہ آیت تلاوت کی:

یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر ثابت قدم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔[2]

آیا قبر میں کفار سے بھی سوال ہوگا یا نہیں؟

امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رہا کافر اور منافق تو وہ کہے گا میں نہیں جانتا میں نے جو لوگوں کو کہتے ہوئے سنا میں وہی کہتا تھا، اس سے کہا جائے گا تم نے جانا نہ کہا۔ (الحدیث)

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

صحیح بخاری کی بعض احادیث میں "کافر اور منافق" ہے اور بعض احادیث میں "کافر یا منافق" ہے، امام ابوداؤد کی روایت میں ہے "کافر کو جب قبر میں رکھا جائے گا، اسی طرح امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، حضرت براء بن عازب کی طویل حدیث میں بھی اسی طرح ہے، امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے "اگر کافر یا منافق ہو" اور حضرت اسماء کی روایت میں ہے "اگر کافر یا فاجر ہو"، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ دارالکتب العربی، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۳، ص ۵۴، " "

اسمار سے روایت کیا ہے "رہا منافق" امام احمد نے حضرت عائشہ سے اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے "رہا بدکار آدمی" اور امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے: اگر وہ اہل شک سے ہو"

ہرچند کہ یہ روایات لفظاً مختلف ہیں، لیکن ان تمام روایات میں اس پر اتفاق ہے کہ کافر اور منافق سے بھی سوال کیا جائے گا، اور ان روایات میں ان لوگوں کا رد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سوال صرف ان لوگوں سے ہوگا جو ایمان کے مدعی ہیں خواہ ان کا دعویٰ حق ہو یا باطل (یعنی مومن ہوں یا منافق) ان کی دلیل یہ ہے کہ امام عبدالرزاق نے موقوفاً روایت کیا ہے: سوال صرف مومن اور منافق سے ہوگا رہا کافر تو اس سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا، اور بکثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ میں اس بات کی صراحۃً تصریح ہے کہ کافر سے بھی سوال کیا جائے گا اور ان کو قبول کرنا زیادہ لائق ہے۔ (بلکہ واجب ہے۔) اور حکیم ترمذی نے وثوق سے کہا ہے کہ کافر سے سوال کیا جائے گا۔

نا سمجھ بچے سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، علامہ قرطبی نے تذکرہ میں وثوق سے بیان کیا ہے کہ اس سے بھی سوال کیا جائے گا، فقہاء احناف سے بھی یہی منقول ہے اور بہ کثرت شافعیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نا سمجھ بچے سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

نبی سے سوال کیے جانے میں بھی اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ نبی سے سوال نہیں ہوگا، کیونکہ سوال ان کے ساتھ مخصوص ہے جن کی آزمائش ہونی چاہیے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی کا میلان اس طرف ہے کہ کافر سے سوال نہیں ہوگا، وہ کہتے ہیں کہ آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی آزمائش ہوگی جو اہل قبلہ میں سے ہوں اور کافر منکر سے اس کے دین کے متعلق سوال نہیں ہوگا، علامہ ابن قیم حنبلی نے کتاب الروح میں اس کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ کتاب اور سنت میں اس پر دلیل ہے کہ سوال کافر اور مومن دونوں سے ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل اللہ الظالمین۔ (ابراھیم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر قائم رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔

اور صحاح، سنن اور مسانید کی بہ کثرت روایات میں کافر سے سوال کیے جانے کا ذکر ہے (جن کا ابھی بیان ہو چکا ہے) اور علامہ ابن عبدالبر کا یہ کہنا کہ کافر منکر سے سوال نہیں ہوگا بلا دلیل ہے، بلکہ اس کے برخلاف قرآن مجید میں کافر سے سوال کیے جانے کی تصریح ہے:

فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین۔ (اعراف: ۶)

تو بے شک ہم ان لوگوں سے ضرور سوال کریں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور بے شک ہم رسولوں سے ضرور سوال کریں گے۔

فوربك لنسئلنھم اجمعین۔ (حجر: ۹۲)

تو آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔

البتہ کافر سے سوال کی نفی کرنے والا ان مؤخر الذکر دو آیتوں کے متعلق یہ کہہ سکتا ہے کہ ان آیتوں میں قیامت کے دن کے سوال کا ذکر ہے اور موضوع بحث قبر کا سوال ہے، ہاں اول الذکر سورۂ ابراہیم کی آیت کا تعلق قبر کے سوال سے ہے، اور اس آیت میں مومن اور کافر دونوں کا ذکر ہے۔ [1]

آیا پچھلی اُمتوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا تھا یا یہ سوال صرف اس اُمّت کے ساتھ مخصوص ہے؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قبر میں سوال کیے جانے کے ساتھ آیا یہ امت مخصوص ہے یا اس سے پہلی امتوں سے بھی سوال کیا جاتا رہا ہے؟ ظاہر یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ مخصوص ہے، حکیم ترمذی نے اسی پر وثوق کیا ہے، انھوں نے کہا اس سے پہلی امتوں کے پاس رسول آتے تھے اگر وہ ان کی اطاعت کر لیتیں تو فبہا اور اگر ان کی امتیں اطاعت نہ کرتیں تو رسول ان سے الگ ہو جاتے اور ان پر جلد عذاب آجاتا، اور جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنا کر بھیجا تو ان سے عذاب روک لیا، جو شخص اسلام کو ظاہر کرتا ہے اس کا اسلام قبول کر لیا جاتا ہے خواہ اس کے باطن میں کفر ہو یا اسلام، اور جب وہ مر جاتے ہیں تو ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے قبر میں آتے ہیں تاکہ سوال کر کے ان کے باطنی امر کو معلوم کر لیں اور اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے الگ کر دے، اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے، اور ظالموں کو بھٹکا دیتا ہے۔ حکیم ترمذی کی اس عبارت کی حضرت زید بن ثابت کی اس مرفوع حدیث سے تائید ہوتی ہے کہ "اس امت کی ان کی قبروں میں آزمائش کی جائے گی" اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے، امام احمد نے بھی حضرت ابوسعید سے اس قسم کی روایت بیان کی ہے، اور فرشتوں کے اس قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے "تم اس شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کہتے ہو"۔

——— نیز امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: "رہی قبر کی آزمائش تو تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاتے ہو اور تم سے میرے متعلق سوال کیا جاتا ہے"۔ اور علامہ ابن قیم کا میلان اس طرف ہے کہ پہلی امتوں سے بھی قبر میں سوال کیا جاتا تھا۔ انھوں نے کہا احادیث میں ایسی چیز کا ذکر نہیں ہے جو پہلی امتوں سے سوال کی نفی کرے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی اُمت کے امتحان کی کیفیت کو بیان کیا ہے، اور دوسری امتوں سے سوال کیے جانے کی نفی نہیں فرمائی، انھوں نے کہا جو چیز ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ہر نبی کا اپنی امت کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا، اور ان کی امتوں کے کافروں کو سوال کے بعد عذاب دیا جائے گا اور جس طرح آخرت میں ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب ہوگا، اسی طرح قبر میں بھی ان سے سوال کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کے بعد ان کو عذاب دیا گیا۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی نے بھی اس مسئلہ میں حکیم ترمذی اور علامہ ابن قیم کا یہ اختلاف انھی دلائل کے ساتھ نقل کیا ہے

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ " " " " ، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴۰، " " " "

اور اس مسئلہ میں اپنی کوئی رائے نہیں بیان کی۔[1]، حافظ ابن عبدالبر اور علامہ سیوطی کی رائے یہ ہے کہ یہ سوال اس امت کے ساتھ خاص ہے۔

آیا انبیاء علیہم السلام اور نابالغ بچوں سے بھی قبر میں سوال ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

زیادہ صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے ان کی قبروں میں سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ مومنین کے بچوں سے سوال کیا جائے گا۔[2]

علامہ کمال بن ابی شریف اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام سے اس لیے سوال نہیں کیا جائے گا کہ حدیث میں ہے کہ امت کے بعض صالحین کی ان کے نیک عمل کی وجہ سے قبر میں آزمائش نہیں ہوگی، مثلاً شہید، سنن نسائی میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ مسلمانوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکتی ہوئی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں، اور مثلاً جو شخص دن اور رات سرحد اسلام پر پہرہ دیتا ہے، کیونکہ صحیح مسلم میں ہے "ایک دن اور رات سرحد کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر گیا تو اس کے اس عمل کا یہ سلسلہ جاری رہیگا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہے گا، اور جب امت کے بعض صالحین کے لیے قبر کی آزمائش سے محفوظ رہنا ثابت ہے تو انبیاء علیہم السلام اپنے بلند مقام کی وجہ سے زیادہ لائق ہیں کہ وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ ہوں، اور باقی رہے مومنوں کے بچے تو وہ قبر کے سوال سے اس لیے محفوظ رہیں گے کیونکہ وہ غیر مکلف ہیں[3]

قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حکیم ترمذی نے کہا ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے فرشتے کو فتان کہتے ہیں کیونکہ ان کا سوال جھڑکنے اور ڈانٹ ڈپٹ پر مشتمل ہوتا ہے اور ان کو منکر نکیر اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی صورت آدمیوں، فرشتوں، جانوروں اور حشرات الارض میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی صورت نئی شکل کی ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کے لیے ان کی خلقت مانوس نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مومنین کے لیے ثابت قدمی، بصیرت اور تکریم کا سبب بنایا ہے، اور منافق کے لیے ان کو اس کے راز فاش کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق کے لحاظ سے یہ لفظ کاف کی زبر کے ساتھ منکر ہے قاموس میں بھی اسی پر وثوق کیا گیا ہے، علماء شافعیہ میں سے علامہ ابن یونس نے کہا ہے مومن سے سوال کرنے والے فرشتے کا نام مبشر بشیر ہے۔

علامہ قرطبی نے کہا اگر یہ سوال کیا جائے کہ دو فرشتے ایک دن بلکہ ایک ساعت میں ان تمام مردوں سے کیسے

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۶ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، المسایرہ مع المسامرہ ص ۶۰ - ۵۹، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکان

[3] علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، المسامرہ ص ۲۴۵ - ۲۴۳، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مکان

خطاب کر سکتے ہیں جو دنیا میں مختلف اور متفرق مقامات پر مدفون ہوتے ہیں، بایں طور کہ ان تمام مُردوں میں سے ہر مُردہ یہ سمجھ رہا ہو کہ وہ فرشتے صرف اس سے مخاطب ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی جسامت اتنی عظیم اور محیط ہے کہ متعدد قبروں میں سے ہر قبر میں بہ یک وقت ان کی شکل نظر آئے گی اور ہر مُردہ یہ سمجھے گا کہ وہ فرشتہ صرف اس سے مخاطب ہے، (علامہ سیوطی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قبر میں سوال کرنے والے صرف دو فرشتے نہ ہوں بلکہ منکر نکیر فرشتوں کی ایک نوع کا نام ہو جس کے متعدد افراد ہوں اور ہر قبر میں الگ الگ فرشتے آ کر سوال کریں، جیسے ہر انسان کے ساتھ الگ الگ کراماً کاتبین ہوتے ہیں، بعد میں میں نے دیکھا علامہ حلیمی نے منہاج میں یہی جواب دیا ہے، انھوں نے لکھا ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے جن میں سے بعض منکر اور بعض نکیر ہیں اور ہر میت کے پاس ان میں سے دو فرشتوں کو بھیجا جاتا ہے، جیسے انسان کے اعمال لکھنے والے فرشتوں کی ایک کثیر جماعت ہے اور ہر انسان کے ساتھ ان میں سے دو فرشتے مقرر کیے جاتے ہیں۔ [1]

قبر کے سوال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق

بکثرت احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرشتے سوال میں یہ کہیں گے کہ:

ما کنت تقول فی ھٰذا الرجل۔ — تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

شیخ الاسلام حافظ العصر حافظ ابن حجر سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا میت کے لیے کشف کر دیا جائے گا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے؟ تو حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ: کسی حدیث میں یہ نہیں آیا کہ میت کے لیے کشف کیا جائے گا البتہ بعض غیر مستند علماء نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ دعویٰ کیا ہے۔ البتہ حدیث میں وارد ہے "اس شخص" اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ اشارہ کا یہ تقاضا ہے کہ میت کے لیے آپ کو منکشف کر کے، آپ کی طرف اشارہ کر کے سوال کیا جائے کہ تم ان کے متعلق کیا کہتے تھے؟ لیکن یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ میت کے ذہن میں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا تصور موجود ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔ [2]

ملا علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد اور امام طبرانی کی روایت میں ہے: "تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟" علامہ ابن حجر نے کہا ہے کہ اشارہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میت کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے حتیٰ کہ وہ آپ کو دیکھ لے، اور اس سے آپ کے متعلق سوال کیا جائے، کیونکہ اس قسم کی چیز احتمال سے ثابت نہیں ہوتی، علاوہ ازیں یہ امتحان کا موقع ہے اور آپ کی شخصیت کریمہ کو نہ دیکھنا امتحان کے زیادہ قریب اور مناسب ہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہ بات صحیح ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی زیارت بعض (مومنین) کے لیے مفید ہو اور بعض (کفار) کے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[2] " " " ، شرح الصدور ص ۶۰، " " "

لیے مفید نہ ہو، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ قبر میں صرف ان کو آپ کی زیارت کرائی جائے گی جنھوں نے دنیا میں آپ کی زیارت کی تھی اور جو آپ کی شخصیت مبارکہ کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

لفظ ھٰذا کے ساتھ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے یہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ آپ کی رسالت مشہور ہے اور آپ کا تصور ہمارے ذہنوں میں حاضر ہے، یا قبر میں آپ کی ذات حاضر کی جائے گی، یا بایں طور کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال لائی جائے گی، تاکہ آپ کے جان افزا جمال کے مشاہدہ سے اس سوال کی مشکل حل ہو جائے اور جو مسلمان آپ کے فراق کی ظلمت میں گرفتار تھے آپ کی ملاقات کے نور سے ان کا دل روشن اور شاد ہو جائے، اس حدیث میں آپ کے عشاق پریشاں کو یہ نوید اور بشارت ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شوق میں کوئی عاشق زار راہ خدا میں جان دے دے تو یہ عین مقصود ہے، اگر آپ کے رخ انور کے دیدار کی نعمت مل جائے تو ایک موت تو کیا ہزار موتیں بھی آجائیں تو کیا غم ہے۔ [2]

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

یہ اشارہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ذہنوں میں حاضر ہیں اور یا اس وجہ سے ہے کہ آپ کی صورت میت پر منکشف کر دی جائے گی، پہلا احتمال شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی کا مختار ہے۔ شیخ محی الدین صاحب فتوحات نے کہا ہے کہ وصف رسالت کے بغیر صرف یہ کہنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے ____ شدید امتحان ہے۔ [3]

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ "ھٰذا" کو اشارہ حسیہ کے لیے وضع کیا گیا ہے اور اس میں حقیقت یہ ہے کہ اس کا مشار الیہ خارج میں محسوس اور موجود ہو اور ھٰذا کے ساتھ اشارہ ذہنیہ کرنا مجاز ہے۔

عارف جامی لکھتے ہیں:

اسماء الاشارۃ ما وضع لمشار الیہ اشارۃ حسیۃ بالجوارح والاعضاء لان الاشارۃ عند اطلاقہا حقیقۃ فی الاشارۃ الحسیۃ فلا یرد ضمیر الغائب وامثالہ فانہا للاشارۃ الی معانیہا اشارۃ ذہنیۃ لاحسیۃ ومثل ذٰلکم اللہ ربکم مما لیست الاشارۃ الیہ حسیۃ محمول علی التجوز۔ [4]

اسماء اشارۃ کو مشار الیہ کی طرف ظاہری اعضاء سے اشارہ حسیہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً اشارہ کیا جائے تو وہ اشارہ حسیہ میں حقیقت ہے اور ضمیر غائب سے اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ان کے ساتھ ان کے معانی کی طرف اشارہ ذہنیہ کیا جاتا ہے نہ کہ حسیہ اور ذالکم اللہ ربکم میں جو اشارہ حسیہ نہیں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مجاز پر محمول ہے (مجاز کا ترجمہ یہ ہے کہ

---

[1] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۱۹۹، مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

[3] ۔ علامہ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] ۔ علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ، الفوائد الضیائیہ (شرح جامی) ص ۲۴۲، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کمپنی، کراچی

چونکہ ہر چیز اللہ کے وجود اور اس کی ذات پر دلالت کرتی ہے تو شدت وضوح کی وجہ سے اس کو بہ منزلہ محسوس نازل کر دیا گیا۔ سعیدی غفرلہٗ)

اور جب یہ ممکن ہے کہ صاحب قبر اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو اٹھا دیا جائے اور وضع اصل اور حقیقت کے مطابق لفظ ہذا سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے یہ سوال کیا جائے کہ "تم اس شخص کو دنیا میں کیا کہتے تھے تو پھر میت کے ذہن میں حاضر معنی اور تصور کی طرف اشارہ کر کے کسی قرینہ اور ضرورت شرعیہ کے بغیر اس کو مجاز پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے!

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض صالحین اور مقربین پر کرم فرما کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں خود تشریف لے جائیں اور فرشتے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے سوال کریں: "تم اس شخص کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے؟" اور عام مومنین کے لیے حجابات اٹھا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو روضہ انور میں دکھا کر سوال کیا جائے اور کفار اور منافقین کو آپ کی مثال دکھا کر سوال کیا جائے کہ جن کی یہ مثال ہے تم ان کو دنیا میں کیا کہتے تھے؟"

البتہ اس جگہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور وہ آپ کو پہچانتے نہیں ہیں ان سے یہ سوال کرنا کہ تم اس شخص کو کیا کہتے تھے یہ عدل اور انصاف سے بعید ہے اور یہ سوال اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت دونوں کے خلاف ہے اس لیے صحیح یہ ہے کہ دنیا میں ہر انسان کے ذہن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا تصور ہے، کافر ہو یا مومن اس کو یہ علم ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور وہ دین اسلام کے داعی تھے، سو میت کے ذہن میں جو آپ کا تصور ہے اس کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا جائے گا کہ تم ان کے متعلق دنیا میں کیا کہتے تھے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام نسائی کی روایات میں یہ ہے کہ تم محمد کے متعلق کیا کہتے تھے؟ مومن صاحب قبر اس وقت یہ کہے گا: یہ اللہ کے رسول اور اس کے نبی ہیں۔ اور کافر کہے گا افسوس میں نہیں جانتا! اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو شخص دنیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو کچھ کہتا رہا ہو اس وقت بھی وہی کہے، ہو اس وقت کوئی شخص یہ کہے گا:

میں یہ کہتا تھا:

دصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گور جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خواست۔ [1]

نماز میں شیخ اور اس کی مثل بزرگوں کی طرف توجہ کرنا خواہ رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، اپنی گائے اور گدھے کی صورت کا تصور کرنے سے بہت زیادہ برا ہے۔

کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کی ایک حدیث کا یہ معنی بیان کیا تھا:

یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ [2]

---

[1] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

[2] شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، تقویۃ الایمان ص ۴۲، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کر خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (الی قولہ) پس اعلی علیین میں روح مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ ہو۔ [1]

کوئی کہے گا میں یہ کہتا تھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ [2]

حضرت حسان فرط عقیدت سے یوں کہیں گے:

واحسن منك لم ترقط عيني ... واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرأ من كل عيب ... كانك قد خلقت كما تشاء

آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت کے ہاں پیدا نہیں ہوا، آپ کو ہر عیب سے مبرا پیدا کیا گیا۔ گویا آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق پیدا کیا گیا۔

مولانا جامی کہیں گے:

منم جامی بندۂ کمترینست ـــــــ چوں جبرئیل بسیار داری غلامے

میں آپ کا سب سے کم مرتبہ غلام جامی ہوں، آپ تو حضرت جبریل جیسے بہت سے غلام رکھتے ہیں۔

شیخ سعدی کہیں گے:

بلغ العلی بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ، حسنت جمیع خصالہ، صلوا علیہ وآلہ۔

وہ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے، انھوں نے اپنے جمال سے اندھیرے دور کیے، ان کی تمام سیرت حسین ہے، ان پر اور ان کی آل پر صلوٰۃ بھیجو۔

اور مصنف کہے گا:

اور جو بشریت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کا جزو ہے، اس کے افضل خلائق ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہو سکتا ہے، نور ہو یا کوئی اور عنصر تخلیق، آپ کے مادہ خلقت سے اس کو کیا نسبت ہے! اصل میں منشار فضیلت آپ کی ذات ہے، بشر بھی اس لیے افضل ہے کہ آپ بشر ہیں، اگر آپ بشر نہ ہوتے تو بشریت کا یہ مقام نہ ہوتا! اگر آپ انسان

---

[1] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور

[2] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۴ھ حفظ الایمان ص ۴، مطبوعہ مکتبہ تھانوی، کراچی

نہ ہوتے تو انسانیت کو یہ عروج نہ ہوتا، انسانیت کا احترام بھی آپ سے ہے اور بشریت کی عزت بھی آپ سے ہے!
(شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۹۹)

قبر کے سوالوں سے فارغ ہونے کے بعد میت کا کیا انجام ہوگا؟

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:
اگر تم یہ سوال کرو کہ فرشتوں کے سوال کے بعد میت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ تو میں کہوں گا کہ اگر میت سعید ہو تو اس کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اگر میت شقی ہو تو اس کی روح سجین میں زمین کے ساتویں طبقہ میں جہنم کے کنارے ایک پتھر پر ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک قوم برزخ میں ہوگی، جنت میں نہ دوزخ میں، اس پر دلیل اصحاب اعراف کا قصہ ہے۔

گناہ کبیرہ کے مرتکبین کے لیے کیا کہا جائے گا اس کا علم اللہ ہی کو ہے، آیا ان کے لیے یہ کہا جائے گا کہ تم چین سے سو جاؤ، یا اس سے سکوت کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ نیک لوگوں کی روحیں اپنی قبروں پر آتی ہیں اور زیادہ تر وہ جمعہ کی شب آتی ہیں پھر جمعہ کے دن اور ہفتہ کی تمام شب طلوع آفتاب تک رہتی ہیں ان کو زندہ لوگوں کے احوال کا علم ہوتا ہے، نیک لوگوں میں سے جو فوت ہوتا ہے اس سے پوچھتی ہیں فلاں شخص نے کیا کیا اگر وہ اس کی نیکیوں کا ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! اس کو ثابت قدم رکھنا اور اگر وہ اس کے خلاف ذکر کرتے ہیں تو یہ دعا کرتے ہیں اے اللہ! اس کو برائیوں سے لوٹا دے!، اور اگر ان کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ تو مر چکا ہے کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ تو کہتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ ہمارے طریقہ کے خلاف چلا اور جہنم میں گر گیا! اور ایک قول یہ ہے کہ جب وہ اپنی قبروں پر ہوتے ہیں تو اگر ان کو سلام کیا جائے تو وہ سنتے ہیں اور اگر ان کو اجازت دی جائے تو وہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔ [1]

مرنے کے بعد روحیں کیا کرتی ہیں اس کا عنقریب مفصل بیان کیا جائے گا۔

ان لوگوں کا بیان جن سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید، غازی، مرحد اسلام کے محافظ، عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الملک پڑھنے والے، جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہونے والے اور سنت کی نیت سے خضاب لگانے والے سے قبر میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:
علامہ ابوالقاسم سعدی نے کتاب الروح میں بیان کیا ہے کہ احادیث صحیحہ میں یہ وارد ہے کہ بعض مُردوں کی قبر میں آزمائش نہیں ہوتی اور نہ ان کے پاس آزمائش کے لیے فرشتے آتے ہیں، اور ان مُردوں کی تین قسمیں ہیں: بعض کا تعلق عمل سے ہے، بعض کا تعلق موت کے وقت کسی مصیبت میں مبتلا ہونے سے ہے اور بعض کا تعلق مخصوص زمانہ سے ہے۔

حسب ذیل احادیث میں یہ دلیل ہے کہ بعض مُردوں سے قبر میں سوال نہیں کیا جاتا:

۱۔ امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے کہ شہید کے علاوہ باقی لوگوں کی قبر میں آزمائش کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا اس کے سر پر چمکنے والی تلواریں اس کی آزمائش کے لیے کافی ہیں۔

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۴۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

۲۔ امام نسائی نے اور امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جس شخص نے ثابت قدمی سے دشمن (اسلام) سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا یا غالب آگیا اس سے قبر میں آزمائش نہیں ہو گی۔

۳۔ امام مسلم نے حضرت سلمان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دن اور ایک رات سرحد اسلام کی حفاظت کرنا ایک ماہ کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ مر جائے تو اس کا کیا ہوا عمل جاری رہتا ہے اور اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ امام ترمذی سند صحیح کے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے مرنے کے بعد اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوا اس شخص کے جو اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتے کیونکہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

۵۔ امام ابو داؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتا ہوا مر جائے تو دنیا میں وہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا وہ عمل قیامت تک جاری رہے گا، اور اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالیٰ جب اس کو حشر کے دن اٹھائے گا تو خوف اور دہشت سے مامون رکھے گا اور اس کو قبر میں آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھے گا۔

۶۔ امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے مر گیا اس کے نیک اعمال کا اجر جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق جاری کیا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے محفوظ رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بڑے خوف سے محفوظ رکھ کر اٹھایا جائے گا۔

۷۔ امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی راہ میں سرحد اسلام کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کو قبر کی آزمائش سے مامون رکھے گا۔

۸۔ امام طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سرحد اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو گیا اس کو قبر کی آزمائش سے بچایا جائے گا اور اس کا رزق جاری کیا جائے گا۔

۹۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک دن سرحد اسلام پر پہرہ دینا ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے اور جو شخص پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو گیا اس کے نیک اعمال کو جاری رکھا جائے گا اور اس کو آزمائش کرنے والوں سے مامون رکھا جائے گا، اور قیامت کے دن اس کو بہ حیثیت شہید اٹھایا جائے گا۔

۱۰۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: جس نے ایک دن اللہ کے لیے اسلام کی سرحد پر پہرہ دیا وہ ایک ماہ کے روزوں اور قیام کی مثل ہے، اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا اور اس کا عمل قیامت تک کے لیے جاری کر دیا جائے گا۔

۱۱۔ امام جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص ہر رات کو سورۃ تبارک الذی پڑھتا ہے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جائے گا۔

۱۲۔ امام ابو اسحٰق نے حضرت براء سے مرفوعاً روایت کیا ہے جو شخص سونے سے پہلے الم السجدۃ اور تبارک الذی پڑھ لے وہ عذاب قبر سے نجات پاتا ہے اور قبر کی آزمائش سے محفوظ رہتا ہے۔

۱۳۔ امام احمد، امام ترمذی نے سند حسن سے، امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھتا ہے۔

۱۴۔ امام ابن جوزی نے موضوعات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو آدمی اپنے بالوں پر خضاب لگائے ہوئے مرتا ہے (یعنی زرد، عنابی، یا سرخ رنگ کا خضاب، سیاہ خضاب مراد نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) یا قبر میں داخل ہوتا ہے اس سے منکر نکیر سوال نہیں کرتے، منکر کہتا ہے اے نکیر اس سے سوال کرو، وہ کہتا ہے میں اس سے کیسے سوال کروں جس پر نور اسلام ظاہر ہے، ابن جوزی نے کہا اس کی سند میں داؤد بن مغیر ہے جو منکر الحدیث ہے۔ (علامہ سیوطی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ نور اسلام کی تفسیر حدیث صحیح میں ثابت ہے، یہود اور نصاریٰ نہیں رنگتے تم ان کی مخالفت کرو، یہ اس حدیث کی اصل ہے لہٰذا یہ حدیث اس شخص پر محمول ہے جس کی خضاب لگانے سے غرض سنت پر عمل کرنا ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے ان احادیث سے ان احادیث کی تخصیص ہوتی ہے جن میں قبر میں سوال کیے جانے کا ——— بالعموم ذکر ہے اور جب شہید سے سوال نہیں کیا جائے گا تو صدیق سے بطریق اولیٰ سوال نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن مجید میں صدیق کا ذکر شہید سے پہلے کیا گیا ہے اور سرحد کی حفاظت کرنے والے کا مرتبہ شہید سے کم ہے تو صدیق جس کا مرتبہ دونوں سے زیادہ ہے وہ کیونکر قبر کی آزمائش اور سوال سے محفوظ نہیں ہوگا، بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہید سے مراد وہ شخص ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوا ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہید سے مراد عام ہو، علامہ سیوطی نے حکمی شہداء کی تعداد تیس لکھی ہے، (ہم نے احادیث کے حوالوں سے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں حکمی شہداء کی تعداد پینتالیس بیان کی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنے رسالہ "بذل الماعون فی فضل الطاعون" میں لکھا ہے کہ جو شخص طاعون میں مرگیا اس سے بھی قبر میں سوال نہیں ہوگا کیونکہ اس کو یہ یقین ہوتا ہے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا اس لیے وہ اس شخص کی طرح ہے جو میدان جنگ میں شہید ہو۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ قبر میں شہید کی آزمائش اس لیے نہیں کی جائے گی کہ وہ دنیا میں راہ حق میں جان دے کر آزمائش کی کسوٹی پر پورا اتر چکا ہے، اور سرحد پر پہرہ دینے والا بھی اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اپنے ایمان کے صدق کو ثابت کر چکا ہے، اور جمعہ کے دن فوت ہونے والے کی اس لیے آزمائش نہیں ہوتی کہ جمعہ کے دن جہنم میں آگ نہیں دہکائی جاتی اور اس کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور جہنم کا داروغہ باقی دنوں میں جو کارروائی جہنم میں کرتا

ہے وہ جمعہ کے دن نہیں کرتا، پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندہ کی جمعہ کے دن روح قبض کرتا ہے تو یہ اس کی سعادت اور حسنِ عاقبت کی دلیل ہوتی ہے اور جمعہ کے دن اسی شخص کی روح قبض کی جاتی ہے جس کا سعید ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہوتا ہے، اس لیے اس کو قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے، کیونکہ آزمائش تو صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ مومن کا منافق سے امتیاز ہو جائے۔ [1]

قبر میں مُردے کو جمعہ کے حوالے کرنے کی تحقیق

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی شخص مثلاً منگل کو فوت ہو تو جمعہ تک لوگ اس کی قبر پر قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں اور جب جمعہ کا دن شروع ہو تو وہ اس کو جمعہ کے حوالے کر کے آتے ہیں، ان کا یہ نظریہ ہوتا ہے کہ جب تک قرآن مجید کی تلاوت قبر پر ہوتی رہے گی وہ قبر کے سوال اور عذاب سے محفوظ رہے گا اور جمعہ آنے کے بعد تو سوال اور عذاب بہر حال ساقط ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو وہ جمعہ کے حوالے کرنے کا نام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ہو سکتا ہے وہ اس حیلہ سے اس میت کی مغفرت کر دے اور اس سے قبر کا عذاب اور سوال ساقط کر دے ہم کسی شخص کو قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے اور اللہ تعالیٰ سے میت کی مغفرت اور اس سے عذاب اور سوال ساقط کرنے کی امید رکھنے سے منع نہیں کرتے لیکن یہ نظریہ بہر حال بلا دلیل ہے۔ جس شخص کو قبر میں عذاب ہو رہا ہو جمعہ آنے کے بعد وہ عذاب ختم نہیں ہو جاتا، یہ تو ہو سکتا ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ کی برکت سے عذاب نہ ہو لیکن جمعہ کے بعد اس سے عذاب بالکل ختم ہو جائے یہ ثابت نہیں ہے، بلکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہ گاروں کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور قیامت تک کے عرصہ میں بے شمار جمعہ آئیں گے اور ان جمعوں کے بعد عذاب ہوتا رہے گا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ ایک شب حضرت جبرائیل اور میکائیل آپ کو ارض مقدسہ کی طرف لے گئے، وہاں آپ کو دکھایا کہ بعض لوگوں کو عذاب قبر ہو رہا تھا پھر انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کی تفصیل بتائی:

قلت طوفتمانی اللیلۃ فاخبرانی عما رایت قالا نعم قال اما الذی رایتہ یشق شدقہ فکذاب یحدث بالکذبۃ فتحمل عنہ حتی تبلغ الافاق فیصنع بہ الی یوم القیامۃ و الذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن فنام عنہ باللیل ولم یعمل فیہ بالنہار یفعل بہ الی یوم القیامۃ۔ [2]

میں نے کہا تم دونوں مجھے آج رات بھر سیر کراتے رہے ہو، سو مجھے یہ بتاؤ کہ میں نے کیا دیکھا تھا! انھوں نے کہا اچھا، آپ نے جس شخص کے منہ میں گدی تک اور گدی سے منہ تک لوہے کی سلاخ کو ڈالے جاتے دیکھا یہ جھوٹا شخص تھا، یہ ایک جھوٹی بات کہتا اور یہ بات سب جگہ پھیل جاتی، اس کو قیامت تک عذاب دیا جاتا رہے گا اور آپ نے جس شخص کے سر کو پتھر سے پھاڑا جاتے ہوئے دیکھا، یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم

---

[1] ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۶۳ - ۶۱ - ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

دیا یہ رات کو قرآن مجید سے اعراض کر کے سو جاتا تھا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا تھا اس کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

صحیح بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ آنے کے بعد قبر میں عذاب ختم نہیں ہوتا، اور احادیث میں یہ مذکور نہیں ہے کہ جس شخص کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے اس پر قبر میں عذاب نہیں ہوتا یا اس سے قبر میں سوال نہیں ہوتا البتہ احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب فوت ہو جائے اس کو قبر میں عذاب ہوتا ہے نہ اس سے سوال ہوتا ہے خواہ اس کو جمعہ کے دن دفن کیا جائے یا ہفتہ کے دن۔

قبروں کی زیارت کرنا اور قبر والوں کا زائرین کو پہچاننا ان کے سلام کا جواب دینا اور ان سے کلام کرنا

علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کوئی شخص اس آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور جب کسی ایسے آدمی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ نہیں پہچانتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ بھی اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۲۔ امام عقیلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! میرا راستہ قبرستان سے گذرتا ہے، آیا میں ان کے پاس سے گذرتے وقت ان سے کوئی بات کروں؟ آپ نے فرمایا کہو:

السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

اے قبروں والے مسلمانو! تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے تابع ہیں، اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔

ابورزین نے کہا یا رسول اللہ! یہ سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنتے ہیں لیکن تم کو جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے، (یعنی ایسا جواب نہیں دے سکتے جس کو جن اور انس سن سکیں، وہ اس طرح جواب دیتے ہیں جس کو عادۃً سنا نہیں جاتا) آپ نے فرمایا: اے ابورزین کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ فرشتے بھی تم کو اتنی مرتبہ جواب دیں۔

۳۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں گھر میں داخل ہو کر اپنے فاضل کپڑے اتار دیتی تھی کہ یہاں میرے والد اور خاوند ہیں (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کی قبریں ہیں) اور جب حضرت عمر کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا تو میں حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے تمام کپڑوں کو مضبوطی سے پہنے رکھتی تھی۔

۴۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن واسع سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد مردے زیارت کرنے والے کو جانتے ہیں۔

۵۔ امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں یحییٰ بن ابی ایوب خزاعی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں

ایک عبادت گذار نوجوان مسجد میں رہتا تھا، حضرت عمر اس کو پسند کرتے تھے، اس کا ایک بوڑھا باپ تھا، عشاء کی نماز کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس چلا جاتا تھا، اس کا راستہ ایک عورت کے دروازہ کے پاس تھا، وہ اس پر فریفتہ ہو گئی، وہ اس کے راستہ میں کھڑی رہتی تھی، ایک رات جب وہ وہاں سے گذرا تو وہ اس کو ورغلا کر لے آئی، اس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ (اعراف: ۲۰۱)

بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انھیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آتا ہے تو وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

وہ جوان اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گیا، اس عورت نے اپنی خادمہ کو بلایا اور دونوں مل کر اس کو باپ کے دروازے پر چھوڑ آئیں، ادھر اس کا باپ پریشان تھا وہ اس کو ڈھونڈنے نکلا تو وہ دروازے پر بے ہوش پڑا ہوا ملا، انھوں نے اپنے گھر والوں کو بلایا وہ سب مل کر اسے اٹھا کر لے گئے، رات کو کافی دیر بعد اس کو ہوش آیا تو اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے تم کو کیا ہوا تھا؟ بیٹے نے ٹالنا چاہا، باپ نے پھر خدا کا نام لے کر سوال کیا، تب بیٹے نے تمام ماجرا سنایا، باپ نے پوچھا بیٹا وہ کون سی آیت تھی؟ تب اس نے وہ آیت دوبارہ پڑھی جو اس نے پہلے پڑھی تھی، اور آیت پڑھتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو گیا، ماں باپ نے اس کو ہلایا جلایا لیکن وہ جاں بحق ہو چکا تھا، انھوں نے اس کو غسل دے کر رات ہی میں دفن کر دیا، صبح کو یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی، حضرت عمر نے اس کے پاس جا کر تعزیت کی، حضرت عمر نے فرمایا تم نے دفن کے وقت مجھے خبر کیوں نہیں دی؟ اس کے باپ نے کہا اس وقت رات تھی، حضرت عمر نے فرمایا ہمیں اس کی قبر کے پاس لے چلو، حضرت عمر اور ان کے اصحاب اسکی قبر پر گئے، حضرت عمر نے کہا اے فلاں! ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن "جو شخص خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کو دو جنتیں ملتی ہیں"۔ اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب نے دو جنتیں دو مرتبہ عطا فرمائی ہیں۔

(شرح الصدور ص ۸۹ - ۸۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

(کنز العمال ج ۲ ص ۵۱۷ - ۵۱۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، الطبع الخامس، ۱۴۰۵ھ)

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الاندلس بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۵ھ)

۶۔ امام ابن جوزی نے عیون الحکایات میں ابو علی ضریر سے روایت کیا ہے کہ تین شامی نوجوان رومیوں سے جہاد کرتے تھے وہ بہت ماہر شہسوار اور بہادر تھے، ان کو ایک مرتبہ روم میں قید کر لیا گیا، بادشاہ نے کہا میں تم کو ملک میں حصہ دار کروں گا اور اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا بہ شرطیکہ تم دین نصرانیت میں داخل ہو جاؤ، انھوں نے انکار کیا اور کہا یا محمداہ، پھر بادشاہ نے تین دیگیں منگوائیں، ان میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلائی جاتی رہی، اور ہر روز ان کو اس جلتے ہوئے تیل پر پیش کیا جاتا، اور ان کو دین نصرانیت کی طرف دعوت دی جاتی، لیکن وہ

انکار کرتے رہے، پھر پہلے بڑے بھائی کو اس جلتے ہوئے تیل میں ڈالا، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے سب سے چھوٹے بھائی کو اس تیل کے قریب لایا گیا، تب ان کے ایک رومی سردار نے بادشاہ سے کہا، اے بادشاہ میں اس کو اس کے دین سے پھیر دوں گا، بادشاہ نے پوچھا وہ کس طرح؟ اس نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ عرب عورتوں کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے زیادہ کوئی حسین نہیں ہے، آپ اس لڑکے کو میرے حوالے دیں، میں اس کو اپنی بیٹی کے ساتھ تنہائی میں رکھوں گا، وہ عنقریب اس کو اس کے دین سے بہکا دے گی، بادشاہ نے اس کو چالیس دن کی مہلت دی اور اس نوجوان کو اس کے حوالے کر دیا، اس نے اپنی بیٹی کو تمام صورت حال سمجھا کر اس نوجوان کو اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا، بیٹی نے کہا: آپ اس کو میرے پاس چھوڑ دیں، میں اس کو دین سے بہکانے کی ضامن ہوں، وہ نوجوان مجاہد دن بھر روزہ دار رہتا اور رات قیام میں گذارتا، حتیٰ کہ اکثر ایام گذر گئے، سردار نے اپنی بیٹی سے پوچھا تم نے کیا کیا؟ اس نے کہا میں کچھ نہیں کر سکی، اس مجاہد کے دونوں بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں شاید اس کو ان کی یاد ستاتی ہے اس لیے یہ میری طرف مائل نہیں ہوتا، آپ بادشاہ سے کچھ دنوں کی اور مہلت لیں اور اس کو میرے ساتھ کسی اور شہر میں بھیج دیں، سردار نے بادشاہ سے مہلت لے کر اس کو کسی اور بستی میں بھیج دیا، وہاں بھی اس نوجوان کا یہی معمول رہا، وہ دن کو روزہ رکھتا اور رات قیام میں گذار دیتا، حتیٰ کہ جب مقررہ مدت کے ختم ہونے میں چند دن رہ گئے تو اس لڑکی نے کہا: اے جوان! میں دیکھتی ہوں کہ تم ہر وقت رب عظیم کی تقدیس کرتے ہو، میں بھی اپنے باپ دادا کے دین کو ترک کر کے تمہارے ساتھ تمہارے دین میں داخل ہو جاتی ہوں، نوجوان نے پوچھا یہاں سے نکلنے کا کیا حیلہ ہوگا اس لڑکی نے کہا میں کوشش کرتی ہوں، وہ ایک سواری لے کر آئی وہ دونوں اس پر سوار ہوئے، وہ رات بھر اس پر سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے، ایک رات سفر کے دوران انھوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں، دیکھا تو وہ اس کے دونوں بھائی تھے اور ان کے ساتھ فرشتے بھی تھے، اس مجاہد نے اپنے دونوں بھائیوں کو سلام کیا اور ان کا حال پوچھا، انھوں نے کہا جب تم نے دیکھا کہ ہم نے جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگایا یا غوطہ لگانے کے بعد جب ہم ابھرے تو جنت الفردوس میں تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی پر ہم گواہ ہو جائیں، پھر انھوں نے اپنے بھائی کے ساتھ اس لڑکی کی شادی کر دی اور واپس چلے گئے، اور وہ مجاہد شام کے شہروں میں چلا گیا اور لڑکی کے ساتھ رہا اور اس زمانہ میں شام میں ان کا یہ واقعہ بہت مشہور تھا۔[1]

(شرح الصدور ص ۹۰ - ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

۷۔ رسالہ قشیریہ میں ایک کفن چور کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، ایک عورت فوت ہو گئی، لوگوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھی، اس کفن چور نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی، تاکہ اس عورت کی قبر کا پتا چل جائے، جب کافی رات گذر گئی تو اس کفن چور نے اس عورت کی قبر کھود دی، اس عورت نے کہا سبحان اللہ! بخشا ہوا مرد، بخشی ہوئی عورت کا کفن اتار رہا ہے کفن چور نے کہا ٹھیک ہے، تم کو بخش دیا گیا ہوگا! میں کیسے بخشا ہوا ہوں؟ اس عورت نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا اور جن لوگوں نے میری نماز جنازہ پڑھی تھی ان سب کو بخش دیا، اور تم نے بھی میری نماز جنازہ پڑھی تھی، پھر اس شخص نے وہ کفن چھوڑ دیا، قبر پر مٹی ڈال دی اور سچی اور پکی توبہ کر لی۔

(شرح الصدور ص ۹۰، ۸۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر)

علامہ یافعی نے کہا کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ مُردوں کی روحیں بعض اوقات علیین یا سجین سے قبروں میں ان کے جسموں کی طرف لوٹائی جاتی ہیں، جب اللہ تعالیٰ چاہے ایسا ہوتا ہے، خصوصاً جمعہ کی شب کو وہ قبروں میں بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں، اور ثواب والوں کو ثواب ہوتا ہے اور عذاب والوں کو عذاب ہوتا ہے، جب تک روحیں علیین یا سجین میں ہوتی ہیں صرف روحیں ثواب یا عذاب کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، اور قبروں میں روحیں اور جسم دونوں عذاب میں شریک ہوتے ہیں۔

علامہ ابن قیم نے کہا ہے کہ یہ احادیث اور آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص قبر کی زیارت کرتا ہے تو قبر والے کو اس کا علم ہوتا ہے، وہ اس کا کلام سنتا ہے اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، یہ امر شہداء اور دوسرے مُردوں کے حق میں عام ہے، اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔

(شرح الصدور ص ۹۴-۹۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر)

۸۔ امام ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو شخص قبرستان میں گیا اور اس نے ان کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی گویا اس نے ان کے جنازوں پر حاضر ہو کر رحمت کی دعا کی۔

۹۔ امام بیہقی نے ابو درداء سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ وہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کو جاتے تھے، ایک دفعہ بہت دنوں تک نہیں گئے اور سوچا میں تو مٹی کو دیکھ کر آتا ہوں، پھر انھوں نے خواب میں اپنے والد کو دیکھا وہ کہہ رہے تھے: اے بیٹے! کیا ہوا؟ اب تم پہلے کی طرح زیارت کو نہیں آتے! انھوں نے کہا میں تو مٹی کی زیارت کرتا ہوں! انھوں نے کہا: اے میرے بیٹے! ایسا نہ کرو! بہ خدا جب تم میری زیارت کے لیے آتے تھے تو میرے پڑوسی مجھے مبارک باد دیتے تھے، اور جب تم واپس جاتے تھے تو میں تم کو دیکھتا رہتا تھا حتیٰ کہ تم کوفہ میں داخل ہو جاتے۔

۱۰۔ امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی عثمان بن سورہ سے روایت کرتے ہیں ان کی والدہ بہت عبادت گذار تھیں، ان کو راہبہ کہا جاتا تھا، جب وہ فوت ہو گئیں تو میں ہر جمعہ کی شب ان کی زیارت کے لیے جاتا تھا، اور ان کے لیے اور دیگر اہل قبور کے لیے دعا اور استغفار کرتا تھا، ایک رات میں نے ان کو خواب میں دیکھا، میں نے پوچھا: اے امی! آپ کا کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا اے بیٹے! موت کی بہت تکلیف ہوتی ہے اور میں الحمد للہ اچھے برزخ میں ہوں اس میں ریحان کا فرش اور سندس اور استبرق کا تکیہ ہے، میں نے پوچھا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ کہا: ہاں، میں نے پوچھا کیا حاجت ہے؟ انھوں نے کہا تم جو ہماری زیارت کرتے ہو اور ہمارے لیے دعا کرتے ہو اس کو ترک نہ کرنا، کیونکہ جمعہ کے دن میں تمہارے آنے سے مانوس ہوتی ہوں، جب تم آتے ہو تو کہا جاتا ہے: اے راہبہ تمہارے ہاں سے ایک زائر آیا ہے اس سے میں بھی خوش ہوتی ہوں اور دیگر مُردے بھی خوش ہوتے ہیں [1]

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۹۵-۸۴، ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبری مصر

روحوں کی قیام گاہ کی تحقیق

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام مسلم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہداء کی رُوحیں اللہ تعالیٰ کے پاس سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، جنت کی نہروں میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، پھر ان قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹک رہی ہیں۔

امام احمد، امام ابو داؤد، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے جو اصحاب جنگ اُحد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا کہ وہ جنت کی نہروں پر جائیں اور وہاں کے پھل کھائیں، پھر وہ ایسی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں، حضرت ابو سعید خدری سے بھی اسی طرح مروی ہے، ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ بچوں کی روحیں جنت کی چڑیوں کے پوٹوں میں ہوتی ہیں اور سیر کرتی ہیں۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کیا ہے کہ مومن کی روح جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے اور کافر کی روح سجین میں ہوتی ہے۔

امام ابن مندہ نے حضرت ام کبشہ بنت معرور رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ روحیں کہاں جاتی ہیں؟ آپ نے اس کے جواب میں اس طرح بیان فرمایا کہ گھر والے رونے لگے! آپ نے فرمایا مومنوں کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جنت میں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش الٰہی کے نیچے لٹکی ہوئی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! ہمارے بھائیوں کو ہم سے ملا دے اور جو تو نے وعدہ فرمایا ہے وہ عطا فرما دے، اور کافروں کی رُوحیں سیاہ پرندوں کے پوٹوں میں داخل ہو کر جہنم سے کھاتی پیتی ہیں، اور جہنم ہی کی ایک کوٹھڑی میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ دعا کرتی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے بھائیوں کو ہم سے نہ ملانا اور جس عذاب سے تو نے ہم کو ڈرایا ہے وہ عذاب ہم کو نہ دینا۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ ارواح اپنے مقامات کے لحاظ سے برزخ میں مختلف مقامات پر رہتی ہیں، اس لیے دلائل میں کوئی تعارض نہیں ہے، انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملاء اعلیٰ میں علیین میں ہیں اور ان میں بھی فرق مراتب ہے، اور شہداء کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، بعض روحیں جنت کے دروازوں پر ہونگی جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور بعض روحوں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا جیسا کہ چادر چرانے والے شخص کے متعلق ہے کہ اس کی قبر میں آگ جلائی جاتی ہے، اور سفلی روحوں کو زمین پر قید کر لیا جاتا ہے، زانیوں کی روحیں آگ کے تنور میں ہوتی ہیں اور سود خوروں کی روحیں خون کے دریا میں ہوتی ہیں اس لیے تمام روحوں کا ایک ہی مستقر نہیں ہے لیکن مقامات مختلف ہونے کے باوجود روحوں کا اپنے جسموں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہوتا ہے تاکہ وہ عذاب اور ثواب کا ادراک کر سکیں۔

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے کہ مومنوں کی روحیں علیین میں ہیں، اور کافروں کی روحیں سجین میں ہیں، اور ہر روح کا جسم کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ہے، جو دنیاوی تعلق سے مختلف ہے، اس تقریر سے تمام احادیث کا تعارض دور ہو جاتا ہے اور ارواح خواہ علیین میں ہوں یا سجین میں، ان کا اپنے جسموں کے ساتھ اتصال معنوی ہوتا ہے

اب اگر میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کریں یا اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تب بھی روح کا اپنے جسم یا اس جسم کے اجزاء اصلیہ سے اتصال باقی رہتا ہے۔ [1]

روحوں کا زندوں کے احوال اور اعمال پر مطلع ہونا

علامہ علی متقی ہندی امام طبرانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کی روح قبض کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ اللہ کے بندوں میں سے بخشے ہوئے لوگ ملاقات کرتے ہیں جیسے دنیا میں بشارت دینے والے ملتے تھے، وہ کہتے ہیں اپنے صاحب کو دیکھو تاکہ اس کو آرام حاصل ہو کیونکہ یہ پہلے شدید تکلیف میں تھا، پھر اس سے سوال کرتے ہیں کہ فلاں مرد کا کیا ہوا؟ فلاں عورت کا کیا ہوا، کیا اس کی شادی ہو گئی! پھر اس شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوا تھا، وہ بتاتا ہے وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو گیا! وہ کہتے ہیں: انا للہ وانا الیہ راجعون، وہ دوزخ میں ڈال دیا گیا! اور بے شک تمہارے اعمال بزرخ میں تمہارے عزیزوں اور رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر وہ اعمال نیک ہوں تو وہ مسرور اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے اللہ یہ تیرا فضل اور رحمت ہے، تو اس شخص پر اپنی نعمت پوری کر اور اسی عمل پر اس کا خاتمہ کر! اور برے اعمال بھی ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اس وقت وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ اس کو اعمال صالحہ عطا فرما، اس سے راضی ہو اور اس کو اپنا مقرب بنا لے۔ [2]

علامہ علی متقی ہندی دیلمی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے برے عملوں سے اپنے عزیزوں کو رسوا نہ کرو کیونکہ تمہارے قبر والے رشتہ داروں پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ [3]

علامہ علی متقی ہندی، حاکم کی مستدرک کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اب دنیا صرف اتنی مدت رہ گئی ہے جتنی مدت میں مکھی فضا میں ادھر ادھر جاتی ہے، قبروں میں جو تمہارے بھائی ہیں ان سے ڈرو، کیونکہ تمہارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ [4]

علامہ علی متقی ہندی، امام ابن النجار کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مومن فوت ہو جائے اور اس کے پڑوسیوں میں سے دو شخص یہ کہیں کہ ہمیں اس کے متعلق نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں، خواہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے خلاف ہو، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے ان بندوں کی اس بندے کے متعلق شہادت قبول کر لو، اور اس کے

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۰۲-۹۶ ملخصاً، مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبری

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، " " " "

[4] " " " " ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، " " " "

متعلق جو مجھے علم ہے اس سے درگذر کرلو۔ [1]

زیارت قبور کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

زیارت قبور میں علماء کا اختلاف ہے، علامہ حازمی نے کہا ہے کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مردوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے، علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے کا حکم عام ہے، جیسے پہلے قبروں کی زیارت سے ممانعت عام تھی، پھر جب یہ عام ممانعت منسوخ ہوگئی تو مردوں اور عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز ہوگیا، زیارت قبور کی اباحت اور جواز پر بہ کثرت احادیث مروی ہیں:

۱۔ امام مسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب قبروں کی زیارت کیا کرو۔

۲۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس کے یہ الفاظ ہیں: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی ماں (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی اجازت دے دی گئی ہے، سو اب قبروں کی زیارت کیا کرو کیوں کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۳۔ امام ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دنیا میں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۴۔ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمایا تھا، پھر فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو اور کوئی بری بات نہ کہنا۔

۵۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی پھر آپ روئے اور جو اصحاب آپ کے گرد تھے وہ بھی روئے، پھر آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت طلب کی تھی مجھے یہ اجازت نہیں دی (تاکہ استغفار کرنے سے کسی کو والدہ ماجدہ کے متعلق ارتکاب معصیت کا وہم نہ ہو کیونکہ جب غیر معصوم کے لیے استغفار کیا جائے تو اس سے اس کے ارتکاب معصیت کا شبہ ہوتا ہے) پھر میں نے ان کی زیارت کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی، سو تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔

۶۔ امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے۔

۷۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت حبان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر کو خطبہ دیا اور ان تین چیزوں کو حلال کر دیا جن سے پہلے آپ نے منع فرمایا تھا، ان کے لیے زیارت قبور، قربانی کے گوشت اور برتنوں کی اجازت دے دی۔

۸۔ امام حاکم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: قبر کی زیارت کرو، اس سے تم کو آخرت یاد آئے گی۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۵ ص ۶۸۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۹۔ امام احمد نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تم کو آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔

۱۰۔ امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبروں کے پاس سے گذرے تو ان کی طرف منہ کر کے فرمایا السلام علیکم۔

۱۱۔ امام احمد حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وہ قبرستان گئے اور اہل قبور کو سلام کیا اور کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو انھیں سلام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۲۔ امام ابن عبدالبر سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گذرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

۱۳۔ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، پھر کہا بعض اہل علم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حدیث زیارت قبور کی رخصت دینے سے پہلے کی ہے، اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی رخصت دی تو اس میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہو گئے۔ [1]

عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال مر النبی صلی الله علیه وسلم بامرأة تبكی عند قبر فقال اتقی الله واصبری قالت اليك عنی فانك لم تصب بمصيبتی ولم تعرفه فقيل لها انه النبی صلی الله عليه وسلم فاتت باب النبی صلی الله عليه وسلم فلم تجد عنده بوابين فقالت لم اعرفك فقال انما الصبر عند الصدمة الاولى۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، اس نے کہا میرے پاس سے چلے جاؤ تم پر میری مصیبت نہیں آئی، اس نے آپ کو نہیں پہچانا تھا، اس کو بتایا گیا کہ یہ تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر گئی، وہاں اس نے دربان نہیں دیکھے، اس نے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: صبر صرف صدمہ کی ابتداء کے وقت ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ نے اس عورت کو قبر کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کا

---

[1] حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰۔ ۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲، مطبوعہ " " ۱۳۷۵ھ

کسی کام کو مقرر اور ثابت رکھنا بھی بحجت ہے۔

نیز امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے پوچھا وہ زیارت قبر کے وقت کیا کہیں؟

قالت کیف اقول لھم یا رسول اللہ! قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین و المسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ [1]

حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ان سے کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم کہو: ان مسلمان اور مومن گھر والوں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہوں گے۔

نیز امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ ان عائشۃ اقبلت ذات یوم من المقابر فقلت لھا یا ام المؤمنین من این اقبلت قالت من قبر اخی عبد الرحمان بن ابی بکر فقلت لھا الیس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نھی عن زیارۃ القبور قالت نعم کان نھی ثم امر بزیارتھا۔ [2]

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عائشہ قبرستان سے آئیں، میں نے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کرکے آرہی ہوں، میں نے کہا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے سے منع نہیں فرمایا؟ انھوں نے کہا، ہاں آپ نے پہلے منع فرمایا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کرنے کا حکم دیا۔

عن حسین ان فاطمۃ بنت النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کانت تزور قبر عمھا حمزۃ کل جمعۃ فتصلی وتبکی عندہ ھذا الحدیث رواتہ عن اٰخرھم ثقات۔ [3]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی ہر جمعہ کے دن زیارت کرتی تھیں، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال توفی عبد الرحمان بن ابی بکر بالحبشی قال فحمل الی مکۃ فدفن فیھا فلما قدمت عائشۃ اتت قبر عبد الرحمان بن ابی بکر فقالت و کنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ من الدھر حتی

عبداللہ بن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما حبشہ میں فوت ہوگئے ان کو مکہ لاکر دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر گئیں تو فرمانے لگیں: ہم جذیمہ کے دو ساتھیوں (عقیل اور مالک) کی طرح ایک عرصہ تک اس طرح ساتھ رہے کہ یہ کہا جاتا تھا کہ

---

[1] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[3] ۔ " " " " ، المستدرک ج ۱ ص ۳۷۷، " " " "

قیل لن یتصدعا فلما تفرقنا کانی ومالکا لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شہدتک ما زرتک۔ [1]

ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے، اب جب کہ جدا گئے تو اس طویل معیت کے مقابلہ میں یوں لگتا ہے کہ میں اور مالک کبھی ایک رات بھی ساتھ نہیں رہے۔ (یہ ایک مشہور شعر ہے) پھر فرمایا: بہ خدا اگر میں تمہاری موت کے وقت حاضر ہوتی تو تم جہاں فوت ہوئے تھے تم کو وہیں دفن کیا جاتا اور اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب زیارت کے لیے نہ آتی۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن زوارات القبور۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہ کثرت زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زائرات پر لعنت نہیں فرمائی زوارات پر لعنت فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مطلقاً زیارت کے لیے جانا ممنوع نہیں بکثرت جانا ممنوع ہے، کیونکہ بہ کثرت جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں اور فتنہ اور فساد کا بھی اندیشہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: بعض علماء کا یہ نظریہ ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان میں صبر کم ہوتا ہے اور وہ بے صبری کا اظہار زیادہ کرتی ہیں، اور امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زیارت قبور کرنے والی عورتوں اور قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، ایک قوم نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زیارت قبور کی رخصت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو شامل نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا ممکن ہے یہ حدیث بھی زیارت قبور کی رخصت سے پہلے کی ہو، جو عورتیں بناؤ سنگھار کرتی ہیں میرے نزدیک ان کا نہ جانا مستحب ہے اور جوان عورتوں کا قبروں پر جانا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور عورتوں کے لیے اپنے گھر کی چار دیواری میں لازم رہنے سے اور کوئی چیز بہتر نہیں ہے بہت سے علماء نے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے جانے کو بھی مکروہ کہا ہے تو قبرستان میں جانا تو بہ طریق اولیٰ مکروہ ہوگا، عورتوں پر جمعہ کا پڑھنا جو فرض نہیں ہے تو میرے خیال میں اس کی یہی وجہ ہے کہ ان کو گھر سے باہر نکلنے کی ممانعت ہے، جو لوگ عورتوں کے لیے زیارت قبور کے جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی ملیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن قبرستان سے آرہی تھیں، میں نے پوچھا اے ام المومنین آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کر کے آرہی ہوں، میں نے عرض کیا، کیا رسول اللہ صلی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۷۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۱۷۱، " " "

اللہ علیہ وسلم نے قبور کی زیارت سے منع نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پہلے حضور نے منع فرمایا تھا بعد میں آپ نے زیارت قبر کا حکم فرمایا۔"

بعض علماء نے بوڑھی اور جوان عورتوں میں فرق کیا ہے، اور صرف زیارت اور مردوں سے اختلاط میں فرق کیا ہے، علامہ قرطبی مالکی نے کہا جوان عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے، اور رہیں بوڑھی عورتیں تو ان کا زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے، بہ شرطیکہ وہ مردوں سے اختلاط نہ کریں، اور ان شاء اللہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا۔ نیز علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں زوّارات (بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) پر لعنت ہے اور زوّارات مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کا معنی ہے جو بکثرت زیادہ قبور کے لیے جاتی ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی کبھی زیارت قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت نہیں ہے اور نہ ان کی ممانعت ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ عورتوں کو بکثرت زیارت کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ ان کے قبرستان میں زیادہ جانے سے خاوند کے حقوق ضائع ہوتے ہیں، ان کی پوشیدہ زینتوں کا اظہار ہوتا ہے اور عورتوں کا باہر نکلنا مشہور ہو جاتا ہے۔ اور اس میں ان لوگوں کے ساتھ تشبہ ہوتا ہے جو قبروں کی تعظیم کی وجہ سے قبروں کے ساتھ لازم رہتے ہیں، اور عورتوں کے قبروں پر جانے سے ان کے رونے، چلانے اور واویلا کرنے کا بھی خدشہ ہے، اس کے علاوہ اور بھی خرابیاں ہیں (مثلاً عورتوں کے زیادہ آنے جانے سے لوگ بھی فتنہ میں مبتلا ہوتے ہیں اور عورتوں کی عزت اور ناموس کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔) اس اعتبار سے زائرات اور زوّارات (کبھی کبھی زیارت کرنے والیوں اور بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں) میں فرق کیا جا سکتا ہے۔

"توضیح" میں مذکور ہے کہ حضرت بریدہ کی حدیث میں زیارت قبور کی ممانعت کے منسوخ ہونے کی تصریح ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ شعبی اور نخعی کو اجازت کی احادیث نہیں پہنچیں، اور شارع علیہ السلام سال کی ابتداء میں شہداء کی قبروں پر جاتے تھے اور فرماتے تھے:

السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

تمہارے صبر کی وجہ سے تم پر سلام ہو اور دارِ آخرت کیا ہی اچھا ہے!

اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت شارع علیہ السلام نے ایک ہزار اصحاب کے ساتھ فتح مکہ کے دن اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی، ابن ابی الدنیا نے اس روایت کو بیان کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے زیارت قبور کی اجازت روایت کی ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد کی قبر کی زیارت کرتے تھے، وہاں ٹھہرتے اور ان کے لیے دعا کرتے، اور امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرتی تھیں اور ان کی قبر مکہ میں تھی، ابن ابی حبیب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے، وہاں بیٹھنے اور قبروں کے پاس سے گذرتے وقت سلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ افعال کیے ہیں، امام مالک سے زیارت قبور کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس سے منع کیا تھا پھر اس کی اجازت دے دی، سو اگر انسان ایسا کرے اور صرف نیک کلمات کہے تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز توضیح

میں مذکور ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی زیارت کے استحباب پر تمام امت کا اجماع ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی سفر سے آتے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مکرم پر آتے اور عرض کرتے السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا ابا بکر ، السلام علیک یا ابتاہ۔

صرف ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے منع کیا گیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بتوں کی عبادت اور قبروں پر سجدہ کرنے کا رواج قریب تھا اور لوگ نئے نئے اس عہد سے نکلے تھے اور جب لوگوں کے دلوں میں اسلام مستحکم اور قوی ہو گیا اور قبروں کی عبادت کرنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا خطرہ نہیں رہا تو آپ نے قبروں کی زیارت کی ممانعت کو منسوخ کر دیا، کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے اور طاؤس سے منقول ہے کہ دفن کے بعد لوگ سات دن تک قبر سے جدا نہ ہونے کو مستحب قرار دیتے تھے کیونکہ مُردوں سے قبروں میں سات دن حساب اور آزمائش ہوتی ہے۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ ہے بلکہ اس زمانہ میں حرام ہے، خصوصاً شہر کی عورتوں کا جانا حرام ہے، کیونکہ وہ بطور فتنہ اور فساد نکلتی ہیں (یعنی بہت زیادہ خوشبو لگا کر اور میک اَپ کر کے نکلتی ہیں اور راستہ میں آنے جانے والے مرد ان کو دیکھتے ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) زیارت قبور کی اجازت تو صرف اس لیے دی گئی ہے کہ لوگ آخرت کو یاد کریں، ماضی کی بداعمالیوں پر غور کر کے ان سے بچیں اور توبہ کریں اور دنیا سے دل نہ لگائیں۔ [1]

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں:

وقیل تحرم علی النساء والاصح ان الرخصۃ ثابت لھما۔ [2]

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا زیارت قبور کے لیے جانا حرام ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رخصت ثابت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے لیے بھی قبروں کی زیارت جائز ہے، (البحر الرائق) اور شرح المنیۃ میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے، علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ اگر عورتیں غم کی تجدید، مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور رونے اور واویلا کرنے کے لیے جائیں تو یہ جائز نہیں ہے اور حدیث میں زائرات قبور پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے اور اگر رونے اور واویلا کرنے کے بجائے اعتبار آخرت اور میت پر دعا کرنے کے لیے جائیں یا صالحین کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے جائیں تو بوڑھی عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جوان عورتوں کے لیے جانا مکروہ ہے، جس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجدوں میں جانے کا حکم ہے اور یہ بہت اچھی توفیق ہے۔ [3]

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۷۰-۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مطبعۃ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۸۴۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فقہاء حنبلیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:
عورتوں کے لیے زیارت قبور کرنے

میں امام احمد سے مختلف روایات ہیں، ایک روایت کراہت کی ہے، کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ ہم کو زیارت قبور سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر اس کی تاکید نہیں کی، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زوّارات قبور پر لعنت فرماتا ہے (یعنی قبر کی بہت زیادہ زیارت کرنے والیوں پر) یہ صحیح حدیث ہے اور یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں اور عورتوں دونوں کو عام ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ممانعت کا منسوخ ہونا مردوں کے ساتھ مخصوص ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مردوں کو زیارت قبور کی اجازت دینے کے بعد عورتوں پر لعنت فرمائی ہو، اس لیے عورتوں کی زیارت قبر کا معاملہ رخصت اور ممانعت کے درمیان دائر ہے، اس لیے اس کا کم از کم حکم کراہت ہے، نیز عورت صبر کم کرتی ہے اور بے صبری اور بے قراری زیادہ کرتی ہے اور جب وہ قبر کی زیارت کرے گی تو اس کا غم جوش میں آئے گا اور موت کی یاد اس کے دل و دماغ میں تازہ ہو جائے گی، اس لیے یہ اندیشہ ہے کہ عورت زیارت قبر کے وقت کسی ناجائز امر کا ارتکاب کرے گی، اس کے برعکس مرد سے یہ خدشہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو بالخصوص نوحہ کرنے، بال نوچنے، گریبان پھاڑنے، مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور واویلا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام ہے: "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو" یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے ممانعت کی گئی تھی، اور پھر یہ ممانعت منسوخ کر دی گئی، اور اس کے عموم میں مرد اور عورتیں دونوں داخل ہیں، اور ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ کہاں سے آ رہی ہیں؟ آپ نے کہا اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر سے، میں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمایا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں منع کیا تھا پھر آپ نے قبروں کی زیارت کا حکم دیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کی اور حضرت عائشہ نے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر میں اس کے جنازہ پر حاضر ہوتی تو اس کی زیارت نہ کرتی۔ [1]

فقہاء شافعیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ شیرازی شافعی لکھتے ہیں:
عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا

جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے: اللہ تعالیٰ زوّارات قبور پر لعنت فرماتا ہے۔ [2]

علامہ نووی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:
مصنف اور صاحب البیان نے یہ لکھا ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا جائز نہیں ہے، اور اس

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ابواسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۵ ص ۳۰۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

حدیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے، لیکن یہ مذہب شاذ ہے، جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کرنا مکروہ تنزیہی ہے، علامہ رویانی نے البحر میں دو قول ذکر کیے ہیں: (۱) مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔ (۲) بلا کراہت جائز ہے۔

میرے نزدیک یہی قول زیادہ صحیح ہے بہ شرطیکہ فتنہ کا خدشہ نہ ہو، صاحب المستہزی نے لکھا ہے میرا یہ نظریہ ہے کہ اگر عورتیں غم تازہ کرنے کے لیے اور اپنی رسم اور رواج کے مطابق مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے لیے قبروں پر جائیں تو وہ حرام ہے اور حدیث میں زیارت قبر کرنے والی عورتوں پر جو لعنت کی گئی ہے وہ اسی پر محمول ہے، اور اگر مُردے کی خوبیاں بیان کرنے اور نوحہ کرنے کے بغیر وہ صرف اعتبار آخرت کے لیے قبروں پر جائیں تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے، البتہ بوڑھی اور غیر مشتہات عورتوں کا جانا بلا کراہت جائز ہے، جس طرح جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں جانے کا حکم ہے، علامہ رویانی کا یہ قول مستحسن ہے اس کے باوجود احتیاط اس میں ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے بوڑھی عورتیں بھی قبروں پر نہ جائیں۔

حدیث میں ہے "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو"، علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس اجازت میں عورتیں بھی داخل ہیں یا نہیں؟ ہمارے اصحاب کا مختار یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے ضمن میں داخل نہیں ہیں، باقی رہا یہ امر کہ عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا حرام نہیں ہے، اس پر یہ دلیل ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھی، آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو (صحیح بخاری و صحیح مسلم) اور اس سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو زیارت قبر سے منع نہیں فرمایا، اور امام مسلم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ جب میں قبر کی زیارت کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو: اہل الدیار مومنوں اور مسلموں پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے اور بے شک ہم تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

عورتوں کے لیے زیارت قبر میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ اذن زیارت کے عموم میں عورتیں بھی داخل ہیں، بشرطیکہ وہ فتنہ سے مامون ہوں، اس کی تائید حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر پر رو رہی تھی: الحدیث (صحیح بخاری) وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبر پر بیٹھنے سے منع نہیں فرمایا اور آپ کی تقریر حجت ہے، نیز امام حاکم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے دیکھا حضرت عائشہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کی قبر کی زیارت کر کے آئیں، ان سے کہا گیا کہ کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں! آپ نے منع فرمایا تھا، پھر آپ نے زیارت قبور کا حکم دیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اجازت مردوں کے ساتھ خاص ہے اور عورتوں کو زیارت قبور کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ ابو اسحاق صاحب مہذب نے اسی پر اعتماد کیا ہے، کیونکہ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

زوّارات قبور پر لعنت کی ہے، جو علماء کراہت کہتے ہیں ان میں یہ اختلاف ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا مکروہ تنزیہی ہے، علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ زوّارات مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے "بہت زیادہ زیارت کرنے والیاں" اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عورت بہت زیادہ قبروں کی زیارت کے لیے جائے گی وہ اپنے خاوند کے حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہے گی، اور ان سے بے صبری کا اظہار بھی ہوتا ہے اور جب یہ موانع نہ ہوں تو ان کو زیارت سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ مرد اور عورت دونوں کو موت کی یاد کی ضرورت ہے۔ [1]

فقہاء مالکیہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور کا حکم

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:
مدخل میں عورتوں کی زیارت قبور کے متعلق تین قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) ممنوع ہے، (۲) جن عورتوں کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ شرعی حدود کے مطابق جائیں گی ان کے لیے جائز ہے، آج اس کے برعکس معاملہ ہے۔ (۳) بوڑھی عورتوں کے لیے جائز ہے اور جوان عورتوں کے لیے منع ہے علامہ ثعلبی نے بھی اس تیسرے قول پر اعتماد کیا ہے، ان کی عبارت یہ ہے: بوڑھی عورتوں کے لیے زیارت قبور مباح ہے اور وہ جوان عورتیں جن سے فتنہ کا خدشہ ہو ان کے لیے زیارت قبور کرنا منع ہے۔ [2]

علامہ صاوی مالکی نے بھی مدخل کے حوالے سے ان تین اقوال کو بیان کیا ہے۔ [3]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

عالم کو چاہیے کہ عورتوں کو زیارت قبر کے لیے جانے سے منع کرے خواہ وہ اپنے عزیز کی قبر پر جائے، (اس کے بعد انھوں نے مذکور الصدر تین قول ذکر کیے پھر لکھتے ہیں:) یہ اختلاف اس زمانہ کے فساد کی وجہ سے تھا، لیکن اس زمانہ میں عورتوں کے نکلنے کے متعلق معاذ اللہ کوئی عالم اس کا قول نہیں کر سکتا، یا جس شخص میں بھی حمیت دینی ہو وہ زیارت قبور کے لیے عورتوں کے جانے کو جائز نہیں کہہ سکتا۔ [4]

خلاصہ بحث

احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کا کبھی کبھی زیارت قبور کے لیے جانا جائز ہے بہ شرطیکہ عورتیں پردے میں جائیں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کریں، مذاہب اربعہ کے فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، بعض نے اس کو ناجائز کہا، بعض نے مکروہ تحریمی، بعض نے مکروہ تنزیہی اور بعض نے کہا یہ بلا کراہت جائز ہے، اور اکثر فقہاء کا مختار یہ ہے کہ جوان عورتیں نہ جائیں اور بوڑھی اور غیر مشتہات عورتیں جا سکتی ہیں بہ شرطیکہ مردوں کی خوبیاں بیان نہ کریں اور واویلا نہ کریں۔

"کون کہاں مرے گا؟ اور کل کیا ہوگا؟" اس کے علم کی تحقیق

حدیث نمبر ۹۴۰ میں ہے: حضرت عمر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۹، ۱۴۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۲۳ھ، حاشیۃ الصاوی علی شرح الصغیر للدردیر ج ۱ ص ۵۶۴، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۴۷ء

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی مالکی متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۲ ص ۲۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

جنگ بدر سے ایک دن پہلے ہمیں کفار بدر کے گرنے کی جگہیں بتادیں، آپ فرمارہے تھے کہ ان شاء اللہ کل فلاں یہاں گرے گا، حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گرنے کی جو حد بتائی تھی وہ اس سے بالکل متجاوز نہیں ہوئے۔

یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم عطا فرمایا کہ کل کیا ہوگا اور یہ بھی علم عطا فرمایا ہے کہ کون کس جگہ مرے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ط وما تدری نفس بای ارض تموت۔ (لقمان ۳۴)

کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر از خود کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی بکثرت جزئیات کا علم تھا، صحیح بخاری میں ہے آپ نے فرمایا: "کل میں جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح عطا فرمائے گا"۔

سماع موتیٰ کی تحقیق

نیز اس حدیث میں ہے کفار بدر کی لاشوں کو کنوئیں میں اوپر تلے ڈال دیا گیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور فرمایا: اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کے کیے ہوئے وعدہ کو حق پالیا؟ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ ان جسموں سے کیسے بات کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں! آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ وہ میری بات کا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کے ظاہر کو دیکھ کر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ قبر میں مردہ سنتا ہے، اور محققین کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرق عادت سے ان لوگوں میں ان کی روحوں کو لوٹا دیا تھا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ کا انکار کیا، اور اس میں یہ تاویل کی وہ سن نہیں رہے بلکہ اب وہ جان رہے ہیں کہ میں ان سے جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا، اور سماع موتیٰ کو ماننے سے علوم بدیہیہ زائل ہو جاتے ہیں، قاضی عیاض نے کہا کفار بدر کا سننا سماع موتیٰ کے طریقہ پر محمول ہے جس طرح عذاب قبر اور میت سے سوال کے متعلق حدیثوں میں ہے اور یہ سماع اس وقت متحقق ہوگا جب میت کے جسم یا اس کے کسی جزء میں روح لوٹا دی جائے (علامہ ابی کہتے ہیں) یہ دعویٰ کرنا کہ بغیر روح لوٹانے کے مردہ سنتا ہے، علوم بدیہیہ سے اعتماد کو زائل کر دیتا ہے، جیسا کہ علامہ مازری نے بیان کیا ہے اور اس تقریر سے اختلاف دور ہو جاتا ہے، کیوں کہ جو سماع موتیٰ کا انکار کرتے ہیں ان کا مطلب ہے بغیر اعادہ روح کے مردہ نہیں سنتا، اور جو سماع موتیٰ کے قائل ہیں ان کا مطلب ہے کہ جب مردے کے جسم یا اس کے کسی جزء میں روح لوٹا دی جائے تو وہ سنتا ہے۔ [1]

علامہ سنوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ مازری اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ کہا ہے کہ بغیر اعادہ روح کے میت کا سننا بداہت کے خلاف ہے اس قول میں اگر روح سے مراد حیات ہے تو یہ صحیح ہے کیونکہ سماع ادراک ہے اور حیات ادراک کے لیے شرط ہے، اور بغیر حیات کے ادراک محال ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اس محال کا وقوع مان لیا جائے تو علوم بدیہیہ سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اگر اس قول میں روح سے مراد متعارف روح ہے جس کا جسم میں حلول ہوتا ہے اور جس کے نکلنے سے موت واقع ہو جاتی ہے تو پھر یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ جسم میں روح کی مفارقت سے جسم کی حیات امر عادی ہے اور جسم میں اس روح کے نہ لوٹانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم نہ سن سکے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ روح کے لوٹائے بغیر جسم میں حیات جاری کر دی جائے اور جسم سن سکے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ علامہ سنوسی نے جو یہ لکھا ہے کہ روح کے بغیر جسم میں حیات آسکتی ہے، یہ محض عقلی احتمال نہیں ہے، بلکہ اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں: صحیح بخاری میں ہے کہ کھجور کا تنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فراق میں چیخیں مار مار کر رویا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ بعثت سے پہلے مکہ میں ایک پتھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا تھا، جامع ترمذی اور سنن دارمی میں ہے کہ حضرت علی مکہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تو جو پہاڑ اور درخت آپ کے سامنے آیا وہ السلام علیک یا رسول اللہ کہتا تھا، ترمذی میں ہے کہ مکہ سے شام کے سفر میں ہر درخت اور پتھر نے آپ کو سجدہ کیا ——— نیز جامع ترمذی میں ہے کہ اعرابی کے مطالبہ پر آپ نے ایک کھجور کے درخت کو بلایا تو وہ چلتا ہوا آپ کے پاس آ گیا اور جب آپ نے اس کو بھیجا تو وہ واپس اپنی جگہ چلا گیا، ان کے علاوہ احادیث صحیحہ میں اور بہ کثرت واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر روح کے بھی حیات ہوتی ہے، اور حیات کے آثار بغیر روح کے بھی ظاہر ہوتے ہیں تو اگر روح کے لوٹائے بغیر مردہ فرشتوں اور انسانوں کا کلام سننے اور عذاب اور ثواب کو محسوس کرے تو اس میں کون سا استبعاد ہے؟ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے بغیر روح کے مردہ کا سننا بہت معمولی بات ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے سماع موتیٰ کا انکار کیا اور کہا بدر کے کفار کا سننا ان کفار کے ساتھ خاص تھا، قاضی عیاض نے ان کا رد کیا اور کہا کفار بدر کا سننا سماع موتیٰ پر محمول ہے، یعنی جس طرح مردے کو قبر میں عذاب ہوتا ہے اور وہ فرشتے کا کلام سنتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان کو زندہ کیا جاتا ہے یا ان کے ایک جز کو زندہ کیا جاتا ہے، قاضی عیاض نے یہ جو کچھ لکھا ہے یہی ظاہر اور مختار ہے جیسا کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں قبر والوں کو سلام کہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، ۱۳۷۵ھ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتیٰ سے انکار اور اس کا جواب

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ہشام کے والد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ کہا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے گھر والوں کے رونے کی وجہ سے اس کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے حضرت عائشہ نے کہا اللہ ابن عمر پر رحم کرے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ میت کو اس کے گناہوں کی وجہ سے قبر میں عذاب ہو رہا ہے اور اس کے گھر والے اب اس پر رو رہے ہیں! اور یہ ابن عمر کے اس قول کی مثل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں پر کھڑے ہوئے جس میں مقتولین بدر کی لاشیں تھیں، تو آپ نے ان سے کچھ فرما کر کہا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو یہ سن رہے ہیں، حالانکہ آپ نے یہ فرمایا تھا یہ اب اس کو جان رہے ہیں، کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ حق تھا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:

انك لا تسمع الموتیٰ۔ (نمل، ۸۰) — بے شک آپ مُردوں کو نہیں سناتے۔

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر، ۲۲) — جو قبروں میں ہیں، آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع موتیٰ کی قائل نہیں تھیں، علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ نے یہ آیات اپنے موقف کی تائید میں تلاوت کیں، ان آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ آیات میں سماع کے پیدا کرنے کی نفی کی گئی اور سماع کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا نہیں کرتے، بدر کے کنوئیں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا دیا، یہ تفسیر قتادہ نے بیان کی ہے، اور علامہ سہیلی نے یہ کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس موقع پر حاضر نہیں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ "تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو" تو اس موقع پر انھی کی روایت معتبر ہے جنھوں نے یہ الفاظ سنے تھے، اور جب اس حالت میں ان کا جاننا ممکن ہے تو ان کا سننا بھی ممکن ہے، یا تو ان کفار نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اپنے سر کے کانوں سے سنا تھا اور یہ اس وقت ہے جب فرشتوں کے سوال کے وقت ان کی روحیں ان کے جسموں میں لوٹا دی گئی تھیں جیسا کہ اکثر اہل سنت کا قول ہے یا انھوں نے دل اور روح کے کانوں سے سنا جیسا کہ ان لوگوں کا مذہب ہے کہ سوال صرف روح کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور روح کو جسم میں لوٹایا نہیں جاتا۔[1]

اس بحث میں امام احمد رضا کی تحقیق یہ ہے:

عرض: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انکار سماع موتیٰ سے رجوع ثابت ہے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ وہ جو فرما رہی ہیں حق فرما رہی ہیں، وہ مُردوں کے سننے کا انکار فرماتی ہیں، مُردے کون ہیں، جسم روح مُردہ نہیں، اور بے شک جسم نہیں سنتا، سنتی روح ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ام المومنین کے حضور

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۷، ص ۹۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

میں سید نا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بیان کی گئی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ما انتم باسمع منھم تم اُن سے زیادہ سننے والے نہیں۔ ام المومنین نے فرمایا اللہ رحم فرمائے امیر المومنین پر حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا، بلکہ فرمایا انھم لیعلمون بے شک وہ جانتے ہیں، امیر المومنین کو سہو ہوا، انھوں نے فرمایا ما انتم باسمع منھم تو خود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا مُردوں کے علم کا اقرار فرماتی ہیں: سماع سے بے شک انکار فرماتی ہیں، اور وہ بھی اُس کے اُن معنوں سے جو عرف میں شائع ہیں، سماع کے عرفی معنی اِن آلات کے ذریعہ سے سننا اور یہ یقیناً بعد مرنے کے روح کے لیے نہیں، روح کو جسم مثالی دیا جاتا ہے، اُس جسم کے کانوں سے سنتی ہے۔ پھر ام المومنین کا ان آیتوں سے استدلال اور بھی اس کو ظاہر کر رہا ہے انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور۔ موتی کون ہیں؟ اجسام۔ قبور میں کون ہیں؟ وہی اجسام، تو پھر اجسام ہی کے سننے سے انکار ہوا۔ اور وہ یقیناً حق ہے۔ (پھر فرمایا) خود ام المومنین رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل سماع موتے کو ثابت کر رہا ہے، فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں دفن ہوئے، میں بغیر چادر اوڑھے بے حجابانہ حاضر ہوتی۔ اور کہتی انما ھو زوجی: میرے شوہر ہی تو ہیں، پھر میرے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، جب بھی میں بغیر احتیاط کے چلی جاتی اور کہتی انما ھما زوجی وابی میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہوئے، تو میں نہایت احتیاط کے ساتھ چادر سے لپٹی ہوئی حاضر ہوتی، اس طرح کہ کوئی عضو کھلا نہ رہے حیاء من عمر، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرم سے۔ تو اگر ارواح کا سمع بصر نہ مانتیں تو پھر حیاء من عمر کے کیا معنی؟ (پھر فرمایا) تین باتوں میں ام المومنین کا خلاف مشہور ہے، اور ان تینوں میں غلط فہمی، ایک[1] تو یہی سماع موتے کہ وہ سماع عرفی کا جسموں کے واسطے انکار فرماتی ہیں، اور اس کو غلط فہمی سے ارواح کے سماع حقیقی پر محمول کیا جاتا ہے، دوسرے[2] معراج کے جسدی کے بارہ میں انکار مشہور ہے کہ ام المومنین فرماتی ہیں: ما فقدت جسد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جسد اقدس میرے پاس سے کہیں نہ گیا حالانکہ آپ معراج منامی کے بارہ میں فرما رہی ہیں جو مدینہ منورہ میں ہوئی اور وہ معراج تو مکہ معظمہ میں ہوئی، اس وقت ام المومنین خدمت اقدس میں حاضر بھی نہ ہوئی تھیں بلکہ نکاح سے بھی مشرف نہ ہوئی تھی اُسے اس پر محمول کرنا سراسر غلطی ہے، تیسرے[3] علم ما فی الغد کے بارہ میں ام المومنین کا قول ہے کہ جو یہ کہے کہ حضور کو علم ما فی الغد (یعنی آنے والی کل کا علم) تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نکالنا محض جہالت ہے، علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جبکہ غیب کی طرف مضاف ہو، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے اس کی تشریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے، کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔ [1]

بَابُ ۱۰۱۳ الْاَمْرِ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰہِ تَعَالٰی عِنْدَ الْمَوْتِ

موت کے وقت اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے کا حکم

۱۰۱۷۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا یَحْیٰی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی

---

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، الملفوظ ج ۳ ص ۴۷ - ۴۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور۔

بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِثَلَاثٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللهِ الظَّنَّ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں۔

۷۱۰۳۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَارِمٌ حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهِ بِثَلَاثَةِ أَيَّامٍ يَقُولُ لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے ہر شخص اس حال پر مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

۷۱۰۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر بندے کو اسی (نیت یا عقیدہ) پر اٹھایا جائے گا جس پر اس کو موت آئی تھی۔

۷۱۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

ایک اور سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے اور اس میں یہ لفظ نہیں ہے کہ "میں نے سنا"۔

۷۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيهِمْ ثُمَّ بُعِثُوا عَلَى أَعْمَالِهِمْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ عذاب اس تمام قوم پر آتا ہے، پھر لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں

ان احادیث میں بندہ کو مایوسی سے ڈرایا گیا ہے، اور موت کے وقت اس کو اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور اجر و ثواب کی امید رکھنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے، اس سے پہلے یہ حدیث قدسی گذر چکی ہے کہ "میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوں"۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا اور اس کو معاف فرمائے گا، بندے کو صحت کے زمانہ میں خوف اور امید دونوں رکھنی چاہئیں اور یہ دونوں برابر ہوں، ایک قول یہ ہے کہ خوف غالب رہے اور جب موت کی علامات ظاہر ہوں تو امید غالب ہو، یا محض امید ہو، کیونکہ خوف کا منشاء یہ ہے کہ بندہ گناہوں اور بُرے کاموں سے بچے، اور بہ کثرت عبادت کرنے پر حریص ہو اور موت کے وقت عبادت کرنے کا موقع تو نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی امید رکھے۔ [1]

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۸۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الفتن و اشراط الساعۃ

فتنوں اور علامات قیامت کا بیان

فتن کا معنی فتن، فتنہ کی جمع ہے، فتنہ کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:
فتنہ کا معنی ہے کسی چیز پر اترانا، قرآن مجید ہے:

ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا۔ (الممتحنۃ: ۵) اے ہمارے رب! ہمیں کافروں کے لیے فتنہ نہ بنا۔

یعنی کافروں کو ہم پر غالب نہ کر دے کہ وہ ہم کو دیکھ کر اترائیں اور یہ گمان کریں کہ وہ ہم سے بہتر ہیں، یہاں فتنہ سے مراد کفار کا اپنے کفر پر اترانا ہے، حدیث میں ہے "میں نے مردوں پر عورتوں سے زیادہ نقصان دہ فتنہ کوئی نہیں چھوڑا" اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مرد عورتوں پر اتراتے رہیں گے اور آخرت سے غافل ہو جائیں گے۔

فتنہ کا معنی گناہ اور معصیت ہے، قرآن مجید میں ہے:

الا فی الفتنۃ سقطوا۔ (توبہ: ۴۹) سن لو! وہ فتنہ میں پڑ چکے ہیں

یعنی وہ گناہ میں واقع ہو چکے ہیں۔

فتنہ کا معنی کفر ہے، قرآن مجید میں ہے:

والفتنۃ اشد من القتل۔ (البقرہ: ۱۹۱) اور کفر قتل سے زیادہ سخت ہے۔

فتنہ کا معنی رسوائی ہے، قرآن مجید میں ہے:

ومن یرد اللہ فتنتہ۔ (مائدہ: ۴۱) اور جس کو اللہ رسوا کرنے کا ارادہ کرے۔

فتنہ کا معنی عذاب ہے، قرآن مجید میں ہے:

ذوقوا فتنتکم۔ (ذاریات: ۱۴) اب اپنے عذاب کو چکھو

فتنہ کا معنی گمراہ کرنا اور جنون ہے، ازہری اور علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ فتنہ کا معنی ابتلاء اور امتحان ہے، قرآن مجید میں ہے:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ (عنکبوت: ۲) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اس کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ "ہم ایمان لائے" اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

یعنی ان کا امتحان لیا جائے گا جس سے ان کے ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی، حدیث میں ہے "تم میری وجہ سے آزمائش میں مبتلا کیے جاؤ گے اور قبر میں تم سے امتحان لیا جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔

یہ آزمائش مال اور اولاد میں بھی ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ۔ (انفال: ۲۸)

اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہیں۔

جب فتنہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی حکمت ہوتا ہے اور جب مخلوق کی طرف ہو تو اس کے خلاف ہے، یہ لفظ عموماً امتحان، معصیت، قتل اور عذاب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ [1]

اشراط ساعت کا معنی

شرط کا معنی ہے: ایک چیز کا دوسری چیز پر موقوف ہونا، اس کی جمع شروط ہے اور شُرَط کا معنی ہے کسی چیز کی علامت اور نشانی اس کی جمع اشراط ہے، اور اشراط ساعت کا معنی ہے قیامت کی علامتیں اور نشانیاں، دن اور رات کے اجزاء میں سے کسی ایک جزء کو ساعت کہتے ہیں، اور وقت حاضر کو بھی ساعت کہتے ہیں، چونکہ قیامت کا آنا مبہم ہے اس لیے ساعت حاضر میں بھی قیامت کا آنا محتمل ہے اس لیے تیا[illegible] کو ساعت کہتے ہیں۔

احادیث میں قیامت کی علامتوں کے بیان میں ان چیزوں کا ذکر ہے: باندیوں کے ہاں مالکوں کی ولادت کا ہونا، اونچے اونچے مکان بنانا، جہل، زنا اور شراب نوشی کی کثرت، مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی، امانتوں کا ضائع کرنا، جنگوں اور فتنوں کا زیادہ ہونا، ان چیزوں کی کثرت قیامت کی علامت ہے، امام مہدی کا خروج، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دجال، یاجوج، ماجوج اور دابۃ الارض کا ظہور بھی قیامت کی علامتوں میں ہے۔

وقوع قیامت پر عقلی دلیل

ہم اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ بعض لوگ ظلم کرتے کرتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کے ظلم پر کوئی سزا نہیں ملتی اور بعض لوگ ظلم سہتے سہتے مر جاتے ہیں اور ان کو ان کی مظلومیت پر کوئی جزا نہیں ملتی اگر اس جہان کے بعد کوئی اور جہان نہ ہو تو ظالم سزا کے بغیر اور مظلوم جزا کے بغیر رہ جائے گا اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کے بعد کوئی اور عالم ہو جس میں ظالم کو سزا دی جائے اور مظلوم کو جزاء۔

اور جزاء اور سزا کے نظام کو برپا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس عالم کو بالکلیہ ختم کر دیا جائے، کیونکہ جزاء اور سزا اس وقت جاری ہو سکتی ہے جب بندوں کے اعمال ختم ہو جائیں، اور جب تک تمام انسان اور یہ کائنات ختم نہیں ہو جاتی لوگوں کے اعمال کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ مثلاً قابیل نے قتل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اب اس کے بعد جتنے قتل ہوں گے ان کے قتل کے جرم سے قابیل کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جاتا رہے گا، اس لیے جب تک قتل کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا قابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ہابیل نے ظالم سے بدلہ نہ لینے کی رسم ایجاد کی، اب اس کے بعد جو شخص بھی یہ نیکی کرے گا اس کی نیکی میں سے ہابیل کے نامہ اعمال میں نیکی لکھی جاتی رہے گی اس لیے جب تک اس نیکی کا سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا ہابیل کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہوگا، اسی طرح ایک شخص مسجد یا کنواں بنا کر مر جاتا ہے تو جب تک اس مسجد میں نماز پڑھی جاتی رہے گی جب تک اس کنوئیں سے پانی پیا جاتا رہے گا اس شخص کے نامہ اعمال میں نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی، اور کوئی شخص بت خانہ یا شراب خانہ بنا کر مر گیا تو جب تک وہاں بت پرستی یا شراب نوشی ہوتی رہے گی اس کے نامہ اعمال میں برائیاں

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

لکھی جاتی رہیں گی۔

اس لیے جب تک یہ دنیا اور اس دنیا میں انسان موجود ہیں اس وقت تک لوگوں کا نامہ اعمال مکمل نہیں ہو سکتا اور لوگوں کے نامہ اعمال کو مکمل کرنے کے لیے دنیا اور دنیا والوں کو مکمل ختم کرنا ضروری ہے اور اسی کا نام قیامت ہے خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کی متقاضی ہے کہ جزا اور سزا کا نظام قائم کیا جائے اور جزا اور سزا کو نافذ کرنے سے پہلے قیامت کا قائم کرنا ضروری ہے۔

باب ۱۰۱۴

۷۱۰۷۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَيْقَظَ مِنْ نَوْمِهِ وَهُوَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهِ وَعَقَدَ سُفْيَانُ بِيَدِهِ عَشَرَةً قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو آپ یہ فرما رہے تھے: لا الہ الا اللہ عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے جو اب قریب آ پہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، سفیان نے اپنے ہاتھ سے دس کا عدد باندھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جب خبیثوں کی کثرت ہو گی۔

۷۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَعِيدُ ابْنُ عَمْرٍو الْأَشْعَثِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادُوا فِي الْإِسْنَادِ عَنْ سُفْيَانَ فَقَالُوا عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبَةَ عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۰۹۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ أَبِي سُفْيَانَ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَزِعًا مُحْمَرًّا وَجْهُهُ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيْلٌ

حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے کہا ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے نکلے اس وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آپ فرما رہے تھے: لا الہ الا اللہ، عرب اس شر کی وجہ سے ہلاک ہو گئے، جو اب قریب آ پہنچا ہے، آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی

لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِإِصْبَعِهِ الْإِبْهَامَ وَالَّتِي تَلِيهَا قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

ہے، آپ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے حلقہ بنا کر دکھایا، میں نے کہا یارسول اللہ! کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ حالانکہ ہم میں صالحین موجود ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں جب خبیثوں کی کثرت ہو جائے گی۔

۷۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۷۱۱۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَعَقَدَ وُهَيْبٌ بِيَدِهٖ تِسْعِينَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے، وہیب نے اپنی انگلی سے نوے کا عقد بنا کر دکھلایا۔

۷۱۱۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْقِبْطِيَّةِ قَالَ دَخَلَ الْحَارِثُ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ وَأَنَا مَعَهُمَا عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ فَسَأَلَاهَا عَنِ الْجَيْشِ الَّذِي يُخْسَفُ بِهٖ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي أَيَّامِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوذُ عَائِذٌ بِالْبَيْتِ فَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَكَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا قَالَ يُخْسَفُ بِهٖ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ

عبداللہ بن قطبیہ بیان کرتے ہیں کہ حارث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان اور میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں نے آپ سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا زمانہ تھا، ام المؤمنین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایک پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا، اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا، جب وہ لشکر ہموار زمین میں پہنچے گا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا جائیگا، میں نے پوچھا: یارسول اللہ! جو اس لشکر میں زبردستی بھیجا گیا ہو؟ آپ نے فرمایا اس کو بھی دھنسا دیا جائے گا لیکن قیامت کے دن اس کو اس کی نیت پر اٹھایا جائے گا۔ ابوجعفر نے کہا وہ مدینہ کا میدان ہے۔

الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ وَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ هِيَ بَيْدَاءُ الْمَدِيْنَةِ۔

۷۱۱۳۔ حَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ رُفَيْعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ فَلَقِيْتُ اَبَا جَعْفَرٍ فَقُلْتُ اِنَّهَا اِنَّمَا قَالَتْ بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ فَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ كَلَّا وَاللّٰهِ اِنَّهَا لَبَيْدَاءُ الْمَدِيْنَةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے: میں ابو جعفر سے ملا میں نے کہا ام المومنین نے تو زمین کا ایک میدان کہا تھا، ابو جعفر نے کہا بہ خدا وہ مدینہ منورہ کا میدان ہے۔

۷۱۱۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اُمَيَّةَ بْنِ صَفْوَانَ سَمِعَ جَدَّهٗ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ صَفْوَانَ يَقُوْلُ اَخْبَرَتْنِيْ حَفْصَةُ اَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَؤُمَّنَّ هٰذَا الْبَيْتَ جَيْشٌ يَغْزُوْنَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ يُخْسَفُ بِاَوْسَطِهِمْ وَيُنَادِيْ اَوَّلُهُمْ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ يُخْسَفُ بِهِمْ فَلَا يَبْقٰى اِلَّا الشَّرِيْدُ الَّذِيْ يُخْبِرُ عَنْهُمْ فَقَالَ رَجُلٌ اَشْهَدُ عَلَيْكَ اَنَّكَ لَمْ تَكْذِبْ عَلٰى حَفْصَةَ وَاَشْهَدُ عَلٰى حَفْصَةَ اَنَّهَا لَمْ تَكْذِبْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اس بیت سے لڑنے کے ارادہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے درمیانی حصہ کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور پہلے حصہ والے آخری حصہ والے کو پکاریں گے، پھر ان کو بھی دھنسا دیا جائے گا، پھر صرف وہ شخص باقی رہ جائے گا جو بھاگ کر ان کی اطلاع دے گا، ایک شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے حضرت ام المومنین حفصہ پر جھوٹ نہیں باندھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت ام المومنین حفصہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا۔

۷۱۱۵۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُوْنٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ ابْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ الْعَامِرِيِّ عَنْ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَعُوْذُ بِهٰذَا الْبَيْتِ يَعْنِي الْكَعْبَةَ قَوْمٌ لَيْسَتْ لَهُمْ مَنَعَةٌ وَلَا عَدَدٌ وَلَا عُدَّةٌ يُبْعَثُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ قَالَ يُوْسُفُ وَاَهْلُ الشَّامِ يَوْمَئِذٍ يَسِيْرُوْنَ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم اس بیت یعنی کعبہ میں پناہ لے گی، ان کے ساتھ لشکر ہوگا، عددی قوت ہوگی نہ ساز و سامان ہوگا، ان سے لڑنے کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا حتیٰ کہ جب وہ زمین کے ایک میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، یوسف کہتے ہیں کہ ان دنوں اہل شام کا لشکر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو رہا تھا، عبداللہ بن صفوان نے کہا بہ خدا یہ وہ لشکر نہیں ہے، زید نے کہا مجھے حضرت ام المومنین سے یہ حدیث یوسف کی روایت کی طرح پہنچی ہے اور اس میں

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا هُوَ بِهٰذَا الْجَيْشِ قَالَ زَيْدٌ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ الْعَامِرِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَابِطٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ اَبِي رَبِيْعَةَ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ يُوْسُفَ بْنِ مَاهِكٍ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ الْجَيْشَ الَّذِي ذَكَرَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَفْوَانَ ۔

عبداللہ بن صفوان کے بیان کیے ہوئے لشکر کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۱۶ ۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ الْفَضْلِ الْحُدَّانِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ عَبِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنَامِهِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِيْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ فَقَالَ الْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِنْ اُمَّتِيْ يَؤُمُّوْنَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ لَجَاَ بِالْبَيْتِ حَتّٰى اِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ قَالَ نَعَمْ فِيْهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُوْرُ وَابْنُ السَّبِيْلِ يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَّاحِدًا وَّيَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پیر ہلائے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے نیند میں وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کرتے تھے، آپ نے فرمایا: تعجب ہے! میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک شخص کو (پکڑنے کے لیے)، بیت اللہ کا قصد کریں گے، جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہوئی ہوگی، حتی کہ جب وہ میدان میں پہنچیں گے تو ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ہم نے کہا یارسول اللہ! راستہ میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں، آپ نے فرمایا: ہاں! ان میں بااختیار، مجبور اور مسافر بھی ہوں گے وہ سب ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کے اعتبار سے ان کو الگ الگ اٹھائے گا۔

۷۱۱۷ ۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اُسَامَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَفَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى اِنِّيْ لَاَرٰى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قلعوں میں سے بعض قلعوں پر چڑھے، پھر فرمایا: کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ میں فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہیں ہوتی ہیں۔

۷۱۱۸ ۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۱۹۔ حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنِیْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ (وَھُوَ ابْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ حَدَّثَنِی ابْنُ الْمُسَیَّبِ وَاَبُوْ سَلَمَۃَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَتَکُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ مَنْ تَشَرَّفَ لَھَا تَسْتَشْرِفْہُ وَمَنْ وَجَدَ فِیْھَا مَلْجَاً فَلْیَعُذْ بِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب فتنے برپا ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو ان فتنوں کو دیکھے گا وہ فتنے اس کو دیکھ لیں گے (یعنی اس کو ہلاک کر دیں گے) اور جس شخص کو ان سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کر لے۔

۷۱۲۰۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِیُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنِیْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُطِیْعِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِیَۃَ مِثْلَ حَدِیْثِ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ھٰذَا اِلَّا اَنَّ اَبَا بَکْرٍ یَزِیْدُ مِنَ الصَّلٰوۃِ صَلٰوۃٌ مَنْ فَاتَتْہُ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلَہٗ وَمَالَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند ذکر کی، اس میں یہ اضافہ ہے نمازوں میں ایک نماز ایسی ہے جس کی وہ نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل اور مال سب لٹ گئے۔

۷۱۲۱۔ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ فِتْنَۃٌ اَلنَّائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَقْظَانِ وَالْیَقْظَانُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِیْھَا خَیْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْیَسْتَعِذْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ فتنے ہوں گے، ان میں سونے والا بیدار سے بہتر ہوگا، اور بیدار کھڑے ہوئے شخص سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، پس جس شخص کو ان فتنوں سے پناہ کی جگہ مل جائے وہ پناہ حاصل کر لے۔

۷۱۲۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ فُضَیْلُ بْنُ حُسَیْنٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ الشَّحَّامُ قَالَ انْطَلَقْتُ اَنَا وَفَرْقَدٌ السَّبَخِیُّ اِلٰی مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ وَھُوَ فِیْ اَرْضِہٖ فَدَخَلْنَا عَلَیْہِ فَقُلْنَا ھَلْ سَمِعْتَ اَبَاکَ یُحَدِّثُ فِی الْفِتَنِ حَدِیْثًا

عثمان بن شحام بیان کرتے ہیں کہ میں اور فرقد سبخی مسلم بن ابی بکرہ سے ملنے ان کی زمین میں گئے، ہم نے پوچھا کیا آپ نے اپنے والد سے فتنوں کے متعلق کوئی حدیث سنی ہے، انھوں نے کہا ہاں، ہم نے حضرت ابوبکرہ سے سنا وہ یہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ

قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ اَبَا بَكْرَةَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنَةُ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ فِيْهَا وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا نَزَلَتْ اَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ اَوْ اِحْدَى الْفِئَتَيْنِ فَضَرَبَنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِيْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِيْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ۔

علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے، سنو پھر فتنے ہوں گے، ان میں بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور ان میں چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، سنو جب یہ فتنے واقع ہوں تو جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ لاحق ہو جائے اور جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے ساتھ لاحق ہو جائے، اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین پر چلا جائے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتائیے کہ جس شخص کے پاس اونٹ، بکریاں اور زمین نہ ہو؟ آپ نے فرمایا وہ اپنی تلوار لے کر اس کی دھار کو پتھر سے کند کر دے، پھر اگر وہ نجات حاصل کر سکتا ہو تو نجات حاصل کرے، اے اللہ! کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ اے اللہ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے؟ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر مجھے جبراً کسی ایک صف یا کسی ایک جماعت میں داخل کر دیا جائے! پھر مجھے ایک شخص تلوار سے مار دے، یا مجھے کوئی تیر آ کر لگے جس سے میں قتل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا: وہ شخص اپنے اور تیرے گناہ کے ساتھ لوٹے گا! اور وہ جہنمی ہوگا۔

۷۱۲۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ كِلَاهُمَا عَنْ عُثْمَانَ الشَّحَّامِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ حَدِيْثُ ابْنِ اَبِيْ عَدِيٍّ نَحْوَ حَدِيْثِ حَمَّادٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَانْتَهٰى حَدِيْثُ وَكِيْعٍ عِنْدَ قَوْلِهٖ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں، دوسری سند سے یہاں تک روایت ہے اگر وہ نجات کی استطاعت رکھے اور اس کے مابعد کا ذکر نہیں ہے۔

۷۱۲۴۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنِ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ

احنف بن قیس کہتے ہیں میں روانہ ہوا اور میں اس شخص (حضرت علی کی مدد) کا ارادہ رکھتا تھا، میری حضرت ابوبکرہ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا اے احنف تم کہاں جا

قَالَ خَرَجْتُ وَاَنَا اُرِيْدُ هٰذَا الرَّجُلَ فَلَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرَةَ فَقَالَ اَيْنَ تُرِيْدُ يَا اَحْنَفُ قَالَ قُلْتُ اُرِيْدُ نَصْرَ ابْنِ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِيْ عَلِيًّا قَالَ فَقَالَ لِيْ يَا اَحْنَفُ ارْجِعْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا تَوَاجَهَ الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ قَالَ فَقُلْتُ اَوْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ اِنَّهٗ قَدْ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ۔

رہے ہو؟ انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم زاد کی مدد کا ارادہ رکھتا ہوں، (یعنی حضرت علی کی) حضرت ابوبکرہ نے مجھ سے کہا اے احنف! واپس جاؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اسی طرح حکم ہے؟ یہ تو قاتل ہے مگر مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا: اس نے بھی اپنے حریف کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

۷۱۲۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَالْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ الْاَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

۷۱۲۶ - وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ كِتَابِهٖ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ كَامِلٍ عَنْ حَمَّادٍ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا الْمُسْلِمَانِ حَمَلَ اَحَدُهُمَا عَلٰى اَخِيْهِ السِّلَاحَ فَهُمَا فِيْ جُرُفِ جَهَنَّمَ فَاِذَا قَتَلَ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ دَخَلَاهَا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمانوں میں سے کوئی ایک اپنے بھائی پر تلوار اٹھاتے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے ہوتے ہیں اور جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

جَمِيعًا۔

۷۱۲۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ وَتَكُونَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک کہ دو عظیم جماعتوں کے درمیان جنگ نہ ہو جائے، ان کے درمیان عظیم جنگ ہوگی اور ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔

۷۱۲۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَكْثُرَ الْهَرْجُ قَالُوا وَمَا الْهَرْجُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْقَتْلُ الْقَتْلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بہت زیادہ ہرج نہ ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا قتل، قتل۔

۷۱۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كِلَاهُمَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّي قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ يَسْتَبِيحُ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا أَوْ قَالَ مَنْ بَيْنَ أَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا، اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اور جو زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیے گئے، اور میں نے اپنی امت کے لیے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ اس کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اور ان کے علاوہ ان پر کوئی اور دشمن نہ مسلط کیا جائے جو ان سب کی جانوں کو مباح کرے، اور بے شک میرے رب نے فرمایا: اے محمد! جب میں کوئی فیصلہ کر دوں تو وہ رد نہیں ہوتا، اور بے شک میں نے تمہاری امت کے لیے فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کو عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا، اور ان کے علاوہ ان کے اوپر کوئی ایسا دشمن مسلط نہیں کروں گا جو ان کی جانوں کو مباح کرے، خواہ

بَعْضًا۔

۷۱۳۱۔ وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِیْ اَسْمَآءَ الرَّحَبِیِّ عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاُعْطَانِیَ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ ثُمَّ ذَکَرَ نَحْوَ حَدِیْثِ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَةَ۔

ان کے خلاف تمام روئے زمین کے لوگ جمع ہو جائیں، ہاں اس امت کے بعض لوگ بعض دوسروں کو ہلاک کر دیں گے اور بعض، بعض کو قید کریں گے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا، حتیٰ کہ میں نے اس کے تمام مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخ اور سفید دو خزانے عطا فرمائے، اس کے بعد ایوب کی روایت کی مثل ہے۔

۷۱۳۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَکِیْمٍ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ ذَاتَ یَوْمٍ مِنَ الْعَالِیَةِ حَتّٰی اِذَا مَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِیَةَ دَخَلَ فَرَکَعَ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ وَصَلَّیْنَا مَعَهٗ وَدَعَا رَبَّهٗ طَوِیْلًا ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَیْنَا فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ رَبِّیْ ثَلَاثًا فَاَعْطَانِیْ ثِنْتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَةً سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ لَّا یُهْلِکَ اُمَّتِیْ بِالسَّنَةِ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یُهْلِکَ اُمَّتِیْ بِالْغَرَقِ فَاَعْطَانِیْهَا وَسَاَلْتُهٗ اَنْ لَّا یَجْعَلَ بَاْسَهُمْ بَیْنَهُمْ فَمَنَعَنِیْهَا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقام عالیہ سے تشریف لاتے حتیٰ کہ جب آپ بنو معاویہ کی مسجد سے گذرے تو آپ نے وہاں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اپنے رب سے بہت طویل دعا کی، پھر آپ ہماری طرف مڑے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا کر دی، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز مجھے عطا کر دی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

۷۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَکِیْمٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اصحاب کی ایک

الْاَنْصَارِیُّ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ اَقْبَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَآئِفَۃٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ فَمَرَّ بِمَسْجِدِ بَنِیْ مُعَاوِیَۃَ بِمِثْلِ حَدِیْثِ ابْنِ نُمَیْرٍ۔

جماعت کے ساتھ آئے، اور آپ کا بنو معاویہ کی مسجد سے گذر ہوا۔

۷۱۳۴۔ حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیَی التُّجِیْبِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَنَّ اَبَا اِدْرِیْسَ الْخَوْلَانِیَّ کَانَ یَقُوْلُ قَالَ حُذَیْفَۃُ ابْنُ الْیَمَانِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِکُلِّ فِتْنَۃٍ ھِیَ کَائِنَۃٌ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ وَمَا بِیْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسَرَّ اِلَیَّ فِیْ ذٰلِکَ شَیْئًا لَمْ یُحَدِّثْہُ غَیْرِیْ وَلٰکِنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُوَ یُحَدِّثُ مَجْلِسًا اَنَا فِیْہِ عَنِ الْفِتَنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَعُدُّ الْفِتَنَ مِنْھُنَّ ثَلَاثٌ لَا یَکَدْنَ یَذَرْنَ شَیْئًا وَّمِنْھُنَّ فِتَنٌ کَرِیَاحِ الصَّیْفِ مِنْھَا صِغَارٌ وَمِنْھَا کِبَارٌ قَالَ حُذَیْفَۃُ فَذَھَبَ اُولٰٓئِکَ الرَّھْطُ کُلُّھُمْ غَیْرِیْ۔

ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ بخدا میں اب سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنہ کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور میرا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی حال تھا کہ آپ نے مجھے راز کی وہ باتیں بتائیں جو میرے علاوہ اور کسی کو نہیں بتائیں، ایک دن ایک مجلس میں آپ فتنوں کے متعلق بیان فرمارہے تھے، اس مجلس میں میں بھی حاضر تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کو گنتے ہوئے فرمایا: تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے، ان میں سے بعض فتنے گرمیوں کی آندھیوں کی طرح ہیں، بعض فتنے چھوٹے ہیں، اور بعض بڑے ہیں، حضرت حذیفہ نے کہا میرے علاوہ اس مجلس کے تمام شرکاء اب فوت ہو چکے ہیں۔

۷۱۳۵۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرٰھِیْمَ قَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِیْقٍ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذٰلِکَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ اِلَّا حَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَّسِیَہٗ قَدْ عَلِمَہٗ اَصْحَابِیْ ھٰؤُلَآءِ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنُ مِنْہُ الشَّیْءُ قَدْ نَسِیْتُہٗ فَاَرَاہُ فَاَذْکُرُہٗ کَمَا یَذْکُرُ الرَّجُلُ وَجْہَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْہُ ثُمَّ اِذَا رَاٰہُ عَرَفَہٗ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی تمام چیزوں کو بیان کر دیا، جس نے ان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جس نے ان کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا، اس واقعہ کو میرے یہ اصحاب جانتے ہیں بعض چیزوں کو میں بھول گیا تھا لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو وہ یاد آگئیں، جس طرح کوئی شخص کسی کا چہرہ دیکھ کر بھول جاتا ہے اور جب وہ سامنے آتا ہے تو اس کو پہچان لیتا ہے۔

۷۱۳۶۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰی

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

قَوْلِهٖ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

۷۱۳۷۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّهُ قَالَ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ فَمَا مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا قَدْ سَأَلْتُهُ إِلَّا إِنِّي لَمْ أَسْأَلْهُ مَا يُخْرِجُ أَهْلَ الْمَدِينَةِ مِنَ الْمَدِينَةِ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے۔ اور ہر چیز کے متعلق میں نے آپ سے سوال کیا، البتہ میں نے آپ سے یہ سوال نہیں کیا کہ اہل مدینہ کو کیا چیز مدینہ سے نکالے گی۔

۷۱۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۳۹۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا عُرْوَةُ بْنُ ثَابِتٍ أَخْبَرَنَا عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ (يَعْنِي عَمْرَو بْنَ أَخْطَبَ) قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا۔

حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو فجر کی نماز پڑھائی، اور منبر پر رونق افروز ہوئے، اور ہم کو خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آگئی، آپ نے منبر سے اتر کر ظہر پڑھائی، پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آگئی، پھر آپ نے اتر کر عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا پھر آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں (یعنی ما کان وما یکون کی خبریں دیں) سو جو ہم میں زیادہ حافظ تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

۷۱۴۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيثَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ كَمَا قَالَ قَالَ فَقُلْتُ أَنَا قَالَ إِنَّكَ لَجَرِيءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے کہا تم میں سے فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ نے کہا مجھے یاد ہے، حضرت عمر نے کہا تم بہت جرأت مند ہو، وہ حدیث کس طرح ہے؟ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مرد کے اہل،

وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ فَقُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا بَابًا مُغْلَقًا قَالَ اَفَيُكْسَرُ الْبَابُ اَمْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذٰلِكَ اَحْرٰى اَنْ لَّا يُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا لِحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مَنِ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدِ اللَّيْلَةَ اِنِّيْ حَدَّثْتُهٗ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيْطِ قَالَ فَهِبْنَا اَنْ نَّسْاَلَ حُذَيْفَةَ مَنِ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَاَلَهٗ فَقَالَ عُمَرُ۔

مال، اس کی جان، اس کی اولاد اور اس کے پڑوسی میں فتنہ ہے، جس کا کفارہ روزے، نماز، صدقہ، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، حضرت عمر نے کہا میری یہ مراد نہیں ہے، میری مراد تو وہ فتنہ ہے، جو سمندر کی موجوں کی طرح امڈ آئے گا، حضرت حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ کو اس فتنہ سے کیا خطرہ ہے! آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ ہے، حضرت عمر نے پوچھا اس دروازے کو کھولا جائے گا یا توڑا جائے گا، میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا، حضرت عمر نے کہا پھر اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا، راوی کہتے ہیں پھر ہم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ہاں جیسے وہ جانتے تھے کہ صبح کے بعد رات ہے، میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو بے بنیاد نہیں ہے، پھر ہم حضرت حذیفہ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ دروازہ سے کیا مراد ہے، ہم نے مسروق سے کہا تم پوچھو انھوں نے پوچھا تو حضرت حذیفہ نے کہا دروازے سے مراد خود حضرت عمر تھے۔

۷۱۴۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى ابْنُ يُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيْسٰى كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ وَفِيْ حَدِيْثِ عِيْسٰى عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ يَقُوْلُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، شقیق کی روایت میں ہے میں نے حضرت حذیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔

۷۱۴۲۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ اَبِيْ رَاشِدٍ وَالْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ مَنْ يُّحَدِّثُنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا ہمیں فتنہ کے متعلق حدیث کون بیان کرے گا؟ پھر حسب سابق ہے۔

۷۱۴۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا ابْنُ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں واقعہ جرعہ کے دن آیا وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا، میں نے کہا

عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ جُنْدَبٌ جِئْتُ يَوْمَ الْجَرْعَةِ فَإِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فَقُلْتُ لَيُهْرَاقَنَّ الْيَوْمَ هٰهُنَا دِمَاءٌ فَقَالَ ذَاكَ الرَّجُلُ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ قُلْتُ بَلٰى وَاللّٰهِ قَالَ كَلَّا وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَحَدِيثُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِيهِ قُلْتُ بِئْسَ الْجَلِيسُ لِي أَنْتَ مُنْذُ الْيَوْمِ تَسْمَعُنِي أُخَالِفُكَ وَقَدْ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَنْهَانِي ثُمَّ قُلْتُ مَا هٰذَا الْغَضَبُ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ وَأَسَالُهُ فَإِذَا الرَّجُلُ حُذَيْفَةُ۔

آج تو یہاں بہت محو خونریزی ہو گی، اس شخص نے کہا بہ خدا ہرگز نہیں! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہو گی! اس نے کہا بہ خدا ہرگز نہیں ہو گی! میں نے کہا خدا کی قسم کیوں نہیں ہو گی! اس نے کہا بہ خدا ہرگز نہیں! یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آپ نے مجھ سے فرمائی ہے، میں نے کہا آج تک میرے پاس بیٹھنے والوں میں تم سب سے برے آدمی ہو، میں تمہاری مخالفت کر رہا تھا، حالانکہ تم نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہوئی تھی، تم نے مجھے منع کیوں نہیں کیا، پھر میں نے سوچا اس غصہ سے کیا فائدہ میں نے ان کی طرف مڑ کر ان کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔

۷۱۴۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسِرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ وَيَقُولُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّي أَكُونُ أَنَا الَّذِي أَنْجُو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ دریائے فرات سے ایک سونے کا پہاڑ نہ نکل آئے، جس پر لوگوں کا قتال ہوگا، اور ہر سو آدمیوں میں سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے اور ان میں سے ہر شخص یہ سوچے گا کہ شاید میں ہی وہ شخص ہوں جس کو نجات مل جائے۔

۷۱۴۵۔ وَحَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فَقَالَ أَبِي إِنْ رَأَيْتَهُ فَلَا تَقْرَبَنَّهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ ہے کہ سہیل نے اپنے والد سے روایت کیا اگر تم اس پہاڑ کو دیکھو تو اس کے قریب بھی مت جانا۔

۷۱۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ السَّكُونِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ حُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ الْفُرَاتُ أَنْ يَحْسِرَ عَنْ كَنْزٍ مِنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۴۷۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

بْنُ خَالِدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فرات سے سونے کا ایک پہاڑ نکلے گا جو شخص وہاں حاضر ہو تو وہ اس سے کچھ نہ لے۔

۷۱۴۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ وَاَبُوْ مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ مَعْنٍ) قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ كُنْتُ وَاقِفًا مَعَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَقَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ مُخْتَلِفَةً اَعْنَاقُهُمْ فِيْ طَلَبِ الدُّنْيَا قُلْتُ اَجَلْ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسِرَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ فَاِذَا سَمِعَ بِهِ النَّاسُ سَارُوْا اِلَيْهِ فَيَقُوْلُ مَنْ عِنْدَهُ لَئِنْ تَرَكْنَا النَّاسَ يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ لَيَذْهَبَنَّ بِهِ كُلِّهِ قَالَ فَيَقْتَتِلُوْنَ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ قَالَ اَبُوْ كَامِلٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ قَالَ وَقَفْتُ اَنَا وَاُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ فِيْ ظِلِّ اُجُمِ حَسَّانَ۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، انھوں نے کہا لوگوں کی گردنیں طلب دنیا میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتی رہیں گی، میں نے کہا ہاں۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: عنقریب فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا، جب لوگ اس کے متعلق سنیں گے تو اس کی طرف روانہ ہوں گے، پہاڑ کے پاس والے لوگ کہیں گے اگر ہم نے لوگوں کو چھوڑ دیا تو یہ سب سونا لے جائیں گے، پھر اس پر لوگوں کی جنگ ہوگی اور ہر سو سے ننانوے آدمی مارے جائیں گے۔ ابو کامل کی روایت میں یہ اضافہ ہے: انھوں نے کہا میں اور حضرت ابی بن کعب دونوں حسان کے قلعہ کے سائے میں کھڑے تھے۔

۷۱۴۹۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ بْنُ يَعِيْشَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (وَاللَّفْظُ لِعُبَيْدٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلٰى خَالِدِ بْنِ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنِعَتِ الْعِرَاقُ دِرْهَمَهَا وَقَفِيْزَهَا وَمُنِعَتِ الشَّامُ مُدْيَهَا وَدِيْنَارَهَا وَمُنِعَتْ مِصْرُ اِرْدَبَّهَا وَدِيْنَارَهَا وَعُدْتُمْ مِّنْ حَيْثُ بَدَاْتُمْ وَعُدْتُمْ مِّنْ حَيْثُ بَدَاْتُمْ وَعُدْتُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عراق اپنے درہم اور قفیز کو روک لے گا اور شام اپنے مدی اور دینار کو روک لے گا اور مصر اپنے اردب اور دینار کو روک لے گا، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اور تم نے جہاں سے ابتداء کی تھی وہیں لوٹ جاؤ گے، اس حدیث پر ابوہریرہ کا گرشت اور خون گواہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ بَدَأْتُمْ شَهِدَ عَلَى ذٰلِكَ لَحْمُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَدَمُهٗ ۔

۷۱۵۰۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اِخْوَانِنَا فَيُقَاتِلُوْنَهُمْ فَيَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَبَدًا وَيُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَيَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَا يُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَيَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِيْنِيَّةَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَآئِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُيُوْفَهُمْ بِالزَّيْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِيْهِمُ الشَّيْطَانُ اِنَّ الْمَسِيْحَ قَدْ خَلَفَكُمْ فِيْ اَهْلِيْكُمْ فَيَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَآءُوا الشَّامَ خَرَجَ فَبَيْنَمَا هُمْ يَعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ فَلَوْ تُرِكَ لَانْذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنْ يَقْتُلُهُ اللّٰهُ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهٗ فِيْ حَرْبَتِهٖ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ رومی، اعماق یا دابق نہ پہنچ جائیں پھر ان سے (لڑنے کے لیے) مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا، وہ اس وقت روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہونگے، جب دونوں لشکر صف آراء ہوں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنھوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنالیا ہے، مسلمان کہیں گے، نہیں بہ خدا ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے پھر وہ ان سے لڑیں گے، تو ان میں سے ایک تہائی (مسلمان) بھاگ جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں کرے گا، اور ایک تہائی ان میں سے قتل کردیے جائیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے، بقیہ تہائی فتح پا لیں گے وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے، وہ قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے، جس وقت وہ مال غنیمت کو تقسیم کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکا دیں گے، تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا، تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے، مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی، جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا، جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو حضرت عیسیٰ بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم نازل ہوں گے، اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ ان کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے قتل کرے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون (لوگوں کو) دکھلائے گا۔

۷۱۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ الْمُسْتَوْرِدُ الْقُرَشِيُّ عِنْدَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عَمْرٌو أَبْصِرْ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ إِنَّ فِيهِمْ لَخِصَالًا أَرْبَعًا إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَسْرَعُهُمْ إِفَاقَةً بَعْدَ مُصِيبَةٍ وَأَوْشَكُهُمْ كَرَّةً بَعْدَ فَرَّةٍ وَخَيْرُهُمْ لِمِسْكِينٍ وَيَتِيمٍ وَضَعِيفٍ وَخَامِسَةٌ حَسَنَةٌ جَمِيلَةٌ وَأَمْنَعُهُمْ مِنْ ظُلْمِ الْمُلُوكِ۔

حضرت مستورد قرشی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ (جب) قیامت آئے گی تو رومیوں (عیسائیوں) کی تعداد سب سے زیادہ ہو گئی، حضرت عمرو نے کہا غور کرو تم کیا کہہ رہے ہو! انھوں نے کہا میں وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ کہتے ہو تو ان میں چار خصلتیں ہیں (۱) وہ آزمائش کے وقت سب لوگوں سے زیادہ حلیم ہیں (۲) مصیبت کے وقت سب لوگوں سے جلدی اس کا تدارک کرتے ہیں اور شکست کھانے کے بعد سب لوگوں سے جلدی دوبارہ حملہ کرتے ہیں اور مسکینوں یتیموں اور کمزوروں کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں اور پانچویں خصلت سب سے اچھی یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ بادشاہوں کو ظلم سے روکنے والے ہیں۔

۷۱۵۲۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي أَبُو شُرَيْحٍ أَنَّ عَبْدَ الْكَرِيمِ بْنَ الْحَارِثِ حَدَّثَهُ أَنَّ الْمُسْتَوْرِدَ الْقُرَشِيَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَقُومُ السَّاعَةُ وَالرُّومُ أَكْثَرُ النَّاسِ قَالَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ فَقَالَ مَا هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الَّتِي تُذْكَرُ عَنْكَ أَنَّكَ تَقُولُهَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ الْمُسْتَوْرِدُ قُلْتُ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَمْرٌو لَئِنْ قُلْتَ ذٰلِكَ إِنَّهُمْ لَأَحْلَمُ النَّاسِ عِنْدَ فِتْنَةٍ وَأَجْبَرُ النَّاسِ عِنْدَ مُصِيبَةٍ وَخَيْرُ النَّاسِ لِمَسَاكِينِهِمْ وَضُعَفَائِهِمْ۔

حضرت مستورد قرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو رومی (عیسائی) سب سے زیادہ ہوں گے، جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انھوں نے ان سے کہا یہ کیسی احادیث ہیں جو تم سے روایت کی جا رہی ہیں تم ان احادیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو؟ حضرت مستورد نے کہا میں وہی کہتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، حضرت عمرو نے کہا اگر تم یہ بیان کر رہے ہو تو سنو وہ آزمائش کے وقت سب سے زیادہ حلیم ہیں، سب سے زیادہ مصیبت کا تدارک کرنے والے ہیں، اور مسکینوں اور کمزوروں کے حق میں سب لوگوں سے بہتر ہیں۔

۷۱۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ)

یسیر بن جابر بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی، ایک شخص جس کا تکیہ کلام یہ تھا کہ سنو اے عبداللہ بن

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حُمَيْدِ
بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْعَدَوِيِّ عَنْ بُسَيْرِ بْنِ
جَابِرٍ قَالَ هَاجَتْ رِيحٌ حَمْرَاءُ بِالْكُوفَةِ فَجَاءَ
رَجُلٌ لَيْسَ لَهُ هِجِّيرَى إِلَّا يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍ
جَاءَتِ السَّاعَةُ قَالَ فَقَعَدَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ إِنَّ
السَّاعَةَ لَا تَقُومُ حَتّٰى لَا يُقْسَمُ مِيرَاثٌ وَلَا يُفْرَحُ بِغَنِيمَةٍ
ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَنَحَّاهَا نَحْوَ الشَّامِ فَقَالَ عَدُوٌّ
يَجْمَعُونَ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ
قُلْتُ الرُّومَ تَعْنِي قَالَ نَعَمْ وَتَكُونُ عِنْدَ ذَاكُمُ الْقِتَالِ
رَدَّةٌ شَدِيدَةٌ فَيَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُونَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ
لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُونَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ
اللَّيْلُ فَيَفِيءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى
الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُونَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا
تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُونَ حَتّٰى يَحْجِزَ بَيْنَهُمُ
اللَّيْلُ فَيَفِيءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ
وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ يَشْتَرِطُ الْمُسْلِمُونَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ
لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُونَ حَتّٰى يُمْسُوا فَيَفِيءُ
هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ فَإِذَا كَانَ
يَوْمُ الرَّابِعِ نَهَدَ إِلَيْهِمْ بَقِيَّةُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ
الدَّبْرَةَ عَلَيْهِمْ فَيَقْتُلُونَ مَقْتَلَةً إِمَّا قَالَ لَا يُرَى مِثْلُهَا
وَإِمَّا قَالَ لَمْ يُرَ مِثْلُهَا حَتّٰى إِنَّ الطَّائِرَ لَيَمُرُّ بِجَنَبَاتِهِمْ
فَمَا يُخَلِّفُهُمْ حَتّٰى يَخِرَّ مَيِّتًا فَيَتَعَادُّ بَنُو الْأَبِ كَانُوا
مِائَةً فَلَا يَجِدُونَهُ بَقِيَ مِنْهُمْ إِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ
فَبِأَيِّ غَنِيمَةٍ يُفْرَحُ أَوْ أَيِّ مِيرَاثٍ يُقْسَمُ فَبَيْنَمَا هُمْ
كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعُوا بِبَأْسٍ هُوَ أَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ فَجَاءَهُمُ
الصَّرِيخُ أَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَهُمْ فِي ذَرَارِيِّهِمْ فَيَرْفُضُونَ
مَا فِي أَيْدِيهِمْ وَيُقْبِلُونَ فَيَبْعَثُونَ عَشَرَةَ فَوَارِسَ
طَلِيعَةً قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ
أَسْمَاءَهُمْ وَأَسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَأَلْوَانَ خُيُولِهِمْ هُمْ خَيْرُ

مسعود! قیامت آگئی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، سنبھل کر بیٹھ گئے اور فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک میراث کی تقسیم اور مال غنیمت کی خوشی کو ترک نہ کر دیا جائے، پھر ملک شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: (وہاں) اہل اسلام کے دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلہ کے لیے مسلمان جمع ہوں گے، میں نے کہا آپ کی مراد رومی ہیں؟ فرمایا: ہاں! اس جنگ کی شدت کی وجہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر پلٹ آئیں گے، پھر مسلمان ایک ایسا لشکر بھیجیں گے کہ وہ خواہ مر جائیں مگر کامیابی کے بغیر واپس نہ لوٹیں، پھر مسلمان خوب جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا پردہ حائل ہو جائے گا، پھر یہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور وہ فریق بھی لوٹ آئے گا، اور ان میں سے کسی کو غلبہ نہیں ہو گا، پھر وہ (پہلا) دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے، پھر وہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا حجاب آجائے گا، پھر یہ دستہ اور دوسرا دستہ دونوں لوٹ آئیں گے، اور ان میں سے کوئی کامیاب نہیں ہو گا اور وہ دستہ ہلاک ہو جائے گا، پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے، پھر وہ شام تک جنگ کرتے رہیں گے، پھر یہ اور وہ لوٹ آئیں گے اور کوئی فریق غالب نہیں ہو گا اور وہ دستہ ہلاک ہو چکا ہو گا، اور جب چوتھا دن ہو گا تو باقی مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کافروں پر شکست مسلط کر دے گا، وہ ایسی جنگ ہو گی کہ اس سے پہلے ایسی جنگ کی مثال دیکھی نہیں ہو گی، حتیٰ کہ پرندے بھی ان کے پہلوؤں سے گذریں گے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے اور مردہ ہو کر گر پڑیں گے ایک باپ کی اولاد سو تک ہو گی، ان میں سے ایک کے سوا اور کوئی باقی نہیں بچے گا، اس صورت میں مال غنیمت سے

فَوَارِسَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ اَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ قَالَ ابْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ فِیْ رِوَايَتِهٖ عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ۔

کیا خوشی ہوگی اور کیسے وراثت تقسیم ہوگی، مسلمان اسی حالت سے دوچار ہوں گے کہ اس سے بڑی افتاد آپڑے گی ایک چیخ سنائی دے گی کہ مسلمانوں کی اولاد میں دجال آچکا ہے، ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس گھوڑے سواروں کا ہراول دستہ بھیجیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان سواروں کے نام، ان کے باپ دادا کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ جانتا ہوں وہ روئے زمین کے بہترین گھوڑے سواروں میں سے ہوں گے، ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں کہا یہ حدیث اسیر بن جابر سے مروی ہے۔

۷۱۵۴۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِیُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ يُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَهَبَّتْ رِيْحٌ حَمْرَآءُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِنَحْوِهٖ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُلَيَّةَ اَتَمُّ وَاَشْبَعُ۔

یسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو سرخ آندھی آئی پھر اس کی مثل روایت ہے اور ابن علیہ کی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

۷۱۵۵۔ وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِی ابْنَ الْمُغِيْرَةِ) حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ (يَعْنِی ابْنَ هِلَالٍ) عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ كُنْتُ فِیْ بَيْتِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَالْبَيْتُ مَلْاٰنُ قَالَ فَهَاجَتْ رِيْحٌ حَمْرَآءُ بِالْكُوْفَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ۔

اسیر بن جابر کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا اور گھر بھرا ہوا تھا، انھوں نے کہا اس وقت کوفہ میں سرخ آندھی چلی، پھر ابن علیہ کی مثل روایت بیان کی۔

۷۱۵۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةٍ قَالَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ عَلَيْهِمْ ثِيَابُ الصُّوْفِ فَوَاقَفُوْهُ عِنْدَ اَكَمَةٍ فَاَتَاهُمْ لَقِيَامٌ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ قَالَ فَقَالَتْ لِیْ نَفْسِیْ اِئْتِهِمْ فَقُمْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ لَا يَغْتَالُوْنَهٗ قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَعَلَّهٗ نَجِیٌّ مَعَهُمْ

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جنھوں نے اون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ان کی آپ سے ٹیلے کے پاس ملاقات ہوئی، وہ کھڑے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ "تو بھی ان کے پاس چل"، اور حضور کے اور ان کے درمیان جاکر کھڑا ہوا کہیں وہ حضور پر دھوکے

فَاَتَيْتُهُمْ فَقُمْتُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ قَالَ فَحُفِظْتُ مِنْهُ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ اَعُدُّهُنَّ فِيْ يَدِيْ قَالَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ قَالَ فَقَالَ نَافِعٌ يَا جَابِرُ لَا نُرَى الدَّجَّالَ يَخْرُجُ حَتّٰى تُفْتَحَ الرُّوْمُ۔

سے حملہ نہ کردیں، پھر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں! بہرحال میں ان کے پاس گیا اور آپ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا تب مجھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار باتیں یاد ہیں جن کو میں نے انگلیوں پر شمار کر لیا تھا، آپ نے فرمایا تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس میں تم کو فتح عطا فرمائے گا، پھر تم فارس میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم روم میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم دجال سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا فرمائے گا، نافع نے کہا اے جابر ہم شام کی فتح سے پہلے دجال کو نہیں دیکھیں گے۔

۷۱۵۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ اَطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ۔

حضرت حذیفہ بن اُسید غفاری کہتے ہیں کہ جس وقت ہم باتیں کر رہے تھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے کہا ہم قیامت کے متعلق باتیں کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اس کے متعلق دس نشانیاں نہ دیکھ لو، دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول، اور یاجوج ماجوج اور تین جگہ زمین کے دھنسنے کا ذکر کیا، مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، اور آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہنکا کر محشر کی طرف لے جائے گی۔

۷۱۵۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ الْقَزَّازِ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ اَبِيْ سَرِيْحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غُرْفَةٍ وَنَحْنُ اَسْفَلَ مِنْهُ فَاطَّلَعَ اِلَيْنَا فَقَالَ مَا تَذْكُرُوْنَ قُلْنَا السَّاعَةَ قَالَ اِنَّ السَّاعَةَ لَا تَكُوْنُ حَتّٰى تَكُوْنَ عَشْرُ اٰيَاتٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ

حضرت ابوسریحہ حذیفہ بن اُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تھے اور ہم نیچے بیٹھے ہوتے تھے، آپ نے ہماری طرف جھانک کر فرمایا: تم کس کا ذکر کر رہے ہو؟ ہم نے کہا قیامت کا، آپ نے فرمایا جب تک دس نشانیاں ظاہر نہ ہوں قیامت نہیں آئے گی، مشرق میں زمین کا دھنسنا، مغرب میں زمین کا دھنسنا اور جزیرہ عرب میں زمین کا دھنسنا، دھواں، دجال، دابۃ الارض،

فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَالدُّخَانُ وَالدَّجَّالُ وَدَابَّةُ الْأَرْضِ وَيَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَطُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرَةِ عَدَنٍ تَرْحَلُ النَّاسَ قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ مِثْلَ ذٰلِكَ لَا يَذْكُرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ أَحَدُهُمَا فِي الْعَاشِرَةِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ الْآخَرُ وَرِيحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ۔

یاجوج ماجوج، مغرب سے سورج کا طلوع ہونا اور ایک آگ جو عدن کے کنارے سے نکلے گی، اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی، شعبہ نے کہا ایک اور سند کے ساتھ ابوسریحہ سے اس کی مثل روایت ہے اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا، ایک راوی نے دسویں نشانی میں حضرت عیسیٰ بن مریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزول کا ذکر کیا ہے دوسرے راوی نے کہا ایک آندھی آئے گی جو لوگوں کو سمندر میں ڈال دے گی۔

۷۱۵۹۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غُرْفَةٍ وَنَحْنُ تَحْتَهَا نَتَحَدَّثُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ قَالَ شُعْبَةُ وَأَحْسِبُهُ قَالَ تَنْزِلُ مَعَهُمْ إِذَا نَزَلُوا وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا قَالَ شُعْبَةُ وَحَدَّثَنِي رَجُلٌ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ وَلَمْ يَرْفَعْهُ قَالَ أَحَدُ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَقَالَ الْآخَرُ رِيحٌ تُلْقِيهِمْ فِي الْبَحْرِ۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ میں تھے، اور ہم اس کے نیچے باتیں کر رہے تھے، پھر اس حدیث کی مثل روایت بیان کی، شعبہ نے بیان کیا، میرا گمان ہے انھوں نے کہا: جہاں یہ لوگ جائیں گے آگ وہیں جائے گی، اور جہاں یہ لوگ قیلولہ کریں گے، آگ وہیں رہے گی، شعبہ کہتے ہیں مجھ ایک شخص نے یہ حدیث ابوسریحہ سے روایت کی ہے اور اس کو مرفوع نہیں کہا، ایک راوی نے حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول بیان کیا، اور دوسرے راوی نے بیان کیا ایک آندھی ان کو سمندر میں ڈال دے گی۔

۷۱۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ فُرَاتٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ فَأَشْرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَابْنِ جَعْفَرٍ وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ بِنَحْوِهِ قَالَ وَالْعَاشِرَةُ نُزُولُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قَالَ شُعْبَةُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ۔

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جھانک کر دیکھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، شعبہ کی روایت میں دسویں علامت حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہے، نیز شعبہ نے کہا عبدالعزیز نے اس کو مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

۷۱۶۱۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ

وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ أَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيءُ أَعْنَاقَ الْإِبِلِ بِبُصْرَى.

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سرزمین حجاز سے ایسی آگ ظاہر نہ ہو جائے جس سے بصری کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔

۷۱۶۲۔ حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ إِهَابَ أَوْ يَهَابَ قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِسُهَيْلٍ فَكَمْ ذَلِكَ مِنَ الْمَدِينَةِ. قَالَ كَذَا وَكَذَا مِيلًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قرب قیامت میں) گھر اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں گے، زہیر کہتے ہیں میں نے سہیل سے پوچھا یہ جگہ مدینہ سے کتنے فاصلہ پر ہے؟ انھوں نے کہا اتنے اتنے میل ہے۔

۷۱۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتِ السَّنَةُ بِأَنْ لَا تُمْطَرُوا وَلٰكِنِ السَّنَةُ أَنْ تُمْطَرُوا وَتُمْطَرُوا وَلَا تُنْبِتُ الْأَرْضُ شَيْئًا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو، لیکن قحط یہ ہے کہ بارش ہو اور خوب بارش ہو لیکن زمین کوئی چیز نہ اُگائے۔

۷۱۶۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ يَقُولُ أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا أَلَا إِنَّ الْفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا درآں حالیکہ آپ کا منہ مشرق کی جانب تھا، آپ فرما رہے تھے: سنو فتنہ یہاں ہوگا، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۵۔ وَحَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ ابْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے: فتنہ وہاں ہوگا جہاں سے شیطان کا سینگ

حَدَّثَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ عِنْدَ بَابِ حَفْصَۃَ فَقَالَ بِیَدِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ اَلْفِتْنَۃُ ھٰھُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ قَالَھَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ سَعِیْدٍ فِیْ رِوَایَتِہٖ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَابِ عَائِشَۃَ۔

طلوع ہوگا، یہ آپ نے دو یا تین بار فرمایا، اور عبید اللہ بن سعید نے اپنی روایت میں کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے پاس کھڑے تھے۔

۷۱۶۶۔ وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَھُوَ مُسْتَقْبِلُ الْمَشْرِقِ ھَا اِنَّ الْفِتْنَۃَ ھٰھُنَا ھَا اِنَّ الْفِتْنَۃَ ھٰھُنَا ھَا اِنَّ الْفِتْنَۃَ ھٰھُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف منہ کر کے فرمایا: بے شک فتنہ یہاں ہے، بے شک فتنہ یہاں ہے، بیشک فتنہ یہاں ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔

۷۱۶۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ عِکْرِمَۃَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ بَیْتِ عَائِشَۃَ فَقَالَ رَاْسُ الْکُفْرِ مِنْ ھٰھُنَا مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ یَعْنِی الْمَشْرِقَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر آکر کہا: کفر کی چوٹی ادھر سے نکلے گی جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے، یعنی مشرق سے۔

۷۱۶۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ (یَعْنِی ابْنَ سُلَیْمَانَ) اَخْبَرَنَا حَنْظَلَۃُ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ وَیَقُوْلُ ھَا اِنَّ الْفِتْنَۃَ ھٰھُنَا ھَا اِنَّ الْفِتْنَۃَ ھٰھُنَا ثَلَاثًا حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرق کی طرف ہاتھ سے یہ اشارہ کر کے فرماتے ہوئے سنا بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، بے شک یہاں فتنہ ہے، جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوگا، آپ نے یہ تین بار فرمایا۔

۷۱۶۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ بْنِ اَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی وَاَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الْوَکِیْعِیُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبَانَ) قَالُوْا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ یَقُوْلُ یَا اَھْلَ الْعِرَاقِ مَا اَسْئَلُکُمْ عَنِ الصَّغِیْرَۃِ

سالم بن عبد اللہ بن عمر نے کہا: اے اہل عراق! ایک چھوٹے جرم (پشو کے قتل) کے متعلق تم سے کس نے سوال کرایا اور ایک بڑے جرم (صحابہ، اخیار تابعین بہ شمول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل) پر تم کو کس نے سوار یعنی برانگیختہ کیا؟ میں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ

وَاَرْكَبُكُمْ لِلْكَبِيْرَةِ سَمِعْتُ اَبِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْفِتْنَةَ تَجِيْءُ مِنْ هٰهُنَا وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ نَحْوَ الْمَشْرِقِ مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنَا الشَّيْطَانِ وَاَنْتُمْ يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ وَاِنَّمَا قَتَلَ مُوْسَى الَّذِيْ قَتَلَ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ خَطَاً فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهٗ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُوْنًا قَالَ اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَنْ سَالِمٍ لَمْ يَقُلْ سَمِعْتُ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ فتنہ یہاں سے نمودار ہوگا، آپ نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شیطان کے دو سینگ طلوع ہونگے اور تم ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہو (یعنی تم خارجی لوگ مسلمانوں کو قتل کر رہے ہو) حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون کے جس شخص کو قتل کیا تھا وہ قتل خطاء تھا اس پر بھی اللہ عزوجل نے ان سے فرمایا: "تم نے ایک انسان کو قتل کیا، پھر ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور تم کو آزمائشوں میں ڈالا"۔ احمد بن عمر کی روایت میں سمعت کا لفظ نہیں ہے۔

۷۱۷۰۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلَيَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَكَانَتْ صَنَمًا تَعْبُدُهَا دَوْسٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِتَبَالَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک دوس کی عورتوں کے سرین ذوالخلصہ کا طواف نہ کریں قیامت نہیں آئے گی، ذوالخلصہ تبالہ میں ایک بت تھا جس کی زمانہ جاہلیت میں عورتیں عبادت کرتی تھیں۔

۷۱۷۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاَبُوْ مَعْنٍ زَيْدُ بْنُ يَزِيْدَ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ مَعْنٍ) قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دن اور رات (کا سلسلہ) اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک کہ لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہو، میں نے کہا یا رسول اللہ! جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: (ترجمہ) "وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے، خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گذرے"، تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ یہ دین مکمل ہوگیا، (اور اب کفر نہ ہوگا) آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ کی مشیت میں ہے وہ عنقریب واقع ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا وہ فوت ہو جائے گا، اور جس کے دل میں بالکل خیر نہیں ہوگی وہ

فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ.

باقی رہ جائے گا، اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

۷۱۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ (وَهُوَ الْحَنَفِيُّ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ ابْنُ جَعْفَرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۱۷۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي مَكَانَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص آدمی کی قبر کے پاس سے گذر کر یہ نہ کہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔

۷۱۷۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغُ عَلَيْهِ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّينُ إِلَّا الْبَلَاءُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص قبر سے گذر کر لوٹ پوٹ نہ ہو اور یہ نہ کہے کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے دین میں آزمائش کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

۷۱۷۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِي أَيِّ شَيْءٍ قَتَلَ وَلَا يَدْرِي الْمَقْتُولُ عَلَى أَيِّ شَيْءٍ قُتِلَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ قاتل کو یہ پتا نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو یہ پتا ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔

۷۱۷۶ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ أَبَانَ وَوَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي إِسْمَاعِيلَ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آجائے جس میں قاتل کو یہ پتا نہ ہو کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول

حَتّٰی یَأْتِیَ عَلَی النَّاسِ یَوْمٌ لَا یَدْرِی الْقَاتِلُ فِیمَ قَتَلَ وَالْمَقْتُولُ فِیمَ قُتِلَ فَقِیلَ کَیْفَ یَکُونُ ذٰلِکَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِی النَّارِ وَفِی رِوَایَةِ ابْنِ اَبَانَ قَالَ هُوَ یَزِیدُ بْنُ کَیْسَانَ عَنْ اَبِی اِسْمَاعِیلَ لَمْ یَذْکُرِ الْاَسْلَمِیَّ۔

کو یہ پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا، عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا بکثرت کشت وخون ہوگا، قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

۷۱۷۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوبَکْرِ بْنُ اَبِی شَیْبَةَ وَابْنُ اَبِی عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِی بَکْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ زِیَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَعِیدٍ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُولُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

۷۱۷۸۔ وَحَدَّثَنِی حَرْمَلَةُ ابْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِی یُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَةَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو گرا دے گا۔

۷۱۷۹۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ (یَعْنِی الدَّرَاوَرْدِیَّ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ یُخَرِّبُ بَیْتَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی اللہ عزوجل کے گھر کو گرا دے گا۔

۷۱۸۰۔ وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِیزِ (یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدٍ عَنْ اَبِی الْغَیْثِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجَ رَجُلٌ مِنْ قَحْطَانَ یَسُوقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قحطان کا ایک شخص لوگوں کو اپنی لاٹھی سے نہ ہنکائے۔

۷۱۸۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْکَبِیرِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِیدِ اَبُوبَکْرٍ الْحَنَفِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِیدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْحَکَمِ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات کا سلسلہ اس وقت تک نہیں منقطع ہوگا جب تک جہجاہ نام کا ایک شخص بادشاہ نہ ہو جائے امام مسلم نے راوی کے متعلق کہا یہ چار بھائی

سَلَمَ قَالَ لَا تَذْهَبُ الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي حَتَّى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ. قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ أَرْبَعَةُ إِخْوَةٍ شَرِيكٌ وَعُبَيْدُ اللهِ وَعُمَيْرٌ وَعَبْدُ الْكَبِيرِ بَنُو عَبْدِ الْمَجِيدِ.

ہیں شریک، عبید اللہ، عمیر اور عبد الکبیر یہ عبد المجید کے بیٹے ہیں۔

۷۱۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا كَأَنَّ وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسی قوم سے قتال نہ کرو جس کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنتے ہیں۔

۷۱۸۳ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلَكُمْ أُمَّةٌ يَنْتَعِلُونَ الشَّعَرَ وُجُوهُهُمْ مِثْلُ الْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں والی جوتیاں پہنے گی اور ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے۔

۷۱۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تُقَاتِلُوا قَوْمًا صِغَارَ الْأَعْيُنِ ذُلْفَ الْأُنُفِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس قوم سے قتال نہ کرو جو بالوں کی جوتیاں پہنے گی اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی اور ناک چپٹی ہوگی۔

۷۱۸۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ التُّرْكَ قَوْمًا وُجُوهُهُمْ كَالْمَجَانِّ الْمُطْرَقَةِ يَلْبَسُونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان ترکوں سے جنگ نہ کریں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، یہ لوگ بالوں کا لباس اور بالوں کی جوتیاں

الشَّعَرَ وَيَمْشُوْنَ فِي الشَّعَرِ۔

پہنیں گے۔

۷۱۸۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ وَاَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقَاتِلُوْنَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعَرُ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ حُمْرُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ الْاَعْيُنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے متصل تمہاری ایسی قوم سے جنگ ہوگی جن کی جوتیاں بالوں کی ہوں گی، ان کے چہرے کوٹی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے، چہرے سرخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔

۷۱۸۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الْعِرَاقِ اَنْ لَّا يُجْبٰى اِلَيْهِمْ قَفِيْزٌ وَلَا دِرْهَمٌ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُوْنَ ذَاكَ ثُمَّ قَالَ يُوْشِكُ اَهْلُ الشَّامِ اَنْ لَّا يُجْبٰى اِلَيْهِمْ دِيْنَارٌ وَلَا مُدْيٌ قُلْنَا مِنْ اَيْنَ ذَاكَ قَالَ مِنْ قِبَلِ الرُّوْمِ ثُمَّ سَكَتَ هُنَيَّةً ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِيْ الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ عَدَدًا قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ نَضْرَةَ وَاَبِي الْعَلَاءِ اَتَرَيَانِ اَنَّهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَا لَا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا عنقریب اہل عراق کے پاس کوئی قفیز آئے گا نہ درہم، ہم نے پوچھا کہاں سے نہیں آئے گا؟ انھوں نے کہا عجم سے! وہ اس کو روک لیں گے، پھر کہا عنقریب اہل شام کے پاس کوئی دینار آئے گا نہ مدی ہم نے پوچھا: کہاں سے؟ انھوں نے کہا روم سے، پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا، جو لپ بھر بھر کر مال دے گا، اور اس کو شمار نہیں کرے گا، (راوی کہتے ہیں) میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا: کیا اس سے عمر بن عبدالعزیز مراد ہیں؟ ان دونوں نے کہا نہیں!۔

۷۱۸۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ (يَعْنِي الْجُرَيْرِيَّ) بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۱۸۹۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ) ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ) كِلَاهُمَا عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُلَفَائِكُمْ خَلِيْفَةٌ يَحْثُوا الْمَالَ حَثْيًا لَا يَعُدُّهُ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ ہوں گے جو لپ بھر بھر کر مال دیں گے اور اس کو شمار نہیں کریں گے، ابن حجر کی روایت میں یحثی ہے۔

عَدَدًا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ يَحْثِي الْمَالَ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔

۷۱۹۰۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا دَاوُدُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ خَلِيفَةٌ يُقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهُ۔

حضرت ابو سعید نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے۔

۷۱۹۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ سے بہتر شخص نے مجھے بتایا جب حضرت عمار خندق کھود رہے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرما رہے تھے: اے ابن سمیہ تم پر کیسی افتاد پڑے گی! جب ایک باغی گروہ تم کو قتل کرے گا۔

۷۱۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِينَ جَعَلَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ وَيَقُولُ بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ فِئَةٌ بَاغِيَةٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ مروی ہے مجھ سے بہتر شخص ابو قتادہ ہیں، دوسری سند میں ہے میرا گمان ہے وہ ابو قتادہ ہیں اور اس روایت میں ولیس یا ولیس ابن سمیہ مذکور ہے۔

۷۱۹۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذِ بْنِ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهُوَ يُمُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالُوا أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ النَّضْرِ أَخْبَرَنِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ أُرَاهُ يَعْنِي أَبَا قَتَادَةَ وَفِي حَدِيثِ خَالِدٍ وَيَقُولُ وَلَيْسَ أَوْ يَقُولُ يَا وَلَيْسَ ابْنَ سُمَيَّةَ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ عُقْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ اَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدًا يُحَدِّثُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

۷۱۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّآءُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِي الْحَسَنِ وَالْحَسَنِ عَنْ اُمِّهِمَا عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۷۱۹۶۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْتُلُ عَمَّارًا الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمار کو ایک باغی گروہ قتل کریگا

۷۱۹۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُهْلِكُ اُمَّتِيْ هٰذَا الْحَيُّ مِنْ قُرَيْشٍ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ لَوْ اَنَّ النَّاسَ اعْتَزَلُوْهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو قریش کا یہ قبیلہ ہلاک کردے گا، صحابہ نے عرض کیا پھر آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا کاش لوگ ان سے الگ رہیں۔

۷۱۹۸۔ وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ دَاوٗدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ مَعْنَاهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کیا۔

۷۱۹۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ عُمَرَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ مر گیا اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا، اور جب قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد قیصر نہیں ہوگا، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت

كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

میں میری جان ہے تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔

۷۲۰۰۔ وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِيْ ابْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ سُفْيَانَ وَمَعْنٰى حَدِيْثِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۰۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهٗ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگیا اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا، اور قیصر ہلاک ہوگیا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔

۷۲۰۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ سَوَاءً۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسریٰ ہلاک ہوجائے گا تو اس کے بعد کسریٰ نہیں ہوگا، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ کی روایت کی مثل ہے۔

۷۲۰۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتُفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ آلِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْأَبْيَضِ قَالَ قُتَيْبَةُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَشُكَّ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمانوں یا فرمایا مومنوں کی ایک جماعت ضرور آل کسریٰ کے اس خزانے کو فتح کرے گی جو قصر ابیض میں ہے، قتیبہ کی روایت میں بغیر کسی شک کے مسلمانوں کا لفظ ہے

۷۲۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں

قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِيْ عَوَانَةَ۔

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہ ابو عوانہ کی حدیث کی مثل ہے۔

۷۲۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ ثَوْرٍ (وَهُوَ ابْنُ يَزِيْدَ الدِّيْلِيُّ) عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ بَنِيْ اِسْحٰقَ فَاِذَا جَآءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْا بِسِلَاحٍ وَلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرٌ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا قَالَ الَّذِيْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْا الثَّانِيَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْا الثَّالِثَةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْهَا فَيَغْنَمُوْا فَبَيْنَمَا هُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَآءَهُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَيْءٍ وَّيَرْجِعُوْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے ایک شہر (قسطنطنیہ) کے متعلق سنا ہے کہ اس کی ایک جانب خشکی میں ہے اور ایک جانب سمندر ہے، صحابہ نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس میں ستر ہزار بنو اسحٰق (عرب) جہاد نہ کریں، جب وہ وہاں پہنچ کر اتریں گے تو وہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے، نہ تیر اندازی کریں گے، وہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی، ثور کہتے ہیں میرے گمان میں اس سے مراد دریا کا کنارہ ہے، پھر وہ دوسری بار کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کی دوسری جانب گر جائے گی، پھر وہ تیسری بار کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پھر ان کے لیے کشادگی کر دی جائے گی، اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے، اور مال غنیمت حاصل کریں گے جس وقت وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجال نکل آیا ہے تو مسلمان ہر چیز کو چھوڑ کر لوٹ آئیں گے۔

۷۲۰۶۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ الزَّهْرَانِيُّ حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيْلِيُّ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِهٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۰۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُقَاتِلُنَّ الْيَهُوْدَ فَلَتَقْتُلُنَّهُمْ حَتّٰى يَقُوْلَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے یہود جنگ کریں گے اور تم ان کو قتل کرو گے حتی کہ پتھر کہے گا: اے مسلمان یہ یہودی ہے، آ، اس کو قتل کر دے۔

هٰذَا يَهُودِيٌّ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ.

۷۲۰۸ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ سَعِيدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔

۷۲۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ حَمْزَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُونَ أَنْتُمْ وَيَهُودُ حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي تَعَالَ فَاقْتُلْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور یہود آپس میں جنگ کرتے رہو گے، حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

۷۲۱۰ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَالِمُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُقَاتِلُكُمُ الْيَهُودُ فَتُسَلَّطُونَ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يَقُولَ الْحَجَرُ يَا مُسْلِمُ هٰذَا يَهُودِيٌّ وَرَائِي فَاقْتُلْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے یہود قتال کریں گے سو تم ان پر غالب آجاؤ گے حتیٰ کہ پتھر یہ کہے گا کہ اے مسلم! یہ یہودی میرے پیچھے ہے اس کو قتل کر دے۔

۷۲۱۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک مسلمان یہودیوں کو قتل کر دیں، حتیٰ کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر اور درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے آ اس کو قتل کر دے ہاں درخت غرقد نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

۷۲۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت سے پہلے کئی کذاب ہوں گے، ابوالاحوص کی روایت میں یہ اضافہ ہے، میں نے ان سے پوچھا ——— کیا آپ نے یہ رسول اللہ صلے اللہ

اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ اَبِي الْاَحْوَصِ قَالَ فَقُلْتُ لَهٗ اَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!۔

۷۲۱۳ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ قَالَ سِمَاكٌ وَسَمِعْتُ اَخِيْ يَقُوْلُ قَالَ جَابِرٌ فَاحْذَرُوْهُمْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے بچو۔

۷۲۱۴ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبٌ مِّنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک دجالوں اور کذابوں کو بھیج نہ دیا جائے جو تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

۷۲۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ يَنْبَعِثُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی، البتہ اس میں ینبعث کا لفظ ہے۔

یاجوج اور ماجوج کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۱۰۷ میں ہے: آج یاجوج ماجوج کی دیوار اتنی کھل گئی ہے:
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یاجوج ماجوج بنو آدم سے ہیں، اور یافث بن نوح کی اولاد ہیں، وہب وغیرہ کا اسی پر وثوق ہے، ضحاک نے کہا یہ ترک سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یاجوج ترک سے ہیں اور ماجوج دیلم سے ہیں (علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ غیر انسانی مخلوق ہیں۔)

یاجوج، ماجوج کے لفظی اشتقاق میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجیج نار (بھڑکتی ہوئی آگ) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجۃ (شدت حرارت) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اج (سرعت عدو) سے ماخوذ ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اجاج (کھارے پانی) سے ماخوذ ہے، ان کا وزن یفعول اور مفعول ہے، ایک قول یہ ہے کہ یاجوج فاعول کے وزن پر ہے اور ماجوج مفعول کے وزن پر ہے اور یہ ماج سے ماخوذ ہے جس کا معنی اضطراب ہے۔

امام ابن عدی، امام ابن ابی حاتم، امام طبرانی اور امام ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ایک گروہ ہے اور ماجوج ایک دوسرا گروہ ہے اور ہر گروہ چار لاکھ کا ہے، ان میں سے جب ایک شخص فوت ہوتا ہے تو وہ ایک ہزار مسلح مرد چھوڑتا ہے، یہ حدیث بہت ضعیف ہے لیکن اس کے شواہد بھی ہیں، امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے ہر ایک کی کم از کم اولاد ایک ہزار ہوتی ہے، امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج میں سے جو شخص بھی مرتا ہے وہ ایک ہزار یا اس سے زیادہ اولاد چھوڑ کر مرتا ہے اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ جن اور انس کے دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء یاجوج اور ماجوج ہیں اور ایک جزء میں باقی لوگ ہیں، کعب سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم تو درخت ارز کی طرح بہت لمبے قد کی ہے، دوسری قسم چار ہاتھ لمبی اور چار ہاتھ چوڑی ہے اور تیسری قسم بہت چھوٹے قد کی ہے، امام حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یاجوج اور ماجوج ایک بالشت کے ہوتے ہیں، دو بالشت کے ہوتے ہیں اور تین بالشت کے ہوتے ہیں اور یہ ان کا سب سے لمبا قد ہے، حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یاجوج، ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں، ذوالقرنین نے اکیس قبیلوں پر سد (آہنی دیوار) قائم کی تھی، ایک قبیلہ اس وقت کہیں لڑنے گیا ہوا تھا وہ سد کے بغیر رہ گیا یہ لوگ ترک ہیں، امام ابن مردویہ نے سدی سے روایت کیا ہے کہ ترک یاجوج ماجوج کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں وہ لوٹ مار کے لیے گئے ہوئے تھے، ذوالقرنین نے آکر سد بنادی اور وہ سد سے باہر رہ گئے۔ [1]

قرآن مجید میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونھما قوما لا یکادون یفقھون قولا ۝ قالوا یا ذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا وبینھم سدا ۝ قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم وبینھم ردما ۝ اٰتونی زبر الحدید ط حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا ط حتی اذا جعلہ نارا ۙ قال اٰتونی افرغ علیہ قطرا ۝ فما اسطاعوا ان یظھروہ وما استطاعوا لہ نقبا ۝ قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا۔

یہاں تک کہ جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو انھوں نے ان پہاڑوں کے اس پار ایک ایسی قوم کو پایا جو ان کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتے تھے، انھوں نے کہا اے ذوالقرنین بے شک یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو کیا ہم آپ کو اس شرط پر کچھ مال مہیا کریں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک سد (آڑ، رکاوٹ) بنادیں، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جس چیز پر قدرت دی وہ (تمہارے مال سے) زیادہ بہتر ہے، تم محنت (کے کام) سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بہت مضبوط دیوار بنا دوں گا، تم مجھے لوہے کی چادریں لاکر دو، حتیٰ کہ جب انھوں نے دونوں پہاڑوں کے کناروں

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۰۷، ۱۰۶، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ

(الکھف : ۹۸ - ۹۳)

کے ساتھ وہ دیوار برابر کر دی تو فرمایا اب آگ دہکاؤ، حتیٰ کہ جب ان چادروں کو سرخ آگ کر دیا تو کہا اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تاکہ میں اس پر انڈیل دوں، پھر یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے، فرمایا یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔

احادیث میں یاجوج اور ماجوج کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی رافع عن حدیث ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم فی السد قال یحفرونه کل یوم حتی اذا کادوا یخرقونه قال الذی علیهم ارجعوا فستخرقونه غدا فقال فیعیده الله کاشد ما کان حتی اذا بلغ مدتهم واراد الله ان یبعثهم علی الناس قال الذی علیهم ارجعوا فستخرقونه غدا ان شاء الله واستثنی قال فیرجعون فیجدونه کهیئة حین ترکوه فیخرقونه ویخرجون علی الناس فیستقون المیاه ویفر الناس منهم فیرمون بسهامهم الی السماء فترجع مخضبة بالدماء فیقولون قهرنا من فی الارض وعلونا من فی السماء قسرة وعلوا فیبعث الله علیهم نغفا فی اقفائهم فیهلکون قال فوالذی نفس محمد بیده ان دواب الارض لتسمن وتبطر وتشکر شکرا من لحومهم هذا حدیث حسن غریب انما نعرفه من هذا الوجه مثل هذا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے "سد" کے بارے میں فرمایا: (یاجوج ماجوج) اسے روزانہ کھودتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جب کھل جانے کے قریب ہوتی ہے تو ان کا سردار کہتا ہے واپس چلو کل اس کو توڑیں گے۔" نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بہتر کر دیتا ہے یہاں تک کہ جب ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں لوگوں پر بھیجنا چاہے گا تو ان کا سردار کہے گا واپس لوٹ جاؤ انشاء اللہ اکل تم اسے توڑ ڈالو گے۔ (یہ بات) وہ استثناء (یعنی انشاء اللہ) کے ساتھ کہے گا، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس (دوسرے دن) وہ واپس آئیں گے تو اسے ایسا ہی پائیں گے جس طرح چھوڑ گئے تھے چنانچہ وہ اسے توڑ ڈالیں گے اور باہر لوگوں پر نکل آئیں گے (اور) سارا پانی پی جائیں گے، لوگ ان سے بھاگیں گے وہ آسمان کی طرف تیر اندازی کریں گے وہ (تیر) خون آلودہ واپس آئیں گے تو کہیں گے ہم زمین والوں پر غالب آئے اور آسمان والوں پر غالب اور قاہر ہو گئے یہ بات دل کی سختی اور بڑائی کے گمان سے کہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں (گردن کے پچھلے حصہ) میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے زمین

۱؎ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کے جانوران کا گوشت کھا کر خوب موٹے ہوں گے خوش ہونگے اور شکر گذار ہوں گے، یہ حدیث حسن غریب ہے اسے ہم اس طرح اسی طریق سے پہچانتے ہیں۔

نیز امام ترمذی نے حضرت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے دجال کے متعلق ایک بہت طویل حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے:

قال ویبعث اللہ یاجوج وماجوج وھم کما قال اللہ وھم من کل حدب ینسلون قال ویمر اولھم ببحیرۃ الطبریۃ فیشرب ما فیھا ثم یمر بھا اٰخرھم فیقولون لقد کان بھذہ مرۃ ماء ثم یسیرون حتی ینتھوا الی جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فھلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابھم الی السماء فیرد اللہ علیھم نشابھم محمرا دما ویحاصر عیسی بن مریم واصحابہ حتی یکون راس الثور یومئذ خیرا لھم من مائۃ دینار لاحدکم الیوم قال فیرغب عیسی بن مریم الی اللہ واصحابہ قال فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی موتی کموت نفس واحدۃ قال ویھبط عیسی واصحابہ فلا یجدون موضع شبر الا وقد ملاتہ رھمتھم ونتنھم ودماؤھم قال فیرغب عیسی الی اللہ واصحابہ قال فیرسل اللہ علیھم طیرا کاعناق البخت فتحملھم فتطرحھم بالنھبل ویستوقد المسلمون من قسیھم ونشابھم وجعابھم سبع سنین ویرسل اللہ علیھم مطرا لا یکن منہ بیت ولا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور اللہ تعالیٰ، یاجوج ماجوج کو بھیجے گا وہ ارشاد خداوندی کے مطابق ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے" فرمایا، ان کے پہلے لوگ بحیرہ طبریہ سے گذریں گے اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے پھر جب آخری لوگ گذریں گے کہیں گے شاید یہاں کبھی پانی رہا ہوگا پھر وہ چل پڑیں گے یہاں تک کہ وہ بیت المقدس کے پہاڑ تک پہنچ جائیں گے اور کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود (سرخ) واپس بھیج دے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی محصور ہوں گے یہاں تک کہ ان کے نزدیک (بھوک کی وجہ سے) گائے کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے رفقاء، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یاجوج ماجوج) کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دیگا یہاں تک کہ وہ سب یکدم مر جائیں گے، جب عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ساتھیوں کے اتریں گے تو ان کی بدبو اور خون کی وجہ سے ایک بالشت جگہ بھی خالی نہیں پائیں گے، پھر آپ اور آپ کے ساتھی دعا مانگیں گے تو اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے اونٹوں کی مثل پرندے بھیجے گا جو انھیں اٹھا کر پہاڑ کے غار میں پہنچا دیں گے مسلمان ان کے تیر ترکش اور کمانوں کو سات سال تک جلائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو ہر گھر اور خیمہ

مدر قال فیغسل الارض فیترکھا کالزلقۃ۔ [1]

تک پہنچے گی۔ تمام زمین کو دھو کر شیشہ کی طرح صاف شفاف کر دے گی۔

سدّ ذوالقرنین کا جائے وقوع

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

ذوالقرنین کی تعمیر کردہ دیوار کے متعلق بعض لوگوں میں یہ غلط خیال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد مشہور دیوار چین ہے حالانکہ دراصل یہ دیوار قفقاز (Caucasus) کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال (Darial) کے درمیان بنائی گئی تھی قفقاز اُس ملک کو کہتے ہیں جو بحیرۂ اسود (Black Sea) اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) کے درمیان واقع ہے اس ملک میں بحیرۂ اسود سے داریال تک تو نہایت بلند پہاڑ ہیں اور ان کے درمیان اتنے تنگ درے ہیں کہ ان سے کوئی بڑی حملہ آور فوج نہیں گذر سکتی۔ البتہ دربند اور داریال کے درمیان جو علاقہ ہے اس میں پہاڑ بھی زیادہ بلند نہیں ہیں اور ان میں کوہستانی راستے بھی خاصے وسیع ہیں۔ قدیم زمانے میں شمال کی وحشی قومیں اسی طرف سے جنوب کی طرف غارت گرانہ حملے کرتی تھیں اور ایرانی فرمانرواؤں کو اسی طرف سے اپنی مملکت پر شمالی حملوں کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ انھی حملوں کو روکنے کے لیے نہایت مضبوط دیوار بنائی گئی تھی جو ۵۰ میل لمبی ۲۹۰ فیٹ بلند اور ۱۰ فیٹ چوڑی تھی۔ ابھی تک تاریخی طور پر یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ یہ دیوار ابتداءً کب کس نے بنائی تھی۔ مگر مسلمان مؤرخین اور جغرافیہ نویس اسی کو سدّ ذوالقرنین قرار دیتے ہیں، اور اس کی تعمیر کی جو کیفیت قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے اس کے آثار اب بھی وہاں پائے جاتے ہیں۔

ابن جریر طبری اور ابن کثیر نے اپنی تاریخوں میں یہ واقعہ لکھا ہے، اور یاقوت نے بھی معجم البلدان میں اس کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد ۲۲ھ میں سُراقہ بن عمرو کو باب الابواب (دربند) کی مہم پر روانہ کیا اور سُراقہ نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا۔ عبدالرحمٰن جب ارمینیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے فرمانروا شہر براز نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر شہر براز نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے ایک آدمی کو سدّ ذوالقرنین کا مشاہدہ اور اس علاقے کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لیے بھیجا تھا، وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے عبدالرحمٰن کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا۔

(طبری، ج ۳، ص ۲۳۵ تا ۲۳۹۔ البدایۃ والنہایہ ج ۷، ص ۱۲۲۔ ۱۲۵۔ معجم البلدان، ذکر باب الابواب)۔

اس واقعہ کے دو سو برس بعد عباسی خلیفہ واثق (۲۲۷-۲۳۳ھ) نے سدّ ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کے لیے سلام الترجمان کی قیادت میں ۵۰ آدمیوں کی ایک مہم روانہ کی جس کے حالات یاقوت نے معجم البلدان میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ یہ وفد سامرہ (سُرَّ مَنْ رَأیٰ) سے تفلیس؛ وہاں سے السریر، وہاں سے اللان ہوتا ہوا فیلان شاہ کے علاقے میں پہنچا، پھر خزر کے ملک میں داخل ہوا، اور اس کے بعد دربند پہنچ کر اس نے سدّ کا مشاہدہ کیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۲۲، ج ۷، ص ۱۲۲ تا ۱۲۵۔ معجم البلدان، باب الابواب)۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں بھی مسلمان عام طور پر قفقاز کی اس دیوار ہی کو سدّ ذوالقرنین سمجھتے تھے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں متعدد دوسرے مقامات پر بھی اسی امر کی تصریح کی ہے۔ خزر کے زیر عنوان وہ لکھتا ہے

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۲۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کہ ھی بلاد الترک خلف باب الابواب المعروف بالدربند قریب من سد ذی القرنین" یہ ترکوں کا علاقہ ہے جو سد ذوالقرنین کے قریب باب الابواب کے پیچھے واقع ہے جسے دربند بھی کہتے ہیں"۔ اسی سلسلہ میں وہ خلیفہ المقتدر باللہ کے سفیر، احمد بن فضلان کی ایک رپورٹ نقل کرتا ہے جس میں مملکت خزر کی تفصیلی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ خزر ایک مملکت کا نام ہے جس کا صدر مقام اتل ہے، دریائے اتل اس شہر کے درمیان سے گذرتا ہے، اور یہ دریا روس اور بلغار سے آکر بحر خزر میں گرتا ہے۔

باب الابواب کے زیر عنوان لکھتا ہے کہ اس کو الباب اور دربند بھی کہتے ہیں۔ یہ بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ بلاد کفر سے بلاد مسلمین کی طرف آنے والوں کے لیے یہ راستہ انتہائی دشوار گذار ہے۔ ایک زمانہ میں یہ نوشیروان کی مملکت میں شامل تھا۔ اور شاہان ایران اس سرحد کی حفاظت کو غایت درجہ اہمیت دیتے تھے۔ [1]

جیسا کہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین کی یہ آہنی دیوار قفقاز کے علاقہ داغستان میں دربند اور داریال کے درمیان بنائی گئی تھی اور بہت سے علماء اسلام نے یہی لکھا ہے۔ لیکن قطعیت کے ساتھ اسی کو ذوالقرنین کی آہنی دیوار کہنا بہت مشکل ہے، پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت یاجوج ماجوج کہاں ہیں؟ اور ذوالقرنین کی آہنی دیوار کس جگہ واقع ہے؟ مخالفین اسلام کہتے ہیں کہ ہم نے تمام زمین چھان ڈالی مگر ہمیں اس دیوار کا کہیں پتا نہیں ملا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کو یقین اور قطعیت کے ساتھ اس دیوار کی جائے وقوع معلوم نہیں اور ممکن ہے ہمارے اور اس دیوار کے درمیان بڑے بڑے سمندر حائل ہوں اور رہا یہ دعویٰ کہ اب علم جغرافیہ کے ماہرین نے دنیا کے تمام خشک وتر کو معلوم کر لیا ہے، قابل تسلیم نہیں ہے، ممکن ہے کہ جیسے اب سے پانچ سو برس پہلے تک براعظم امریکہ کا پتا نہیں چلا تھا، اسی طرح ہو سکتا ہے اب بھی کوئی اور براعظم ایسا ہو جس تک ابھی انسان کے علم وخرد کی پہنچ نہ ہو سکی اور ایسی ہی کسی جگہ پر سد ذوالقرنین بھی واقع ہو۔

حدیث نمبر ۷۱۱۳ میں ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس لشکر کے متعلق سوال کیا گیا جس کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ علامہ ابی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ کتانی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی وفات سے ایک سال پہلے وصال فرما گئی تھیں، لہٰذا انھوں نے حضرت ابن الزبیر کا زمانہ خلافت نہیں پایا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ام سلمہ، یزید بن معاویہ کے زمانہ میں فوت ہوئی تھیں اس اعتبار سے یہ حدیث صحیح ہو جائے گی۔ علامہ ابی نے کہا میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں جس لشکر کے زمین میں دھنسنے کی خبر دی گئی ہے وہ ابھی واقع نہیں ہوا، اور ایسا ضرور ہوگا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق واجب ہے۔ [2]

صحابہ کرام کی باہمی جنگوں کے متعلق اہل سنت کا موقف

حدیث نمبر ۷۱۲۴ میں ہے: جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے مقابلہ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

---

[1] سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، تفہیم القرآن ج ۳ ص ۷۲، ۷۱، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو مسلمان بغیر کسی تاویل اور دلیل کے آپس میں جنگ کریں، مثلاً عصبیت کی بناء پر جنگ کریں تو وہ جہنم کے مستحق ہیں، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی سزا دے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو معاف کر دے، یہی اہل حق کا مذہب ہے، اصحاب کرام کی جو آپس میں جنگیں ہوئیں وہ اس وعید میں داخل نہیں ہیں، اہل سنت کا مذہب یہ ہے، کہ صحابہ کرام کی جنگوں کے متعلق کف لسان کرنا اور ان کے متعلق حسن ظن رکھنا ضروری ہے اور ان کی جنگوں کے متعلق یہ تاویل ہے کہ وہ سب مجتہد تھے، انھوں نے کسی معصیت یا حصول دنیا کا قصد نہیں کیا، بلکہ ہر فریق کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف باغی ہے اس لیے اس سے قتال کرنا واجب ہے تاکہ وہ امر اللہ کی طرف رجوع کرے، ان میں سے بعض حق اور صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے اور وہ اپنی خطا میں معذور تھے کیونکہ وہ اجتہادی خطا تھی، اور مجتہد کو جب خطا لاحق ہو تو وہ گناہ گار نہیں ہوتا، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے۔ ان جنگوں کے مقدمات اور طرفین کے دلائل مشتبہ تھے، حتیٰ کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت اس میں حیران رہی، اور وہ دونوں فریقوں سے الگ رہی اور انھوں نے کسی کے خلاف جنگ میں حصہ نہیں لیا، اور اگر انھیں کسی جانب صحت اور صواب کا یقین ہوتا تو وہ اس کی مدد سے کبھی گریز نہ کرتے[1]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ علامہ طبری اور دیگر علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اور یہ فیصلہ نہیں کیا کہ صحابہ کرام کی ان جنگوں میں حق پر کون تھا؟ اور جمہور کے نزدیک حضرت علی اور ان کے اصحاب حق پر تھے، کیونکہ ان کی خلافت منعقد ہو چکی تھی، اور وہ ان سے جنگ کر رہے تھے جو ان کی خلافت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے، کیونکہ حضرت علی خلافت کے زیادہ حقدار تھے اور اس وقت روئے زمین پر وہ سب سے افضل شخص تھے اور جو ان کے مخالف تھے وہ یہ تاویل کر رہے تھے کہ برائی کا مٹانا واجب ہے کیونکہ حضرت علی کے لشکر میں قاتلین عثمان موجود تھے اور انھوں نے حضرت علی کی بیعت کی تھی نہ ان کی خلافت کو تسلیم کیا تھا اور قصاص عثمان کے سوا ان کا اور کوئی مطالبہ نہیں تھا، حضرت علی نے ان قاتلین کو ان کے سپرد کرنا جائز نہیں سمجھا، کیونکہ یہ امام اور خلیفہ کا حق ہے اور اس وقت تک خلافت مستحکم نہیں ہوئی تھی، اور حضرت عثمان کے قاتلین کا ایک بہت بڑا جتھا تھا۔ ان کی بہت اکثریت اور طاقت تھی اگر حضرت علی ان کو حضرت معاویہ کے سپرد کر دیتے یا ان سے قصاص لیتے تو بہت بڑا تفرقہ پیدا ہو جاتا، اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس نزاع سے بالکل الگ تھلگ رہی جیسا کہ حضرت ابوبکرہ نے اس حدیث سے استدلال کیا تھا۔

(علامہ ابی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ یہ بات گذر چکی ہے کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ حق اور صواب پر حضرت علی تھے اور بعد میں حضرت ابن عمر اور دوسرے صحابہ کو اس بات پر ملال رہا کہ انھوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کیوں نہیں کیا، امام غزالی اور دوسرے علماء نے اس خواب کا ذکر کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کو بلایا گیا، پھر حضرت علی جلدی سے باہر آئے اور فرمایا رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ کر دیا گیا، پھر حضرت معاویہ باہر آئے اور فرمایا میری مغفرت کر دی گئی۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے ان کو اہل شام نے قتل کر دیا، اس واقعہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا صدق اور راز ظاہر ہو گیا کہ "اس کو باغی جماعت قتل کرے گی" اور یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حق پر تھے اور حضرت معاویہ باغی تھے۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ اور ان کی جماعت پر باغی کا اطلاق صوری اور ظاہری طور پر ہے، جس طرح قرآن مجید میں حضرت آدم کے متعلق ہے:

وعصیٰ اٰدم ربہ فغوی۔ (طٰہٰ: ۱۲۱)

اور آدم نے (بہ ظاہر) اپنے رب کی معصیت کی تو وہ (جنت سے) بے راہ ہو گئے۔

حقیقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی بھی اجتہادی خطا تھی، معصیت نہ تھی اسی طرح حضرت معاویہ کی بھی اجتہادی خطا تھی بغاوت نہ تھی۔

ایام فتنہ میں قتال کرنے کا شرعی حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو لوگ ایام فتنہ میں قتال کو جائز نہیں کہتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے حضرت علی کی حمایت میں قتال کرنے کو ترک کر دیا، مثلاً حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابوبکرہ وغیرہم، انھوں نے کہا جنگ سے احتراز کرنا واجب ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو وہ اپنے نفس کی مدافعت نہ کرے، اور بعض علماء نے کہا کہ از خود کوئی شخص فتنہ میں داخل نہ ہو، اور اگر کوئی شخص اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی مدافعت کرے، اور جمہور صحابہ اور تابعین کا یہ نظریہ ہے کہ حق کی مدد کرنا اور باغیوں سے جنگ کرنا واجب ہے، جمہور نے اس قسم کی احادیث کا یہ محمل بیان کیا ہے کہ جو شخص لڑنے میں کمزور ہو یا جس شخص کی نظر حق کی معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہو وہ تلوار اٹھانے سے باز رہے، اور اہل سنت وجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ میں سے کسی ایک پر بھی طعن کرنا جائز نہیں ہے خواہ اس کو معلوم ہو جائے کہ صحابہ کرام کی جنگوں میں فلاں حق پر تھا اور فلاں حق پر نہیں تھا کیونکہ صحابہ کرام کی یہ جنگیں محض اجتہاد سے ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کو معاف کر دیا ہے بلکہ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر بھی ملے گا، اور جو اجتہاد میں صحت اور ثواب پر ہو اس کو دو اجر ملیں گے، اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے جو احنف کو حضرت علی کی حمایت میں جنگ کرنے سے منع کیا تھا، یہ ان کا اجتہاد تھا اور انھوں نے احتیاطاً ان کی خیر خواہی کی وجہ سے ان کو لڑنے سے منع کیا تھا۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے اختلاف میں یہ واجب ہوتا کہ کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور سب لوگ گھروں میں بیٹھ رہیں اور اپنی تلواروں کو توڑ دیں تو پھر کوئی حد قائم ہو سکتی ہے اور نہ کسی باطل کو باطل کیا جا سکتا ہے، اور پھر فاسقوں کو یہ موقع مل جائے گا کہ وہ لوٹ مار کریں، ڈاکے ڈالیں، خون ریزی کریں اور مسلمانوں کی عورتوں کو قید کر کے

---

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

باندیاں بنائیں اور مسلمان ان سے اس لیے تعرض نہ کریں کہ فتنہ کے ایام میں جنگ سے الگ رہنا چاہیے حالانکہ یہ چیز بداہتہً باطل ہے اور اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ جب دو مسلمان کسی عصبیت یا جاہلیت پر جنگ کریں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں اور اس کی وضاحت مسند بزار کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

اذا قتلتم علی الدنیا فالقاتل والمقتول فی النار۔ جب تم (حصول) دنیا کے لیے جنگ کرو تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

لا تذهب الدنیا حتی یاتی علی الناس زمان لا یدری القاتل فیما قتل ولا المقتول فیما قتل فقیل: کیف یکون ذالك قال: الهرج القاتل والمقتول فی النار۔ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا زمانہ نہ آجائے، جس میں قاتل کو پتا ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے نہ مقتول کو پتا ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا ہے، عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: فتنہ اور فساد ہوگا، اور قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔

علامہ قرطبی نے کہا ہے کہ اس حدیث نے یہ بیان کر دیا ہے کہ جب جہالت کی وجہ سے دنیا کی طلب میں یا خواہش کی اتباع میں قتال کیا جائے تو اس کے متعلق حدیث میں ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے (علامہ قسطلانی کہتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ جمل اور صفین میں توقف کرنے والوں سے ان میں جنگ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، یہ سب تاویل سے جنگ کرنے والے تھے اور ان شاء اللہ سب کو اجر ملے گا، اس کے برخلاف جو لوگ بعد میں آئے انھوں نے طلب دنیا کے لیے قتال کیا۔ [1]

حضرت معاویہ پر علامہ عینی کے اعتراض کا جواب

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں مجتہد تھے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ کو اجتہاد میں خطاء لاحق ہوئی ان کو ایک اجر ملے گا اور حضرت علی کو دو اجر ملیں گے۔ (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خطأ کو اجتہادی خطأ کیسے کہا جائے گا اور ان کے اجتہاد پر کیا دلیل ہے، حالانکہ ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی، جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: افسوس ابن سمیہ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، اور ابن سمیہ عمار بن یاسر ہیں، اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا، کیا معاویہ برابر سرابر ہونے پر راضی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اجر مل جاتے!۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت برحق ہے اور ہمارے ایمان کا جزو ہے، لیکن حضرت علی کی محبت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر غیظ و غضب کا اظہار کرنا اور ان کے فضائل اور ان کے اجر و ثواب کا انکار کرنا تشیع اور رفض کا دروازہ کھولنا ہے، اور راہِ اعتدال اور مسلک اہل سنت و جماعت سے تجاوز کرنا ہے، اللہ تعالیٰ علامہ بدرالدین عینی

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۳۴-۳۳، مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۴ ص ۱۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

کی مغفرت فرمائے انھوں نے حضرت معاویہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جب ان کو یہ حدیث پہنچ چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر کے متعلق فرمایا تھا: "اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی" اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ہی حضرت عمار کو قتل کیا تھا اور اس قتل کے بعد تو نص صریح سے حضرت علی کے موقف کا حق ہونا واضح ہو گیا تھا حالانکہ اس واقعہ کے بعد بھی حضرت معاویہ نے اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا!

علامہ عینی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمار کی شہادت سے پہلے تو حضرت معاویہ کے اجتہاد پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ہاں حضرت عمار کی شہادت کے بعد حق ضرور واضح ہو گیا تھا لیکن حضرت معاویہ کو یہاں بھی التباس اور اشتباہ ہو گیا، انھوں نے کہا کہ حضرت عمار کی شہادت کا باعث حضرت علی ہیں، اگر حضرت علی، حضرت عثمان کا قصاص لے لیتے تو جنگ کی نوبت آتی نہ حضرت عمار شہید ہوتے، حضرت معاویہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے لیکن یہ تاویل بھی ان کی اجتہادی خطأ پر مبنی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری کے شروع میں خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطأ کا اعتراف کیا ہے وہ درج ذیل حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ویح عمارا تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔

افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، وہ اس گروہ کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ لوگ عمار کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عمار حضرت علی کی طرف سے لڑے تھے اور ان کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا تو کیا حضرت معاویہ کا گروہ باغی اور دوزخ کی طرف دعوت دینے والا تھا؟ اس کے جواب میں علامہ عینی لکھتے ہیں:

علامہ مہلب، علامہ ابن بطال اور ایک جماعت نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو خوارج نے قتل کیا تھا، اور بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عمار کو کفار قریش نے قتل کیا تھا لیکن یہ دونوں جواب صحیح نہیں ہیں، صحیح جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا لیکن وہ مجتہد تھے اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ جنت کی دعوت دے رہے ہیں اور واقعہ اس کے برعکس تھا اور اپنے ظن کی اتباع کرنے میں ان پر کوئی ملامت نہیں ہے، اگر تم یہ کہو کہ جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط اجتہاد کرے تو ایک اجر ملتا ہے تو یہاں کیا معاملہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے افتائی جواب دیا ہے اور صحابہ کے حق میں اس کے خلاف کہنا لائق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے، قرآن مجید میں ہے: کنتم خیر امۃ "تم بہترین امت ہو"، مفسرین نے بیان کیا ہے اس سے مراد صحابہ ہیں۔ [1]

حضرت معاویہ کے فضائل

صحابہ کرام کے عمومی فضائل کے علاوہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور خصوصیت پر حسب ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبدالرحمٰن بن ابی عمیرۃ عن النبی صلی

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے

---

[1] ۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

الله علیه وسلم انه قال لمعاویة اللهم اجعله هادیا مهدیا واهد به هذا حدیث حسن غریب [1]

ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وقد روی ابن سعد دعاءه علیه الصلوٰة والسلام اللهم علمه الکتاب ومکنه فی البلاد وقه العذاب وروی انه علیه الصلوٰة والسلام قال لن یغلب معاویة وقد بلغ علیا هذه الروایة فقال لو علمت لما حاربته [2]

امام ابن سعد نے حضرت معاویہ کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا روایت کی ہے "اے اللہ! اس کو کتاب کا علم عطا کر، اس کو شہروں پر فتح یاب کر اور اس کو عذاب سے بچا"، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا: "معاویہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا" جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی تو فرمایا اگر مجھے اس روایت کا پہلے علم ہوتا تو میں ان سے جنگ نہ کرتا۔

علامہ ابن حجر مکی نے ابونعیم اور مدائنی کے حوالوں سے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان سے خط بھی لکھواتے تھے، اور حافظ حارث کے حوالوں سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اکابر صحابہ کے مناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

معاویة بن ابی سفیان احلم امتی و اجودها۔

معاویہ بن ابی سفیان میری امت میں سب سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ جواد ہیں۔

اور محب طبری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم کے خصوصی فضائل ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وصاحب سری معاویة بن ابی سفیان فمن احبهم فقد نجا ومن ابغضهم فقد هلك۔

میرے راز کا محافظ معاویہ بن ابی سفیان ہے، جس نے ان سب سے محبت کی، اس نے نجات پائی، اور جس نے ان سب سے بغض رکھا وہ ہلاک ہو گیا۔

نیز علامہ ابن حجر نے حضرت ابن عباس سے ایک روایت ذکر کی:

جاء جبرائیل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا محمد استوص بمعاویة فانه امین علی کتاب الله ونعم الامین هو۔

حضرت جبرائیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) معاویہ کے ساتھ خیر خواہی کریں کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کا امین ہے اور کیا ہی

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا رعلی ہامش نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اچھا امین ہے۔!

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے برادرِ نسبتی تھے، کیونکہ ان کی ہم شیر حضرت اُمِّ حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں تھیں اور علامہ ابن حجر نے احمد بن منیع کے حوالے سے لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کا یہ مجھ سے وعدہ ہے کہ میں جس گھرانے میں شادی کروں گا وہ لوگ جنت میں میرے رفیق ہوں گے، نیز علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے پاس گئے تو دیکھا ان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر تھا، فرمایا: کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟ حضرت ام حبیبہ نے کہا میں اپنے بھائی سے محبت کیوں نہ کروں؟ آپ نے فرمایا:

فان اللہ ورسولہ یحبانہ [1] اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

(۱)۔ امام مسیب بن واضح اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہا اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) معاویہ کو سلام کہیں اور ان کے ساتھ خیر خواہی کریں، کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن عساکر نے کئی اسانید سے روایت کیا ہے۔

(۲)۔ امام ابو عوانہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے لکھتے تھے۔

(۳)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ام حبیبہ کے ہاں تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھو کون ہے؟ حاضرین نے کہا معاویہ ہیں! آپ نے فرمایا ان کو اجازت دو، حضرت معاویہ آئے درآں حالیکہ ان کے کان پر قلم رکھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے معاویہ! یہ تمہارے کان پر قلم کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ قلم ہے جس کو میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص کیا ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نبی کی طرف سے جزاء خیر دے، بہ خدا میں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے بغیر کبھی تم سے کچھ نہیں لکھوایا، اور میں کوئی چھوٹا یا بڑا کام اللہ کی وحی کے بغیر نہیں کرتا، اور اس وقت کیا حال ہوگا جب اللہ تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا، حضرت ام حبیبہ اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا یا رسول اللہ! اللہ اس کو قمیص پہنائے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس میں کچھ بُری باتیں ہوں گی، حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ! اس کے لیے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا: اے اللہ! اس کو ہدایت دے اور اس کو بُرے کاموں سے دُور رکھ، اور اس کی پہلی اور پچھلی باتوں کی مغفرت فرما۔

(۴)۔ حضرت ابوہریرہ، حضرت انس اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً روایت ہے کہ امین تین ہیں:

---

[1] علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی متوفی ۹۷۴ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۴-۱۰ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۸۵ھ

جبرائیل، میں اور معاویہ۔

(۵)۔ امام احمد اپنی سند کے ساتھ حضرت عرباض بن ساریہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رمضان میں ہم کو سحری کے وقت بلاتے اور فرماتے آؤ اس مبارک کھانے کے لیے پھر میں نے آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(۶)۔ امام ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۱]

(۷)۔ امام محمد بن سعد نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما، اس کو شہروں پر فتحیاب کر اور اس کو عذاب سے بچا۔ [۲]

(۸)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کی اے اللہ! اس کو ہادی اور مہدی بنا، اس کو ہدایت دے اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔ [۳]

(۹)۔ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن بسر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لیے معاویہ کو بلاؤ، ان کو بلایا گیا، جب وہ ان کے سامنے کھڑے ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے معاملات اس پر پیش کرو اور اس کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ کیونکہ یہ قوی اور امین ہے۔ [۴]

(۱۰)۔ امام ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے دورانِ خطبہ بیان کیا کہ ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا، آپ نے سر اقدس اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا تم میرے بعد میری امت پر حکمران ہو گے جب وہ وقت آئے تو ان میں سے نیکوں کو قبول کرنا اور بروں سے درگذر کرنا، حضرت معاویہ نے کہا میں اس وقت سے حکومت کی امید کرتا رہا حتیٰ کہ میں اس مقام پر پہنچ گیا۔

(۱۱)۔ امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا بہ خدا مجھے خلافت پر صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث نے برانگیختہ کیا "جب تم حکمران ہو تو اچھا سلوک کرنا۔ [۵]

(۱۲)۔ امام نعیم بن حماد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کوفہ سے مدینہ منورہ آئے تو ان سے سفیان بن اللیل نے کہا: اے مومنوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن نے کہا اس طرح نہ کہو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے دن اور رات ختم نہیں ہوں گے حتیٰ کہ معاویہ حکمران ہو جائیں گے، تو میں نے جان لیا کہ اللہ کی تقدیر ہو کر رہے گی اور میں نے یہ ناپسند کیا کہ میرے اور ان کے درمیان

---

[۱]۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱-۱۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۲]۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱، 〃 〃

[۳]۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۱، 〃 〃

[۴]۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۲، 〃 〃

[۵]۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۳، 〃 〃

مسلمانوں کا خون بہایا جاتے۔

(۱۳)۔ مجاہد، شعبی سے اور وہ حارث اعور سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے صفین سے لوٹنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو کیونکہ اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو اندرائن کی طرح لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر کٹ کٹ کر گریں گے۔ [1]

ظاہر ہے کہ میں علامہ بدرالدین عینی کے علم و فضل اور ان کے ورع و تقویٰ کے مقابلہ میں ان کے پیروں کی دھول کی نسبت بھی نہیں رکھتا لیکن علامہ عینی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر جس غیظ و غضب کا اظہار کیا اور ان کے اجتہاد اور اجتہادی خطاء پر اجر و ثواب کا انکار کیا تو عظمت صحابہ اور حضرت معاویہ کی محبت کا یہ تقاضا تھا کہ میں حضرت معاویہ سے علامہ عینی کے اعتراض کو دور کروں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور مقام کو واضح کروں جب عبداللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت معاویہ تو عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک پر جو غبار پڑا تھا عمر بن عبدالعزیز سے وہ غبار بھی ہزار درجہ افضل ہے، اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

حدیث نمبر ۱۳۰، میں ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے سمیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم پر دلیل ہے، اس پر مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

تین چیزوں میں سے ایک چیز کا سوال کرنے سے آپ کو کیوں روک دیا گیا؟

حدیث نمبر ۱۳۲، میں ہے: میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے دو چیزیں عطا فرما دیں اور ایک چیز سے مجھے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ وہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ کرے اور یہ کہ وہ میری امت کو غرق کر کے ہلاک نہ کرے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیزیں عطا کر دیں، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ ان کی ایک دوسرے سے لڑائی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا۔

اگر یہ سوال ہو کہ مسلمانوں کے بعض علاقوں میں قحط واقع ہوا، اور بہت سے مسلمان غرق ہو کر ہلاک بھی ہوئے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی دعا کا مطلب یہ تھا کہ پوری امت مجموعی طور پر قحط سے ہلاک نہیں ہوگی، اور نہ پوری امت غرق کی وجہ سے ہلاک ہوگی، باقی تیسری چیز کے متعلق آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سوال سے روک دیا، اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور فضیلت کا اظہار ہے کیونکہ مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں کا ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف ہونا محال ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی چیز کی دعا کریں اور وہ قبول نہ ہو کیونکہ آپ کی دعا کا قبول نہ ہونا اللہ تعالیٰ کو گوارہ نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے روک دیا۔

---

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

دآبۃ الارض کا بیان

حدیث نمبر ۱۵۸ میں قیامت کی دس نشانیاں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک دآبۃ الارض ہے، اس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے:

واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لایوقنون۔

(نمل، ۸۲)

اور جب عذاب کا قول ان پر واقع ہو جائے گا، تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور (دآبۃ الارض) نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

دآبۃ الارض آخر زمانہ میں نکلے گا، جب لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا وہ اللہ کے احکام پر عمل کرنا ترک کر دیں گے اور دینِ حق کو تبدیل کر دیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالے گا، ایک قول یہ ہے کہ وہ مکہ سے نکلے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ کسی دوسری جگہ سے نکلے گا، حضرت ابن عباس، حسن بصری اور قتادہ کا قول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ لوگوں سے کلام کرے گا، عطاء خراسانی نے کہا وہ یہ کہے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے، علامہ ابن جریر کا بھی یہی مختار ہے۔ ظاہر ہے دابۃ الارض کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کی جہت سے ہوگا جیسے حکومت کے کارندے عوام سے کہتے ہیں کہ تم نے ہمارے حکم پر عمل نہیں کیا، حالانکہ وہ حکم حکومت کا ہوتا ہے۔

دآبۃ الارض کی جنس، حلیہ اور صفت کے متعلق احادیث اور آثار میں بیان مذکور ہے، ہم یہاں ان میں سے کچھ ذکر کریں گے۔

امام ابوداؤد طیالسی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دابۃ الارض نکلے گا، اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ کافر کی پیشانی پر عصا مارے گا، اور مومن کا چہرہ انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتیٰ کہ جب لوگ جمع ہوں گے تو مومن اور کافر پہچان لیے جائیں گے، امام احمد نے حماد بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ کافر کی ناک پر انگوٹھی لگائے گا اور مومن کا چہرہ عصا سے روشن کر دے گا، حتیٰ کہ جب لوگ ایک جگہ جمع ہوں گے تو کہیں گے یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے۔

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ کے قریب ایک دیہات میں لے گئے وہ خشک زمین تھی اور اس کے چاروں طرف ریت تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا، امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ یہ چار پایوں والا ایک بالدار جانور ہے اور یہ تہامہ (مکہ معظمہ کا جنوبی علاقہ) کی بعض وادیوں سے نکلے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا جیاد میں ایک چٹان ہے یہ اس کے نیچے سے نکلے گا، میں اگر وہاں ہوتا تو تم کو وہ چٹان دکھا دیتا، وہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اتنے زور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی، پھر شام کی طرف جائے گا وہاں چیخ مار کر یمن کی طرف جائے گا، شام کو مکہ سے چل کر صبح اصفہان پہنچ جائے گا۔

حضرت ابن الزبیر کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا، آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کی طرح ہوں گی، کان ہاتھی کی طرح ہوں گے، گردن شتر مرغ جیسی اور سینہ شیر جیسا ہوگا، رنگ چیتے جیسا اور کمر بلی جیسی ہوگی، دُم مینڈھے کی طرح اور پاؤں اونٹ کی طرح ہوگا، ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا، اس کے ساتھ حضرت موسیٰ کا عصا اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی انگوٹھی ہوگی، ہر مومن کی پیشانی پر حضرت موسیٰ کے عصا سے نشان لگا کر اس کو روشن کر دے گا، اور ہر کافر کے چہرے پر حضرت سلیمان کی انگوٹھی سے نشان لگا کر اس کو سیاہ کر دے گا اور تمام مومن اور کافر اس طرح متمیز ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت اور کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مومن! اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے، دابۃ الارض ہر شخص کو اس کا نام لے کر جنت یا جہنم کی بشارت اور وعید سنائے گا۔ [1]

اس میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے کہ دابۃ الارض صرف ایک جانور ہے یا اس نوع کے بہت سے جانور نکلیں گے، اس حدیث کے بعد اس باب میں جن احادیث کا ذکر ہے ان کی شرح کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۷۱۱۷ میں ہے وہ چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا شخص کعبہ کو گرا دے گا۔ اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں ہے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرم اور امن کی جگہ بنایا ہے تو پھر کوئی شخص کعبہ کو کیسے گرا دے گا اس کا جواب یہ ہے کہ کعبہ قرب قیامت تک امن کی جگہ ہے یا یہ واقعہ اس کے امن کی جگہ ہونے سے مستثنیٰ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر کی شہادت

حدیث نمبر ۷۱۹۴ میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا، علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں یہ ظاہر دلیل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق اور صواب پر تھے، اور دوسری جماعت باغی تھی، لیکن وہ مجتہد تھے اس لیے گنہ گار نہیں ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزے ہیں، آپ نے یہ خبر دی کہ حضرت عمار شہید ہوں گے، اور یہ کہ حضرت عمار کو مسلمان شہید کریں گے، اور یہ کہ وہ باغی ہوں گے! اور یہ کہ صحابہ آپس میں قتال کریں گے اور یہ کہ ان کے دو گروہ ہوں گے جن میں سے ایک باغی ہوگا، اور ان میں سے ہر خبر کی روشن صبح کی طرح تصدیق ہو گئی کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے تھے آپ وہی بات کہتے تھے جس کی آپ پر وحی کی جاتی تھی۔ [2]

حضرت عمار کی شہادت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطاء کے متعلق ہم اسی باب میں اس سے پہلے تفصیل بیان کر چکے ہیں۔

قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کا بیان

حدیث نمبر ۷۲۰۱ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا اور قیصر ہلاک ہوگا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا، پھر تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔

---

[1] حافظ ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۵۸-۲۵۶، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور روم کے بادشاہ کو قیصر کہتے ہیں۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:
امام شافعی اور دوسرے علماء نے یہ کہا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر تھا اس طرح اب قیصر و کسریٰ نہیں ہوں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ان دو ملکوں میں ان کی حکومت ہو گی تو جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی طرح ہو گیا، کسریٰ کی تو صرف حکومت ہی ختم نہیں ہوئی بلکہ روئے زمین سے اس کا نام و نشان مٹ گیا، اور اس کا ملک پارہ پارہ ہو گیا، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ضرر سے وہ تباہ ہو گئے اور قیصر شام میں شکست کھانے کے بعد دوسرے شہروں میں چلا گیا، پھر مسلمانوں نے ان شہروں کو بھی فتح کر لیا اور ان کے خزانوں کو مسلمانوں نے خرچ کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی اور یہ آپ کا واضح معجزہ ہے۔ [1]

حدیث نمبر ۷۲۱۴، میں ہے: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تیس کے قریب دجالوں اور کذابوں کو نہ بھیج دیا جائے، جن میں سے ہر ایک کا یہ زعم ہو گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور ہو گا، اور مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی تصدیق کر دی، شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے ختم نبوت پر مفصل بحث کی ہے اور دجال کے متعلق مفصل بحث ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

بَابُ ذِكْرِ ابْنِ صَيَّادٍ

ابن صیاد کا تذکرہ

۷۲۱۶۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَرْنَا بِصِبْيَانٍ فِيهِمُ ابْنُ صَيَّادٍ فَفَرَّ الصِّبْيَانُ وَجَلَسَ ابْنُ صَيَّادٍ فَكَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرِبَتْ يَدَاكَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ لَا بَلْ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذَرْنِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَتّٰى أَقْتُلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنِ الَّذِي تَرٰى فَلَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چند بچوں کے پاس سے گذرے ان میں ابن صیاد بھی تھا، سب بچے بھاگ گئے اور ابن صیاد بیٹھ گیا، گویا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۷۲۱۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبْأً فَقَالَ دُخٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ دَعْنِي فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَإِنْ يَكُنِ الَّذِي تَخَافُ لَنْ تَسْتَطِيعَ قَتْلَهُ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے، آپ ابن صیاد کے پاس سے گذرے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: میں نے تمہارے لیے (دل میں) ایک بات چھپائی ہے اس نے کہا وہ دخ ہے، آپ نے فرمایا: دفع ہو، تو اپنی حد سے کبھی نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ! مجھے اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو، اگر یہ وہی ہے جس کا تمہیں اندیشہ ہے تو تم اس کو قتل نہیں کرسکو گے۔

۷۲۱۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ لَقِيَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ مَا تَرٰى قَالَ أَرٰى عَرْشًا عَلَى الْمَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرٰى عَرْشَ إِبْلِيسَ عَلَى الْبَحْرِ وَمَا تَرٰى قَالَ أَرٰى صَادِقَيْنِ وَكَاذِبًا أَوْ كَاذِبَيْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُبِّسَ عَلَيْهِ دَعُوهُ۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں، اس نے کہا کیا آپ میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتا ہوں تم کو کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا مجھے پانی پر تخت نظر آتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سمندر پر ابلیس کا عرش دیکھتے ہو، تمہیں اور کیا نظر آتا ہے؟ اس نے کہا میں دو سچوں اور ایک جھوٹے کو یا دو جھوٹوں اور ایک سچے کو دیکھتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کا معاملہ اس پر مشتبہ ہو گیا ہے۔

۷۲۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَقِيَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَ صَائِدٍ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَابْنُ صَائِدٍ مَعَ الْغِلْمَانِ فَذَكَرَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ابن صائد سے ملاقات ہوئی، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر تھے، اور ابن صائد کے ساتھ لڑکے تھے۔

نَحْوَ حَدِيْثِ الْجُرَيْرِيِّ۔

۷۲۲۰۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا دَاوٗدُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ صَائِدٍ اِلٰى مَكَّةَ فَقَالَ لِيْ اَمَا قَدْ لَقِيْتُ مِنَ النَّاسِ يَزْعُمُوْنَ اَنِّي الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يُوْلَدُ لَهٗ قَالَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَقَدْ وُلِدَ لِيْ اَوَلَيْسَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْمَدِيْنَةَ وَلَا مَكَّةَ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَقَدْ وُلِدْتُّ بِالْمَدِيْنَةِ وَهٰذَا اَنَا اُرِيْدُ مَكَّةَ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيْ فِيْ اٰخِرِ قَوْلِهٖ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَهٗ وَمَكَانَهٗ وَاَيْنَ هُوَ قَالَ فَلَبَسَنِيْ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابن صائد کے ساتھ مکہ گیا اس نے کہا میں جن لوگوں سے ملا ہوں ان کا زعم یہ ہے کہ میں دجال ہوں، کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال لاولد ہوگا؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میری تو اولاد ہے، اور کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ دجال مدینہ میں داخل ہوگا نہ مکہ میں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! اس نے کہا میں مدینہ میں پیدا ہوا ہوں اور اب مکہ جا رہا ہوں، پھر اس کی آخری بات یہ تھی کہ بہ خدا میں دجال کے پیدا ہونے کی جگہ جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اب وہ کہاں ہے، حضرت ابوسعید نے کہا اس کی اس بات سے مجھے پھر شبہ پڑ گیا۔

۷۲۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ صَائِدٍ وَاَخَذَتْنِيْ مِنْهُ ذَمَامَةٌ هٰذَا عَذَرْتُ النَّاسَ مَالِيْ وَلَكُمْ يَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ اَلَمْ يَقُلْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ يَهُوْدِيٌّ وَقَدْ اَسْلَمْتُ قَالَ وَلَا يُوْلَدُ لَهٗ وَقَدْ وُلِدَ لِيْ وَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَيْهِ مَكَّةَ وَقَدْ حَجَجْتُ قَالَ فَمَا زَالَ حَتّٰى كَادَ اَنْ يَّاْخُذَ فِيْ قَوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ لَهٗ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ الْاٰنَ حَيْثُ هُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاهُ وَاُمَّهٗ قَالَ وَقِيْلَ لَهٗ اَيَسُرُّكَ اَنَّكَ ذَاكَ الرَّجُلُ قَالَ فَقَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَيَّ مَا كَرِهْتُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن صیاد نے ایک بات کہی جس سے مجھے شرم آ گئی، اس نے کہا میں اور لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں، مگر اے اصحاب محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہیں میرے متعلق کیا ہو گیا ہے، کیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دجال یہودی ہوگا اور میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ کہ وہ لاولد ہوگا اور میری اولاد ہے اور آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے اس پر مکہ حرام کر دیا ہے اور میں حج کر چکا ہوں، ابن صائد مسلسل ایسی باتیں کرتا رہا جن سے میں ممکن ہے متاثر ہو جاتا، کہ اس نے کہا، بہ خدا میں جانتا ہوں کہ دجال کہاں ہے، اور میں اس کے ماں باپ کو بھی جانتا ہوں، اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ تم ہی دجال ہو، اس نے کہا اگر مجھ پر وہ پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہیں کروں گا۔

۷۲۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا سَالِمٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ نُوحٍ اَخْبَرَنِی الْجُرَیْرِیُّ عَنْ اَبِی نَضْرَۃَ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجْنَا حُجَّاجًا اَوْ عُمَّارًا وَ مَعَنَا ابْنُ صَائِدٍ قَالَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَ بَقِیْتُ اَنَا وَھُوَ فَاسْتَوْحَشْتُ مِنْہُ وَحْشَۃً شَدِیْدَۃً مِمَّا یُقَالُ عَلَیْہِ قَالَ وَجَآءَ بِمَتَاعِہٖ فَوَضَعَہٗ مَعَ مَتَاعِیْ فَقُلْتُ اِنَّ الْحَرَّ شَدِیْدٌ فَلَوْ وَضَعْتَہٗ تَحْتَ تِلْکَ الشَّجَرَۃِ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَرُفِعَتْ لَنَا غَنَمٌ فَانْطَلَقَ فَجَآءَ بِعُسٍّ فَقَالَ اَشْرَبُ اَبَا سَعِیْدٍ فَقُلْتُ اِنَّ الْحَرَّ شَدِیْدٌ وَاللَّبَنُ حَارٌّ مَا بِیْ اِلَّا اَنِّیْ اَکْرَہُ اَنْ اَشْرَبَ عَنْ یَدِہٖ اَوْ قَالَ اُخْذَ عَنْ یَدِہٖ فَقَالَ اَبَا سَعِیْدٍ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اُخْذَ حَبْلًا فَاُعَلِّقَہٗ بِشَجَرَۃٍ ثُمَّ اخْتَنِقَ مِمَّا یَقُوْلُ لِیَ النَّاسُ یَا اَبَا سَعِیْدٍ مَنْ خَفِیَ عَلَیْہِ حَدِیْثُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا خَفِیَ عَلَیْکُمْ مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتَ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ کَافِرٌ وَاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ عَقِیْمٌ لَا یُوْلَدُ لَہٗ وَ قَدْ تَرَکْتُ وَلَدِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ اَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ وَلَا مَکَّۃَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَاَنَا اُرِیْدُ مَکَّۃَ قَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیُّ حَتّٰی کِدْتُ اَنْ اَعْذِرَہٗ ثُمَّ قَالَ اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْرِفُہٗ وَاَعْرِفُ مَوْلِدَہٗ وَاَیْنَ ھُوَ الْاٰنَ قَالَ قُلْتُ لَہٗ تَبًّا لَکَ سَآئِرَ الْیَوْمِ۔

کہ ہم حج یا عمرہ کرنے کے لیے گئے، اور ہمارے ساتھ ابن صائد تھا، ہم ایک پڑاؤ پر اترے، لوگ منتشر ہو گئے، میں اس کے ساتھ رہ گیا، اس کے متعلق جو کچھ کہا جاتا تھا مجھے اس سے سخت وحشت ہوئی، وہ اپنا سامان لے کر آیا اور اس کو میرے سامان کے ساتھ رکھ دیا، میں نے کہا گرمی بہت سخت ہے اگر تم اپنا سامان اس درخت کے نیچے رکھ دیتے تو بہتر ہوتا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر کچھ بکریاں آئیں وہ دودھ کا ایک پیالہ لے آیا اور کہا اے ابوسعید! پیو، میں نے کہا گرمی سخت ہے اور دودھ گرم ہے اور وجہ صرف یہ تھی کہ میں اس کے ہاتھ سے دودھ پینا نہیں چاہتا تھا، یا کہا اس کے ہاتھ سے دودھ لینا نہیں چاہتا تھا، وہ کہنے لگا اے ابوسعید! لوگ میرے متعلق جو باتیں کرتے ہیں ان کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ رسی لے کر درخت پر لٹکاؤں اور اپنا گلا گھونٹ لوں، اے ابوسعید جن لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم نہیں (ان کی بات الگ ہے) اے انصار کی جماعت تم پر تو کچھ مخفی نہیں ہے! کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے زیادہ جاننے والے نہیں ہو! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ بانجھ اور لاولد ہوگا، اور میں نے اپنی اولاد کو مدینہ میں چھوڑا ہوا ہے، اور کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور میں مدینہ سے آیا ہوں اور مکہ جا رہا ہوں! حضرت ابوسعید نے کہا قریب تھا کہ میں اس کا عذر قبول کر لیتا کہ اس نے کہا: بہ خدا میں دجال کو پہچانتا ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں پیدا ہوا اور اب کہاں ہے، میں نے کہا تیرے لیے سارے دن تباہی اور بربادی ہو۔

۷۲۲۳۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ) عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَائِدٍ مَا تُرْبَةُ الْجَنَّةِ قَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ قَالَ صَدَقْتَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن صائد سے فرمایا: جنت کی مٹی کیسی ہے؟ اس نے کہا: اے ابوالقاسم! (صلے اللہ علیک وسلم) باریک سفید مشک کی طرح، آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا ہے۔

۷۲۲۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ ابْنَ صَيَّادٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَةِ الْجَنَّةِ فَقَالَ دَرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مِسْكٌ خَالِصٌ۔

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ ابن صیاد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا باریک خالص سفید مشک۔

۷۲۲۵۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَحْلِفُ بِاللهِ أَنَّ ابْنَ صَائِدٍ الدَّجَّالُ فَقُلْتُ أَتَحْلِفُ بِاللهِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلَى ذَلِكَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ، اللہ کی قسم کھا رہے تھے کہ ابن صیاد، دجال ہے، میں نے کہا آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر حلف اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔

۷۲۲۶۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ قِبَلَ ابْنِ صَيَّادٍ حَتَّى وَجَدَهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتَّى ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِابْنِ صَيَّادٍ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چند اصحاب کے ساتھ ابن صیاد کی طرف گئے حتی کہ آپ نے اس کو بنو مغالہ کے مکانوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا، اس وقت ابن صیاد بلوغت کے قریب تھا، اس کو حضور کے آنے کا پتا نہیں چلا حتی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر پر ہاتھ مارا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد سے فرمایا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابن صیاد نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اُمیوں کے رسول ہیں، پھر ابن صیاد نے رسول

فَنَظَرَ إِلَيْهِ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ
رَسُولُ الْأُمِّيِّينَ فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ لِرَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ
فَرَفَضَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ
آمَنْتُ بِاللهِ وَبِرُسُلِهِ ثُمَّ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا تَرَى قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ
يَأْتِينِي صَادِقٌ وَكَاذِبٌ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِّطَ عَلَيْكَ الْأَمْرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ
لَكَ خَبِيئًا فَقَالَ ابْنُ صَيَّادٍ هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ لَهُ
رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْسَأْ فَلَنْ
تَعْدُوَ قَدْرَكَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ذَرْنِي يَا
رَسُولَ اللهِ أَضْرِبْ عُنُقَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ يَكُنْهُ فَلَنْ تُسَلَّطَ
عَلَيْهِ وَإِنْ لَا يَكُنْهُ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِي قَتْلِهِ وَقَالَ
سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ
يَقُولُ انْطَلَقَ بَعْدَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْصَارِيُّ إِلَى النَّخْلِ
الَّتِي فِيهَا ابْنُ صَيَّادٍ حَتَّى إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخْلَ طَفِقَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ
النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ أَنْ يَسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا
قَبْلَ أَنْ يَرَاهُ ابْنُ صَيَّادٍ فَرَآهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى فِرَاشٍ فِي قَطِيفَةٍ لَهُ
فِيهَا زَمْزَمَةٌ فَرَأَتْ أُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ رَسُولَ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِي بِجُذُوعِ النَّخْلِ
فَقَالَتْ لِابْنِ صَيَّادٍ يَا صَافِ وَهُوَ اسْمُ ابْنِ صَيَّادٍ
هَذَا مُحَمَّدٌ فَثَارَ ابْنُ صَيَّادٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ سَالِمٌ فَقَالَ
عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا: میں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہوں! پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو کیا نظر آتا ہے؟ ابن صیاد نے کہا میرے پاس کبھی سچا آتا ہے اور کبھی جھوٹا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تجھ پر معاملہ مشتبہ ہو گیا، پھر اس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھ سے پوچھنے کے لیے ایک چیز چھپائی ہے، ابن صیاد نے کہا وہ دخ ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا دفع ہو! تو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ سکے گا، حضرت عمر بن الخطاب نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن مار دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ وہی (دجال) ہے تو تم اس پر مسلط نہیں ہو۔ اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کو قتل کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور سالم بن عبداللہ نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے سنا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابی بن کعب انصاری کھجوروں کے اس باغ میں گئے جس میں ابن صیاد تھا، باغ میں داخل ہونے کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھجوروں کے تنوں کی آڑ میں چھپنے لگے، آپ ابن صیاد کے دیکھنے سے پہلے اس کی کسی بات کو سننے کی کوشش کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا وہ بستر پر ایک چادر اوڑھے لیٹا ہے اور کچھ گنگنا رہا ہے، ابن صیاد کی ماں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کھجور کے درختوں میں چھپتے ہوئے دیکھ لیا تھا، اس نے ابن صیاد سے کہا اے صاف (یہ ابن صیاد کا نام تھا) یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں، ابن صیاد اچھل کر کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش وہ اس کو چھوڑ دیتی، تو وہ کچھ بیان کر دیتا، سالم کہتے ہیں حضرت

وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ إِنِّي لَأُنْذِرُكُمُوهُ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَهُ قَوْمَهُ لَقَدْ أَنْذَرَهُ نُوحٌ قَوْمَهُ وَلَكِنِّي أَقُولُ لَكُمْ فِيهِ قَوْلًا لَمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِقَوْمِهِ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ أَعْوَرُ وَأَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ حَدَّثَ النَّاسَ الدَّجَّالَ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَؤُهُ مَنْ كَرِهَ عَمَلَهُ أَوْ يَقْرَؤُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَقَالَ تَعْلَمُونَ أَنَّهُ لَنْ يَرَى أَحَدٌ مِنْكُمْ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَتَّى يَمُوتَ۔

عبداللہ بن عمر نے کہا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کی جس کا وہ اہل ہے پھر آپ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا میں تم کو اس سے خبردار کر رہا ہوں اور ہر نبی نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا ہے، بے شک حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو خبردار کیا، لیکن میں تم کو اس کے متعلق ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہیں بتائی، جان لو کہ وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور بے شک اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، ہر وہ شخص جو اس کے کاموں کو برا جانے گا، یا ہر مومن اس کو پڑھ لے گا، اور فرمایا جان لو تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے ہرگز اپنے رب عزوجل کو نہیں دیکھے گا۔

۷۲۲۷۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ انْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ رَهْطٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ حَتَّى وَجَدَ ابْنَ صَيَّادٍ غُلَامًا قَدْ نَاهَزَ الْحُلُمَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ أُطُمِ بَنِي مُعَاوِيَةَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ إِلَى مُنْتَهَى حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ وَفِي الْحَدِيثِ عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ قَالَ أَبِي يَعْنِي فِي قَوْلِهِ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ لَوْ تَرَكَتْهُ أُمُّهُ بَيَّنَ أَمْرَهُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے، ان میں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے حتی کہ آپ نے ابن صیاد کو دیکھا وہ اس وقت قریب بہ بلوغ لڑکا تھا، وہ اس وقت بنو معاویہ کے مکانوں کے پاس لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اس کے بعد یہ حدیث اس جملہ تک ہے: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا معاملہ منکشف ہو جاتا۔

۷۲۲۸۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ جن میں حضرت

الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِابْنِ صَيَّادٍ فِي نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فِيْهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغِلْمَانِ عِنْدَ اُطُمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَهُوَ غُلَامٌ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ يُوْنُسَ وَصَالِحٍ غَيْرَ اَنَّ عَبْدَ بْنَ حُمَيْدٍ لَمْ يَذْكُرْ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ فِي انْطِلَاقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِلَى النَّخْلِ۔

۷۲۲۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَائِدٍ فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ لَهٗ قَوْلًا اَغْضَبَهٗ فَانْتَفَخَ حَتّٰى مَلَاَ السِّكَّةَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى حَفْصَةَ وَقَدْ بَلَغَهَا فَقَالَتْ لَهٗ رَحِمَكَ اللّٰهُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَائِدٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا يَخْرُجُ مِنْ غَضْبَةٍ يَغْضَبُهَا۔

۷۲۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ (يَعْنِي ابْنَ حَسَنِ بْنِ يَسَارٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ نَافِعٌ يَقُوْلُ ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ لَقِيْتُهٗ مَرَّتَيْنِ قَالَ فَلَقِيْتُهٗ فَقُلْتُ لِبَعْضِهِمْ هَلْ تُحَدِّثُوْنَ اَنَّهٗ هُوَ قَالَ لَا وَاللّٰهِ قَالَ قُلْتُ كَذَبْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ اَخْبَرَنِيْ بَعْضُكُمْ اَنَّهٗ لَنْ يَّمُوْتَ حَتّٰى يَكُوْنَ اَكْثَرَكُمْ مَالًا وَّوَلَدًا فَكَذٰلِكَ هُوَ زَعَمُوا الْيَوْمَ قَالَ فَتَحَدَّثْنَا ثُمَّ فَارَقْتُهٗ قَالَ فَلَقِيْتُهٗ لَقِيَةً اُخْرٰى وَقَدْ نَفَرَتْ عَيْنُهٗ قَالَ فَقُلْتُ مَتٰى فَعَلَتْ عَيْنُكَ مَا اَرٰى قَالَ لَا اَدْرِيْ قَالَ قُلْتُ لَا تَدْرِيْ وَهِيَ فِيْ رَاْسِكَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ خَلَقَهَا فِيْ عَصَاكَ هٰذِهٖ قَالَ فَنَخَرَ كَاَشَدِّ نَخِيْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ قَالَ فَزَعَمَ بَعْضُ اَصْحَابِيْ اَنِّيْ ضَرَبْتُهٗ بِعَصًا كَانَتْ مَعِيْ حَتّٰى تَكَسَّرَتْ وَاَمَّا اَنَا فَوَاللّٰهِ

عمر بن الخطاب بھی تھے، ابن صیاد کے پاس سے گذرے وہ اس وقت بنو مغالہ کے مکانوں کے قریب لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اس وقت وہ لڑکا تھا، یہ حدیث بھی حسب سابق ہے البتہ عبد بن حمید نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعب کے ساتھ کھجوروں کے باغ میں گئے تھے۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے بعض راستوں میں حضرت ابن عمر کی ابن صیاد سے ملاقات ہوئی، حضرت ابن عمر نے اس سے کوئی ایسی بات کہی جس سے وہ غضب ناک ہو گیا اور وہ اتنا پھول گیا کہ راستہ بھر گیا، حضرت ابن عمر حضرت حفصہ کے پاس گئے ان کو یہ خبر مل چکی تھی، انھوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! تم نے ابن صیاد سے کیا ارادہ کیا تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: دجال کسی پر غصہ آنے کی وجہ سے ہی نکلے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ میں ابن صیاد سے دو بار ملا ہوں، ایک بار ملا تو میں نے بعض لوگوں سے کہا تم یہ کہتے ہو کہ وہ دجال ہے انھوں نے کہا نہیں، خدا کی قسم! میں نے کہا تم نے مجھے جھوٹا کر دیا، بہ خدا تم میں سے بعض لوگوں نے یہ کہا تھا کہ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ تم سب سے زیادہ مال دار اور صاحب اولاد نہ ہو جاتے سو آج کل وہ لوگوں کے زعم میں ایسا ہی ہے، پھر ابن صیاد نے ہم سے باتیں کیں، پھر میں اس سے جدا ہو گیا، پھر میں اس سے دوبارہ ملا، اس وقت اس کی آنکھ نکل چکی تھی، میں نے اس سے پوچھا تیری آنکھ کیا ہوئی، اس نے کہا مجھے پتا نہیں، میں نے کہا وہ آنکھ تمہارے سر میں تھی اور تم کو اس کا پتا نہیں، اس نے کہا اگر اللہ چاہے گا تو وہ آنکھ تیری لاٹھی میں پیدا کرے گا پھر وہ گدھے کی آواز کی طرح چیخا، اس سے زیادہ (سخت)

مَا شَعَرْتُ قَالَ وَجَاءَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَحَدَّثَهَا فَقَالَتْ مَا تُرِيْدُ إِلَيْهِ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا يَبْعَثُهُ عَلَى النَّاسِ غَضَبٌ يَغْضَبُهُ۔

آواز میں نے نہیں سنی تھی، میرے بعض ساتھیوں کا یہ گمان ہے کہ میں نے اس کو اپنی لاٹھی ماری تو وہ لاٹھی ٹوٹ گئی۔ اور بہ خدا مجھے اس کا پتا نہیں چلا، پھر حضرت ابن عمر حضرت ام المومنین حفصہ کے پاس گئے اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، انھوں نے فرمایا تم کو اس سے کیا کام تھا کیا تم کو معلوم نہیں کہ آپ نے یہ فرمایا تھا سب سے پہلے جو چیز دجال کو لوگوں کے پاس بھیجے گی وہ اس کا غصہ ہوگا جو اس کو کسی پر غصہ آئے گا۔

ابن صیاد کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ابن صیاد کو ابن صائد بھی کہا گیا ہے، احادیث میں دونوں لفظوں کا اطلاق ہے، اس کا نام صاف تھا، اس کا قصہ مشکل ہے اور اس بات میں اشتباہ ہے کہ آیا وہ مشہور مسیح دجال ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا، علماء نے کہا بہ ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے معاملہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں کی گئی کہ یہ مسیح دجال ہے یا کوئی اور ہے۔ ابن صیاد میں دجال کے قرائن کا احتمال تھا، اس لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے دجال ہونے یا نہ ہونے کا قطعی اظہار نہیں کیا، اور اس لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اگر یہ وہی ہے تو تم اس کو قتل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

ابن صیاد نے اپنے دجال نہ ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ دجال کافر ہوگا اور وہ مسلمان ہے اور دجال لاولد ہوگا اور وہ صاحب اولاد ہے، اور دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہیں ہوگا، اور وہ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوا، ابن صیاد کا یہ استدلال صحیح نہیں تھا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کی یہ اس وقت کی صفات بیان فرمائی ہیں جب اس کے فتنہ اور اس کے نکلنے کا وقت ہوگا۔

ابن صیاد کے اشتباہ اور اس کے دجالوں میں سے ایک دجال اور کذابوں میں سے ایک کذاب ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا: کیا آپ میرے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں؟ اور اس کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس کے پاس صادق اور کاذب آتے ہیں، اور یہ کہ وہ پانی پر تخت دیکھتا ہے اور یہ کہ اس کو دجال ہونا ناپسند نہیں ہے اور یہ کہ وہ جانتا ہے کہ دجال کا کون سا علاقہ ہے، وہ کہاں پیدا ہوگا اور اب کہاں ہے اور اس کا پھول کر اتنا بڑا ہو جانا جس سے راستہ بند ہو گیا۔ باقی رہا یہ کہ اسلام کا اظہار کیا، حج اور جہاد کیا اور دجال ہونے سے برأت کا اظہار کیا تو اس سے اس کے دجال ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

ابن صیاد کے متعلق علماء اسلام کی آراء

ابن صیاد کے بڑے ہونے کے بعد اس کے متعلق متقدمین کی آراء مختلف ہیں، ایک روایت ہے کہ اس نے اس قول سے توبہ کر لی تھی اور وہ مدینہ میں مر گیا تھا، جب انھوں نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو اس کے چہرہ کو کھول کر دیکھا حتیٰ کہ اس کو لوگوں نے دیکھ لیا، اور ان سے کہا گیا کہ گواہ ہو جاؤ، اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ وہ حلف اٹھا کر

کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور ان کو اس میں بالکل شک نہیں تھا، حضرت جابر سے کہا گیا وہ تو مسلمان ہو چکا تھا، انھوں نے کہا اگرچہ وہ مسلمان ہو چکا ہو، ان سے کہا گیا وہ مدینہ میں تھا اور پھر مکہ گیا، انھوں نے کہا اگرچہ مکہ گیا ہو، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم کر دیا، اس حدیث سے وہ روایت باطل ہو جاتی ہے کہ ابن صیاد مدینہ میں مر گیا تھا، اور اس کی نماز جنازہ پڑھی گئی تھی، امام مسلم نے ان احادیث میں یہ روایت کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے، اور انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن صیاد دجال ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا، اور امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن صیاد مسیح دجال ہے، اور امام بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں لکھا ہے کہ لوگوں کا ابن صیاد کے معاملہ میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں، جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ وہ دجال نہیں ہے انھوں نے امام مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو حضرت تمیم داری نے جساسۃ کے قصہ میں روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ جائز ہے کہ ابن صیاد کی صفات دجال کی صفات کے موافق ہوں، جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ لوگوں میں دجال کے سب سے زیادہ مشابہ عبدالعزیٰ بن قطن ہے حالانکہ وہ دجال نہیں ہے، امام بیہقی نے کہا ابن صیاد کا معاملہ ایک فتنہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مبتلا کر دیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور اس کے شر سے بچایا، حضرت جابر کی حدیث میں حضرت عمر کے قول پر جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سکوت کا ذکر ہے، اس میں یہ احتمال ہے کہ پہلے آپ نے اس کے معاملہ میں توقف کیا ہو، پھر آپ کے پاس یہ بیان آگیا ہو کہ یہ مسیح دجال کا غیر ہے، جیسا کہ حضرت تمیم داری کی حدیث میں اس کی تصریح ہے یہ امام بیہقی کی عبارت ہے اور ان کا مختار یہ ہے کہ ابن صیاد دجال کا غیر ہے اور حضرت ابن عمر اور حضرت جابر کی صحیح روایت یہ ہے کہ یہی دجال ہے واللہ اعلم۔

دعویٰ نبوت کے باوجود ابن صیاد کو قتل نہ کرنے کی وجہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب ابن صیاد نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا تو آپ نے اس کو قتل کیوں نہیں کیا، اس سوال کے دو جواب ہیں، امام بیہقی وغیرہ نے یہ جواب دیا ہے وہ اس وقت نابالغ تھا، قاضی عیاض نے بھی اسی جواب کو اختیار کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہوا تھا، علامہ خطابی نے معالم السنن میں اسی جواب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آنے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان صلح نامہ لکھا جس میں یہ تھا کہ ایک دوسرے کے خلاف جوش نہ دلایا جائے اور ان کو ان کے معاملات پر چھوڑ دیا جائے اور ابن صیاد بھی اس معاہدہ کے تحت داخل تھا۔

ابن صیاد سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے امتحان کی وضاحت

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے آیت دخان کو چھپا کر جو ابن صیاد کا امتحان لیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ خبریں پہنچتی تھیں کہ کاہنوں کے پاس جن غیب کی خبریں لاتے ہیں تو آپ نے حقیقت حال کو ظاہر کرنے کے لیے اور ابن صیاد کے ابطال کو صحابہ پر واضح کرنے کے لیے اس کا امتحان لیا تاکہ صحابہ کرام کو معلوم ہو جائے کہ وہ کاہن اور ساحر ہے اس کے پاس شیطان آتے ہیں اور جو کچھ شیاطین کاہنوں پر القاء کرتے ہیں وہی اس پر القاء کرتے ہیں اس لیے آپ نے اپنے دل میں یہ آیت چھپائی: فارتقب یوم تاتی

السماء بدخان مبین - اور فرمایا میں نے تمہارے امتحان کے لیے ایک چیز چھپائی ہے بتاؤ وہ کیا ہے اس نے کہا وہ دخ ہے (یہ بھی دخان کی ایک لغت ہے) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دفع ہو، تم اپنی حد سے تجاوز نہیں کر دگے" یعنی کاہنوں کی حد سے آگے نہیں بڑھو گے جو کسی مکمل عبارت میں سے شیاطین کے القاء کیے ہوئے کسی ایک کلمہ کو یاد رکھ لیتے ہیں، اس کے برخلاف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب میں سے جو چاہتا ہے وحی کرتا ہے وہ کامل اور واضح ہوتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ پر کرامات کا الہام ہوتا ہے۔ [1]

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی چھپائی ہوئی آیت میں سے ابن صیاد "دخ" پر کیسے مطلع ہو گیا، علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں یہ دخ کا کلمہ اس کی طرف شیطان نے القاء کیا تھا۔ یا تو اس وجہ سے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے یہ آیت پڑھی، اور اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا اس وجہ سے کہ آسمان پر فرشتے یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس آیت کو چھپائیں گے اور ——— اس میں سے کچھ لفظ شیطان نے سن لیے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو یہ آیت بتلائی تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ابن صیاد یہ آیت نہیں بتا سکے گا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے "یوم تاتی السماء بدخان مبین کو چھپایا تھا۔ [2]

ابن صیاد کی اصلیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اشتباہ کی تحقیق

حدیث نمبر ۷۲۱۶ میں ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے، میں اس کو قتل کر دوں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے جو تمہارا گمان ہے تو تم اس کو قتل نہیں کر سکو گے۔

علامہ اُبی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ کا منشاء یہ تھا کہ اگر دجال یہی ہے تو یہ اخیر زمانہ تک رہے گا اور تم اس کے قتل پر قادر نہیں ہو گے اس کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کریں گے، اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو پھر اس کو قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہ ایک تو نابالغ ہے اور دوسرے یہودیوں سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ابن صیاد کی اصلیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واضح نہیں تھی، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم (از خود) غیب کو نہیں جانتے، ماسوا ان امور کے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم عطا فرمایا ہے، اور شاید اللہ تعالیٰ کے علم میں ابن صیاد کے امر کو مخفی رکھنے میں کوئی مصلحت تھی، اور جس چیز پر ایمان واجب ہے وہ یہ ہے کہ دجال ضرور نکلے گا اور وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور وہ کذاب اور کانا ہوگا، جیسا کہ اتنی زیادہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے جن سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ء

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۵۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

حدیث نمبر ۲۲۶۰ میں ہے: ابن صیاد لیٹا ہوا بڑبڑا رہا تھا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے چھپ کر اس کی بڑبڑاہٹ کو سننا چاہا، اس کی ماں نے اس کو خبردار کر دیا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس کی ماں اس کو چھوڑ دیتی تو اس کا امر واضح ہو جاتا۔

علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ یعنی وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا اس سے معلوم ہو جاتا کہ آیا وہ دجال ہے یا نہیں؟ البتہ اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تین آدمیوں سے (مکلف کرنے کا) قلم اٹھا لیا گیا ہے ان میں سے ایک سونے والا ہے حتیٰ کہ وہ بیدار ہو جائے، اور اس پر اجماع ہے کہ سونے والے سے نیند میں جو اقوال صادر ہوں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں مواخذہ کا معاملہ نہیں ہے کہ یہ اشکال ہو یہاں تو اس کے احوال اور قرائن میں غور کر کے اس کی اصلیت کو معلوم کرنے کا مسئلہ تھا، کیونکہ کسی شخص کی بیداری میں جو افکار ہوتے ہیں انھی کا ظہور بڑبڑاہٹ کی صورت میں نیند میں ہوتا ہے اور شاید نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ انتظار تھا کہ نیند کی حالت میں اس سے ایسی چیز کا ظہور ہو گا جس سے اس کی بیداری کی کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ابن صیاد کی اصلیت سے مطلع نہیں فرمایا تھا اور شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ یہ ظاہر کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمام علمی عظمتوں کے باوجود، خدا ہیں نہ عالم الغیب ہیں اور امور غیبیہ میں سے انھی کو جانتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے۔

دجال کے متعلق علماء اسلام کے نظریات

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث سے اہل سنت وجماعت نے یہ استدلال کیا ہے کہ دجال ایک معین شخص ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے سبب سے بندوں کو امتحان میں مبتلاء کیا ہے اور اس کو چند اشیاء پر قدرت دی ہے، تاکہ اچھوں کو بروں سے ممتاز کر دے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے امر کو باطل کر دے گا، اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کر دیں گے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے گا، خوارج، جہمیہ اور بعض معتزلہ نے دجال کا انکار کیا ہے اور دوسرے معتزلہ میں سے جبائی اور اس کے تابعین نے دجال کے وجود کا اعتراف کیا، البتہ انھوں نے یہ کہا کہ دجال کے ہاتھوں پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے، وہ اس کی شعبدہ بازی ہو گی، کیونکہ اگر یہ حقائق ہوں تو اس سے نبوت پر طعن ہو گا، لیکن یہ ان کا وہم ہے، کیونکہ دجال نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا کہ ان خوارق سے اس کا صادق ہونا لازم آئے، وہ الوہیت کا دعویٰ کرے گا اور اس دعویٰ کا وہ خود مکذب ہو گا، کیونکہ اس کی ذات میں نقص اور حدوث کی علامتوں کا ظہور ہو گا اور وہ اپنی ذات سے اس نقص کو دور کرنے سے عاجز ہو گا، کسی مومن کو اس کے دعویٰ کے کذب کے متعلق کوئی شک نہیں ہو گا، اس کی اتباع یا تو کوئی شخص اضطرار کی وجہ سے کرے گا، یا کفر کی وجہ سے یا تقیہ اور اس کے خوف کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ اس سے بہت بڑے فتنہ کا ظہور ہو گا اور پہلی بار ہی اس کو دیکھ کر بہت سے لوگ دہشت زدہ ہو جائیں گے اور ان کی عقل کام نہیں کرے گی، وہ تیز آندھی کی طرح سرعت سے زمین پر چلے گا اور جس شخص کی نظر اور بصیرت کام نہیں کرے گی وہی اس کی تصدیق کرے گا۔ [2]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۶۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۶۴ " " "

بَابُ ذِكْرِ الدَّجَّالِ ۱۰۱۶

مسیح دجال کا بیان

۷۲۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ الدَّجَّالَ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى لَيْسَ بِأَعْوَرَ أَلَا وَإِنَّ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ أَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُمْنَى كَأَنَّ عَيْنَهُ عِنَبَةٌ طَافِئَةٌ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی، گویا اس کی آنکھ پھولے ہوئے انگور کی طرح ہوگی۔

۷۲۳۲۔ حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

۷۲۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَقَدْ أَنْذَرَ أُمَّتَهُ الْأَعْوَرَ الْكَذَّابَ أَلَا إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ ف ر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کو کانے کذاب سے خبردار کیا ہے سنو! وہ بلاشبہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں ہے اس کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَ ف ر أَيْ كَافِرٌ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی دو آنکھوں کے درمیان ک ف ر یعنی کافر لکھا ہوا ہوگا۔

۷۲۳۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عَفَّانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ ثُمَّ تَهَجَّاهَا كَ ف ر يَقْرَاُهُ كُلُّ مُسْلِمٍ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا پھر آپ نے اس کے ہجے کیے ک ف ر، اس کو ہر مسلمان پڑھ لے گا۔

۷۲۳۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعَرِ مَعَهٗ جَنَّةٌ وَنَارٌ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی اور بال گھنے ہوں گے، اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی، اس کی دوزخ (حقیقت میں) جنت ہے اور اس کی جنت (حقیقت میں) دوزخ ہے۔

۷۲۳۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنْ اَبِيْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ مِنْهُ مَعَهٗ نَهْرَانِ يَجْرِيَانِ اَحَدُهُمَا رَاْيَ الْعَيْنِ مَاءً اَبْيَضَ وَالْاٰخَرُ رَاْيَ الْعَيْنِ نَارٌ تَاجَّجُ فَاِمَّا اَدْرَكَنَّ اَحَدٌ فَلْيَاْتِ النَّهَرَ الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا وَلْيُغْمِضْ ثُمَّ لْيُطَاْطِئْ رَاْسَهٗ فَيَشْرَبْ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مَاءٌ بَارِدٌ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَاُهٗ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَغَيْرِ كَاتِبٍ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ضرور جانتا ہوں کہ دجال کے ساتھ کیا ہوگا، اس کے ساتھ دو بہتے ہوئے دریا ہوں گے، ایک دیکھنے میں سفید پانی ہوگا۔ دوسرا دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ ہوگا، پھر اگر کوئی شخص اس کو پالے تو اس دریا میں جائے جو بھڑکتی ہوئی آگ دکھائی دے، اور اپنی آنکھ بند کرے اور اپنا سر جھکا کر اس سے پیئے، بے شک وہ ٹھنڈا پانی ہوگا، اور بلاشبہ دجال کی ایک آنکھ کانی ہوگی اس پر ایک موٹی پھلی ہوگی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا، اس کو ہر مومن پڑھے گا خواہ اس کو لکھنا آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

۷۲۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِي الدَّجَّالِ اِنَّ مَعَهٗ مَاءً وَنَارًا فَنَارُهٗ مَاءٌ بَارِدٌ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق فرمایا اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی، اور اس کا پانی آگ ہوگا، سو تم خود کو ہلاک نہ کر لینا، حضرت ابو مسعود نے کہا میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

وَمَاءُهُ نَارٌ فَلَا تَهْلِكُوا قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ وَأَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عقبہ بن عمرو کہتے ہیں کہ میں ربعی بن حراش کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، عقبہ نے کہا میں نے حضرت حذیفہ سے کہا آپ نے دجال کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنی ہے وہ بیان کیجئے، انھوں نے کہا دجال نکلے گا، اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، جس کو لوگ آگ خیال کریں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا، تم میں سے جو شخص اس کو دیکھے وہ اس میں کود جائے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہو، کیونکہ وہ ٹھنڈا پاکیزہ اور میٹھا پانی ہوگا، عقبہ نے حضرت حذیفہ کی تصدیق کے لیے کہا میں نے (پہلے بھی) یہ حدیث سنی تھی۔

۷۲۳۹۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ فَقَالَ لَهُ عُقْبَةُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّجَّالِ قَالَ إِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَإِنَّ مَعَهُ مَاءً وَنَارًا فَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ مَاءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَأَمَّا الَّذِي يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَاءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِي يَرَاهُ نَارًا فَإِنَّهُ مَاءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ فَقَالَ عُقْبَةُ وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ تَصْدِيقًا لِحُذَيْفَةَ۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو مسعود کھٹے ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دجال کے متعلق سنی ہوئی احادیث کا مجھے ان سے زیادہ علم ہے، اس کے ساتھ ایک پانی کا دریا ہوگا اور ایک آگ کا دریا ہوگا، جس کو تم لوگ یہ سمجھو گے کہ یہ آگ ہے وہ پانی ہوگا اور جس کو تم یہ خیال کرو گے یہ پانی ہے وہ آگ ہوگا، سو تم میں سے جو شخص اس کو پائے اور پانی کا ارادہ کرے وہ اس دریا سے پیئے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہے تو اس کو پانی ملے گا، حضرت ابو مسعود نے کہا میں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۷۲۴۰۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ حُجْرٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ اجْتَمَعَ حُذَيْفَةُ وَأَبُو مَسْعُودٍ فَقَالَ حُذَيْفَةُ لَأَنَا بِمَا مَعَ الدَّجَّالِ أَعْلَمُ مِنْهُ إِنَّ مَعَهُ نَهْرًا مِنْ مَاءٍ وَنَهْرًا مِنْ نَارٍ فَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ نَارٌ مَاءٌ وَأَمَّا الَّذِي تَرَوْنَ أَنَّهُ مَاءٌ نَارٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَأْتِ الَّذِي يَرَاهُ أَنَّهُ نَارٌ فَإِنَّهُ سَيَجِدُهُ مَاءً قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ هٰكَذَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

ربعی بن حراش بیان کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ اور حضرت ابو مسعود کھٹے ہوئے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا دجال کے متعلق سنی ہوئی احادیث کا مجھے ان سے زیادہ علم ہے، اس کے ساتھ ایک پانی کا دریا ہوگا اور ایک آگ کا دریا ہوگا، جس کو تم لوگ یہ سمجھو گے کہ یہ آگ ہے وہ پانی ہوگا اور جس کو تم یہ خیال کرو گے یہ پانی ہے وہ آگ ہوگا، سو تم میں سے جو شخص اس کو پائے اور پانی کا ارادہ کرے وہ اس دریا سے پیئے جس کو وہ آگ سمجھ رہا ہے تو اس کو پانی ملے گا، حضرت ابو مسعود نے کہا میں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۷۲۴۱۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَدِيثًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو دجال کے متعلق ایسی حدیث بیان نہ کروں جو کسی نبی نے اپنی امت کو بیان نہیں کی، بے شک وہ کانا ہوگا، اور اس کے پاس

مَا حَدَّثَ نَبِيٌّ قَوْمَهُ إِنَّهُ أَعْوَرُ وَإِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُولُ إِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَإِنِّي أُنْذِرُكُمْ بِهِ كَمَا أَنْذَرَ بِهِ نُوحٌ قَوْمَهُ۔

جنت اور دوزخ کی مثل ہوگی اور جس کو وہ جنت کہے گا وہ (حقیقت میں) دوزخ ہوگی، اور میں تم کو اس سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

۲۲۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ قَاضِي حِمْصَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ ابْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذٰلِكَ فِينَا فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِي طَائِفَةِ النَّخْلِ فَقَالَ غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِي عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ خَلِيفَتِي عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّي أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهُ فِي الْأَرْضِ قَالَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ

امام مسلم دو سندوں کے ساتھ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صبح دجال کا ذکر کیا، آپ نے اس (کے فتنہ) کو (کبھی) کم اور (کبھی) بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے۔ جب ہم شام کے وقت آپ کے پاس گئے تو آپ ہمارے ان تاثرات کو بھانپ گئے، آپ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! صبح آپ نے دجال کا ذکر کیا، آپ نے اس (کے فتنہ) کو کبھی کم اور کبھی بہت زیادہ بیان کیا، حتیٰ کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے کسی جھنڈ میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں سے مجھے زیادہ خوف ہے، اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود مقابلہ کرے گا، اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ اور نگہبان ہے، دجال نوجوان اور گھونگریالے بالوں والا ہوگا، اس کی آنکھ پھولی ہوئی ہوگی، میں اس کو عبدالعزیٰ بن قطن کے مشابہ قرار دیتا ہوں، تم میں سے جو شخص اس کو پائے وہ اس کے سامنے سورہ کہف کی ابتدائی (دس) آیتیں پڑھے، بلاشبہ شام اور عراق کے درمیان سے اس کا خروج ہوگا، وہ اپنے دائیں بائیں فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، ہم نے کہا یارسول اللہ! وہ زمین میں کب تک رہے گا، آپ نے فرمایا: چالیس دن تک، ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن ایک ماہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی

كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ اَيَّامِهِ كَاَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَتَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَجِيْبُوْنَ لَهٗ فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًى وَّاَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَّاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِيْ كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُوْ رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهٗ جِزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ شَرْقِيَ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاَطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَا رَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيْحَ نَفَسِهٖ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهٗ يَنْتَهِيْ حَيْثُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اِنِّيْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَا يَدَانِ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِيْ اِلَى الطُّوْرِ وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ فَيَمُرُّ اَوَائِلُهُمْ عَلٰى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ

ایام تمہارے عام دنوں کی طرح ہوں گے، ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نماز پڑھنا کافی ہوگا، آپ نے فرمایا نہیں، تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا، ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! وہ زمین پر کس قدر تیز چلے گا، آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جس کو پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو، وہ ایک قوم کے پاس جا کر ان کو ایمان کی دعوت دے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے، وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ سبزہ اُگائے گی، ان کے چرنے والے جانور شام کو آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں دراز ہوں گی، پھر وہ دوسری قوم کے پاس جا کر ان کو دعوت دے گا، وہ اس کی دعوت کو مسترد کر دیں گے، وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا، ان پر قحط اور خشک سالی آئے گی اور ان کے پاس ـــــ ان کے مالوں سے کچھ نہیں رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین کے پاس سے گذرے گا اور زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دو، تو زمین کے خزانے اس کے پاس ایسے آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس جاتی ہیں پھر وہ ایک کڑیل جوان کو بلائے گا اور تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا، جیسے نشانہ پر کوئی چیز لگتی ہے، پھر وہ اس کو بلائے گا تو وہ (زندہ ہو کر) دمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا، دجال کے اسی معمول کے دوران اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس دو زرد رنگ کے حلّے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے، جب حضرت عیسیٰ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ کے قطرے گریں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی طرح قطرے گریں گے، جس کافر تک

فَيَشْرَبُوْنَ مَا فِيْهَا وَيَمُرُّ اٰخِرُهُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ وَيُحْصَرُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ حَتّٰى يَكُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ لِاَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِيْنَارٍ لِاَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِيْ رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُوْنَ فَرْسٰى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ اِلَى الْاَرْضِ فَلَا يَجِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِيُّ اللّٰهِ عِيْسٰى وَ اَصْحَابُهٗ اِلَى اللّٰهِ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ طَيْرًا كَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِيْ ثَمَرَتَكِ وَ رُدِّيْ بَرَكَتَكِ فَيَوْمَئِذٍ تَاْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّوْنَ بِقَحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتّٰى اَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الْاِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيْلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَاْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ۔

بھی ان کی خوشبو پہنچے گی اس کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا، اور ان کی خوشبو منتہائے نظر تک پہنچے گی، وہ دجال کو تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لد پر اس کو موجود پاکر قتل کردیں گے۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم کے پاس ایک ایسی قوم آئے گی جس کو اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، .... وہ ان کے چہروں پر دست شفقت پھیریں گے، اور انھیں جنت میں ان کے درجات کی خبر دیں گے۔ ابھی وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمائے گا، میں نے اپنے کچھ بندوں کو نکالا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے، تم میرے ان بندوں کو طور کی طرف اکٹھا کرو، اور اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا، اور وہ ہر بلندی سے بہ سرعت پھسلتے ہوئے آئیں گے، ان کی پہلی جماعتیں بحیرہ طبریستان سے گزریں گی اور وہاں کا تمام پانی پی لیں گی، پھر جب دوسری جماعتیں وہاں سے گذریں گی تو وہ کہیں گی یہاں پر کسی وقت پانی تھا، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب محصور ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کسی ایک کے نزدیک بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے سو دینار سے افضل ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب دعا کریں گے، تب اللہ تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو صبح کو وہ سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت برابر جگہ بھی ان کی گندگی اور بدبو سے خالی نہیں ہوگی، پھر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ اور ان کے اصحاب اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کی مانند پرندے بھیجے گا، یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا وہاں پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دے گی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا مکان

ہو یا کھال کا خیمہ وہ آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا، پھر زمین سے کہا جائے گا تم اپنے پھل اُگاؤ اور اپنی برکتیں لوٹاؤ، سو اس دن ان کی ایک جماعت ایک انار کو (سیر ہو کر) کھالے گی، اور ایک دودھ دینے والی گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لیے کافی ہوگی، اور دودھ دینے والی بکری ایک گھر والوں کے لیے کافی ہوگی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے لگے گی اور وہ ہر مومن اور ہر مسلم کی روح قبض کر لے گی، اور بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔

۷۲۴۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرِ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ وَالْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ابْنُ حُجْرٍ دَخَلَ حَدِيْثُ اَحَدِهِمَا فِيْ حَدِيْثِ الْاٰخَرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ جَابِرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ مَا ذَكَرْنَا وَزَادَ بَعْدَ قَوْلِهٖ لَقَدْ كَانَ بِهٰذِهٖ مَرَّةً مَاءٌ ثُمَّ يَسِيْرُوْنَ حَتّٰى يَنْتَهُوْا اِلٰى جَبَلِ الْخَمَرِ وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْاَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَآءِ فَيَرْمُوْنَ بِنُشَّابِهِمْ اِلَى السَّمَآءِ فَيَرُدُّ اللهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوْبَةً دَمًا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ حُجْرٍ فَاِنِّيْ قَدْ اَنْزَلْتُ عِبَادًا لِيْ لَا يَدَيْ لِاَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں اس جملہ کے بعد "یہاں ایک مرتبہ پانی تھا" یہ اضافہ ہے پھر وہ خمر کے پہاڑ کے پاس پہنچیں گے، یہ بیت المقدس کا پہاڑ ہے، وہ کہیں گے ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا، اب آسمان والوں کو قتل کریں پھر وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا، ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "میں نے اپنے بندوں کو نازل کیا ہے جن سے لڑنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتا"۔

۷۲۴۴ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ وَالسِّيَاقُ لِعَبْدٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (وَهُوَ ابْنُ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا حَدِيْثًا طَوِيْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَكَانَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے متعلق بہت طویل حدیث بیان کی، اس حدیث کے اثناء میں آپ نے یہ فرمایا دجال نکلے گا، اور مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہونا اس پر حرام ہوگا، وہ مدینہ کے قریب بعض بنجر زمینوں میں چلا جائے گا، ایک دن اس کے پاس ایک ایسا شخص آئے گا جو سب لوگوں سے بہتر ہوگا، وہ یہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ دجال ہے جس کے متعلق

فِيمَا حَدَّثَنَا قَالَ يَأْتِي وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ أَنْ يَدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِينَةِ فَيَنْتَهِي إِلَى بَعْضِ السِّبَاخِ الَّتِي تَلِي الْمَدِينَةَ فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ هُوَ خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ لَهُ أَشْهَدُ أَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِي حَدَّثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثَهُ فَيَقُولُ الدَّجَّالُ أَرَأَيْتُمْ إِنْ قَتَلْتُ هَذَا ثُمَّ أَحْيَيْتُهُ أَتَشُكُّونَ فِي الْأَمْرِ فَيَقُولُونَ لَا فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يُحْيِيهِ فَيَقُولُ حِينَ يُحْيِيهِ وَاللهِ مَا كُنْتُ فِيكَ قَطُّ أَشَدَّ بَصِيرَةً مِنِّي الْآنَ فَيُرِيدُ الدَّجَّالُ أَنْ يَقْتُلَهُ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ قَالَ أَبُو إِسْحَقَ يُقَالُ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ هُوَ الْخَضِرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا، دجال یہ کہے گا یہ بتاؤ کہ اگر میں اس شخص کو قتل کر کے پھر زندہ کر دوں تو کیا تم میرے متعلق شک کرو گے، لوگ کہیں گے نہیں! راوی کہتے ہیں وہ اس کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا جب دجال اس کو زندہ کر دے گا تو وہ شخص کہے گا بہ خدا مجھے تیرے متعلق جتنی بصیرت اب ہے پہلے کبھی نہیں تھی، راوی کہتے ہیں کہ پھر دجال اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا، تو اس پر قابو نہ پا سکے گا، ابو اسحٰق نے کہا، کہا جاتا ہے وہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔

۷۲۴۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۴۶۔ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُهْزَاذَ مِنْ أَهْلِ مَرْوَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ أَبِي الْوَدَّاكِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَيَقُولُونَ لَهُ أَيْنَ تَعْمِدُ فَيَقُولُ أَعْمِدُ إِلَى هَذَا الَّذِي خَرَجَ قَالَ فَيَقُولُونَ لَهُ أَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَيَقُولُ مَا بِرَبِّنَا خَفَاءٌ فَيَقُولُونَ اقْتُلُوهُ فَيَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ أَلَيْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ أَنْ تَقْتُلُوا أَحَدًا دُونَهُ قَالَ فَيَنْطَلِقُونَ بِهِ إِلَى الدَّجَّالِ فَإِذَا رَآهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَذَا الدَّجَّالُ الَّذِي ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَأْمُرُ الدَّجَّالُ بِهِ فَيُشْبَحُ فَيَقُولُ خُذُوهُ وَشُجُّوهُ فَيُوسَعُ ظَهْرُهُ وَبَطْنُهُ ضَرْبًا قَالَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا خروج ہوگا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہوگا اور دجال کے ہتھیار بند لوگ اس سے ملیں گے، وہ اس سے کہیں گے تمہارا کہاں کا قصد ہے، وہ کہے گا میرا اس شخص کی طرف قصد ہے جس کا خروج ہوا ہے وہ اس سے کہیں گے کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے، وہ کہے گا ہمارے رب میں کسی قسم کا خفا نہیں ہے، وہ کہیں گے اس کو قتل کر دو، پھر ان کے بعض، بعض سے کہیں گے کیا تمہیں تمہارے رب نے منع نہیں کیا تھا، کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا، پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے، جب اس کو وہ مومن دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا، پھر دجال اس شخص کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا، اس کی پیٹھ اور پیٹ پر بھی ضرب

فَيَقُوْلُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِيْ قَالَ فَيَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا قَالَ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِيْ فَيَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُّ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهٗ فَيَجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ فَيَحْسِبُ النَّاسُ اَنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

لگائی جائے گی، پھر دجال اس شخص سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ شخص کہے گا تم مسیح کذاب ہو، پھر اس کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لے کر قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے، پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا، کھڑا ہو جا، تو وہ شخص سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر دجال اس سے کہے گا کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ کہے گا مجھے تو (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا پھر وہ کہے گا اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کارروائی نہیں کر سکے گا، دجال اس کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا، (لیکن) اس کے گلے سے لے کر ہنسلی تک (کا جسم) تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کا کوئی حیلہ نہیں پا سکے گا، پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا، لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے، حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہو گا۔

۷۲۴۷ - حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ حُمَيْدٍ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَاَلَ اَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَاَلْتُ قَالَ وَمَا يُصِيْبُكَ مِنْهُ اِنَّهٗ لَا يَضُرُّكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهٗ الطَّعَامَ وَالْاَنْهَارَ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق سوال نہیں کیے، آپ نے فرمایا تم کیوں اس کے متعلق فکر مند ہو وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ طعام اور دریا ہوں گے، آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

۷۲۴۸ - حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَاَلَ اَحَدٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَاَلْتُهٗ قَالَ وَمَا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق اتنا نہیں پوچھا جتنا میں نے پوچھا تھا، راوی نے کہا آپ نے کیا پوچھا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے پوچھا تھا لوگ

سُؤَالُكَ قَالَ قُلْتُ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَعَهُ جِبَالٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ وَنَهْرٌ مِنْ مَاءٍ قَالَ هُوَ أَهْوَنُ عَلَى اللهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ روٹی اور گوشت کے پہاڑ اور پانی کے دریا ہوں گے! آپ نے فرمایا وہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ ذلیل ہے۔

۲۴۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حُمَيْدٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ يَزِيدَ فَقَالَ لِي أَيْ بُنَيَّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں ذکر کیں، بزید کی سند میں یہ لفظ زائد ہیں! اے میرے بیٹے!

۲۵۰۷۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو وَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ مَا هٰذَا الْحَدِيثُ الَّذِي تُحَدِّثُ بِهِ تَقُولُ إِنَّ السَّاعَةَ تَقُومُ إِلَى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ أَوْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهُمَا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أُحَدِّثَ أَحَدًا شَيْئًا أَبَدًا إِنَّمَا قُلْتُ إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيلٍ أَمْرًا عَظِيمًا يُحَرَّقُ الْبَيْتُ وَيَكُونُ وَيَكُونُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ لَا أَدْرِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ حَتَّى

حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس ایک شخص نے آ کر کہا یہ کیسی حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز کے وقت قیامت قائم ہوگی، انھوں نے کہا سبحان اللہ! یا لا الہ الا اللہ یا کوئی اور کلمہ ان کی مثل کہا اور فرمایا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اب کسی سے کوئی حدیث بیان نہیں کروں گا، میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم لوگ کچھ دنوں کے بعد ایک ایسا بڑا حادثہ دیکھو گے، جو گھر کو جلا دیگا، وہ ہوگا اور ہوگا پھر کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میری امت میں دجال کا خروج ہوگا جو چالیس تک ٹھہرے گا، میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمایا یا چالیس ماہ فرمایا، یا چالیس سال فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ ابن مریم کو مبعوث فرمائے گا جو عروہ بن مسعود کے مشابہ ہوں گے، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اسی طرح (امن سے) رہیں گے کہ کسی دو شخصوں میں لڑائی نہیں ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ایسی ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جو روئے زمین کے ہر اس شخص کی روح کو قبض کر لے گی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان یا خیر ہوگی، انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ——

لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِيْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَجِيْبُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَآرٌّ دِرٌّ قُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَرَفَعَ لِيْتًا قَالَ وَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ قَالَ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ اَوْ قَالَ يُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ اَوِ الظِّلُّ نُعْمَانُ الشَّاكُّ فَتَنْبُتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ثُمَّ يُقَالُ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ قَالَ ثُمَّ يُقَالُ اَخْرِجُوْا بَعْثَ النَّارِ فَيُقَالُ مِنْ كَمْ فَيُقَالُ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ قَالَ فَذَاكَ يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا وَذٰلِكَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پھر دنیا میں بُرے لوگ باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل اور درندہ صفت ہوں گے، وہ کسی نیک بات کو اچھا سمجھیں گے نہ بُری بات کو بُرا۔ ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا، اور کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے؟ وہ کہیں گے تم کیا حکم دیتے ہو؟ وہ ان کو بتوں کی پرستش کا حکم دے گا، وہ اسی (بت پرستی) میں مصروف کار ہوں گے، ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش و عشرت سے ہوگی، پھر صور پھونک دیا جائے گا، جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اس کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ بے ہوش ہو جائے گا، اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ شبنم کی طرح ایک بارش نازل فرمائے گا، جس سے لوگوں کے جسم اُگ پڑیں گے، پھر دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو! اپنے رب کے پاس آؤ اور ان کو گھڑا کرو، ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دوزخ کے لیے ایک گروہ نکالو، کہا جائے گا کتنے لوگوں کا، کہا جائے گا ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے، آپ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن ساق کھولی جائے گی۔

۲۵۱۷۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَعْقُوْبَ بْنَ عَاصِمِ بْنِ عُرْوَةَ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اِنَّكَ تَقُوْلُ اِنَّ السَّاعَةَ تَقُوْمُ اِلٰى كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ لَّا اُحَدِّثَكُمْ بِشَيْءٍ اِنَّمَا قُلْتُ اِنَّكُمْ تَرَوْنَ بَعْدَ قَلِيْلٍ اَمْرًا عَظِيْمًا

عروہ بن مسعود بیان کرتے ہیں میں نے سنا ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہہ رہا تھا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں (علامت رونما ہونے) پر قیامت قائم ہوگی حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ میں تم کو کوئی حدیث نہ بیان کروں۔ میں نے تو صرف یہ کہا تھا کہ تم تھوڑی مدت کے بعد ایک بڑا حادثہ دیکھو گے جیسے گھر جل گیا ہو، شعبہ نے یہی یا اس کی مثل کہا، حضرت

فَكَانَ حَرِيقَ الْبَيْتِ قَالَ شُعْبَةُ هٰذَا أَوْ نَحْوَهُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَلَا يَبْقَى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ مَرَّاتٍ وَعَرَضْتُهُ عَلَيْهِ.

عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میری امت میں دجال کا خروج ہوگا اور حضرت معاذ کی مثل حدیث بیان کی اور اس حدیث میں یہ بیان کیا کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کی روح کو (ہوا) قبض کر لے گی۔ محمد بن جعفر کہتے ہیں کہ شعبہ نے مجھے بار بار یہ حدیث سنائی اور میں نے بھی اس کے سامنے پڑھی۔

۷۲۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَأَيَّتُهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی حدیث سنی ہے جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے سب سے پہلی علامت کا ظہور یہ ہے کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت دابۃ الارض کا خروج ہوگا، ان میں سے جس کا بھی پہلے ظہور ہو تو اس کے فوراً بعد دوسری کا ظہور ہوگا۔

۷۲۵۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ جَلَسَ إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ بِالْمَدِينَةِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَسَمِعُوهُ وَهُوَ يُحَدِّثُ عَنِ الْآيَاتِ أَنَّ أَوَّلَهَا خُرُوجًا الدَّجَّالُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو لَمْ يَقُلْ مَرْوَانُ شَيْئًا قَدْ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَمْ أَنْسَهُ بَعْدُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ.

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں مروان بن الحکم کے پاس تین مسلمان بیٹھے ہوئے تھے، ان تینوں نے مروان سے سنا وہ علامات قیامت بیان کر رہا تھا، اس نے کہا سب سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا مروان نے کچھ نہیں کہا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث یاد رکھی ہے، جس کو میں ابھی تک نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۷۲۵۴۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي حَيَّانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ قَالَ تَذَاكَرُوا السَّاعَةَ عِنْدَ مَرْوَانَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

ابوزرعہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے مروان کے سامنے قیامت کا ذکر کیا حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر انھوں نے حسب سابق حدیث بیان

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِیْثِھِمَا وَلَمْ یَذْکُرْ ضُحًی۔ کی، البتہ اس میں چاشت کے وقت کا ذکر نہیں ہے۔

دجال کی وجہ تسمیہ

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دَجَّال کا لفظ دَجْل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے چھپانا اور ڈھانپ لینا، کذاب کو بھی دجال اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ حق کو باطل کے سبب سے چھپا دیتا ہے، علامہ ثعلب نے کہا دجال ملمع کار کو کہتے ہیں کیونکہ جس تلوار پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو اس کو سیف مدجل کہتے ہیں، علامہ ابن درید نے کہا کیونکہ دجال حق کو باطل کے سبب چھپائے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ روئے زمین کا سفر کرے گا اس لیے اس کو دجال کہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ کیونکہ وہ سفر کے ذریعے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لے گا اس لیے اس کو دجال کہا جائے گا، علامہ قرطبی نے کہا کہ دجال کی وجہ تسمیہ میں دس اقوال ہیں [1]

دجال کی معرفت کے متعلق ضروری امور کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دجال کی بحث میں جن امور کا جاننا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ آیا ابن صیاد دجال تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جابر قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔
(مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ ابن صیاد لغوی معنوں میں دجال تھا، لیکن جس دجال سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے اور جس کی مخصوص صفات بیان فرمائی ہیں اس کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق یہی خبر دی ہے۔)

۲۔ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دجال موجود تھا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت تمیم داری کی جو روایت بیان کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ دجال عہد رسالت میں بھی موجود تھا اور بعض جزائر میں مقید تھا۔

۳۔ دجال کا خروج کب ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اس وقت دجال کا ظہور ہوگا۔ (لیکن یہ واقعہ دوبارہ قرب قیامت میں ہوگا۔)

۴۔ دجال کے خروج کا سبب کیا ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابن عمر کی حدیث میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے کہ کسی چیز پر غضب میں آنے کی وجہ سے اس کا خروج ہوگا۔

۵۔ دجال کا خروج کس جگہ سے ہوگا؟ تو اس پر اتفاق ہے کہ اس کا خروج مشرق کی جانب سے ہوگا، اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا خروج خراسان سے ہوگا، اس روایت کو امام احمد اور امام حاکم نے حضرت ابو بکرہ سے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ اس کا خروج اصفہان سے ہوگا۔

۶۔ دجال کی صفات کیا ہیں؟ تو اس باب کی احادیث میں ہے وہ کانا ہوگا، اور اس کی کانی آنکھ انگور کی طرح پھولی ہوئی ہوگی۔ اس کی آنکھوں کے درمیان ک، ف، ر لکھا ہوا ہوگا، اس کے ساتھ آگ اور پانی کے دریا ہوں گے، وہ ایک

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آدمی کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا وغیرہ وغیرہ۔

۷۔ وہ کس چیز کا دعویٰ کرے گا؟ جب اس کا خروج ہو گا تو پہلے مرحلہ میں وہ ایمان اور صلاح کا دعویٰ کرے گا، پھر نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کے بعد الوہیت کا دعویٰ کرے گا، جیسا کہ امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن معتمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال میں کوئی خفا نہیں ہے وہ مشرق کی طرف سے نمودار ہو گا، اور دین کی تبلیغ کرے گا اس کی اتباع کی جائے گی اور اس کو غلبہ حاصل ہو گا، وہ اسی طرح تبلیغ کرتا ہوا کوفہ پہنچے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی اور وہ لوگوں کو برانگیختہ کرے گا، پھر وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا، تب عقل والے اس سے خبردار ہو کر اس سے الگ ہو جائیں گے، وہ کچھ عرصہ اس دعویٰ پر برقرار رہے گا، پھر کہے گا میں خدا ہوں، پھر اس کی آنکھ ڈھانپ دی جائے گی اور اس کا کان کاٹ دیا جائے گا اور اس کی دو آنکھوں کے درمیان کافر لکھ دیا جائے گا، اور وہ کسی مسلمان پر مخفی نہیں رہے گا اور مخلوق میں سے جس کے دل میں بھی رائی کے برابر ایمان ہو گا وہ اس سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ [1]

آیا قرآن مجید میں دجال کا ذکر ہے یا نہیں؟

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

یہ سوال مشہور ہے کہ دجال کا شر اور اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اور ہر نبی نے اس سے اپنی امت کو ڈرایا پھر کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید میں دجال کا ذکر نہیں ہے؟ اس سوال کے چند جوابات ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں مذکور ذیل آیت میں دجال کا ذکر ہے۔:

یوم یاتی بعض آیات ربك لاینفع نفسا ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیرًا۔

(انعام: ۱۵۸)

جس دن آپ کے رب کی بعض (مخصوص) نشانیاں آ جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو اب ایمان لانے کا فائدہ نہ ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا اس نے حالت ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو۔

ان مخصوص نشانیوں میں دجال بھی داخل ہے، کیونکہ امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تین نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو کسی ایسے شخص کو ایمان لانے سے فائدہ نہیں ہو گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو، دجال، دابۃ الارض اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

۲۔ قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں دجال کی طرف اشارہ ہے:

وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته۔ (نساء: ۱۵۹)

اور (نزول مسیح کے وقت) اہل کتاب میں سے ہر شخص مسیح کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا۔

وانه لعلم للساعة۔ (زخرف: ۶۱)

اور بے شک وہ (حضرت عیسیٰ) ضرور قیامت کی نشانی ہیں۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دجال کو قتل کریں گے، اس لیے ایک ضد کو ذکر کرنے پر اکتفا کر لی گئی۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

اور دجال کا لقب بھی مسیح ہوگا، لیکن دجال مسیح ضلالت ہے اور حضرت عیسیٰ مسیح ہدایت ہیں۔

۳۔ قرآن مجید میں دجال کا ذکر تحقیر کی بنا پر ترک کر دیا گیا، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا ذکر تو قرآن مجید میں کیا گیا ہے، امام بلقینی نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے کہ قرآن مجید میں ان مفسدین کا ذکر کیا گیا ہے جو گذر چکے ہیں، تاکہ ان کے انجام سے عبرت حاصل کی جائے اور آنے والے مفسدین کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا، لیکن اس جواب پر بھی یاجوج اور ماجوج سے معارضہ ہوتا ہے۔

۴۔ علامہ بغوی نے یہ کہا ہے کہ ——— دجال کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔

لخلق السموٰت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ (مؤمن، ۵۷)

یقیناً آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اس آیت میں الناس سے مراد دجال ہے اور یہ کل کا اطلاق جز پر ہے، یہ اطلاق اگر کسی قرینہ سے ثابت ہو تو یہ بہت اچھا جواب ہے۔ [1]

دجال کی ہلاکت کا بیان

دجال کے ہاتھ پر جو امور خارقہ ظاہر ہوں گے ان کا اس باب کی احادیث میں ذکر ہے، باقی یہ کہ دجال کب ہلاک ہوگا اور اس کو کون ہلاک کرے گا تو مکہ اور مدینہ (زاد اللہ شرفہما) کے علاوہ تمام روئے زمین پر اس کے ظہور کے بعد اس کو ہلاک کر دیا جائے گا، تمام روئے زمین پر ظہور کے بعد وہ بیت المقدس کا قصد کرے گا، وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس کو قتل کر دیں گے۔

دجال کی الوہیت باطل کرنے کے لیے اس کے کانے پن کو بیان کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۷۲۳۱ میں ہے، اللہ تعالیٰ کانا نہیں ہے، سنو مسیح دجال کی داہنی آنکھ کانی ہوگی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے دعوی الوہیت کو رد کرنے کے لیے صرف اسی بیان پر اکتفاء کی کہ وہ کانا ہوگا حالانکہ اس کے حادث اور مخلوق ہونے پر اور بھی دلائل موجود تھے، کیونکہ آنکھ کا کانا ہونا ایک ایسا واضح عیب ہے، جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، کیونکہ وہ ربوبیت کا دعوی کرے گا اور اس کی خلقت ناقص ہوگی، امام مسلم اور امام ترمذی نے بعض روایات میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے رب کو ہرگز نہیں دیکھے گا، اس حدیث میں یہ تنبیہ ہے کہ دجال کا ربوبیت کا دعوی جھوٹا ہے، کیونکہ دجال الوہیت کا دعوی کرے گا اور لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو مرنے سے پہلے کوئی نہیں دیکھ سکتا، اس حدیث میں ان لوگوں پر بھی رد ہے جنھوں نے بیداری میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا دعوی کیا، اس پر یہ اعتراض نہ ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو شب معراج دیکھا تھا، اس لیے کہ زندگی اور بیداری میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں میں دنیا کے اندر وہ قوت پیدا فرمائی جو باقی مومنوں کو

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

آخرت میں عطا فرمائے گا۔ [1]

آیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال اور اس کے خروج کے وقت کا علم تھا یا نہیں؟

حدیث نمبر ۷۲۴۱ میں ہے میں تم

کو دجال سے اسی طرح ڈراتا ہوں جس طرح حضرت نوح نے اس سے اپنی قوم کو ڈرایا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ جب احادیث سے یہ ثابت ہے کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہوگا تو پھر حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دجال سے ڈرانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دجال کے خروج کا وقت حضرت نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے مخفی رکھا گیا تھا، گویا ان انبیاء علیہم السلام کو دجال سے خبردار کیا گیا اور ان کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا، اس لیے انبیاء سابقین علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو دجال سے ڈرایا، اور اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے: "اگر میری موجودگی میں دجال نکلا تو تمہارے بجائے میں اس سے حجت کے ساتھ مقابلہ کروں گا، اور اگر میری غیر موجودگی میں دجال نکلا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرے گا"۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا، اس وقت آپ کے نزدیک یہ ممکن تھا کہ دجال کا خروج آپ کے عہد میں ہو، پھر بعد میں آپ کو دجال کی علامات اور اس کے خروج کا وقت بتایا گیا تو آپ نے اس کے مطابق اپنی امت کو خبر دی، اس توجیہ سے ان احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ [2]

خلاصہ یہ ہے کہ ابتداءً نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دجال کے خروج کا وقت نہیں بتایا گیا تھا، اسی وجہ سے آپ نے ابن صیاد پر دجال کا شبہ ظاہر کیا، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دجال کے خروج کا حتمی وقت اور اس کے خروج کی قطعی علامات بیان کر دیں، چنانچہ آپ نے امت کو بتا دیا کہ قرب قیامت میں دجال کا خروج ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اس کو قتل کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد قیامت قائم کر دی جائے گی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکمت کے پیش نظر کہ قیامت کا بالکل اچانک آنا ختم نہ ہو دجال کے خروج کا سن نہیں بتایا اور یہ کہنا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خود بھی دجال کے خروج کے وقت کا علم نہیں تھا اور آپ کو اخیر وقت تک معلوم نہیں ہوا کہ دجال کا خروج آپ کے زمانہ میں ہوگا یا آپ کے بعد، نہ صرف یہ کہ احادیث اور آثار سے بے خبری کی نتیجہ ہے بلکہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت میں کمی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی اس بحث میں لکھتے ہیں:

دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم دیا گیا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ " " " " ، فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶، " " " " " "

کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا، اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانے میں پیدا ہونے والا ہے۔ [1]

اس بحث کے اخیر میں لکھتے ہیں:

حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گذر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا ہے؟ [2]

واقعہ یہ ہے کہ اس اندیشہ کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا تھا کہ دجال کا خروج قرب قیامت میں ہوگا، سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اس عبارت میں دجال کے خروج کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی کا جو تاثر دیا ہے، ہم اس سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں! یہ بڑی بدنصیبی اور محرومی کی بات ہے کہ کوئی شخص اپنی ریسرچ اور تحقیق کا سکہ جمانے اور اپنی عالمیت ظاہر کرنے کے لیے کتابوں پر کتابوں کے حوالے دے اور اس تحقیق سے یہ ثابت کرے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا! اس کائنات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے، مخلوق میں آپ کا علم سب سے زیادہ ہے، زندگی میں وقتی طور پر آپ کو کسی جزئی چیز کا علم نہ ہو یہ ہو سکتا ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ اخیر وقت تک آپ کو اس چیز کا علم نہ ہوا ہو، بلکہ جس چیز کا بھی علم ممکن تھا وصال سے پہلے آپ کو اس کا علم دے دیا گیا تھا!

خروج دجال کے وقت ایک دن کا طویل ہو کر ایک سال کا ہونا

حدیث نمبر ۲۴۴۷ میں ہے: صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پس جو دن ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہمیں ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا؟

آپ نے فرمایا نہیں! تم اس کے لیے ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ تین دن اس مقدار کے برابر لمبے ہوں گے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کے باقی ایام تمہارے (عام) ایام کی طرح ہوں گے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اس ایک دن میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے پڑھنا، قاضی عیاض نے کہا یہ حکم صرف اس دن کے ساتھ مخصوص ہے جو صاحب شرع نے ہمارے لیے مقرر کر دیا ہے، علماء نے کہا اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو اس دن کی نمازیں ہمارے اجتہاد پر موقوف ہوتیں تو ہم اس دن میں وقت کی علامتوں کے حساب سے صرف پانچ نمازیں پڑھتے، اور اندازہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد جب اتنا وقت گذر جاتے جتنا عام دنوں میں فجر اور ظہر کے درمیان وقت ہوتا ہے تو ظہر پڑھ لی جائے اور جب ظہر کے بعد عصر تک کا وقت گذر جائے تو عصر پڑھ لی جائے وعلیٰ ہذا القیاس ایک سال کی نمازیں اس ایک دن میں پڑھ لی جائیں۔ اور جو دن ایک ماہ اور جو دن ایک ہفتہ کے برابر گذرے اس دن میں ایک ماہ اور ایک ہفتہ کی نمازیں اسی قیاس سے پڑھی جائیں۔ [3]

---

[1] ۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، رسائل و مسائل ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۷۴ء

[2] ۔ " " " رسائل و مسائل ج ۱ ص ۵۰-۴۹، " " " "

[3] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں :

علامہ خطابی نے کہا اس دن اللہ تعالیٰ اپنی عادت معروفہ کے خلاف کرے گا، اور سورج کی حرکت کو اس کی معمول کی حرکت سے کم کر دے گا، حتیٰ کہ پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا ایک ماہ کے برابر اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اور یہ امر ممکن ہے خصوصاً اس زمانہ میں جب بہ کثرت امور خارقہ کا ظہور ہوگا خصوصاً دجال کے ہاتھوں سے بہت سے کام خلاف عادت رونما ہوں گے، علامہ ابن جوزی نے ابوالحسن بن المنادی سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ان ایام میں چونکہ بہت مصیبتیں ہوں گی، اس لیے وہ ایام بہت طویل معلوم ہوں گے، اس لیے پہلا دن ایک سال کے برابر لگے گا پھر مصیبت کا بار نسبتہً کم محسوس ہوگا اور دوسرا دن ایک ماہ جتنا لگے گا، اور تیسرا دن ایک ہفتہ جتنا لگے گا اور جب لوگ عادی ہو جائیں گے تو باقی ایام عام دنوں کی طرح گذریں گے۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ابوالحسن کی یہ تاویل اس لیے صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن میں ایک دن کی نمازیں کافی نہیں ہوں گی بلکہ اس میں ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر کے ایک سال کی نمازیں پڑھنا، اس حدیث کو امام مسلم، امام ترمذی، اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسانید صحیح ہیں۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں :

علامہ ابن الملک نے کہا ہے کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ پہلا دن ایک سال کا اس لیے معلوم ہوگا کہ اس دن دجال لعین کے شدائد بہت زیادہ محسوس ہوں گے لیکن یہ قول مردود ہے، بلکہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ پہلے دن کے اجزاء میں سے ہر جزء کو اتنا زیادہ کر دے کہ وہ دن خلاف عادت ایک سال کا ہو جائے (ملا علی قاری کہتے ہیں) یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ زمانہ کو مبسوط کر دیا جائے جیسے شب معراج میں رات کے ایک لمحے کو اتنا مبسوط کر دیا تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اتنی عظیم سیر کر لی، لیکن اس پر یہ اعتراض ہے کہ ہر نماز کے وجوب کا سبب اس کا مخصوص وقت ہے، مثلاً طلوع شمس، زوال شمس، غروب شمس اور غروب شفق وغیرہ، اور ان اوقات مخصوصہ کا تحقق اسی وقت ہوگا جب دن اور رات کا حقیقۃً تعدد ہو، اور وہ اس صورت میں مفقود ہے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی خبروں سے یہ معلوم ہو گیا کہ دجال کے ہاتھوں پر بہت سی تلبیسات کا ظہور ہوگا اور بہت امور کو وہ مشابہ کر دے گا اور ملمع کاری کرے گا، جن سے ارباب عقول کی عقلیں دھوکا کھا جائیں گی، شیاطین اس کے لیے جعلی جنت اور دوزخ مہیا کر دیں گے اور وہ اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو زندہ کرے گا اور مارے گا، بعض لوگوں کو وہ سبزہ کی فراوانی اور پیداوار میں اضافہ سے اور بعض کو خشک سالی اور قحط سے گمراہ کرے گا اور اس کے بہت بڑے جادوگر ہونے میں کوئی خفا نہیں ہے، اس لیے ہمارے نزدیک اس حدیث کی صرف یہ تاویل ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو مسخر کرے گا اور ان کے دماغوں میں یہ خیال پیدا کرے گا کہ صبح کی روشنی اور شام کے اندھیرے کے بغیر زمانہ ایک حالت پر ٹھہر گیا ہے، اور وہ یہ گمان کریں گے کہ سورج کی روشنی دور نہیں ہو رہی اور رات کی سیاہی نہیں پھیل رہی، اور دن اور رات کے آجانے کی علامتیں مخفی ہو گئی ہیں سو وہ زمانہ کے اس قدر طول سے حیران ہوں گے، اس لیے ان احوال کے لیے آپ نے امت

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۲۷۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کو اندازے اور حساب سے پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان سے دجال کے اس سحر اور تلبیس کو دور کر دے۔ [1]

بَابُ ۱۱۷ قِصَّةِ الْجَسَّاسَةِ

جسّاسہ کا بیان

۷۲۵۵ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ الْوَارِثِ بْنِ عَبْدِ الصَّمَدِ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُرَيْدَةَ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ شَرَاحِيلَ الشَّعْبِيُّ شَعْبُ هَمْدَانَ أَنَّهُ سَأَلَ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ أُخْتَ الضَّحَّاكِ بْنِ قَيْسٍ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُوَلِ فَقَالَ حَدِّثِينِي حَدِيثًا سَمِعْتِيهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُسْنِدِينَهُ إِلَى أَحَدٍ غَيْرِهِ فَقَالَتْ لَئِنْ شِئْتَ لَأَفْعَلَنَّ فَقَالَ لَهَا أَجَلْ حَدِّثِينِي فَقَالَتْ نَكَحْتُ ابْنَ الْمُغِيرَةِ وَهُوَ مِنْ خِيَارِ شَبَابِ قُرَيْشٍ يَوْمَئِذٍ فَأُصِيبَ فِي أَوَّلِ الْجِهَادِ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا تَأَيَّمْتُ خَطَبَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَطَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَوْلَاهُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَكُنْتُ قَدْ حُدِّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّنِي فَلْيُحِبَّ أُسَامَةَ فَلَمَّا كَلَّمَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ أَمْرِي بِيَدِكَ فَانْكِحْنِي مَنْ شِئْتَ فَقَالَ انْتَقِلِي إِلَى أُمِّ شَرِيكٍ وَأُمُّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ غَنِيَّةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَظِيمَةُ النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ يَنْزِلُ عَلَيْهَا الضَّيْفَانُ فَقُلْتُ سَأَفْعَلُ

عامر بن شراحیل نے ضحاک بن قیس کی بہن فاطمہ بنت قیس سے سوال کیا جو ابتدائی ہجرت کرنے والیوں میں سے تھیں کہ آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سنی ہو، حضرت فاطمہ نے کہا اگر تم چاہو تو میں ایسی حدیث سنا دیتی ہوں، عامر نے کہا ہاں آپ سنائیں، حضرت فاطمہ نے کہا میرا نکاح ابن المغیرہ سے ہوا تھا جو ان دنوں قریش کے منتخب جوان تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلے جہاد میں شہید ہو گئے، جب میں بیوہ ہو گئی تو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ اصحاب کے ساتھ آکر مجھے نکاح کا پیغام دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زاد سے حضرت اسامہ بن زید کے ساتھ مجھے نکاح کا پیغام دیا، اور میں یہ حدیث سن چکی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اسامہ سے محبت کرے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (اس سلسلہ میں) مجھ سے گفتگو کی تو میں نے کہا میرا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں، آپ نے فرمایا تم ام شریک کے گھر منتقل ہو جاؤ، ام شریک انصار کی ایک دولت مند خاتون تھیں، وہ خدا کی راہ میں بہت خرچ کرتی تھیں اور ان کے ہاں مہمان آتے رہتے تھے، میں نے کہا میں عنقریب ایسا کروں گی، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت مہمان آتے ہیں اور مجھے

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱۰ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

فَقَالَ لَا تَفْعَلِي إِنَّ أُمَّ شَرِيكٍ امْرَأَةٌ كَثِيرَةُ
الضِّيفَانِ فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَسْقُطَ عَنْكِ خِمَارُكِ
أَوْ يَنْكَشِفَ الثَّوْبُ عَنْ سَاقَيْكِ فَيَرَى الْقَوْمُ مِنْكِ
بَعْضَ مَا تَكْرَهِينَ وَلَكِنِ انْتَقِلِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ
عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ
بَنِي فِهْرٍ فِهْرِ قُرَيْشٍ وَهُوَ مِنَ الْبَطْنِ الَّذِي هِيَ
مِنْهُ فَانْتَقَلْتُ إِلَيْهِ فَلَمَّا انْقَضَتْ عِدَّتِي سَمِعْتُ
نِدَاءَ الْمُنَادِي مُنَادِي رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُنَادِي الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَخَرَجْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ
فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكُنْتُ فِي صَفِّ النِّسَاءِ الَّتِي تَلِي ظُهُورَ الْقَوْمِ فَلَمَّا
قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ جَلَسَ
عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ إِنْسَانٍ
مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ أَتَدْرُونَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللهُ وَرَسُولُهُ
أَعْلَمُ قَالَ إِنِّي وَاللهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَلَا لِرَهْبَةٍ
وَلَكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِأَنَّ تَمِيمًا الدَّارِيَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا
فَجَاءَ فَبَايَعَ وَأَسْلَمَ وَحَدَّثَنِي حَدِيثًا وَافَقَ الَّذِي
كُنْتُ أُحَدِّثُكُمْ عَنْ مَسِيحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِي أَنَّهُ رَكِبَ
فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلَاثِينَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَ
جُذَامَ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِي الْبَحْرِ ثُمَّ أَرْفَئُوا
إِلَى جَزِيرَةٍ فِي الْبَحْرِ حَتَّى مَغْرِبِ الشَّمْسِ فَجَلَسُوا فِي
أَقْرُبِ السَّفِينَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَابَّةٌ
أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يَدْرُونَ مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ
مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ فَقَالُوا وَيْلَكِ مَا أَنْتِ فَقَالَتْ
أَنَا الْجَسَّاسَةُ قَالُوا وَمَا الْجَسَّاسَةُ قَالَتْ أَيُّهَا
الْقَوْمُ انْطَلِقُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ
إِلَى خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا
فَزِعْنَا مِنْهَا أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا
سِرَاعًا حَتَّى دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَإِذَا فِيهِ أَعْظَمُ إِنْسَانٍ

خدشہ ہے کہ کبھی تمہارے سر سے دوپٹہ اتر جائے یا تمہاری پنڈلی سے چادر ہٹ جائے تو لوگ تمہارے جسم کا وہ حصہ دیکھ لیں جو تمہیں ناگوار ہو، البتہ تم اپنے عم زاد عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم کے ہاں چلی جاؤ، وہ قریش کے خاندان بنو فہر سے تھے اور اسی خاندان کی فاطمہ بنت قیس تھیں، سو میں ان کے گھر چلی گئی، جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منادی کی یہ ندا سنی، "نماز کی جماعت ہونے والی ہے"، میں مسجد میں گئی اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، میں عورتوں کی اس صف میں تھی جو مردوں کی صف سے متصل تھی، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھا دی تو آپ مسکراتے ہوئے منبر پر بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تم کو کیوں اکٹھا کیا ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں! آپ نے فرمایا بہ خدا میں نے تم کو کسی چیز کی رغبت دلانے یا کسی چیز سے ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا میں نے تم کو صرف اس لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری ایک نصرانی شخص تھے، انھوں نے آکر مجھ سے بیعت کی اور وہ مسلمان ہو گئے، انھوں نے مجھے ایک خبر دی جو اسی خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو مسیح دجال کے سلسلہ میں بیان کر چکا ہوں، تمیم داری نے مجھے یہ خبر سنائی کہ وہ بنو لخم اور بنو جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک بحری جہاز میں سوار ہوئے، ایک ماہ تک سمندری موجیں ان کے جہاز کو دھکیلتی رہیں، پھر ایک دن غروب آفتاب کے وقت وہ ایک جزیرہ پر پہنچے، یہ سب چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے، وہاں انھیں ایک جانور ملا، جس کے بال بہت موٹے اور گھنے تھے، بالوں کی زیادتی کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ساتھیوں نے کہا ارے کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس)

رَأَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَأَشَدَّهُ وِثَاقًا مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ
إِلَى عُنُقِهِ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيدِ
قُلْنَا وَيْلَكَ مَا أَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلَى خَبَرِي
فَأَخْبِرُونِي مَا أَنْتُمْ قَالُوا نَحْنُ أُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ
رَكِبْنَا فِي سَفِينَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَصَادَفْنَا الْبَحْرَ حِينَ
اغْتَلَمَ فَلَعِبَ بِنَا الْمَوْجُ شَهْرًا ثُمَّ أَرْفَأْنَا إِلَى
جَزِيرَتِكَ هَذِهِ فَجَلَسْنَا فِي أَقْرُبِهَا فَدَخَلْنَا الْجَزِيرَةَ
فَلَقِيَتْنَا دَابَّةٌ أَهْلَبُ كَثِيرُ الشَّعَرِ لَا يُدْرَى
مَا قُبُلُهُ مِنْ دُبُرِهِ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعَرِ فَقُلْنَا وَيْلَكِ
مَا أَنْتِ فَقَالَتْ أَنَا الْجَسَّاسَةُ قُلْنَا وَمَا الْجَسَّاسَةُ
قَالَتِ اعْمِدُوا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فِي الدَّيْرِ فَإِنَّهُ إِلَى
خَبَرِكُمْ بِالْأَشْوَاقِ فَأَقْبَلْنَا إِلَيْكَ سِرَاعًا وَفَزِعْنَا
مِنْهَا وَلَمْ نَأْمَنْ أَنْ تَكُونَ شَيْطَانَةً فَقَالَ أَخْبِرُونِي
عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ
قَالَ أَسْأَلُكُمْ عَنْ نَخْلِهَا هَلْ يُثْمِرُ قُلْنَا لَهُ نَعَمْ قَالَ
أَمَا إِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ لَا تُثْمِرَ قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ
بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ قُلْنَا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ
قَالَ هَلْ فِيهَا مَاءٌ قَالُوا هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ قَالَ
أَمَا إِنَّ مَاءَهَا يُوشِكُ أَنْ يَذْهَبَ قَالَ أَخْبِرُونِي
عَنْ عَيْنِ زُغَرَ قَالُوا عَنْ أَيِّ شَأْنِهَا تَسْتَخْبِرُ قَالَ
هَلْ فِي الْعَيْنِ مَاءٌ وَهَلْ يَزْرَعُ أَهْلُهَا بِمَاءِ الْعَيْنِ
قُلْنَا لَهُ نَعَمْ هِيَ كَثِيرَةُ الْمَاءِ وَأَهْلُهَا يَزْرَعُونَ
مِنْ مَائِهَا قَالَ أَخْبِرُونِي عَنْ نَبِيِّ الْأُمِّيِّينَ مَا فَعَلَ
قَالُوا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ أَقَاتَلَهُ
الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَأَخْبَرْنَاهُ
أَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلَى مَنْ يَلِيهِ مِنَ الْعَرَبِ وَأَطَاعُوهُ
قَالَ لَهُمْ قَدْ كَانَ ذَلِكَ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ أَمَا إِنَّ ذَاكَ
خَيْرٌ لَهُمْ أَنْ يُطِيعُوهُ وَإِنِّي مُخْبِرُكُمْ عَنِّي إِنِّي أَنَا
الْمَسِيحُ وَإِنِّي أُوشِكُ أَنْ يُؤْذَنَ لِي فِي الْخُرُوجِ

ہوں، انھوں نے کہا کیسا جاسوسہ ہے، اس نے کہا گرجے میں اس شخص کے پاس چلو جو تمہاری خبر کا بہت شوق رکھتا ہے، جب اس نے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم کو یہ ڈر لگا کہ یہ کہیں جن نہ ہو، پھر ہم جلدی جلدی گئے اور گرجے میں داخل ہوئے وہاں واقعی ایک بہت بڑا آدمی تھا، ہم نے اتنا بڑا آدمی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن سے باندھے ہوئے تھے اور وہ گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے کی زنجیروں سے جکڑا ہوا تھا، ہم نے کہا کم بخت تو کون ہے؟ اس نے کہا تم میرا حال جاننے پر تو قادر ہو ہی گئے ہو اب یہ بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا ہم عرب لوگ ہیں ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے تھے، اتفاق سے ان دنوں سمندر بہت جوش میں تھا، ایک ماہ تک سمندری موجیں ہم کو دھکیلتی رہیں بالآخر ہم تمہارے اس جزیرہ تک پہنچ گئے، پھر ہم چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہ کے اندر داخل ہوئے پھر یہیں بہت موٹے اور گھنے جانوروں والا ایک جانور ملا، بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے منہ اور پیٹھ کا پتا نہیں چلتا تھا، ہم نے اس سے پوچھا کم بخت تو کون ہے، اس نے کہا میں جساسہ (جاسوس) ہوں، ہم نے پوچھا کیسی جساسہ ہے، اس نے کہا گرجے میں جو شخص ہے اس کی طرف جاؤ، اس کو تمہاری خبر میں معلوم کرنے کا بہت شوق ہے، ہم جلدی جلدی تمہارے پاس آئے ہم اس جانور سے خوفزدہ تھے، ہمیں اس کے جن ہونے کا اندیشہ تھا، اس شخص نے ہم سے کہا مجھ کو بیسان کے نخلستان کے خبر دو، ہم نے پوچھا تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو، اس نے پوچھا میں یہ پوچھ رہا ہوں، کہ کیا اس کی کھجوروں میں پھل آگئے ہیں، ہم نے اس سے کہا ہاں! اس نے کہا سنو اب عنقریب اس میں پھل نہیں آئیں گے، اس نے پوچھا مجھے طبرستان کے سمندر کی خبر دو، ہم نے کہا تم کس بات کی خبر معلوم کرنا چاہتے ہو، اس

فَاخْرُجُ فَاَسِيْرُ فِي الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِي اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ فَهُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدَةً اَوْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِيْ مَلَكٌ بِيَدِهٖ السَّيْفُ صَلْتًا يَصُدُّنِيْ عَنْهَا وَاِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَاِنَّهٗ اَعْجَبَنِيْ حَدِيْثُ تَمِيْمٍ اَنَّهٗ وَافَقَ الَّذِيْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ عَنْهُ وَعَنِ الْمَدِيْنَةِ وَمَكَّةَ اَلَا اِنَّهٗ فِيْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ قَالَتْ فَحَفِظْتُ هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نے پوچھا کیا اس میں پانی ہے؟ انھوں نے کہا اس میں بہت پانی ہے، اس نے کہا قریب ہے اس کا پانی خشک ہو جائے گا، اس نے کہا تم مجھے زغر کے چشمے کی خبر دو، کیا وہاں کے لوگ چشمہ کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے کہا وہاں بہت پانی ہے اور وہاں کے لوگ اس پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں، اس نے پوچھا مجھے امیین کے نبی کے متعلق بتاؤ وہ کیا کر رہے ہیں، ہم نے کہا وہ مکہ سے نکلے ہیں اور ان کا یثرب (مدینہ منورہ) میں مقام ہے۔ اس نے پوچھا کیا عربوں نے ان سے جنگ کی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے پوچھا پھر کیا ہوا؟ ہم نے کہا وہ اپنے قریب کے عربوں پر فتح یاب ہو گئے، اور انھوں نے اس کی اطاعت کر لی، اس نے کہا یہ ہو گیا ہے؟ ہم نے کہا ہاں! اس نے کہا ان کے لیے اس کی اطاعت کرنا بہتر تھا، اور میں تم کو اپنے متعلق یہ خبر دیتا ہوں کہ میں مسیح ہوں! اور عنقریب مجھے خروج کی اجازت دی جائے گی اور میں نکل کر تمام زمین کی سیر کروں گا، اور چالیس دنوں میں مکہ اور مدینہ کے سوا ہر بستی ..... میں جاؤں گا کیونکہ ان دونوں جگہ پر داخل ہونا میرے لیے حرام کر دیا گیا ہے جب بھی میں ان میں سے کسی ایک جگہ جانا چاہوں گا، تو فرشتہ تلوار سونت کر مجھے روکے گا، اور ان کی ہر گھاٹی پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی منبر پر مار کر فرمایا یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یعنی مدینہ منورہ، سنو کیا میں نے تم کو پہلے ہی سے یہ چیزیں بیان نہیں کی تھیں، لوگوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا مجھے تمیم کی اس خبر سے خوشی ہوئی کیونکہ یہ اس خبر کے مطابق ہے جو میں تم کو دے چکا ہوں اور مکہ اور مدینہ کی ..... دی ہوئی خبروں کی بھی اس میں تصدیق ہے، سنو! دجال شام یا یمن کے سمندر میں ہے، نہیں بلکہ وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے، وہ مشرق کی جانب ہے۔

_____ ، آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا، حضرت فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں میں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کر رکھا ہے۔

ف: اس جانور کو جساسہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دجال کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔

۷۲۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ أَبُو عُثْمَانَ حَدَّثَنَا قُرَّةُ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ أَبُو الْحَكَمِ حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فَأَتْحَفَتْنَا بِرُطَبٍ يُقَالُ لَهُ رُطَبُ ابْنِ طَابٍ وَأَسْقَطْنَا سَوِيقَ سُلْتٍ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا أَيْنَ تَعْتَدُّ قَالَتْ طَلَّقَنِي بَعْلِي ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَعْتَدَّ فِي أَهْلِي قَالَتْ فَنُودِيَ فِي النَّاسِ إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فِيمَنِ انْطَلَقَ مِنَ النَّاسِ قَالَتْ فَكُنْتُ فِي الصَّفِّ الْمُقَدَّمِ مِنَ النِّسَاءِ وَهُوَ يَلِي الْمُؤَخَّرَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ بَنِي عَمِّ لِتَمِيمٍ الدَّارِيِّ رَكِبُوا فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ قَالَتْ فَكَانَتْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْوَى بِمِخْصَرَتِهِ إِلَى الْأَرْضِ وَقَالَ هَذِهِ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِينَةَ۔

شعبی کہتے ہیں ہم حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، انھوں نے ہمیں تازہ کھجوروں کا تحفہ دیا، ان کو ابن طاب کی کھجوریں کہا جاتا تھا، اور جَو کا ستو پلایا، میں نے ان سے پوچھا جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہوں وہ عدت کہاں گذارے گی، انھوں نے کہا مجھے میرے شوہر نے تین طلاقیں دی تھیں، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے گھر میں عدت گذارنے کی اجازت دی۔، حضرت فاطمہ نے کہا، پھر (عدت کے بعد) لوگوں میں یہ ندا کی گئی کہ نماز کی جماعت کھڑی ہونے والی ہے، میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز کے لیے چل دی، میں عورتوں کی پہلی صف میں تھی جو مردوں کی آخری صف کے پیچھے تھی، میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا تمیم داری کے عم زاد سمندر کے بحری جہاز میں سوار ہوئے، اس کے بعد پوری حدیث بیان کی، اس میں یہ اضافہ ہے گویا میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہی ہوں آپ اپنی انگلی کو زمین کی طرف جھکا کر فرما رہے ہیں کہ یہ طیبہ ہے یعنی مدینہ منورہ۔

۷۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ غَيْلَانَ بْنَ جَرِيرٍ يُحَدِّثُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ قَدِمَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ فَأَخْبَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَكِبَ الْبَحْرَ فَتَاهَتْ بِهِ سَفِينَتُهُ فَسَقَطَ إِلَى جَزِيرَةٍ فَخَرَجَ إِلَيْهَا يَلْتَمِسُ الْمَاءَ فَلَقِيَ إِنْسَانًا يَجُرُّ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت تمیم داری آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر دی کہ وہ سمندر میں سوار ہوئے ان کا جہاز راستہ سے ہٹ گیا، وہ ایک جزیرے میں جا نکلے، وہ اس جزیرے میں پانی ڈھونڈنے گئے، وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو اپنے بال کھینچ رہا تھا، پھر پوری حدیث بیان کی، اور اس میں یہ بھی بیان کیا کہ اس شخص نے کہا اگر مجھے نکلنے کی اجازت دی گئی تو میں طیبہ

شَعْرَهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَا اِنَّهُ لَوْ قَدْ اُذِنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ قَدْ وُطِئْتُ الْبِلَادَ كُلَّهَا غَيْرَ طَيْبَةَ فَاَخْرَجَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّاسِ فَحَدَّثَهُمْ قَالَ هٰذِهٖ طَيْبَةُ وَذَاكَ الدَّجَّالُ۔

کے سوا تمام شہروں میں پھروں گا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت تمیم داری کو لوگوں کے پاس لے گئے اور انھوں نے لوگوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا یہ طیبہ ہے اور وہ دجال ہے۔

۷۲۵۸۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيْرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنَّهَا النَّاسُ حَدَّثَنِيْ تَمِيْمٌ الدَّارِيُّ اَنَّ اُنَاسًا مِنْ قَوْمِهٖ كَانُوْا فِي الْبَحْرِ فِيْ سَفِيْنَةٍ لَهُمْ فَانْكَسَرَتْ بِهِمْ فَرَكِبَ بَعْضُهُمْ عَلٰى لَوْحٍ مِنْ اَلْوَاحِ السَّفِيْنَةِ فَخَرَجُوْا اِلٰى جَزِيْرَةٍ فِي الْبَحْرِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے، اور فرمایا اے لوگو! مجھے تمیم داری نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کی قوم کے کچھ لوگ سمندر میں جہاز پر سوار ہوئے وہ جہاز حادثہ کا شکار ہو گیا اور وہ جہاز کے تختوں کے ساتھ بہتے ہوئے سمندر میں ایک جزیرے کی طرف جا نکلے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۷۲۵۹۔ حَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ عَمْرٍو (يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ) عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ حَدَّثَنِيْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ اِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ اِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ وَلَيْسَ نَقْبٌ مِنْ اَنْقَابِهَا اِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ تَحْرُسُهَا فَيَنْزِلُ بِالسَّبْخَةِ فَتَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ ثَلَاثَ رَجَفَاتٍ يَخْرُجُ اِلَيْهِ مِنْهَا كُلُّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ اور مدینہ کے علاوہ ہر شہر میں دجال جائے گا اور اس کے راستوں میں سے ہر راستہ پر فرشتے صف باندھے ہوئے پہرہ دے رہے ہوں گے، پھر وہ دلدلی زمین میں اترے گا، اور مدینہ تین مرتبہ لرزے گا اور اس سے ہر کافر اور منافق نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔

۷۲۶۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ فَيَاْتِيْ سِبْخَةَ الْجُرُفِ فَيَضْرِبُ رِوَاقَهُ وَقَالَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ كُلُّ مُنَافِقٍ وَّمُنَافِقَةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے باقی اس میں یہ اضافہ ہے کہ دجال اپنا خیمہ جرف کی شور زمین میں لگائے گا اور تمام منافق مرد اور عورت اس کے پاس چلے جائیں گے۔

ف: اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دجال پیدا ہو چکا ہے اور وہ کسی جزیرے میں مقید ہے البتہ اس کا خروج اور ظہور قرب قیامت میں ہوگا، رہا یہ کہ آج کی مہذب دنیا کو اس کا پتا نشان نہیں ملا تو یہ کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس کی وجہ سے ان احادیث صحیحہ کا انکار کیا جائے، کیونکہ یہ بات قطعی نہیں ہے کہ دنیا کے تمام جزائر کو چھان لیا گیا ہے۔

البتہ اس پر یہ اعتراض ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جو لوگ روئے زمین پر زندہ تھے، سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

بَابُ ۱۰۱۸ فِي بَقِيَّةٍ مِنْ أَحَادِيثِ الدَّجَّالِ!

دجال کے متعلق بقیہ احادیث

۷۲۶۱ - حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَمِّهِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُودِ أَصْبَهَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اصفہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار یہودی سبز چادریں اوڑھے ہوئے دجال کی پیروی کریں گے۔

۷۲۶۲ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ أَخْبَرَتْنِي أُمُّ شَرِيكٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ فِي الْجِبَالِ قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيلٌ.

حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا لوگ دجال سے پہاڑوں میں بھاگیں گے، حضرت ام شریک نے کہا، یا رسول اللہ! اس وقت عرب کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: وہ بہت کم ہوں گے۔

۷۲۶۳ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۶۴ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحَقَ الْحَضْرَمِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ) حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ رَهْطٍ مِنْهُمْ أَبُو الدَّهْمَاءِ وَأَبُو قَتَادَةَ قَالُوا كُنَّا نَمُرُّ عَلَى هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ نَأْتِي عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَقَالَ ذَاتَ يَوْمٍ إِنَّكُمْ لَتُجَاوِزُونِي إِلَى رِجَالٍ مَا كَانُوا بِأَحْضَرَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا أَعْلَمَ بِحَدِيثِهِ مِنِّي

ابو الدہما اور ابو قتادہ کہتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، ایک دن انھوں نے کہا تم مجھے چھوڑ کر ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہو جو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے والے نہیں تھے، اور نہ ان کو مجھ سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا علم ہے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ خَلْقٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

کوئی مخلوق دجال سے (جسامت میں) بڑی نہیں ہے۔

۷۲۶۵ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ ابْنُ عَمْرٍو وَعَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ ثَلَاثَةِ رَهْطٍ مِّنْ قَوْمِهٖ فِيْهِمْ اَبُوْ قَتَادَةَ قَالُوْا كُنَّا نَمُرُّ عَلٰى هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اِلٰى عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ مُخْتَارٍ غَيْرَ اَنَّهٗ قَالَ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔

تین آدمی جن میں ابو قتادہ بھی تھے، بیان کرتے ہیں کہ ہم ہشام بن عامر کے پاس سے گذر کر حضرت عمران بن حصین کے پاس جاتے تھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں یہ ہے کہ دجال سے بڑا کوئی معاملہ (فتنہ) نہیں ہے۔

۷۲۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا طُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا اَوِ الدُّخَانَ اَوِ الدَّجَّالَ اَوِ الدَّآبَّةَ اَوْ خَاصَّةَ اَحَدِكُمْ اَوْ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک عمل کرنے میں سبقت کرو، سورج کے مغرب سے طلوع ہونے، دھوئیں، دجال، دابۃ الارض، تم میں سے کسی ایک کی موت، یا سب کی موت یعنی قیامت

۷۲۶۷ - حَدَّثَنَا اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ زِيَادِ بْنِ رِبَاحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا الدَّجَّالَ وَالدُّخَانَ وَدَآبَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَةَ اَحَدِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چھ چیزوں کے ظہور سے پہلے نیک اعمال میں سبقت کرو، دجال، دھواں، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، قیامت اور موت۔

۷۲۶۸ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

بَابُ ۱۰۱۹ فَضْلِ الْعِبَادَةِ فِي الْهَرْجِ

۷۲۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنِ الْمُعَلَّى بْنِ زِيَادٍ رَدَّهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ رَدَّهُ إِلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَدَّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ۔

۷۲۷۰۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

فتنہ کے زمانہ میں عبادت کی فضیلت

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتنہ کے زمانہ میں عبادت کرنے کا اجر میری طرف ہجرت کرنے کے برابر ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

بَابُ ۱۰۲۰ قُرْبِ السَّاعَةِ

۷۲۷۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شِرَارِ النَّاسِ۔

قیامت کا قریب ہونا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت اس وقت قائم ہوگی جب صرف برے لوگ رہ جائیں گے۔

۷۲۷۲۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّهُ سَمِعَ سَهْلًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ بِإِصْبَعِهِ الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ وَالْوُسْطَى وَهُوَ يَقُولُ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنے انگوٹھے کے قریب والی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرکے فرما رہے تھے مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔

۷۲۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور قیامت

قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ فِي قَصَصِهِ كَفَضْلِ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَهُ عَنْ أَنَسٍ أَوْ قَالَهُ قَتَادَةُ۔

کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی سے بڑی ہے، راوی کہتے ہیں کہ پتا نہیں یہ جملہ قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے یا از خود روایت کیا ہے۔

۷۲۷۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ) حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ وَأَبَا التَّيَّاحِ يُحَدِّثَانِ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَنَسًا يُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ هٰكَذَا وَقَرَنَ شُعْبَةُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ الْمُسَبِّحَةِ وَالْوُسْطَى يَحْكِيهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے، شعبہ نے اپنی انگلیوں انگشت شہادت اور وسطی کو ملا کر دکھایا، یہ انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حکایت کی۔

۷۲۷۵۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے حسب سابق روایت بیان کی۔

۷۲۷۶۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حَمْزَةَ (يَعْنِي الضَّبِّيَّ وَأَبِي التَّيَّاحِ) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مثل سابق روایت کی۔

۷۲۷۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَعْبَدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ وَضَمَّ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے، آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا۔

۷۲۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ الْأَعْرَابُ إِذَا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلُوهُ عَنِ السَّاعَةِ مَتَى السَّاعَةُ فَنَظَرَ إِلَى أَحْدَثِ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ فَقَالَ إِنْ يَعِشْ هٰذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اعراب جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ان میں سے کسی کم عمر کی طرف دیکھ کر فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو اس کے بوڑھا ہونے سے پہلے تمہاری قیامت آجائیگی۔ (یعنی تمہاری موت آجائے گی)۔

قَامَتْ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ۔

۷۲۷۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُوْنُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَعِنْدَهٗ غُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ مُحَمَّدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا الْغُلَامُ لَعَسٰى اَنْ لَّا يُدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کے پاس انصار کا ایک لڑکا بیٹھا تھا جس کا نام محمد تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو شاید یہ بڑھاپے کو نہ پہنچے اور (تمہاری) قیامت آجائے۔

۷۲۸۰۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيْ ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا مَعْبَدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُنَيْهَةً ثُمَّ نَظَرَ اِلٰى غُلَامٍ بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ فَقَالَ اِنْ عُمِّرَ هٰذَا لَمْ يُدْرِكْهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ قَالَ اَنَسٌ ذَاكَ الْغُلَامُ مِنْ اَتْرَابِيْ يَوْمَئِذٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا قیامت کب قائم ہوگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر آپ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ازد شنوء کے ایک لڑکے کو دیکھا پھر آپ نے فرمایا اگر یہ لڑکا عمر پاگیا تو یہ بوڑھا نہیں ہوگا حتی کہ تمہاری قیامت ہوجائے گی، حضرت انس نے کہا یہ لڑکا ان دنوں میرے ہم عمروں میں سے تھا۔

۷۲۸۱۔ حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرَّ غُلَامٌ لِّلْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ وَكَانَ مِنْ اَقْرَانِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يُّؤَخَّرْ هٰذَا فَلَنْ يُّدْرِكَهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک لڑکا گذرا جو میرا ہم عمر تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ لڑکا زندہ رہا تو یہ ہرگز بوڑھا نہیں ہوگا حتی کہ قیامت آجائے گی۔ (یعنی ان لوگوں کی موت آجائے گی)۔

۷۲۸۲۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ وَالرَّجُلُ يَحْلُبُ اللِّقْحَةَ فَمَا يَصِلُ الْاِنَاءَ اِلٰى فِيْهِ حَتّٰى تَقُوْمَ وَالرَّجُلَانِ يَتَبَايَعَانِ الثَّوْبَ فَمَا يَتَبَايَعَانِهِ حَتّٰى تَقُوْمَ وَالرَّجُلُ يَلِيْطُ فِيْ حَوْضِهٖ فَمَا يَصْدُرُ حَتّٰى تَقُوْمَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت قائم ہوگی اور کوئی شخص اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ رہا ہوگا، ابھی وہ دودھ اس کے برتن تک نہیں پہنچے گا کہ قیامت آجائے گی اور دو شخص کپڑوں کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت آجائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر رہا ہوگا اور اس کے پینے سے پہلے

قیامت آجائے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض روایات میں ہے اگر یہ (لڑکا) زندہ رہا تو یہ بڑھاپے کو نہیں پہنچے گا کہ تم پر قیامت آجائے گی۔ اور اسی مضمون کی دیگر روایات ہیں، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ یہ تمام روایات ایک معنی پر محمول ہیں اور تم پر قیامت آجائے گی" کا معنی ہے تم پر موت آجائے گی اور مطلب یہ ہے کہ اس صدی کے لوگ مر جائیں گے یا یہ مخاطبین مر جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کو یہ علم ہو کہ یہ لڑکا بڑھاپے تک نہیں پہنچے گا نہ اس کی عمر زیادہ ہوگی اور آپ نے اس وقت قیامت آنے کو اس کے بڑھاپے پر معلق کیا ہے اور یہ تعلیق المحال بالمحال کے قبیل سے ہے۔ [1]

باب ۱۰۲۱ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ

دو بار صور پھونکنے کے درمیان وقفہ کا بیان

۷۲۸۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ قَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَرْبَعُونَ يَوْمًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ شَهْرًا قَالَ أَبَيْتُ قَالُوا أَرْبَعُونَ سَنَةً قَالَ أَبَيْتُ ثُمَّ يُنْزِلُ اللهُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيَنْبُتُونَ كَمَا يَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَيْسَ مِنَ الْإِنْسَانِ شَيْءٌ إِلَّا يَبْلَى إِلَّا عَظْمًا وَاحِدًا وَهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا، لوگوں نے کہا: اے ابوہریرہ چالیس دن؟ انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس ماہ؟ انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس سال، انھوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا، جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حضرت ابوہریرہ نے کہا ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی، اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا۔

۷۲۸۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ابْنِ آدَمَ يَأْكُلُهُ التُّرَابُ إِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِيهِ يُرَكَّبُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دم کی ہڈی کے سرے کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا لے گی، اسی سے انسان پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے پھر بنایا جائے گا۔

۷۲۸۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں ان میں سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْاِنْسَانِ عَظْمًا لَا تَاْكُلُهُ الْاَرْضُ اَبَدًا فِيْهِ يُرَكَّبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالُوْا اَيُّ عَظْمٍ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ عَجْبُ الذَّنَبِ۔

جسم میں ایک ہڈی ہے جس کو مٹی کبھی نہیں کھا سکے گی، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! وہ کون سی ہڈی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے۔

ف: صلب کے نیچے ایک لطیف ہڈی ہے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں، انسان کے جسم میں سب سے پہلے اس کو بنایا جاتا ہے، پھر اسی پر باقی جسم کو بنایا جاتا ہے اس باب کی احادیث میں ہے کہ دم کی ہڈی کے سر کے سوا ابن آدم کی ہر چیز کو مٹی کھا جاتی ہے، اس عموم سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں، کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۵۰، مطبوعہ لاہور) اسی طرح شہداء بھی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الزھد والرقاق

رقاق کا لغوی معنی

رقاق، رِقّۃ کی جمع ہے، رِقّت کا معنی ہے نرمی۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

رقّت، شدت اور قسوت کی ضد ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اھل الیمن ارق قلوبا۔ اہلِ یمن کے دل بہت نرم ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ان ابا بکر رجل رقیق۔[1] حضرت ابوبکر نرم دل شخص ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

رقّت کا معنی ہے رحمت، کہا جاتا ہے: رق لہ قلبہ "فلاں شخص کے لیے اس کا دل نرم ہوگیا۔ حدیث میں ہے:

اغتنموا الدعاء عند الرقۃ فانھا رحمۃ۔ رِقّت کے وقت دعا کرنے کو غنیمت سمجھو، کیونکہ یہ رحمت ہے۔

حسن بصری نے کہا:

من رق لوالدیہ القی اللہ علیہ محبتہ۔ جس شخص کا اپنے ماں باپ کے لیے دل نرم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی محبت ڈال دیتا ہے۔

رقت کا معنی حیا کرنا بھی ہے، کہا جاتا ہے رق وجھہ استحیاء "فلاں کا چہرہ شرمسار ہوگیا۔ رقت کا معنی رِقّت بھی ہے۔

حضرت عثمان نے کہا:

اللھم کبرت سنی ورق عظمی فاقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملوم۔ اے اللہ! میری عمر زیادہ ہوگئی اور میری ہڈی باریک ہوگئی مجھے اپنے پاس بلالے درآں حالیکہ میں سخت ہوں نہ ملامت کیا ہوا۔

رقت قلب بھی اسی سے ماخوذ ہے۔[2]

---

[1] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۴۲ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۶ ص ۳۵۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

رقاق کا مصداق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کا عنوان رقاق ہے، کیونکہ ان احادیث سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، اہل لغت نے کہا ہے کہ رقت، غلظ کی ضد ہے اور اس کا معنی رحمت ہے، اور جب رقت زیادہ ہو تو اس کو حیاء کہتے ہیں، امام راغب نے کہا ہے کہ رقت جب جسم کی صفت ہو تو اس کی ضد صفاقت ہے کہتے ہیں ثوب رقیق اور ثوب صفیق اور جب رقت نفس کی صفت ہو تو اس کی ضد قسوت ہے، کہتے ہیں رقیق القلب اور قاسی القلب۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علامہ سیوطی نے کہا ہے کہ رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جن کو سن کر دل رقیق ہوتا ہے اور دنیا سے زہد اور بے رغبتی پیدا ہوتی ہے، اس باب کا عنوان رقاق اس لیے ہے کہ اس باب میں وہ احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کو سن کر رقت اور رحمت پیدا ہوتی ہے۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

رقاق سے مراد وہ کلمات ہیں جو دل میں تاثیر کرتے ہیں اور ان کو سن کر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے [3]

زھد کا لغوی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

زھید کا معنی ہے: تھوڑی چیز، زاہد کا معنی ہے جو تھوڑی چیز سے راضی ہوا اور زیادہ سے بے رغبتی کرے، قرآن مجید میں ہے:

وکانوا فیہ من الزاھدین (یوسف ۲۰) [4]

اور وہ یوسف میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

زھد، رغبت کی ضد ہے، جب اس کا صلہ فی اور عن ہو تو اس کا معنی ترک کرنا اور اعراض کرنا ہے، زہری سے دنیا میں زہد کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ جو شخص حلال چیزوں پر شکر ادا کرنے سے قاصر نہ ہو، اور حرام کو ترک کرنے سے عاجز نہ ہو وہ زاہد ہے، بعض ائمہ سے منقول ہے جو شخص رزق حلال میں سے بہ قدر کفایت لے اور زائد کو اللہ کے لیے چھوڑ دے وہ زاہد ہے۔ [5]

زہد کا اصطلاحی معنی

امام غزالی لکھتے ہیں:

والزھد عبارۃ عن ترک المباحات التی

انسان کا اپنی مرغوب اور مباح چیزوں کا ترک کر دینا زہد

---

[1] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۳۰۔ ۲۲۹، مطبوعہ ادارہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۴۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۸۳، مطبوعہ مطبع نج کمار لکھنؤ

[4] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۲۱۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[5] ۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ھی حظ النفس ولا یبعد ان یقدر علی ترك بعض المباحات دون بعض والمقتصر علی ترك المحظورات لا یسمی زاھد وان کان قد زھد فی المحظور وانصرف عنه ولکن العادۃ تخصص ھذا الاسم بترك المباحات فاذا الزھد عبارۃ عن رغبتہ عن الدنیا عدولا الی الاخرۃ اوعن غیر اللہ تعالیٰ عدولا الی اللہ تعالیٰ وھی الدرجۃ العلیٰ[1]

ہے، اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بعض مباح چیزوں کو ترک کر دینا زہد ہے اور صرف حرام چیزوں کو ترک کرنا زہد نہیں ہے، ہر چند کہ وہ حرام چیزوں کا زاہد ہے، لیکن عرف میں زہد کا لفظ مباح چیزوں کے ترک کے ساتھ مخصوص ہے سو دنیا سے اعراض کر کے آخرت کی طرف رغبت کرنا زہد ہے، یا غیر اللہ سے اعراض کر کے اللہ کی طرف راغب ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا سب سے بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق قرآن مجید کی آیات

قرآن مجید میں ہے:

انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لھا لنبلوھم ایھم احسن عملا۔ (کہف: ۷)

بے شک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لیے زینت بنایا تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون سب سے بہتر کام کرنے والا ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ابن ابی حاتم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا یہ معنی ہے: "تاکہ ہم انھیں آزمائیں کہ ان میں سے کون دنیا کی زینت میں زہد کرنے والا ہے"؛ اور حسن بصری سے مروی ہے کہ ان میں سے کون دنیا کو زیادہ ترک کرنے والا ہے۔[2]

ولا تمدن عینیك الی ما متعنا بہ ازواجا منھم زھرۃ الحیوۃ الدنیا لنفتنھم فیہ ط ورزق ربك خیر وابقی۔ (طٰہٰ: ۱۳۱)

اور آپ حیات دنیا کی ان زینتوں اور آرائشوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو (عارضی) منفعت کے لیے دے رکھی ہیں تاکہ اس میں ہم ان کو آزمائیں، اور آپ کے رب کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ دنیا کی زینتوں کی طرف آنکھیں نہ پھیلائیں، اور یہ بلیغ زہد کا حکم ہے۔

زہد کے متعلق احادیث

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

امام ابن ماجہ نے حضرت زید بن ثابت سے عمدہ سند کے ساتھ اور امام ترمذی نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اصبح وهمه الدنيا شتت الله عليه امره وفرق عليه ضيعته وجعل فقره بين عينيه ولم يأته من الدنيا الا ما كتب له ومن اصبح وهمه الآخرة جمع الله له همه وحفظ على ضيعته وجعل غناه في قلبه واتته الدنيا وهي راغمة۔

دنیا کی فکر میں صبح کی، اللہ تعالیٰ اس کو پریشان حال رکھے گا، اور اس کے اہل وعیال کو متفرق کر دے گا، اور اس کی آنکھوں کے سامنے فقر وفاقہ کر دے گا اور اس کو اتنی ہی دنیا ملے گی جتنی اس کی تقدیر میں ہے اور جس شخص نے آخرت کی فکر میں صبح کی اللہ تعالیٰ اس کو مطمئن رکھے گا اور اس کے اہل وعیال کی حفاظت کرے گا اور اس کے دل کو مستغنی کر دے گا، اور اس کے پاس دنیا دھتکاری ہوئی آئے گی۔

امام ابن النجار نے بھی اس حدیث کو کچھ لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی، امام ابن سعد، امام ابونعیم نے حلیہ میں، امام بیہقی اور امام ابن عساکر نے حضرت ابوخلاد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الرجل قد اعطي زهدا في الدنيا وقلة منطق فاقتربوا منه فانه يلقى الحكمة۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کو دنیا میں زہد اور کم گوئی دی گئی ہو تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ اس شخص کو حکمت دی گئی ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو حکمت دی جاتی ہے اس کو خیر کثیر دی جاتی ہے۔

امام ابن ماجہ، امام طبرانی اور امام حاکم نے حضرت سہل بن سعد سے اور امام حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد مما في ايدي الناس يحبك الناس۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے بے رغبتی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا، اور لوگوں کے پاس جو چیزیں ہیں ان سے بے رغبتی کرو تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

امام غزالی فرماتے ہیں، اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کو اللہ کی محبت کے حصول کا سبب قرار دیا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اس کا سب سے بلند درجہ ہوتا ہے لہٰذا دنیا میں زہد اور بے رغبتی کرنا سب سے افضل مقام ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دنیا سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کے بغض کو دعوت دینا ہے۔

امام بزار نے حضرت انس سے سند ضعیف کے ساتھ اور امام طبرانی نے حضرت حارثہ بن مالک انصاری سے سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے:

قال حارثة لرسول الله صلى الله عليه وسلم انا مومن حقا قال وما حقيقة ايمانك قال عزفت نفسي عن الدنيا فاستوى عندي حجرها وذهبها وكاني بالجنة

حضرت حارثہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں برحق مومن ہوں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے دنیا سے اپنے نفس کو ہٹا لیا، اب میرے نزدیک دنیا کا پتھر اور سونا برابر ہے،

والنار وكاني بعرش ربي بارزا فقال صلى الله عليه وسلم عرفت فالزم عبد نور الله قلبه بالايمان ۔

(پھر اس زہد کے نتیجہ میں) میں نے جنت، دوزخ اور عرش الٰہی کا صاف مشاہدہ کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے واقعی ایمان کو پہچان لیا، (اس زہد پر) جمے رہو، یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کی وجہ سے حضرت حارثہ کو حقیقت ایمان کے ساتھ واصل قرار دیا اور ان کی یہ تعریف کی کہ یہ وہ بندہ ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان سے روشن کر دیا۔

خطیب اور ابن عساکر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے :۔

لما قدم عليه بعض الوفود قالوا انا مؤمنون قال وما علامة ايمانكم فذكروا الصبر عند البلاء والشكر عند الرخاء و الرضاء بمواقع القضاء وترك الشماتة بالمصيبة اذا نزلت بالاعداء فقال عليه الصلوٰة والسلام ان كنتم كذلك فلا تجمعوا مالا تاكلون ولا تبنوا مالا تسكنون ولا تنافسوا فيما عنه ترحلون ۔[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض وفود آئے اور یہ کہا کہ ہم مومن ہیں، آپ نے فرمایا تمہارے ایمان کی کیا علامت ہے؟ انھوں نے کہا ہم مصیبت پر صبر کرتے ہیں، راحت کے وقت شکر کرتے ہیں، تقدیر پر راضی رہتے ہیں، ہمارے دشمنوں کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم خوش نہیں ہوتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو تو تم جو چیز نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو، جس جگہ نہیں رہتے وہاں مکان نہ بناؤ، اور جن چیزوں کو تم نے چھوڑ جانا ہے ان میں رغبت نہ کرو۔

امام غزالی فرماتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زہد کو ایمان کا تکملہ قرار دیا ہے۔

زہد کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں کہ زہد کے تین درجات ہیں:

(۱)۔ ایک شخص کے دل میں دنیا کی خواہش ہو لیکن وہ مجاہدہ اور کوشش کر کے دنیا کو ترک کر دے، اس کو متزہد کہتے ہیں۔

(۲)۔ ایک شخص اپنی رغبت سے دنیا کو ترک کر دے بایں طور کہ وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو حقیر جانے۔

(۳)۔ ایک شخص زہد میں بھی زہد کرے، یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔

باب ۱۰۲۲

۷۲۸۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۹ ص ۳۲۸۔ ۳۲۵، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ.

۷۲۸۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ (يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوْقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ وَالنَّاسُ كَنَفَتَيْهِ فَمَرَّ بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ فَتَنَاوَلَهُ فَاَخَذَ بِاُذُنِهٖ ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَا نُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ وَمَا نَصْنَعُ بِهٖ قَالَ اَتُحِبُّوْنَ اَنَّهٗ لَكُمْ قَالُوْا وَاللّٰهِ لَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ عَيْبًا فِيْهِ لِاَنَّهٗ اَسَكُّ فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ فَقَالَ فَوَاللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عالیہ کے کسی حصّہ سے آتے ہوئے بازار سے گذرے، آپ کے دونوں طرف لوگ تھے، آپ ایک چھوٹے کان والے مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گذرے، آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے میں لینا پسند کرے گا، صحابہ نے کہا ہم اس کو کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے، ہم اس کا کیا کریں گے، آپ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے؟ صحابہ نے کہا، بہ خدا اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے، تو اب تو یہ مردہ ہے! آپ نے فرمایا جس طرح یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔

۷۲۸۸۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِيَانِ الثَّقَفِيَّ) عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ الثَّقَفِيِّ فَلَوْ كَانَ حَيًّا كَانَ هٰذَا السَّكُّ بِهٖ عَيْبًا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، البتہ ثقفی کی روایت میں یہ ہے کہ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس میں عیب تھا۔

۷۲۸۹۔ حَدَّثَنَا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَاُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِيْ مَالِيْ قَالَ وَهَلْ لَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ مِنْ مَالِكَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ.

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت السلھکم التکاثر کی تلاوت فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے میرا مال، میرا مال، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تیرا مال صرف وہی ہے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا یا پہن کر بوسیدہ کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا۔

۷۲۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ وَقَالَا

مطرف اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا، اس کے بعد حسب

جَمِيعًا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ انْتَهَيْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ هَمَّامٍ۔

سابق روایت ہے۔

۷۲۹۱۔ حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُولُ الْعَبْدُ مَالِي مَالِي إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ مَا أَكَلَ فَأَفْنَى أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ کہتا ہے کہ میرا مال، میرا مال، اس کے لیے تو اس کے مال سے صرف تین چیزیں ہیں جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، جو پہن کر بوسیدہ کر دیا، یا جو کسی کو دے کر (آخرت کا) ذخیرہ کر لیا۔ اس کے ماسوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور وہ اس کو لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔

۷۲۹۲۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۲۹۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقَى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ أَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقَى عَمَلُهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، ان میں سے دو لوٹ آتی ہیں اور ایک رہ جاتی ہے، اس کے اہل، مال اور عمل ساتھ جاتے ہیں، اہل اور مال لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

۷۲۹۴۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ (يَعْنِي ابْنَ حَرْمَلَةَ بْنِ عِمْرَانَ التُّجِيبِيَّ) أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرَو بْنَ عَوْفٍ وَهُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى

عمرو بن عوف حلیف بنی عامر جو جنگ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کو بحرین میں وہاں سے جزیہ لینے کے لیے بھیجا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے خود صلح کی تھی، اور ان پر علاء بن حضرمی کو امیر بنایا تھا، حضرت ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے، جب انصار نے حضرت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ اِلَى الْبَحْرَيْنِ يَاْتِي بِجِزْيَتِهَا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ صَالَحَ اَهْلَ الْبَحْرَيْنِ وَاَمَّرَ عَلَيْهِمُ الْعَلَاءَ ابْنَ الْحَضْرَمِيِّ فَقَدِمَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بِمَالٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَسَمِعَتِ الْاَنْصَارُ بِقُدُوْمِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ فَوَافَوْا صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَتَعَرَّضُوْا لَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُمْ ثُمَّ قَالَ اَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ اَنَّ اَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالُوْا اَجَلْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَبْشِرُوْا وَاَمِّلُوْا مَا يَسُرُّكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِّيْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ۔

ابو عبیدہ کے آنے کی خبر سنی، تو وہ صبح کی نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کو دیکھا تو آپ مسکرائے، آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں، صحابہ نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور اس چیز کی اُمید رکھو جس سے تم خوش ہو، بخدا مجھ کو تم پر فقر کا خوف نہیں ہے، لیکن مجھے تم پر یہ خوف ہے کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ ہو گئی تھی، پھر تم ان کی طرح دنیا میں رغبت کرو گے اور یہ دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔

۷۲۹۵۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيْعًا عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ عَنْ صَالِحٍ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِاِسْنَادِ يُوْنُسَ وَمِثْلِ حَدِيْثِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِ صَالِحٍ وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا اَلْهَتْهُمْ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو حسب سابق روایت کیا، البتہ ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ دنیا تم کو بھی اس طرح غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو غافل کیا تھا۔

۷۲۹۶۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادِ الْعَامِرِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ اَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّ يَزِيْدَ بْنَ رِيَاحٍ (هُوَ اَبُوْ فِرَاسٍ مَوْلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ) حَدَّثَهٗ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب روم اور فارس فتح ہو جائیں گے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم اللہ کے حکم کے مطابق کہیں گے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اس کے سوا ہوگا، تم رغبت کرو گے، پھر حسد کرو گے

قَالَ اِذَا فُتِحَتْ عَلَيْكُمْ فَارِسُ وَالرُّوْمُ اَيُّ قَوْمٍ اَنْتُمْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ نَقُوْلُ كَمَا اَمَرَنَا اللّٰهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ غَيْرَ ذٰلِكَ تَتَنَافَسُوْنَ ثُمَّ تَتَحَاسَدُوْنَ ثُمَّ تَتَدَابَرُوْنَ ثُمَّ تَتَبَاغَضُوْنَ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ ثُمَّ تَنْطَلِقُوْنَ فِيْ مَسَاكِيْنِ الْمُهَاجِرِيْنَ فَتَجْعَلُوْنَ بَعْضَهُمْ عَلٰى رِقَابِ بَعْضٍ .

پھر دشمنی کرو گے پھر بغض رکھو گے یا اس کی مثل پھر تم مہاجرین کے گھروں میں جاؤ گے اور بعض کو بعض کی گردنوں پر سوار کر دو گے۔

۷۲۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِيُّ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِي الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ مِمَّنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس کی طرف دیکھتا ہے جس کو اس پر مال اور شکل وصورت میں فضیلت حاصل ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے سے کم درجہ والے کی طرف دیکھے جس پر اس کو فضیلت حاصل ہو۔

۷۲۹۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِي الزِّنَادِ سَوَآءً .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۷۲۹۹۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْظُرُوْا اِلٰى مَنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ قَالَ اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَلَيْكُمْ .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سے کم حیثیت والے کی طرف دیکھو اور جو تم سے زیادہ حیثیت کا ہے اس کی طرف نہ دیکھو، کیونکہ یہ عمل اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ جانو، ابومعاویہ نے "تم پر نعمتوں کہا"۔

۷۳۰۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِيْ عَمْرَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنواسرائیل میں تین آدمی تھے، برص والا، گنجا اور اندھا پس

اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ثَلَاثَةً فِیْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْاِبِلُ اَوْ قَالَ الْبَقَرُ شَکَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ اَوِ الْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَةً عُشَرَآءَ فَقَالَ بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ شَعَرٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذِرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَذَهَبَ عَنْهُ وَاُعْطِیَ شَعَرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَةً حَامِلًا فَقَالَ بَارَکَ اللّٰهُ لَکَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَهٗ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ بَصَرَهٗ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْغَنَمُ فَاُعْطِیَ شَاةً وَّالِدًا فَاُنْتِجَ هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا قَالَ فَکَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْاِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِّنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ اِنَّهٗ اَتَی الْاَبْرَصَ فِیْ صُوْرَتِهٖ وَهَیْئَتِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ مِّسْکِیْنٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِیَ الْحِبَالُ فِیْ سَفَرِیْ فَلَا بَلَاغَ لِیَ الْیَوْمَ اِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِکَ اَسْئَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِیْرًا اَتَبَلَّغُ عَلَیْهِ فِیْ سَفَرِیْ فَقَالَ الْحُقُوْقُ کَثِیْرَةٌ فَقَالَ لَهٗ کَاَنِّیْ اَعْرِفُکَ اَلَمْ تَکُنْ اَبْرَصَ یَقْذَرُکَ النَّاسُ فَقِیْرًا فَاَعْطَاکَ اللّٰهُ فَقَالَ

اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ کیا تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا وہ برص والے کے پاس گیا، اور اس سے کہا تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا حسین رنگ اور حسین جلد اور مجھ سے برص کے یہ داغ دُور ہو جائیں جن کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے وہ داغ دُور کر دیے، اور اس کو حسین رنگ اور حسین جلد دے دی گئی، پھر اس سے پوچھا تم کو کون سا مال زیادہ پسند ہے، اس نے کہا اونٹ یا اس نے کہا گائے، اس میں اسحٰق (راوی) کو شک ہے، مگر یہ کہ برص والے اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا تھا اور دوسرے نے کہا تھا گائے، راوی نے کہا پھر اس کو دس ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان اونٹنیوں میں برکت دے، پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا تم کو کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے، اس نے کہا حسین بال اور اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ گنج دُور کر دے، جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں، پھر فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اس سے گنج دُور کر دیا اور اس کو حسین بال دے دیے، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا گائے، سو اس کو گابھن گائے دے دی گئی پھر وہ فرشتہ اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تم کو کون سی چیز زیادہ پسند ہے، اس نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے، جس سے میں لوگوں کو دیکھوں، پھر فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی، پھر اس سے پوچھا کہ کون سا مال تم کو زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں تو اس کو بچہ دینے والی بکری دے دی گئی، پھر ان دونوں نے اور اس نے بچے دیے تو ایک کے لیے اونٹوں کی وادی ہو گئی اور دوسرے کے لیے گایوں کی وادی ہو گئی اور تیسرے کے لیے بکریوں کی وادی ہو گئی، پھر وہ فرشتہ برص والے شخص کے پاس اسی کی شکل و صورت

إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلٰى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلٰى مَا كُنْتَ قَالَ وَأَتَى الْأَعْمٰى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ شَيْئًا أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔

میں گیا اور کہا وہ ایک مسکین شخص ہے اور کہا اس سفر میں میرا تمام مال اسباب ختم ہو گیا اور اب اللہ کی مدد کے سوا میرا گھر پہنچنا مشکل ہے، جس ذات نے تجھ کو حسین رنگ اور حسین جلد دی اور اونٹوں پر مشتمل مال دیا، میں اسی کے نام سے تجھ سے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جو اس سفر میں میرے کام آئے، برص والے نے کہا میرے حقوق بہت زیادہ ہیں، فرشتے نے کہا میں تو تم کو پہچانتا ہوں کیا تم وہ برص زدہ فقیر نہیں ہو جس سے لوگ نفرت کرتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ مال دیا، اس شخص نے کہا یہ مال تو مجھے اپنے بڑوں سے پشت در پشت حاصل ہوا ہے، فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو پھر پہلی حالت کی طرف لوٹا دے، پھر وہ فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اس گنجے شخص کے پاس گیا، پھر اس سے اسی طرح سوال کیا جس طرح برص والے شخص سے سوال کیا تھا، گنجے نے بھی اسی طرح جواب دیا جس طرح برص والے نے جواب دیا تھا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اسی پہلے حال کی طرف لوٹا دے پھر فرشتہ اسی کی شکل و صورت میں اندھے کے پاس گیا اور اس سے کہا میں ایک مسکین شخص اور مسافر ہوں، اس سفر میں میرے تمام مالی وسائل ختم ہو گئے، اللہ تعالیٰ کی اور تیری مدد کے بغیر میں اب گھر نہیں پہنچ سکتا، جس ذات نے تیری بینائی لوٹائی ہے میں اس ذات کے نام سے تجھ سے ایک بکری کا سوال کرتا ہوں جس کی وجہ سے میں اس سفر میں پہنچ سکوں، اندھے شخص نے کہا میں ایک اندھا آدمی تھا، اللہ تعالیٰ نے میری بصارت لوٹا دی تم جو چاہو لے لو اور جو چاہو چھوڑ دو، بہ خدا آج تم اللہ کے نام پر جس چیز کو بھی لو گے میں تم کو اس سے منع نہیں کروں گا، اس نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، تم لوگوں کی صرف آزمائش کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گیا اور تمہارے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

۷۳۰۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبَّاسُ بْنُ

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص

عَبْدِ الْعَظِيمِ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحٰقَ) قَالَ عَبَّاسٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا بُكَيْرُ بْنُ مِسْمَارٍ حَدَّثَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فِي إِبِلِهِ فَجَاءَهُ ابْنُهُ عُمَرُ فَلَمَّا رَآهُ سَعْدٌ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ أَنَزَلْتَ فِي إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ وَتَرَكْتَ النَّاسَ يَتَنَازَعُونَ الْمُلْكَ بَيْنَهُمْ فَضَرَبَ سَعْدٌ فِي صَدْرِهِ فَقَالَ اسْكُتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ۔

رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کے پاس تھے کہ ان کے بیٹے عمر آئے، جب حضرت سعد نے عمر کو دیکھا تو کہا میں اس سوار کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، جب وہ اترے تو انھوں نے حضرت سعد سے کہا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے پاس رہتے ہیں اور آپ نے لوگوں کو سلطنت میں جھگڑے کے لیے چھوڑ دیا ہے، حضرت سعد نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر کہا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت رکھتا ہے جو متقی ہو، مستغنی ہو اور گوشہ نشین ہو۔

۷۳۰۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ سَمِعْتُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَابْنُ بِشْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَقَدْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ نَأْكُلُهُ إِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ وَهٰذَا السَّمُرُ حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذًا وَضَلَّ عَمَلِي وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ نُمَيْرٍ إِذًا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں عرب میں وہ سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے تھے اور انگور کی بیل کے پتوں اور اس ببول کے درخت کے سوا ہمارے لیے اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہم میں سے ایک شخص بکری کی مینگنیوں کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا، اب یہ بنو اسد کے لوگ مجھے دین سکھاتے ہیں، اگر فی الواقع ایسا ہے تو میں تو ناکام رہا اور میرے اعمال برباد ہو گئے، ابن نمیر نے اذاً کا لفظ نہیں کہا۔

۷۳۰۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ حَتَّى إِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الْعَنْزُ مَا يَخْلِطُهُ بِشَيْءٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔ اس میں ہے کہ ہم سے ایک شخص بکرے کی مینگنی کی طرح قضاء حاجت کرتا تھا اس میں کوئی چیز ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔

۷۳۰۴۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ الْعَدَوِيِّ قَالَ خَطَبَنَا عُتْبَةُ بْنُ

خالد بن عمیر عدوی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد کہا دنیا نے اپنے اختتام کی خبر

غَزْوَانَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ اٰذَنَتْ بِصُرْمٍ وَوَلَّتْ حَذَّآءَ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَآءِ يَتَصَابُّهَا صَاحِبُهَا وَاِنَّكُمْ مُنْتَقِلُوْنَ مِنْهَا اِلٰى دَارٍ لَا زَوَالَ لَهَا فَانْتَقِلُوْا بِخَيْرِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ فَاِنَّهٗ قَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِيْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَوَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ اَفَعَجِبْتُمْ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتّٰى فَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَشَقَقْتُهَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ فَاتَّزَرْتُ بِنِصْفِهَا وَاتَّزَرَ سَعْدٌ بِنِصْفِهَا فَمَا اَصْبَحَ الْيَوْمَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا اَصْبَحَ اَمِيْرًا عَلٰى مِصْرٍ مِنَ الْاَمْصَارِ وَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ فِيْ نَفْسِيْ عَظِيْمًا وَعِنْدَ اللّٰهِ صَغِيْرًا وَاِنَّهَا لَمْ تَكُنْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَنَاسَخَتْ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُ عَاقِبَتِهَا مُلْكًا فَسَتَخْبُرُوْنَ وَتُجَرِّبُوْنَ الْاُمَرَآءَ بَعْدَنَا۔

دے دی ہے اور بہت جلد پیٹھ موڑنے والی ہے، اور اب دنیا صرف اتنی رہ گئی جتنا برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے اور اب تم دنیا سے اس جہان کی طرف منتقل ہونے والے ہو جو لازوال ہوگا، سو تم اپنے ساتھ بہترین ماحضر لے کر منتقل ہو، کیونکہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے گرایا جائے گا وہ ستر سال تک اس کی گہرائی میں گرتا رہے گا پھر بھی اس کی تہہ کو نہیں پا سکے گا، اور خدا کی قسم جہنم بھر جائے گی، اور بے شک ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کے ایک پٹ سے لے کر دوسرے پٹ تک چالیس سال کی مسافت ہے اور جنت میں ضرور ایک ایسا دن آئے گا جب وہ لوگوں کے رش سے بھری ہوئی ہوگی، اور تم کو معلوم ہے کہ میں ان سات صحابہ میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اور ہمارے پاس درخت کے پتوں کے سوا اور کوئی کھانے کی چیز نہیں تھی، حتیٰ کہ ہماری باچھیں چھل گئیں، مجھے ایک چادر مل گئی تو میں نے اپنے اور حضرت سعد بن مالک کے درمیان اس کے دو حصے کیے، نصف چادر کا میں نے تہبند بنایا اور نصف کا حضرت سعد بن مالک نے، اور آج ہم میں سے ہر شخص کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، اور میں اس چیز سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں خود کو بڑا سمجھوں حالانکہ میں اللہ کے نزدیک چھوٹا ہوں، اور بے شک خلافت نبوت ختم ہوگئی اور آخر میں ہر خلافت ملوکیت سے بدل گئی اور تم ہمارے بعد آنے والے حاکموں کا حال بھی دیکھ لو گے اور تم کو ان کا تجربہ بھی ہو جائے گا۔

۷۳۰۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ عُمَرَ بْنِ سَلِيْطٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ وَقَدْ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ قَالَ خَطَبَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ وَكَانَ اَمِيْرًا عَلَى الْبَصْرَةِ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ شَيْبَانَ۔

خالد بن عمیر نے زمانہ جاہلیت پایا تھا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے خطبہ دیا، وہ اس وقت بصرہ کے امیر تھے، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۷۳۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْكُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ يَقُوْلُ لَقَدْ رَاَيْتُنِيْ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَعَامُنَا اِلَّا وَرَقُ الْحُبْلَةِ حَتّٰى قَرِحَتْ اَشْدَاقُنَا۔

حضرت عتبہ بن غزوان بیان کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ساتواں تھا، اور انگور کی بیل کے پتوں کے سوا ہمارے پاس کھانے کی اور کوئی چیز نہیں تھی حتیٰ کہ اس سے ہماری باچھیں چھل گئی تھیں۔

۷۳۰۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ فِي الظَّهِيْرَةِ لَيْسَتْ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ فِيْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ اِلَّا كَمَا تُضَآرُّوْنَ فِيْ رُؤْيَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَيَلْقَى الْعَبْدَ فَيَقُوْلُ اَيْ فُلْ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ ثُمَّ يَلْقَى الثَّانِيَ فَيَقُوْلُ اَيْ فُلْ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَيْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرْاَسُ وَتَرْبَعُ فَيَقُوْلُ بَلٰى اَيْ رَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِيَّ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ ثُمَّ يَلْقَى الثَّالِثَ فَيَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّيْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَيُثْنِيْ بِخَيْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَيَقُوْلُ هٰهُنَا اِذًا قَالَ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ الْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدَنَا عَلَيْكَ وَيَتَفَكَّرُ فِيْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْهَدُ عَلَيَّ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ وَيُقَالُ لِفَخِذِهٖ وَلَحْمِهٖ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا چودھویں رات کو جب بادل نہ ہوں تو کیا چاند کو دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنی تکلیف ہوگی جتنی تکلیف تم کو سورج یا چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی، کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی اور کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ بندہ کہے گا کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی، کیا میں نے تجھے زوجہ نہیں دی، کیا میں نے تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا؟ وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ

عِظَامِہٖ اَنْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُہٗ وَلَحْمُہٗ وَ عِظَامُہٗ بِعَمَلِہٖ وَ ذٰلِكَ لِيُعْذِرَ مِنْ نَّفْسِہٖ وَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقُ وَ ذٰلِكَ الَّذِیْ يَسْخَطُ اللّٰهُ عَلَيْہِ۔

تیسرے بندے کو بلا کر اس سے اسی طرح فرمائے گا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھ پر، تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا اور صدقہ دیا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنی نیکیاں بیان کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا ابھی پتا چل جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ بھیجتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا میرے خلاف کون گواہی دے گا! پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بولو! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کا بیان کریں گی، اور یہ اس لیے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات میں اس کے خلاف حجت ہو، یہ وہ منافق ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

۷۳۰۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ اَبِی النَّضْرِ حَدَّثَنِیْ اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْاَشْجَعِیُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ عَنْ عُبَيْدِ الْمُكْتِبِ عَنْ فُضَيْلٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْہِ وَ سَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّ اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُّخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّہٗ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِیْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّیْ لَا اُجِيْزُ عَلٰی نَفْسِیْ اِلَّا شَاهِدًا مِّنِّیْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَّبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰی فِيْہِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِہٖ اِنْطِقِیْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِہٖ قَالَ ثُمَّ يُخَلّٰی بَيْنَہٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ہنس پڑے، آپ نے پوچھا کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آپ نے فرمایا مجھے بندے کی اپنے رب سے بات پر ہنسی آئی ہے، بندہ کہے گا اے میرے رب! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی وہ فرمائے گا کیوں نہیں! بندہ کہے گا میں اپنے خلاف اپنے سوا اور کسی کی گواہی جائز قرار نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری اپنی گواہی کافی ہے، یا کراماً کاتبین کی گواہی کافی ہوگی، آپ نے فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی، اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کا بیان کریں گے، پھر اس کے اور اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا، پھر وہ (اعضاء سے) کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

۷۳۰۹۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بہ قدر کفایت کر دے۔

۷۳۱۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِیْ رِوَایَۃِ عَمْرٍو اَللّٰھُمَّ ارْزُقْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! آل محمد کا رزق بہ قدر کفایت کر دے، اور عمرو کی روایت میں ہے اے اللہ رزق دے۔

۷۳۱۱۔ وَحَدَّثَنَاہُ اَبُوْ سَعِیْدِ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَعْمَشَ ذَکَرَ عَنْ عُمَارَۃَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ کَفَافًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں کفافاً کا لفظ ہے۔

۷۳۱۲۔ حَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ زُھَیْرٌ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ مِنْ طَعَامِ بُرٍّ ثَلَاثَ لَیَالٍ تِبَاعًا حَتّٰی قُبِضَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ جب سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل مدینہ میں آئی، انھوں نے کبھی تین دن متواتر سیر ہو کر گندم کا کھانا نہیں کھایا حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

۷۳۱۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ بُرٍّ حَتّٰی مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی متواتر تین دن سیر ہو کر گندم کی روٹی نہیں کھائی حتیٰ کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

۷۳۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ یَزِیْدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن متواتر جو کی روٹی نہیں کھائی، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

يُحَدِّثُ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن سے زیادہ گندم کی روٹی نہیں کھائی۔

۷۳۱۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی تین دن گندم کی روٹی نہیں کھائی حتی کہ آپ اللہ کے پاس چلے گئے۔

۷۳۱۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ ثَلَاثًا حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ۔

۷۳۱۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَيْنِ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ اِلَّا وَاَحَدُهُمَا تَمْرٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی آل نے کبھی دو دن گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی، دو دنوں میں سے ایک دن کھجور کھاتے تھے۔

۷۳۱۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ وَيَحْيَى بْنُ يَمَانٍ حَدَّثَنَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنْ كُنَّا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ اِنْ هُوَ اِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہمارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا یہ حال تھا کہ ہم ایک ماہ تک ٹھیرے رہتے تھے، اور آگ نہیں جلاتے تھے ہم صرف کھجور اور پانی پر گذارہ کرتے تھے۔

۷۳۱۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِنْ كُنَّا لَنَمْكُثُ وَلَمْ يَذْكُرْ اٰلَ مُحَمَّدٍ وَزَادَ اَبُوْ كُرَيْبٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ عَنِ ابْنِ نُمَيْرٍ اِلَّا اَنْ يَاْتِيَنَا اللُّحَيْمُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے کہ (کبھی) گوشت آجاتا تھا۔

۷۳۲۰۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور میرے برتن میں کسی

اَبِیْہِ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا فِیْ رَفِّیْ مِنْ شَیْءٍ یَاْکُلُہٗ ذُوْ کَبِدٍ اِلَّا شَطْرُ شَعِیْرٍ فِیْ رَفٍّ لِّیْ فَاَکَلْتُ مِنْہُ حَتّٰی طَالَ عَلَیَّ فَکِلْتُہٗ فَفَنِیَ۔

ذی روح کے کھانے کے لیے صرف تھوڑے سے جو تھے، میں کافی دن تک وہ جو کھاتی رہی ایک دن میں نے ان کو ماپ لیا تو وہ ختم ہو گئے۔

۷۳۲۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ رُوْمَانَ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ اَنَّھَا کَانَتْ تَقُوْلُ وَاللّٰہِ یَا ابْنَ اُخْتِیْ اِنْ کُنَّا لَنَنْظُرُ اِلَی الْھِلَالِ ثُمَّ الْھِلَالِ ثُمَّ الْھِلَالِ ثَلَاثَۃَ اَھِلَّۃٍ فِیْ شَھْرَیْنِ وَمَا اُوْقِدَ فِیْ اَبْیَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَارٌ قَالَ قُلْتُ یَا خَالَۃُ فَمَا کَانَ یُعَیِّشُکُمْ قَالَتِ الْاَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَآءُ اِلَّا اَنَّہٗ قَدْ کَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِیْرَانٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَکَانَتْ لَھُمْ مَنَائِحُ فَکَانُوْا یُرْسِلُوْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَلْبَانِھَا فَیَسْقِیْنَا۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ خلا اے میرے بھانجے! خدا کی قسم، ہم چاند دیکھتے، پھر دوسرے ماہ چاند دیکھتے، پھر تیسرا چاند دیکھتے اور ان دو مہینوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی، میں نے کہا اے خالہ جان! پھر آپ کیا کھاتی تھیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کھجور اور پانی! البتہ ایک انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا، ان کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کا دودھ بھیجتا اور آپ ہمیں دودھ پلا دیتے تھے۔

۷۳۲۲۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ اَحْمَدُ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ قُسَیْطٍ ح وَحَدَّثَنِیْ ھٰرُوْنُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ صَخْرٍ عَنِ ابْنِ قُسَیْطٍ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَآئِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَقَدْ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَّزَیْتٍ فِیْ یَوْمٍ وَّاحِدٍ مَرَّتَیْنِ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور آپ کبھی ایک دن میں دو بار روٹی اور زیتون کے تیل سے سیر نہیں ہوئے۔

۷۳۲۳۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَکِّیُّ الْعَطَّارُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اُمِّہٖ عَنْ عَآئِشَۃَ ح وَحَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحَجَبِیُّ عَنْ اُمِّہٖ صَفِیَّۃَ عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ شَبِعَ النَّاسُ مِنَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور صحابہ اس وقت تک پانی اور کھجور سے ہی سیر ہوتے تھے۔

مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ التَّمْرِ وَالْمَآءِ۔

۷۳۲۴۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ صَفِيَّةَ عَنْ اُمِّهٖ عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ الْمَآءِ وَالتَّمْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور ہم پانی اور کھجور سے سیر ہوتے تھے۔

۷۳۲۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِیُّ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ فِیْ حَدِيْثِهِمَا عَنْ سُفْيَانَ وَمَا شَبِعْنَا مِنَ الْاَسْوَدَيْنِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک سند بیان کی، اس میں ہے ہم پانی اور کھجور کو بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے۔

۷۳۲۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِیَّ) عَنْ يَزِيْدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَبَّادٍ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ مَا اَشْبَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْلَهٗ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْيَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، ابن عباد نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۷۔ حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰی بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ كَيْسَانَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ حَازِمٍ قَالَ رَاَيْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُشِيْرُ بِاُصْبُعِهٖ مِرَارًا يَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ مَا شَبِعَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَهْلُهٗ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ تِبَاعًا مِّنْ خُبْزِ حِنْطَةٍ حَتّٰی فَارَقَ الدُّنْيَا۔

ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا حضرت ابوہریرہ انگلی سے اشارہ کر کے کہتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابوہریرہ کی جان ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنے اہل کو متواتر تین دن گندم کی روٹی نہیں کھلائی، حتیٰ کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

۷۳۲۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ اَلَسْتُمْ فِیْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَاَيْتُ نَبِيَّكُمْ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ کیا تم اپنی خواہش کے مطابق کھاتے اور پیتے نہیں ہو؟ اور بے شک میں نے تمہارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ وَقُتَيْبَةُ لَمْ يَذْكُرْ بِهِ۔

کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

۷۳۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الْمَلَائِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ سِمَاكٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَزَادَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ وَمَا تَرْضَوْنَ دُونَ أَلْوَانِ التَّمْرِ وَالزُّبْدِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں ہے کہ تم طرح طرح کی کھجوروں اور مکھن کے بغیر راضی نہیں ہوتے۔

۷۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ يَخْطُبُ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ مَا أَصَابَ النَّاسُ مِنَ الدُّنْيَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَظَلُّ الْيَوْمَ يَلْتَوِي مَا يَجِدُ دَقَلًا يَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ۔

حضرت عمر نے یہ ذکر کیا کہ لوگوں نے کس قدر دنیا حاصل کر لی ہے! اور میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سارا دن بھوکے رہتے تھے۔ اور آپ کو پیٹ بھر کر کھانے کے لیے کھجوریں بھی نہیں ملتی تھیں۔

۷۳۳۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي أَبُو هَانِئٍ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَلَسْنَا مِنْ فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَكَ امْرَأَةٌ تَأْوِي إِلَيْهَا قَالَ نَعَمْ أَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْأَغْنِيَاءِ قَالَ فَإِنَّ لِي خَادِمًا قَالَ فَأَنْتَ مِنَ الْمُلُوكِ قَالَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَجَاءَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالُوا يَا أَبَا مُحَمَّدٍ إِنَّا وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَلَا دَابَّةٍ وَلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ إِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ إِلَيْنَا فَأَعْطَيْنَاكُمْ مَا يَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَإِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا أَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَإِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ فُقَرَاءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کیا ہم فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہیں؟ حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے ساتھ تم رہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پوچھا کیا تمہارے پاس مکان ہے؟ اس نے کہا ہاں، کہا پھر تم اغنیاء میں سے ہو، اس نے کہا میرے پاس تو خادم بھی ہے، کہا پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو، ابو عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس تھا، ان کے پاس تین شخص آئے انھوں نے کہا اے ابو محمد! بہ خدا ہمیں کوئی چیز میسر نہیں ہے، خرچ، سواری نہ سامان، حضرت عبداللہ نے ان سے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ اگر تم پسند کرو تو ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہیں وہ سب دیں گے جو اللہ تم کو میسر کرے گا، اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارا معاملہ سلطان سے کہیں اور اگر تم چاہو تو صبر کرلو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں

الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْاَلُ شَيْئًا۔

اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے تو انھوں نے کہا ہم صبر کرتے ہیں اور کسی چیز کا سوال نہیں کرتے۔

دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

حدیث نمبر ۲۸۶، میں ہے: دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں حرام شہوات کو پورا کرنے سے منع کیا جاتا ہے اور اس کو سخت اور مشکل عبادات کا مکلف کیا جاتا ہے اور جب وہ مر جاتا ہے تو وہ اس مشقت سے آزاد ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کے لیے دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں ان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور کافر کے لیے جو بھی عیش اور آرام ہے وہ دنیا میں ہے اور آخرت میں اس کے لیے دائمی عذاب ہوگا۔ سراج الملوک میں مذکور ہے کہ ایک پریشان حال بدوضع یہودی نے لباس فاخرہ میں ملبوس ایک عالم کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا تم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت نہیں کرتے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ تو اب ذرا اپنا حال اور میرا حال دیکھو، اس عالم نے جواب دیا کہ جب میں مر جاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھ کو آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا جو اس نے میرے لیے تیار کر رکھا ہے تو مجھے محسوس ہوگا کہ یہ دنیا میرے لیے قید خانہ تھی، اور جب تم کو موت کے بعد دائمی عذاب ملے گا تو تم کو معلوم ہوگا کہ اس عذاب کے مقابلہ میں دنیا جنت تھی۔ [1]

خلافت کا ملوکیت سے بدل جانا

حدیث نمبر ۳۰۴، میں ہے: آخر میں ہر خلافت ملوکیت سے بدل گئی۔
علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے:
یعنی نبوت کے زمانہ میں حق کو قائم کیا جاتا ہے، دنیا سے بے رغبتی کی جاتی ہے اور آخرت کی طرف رغبت کی جاتی ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد حال متغیر ہو گیا، اور معاملہ بالکل الٹ گیا، اور قرون اولیٰ میں ہونے والی نیکیاں بتدریج کم ہوتی گئیں اور برائیوں میں اضافہ ہوتا گیا، اسی کو حدیث میں تناسخ نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس حدیث کی تائید اس حدیث میں ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی نبی بھیجا اس کے حواری اور اصحاب تھے جو اس کے طریقہ پر چلتے تھے اور اس کے احکام پر عمل کرتے تھے، پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئے جو اپنے قول پر عمل نہیں کرتے تھے۔ [2]

فقر اور غنا

حدیث نمبر ۳۰۹، سے لے کر حدیث نمبر ۳۲۰، تک نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زہد کے متعلق احادیث ہیں اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ فقر اور غنا میں کیا افضل ہے، قوت کا معنیٰ ہے اتنی غذا جس سے بدن میں رمق حیات قائم رہے، اور کفاف کا معنیٰ ہے اتنا مال جس کی وجہ سے انسان کو کسی سے سوال نہ کرنا پڑے، بعض علماء نے کہا کہ کفاف افضل ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفاف کی دعا کی ہے اور جس کی آپ نے دعا کی ہے وہی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸، ص ۲۸۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] " " " " " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۸، ص ۲۸۹، " "

افضل اور ارجح ہے، نیز کفاف، فقر اور غنا کے درمیان حالت متوسطہ ہے اور بہترین حالت، حالت متوسطہ ہوتی ہے نیز کفاف کی حالت میں انسان فقر اور غنا دونوں کی آفتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ [1]

ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ بعض علماء نے کہا فقر افضل ہے، بعض نے کہا غنا افضل ہے، بعض نے کہا کفاف افضل ہے، بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا۔ اسی طرح بعض علماء نے کہا فقیر صابر افضل ہے، اور بعض نے کہا غنی شاکر افضل ہے، حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غنی شاکر افضل ہے نہ فقیر صابر افضل ہے، افضل فقیر شاکر ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

شقیق بن ابراہیم بلخی بھیس بدل کر عبداللہ بن مبارک کے پاس گئے، عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ کہا بلخ سے، پوچھا بلخ میں شقیق بن ابراہیم کو جانتے ہو؟ کہا ہاں! پوچھا شقیق اور ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟ کہا جب انھیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو اللہ کا شکر کرتے ہیں، عبداللہ بن مبارک نے کہا یہ تو ہمارے ہاں کے کتوں کا طریقہ ہے! شقیق بن ابراہیم نے پوچھا پھر کس طرح ہونا چاہیے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا کاملین کا طریقہ یہ ہے کہ جب انھیں نہیں ملتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب مل جاتا ہے تو دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ [2]

اگر ہم کاملین کے اس مقام کو حاصل نہ کر سکیں تو کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ جو چیز ہماری ضرورت سے زائد ہو اس کو جمع کرنے کے بجائے ہم اسے دوسرے ضرورت مندوں کو دے دیں، امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا اس کا صرف ایک شانہ باقی ہے! آپ نے فرمایا اس شانے کے علاوہ باقی سب باقی ہے۔ [3] یعنی جو اپنے لیے رکھ لیا وہ فانی ہے اور جو خدا کی راہ میں دے دیا وہ باقی ہے۔

فقر اور غنا کی بحث میں یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ نہ مطلقاً فقر مذموم ہے نہ غنا، اور نہ مطلقاً فقر مستحسن ہے نہ غنا، وہ مادی فقر جو انسان کے ہاتھ میں کاسہ گدائی تھما دے، اور وہ فقر جو انسان کو خدا اور رسول سے باغی کر دے وہ فقر مذموم ہے اور وہ فقر جو افتقار الی اللہ کا مترادف ہو، جس فقر کی وجہ سے انسان دنیا اور زینت دنیا سے مستغنی ہو وہ فقر مستحسن ہے، جو فقر لینن اور ماؤزے تنگ کا راستہ دکھائے وہ مذموم ہے اور جو فقر بلال، عمار بن یاسر اور صہیب رومی کا راستہ دکھائے وہ مستحسن ہے۔ اسی طرح جو غنا مادی دولت کا خوگر کر دے، جس غنا کی وجہ سے انسان خدا اور رسول کو بھول جائے وہ غنا مذموم ہے اور جس غنا کے سبب انسان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے مستغنی ہو اور اس غنا کی وجہ سے وہ اللہ کے اور بندوں کے حقوق ادا کرے وہ غنا مستحسن ہے، جو غنا انسان کو قارون بنا دے وہ مذموم ہے اور جو غنا انسان کو عثمان بنا دے وہ مستحسن ہے۔

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۴۶۹، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

فقراء کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جانے کے متعلق متعارض احادیث میں تطبیق

حدیث نمبر ۳۳۱۱ میں ہے:

فقراء مہاجرین قیامت کے دن جنت میں اغنیاء سے چالیس سال پہلے جائیں گے۔

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں، صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ ہے کہ فقراء مہاجرین اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور جامع ترمذی میں ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو سال پہلے جائیں گے، نیز جامع ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جائیں گے اور یہ نصف دن ہے، نیز جامع ترمذی میں ہے فقراء مسلمین اغنیاء سے نصف دن پہلے جنت میں جائیں گے اور وہ پانچ سو سال ہیں، اب ان احادیث میں دو اختلاف ہیں، ایک جگہ فقراء مہاجرین کا ذکر ہے اور دوسری جگہ فقراء یا فقراء مسلمین کا ذکر ہے اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ایک جگہ چالیس سال کا ذکر ہے اور دوسری جگہ پانچ سو سال کا ذکر ہے۔ جس حدیث میں فقراء کا ذکر ہے اس کو فقراء مسلمین پر محمول کر دیا جائے گا کیونکہ مطلق کو مقید پر محمول کر دیا جاتا ہے۔ اب فقراء مہاجرین اور فقراء مسلمین ان دو میں تعارض رہے گا اس میں یہ تطبیق ہوگی کہ ہر دور کے فقراء اپنے دور کے اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، عہد رسالت کے فقراء، فقراء مہاجرین تھے، ان کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا، اور عمومی طور پر فقراء مسلمین کا ذکر کیا گیا۔ اور دوسرا اختلاف جو مدت کا ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ اغنیاء دو قسم کے ہیں نیکی میں سبقت کرنے والے اور اس کے غیر پہلی قسم سے فقراء چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے اور دوسری قسم سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ فقر غنا سے افضل ہے کیونکہ فقراء اغنیاء سے پہلے جنت میں جائیں گے، لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ جنت میں پہلے جانے سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ فقراء جنت میں چلے جائیں گے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدان قیامت میں شفاعت کے لیے کھڑے ہوں گے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل کون ہو سکتا ہے حالانکہ فقراء مہاجرین آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے، قاضی عیاض کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی نص نہیں ہے کہ فقراء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنت میں جائیں گے، بلکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہیں کھلے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقراء کے ساتھ جنت میں جائیں اور شفاعت کے لیے پھر واپس آجائیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ جنت کے باہر جنت کے سامنے میں کھڑے ہوں اور جب آپ شفاعت سے فارغ ہو جائیں تو پہلے آپ جنت میں داخل ہوں پھر یہ لوگ جنت میں جائیں، علاوہ ازیں شفاعت کے قبول ہونے سے جو خوشی ہوگی اور اس سے جو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنے سے جو لذت ملے گی ان نعمتوں کے برابر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ [1]

باب ۱۰۲۳ النَّهْيِ عَنِ الدُّخُولِ عَلَى أَهْلِ الْحِجْرِ إِلَّا مَنْ يَدْخُلُ بَاكِيًا

ثمود کے گھروں سے روئے بغیر گذرنے کی ممانعت

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۹۴-۲۹۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷۳۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِ الْحِجْرِ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْمُعَذَّبِينَ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا بَاكِينَ فَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب حجر کے متعلق فرمایا: ان عذاب دیے ہوئے لوگوں پر روئے بغیر داخل نہ ہونا، اگر تم رو نہ سکو تو پھر ان پر داخل نہ ہونا کہیں تم کو بھی ان کی مثل عذاب نہ پہنچے۔

۷۳۳۳۔ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَهُوَ يَذْكُرُ الْحِجْرَ مَسَاكِنَ ثَمُودَ قَالَ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ مَرَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ حَذَرًا أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ ثُمَّ زَجَرَ فَأَسْرَعَ حَتَّى خَلَّفَهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر (قوم ثمود) کے گھروں کے پاس سے گذرے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: جن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے ان کے پاس سے روئے بغیر نہ گذرنا کہیں تم پر بھی وہ عذاب نہ آئے جو انھیں آیا تھا، پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹ کر جلدی بھگایا حتیٰ کہ حجر پیچھے رہ گیا۔

۷۳۳۴۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّاسَ نَزَلُوا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْحِجْرِ أَرْضِ ثَمُودَ فَاسْتَقَوْا مِنْ آبَارِهَا وَعَجَنُوا بِهِ الْعَجِينَ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُهْرِيقُوا مَا اسْتَقَوْا وَيَعْلِفُوا الْإِبِلَ الْعَجِينَ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْتَقُوا مِنَ الْبِئْرِ الَّتِي كَانَتْ تَرِدُهَا النَّاقَةُ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجر قوم ثمود کی سرزمین پر گئے، وہاں کے کنوؤں سے پینے کے لیے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس پانی کو پھینکنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیا جائے اور ان کو یہ حکم دیا کہ وہ اس کنوئیں سے پانی لیں جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی تھی۔

۷۳۳۵۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَاسْتَقَوْا مِنْ بِئَارِهَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے انھوں نے وہاں سے پانی لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا۔

وَاعْتَجَنُوْا بِهٖ۔

حجر کے تاریخی اور جغرافیائی حالات

علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے موقع پر اصحاب حجر کے مکانوں کے پاس سے گذرے تھے، ان کے ملک کا نام حجر تھا جو مدینہ کے شمال کی طرف واقع ہے ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، یہ لوگ دنیاوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر و تجبر کی نمائش کے لیے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے، گویا کبھی یہاں سے جانا ہی نہیں، ان کا خیال تھا کہ ایسی مضبوط اور مستحکم عمارتوں پر کوئی آفت کب آسکتی ہے، پھر ایک دن اچانک ان پر عذاب آگیا اور مال و دولت، مستحکم عمارات اور دوسرے اسباب اور وسائل میں سے کوئی چیز بھی ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کر سکی۔ [1]

قرآن مجید میں ہے:

ولقد کذب اصحٰب الحجر المرسلین ۰ و اتینھم ایتنا فکانوا عنھا معرضین ۰ وکانوا ینحتون من الجبال بیوتا امنین ۰ فاخذتھم الصیحۃ مصبحین ۰ فما اغنٰی عنھم ما کانوا یکسبون ۰

(حجر: ۸۰-۸۴)

اور بے شک (وادی) حجر کے لوگوں نے رسولوں کی تکذیب کی، اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے اعراض کرتے رہے، اور وہ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے، درآں حالیکہ وہ بے خوف تھے، تو ان کو ایک صبح ایک خوفناک آواز نے پکڑ لیا تو ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی۔

قوم ثمود کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے، یہ قوم ثمود کا مرکزی شہر تھا۔ اس کے کھنڈر مدینہ کے شمال مغرب میں موجودہ شہر العلاء سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہیں، مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے یہ مقام عام شاہراہ پر ملتا ہے، اور قافلے اس وادی سے ہو کر گذرتے ہیں مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کوئی شخص یہاں پر قیام نہیں کرتا، آٹھویں صدی ہجری میں ابن بطوطہ حج کو جاتے ہوئے یہاں پہنچا تھا وہ لکھتا ہے کہ "یہاں سرخ رنگ کے پہاڑوں میں قوم ثمود کی عمارتیں موجود ہیں جو انھوں نے چٹانوں کو تراش تراش کر بنائی تھیں، ان کے نقش و نگار اس وقت تک ایسے تازہ ہیں جیسے آج بنائے گئے ہوں، ان مکانات میں اب بھی گلی سڑی ہوئی ہڈیاں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔

شاہ سعود کے زمانہ میں حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا تھا جسے مدائن صالح کہتے تھے یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہلاتا تھا، اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں وہ سنگین عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑ میں تراش تراش کر بنایا تھا، اس ویران شہر کو دیکھ کر یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی وقت اس شہر کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی، نزول قرآن کے زمانہ میں حجاز کے تجارتی قافلے ان آثار قدیمہ کے درمیان سے گذرا کرتے تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے موقع پر جب ادھر سے گذرے تو آپ نے مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے، ایک جگہ آپ نے ایک کنوئیں کی نشان دہی کر کے بتایا یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیتی تھی، اور

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ دشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۹۴، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

مسلمانوں کو ہدایت کی کہ صرف اسی کنویں سے پانی پینا باقی کنووں کا پانی نہ پینا، ایک پہاڑی درّے کو دکھا کر آپ نے بتایا کہ اسی درّے سے وہ اونٹنی پانی پینے کے لیے آتی تھی وہ مقام آج بھی فج الناقہ کے نام سے مشہور ہے، ان کھنڈرات سے جو مسلمان گذر رہے تھے ان کو جمع کر کے آپ نے فرمایا یہ اس قوم کا علاقہ ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا سو یہاں سے روتے ہوئے جلدی گذر جاؤ۔

ایک انگریز محقق J. Schleifer نے لکھا ہے:۔

الحجر جنوبی عرب کا ایک شہر ہے جو تیما کے جنوب میں وادی القریٰ سے ایک دن کی مسافت پر واقع تھا، یہ قدیم زمانہ کا وہی تجارتی شہر ہے جس کا بطلیموس اور پلینی Pliny نے Egra کے نام سے ذکر کیا ہے، یہ شہر اب موجود نہیں۔ موجودہ زمانے میں اس نام کا اطلاق بدوی اس سپاٹ وادی پر کرتے ہیں جو مبرک الناقہ (مزحم) اور بیر الغنم کے درمیان کئی میل تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کی زرخیز زمین میں بہت سے کنویں ہیں، جہاں بدوی بڑی تعداد میں اپنے گلوں سمیت آکر خیمہ زن ہوتے ہیں، الحجر سے دو سڑکیں مکے کی طرف جاتی ہیں، ایک تو نجد کی سڑک جس سے آج کل حاجی گذرتے ہیں اور دوسری شاہراہ مرو، جس سے قدیم زمانے میں زائرین مکے جایا کرتے تھے۔ الحجر کے مغرب میں ایک پہاڑ ہے جو ریت کے پتھر کی پانچ منفرد چٹانوں پر مشتمل ہے، جنھیں اثالث (Travels : Doughty، میں اسے ہر جگہ Ethlib لکھا گیا ہے) کہتے ہیں اور جن پر بہت ہی خوش وضع یادگاریں تراش کر بنائی گئی ہیں (ان میں قصر البنت، بیت الشیخ، بیت اخریمات، محل المجلس اور دیوان شامل ہیں، جو پرندوں اور جانوروں کی متعدد تراشی ہوئی اشکال اور بہت سے کتبوں سے مزین ہیں)۔ چارلس ڈاؤٹی (Ch. M. Doughty) یورپ کا سب سے پہلا باشندہ تھا جس نے ۱۸۷۶ء اور ۱۸۷۷ء میں الحجر کی سیاحت کی اور ان چٹانوں کا اور ان پر تراشی ہوئی عمارتوں کا بغور مشاہدہ کیا۔ اس نے پتا چلایا کہ یہ عمارتیں (باستثنائے دیوان) مقبرے (یعنی خاندانی مدفن) ہیں جن میں طاق اور انسانی اجسام کے بقیات موجود ہیں۔ مکے جانے والے زائرین ایک دن کے لیے جبل اثالث پر قیام کرتے اور نماز ادا کرتے ہیں۔ قدیم زمانے میں یہاں کچھ بے دین اور متکبر لوگ موسوم بہ ثمود آباد تھے۔ جن کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ وہ چٹانوں کو کاٹ کر وہاں اپنے مسکن بناتے تھے۔ ان لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک ہم قوم صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر ان کے پاس بھیجا اور اونٹنی کو بطور نشان پیش کیا کہ اگر اسے نقصان پہنچایا گیا تو عذاب نازل ہوگا) لیکن جب ان لوگوں نے اپنی بت پرستی جاری رکھی اور اس اونٹنی کو مار ڈالا، حالانکہ حضرت صالح ان سے اسے ضرر نہ پہنچانے کے لیے کہتے رہے، تو خدائے تعالیٰ نے ان پر ایک زلزلہ نازل کیا جس سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔ الحجر کے ریتلے پتھر کی چٹانوں کو مع ان یادگاروں کے جو ان کے اندر تراش کر بنائی گئی ہیں صالح کے نام پر "مدائن صالح" یعنی "صالح کے شہر" بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پروردگار کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو الحجر میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام یہاں اپنی والدہ کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سیرت نبوی میں بھی الحجر کا ذکر آتا ہے۔ جب ۹ ہجری / ۶۳۱ء میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو الحجر میں سے آپ کا گذر ہوا، صحابہ نے چاہا کہ یہاں آرام کر کے یہاں کے کنوؤں پر اپنے آپ کو تازہ دم کر لیں، لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ ایسی جگہ ٹھہریں جہاں قہر الٰہی نازل ہو چکا تھا۔ زمانہ حال میں امیر سعود یہاں ایک شہر

بسانا چاہتا تھا لیکن ایک ایسے مقام پر جو منجانب اللہ مورد لعنت وعذاب ہو چکا تھا از سر نو ایک شہر آباد کرنے پر علمائے دین کے شدید اعتراضات کی وجہ سے یہ منصوبہ پورا نہ ہو سکا۔ ڈاؤٹی کے بعد سے ملک الساشیا۔ Acaatia کے ایک سیاح C. Huber نے دوبار، الجزیر کی سیاحت کی ہے۔ ایک مرتبہ ۱۸۷۹ء میں اور دوسری دفعہ Bentinq کے ہمراہ ۱۸۸۴ء میں۔ [1]

بَابُ ۱۰۲۴ الْإِحْسَانِ إِلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ وَالْيَتِيمِ

بیوہ، مسکین اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت

۷۳۳۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَكَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا، مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا وہ نماز میں اس قیام کرنے والے کی مثل ہے جو تھکتا نہ ہو، اور اس روزہ دار کی طرح جو افطار نہ کرے۔ (یعنی مسلسل روزے رکھے۔)

۷۳۳۷۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْغَيْثِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَافِلُ الْيَتِيمِ لَهُ أَوْ لِغَيْرِهِ أَنَا وَهُوَ كَهَاتَيْنِ فِي الْجَنَّةِ وَأَشَارَ مَالِكٌ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کی پرورش کرنے والا، خواہ وہ اس کا رشتہ دار ہو یا نہ ہو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے، راوی نے درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو انگلیوں کو ملا کر جو مثال دی ہے وہ یا تو مجاورت اور قرب منازل کو بتلانے کے لیے ہے یا دونوں درجوں کی فضیلت کو بیان کرنے کے لیے ہے، ایک روایت میں ہے کہ راوی مالک نے یہ اشارہ کر کے بتایا تھا، ایک روایت میں یہ مدرج ہے اور کسی کی طرف منسوب نہیں ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا تھا۔

بَابُ ۱۰۲۵ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

مسجد بنانے کی فضیلت

۷۳۳۸۔ حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي

عبید اللہ عرلانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد کو توڑ

---

[1] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج، ص ۹۴۵۔۹۴۳، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ

عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ، أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ وَفِي رِوَايَةِ هَرُونَ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

کر بنایا تو لوگوں نے اس پر طرح طرح کی باتیں کیں، اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگوں نے بہت باتیں بنائی ہیں اور بات یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس کی مثل جنت میں گھر بنائے گا، اور ہارون کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

۷۳۳۹۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كِلَاهُمَا عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذٰلِكَ وَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اور انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ مسجد کو اس کی اصل حالت پر رہنے دیا جائے، تب حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس کی مثل بنائے گا۔

۷۳۴۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمَا بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مثل جنت میں بنائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں اس کے لیے گھر بنایا جائے گا، باقی اس کی صفت کیسی ہوگی تو جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی جن کو کسی نے پہلے دیکھا نہ سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا، اس حدیث کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ مسجد بنانے والے کے گھر کو جنت میں دوسرے گھروں پر ایسی فضیلت حاصل ہوگی جیسے دنیا میں مسجد کو دوسرے گھروں پر فضیلت ہے۔

مسجد کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من صباح ولا رواح الا وبقاء الارض ينادي بعضها بعضا يا جارة هل مر بك عبد صالح صلى عليك او ذكر الله فان قالت نعم رات لها بذلك فضلا وصالح المزي ضعيف۔[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر صبح اور شام کو زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو ندا کرتے ہیں اے پڑوسی! کیا تمہارے پاس سے کوئی نیک بندہ گذرا جس نے تم پر نماز پڑھی یا اللہ کا ذکر کیا؟ اگر وہ کہے ہاں! تو زمین کے اس ٹکڑے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابن عباس قال المساجد بيوت الله في الارض تضئ لاهل السماء كما تضئ نجوم السماء لاهل الارض رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہیں، جن سے آسمان والوں کو اس طرح روشنی حاصل ہوتی ہے، جس طرح آسمان کے ستاروں سے زمین والوں کو روشنی حاصل ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تطهر في بيته ثم مشى الى بيت من بيوت الله ليقضي فريضة من فرائض الله كانت خطواته احدهما تحط خطيئة والاخرى ترفع درجة۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں چل کر گیا تاکہ اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضہ کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم سے ایک گناہ مٹے گا اور دوسرے سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم من غدا او راح الى المسجد اعد الله له في الجنة نزلا كلما غدا او راح اخرجاه في الصحيح من حديث يزيد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی صبح یا شام کو مسجد میں گیا تو اللہ تعالیٰ ہر صبح اور شام کو اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار کرے گا، امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۳ ص ۶۴، دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

بن ھارون [1]

عن انس بن مالك عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بشر المشائین فی ظلم اللیالی الی المساجد بالنور التام یوم القیامۃ [2]

کو اپنی صحیح میں حضرت یزید بن ہارون سے روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ رات کے اندھیروں میں مساجد کی طرف جاتے ہیں ان کو قیامت کے دن کے مکمل نور کی بشارت دے دیں۔

مسجد تعمیر کرنے کے متعلق احادیث

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن بشر بن حیان قال جاء واثلۃ بن الاسقع ونحن نبنی مسجدنا قال فوقف علینا فسلم ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من بنی مسجدا فصلی فیہ بنی اللہ عزوجل لہ فی الجنۃ افضل منہ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر [3]

بشر بن حیان کہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد بنا رہے تھے اسی اثناء میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ آئے اور ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ہمیں سلام کرنے کے بعد کہا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس آدمی نے مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس سے افضل (گھر) بنائے گا، اس حدیث کو امام احمد نے اور امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی بیتا یعبد اللہ فیہ من مال حلال بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ من در ویاقوت رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار وفیہ سلیمان بن داؤد الیمامی وھو ضعیف [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے حلال مال سے ایک گھر بنایا اللہ تعالیٰ اس کے لیے موتیوں اور یاقوت سے ایک گھر بنائے گا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سلیمان بن داؤد راوی ضعیف ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من بنی للہ مسجدا لا یرید بہ ریاء ولا سمعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اور اس سے دکھانے اور سنانے کا ارادہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ اس

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۶۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " ، شعب الایمان ج ۳ ص ۷۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] " " " " " ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸، " " "

رواہ الطبرانی فی الاوسط [1]

کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بنی للہ مسجدًا صغیرًا کان او کبیرا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ رواہ الترمذی۔ [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی، چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا، اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن معاذ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن علق فیہ قندیلا صلی علیہ سبعون الف ملك حتی یطفی ذالك القندیل ومن بسط فیہ حصیرا صلی علیہ سبعون الف ملك حتی یتقطع ذالك الحصیر ومن اخرج منہ قزاۃ کان لہ کفلان من الاجر رواہ ابو الفرج فی کتاب العلل [3]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا اور جس نے مسجد میں قندیل لٹکائی تو جب تک وہ قندیل جلتی رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جس شخص نے مسجد میں چٹائی بچھائی تو جب تک وہ چٹائی سالم رہے گی ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے، اور جو آدمی مسجد سے کوئی تنکا نکالے گا اس کو دو اجر ملتے رہیں گے۔

مسجد کو مزین کرنے کا شرعی حکم

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

وامر عمر ببناء المسجد وقال اکن الناس من المطر وایاك ان تحمر او تصفر فتفتن الناس وقال انس یتباھون بھا ثم لا یعمرونھا الا قلیلا وقال ابن عباس لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری [4]

حضرت عمر نے مسجد بنانے کا حکم دیا اور کہا لوگوں کو بارش سے محفوظ رکھو، اور مسجد میں سرخ یا زرد رنگ کرنے سے احتراز کرو کہیں مورد فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، حضرت انس نے کہا تم مسجدوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کرو گے، پھر ان کو بہت کم آباد کرو گے، حضرت ابن عباس نے کہا تم ضرور مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جس طرح یہود اور نصاریٰ نے اپنے معبدوں کو مزین کیا تھا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[3] " " " " " ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۱۲، " " " " "

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام ابن خزیمہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انس کے ساتھ گئے تو صبح کی نماز کے وقت ہمارا ایک مسجد سے گذر ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم اس مسجد میں نماز پڑھ لیں! تو بعض لوگوں نے کہا ہم دوسری مسجدوں میں جائیں گے تب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے اور ان کو بہت کم آباد کریں گے، اور امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ مسجد بنانے میں ایک دوسرے پر فخر نہیں کریں گے قیامت قائم نہیں ہوگی۔ امام ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مساجد کو بلند اور مضبوط بناؤں، علامہ طیبی نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ مساجد کو مزخرف کرنے کے لیے مجھے ان کو مضبوط بنانے کا حکم نہیں دیا گیا، زخرفہ کا معنی کسی چیز کو باطل سے مزین کرنا، اور یہاں مراد یہ ہے کہ مساجد کو سونے سے مزین کرنا جیسے یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے گرجوں کو مزین کر لیا، محی السنہ نے کہا اب تم بھی ریاکاری کے لیے مساجد بناتے ہو اور ایک دوسرے پر فخر کرنے کے لیے مساجد کی تزئین کرتے ہو، ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا اور مسجد کی تزئین اور آرائش کرنا مکروہ ہے اور ہمارے بعض فقہاء نے جو یہ کہا ہے کہ مسجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے اور مال وقف سے مسجد کی تزئین کرنا جائز نہیں ہے، اور جو شخص مال وقف سے مسجد کی تزئین کرے گا اسے اس کا تاوان دینا ہوگا خواہ وہ مسجد کا متولی ہو یا کوئی اور، میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مسجد کی تزئین اور آرائش کرے تو یہ پھر بھی مکروہ ہے کیونکہ نمازی کی توجہ اس زینت میں مشغول ہوگی اور یہ اپنے مال کو غلط طریقہ سے استعمال کرنا بھی ہے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن نافع ان عبد اللہ اخبرہ ان المسجد کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبنیا باللبن وسقفہ بالجرید وعمدہ خشب النخل فلم یزد فیہ ابوبکر شیئا و زاد فیہ عمر وبناہ علی بنیانہ فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باللبن و الجرید واعاد عمدہ خشبا ثم غیرہ عثمان فزاد فیہ زیادۃ کثیرۃ وبنی جدارہ بالحجارۃ المنقوشۃ والقصۃ وجعل عمدہ من حجارۃ منقوشۃ وسقفہ بالساج۔ [2]

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد (نبوی) اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنی تھی اور اس کے ستون کھجور کے تنے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں اسی نہج پر اضافہ کیا جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں وہ بنی ہوئی تھی، اینٹوں اور شاخوں سے اس کو بنایا اور درخت کے تنوں سے ستون بنائے، پھر حضرت عثمان

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۶ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

نے اس میں تبدیلی کی اور بہت اضافہ کیا انھوں نے نقشین پتھروں اور چونے سے اس کی دیواریں بنائیں اور نقشین پتھروں سے ہی اس کے ستون بنائے اور ساگوان کی لکڑی سے اس کی چھت بنائی۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مساجد کی تعمیر میں میانہ روی اختیار کرنا چاہیے اور فخر اور ریاکاری کے خدشہ سے ان کی تعمیر میں مبالغہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کثرت فتوحات اور مال و دولت کی فراوانی کے باوجود، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنائی ہوئی مسجد میں کوئی تبدیلی نہیں کی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں وسائل کی اور بھی زیادہ فراوانی تھی، اس کے باوجود انھوں نے صرف اتنا کیا کہ نقشین پتھروں اور چونے سے دیواریں بنائیں اور ساگوان کی لکڑی کی چھت بنائی، انھوں نے مسجد بنانے میں سادگی سے اسی وجہ سے کام لیا کہ ان کو علم تھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں تزخرف اور زیب و زینت ناپسند ہے اور تاکہ بعد کے لوگ میانہ روی، کفایت شعاری اور زہد میں ان کی پیروی کریں۔ سب سے پہلے جس شخص نے مسجد کو مزین کیا وہ ولید بن عبدالملک بن مروان تھا، یہ اواخر صحابہ کا دور تھا اور اکثر علماء نے فتنہ کے خوف سے اس پر سکوت کیا، ابن المنیر نے کہا ہے کہ اب جب کہ لوگ اپنے گھروں کو مضبوط اور زیب و زینت سے بناتے ہیں تو مستحب یہ ہے کہ مساجد کو بھی خوب صورتی اور زینت سے بنایا جائے تاکہ لوگوں کی نظروں میں مساجد کی وقعت کم نہ ہو، بعض علماء (علامہ ابن حجر) نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر بیت المال سے صرف نہ کیا جائے اور مساجد کی تعظیم کے قصد سے مساجد کو مزین اور مضبوط بنایا جائے تو اس کی رخصت ہے (علامہ عینی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک یہ مکروہ ہے اور جن بعض فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مساجد میں نقش و نگار بنانا مباح ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اس کا ترک اولیٰ ہے۔ [1]

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

لا باس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب والصرف الى الفقراء افضل كذا فى السراجيه - وعليه الفتوى كذا فى المضمرات وهكذا فى المحيط - واما التجصيص فحسن لانه احكام للبناء كذا فى الاختيار شرح المختار - وكره بعض مشائخنا النقوش على المحراب و حائط القبلة لان ذلك يشغل قلب المصلى وذكر الفقيه ابو جعفر رحمه الله تعالى فى شرح

مسجد کو چونے، ساگوان اور سونے کے پانی سے منقش کرنا جائز ہے، اور فقراء پر خرچ کرنا زیادہ افضل ہے اسی طرح سراجیہ میں مذکور ہے، مضمرات میں لکھا ہے اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح محیط میں ہے۔ البتہ چونا کرنا مستحسن ہے کیونکہ اس سے دیواریں مضبوط ہوتی ہیں، اختیار شرح المختار میں اسی طرح لکھا ہے، ہمارے بعض مشائخ نے محراب اور قبلہ کی دیوار میں نقش و نگار بنانے کو مکروہ لکھا ہے، کیونکہ اس سے نمازی کی توجہ بٹتی ہے، فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے السیر الکبیر کی شرح میں لکھا ہے

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۷، ۲۰۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

السیر الکبیر ان نقش الحیطان مکروہ قل او کثر فاما نقش السقف فالقلیل یرخص فیہ والکثیر مکروہ ھکذا فی المحیط۔ واذا جعل البیاض فوق السواد او بالعکس للنقش لا باس بہ اذا فعلہ من مال نفسہ ولا یستحسن من مال الوقف لانہ تضییع کذا فی الاختیار شرح المختار۔ [1]

کہ مسجد کی دیواروں پر نقش و نگار بنانا مکروہ ہیں، کم ہوں یا زیادہ، البتہ چھت پر نقش و نگار بنانے کی اجازت ہے بہ شرطیکہ کم ہوں، اور زیادہ مکروہ ہیں اسی طرح محیط میں ہے نقش و نگار بنانے کے لیے اگر سفید پر سیاہ نقش بنائیں یا اس کے برعکس کریں تو جائز ہے، بہ شرطیکہ اپنے ذاتی مال سے بنائے جائیں اور مالِ وقف سے نقش و نگار بنانا مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرنا ہے، اسی طرح شرح المختار میں ہے۔

علامہ شامی نے بھی الدر المختار، البحر الرائق اور الہندیہ کے حوالوں سے اسی طرح لکھا ہے۔ [2]

ملا علی قاری نے بھی مسجد کے مزین کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ [3]

احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء احناف کی تصریحات کے مطابق مساجد کی زیب و زینت منع ہے، تاہم جن حدود و قیود کے تحت مساجد کو خوب صورت اور پُر وقار بنانے کی اجازت ہے، ان کی روشنی میں کوئی شخص اپنے ذاتی مال سے مساجد کی تعظیم کے جذبہ سے مسجد کو خوب صورت اور عالیشان بنائے تو یہ امر مستحسن ہے، کیونکہ اس زمانہ میں جب لوگ اپنے بنگلوں اور کوٹھیوں کو انتہائی حسین و جمیل بناتے ہیں تو اللہ کا گھر زیادہ لائق ہے کہ اس کو اپنے مکانوں سے زیادہ حسین بنایا جائے، لیکن اس کو اپنی شہرت اور بڑائی کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور نہ اس پر اظہار فخر کیا جائے اور نہ اس پر مال وقف سے خرچ کیا جائے اور دیوار قبلہ اور محراب کو مزین کرنے سے گریز کیا جائے۔

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

مسجد میں مشرک کے دخول کے متعلق کئی مذاہب ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک مسجد میں مشرک کا دخول مطلقاً جائز ہے، امام مالک کے نزدیک مطلقاً منع ہے اور امام شافعی کے نزدیک مسجد حرام میں مشرک کا داخلہ منع ہے اور باقی مساجد میں جائز ہے۔ [4]

امام شافعی کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا۔ (توبہ: ۲۸)

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک

---

[1] ۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۲۰۶۔ ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[4] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۶۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابوحنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مفہوم مخالف سے امام مالک کا قول باطل ہے، یا ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی، اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ [1]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: عام مساجد اور مسجد حرام میں کفار کے دخول کے متعلق پانچ اقوال ہیں:

اہل مدینہ اور مالکیہ نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام ہے، عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ۔ (نور: ۳۶)

اللہ کے ان گھروں میں، جنھیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔

اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے، اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: "ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے"، اور کافر ان نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مسجد کو حائض اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (توبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے، کیونکہ منع کرنے کی علت "نجاست" ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین کے حق میں عام ہے اور اس میں صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا گیا ہے، اور دوسری مساجد میں کفار کا داخل ہونا منع نہیں ہے، اس لیے یہودیوں اور نصرانیوں کا تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، قاضی ابن العربی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مساجد میں ان کے دخول کی ممانعت کی علت شرک اور نجاست بیان کی ہے "انما المشرکون نجس" لہٰذا شرک اور نجاست کے ساتھ کسی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ایک مشرک قیدی ثمامہ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں باندھ دیا تھا اور ہر چند کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن ہمارے علماء نے اس کے چند جوابات دیے ہیں:

۱۔ ثمامہ کا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے۔

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ ثمامہ مسلمان ہو جائیں گے اس لیے آپ نے ان کو باندھنے کا حکم دیا۔

۳۔ یہ ایک خاص جزئی واقعہ ہے اور ہم نے جو دلائل ذکر کیے وہ قواعد کلیہ ہیں، اور یہ جزئی واقعہ ان کی کلیت توڑنے کی صلاحیت

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۱۹-۴۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۰ھ۔

نہیں رکھتا۔ (یعنی اس کو حضور کی یا ثمامہ کی خصوصیت پر محمول کیا جائے گا۔)

۴۔ آپ نے ثمامہ کو مسجد میں اس لیے باندھا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نماز اور ان کی جماعت کا حسن دیکھ لیں، اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کا مشاہدہ کر لیں اور مسلمانوں کے طریقہ سے مانوس ہو کر مسلمان ہو جائیں اور ایسا ہی ہو گیا۔

۵۔ اس وقت ان کو باندھنے کے لیے مسجد کے علاوہ اور کوئی جگہ میسر نہیں تھی۔

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کو مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے اور مسجد حرام میں صرف مشرکین اور بت پرستوں کو داخل ہونے سے منع کیا جائے گا، ہم نے جو دلائل ذکر کیے ہیں ان سے یہ قول بالکلیہ مردود ہے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذمیوں کا تمام مساجد میں بلاضرورت داخل ہونا بھی جائز ہے اور امام شافعی نے کہا ہے کہ عام مساجد میں ذمیوں کا ضرورت کی بناء پر دخول جائز ہے اور مسجد حرام میں ضرورت کی وجہ سے بھی جائز نہیں ہے۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا تمام حرم قبلہ اور مسجد ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام (بنی اسرائیل: ۱) "وہ ہر عیب سے پاک ہے جو اپنے (مقدس) بندے کو رات کے ایک قلیل وقت میں مسجد حرام سے لے گیا" حالانکہ آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے معراج کرائی گئی تھی، اس لیے کافروں کو پورے حرم میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

قتادہ نے یہ کہا ہے کہ ذمی اور مسلمان کے کافر غلام کے سوا کسی مشرک کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مسجد کے قریب کوئی مشرک نہ جائے، ہاں غلام یا لونڈی کا کسی ضرورت سے جانا جائز ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ [1]

علامہ حطاب مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک نے کفار کو جمیع مساجد اور حرم میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز، قتادہ اور مزنی کا بھی یہی قول ہے [2]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور طاہر بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان مشرکوں کو مسجد حرام سے دور رکھیں جو باعتبار دین کے نجس ہیں اور اس آیت کے نزول کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی، اسی وجہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سال حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو بھیجا کہ وہ مشرکین میں یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ بیت اللہ کا ننگا طواف کرے گا۔

امام عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے: مشرکین نجس

---

[1] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۱۰۶-۱۰۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ، مواہب الجلیل ج ۳ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ ہوں ماسوا غلام یا اہل الذمہ کے ، اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سال کے بعد ہماری مسجد میں کوئی مشرک نہ داخل ہو ماسوا ذمیوں اور ان کے خادموں کے ، اور امام اوزاعی نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے یہ حکم لکھا کہ یہود اور نصاری کو مسلمانوں کی مساجد میں داخل ہونے سے منع کرو ، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قول " انما المشرکون نجس " کی پیروی کی ، عطا نے کہا کہ حرم پورا مسجد ہے ، کیونکہ قرآن مجید میں ہے : اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے" اور یہ آیت کریمہ مشرک کی نجاست پر دلالت کرتی ہے ، باقی جمہور کا موقف یہ ہے کہ مشرک کا بدن اور اس کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا طعام حلال کر دیا ہے ، اور بعض ظاہریہ (غیر مقلدین) کا مسلک یہ ہے کہ ان کا بدن نجس ہے ، ابن جریر نے حسن بصری سے روایت کیا ہے جو ان سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے ۔ [1]

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا ۔ (توبہ : ۲۸)

مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں ۔

اور غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے ، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا ۔ اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے ، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عمیر بن وہب آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوتے (اور جب بھی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتا دیا کہ کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا ۔

اور دوسری روایت ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوموسیٰ حضرت عمر کے پاس گئے ۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا ، حضرت عمر نے کہا اس کے لکھنے والے کو بلاؤ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر سنائے ، حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا ، حضرت عمر نے پوچھا : کیوں ؟ حضرت ابوموسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے ، اس اثر میں یہ دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے ، نیز جنابت ، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بہ طریق اولیٰ مانع ہوگا ۔ [2]

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق علمائے احناف کا نظریہ

قرآن مجید میں ہے :

---

[1] ۔ حافظ ابوالفداء عماد الدین بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۸۳ - ۳۸۱ ، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ، ۱۳۸۵ھ

[2] ۔ علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ ، المغنی ج ۹ ص ۲۸۷ - ۲۸۶ ، ملخصاً مطبوعہ دارالفکر بیروت ، ۱۴۰۵ھ

یا ایھا الذین اٰمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھٰذا ج وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ط ان اللہ علیم حکیم۔ (توبہ ۲۸)

اے ایمان والو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ سب مشرک ناپاک ہیں، تو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ ہوں اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتا، البتہ ذمی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ ——— کی پیروی کے لیے حاکم کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کہ ذمی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں اوّل یہ کہ یہ آیت غیر ذمی مشرکین کے لیے ہے جو کہ مشرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذمی نہیں ہو سکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں، اسلام یا تلوار! دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابوبکر نے حج کیا تو اس سال حضور نے حضرت ابوبکر کے ساتھ حضرت علی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا، تو کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا "تو اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ حج کے موسم میں بہ کثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ مشرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اور اس معنی کی مزید تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ مشرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں وقوف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں ہی کیے جاتے ہوں، اور ذمیوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں مشرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے میں متحقق ہو سکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوایا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہ (غیر ذمی مشرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (آٹھ ہجری میں) فتح مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت

نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابوبکر صدیق امیر حج بن کر گئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی، اور ابوسفیان فتح مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے، اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن یثیع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا دی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اسی طرح حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرم میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے" اس حدیث میں آپ نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی، اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی نے بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے:

عن جابر بن عبداللہ یقول فی قولہ تعالیٰ (انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام) الا ان یکون عبدا او واحدا من اھل الذمۃ۔

حضرت جابر بن عبداللہ اس آیت "مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

یہ روایت حضرت جابر سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح مروی ہے۔ [1]

علامہ آلوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے: "اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا" اور تنگ دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا۔ اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔ [2]

---

[1] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی، متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اہل کتاب کا مساجد میں داخل ہونا جائز اور غیر اہل کتاب (یعنی بت پرست مشرک) کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو امام احمد نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل مسجدنا ھذا بعد عامنا ھذا مشرك الا اھل العھد وخدمھم[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک داخل نہ ہو البتہ ذمی اور ان کے خادم داخل ہو سکتے ہیں۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

امام محمد نے فرمایا: زہری سے منقول ہے کہ ابوسفیان بن حرب صلح کے لیے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور اس وقت وہ کافر تھے، البتہ یہ مسجد حرام میں ناجائز ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام (توبہ: ۲۸)

مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

جب قریش مکہ نے خود عہد شکنی کی اور ان کو یہ خوف ہوا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف جنگ کریں گے تو تجدید عہد کے لیے ابوسفیان مدینہ منورہ گئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے، یہ ہمارے امام مالک کے خلاف دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ مشرک کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، نیز جب ثقیف کا وفد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا آپ سے عرض کیا گیا وہ تو نجس ہیں، آپ نے فرمایا زمین پر ان کی کوئی نجاست نہیں لگے گی، امام شافعی نے زہری کی (مذکور الصدر) حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا مشرکین کو صرف مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا، البتہ ہمارے نزدیک مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا جائے گا نہ دوسری مساجد سے اور اس حکم میں حربی اور ذمی دونوں برابر ہے اور اس آیت کا یہ جواب ہے کہ مشرکین جس طرح زمانہ جاہلیت میں برہنہ طواف کرتے تھے ان کو اس طرح مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے اور یہ جو فرمایا کہ وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اس کا مطلب ہے کہ وہ مسجد حرام کی تعمیر، دیکھ بھال اور انتظام وانصرام کے قریب نہ جائیں اور ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد حرام کی تعمیر، نگہداشت اور اس کا انتظام کسی حال میں کفار کے لیے جائز نہیں ہے اور انھیں اس پر قدرت دینا جائز نہیں ہے۔ [2]

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

ذمی کا مسجد میں داخل ہونا مطلقاً جائز ہے، امام مالک اس کو مطلقاً مکروہ کہتے ہیں، اور امام محمد، امام شافعی اور امام احمد مسجد حرام میں داخل ہونے کو مکروہ کہتے ہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں نہی تحریمی ہے تکلیفی نہیں ہے اور فقہاء احناف نے مشرکین کے مسجد سے گذرنے کو جائز کہا ہے خواہ وہ جنبی ہوں، اور لا یقربوا کا معنی ہے کہ اس سال کے بعد مشرکین برہنہ ہو

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، شرح سیر کبیر ج ۱ ص ۲۸ - ۲۷، مطبوعہ المکتبۃ للشورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۹۷۰ء

کر حج یا عمرہ نہ کریں، امام بخاری، اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اس سورت کے مطابق یہ اعلان کیا کہ اس سال (نو ہجری) کے بعد کوئی مشرک حج کرے اور نہ ننگا طواف کرے۔ [1]

علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لایقربوا المسجد الحرام "مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں" سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی تکوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نہی کو تکوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ [2]

مسجد میں سُترہ کی بحث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی صالح السمان قال رایت ابا سعید الخدری فی یوم جمعة یصلی الی شیء یستره من الناس فاراد شاب من بنی ابی معیط ان یجتاز بین یدیه فدفع ابو سعید فی صدره فنظر الشاب فلم یجد مساغا الا بین یدیه فعاد یجتاز فدفعه ابو سعید اشد من الاولی فنال من ابی سعید ثم دخل علی مروان فشکا الیه ما لقی من ابی سعید و دخل ابو سعید خلفه علی مروان فقال مالك و لابن اخیك یا ابا سعید قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اذا صلی احدکم الی شیء یستره من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیه فلیدفعه فان ابی فلیقاتله فانما هو شیطان۔ [3]

ابو صالح سمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا جمعہ کے دن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک سترہ قائم کر کے نماز پڑھ رہے تھے، بنو ابو معیط کے ایک جوان نے ان کے سامنے سے گذرنا چاہا تو حضرت ابو سعید خدری نے اس کے سینہ پر مار کر روکا، اس جوان نے دیکھا تو اسے ان کے آگے سے گذرنے کی اور کوئی جگہ نظر نہیں آئی وہ دوبارہ گذرنے کے لیے لوٹا، حضرت ابو سعید نے اس کو پہلے کی بہ نسبت زیادہ زور سے دھکا دیا، اس جوان کو حضرت ابو سعید پر غصہ آیا اس نے مروان کے پاس جا کر حضرت ابو سعید کی شکایت کی، حضرت ابو سعید بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس چلے گئے، مروان نے کہا: اے ابو سعید آپ کے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان کیا مناقشہ ہوا، حضرت ابو سعید نے کہا میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جب تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے اور پھر کوئی اس کے آگے سے گذرنا چاہے تو وہ اس کو دفع کرے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار ج ۵ ص ۳۴۱-۳۴۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۶ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۴۱-۳۴۰، " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

عن ابی جھیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرا لہ من ان یمر بین یدیہ قال ابوالنضر لا ادری اقال اربعین یوما او شھرا او سنۃ۔ [1]

حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کو کتنا عذاب ہوگا تو اس کے لیے چالیس تک ٹھیرنا نمازی کے آگے سے گذرنے سے بہتر ہو۔ ابوالنضر نے کہا مجھے معلوم نہیں چالیس دن کہا یا چالیس ماہ یا چالیس سال۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی کے آگے سترہ قائم کرنے کے متعلق تین قول ہیں: (۱) امام احمد نے کہا سترہ قائم کرنا واجب ہے کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ بغیر سترہ قائم کیے نماز نہ پڑھو، اور کسی کو اپنے سامنے سے گذرنے نہ دو۔ (۲) امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک نے کہا سترہ قائم کرنا مستحب ہے۔ (۳) امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ سترہ کو ترک کرنا مستحب ہے۔ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اصل میں سترہ مستحب ہے اور اس میں چند مباحث ہیں:

سترہ کا حکم

۱۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سترہ مستحب ہے اور امام احمد کے نزدیک واجب ہے۔

(۲) نمازی کے سامنے کتنی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے؟ شمس الائمہ سرخسی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں کا مختار یہ ہے کہ نمازی کے سجدہ کی جگہ سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو یا تین صفوں کی مقدار سے گذرنا مکروہ ہے، ایک قول تین ذراع کا ہے (ایک ذراع تقریباً نصف میٹر کے برابر ہے) ایک قول پانچ ذراع کا ہے اور ایک قول چالیس ذراع کا ہے، امام شافعی اور امام احمد کا قول تین ذراع کا ہے، امام مالک نے کوئی حد معین نہیں کی لیکن اتنی جگہ ہو جس میں نمازی رکوع اور سجود کر رہا ہو اور وہ گذرنے والے کو دفع کرنے پر قادر ہو۔

(۳)۔ جو شخص صحرا میں یا زیر پڑھے اس کے لیے بھی سترہ قائم کرنا مستحب ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز رکھے اگر اسے کوئی چیز نہ ملے تو اپنی لاٹھی گاڑ لے اور اگر اس کے پاس لاٹھی نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے پھر اگر اس کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس کو ضرر نہیں ہوگا۔ امام ابن حبان، امام ابن مدینی اور امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، قاضی عیاض، سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن امیہ اور امام شافعی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، علامہ نووی نے کہا اس میں ضعف اور اضطراب ہے، امام بیہقی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴) سترہ کی مقدار

سترہ کی مقدار کم از کم ایک ذراع تقریباً نصف میٹر ہونی چاہیے، کیونکہ امام نسائی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے سترہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا پالان کے پچھلے ڈنڈے کے برابر ہو۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

(۵)۔ موٹائی میں سترہ کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو تاکہ دیکھنے والے کو دور سے نظر آجائے۔

(۶)۔ نمازی سترہ کے قریب کھڑا ہو، امام بخاری نے حضرت سہل سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مصلے اور نمازی کے درمیان ایک بکری کے گذرنے کی جگہ ہوتی تھی، علامہ قرطبی مالکی نے کہا ہے کہ بکری کے گذرنے کی جگہ کا اعتبار اس وقت ہے جب نمازی کھڑا ہو اور حضرت بلال نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھی تھی تو رکوع اور سجود کے وقت آپ کے اور قبلہ کے درمیان تین ذراع کا فاصلہ تھا، اور امام مالک نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے لیکن سترہ اور نمازی میں اتنا فاصلہ ہو کہ نمازی رکوع اور سجود کر سکے اور اپنے سامنے سے گذرنے والے کو دفع کر سکے، امام شافعی، امام احمد اور عطاء نے کہا ہے کہ تین ذراع کا فاصلہ ہو، امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل اپنے اور سترہ کے درمیان چھ ذراع کا فاصلہ رکھتے تھے۔

(۷)۔ سترہ اپنی دائیں یا بائیں آنکھ کے سامنے رکھے، کیونکہ امام ابوداؤد نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں بھوؤں کے سامنے کرتے اور اس کا قصد نہیں کرتے تھے۔

(۸)۔ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے، امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ بلوغت کے قریب تھے ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منیٰ میں بغیر کسی دیوار کے نماز پڑھا رہے تھے میں بعض صفوں کے آگے سے گدھی پر سوار ہو کر گذرا پھر میں نے گدھی کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور صف میں داخل ہو گیا اور کسی نے مجھ پہ انکار نہیں کیا، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ امام کا سترہ قوم کا سترہ ہوتا ہے۔

(۹)۔ ہمارے فقہاء نے یہ ذکر کیا ہے کہ سترہ کے نصب کرنے کا اعتبار ہے، سترہ کو زمین پر ڈالنے اور خط کھینچنے کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ مقصود آڑ ہے وہ سترہ کو ڈالنے اور خط کھینچنے سے حاصل نہیں ہوتی، شیخ الاسلام نے مبسوط میں لکھا ہے کہ جب زمین نرم ہو تو سترہ کو نصب کر دیا جائے اور جب زمین سخت ہو اور سترہ کو نصب کرنا ممکن نہ ہو تو سترہ کو زمین پر رکھ دیا جائے کیونکہ جس طرح سترہ کو نصب کرنے کی روایت ہے اس کو رکھنے کی بھی روایت ہے لیکن اس کو طولاً رکھا جائے، عرضاً نہ رکھا جائے اور خط نہ کھینچا جائے کیونکہ خط کھینچنا اور نہ کھینچنا برابر ہے کیونکہ وہ دیکھنے والے کو دور سے نظر نہیں آتا، امام شافعی نے کہا اگر نصب کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملے تو طولاً خط کھینچ دے، بعض متاخرین نے اس قول پر عمل کیا ہے، محیط میں ہے یہ قول غلط ہے، قرافی نے ذخیرہ میں لکھا ہے کہ خط باطل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے، علامہ اشہب (مالکی) نے اس کو جائز کہا ہے، سعید بن جبیر، امام اوزاعی اور امام شافعی کا بھی یہی قول ہے، لیکن بعد میں امام شافعی نے خط سے منع کیا، اور حضرت ابوہریرہ کی جس روایت میں خط کھینچنے کا ذکر ہے اس کے متعلق عبدالحق نے کہا ایک جماعت نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حزم نے محلّٰی میں کہا خط کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے اور اس کا قول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ اگر سترہ منصوبہ ہو تو یہ ہمارے نزدیک معتبر ہے اور امام احمد کے نزدیک اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص غصب شدہ کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔

(۱۱)۔ نمازی کے لیے اپنے سامنے سے گذرنے والے کا کیا حکم ہے؟ علامہ نووی نے کہا حضور نے جو فرمایا ہے "اس

کو دفع کرے" یہ امر مستحب اور مؤکد ہے اور میرے علم میں کسی فقیہ نے اس کو واجب نہیں کہا، میں کہتا ہوں کہ اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس کو واجب کہا ہے، علامہ نووی اس اختلاف پر مطلع نہیں ہوئے یا انھوں نے اس اختلاف کو شمار کے قابل نہیں سمجھا، علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ جب نمازی سترہ قائم کر کے نماز پڑھے تو اس پر اتفاق ہے کہ وہ گذرنے والے کو دفع کرے، لیکن جب وہ بغیر سترہ کے نماز پڑھے تو اب اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اب جس جگہ وہ نماز پڑھ رہا ہے وہاں دوسرے کے لیے چلنا اور تصرف کرنا مباح ہے، اس کے لیے منع کرنے کا حق صرف سترہ قائم کرنے کی صورت میں ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(۱۲) نمازی گذرنے والے کو دفع کرنے کے لیے چل کر نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اس کو منع کرے، کیونکہ نماز میں چلنے کا ضرر منع نہ کرنے کے ضرر سے زیادہ ہے، اور جب گذرنے والا اس کی دسترس سے دور ہو تو اشارہ کر کے یا سبحان اللہ کہہ کر اس کو منع کرے، امام الحرمین نے کہا اس کے سینہ پر ملامست سے مار کر اشارہ کرے، علامہ رویانی نے کہا اس کو شدت سے بہ اصرار روکے خواہ اس کو قتل کرنا پڑے، امام مالک اور احمد نے کہا اس کو اتنی شدت سے نہ روکے جس سے نماز ٹوٹ جائے، بعض مالکیہ نے کہا ہے کہ اس کو ٹانگ سے روکے۔

(۱۳) حدیث میں ہے اگر وہ روکنے سے نہ رکے تو اس سے قتال کرے، قاضی عیاض مالکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ نمازی پر ہتھیاروں سے قتال کرنا لازم نہیں ہے، اور نہ اتنی شدت سے روکے جس سے گذرنے والا ہلاک ہو جائے، اور اگر اس کے روکنے سے بالفرض گذرنے والا ہلاک ہو گیا تو اس پر بالاتفاق قصاص نہیں ہے، اور اس کی دیت کے متعلق دو قول ہیں، حدیث میں جو ہے اس سے قتال کرے جمہور کے نزدیک اس کا معنی ہے اس کو زبردستی روکے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قتل کر دے اور اس حدیث سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنا بہت سخت مکروہ ہے۔ [1]

اگر کوئی شخص کسی کھلی جگہ میں یا مسجد میں سترہ قائم کیے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو بظاہر احادیث میں اس کے سامنے سے گذرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کو مشقت سے بچانے اور ان کے لیے آسانی پیدا کرنے کی خاطر مذاہب اربعہ کے فقہاء نے بعض حدود و قیود کے ساتھ کچھ فاصلہ سے اس نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت دی ہے، اب ہم اس مسئلہ کے متعلق فقہاء اربعہ کی آراء پیش کر رہے ہیں:

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

ثم الارجح ما لابن العربی من ان المصلی سواء صلی لسترۃ ام لا لا یستحق زیادۃ علی مقدار ما یحتاجہ لقیامہ و رکوعہ وسجودہ واثم مار بین یدیہ فیما یستحقہ ولہ مندوحۃ۔ [2]

علامہ ابن العربی نے جو کہا ہے وہ زیادہ راجح ہے کہ نمازی سترہ قائم کرے یا نہ کرے، وہ اپنے قیام، رکوع اور سجود کی جگہ کی مقدار سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے اور اس کے سامنے سے گذرنے والا اس وقت گنہ گار ہوگا، جب وہ گنجائش کے باوجود اس جگہ سے گذرے گا۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۹۲-۲۹۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علامہ دسوقی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

اعلم انہ اختلف فی حریم المصلی الذی یمنع المرور فیہ قال ابن ھلال کان ابن عرفۃ یقول ھو ما لا یشوش علیہ المرور فیہ ویحدہ بنحو عشرین ذراعًا ویؤخذ ذٰلک من تحدید مالک حریم البئر بما لا یضر تلک البئر بحفر بئر اخری ثم اختار ما لابن العربی من ان حریم المصلی مقدار ما یحتاجہ لقیامہ ورکوعہ وسجودہ وقیل انہ رمیۃ الحجر او السھم او المضاربۃ بالسیف اقوال۔[1]

نمازی کا وہ حریم (حد) جس میں گذرنا منع ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، علامہ ابن عرفہ نے کہا جتنی مقدار کے بعد سے گذرنے پر نمازی کو تشویش نہ ہو، اور اس کی حد بیس ذراع (دس گز) ہے اور اس کا مانند وہ مقدار ہے جو امام مالک نے ایک کنویں کے آگے دوسرا کنواں کھودنے کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اس کنویں کو نقصان نہ پہنچے، پھر مصنف نے علامہ ابن العربی کے قول کو اختیار کیا کہ نمازی کا حریم اتنی مقدار ہے جتنی جگہ کی اس کو اپنے قیام، رکوع اور سجود کے لیے ضرورت ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ اتنی جگہ ہے جتنی دور پتھر جاتا ہے یا تیر جاتا ہے یا جتنی جگہ تک تلوار جاتی ہے، کئی اقوال ہیں۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ولو لم یکن سترۃ او کانت وتباعد منھا فالاصح: انہ لیس لہ الدفع لتقصیرہ قلت ولا یحرم حینئذ المرور بین یدیہ لکن الاولی ترکہ واللہ اعلم. قال امام الحرمین: والنھی عن المرور والامر بالدفع اذا وجد المار سبیلا سواہ فان لم یجد وازدحم الناس فلا نھی عن المرور، ولا یشرع الدفع وتابع الغزالی امام الحرمین علی ھذا وھو مشکل ففی الحدیث الصحیح فی البخاری خلافہ واکثر کتب الاصحاب ساکتۃ عن تقیید المنع بما اذا وجد سواہ سبیلا۔[2]

اور اگر نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو، یا سترہ تو قائم کیا ہو لیکن وہ اس سے دور کھڑا ہو تو اب اس کے لیے گذرنے والے کو دفع کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تقصیر اس کی جانب سے ہے، میں کہتا ہوں کہ اب اس نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے، لیکن پھر بھی نہ گذرنا اولی ہے واللہ اعلم، امام الحرمین نے کہا ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے کی ممانعت اور گذرنے والے کو دفع کرنے کا حکم اس وقت ہے جب گذرنے والے کے لیے اس جگہ کے سوا اور کوئی گنجائش ہو اور اگر گنجائش نہ ہو اور رش زیادہ ہو تو گذرنے کی ممانعت ہے نہ دفع کرنے کا حکم ہے، اس مسئلہ میں امام غزالی نے بھی امام الحرمین کی رائے کی موافقت کی ہے لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث (یہ حدیث ہم نے اس بحث میں سب سے پہلے

[1] علامہ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ،

ذکر کی ہے) اس کے خلاف ہے، اور اکثر فقہاء نے ممانعت کے ساتھ اس قید کو لگانے سے سکوت کیا ہے، یعنی یہ نہیں کہا کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا اس وقت منع ہے جب گذرنے والے کے لیے نمازی کے سامنے سے گذرنے کے علاوہ کوئی راستہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ میں سے امام غزالی اور امام الحرمین کی رائے یہ ہے کہ جب رش ہو اور کوئی راستہ نہ ہو تو نمازی کے آگے سے گذرنا منع نہیں ہے اور علامہ نووی کے نزدیک بھی جب نمازی نے سترہ قائم نہ کیا ہو یا سترہ نمازی سے بہت دور ہو تو نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اور اکثر فقہاء شافعیہ نے اگرچہ قید نہیں لگائی مگر اس کے خلاف بھی نہیں لکھا۔

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

والتحریم مقید بما اذا لم یقصر المصلی بصلوٰته فی المکان وان کان وقف بقارعة الطریق فلاحرمة بل ولا کراهة کما قاله فی الکفایة اخذا من کلامهم وبما اذا لم یجد المار فرجة امامه والا فلا حرمة بل له خرق الصفوف والمرور بینهما یسد الفرجة کما قاله فی الروضة۔ [1]

نمازی کے آگے سے گذرنے کی تحریم اس وقت ہے جب نمازی نے نماز کی جگہ میں تقصیر نہ کی ہو اگر وہ عام راستہ پر نماز پڑھ رہا ہو، تو اس وقت اس کے آگے سے گذرنا مکروہ تحریمی تو کجا مکروہ تنزیہی بھی نہیں ہے، جیسا کہ کفایہ میں فقہاء کی عبارات سے مستنبط کر کے لکھا ہے اور جب گذرنے والے کے لیے اور کوئی گنجائش نہ ہو اور اس کے سامنے گذرنے کی جگہ نہ ہو، تب بھی ممانعت نہیں ہے بلکہ علامہ نووی نے کہا ہے کہ اگر پہلی صف میں خالی جگہ ہو تو وہ دوسری صف سے گذر کر پہلی صف میں جا سکتا ہے تاکہ خالی جگہ پر ہو۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی اس مسئلہ میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقال الحنابلة وان لم یتخذ سترة حرم المرور فی مسافة بقدر ثلاثة اذرع من قدامه۔ [2]

فقہاء حنابلہ نے کہا ہے کہ اگر نمازی سترہ قائم نہ کرے تو نمازی کے قدم سے لے کر تین ذراع (ڈیڑھ گز) تک گذرنا مکروہ ہے۔

---

[1] علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ڈاکٹر وہبہ زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

ڈاکٹر زحیلی نے یہ عبارت مغنی ج ۲ ص ۲۴۵-۲۴۹ اور کشاف القناع ج ۱ ص ۴۳۹ کے حوالے سے نقل کی ہے، مگر مجھے مغنی ابن قدامہ اور کشاف القناع میں سترہ کی پوری بحث میں یہ عبارت نہیں ملی! واللہ اعلم۔

بغیر سترہ کے نمازی کے آگے سے گذرنے کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب

شمس الائمہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں۔

وحد المرور بين يديه غير منصوص في الكتاب وقيل الى موضع سجوده وقيل بقدر الصفين واصح ما قيل فيه ان المصلي لو صلى بخشوع فالى الموضع الذي يقع بصره على الماء يكره المرور بين يديه وفيما وراء ذلك لا يكره۔ [1]

نمازی کے آگے سے گذرنے کی حد کتاب (کافی یعنی کتب ظاہر الروایۃ کا متن) میں منصوص نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ سجدہ کی جگہ تک حد ہے، ایک قول یہ ہے کہ دو صفوں کی مقدار تک حد ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اگر نمازی خشوع کے ساتھ نماز پڑھے تو جس جگہ تک گذرنے والے پر اس کی نظر پڑے اس جگہ تک گذرنا مکروہ ہے اور اس کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے:

اگر کوئی شخص نمازی کی سجدہ گاہ کے آگے سے گذرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، اور گذرنے والا گنہ گار ہوگا، نمازی کے آگے جس جگہ سے گذرنا مکروہ ہے اس کی حد میں اختلاف ہے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ جگہ نمازی کے قدم سے لے کر اس کی سجدہ گاہ تک ہے۔ (تبیین الحقائق)۔ ہمارے مشائخ نے یہ کہا ہے کہ جب کسی نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گذرنے والا دکھائی نہ دے تو اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔ اور یہی صحیح ہے (خلاصہ) یہ زیادہ صحیح ہے (بدائع صنائع) یہ صحت اور صواب کے مشابہ ہے۔ (نہایہ)۔ یہ صحرا کا حکم ہے اور اگر نمازی مسجد میں ہو اور نمازی اور گذرنے والے کے درمیان انسان یا ستون کی طرح کوئی حائل ہو تو گذرنا مکروہ نہیں ہے اور اگر نمازی اور گذرنے والے کے درمیان کوئی حائل نہ ہو اور مسجد چھوٹی ہو تو جس جگہ سے بھی گذرے گا مکروہ ہوگا، اور بڑی مسجد صحرا کی طرح ہے۔ (کافی)۔ [2]

علامہ بدر الدین عینی [3]، علامہ جلال الدین خوارزمی [4]، علامہ ابو سعود [5]، ملا مسکین [6]

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۱ ص ۱۰۴، مطبوعہ مطبعہ کبری بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[3] علامہ بدر الدین محمود احمد بن عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۸۸۰، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[4] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، حاشیہ ابو سعود علی ملا مسکین ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[6] علامہ معین الدین الہروی ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

علامہ[1] شرنبلالی، علامہ[2] شبلی، علامہ[3] حصکفی، علامہ[4] شامی اور علامہ[5] قہستانی سب نے یہ تصریح کی ہے کہ مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے مطلقاً گذرنا مکروہ ہے اور مسجد کبیر صحراء کی طرح ہے۔ یعنی جب نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو اور اس کو گذرنے والا دکھائی نہ دے تو مسجد کبیر میں اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ نہیں ہے۔

اب یہ بات تحقیق طلب ہے کہ مسجد صغیر اور مسجد کبیر کا مصداق کون سی مسجدیں ہیں، سو اس میں بھی اختلاف ہے، علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه في الجواهر[6]

مسجد صغیر ساٹھ ذراع — (تیس انگریزی گز) سے کم ہوتی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ چالیس ذراع (بیس انگریزی گز) کی ہوتی ہے، جیسا کہ جواہر میں اس طرف اشارہ ہے۔

ملا مسکین[7] اور علامہ شامی[8] نے بھی مسجد صغیر کی اسی تعریف کو اختیار کیا ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے فقہاء نے مسجد کبیر مسجد جامع کو اور مسجد صغیر اس مسجد کو قرار دیا ہے جس میں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

وقال التمرتاشي والاصح ان كان بحال لو صلى صلوة خاشع بصره ولا يقع على المار لا يكره وهذا اذا كان في الصحراء وفي الجامع الذي له حكم الصحراء اما في المسجد فالحد هو المسجد الا ان يكون بينه وبين المار اسطوانة وغيرها ——

علامہ تمرتاشی نے یہ کہا ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (یعنی اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو) اور اس کی نظر گذرنے والے پر نہ پڑے تو اس جگہ سے گذرنا مکروہ نہیں ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب نمازی صحراء میں یا جامع مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو جو صحراء کے حکم میں ہے، لیکن جب وہ عام مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو

---

[1] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، حاشیۃ الدرر والغرر ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبعہ عامرہ شرفیہ مصر، ۱۳۰۴ھ

[2] علامہ شہاب الدین احمد شبلی، حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[3] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[5] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ

[6] " " " ، جامع الرموز ج ۱ ص ۹۰، " " " "

[7] علامہ معین الدین الہروی ملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[8] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[9] " " " ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

وقال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر وان مر عن یحد فی المسجد الجامع فقد قیل بانه یکره والاصح انه لا یکره۔[1]

تو پھر حد وہ مسجد ہے، الا یہ کہ نمازی اور گذرنے والے کے درمیان ستون وغیرہ ہو۔ فخر الاسلام نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے اگر کوئی شخص جامع مسجد میں دور سے گذرا تو ایک قول یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی نے بھی یہی لکھا ہے۔[2]

ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ مسجد کبیر جامع مسجد کو قرار دیا جائے کیونکہ ہمارے عرف میں بڑی مسجد اسی کو قرار دیا جاتا ہے جس میں جمعہ ہوتا ہو اور جس مسجد میں صرف پانچ وقتوں کی نماز ہوتی ہے، اور جمعہ نہیں ہوتا اس کو ہمارے عرف میں مسجد صغیر قرار دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے جب جامع مسجد میں کوئی شخص نمازی کے سامنے سے دو صفوں کے فاصلہ سے گذرے تو اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہیں آئے گا، اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے فاصلہ کے بعد اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گذرے تو یہ مکروہ نہیں ہوگا اور بعض فقہاء نے دو صفوں کا فاصلہ بھی لکھا ہے۔ علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

واختلف فی الموضع الذی یکره المرور فیه منهم من قدره بثلثة اذرع ومنهم بخمسة ومنهم باربعین ومنهم بموضع سجوده ومنهم بمقدار الصفین او ثلاثة۔[3]

نمازی کے سامنے جتنے فاصلہ سے گذرنا مکروہ ہے اس کی مقدار میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے کہا تین ذراع (ڈیڑھ گز) بعض نے پانچ ذراع کہا، بعض نے چالیس ذراع کہا بعض نے سجدہ کی جگہ کہا، بعض نے کہا دو صف اور بعض نے تین صف کی مقدار کہا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحراء اور مسجد کا فرق کیے بغیر نمازی کے آگے سے گذرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی، ہمارے فقہاء نے امت کی سہولت اور دین میں یسر کی خاطر اس مسئلہ میں اجتہاد کیا اور مسلمانوں کی آسانی کے لیے مذکور الصدر آراء تلاش کیں، ہم نے ان احادیث میں غور کیا تو ہم نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے سے اس کی نماز میں خلل ہوگا اور اس کی توجہ بٹے گی اس لیے فقہاء کرام نے یہ کہا کہ جب کوئی شخص اتنے فاصلہ سے نمازی کے آگے سے گذرے کہ اگر نمازی کی نظر سجدہ گاہ پر ہو تو اس کو گذرنے والا نظر نہ آئے تو اس کا گذرنا مکروہ نہیں ہے، اور اس مسئلہ میں صحراء مسجد کبیر یا مسجد صغیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے اس لیے ہر جگہ نمازی کے آگے سے گذرنے کا یہی حکم ہونا چاہیے لیکن چونکہ مسجد صغیر کی بہ نسبت مسجد کبیر اور صحراء یا میدان یا کسی بھی کھلی جگہ میں لوگوں کے زیادہ دشواری میں مبتلاء ہونے کا خدشہ ہے اس لیے فقہاء کرام نے یسر کی اس رعایت کو وہاں لاگو کیا ہے جہاں یسر کی واقعی

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۷۸۸، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] 〃 〃 〃 ، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۴، 〃 〃

ضرورت ہے اور مسجد صغیر جہاں نمازیوں کا زیادہ رش نہیں ہوتا وہاں اس حکم کو اپنی اصل پر برقرار رکھا ہے۔

اور جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ فقہاء نے مسجد کبیر کی دو تعریفیں کی ہیں لیکن میرے نزدیک علامہ ترتاشی اور فخر الاسلام علامہ بزدوی کی تعریف زیادہ واضح اور عرف کے مطابق ہے جس کا علامہ عینی اور علامہ خوارزمی نے ذکر کیا ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہ مسجد کبیر ہے اور دو صفوں کے بعد خشوع سے نماز پڑھنے والے کو گذرنے والا دکھائی نہیں دیتا اس لیے جامع مسجد میں دو صفوں کے بعد نمازی کے آگے سے گذرنا جائز ہے تاہم دو صفوں کی مقدار حتمی اور قطعی حد نہیں ہے نمازیوں کی نظر کے جمنے کے اعتبار سے یہ مقدار کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔

ہمارے فقہاء نے مسجد کبیر میں نمازی کے آگے سے بغیر سترہ کے گذرنے کی جو اجازت دی ہے اس کا منشا یہ روایات ہیں:

علامہ ابن قدامہ بیان کرتے ہیں:

روی کثیر بن کثیر بن المطلب عن ابیه عن جده المطلب قال: رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی حیال الحجر والناس یمرون بین یدیه، رواه الخلال باسناده، وروی الاثرم باسناده عن المطلب: قال رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا فرغ من سعیه جاء حتی یحاذی الرکن یمنه وبین السقیفة فصلی رکعتین فی حاشیة المطاف ولیس بینه وبین الطواف احد فقال ابن ابی عمار: رایت ابن الزبیر جاء یصلی والطواف بینه وبین القبلة تمر المراة بین یدیه فینظرها حتی تمر ثم یضع جبهته فی موضع قدمها رواه حنبل فی کتاب المناسك۔[1]

کثیر بن کثیر بن المطلب اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجر اسود کے بالمقابل نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، اور لوگ آپ کے سامنے سے گذر رہے تھے اس حدیث کو خلال نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اثرم نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ مطلب نے کہا میں نے دیکھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعی سے فارغ ہوئے تو چبوترے اور رکن کے بالمقابل کھڑے ہو گئے اور آپ نے مطاف کے ایک کنارے پر دو رکعت نماز پڑھی، اور آپ کے اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی چیز نہیں تھی، اور ابن ابی عمار نے کہا میں نے حضرت ابن الزبیر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے اور قبلہ کے درمیان لوگ طواف کر رہے تھے، عورت ان کے سامنے سے گذرتی وہ اس کا انتظار کرتے حتی کہ وہ گذر جاتی، پھر وہ اپنی پیشانی اس کے پیروں کی جگہ رکھتے، اس کو حنبل نے کتاب المناسک میں روایت کیا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں فقہاء اسلام نے مسلمانوں کی دشواری اور مشکلات کے پیش نظر دین میں یسر اور آسانی پیدا

---

[1] علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

کرنے کے لیے کھلی جگہ اور مسجد کبیر میں بعض حدود وقیود کے ساتھ بغیر سترہ کے نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے کی اجازت دی ہے۔ تاہم بڑی حیرت کی بات ہے کہ بعض علماء نے اس رعایت کو صرف خوارزم کی مسجد اور جامع قدس کے ساتھ محدود کر دیا ہے اور ان کے علاوہ دنیا کی تمام مساجد کو (بشمول مسجد حرام اور مسجد نبوی) کو مسجد صغیر قرار دیا ہے اور ان تمام مساجد میں نمازی کے آگے سے گذرنے کی اجازت نہیں دی اور تمام مسلمانوں کو عسر میں مبتلاء کیا ہے، لکھتے ہیں: ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔ باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول عرض میں سو سو گز ہوں۔ (انتھی)

یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ کسی زمانہ میں خوارزم میں کوئی مسجد سولہ ہزار ستونوں پر بنی ہوئی تھی، میں نے خوارزم کی تاریخ کو پڑھا اس میں ایسی عجوبہ روزگار مسجد کا ذکر نہیں ہے، خوارزم کی سب سے اہم عمارت محمد امین متوفی ۱۸۵۵ء کے دور کی یادگار "نیلا مینار" ہے جو ۱۶۰ فٹ سے زیادہ بلند ہے نیز سولہ ہزار ستونوں پر کسی عمارت کا بنانا ویسے بھی عقلاً مستبعد اور عادتاً محال ہے اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اگر یہ بات مان لی جائے کہ مسجد خوارزم اور مسجد قدس، مسجد کبیر ہیں اور دنیا کی باقی تمام مساجد صغیر ہیں تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ فقہاء نے اجتہاد کر کے نمازی کے آگے سے گذرنے کا جو حل پیش کیا ہے وہ صرف ان دو مسجدوں کے لیے ہے اور باقی دنیا کے مسلمان اس اجتہاد کے ثمرہ اور یسر سے محروم ہیں اور وہ بدستور مشکلات اور دشواری میں مبتلاء رہیں گے۔ فیا للعجب!

نمازی کے آگے سے گذرنے کے مسئلہ میں چونکہ اکثر مسلمان تشویش میں مبتلاء رہتے ہیں اور مذاہب اربعہ کے فقہاء اور خصوصاً فقہاء احناف نے اس مسئلہ کا جو حل پیش کیا ہے وہ اکثر اور بیشتر علماء کی دسترس سے باہر ہے اس لیے میں نے عام مسلمانوں اور علماء کی سہولت کی خاطر اس مسئلہ کے حل کو تفصیل سے پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔ (آمین)۔

مسجد میں سوال کرنے والے کو دینے کی تحقیق

شرح صحیح مسلم کی جلد ثانی اور جلد خامس میں ہم نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق اختصار سے لکھا تھا، مجھے بعض احباب نے فرمائش کی اس کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے، قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا جائز ہے بعض فقہاء نے مسجد میں سائل کے دینے کو مکروہ کہا ہے اور بعض فقہاء نے یہ قید لگائی ہے کہ اگر سائل نمازیوں کی گردنیں نہ پھلانگے ان کے آگے سے نہ گذرے اور بلاضرورت اور گڑگڑا کر سوال نہ کرے تو اس سائل کو مسجد میں دینا جائز ہے، ہمارے نزدیک یہی قول مختار ہے، کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں سوال کرنے والے اور دینے والے دونوں کے لیے آسانی ہے۔

پہلے ہم اس مسئلہ کے ثبوت میں قرآن مجید کی آیت اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات پیش کریں گے اس کے بعد احادیث کو ذکر کریں گے اور پھر فقہاء کے اقوال بیان کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر قرآن مجید اور مذاہب اربعہ کے مفسرین کی عبارات سے استدلال

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ (مائدہ ۵:۵۵)

تمہارا دوست صرف اللہ ہے اور اس کا رسول ہے، اور ایمان والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ (صدقہ) دیتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان سائلا سال فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعطہ احد شیئا وکان علی فی الصلوٰۃ فی الرکوع وَفی یمینہ خاتم فاشار الی السائل بیدہ حتی اخذہ قال الکیا الطبری وھٰذا یدل علی ان العمل القلیل لا یبطل الصلوٰۃ۔[1]

ایک سائل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی شخص نے نہیں دیا، اس وقت حضرت علی نماز کی حالت رکوع میں تھے اور آپ کے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی تھی، آپ نے ہاتھ کے اشارے سے وہ انگوٹھی اس کو دے دی، اور سائل نے اس کو لے لیا، علامہ الکیا طبری نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عمل قلیل نماز کو باطل نہیں کرتا۔

امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

روی عن ابی ذر رضی اللہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما صلوٰۃ الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد فرفع السائل یدہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت فی مسجد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فما اعطانی احد شیئا وعلی علیہ السلام کان راکعا فاومأ الیہ بخنصرہ الیمنی وکان فیھا خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث۔[2]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، ایک شخص نے مسجد میں سوال کیا، اس کو کسی نے نہیں دیا، سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے یہ کہا: اے اللہ! تو گواہ ہو جا! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا اور مجھ کو کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علی علیہ السلام اس وقت نماز کی حالت رکوع میں تھے انھوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کی طرف اشارہ کیا، جس میں انگوٹھی تھی، سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی لے لی، ——— نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ رہے تھے، آپ نے حضرت علی کے لیے کلمات ثناء فرمائے اور پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی نے بہ کثرت حوالوں سے اسی حدیث کا ذکر کیا ہے۔[3]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۲۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۴، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ

علیہ وسلم الی المسجد والناس یصلون بین راکع وساجد وقائم وقاعد واذا مسکین یسئل، فدخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اعطاک احد شیئا قال نعم قال لمن قال ذلک الرجل القائم قال علی ای حال اعطاکہ قال وھو راکع قال وذلک علی بن ابی طالب قال فکبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند ذلک۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے تو لوگ نماز پڑھ رہے تھے کچھ رکوع میں تھے اور کچھ سجدے میں، کچھ قیام میں اور کچھ قعدہ میں، اس وقت ایک مسکین سوال کر رہا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: تم کو کسی نے کچھ دیا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا: کس نے؟ اس نے کہا اس شخص نے جو قیام میں ہے، فرمایا کس حالت میں دیا ہے، کہا رکوع کی حالت میں، یہ حضرت علی بن ابی طالب تھے، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا: اللہ اکبر!

علامہ خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

اخرجھا الحاکم وابن مردویۃ وغیرھما عن ابن عباس رضی اللہ عنھما باسناد متصل قال اقبل ابن سلام ونفر من قومہ امنوا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون ھذا المجلس وان قومنا لما راونا امنا باللہ ورسولہ وصدقناہ رفضونا وآلوا علی انفسھم ان لا یجالسونا ولا یناکحونا ولا یکلمونا فشق ذلک علینا فقال لھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما ولیکم اللہ ورسولہ ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج الی المسجد والناس بین قائم وراکع فیصر بسائل فقال ھل اعطاک احد شیئا فقال نعم خاتم من فضۃ فقال من اعطاکہ فقال ذاک القائم واومأ بیدہ الی علی رضی اللہ عنہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ای حال اعطاک فقال وھو راکع فکبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتلا ھذہ الآیۃ۔ [2]

امام حاکم اور امام ابن مردویہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابن سلام اور ان کی قوم کے چند لوگ اسلام لے آئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے گھر دور ہیں اور اس مجلس کے سوا ہماری اور کوئی مجلس نہیں ہے، اور جب ہماری قوم یہ دیکھے گی کہ ہم اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ ہم کو چھوڑ دیں گے، اور وہ ہمارے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، بات کرنا اور نکاح کرنا ترک کر دیں گے اور یہ چیز ہم پر دشوار ہوگی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول ہے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے وہاں لوگ نماز کے قیام اور رکوع میں تھے، پھر آپ نے ایک سائل کو دیکھا، آپ نے فرمایا تم کو کسی نے کچھ دیا، اس نے کہا ہاں، ایک چاندی کی انگوٹھی، آپ نے فرمایا وہ کس نے دی ہے؟ اس نے کہا اس نمازی نے، اور حضرت علی کی طرف اشارہ کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس حال میں دی تھی؟ اس نے کہا رکوع میں دی تھی، آپ نے اللہ اکبر کہا اور پھر اس آیت کی تلاوت کی۔

---

[1] حافظ عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۵۹۸-۵۹۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، عنایۃ القاضی ج ۳ ص ۲۵۷، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۳ھ

علامہ آلوسی حنفی نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔[1]

علامہ نسفی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والآیۃ تدل علی جواز الصدقۃ فی الصلوٰۃ وعلی ان الفعل القلیل لا یفسد الصلوٰۃ۔[2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ نماز میں صدقہ کرنا جائز ہے اور عمل قلیل مفسد نماز نہیں ہوتا۔

مسجد میں سائل کو دینے کے جواز پر احادیث سے استدلال

امام ابو داؤد سند جید کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل فیکم احد اطعم الیوم مسکینًا فقال ابو بکر دخلت المسجد فاذا انا بسائل یسأل فوجدت کسرۃ خبز فی ید عبد الرحمٰن فاخذتھا منہ فدفعتھا الیہ۔[3]

حضرت عبد الرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا میں مسجد میں داخل ہوا تو وہاں ایک سائل سوال کر رہا تھا میں نے عبد الرحمان کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا میں نے اس سے وہ ٹکڑا لے کر اس سائل کو دے دیا۔

امام حاکم نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بیان کر کے لکھا ہے:

ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔[4]

یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔[5]

بعض علماء نے لکھا ہے کہ دخلت سے مراد ارادہ دخول ہے یعنی میں مسجد میں داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے ایک سائل ملا اور ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسا کہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ سے ارادہ قیام مراد ہے، پس اس تقدیر پر یہ واقع مسجد کا نہ ہوا اور استدلال صحیح نہ ہوا۔

مصنف کہتا ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ میں تو ارادہ کے حذف پر یہ قرینہ ہے کہ نماز میں قیام بغیر وضو کے جائز نہیں ہے اس لیے اس آیت کا معنی ہے "جب تم نماز میں قیام کا ارادہ کرو تو وضو کرو" کیونکہ یہ معنی صحیح نہیں ہے کہ "جب تم نماز میں قیام کرو تو وضو کرو"، اور جب اس حدیث میں ارادہ کو محذوف مانے بغیر معنی صحیح ہے اور شرعاً درست ہے تو پھر بلا دلیل اور بلا قرینہ مجاز بالحذف کا کیا جواز ہے؟ یہ تو مرزائیوں والا استدلال ہے کہ جب لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ میں لا نفی کمال کے لیے ہے تو پھر لا نبی بعدی میں بھی لا نفی کمال کے لیے

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ ابو البرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۱ ص ۵۰۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۳۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[5] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۱ ص ۴۱۲، " " " "

ہے! علاوہ ازیں علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں سوال کرنے والے پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے نظریات

علامہ ابراہیم حلبی حنفی لکھتے ہیں:

وعلم مما تقدم حرمة السوال فی المسجد لانه کنشدان الضالة والبیع ونحوه وکراهة الاعطاء لانه یحمل السوال وقیل لا اذا لم یتخط الناس ولم یمر بین یدی مصل والاول احوط۔ [1]

گذشتہ عبارت سے یہ معلوم ہوگیا کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے، کیونکہ یہ گم شدہ چیز اور بیع کے لیے آواز لگانے کی مثل ہے اور اس کو دینا بھی مکروہ ہے کیونکہ دینا سوال پر برانگیختہ کرتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ سوال کرنا مکروہ نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔ اور پہلے قول میں زیادہ احتیاط ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی نے مسجد میں سائل کو دینے کے متعلق فقہاء احناف کے دو قول ذکر کیے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ سائل کو دینا مکروہ ہے، بہار شریعت میں اسی قول اختیار کرکے سائل کے دینے کو منع لکھا ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور نمازیوں کے آگے سے نہ گذرے تو اس کو دینا بلا کراہت جائز ہے، کیونکہ یہ قول قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور اس میں مسلمانوں کے لیے آسانی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دین آسان ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

یکرہ اعطاء السائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن مواهب الرحمان لان علیا تصدق بخاتمه فی الصلوٰة فمدحه الله بقوله ویؤتون الزکوٰة وهم راکعون۔ [2]

مسجد میں سائل کو دینا مکروہ ہے، ہاں اگر وہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے تو پھر قول مختار کے مطابق وہ مکروہ نہیں ہے، اسی طرح "اختیار" اور "مواہب الرحمان" میں مذکور ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز کی حالت میں انگوٹھی صدقہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل کی "جو لوگ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔

علامہ ابن عابدین شامی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

قال فی الاختیار فان کان یمر بین یدی المصلین ویتخطی رقاب الناس یکرہ لانه

"اختیار" میں یہ مذکور ہے کہ اگر سائل نمازیوں کے سامنے سے گذرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے

---

[1] ۔ علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۵۶۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[2] ۔ علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

اعانة علی اذی الناس حتی قیل ھٰذا فلس لایکفرہ سبعون فلسا اھ قال ط فالکراھة للتخطی الذی یلزمہ غالبًا الایذاء و اذا کانت ھنالك فرجة یمر منھا لا تخطی فلا کراھة کما یؤخذ من مفھومہ۔[1]

تو اس کو دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ لوگوں کو ایذاء دینے پر معاونت ہے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اس طرح ایک پیسہ دینے کا کفارہ ستر پیسے نہیں ہو سکتے، علامہ طحطاوی نے کہا ہے کہ یہ کراہت نمازیوں کی گردنیں پھلانگنے کی وجہ سے ہے جس کو ایذاء لازم ہے، اور جب وہاں گذرنے کے لیے کشادہ جگہ ہو تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے، جیسا کہ اس عبارت کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید، احادیث اور فقہاء کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ مسجد میں سائل کو دینا جائز ہے، ہاں اگر وہ نمازیوں کی گردنیں پھلانگے یا نمازیوں کے آگے سے گذرے تو پھر اس سائل کو نہیں دینا چاہیے، کیونکہ یہ ایذاء مسلمین پر معاونت ہے، اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی بیان کر دیا جائے کہ سائل کے لیے سوال کرنے کے جواز کا کیا معیار ہے اور اسلام میں سائل کے سوال کے لیے کس حد تک گنجائش رکھی گئی ہے۔

سوال کرنے کے جواز کا معیار

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یزال الرجل یسأل الناس حتی یأتی یوم القیامة ولیس فی وجھہ مزعة لحم۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس اموالھم تکثرا فانما سأل جمرًا فلیستقل او لیستکثر۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے ان کے مالوں کا سوال کرتا ہے وہ (دراصل) انگاروں کا سوال کر رہا ہے، خواہ کم کرے یا زیادہ۔

علامہ ابن بزاز کردری احکام مسجد کے بیان میں لکھتے ہیں:

المتصدق علی مسکین یأکلون اسرافا

جو مسکین کھانے میں فضول خرچ کرتے ہوں اور

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۵ ص ۳۶۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ، استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] " " " صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۳، " " " "

ویسئلون الحافا ماجور فیه الا اذا علم واحدًا بعینه انه بهذه الصفة۔ [1]

گڑگڑا کر مانگتے ہوں، ان کو دینے سے بھی اجر ملے گا لیکن اگر کسی معین شخص کے متعلق معلوم ہو کہ وہ فضول خرچی کرتا ہے اور گڑگڑا کر مانگتا ہے تو پھر اس کو دینے سے اجر نہیں ہوگا۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ولا) یحل ان (یسال) شیئاً من القوت (من له قوت یومه) بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب و یاثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم (ولیسال للکسوة) اولاشتغاله عن الکسب بالجهاد او طلب العلم (جاز) لو محتاجا۔ [2]

جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک ہو، خواہ وہ خوراک بالفعل موجود ہو یا اس میں اس کو کما کر حاصل کرنے کی استعداد ہو بایں طور کہ وہ تندرست اور کمانے والا ہو، اس کے لیے خوراک کا سوال کرنا جائز نہیں ہے، اور اس کو دینے والا اس کے حال کو جانتا ہو تو وہ گنہ گار ہوگا، کیونکہ وہ ایک حرام کام کی مدد کر رہا ہے، اور اگر وہ ضرورت مند ہو اور کپڑوں کا سوال کرے یا جہاد یا طلب علم میں مشغول ہونے کی وجہ سے خوراک کا سوال کرے اور وہ ضرورت مند بھی ہو تو یہ سوال جائز ہے اور اس کو دینا بھی جائز ہے۔

علامہ شامی اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ اکمل نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ جس شخص کو معلوم ہو کہ سائل تندرست اور کمانے والا ہے تو اس کو دینا گناہ ہے، کیونکہ یہ حرام پر معاونت ہے، البتہ اگر وہ اس کو ہبہ کر دے تو جائز ہے، کیونکہ غنی کو ہبہ اور ہدیہ کرنا جائز ہے، لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ غنی وہ شخص ہوتا ہے جو مالک نصاب ہو اور اس کو دینا ہدیہ ہے لیکن جس شخص کے پاس صرف ایک دن کی بہ قدر کفایت خوراک ہو یا وہ بھی نہ ہو لیکن تندرست اور کمانے والا ہو تو اس کو دینا ہدیہ نہیں، صدقہ ہی ہوتا ہے، صاحب البحر الرائق نے اس اشکال کا یہ جواب دیا ہے کہ ایسے شخص کو اگر سوال سے پہلے ابتداءً دے دیا جائے تو پھر یہ جائز ہے اور حرام پر معاونت نہیں ہے، لیکن علامہ مقدسی نے یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو دینے سے اس کو مانگنے کی عادت پڑ جائے گی اور اگر اس کو نہ دیا جائے تو ہو سکتا ہے وہ مانگنے سے باز آجائے اور توبہ کر لے۔ [3]

سائل کو دینے کے متعلق مصنف کی تحقیق

مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جو شخص تندرست ہو، کمانے کے لائق ہو اور پیشہ ور گداگری کرتا ہو اس کو کھانا بالکل نہ دیا جائے نہ مانگنے سے پہلے نہ مانگنے کے بعد، تاکہ اس کی حوصلہ شکنی ہو، اور وہ جائز طریقہ سے کسب معاش کرے، لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس

---

[1] علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری حنفی متوفی ۸۲۷ھ، فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۶ ص ۳۵۸-۳۵۷، مطبوعہ مصر

[2] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۲ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

[3] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۷۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۹۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

کے متعلق حتمی طور پر علم ہو کہ وہ تندرست اور کمانے کے لائق ہے، اور جب یہ علم نہ ہو تو کسی مسلمان سائل کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس کے سوال کو جائز صورت پر محمول کیا جائے مثلاً یہ کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑوں کے لیے سوال کر رہا ہو، اپنے بچوں کے علاج یا کسی اور شدید ضرورت کی وجہ سے سوال کر رہا ہو یا وہ طالب علم یا مسافر ہو اور جن لوگوں کے متعلق یہ علم ہو کہ وہ ضرورت مند ہیں اور بے روزگار ہیں، یا ان کی آمدنی ان کی خوراک، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کے لیے کافی نہیں ہے تو ان کی سوال کے بغیر از خود مدد کرنی چاہیے اور جو لوگ مسجد میں آکر سوال کرتے ہیں ان کے متعلق اکثر و بیشتر علم نہیں ہوتا کہ ان کا کیا حال ہے سو اگر وہ نمازیوں کے آگے سے نہ گذریں اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں تو ان مسلمان سائلوں کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے ان کے سوال کو جائز صورت پر محمول کرنا چاہیے اور حتی الوسع ان کی امداد کرنی چاہیے۔

دار اسلام میں غیر اسلامی معابد کے احکام

علامہ المرغینانی لکھتے ہیں:

دار الاسلام میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد (گرجا وغیرہ) بنانا جائز نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اسلام میں خصی ہونے کی اجازت ہے نہ گرجا بنانے کی، اور اگر یہود و نصاریٰ کے پرانے معابد منہدم ہو جائیں تو ان کو دوبارہ بنایا جائے گا، کیونکہ عمارات ہمیشہ باقی نہیں رہتیں، اور جب امام نے ان عمارات کو برقرار رکھا تو ان کو دوبارہ تعمیر کرنے کا بھی عہد کیا۔ یہود و نصاریٰ کے نئے معابد بنانے کی ممانعت شہروں میں ہے دیہات میں نہیں ہے، کیونکہ شہروں میں اسلامی شعائر کا رواج ہوتا ہے، اس لیے وہاں اسلام کے خلاف کسی چیز کے اظہار کی اجازت نہیں دی جائے گی، ایک قول یہ ہے کہ ہمارے ممالک میں دیہات میں بھی نئے معابد بنانے سے منع کیا جائے گا، کیونکہ دیہاتوں میں بھی بعض اسلامی شعائر ہوتے ہیں، صاحب مذہب سے کوفہ کے دیہات میں اجازت منقول ہے، کیونکہ اس میں ذمیوں کی اکثریت ہے، اور سرزمین عرب میں شہروں اور دیہاتوں دونوں میں معابد بنانے سے منع کیا جائے گا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرزمین عرب میں دو دین جمع نہیں ہوں گے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر تین قسم کے ہیں:

(۱) ۔ جن شہروں کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی، مثلاً کوفہ، بصرہ، بغداد اور واسط وغیرہ، ان میں یہود و نصاریٰ کے نئے معابد کو بنانا بالکل جائز نہیں ہے، اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے، ان شہروں میں غیر مسلموں کو شراب پینے، خنزیر کھانے اور ناقوس بجانے کی بھی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(۲) ۔ جن شہروں کو مسلمانوں نے جہاد کے ذریعہ فتح کیا ان میں بھی نئے غیر اسلامی معابد کو بنانے کی بالکل اجازت نہیں ہے، اور جو معابد پہلے سے بنے ہوئے ہوں، ان کے متعلق امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ ان کو منہدم کرنا واجب ہے، ہمارے نزدیک ان کے پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، البتہ غیر مسلموں کو ان میں سکونت رکھنے کی اجازت دی جائے گی اور عبادت کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، امام شافعی اور امام احمد کا بھی دوسرا قول یہی ہے، کیونکہ حضرات صحابہ کرام نے بجبر شہر فتح کیے اور انھوں نے غیر اسلامی معابد کو منہدم نہیں کیا اور اگر انھوں نے ایسا کیا ہوتا تو یہ منقول ہوتا

---

[1] ۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ ھ، ہدایہ اولین ص ۵۰، مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی

(۲)۔ جو شہر مسلمانوں نے صلح کے ذریعہ فتح کیے، ان کی تفصیل یہ ہے کہ اگر صلح کی شرط ہو کہ زمین ان کی رہے گی اور وہ ہم کو خراج ادا کریں گے تو ان کے لیے اپنے نئے معابد بنانا بھی جائز ہے اور اگر صلح کی شرط یہ ہو کہ ملک ہمارا ہوگا اور وہ جزیہ ادا کریں گے تو معابد کا حکم شرائط صلح کے مطابق ہوگا، اگر یہ شرط رکھی گئی کہ وہ نئے معابد بنا سکتے ہیں تو ان کو بنانے سے منع نہیں کیا جائے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ شرط نہ رکھی جائے اور اگر مطلقاً صلح ہوئی ہے تو نیا معبد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور پرانے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، اور ان کو علی الاعلان ناقوس بجانے، شراب پینے، اور خنزیر کھانے سے منع کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے، اور اگر وہ اپنے گھروں میں ناقوس بجائیں تو اس کی اجازت دی جائے گی۔

امام محمد نے یہ کہا ہے کہ غیر مسلموں کو زنا اور دوسرے فواحش جو ان کے دین میں حرام ہوں، اسی طرح گانے بجانے اور آلات موسیقی کے استعمال کرنے کی شہروں میں اجازت ہوگی نہ دیہاتوں میں، اور جو آلات موسیقی کو توڑ دے گا وہ ضامن نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جزیرہ عرب کے علاوہ دار اسلام میں جو غیر اسلامی معابد اب موجود ہیں، ان میں سے کسی کو منہدم نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اگر یہ شہر پرانے ہیں تو صحابہ اور تابعین نے ان شہروں کو فتح کرنے کے بعد باوجود علم کے ان کو باقی رکھا، اور اگر ان شہروں کو جہاد کے ذریعہ فتح کیا گیا ہے تب بھی ان کے معابد کو منہدم نہیں کیا جائے گا، انھیں ان میں سکونت کی اجازت ہوگی اور عبادت کی اجازت نہیں ہوگی اور اگر صلح کے ذریعہ ان شہروں کو فتح کیا گیا تو ان کو ان معابد میں عبادت کی اجازت ہوگی لیکن اعلانیہ اظہار کی اجازت نہیں ہوگی۔ [1]

بَابُ ۱۰۲۶ فَضْلِ الْإِنْفَاقِ عَلَى الْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ

مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرنے کی فضیلت

۷۳۴۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ ابْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَسَمِعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ فَتَنَحَّى ذٰلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حَرَّةٍ فَإِذَا شَرْجَةٌ مِنْ تِلْكَ الشِّرَاجِ قَدِ اسْتَوْعَبَتْ ذٰلِكَ الْمَاءَ كُلَّهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک شخص نے جنگل میں بادل سے ایک آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، وہ بادل چل پڑا اور اس نے بجری والی زمین پر پانی برسایا، وہاں کے نالوں میں سے ایک نالہ بھر گیا، وہ شخص اس پانی کے پیچھے پیچھے گیا، وہاں ایک شخص باغ میں کھڑا ہوا اپنے پھاوڑے سے پانی کو ادھر ادھر کر رہا تھا، اس شخص نے باغ والے سے پوچھا اے اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا وہی نام بتایا جو اس نے بادل سے سنا تھا، اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے بندے!

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

فَتَتَبَّعَ الْمَآءَ فَإِذَا رَجُلٌ قَآئِمٌ فِي حَدِيقَتِهِ يُحَوِّلُ الْمَآءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فُلَانٌ لِلِاسْمِ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنِ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي هٰذَا مَآءُهُ يَقُولُ اسْقِ حَدِيقَةَ فُلَانٍ لِاسْمِكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَّا إِذَا قُلْتَ هٰذَا فَإِنِّي أَنْظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَأَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهِ وَآكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَأَرُدُّ فِيهَا ثُلُثَهُ.

تم نے میرا نام کیوں پوچھا تھا؟ اس نے کہا جس بادل نے اس باغ میں پانی برسایا ہے میں نے اس بادل سے یہ آواز سنی تھی: فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کرو، اس نے تمہارا نام لیا تھا، تم اس باغ میں کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا اب جب تم نے یہ بتایا ہے تو سنو! میں اس باغ کی پیداوار پر نظر رکھتا ہوں اس میں سے ایک تہائی کو میں صدقہ کرتا ہوں، ایک تہائی میں، میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور باقی ایک تہائی کو میں اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔

۷۳۴۲ - وَحَدَّثَنَاهُ أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَأَجْعَلُ ثُلُثَهُ فِي الْمَسَاكِينِ وَالسَّائِلِينَ وَابْنِ السَّبِيلِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں ہے، میں ایک تہائی مسکینوں، سائلوں اور مسافروں پر خرچ کر دیتا ہوں۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وانفقوا من ما رزقنکم من قبل ان یاتی احدکم الموت فیقول رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق و اکن من الصلحین۔ (منافقین: ۱۰)

اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے (ہماری راہ میں) خرچ کرو، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے اور پھر وہ کہنے لگے اے میرے رب تو نے مجھے کچھ دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ دیتا اور نیکیوں میں سے ہو جاتا۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا ۝ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ۝ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۝ فوقھم اللہ شر ذلک الیوم ولقھم نضرۃ و سرورا ۝

(دھر: ۱۱-۸)

(اللہ کے مقرب بندے) اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، (اور ان سے یہ کہتے ہیں کہ) ہم تم کو صرف اللہ کی رضا جوئی کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ، بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو نہایت ترش، بہت سخت ہے۔ تو اللہ انھیں اس دن کی مصیبت سے بچا لیگا اور ان کو تازگی اور فرحت بخشے گا۔

و مثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ وتثبیتا من انفسھم کمثل

اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنے دلوں کو مضبوط رکھنے کے لیے خرچ

جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فاتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل واللہ بما تعملون بصیر ۰
(البقرہ : ۲۶۵)

کرتے ہیں، اس باغ کی سی ہے جو اونچی زمین پر ہو اور اس پر موسلا دھار بارش ہوئی ہو تو وہ باغ دگنے پھل لائے گا، اور اگر اس کو موسلا دھار بارش نہ پہنچے تو اسے شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھ رہا ہے۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضٰعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ۰ (بقرہ : ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس نے سات خوشے اگائے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں، اور اللہ جس کے لیے چاہے دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا، بہت علم والا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید ۰
(بقرہ : ۲۶۷)

اے ایمان والو! (اللہ کی راہ میں) اپنی کمائی ہوئی پسندیدہ چیزوں میں سے خرچ کرو اور ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کی ہیں اور ردی چیزوں کے خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو، جن کو تم خود نہیں لیتے الا یہ کہ تم نے آنکھیں بند کر لی ہوں اور جان لو کہ اللہ بہت بے نیاز ہے، بے حد تعریف کیا ہوا۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاٰتکم واللہ بما تعملون خبیر ۰
(بقرہ : ۲۷۱)

اگر تم ظاہر کر کے خیرات دو تو وہ کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم فقراء کو مخفی طریقہ سے دو تو وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اور (ایسا کرنا) تمہارے کچھ گناہوں کو گھٹا دے گا، اور اللہ تمہارے سب کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔

صدقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدقۃ تسد سبعین بابا من السوء رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ حماد بن شعیب وھو ضعیف۔[1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے۔ اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اس کی سند میں حماد بن شعیب ضعیف راوی ہے۔

عن عبداللہ بن جعفر قال وسمعت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ میں

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الصدقة تطفئ غضب الرب رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه اصرم بن حوشب وهو ضعيف۔[1]

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں اصرم بن حوشب ضعیف راوی ہے۔

عن رافع بن مكيث وكان ممن شهد الحديبية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حسن الملكة نماء وسوء الخلق شؤم والبر زيادة فی العمر والصدقة تقی ميتة السوء رواه الطبرانی فی الكبير وفيه رجل لم يسمى۔[2]

حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، یہ حدیبیہ میں حاضر تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی ملکیت بڑھوتری ہے، بدخلقی نحوست (بے برکتی) ہے، نیکی عمر میں زیادتی ہے، اور صدقہ بری موت سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی کا نام مذکور نہیں ہے۔

عن عمرو بن عوف قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان صدقة المسلم تزيد فی العمر وتمنع ميتة السوء ويذهب الله بها الكبر والفقر والفخر رواه الطبرانی فی الكبير وفيه كثير بن عبد الله المزنی وهو ضعيف۔[3]

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کا صدقہ کرنا عمر میں اضافہ کرتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ صدقہ کے سبب سے تکبر، فقر اور فخر کو دور کرتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کثیر بن عبداللہ ضعیف راوی ہے۔

عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصدقة لتطفئ عن اهلها حر القبور وانما يستظل المومن يوم القيامة فی ظل صدقته رواه الطبرانی فی الكبير وفيه ابن لهيعة وفيه كلام۔[4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ کرنے والے کی قبر کی گرمی کو صدقہ دور کرتا ہے اور مومن قیامت کے دن صرف اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے جس پر اعتراض ہے۔

وعن ابن عمر قال لما انزلت هذه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " "

[4] " " " " " " " " " " " "

الآیۃ (مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مأۃ حبۃ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب زد امتی فنزلت (من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنًا فیضاعفہ لہ اضعافا کثیرۃ) قال رب زد امتی فنزلت (انما یوفی الصّبرون اجرھم بغیر حساب) رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ عیسی بن المسیب۔ [1]

یہ آیت نازل ہوئی "جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کی مثال اس دانے کی سی ہے، جس نے سات خوشے اگاتے، ہر خوشہ میں سات سو دانے ہیں" تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میری امت کے اجر میں اضافہ فرما" تب یہ آیت نازل ہوئی! وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے اللہ اس کے اجر کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر دے گا، آپ نے فرمایا: اے اللہ میری امت کے اجر میں اضافہ فرما، تب یہ آیت نازل ہوئی: "صبر کرنے والے کو ان کا اجر بے حساب ہی دیا جائے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عیسی بن مسیب ہے۔

عن عبد اللہ بن جعفر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صدقۃ السر تطفئ غضب الرب رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیہ اصرم بن حوشب وھو ضعیف۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھپا کر صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصدقۃ عن ظھر غنی وابدا بمن تعول والید العلیا خیر من الید السفلی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح۔ [3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنی ہوتے ہوئے صدقہ کرنا بہترین صدقہ ہے، اپنے عیال داروں پر صدقہ کی ابتداء کرو اور اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن قتادۃ بن سعد ان رجلا قال یا رسول اللہ ای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت قال ای الصدقۃ افضل قال جھد مقل قال ای

حضرت قتادہ بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں طویل قیام ہو، اس نے کہا کون سا صدقہ افضل

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۵، " " " "

[3] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۶، " " " "

المؤمنین اکمل ایمانا قال احسنھم خلقا رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ سوید ابوحاتم وفیہ کلام۔[1]

ہے؟ آپ نے فرمایا جو صدقہ تنگ دست اپنی کمائی سے دے اس نے کہا مومنین میں سے کس کا ایمان اکمل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سوید پر اعتراض کیا گیا ہے۔

عن الحکم بن عمیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الاعمال الی اللہ عز وجل من اطعم مسکینا من جوع او دفع عنہ مغرما او کشف عنہ کربا رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ سلیمان بن سلمۃ الخبائری وھو ضعیف۔[2]

حضرت حکم بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے جو کسی بھوکے مسکین کو کھلائے یا اس کا قرض اتار دے یا اس کی کسی مصیبت کو دور کر دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان بن سلمہ خبائری ضعیف راوی ہے۔

عن عائشۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول السخی قریب من اللہ بعید من النار قریب من الجنۃ والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار والجاھل السخی احب الی اللہ من العابد البخیل۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سخی اللہ کے قریب ہے، دوزخ سے دور ہے اور جنت کے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے، اور جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل معروف صدقۃ ومن المعروف ان تلقی اخاک بوجہ طلق وان تفرغ من دلوک فی انائہ۔[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیکی صدقہ ہے، اور یہ بھی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ بشاش چہرے کے ساتھ ملاقات کرو اور تم اپنے برتن میں سے کچھ اس کے برتن میں ڈالو۔

صدقہ اور زکوٰۃ کے اسرار و رموز اور فقہی احکام کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

بَاب تَحْرِیْمِ الرِّیَآءِ

ریاکاری کی حرمت

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳، ص ۱۱۶، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۲۷ " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۶ " " " "

۷۳۴۳۔ حَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ اَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَعْقُوْبَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں شریک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے کسی عمل میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔

۷۳۴۴۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصِ بْنِ غِیَاثٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ اِسْمَاعِیْلَ بْنِ سُمَیْعٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِیْنِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ رَاءَا رَاءَا اللّٰہُ بِہٖ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا، اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

۷۳۴۵۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ کُھَیْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا الْعَلَقِیَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّسَمِّعْ یُسَمِّعِ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَآئِیْ یُرَآئِی اللّٰہُ بِہٖ۔

حضرت جندب علقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو سنائے گا اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔

۷۳۴۶۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنَا الْمَلَائِیُّ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ وَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا غَیْرَہٗ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں یہ اضافہ ہے کہ میں نے اس کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو کہتا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۷۳۴۷۔ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِیُّ اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَعِیْدٌ اَظُنُّہٗ قَالَ ابْنُ الْحَارِثِ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ سَمِعْتُ سَلَمَۃَ بْنَ کُھَیْلٍ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدُبًا وَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا یَّقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَیْرَہٗ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِیْثِ الثَّوْرِیِّ۔

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جیسا کہ ثوری کی حدیث میں ہے۔

۷۳۴۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا الصَّدُوقُ الْأَمِينُ الْوَلِيدُ بْنُ حَرْبٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

ریاکاری کے متعلق قرآن مجید کی آیات

والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ومن یکن الشیطٰن لہ قرینا فساء قرینا۔
(نساء: ۳۸)

اور (ان لوگوں کے لیے بھی ذلت کا عذاب ہے،) جو لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا ساتھی شیطان ہو جائے تو وہ کیا ہی برا ساتھی ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذٰی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا واللہ لا یھدی القوم الکافرین۔
(بقرہ: ۲۶۴)

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور (طعنوں کی) اذیت سے ضائع نہ کرو جس طرح وہ شخص (اپنے صدقات کو ضائع کرتا ہے) جو لوگوں کو دکھلانے کے لیے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے، اور اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ قیامت پر، تو اس کی مثال اس چکنے پتھر کی طرح ہے، جس پر کچھ (مٹی) ہو پھر اس پر موسلا دھار بارش ہوئی، جس نے اس پتھر کو بالکل صاف کر دیا، وہ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قادر نہیں ہوں گے اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ واللہ بما یعملون محیط۔
(انفال: ۴۷)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنے کارنامے) دکھلاتے ہوئے نکلے، اور وہ اللہ کے راستے سے روکتے تھے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو محیط ہے۔

واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا۔
(نساء: ۱۴۲)

اور (منافقین) جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں، محض لوگوں کو دکھانے کے لیے اور وہ بہت کم ہی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

فویل للمصلین ۝ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۝ الذین ھم یراؤن ۝ و یمنعون الماعون ۝
(ماعون: ۷-۴)

ان نمازیوں کے لیے عذاب ہے، جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں اور برتنے کی معمولی سی کوئی چیز (بھی کوئی مانگے تو) نہیں دیتے۔

ریاکاری کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

ان عقبة بن مسلم حدثه ان شفيا الاصبحي حدثه انه دخل المدينة فاذا هو برجل قد اجتمع عليه الناس فقال من هذا فقالوا ابو هريرة فدنوت منه حتى قعدت بين يديه وهو يحدث الناس فلما سكت وخلا قلت له اسئلك بحق وبحق لما حدثتني حديثا سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته فقال ابو هريرة افعل لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم عقلته وعلمته ثم نشغ ابو هريرة نشغة فمكثنا قليلا ثم افاق فقال لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا البيت ما معنا احد غيري وغيره ثم نشغ ابو هريرة نشغة شديدة فمكث قليلا ثم افاق ومسح وجهه وقال افعل لاحدثنك حديثا حدثنيه رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وهو في هذا البيت ما معنا احد غيري وغيره ثم نشغ ابو هريرة نشغة شديدة ثم مال خارا على وجهه فاسندته طويلا ثم افاق فقال ثني رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى اذا كان يوم القيامة ينزل الى العباد ليقضي بينهم وكل امة جاثية فاول من يدعو به رجل جمع القرآن ورجل قتل في سبيل الله ورجل كثير المال فيقول الله للقارئ الم اعلمك ما انزلت على رسولي قال بلى يا رب قال فماذا عملت فيما علمت قال كنت اقوم به اناء الليل واناء النهار فيقول الله له كذبت

عقبہ بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ شفی اصبحی نے ان کو بتایا کہ وہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے تو دیکھا ایک آدمی کے گرد کچھ لوگ جمع ہیں انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں" انھوں نے کہا میں ان کے قریب ہو گیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا آپ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے جب خاموش ہوئے اور تنہا رہ گئے تو میں نے عرض کیا: میں آپ سے بحق فلاں فلاں عرض کرتا ہوں کہ مجھے کوئی حدیث سنائیں جسے آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جان لیا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا سمجھا اور جانا پھر آپ سسکیاں لینے لگے یہاں تک آپ بے ہوش ہو گئے ہم نے تھوڑی دیر انتظار کی پھر آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر مجھ سے بیان فرمایا ہم دونوں کے سوا کوئی تیسرا آدمی یہاں نہ تھا، پھر آپ سسکیاں لینے لگے، یہاں تک کہ زیادہ دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا تو منہ پونچھا اور فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس مقام پر بیان فرمایا یہاں ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں تھا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سسکیاں لینے لگے یہاں تک کہ بے ہوش ہو کر منہ کے بل جھک گئے، میں نے کافی دیر تک آپ کو سہارا دیا پھر جب ہوش آیا تو فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف متوجہ ہوگا تاکہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے، تمام اُمتیں گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوں گی، سب سے پہلے تین آدمیوں کو بلایا جائے گا (۱) جس نے قرآن یاد کیا ہوگا (۲) جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا (۳) اور زیادہ مالدار شخص۔ اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تمہیں وہ کلام نہ

وتقول الملائكة له كذبت ويقول الله له بل اردت ان يقال فلان قارئ فقد قيل ذلك ويوتى بصاحب المال فيقول الله له لم ادعك تحتاج الى احد قال بلى يارب قال فماذا عملت فيما اتيتك قال كنت اصل الرحم واتصدق فيقول الله له كذبت وتقول الملائكة كذبت ويقول الله بل اردت ان يقال فلان جواد وقد قيل ذلك ويوتى بالذى قتل فى سبيل الله فيقول الله له فيما ذا قتلت فيقول امرت بالجهاد فى سبيلك فقاتلت حتى قتلت فيقول الله له كذبت وتقول له الملائكة كذبت و يقول الله بل اردت ان يقال فلان جريئ فقد قيل ذلك ثم ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على ركبتى فقال يا ابا هريرة اولئك الثلاثة اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة [1]

سکھایا تھا جسے میں نے اپنے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) پر اتارا" وہ عرض کرے گا "ہاں یارب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا "میں رات دن اس کی تلاوت کرتا رہا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں قاری ہے، پس تجھے کہا گیا، دولت مند کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے میں نے (مال میں اتنی) وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا" وہ عرض کرے گا "ہاں یارب" اللہ تعالیٰ فرمائے گا "تو نے میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا تھا اور خیرات کرتا تھا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ (مزید) فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے سو ایسا کہا جا چکا پھر شہید کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لیے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تُو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا تھا پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "تو نے جھوٹ کہا" فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں بڑا بہادر ہے پس یہ بات کہی گئی۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعوذوا بالله من جب الحزن قالوا يا رسول الله وما جب الحزن قال واد فى جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم مائة مرة قيل يا رسول الله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے زانو پر مارتے ہوئے فرمایا "اے ابوہریرہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے ان ہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "غم کے کنوئیں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے"؟ آپ نے فرمایا "جہنم میں ایک وادی ہے جس سے (خود) جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ عرض کیا گیا "یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہو گا؟"

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۴-۲۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ومن یدخله قال القراء المراؤن باعمالهم هٰذا حدیث غریب [1]

آپ نے فرمایا ریا کاری سے قرآن پڑھنے والے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رجل یا رسول الله الرجل یعمل العمل فیسره فاذا اطلع علیه اعجبه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم له اجران اجر السر واجر العلانیة هذا حدیث غریب وقد روی الاعمش وغیره عن حبیب بن ابی ثابت عن ابی صالح عن النبی صلی الله علیه وسلم مرسلا وقد فسر بعض اهل العلم هٰذا الحدیث اذا اطلع علیه فاعجبه انما معناه ان یعجبه ثناء الناس علیه بالخیر لقول النبی صلی الله علیه وسلم انتم شهداء الله فی الارض فیعجبه ثناء الناس علیه هذا فاما اذا اعجبه لیعلم الناس منه الخیر ویکرم ویعظم علی ذلك فهذا ریاء وقال بعض اهل العلم اذا اطلع علیه فاعجبه رجاء ان یعمل بعمله فتکون له مثل اجورهم فهذا لم مذهب ایضًا [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آدمی کوئی عمل (پوشیدہ) کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے پھر جب وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوتا ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لیے دو اجر ہیں چھپ کر عمل کرنے کا ثواب اور علانیہ عمل کرنے کا ثواب۔ یہ حدیث غریب ہے، انمش وغیرہ نے اسے بواسطہ حبیب ابن ابی ثابت اور ابوصالح، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مرسل روایت کیا ہے بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اعلان پر اس کی خوشی سے مراد لوگوں کا اس کی اچھائی بیان کرنا ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو" لہٰذا وہ لوگوں کی تعریف سے اس مقصد کے تحت خوش ہوتا ہے اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو اس کی نیکی کا پتا چل جائے تاکہ وہ اس وجہ سے عزت واحترام کریں تو یہ ریاء ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اگر لوگوں کی اطلاع پر وہ اس لیے خوش ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی ایسا عمل کریں تو اسے بھی ان کی مثل ثواب ملے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال الله عزوجل انا اغنی الشرکاء عن الشرك فمن عمل لی عملا اشرك _____ فیه غیری فانا منه بری وهو الذی اشرك [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میں شریک سے مستغنی ہوں، جس شخص نے میرے لیے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے غیر کو شریک کیا، میں اس عمل سے بیزار ہوں، یہ عمل اس کے لیے ہے جس کے لیے شرک کیا گیا ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " ، جامع ترمذی ص ۳۴۴، " " " "

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن ابی سعد بن ابی فضالۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جمع اللہ الاولین والاٰخرین یوم القیٰمۃ لیوم لاریب فیہ نادٰی منادمن کان اشرك فی عمل عملہ للہ فلیطلب ثوابہ من عند غیر اللہ فان اللہ اغنی الشرکاء عن الشرك [1]

حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اولین اور آخرین کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے تو ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا: جس شخص نے اللہ کے لیے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا تھا تو وہ اس کا ثواب بھی غیر اللہ سے طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شریک سے مستغنی ہے۔

عن ابی سعید قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نتذاکر المسیح الدجال فقال الا اخبرکم بما ھو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال قال قلنا بلی فقال الشرك الخفی ان یقوم الرجل یصلی فیزین صلوٰتہ من نظر رجل [2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حق میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ناک ہے، ہم نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے، ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور کسی شخص کے دیکھنے کی وجہ سے وہ نماز کو زیادہ اچھی طرح پڑھتا ہے۔

عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخوف ما اتخوف علی امتی الاشراك باللہ اما انی لست اقول یعبدون شمساً ولا قمراً ولا وثناً ولکن اعمالا لغیر اللہ وشھوۃ خفیۃ [3]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے کا ہے لیکن میں یہ نہیں کہتا کہ یہ سورج، چاند یا بتوں کی عبادت کریں گے لیکن یہ اللہ کے غیر کے لیے عمل کریں گے اور ان کی مخفی خواہشات ہوں گی۔

عن الجارود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب الدنیا بعمل الاٰخرۃ طمس وجھہ ومحق ذکرہ واثبت اسمہ فی النار رواہ الطبرانی [4]

حضرت جارود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عمل آخرت کے بدلہ میں دنیا کو طلب کیا اس کا چہرہ تاریک کر دیا جائے گا اس کا ذکر مٹا دیا جائے گا اور دوزخ میں اس کا نام ثبت کر دیا جائے گا۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، " " "

[3] " " " " سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، " " "

[4] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تزین بعمل الآخرۃ وھو لا یریدھا ولا یطلبھا لعن فی السمٰوٰت والارض رواہ الطبرانی [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص آخرت کے عمل کو مزین کرے، حالانکہ وہ آخرت کا ارادہ کرتا ہو نہ اس کو طلب کرتا ہو، اس پر آسمانوں اور زمین میں لعنت کی جاتی ہے۔

عن عدی بن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومر یوم القیامۃ بناس من الناس الی الجنۃ حتی اذا دنوا منھا واستنشقوا ریحھا ونظروا الی قصورھا وما اعد اللہ لاھلھا فیھا نودوا ان اصرفوا عنھا لا نصیب لکم فیھا فیرجعون بحسرۃ ما رجع الاولون بمثلھا فیقولون ربنا لو ادخلتنا النار قبل ان ترینا ما اریتنا من ثوابک وما اعددت فیھا لاولیائک کان اھون علینا قال ذلک اردت بکم کنتم اذا خلوتم بازرتمونی بالعظائم واذا لقیتم الناس لقیتموھم مخبتین تراؤون الناس بخلاف ما تعطونی من قلوبکم ھبتم الناس ولم تھابونی اجللتم الناس ولم تجلونی وترکتم للناس ولم تترکوا لی فالیوم اذیقکم الیم العذاب مع ما حرمتکم من الثواب رواہ الطبرانی فی الکبیر [2]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو جنت کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا جب وہ لوگ جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبوؤں کو سونگھ لیں گے اور اس کے محلوں کو اور جنتیوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی گئی ہیں ان کو دیکھ لیں گے تو ندا کی جائے گی ان کو جنت سے ہٹا دو، ان کا جنت میں کوئی حصہ نہیں ہے وہ اتنی حسرت سے جنت سے لوٹیں گے کہ پہلے ایسی حسرت سے کوئی نہیں لوٹا تھا، وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! اگر تو ہم کو جنت دکھاتے اور اپنے ثواب کو دکھاتے، اور تو نے اپنے دوستوں کے لیے جو نعمتیں تیار کی ہیں ان کو ہمیں دکھاتے سے پہلے دوزخ میں داخل کر دیتا تو یہ ہمارے لیے بہت آسان ہوتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے ساتھ یہی ارادہ کیا تھا، تم جب خلوت میں ہوتے تھے تو میرے سامنے بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور جب تم لوگوں سے ملتے تو انتہائی تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ ملتے، تم لوگوں کو اس کے خلاف دکھاتے جو تمہارے دلوں میں میرے لیے خیال تھا تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کو بزرگ سمجھتے تھے مجھے بڑا نہیں جانتے تھے، تم نے لوگوں کی خاطر (برے کام) ترک کیے اور میری خاطر نہیں کیے، آج میں تم کو ثواب سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ دردناک عذاب چکھاؤں گا۔

---

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۲۰، " " " "

ریاکاری کے درجات

امام غزالی لکھتے ہیں:

شیطان متعدد اور مختلف اسباب سے انسان کے دل میں ریاکاری پیدا کرتا ہے ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک نمازی اخلاص کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے، اور نماز کے دوران کوئی شخص آجاتا ہے تو شیطان اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اچھی طرح نماز پڑھو تاکہ دیکھنے والا تم کو تعظیم کی نظر سے دیکھے اور تمہاری برائی اور غیبت نہ کرے، اور نمازی اس وسوسہ میں آکر زیادہ خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، یہ ریا ظاہر ہے اور یہ ریا کا پہلا درجہ ہے۔

ریا کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ میں نہ آتے اور حسب سابق نماز پڑھتا رہے، اب شیطان خیر کے بہانے سے اس کے پاس آتا ہے اور اس سے کہتا ہے تم لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہو تم جو کام کروگے لوگ اس میں تمہاری اقتداء کریں گے اور تم کو ان کے اعمال کا ثواب ملے گا اگر تم نے اچھی طرح زیادہ خضوع اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو لوگ تمہاری اتباع میں خضوع اور خشوع سے نماز پڑھیں گے اور تم کو اس کا اجر ملے گا اور اگر تم نے اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھی تو لوگ بھی اسی طرح نماز پڑھیں گے اور اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا، یہ درجہ پہلے درجہ کی بہ نسبت زیادہ باریک ہے جو لوگ شیطان کے پہلے وسوسہ میں نہیں آتے وہ اس وسوسہ میں آجاتے ہیں اور اس سے اخلاص ختم ہوجاتا ہے، یہ ورست ہے کہ اگر مقتداء نے زیادہ خشوع ظاہر کیا اور اس کے متبعین نے اس پر عمل کیا تو اس کا ثواب اس مقتداء کو ملے گا لیکن اس مقتداء سے اس پر باز پرس ہوگی کہ تم میں جو چیز نہیں تھی اس کو تم نے کیوں ظاہر کیا، اور اس کو عذاب ہوگا۔

ریا کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ نمازی شیطان کے اس وسوسہ سے آگاہ ہوجاتے اور وہ خلوت اور جلوت میں ایک طرح نماز پڑھے، اور وہ یہ کوشش کرے کہ وہ تنہائی میں بھی اسی طرح نماز پڑھے جس طرح جلوت میں پڑھتا ہے اور وہ اپنے نفس اور خدا سے اس بات میں جہاد کرے کہ وہ لوگوں کے سامنے تو بہت خضوع اور خشوع سے نماز پڑھے اور تنہائی میں عامیانہ نماز پڑھے تو یہ صورت بھی ایک دقیق قسم کا ریا ہے، کیونکہ اس نے خلوت میں اس نیت سے اچھی نماز پڑھی تاکہ جلوت میں بھی اس طرح نماز ادا ہو تو خلوت اور جلوت دونوں میں اس کی نظر مخلوق کی طرف رہی اور اخلاص اس وقت ہوتا — جب اس کی نظر میں انسانوں اور جانوروں دونوں کا دیکھنا یکساں ہوتا۔

ریا کا چوتھا درجہ نہایت خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے نماز پڑھ رہا ہو، اور شیطان اس کو یہ نہ کہہ سکے کہ ان لوگوں کو دکھانے کے لیے خشوع کرو، کیونکہ شیطان کو معلوم ہے کہ وہ اس فریب میں نہیں آئے گا، اس لیے شیطان اس سے یہ کہتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں کھڑا ہے تو اس کی عظمت اور جلال میں غور وفکر کر، اور اس بات سے حیاء کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے غفلت کے حال میں دیکھے اور اس خیال کے آنے کے بعد وہ نہایت خشوع سے نماز پڑھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ خیال محض مکر وفریب ہے کیونکہ اگر واقعی وہ اللہ کے اجلال کے لیے خشوع سے نماز پڑھتا تو تنہائی میں بھی اسی طرح پڑھتا، اخلاص یہ ہے کہ کسی انسان کے آنے کے بعد اس کے دل میں خشوع کا کوئی خیال اسی طرح نہ آئے جس طرح کسی جانور کے آنے کے بعد اس کے دل میں خیال نہیں آتا۔

شیطان ہر وقت لوگوں کی تاک میں لگا رہتا ہے اور انسان کے ہر کام میں ریا داخل کرنے کی کوشش کرتا ہے، حتیٰ کہ آنکھوں میں سرمہ لگانا، مونچھیں کم کرانا، جمعہ کے روز خوشبو لگانا اور کپڑے بدلنا یہ سب امور مخصوص اوقات اور ایام میں سنت ہیں، لیکن چونکہ مخلوق کو ان کاموں کے دیکھنے کے ساتھ نسبت ہے اور انسان کو ان کاموں میں رغبت ہے اس لیے ان میں حظ نفس بھی ہے، اس لیے شیطان ان افعال کی طرف بلاتا ہے کہ یہ کام سنت ہیں ان کو ترک نہیں کرنا چاہیے حالانکہ ان کاموں میں خفیہ

شہوات موجود ہیں، اسی طرح جب انسان کے دل میں اعتکاف کا ارادہ ہو تو شیطان اس کو کسی بڑی اور خوب صورت مسجد کی طرف متوجہ کرتا ہے جس میں زیادہ لوگ نماز پڑھتے ہوں اور جو مسجد چھوٹی ہو اور زیب و زینت سے خالی ہو اس کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتا اور ان تمام امور میں خفیہ طریقہ سے ریا داخل ہے۔ [1]

بَابُ ۱۰۲۸ حِفْظِ اللِّسَانِ

زبان کی حفاظت

۷۳۴۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يَتْزِلُ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بندہ کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے دوزخ میں اتنی دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ ہے۔

۷۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عِيسَى ابْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ مَا فِيهَا يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ ایک ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی سنگینی کا اس کو پتا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ دوزخ میں اتنی دور جا گرتا ہے جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔

بعض اوقات انسان سوچے سمجھے بغیر کوئی بات کہہ دیتا ہے مثلاً حاکموں کی خوشامد میں کوئی بات کہہ دی، کسی کے متعلق کوئی تہمت لگا دی کوئی کلمہ کفریہ کہہ دیا، اسی لیے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو انسان اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ کلمہ خیر کہے یا خاموش رہے اور جب بھی انسان کوئی بات کہنا چاہے تو پہلے غور کرے پھر اگر اس بات کے کہنے میں کوئی مصلحت ہو تو وہ بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ [2]

بَابُ ۱۰۲۹ عُقُوبَةِ مَنْ يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ وَلَا يَفْعَلُهُ وَيَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَفْعَلُهُ

دوسروں کو نصیحت کرنے اور خود عمل نہ کرنے کا عذاب

۷۳۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان سے کہا گیا کہ

---

[1] ۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۱۰ ص ۵۹ - ۵۷، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اَبِیْ شَیْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِیْ كُرَیْبٍ) قَالَ یَحْیٰی وَاِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِیْقٍ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قِیْلَ لَهٗ اَلَا تَدْخُلُ عَلٰی عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهٗ فَقَالَ اَتَرَوْنَ اَنِّیْ لَا اُكَلِّمُهٗ اِلَّا اُسْمِعُكُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ كَلَّمْتُهٗ فِیْمَا بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ مَا دُوْنَ اَنْ اَفْتَتِحَ اَمْرًا لَا اُحِبُّ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ فَتَحَهٗ وَلَا اَقُوْلُ لِاَحَدٍ یَكُوْنُ عَلَیَّ اَمِیْرًا اِنَّهٗ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ فَتَنْدَلِقُ اَقْتَابُ بَطْنِهٖ فَیَدُوْرُ بِهَا كَمَا یَدُوْرُ الْحِمَارُ بِالرَّحٰی فَیَجْتَمِعُ اِلَیْهِ اَهْلُ النَّارِ فَیَقُوْلُوْنَ یَا فُلَانُ مَا لَكَ اَلَمْ تَكُنْ تَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَدْ كُنْتُ اٰمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا اٰتِیْهِ وَاَنْهٰی عَنِ الْمُنْكَرِ وَاٰتِیْهِ۔

۷۳۵۲۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ وَاۗئِلٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ فَقَالَ رَجُلٌ مَا یَمْنَعُكَ اَنْ تَدْخُلَ عَلٰی عُثْمَانَ فَتُكَلِّمَهٗ فِیْمَا یَصْنَعُ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمِثْلِهٖ۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ حضرت اسامہ نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے ان سے گفتگو نہیں کی؟ میں تم کو نہ سناؤں کہ میں ان سے باتیں کر چکا ہوں، خدا کی قسم میں نے اپنے اور ان کے متعلق جو باتیں کرنی تھیں وہ کر چکا ہوں، اور میں نہیں چاہتا کہ وہ بات کھولوں جس کا کھولنے والا میں ہی پہلا شخص ہوں، اور میں اپنے کسی حاکم کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ وہ سب لوگوں سے بہتر ہے جب کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں نکل پڑیں گی وہ ان آنتوں کے ساتھ اس طرح گردش کرے گا جس طرح گدھا چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، پھر دوزخی اس کے گرد جمع ہوں گے اور اس سے کہیں گے: اے فلاں شخص! کیا تم ہم کو نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے نہیں روکتے تھے وہ شخص کہے گا کیوں نہیں! میں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود نہیں کرتا تھا اور میں برائی سے روکتا تھا اور خود برے کام کرتا تھا۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ہم حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی نے کہا آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بات کیوں نہیں کرتے، اس کے بعد مثل سابق ہے۔

مداہنت کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حکام کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ کلام کرنا چاہیے اور ان کو تنہائی میں نصیحت اور تبلیغ کرنی چاہیے اور لوگوں کو جو ان سے شکایات ہوں وہ بھی ان تک خلوت میں پہنچانی چاہئیں تاکہ وہ ان کا ازالہ کریں، یہ حکم اس وقت ہے کہ جب تنہائی میں ان تک رسائی ممکن ہو ورنہ علی الاعلان اظہار حق کرنا چاہیے تاکہ اصل حق ضائع نہ ہو اور مداہنت نہیں کرنی چاہیے۔ [1]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ان النعمان بن بشیر یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل المدھن فی حدود اللہ والواقع فیھا مثل قوم استھموا سفینۃ فصار بعضھم فی اسفلھا وصار بعضھم فی اعلاھا فکان الذین فی اسفلھا یمرون بالماء علی الذین اعلاھا فتاذوا بہ فاخذ فاسا فجعل ینقر اسفل السفینۃ فاتوہ فقالوا مالک قال تاذیتم بی ولا بد لی من الماء فان اخذوا علی یدیہ انجوہ ونجوا انفسھم وان ترکوہ اھلکوہ واھلکوا انفسھم۔[1]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود میں مداہنت کرنے اور اللہ کی حدود کا ارتکاب کرنے والوں کی مثال یہ ہے کہ بحری جہاز میں قرعہ اندازی کے ذریعہ کچھ لوگ بالائی منزل میں بیٹھے ہوں اور کچھ نچلی منزل میں، نچلی منزل والے پانی کے لیے بالائی منزل میں جاتے ہوں جس سے ان کو تکلیف ہوتی ہو، تب نچلی منزل والوں نے ایک کلہاڑی لے کر جہاز کے نچلے حصہ کو توڑنا شروع کیا (تاکہ سمندر سے پانی لے لیں) پھر بالائی منزل والوں نے توڑنے والے سے کہا یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا تم کو ہمارے پانی لینے سے تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں پانی کی ضرورت ہے، اب اگر انھوں نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا تو وہ اس کو بھی بچالیں گے اور خود کو بھی اور اگر انھوں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تو وہ اس کو بھی ہلاک کر دیں گے اور خود کو بھی۔

اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2][3]

مداہنت کا لغوی معنی

علامہ زبیدی مداہنت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مداہنت کا معنی ہے "اظہار خلاف ما یظھر" ——— دل میں جو بات چھپائی ہے اس کے خلاف بیان کرنا"

قرآن مجید میں ہے:

ودوا لو تدھن فیدھنون۔ (قلم: ۹)

انھوں نے یہی چاہا کہ (دین کے معاملہ میں) آپ ان سے "بے جا نرمی" اختیار کریں تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔

ابو الہیثم نے کہا کہ مداہنت کا معنی ہے قول میں نرمی اور کلام میں کسی کی موافقت کرنا، ہمارے شیخ نے کہا اصل میں مداہنت کسی چیز کو تیل لگا کر حسی طور پر نرم کرنا ہے، بعد میں اس کا استعمال معنوی نرمی میں ہوا، اس کا مجازاً استعمال بہ طور تحقیر کیا جاتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنے دین یا اپنی رائے میں متصلب نہیں ہوتا وہ اس میں مداہنت کرتا ہے اور اب مداہنت کا لفظ اسی معنی میں حقیقت عرفیہ ہے اور مداراۃ کا معنی کلام میں مطلقاً نرمی کرنا ہے۔[4]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۷۳، ۲۷۰، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

هو المحاباة فی غیر حق وهو الذی یرائی ویضیع الحقوق ولا یغیر المنکر والمداهن هو التارك للامر بالمعروف [1]

کسی کی ناحق طرف داری کرنا مداہنت ہے، جو شخص نیکی کا حکم دے نہ برائی کو مٹائے حقوق کو ضائع کرے اور دکھاوا کرے وہ مداہن ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

و مداہنت آں بود کہ منکرے بیند و تغیر ندہد و نہی نکند باوجود قدرت بر آں بہ جہت شرم یا بے حمیتی دین یا جانب داری کے و رشوت گرفتن۔ [2]

مداہنت یہ ہے کہ کوئی شخص برائی دیکھے اور اس کو نہ مٹائے، اور قدرت کے باوجود شرم کے سبب، دینی بے غیرتی اور بے حمیتی سے، رشوت لے کر یا کسی کی جانب داری کے سبب اس سے منع نہ کرے۔

مدارات کا لغوی معنی

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق اور حسن معاشرت کے ساتھ پیش آنا مدارات ہے (صحاح جوہری) لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملائمت کے ساتھ پیش آنا (شدت اور غلظت نہ کرنا) بھی مدارات ہے، حدیث میں ہے: انتہائی عقل مندی یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد لوگوں کے ساتھ مدارات کرے، یعنی ان کے ساتھ حسن صحبت، نرمی اور ملائمت کے ساتھ رہے تاکہ وہ اس سے متنفر نہ ہوں۔ [3]

مداہنت اور مدارات کا اصطلاحی فرق

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

والفرق بین المداهنة المنهية والمداراة المامورة ان المداهنة فی الشریعة ان یری منکرا و یقدر علی دفعه ولم یدفعه حفظا لجانب مرتکبه او جانب غیره لخوف او طمع او لاستحیاء منه او قلة مبالاة فی الدین والمداراة موافقته بترك حظ نفسه وحق یتعلق بماله و عرضه فیسکت عنه دفعا للشر و وقوع الضرر منه و مجمله ان المداهنة انما تکون فی الباطل مع الاعداء والمداراة فی امر حق

مداہنت ممنوع ہے اور مدارات مطلوب ہے اور ان میں فرق یہ ہے کہ مداہنت کا شرعی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص برائی کو دیکھے اور وہ اس کو روکنے پر قادر بھی ہو لیکن برائی کرنے والے یا کسی اور کی جانب داری کی وجہ سے یا خوف کے سبب یا طمع کی وجہ سے یا دینی بے حمیتی کی وجہ سے اس برائی کو نہ روکے۔ اور مدارات یہ ہے کہ اپنی جان یا مال یا عزت کے تحفظ کی خاطر اور متوقع شر اور ضرر سے بچنے کے لیے خاموش رہے، خلاصہ یہ ہے کہ کسی باطل کام میں بے دینوں کی حمایت کرنا مداہنت ہے اور دین داروں

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۳ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۴، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۴ ص ۲۵۵، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

مع الاحباء [1]

کے حق کے تحفظ کی خاطر نرمی کرنا مداہنت ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وفرق میاں مدارات ومداہنت چناں کنند کہ مدارات آنچہ بجہت حفظ دین ونگاہ داشت از تشویش وقت و دفع ظلم ظالمان بسازند و مداہنت آنچہ برائے حفظ نفس وطلب دنیا وجلب منافع از مردم وبے باکی در دین بکنند۔ [2]

مداہنت میں فرق یہ ہے کہ دین کی حفاظت اور ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لیے جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے اور ذاتی منفعت، طلب دنیا اور لوگوں سے فوائد حاصل کرنے کے لیے دین کے معاملہ میں جو نرمی کی جائے وہ مداہنت ہے۔

کافروں سے موالات کی ممانعت

کافروں سے ہر قسم کی موالات (دوستی اور محبت) خواہ صورۃً ہو یا حقیقۃً ناجائز اور حرام ہے، قرآن مجید میں ہے:

یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق۔ (ممتحنۃ: ۱)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

اس سورۃ کی آیات حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھیں جنھوں نے کفار مکہ کے ساتھ ظاہری اور صوری دوستی قائم رکھنے کے لیے خط وکتابت کی تھی (اس خط کی تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سادس میں فضائل صحابہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔) ان آیات سے کفار کے ساتھ صوری موالات بھی حرام ہو گئی اور حقیقی موالات کی حرمت کے متعلق یہ آیات ہیں:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ھود: ۱۱۳)

اور ظالموں کی طرف مائل نہ ہو ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم (حشر: ۲۲)

جو اللہ پر، اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے والا نہ پائیں گے، خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے، یا ان کے بھائی ہوں یا قریبی رشتہ دار۔

غیر مرتد کافروں کے ساتھ مجرد معاملت کی اجازت

غیر مرتد کافروں کے ساتھ بغیر الفت ومحبت کے محض معاملہ کرنا جائز ہے (واضح رہے کہ گمراہ اور بے دین فرقے مرتد نہیں ہیں، کیونکہ مرتد کی اولاد مرتد نہیں ہوتی ورنہ تمام دنیا کے کافروں کا مرتد ہونا لازم آئے گا، کیونکہ ابتداء میں ان

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۹ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع نیج کمار لکھنؤ

تمام کافروں کے آباؤ اجداد مسلمان تھے اور اسلام کو ترک کر کے کسی اور دین میں داخل ہوئے تھے۔) مجرد معاملہ کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ ہر وہ کام کرنا جائز ہے جس سے کفر کی مدد اور اسلام کو ضرر نہ ہو اور وہ کام فی نفسہٖ گناہ نہ ہو، اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۝ انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم ۚ ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظالمون۔

(ممتحنۃ: ۹-۸)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تمہیں صرف انھی لوگوں کے ساتھ دوستی سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے دین میں جنگ کی اور تمہیں، تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ط واولٰئک ھم المفلحون (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیں، وہ اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔

الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر۔ (حج: ۴۱)

اگر ہم ان لوگوں کو زمین پر سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ (توبہ: ۷۱)

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

(آل عمران: ۱۱۰)

جو امتیں لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم ان میں بہترین امت ہو، تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ (مائدہ: ۶۳)

ان کے درویش اور پادری (پیر اور علماء) ان کو جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے، بے شک وہ بہت برے کام کر رہے ہیں۔

....

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وجوب کے متعلق احادیث اور آثار

علامہ زبیدی لکھتے ہیں کہ:

امام ابن ابی شیبہ، امام احمد، امام حمیدی، امام ترمذی، امام ابو یعلیٰ، امام ابن جریر، امام ابن حبان اور امام دار قطنی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: تم لوگ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہو:

لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم۔ جب تم ہدایت پر ہو تو تم کو کسی کی گمراہی سے ضرر نہیں ہوگا۔

اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جو قوم گناہوں میں مبتلا ہو اور اس قوم میں ایسے لوگ ہوں جو ان کو گناہوں سے روکنے پر قادر ہوں اور وہ ان کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ عنقریب ان سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔

امام بزار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور امام طبرانی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا ورنہ تم پر تم میں سے برے لوگ مسلط کر دیے جائیں گے پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی، امام ترمذی کی روایت میں ہے: ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب نازل فرمائے گا پھر تم اللہ سے دعا کرو گے تو تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے:

اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا: جب تو نے برائی کو دیکھا تو اس کو روکنے سے تجھ کو کس چیز نے منع کیا تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ بندے کو حجت کی تلقین کر دے گا تو وہ کہے گا: مجھے تجھ سے امید تھی اور میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔!

امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور امام احمد نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم راستوں پر بیٹھنے سے احتراز کرو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ جگہیں تو ہماری مجالس ہیں ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، اس کے سوا ہمارے لیے اور کوئی چارہ نہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم نے ضرور راستوں پر بیٹھنا ہے تو راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے پوچھا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔

امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن ابی الدنیا، امام ابن المنذر، امام ابن السنی، امام طبرانی، امام ابن شاہین، امام عسکری، امام حاکم اور امام بیہقی نے اپنی اپنی سند کے ساتھ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کی تمام باتیں اس کے لیے باعث ضرر ہیں اور موجب نفع نہیں ہیں ماسوا نیکی کے حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے۔ سفیان نے کہا اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات اللہ فسوف

ان کے اکثر پوشیدہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں ہے، ماسوا اس کے جو صدقہ کرنے کا حکم دے، یا کسی نیکی کا حکم دے، یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے اور جو اللہ کی

نؤتیہ اجرا عظیما۔ (نساء: ۱۱۴)

خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا تو ہم اسے اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ شخص جس نے ظالم امام کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور اس کو برائی سے روکا اور حاکم نے اس کو قتل کر دیا۔ [1]

آیا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کے لیے خود نیک ہونا ضروری ہے؟ | امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

کے لیے علماء نے تین شرطیں ذکر کی ہیں، اوّل مکلف ہونا، ثانی ایمان، ثالث عدل یعنی اس کا نیک ہونا۔ بعض علماء نے چوتھی شرط بھی ذکر کی ہیں وہ امام کی طرف سے اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اجازت ہو، لیکن امام غزالی اور دیگر محققین نے اس شرط کو مسترد کر دیا ہے، باقی رہی تیسری شرط یعنی نیکی کا حکم دینے کے لیے خود نیک ہونے کی شرط تو اس کے متعلق بھی علماء نے کافی بحث کی ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے امر بالمعروف کے لیے عدالت کو شرط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ فاسق کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز نہیں ہے، انھوں نے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا ہے:

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم۔ (بقرہ: ۴۴)

کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

یا یہا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ٥ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ (صف: ۳-۲)

اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے، اللہ کو سخت ناراض کرنے والی یہ بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

عدالت کی شرط پر ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:

امام احمد، امام ابو یعلیٰ، امام طبرانی اور امام ابو نعیم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں ایک قوم کے پاس سے گذرا جن کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا، میں نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نیکی نہیں کرتے تھے اور لوگوں کو برائی سے روکتے تھے اور خود برے کام کرتے تھے اور امام ابو نعیم نے حلیہ میں مالک بن دینار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی کی اپنے آپ کو نصیحت کرو، اگر تم نے خود نصیحت پر عمل کر لیا تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو، ورنہ مجھ سے حیا کرو۔

عدالت کی شرط پر قیاس سے بھی استدلال کیا گیا ہے کیونکہ غیر کا ہدایت حاصل کرنا خود ہدایت یافتہ ہونے کی فرع ہے اور غیر کو مستقیم کرنا خود مستقیم ہونے کی فرع ہے اور غیر کی اصلاح خود صالح ہونے کی فرع ہے تو جو شخص خود نیک نہ ہو وہ

---

[1] ۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۱۲-۶ ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

دوسرے کو کب نیک کر سکتا ہے۔

یہ مذکورہ دلائل بہ اعتماد ظاہر ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ فاسق بھی امر بالمعروف کر سکتا ہے، کیونکہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کیا امر بالمعروف کے لیے تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے؟ اگر یہ شرط لگائی جائے تو ایک تو یہ اجماع کے خلاف ہے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام بھی معصوم نہیں تھے چہ جائیکہ بعد کے لوگ! اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی شخص تبلیغ کر سکتا ہے نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر سکتا ہے، حالانکہ قرآن مجید اور احادیث میں امت مسلمہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مکلف کیا گیا ہے اور اگر وہ یہ کہیں کہ امر بالمعروف کے لیے کبیرہ گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے اور مرتکب کبیرہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنے ہوئے ہو اس کے لیے زنا اور شراب نوشی سے روکنا جائز نہیں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ آیا ریشم پہننے والے کے لیے کفار کے خلاف جہاد کرنا اور ان کو کفر سے روکنا جائز ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ نہیں تو یہ اجماع کے خلاف ہے، کیونکہ اسلام کے ہر دور میں نیک اور بد لوگ لشکر اسلام میں شامل ہو کر کفار کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں اگر وہ کہیں کہ ہاں یہ جائز ہے تو پھر ثابت ہو گیا کہ مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ اسلام کرنا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مرتکب کبیرہ کے لیے تبلیغ جائز ہو تو لازم آئے گا کہ ایک شخص کسی ایسی عورت سے زنا بالجبر کر رہا ہو جس نے اپنا منہ چھپایا ہوا ہو، دوران زنا وہ عورت خود اپنا منہ کھول دے اور وہ شخص اس سے کہے تو نے غیر محرم کے سامنے چہرہ کیوں کھولا؟ زنا کرانے میں تو تو مجبور تھی چہرہ دکھانے میں تو تو مجبور نہیں تھی! تو یہ ایسی تبلیغ ہے جس کو ہر عقل مند برا سمجھے گا اور اس سے نفرت کرے گا! اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حق بالطبع برا لگتا ہے اور باطل بالطبع اچھا لگتا ہے اور اتباع دلیل کی، کی جاتی ہے وہمی اور خیالی نفرت کی نہیں کی جاتی، اس حال میں اس عورت کو منہ چھپانے کا حکم دینا کیا حرام ہے؟ ظاہر ہے یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نامحرم کے سامنے منہ کھولنا معصیت ہے اور معصیت سے روکنا حق ہے۔ باقی رہا یہ کہ طبیعت اس حکم سے متنفر ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص زیادہ اہم چیز (زنا سے اجتناب) کو ترک کر کے کم درجہ کی اہم چیز میں مشغول ہو گیا جیسے طبیعت ان کاموں سے متنفر ہوتی ہے کہ ایک آدمی ہمیشہ سود کھاتا ہو اور کسی غصب شدہ چیز کو کھانے سے احتراز کرے، یا جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہو اور وہ غیبت سے احتراز کرے اور اس طبعی تنفر سے یہ لازم نہیں آتا کہ غصب شدہ طعام کھانا حرام نہ ہو یا غیبت کو ترک کرنا واجب نہ ہو۔ [1]

امام رازی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مکلف کو دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک معصیت کو ترک کرنا، دوسرا، غیر کو معصیت سے منع کرنا، اور ایک حکم پر عمل نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے حکم پر بھی عمل نہ کرے، اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ ارشاد ہے کہ "تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو" اس آیت کے دو محمل ہیں ایک یہ کہ مطلقاً اپنے آپ کو بھلانے یعنی خود عمل نہ کرنے سے منع کیا ہے، دوسرا محمل یہ ہے کہ جس وقت وہ خود عمل نہ کر رہا ہو اس وقت دوسروں کو اس کا حکم دینے سے منع کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس آیت کا پہلا محمل مراد ہے نہ کہ دوسرا۔ [2]

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء علوم الدین علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۱۷-۱۴ ملخصاً، مطبوعہ، مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہمارے نزدیک ان آیات اور احادیث کا منشا یہ ہے کہ انسان کا نیکی پر عمل نہ کرنا اور برائی سے اجتناب نہ کرنا، عقلاً برا ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا موجب ہے لیکن اس وقت یہ زیادہ برا ہے اور زیادہ غضب اور عذاب کا موجب ہے جب وہ دوسروں کو نیکی کا حکم دے رہا ہو اور ان کو برائی سے روک رہا ہو تو جو چیز قبیح ہے اور غضب اور عذاب کا موجب ہے وہ خود عمل نہ کرنا ہے نہ کہ دوسروں کو عمل کی تبلیغ کرنا، کسی دنیاوی طمع کی بناء پر برائی سے نہ روکنا مداہنت ہے اور کسی دینی منفعت کی وجہ سے خاموش رہنا مداراۃ ہے اور کفار سے موالات (دوستی رکھنا) رکھنا حرام ہے اور ان سے مجرد معاملہ کرنا جائز ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ هَتْكِ الْإِنْسَانِ سِتْرَ نَفْسِهِ

اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت

۷۳۵۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ قَالَ سَالِمٌ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ أُمَّتِي مُعَافَاةٌ إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ وَإِنَّ مِنَ الْإِجْهَارِ أَنْ يَعْمَلَ الْعَبْدُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحُ قَدْ سَتَرَهُ رَبُّهُ فَيَقُولُ يَا فُلَانُ قَدْ عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ فَيَبِيتُ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللَّهِ عَنْهُ قَالَ زُهَيْرٌ وَإِنَّ مِنَ الْهِجَارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: علی الاعلان گناہ کرنے والوں کے سوا میری امت کا ہر فرد بخش دیا جائے گا، اور علی الاعلان گناہوں میں اس کا بھی شمار ہے کہ ایک شخص رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح اس حال میں کرے کہ اللہ نے اس کا پردہ رکھا ہوا تھا اور وہ کسی سے یہ کہے: "اے فلاں شخص میں نے گذشتہ رات کو یہ یہ کام کیا ہے! حالانکہ اس کے رب نے اس پر ستر کیا تھا، اور اس نے صبح ہوتے ہی اللہ کے رکھے ہوئے پردہ کو چاک کر دیا۔ زہیر نے کہا وان من الھجار۔

اپنے گناہوں کے اظہار کی ممانعت سے متعلق دیگر احادیث

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل امتی معافی الا المجاھرون قیل یارسول اللہ ومن المجاھرون قال الذی یعمل العمل باللیل فیسترہ ربہ عز وجل ثم یصبح فیقول یا فلان عملت البارحۃ کذا وکذا فیکشف ستر اللہ عز وجل عنہ۔ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجاہرین کے سوا میری امت کا ہر فرد بخشا جائے گا، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مجاہرین کون ہیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص رات کو کوئی عمل کرے اور اس کا رب عزوجل اس کا پردہ رکھے پھر صبح کو وہ شخص کہے: اے فلاں شخص! میں نے رات کو یہ کام کیا تھا، پھر اللہ عزوجل اس کا پردہ چاک کر دیتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی

وفیہ عون بن عمارۃ وھو ضعیف [1]

سند میں عون بن عمارہ ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا فعیر بہ یوم القیامۃ رواہ البزار والطبرانی وفیہ عمرو بن سعید وھو ضعیف [2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جس بندے پر پردہ رکھا اس کو قیامت کے دن رسوا نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن علقمۃ المزنی عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ستر اللہ علی عبد ذنبا فی الدنیا الا ستر اللہ علیہ فی الاخرۃ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط [3]

حضرت علقمہ مزنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے کے جس گناہ پر دنیا میں پردہ رکھتا ہے، اس پر آخرت میں بھی پردہ رکھتا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن صفوان بن محرز ان رجلا سال ابن عمر کیف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی النجوی قال یدنو احدکم من ربہ حتی یضع کنفہ علیہ فیقول عملت کذا وکذا مرتین فیقول نعم ویقول عملت کذا وکذا فیقول نعم فیقرہ ثم یقول انی سترت علیک فی الدنیا وانا اغفرھا لک الیوم [4]

حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نجویٰ (سرگوشی) کے متعلق کیا سنا ہے؟ حضرت ابن عمر نے کہا تم میں سے کسی ایک کے اس کا رب قریب ہوگا حتیٰ کہ اس پر اپنا بازو رکھ دے گا، پھر دوبارہ فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا؟ وہ کہے گا ہاں، پھر فرمائے گا تم نے یہ یہ کام کیا تھا وہ کہے گا ہاں! اس سے اقرار کرائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تمہارا پردہ رکھا تھا اور آج میں تمہیں بخش دیتا ہوں!

باب ۱۰۳۱ تشمیت العاطس وکراھۃ التثاؤب — چھینک لینے والے کو جواب دینا

۷۳۵۴۔ حدثنی محمد بن عبد اللہ بن نمیر حدثنا حفص (وھو ابن غیاث) عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک قال عطس عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلان فشمت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی، آپ نے ایک آدمی کی چھینک کا جواب دیا (یعنی یرحمک اللہ فرمایا) اور دوسرے آدمی کی چھینک کا جواب نہ دیا۔ آپ نے جس

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲، " " " "

[3] " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۲، " " " "

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اَحَدَهُمَا وَلَمْ يُشَمِّتِ الْآخَرَ فَقَالَ الَّذِي لَمْ يُشَمِّتْهُ عَطَسَ فُلَانٌ فَشَمَّتَّهُ وَعَطَسْتُ أَنَا فَلَمْ تُشَمِّتْنِي قَالَ إِنَّ هٰذَا حَمِدَ اللّٰهَ وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدِ اللّٰهَ۔

کی چھینک کا جواب نہیں دیا تھا اس نے کہا، فلاں کو چھینک آئی تو آپ نے اس کی چھینک کا جواب دیا، اور مجھے چھینک آئی اور آپ نے میری چھینک کا جواب نہیں دیا، آپ نے فرمایا اس نے الحمد للہ کہا تھا اور تم نے الحمد للہ نہیں کہا۔

۷۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ (يَعْنِي الْأَحْمَرَ) عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۳۵۶۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي مُوسَى وَهُوَ فِي بَيْتِ بِنْتِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ فَعَطَسْتُ فَلَمْ يُشَمِّتْنِي وَعَطَسَتْ فَشَمَّتَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى أُمِّي فَأَخْبَرْتُهَا فَلَمَّا جَاءَهَا قَالَتْ عَطَسَ عِنْدَكَ ابْنِي فَلَمْ تُشَمِّتْهُ وَعَطَسَتْ فَشَمَّتَّهَا فَقَالَ إِنَّ ابْنَكِ عَطَسَ فَلَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَمْ أُشَمِّتْهُ وَعَطَسَتْ فَحَمِدَتِ اللّٰهَ فَشَمَّتُّهَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتُوهُ فَإِنْ لَمْ يَحْمَدِ اللّٰهَ فَلَا تُشَمِّتُوهُ۔

حضرت ابوبردہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت فضل بن عباس کی بیٹی کے گھر تھے، مجھے چھینک آئی تو انھوں نے جواب نہیں دیا اور جب حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو اس کو انھوں نے جواب دیا، حضرت ابوبردہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان سے یہ واقعہ بیان کیا، جب حضرت ابوموسیٰ میری والدہ کے پاس آئے تو انھوں نے ان سے کہا میرے بیٹے کو تمہارے سامنے چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب نہیں دیا اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی تو تم نے اس کو جواب دیا، حضرت ابوموسیٰ نے کہا تمہارے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمد للہ نہیں کہا تو میں نے اس کو جواب نہیں دیا، اور حضرت فضل کی بیٹی کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا تو میں نے اس کی چھینک کا جواب دیا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب مت دو۔

۷۳۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی تو انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا یرحمک اللہ، پھر جب دوسری بار اس کو چھینک آئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کو زکام ہے۔

إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَهُ فَقَالَ لَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ ثُمَّ عَطَسَ أُخْرَى فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ مَزْكُومٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی طرف سے ہے، تم میں سے جب کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اس کو جہاں تک روک سکے اس کو روکے۔

۷۳۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آئے تو وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اس کو روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۵۹۔ حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ مَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلَى فِيهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔

حضرت ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے روکے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔

۷۳۶۱۔ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ حتی المقدور اس کو روکے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے۔

۷۳۶۲۔ حَدَّثَنَاهُ عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ وَعَنِ ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد مثل سابق ہے۔

بِمِثْلِ حَدِيْثِ بِشْرٍ وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ۔

چھینک کے متعلق احکام میں مذاہب اربعہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امت کا اس پر اجماع ہے کہ چھینک کا جواب دینا مشروع ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ واجب ہے یا نہیں، اہل ظاہر (غیر مقلدین) اور ابن مریم مالکی نے کہا ہے جو بھی چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہتے ہوئے سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مسلمان جو چھینک لینے والے کو (الحمد للہ کہتے ہوئے) سنے اس پر جواب دینا واجب ہے، قاضی عیاض نے کہا کہ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے، امام شافعی ان کے اصحاب اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ سنت اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اور وہ اس حدیث کو ندب اور ادب پر محمول کرتے ہیں، جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ وہ سات دن میں غسل کرے، قاضی نے کہا چھینک کے بعد الحمد للہ کہنے اور اس کے جواب کی کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں مختلف آثار ہیں، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے، علامہ ابن جریر نے کہا اس کو ان تمام کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اسے الحمد للہ کہنے کا حکم ہے اور جواب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ الحمد للہ یرحمک اللہ کہے اور ایک قول یہ ہے کہ یرحمنا اللہ وایاکم "اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے" کہے اور جواب دینے والے کو پھر چھینک لینے والا کیا کہے اس میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے "اللہ تم کو ہدایت دے اور تم کو عافیت سے رکھے" ایک قول یہ ہے کہ یغفر اللہ لنا ولکم کہے "اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت کرے" امام مالک اور شافعی نے کہا اس کو دونوں کلمات میں اختیار ہے اور یہی صحیح ہے۔

اگر کسی شخص کو بار بار چھینکیں آئیں تو امام مالک نے کہا تین بار جواب دینے کے بعد خاموش ہو جائے، نیز حدیث میں یہ تصریح ہے کہ جب چھینک لینے والا الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب نہ دیا جائے، اس لیے جب کوئی شخص الحمد للہ نہ کہے تو اس کو جواب دینا مکروہ ہے۔ قاضی عیاض نے کہا چھینک لینے والے کو الحمد للہ کہنے کا اس لیے حکم دیا ہے کیونکہ چھینک کے سبب دماغ سے جو بخارات نکلتے ہیں اس سے انسان کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو اس نعمت پر اس کو شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔[1]

چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کے طریقہ کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

تشمیت باب تفعیل سے ہے، اور تفعیل کا ایک خاصہ ہے سلب ماخذ، جلدت البعیر کا معنی ہے میں نے اونٹ کی کھال اتار دی، اسی نہج پر تشمیت کا معنی ہے، دشمنوں کی شماتت (کسی کی مصیبت پر خوش ہونا) کو زائل کرنا، اس لیے چھینک لینے والے کو جواب میں جو دعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں ان کو تشمیت کہتے ہیں۔

علامہ ابن البطال اور بعض دوسرے علماء نے ایک جماعت سے یہ نقل کیا ہے کہ چھینک لینے والا صرف الحمد للہ کہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ علی کل حال کہے، کیونکہ امام بزار اور امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی طرح تعلیم دی ہے امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے اسی طرح

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳ - ۴۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، اور بعض علماء نے کہا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین کہے، کیونکہ امام طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے اس کی روایت کی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے چھینک کے بعد یہ کہا الحمد للہ رب العالمین علی کل حال اس شخص کی ڈاڑھ اور کان میں کبھی درد نہیں ہوگا، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن یہ بات قیاس سے نہیں کہی جاسکتی اس لیے یہ حکماً مرفوع ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حمد کے ساتھ جس قدر کلمات ثناء کا اضافہ کر لیا جائے وہ مستحسن ہے، کیونکہ طبری نے ایک معتبر سند کے ساتھ حضرت ام سلمہ سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یرحمک اللہ اور ایک دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ تو آپ نے فرمایا اس کو اس شخص پر انتیس درجہ فضیلت ہے۔ [1]

جن لوگوں کو چھینک کا جواب دینا ممنوع ہے

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات چیزوں کا حکم دیا ہے، ان میں سے ایک چھینک لینے والے کو جواب دینا ہے۔ حدیث شریف میں امر کا لفظ بظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح اس باب کی دوسری احادیث بھی بظاہر چھینک کے جواب کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ابن الزین مالکی اور بعض اہل ظاہر بھی وجوب کے قائل ہیں اور بعض لوگوں نے کہا یہ فرض عین ہے، اور مذاہب اربعہ کے جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے اور جب بعض لوگ جواب دے دیں تو باقی بعض سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور عبدالوہاب اور بعض مالکی علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ مستحب ہے۔

چھینک کا جواب دینے سے حسب ذیل لوگ مستثنیٰ ہیں:

(۱) جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب نہیں دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چھینک کے جواب میں الحمد للہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

(۲) کافر کو چھینک کا جواب نہیں دیا جائے گا، امام ابوداؤد نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہود چھینک لیتے تاکہ آپ ان کے لیے یرحمک اللہ فرمائیں، لیکن آپ یہ فرماتے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم "اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔

(۳) جس شخص کو زکام ہو اور وہ بار بار چھینکیں لے اس کو بھی جواب نہیں دیا جائے گا، امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک، دو اور تین بار چھینک کا جواب دو،

---

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

اس کے بعد بھی اگر چھینک آئے تو اس شخص کو زکام ہے۔

(۴)۔ جو شخص چھینک کے جواب کو مکروہ سمجھتا ہو اس کو چھینک کا جواب نہ دیا جائے اگر یہ کہا جائے کہ کسی کے مکروہ سمجھنے کی وجہ سے سنت کو کیسے ترک کیا جائے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چھینک کا جواب اس کے لیے سنت ہے جو اس کو پسند کرتا ہو اور جو اس کو مکروہ سمجھتا ہو اس کے لیے یہ سنت نہیں ہے، یہ قاعدہ سلام اور عیادت میں بھی جاری ہے، علامہ ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ جس شخص کو سلام کرنے سے ضرر کا خوف ہو یا جس کو چھینک کا جواب دینے سے ضرر کا خدشہ ہو اس کو سلام کرے نہ چھینک کا جواب دے۔ (علامہ عینی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ سلاطین مصر کے پاس جو لوگ جاتے تھے وہ ان کو اسی وجہ سے سلام نہیں کرتے تھے۔

(۵)۔ خطبہ کے وقت چھینک کا جواب نہ دیا جائے کیونکہ اس وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۶)۔ مجامعت کے وقت اور بیت الخلاء میں اگر چھینک آئے تو الحمد للہ کہنے کو مؤخر کر دے، پھر اگر بعد میں کوئی اس سے الحمد للہ سنے تو وہ جواب دے سکتا ہے۔[1]

چھینک کے جواب کا بیان

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کو چھینک آئے تو وہ کہے الحمد للہ، اور اس کا (دینی) بھائی یا ساتھی کہے یرحمک اللہ اور جب یہ یرحمک اللہ کہے تو وہ کہے یھدیکم اللہ ویصلح بالکم "اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہاری اصلاح کرے"

علامہ ابن بطال نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم کا یہی مذہب ہے انھوں نے کہا جواب میں صرف یرحمک اللہ کہے اور علامہ طبری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یوں کہے یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر اللہ لنا ولکم "اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔[2]

جمائی کا بیان

اس باب کی حدیث نمبر ۷۳۵۰ میں ہے: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو وہ اس کو حتی المقدور روکے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمائی کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی ہے کہ وہ شیطان کی طاری کی ہوئی سستی سے آتی ہے، یا شیطان اس سے خوش ہوتا ہے، صحیح بخاری میں ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے، علماء نے یہ کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چھینک سے فرحت حاصل ہوتی ہے اور بدن ہلکا پھلکا ہوتا ہے اور اس کے برعکس جمائی اس وقت آتی ہے، جب بدن بوجھل ہو، اعصاب ڈھیلے پڑ جائیں اور طبیعت سستی کی طرف مائل ہو اور اس کی شیطان کی طرف اضافت اس لیے ہوتی ہے کہ وہ شہوات کی دعوت دیتا ہے اور جمائی کو روکنے

---

[1]۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2]۔ " " " " ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸-۲۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

کے حکم کا مطلب یہ ہے کہ جمائی کے اسباب کو رد کا جائے اور جمائی کا سبب زیادہ کھانا اور بکثرت آرام کرنا ہے اور جب جمائی آئے تو منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے تاکہ شیطان اس کے منہ میں داخل ہونے اور اس پر ہنسنے سے باز رہے۔[1]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

بعض شافعی علماء نے کہا ہے کہ جمائی کا منشأ پیٹ بھر کر کھانا، نفس کا بوجھل ہونا اور حواس کا مکدر ہونا ہے اس سے غفلت، سستی اور فہم میں کمی پیدا ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جمائی کو ناپسند کرتا ہے، اور چھینک دماغ کی خفت، فضلات کے خروج، روح کی صفائی اور حواس کی تقویت کا سبب ہے اس وجہ سے یہ اللہ کو پسند اور شیطان کو ناپسند ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی نبی کو کبھی جمائی نہیں آئی، جمائی کے بعد تھوکنے کا حکم ہے تاکہ شیطان کی ڈالی ہوئی چیزیں اور اس کے اثرات نکل جائیں۔[2]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمائی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جمائی آئے تو اس کو حتی الوسع روکے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو جمائی آتی ہے تو شیطان اس سے ہنستا ہے، اور امام مسلم نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے تو وہ اس کو حتی الوسع روکے رکھے کیونکہ شیطان داخل ہوتا ہے، ہمارے شیخ علامہ زین الدین نے کہا ہے کہ یہ حکم صرف نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ شیطان کا اہم مقصد نمازی کی نماز میں خلل ڈالنا ہے، علامہ ابن العربی نے کہا کہ ہر حال میں جمائی کو روکنا چاہیے اور حدیث میں نماز کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کیونکہ شیطان کو دور کرنے کے لیے یہ سب سے افضل حال ہے، نیز جمائی لیتے وقت انسان اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اس کی شکل متغیر ہو جاتی ہے، اور صحیح مسلم میں جو ذکر ہے کہ شیطان داخل ہوتا ہے اس سے حقیقت بھی مراد ہو سکتی ہے اور شیطان ہر چند کہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے لیکن جب تک انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے وہ اس پر قادر نہیں ہوتا اور جب انسان جمائی لیتا ہے تو اس وقت وہ ذکر الٰہی نہیں کرتا، اس وقت شیطان اس میں حقیقۃً داخل ہو جاتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث میں دخول سے مجازاً شیطان کا قادر ہونا مراد ہو۔[3]

بَابُ ۱۰۳۲ فِي أَحَادِيثَ مُتَفَرِّقَةٍ

احادیث متفرقہ

۷۳۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جنوں کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۳۰۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّ خُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ.

سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے)۔

۷۳۶۴۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى الْعَنَزِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ جَمِيْعًا عَنِ الثَّقَفِيِّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُقِدَتْ اُمَّةٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ لَا يُدْرٰى مَا فَعَلَتْ وَلَا اُرَاهَا اِلَّا الْفَأْرَ اَلَا تَرَوْنَهَا اِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الْاِبِلِ لَمْ تَشْرَبْهُ وَاِذَا وُضِعَ لَهَا اَلْبَانُ الشَّآءِ شَرِبَتْهُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَحَدَّثْتُ هٰذَا الْحَدِيْثَ كَعْبًا فَقَالَ اَنْتَ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ ذٰلِكَ مِرَارًا قُلْتُ اَفَاَقْرَأُ التَّوْرَاةَ قَالَ اِسْحٰقُ فِيْ رِوَايَتِهٖ لَا اَدْرِيْ مَا فَعَلَتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنو اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا یہ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کہاں ہے اور میرا یہی گمان ہے کہ وہ (مسخ شدہ) چوہے ہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب چوہوں کے سامنے اونٹوں کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو نہیں پیتے، اور جب ان کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو وہ اس کو پی لیتے ہیں، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت کعب سے بیان کی، انھوں نے کہا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خود یہ حدیث سنی ہے، میں نے کہا ہاں! جب انھوں نے بار بار یہ سوال کیا تو میں نے کہا کیا میں تورات پڑھ رہا ہوں! اسحٰق کی روایت میں ہے ہم (از خود) نہیں جانتے وہ گروہ کہاں گیا۔

۷۳۶۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ الْفَارَةُ مَسْخٌ وَاٰيَةُ ذٰلِكَ اَنَّهٗ يُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْغَنَمِ فَتَشْرَبُهٗ وَيُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهَا لَبَنُ الْاِبِلِ فَلَا تَذُوْقُهٗ فَقَالَ لَهٗ كَعْبٌ اَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفَاُنْزِلَتْ عَلَيَّ التَّوْرَاةُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چوہا مسخ ہوا ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے سامنے بکری کا دودھ رکھا جائے تو یہ پی لیتا ہے اور اس کے سامنے اونٹ کا دودھ رکھا جائے تو یہ اس کو نہیں پیتا، کعب نے ان سے کہا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تھی؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا تو کیا مجھ پر تورات نازل ہوئی تھی۔

۷۳۶۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَيْنِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

۷۳۶۷۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا کہ یہ

بْنُ يَحْيٰى قَالَا اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُوْنُسَ ح وَ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ

حدیث حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

۷۳۶۸ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْاَزْدِيُّ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ جَمِيْعًا عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ الْمُغِيْرَةِ (وَاللَّفْظُ لِشَيْبَانَ) قَالَا حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی شان پر خوشی کرنی چاہیے اس کے ہر حال میں خیر ہے اور یہ مقام اس کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں، اگر وہ نعمتوں کے ملنے پر شکر کرے تو اس کو اجر ملتا ہے اور اگر وہ مصیبت آنے پر صبر کرے تب بھی اس کو اجر ملتا ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۳، میں ہے: ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔
اس حدیث کی تشریح میں پہلے ہم نور کا معنی بیان کریں گے، پھر ملائکہ کی ماہیت کی تحقیق کریں گے۔

نور کے معنی کی تحقیق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النور الضوء المنتشر الذی یعین علی الابصار وذٰلک ضربان دنیوی واخروی، فالدنیوی ضربان ضرب معقول بعین البصیرۃ وھو ما انتشر من الامور الالٰھیۃ کنور العقل ونور القرآن ومحسوس بعین البصر وھو ما انتشر من الاجسام النیرۃ کالقمرین والنجوم والنیرات فمن النور الالٰھی قولہ تعالیٰ (قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین) ومن المحسوس الذی بعین البصر (ھو الذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نورًا) ومن النور الاخروی

نور اس پھیلی ہوئی روشنی کو کہتے ہیں جو دیکھنے میں مدد دیتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں، دنیوی اور اخروی، دنیاوی نور کی بھی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے، جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے، یہ وہ امور الٰہیہ ہیں جو پھیلے ہوئے ہیں، جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، قرآن میں ہے: قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک کیا جاتا ہے اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند، ستارے اور دیگر روشنی دینے والے اجسام کی روشنی، قرآن مجید میں ہے: ھو الذی جعل

قولہ: (یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم) [1]

الشمس ضیاء والقمر نورا اور آخرت کے نور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم "ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔"

علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

نُور کا معنی ضَوء (روشنی) ہے، خواہ کسی قسم کی روشنی ہو یا چمک، ہو، زمخشری نے کہا ہے کہ ضیاء میں نور کی بہ نسبت زیادہ وضوح ہے، قرآن مجید میں ہے "اللہ تعالیٰ نے سورج کو ضیاء اور قمر کو نور بنایا"، علامہ قناری نے حواشی تلویح میں یہ تحقیق کی ہے کہ ضیاء ذاتی ہے اور نُور عرضی ہے اور صاحب قاموس نے بصائر میں یہ بیان کیا ہے کہ نور کی دو قسمیں ہیں دنیاوی اور اُخروی، دنیاوی نور کی پھر دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کا بصیرت کی آنکھ سے ادراک ہوتا ہے یہ وہ انوارِ الٰہیہ ہیں جو پھیلے ہوتے ہیں جیسے عقل کا نور اور قرآن کا نور، اور دوسری قسم وہ ہے جس کا ظاہری آنکھ سے ادراک ہوتا ہے، اور یہ اجسام منورہ سے پھیلی ہوئی روشنی ہے، جیسے سورج، چاند اور ستاروں سے پھیلی ہوئی روشنی، اور اُخروی نُور کی مثال قرآن مجید کی یہ آیت ہے: ان کے اعمال کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں جانب دوڑتا ہوگا۔ [2]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا و بواسطتھا سائر المبصرات۔ [3]

نُور وہ کیفیت ہے جس کا آنکھ سب سے پہلے ادراک کرتی ہے اور اس کیفیت کے واسطے سے باقی دکھائی دینے والی چیزوں کا ادراک کرتی ہے۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھو الظاھر الذی بہ کل ظھور، فالظاھر فی نفسہ المظھر لغیرہ یسمی نورا۔ [4]

نُور وہ ظاہر ہے جس کی وجہ سے ہر چیز کا ظہور ہے، پس جو چیز خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردے وہ نور ہے۔

ملائکہ کی حقیقت کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

والملک اصلہ مألک بتقدیم الھمزۃ من الالوک وھی الرسالۃ ثم قلبت وقدمت

ملک کی اصل مألک ہے، یہ الوک سے ماخوذ ہے، جس کا معنی رسالت (پیغام پہنچانا) ہے، پھر اس

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۸، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۵۸۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[4] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

اللّام فقیل ملاک۔ [1]

میں قلب کر کے لام کو الف پر مقدم کیا گیا، اور ملاک کہا گیا۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

اصلہ مألک من الالوک الرسالۃ ثم قدمت الھمزۃ۔ [2]

اس کی اصل مألک ہے، یہ الوک سے ماخوذ ہے جس کا معنی رسالت ہے، پھر ہمزہ کو مقدم کیا گیا۔

امام رازی لکھتے ہیں:

انھا اجسام لطیفۃ ھوائیۃ تقدر علی التشکل باشکال مختلفۃ مسکنھا السمٰوٰت وھٰذا قول اکثر المسلمین۔ [3]

ملائکہ کا جسم لطیف اور مجرد ہے وہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں، ان کا مسکن آسمان ہیں اور یہ اکثر مسلمانوں کا قول ہے۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

ملائکہ اصل میں ملاک کی جمع ہے اور یہ الوکۃ سے ماخوذ ہے، الوکت کا معنی رسالت ہے، کیونکہ ملائکہ اللہ تعالیٰ اور انسانوں کے درمیان واسطہ ہیں، پس وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے رسول ہیں، یا بمنزلہ رسول ہیں، ان کی حقیقت میں لوگوں کا اختلاف ہے، اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ یہ موجود اور قائم بالذات ہیں، اکثر مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا جسم لطیف ہوتا ہے اور یہ مختلف شکلوں کو اختیار کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو مختلف شکلوں میں دیکھا ہے، اور نصاریٰ کی ایک جماعت نے یہ کہا کہ یہ نیک انسانوں کے بدن سے الگ ہو جانے والی روحیں ہیں، اور حکماء کا یہ گمان ہے کہ یہ جواہر مجردہ ہیں جن کی حقیقت نفوس ناطقہ کی حقیقت کے مخالف ہے، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو اللہ سبحانہٗ کی معرفت میں مستغرق رہتی ہے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

یسبحون اللیل والنھار لا یفترون۔

وہ رات دن اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور تھکتے نہیں۔

یہ ملأ اعلیٰ اور ملائکہ مقربین ہیں، اور ایک قسم وہ ہے جو قضاء وقدر کے مطابق نظام عالم کو جاری رکھنے کی تدبیر کرتی ہے، یہ اللہ کے احکام سے روگردانی نہیں کرتے، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں، یہ "المدبرات امراً" کے مصداق ہیں، ان میں سے بعض فرشتے آسمان سے متعلق ہیں اور بعض زمین سے۔ [4]

علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں:

اکثر مسلمانوں کا مذہب یہ ہے کہ ملائکہ اجسام نورانیہ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہوائیہ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰ ص ۳۹۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۴ ص ۳۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۲ ص ۱۲۰-۱۱۹، مطبوعہ دار صادر بیروت

اڑن سے متعدد اور مختلف شکلوں کے اختیار کرنے پر قادر ہیں (الی قولہ) اور ہمارے نزدیک ملائکہ کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ملائکہ ہیں جو ہر وقت اللہ سبحانہ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں اور کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے ، دن اور رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس سے تھکتے نہیں یہ ملاء اعلیٰ اور ملائکہ مقربین ہیں ، اور دوسری قسم وہ ملائکہ ہیں جو قضاء وقدر کے مطابق آسمانی احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی تدبیر کرتے ہیں یہ "المدبرات امر" کا مصداق ہیں ، ان میں بعض فرشتے آسمانی ہیں اور بعض زمینی ، اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا ، حدیث میں ہے کہ آسمان پر کوئی قدم رکھنے کی جگہ نہیں ہے مگر کوئی فرشتہ اس جگہ پر سجدے میں ہے اور کوئی رکوع میں ، یہ فرشتے شکل وصورت اور جسامت میں مختلف ہوتے ہیں ان کو ان کی اصل صورت میں ماسوا ارباب نفوس قدسیہ کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا ، بعض اوقات یہ بیک وقت متعدد بدلوں میں ظاہر ہوتے ہیں ، حالانکہ یہ اپنی اصل شکل میں اپنی جگہ موجود ہوتے ہیں ، حتیٰ کہ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اسی وقت میں وہ سدرۃ المنتہیٰ میں بھی موجود ہوتے تھے اور اولیاء کاملین بھی اسی طرح بیک وقت متعدد جگہ دکھائی دیتے ہیں ، ہر چند کہ یہ بات عقل کے خلاف ہے ، لیکن میں اس پر ایمان لانے والوں میں سے ہوں ۔ [1]

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں :

ملائکہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے ، اس کی عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں نہ تھکتے ہیں ، وہ مذکر اور مونث نہیں ہوتے ، بت پرستوں نے جو کہا تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یہ محال اور باطل ہے اور ان کی شان میں افراط ہے ، جس طرح یہودیوں کا یہ کہنا باطل ہے کہ فرشتوں میں سے یکے بعد دیگرے ایک فرشتہ کفر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو مسخ کر دیتا ہے ، یہ ان کی شان میں تفریط ہے ، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا شیطان نے کفر نہیں کیا تھا اور وہ بھی فرشتہ تھا ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "ابلیس کے سوا ہر ہر فرشتہ نے سجدہ کیا" اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی نص صریح ہے کہ "ابلیس جن تھا اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی" اور اس کو ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرنے کا حکم تغلیباً دیا گیا تھا ، کیونکہ وہ فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اور ہاروت اور ماروت کے متعلق زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ فرشتے تھے ، ان سے کوئی کفر سرزد ہوا تھا نہ گناہ کبیرہ (اس سلسلہ میں جو روایات مشہور ہیں وہ باطل ہیں ۔) ان کو جو عذاب ہوا تھا وہ بطریقہ عتاب تھا جس طرح انبیاء کو زلت اور سہو پر عتاب ہوتا ہے (علامہ تفتازانی کا یہ قول صحیح نہیں ہے ، کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر عتاب ، ان پر اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی ایک نوع ہے اس کو عذاب کی مثال میں پیش کرنا باطل ہے ، نیز ہاروت اور ماروت کے متعلق عذاب کا قول کرنا بھی باطل ہے ، کیونکہ عذاب ان سے معصیت کے صدور پر متفرع ہے ، جو معصیت کے صدور کا قائل ہے وہ عذاب کا بھی قائل ہے اور جو معصیت کے صدور کا منکر ہے وہ عذاب کا بھی منکر ہے ۔ سیدی غفرلہٗ) ہاروت اور ماروت لوگوں کو وعظ کرتے تھے ان کو سحر کی تعلیم دیتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ کہتے تھے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لیے ہیں تم کفر نہ کرو ، اور سحر کی تعلیم کفر نہیں ہے کفر اس کے اعتقاد اور عمل میں ہے ۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ ، روح المعانی ج ۱ ص ۲۱۹ ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ ، شرح عقائد نسفی ص ۱۳۳ ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ افغانستان

علامہ عبدالعزیز پرہاروی لکھتے ہیں:

ملائکہ کی حقیقت میں علماء کا اختلاف ہے، اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ نورانیہ ہیں، حکماء نے یہ کہا کہ وہ جواہر مجردہ ہیں، ملائکہ کے جسم ہونے پر ہماری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں، اور زمین سے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام ان کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ فرشتے وہ روحیں ہیں جو نیک لوگوں کے بدنوں سے نکل جاتی ہیں، ایک اہم مسئلہ فرشتہ، جن اور شیطان کا فرق ہے، صحیح یہ ہے کہ فرشتہ ایک شریف نوع ہے جس کو خیر اور طاعت پر پیدا کیا گیا ہے اور جن کی نوع اس کے خلاف ہے ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی، اور شر زیادہ ہے، اور شیطان ہر خبیث اور سرکش جن کو کہتے ہیں، نیز جن مذکر اور مونث ہوتے ہیں، ان کی نسل چلتی ہے وہ مکلف ہیں اور بنو آدم کی طرح وعد اور وعید کا مخاطب ہیں، یہ باعتبار عوارض کے فرق ہے اور باعتبار مادہ کے یہ فرق ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے اور جن کو آگ کے شعلہ سے اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے (یعنی مٹی سے۔ صحیح مسلم) نور سے مراد مادہ نورانیہ ہے جو آگ کی بہ نسبت زیادہ لطیف اور اشرف ہے، قاضی بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ بعض فرشتوں کو بھی آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور حضرت عائشہ کی اس روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ نور سے مراد وہ آگ ہے جو لطیف اور صاف ہو، علامہ جلال الدین سیوطی نے اس تاویل کا سخت رد کیا ہے اور کہا یہ معرفت حدیث کی قلت اور فلسفہ میں مستغرق ہونے کا نتیجہ ہے۔ [1]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

الملک جسم لطیف نورانی یتشکل باشکال مختلفۃ۔ [2]

فرشتہ ایک لطیف نورانی جسم ہے جو مختلف شکلیں اختیار کر لیتا ہے۔

انسان، جن اور ملائکہ میں جوہر ذات کے اعتبار سے کون افضل ہے؟

اس حدیث میں ہے: اور آدم کو اس سے پیدا کیا گیا ہے جس کا تم سے بیان کیا گیا ہے۔ (یعنی مٹی سے)۔

ہر چند کہ بنو آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا لیکن اس سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ ملائکہ افضل ہیں اور بنو آدم مفضول ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام بشر اور بنو آدم ہیں اور اللہ کے محبوب سید آدم و بنو آدم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آدمی اور بشر ہیں، اگر بشر اور آدمی میں فضیلت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو کبھی آدمی اور بشر نہ بناتا، آدمیت اور بشریت کی فضیلت اور افتخار کے لیے صرف یہی امر کافی ہے کہ اللہ کے محبوب آدمی اور بشر ہیں، قرآن مجید میں ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ (آل عمران: ۱۶۴)

لقد جاءکم رسول من انفسکم۔ (توبہ، ۱۲۸)

بے شک اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان کیا جب اس نے ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا

بے شک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آئے۔

---

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۶۰-۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[2] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، التعریفات ص ۱۰۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ، ۱۳۰۶ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا کی:

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم -(البقرۃ: ۱۲۹)

اے ہمارے رب اور ان میں ان ہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے۔

بنوآدم کی تکریم بیان کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولقد کرمنا بنی اٰدم وحملنٰھم فی البر والبحر ورزقنٰھم من الطیبت وفضلنٰھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔
(بنی اسرائیل: ۷۰)

اور بے شک ہم نے بنوآدم کو بزرگی عطا فرمائی، اور ہم نے انھیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور پاکیزہ چیزوں سے ان کو رزق دیا، اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں سے بہت زیادہ پر فضیلت دی۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بنوآدم کی تکریم میں یہ امور داخل ہیں، ان کو مستقیم القامت بنایا، حسین صورت دی، ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا، ان کو کھانے پینے اور لباس کی وہ نعمتیں دیں جو کسی اور جاندار کو نہیں دیں، انسان اپنے ہاتھوں سے کھاتا ہے اور باقی جاندار منہ سے کھاتے ہیں، ضحاک نے کہا انسان کو نطق اور تمیز عطا کی، محمد بن کعب نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بنوآدم سے مبعوث کیا، بعض نے کہا مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو چوٹی سے مزین کیا، محمد بن جریر طبری نے کہا انسان کے لیے تمام مخلوق کو مسخر کر دیا، بعض نے کہا انسان کو بولنا اور لکھنا سکھایا، بعض نے کہا فہم اور تمیز سے نوازا، لیکن صحیح اور معتمد بات یہ ہے کہ انسان کی تکریم اور تفضیل عقل کی وجہ سے ہے جو مکلف کیے جانے کا سبب ہے، اسی عقل سے انسان کو اللہ کی معرفت ہوتی ہے اور اس کو اللہ کے کلام کی فہم حاصل ہوتی ہے، اور وہ اللہ کے رسول کی تصدیق کرتا ہے اور اخروی نعمتوں کا مستحق قرار پاتا ہے البتہ جب انسان کی عقل ان نعمتوں تک پہنچنے کے لیے ناکافی تھی تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور کتابوں کو نازل کیا۔ [1]

ہر مرکب کی چار علتیں ہوتی ہیں، علت مادی، علت صوری، علت فاعلی اور علت غائی، یہ ٹھیک ہے کہ فرشتوں کا مادہ نور ہے اور جنوں کا مادہ نار ہے اور انسان کا مادہ مٹی ہے اور نور اور نار مٹی سے افضل ہیں، لیکن انسان علت صوری کے اعتبار سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔
(تین: ۴)

بے شک ہم نے انسان کو سب سے حسین صورت میں پیدا کیا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ اٰدم علی صورتہ۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹۴-۲۹۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاتل احدکم اخاہ فلیجتنب الوجہ فان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نوٹ: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف صورت کی اضافت تشریفاً ہے۔

علت فاعلی کے اعتبار سے بھی انسان سب سے افضل ہے، کیونکہ یوں تو ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے لیکن انسان کو پیدا کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف کی ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قال یا ابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی۔ (ص: ۷۵)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: اے ابلیس تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور علت غائی کے اعتبار سے بھی انسان تمام مخلوق سے افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی خلافت اور نیابت کے لیے پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے:

واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ (بقرہ: ۳۰)

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: بیشک میں زمین میں (اپنا) نائب بنانے والا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ علت مادی کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، اور علت صوری اور علت فاعلی اور علت غائی کے اعتبار سے انسان نہ صرف جن اور ملائکہ بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے ۔ یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ

یعنی انسان کے لیے فرشتوں کا مظہر ہونا کوئی فضیلت کی بات نہیں کیونکہ فرشتوں کا سردار حضرت جبرائیل نوع انسان (حضرات انبیاء علیہم السلام) کا خادم ہے، اس لیے اے انسان تو ملائکہ کا مظہر نہ بن بلکہ رب ملائکہ کا مظہر بن!

اجر و ثواب کے اعتبار سے تو انسان ملائکہ سے بہر حال افضل ہے لیکن جوہر ذات کے اعتبار سے ان میں کون افضل ہے اس میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے۔

انسان اور فرشتہ میں کسی کی افضلیت پر قطعیت نہیں ہے

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۱۹، ۴۶۳، ۴۲۴، ۳۲۳، ۳۱۵، ۲۵۱، ۲۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں اور جنوں کے مقابلہ میں انسان کے اوپر اپنی خصوصی نعمتوں کا شمار کیا ہے، لہٰذا اس آیت میں باقی جاندار اور جنات مفضول ہیں اور انسان افضل ہے اور ملائکہ ان کثیر مفضولین سے خارج ہیں، اس آیت میں ان کے ذکر سے تعرض نہیں کیا گیا، _____ بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ ملائکہ افضل ہوں اور اس کے برعکس ہونے کا بھی احتمال ہے، اور ان میں مساوات ہونے کا بھی احتمال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کسی جانب قطعیت نہیں ہے[1]

امام رازی شافعی اس بحث میں لکھتے ہیں:

یہاں پر یہ بحث باقی ہے کہ فرشتہ افضل ہے یا بشر؟ یعنی وہ جوہر بسیط جو محض قوت عقلیہ قدسیہ کے ساتھ متصف ہے وہ افضل ہے یا بشر افضل ہے جو ان دونوں قوتوں کا جامع ہے؟ یہ ایک اور بحث ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (بنو اسرائیل: ۷۰) میں یہ نہیں فرمایا: "وفضلنا هم على الكل" "ہم نے بنو آدم کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے"، بلکہ یہ فرمایا ہے: وفضلنٰهم على كثير ممن خلقنا تفضيلا (بنو اسرائیل: ۷۰) "اور ہم نے ان کو اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق میں بہت زیادہ پر فضیلت دی ہے"۔ اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ بعض ایسی مخلوق بھی ہے جس پر انسان کو فضیلت نہیں دی گئی، اور جو لوگ اس قسم کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ فرشتے ہیں، پھر یہ لازم آئے گا کہ انسان فرشتوں سے افضل نہیں ہے بلکہ فرشتے انسان سے افضل ہیں، اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے اور واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے کہ زجاج کا بھی یہی مختار ہے، یہ کلام دو بحثوں پر مشتمل ہے ایک یہ کہ انبیاء علیہم السلام افضل ہیں یا ملائکہ؟ اس پر بحث گذر چکی ہے (معتزلہ ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں اور اہل سنت انبیاء علیہم السلام کی افضلیت کے قائل ہیں۔) دوسری بحث یہ ہے کہ عام ملائکہ اور عام مومنین میں سے کون افضل ہے؟ بعض علماء نے کہا کہ مومنین ملائکہ سے افضل ہیں اور ان کا استدلال اس روایت سے ہے: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملائکہ نے عرض کیا: اے ہمارے رب! تو نے بنو آدم کو دنیا دی ہے جس میں وہ کھاتے ہیں اور نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور ہم کو یہ نعمت نہیں دی، تو ہم کو آخرت میں یہ نعمت عطا فرما دے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم! جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اس کی ذریت کو میں ان کے مساوی نہیں کروں گا، جن کو میں نے کن ـــ سے پیدا کیا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ملائکہ سے زیادہ مکرم ہے جو اس کے پاس ہیں، اس حدیث کو علامہ واحدی نے بسیط میں روایت کیا ہے، اور جو کہتے ہیں کہ فرشتہ انسان سے علی الاطلاق افضل ہے، وہ سورۂ بنو اسرائیل کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں مفہوم مخالف اور دلیل خطاب سے استدلال ہیں کیونکہ دلیل کی تقریر اس طرح ہے: کثیر کی ذکر میں تخصیص کرنا اس کو مستلزم ہے کہ قلیل اس کی ضد ہے، یعنی جب انسان کثیر سے افضل ہے تو باقی قلیل (یعنی ملائکہ) انسان سے افضل ہیں، اور یہ دلیل خطاب سے استدلال ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۰ ص ۲۹۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۲۲-۴۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

تفضیل کا مسئلہ اہل سنت، اور جو ملائکہ کی افضلیت کے قائل ہیں، ان کے درمیان مختلف فیہ ہے، حضرت ابن عباس کا یہی مذہب ہے اور یہی زجاج کا مختار ہے، اور بعض نے یہ تفصیل کی ہے کہ رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، پھر رسل ملائکہ عوام بشر اور عوام ملائکہ سے افضل ہیں، پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں، امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصحاب اور اکثر شافعیہ اور اشعریہ کا یہی مسلک ہے، بعض نے یہ کہا کہ نوع انسان میں سے جو کاملین ہیں وہ افضل ہیں خواہ نبی ہوں یا ولی، بعض نے کہا ملائکہ کروبین مطلق افضل ہیں، بعض نے کہا رسل بشر پھر کاملین بشر افضل ہیں پھر عوام ملائکہ عوام بشر سے افضل ہیں۔

یہ امام رازی اور امام غزالی کا مسلک ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مطلقاً یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اہل سنت بشر کو فرشتہ سے افضل قرار دیتے ہیں اور اس مسئلہ میں کسی جانب بھی قطعی دلیل نہیں ہے۔ [1]

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

(ذھبنا معشر الاشعریۃ والحنفیۃ (الی ان الاتقیاء من بنی آدم کالرسل وغیرھم افضل من الملائکۃ خواصھم) ای خواص (البشر (کالانبیاء) رسلا کانوا او غیرھم (افضل من خواصھم) ای خواص الملائکۃ کجبرائیل ومیکائیل (وعوامھم) ای عوام البشر (کالصلحاء من عوامھم) [2]

ہمارا یعنی اشاعرہ اور احناف کا مذہب یہ ہے کہ ہر آدم کے نیک انسان خواہ نبی ہوں یا ولی، ملائکہ سے مطلقاً افضل ہیں خواص بشر خواہ رسول ہوں یا نبی، خواص ملائکہ مثلاً حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل سے افضل ہیں اور عوام بشر مثلاً نیک مسلمان، عام فرشتوں سے افضل ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

رسل بشر رسل ملائکہ سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ عامۃ البشر سے افضل ہیں اور عامۃ البشر عامۃ الملائکہ سے افضل ہیں، رسل ملائکہ کی عامۃ البشر سے افضلیت بالاجماع ہے بلکہ بالبداہۃ ہے اور رسل بشر کی رسل ملائکہ پر اور عامۃ البشر کی عامۃ الملائکہ پر فضیلت کی متعدد دلیلیں ہیں:۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم اور تکریم کے لیے سجدہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

قال ارءیتک ھذا الذی کرمت علی (بنی اسراءیل: ۶۲)

(شیطان نے) کہا بھلا اس کو دیکھ تو سہی جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟

قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ (ص: ۷۶)

(شیطان نے) کہا: میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے بنایا اور اس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

اور حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا جائے نہ کہ اس کے برعکس۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وعلم آدم الاسماء کلھا "اللہ نے حضرت آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دے دی تو ہر اہل زبان اللہ تعالیٰ کے اس قول سے یہ سمجھتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا قصد حضرت آدم کو فرشتوں پر فضیلت دینا ہے

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵ ص ۱۲۰۔ ۱۱۹ ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرہ، ص ۱۹۲، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ کرمان بلوچستان

اور ان کے علم کی زیادتی کو بیان کرنا ہے تاکہ ان کی تعظیم و تکریم کا استحقاق ظاہر ہو۔ (یہ دونوں دلیلیں انبیاء علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کو بیان کرتی ہیں اور عوام بشر (یعنی مسلمان) کی ملائکہ پر فضیلت کا بیان اس آیت میں ہے)

۳- ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا وال ابراھیم و ال عمران علی العلمین۔ (آل عمران، ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

اور تمام جہانوں میں ملائکہ بھی داخل ہیں، اس آیت کے عموم سے رسل ملائکہ کی عوام بشر پر فضیلت کو اجماع کے سبب سے مستثنیٰ کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں اس آیت کا عموم معتبر ہے (اس آیت کا ظاہری معنی یہ ہے: آل ابراہیم اور آل عمران خواہ وہ رسول ہوں یا نہ ہوں تمام ملائکہ سے افضل ہیں، خواہ وہ ملائکہ رسول ہوں یا نہ ہوں لیکن حضرت ابراہیم اور حضرت عمران کی اولاد میں سے عامہ بشر کی رسل ملائکہ سے افضل ہونا چونکہ اجماع کے خلاف ہے اس لیے ان کو اس آیت کے عموم سے خاص کر لیا گیا ہے، اور باقی افراد میں یہ حکم ثابت رہے گا یعنی رسل بشر کی رسل ملائکہ پر فضیلت اور عامہ بشر کی عامہ ملائکہ پر فضیلت ثابت رہے گی۔ (نبراس ص ۵۹۸) اور یہ امر مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور اس کے ثبوت کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں۔ [1]

حدیث نمبر ۷۳۶۳ میں ملائکہ، جن اور انسان کا مادہ خلقت بیان کیا گیا تھا، جن کے متعلق ہم اس جلد میں اس سے پہلے باب نمبر ۱۰۰۲ میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں، اس لیے یہاں ہم نے ملائکہ کے مادہ خلقت سے بحث کی ہے، اور یہ بتایا ہے کہ نفس مادہ کے اعتبار سے جن اور ملائکہ انسان سے افضل ہیں، لیکن صورت، غایت اور فاعل کے اعتبار سے انسان ہر مخلوق سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور وجاہت کے لحاظ سے رسل بشر مطلقاً افضل ہیں، اور رسل ملائکہ، عام بشر اور عام ملائکہ سے افضل ہیں اور عام بشر (یعنی مومنین صالحین) عام ملائکہ سے افضل ہیں لیکن یہ مسئلہ بہر حال ظنی ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَدْحِ إِذَا كَانَ فِيهِ إِفْرَاطٌ وَخِيفَ مِنْهُ فِتْنَةٌ عَلَى الْمَمْدُوحِ

کسی کی اتنی زیادہ تعریف کرنے کی ممانعت جس سے اس کے فتنہ میں پڑنے کا خدشہ ہو۔

۷۳۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَدَحَ رَجُلٌ رَجُلًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ مَادِحًا صَاحِبَهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ أَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيبُهُ وَلَا أُزَكِّي عَلَى اللّٰهِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی، آپ نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی، یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص نے اپنے صاحب کی لامحالہ تعریف کرنی ہو، تو یوں کہو کہ میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے اور اس کو حقیقت میں اللہ ہی جاننے والا ہے، اور میں کسی کو اللہ کے نزدیک

[1] ـــــ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ دارالاشاعۃ العربیہ افغانستان

اَحَدًا اَحْسِبُهٗ اِنْ كَانَ يَعْلَمُ ذَاكَ كَذَا وَكَذَا۔

سراہا ہو انہیں کہتا، خواہ وہ اس کے متعلق اسی طرح جانتا ہو۔

۷۳۷۰۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَبَلَةَ بْنِ اَبِيْ رَوَّادٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ اَخْبَرَنَا غُنْدَرٌ قَالَ شُعْبَةُ حَدَّثَنَا عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ بَكْرَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذُكِرَ عِنْدَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْهُ فِيْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ مِرَارًا يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ كَانَ اَحَدُكُمْ مَادِحًا اَخَاهُ لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا اِنْ كَانَ يُرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا اُزَكِّيْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا۔

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں چیز میں اس سے افضل نہیں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر افسوس ہے! تم نے تو اپنے صاحب کی گردن کاٹ دی۔ یہ جملہ آپ نے کئی بار فرمایا: پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میں سے کسی شخص نے خواہ مخواہ اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہو تو یہ کہے میرا فلاں کے متعلق یہ گمان ہے خواہ وہ اس کو اسی طرح سمجھتا ہو اور وہ یہ نہ کہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ایسا ہی ہے۔

۷۳۷۱۔ وَحَدَّثَنِيْهِ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهِمَا فَقَالَ رَجُلٌ مَا مِنْ رَجُلٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ان روایتوں میں یہ نہیں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہے۔

۷۳۷۲۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِيْ عَلٰى رَجُلٍ وَيُطْرِيْهِ فِي الْمِدْحَةِ فَقَالَ لَقَدْ اَهْلَكْتُمْ اَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کسی کی بہت مبالغہ کے ساتھ تعریف کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا تم نے اس کو ہلاک کر دیا، یا فرمایا تم نے اس شخص کی پیٹھ کاٹ دی۔

۷۳۷۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ

حضرت ابومعمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہو کر امراء میں سے کسی امیر کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے، اور کہا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ

عَنْ حَبِيْبٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ قَالَ قَامَ رَجُلٌ يُثْنِيْ عَلٰى اَمِيْرٍ مِّنَ الْاُمَرَآءِ فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ يَحْثِيْ عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَحْثِيَ فِيْ وُجُوْهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ۔

علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دیں۔

۷۳۷۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ اَنَّ رَجُلًا جَعَلَ يَمْدَحُ عُثْمَانَ فَعَمَدَ الْمِقْدَادُ فَجَثَا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَكَانَ رَجُلًا ضَخْمًا فَجَعَلَ يَحْثُوْ فِيْ وَجْهِهِ الْحَصْبَآءَ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْمَدَّاحِيْنَ فَاحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَابَ۔

ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کر رہا تھا، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بھاری جسم کے تھے وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور اس کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے، حضرت عثمان نے فرمایا: تم کیا کر رہے ہو؟ حضرت مقداد نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو۔

۷۳۷۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْاَشْجَعِيُّ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْاَعْمَشِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ الْمِقْدَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی ہے۔

۷۳۷۶۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا صَخْرٌ (يَعْنِي ابْنَ جُوَيْرِيَةَ) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرَانِيْ فِي الْمَنَامِ اَتَسَوَّكُ بِسِوَاكٍ فَجَذَبَنِيْ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا اَكْبَرُ مِنَ الْاٰخَرِ فَنَاوَلْتُ السِّوَاكَ الْاَصْغَرَ مِنْهُمَا فَقِيْلَ لِيْ كَبِّرْ فَدَفَعْتُهٗ اِلَى الْاَكْبَرِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ میں مسواک کر رہا ہوں، مجھے دو آدمیوں نے کھینچا، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑا تھا، میں نے چھوٹے شخص کو مسواک دی، مجھ سے کہا گیا کہ بڑے کو دو، پھر میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن طارق بن شهاب قال قال عبدالله ان الرجل ليخرج ومعه دينه فيرجع وما معه شئ منه ياتي الرجل لايملك له ولا لنفسه ضرا ولا نفعا فيقسم له بالله لانت وانت فيرجع ما حل من حاجته بشئ وقد اسخط الله عليه رواه الطبراني باسانيد ورجال احدها رجال الصحيح۔[1]

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا ایک شخص باہر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے اور جب لوٹ کر آتا ہے تو اس کے پاس بالکل دین نہیں ہوتا، وہ ایک ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو اس کے لیے اور خود اپنے لیے کسی نفع کا مالک ہوتا ہے نہ نقصان کا اور وہ اس کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ تم ایسے ہو اور ایسے ہو! پھر وہ ایسے حال میں لوٹتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی، اور اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کئی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ایک سند کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن عبدالله بن عمرو قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا رايتم المداحين فاحثوا في وجوههم التراب رواه الطبراني واحد اسنادیه حسن۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں مٹی ڈال دو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی دو سندوں میں سے ایک سند حسن ہے۔

کسی کے منہ پر تعریف کرنے کے جواز کے متعلق احادیث و آثار

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبدالله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما احد اغير من الله وذلك انه حرم الفواحش وما احد احب اليه المدحة من الله وذلك لانه مدح نفسه ولا احد احب الله العذر من الله وذلك انه اعتذر الى خلقه ولا احد احب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سے زیادہ کوئی غیرت والا نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام کر دیا، اور اللہ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کو عذر کو قبول کرنا پسند نہیں ہے اسی وجہ سے وہ اپنی مخلوق کا

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۸، " " " "

الیہ الحمد من اللہ وذلک انہ حمد نفسہ رواہ الطبرانی وفیہ عبد اللہ بن حماد بن نمیر ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات ۔[1]

عذر قبول کرتا ہے، اور اللہ سے زیادہ کسی کو حمد پسند نہیں ہے اسی وجہ سے اس نے خود اپنی حمد کی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبداللہ بن حماد کو میں نہیں جانتا اور اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن خلاد بن السائب قال دخلت علی اسامۃ بن زید فمدحنی فی وجھی وقال انہ حملنی علی ان امدحک فی وجھک انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مدح المؤمن فی وجھہ ربا الایمان فی قلبہ رواہ الطبرانی وفیہ ابن لھیعۃ ، وبقیۃ رجالہ وثقوا ۔[2]

خلاد بن سائب کہتے ہیں کہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس گیا انھوں نے میری میرے منہ پر تعریف کی اور کہا کہ میرے لیے تمہارے منہ پر تمہاری تعریف کرنے کا باعث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مومن کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے تو اس کے دل میں اس کا ایمان بڑھتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کرام کے منہ پر تعریف فرمائی ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل ابوبکر اخذ بطرف ثوبہ حتی ابدی عن رکبتیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انی کان بینی و بین ابن الخطاب شیء فاسرعت الیہ ثم ندمت فسالتہ ان یغفرلی فابی علی ذلک فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال اثم ابوبکر فقالوا لا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمعر

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس وقت حضرت ابوبکر ایک کپڑا اوڑھے ہوئے آرہے تھے جو ان کے گھٹنوں سے ہٹا ہوا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ساتھی کسی سے ناراض ہوا ہے! حضرت ابوبکر نے سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن الخطاب کے درمیان کچھ مناقشہ ہوگیا، میں نادم ہو کر جلد ان کے پاس گیا اور ان سے معافی کا سوال کیا، انھوں نے مجھ سے انکار کیا، تو میں آپ کے پاس آیا، آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر! تمہیں اللہ معاف کرے! ادھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کیا وہاں ابوبکر ہیں! گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹ - ۱۱۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۱۹، " " " "

حتی اشفق ابوبکر فجثا علی رکبتیہ فقال یارسول اللہ! واللہ انا کنت اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق وواساتی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوا لی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے متغیر ہو رہا تھا حتی کہ حضرت ابوبکر ڈر گئے، حضرت ابوبکر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنے لگے: یارسول اللہ! بخدا میں زیادہ ظلم کرنے والا تھا، یہ دو بار کہا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا تم نے مجھے جھٹلایا اور ابوبکر نے تصدیق کی اور اپنی جان اور مال سے میری غمخواری کی، کیا تم میرے صاحب کو میری خاطر چھوڑنے والے ہو؟ یہ آپ نے دو بار فرمایا، اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذاء نہیں دی گئی۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے منہ پہ ان کی تعریف کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من انفق زوجین من شیء من الاشیاء فی سبیل اللہ دعی من ابواب یعنی الجنۃ یا عبد اللہ ھذا خیر فمن کان من اھل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ ومن کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصدقۃ دعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الصیام باب الریان فقال ابوبکر ما علی ھذا الذی یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ وقال ھل یدعی منھا کلھا احد یا رسول اللہ فقال نعم وارجوا ان تکون منھم یا ابابکر۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کی راہ میں کسی چیز کے بھی دو جوڑے خرچ کیے اس کو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے اللہ کے بندے یہ خیر ہے! سو جو شخص نمازیوں سے ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا اور جو شخص مجاہدوں میں سے ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو شخص صدقہ کرنے والوں میں سے ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا اور جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس کو باب الصیام، باب الریان سے بلایا جائے گا، حضرت ابوبکر نے کہا کسی شخص کو ان تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور یارسول اللہ! کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اور مجھے امید ہے اے ابوبکر تم انھی لوگوں میں سے ہوگے۔!

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷ - ۵۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۱ھ

[2] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷، " " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۸ - ۵۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ سبحانہ خیر عبدًا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ فبکی ابوبکر فقلت فی نفسی ما یبکی ھذا الشیخ ان یکن اللہ خیر عبدًا بین الدنیا وبین ما عندہ فاختار ما عند اللہ عز وجل فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو العبد وکان ابوبکر اعلمنا فقال یا ابا بکر لا تبک ان امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکر لو کنت متخذا من امتی خلیلا لاتخذت ابا بکر ولکن اخوۃ الاسلام ومودتہ لا یبقین فی المسجد باب الا سد الا باب ابی بکر۔ [1]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے، اس کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے، حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے، حضرت ابوسعید کہتے ہیں میں نے دل میں سوچا: اگر اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اس کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دے دیا ہے اور اس نے جو اللہ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا تو اس بوڑھے کو کیا چیز رلاتی ہے؟ لیکن آپ کے اس ارشاد میں بندے سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! مت روؤ! بے شک اپنی صحبت اور مال سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں، اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلام کی اخوت اور محبت قائم رہے گی، اور ابوبکر کے دروازے کے سوا مسجد میں (کھلنے والا) ہر دروازہ بند کر دیا جائے، باقی نہ رکھا جائے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین ذکر فی الازار ما ذکر قال ابوبکر یا رسول اللہ! ان ازاری یسقط من احد شقیہ قال انک لست منھم۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (ٹخنوں سے نیچے) چادر لٹکانے کی وعید سنائی (کہ جس نے تکبر سے چادر لٹکائی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر رحمت نہیں فرمائے گا) حضرت ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ! میری چادر ایک جانب

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۶، ۶۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۶ - ۵۲۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

سے لٹک جاتی ہے، آپ نے فرمایا تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو!

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم قال لابکر انت صاحبی علی الحوض و صاحبی فی الغار ھذا حدیث حسن غریب صحیح [1]

حضرت ابوعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم میرے حوض کے بھی صاحب ہو اور غار کے بھی صاحب ہو!

ان تمام احادیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے منہ پر ان کی تعریف کی ہے، اور حضرت عمر نے بھی سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت کے وقت حضرت ابوبکر کے منہ پر ان کی تعریف کی، امام بخاری حضرت عائشہ کی ایک طویل روایت میں ذکر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا:

فقال عمر بل نبایعك انت فانت سیدنا وخیرنا احبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

حضرت عمر نے کہا نہیں! بلکہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم میں سب سے بہتر ہیں اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے منہ پر بھی ان کی تعریف کی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایتنی دخلت الجنۃ فاذا انا بالرمیصا امرأۃ ابی طلحۃ و سمعت خشفۃ فقلت من ھذا قال ھذا بلال و رایت قصرا بفنائہ جاریۃ فقلت لمن ھذا فقال لعمر بن الخطاب فاردت ان ادخلہ فانظر الیہ فذکرت غیرتك فقال عمر بابی وامی یارسول اللہ! علیك اغار [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہو گیا تو میں ابوطلحہ کی بیوی رمیصا کے پاس تھا، اور میں نے ایک آہٹ سنی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ بلال ہیں، پھر میں نے ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا، میں نے ارادہ کیا کہ میں اندر جا کر اس محل کو دیکھوں تو مجھے تمہاری غیرت یاد آئی، حضرت عمر نے کہا یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! کیا میں آپ پر غیرت کروں گا؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کے سامنے بھی ان کی تعریف فرمائی، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰، " " " "

عن عبد الرحمٰن بن خباب قال شهدت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یحث علی جیش العسرۃ فقام عثمان بن عفان فقال. یارسول اللہ علی مائۃ بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال یارسول اللہ علی مائتا بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ ثم حض علی الجیش فقام عثمان فقال علی ثلثمائۃ بعیر باحلاسھا و اقتابھا فی سبیل اللہ فانا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینزل علی المنبر وھو یقول ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذہ۔ [1]

حضرت عبدالرحمان بن خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس وقت حاضر تھا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لشکر کی مدد کے لیے ترغیب دے رہے تھے، حضرت عثمان بن عفان نے کھڑے ہو کر کہا: یارسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، آپ نے پھر لشکر کی مدد پر برانگیختہ کیا، پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ دو سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کی مدد کی ترغیب دی پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور کہا: یارسول اللہ! کاٹھیوں اور گدّوں کے ساتھ تین سو اونٹ اللہ کی راہ میں میرے ذمہ ہیں، پھر میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ منبر سے اترتے ہوئے فرماتے تھے آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے اس کو ضرر نہیں ہوگا، آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کرے گا اس کو ضرر نہیں ہوگا۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعد احدًا وابو بکر وعمر وعثمان فرجف بھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اثبت احد فانما علیک نبی وصدیق وشھیدان ھذا حدیث حسن صحیح۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان اُحد (پہاڑ) پر چڑھے، وہ ہلنے لگا، آپ نے فرمایا: اے اُحد ساکن ہو جا! تجھ پر صرف نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔

اور آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی ان کی تعریف کی ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی۔ [3]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

---

[1] ۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۰، " " " "

[3] ۔ " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۲۵، " " " "

اس حدیث کو امام بخاری[1] اور امام مسلم[2] نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت اخی فی الدنیا و الاٰخرۃ۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھٰذا المسجد غیری وغیرک۔[4]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میرے اور تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے اس مسجد میں جنابت کے ساتھ آنا جائز نہیں ہے۔

عن علی قال لقد عھد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم النبی الامی انہ لا یحبک الا مؤمن ولا یبغضک الا منافق۔[5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی امّی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ تم سے صرف مومن محبت کرے گا اور صرف منافق بغض رکھے گا۔

منہ پر تعریف کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل

صحیح مسلم کے زیر بحث باب میں امام مسلم نے ایسی احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، جبکہ معجم طبرانی میں ایسی روایات ہیں جن میں کسی کے سامنے تعریف کرنے کی اجازت ہے اور صحاح ستہ میں بکثرت ایسی روایات ہیں جن میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے سامنے ان کی تعریف کی ہے، اس لیے علماء کرام نے ان احادیث میں یہ تطبیق دی ہے کہ اگر کسی کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف نہ کی جائے اور اگر یہ خدشہ نہ ہو تو پھر اس کے سامنے اس کی تعریف جائز ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مسلم نے اس باب میں وہ احادیث ذکر کی ہیں جن میں کسی کے منہ پر تعریف کرنے سے منع کیا گیا ہے، صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بکثرت کتب حدیث میں ایسی روایات بھی ہیں جن میں منہ پر تعریف کی گئی ہے، ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ کسی کی بے جا تعریف کرنا یا تعریف میں مبالغہ کرنا، یا دنیاوی طمع کی وجہ سے تعریف کرنا یا جس شخص کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵، " " "

[5] " " " ، جامع ترمذی ص ۵۳۵ " " "

وہ تعریف سن کر اکڑ جائے گا یا تکبر میں مبتلا ہو جائے گا، اس کے منہ پر تعریف کرنا منع ہے، اور جس شخص کے کمال تقویٰ اور عقل میں پختگی کی وجہ سے یہ خدشہ نہ ہو اس کے منہ پر تعریف کرنا منع نہیں ہے، بہ شرطیکہ وہ بے جا تعریف نہ ہو اور دنیاوی طمع کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ اگر کسی دینی مصلحت کی وجہ سے تعریف کی جائے یا کسی شخص میں کسی نیک خصلت کے حصول یا اس کی زیادتی کے لیے یا اس کو اس نیک خصلت پر برقرار رکھنے کے لیے یا اس نیک خصلت کی اقتداء کے لیے اس کے منہ پر تعریف کی جائے تو یہ تعریف کرنا مستحب ہے۔ [1]

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ ممانعت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کسی کی ان اوصاف کے ساتھ تعریف کرے گا جو اس میں نہ ہوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ شخص اپنے متعلق ان اوصاف کا یقین کر لے اور ان اوصاف پر اعتماد کر کے وہ شخص اپنے اعمال ضائع کر دے اور نیکی کی جدوجہد کرنا چھوڑ دے (مثلاً ایک شخص کسی سے کہے میں نے تم کو خواب میں بارگاہ رسالت میں دیکھا ہے، اور تمہارے جنتی ہونے کی بشارت سنی ہے یا کہے کہ میں نے حضور سے یہ سنا ہے کہ جو تمہارے ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ جنتی ہوگا، یا جو تمہارے وعظ میں شریک ہوگا وہ جنتی ہوگا۔ العیاذ باللہ) اس لیے جس حدیث میں یہ ہے کہ تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو" اس کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈال دو اور جس شخص نے ان اوصاف کے ساتھ تعریف کی جو موصوف میں موجود ہوں جو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض صحابہ نے اپنے اشعار اور خطاب میں آپ کی تعریف کی اور آپ نے ان کے منہ میں مٹی نہیں ڈالی، علامہ ابن بطال کا کلام ختم ہوا۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت عثمان کے سامنے ان کی تعریف کی تو حضرت مقداد نے اس کے منہ پر کنکریاں پھینکیں اور مذکور الصدر حدیث سے استدلال کیا، اس حدیث کا دوسرا محمل یہ ہے کہ منہ پر مٹی ڈالنے کا مطلب ہے اس کو ناکام اور نامراد کرنا یعنی جھوٹی تعریف کرنے والے کی غرض اور مقصد کو پورا نہ کرو، تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس سے کہو تمہارے منہ میں مٹی، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ ممدوح اور موصوف اس جھوٹی تعریف سے دھوکا نہ کھائے اور تعریف کرنے والے سے کہے تم غلط کہہ رہے ہو میں ایسا نہیں ہوں، اور یہ اس کے منہ میں مٹی ڈالنا ہے، پانچویں توجیہ یہ ہے کہ وہ شخص جس مقصد اور غرض سے تعریف کر رہا ہے اس کا وہ مقصد پورا کر کے اس کا منہ بند کر دیا جائے اور اس کو روانہ کر دیا جائے، مثلاً کوئی شخص کسی سے کچھ رقم مانگنے کے لیے اس کی بے جا تعریف کر رہا ہے تو وہ اس کو وہ رقم دے کر کہے یہ رقم لو اور جاؤ! اور یہ اس کے منہ کو بند کرنا ہے جو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کے مترادف ہے، علامہ بیضاوی اور علامہ طیبی نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ مدح کی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا کبھی جھوٹ بولتا ہے اور کبھی اپنی مدح سے ممدوح کو مزید برائی میں مبتلا کرتا ہے، خصوصاً جب وہ فاسق یا ظالم کی مدح کرے، امام ابو یعلی نے حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب فاسق کی مدح کی جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور کبھی وہ ایسی تعریف کرتا ہے جو اس کے نزدیک

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

متحقق نہیں ہوتی، اور جس شخص کی مدح کی جائے وہ اس خطرہ سے خالی نہیں ہے کہ وہ اترانے لگے یا تکبر کرے یا تعریف کی شہرت پر اعتماد کر کے عمل میں کمی کر دے۔ اگر تعریف ان قباحتوں سے خالی ہو تو پھر اس میں حرج نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات تعریف مستحب ہوتی ہے، ابن عیینہ نے کہا جو شخص اپنے نفس کو پہچانتا ہو اس کو کسی کی تعریف سے ضرر نہیں ہوتا اور بعض سلف نے کہا جب کسی کے منہ پر تعریف کی جائے تو وہ یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جن کو یہ لوگ نہیں جانتے اور ان کی تعریف کی وجہ سے میری پکڑ نہ کر اور مجھے ان کے گمان سے بہتر بنا دے۔ [1]

بَابُ التَّثَبُّتِ فِي الْحَدِيثِ وَحُكْمِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

حدیث کو محفوظ رکھنے اور علم کی باتوں کو لکھنے کا حکم

۷۳۷۷۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا بِهِ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ وَيَقُولُ اسْمَعِي يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ اسْمَعِي يَا رَبَّةَ الْحُجْرَةِ وَعَائِشَةُ تُصَلِّي فَلَمَّا قَضَتْ صَلَاتَهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ أَلَا تَسْمَعُ إِلَى هٰذَا وَمَقَالَتِهِ آنِفًا إِنَّمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سن اے حجرے والی! سن اے حجرے والی! اس وقت حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں، جب وہ نماز پڑھ چکیں تو انھوں نے عروہ سے کہا کیا تم نے ابھی ابوہریرہ کا کلام سنا، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم حدیث بیان کرتے تھے تو اگر کوئی ان کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

۷۳۷۸۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَكْتُبُوا عَنِّي وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ وَحَدِّثُوا عَنِّي وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ قَالَ هَمَّامٌ أَحْسِبُهُ قَالَ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حدیث نہ لکھو، جس نے قرآن مجید کے علاوہ میری کوئی حدیث لکھی وہ اس کو مٹا دے، میری حدیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں جس نے مجھ پر عمداً جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

علم کی باتوں کو لکھنے کے متعلق فقہاء اور محدثین کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ سلف صالحین میں سے صحابہ اور تابعین کا علم کے لکھنے میں بہت اختلاف ہے، اور ان میں سے اکثر نے اس کو جائز کہا ہے، پھر بعد میں اس کے جواز پر مسلمانوں کا اجماع ہو گیا، اور اختلاف ختم ہو گیا، اور اس مسئلہ میں ممانعت کے متعلق جو حدیث ہے اس کی توجیہ میں بھی مختلف اقوال

---

[1] علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۷۸۔۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب اسلامیہ لاہور

ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) ۔ لکھنے کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جس کو اپنے حافظہ پر اعتماد ہو اور اس کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اس نے لکھ لیا تو پھر اس کا لکھنے پر اعتماد رہے گا، اور جس شخص کو اپنے حافظہ پر اعتماد نہ ہو اس کے لیے لکھنا جائز ہے، جیسے صحیح بخاری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ابوشاہ کے لیے لکھ دو" اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس صحیفہ میں دیت اور قیدیوں کے احکام لکھے ہوئے تھے، اور عمرو بن حزم کی حدیث ہے، جس میں فرائض، سنن اور دیات کے احکام تھے، اور کتاب الصدقہ کی حدیث ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین بھیجا تو ان کو زکاۃ کے احکام لکھ کر دیے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، اور ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں۔

(۲) ۔ ان مذکور الصدر احادیث کی وجہ سے لکھنے کی ممانعت کی حدیث منسوخ ہے اور ممانعت اس وقت تھی جب یہ اندیشہ تھا کہ حدیث قرآن سے مختلط ہو جائے گی اور جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو لکھنے کی اجازت دے دی گئی۔

(۳) ۔ ایک صحیفہ میں قرآن اور حدیث کو ملا کر لکھنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ اس اختلاط سے پڑھنے والے پر قرآن اور حدیث میں اشتباہ نہ ہو۔ [1]

لکھنے کے ثبوت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

وربك الاكرم ۝ الذی علم بالقلم ۝ علم الانسان مالم یعلم۔ (علق، ۵-۳)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے (لکھنا) سکھایا، انسان کو وہ سب سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

ن والقلم وما یسطرون۔ (قلم، ۱)

ن قلم کی قسم، اور ان (فرشتوں) کی جو لکھتے ہیں

یا یھا الذین امنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ط ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ص ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ج ولیملل الذی علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا یبخس منہ شیئا ط فان کان الذی علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ بالعدل ط واستشھدوا شھیدین من رجالکم ج فان لم یکونا

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو، اور کسی لکھنے والے کو تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے، جیسا کہ اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے، جس شخص پر کوئی حق لازم ہے۔ (مثلاً قرض) وہ لکھوائے اور وہ اللہ سے ڈرے اور اس میں سے کچھ کم نہ کرے، پھر جس شخص پر حق لازم ہے اگر وہ کم عقل، یا کم زور ہے یا وہ لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو اس کا ولی (سرپرست) انصاف سے لکھوائے، اور تم اپنے

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رجلین فرجل وامراتٰن ممن ترضون من الشھداء ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخرٰی ولا یاب الشھداء اذا ما دعوا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا او کبیرا الی اجلہ ذٰلکم اقسط عند اللہ واقوم للشھادۃ وادنٰی الا ترتابوا الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیرونھا بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوھا واشھدوا اذا تبایعتم ولا یضار کاتب ولا شھید وان تفعلوا فانہ فسوق بکم واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ واللہ بکل شیء علیم ○ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتبا فرھن مقبوضۃ فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ ولیتق اللہ ربہ ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ واللہ بما تعملون علیم ○

(البقرۃ: ۲۸۲-۲۸۳)

مردوں میں سے دو گواہ بنالو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو جن کو تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو کہ ان دو عورتوں میں سے کوئی ایک بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے، اور گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اور کوئی معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو اس کی مدت تک لکھنے میں تنگ نہ ہو، اللہ کے نزدیک اس میں تمہارے لیے پورا انصاف ہے اور یہ گواہی کو زیادہ درست رکھنے والا ہے، اور یہ تمہارے شک کو زائل کرنے کے زیادہ قریب ہے، ہاں جب تم آپس میں دست بدست بیع کر رہے ہو تو اس صورت میں تمہارے نہ لکھنے کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور جب تم خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالو، اور کسی لکھنے والے اور گواہ کو ضرر نہ دیا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے (ضرر دو گے) تو یہ تمہارا گناہ ہوگا اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے، اور اگر تم سفر میں ہو اور تم لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضہ میں دیا ہوا رہن ہو، پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو خوب جانتا ہے۔

ان آیات میں لکھنے کا عام حکم دیا گیا ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔

مذاہب اربعہ کے مفسرین کے نزدیک لکھنے کا شرعی حکم

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

عطاء، ابن جریج، نخعی اور محمد بن جریر طبری کا مذہب یہ ہے کہ ادھار خرید و فروخت کو لکھنا اور اس پر گواہ بنانا واجب ہے، اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ یہ امر استحباب پر محمول ہے اور جمہور فقہاء مجتہدین کا یہی مذہب ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلام کے تمام شہروں میں جمہور مسلمان بغیر گواہ بنائے اور بغیر لکھے مدت معینہ کے ادھار پر بیع و شراء کرتے ہیں اور یہ اس پر اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں ہے، اور ایک قوم نے یہ کہا ہے کہ یہ ابتداء میں واجب تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی: فان امن بعضکم بعضاً (الآیۃ) "پھر اگر تم میں ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے" تو یہ حکم منسوخ ہو گیا، حسن، شعبی اور حکم بن عیینہ کا یہی مذہب ہے۔ [1]

---

[1] - امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بیع ہو یا قرض اس کے معاملہ کو فریقین پر لکھنا اس آیت سے فرض کر دیا گیا ہے تاکہ انسان بھول نہ جائے یا انکار نہ کر سکے، یہ علامہ طبری کا مختار ہے، ابن جریج نے کہا جو قرض لے وہ لکھ لے اور جو بیع کرے وہ گواہ بنالے، شعبی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حکم پہلے واجب تھا اور فان امن بعضکم بعضا سے اس کا وجوب ختم ہو گیا، ابن جریج کی بھی یہی رائے ہے اور جمہور کے نزدیک لکھنے کا یہ حکم مستحب ہے تاکہ لوگوں کے مال محفوظ رہیں اور شک واقع نہ ہو، اگر مقروض متقی ہے تو اس کو لکھنے سے ضرر نہیں ہو گا اور اگر وہ متقی نہیں ہے تو اس کی تحریر اس کے خلاف حجت ہو گی اور حقدار کا حق محفوظ رہے گا۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مسلمان بندوں کو یہ ہدایت دی ہے کہ جو معاملہ کسی مدت معینہ کے لیے ہو اس کو لکھ لینا چاہیے تاکہ اس کی جملہ شرائط منضبط ہو جائیں ——— اگر یہ سوال کیا جائے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم ان پڑھ امت ہیں، لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں" تو اس حدیث میں اور قرآن مجید میں مذکور لکھنے کے حکم میں کس طرح مطابقت ہو گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دین بہ حیثیت دین لکھے جانے کا محتاج نہیں ہے کیونکہ کتاب اللہ کا حفظ کرنا سہل اور آسان ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتیں بھی لوگوں کو حفظ ہیں، قرآن مجید میں جن چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ لوگوں کے درمیان واقع ہونے والے جزوی واقعات ہیں، ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا تاکہ بعد میں اس کی توثیق ہو سکے یہ حکم واجب نہیں ہے۔ [2]

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ مدت معینہ کے قرضوں کو لکھنا اور ان پر گواہ بنانا اس آیت میں فاکتبوہ الخ سے واجب ہوا پھر فان امن بعضکم بعضا الخ سے یہ وجوب منسوخ ہو گیا، حضرت ابوسعید خدری، شعبی اور حسن بصری کا یہی مسلک ہے اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یہ آیت محکمہ ہے، یہ منسوخ نہیں ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ جو آیت مداینۃ محکمہ ہے اس میں سے کوئی چیز منسوخ نہیں ہوئی۔

تمام شہروں کے فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس آیت میں لکھنے، گواہ بنانے اور رہن رکھنے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے اور اس میں ہماری مصلحت اور فائدہ اور دین اور دنیا میں احتیاط برتنے کی رہنمائی ہے اور اس میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک قرض اور مدت معینہ کے معاملات اور معاہدات کو لکھنا واجب ہے اور جمہور فقہاء کے نزدیک یہ حکم مستحب ہے اس حکم سے دین میں لکھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، اور یہ واضح رہے کہ قرض کا لین دین اور خرید و فروخت عراتین کے لیے بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر مروج اور معمول ہے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۳ ص ۳۸۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۴، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

[3] علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۱ ص ۴۸۲-۴۸۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

لہذا خواتین کے لیے بھی قرض اور مدت معینہ کے معاملات کو لکھنا مستحب قرار پایا۔ اس بحث کے اخیر میں ہم انشاء اللہ خواتین کے لکھنے پڑھنے کے جواز پر مزید دلائل پیش کریں گے۔

لکھنے کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی رضی اللہ عنہ ھل عندکم کتاب قال لا الا کتاب اللہ او فہم اعطیہ رجل مسلم او ما فی ھذہ الصحیفۃ قال قلت و ما فی ھذہ الصحیفۃ قال العقل و فکاک الاسیر ولا یقتل مسلم بکافر۔ [1]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی لکھی ہوئی چیز ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! صرف کتاب اللہ ہے یا وہ فہم ہے جو ہر مسلمان مرد کو دی گئی ہے یا جو اس صحیفہ میں ہے، میں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا لکھا ہوا ہے؟ انھوں نے کہا دیت کے احکام ہیں، قیدیوں کو چھڑانے کے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلہ میں نہیں قتل کیا جائے گا۔

عن وھب بن منبہ عن اخیہ قال سمعت ابا ھریرۃ یقول ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم احد اکثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب۔ [2]

وہب بن منبہ کے بھائی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوا کسی کے پاس مجھ سے زیادہ احادیث نہیں ہیں، کیونکہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیء اسمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارید حفظہ فنھتنی قریش و قالوا اتکتب کل شیء تسمعہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب والرضا فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاومأ باصبعہ الی فیہ فقال اکتب فوالذی نفسی بیدہ ما یخرج منہ الا حق۔ [3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی حدیث کو لکھ لیتا تھا تاکہ میں اس کو یاد کرلوں، مجھے قریش نے منع کیا اور کہا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر سنی ہوئی بات کو لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بشر ہیں خوشی اور ناخوشی دونوں حالتوں میں کلام کرتے ہیں، پھر میں لکھنے سے رُک گیا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا لکھا کرو، خدا کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اس منہ سے حق

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، " " " "

[3] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

حافظ نورالدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن رافع بن خدیج قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا تحدثوا ولیتبوأ من کذب علی مقعدہ من جھنم قلت یارسول اللہ انا نسمع منک اشیاء فنکتبھا قال اکتبوا ولا حرج رواہ الطبرانی فی الکبیر [1]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو صحابہ یہ حدیث بیان کر رہے تھے جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم آپ سے بہت سی چیزیں سنتے ہیں آیا ہم ان کو لکھ لیا کریں؟ آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو، کوئی حرج نہیں ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیدوا العلم قلت وما تقییدہ قال الکتابۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط [2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کو قید کرلو، میں نے پوچھا علم کس سے قید ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا لکھنے سے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن انس قال شکا رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم سوء الحفظ فقال استعن بیمینک رواہ الطبرانی فی الاوسط [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی، آپ نے فرمایا: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن ثمامۃ قال قال لنا انس قیدوا العلم بالکتابۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر و رجالہ رجال الصحیح [4]

حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا علم کو تحریر سے مقید کرلو، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

عن عبداللہ بن عمرو قال کان عند

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

---

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲، " " " "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا معھم وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار فلما خرج القوم قلت کیف تحدثون عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال وانتم تنھمکون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحکوا فقالوا یا ابن اخینا ان کل ما سمعنا منہ عندنا فی کتاب رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ [1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے کچھ اصحاب بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا اور میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے جب صحابہ جانے لگے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کرتے ہیں جب کہ آپ نے حضور کا ارشاد سن لیا ہے اور آپ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں منہمک رہتے ہیں، انھوں نے کہا اے ہمارے بھتیجے، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ہمارے پاس لکھا ہوا ہوتا ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن یزید بن جابر ان عمر بن الخطاب کتب الی معاذ بن جبل بکتاب فاجابہ معاذ بن جبل فکان کتابہ الیہ من معاذ بن جبل الی عمر بن الخطاب۔ [2]

عبدالرحمان بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت معاذ بن جبل کی طرف ایک مکتوب لکھا اور حضرت معاذ نے اس مکتوب کا جواب لکھا، اس میں یہ لکھا تھا کہ یہ معاذ بن جبل سے عمر بن الخطاب کی طرف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام حاکم کی مستدرک اور امام دارمی کی مسند کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن عمر قال: قیدوا العلم بالکتاب۔ [3]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علم کو تحریر سے مقید کرلو۔

علامہ علی متقی امام ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبی قال: کتب ابو موسی الی عمر: انہ یاتینا من قبلک کتب لیس لھا تاریخ فارخ فاستشار عمر فی ذلک فقال بعضھم ارخ لمبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عمر کی طرف لکھا: ہمارے پاس آپ کے مکاتیب آتے ہیں جن پر تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہوتی، آپ تاریخ لکھا کریں، حضرت عمر نے اس مسئلہ میں مشورہ کیا، بعض نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۰۹، " " " "

وقال بعضهم لوفاته فقال عمر: لا بل نؤرخ لمهاجره فان مهاجره فرق بين الحق والباطل۔ [1]

کی بعثت سے تاریخ (سن) کی ابتداء کریں، بعض نے کہا آپ کی وفات سے، حضرت عمر نے فرمایا نہیں! بلکہ ہم آپ کی ہجرت سے تاریخ کی ابتداء کریں گے، کیونکہ آپ کی ہجرت ہی حق اور باطل کے درمیان امتیاز ہے۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن شیبہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن الشعبی قال: اول ما کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب باسمك اللھم فلما نزلت (بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا) کتب بسم اللہ فلما نزلت (انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم [2]

شعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے باسمك اللھم لکھا، اور جب بسم اللہ مجریھا ومرسٰھا نازل ہوئی تو آپ نے بسم اللہ لکھا، اور جب انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوئی تو آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اراد ان یکتب فقیل لہ انھم لا یقرؤن کتابا الا مختوما فاتخذ خاتما من فضۃ نقشہ محمد رسول اللہ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لکھا یا لکھنے کا ارادہ کیا، آپ سے عرض کیا گیا کہ وہ مُہر کے بغیر مکتوب کو نہیں پڑھتے تو آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوالی، جس پر محمد رسول اللہ نقش تھا۔

علامہ علی متقی ہندی امام ابن النجار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من حق الولد علی والدہ ان یعلمہ الکتابۃ وان یحسن اسمہ وان یزوجہ اذا بلغ۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ اس کو لکھنا سکھائے اور اس کا اچھا نام رکھے اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کردے۔

اس حدیث میں ولد کا لفظ ہے جو بیٹے اور بیٹی دونوں کو شامل ہے اس سے معلوم ہوا کہ خواتین کو بھی لکھنا سکھانا جائز ہے بلکہ بیٹیوں کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو لکھنا سکھائے، اور ولد کے لفظ کو مذکر کے ساتھ خاص کرنا فقہی اور علمی اصطلاحات سے بے خبری ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۳۱۱، " " " "

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۵۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابن عباس قال کان ناس من الاسراء یوم بدر لم یکن لھم فداء فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فداءھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ رواہ احمد۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن کچھ قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ انصار کی اولاد کو لکھنا سکھائیں۔

تعلیم نسواں کے متعلق خصوصی احادیث

امام بخاری نے یہ عنوان قائم کیا: باب تعلیم الرجل امتہ واھلہ "کسی شخص کا اپنی باندی اور اہلیہ کو تعلیم دینا" اور اس باب کے تحت حسب ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

عن ابی بردۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثۃ لھم اجران رجل من اھل الکتاب امن بنبیہ وامن بمحمد والعبد المملوک اذا ادی حق اللہ وحق موالیہ ورجل کانت عندہ امۃ یطأھا فادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران [2]

ابو بردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے لیے دو اجر ہیں، (۱) اہل کتاب کا وہ شخص جو اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لایا پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا (۲) وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا حق ادا کرے (۳) اور وہ شخص جس کے پاس باندی ہو جس سے وہ مقاربت کرتا ہو وہ اس کو اچھے طریقہ سے ادب سکھائے اور اچھے طریقہ سے تعلیم دے پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کے لیے دو اجر ہیں۔

علامہ علی متقی ہندی خرائطی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن ابن مسعود من کانت لہ ابنۃ فادبھا واحسن ادبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا کانت لہ منعۃ وسترا من النار۔ [3]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص اپنی بیٹی کو اچھا ادب سکھائے اور اچھی تعلیم دے وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہوگی۔

ان حدیثوں میں خواتین کو تعلیم دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور تعلیم کا ایک ذریعہ قلم اور تحریر ہے، قرآن مجید میں ہے:

وربک الاکرم ہ الذی علم بالقلم ہ علم الانسان ما لم یعلم ہ (علق: ۵-۳)

آپ کا رب ہی سب سے زیادہ کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۵۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:
اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی اور درحقیقت کتابت میں بڑے منافع ہیں، کتابت ہی سے علوم ضبط میں آتے ہیں، گذرے ہوئے لوگوں کی خبریں اور ان کے احوال اور ان کے کلام محفوظ رہتے ہیں کتابت نہ ہوتی تو دین و دنیا کے کام قائم نہ رہ سکتے۔ [1]

اور جب قلم اور تحریر تعلیم کا ایک اہم ذریعہ ہے اور خواتین کو تعلیم دینا باعث اجر ہے تو خواتین کو لکھنا سکھانا بھی باعث اجر ہے۔ نیز قرآن مجید میں ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا اذا تدایتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ط (بقرہ: ۲۸۲)
اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لو۔

حضرت صدر الافاضل اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:
یہ لکھنا مستحب ہے، فائدہ اس کا یہ ہے کہ بھول چوک اور مدیون (مقروض) کے انکار کا اندیشہ نہیں رہتا۔ [2]
خرید و فروخت اور قرض کا لین دین عورتوں میں بھی مشروع ہے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک بلا نکیر رائج ہے اس لیے عورتیں جب آپس میں یا مردوں کے ساتھ خرید و فروخت یا قرض کا لین دین کریں تو ان کے لیے بھی اس معاملہ کو لکھنا مستحب ہے اور جب عورتوں کے لیے لکھنا مستحب ہوا تو لکھنا سیکھنا بھی مستحب قرار پایا۔ نیز اسی آیت میں ہے:

ولا یاب کاتب ان یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب ج
اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھایا ہے سو اس کو چاہیے کہ وہ لکھ دے۔

حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
حاصل معنی یہ کہ کوئی کاتب لکھنے سے منع نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے تغییر و تبدیل دیانت و امانت کے ساتھ لکھے، یہ کتابت ایک قول پر فرض کفایہ ہے، اور ایک قول پر فرض عین بشرط فراغ کاتب جس صورت میں اس کے سوا اور نہ پایا جائے، اور ایک قول پر مستحب کیونکہ اس میں مسلمان کی حاجت برآری اور نعمت علم کا شکر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پہلے یہ کتابت فرض تھی پھر "لایضار کاتب" سے منسوخ ہوئی۔ [3]
اگر کوئی مسلمان خاتون دوسری خاتون سے یہ کہے کہ میرا فلاں معاملہ یا فلاں معاہدہ لکھ دو تو بعض فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر لکھنا فرض ہے اور جمہور کے نزدیک اس خاتون کا لکھنا مستحب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ لکھنے کا یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے۔
اول الذکر صحیح بخاری کی حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۹۵۶، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی
[2] ۔ " " " " ، خزائن العرفان ص ۷۶، " "
[3] ۔ " " " " ، خزائن العرفان ص ۷۶، " "

ان التا دیب والتعلیم یوجبان الاجر فی الاجنبی والاولاد وجمیع الناس فلم یکن مختصا بالاماء فلم یبق الاعتبار الا فی الجهتین وهما العتق والتزوج فان قلت اذا کان المعتبر امرین فما فائدة ذکر الامرین الاخرین قلت لان التا دیب والتعلیم اکمل للاجر اذا تزوج المرأة المودبة المعلمة اکثر برکة واقرب الی ان تعین زوجها علی دینه۔ [1]

اجنبیوں، اولاد اور تمام لوگوں کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا موجب اجر ہے، اس لیے یہ امر باندیوں کے ساتھ مختص نہیں ہے، اس لیے اب اجر میں اضافہ صرف دو وجہوں سے ہوگا، وہ ہے باندی کو آزاد کرنا، اور اس سے شادی کرنا، اگر یہ اعتراض ہو کہ اگر اجر میں اضافہ کا سبب صرف یہ دو امر ہیں، تو پھر حدیث میں باندی کو ادب سکھانے اور تعلیم دینے کا کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ باندی کو ادب سکھانا اور تعلیم دینا اجر کو کامل کرتا ہے کیونکہ جو خاتون ادب سے آراستہ ہو اور تعلیم یافتہ ہو اس سے شادی کرنا زیادہ برکت کا موجب ہے اور خاوند کے دین میں اس کی مدد کرنے کے زیادہ قریب ہے۔

بالخصوص تعلیم کتابت نسواں کے متعلق حدیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن الشفاء بنت عبد الله قالت دخل علی النبی صلی الله علیه وسلم وانا عند حفصة فقال الا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتیها الکتابة۔ [2]

حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، میں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے پاس تھی، آپ نے فرمایا کیا تم ان کو پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جس طرح تم نے ان کو کتابت کی تعلیم دی ہے۔

نوٹ:۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں:

اس حدیث کو امام احمد [3]، اور امام بیہقی [4] اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

امام حاکم اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین۔ [6]

یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۲، مطبوعہ مکتب علمی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبری ج ۹ ص ۳۴۹، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۴ ص ۵۷-۵۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[6] 〃 〃 〃

صحیح ہے۔

تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر فقہاء اسلام کی تصریحات

مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین نے خواتین کو لکھنا سکھانے کے جواز کی تصریح کی ہے

علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت یہ مسئلہ بیان کرتے ہیں:

وفیہ دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ [1]

اس حدیث میں عورتوں کے لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

و فی الحدیث دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ [2]

اس حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

واعلم انہ یجوز کتابۃ القرآن فی الحریر وتحلیتہ بہ ویمتنع کتابۃ العلم والسنۃ فیہ بالنسبۃ للرجل ویتفق علی الجواز بالنسبۃ للنساء [3]

قرآن مجید کو ریشم میں لکھنا جائز ہے اور اس کو ریشم سے مزین کرنا بھی جائز ہے اور حدیث اور علم کو مردوں کے لیے ریشم پر لکھنا جائز نہیں ہے اور عورتوں کے لکھنے کے جواز پر اتفاق ہے۔

ملا علی قاری حنفی، حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلم النساء الکتابۃ غیر مکروہ [4]

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتوں کا لکھنا سیکھنا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وازیں حدیث معلوم شود کہ تعلیم کتابت مر نساء را مکروہ نیست۔ [5]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی لکھتے ہیں:

ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذھب او الفضۃ او من دواۃ کذلک [6]

مرد اور عورت دونوں کے لیے سونے یا چاندی کے قلم اور سونے یا چاندی کی دوات سے لکھنا مکروہ ہے۔

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، کشف الغمہ ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبعہ عامر عثمانیہ مصر، ۱۳۰۳ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۶ ص ۳۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ

[3] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[4] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[5] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، شرح سفر السعادۃ ص ۴۸۱، مطبوعہ مطبع منشی نول الکشور لکھنؤ، ۱۹۰۳ء

[6] شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ، تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ویکرہ ان یکتب بالقلم المتخذ من الذھب والفضۃ او من دواۃ کذٰلک ویستوی فیہ الذکر والانثی کذا فی السراجیۃ [1]

سونے یا چاندی کے بنے ہوئے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ سراجیہ۔

اس عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مرد اور خواتین سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور جنس کے قلم اور دوات سے لکھیں تو پھر ان کا لکھنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ کتب فقہ کی عبارات میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہوتا ہے۔

علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

علم کتابت دوسرے عالی علموں کی طرح نہایت ہی عظیم الشان اور خادم کتاب وسنت علم ہے، دین اور دنیا کے مفادات اور ضروریات اس سے وابستہ ہیں تو اس علم کی تعلیم بھی دوسرے علوم کی طرح جائز و مستحسن بلکہ ضروری ہے، جس کا ثبوت ان تمام آیات واحادیث مبارکہ متکاثرہ سے واضح ہے جن سے ہر نافع علم کی تعلیم کا جواز اس وشمس کی طرح واضح ہے بلکہ بالخصوص علم کتابت علی الاطلاق بھی ثابت ومستفاد ہے، قرآن کریم میں ہے: اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ (ترجمہ) پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ (الی قولہ) اور کئی آیات بھی ہیں جن سے فضیلت کتابت ثابت ہے، بہرحال علم کتابت اللہ رب العالمین کا بہت بڑا انعام واحسان ہے، جس کی عظمت ان آیات سے واضح ہے، اور افراد انسان کا نصف بلکہ نصف سے بھی زائد عورتیں ہیں تو قرآن کریم سے عورتوں کے لیے بھی علم کتابت کا انعام ہونا ثابت ہوگیا وللہ تعالیٰ الحمد والمنۃ [2]

دنیائے اسلام کی نامور لکھنے والی خواتین

عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام کے ہر دور میں مسلم خواتین لکھتی رہی ہیں اور صحابہ، تابعین اور سلف صالحین کے تعامل سے بھی خواتین کا لکھنا ثابت ہے، ہم سطور ذیل میں اسلام کی چند نامور خواتین کا ذکر کر رہے ہیں جنھوں نے اپنی کتابت سے اسلام کی عظیم خدمات انجام دی ہیں۔

(۱)۔ حضرت ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا۔ سنن ابوداؤد کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو کتابت سکھانے کا حکم دیا۔

(۲)۔ حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا۔ سنن ابوداؤد کے حوالہ سے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ کاتبہ تھیں۔

(۳)۔ حضرت عائشہ بنت طلحہ قرشیہ تابعیہ۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی تھیں، حضرت عائشہ ان سے خطوں کے جواب لکھواتی تھیں۔ گویا یہ حضرت عائشہ کی سکریٹری تھیں۔

امام بخاری نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے باب الکتابۃ الی النساء وجوابھن اس کے تحت وہ روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت طلحۃ قالت قلت لعائشۃ حضرت عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالم گیری ج ۵ ص ۳۳۴، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاویٰ نوریہ ج ۳ ص ۴۷۴۔ ۴۷۱ ملخصاً، کمبائن پرنٹرز لاہور

وانا فی حجرھا وکان الناس یاتونھا من کل مصر فکان الشیوخ یکتبنا بونی لمکانی منھا وکان الشباب یتاخونی فیھدون الی ۔ ویکتبون الی من الامصار فاقول لعائشۃ : یاخالۃ ھذا کتاب فلان و ھدیۃ فتقول لی عائشۃ : ای بنیۃ فاجیبہ واثیبہ ، فان لم یکن عندک ثواب اعطیتک فقالت : فتعطینی [1]

عائشہ کی حفاظت میں تھی، ان کے پاس ہر شہر سے لوگ آتے تھے، بڑے بڑے لوگ حضرت عائشہ کی وجہ سے میرے پاس لگاتار آتے تھے، اور نوجوان میرے بھائی بن گئے تھے، وہ مجھے ہدیہ دیتے تھے۔ اور مختلف شہروں سے مجھے خط لکھتے تھے، میں حضرت عائشہ سے کہتی اے خالہ! یہ فلاں کا خط اور اس کا ہدیہ ہے، حضرت عائشہ فرماتیں اے بیٹی! خط کا جواب دو، اور ہدیے کے بدلہ ہدیہ دو، اور اگر تمہارے پاس ہدیہ کا بدلہ نہ ہو تو میں تم کو دوں گی پھر حضرت عائشہ مجھے عطا فرماتیں۔

(۴)۔ شہدہ بنت ابی نصر: یہ عراق کی فاضلہ خاتون تھیں اور کاتبہ بھی تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفی سنۃ اربع وسبعین وخمس مائۃ توفیت مسندۃ العراق شھدۃ بنت ابی نصر احمد بن الفرج الکاتبۃ العابدۃ الصالحۃ الدینوریۃ الاصل البغدادیۃ المولد والوفاۃ کانت من اھل کتبۃ الخط الجید وسمع علیھا خلق کثیر۔ [2]

۵۷۴ھ میں عراق کی بہت بڑی عالمہ خاتون شہدہ بنت ابی نصر فوت ہو گئیں یہ کاتبہ تھیں اور نیک اور عبادت گذار تھیں، دینور کی رہنے والی تھیں ان کی ولادت اور وفات بغداد میں ہوئی، یہ بہت خوش خط لکھتی تھیں، ان سے بہت لوگوں نے علم حاصل کیا۔

(۵)۔ خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود: یہ عالمہ فاضلہ محدثہ اور کاتبہ تھیں۔

علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

وفی سنۃ تسع وتسعین وست مائۃ توفیت خدیجۃ بنت یوسف (وخدیجۃ) بنت المفتی محمد بن محمود ام محمد۔ روت عن ابن الزبیدی وتکنی امۃ العز۔ روت عن طائفۃ وقرأت غیر مقدمۃ فی النحو وجودت الخط علی جماعۃ وحجت وتوفیت فی رجب وکانت عالمۃ فاضلۃ رحمھا اللہ تعالی۔ [3]

۶۹۹ھ میں خدیجہ بنت یوسف فوت ہوئیں اور خدیجہ بنت المفتی محمد بن محمود ام محمد فوت ہوئیں، یہ ابن الزبیدی سے حدیث روایت کرتی تھیں، ان کی کنیت امۃ العز تھی، انھوں نے ایک جماعت سے حدیث روایت کی اور نحو کے مقدمہ کے علاوہ بھی پڑھا، انھوں نے ایک جماعت سے خوش نویسی سیکھی، حج کیا اور رجب میں وفات ہوئی، یہ عالمہ فاضلہ تھیں، اللہ ان پر رحم فرمائے۔

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع اثریہ سانگلہ ہل

[2] ۔ امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۴۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[3] ۔ " " " " " ، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۲۳۱، " " "

(۶) ۔ شہدہ بنت الصاحب: یہ عالمہ، فاضلہ، محدثہ اور کاتبہ تھیں۔
علامہ یافعی مکی لکھتے ہیں:

فی سنۃ تسع وسبع مائۃ ماتت بحلب المعمرۃ شہدۃ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن العدیم العقیلی ولدت یوم عاشوراء لہا حضور واجازۃ من جماعۃ من الشیوخ وکانت تکتب وتحفظ اشیاء وتتزھد وتعبد وذکر الذھبی انہ سمع منہا۔[1]

۷۰۹ھ میں حلب میں معمرہ شہدہ بنت الصاحب کمال الدین عمر بن عدیم عقیلی فوت ہوگئیں، یہ عاشورہ کے دن پیدا ہوئی تھیں، انھوں نے شیوخ کی ایک جماعت سے سماع کیا، یہ کاتبہ تھیں اور بہت سے علوم کی حافظہ تھیں، اور عابدہ زاہدہ تھیں، علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بھی ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔

(۷) ۔ فاطمہ بنت علاؤ الدین سمرقندی: یہ عالمہ فاضلہ مفتیہ اور کاتبہ تھیں (یہ چھٹی صدی ہجری کی ہیں)
علامہ شامی البدائع والصنائع کے تعارف کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ھذا الکتاب جلیل الشان لم ار لہ نظیرا فی کتبنا وھو للامام ابی بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی شرح بہ تحفۃ الفقہاء لشیخہ علاؤ الدین السمرقندی فلما عرضہ علیہ زوجہ ابنتہ فاطمہ بعد ماخطبہا الملوک من ابیہا فامتنع وکانت الفتوی تخرج من دارھم وعلیہا خطہا وخط ابیہا وخط زوجہا۔[2]

یہ عظیم الشان کتاب ہے میں نے کتب احناف میں اس کی نظیر نہیں دیکھی، اس کتاب کے مصنف امام ابوبکر بن مسعود کاسانی نے اس کتاب میں اپنے استاذ شیخ علاؤ الدین سمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح کی ہے، جب انھوں نے یہ کتاب اپنے شیخ پر پیش کی تو انھوں نے اپنی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ان سے کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے بادشاہوں نے ان کے نکاح کا پیغام دیا تھا، مگر شیخ سمرقندی نے منظور نہیں کیا تھا، اس زمانہ میں ان کے گھر سے فتوی نکلتا تھا جس پر فاطمہ کے ان کے والد کے اور ان کے شوہر کے دستخط ہوتے تھے۔

(۸) ۔ خدیجہ بنت محمد بن احمد ابو رجاء: یہ خاتون بھی بہت اچھی عربی جانتی تھیں اور کاتبہ تھیں۔
ساتویں صدی کے عظیم حنفی محدث علامہ عبدالقادر لکھتے ہیں:

محمد بن احمد ابو رجاء القاضی الجوزجانی قاضی نیشابور ان لہ ابنۃ سماھا خدیجۃ عاشت اکثر من مائۃ سنۃ وکانت تحسن العربیۃ والکتابۃ ومائت سنۃ اثنتین وسبعین وثلاث مأۃ[3]

نیشاپور کے قاضی محمد بن احمد ابو رجاء کی ایک بیٹی تھیں جن کا نام خدیجہ تھا وہ سو سال سے زیادہ زندہ رہیں وہ عربی کی بہت اچھی عالمہ تھیں، اور بہت اچھی کاتبہ تھیں یہ تین سو بہتر (۳۷۲ھ) میں فوت ہوئیں۔

---

[1] ۔ امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان یافعی یمنی مکی متوفی ۷۶۸ھ، مرآۃ الجنان ج ۴ ص ۴۰۰، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ علامہ سید محمد امین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] ۔ علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷، ۳۰۰، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی

(۹) ۔ فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین: انھوں نے اپنے والد سے علم فقہ حاصل کیا یہ بہت اچھی کاتبہ تھیں۔
علامہ عبدالقادر محدث لکھتے ہیں:

فاطمہ بنت احمد بن علی الامام مظفر الدین صاحب البدائع فی اصول الفقہ و مجمع البحرین فی الفقہ و فاطمہ ھذہ تفقھت علی ابیھا واخذت عنہ مجمع البحرین فی الفقہ رایتہ بخطھا وھو تعلیق حسن رحمھا اللہ تعالیٰ۔[1]

اصول فقہ میں بدائع کے مصنف علامہ احمد بن علی امام مظفر الدین کی صاحبزادی فاطمہ، انھوں نے اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ اور انھوں نے اس فقہ میں مجمع البحرین کو پڑھا، میں نے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک حاشیہ دیکھا ہے جو بہت اچھا ہے۔

(۱۰) ۔ ست الوزراء بنت محمد بن عبدالکریم: یہ عالمہ، فقیہہ، قاریہ اور کاتبہ تھیں۔

ست الوزراء بنت علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبد الکریم بن عثمان عرف بابن السماع تقدم مولدھا فی سنۃ تسع وخمسین وست مائۃ کتبت قرات القرآن وحفظت شیئا کثیرا من فقہ ابی حنیفۃ وتفقھت علی والدھا ماتت فی شوال سنۃ ست وثلاثین وسبع مائۃ۔[2]

علامہ مفتی المسلمین عماد الدین محمد بن عبدالکریم بن عثمان جو ابن السماع کے نام سے معروف تھے، ان کی بیٹی ست الوزراء تھیں، یہ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئیں، یہ کاتبہ تھیں، قرآن مجید کی قاریہ اور امام ابوحنیفہ کے اکثر مسائل فقہیہ کی حافظہ تھیں، انھوں نے اپنے والد سے فقہ پڑھی، اور ۷۳۶ھ شوال میں فوت ہوئیں۔

یہ اسلام کی دس نامور عالمہ خواتین ہیں جو کاتبہ تھیں، نیز بلادِ ماوراء النہر (دریائے آمو کے پار کی اسلامی ریاستیں جو کچھ عرصہ پہلے روسی ترکستان میں تھیں اور اب آزاد ہوگئی ہیں مثلاً قازقستان، آذربائیجان، ترکمانستان، تاجکستان اور ازبکستان وغیرہ) میں جب علوم شرعیہ کا رواج تھا اور احکام اسلامیہ نافذ تھے تو جس علمی گھرانے سے فتویٰ نکلتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ اور اس کے گھر کی تمام خواتین کے دستخط ہوتے تھے۔

علامہ عبدالقادر محدث لکھتے ہیں:

ھذا کتاب اذکر فیہ من وقع لی من العلماء النساء من اصحابنا (الی قولہ) وقد بلغنا عن بلاد ماوراء النھر وغیرھا من البلاد ان فی الغالب لا یخرج فتوی من بیت الا وعلیھا خط صاحب البیت وابنتہ وامرأتہ واختہ۔[3]

اس کتاب میں، میں ان خواتین کا ذکر کروں گا جو عالمہ تھیں، اور ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ ماوراء النہر کی ریاستوں اور دیگر اسلامی ریاستوں میں عموماً جس گھر سے فتویٰ صادر ہوتا تھا اس فتویٰ پر صاحب خانہ کے دستخط ہوتے تھے اور اس کی بیٹی کے، اس کی اہلیہ کے یا اس کی بہن کے دستخط ہوتے تھے۔

---

[1] ۔ علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶ھ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۸-۲۷۷، مطبوعہ مطبع میر محمد کراچی
[2] ۔ " " " " ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۷، " "
[3] ۔ " " " " ، الجواہر المضیہ ج ۲ ص ۲۷۷، " "

علامہ عبدالقادر محدث ۶۹۶ھ میں پیدا ہوئے اور یہ اپنے دور یا اس سے متصل زمانہ کا حال بیان کر رہے ہیں، اس سے واضح ہوا کہ ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری تک خواتین میں لکھنے پڑھنے کا عام رواج تھا، اور بالخصوص علماء کی خواتین، دینی علوم حاصل کرتی تھیں اور فتاوی صادر کرتی تھیں۔

مانعین تعلیم کتابت نسواں کی روایات پر بحث ونظر

جو علماء خواتین کو لکھنا سکھانے کو ناجائز کہتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے ہے۔

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو علی الحافظ انبأ محمد بن محمد بن سلیمان ثنا عبدالوھاب بن الضحاک ثنا شعیب بن اسحاق عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ یعنی النساء وعلموھن المغزل وسورۃ النور ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔[1]

از ابو علی حافظ از محمد بن محمد بن سلیمان از عبدالوہاب بن ضحاک از شعیب بن اسحاق از ہشام بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ ٹھہراؤ، اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ اور ان کو سوت کاتنا اور سورۂ نور سکھاؤ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کو امام بخاری اور مسلم نے روایت نہیں کیا۔

امام حاکم کا اس حدیث کو صحیح الاسناد قرار دینا صحیح نہیں ہے[2]۔ ائمہ رجال نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے، کیونکہ اس میں ایک کذاب راوی ہے عبدالوہاب بن ضحاک!

علامہ ذہبی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

قلت بل موضوع وآفتہ عبدالوھاب قال ابو حاتم کذاب۔[2]

میں کہتا ہوں کہ بلکہ یہ حدیث موضوع ہے اور اس کا سبب عبدالوہاب ہے، امام ابوحاتم نے کہا یہ کذاب راوی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی، عبدالوہاب بن ضحاک کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد نے کہا میں نے اس کو دیکھا یہ حدیثیں وضع کرتا تھا، امام نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے متروک ہے، امام عقیلی، امام دارقطنی، امام بیہقی نے کہا یہ متروک ہے، حافظ صالح بن محمد نے کہا یہ منکر الحدیث ہے اور اس کی حدیثیں جھوٹی ہیں، محمد بن عوف نے کہا اس نے بکثرت احادیث موضوعہ بیان کی ہیں، اسماعیل بن عیاش نے کہا اس کی احادیث باطل

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۹۶، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[3] حاکم کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے شاگرد امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو صحیح لکھا ہے اور علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے ان کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے کتابت نسواں کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے (فتاوی حدیثیہ ص ۳۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفی البابی مصر) مگر یہ استاذ اور شاگرد دونوں کا تسامح ہے، کیونکہ اس حدیث کی سند میں عبدالوہاب بن ضحاک کذاب راوی ہے۔

ہیں، امام ابن حبان نے کہا اس سے استدلال جائز نہیں، حاکم اور ابو نعیم نے کہا اس نے احادیث موضوعہ روایت کی ہیں [1]

علامہ ابن جوزی اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیہ عن ابن عباس و عائشۃ: فاما حدیث ابن عباس فانبانا ابو القاسم بن السمرقندی انبانا اسماعیل بن مسعدۃ انبانا حمزۃ بن یوسف انبانا ابو احمد بن عدی حدثنا جعفر بن سہل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص حدثنا عن مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاتعلموا نساءکم الکتابۃ، ولا تسکنوھن الغرف العلالی وقال: "خیر لھو المؤمن السباحۃ وخیر لھو المراۃ المغزل"

ھذا حدیث لایصح. قال ابن حبان: جعفر بن حفص کان یحدث عن الثقاۃ بما لم یحدثوا بہ و قال ابن عدی: یحدث عن الثقاۃ بالبواطیل ولہ احادیث موضوعات علیھم.

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ سے روایت ہے، حضرت ابن عباس کی روایت یہ ہے: از ابو القاسم بن سمرقندی، از اسماعیل بن مسعدۃ از حمزہ بن یوسف از ابو احمد بن عدی از جعفر بن سہل از جعفر بن نصر از حفص از مجاہد از ابن عباس از نبی صلے اللہ علیہ وسلم: آپ نے فرمایا اپنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ اور نہ ان کو بلند منزلوں پر رہنے دو، اور فرمایا مومن کا بہترین کھیل تیرنا ہے اور عورت کا بہترین کھیل سوت کاتنا ہے۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا جعفر بن حفص ثقہ لوگوں سے ایسی روایات نقل کرتا ہے جو انھوں نے بیان نہیں کیں، امام ابن عدی نے کہا یہ ثقہ لوگوں سے باطل چیزیں روایت کرتا ہے، اور یہ ان کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا ہے۔

واما حدیث عائشۃ فانبانا ابو منصور البزاز انبانا ابو بکر احمد بن علی ابن ثابت انبانا محمد بن عمر النرسی انبانا محمد بن عبداللہ بن ابراھیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یوید الدقاق حدثنا محمد بن ابراھیم ابو عبداللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحاق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النور"

ھذا الحدیث لایصح وقد ذکرہ ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ قال ابو حاتم بن حبان: کان محمد بن ابراھیم

اور حدیث عائشہ یہ ہے: از ابو منصور بزاز از ابو بکر احمد بن علی بن ثابت از محمد بن عمر بن عبداللہ بن ابراہیم از یحیی بن زکریا بن یزید دقاق از محمد بن ابراہیم ابو عبداللہ شامی از شعیب بن اسحاق دمشقی از ہشام بن عروہ از عروہ از عائشہ وہ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں میں نہ رہنے دو اور نہ ان کو کتابت سکھاؤ، ان کو سوت کاتنا سکھاؤ اور سورۂ نور کی تعلیم دو۔

یہ حدیث صحیح نہیں ہے حالانکہ امام ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری نے اس کا اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، تعجب ہے ان پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہی، امام ابو حاتم بن حبان نے کہا محمد بن ابراہیم شامی، شامیوں کی طرف موضوع احادیث منسوب کرتا تھا، اس سے بغیر اعتبار کے احادیث

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۴۸-۴۴۷، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند، ۱۳۲۷ھ

الشامی یضع الحدیث علی الشامیین لایحل الروایۃ عنہ الاعند الاعتبار روی احادیث لا اصول لھا من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایحل الاحتجاج بہ [1]

روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس نے ایسی احادیث روایت کی ہیں جن کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی احادیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے امام حاکم کی اس روایت پر جو بحث کی ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام حاکم نے اس وضاع (محمد بن ابراہیم شامی) کی سند سے اس حدیث کو نہیں روایت کیا کہ ان پر تعجب کیا جائے، بلکہ انھوں نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں عبدالوہاب بن ضحاک ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے، امام بیہقی نے اس سند کو ذکر کر کے کہا ہے کہ یہ سند منکر ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اطراف میں اس سند کو ذکر کرنے کے بعد کہا عبدالوہاب متروک ہے، محمد بن ابراہیم نے اس کی متابعت کی ہے اور امام ابن حبان نے کہا ہے کہ محمد بن ابراہیم وضاع ہے، اس حدیث کو امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مجاہد سے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی کتاب میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، اس سند میں جعفر بن نصر ہے، یہ ثقہ راویوں کی طرف باطل چیزیں منسوب کرتا ہے [2]

خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کرنے کی بعض عبارات پر علماء کا تبصرہ

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے علماء، فقہاء اور محدثین نے خواتین کو لکھنا سکھانا جائز لکھا ہے، مستند علماء میں سے اس مسئلہ میں ہمارے سامنے صرف شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ملا علی قاری کا اختلاف ہے، اگرچہ ان بزرگوں نے اس مسئلہ میں کوئی شدید نوعیت کا اختلاف نہیں کیا، تاہم ہمارا خیال ہے کہ ان کے سامنے قرآن مجید اور احادیث کے دلائل اور فقہاء اربعہ کی نصوص نہیں تھیں اور نہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے پیش نظر تھا، ورنہ یہ دونوں بزرگ بہت متین ذہین اور فطرت سلیمہ کے حامل تھے، اور ہمارے دل میں ان بزرگوں کا بہت احترام ہے۔

ملا علی قاری رحمہ الباری حضرت شفاء بنت عبداللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

علامہ خطابی (مالکی) نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ خواتین کو لکھنا سکھانا مکروہ نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ متقدمین کے لیے یہ جائز ہو نہ کہ متاخرین کے لیے، کیونکہ اس زمانہ میں عورتوں میں فساد ہے، پھر میں نے دیکھا کہ بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ حکم حضرت حفصہ کے ساتھ خاص تھا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی متعدد خصوصیات ہیں، قرآن مجید میں ہے:

یانساء النبی لستن کاحد من النساء۔ اے نبی کی ازواج تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔

اور جس حدیث میں لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ عام عورتوں پر محمول ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۲ ص ۲۶۹ - ۲۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اللالی المصنوعۃ ص ۴۰۷-۴۰۶، مطبوعہ مطبعۃ علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

الجواب میں کہتا ہوں کہ جس حدیث میں خواتین کو لکھنا سکھانے سے منع کیا گیا ہے وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ موضوع روایت ہے اور ملا علی قاری کا یہ کہنا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ لکھنا سکھانے کا یہ حکم متقدمین کے لیے ہو چونکہ یہ احتمال بلادلیل ہے اس لیے یہ بھی خارج از بحث ہے۔ کسی چیز کا ناجائز ہونا تو دور کی بات ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت کے بغیر اس کا مکروہ تنزیہی ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

ولا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص۔ [1]

مستحب کے ترک سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں آتا، کیونکہ کراہت کے ثبوت کے لیے خصوصی دلیل ضروری ہے۔

علامہ شامی نے بھی یہی لکھا ہے: [2]

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ لکھنا سکھانا حضرت حفصہ کی خصوصیت تھی یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ان الخصوصیۃ لا تثبت الا بدلیل والاصل عدمہ۔ [3]

بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت نہیں ہوتی اور اصل خصوصیت کا نہ ہونا ہے۔

باقی رہا اس زمانہ میں عورتوں کے فساد کی وجہ سے لکھنا سکھانا منع ہو جانے، اس پر ان شاء اللہ عنقریب ہم مفصل بحث کریں گے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری حدیث میں عورتوں کو لکھنا سکھانے کی ممانعت ہے، اور اس حدیث سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہو، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج بعض احکام اور فضائل کے ساتھ مخصوص ہیں اور لکھنے سے منع کرنا عام عورتوں پر محمول ہے کیونکہ فتنہ وہیں متصور ہے ازواج مطہرات میں متصور نہیں ہے۔ [4]

پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ دہلوی کو تعلیم کتابت کی ممانعت پر جزم نہیں ہے وہ احتمالات پر گفتگو کر رہے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی حدیث کا موضوع ہونا ان کے سامنے نہیں تھا اس لیے وہ دونوں حدیثوں میں تطبیق کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ شرح سفر السعادت میں وہ تعلیم کتابت نسواں کو بلا کراہت جائز لکھ چکے ہیں اور وہی صحیح ہے۔

---

[1] علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۸ ص ۳۶۴، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۱ ھ، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[4] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۶۱۳، مطبوعہ مطبع نولکشور

مانعین تعلیم کتابت نسواں کے عقلی شبہات پر بحث ونظر

خواتین کی تعلیم کے منکرین کہتے ہیں کہ اگر عورتوں نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تو وہ پھر اپنے آشناؤں کو خط لکھیں گی اور اپنے عاشقوں کے خطوط پڑھیں گی اور ان کا جواب لکھیں گی، اور اس طرح تعلیم نسواں کی وجہ سے فحاشی اور بے راہ روی پھیلے گی۔!

علامہ نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ اسی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پھر فساد النسوان سے صرف تعلیم کتابت ہی کیوں ناجائز ہے بلکہ لباس اور زیورات وغیرہ بھی علی الاطلاق ناجائز ہونے چاہئیں کیونکہ ان کو بھی بسا اوقات ناجائز کاموں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے بلکہ برقع بھی عورتوں کے لیے جائز نہ ہوتا ہو، کیونکہ اس کو بھی ناجائز آمد ورفت اور ناجائز ملاقاتوں کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور یوں ہی بکثرت ایسی چیزیں ہیں کہ ناجائز طور پر استعمال کی جارہی ہیں (مانعین اور منکرین نے اس پر غور نہیں کیا کہ معاشقہ اور بے راہی پھیلانے کا سب سے قوی سبب تو ٹیلی فون ہے جو آج کل ہر خرشٹ حال گھر میں لگا ہوا ہے اور مانعین کے گھروں میں بھی ٹیلی فون ہوتے ہیں اور ٹیلی فون کے ذریعہ عورتیں اپنے آشناؤں سے فوری رابطہ کرسکتی ہیں ان کا پیغام وصول کرسکتی ہیں اور ان کے پیغام کا فوراً جواب دے سکتی ہیں تو پھر یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ گھروں میں ٹیلی فون لگوانا بھی ناجائز اور حرام ہے! کیونکہ خط وکتابت کی بہ نسبت ٹیلی فون پیغام رسانی کا بہت قوی اور سریع ذریعہ ہے! سعیدی غفرلہٗ)

مگر جائز لباس اور زیورات کا استعمال جائز ہے اور برقع اوڑھنا بھی یقیناً جائز ہے (اسی طرح ٹیلی فون بھی جائز ہے۔ سعیدی غفرلہ) جبکہ اس کو ناجائز طور پر استعمال نہ کیا جائے، تو ثابت ہوا کہ ناجائز استعمال ہی ناجائز ہے اور اصل کتابت اور تعلیم کتابت جائز ہے۔ پھر یہ بھی قابلِ غور ہے کہ ناجائز کتابت صرف عورتوں میں ہی نہیں بلکہ کئی مرد بھی ناجائز خطوط وکتابت کرتے ہیں بلکہ مکاتبہ ہوتا ہی طرفین سے ہے تو مردوں کے لیے بھی تعلیم کتابت ناجائز ہوتی کہ وہی علت فساد النسوان فی ھذا الزمان مردوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ فساد الرجال فی ھذا الزمان بڑا واضح امر ہے۔[1]

تعلیم نسواں کے جواز اور استحسان پر عقلی دلائل اور حرفِ آخر

مانعین اور منکرین تعلیم نے تعلیم نسواں کا صرف تاریک پہلو سامنے رکھا اور اس کا روشن پہلو نہیں دیکھا، آج کل اس مہنگائی، مصروفیت اور مشینی دور میں لوگ روزگار کے حصول اور ملازمت کے سلسلے میں دوسرے شہروں اور دوسرے ملکوں میں چلے جاتے ہیں اور ان کی بیویاں اپنے وطن میں ہوتی ہیں، اور عورتوں کو اپنی ضروریات اور اپنے حالات سے اپنے شوہر کو مطلع کرنا ہوتا ہے، اور بعض ایسی باتیں لکھنی ہوتی ہیں جن کا کسی اجنبی مرد سے لکھوانا شرم وحیا یا مصلحت کے خلاف ہوتا ہے، مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر کو بتانا چاہتی ہے کہ اس کا حمل تھیر گیا ہے یا حمل ساقط ہوگیا ہے، یا اس کا حیض جاری نہیں ہورہا یا وہ حیض ونفاس کے سلسلہ میں کسی بیماری کا شکار ہوگئی یا طویل جدائی کی وجہ سے اس کے جنسی تقاضے کی طلب بہت شدید ہوگئی ہے، اب اگر اس کو لکھنا نہیں آتا اور وہ کسی مرد سے یہ باتیں لکھوائے تو کیا یہ شرم وحیاء کے خلاف نہیں ہے؟ پھر بتائیے کہ آیا خواتین کو لکھنا سکھانا شرم وحیا کے خلاف ہے یا لکھنا نہ سکھانا شرم وحیا کے خلاف ہے؟ نیز بیوی اور شوہر کے درمیان خاندانی مصلحتوں اور کاروبار کی ضرورتوں کی وجہ

---

[1] ۔ علامہ محمد نور اللہ نعیمی متوفی ۱۴۰۳ھ، فتاوی نوریہ ج ۲ ص ۴۸۵ - ۴۸۴، مطبوعہ کمبائن پبلشرز لاہور

سے کچھ راز کی باتیں ہوتی ہیں جن پر دوسروں کا مطلع ہونا ان کے لیے ضرر اور نقصان کا موجب ہوتا ہے، اگر خواتین کا لکھنا پڑھنا غیر مشروع ہوتا اور وہ یہ خطوط دوسروں سے لکھواتیں یا پڑھواتیں تو وہ بہت سنگین خطرات سے دوچار ہو جاتیں!

بعض اوقات جوانی میں کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا ہے یا اس کو طلاق دے دیتا ہے اس کو عقد ثانی کے لیے کوئی رشتہ نہیں ملتا اور خاندان میں اس کا کوئی کفیل نہیں ہوتا اگر وہ پڑھی لکھی خاتون ہو تو وہ پردے کی حدود و قیود کے ساتھ کوئی باعزت ملازمت کر سکتی ہے جس سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال سکتی ہے اور اگر وہ ان پڑھ ہو تو اس کے لیے باعزت طریقہ سے اپنی کفالت کرنا بہت مشکل، کٹھن اور اجیرن ہو جائے گا!

یہ اور اس جیسے اور بہت سے مصائب اور مسائل ہیں جن کے حل کے لیے تعلیم نسواں کی ضرورت ہے اور اسلام دین فطرت ہے، دین یسر ہے اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر انسان کی زندگی کے لیے آسانی اور سہولت رکھی ہے، سلام ہو اس اُمّی نبی پر جس نے اپنی زوجہ مطہرہ کے لیے لکھنا سیکھنے کا حکم دیا اور تعلیم نسواں کی اجازت دی اور امت مسلمہ کی مشکلات کا حل مہیا کیا لیکن صد افسوس کہ بعض غیر المزاج ضدی لوگوں کی زبانیں ارشاد رسالت کے خلاف تعلیم نسواں کو ناجائز اور حرام کہنے سے نہیں تھکتیں!

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ محمد نور اللہ بصیر پوری رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھر دے، انھوں نے سب سے پہلے تعلیم کتابت نسواں کے جواز پر ایک مبسوط، مبرھن اور مدلل رسالہ تحریر فرمایا اور ہم ایسے طالبان علم کے لیے تحقیق اور تدقیق کی راہیں کشادہ کر دیں فجزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين خير الجزاء وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد خاتم النبيين قائد الغر المحجلين معلم الاولين والاخرين شفيع المذنبين وعلى ازواجه الطاهرات امهات المؤمنين واله الطيبين واصحابه الراشدين واولياء امته الزاهدين وعلماء امته من المفسرين والمحدثين والفقهاء والمجتهدين اجمعين۔

باب ۱۰۳۵ قصة اصحاب الاخدود والساحر والراهب والغلام

اصحاب اخدود، ساحر، راہب اور لڑکے کا قصہ

۷۳۷۹۔ حدثنا هداب بن خالد حدثنا حماد بن سلمة حدثنا ثابت عن عبد الرحمن بن ابي ليلى عن صهيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان ملك فيمن كان قبلكم وكان له ساحر فلما كبر قال للملك اني قد كبرت فابعث الي غلاما اعلمه السحر فبعث اليه غلاما يعلمه، فكان في طريقه اذا سلك راهب فقعد اليه وسمع كلامه فاعجبه، فكان اذا اتى الساحر ضربه فشكى ذلك الى الراهب

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیجئے میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں، بادشاہ نے اس کے پاس جادو سیکھنے کے لیے ایک لڑکا بھیج دیا، جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا، وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور جب وہ جادوگر

فَقَالَ إِذَا خَشِيتَ السَّاحِرَ فَقُلْ حَبَسَنِي أَهْلِي وَإِذَا خَشِيتَ أَهْلَكَ فَقُلْ حَبَسَنِي السَّاحِرُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَتَى عَلَى دَابَّةٍ عَظِيمَةٍ قَدْ حَبَسَتِ النَّاسَ فَقَالَ الْيَوْمَ أَعْلَمُ السَّاحِرُ أَفْضَلُ أَمِ الرَّاهِبُ أَفْضَلُ فَأَخَذَ حَجَرًا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ أَمْرُ الرَّاهِبِ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ هَذِهِ الدَّابَّةَ حَتَّى يَمْضِيَ النَّاسُ فَرَمَاهَا فَقَتَلَهَا وَمَضَى النَّاسُ فَأَتَى الرَّاهِبَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ لَهُ الرَّاهِبُ أَيْ بُنَيَّ أَنْتَ الْيَوْمَ أَفْضَلُ مِنِّي قَدْ بَلَغَ مِنْ أَمْرِكَ مَا أَرَى وَإِنَّكَ سَتُبْتَلَى فَإِنِ ابْتُلِيتَ فَلَا تَدُلَّ عَلَيَّ وَكَانَ الْغُلَامُ يُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَيُدَاوِي النَّاسَ مِنْ سَائِرِ الْأَدْوَاءِ فَسَمِعَ جَلِيسٌ لِلْمَلِكِ كَانَ قَدْ عَمِيَ فَأَتَاهُ بِهَدَايَا كَثِيرَةٍ فَقَالَ مَا هَهُنَا لَكَ أَجْمَعُ إِنْ أَنْتَ شَفَيْتَنِي فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَإِنْ أَنْتَ آمَنْتَ بِاللَّهِ دَعَوْتُ اللَّهَ فَشَفَاكَ فَآمَنَ بِاللَّهِ فَشَفَاهُ اللَّهُ فَأَتَى الْمَلِكَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ كَمَا كَانَ يَجْلِسُ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَنْ رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ قَالَ رَبِّي قَالَ وَلَكَ رَبٌّ غَيْرِي قَالَ رَبِّي وَرَبُّكَ اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الْغُلَامِ فَجِيءَ بِالْغُلَامِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ أَيْ بُنَيَّ قَدْ بَلَغَ مِنْ سِحْرِكَ مَا تُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ فَقَالَ إِنِّي لَا أَشْفِي أَحَدًا إِنَّمَا يَشْفِي اللَّهُ فَأَخَذَهُ فَلَمْ يَزَلْ يُعَذِّبُهُ حَتَّى دَلَّ عَلَى الرَّاهِبِ فَجِيءَ بِالرَّاهِبِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَعَا بِالْمِنْشَارِ فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِجَلِيسِ الْمَلِكِ

کے پاس پہنچتا تو (تاخیر کے سبب) جادوگر اس کو مارتا، لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی، راہب نے اس سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا ساحر نے مجھے روک لیا تھا، یہ سلسلہ یونہی تھا کہ اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ بند کر دیا، لڑکے نے سوچا کہ آج میں آزماؤں گا کہ آیا ساحر افضل ہے یا راہب، پس اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ! اگر تجھ کو راہب کے کام ساحر سے زیادہ پسند ہیں تو اس جانور کو قتل کر دے تاکہ لوگ گذرنے لگیں، اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گذرنے لگے، پھر اس نے راہب کے پاس جاکر اس کو خبر دی، راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو، تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں، عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے، جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتا نہ دینا، یہ لڑکا مادرزاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا، اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا، بادشاہ کا ایک مصاحب اندھا تھا اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر آیا، اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تم کو دے دوں گا، لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو اللہ دیتا ہے، اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ تم کو شفا دے دے گا، وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دے دی، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی، اس نے کہا میرے رب نے، بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتا نہ بتا دیا، پھر اس لڑکے کو لایا گیا، بادشاہ نے

فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَوَضَعَ الْمِنْشَارَ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهِ فَشَقَّهُ بِهِ حَتَّى وَقَعَ شِقَّاهُ ثُمَّ جِيءَ بِالْغُلَامِ فَقِيلَ لَهُ ارْجِعْ عَنْ دِينِكَ فَأَبَى فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ إِلَى جَبَلِ كَذَا وَكَذَا فَاصْعَدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَإِذَا بَلَغْتُمْ ذِرْوَتَهُ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاطْرَحُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَصَعِدُوا بِهِ الْجَبَلَ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَرَجَفَ بِهِمُ الْجَبَلُ فَسَقَطُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَدَفَعَهُ إِلَى نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اذْهَبُوا بِهِ فَاحْمِلُوهُ فِي قُرْقُورٍ فَتَوَسَّطُوا بِهِ الْبَحْرَ فَإِنْ رَجَعَ عَنْ دِينِهِ وَإِلَّا فَاقْذِفُوهُ فَذَهَبُوا بِهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ فَانْكَفَأَتْ بِهِمُ السَّفِينَةُ فَغَرِقُوا وَجَاءَ يَمْشِي إِلَى الْمَلِكِ فَقَالَ لَهُ الْمَلِكُ مَا فَعَلَ أَصْحَابُكَ قَالَ كَفَانِيهِمُ اللَّهُ فَقَالَ لِلْمَلِكِ إِنَّكَ لَسْتَ بِقَاتِلِي حَتَّى تَفْعَلَ مَا آمُرُكَ بِهِ قَالَ وَمَا هُوَ قَالَ تَجْمَعُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَتَصْلُبُنِي عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ خُذْ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِي ثُمَّ ضَعِ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قُلْ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ ارْمِنِي فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ قَتَلْتَنِي فَجَمَعَ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ وَصَلَبَهُ عَلَى جِذْعٍ ثُمَّ أَخَذَ سَهْمًا مِنْ كِنَانَتِهِ ثُمَّ وَضَعَ السَّهْمَ فِي كَبِدِ الْقَوْسِ ثُمَّ قَالَ بِاسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْغُلَامِ ثُمَّ رَمَاهُ فَوَقَعَ السَّهْمُ فِي صُدْغِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي صُدْغِهِ فِي مَوْضِعِ السَّهْمِ فَمَاتَ فَقَالَ النَّاسُ آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ آمَنَّا

اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو، برص والوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو، اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا، شفا تو صرف اللہ دیتا ہے، بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اس وقت تک اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے راہب کا پتا نہ بتا دیا، پھر راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، راہب نے انکار کیا اس نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں آرا رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس مصاحب کو بلایا اور اس سے کہا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ، اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے، پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ، اس لڑکے نے انکار کیا، بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ، اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو، اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا، وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اس لڑکے نے دعا کی: اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے! اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ پر سے گر گئے، وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا، بادشاہ نے اس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کر لو، جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا، وہ لوگ اس کو لے گئے اس نے دعا کی اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لینا، وہ کشتی فوراً الٹ گئی، وہ

بِرَبِّ الْغُلَامِ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ فَاُتِيَ الْمَلِكُ فَقِيْلَ لَهٗ اَرَاَيْتَ مَا كُنْتَ تَحْذَرُ قَدْ وَاللّٰهِ نَزَلَ بِكَ حَذَرُكَ قَدْ اٰمَنَ النَّاسُ فَاَمَرَ بِالْاُخْدُوْدِ فِيْ اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَخُدَّتْ وَاَضْرَمَ النِّيْرَانَ وَ قَالَ مَنْ لَمْ يَرْجِعْ عَنْ دِيْنِهٖ فَاَحْمُوْهُ فِيْهَا اَوْ قِيْلَ لَهُ اقْتَحِمْ فَفَعَلُوْا حَتّٰى جَآءَتِ امْرَاَةٌ وَمَعَهَا صَبِيٌّ لَهَا فَتَقَاعَسَتْ اَنْ تَقَعَ فِيْهَا فَقَالَ لَهَا الْغُلَامُ يَا اُمَّهِ اصْبِرِيْ فَاِنَّكِ عَلَى الْحَقِّ۔

سب غرق ہو گئے، اور وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا، بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ جو گئے تھے ان کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکو گے جب تک کہ میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو، بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے؟ لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو، اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لیے لٹکاؤ، پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو، ایک تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے! پھر مجھے تیر مارو، جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا، سو بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا، اور اس کو ایک درخت کے تنے پر لٹکایا، پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے چلّہ میں رکھا، پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں پیوست ہو گیا، اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے، یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا، کیا تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے، اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا، تمام لوگ ایمان لے آئے، بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا سو وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگائی گئی، اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس خندق میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جا، سو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے، اخیر میں ایک عورت آئی، اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ اس میں گرنے سے جھجکی اس کے بچہ نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

اصحاب الاخدود کے واقعہ کی تشریح

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

راہب نے لڑکے سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہنا مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہنا مجھے ساحر نے روک لیا تھا! اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ راہب نے اس کو جھوٹ کی تلقین کی، قاضی عیاض نے کہا اس کا جواب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے جھوٹ بولنا جائز ہے، خصوصاً اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے اور جب کوئی شخص کسی کو دین سے روک رہا ہو تو اس موقع پر بھی جھوٹ بولنا جائز ہے، علامہ خطابی نے کہا اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے راہب اور اس لڑکے کا یہ واقعہ ان کی مدح وثنا کے طور پر بیان کیا ہے اور ان کے اس فعل کو مقرر رکھا ہے اگر یہ فعل غلط ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کا غلط ہونا بیان کر دیتے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب اس لڑکے کو اذیت دی گئی تو اس نے راہب کا پتا بتا دیا، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اس لڑکے نے راہب کے قتل کی رہنمائی کیسے کی جبکہ راہب نے اس سے یہ کہا بھی تھا کہ اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ پھر بھی میرا پتا نہ بتانا، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لڑکا نابالغ تھا، اگر اس کو بالغ مان لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ لڑکے کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اس راہب کو قتل کر دیا جائے گا اور راہب نے اپنا پتا بتانے سے منع کیا تھا لیکن لڑکے نے اس سے وعدہ نہیں کیا تھا، علاوہ ازیں لڑکا اذیت کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

اس حدیث میں ہے کہ لڑکے نے بادشاہ کو یہ بتایا کہ وہ اس کو کس طریقہ سے قتل کر سکتا ہے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس لڑکے نے اپنے قتل پر معاونت کی اور یہ جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا لڑکے نے یہ رہنمائی اس لیے کی تھی کہ تمام لوگوں میں اللہ پر ایمان لانے کی حقانیت ظاہر ہو جائے اور لوگ اس دلیل کو دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آئیں، اور ایسا ہی ہوا، علامہ خطابی نے اس کے جواب میں کہا وہ لڑکا نابالغ تھا یا اس نے اس وجہ سے رہنمائی کی کہ اس کو یقین تھا کہ وہ مآل کار قتل کر دیا جائے گا۔

اس حدیث میں اس بچہ کا ذکر ہے جس نے طفولیت میں کلام کیا، اور یہ اس قسم کے چھ بچوں میں سے ایک ہے۔ قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مصائب پر اولیاء اللہ کے صبر کا بیان ہے، اور یہ کہ دین کی تبلیغ میں اللہ کے نیک بندوں پر مصائب آتے ہیں اور یہ کہ خطرہ کے وقت بھی اپنے دین کا اظہار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے۔ [1]

قرآن مجید کی حسب ذیل آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے:

قتل اصحاب الاخدود ۝ النار ذات الوقود ۝ اذ هم عليها قعود ۝ وهم على ما يفعلون بالمؤمنين شهود ۝ وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد ۝ الذي له ملك السموت والارض ط والله على كل شيء شهيد ۝ ان

ملعون ہوئے خندقیں کھودنے والے، بھڑکتی آگ والے، جب وہ (ملعون) اس (کے کنارے) پر بیٹھے تھے، جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے، وہ اس کا مشاہدہ کر رہے تھے اور ان کو صرف یہ ناگوار ہوا تھا کہ وہ عزت والے حمد کیے ہوئے اللہ پر ایمان لاتے ہیں جس

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۰۷-۳۰۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق ۰

(البروج: ۱۰—۴)

کی آسمانوں اور زمینوں پر حکومت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے، بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو (آگ میں جلا کر) مصیبت میں ڈالا، پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور (بالخصوص) ان کے لیے جلنے کا عذاب ہے۔

بَابُ ۱۰۳۶ حَدِیْثِ جَابِرِ الطَّوِیْلِ وَقِصَّةِ اَبِی الْیَسَرِ

حضرت ابو الیسر اور حضرت جابر کی طویل حدیث

۷۳۸۰ ۔ حَدَّثَنَا ھٰرُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ (وَتَقَارَبَا فِیْ لَفْظِ الْحَدِیْثِ) وَالسِّیَاقُ لِھٰرُوْنَ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ یَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاھِدٍ اَبِیْ حَزْرَةَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِیْدِ بْنِ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجْتُ اَنَا وَاَبِیْ نَطْلُبُ الْعِلْمَ فِیْ ھٰذَا الْحَیِّ مِنَ الْاَنْصَارِ قَبْلَ اَنْ یَّھْلِکُوْا فَکَانَ اَوَّلُ مَنْ لَقِیْنَا اَبَا الْیَسَرِ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہٗ غُلَامٌ لَّہٗ مَعَہٗ ضِمَامَةٌ مِّنْ صُحُفٍ وَعَلَی اَبِی الْیَسَرِ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِیٌّ وَعَلٰی غُلَامِہٖ بُرْدَةٌ وَمَعَافِرِیٌّ فَقَالَ لَہٗ اَبِیْ یَا عَمِّ اِنِّیْ اَرٰی فِیْ وَجْھِکَ سَفْعَةً مِّنْ غَضَبٍ قَالَ اَجَلْ کَانَ لِیْ عَلٰی فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْحَرَامِیِّ قَالَ فَاَتَیْتُ اَھْلَہٗ فَسَلَّمْتُ فَقُلْتُ ثَمَّ ھُوَ قَالُوْا لَا فَخَرَجَ عَلَیَّ ابْنٌ لَّہٗ جَفْرٌ فَقُلْتُ لَہٗ اَیْنَ اَبُوْکَ قَالَ سَمِعَ صَوْتَکَ فَدَخَلَ اَرِیْکَةَ اُمِّیْ فَقُلْتُ اُخْرُجْ اِلَیَّ فَقَدْ عُلِمْتُ اَیْنَ اَنْتَ فَخَرَجَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَکَ عَلٰی اِنِ اخْتَبَاْتَ مِنِّیْ قَالَ اَنَا وَاللّٰہِ اُحَدِّثُکَ ثُمَّ لَا اَکْذِبُکَ خَشِیْتُ وَاللّٰہِ اَنْ اُحَدِّثَکَ فَاَکْذِبَکَ وَاَنْ اَعِدَکَ فَاُخْلِفَکَ وَکُنْتَ صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُنْتُ وَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد علم کی طلب میں انصار کے اس قبیلہ میں گئے، یہ اس قبیلہ کی ہلاکت سے پہلے کا واقعہ ہے، سب سے پہلے ہماری ملاقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا جس کے پاس صحائف کا ایک گٹھا تھا، حضرت ابو الیسر اور ان کے غلام دونوں نے ایک طرح کی دھاری دار چادر اور معافری کپڑا (معافر ایک جگہ کا نام ہے یہ چادر وہاں کی بنی ہوئی تھی) پہنا ہوا تھا، میں نے ان سے کہا اے چچا! میں آپ کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھ رہا ہوں! انھوں نے کہا! فلاں بن فلاں حرامی (یہ بنو حرام کی طرف نسبت ہے) کے ذمہ میرا مال تھا، میں اس کے گھر گیا، سلام کیا اور میں نے پوچھا کیا وہ ہے؟ گھر والوں نے کہا نہیں ہے، پھر اچانک اس کا نوجوان بیٹا گھر سے نکلا، میں نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا، اس نے آپ کی آواز سنی تو وہ میری ماں کے چھپر کٹ میں گھس گیا، میں نے کہا اب نکل آؤ مجھے پتا چل گیا ہے تم کہاں ہو، وہ باہر نکل آیا، میں نے پوچھا مجھ سے چھپنے پر تم کو کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، اس نے کہا بہ خدا میں آپ سے بیان کرتا ہوں اور میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا، بہ خدا میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ میں آپ سے

اللهِ مُعْسِرًا قَالَ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قُلْتُ آللهِ قَالَ اللهِ قَالَ فَأَتَى بِصَحِيفَتِهِ فَمَحَاهَا بِيَدِهِ فَقَالَ إِنْ وَجَدْتَ قَضَاءً فَاقْضِنِي وَإِلَّا أَنْتَ فِي حِلٍّ فَأَشْهَدُ بَصُرَ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى عَيْنَيْهِ وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ قَلْبِي هَذَا وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ عَنْهُ أَظَلَّهُ اللهُ فِي ظِلِّهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ أَنَا يَا عَمِّ لَوْ أَنَّكَ أَخَذْتَ بُرْدَةَ غُلَامِكَ وَأَعْطَيْتَهُ مَعَافِرِيَّكَ وَأَخَذْتَ مَعَافِرِيَّهُ وَأَعْطَيْتَهُ بُرْدَتَكَ فَكَانَتْ عَلَيْكَ حُلَّةٌ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ فَمَسَحَ رَأْسِي وَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ فِيهِ يَا ابْنَ أَخِي بَصُرَ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ وَوَعَاهُ قَلْبِي هَذَا وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ أَطْعِمُوهُمْ مِمَّا تَأْكُلُونَ وَأَلْبِسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُونَ وَكَانَ أَنْ أَعْطَيْتُهُ مِنْ مَتَاعِ اللُّنْيَا أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ مِنْ حَسَنَاتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ مَضَيْنَا حَتَّى أَتَيْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ فِي مَسْجِدِهِ وَهُوَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فَتَحَطَّيْتُ الْقَوْمَ حَتَّى جَلَسْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللهُ أَتُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَرِدَاؤُكَ إِلَى جَنْبِكَ قَالَ فَقَالَ بِيَدِهِ فِي صَدْرِي هَكَذَا وَفَرَّقَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَقَوَّسَهَا أَرَدْتُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَيَّ الْأَحْمَقُ مِثْلُكَ فَيَرَانِي كَيْفَ أَصْنَعُ فَيَصْنَعُ مِثْلَهُ أَتَانَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا وَفِي يَدِهِ عُرْجُونُ ابْنِ طَابٍ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ نُخَامَةً فَحَكَّهَا بِالْعُرْجُونِ ثُمَّ أَقْبَلَ

بات کروں اور جھوٹ بولوں اور میں آپ سے وعدہ کروں اور اس کے خلاف کروں، حالانکہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور بہ خدا میں ایک غریب آدمی ہوں، میں نے کہا خدا کی قسم! اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے خدا کی قسم، اس نے کہا خدا کی قسم، میں نے کہا خدا کی قسم، اس نے کہا خدا کی قسم، پھر میں نے قرض کی دستاویز منگا کر اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور کہا اگر تم ادا کر سکو تو ادا کر دینا ورنہ تم بری الذمہ ہو، حضرت ابو الیسر نے اپنی دو آنکھوں پر انگلیاں رکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا اور دل کی جگہ ہاتھ رکھ کر کہا میرے اس دل نے یاد رکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مقروض کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سائے میں رکھے گا، میں نے حضرت ابو الیسر سے کہا: اے چچا! اگر آپ اپنے غلام سے دھاری دار چادر لے لیتے اور اس کو معافری کپڑا دے دیتے یا اس سے معافری لے لیتے اور اس کو دھاری دار کپڑا دے دیتے تو آپ دونوں کے پاس حلے ہو جاتے! (اوپر اور نیچے کی ایک طرح کی دو چادروں کو حلہ کہتے ہیں) انھوں نے میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا اے اللہ! اس میں برکت دے اے بھتیجے! میری ان دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دو کانوں نے سنا اور دل کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر کہا میرے اس دل نے یاد رکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے غلاموں کو وہ چیز کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور ان کو وہ کپڑا پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور میں اس کو دنیا کا سامان دے دوں یہ میرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے کہ یہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے لے، پھر ہم روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مسجد میں پہنچے، وہ اس وقت ایک چادر پہنے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، میں لوگوں کو پھلانگ کر ان کے اور قبلہ کے درمیان

عَلَيْنَا فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ تُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ فَخَشَعْنَا ثُمَّ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يُعْرِضَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْنَا لَا اَيُّنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ يُصَلِّيْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ فَلَا يَبْصُقَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَّسَارِهٖ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى فَاِنْ عَجِلَتْ بِهٖ بَادِرَةٌ فَلْيَقُلْ بِثَوْبِهٖ هٰكَذَا ثُمَّ طَوٰى ثَوْبَهٗ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اُدْعُوْنِيْ عَبِيْرًا فَقَامَ فَتًى مِّنَ الْحَيِّ يَشْتَدُّ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِخَلُوْقٍ فِيْ رَاحَتِهٖ فَاَخَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَهٗ عَلٰى رَاْسِ الْعُرْجُوْنِ ثُمَّ لَطَخَ بِهٖ عَلٰى اَثَرِ النُّخَامَةِ فَقَالَ جَابِرٌ فَمِنْ هُنَالِكَ جَعَلْتُمُ الْخَلُوْقَ فِيْ مَسَاجِدِكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ بَطْنِ بُوَاطٍ وَهُوَ يَطْلُبُ الْمَجْدِيَّ بْنَ عَمْرٍو الْجُهَنِيَّ وَكَانَ النَّاضِحُ يَعْتَقِبُهٗ مِنَّا الْخَمْسَةُ وَالسِّتَّةُ وَالسَّبْعَةُ فَدَارَتْ عُقْبَةُ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ عَلٰى نَاضِحٍ لَّهٗ فَاَنَاخَهٗ فَرَكِبَهٗ ثُمَّ بَعَثَهٗ فَتَلَدَّنَ عَلَيْهِ بَعْضَ التَّلَدُّنِ فَقَالَ لَهٗ شَاْ لَعَنَكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا اللَّاعِنُ بَعِيْرَهٗ قَالَ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْزِلْ عَنْهُ فَلَا تَصْحَبْنَا بِمَلْعُوْنٍ لَا تَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلٰى اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ

بیٹھ گیا، میں نے ان سے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ کے پہلو میں دوسری چادر رکھی ہے، حضرت جابر نے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو کھولا اور کمان کی شکل بنا کر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا میں نے یہ اس لیے کیا ہے کہ تم جیسا احمق آدمی میرے پاس آئے گا اور مجھ کو ایک چادر پہنے ہوئے نماز پڑھتے دیکھے گا تو وہ بھی ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکے گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری اس مسجد میں تشریف لائے آپ کے دست مبارک میں ابن طاب (کھجور کی ایک قسم) کی ایک شاخ تھی آپ نے مسجد کے قبلہ میں رینٹ (ناک کی جمی ہوئی ریزش) لگی دیکھی، آپ نے اس شاخ سے اس رینٹ کو کھرچ کر صاف کیا، پھر فرمایا: کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرے، حضرت جابر نے کہا ہم سہم گئے، آپ نے پھر فرمایا کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرے، ہم نے کہا: یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کو یہ پسند نہیں ہے، آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے چہرے کے سامنے ہوتا ہے، تو کوئی شخص چہرے کے سامنے تھوکے نہ دائیں جانب تھوکے وہ بائیں جانب، بائیں پیر کے نیچے تھوکے، (یہ حکم اس وقت کا ہے جب مٹی کا فرش ہوتا تھا اور تھوک کو مٹی کے نیچے دفن کیا جا سکتا تھا، اب جبکہ موزائیک کے فرش ہوتے ہیں اور ان پر قالین اور دریاں ہوتی ہیں، ان پر تھوک کر بیماری اور گندگی پھیلانے کی اجازت نہیں ہے،) اور اگر تھوک نہ رُکے تو کپڑے میں لے کر اس طرح کر لے، آپ نے کپڑے کو لپیٹ کر اور مسل کر دکھایا، پھر فرمایا

سَاعَةً يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَتْ عُشَيْشِيَةً وَدَنَوْنَا مَاءً مِنْ مِيَاهِ الْعَرَبِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَجُلٌ يَتَقَدَّمُنَا فَيَمْدُرُ الْحَوْضَ فَيَشْرَبُ وَيَسْقِينَا قَالَ جَابِرٌ فَقُمْتُ فَقُلْتُ هٰذَا رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ رَجُلٍ مَعَ جَابِرٍ فَقَامَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَانْطَلَقْنَا إِلَى الْبِئْرِ فَنَزَعْنَا فِي الْحَوْضِ سَجْلًا أَوْ سَجْلَيْنِ ثُمَّ مَدَرْنَاهُ ثُمَّ نَزَعْنَا فِيهِ حَتَّى أَفْهَقْنَاهُ فَكَانَ أَوَّلَ طَالِعٍ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَأْذَنَانِ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ فَاشْرَعَ نَاقَتَهُ فَشَرِبَتْ شَنَقَ لَهَا فَشَجَتْ فَبَالَتْ ثُمَّ عَدَلَ بِهَا فَأَنَاخَهَا ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحَوْضِ فَتَوَضَّأَ مِنْهُ ثُمَّ قُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ مِنْ مُتَوَضَّأِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ وَكَانَتْ عَلَيَّ بُرْدَةٌ ذَهَبْتُ أَنْ أُخَالِفَ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي وَكَانَتْ لَهَا ذَبَابَةٌ فَنَكَّسْتُهَا ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ

مجھے خوشبو دکھاؤ، قبیلہ کا ایک نوجوان دوڑتا ہوا گھر گیا اور اپنی ہتھیلی پر کچھ خوشبو لگا کر لایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خوشبو کو لے کر اس شاخ پر لگایا، پھر اس خوشبو کو اس رینٹ کے نشان پر لگایا، حضرت جابر نے کہا اسی وجہ سے تم لوگ اپنی مسجدوں میں خوشبوؤں کو لگاتے ہو، (حضرت جابر نے کہا) ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بواط کی جنگ میں گئے، "آپ مجدی بن عمرو جہنی" کو ڈھونڈ رہے تھے، ایک اونٹ پر ہم پانچ، چھ اور سات آدمی باری باری بیٹھتے تھے، ایک انصاری اونٹ پر بیٹھنے لگا، اس نے اونٹ کو بٹھایا، پھر اس پر سوار ہوا، پھر اس کو چلانے لگا، اونٹ نے اس کے ساتھ کچھ شوخی کی، اس نے اونٹ کو کہا "شأ، اللہ تعالیٰ تجھ پر لعنت کرے"، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے اونٹ کو لعنت کرنے والا کون شخص ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ میں ہوں! آپ نے فرمایا اس اونٹ سے اتر جاؤ، ہمارے ساتھ کسی ملعون جانور کو نہ رکھو، اپنے آپ کو بددعا دو، نہ اپنی اولاد کو بددعا دو، اور نہ اپنے اموال کو بددعا دو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ وہ ساعت ہو جس میں اللہ تعالیٰ سے کسی عطا کا سوال کیا جائے، وہ دعا مستجاب ہوتی ہو، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ جب شام ہو گئی، اور ہم عرب کے پانیوں میں سے کسی پانی کے قریب پہنچے، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون شخص ہے جو ہم سے پہلے جا کر حوض کو درست کرے گا، وہ خود بھی پانی پیئے گا اور ہمیں بھی پلائے گا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ شخص حاضر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر کے ساتھ اور کون شخص جائے گا، تو حضرت جبار بن صخر کھڑے ہوئے، ہم لوگ کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہم نے حوض میں ایک یا دو ڈول پانی ڈالا، پھر اس کو مٹی سے لیپا،

يَمِينِهِ ثُمَّ جَاءَ جَبَّارُ بْنُ صَخْرٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ جَاءَ فَقَامَ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْنَا جَمِيعًا فَدَفَعَنَا حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ فَطِنْتُ بِهِ فَقَالَ هٰكَذَا بِيَدِهِ يَعْنِي شُدَّ وَسَطَكَ فَلَمَّا فَرَغَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا جَابِرُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَاشْدُدْهُ عَلَى حَقْوِكَ - سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ قُوتُ كُلِّ رَاجِلٍ مِنَّا فِي كُلِّ يَوْمٍ تَمْرَةً فَكَانَ يَمَصُّهَا ثُمَّ يَصُرُّهَا فِي ثَوْبِهِ وَكُنَّا نَخْتَبِطُ بِقِسِيِّنَا وَنَأْكُلُ حَتَّى قَرِحَتْ أَشْدَاقُنَا فَأُقْسِمُ أُخْطِئُهَا رَجُلٌ مِنَّا يَوْمًا فَانْطَلَقْنَا بِهِ نَتَعَشَّشُهُ فَنَشْهَدُنَا أَنَّهُ لَمْ يُعْطَهَا فَأُعْطِيَهَا فَقَامَ فَأَخَذَهَا. سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضِي حَاجَتَهُ فَاتَّبَعْتُهُ بِإِدَاوَةٍ مِنْ مَاءٍ فَنَظَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى إِحْدَاهُمَا فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا

پھر ہم نے حوض میں پانی ڈالا حتیٰ کہ اس کو بھر دیا، پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا: کیا تم دونوں (مجھے پانی کی) اجازت دیتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! یارسول اللہ! آپ نے اپنی اونٹنی کو چھوڑا اور اس نے پانی پی لیا، پھر آپ نے اس کی باگ کھینچی اور اس نے پانی پینا بند کیا، اس نے پیشاب کیا اور آپ نے اس کو الگ لے جا کر بٹھا دیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حوض پر تشریف لائے اور آپ نے حوض سے وضو کیا، پھر میں کھڑا ہوا اور جس جگہ سے آپ نے وضو کیا تھا اسی جگہ سے میں نے وضو کیا، پھر حضرت جبار بن صخر قضاء حاجت کے لیے چلے گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے، میرے جسم پر ایک چادر تھی، میں اس کے دونوں کناروں کو پلٹنے لگا، وہ میرے کندھوں تک نہیں پہنچی، اس چادر کے پلو تھے، میں نے اس کو اوندھا کر کے اس کے دونوں کناروں کو پلٹا اور اس کو اپنی گردن پر باندھا (یہ اس حدیث کو بیان کرنے کی وجہ ہے۔) پھر میں آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھمایا حتیٰ کہ مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا، پھر حضرت جبار بن صخر آئے انھوں نے وضو کیا، پھر وہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے گھورنے لگے جس کو میں نہیں سمجھ سکا، پھر میں سمجھ گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا، یعنی اپنی کمر کس کر باندھ لو، تاکہ تمہارا ستر نہ کھلے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا: لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جب کپڑا بڑا ہو تو اس کے دونوں کناروں سے لپیٹ

فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ يُصَانِعُ قَائِدَهٗ حَتّٰی اَتَی الشَّجَرَةَ الْاُخْرٰی فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ اَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِیْ عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَانْقَادَتْ مَعَهٗ كَذٰلِكَ حَتّٰی اِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا لَاَمَ بَيْنَهُمَا يَعْنِیْ جَمَعَهُمَا فَقَالَ الْتَئِمَا عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ فَالْتَاَمَتَا قَالَ جَابِرٌ فَخَرَجْتُ اُحْضِرُ مَخَافَةَ اَنْ يَحِسَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُرْبِیْ فَيَبْتَعِدَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ فَيَبْتَعِدَ فَجَلَسْتُ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ وَحَانَتْ مِنِّیْ لَفْتَةٌ فَاِذَا اَنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلًا وَاِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰی سَاقٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ وَقْفَةً فَقَالَ بِرَاْسِهٖ هٰكَذَا وَاَشَارَ اَبُوْ اِسْمَاعِيْلَ بِرَاْسِهٖ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا ثُمَّ اَقْبَلَ فَلَمَّا انْتَهٰی اِلَیَّ قَالَ يَا جَابِرُ هَلْ رَاَيْتَ مَقَامِیْ قُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَانْطَلِقْ اِلَی الشَّجَرَتَيْنِ فَاقْطَعْ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا فَاَقْبِلْ بِهِمَا حَتّٰی اِذَا قُمْتَ مَقَامِیْ فَاَرْسِلْ غُصْنًا عَنْ يَمِيْنِكَ وَغُصْنًا عَنْ يَسَارِكَ قَالَ جَابِرٌ فَقُمْتُ فَاَخَذْتُ حَجَرًا فَكَسَرْتُهٗ وَحَسَرْتُهٗ فَانْذَلَقَ لِیْ فَاَتَيْتُ الشَّجَرَتَيْنِ فَقَطَعْتُ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا غُصْنًا ثُمَّ اَقْبَلْتُ اَجُرُّهُمَا حَتّٰی قُمْتُ مَقَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلْتُ

لو اور جب کپڑا تنگ ہو تو اس کو کمر پر باندھ لو، ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے، ان دنوں ہم میں سے ہر شخص کی خوراک ایک کھجور تھی، وہ اس کھجور کو چوستا اور پھر اس کو اپنے کپڑے میں رکھ لیتا، ہم اپنی کمانوں سے درختوں کے پتے جھاڑتے تھے اور کھاتے تھے، حتیٰ کہ ہماری باچھوں میں چھالے پڑ گئے، ایک آدمی کھجوریں تقسیم کرتا تھا، ایک دن اس نے بھولے سے ایک شخص کو کھجور نہیں دی، اس کا یہ گمان تھا کہ وہ کھجور دے چکا ہے، اس میں تنازع ہوا، ہم نے شہادت دی کہ اس کو کھجور نہیں ملی، ہم ضعف کی وجہ سے اس کو اٹھا کر لائے تھے، اس کو کھجور دی گئی اس نے کھڑے ہو کر کھجور لی، پھر ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے حتیٰ کہ ہم ایک کشادہ وادی میں پہنچے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے گئے، میں چمڑے کے ایک تھیلے میں پانی لے کر آپ کے پیچھے گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کو آڑ کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے، آپ نے ان کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑی، آپ نے فرمایا اللہ کے حکم سے میری اطاعت کر، وہ درخت اس اونٹ کی طرح آپ کا فرماں بردار ہو گیا جس کی ناک میں نکیل ہو اور وہ اپنے ہانکنے والے کے تابع ہوتا ہے، پھر آپ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ پکڑ کر فرمایا، اللہ کے اذن سے میری اطاعت کر وہ اسی درخت کی طرح آپ کے تابع ہو گیا، حتیٰ کہ جب آپ دونوں درختوں کے درمیان پہنچے تو آپ نے ان دونوں درختوں کو ملا دیا اور فرمایا اللہ کے اذن سے تم دونوں جڑ جاؤ، سو وہ دونوں درخت جڑ گئے، حضرت جابر نے کہا میں اس خیال سے نکلا کہ کہیں رسول اللہ

عُصْنًا عَنْ يَمِيْنِيْ وَعُصْنًا عَنْ يَسَارِيْ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقُلْتُ قَدْ فَعَلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَمَّ ذَاكَ فَقَالَ إِنِّيْ مَرَرْتُ بِقَبْرَيْنِ يُعَذَّبَانِ فَأَحْبَبْتُ بِشَفَاعَتِيْ أَنْ يُرْفَهَ عَنْهُمَا مَا دَامَ الْغُصْنَانِ رَطْبَيْنِ قَالَ فَأَتَيْنَا الْعَسْكَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا جَابِرُ نَادِ بِوَضُوْءٍ فَقُلْتُ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ أَلَا وَضُوْءَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا وَجَدْتُ فِي الرَّكْبِ مِنْ قَطْرَةٍ وَكَانَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُبَرِّدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاءَ فِيْ أَشْجَابٍ لَهُ عَلَى حِمَارَةٍ مِّنْ جَرِيْدٍ فَقَالَ لِيْ انْطَلِقْ إِلَى فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَانْظُرْ هَلْ فِيْ أَشْجَابِهِ مِنْ شَيْءٍ قَالَ فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهِ فَتَطَرَّتُ فِيْهَا فَلَمْ أَجِدْ فِيْهَا إِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِنْهَا لَوَأَنِّيْ أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ فَأَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ لَمْ أَجِدْ فِيْهَا إِلَّا قَطْرَةً فِيْ عَزْلَاءِ شَجْبٍ مِّنْهَا لَوَأَنِّيْ أُفْرِغُهُ لَشَرِبَهُ يَابِسُهُ قَالَ اذْهَبْ فَأْتِنِيْ بِهِ فَأَتَيْتُهُ بِهِ فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَجَعَلَ يَتَكَلَّمُ بِشَيْءٍ لَّا أَدْرِيْ مَا هُوَ وَيَغْمِزُهُ بِيَدَيْهِ ثُمَّ أَعْطَانِيْهِ فَقَالَ يَا جَابِرُ نَادِ بِجَفْنَةِ الرَّكْبِ فَأَتَيْتُ بِهَا تُحْمَلُ فَوَضَعْتُهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فِي الْجَفْنَةِ هٰكَذَا فَبَسَطَهَا وَفَرَّقَ بَيْنَ

صلے اللہ علیہ وسلم مجھے قریب دیکھ کر کہیں دور چلے جائیں، (محمد بن عباد نے فیتبعد کا لفظ کہا) میں بیٹھا ہوا اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا، میں نے اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، اور ان درختوں میں سے ہر ایک درخت اپنے اپنے تنے پر کھڑا ہوا الگ ہو رہا ہے، میں نے دیکھا ایک لحظہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے، پھر آپ نے اپنے سر سے اس طرح اشارہ کیا، ابو اسماعیل نے اپنے سر سے دائیں بائیں اشارہ کر کے دیکھا، پھر آپ میری طرف آنے لگے جب آپ میرے پاس پہنچے تو فرمایا: اے جابر تم نے دیکھا تھا جہاں میں کھڑا تھا، میں نے کہا جی! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ان دو درختوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹ کر لاؤ، اور جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا تھا، تو ایک شاخ اپنی دائیں جانب اور ایک شاخ اپنی بائیں جانب ڈال دینا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے کھڑے ہو کر ایک پتھر کو تیز کیا، پھر میں ان درختوں کے پاس گیا اور ہر ایک سے ایک شاخ توڑ لی، پھر میں ان کو گھسیٹتا ہوا اس جگہ لے آیا جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے، میں نے ایک شاخ اپنے دائیں جانب اور دوسری بائیں جانب ڈال دی، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے آپ کے ارشاد کے مطابق کر دیا، مگر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں اس جگہ دو قبروں کے پاس سے گذرا جن میں قبر والوں کو عذاب ہو رہا تھا، میں نے ان میں تخفیف عذاب کے لیے اپنی شفاعت کو پسند کیا، جب تک وہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی، حضرت جابر کہتے ہیں کہ ہم پھر لشکر میں آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر پانی کا اعلان کر دو، میں نے کہا سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ، سنو پانی لاؤ، میں نے

اَصَابِعِهٖ ثُمَّ وَضَعَهَا فِیْ قَعْرِ الْجَفْنَةِ وَقَالَ خُذْ یَا جَابِرُ فَصُبَّ عَلَیَّ وَقُلْ بِاسْمِ اللّٰهِ فَرَاَیْتُ الْمَآءَ یَتَفَوَّرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ فَارَتِ الْجَفْنَةُ وَدَارَتْ حَتَّی امْتَلَاَتْ فَقَالَ یَا جَابِرُ نَادِ مَنْ کَانَ لَهٗ حَاجَةٌ بِمَآءٍ قَالَ فَاَتَی النَّاسُ فَاسْتَقَوْا حَتّٰی رَوُوْا قَالَ فَقُلْتُ هَلْ بَقِیَ اَحَدٌ لَهٗ حَاجَةٌ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدَهٗ مِنَ الْجَفْنَةِ وَهِیَ مَلْاٰی وَشَکَی النَّاسُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَقَالَ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یُّطْعِمَکُمْ فَاَتَیْنَا سِیْفَ الْبَحْرِ فَزَخَرَ الْبَحْرُ زَخْرَةً فَاَلْقٰی دَآبَّةً فَاَوْرَیْنَا عَلٰی شِقِّهَا النَّارَ فَاَکَلْنَا وَاشْتَوَیْنَا وَاَکَلْنَا حَتّٰی شَبِعْنَا قَالَ جَابِرٌ فَدَخَلْتُ اَنَا وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ حَتّٰی عَدَّ خَمْسَةً فِیْ حِجَاجِ عَیْنِهَا مَا یَرَانَا اَحَدٌ حَتّٰی خَرَجْنَا فَاَخَذْنَا ضِلَاعًا مِّنْ اَضْلَاعِهٖ فَقَوَّسْنَاهُ ثُمَّ دَعَوْنَا بِاَعْظَمِ رَجُلٍ فِی الرَّکْبِ وَاَعْظَمِ جَمَلٍ فِی الرَّکْبِ وَاَعْظَمِ کِفْلٍ فِی الرَّکْبِ فَدَخَلَ تَحْتَهٗ مَا یُطَاطِیْ رَاْسَهٗ

عرض کیا: یارسول! قافلہ میں تو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، ایک انصاری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے پرانی مشک میں جو درخت کی ٹہنیوں پر لٹکی رہتی تھی، پانی ٹھنڈا کیا کرتا تھا، آپ نے فرمایا: تم فلاں ابن فلاں انصاری کے پاس جاؤ اور دیکھو اس کی مشک میں پانی ہے یا نہیں؟ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا تو اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ تھا اگر میں اس مشک کو اوندھا کرتا تو سوکھی مشک اس پانی کو پی جاتی، سو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ اس مشک میں پانی کا صرف ایک قطرہ ہے اگر میں نے اس کو الٹا کیا تو وہ قطرہ اس سوکھی ہوئی مشک میں جذب ہو جائے گا، آپ نے فرمایا جاؤ اس مشک کو میرے پاس لے کر آؤ، میں اس مشک کو لے کر آیا، میں نے اس کو منہ سے پکڑا، مجھے پتا نہیں آپ نے اس مشک سے کیا کلام فرمایا، آپ اپنے دست مبارک سے اس مشک کو دباتے جاتے تھے، آپ نے وہ مشک میرے حوالے کی اور فرمایا جاؤ، قافلہ میں اعلان کرو کہ پانی کا کوئی برتن لے آئیں، میں نے اعلان کیا: اے قافلے والو! برتن لے آؤ، پھر وہ برتن اٹھا کر لایا گیا، میں نے اس کو لا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اس میں اپنا ہاتھ ڈالا، آپ نے اپنی انگلیاں متفرق کر کے ہاتھ پھیلا دیا، پھر ہاتھ برتن کی گہرائی میں رکھا، پھر فرمایا لو اے جابر بسم اللہ پڑھ کر میرے ہاتھ پر مشک انڈیلو، میں نے بسم اللہ پڑھ کر مشک انڈیلی، میں نے دیکھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے درمیان سے پانی ابل رہا تھا، حتی کہ اس برتن میں پانی جوش سے ابلنے لگا، اور وہ برتن بھر گیا، آپ نے فرمایا اے جابر اعلان کرو جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آجائے، پھر لوگ آئے انھوں نے پانی پیا حتی کہ وہ سیر ہو گئے، میں نے کہا کیا کوئی ایسا بچا ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے برتن سے ہاتھ اٹھایا درآں حالیکہ وہ برتن بھرا ہوا تھا، اور لوگوں نے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو کھلائے گا، پھر ہم سمندر کے کنارے پہنچے، سمندر سے ایک موج آئی اور اس نے ایک سمندری جانور لاکر پھینک دیا، ہم نے سمندر کے کنارے آگ جلائی اور جانور کو بھون کر پکایا اور اس کو کھایا حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے، حضرت جابر نے کہا میں اور فلاں اور فلاں انھوں نے پانچ آدمی گنے، ہم اس کی آنکھ کے گوشے میں گھس جاتے تھے اور ہم کو کوئی نہیں دیکھتا تھا، حتیٰ کہ ہم باہر نکل آتے، ہم نے اس کی پسلیوں میں سے ایک پسلی لے کر اس کو کمان کی ہیئت میں کھڑا کر دیا، پھر ہم نے قافلہ میں سے سب سے بڑے آدمی کو بلایا اور قافلہ میں سے سب سے بڑے اونٹ کو بلایا وہ قافلہ کے سب سے بڑے پالان کو اس اونٹ پر رکھ کر اس اونٹ پر بیٹھا اور سر جھکائے بغیر اس پسلی کے نیچے سے گذر گیا۔

حضرت جابر کی حدیث کی تشریح

علامہ نووی اس حدیث کی تشریح لکھتے ہیں:

"فلاں بن فلاں حرامی کے ذمہ میرا مال تھا"

بنو حرام کی طرف نسبت کر کے حرامی کہا ہے بعض روایات میں جزامی ہے۔

حضرت جابر ایک کپڑے کو اپنے جسم پر لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے:

اس میں یہ دلیل ہے کہ زیادہ کپڑوں کے باوجود ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جب اس کے پاس وسعت ہو تو زیادہ کپڑے پہنے، حضرت جابر نے بیان جواز کے لیے اس طرح کیا تھا۔

حضرت جابر نے ابن عبادہ بن صامت سے کہا میں نے ایک کپڑے میں نماز اس لیے پڑھی ہے، کہ تم ایسے احمق کو بھی معلوم ہو جائے کہ ایک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔

یہاں احمق سے مراد جاہل ہے اور حقیقت میں احمق اس شخص کو کہتے ہیں جس کو کسی کام کے مضر ہونے کا علم ہو اس کے باوجود وہ شخص اس کام کو کرے، اس حدیث سے معلوم ہو کہ شاگرد کو تنبیہ، تادیب اور تعزیر کے لیے اس قسم کے الفاظ کہنا جائز ہیں، کیونکہ احمق اور ظالم ایسے لفظ ہیں کہ بہت کم لوگ ان کے ساتھ متصف ہونے سے بچے ہوں گے اور جو شخص تادیب، توبیخ، اور سخت بات کہے جانے کا مستحق ہو، اس کے لیے متقی اور پرہیز گار لوگ اس قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر اور جبار سے فرمایا: کیا تم دونوں مجھے (پانی پینے کی) اجازت دیتے ہو؟

اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے مواقع پر اجازت طلب کرنے، آداب شرعیہ، تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرنے کی تعلیم دی ہے، ہر چند کہ وہ دونوں آپ کے پانی پینے پر راضی تھے بلکہ وہ اسی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حوض سے پانی لے کر وضو کیا:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس پانی سے اونٹ یا کسی اور حلال جانور نے پانی پیا ہو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ حضرت جابر نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، میں آکر آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھمایا اور مجھے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل کرنا جائز ہے اور یہ ضرورت کے وقت مکروہ نہیں ہے البتہ بلا ضرورت مکروہ ہے، اور یہ کہ اگر مقتدی صرف ایک ہو تو امام کی دائیں جانب کھڑا ہو، اور اگر وہ بائیں جانب کھڑا ہو تو امام اس کو دائیں جانب کر دے، اور اگر دو مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف بنائیں۔ [1]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر درخت کے آنے کا ذکر ہے اور یہ آپ کا معجزہ ہے، نیز اس میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس جگہ دو قبریں ہیں اور قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب برزخ میں ہوتا ہے اس سے بہ صراحت معلوم ہوا کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تھے تو برزخ والوں کے احوال سے بے خبر نہیں تھے اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کے احوال سے غافل نہیں ہوں گے، نیز آپ نے فرمایا ان کی قبروں پر درخت کی شاخیں رکھ دو، جب تک وہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوگی۔ اس سے یہ بہ صراحت معلوم ہوا کہ آپ دنیا میں رہ کر برزخ والوں کی مدد فرماتے تھے، اور قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ جب آپ برزخ میں ہوں گے تو دنیا والوں کی مدد فرمائیں گے۔

آپ نے فرمایا جب تک اس شاخ کے پتے تر و تازہ رہیں گے، قبر والوں کے عذاب میں تخفیف ہوگی، یہ حدیث قبر پر پھول رکھنے کی اصل ہے اور تر و تازہ کی قید کی وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو مومن کے قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف کی زیادہ توقع ہے۔

بعض لوگوں نے کہا کہ قبروں پر پھول رکھنا منع ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے جو قبر پر شاخیں رکھنے کے لیے فرمایا تھا یہ آپ کی خصوصیت ہے، یہ قول باطل ہے یہ فعل خصوصیت اسی وقت ہوتا جب آپ نے بالعموم قبر پر شاخیں رکھنے سے منع فرمایا ہوتا۔

بَابُ ۱۰۳۷ فِی حَدِیْثِ الْهِجْرَةِ وَیُقَالُ لَهٗ حَدِیْثُ الرَّحْلِ بِالْحَاءِ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

۷۳۸۱ - حَدَّثَنِی سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا زُهَیْرٌ حَدَّثَنَا اَبُوْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے والد کے پاس ان

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۸ - ۴۱۶ ملخصاً، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُوْلُ جَآءَ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ اِلٰى اَبِيْ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَاشْتَرٰى مِنْهُ رَحْلًا فَقَالَ لِعَازِبٍ ابْعَثْ مَعِيَ ابْنَكَ يَحْمِلْهُ مَعِيْ اِلٰى مَنْزِلِيْ فَقَالَ لِيْ اَبِيْ اُحْمِلْهُ فَحَمَلْتُهٗ وَخَرَجَ اَبِيْ مَعَهٗ يَنْتَقِدُ ثَمَنَهٗ فَقَالَ لَهٗ اَبِيْ يَا اَبَا بَكْرٍ حَدِّثْنِيْ كَيْفَ صَنَعْتُمَا لَيْلَةً سَرَيْتُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اَسْرَيْنَا لَيْلَتَنَا كُلَّهَا حَتّٰى قَامَ قَآئِمُ الظَّهِيْرَةِ وَخَلَا الطَّرِيْقُ فَلَا يَمُرُّ فِيْهِ اَحَدٌ حَتّٰى رُفِعَتْ لَنَا صَخْرَةٌ طَوِيْلَةٌ لَهَا ظِلٌّ لَمْ تَاْتِ عَلَيْهِ الشَّمْسُ بَعْدُ فَنَزَلْنَا عِنْدَهَا فَاَتَيْتُ الصَّخْرَةَ فَسَوَّيْتُ بِيَدِيْ مَكَانًا يَنَامُ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ ظِلِّهَا ثُمَّ بَسَطْتُ عَلَيْهِ فَرْوَةً ثُمَّ قُلْتُ نَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْفُضُ لَكَ مَا حَوْلَكَ فَنَامَ وَخَرَجْتُ اَنْفُضُ مَا حَوْلَهٗ فَاِذَا اَنَا بِرَاعِيْ غَنَمٍ مُقْبِلٍ بِغَنَمِهٖ اِلَى الصَّخْرَةِ يُرِيْدُ مِنْهَا الَّذِيْ اَرَدْنَا فَلَقِيْتُهٗ فَقُلْتُ لِمَنْ اَنْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قُلْتُ اَفِيْ غَنَمِكَ لَبَنٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَفَتَحْلُبُ لِيْ قَالَ نَعَمْ فَاَخَذَ شَاةً فَقُلْتُ لَهٗ اَنْفُضِ الضَّرْعَ مِنَ الشَّعَرِ وَالتُّرَابِ وَالْقَذٰى قَالَ فَرَاَيْتُ الْبَرَآءَ يَضْرِبُ بِيَدِهٖ عَلَى الْاُخْرٰى يَنْفُضُ فَحَلَبَ فِيْ قَعْبٍ مَعَهٗ كُثْبَةً مِّنْ لَبَنٍ قَالَ وَمَعِيْ اِدَاوَةٌ اَرْتَوِيْ فِيْهَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَشْرَبَ مِنْهَا وَيَتَوَضَّاَ قَالَ فَاَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَرِهْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ مِنْ نَوْمِهٖ فَوَافَقْتُهٗ

کے گھر گئے اور ان سے ایک کجاوہ خریدا اور کہا اپنے بیٹے کو میرے ساتھ بھیج دو وہ اس کجاوہ کو اٹھا کر میرے گھر پہنچا دیں، میرے والد نے مجھ سے کہا اس کو اٹھاؤ، میں نے اس کو اٹھا لیا، اور میرے والد حضرت ابوبکر کے ساتھ نکلے اور قیمت پرکھنے لگے، میرے والد نے ان سے کہا اے ابوبکر! جس رات آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مکہ سے مدینہ) گئے تھے، اس کے متعلق مجھے بتائیں کہ آپ دونوں کیا کیا تھا، حضرت ابوبکر نے کہا ہاں! ہم دونوں اس پوری رات چلتے رہے، حتیٰ کہ دن ہو گیا اور ٹھیک دوپہر کا وقت آگیا، اور راستہ چلنے والوں سے خالی تھا حتیٰ کہ ہمیں سامنے ایک لمبا پتھر دکھائی دیا جس کا سایہ پڑ رہا تھا، ابھی تک وہاں دھوپ نہیں آئی تھی، میں اس پتھر کے پاس گیا، اور اس جگہ کو اپنے ہاتھ سے ہموار کیا تاکہ اس کے سائے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم آرام کر سکیں، پھر اس پر پوستین بچھائی پھر میں نے کہا یارسول اللہ! آپ اس پر آرام فرمائیں، اور میں آپ کے اردگرد دیکھ بھال کرتا ہوں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے اور میں آپ کے اردگرد دیکھ بھال کرتا رہا، میں نے ایک بکریوں کا چرواہا دیکھا جو اپنی بکریاں چراتا ہوا اس پتھر کی طرف آرہا تھا وہ بھی اسی پتھر سے وہی چاہتا تھا جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا، میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو؟ اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لیا، میں نے پوچھا کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے کہا کیا تم میرے لیے دودھ دوہو گے؟ اس نے کہا ہاں! اس نے ایک بکری پکڑی، میں نے اس سے کہا تھن کو بال مٹی اور تنکوں سے صاف کر لو، راوی کہتا ہے میں نے حضرت براء کو دیکھا وہ اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پہ مار کر دکھا رہے تھے، اس غلام نے اپنے ایک لکڑی کے پیالہ میں میرے لیے دودھ دوہا، حضرت ابوبکر نے کہا میرے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا، جس میں، میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پینے اور

اسْتَيْقَظَ فَصَبَبْتُ عَلَى اللَّبَنِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى بَرَدَ أَسْفَلُهُ، فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ اشْرَبْ مِنْ هٰذَا اللَّبَنِ قَالَ فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ ثُمَّ قَالَ أَلَمْ يَأْنِ لِلرَّحِيلِ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَارْتَحَلْنَا بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ وَنَحْنُ فِي جَلَدٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أُتِينَا فَقَالَ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَارْتَطَمَتْ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا أُرَى فَقَالَ إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ فَادْعُوَا لِي فَاللهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ فَدَعَا اللهَ فَنَجَى فَرَجَعَ لَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُهُنَا فَلَا يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ قَالَ وَوَفَى لَنَا۔

وضو کے لیے پانی رکھا تھا، پھر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار کرنا پسند نہیں کیا، اتفاق سے آپ خود بیدار ہو گئے، پھر میں نے دودھ پر پانی ڈالا حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! یہ دودھ پی لیجئے، آپ نے اتنا دودھ پیا حتیٰ کہ میں راضی ہو گیا، پھر آپ نے فرمایا: کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں آیا؟ میں نے کہا کیوں نہیں، پھر زوال آفتاب کے بعد ہم روانہ ہو گئے، سراقہ بن مالک نے ہمارا پیچھا کیا، ہم سخت زمین پر تھے، میں نے کہا کافر ہم تک پہنچ گئے، آپ نے فرمایا: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر آپ نے سراقہ بن مالک کے لیے دعائے ضرر کی، میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، اس نے کہا مجھے یقین ہے تم دونوں نے میرے خلاف دعائے ضرر کی ہے، اب تم میرے حق میں دعائے خیر کرو، میں قسم کھاتا ہوں کہ جو بھی تم کو ڈھونڈنے آئے گا میں اس کو واپس کر دوں گا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ نجات پا کر لوٹ گیا، پھر اس کو جو کافر بھی ملتا وہ اس سے کہتا میں تمہارا کام کر چکا ہوں وہ یہاں نہیں ہیں اور جو شخص بھی اس سے ملتا وہ اس کو واپس کر دیتا، اور اس نے ہم سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

۷۳۸۲ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اشْتَرَى أَبُو بَكْرٍ مِنْ أَبِي رَحْلًا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ مِنْ رِوَايَةِ عُثْمَانَ بْنِ عُمَرَ فَلَمَّا دَنَا دَعَا عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاخَ فَرَسُهُ فِي الْأَرْضِ إِلَى بَطْنِهِ وَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے میرے والد سے تیرہ درہم میں ایک کجاوہ خریدا، عثمان بن عمر کی روایت میں ہے کہ جب سراقہ قریب ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی، اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، وہ گھوڑے سے کودا اور اس نے کہا: اے محمد! مجھے یقین ہے کہ یہ تمہارا کام ہے، اب اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس سے نجات دے دے، اور میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جو بھی میرے بعد آپ کی تلاش میں آئے گا، میں آپ کو

وَنَبَ عَنْهُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ هٰذَا عَمَلُكَ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّخَلِّصَنِيْ مِمَّا اَنَا وَلَكَ عَلَيَّ لَاُعَمِّيَنَّ عَلٰى مَنْ وَّرَآئِيْ وَهٰذِهٖ كِنَانَتِيْ فَخُذْ سَهْمًا مِنْهَا فَاِنَّكَ سَتَمُرُّ عَلٰى اِبِلِيْ وَغِلْمَانِيْ بِمَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَخُذْ مِنْهَا حَاجَتَكَ قَالَ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْ اِبِلِكَ فَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ لَيْلًا فَتَنَازَعُوْا اَيُّهُمْ يَنْزِلُ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنْزِلُ عَلٰى بَنِي النَّجَّارِ اَخْوَالِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اُكْرِمُهُمْ بِذٰلِكَ فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔

اس سے مخفی رکھوں گا، یہ میرا ترکش ہے، اس میں سے آپ ایک تیر لے لیں، کیونکہ عنقریب فلاں فلاں مقام پر آپ کا میرے اونٹوں اور غلاموں سے گذر ہوگا، آپ ان میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لے لیں، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں ہے، پھر ہم رات کے وقت مدینہ پہنچے، لوگ اس پر آپس میں جھگڑنے لگے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کس کے پاس ٹھہریں گے، آپ نے فرمایا میں بنو نجار کے پاس ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں میں انہیں اپنے قیام سے ان کی عزت افزائی کروں گا، پھر تمام مرد اور عورتیں اپنے اپنے مکانوں پر چڑھ گئے اور لڑکے اور غلام راستوں میں نعرے لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ یا محمد یا رسول اللہ!۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے شخص کی بکریوں کا دودھ پلانے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے، میں نے اس سے پوچھا تم کس کے غلام ہو اس نے مدینہ کے ایک شخص کا نام لیا:

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث میں مدینہ کا لغوی معنی شہر مراد ہے یعنی اس نے مکہ کے ایک شخص کا نام لیا کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ کا نام یثرب تھا۔

اس حدیث میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس چرواہے سے کہا: کیا تم بکری سے دودھ دوہ کر ہمیں دو گے؟ اس نے کہا ہاں، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پلایا:

علامہ نووی لکھتے ہیں اس حدیث پر یہ سوال ہوتا ہے کہ وہ چرواہا ان بکریوں کا مالک نہیں تھا، پھر حضرت ابوبکر نے اس سے دودھ لے کر کیسے پلایا، اس سوال کے چند جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ اہل عرب میں رواج تھا کہ بکریوں کے مالک چرواہوں کو یہ اجازت دیتے تھے کہ وہ کسی مہمان یا مسافر کو بکریوں کا دودھ پلا دیں۔

(۲)۔ جس شخص کی وہ بکریاں تھیں وہ حضرت ابوبکر کا دوست تھا، اسی لیے انہوں نے پہلے یہ معلوم کر لیا تھا کہ یہ کس کی بکریاں ہیں۔

(۳)۔ شاید وہ حالت اضطرار میں تھے، لیکن پہلے دو جواب زیادہ عمدہ ہیں۔ [1]

حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن پہننے کی نوید

اس حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیچھا کیا:

---

[1]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ء

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحٰق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے چلے گئے، تو قریش نے آپ کو واپس لانے کے لیے سو اونٹ انعام رکھے، سراقہ نے کہا میں اپنے لوگوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں نے ابھی تین آدمیوں کو گذرتے ہوئے دیکھا ہے، اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب ہیں، سراقہ نے کہا میں نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا اور بات بناتے ہوئے کہا وہ تو بنو فلاں ہیں جو اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں، پھر میں گھر گیا اور اپنا گھوڑا نکالا، روانگی سے پہلے تیر سے فال نکالی تو وہ میرے خلاف نکلی، لیکن بہر حال میں یہ امید لے کر چل پڑا کہ میں ان کو پکڑ کر لے آؤں گا اور سو اونٹوں کا انعام حاصل کر لوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے برحق ہونے پر حضرت سراقہ میں ایک اور نشانی ظاہر کی، ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک غیب پر مطلع کیا جس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی نبوت کا صدق ظاہر ہو گیا، کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا، اس وقت تمہاری کیا شان ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن، اس کا منطقہ (جھالر دار پیٹی) اور تاج پہنو گے، اور جب ایران کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے کنگن، منطقہ اور تاج آئے تو حضرت عمر نے سراقہ کو بلا کر وہ کنگن پہنا دیے اور فرمایا یہ کہو کہ اللہ اکبر، الحمد للہ، اللہ کا شکر ہے جس نے کسریٰ سے ان کنگنوں کو چھینا جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور بنو مدلج کے ایک اعرابی (دیہاتی) کو وہ کنگن پہنا دیے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ٹھہرانے کی تفصیل

اس حدیث میں ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو مدینہ کے لوگ ہمیں اپنے اپنے ہاں ٹھیرانے کے لیے آپس میں جھگڑنے لگے۔

سیرت کی کتابوں میں اہل مدینہ کے جھگڑنے کا ذکر نہیں ہے، ان میں یہ ذکر ہے کہ جب انصار نے یہ سنا کہ آپ مکہ سے آرہے ہیں، تو وہ صبح سے شام تک آپ کا انتظار کرتے تھے، اسی طرح کئی دن گذر گئے، جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ اپنے گھروں کو جا چکے تھے، سب سے پہلے آپ کو ایک یہودی نے دیکھا وہ انصار کو آپ کا انتظار کرتے ہوئے دیکھ چکا تھا، اس نے باآواز بلند کہا اے بنو قیلہ! جن کا تمہیں انتظار تھا وہ آگئے، لوگوں نے آپ کو کھجور کے سائے میں بیٹھا دیکھا، آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر بھی بیٹھے ہوئے تھے، اکثر لوگوں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر سے ملنے لگے، تب حضرت ابوبکر اٹھے اور چادر تان کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبا میں بنو عمرو بن عوف کے پاس ٹھیرے، آپ نے پیر، منگل، بدھ اور جمعرات تک وہاں قیام فرمایا: پھر آپ سالم بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور جمعہ وہاں پڑھایا، پھر بنو سالم میں سے حضرت عتبان بن مالک اور حضرت عباس بن عبادہ آپ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کچھ روز ہمارے پاس ٹھیریے، آپ نے فرمایا اس اونٹنی کو جانے دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، جہاں یہ ٹھیرے گی، میں وہیں قیام کروں گا، جب اونٹنی بنو بیاضہ

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۴ ص ۳۱۹-۳۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کے ہاں پہنچی تو انھوں نے ٹھیرانے کی درخواست کی، آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر بنو ساعدہ سے گذر ہوا، انھوں نے بھی ٹھہرانے کی درخواست کی ان کو بھی آپ نے یہ جواب دیا، پھر بنو الحارث بن الخزرج، پھر عدی بن النجار کے پاس سے گذر ہوا اور ان کو بھی یہی جواب ملا، جب اونٹنی بنو مالک بن نجار کے ہاں پہنچی تو وہاں بیٹھ گئی، (یہ آپ کے ماموں تھے) ابھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس اونٹنی سے نہیں اترے تھے کہ وہ اٹھ کر پھر چلنے لگی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار چھوڑی ہوئی تھی اور آپ اس کو کسی طرف نہیں موڑتے تھے، حتیٰ کہ وہ پہلی جگہ پھر لوٹ آئی، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس سے اترے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس کے کجاوے کو اٹھایا اور اپنے گھر میں رکھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر قیام فرمایا، حتیٰ کہ مسجد بن گئی پھر آپ مسجد (کے حجرے) میں منتقل ہو گئے، اس حدیث میں صحابہ کے تنازع کا ذکر ہے ہو سکتا ہے اس سے یہ مراد ہو کہ سب آپ کو اپنے گھر ٹھیرنے کی دعوت دیتے تھے۔ [1]

اس حدیث میں ہے مدینہ کے مرد، عورتیں، لڑکے اور بچے نعرہ لگا رہے تھے یا محمد یا رسول اللہ:

قاضی عیاض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انصار کے دلوں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھی تھی اس وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور نصرت کی۔

یا محمد کے ساتھ خطاب اور ندا میں بحث و نظر

اس حدیث میں یا محمد اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے کا جواز ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اہل مدینہ یا محمد یا رسول اللہ کا نعرہ لگا رہے تھے۔

بعض علماء نے قرآن مجید کی اس آیت کی بناء پر یا محمد کہنے سے منع فرمایا ہے:

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً ط (نور: ۶۳)

اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

امام احمد رضا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یہاں اس کا یہ بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا قال اللہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً۔ "رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو" کہ اے زید! اے عمرو! بلکہ یوں عرض کرو یا رسول اللہ! یا نبی اللہ! یا سید المرسلین، یا خاتم النبیین! یا شفیع المذنبین" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلک واصحابک اجمعین۔

ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی قال کانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ عن ذلک اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم! کہا جاتا، اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کی تعظیم کو اس سے نہی فرمائی، جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے" بیہقی، امام علقمہ و امام اسود، ابونعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی لا تقولوا یا محمد ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۲۱ - ۳۱۹، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

کہو، اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لے کر نہ پکارے بندے کی کیا مجال کہ راہِ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مراغی وغیرہ محققین نے فرمایا اگر یہ لفظ کسی دعا میں وارد ہو جو خود نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے یا محمد انی توجهت بك الى ربى۔ تاہم اس جگہ یارسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے حالانکہ الفاظِ دعا میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی، كما يدل عليه حديث نبيك الذى ارسلت ورسولك الذى ارسلت۔ یہ مسئلہ مہتمہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں نہایت واجب الحفظ، فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی تفصیل اپنے مجموعۂ فتاویٰ مسمی بہ "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" میں ذکر کی، وباللہ التوفیق۔ [1]

امام احمد رضا رحمہ اللہ کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یا محمد کہنا حرام ہے، حتیٰ کہ جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث کی جس روایت میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود دعا میں یا محمد انی توجهت بك الى ربى (اے محمد! صلے اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں) کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی اس میں بھی یا محمد کے بجائے یارسول اللہ کہا جائے، جب کہ دعا کے الفاظ میں ردوبدل نہیں کیا جاتا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازبٍ قال قال النبى صلى الله عليه وسلم اذا اتيت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوٰة ثم اضطجع على شقك الايمن ثم قل اللهم اسلمت وجهى اليك وفوضت امرى اليك والجات ظهرى اليك رغبة ورهبة اليك لا ملجأ ولا منجا منك الا اليك اللهم امنت بكتابك الذى انزلت وبنبيك الذى ارسلت فان مت من ليلتك فانت على الفطرة واجعلهن اٰخر ما تتكلم به قال فردد تها على النبى صلى الله عليه وسلم فلما بلغت اللهم امنت بكتابك الذى انزلت ورسولك قال لا وبنبيك الذى ارسلت۔ [2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرو۔ پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ، پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تجھے سونپا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تجھ سے ڈرتے ہوئے، تجھ سے نجات اور پناہ صرف تیری ہی طرف ہے، اے اللہ! میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی، اور تیرے اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو تم (دین) فطرت پر ہو گے، یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے، راوی کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کلمات دہرائے اور جب اللهم امنت بكتابك الذى انزلت پر پہنچا تو نبیک کی جگہ رسولک پڑھا، آپ

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، تجلی الیقین ص ۲۰، ۲۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور۔
[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

نے فرمایا نہیں (وہی پڑھو جو میں نے کہا تھا) وبنبیك الذی ارسلت ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا میں جو کلمات تعلیم فرمائے ہوں ان میں تغیر و تبدل جائز نہیں ہے، اور امام احمد رضا نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ دعا میں یا محمد کہنے کی تعلیم دی ہے، لیکن یا محمد کی بجائے یا رسول اللہ کہنا چاہیئے !!

ہمارے نزدیک وہی صحیح ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اور صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث میں صحابہ کرام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے یا محمد کہنے کا ذکر ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو، صحابہ کرام کا عمل ہو، اس سے بڑھ کر جواز کی اور کیا دلیل ہوگی! باقی رہا یہ شبہ کہ قرآن مجید میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کا نام لے کر بلانے سے منع فرمایا ہے، سو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی المفعول ہو اور دعا کا معنی پکارنا کیا جائے معنی یہ کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اور اگر دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی بلانا ہو اور یہ معنی ہو کہ رسول اللہ کے بلانے کو اس طرح نہ قرار دو جس طرح تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو" کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر جانا فرض ہے اور تمہارے بلانے پر جانا فرض نہیں ہے، یا اضافت الی الفاعل ہو اور دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہو یعنی اپنے خلاف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کو اپنی دعا کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی ہے اور تمہاری دعا کا قبول ہونا حتمی اور یقینی نہیں ہے، موخر الذکر دونوں صورتوں میں اس آیت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے نام سے پکارنے کی ممانعت نہیں ہوگی، اور مفسرین کرام نے اس آیت میں یہ تینوں احتمال بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو اپنی طرح قرار نہ دو، کیونکہ اس سے پہلے قرآن مجید کی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مسلمان آپ کے پاس سے نہ جائیں اس کے بعد ہے آپ کے حکم کی مخالفت کرنے سے ڈریں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انما المؤمنون الذین اٰمنوا باللہ و رسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ ط ان الذین یستاذنونك اولٰئك الذین یؤمنون باللہ ورسولہ ج فاذا استاذنوك لبعض شانھم فاذن لمن شئت منھم واستغفر لھم اللہ ط ان اللہ غفور رحیم ہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ط قد

مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب وہ رسول کے ساتھ مل کر کسی کام پر (حاضر) ہوں تو آپ سے اجازت حاصل کیے بغیر نہ جائیں (اے حبیب!) جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں، پھر اگر وہ آپ سے اپنے کسی کام کی اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جس کو چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت چاہیں، بے شک اللہ بہت بخشنے والا

یعلم اللہ الذین یتسللون منکم لواذا ج فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم ○

(نور: ۶۳-۶۲)

بے حد رحم فرمانے والا ہے، اپنے درمیان رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ انہیں کوئی آفت پہنچے یا ان کو دردناک عذاب پہنچ جائے۔

اس آیت کا سیاق وسباق اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ دعاء الرسول میں اضافت الی الفاعل ہے اور قرآن مجید کی نظم اس صورت میں قائم رہ سکتی ہے جب وہ معنی کیا جائے جو ہم نے بیان کیا ہے، اب ہم اپنے موقف کو مفسرین کرام کی عبارات کی روشنی میں واضح کرتے ہیں:

امام رازی لکھتے ہیں:

اما قولہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا ففیہ وجوہ (احدھا) وھو اختیار المبرد والقفال لا تجعلوا امرہ ایاکم ودعاءہ لکم کما یکون من بعضکم لبعض اذ کان امرہ فرضا لازما والذی یدل علی ھذا قولہ عقیب ھذا فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ (وثانیھا) لا تنادوہ کما ینادی بعضکم بعضا یا محمد یا ابا القاسم ولکن قولوا یا رسول اللہ یا نبی اللہ عن سعید بن جبیر (وثالثھا) لا ترفعوا اصواتکم فی دعائہ وھو المراد من قولہ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ عن ابن عباس۔ (ورابعھا) احذروا دعاء الرسول علیکم اذا اسخطتموہ فان دعاءہ موجب لیس کدعاء غیرہ والوجہ الاول اقرب الی نظم الآیۃ۔ [1]

آیت کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول الآیۃ۔ میں کئی تفسیریں ہیں:۔

(۱) مبرد اور قفال کا اختیار یہ ہے کہ جب رسول تم کو حکم دیں اور بلائیں تو اس کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کے حکم پر عمل کرنا فرض لازم ہے، اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے اخیر میں ہے جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈریں کہ ان کو آفت یا عذاب پہنچے۔

(۲) سعید بن جبیر سے یہ تفسیر منقول ہے کہ رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو پکارتے ہو، سو یا محمد، یا ابا القاسم نہ کہو بلکہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہو۔

(۳) حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہ بلاؤ (جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو) کیونکہ قرآن مجید میں آپ کے سامنے آواز کو پست رکھنے کا حکم ہے۔

(۴) جب تم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرو تو اپنے خلاف

[1] امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کی دعا سے ڈرو کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، وہ قبولیت کو واجب کرتی ہے۔

پہلی تفسیر قرآن مجید کی نظم کے زیادہ قریب ہے۔

علامہ آلوسی لاتجعلوا دعاء الرسول کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای لاتقیسوا دعاءہ علیہ الصلوۃ والسلام ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا فی حال من الاحوال وامر من الامور التی من جملتھا المساھلۃ فیہ والرجوع عن مجلسہ علیہ الصلوۃ والسلام بغیر استئذان فان ذلک من المحرمات، والی نحو ھذا ذھب ابو مسلم واختارہ المبرد والقفال۔

یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے کو کسی وقت اور کسی حال میں بھی اپنے بلانے پر قیاس نہ کرو، کہ سستی سے آؤ، یا بلا اجازت آپ کی مجلس سے چلے جاؤ، کیونکہ یہ حرام ہے، ابو مسلم، مبرد اور قفال نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

وقیل المعنی لاتجسسوا دعاءہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم علیکم کدعاء بعضکم علی بعض فتعرضوا لسخطہ ودعائہ علیکم علیہ الصلوۃ والسلام بمخالفۃ امرہ والرجوع عن مجلسہ بغیر استئذان ونحو ذلک، وھو ماخوذ مما جاء فی بعض الروایات عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما وروی عن الشعبی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے خلاف دعا کریں تو اس کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ سمجھو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر نہ آکر یا آپ کی مجلس سے بلا اذن اٹھ کر آپ کو ناراض کرو، اور اپنے خلاف آپ کی دعا کو دعوت دو، یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور شعبی سے منقول ہے۔

وقیل المعنی لاتجعلوا نداءہ علیہ الصلوۃ والسلام وتسمیتہ کنداء بعضکم بعضا باسمہ ورفع الصوت بہ والنداء وراء الحجرات ولکن بلقبہ المعظم مثل یا نبی اللہ ویا رسول اللہ مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت۔ اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویۃ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: کانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنھاھم اللہ تعالی عن ذلک بقولہ سبحانہ (لاتجعلوا) الآیۃ اعظاما لنبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا: یا نبی اللہ یا رسول اللہ، وروی نحو ھذا عن قتادۃ۔ والحسن۔ وسعید بن جبیر ومجاھد، وفی احکام القرآن للسیوطی ان فی ھذا النھی تحریم نداءہ صلی اللہ علیہ وسلم باسمہ۔ الی ان قال نعم الاظھر فی معنی الآیۃ ما ذکرناہ اولا کما لایخفی۔ [1]

تیسری تفسیر یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نہ پکارو اور اسی طرح آپ کا نام نہ لو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، نام لیتے ہو، اور حجرے کے باہر سے پکارتے ہو، البتہ آپ کو آپ کے معظم القاب سے پکارو، مثلاً تعظیم، توقیر، تواضع اور پست آواز سے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہو، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ لوگ یا محمد، یا ابا القاسم کہتے تھے تو اللہ تعالی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے ان کو اس آیت میں منع کر دیا، اور لوگوں نے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا، قتادہ، حسن، سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی یہی منقول ہے، اور علامہ سیوطی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو نام کے ساتھ ندا کرنے کی تحریم ہے۔

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۲۲۵ - ۲۲۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ہاں! اس آیت کے معنی میں وہی تفسیر زیادہ ظاہر ہے
جس کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد سے ندا کرنے کی صریح اور قطعی ممانعت نہیں ہے بلکہ راجح تفسیر کی بناء پر اس آیت کا آپ کو ندا کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ بعض روایات اور بعض تفاسیر کی بناء پر بہر حال ندائے یا محمد منع ہے، کیونکہ آپ کو نام لے کر پکارنا آپ کی تنظیم اور توقیر کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ تفسیر تسلیم کر لیں تب بھی ندائے یا محمد مطلقاً منع نہیں ہے بلکہ آپ کو آپ کا نام لے کر بلانا ممنوع ہے اور یہ آپ کی تعظیم اور تکریم کے خلاف ہے کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح نام لے کر بلایا جائے، اور ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آپ کا نام لے کر ندا کر کے بلانا حرام ہے، اور صحابہ کرام نے جو ہجرت کے موقع پر یا محمد یا رسول اللہ کہا تھا وہ آپ کے بلانے کے لیے نہیں کہا بلکہ صحابہ کرام آپ کی آمد کے موقع پر اظہار مسرت کے لیے آپ کے نام کے نعرے لگا رہے تھے اور یہ ہر امتی کے لیے جائز ہے۔

اور آپ نے دعائے حاجت میں جو یہ کہنے کی تعلیم فرمائی ہے: یا محمد انی توجهت بك الی ربی "اے محمد (صلے اللہ علیک وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں"، اس میں بھی یا محمد! کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں ہے بلکہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرانا مقصود ہے، امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل نے ایک اعرابی کی شکل میں حاضر ہو کر آپ سے کہا:

یا محمد اخبرنی عن الاسلام [1] اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) مجھے اسلام کے متعلق بتائیے۔

اس میں بھی یا محمد کے لفظ سے آپ کو بلانا مقصود نہیں تھا آپ کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔ اور قرآن مجید میں نام کے ساتھ بلانے کی ممانعت ہے، مطلقاً ندا کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات کسی کے نام کے ساتھ ندا، بلانے کے لیے کی جاتی ہے نہ متوجہ کرنے کے لیے بلکہ محض اس کا ذکر کرنے اور اس کو یاد کرنے کے لیے، اس کے نام کے ساتھ ندا کرتے ہیں جیسے کوئی شخص یا اللہ یا اللہ کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے جواز پر واضح دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمٰن بن سعد قال: خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل: اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد۔ [2]

عبد الرحمن بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پیر سن ہو گیا، ان سے ایک شخص نے کہا: جو تم کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کرو انھوں نے کہا یا محمد۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

روی ان عبد اللہ بن عمر خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمداہ فانتشرت۔ [1]

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پیر سن ہو گیا، ان سے کہا گیا جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کو یاد کیجئے انھوں نے بلند آواز سے کہا یا محمداہ تو ان کا پیر ٹھیک ہو گیا۔

علامہ ابن قیم حنبلی لکھتے ہیں:

ابوبکر محمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں ابوبکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شبلی آ گئے۔ ابوبکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا، اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا اے آقا! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کے خیال میں یہ مجنون ہیں، انھوں نے مجھ سے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے دیکھا ہے، کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آپ کے پاس آیا تو آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ ہر نماز کے بعد یہ پوری آیت پڑھتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد ابوبکر کہتے ہیں بعد میں میں شبلی سے ملا اور ان سے پوچھا کہ آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے یہی بیان کیا۔ [2]

تو جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے صلی اللہ علیک یا محمد کہتا ہے اس کا قصد بھی آپ کو بلانا اور متوجہ کرنا نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف آپ کا ذکر کرنے کے لیے اور آپ کو یاد کرنے کے لیے یا محمد کہتا ہے۔

یا محمد کہنے کے جواز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ ندا میں یا محمد پر اعتراض اس وقت ہوگا جب اس لفظ کو بہ طور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مراد آپ کا نام ہو اور اگر اس سے مراد آپ کی صفت ہو یعنی آپ کا محمد (تعریف کیا ہوا) ہونا مراد ہو تو پھر یا محمد کے ساتھ ندا کرنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ محمد جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت ہے۔

علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ویقال حمد فھو محمد کما یقال علم فھو معلم وھذا علم وصفۃ اجتمع فیہ الامران فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان علما مختصا فی حق کثیر ممن

کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی گئی تو وہ محمد ہے جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے تعلیم دی تو وہ معلم ہے اور لفظ محمد علم (نام) بھی ہے اور صفت بھی اور آپ کے لیے اس میں دونوں امر جمع ہیں، جب کہ دوسرے بہت سے لوگوں کا جب

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ اندلسی متوفی ۵۴۴ھ، الشفاء ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۹۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

تسمی بہ غیرہ۔[1] نام محمد ہو تو اس سے مراد صرف نام ہی ہوتا ہے۔

نیز علامہ ابن قیم حنبلی لفظ محمد اور احمد کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد تقدم ان هذين الاسمين صفتان فی الحقيقة والوصفية فيهما لا تنافی العلمية وان معناهما مقصود۔[2]

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ محمد اور احمد حقیقت میں صفت ہیں (بار بار تعریف کیا ہوا اور زیادہ تعریف کرنے والا) اور اس میں وصفیت علمیت (نام ہونے) کے منافی نہیں ہے اور ان ناموں میں معنی مقصود ہے۔

اور جب لفظ محمد سے آپ کی صفت (حمد کیا ہوا) کا ارادہ کیا جائے تو پھر اس سے ندا کرنے پر کوئی اشکال نہیں ہے، حضرت جبرائیل نے جو آپ کو یا محمد کہا تو اس کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنى الوصفى دون المعنى العلمى۔[3]

یا لفظ محمد سے وصفی معنی کا ارادہ کیا گیا ہے، علمی معنی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی فتح الملہم میں اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری کے حوالے سے، اس جواب کا ذکر کیا ہے۔

ان تمام دلائل اور حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کی ندا سے بلا ناادب کے خلاف ہے اور جائز نہیں ہے اور مطلقاً یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام نہیں ہے اور آپ کو متوجہ کرنے کے لیے، آپ کو یاد کرنے کے لیے اور آپ کی صفت کے معنی کا قصد کر کے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اس سلسلہ میں مزید حوالہ جات ہم نے اس جلد کے شروع میں توسل کی بحث میں ذکر کیے ہیں۔

امام احمد رضا قادری نے بھی یا محمد کہنے کے جواز میں بکثرت احادیث، آثار اور اقوال علماء سے استدلال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

حدیث صحیح بدیل بطراز گرانہائے تصحیح جسے امام نسائی[1] و امام ترمذی[2] و ابن ماجہ[3] و حاکم[4] و بیہقی[5] و امام الائمہ ابن خزیمہ[6] اور امام الزالقاسم طبرانی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بہ شرط بخاری و مسلم صحیح کہا، اور امام عبد العظیم منذری وغیرہ ائمہ تقدو تنقیح نے ان کی تصحیح کو مسلم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا کی تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم فشفعہ لی۔ الٰہی میں مانگتا ہوں تجھ سے اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ تیرے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی اُن کی شفاعت

---

[1] علامہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ حنبلی متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور

[2] " " " " " " ، جلاء الافہام ص ۱۱۳، " "

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۵۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

میرے حق میں قبول فرما۔ [1]

نیز امام احمد رضا قادری، امام طبرانی سے نقل کرتے ہیں:

یعنی ایک حاجت مند اپنی حاجت کے لیے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آتا جاتا۔ امیر المؤمنین نہ اس کی طرف التفات کرتے اور نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس امر کی شکایت کی۔ انھوں نے فرمایا وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ، پھر دعا مانگ "الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں، یا رسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اب رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے" اور اپنی حاجت ذکر کر۔ پھر شام کو میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں، حاجت مند نے ذکر وہ بھی صحابی یا لااقل کبار تابعین سے تھے۔) یوں ہی کیا، پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوئے، دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور لے گیا، امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ مسند پر بٹھا لیا۔ مطلب پوچھا، عرض کیا، فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تک تم نے اپنا مطلب بیان نہیں کیا، پھر فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت پیش آیا کرے تو ہمارے پاس چلے آیا کرو۔

یہ صاحب وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری حاجت پر نظر اور میری طرف توجہ نہ فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میری سفارش کی۔

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدائے تعالیٰ کی قسم! میں نے تو تمہارے معاملہ میں حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ بھی نہ کہا، لیکن اصل معاملہ یہ ہوا کہ میں نے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی، حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ہی اس سے ارشاد فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے، پھر یہ دعا کرے۔ خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ اتنے میں وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی وہ اندھا نہ تھا۔

امام طبرانی، پھر امام منذری فرماتے ہیں: "والحدیث صحیح"۔ امام بخاری کتاب الادب المفرد میں اور امام ابن السنی و امام ابن بشکوال روایت کرتے ہیں: ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک فصاح یا محمد اہ فانتشرت۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا۔ کسی نے کہا۔ انھیں یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں، حضرت نے باآواز بلند کہا: یا محمداہ: فوراً پاؤں کھل گیا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاذکار میں اس کا مثل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرمایا کہ اُن کا بھی پاؤں سو گیا تو یا محمداہ کہا اچھا ہو گیا۔ اور یہ امر ان دو صحابیوں کے سوا اوروں سے بھی مروی ہوا۔ اہلِ مدینہ میں قدیم سے اس یا محمداہ کہنے کی عادت چلی آتی ہے۔

علامہ شہاب خفاجی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: هذا مما تعاهد اهل المدينة

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، انوار الانتباہ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

حضرت بلال بن الحارث مزنی سے قحط عام الرمادہ میں کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا، ان کی قوم بنی مزینہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں، کوئی بکری ذبح کیجئے، فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا ہے۔ انھوں نے اصرار کیا، آخر ذبح کی کھال کھینچی تو زمین سرخ ہڈی نکلی۔ یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ندا کی، یا محمداہ، پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی ذکرہ فی الکمال۔ [1]

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں ذکر مبارک حضرت سید اجل شیخ بہاء الحق والدین بن ابراہیم عطاء اللہ انصاری القادری الشطاری الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت ممدوح کے رسالہ مبارکہ شطاریہ سے نقل فرماتے ہیں:

"ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق است۔ یک طریق آنست یا احمد را در راست بگوید۔ و یا محمد در چپ بگوید۔ و در دل ضرب کند یا رسول اللہ:

طریق دوم آن است کہ یا احمد را در راستا بگوید۔ و چپا یا محمد۔ و در دل وہم کند یا مصطفےٰ:

و دیگر ذکر یا احمد، یا محمد، یا علی، یا حسن، یا حسین، یا فاطمہ شش طرف ذکر کند۔ کشف جمیع ارواح شود۔

و دیگر اسمائے ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند۔ یا جبرائیل، یا میکائیل، یا اسرافیل، یا عزرائیل چہار ضرب۔

دیگر ذکر ہم شیخ، یعنی بگوید یا شیخ یا شیخ ہزار بار گوید۔ کہ حرف ندا را از دل بکشد۔ طرف راستا، ہر دو لفظ شیخ را در دل ضرب کند" [2]

امام احمد رضا قادری نے انوار الانتباہ میں ندائے یا محمد کو بکثرت حوالہ جات سے ثابت کیا ہے اور جامع ترمذی کی اس حدیث کو بھی بہ کثرت حوالہ جات سے نقل کیا ہے جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی ہے اور تجلی الیقین میں امام احمد رضا قادری نے یا محمد کہنے سے منع کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس دعا میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہا جائے اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کا حکم دیا ہے۔ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ کے اعداد کا مجموعہ ۱۳۰۴ھ لکھا ہے، اس کا مطلب ہے امام احمد رضا قادری نے یہ رسالہ ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا اور رسالہ تجلی الیقین آپ نے مرزا غلام قادر بیگ کے سوال کے جواب میں لکھا ہے، ان کے سوال کرنے کی تاریخ اس رسالہ میں یکم شوال ۱۳۰۵ھ چھپی ہوئی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد رضا قادری کی آخری تحقیق یہی تھی کہ یا محمد کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب اور ندا ناجائز اور حرام ہے، اور جس دعا میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یا محمد کہنے کی تعلیم فرمائی ہے اس میں بھی یا محمد کی جگہ یا رسول اللہ کہنا چاہیے۔

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ کے تمام تر ادب اور احترام کے باوجود ہمیں اس مسئلہ میں ان سے اختلاف ہے، اور ہمارے نزدیک اس دعا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یا محمد ہی کہنا چاہیے، اور جیسا کہ خود امام احمد رضا

---

[1] امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، انوار الانتباہ ص ۳۶-۳۴، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

[2] " " " انوار الانتباہ ص ۴۶-۴۵ " " "

قادری نے بکثرت حوالوں سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام اور اخیار امت یا محمد سے خطاب اور ندا کرتے رہے ہیں۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بیدہ لینزلن عیسی بن مریم اماما مقسطا وحکما عدلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیصلحن ذات البین، ولیذھبن الشحناء ولیعرضن علیہ المال فلا یقبلہ ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمد لاجبتہ۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس ذات کے قبضہ وقدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے، عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ امام، انصاف کرنے والے، حاکم اور عادل ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے، لوگوں میں صلح کرائیں گے، اور بغض کو دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جائے گا تو وہ مال کو قبول نہیں کریں گے، پھر خدا کی قسم اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں "یا محمد"، تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ کے حوالے سے ذکر کر کے اس حدیث سے قبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات پر استدلال کیا ہے۔ [2]

ان تمام حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر نزول عیسیٰ تک یہ معمول جاری وساری ہے۔

---

[1] ۔ امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[2] ۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ فی الزوائد الثمانیہ ج ۴ ص ۳۴۹، ۳۴۳، مطبوعہ مکہ مکرمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب التفسیر

۷۳۸۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ فَبَدَّلُوا فَدَخَلُوا الْبَابَ يَزْحَفُونَ عَلَى أَسْتَاهِهِمْ وَقَالُوا حَبَّةٌ فِي شَعَرَةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل سے کہا گیا تم (بیت المقدس کے دروازے میں) رکوع کرتے ہوئے جاؤ، ہم تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دیں گے، بنو اسرائیل نے اس حکم کے خلاف کیا اور سرین کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے حبۃ فی شعرۃ "دانہ بالی میں"۔

۷۳۸۴۔ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بُكَيْرٍ النَّاقِدُ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ حَدَّثَنِي وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنُونَ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ تَابَعَ الْوَحْيَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ وَفَاتِهِ حَتَّى تُوُفِّيَ وَأَكْثَرُ مَا كَانَ الْوَحْيُ يَوْمَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ پر لگاتار وحی نازل کی، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا اور جس دن آپ کا وصال ہوا تھا اس دن بہت سرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔

۷۳۸۵۔ حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (وَهُوَ ابْنُ مَهْدِيٍّ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ

طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم ایک ایسی آیت پڑھتے ہو کہ اگر ہمارے ہاں وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے کہا میں جانتا

بْنِ شِهَابٍ اَنَّ الْيَهُوْدَ قَالُوْا لِعُمَرَ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ اٰيَةً لَوْ اُنْزِلَتْ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ حَيْثُ اُنْزِلَتْ وَاَيَّ يَوْمٍ اُنْزِلَتْ وَاَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ اُنْزِلَتْ اُنْزِلَتْ بِعَرَفَةَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ قَالَ سُفْيَانُ اَشُكُّ كَانَ يَوْمَ جُمُعَةٍ اَمْ لَا يَعْنِيْ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ۔

ہوں وہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی تھی، اور جس وقت وہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے، یہ آیت یوم عرفہ کو نازل ہوئی تھی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تھے۔ سفیان نے کہا مجھے شک ہے کہ اس دن جمعہ تھا یا نہیں؟ وہ آیت یہ ہے: (ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

۷۳۸۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ قَيْسِ ابْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لِعُمَرَ لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا نَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ فِيْهِ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ فَقَالَ عُمَرُ فَقَدْ عَلِمْتُ الْيَوْمَ الَّذِيْ اُنْزِلَتْ فِيْهِ وَالسَّاعَةَ وَاَيْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَزَلَتْ نَزَلَتْ لَيْلَةَ جَمْعٍ وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضرت عمر سے کہا اگر ہم یہودیوں کی جماعت پر یہ آیت نازل ہوتی (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا۔ تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے کہا مجھے علم ہے کہ یہ آیت کس جگہ اور کس دن نازل ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہاں تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تھی، یہ آیت مزدلفہ کی رات نازل ہوئی تھی اور ہم اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں تھے۔

۷۳۸۷۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ اِلٰى عُمَرَ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا نَزَلَتْ مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ لَاتَّخَذْنَا

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے۔ حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: (ترجمہ:) آج میں نے تمہارے لیے تمہارا

ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيدًا قَالَ وَأَيُّ آيَةٍ قَالَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَقَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَعْلَمُ الْيَوْمَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ نَزَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ.

دن مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کر لیا، حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی، یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر عرفات میں جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔

۷۳۸۸۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ أَبُو الطَّاهِرِ حَدَّثَنَا وَقَالَ حَرْمَلَةُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ قَالَتْ يَا ابْنَ أُخْتِي هِيَ الْيَتِيمَةُ تَكُونُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهُ فِي مَالِهِ فَيُعْجِبُهُ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيدُ وَلِيُّهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ أَنْ يُقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيهَا غَيْرُهُ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يُقْسِطُوا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوا بِهِنَّ أَعْلَى سُنَّتِهِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَأُمِرُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا طَابَ لَهُمْ مِنَ النِّسَاءِ سِوَاهُنَّ قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ اسْتَفْتَوْا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ هٰذِهِ الْآيَةِ فِيهِنَّ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ وَالَّذِي ذَكَرَ اللهُ تَعَالَى أَنَّهُ يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ الْآيَةُ الْأُولَى

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے متعلق سوال کیا: (ترجمہ) اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو تم کو پسند ہیں دو، دو سے تین تین سے چار چار سے، حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھانجے اس سے مراد وہ یتیم لڑکی ہے، جو اپنے ولی کے زیر پرورش اور زیر سرپرستی ہو، اور اس کے مال میں شریک ہو، اس ولی کو لڑکی کا مال اور جمال پسند آئے، اس کا ولی اس سے نکاح کرنا پسند کرے بغیر اس بات کے کہ اس کو اتنا مہر دے جتنا اس جیسی اور عورتوں کو دیا جاتا ہے تو ان کو اس بات سے منع کیا گیا کہ وہ مہر میں انصاف کیے بغیر ان سے نکاح نہ کریں، اور ان کو یہ حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ اور عورتیں جو ان کو پسند آئیں، ان سے نکاح کر لیں، عروہ کہتے ہیں، حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ:) آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے اور (ان احکام کی طرف بھی تم کو متوجہ فرماتا ہے) جو (پہلے سے) تم پر قرآن مجید میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق پڑھے جا رہے ہیں، جن کو تم ان کا مقرر کردہ (حق) نہیں دیتے اور (اگر وہ مالدار اور حسین و جمیل ہوں تو) ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو، حضرت عائشہ نے فرمایا: اس آیت میں جس پڑھی جانے

الَّتِي قَالَ اللّٰهُ فِيهَا وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَوْلُ اللّٰهِ فِي الْآيَةِ الْأُخْرٰى وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ رَغْبَةَ أَحَدِكُمْ عَنِ الْيَتِيمَةِ الَّتِي تَكُونُ فِي حَجْرِهِ حِينَ تَكُونُ قَلِيلَةَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُهُوا أَنْ يَنْكِحُوا مَا رَغِبُوا فِي مَالِهَا وَجَمَالِهَا مِنْ يَتَامَى النِّسَآءِ إِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ۔

والی آیت کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے، تو تم کو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، حضرت عائشہ نے فرمایا اور دوسری آیت میں جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "تم ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو" اس سے یہ مراد ہے کہ: اگر تم میں سے کسی شخص کے زیر پرورش یتیم لڑکی ہو اور وہ مال اور جمال میں کم تر ہو، تو وہ اس کے ساتھ نکاح میں رغبت نہ کرتا، تو ان کو اس سے منع کیا گیا کہ جس یتیم لڑکی کے مال اور جمال میں ان کو رغبت ہو وہ مہر میں عدل و انصاف کیے بغیر اس سے نکاح کریں۔

۷۳۸۹۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ وَزَادَ فِي آخِرِهِ مِنْ أَجْلِ رَغْبَتِهِمْ عَنْهُنَّ إِذَا كُنَّ قَلِيلَاتِ الْمَالِ وَالْجَمَالِ۔

عروہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے قول: اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہ کر سکو گے" کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد حسب سابق ہے، اور آخر میں یہ اضافہ ہے: کیونکہ تم ان کے حسن اور جمال میں کمی کی وجہ سے ان سے اعراض کرتے ہو۔

۷۳۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ الْيَتِيمَةُ وَهُوَ وَلِيُّهَا وَوَارِثُهَا وَلَهَا مَالٌ وَلَيْسَ لَهَا أَحَدٌ يُخَاصِمُ دُونَهَا فَلَا يُنْكِحُهَا لِمَالِهَا فَيَضُرُّ بِهَا وَيُسِيءُ صُحْبَتَهَا فَقَالَ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ يَقُولُ مَا أَحْلَلْتُ لَكُمْ وَدَعْ هٰذِهِ

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیموں میں انصاف نہیں کر سکو گے" اس شخص کے متعلق نازل ہوئی ہے، جس کے پاس ایک یتیم لڑکی ہوتی اور وہ اس کا والی اور وارث ہوتا، اس لڑکی کے پاس مال ہوتا، اور اس شخص کے علاوہ اور کوئی شخص لڑکی کی طرف سے پیروی کرنے والا نہ ہوتا، اور وہ شخص اس لڑکی کے مال (کے لالچ) کی وجہ سے اس کا کہیں نکاح نہ کرتا جس سے اس کو ضرر ہوتا، اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: "اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہیں کر سکو گے، تو جو عورتیں تم کو پسند

الَّتِي تَضُرُّ بِهَا.

ہوں، ان سے نکاح کر لو" یعنی جو عورتیں میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کر لو، اور اس لڑکی کو چھوڑ دو جس کو تم ضرر پہنچا رہے ہو۔

۷۳۹۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الْيَتِيمَةِ تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَرْغَبُ عَنْهَا أَنْ يَتَزَوَّجَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا غَيْرَهُ فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضُلُهَا فَلَا يَتَزَوَّجُهَا وَلَا يُزَوِّجُهَا غَيْرَهُ۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "تم پر قرآن مجید میں ان یتیم لڑکیوں کے متعلق جو احکام پڑھے جا رہے ہیں۔ جن کو تم ان کا مقرر کردہ حق نہیں دیتے (اور اگر وہ حسین اور مالدار ہوں) تو ان سے نکاح کرنے میں رغبت رکھتے ہو" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے پاس زیر پرورش ہو اور اس کے مال میں شریک ہو، وہ خود بھی اس سے نکاح نہ کرے اور کسی دوسرے کے ساتھ بھی اس کے نکاح کرنے کو پسند نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا، تو وہ اس کو یونہی معلق رکھے، نہ خود اس سے نکاح کرے نہ کسی دوسرے کے ساتھ اس کا نکاح کرے۔

۷۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ أَخْبَرَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ الْآيَةَ قَالَتْ هِيَ الْيَتِيمَةُ الَّتِي تَكُونُ عِنْدَ الرَّجُلِ لَعَلَّهَا أَنْ تَكُونَ قَدْ شَرِكَتْهُ فِي مَالِهِ حَتَّى فِي الْعَذْقِ فَيَرْغَبُ يَعْنِي أَنْ يَنْكِحَهَا وَيَكْرَهُ أَنْ يَنْكِحَهَا رَجُلًا فَيَشْرَكُهُ فِي مَالِهِ فَيَعْضُلُهَا۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق: "آپ سے لوگ عورتوں کے متعلق حکم معلوم کرتے ہیں، آپ کہیے کہ اللہ تم کو عورتوں کے متعلق حکم دیتا ہے" آپ نے فرمایا یہ آیت اس یتیم لڑکی کے متعلق ہے، جو کسی شخص کے زیر پرورش ہو، وہ لڑکی اس کے مال میں شریک ہو، حتیٰ کہ کھجور کے درختوں میں بھی شریک ہو، وہ اس لڑکی کے ساتھ نکاح سے اعراض کرے، اور کسی اور شخص کے ساتھ بھی اس اندیشہ سے اس کا نکاح نہ کرے کہ وہ اس کے مال میں شریک ہو جائے گا اور اس کو یونہی معلق رکھے۔

۷۳۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي وَالِي مَالِ الْيَتِيمِ الَّذِي يَقُومُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُهُ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا أَنْ

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھا لے"، حضرت عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت یتیم کے مال کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جو اس کی سرپرستی کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے، جب اس کو ضرورت ہو تو وہ

يَأْكُلَ مِنْهُ۔

عرف اور رواج کے مطابق کھا سکتا ہے۔

۳۰۹۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهِ تَعَالٰى وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِيْ وَلِيِّ الْيَتِيْمِ أَنْ يُصِيْبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوْفِ۔

حضرت عائشہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "جو شخص غنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو شخص ضرورت مند ہو وہ عرف اور رواج کے مطابق کھائے"، آپ نے فرمایا یہ آیت یتیم کے سرپرست کے متعلق نازل ہوئی ہے، کہ جب وہ ضرورت مند ہو تو وہ دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

۳۰۹۵۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۳۰۹۶۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ إِذْ جَاءُوْكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ قَالَتْ كَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ۔

حضرت عائشہ نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "جب کافر تم پر چڑھ آئے تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے، اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے" حضرت عائشہ نے فرمایا اس سے غزوہ خندق کا منظر مراد ہے۔

۳۰۹۷۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا الْآيَةَ قَالَتْ أُنْزِلَتْ فِي الْمَرْأَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَتَطُوْلُ صُحْبَتُهَا فَيُرِيْدُ طَلَاقَهَا فَتَقُوْلُ لَا تُطَلِّقْنِيْ وَأَمْسِكْنِيْ وَأَنْتَ فِيْ حِلٍّ مِنِّيْ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: قرآن مجید کی آیت مبارکہ "اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی تھی، جو کسی مرد کے نکاح میں ایک لمبے عرصہ تک رہی ہو، پھر وہ اس کو طلاق دینے کا ارادہ کرے اور وہ عورت کہے مجھے طلاق مت دو، مجھے اپنے پاس رکھو اور میری طرف سے تم کو دوسرے نکاح کی اجازت ہے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳۰۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُوْ أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ فِيْ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا أَوْ إِعْرَاضًا قَالَتْ نَزَلَتْ فِي الْمَرْأَةِ تَكُوْنُ عِنْدَ الرَّجُلِ فَلَعَلَّهُ أَنْ لَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اللہ عزوجل کے اس قول کے متعلق فرمایا: "اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے" حضرت عائشہ نے فرمایا یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو کسی مرد کے نکاح میں عرصہ سے ہو، اس سے اولاد

يَسْتَكْثِرَ مِنْهَا وَتَكُونُ لَهَا صُحْبَةٌ وَوَلَدٌ فَتَكْرَهُ أَنْ يُغَايِرَهَا فَتَقُولُ لَهُ أَنْتَ فِي حِلٍّ مِنْ شَأْنِي۔

بھی ہو، اب وہ اس کے ساتھ رہنا نہ چاہتا ہو اور عورت اس سے جدائی ناپسند کرتی ہو تو وہ اس سے کہے میں نے تجھے دوسرے نکاح کی اجازت دی۔

۷۳۹۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَتْ لِي عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِي أُمِرُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوهُمْ۔

عروہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت عائشہ نے فرمایا: اے بھانجے! لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے لیے استغفار کریں اور انھوں نے ان کو برا کہا۔

۷۴۰۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْكُوفَةِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ فَرَحَلْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْهَا فَقَالَ لَقَدْ أُنْزِلَتْ آخِرَ مَا أُنْزِلَ ثُمَّ مَا نَسَخَهَا شَيْءٌ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس آیت میں اختلاف ہوا "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے"، تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے اس آیت کے متعلق سوال کیا، انھوں نے کہا یہ آیت آخر میں نازل ہوئی ہے اور اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا۔

۷۴۰۲۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ قَالَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ نَزَلَتْ فِي آخِرِ مَا أُنْزِلَ وَفِي حَدِيثِ النَّضْرِ إِنَّهَا لَمِنْ آخِرِ مَا أُنْزِلَتْ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ابن جعفر کی روایت میں فی آخر ما انزل کے الفاظ ہیں اور نضر کی روایت میں انها لمن آخر ما انزلت کے الفاظ ہیں۔

۷۴۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَمَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبْزَى أَنْ أَسْأَلَ ابْنَ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن ابزی نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس سے ان دو آیتوں کے متعلق دریافت کروں "جو شخص کسی مومن کو قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا"، میں نے ان

عَبَّاسٍ عَنْ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ لَمْ يَنْسَخْهَا شَيْءٌ وَعَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ اَهْلِ الشِّرْكِ۔

سے اس کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا اس کو کسی آیت نے منسوخ نہیں کیا، اور اس آیت کے متعلق: "جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے اور نہ حق کے سوا اس کو قتل کرتے ہیں جس کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے، انھوں نے کہا یہ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۴۰۴۷۔ حَدَّثَنِيْ هٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اَبُو النَّضْرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ اللَّيْثِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ (يَعْنِيْ شَيْبَانَ) عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بِمَكَّةَ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِلٰى قَوْلِهٖ مُهَانًا فَقَالَ الْمُشْرِكُوْنَ وَمَا يُغْنِيْ عَنَّا الْاِسْلَامُ وَقَدْ عَدَلْنَا بِاللّٰهِ وَقَدْ قَتَلْنَا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ وَاَتَيْنَا الْفَوَاحِشَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَاَمَّا مَنْ دَخَلَ فِي الْاِسْلَامِ وَعَقَلَهٗ ثُمَّ قَتَلَ فَلَا تَوْبَةَ لَهٗ۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا آخر سے لے کر مھانا تک مکہ میں نازل ہوئی ہے، مشرکین نے کہا، اسلام نے ہم سے کیا عذاب دور کیا، ہم نے اللہ کے ساتھ شرک بھی کیا اور جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا تھا اس کو قتل کیا، اور ہم نے بدکاری بھی کی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے الآیۃ، حضرت ابن عباس نے کہا جو شخص مسلمان ہو گیا، اور اس نے اسلام کے احکام کو سمجھ لیا، پھر اس نے قتل کیا تو اس کی توبہ قبول نہیں ہو گی۔

۴۰۴۸۔ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيٰى (وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ) عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ اَبِيْ بَزَّةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَلِمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا مِّنْ تَوْبَةٍ قَالَ لَا قَالَ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ هٰذِهٖ اٰيَةٌ

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: جس شخص نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دیا کیا اس کی توبہ قبول ہو گی؟ انھوں نے کہا نہیں، پھر میں نے ان پر سورۂ فرقان کی یہ آیت تلاوت کی: وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ حق کے سوا کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں جس کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اس آیت کو میں نے آخر تک پڑھا، انھوں نے کہا یہ آیت مکی ہے اس کو اس مدنی آیت نے منسوخ کر دیا: "جس شخص نے کسی مومن کو عمداً قتل کر دیا اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا ابن ہاشم

مَكِّيَّةٌ نَسَخَتْهَا اٰيَةٌ مَدَنِيَّةٌ وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ هَاشِمٍ فَتَلَوْتُ عَلَيْهِ هٰذِهِ الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْفُرْقَانِ اِلَّا مَنْ تَابَ۔

کی روایت میں ہے: میں نے ان پر سورہ فرقان کی آیت الا من تاب پڑھی۔

۷۴۰۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَهٰرُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيْدِ بْنِ سُهَيْلٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ لِيْ ابْنُ عَبَّاسٍ تَعْلَمُ وَقَالَ هٰرُوْنُ تَدْرِيْ اٰخِرَ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ نَزَلَتْ جَمِيْعًا قُلْتُ نَعَمْ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ قَالَ صَدَقْتَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ تَعْلَمُ اَيُّ سُوْرَةٍ وَّلَمْ يَقُلْ اٰخِرَ۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ قرآن مجید کی کون سی سورت آخر میں یکبارگی مکمل نازل ہوئی ہے؟ میں نے کہا ہاں! اذا جاء نصر اللہ والفتح، انھوں نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے تم جانتے ہو کہ کون سی سورت ہے، اور آخر کا لفظ نہیں کہا۔

۷۴۰۷۔ وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُمَيْسٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ اٰخِرَ سُوْرَةٍ وَّقَالَ عَبْدُ الْمَجِيْدِ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ سُهَيْلٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ بھی اس کی مثل مروی ہے، اس میں آخری سورت کا لفظ ہے۔

۷۴۰۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ) قَالَ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو وَعَنْ عَطَآءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَقِيَ نَاسٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ رَجُلًا فِيْ غُنَيْمَةٍ لَهٗ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَاَخَذُوْهُ فَقَتَلُوْهُ وَاَخَذُوْا تِلْكَ الْغُنَيْمَةَ فَنَزَلَتْ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰى اِلَيْكُمُ السَّلَمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا وَقَرَاَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ اَلسَّلَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کچھ مسلمانوں نے ایک شخص کو چند بکریوں میں دیکھا، اس نے کہا السلام علیکم، انھوں نے اس کو پکڑ کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لوٹ لیں، تب یہ آیت نازل ہوئی: جو شخص تم کو سلام کرے اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، حضرت ابن عباس کی قرأت میں (سَلَمٌ کی جگہ) سلام کا لفظ ہے۔

۷۴۰۹۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے

حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُولُ كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا حَجُّوا فَرَجَعُوا لَمْ يَدْخُلُوا الْبُيُوتَ إِلَّا مِنْ ظُهُورِهَا قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَدَخَلَ مِنْ بَابِهِ فَقِيلَ لَهُ فِي ذٰلِكَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ لَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا۔

یں کہ انصار جب حج کر کے آتے تو گھروں کے دروازوں کے بجائے پچھلی طرف سے گھر میں داخل ہوتے تھے، ایک انصاری دروازے سے داخل ہوا تو اس پر اعتراض کیا گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پچھلی طرف سے آنا کوئی نیکی نہیں ہے۔

۷۴۱۰۔ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الصَّدَفِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا كَانَ بَيْنَ إِسْلَامِنَا وَبَيْنَ أَنْ عَاتَبَنَا اللّٰهُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ إِلَّا أَرْبَعُ سِنِينَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام لانے اور ہم پر اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے عتاب کے دوران چار سال کا عرصہ گذرا۔ وہ آیت یہ ہے: کہ ابھی مسلمانوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے پگھل جائیں۔

۷۴۱۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْبَطِينِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ وَهِيَ عُرْيَانَةٌ فَتَقُولُ مَنْ يُعِيرُنِي تِطْوَافًا تَجْعَلُهُ عَلَى فَرْجِهَا وَتَقُولُ ؎

أَلْيَوْمَ يَبْدُو بَعْضُهُ أَوْ كُلُّهُ
فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا أُحِلُّهُ

فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے عورت بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف کرتی تھی، اور یہ کہتی تھی کہ کوئی مجھے ایک کپڑا دے گا جس کو میں اپنی شرمگاہ پر ڈال دوں گی، آج بعض یا کل کھل جائے گا اور جو کھل جائے گا میں اس کو کبھی حلال نہیں کروں گی، تب یہ آیت نازل ہوئی: "ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو۔"

۷۴۱۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْكُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ كُرَيْبٍ) حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ يَقُوْلُ لِجَارِيَةٍ لَهُ اذْهَبِيْ فَابْغِيْنَا شَيْئًا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ (لَهُنَّ) غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنی باندی سے کہا جا (بدفعلی کما کے) ہمارے لیے کچھ کما کر لا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعہ) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو، اور جو انھیں مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔"

۷۴۱۳۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ جَارِيَةً لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ بْنِ سَلُوْلَ يُقَالُ لَهَا مُسَيْكَةُ وَاُخْرٰى يُقَالُ لَهَا اُمَيْمَةُ فَكَانَ يُكْرِهُهُمَا عَلَى الزِّنَا فَشَكَتَا ذٰلِكَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِلٰى قَوْلِهٖ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی ایک باندی کا نام مسیکہ اور دوسری باندی کا نام امیمہ تھا، وہ ان دونوں کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی: "جب کہ تمہاری باندیاں پاک دامن رہنا چاہتی ہیں تو تم ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔" یہ پوری آیت نازل کی۔

۷۴۱۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ اَسْلَمُوْا وَكَانُوْا يُعْبَدُوْنَ فَبَقِيَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ عَلٰى عِبَادَتِهِمْ وَقَدْ اَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔" حضرت ابن مسعود نے کہا جنوں کی ایک جماعت مسلمان ہو گئی، اور پوجا کرنے والے ان کی اسی طرح پوجا کرتے رہے، حالانکہ وہ مسلمان ہو گئے تھے، یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۱۵۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر کے متعلق فرمایا: "وہ (نیک بندے) جن کو یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔"

عَبْدِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ كَانَ نَفَرٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ النَّفَرُ مِنَ الْجِنِّ وَاسْتَمْسَكَ الْإِنْسُ بِعِبَادَتِهِمْ فَنَزَلَتْ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ۔

حضرت ابن مسعود نے کہا انسانوں کی ایک جماعت جنوں کی ایک جماعت کی پرستش کرتی تھی، پھر جنوں کے ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا اور وہ انسان بدستور ان کی عبادت کرتے رہے تب یہ آیت نازل ہوئی: وہ جن کی یہ عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

۷۴۱۶۔ وَحَدَّثَنِيْهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۷۴۱۷۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْعَرَبِ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَأَسْلَمَ الْجِنِّيُّوْنَ وَالْإِنْسُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ فَنَزَلَتْ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ إِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق فرمایا: "یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں"۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا: یہ آیت عرب کے ایک گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو جنوں کی ایک جماعت کی عبادت کرتا تھا، پھر وہ جن اسلام لے آئے، اور جو انسان ان کی عبادت کرتے تھے ان کو اس کا پتا نہ چل سکا، تب یہ آیت نازل ہوئی: "یہ لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں جو خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

۷۴۱۸۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُطِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ قَالَ التَّوْبَةِ قَالَ بَلْ هِيَ الْفَاضِحَةُ مَا زَالَتْ تَنْزِلُ وَمِنْهُمْ وَمِنْهُمْ حَتّٰى ظَنُّوْا أَنْ لَا يَبْقٰى مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا ذُكِرَ فِيْهَا قَالَ قُلْتُ سُوْرَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ تِلْكَ سُوْرَةُ بَدْرٍ قَالَ قُلْتُ فَالْحَشْرُ قَالَ نَزَلَتْ فِيْ بَنِي النَّضِيْرِ۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا سورۂ توبہ! انھوں نے فرمایا: توبہ! بلکہ وہ تو کفار اور منافقین کو ذلیل کرنے والی ہے، یہ سورت نازل ہوتی رہی، اس میں ہے، بعض منافقین، بعض منافقین حتیٰ کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ ہر منافق کا اس سورت میں ذکر کر دیا جائے گا، میں نے پوچھا اور سورت انفال، انھوں نے کہا یہ سورۂ بدر ہے، میں نے کہا حشر، انھوں نے کہا یہ بنو نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

۷۴۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا وَاِنَّ الْخَمْرَ نَزَلَ تَحْرِيْمُهَا يَوْمَ نَزَلَ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ اَشْيَاءَ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالتَّمْرِ وَالزَّبِيْبِ وَالْعَسَلِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثَةٌ اَشْيَاءَ وَدِدْتُ اَيُّهَا النَّاسُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ اِلَيْنَا فِيْهَا الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَاَبْوَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا۔

رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے علیہ وسلم کے منبر پر خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا۔ کے بعد فرمایا: سنو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی اس وقت خمر پانچ چیزوں سے بنتی تھی، گندم، جَو، کھجور، انگور اور شہد اور خمر اس چیز کو کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانک لے، اور اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو تفصیل سے بتلا دیتے۔ دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۴۲۰۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ اِدْرِيْسَ حَدَّثَنَا اَبُوْ حَيَّانَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَلٰى مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاِنَّهُ نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةٍ مِنَ الْعِنَبِ وَالتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيْرِ وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ وَثَلَاثٌ اَيُّهَا النَّاسُ وَدِدْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ اِلَيْنَا فِيْهِنَّ عَهْدًا نَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْجَدُّ وَالْكَلَالَةُ وَاَبْوَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا: حمد وثنا کے بعد! اے لوگو! جب خمر کی تحریم نازل ہوئی تو وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی تھی، انگور، کھجور، شہد، گندم اور جَو، اور خمر وہ مشروب ہے جو عقل کو ڈھانک لے، اے لوگو! تین چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں یہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے بارے میں خاص نصیحت فرما دیتے۔ دادا اور کلالہ کی میراث اور سود کے چند ابواب۔

۴۲۱۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ حَيَّانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا غَيْرَ اَنَّ ابْنَ عُلَيَّةَ فِيْ حَدِيْثِهِ الْعِنَبَ كَمَا قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ وَفِيْ حَدِيْثِ عِيْسٰى

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں ایک سند کے ساتھ عنب کا لفظ مروی ہے اور دوسری کے ساتھ زبیب کا۔

الزَّبِيبِ كَمَا قَالَ ابْنُ مُسْهِرٍ۔

۷۴۲۲۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ زُرَارَةَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ اَبِي هَاشِمٍ عَنْ اَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ قَسَمًا اِنَّ هٰذَانِ خَصْمَانِ اخْتَصَمُوْا فِي رَبِّهِمْ اِنَّهَا نَزَلَتْ فِي الَّذِيْنَ بَرَزُوْا يَوْمَ بَدْرٍ حَمْزَةُ وَعَلِيٌّ وَعُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ وَعُتْبَةُ وَشَيْبَةُ اَبْنَا رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ۔

۷۴۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ جَمِيْعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اَبِي هَاشِمٍ عَنْ اَبِي مِجْلَزٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ذَرٍّ يُقْسِمُ لَنَزَلَتْ هٰذَانِ خَصْمَانِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے: "یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا" وہ یہ کہتے تھے کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر میں مبارزت کی، حضرت حمزہ، حضرت علی، اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم، ان کے مقابلہ میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نکلے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، قیس بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو قسم کھا کر یہ کہتے ہوئے سنا ھٰذَانِ خَصْمَانِ، یہ آیت نازل ہوئی ـــــ اور یہ حدیث سابق کی مثل ہے۔

آج بروز ہفتہ ۸ر رجب، ۱۴۰۳ھ بہ مطابق ۲ر جنوری ۱۹۹۳ء نماز فجر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کے ہاتھوں صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل کرا دیا، اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے اپنے اس بے بضاعت اور عاجز بندے کو اپنے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام معجز نظام کو اردو میں منتقل کرنے کی توفیق اور سعادت بخشی، الٰہ العالمین! جس طرح تو نے مجھے صحیح مسلم شریف کے مکمل ترجمہ کی توفیق دی ہے، قرآن مجید کے مکمل ترجمہ کی بھی توفیق اور سعادت عطا فرما اور میرے اس کام کو میری مغفرت کا ذریعہ اور صدقہ جاریہ کر دے! آمین یارب العالمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین اکرم الاولین والاخرین شفیعنا یوم الدین قائد الغر المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین واولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وعامۃ المسلمین اجمعین الی یوم الدین۔

تفسیر کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور تفسیر اور تاویل کا فرق

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

الفسر اظہار المعنی المعقول، والتفسیر قد یقال فیما یختص بمفردات الالفاظ وغریبہا وفیما یختص بالتاویل ولہذا یقول تفسیر الرؤیا وتاویلہا۔[1]

فسر کا معنی ہے، معنی معقول کا اظہار کرنا، مفرد الفاظ کی تفسیر اور مشکل معنی کے بیان کو تفسیر کہتے ہیں، اور کبھی تاویل پر تفسیر کا اطلاق ہوتا ہے، اسی لیے خواب کی تعبیر بیان کرنے کو تفسیر اور تاویل کہتے ہیں۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الفسر الابانۃ وکشف المغطی کما قالہ ابن الاعرابی اوکشف المعنی کما فی البصائر والفسر ایضا نظر الطبیب الی الماء کالتفسرۃ اوالتفسرۃ البول الذی یستدل بہ علی المرض وینظر فیہ الاطباء یستدلون بلونہ علی علۃ العلیل التفسیر والتاویل واحد او التفسیر کشف المراد عن اللفظ المشکل والتاویل رد احد المحتملین الی مایطابق الظاہر کذا فی اللسان وقیل التفسیر شرح ماجاء مجملا من القصص فی الکتاب الکریم وتعریف ماتدل علیہ الفاظہ الغریبۃ وتبیین الامور التی انزلت بسببہا الاٰی والتاویل ہو تبیین معنی التشابہ والمتشابہ ہومالم یقطع بفحواہ من غیر تردد فیہ۔[2]

ابن الاعرابی نے کہا فسر کا معنی ظاہر کرنا اور بند چیز کو کھولنا ہے، بصائر میں ہے معنی معقول کو منکشف کرنا فسر ہے، نیز فسر کا معنی، طبیب کا پیشاب کا معائنہ کرنا ہے، تفسرہ اس پیشاب کو کہتے ہیں جس سے مریض کے مرض پر استدلال کیا جاتا ہے، اس کا طبیب معائنہ کرتے ہیں، اور اس کے رنگ سے مریض کے مرض پر استدلال کرتے ہیں، تفسیر اور تاویل دونوں کا ایک معنی ہے۔ یا تفسیر مشکل لفظ کی مراد کے بیان کرنے کو کہتے ہیں، اور تاویل دو احتمالوں میں سے کسی ایک احتمال کے ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر عبارت کے مطابق ہو لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو مجمل قصے ہیں اور ان کی شرح کرنا اور مشکل الفاظ کے معانی بیان کرنا اور آیات کا شانِ نزول بیان کرنا تفسیر ہے اور معانی متشابہ کو بیان کرنا تاویل ہے اور جن الفاظ کا غور و فکر کیے بغیر قطعیت کے ساتھ معنی معلوم نہ ہو سکے وہ متشابہ ہیں۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

التفسیر فی الاصل ہوالکشف والاظہار و فی الشرع توضیح معنی الاٰیۃ وشانہا وقصتہا والسبب الذی نزلت فیہ بلفظ یدل علیہ دلالۃ

تفسیر کا لغوی معنی ہے کشف اور ظاہر کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے واضح لفظوں کے ساتھ آیت کے معنی کو بیان کرنا اس سے مسائل مستنبط کرنا، اس کے متعلق

۱۔ علامہ حسین محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۸۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

۲۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۷۰، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

ظاھرۃ[1]

احادیث و آثار بیان کرنا اور اس کا شان نزول بیان کرنا۔

التاویل فی الاصل الترجیع و فی الشرع صرف اللفظ عن معناہ الظاھر الی معنی یحتملہ اذا کان المحتمل الذی یراہ موافقا بالکتاب والسنۃ مثل قولہ تعالیٰ :

"تاویل کا لغوی معنی ہے لوٹانا اور اصطلاح شرع میں، ایک لفظ کو اس کے ظاہری معنی سے ہٹا کر ایک ایسے معنی پر محمول کرنا جس کا وہ احتمال رکھتا ہو اور وہ احتمال کتاب اور سنت کے موافق ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "یخرج الحی من المیت"

یخرج الحی من المیت ان اراد بہ اخراج الطیر من البیضۃ کان تفسیرا وان اراد اخراج المؤمن من الکافر او العالم من الجاھل کان تاویلا[2]

"وہ مُردے سے زندہ کو نکالتا ہے" اگر اس آیت میں انڈے سے پرندے کو نکالنا مراد ہو تو یہ تفسیر ہے اور اگر کافر سے مومن کو پیدا کرنا یا جاہل سے عالم کو پیدا کرنا مراد ہو تو یہ تاویل ہے۔

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں :

انہ علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القران ومدلولاتھا واحکامھا الافرادیۃ و الترکیبیۃ ومعانیھا التی تحمل علیھا حالۃ التریکیب وتتمات لذلک کمعرفۃ النسخ وسبب النزول وقصۃ توضح ما ابھم القران ونحو ذلک[3]

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے، امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے۔[4]

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

تفسیر کا لغوی معنی کشف اور بیان ہے اور تاویل کا معنی ہے لفظ کو اس کے معنی کی طرف راجع کرنا، فقہاء نے تاویل کی یہ تعریف کی ہے کہ لفظ جس معنی کا احتمال رکھتا ہو اس کو کسی دلیل سے بیان کرنا، اور تفسیر کا معنی ہے لفظ کا بیان

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۳۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] " " " " ، کتاب التعریفات ص ۲۲، " " " " "

[3] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، ۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] " " " " ، روح المعانی ج ۱ ص ۵، " " " "

کرنا، مثلاً لاریب فیہ کا معنی ہے : اس قرآن میں شک نہیں ہے، یہ تفسیر ہے اور تاویل کا معنی ہے معنی بیان کرنا یعنی نفس الامر میں شک نہیں ہے، یا مومنین کے نزدیک اس میں شک نہیں ہے، شک تو صرف کافروں کو ہے۔ [1]

بنواسرائیل کو حطۃ کا حکم دینے اور ان کے قول بدلنے کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

و اذ قلنا ادخلوا هٰذه القریة فکلوا منها حیث شئتم رغدا وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لکم خطیکم وسنزید المحسنین ٥ فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لهم فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون ٥

(بقرہ : ۵۸، ۵۹)

اور جب ہم نے فرمایا اس شہر میں چلے جاؤ، پھر اس میں جہاں چاہو بافراغت کھاؤ اور تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے (عاجزی سے) داخل ہو، اور کہو حطۃ (ہمارے گناہ معاف کر دے) ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور نیکی کرنے والوں کو عنقریب ہم زیادہ دیں گے، تو ظالموں نے اس بات کو بدل دیا، جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس بستی کی تعیین میں اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک یہ بیت المقدس ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے قریب اریحا کا علاقہ ہے، ابن کیسان نے کہا کہ شام ہے اور ضحاک نے کہا فلسطین ہے، یہ بنواسرائیل پر ایک اور نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس بستی میں دخول مباح کر دیا اور میدان تیہ کی کلفت ان سے زائل کر دی۔

جس دروازے سے ان کو جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا تھا، مجاہد نے کہا یہ بیت المقدس کا دروازہ ہے اور اب باب حطۃ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس گنبد کا دروازہ ہے جس کی طرف منہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنواسرائیل نماز پڑھتے تھے۔

بنواسرائیل کو اس دروازے سے بہ حد رکوع جھکتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ حطۃ کہیں اس کا معنی ہے:

احطط عنا ذنوبنا حطة۔ ہمارے گناہوں کو ہم سے ساقط کر دے ساقط کرنا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے کہا گیا تھا لا الہ الا اللہ کہو، ایک قول یہ ہے کہ ان کو استغفار کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ ان کے گناہ ساقط ہو جائیں، دروازے میں تواضع سے جھکتے ہوئے استغفار پڑھتے ہوئے داخل ہوں تاکہ ان کے بدن اور زبان دونوں سے استغفار اور اللہ کی نعمتوں کا اعتراف اور شکر بجا لانا ظاہر ہو۔ [2]

---

[1] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۱، ص ۳۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۰ ۔ ۴۰۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۸۷ھ

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زبان سے استغفار کرنا اور بدنی عبادت سجدہ وغیرہ بجالانا توبہ کا متمم ہے، اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مشہور گناہ کی توبہ باعلان ہونی چاہیے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ مقامات متبرکہ جو رحمت الٰہی کے مورد ہوں وہاں توبہ کرنا اور طاعت بجالانا ثمرات نیک اور سرعت قبول کا سبب ہوتا ہے (التج العزیز) اسی لیے صالحین کا دستور رہا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے موالد و مزارات پہ حاضر ہو کر استغفار کرتے ہیں، عرس و زیارت میں بھی یہ فائدہ متصور ہے۔ [1]

انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ پر حاضر ہو کر استغفار کی اصل یہ آیت ہے :

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ (نساء : ۶۴)

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو آپ کے پاس آجاتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے، تو وہ اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ضرور پاتے۔

امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بنو اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور حطۃ کہنا، وہ کولھوں کے بل زمین پر گھسٹتے ہوئے گئے اور انھوں نے اس لفظ کو بدل دیا اور حطۃ کی جگہ حبۃ فی شعرۃ " دانہ بالی میں کہا " [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بدلنے کی سزا میں ان پر عذاب نازل ہوا، ابن درید نے کہا یہ عذاب طاعون تھا جس سے ستر ہزار بنو اسرائیل ہلاک ہو گئے۔ [3]

روایت بالمعنی کی تحقیق

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں :

بعض علماء نے اس آیت سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے کہ جن اقوال کی شریعت میں تنصیص کی گئی ہے، اگر ان الفاظ سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر ان کے معنی سے عبادت مطلوب ہے تو ان الفاظ میں اس طرح تبدیلی کرنا جائز نہیں ہے جس سے وہ معنی فوت ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے یہ منقول ہے کہ جو عالم مواقع خطاب کی فہم رکھتا ہو اس کے لیے حدیث کی روایت بالمعنی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے بیان کردہ الفاظ میں حدیث کا معنی مکمل طور پر آجائے، اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض علماء نے روایت بالمعنی سے منع کیا ہے، مجاہد نے کہا اگر تم چاہو تو حدیث کے الفاظ میں کمی کر دو،

---

[1] ۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۶، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ——— امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

لیکن حدیث میں زیادتی نہ کرو، مالک بن انس حدیث میں تار اور بار کی تبدیلی پر بھی بہت سختی کرتے تھے، بعض ائمہ حدیث کا یہی مسلک ہے وہ حدیث میں تغییر اور تبدیل کرنا جائز کہتے ہیں اور ایسی حدیث کو ملحون کہتے ہیں، حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: جس نے ہم سے کسی حدیث کو سنا پھر جس طرح اس کو سنا تھا ویسے ہی بیان کر دیا تو وہ سلامت رہے گا، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ارقم سے بھی اسی طرح مروی ہے، تقدیم، تاخیر اور زیادتی اور کمی میں بھی یہی اختلاف ہے، کیونکہ بعض علماء معنی کا اعتبار کرتے ہیں اور لفظ کا اعتبار نہیں کرتے اور بعض اس میں بہت سختی کرتے ہیں اور لفظ کو نہیں چھوڑتے، اسی میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی اولیٰ ہے، لیکن اکثر علماء کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔

روایت بالمعنی کا قول صحیح ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت سے یہ بات معلوم ہے کہ وہ ایک واقعہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کو متعدد الفاظ سے روایت کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی توجہ صرف معنی کی طرف رہتی تھی اور وہ احادیث کے الفاظ یاد کرنے کا التزام نہیں کرتے تھے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو من وعن تم تک نہیں پہنچاتے، تم صرف معنی سے سروکار رکھو، زرارہ بن اوفیٰ کہتے ہیں کہ میری نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات ہوئی، الفاظ کا ان میں اختلاف تھا اور معنی میں وہ متفق تھے، نخعی، حسن اور شعبی روایت بالمعنی کرتے تھے، حسن نے کہا جب تم معنی حاصل کر لو تو یہ کافی ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے جس طرح سنا ہے اسی طرح حدیث بیان کر رہا ہوں، تو اس کی تصدیق مت کرو، میں صرف معنی کو منتقل کرتا ہوں، وکیع رحمہ اللہ نے کہا اگر روایت بالمعنی کی وسعت نہ ہوتی تو لوگ ہلاک ہو جاتے، اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ شریعت کو عجمی زبان میں منتقل کرنا اور اس کا ترجمہ کرنا صحیح ہے اور یہی روایت بالمعنی ہے، اور خود اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں انبیاء سابقین کے قصے بیان کیے ہیں اور اس نے ایک قصے کو متعدد جگہ پر متعدد الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے اور ان کا معنی واحد ہے، ——

—— اور ان کے کلام کو ان کی زبان سے عربی میں منتقل کیا ہے اور وہ تقدیم، تاخیر، حذف، زیادتی اور کمی میں ان کی زبان کے اسلوب کے خلاف ہے، اور جب عجمی زبان کو عربی میں منتقل کرنا جائز ہے تو عربی کو عجمی میں منتقل کرنا بھی جائز ہوگا، حسن اور شافعی نے اس دلیل سے استدلال کیا ہے اور یہ اس مسئلہ میں قوی دلیل ہے۔[1]

الیوم اکملت لکم دینکم کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ: ۵)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔

امام مسلم طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں میں سے ایک شخص حضرت عمر کے پاس گیا اور

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۴۱۳-۴۱۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

کہنے لگا اے امیر المومنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت کو پڑھتے ہیں، کہ اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید قرار دیتے، حضرت عمر نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا وہ یہ آیت ہے: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بہ طور دین پسند کر لیا۔" حضرت عمر نے کہا مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی تھی اور کس جگہ نازل ہوئی تھی، یہ آیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جمعہ کے دن عرفات میں نازل ہوئی تھی۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر کی مراد یہ تھی کہ ہم نے دو وجہوں سے اس دن کو عید بنالیا کیونکہ یہ دن یوم عرفہ تھا اور یوم جمعہ تھا اور ان میں سے ہر دن اہل اسلام کی عید ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

دین سے یہاں شریعت مراد ہے، اور ہم پر احکام شرعیہ تھوڑے تھوڑے کر کے نازل ہوئے ہیں، حضرت ابن عباس اور سدی سے یہ منقول ہے کہ اس آیت کے بعد کوئی حکم نازل نہیں ہوا، اور جمہور نے یہ کہا ہے کہ اہم فرائض اور تحلیل اور تحریم کے احکام اس آیت کے بعد نازل نہیں ہوئے انھوں نے کہا اس آیت کے بعد قرآن مجید کی کافی آیات نازل ہوئیں، آیت ربوا اور آیت کلالہ اس آیت کے بعد نازل ہوئی، البتہ دین کا معظم حصہ اور حج کے احکام مکمل ہو چکے تھے، کیونکہ اس سال کسی مشرک نے حج نہیں کیا، اور نہ کسی نے برہنہ ہو کر طواف کیا، اور تمام لوگوں نے میدان عرفات میں وقوف کیا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا" اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے پہلے دین ناقص تھا، اور اس سے پہلے بدر، اُحد اور حدیبیہ میں حاضر ہونے والے جو مہاجر اور انصار فوت ہوئے، وہ سب ناقص دین پر فوت ہوئے۔ اور اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ناقص دین کی دعوت دے رہے تھے، اور نقص عیب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نقص عیب نہیں ہوتا، کیا مہینہ کا کم ہونا (انتیس دن کا ہونا) عیب ہے؟ کیا مسافر کا نماز قصر پڑھنا عیب ہے؟ کیا کسی شخص کی عمر کا کم ہونا عیب ہے؟ کیا مال کا چوری سے یا جل جانے سے یا ڈوب جانے سے کم ہونا عیب ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تبلیغ دوسرے انبیاء سے کم تھا کیا یہ عیب ہے؟ [3]

ہمارے نزدیک اس سوال کا زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دین بمعنی شریعت ہے یعنی اس آیت کے نزول کے بعد احکام شرعیہ مکمل ہو گئے، کیونکہ احکام شرعیہ بہ تدریج نازل ہوئے ہیں اور دین ان عقائد اور اصول کا نام ہے جو تمام انبیاء میں مشترک رہے ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کا قدیم ہونا، نبوت، قیامت، مرنے کے بعد

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۴۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۶۲-۶۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

اٹھنا، جزا، سزا اور جنت و دوزخ، ان تمام امور کا مجموعہ دین ہے اور یہ دین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی دعوت سے کامل تھا اور جو صحابہ اس آیت کے نزول سے پہلے فوت ہوئے وہ دین کامل پر فوت ہوئے، اور ان کے لحاظ سے شریعت بھی کامل تھی کیونکہ ان کی زندگی میں جتنے احکام شرعیہ نازل ہوئے وہ ان سب پر ایمان لائے اور انھوں نے ان سب پر عمل کیا۔

دین، شریعت اور مذہب وغیرہ کی تعریفات

میر سید شریف لکھتے ہیں:

الدین وضع الٰهی یدعو اصحاب العقول الی قبول ما هو عند الرسول صلی الله علیه وسلم - الدین والملة متحدان بالذات ومختلفان بالاعتبار فان الشریعة من حیث انها تطاع تسمی دینا ومن حیث انها تجمع تسمی ملة ومن حیث انها یرجع الیها تسمی مذهبا وقیل الفرق بین الدین والملة و المذهب ان الدین منسوب الی الله تعالیٰ و الملة منسوبة الی الرسول والمذهب منسوب الی المجتهد۔[1]

الشریعة هی الائتمار بالتزام العبودیة

وقیل الشریعة هی الطریق فی الدین۔[2]

دین ایک الٰہی دستور ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا ہے جو عقل والوں کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے، دین اور ملت متحد بالذات ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں کیونکہ شریعت بہ حیثیت اطاعت دین ہے اور بہ حیثیت ضبط اور تحریر ملت ہے، اور جس حیثیت سے اس کی طرف رجوع کیا جائے مذہب ہے، ایک قول یہ ہے کہ دین اللہ کی طرف منسوب ہے اور ملت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور مذہب مجتہد کی طرف منسوب ہے۔

عبودیت کا التزام کر کے حکم ماننا شریعت ہے، ایک قول یہ ہے کہ شریعت دین کا ایک راستہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

عن قتادة شرعة ومنهاجا قال الدین واحد والشریعة مختلفة۔[3]

شرعۃ ومنہاجا کی تفسیر میں قتادہ نے کہا دین ایک ہے اور شریعت مختلف ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

انه جعل التوراة لاهلها والانجیل لاهله والقرآن لاهله وهذا فی الشرائع والعبادات والاصل التوحید لا اختلاف فیه۔[4]

اللہ تعالیٰ نے اہل تورات کے لیے تورات مقرر کی اور اہل انجیل کے لیے انجیل اور اہل قرآن کے لیے قرآن مقرر کیا اور یہ تقرر شریعتوں اور عبادتوں میں ہے اور اصل توحید ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

---

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۴۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] " " " " ، کتاب التعریفات ص ۵۵، " " " " "

[3] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[4] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۲۱۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

امام بخاری مجاہد سے روایت کرتے ہیں:

اوصینا ک یا محمد وایاہ دینا واحدًا۔[1]

اے محمد! (صلے اللہ علیک وسلم) ہم نے آپ کو اور حضرت نوح کو ایک ہی دین کی وصیت کی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا و الذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم و موسٰی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ط

(الشوریٰ: ۱۳)

اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کا راستہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس دین کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین واحد ہے اور وہ اسلام ہے۔

لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔

(مائدہ ۵: ۴۸)

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ شریعت اور واضح راہ عمل بنائی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کی شریعت الگ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات، احادیث اور عبارات علماء کا حاصل یہ ہے کہ جو عقائد اور اصول تمام انبیاء میں مشترک ہیں مثلاً توحید، رسالت، قیامت، جزاء، سزا، اللہ کی تعظیم اور اس کے شکر کا واجب ہونا، قتل اور زنا کا حرام ہونا، ان کا نام دین ہے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کے مخصوص حالات کے اعتبار سے عبادات اور نظام حیات کے جو مخصوص احکام بتائے وہ شریعت ہے، ان کو مدون اور منضبط کرنا ملت ہے۔ اور امام اور مجتہد نے کتاب اور سنت سے جو احکام مستنبط کیے ان کا نام مذہب ہے اور مشائخ طریقت نے جو اوراد اور وظائف کے مخصوص طریقے بتائے ان کا نام مسلک اور مشرب ہے اور کسی مخصوص درس گاہ کے نظریات کا نام مکتب فکر ہے۔ مثلاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم دین کے اعتبار سے مسلمان ہیں، شریعت کے اعتبار سے محمدی ہیں، مذہب کے اعتبار سے ماتریدی اور حنفی ہیں اور مسلک اور مشرب کے اعتبار سے قادری ہیں اور مکتب فکر کے لحاظ سے بریلوی ہیں۔

آیت مذکورہ سے یوم میلاد النبی کے عرفاً عید ہونے پر استدلال

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت حجۃ الوداع میں عرفہ کے روز جو جمعہ کو تھا بعد عصر نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ کفار تمہارے دین پر غالب آنے سے مایوس ہو گئے، تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور امور تکلیفیہ میں حرام و حلال کے جو احکام ہیں وہ اور قیاس کے قانون سب مکمل کر دیے اسی لیے اس آیت کے نزول کے بعد بیان حلال و حرام کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اگرچہ واتقوا یوما

---

[1] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

توجعون فیہ الی اللہ نازل ہوئی مگر وہ آیت موعظت و نصیحت ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ دین کامل کرنے کا معنی اسلام کو غالب کرنا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہو سکا۔ ایک قول یہ ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں نے تمہیں دشمن سے امن دی ایک قول یہ ہے کہ دین کا اکمال یہ ہے کہ وہ پچھلی شریعتوں کی طرح منسوخ نہ ہوگا، اور قیامت تک باقی رہے گا۔

شان نزول: بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے، اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم روز نزول کو عید مناتے فرمایا کون سی آیت؟ اس نے یہی الیوم اکملت لکم پڑھی، آپ نے فرمایا میں اس دن کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی تھی اور اس کے مقام نزول کو بھی پہچانتا ہوں، وہ مقام عرفات کا تھا اور دن جمعہ کا، آپ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ہمارے لیے وہ دن عید ہے، ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، آپ سے بھی ایک یہودی نے ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا جس روز یہ نازل ہوئی اس دن دو عیدیں تھیں، جمعہ و عرفہ (جامع ترمذی ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اس سے معلوم ہوا کہ کسی دینی کامیابی کے دن کو خوشی کا دن منانا جائز اور صحابہ سے ثابت ہے، ورنہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہم صاف فرما دیتے کہ جس دن کوئی خوشی کا واقعہ ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور اس روز کو عید منانا ہم بدعت جانتے ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ عید میلاد منانا جائز ہے کیونکہ وہ اعظم نعم الٰہیہ کی یادگار و شکر گزاری ہے۔ [1]

علامہ راغب اصفہانی عید کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعید ما یعاود مرۃ بعد اخری وخص فی الشریعۃ بیوم الفطر ویوم النحر ولما کان ذلک الیوم مجعولا للسرور فی الشریعۃ کما نبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ ایام اکل وشرب وبعال صار یستعمل العید فی کل یوم فیہ مسرۃ وعلی ذلک قولہ تعالیٰ: انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا۔ [2]

عید اس دن کو کہتے ہیں جو بار بار لوٹ کر آئے اور شریعت میں عید کا دن عید الفطر اور عید الضحیٰ کے ساتھ خاص ہے، اور جب کہ یہ دن شریعت میں اظہار خوشی کے لیے مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس پر متنبہ کیا کہ (ایام تشریق) کھانے پینے اور عمل ازدواج کے ایام ہیں، تو عید کا لفظ ہر خوشی کے دن کے لیے استعمال ہونے لگا اور اسی استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے: عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا: اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے کھانے کا دستر خوان نازل فرما دے جو ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو جائے۔ (مائدہ: ۱۱۴)

---

[1] ۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۷۱، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ۔ علامہ حسین بن محمد راغب الاصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۵۲، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ، ایران، ۱۳۴۲ھ

جس دن اللہ تعالیٰ نے کوئی عظیم نعمت عطا فرمائی ہو تو جب وہ دن لوٹ کر آئے تو اس نعمت کی یاد اور خوشی کے اظہار کے لیے اس دن کو عید کہا جاتا ہے، یوم الفطر میں ایک ماہ کے روزوں کے بعد کھانے پینے کی اجازت کی نعمت ملی تو یہ دن عید ہوا، دس ذوالحجۃ کو حضرت اسماعیل کی جگہ دنبہ کی قربانی ہوئی تو اس نعمت کی یاد میں یہ دن عید ہوا، جمعہ کے دن حضرت آدم کی تخلیق ہوئی تو یہ دن عید ہو گیا تو بارہ الربیع الاوّل کو جب حضرت آدم اور تمام اولاد آدم کے سردار، کائنات کے مختار اور اللہ کے محبوب پیدا ہوئے تو یہ دن عید کا دن کیوں نہیں ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس الذین بدلوا نعمة الله کفرا قال هم والله کفار قریش قال عمرو هم قریش و محمد صلی الله علیه وسلم نعمة الله [1]

"جن لوگوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے تبدیل کر دیا" اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس نے فرمایا خدا کی قسم! یہ لوگ کفار قریش ہیں، عمرو بن دینار نے کہا یہ قریش ہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی نعمت ہیں۔

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کا یہ قول ہے کہ جس دن آسمان سے دسترخوان نازل ہوگا وہ دن ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے عید کا دن ہوگا۔ آسمان سے کھانا آئے تو وہ دن عید ہو جائے تو جس دن اللہ کے پاس سے اللہ کے محبوب آئیں تو وہ دن بہ طریق اولیٰ عید کا دن ہوگا، البتہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ شرعی عیدیں ہیں، جن کے شرعی احکام شارع علیہ السلام سے منقول ہیں اور عید میلاد النبی عرفی عید ہے، ہمارے ملک میں ۲۳ مارچ کو قرارداد پاکستان کی یاد میں خوشی منائی جاتی ہے، ۱۴ اگست کو حصول آزادی کی خوشی میں چراغاں ہوتا ہے اور لوگ مکانوں کو جھنڈیوں سے سجاتے ہیں اور ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہے اور اہل اسلام کا یہ عرف ہے کہ وہ اس دن اظہار خوشی کرتے ہیں صدقہ وخیرات کرتے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور آپ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں، اپنے مکانوں اور دکانوں کو سجاتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں، اہل اسلام نے کبھی بھی اس کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح شرعی عید نہیں قرار دیا اور نہ اس کو دین کا رکن اور جز بنایا ہے حتیٰ کہ اس پر بدعت کا فتویٰ لاگو کیا جائے، یہ صرف عرفی عید ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت کی یاد پر اظہار خوشی اور شکر بجا لانے کا دن ہے۔

علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

فرحم الله امرا اتخذ لیالی شهر مولده المبارك اعیادا لیکون اشد علة علی من فی قلبه مرض و اعیاء داء [2]

اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جس نے میلاد شریف کے مہینہ کی راتوں کو عید بنا دیا تاکہ جن لوگوں کے دلوں میں بغض رسالت کی بیماری ہے وہ اور بڑھ جائے۔

علامہ زرقانی مالکی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

والحاصل ان عمله بدعة لکنه مشتمل علی محاسن وضدها فمن تحری المحاسن و

خلاصہ یہ ہے کہ عید میلاد منانا بدعت (نیا کام) ہے لیکن یہ اچھائیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے تو جس شخص

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ، المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اجتنب ضدها کانت بدعۃ حسنۃ ومن لا فلا، قال الحافظ ابن حجر فی جواب سوال وظهر لی تخریجه علی اصل ثابت فی الصحیحین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیهود یصومون یوم عاشوراء فسالهم فقالوا هو یوم اغرق اللہ فیه فرعون ونجی موسٰی ونحن نصومه شکرا قال فیستفاد فعل الشکر علی ما من به فی یوم معین وای نعمۃ اعظم من بروز نبی الرحمۃ والشکر یحصل بانواع العبادۃ کالسجود والصیام والصدقۃ والتلاوۃ وسبقه الی ذلک الحافظ ابن رجب۔ [1]

نے اچھائیوں کا قصد کیا ہے اور برائیوں (مثلاً ڈھول تاشے باجے گاجے، مرد وزن کے مخلوط اجتماعات) سے بچا تو یہ بدعت حسنہ ہے، ورنہ نہیں، حافظ ابن حجر نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ عید میلاد النبی کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو آپ نے دیکھا کہ یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں، آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ کو نجات دی سو ہم اس دن شکر کا روزہ رکھتے ہیں، (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ ہمارا تعلق ہے پھر آپ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا) اس حدیث سے یہ مستفاد ہوا کہ جس قوم پر کسی معین دن میں کوئی نعمت نازل ہوئی ہو، وہ اس دن شکر بجا لائے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے بڑھ کر کون سی نعمت ہے؟ اور شکر مختلف عبادتوں سے ہوتا ہے، مثلاً نفلی نماز پڑھنا، نفلی روزے رکھنا، صدقہ وخیرات کرنا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا، حافظ ابن حجر سے پہلے، حافظ ابن رجب نے یہ دلیل پیش کی تھی۔

فانکحوا ما طاب لکم من النساء کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورٰبع۔ (نساء: ۳)

اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو اپنی پسند کے موافق (ان کی بجائے، بیک وقت) دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں چند قول ہیں، حسن کا قول یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں مدینہ کے لوگ اپنی زیر ولایت یتیم لڑکی سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کر لیتے، باوجودیکہ اس کی رغبت نہیں ہوتی تھی، پھر اس کے ساتھ صحبت ومعاشرت میں اچھا

[1] علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

سلوک نہ کرتے اور اس کے مال کا وارث بننے کے لیے اس کی موت کے منتظر رہتے، اس آیت میں انھیں اس سے روکا گیا، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت سے تو بے انصافی ہو جانے کے خدشہ سے گھبراتے تھے، اور زنا کی پرواہ نہ کرتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ اگر تم ناانصافی کے اندیشے سے یتیموں کی ولایت سے گریز کرتے ہو تو زنا سے بھی خوف کرو، اور اس سے بچنے کے لیے جو عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں، ان سے نکاح کرو، اور حرام کے قریب مت جاؤ، ایک قول یہ ہے کہ لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو ناانصافی کا اندیشہ کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ باک نہیں رکھتے تھے، انھیں بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی ہونے سے بھی ڈرو، اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو، عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ قریش دس، دس بلکہ اس سے زیادہ عورتیں کرتے تھے، اور جب ان کا بار نہ اٹھ سکتا تو جو یتیم لڑکیاں ان کی سرپرستی میں ہوتیں ان کے مال خرچ کر ڈالتے اس آیت میں فرمایا گیا کہ اپنی استطاعت دیکھ لو، اور چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تاکہ تمہیں یتیموں کا مال خرچ کرنے کی حاجت پیش نہ آئے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ آزاد مرد کے لیے ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز ہے، خواہ وہ آزاد ہوں یا باندی، دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی کے لیے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے، اس پر اجماع ہے، بہ یک وقت چار سے زیادہ کو نکاح میں رکھنا آپ کے خصائص میں سے ہے، سنن ابوداؤد میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے چار رکھنا، جامع ترمذی میں ہے کہ غیلان بن سلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان میں سے چار رکھو۔ [1]

سورۂ نساء مدنی ہے، اور اس سورت کی اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ بہ یک وقت چار عورتوں سے نکاح کر سکتے ہو اور اگر تم کو یہ خدشہ ہو کہ تم ان میں عدل نہیں کر سکو گے تو صرف ایک بیوی پر قناعت کرو، یا اپنی کنیزوں سے نفع اندوزی کرو یا متعہ کر لو، اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا اس بات کا بیان ہے کہ متعہ جائز نہیں ہے۔

اس آیت میں "ما" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کی وضع عموم کے لیے ہے، یعنی کتاب و سنت میں مذکورہ محرمات کے علاوہ تم کو جو عورتیں بھی پسند آئیں، ان سے نکاح کر لو، سو اس آیت سے معلوم ہوا کہ غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے، اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد سادس میں بیان کر دی گئی ہے۔

من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف کی تفسیر اور ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

ومن کان غنیا فلیستعفف ج ومن — اور (یتیم کا وہ ولی) جو ضرورت مند نہ ہو (وہ یتیم کے

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان، ص ۱۲۴، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ (نساء:۶)

مال سے) بچتا رہے، اور جو ضرورت مند ہو وہ اس کے مال سے دستور کے مطابق کھالے۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تاویل میں متقدمین کا اختلاف ہے، قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا، اور کہنے لگا میرے پاس کچھ یتیم ہیں جن کے اموال ہیں وہ ان یتیموں کے اموال سے کچھ کھانے کی اجازت طلب کر رہا تھا حضرت ابن عباس نے فرمایا: کیا تم ان کے خارش زدہ اونٹوں پر قطران (ایک سیال مادہ جو صنوبر کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے) نہیں ملتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم اونٹوں کے آنے سے پہلے حوضوں پر نہیں پہنچتے؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا تم ان کا دودھ دوہ پیو مگر ان کے تھنوں سے زیادہ دودھ نہ نکال لینا اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، اور عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب ولی محتاج ہو تو وہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھے اور عمامہ نہ پہنے۔ پہلی حدیث میں حضرت ابن عباس نے یتیم کا مال کھانے کے لیے اس کے ولی اور وصی کے لیے اس کا کام کرنے کی شرط لگائی ہے اور عکرمہ کی روایت میں ضرورت کے وقت بغیر کسی شرط کے اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے۔

مرثد بن عبداللہ الیزنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بعض انصار سے اس آیت (یتیم کا جو ولی ضرورت مند نہ ہو وہ بچتا رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے مطابق کھالے۔) کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب ولی یتیم کی کھجوروں کے درختوں میں کام کرتا تھا تو اس کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رہتا تھا، اس حدیث کی سند میں جرح ہے، نیز یہ اس وجہ سے فاسد ہے کہ اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہوتا تو اس میں غنی اور محتاج کا فرق نہ ہوتا، پس ہمیں معلوم ہو گیا کہ یہ تاویل فاسد ہے، نیز حضرت ابن عباس کی روایت میں مذکور ہے کہ تم یتیم کے مال سے کھا سکتے ہو لیکن اس سے عمامہ نہیں پہن سکتے، اگر کام کرنے کی وجہ سے یتیم کا مال کھانے کا استحقاق ہوتا تو اس میں کھانے اور پہننے کے حکم کا فرق نہ ہوتا، اس آیت کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ جب کوئی شخص یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو وہ اس کے مال سے کھا سکتا ہے لیکن پہن نہیں سکتا۔

دوسرے علماء نے یہ کہا کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے، پھر بعد میں وہ قرض ادا کر دے، عارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اللہ کے مال (بیت المال) کو بہ منزلہ مال یتیم قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے بچا رہتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں اس سے رواج کے مطابق کھاتا ہوں پھر اس کو ادا کر دیتا ہوں، عبیدہ سلمانی، سعید بن جبیر، ابوالعالیہ، ابووائل اور مجاہد سے بھی یہی مروی ہے کہ وصی ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے لے اور جب اس کو پیسے مل جائیں تو ادا کر دے۔

تیسرا قول حسن، ابراہیم، عطاء بن ابی رباح اور مکحول کا ہے کہ ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے اس قدر لے جس سے اس کی بھوک مٹ جائے اور اس کی ستر پوشی ہو جائے اور جب اس کے پاس مال آجائے تو وہ اس کو ادا نہ کرے۔

چوتھا قول شعبی سے منقول ہے کہ یتیم کا مال بہ منزلہ مردار ہے، اضطرار کے وقت اس کو کھالے پھر اگر وسعت ہو تو

اس کو واپس کر دے اور اگر وسعت نہ ہو تو یہ اس کے لیے حلال ہے۔

پانچواں قول مقسم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جو غنی ہو وہ یتیم کے مال سے مجتنب رہے اور جو ضرورت مند ہو وہ حتی الامکان اپنے مال کو خرچ کرے اور یتیم کے مال کو اپنے اوپر بالکل خرچ نہ کرے، عکرمہ سے ایک روایت یہ ہے کہ خرچ کرے ادا کر دے اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔

مجاہد نے دوسری روایت میں یہ کہا ہے کہ ولی دستور کے مطابق اپنے مال سے کھائے اور اس کو یتیم کے مال سے کھانے کی بالکل اجازت نہیں ہے اور یہی حکم کا قول ہے۔

علامہ ابوبکر رازی فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں سلف صالحین کے یہ مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے چار روایتیں منقول ہیں۔ ۱۔ اگر وہ یتیم کے اموال کی دیکھ بھال کرے تو اس کو کھانے پینے کی اجازت ہے (۲) ضرورت کے وقت قرض لے اور بعد میں ادا کر دے۔ (۳) یتیم کے مال سے بالکل خرچ نہ کرے۔ ضرورت کے وقت اپنے مال سے خرچ کرے، (۴) یہ آیت منسوخ ہے۔

ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) کا جو مذہب مشہور ہے وہ یہ ہے کہ وہ یتیم کے مال کو بہ طور قرض کھائے نہ بہ طور غیر قرض کھائے۔ امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وصی یتیم کے مال کو نہ بطور قرض کھائے نہ بطور غیر قرض، اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور امام طحطاوی نے ذکر کیا ہے کہ وہ ضرورت کے وقت یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے، اور امام ابویوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ مقیم ہو تو یتیم کے مال سے نہ کھائے اور جب وہ یتیم کا مال وصول کرنے یا اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے سفر پر جائے تو اس کے مال کو خرچ کر سکتا ہے اور جب سفر سے واپس آئے تو اس کے کپڑے اور سواری واپس کر دے، امام ابویوسف نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ آیت قرآن مجید کی اس آیت سے منسوخ ہو:

یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم۔ (نساء: ۲۹)	اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ، ہاں جو تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو تو اس سے کھا سکتے ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ امام ابویوسف نے سفر میں وصی کو یتیم کے مال میں بہ منزلہ مضارب قرار دیا ہے اور امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ولی اور یتیم کا مال ملا جلا ہو اور ولی کا مال یتیم سے زیادہ ہو تو پھر اس مال سے ولی کے خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر یتیم کا مال زیادہ ہے تو پھر ولی کو اس سے خرچ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس میں ولی کے مستغنی یا محتاج ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ حسن بن حی نے کہا ضرورت کے وقت وصی یتیم کے مال سے قرض لے اور پھر اس کو ادا کر دے، اور وہ اپنے کام کے بہ قدر یتیم کے مال سے لے بہ شرطیکہ اس سے یتیم کو ضرر نہ ہو۔

علامہ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واٰتوا الیتامیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الیٰ	اور یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اپنا کھوٹا مال، ان کے کھرے مال سے نہ بدلو، اور ان کے اموال

اموالکم انہ کان حوبا کبیرا۔
(نساء: ۲)

کو اپنے اموال میں ملا کر نہ کھاؤ، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا۔
(نساء: ۶)

پس اگر تم ان میں عقلمندی کے آثار دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کردو، اور ان کے بڑے ہونے کے خدشہ سے ان کے اموال کو فضول خرچی اور جلد بازی سے نہ کھاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ۔ (انعام: ۱۵۲)

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر ایسے طریقہ سے جو بہت اچھا ہو، حتیٰ کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا۔
(نساء: ۱۰)

بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔

اور فرمایا:
یا ایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔
(نساء، ۲۹)

اے ایمان والو! آپس میں اپنے اموال ناحق نہ کھاؤ۔

یہ تمام آیات محکم ہیں جو یتیم کے ولی کو یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کرتی ہیں خواہ حالت فقر ہو یا حالت غنا، اور من کان فقیرا فلیاکل بالمعروف "جو ضرورت مند ہو وہ دستور کے موافق کھائے"، یہ آیت متشابہ ہے اور اس آیت میں ان تمام وجوہ کا احتمال ہے جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، اس لیے سب سے بہتر تاویل یہ ہے کہ اس آیت کے معنی کو ان تمام آیات محکمہ کے مطابق محمول کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ یتیم کا ولی ضرورت کے وقت اپنے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور یتیم کے مال کو مطلقاً نہ کھائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم متشابہ کو محکم کی طرف راجع کریں، اور یہ تاویل کرنا کہ ضرورت کے وقت یتیم کے مال کو بہ طور قرض یا بغیر قرض لینا جائز ہے ان آیات محکمات کے خلاف ہے اور متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ فلیاکل بالمعروف والی آیت ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلماً سے منسوخ ہو گئی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے، آپ نے فرمایا اپنے یتیم کے مال کو بغیر اسراف کے کھاؤ، اور اس کے مال سے اپنے مال کو نہ بڑھاؤ اور حضرت حسن عوفی نے بیان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یتیم کا ولی اس کے مال کو دستور کے مطابق کھائے اور اس سے مال

جمع نہ کرے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دو حدیثیں قرآن مجید کی ان آیات محکمہ کے معارض نہیں ہو سکتیں جن میں یتیم کا مال کھانے سے مطلقاً منع کیا ہے اور ہمارے نزدیک ان حدیثوں کا محمل یہ ہے کہ یتیم کا ولی یتیم کے مال سے مضاربت کرے اور اس کے حصہ میں جو نفع آئے اس کو کھالے اور یہ ہمارے نزدیک جائز ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب بہ طریق مضاربت یتیم کے مال سے کھانا جائز ہے تو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس سے کھانا کیوں جائز نہیں ہے جیسا کہ قاسم بن محمد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے ایک شخص کو یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی، اور اسی طرح حسن سے بھی اجازت منقول ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو وہ یہ مال دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طریقہ سے لے گا یا اس کے بغیر اگر وہ دیکھ بھال کی اجرت اور عوض کے طور سے یہ مال لیتا ہے تو یہ چار وجوہ سے باطل ہے: (۱) جن لوگوں نے اس مال کو کھانے کی اجازت دی وہ ضرورت اور فقر کی حالت میں دی ہے، کیونکہ غنی ہونے کی حالت میں اس کا کھانا نص کتاب سے ممنوع ہے (ومن کان غنیا فلیستعفف "جو غنی ہو وہ بچتا رہے") حالانکہ اجرت کے استحقاق میں غنی اور فقیر کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اس مال کا بہ طور اجرت کھانا باطل ہو گیا۔ (۲) وصی کا خود اپنے آپ کو اجرت کے لیے طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ (۳) جن لوگوں نے بہ طور اجرت یتیم کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اجرت کی مقدار متعین نہیں کی، حالانکہ بغیر تعین کے اجارہ جائز نہیں ہے۔ (۴) جن لوگوں نے یتیم کے مال کی دیکھ بھال کے عوض اس کا مال کھانے کی اجازت دی ہے انھوں نے اس کو اجرت نہیں قرار دیا اور نہ ہی یہ عمل مضاربت ہے اور مضاربت کے نفع کا حصہ ہے، اور اگر بہ طریق اجرت نہیں لے رہا تو پھر اس کے جواز کی کیا صورت ہے؟

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جس طرح باقی عمال اور قضاۃ عمل کرتے ہیں اور مسلمانوں کا کام کرنے کی وجہ سے اپنا رزق لیتے ہیں، اسی طرح جب وصی بھی یتیم کے لیے عمل کرے گا تو اس کے لیے بھی بہ قدر عمل اپنا رزق لینا جائز ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب وصی غنی ہو تو اس کے لیے اپنے عمل کی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں منصوص ہے: ومن کان غنیا فلیستعفف اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ قضاۃ اور عمال کے لیے غنی ہونے کے باوجود اپنے عمل کی وجہ سے رزق لینا جائز ہے، پس واضح ہو گیا کہ یتیم کے ولی کو قاضی اور عامل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ قاضی اور عامل کے رزق لینے میں اور مال یتیم سے بہ قدر کفایت لینے میں اور اجرت لینے میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رزق کسی چیز کی اجرت نہیں ہے، ہر وہ شخص جو مسلمانوں کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق مقرر کر دیتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فقہاء کے لیے رزق مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے جس پر اجرت لینا جائز ہو، کیونکہ لوگوں کو فتوے دینا اور مسائل بتانا فرض ہے اور فرض پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اسی طرح افواج اور ان کی اولاد کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ بھی اجرت نہیں ہے، اسی طرح خلفاء اور حکام کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ اجرت نہیں ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خمس، فئی اور مال غنیمت سے حصہ ملتا تھا اور یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم امور دینیہ قائم کرنے پر اجرت لیتے تھے، اور یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے، جب کہ قرآن مجید میں یہ مذکور ہے:

قل لا اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین۔ (ص : ۸۶)

آپ کہیے میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور میں بناوٹ کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ (شوریٰ : ۲۳)

آپ کہیے اس (تبلیغ رسالت) پر میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، ماسوا قرابت داروں کی محبت کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رزق اجرت نہیں ہے، نیز فقراء، مسکینوں اور یتیموں کے بیت المال میں حقوق ہیں، اور یہ حقوق کسی چیز کا عوض نہیں ہیں، لہٰذا قاضی اور کسی بھی دینی کام کرنے والے کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے اور قاضی کو ہدیہ لینے سے بھی منع کیا گیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "اکلون للسحت (مائدہ : ۴۲) "حرام کھانے والے سے کون مراد ہیں" انھوں نے فرمایا: اس سے ہدیے لینے والے عمال مراد ہیں۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امر کا ہدیے لینا خیانت ہے اس لیے قاضی کا قضا پر اجرت لینا اور ہدیے لینا جائز نہیں ہے اور یتیم کا ولی یتیم کے مال سے جو لے گا وہ یا تو قاضی اور عامل کے رزق کے طور پر ہوگا یا بہ طور اجرت، اجرت اس لیے نہیں ہو سکتی کیونکہ اجرت میں عمل، مدت اور اجرت کا معلوم اور متعین ہونا ضروری ہے اور اس میں عقد اجارہ کا مقدم ہونا ضروری ہے اور اس میں غنی اور فقیر دونوں برابر ہیں اور جو بھی یتیم کے مال کو بہ طور قرض یا غیر قرض، لینے کی اجازت دیتا ہے، وہ اس کو اجرت نہیں کہتا، اور وہ فقیر کے لیے اس کو جائز کہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ اجرت نہیں ہے، اور یہ قاضی اور عامل کے رزق کی طرح بھی نہیں ہے، کیونکہ اوّل تو قاضی اور عامل کے رزق میں غنی اور فقیر کا فرق نہیں ہے، ثانیاً رزق بیت المال سے واجب ہوتا ہے، کسی معین شخص کے مال سے رزق واجب نہیں ہوتا، نیز وصی اور ولی بغیر کسی شرط کے بہ طریق تبرع اور احسان یتیم کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے، اس لیے اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اس کو یتیم کے مال سے لینا جائز نہیں ہے، بہ طور قرض نہ غیر قرض۔ [1]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: ہمارے شیخ امام ابوالعباس یہ کہتے ہیں کہ اگر یتیم کا مال بہت زیادہ ہو اور اس کے انتظام اور دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کار معاش میں حرج واقع ہوتا ہو تو اس کے لیے اس کام کی اجرت معین کی جائے گی، اور اگر یتیم کا مال کم ہو اور اس کی دیکھ بھال کی وجہ سے ولی کے اپنے کار معاش میں خلل نہ ہوتا ہو، تو وہ یتیم کے مال سے بالکل نہ کھائے، البتہ اس کے لیے اس کے دودھ میں سے معمولی مقدار پی لینا، یا تھوڑا سا کھانا اور گھی کھا لینا جس سے یتیم کو نقصان نہ ہو، مستحب ہے، جیسا کہ تھوڑا بہت تصرف کرنا عرف میں قابل معافی ہوتا ہے، قرآن مجید میں فلیاکل بالمعروف کی اجازت دی گئی ہے، اس سے یہی تھوڑا سا طعام کھانا مراد ہے۔ [2]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

امام رازی نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کیے ہیں، ایک یہ کہ وصی مال یتیم سے بقدر

---

[1] ۔ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۲ ص ۶۸ - ۶۴، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

[2] ۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

احتیاج لے سکتا ہے، دوسرا یہ کہ وہ ضرورت کے وقت اس کے مال سے بہ طور قرض لے سکتا ہے، اور پہلا قول علامہ ابوبکر رازی کا نقل کیا ہے کہ دونوں طرح لینا جائز نہیں ہے، لیکن انھوں نے کہا یہ ضعیف قول ہے، البتہ علامہ ابوبکر رازی کی بحث کا جواب نہیں دیا۔ امام رازی کا رجحان پہلا قول معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر انھوں نے بکثرت دلائل دیے ہیں، ان کے دلائل کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تاکلوھا اسرافا۔ یتیم کا مال اسراف سے نہ کھاؤ، اس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا مال بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہے۔

(۲)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف، اس آیت کے پہلے جز سے جو وصی غنی ہو اس کو اپنے مال کے ساتھ نفع حاصل کرنے سے روکنا بہر حال مراد نہیں ہے، بلکہ یتیم کے مال سے نفع حاصل کرنے سے منع کیا ہے، تو فلیاکل بالمعروف جو اس کے مقابلہ میں ہے اس کا لامحالہ یہی مطلب ہوگا کہ ضرورت کے وقت وہ یتیم کے مال سے بہ قدر حاجت کھا سکتا ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یتیم کے مال کھانے کی دو نوعیتیں ہیں، ظلم اور غیر ظلم اور بہ طور ظلم کھانا منع ہے، تو بغیر ظلم کے بہ قدر احتیاج کھانا جائز ہوا۔

(۴)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا میرے زیر کفالت یتیم ہیں کیا میں ان کے مال سے کھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دستور کے مطابق کھا سکتے ہو، لیکن اس سے مال جمع نہ کرنا۔

(۵)۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمار، حضرت ابن مسعود اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کو خط لکھا، میں تمہارے لیے ہر روز ایک بکری بہ طور رزق مقرر کرتا ہوں، نصف عمار کے لیے، ربع عبداللہ بن مسعود کے لیے اور ربع عثمان کے لیے، سنو! میں نے تم کو اور اپنے آپ کو اللہ کے مال میں، مال یتیم کے حکم میں رکھا ہے، جو غنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو محتاج ہو وہ بہ قدر احتیاج کھا لے اور امام مالک نے اپنے مؤطا میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یتیم کے ولی نے ان سے پوچھا آیا وہ یتیم کی اونٹنیوں سے دودھ پی سکتا ہے؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر تم اس کا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ کر لاتے ہو، اس کے حوض کی دیکھ بھال کرتے ہو، اس کے خارش زدہ اونٹ پر قطران ملتے ہو اور ان کو پانی پلانے لے جاتے ہو تو تم ان کی اونٹنیوں کا دودھ پی سکتے ہو، مگر ان کے تھنوں سے سارا دودھ نہ نکال لینا، اور ان کی نسل کو نقصان نہ پہنچانا، نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے جب یتیم کا ولی اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں کے ساتھ رکھتا ہے تو وہ ان کے مال سے دستور کے مطابق کھانے اور ان کے مال سے عمامہ نہ پہنے۔

(۶)۔ یتیم کا وصی جب یتیم کے مال کی اصلاح کے لیے مشقت برداشت کرتا ہے، تو پھر اس کے مال سے اپنی مشقت کے برابر مال لینا اس کا حق اور واجب ہے جیسا کہ صدقہ کے عامل کو صدقات سے اس کی مشقت کے عوض اجر دیا جاتا ہے۔ [1]

---

[1]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۴۶-۱۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں: یہ آیت یتیم کے والی کے حق میں نازل ہوئی ہے جو یتیم کی دیکھ بھال کرتا ہے، جب وہ ضرورت مند ہو تو اس کے مال سے کھالے، فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی ضرورت اور اس کی اجرت کی مثل میں سے جو کم ہو اس کو وہ لے سکتا ہے اور جب وہ خوش حال ہو تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ جواز اس وقت ہے جب وہ فقیر ہو اور اس کی اجرت کا حق بھی ہو، امام شافعی کے نزدیک بھی صحیح مذہب یہی ہے، کیونکہ آیت نے بغیر کسی عوض کے کھانے کو مباح کیا ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے پاس مال نہیں ہے اور میرے پاس یتیم ہے؟ آپ نے فرمایا: بغیر اسراف اور تبذیر کے اپنے یتیم کے مال سے کھالو، اور نہ مال جمع کرنا اور نہ اپنا مال بچانا، اور امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میرے پاس ایک یتیم ہے جس کا مال ہے اور میرے پاس مال نہیں ہے آیا میں اس کے مال سے کھالوں؟ آپ نے فرمایا بغیر اسراف کے اس کے مال سے کھالو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خوش حال شخص بھی یتیم کے مال سے قرض لے سکتا ہے لیکن بعد میں اس کو واپس کر دے اور اس قول کی دلیل یہ ہے کہ امام سعید بن منصور نے اپنی سنن میں حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یتیم کا مال بیت المال کے حکم میں ہے اگر میں اس مال سے مستغنی ہوں تو میں اس سے اجتناب کرتا ہوں اور جب ضرورت ہوتی ہے تو میں اس مال سے قرض لیتا ہوں اور جب گنجائش ہوتی ہے تو اس کو واپس کر دیتا ہوں۔ [1]

ولی کے لیے یتیم کا مال کھانے کے متعلق مذاہب اربعہ کا خلاصہ

امام ابوبکر جصاص نے جو فقہاء احناف کا مسلک بیان کیا ہے اس کے تحت یتیم کے ولی کے لیے یتیم کا مال کھانا بالکل جائز نہیں ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضرورت کے وقت قرض کی صورت میں یا بغیر قرض کے یتیم کے مال سے یتیم کے ولی کا کھانا جائز ہے، ہر چند کہ علامہ ابوبکر جصاص کے پیش کردہ عقلی دلائل بہت قوی ہیں، لیکن احادیث اور آثار سے ائمہ ثلاثہ کے موقف کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی ان کے نظریہ کو تقویت ملتی ہے جیسا کہ امام رازی نے بیان فرمایا ہے، یہ بہت نازک اور اہم مسئلہ ہے لہٰذا اس کا بہت غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی تحقیق

ولی یتیم کے لیے بہ وقت ضرورت یتیم کا مال کھانے کی بحث میں ہم یہ مسئلہ بھی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ علماء دین اور دینی خدمات بجالانے والے عاملین کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا اس وقت منع ہے جب ان کے علاوہ ان خدمات کو انجام دینے کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو اور ان کے حق میں ان خدمات کا انجام

---

[1] حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۷ - ۲۰۵، مطبوعہ ادارۃ الاندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

دینا فرض عین ہو جائے اور جب ایسی صورت حال نہ ہو تو پھر ان کے لیے ان خدمات پر اجرت لینا جائز ہے، اس کی ممانعت میں جو احادیث مروی ہیں وہ اکثر غایت درجہ کی ضعیف ہیں ثانیاً ان کا محمل یہ ہے کہ جب اس فرض کی ادائیگی کے لیے اور کوئی شخص نہ ہو، نیز صحیح احادیث سے دینی امور پر اجرت لینے کا جواز ثابت ہے، پہلے ہم اس کے جواز میں احادیث اور آثار بیان کریں گے، پھر ممانعت کی احادیث ذکر کر کے ان کا محمل بیان کریں گے اور اخیر میں مذاہب ائمہ اور آراء علماء بیان کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے جواز کے متعلق احادیث اور آثار

امام بخاری کی روایت

کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال انطلق نفر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفرۃ سافروھا حتی نزلوا علی حی من احیاء العرب فاستضافوھم فابوا ان یضیفوھم فلدغ سید ذلک الحی فسعوا لہ بکل شیء لا ینفعہ شیء فقال بعضھم لو اتیتم ھولاء الرھط الذین نزلوا لعلہ ان یکون عند بعضھم شیء فاتوھم فقالوا یا ایھا الرھط ان سیدنا لدغ وسعینا لہ بکل شیء لا ینفعہ فھل عند احد منکم من شیء فقال بعضھم نعم واللہ انی لارقی ولکن واللہ لقد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوھم علی قطیع من الغنم فانطلق یتفل علیہ ویقرا الحمد للہ رب العلمین فکانما نشط من عقال فانطلق یمشی وما بہ قلبۃ قال فاوفوھم جعلھم الذی صالحوھم علیہ فقال بعضھم اقسموا فقال الذی رقی لا تفعلوا حتی ناتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنذکر لہ الذی کان فننظر ما یامرنا فقدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جماعت ایک سفر پر گئی حتیٰ کہ وہ عرب کے قبائل میں سے کسی قبیلہ کے ہاں پہنچے اور ان سے مہمانی طلب کی، انھوں نے ان کی میزبانی سے انکار کیا، اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا، انھوں نے اس کے علاج کے سب جتن کر لیے مگر کسی سے فائدہ نہیں ہوا، ان کے بعض لوگوں نے کہا یہ لوگ جو یہاں پر آئے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر دیکھو ہو سکتا ہے ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو، وہ صحابہ کرام کے پاس گئے اور کہا اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے، ہم نے اس کے علاج کے لیے تمام جتن کر لیے اور کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا، کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہے؟ صحابہ میں سے بعض نے کہا ہاں ہے! بہ خدا میں دم کرتا ہوں، لیکن بہ خدا ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری میزبانی نہیں کی، تو میں تم کو دم نہیں کروں گا حتیٰ کہ تم ہم کو اجرت نہ دو، پھر بکریوں کے ایک گلے پر صلح ہو گئی، پھر وہ گئے اور انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کر دیا، تو یوں لگا جیسے اس کی رسی کے بند کھل گئے ہوں، اور وہ اس طرح چلنے لگا جیسے اس کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہو اور اس نے کہا ان سے جو اجرت طے ہوئی ہے

فذكروا له فقال وما يدريك انها رقية ثم قال قد اصبتم اقسموا واضربوا لي معكم سهما فضحك النبي صلى الله عليه وسلم۔[1]

وہ ان کو ادا کر دو، بعض صحابہ نے کہا ان بکریوں کو آپس میں تقسیم کر لو، جس نے دم کیا تھا اس نے کہا نہیں ابھی نہیں حتیٰ کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں اور ہم آپ کے سامنے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں، پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے یہ ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا: تمہیں کیسے پتا چلا یہ دم ہے، پھر آپ نے فرمایا تم نے صحیح کیا، اس کو تقسیم کر لو اور اپنے حصوں کے ساتھ میرا حصہ بھی رکھنا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہنسے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پر اجرت لینے کو صحیح قرار دیا ہے۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان نفرا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مروا بماء فيهم لديغ او سليم فعرض لهم رجل من اهل الماء فقال هل فيكم من راق ان في الماء رجلا لديغا او سليما فانطلق رجل منهم فقرا بفاتحة الكتاب على شاء فبرا فجاء بالشاء الى اصحابه فكرهوا ذلك وقالوا اخذت على كتاب الله اجرا حتى قدموا المدينة فقالوا يا رسول الله اخذ على كتاب الله اجرا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی جماعت ایک چشمے کے پاس سے گذری، وہاں ایک شخص کو سانپ نے ڈسا ہوا تھا، صحابہ کرام کے پاس چشمے والوں میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا تم میں کوئی شخص دم کرنے والا ہے، کیونکہ ایک آدمی کو چشمے میں سانپ نے ڈس لیا ہے، تب ایک صحابی گئے اور انھوں نے چند بکریوں کے عوض سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کر دیا، وہ شخص ٹھیک ہو گیا اور یہ بکریاں لے کر اپنے اصحاب کے پاس آ گئے صحابہ نے اس عمل کو ناپسند کیا اور کہا تم نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے حتیٰ کہ وہ مدینہ پہنچ گئے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! اس شخص نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو، ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۵۴، " " ۱۳۸۱ھ

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر اجرت لینے کو نہ صرف جائز بلکہ سب سے زیادہ حقدار قرار دیا ہے، لہٰذا تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا جائز ہے، کیونکہ اگرچہ یہ واقعہ دم کرنے کا تھا لیکن الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، خصوصیت مورد کا اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچوں وقت کی نمازیں پڑھاتے تھے، نماز جنازہ اور جمعہ پڑھاتے تھے، فتاویٰ جاری کرتے تھے، قرآن اور حدیث کی تفسیر اور تشریح کرتے تھے، مسلمانوں کے دینی معاملات کا انتظام کرتے تھے، جہاد کے لیے لشکر روانہ کرتے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے، حدود و تعزیرات کو جاری کرتے، قاضیوں کا عزل و نصب کرتے، اور دیگر اسلامی شہروں میں امراء اور حکام کا تقرر کرتے اور ان تمام عبادات اور دینی امور انجام دینے پر خود بھی بیت المال سے وظائف لیتے تھے اور امراء، حکام اور قاضیوں کو بھی وظائف دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشۃ قالت لما استخلف ابوبکر الصدیق قال لقد علم قومی ان حرفتی لم تکن تعجز عن مؤنۃ اھلی وشغلت بامر المسلمین فسیاکل ال ابوبکر من ھذا المال ویحترف للمسلمین فیہ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انھوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے، لیکن اب میں مسلمانوں کے ملکی انتظام سنبھالنے میں مشغول ہو گیا ہوں تو اب ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور ابوبکر مسلمانوں کے دینی اور ملکی امور انجام دے گا۔

اس حدیث کو امام محمد بن سعد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام محمد بن سعد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عطاء بن السائب قال: لما استخلف ابوبکر اصبح غادیا الی السوق وعلی رقبتہ اثواب یتجر بھا فلقیہ عمر بن الخطاب وابوعبیدۃ بن الجراح فقالا لہ: این ترید یاخلیفۃ رسول اللہ؟ قال: السوق، قالا تصنع ماذا وقد ولیت امر المسلمین؟ قال: فمن این اطعم عیالی؟ قالا لہ: انطلق

عطاء بن سائب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ صبح کو کپڑوں کی ایک گٹھڑی لے کر بیچنے کے لیے بازار گئے، ان کی حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات ہوئی انھوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول اللہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے کہا بازار، ان دونوں نے کہا آپ کیا کر رہے ہیں آپ مسلمانوں کے خلیفہ بن چکے ہیں، آپ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حتی نفرض لك شیئا ، فانطلق معهما ففرضوا له كل یوم شطر شاة وما كسوه فی الراس والبطن ۔[1]

نے کہا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا ؟ ان دونوں نے کہا چلیے ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں پھر انھوں نے آپ کے لیے ہر روز آدھی بکری اور سر اور پیٹ ڈھانکنے کا لباس مقرر کیا۔

عن حمید بن هلال قال لما ولی ابوبكر قال اصحاب رسول الله : افرضوا لخلیفة رسول الله ما یغنیه قالوا نعم بردا ه اذا اخلقهما وضعهما واخذ مثلهما وظهره اذا سافر ونفقته علی اهله كما كان ینفق قبل ان یستخلف قال ابوبكر رضیت ۔[2]

حمید بن ہلال کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے کہا: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کو (کار معاش سے) مستغنی کر دے صحابہ نے کہا جب ان کی دو چادریں پرانی ہو جائیں تو وہ ان کو اتار کر ان کی مثل نئی چادریں لے لیں اور ان کو سفر کے لیے سواری دی جائے اور خلافت سے پہلے ان کے اہل وعیال پر جو خرچ ہوتا تھا ان کو وہ خرچ دیا جائے حضرت ابوبکر نے فرمایا: میں راضی ہوں !۔

عن عمرو بن میمون عن ابیه ، قال لما استخلف ابوبكر جعلوا له القین فقال : زیدونی فان لی عیالا وقد شغلتمونی عن التجارة ، قال فزادوه خمسمائة ۔[3]

عمرو بن میمون اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا تو صحابہ نے ان کے لیے دو ہزار مقرر کیے، حضرت ابوبکر نے فرمایا: اس میں اضافہ کرو، کیونکہ میرے عیال ہیں اور تمہاری مصروفیات نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے، تب صحابہ نے پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔

عن محمد بن سیرین عن الاحنف قال كنا جلوسا بباب عمر فمرت جاریة فقالوا سریة امیر المؤمنین فقالت: ما هی لامیر المؤمنین بسریة وما تحل له ، انها من مال الله ، فقلنا : فما ذا یحل له من مال الله ؟ فما هو الا قدر ان بلغت

احنف بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عمر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، ایک باندی گذری، لوگوں نے کہا یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، وہ کہنے لگی یہ امیر المؤمنین کی باندی نہیں ہے، نہ ان کے لیے حلال ہے، یہ تو بیت المال کی ملکیت ہے، ہم نے کہا امیر المؤمنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہو گی؟ وہ مقدار اس

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۴، " " " "

[3] " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۵، " " " "

وجاء الرسول فدعانا فاتيناه فقال: ما ذا قلتم؟ قلنا: لم نقل باسا، مرت جارية فقلنا هذه سرية امير المؤمنين، فقالت: ما هي لامير المؤمنين بسرية وما تحل له انها من مال الله، فقلنا: فما ذا يحل له من مال الله؟ فقال: انا اخبركم بما استحيل منه، يحل لي حلتان، حلة في الشتاء وحلة في القيظ وما احج عليه واعتمر من الظهر، وقوتي وقوت اهلي كقوت رجل من قريش ليس باغناهم ولا بافقرهم، ثم انا بعد رجل من المسلمين يصيبني ما اصابهم۔[1]

عن حارثة بن مضرب قال: قال عمر بن الخطاب: اني انزلت نفسي من مال الله منزلة مال اليتيم، ان استغنيت استعففت وان افتقرت اكلت بالمعروف قال وكيع في حديثه: فان ايسرت قضيت۔[2]

عن حارثة بن مضرب عن عمر انه قال: اني انزلت مال الله مني بمنزلة مال اليتيم فان استغنيت عففت عنه وان افتقرت اكلت بالمعروف۔[3]

باندی کے برابر ہی ہوگی! پھر ایک قاصد نے آکر ہم کو بلایا اور ہم حضرت عمر کے پاس گئے، آپ نے پوچھا تم کیا کہہ رہے تھے؟ ہم نے کہا ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا، ایک باندی گذری تھی ہم نے کہا یہ امیر المؤمنین کی باندی ہے، اس باندی نے کہا وہ ان کی باندی نہیں ہے، نہ ان کے لیے حلال ہے وہ تو بیت المال کی ملکیت ہے، ہم نے کہا امیر المؤمنین کے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہوگی؟ حضرت عمر نے فرمایا میں تم کو بتاتا ہوں کہ میرے لیے بیت المال سے کتنی مقدار حلال ہے؛ میرے لیے دو حلے (دو جوڑے) حلال ہیں، ایک حلہ سردیوں میں اور ایک حلہ گرمیوں میں، اور میرے حج اور عمرے کی سواری اور میرے اور میرے اہل خانہ کا اتنا خرچ جتنا قریش کے ایک متوسط گھرانے کا خرچ ہوتا ہے، اس کے بعد میں ایک عام مسلمان کی طرح رہتا ہوں اور دوسروں کی طرح مجھ پر بھی مصیبتیں آتی ہیں۔

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں، اور اگر مجھے ضرورت ہو تو میں دستور کے مطابق کھاتا ہوں، وکیع کی روایت میں ہے جب میں خوش حال ہوں تو ادا کر دیتا ہوں۔

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، اگر میں مستغنی ہوں تو اس سے اجتناب کرتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو دستور کے مطابق کھاتا ہوں۔

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶-۲۷۵، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

[3] " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، " " " "

عن ابی وائل قال، قال عمر انی انزلت مال الله منی بمنزلة مال الیتیم من کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔[1]

قال، اخبرنا عادم بن الفضل قال: اخبرنا حماد بن سلمة عن هشام ابن عروة عن عروة ان عمر بن الخطاب قال: لایحل لی من هذا المال الا ما کنت آکلا من صلب مالی۔[2]

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا میں نے اپنے لیے بیت المال کو مال یتیم کے درجہ میں قرار دیا ہے، جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے اور جو ضرورت مند ہو وہ کھالے۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا میرے لیے بیت المال سے صرف اتنی مقدار میں خرچ کرنا جائز ہے جتنی مقدار میں، میں اپنے ذاتی مال سے خرچ کرتا تھا۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن خالد الحذاء قال سالت ابا قلابة عن المعلم یعلم ویاخذ اجرا فلم یر له باسا۔[3]

خالد حذاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے اس معلم کے متعلق پوچھا جو اجرت لے کر تعلیم دیتا ہے تو انھوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔

عن الوضین بن عطاء قال: کان بالمدینة ثلاثة معلمین یعلمون الصبیان فکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منهم خمسة عشر کل شهر الف۔[4]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر ان میں سے ہر ایک کو ہر ماہ پندرہ ہزار دیتے تھے۔

امام بیہقی کی روایت میں امام ابن ابی شیبہ کے حوالے سے پندرہ درہم ماہانہ لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الوضین بن عطاء قال ثلاثة معلمون کانوا بالمدینة یعلمون الصبیان وکان عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرزق کل واحد منهم خمسة عشر درهما کل شهر۔[5]

وضین بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں تین معلم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ہر ماہ دیتے تھے۔

ثنا شعبة قال سالت معاویة بن قرة عن اجر المعلم قال اری له اجرا قال شعبة وسالت

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن قرۃ سے معلم کی اجرت کے متعلق سوال کیا انھوں نے

---

[1] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۲۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

[2] " " " الطبقات الکبریٰ ج ۳، ص ۲۷۶ " " " " "

[3] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۳۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[4] " " " المصنف ج ۶ ص ۲۳۰، " " " "

[5] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

الحکم فقال لم اسمع احدا یکرھہ ۔ قال البخاری فی الترجمۃ وقال الحکم لم اسمع احدا کرہ اجر المعلم قال ولویر ابن سیرین باجر المعلم باسًا (قال الشیخ وروینا عن عطاء وابی قلابۃ انھما کان لا یریان بتعلیم الغلمان بالاجر باسا۔ [1]

کہا میرے نزدیک اس کی اجرت (جائز) ہے، شعبہ کہتے ہیں میں نے حکم سے سوال کیا تو انھوں نے کہا میں نے کسی سے یہ نہیں سُنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے، امام بخاری نے باب کے عنوان میں لکھا حکم نے یہ کہا کہ میں نے کسی سے یہ نہیں سُنا کہ معلم کی اجرت مکروہ ہے، اور امام ابن سیرین معلم کی اجرت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (امام بیہقی فرماتے ہیں) ہم نے عطاء اور ابو قلابہ سے یہ روایت کیا ہے کہ بچوں کی تعلیم پر اجرت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال لم یکن لانا س من اساری بدر فداً فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداأھم ان یعلموا اولاد الانصار الکتابۃ ۔ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن بعض قیدیوں کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا فدیہ مقرر کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا سکھائیں۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا جریر عن رجل ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیہ الحجاج ببرنس فقبلہ ۔ [3]

جریر ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے رمضان میں تراویح پڑھائیں، حجاج نے ان کے پاس ایک ٹوپی بھیجی جس کو انھوں نے قبول کر لیا۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عبادۃ بن الصامت قال علمت ناسا من اھل الصفۃ القرآن والکتاب فاھدی الی رجل منھم قوسا فقلت لیس بمال وارمی عنھا فی سبیل اللہ لاتین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاسئلنہ فاتیتہ فقلت یارسول اللہ ! رجل اھدی الی قوسا ممن

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بعض اہل صفہ کو قرآن مجید اور لکھنا سکھاتا تھا، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بہ طور ہدیہ دی میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا۔ میں ضرور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور آپ سے اس کے متعلق سوال

---

[1] ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] ۔ " " " " سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۵، " " "

[3] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

كنت اعلمه الكتاب والقرآن وليس بمال و ارمي عنها في سبيل الله تعالىٰ قال ان كنت تحب ان تطوق طوقا من نار فاقبلها [1]

کروں گا، پھر میں نے آپ کے پاس جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک شخص کو لکھنا اور قرآن مجید سکھاتا تھا، اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی ہے، وہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم کو آگ کا طوق گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو۔

اس حدیث کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو حاکم نے کتاب البیوع میں روایت کیا اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا، صاحب تنقیح نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں مغیرہ بن زیاد ہے، اور اس کے متعلق حاکم کا کلام متعارض ہے، اس جگہ انھوں نے اس کی روایت کو صحیح لکھا ہے، اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات منکر ہیں اور اس کی روایات کو ترک کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، لہٰذا اس کی روایت کو صحیح لکھنا خطاء اور تناقض ہے۔ مغیرہ بن زیاد میں اختلاف ہے، ابن معین اور عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور امام احمد، امام بخاری، امام ابو حاتم اور دیگر ائمہ نے اس پر جرح کی ہے، اس حدیث کا ایک اور راوی اسود بن ثعلبہ ہے، ابن قطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ مجہول الحال ہے، عبادہ بن نسی کے سوا اور کسی کی اس سے روایت معروف نہیں ہے، اور مغیرہ بن زیاد مختلف فیہ ہے، اور امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں لکھا ہے کہ مغیرہ بن زیاد کی روایات حق کے مشابہ نہیں ہوتیں، اگر اس کی روایات دوسرے ثقہ راویوں کے موافق ہوں تو لائق استدلال ہیں ورنہ نہیں۔ [2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمان بن شبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرؤا القرآن ولا تاكلوا به ولا تستكثروا به ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فيه [3]

حضرت عبد الرحمان بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ، اس سے کثرت حاصل کرو، نہ مال جمع کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

حافظ نور الدین الہیثمی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں [5]

ہم نے خود بھی اس حدیث کی سند کی تحقیق کی اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ پایا۔

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۱۲۹ - ۱۲۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳۷ - ۱۳۶، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۲۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴ ص ۹۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی اسحٰق عن عبد اللہ بن مغفل انہ صلی بالناس فی شہر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیہ عبد اللہ بن زیاد بحلۃ و بخمسمائۃ درھم فردھا و قال انا لا نأخذ علی القرآن اجرا۔ [1]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائیں، جب عید کا دن آیا تو عبد اللہ بن زیاد نے ان کو ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے، انھوں نے ان کو واپس کر دیا اور کہا ہم قرآن پر اجرت نہیں لیتے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم قال: کان یکرہ ان یشارط المعلم علی تعلیم الصبیان القرآن [2]

عن ابی جعفر انہ کرہ للمعلم ان یشارط [3]

عن الحسن قال: لا باس ان یأخذ علی الکتابۃ اجرا و کرہ الشرط۔ [4]

عن ابن طاؤس عن ابیہ انہ کرہ ان یعلم بشرط۔ [5]

ابراہیم کہتے تھے: بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینے پر معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

ابو جعفر کے نزدیک معلم کا اجرت کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

حسن کہتے تھے کہ لکھنے کی اجرت لینے میں کوئی حرج نہیں اور اس کی شرط لگانا مکروہ ہے۔

طاؤس نے اجرت کی شرط پر تعلیم دینے کو مکروہ قرار دیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن سلیمان بن بریدۃ عن ابیہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن یتأکل بہ الناس جاء یوم القیٰمۃ ووجھہ عظم لیس علیہ لحم۔ [6]

سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں سے کھانے کے لیے قرآن مجید پڑھا قیامت کے دن اس کے چہرے پر صرف ہڈیاں ہوں گی اور گوشت نہیں ہوگا۔

عن الحسن البصری انہ قال کنت مع عمران بن حصین اذ مر رجل یقرأ سورۃ یوسف

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ناگاہ ایک شخص گذرا جو

---

[1] امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[2] " " " " المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " " "

[3] " " " " المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " " "

[4] " " " " المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " " "

[5] " " " " المصنف ج ۶ ص ۲۲۲، " " " "

[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۳-۵۳۴، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

فاستمع له فلما فرغ سال فقال عمران بن حصين انا لله و انا اليه راجعون سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اقرؤا القرآن سلوا به الله فانه سيجئ قوم يقرؤن القرآن يسالون به الناس۔ [1]

سورۂ یوسف پڑھ رہا تھا، انھوں نے اس سے وہ سورت سنی، وہ شخص قرأت سے فارغ ہونے کے بعد مانگنے لگا حضرت عمران بن حصین نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن مجید پڑھو اور اس کے ذریعہ اللہ سے سوال کرو، کیونکہ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کریں گے۔

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کی ممانعت کے محامل

متعدد احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی رو سے قرآن مجید کی تعلیم، امامت، قضاء، جہاد اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے، اور بعض احادیث اور آثار میں اس کی ممانعت بھی ہے، ہم نے غور کیا تو اس کی ممانعت کی تین وجہیں معلوم ہوئیں، اولاً یہ کہ اگر کسی ایک شخص کے علاوہ اور کوئی شخص اس عبادت کے لیے موجود نہ ہو تو اس پر اس عبادت کا کرنا بہ طور فرض معین ہو جائے گا اور اس کا اس عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث مانگنے اور سوال کرنے پر محمول ہیں اور سوال کیے بغیر لینا جائز ہے، اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ممانعت کی احادیث اس پر محمول ہیں کہ اجرت کی شرط لگائی جائے اور اگر بغیر پیشگی شرط کے اجرت دی جائے تو پھر اجرت دینا جائز ہے۔

پہلی توجیہ کے متعلق حافظ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

وابو سعيد الاصطخري من اصحابنا ذهب الى جواز الاخذ فيه على ما لا يتعين فرضه على معلمه، ومنع فيما يتعين عليه تعليمه وحمل على ذلك اختلاف الآثار وقد روى عن عمر بن الخطاب انه كان يرزق المعلمين ثم اسند عن ابراهيم بن سعد عن ابيه ان عمر بن الخطاب كتب الى بعض عماله اعط الناس على تعليم القرآن انتهى كلامه۔ [2]

ہمارے فقہاء میں سے علامہ ابو سعید الاصطخری کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے بہ شرطیکہ معلم پر تعلیم قرآن فرض عین نہ ہو، اور جس شخص پر تعلیم قرآن فرض عین ہو اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور احادیث اور آثار کے اختلاف کا یہی محمل ہے، حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ معلمین کو وظیفہ دیتے تھے، ابراہیم بن سعد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے بعض عاملوں کو خط لکھا کہ تعلیم قرآن پر لوگوں کو اجرت دو۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھ کر بھیک مانگنا اور سوال کرنا منع ہے، کیونکہ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۵۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۴ ص ۱۳، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

عن الحسن عن عمران بن حصين انه مر على قاص قرأ ثم سال فاسترجع من ذلك وقال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من قرأ القرآن فيسأل الله به فانه سيأتي قوم يقرؤن القرآن يسألون الناس به ۔[1]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا ایک قصہ گو کے پاس سے گذر ہوا اس نے قرآن مجید پڑھا پھر لوگوں نے سوال کیا، حضرت عمران حسین نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون! اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جس شخص نے قرآن مجید پڑھا وہ اللہ سے سوال کرے، کیونکہ عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو قرآن مجید پڑھ کر اس کے ذریعہ لوگوں سے سوال کرے گی۔

ممانعت کی احادیث کو روایت کرنے کے بعد امام بیہقی لکھتے ہیں:

واما تعليم القرآن بالاجرة فقد كرهه جماعة، وورد فيه اخبار ورخص فيه آخرون وحديث ابي سعيد في الرقية بفاتحة الكتاب واتخذ الجعل عليها والذي روي عن ابن عباس في تلك القصة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله عز وجل يدل على جواز ذلك والله اعلم ۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو ایک جماعت نے مکروہ کہا ہے، اس سلسلہ میں احادیث بھی مروی ہیں، اور دوسرے فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، اور اس پر اجرت لی تھی اور اس قصہ میں حضرت ابن عباس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے"، سو یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اور اللہ ہی کو زیادہ علم ہے۔

وروينا عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه انه كان يرزق المعلمين وعن عطاء والحسن وابن سيرين وابي قلابة والحكم الرخصة في ذلك ۔[2]

ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ معلمین کو وظیفے دیتے تھے، اور عطا، حسن، ابن سیرین، ابوقلابہ اور حکم سے اجرت لینے کا جواز منقول ہے۔

تیسری توجیہ ہم نے یہ ذکر کی ہے کہ ممانعت کی احادیث اجرت کی شرط لگانے پر محمول ہیں اور اگر بغیر شرط کے اجرت لی جائے تو پھر جائز ہے۔

امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابيه انه سئل عن

طاؤس سے یہ سوال کیا گیا کہ جو معلم اجرت لے

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۴-۵۳۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] " " " " ، شعب الایمان ج ۲ ص ۵۳۶، " " " "

معلم یاخذ الاجر فقال: اذا لم یاخذ بشرط فلا باس به قال معمر وقال قتادة مثل ذلك۔[1]

اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اگر وہ بغیر شرط کے اجرت لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ معمر نے کہا کہ قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن طاؤس عن ابیه انه کان لا یری باسا ان یعلم المعلم ولا یشارط فان اعطی شیئا اخذه۔[2]

ابن طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی معلم بغیر شرط کے تعلیم دے، پھر اگر وہ اس کو کوئی چیز دے تو وہ قبول کرلے۔

عن الشعبی قال لا یشترط المعلم وان اعطی شیئا فلیقبله۔[3]

شعبی کہتے ہیں کہ معلم کوئی شرط نہ لگائے، پھر اگر اس کو کوئی چیز دے تو وہ اس کو قبول کرلے۔

عن عطاء انه کان لا یری باسا ان یاخذ الرجل ما اعطی من غیر شرط۔[4]

عطاء اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ بغیر شرط کے کوئی شخص کسی چیز کو لے لے۔

اجرت کی شرط لگانے کی وضاحت یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی مسجد میں امام ہے یا کسی مدرسہ میں مدرس ہے، اب ظاہر ہے اس پر یہ تو فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مسجد میں جاکر نماز پڑھائے، اور اس محلہ کے لوگوں کو نماز پڑھائے، اسی طرح جو شخص کسی مدرسہ میں مدرس ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اس خاص مدرسہ میں جاکر وہاں کے طلبہ کو قرآن مجید پڑھائے۔ اور مثلاً صبح آٹھ بجے سے بارہ بجے تک پڑھائے یا تفسیر، حدیث اور فقہ کی فلاں فلاں کتابیں پڑھائے، یا جو حافظ کسی مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اس پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ فلاں مسجد میں جاکر قرآن مجید ختم کرے اور اس وقت میں قرآن مجید سنائے، تو اس پر مخصوص مقام، مخصوص نظام الاوقات، مخصوص لوگوں کو پڑھانے اور مخصوص نصاب کے مطابق پڑھانے کی جو پابندی عائد کی جاتی ہے تو وہ ان پابندیوں کو پورا کرنے کا مشاہرہ لیتا ہے، نفس تعلیم قرآن مجید، نفس امامت یا نفس خطابت یا نفس ختم قرآن مجید کا مشاہرہ نہیں لیتا، کیونکہ اگر وہ اپنے گھر میں تعلیم دے یا نماز پڑھائے تو مسجد یا مدرسہ کی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

جو لوگ طلبا کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہوکر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلبہ پر محنت اور جانفشانی

---

[1] ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۸ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

[2] ۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[3] ۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۱، " " " "

[4] ۔ " " " ، المصنف ج ۶ ص ۲۲۱، " " " "

کرتے ہیں وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں، البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے وہ ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو" کا مصداق ہوگا، اور امامت، خطابت اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت لینا ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادت کا ثواب نہیں رہتا، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں ہے بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے، (کیونکہ مثلاً) مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ ان کی مسجد میں آکر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امامت کرائے اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی، مدرسہ میں تعلیم دینے کا بھی یہی حال ہے۔) اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے، اس لیے یہ اجرت جائز ہے[1]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے دم کرنے کی اجرت کو صحیح قرار دیا، اس حدیث میں سورۂ فاتحہ اور دیگر اذکار سے دم کرنے کی اجرت کے جواز کی تصریح ہے، یہ اجرت حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، اسی طرح تعلیم قرآن پر بھی اجرت لینا حلال اور جائز ہے، یہ امام شافعی، امام مالک، امام احمد، اسحٰق، ابو ثور اور دیگر سلف صالحین کا مذہب ہے اور یہی بعد والوں کا نظریہ ہے، اور امام ابو حنیفہ نے تعلیم قرآن کی اجرت سے منع کیا ہے اور دم کی اجرت کو جائز کہا ہے[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے" اس حدیث سے جمہور فقہاء نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر استدلال کیا ہے، فقہاء حنفیہ (یعنی متقدمین نے کیونکہ متاخرین نے اس کو جائز کہا ہے، سعیدی غفرلہ) نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا ہے اور دم پر اجرت لینے کو جائز کہا ہے، انھوں نے کہا تعلیم قرآن عبادت ہے اور اس کا اجر اللہ پر ہے، دم کرنا بھی عبادت ہے اور اس کا اجر بھی اللہ پر ہے، مگر حضرت ابو سعید خدری کی حدیث کی وجہ سے انھوں نے دم پر اجرت لینے کو جائز کہا۔ بعض علماء نے یہ دعویٰ کیا کہ جن احادیث میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے سے منع کیا گیا ہے، یہ حدیث ان سے منسوخ ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احتمال سے نسخ ثابت نہیں ہوتا، نیز احادیث میں مطلقاً ممانعت کی تصریح نہیں ہے، بلکہ وہ ممانعت بعض حالات کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں تاویل کی گنجائش ہے تاکہ اس کا دیگر احادیث صحیحہ کے ساتھ تعارض نہ ہو، نیز ممانعت کی روایات صحت اور قوت میں اس حدیث کے پایہ کی نہیں ہیں اور وہ احادیث صحیحہ کے ساتھ متصادم ہونے کی قوت نہیں رکھتیں۔[3]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

---

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ، تفسیر عزیزی (مترجم) ج ۱ ص ۳۴۲، ملخصاً، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۴-۴۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بعض عبادات نیت پر موقوف ہیں، ان میں سے بعض عبادات میں نیابت نہیں ہو سکتی، ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور بعض عبادات میں نیابت ہو سکتی ہے جیسے حج اور زکوٰۃ ان پر اجرت لینا جائز ہے اور بعض عبادات نیت پر موقوف نہیں ہیں ان کی دو قسمیں ہیں: بعض عبادات فرض کفایہ ہیں اور بعض عبادات شعار اسلام ہیں اور فرض نہیں ہیں، پھر فرض کفایہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو اصل میں کسی ایک شخص معین پر کسی معین جگہ میں فرض ہو، پھر اگر وہ عاجز ہو تو کسی دوسرے شخص کو حکم دیا جائے مثلاً مردوں کو غسل دینا، کفن پہنانا، قبر کھودنا، جنازہ اٹھانا، اور ان کو دفن کرنا کیونکہ یہ احکام میت کے ترکہ کے ساتھ مختص ہوتے ہیں اور اگر میت کا ترکہ نہ ہو تو عام مسلمانوں پر یہ احکام فرض ہیں، اور اس قسم کے امور پر اجرت طلب کرنا جائز ہے، کیونکہ اس قسم کے کاموں میں اجیر (اجرت پر کام کرنے والا) کا فعل مقصود نہیں ہوتا، تعلیم قرآن مجید کا بھی یہی معاملہ ہے، کیونکہ ہر شخص پر قرآن مجید کی تعلیم واجب نہیں ہے، اگرچہ قرآن مجید کی نشر و اشاعت فرض کفایہ میں سے ہے، یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کوئی ایک شخص ان کاموں کو کرنے کے لیے متعین نہ ہو، اگر کوئی ایک شخص میت کی تجہیز و تکفین اور تعلیم قرآن مجید کے لیے معین ہو جائے، پھر بھی صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرانا جائز ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان کو اجرت پر کرانا جائز نہیں ہے اور یہ ایسا ہے جیسے اس شخص پر ابتداءً فرض عین ہو۔

فرض کفایہ کی دوسری قسم یہ ہے جو ابتداءً کسی شخص کے ساتھ خاص نہ ہو جیسے جہاد ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز نہیں ہے، اور صحیح مذہب یہ ہے کہ ذمی کو اجرت دے کر اس سے جہاد کرانا جائز ہے۔

ایسی عبادات جو فرض نہیں ہیں اور اسلام کا شعار ہیں، جیسے اذان، اس پر اجرت لینے کے متعلق تین قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ہر قسم کی اذان پر اجرت لینا جائز ہے، امام وکرا اللہ، اور تعلیم قرآن اور معلم کی قرأت پر بھی اجرت لینا بعید نہیں ہے۔

فرض نمازوں کی امامت پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح تراویح اور دیگر نفلی نمازوں کی امامت پر اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص اپنے لیے نماز پڑھ رہا ہے اور جب وہ اپنی نماز پڑھ رہا ہو تو جو شخص چاہے اس کی اقتداء کر سکتا ہے خواہ وہ امامت کی نیت کرے یا نہیں۔

قضاء پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے اور تدریس پر اجرت طلب کرنا بھی باطل ہے۔ شیخ ابوبکر طوسی نے کہا ہے کہ اگر کسی ایک شخص یا جماعت کو مسائل کی تعلیم کے لیے معین کر دیا جائے، تو پھر ان کا اجرت طلب کرنا جائز ہے، اور جس کو تعلیم اور تدریس کے لیے معین نہ کیا جائے، اس کے لیے اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

علامہ شربینی شافعی لکھتے ہیں:

قبر پر مدت معلومہ اور قدر معلوم کے عوض قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے، کیونکہ جس جگہ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور اس معاملہ میں میت زندہ کی طرح ہے، عام ازیں کہ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد دعا کی جائے یا نہیں، عام ازیں کہ قرأت کا ثواب میت کو پہنچایا جائے یا نہیں۔ [2]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اُجرت لینے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، روضۃ الطالبین ج ۵، ص ۱۸۸-۱۸۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ محمد شربینی شافعی مغنی المحتاج ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا . (بقرہ ۵:۴۱) اور میری آیات کے عوض میں تھوڑی قیمت نہ لو۔

قرآن مجید اور علوم دینیہ کے عوض اجرت لینے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، زہری اور فقہاء احناف نے اس کو ناجائز کہا ہے، انھوں نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کی تعلیم دینا واجب ہے اور نماز اور روزے کی طرح اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابو ثور اور اکثر فقہاء نے کہا کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

ان احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے:

فقہاء احناف نے اس آیت سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بنو اسرائیل سے خطاب ہے اور یہ ہم سے پہلی امتوں کی شریعت ہے اور ان کا تعلیم قرآن کو نماز اور روزے پر قیاس کرنا باطل ہے، کیونکہ نماز اور روزہ ایسی عبادات ہیں جو فاعل کے ساتھ مختص ہیں، اور تعلیم قرآن کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، لہٰذا معلم اپنی قرأت کو دوسروں کی طرف جو منتقل کر رہا ہے، یہ اجرت اس منتقل کرنے کے عوض ہے، جیسا کہ قرآن مجید کو لکھنے کی اجرت جائز ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کے لیے اجرت لینے کی ممانعت ہے جس پر تعلیم دینا متعین ہو جائے اور جس پر تعلیم دینا متعین نہیں ہے اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے اس کا جواز ثابت ہے۔

حکام پر واجب ہے کہ وہ اقامت دین اور اعانت کے لیے علماء کو مقرر کریں اور اگر وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوں تو پھر عام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو گئے اور ان کے پاس اتنی جائیداد نہیں تھی جس سے اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکتے تو وہ کپڑے فروخت کرنے کے لیے بازار گئے، ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں اپنے اہل و عیال پر کہاں سے خرچ کروں گا، تو صحابہ نے ان کو واپس کر دیا اور ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا۔

فقہاء احناف نے تعلیم قرآن کی اجرت کی ممانعت پر جن احادیث سے استدلال کیا ہے وہ احادیث ائمہ فن کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بچوں کے معلم تم میں بدترین لوگ ہیں، یتیم پر بہت کم رحم کرتے ہیں اور مسکین پر بہت سخت ہیں اس حدیث کی سند میں سعید بن طریف ہے اور وہ متروک ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ معلمین کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ان کے درہم حرام ہیں، ان کے کپڑے نجس ہیں، اور ان کا کلام ریا ہے، اس حدیث کی سند یہ ہے از علی بن عاصم از حماد بن سلمہ از ابو جہم، ابو جہم مجہول ہے، حماد بن سلمہ نے ابو جہم نام کے کسی شخص سے روایت نہیں کی، اس نے ابو المہزم سے روایت کی ہے اور وہ بھی متروک ہے، اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے بعض اصحاب صفہ کو قرآن مجید اور کتابت کی تعلیم دی، ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بہ طور ہدیہ دی، میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے، میں اس سے اللہ کی راہ میں تیر اندازی کروں گا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا اگر تمہیں آگ کے طوق کو گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو، اس حدیث کو امام ابو داؤد نے سفیہ بن زیاد موصلی سے روایت کیا ہے، مغیرہ اہل علم کے نزدیک معروف ہے،

لیکن اس کی روایات منکر ہیں، اور یہ روایت بھی انھی میں سے ہے، یہ حدیث حضرت ابی بن کعب سے بھی مروی ہے لیکن اس کی سند منقطع ہے، نیز اس حدیث میں یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ پہلے انھوں نے خالصاً لوجہ اللہ تعلیم دی ہو اور پھر اس پر اجرت لی ہو، نیز نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بہتر اور روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر متقین ہیں، جب دین پرانا ہو جاتا ہے تو یہ اس کو تازہ کرتے ہیں، ان کو (ندرانے) دو، اور ان کو اجرت پر طلب نہ کرو، جس سے ان کو حرج ہو، کیونکہ جب معلم، بچہ سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھو اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بچہ کے لیے، معلم کے لیے اور ان کے ماں باپ کے لیے جہنم سے برأت لکھ دیتا ہے۔

اجرت لے کر نماز پڑھانے والے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے، اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ جو شخص اجرت لے کر رمضان میں تراویح پڑھاتا ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور فرض نماز پر اجرت لینا زیادہ مکروہ ہے۔ امام شافعی، ان کے اصحاب اور ابو ثور کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے۔ امام اوزاعی نے کہا، اس کی نماز نہیں ہوگی، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا اس کی نماز مکروہ ہے۔ علامہ ابن عبدالبر مالکی نے کہا تعلیم قرآن اور امامت دونوں پر اجرت لینے کا ایک حکم ہے، دونوں مسئلوں میں ایک جیسا اختلاف ہے اور ان دونوں کے ایک جیسے دلائل ہیں۔[1]

علامہ دردیر مالکی لکھتے ہیں:

جو عبادت کسی شخص پر متعین ہو اور اس میں نیابت جائز نہ ہو، اس پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فرض ہو یا نہ ہو، جیسے فجر کی دو سنتیں اور فرض کفایہ اس کے برعکس ہے، مثلاً میت کو غسل دینا اور اس کا جنازہ اٹھانا، اگر اس کا کفنانا کسی پر متعین نہیں ہے تو اس کا اس پر اجرت لینا جائز ہے اور نماز جنازہ پر اجرت لینا مطلقاً جائز نہیں ہے۔[2]

علامہ دسوقی مالکی لکھتے ہیں:

نماز اور روزہ خواہ فرض ہوں یا مستحب ان پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، ان کے علاوہ جو امور مستحب ہیں مثلاً ذکر اور تلاوت قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا جائز ہے، اور اجرت لے کر جس شخص کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب پہنچایا جائے اس کو ثواب پہنچتا ہے، اور نماز جنازہ پر اجرت لینی اس لیے جائز نہیں ہے کہ وہ عبادت محضہ ہے، اور غسل میت اور جنازہ کو اٹھانا وغیرہ چونکہ عبادت محضہ نہیں ہیں اس لیے ان پر اجرت لینا جائز ہے۔[3]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جن عبادات کی ادائیگی کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے، مثلاً امامت، اذان، حج اور تعلیم قرآن وغیرہ ان پر اجرت لینا

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۷ - ۳۳۵ ملخصاً، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ ابو البرکات سیدی احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۲-۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ج ۴ ص ۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

جائز نہیں ہے، اس کی امام احمد نے تصریح کی ہے، عطاء، ضحاک بن قیس، امام ابوحنیفہ اور زہری کا بھی یہی قول ہے، اور اسحٰق نے تعلیم قرآن کی اجرت کو مکروہ کہا ہے، اور عبداللہ بن شقیق نے کہا کہ معلمین جو روٹیاں کھاتے ہیں وہ حرام ہیں، حسن، ابن سیرین، طاؤس، شعبی اور نخعی نے کہا ہے کہ تعلیم قرآن کی شرط کے ساتھ اجرت لینا مکروہ ہے، ابوالخطاب نے امام احمد سے دوسری روایت یہ نقل کی ہے کہ تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے۔

ابوطالب نے امام احمد سے یہ نقل کیا ہے، کہ امام احمد نے یہ کہا کہ میرے نزدیک تعلیم دینا اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ بادشاہوں پر توکل کریں، یا کسی عام آدمی سے قرض لے لیں اور شاید وہ اس کو ادا نہ کر سکیں، اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد کے نزدیک تعلیم کی اجرت کو منع کرنا، کراہت کی وجہ سے تھا، تحریم کی وجہ سے نہیں تھا۔

امام مالک، امام شافعی، ابوقلابہ، ابوثور، اور ابن المنذر نے معلمین کی اجرت کو جائز کہا ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے ایک شخص کا عقد کر دیا اور جب تعلیم قرآن نکاح میں مہر کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو اس پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق اللہ کی کتاب ہے"، یہ حدیث صحیح ہے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورۂ فاتحہ پڑھ کر ایک عقرب گزیدہ پر دم کیا وہ اچھا ہو گیا اور انھوں نے اس کی اجرت میں بکریاں لیں اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا "تم نے حق دم کر کے اجرت لی ہے اس میں سے میرا حصہ بھی نکالو، نیز بیت المال سے مساجد اور پلوں کی تعمیر کے لیے رقم نکالنا اور معلمین کو رزق دینا جائز ہے، نیز جو شخص حج نہ کر سکتا ہو تو اجرت دے کر حج کرانا جائز ہے تو تعلیم قرآن وغیرہ پر بھی اجرت جائز ہو گی۔

امام احمد سے جو پہلی روایت منقول ہے کہ عبادات پر اجرت جائز نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبادہ بن صامت کی کمان والی حدیث ہے اور حضرت عبدالرحمان بن شبل انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھو اور اس کو کھانے اور مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ، اور حضرت ابوسعید خدری کی حدیث سے دم کرنے کی اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے اس کے امام احمد قائل ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو یہ ارشاد ہے کہ "جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے زیادہ اجرت کی مستحق کتاب اللہ ہے"، یہ بھی دم کی اجرت پر محمول ہے اور جس حدیث میں ہے کہ قرآن مجید یاد ہونے کی وجہ سے آپ نے ایک شخص کا عقد کر دیا اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ آپ نے تعلیم قرآن مجید کو مہر قرار دیا اور بیت المال سے جو معلمین کو رزق دیا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت المال مسلمانوں کے مصالح کے لیے وقف ہے اس سے اجرت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

اگر معلم کو بغیر شرط کے کچھ دیا جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، ایوب بن سافری نے امام احمد سے نقل کیا ہے کہ معلم طلب کرے نہ شرط لگائے اور بغیر شرط کے دے دیا جائے تو اس کو قبول کر لے، احمد بن سعید کی روایت میں ہے کہ اگر معلم اجرت کی شرط لگائے تو میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، اگر معلم اجرت کو طلب کرے نہ اس کی شرط لگائے اور پھر اس کو کوئی چیز ملے اور وہ اس کو قبول کر لے تو یہ ان کے نزدیک زیادہ بہتر ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس یہ مال بغیر سوال اور بغیر طمع کے آئے تو اس کو لے لو اور اس سے تمول

حاصل کرو، کیونکہ یہ وہ رزق ہے جو اللہ نے تمہارے لیے بھیجا ہے، نیز جب بغیر شرط کے کچھ ملے گا تو وہ بمنزلہ ہبہ اور ہدیہ کے ہوگا، اگر بچوں کو لکھنا سکھانے اور ان کی حفاظت پر اجرت دی جائے تو یہ امام احمد کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح اگر امام مسجد، مسجد کی حفاظت کرے، اس میں قندیل روشن کرے، اس کی صفائی کرے، مسجد کے دروازوں کو کھولے اور بند کرے اور اس کی خدمت پر اجرت لے، یا کوئی شخص کسی حاجی کی خدمت کرے یا کسی کے والد کی طرف سے حج کرے اور اس خدمت پر اجرت لے تو یہ ان شاء اللہ ناجائز نہیں ہوگا۔

خط، حساب، شعر کی تعلیم اور مسجدوں اور پلوں کے بنانے پر اُجرت لینا جائز ہے، کیونکہ یہ کام بہ طور عبادت بھی ہوتے ہیں اور بغیر عبادت کے طور پر بھی ہوتے ہیں، اسی طرح حدیث اور فقہ کی تعلیم پر اُجرت لینا بھی جائز ہے، اور جو عبادات صرف اپنے نفس کے لیے کی جاتی ہیں اور دوسروں کو ان کا نفع نہیں پہنچتا مثلاً کسی شخص کا اپنے لیے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، حج کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا تو اس میں اجرت لینا بہر حال جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ [1]

تعلیم قرآن اور دیگر عبادات پر اجرت لینے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

دم کرنے اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے میں علماء کا اختلاف ہے، عطاء اور ابوقلابہ نے اس کو جائز کہا ہے، امام مالک امام شافعی، امام احمد، اور ابوثور کا یہی قول ہے، امام ابوحنیفہ نے دم کو جائز کہا ہے، اسحاق کا بھی یہی قول ہے، زہری نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مکروہ کہا ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو ناجائز قرار دیا ہے ہمارے فقہاء میں سے حاکم نے اپنی کتاب کافی میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ اور میراث کی تعلیم دینے کے لیے کسی شخص کو اجرت پر رکھے، یا رمضان کی امامت یا اذان کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے، خلاصۃ الفتاویٰ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ عبادات مثلاً قرآن اور فقہ کی تعلیم، اذان، ذکر، تدریس، حج اور زکوٰۃ کے لیے کسی کو اجرت پر رکھنا جائز نہیں ہے، اہل مدینہ کے نزدیک یہ جائز ہے، امام شافعی کا یہی مذہب ہے، اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ مسلمان متعلق ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، جیسے نماز اور روزہ۔ [2]

علامہ سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

ولا یجوز ان یستاجر رجلا لیعلم ولده القرآن او الفقه او الفرائض عندنا وقال الشافعی رحمه الله یجوز ذلك فالمذهب عندنا ان کل طاعة یختص

ایک آدمی اپنے بچوں کو قرآن مجید، فقہ یا وراثت کی تعلیم دینے کے لیے کسی کو اجرت پر رکھے یہ ہمارے نزدیک جائز نہیں ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جائز ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ عبادت جس کے ساتھ

---

[1] علامہ موفق الدین ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۳۲۵-۳۲۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

بها المسلم فالاستئجار عليه باطل وعلى قول الشافعي كل ما لا يتعين عليه على الاجير اقامته فالاستئجار عليه صحيح (الى قوله) وبعض ائمتنا بلخ رحمهم الله اختاروا قول اهل المدينة رحمهم الله وقالوا ان المتقدمين من اصحابنا رحمهم الله بنوا هذا الجواب على ما شاهدوا في عصرهم من رغبة الناس في التعليم بطريق الحسبة ومروءة المتعلمين في مجازات الاحسان بالاحسان من غير شرط فاما في زماننا فقد انعدم المعينين جميعا فنقول يجوز الاستئجار لئلا يتعطل هذا الباب ولا يبعد ان يختلف الحكم باختلاف الاوقات۔ [1]

مسلمان مختص ہو اس پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ عبادت جس کو ادا کرنا اجرت لینے والے پر معین نہیں ہے اس پر اجرت لینا صحیح ہے۔ بعض ائمہ بلخ رحمہم اللہ نے اہل مدینہ کے قول کو اختیار کیا ہے اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء رحمہم اللہ کے زمانہ میں لوگ محض خدا کے لیے اور ثواب کی خاطر تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے اور پڑھنے والے بھی بغیر کسی شرط کے اپنے اساتذہ کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اس لیے انھوں نے اجرت پر تعلیم دینے کو ناجائز قرار دیا ہے، اور ہمارے زمانہ میں دونوں جانب سے احسان اور مروت ختم ہو چکی ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ اجرت لے کر تعلیم دینا جائز ہے تاکہ تعلیم کا دروازہ بند نہ ہو، اور زمانہ بدل جانے سے احکام بدل جاتے ہیں۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القرآن اليوم لانه ظهر التواني في الامور الدينية ففي الامتناع بيضيع حفظ القرآن وعليه الفتوى۔ [2]

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے، کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہو گئی ہے، اور اس کو ناجائز کہنے میں قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا، اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔

علامہ بابرتی حنفی لکھتے ہیں:

انما كره المتقدمون ذلك لانه كان للمعلمين عطيات من بيت المال فكانوا مستغنين عما لا بد لهم من امر معاشهم وقد كان في الناس رغبة في التعليم بطريق الحسبة ولم يبق ذلك وقال ابو عبد الله الخيزاخزي يجوز في زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة ذكره في

متقدمین فقہاء نے تعلیم کی اجرت کو اس لیے مکروہ کہا تھا کہ معلمین کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے، اور ان عطیات کی وجہ سے وہ اپنی معاشی ضروریات میں مستغنی تھے، اور وہ لوگ محض ثواب کے لیے تعلیم دینے میں رغبت رکھتے تھے، اور اب یہ چیز باقی نہیں ہے، امام ابو عبداللہ الخیزاخزی نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ

---

[1] شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۲۳ھ، المبسوط ج ۱۶ ص ۳۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتبہ شرکۃ علمیہ ملتان

الذخیرۃ۔[1]

علامہ خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:

وکذا یفتی بجواز الاجارۃ علی تعلیم الفقہ وقال الامام الخیز اخزی فی زماننا یجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ وا الاجرۃ کذا فی الروضۃ۔[2]

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ومشائخ بلخ جوزوا الاستئجار علی تعلیم القرآن اذا ضرب لذلک مدۃ وافتوا بوجوب المسمی وعند عدم الاستئجار اصلا او عند الاستئجار بدون المدۃ افتوا بوجوب اجر المثل کذا فی المحیط وقد استحسنوا جبر والد الصبی علی المبرۃ المرسومۃ وکان الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل یقول یجبر المستاجر علی دفع الاجرۃ ویحبس بھا قال وبہ یفتی وکذا جواز الاستئجار علی تعلیم الفقہ ونحوہ والمختار للفتوی فی زماننا قول ھؤلاء کذا فی الفتاوی العتابیۃ۔[3]

واختلفوا فی الاستئجار علی قرأۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لایجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوھاج۔[4]

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

میں ہے۔

اسی طرح فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتوی ہے اور امام خیز اخزی نے کہا ہے، کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کے لیے اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح روضہ میں ہے۔

جب مدت مقرر کرلی جائے تو مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت طلب کرنے کو جائز کہا ہے اور انھوں نے فتوی دیا ہے کہ مشاہرہ دینا واجب ہے، اور جب اجرت پر نہ رکھا جائے تو انھوں نے فتوی دیا ہے کہ اس وقت عرف اور رواج کے مطابق اجرت دینا واجب ہے اسی طرح محیط میں ہے، انھوں نے کہا کہ بچے کے والد کو طے شدہ مشاہرہ دینے پر مجبور کرنا مستحسن ہے اور شیخ ابوبکر محمد بن فضل یہ کہتے تھے کہ اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو قید کیا جائے گا، انھوں نے کہا اسی قول پر فتوی ہے اسی طرح فقہ وغیرہ کی تعلیم پر بھی اجرت طلب کرنا جائز ہے، ہمارے زمانہ میں انہی مشائخ کے قول پر فتوی دینا مختار ہے، اسی طرح فتاوی عتابیہ میں ہے۔

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقررہ تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض مشائخ نے کہا یہ جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے اور یہی قول مختار ہے، اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ، عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱۔ ۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی، کفایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۸ ص ۴۱، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاوی عالم گیری ج ۴ ص ۴۴۸، مطبوعہ مکتبہ امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[4] " " " فتاوی عالم گیری ج ۴ ص ۴۴۹، " " " "

الباب الثانی فیما اذا خالف العرف ماهو ظاهر الروایة فنقول اعلم ان المسائل الفقهیة اما ان تکون ثابتة بصریح النص وهی الفصل الاول واما ان تکون ثابتة بضرب اجتهاد ورای وکثیر منها ما یبنیه المجتهد علی ما کان فی عرف زمانه بحیث لو کان فی زمان العرف الحادث لقال بخلاف ما قاله اولا ولهذا قالوا فی شروط الاجتهاد انه لابد فیه من معرفة عادات الناس فکثیر من الاحکام تختلف باختلاف الزمان لتغیر عرف اهله او لحدوث ضرورة او فساد اهل الزمان بحیث لو بقی الحکم علی ما کان علیه اولا للزم منه المشقة والضرر بالناس ویخالف قواعد الشرعیة المبنیة علی التخفیف والتیسیر ودفع الضرر والفساد لبقاء العالم علی اتم نظام واحسن احکام ولهذا تری مشائخ المذهب خالفوا ما نص علیه المجتهد فی مواضع کثیرة بنا ها علی ما کان فی زمنه لعلمهم بانه لو کان فی زمنهم لقال بما قالوا به اخذا من قواعد مذهبه فمن ذلك افتاهم بجواز الاستئجار علی تعلیم القرآن ونحوه لانقطاع عطایا المعلمین التی کانت فی الصدر الاول ولو اشتغل المعلمون بالتعلیم بلا اجرة یلزم ضیاعهم وضیاع عیالهم ولو اشتغلوا بالاکتساب من حرفة وصناعة یلزم ضیاع القرآن والدین فافتوا باخذ الاجرة علی التعلیم وکذا علی الامامة والاذان کذلك مع ان ذلك مخالف لما اتفق علیه ابوحنیفة

باب ثانی ان چیزوں کے بیان میں ہے جن میں عرف ظاہر الروایت کے خلاف ہے، پس ہم یہ کہتے ہیں کہ مسائل فقہیہ یا تو نص صریح سے ثابت ہوتے ہیں اور یہ فصل اول ہے اور یا اجتہاد اور رائے سے ثابت ہوتے ہیں، مؤخر الذکر میں سے زیادہ تر وہ مسائل ہیں جن کو مجتہد اپنے زمانے کے عرف کے اعتبار سے بیان کرتا ہے، بایں طور کہ اگر مجتہد اس زمانے میں ہوتا تو اپنے پہلے قول کے خلاف کہتا۔ اسی لیے علماء اصول نے کہا ہے کہ اجتہاد (افتاء) کی شرائط میں سے یہ ہے کہ مجتہد کو لوگوں کی عادت اور عرف کی معرفت ہو، کیونکہ زمانہ کے بدلنے سے اکثر احکام بدل جاتے ہیں، اور اس کی وجہ لوگوں کے عرف اور رواج کا بدلنا ہے یا کسی نئی ضرورت کا پیدا ہونا ہے، یا اہل زمانہ کا فساد ہے اور اگر عرف اور زمانہ کے بدلنے کے باوجود پہلا حکم باقی رکھا جائے تو لوگوں کو مشقت ہوگی اور ان کا ضرر پہنچے گا، اور اس سے ان قواعد شرعیہ کی مخالفت ہوگی جو لوگوں کے لیے تخفیف اور آسانی اور ان سے ضرر اور فساد کو دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں تاکہ نظام عالم عمدہ احکام کے ساتھ برقرار رہے، اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ بکثرت مواقع پر مشائخ مذہب نے اپنے زمانہ کی ضروریات کی وجہ سے مجتہد کی تصریحات کے خلاف فتاویٰ جاری کیے، کیونکہ ان کو یہ علم تھا کہ اگر وہ مجتہد بھی اس زمانہ میں ہوتا تو وہ بھی قواعد مذہب کے مطابق وہی کہتا جو انھوں نے کہا ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک مثال تعلیم قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دینا ہے، کیونکہ اسلام کے ابتدائی عہد میں معلمین کو جو عطیات اور وظائف ملتے تھے اب وہ بند ہو گئے ہیں، اور اگر معلمین بغیر اجرت کے تعلیم دیتے رہیں تو اس سے وہ اور ان کے اہل وعیال ضائع ہو جائیں گے، اور اگر وہ کوئی اور پیشہ یا کاروبار کرنا شروع کر دیں تو قرآن مجید اور دین کا علم ضائع ہو جائے گا،

وابو یوسف ومحمد من عدم جواز الاستئجار واخذ الاجرة علیه کبقیة الطاعات من الصوم والصلوٰة والحج وقراءة القرآن ونحو ذلك۔ [1]

اس لیے انھوں نے تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا، اسی طرح امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا۔ حالانکہ یہ فتویٰ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی ان تصریحات کے خلاف ہے کہ تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ پر اجرت لینا، نماز، روزہ، حج اور تلاوت قرآن وغیرہ پر اجرت لینے کی طرح ناجائز ہے۔

علامہ علاؤالدین الحصکفی لکھتے ہیں:

ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل۔ [2]

اسی زمانہ میں تعلیم قرآن، تعلیم فقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

علامہ ابن بزازکردری حنفی لکھتے ہیں:

الاستئجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقه والتدریس والوعظ لایجوز ای لا یجب الاجر واهل المدینة طیب الله تعالیٰ ساکنها جوزه وبه اخذ الامام الشافعی قال فی المحیط وفتوی مشائخ بلخ علی الجواز قال الامام الفضلی والمتاخرون علی جوازه۔ [3]

عبادات مثلاً قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم، تدریس اور وعظ پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے، یعنی ان پر اجرت دینا واجب نہیں ہے، اہل مدینہ نے اس اجرت کو جائز کہا ہے، اور یہی امام شافعی کا قول ہے، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ نے جواز کا فتویٰ دیا ہے، امام فضلی نے کہا کہ متاخرین اس کے جواز کے قائل ہیں۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

قال الذهبی الحد الفاصل بین العلماء المتقدمین والمتاخرین راس القرن الثالث وهو الثلاثمائة انتهی فالمتقدمون من قبله والمتاخرون من بعده۔ [4]

حافظ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ علماء متقدمین اور علماء متاخرین کے درمیان حد فاصل، تین سو سال ہیں، تین سو سال سے پہلے متقدمین ہیں اور تین سو سال کے بعد کے علماء متاخرین ہیں۔

علامہ دلیعی لکھتے ہیں:

وقال النهایة یفتی بجواز الاستئجار

صاحب نہایہ نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۱۲۶-۱۲۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

[2] علامہ علاؤالدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۴۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[3] علامہ محمد شہاب الدین ابن بزازکردری متوفی ۸۲۷ھ، فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۵ ص ۳۷، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[4] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۶۱، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

على تعليم الفقه ايضا فى زماننا ثم قال وفى روضة الزند ويستى كان شيخنا ابو محمد عبد الله الخيزاخزى يقول فى زماننا يجوز للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجر قال كذا فى الذخيرة۔[1]

فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے اور روضۃ الزند ویستی میں لکھا ہے کہ ہمارے شیخ ابو محمد عبداللہ الخیزاخزی یہ کہتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں ،امام مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے ۔اسی طرح ذخیرہ میں ہے ۔

ملا مسکین لکھتے ہیں:

والفتوٰى اليوم على جواز الاستئجار لتعليم القرآن) وكذلك نفتى اليوم بجواز الاجارة على تعليم القرآن والفقه قال مشائخنا يجبر الاب على دفع الاجر الى الاستاذ وكذا يجبر على الحلوة المرسومة وقال الامام ابو محمد الخيزاخزى يجوز فى زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة كذا فى الذخيرة و الروضة۔[2]

اسی زمانہ میں قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کے جواز کا فتوی ہے ،اسی طرح اسی زمانہ میں ہم قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتوی دیتے ہیں ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ باپ کو استاذ کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، اسی طرح رواج کے مطابق مٹھائی دینے پر بھی مجبور کیا جائے گا، امام ابو محمد خیزاخزی نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام ،مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے ۔اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں ہے ۔

علامہ ابو سعود لکھتے ہیں:

واختلفوا فى الاستئجار على قرأة القرآن على القبر مدة معلومة والمختار انه يجوز كذا فى الجوهرة۔[3]

مدت معینہ تک قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی اجرت میں اختلاف ہے ،اور مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے ،اسی طرح جوہرہ میں ہے۔

ملا خسرو لکھتے ہیں:

ويفتى اليوم بصحتها اى الاجارة لتعليم القرآن والفقه والامامة والاذان و يجبر المستاجر على دفع الاجر ويحبس به وعلى الحلوة المرسومة وهى هدية تهدى الى المعلمين على رؤس بعض سور القرآن۔[4]

اس زمانہ میں قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم ،امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتوی دیا جاتا ہے اور اجرت پر رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اس کو اجرت نہ دینے پر قید کیا جائے گا، اور مروجہ شرینی پر بھی مجبور کیا جائے گا ، یہ وہ مٹھائی ہے جو قرآن مجید کی بعض سورتوں کے اختتام پر پیش کی جاتی ہے ۔

---

[1] ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین الحقائق ج ۵ ص ۱۲۵ ،مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[2] ۔ علامہ معین الدین المعروف بملا مسکین متوفی ۹۵۴ھ، شرح الکنز ج ۳ ص ۲۴۵ ،مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر، ۱۲۸۷ھ

[3] ۔ علامہ ابو سعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ حاشیہ ابی سعود علی ملا مسکین ج ۳ ص ۲۴۵ ،مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ مصر ۱۲۸۷ھ

[4] ۔ ملا احمد بن فراموز خسرو متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۲ ص ۲۳۳ ،مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ

علامہ علاؤ الدین محمد حصکفی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون (بالجواز) للاجارۃ (علی ذٰلک) مثل (الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ) تحرزا عن الاندراس والاحکام تختلف باختلاف الزمان۔[1]

متاخرین نے عبادات مثلاً امامت اور تعلیم قرآن و فقہ پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ تاکہ احکام شرعیہ محفوظ رہیں، اور زمانہ کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں

علامہ شیخ محمد سلیمان المعروف بداماد آفندی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بالجواز) ای بجواز اخذ الاجرۃ (علی الامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ والاذان کما فی عامۃ المعتبرات وھذا علی مذھب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنوا ذلک وقالوا بنی اصحابنا المتقدمون الجواب علی ما شاھدوا من قلۃ الحفاظ ورغبۃ الناس فیھم وکانت لھم عطیات من بیت المال وافتقاد من المتعلمین فی مجازاۃ الاحسان من غیر مروۃ یعینونھم علی معاشھم ومعادھم وکانوا یفتون بوجوب التعلیم خوفا من ذھاب القرآن وتحریضا علی التعلیم حتی تنھضوا لاقامۃ الواجب فتکثر حفاظ القرآن واما الیوم فقد ذھب ذٰلک کلہ وانقطعت العطیات من بیت المال بسبب استیلاء الظلمۃ واشتغل الحفاظ بمعاشھم وقلما یعلمون الحسبۃ ولا یتفرغون لہ ایضا فان لم یعط لھم شیء من ذٰلک فلو لم یفتح باب التعلیم بالاجرۃ لذھب القرآن فافتوا بجوازہ لذٰلک وراوہ حسنا وقالوا الاحکام قد تختلف باختلاف الزمان الا تری ان النساء کن تخرجن الی الجماعات فی زمانہ علیہ الصلوۃ والسلام

اس زمانہ میں تعلیم قرآن وفقہ، امامت اور اذان پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، جیسا کہ عام معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے یہ بلخ کے متاخرین مشائخ کا مذہب ہے انھوں نے اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا ہمارے متقدمین فقہاء نے جو اس اجرت کو ناجائز کہا تھا وہ اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کہا تھا کیونکہ اس وقت حفاظ کم تھے اور لوگ ان کی خدمت میں دل چسپی لیتے تھے اور اس وقت ان لوگوں کو بیت المال سے عطیات ملتے تھے اور پڑھنے والے اپنے اساتذہ کی بغیر کسی شرط کے خدمت کرتے تھے اور ان کو معاش سے مستغنی کر دیتے تھے اور متقدمین یہ فتویٰ دیتے تھے کہ تعلیم دینا واجب ہے تاکہ قرآن مجید ضائع نہ ہو اور حفاظ بکثرت ہوں، لیکن اس زمانہ میں یہ سب کچھ ختم ہو چکا ہے ظالم اور فاسق حکام کے غلبہ کی وجہ سے بیت المال سے علماء اور معلمین کے عطیات منقطع ہو چکے ہیں اور حفاظ اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے کاروبار میں مصروف ہو گئے اور محض فی سبیل اللہ پڑھانے والے بہت کم رہ گئے ہیں اور ان کو بھی اپنی معاشی ضروریات کی وجہ سے فرصت نہیں ہے، اس لیے اگر اجرت پر تعلیم کے جواز کی اجازت نہ دی جاتی تو مسلمانوں کے سینوں سے قرآن مجید نکل جاتا! اس لیے متاخرین نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا اور اس کو مستحسن قرار دیا، انھوں نے کہا زمانہ کے اختلاف سے احکام مختلف ہو جاتے ہیں، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچوں وقت کی نماز

[1] علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، الدر المنتقی فی شرح الملتقی ج ۲ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وزمان ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حتی منعهن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستقر الامر علیہ وکان ذلك هو الصواب کما فی التبیین وفی النهایة یفتی بجواز الاستئجار علی تعلیم الفقه ایضا فی زماننا وفی الخانیة خلافه تتبع وفی المجمع یفتی بجواز الاستئجار علی التعلیم والفقه والامامة کذا فی الذخیرة والروضة ۔[1]

پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جاتی تھیں، اور حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا اور اب تک اسی پر عمل ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ تبیین میں ہے اور نہایہ میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت لینا بھی جائز ہے، خانیہ میں اس کے خلاف ہے، اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم فقہ اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے، اسی طرح ذخیرہ اور روضہ میں لکھا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم بصحتها) ای الاجارة علی الاذان والامامة وتعلیم القرآن لان المتقدمین انما منعوا منها لرغبة الناس فی زمانهم فی فعلها احتسابا وفی مجانا فاعلها بالاحسان بلا شرط وفی هذا الزمان قد زال المعتبیان ففی عدم صحة الاجارة علیها تضییعها ولا یبعد ان یختلف الحکم باختلاف الازمنة الا تری ان النساء کن یخرجن الی الجماعات فی زمنه علیه الصلوٰة والسلام وابی بکر حتی منعهن عمر عن ذلك وفی الهدایة وبعض مشایخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم وعلیه الفتوی وفی النهایة یفتی بجواز الاستیجار علی تعلیم الفقه ایضا فی زماننا وفی المجمع وقیل یفتی بجوازه ای الاستیجار علی التعلیم والامامة والفقه وفی الذخیرة والروضة عن بعض اصحابنا یجوز فی زماننا للامام والمؤذن والمعلم اخذ الاجرة ۔[2]

اس زمانہ میں اذان، امامت اور تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے کیونکہ متقدمین نے اجرت لینے سے اس لیے منع کیا تھا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو محض ثواب کے لیے پڑھانے میں رغبت تھی اور پڑھنے والے بغیر کسی پیشگی شرط کے ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، اور اب دونوں چیزیں ختم ہو چکی ہیں تو اب علوم دینیہ پر اجرت کو ناجائز کہنے سے یہ علوم ضائع ہو جائیں گے اور زمانہ بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ میں عورتیں پانچ وقتوں کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے مسجد میں جاتی تھیں، حتیٰ کہ حضرت عمر نے اس سے منع کر دیا۔ اور ہدایہ میں ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے اور فتویٰ اسی قول پر ہے اور نہایہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں فقہ کی تعلیم پر اجرت کے جواز کا فتویٰ ہے اور مجمع میں لکھا ہے کہ تعلیم قرآن، فقہ اور امامت کی اجرت لینے کے جواز کے فتوے کا ایک قول ہے، اور ذخیرہ اور روضہ میں ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام، مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے۔

مولوی الیاس نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔[3]

---

[1] ۔ علامہ محمد سلیمان داماد آفندی متوفی ۱۰۷۸ھ، مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ج ۲ ص ۳۸۵-۳۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح النقایہ ج ۲ ص ۱۱۴-۱۱۳، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی

[3] ۔ مولوی محمد الیاس، حاشیہ شرح وقایہ علی شرح نقایہ ج ۲ ص ۱۱۳، " " "

علامہ خیر الدین رملی اور علامہ حامد آفندی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

علامہ محمد قہستانی لکھتے ہیں:

(ویفتی الیوم) ای یفتی المتاخرون (بصحتها) ای الاجارة لهذا العبادات لفتور الرغبات ولانه لایکون لهم حظ من بیت المال فلو امتنع الاب من المرسوم الی المعلم مثل مایقال پنجشبی وعیدی وغیرهما حبس علی ذلك فلو اراد ان یصح علی قول الکل فیستاجر المعلم ثم یامر بالتعلیم وتمامه فی الخلاصة و المضمرات۔[3]

اس زمانہ میں متاخرین نے ان عبادات (تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ) پر اجرت دینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، کیونکہ اب لوگوں کی رغبت میں کمی ہو گئی ہے، اور بیت المال سے ان کو وظیفے نہیں ملتے، سو اگر بچہ کا باپ اس کے استاذ کو رواج کے مطابق عیدی اور پنج شنبی وغیرہ نہیں دیگا تو اس کو قید کر لیا جائے گا اور اگر متقدمین اور متاخرین دونوں کے قول پر عمل کا ارادہ کیا جائے تو معلم کو (مطلقاً) ملازم رکھ لیا جائے پھر اس کو تعلیم دینے کا امر کیا جائے، اس کی پوری تحقیق خلاصہ اور مضمرات میں ہے۔

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری لکھتے ہیں:

جنس اٰخر فی تعلیم القرآن والحرف و فی الاصل لایجوز الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القرآن والفقه والاذان والتذکیر والتدریس والحج والغزو یعنی لایجب الاجر وعند اهل المدینة یجوز وبه اخذ الشافعی رح وتصیر وعظام وابونصر والفقیه ابواللیث ولو امتنع اب الصبی من اداء الوظیفة الی المعلم یجبر علی المراسم چون حلوه پنج شنبی وعیدی قال فی المحیط وعلیه فتوی مشائخ بلخ رح قال الامام الفضلی رحمه الله اصحابنا المتاخرون یجیزون ذلك ویقولون یجبر علی دفع الاجرة ویجبر بها وبه یفتی مشائخ بلخ افتوا بوجوب المسمی عند ذکر المدة بوجوب اجر

مبسوط میں مذکور ہے کہ عبادات مثلاً تعلیم قرآن و فقہ، اذان، وعظ، تدریس، حج اور جہاد وغیرہ پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، یعنی اس کی اجرت واجب نہیں ہے اور اہل مدینہ کے نزدیک ان کی اجرت لینا جائز ہے، امام شافعی، نصیر، عظام، ابو نصر اور فقیہ ابو اللیث کا یہی قول ہے، اگر بچہ کا باپ معلم کے مشاہرہ دینے سے انکار کرے تو اس کو حسب دستور اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، مثلاً پنج شنبہ کی مٹھائی اور عیدی، محیط میں ہے کہ بلخ کے مشائخ کا اسی پر فتویٰ ہے، امام فضلی رحمہ اللہ نے کہا، ہمارے متاخرین اصحاب نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، انھوں نے کہا کہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، بلخ کے مشائخ کا فتویٰ ہے کہ جب مدت معین کر دی جائے تو مقرر شدہ اجرت دینا واجب ہے، اور جب مدت مذکور نہ ہو تو حسب دستور

۱۔ علامہ خیر الدین رملی حنفی متوفی ۱۰۸۱ھ، فتاویٰ خیریہ، علی ہامش تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۸۱-۱۸۰، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ

۲۔ علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ، الفتاوی الحامدیہ مع تنقیح الفتاوی الحامدیہ ج ۲ ص ۱۳۷-۱۳۶، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۰ھ

۳۔ علامہ محمد خراسانی (قہستانی) متوفی ۹۶۲ھ، جامع الرموز ج ۳ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران، ۱۴۰۱ھ

المثل عند عدم ذکر المدۃ [1]

اجرت دینا واجب ہے۔

علامہ آلوسی ولا تشتروا بآیتی ثمنا قلیلا۔ "میری آیات کے بدلے میں کم قیمت نہ لو" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بعض علماء نے اس آیت سے کتاب اللہ اور دیگر علوم کی تعلیم پر اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے، اور اس کے متعلق بعض احادیث بھی مروی ہیں جو غیر صحیح ہیں، جب حدیث صحیح میں ہے کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آیا ہم تعلیم پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا جن پر تم نے اجر لیا ہے ان میں سب سے بہتر اجر کتاب اللہ کا اجر ہے، اور بکثرت علماء نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے، اگرچہ بعض سے کراہت بھی منقول ہے، بہر حال اس آیت میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے عدم جواز پر دلیل نہیں ہے۔ [2]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

در تعلیم قرآن باجرت اختلاف است و متاخران رخصت دراں کردہ اند۔ [3]

اجرت پر قرآن کی تعلیم دینے میں اختلاف ہے، اور متاخرین نے اس کی اجازت دی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم حرر ان قول المتاخرین بجواز اخذ الاجرۃ علی الامامۃ والاذان وتعلیم القرآن انما ارادوا بہ الاخذ علی طریق الصلۃ والقربۃ بسبب انصراف المعطی بعمل من اعمال البر وکذا ارتزاق القضاۃ او یکون مرادھم بالاجرۃ ما یؤخذ فی مقابلۃ اتعاب النفس فی الامامۃ و التاذین فی حضور موضع معین وقیامہ بہ وقتا معینا فانہ لیس بواجب علیہ ولیس من نفس العبادۃ وکذا اتعاب نفسہ فی تلقین سورۃ شخصا معینا لیس بواجب علیہ الا ان لا یوجد غیرہ فتجویز الاجارۃ فیھا لیس من حیث انھا عبادۃ ——— بل من حیث انھا وسیلۃ لھا فان عمل الاخرۃ نوعان الاول ما یکون قربۃ مقصودۃ بالذات کالصلاۃ والصوم والتلاوۃ والتسبیح والحج

علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے فتاوی میں ابو عبداللہ دمشقی کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ پھر یہ تحقیق کی گئی ہے کہ متاخرین نے جو امامت، اذان اور تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز کہا ہے اس سے ان کا صرف یہ ارادہ ہے کہ ان کو مشاہرہ دینے والا محض نیکی اور للّٰہیت کی نیت سے بہ طور خدمت اور احسان ان کو وظیفہ دے، اسی طرح سے تاضیوں کو بھی بہ طور خدمت اور احسان کے مشاہرہ دیا جائے، یا متاخرین کی اجرت سے مراد یہ ہے کہ امامت کرنے اور اذان دینے سے انسان کو جو مشقت اور تھکاوٹ ہوتی ہے اس مشقت کے مقابلہ میں ان کو مشاہرہ دیا جائے، کیونکہ کسی معین اور مخصوص جگہ پہ اور کسی خاص وقت میں اذان دینا یا نماز پڑھانا ان پر واجب نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس جگہ یا اس وقت میں اور کوئی نہ ہو، پس یہ اجرت عبادت کے عوض نہیں ہے بلکہ عبادت کے ایک ذریعہ کی اجرت ہے کیونکہ اعمال آخرت کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جس میں

---

[1] علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی، خلاصۃ الفتاوی ج ۳ ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۱۱، مطبوعہ مطبع نجم کمار لکھنؤ

ونحوها فلا یجوز اخذ الاجرۃ علیہ لانہ ما شرع الا بوصف العبادۃ والخلوص للہ تعالیٰ وارادۃ الدنیا بہ قلب الموضوع۔ والثانی ما یکون وسیلۃ وآلۃ للنوع الاول کالتعلیم والامامۃ ونحوھما ولا خلاف انہ اذا وجد النیۃ فیہ للہ تعالیٰ یکون قربۃ یثاب علیھا والا لا ولکن یبقی کونہ وسیلۃ وآلۃ والمتقدمون لم یجوزوا اخذ الاجرۃ علی النوعین لان وضعھما للنفع الاخرۃ والمتاخرون الحقوا الثانی بعمل الدنیا فی جواز اخذ الاجرۃ للضرورۃ من حیث کونھا وسیلۃ۔ فاذا فھمت ذلک علمت انہ لیس فی مذھب الحنفی وغیرہ جواز اخذ الاجرۃ علی العبادۃ المقصودۃ بالذات وانما ھی علی الوسائل من حیث کونھا وسیلۃ۔ والحاصل ان اخذ الاجرۃ علی العبادات حرام ومایاخذہ الفقھاء ونحوھم اما صلۃ لھم او کفایۃ لھم عن الاشتغال بالکسب واما اجرۃ علی اتعاب النفس فیما دون العبادات انتھی ملخصاہ ثم ذکر مسئلۃ الاستئجار علی الحج وقال ان کتب الحنفیۃ مشحونۃ بعدم الجواز بکلمۃ ظاھر الروایۃ کما ھو المفھوم من کلام اکثرھا فی وشرح الکافی وآداب المفتین والکفایۃ وخزانۃ الاکمل والتحفۃ والمجمع والمحیط وشرح الطحاوی وغیرھا ثم ذکر کلام الخانیۃ وفتح القدیر الذی قدمناہ عن رسالۃ الشرنبلالی۔ ثم ذکر ما قدمناہ علی الجوھرۃ ونصہ واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن مدۃ معلومۃ قال بعضھم لا یجوز

عبادت مقصود بالذات ہو، جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن، تسبیح اور حج وغیرہ، ان عبادات کے عوض اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کو خالصتاً لوجہ اللہ مشروع کیا گیا ہے اور ان سے دنیا کمانے کا ارادہ کرنا ان کی حقیقت بدلنا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو پہلی قسم کا وسیلہ ہو جیسے تعلیم قرآن اور امامت وغیرہ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جب ان کاموں سے اللہ کی نیت کی جائے گی تو یہ اللہ کی عبادت ہوں گے اور ان پر ثواب ملے گا، ورنہ نہیں، لیکن اس کے باوجود ان کا وسیلہ اور آلہ ہونا باقی ہے، متقدمین فقہاء نے دونوں قسم کے اعمال پر اجرت لینے کو منع کیا تھا لیکن متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے اعمال کی دوسری قسم کو بہ حیثیت وسیلہ دنیا کے ساتھ لاحق کر دیا اور اس پر اجرت لینے کو جائز کہا، جب تم نے یہ سمجھ لیا تو تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مذہب حنفی میں اور کسی اور مذہب میں عبادت مقصودہ پر اجرت لینا بالکل جائز نہیں ہے، البتہ جو عبادات، عبادات مقصودہ کا وسیلہ بنیں ان پر اجرت لینا جائز ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عبادات پر اجرت لینا حرام ہے اور فقہاء جو اجرت لیتے ہیں وہ یا تو بہ طور خدمت اور احسان کے لیتے ہیں، یا اس وجہ سے لیتے ہیں کہ وہ درس اور افتاء کی مشغولیت کی وجہ سے اپنی معاشی ضروریات کے لیے کوئی اور کام نہیں کرتے یا مخصوص جگہ اور مخصوص اوقات میں جانے اور پابندی کرنے سے جو تھکاوٹ ہوتی ہے اس کا معاوضہ لیتے ہیں، نفس عبادات کا معاوضہ نہیں لیتے۔ پھر علامہ قاسم نے حج پر اجرت لینے کا ذکر کیا اور یہ لکھا کہ فقہ حنفی کی تمام کتابوں مثلاً شرح الکافی، آداب المفتین، کفایہ، خزانۃ الاکمل، تحفہ، مجمع، محیط، شرح الطحاوی خانیہ اور فتح القدیر میں یہ لکھا ہوا ہے، کہ یہ جائز نہیں ہے، پھر علامہ قاسم نے جوہرہ نیرہ سے مدت معینہ تک قرآن مجید کی تلاوت کا مسئلہ ذکر کیا، جوہرہ کی عبارت یہ ہے کہ مدت معینہ کے لیے قرآن مجید کی

وقال بعضهم یجوز وھو المختار. وعبارۃ الزاھدی فی القنیۃ من بنی مدرسۃ ومقبرۃ لنفسہ فیھا ووقف علیھا ضیعۃ وبین فیھا ان ثلاثۃ ارباعہ للمتفقھۃ وربعہ یصرف الی من یقوم بکنس المقبرۃ وفتح بابھا واغلاقہ والی من یقرأ عند القبر وقضی القاضی بصحۃ وقفہ وجعل آخرہ للفقراء یحل لمن یقرأ عند قبرہ اخذ ھذا الموسوم ولمن یکنسہ. وقال بعضھم ان کان القارئ معینا یجوز والا فلا انتھی۔[1]

تلاوت پر اجرت لینے میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا جائز ہے اور یہی مختار قول ہے، اور قنیہ میں زاہدی کی عبارت یہ ہے کہ جس شخص نے اپنے لیے مدرسہ اور مقبرہ بنایا اور اس کے لیے کچھ زمین وقف کر دی اور یہ بیان کیا کہ اس زمین کی آمدنی کا تین چوتھائی حصہ مدرسہ کے معلمین پر صرف ہو گا اور ایک چوتھائی حصہ قبرستان کی صفائی اس کے دروازوں کو کھولنے، بند کرنے، اور قبر پر پڑھنے والوں پر صرف کیا جائے گا، اور قاضی نے اس وقف کی صحت کا فیصلہ کر دیا تو قبر پر پڑھنے والوں اور قبر کی حفاظت کرنے والوں کے لیے اس آمدنی کو لینا جائز ہے اور بعض نے یہ کہا کہ اگر قبر پر پڑھنے والا معین ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ: اطاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف حج کرے، متقدمین فقہاء کا یہی مسلک ہے مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل واقع ہو گا انھوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثنا فرما دیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم القرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے، کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے، اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس سے شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی، اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ تقریر کے ذریعہ انھیں دین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے گا یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہو گا اور اس

---

[1] ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۷۹-۱۷۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ

کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت و امداد ہے۔ [1]

ہم نے فقہاء احناف کی جو عبارات نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ متقدمین احناف کے نزدیک تو تعلیم قرآن و فقہ، امامت، خطابت اور اذان دینے پر اجرت لینا اصلاً ناجائز ہے اور متاخرین احناف (۳۰۰ھ کے بعد کے علماء) کے نزدیک دینی ضرورت کی بناء پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی تین توجیہات ہیں:

(۱)۔ بغیر تعیین اور تقرر اور پیشگی شرط کے معلم، امام، خطیب اور مؤذن کی بہ طور احسان اور امداد خدمت کر دی جائے اور اس میں طرفین کو اجر و ثواب ہوگا، معلم وغیرہ یہ نیت کریں کہ ہم اللہ کے لیے پڑھا رہے ہیں اور دینے والے یہ نیت کریں کہ ہم حسبۃً للہ دین کا کام کرنے والوں کی خدمت کر رہے ہیں۔

(۲)۔ معلم اور امام وغیرہ کو کسی خاص مسجد میں درس دینے یا نماز پڑھانے کا خاص نظام الاوقات میں پابند کیا جاتا ہے سو اس وقت اور جگہ کی پابندی کرنے سے جو مشقت ہوتی ہے، اس مشقت کے بدلہ میں اجرت لی جائے اور نفس تعلیم یا امامت کی اجرت کی نیت نہ کی جائے۔ اس صورت میں بھی تعلیم دینے اور نماز پڑھانے کا اجر و ثواب ہوگا، اور یہ بالکل واضح بات ہے کیونکہ اگر معلم اپنے گھر پڑھائے تو اس کو مدرسہ والے تنخواہ نہیں دیں گے، اسی طرح امام اپنے گھر میں نماز پڑھائے یا کسی اور مسجد میں نماز پڑھائے تو اسے اس کی مسجد والے تنخواہ نہیں دیں گے، یا ان کے مقرر کردہ اوقات کے علاوہ کسی اور وقت میں پڑھائے، پھر بھی انتظامیہ اس کو تنخواہ نہیں دے گی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ خاص جگہ اور خاص وقت کی پابندی کی تنخواہ ہے، نفس امامت اور نفس تعلیم کی تنخواہ نہیں ہے اور اس کا اجر ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

(۳)۔ خلفائے راشدین کار خلافت میں مشغول ہونے کے باعث کار معاش نہ کر سکے تو ان کی معاشی ضروریات کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا گیا تھا، اور اب چونکہ اسلامی نظام حکومت نہیں ہے اس لیے مسلمانوں کی جماعتوں پر فرض ہے کہ وہ دین کا کام کرنے والے علماء کی معاشی ضروریات کے لیے وظائف مقرر کریں، اور علمائے دین کو تعلیم اور امامت وغیرہ پر جو مشاہرہ دیا جاتا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ اور جس طرح بیت المال سے وظائف لینے کے باوجود خلفاء راشدین کے اجر و ثواب میں فرق نہیں آیا اسی طرح علماء دین کے مشاہرہ لینے سے ان شاء اللہ ان کے اجر و ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی۔

قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی تعلیم، امامت، خطابت اور اذان کے مشاہرہ میں جس طرح یہ توجیہات جاری ہوتی ہیں اسی طرح ایصال ثواب کے لیے گھروں اور قبرستان میں جو قرآن خوانی کی جاتی ہے، اور قرآن مجید پڑھنے والوں کی جو خدمت کی جاتی ہے اور تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حافظ کو جو نذرانہ دیا جاتا ہے ان میں بھی یہی توجیہات اسی طرح جاری ہوتی ہیں، لیکن بعض علماء نے مؤخر الذکر دو صورتوں کو ناجائز کہا ہے، اس لیے ہم ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔

.....

---

[1]۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۴ - ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور۔

ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی مروجہ خدمت کی تحقیق

علامہ شامی نے اس مسئلہ میں بہت سخت موقف اختیار کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

والحاصل ان ما شاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز لان فیه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فای یصل الثواب الی المستاجر ولولا الاجرة ما قرأ احد لاحد فی هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظیم مکسبا ووسیلة الی جمع الدنیا انا لله وانا الیه راجعون۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں اجرت پر سیپارے پڑھنے کا جو رواج ہے وہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں قرآن پڑھنے کا امر ہے اور اس کا ثواب حکم کرنے والے کے لیے ہے اور قرأت مال کی وجہ سے ہے، اور جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والے کو ثواب ہی نہیں ہوگا، تو اجرت پر طلب کرنے والے کو ثواب کیسے پہنچے گا، اور اگر اجرت کا رواج نہ ہوتا تو اس زمانہ میں کوئی شخص کسی کے لیے نہ پڑھتا، بلکہ ان لوگوں نے قرآن عظیم کو دنیا جمع کرنے کا وسیلہ بنالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!۔

استدلال کی اس عبارت میں کئی باتیں غلط اور واقع کے خلاف ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ نیت کا حال اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، پھر تمام قرآن خوانی کرنے والوں کے متعلق یہ کہنا کس طرح صحیح ہوگا کہ ان کی نیت صحیح نہیں ہوتی، دوسری یہ بات غلط اور واقع کے خلاف ہے کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے قرآن خوانی نہیں کرے گا، ہمارے مشاہدہ میں حد و شمار سے باہر ایسی مثالیں ہیں جب لوگ اپنے متعلقین، رشتہ داروں، دوستوں اور محلہ داروں کے لیے بغیر کسی معاوضہ کے قرآن خوانی کرتے ہیں، داتا دربار میں ہر وقت لوگ قرآن خوانی کرتے رہتے ہیں، دیگر مزارات پر بھی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، علامہ اقبال اور قائداعظم کے مزار پر قرآن مجید پڑھا جاتا ہے، اور مدارس کے جن غریب طلبا کو لوگ قرآن خوانی کے لیے لے جاتے ہیں ان سے پہلے کوئی معاہدہ نہیں ہوتا، اجرت طے کی جاتی ہے نہ کوئی شرط لگائی جاتی ہے، بعض لوگ ختم کے بعد طلبا کو فی سبیل اللہ کچھ پیسے دے دیتے ہیں، کچھ کھانا کھلاتے ہیں، اور بعض لوگ صرف چائے پلانے پر اکتفا کرتے ہیں اور بعض لوگ کچھ بھی نہیں دیتے، ہوسکتا ہے بعض نادار اور ضرورت مند طلبا کے دل میں یہ خواہش ہو کہ ان کو کچھ پیسے مل جائیں لیکن ان کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ وہ پیسوں کے عوض پڑھیں گے اور قرآن مجید سے دنیا کمائیں گے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ اگر اجرت نہ دی جائے تو کوئی شخص کسی کے لیے نہیں پڑھے گا۔ مستقبل کے لیے ایک ایسی پیش گوئی ہے جس کی جرأت کرنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

کھلانے والا جانتا ہو اون کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے، یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۸۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۲ھ

تو آپ ہی حرام ہے، کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام لاتشتروا بآیتی ثمنا قلیلاً [1]

ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے، اور یہ تنخواہ دیں گے پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے، اب یہ اجرت بلا شبہ جائز ہے کہ اوس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ [2]

تلاوت و تہلیل میں اجرت لینا ضرور حرام ہے اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں، گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اوسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے۔ (۲) جب کہ عادت و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اوسے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اجرت میں داخل ہے فان المعروف کالمشروط (۳) المعروف کالمشروط قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحۃً معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائیگا یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں اوس کے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دے دیں وہ اجرت میں داخل نہیں ہوگا۔ [3]

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ:۔ فقہائے کرام نے اس کلیہ سے جن چیزوں کا استثنا فرمایا اور وہ مذکور ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پر اجارہ جس طرح قدما کے نزدیک ناجائز ہے، متاخرین کے نزدیک بھی ناجائز ہے لہٰذا اسوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں، نیت کے ساتھ ہیں، جب اللہ کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی امید بے کار ہے (ردالمحتار) مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے بلکہ مستحسن ہے مگر اجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب نہیں ہو سکتا، بلکہ پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھیں اور ایصال ثواب کریں یہ جائز ہے۔ [4]

نیز مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

مسئلہ:۔ ریا کی طرح اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت بھی ہے کہ کسی کی میت کے لیے بغرض ایصال ثواب کچھ لے کر تلاوت کرتا ہے کہ یہاں اخلاص کہاں بلکہ تلاوت سے مقصود وہ پیسے ہیں کہ وہ نہیں ملتے تو پڑھتا بھی نہیں اس پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں پھر میت کے لیے ایصال ثواب کا نام لینا غلط ہے کہ جب ثواب ہی نہ ملا تو پہنچائے گا کیا اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہ میت کو بلکہ اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار (ردالمحتار) ہاں اگر اخلاص کے ساتھ کسی نے تلاوت کی تو اس پر ثواب بھی ہے اور اس کا ایصال ثواب بھی ہو سکتا ہے اور میت کو اس سے نفع بھی پہنچے گا،

---

[1] ۔ امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۱، مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ

[2] ۔ " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲، " " " "

[3] ۔ " " ، فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۳ " " " "

[4] ۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۱۴ ص ۱۱۵ - ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

بعض مرتبہ پڑھنے والوں کو پیسے نہیں دیے جاتے مگر ختم کے بعد مٹھائی تقسیم ہوتی ہے اگر اس مٹھائی کی خاطر تلاوت کی ہے۔ تو یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہی ہے کہ جب ایک چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اُسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہو چکا ہاں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مٹھائی نہیں ملتی جب بھی میں پڑھتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس بات کا وہ خود اپنے دل میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرا پڑھنا مٹھائی کے لیے ہے یا اللہ عزوجل کے لیے پنج آیت پڑھنے والا اپنا دوسرا حصہ لیتا ہے یعنی ایک حصہ خاص پنج آیت پڑھنے کا ہوتا ہے اور نہ ملے تو جھگڑتا ہے گویا یہ زائد حصہ پنج آیت کا معاوضہ ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جس طرح اجیر کو اجرت نہ ملے تو جھگڑا کر لیتا ہے اسی طرح یہ بھی لیتا ہے لہٰذا بظاہر اخلاص نظر نہیں آتا واللہ اعلم بالصواب میلاد خوان اور واعظ بھی دو حصے لیتے ہیں جبکہ وعظ میں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے، جس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ایک حصہ اپنے پڑھنے اور تقریر کرنے کا لیتے ہیں اگر وہی حصہ یہ بھی لیتے جو عام طور پر تقسیم ہوتا ہے بہت خوب ہوتا کہ ذرا سی مٹھائی کے بدلے اجر عظیم کے ضائع ہونے کا شبہ نہ ہوتا بعض جگہ خصوصیت کے ساتھ ان کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں کہ ان کو اسی حیثیت سے کھانا کھلایا جاتا ہے کہ یہ پڑھیں گے بیان کریں گے یہ محض دعوت بھی اُسی اُجرت ہی کی حد میں آتی ہے ہاں اگر اور لوگوں کی دعوت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعظ و تقریر کا معاوضہ ہے اس قسم کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ [1]

علی الاطلاق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ متاخرین نے قرآن خوانی پر اُجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ متاخرین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور امامت کی طرح یہ اجرت بھی جائز ہے، جوہرہ نیرہ، عالم گیری، حاشیہ فتح المعین لابی سعود، اور تنویر السراج الوہاج اور دوسری کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح تعلیم قرآن اور امامت کی اجرت کی تاویل کی گئی ہے اسی طرح قرآن خوانی کی اجرت کی بھی تاویل ہے۔ خود امام احمد رضا قادری نے لکھا ہے کہ وقت کے بدلہ میں اجرت جائز ہے، سو ہم یہ کہتے ہیں کہ طلباء اور فقراء قبرستان میں یا کسی کے گھر جا کر جو قرآن مجید پڑھتے ہیں، تو ان کے آنے جانے میں جو مشقت ہوتی ہے، اور مخصوص وقت میں ان کو آنے جانے کا جو پابند کیا جاتا ہے، یہ اجرت اس وقت اور آنے جانے کی مشقت کی ہے، اور کسی مسلمان کے حال سے یہ بہت بعید ہے کہ وہ نفس تلاوت کی اجرت لے اور معاذ اللہ قرآن مجید کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنائے، اور یہ بھی ہم فقہاء احناف کے قول کے مطابق کہہ رہے ہیں، ورنہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قرآن مجید پر اجرت لینا جائز ہے کیونکہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اُجرت لیتے ہو ان میں اجرت کی سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۱ ص ۳۰۴، ج ۲ ص ۸۵۴)۔

اصل چیز یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ جب ایصال ثواب کے لیے طلبہ اور فقراء کو بلاتے ہیں تو پہلے سے کچھ طے نہیں کیا جاتا کہ فی پارہ اتنی اُجرت دی جائے گی یا ختم قرآن کا اتنا معاوضہ دیا جائے گا جب

---

[1] ۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت، ج ۱۶ ص ۱۹۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

کہ عقد اجارہ تعیین کے بغیر متحقق نہیں ہوتا اور طلبا اور فقراء للہ فی اللہ قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بلانے والے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کے طور پر ان کی للہ فی اللہ خدمت کر دیتے ہیں اور حسب تنخواہ مقرر کر کے حافظوں کو تعلیم قرآن پر اور علماء کو کتب دینیہ کی تعلیم پر رکھنا جائز ہے تو بغیر پیشگی تعیین کے ان فقراء کو ختم قرآن کے بعد کھانا کھلا دینا یا کچھ پیسے دے دینا کسی طرح ناجائز نہ ہوگا!

ہم اس سے پہلے عالم گیری کا حوالہ لکھ چکے ہیں، تجدید کے لیے ایک بار پھر عالم گیری کا یہ حوالہ پیش خدمت ہے:

واختلفوا فی الاستئجار علی قراءۃ القرآن علی القبر مدۃ معلومۃ قال بعضھم لا یجوز وقال بعضھم یجوز وھو المختار کذا فی السراج الوھاج۔[1]

قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کے لیے مدت مقرر تک کسی کو اجرت پر رکھنے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ ناجائز ہے اور بعض نے کہا یہ جائز ہے، اور یہی مختار ہے، اسی طرح السراج الوہاج میں ہے۔

فتاویٰ عالم گیری کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ مختار قول یہ ہے کہ اجرت طے کر کے قرآن خوانی کرنا بھی جائز ہے اگرچہ ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ طلبا اور فقراء اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن خوانی کرتے ہیں اور اہل زمانہ ان کی احساناً اور تبرعاً خدمت کر دیتے ہیں: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

رمضان شریف میں جو حفاظ کرام تراویح میں قرآن مجید سناتے ہیں ان کے متعلق بھی ہمارے زمانہ میں عرف یہ ہے کہ حفاظ کرام پیشگی اجرت طے کیے بغیر احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ احساناً اور تبرعاً ان کی خدمت کر دیتی ہے، متاخرین علماء میں سے بعض حضرات نے اس کو بھی ناجائز کہا ہے۔

مولانا امجد علی لکھتے ہیں:

تراویح میں ختم قرآن کے نذرانے کی تحقیق

سوال: آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں، یہ ناجائز ہے دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں، اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے یہ دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف کالمشروط ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں، تو اس میں حرج نہیں کہ التصریح یفوق الدلالۃ۔[2]

شیخ اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

سوال (۴۰۷) حافظ جو تراویح میں سنائے اس کو دینا بھی جائز ہے یا لینا دونوں ناجائز۔ ۲ اور اگر بلا اجرت حافظ نہ ملے تو اجرت پر مقرر کرے یا الم ترکیف سے تراویح پڑھے ۳ اور جب امامت پر اجرت جائز ہے تو تراویح میں ایک قرآن بھی تو سنت مؤکدہ ہے اس پر اجرت کیوں ناجائز؟

الجواب ۱ میں تو ناجائز سمجھتا ہوں۔

---

[1] ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالم گیری ج ۴ ص ۴۵۹، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۴ ص ۲۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

۲، میں تو الم ترکیف سے بتلا دیتا ہوں۔

۳، جہاں مختار نے ایک ختم کو سنت کہا ہے جس سے ظاہراً سنت مؤکدہ مراد ہے وہاں یہ لکھا ہے کہ جہاں لوگوں پر ثقیل ہو وہاں الم ترکیف وغیرہ سے پڑھ دے پس تقلیل جماعت کے محذور سے بچنے کے لیے اس سنت کے ترک کی اجازت دے دی تو استیجار علی الطاعت بمنزلہ اس سے بڑھ کر ہے اس سے بچنے کے لیے کیوں نہ کہا جاوے گا کہ الم ترکیف سے پڑھ لے اسی سے نمبر ۱ و ۲ کی وجہ بھی معلوم ہو گئی ہو گی۔ ۱۰ رمضان ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ ص ۱۶۲)

ابطال حیلہ برائے استیجار بر ختم در تراویح

سوال (۸۰۴) اگر زید کو کوئی شخص بغیر اجرت طے ہوئے اپنی خوشی سے دس پانچ روپیہ دیوے یا ایک ماہ کے لیے امام مقرر کر کے کچھ اجرت دیوے اس طور سے عند الشرع اجرت حلال ہو گی یا نہیں اور امامت کی صورت میں تو حلال ہونے میں کوئی شبہ ہی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء متاخرین نے امامت کی اجرت پر فتویٰ دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے، تفصیل وار تحریر کیجئے۔

الجواب یہ جواز کا فتویٰ اس وقت ہے جب امامت ہی مقصود ہو حالانکہ یہاں مقصود ختم تراویح ہے اور یہ محض ایک حیلہ۔ دیانات میں جو کہ معاملہ فی مابین العبد و بین اللہ ہے، حیل مفید جواز واقعی کو نہیں، ہوتے لہٰذا یہ ناجائز ہو گا۔ (۶ رشوال ۱۳۳۳ھ)[1]

قرآن مجید کے حفظ کرنے کا اہم سبب صرف ایک ہے اور وہ ہے تراویح میں قرآن مجید سنانا، یا قرآن مجید سننا، جو حفاظ تراویح میں قرآن مجید سنانا یا سننا چھوڑ دیتے ہیں، ان کو قرآن مجید یاد نہیں رہتا، اس لیے تراویح میں قرآن مجید سنانا، اہم دینی ضرورت ہے، اور جو حافظ مسجد میں قرآن مجید سناتے جاتا ہے اس کے دن اور رات کا بیشتر وقت منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور اور تکرار کرنے میں گذر جاتا ہے، پھر وہ ایک خاص وقت کی پابندی کے ساتھ کسی خاص مسجد میں قرآن سنانے جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے آنے جانے میں کرایہ بھی خرچ ہوتا ہے اس لیے حفاظ کرام کو ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جاتا ہے وہ بھی انھی تین وجوہات سے جائز ہے جن وجوہ سے تعلیم قرآن، تعلیم حدیث و فقہ، اذان، امامت، خطابت اور وعظ وغیرہ کا نذرانہ جائز ہے۔ کیونکہ عموماً حفاظ کرام پورے ماہ منزل کو یاد کرنے اور اس کے دور و تکرار کرنے کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر رہتے ہیں تو جس طرح خلفاء راشدین نے کار خلافت کا اس لیے وظیفہ لیا تھا کہ وہ کار خلافت کی وجہ سے کسب معاش سے قاصر ہیں تو حفاظ کو بھی اس وجہ سے نذرانہ دینا چاہیے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کو روزانہ مسجد میں آنے جانے کی جو مشقت ہوتی ہے اس مشقت کا نذرانہ دیا جاتا ہے نہ کہ قرآن مجید سنانے کا، کیونکہ اگر حافظ اپنے گھر قرآن سناتے تو اس کو مسجد والے نذرانہ نہیں دیں گے لہٰذا اس نذرانے میں حافظ کے مسجد میں جانے کا دخل ہے لہٰذا اسی جہت سے نذرانہ دیا جائے، تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں عرف اور رواج یہ ہے کہ قرآن سنانے کا پہلے نذرانہ طے نہیں کیا جاتا نہ اس کی کوئی شرط لگائی جاتی ہے جب کہ عقد اجارہ کے تحقق کے لیے پہلے اجرت کا تعین ضروری ہے بلکہ حافظ للہ فی اللہ احساناً اور تبرعاً قرآن مجید سناتے ہیں اور مسجد کی انتظامیہ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ پر عمل کرتے ہوئے حسب توفیق للہ فی اللہ حافظ کی خدمت کرتی ہے اور جو حفاظ مالدار اور خوش حال ہیں وہ ختم کے موقع پر کوئی نذرانہ قبول نہیں کرتے بلکہ اپنے پاس سے رقم خرچ

---

[1] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، امداد الفتاویٰ، ج ۱ ص ۳۲۲ - ۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی

کر کے نمازیوں میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور امام، مؤذن اور خادم کی خدمت کرتے ہیں، پس جو حافظ ضرورت مند ہوتا ہے وہ نذرانہ قبول کر لیتا ہے اور جو مستغنی ہوتا ہے وہ اس سے اجتناب کرتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

ومن کان غنیا فلیستعفف ج ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ (نساء:۶) اور جو مستغنی ہو وہ اجتناب کرے، اور جو ضرورتمند ہو وہ دستور کے مطابق کھالے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے بیت المال سے وظیفہ لیا تھا، اور اسی آیت کی رو سے حفاظ کرام کے لیے بھی ختم قرآن کا نذرانہ لینا جائز ہے اور یہ اس کے جواز کی چوتھی وجہ ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مال یتیم میں ولی کے تصرف اور عبادات پر اجرت لینے کے یہ تمام مباحث آگئے ایک بڑے عرصہ سے میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ تعلیم قرآن وحدیث اور امامت وغیرہ کی اجرت کے مباحث پر تفصیل کے ساتھ لکھوں، الحمد للہ یہ خواہش پوری ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور اس کو بقاء دوام عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین شفیع المذنبین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین واذواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

واذ زاغت الابصار کی تفسیر

اذ جاؤکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر۔ جب کافر تمہارے اوپر اور تمہارے نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھری کی پھری رہ گئیں اور دل منہ کو آنے لگے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے یوم خندق کا منظر مراد ہے۔

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ملائکہ کے لشکر غزوہ احزاب کا مختصر بیان یہ غزوہ شوال ۴ھ میں پیش آیا جب یہود بنی نضیر کو جلاوطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انھیں سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست ونابود ہو جائیں ابو سفیان نے اس تحریک کی بہت مدد کی اور انہیں کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو محمد (مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمد (مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، یہود نے کہا تمہیں حق پر ہو اس پر قریش خوش ہوئے، اسی پر آیت الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتٰب یؤمنون بالجبت والطاغوت۔ نازل ہوئی پھر یہودی قبائل غطفان وقیس غیلان وغیرہ میں گئے وہاں بھی یہی تحریک کی وہ سب ان کے موافق ہو گئے، اس طرح انھوں نے جا بجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا، جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی، یہ اطلاع پاتے ہی حضور نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خندق کھدوانی شروع کر دی، اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی کام کیا، مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہوئے ہی تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے، اور

مدینہ طیبہ کا محاصرہ کر لیا، خندق مسلمانوں اور اُن کے درمیان حائل تھی اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے کہ جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے اب انھوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ان پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات میں اُس ہوا نے اُن کے خیمے گرا دیے، طنابیں توڑ دیں کھونٹے اکھاڑ دیے، ہانڈیاں الٹ دیں آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دیے جنھوں نے کفار کو لرزا دیا، اُن کے دلوں میں دہشت ڈال دی، مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا۔ پھر رسول کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لیے بھیجا، وقت نہایت سرد تھا، یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے، حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ ہوتے وقت اُن کے چہرے اور بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے ان پر سردی اثر نہ کر سکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے، وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اُڑ اُڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے، آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی، عجب پریشانی کا عالم تھا لشکر کفار کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اُٹھے، اور انھوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا، ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے، یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک شخص نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا، حضرت حذیفہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اس کے بعد ابوسفیان نے کہا اے گروہ قریش! تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو، گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو چکے، بنو قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں، ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو، بس اب یہاں سے کوچ کر دو، میں کوچ کرتا ہوں، ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ کا شور مچ گیا ہوا ہر چیز کو الٹے ڈالتی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر سے باہر نہ تھی، اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہو گیا۔ اس لیے کثیر سامان چھوڑ گیا۔ [1]

وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا کی تفسیر

وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزا او اعراضا فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما صلحا و الصلح خیر۔ (نساء: ۱۲۸)

اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس کرے تو اگر وہ مناسب طریقے سے آپس میں صلح کر لیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اور صلح بہتر ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہ آیت اس عورت کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کسی شخص کے نکاح میں مدت دراز تک رہی ہو اور اب خاوند اسے طلاق دینا چاہتا ہو تو وہ عورت کہے کہ مجھے طلاق مت دو اور مجھے اپنے نکاح میں رہنے دو، میں تمہیں دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام ترمذی سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: حضرت ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو

---

[1] صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۶۶۹-۶۶۸، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

یہ خدشہ ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے دیں گے، انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے طلاق نہ دیں میں اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دیتی ہوں، آپ نے اس کو منظور کر لیا، تب یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعی نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے نکاح میں حضرت محمد بن مسلمہ کی بیٹی تھیں، ان کو وہ زیادہ عمر یا کسی اور وجہ سے ناپسند ہوئیں، اور انھوں نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا، انھوں نے کہا آپ مجھے طلاق نہ دیں اور جس طرح چاہیں میری باری مقرر کر دیں، تو ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی اور یہ رواج ہو گیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ [1]

ومن یقتل مؤمنا متعمدًا کی تفسیر

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاء ہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔

(نساء: ۹۳)

اور جس شخص نے قصداً کسی مسلمان کو قتل کیا تو اس کی سزا دوزخ ہے، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ غضب ناک ہو گا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، اور والذین لا یدعون مع اللہ الھا آخر الآیۃ۔ مشرکین کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اس آیت پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا، گناہ کبیرہ ہے، اور شرک کے سوا ہر گناہ لائق مغفرت ہے، حالانکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنے کی سزا ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے، اور جہنم میں خلود کفار کے لیے ہوتا ہے اور جو گناہ لائق معافی ہو اس کے لیے جہنم میں خلود نہیں ہوتا، اس اشکال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱) جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے کسی مومن کو اس کے مومن ہونے کے سبب سے قتل کیا تو اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو گا اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۲) اس آیت میں من کا لفظ ہر چند کہ عام ہے لیکن یہ عام مخصوص منہ البعض ہے اور اس سے ہر قاتل خواہ مومن ہو یا کافر، مراد نہیں ہے بلکہ اس سے کافر قاتل مراد ہے اور کافر کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۳) یہ آیت ایک خاص قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے، یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر اس نے مرتد ہو کر ایک مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا، اس کا شان نزول عنقریب ہم ان شاء اللہ روح المعانی کے حوالے سے بیان کریں گے۔

(۴) اگر اس آیت میں قاتل سے مراد مسلمان لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہے کہ اس کی سزا جہنم میں خلود ہے، یعنی وہ اس سزا کا مستحق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اس کو یہ سزا دی جائے گی۔

(۵) اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو خلود سے مجازاً مکث طویل مراد ہے، یعنی وہ لمبے عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵، ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

(۶)۔ اگر مسلمان قاتل مراد ہو تو اس آیت میں شرط محذوف ہے یعنی اگر اس کی مغفرت نہ کی گئی تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس کو خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بطور کرم خلف وعید جائز ہے لیکن یہ بظاہر خلف وعید ہے حقیقت میں چونکہ یہاں شرط محذوف ہے اس لیے کوئی خلف نہیں ہے۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی مسلمانوں کو قتل کرنے سے ڈرانے کے لیے ایسا فرمایا گیا ہے، حقیقت میں کسی مسلمان قاتل کو جہنم میں خلود کی سزا دینے کی خبر نہیں دی گئی۔

(۸)۔ اگر کسی مسلمان نے قتل مسلم کو معمولی سمجھ کر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور پھر اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۹)۔ اگر کسی مسلمان نے بغض اور عناد کے غلبہ کی وجہ سے قتل مسلم کی حرمت کا انکار کر دیا اور پھر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

(۱۰)۔ اگر معاذ اللہ کسی مسلمان نے مسلمان کے قتل کرنے کو حلال اور جائز قرار دے کر یا اس حکم کی توہین کرنے کے لیے کسی مسلمان کو قتل کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا جہنم میں خلود ہے۔

مسلمان کو قتل کرنے پر اللہ اور اس کے رسول کے غضب کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے ابن جبیر سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے، مقیس اور اس کا بھائی ہشام دونوں مسلمان ہو گئے، یہ دونوں مدینہ منورہ میں تھے۔ ایک دن مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو انصار بنو النجار کے محلہ میں مقتول پایا، اس نے جا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کے بنو فہر کے ایک شخص کو مقیس کے ساتھ بنو نجار کے پاس بھیجا، وہ ان دنوں قبا میں تھے، اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم کو مقیس کے بھائی کے قاتل کا علم ہے تو اس کو ہمارے حوالے کر دو، ورنہ مقیس کو اس کے بھائی کی دیت ادا کرو، جب بنو نجار کے پاس یہ پیغام پہنچا تو انھوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں، بہ خدا ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے، لیکن ہم اس کی دیت ادا کریں گے، انھوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت کے طور پر سو اونٹ دے دیے، جب مقیس اور فہری قبا سے مدینہ لوٹے تو اچانک مقیس نے حملہ کر کے فہری کو قتل کر دیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قاصد تھا اور اسلام سے مرتد ہو گیا (نعوذ باللہ من ذالک) اور ان اونٹوں کو لے کر فرار ہو گیا۔

امام احمد اور امام نسائی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف کر دے گا، سوا اس شخص کے جو کافر ہو کر مرے گا یا ماسوا اس شخص کے جو قصداً کسی مومن کو قتل کرے گا۔

امام ابن منذر نے حضرت ابو درداء سے اس کی مثل روایت کیا ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے آدھی بات سے بھی کسی مسلمان کے قتل پر معاونت کی قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہے۔

امام ابن عدی اور امام بیہقی نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ایک مسلمان کو قتل کرنے کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اور ما فیہا کا زوال زیادہ آسان ہے اور اگر تمام آسمانوں اور زمین کے لوگ ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مقداد بن اسود نے پوچھا کہ جہاد کے دوران ایک کافر نے میرا ہاتھ کاٹ دیا اب جب کہ وہ میرے حملہ کی زد پر آیا تو وہ مسلمان ہو گیا کیا اب میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تم اس کو قتل نہ کرنا کیونکہ اب وہ تمہاری طرح مسلمان ہے، اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو تم اس کی طرح ہو جاؤ گے جب اس نے کلمہ شہادت نہیں پڑھا تھا۔ [1]

والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر کی تفسیر

والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ج ومن یفعل ذٰلک یلق اثاما۔ یضٰعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا ۝ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت ط وکان اللہ غفورا رحیما ۝

(فرقان: ۶۸-۷۰)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے، اور نہ اس جان کو ناحق قتل کرتے ہیں جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے، اور نہ بدکاری کرتے ہیں، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا، قیامت کے دن اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا، لیکن جو (مرنے سے پہلے) توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور اچھے کام کرے تو اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت پر ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت میں قتل اور زنا پر عذاب مخلد کی وعید سنائی گئی ہے، حالانکہ قتل اور زنا گناہ کبیرہ ہیں اور گناہ کبیرہ پر دائمی عذاب نہیں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ دائمی عذاب کی وعید کفار کے لیے ہے، کیونکہ اس آیت میں سب سے پہلے شرک کا ذکر کیا گیا ہے اور شرک، قتل ناحق اور زنا ان تینوں گناہوں پر دائمی عذاب کی وعید ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اس آیت میں فرمایا ہے: "قیامت کے دن اس کو دہرا عذاب دیا جائے گا" حالانکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ یہ فرمایا ہے:

وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔
(شوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے۔

ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا وھم لایظلمون (انعام: ۱۶۰)

اور جس نے گناہ کیا اس کو اسی ایک گناہ کے برابر عذاب دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلھا۔
(مومن: ۴۰)

جس نے گناہ کیا اس کو اسی کے برابر سزا دی جائے گی۔

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۶-۱۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر گناہ پر اس گناہ کے برابر سزا دی جائے گی زیادہ سزا نہیں دی جائے گی اور زیر بحث آیت میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کو دگنا عذاب دیا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ دگنے عذاب سے یہاں سخت اور شدید عذاب مراد ہے۔

نیز اس آیت میں ہے جس نے توبہ کر لی، ایمان لے آیا اور نیک کام کیے تو اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

اس کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ سے ان کے پچھلے گناہ مٹا دے گا اور ان کی بعد میں کی ہوئی نیکیوں کو ثابت اور قائم رکھے گا، ایک قول یہ ہے کہ ان میں جو برائیوں کی عادت تھی اللہ تعالیٰ اس کو نیکیوں کی عادت سے بدل دے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ آخرت میں ان کے نامہ اعمال سے گناہوں کو مٹا کر نیکیوں کو لکھ دیا جائے گا، کیونکہ امام مسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور یہ کہا جائے گا اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو، اور اس کے کبیرہ گناہ دور رکھے جائیں گے، اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ تم نے فلاں دن یہ کام کیا تھا؛ یہ کام کیا تھا اور یہ کام کیا تھا؛ وہ ان کا اقرار کرے گا، اور انکار نہیں کر سکے گا، اور وہ اپنے کبیرہ گناہوں سے ڈر رہا ہو گا، پھر یہ کہا جائے گا کہ اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی دے دو، تب وہ شخص کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں یہاں نہیں دیکھ رہا! حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ [1]

ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا کی تفسیر

یا یھا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القٰی الیکم السلم لست مؤمنا ۚ تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا ۫ فعند اللہ مغانم کثیرۃ ۭ کذٰلک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا ۭ (نساء: ۹۴)

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے روانہ ہو، تو تحقیق کر لیا کرو، اور جس شخص نے تم کو سلام کیا ہے، اس کو یہ نہ کہو کہ تم مسلمان نہیں ہو، تم دنیاوی زندگی کا سامان طلب کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت غنیمتیں ہیں، تم بھی اس سے پہلے اسی طرح تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا، تو تم اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یعنی جب تم اسلام میں داخل ہوئے تھے تو تمہاری زبان سے کلمہ شہادت سن کر تمہارے جان و مال محفوظ کر دیے گئے تھے، اور تمہارا اظہار اسلام غیر معتبر قرار نہیں دیا گیا تھا، تو دیگر اسلام میں داخل ہونے والوں کے ساتھ بھی تمہیں اسی طرح سلوک کرنا چاہیے۔

یہ آیت حضرت مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۵۰ - ۴۷، ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ان کی قوم کا اور کوئی شخص اسلام نہیں لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ ان کی طرف لشکر اسلام آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے، مگر مرداس ٹھہرے رہے، جب لشکر آیا اور انھوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ السلام علیکم، مسلمانوں نے خیال کیا اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لیے اظہار ایمان کر رہا ہے، اس خیال سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی بکریاں لے آئے، جب سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا عرض کیا تو سرکار کو بہت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے لیے اس کو قتل کر دیا، تب یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے ورثاء کو واپس کریں۔

اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جس شخص میں اسلام کی کوئی علامت یا نشانی پائی جائے، اس سے ہاتھ روک لیا جائے، اور جب تک اس کا کفر ثابت نہ ہو جائے، اس پر حملہ نہ کیا جائے، سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں یہ روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کوئی لشکر روانہ فرماتے تو حکم دیتے تھے کہ اگر تم مسجد دیکھو یا اذان سنو تو حملہ نہ کرنا۔

اکثر فقہاء نے یہ فرمایا ہے کہ اگر یہودی یا نصرانی یہ کہے کہ میں مومن ہوں تو اس کو مومن نہیں مانا جائے گا، کیونکہ وہ اپنے عقیدہ ہی کو ایمان کہتا ہے اور اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے، جب بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم نہیں کیا جائے گا، تاوقتیکہ وہ اپنے دین سے بیزاری ہونے کا اظہار اور اس کے باطل ہونے کا اعتراف نہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کفر میں مبتلاء ہو اس کے لیے اس کفر سے بیزاری اور اس کو کفر جاننا ضروری ہے۔ [1]

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ کی تفسیر

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق۔ (الحدید : ۱۶)

کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے اور اس حق کے لیے جھک جائیں جو نازل ہوا ہے۔

یعنی اب وقت آگیا ہے کہ مومنین کے دل قرآن مجید اور اللہ کی یاد اور اس کے سچے دین کے سامنے جھک جائیں اور نرم ہو کر گڑگڑانے لگیں۔

صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے تو دیکھا مسلمان آپس میں ہنس رہے ہیں، آپ نے فرمایا تم ہنس رہے ہو، حالانکہ ابھی تمہارے رب کی طرف سے امان نہیں آئی، اور تمہارے ہنسنے پر یہ آیت نازل ہوئی، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس ہنسی کا کفارہ کیا ہے فرمایا اتنا ہی رونا۔ [2]

---

[1] ۔ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۱۵۰ - ۱۴۹، ملخصاً و مرتباً، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] ۔ " " " " ، خزائن العرفان ص ۸۶۰ - " " " "

خذوا زینتکم عند کل مسجد کی تفسیر

یا بنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد وکلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین ۝ قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق ط قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامۃ ط کذٰلک نفصل الاٰیٰت لقوم یعلمون ۔

(اعراف : ۳۱ - ۳۲)

اے اولاد آدم! ہر نماز کے وقت اپنا لباس زیب تن کر لیا کرو، کھاؤ پیو اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، آپ فرمائیے اللہ نے جو زینت اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے، وہ کس نے حرام کی ہے؟ اور اللہ کے رزق سے پاک اور لذیذ چیزیں کس نے حرام کی ہیں؟، آپ فرمائیے یہ چیزیں ایمان والوں کے لیے ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے دن تو خاص انہی کے لیے ہیں، ہم اسی طرح کھول کر آیات کو علم والوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل عرب میں سے مرد دن کو برہنہ طواف کرتے تھے اور عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں، وہ لوگ جب مسجد منیٰ میں پہنچتے تو کپڑے اتار دیتے اور مسجد میں برہنہ جاتے، وہ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں، ان کو پہن کر ہم طواف نہیں کریں گے، اور بعض کہتے تھے کہ ہم نیک شگون کے طور پر ایسا کرتے ہیں کہ جس طرح ہم کپڑوں سے عاری ہو گئے ہیں، اسی طرح گناہوں سے بھی عاری ہو جائیں گے، قریش اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھتے تھے اور صرف قوت لایموت کے طور پر بہت کم کھاتے تھے، اور چکنائی نہیں کھاتے تھے، مسلمانوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم کم کھانے کے زیادہ حقدار ہیں، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: کپڑے پہنو، کھاؤ، پیو اور فضول خرچ نہ کرو۔ [1]

نیز امام رازی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے، اور یہی اکثر مفسرین کا مختار ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زینت کے لفظ سے زینت کی تمام انواع اور اقسام مراد ہیں، اس میں بدن کو ہر طرح سے صاف کرنا بھی داخل ہے، سواریاں بھی داخل ہیں اور اس میں تمام اقسام کے زیورات بھی داخل ہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں زینت ہیں، اور اگر مردوں کے لیے سونے، چاندی اور ریشم کی حرمت کے متعلق تصریح نہ ہوتی تو اس آیت کے عموم سے یہ چیزیں بھی حلال ہوتیں اور اس آیت میں پاک اور لذیذ چیزوں کا جو ذکر ہے، اس میں کھانے پینے کی تمام لذیذ چیزیں داخل ہیں اور ازواج سے استمتاع بھی اس میں داخل ہے۔ [2]

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] " " " " تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۰۱، " " " "

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء کی تفسیر

ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء ان اردن تحصنا لتبتغوا عرض الحیوۃ الدنیا ط ومن یکرھھن فان اللہ من بعد اکراھھن غفور رحیم۔ (نور : ۳۳)

اور تمہاری جو باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں ان کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، کہ تم (ان کی بدکاری کے ذریعہ) حیات دنیا کا عارضی فائدہ طلب کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا، تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کے حق میں) بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام مسلم اور امام ابوداؤد نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کی دو باندیاں تھیں، ایک کا نام مسیکہ اور دوسری کا نام امیمہ تھا، وہ ان کو بدکاری کرانے پر مجبور کرتا تھا، ان دونوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تب یہ آیت نازل ہوئی، امام ابن مردویہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی باندیوں کو زنا کرانے پر مجبور کرتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ تمام روایات کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں خطاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ حکم تمام مکلفین کے لیے عام ہے۔

اس آیت میں زنا پر مجبور نہ کرنے کے حکم کے لیے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ وہ باندیاں پاکدامنی کا ارادہ رکھتی ہوں، یہ قید زمانہ جاہلیت کے خصوصی واقعات اور اس زمانہ کی عادت اور رواج کے مطابق لگائی گئی ہے، یہ قید احترازی نہیں ہے اور نہ اس آیت میں مفہوم مخالف کا اعتبار ہے، جس طرح زمان، مکان اور ذات کی خصوصیت کا اعتبار نہیں ہے، اور جو علماء مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی مفہوم مخالف کا اعتبار اس صفت میں ہوتا ہے جس کو غالب اوقات یا خصوصیت رواج اور عادت کے اعتبار سے نہ ذکر کیا گیا ہو۔ بعض علماء نے اس آیت سے مفہوم مخالف کے عدم اعتبار پر بھی استدلال کیا ہے، لیکن یہ استدلال ضعیف ہے۔ [1]

لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح کی تمام کمائی ناپاک ہے، خواہ باندیاں یہ کام رضا و رغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے کریں، البتہ جس عورت سے یہ کام جبراً لیا گیا وہ آخرت میں مواخذہ سے بری ہوگی۔

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ کی تفسیر

اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب و یرجون رحمتہ و یخافون عذابہ ط ان عذاب ربک

وہ (نیک بندے) جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ اللہ کے زیادہ قریب کرنے والا ہے، وہ اس

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۸ ص ۱۵۷۔ ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کان محذورًا۔ (بنواسرائیل : ۱۷)

کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی، جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے، وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انھیں عار دلائی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ [1]

جنت کی امید اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت کرنے کا بیان

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ کے نیک بندے اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، زندگی میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے تاکہ گناہوں سے بچا رہے اور مرتے وقت اللہ کی رحمت پر نظر رکھنی چاہیے، نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اللہ کی رحمت کی اُمید رکھنا اور اس کے عذاب سے ڈرنا، کمال عبادت کے خلاف نہیں ہے، بعض عابدوں میں یہ مشہور ہے کہ میں جنت کی امید سے عبادت کرتا ہوں، نہ جہنم کے خوف سے، بعض لوگ اس بات کی مدح کرتے ہیں اور بعض اس کی مذمت کرتے ہیں، اور حق یہ ہے کہ اگر اس نے یہ جملہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے استغناء کی وجہ سے کہا ہے تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے اس وجہ سے یہ جملہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ لذاتہ عبادت کا اہل ہے حتیٰ کہ اگر جنت اور نار نہ بھی ہوتیں، تب بھی وہ عبادت کا مستحق تھا تو وہ شخص محقق اور عارف ہے۔ [2]

قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اور بے شمار احادیث میں دوزخ سے ڈرایا گیا ہے اور جنت کی رغبت دلائی گئی ہے اور انبیاء علیہم السلام اور عباد صالحین کی متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں، اس لیے قرآن مجید اور احادیث سے وابستہ رہنے اور انبیاء علیہم السلام اور صالحین عظام کے طریقہ سے پیوستہ رہنے میں ہی سلامتی ہے، ہمارے زمانہ میں بعض شاعر اور واعظ جنت کی تخفیف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہمیں جنت نہیں چاہیے، ہمیں اللہ کی رضا چاہیے، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جنت کی تحقیر کرنے اور اس کو معمولی قرار دینے سے اللہ کیسے راضی ہوگا جب کہ قرآن مجید اور احادیث میں جگہ جگہ جنت کی نعمتیں بیان کر کے جنت کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، بعض کہتے ہیں ہمیں جنت نہیں مدینہ چاہیے اور جنت کی مذمت کرتے اور مدینہ منورہ کی تعریف و توصیف کرتے ہیں لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ مدینہ منورہ کی عظمت صرف اس وجہ سے ہے کہ وہ رسول

---

[1] سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، خزائن العرفان ص ۴۷۰، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور

[2] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۵، ص ۱۰۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور مدینہ منورہ عارضی مسکن ہے اور جنت دائمی مسکن ہے، بلکہ مدینہ منورہ میں جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جنت ہی کے باغات میں سے ایک باغ ہے تو آپ اب بھی جنت میں ہیں اور قیامت کے بعد بھی جنت میں ہی ہوں گے تو اول و آخر محبوب اور مطلوب جنت ہی قرار پائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض لا اعدت للمتقین۔ (آل عمران: ۱۳۳)

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی پہنائی آسمان اور زمینیں ہیں جس کو متقیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

امام ترمذی حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سئلتم اللہ فاسئلوہ الفردوس [۱]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم تو جنت کا سوال کرنے اور اس کو مانگنے کی تلقین فرماتے ہیں اور ہماری سمجھ نہیں آتا کہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف جنت سے استغنا ظاہر کرنا کس قسم کا زہد اور پارسائی ہے۔

"ھٰذان خصمان اختصموا" کی تفسیر

ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم۔ (حج: ۱۹)

یہ دو فریق ہیں جنھوں نے اپنے رب (کے بارے) میں اختلاف کیا۔

امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا: مسلمانوں اور یہودیوں میں بحث ہوئی، یہود نے کہا: ہم اللہ کے زیادہ قریب ہیں، ہماری کتاب مقدم ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے آئے، مسلمانوں نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے زیادہ مستحق ہیں، ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور تمہارے نبی پر ایمان لائے اور اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تم ہماری کتاب اور ہمارے نبی کو پہچانتے تھے، پھر تم نے ان کو چھوڑ دیا، اور ان کا انکار کیا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔

امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام طبرانی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ قسم کھا کر یہ کہتے تھے کہ یہ آیت حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، حضرت عبیدہ بن الحارث اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنھوں نے جنگ بدر کے دن ایک دوسرے سے مبارزت کر کے جنگ کی تھی اور جنگ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی وحدانیت تھی۔ [۲]

---

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۳، ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۷، ص ۱۳۴، ۱۳۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اختتامی کلمات

الحمد للہ علی احسانہ، آج مورخہ ۱۵ار الشعبان المعظم ۱۴۱۳ھ، بہ مطابق ۸ر فروری سنہ ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم مکمل ہوگئی، صحیح مسلم میں سات ہزار چار سو تیئیس (۷۴۲۳) احادیث ہیں، جب میں نے اس کی شرح لکھنی شروع کی تو یہ ایک لمبا اور کٹھن سفر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی فضل وکرم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایت کے صدقہ سے اس کام کو مجھ ایسے نکمے، ناکارہ اور گنہ گار شخص کے ہاتھوں مکمل کرادیا، مجھے کبھی زندگی میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ میں اتنا اہم اور عظیم کام کرسکوں گا، یہ جو کچھ ہوگیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین اور اس کی عنایت ہے، اس میں جو حسن اور کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہے، اور اس میں جو نقص اور خرابی ہے وہ میری کوتاہ نظر، قلت مطالعہ اور سوء فہم سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو میری توقع سے زیادہ مقبولیت عطا فرمائی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کی ہر جلد کے متعدد ایڈیشن چھپ گئے، بعض نظری اور فرعی مسائل میں اختلاف ناگزیر ہوتا ہے اور ان میں اختلاف کرنا اہل علم کا حق ہے سو میری معلومات کے مطابق تین مسئلوں میں بعض علماء نے میری رائے سے اختلاف کیا اور میری رائے کے رد وابطال میں مضامین اور رسائل شائع کیے، لیکن ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے اور کسی شخص کی ہر رائے اور کسی کتاب کے تمام مندرجات سے کلیۃً کبھی کسی نے اتفاق نہیں کیا، ماضی میں اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں اس کی توقع ہے۔

مجھ سے پہلے ہزاروں علماء، محققین، ائمہ مجتہدین، محدثین، مفسرین اور علماء راسخین کی آراء کا رد کیا گیا ہے، ہر اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کو بھی دلائل سے مسترد کیا گیا یا کسی شخص سے عقیدت کی بناء پر بلا دلیل میری مدلل اور مبرہن رائے کا رد کیا گیا یا محض گروہی تعصب کی بناء پر مجھ سے بغض وعناد رکھا گیا تو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں ہے بلکہ انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ فتاویٰ نوریہ اور ضیاء القرآن بھی جب ابتداء طبع ہوئیں تو ان کے بھی بعض مندرجات سے اختلاف کیا گیا لیکن وہ کتابیں مخالفین کے علی الرغم مقبول اور معروف ہیں۔ سو اسی طرح شرح صحیح مسلم بھی بعض لوگوں کی مخالفت کے باوجود مقبولیت کی منازل طے کررہی ہے، اور الحمد للہ مسلسل چھپ رہی ہے۔

بہرحال ان تین مسئلوں کی وضاحت میں نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں کردی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ فرعی مسائل میں غیر جذباتی انداز اور ٹھنڈے دل سے غور وفکر کیا جائے، اخیر میں میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے اس کام کو انجام تک پہنچا دیا، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو حاسدوں کے شر سے محفوظ رکھے، اس کو قبول دوام عطا فرمائے اور اس کو میری مغفرت کا وسیلہ اور صدقہ جاریہ کردے، اللہ تعالیٰ مجھے، اس کتاب کے معاونین کو اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر کو اس کے قارئین کو، میرے مشائخ، اساتذہ، والدین، اعزہ،

تلامذہ، اور احباب کو اور سب مسلمانوں کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی اور ہر بلاء سے محفوظ اور مامون رکھے اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور ہر سعادت عطا فرمائے، اور جنت الفردوس کو ہمارا مقام بنادے، آمین یارب العالمین بجاہ حبیب الہ العلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین والمسلمین اجمعین۔

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ماخذ و مراجع

کُتبِ الٰہیہ

۱۔ قرآن مجید
۲۔ تورات
۳۔ انجیل

کُتبِ احادیث

۴۔ صحیح بخاری، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ
۵۔ صحیح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۳۷۵ھ، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ
۶۔ جامع ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ
۷۔ سنن ابی داؤد، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ
۸۔ سنن نسائی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ
۹۔ سنن ابن ماجہ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی، امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ
۱۰۔ صحیح ابن خزیمہ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۳۹۵ھ، امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ متوفی ۳۱۱ھ
۱۱۔ موطا امام مالک، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ
۱۲۔ مسند امام اعظم، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ
۱۳۔ موطا امام محمد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۴۔ کتاب الآثار، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۷ھ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ
۱۵۔ کتاب الآثار، مطبوعہ مکتبۂ اثریہ سانگلہ ہل، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۲ھ
۱۶۔ مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ
۱۷۔ مصنف ابن ابی شیبہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، ۱۴۰۶ھ، امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت ۱۳۹۸ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ

۱۹۔ مسند دارمی، مطبوعہ مطبع نظامی، کانپور، ۱۲۸۳ھ، امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ

۲۰۔ سنن دارقطنی، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ

۲۱۔ شمائل ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ

۲۲۔ شرح معانی الآثار، مطبوعہ مطبع مجتبائی، پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ

۲۳۔ سنن کبریٰ، مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان، امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۲۴۔ کشف الاستار عن زوائد البزار، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۴ھ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۵۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتاب العربی ۱۴۰۲ھ، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ

۲۶۔ شرح السنۃ، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ

۲۷۔ الادب المفرد، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ

۲۸۔ المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ

۲۹۔ جامع الصغیر، مطبوعہ دارالمعرفت، بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۰۔ مراسیل ابوداؤد، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، متوفی ۲۷۵ھ

۳۱۔ فردوس الاخبار، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، حافظ شیرویہ بن شہردار الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ

۳۲۔ تلخیص المستدرک، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع، مکہ مکرمہ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۸۴۸ھ

۳۳۔ خصائص کبریٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۳۴۔ الجواہر النقی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، علامہ علاؤ الدین بن علی بن عثمان ماردینی ترکمانی متوفی ۸۴۵ھ

۳۵۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی، سورت ہند، ۱۳۵۷ھ، حافظ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی ۷۶۲ھ

۳۶۔ مشکوٰۃ، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ

۳۷۔ اعلاء السنن، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، شیخ ظفر احمد عثمانی ۱۳۶۲ھ

۳۸۔ کنز العمال، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ

۳۹۔ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۷ھ، امیر علاؤ الدین علی بن بلبان فارسی متوفی ۷۳۹ھ

۴۰۔ مسند طیالسی، مطبوعہ ہند، امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی متوفی ۲۰۳ھ

۴۱۔ جامع الاصول فی احادیث الرسول، مطبوعہ مطبعۃ اعلاح بیروت، ۱۳۹۰ھ امام مجدالدین ابوالسعادات مبارک بن محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ

۴۲۔ المسند، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، حافظ عبداللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ

۴۳۔ مسند ابویعلیٰ الموصلی، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ، حافظ احمد بن علی المثنیٰ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ

۴۴۔ دلائل النبوۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۴۵۔ شعب الایمان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ

۴۶۔ عمل الیوم واللیلۃ، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۱۵ھ، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ

۴۷۔ حصن حصین، مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولاد مصر ۱۳۵۰ھ، امام محمد بن محمد جذری متوفی ۸۳۳ھ

۴۸۔ معجم صغیر، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ

۴۹۔ معجم کبیر، مطبوعہ العراق، حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ

۵۰۔ المطالب العالیہ فی الزوائد الثمانیہ، مطبوعہ مکہ مکرمہ، حافظ احمد علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۵۱۔ کشف الغمہ، مطبوعہ مطبعہ عامرہ عثمانیہ مصر ۱۳۰۳ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی، متوفی ۹۷۳ھ

کتبِ تفسیر

۵۲۔ تنویر المقباس، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ

۵۳۔ احکام القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص متوفی ۳۷۰ھ

۵۴۔ تفسیر کبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، امام فخرالدین محمد بن ضیاءالدین بن عمر رازی، متوفی ۶۰۶ھ

۵۵۔ الجامع لاحکام القرآن، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ

۵۶۔ تفسیر خازن، مطبوعہ دارالکتب العربیہ پشاور، علامہ علی بن محمد خازن شافعی، متوفی ۷۲۵ھ

۵۷۔ عنایۃ القاضی، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۲۸۳ھ، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ

۵۸۔ تفسیر ابوسعود، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی سکیبی، متوفی ۹۸۲ھ

۵۹۔ روح البیان، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ اسماعیل حقی حنفی، متوفی ۱۱۳۷ھ

۶۰۔ تفسیر مظہری مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، قاضی ثناءاللہ پانی پتی، متوفی ۱۲۲۵ھ

۶۱۔ تفسیر عزیزی، مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۳۹ھ

۶۲۔ روح المعانی، مطبوعہ دار احیاءالتراث العربی بیروت، علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمد آلوسی بغدادی حنفی، متوفی ۱۲۷۰ھ

۶۳۔ فتح القدیر، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۶۴۔ جامع البیان، مطبوعہ شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۷۳ھ، ابوجعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ

۶۵۔ التبیان فی تفسیر القرآن مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۳۸۵ھ

۶۶۔ اضواء البیان، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، علامہ محمد امین بن محمد مختار جکنی شنقطی

۶۷۔ الجواہر فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، علامہ حلیم شیخ طنطاوی جوہری

۶۸۔ تفسیر المنار، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، علامہ محمد رشید رضا، متوفی ۱۳۵۴ھ

۶۹۔ تفسیر المراغی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۴ھ، علامہ احمد مصطفےٰ مراغی

۷۰۔ تفسیر نیشاپوری، مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، علامہ نظام الدین حسن بن محمد قمی نیشاپوری، متوفی ۷۲۸ھ

۷۱۔ تفسیر الجلالین، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۷۲۔ انوار التنزیل، مطبوعہ دار صادر بیروت، قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی، متوفی ۶۸۵ھ

۷۳۔ الفتوحات الالٰہیہ، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر ۱۳۰۳ھ، شیخ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل، متوفی ۱۲۰۴ھ

۷۴۔ الدر المنثور، مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۷۵۔ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ ادارۃ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ، حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۷۶۔ فتح البیان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۰۱ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ

۷۷۔ خزائن العرفان مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

۷۸۔ بیان القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۷۹۔ حاشیۃ القرآن، مطبوعہ تاج کمپنی لاہور، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ، شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

۸۰۔ معارف القرآن، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۸۱۔ مدارک التنزیل، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ

۸۲۔ البحر المحیط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی، متوفی ۷۵۴ھ

۸۳۔ فی ظلال القرآن، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۸۶ھ، سید محمد قطب شہید مصری

۸۴۔ احکام القرآن، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی، متوفی ۵۴۳ھ

۸۵۔ زاد المسیر، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی محمد جوزی حنبلی، متوفی ۵۹۷ھ

۸۶۔ تفہیم القرآن، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ

۸۷۔ نور العرفان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ گجرات، مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ

۸۸۔ ضیاء القرآن، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

۸۹۔ مفہوم القرآن، مطبوعہ ادارہ طلوع اسلام لاہور، غلام احمد پرویز

علومِ قرآن

۹۰۔ البرہان فی علوم القرآن، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ بدر الدین محمد بن عبداللہ زرکشی، متوفی ۷۹۴ھ

۹۱۔ الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

کتبِ شروحِ حدیث

۹۲۔ تحقیق الکواکب الدراری شرح البخاری، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ھ، علامہ محمد بن یوسف کرمانی، متوفی ۷۸۶ھ

۹۳۔ عمدۃ القاری، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ

۹۴۔ فتح الباری، مطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۹۵۔ ارشاد الساری مطبوعہ مطبعۃ میمنہ مصر، ۱۳۰۴ھ، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۹۶۔ فیض الباری، مطبوعہ مطبع حجازی مصر، ۱۳۵۷ھ، شیخ انور شاہ کشمیری، متوفی ۱۳۵۲ھ

۹۷۔ فیوض الباری مطبوعہ مکتبہ رضوان لاہور، ۱۹۸۶ء، علامہ محمود احمد رضوی، لاہور

۹۸۔ تفہیم البخاری، مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، مولانا غلام رسول رضوی، فیصل آباد

۹۹۔ شرح مسلم، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف النووی، متوفی ۶۷۶ھ

۱۰۰۔ اکمال اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی، متوفی ۸۲۸ھ

۱۰۱۔ مکمل اکمال المعلم، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی، متوفی ۸۹۵ھ

۱۰۲۔ السراج الوہاج، مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال، ۱۳۰۲ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۱۰۳۔ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ الحجاز، کراچی، شیخ شبیر احمد عثمانی، متوفی ۱۳۶۹ھ

۱۰۴۔ الحرز الثمین شرح حصن حصین، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۰۵۔ تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ، شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ

۱۰۶۔ الاذکار، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ،

۱۰۷۔ فیض القدیر شرح جامع الصغیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی، ۱۰۰۳ھ

۱۰۸۔ اوجز المسالک، مطبوعہ مکتبہ یحییویہ سہارنپور، شیخ محمد زکریا

۱۰۹۔ شرح سفر السعادۃ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۹۰۳ھ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۱۰۔ تکملہ فتح الملہم، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، ۱۴۰۷ھ، شیخ محمد تقی عثمانی کراچی

۱۱۱۔ تحفۃ الاحوذی، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ عبدالرحمٰن مبارک پوری، متوفی ۱۳۲۵ھ

۱۱۲۔ بذل المجہود، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان، شیخ خلیل احمد سہارنپوری، متوفی ۱۳۴۶ھ

۱۱۳۔ عون المعبود، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ شمس الحق عظیم آبادی، متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۱۴۔ تمہید، مطبوعہ مکتبہ القدوسیہ، لاہور، ۱۴۰۴ھ، حافظ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی، متوفی ۴۶۳ھ

۱۱۵۔ مرقات، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۱۶۔ اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مطبع نیج کمار، لکھنؤ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۱۱۷۔ منتقی، مطبوعہ مطبع السعادۃ، مصر، ۱۳۳۲ھ، علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجی مالکی اندلسی، متوفی ۴۷۴ھ

۱۱۸۔ شرح الموطا، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، علامہ محمد باقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۱۹۔ فیض القدیر، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ، علامہ عبدالرؤف مناوی، متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۲۰۔ شرح مسند امام اعظم، مطبوعہ مطبع محمدی لاہور، ۱۳۰۷ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۲۱۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، شیخ محمد شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۳۲۹ھ

۱۲۲۔ التعلیق الممجد، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ

۱۲۳۔ تقریرات ترمذی، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ محمود الحسن دیوبندی متوفی ۱۳۳۹ھ

۱۲۴۔ سراج منیر، شرح الجامع الصغیر مطبوعہ مطبعہ خیریہ مصر، ۱۳۰۵ھ علامہ شیخ علی بن شیخ احمد عزیزی

۱۲۵۔ فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۱ھ علامہ عبدالرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ

۱۲۶۔ اوجز المسالک، مطبوعہ المکتبہ الیحییویہ، سہارن پور ہند، شیخ محمد زکریا۔

۱۲۷۔ جمع الوسائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ

۱۲۸۔ شرح الشمائل، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ عبدالرؤف مناوی مصری متوفی ۱۰۰۳ھ

اسماء رجال

۱۲۹۔ تاریخ بغداد، مطبوعہ مکتبۃ سلفیہ مدینہ منورہ، حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ
۱۳۰۔ تہذیب التہذیب، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۱۔ لسان المیزان، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ
۱۳۲۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی
۱۳۳۔ الاکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ اصح المطابع، دہلی، شیخ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۳ھ
۱۳۴۔ کتاب الثقات، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۱ھ، حافظ محمد ابن حبان تمیمی، متوفی ۳۵۴ھ
۱۳۵۔ کتاب الجرح والتعدیل، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ، حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ
۱۳۶۔ کتاب الموضوعات، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ
۱۳۷۔ مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۳۹۰ھ، امام عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی الیمنی المکی، ۷۶۸ھ
۱۳۸۔ الجواہر المضیۃ، مطبوعہ میر محمد کراچی، علامہ محمد عبدالقادر محدث حنفی مصری مولود ۶۹۶۰ھ
۱۳۹۔ معجم المؤلفین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، عمر رضا کحالہ
۱۴۰۔ میزان الاعتدال، مطبوعہ مطبع محمدی، لکھنؤ، حافظ شمس الدین ذہبی، متوفی ۷۵۴ھ
۱۴۱۔ المقاصد الحسنہ، مطبوعہ مکتبۃ الخانجی، مصر، ۱۳۷۵ھ، ابوالخیر شمس الدین محمد بن عبدالرحمان سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ
۱۴۲۔ موضوعات کبیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۴۳۔ العلل المتناہیہ، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ، علامہ ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۴۴۔ کشف الاحوال فی نقد الرجال، مطبوعہ مطبع علوی ۱۳۰۳ھ، شیخ عبدالوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی
۱۴۵۔ تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت، علامہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ
۱۴۶۔ المعارف مطبوعہ نور محمد اصح المکتب کراچی، ابومحمد عبداللہ بن مسلم المعروف بابن قتیبہ، متوفی ۲۷۶ھ
۱۴۷۔ اللآلی المصنوعہ، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۳ھ، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

لغت

۱۴۸۔ المفردات مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی، متوفی ۵۰۲ھ
۱۴۹۔ نہایہ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ، علامہ محمد بن اثیر الجزری، متوفی ۶۰۶ھ
۱۵۰۔ تہذیب الاسماء واللغات، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۱۵۱۔ قاموس، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ مجد الدین فیروز آبادی
۱۵۲۔ لسان العرب، مطبوعہ، نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ، علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ

۱۵۳۔ تاج العروس شرح القاموس، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، سید محمد مرتضٰے حسینی زبیدی حنفی، متوفی ۱۲۰۵ھ
۱۵۴۔ المنجد، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ بیروت، ۱۹۲۷ء، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۵۵۔ المنجد مترجم، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، لوئیس معلوف الیسوعی
۱۵۶۔ مجمع بحارالانوار، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، علامہ محمد طاہر پٹنی، متوفی ۹۸۶ھ
۱۵۷۔ لغات الحدیث، مطبوعہ نور محمد کارخانۂ تجارت کتب کراچی، شیخ وحید الزمان، متوفی ۱۳۳۸ھ
۱۵۸۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ۱۹۵۰ء
۱۵۹۔ دائرۃ المعارف، القرن العشرین، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۹۷۱ء، علامہ محمد فرید وجدی
۱۶۰۔ الصحاح، مطبوعہ دارالعلم بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری، متوفی ۳۹۸ھ
۱۶۱۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ شرکۃ دارالقبلۃ للثقافۃ الاسلامیۃ جدہ، علامہ سید سابق
۱۶۲۔ معجم البلدان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۹۹ھ، شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ
۱۶۳۔ منتہی الادب، مطبوعہ مطبوعہ اسلامیہ لاہور، ۱۳۴۴ھ، عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
۱۶۴۔ معجم متن اللغۃ، مطبوعہ دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت، ۱۹۸۵ء، شیخ احمد رضا، متوفی ۱۹۴۸ء
۱۶۵۔ لاروس، مطبوعہ مکتبۃ لاروس بالیس (پیرس)، ڈاکٹر خلیل الجر
۱۶۶۔ کتاب العین، مطبوعہ دارالہجرت، قم ایران، ۱۴۰۵ھ امام ابوعبدالرحمٰن الخلیل بن احمد فراہندی، متوفی ۱۷۵ھ
۱۶۷۔ اقرب الموارد، مطبوعہ منشورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ، علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی
۱۶۸۔ قاموس اللغات، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، طبع دوم، ابونعیم عبدالحکیم خان نشتر جالندھری
۱۶۹۔ فیروز اللغات، مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء، حاجی فیروز الدین
۱۷۰۔ فرہنگ آصفیہ، مطبوعہ معارف پریس لاہور، طبع چہارم، مولوی سید احمد دہلوی

WWW.NAFSEISLAM.COM

فضائل و سیرت

۱۷۱۔ شفاء، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان، قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ھ
۱۷۲۔ نسیم الریاض، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ احمد شہاب الدین خفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۱۷۳۔ شرح الشفاء، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ
۱۷۴۔ سعادت الدارین، مطبوعہ مطبعۃ بیروت، بیروت ۱۳۱۶ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ
۱۷۵۔ مدارج النبوت، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ
۱۷۶۔ الوفاء باحوال المصطفٰے، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ
۱۷۷۔ زاد المعاد، مطبوعہ مطبع مصطفٰے البابی واولادہ مصر، ۱۳۶۹ھ، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم جوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ

۱۷۸۔ المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ احمد قسطلانی، متوفی ۹۱۱ھ

۱۷۹۔ شرح المواہب اللدنیہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، علامہ محمد عبد الباقی زرقانی، متوفی ۱۱۲۲ھ

۱۸۰۔ البدایہ والنہایہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ، حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۱۔ انسان العیون، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ علی بن برہان الدین حلبی، متوفی ۱۰۴۴ھ

۱۸۲۔ ازالۃ الخفاء، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، متوفی ۱۱۷۶ھ

۱۸۳۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۱۸۴۔ نشر الطیب، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ

۱۸۵۔ دلائل النبوت، مطبوعہ دار النفائس، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ

۱۸۶۔ مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور، علامہ محمد مہدی بن احمد بن علی بن یوسف فاسی

۱۸۷۔ السیرۃ النبویہ، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر، متوفی ۷۷۴ھ

۱۸۸۔ الطبقات الکبریٰ، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ، امام محمد بن سعد، متوفی ۲۳۰ھ

۱۸۹۔ استیعاب، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، متوفی ۴۶۳ھ

۱۹۰۔ الاخبار الطوال، مطبوعہ دار المسیرۃ بیروت، ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۲ھ

۱۹۱۔ اصابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۱۹۲۔ اسد الغابہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی فی المعروف بابن الاثیر متوفی ۶۳۰ھ

۱۹۳۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۸۷ھ

۱۹۴۔ التاریخ الخمیس، مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت، ۱۲۸۳ھ، علامہ حسین بن محمد دیار بکری

۱۹۵۔ الاروض الانف، مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ ملتان، علامہ ابو القاسم عبد الرحمان بن عبد اللہ سہیلی، متوفی ۵۸۱ھ

۱۹۶۔ مختصر سیرت الرسول، مطبوعہ المطبعۃ العربیہ، ۱۳۹۹ھ، شیخ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی، متوفی ۱۲۴۲ھ

۱۹۷۔ سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، مطبوعہ مجلس اعلیٰ قاہرہ، ۱۳۵۲ھ، علامہ محمد بن یوسف شامی صالحی، متوفی ۹۴۲ھ

۱۹۸۔ المدخل، مطبوعہ مصر، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المشہور ابن الحاج متوفی ۷۳۷ھ

۱۹۹۔ الکامل فی التاریخ، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابو الحسن علی بن ابی الکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر، متوفی ۶۳۰ھ

۲۰۰۔ تاریخ الامم والملوک، مطبوعہ دار القلم بیروت، علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ

۲۰۱۔ تاریخ ابن خلدون، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۰ھ علامہ عبد الرحمٰن ابن خلدون، متوفی ۸۰۸ھ

۲۰۲۔ تاریخ الخلفاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۳۔ مراۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ، بیروت، علامہ عبد اللہ بن اسعد بن علی یافعی، متوفی ۷۶۸ھ

۲۰۴۔ وفاء الوفاء، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ، علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ

۲۰۵۔ الجواہر المنظم، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی شافعی، ۹۷۴ھ

۲۰۶۔ الجواہر البحار، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

۲۰۷۔ کتاب الاذکار، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ

۲۰۸۔ الصارم المسلول، مطبوعہ نشر السنہ ملتان، شیخ ابوالعباس تقی الدین ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸ھ

۲۰۹۔ لواقح الانوار القدسیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ

۲۱۰۔ الصواعق المحرقہ، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ، ۱۳۸۵ھ، علامہ احمد بن حجر مکی، شافعی، متوفی ۹۷۴ھ

۲۱۱۔ الحدیقۃ الندیہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۱۹۷۷ء، علامہ عبدالغنی نابلسی، متوفی ۱۱۴۳ھ

۲۱۲۔ تاریخ دمشق الکبیر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ، حافظ ابوالقاسم علی بن حسین شافعی المعروف بابن عساکر، متوفی ۵۷۱ھ

۲۱۳۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۲ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ

۲۱۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ پاکستان، علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی، متوفی ۱۳۵۰ھ

کتبِ فقہ حنفی

۲۱۵۔ کتاب الخراج، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، متوفی ۱۸۲ھ

۲۱۶۔ مبسوط (کتاب الاصل)، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، امام محمد بن حسن شیبانی، ۱۸۹ھ

۲۱۷۔ الجامع الصغیر، مطبوعہ مطبع مصطفائی ہند ۱۲۹۱ھ، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ

۲۱۸۔ کتاب الحجۃ، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، 〃 〃 〃

۲۱۹۔ شرح سیر کبیر، مطبوعہ المکتبۃ للثورۃ الاسلامیہ افغانستان، ۱۴۰۵ھ، علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ

۲۲۰۔ مبسوط (شرح الکافی)، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت، ۱۳۹۸ھ 〃 〃 〃

۲۲۱۔ فتاویٰ قاضی خان، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، متوفی ۵۹۲ھ

۲۲۲۔ فتاویٰ النوازل، مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ، علامہ ابواللیث سمرقندی، متوفی ۳۷۳ھ

۲۲۳۔ بدائع الصنائع، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ، علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ

۲۲۴۔ ہدایہ اولین، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ

۲۲۵۔ ہدایہ اخیرین، مطبوعہ مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان، 〃 〃 〃

۲۲۶۔ عنایہ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ

۲۲۷۔ کفایہ، مطبوعہ، 〃 〃 〃، علامہ جلال الدین خوارزمی

۲۲۸۔ فتح القدیر، مطبوعہ 〃 〃 〃، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ

۲۲۹۔ بنایہ، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد، علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ

۲۳۰۔ البحر الرائق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ

۲۳۱۔ منحۃ الخالق، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ

۲۳۲۔ تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ عثمان بن علی زیلعی، متوفی ۷۴۳ھ

۲۳۳۔ درمختار، مطبوعہ، مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۴۷ھ، علامہ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ
۲۳۴۔ ردالمحتار، مطبوعہ، " " ، ۱۳۴۷ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ
۲۳۵۔ حاشیۃ الطحطاوی، علی الدر المختار، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۵ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ
۲۳۶۔ مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۳۷۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ احمد بن محمد طحطاوی، متوفی ۱۲۳۱ھ
۲۳۸۔ غنیۃ المستملی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، علامہ ابراہیم بن محمد حلبی، متوفی ۹۵۶ھ
۲۳۹۔ منیری، مطبوعہ، مطبع مجتبائی، دہلی، " " " "
۲۴۰۔ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام، مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر، ۱۳۰۴ھ، ملا احمد بن فراموز خسرو، متوفی ۸۸۵ھ
۲۴۱۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مولانا عبدالحلیم
۲۴۲۔ جامع الرموز، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، ۱۲۹۱ھ، علامہ محمد خراسانی، متوفی ۹۶۲ھ
۲۴۳۔ الجوہرۃ النیرۃ، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان، علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ
۲۴۴۔ فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیریہ بولاق، مصر، ۱۳۱۰ھ، ملا نظام الدین متوفی، ۱۱۶۱ھ
۲۴۵۔ فتاویٰ بزازیہ، مطبوعہ " " " ، علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ
۲۴۶۔ خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ، ۱۳۹۷ھ، علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی۔
۲۴۷۔ فتاویٰ خیریہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ خیر الدین رملی متوفی، ۱۰۸۱ھ
۲۴۸۔ فتاویٰ حامدیہ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ حامد بن علی قونوی رومی حنفی متوفی ۹۸۵ھ
۲۴۹۔ رسائل ابن عابدین، مطبوعہ، سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۶ھ، علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی، ۱۲۵۲ھ
۲۵۰۔ تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ، مطبوعہ دار الاشاعۃ العربیہ کوئٹہ " " "
۲۵۱۔ تقریرات رافعی، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، ۱۴۰۲ھ، شیخ عبدالقادر رافعی مفتی الدیار المصریہ
۲۵۲۔ شرح النقایہ، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۳۔ فتاویٰ غیاثیہ، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، علامہ داؤد بن یوسف الخطیب
۲۵۴۔ حاشیۃ الدرر والغرر، مطبوعہ مطبع عامرہ شرفیہ، مصر، ۱۳۰۴ھ، علامہ حسن بن عمار شرنبلالی، متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۵۵۔ اخبار القضاۃ، مطبوعہ الاستقامۃ قاہرہ، ۱۹۴۷ء امام وکیع بن محمد خلف حیان، متوفی ۳۰۶ھ
۲۵۶۔ معین الاحکام، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۰ھ، علامہ علاؤ الدین ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی حنفی
۲۵۷۔ مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر، مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد سلیمان داماد آفندی، متوفی ۱۰۷۸ھ
۲۵۸۔ المسلک المتقسط، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۵۹۔ حاشیۃ الشبلی علی تبیین الحقائق، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، علامہ شہاب الدین احمد شبلی
۲۶۰۔ تکملہ البحر الرائق، مطبوعہ، مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ محمد بن حسین بن علی طوری
۲۶۱۔ خلاصۃ الفتاویٰ، مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور، ۱۳۹۷ھ، شیخ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی

۲۶۲۔ المنتقی علی ملتقی الابحر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ

۲۶۳۔ شرح الکنز، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ علامہ عین الدین الہروی المعروف محمد ملا مسکین، متوفی ۹۵۴ھ

۲۶۴۔ فتاویٰ عبدالحیٔ، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند، ۱۳۲۵ھ، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ

۲۶۵۔ فتاویٰ رضویہ، مطبوعہ مطبع سنی دار الاشاعت فیصل آباد، ۱۳۹۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۶۶۔ الزبدۃ الزکیہ، مطبوعہ، محبوب المطابع دہلی، " " " " "

۲۶۷۔ کفل الفقیہ، مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی، ۱۳۲۴ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۶۸۔ فتاویٰ افریقیہ، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ

۲۶۹۔ اسلام میں عورت کی دیت، مطبوعہ بزم سعید لاہور، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ

۲۷۰۔ بہار شریعت، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی، مولانا امجد علی متوفی، ۱۳۷۶ھ

۲۷۱۔ فتاویٰ دار العلوم، دیوبند، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، شیخ عزیز الرحمٰن ومفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۷۲۔ الاختیار لتعلیل المختار، مطبوعہ دار فرانس للنشر والتوزیع، علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود حنفی متوفی ۶۸۳ھ

۲۷۳۔ حاشیہ ابی السعود علی ملا مسکین، مطبوعہ جمعیۃ المعارف المصریہ، مصر، ۱۲۸۷ھ، علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی، متوفی ۹۸۲ھ

۲۷۴۔ فتاویٰ مسعودی، مطبوعہ سرحد پبلیکیشنز کراچی، ۱۴۰۷ھ، شاہ محمد مسعود دہلوی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۷۵۔ جامع الفتاویٰ، مطبوعہ مطبع اسلامی پریس شاہجہاں پور، ۱۳۲۲ھ، مولانا ریاست علی خاں

۲۷۶۔ نصب الرایہ، مطبوعہ مجلس علمی ہند، علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی متوفی ۷۶۲ھ

۲۷۷۔ امداد الفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ دار العلوم کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ

۲۷۸۔ کتاب الاشباہ والنظائر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۷۹۔ غمز عیون البصائر، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، سید احمد بن محمد حنفی حموی

۲۸۰۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری، مطبوعہ مجلس مسائل تحقیق حاضرہ، کراچی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۸۱۔ پراویڈنٹ فنڈ پر سود اور زکوٰۃ کا مسئلہ، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، " " " "

۲۸۲۔ اوزانِ شرعیہ، مطبوعہ ادارۃ المعارف، مفتی محمد شفیع دیوبندی، متوفی ۱۳۹۶ھ

۲۸۳۔ رسائل ومسائل، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ

۲۸۴۔ ۵۔ اے ذیلدار پارک اردو مجالس سید مودودی، مطبوعہ البدر پبلیکیشنز، ۱۹۷۵ء سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ

۲۸۵۔ برجندی علی شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو ۱۳۲۴ھ، علامہ عبدالعلی برجندی

۲۸۶۔ حقوق الزوجین، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن لاہور، سید ابوالاعلیٰ مودودی، متوفی ۱۳۹۹ھ

۲۸۷۔ مقالات کوثری، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ زاہد الکوثری، متوفی ۱۳۷۱ھ

۲۸۸۔ کنز الدقائق، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز، علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، متوفی ۷۱۰ھ

۲۸۹۔ شرح وقایہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی، ۱۳۲۷ھ، صدر الشریعہ عبیداللہ بن محمد متوفی ۷۴۷ھ

۲۹۰۔ حاشیہ مولوی الیاس، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۹۰۸ء، مولوی الیاس

۲۹۱۔ فتاویٰ نوریہ، مطبوعہ کمبائن پرنٹرز لاہور، ۱۹۸۳ء، مولانا نوراللہ نعیمی بصیر پوری متوفی ۱۴۰۳ھ
۲۹۲۔ فتاویٰ مظہری، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۱۳۹۰ھ، مفتی محمد مظہراللہ دہلوی متوفی ۱۳۸۶ھ
۲۹۳۔ عرفان شریعت، مطبوعہ رضوی کتب خانہ بریلی، طبع دوم، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۴۔ فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۱ھ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، متوفی ۱۲۲۹ھ
۲۹۵۔ الطیب الوجیز فی امتعۃ الورق والابریز مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، اعلیٰ حضرت احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۲۹۶۔ فتاویٰ تاتارخانیہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۱۱ھ، علامہ عالم بن العلاء الانصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ

کُتبِ فقہ شافعی

۲۹۷۔ کتاب الام، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۳ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۲۹۸۔ المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، متوفی ۴۵۵ھ
۲۹۹۔ شرح المہذب، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۰۔ تکملہ شرح المہذب، " " " علامہ تقی الدین سبکی، متوفی ۷۵۶ھ
۳۰۱۔ فتح العزیز شرح الوجیز، " " " علامہ ابوالقاسم محمد رافعی متوفی ۶۲۳ھ
۳۰۲۔ مغنی المحتاج، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت، علامہ محمد الخطیب من قرن العاشر
۳۰۳۔ احیائے علوم الدین، مطبوعہ دارالمعرفۃ، بیروت، امام محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ
۳۰۴۔ السخاوی للفتاویٰ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۰۵۔ مختصر المزنی، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ
۳۰۶۔ روضۃ الطالبین وعمدۃ المفتین، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ علامہ یحییٰ بن شرف نووی، متوفی ۶۷۶ھ
۳۰۷۔ فقہ السنۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ ڈاکٹر یوسف قرضاوی

کُتبِ فقہ مالکی

۳۰۸۔ المدونۃ الکبریٰ، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴۰۶ھ، امام سحنون بن سعید تنوخی مالکی متوفی ۲۵۶ھ
۳۰۹۔ بدایۃ المجتہد، مطبوعہ دارالفکر بیروت، قاضی ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی اندلسی، متوفی ۵۹۵ھ
۳۱۰۔ الشرح الصغیر علیٰ اقرب المسالک، مطبوعہ دارالمعارف مصر، ۱۳۴۸ھ، علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۱۔ التاج والاکلیل شرح مختصر خلیل، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف ابن ابی القاسم العبدری مالکی متوفی ۸۹۷ھ
۳۱۲۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، علامہ ابوالبرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ
۳۱۳۔ حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دارالفکر بیروت، شیخ شمس الدین محمد بن عرفہ دسوقی مالکی متوفی ۱۲۱۹ھ

۳۱۴۔ حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر، مطبوعہ دار المعارف مصر، ۱۹۴۷ء، علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی، متوفی ۱۲۲۳ھ
۳۱۵ مواہب الجلیل، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ، علامہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الحطاب المغربی، متوفی ۹۵۴ھ

کتب فقہ حنبلی

۳۱۶۔ المقنع، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، علامہ ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ بن احمد الخرقی، متوفی ۳۳۴ھ
۳۱۷۔ المغنی، 〃 〃 〃، علامہ موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۲۰ھ
۳۱۸۔ المغنی مع الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، 〃 〃 〃 〃
۳۱۹۔ الشرح الکبیر، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ، علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن بن ابی عمر محمد بن احمد بن قدامہ حنبلی، متوفی ۶۸۲ھ
۳۲۰۔ انصاف، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۴ھ، علامہ ابو الحسین علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۱۔ مجموع الفتاویٰ، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل سعود، شیخ ابو العباس تقی الدین احمد ابن تیمیہ حنبلی، متوفی ۷۲۸ھ
۳۲۲۔ کتاب الفروع، مطبوعہ عالم الکتب بیروت، ۱۳۸۸ھ، علامہ شمس الدین مقدسی ابو عبداللہ محمد بن مفلح حنبلی، متوفی ۷۶۳ھ
۳۲۳۔ تصحیح الفروع، 〃 〃 〃 〃، علامہ ابو الحسن علی بن سلیمان مرداوی، متوفی ۸۸۵ھ
۳۲۴۔ کشاف القناع، 〃 〃 〃 〃، علامہ منصور بن یونس بن ادریس بھوتی حنبلی، متوفی ۱۰۵۱ھ

کتب فقہ ظاہریہ (غیر مقلدین)

۳۲۵۔ المحلی، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۹ھ، شیخ علی بن احمد بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ
۳۲۶ نیل الاوطار، مطبوعہ الکلیات الازہریہ، ۱۳۹۸ھ، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۲۷۔ مسلک المختار، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ
۳۲۸۔ ایک مجلس کی تین طلاقیں، مطبوعہ ثنائیہ کتب خانہ لاہور
۳۲۹۔ کتاب الاموال، مطبوعہ ادارۃ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، امام ابو عبید قاسم بن سلام، متوفی ۲۲۴ھ

مذاہب اربعہ

۳۳۰۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۹ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ
۳۳۱۔ الفقہ علی مذاہب الاربعہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، علامہ عبدالرحمٰن الجزیری
۳۳۲۔ الفتاویٰ الاسلامیہ من دار الافتاء المصریہ القاہرہ، ۱۴۰۰ھ
۳۳۳۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ، ڈاکٹر وہبہ زحیلی

۳۳۴۔ التشریع الجنائی، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، علامہ عبد القادر عودہ
۳۳۵۔ یسئلونک فی الدین والحیاۃ، مطبوعہ دار الجیل بیروت، ڈاکٹر احمد شرباصی، استاذ جامعہ ازہر
۳۳۶۔ موسوعۃ الفقہ الاسلامی، مطبوعہ القاہرہ، ۱۴۱۰ھ

کتب شیعہ (تفسیر، حدیث وفقہ)

۳۳۷۔ الاصول من الکافی دار الکتب الاسلامیہ، تہران، شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی، متوفی ۳۲۹ھ
۳۳۸۔ الفروع من الکافی، مطبوعہ " " ۱۳۹۱ھ، " " " "
۳۳۹۔ من لا یحضرہ الفقیہ، مطبوعہ " " شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی، متوفی ۳۸۱ھ
۳۴۰۔ تہذیب الاحکام، مطبوعہ " " شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ
۳۴۱۔ الاستبصار، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، تہران، " " " "
۳۴۲۔ نہج البلاغۃ مع فارسی ترجمہ، مطبوعہ انتشارات زرین ایران
۳۴۳۔ نہج البلاغۃ مع اردو ترجمہ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز
۳۴۴۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ عز الدین عبد الحمید بن ابی الحدید متوفی ۶۵۶ھ
۳۴۵۔ تفسیر تبیان، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ
۳۴۶۔ تفسیر مجمع البیان، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۴۰۱ھ، شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ
۳۴۷۔ تفسیر منہج الصادقین، خیابان ناصر خسرو ایران، شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ
۳۴۸۔ تفسیر قمی، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۷ھ، شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم قمی، متوفی ۳۳۹ھ
۳۴۹۔ تفسیر نمونہ، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ، جمعے از نویسندگان
۳۵۰۔ توضیح المسائل، مطبوعہ سازمان تبلیغ اسلامی ایران، ۱۴۰۴ھ، شیخ روح اللہ خمینی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۵۱۔ توضیح المسائل، مطبوعہ جامعہ تعلیمات اسلامی، کراچی، شیخ ابو القاسم الخوئی
۳۵۲۔ احتجاج، مطبوعہ دار النعمان ایران، شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ
۳۵۳۔ حق الیقین، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ، ملا باقر بن محمد تقی مجلسی، متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۵۴۔ جلاء العیون (مترجم)، مطبوعہ انصاف پریس لاہور، " " " "
۳۵۵۔ حیات القلوب (مترجم)، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور، " " " "
۳۵۶۔ تاریخ یعقوبی، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ، شیخ احمد بن ابی یعقوب، متوفی ۲۶۰ھ
۳۵۷۔ کشف الاسرار، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران، شیخ روح اللہ خمینی موسوی، متوفی ۱۴۰۹ھ
۳۵۸۔ المیزان، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۰۲ھ، شیخ محمد حسین طباطبائی، متوفی ۱۳۹۳ھ
۳۵۹۔ فقہ الامام جعفر الصادق، مطبوعہ دار العلم بیروت، شیخ محمد جواد مغنیہ

۳۶۰۔ ناسخ التواریخ، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، ۱۳۶۳ھ، میرزا محمد تقی مؤرخ شہیر، متوفی ۱۲۹۷ھ
۳۶۱۔ بحار الانوار، مطبوعہ المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۹۲ھ، ملا محمد باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ
۳۶۲۔ القرآن المبین تفسیر المتقین، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور، شیخ امداد حسین کاظمی مشہدی
۳۶۳۔ فدک، مطبوعہ کتاب خانہ چہل ستون، جامع تہران، ۱۳۹۸ھ، فقیر سید محمد حسین قزوینی
۳۶۴۔ شرح نہج البلاغۃ، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران، ۱۳۸۷ھ، شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی، متوفی ۶۷۹ھ
۳۶۵۔ رجال کشی، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات ایران، شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبد العزیز کش من علماء القرن الرابع
۳۶۶۔ شرائع الاسلام، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران، شیخ ابو القاسم نجم الدین جعفر بن الحسن، متوفی ۶۷۶ھ

کتب عقائد وکلام

۳۶۷۔ شرح عقائد نسفی، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۶۸۔ شرح مواقف، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
۳۶۹۔ شرح فقہ اکبر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ
۳۷۰۔ حاشیۃ الخیالی، مطبوعہ عبد الحکیم اینڈ سنز پشاور، علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ
۳۷۱۔ المنقذ من الضلال، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۳۷۲۔ الیواقیت والجواہر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبد الوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۳۷۳۔ نبراس، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ، مولانا عبد العزیز پرہاروی
۳۷۴۔ حاشیہ عبد الحکیم سیالکوٹی مع مجموعہ حواشی البہیہ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ، مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۶۷ھ
۳۷۵۔ شرح المقاصد، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۱ھ
۳۷۶۔ الاحکام السلطانیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۹۳ھ، علامہ ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی متوفی ۴۵۰ھ
۳۷۷۔ سائرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ
۳۷۸ مسامرہ، مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر، علامہ کمال الدین محمد بن محمد المعروف بابن ابی شریف القدسی الشافعی متوفی ۹۰۶ھ،
۳۷۹۔ کتاب العقائد، مطبوعہ تاجدار پبلیشنگ کمپنی، کراچی، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، متوفی ۱۳۶۷ھ

کتب اصول حدیث

۳۸۰۔ الکفایہ فی علم الروایہ، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ
۳۸۱۔ نقط الدرر، مطبوعہ مطبعہ شرکۃ مصطفیٰ البابی حلبی واولاد مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ عبد اللہ بن حسین خاطر
۳۸۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر، مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ، ملا علی بن سلطان محمد القاری، متوفی ۱۰۱۴ھ

۳۸۳۔ امعان النظر، مطبوعہ اکادمی شاہ ولی اللہ، حیدر آباد سندھ، قاضی محمد اکرم سندھی
۳۸۴۔ تدریب الراوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ جلال الدین سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ
۳۸۵۔ تقریب النواوی، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ
۳۸۶۔ علوم الحدیث، مطبوعہ " " ، امام ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن شہرزوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ
۳۸۷۔ تیسیر مصطلح الحدیث، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ڈاکٹر محمد طحان

کتب اصول فقہ

۳۸۸۔ مستصفیٰ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۲۹۴ھ، امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ
۳۸۹۔ فواتح الرحموت، مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبریٰ بولاق مصر ۱۲۹۴ھ، بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ
۳۹۰۔ الرسالۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۲ھ، امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ
۳۹۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، مطبوعہ مطبع محمد علی و اولادہ مصر، ۱۳۴۷ھ، علامہ سیف الدین علی بن علی آمدی متوفی ۶۳۱ھ
۳۹۲۔ اصول بزدوی، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی متوفی ۴۸۲ھ
۳۹۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخ محمد بن علی شوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ
۳۹۴۔ تحریر، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ کمال الدین ابن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ
۳۹۵۔ التقریر والتحبیر، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ
۳۹۶۔ شرح المنہاج، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ

متفرقات

WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۹۷۔ کتاب التعریفات، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ، میر سید شریف علی بن محمد جرجانی، متوفی ۸۱۶ھ
۳۹۸۔ الجامع اللطیف، محمد جار اللہ، متوفی ۹۸۵ھ
۳۹۹۔ فتاویٰ حدیثیہ، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۶ھ، علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۴۷ھ
۴۰۰۔ سباحۃ الفکر، مولانا عبدالحئی لکھنوی، متوفی ۱۳۰۴ھ
۴۰۱۔ الکبریت الاحمر، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۷۸ھ، علامہ عبدالوہاب شعرانی، متوفی ۹۷۳ھ
۴۰۲۔ الاعتصام، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، متوفی ۷۹۰ھ
۴۰۳۔ بوادر النوادر، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ۱۹۶۴ء، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ
۴۰۴۔ براہین قاطعہ، مطبوعہ مطبع بلالی، ڈھونڈ، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ
۴۰۵۔ اسلام اور موسیقی، مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۶۸ء، شاہ محمد جعفر پھلواری

۴۰۶۔ المہند علی المفند، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند، شیخ خلیل احمد انبیٹھوی، متوفی ۱۳۴۶ھ

۴۰۷۔ دو اسلام، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، ڈاکٹر غلام جیلانی برق

۴۰۸۔ مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۰ء، حضرت مجدد الف ثانی، متوفی ۱۰۳۴ھ

۴۰۹۔ حیوٰۃ الحیوان الکبریٰ، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ محمد بن موسیٰ الدمیری، متوفی ۸۰۸ھ

۴۱۰۔ عجائب المخلوقات، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۰۵ھ، علامہ زکریا بن محمد بن محمود

۴۱۱۔ الملفوظ، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور، امام احمد رضا قادری متوفی ۱۳۴۰ھ

۴۱۲۔ تکمیل ایمان، مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ، ۱۹۱۲ء شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۴۱۳۔ منہاج السنۃ، مطبوعہ مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ حرانی، متوفی ۷۲۸ھ

۴۱۴۔ تقویت الایمان، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ

۴۱۵ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۹ھ، علامہ فضل حق خیرآبادی، متوفی ۱۸۶۱ھ

۴۱۶۔ ماثبت بالسنۃ، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ

۴۱۷۔ شمائم امدادیہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ ملتان، ۱۴۰۵ھ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ

۴۱۸۔ امداد المشتاق، مکتبہ اسلامیہ لاہور، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی، ۱۳۶۲ھ

۴۱۹۔ فیصلہ ہفت مسئلہ، مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، متوفی ۱۳۱۷ھ

۴۲۰۔ المورد الروی فی المولد النبوی، مطبوعہ المدینۃ المنورہ، ۱۴۰۰ھ، ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی، ۱۰۱۴ھ

۴۲۱۔ ابجد العلوم، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۳ھ، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، متوفی ۱۳۰۷ھ

۴۲۲۔ الدرر الکامنۃ، مطبوعہ دار الجلیل بیروت، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ

۴۲۳۔ قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۲۷۳ھ، شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ، متوفی ۷۲۸ھ

۴۲۴۔ ہدیۃ المہدی، مطبوعہ میسور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ، علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ

۴۲۵۔ ندائے یارسول اللہ، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ، علامہ عبدالحکیم شرف قادری

۴۲۶۔ کشف الشبہات، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۶ھ

۴۲۷۔ الصواعق الالٰہیہ، مطبوعہ مکتبہ الیشیق استنبول، شیخ سلیمان بن عبدالوہاب متوفی ۱۲۰۸ھ ۷۶۹ھ

۴۲۸۔ اکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان، مطبوعہ مطبع خیر کثیر کراچی، قاضی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ شبلی حنفی متوفی

۴۲۹۔ شرح الصدور، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر، علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

۴۳۰۔ الفوائد الضیائیہ (شرح جامی)، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی، علامہ عبدالرحمان جامی متوفی ۸۹۸ھ

۴۳۱۔ فتاویٰ مہریہ، مطبوعہ گولڑا شریف ۱۹۸۸ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ متوفی ۱۳۵۶ھ

۴۳۲۔ روزنامہ جنگ کراچی، میر خلیل الرحمٰن (مدیر اعلیٰ)

۴۳۳ جمہرۃ انساب العرب، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ، ابومحمد علی بن حزم اندلسی، متوفی ۴۵۶ھ

۴۳۴۔ التلخیص الحبیر، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ،

۴۳۵۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری
۴۳۶۔ الحیلۃ الناجزۃ، مطبوعہ ادارۃ الاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء، شیخ اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۴ھ
۴۳۷۔ احسن الفتاوی، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۷ھ، مفتی رشید احمد
۴۳۸۔ ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی داولادہ مصر، ۱۳۸۰ھ، سیدی احمد بن عبدالمبارک
۴۳۹۔ تحذیر الناس، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیوبند، ۱۳۹۵ھ، شیخ محمد قاسم نانوتوی، متوفی ۱۲۹۷ھ
۴۴۰۔ ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مطبوعہ رضوی کتب خانہ لاہور، ۱۳۳۰ھ، امام احمد رضا قادری، متوفی ۱۳۴۰ھ
۴۴۱۔ صراطِ مستقیم، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور، شیخ اسماعیل دہلوی، متوفی ۱۲۴۶ھ
۴۴۲۔ میری داستانِ حیات، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق
۴۴۳۔ رمزِ ایمان، " " " " " "
۴۴۴۔ فتاوی رشیدیہ کامل، مطبوعہ، محمد سعید اینڈ سنز کراچی، شیخ رشید احمد گنگوہی، متوفی ۱۳۲۳ھ
۴۴۵۔ التراتیب الاداریہ (نظام الحکومت النبویہ)، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، علامہ عبدالحیٔ الکتانی
۴۴۶۔ انشورنس اسلامی معیشت میں، مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمٹیڈ لاہور، ۱۹۸۲ء، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی
۴۴۷۔ اعانۃ الطالبین، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، علامہ سید ابی بکر المعروف بالسید البکری
۴۴۸۔ مختصر المعانی، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ، کراچی، علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی، متوفی ۷۹۲ھ
۴۴۹۔ اُردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، مطبوعہ زیر اہتمام، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۳۹۷ھ
۴۵۰۔ مقالاتِ کاظمی، مطبوعہ، مکتبہ فریدیہ ساہیوال، ۱۳۹۷ھ، علامہ سید احمد سعید کاظمی، متوفی ۱۴۰۶ھ
۴۵۱۔ ہدایۃ النحو، مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی، کراچی، علامہ ابوالحیان اندلسی، متوفی ۷۵۴ھ
۴۵۲۔ المرأۃ فی فکر الاسلامی، مطبوعہ مطابع جامعۃ الموصل بغداد، ۱۹۸۶ء، علامہ جمال محمد فتحی رسول الحاجوری
۴۵۳۔ اعلام الموقعین، مطبوعہ حارۃ حریک لبنان، علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزیہ، متوفی ۷۵۱ھ
۴۵۴۔ اتحاف سادۃ المتقین، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ، علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ الحسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ
۴۵۵۔ ردالرفضۃ، مشہور پریس کراچی، امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ
۴۵۶۔ تصفیہ مابین سنی وشیعہ، مطبوعہ گولڑا شریف، ۱۹۷۹ء، علامہ پیر سید مہر علی شاہ، متوفی ۱۳۵۶ھ
۴۵۷۔ تحقیق الحق فی کلمۃ الحق، " " " ۱۴۱۲ھ، " " " "
۴۵۸۔ حفظ الایمان، مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی، شیخ اشرف علی تھانوی متوفی، ۱۳۶۴ھ

علامہ غلام رسول سعیدی کی تصانیف

حیات استاذ العلماء

توضیح البیان

ذکر بالجہر

فاضل بریلوی کا فقہی مقام

شرح صحیح مسلم

افادات مصطفیٰ کی شرعی حیثیت ضرورت اور اہمیت

کنز الایمان ضیائے

تذکرۃ المحدثین

مقام ولایت و نبوت

مقالات سعیدی

تلفظ خدا کی تحقیق

معاشرے کے ناسور